itsurdu.blogspot.com

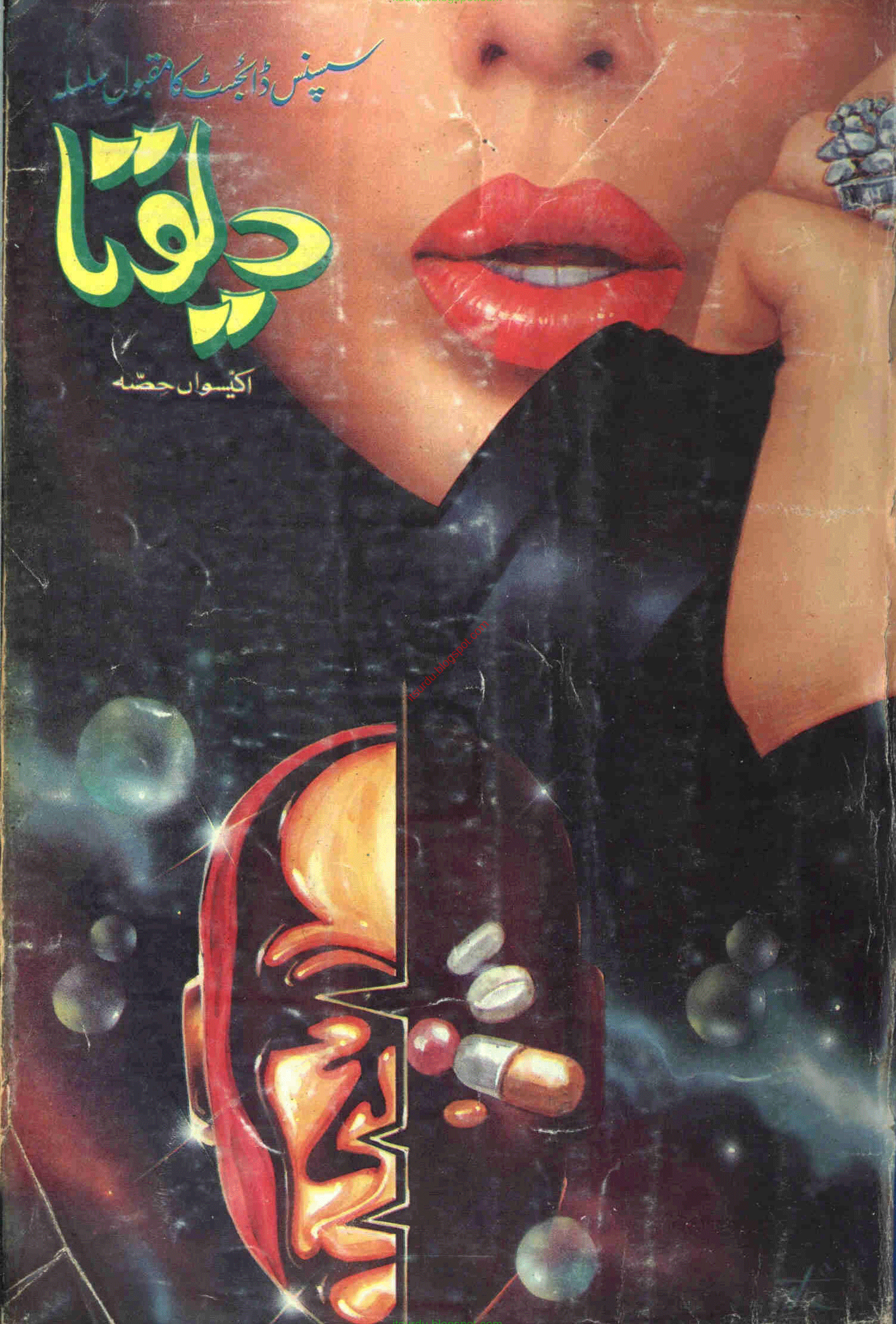

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

جوا

ایک درازدست شخص کی سرگزشت۔ ایک فسوں کار کا قصہ، جس کا جادو سر چڑھ کر بولتا تھا۔ اس شوریدہ پشت، شوریدہ سر کا احوال ایک عالم جس کے خون کا پیاسا تھا۔

وہ صبح دس بجے تل ابیب سے روانہ ہوئے۔ پہلے نینسی کار ڈرائیو کر رہی تھی پھر تل ابیب سے نکل آنے کے بعد ایک جگہ گاڑی روک کر بولی: "میں بہت اپ سیٹ ہوں۔ تمھارے پاس ہوں اور تم سے دور بھی ہوں۔ ونڈ اسکرین کے پار دیکھتی ہوں تو تم ہی تم دکھائی دیتے ہو۔"

انھوں نے اپنی جگہ بدل دی۔ پارس نے اسٹیئرنگ سیٹ پر آکر کہا: "میں تمھارے جذبات کو سمجھتا ہوں مگر کیا کروں، کوئی راستہ سجھائی نہیں دیتا۔ ویسے جلد یا بہ دیر ہمیں میاں بیوی بن کر رہنے کا کوئی راستہ اختیار کرنا ہی ہوگا۔"

اس نے کار اسٹارٹ کی اور آگے بڑھا دی۔ تل ابیب سے یروشلم کا فاصلہ زیادہ نہیں تھا۔ وہ آرام سے ڈرائیو کرتے ہوئے دو یا ڈھائی گھنٹے میں وہاں پہنچ سکتے تھے۔ پارس نے کن انکھیوں سے دیکھا، نینسی چپ چاپ بیٹھی ونڈ اسکرین کے پار دور تک دیکھ رہی تھی جیسے کسی نے سحر پھونک دیا ہو، وہ پتھر کی ہوگئی ہو اور بس ایک ہی طرف دیکھنا جانتی ہو۔ اوپر سے وہ بالکل ساکت تھی، خاموش تھی مگر اندر آندھیاں چل رہی تھیں اور وہ سوچ رہی تھی: "اس طرح کیسے گزر ہوگی۔"

پارس نے کہا: "ہم بیس میل کا فاصلہ طے کر چکے ہیں لیکن اس طرح خاموش ہیں جیسے ایک دوسرے کے پاس موجود ہی نہ ہوں۔"

وہ بولی: "موجود رہ کر بھی کیا کر سکتے ہیں؟"

"اپنے خیالات کو کسی دوسری طرف لگاؤ۔"

"میں کوشش کرتی ہوں لیکن جب تک تمھیں نہیں پاؤں گی، اس وقت تک کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں ہوں گی۔"

"ابھی کیا سوچ رہی ہو؟"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی: "ڈارلنگ! آخر یہ مسلمان بھی تو انسان ہی ہوتے ہیں؟"

"بے شک انسان ہوتے ہیں۔"

"اور ہم یہودی بھی انسان ہیں لیکن انسان عرب کا لباس بھی پہنتا ہے، یورپ کا بھی پہنتا ہے اور دوسرے ممالک کا لباس پسند آئے تو وہ بھی پہن لیتا ہے۔ جب وہ مختلف ملکوں اور قوموں کا لباس پہن سکتا ہے تو کیا وہ دو مذہب اختیار نہیں کر سکتا؟"

"کہنا کیا چاہتی ہو؟"

"تم مسٹر فرہاد کے مطالبے کے مطابق اسلام قبول کر لو لیکن ہمیں اپنی سوسائٹی میں زندہ رہنا ہے۔ یہاں ہماری عزت ہے، وقار ہے، رعب ہے، دبدبہ ہے۔ سب جھک کر سلام کرتے ہیں۔ اگر کسی کو پتا چلا کہ تم نے اسلام قبول کیا ہے تو ہم نظروں سے گر جائیں گے۔ ہم سے جو اولاد ہوگی، اسے بھی یہاں کی سوسائٹی میں نفرت سے دیکھا جائے گا۔ بولو، کیا یہ ممکن ہے کہ تم چپ چاپ مسلمان بن جاؤ اور ہمارے لوگوں کو خبر نہ ہو اور فرہاد صاحب کو بھی اعتراض نہ ہو؟"

"نینسی! فرہاد صاحب کو اعتراض ہو یا نہ ہو، میں ایک سچا اور کھرا انسان ہوں۔ نہ میں اپنے لوگوں کو دھوکا دینا چاہتا ہوں اور نہ اس خوش فہمی میں مبتلا رہنا چاہتا ہوں کہ نعوذ باللہ خدا کو دھوکا دے رہا ہوں۔ اگر میں اسلام قبول کروں گا تو پھر سچا مسلمان بن کر رہوں گا۔ دوغلی زندگی نہ مجھے پسند ہے اور نہ میں تمھیں اس کا مشورہ دوں گا۔ پلیز، تم مجھے ایسا مشورہ نہ دو۔"

"اگر تم سچے مسلمان بن جاؤ گے تو کیا مجھے یہودی سمجھ کر نفرت نہیں کرو گے؟"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"نہیں، ایسا نہیں ہوگا۔ میں کوشش کروں گا کہ تم بھی اسلام قبول کرلو۔"

"کیسی باتیں کر رہے ہو۔ فرہاد صاحب نے ایک کے لیے شرط لگائی ہے اور تم مجھ پر بھی یہ شرط عائد کر رہے ہو۔"

"یہ سمجھنے اور عقل سے تسلیم کرنے کی بات ہے۔ کیا تم ایک یہودی ہو کر مسلمان کو برداشت کرنے کا دل رکھتی ہو؟"

"میں مجبوراً ایسا سوچ رہی ہوں۔"

"پھر تم ہی سوچو۔ میں سچا مسلمان بن جاؤں گا تو ایک یہودی لڑکی کو کیسے برداشت کروں گا۔ میں تو یہی چاہوں گا کہ تم بھی میری ہم مذہب ہو جاؤ۔"

"ہم اس معاملے میں جتنی باتیں کرتے ہیں اتنی ہی الجھنیں بڑھتی جاتی ہیں۔ ایک سیدھی اور صاف بات بتا دو، کیا تم مسلمان بننا چاہتے ہو؟"

"تمہارے لیے مجھے یہ منظور ہے۔ اب یہی سوال میں کر رہا ہوں، صاف اور سیدھا جواب دے دو۔"

اس نے ایک گہری سانس لی۔ سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا لیا۔ آنکھیں بند کیں پھر آہستگی سے بولی "مجھے منظور ہے لیکن صرف ایک رعایت چاہتی ہوں۔"

"اگر فرہاد صاحب میرے دماغ میں آئیں گے تو میں ضرور ان سے بات کروں گا، تم کیا چاہتی ہو؟"

"یہی کہ ہم اسلام قبول کرلیں لیکن یہ بات ظاہر نہ کریں۔ رفتہ رفتہ وقت اور حالات دیکھ کر اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کردیں گے۔"

"میرا خیال ہے، فرہاد صاحب اس بات کو قبول کرلیں گے۔ بائی دا وے تم آنکھیں بند کر کے اس بات کو تسلیم کر رہی ہو۔ یوں لگتا ہے جیسے اپنا مذہب چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کرتے ہوئے شرم آرہی ہے۔"

"کچھ ایسی ہی بات ہے۔ ابھی تو ابتدا ہے، دل ادھر مائل نہیں ہو رہا ہے۔ رفتہ رفتہ ہو جائے گا۔"

"ذرا اپنے دل کو ٹٹول کر جواب دو، کیا تم مجبور ہو کر ایسا کر رہی ہو؟"

"میں مجبور ہو کر ایسا کر رہی ہوں، پھر دل کہتا ہے، محبت میں بڑی طاقت ہے۔ یہ محبت انسان کا لباس بدل دیتی ہے، مزاج بدل دیتی ہے، حلیہ بدل دیتی ہے، مذہب بھی بدل دیتی ہے۔ میں تمہاری محبت میں اس جہاں کو چھوڑ کر اس جہاں تک جا سکتی ہوں تو کیا اس مذہب کو چھوڑ کر اس مذہب میں نہیں جا سکتی؟"

وہ نئے یروشلم میں داخل ہو گئے۔ اس نئے یروشلم کے درمیان وہ پرانا یروشلم آباد ہے جہاں مسلمانوں، عیسائیوں اور یہودیوں کے تاریخی اور مذہبی مقدس مقامات ہیں۔ پرانا یروشلم اونچی چہار دیواری کے اندر ہے جس میں داخل ہونے کے سات دروازے ہیں۔ وہ جافہ گیٹ کے قریب یامین موشے کی پہاڑی پر آئے۔ اس پہاڑی پر کنگ ڈیوڈ نامی سب سے مہنگا فائیو اسٹار ہوٹل ہے۔ ان کے نانا نے پہلے ہی اس ہوٹل میں ان کے لیے پورا ایک سوئٹ ریزرو کروا لیا تھا۔

وہ اپنا سامان لے کر ہوٹل کے کمرے میں پہنچ گئے۔ نینسی تھکے ہوئے انداز میں بستر پر گر پڑی۔ کہنے لگی "پھر تم نے کیا سوچا؟"

پارس نے سوچنے کے انداز میں سر جھکا لیا۔ آہستہ آہستہ چلتا ہوا بالکونی تک آگیا، وہاں سے دور تک یروشلم دکھائی دیتا تھا۔ وہ دور تک نظریں دوڑا رہا تھا لیکن دماغ میں جذبے چیخ رہے تھے۔ ساتھ ہی اس کے اندر ایمان کہہ رہا تھا، وہ نینسی کو دھوکا دے کر اسلام قبول کروانا چاہتا ہے جبکہ اسلام میں اس کی اجازت نہیں ہے۔ ایک لڑکی اس کی ضرورت مند ہے۔ وہ ہر حال میں اسے حاصل کرنا چاہتی ہے۔ وہ اس کی ضرورت سے فائدہ اٹھا کر اسے اپنے مذہب کی طرف لانا چاہتا ہے۔ ایمان اور انصاف کی بات یہ ہے کہ وہ کھل کر سب کچھ کہہ دے۔ اپنی اصلیت بتا دے کہ وہ پیدا ہوتے وقت بھی مسلمان تھا، آج بھی مسلمان ہے اور آخری سانس تک مسلمان رہے گا۔ دوبارہ اسلام قبول کرنے کا ڈراما پلے نہیں کرے گا۔ اگر نینسی کو منظور ہے تو اس کے مذہب کی طرف آئے، ورنہ واپس چلی جائے۔ واپسی کے راستے میں اس کے لیے کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔

وہ بستر سے اٹھ کر آہستہ آہستہ چلتی ہوئی بالکونی کے قریب آئی پھر کھلے ہوئے دروازے سے ٹیک لگا کر بولی "کیا اب بھی کوئی الجھن رہ گئی ہے؟"

"میں حق اور انصاف کی بات سوچ رہا ہوں۔ ایک مسلمان کسی یہودی لڑکی کی آبرو رکھنے کے سلسلے میں کس حد تک قربانیاں دے سکتا ہے اور کہاں تک خود کو خطرات میں ڈال سکتا ہے۔"

"تم کیا کہہ رہے ہو؟ کس مسلمان اور کس یہودی لڑکی کی بات کر رہے ہو؟"

"اگر میں تم سے کہوں کہ میں یہودی نہیں، مسلمان ہوں۔ پیدائشی مسلمان ہوں اور مرتے دم تک مسلمان رہوں گا، تو کیا تم یقین کرو گی؟"

"کیوں مذاق کر رہے ہو۔ جب سے شادی ہوئی ہے، میں مسکرانا بھول گئی ہوں۔ تمہارا کوئی مذاق میرے چہرے پر ہنسی نہیں لائے گا۔"

"میں مذاق نہیں کر رہا ہوں، سچ کہہ رہا ہوں۔ میں ڈان مورس

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

نہیں ہوں۔"

"کیوں فضول باتیں کر کے مجھے پریشان کرتے ہو۔ اگر تم ڈان مورس نہیں ہو تو میں نینسی نہیں ہوں۔ یہ ہوٹل نہیں ہے، کوئی کھنڈر ہے۔"

"پلیز، مان لو کہ میں یہودی نہیں ہوں۔"

"چلو، مان لیتی ہوں، ویسے بھی ہم اسلام قبول کرنے جا رہے ہیں۔ تمہارے یہودی ہونے یا نہ ہونے سے کیا فرق پڑتا ہے؟"

"بہت فرق پڑتا ہے۔ اگر میں اس راز پر سے پردہ نہ اٹھاؤں اور تمہیں اسلام قبول کراؤں تو یہ میرے مذہبی احکامات کے خلاف ہوگا۔ ہم کسی سے جھوٹ بول کر، کسی کو فریب دے کر اپنے مذہب کی طرف نہیں لا سکتے اور نہ ہی میں تمہیں اس طرح لانا چاہتا ہوں۔ لہٰذا میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں یہودی ڈان مورس نہیں ہوں، ایک مسلمان ہوں۔ فرہاد علی تیمور کا بیٹا پارس۔"

وہ ذرا سہمے ہوئے انداز میں پیچھے چلی گئی۔ حیرانی اور بے یقینی سے اس کا منہ تکنے لگی پھر بولی "تم جھوٹ بول رہے ہو۔ اگر تم فرہاد علی تیمور کے بیٹے ہوتے تو وہ تمہارے دماغ میں آکر زلزلے پیدا نہ کرتے۔"

"میرے پاپا نے میرے دماغ میں کوئی زلزلہ پیدا نہیں کیا بلکہ کبھی میرے دماغ میں نہیں آئے۔ میں نے تم سے، نانا سے اور ساری دنیا سے جھوٹ کہا تھا۔"

"تم نے کیوں جھوٹ کہا؟"

"صرف یہ سوچ کر کہ میں مسلمان ہوں، تم ایک یہودی ہو، بہت حیا والی ہو۔ اگر میں تمہیں دھوکا دے کر تم سے ازدواجی رشتہ قائم کروں گا تو یہ میرے ایمان کے خلاف ہوگا اور جب ایک دن تمہیں چھوڑ کر چلا جاؤں گا تو میرا ضمیر مجھے ملامت کرے گا۔"

"ڈان! فار گاڈ سیک اتنا بھیانک مذاق نہ کرو۔ تم سر سے پاؤں تک ڈان مورس ہو۔ نانا تمہیں پہچانتے ہیں۔ تمہاری ایک ایک عادت، تمہارا چلنا پھرنا، اٹھنا بیٹھنا بالکل ڈان مورس جیسا ہے تو پھر تم پارس کیسے ہو سکتے ہو؟"

پارس بالکونی سے چلتا ہوا کمرے کے اندر آیا پھر بولا۔ "ذرا توجہ سے سنو۔ میں تمہیں مختصر حالات بتا رہا ہوں۔"

پھر وہ بتانے لگا کہ اصل ڈان مورس کے ساتھ اس کے چچا ٹام مورس اور سام مورس کس طرح ظلم کرتے تھے اور کس طرح اس کی جائداد ہتھیا لینا چاہتے تھے۔ ڈان مورس بہت ہی بزدل اور بچکانا ذہن رکھنے والا جوان ہے۔ روما نامی ایک نرس اسے دل و جان سے چاہتی ہے اور اسے دل و جان سے اپنا لینا چاہتی ہے۔ ایسے میں پارس نے مداخلت کی۔ روما اور ڈان مورس کو پیرس بھیج دیا۔ وہاں ایک ادارے میں ڈان مورس کا نفسیاتی علاج ہو رہا ہے، ادھر پارس، ڈان مورس کا روپ اختیار کر کے ٹام مورس وغیرہ کے ساتھ تل ابیب آ گیا اور یہاں آنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ وہ اپنی ماں کے قاتلوں سے انتقام لینا چاہتا ہے۔

نینسی سکتے کے عالم میں دروازے سے ٹیک لگائے سن رہی تھی۔ پارس اپنی روداد سنا رہا تھا اور یقین دلا رہا تھا کہ وہ... ڈان مورس نہیں، پارس ہے پھر وہ اس کے سامنے کچھ فاصلے پر آ کر کھڑا ہو گیا، کہنے لگا "اگر میں مجرم ہوں تو جاؤ اپنے قانون کے محافظوں کو آواز دو اور مجھے گرفتار کرا دو۔ اگر میں نے تمہارے ساتھ کوئی بھلائی کی ہے تو اس بھلائی کے صلے میں تمہاری محبت اور تمہارا اعتماد چاہتا ہوں۔ ایک بھرپور محبت کرنے والی عورت کا اعتماد۔"

اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے وہ سکتے کے عالم سے نکلی، پھر بولی "تم نے مجھے کیوں بتایا، مجھے سچ کیوں بتایا۔ کیا میں نے پوچھا تھا؟ کیا تم نہیں جانتے کہ سچ کیسا زہر ہوتا ہے؟"

"میں اتنا جانتا ہوں کہ سچ کا زہر آدمی کو کندن بنا دیتا ہے۔"

وہ ایک دم سے بپھر کر بولی "میں کندن نہیں بننا چاہتی تھی۔ کتنا اچھا ہوتا، تم میرے لیے صرف ڈان مورس رہتے، میرے یہودی شوہر۔ پھر ایک دن جب تم مجھے چھوڑ کر چلے جاتے تو میں اپنے نصیبوں کو روتی۔ مجھے کبھی نہ معلوم ہوتا کہ ایک مسلمان میری تنہائیوں میں آیا تھا اور فرہاد جیسے دشمن کا بیٹا پارس تھا جو پوری یہودی قوم سے اور ہمارے پورے ملک سے نفرت کرتا ہے اور اسے کسی وقت بھی تباہ کر دینا چاہتا ہے۔"

"اگر ہم باپ بیٹے اس ملک کو تباہ کرنا چاہتے یا اس ملک کو مٹا دینا چاہتے تو ہمارے لیے کوئی بڑی بات نہیں تھی لیکن ہم خدائی دعویٰ نہیں کرتے۔ ہم خدا کے بندے ہیں اور اپنی حد میں رہتے ہیں۔"

"باتیں نہ بناؤ۔ میں اپنی آنکھوں سے دیکھ چکی ہوں، اپنے بزرگوں سے سن چکی ہوں کہ تم لوگ ایک عرصے سے یہاں تباہیاں پھیلاتے رہے ہو، ہمارے اہم آدمیوں کو ہلاک کرتے رہے ہو۔ تم لوگ انسان نہیں درندے ہو۔ چلے جاؤ، میرے سامنے سے چلے جاؤ۔ میں تمہاری صورت دیکھتی رہوں گی تو مجھے غصہ آتا رہے گا۔"

"میں دوسرے کمرے میں جا رہا ہوں لیکن جانے سے پہلے اتنا کہنا چاہتا ہوں، اگر ہم درندے ہیں، اگر ہم تباہیاں پھیلاتے ہیں اور تمہاری پوری قوم کو مٹا دینا چاہتے ہیں تو تمہارے سمجھنے کے لیے چھوٹی سی مثال کافی ہے۔ تم الزام دیتی ہو کہ ہم تمہاری پوری قوم کو مٹا دینا چاہتے ہیں۔ کیا ایسا کرنے والے یہودی قوم کی ایک بیٹی کی آبرو رکھ سکتے ہیں؟"

وہ فوراً ہی اس سے منہ پھیر کر تیزی سے چلتا ہوا دوسرے کمرے میں آ گیا۔ اب پتا نہیں کیا ہونے والا تھا۔ ویسے وہ نفرت کا اظہار کر چکی تھی، صاف طور پر کہہ چکی تھی، وہ ڈان مورس بن کر اور یہودی شوہر بن کر دھوکا دیتا رہتا تو اسے یہ دھوکا قبول ہوتا۔ ضمیر کی کمان سے نکلا ہوا سچ کا تیر دل میں ترازو ہو کر تڑپا رہا تھا۔

وہ دونوں الگ الگ کمرے میں تھے۔ نینسی اسی طرح دروازے سے ٹیک لگائے کھڑی تھی۔ اندر سے ٹوٹ رہی تھی، بکھر رہی تھی۔ رہ رہ کر پارس پر غصہ آ رہا تھا اور وہ خود کو سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی، یہ جو کچھ بھی ہوا، ایک خواب تھا۔ جو کچھ بھی سنا، فریبِ سماعت تھا۔

پھر اس نے سوچا: میں خود اپنے جذبات کے ہاتھوں کھیل رہی ہوں۔ اگر ان جذبات کو کسی طرح کچل دوں تو پھر پارس کی کیا اہمیت رہے گی؟ کچھ نہیں۔ ایک مسلمان کی بھلا اہمیت ہی کیا ہو سکتی ہے۔ کیا میں اسے اپنی زندگی میں، اپنے دل و دماغ میں گھسنے سے روک نہیں سکتی؟

دل نے کہا: نہیں روک سکتی، اس کی ایک ایک بات، ایک ایک ادا دل کو دھڑکاتی ہے۔ اس کی سچائی مجھے مار رہی ہے۔ وہ مجھے دل و جان سے چاہتا ہے، میری عزت کرتا ہے۔ اسی لیے اس نے مجھ سے جھوٹ نہیں کہا، مجھے دھوکا نہیں دیا۔ میں اس کے لیے دشمن قوم کی بیٹی ہوں۔ اس کے باوجود میری عزت رکھ لی۔ کیا یہ اس کی بے غرض اور سچی محبت کا ثبوت نہیں ہے؟ ہاں یہی وجہ ہے کہ میں اس کے لیے تڑپ رہی ہوں، اس کے لیے مر رہی ہوں۔ اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔

وہ دن کے ساڑھے بارہ بجے ہوٹل میں آئے تھے۔ ایک بجے تک پارس نے اپنے راز کا انکشاف کیا تھا۔ اس کے بعد وہ ایک دوسرے سے جدا ہو گئے تھے۔ ایک کمرے میں وہ تھا، دوسرے کمرے میں یہ کشمکش میں مبتلا تھی کہ کیا کرے اور کیا نہ کرے؟

دوپہر گزر گئی۔ سہ پہر کا وقت بھی گزر گیا۔ پھر شام آئی اور وہ بھی جانے لگی۔ اندھیرا پھیلنے لگا۔ پارس کے کمرے میں روشنی تھی اور اس کے کمرے میں اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ وہ ایک بجے سے اسی طرح فرش پر بیٹھی ہوئی تھی۔

پھر وہ آہستگی سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ دونوں کمروں کا درمیانی دروازہ کھلا ہوا تھا۔ وہ سر جھکائے اس دروازے تک پہنچ گئی۔ کمرے میں روشنی تھی۔ وہ سر اٹھا کر اپنے محبوب ڈان مورس کو دیکھ سکتی تھی لیکن وہ سر نہیں اٹھا رہی تھی، نظریں نہیں ملا رہی تھی۔

اسے پارس کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا "نینسی! بہت وقت پڑا ہے۔ اطمینان سے فیصلہ کرو۔ جذبات میں بہنا چھوڑ دو۔ میرے پاس آنے کا فیصلہ کرو تو یہ عہد کر لو کہ بعد میں نہیں پچھتاؤ گی۔"

نینسی نے آہستہ آہستہ نظریں اٹھا کر دیکھا پھر اسے دیکھتے ہی چونک گئی۔ گھبرا کر ایک قدم پیچھے ہو گئی۔ حیرانی سے بولی "تم کون ہو؟"

اس کے سامنے ڈان مورس نہیں تھا، کوئی اجنبی جوان تھا۔ اس جوان کے چہرے پر جگہ جگہ پٹیاں چپکی ہوئی تھیں۔ اس نے کہا "میں پارس ہوں۔ میں نے ڈان مورس کو اپنی ذات سے نوچ کر الگ کر دیا ہے تاکہ تم فیصلہ کر کے آؤ تو مجھے ڈان سمجھ کر نہیں، پارس سمجھ کر آؤ۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ڈاکٹر بینارڈ شیفرڈ نے اس کے چہرے پہ پلاسٹک سرجری کی تھی اور ساتھ ہی اسے یہ سکھا رہا تھا کہ کس طرح اس سرجری کے اہم حصوں کو اپنے ہاتھوں سے ہٹایا جا سکتا ہے اور خود کو اصلی روپ میں لایا جا سکتا ہے۔ پلاسٹک کے جن ریشوں کو چہرے سے ہٹایا گیا تھا، وہاں میڈیکیٹڈ پٹیاں چپکائی گئی تھیں تاکہ دوا کے اثر سے چہرے پر کوئی بدنما داغ نہ رہے۔

نینسی کے دل پر ایک گھونسا سا لگا تھا۔ اس کا ڈان مورس اس سے چھن گیا تھا۔ ہوٹل کے اس کمرے سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہو گیا تھا۔ اب ایک اجنبی جوان تھا۔ وہ سچا اور کھرا تھا۔ ڈان مورس کے روپ میں اسے نظروں کا فریب نہیں دینا چاہتا تھا۔

وہ جھنجلا کر بولی "یہ تم نے کیا کیا۔ کہاں ہے میرا ڈان؟"

"نینسی! کسی ڈان مورس نے تمھیں کبھی نہیں چاہا، تمھیں کبھی نہیں دیکھا۔ جو تمھاری عزت کرتا ہے، جو تم سے محبت کرتا ہے، وہ اجنبی تمھارے سامنے موجود ہے۔ اب اسے اجنبی ہی سمجھتی رہو یا اپنا چاہنے والا۔ جواب تک تمھارے ساتھ تھا مگر تم اس کے ساتھ نہیں تھیں۔"

وہ ایک ٹک اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا "تمھیں مجھ سے محبت کرنے کے لیے، مجھ سے رشتہ جوڑنے کے لیے ہر پہلو پر نظر رکھنا ہوگی۔ تمھیں اپنا مذہب چھوڑنا ہوگا، اپنی سوسائٹی چھوڑنا ہوگی۔ بے انتہا دولت کو ٹھکرانا ہوگا اور ڈان مورس کے عارضی چہرے کو بھلا کر پارس کے اس چہرے سے محبت کرنا ہوگی۔ یہ سب کچھ منظور ہے تو میرے کمرے میں قدم رکھو، نامنظور ہے تو میں چلا جاؤں گا پھر تم کبھی میری صورت نہیں دیکھو گی۔"

وہ چپ ہوا، یہ بھی چپ رہی۔ کمرے میں تھوڑی دیر تک گہری خاموشی چھائی رہی۔ وہ کٹی ہوئی پتنگ تھی اور کٹی ہوئی پتنگ خود فیصلہ نہیں کرتی، اسے کس سمت جانا ہے اور کس کے ہاتھوں میں پہنچنا ہے۔ وہ درمیانی دروازے میں کھڑے کھڑے ذرا سی ڈگمگائی پھر کمرے میں آ گئی۔ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے اس کے بالکل قریب پہنچ گئی۔ وہ اسے دیکھ رہی تھی، محسوس کر رہی تھی، سمجھ رہی تھی اور کسی آخری فیصلے تک پہنچ رہی تھی۔ آخر وہ تڑپ کر بولی "مجھے چھپا لو۔ اپنے وجود میں چھپا لو تاکہ کوئی مجھے دیکھ نہ سکے، میرا مذہب مجھے پکار نہ سکے، میرے لوگ مجھے ڈھونڈ نہ سکیں۔ میں چھپ جانا چاہتی ہوں، گم ہو جانا چاہتی ہوں۔ میری پیدائش سے لے کر آج تک کے لمحوں کو مٹا دو۔ بالکل مٹا دو اور مجھے نئی بنا دو۔"

پارس نے اسے محبت سے سمیٹ کر کہا "تم مجھ پر بھروسا کر کے آئی ہو۔ میں تمھاری دُنیا، تمھاری زندگی اور تمھارا مزاج بدل دوں گا۔ جاؤ اپنا ایک لباس نکال کر لاؤ، غسل کرو، پاک صاف ہو جاؤ۔ میں تمھیں اپنی زندگی میں لانے سے پہلے اپنے مذہب میں لانا چاہتا ہوں۔"

وہ سر جھکا کر چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد ایک لباس لے کر آئی پھر باتھ روم میں جا کر غسل کرنے لگی۔ غسل سے فارغ ہونے کے بعد اس نے پارس کو بلایا۔ وہ باتھ روم میں آیا پھر اسے وضو کرنے کا طریقہ بتانے لگا۔ وہ اس طریقے پر عمل کرنے لگی پھر وہ باتھ روم سے باہر آ گئے۔

پارس نے کمرے میں آ کر قالین پر ایک صاف ستھرا کپڑا بچھایا پھر اس کے ساتھ دو زانو ہو کر بیٹھ گیا اور اسے کلمۂ طیب پڑھانے لگا۔ وہ پڑھ رہی تھی اور اس کی ہدایت کے مطابق عہد کر رہی تھی کہ آج سے وہ سچے دل سے مسلمان ہے اور اپنی زندگی پارس کے لیے اور پارس کے خُدا اور رسولؐ کے لیے وقف کر رہی ہے۔

پھر پارس نے سمجھایا "تم نے اسلام قبول کیا ہے۔ اس سعادت کو حاصل کرنے کے بعد تمھیں سجدۂ شکر ادا کرنا چاہیے آؤ میں شکرانے کی نماز ادا کر رہا ہوں۔ تم بھی میرے ساتھ نماز پڑھتی جاؤ اور اللہ کا شکر ادا کرتی جاؤ۔"

وہ نمازِ شکرانہ ادا کرتے رہے۔ اس کے بعد تھوڑی دیر تک اسی طرح دو زانو بیٹھے رہے۔ ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے ایک دوسرے کو پا لینے کا یقین کرتے رہے پھر وہاں سے اٹھ کر بالکونی میں آ گئے۔ پارس نے کہا "اب تم دل ہی دل میں سوچو کہ جو کچھ بھی ہوا، جو نئی زندگی تم نے میرے ساتھ شروع کی ہے، وہ کہاں تک مناسب ہے اور تم کہاں تک میرے ساتھ چل سکو گی؟"

وہ قریب آئی، اس کی گردن میں باہیں ڈال کر بولی "جب عورت فیصلہ کر لیتی ہے تو پھر پچھتانا بھول جاتی ہے۔ میں زندگی کی آخری سانس تک تمھارے ساتھ چلوں گی۔"

پارس نے اسے دونوں بازوؤں سے تھام لیا۔ وہ مسکرا رہے تھے۔ شادی کے دو دن اور دو راتوں کے بعد انھیں آسودگی اور اطمینان حاصل ہوا تھا۔ وہ کمرے میں آ گئے۔

رات کے دس بجے پارس آدم قد آئینے کے سامنے بیٹھا ہوا اپنے چہرے پر سے ایک ایک پٹی اتار رہا تھا۔ نینسی بستر پر نڈھال سی لیٹی ہوئی پارس کو دیکھ رہی تھی۔ اس کے چہرے سے جیسے جیسے پٹیاں اتر رہی تھیں، اس کی خوبروئی نمایاں ہوتی

جا رہی تھی۔ اگر وہ خوبرو نہ بھی ہوتا تب بھی کوئی فرق نہ پڑتا۔ جب عورت تن من دھن سے کسی کی ہو جاتی ہے تو پھر صورت نہیں دیکھتی۔ اب تو ڈان مورس کی صورت بھی پرائی لگ رہی تھی۔ بس ایک ہی چہرہ تھا جو آئینے سے جھانک رہا تھا اور دل میں اتر رہا تھا۔

وہ ایک گھنٹے بعد اپنی کار میں بیٹھے یروشلم کی شاہراہوں اور گلیوں سے گزر رہے تھے۔ اس شہر کا حُسن دیکھ رہے تھے۔ کئی ریستوران کے قریب سے گزرنے کے بعد وہ بولی "ہم پرانے یروشلم چلیں گے۔ وہ ایک تاریخی شہر ہے۔ وہاں روایتی کھانے ملتے ہیں جو بہت لذیذ ہوتے ہیں۔ تمھیں پسند آئیں گے۔"

انھوں نے جافہ گیٹ کے پاس آ کر گاڑی روک دی پھر پیدل چلتے ہوئے پرانے یروشلم میں داخل ہوئے۔ وہاں لوگوں کی اچھی خاصی بھیڑ تھی۔ عورتوں اور مردوں نے قدیم طرز کے لباس پہنے ہوئے تھے اور ریستوران بھی قدیم طرز کے تھے۔ انھوں نے ایک جگہ بیٹھ کر خوب سیر ہو کر کھایا پھر پارس نے کہا "جب ہم بیت المقدس تک آ گئے ہیں تو ہمیں دو رکعت نماز ادا کرنی چاہیے۔ آؤ ہم مسجدِ عمرؓ بن خطاب کے صحن میں نماز ادا کریں گے۔"

"نہیں پارس، تم نے وعدہ کیا تھا، ہم آہستہ آہستہ اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کریں گے۔ یہاں میرے اور میرے نانا کے بہت سے شناسا ہو سکتے ہیں۔ تم چونکہ ڈان مورس کے روپ میں نہیں ہو اس لیے تمھیں کوئی نہیں پہچانے گا۔ تم مسجد میں جا سکتے ہو لیکن میں نہیں جا سکتی۔ اپنے وعدے کے مطابق رفتہ رفتہ خود کو مسلمان ظاہر کرنے کے بعد مسجد میں قدم رکھوں گی..."

"میں اس مجبوری کو سمجھتا ہوں۔ کوئی بات نہیں، تم کار میں جا کر بیٹھو، میں تھوڑی دیر میں آ جاؤں گا۔"

پارس مسجد کی طرف جانے لگا۔ وہ تھوڑی دیر تک کھڑی اسے دیکھتی رہی۔ جب وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا تو جلدی سے پلٹ گئی۔ تیزی سے چلتی ہوئی جیوز کوارٹرز کی طرف آئی۔ مختلف گلیوں سے گزرتی ہوئی سیناگوگ کے سامنے پہنچ گئی۔ وہ اپنے دل پر بہت بڑا بوجھ محسوس کر رہی تھی۔ سر جھکا کر عبادت گاہ میں داخل ہو گئی۔ ایک گوشے میں پہنچ کر فرش پر دو زانو ہو کر دیوار سے سر ٹیک کر رونے لگی پھر زیرِ لب کہنے لگی "اے ربِ موسیٰ! اے ربِ عظیم! مجھے معاف کر دے۔ میں اس مسلمان کو بہت چاہتی ہوں۔ اتنا چاہتی ہوں کہ اس کے بغیر جینے کا تصور نہیں کر سکتی۔ یہ میرے اندھے جذبات سہی لیکن میں مذہب کے معاملے میں اندھی نہیں ہوں۔ میں نے اپنا مذہب نہیں چھوڑا، صرف اپنے چاہنے والے کی دلجوئی کی ہے۔ ہماری دُنیا میں ایسا ہوتا ہے۔ میاں بیوی کے مذاہب الگ الگ ہوتے ہیں۔ اس کے باوجود وہ ساری عمر ازدواجی زندگی گزارتے ہیں۔ اولادیں پیدا کرتے ہیں اور سوسائٹی میں کوئی ان پر انگلی نہیں اُٹھاتا۔ میں بھی اسی طرح زندگی گزاروں گی۔ میں پیدائشی طور پر یہودی ہوں اور مرتے دم تک یہودی رہوں گی۔ اے ربِ موسیٰ! اے ربِ عظیم! مجھے معاف کر دے۔"

اپنی غلطیوں پر اعتراف کرنے اور دُعا مانگنے کے بعد اسے محسوس ہوا جیسے دل کا بوجھ ہلکا ہو گیا ہے۔ وہ آنسو پونچھتی ہوئی عبادت گاہ سے باہر آئی پھر تیزی سے چلتی ہوئی جافہ گیٹ کے باہر اپنی کار کے پاس پہنچ گئی۔ پارس بھی ٹھیک اسی وقت وہاں آیا تھا۔ اس نے پوچھا "تم کہاں گئی تھیں؟"

اس نے گھبرا کر دیکھا پھر اپنی گھبراہٹ پر قابو پا کر مسکراتے ہوئے بولی "بہت دنوں بعد اِدھر آئی ہوں۔ اس لیے کار میں ایک جگہ بیٹھنے کے بجائے ٹہل رہی تھی۔ یہ ارضِ مقدس ہے۔ اس زمین کے کسی بھی حصے میں قدم رکھتے جاؤ اور دُعا مانگتے جاؤ تو دُعا قبول ہوتی ہے اور غلطیوں کی معافی ملتی ہے۔ میں نے اپنی غلطیوں کی معافی مانگی ہے اور اپنے دلی سکون کے لیے دُعا مانگی ہے اور میں سمجھتی ہوں، دُعا قبول ہو چکی ہے اور میں خود کو ہلکا پھلکا محسوس کر رہی ہوں۔"

وہ اپنے مطلب کی بات کر رہی تھی لیکن پارس اس کے دل میں اور دماغ میں اتر کر معلوم نہیں کر سکتا تھا کہ اس کا مطلب کیا ہے۔ وہ ہوٹل واپس آ گئے اور کمرے میں بند ہو گئے۔ نینسی بہت خوش تھی۔ اسے زندگی کی ایسی مسرتیں مل رہی تھیں جنھیں وہ کبھی دولت سے نہیں خرید سکتی تھی۔

وہ رات گزر گئی، دوسرا دن آیا۔ وہ خوب ہنستے بولتے ہوئے وقت گزار رہے تھے۔ گفتگو کے دوران ایک آدھ بار نینسی نے پوچھا "اگر میں یہودی رہتی تو کیا فرق پڑتا؟"

مقبول ناول نگار ایچ اقبال کی دو نئی کتابیں۔ ہر کتاب میں دو مکمل ناول
عمران سیریز
عجیب ہنگامے
ایک جلد میں
پانچواں کالم
صفحات ۳۲۰۔ قیمت ۲۵ روپے
پرمود سیریز
ریکارڈ کی چوری
ایک جلد میں
موت کا راستہ
صفحات ۳۲۰۔ قیمت ۲۵ روپے
کتابیات پبلی کیشنز۔ پوسٹ بکس نمبر ۲۳ کراچی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"کیا تمھارا ارادہ ڈگمگا رہا ہے؟"

وہ جلدی سے بولی: "یہ بات نہیں ہے۔ اب تو مَیں نے تمھارا مذہب قبول کر لیا ہے لیکن مَیں سوال کر رہی ہوں، اس کا جواب دو۔"

"ہم غیر مذہب کی عورت سے شادی نہیں کر سکتے۔"

"یہ تو کہنے کی باتیں ہیں۔ ہماری موجودہ دُنیا میں ایسی ہزاروں مثالیں ملیں گی کہ مسلمان دوسرے مذاہب کی عورتوں سے شادی کرتے ہیں، ان سے بچے بھی پیدا ہوتے ہیں اور کوئی ان پر انگلی نہیں اٹھاتا۔"

"وہ نام کے مسلمان ہوتے ہیں۔"

وہ جواب سُن کر مایوس ہو جاتی تھی۔ سوچنے لگتی تھی کس طرح اسے سمجھائے۔ ان دونوں کو اپنے اپنے دین پر قائم رہنا چاہیے۔ ایک بار اس نے کہا: "اب میری سمجھ میں آ رہا ہے کہ کل صبح تم نے سمندر کے ساحل پر کس طرح اس کانٹے دشمن کو زہریلی سوئی چبھوئی تھی۔ آخر تم کیوں ان بے چارے یہودیوں سے انتقام لے رہے ہو۔ مانا کہ تمھاری ماں کے ساتھ زیادتی ہوئی مگر تم نے اور تمھارے ماں باپ نے اچھی طرح انتقام لیا ہے اَب یہ انتقام کا سلسلہ بند ہو جانا چاہیے۔"

"تم میرے یہودی دشمن کی حمایت میں بول رہی ہو۔ میں بُرا نہیں مانوں گا کیونکہ بچپن سے یہودی رہی ہو۔ اس کا اثر ابھی قائم رہے گا۔ تمھاری ہمدردیاں ان کے ساتھ رہیں گی۔"

"ایسا نہ سوچو۔ یہ سوچو کہ مَیں انسانی ہمدردی کے تحت کہہ رہی ہوں۔"

"اگر تم انسانی ہمدردی کے تحت کہہ رہی ہو تو مَیں وعدہ کرتا ہوں کہ اپنا تیسرا چیلنج پورا کرنے کے بعد پھر کسی سے انتقام نہیں لوں گا۔"

"یعنی تم اس کی ایک ٹانگ ضرور کاٹو گے؟"

"ہاں، مَیں جو کہہ دیتا ہوں، اسے ضرور کرتا ہوں۔"

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ اس کے چہرے سے پریشانی ظاہر ہو رہی تھی۔ پارس نے پوچھا: "کیا بات ہے۔ تم پریشان کیوں ہو رہی ہو؟"

"مَیں نہیں چاہتی، یہ سلسلہ دراز ہو۔ کیا اپنا تیسرا چیلنج پورا کرنے کے بعد تم یہ ملک چھوڑ دو گے، یہاں سے چلے جاؤ گے؟"

"تم ایسے پوچھ رہی ہو جیسے مَیں تنہا جاؤں گا اور تم میرے ساتھ نہیں رہو گی۔"

"مَیں اَربوں ڈالر کے کاروبار کو اور نانا کو اس بڑھاپے میں چھوڑ کر کیسے جا سکتی ہوں۔ تم اگر جاؤ گے تو وقتی جدائی ہو گی۔ جب چاہو گے میرے پاس آ جایا کرو گے۔ تم اپنی جگہ اپنے طور پر زندگی گزارو گے۔ مَیں اپنی جگہ اپنے طور پر زندگی گزاروں گی۔"

"یعنی تم کبھی یہ اعلان نہیں کرو گی کہ تم نے اسلام قبول کیا ہے، تم مسلمان ہو گئی ہو اور ایک مسلمان کے ساتھ ازدواجی زندگی گزار رہی ہو؟"

وہ ٹالنے کے لیے بولی: "کیا بحث لے بیٹھے ہو۔ ہم اس موضوع پر پھر کبھی باتیں کر سکتے ہیں۔ کوئی دوسری بات کرو۔"

وہ شام تک مختلف مقامات پر تفریح کے لیے جاتے رہے۔ پارس سوچتا رہا: "مَیں نے نیکی کر کے کیا کھویا کیا پایا؟ مَیں تو اس لڑکی کی عزت رکھنا چاہتا تھا۔ آج بھی چاہتا ہوں، یہ عزت و آبرو کے ساتھ میری شریکِ حیات ہے۔ اگر یہ اندر سے ابھی تک یہودی ہے تو اس کا مطلب ہے، یہ خود گناہ کی مرتکب ہو رہی ہے۔ مَیں نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے۔"

پھر دوسرا خیال اس کے دماغ میں آتا تھا: "یہودیت اس کی گھٹی میں پڑی ہے۔ اسے اپنے لوگوں سے زیادہ ہمدردی ہے۔ اگر ایک واردات کے بعد دوسری واردات ہوئی یا کسی اور طرح کوئی اور یہودی ہلاک ہوا۔ مجاہدوں نے اسے گولی مار دی تو نینسی یہی الزام دے گی کہ مَیں انتقام لے رہا ہوں۔ وہ کب تک اس بات کو برداشت کرے گی۔ اس کا یہودی خون جوش مارے گا۔ وہ کسی موقع پر مجھے قانونی گرفت میں لا سکتی ہے۔"

"نینسی! مَیں نے ڈان مورس کا میک اَپ اُتار دیا ہے۔ یہاں سے تل ابیب تمھارے ساتھ نہیں جاؤں گا۔ لوگ تم سے پوچھیں گے، ڈان مورس کہاں ہے تو کیا جواب دو گی؟"

"مَیں باتیں بنا سکتی ہوں۔ نانا سے اور اپنے دور و قریب کے رشتے داروں سے کہہ سکتی ہوں کہ فرہاد صاحب نے تمھیں ٹریپ کیا ہے اور کہیں غائب کر دیا ہے۔ ہم سب تمھیں تلاش کرتے رہیں گے۔ تم جہاں روپوش رہو گے وہاں مَیں چُپ چاپ آ کر تم سے ملتی رہوں گی۔ تم اپنا تیسرا چیلنج پورا کر لو تو یہاں سے فوراً چلے جانا۔ وہاں سے اصل ڈان مورس کو یہاں بھیج دینا۔ اسے اچھی طرح سمجھا دینا کہ وہ صرف ظاہری شوہر بن کر رہے۔ درپردہ مَیں تمھاری بیوی بن کر رہوں گی۔"

"جب وہ یہودی ڈان مورس تمھارے خاندان میں آئے گا تو تمھیں اعلان کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے کہ تم نے اسلام قبول کر لیا ہے اور تم ایک مسلمان کی بیوی ہو۔"

وہ مسکرا کر بولی: "یہی تو مَیں چاہتی ہوں۔ کیا ضرورت ہے اعلان کرنے کی۔ مَیں نے دل سے تمھیں قبول کیا ہے، تمھارے مذہب کو قبول کیا ہے، تمھاری ہر چیز کو قبول کیا ہے۔ تمھیں دُنیا والوں سے کیا لینا ہے؟"

پارس نے طنزیہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا: "مرد خود کو بہت ذہین، بہت چالاک سمجھتا ہے۔ لیکن عورت کے چکّر میں آ جاتا ہے۔"

وہ ہوٹل پہنچ گئے۔ جب سے وہ اپنے اصلی روپ میں آیا تھا، وہ دونوں ہوٹل میں ایک ساتھ نہیں جاتے تھے اور نہ ہی ایک ساتھ باہر آتے تھے کیونکہ نینسی، ہوٹل کے ریکارڈ کے مطابق ڈان مورس کے ساتھ آئی تھی۔ لہٰذا وہ پہلے ہوٹل میں گئی۔ اس کے تھوڑی دیر بعد پارس داخل ہوا۔ لفٹ کے ذریعے ساتویں منزل پر پہنچا پھر اپنے سوئٹ کے پاس جاتے جاتے ٹھٹک گیا۔ ہوٹل کے ایک کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اس کھلے دروازے پر ماریہ کھڑی ہوئی تھی۔ اسے دیکھتے ہی دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ اس کے اندر زہریلا رشتہ جوش مارنے لگا۔ ان کے درمیان کافی فاصلہ تھا۔ اس کے باوجود دونوں کی آنکھوں میں زہریلی کشش تھی۔ دونوں ایک دوسرے کی جانب کھنچے آ رہے تھے۔

وہ قریب آ گئے۔ پارس نے حیرانی سے پوچھا: "ماریہ! تم... تم یہاں کیسے پہنچ گئیں؟"

اس نے پارس کے دونوں ہاتھوں کو اپنے دونوں ہاتھوں سے تھام لیا پھر اُلٹے قدموں چلتے ہوئے اسے اپنے ساتھ لیے ہوئے دروازے تک پہنچی پھر بولی: "مجھے تمھارے پاپا نے بتایا کہ تم یہاں ہو۔"

وہ تعجب سے بولا: "پاپا نے؟ نہیں، مَیں نہیں مانتا۔ یہ کوئی اور چکّر ہے۔"

وہ اس کے ساتھ اندر آئی۔ دروازہ بند ہو گیا۔ اس نے کہا: "مَیں دنیا کے چکّر کو نہیں سمجھتی اور نہ ہی سمجھنا چاہتی ہوں۔ لوگ مجھے ناگن کہتے ہیں۔ ٹھیک ہی کہتے ہیں۔ مَیں اپنے ناگ کا پیچھا نہیں چھوڑوں گی۔ مَیں تم سے بے وفائی کی شکایت بھی نہیں کروں گی۔ مَیں تو صرف محبت کرنا جانتی ہوں اور جو میری محبت کو چھین لینے کی کوشش کرے، اسے ڈس لینا جانتی ہوں۔ مَیں نے اس چھیننے والی حسین بلا کو دیکھ لیا ہے۔"

"ماریہ! تم اسے نقصان نہیں پہنچاؤ گی۔"

"کیا وہ مجھ سے زیادہ حسین اور دل نشین ہے۔ کیا وہ...؟"

وہ بات کاٹ کر بولا: "نہیں ماریہ! دُنیا کی حسین ترین لڑکیاں بھی تم سے زیادہ پُرکشش نہیں ہو سکتیں۔ مَیں نینسی کو بھی تم سے کم تر نہیں کہوں گا کیونکہ وہ میری شریکِ حیات ہے۔"

"مَیں اسے تمھاری حیات سے کاٹ کر رکھ دوں گی۔"

"تمھارا یہ ارادہ میرے کانوں میں خطرے کی گھنٹی بجا رہا ہے۔"

"کیا تمھیں مجھ سے ملنے کی خوشی نہیں ہے؟ اس کی آنے والی موت کا افسوس ہے۔"

"یہ تو مَیں سمجھتا ہوں کہ تم فطرتاً ڈس لو گی۔ کسی کو میرے قریب برداشت نہیں کرو گی لیکن سوچنے سمجھنے کی بات یہ ہے کہ تمھیں میرے قریب کس نے پہنچایا ہے؟"

"کہہ تو چکی ہوں، تمھارے پاپا نے۔"

"میرا خیال ہے، پاپا کو میری یہاں موجودگی کا علم نہیں ہے۔ اگر ہے بھی تو وہ تمھیں میرے قریب نہیں آنے دیں گے۔ کبھی یہ نہیں چاہیں گے کہ تمھارا زہر پھر مجھے نقصان پہنچائے۔"

"تمھارے پاپا ایسا نہیں سمجھتے، مَیں ثابت کر سکتی ہوں کہ وہ میرا اور تمھارا ملاپ چاہتے ہیں۔"

"کیسے ثابت کر سکتی ہو؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی: "ابھی وہ تو میرے دماغ میں موجود ہیں۔ پاپا! آپ ذرا..." وہ کہتے کہتے رُک گئی۔ تھوڑی دیر تک خلا میں تکتی رہی پھر بولی: "وہ... وہ تو چلے گئے ابھی میرے دماغ میں تھے۔"

پارس نے ہنستے ہوئے کہا: "میرے پاپا کبھی میدان چھوڑ کر نہیں جاتے جب کہ وہ تمھارے دماغ سے نکل بھاگا ہے۔ تم افریقہ کے جنگل سے مہذب انسانوں کی دُنیا میں آئی ہو۔ تمھیں رفتہ رفتہ معلوم ہو گا کہ ہماری مہذب دُنیا کے انسان جنگلی درندوں سے زیادہ خطرناک ہوتے ہیں۔ تمھارے دماغ میں میرے پاپا نہیں، ہمارا ایک دشمن آیا ہے اور دشمن صرف دشمنی کے لیے آتا ہے۔"

وہ خلا میں تکتے ہوئے پکارنے لگی: "تم کون ہو؟ کہاں ہو؟ پھر میرے دماغ میں آؤ۔"

"اگر اسے آنا ہوتا تو وہ ابھی نہ جاتا۔ اس کا ایک مقصد پورا ہو گیا ہے۔ اس نے تمھارے ذریعے مجھے پہچان لیا ہے۔ اسے یہ بھی معلوم ہو گیا ہے کہ مَیں اب تک نینسی کے ساتھ رہتا آیا ہوں۔"

پارس سوچنے لگا۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا اسے پہچاننے کے بعد اور کیا کیا نقصان پہنچا سکتا ہے؟ اسے معلوم ہو چکا ہے کہ وہ ڈان مورس نہیں ہے۔ یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ نینسی ویسے تو یہودی ہے لیکن پارس کو ایک مسلمان کی حیثیت سے قبول کرتی ہے۔ وہ نینسی کے دماغ میں پہنچ کر اصل ڈان مورس کے متعلق معلوم کرے گا۔ وہ جہاں بھی پارس کے ساتھ تنہائی میں وقت گزارنے جائے گی، دانیال کو اس جگہ کا علم ہو جائے گا۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اب بھی اس کے لیے خطرہ تھا۔ اسے معلوم ہو چکا تھا، پارس ہوٹل میں ماریہ کے پاس ہے۔ وہ اسے قتل کرانے کے لیے غنڈوں کو یا گرفتار کرانے کے لیے قانون کے محافظوں کو وہاں پہنچا سکتا ہے۔

اس نے ماریہ کے بازو کو پکڑ کر کہا: "تمھاری وجہ سے میرے لیے خطرہ بڑھ گیا ہے۔ اس دشمن کے آلۂ کار کسی لمحے بھی مجھ پر حملہ کر سکتے ہیں۔ مجھے یہاں سے ابھی جانا ہوگا۔ میں بعد میں تم سے"

وہ بات کاٹ کر بولی: "میں بھی تمھارے ساتھ جاؤں گی۔ اب تمھیں تنہا نہیں چھوڑوں گی۔"

"ہوش کی باتیں کرو۔ وہ تمھارے ذریعے پھر مجھ تک پہنچ جائے گا۔"

"میں آئندہ کبھی اسے دماغ میں نہیں آنے دوں گی۔ مجھے ڈیڈی نے بتایا ہے، سانس روکنے سے دماغ میں آنے والا واپس چلا جاتا ہے۔"

وہ مجبور ہو کر بولا: "اچھی بات ہے۔ فوراً لباس تبدیل کرو۔"

"یہ لباس بہت اچھا ہے۔"

"بحث نہ کرو۔ ابھی وہ تمھارے دماغ میں تھا۔ اسے معلوم ہے تم نے کس رنگ کا اور کس ڈیزائن کا لباس پہنا ہوا ہے۔ اس کے آلۂ کار اس لباس کے ذریعے تمھیں پہچانیں گے اور تمھارے ذریعے مجھے۔"

اس نے اٹیچی سے ایک لباس نکالا پھر اسے لے کر باتھ روم میں گئی۔ پارس فوراً ہی کمرے سے نکلا پھر دوڑتا ہوا لفٹ میں پہنچا۔ لفٹ کے ذریعے نیچے آیا۔ ہوٹل کے باہر ایک ٹیکسی لی۔ ڈرائیور سے کہا: "مجھے کسی سستے سے ہوٹل میں پہنچا دو۔"

ٹیکسی چل پڑی۔ اسے ماریہ کو چھوڑنے کا افسوس تھا۔ دل اس کی طرف کھنچا جا رہا تھا لیکن وہ دماغ سے کام لے رہا تھا۔ ماں باپ کی نگرانی میں ماریہ کی صحت اچھی ہو گئی تھی۔ وہ عام لڑکیوں سے مختلف تھی۔ اس کا حسن و شباب طلسماتی تھا۔ دیکھنے والے سحر زدہ ہو جاتے تھے۔ تلاش کرنے والے اسے آسانی سے ڈھونڈ کر پارس تک پہنچ سکتے تھے۔

ٹیکسی والے نے ایک سستے سے ہوٹل تک پہنچا دیا۔ اس نے ایک کمرا وہاں حاصل کیا پھر فون کے ذریعے نینسی سے رابطہ قائم کیا۔ نینسی نے پوچھا: "تم کہاں ہو؟"

"میں خود کو چھپانے کی کوشش میں ہوں۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا میری اصلیت معلوم کر چکا ہے۔ ہو سکتا ہے وہ اس وقت تمھارے دماغ میں رہ کر ہماری باتیں سن رہا ہو۔ اس لیے میں اپنا موجودہ پتا نہیں بتاؤں گا۔"

"اوہ گاڈ! تم کہتے ہو، وہ میرے دماغ میں ہو سکتا ہے۔ تم نے تجسس میں مبتلا کر دیا ہے۔ میں بے چینی محسوس کر رہی ہوں۔ پتا نہیں، وہ میرے اندر رہ کر کیسی کیسی باتیں معلوم کر رہا ہوگا۔ پارس! ایسے وقت مجھے تنہا نہ چھوڑو۔ مجھے اپنے پاس بلا لو۔"

"تم ذہین ہو۔ ذہانت کی باتیں کرو۔ میں تمھیں نہیں بلا سکتا۔ ہم جب بھی ملیں گے، وہ ہماری ملاقات کی جگہ معلوم کرے گا۔"

"کیا ہم کبھی نہیں مل سکیں گے؟"

"ایسی بات نہیں ہے۔ میں جلد ہی ملاقات کی تدبیر کروں گا۔"

وہ کچھ کہنا چاہتی تھی پھر چونک کر بولی: "کون ہو تم؟"

پارس نے پوچھا: "کیا یہ بات مجھ سے کہہ رہی ہو؟"

"نہیں پارس! میرے کمرے میں ایک نوجوان لڑکی گھس آئی ہے۔"

اسے فون کے ذریعے ماریہ کی آواز سنائی دی: "میری شکایت نہ کرو۔ پارس مجھے جانتا ہے۔ وہ میرا ہے، صرف میرا۔ میں اس کے پاس جانے والی کسی عورت کو زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ تمھاری زندگی کی بھی چند سانسیں رہ گئی ہیں۔"

پارس نے کہا: "نینسی! وہ لڑکی زہریلی ہے۔ اس کے دانتوں سے بچ کر رہنا۔ اس سے کہو، میں بات کرنا چاہتا ہوں۔ پھر ریسیور رکھ کر ذرا دور ہو جاؤ اور اس سے دور ہی رہنے کی کوشش کرتی رہو۔"

نینسی اسے سہمی ہوئی دیکھ رہی تھی۔ اس نے ایک طرف ریسیور رکھ کر کہا: "پارس تم سے بات کرنا چاہتا ہے۔"

وہ غصے سے بولی: "میں اس سے بات نہیں کروں گی۔ اس سے پوچھو، وہ مجھے دھوکا دے کر کیوں چلا گیا؟"

نینسی نے ریسیور اٹھا کر کہا: "پارس! یہ غصے میں ہے۔ تم اسے دھوکا دے کر گئے ہو۔ یہ تم سے بات کرنا نہیں چاہتی۔"

"اسے سمجھاؤ، اچانک غنڈے مجھ پر حملہ کرنے آ گئے تھے۔ میں جان بچا کر نکل آیا ہوں۔ کہیں پناہ لینے کے بعد اسے بلاؤں گا۔"

وہ بولی: "میرے آنے سے تمھارے لیے خطرہ ہے۔ کیا اس زہریلی لڑکی کے ذریعے وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا تمھارے پاس نہیں پہنچے گا؟"

"نینسی! وہ زہریلی اور حساس ہے۔ سوچ کی لہروں کو دماغ میں محسوس کرتے ہی سانس روک لیتی ہے۔ اس کے ذریعے کوئی دشمن مجھے تلاش نہیں کر سکے گا۔"

نینسی نے ماریہ کو سمجھایا کہ پارس نے اسے دھوکا نہیں دیا ہے۔ وہ غنڈوں سے جان بچانے کے لیے کہیں چھپ رہا ہے۔ ماریہ نے ریسیور کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ نینسی ذرا فاصلے پر رہ کر اسے ریسیور دیتے ہی اور دور چلی گئی۔ ماریہ نے پوچھا: "کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟"

وہ بولا: "بالکل سچ کہہ رہا ہوں۔ اگر تمھیں دھوکا دینا ہوتا تو نینسی کو ساتھ لے کر وہاں سے جاتا۔ میں موقع پاتے ہی تمھیں اپنے پاس بلاؤں گا۔"

"ابھی بتاؤ، کہاں ہو؟ میں آ رہی ہوں۔"

"کیا تم عقل سے کام نہیں لو گی؟ غنڈے کہیں چھپ کر تمھاری بھی نگرانی کر رہے ہوں گے۔ تم آؤ گی تو وہ بھی تمھارے پیچھے چلے آئیں گے۔"

"اگر تم نے مجھے نہ بلایا تو میں تمھیں کہاں ڈھونڈتی پھروں گی۔ فار گاڈ سیک پارس! میں ایک طویل انتظار کے بعد تمھارے پاس آئی ہوں۔ تم نہیں ملو گے تو میں پاگل ہو جاؤں گی۔ پھر ایسے وقت جو بھی آئے گا، میں اسے ڈس لیا کروں گی۔"

"پلیز ماریہ! نارمل رہنے کی کوشش کرو۔ میں تم سے ضرور ملوں گا مگر چند روز تک صبر و تحمل سے انتظار کرتی رہنا۔ کوئی غلط قدم نہ اٹھانا۔ ریسیور نینسی کو دے دو۔ اس کمرے سے چلی جاؤ۔"

"میرے جانے کے بعد تم اس عورت سے پیار و محبت کی باتیں کرو گے۔ اس سے جو کہنا ہے میرے سامنے کہو۔"

"اچھی بات ہے میں کوئی بات نہیں کروں گا۔ فون بند کر رہا ہوں۔ تم نینسی کو کوئی نقصان پہنچائے بغیر فوراً کمرے سے چلی جاؤ۔"

پارس نے رابطہ ختم کر دیا۔ ماریہ نے دو چار بار ہیلو ہیلو کہا۔ پھر اس نے ریسیور کو کریڈل سے ہٹا کر رکھ دیا۔ نینسی کو گھور کر دیکھنے لگی۔ نینسی نے محسوس کیا، ماریہ کی آنکھیں اسے اپنی طرف کھینچ رہی ہیں۔ اس نے فوراً ہی نظریں چرا لیں۔ اس کا دل خوف سے دھڑک رہا تھا۔ وہ پیچھے ہٹ رہی تھی۔ ماریہ نے اس کی طرف بڑھتے ہوئے غرا کر کہا: "وہ تم سے فون پر باتیں کرنا چاہتا تھا۔ مجھے کمرے سے باہر جانے کے لیے کہہ رہا تھا۔ تم نے اسے دیوانہ بنا رکھا ہے۔ میں اس کے لیے پیرس گئی پھر لندن میں انتظار کرتی رہی۔ اب معلوم ہوا، تم نے میری طرف سے اس کا دل پھیر دیا ہے۔"

نینسی اس سے کتراتے ہوئے بند دروازے کی طرف جانا چاہتی تھی لیکن ماریہ اس طرح گھیر رہی تھی کہ دروازے تک پہنچنے کا راستہ نہیں مل رہا تھا۔ ایک میز پر دودھ سے بھرا ہوا گلاس رکھا ہوا تھا۔ ماریہ نے گلاس اٹھا کر دو چار گھونٹ پیے پھر اسے میز پر رکھتے ہوئے بولی: "اگر تم اس گلاس کا دودھ پی لو گی تو میں تمھارے قریب نہیں آؤں گی۔ چپ چاپ کمرے سے چلی جاؤں گی۔"

نینسی نے گلاس کی طرف دیکھا۔ دودھ کی سفیدی ہلکے سبز رنگ میں بدل گئی تھی۔ کوئی موٹی عقل والا بھی سمجھ سکتا تھا کہ دودھ زہریلا ہو گیا ہے۔ وہ پریشان ہو کر بولی: "تم کیوں میرے پیچھے پڑ گئی ہو۔ میں قانونی طور پر پارس کی شریک حیات ہوں۔ اگر تم اسے چاہتی ہو اور مجھے برداشت نہیں کرتی ہو تو پارس سے کہو، وہ مجھے چھوڑ دے۔ میں کبھی اسے نہیں چھوڑوں گی۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ماریہ دوڑتی ہوئی اس کی طرف آئی۔ نینسی اچھل کر دوسری طرف چلی گئی۔ وہاں سے دروازے کی سمت دوڑنے لگی۔ اس سے اور دروازے سے صرف دو قدم کا فاصلہ رہ گیا تھا۔ ماریہ اچھل کر سامنے آ گئی جیسے سانپ پھن اٹھا کر ڈسنے کے لیے منہ مارتا ہے، ویسے وہ بھی منہ مارنا چاہتی تھی۔ نینسی نے ایک ہاتھ سے ٹھوڑی کے نیچے اس کے گلے کو دبوچ لیا۔ وہ اس کے منہ کو اپنے سے دور رکھنا چاہتی تھی۔ سپیرے ٹھیک اسی طرح سانپ کو گردن سے پکڑتے ہیں۔

ماریہ نے ایک ہاتھ سے اس کے گریبان کو اور دوسرے ہاتھ سے اس کے ریشمی بالوں کو جکڑ لیا تھا۔ دونوں میں زور آزمائی ہونے لگی۔ ماریہ اسے اپنی طرف کھینچنا چاہتی تھی۔ اس کے لیے جسمانی قوت سے کام لے رہی تھی۔ اپنی آنکھوں سے سحر زدہ کرنے کے لیے کہہ رہی تھی: "مجھے دیکھو، میری آنکھوں میں دیکھو، تمھیں دیکھنا ہی پڑے گا۔"

نینسی نے سمجھ لیا تھا، وہ اس کی آنکھوں میں نہ دیکھ کر اور اس کے دانتوں سے خود کو بچا کر ہی زندہ رہ سکتی تھی۔ وہ ایسے وقت چیخیں مار کر ہوٹل والوں کو بلا سکتی تھی لیکن اس طرح بات بڑھ جاتی۔ ماریہ گرفتار ہونے کے بعد پارس کا ذکر کرتی پھر یہ بھید کھل جاتا کہ یہودیوں کا دشمن پارس اسی ہوٹل میں تھا اور وہ ایک مسلمان کے ساتھ یہاں راتیں گزارتی تھی۔

دوسری طرف پارس نے دس منٹ تک انتظار کیا۔ اسے یقین تھا، ماریہ چلی گئی ہوگی۔ اس نے پھر ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ دوسری طرف فون کے انگیج ہونے کی ٹون سنائی دے رہی تھی۔ اس نے دو منٹ کے بعد پھر فون کیا۔ اُدھر ماریہ نے ریسیور کریڈل سے ہٹا کر رکھ دیا تھا۔ پارس نے جتنی بار فون کیا، وہی انگیج کی ٹون سنائی دی۔ اس نے ہوٹل کا دوسرا نمبر ڈائل کیا۔ آپریٹر سے کہا: "میں ڈان مورس ہوں، اپنی وائف سے فون پر بات کرنا چاہتا ہوں لیکن فون انگیج مل رہا ہے۔ آپ جلدی معلوم کر کے بتائیں، کیا میری وائف اس فون پر کسی سے گفتگو کر رہی ہے۔"

آپریٹر نے ہولڈ آن کرنے کو کہا۔ پارس پریشان ہو رہا تھا۔ فون پر رابطہ قائم نہ ہونے سے وہ ماریہ پر شبہ کر رہا تھا۔ آپریٹر کی آواز آئی: "جناب! اس فون پر بات نہیں ہو رہی ہے۔ شاید ریسیور ہٹا کر رکھ دیا گیا ہے۔"

"پلیز، منیجر سے بات کراؤ۔"

منیجر سے رابطہ قائم ہوا تو پارس نے کہا: "دو سو بیس نمبر کے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

سوئٹ میں میری واقف کو کوئی خطرہ پیش آ رہا ہے۔ پلیز! ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر آپ اپنے آدمیوں کے ساتھ وہاں پہنچیں۔"

منیجر نے یقین دلایا کہ وہ ابھی جا رہے ہیں۔ اُدھر ماریہ نے ایک جھٹکے سے اپنی گردن چھڑالی۔ نینسی نے اسکول کے زمانے میں جوڈو کراٹے سیکھے تھے۔ اگرچہ اس کی پریکٹس نہیں رہی تھی تاہم اس نے ایک داؤ آزمایا۔ تیزی سے پلٹ کر ماریہ کو وائیں کولہے پر رکھ کر دوسری طرف پھینک دیا۔ اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ وہ سینٹر ٹیبل پر آکر گری پھر وہاں سے فرش پر پہنچ گئی۔

نینسی نے کہا: "میں شور مچا کر لوگوں کو مدد کے لیے بلا سکتی ہوں۔ اگر تمھیں پارس سے محبت ہے تو ذرا سوچو۔ یہاں مجھ پر زہریلا حملہ کرنے کے الزام میں گرفتار ہو جاؤ گی۔ ہمارے جھگڑے میں پولیس والوں کے سامنے پارس کا نام ضرور آئے گا۔ یہاں کی پولیس اور فوج کے جوانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ پارس کو دیکھتے ہی گولی مار دی جائے۔ کیا تم میرے ساتھ اپنے محبوب کو بھی مارنا چاہتی ہو؟"

وہ فرش پر سے جھنجلا کر اُٹھی پھر بولی: "میرے محبوب کو مجھ سے نہ موت چھین سکتی ہے، نہ تم چھین سکتی ہو۔ تم نے لڑنے کے داؤ پیچ سیکھے ہیں۔ میں قسم کھاتی ہوں، پارس کی حفاظت کے لیے اور تم جیسی حسین بلاؤں سے نمٹنے کے لیے میں بھی فائٹنگ کے طور طریقے سیکھوں گی لیکن یہ نہ سمجھو کہ میں تمھیں چھوڑ دوں گی۔"

"یعنی تم پارس کو پولیس والوں کی نظروں میں لانا چاہتی ہو؟"

وہ جواباً کچھ کہنا چاہتی تھی پھر رُک گئی۔ دروازے پر دستک ہو رہی تھی۔ منیجر کہہ رہا تھا: "مادام! دروازہ کھولیے۔ ہمیں فون پر اطلاع ملی ہے کہ آپ کو کسی قسم کا خطرہ پیش آ رہا ہے۔"

ماریہ نے غصے سے کہا: "پارس تمھیں آنا چاہتا ہے کہ فون کے ذریعے تمھاری مدد کے لیے آدمی بھیج رہا ہے۔ میں تمھیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

نینسی نے ایک گلدان اٹھا کر کہا: "تم جس کے لیے مارنا چاہتی ہو، میں اس کے لیے زندہ رہنا چاہتی ہوں۔"

دروازے پر پھر دستک ہوئی۔ منیجر دروازہ کھولنے کے لیے کہہ رہا تھا۔ نینسی نے کہا: "میں کھولنے جا رہی ہوں۔ تم نے حملہ کیا تو سر توڑ دوں گی۔"

وہ محتاط انداز میں ماریہ کی جانب دیکھتی ہوئی دروازے کے پاس آئی پھر اسے کھول دیا۔ منیجر ہوٹل کے چار ملازموں کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔ اس نے اندر آتے ہوئے پوچھا: "مادام! آپ خیریت سے ہیں؟"

نینسی نے ماریہ کو دیکھا پھر مسکرا کر کہا: "شکریہ، میں خیریت سے ہوں۔"

"آپ کے شوہر نے تشویش ظاہر کی تھی۔ بائی دی وے، یہ لڑکی کون ہے؟"

"یہ آپ کے ہوٹل میں قیام کر رہی ہے۔ مجھ سے دوستی کرنے آئی ہے۔ ارے ہاں، میں تو تمھارا نام پوچھنا بھول گئی کیا نام ہے تمھارا؟"

ماریہ نے سمجھ لیا تھا، وہ اتنے لوگوں کی موجودگی میں نینسی کو اپنے راستے سے نہیں ہٹا سکے گی۔ پارس کو روپوش رکھنے کی خاطر فی الحال غصہ تھوکنا ہوگا۔ وہ بڑی مشکل سے غصے پر قابو پاتے ہوئے بولی: "میرا نام ماریہ ہے۔"

نینسی نے منیجر سے کہا: "ابھی ماریہ نے آکر مجھے اطلاع دی ہے کہ کچھ نامعلوم غنڈے قسم کے لوگ میرے دروازے کی طرف آئے تھے۔ اس اطلاع سے پہلے بھی میں خطرہ محسوس کرتی رہی ہوں۔ پلیز، آپ میری حفاظت کے لیے دو آدمی یہاں چھوڑ دیں، ہوٹل کا بل بھیج دیں، میں ادا کر کے چلی جاؤں گی۔"

پھر وہ ماریہ سے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولی: "مجھے خوشی ہے کہ تم نے خطرے سے مجھے آگاہ کیا۔ تمھارا بہت بہت شکریہ۔ میں روانگی کی تیاری کر رہی ہوں، تم اپنے کمرے میں جا کر آرام کرو۔"

وہ مجبوراً اس سے مصافحہ کر کے اس کمرے سے باہر چلی گئی۔

نینسی نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ منیجر نے اس کے پاس دو ملازموں کو چھوڑ دیا۔ وہ اپنا سامان پیک کرنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد فون کی گھنٹی سنائی دی۔ اس نے ریسیور اٹھایا۔ پارس نے پوچھا: "تم خیریت سے ہو؟"

"ہاں، تمھاری محبت اور توجہ نے مجھے بچا لیا، ورنہ وہ ناگن مجھے ڈس لیتی۔" نینسی نے ماریہ کے متعلق بتایا پھر کہا: "میں تل ابیب میں تمھارے فون کا انتظار کروں گی۔ وعدہ کرو، صبح و شام مجھ سے رابطہ رکھو گے؟"

"اب تمھاری فون کالز چیک کی جائیں گی۔ میں فیکٹری کے ایک گاہک کی حیثیت سے آواز بدل کر بات کروں گا۔ ابھی تمھارے دماغ میں ڈینی دانیال ہو سکتا ہے۔ میں بعد میں مخصوص کوڈ ورڈز مقرر کروں گا۔"

"میں نے ماریہ کو سمجھایا ہے۔ تم بھی سمجھاؤ تاکہ وہ بعد میں میرا پیچھا نہ کرے۔"

"میں اسے سمجھاؤں گا۔ تم ابھی گرینڈ پاپا سے فون پر بات کرو اور انھیں بتاؤ کہ مسٹر فرہاد نے تمھارے ڈان مورس کو اغوا کر لیا ہے، تم تنہا تل ابیب آ رہی ہو۔"

"پارس! تمھیں چھوڑ کر جاتے ہوئے دل ڈوب رہا ہے۔ میں تمھارے بغیر نہیں رہ سکوں گی۔ تم کسی طرح چھپ کر میرے پاس آ جاؤ گے نا؟"

"ضرور آؤں گا۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ پارس فون کے پاس بیٹھا تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر ریسیور اٹھا کر ہوٹل کے نمبر ڈائل کیے۔ آپریٹر سے کہا: "میں کمرا نمبر دو سو بارہ میں ماریہ سے بات کرنا چاہتا ہوں۔" چند سیکنڈ کے بعد آپریٹر نے کہا: "کمرے میں گھنٹی بج رہی ہے مگر کوئی اٹینڈ نہیں کر رہا ہے۔"

پارس نے ریسیور رکھ دیا۔ سوچنے لگا: کیا وہ کمرے سے باہر چلی گئی ہے، لیکن وہ کہاں جا سکتی ہے؟ اس نے پھر نینسی سے رابطہ قائم کیا۔ وہ اپنے سامان کے ساتھ کمرے سے نکل رہی تھی۔ فون کی گھنٹی سن کر رُک گئی۔ ریسیور اٹھایا تو پارس کی آواز سن کر خوش ہو گئی۔ کہنے لگی: "تم بار بار یاد کرتے ہو تو مجھے فخر بھی ہوتا ہے اور خوشی بھی ہوتی ہے۔"

"جب تک تم تل ابیب خیریت سے نہیں پہنچو گی، مجھے اطمینان نہیں ہوگا۔ ابھی میں ماریہ سے فون پر بات کرنا چاہتا تھا، وہ کمرے میں نہیں ہے۔ وہ ہوٹل سے باہر کہیں تمھیں نقصان پہنچا سکتی ہے۔"

"میں محتاط رہوں گی۔ میرے گرینڈ پاپا بڑے اثر و رسوخ کے مالک ہیں۔ میں یہاں سے پولیس اسٹیشن جاؤں گی۔ وہاں سے دو سپاہیوں کو اپنے ساتھ تل ابیب لے جاؤں گی۔"

"پھر تو میں مطمئن رہوں گا۔ تین گھنٹے بعد تم تل ابیب میں اپنے بیڈ روم کے اندر رہنا۔ میں تمھارے پرسنل فون پر بات کروں گا۔"

پارس نے اس سے رابطہ ختم کر کے پھر ماریہ تک پہنچنا چاہا۔ اس کا خیال تھا، شاید وہ باتھ روم میں تھی، اب کمرے میں آگئی ہو گی۔ آپریٹر نے کہا: "جناب! پھر اسی طرح گھنٹی بج رہی ہے، کوئی اٹینڈ کرنے والا نہیں ہے۔"

وہ پریشان ہو کر سوچنے لگا۔ ماریہ کہاں جا سکتی ہے؟ وہ دو عورتوں کے درمیان الجھ کر رہ گیا تھا جبکہ اور کئی طرح کی احتیاطی تدابیر ضروری تھیں۔ اپنے اصلی روپ میں آنے کے بعد اسے عارضی میک اپ کرنا تھا کیونکہ اس کا اصلی چہرہ وہاں کی انٹیلی جنس، پولیس اور فوج والے سب ہی پہچانتے تھے۔ ریڈی میڈ میک اپ خریدنے کے لیے بازار جانا بھی ضروری تھا۔ وہ تھوڑی دیر تک ٹہلتا رہا پھر اس فیصلے پر پہنچا کہ نینسی سپاہیوں کے پاس جا رہی ہے۔ خطرے کی بات نہیں ہے۔ اسے بازار جا کر فوری سامان خریدنا چاہیے۔

اس نے کمرے کی ایک لائٹ آف کی، دوسری آن نے رہنے دی پھر باہر جانے کے لیے جیسے ہی دروازہ کھولا، وہ بلائے ناگہانی کی طرح سامنے نظر آئی۔ وہ حیرانی سے بولا: "تم! تم یہاں کیسے پہنچ گئیں؟"

ماریہ مسکراتے ہوئے اس کے پاس سے گزرتی ہوئی کمرے میں آئی پھر بولی: "بعض حالات میں دوست سے بہتر دشمن ہوتا ہے۔ دوست ساتھ چھوڑ دیتا ہے، دشمن منزل تک پہنچا دیتا ہے۔"

"دشمن اپنے فائدے کے لیے تمھیں مجھ تک پہنچا رہا ہے۔"

"میں نہیں جانتی کہ کیا فائدہ پہنچ رہا ہے۔ میں اپنا فائدہ دیکھ رہی ہوں۔ اگر چاہتے ہو کہ میں اسے دماغ میں جگہ نہ دوں تو مجھے ہمیشہ اپنے ساتھ رکھا کرو۔"

"میں معلوم کرنا چاہتا ہوں، اس نے میرا موجودہ پتا کیسے معلوم کیا؟"

ماریہ کے منہ سے بھرائی ہوئی آواز نکلی: "میں ڈینی دانیال بول رہا ہوں۔ تم جب ہوٹل سے نکل کر آئے ہو، میں وہاں کے ایک ملازم کو ٹریپ کر کے تمھارا تعاقب کرتا رہا۔ یروشلم میں چند سفاک قاتل ہیں۔ میں انھیں بھی یہاں پہنچا سکتا ہوں لیکن میں جلد باز نہیں ہوں۔ تمھیں سوچنے سمجھنے اور اپنا بچاؤ کرنے کی مہلت دے رہا ہوں۔"

پارس نے کہا: "اپنے گھر کا ایک فرد بھی کمزور ہو تو دشمن اس کے ذریعے چاروں طرف جال بچھا دیتے ہیں۔ ماریہ کی دیوانگی نے تمھیں یہ موقع دیا ہے۔ تم نے دور دور تک جال بچھایا ہوگا۔ اس ہوٹل کے باہر نہ جانے تمھارے کتنے جاسوس میری تاک میں ہوں گے۔"

"تم اپنے طور پر ایسا سوچ سکتے ہو کیونکہ ان حالات میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ میں دو دن سے تمھارے پیچھے ہوں۔ پہلے یقین کرنا چاہتا تھا کہ ڈان مورس ہی پارس ہے۔ اس کے لیے میں نے ماریہ کو تمھارے پاس پہنچایا ہے۔ میں اتنی دیر میں ایسے زبردست انتظامات کر سکتا تھا کہ فرہاد صاحب اور دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے تمھاری مدد کو نہیں پہنچ سکتے تھے۔ میرا کوئی بھی آلۂ کار ابھی، اسی لمحے کہیں سے چھپ کر فائرنگ کے ذریعے تمھیں زخمی کر سکتا ہے اور مجھے تمھارے دماغ میں پہنچا سکتا ہے لیکن میں نے ایسا کچھ نہیں کیا ہے۔"

"تو پھر یہ کیا کرتے پھر رہے ہو؟"

"میں تمھاری حسرت پوری کرنا چاہتا ہوں۔ تم اور تمھارے والدین ہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر مار ڈالنا چاہتے ہیں۔ میں تمھیں ڈھونڈنے کی زحمت نہیں دوں گا۔ خود تمھارے

itsurdu.blogspot.com
itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

سامنے آؤں گا۔ بولو آجاؤں؟"

پارس نے ماریہ کو دیکھا پھر کہا: "تم اس کے دماغ میں ہو؟ پتا نہیں، میرے رُوبرُو آنے میں کتنی دیر لگاؤ گے۔ بہرحال جب چاہو آجاؤ۔ میں خوش آمدید کہتا ہوں۔"

اس نے ماریہ کے ذریعے قہقہہ لگایا پھر کہا: "یہ دیکھو، میں اس کے دماغ سے اُدھر گیا اور اِدھر تمہارے رُوبرُو آگیا۔"

بات ختم ہوتے ہی کمرے کا دروازہ کھلا۔ پارس کے سامنے ایک قدآور ادھیڑ عمر شخص کھڑا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک ریوالور تھا اور ریوالور کا رُخ پارس کی طرف تھا۔

اس نے مسکراتے ہوئے کہا: "میدان میرے ہاتھ ہے۔ صرف ایک گولی چلے گی اور قصہ تمام ہو جائے گا لیکن میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ جلد باز نہیں ہوں تمہیں سوچنے سمجھنے اور اپنا بچاؤ کرنے کی مہلت دے رہا ہوں۔"

واقعی میدان اس کے ہاتھ تھا۔ بچاؤ کی کوئی صورت نہیں تھی۔ ماریہ تڑپ کر پارس کے سامنے آئی پھر اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی: "پارس! تمہاری بات دیر سے سمجھ میں آئی ہے دشمن پھر دشمن ہوتا ہے اس کے سہارے منزل تک نہیں پہنچنا چاہیے۔ مجھ سے بڑی نادانی ہوئی لیکن میں تمہیں مرتے ہوئے نہیں دیکھ سکتی۔ پہلی گولی میری طرف آئے گی۔ میرے جسم کی دیوار گرنے تک اپنے بچاؤ کی تدبیر سوچ لو۔"

ڈینی دانیال نے مسکراتے ہوئے ریوالور کے سیفٹی کیچ کو ہٹایا۔ اس کی انگلی ٹرائیگر پر تیار تھی۔

پارس نے موت کو سامنے دیکھ کر آسانی سے زندگی کو رخصت کرنا نہیں سیکھا تھا۔ وہ ریوالور کے سامنے رومانہ اور پومی کی بازی گری کے کرتب دکھا کر بچاؤ کر سکتا تھا۔ پومی نے دونوں بھائیوں کو جمناسٹک کی تھکا دینے والی مشقیں کرائی تھیں وہ ڈینی دانیال کے ریوالور کے سامنے یہی تماشے دکھانے والا تھا ایسے ہی وقت ماریہ آکر اس سے لپٹ گئی تھی۔ اپنی دانست میں محبوب کے لیے ڈھال بن گئی تھی اور یہ محبت اور قربانی کا جذبہ پارس کو مہنگا پڑ رہا تھا۔

وہ ماریہ کے چہرے پر جھک کر سرگوشی میں بولا: "پلیز، میرے پاس سے فوراً ہٹ جاؤ۔ دور چلی جاؤ۔ میں ایسے ہتھیاروں سے بچنے کے طریقے جانتا ہوں۔"

وہ اور زیادہ کمبل بن گئی۔ انکار میں سر ہلا کر بولی: "میں نہیں ہٹوں گی۔ اس دشمن کو میں لائی ہوں، یہ میری لاش پر سے گزر کر ہی تمہارے پاس پہنچے گا۔ مجھے سزا پانے دو، میں نے بہت بڑی نادانی کی ہے۔"

"تم اب بھی نادانی کر رہی ہو۔ پلیز، میرے پاس سے ہٹ جاؤ۔"

یہ کہتے ہی اس نے زور سے دھکا دیا۔ وہ پیچھے کی طرف لڑکھڑاتی ہوئی گئی۔

ڈینی دانیال نے اس کے گرنے سے پہلے ہی ایک ہاتھ سے اسے سنبھال لیا پھر کہا: "پارس! ہم جانتے ہیں، تم دونوں بھائیوں کو زبردست ٹریننگ دی گئی ہے۔ میں تمہارے بچنے سے پہلے ہی مانتا ہوں کہ میرے ریوالور کی گولیاں تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گی لیکن ماریہ کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟"

اس نے ماریہ کو دانیال کی گرفت میں دیکھا پھر ایک گہری سانس لے کر کہا: "تمہیں جو کرنا ہے، کر گزرو۔ میں اپنی جگہ تیار ہوں۔"

ڈینی دانیال نے ٹرائیگر سے انگلی ہٹا کر کہا: "یہ دیکھو میں نے ٹرائیگر سے انگلی ہٹا دی اور سیفٹی کیچ کو پھر اسی جگہ لا رہا ہوں۔ یہ ریوالور لاک ہو چکا ہے، اب گولی نہیں چلے گی۔"

واقعی اس نے ریوالور کو لاک کر دیا پھر کہا: "اسے کیچ کرو۔"

اس نے ریوالور کو پارس کی طرف اُچھالا۔ پارس نے اسے کیچ کیا، اس کے چیمبر کو دیکھا۔ اس میں چھ گولیاں موجود تھیں پھر اس نے دشمن کو حیرانی سے دیکھتے ہوئے پوچھا: "اس کا مطلب کیا ہوا؟"

وہ ہنستا ہوا ایک طرف گیا پھر ایک کرسی پر آرام سے بیٹھ کر بولا: "میں شطرنج کا کھلاڑی ہوں۔ جب میرے اور مقابل کے مُہرے پٹنے لگتے ہیں تو میں غور کرتا ہوں، یہ کیسے پٹ گئے؟ کیوں پٹ گئے؟"

پارس نے کہا: "بات مختصر کرو۔"

وہ بولا: "کسی بات کو مختلف مثالوں سے اور دوسرے حوالوں سے سمجھنا چاہیے۔ میں اسی طرح سمجھتے ہوئے اس نتیجے پر پہنچا کہ فرہاد صاحب سے دشمنی کرنے والا حرام موت مرتا ہے۔ ہم نے تمہارے باپ کے مقابلے میں بڑے بڑے شہ زوروں اور غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والوں کا غرور خاک میں ملتے دیکھا ہے۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولا: "میں کافی وسیع ذرائع کا مالک ہوں۔ اسرائیل میں اتنی طاقت حاصل کر چکا ہوں کہ کسی دن بھی موجودہ حکومت کا تختہ اُلٹ سکتا ہوں لیکن ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے کے بعد میں نے دل میں عہد کیا تھا کہ ساری دُنیا سے ٹکرا جاؤں گا لیکن تمہارے باپ سے اور تمہارے خاندان کے کسی فرد سے چھیڑ نہیں کروں گا، بلکہ اپنی ذہانت اور حکمتِ عملی سے تم لوگوں کا اعتماد حاصل کروں گا۔"

وہ کرسی سے اُٹھ کر بولا: "اگر آج مجھے اعتماد حاصل کرنے میں ناکامی ہوئی ہے تو تمہارے ہاتھ میں بھرا ہوا ریوالور ہے۔ مجھے دشمن سمجھ کر گولی مار دو۔ تم لوگوں کے منصوبے کے مطابق اس دُنیا سے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا کم ہو جائے گا۔"

پارس نے ریوالور کو ایک طرف پھینکتے ہوئے کہا: "واقعی، تم جب چاہتے، جہاں چاہتے، چھُپ کر گولی مار سکتے تھے۔ تم پر میرے قتل کا الزام عائد نہ ہوتا مگر تم نے ایسا نہیں کیا۔ میرا اور میرے والدین کا اعتماد حاصل کرنے کے لیے تم نے زبردست ڈراما پلے کیا ہے۔ میں معلوم کرنا چاہوں گا، تم ہمارا اعتماد کیوں حاصل کرنا چاہتے ہو؟"

"میں ابھی کہہ چکا ہوں، دوسروں کی طرح حرام موت مرنا نہیں چاہتا۔ یہ زندگی ایک ہی بار ملتی ہے اور میں طبعی عمر تک زندہ رہنا چاہتا ہوں۔"

"مسٹر دانیال! میں نے تمہارے سامنے بھرا ہوا ریوالور پھینک دیا۔ اس کا مطلب ہے، آج سے ہمارے خاندان کا کوئی فرد تمہارا جانی دشمن نہیں ہوگا۔ اس کے لیے صرف ایک شرط ہے، تمہارا کوئی عمل ہمارے خلاف نہ ہو۔"

"میں اپنے عمل سے ثابت کر دوں گا کہ تم لوگوں کا وفادار دوست ہوں۔"

"دوستی کا لفظ یہودیوں کی زبان پر آکر گالی بن جاتا ہے۔ میرے والدین نے بارہا تمہاری قوم سے دوستی کی کوششیں کیں اور ہر بار ناکام رہے ہیں۔ میں نے شیبا ممی کی موت کے بعد عہد کیا تھا کہ تم لوگ جلتی ہوئی آگ کے شعلوں سے گزر کر بھی یقین دلانا چاہو گے تو میں اپنی ماں کی دشمن قوم پر اعتماد نہیں کروں گا۔ ہم تمہارے اچھے عمل کے جواب میں اچھا عمل پیش کریں گے جیسا کہ ابھی میں کر رہا ہوں۔ تم نے میری جان نہیں لی، میں نے بھی بھرا ہوا ریوالور پھینک دیا..... آج سے ہمارے خاندان کا ہر فرد تمہارے بُرے وقت میں کام آئے گا لیکن ہم میں سے کوئی تم پر اعتماد نہیں کرے گا اور نہ ہی کبھی دوستی کرے گا۔"

"پارس! پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتیں۔ کیا تمہاری شیبا ممی یہودی نہیں تھیں؟ وہ تمہارے باپ سے سچی محبت کرتی تھیں اور ہمیشہ اپنی قوم سے دور رہ کر تم لوگوں کا ساتھ دیتی تھیں۔"

"میری ممی لاکھوں میں ایک تھیں اور لاکھوں یہودیوں میں سے کسی ایک اچھے اور سچے دوست کو پہچاننا بہت مشکل ہے۔"

"وقت کے ساتھ ساتھ پہچان ہو جاتی ہے۔ ابتدا میں تم لوگوں نے شیبا پر مکمل اعتماد نہیں کیا تھا۔ اس نے خود ہی اپنے حُسنِ عمل سے اعتماد حاصل کیا تھا اور یہی میں کروں گا۔"

"ٹھیک ہے جب وہ وقت آئے گا تو ہم تمہیں سر آنکھوں پر بٹھائیں گے۔"

"میں آج ہی سے بلکہ اسی لمحے سے تمہارے کام آؤں گا۔ تم نے اپنی ممی کے..... گناہ گار کی ایک آنکھ پھوڑ دی، اس کا ایک ہاتھ کٹوا دیا۔ تمہاری قسم کے مطابق ایک ٹانگ باقی رہ گئی ہے۔ اس کے لیے میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمہارا راستہ آسان بناؤں..."

پارس نے انکار میں ہاتھ ہلاتے ہوئے اس کی بات کاٹ کر کہا: "تم بھول رہے ہو، میرے والدین، میرے انکل آرمر اور میری بیوی جوجو سب ہی ٹیلی پیتھی جانتے ہیں لیکن میں کسی کا تعاون حاصل نہیں کرتا۔ تم کوئی دوسری بات کرو۔"

پھر اس نے فرانسیسی زبان میں پوچھا: "کیا تم یہ زبان جانتے ہو؟"

ڈینی دانیال نے اسی زبان میں جواب دیا: "ہاں، میں جانتا ہوں، فرمایئے کوئی حکم؟"

"میں حکم دینے والا حاکم نہیں ہوں۔ میں چاہتا ہوں، تم نے ہمارا اعتماد حاصل کرنے کے لیے جو غلط کام کیا ہے اُسے درست کر لو۔ ماریہ ابھی اس قابل نہیں ہے کہ ہماری دُنیا کو پوری طرح سمجھ سکے۔ یہ اپنے والدین کے سائے میں بہت کچھ سیکھ رہی تھی۔ ارے ہاں، میں یہ پوچھنا بھول گیا، کیا یہ تنہا یہاں آئی ہے؟"

"اس کے والدین بھی آئے ہیں۔"

پارس نے کہا: "ابھی یہ میرے ساتھ رہے گی۔ تم اس کے والدین کو کل صبح یہاں بھیج دینا۔ وہ اسے سمجھا منا کر واپس لے جائیں گے۔"

"یہ کام کل صبح ہو جائے گا۔ میرا خیال ہے آپ اپنا اصلی چہرہ چھُپانا چاہیں گے۔"

ماریہ تھوڑی دیر تک دونوں کو باری باری دیکھتی رہی پھر بولی: "تم لوگ شاید فرانسیسی زبان بول رہے ہو۔ یہ اچھی بات نہیں ہے۔ کیا مجھ سے کچھ چھُپا رہے ہو؟"

پارس نے کہا: "تم تو میری اپنی ہو۔ بھلا تم سے کیا چھُپایا جا سکتا ہے۔ میں معلوم کرنا چاہتا تھا، مسٹر دانیال فرانسیسی جانتے ہیں یا نہیں؟"

دانیال نے کہا: "ماریہ کو الجھن ہو رہی ہے۔ لہٰذا اب ہم اپنی زبان بول رہے ہیں۔"

وہ خوش ہو گئی۔ دانیال نے پوچھا: "تم عارضی میک اپ چاہتے ہو یا پائیدار؟"

"اس کا فیصلہ صبح ہو گا۔ ماریہ تھک گئی ہے۔ شاید آرام کرے گی۔"

دانیال نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا: "اچھا، میں چلتا ہوں۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

پارس نے کہا "آؤ میں تمھیں باہر تک چھوڑ کر آتا ہوں۔"

ماریہ نے کہا "میں تمھیں اکیلے نہیں جانے دوں گی، میں بھی ساتھ چلوں گی۔

پارس نے مسکراتے ہوئے کہا "تمھیں ڈر ہے کہ میں تمھیں چھوڑ کر بھاگ جاؤں گا۔ بھئی میں اس دروازے کے باہر تک جاؤں گا۔ تم یہاں سے مجھے دیکھ سکتی ہو۔"

دانیال نے ہنستے ہوئے کہا "تم مجھے باہر تک چھوڑنے کا تکلف نہ کرو۔ ماریہ کے ساتھ رہو۔"

پارس باہر جاکر ایک ضروری بات کرنا چاہتا تھا۔ جب اس کا موقع نہ ملا تو اس نے دانیال سے مصافحہ کرتے ہوئے فرانسیسی زبان میں کہا "تھوڑی دیر بعد میرے دماغ میں ضرور آنا۔"

وہ بولا "ضرور آؤں گا، یہ میری خوش نصیبی ہوگی۔"

ماریہ نے آنکھیں جھکا کر کہا "پھر وہی اجنبی زبان بول رہے ہو۔"

پارس نے کہا "سوری، میں بچپن سے پیرس میں رہا ہوں۔ کبھی کبھی بے اختیار یہ زبان بولنے لگتا ہوں۔ اب نہیں بولوں گا۔"

دانیال چلا گیا۔ پارس نے دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ اُسے یقین تھا کہ وعدے کے مطابق دانیال دماغ میں ضرور آئے گا۔

پھر ایسا ہی ہوا۔ کچھ دیر بعد ڈینی دانیال نے اس کے دماغ میں آکر کہا "سانس نہ روکنا میں دانیال ہوں۔"

پارس نے کہا "میں ڈان مورس کے میک اپ میں نینسی کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔"

"کیا تم پلاسٹک سرجری کرانا چاہتے ہو؟"

"اب اس کی ضرورت نہیں رہی، میں عارضی میک اپ میں جاؤں گا تو کوئی شبہ نہیں کرے گا۔ اصل خطرہ تمھاری طرف سے تھا جواب نہیں رہا۔"

"مجھے خوشی ہے کہ تم اس حد تک اعتماد کر رہے ہو۔ کل میک اپ کا سامان پہنچ جائے گا۔"

"کیا تم میری آواز بنا کر بول سکتے ہو؟"

"جی ہاں، میں نے آواز بدلنے کی مشق کی ہے۔"

"تم پارس بن کر نینسی سے فون پر بات کرو۔ اسے بتاؤ کہ میں ڈان مورس کے میک اپ میں کل دوپہر یا شام تک اس کے پاس آؤں گا۔ وہ اپنے نانا سے کہہ دے کہ فرہاد صاحب ڈان مورس کو اغوا کرنے کے بعد رہا کر رہے ہیں۔"

"میں ابھی فون پر بات کروں گا اور آپ کو نینسی کی خیریت سے آگاہ کروں گا۔"

وہ چلا گیا۔ پارس نے ماریہ سے کہا "تم مہذب انسانوں کی دُنیا میں آکر اپنے اندر کیا کمی محسوس کرتی ہو؟"

"میں تمھارے اندر محبت اور وفا کی کمی محسوس کر رہی ہوں۔"

"میں اپنی نہیں تمھاری بات پوچھ رہا ہوں۔"

"میں بھی یہی پوچھ رہی ہوں، مجھ میں کس بات کی کمی ہے کہ تم نینسی کے دیوانے بن گئے ہو؟"

"وہ میری شریکِ حیات ہے۔"

"میں کیوں نہیں ہوں؟"

"میرے ساتھ زندگی گزارنے کے لیے تمھیں بہت سے علم و ہنر سیکھنے کی ضرورت ہے۔ یہاں قدم قدم پہ میرے دشمن ہیں۔ وہ تمھیں ٹریپ کریں گے، جیسا کہ ابھی دانیال نے کیا تھا۔"

وہ جلدی سے بولی "ہاں جیسے وہ نینسی بھی کر رہی ہے۔ مجھے لڑنے کا فن آتا تو آج وہ مجھ سے بچ کر نہ جاتی۔"

"میں تمھیں سمجھاتا کچھ اور ہوں، تم سمجھتی کچھ اور ہو۔ آخر نینسی کے پیچھے کیوں پڑ گئی ہو؟"

"میں کسی عورت کو تمھارے قریب برداشت نہیں کر سکتی۔"

"تم اس دُنیا کی تہذیب، قاعدے قانون، رسم و رواج اور قانونی فیصلوں کو تسلیم کرنا نہیں جانتی ہو۔ تمھیں یہ سب کچھ جاننے اور سیکھنے کی ضرورت ہے۔ قانونی طور پر نینسی میری شریکِ حیات ہے۔ تمھیں اسے تسلیم کرنا چاہیے۔ میں چاہتا ہوں تم اپنے والدین کے سائے میں رہ کر زیادہ سے زیادہ علم و ہنر حاصل کرو۔ جب تم دشمنوں سے بچاؤ کے طریقے سیکھ لوگی، میاں بیوی کے رشتے کو سمجھنے لگوگی اور نینسی سے انتقام لینے کا خیال دل سے نکال دوگی تو میں تمھارے ساتھ زندگی گزاروں گا۔"

"میں تمھیں چھوڑ کر والدین کے ساتھ نہیں رہوں گی۔ میں تمھارے ساتھ رہنے کے لیے نینسی کو برداشت کر لوں گی۔ اسے کبھی نقصان نہیں پہنچاؤں گی۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "بات صرف نینسی کی نہیں ہے، میری باتوں کو سمجھو۔ تمھیں زیادہ سے زیادہ علم و ہنر سیکھنا چاہیے۔"

"میں تمھارے ساتھ رہ کر سیکھ لوں گی۔"

"میرا کوئی گھر نہیں ہے۔ سونے جاگنے، کھانے اور پینے کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے۔ بہت کچھ سیکھنے کے لیے کوئی مخصوص ٹھکانا، وقت کی پابندی، توجہ اور لگن کی ضرورت"

"میں کچھ نہیں سیکھوں گی۔ میں صرف تمھیں چاہتی ہوں۔ مجھے اور کچھ نہیں چاہیے۔"

"تو پھر صاف صاف سُن لو یہ ہماری آخری ملاقات ہے۔ میں دشمنوں کو موقع نہیں دوں گا کہ وہ تمھیں بار بار ٹریپ کر کے مجھے کمزور بناتے رہیں۔"

اس کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔ دل ٹوٹ رہا تھا۔ وہ ٹوٹی ہوئی آواز میں بولی "کیا تمھاری دُنیا میں محبت کا یہی صلہ ملتا ہے؟"

"یہ بھی محبت کا ایک انداز ہے۔ میں تمھاری سلامتی اور محبت کے لیے تمھیں چھوڑ دوں گا۔ دور رہ کر تمھارے لیے تڑپتا رہوں گا۔ میں تم سے کتنی محبت کرتا ہوں، تم اس کا اندازہ نہیں کر سکتیں۔"

رات گزرنے لگی۔ صبح ہونے لگی۔ پارس نے کہا "تمھیں سمجھاتے سمجھاتے صبح ہو گئی۔ خُدا کے لیے میری بات مان لو۔ محبت سے رخصت ہو جاؤ۔ جب تم مرجانہ اور روپی آنٹی کی طرح ناقابلِ شکست بن کر ملوگی تو میں تمھیں خود سے جُدا نہیں ہونے دوں گا۔"

وہ پارس کے بائیں ہاتھ کو چُوم رہی تھی۔ اس نے ہتھیلی کی پُشت کو بھی پیار کیا پھر اچانک ہی اپنے دانت وہاں پیوست کر دیے۔ پارس کے مُنہ سے ہلکی سی کراہ نکلی۔ کوئی اور ہوتا تو چیخ مار کر گرتا اور ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جاتا مگر ماریہ کے زہر سے اس کی آشنائی تھی۔ وہ زہر تیز نشے کی طرح دل و دماغ پر چھا جاتا تھا۔ ساری دُنیا مستی میں جھومتی اور گھومتی ہوئی دکھائی دیتی تھی۔ پیرس میں ڈاکٹروں نے اسے زہر سے نجات دلانے کی کوششیں کی تھیں۔ وہ بڑی حد تک کامیاب رہے تھے۔ ان کا بیان تھا کہ باقی ماندہ زہر رفتہ رفتہ جسم سے خارج ہو جائے گا لیکن ماریہ پھر اس کی زندگی میں آگئی تھی اور بڑے پیار سے زہر کی سوغات پیش کر رہی تھی۔

وہ نشے میں جھومتے ہوئے بولا "آہ، تم کہاں گم ہو گئی تھیں۔ یہ نشیلی محبت تم نے کہاں چھپا رکھی تھی؟ میں تمھارے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اب مجھے چھوڑ کر کبھی نہ جانا۔"

وہ اسے بستر پر آرام سے لٹاتے ہوئے بولی "اب تو میں جاؤں گی اور چھپ چھپ کر اپنا زہر تمھیں پہنچاتی رہوں گی۔ پھر تم سچ مچ میرے بغیر نہیں رہ سکو گے۔ تم دُنیا کی ساری مصروفیات چھوڑ کر اور محبت کے سارے رشتے توڑ کر مجھے تلاش کرو گے۔ اب تک تم آگے آگے تھے، میں پیچھے پیچھے آرہی تھی۔ آج کے بعد میں آگے رہوں گی، تم پیچھے پیچھے آؤ گے۔"

پارس کی آنکھیں آہستہ آہستہ بند ہو رہی تھیں۔ وہ اس کے پاس سے اُٹھتے ہوئے بولی "سو جاؤ میرے محبوب! سو جاؤ۔ آج سے تمھاری نیند اور تمھاری بیداری سب میرے لیے ہوگی۔"

وہ اُلٹے قدموں چلتی ہوئی دروازے تک آئی پھر دروازہ کھول کر چلی گئی۔

○

ہمارے بچوں کے ساتھ ایک دن یہ ہونا ہی تھا۔ ہم نے دونوں پارس کو فولاد اور ناقابلِ شکست بنایا تھا۔ وہ اپنی ذہانت اور صلاحیتوں سے کامیابیاں حاصل کرتے جا رہے تھے لیکن تقدیر کا مزاج ہمیشہ یکساں نہیں رہتا۔ خوش قسمتی اور بدقسمتی کا چکر تو چلتا ہی رہتا ہے۔

بدقسمتی سے پارس دوم دشمنوں کے چکر میں آگیا۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے لارنس ڈی کوزا نے اس کے دماغ میں جگہ بنالی تھی اور یہ معلوم کر چکا تھا کہ وہ ڈمی نہیں بلکہ اصلی پارس دوم ہے۔

بحری جہاز کے کیبن میں پارس زخمی پڑا ہوا تھا۔ میں نے جس آلۂ کار کے ذریعے لارنس ڈی کوزا پر گولی چلائی تھی، اس کے دماغ میں مجھے جگہ مل گئی تھی لیکن اس کی سوچ پڑھ کر مایوسی ہوئی تھی، وہ اصلی لارنس ڈی کوزا نہیں تھا۔ اصل دشمن اب بھی کہیں چھپا بیٹھا تھا۔

میں نے پارس دوم کے پاس آکر کہا "تم ہماری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر رہے ہو۔ اس کا مطلب ہے لارنس ڈی کوزا ابھی تمھارے دماغ میں موجود ہے اور تمھاری اصلیت معلوم کر چکا ہے۔"

"ہاں، یہ بُرا ہوا لیکن ڈی کوزا کے لیے بھی اچھا نہیں ہوا۔ ابھی آپ نے کسی آلۂ کار کے ذریعے اسے زخمی کیا ہے۔ آپ نے اس کے دماغ میں جگہ بنالی ہوگی۔"

"بیٹے! وہ لارنس ڈی کوزا کی ڈمی ہے۔ اصلی شکار ابھی ہاتھ نہیں آیا۔"

"یعنی میں جال میں پھنس گیا ہوں۔"

"ہاں، دشمن جانتے ہیں کہ تم ہماری جان ہو۔ وہ تمھیں قیدی بنا کر مجھے بلیک میل کریں گے اور ہم سے اپنی اہم شرائط منوائیں گے۔"

"پاپا! کیا آپ میری خاطر کمزور پڑ جائیں گے؟"

"میں حالات کے مطابق عمل کروں گا لیکن تمھاری ماں کو سمجھانا مشکل ہے۔"

"کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ آپ ماما کو میرے حالات نہ بتائیں۔ وہ مجھے دشمن کی قید میں دیکھ کر ان کی اُلٹی سیدھی شرطیں مان لیں گی۔"

"میں ابھی تمھاری ماما کے پاس جاکر کہوں گا، تم بہ دستور سانس روک لیتے ہو۔ ہمیں تمھارے دماغ میں جگہ نہیں ملتی ہے۔ وہ پہلے بھی بارہا کوششیں کر چکی ہیں۔ لہٰذا میری بات کو سچ مان لیں گی۔"

"آپ ابھی جاکر انھیں یہی بات کہہ دیں، ایسا نہ ہو کہ وہ یہاں پہنچ جائیں۔"

میں بیٹے کو چھوڑ کر جانا نہیں چاہتا تھا، وہاں ہماری توقع کے خلاف کسی وقت بھی کچھ ہو سکتا تھا لیکن رسونتی کو مطمئن بیٹے سے

itsurdu.blogspot.com
itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

دور رکھنا بھی ضروری تھا۔ میں نے اسے مخاطب کیا۔ وہ بولی۔ "کیا ہوا؟ میرا بیٹا خیریت سے ہے نا؟"

میں نے کہا۔ "میں خیریت کیسے معلوم کروں، وہ سانس روک لیتا ہے۔"

وہ بولی۔ "لیکن ابھی جناب شیخ صاحب نے کہا تھا، تم پارس کے پاس جاسکتے ہو۔ تمھیں اس کا سراغ مل جائے گا۔"

"انھوں نے درست کہا تھا۔ مجھے اس حد تک معلوم ہوا ہے کہ وہ ایک بحری جہاز میں ہے۔ میں اور معلومات کرنے کی کوشش کرتا ہوں کہ وہ جہاز میں کیا کرتا پھر رہا ہے۔ تم اپنی جگہ اطمینان سے رہو۔ میں تھوڑی دیر بعد تمھارے پاس آؤں گا۔"

میں ایسا کہتے وقت اس کے دماغ کو پڑھ رہا تھا۔ اس کی دوسری سوچ کہہ رہی تھی۔ 'یہ جھوٹ ہے، سراسر جھوٹ ہے۔ میرا بچہ کسی مصیبت میں ہے۔ مجھے اس کے دماغ میں جگہ مل سکتی ہے۔'

میں نے تعجب سے پوچھا۔ "رسونتی! یہ کیا سوچ رہی ہو۔ کیا تم سمجھتی ہو، میں تم سے جھوٹ بول رہا ہوں؟"

"میں ایسا نہیں سمجھتی لیکن یہ سوچ آپ ہی آپ دماغ میں آرہی ہے۔"

"میرا خیال ہے، میں تمھارے دماغ میں ہوں۔ تمھارے دماغ کا راستہ کھلا ہوا ہے۔ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے شیطان کو تمھارے پاس آکر بہکانے کا موقع مل رہا ہے۔ ایسا کرو، میں جاتا ہوں، تم سانس روک لو، پھر کسی کو دماغ میں نہ آنے دو۔"

رسونتی کی دوسری سوچ نے کہا۔ 'سانس روکنے سے پہلے عقل سے کام لینا چاہیے۔ بیٹے کے دماغ کی طرف پرواز کرنے میں حرج ہی کیا ہے! جگہ نہیں ملے گی تو واپس آجاؤں گی۔'

وہ مجھ سے بولی۔ "فرہاد! یہ سوچ زبردستی میرے دماغ میں آرہی ہے۔"

"میں تم سے کہہ رہا ہوں، سانس روک لو پھر کوئی زبردستی تمھارے دماغ میں نہیں آئے گا۔"

اس نے سانس روک لی۔ میں اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ میں استنبول کے ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں تھا۔ اس شہر میں آکر ٹام مورس کی بیوی تھیلما کو ایک چکر میں ڈالا تھا۔ وہ اپنے شوہر کے ساتھ ہوٹل میں مجھ سے ملاقات کے لیے آنے والی تھی۔ میں نے ریسیور اٹھا کر منیجر سے رابطہ قائم کیا پھر اس سے کہا۔ "کوئی بھی مجھ سے ملنے آئے تو پلیز کہہ دیں' میں کمرے میں موجود نہیں ہوں۔ شاید دو گھنٹے بعد مجھ سے ملاقات ہوسکتی ہے۔"

منیجر نے میری یہ ہدایت نوٹ کرلی۔ میں اپنے بیٹے کے پاس پہنچ گیا۔ وہاں رسونتی ناراض ہوکر کہہ رہی تھی۔ "شاباش بیٹے! میں نے اسی دن کے لیے تمھیں پیدا کیا تھا کہ تم باپ سے مل کر مجھے دھوکا دو اور مجھے اپنے پاس آنے سے روک دو۔ ماں اتنی بُری ہے تو صاف کہہ دو، میں دل پر پتھر رکھ لوں گی۔ ممتا کو کچل ڈالوں گی یا مر جاؤں گی۔ تمھیں ہمیشہ کے لیے ماں سے نجات مل جائے گی۔"

پارس نے کہا۔ "ماما! آپ تو میری جان ہیں، میری زندگی ہیں۔ اگر ایک طرف تمام دنیا کی حکمرانی ملے اور دوسری طرف آپ ہوں۔ تو میں دُنیاوی اقتدار کو ٹھکرا کر آپ کی آغوش میں آجاؤں گا۔ آپ مجھے اور پاپا کو غلط نہ سمجھیں۔ ہم آپ کو پریشان نہیں دیکھنا چاہتے تھے۔ اس لیے آپ کو موجودہ حالات سے بےخبر رکھنے کے لیے سوچ رہے تھے۔"

"میں تمھارے اندر رہ کر محسوس کررہی ہوں، گولی کے زخم سے ٹیسیں اُٹھ رہی ہیں اور تم برداشت کررہے ہو۔"

"تکلیف کوئی سی بھی ہو، برداشت کرنا ہی ہوتا ہے۔"

"مگر یہ لوگ تمھیں تنہا چھوڑ کر کہاں گئے ہیں؟ تمھارا باقاعدہ علاج کیوں نہیں کرا رہے ہیں؟"

"ماما! مرہم پٹی ہوچکی ہے۔ میں نے آنکھوں سے دیکھا ہے۔ انھوں نے صحیح مرہم لگایا ہے اور انجکشن بھی دیا ہے۔ رفتہ رفتہ آرام آجائے گا۔"

"میں اس گولی مارنے والے کو زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

میں نے کہا۔ "تم یہی سب کرو گی۔ چلو اچھا ہے، بات کو آگے بڑھانا چاہیے۔ میرے دماغ میں آؤ۔ میں تمھیں گولی ملنے والے ڈی کوزا کی ڈمی کے پاس پہنچاؤں گا۔"

وہ بیٹے سے بولی۔ "میں ابھی آتی ہوں' تم پریشان نہ ہونا۔"

میں نے کہا۔ "ہاں بیٹے! پریشان نہ ہونا۔ زور زور سے نہ رونا۔ انگوٹھا چوستے رہو، ابھی تمھاری ماں آرہی ہے۔"

وہ میرے پاس آکر بولی۔ "کیوں میرا مذاق اُڑاتے ہو۔ کیا مائیں اپنے بچوں کو دُکھ مصیبت میں تسلیاں نہیں دیتی ہیں؟"

"بے شک! بچے خواہ کتنے ہی شہ زور اور ناقابلِ شکست ہوں' مائیں انھیں نادان اور کمزور ہی سمجھتی ہیں۔"

میں لارنس ڈی کوزا کی ڈمی کے دماغ میں پہنچا۔ اس کی بھی مرہم پٹی ہوچکی تھی۔ میں نے کہا۔ "تمھارا باس لارنس ڈی کوزا ہم سے براہِ راست گفتگو نہیں کرے گا تو ہم سمجھ لیں گے کہ وہ ہم سے خوف زدہ ہے۔ ہم اس کی آواز سنتے ہی اس کے دماغ میں پہنچ جائیں گے۔"

وہ بولا۔ "میرا باس کمزور نہیں ہے۔ تم اپنے بیٹے کی خیر مناؤ۔"

یہ کہتے ہی اس نے زور کی چیخ ماری۔ بستر سے اچھل کر فرش پر گرا پھر تکلیف کی شدت سے تڑپنے لگا۔ رسونتی کہہ رہی تھی۔ "ذلیل کمینے! تم نے میرے بیٹے کو گولی مارنے کی جرأت کی۔ اب اسی جرأت اور مردانگی سے یہ سزا برداشت کرسکتے ہو تو کرو' ورنہ مر جاؤ۔"

اس نے پھر ایک دماغی جھٹکا پہنچایا۔ وہ زور زور سے چیخنے لگا۔ فرش پر ادھر سے اُدھر لوٹنے لگا۔ کتنے ہی مسلح ماتحت اس کے اطراف جمع ہوگئے تھے۔ کچھ اسے سنبھال رہے تھے اور پوچھ رہے تھے کہ وہ کس تکلیف میں مبتلا ہے؟

وہ شدید تکلیف کے باعث کچھ سننے اور بولنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ آنکھوں کے سامنے ہر چیز دُھندلا گئی تھی۔ وہ اندھوں کی طرح آنکھیں پھاڑ پھاڑ آس پاس دیکھ رہا تھا اور گڑگڑا کر کہہ رہا تھا۔ "مجھے بچاؤ باس! مجھے دشمنوں کے دماغی حملوں سے بچاؤ۔ میں شہ زور ہوں، ہزار طرح کی جسمانی تکالیف برداشت کرسکتا ہوں لیکن دماغ میں پیدا ہونے والے زلزلے کو برداشت نہیں کرسکتا۔"

اس کا باس لارنس ڈی کوزا خاموش تھا۔ ایک مسلح ماتحت نے کہا۔ "فرہاد اسے تڑپا تڑپا کر مارنا چاہتا ہے۔ میں وارننگ دیتا ہوں، اگر اب اسے تکلیف پہنچے گی تو میں پارس کو گولی مار دوں گا۔"

میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر پاس کھڑے ہوئے مسلح شخص سے پوچھا۔ "خاموش کیوں ہو؟ تم بھی بولو۔ باس کی جان بچانے کے لیے تم لوگ کچھ نہیں کرو گے؟"

کتنے ہی مسلح افراد نے کہنا شروع کیا۔ "ہم اس جہاز میں باس کی حفاظت کے لیے آئے ہیں۔ اگر باس کو نقصان پہنچے گا تو ہم پارس کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

میں نے اور رسونتی نے دو دو افراد کے لب و لہجے کو سمجھا۔ پھر میں نے ایک کے ذریعے اسٹین گن کا برسٹ مارا۔ تڑتڑاتڑ کی آواز کے ساتھ کتنے ہی لوگوں کی چیخیں ابھریں پھر فنا ہوگئیں۔ بہت سے افراد کہیں پناہ لینے کے لیے بھاگ رہے تھے۔ رسونتی کے آلۂ کار نے اپنی اسٹین گن سے انھیں بھون کر رکھ دیا۔ تیسرا آلۂ کار میری مرضی کے مطابق اس کیبن کے دروازے پر کھڑا ہوگیا جہاں پارس آرام سے لیٹا ہوا تھا۔ اس نے چیخ کر کہا۔ "تم لوگوں نے فرہاد کو چیلنج کیا تھا۔ اس کا نتیجہ تمھارے سامنے آرہا ہے۔ میں وارننگ دیتا ہوں، اگر کوئی پارس کی طرف آئے گا تو میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

سب پر سکتہ طاری ہوگیا۔ وہ اپنے سامنے جہاز کے عرشے پر پندرہ لاشیں دیکھ رہے تھے۔ اور خود لاشوں میں تبدیل نہیں ہونا چاہتے تھے۔ رسونتی کے آلۂ کار نے کہا... "لارنس ڈی کوزا! تم اپنی ڈمی کے دماغ میں ہو تو سن لو۔ پارس کے سلسلے میں تم سے یا تمھارے سُپر ماسٹر سے اسی وقت بات ہوسکتی ہے' جب اس ڈمی کو گولی مار دی جائے۔ رسونتی یہ برداشت نہیں کرسکتی کہ اس کے بیٹے کو کوئی میلی آنکھ سے دیکھے۔ کجا یہ کہ اس احمق نے اسے گولی مار کر زخمی کرنے کی نادانی کی ہے۔ آؤ ڈی کوزا اور اسے موت کی سزا دو۔"

اس ڈمی کو ہم مار سکتے تھے لیکن دشمن کو یہ سمجھانا مقصود تھا کہ پارس کتنا اہم ہے۔ اُسے ہاتھ لگانے والے کو ہم اس کے ہی آدمیوں سے موت کی سزا دیتے ہیں۔ جہاز کے عرشے پر چند لمحوں کے لیے خاموشی چھا گئی تھی۔ پھر ایک مسلح شخص نے اپنی اسٹین گن شانے سے لٹکائی، ہولسٹر سے ریوالور نکالا پھر آہستہ آہستہ ڈمی کی طرف بڑھنے لگا۔ ڈمی نے سہم کر فرش پر بیٹھے ہی بیٹھے پیچھے کھسکتے ہوئے کہا۔ "نہیں، باس نہیں، تم مجھے بچاسکتے ہو۔ یہ ہمارا ماتحت ہے۔ فرہاد اس کے اندر ہے۔ یہ مجبور ہوکر مجھے مارنے آرہا ہے، مجھے بچالو باس!"

ریوالور والا اس سے چند قدم کے فاصلے پر رک گیا پھر بولا۔ "میں فرہاد کا آلۂ کار نہیں ہوں۔ لارنس ڈی کوزا نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں مادام رسونتی کی سنائی ہوئی سزا کی تکمیل کروں۔"

یہ کہہ کر اس نے ریوالور سے نشانہ لیا پھر اسے گولی مار دی۔ اس کے بعد چاروں طرف گھوم کر اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "لارنس ڈی کوزا کا حکم ہے، کوئی پارس کو نقصان پہنچانے کا خیال تک دماغ میں نہ لائے' ورنہ دماغ میں زلزلہ پیدا ہوجائے گا۔ جہاز کے ڈاکٹر سے درخواست ہے' وہ پوری توجہ سے پارس کو اٹینڈ کرتا رہے۔ اس کے کھانے پینے اور آرام کا خاص خیال رکھا جائے۔"

اس نے پھر ایک بار چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "فرہاد صاحب! پتا نہیں، آپ ہم میں سے کس کے دماغ میں ہیں۔ لارنس ڈی کوزا کا پیغام ہے کہ پارس کا معاملہ اس کے ہاتھ سے نکل چکا ہے۔ لہٰذا آپ سُپر ماسٹر سے رابطہ قائم کریں۔"

رسونتی اپنے زخمی بیٹے کے پاس چلی گئی۔ میں نے نائب سُپر ماسٹر کو مخاطب کیا۔ اس نے کہا۔ "خوش آمدید مسٹر فرہاد! میرے سامنے رکھے ہوئے کمپیوٹر کے ذریعے سُپر ماسٹر سے گفتگو ہوگی۔ میں کمپیوٹر کی تحریر پڑھ رہا ہوں آپ سنتے رہیں۔"

وہ پڑھنے لگا۔ کمپیوٹر کی اسکرین پر سُپر ماسٹر کے الفاظ نمایاں ہو رہے تھے۔ گویا وہ کمپیوٹر کے ذریعے کہہ رہا تھا...

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"مسٹر فرہاد! میں نیا سپر ماسٹر تم سے مخاطب ہوں۔ مجھے اس بات پر فخر ہے کہ میں تمھارے بیٹے کو قیدی بنا کر پہلی بار تم سے گفتگو کر رہا ہوں۔ پارس کے سلسلے میں کوئی بات شروع ہونے سے پہلے یہ سمجھانا ضروری سمجھتا ہوں کہ پرانے گھسے پٹے انداز میں ہماری اہم تنصیبات کو تباہ کرنے اور ہماری ٹاپ سیکرٹ باتیں ہمارے دشمنوں تک پہنچانے کی دھمکی نہ دینا۔ ہم نے اپنے بچاؤ کی ایسی تدبیریں کی ہیں جن کے متعلق تم کبھی سوچ بھی نہیں سکو گے۔"

اسکرین کا ایک پیراگراف مٹ گیا، دوسرے پیراگراف کی تحریر نمایاں ہوئی "مسٹر فرہاد! یقیناً تم اپنے بیٹے کی رہائی چاہتے ہو۔ ہم اسے رہا کر دیں گے لیکن ہماری ایک چھوٹی سی شرط ہے۔ تم ہم سے یہ معاہدہ کرو گے کہ آج کے بعد تم اور تمھارے تمام ساتھی اور بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے تمام افراد میں سے کبھی کوئی ہمارے ملک کی سرزمین پر قدم نہیں رکھے گا اور نہ ہی کسی کو آلۂ کار بنا کر کسی مقصد کے لیے اسے یہاں بھیجا جائے گا۔"

پیراگراف بدل گیا۔ اسکرین کہہ رہا تھا "یہ بہت ہی چھوٹی سی اور معمولی سی شرط ہے۔ اگر تم یا تمھارے ساتھی یہاں نہیں آئیں گے تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ تم لوگوں کی تفریح کے لیے اور تخریب کاری کے لیے دُنیا میں بہت سے ملک ہیں۔ ہم تحریری معاہدہ تیار کر رہے ہیں۔ تم سوچ کر جواب دو۔ جواب دینے کے لیے جتنی مہلت چاہو مل سکتی ہے۔"

اسکرین سادہ ہو گیا۔ میں نے نائب سے کہا "مجھے مہلت نہیں چاہیے۔ میں ابھی جواب دینے سے پہلے یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ موجودہ سپر ماسٹر کو صرف اس لیے عہدہ دیا گیا ہے کہ وہ ٹرانسفارمر مشین کے نقشے کی پوری طرح حفاظت کرے۔ میں یقین سے کہتا ہوں، اس نقشے کے مطابق ایک نئی ٹرانسفارمر مشین تیار کی جا رہی ہے جس کی حفاظت کے لیے یہی ایک راستہ رہ گیا ہے کہ مجھے، میرے ساتھیوں کو اور بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والوں کو امریکا میں داخل ہونے سے روک دیا جائے۔"

نائب کمپیوٹر کے ذریعے میرے الفاظ سپر ماسٹر تک پہنچا رہا تھا۔ میں نے کہا "میں جواب دینے سے پہلے پوچھنا چاہتا ہوں، اگر میں یہ معاہدہ نہ کروں تو پارس کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا؟"

اسکرین پر سپر ماسٹر کا جواب موصول ہوا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "ہم پارس پر ایسی درندگی سے ظلم کرتے رہیں گے کہ رسونتی کی ممتا دن رات تڑپتی رہے گی۔ یا تو ماں کا کلیجا پھٹ جائے گا یا پھر وہ تمھاری مخالفت میں ہم سے معاہدہ کر لے گی۔"

کم بخت بڑی شاطرانہ چالیں چل رہا تھا۔ میں نے کہا۔ "میں قہقہہ لگانا چاہتا ہوں لیکن یہ قہقہہ تمھیں کمپیوٹر کے ذریعے سنائی نہیں دے گا۔ تمھاری اطلاع کے لیے عرض ہے، میں پلک جھپکتے ہی رسونتی کی ممتا کا رُخ بدل سکتا ہوں۔ میرے پاس اس بات کا ٹھوس ثبوت موجود ہے کہ پارس دوم ہمارا اپنا بیٹا نہیں ہے۔ رسونتی نے اسے جنم نہیں دیا ہے۔"

سپر ماسٹر نے کہا "تم جھوٹ بول رہے ہو۔ ایک نئی چال چل رہے ہو۔"

"یہ تمھارے لیے نئی چال ہے۔ درحقیقت میں ایسے کئی زبردست نسخے اپنے پاس رکھتا ہوں اور جب انھیں پیش کرتا ہوں تو وہ دشمنوں کے لیے نئی چال ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں رسونتی کو کبھی رازدار نہیں بناتا کیونکہ وہ پیٹ کی ہلکی ہے۔ اگر میں اس کے سامنے یہ ثبوت پیش کر دیتا کہ اس نے پارس اوّل کو جنم دیا ہے تو وہ پارس دوم سے امتیازی سلوک کرتی اور یہ بات نامناسب ہوتی۔ موجودہ حالات میں تم نے رسونتی کو بہکانا چاہا تو میں مجبور ہو کر برسوں کا راز فاش کر دوں گا۔"

"مسٹر فرہاد! کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ معاہدے سے انکار کرو گے اور پارس دوم کو ہمارے رحم و کرم پر چھوڑ دو گے؟"

"ہاں، ایسا کرتے وقت مجھے بہت افسوس ہو گا۔ ہم نے پارس دوم کو ہمیشہ ماں باپ کا پیار دیا ہے۔ اسے اپنے پارس اوّل کے برابر درجہ دیا ہے۔ اس کے باوجود وہ ہمارا بیٹا نہیں ہے۔ میں نے انسانیت کو پیشِ نظر رکھ کر یہ فیصلہ کیا ہے کہ پارس دوم کو قربان کر دیا جائے۔ ٹیلی پیتھی کے شیطان پیدا کرنے والی مشین کو اور اس کے نقشے کو تباہ کر کے ہم دُنیا والوں کو تمھاری شرانگیزیوں سے محفوظ رکھیں گے۔"

"اچھی طرح سوچ لو، ہم پارس دوم کو گولی مار دیں گے۔"

"میں نے سوچ لیا ہے۔ اب تمھارے سوچنے کی باری ہے کہ اسے اذیتیں دے کر مار ڈالنے کے بعد کیا ہو گا؟"

میری یہ بات دھماکا بن گئی۔ اسکرین تھوڑی دیر تک سادہ رہا۔ وہ سوچ رہا ہو گا کہ جواب کیا دیا جائے۔ میں نے کہا۔ "تم مجھے جواب دینے کی مہلت دینا چاہتے تھے، اب میں تمھیں مہلت دے رہا ہوں۔ تمھارا دعویٰ ہے، تم نے اپنے ملک اور قوم کے لیے بڑے سخت حفاظتی اقدامات کیے ہیں۔ میں صرف ایک گھنٹے کے اندر تمام حفاظتی انتظامات کو درہم برہم کر دوں گا۔"

"نہیں، تم ایسا نہیں کرو گے کیونکہ ہم نے پارس دوم کو ابھی تک کوئی نقصان نہیں پہنچایا ہے۔"

"تو پھر کب نقصان پہنچا رہے ہو؟"

"فی الحال پارس ہمارا قیدی نہیں، مہمانِ خاص ہو گا۔ ہم کسی نتیجے پر پہنچنے تک اسے نہایت آرام سے رکھیں گے۔"

"میں صرف بارہ گھنٹے تک اس کی رہائی کا انتظار کروں گا۔"

"بارہ نہیں، چوبیس گھنٹے۔ ہم اتنی دیر میں کوئی دوستانہ معاہدہ کرنے کی صورت پیدا کریں گے۔"

"اچھی بات ہے۔ میں چوبیس گھنٹے بعد تم سے رابطہ قائم کروں گا۔"

میں واپس اپنے بیٹے پارس دوم کے پاس آ گیا۔ میں اسے اپنا بیٹا کہہ رہا ہوں کیونکہ رسونتی نے اسے جنم دیا ہے یا نہیں؟ اس بات کے ہاں یا نہ ہونے کا کوئی ثبوت میرے پاس نہیں ہے۔ میں نے سپر ماسٹر کو چکمے میں ڈالنے کے لیے محض باتیں بنائی تھیں۔ خدا کی قدرت کو سمجھنا محال ہے۔ مجھے دونوں بیٹوں سے بے انتہا محبت ہے۔ مجھے آج تک اپنے پرائے کا ذرّہ برابر خیال نہیں آیا۔ دونوں ہی میرے سگے ہیں۔ میرے رب نے چاہا تو یہ کبھی ثابت نہیں ہو گا کہ ان میں سے کوئی پرایا ہے۔

رسونتی وہاں موجود تھی۔ بڑی منتوں مرادوں کے بعد بیٹے کے دماغ میں جگہ ملی تھی۔ وہ وہاں سے جانے والی نہیں تھی۔ میں نے اسے سپر ماسٹر سے ہونے والی باتیں بتائیں۔ صرف یہ بات چھپائی کہ میں نے پارس دوم کو لاوارث کہا ہے۔ اس نے پوچھا "کیا وہ چوبیس گھنٹے بعد میرے بیٹے کو رہا کر دیں گے؟"

"ضرور کریں گے۔ تم ذرا صبر سے کام لو۔"

ایسا کہتے وقت میں رسونتی کے دماغ میں تھا۔ وہاں پھر وہی دوسری سوچ کہہ رہی تھی "پارس دوم میرا بیٹا نہیں ہے۔ اس کے لاوارث ہونے کا ثبوت فرہاد کے پاس ہے۔ وہ مجھ سے حقیقت چھپا رہا ہے۔"

میں نے کہا "رسونتی! وہ شیطان پھر تمھاری سوچ میں بہکانے آیا ہے۔"

دوسری سوچ نے کہا "یہ شیطانی سوچ نہیں ہے۔ میں خود ہی یہ سوچ رہی ہوں کہ فرہاد نے سپر ماسٹر کی شرط قبول نہ کی تو پارس دوم کو گولی مار دی جائے گی۔ اگر اس سے پہلے فرہاد اپنے دعوے کے مطابق یہ ثابت کر دے کہ رسونتی نے یعنی میں نے پارس دوم کو جنم نہیں دیا ہے، وہ لاوارث ہے تو سپر ماسٹر خواہ مخواہ ایک لاوارث کو ہلاک کر کے فرہاد کو انتقامی کارروائی پر مجبور نہیں کرے گا۔"

رسونتی نے کہا "یہ میری اپنی سوچ نہیں ہے۔ میں مانتی ہوں، شیطان بہکاتا ہے۔ تم بھی یہ مان لو کہ وہ بہکانے کے دوران سچ باتیں کہتا ہے۔ تم تھوڑی دیر پہلے مجھ سے جھوٹ کہہ رہے تھے کہ بیٹے کے دماغ میں جگہ نہیں ملے گی۔ شیطان نے سچ کہا تھا کہ جگہ مل سکتی ہے۔"

"رسونتی! وہ بات اور تھی۔"

"باتیں نہ بناؤ۔ اگر سپر ماسٹر پارس دوم کے لاوارث ہونے کا ثبوت طلب کرے گا تو تمھارا جواب کیا ہو گا؟"

"ایک گھنٹا گزرنے دو، پھر جو سچ ہے وہ تمھارے سامنے آ جائے گا۔"

"یہ بات صرف میرے اور تمھارے درمیان رہے گی، مجھے بتاؤ سچ کیا ہے؟"

میں نے سخت لہجے میں کہا "کبھی تو صبر و تحمل سے رہا کرو۔ کیوں فضول باتوں میں میرا وقت برباد کرتی ہو۔ جاؤ، بیٹے کے پاس رہو۔"

میں اس کے دماغ سے نکل کر بری، بحری اور فضائی فوج کے سربراہوں کے پاس باری باری گیا۔ میں معلوم کرنا چاہتا تھا، سپر ماسٹر نے کس طرح نئے حفاظتی انتظامات کیے ہیں؟ پتا چلا وہ جھوٹے دعوے کر رہا تھا۔ کسی بھی ملک کی حکمران پارٹی کے ممبران اور فوج کے اعلیٰ افسران روپوش رہ کر حکومت نہیں کر سکتے۔ اور فوج کو مستعد نہیں رکھ سکتے۔ انھیں فوجی جوانوں کے سامنے آنا پڑتا ہے۔ سپر ماسٹر ان کی حفاظت کے لیے کوئی غیر معمولی انتظامات نہیں کر سکتا تھا۔ میں ریڈیو، ٹی وی اور اخبارات کے ذریعے ان کے چہروں اور آنکھوں میں جھانکتا تھا، ان کی آوازیں سنتا تھا۔ اسی طرح وہاں کے فوجی ڈاکٹروں، انجینیروں اور گوشہ نشین رہنے والے سائنسدانوں کو اپنے حکمرانوں سے رابطہ رکھنا پڑتا تھا۔ ایسے وقت وہ ٹیلی پیتھی کے شکنجے میں آ جاتے تھے۔

رسونتی نے میرے پاس آ کر کہا "فرہاد! جلدی آؤ، پارس بے ہوش ہو گیا ہے۔"

میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ ہوش و حواس سے بیگانہ تھا۔ میں نے رسونتی سے پوچھا "کیا تم اس کے دماغ میں نہیں تھیں؟"

وہ بولی "نماز کا وقت ہو گیا تھا۔ میں نے سوچا، نماز پڑھنے کے بعد بیٹے کے پاس جاؤں گی۔ میں نے اس کے لیے گڑگڑا کر دعائیں مانگی ہیں۔ جانے کیوں اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی آزمائشوں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

سے گزار رہا ہے؟"

میں نے سپر ماسٹر کے نائب کو مخاطب کیا: "میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ میرے بیٹے کو بے ہوش کیوں رکھا جا رہا ہے؟"

اس نے کمپیوٹر کے ذریعے رابطہ قائم کرایا۔ سپر ماسٹر نے کہا: "پارس کو ایک خفیہ اڈے میں پہنچایا جا رہا ہے۔ اگر اسے بے ہوش نہ رکھا جاتا تو تم لوگ اس کے ذریعے خفیہ اڈے تک پہنچ جاتے۔"

"کیا اس طرح تم پارس کو نقصان نہیں پہنچا رہے ہو؟"

"بالکل نہیں، محض احتیاطی تدابیر پر عمل کیا جا رہا ہے۔ تم نے ہمیں چوبیس گھنٹے کی مہلت دی ہے اور ہم نے وعدہ کیا ہے، وہ ہمارا قیدی نہیں خاص مہمان بن کر آئے گا۔ ہم اس کے جسم پر ہلکی سی خراش بھی نہیں آنے دیں گے۔"

رسونتی میرے دماغ میں آگئی تھی اور یہ باتیں معلوم کر رہی تھی۔ اس نے پوچھا: "چوبیس گھنٹے کی مہلت کیا ضروری ہے کیا ابھی پارس کی رہائی کا فیصلہ نہیں کیا جا سکتا؟"

"میں نے سپر ماسٹر پر دباؤ نہیں ڈالا ہے' یہ ظاہر کر رہا ہوں کہ مجھے پارس دوم کی رہائی سے زیادہ دلچسپی نہیں ہے۔"

"تم ایسا کیوں کر رہے ہو؟ وہ میرے بچے کو مار ڈالیں گے۔"

"تم ابھی سن چکی ہو۔ وہ اس کے جسم پر ہلکی سی خراش بھی نہیں آنے دیں گے۔ ذرا خاموش رہو، مجھے بات کرنے دو۔"

میں نے نائب کے ذریعے کہا: "سپر ماسٹر! میں ایک گھنٹے کے اندر تمام حکمرانوں، فوجی افسروں اور گوشہ نشین سائنسدانوں کے دماغوں سے گزر کر آگیا ہوں۔ میں وہ گھسی پٹی دھمکی نہیں دوں گا۔ جو دھمکی تھیں اور تمہارے حکمرانوں کو یاد ہے اسے دہرانے کی کیا ضرورت ہے؟ میں چوبیس گھنٹے گزرنے کا انتظار کر رہا ہوں۔ دیٹس آل۔"

میری بات ختم ہونے پر رسونتی نے خوش ہو کر کہا: "یہ دھمکی دے کر تم نے اچھا کیا۔ اب وہ میرے بیٹے کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔"

"تم تھوڑے تھوڑے وقفے سے پارس کے پاس جاتی رہو۔ کوئی تشویش کی بات ہو تو مجھے بلا لینا۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ تھوڑی دیر تک موجودہ حالات پر غور کرتا رہا۔ ہر پہلو سے غور کرنے کے بعد یہی یقین ہو رہا تھا کہ وہ پارس دوم کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ میں ادھر سے مطمئن ہو کر تھیلما کے پاس پہنچا۔ وہ اپنے شوہر ٹام مورس کے ساتھ ہوٹل کے ویٹنگ ہال میں بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے استنبول آ کر ایک نجومی کی حیثیت سے تھیلما کو بتایا تھا کہ وہ کھوئی ہوئی دولت حاصل کر سکتی ہے۔ اس کی جوان بیٹی سمارتھا اسی دولت کے چکر میں مر گئی تھی۔ جب میں نے دیکھا کہ تھیلما کو بیٹی کی موت کے بعد دولت سے زیادہ دلچسپی نہیں رہی ہے تو میں نے اس کے اندر ایک نئی دلچسپی پیدا کی۔ وہ عمر کے حساب سے جوانی اور بڑھاپے کے درمیان تھی۔ ایسے دور میں عورت کو جوانی کے رخصت ہونے کا بہت صدمہ ہوتا ہے۔ میں نے اس کے ہاتھ کی لکیریں دیکھ کر بتایا کہ وہ دوبارہ جوان ہو رہی ہے۔

تھیلما مجھ سے رخصت ہونے کے بعد بار بار آئینہ دیکھتی رہی تھی، میری ایسی عقیدت مند ہو گئی تھی کہ ہمیشہ مجھے ساتھ رکھنا چاہتی تھی۔ میں اسی مقصد کے لیے اسے خوش فہمی میں مبتلا کر رہا تھا۔ اس کے ہی خاندان کا ایک ممبر بن کر اسرائیل پہنچنا چاہتا تھا۔ تھیلما نے کہا تھا، وہ اپنے شوہر ٹام مورس کے ساتھ مجھ سے ملنے ہوٹل آئے گی اور اب وہ ایک گھنٹے سے وہاں بیٹھی میرا انتظار کر رہی تھی۔

میں نے ٹام مورس کے خیالات پڑھے۔ وہ تھیلما سے اپنا بینک بیلنس چھپاتا تھا اور اس کی لاعلمی میں ایک جوان عورت سے عشق کر رہا تھا۔ میں کمرے سے نکلا۔ لفٹ کے ذریعے نیچے آیا۔ پھر ویٹنگ ہال میں داخل ہوا۔ تھیلما بار بار دروازے کی جانب دیکھ رہی تھی۔ مجھ سے نظر ملتے ہی اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ خوشی کے مارے تقریباً چیختے ہوئے بولی۔

"آپ آگئے۔ تھینکس گاڈ! میں تو مایوس ہو رہی تھی۔"

وہ تیزی سے چلتے ہوئے میرے پاس آئی۔ اگر میں اجازت دیتا اور سامنے شوہر نہ ہوتا تو شاید وہ مجھ سے لپٹ جاتی۔ پھر بھی وہ میرا ایک بازو تھام کر چپک سی گئی۔ اپنے شوہر سے بولی: "ٹام! یہی مسٹر اینڈرسن ہیں۔"

ٹام مورس مجھے دیکھتے ہی اچھل کر کھڑا ہو گیا تھا جیسے برسوں کی گمشدہ چیز ملنے پر تھوڑی دیر تک اس کے ملنے کا یقین نہیں آتا اسی طرح وہ مجھے بے یقینی سے دیکھ رہا تھا۔ آہستہ آہستہ چلتا ہوا میرے قریب آ رہا تھا پھر اس نے شدید حیرانی سے پوچھا: "اونیل مورس! یہ تم ہو؟"

میں نے مسکرا کر کہا: "ہاں، میں ہوں۔ مجھے خوشی ہے کہ دس برس کے بعد بھی تم بچھڑے ہوئے بھائی کو پہچان گئے ہو۔"

اس نے مجھے گلے سے لگا لیا۔ تھیلما حیرت اور مسرت سے کہہ رہی تھی: "اوہ، مسٹر اینڈرسن! مجھے یقین نہیں آ رہا ہے کہ تم ٹام کے بھائی ہو، ہمارے خاندان کے ایک فرد ہو۔ ہمیں فخر کرنا چاہیے کہ ہمارے خاندان میں تمہارے جیسا باکمال شخص بھی ہے۔"

ٹام نے مجھ سے الگ ہو کر کہا: "اسے اینڈرسن نہیں، اونیل کہو۔ یہ بچپن ہی سے زبردست بہروپیا ہے۔ علم نجوم سے تو اسے عشق ہو گیا تھا۔ جب تم نے کسی اینڈرسن نامی نجومی کا ذکر کیا تو مجھے اونیل بہت یاد آ رہا تھا۔ خدا کا شکر ہے، آج میں نے یاد کیا اور آج ہی یہ مجھے مل گیا۔"

تھیلما بولی: "اس کا مطلب ہے' اونیل کو ڈھونڈ نکالنے کا سہرا میرے سر ہے۔"

وہ خوشی سے اور چپکنا چاہتی تھی، میں نے خیال خوانی کے ذریعے اسے الگ کر دیا۔ ٹام نے پوچھا: "تم اچانک گھر چھوڑ کر کہاں چلے گئے تھے؟ اور یہ تم نے نام کیوں بدل لیا ہے؟"

میں نے ہنستے ہوئے کہا: "نام نہ بدلتا تو تم لوگ مجھے ڈھونڈ نکالتے اور میں ڈیڈی کے سائے میں رہنا نہیں چاہتا تھا۔ مجھے علم نجوم اور قیافہ شناسی سے جتنی دلچسپی تھی، اتنی ہی ڈیڈی کو نفرت تھی۔ وہ مجھے گھر سے نکال دینے کی دھمکیاں دیتے تھے، میں ایک دن خود ہی نکل گیا۔"

"مگر تم دس برس تک کہاں رہے ہو؟"

"میں دنیا کے ہر اس ملک میں گیا جہاں کسی ماہر نجومی کا نام سنائی دیا۔ میں نے بڑے بڑے عاملوں کی خدمت کی ہے علم نجوم، علم الاعداد اور قیافہ شناسی جیسے علوم سے تعلق رکھنے والی کوئی کتاب نہیں چھوڑی اور نہ ہی کسی عالم سے محروم رہا۔ میری برسوں کی محنت رنگ لائی ہے۔ میں نے اس علم میں کمال حاصل کیا ہے۔"

تھیلما نے پوچھا: "کیا ساری باتیں یہیں ہو جائیں گی؟"

میں نے کہا: "میرے کمرے میں چلو۔"

وہ بولی: "جی نہیں، اب تم ایک منٹ بھی ہوٹل میں نہیں رہو گے۔ ہماری کوٹھی میں رہو گے جو اب تمہاری بھی ہے۔"

وہ میرے سامان کے ساتھ مجھے اپنی کوٹھی میں لے گئے۔ تھیلما نے اپنے بیڈ روم کے ساتھ والا کمرا میرے لیے مخصوص کیا۔ وہ بہت خوش تھی۔ مجھے ہمیشہ ساتھ رکھنے کی آرزو پوری ہو رہی تھی۔ وہاں سام مورس سے ملاقات ہوئی۔ اس نے گرم جوشی سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا: "برادر اونیل! کبھی فرصت ملے تو میرے ہاتھ کی لکیریں بھی دیکھو۔ میں اب تک کنوارا ہوں۔ میری قسمت میں عورت اور دولت ہے یا نہیں؟"

اس کا ہاتھ مصافحہ کے دوران میرے ہاتھ میں تھا۔ میں نے کہا: "تمہارا ہاتھ ملائم اور ٹھنڈا ہے جیسے مینڈک ہوتا ہے۔"

میری بات پر سب ہنسنے لگے۔ میں نے کہا: "میں انسانی جسم کے ایک ایک عضو کو چھو کر اور دیکھ کر اس کے مزاج اور عادات کے متعلق صحیح بتا سکتا ہوں۔ یہ سام کا مینڈک جیسا ٹھنڈا ہاتھ بتاتا ہے کہ یہ اندر سے کھوکھلا ہے۔ اس میں دولت حاصل کرنے کی صلاحیت نہیں ہے۔ جس طرح مینڈک تالاب یا دریا کے کنارے کم پانی میں رہتا ہے، گہرائی میں نہیں جاتا اسی طرح سام محنت و مشقت کی گہرائی سے کتراتا ہے۔ اسے ایک ہی جگہ جو کھانے پینے کو ملے اسی پر گزارا کر لیتا ہے۔"

سام نے ناگواری سے کہا: "مینے دوبرادر اونیل! تم نے تھیلما یا ٹام سے سن لیا ہو گا کہ میں کوئی کام نہیں کرتا۔ ٹام کے گھر میں کھاتا پیتا اور یہیں زندگی گزارتا ہوں۔"

میں نے کہا: "میرے علم کو چیلنج نہ کرو۔ میں تمہارے متعلق ایسی باتیں بھی بتا سکتا ہوں جو تھیلما اور ٹام کے علم میں نہیں ہیں بلکہ تمہارے سوا کوئی دوسرا نہیں جانتا۔"

وہ بولا: "میں اپنے بھائی ٹام کو باپ کے برابر سمجھتا ہوں۔ اس سے کوئی بات نہیں چھپاتا۔ میں سمجھ گیا تم سڑک چھاپ نجومی ہو۔"

میں مسکرا کر اس کے ہاتھ کو ٹٹولنے لگا۔ تھیلما نے غصے سے کہا: "سام! تم اونیل کی انسلٹ کر رہے ہو، فوراً اس سے معافی مانگو۔"

میں نے کہا: "اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اس نے مجھے سڑک چھاپ کہا ہے لہٰذا میں اپنے حاصل کردہ علوم کا کمال ضرور دکھاؤں گا۔ میں نے اتنی دیر میں اس کے ہاتھ اور چہرے کی ساخت دیکھی ہے، ہاتھ کی لکیریں مجھے دور ہی سے اپنی ہسٹری سنا دیتی ہیں۔ یہ خود نہیں کماتا ہے لیکن دوسروں کی کمائی میں ہیر پھیر کر کے اچھی خاصی رقم حاصل کر لیتا ہے۔"

سام نے ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑا کر کہا: "یہ جھوٹ ہے۔ میں کتنا ایماندار اور وفادار ہوں' یہ بھائی ٹام اچھی طرح جانتے ہیں۔"

"لیکن بھائی ٹام شاید یہ نہیں جانتے کہ تمہارا کوئی بینک بیلنس بھی ہے۔ میں اپنے علم سے اندازہ کر سکتا ہوں۔ بینک میں پچاس ہزار ڈالر سے زیادہ رقم ہے۔"

وہ ایک دم سے گھبرا گیا پھر غصے سے چیختے ہوئے بولا۔ "یہ سراسر جھوٹ ہے، مجھ پر الزام ہے۔ بھائی ٹام مجھے جیب خرچ کے لیے جو رقم دیتے ہیں' میں اسے جمع کرتا ہوں۔ میرے اکاؤنٹ میں شاید تین یا ساڑھے تین ہزار ڈالر ہیں۔ اونیل! تم برسوں بعد آکر ہم دونوں بھائیوں میں نااتفاقی پیدا کر رہے ہو۔"

ٹام نے کہا: "اونیل! میں ٹام کو بچپن سے جانتا ہوں۔ تم اس کے متعلق ایسی بات کہہ رہے ہو جسے میں کبھی مان نہیں سکتا۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"مان جاؤ گے۔ سام کا اکاؤنٹ نمبر لو اور اس بینک منیجر سے فون پر درخواست کرو کہ سام کے اکاؤنٹ میں جتنی رقم ہے اسے معلوم کرنا ضروری ہے۔"

ٹام نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا: "دو بج رہے ہیں۔ رقموں کی وصولی اور ادائی کا حساب شام تک جاری رہتا ہے۔ فون کر کے پوچھنے میں کیا حرج ہے۔"

سام دل ہی دل میں مطمئن تھا کیونکہ کاؤنٹر بند ہونے کے بعد کسی بھی بینک کا منیجر فون پر تو کیا رُوبرو بھی کسی کے اکاؤنٹ کی رقم نہیں بتاتا۔ سام نے سوچا، آج یہ راز نہیں کھلے گا۔ کل صبح وہ بینک جا کر بڑی رقم نکلوائے گا تاکہ اکاؤنٹ میں صرف تیس ہزار ڈالر رہ جائیں اور اوڈیل کا علم جھوٹا پڑ جائے۔

اس نے فون کا ریسیور اٹھا کر کہا: "بھائی ٹام! میں ابھی بینک منیجر سے رابطہ قائم کر رہا ہوں۔ تم بھی قریب آ کر اس کا جواب سُن لو۔"

ٹام اس کے قریب چلا گیا۔ عقیلما پریشان ہو کر مجھے دیکھ رہی تھی۔ دل ہی دل میں دُعا مانگ رہی تھی کہ میرا علم سچا ثابت ہو۔ اُدھر رابطہ قائم ہوتے ہی سام نے بینک منیجر سے اپنا تعارف کرایا۔ اپنا نام اور اکاؤنٹ نمبر بتایا پھر کہا: "مجھے ایک معاملے میں ابھی اپنی رقم کا حساب کرنا ہے۔ کیا آپ زحمت فرما کر بتا سکتے ہیں کہ میرے اکاؤنٹ میں کُل کتنی رقم ہے؟"

منیجر نے ناگواری سے کہا: "جناب! آپ بھی کمال کرتے ہیں۔ ذرا گھڑی دیکھیں، بینک بند ہو چکا ہے۔ ہم اپنے حساب کتاب میں مصروف ہیں..."

منیجر کا پہلا جملہ سنتے ہی میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ کہنے والا تھا کہ کل صبح آ کر اپنے اکاؤنٹ کی رقم معلوم کر لیں لیکن میں نے ایسا کہنے نہیں دیا۔ وہ میری مرضی کے مطابق بولا۔ "لیکن ہم حساب کتاب میں مصروف ہیں تو کیا ہوا؛ جناب سام صاحب! آپ کو کون نہیں جانتا مجھے تو آپ کی رقم زبانی یاد ہے۔ آپ کے اکاؤنٹ میں باون ہزار تین سو ڈالر ہیں۔"

ٹام مورس بھی ریسیور سے کان لگائے کھڑا تھا۔ یہ سنتے ہی اس نے حیرانی سے چونک کر سام کو دیکھا۔ سام کے ہاتھ سے گھبراہٹ میں ریسیور چھوٹ گیا۔ عقیلما نے آگے بڑھ کر پوچھا: "کیا ہوا؟"

ٹام نے غصّے سے سام کو دیکھتے ہوئے کہا: "یہ آستین کا سانپ ہے۔ اوڈیل کا علم درست ہے۔ اس کمینے کے اکاؤنٹ میں باون ہزار تین سو ڈالر ہیں۔ اب پتا چلا کہ ہمارے گھریلو اخراجات اتنے زیادہ کیوں ہیں۔ دراصل میں اس پر بھروسا کرتا رہا ہوں اور یہ اخراجات میں سے رقم چُراتا رہا۔"

عقیلما اطمینان کی گہری سانس لے کر بولی: "ٹام! کیا تم بھول گئے؟ دو برس پہلے ہمارے ہاں ڈاکا پڑا تھا۔ چھتیس ہزار نقد اور کچھ زیورات چوری ہوئے تھے۔ میں یقین سے کہتی ہوں، اس رات اسی نے نیند کی دوا ہمیں پلائی ہوگی۔ ہم گہری نیند میں رہے، یہ دیکھ نہ سکے کہ ڈاکا ڈالنے والا گھر ہی کا آدمی ہے۔"

سام اپنے بھائی ٹام کے قدموں میں گر کر معافی مانگنا چاہتا تھا۔ ٹام نے اسے ایک ٹھوکر مار کر کہا: "نکل جاؤ میرے گھر سے، لیکن اس سے پہلے پچاس ہزار کا چیک سائن کر دو۔ ورنہ جس چابک سے ڈان مورس کی کھال اُدھیڑتا تھا اسی سے تمھاری پٹائی کروں گا۔"

سام فوراً ہی اپنے کمرے میں گیا۔ وہاں سے چیک بُک لا کر پچاس ہزار کی رقم لکھی پھر دستخط کر کے ٹام کو دیا۔ میں نے کہا: "میں برسوں بعد گھر واپس آیا ہوں۔ اس خوشی میں سام کو معاف کر دو۔ میری آمد پر ایک بھائی گھر سے جائے، یہ مناسب نہیں ہے۔"

"یہ ہمارے ساتھ رہے گا تو پھر نقصان پہنچائے گا۔"

میں نے کہا: "اب تو میں تم لوگوں کے ساتھ ہوں۔ میرا علم بتا دیا کرے گا کہ کون کس کے ساتھ فریب کر رہا ہے اور کس طرح جھوٹ بول رہا ہے۔"

ٹام نے چور نظروں سے اپنی بیوی عقیلما کو دیکھا پھر مجھے ایک طرف لے جا کر رازداری سے بولا: "تم نے بڑے خطرناک علوم حاصل کیے ہیں۔ فار گاڈ سیک! میرے ہاتھ کی لکیریں کبھی نہ دیکھنا۔"

میں نے مسکرا کر کہا: "میرا علم ہاتھ کی لکیروں کو دیکھنے کا محتاج نہیں ہے۔ میں آنکھوں کو اور چہروں کو پڑھتا ہوں اور نبض پر ہاتھ رکھ کر بہت کچھ بتا دیتا ہوں۔ ہوٹل میں تم سے مصافحہ کیا، وہاں سے تمھاری باتیں سنتا آ رہا ہوں۔ جس طرح آدمی اپنے انداز گفتگو سے پکڑا جاتا ہے اسی طرح زبان سے ادا ہونے والے الفاظ اس کی فطرت اور عادات کو ظاہر کر دیتے ہیں۔ میں نے تمھارے بارے میں بھی بہت کچھ معلوم کیا ہے۔"

اس نے گھبرا کر پوچھا: "کک... کیا معلوم کیا ہے؟"

"گھبراتے کیوں ہو۔ اگر عقیلما کو بتانا ہوتا تو جس طرح سام کو بے نقاب کیا ہے اسی طرح سب کے سامنے کہہ دیتا کہ تمھارا بینک بیلنس ڈیڑھ لاکھ سے اوپر ہے۔ اور یہ بات عقیلما نہیں جانتی ہے۔"

وہ حیرانی اور پریشانی سے مجھے تک رہا تھا۔ میں نے کہا۔

"میرا تمھارا خون کا رشتہ ہے۔ عقیلما ہماری کوئی سگی نہیں ہے۔ میں اسے کبھی نہیں بتاؤں گا کہ ایک جوان عورت سے تمھارا چکر چل رہا ہے۔"

وہ جلدی سے خوشامدانہ انداز میں میرے بازو کو تھام کر بولا: "بس کرو، بائی گاڈ! تم بہت خطرناک ہو۔ یہاں آتے ہی ہمارا کچا چٹھا معلوم کر لیا ہے۔"

عقیلما نے دور سے مخاطب کیا: "یہ تم دونوں کیا کھُسر پھُسر کر رہے ہو۔ یہ آؤٹ آف ایٹی کیٹ ہے۔"

وہ بولتے ہوئے قریب آئی۔ ٹام نے بات بناتے ہوئے کہا: "میں اوڈیل سے سام کے بارے میں بات کر رہا ہوں۔ اب تم پوچھو گی، میں کیا باتیں کر رہا ہوں بھئی سو باتوں کی ایک بات یہ ہے کہ اس گھر کو کسی سے فائدہ پہنچے یا نقصان پہنچے ہم نہیں جانتے۔ آج سے اس گھر کا مالک اور مختار اوڈیل ہے۔ تم کیا کہتی ہو؟"

وہ خوشی سے دونوں ہتھیلیوں کو تالی بجانے کے انداز میں جوڑ کر بولی: "او ٹام! تم نے میرے دل کی بات کہہ دی ہے۔ اوڈیل نے پیش گوئی کی تھی کہ ہمیں کھوئی ہوئی دولت حاصل ہوگی۔ دیکھ لو، یہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ اوڈیل کے یہاں قدم رکھتے ہی ہمیں پچاس ہزار ڈالر مل گئے ہیں..."

وہ خوش ہو رہے تھے۔ میری تعریفیں کر رہے تھے۔ میں تھوڑی دیر آرام کرنے کا بہانہ کر کے اپنے کمرے میں آ کر بیٹھ گیا۔ پھر میں نے پارس دوم کی خبر لی۔ مجھے اس کے دماغ میں ملی لیکن یہ نہ معلوم ہو سکا، اسے کہاں پہنچایا گیا ہے۔ وہ کوما میں تھا۔

میں نے فوراً ہی نائب کو مخاطب کیا۔ غصّے سے کہا: "سپر ماسٹر سے بات کراؤ۔ میرے بیٹے کو کوما میں کیوں رکھا گیا ہے؟"

ایک منٹ کے اندر ہی سپر ماسٹر نے کمپیوٹر کے ذریعے کہا: "بے ہوشی عارضی ہوتی ہے۔ پارس کے ہوش میں آتے ہی تم اس کے دماغ میں پہنچ جاتے اس لیے اسے کوما میں رکھا گیا ہے۔ تم سمجھ سکتے ہو، کوما سے نکلنے کے بعد وہ پہلے کی طرح نارمل ہوگا۔ میں نے وعدہ کیا ہے، اس کے جسم پر ہلکی سی خراش بھی نہیں آئے گی۔ اب یقین دلاتا ہوں کہ اسے دماغی طور پر بھی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

"چوبیس گھنٹے میں سے چار گھنٹے گزر گئے ہیں۔ مجھے یقین ہے، تم اپنے ملک کو دُنیا کے نقشے سے مٹتے ہوئے دیکھنا نہیں چاہو گے۔"

میں اسے دھمکی دے کر چلا آیا۔ بہت دنوں بعد سونیا کو مخاطب کیا۔ اسے پارس دوم کے حالات بتائے پھر اس سے پوچھا: "تمھارا کیا خیال ہے، انھوں نے پارس کو کوما میں کیوں رکھا ہے؟"

وہ بولی: "سپر ماسٹر درست کہہ رہا ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اس کے دماغ میں نہیں پہنچنے دے گا۔ وہ نہیں چاہتا، ہم میں سے کوئی چوبیس گھنٹے سے پہلے اسے قید سے نکال کر لے جائے۔"

میں نے کہا: "اصل نکتے پر غور کرو، اس نے چوبیس گھنٹے کی مہلت کیوں مانگی ہے؟"

"پہلا خیال یہی آتا ہے کہ ان کے پاس ایک اور ٹرانسفارمر مشین ہے جس کے ذریعے وہ پارس کی تمام صلاحیتوں کو کسی دوسرے جوان میں منتقل کرنا چاہتے ہیں۔ وہ مشین کے ذریعے اس کی بہترین صلاحیتوں کو ختم بھی کر سکتے ہیں جب وہ ہمیں واپس ملے گا تو ذہنی اور جسمانی طور پر نارمل ہوگا لیکن صلاحیتوں سے خالی ہوگا۔"

"ہوں، یہ تشویش کی بات ہے۔ ہم ثابت نہیں کر سکیں گے کہ سپر ماسٹر نے ایسا کیا ہے کیونکہ دُنیا والوں کی نظروں میں آخری ٹرانسفارمر مشین بھی تباہ ہو چکی ہے۔"

"کچھ بھی ہو، ہمیں مقررہ وقت تک انتظار کرنا ہوگا... سپر ماسٹر اور وہاں کے حکمران اپنے ملک کی تباہی نہیں چاہیں گے لہٰذا پارس زندہ و سلامت واپس آئے گا۔"

"میں چاہتا ہوں، تم وہاں چلی جاؤ۔ جب وہ واپس ملے تو اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ سکو۔"

"فرہاد! اوّل تو اس کے لیے خطرہ نہیں ہے۔ دوم یہ کہ تم اور رسونتی خیال خوانی کے ذریعے اس کے پاس پہنچتے رہتے ہو۔ پارس اوّل کی فکر کون کرتا ہے۔ اس کے لیے تو ایک میں ہی رہ گئی ہوں۔"

"سونیا! ہمیں الزام نہ دو۔ ہمارے دونوں بیٹے ضدّی اور خودسر ہیں۔ ٹیلی پیتھی کا سہارا نہیں لینا چاہتے۔ ہمیں اپنے دماغوں میں آنے نہیں دیتے۔ بڑی مشکل سے ہمیں پارس دوم تک رسائی حاصل ہوئی ہے۔ پارس اوّل کے متعلق اتنا ہی معلوم ہو سکا کہ وہ کسی عرب پتی ہل اوبر کی فیملی میں ہے۔ اس فیملی کے کچھ افراد استنبول میں ہیں۔ میں ان کے درمیان پہنچ گیا ہوں۔ بہت جلد ان کے ساتھ اسرائیل پہنچوں گا۔"

"تم سے پہلے میں یہاں پہنچ گئی ہوں۔"

"کیا کہہ رہی ہو؟"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"وہی جو تم سن رہی ہو۔ میں تل ابیب میں ہوں۔ میں نے ایک شخص کو تاڑ لیا ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ پیرس سے تل ابیب پہنچا ہے۔ میں اس کے ساتھ یہاں پہنچ گئی ہوں۔"

"اس شخص کے متعلق کچھ بتاؤ؟"

وہ کسی بنگلے کے ایک بیڈ روم میں تھی۔ ایک ایزی چیئر پر آرام سے بیٹھ کر اس کے متعلق بتانے لگی۔

اصل ڈان مورس پیرس میں تھا۔ پارس نے اس کے روپ میں اسرائیل جانے کے لیے اسے پیرس کے ایک اعلیٰ پولیس افسر کی نگرانی میں چھوڑا تھا۔ اتفاق سے ڈان مورس بھی جوجو کی طرح بچگانہ ذہن رکھتا تھا۔ نفسیات کے ماہرین نے پارس کو یقین دلایا تھا کہ اس کے اندر سے خوف اور بزدلی رفتہ رفتہ ختم ہو جائے گی اور بچگانہ پن بھی جاتا رہے گا۔ اس مقصد کے لیے ایک جوان نرس روما کو اس کے ساتھ رکھا گیا تھا۔ یقین تھا کہ جلد ہی اس بچے پر جوانی کا جادو چل پڑے گا۔

سونیا نے پارس کو سمجھایا تھا۔ "اپنی شیبا ممی کا انتقام لینے تنہا نہ جاؤ۔"

اس نے پوچھا۔ "مما کیا آپ بھی مجھے بچہ سمجھتی ہیں اور مجھے بزدل بنا کر رکھنا چاہتی ہیں۔"

"بیٹے! تم بڑے بڑے آزمائشی مراحل سے گزرتے رہو، میں کبھی نہیں روکوں گی لیکن تم ماں کا انتقام لینے کے لیے کچھ زیادہ ہی جذباتی ہو گئے ہو۔ آدمی جوش اور جذبات میں آکر کوئی نہ کوئی غلطی کر بیٹھتا ہے۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں معمول کے مطابق نارمل رہوں گا اور یوگا کی مشقیں جاری رکھوں گا۔ یوگا کا عمل ہمارے اندر صبر اور استقلال پیدا کرتا ہے۔"

سونیا نے اسے جانے کی اجازت دی مگر وہ مطمئن نہیں تھی۔ اس نے سوچا جلد ہی تل ابیب جائے گی اور دور ہی دور سے بیٹے کی نگرانی کرتی رہے گی۔ اس نے بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے ایک شخص سے رابطہ قائم کیا جو یہودی بن کر تل ابیب کے ایک بہت بڑے اسپتال میں ڈاکٹر کے فرائض انجام دیتا تھا۔ اس نے ڈاکٹر سے کہا۔ "تم اپنی وائف کو سیر و تفریح کی غرض سے پیرس بھیج دو اور اسے تاکید کر دو کہ بابا صاحب کے ادارے میں جا کر رہے۔ میں اس کی جگہ تمہارے پاس آؤں گی۔"

ڈاکٹر نے اس منصوبے پر عمل کیا۔ اس کی وائف رومیلا بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ گئی۔ سونیا کو تل ابیب جانے کی جلدی نہیں تھی۔ اسے معلوم تھا، پارس ابھی ڈان مورس کے روپ میں تل ابیب گیا ہے۔ وہاں تھام مورس کی فیملی میں کچھ روز رہنے کے بعد اسرائیل جائے گا۔ ویسے وہ رومیلا کے روپ میں تیار تھی۔ کسی دن بھی وہاں سے پرواز کر سکتی تھی۔ ایسے ہی وقت وہ شخص اس کی نظروں میں آگیا۔

ایک روز وہ اخبار دیکھ رہی تھی۔ اخبار کا ایک صفحہ خاص پیرس شہر کی تازہ ترین خبریں شائع کرتا تھا۔ اس صفحے کا عنوان ہوتا تھا: پیرس میں کہاں کیا ہو رہا ہے؟

اس صفحے پر جلی حروف میں یہ خبر شائع ہوئی تھی: کیسینو ڈی بلانکا میں ایک جواری نے ایک رات میں نوّے لاکھ ڈالر جیت لیے۔ رپورٹر نے لکھا تھا جیتنے والے کا نام رالبن رائے ہے۔ کیسینو ڈی بلانکا کے شارپر ساری دنیا میں بدنام ہیں۔ یہ شارپر بڑے بڑے سرمایہ دار جواریوں کی جیبوں سے لاکھوں ڈالر نچوڑ لیتے ہیں۔ پھر انھیں لاکھ دو لاکھ جیت کر جانے کا موقع دیتے ہیں تاکہ وہ آئندہ بھی اس قمار خانے میں آتے رہیں لیکن رالبن رائے پہلا جواری ہے جس نے اپنا ایک ڈالر بھی کیسینو میں نہیں دیا اور اس کیسینو کو ایک رات میں نوّے لاکھ ڈالر کا نقصان پہنچا کر چلا گیا۔

رالبن رائے نے اپنے ایک بیان میں شاطر جواریوں کو چیلنج کیا تھا اور کہا تھا۔ "اس دنیا میں کوئی اس کی ٹکر کا کھیلنے والا نہیں ہے لہٰذا آئندہ وہ کسی قمار خانے میں نہیں جائے گا۔"

سونیا ایسے شخص کو دیکھنا چاہتی تھی۔ یہ بات حیرت انگیز اور ناقابلِ یقین تھی کہ ایک جواری اپنی جیب سے ایک ڈالر بھی نہ ہارے اور نوّے لاکھ کی کثیر رقم جیت کر لے جائے۔ یہ کمال تو کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہی دکھا سکتا تھا کیونکہ کھیلنے کے دوران بڑے سے بڑا شاطر کھلاڑی بھی ایک آدھ بازی ہارتا ہے۔ بڑی رقم جیت لینا کوئی بہت زیادہ کمال کی بات نہیں ہوتی لیکن اس کے جیتنے کا انداز چونکا دینے والا تھا۔

سونیا نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے پھر رابطہ قائم ہونے پر کہا۔ "ہیلو نادیہ! میں سونیا بول رہی ہوں۔"

نادیہ نے بڑی مسرت سے کہا۔ "ابھی میں تمہیں یاد ہی کر رہی تھی۔ واقعی دل کو دل سے راہ ہوتی ہے۔"

"تم ایک بہت بڑے کیسینو کی مالکہ ہو۔ یقیناً تم نے رالبن رائے کی خبر پڑھی ہوگی۔"

"تم پڑھنے کی بات کرتی ہو، میں نے اس کا چیلنج قبول کیا ہے۔ وہ آج رات میرے قمار خانے میں آ رہا ہے۔"

سونیا نے کہا۔ "میں جانتی تھی تم ایسا کرو گی۔ کیا تم نے براہِ راست

رالبن رائے سے ملاقات کی ہے یا فون پر آج رات کا کھیل طے پایا ہے؟"

"میں نے منیجر سے معاملات طے کیے ہیں۔ مجھے شبہ ہے کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ میں اسے اپنی آواز نہیں سناؤں گی اور رات کو اپنی آنکھوں پر مصنوعی لینس چڑھا کر جاؤں گی۔"

"اس میں کوئی شبہ نہیں نادیہ کہ تم بہت چالاک اور ہوشیار ہو لیکن تم اس کے سامنے گونگی بہری بن کر کھیلنے بیٹھو گی تو وہ اپنے لیے خطرہ محسوس کرے گا کہ اس کی ٹیلی پیتھی کا راز کھل سکتا ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ وہ ہوشیار ہو جائے۔"

"تم کیا چاہتی ہو؟"

"میں آج رات نادیہ بن کر اس کے ساتھ دو دو ہاتھ کروں گی۔"

"یہ میری خوش قسمتی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ تمہاری موجودگی میں میرے قمار خانے سے ایک ڈالر بھی نہیں لے جا سکے گا۔"

"ہاں، میں اس کی ضمانت دیتی ہوں۔"

"شرمندہ نہ کرو، تمہارا نام ہی ضمانت ہے۔" نادیہ بولی۔ "میں اپنا موجودہ پتا بتا رہی ہوں۔ یہاں چلی آؤ۔ صبح تک رات گزارو۔ میں یہاں سے تمہارے میک اپ میں جاؤں گی۔"

رات گیارہ بجے بازی شروع ہونے والی تھی۔ نادیہ نو بجے اس کے پاس آگئی۔ دونوں نے ایک ساتھ کھانا کھایا پھر سونیا نے انٹیلی جنس کے ایک اعلیٰ افسر سے رابطہ قائم کر کے کہا۔ ... "میں ایک گھنٹے بعد نادیہ کے قمار خانے میں جا رہی ہوں۔ رالبن رائے نامی ایک شخص کے ساتھ صبح تک بازی چلے گی۔ میں چاہتی ہوں جب وہ قمار خانے سے جائے تو آپ کے جاسوس اس کا پتا ٹھکانا معلوم کریں۔ اسے تعاقب کا شبہ نہیں ہونا چاہیے اس سلسلے میں ایسے سراغرسانوں کا انتخاب کریں جو یوگا کے ماہر ہوں۔"

"مادام! آپ کے حکم کے مطابق عمل کیا جائے گا۔ کیا اس شخص کا تعلق فرانس سے ہے؟"

"میرا خیال ہے کہ وہ کسی دوسرے ملک سے یہاں آیا ہے۔ اگر یہاں کا باشندہ ہوتا تو بہت پہلے ہی فرانس کے قمار خانوں میں نام پیدا کر لیتا۔ وہ پچھلی ایک رات سے شیطان کی طرح مشہور ہو چکا ہے۔"

اعلیٰ افسر نے وعدہ کیا کہ رالبن رائے کے متعلق سونیا کو مکمل معلومات فراہم کی جائیں گی۔ سونیا نے ریسیور رکھا پھر کاٹیج سے نکل کر نادیہ کی کار میں آکر بیٹھ گئی۔ اس نے ایک رات کے لیے رومیلا کا میک اپ اتار دیا تھا۔ وہ نادیہ کے روپ میں اس کے قمار خانے والے دفتر میں پہنچ گئی۔ وہاں کے تمام بدمعاش اور شاطر جواری اسے نادیہ سمجھ کر استقبال کر رہے تھے۔ جب رالبن رائے قمار خانے میں داخل ہوا تو اس کا بھی شاندار استقبال ہوا۔ اس نے سونیا کی طرف مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ "مادام نادیہ! مجھے تم سے مل کر بڑی خوشی ہوئی۔ میں نے قمار خانوں کی دنیا میں تمہارا بڑا نام سنا ہے۔"

وہ مصافحہ کرتے ہوئے بولی۔ "تم نے بھی ایک ہی رات میں بڑا نام پیدا کیا ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "اس کا مطلب ہے ہم دو بڑے مل رہے ہیں اور آج رات کی صبح فیصلہ سنائے گی کہ ہم دو میں سے کون بڑا ہے۔"

"بڑی خدا کی ذات ہے۔ میری یہ بات یاد رکھو، جو ہارنا نہیں جانتا، اس جیتنے والے کی جیت محض ایک دھوکا ہوتی ہے۔ صبح معلوم ہوگا کہ تم کس قدر خود فریبی میں مبتلا ہو۔ وسکی پیو گے یا کافی؟"

وہ اپنا ہاتھ اس دکھاتے ہوئے بولا۔ "میں صرف اپنے ہاتھوں کا پکا ہوا کھاتا ہوں اور اپنی پسند کی کافی خود تیار کر کے ساتھ لے آتا ہوں۔ بُرا نہ ماننا دشمن تو دور کی بات ہیں، میں دوستوں پر بھی بھروسا نہیں کرتا۔"

"تو پھر چلو، گیارہ بج چکے ہیں۔"

وہ دونوں دفتر سے اٹھ کر قمار خانے کے اس حصے میں آئے جہاں تاش کی بازی ہوا کرتی تھی۔ آج تمام دن یہ چرچا ہوتا رہا تھا کہ نادیہ کے قمار خانے میں رالبن رائے کھیلنے آئے گا۔ اخبارات کے رپورٹر اور فوٹو گرافرز موجود تھے۔ فلیش بلب کی روشنیاں بجلیوں کی طرح چمک چمک کر بجھ رہی تھیں۔ رپورٹر طرح طرح کے سوالات کر رہے تھے۔ دونوں نے مختصر سے جوابات کے بعد کہا۔ "پلیز، ہمیں کھیلنے کا موقع دیا جائے۔ جب تک ہمارا کھیل جاری رہے گا، کوئی غیر ضروری آدمی اس ہال میں داخل نہیں ہوگا۔"

سب لوگوں کو وہاں سے ہٹایا جا رہا تھا۔ نادیہ کا منیجر اخبار والوں سے کہہ رہا تھا۔ "آپ لوگ کیسینو کے کسی بھی حصے میں جا کر بیٹھ جائیں۔ رننگ کمنٹری کا خاص انتظام ہے۔ آپ لوگوں کو ہر بازی کا نتیجہ فوراً سنایا جائے گا۔"

مطالعہ کرنے، امتحان شیئے اور یادداشت بڑھانے کیلئے ایک بے مثال نفسیاتی کتاب

قیمت ۱۵ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

مکتبۂ نفسیات پوسٹ بکس نمبر ۹۴۴ کراچی نمبر ۱

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

وہ ہال خالی ہو گیا۔ سونیا اور رالبن رائے ایک میز کے اطراف آمنے سامنے بیٹھ گئے۔ کمینٹری کرنے والا ان سے کچھ فاصلے پر مائیک کے سامنے تھا۔ تاش کی ایک نئی گڈی کھولی گئی۔ قاعدے کے مطابق جس کے پاس سب سے چھوٹا پتا آتا، اسی کو تاش پھینٹنے اور بانٹنے کا پہلا موقع ملتا تھا۔ جو پتے باز شاطر ہوتے ہیں وہ پھینٹنے اور بانٹنے کا پہلا موقع چاہتے ہیں تاکہ مکاری سے پتے لگانے کا موقع ہاتھ آجائے۔ یہ رالبن رائے کی بدقسمتی تھی کہ سونیا کو پہلا موقع مل گیا۔

وہ بڑی مہارت سے پتے پھینٹنے لگی۔ رالبن رائے نے اسے تعریفی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا "تمھارے ہاتھ مشین کی طرح چلتے ہیں۔ کتنے عرصے سے کھیل رہی ہو؟"

وہ اسے باتوں میں لگانا چاہتا تھا تاکہ اسے پتوں کا حساب نہ ملے۔ وہ کسی سے کم نہیں تھی۔ مسکرا کر بولی "پندرہ برس کی عمر سے کھیل رہی ہوں۔ اب چالیس برس کی ہوں۔"

وہ دونوں طرف تین تین پتے بانٹنے کے بعد یوں ٹھٹک گئی۔ جیسے کوئی غلطی کر بیٹھی ہو پھر پریشان ہو کر بولی "ذرا دیکھو، میں نے تین ہی پتے دیے ہیں نا؟"

وہ مسکرا کر بولا "ہاں، ہم دونوں کے پاس تین تین ہی ہیں یہ رہا میری طرف سے دس ہزار ڈالر کا بورڈ۔"

اس نے دس ہزار کا ایک ٹوکن درمیان میں رکھ دیا۔ سونیا نے گڈی ایک طرف رکھی۔ اس کے برابر دس ہزار کا ٹوکن رکھا۔ وہ بولا "میری عادت ہے، میں پہلی چال پچاس ہزار سے شروع کرتا ہوں۔"

اس نے پچاس ہزار کے پانچ ٹوکن رکھے۔ کمینٹری کرنے والا بول رہا تھا کہ کس طرح دونوں چالیں چل رہے ہیں۔ مادام نادیہ بہت محتاط ہو کر کھیلتی ہیں لیکن رالبن رائے نے مادام کو دس ہزار پھر پچاس ہزار ڈالر بڑھانے پر مجبور کر دیا ہے۔ یعنی پہلی ہی چال میں ان کے درمیان میز پر ایک لاکھ بیس ہزار ڈالر آچکے ہیں۔

رالبن رائے نے پہلے ہی سونیا کی غلطی کو بھانپ لیا تھا پھر یہ بھی سمجھ رہا تھا کہ وہ اپنی پریشانی پر قابو پانے کی کوشش کر رہی ہے۔ اس نے دوسری چال میں ایک لاکھ ڈالر رکھے۔ سونیا نے چونک کر دیکھا۔ وہ مسکراتے ہوئے بولا "میں کیسینو ڈی بلان کا سے نوّے لاکھ ڈالر لے گیا تھا۔ یہاں سے دگنی رقم لے جاؤں گا۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ بڑی بڑی چالیں چلتا رہوں۔"

سونیا نے ایک لاکھ ڈالر کے ٹوکن رکھ دیے۔ وہ دو لاکھ رکھتے ہوئے بولا "بہتر ہے اپنے پتے دیکھ لو۔ میں ایک دو چالوں تک اپنے پتے نہیں دیکھتا۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "میں پتے دیکھوں گی اور کھیل جاری رکھوں گی تو مجھے چار لاکھ دینے ہوں گے۔"

"ہاں، یہ تو کھیل کا اصول ہے۔"

وہ دو لاکھ ڈالر کے ٹوکن رکھتے ہوئے بولی "میں پتے دیکھ کر دگنی رقم نہیں دوں گی۔"

وہ پانچ لاکھ رکھتے ہوئے بولا "میں اپنے مقابل کو مجبور کر دیتا ہوں۔"

اسی لمحے سونیا نے اپنے اندر پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ جب پارس پانچ برس کا تھا اور استنبول میں ایک بزرگ کی دعائیں سونیا کو ملی تھیں تب سے وہ اپنے اندر روحانی قوتوں کو محسوس کرتی تھی۔

اسے ایسی روحانی قوت حاصل ہوئی تھی کہ وہ اپنے خفیہ خیالات چھپا لیتی تو کوئی خیال خوانی کرنے والا ان خیالات تک پہنچ نہیں سکتا تھا۔ رالبن رائے نے اس کے دماغ میں آتے ہی اس کی سوچ میں پتے اٹھا کر اسے دیکھنے پر مجبور کیا۔ اس نے بہ ظاہر مجبور ہو کر پتے اٹھائے اور اپنی سوچ میں بولی۔

"نہلا، دہلا اور غلام..."

اس نے پتے میز پر اوندھے رکھ دیے چونکہ یہ جیتنے والے پتے تھے اس لیے اس نے میز پر دس لاکھ ڈالر رکھ دیے۔ حقیقتاً اس کے پاس اکا، دُگی اور تگی کے سب سے بڑے رنگ پتے تھے۔ اس نے خیال خوانی کرنے والے کو گمراہ کر دیا تھا۔ رالبن رائے کو تشویش ہوئی کیونکہ نہلا، دہلا اور غلام معمولی پتے نہیں تھے۔ اس نے اپنے پتے اٹھا کر دیکھے تو خوش ہو گیا۔ اس کے پاس بادشاہ بیگم اور غلام تھے۔ اس کی دانست میں سونیا کبھی جیت نہیں سکتی تھی۔ اس یقین کے ساتھ اس نے پچیس لاکھ کی چال دی۔

اس چال کا مطلب یہ تھا کہ سونیا پچاس لاکھ دے کر شو نہیں کرائے گی۔ میدان چھوڑ دے گی لیکن خلاف توقع اس نے شو نہیں کرایا۔ پچیس کے جواب میں اس نے پچاس لاکھ ڈالر کے ٹوکن میز پر رکھے۔ وہ سوچنے لگا، کہیں خیال خوانی میں غلطی تو نہیں ہوئی ہے؟

سونیا نے پھر اسے دماغ میں محسوس کیا۔ اس کے مجبور کرنے پر دوبارہ اپنے پتے اٹھا کر دیکھے پھر اپنی سوچ میں بولی

"نہلا، دہلا اور غلام۔"

وہ مطمئن ہو کر مسکراتے ہوئے بولا "مادام نادیہ! مجھ سے

جیتنا ناممکن ہے۔ اب جو چال چل رہا ہوں، اس کے بعد تم میدان چھوڑ دو گی۔"

یہ کہہ کر اس نے ایک کروڑ کے ٹوکن میز پر رکھے۔ کمینٹری کرنے والا جوش و خروش سے کہہ رہا تھا "سامعین! میری دانست میں آج تک دنیا کے کسی قمار خانے میں ایسا جوا کسی نے نہیں کھیلا۔ ایک ہی چال میں ایک کروڑ ڈالر داؤ پر لگانا نہ تو بچوں کا کھیل ہے نہ قصے کہانیوں کی بات ہے۔ میرے سامنے جو حساب لکھا ہوا ہے اس کے مطابق مسٹر رالبن رائے کے اب تک ایک کروڑ تینتیس لاکھ اور ساٹھ ہزار ڈالر اور مادام نادیہ کے تریسٹھ لاکھ ساٹھ ہزار ڈالر میز پر آچکے ہیں۔ اب مادام کو شو کرانے کے لیے دو کروڑ ڈالر ادا کرنا ہوں گے، ورنہ انھیں میدان چھوڑنا ہوگا۔"

قمار خانے کے دوسرے حصوں میں بیٹھے ہوئے لوگ چیخ چیخ کر یہ مشورے دے رہے تھے کہ مادام کو یہ بازی ہار کر دوسری بازی شروع کرنی چاہیے لیکن کمینٹری کرنے والے نے یہ چونکا دینے والی خبر سنائی کہ مادام نادیہ نے اپنے مقابل کے جواب میں ایک کروڑ پچیس لاکھ ڈالر کی چال چلی ہے۔

یہ چال بتا رہی تھی کہ وہ کمزور نہیں ہے اور کھیل جاری رکھے گی۔ رالبن رائے نے پاس رکھے ہوئے ریسیور کو اٹھا کر قمار خانے کے بینکر سے پوچھا "میرے اکاؤنٹ میں کتنی رقم ہے؟"

بینکر نے جواب دیا "آپ نے دو کروڑ جمع کرائے تھے جس میں سے ڈیڑھ کروڑ کے ٹوکن لیے گئے۔ اب آپ کو صرف پچاس لاکھ کے ٹوکن مل سکتے ہیں۔"

رالبن نے سوچنے کے انداز میں سر جھکا لیا پھر خیال خوانی کے ذریعے ایک یہودی سرمایہ دار سے کہا "فوراً اٹھو اور دو کروڑ ڈالر لے کر نادیہ کے قمار خانے میں آؤ۔"

سرمایہ دار نے پریشان ہو کر کہا "مسٹر! عقل کی بات کرو۔ آدھی رات ہو چکی ہے۔ کوئی سرمایہ دار اتنی بڑی رقم اپنے گھر میں نہیں رکھتا۔ میں اتنی جلدی رقم کہاں سے لاؤں گا؟"

رالبن نے کہا "نقدی نہ سہی، تمھاری کوٹھی اور کارخانے کے کاغذات ہیں انھیں لے آؤ۔"

"وہ دس کروڑ کے کاغذات ہیں۔ کیا تم مجھے ڈبو دینا چاہتے ہو؟"

"تم جانتے ہو، میرے پاس ٹیلی پیتھی کی طاقت ہے۔ میں تمھیں کل صبح تک دس ارب اور دس کھرب ڈالر دے سکتا ہوں۔ بحث نہ کرو۔ فوراً کاغذات لے آؤ لیکن روانگی سے پہلے میرے فون کا انتظار کرو۔ میں دنیا والوں کو دکھانے کے لیے تم سے قرض کے طور پر وہ کاغذات مانگوں گا۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ سونیا نے پوچھا "مسٹر! کس سوچ میں پڑ گئے؟ آگے کھیلنا منظور نہیں ہے تو دو کروڑ پچاس لاکھ دے کر شو کرا لو۔"

"مادام نادیہ! تم یہ بازی مجھ سے کبھی جیت نہیں سکو گی۔ میں یہاں سے تمھیں اچھا سبق سکھا کر جاؤں گا۔ دراصل میرے پاس رقم کی کمی ہے۔ اگر اجازت ہو تو فون کر کے ایک دوست سے رقم منگوا لوں؟"

"ضرور۔ تم ایک نہیں درجنوں دوستوں کو مدد کے لیے بلا سکتے ہو۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر اسی یہودی سرمایہ دار سے رابطہ قائم کیا۔ سونیا کو سنانے کے لیے کچھ باتیں کیں پھر پوچھا "مادام نادیہ! میرے دوست کے پاس کوٹھی اور کارخانے کے کاغذات ہیں جن کی مالیت دس کروڑ ڈالر ہے۔ کیا اسے قمار خانے کے بینک میں گروی رکھ کر مجھے پانچ کروڑ دیے جا سکتے ہیں؟"

سونیا نے اپنے پاس رکھے ہوئے ٹیلیفون کا ریسیور اٹھا کر نادیہ کے وکیل سے اس معاملے میں دریافت کیا۔ وکیل نے کہا "میں قمار خانے میں پہنچ رہا ہوں۔ ان سے کہو، دس کروڑ کے کاغذات پر زیادہ سے زیادہ دو کروڑ دیے جا سکتے ہیں۔ اس سے پہلے کوٹھی اور کارخانے کا مالک گروی رکھنے کا ایک کاغذ خود لکھے گا اور دستخط کرے گا۔"

سونیا نے یہ بات رالبن کو بتائی۔ رالبن نے یہودی سرمایہ دار کو کاغذات لانے کے لیے کہا پھر ریسیور رکھ دیا۔ کھیل ایک گھنٹے کے لیے رک گیا۔ میز پر تاش کے پتے، لاکھوں کروڑوں کے ٹوکن اسی طرح پڑے رہے۔ فیصلہ ہونے تک کوئی انھیں ہاتھ نہیں لگا سکتا تھا۔

فیصلہ تو بہر حال ہونا ہی تھا۔ ایک گھنٹے کے اندر کاغذات گروی رکھنے کے سلسلے میں قانونی کارروائی ہو گئی۔ رالبن کو دو کروڑ ڈالر کے ٹوکن مل گئے۔ اس نے سونیا کے سامنے دو کروڑ پچاس لاکھ ڈالر کے ٹوکن رکھ کر کہا "میں ابھی مجبور ہوں۔ فوراً بڑی رقم کا انتظام نہیں کر سکتا اس لیے شو کرا رہا ہوں، اپنے پتے دکھاؤ۔"

سونیا نے جب تینوں پتے الٹ کر دکھائے تو وہ حیرت سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ بے اختیار میز پر ہاتھ مار کر بولا "یہ دھوکا ہے۔ تمھارے پاس دوسرے پتے تھے۔"

سونیا نے حیرانی سے پوچھا "تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ پتے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اُلٹنے سے پہلے دوسرے تھے؟

اس سوال پر اسے ہوش آیا۔ وہ کہہ نہیں سکتا تھا کہ اس نے خیال خوانی کے ذریعے معلوم کیا تھا اور جو معلوم کیا تھا اس کے برعکس نتیجہ نکل چکا ہے کمینٹری کرنے والا کہہ رہا تھا...

"سامعین! مادام نادیہ نے بڑے ہی ڈرامائی انداز میں بازی جیت لی ہے۔ میرے سامنے لکھے ہوئے حساب کے مطابق پچھلی رات نوے لاکھ ڈالر جیتنے والے مسٹر رالبن رائے یہاں دو گھنٹے تک کھیلتے رہے جس میں سے ایک گھنٹا قانونی کارروائی میں گزر گیا۔ اس طرح وہ صرف ایک گھنٹے میں تین کروڑ تراسی لاکھ اور ساٹھ ہزار ڈالر ہار چکے ہیں۔ اب وہ میز چھوڑ کر اٹھ رہے ہیں۔ اس کا مطلب ہے یہ پہلی بازی ہی ان کے لیے آخری بازی ثابت ہوئی ہے۔ شاید وہ آئندہ کیسینو نادیہ کا رُخ نہیں کریں گے۔"

رالبن رائے تیزی سے چلتا ہوا کمینٹری کرنے والے کے پاس آیا پھر ایک جھٹکے سے مائک اٹھا کر چیختے ہوئے بولا۔

"میں آؤں گا۔ کل بھی یہاں آؤں گا۔ میں رالبن رائے اعلانیہ کہتا ہوں، کل رات ہونے والی بازی میں صرف اس قمار خانے کو ہی نہیں قمار خانے کی مالکہ نادیہ کو بھی جیت کر لے جاؤں گا۔ کل میں دکھا دوں گا کہ میں کیا ہوں۔"

وہ مائک کو ایک طرف پھینک کر غصے سے طنطناتا ہوا چلا گیا۔ سونیا نے منیجر سے کہا۔ "تمام رقم سنبھال کر رکھو۔ میں ابھی آتی ہوں کیسینو کے ہر ملازم کو انعام دوں گی۔"

وہ کیسینو کے پچھلے دروازے سے نکل کر اپنے کاٹیج پہنچ گئی۔ اس نے نادیہ کو جب یہ بتایا کہ اس نے صرف ایک گھنٹے کی ایک ہی بازی میں رالبن رائے سے تین کروڑ تراسی لاکھ ساٹھ ہزار ڈالر نچوڑ لیے ہیں تو اس نے حیرانی اور بے یقینی سے دیکھا پھر خوش ہو کر بولی "بے شک یہ کارنامہ تم ہی انجام دے سکتی ہو۔ میری طرف سے فرہاد صاحب کا شکریہ ادا کر دینا۔"

سونیا نے کہا "تم غلط سمجھ رہی ہو میں نے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کا تعاون حاصل نہیں کیا ہے۔"

اس نے نادیہ کو دس کروڑ کے کاغذات گروی رکھوانے والی بات تفصیل سے بتائی پھر کہا "میں ابھی آتے وقت کیسینو کے ملازموں کو انعام دینے کا وعدہ کر آئی ہوں تم انھیں انعام ضرور دینا۔ اب جا سکتی ہو۔"

وہ چلی گئی۔ سونیا نے ریسیور اٹھا کر انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسر سے رابطہ قائم کیا۔ افسر نے کہا "رالبن رائے مغربی جرمنی سے آیا ہے۔ سفارت خانے میں اس کے کاغذات کی نقل دیکھی گئی ہے۔ ان کاغذات کے مطابق بھی اس کا نام رالبن رائے ہے اور وہ پیدائشی طور پر مغربی جرمنی کا باشندہ ہے۔"

سونیا نے کہا "لیکن وہ اپنے چہرے، لہجے اور طور طریقوں سے امریکی معلوم ہوتا ہے۔ پھر اس کی ٹیلی پیتھی کا علم ثابت کرتا ہے کہ وہ ٹرانسفارمر مشین کی پیداوار ہے اور وہ مشین صرف امریکا میں ہے۔"

افسر نے چونک کر پوچھا "کیا واقعی وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے؟"

"جی ہاں۔ اپنے سراغرسانوں کو تاکید کر دیں۔ میں اس کی دن رات کی مصروفیات معلوم کرنا چاہتی ہوں۔ آپ کو بھی معلوم ہونا چاہیے کہ وہ پیرس میں کیا کرتا پھر رہا ہے۔"

"مادام! آپ نے ٹیلی پیتھی کے حوالے سے خطرے کی گھنٹی بجا دی ہے۔ اب اس پر دن رات کڑی نظر رکھی جائے گی..."

وہ بولی "جب تک آپ بہت مجبور نہ ہوں، اس وقت تک اسے نہ چھیڑیں اگر وہ ملک سے باہر جانے لگے تو اسی طیارے میں میرے لیے بھی ایک سیٹ ضرور حاصل کریں۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا آئینے کے سامنے بیٹھ کر نادیہ کا میک اپ اتارا۔ لباس تبدیل کیا پھر سونے کے لیے بستر پر آگئی۔ ایسے ہی وقت اس نے پھر پرائی سوچ کی لہر محسوس کی لیکن کوئی ردِعمل ظاہر نہیں کیا۔ چپ چاپ آنکھیں بند کر کے دماغ کو ہدایات دینے لگی کہ وہ صبح چھ بجے تک گہری نیند سوتی رہے۔ اگر اس چار دیواری میں کوئی غیر معمولی بات ہو تو آنکھ کھل جائے۔ ایک منٹ کے اندر اس کی آنکھ لگ گئی۔

دوسری طرف رالبن رائے حیران تھا کیونکہ سونیا کے دماغ میں نیند کا سناٹا تھا۔ اگرچہ نیند کی حالت میں بھی سوچ جاری رہتی ہے جو خواب کی صورت میں نظر آتی ہے لیکن جس دماغ میں وہ پہنچا ہوا تھا وہاں نہ سوچ تھی، نہ خواب تھے۔ وہ اپنی سوچ میں بولا "اٹھو۔ آنکھیں کھولو اور اٹھ کر بیٹھ جاؤ۔"

رالبن رائے نے دماغ کے سناٹے میں اپنی ہی سوچ کی لہروں کو سنا۔ اگر سونیا سن کر بھی انجان بننا چاہتی تو خیال خوانی کرنے والا اس کی چالاکی کو سمجھ لیتا۔ وہاں تو ایسا لگ رہا تھا جیسے سونیا اور رالبن رائے کے درمیان نیند کا پردہ حائل ہو گیا ہے اور رالبن کی سوچ اس پردے کے پار نہیں پہنچ رہی ہے۔

اس نے ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا نیا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

علم حاصل کیا تھا۔ ابھی اس نے انسانی دماغوں کو مختلف حالات میں سمجھنا اوران سے کھیلنا نہیں سیکھا تھا۔ اس کی عقل سمجھا رہی تھی کہ سونیا جیسے دماغ بھی ہوتے ہیں جہاں سوچ کی لہریں پہنچتی تو ہیں لیکن وہاں اثر انداز نہیں ہوتیں۔ اگر جبراً معلومات حاصل کرو تو غلط معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ مثلاً سونیا کے پاس اکا دُکی اور تگی کے پتے تھے اور اسے دو بار غلط معلومات حاصل ہوئیں کہ مقابلے پر کھیلنے والی کے پاس نہلا، دہلا اور غلام ہیں۔

وہ آزمائش کے طور پر اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کرنا چاہتا تھا، اس کے لیے لازمی تھا کہ اس کا دماغ گرفت میں آئے اور وہ گرفت میں نہیں آ رہا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے ہوا کو مٹھی میں پکڑنا چاہتا ہو۔ وہ دماغ کے سمندر میں غوطے لگا سکتا تھا لیکن اس کے پانی کو اپنے بازوؤں میں نہیں جکڑ سکتا تھا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے چیخ چیخ کر کہا "میں حکم دیتا ہوں کہ میری سوچ کی لہروں کو سنو اور آنکھیں کھول دو، فوراً اُٹھ کر کھڑی ہو جاؤ۔"

ذرا سی دیر میں احساس ہوا، وہ رات کی تاریکی میں کسی اندھیری، ویران گلی میں کھڑا کُتّے کی طرح بھونک رہا ہے اور صبح تک اسی طرح بھونکتا رہے گا۔ وہ تھک ہار کر اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ سونیا کے دماغ نے اسے پریشان کر دیا تھا۔ وہ تھوڑی دیر تک ٹہلتا ہوا سوچتا رہا — پھر اس نے موجودہ سُپر ماسٹر کے دماغ پر دستک دی اور اپنے کوڈ ورڈز ادا کیے "ہیلو ماسٹر! دی کریزی مین از نو مور کریزی۔" (سر پھرا آدمی اب سر پھرا نہیں رہا۔)

رابن رائے کا اصل نام کچھ اور تھا۔ بچپن میں سب اسے کریزی کِڈ کہتے تھے یعنی 'سر پھرا بچہ' کیونکہ وہ پڑھنے کے بعد فارغ اوقات میں کبھی لکڑی کے تختے سے گھر بناتا تھا۔ کبھی گتّے کی موٹر یا ریل گاڑی بنانے کی کوشش کرتا تھا۔ اسکول میں سائنس کا جو سبق پڑھایا جاتا' اس کا عملی تجربہ، سائنسی تجربہ گھر میں کیا کرتا تھا۔ اسی لیے سب اسے خبطی یا سر پھرا کہتے تھے۔

جب وہ اعلیٰ تعلیم سے فارغ ہو کر سیاست میں حصّہ لینے لگا تو کریزی مین کہلانے لگا۔ وہ خود کو بہت چالاک اور مکّار سیاست دان ثابت کر چکا تھا۔ اس کے باوجود اسے سُپر ماسٹر کا عہدہ نہیں دیا گیا کیونکہ اسے جُوا کھیلنے کا نشہ تھا وہ ہر رات دو چار گھنٹے کسی کیسینو میں ضرور گزارتا تھا۔ جب ہارتا تو شراب پی کر غم غلط کرتا تھا اور جیتنے کی خوشی میں شراب کے ساتھ شباب کی رنگینیوں میں کھو جاتا تھا۔ ایسا شخص حکومت کے رازوں کو اپنے سینے میں چھپا کر نہیں رکھ سکتا — تاہم اس

کی اعلیٰ سیاسی خدمات کے صلے میں اسے ٹرانسفارمر مشین سے گزارا گیا تھا اور اسے حکم دیا گیا تھا کہ وہ ملک سے دور رہ کر ملک کی خدمت کرتا رہے۔

ٹیلی پیتھی جاننے والے نئے سُپر ماسٹر کا نام وی وان ایڈگر تھا۔ اب تک مشین کے ذریعے جتنے افراد نے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا تھا ان میں سے پہلا سُپر ماسٹر میرے ہاتھوں... مارا گیا تھا۔ دوسرا جیری جیکب' پارس دوم کے ہاتھوں انجام کو پہنچا۔ تیسرے خیال خوانی کرنے والے لارنس ڈیکوزا نے پارس دوم کو پھانس کر موجودہ سُپر ماسٹر کی قید میں پہنچا دیا تھا۔ چوتھا خیال خوانی کرنے والا سُپر ماسٹر وی وان ایڈگر تھا۔ پانچویں کو کریزی مین کہتے تھے۔ چھٹا ٹیلی پیتھی جاننے والا ڈینی دانیال، پارس اوّل کی دوستی اور اعتماد حاصل کرنے کی فکر میں تھا۔ ساتواں شیطان کہیں روپوش تھا کسی دن وہ بھی ظاہر ہونے والا تھا۔

ان سات شیطانوں میں ڈینی دانیال غدّاری کر رہا تھا۔ اسے سُپر ماسٹر کی ماتحتی منظور نہیں تھی۔ وہ اقتدار چاہتا تھا وہ اچھی طرح سمجھ گیا تھا کہ اسے کبھی سُپر ماسٹر کا عہدہ نہیں ملے گا۔ وہ یہودی تھا۔ اس کے سامنے یہی ایک راستہ تھا کہ اسرائیل میں رُوپوش رہے۔ اپنے ہم خیال یہودی سیاست والوں اور فوجی افسروں کی ایک ٹیم بنائے پھر موجودہ حکومت کا تختہ اُلٹ کر اپنی مرضی کے حکمرانوں کو لائے اور ان کی پُشت پر رہ کر منظرِ عام پر آئے بغیر وہاں حکومت کرتا رہے اس مقصد کے لیے خود کو بہت زیادہ مستحکم بنانے کے لیے اور سُپر ماسٹر کی ٹیلی پیتھی جاننے والی ٹیم سے محفوظ رہنے کے لیے وہ فرہاد علی تیمور کی ٹیم میں شامل ہونا چاہتا تھا۔

ڈینی دانیال کی رُوپوشی نے موجودہ سُپر ماسٹر وی وان ایڈگر کو تشویش میں مبتلا کر دیا تھا۔ وہ دُنیا کے کس حصّے میں چھپا ہوا ہے اور کیا کرتا پھر رہا ہے؟ یہ معلوم کرنا ضروری تھا۔ سُپر ماسٹر وی وان کا اندازہ تھا کہ وہ بہ حیثیت یہودی' اسرائیل میں کہیں ہے یا پھر پیرس میں ہوگا تاکہ سُپر ماسٹر کے خلاف فرہاد علی تیمور سے دوستی کرے اور اپنی سلامتی کو یقینی بنا لے۔

کریزی مین عرف رابن رائے کو اسی لیے پیرس بھیجا گیا تھا۔ سُپر ماسٹر نے اسے تاکید کی تھی کہ وہ فرہاد، رسونتی اور آر مرکی خیال خوانی سے ٹکرائے بغیر ڈینی دانیال کو تلاش کرے جب وہاں ناکامی ہو تو پھر اسرائیل چلا جائے۔ کریزی مین پچھلے ایک ہفتے سے پیرس میں تھا۔ اس نے کتنے ہی پولیس

اور فوج کے افسران کے دماغوں میں جگہ بنالی تھی۔ آخر ایک اعلیٰ افسر کے دماغ سے معلوم ہوا کہ ڈان مورس نامی بچگانہ ذہن رکھنے والا ایک بُزدل جوان اس کی تحویل میں ہے۔ اس بزدل جوان کی جگہ پارس اوّل ڈان مورس بن کر استنبول گیا ہے۔

کریزی مین نے سُپر ماسٹر کو یہ اطلاع دی اور کہا "یہ معلوم کیا جائے کہ استنبول میں مورس فیملی کہاں رہتی ہے۔ اس فیملی میں کتنے افراد ہیں اور بہروپیا ڈان مورس اس خاندان میں پہنچ چکا ہے یا نہیں؟"

سُپر ماسٹر نے اپنے وسیع ذرائع استعمال کیے پھر شام تک کریزی مین کو بتایا "استنبول میں جو مورس فیملی ہے اس میں چار افراد ہیں۔ ٹام مورس، سام مورس، ٹام کی بیوی جھیلما اور ان کی بیٹی سمارا تھا۔ پانچواں جوان ڈان مورس ایک دن کے لیے کہیں گھر سے بھاگ گیا پھر واپس آ گیا۔ اب وہ پانچوں استنبول میں نہیں ہیں۔ کچھ عرصے کے لیے تل ابیب گئے ہوئے ہیں..."

ان معلومات کے بعد یہ واضح ہو گیا کہ پارس' ڈان مورس کے روپ میں مورس فیملی کے ساتھ تل ابیب پہنچ گیا ہے۔ سُپر ماسٹر نے کہا "میں تل ابیب میں مورس فیملی پر نظر رکھوں گا۔ تم یہاں مزید دو چار روز ڈینی دانیال کو تلاش کرو۔ وہ مل جائے تو اچھی بات ہے' ورنہ اصلی ڈان مورس کو اغوا کر کے تل ابیب لے جاؤ۔"

کریزی مین نے اس اعلیٰ افسر کو اپنا آلۂ کار بنایا۔ اس کے دماغ میں پہنچ کر بولا "میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔ میرا ایک کام اتنی رازداری سے کرو کہ تمہارے کسی ساتھی افسر کو بھی اس کا علم نہ ہو۔"

افسر نے کہا "فرہاد صاحب! ہم آپ کے تابعدار ہیں' حکم دیجیے۔"

کریزی مین نے کہا "میں کسی وقت بھی ڈان مورس کو تل ابیب بھیج سکتا ہوں۔ میرا بیٹا ڈان مورس بن کر جس مقصد کے لیے گیا تھا وہ پورا ہو رہا ہے۔ ایک آدھ روز میں اصلی ڈان مورس وہاں جائے گا۔ ہمارا پارس یہاں آئے گا۔ تم بڑی رازداری سے ڈان مورس کا پاسپورٹ اور ضروری کاغذات تیار کراؤ۔ میں بعد میں تم سے رابطہ قائم کروں گا۔"

کریزی مین جب سے پیرس آیا تھا' کسی قمار خانے میں جانے کے لیے ترس رہا تھا۔ سُپر ماسٹر نے سختی سے تاکید کی تھی کہ وہ کسی کیسینو میں جا کر جُوا نہ کھیلے۔ اگر وہ کھیلے گا اور دوسروں کے پتّے معلوم کر کے ان کے دماغوں میں

جائے گا تو کوئی حسّاس دماغ والا اس پر شبہ کرنے لگے گا۔

وہ اپنی خواہش کو مارتا جا رہا تھا۔ شام ہوتے ہی پینا شروع کر دیتا تھا تاکہ نشے میں جُوا کھیلنے کی خواہش کمزور پڑ جائے۔ ایک رات وہ کلب میں گیا۔ خیال تھا کسی حسین عورت کے ساتھ بیٹھ کر پیے گا۔ کلب کے ایک حصّے میں تاش کی بازی ہو رہی تھی۔ وہ دیکھنے بیٹھ گیا۔ اپنی عادت سے مجبور ہو کر تمام کھیلنے والوں کے دماغوں کو پڑھنے لگا کہ کس کے پاس کون سے پتّے ہیں۔

رابن جس کھلاڑی کے پاس بیٹھا ہوا تھا وہ مایوس ہو کر میدان چھوڑنا چاہتا تھا۔ کریزی مین نے آہستگی سے کہا "جیت تمہاری ہوگی۔ میدان ہرگز نہ چھوڑنا۔"

کھلاڑی نے کہا "میرے پاس مزید رقم نہیں ہے۔"

کریزی مین نے اپنی جیب سے پانچ ہزار ڈالرز نکال کر دیے کھیل جاری رہا۔ آخر کار وہ کھلاڑی پچیس ہزار ڈالر جیت گیا۔ جیتنے والا کریزی مین کی تعریفیں کرتے ہوئے بولا "تم تو استاد معلوم ہوتے ہو۔ تمہیں کیسینو ڈی بلان کا یا کیسینو نادیہ میں جا کر کھیلنا چاہیے۔" اس کھلاڑی نے پیرس کے کیسینو کا ایسا نقشہ کھینچا کہ کریزی مین کی بے چینی اور بڑھ گئی۔ وہ دوسرے دن کیسینو ڈی بلان گیا اور صبح تک نوّے لاکھ ڈالر جیت کر لے آیا۔ شراب، شباب اور تاش کے پتّے زندگی بھر پیچھا نہیں چھوڑتے۔ اگر آدمی جیت لے تو وہ جیت اسے اور زیادہ کھیلنے پر اکساتی ہے۔ اگر ہار جائے تو اگلی بازی جیت لینے کی خوش فہمی میں وہ کھیلتا چلا جاتا ہے۔

نادیہ کے قمار خانے میں بُری طرح ہارنے کے بعد وہ دوسری رات بھی آ کر کھیلنے والا تھا لیکن وہ سونیا کے دماغ میں پہنچ کر حیران اور پریشان ہو گیا تھا۔ اسے خطرہ محسوس ہو رہا تھا اور وہ یہ بھی سوچ رہا تھا' شاید خطرہ نہ ہو۔ بعض انسانوں کے دماغ ایسے ہوتے ہوں جہاں خیال خوانی کرنے والا پہنچ کر کچھ حاصل کرنے میں ناکام رہتا ہو۔ یہی سوچ کر اس نے سُپر ماسٹر وی وان ایڈگر سے رابطہ قائم کیا، اسے بتایا، نادیہ نامی ایک عورت کا دماغ کچھ غیر معمولی ہے۔ میں اسے اپنی معمولہ بنانے میں ناکام رہا ہوں۔"

سُپر ماسٹر نے پوچھا "کیا وہ سانس روک لیتی ہے؟"

"نہیں، اس کے دماغ میں جگہ ملتی ہے مگر میری سوچ کی لہریں اسے متاثر نہیں کرتیں۔ اس کے چور خیالات بھی سنائی نہیں دیتے۔"

"تم عجیب باتیں کر رہے ہو۔ میں تمہارے دماغ میں آ رہا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہوں۔ تم اس عورت کے دماغ میں چلو۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں، یہ معاملہ کیا ہے۔"

سُپر ماسٹر، کریزی مین کے ذریعے سونیا کے خوابیدہ دماغ میں پہنچ گیا، اسے بھی وہاں گھراسناٹا محسوس ہوا۔ سُپر ماسٹر کو صرف اپنی ہی سوچ کی لہریں سنائی دے رہی تھیں۔ وہ کہہ رہا تھا "نادیہ! اُٹھو، میں معلوم کرنا چاہتا ہوں، تم کون ہو، ایسا کون سا عمل جانتی ہو کہ پرائی سوچ کی لہریں تم پر اثر انداز نہیں ہوتیں؟"

وہ سائنسی ترقی کے دور میں سانس لینے والے روحانیت کے قائل نہیں تھے۔ وہ کبھی یقین نہیں کر سکتے تھے کہ اس عورت کو بابا فرید واسطی مرحوم، جناب شیخ الفارس غلام البرق اور استنبول کے ایک بزرگ کی دُعاؤں نے روحانیت کے کمال تک پہنچایا ہے۔ سُپر ماسٹر نے حیران ہو کر کریزی مین سے کہا "میں نے ایسے دماغ کے متعلق نہ کبھی پڑھا، نہ کبھی سُنا۔ میں دُنیا کے نامور ڈاکٹروں اور ماہرینِ نفسیات سے ایسے دماغ کے متعلق سوالات کروں گا۔ ان سے کوئی معقول بات معلوم ہو سکتی ہے۔ بائی دی وے، تم اس عورت تک کیسے پہنچ گئے؟"

اس نے کیسینو والی بات چھپالی۔ اپنے سُپر ماسٹر سے کہا "میں نے اسے ایفل ٹاور کے پاس دیکھا تھا۔ یہ بہت حسین ہے۔ اپنی ایک سہیلی سے باتیں کر رہی تھی۔ میں نے اس کی آواز اور لب و لہجے کو یاد رکھا پھر ہوٹل کے کمرے میں آکر اس کے دماغ میں پہنچنے اور متاثر کرنے کی کوشش کی نتیجہ تمہارے سامنے ہے۔"

سُپر ماسٹر نے کہا "اب پیرس میں وقت ضائع نہ کرو۔ اصلی ڈان مورس کو لے کر تل ابیب جاؤ۔"

کریزی مین نے پوچھا "کیا تم نے خیال خوانی کے ذریعے مورس فیملی میں جگہ بنائی ہے؟"

"مجھے اس کا موقع نہیں ملا۔ میں یہاں پارس ووم کے پیچھے تھا۔ کسی طرح فرہاد کی ایک بڑی کمزوری اپنے ہاتھ میں رکھنا چاہتا تھا۔ اس سلسلے میں لارنس ڈی کوزا نے بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ اس نے پارس دوم کو میرے پاس پہنچا دیا ہے۔"

"یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے۔"

"اس سے بھی بڑی خوشی تب ہو گی جب پارس اوّل ہمارے ہاتھ آئے گا۔ اسی لیے کہتا ہوں پیرس میں وقت ضائع نہ کرو۔ ڈان مورس کو لے کر تل ابیب پہنچو۔ اگر پارس وہاں ابھی تک ڈان مورس کے روپ میں ہو گا تو ہمارے ہاتھ لگ جائے گا۔"

کریزی مین نے اعلیٰ افسر کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کیا۔ "کیا ڈان مورس کا پاسپورٹ اور ضروری کاغذات تیار ہو گئے؟"

"جی ہاں، فرہاد صاحب! سب کچھ تیار ہے لیکن وہ اپنی نرس روما کے بغیر کہیں نہیں جائے گا۔ میں نے احتیاطاً روما کے کاغذات بھی تیار رکھے ہیں۔"

"تم نے دانشمندی سے کام لیا ہے۔ ان دونوں کو کل صبح دس بجے والے طیارے سے تل ابیب روانہ کر دو۔"

"کیا وہ دونوں تنہا جائیں گے؟"

"ہاں، میرا ایک آدمی اس طیارے میں ان کی نگرانی کرتا رہے گا۔"

دوسری طرف سونیا اپنے کاٹیج میں آرام سے سو رہی تھی۔ اس نے اپنے دماغ کو چھ بجے بیدار ہونے کی ہدایت کی تھی لیکن ایک گھنٹا پہلے ہی فون کی گھنٹی نے اسے جگا دیا۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو۔"

انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسر کی آواز سنائی دی "مادام! وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا رابن رائے (کریزی مین) کل صبح دس بجے کی فلائٹ سے تل ابیب جا رہا ہے۔"

"میرے لیے رومیلا کی حیثیت سے اسی طیارے میں سیٹ ریزرو کرا دیں۔ اگر واقعی وہ کل جا رہا ہے تو اس کی نگرانی نہ کرائی جائے۔ میں نہیں چاہتی کہ اسے کسی قسم کا شبہ ہو۔"

"یس مادام! صبح آٹھ بجے سے پہلے آپ کے پاس ٹکٹ اور پاسپورٹ پہنچ جائے گا۔"

سونیا نے ریسیور رکھا..... اُٹھ کر باتھ روم میں گئی پھر واپس آ کر الماری سے جوگنگ کا لباس نکالا۔ اسے پہن کر پنجوں کے بل اچھلتی ہوئی باہر جانا چاہتی تھی، فون کی گھنٹی نے اسے روک دیا۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو۔"

ڈان مورس کی نگرانی کرنے والے افسر نے کہا "مادام! فرہاد صاحب کے حکم کے مطابق میں ڈان مورس اور روما کو کل صبح دس بجے والی فلائٹ سے تل ابیب بھیج رہا ہوں۔"

"فرہاد صاحب نے تم سے کب رابطہ قائم کیا تھا؟"

"یوں تو انھوں نے دو دن پہلے ہی مجھے حکم دیا تھا اور تاکید کی تھی کہ ڈان مورس کی روانگی کو راز میں رکھا جائے۔ میں اپنے کسی ساتھی افسر سے بھی ذکر نہ کروں لیکن آپ سے فرہاد صاحب کی کوئی بات چھپی نہیں رہتی۔ یہی سوچ کر ڈان کو روانہ کرنے سے پہلے آپ کو اطلاع دے رہا ہوں۔"

"یہ تم نے اچھا کیا۔ فرہاد صاحب کا حکم ہے تو انھیں جانے دو۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ وہیں قالین پر پالتھی مار کر بیٹھ گئی۔ دونوں ہاتھ گھٹنوں پہ رکھ لیے پھر آنکھیں بند کر کے مراقبے میں پہنچ گئی۔ تقریباً بیس منٹ تک وہ بالکل بے حس و حرکت اسی طرح بیٹھی رہی جیسے پتھر کی مورت بن گئی ہو۔ پتا نہیں، وہ مراقبے کے دوران کون سے جہان میں پہنچی ہوئی تھی۔ اگر کوئی اسے دیکھ لیتا تو یہی سمجھتا کہ اس کی جان نکل گئی ہے۔ خالی جسم پالتھی مارے بیٹھا ہے اور اس کی روح نکل کر کہیں سفر کر رہی ہے۔ دوستوں اور دشمنوں کی دُنیا میں پہنچ رہی ہے اور ان کا حال اور چال معلوم کر کے واپس آ رہی ہے۔

تقریباً بیس منٹ کے بعد اس نے آنکھیں کھول دیں۔ اس کے چہرے پر بلا کی سنجیدگی، رُعب اور دبدبہ تھا۔ وہ قالین پر سے اٹھ گئی۔ باہر جا کر جوگنگ کا ارادہ ترک کر دیا۔ الماری سے دوسرا لباس نکال کر پہنا پھر کاٹیج کے باہر آ کر دروازے کو لاک کیا۔ اس کے بعد اپنی کار کی اسٹیئرنگ سیٹ پر آ کر بیٹھ گئی۔ اس کی منزل وہ ہوٹل تھا جہاں کریزی مین رہائش پذیر تھا۔

وہ آرام سے اپنے کمرے میں سو رہا تھا۔ کال بیل کی آواز پر اس کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے رسٹ واچ دیکھی۔ چھ بج کر پندرہ منٹ ہوئے تھے۔ وہ بستر سے اُٹھ کر دروازے کے پاس آیا پھر ناگواری سے بولا "کون ہے؟"

سونیا نے کہا "مارننگ سرا میں آپ کے لیے بیڈ ٹی لائی ہوں۔"

وہ جانتی تھی کہ وہ آواز سنتے ہی دماغ میں آئے گا۔ دوسرے ہی لمحے اس نے سوچ کی لہروں کو محسوس کیا پھر خود سوچنے لگی۔ "ہائے میں بیس برس کی جوان دوشیزہ ہوں۔ اس کمرے میں رہنے والا ادھیڑ عمر کا لگتا ہے مگر بہت ہی خوبرو اور اسمارٹ ہے۔"

کریزی مین کی ناگواری، خوش مزاجی میں بدل گئی۔ صبح آنکھ کھلتے ہی ایک جوان دوشیزہ دروازے پر آئی تھی۔ اس نے سونیا کے وہی سرسری خیالات پڑھے۔ اتنا ہی پڑھنے کے بعد وہ صبر نہ کر سکا۔ فوراً ہی دروازے کو ذرا سا کھولا۔ پہلے وہ دیکھنا چاہتا تھا، آنے والی صرف جوان ہے یا حسین بھی ہے۔

سونیا نے ایک زور کی ٹھوکر ماری۔ دروازہ پوری طرح کھُل گیا۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا پیچھے گیا۔ اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ قالین پر چاروں شانے چت ہو گیا۔ سونیا نے اندر آ کر دروازے کو بند کر دیا۔ وہ غصے سے اُٹھتے ہوئے بولا "کون ہو تم؟"

"میں کون ہوں؟ اس کا جواب تمہارے عمل سے ملے گا۔

اُردو ادب کا نیا رُخ

آپ کے جانے پہچانے مشہور ادیب اثر نعمانی کے قلم سے

طنز و مزاح سے لبالب ہلکے پھلکے رُومانی ناولوں کے دلچسپ سلسلے کی چار کتابیں

گھر کی مُرغی

قیمت ۲۰/ روپے ○ ڈاک خرچ ۱۰/ روپے

حکیمی ٹیکسی

قیمت ۲۰/ روپے ○ ڈاک خرچ ۱۰/ روپے

بے وقوف

قیمت ۲۰/ روپے ○ ڈاک خرچ ۱۰/ روپے

آپ کے سر پر

قیمت ۲۰/ روپے ○ ڈاک خرچ ۱۰/ روپے

چاروں کتابیں ایک ساتھ منگانے پر ڈاک خرچ معاف

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

تم زندگی چاہو گے تو میں زندگی ہوں۔ موت چاہو گے تو موت بھی ہوں۔"

ایسا کہتے وقت وہ اپنے دماغ میں اس کی سوچ کی لہریں محسوس کر رہی تھی۔ اس کی طرف بڑھتے ہوئے بولی "کبھی تمہارے باپ نے بھی خیال خوانی کی تھی؟ تم قمارخانے سے بار بار میرے دماغ میں آکر اُتو بنتے رہے ہو۔ کیا تم عقل سے کچھ سمجھ نہیں سکتے؟"

وہ حیرانی سے ایک قدم پیچھے ہٹ کر بولا "کیا تم نادیہ ہو؟ کیا ابھی اس دوسرے روپ میں آئی ہو؟ تم کون ہو؟ مجھ سے کیا چاہتی ہو؟"

"میں چاہتی ہوں، کسی حیل و حجت کے بغیر اپنی پوری ہسٹری بیان کرو اور یہاں سے تل ابیب جانے کا مقصد بتلاؤ۔"

"تمھیں کیسے معلوم ہوا، میں تل ابیب جا رہا ہوں؟"

"مجھ سے سوال نہ کرو، میرے سوال کا جواب دو۔"

"تم ایسے کہہ رہی ہو جیسے میں کمزور ہوں اور تمہارے کسی دباؤ میں آگیا ہوں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی اس کے مُنہ پر ایک زبردست اُلٹا ہاتھ پڑا۔ آنکھوں کے سامنے کتنے ہی قمقمے جلنے بجھنے لگے۔ دوسرا گھونسا ناک پر پڑا۔ وہ چند ساعتوں کے لیے سانس لینا بھول گیا۔ جب اس نے سانس لی تو ناک کے نتھنوں سے گرمی بہتی ہوئی محسوس ہوئی ہاتھ لگا کر دیکھا تو ناک سے اور باچھوں سے لہو رِس رہا تھا۔ وہ ایک عورت کے ہاتھوں سے چُپ چاپ مار نہیں کھا سکتا تھا۔ اس نے جوابی حملہ کرنے کی حماقت کی۔ نتیجہ اور بُرا نکلا۔ اس کے مُنہ پر اور پیٹ پر لاتیں پڑیں۔ کراٹے کے ہاتھ جہاں پڑتے تھے وہاں کی ہڈیاں جیسے چٹخنے لگتی تھیں۔ اس کے سامنے یہی ایک راستہ رہ گیا تھا کہ چیخنا شروع کر دے تاکہ ہوٹل والے مدد کو پہنچ جائیں۔

اس کے حلق سے غرغر کی آوازیں نکلنے لگیں جیسے مُنہ میں پانی لے کر غرارے کر رہا ہو۔ اس کے مُنہ میں لہو حلق تک بھر گیا تھا۔ سونیا نے کہا "اس سے پہلے کہ مار کھاتے کھاتے بولنے کے قابل نہ رہو، بولنا شروع کر دو۔"

کریزی مین نے سر جھکا کر تھوکا۔ ڈھیر سارا خون قالین پر آگیا۔ وہ ہانپتے اور کانپتے ہوئے بولا "تت... تم پچھتاؤ گی۔ میں اکیلا نہیں ہوں۔ میرے خیال خوانی کرنے والے ساتھی تمھیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

سونیا نے اس کی گردن پر کراٹے کا زبردست ہاتھ رسید کیا۔ وہ قالین پر اوندھا ہو گیا۔ سونیا نے ٹھوکر ماری، وہ سیدھا ہو گیا۔ سونیا نے اس کے سینے پر پاؤں رکھ کر کہا "یہی پاؤں تمہارے حلق پر رکھوں گی تو سانس رُک جائے گی۔ بولو، سانس روک دوں یا بولتے ہو؟ تمہارا کوئی ساتھی میرے دماغ تک نہیں پہنچ سکے گا۔"

وہ سمجھ گیا تھا کہ مار کھاتے کھاتے مر جائے گا لیکن سُپر ماسٹر کو مدد کے لیے نہیں بلا سکے گا کیونکہ سونیا کے حملوں نے اس کے دماغ کو قدرے کمزور کر دیا تھا۔ اس نے ایک دو بار خیال خوانی کی کوشش کی لیکن سوچ کی لہریں سُپر ماسٹر تک نہیں پہنچ سکیں۔

وہ گڑگڑا کر بولا "مم... میں تمہارے ہر سوال کا جواب دوں گا۔ مجھے اُٹھنے تو دو۔"

"اسی طرح زمین پر پڑے رہو اور سمجھتے رہو، جتنی اونچی خیال خوانی کی پرواز کرتے ہو، اتنی ہی پستی میں پڑے ہوئے ہو۔"

وہ ٹھہر ٹھہر کر بولنے لگا "ہمارا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ساتھی ڈینی دانیال، سُپر ماسٹر سے غداری کر رہا ہے۔ میں اس کی تلاش میں آیا ہوں۔"

"تل ابیب کیوں جا رہے ہو؟"

"دانیال یہودی ہے۔ وہ وہیں مل سکتا ہے۔"

"تمہارے ساتھ اور کون جا رہا ہے؟"

"میں اکیلا ہوں۔"

"سوچ سمجھ کر جواب دو۔ ہر غلط جواب پر لات جوتے پڑیں گے۔ تم نے یہاں کتنے ملٹری اور سول افسروں کے دماغوں میں جگہ بنائی ہے؟"

"جو بھی سامنے آگیا جس کی بھی آواز سُن لی، اس کے دماغ کو پڑھ لیا۔"

"اتنے اہم افسروں کے دماغوں کو پڑھنے کے بعد بھی خالی ہاتھ جا رہے ہو۔ کیا کسی افسر کے دماغ نے تمھیں یہ نہیں بتایا کہ تل ابیب کی ایک فیملی سے تعلق رکھنے والا ایک نوجوان یہاں موجود ہے اور تمہارے سُپر ماسٹر کے بہت کام آسکتا ہے؟"

"نن... نہیں، میں کچھ نہیں جانتا۔"

سونیا نے پھر اس کی پٹائی کی۔ وہ نڈھال سا ہو کر بولا۔ "ڈا... ڈا... ڈان مورس۔ سُپر ماسٹر نے حکم دیا ہے، میں ڈان کو وہاں لے جا کر پارس کو ٹریپ کروں۔"

وہ دور ہٹ کر بولی "پہلے ہی سیدھی طرح بول دیتے تو اتنی مار نہ کھاتے۔ اُٹھو اور جا کر آئینہ دیکھو۔"

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے اُٹھنے لگا۔ اس کے بدن کا جوڑ جوڑ دُکھ رہا تھا۔ وہ فرش پر سے اُٹھ کر لڑکھڑاتے قدموں سے آئینے کے پاس آیا۔ پہلی نظر میں خود کو پہچان نہ سکا۔ اس کے چہرے کی جلد جا بجا پھٹ گئی تھی۔ تمام چہرہ لہو سے بھیگا ہوا تھا۔ آنکھیں سوج گئی تھیں، پوری طرح نہیں کھل پا رہی تھیں۔ ہونٹ پھول کر موٹے ہو گئے تھے۔ مُنہ ذرا ٹیڑھا ہو گیا تھا۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایک نہتّی عورت اس طرح حُلیہ بگاڑ کر رکھ دے گی۔

وہ ریسیور کان سے لگائے کسی سے کہہ رہی تھی "میرا ایک شکار بُری طرح زخمی ہو گیا ہے۔ اس کی مرہم پٹی کے لیے ایک ڈاکٹر کو بھیج دو۔ ڈاکٹر سے کہنا، اعصاب کمزور کرنے والا انجکشن لے آئے۔"

کریزی مین چونک کر پلٹ گیا۔ سونیا کسی کو ہوٹل کا نام اور کمرا نمبر بتا رہی تھی۔ وہ گڑگڑاتے ہوئے بولا "میں تمہارا تابع دار ہوں۔ میں نے تمام باتیں سچ بتا دی ہیں پھر یہ اعصاب کمزور کرنے والا انجکشن کیوں منگوا رہی ہو؟ تمھیں خدا کا واسطہ مجھے معاف کر دو، مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔"

"اگر میں چھوڑ دوں تو زندہ اور تندرست رہ کر کیا کرو گے؟"

وہ قدموں پر گر کر بولا "تم جو کہو گی، وہ کروں گا۔"

"تم تو وہ بھی کرو گے، جو سُپر ماسٹر کہے گا۔"

"میں قسم کھا کر کہتا ہوں، صرف تمہارے حکم کی تعمیل کیا کروں گا۔"

"سُپر ماسٹر کا نام کیا ہے؟"

"وی وان ایڈگر۔"

وہ بولی "پہلا خیال خوانی کرنے والا سُپر ماسٹر حرام موت مر گیا۔ دوسرے کو پارس نے ختم کر دیا۔ تیسرے تم ہو، چوتھا ڈینی دانیال ہے۔ پانچواں لارنس ڈیکوزا، چھٹا موجودہ سُپر ماسٹر وی وان ایڈگر ہے۔ ساتواں کون ہے؟"

وہ بولا "میں جھوٹ نہیں کہوں گا۔ اب تمھیں دھوکا دینے کی جرأت نہیں کروں گا۔ ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک دوسرے کے متعلق برائے نام معلومات رکھتے ہیں۔ ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے کے بعد سب ہی پُراسرار بن گئے ہیں۔ سب نے اپنی رہائش گاہیں بدل دی ہیں۔ خود کو رُوپوش رکھنے کے لیے نام بھی تبدیل کیا ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا شخص ہم سب کے لیے معمّا ہے۔ ہم نے آج تک نہ اس کی صورت دیکھی ہے، نہ اس کا نام سنا ہے۔"

سونیا نے پوچھا "میں کیسے یقین کروں؟"

"میں اتنی مار کھا چکا ہوں کہ مزید ایک اور ہاتھ پڑے گا تو مر جاؤں گا۔ میں ایسی حالت میں جھوٹ نہیں بولوں گا۔"

"تمہارے سات ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی جب تمہارے دماغ میں آکر زلزلے پیدا کریں گے تب تمہاری کیا حالت ہوگی؟"

"میرا دماغ حساس ہے۔ میں پرائی سوچ کی لہریں محسوس کرکے سانس روک لیتا ہوں لیکن شراب نوشی کے باعث زیادہ دیر دشمنوں کو دور نہیں رکھ سکوں گا۔ اگر تم میرے اعصاب کو کمزور نہ بناؤ تو میں وعدہ کرتا ہوں، شراب چھوڑ دوں گا۔ پھر میرے دماغ میں کوئی زلزلے پیدا نہیں کر سکے گا۔"

"اچھی بات ہے۔ میں تمھیں آزماؤں گی۔ شراب چھوڑ دو گے اور میری ہدایات پر عمل کرتے رہو گے تو تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھیوں سے بھی تمھیں بچاؤں گی۔"

"مجھے یقین ہے ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ تم زبردست ہو، پلیز، مجھے بتاؤ تم کون ہو؟"

"میں میک اَپ میں ہوں۔ میرا اصلی چہرہ کچھ اور ہے۔ کیا اتنا کہنا کافی ہوگا کہ مجھے سونیا کہتے ہیں۔"

وہ اس کے قدموں کے پاس گھٹنوں کے بل جھکا ہوا تھا سونیا کا نام سُنتے ہی دھپ سے قالین پر گر پڑا۔ چاروں شانے چِت ہو کر چند لمحوں تک اسے دیکھتا رہا پھر بولا "خُدا کی قسم! ایسی زبردست پٹائی سونیا ہی کر سکتی ہے۔ تم بے شک سونیا ہی ہو۔ میری وفاداری اور پکی ہو گئی۔ میں نے تمہارا اور فرہاد صاحب کا ریکارڈ پڑھا ہے۔ تم دونوں اپنے وفاداروں کے لیے جان کی بازی لگا دیتے ہو۔ مجھے اب کوئی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ میں سُپر ماسٹر کی کُھل کر مخالفت کروں گا۔"

"میں تمھیں یہ مشورہ نہیں دوں گی۔ تم فی الحال وہی کرو گے جو سُپر ماسٹر کہہ رہا ہے۔ تم کام اُس کا کرو گے لیکن فائدہ ہمیں پہنچاؤ گے۔"

کال بیل کی آواز سنائی دی۔ سونیا نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔ ڈاکٹر مرہم پٹی کے لیے آیا تھا۔ اس کا تعلق پولیس اسپتال سے تھا۔ وہ سونیا کو جانتا تھا۔ اگرچہ وہ میک اَپ میں تھی تاہم اس کے افسر نے بتایا تھا کہ سونیا نے اسے ہوٹل میں بلایا ہے۔ پھر اُس زخمی کو دیکھ کر تصدیق ہو گئی کہ مادام نے اس کا حلیہ بگاڑا ہے۔ اس نے زخموں کو صاف کیا مرہم رکھا۔ کھانے پینے کے لیے دوائیں دیں پھر چلا گیا۔

دن کے دس بجے وہ طیارے میں تھے۔ سونیا اور کریزی مین ایک دوسرے کے ساتھ والی سیٹ پر تھے۔ اسی قطار میں درمیانی راہداری کے دوسری طرف رُوما اور ڈان

itsurdu.blogspot.com
itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

تھے۔ کریزی مین نے ڈان مورس سے طیارے میں ملاقات کی تھی۔ اسے یقین دلایا تھا کہ وہ فرہاد علی تیمور کا آدمی ہے اور تل ابیب پہنچ کر اس کے نانا سے اسے ملائے گا۔

سونیا نے سفر کے دوران کہا "تم وہاں پہنچ کر رومااور ڈان کے ساتھ ہوٹل میں قیام کرو گے پھر مورس فیملی کے کسی اہم فرد کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کرو گے کہ وہاں پارس ہڈان کی حیثیت میں کیا کر رہا ہے؟"

"جب ہم اصلی ڈان مورس کو اس فیملی میں پہنچائیں گے تو پارس کی پوزیشن کیا ہوگی؟"

"میں اس سے پہلے ہی اسے وہاں سے نکل جانے کا موقع دوں گی۔"

کریزی مین نے سونیا کا ہاتھ دبا کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا پھر سانس لیتے ہوئے سوچ کے ذریعے بولا "ہیلو کون ہے؟"

سپر ماسٹر نے کوڈ ورڈز ادا کیے۔ دی کریزی مین از نو مور کریزی۔ تم نے میرے آتے ہی سانس کیوں روک لی تھی؟"

وہ یہ تو نہیں کہہ سکتا تھا کہ سونیا پاس بیٹھی باتیں کر رہی تھی اسے چپ کرانے کے لیے سانس روکی تھی۔ اس نے بات بناتے ہوئے کہا "میں اب محتاط رہنے لگا ہوں، کوئی دشمن خیال خوانی کرنے والا میرے دماغ میں آسکتا ہے۔"

"اس میں محتاط رہنے کی کیا بات ہے۔ ہم تو کوڈ ورڈز ادا کرنے کے بعد ایک دوسرے کے دماغ میں آتے ہیں۔"

"بعض اوقات کوڈ ورڈز بھی دشمن کو معلوم ہو جاتے ہیں۔ میں اپنے اطمینان کے لیے آپ سے سوال کر رہا ہوں۔ جواب دیجیے۔ میں کہاں جا رہا ہوں اور کس کے ساتھ جا رہا ہوں؟"

"مجھے خوشی ہے کہ تم بہت زیادہ محتاط رہنے لگے ہو۔ تم ڈان مورس کو لے کر تل ابیب جا رہے ہو۔ اب بتاؤ کیا تم کسی اندیشے میں مبتلا ہو؟"

"ماسٹر دی دان ایڈگر! میں صرف ڈینی دانیال کی تلاش میں آیا تھا۔ اب فرہاد کے بیٹے پارس کے معاملات میں مداخلت کرنے اور اسے ٹریپ کرنے جا رہا ہوں۔ یہ کوئی بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ نہ جانے کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے پارس کی نگرانی کر رہے ہوں گے۔ دل میں سو طرح کے اندیشے جنم لیتے ہیں اور یہ اچھی بات ہے، اس طرح میں بہت زیادہ محتاط رہنے لگا ہوں۔"

سپر ماسٹر نے کہا "وہاں پہنچ کر جلد بازی سے کام نہ لینا۔ تم ڈان کے ساتھ کسی ہوٹل میں قیام کرو گے۔ ڈان کو کمرے سے نکلنے نہیں دو گے۔ یہ اچھی طرح اندازہ کرو گے کہ کس طرح پارس کو کسی رکاوٹ کے بغیر وہاں سے میرے پاس پہنچایا جا سکتا ہے۔"

"میں خوب سوچ سمجھ کر منصوبہ بناؤں گا۔"

"یاد رکھو کریزی مین! تمہارے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی لارنس ڈی کوزا نے پارس دوم کو قیدی بنا کر بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ تمہیں بھی ایسا ہی کارنامہ انجام دینا چاہیے۔ اگر تم اپنی دونوں بُری عادتوں کو چھوڑ دو گے تو آئندہ سپر ماسٹر کا عہدہ حاصل کر سکو گے۔ تم لارنس ڈی کوزا سے سینئر ہو۔ پہلے تمہیں یہ عہدہ مل سکتا ہے۔"

"میں کوشش کر رہا ہوں۔ آپ کو یہ سن کر خوشی ہوگی کہ میں نے شراب چھوڑ دی ہے۔ کوشش کروں گا کہ تاش کے پتوں کو بھی ہاتھ نہ لگاؤں۔"

"مجھے اس روز خوشی ہوگی جب تم مستقل مزاجی سے ہر بُری عادت پر قابو پالو گے اور ایک دن میری جگہ یہ عہدہ سنبھالو گے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "تم میرا حوصلہ بڑھانے کے لیے ایسا کہہ رہے ہو۔ ورنہ سبھی کہتے ہیں کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا سالوں کا پُراسرار شخص سپر ماسٹر بنے گا۔"

"یہ غلط ہے۔ چونکہ وہ روپوش رہ کر بڑے پُراسرار انداز میں ہمارا ایک اہم کام کر رہا ہے اس لیے اس کے متعلق قیاس آرائیاں کی جاتی ہیں۔ اگر وہ اپنے مشن میں کامیاب ہوگا تو تم لوگوں کی قیاس آرائی درست ہوگی، ورنہ میرا یہ عہدہ تمہارے ہی لیے ہے۔ تم فقط دو باتیں ذہن میں رکھو۔ بُری عادتوں سے ہمیشہ کے لیے نجات حاصل کر لو اور پارس اوّل کو میرے پاس پہنچانے کا کارنامہ انجام دو۔ وِش یُو آل۔"

وہ اس کے دماغ سے چلا گیا۔ کریزی مین اسی طرح خاموش بیٹھا رہا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے سپر ماسٹر کی اونچی کرسی تھی۔ سپر ماسٹر کا عہدہ اس ملک کے صدر سے بھی زیادہ اہم ہوتا تھا۔ اس عہدے پر رہنے والا درپردہ دُنیا کے سب سے بڑے ملک پر حکومت کرتا تھا۔ وہ منظرِ عام پر نہیں آتا تھا، پھر بھی اس کے نام کا ڈنکا بجتا رہتا تھا۔ وہ عزت اور وقار کے ساتھ زندگی گزارتا تھا۔ اس کے برعکس وہ سونیا اور فرہاد کا ساتھ دے کر دانیال کی طرح غدار کہلانے والا تھا اور یہ کوئی دانشمندی نہ ہوتی۔ اپنی قوم اپنی ہی ہوتی ہے۔ سونیا اور فرہاد غیر ہیں غیر ہی رہیں گے۔

کریزی مین کی وفاداری ڈگمگا رہی تھی۔ وہ کشمکش میں تھا سونیا کو دھوکا دینے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ وہ اچھی طرح

سوچنا سمجھنا چاہتا تھا کہ کون سا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔ کس کا ساتھ دینا اور کس کا ساتھ چھوڑنا چاہیے۔ ابھی سونیا کے منصوبے نے اسے دونوں طرف سے وفادار رہنے کا موقع دیا تھا۔ آئندہ ایسا وقت آنے والا تھا جب اسے کھُل کر کسی سے وفاداری اور کسی کی مخالفت کرنا تھی۔ وہ سوچ کر پریشان ہوا جا رہا تھا کہ ایسے وقت پتا نہیں کیسے حالات ہوں گے؟

سونیا اسے کن انکھیوں سے دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی: آخر یہ خیال خوانی کے ذریعے کس سے باتیں کر رہا ہے۔ ایسا کون سا الجھا ہوا موضوع ہے کہ ختم ہونے میں نہیں آرہا ہے؟

ایئر ہوسٹس ٹرالی پر کھانے کی ٹرے لائی تو وہ چونک گیا۔ اس نے اور سونیا نے اپنے اپنے کھانے کی ٹرے لی۔ وہ کھانا شروع کرتے ہوئے بولا "ابھی سپر ماسٹر سے باتیں ہو رہی تھیں۔"

وہ بولی "تم ایک گھنٹے سے بُت بنے بیٹھے تھے۔"

"آں؟" وہ ذرا گھبرایا جیسے سونیا نے اسے دغلے پن سے سوچتے ہوئے پکڑ لیا ہو پھر وہ سنبھل کر بولا "ہاں بڑی لمبی بحث ہو رہی تھی۔ سپر ماسٹر کہہ رہا تھا کہ تل ابیب میں پارس نظر آئے تو اسے فوراً گولی مار دی جائے۔"

سونیا نے تعجب سے کہا "سپر ماسٹر ایسی احمقانہ باتیں نہیں کر سکتا۔ وہ دونوں پارس کو زندہ و سلامت اپنی قید میں رکھ کر فرہاد کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر سکتا ہے۔ کیا سپر ماسٹر نشہ کرتا ہے؟"

"میرا خیال ہے اس نے تھوڑی پی رکھی تھی۔ دوسری بار اس نے بات بدل دی۔ کہنے لگا۔ پارس کو پہلے اغوا کر کے اس کے پاس پہنچانے کی کوشش کی جائے۔ ناکامی کی صورت میں اسے گولی مار دی جائے۔ میں نے کہا، ناکامی کی صورت میں بھی اسے ہلاک کرنا دانشمندی نہیں ہوگی۔ ہو سکتا ہے ہم کبھی دوسری بار اسے اغوا کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔"

"پھر تمہارے سپر ماسٹر نے کیا کہا؟"

"کہنا کیا تھا بس گھنٹے بھر بحث کرتا رہا۔ آخر میری بات مان گیا کہ پارس کو ہر حال میں زندہ رکھا جائے گا۔ جب میں تمہارا اور فرہاد صاحب کا وفادار بن چکا ہوں تو بھلا پارس کو نقصان پہنچتے کیسے دیکھ سکتا ہوں۔"

"تم بہت اچھی اداکاری کر لیتے ہو۔"

وہ گھبرا کر بولا "کیا تم سمجھتی ہو، میں تم سے جھوٹ بول رہا ہوں تمہیں دھوکا دے رہا ہوں؟"

"میرے کہنے کا مطلب ہے، تم نے سپر ماسٹر کے سامنے خوب اداکاری کی ہے۔"

اس نے اطمینان کی ایک گہری سانس لی پھر کھانے میں مصروف ہوگیا۔

ایئر پورٹ پر رومیلا کا شوہر، سونیا کے استقبال کے لیے آیا تھا۔ سونیا نے کریزی مین کو اپنا پتا اور فون نمبر دے کر کہا "مجھے فون پر فوراً بتانا کہ کس ہوٹل میں اور کس کمرے میں قیام کر رہے ہو؟"

وہ رخصت ہو کر رومیلا کے شوہر کے ساتھ ایک کار میں آکر بیٹھ گئی۔ وہ وہاں کے ایک بڑے اسپتال کا ڈاکٹر تھا۔ درحقیقت بابا صاحب کے ادارے سے اس کا تعلق تھا۔ اس کا نام فرینک مارٹن تھا۔ اس نے کار ڈرائیو کرتے ہوئے کہا "مادام! میں نے..."

سونیا اس کی بات کاٹ کر بولی "تم اپنی وائف رومیلا کو کیا کہہ کر مخاطب کرتے ہو؟"

"میں اُسے پیار سے رومی کہتا ہوں۔"

"مجھے بھی پیار سے رومی کہو گے تو میں سچ مچ تمہاری بیوی نہیں بن جاؤں گی۔ خبردار! آئندہ مجھے مادام نہ کہنا۔"

"سوری مادام! مجھ سے بھول ہوگئی۔"

"تم پھر بھول رہے ہو!"

وہ جھینپ کر بولا "میں آپ کی بہت عزت کرتا ہوں، آپ کا بہت زیادہ عقیدت مند ہوں۔ بے اختیار مادام کہہ دیتا ہوں۔ آئندہ محتاط رہوں گا۔"

"تم کچھ کہنا چاہتے تھے۔"

"ہاں، مجھے اتفاق سے مورس فیملی میں جانے کا موقع ملا تھا۔ ارب پتی مل اونر کی نواسی نینسی اور نواسے ڈان مورس کی شادی کی تقریب تھی۔"

سونیا نے چونک کر پوچھا "کیا نینسی اور پارس کی شادی ہوگئی ہے؟"

"جی ہاں، شادی تو ہوگئی لیکن ایک عجیب بات ہوگئی۔ نینسی نے کسی بات پر مسلمانوں کے خلاف توہین آمیز الفاظ استعمال کیے تو پارس کے دماغ کو شدید جھٹکا پہنچا۔ وہ کچھ دیر تکلیف میں مبتلا رہا پھر اس کی زبان سے فرہاد صاحب کی آواز سنائی دی۔"

سونیا نے کہا "ذرا ٹھہرو، مجھے سوچنے دو۔"

وہ سوچنے لگی۔ دونوں پارس اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے والدین کو اپنے دماغ میں آنے نہیں دیتے تھے پھر فرہاد، پارس

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کے دماغ میں آکر کیسے بول سکتا ہے؟

سونیا نے کہا: "فرینک! مجھے یقین نہیں آتا کہ فرہاد نے بیٹے کی زبان سے کچھ کہا ہوگا۔ اچھا یہ بتاؤ کیا کہا تھا؟"

"فرہاد صاحب کہہ رہے تھے۔ نینسی نے مسلمانوں کی توہین کی ہے اس لیے میں اس کے دکھا کو ذہنی اذیتوں میں مبتلا کرتا رہوں گا۔ نینسی کے اَرَب پتی نانا، فرہاد صاحب سے معافی مانگنے لگے تو فرہاد صاحب نے کہا' معافی اسی صورت میں مل سکتی ہے جب ڈان مورس اسلام قبول کرنے اور اسلامی طریقے سے نینسی کو شریکِ حیات بنالے۔ اس طرح نینسی پھر کبھی مسلمانوں کی بُرائی نہیں کرے گی۔"

سونیا نے مسکرا کر کہا: "میں سارا کھیل سمجھ گئی۔ میرا بیٹا، نینسی کے ساتھ گناہ گار نہیں بننا چاہتا تھا اس لیے خود ہی باپ کی آواز میں یہ ڈراما پلے کر رہا تھا۔ آگے بولو۔"

"آگے پتا نہیں، کیا ہوتا رہا۔ مجھے کل صبح معلوم ہوا کہ وہ اور نینسی بذریعہ کار یروشلم گئے ہیں۔ آج صبح معلوم ہوا، نینسی تنہا اپنے نانا کے پاس یہاں آئی ہے۔ پارس اس کے ساتھ نہیں ہے، پتا نہیں، کہاں رہ گیا ہے۔"

"ان کے اَرَب پتی نانا کے فون نمبر بتاؤ۔"

وہ بتانے لگا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک چھوٹے سے بنگلے میں پہنچ گئے۔ سونیا نے پیرس میں ہی رُومیلا سے اس کی مصروفیات اور اس کی سہیلیوں کے متعلق تفصیل سے معلوم کرلیا تھا۔ فرینک مارٹن بھی اسے بہت کچھ بتانے لگا۔ فون کی گھنٹی سُنتے ہی سونیا نے ریسیور اُٹھایا۔ دوسری طرف سے کریزی مین اسے ہوٹل کا نام اور کمرا نمبر بتا رہا تھا۔ سونیا نے اَرَب پتی مل اونر کے فون نمبر نوٹ کرائے پھر کہا: "ابھی رابطہ قائم کرو، جو بھی بات کرے اس کے دماغ سے نینسی کے دماغ تک پہنچو اور معلوم کرو، اس کا ڈان مورس یعنی پارس کہاں ہے؟"

کریزی مین نے ایک نمبر پر رابطہ قائم کیا۔ اسے ایک ملازم کی آواز سنائی دی۔ اس نے ریسیور رکھ کر ملازم کے دماغ سے معلوم کیا۔ نینسی رات کے پچھلے پہر آئی تھی۔ اپنے بیڈ روم میں سو رہی تھی۔ اس نے نینسی کے ذاتی نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ قائم ہونے پر اسے نیند بھری آواز سنائی دی: "ہیلو! کون ہے؟"

کریزی مین ریسیور رکھ کر اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پتا چلا، نینسی اور پارس کی ایک طویل داستان ہے۔ اس سلسلے میں سب سے خوشی کی بات یہ تھی کہ ڈینی دانیال کا سراغ مل گیا تھا۔ نینسی کی سوچ نے بتایا' دانیال اکثر اس کے دماغ میں آتا ہے۔ کریزی مین نے جو اہم باتیں معلوم کی تھیں وہ یہ تھیں۔

پارس پہلے ڈان مورس بن کر نینسی کی زندگی میں آیا۔ جب ان کی شادی ہوئی تو اس نے ازدواجی رشتہ قائم نہیں کیا۔ وہ نینسی کی عزت سے کھیلنا نہیں چاہتا تھا۔

جب پارس نے اپنی حقیقت بتائی کہ وہ مسلمان ہے اور ایک یہودی لڑکی کی عزت کرتا آرہا تھا تو نینسی اس سے اور زیادہ متاثر ہوئی۔ کچھ نئی دلہن کے جذبات کا تقاضا بھی تھا لہٰذا اس نے پارس کی ہدایت کے مطابق اسلام قبول کرلیا تھا۔

لیکن یہ نینسی کا جذباتی عمل تھا۔ وہ دل سے اب بھی یہودی تھی اور وہی بے ایمان دل پارس سے سچی محبت کرتا تھا۔ اب وہ مسلمانوں سے نفرت نہیں کرتی تھی کیونکہ ایک مسلمان اس کے جسم و جان کا مالک تھا۔ وہ اسلام کا احترام کرتی تھی کیونکہ اسلام اس کے پارس کا مذہب تھا لیکن یہودیت اس کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی۔ اسے اپنے مذہب اور قوم سے ذہنی لگاؤ تھا لہٰذا اس کی محبت اور وفاداری دونوں طرف تھیں۔

یہ سب ہی جانتے تھے کہ پارس کس قدر زہریلا ہے۔ اس سلسلے میں کریزی مین کو ایک اہم بات یہ معلوم ہوئی کہ ماریہ، پارس کے پاس پہنچ گئی ہے، وہ نینسی کو اپنے زہر سے مار ڈالنا چاہتی ہے۔ پارس، ماریہ کو واپس جانے کا مشورہ دے رہا تھا۔ فی الحال اس نے نینسی کو تل ابیب بھیج دیا تھا۔ اور وعدہ کیا تھا، اس سے رابطہ قائم کرتا رہے گا۔

نینسی کی سوچ نے بتایا' پارس اور ڈینی دانیال کے درمیان کسی قسم کا سمجھوتا ہوگیا ہے۔ اسی لیے وہ پارس کو اسرائیل میں بے نقاب نہیں کر رہا ہے اور نہ ہی مورس فیملی میں یہ ظاہر کر رہا ہے کہ نینسی ایک مسلمان کے ساتھ ازدواجی رشتے میں منسلک ہوگئی ہے۔

کریزی مین نے سونیا کو یہ تمام اہم باتیں بتائیں۔ وہ توجہ سے یہ باتیں سنتی رہی پھر بولی: "پارس نے نینسی سے پچھلی رات فون پر رابطہ قائم کیا تھا۔ وہ جانتی ہوگی کہ اس کا محبوب کس ہوٹل میں ہے۔ تم پھر اس کے دماغ میں جاؤ۔ ہوٹل کا نام اور ٹیلی فون نمبر معلوم کرو۔"

وہ بولا: "میں نے معلوم کیا تھا۔ نینسی کو ہوٹل کا نام اور فون نمبر معلوم نہیں ہے، پارس نے اس سے کہا تھا کہ صبح وہ ہوٹل چھوڑ دے گا۔"

"میں سب سے پہلے پارس کا ٹھکانا معلوم کرنا چاہتی ہوں۔ اس کے بعد ہی تم ڈان مورس کو اس کے نانا کے پاس پہنچاؤ

گے۔ نینسی کے پاس آتے جاتے رہو۔ جیسے ہی پارس اس سے رابطہ قائم کرے، تم نینسی کی سوچ میں مجبور کرو کہ وہ ضد کرکے پارس کا موجودہ پتا اور فون نمبر معلوم کرے۔"

"میں ایسا کروں گا۔ ابھی سُپر ماسٹر کو اپنی کارکردگی کی رپورٹ دینا ضروری ہے۔ مجھے بتاؤ، اتنی ساری باتوں میں سے کتنی باتیں بتائی جائیں اور کتنی چُھپائی جائیں؟"

سونیا نے کہا: "کوئی بات نہ چھپاؤ۔ سُپر ماسٹر کے وفادار بن کر ساری باتیں بتادو۔"

وہ خوش ہو کر بولا: "تم بہت اچھی ہو۔ اُدھر بھی میری پوزیشن مضبوط رکھتی ہو۔"

"میں کوشش کروں گی، سُپر ماسٹر کی نظروں میں تمھاری پوزیشن ہمیشہ مستحکم رہے۔"

"میں تمھارا بے حد ممنون ہوں، وہاں رپورٹ پیش کرنے جا رہا ہوں۔ جلد ہی واپس آکر نینسی سے پارس کا ٹھکانا معلوم کروں گا۔"

وہ چلا گیا۔ سونیا تھوڑی دیر تک سوچتی رہی۔ ایک بات سمجھ میں آئی کہ کریزی مین کو نینسی کے ذریعے پارس کا ٹھکانا معلوم نہیں ہونا چاہیے۔ یوں بھی پارس بہت محتاط رہنے کا عادی تھا۔ سونیا کو یقین تھا کہ وہ نینسی کو اپنا صحیح پتا ٹھکانا نہیں بتائے گا۔

انسان کی ایک چھٹی حس ہوتی ہے جو بعض اوقات اسے کسی خطرے سے آگاہ کرتی ہے یا کسی غلطی کی نشاندہی کرتی ہے۔ یہ چھٹی حس کسی میں قدرے تیز ہوتی ہے اور کسی میں برائے نام ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں سونیا قدرتی طور پر بہت حساس تھی۔ جب وہ کسی بات کی تہ تک پہنچنے کے لیے مراقبے میں جاتی تو اسے بزرگانِ دین کی دُعاؤں سے آگہی حاصل ہوتی تھی۔ وہ مراقبے میں جس کا تصور کرتی تھی، وہ اُسے فوراً یاد کرنے لگتا تھا۔

اس کی چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ کریزی مین پر اعتماد نہیں کرنا چاہیے، خصوصاً اسے پارس کا موجودہ ٹھکانا معلوم نہیں ہونا چاہیے۔ اس کی ایک ہی صورت تھی کہ سونیا جلد سے جلد پارس تک پہنچ جائے۔ وہ تھوڑی دیر تک ہر پہلو سے حالات کا جائزہ لیتی رہی پھر فرش پر پلتھی مار کر مراقبے کے لیے بیٹھ گئی۔ اپنے دماغ سے ہر قسم کی فکریں نکال کر بابا فرید واسطی مرحوم کا تصور کیا۔ انھوں نے کلام پاک کی چند آیتیں اسے یاد کرائی تھیں۔ وہ ان آیتوں کو زیرِ لب پڑھتی رہی۔ ان کے اختتام پر اس نے مجھے تصور میں دیکھا۔ میں اس فکر میں تھا کہ پارس دوم صحیح سلامت سُپر ماسٹر کی قید سے آسکے گا یا نہیں؟ ایسے ہی وقت میرے اندر یہ خیال پیدا ہوا کہ سونیا سے رابطہ قائم کرنا چاہیے۔ اس خیال کے ساتھ ہی میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔

یہ قدرت کا نظام ہے۔ ایک دوسرے سے دلی لگاؤ ہو یا کسی طرح کی گہری وابستگی ہو تو دونوں بیک وقت ایک دوسرے کو یاد کرتے ہیں۔ میں نے سونیا کو مخاطب کرکے پارس دوم کے متعلق بتایا پھر اس سے پوچھا' کیا وہ پارس کی خاطر امریکا جاسکتی ہے؟ تب اس نے بتایا کہ وہ تل ابیب میں ہے، ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کریزی مین کے ساتھ آئی ہے۔ اس نے کریزی مین کے بارے میں تفصیل سے بتانے کے بعد کہا: "میں جلد سے جلد پارس تک پہنچنا چاہتی ہوں۔ تم میرے ذریعے نینسی کے دماغ میں پہنچو اور پارس کا ٹھکانا معلوم کرو۔"

سونیا نے ریسیور اُٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ قائم ہونے پر نینسی کی آواز سنائی دی۔ سونیا نے کہا: "پتا نہیں کیوں آج صبح سے رانگ نمبر لگ رہا ہے۔"

نینسی نے کہا: "محترمہ! میرے ساتھ بھی یہی ہو رہا ہے۔"

سونیا نے معذرت چاہتے ہوئے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ میں نینسی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ پارس کے فون کا انتظار کر رہی تھی۔ اس سے پہلے اس نے فون پر نینسی کو بتایا تھا کہ وہ پھر ڈان مورس کے عارضی میک اَپ میں دوپہر یا شام تک اس سے ملنے آئے گا یا فون پر باتیں کرے گا۔

سونیا کی تشویش درست تھی۔ اِدھر اصلی ڈان مورس اس کے نانا کے پاس پہنچایا جانے والا تھا۔ ایسے وقت پارس کو پھر ڈان مورس کے روپ میں نینسی سے ملنے نہیں آنا چاہیے تھا، اس سے پہلے پارس اور سونیا کے درمیان رابطہ قائم ہونا بہت ضروری تھا۔

ڈینی دانیال کے وعدے کے مطابق میک اَپ کا تمام سامان مہیا کر دیا تھا اور فون کے ذریعے ماریہ کے والدین کو اطلاع دی تھی کہ وہ ڈیلائٹ ہوٹل میں پارس کے ساتھ ہے۔ وہ اپنی بیٹی کو لندن واپس لے جائیں کیوں کہ یہاں پارس کے لیے قدم قدم پر خطرات ہیں۔ ان کی بیٹی کی زندگی بھی خطرے میں پڑ جائے گی۔

یہ اطلاع دینے کے بعد وہ پارس کے دماغ میں آیا۔ اس کا خیال تھا' وہ دستور کے مطابق سانس روکے گا لیکن دماغ کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور وہ ایسی گہری نیند میں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

تھا جو مدہوشی کا نتیجہ ہوتی ہے۔ اس نے حیرانی سے سوچا، 'آخر یہ معاملہ کیا ہے؟'

اس کا خیال تھا، ماریہ اس کے پاس موجود ہوگی۔ اس نے اس کے دماغ تک پرواز کی تو اس نے سانس روک لی۔ دانیال نے دو تین بار کوشش کی۔ اس کے سانس روکتے روکتے التجا کی "ماریہ! میں تمھاری بھلائی کے لیے آیا ہوں۔ سانس نہ روکو۔"

لیکن وہ کچھ سننا نہیں چاہتی تھی۔ اُسے دماغ سے باہر بھگا دیتی تھی۔ اس نے پریشان ہوکر پارس کو آواز دی "پارس اٹھو، تمھیں کیا ہوگیا ہے؟"

وہ کراہتے ہوئے کروٹ بدلنے لگا۔ اس کی نیند ٹوٹ رہی تھی مگر نشہ نہیں ٹوٹ رہا تھا۔ دانیال نے کہا "میں تمھارے دماغ میں بول رہا ہوں۔ تم کبھی شراب نہیں پیتے۔ پھر یہ مدہوشی کیسی ہے؟"

وہ مستی میں چور تھا۔ آنکھیں بند تھیں۔ ایک ہاتھ اٹھا کر کہہ رہا تھا "ماریہ! میری جان ماریہ... کہاں ہو تم؟ یہ میرے اور تمھارے درمیان کون بول رہا ہے؟ اسے ڈس لو۔ اس کی آواز کو مار ڈالو۔ میں صرف تمھاری آواز سننا چاہتا ہوں۔"

دانیال نے سمجھ لیا، ماریہ کا زہر اس کے اندر بول رہا ہے۔ اس نے پارس کے اندر رہ کر اسے آنکھیں کھولنے پر مجبور کیا تاکہ اس کمرے میں ماریہ کی موجودگی یا عدم موجودگی کا پتا چل سکے۔ اس نے آنکھیں کھولیں پھر دانیال کی مرضی کے مطابق پورے کمرے کو دیکھا۔ وہ نہیں تھی۔ باتھ روم میں ہوسکتی تھی۔ پارس خود اسے طلب کر رہا تھا، پکار رہا تھا مگر جواب نہیں مل رہا تھا۔

اس نے لیٹے ہی لیٹے مستی میں انگڑائی لی پھر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ نیند ختم ہوگئی تھی، نشہ بھی کچھ کم ہوگیا تھا۔ اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی۔ وہ خوش ہوکر بولا "آگئی میری جان ماریہ آگئی۔ ارے تمھیں دستک دے کر آنے کی کیا ضرورت ہے۔ آؤ صنم جاؤ صنم گھر تمھارا ہے۔"

دروازہ کھلا۔ ماریہ کے والدین نظر آئے۔ انھوں نے کمرے میں آکر چاروں طرف دیکھا پھر پوچھا "ماسٹر پارس! ہماری بیٹی کہاں ہے؟"

"بیٹی؟" پارس نے انھیں سوالیہ نظروں سے دیکھا پھر کہا "اچھا ماریہ تمھاری بیٹی، میری جان تم اسے ڈھونڈ رہے ہو۔ میں اسے پکار رہا ہوں، ماریہ! میری ماریہ! تم کہاں ہو؟"

اس کے والدین نے باتھ روم کے دروازے پر دستک دی پھر ماں نے اندر جاکر دیکھا۔ واپس آکر بولی "یہاں نہیں ہے۔ میری بچی پردیس میں نہ جانے کہاں چلی گئی ہے!"

دانیال خیال خوانی کے ذریعے ان کی باتیں سن رہا تھا۔ وہ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا۔ پارس کو کس طرح نارمل حالت میں لانا چاہیے؟ پھر وہ یروشلم کے ایک بہت ہی معروف اور تجربہ کار ڈاکٹر کے دماغ میں پہنچا۔ اس کی سوچ میں سوال پیدا کیا "اگر کوئی سانپ کے زہر سے نشہ کرتا ہو تو اس کے توڑ کے لیے کون سی دوائی استعمال کی جاتی ہے؟"

ڈاکٹر سوچنے لگا 'کئی طرح کے سانپ ہوتے ہیں۔ زہر کم بھی ہوتا ہے، زیادہ بھی ہوتا ہے اور تیز تر بھی ہوتا ہے ویسے انتہائی زہریلا نشہ کوئی نہیں کرسکتا۔ اس زہر کی ننھی سی بوند موت کی نیند سلا دیتی ہے۔'

دانیال نے پھر اس کی سوچ میں سوال کیا "انتہائی زہر کو پھیلنے سے پہلے کس طرح کم کیا جاسکتا ہے یا ختم کیا جاسکتا ہے؟"

ڈاکٹر اس کے توڑ کی دوا سوچنے لگا۔ دانیال نے اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جمایا۔ اس نے اپنی دواؤں کا بیگ لیا۔ اس میں زہر کے توڑ کی مختلف دوائیں رکھیں پھر اپنے بنگلے سے نکل کر کار میں آیا۔ اسے ڈرائیو کرتے ہوئے ہوٹل تک پہنچ گیا۔ وہاں سے پارس کے کمرے میں آیا۔ پارس ابھی تک مدہوشی کے عالم میں تھا۔ ڈاکٹر کو دیکھ کر بولا "کیا تم نے میری ماریہ کو دیکھا ہے؟"

دانیال نے ڈاکٹر کی زبان سے کہا "ہاں، مجھے ماریہ نے بھیجا ہے۔ وہ کہتی ہے، پہلے تم ایک انجکشن لگواؤ، کچھ دوائیں کھاؤ پھر وہ تمھیں اپنے پاس بلائے گی۔"

پارس نے راضی خوشی انجکشن لگوایا۔ کچھ دوائیں کھائیں۔ مدہوشی سے ہوش کی طرف آنے میں کچھ وقت لگنے والا تھا۔ دانیال پریشان ہوکر سوچ رہا تھا، ماریہ کے والدین بیٹی کی گمشدگی کی رپورٹ لکھوانے پولیس اسٹیشن جائیں گے تو وہاں پارس کا بھی ذکر کریں گے۔ اس طرح پولیس والے ہوٹل تک پہنچ جائیں گے۔ پارس کو فوراً اس ہوٹل سے نکال کر لے جانا بہت ضروری تھا۔

مشکل یہ تھی کہ وہ ڈاکٹر کے دماغ سے نکل کر پارس کی حفاظت کے لیے انتظامات کرتا تو ڈاکٹر بدحواس ہوکر سوچتا، وہ کہاں سے کہاں پہنچ گیا ہے اور سامنے بستر پر پڑا ہوا نوجوان کون ہے؟ وہ بھی ہوٹل کے منیجر اور پولیس والوں کو بلا سکتا تھا۔

پھر ماریہ سے خطرہ تھا۔ پتا نہیں وہ کہاں روپوش ہو گئی تھی۔ کہیں سے آکر پھر پارس کو زہریلی محبت سے مدہوش بنا سکتی تھی۔

سوچنے سمجھنے کے لیے زیادہ وقت نہیں تھا۔ اس نے ڈاکٹر کے دماغ کو ذرا آزاد چھوڑ کر کہا "ہیلو ڈاکٹر! میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے آپ کو پریشان کر رہا ہوں۔ اس کی معافی چاہتا ہوں۔ اس نوجوان کو فوری طور پر نارمل حالت میں لانا بہت ضروری ہے۔ اس کے اندر زہر پھیلا ہوا تھا۔ آپ نے ابھی جو انجکشن لگایا تھا اور دوائیں کھلائی تھیں، وہ سب آپ کے سامنے رکھی ہوئی ہیں۔ اس کے علاوہ اور کچھ کر سکتے ہیں تو فوراً کریں۔ آپ کی بڑی مہربانی ہوگی۔"

ڈاکٹر حیران و پریشان ہوکر اپنے دماغ میں ہونے والی باتیں سن رہا تھا۔ دانیال نے کہا "میں دس پندرہ منٹ کے لیے آپ کے دماغ سے جا رہا ہوں۔ پلیز، آپ اس نوجوان کو چھوڑ کر کمرے سے باہر نہ جائیں۔ شکریہ، میں ابھی آرہا ہوں۔"

ڈاکٹر تھوڑی دیر تک گم صم بیٹھا رہا۔ وہ سوچ رہا تھا، "میرے ذریعے کوئی غیر قانونی کام کرایا جا رہا ہے۔ اگر یہ نوجوان خطرے میں ہے تو اسے فوری ٹریٹمنٹ کے لیے اسپتال پہنچانا میرا فرض ہے۔"

وہ اٹھ کر ٹیلیفون کے پاس آیا لیکن ریسیور اٹھانے سے پہلے ہی ڈگمگا گیا۔ اس کی سانس رک رہی تھی۔ دانیال نے کہا "میں تمھاری سانس روک رہا ہوں اور اس طرح تمھیں ہلاک کرسکتا ہوں۔ کیا تمھیں میرا دوستانہ رویّہ پسند نہیں آیا تھا؟"

ڈاکٹر نے کہا "میں اسے فوراً اسپتال پہنچا کر اس کی جان بچانا چاہتا ہوں۔"

"یہ نوجوان زہر کا عادی ہے۔ انتہائی زہر اسے صرف مدہوش کرتا ہے لہٰذا اس کی جان کی فکر نہ کرو۔ اسے جلد از جلد نارمل حالت میں لانے کی کوشش کرو۔ اب اگر تم نے کمرے سے باہر قدم رکھا یا کسی طرح کسی سے رابطہ قائم کرنا چاہا تو میں تمھیں سانس لینے نہیں دوں گا۔ دیکھتے ہی دیکھتے تمھارا دم نکل جائے گا۔"

وہ سہم کر پارس کے پاس آگیا۔ اس کا اچھی طرح معائنہ کر کے ایک اور انجکشن تیار کرنے لگا۔ دانیال اس کی سوچ پڑھ کر مطمئن ہوگیا پھر اپنے ایک خاص ماتحت کے پاس پہنچ کر بولا "جو میک اپ کا سامان خریدا گیا ہے اسے لے کر فوراً پارس کے پاس پہنچو۔ پانچ منٹ میں ریڈی میڈ میک اپ کے ذریعے عارضی طور پر اس کا چہرہ تبدیل کرو اور اسے ہوٹل سے نکال کر اپنی وین میں لے جاؤ۔ میں تم سے رابطہ قائم کروں گا۔"

وہ ڈاکٹر کے دماغ میں آگیا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ دوسرے انجکشن کے اثر سے کچھ دیر بعد ہی پارس نارمل ہو سکے گا۔ دانیال نے ماریہ کے باپ کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ وہ اپنی بیوی کے ساتھ ایک پولیس افسر کے سامنے میں بیٹھا ہوا تھا۔ افسر کہہ رہا تھا "اچھا تو بیٹی کا نام ماریہ ہے؟ عمر کیا ہے؟"

ماں نے کہا "سترہ برس۔ وہ بہت خوبصورت ہے۔ گلاب کے پھول کی طرح ہے۔ اس کی بڑی بڑی ہرنی جیسی آنکھوں میں مقناطیسی کشش ہے۔"

افسر نے پوچھا "آپ حلیہ بیان کر رہی ہیں یا شاعری سنا رہی ہیں؟ چند لفظوں میں جواب دیں، کیا وہ کسی بوائے فرینڈ کے ساتھ فرار ہوئی ہے؟"

ماں کی زبان سے پارس کا ذکر ہونے والا تھا۔ دانیال نے اس کی زبان سے کہا "جی نہیں، میری بچی بہت معصوم ہے۔ اس کا کوئی بوائے فرینڈ نہیں ہے۔"

باپ نے حیرانی سے کہا "ڈارلنگ! یہ کیا کہہ رہی ہو؟ ہماری بیٹی تو..."

دانیال نے فوراً ہی اس کی ادھوری بات کو یوں مکمل کیا "ہماری بیٹی تو صرف معصوم نہیں بلکہ انتہائی معصوم ہے۔ بالکل نوزائیدہ بچی کی طرح ہے۔"

افسر نے پوچھا "پھر وہ آپ لوگوں کو چھوڑ کر کیوں گئی؟"

دانیال نے اس کے باپ کی زبان سے کہا "وہ بہت ضدی ہے۔ رات کو ایک کھلونے کے لیے ضد کر رہی تھی۔ ہم نے کہا، دوسرے دن دکان کھلے گی تو کھلونا خرید کر دیں گے لیکن وہ ضد کرتی رہی۔ رات کو دیر تک روتی رہی... صبح ہماری آنکھ کھلی تو وہ نہیں تھی۔ وہ غصے میں چلی گئی ہے۔"

"ہوسکتا ہے، کسی نے اسے اغوا کیا ہو!"

ماں نے کہا "ہاں، میری بچی بہت خوبصورت ہے۔ کوئی بھی اسے اٹھا کر لے جاسکتا ہے۔"

"اس کا پاسپورٹ اور تصویریں دکھائیں۔"

اس کے والدین نے وہ چیزیں پیش کر دیں۔ افسر نے تصویر دیکھ کر کہا "واقعی غیر معمولی حسن ہے۔ آنکھیں خوبصورت ہیں مگر خطرناک ہیں۔ آپ ہوٹل میں جاکر آرام کریں۔ ہمارے آدمی شام تک اسے کہیں سے پکڑ لائیں گے۔"

وہ دونوں پولیس اسٹیشن سے باہر آکر ہوٹل کی رینٹڈ کار میں بیٹھ گئے۔ ماریہ کے باپ نے کہا "ہم سفاک رپورٹ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

لکھوائی ہے۔ ہم کہنا کچھ چاہتے تھے اور کہتے کچھ اور رہے۔ کیا ہم ٹیلی پیتھی کے زیر اثر ہیں؟

دانیال نے کہا "آپ درست سمجھ رہے ہیں۔ میں فرہاد بول رہا ہوں۔ اگر آپ پولیس افسر کے سامنے پارس کا ذکر کرتے تو یہ یہودی میرے بیٹے کو زندہ نہ چھوڑتے۔ آئندہ آپ دونوں کو یہ بات اچھی طرح یاد رکھنا چاہیے کہ کسی بھی معاملے میں پارس کا ذکر نہ آئے۔"

"فرہاد صاحب! آپ خیال خوانی کے ذریعے ماریہ تک پہنچ سکتے ہیں۔"

"میں کئی بار کوشش کر چکا ہوں، جیسے ہی اس کے دماغ میں پہنچتا ہوں، وہ سانس روک لیتی ہے۔ میری کوئی بات سننا نہیں چاہتی۔ میں پھر کوشش کروں گا۔ آپ میری بات یاد رکھیں۔ اس ملک میں کبھی پارس کا نام زبان پر نہ لائیں شکریہ۔"

وہ پارس کے پاس آیا۔ اس کا ماتحت اسے ہوٹل سے نکال کر وین کے پچھلے حصے میں لے آیا تھا۔ پارس خاموش اور پُرسکون تھا۔ ماریہ کو یاد نہیں کر رہا تھا۔ ویسے وہ ہلکے ہلکے سرور میں تھا۔ اسے نہ اپنی فکر تھی، نہ زمانے کا خوف تھا۔ بس اپنے خیال میں مست تھا۔

دانیال نے اپنے ماتحت سے کہا "اسے اپنے خفیہ اڈے میں لے جاؤ۔ اس کا اچھی طرح خیال رکھو۔ اسے کسی قسم کی تکلیف نہ ہو اور یہ کسی چیز کی کمی محسوس نہ کرے۔ میں ابھی آؤں گا۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچنے لگا۔ ماریہ کو کس طرح قابو میں کرے۔ وہ دماغ میں آنے کا موقع ہی نہیں دیتی تھی وہ اس اجنبی ملک اور اجنبی شہر میں جہاں بھی جاتی، لوگوں کی توجہ کا مرکز بن جاتی۔ اس کا غیر معمولی حُسن اور مقناطیسی آنکھیں دلوں کو دھڑکا دیتی تھیں۔ جب تک وہ بھٹکتی رہتی، پارس کے لیے خطرات پیدا کرتی رہتی۔ اسے جلد سے جلد قابو میں لانا بہت ضروری تھا۔

پھر دانیال کے دماغ میں بات آئی، آخر وہ ناگن ہے۔ حسد اور جلاپے میں نینسی کو مار ڈالنے کے لیے تل ابیب جا سکتی ہے۔ اس خیال کے آتے ہی وہ نینسی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ یہ وہی وقت تھا جب سونیا نے فون کے ذریعے مجھے نینسی کی آواز سنائی تھی۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کی سوچ پڑھ رہا تھا اور معلوم کر رہا تھا کہ پارس آج دوپہر یا شام کو پھر ایک بار ڈان مورس کے روپ میں اس سے ملنے آئے گا۔

ابھی میں نے نینسی کو مخاطب نہیں کیا تھا، چُپ چاپ اس کے خیالات پڑھ رہا تھا اور سمجھ رہا تھا، وہ میرے بیٹے سے کس طرح ٹوٹ کر محبت کرتی ہے اور کتنی بے چینی سے اس کا انتظار کر رہی ہے۔ ایسے ہی وقت میں نے ڈیبنی دانیل کی آواز سُنی۔ وہ کہہ رہا تھا "نینسی! میں فرہاد بول رہا ہوں۔"

وہ چونک کر خلا میں تکنے لگی۔ دانیال کہہ رہا تھا "تم میری بہو ہو۔ تمھاری حفاظت کرنا میرا فرض ہے۔ ماریہ، پارس کو ہوٹل میں چھوڑ کر کہیں چلی گئی ہے۔ اس کے والدین اور پولیس والے اسے تلاش کر رہے ہیں۔ جیسا کہ تم جانتی ہو کہ وہ پارس کے قریب کسی عورت کو برداشت نہیں کرتی۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تمھیں ڈسنے کے لیے آجائے۔ میں تمھیں سمجھانے آیا ہوں، جب تک پارس تمھارے پاس نہ آجائے، تم کسی بھی اجنبی عورت کو اپنے قریب نہ آنے دینا۔"

نینسی نے کہا "میں آپ کے مشورے پر عمل کروں گی لیکن پارس کہاں ہے؟ اس نے مجھ سے رابطہ کیوں نہیں قائم کیا؟"

"ماریہ نے پچھلی رات اس کے جسم میں زہر پہنچایا تھا۔ وہ بُری طرح مدہوش تھا۔ میں ایک ڈاکٹر کے ذریعے اسے تقریباً نارمل حالت میں لے آیا ہوں۔ وہ ایک آدھ گھنٹے میں تم سے فون پر بات کرے گا۔"

میں یہ باتیں سُن رہا تھا۔ میں ابھی ڈیبنی دانیال کو نہیں جانتا تھا۔ وہ جو کہہ رہا تھا، اس کی تصدیق کے لیے میں نے فوراً ہی خیال خوانی کی پرواز کی۔ مجھے اپنے بیٹے کے دماغ میں جگہ مل گئی۔ اس نے مجھے محسوس کرتے ہی کہا "دانیال! واقعی تم دوستی نباہ رہے ہو۔ یہ بتاؤ، ابھی تم نے مجھے کون سی جگہ پہنچا دیا ہے..."

میں نے کہا "بیٹے! میں تمھارا باپ ہوں۔ ابھی تم کسی دانیال کو مخاطب کر رہے تھے۔ ظاہر ہے، وہ خیال خوانی کرنے والے دشمنوں میں سے ایک ہوگا۔ آخر وہ دوست کیسے بن گیا ہے؟"

پارس مختصر الفاظ میں اپنی ہسٹری بیان کرنے لگا۔ میں نے تمام حالات سننے کے بعد کہا "بے شک اب ہمیں کسی یہودی پر اعتماد نہیں کرنا چاہیے لیکن دانیال نے کتنے ہی مرحلوں میں تم سے دشمنی نہیں کی۔ وہ چاہتا تو تمھیں آسانی سے ہلاک کر سکتا تھا یا قانون کے حوالے کر کے کسی کال کوٹھری میں پہنچا سکتا تھا لیکن وہ دوستی کا ثبوت دیتا آرہا ہے۔ ہم اس پر ایک حد تک اعتماد کر سکتے ہیں۔"

مجھے پارس کے دماغ میں ڈیبنی دانیال کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا "جناب فرہاد صاحب! آج میں دُنیا کا خوش نصیب انسان ہوں۔ آپ ایک حد تک اعتماد کر رہے ہیں، میرے لیے اتنا ہی بہت ہے۔ میں کبھی اندھا اعتماد کرنے کے لیے نہیں کہوں گا۔ اپنے عمل سے ثابت کروں گا کہ یہودی بھی انسان ہوتے ہیں۔ اگر ہم میں سے اکثر دشمن ہوتے ہیں تو بعض ٹیبا کی طرح دوست بھی ہو سکتے ہیں۔"

میں نے کہا "تم درست کہتے ہو۔ اب میں تمھارے کام آ رہا ہوں۔ ایک خطرے سے آگاہ کر رہا ہوں۔ سُپر ماسٹر تمھاری تلاش میں ہے۔ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا کریزی مین یہاں پہنچ گیا ہے۔ اسے معلوم ہو چکا ہے، تم نینسی کے دماغ میں جایا کرتے ہو۔ آئندہ اُدھر کا رُخ نہ کرنا۔ اپنی سرگرمیاں محدود کرو۔ ویسے تمھارا ساتھ دینے کے لیے یہاں صرف میں نہیں، سونیا بھی موجود ہے۔"

پارس نے خوش ہو کر پوچھا "کیا مما یہاں آگئی ہیں؟"

میں نے اسے ٹیلیفون نمبر بتایا۔ وہ فوراً ہی ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگا۔ میں اس کے دماغ سے نکل کر دانیال کے پاس آیا پھر اس سے پوچھا "کیا تم سانس نہیں روک سکتے؟"

وہ شرمندہ سا ہو کر بولا "میں بہت زیادہ پینے کا عادی ہوں۔ میں اکثر سوچتا تھا، اگر کبھی آپ کی خدمت کرنے کا موقع مل گیا تو میں اس کمزوری کے باعث آپ کی نظروں میں گر جاؤں گا۔ میں آپ کے سامنے دعویٰ تو نہیں کرتا مگر کوشش کروں گا، یہ پینے کی عادت چھوٹ جائے یا کم ہو جائے۔"

"دانیال! یہ تمھارا ذاتی فعل ہے۔ میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ سُپر ماسٹر کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ماتحت چپکے سے دماغ میں آکر تمھارے منصوبے معلوم کرتا رہے گا اور تمھیں خبر نہیں ہوگی۔ تم کسی بھی معاملے میں اپنی شکست اور ناکامی کے ذمے دار خود ہوگے۔ اگر تمھارے سامنے کوئی بہت بڑا مقصد ہے تو اس مقصد میں کامیابی ممکن نہیں ہوگی۔"

وہ بڑی حسرت سے بولا "اسی شراب نوشی کے باعث میں سُپر ماسٹر نہ بن سکا۔ مجھے اقتدار کا نشہ ہے۔ میں یہی سوچ کر اپنی قوم میں آرہا ہوں تاکہ یہاں حکومت کر سکوں۔"

"یہاں بھی تم چھپ کر حکومت کر سکو گے۔ سینہ تان کر منظرِ عام پر نہیں آسکو گے۔ آؤ گے تو کوئی خیال خوانی کرنے والا تمھارے دماغ میں زلزلے پیدا کر دے گا۔ تمھیں اقتدار کا نشہ ہے اور نشہ وقتی ہوتا ہے۔ کوئی بھی مخالف یہ نشہ اُتار دے گا۔ اگر ملک و قوم کی بہتری کا جذبہ ہوگا تو تم پوری تیاریوں کے ساتھ اور اپنی حفاظتی تدابیر کے ساتھ اقتدار حاصل کرو گے۔"

"میں جینے کا انداز بدلنے کی کوشش کروں گا۔"

"آج یہاں کریزی مین آیا ہے۔ آئندہ یہاں دوسرے خیال خوانی کرنے والے آئیں گے۔ سُپر ماسٹر تمھیں مار ڈالنے کی ہر ممکن کوشش کرے گا۔ اپنی طبعی عمر تک زندہ رہنا چاہتے ہو تو کچھ عرصے کے لیے گوشہ نشین ہو جاؤ۔ ہم میں سے کسی کے دماغ میں آؤ تو خود ربنو بنو۔ کوئی دشمن ہمارے دماغوں میں چھپ کر تمھاری آواز اور لب و لہجے کو گرفت میں لے سکتا ہے۔"

"میں آپ کی ہدایات پر عمل کروں گا۔ اگر خیال خوانی ضروری ہوئی یا کسی سے فون وغیرہ پر بات کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی تو آواز بدل کر بولوں گا۔"

"میرا مشورہ ہے، تم ایک مخصوص آواز بنا لو اور اسی بدلے ہوئے لب و لہجے میں بولا کرو۔ اب آؤ میں سونیا سے تمھاری ملاقات کراتا ہوں۔"

میں سونیا کے پاس آیا۔ وہ اپنے بنگلے میں نہیں تھی۔ کریزی مین نے جس ہوٹل میں قیام کیا تھا اس ہوٹل کے سامنے ایک اسنیک بار کے کاؤنٹر کے پاس کھڑی کافی پی رہی تھی۔ میں نے پوچھا "یہاں کیا کر رہی ہو؟"

"فرہاد! وہ کریزی مین کہیں غائب ہو گیا ہے۔"

"یہ تم کیسے کہہ سکتی ہو؟ چند گھنٹے پہلے اس سے تمھارا رابطہ رہ چکا ہے۔"

"میں نے اپنے بنگلے سے فون کیا تھا۔ وہ ریسیور اٹھا کر بول رہا تھا۔ اسی وقت گولیاں چلنے کی آوازیں سنائی دیں۔ پھر بھاگنے دوڑنے کی آوازیں بھی آتی رہیں۔"

سونیا بیان دیتے ہوئے کہہ رہی تھی "میں نے اسی لمحے کسی کو دماغ میں محسوس کیا۔ میں سمجھی کریزی مین آیا ہے لیکن کوئی اور تھا۔ مجھ سے پوچھ رہا تھا، تم کون ہو؟ میں نے پوچھا پہلے تم بتاؤ کون ہو؟ اس نے میرے دماغ میں زلزلہ پیدا کرنے کی ناکام کوشش کی پھر ناکامی کے بعد بولا "اچھا تو تم وہی ہو جس کے دماغ کو خیال خوانی کی لہریں متاثر نہیں کرتی ہیں۔"

سونیا کی باتوں سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ سُپر ماسٹر کا ایک اور خیال خوانی کرنے والا بندہ آگیا ہے۔ وہ بندہ کریزی مین کے کمرے میں تھا۔ اس نے فون کے ذریعے سونیا کی آواز سنی تھی اور اس کے دماغ میں زلزلے پیدا کر کے اسے قابو میں کرنے کی ناکام کوشش کر چکا تھا۔ جب سونیا نے پوچھا، تم کون ہو؟ اور کریزی مین کے کمرے میں یہ فائرنگ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کی آواز کیسی ہے تو وہ دماغ سے چلا گیا۔

میں نے پوچھا "تم یہاں کریزی مین کی خبر لینے آئی ہو؟"

"ہاں، کچھ پولیس والے ہوٹل میں آئے ہیں۔ شاید فائرنگ کی وجہ معلوم کر رہے ہو۔ میں ہوٹل کے ایک آدمی کو مخاطب کرتی ہوں۔ تم اس کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کرو، وہاں کیا ہو رہا ہے؟ کریزی مین کہاں ہے؟ وہ فون پر مجھ سے بات نہیں کر پایا تھا۔ اس کے ساتھ روما اور ڈان مورس بھی ہیں۔"

اس نے اسنیک بار کے ساتھ والے فون بوتھ میں جاکر ہوٹل کے نمبر ڈائل کیے۔ چند لمحوں کے بعد منیجر کی آواز سنائی دی۔ میں نے کہا "سونیا! ریسیور رکھ دو۔ ہمارے درمیان ایک نیا ساتھی ڈینی دانیال ہے۔ یہ تمھارے دماغ میں آرہا ہے۔ اس سے باتیں کرو۔"

میں نے منیجر کے پاس آکر معلوم کیا۔ وہ فائرنگ کے بعد ہوٹل کے اس کمرے میں پہنچا تھا۔ وہاں کریزی مین نہیں تھا۔ آس پاس کے کمرے والوں نے اسے بھاگ کر لفٹ میں جاتے دیکھا تھا۔ اس کے پیچھے دو آدمی گئے تھے لیکن لفٹ نیچے جا چکی تھی۔ اب پولیس والے آگئے تھے۔ روما اور ڈان مورس سے سوالات کر رہے تھے۔ یہ انھیں معلوم ہوگیا تھا کہ وہ یہاں کے ارب پتی رل اوتر کا نواسہ ہے۔ اسے فرہاد کا ایک آدمی پیرس سے یہاں لایا ہے۔

کریزی مین نے ڈان مورس کو یہی بتایا تھا کہ وہ فرہاد کا آدمی ہے۔ اس کے نانا کو تلاش کر کے اسے وہاں پہنچا دے گا۔ اب وہ پولیس والے اسے اس کے نانا کے پاس پہنچانے جا رہے تھے۔

میں نے سونیا کے دماغ میں آکر کہا "دانیال! تم باتیں نہ کرو۔ کریزی مین اپنے دشمنوں سے بچ کر نکل گیا ہے۔ وہ مدد کے لیے سونیا کے پاس ضرور آئے گا۔"

دانیال نے کہا "میں آپ کی ہدایت کے مطابق آواز اور لہجہ بدل کر بول رہا ہوں۔ کوئی دشمن میرے دماغ تک نہیں پہنچ سکے گا۔"

اسی وقت ہم نے سونیا کے دماغ میں کریزی مین کی آواز سنی، وہ کہہ رہا تھا "دانیال! تم درست کہہ رہے ہو۔ میں تمھاری آواز اور لہجے کو گرفت میں لے کر تمھارے دماغ تک پہنچنے کی کوشش کرتا رہا۔ ناکام ہو کر پھر مادام کے پاس آیا ہوں۔ یہاں فرہاد صاحب بھی موجود ہیں۔ پلیز، آپ مجھے اس درندے سے بچائیں۔ وہ لارنس ڈی کوزا ہے۔ سپر ماسٹر کو میری غداری کا علم ہوگیا ہے۔"

سونیا نے پوچھا "اسے کیسے معلوم ہوگیا؟"

"غلطی میری تھی، میں توبہ کرنے کے باوجود شراب پینے بیٹھ گیا۔ مجھے پتا بھی نہ چلا کہ سپر ماسٹر چپکے سے دماغ میں آکر میرے چور خیالات پڑھ رہا ہے۔ وہ مجھ پر پچھلے دو دنوں سے شبہ کر رہا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ میں کیسینو میں جاکر جوا کھیلتا ہوں اور اس سے یہ باتیں چھپاتا ہوں۔ اس نے چپ چاپ میرے پیچھے لارنس ڈی کوزا کو لگا دیا تھا۔ وہ ہمارا تعاقب کرتا ہوا یہاں آیا ہے۔"

میں نے کہا "کریزی مین! تم گدھے ہو۔ لارنس ڈی کوزا تمھارے پیچھے یہاں سونیا کے دماغ میں بھی آچکا ہوگا۔ تم یہاں سے جاؤ۔ میں تمھارے پاس آرہا ہوں۔"

میں اس کے دماغ میں آیا۔ وہ ٹرین کے ایک کمپارٹمنٹ میں کھڑکی کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اسے جلدی میں فرار ہونے کے لیے یہ ٹرین ہی ملی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کہاں جاکر چھپنا چاہیے؟

میں نے کہا "تم کہیں چھپ نہیں پاؤ گے۔ اپنی سانسوں پر قابو پانے کی صلاحیت نہ رکھنے والے جب ٹیلی پیتھی بیچتے ہیں تو یہ بھول جاتے ہیں کہ خیال خوانی کرنے والے دشمن نے دماغ میں پہنچ کر ان کے ہر خفیہ مقام تک پہنچ جاتے ہیں۔"

"مجھ سے بڑی بھول ہوئی۔ میں چند سیکنڈ تک سانس روک سکتا تھا مگر شراب نے بچاؤ کا یہ راستہ بھی کمزور کر دیا۔ فرہاد صاحب! مجھے اپنی پناہ میں بلائیں۔ میں آپ کے قدموں میں پڑا رہوں گا۔ آپ کا سہارا ملے گا تو میں سپر ماسٹر کو نیست و نابود کر دوں گا۔ آپ میرے دماغ میں رہ کر سپر ماسٹر کی آواز سن سکتے ہیں۔ وہ میرے پاس آتا رہتا ہے۔"

"سپر ماسٹر کو معلوم ہو چکا ہے کہ تمھارا رابطہ سونیا سے ہے اور میں تمھارے دماغ میں آتا ہوں۔ وہ تمھاری اس کھوپڑی میں کبھی اپنی آواز نہیں سنائے گا۔"

"میں کیا کروں۔ مجھے کوئی راستہ دکھائیں۔ ایک بار میری جان بچائیں۔ میں ہزار بار آپ کے لیے جان کی بازی لگاؤں گا۔"

"فی الحال یہ ٹرین جہاں تک جا رہی ہے وہاں تک جاتے رہو۔ میں تمھاری حفاظت کے لیے انتظامات کرنے جا رہا ہوں۔ کم از کم آدھے گھنٹے بعد آؤں گا۔"

میں یہ کہنے کے بعد اس کے دماغ میں خاموش رہا۔ وہ بری طرح سہما ہوا تھا۔ کمپارٹمنٹ میں ہر آنے جانے والے کو گھبرا کر دیکھتا تھا۔ ٹرین تیز رفتاری سے جا رہی تھی۔ کھڑکی کے باہر مناظر تیزی سے گزرتے جا رہے تھے۔ ہوٹل میں

لارنس ڈی کوزا کے آلۂ کار اسے گولی مارنے آئے تھے۔ وہ بچ کر چلا آیا تھا۔ ڈی کوزا اس کے دماغ میں ایک بار آیا تھا اور اس کی سوچ میں بولتا رہا تھا "میں اپنی آواز نہیں سناؤں گا۔ تمھیں اپنے دماغ میں نہیں آنے دوں گا۔ کریزی مین! بھاگو جہاں تک اور جتنی دیر تک بھاگ سکتے ہو، بھاگتے رہو، میں تمھیں دوڑا دوڑا کر ماروں گا۔"

کریزی مین سوچ رہا تھا "لارنس ڈی کوزا بہت چالاک ہے، اس وقت بھی میرے دماغ میں ہو سکتا ہے، ڈی کوزا! بولو کیا تم موجود ہو؟ مجھے یوں دہشت زدہ نہ کرو۔ بولو، مجھے اپنی آواز سناؤ۔"

میں نے اس کے دماغ میں قہقہہ لگایا پھر آواز بدل کر کہا "میں ڈی کوزا بول رہا ہوں لیکن تم میری اصلی آواز کبھی نہیں سن سکو گے۔ میں تمھیں اور فرہاد کو اپنے دماغ میں آنے کا موقع نہیں دوں گا۔"

وہ گڑگڑاتے ہوئے بولا "میں ایک بار سپر ماسٹر سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ تم لوگوں کو میرے متعلق غلط فہمی ہوئی ہے۔ میں اپنی وفاداری کا ثبوت دینا چاہتا ہوں۔"

"کیا ثبوت دو گے؟"

اس نے کہا "یہ ثبوت کم نہیں ہے کہ میں نے سونیا کا اعتماد حاصل کر لیا ہے۔ فرہاد بھی میرے پاس آنے والا ہے۔ میں بہت جلد پارس تک پہنچنے والا تھا مگر ڈی کوزا! تم کام بگاڑ رہے ہو۔ مجھے تھوڑی سی مہلت دو۔ میں فرہاد، سونیا اور پارس کو کہیں ایک جگہ ملنے کے لیے بلاؤں گا۔ سپر ماسٹر چاہے گا تو تینوں کو ایک ہی جگہ فنا کر دے گا یا ہم پارس کو اغوا کر کے سونیا اور فرہاد کو گولی مار دیں گے۔"

ٹرین کی رفتار دھیمی ہو رہی تھی۔ کوئی اسٹیشن آرہا تھا۔ میں نے ڈینی دانیال کے پاس آکر کہا "کریزی مین کے دماغ میں آؤ اور دیکھو جو خیال خوانی کرنے والے، دشمنوں کو دماغ میں آنے سے روک نہیں سکتے۔ وہ کس عذاب میں مبتلا رہتے ہیں۔"

دانیال بھی چپ چاپ کریزی مین کے دماغ میں آگیا۔ وہ سوچ کے ذریعے کہہ رہا تھا "ڈی کوزا! تم خاموش کیوں ہو؟ بولتے کیوں نہیں؟ میں سمجھ گیا، تمھیں اور سپر ماسٹر کو مجھ پر بھروسا نہیں ہے۔ یہ ٹرین رک رہی ہے، تم ضرور اپنے آدمیوں کو اس کمپارٹمنٹ میں بھیجو گے۔ میں ہاتھ نہیں آؤں گا۔ میں کہتا ہوں، مجھے سپر ماسٹر کا وفادار سمجھو، ورنہ دشمن بن کر مقابلہ کروں گا۔"

وہ فوراً اپنی جگہ سے اٹھا۔ دوڑتا ہوا دروازے کے پاس آیا۔ اسے کھول کر دور تک پلیٹ فارم پر نظریں دوڑانے لگا۔ کچھ مسافر اتر رہے تھے اور کچھ سوار ہو رہے تھے۔ ٹرین پر سوار ہونے والا ہر مسافر ڈی کوزا کا آلۂ کار لگ رہا تھا۔ دو شخص اس کے کمپارٹمنٹ کے دوسرے دروازے سے اندر آرہے تھے۔ وہ کود کر باہر پلیٹ فارم پر آگیا۔ بھاگتا ہوا دوسرے کمپارٹمنٹ میں سوار ہوا۔ وہاں بیٹھے ہوئے تمام مسافروں پر نظریں دوڑائیں پھر پچھلا دروازہ کھول کر دیکھنے لگا کیونکہ جانی دشمن پچھلے دروازے سے بھی اندر آسکتے تھے۔

دانیال نے کہا "فرہاد صاحب! یہ تو دہشت سے مرا جا رہا ہے۔ ڈی کوزا اس کے دماغ میں خاموش رہ کر دہشت بن گیا ہے۔"

میں نے کہا "ڈی کوزا خاموش رہنے پر مجبور ہے۔ وہ مجھ سے خوف زدہ ہے۔ اس کے دماغ میں آواز بدل کر شاید اس وقت کچھ بولے گا جب یقین ہو جائے گا کہ میں موجود نہیں ہوں۔ اس نے ہوٹل میں کسی کو آلۂ کار بنا کر اس پر گولی چلائی تھی لیکن اسے جان سے نہیں مارا۔ شاید وہ اسے گولی نہیں، دہشت سے مارنا چاہتا ہے۔"

"فرہاد صاحب! کریزی مین کے یہ حالات میرے لیے عبرت ناک ہیں۔ میں توبہ کرتا ہوں، اب کبھی شراب کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔ شراب کے بغیر جان نکلتی ہے تو نکل جائے۔ میں کریزی مین کی طرح عذاب میں مبتلا رہنا نہیں چاہوں گا۔"

اُدھر کریزی مین نے دیکھا کہ دو شخص اس دوسرے کمپارٹمنٹ میں بھی سوار ہو رہے ہیں تو وہ پچھلے دروازے سے اتر گیا۔ کسی اور کمپارٹمنٹ کی طرف جاتے ہوئے سوچنے لگا۔ 'مجھے ایسی جگہ چھپ کر سفر کرنا چاہیے جہاں دشمن کے آلۂ کار نہ پہنچ سکیں۔'

ٹرین چلنے والی تھی۔ وہ دو کمپارٹمنٹ کے درمیان رک کر لوہے کی اس سیڑھی کو دیکھنے لگا جو ہر بوگی کے پیچھے لگی ہوتی ہے تاکہ ریلوے ملازم چھت پر جاکر ہر کمپارٹمنٹ کے واٹر ٹینک میں پانی بھر سکیں۔ وہ تیزی سے آگے بڑھ کر اس سیڑھی پر چڑھ گیا۔ ٹرین چل پڑی تھی۔ اب وہاں کوئی نہیں آسکتا تھا۔ وہ مضبوطی سے نچلے پائیدان پر پاؤں جمائے اور اوپری پائیدان کو ہاتھ سے پکڑے اطمینان سے کھڑا ہوا تھا۔ سوچ کے ذریعے کہہ رہا تھا "ڈی کوزا! میں سمجھ گیا، جب میں فرہاد کو اپنی وفاداری کا یقین دلا رہا تھا تو تم

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

چپ چاپ رہ کر باتیں سُن رہے تھے، میری سمجھ میں نہیں آتا میں کیا کروں ہو سکتا ہے، جب میں سُپر ماسٹر کے ساتھ وفاداری کا تمھیں یقین دلا رہا تھا تو فرہاد نے بھی سن لیا ہو میں اُدھر کا ہوں، نہ اِدھر کا ہوں۔ نہ اُدھر کی بوگی میں ہوں، نہ اِدھر کی بوگی میں ہوں۔ بیچ میں لٹک رہا ہوں۔ کیا میرا یہی انجام ہے؟"

ٹرین اب تیز رفتاری سے دوڑتی جا رہی تھی۔ اگر سیڑھی پر ہاتھوں کی گرفت ذرا بھی کمزور ہوتی یا پاؤں پھسلتا تو وہ تیز رفتار ٹرین کے نیچے آ کر کئی ٹکڑوں میں تقسیم ہو جاتا۔ اسے ایسی موت کا خوف نہیں تھا۔ ایسی موت سے بچنے کے لیے سیڑھی پر ہاتھ پاؤں کی مضبوطی کافی تھی۔ خوف تو اَن دیکھے دشمن کا تھا جو کسی وقت بھی خیال خوانی کے ذریعے قدم اکھاڑ سکتا تھا۔

پھر اچانک ہی اس کے ہاتھ پاؤں کانپنے لگے۔ کوئی اس کے اندر بھرائی ہوئی آواز میں کہہ رہا تھا "ہاتھ چھوڑ دو۔ کب تک سیڑھی پکڑے رہو گے؟"

اس نے اور مضبوطی سے پکڑ لیا۔ انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا "نہیں ڈیکوزا نہیں، تم مجھے مرنے پر مجبور نہیں کر سکتے، چلے جاؤ یہاں سے۔"

اس نے سانس روکنے کی کوشش کی۔ اس کوشش میں چند سیکنڈ تک کامیاب رہا۔ میں اور دانیال بھی اس کے دماغ سے نکل گئے تھے۔ جب دوبارہ وہاں پہنچے تو وہ چیخ رہا تھا۔ ڈیکوزا نے ہم سے پہلے ہی آ کر اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا تھا۔ اس کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ رہے تھے میں نے کہا "کریزی مین! میں تمھیں دشمن کے حملوں سے بچا سکتا ہوں مگر سوال پیدا ہوتا ہے تمھیں کیوں بچایا جائے؟"

وہ گڑگڑانے لگا "فرہاد صاحب! میرا دماغ پھوڑے کی طرح دُکھ رہا ہے۔ میں دوسرا جھٹکا برداشت نہیں کر سکوں گا۔ آپ کو آپ کے پیارے بچوں کا واسطہ دیتا ہوں، مجھے بچا لیجیے۔"

"میرے انھی پیارے بچوں میں سے ایک کو سُپر ماسٹر نے قیدی بنایا ہے اور دوسرے بچے کو تم اغوا کرنے آئے تھے کس مُنہ سے ان کا واسطہ دے رہے ہو؟"

اسی وقت میں نے اس کے دماغ میں زلزلہ محسوس کیا۔ اس کے حلق سے آخری چیخ نکلی۔ ہاتھ ڈھیلے پڑ گئے، پاؤں اپنی جگہ سے اکھڑ گئے۔ پھر وہ دونوں بوگیوں کی دیواروں سے ٹکراتا ہوا نیچے چلا گیا۔ ٹرین اسی تیز رفتاری سے آگے بڑھتی گئی ہو گی۔ ہمیں اس کے بعد کچھ معلوم نہ ہو سکا۔ ہم اپنی اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گئے تھے۔

پھر میں نے دانیال کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا، وہ گم صُم بیٹھا اپنی موت کو یاد کر رہا تھا اور سوچ رہا تھا "اگر میں بُری عادتیں نہیں چھوڑوں گا، سانس روکنے کی مشق نہیں کروں گا اور فرہاد صاحب کا وفادار نہیں رہوں گا تو ایسی ہی حرام موت مروں گا۔"

میں نینسی کے پاس آیا۔ وہ ڈرائنگ روم میں اپنے نانا کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ سامنے والے صوفے پر روما اور ڈان مورس تھے۔ دوسری جانب پولیس افسر بیٹھا ہوا کہہ رہا تھا "مسز نینسی مورس! تم اپنے شوہر کو اچھی طرح پہچانتی ہو، کیا یہ ڈان مورس تمھارا شوہر نہیں ہے؟"

ڈان فوراً ہی روما سے لپٹ کر بولا "میں کسی کا شوہر نہیں ہوں۔ روما! مجھے یہاں سے لے چلو۔ ہمارے ساتھ دھوکا ہو رہا ہے۔"

روما اسے پیار سے تھپکتے ہوئے بولی "گھبراؤ نہیں، میں تمھارے ساتھ ہوں۔"

ڈان کے نانا نے کہا "دھوکا میرے ساتھ ہو رہا ہے کل رات نینسی نے آ کر کہا کہ مسٹر فرہاد نے ہمارے ڈان کو اغوا کیا ہے اور اب اس احمق سے ڈان کو میرے پاس بھیج دیا ہے۔ میں کبھی یقین نہیں کر سکتا کہ یہ میرا اپنا نواسا ہے۔"

روما نے کہا "جناب، آپ کے نواسے کی طرح بدنصیب اور مظلوم کوئی نہ ہو گا۔ اس کے دونوں انکل ٹام اور سام نے اس پر ظلم کی انتہا کر دی تھی، یہ دیکھیے۔"

اس نے ڈان کو قمیص اتارنے کے لیے کہا۔ جب اس نے اپنا آدھا اوپری جسم ننگا کر کے دکھایا تو وہاں جا بہ جا چابک کے نشانات تھے۔ کئی جگہ سے کھال اُدھڑ کر سوکھے ہوئے زخم کی صورت اختیار کر گئی تھی۔

روما نے کہا "وہ ظالم چچا اس اَرب پتی نانا کے نواسے کو روکھی سوکھی کھانے کو دیتے تھے۔ اسے دماغی کمزوری کی دوا استعمال کراتے تھے —— میں نرس بن کر اس کی زندگی میں آئی تو اسے ضرر رساں دواؤں سے محفوظ کرنے لگی۔"

بوڑھے نانا کے دل میں درد اٹھ رہا تھا۔ دل پوچھ رہا تھا "یہ میرا نواسا ہے تو اس پر اتنے مظالم کیوں ڈھائے گئے؟ میں نے اتنے عرصے تک اس کی خبر نہیں لی۔ میں بھی قصور وار ہوں۔"

روما نے کہا "ہمیں دولت کا لالچ نہیں ہے لیکن ایک دن پارس اچانک ہماری زندگی میں آیا۔ اس نے وعدہ کیا کہ وہ ڈان کو اس کا حق دلائے گا اور اس کے نانا تک اسے پہنچائے گا لیکن اس سے پہلے لازمی ہے کہ ڈان کو پیرس میں کچھ عرصے رکھ کر دماغی امراض کے ماہرین سے علاج کرایا جائے۔ وہاں اس کا علاج ہونے لگا۔ اِدھر پارس ڈان بن کر آپ کے ہاں پہنچ گیا۔ جسے آپ اپنا نواسا اور نینسی کا شوہر سمجھتے ہیں، وہ دراصل پارس ہے۔"

نانا نے چونک کر نینسی کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ جلدی سے سر جھکا کر ایک ناخن سے پالش کو کھرچنے لگی۔ پولیس افسر بھی پارس کا نام سُن کر چونک گیا۔ اس نے نینسی سے پوچھا "کیا یہ درست ہے؟"

اس کے نانا نے کہا "یہ کیسے درست ہو سکتا ہے؟ اگر وہ پارس ہوتا تو مسٹر فرہاد شادی کے دن اپنے بیٹے کو دماغی تکلیف کیوں پہنچاتے؟"

میں نے نینسی سے کہا "بیٹی! اب حقیقت نہ چھپاؤ۔ انشاءاللہ تمھارے پارس کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ اصل ڈان مورس کو اس کا حق مل جائے گا۔ بے چارے نے واقعی بہت مصیبتیں اٹھائی ہیں۔"

نینسی ایک گہری سانس لے کر بولی "گرینڈ پا! میں حقیقت نہیں چھپاؤں گی۔ میری شادی آپ کے نواسے سے نہیں، پارس سے ہوئی ہے۔ پہلے میں یہ بات نہیں جانتی تھی۔ پارس نے شادی کے دن سے دماغی تکلیف پہنچنے کا فراڈ کیا تھا۔ اس فراڈ کے ذریعے وہ مجھ سے دور رہنا چاہتا تھا۔ اس کا ضمیر یہ گوارا نہیں کرتا تھا کہ مجھے فریب دے اور میری عزت سے کھیلے۔ جب مجھے حقیقت معلوم ہوئی تو میں نے دل و جان سے اسے اپنا جیون ساتھی تسلیم کر لیا۔"

نانا غصے سے اُٹھ کر کھڑا ہو گیا پھر بولا "کیا تم ہوش و حواس میں ایسا کہہ رہی ہو؟ میں کسی مسلمان کی توہین کر کے ذہنی عذاب میں مبتلا نہیں ہونا چاہتا لیکن جب مسلمان اپنی بیٹی یہودیوں کو نہیں دیتے تو ہم اپنی بیٹی کیسے مسلمانوں کو دے سکتے ہیں!"

افسر نے کہا "بات صرف یہودی اور مسلمان کی نہیں ہے، پارس ہمارے ملک میں غیر قانونی طور پر آیا ہے اور ایک خطرناک مجرم کی طرح واردات کر رہا ہے۔ اس نے ہمارے ایک اہم آدمی کی پہلے آنکھ پھوڑی پھر اس کا ایک ہاتھ کاٹنے پر مجبور کیا۔ اب اسے ایک ٹانگ سے محروم کرنے والا ہے۔ تمھارے گرینڈ پا اسرائیل کے چند ارب پتی سرمایہ داروں میں سرِ فہرست ہیں۔ تم اتنے بڑے آدمی کی نواسی ہو کر ایک مجرم مسلمان کو اپنا جیون ساتھی تسلیم کر رہی ہو!"

نینسی نے کہا "جو حقیقت ہے، اسے میں نے بیان کر دیا ہے۔"

افسر نے کہا "تم نے سچ کہا، یہ بہت اچھی بات ہے۔ اب پارس کو قانون کے حوالے کرنے میں ہماری مدد کرو۔"

"آفیسر! میں تمھیں اپنی شہ رگ تک پہنچنے دوں گی لیکن پارس تک پہنچنے کا موقع کبھی نہیں دوں گی۔"

"اس کا انجام جانتی ہو؟"

"کسی بُرے انجام کی دھمکی دینے سے پہلے یہ یاد کر لینا کہ میں فرہاد علی تیمور کی بہو ہوں اور اس وقت میرے فادر اِن لا میرے دماغ میں موجود ہیں۔"

اس کے نانا ایک دم سے نرم پڑ گئے۔ ہچکچاتے ہوئے بولے "کیا واقعی فرہاد صاحب یہاں موجود ہیں؟"

میں نے ایک پولیس مین کی زبان سے کہا "جی ہاں، میں ابھی اپنی بہو کے پاس تھا۔ اب اس سپاہی کی زبان سے بول رہا ہوں۔ میری موجودگی کا مزید ثبوت یہ ہے کہ یہ آفیسر تھوڑی دیر تک اپنی جگہ سے اُٹھ نہیں سکے گا۔ آپ اس سے اُٹھنے کی فرمائش کریں۔"

یہ کہتے ہی میں پولیس افسر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ سوچ رہا تھا "کیا میں واقعی اپنی جگہ سے اُٹھ نہیں پاؤں گا؟"

اس نے آزمائش کے طور پر ہولے سے اُٹھنے کی کوشش کی۔ میں نے کوشش ناکام بنا دی۔ اس کے دماغ نے سمجھایا "مجھے جلدی سے پوری قوت کے ساتھ اُٹھنا چاہیے۔"

اس نے اچانک ہی پورا زور لگایا لیکن زور محض جسم کا نہیں ہوتا جسم دماغ کے تابع ہوتا ہے۔ گویا دماغ زیادہ زور آور ہوتا ہے اور وہ میری مٹھی میں تھا۔ دماغ کی مرضی کے بغیر وہ ہل نہیں سکتا تھا۔ سب اسے دیکھ رہے تھے۔ وہ بار بار اُٹھنا چاہتا تھا مگر صرف دائیں بائیں ہل کر رہ جاتا تھا۔ تب اس افسر کو احساس ہوا کہ وہ تماشا بن رہا ہے! اس نے جھینپ کر مسکراتے ہوئے کہا "یہ ٹیلی پیتھی عجیب و غریب علم ہے۔ میں تسلیم کرتا ہوں، یہاں فرہاد صاحب موجود ہیں۔ اور میں ان کی مرضی کے بغیر یہاں سے نہیں اُٹھ سکوں گا۔"

نینسی نے کہا "گرینڈ پا! جس طرح یہ سچ ہے کہ میں آپ کے سامنے ہوں اور آپ میرے سامنے ہیں۔ اسی طرح یہ بھی حقیقت ہے کہ یہی ڈان مورس آپ کا نواسا ہے۔

itsurdu.blogspot.com
itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

آپ اسے قبول کرکے اس کی بدنصیبی کو ہمیشہ کے لیے ختم کردیں۔"

نانا نے آگے بڑھ کر ڈان مورس کے سر پہ ہاتھ رکھا اور کہا "میرے بچے! اُٹھو۔"

وہ اُٹھ کر کھڑا ہوا تو نانا نے گلے سے لگایا۔ رُوما خوشی کے مارے رونے لگی۔ میں نے نینسی سے کہا "بیٹی! اس لڑکی نے ڈان کی تاریک زندگی کو روشن کررکھا تھا۔ دشمن جب بھی اسے زخم لگاتے تھے، یہ زخموں پر مرہم رکھا کرتی تھی۔ یہ سچی ہے۔ اپنے سینے میں محبت کرنے والا دل رکھتی ہے۔ ڈان بھی اس کے بغیر نہیں رہ سکے گا۔"

نینسی نے رُوما کا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا اُس کے آنسو پونچھے پھر کہا "تمہارے جیسی مضبوط ارادوں کی لڑکیاں مصیبتوں میں کبھی نہیں روتیں۔ خوشی ملے تو رونے لگتی ہیں۔ بس بہت رو لیا۔ اب مسرتوں کا زمانہ آیا ہے ہمیشہ مسکراتی رہو۔ ڈان تمہارا ہے۔ تمہارا ہی رہے گا۔"

ایک ملازمہ نے اوپری منزل سے نینسی کو مخاطب کرکے کہا۔ "آپ کا فون ہے۔"

وہ فوراً ہی دوڑتی ہوئی زینے تک آئی۔ ایک قدم میں دو دو زینے پھلانگتے ہوئے اوپر پہنچی پھر اپنے بیڈ روم میں آکر ریسیور اُٹھا کر ہانپتے ہوئے بولی "پارس! یہ تم ہو؟"

"ہاں معلوم ہوتا ہے دوڑتی ہوئی آرہی ہو۔"

"کیا کروں، تم دوڑا رہے ہو، میں دوڑ رہی ہوں معلوم ہوتا ہے خدا نے ہماری سُن لی ہے۔ ابھی یہ سب کو معلوم ہوچکا ہے کہ پارس میرا جیون ساتھی ہے۔ میں بیان نہیں کرسکتی کہ میں کتنا فخر محسوس کررہی ہوں۔ اوہ گاڈ! میں اس خوشی میں تمہاری خیریت پوچھنا بھول گئی۔ میں نے سنا تھا، ماریہ نے تمہیں ڈس لیا ہے۔ اب کیسے ہو؟"

"بالکل ٹھیک ہوں۔ اس کا زہر مجھے مارتا نہیں، سرور پہنچاتا ہے۔"

"مجھے جلا رہے ہو۔"

"تمہیں جلانا ہوتا تو ماریہ سے دور نہ ہوتا۔ وہ ابھی مذہب، قانون اور تہذیبی تقاضوں کو نہیں سمجھتی ہے۔ میں نے سونیا ماما سے بات کی ہے۔ وہ ماریہ کو ڈھونڈ کر اپنے ساتھ لے جائیں گی لیکن پہلے تمہیں دیکھیں گی۔ مجھ سے پوچھ رہی تھیں تم کیسی ہو؟"

"تم نے کیا جواب دیا؟"

"میں نے کہا ہے ایک فضول سی لڑکی، جس کے بغیر میں رہ نہیں سکتا۔"

وہ ہنسنے لگی۔ پارس نے کہا "ممّا نے کہا ہے، اب یہاں کی پولیس، فوج اور انٹیلی جنس والے مجھے گرفتار کرنے کے لیے تمہارے گھر پر نظر رکھیں گے۔"

وہ دل برداشتہ ہوکر بولی "کیا ہم نہیں ملیں گے؟"

"ملنے کے لیے خطرہ مول لینا ہوگا اور خطرہ صرف یہاں کے محافظوں سے ہی نہیں، سپر ماسٹر اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھیوں سے بھی ہے۔ سب مجھے تلاش کررہے ہیں۔"

"اب کیا ہوگا پارس؟ تم سے نہ ملنے کا خیال مجھے مار ڈالتا ہے..."

"میں خود تمہارے لیے تڑپ رہا ہوں۔ سوچتا ہوں تمہارے ڈرائیور کے میک اپ میں ملنے آجاؤں۔"

وہ خوش ہوکر بولی "کیا سچ کہہ رہے ہو؟"

"ہاں۔ ابھی رُوما اور ڈان مورس کو شاپنگ کرانے کار میں بیٹھ کر نکلو۔ ڈرائیور کو پہلے رازدار بنالو۔ اس کی دو چار تصویریں اپنے پرس میں ایک لفافے کے اندر رکھو کہیں بھی شاپنگ کے دوران مسٹر دانیال تمہارے دماغ میں آئیں گے تو وہ تصویروں والا لفافہ جیسے دینے کے لیے کہیں گے، چپ چاپ اسے دے دینا۔"

"کیا ان تصویروں کو دیکھ کر میک اپ کروگے؟"

"ہاں میک اپ مکمل ہونے کے بعد مسٹر دانیال تمہیں بتائیں گے کہ ڈرائیور کو اب کس مقام پر بھیجنا چاہیے۔ اس وقت تم اس کے ساتھ نہ آنا۔ تمہارے نانا یا ڈان مورس وغیرہ آجائیں تو اچھی بات ہے۔ میں ان کی موجودگی میں ڈرائیور کی جگہ آجاؤں گا اور کسی کو پتا نہیں چلے گا۔"

وہ پارس کی باتیں سن رہی تھی اور ریسیور کان سے لگائے خوشی سے کھِل کھلا رہی تھی "اوہ، میں کیا بتاؤں مجھے کتنی خوشی ہورہی ہے۔ میں ابھی تمہارے مشوروں پر عمل کررہی ہوں۔"

وہ ریسیور رکھ کر ڈرائنگ روم کی طرف آئی۔ وہاں ابھی تک پولیس افسر بیٹھا اس کے نانا سے باتیں کررہا تھا۔ نینسی نے کہا "ڈان! مُنہ ہاتھ دھو کر فریش ہوجاؤ، لباس تبدیل کرو۔ میں تمہیں اور رُوما کو شاپنگ کے لیے لے جاؤں گی۔"

یہ کہہ کر وہ کچن کی طرف آئی پھر کچن کے پچھلے دروازے سے ڈرائیور کے کوارٹر کی طرف جانے لگی۔

وہ صورت سے ہی بے رحم لگتی تھی اس کی آنکھوں میں ایسی چمک تھی جیسے شیطان ناچ رہا ہو۔ ہاتھ پاؤں کی خاصی مضبوط تھی۔ لڑنے کا ہُنر جانتی تھی کسی مقابل کو بغل

میں دبوچ لیتی تو وہ نکل نہیں پاتا تھا۔ اس کا باپ تنویمی عمل کا ماہر تھا۔ اس نے بیٹی کی شیطانی آنکھوں اور شیطانی آواز کو مدِنظر رکھ کر اسے تنویمی عمل سکھایا تھا۔ آج وہ اتنی خطرناک عاملہ بن گئی تھی کہ اسے سپر ماسٹر کی سرپرستی حاصل ہوچکی تھی۔

سپر ماسٹر اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحت لارنس ڈیکوزا سے بہت خوش تھا۔ اس پہ بہت اعتماد بھی کرتا تھا۔ ڈیکوزا نے پارس دوم کو اس کی قید میں پہنچا کر اور زیادہ اعتماد حاصل کرلیا تھا۔ اس لیے اس نے ڈیکوزا کو کرینی مین کے پیچھے لگایا تھا۔ اس کا خیال تھا، ڈیکوزا ہی دوسرے پارس کو بھی اغوا کرکے اس کی قید میں پہنچائے گا۔

سپر ماسٹر کو یقین تھا کہ میں اور رسونتی، پارس اوّل کی پوری حفاظت کریں گے۔ اگر ہم کسی طرح ڈیکوزا کے دماغ میں پہنچیں گے تو میرے دونوں بیٹوں کو قیدی بنا کر رکھنے کا منصوبہ ناکام ہوجائے گا۔ کامیابی کا انحصار صرف اس بات پر تھا کہ ہم ڈیکوزا کے دماغ تک کبھی نہ پہنچ سکیں۔ جب کہ ڈیکوزا میں بھی وہی خرابیاں تھیں جن کے باعث آدمی اپنی سانسوں پر قابو نہیں پاتا۔ مغربی سوسائٹی میں سبھی شراب اور شباب کو روز کا معمول سمجھ کر استعمال کرتے ہیں۔ مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے والوں میں بڑی بڑی خوبیاں تھیں لیکن قماربازی، شراب اور شباب سے کھیلنے کی بُری عادتیں انہیں لے ڈوبتی تھیں۔

سپر ماسٹر نے کہا "ڈیکوزا! تمہارے اندر جو کمزوری ہے اسے ایک عورت ہی دور کرسکتی ہے۔"

عورت کے ذکر پر اس کی باچھیں کھِل گئیں۔ وہ بہت خوش ہوا مگر تعجب سے بولا "ماسٹر دی وان! تم کہتے ہو، شراب اور عورت مجھے کمزور بنادیتی ہیں پھر ایک عورت میری کمزوری کیسے دور کرسکتی ہے؟"

"میں جس کا ذکر کررہا ہوں وہ عورت ایک بلا ہے۔ تم اسے اپنی مرضی سے کبھی ہاتھ نہیں لگا سکو گے۔ وہ ہمیشہ تمہیں اپنے زیرِ اثر رکھے گی۔"

"ایک عورت اور مجھے اپنے اثر میں رکھے گی؟ کیسی باتیں کررہے ہو ماسٹر؟ وہ عورت کیا سونیا ہے؟"

"نہیں۔ اسے کلرز کوئین (قاتلوں کی ملکہ) کہتے ہیں۔ نام اس کا کوٹلی گراہم ہے۔ وہ تل ابیب میں تمہارے ساتھ رہے گی اور وقتاً فوقتاً تنویمی عمل کے ذریعے تمہارے دماغ کو مقفل رکھے گی۔ فرہاد جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن تمہارے اندر نہیں آسکیں گے۔ دماغی طور پر تمہیں کمزور نہیں بناسکیں گے۔"

"کیا آپ چاہتے ہیں، میں اس کا معمول بن کر رہوں۔ ایک عورت سے کم تر ہوجاؤں؟"

"کوٹلی گراہم کو تمہارے کم تر یا برتر ہونے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ وہ ہماری طرح سرکاری ملازمہ ہے۔ وہ صرف تمہارے دماغ کو لاک کرے گی اور تمہارے دماغ میں یہ باتیں نقش کرے گی کہ تم مشن پورا ہونے تک شراب کو ہاتھ نہیں لگاؤگے اور کسی عورت کے قریب نہیں جاؤگے۔"

"اس طرح میں کوٹلی کا پابند ہوجاؤں گا۔"

"مشن پورا ہونے تک تمہیں اس کی طرف سے عائد کردہ پابندیوں میں رہنا ہوگا۔ یہ میرا حکم ہے۔ تمہارے پیچھے جو دروازہ ہے اسے کھول کر جاؤ اور اس سے ملاقات کرو۔"

یہ باتیں خیال خوانی کے ذریعے ہورہی تھیں۔ ڈیکوزا اپنے بنگلے کے اسٹڈی روم میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے چونک کر پچھلے دروازے کو دیکھا پھر کہا "ماسٹر! میں اپنے بنگلے کے تمام دروازے اور کھڑکیاں بند رکھتا ہوں۔ وہ اندر کیسے آگئی؟"

"یہ سوال کوٹلی سے کرو، وہ جواب دے گی۔"

وہ اُٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ اس دروازے کے پاس آیا جس کے پیچھے ڈرائنگ اور ڈائننگ روم تھا۔ وہ ایک جھٹکے سے دروازہ کھول کر اندر آیا۔ ایک طرف کھانے کی میز پر وہ بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن آنکھیں ملتے ہی ساکت رہ گیا۔

وہ دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ اس کے حسین مکھڑے پر ایسی سختی اور سنگدلی تھی جیسے پتھر کو تراش کر بنائی گئی ہو۔ اس کے ہونٹ قدرتی طور پہ گلابی تھے۔ دانت صاف اور چمکیلے تھے۔ آنکھوں سے درندگی، خودغرضی اور مکاری صاف جھلکتی تھی۔ جسم ایسا صحت مند تھا جیسے وہ صبح و شام ورزش کرتی ہو یا بھاگتی دوڑتی رہتی ہو۔ وہ عجیب چیز تھی۔ خطرناک بھی تھی۔ اسے حاصل کرنے کی آرزو بھی ہوتی تھی۔ مگر حاصل کرنے کا حوصلہ نہیں ہوتا تھا۔ چھٹی حس کہتی تھی یہ بلا ہے، کبھی بھلا نہیں کرے گی۔

ڈیکوزا نے ہمت کرتے ہوئے آگے بڑھ کر پوچھا۔ "تم میرے بنگلے میں کس طرح داخل ہوئیں؟"

"تم اسٹڈی روم میں بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے دروازے پر دستک دی۔ تم نے اُٹھ کر دروازہ کھولا۔ میں اندر آئی۔ تم دروازہ بند کرکے پھر اپنی پہلی جگہ جاکر بیٹھ گئے تھے۔"

"تم جھوٹ کہتی ہو۔ میں دو گھنٹے سے اسٹڈی روم میں ہوں۔ کسی نے دروازے پر دستک نہیں دی۔ کیا تم مجھے پاگل

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

یا قائب دماغ پروفیسر سمجھتی ہو کہ میرے سامنے سے گزر کر جاؤ گی اور میں تمھیں نہیں دیکھوں گا۔"

"ڈیکوزا! تم سپر ماسٹر کے لیے اہم فرائض ادا کر رہے ہو۔ لیکن شراب پیتے وقت بھول جاتے ہو کہ دشمن تمھاری مدہوشی سے ہمارے تمھارے اور سپر ماسٹر کے اہم معاملات کی تہ تک پہنچ سکتے ہیں۔"

"میں ابھی مدہوش نہیں ہوں، پھر تم کیسے آگئیں؟"

"تم نے پچھلی رات بہت زیادہ پی لی تھی۔ کیا تمھیں پتا ہے تم کلب سے یہاں تک کس طرح آئے تھے؟"

وہ سوچنے لگا۔ اسے اچھی طرح یاد نہیں آ رہا تھا۔ کوئلی نے کہا۔ "تم کلب سے نکل کر کار میں آئے تھے۔ میں پہلے ہی اسٹیئرنگ سیٹ پر آکر بیٹھ گئی تھی۔ تم نے پوچھا' میں کون ہوں! میں نے کہا تم اس حالت میں ڈرائیو نہیں کر سکو گے۔ میری آنکھوں میں دیکھو۔"

وہ بولا۔ "ہاں، مجھے کچھ یاد آ رہا ہے۔ اس کے بعد کیا ہوا؟"

"تم نے میری آنکھوں میں دیکھا۔ اس کے بعد تمھیں اپنی خبر نہ رہی۔ یقین نہ ہو تو ابھی میری آنکھوں میں دیکھو۔ ہوش اڑا دوں گی۔"

ڈیکوزا نے آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں پھر فوراً ہی نظریں ہٹا لیں۔ ایسا نہ کرتا تو واقعی ہوش اُڑ جاتے۔ آنکھیں جتنی خوبصورت تھیں اتنی ہی ان میں شیطانی کشش تھی۔ نظریں ملتے ہی اپنی طرف کھینچ لیتی تھیں۔ وہ بولی۔ "میں نے پچھلی رات تم پر عمل کیا تھا اور تمھیں اپنے چند احکامات کا پابند بنا لیا تھا۔"

"آخر ایسی حرکتوں کی کیا ضرورت تھی؟"

"کیا اب بھی نہیں سمجھے؟ میری طرح کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا دشمن تمھارے گھر میں داخل ہو سکتا ہے اور خیال خوانی کے ذریعے تمھارے شرابی، کمزور دماغ پر قبضہ جما سکتا ہے۔"

سپر ماسٹر اور وہاں کے موجودہ حکمران اس کی قابلیتوں اور صلاحیتوں سے کام لینا چاہتے تھے۔ اس کی ایک آدھ کمزوری آڑے آئی تھی۔ اسے دور کرنے اور ڈیکوزا کو پوری طرح مستحکم بنائے رکھنے کے لیے انھوں نے کوئلی کو اس کے ساتھ لگا دیا تھا لیکن وہ اس کا سہارا لینے میں اپنی انسلٹ محسوس کر رہا تھا۔

کوئلی نے پوچھا۔ "کیا سوچ رہے ہو؟"

وہ بولا۔ "مجھے سپر ماسٹر کے فیصلے سے انکار نہیں ہے لیکن میرے ساتھ تمھارا اسرائیل جانا ضروری نہیں ہے۔ تم میرے دماغ کو لاک کر چکی ہو۔ اب کوئی دشمن میرے دماغ میں نہیں آ سکے گا۔"

"میں پرانے طریقِ کار کے مطابق تنویمی عمل نہیں...... کرتی۔ میں کہیں بھی تنہائی ہو یا محفل کسی کے روبرو بیٹھ کر اس کی آنکھوں میں اُتر جاؤں تو وہ میرا اسیر ہو جاتا ہے لیکن یہ اسیری عارضی ہوتی ہے۔ میرے احکامات میرے معمول کے دماغ میں دو چار روز تک نقش رہتے ہیں، پھر دھندلانے لگتے ہیں اسی لیے میں ہر چوتھے یا پانچویں دن تم پر عمل کروں گی اور تمھارے ساتھ رہا کروں گی۔ اگر ایسا نہ ہوا تو کسی دن بھی تمھاری دماغی کمزوری دشمنوں کو فائدہ پہنچا دے گی۔"

وہ کوئلی کے ساتھ پیرس آیا تھا پھر کریزی مین کا تعاقب کرتا ہوا تل ابیب پہنچ گیا تھا۔ کوئلی کہتی تھی۔ "مجھے بڑا ارمان ہے، کبھی سونیا سے سامنا ہو جائے۔ میں مانتی ہوں، اس کے تجربات تک پہنچنے اور اس کی مکاریوں کو سمجھنے میں ایک عمر لگے گی لیکن اس سے مقابلہ کرنے کی حسرت پوری ہو جائے گی۔"

اسے سونیا کا سامنا کرنے کی حسرت تھی اور وہ سونیا کے ساتھ اسی طیارے میں تل ابیب آئی تھی۔ وہاں پہنچ کر کریزی مین نے خوب پی تھی جس کے نتیجے میں ڈیکوزا کو اس کے چور خیالات پڑھنے کا موقع مل گیا تھا۔ اس نے سپر ماسٹر سے کہا۔ "آپ کریزی مین کے دماغ میں پہنچ کر دیکھیں۔ وہ ایک طرف ہم سے وفاداری کی قسمیں کھاتا ہے دوسری طرف سونیا کو اپنی دوستی اور وفاداری کا یقین دلا رہا ہے۔ سونیا یہاں ایک ڈاکٹر کی بیوی رومیلا کے روپ میں آئی ہے۔"

سپر ماسٹر نے کریزی مین کی مدہوشی میں اس کے خیالات پڑھے پھر حکم دیا۔ "ڈیکوزا! اس آستین کے سانپ کو ختم کر دو اور محتاط رہو۔ کریزی مین کے دماغ میں پہنچ کر اپنی آواز اور لب و لہجے میں کبھی نہ بولنا۔ ورنہ فرہاد، سونتی اور آرمر تمھاری کھوپڑی میں جگہ بنا لیں گے۔"

ڈیکوزا نے کوئلی سے کہا۔ "تمھاری حسرت پوری ہونے والی ہے۔ سونیا یہاں ایک ڈاکٹر کی بیوی کی حیثیت سے موجود ہے۔ میرا مشورہ ہے، ابھی اسے نہ چھیڑنا۔ میں چاہتا ہوں' تمھارے ہاتھ پاؤں سلامت رہیں، تم میری تنہائی میں آؤ تو میں تمھیں اپاہج نہ دیکھوں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "شاباش! اسی طرح میری تمنا کرتے رہو۔ مجھے خوشی ہے کہ تم نے شراب چھوڑ دی ہے

میں جا رہی ہوں۔ سونیا سے دور رہوں گی لیکن اسے ضرور دیکھوں گی۔"

"خواہ مخواہ وقت برباد کرو گی۔" ڈیکوزا نے کہا۔

وہ بولی۔ "ہم دراصل پارس کو اغوا کرنے آئے ہیں سونیا' پارس کے قریب رہتی ہوگی یا اکثر اس سے ملاقات کرتی ہو گی۔ اس طرح مجھے اس نوجوان تک پہنچنے کا موقع ملے گا۔"

وہ ہوٹل کے کمرے سے چلی گئی۔ ڈیکوزا خیال خوانی میں مصروف رہا۔ کریزی مین کو دہشت میں مبتلا کرتا رہا۔ اسے معلوم ہو چکا تھا کہ فرہاد اور ڈینی دانیال بھی کریزی مین کے دماغ میں آتے رہتے ہیں۔ اس نے اپنی آواز نہیں سنائی۔ بڑی خاموشی سے اپنے شکار کو خوفزدہ کرتا رہا۔ آخر اسے تیز رفتار ٹرین کی دو بوگیوں کے درمیان گرا کر مار ڈالا۔

اس نے شام کو کوئلی سے کہا۔ "ہم آج رات پارس کو اغوا کر سکتے ہیں۔"

"کیا وہ تنہا ہوگا؟"

"نینسی اس کے ساتھ ہوگی۔ یہاں کی پولیس اور انٹیلی جنس والے اسے ڈھونڈ رہے ہیں۔ انھیں یقین ہے' وہ اپنی نئی دلہن نینسی سے ملنے آئے گا۔ اس ارب پتی رل اوینز کے بنگلے کے اندر اور باہر مسلح پولیس والوں کا سخت پہرا ہے۔"

"پھر وہ اپنی دلہن سے کیسے ملے گا؟"

"نینسی کے ڈرائیور کے روپ میں رہے گا۔ ڈرائیور کو رازدار بنا کر چھٹی دے دی گئی ہے۔ پارس کوٹھی کے پیچھے ڈرائیور کے کوارٹر میں رہے گا۔ رات کو موقع پا کر نینسی کی خواب گاہ میں پہنچ جائے گا۔"

کوئلی کچھ دیر سوچتی رہی۔ "اس کی پلاننگ اچھی ہے لیکن فرہاد نے سیکڑوں بار روپ بدل کر دشمنوں کو اور قانون کے محافظوں کو دھوکا دیا ہے۔" وہ کچھ دیر بعد بلند آواز میں بولی۔ "کیا یہاں کی انٹیلی جنس والے نینسی کے ایسے ملازموں پر شبہ نہیں کریں گے جو پارس کے قد اور جسامت سے مماثلت رکھتے ہوں؟"

"ہاں شبہ کر سکتے ہیں لیکن ٹیلی پیتھی جاننے والے والدین ان کے دماغوں میں جا کر شبہات کو کمزور کر سکتے ہیں۔ وہ دونوں اپنے بیٹے اور بہو کی حفاظت کے لیے وہاں خیال خوانی کے ذریعے موجود رہیں گے۔"

وہ بولی۔ "تم صرف یہ سوچو، یہاں کی انٹیلی جنس والے شبہ کر سکتے ہیں۔ اگر وہ پارس کو گرفتار کریں گے اور اسے قیدی بنا کر آہنی پردوں کے پیچھے چھپا دیں گے تو ہماری مشکلات بڑھ جائیں گی۔ پارس ابھی آزاد گھوم رہا ہے۔ اس کی آزادی میرے لیے مفید ہے۔ ہم ایسے ہی وقت اسے ٹریپ کر سکتے ہیں۔"

"ہوں۔ اس کا مطلب ہے، آج پارس اور نینسی کو ملنے کا موقع نہ دیا جائے۔"

"اگر تم ڈرائیور کے دماغ میں رہو گے تو کامیابی ہوگی۔ پارس کسی مقام پر ڈرائیور کی جگہ آئے گا۔ ایسے وقت تم مجھے پارس کے پاس پہنچا دینا۔"

"تم کیا کرو گی؟"

"میں اس کے اور نینسی کے درمیان دیوار بن جاؤں گی۔ نہ وہ نینسی کی طرف جا سکے گا، نہ اس کی گرفتاری کا اندیشہ رہے گا۔"

"میں ابھی پارس تک پہنچانے کی کوشش کروں گا۔ تم باہر جانے کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

ڈیکوزا نے آنکھیں بند کیں' نینسی کا تصور کیا پھر اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ پارس کی ہدایت کے مطابق رُوما اور ڈان مورس کو شاپنگ کے لیے لے جا رہی تھی۔ ڈرائیور گاڑی چلا رہا تھا۔ نینسی نے اسے رازدار بنا لیا تھا۔ اب کسی شاپنگ سینٹر میں دانیال اس کے دماغ میں آ کر بتانے والا تھا کہ ڈرائیور کی تصویروں والا لفافہ کس کے حوالے کرنا ہے۔

وہ لفافہ جس کے ہاتھ میں جاتا، ڈیکوزا اس کے دماغ میں جا کر پارس کے موجودہ ٹھکانے تک پہنچ سکتا تھا۔

ماریہ کو سب ہی تلاش کر رہے تھے۔ پارس اور دانیال کو اندیشہ تھا کہ وہ نینسی کو ڈس لینا چاہے گی لیکن اس کے لیے یروشلم سے تل ابیب پہنچنا محال تھا۔ یہ ملک اس کے لیے اجنبی تھا۔ یہ ملک ہی کیا، یہ دُنیا بھی ماریہ کی سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ دانیال نے پارس کو یقین دلایا تھا کہ وہ ماریہ کو نینسی تک پہنچنے نہیں دے گا۔

اُدھر پولیس افسر نے ماریہ کے والدین سے کہا تھا۔ "آپ لوگ ہوٹل میں جا کر آرام کریں۔ ہم شام تک لڑکی کو ڈھونڈ نکالیں گے۔"

ماریہ نے لندن میں رہ کر اچھی طرح بولنا اور پہننا اوڑھنا سیکھ لیا تھا۔ انسانوں کے درمیان رہنے کے کچھ طور طریقے بھی اسے سکھائے گئے تھے۔ اس نے یروشلم میں مسلمان عورتوں کو نقاب میں دیکھا تو سمجھ میں آیا' اگر وہ اسی طرح نقاب میں رہے گی تو کوئی اسے پہچان نہیں سکے گا۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اس نے ایک دکان سے چادر اور نقاب خریدی...
دکاندار نے اسے چادر اوڑھنا اور آنکھوں کے نیچے نقاب باندھنا سکھایا۔ اس سے پہلے ہی کچھ دل پھینک نوجوان...

رئیس زادے اس کے پیچھے پڑ گئے تھے۔ جب وہ نقاب پہن کر دکان سے نکلی تو ایک رئیس زادے نے اس کے قریب اپنی رولس رائس کار روک دی۔ اتنی مہنگی اور شاندار گاڑی دیکھ کر ہی حسین لڑکیاں پھنس جاتی تھیں۔ ماریہ نے پوچھا۔ "یہ ٹین کا ڈبا میرے سامنے لاکر راستہ کیوں روک رہے ہو؟"
نقاب میں صرف آنکھیں دکھائی دیتی تھیں۔ رئیس زادے نے پہلی بار اس کی آنکھوں میں دیکھا تو کھڑے ہی کھڑے ڈگمگا سا گیا۔ اس نے جلدی سے نظریں ہٹالیں، اس کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا، اس سے ڈرنا چاہیے یا اس پر مرنا چاہیے۔

وہ کترا کر جانے لگی۔ وہ جلدی سے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے بولا۔ "یہ تم نے نقاب پہن کر اچھا کیا۔ میں بہت دیر سے اور بہت دور سے دیکھتا آرہا ہوں، لوگ تمھیں للچا کر دیکھ رہے ہیں۔"

وہ رئیس زادے کو ناگواری سے دیکھتے ہوئے بولی۔ "تم میرے پیچھے کیوں آرہے ہو؟ میں اپنے پارس کے پاس جارہی ہوں۔ دور ہی دور سے اس پر نظر رکھوں گی۔ اب وہ مجھے پہچان نہیں سکے گا۔ کہیں بھاگنا چاہے گا تو میں نقاب میں رہ کر پیچھا کروں گی۔"

"کیا پیچھا کرنے کے لیے تمھارے پاس گاڑی ہے؟"

اس نے چونک کر رئیس زادے کو دیکھا پھر انکار میں سر ہلا کر کہا۔ "نہیں ہے، میں ٹیکسی پر پیچھا کروں گی۔"

"اگر فوراً ٹیکسی نہ ملی تو کیا کرو گی؟"

وہ اچانک دوڑنے لگی۔ وہ بھی ساتھ دوڑتے ہوئے بولا۔ "یہ تمھیں کیا ہوگیا ہے۔ دوڑتی ہوئی کہاں جارہی ہو؟"

وہ پریشان ہو کر بولی۔ "میں بھول گئی تھی کہ اسے ہوش آئے گا تو وہ کسی ٹیکسی میں بیٹھ کر مجھ سے دور چلا جائے گا۔ میں فوراً ہوٹل پہنچنا چاہتی ہوں۔"

"ارے تم نے تو مجھے بھی چکرا دیا ہے۔ دوڑنے کی کیا ضرورت ہے، میرے پاس گاڑی ہے۔ ذرا رکو، میں تمھیں گاڑی میں پہنچا دوں گا۔"

وہ واپس دوڑتا ہوا گیا پھر اپنی کار ڈرائیو کرتا ہوا آگیا۔ اپنے ساتھ والی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ وہ بیٹھتے ہوئے بولی۔ "تم بہت اچھے ہو۔ مجھے جلدی سے میرے پارس کے پاس پہنچا دو۔"

اس نے کار اسٹارٹ کی پھر رفتار بڑھاتے ہوئے بولا۔ "پارس تمھارا کون ہے؟"

"میرا دوست ہے۔"

"کیا مجھ سے دوستی کرو گی؟"

"تم مجھے اچھے نہیں لگتے۔ کوئی بھی اچھا نہیں لگتا۔ جب اسے دیکھتی ہوں، اس کا نام سنتی ہوں اور جب اسے یاد کرتی ہوں تو فوراً اڑتے ہوئے اس کے پاس پہنچنے کو جی چاہتا ہے۔"

"جب اسے اتنا چاہتی ہو تو دور کیوں رہتی ہو؟"

"وہ ہرجائی ہے۔ مجھے چھوڑ کر نینسی کے پیچھے جاتا ہے۔ میں اس کا پیچھا نہیں چھوڑوں گی۔"

"اس کا پیچھا کرنے کے لیے ہمیشہ گاڑی کی ضرورت ہوگی۔ مجھ سے دوستی کرو گی تو اسے تم سے دور نہیں جانے دوں گا، فوراً گاڑی میں اس کے پاس پہنچا دیا کروں گا۔"

وہ خوش ہو کر بولی۔ "سچ؟"

"دوستی کر کے دیکھ لو۔"

"مجھے منظور ہے۔ آج سے تم بھی میرے دوست ہو۔"

رئیس زادے نے خوش ہو کر سوچا "واقعی لڑکی معصوم ہے یا پھر احمق ہے۔ اسے اُلّو بنا کر اپنا اُلّو سیدھا کیا جاسکتا ہے۔" اس نے ہوٹل کے سامنے کار روکتے ہوئے کہا۔ "میں بھی تمھارے ساتھ چلتا ہوں۔"

ماریہ کو تو پَر لگ گئے تھے۔ گاڑی رکتے ہی وہ دروازہ کھول کر بھاگتی چلی گئی۔

رئیس زادے نے کار کو ایک جگہ پارک کیا پھر ہوٹل کے اندر جانے لگا۔ ماریہ تیزی سے سیڑھیاں چڑھتی ہوئی اوپر پہنچی۔ رئیس زادہ وہاں پہلے سے موجود تھا۔ وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "معلوم ہوتا ہے، پارس کی بہت دیوانی ہو۔ دیوانگی میں لفٹ چھوڑ کر سیڑھیاں چڑھتی ہوئی آرہی ہو۔"

وہ کوئی جواب دیے بغیر تیزی سے چلتی ہوئی پارس کے کمرے کے سامنے آئی۔ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ ہوٹل کا منیجر اور پولیس افسر تین سپاہیوں کے ساتھ نظر آرہا تھا۔ افسر نے ماریہ کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "تم کون ہو؟"

ماریہ نے اندر آکر پوچھا۔ "تم کون ہو؟ میرا پارس کہاں ہے؟"

افسر نے کہا۔ "میری باتوں کا جواب دو۔ کیا تمھارا نام ماریہ ہے؟"

"ہاں، میں ماریہ ہوں۔ اپنے پارس سے ملنے آئی ہوں۔"

افسر نے اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ "تمھارے والدین نے تمھاری گمشدگی کی رپورٹ لکھاتے وقت پارس کا ذکر نہیں کیا۔ کیا یہ پارس فرہاد علی تیمور کا بیٹا ہے؟"

"ہاں، فرہاد کا بیٹا ہے۔ مگر وہ کہاں ہے؟"

"ہم خود اسے ڈھونڈ رہے ہیں۔"

ماریہ نے پلٹ کر رئیس زادے سے کہا۔ "چلو، ہم گاڑی میں اسے تلاش کریں۔"

افسر نے اس کے سامنے آکر کہا۔ "سوری! تم نہیں جاؤ گی۔ فی الحال حراست میں رہو گی۔"

رئیس زادے نے اپنی جیب سے ایک کارڈ نکال کر پولیس افسر کو دیتے ہوئے کہا۔ "میں آپ سے تنہائی میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔"

افسر نے کارڈ پر ایک نظر ڈالی پھر اس کے ساتھ کمرے سے باہر آکر بولا۔ "فرمائیے۔"

وہ بولا۔ "اس کارڈ کو پڑھ کر آپ نے اندازہ کیا ہوگا کہ میں کتنا دولت مند ہوں۔ نیچے میری کار میں فی الحال دس ہزار ڈالر پڑے ہیں۔ وہ ابھی چل کر آپ لے سکتے ہیں۔ اس سے زیادہ میرے بنگلے تک چل کر لے سکتے ہیں۔ اس لڑکی پر میرا دل آگیا ہے۔ آپ اسے حراست میں نہ لیں۔"

افسر نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ "آپ بہت بڑی آفر دے رہے ہیں لیکن آپ نہیں جانتے، یہ بہت ہی اہم اور پیچیدہ معاملہ ہے۔ کیا آپ نے فرہاد علی تیمور کا نام سنا ہے؟"

"سنا ہے۔ میں سمجھتا ہوں، یہ ٹیلی پیتھی محض بکواس ہے، کوئی کسی کے دماغ کے اندر نہیں پہنچ سکتا۔ اگر ایسا کوئی فرہاد ہے تو مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ دلچسپی صرف اس حسینہ سے ہے۔ میں آپ کو پچیس ہزار دوں گا۔"

افسر نے ایک زور کی سانس کھینچی جیسے سانس کے ذریعے پچیس ہزار ڈالر اپنے اندر پہنچا رہا ہو۔ اس نے پوچھا۔ "کیا ابھی ملیں گے؟"

"آپ لڑکی کے ساتھ میرے بنگلے تک چلیں۔ رقم مل جائے گی۔"

پولیس افسر نے ماریہ سے کہا۔ "ہمارے ساتھ چلو۔"

وہ رئیس زادے کے پاس آکر بولی۔ "میں اس کے ساتھ پارس کو ڈھونڈنے جاؤں گی۔ اس کے پاس گاڑی ہے۔"

وہ ہوٹل کے باہر آئے۔ افسر نے تینوں سپاہیوں کو ایک طرف لے جاکر کہا۔ "تمھیں پانچ پانچ سو ڈالر ملیں گے۔ کسی سے یہ ذکر نہ کرنا کہ ہم نے اس لڑکی ماریہ کے سلسلے میں پارس اور فرہاد کا نام سنا ہے۔"

سپاہیوں نے وعدہ کیا۔ سب کے منہ پر ڈالروں کی مہر لگ گئی۔ افسر، ماریہ اور رئیس زادے کے ساتھ اس کے بنگلے تک آیا پھر پچیس ہزار ڈالر لے کر چلا گیا۔ ماریہ نے پوچھا۔ "تم یہاں کیوں آئے ہو؟ میرے پارس کو ڈھونڈنے چلو۔"

وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر بیڈ روم کی طرف لے جاتے ہوئے بولا۔ "یہ افسر اپنے سپاہیوں کے ساتھ اسے تلاش کرنے گیا ہے۔"

وہ ہاتھ چھڑا کر بولی۔ "میں بھی جاؤں گی۔"

وہ خوشامدانہ انداز میں بولا۔ "ہاں، تم بھی میری گاڑی میں چلو گی۔ پہلے ہم ٹیلیفون سے معلوم کریں گے، تمھارا پارس کہاں مل سکتا ہے؟"

وہ اسے بیڈ روم میں لے آیا۔ اس نے پوچھا۔ "ٹیلیفون سے کیسے معلوم ہوگا؟"

"تمام شہر میں میرے آدمی موجود ہیں۔ وہ ہمیں پارس

★ جرائم
★ جادو
★ ارواح
★ شیطان ازم
★ ذہانت
★ فطانت
★ اسرار
★ طنز و مزاح

★ ایک افسانوی کردار جو زندہ ہوگیا تھا۔
★ ایک حیرت انگیز قبیلہ جو اپنی ہیئت بدل سکتا تھا۔
★ ایک مجہول سا آدمی جس کے پاس پچاس ملین ڈالر کا نقشہ تھا۔
★ وہ شخص جس نے حیاتِ ابدی کا راز پالیا تھا۔
★ ایک پُراسرار پرندہ جس کے پاس مافوق الفطرت طاقتیں تھیں۔
★ ایک قلم جس کے اندر ایک جن بند تھا۔
★ وہ اشتہاری مجرم جس نے زندگی میں کوئی نیک کام نہیں کیا تھا۔

قیمت: ۲۰ روپے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کے سلسلے میں رپورٹ دیں گے۔"

اس نے خواب گاہ کے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ بستر کے پاس جا کر فون کا ریسیور اٹھا کر یونہی نمبر ڈائل کرنے لگا۔ اس کے بعد بولا "ہیلو، میرا حکم غور سے سنو، اور اس پر عمل کرو۔ ہمارے تمام آدمیوں سے کہو۔ اپنی اپنی گاڑی میں بیٹھ کر پارس کو تلاش کریں۔ ہاں، اچھا... اچھا.. بہت خوب... کیا پارس کو آدھے گھنٹے میں یہاں لے آؤ گے؟ شاباش۔ یہاں ماریہ انتظار کر رہی ہے۔ اسے آدھے گھنٹے میں ضرور لے آؤ۔"

ماریہ سُن رہی تھی اور خوش ہو رہی تھی۔ رئیس زادے نے ریسیور رکھتے ہوئے کہا "تم بڑی قسمت والی ہو۔ میرے آدمی پارس کو یہاں لانے والے ہیں۔"

وہ قریب آ کر اس کے دونوں شانوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی "تم بہت اچھے ہو۔ میں ہمیشہ تمھیں دوست سمجھتی رہوں گی۔"

"صرف سمجھنے سے کیا ہوتا ہے۔ جیسے پارس سے محبت کرتی ہو، ویسے ہی مجھ سے کرو۔"

"تم جو کہو گے، وہ کروں گی مجھے بتاؤ، آدھا گھنٹا کب ختم ہوگا؟"

اس نے دیواری گھڑی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "دیکھو، دن کے بارہ بجنے میں دو منٹ باقی ہیں۔ جب چھوٹا کانٹا دو پر اور بڑا کانٹا بارہ پر آئے گا تو پارس آ جائے گا۔"

وہ بول رہا تھا اور ماریہ کی طرف کھنچا جا رہا تھا۔ اس کے بدن کی زہریلی حرارت دیوانہ بنا رہی تھی۔ اس معاملے میں وہ نہیں جانتی تھی کہ اچھا کیا ہے؟ اور بُرا کیا ہے؟ پارس اسے معصوم محبت تک محدود رکھتا تھا۔ رئیس زادہ اس حد سے تجاوز کرنا چاہتا تھا، اس نے جذباتی انداز میں کہا "تالی ایک ہاتھ سے نہیں بجتی۔ تم مجھے پیار کرو۔"

ماریہ نے تعجب سے پوچھا "کیا تم میرا پیار برداشت کر لو گے؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا "اس میں برداشت کرنے کی کون سی بات ہے جیسے تم پارس کو کرتی ہو، ویسے ہی مجھے پیار کرو۔"

"وہ تو مجھے برداشت کر لیتا ہے، صرف مدہوش ہو جاتا ہے۔ تم مر جاؤ گے۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولا "ایک ننھی سی بچی کی طرح باتیں کرتی ہو بھئی، میری فکر نہ کرو۔ میں نہیں مروں گا۔"

اس نے رئیس زادے کے دائیں ہاتھ کو چوم لیا۔ اس کے سامنے دونوں گھٹنے ٹیک کر بولی "تم میرے بہت کام آ رہے ہو۔ میں تمھاری کوئی خواہش نہیں ٹھکراؤں گی۔ میں پارس کو اسی طرح پیار کرتی ہوں۔"

اس کا چہرہ رئیس زادے کی ہتھیلی کی پُشت پر جھک گیا۔ اس کے سفید چمکیلے دانت نمایاں ہوئے پھر اس عیاش کی جلد اور گوشت میں اُتر گئے۔ اس کے حلق سے ایک دلخراش چیخ نکلی۔ چیخ اس ویران بنگلے کے در و دیوار کی محدود فضا میں گونجتے گونجتے دھیمی ہوئی پھر دھیمی ہوتے ہوتے مر گئی۔

وہ فرش پر گھٹنے ٹیکے ہوئے تھی، اُٹھ کر کھڑی ہو گئی اور جو کھڑا ہوا تھا وہ فرش پر ڈھیر ہو گیا۔ ماریہ نے اس پر ایک نظر ڈالی پھر دیواری گھڑی کو دیکھنے لگی۔ رئیس زادے کے پورے بارہ بج چکے تھے۔ پارس کے دو نہیں بج رہے تھے۔ وہ انتظار کرنے کے لیے بستر کے سرے پر بیٹھ گئی۔

وہ خواب گاہ بڑی پُرسکون اور آرام دہ تھی۔ بستر نہایت ملائم تھا۔ بیٹھنے اور لیٹنے والا اس میں دھنس جاتا تھا۔ وہ تھکن محسوس کر رہی تھی۔ آرام سے ہاتھ پاؤں پھیلا کر لیٹ گئی۔ وہ پچھلی رات پارس کے ساتھ جاگتی رہی تھی۔ صبح ہوتے ہی اسے چھوڑ کر نکل گئی تھی اور اب تک بھٹک رہی تھی۔ آرام سے لیٹنے کے بعد آنکھیں آپ ہی آپ بند ہونے لگیں۔ تھوڑی دیر بعد وہ گہری نیند میں ڈوب گئی۔

جب آنکھ کھلی تو وہ چند لمحوں تک ساکت پڑی رہی، سوچنے لگی "یہ کون سی جگہ ہے؟ یہ کس کا بستر ہے، کیا میں خواب دیکھ رہی ہوں؟"

پھر اسے رئیس زادہ یاد آیا۔ وہ جلدی سے اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ سر گھما کر فرش کی طرف دیکھا۔ عیاش عاشق کی لاش اسی طرح پڑی ہوئی تھی جیسی ماریہ نے سونے سے پہلے دیکھی تھی۔ گھڑی کی ٹن ٹن سُنائی دی۔ اس نے سر اُٹھا کر سامنے دیوار کو دیکھا وہاں گھڑی میں چار بج گئے تھے۔ اس نے چیخ کر آواز دی "پارس، تم کہاں ہو؟ کیا یہاں آ گئے ہو؟ مجھے جواب دو پارس! یہ مرنے والا کہہ رہا تھا، تم آدھے گھنٹے میں آ جاؤ گے پھر کیوں نہیں آ رہے ہو؟"

اس نے بستر سے اُتر کر اپنی چادر اور نقاب کو اٹھایا۔ آئینے کے سامنے نقاب باندھ کر چادر اوڑھی، اپنے عکس کو دیکھا پھر بولی "میں اتنی دیر تک دھوکے میں آ کر سوتی رہی۔ پتا نہیں، پارس کتنی دور چلا گیا ہوگا۔ میں اسے کہاں ڈھونڈوں! کس سے اس کا پتا پوچھوں؟ کوئی بتائے یا نہ بتائے، مجھے تو پوچھنا ہی ہوگا۔ میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ میں اسے مرتے دم تک ڈھونڈتی رہوں گی۔"

وہ آئینے کے پاس سے پلٹ گئی۔ تیزی سے چلتی ہوئی بنگلے کے باہر آئی۔ پورچ میں وہی رولس رائس کار کھڑی تھی۔ وہ کار سے لپٹ گئی۔ مایوس ہو کر بولی "میں گاڑی نہیں چلا سکتی۔ پارس ٹھیک کہتا تھا، میں نادان ہوں، کچھ نہیں جانتی ہوں۔ مجھے بہت کچھ سیکھنا ہوگا۔ اگر مجھے ڈرائیونگ آتی تو میں یہ گاڑی چلاتی ہوئی پارس تک ضرور پہنچ جاتی۔"

اس نے گاڑی کو حسرت سے دیکھا پھر تیزی سے قدم بڑھاتی ہوئی بنگلے کے احاطے سے باہر چلی گئی۔

لارنس ڈیکوزا اس بات کو اہمیت دے رہا تھا کہ پارس یہودیوں کی قید میں نہ پہنچے۔ اسے بچائے رکھنے کے لیے لازمی تھا کہ وہ ڈرائیور بن کر نینسی سے ملاقات کے لیے جائے۔ دوسری بات یہ کہ پارس اپنی شیبا ممی کے قاتل سے قسطوں میں انتقام لے رہا تھا۔ پہلے اس کی آنکھ پھوڑی پھر ایک ہاتھ کٹوایا اور اب اس کی ایک ٹانگ کاٹنے والا تھا۔ ڈیکوزا سوچ رہا تھا "پارس کو یہ آخری انتقام نہیں لینا چاہیے کیونکہ وہاں بھی سخت پہرا تھا۔ وہ گرفتار ہو سکتا تھا۔"

یہ سوچ کر ڈیکوزا نے شیبا کے قاتل تک رسائی حاصل کی۔ دراصل اس نے براہِ راست شیبا کو قتل نہیں کیا تھا۔ ڈمی ڈرائیور بن کر اس کی عزت سے کھیلتا رہا تھا۔ جب راز کھلا تو شیبا حیا سے مر گئی۔ یعنی وہ اس کی موت کا سبب بن گیا تھا۔ اگر وہ ایسی شیطانی حرکت نہ کرتا تو شیبا خودکشی نہ کرتی۔ اس شیطان نے اسے بالواسطہ قتل کیا تھا۔ وہ اسرائیلی فوج میں سیکرٹ ایجنٹ تھا۔ اس کی حفاظت کی ہر ممکن کوشش کی گئی تھی۔ اس کے باوجود وہ ایک آنکھ اور ایک ہاتھ سے محروم ہو گیا تھا۔

اسرائیلی فوج کے افسران کو یقین تھا کہ تیسری بار پارس ان کی گرفت میں آ جائے گا۔ سیکرٹ ایجنٹ کے کاٹیج کے چاروں طرف مسلح فوجی جوانوں کا سخت پہرا تھا۔ وہ کاٹیج سمندر کے ساحل پر تھا۔ وہاں بے شمار مرد، عورتیں، بچے اور بوڑھے تفریح کے لیے آیا کرتے تھے۔ تفریح کرنے والوں کو کاٹیج کے قریب جانے کی اجازت نہیں تھی۔ لیکن بعض اوقات معصوم بچوں کو روکا نہیں جا سکتا تھا۔

ڈیکوزا نے ایسے ہی ایک بچے کے ذریعے کاٹیج کے مین گیٹ کی طرف گیند پھینکی۔ بچہ اپنی گیند کے لیے دوڑتا ہوا گیا۔ گیٹ پر کھڑے ہوئے ایک فوجی جوان نے گیند کو اٹھا کر ہنستے ہوئے کہا "میں اس سے کھیلوں گا، تمھیں نہیں دوں گا۔"

بچے نے کہا "یہ گیند میری ہے، تمھاری نہیں ہے۔ مجھے دو، نہیں تو ڈیڈی سے شکایت کروں گا، پھر وہ تمھاری پٹائی کریں گے۔"

فوجی جوان نے ہنستے ہوئے اس سے چند باتیں کیں پھر اسے گیند دے دی۔ بچہ چلا گیا۔ ڈیکوزا اس فوجی کے دماغ میں رہ گیا۔ وہاں سے اس نے ایک فوجی افسر تک رسائی حاصل کی۔ وہ افسر کبھی کبھی کاٹیج کے اندر جاتا تھا اور اس سیکرٹ ایجنٹ کی ضروریات پوری کرتا تھا۔ اگر کوئی معمولی دشمن ہوتا تو ایسے سخت حفاظتی انتظامات نہ کیے جاتے۔ کیونکہ اب اس اپاہج سیکرٹ ایجنٹ کی اہمیت نہیں رہی تھی۔ سرکاری طور پر صرف دو سپاہیوں کی ڈیوٹی لگا دی جاتی لیکن وہ پارس کو گرفتار کر کے فرہاد کو کمزور بنانا چاہتے تھے اس لیے کاٹیج کے چاروں طرف دن رات مستعد رہتے تھے۔

اتنی مستعدی اور حفاظت کے باوجود ڈیکوزا اس کانے ایجنٹ کے اندر پہنچ گیا۔ شام کا وقت تھا۔ ایک فوجی ڈاکٹر اس کے کٹے ہوئے ہاتھ کی مرہم پٹی کر رہا تھا۔ جب وہ چلا گیا تو کانا اُٹھ کر ٹہلنے لگا۔ ڈیکوزا نے اس کی سوچ میں کہا "آج میرے پاس دونوں پاؤں ہیں میں آرام سے ٹہل رہا ہوں۔ جب ایک پاؤں کٹ جائے گا تو ٹہلنا اور اپنے بل پر چلنا پھرنا ایک خواب ہو جائے گا مجھے بیساکھی کا سہارا لینا ہوگا۔"

وہ آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر ایک آنکھ سے اپنا عکس دیکھنے لگا۔ اور سوچنے لگا، "وہ شیطان کا بچہ اب مجھ سے انتقام نہیں لے سکے گا۔ باہر سخت پہرا ہے۔ اندر پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا۔ پھر میری جیب میں بھرا ہوا ریوالور رہتا ہے۔ ڈاکٹر اور آفیسر کے سوا کوئی بھی کمرے میں داخل ہونا چاہے تو مجھے پوچھے بغیر اسے گولی مار دینے کی اجازت ہے!"

ڈیکوزا اسے آئینے کے پاس سے چلاتا ہوا دروازے کے پاس لایا۔ دروازے کو اندر سے بند کرایا پھر کہا "ہیلو! کانے دجّال کیسے ہو؟"

اس نے گھبرا کر ایک ہاتھ سے سر کو تھام لیا۔ خلا میں تکتے ہوئے سوچنے لگا، "کیا میرے اندر کوئی بول رہا ہے؟"

"موت بول رہی ہے۔"

وہ چیخ کر مسلح پہرے داروں کو بلانا چاہتا تھا۔ ڈیکوزا نے اسے موقع نہیں دیا۔ اس کے دماغ پر قبضہ جما کر جیب

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

سے ریوالور کو نکالا۔ پھر اسے ایک کرسی پر بٹھا دیا۔ دماغ کو ذرا آزاد چھوڑ کر بولا۔ "مرنا چاہتے ہو تو ریوالور کی نال کنپٹی پر رکھو۔ زندہ رہنا چاہتے ہو تو اس نال کو ایک پاؤں کے گھٹنے پر رکھو۔ یہ آخری سزا ہے، بولو کیا چاہتے ہو۔ موت؟ یا لنگڑی زندگی؟"

وہ پھر چیخنا چاہتا تھا مگر حلق سے آواز نہ نکل سکی۔ ریوالور اس کے گھٹنے کی طرف جا رہا تھا۔ اور وہ اسے روکنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ڈیکوزا نے کہا۔ "اگر یہ منظور نہیں ہے تو ریوالور کنپٹی کی طرف لے جاؤ۔"

وہ ریوالور والا ہاتھ کنپٹی کی طرف جانے لگا۔ وہ کانے دشمن کا اپنا ہاتھ تھا اور وہ اسے روک نہیں سکتا تھا۔ خوف سے کانپتے ہوئے بولا۔ "ن... نہیں... نہیں... میں مرنا نہیں چاہتا۔ میں زندہ رہنا چاہتا ہوں۔ مجھے چھوڑ دو، مجھے معاف کر دو۔"

ریوالور کی نال تیزی سے گھٹنے پر آئی پھر ٹھائیں سے گولی چل گئی۔ اس کے حلق سے ایک چیخ نکلی۔ گھٹنے کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔ خون تیزی سے بہنے لگا۔ باہر دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ پھر فوجی افسر نے دروازہ پیٹتے ہوئے کہا۔ "کیا ہو گیا۔ یہ گولی کس نے چلائی ہے، دروازہ کھولو۔"

دوسری بار ٹھائیں کی آواز ابھری۔ ران کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ تیسرے فائر سے پنڈلی کے ساتھ والی ہڈی ٹوٹ گئی۔ چوتھی گولی نے ٹخنے کو چور چور کر دیا۔ ڈیکوزا اس سے پانچویں گولی نہ چلوا سکا۔ شکار بے ہوش ہو چکا تھا۔ وہ دماغ سے نکل آیا۔

کوٹلی نے باہر جانے کے لیے لباس تبدیل کر لیا تھا۔ شوخ رنگ کے پیٹی کوٹ اور بلاؤز میں اس کا حسن اور شباب دونوں نکھر آئے تھے۔ وہ اتنے تنگ ہوئے گلے کا بلاؤز پہنتی تھی کہ بلاؤز نہ بھی پہنتی تو کوئی فرق نہ پڑتا۔ ڈیکوزا نے دھڑکتے ہوئے اور کانپتے ہوئے دل سے پوچھا۔ "میرے صبر کا امتحان کب تک لو گی۔ تم دیکھ رہی ہو، میں نے شراب چھوڑ دی ہے، یوگا کی مشقیں کر رہا ہوں۔"

"ابھی کرتے رہو، میں کہیں بھاگی نہیں جا رہی ہوں۔ تمہارے ساتھ رہتی ہوں۔ جب میں دیکھوں گی کہ تم دو میل کی دوڑ لگا سکتے ہو اور پانچ منٹ تک سانس روک سکتے ہو تو میں خود تمہارے پاس آ جاؤں گی۔"

یہ کہہ کر وہ فاتحانہ انداز میں قہقہے لگانے لگی پھر بولی "تم مجھے پارس تک پہنچانے والے تھے۔ میں لباس بدل کر آ گئی ہوں مجھے وہاں پہنچاؤ پھر دیکھنا، وہ نوجوان مجھے دیکھ کر کسی اور کو دیکھنا بھول جائے گا۔"

وہ بولا۔ "بہت زیادہ خوش فہمی ہو گئی ہے۔"

"تم جل کر بول رہے ہو۔"

"شرط لگاؤ۔ وہ تمہیں گھاس بھی نہیں ڈالے گا۔"

وہ غرا کر بولی۔ "تم میری انسلٹ کر رہے ہو۔ میں ضرور شرط لگاؤں گی۔ اُسے دیوانہ بنا کر یہاں تمہارے سامنے لاؤں گی۔"

"اچھی بات ہے۔ اگر تم جیت جاؤ گی تو میں بارہ گھنٹے کے لیے تمہارا غلام بن جاؤں گا۔ تم مجھ سے جیسی بھی خدمت کرانا چاہو گی، میں انکار نہیں کروں گا۔"

"مجھے منظور ہے۔ اگر میں ہار جاؤں گی تو بارہ گھنٹے کے لیے تمہاری کنیز بن جاؤں گی۔ تم مجھ سے جیسا بھی سلوک کرو گے میں اعتراض نہیں کروں گی۔"

دونوں نے ایک دوسرے کی شرط منظور کر لی۔ ڈیکوزا نے کہا۔ "میں ابھی پارس کا ٹھکانا معلوم کرتا ہوں۔"

وہ آنکھیں بند کر کے خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا نینسی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ رُوما اور ڈان مورس کے ساتھ ایک بہت بڑے شاپنگ سینٹر میں تھی۔ اس کے دماغ میں ڈینی دانیال ہو گا۔ اس لیے ڈیکوزا بالکل خاموش تھا۔ جب نینسی شاپنگ کے بعد کاؤنٹر پر بل ادا کرنے لگی تو دانیال نے کہا۔ "کاؤنٹر پر بیٹھے ہوئے کیشیئر سے کوئی بات کرو۔"

نینسی نے بات کی۔ دانیال نے کہا۔ "میں کیشیئر کے پاس جا رہا ہوں۔ تم ڈرائیور کی تصویروں والا لفافہ اسے دے دو۔"

نینسی نے بل کی رقم کے ساتھ وہ لفافہ کیشیئر کو دے دیا۔ ادھر ڈیکوزا بھی کیشیئر کے دماغ میں پہنچ گیا تھا لیکن اس طرح بات بننے والی نہیں تھی۔ اس نے وہیں دکان میں ایک گاہک کی آواز سنی پھر اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ اس کے ذریعے کیشیئر پر نظر رکھی۔ اسے معلوم ہو چکا تھا کہ پارس ابھی میک اپ میں آ رہا ہے اور کیشیئر سے وہ لفافہ لے کر جانے والا ہے۔

تھوڑی دیر بعد ایک نوجوان آیا۔ اس نے میک اپ کے دو چار آئیٹم خریدے پھر بل ادا کرنے کاؤنٹر پر آیا۔ تو کیشیئر نے مطلوبہ رقم لے کر وہ لفافہ اس کے حوالے کر دیا۔ نوجوان لفافہ لے کر باہر پارکنگ ایریا میں آیا۔ ڈیکوزا کا معمول اس کا تعاقب کر رہا تھا۔ اس نے بھی اپنی کار میں آ کر اسٹیئرنگ سیٹ سنبھالی۔ نوجوان کی کار وہاں سے نکل کر جانے لگی۔ معمول نے اپنی کار اس کے پیچھے لگا دی۔

وہ ٹریفک کے ہجوم میں آگے پیچھے چلتے رہے۔ پھر نوجوان کی کار کیسینو کی ایک عمارت کے بیسمنٹ میں چلی گئی۔ بیسمنٹ میں صرف کاریں پارک کی جاتی تھیں۔ نوجوان اپنی کار وہاں چھوڑ کر عمارت کے ایک حصے میں آیا اور ایک لفٹ کے سامنے پہنچ گیا۔ وہاں پہلے سے دو عورتیں کھڑی ہوئی تھیں۔ ڈیکوزا کا معمول بھی ان کے ساتھ لفٹ میں گیا۔ پھر نوجوان کے ساتھ ساتویں منزل پر لفٹ سے باہر آ گیا۔ وہاں ہوٹلوں کی طرح مختلف کمروں کے دروازے دکھائی دے رہے تھے۔ نوجوان ایک دروازہ کھول کر اندر چلا گیا۔

ڈیکوزا اس معمول کو واپس شاپنگ سینٹر پہنچانے کے بعد دماغی طور پر حاضر ہو گیا پھر آنکھیں کھول کر کوٹلی سے بولا۔ "کیسینو ڈیلائٹ کی عمارت میں جاؤ۔ پارس ساتویں منزل کے بارہ نمبر کے کمرے میں ہے۔"

اس نے اپنا پرس اٹھایا۔ وہ جانا چاہتی تھی، ڈیکوزا نے کہا۔ "اپنی شرط یاد رکھنا۔"

وہ بل کھاتی ہوئی دروازے تک گئی پھر بولی۔ "یاد ہے میری واپسی پر ہم دونوں میں سے کوئی ایک بارہ گھنٹے کے لیے دوسرے کا تابع دار ہو جائے گا۔"

وہ مسکراتی ہوئی چلی گئی۔ ڈیکوزا تھوڑی دیر کے لیے خالی دروازے کو دیکھتا رہا پھر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ کوٹلی نہ ہی، اس جیسی کوئی زبردست حسینہ خیال خوانی کی مٹھی میں آ سکتی تھی۔ اگر کوٹلی شرط ہار جاتی تو وہ بارہ گھنٹے تک خوب غم غلط کرتا رہتا۔ خود ہارنے کی صورت میں کوٹلی کی متبادل حسینہ لازمی ہو گئی تھی۔

وہ لباس تبدیل کر کے جانے لگا۔ شام کے پانچ بج رہے تھے۔ وہ روز صبح پانچ بجے اور شام پانچ بجے سُپر ماسٹر سے رابطہ قائم کرتا تھا۔ اسرائیل آنے کے بعد یہ خدشہ پیدا ہو گیا تھا کہ فرہاد وغیرہ ڈیکوزا کے ذریعے سُپر ماسٹر تک پہنچ سکتے ہیں۔ لہٰذا اسے رابطہ قائم کرنے سے منع کر دیا گیا تھا۔ سُپر ماسٹر خود ہی آواز اور لہجہ بدل کر اسے مخاطب کر لیا کرتا تھا۔

وہ باہر نہ جا سکا۔ سُپر ماسٹر کسی وقت بھی آنے والا تھا۔ وہ باہر کے ہجوم میں پوری توجہ سے باتیں نہیں کر سکتا تھا اس لیے ہوٹل کے کمرے ہی میں رہ گیا۔ ایک صوفے پر بیٹھ کر انتظار کرنے لگا۔ تقریباً بیس منٹ کے بعد اس نے بدلی ہوئی آواز اور لہجہ اپنے دماغ میں سنا۔ کوڈ ورڈز کے ذریعے یقین ہوا کہ وہ سُپر ماسٹر ہے۔ وہ پوچھ رہا تھا۔ "پارس کا معاملہ کہاں تک پہنچا ہے؟"

"میں نے اس کا ٹھکانا معلوم کر لیا ہے۔ کوٹلی اس سے ملنے گئی ہے۔"

"تمہیں کوٹلی کے دماغ میں رہنا چاہیے۔ اُسے کسی موقع پر ٹیلی پیتھی کی ضرورت ہو سکتی ہے۔"

"ماسٹر وی وان! اسے اپنے حسن و شباب پر بڑا ناز ہے وہ دعویٰ کر کے گئی ہے کہ پارس کو دیوانہ بنا کر لے آئے گی۔"

"وہ اپنے دعوے میں اکثر کامیاب رہتی ہے۔ تم پارس کو اغوا کرنے اور وہاں سے نکل آنے کے انتظامات کا پھر سے جائزہ لو۔ کہیں کوئی خامی نہ رہ جائے۔"

"میں تھوڑی دیر پہلے جائزہ لے چکا ہوں۔ میرے ماتحت بالکل الرٹ ہیں، میرا حکم سنتے ہی ایک ہیلی کاپٹر اس ہوٹل کی چھت پر آئے گا۔ ہم پارس کو بے ہوش کر کے اس میں صرف آدھے گھنٹے تک سفر کریں گے۔ ایک ویرانے میں ہمارے لیے طیارہ موجود ہے۔ ہم ہیلی کاپٹر سے طیارے میں منتقل ہو کر اسرائیل کی سرحد سے نکل آئیں گے۔"

"ڈیکوزا! وقت کا خیال رکھو، میں نے پارس دوم کو چوبیس گھنٹے بعد رہا کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ وعدہ پورا کرنے کے لیے صرف چار گھنٹے رہ گئے ہیں۔ اگر میں نے اسے رہا نہ کیا تو فرہاد کی دشمنی شروع ہو جائے گی۔ میں چاہتا ہوں، پارس اوّل بھی ہماری قید میں آ جائے تو پھر فرہاد دم نہیں مارے گا۔ وہ دونوں بیٹوں کی سلامتی کے لیے ہمارے سامنے گھٹنے ٹیک دے گا۔"

ڈیکوزا نے کہا۔ "ہم چار گھنٹے کے اندر پارس اوّل کو یہاں سے نکال لے جانے کی پوری کوشش کریں گے لیکن یہ اتنا آسان بھی نہیں ہے۔ دیر ہو سکتی ہے میں جلد بازی میں کام بگاڑنا نہیں چاہتا۔ آپ دو گھنٹے بعد رابطہ قائم کریں۔"

سُپر ماسٹر دماغ سے چلا گیا۔ اس نے گہری سانس لی کمرے کے اندر گھٹن محسوس ہو رہی تھی۔ وہ باہر آ گیا۔ کوریڈور سے گزرتا ہوا لفٹ میں پہنچا۔ وہ لفٹ اسے نیچے لے آئی۔ وہ زیادہ دور نہیں جانا چاہتا تھا۔ تھوڑی دیر ہوٹل کے باہر کھلی فضا میں سانس لینا چاہتا تھا کسی حسینہ کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے شکار کر کے اپنے کمرے میں لے جانا چاہتا تھا۔

نیچے پہنچ کر جیسے ہی لفٹ کا دروازہ کھلا اس کی آنکھیں بھی کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ ایک نہایت ہی حسین و جمیل کم سن دوشیزہ نظر آئی۔ وہ ایک ایسے شخص کے ساتھ تھی جو صورت سے ہی بدمعاش نظر آتا تھا۔ ڈیکوزا کو لفٹ سے باہر جانا تھا اور اس حسینہ کو بدمعاش کے ساتھ لفٹ کے اندر آ کر کہیں اوپر

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

جاتا تھا۔ ڈیکوزا نے کہا" آپ اندر آجائیں۔ میں اپنے کمرے میں رومال بھول گیا ہوں۔ واپس اوپر جا رہا ہوں۔"

وہ دونوں اندر آگئے۔ لفٹ اوپر جانے لگی۔ ڈیکوزا نے پوچھا" آپ کس فلور پر جائیں گے؟"

" فورتھ فلور" جواب ملا۔

ڈیکوزا نے چوتھی منزل کا بٹن دبایا۔ اس کے ساتھ ہی بولنے والے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی' وہ ایک اسمگلر ہے۔ اسکندریہ سے چند ہیرے اسمگل کرکے لایا ہے اور یہاں کسی پارٹی سے ان کا سودا کرنے والا ہے۔

لفٹ چوتھی منزل پر رُک گئی۔ وہ دونوں چلے گئے۔ دروازہ پھر بند ہو گیا۔ وہ واپس اپنے کمرے میں جلدی سے آیا پھر ریسیور اٹھا کر بولا" پلیز، فورتھ فلور کے کمرا نمبر ۹ سے رابطہ قائم کرائیں۔"

ڈیکوزا نے اتنی دیر میں یہ معلوم کر لیا کہ وہ کم سن حسینہ کو کہیں سے پھانس کر لایا ہے۔ دوسری طرف سے آواز آئی۔

" ہیلو" ڈیکوزا نے کہا" ہیلو مسٹر! میں یہ بتا سکتا ہوں کہ تمھارے پاس کتنے ہیرے ہیں اور وہ کہاں چھپا کر رکھے گئے ہیں۔"

اس نے گھبرا کر پوچھا" تم کون ہو؟"

"اگر مجھے دیکھنا اور سمجھنا چاہتے ہو تو ایک لمحہ ضائع کیے بغیر فیصلہ سناؤ۔ ہیرے چاہتے ہو یا وہ حسینہ جسے کہیں سے پھانس کر لائے ہو۔ دو میں سے ایک چیز میری ہوگی، دوسری تمھاری۔"

"تم ہیروں کے متعلق کیسے جانتے ہو؟"

" وقت ضائع کر رہے ہو۔ فیصلہ سناؤ۔"

"اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ میں لڑکی تمھارے حوالے کر دوں تو تم ان قیمتی ہیروں کو بعد میں طلب نہیں کرو گے یا پولیس والوں کو میرے پیچھے نہیں لگاؤ گے۔"

"تم کل رات اس ہوٹل میں آئے تھے۔ میں تمھارا دشمن ہوتا یا ہیرے جواہرات کا لالچی ہوتا تو ابھی تم آہنی سلاخوں کے پیچھے ہوتے یا ان ہیروں کو میرے اور اپنے درمیان تقسیم کر چکے ہوتے۔ میں ہیروں کا نہیں حسن کا قدر دان ہوں۔ اس حسینہ کو ساتویں منزل کے بارہ نمبر کمرے میں پہنچا دو۔"

"اچھی بات ہے، میں ابھی آرہا ہوں۔"

ڈیکوزا اسے اپنے کمرے کا نمبر بتا کر پھر ریسیور رکھ کر اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اُدھر وہ ریسیور رکھ کر حسینہ سے کہہ رہا تھا" ابھی فون پر معلوم ہوا ہے کہ تمھارا پارس ساتویں منزل کے بارہویں کمرے میں ہے۔ میں تمھیں وہاں لے چلتا ہوں۔"

ڈیکوزا پارس کا نام سن کر چونک گیا۔ وہ اسمگلر سوٹ کیس کھول کر ایک ریوالور نکالنے کے بعد اس میں سائلینسر لگا رہا تھا۔ حسینہ نے پوچھا" کیا تم میرے پارس کو گولی مار دو گے؟"

"پارس کو نہیں، اس شخص کو ماروں گا جو تمھیں چھین لینا چاہتا ہے۔"

ڈیکوزا نے ماریہ کی آواز سن کر اس کے دماغ میں چھلانگ لگائی لیکن واپس آگیا۔ اس نے سانس روک لی تھی۔ وہ گھبرا کر دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔ تیزی سے سوچنے لگا۔ 'کیا پارس یا فرہاد اس لڑکی کے ذریعے مجھے جال میں پھانس رہے ہیں؟'

اس کے دماغ میں پہلا خیال یہی آیا کہ ہوٹل کے کمرے سے نکل بھاگے پھر یہ سمجھ میں آیا' ابھی وہ حسینہ کے دماغ میں پہنچنے کی ناکام کوشش کر چکا ہے۔ یہ بات فرہاد کو معلوم ہو چکی ہوگی۔ یہ بھی معلوم ہوا ہوگا کہ ابھی کسی نے ساتویں منزل کے بارہ نمبر کمرے سے فون کیا تھا۔ فرہاد کی ٹیلی پیتھی جاننے والی پوری ٹیم نے بارہ نمبر کمرے کا اور ہوٹل کا محاصرہ کر لیا ہوگا۔

وہ جھاگ کی طرح صوفے پر بیٹھ گیا۔ اچانک کوٹلی کا خیال آیا۔ اگر وہ پارس کو اپنی ذات میں الجھا رہی ہوگی تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ پارس کو اس ہوٹل میں آنے والی حسینہ کا علم نہیں ہے اور یہ حسینہ کسی وجہ سے پارس کو ڈھونڈتی ہوئی اس اسمگلر کے ہاتھ لگ گئی ہے۔

اس نے کوٹلی کے دماغ پر دستک دی۔ کوڈ ورڈز ادا کیے۔ کوٹلی نے کہا" سوری! ابھی میں پارس کو ٹریپ کرنے میں کامیاب ہونے والی ہوں۔ تم بعد میں رابطہ قائم کرنا۔"

اس نے سانس روک لی۔ ڈیکوزا واپس اپنی جگہ آگیا۔ [illegible] نے ذرا سی دیر میں معلوم کر لیا تھا کہ پارس کوٹلی کے سامنے موجود ہے۔ اب یہ بات یقین [illegible] رہی تھی کہ وہ ہوٹل میں آنے والی حسینہ سے بے خبر ہے۔

وہ جھنجلا رہا تھا۔ ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرکے بھی یہ صحیح طور پر معلوم نہیں کر سکتا تھا کہ خیال خوانی والے دشمن اسے گھیر رہے ہیں یا وہ محض دہشت میں مبتلا ہے۔ پارس کا تعلق اس حسینہ سے ہے یا وہ حسینہ یونہی اس کی دیوانی ہو کر اسے تلاش کرتے ہوئے ایک اسمگلر کے پاس آگئی ہے۔

دوسری طرف کوٹلی نے درست کہا تھا کہ وہ پارس کو ٹریپ کرنے میں کامیاب ہو رہی ہے۔ جب وہ ڈیکوزا کے بتائے ہوئے پتے پر پارس کے کمرے میں پہنچی تو وہ لفافے سے ڈرائیور کی تصویر نکال کر دیکھ رہا تھا۔ اس کے

سامنے بڑے سے آئینے کے پاس میک اپ کا سامان بکھرا ہوا تھا۔ اس نے پلٹ کر کوٹلی کو دیکھا پھر ناگواری سے بولا۔ "کیا تم اتنی سی تہذیب نہیں جانتیں کہ دوسرے کے ہاں اجازت لے کر آنا چاہیے۔"

کوٹلی کو ذرا دکھ ہوا۔ اسے پہلی بار دیکھنے والے دیکھتے ہی رہ جاتے تھے اور وہ تھا کہ اسے تہذیب سکھا رہا تھا۔ وہ مسکراتے ہوئے بولی" میں اس کمرے کو دوسرے کا نہیں' اپنا سمجھ کر آئی ہوں اور جب آہی گئی ہوں تو تم اخلاق اور تہذیب کا مظاہرہ کرو۔"

وہ مسکراتے ہوئے اٹھ گیا پھر بولا" میں تمھاری اس نادانی کو نظر انداز کرتا ہوں۔ آؤ بیٹھو، پہلے بتاؤ کیا پیو گی؟ ٹھنڈا یا گرم؟"

وہ قریب آکر بولی" جو پلانا چاہتے ہو، اپنی آنکھوں سے پلاؤ۔"

پارس نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں۔ اسے محسوس ہوا کہ آنے والی کی آنکھیں اسے گرفتار کرنا چاہتی ہیں لیکن وہ نہیں جانتی تھی کہ پارس اپنی ماریہ کا زہر ہضم کر لیتا ہے۔ جو زہر کو معمولی نشے کی طرح قبول کر لیتا تھا اس پر کوٹلی کی تنویمی عمل کرنے والی آنکھیں بھلا کیا اثر کر سکتی تھیں۔

چند لمحوں کے بعد ہی پارس کا خیال درست نکلا۔ وہ اپنی آنکھیں اس کی آنکھوں میں ڈال کر کہہ رہی تھی" تم مجھے دیکھ رہے ہو، میری آنکھوں میں ڈوب رہے ہو۔ اب ان آنکھوں کے سحر سے نکل نہیں سکو گے۔"

وہ بولا" میں ان آنکھوں میں ڈوب رہا ہوں۔ مجھے بتاؤ، تم کون ہو؟ مجھ سے کیا چاہتی ہو؟"

"پہلے تم میرے معمول بن جاؤ پھر بتاؤں گی۔"

"مجھے کوئی بات معلوم نہ ہو تو میں بے چین ہو جاتا ہوں۔ پلیز اپنا مقصد بتاؤ۔"

وہ بتانا ضروری نہیں سمجھتی تھی، اسے یقین تھا کہ وہ نوجوان دوسروں کی طرح آسانی سے اس کا معمول بن جائے گا۔ وہ اپنی دانست میں اسے بڑی کامیابی سے سحر زدہ کر رہی تھی۔ پارس نے اس کا ایک ہاتھ تھام لیا پھر اس کی آنکھوں سے اپنی آنکھیں ہٹالیں۔ وہ تعجب سے بولی" کیا میری آنکھیں تمھیں متاثر نہیں کر رہی ہیں؟"

وہ مسکرا کر بولا" تم سر سے پاؤں تک متاثر کر رہی ہو۔ کیا میں تمھارا یہ ہاتھ چوم سکتا ہوں؟"

وہ خوش ہو گئی۔ آنکھوں کا نہ سہی، حسن و شباب کا جادو تو چل رہا تھا۔ پارس نے اس کی ہتھیلی کی پُشت پر ہونٹ رکھے پھر اس کے دانت نمایاں ہوئے۔ دوسرے ہی لمحے کوٹلی کے حلق سے چیخ نکلی۔ اس کی آنکھوں کے سامنے کمرے کے در و دیوار گھومنے لگے، اپنے جسم کے اندر زہر کی جلن محسوس کرتے کرتے چکرا کر گر پڑی اور جہاں گری' وہاں سے پھر اُٹھ نہ سکی۔

ہوٹل کے کمرے میں ڈیکوزا سہما ہوا سا تھا۔ دروازے پر دستک ہوئی تو وہ مارے خوف کے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ جیسے موت دروازے پر دستک دے رہی ہو۔

سوال پیدا ہوا۔ کون آیا ہے؟

جواب سمجھ میں آیا۔ 'سائلینسر لگی ہوئی موت....'

موت اچانک ہی آکر دبوچ لے تو آدمی کسی خوف کے بغیر مر جاتا ہے۔ کیونکہ خوفزدہ ہونے کا موقع نہیں ملتا۔ لیکن پہلے سے اطلاع مل جائے کہ موت فلاں وقت ضرور آئے گی تو اس کے آنے سے پہلے ہی آدمی دہشت سے مرتا رہتا ہے۔ بُرا ہو ٹیلی پیتھی کا جس کے ذریعے ڈیکوزا کو معلوم ہو گیا تھا کہ ماریہ پارس کو تلاش کرتی ہوئی اُس ہوٹل میں آئی ہے، گویا موت آئی ہے۔

ڈیکوزا نے خیال خوانی کے ذریعے معلوم کیا تھا، وہ اسمگلر سائیلنسر لگا ہوا ریوالور لے کر ماریہ کے ساتھ آیا تھا۔ اسے ریوالور کا خوف نہیں تھا۔ وہ دماغی جھٹکا پہنچا کر اسمگلر کے ہاتھ سے ریوالور گرا سکتا تھا۔ اسے مار کر بھگا سکتا تھا اور ماریہ کو مالِ غنیمت کی طرح حاصل کر سکتا تھا۔ لیکن یہ سوچ کر خوف آرہا تھا کہ ماریہ کے دماغ میں فرہاد چھپ کر آرہا ہوگا۔

دروازے پر دوسری بار دستک ہوئی۔ اسے دروازہ تو کھولنا ہی تھا۔ وہ بھاگ کر کہیں نہیں جا سکتا تھا۔ اس نے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

آہستہ آہستہ قریب آکر چٹخنی ہٹائی اور ذرا پیچھے ہٹ گیا۔ وہ ماریہ کے ساتھ اندر آیا۔ پھر ڈیکوزا کو دیکھ کر بولا۔ "اچھا تو تم ہو۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے لفٹ میں تم ہمارے ساتھ آئے تھے۔ بائی دی وے میں تمہاری معلومات کی داد دیتا ہوں۔ اور یہ ضرور معلوم کرنا چاہوں گا کہ تمہیں اُن ہیروں کا علم کیسے ہوا؟"

آنے والے نے دروازے کو اندر سے بند کردیا۔ ڈیکوزا اُسے نظرانداز کرکے ماریہ کو مسلسل دیکھتا جارہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ یہ بے حد حسین ہے۔ لیکن ضروری نہیں ہے کہ آدمی اسے دیوانہ وار دیکھتا جائے اور اس کے قریب تر ہونے کے لیے مچلتا رہے۔ سمجھ میں نہیں آتا، اس کے وجود میں کیسی کشش ہے، میں اس کے سامنے کوئی کو ہار جانے کے لیے تیار ہوں۔

اسمگلر نے کہا۔ "تم اس حسینہ کو دیوانہ وار دیکھ رہے ہو۔ مجھے یقین آگیا، تم ہیروں کے نہیں حُسن کے طلب گار ہو۔ میں اسے لے آیا ہوں۔ لیکن تمہارے حوالے کرنے سے پہلے معلوم کرنا چاہوں گا، تم کون ہو؟ میرے پاس چھپے ہوئے ہیروں کا علم تمہیں کیسے ہوا؟"

ماریہ دونوں کو باری باری سوالیہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اس نے پوچھا۔ "یہ تم لوگ کیسی باتیں کر رہے ہو۔ اے مسٹر! تم نے کہا تھا، مجھے اس کمرے میں پارس مل جائے گا، کہاں ہے پارس؟"

ڈیکوزا نے اسمگلر سے پوچھا۔ "یہ لڑکی کون ہے؟ اور کسی پارس سے اس کا کیا تعلق ہے؟"

وہ بولا۔ "میں کسی پارس کو نہیں جانتا۔ یہ لڑکی بھی میرے لیے اجنبی ہے۔ یہ بات سمجھ میں آگئی ہے کہ یہ پارس نامی کسی شخص کی دیوانی ہے اور عقل سے پیدل ہے۔"

ماریہ نے اسے غصّے سے دیکھ کر کہا۔ "تم نے کہا تھا، پارس اس ہوٹل میں ملے گا۔ پھر اپنے کمرے میں لے جاکر کہا 'میرا پارس اس کمرے میں ملے گا۔ اب یہاں آکر کہتے ہو، کسی پارس کو نہیں جانتے۔ تم دونوں مجھے جھوٹے اور مکار لگتے ہو۔"

ڈیکوزا نے پوچھا۔ "کیا فرہاد علی تیمور تمہارے دماغ میں آکر بولتا ہے؟"

"ہاں، جب میں لندن میں تھی تو اس نے کہا 'میں اسرائیل جاؤں گی تو پارس ملے گا۔ میں یہاں آئی تو معلوم ہوا میرے دماغ میں فرہاد نہیں کوئی اور دشمن آیا تھا، وہ میرے ذریعے پارس کو ہلاک کرنا چاہتا تھا۔ سچی بات یہ ہے کہ تمہاری یہ دُنیا میری سمجھ میں نہیں آتی۔ جو پارس کو ہلاک کرنا چاہتا تھا، وہ اس کا دوست بن گیا۔ مجھے یہ دماغ میں آکر بولنے والے اچھے نہیں لگتے۔ اب تو میں سانس روک لیتی ہوں، کسی کو اپنے اندر آکر بولنے نہیں دیتی۔"

ڈیکوزا نے پوچھا۔ "کیا فرہاد کو بھی نہیں؟ وہ تو پارس کا باپ ہے۔"

"پارس کے باپ کو تو کبھی دماغ میں نہیں آنے دوں گی۔ میں اچھی طرح سمجھ گئی ہوں، وہ اپنے بیٹے کو مجھ سے دور رکھنا چاہتا ہے۔"

اسمگلر حیرانی سے ان کی باتیں سُن رہا تھا۔ اس نے کہا۔ "میں نے فرہاد صاحب کا بہت نام سُنا ہے۔ ان کی ٹیلی پیتھی کے حیرت انگیز کارنامے بھی سننے میں آتے ہیں لیکن یہ نہیں معلوم تھا کہ ان کے بیٹے کا نام پارس ہے اور یہ لڑکی اسی جوان کو ڈھونڈ رہی ہے۔"

وہ دونوں ہاتھوں سے کانوں کو پکڑتے ہوئے بولا۔ "میں نے لاعلمی میں تم سے جھوٹ کہا، تمہیں دھوکا دے کر یہاں لے آیا۔ میں اپنی غلطی کی تلافی کروں گا۔ تمہیں غلط ہاتھوں میں پڑنے نہیں دوں گا۔ بولو کہاں جاؤ گی؟ کس طرح پارس کو تلاش کرو گی؟ میں تمہارے ساتھ رہوں گا۔"

ڈیکوزا کو اتنی دیر میں یقین ہوگیا کہ ماریہ کے پیچھے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں ہے۔ اگر کوئی خیال خوانی کرنے والا آئے گا بھی تو یہ نادان لڑکی اسے دماغ میں نہیں آنے دے گی۔ ماریہ خوش ہوکر اس اسمگلر سے پوچھ رہی تھی۔ "کیا تم میرے ساتھ پارس کو ڈھونڈنے چلو گے؟"

"ہاں، ابھی چلو۔"

ڈیکوزا نے کہا۔ "نہیں مسٹر! تم اب بھی اس معصوم لڑکی کو دھوکا دے رہے ہو۔ بہتر ہے، اپنے ہیروں کی فکر کرو اور اسے یہاں چھوڑ دو۔"

اسمگلر نے سائلنسر لگا ہوا ریوالور جیب سے نکال کر کہا۔ "تمہاری زبان ہمیشہ کے لیے بند ہوجائے گی تو میرے ہیرے محفوظ رہیں گے۔"

ماریہ نے کہا۔ "اسے گولی مار دو۔ یہ ہمیں پارس کے پاس جانے سے روک رہا ہے۔"

ڈیکوزا نے ہنستے ہوئے کہا۔ "نادان لڑکی! تمہیں پارس نے میرے پاس بھیجا ہے، کیا تمہیں معلوم ہے کہ تمہارا پارس دماغ میں آکر بولنے لگا ہے؟"

وہ حیرت اور مسرت سے بولی۔ "کیا سچ کہہ رہے ہو؟"

"بالکل سچ کہہ رہا ہوں۔ اس نے میرے دماغ میں آکر کہا تھا، تمہیں ایک بدمعاش ہوٹل میں لے آیا ہے۔ اس کے پاس اسمگل کیے ہوئے ہیرے ہیں۔ لیکن میں ہیروں کے چکر میں نہ پڑوں اور تمہیں اپنے کمرے میں بلالوں۔"

اسمگلر نے اسے گھور کر دیکھا۔ پھر پوچھا۔ "کیا تم اسے حاصل کرنے کے لیے کوئی چال چل رہے ہو؟"

"بے وقوف! تم میرے سامنے ریوالور تانے کھڑے ہو۔ شاید مجھے گولی مار سکتے ہو۔ لیکن ایسا نہیں کرسکو گے۔ پارس نے کہا ہے، تم اپنا ریوالور میری طرف اُچھال دو گے۔ پھر اس کمرے سے چلے جاؤ گے۔"

ماریہ نے پوچھا۔ "وہ تمہارے پاس آتا ہے تو میرے دماغ میں کیوں نہیں آتا؟"

ڈیکوزا نے کہا۔ "میں ابھی پوچھ کر بتاتا ہوں۔ اے بھائی پارس! اگر تم سُن رہے ہو تو اپنی محبوبہ کے دماغ میں آکر اس کی تسلی کرو۔"

یہ کہہ کر اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھام لیا۔ پھر کہا۔ "پارس میرے دماغ میں بول رہا ہے۔ جب تم اس بدمعاش کے کمرے میں تھیں تو وہ تمہارے دماغ میں آنا چاہتا تھا۔ لیکن تم نے سانس روک لی تھی۔ کیا یہ سچ ہے؟"

وہ جلدی سے ہاں کے انداز میں سر ہلاتے ہوئے بولی۔ "مجھے کیا معلوم تھا، میرا پارس آرہا ہے۔ معلوم ہوتا تو کبھی سانس نہ روکتی۔ اس سے کہو میرے پاس فوراً آئے۔ میں اسے ڈھونڈتے ڈھونڈتے تھک گئی ہوں۔"

ڈیکوزا نے کہا۔ "وہ تمہارے پاس آرہا ہے لیکن اس بدمعاش سے پہلے نمٹے گا۔ یہ دیکھو۔"

اس نے اسمگلر کے دماغ میں پہنچ کر اس کے ریوالور کو اپنی طرف اُچھالا۔ اسے کیچ کیا، پھر سوچ کے ذریعے کہا۔ "میں تمہارے اندر پارس بول رہا ہوں۔ یہ ریوالور تمہیں واپس مل جائے گا۔ تمہارے چھپائے ہوئے ہیرے کسی پر ظاہر نہیں کیے جائیں گے۔ اس لڑکی کو چھوڑ کر چلے جاؤ۔"

اس نے آگے بڑھ کر ریوالور اُسے واپس کر دیا۔ وہ ماریہ سے بولا۔ "ابھی میرے دماغ میں مسٹر پارس بول رہے تھے کہ میں تمہیں چھوڑ کر چلا جاؤں۔"

ڈیکوزا اسی وقت ماریہ کے دماغ میں پہنچا۔ وہ بے اختیار سانس روکنا چاہتی تھی، اس نے کہا۔ "میں پارس ہوں۔ کیا تم پھر مجھے بھگانا چاہتی ہو؟"

وہ جلدی سے بولی۔ "نہیں پارس! تمہاری ماریہ تمہیں کیسے بھگا سکتی ہے۔ میں سمجھ رہی تھی، دماغ میں کوئی دشمن آرہا ہے۔ اب سانس نہیں روکوں گی۔"

سب رنگ ڈائجسٹ میں قسط وار شائع ہونے والا سلسلہ

اقابلا

مکمل دو حصوں میں

تاریک برّاعظم کے پُراسرار ماحول میں جنم لینے والی ایک حیرت انگیز داستان جہاں کالے جادو اور سفلی کے مقابلے برپا ہوتے تھے — وحشی قبائل اور اُن کے وحشیانہ رسم ورواج کی ایک ناقابلِ یقین سرگزشت — ان تاریک اور گمنام جزیروں کی کہانی — جہاں تہذیب کا کوئی دخل نہیں تھا — شگون کی خاطر معصوم اور شیرخوار بچوں کو نیزوں پر اُچھالا جاتا تھا عجیب الخلقت اور خوفناک دیوتاؤں کے مجسموں کو تازہ خون سے غسل دیا جاتا تھا — نوخیز حسیناؤں کی بھینٹ پیش کی جاتی تھی

اقابلا

وحشی قبیلوں کی ایک سرکش حسینہ جس کا حُسن لازوال تھا جس کے حصول کے لئے موت کا بازار ہمیشہ گرم رہتا تھا — خون کی ہولی کھیلی جاتی تھی۔ ایک سیاح کی زندگی کے لرزہ خیز واقعات جسے سمندر کی سرکش موجوں نے اُٹھا کر اقابلا کے دیس میں اس کے قدموں میں ڈال دیا تھا —

کتابی شکل میں پہلی بار منظرِ عام پر آئی ہے

قیمت فی حصہ ۲۰/- روپے، علاوہ محصول ڈاک

پتہ ذیل پر رجوع کریں

کتابیات پبلی کیشنز

پوسٹ بکس نمبر ۲۳ ○ کراچی ۱

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

پھر وہ اسمگلر سے بولی۔ "لے! تم یہاں سے جاؤ۔"

وہ خواہ مخواہ ٹیلی پیتھی والوں میں پھنسنا نہیں چاہتا تھا۔ اسے ہیروں کے تحفظ کی ضمانت مل رہی تھی، وہ فوراً ہی باہر چلا گیا۔ ڈیکوزا نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا پھر ایک ہاتھ اس کی کمر پر ڈال کر دوسرے ہاتھ سے بستر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "چلو، وہاں آرام سے باتیں کریں گے۔"

وہ اسے ایک طرف دھکا دیتے ہوئے بولی۔ "خاموش رہو۔ مجھے پارس سے باتیں کرنے دو۔"

وہ بستر پر آ کر بیٹھ گئی پھر بولی۔ "ہاں پارس! اب بولو۔ تم کہاں ہو؟ خود میرے پاس کیوں نہیں آتے؟ مجھے اس لنگور کے کمرے میں آنے کے لیے کیوں کہا تھا؟"

ڈیکوزا نے سوچ کے ذریعے کہا۔ "اسے لنگور مت کہو، یہ میرا بہت اچھا دوست ہے، اس کا دل خوش کر دو۔"

"کیسے خوش کروں؟"

"جیسے میرا دل خوش کیا کرتی تھیں۔"

"تم کہتے ہو تو خوش کر دوں گی۔ میں تمہاری کسی بات سے انکار نہیں کرتی ہوں۔ مگر تم مجھ سے کیوں چھپ رہے ہو؟"

"میں بہت مجبور ہوں۔ مجھے دشمنوں نے چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے۔ میں نہیں چاہتا، دشمن تمہیں کوئی نقصان پہنچائیں۔ اسی لیے تمہیں اپنے اس دوست کے پاس چھپ کر رہنے کو کہتا ہوں۔ میں آج رات کو کسی وقت تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا۔"

وہ خوش ہو کر بولی۔ "سچ کہہ رہے ہو؟ پھر تو میں تمہیں نہیں روک سکے گی؟"

"[illegible] میں تو بتا [illegible] ہے۔ میں نے نینسی کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ دیا ہے۔ [illegible] درمیان میں کوئی عورت نہیں آئے گی۔"

وہ بستر سے اٹھ کر تالیاں بجانے لگی۔ ڈیکوزا نے اس کے تالیاں بجانے والے ہاتھ [illegible] کیا کہہ رہا ہے؟"

وہ خوشی سے اچھل کر بولی۔ "[illegible] آئے گا۔ میں تمہارے اس کمرے میں رہوں گی کیا تم مجھے یہاں رہنے دو گے؟"

"کمرے کی کیا بات کرتی ہو۔ میرے دل میں رہو۔"

اس نے ذرا قریب کھینچا۔ وہ قریب ہو کر بولی۔ "پارس تمہاری بہت تعریفیں کر رہا ہے۔ کہتا ہے، میں تمہیں خوش کرتی رہوں۔"

"پھر دیر کس بات کی ہے، آؤ میرا دل باغ باغ کر دو۔"

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ اس نے پوچھا۔ "کیا سوچ رہی ہو؟"

"میں پارس کو خوش کرنے کے لیے اسے پیار کرتی تھی۔ وہ مدہوش ہو جاتا ہے۔ کیا تم بھی مدہوش ہی رہو گے؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "بس تم شروع ہو جاؤ۔ میرے ہوش اڑا دو۔ آج میں ہوش سے بے گانہ ہو جانا چاہتا ہوں۔"

"کہیں تم اس کی طرح مر تو نہیں جاؤ گے؟"

"تم کس کی بات کر رہی ہو؟"

"مجھے ایک جوان ملا تھا جو اپنے بنگلے میں لے گیا۔ بڑے دعوے کرتا تھا کہ میرے پیار میں ثابت قدم رہے گا۔ لیکن ایک ہی پیار سے اس کے قدم ہمیشہ کے لیے اکھڑ گئے۔"

وہ سینہ تان کر بولا۔ "وہ کوئی موم کا مرد ہو گا۔ میں فولاد ہوں۔ مجھے پیار کرو اور زیادہ نہ تڑپاؤ۔"

ماریہ نے اس کے ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔ اس کے سامنے گھٹنے ٹیک دیے۔ پھر ہتھیلی کی پشت پر اپنے گلابی گلابی ہونٹ رکھ دیے۔ وہ خوش ہو کر پیار کی ابتدا کو دیکھ رہا تھا۔ دوسرے ہی لمحے میں پتا چلا، پیار کی یہی ابتدا ہے، وہی انتہا ہے۔ اس کے حلق سے زندگی کی آخری چیخ نکلی، وہ تڑپ کر قالین پر گرا پھر جان کنی میں زندگی کے لیے پھڑ پھڑانے لگا۔ "اے زندگی! تو کتنی حسین ہے، تیرے حسن کو ڈوب کر دیکھنے کے لیے میں نے ٹیلی پیتھی سیکھی تھی۔ تمہارے یہ ٹیلی پیتھی فنا ہو گئی۔ تو بھی فنا ہو رہی ہے، پھر میرے پاس کیا رہ جائے گا؟"

[illegible] آخری [illegible] آیا۔ پھر جسم ہمیشہ کے لیے [illegible] ہو گیا۔ [illegible] تھا۔ لوگ ازل سے دم [illegible] رہتے ہیں لیکن [illegible] خوش فہمی میں رہتے ہیں۔ [illegible] بے حساب [illegible] یا غیر معمولی صلاحیت [illegible] کے خلاف [illegible] غیر معمولی خیال [illegible] زندہ [illegible]

پارس [illegible] کے جسم میں [illegible] تھا۔ وہ صرف مدہوش ہو کر زندہ رہے گی اور اسے زندہ رکھنا ضروری تھا۔ اس سے معلوم کرنا تھا، وہ کون ہے؟ کہاں سے آئی ہے؟ اور کس ارادے سے آئی ہے؟

پارس نے دیکھا، اس کا گورا بدن نیلا پڑنے لگا۔ زندگی رخصت ہونا چاہتی تھی۔ اس نے فوراً ریسیور اٹھا کر ڈائل کیے، اس کیسینو کی عمارت میں گراؤنڈ فلور پر بہت سی دکانیں تھیں۔ وہاں دوائیں بھی فروخت ہوتی تھیں۔ پارس نے دانیال کے ماتحت سے کہا۔ "فوراً اٹھو۔ دوڑتے ہوئے نیچے جاؤ اور جو انجکشن کہہ رہا ہوں، وہ سرنج کے ساتھ لے آؤ۔"

اس نے انجکشن کا نام بتایا، ریسیور رکھا۔ وہ فرش پر پڑی ہوئی تھی پارس اس کے پاس گھٹنے ٹیک کر جھک گیا۔ اس کے ڈسے ہوئے ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں لیا پھر ہتھیلی کی پشت پر ہونٹ رکھ کر زہر چوسنے لگا اور وہ زہر ایک طرف تھوکنے لگا۔ دس منٹ بعد دستک سنائی دی۔ اس نے اٹھ کر دروازہ کھولا۔ دانیال کا ماتحت مطلوبہ انجکشن لے آیا تھا۔ پارس نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر سرنج میں دوا بھری پھر اسے کوئلی کے بازو میں انجیکٹ کر دیا۔ ایسے وقت کوئلی کے منہ سے ہلکی سی کراہ نکلی۔ پارس نے کسی قدر مطمئن ہو کر اسے دیکھا۔ پھر ماتحت سے کہا۔ "معلوم کرو، تمہارا ماسٹر دانیال کہاں ہے۔ میں اس سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ ٹیلی فون کے پاس گیا۔ پھر یکے بعد دیگرے کئی نمبر ڈائل کرنے لگا، آخر ایک نمبر پر رابطہ قائم ہو گیا۔ اس نے کہا۔ "ماسٹر! آپ سے مسٹر پارس بات کرنا چاہتے ہیں۔ پلیز ہولڈ آن۔"

پارس نے آ کر ریسیور لیا پھر ماتحت کو وہاں سے جانے کے لیے کہا۔ جب وہ چلا گیا تو وہ آہستگی سے بولا۔ "میرے دماغ کا دروازہ کھلا ہے۔"

اس نے ریسیور رکھا۔ پھر مانوس سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی بولا۔ "دانیال! میرے کمرے کے فرش پر ایک لڑکی بے ہوش پڑی ہے۔ یہ بڑی بے تکلفی سے میرے کمرے میں آئی تھی۔ اپنی آنکھوں سے مجھے سحر زدہ کرنا چاہتی تھی۔ یقیناً تنویمی عمل کے [illegible] معمول بنانا چاہتی تھی۔ میں نے اسے زہر سے [illegible] کیا [illegible] مر جاتی [illegible] بچا لیا ہے۔ جب [illegible] کی [illegible] طور پر [illegible] گی، تم ایسے وقت [illegible] کے ذریعے بہت کچھ معلوم کر سکو گے۔"

"یہ کب تک ہوش میں آ جائے گی؟"

"میں اسی کا انتظار کر رہا ہوں۔ ہوش میں نہ آئی تو دوسرا انجکشن لگاؤں گا۔ کیا تم کہیں مصروف ہو؟"

"میں تمہارے لیے تمام مصروفیات چھوڑ سکتا ہوں۔"

"میرے دماغ میں ماما اور پاپا بھی آتے ہیں تو میں بے چینی محسوس کرتا ہوں۔ سوچتا ہوں پتا نہیں وہ میرے دماغ میں رہ کر کیسے کیسے خیالات پڑھ رہے ہوں گے۔ اسی لیے میں مختصر اور ضروری باتیں کر کے سانس روک لیا کرتا ہوں۔"

دانیال چلا گیا۔ ایک منٹ کے اندر ہی اس کا ایک ماتحت آیا، اس نے مسکرا کر کہا۔ "مسٹر پارس! میں دانیال ہوں۔ اب اس کے دماغ میں رہ کر اس دوشیزہ کے ہوش میں آنے کا انتظار کروں گا۔ تم درست کہتے ہو۔ ہم کبھی یہ نہیں چاہتے کہ کوئی ہمارے اندر پہنچ کر وہ خیالات پڑھے جن کا تعلق صرف ہم سے اور ہماری محبوبہ سے ہوتا ہے۔"

پارس نے کہا۔ "شکریہ کہ تم میرے دماغ سے چلے گئے لیکن میرے لیے موجود ہو۔ میرا خیال ہے، تم اپنے ماتحت کو کہیں چھپا دو اور وہاں سے اس کے ذریعے اس اجنبی دوشیزہ کی آواز اور لہجہ سنو۔ یہ کسی تیسرے کی موجودگی میں کھل کر بات نہیں کرے گی۔ میں چاہتا ہوں، یہ پہلے کی طرح بے تکلفی کا مظاہرہ کرے۔ میں اسے باتوں میں لگا کر ٹیلی پیتھی کے بغیر خود بھی کچھ معلوم کرنے کی کوشش کروں گا۔"

"ٹھیک ہے، ہم اپنے اپنے طور پر معلومات حاصل کریں گے۔ بائی دی وے تم نے اس کے متعلق اب تک کیا اندازہ لگایا ہے؟"

"یہ تنویمی عمل کے ذریعے میرے دماغ کو اپنے قابو میں رکھنا چاہتی تھی۔ اگر میں اس کا اسیر ہو جاتا تو شاید یہ مجھے کہیں لے جاتی۔ ہمارا خیال تو سپر ماسٹر کی طرف ہی جاتا ہے۔ شاید یہ اس کی اہم آلۂ کار ہے۔ ہو سکتا ہے، میرا اندازہ غلط ہو۔ تم خیال خوانی کے ذریعے حقیقت معلوم کر لو گے۔"

دانیال اپنے ماتحت کو دوسرے کمرے میں لے گیا۔ اسی وقت پھر دانیال کہا میں آیا۔ اپنے کوڈ ورڈز ادا کیے۔ اس نے مجھے کوئلی کے متعلق بتایا۔ میں نے کہا۔ "میں سونیا کے پاس جا رہا ہوں۔ میری ضرورت ہو تو وہاں چلے آنا۔"

[illegible] وہاں سے چلا آیا۔ پارس اپنے کمرے میں ایک [illegible] کرسی پر بیٹھا بڑی گہری نظروں سے کوئلی کو دیکھ رہا تھا۔ کوئلی نے پارس اور [illegible] کے درمیان دیوار بن گئی تھی۔ [illegible] پیدا کر دیا تھا۔ کیونکہ وہ اجنبی دوشیزہ اسی پر تنویمی عمل [illegible] آئی تھی۔ لہٰذا اس کے ارادوں کو سمجھنا بہت ضروری تھا۔

وہ ایزی چیئر سے اٹھ کر اس کے پاس آیا۔ اس کی نبض تھام کر محسوس کرنے لگا۔ نبض کی رفتار نارمل تھی۔ وہ ہوش میں آنے ہی والی تھی۔

پھر اس کی آنکھیں آہستہ آہستہ کھلنے لگیں۔ پارس اس کے چہرے پر جھک گیا، ایک عاشق کے انداز میں بولا۔ "اے حسن و شباب کی ملکہ! جاگو، آنکھیں کھولو۔ تم کون ہو؟ یہاں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

میرے ہوش اُڑانے آئی تھیں اور خود بے ہوش پڑی ہوئی ہو؟"

وہ پوری طرح آنکھیں کھول کر اسے دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی: "میں کہاں ہوں اور یہ خوبرو جوان کون ہے؟"

اسے فوراً ہی یاد آگیا کہ وہ پارس کو ٹریپ کرنے آئی تھی اور جسے پھانسنے آئی تھی، اس نے خود اُسے پھانس لیا ہے۔ اسے یہ بھی یاد آرہا تھا کہ اس خوبرو جوان نے اس کی ہتھیلی کی پُشت کو چُوما تھا پھر ایسا لگا تھا جیسے سانپ نے ڈس لیا ہو۔ اس کے بعد وہ چکرا کر گر پڑی تھی۔

اتنا یاد آتے ہی وہ اُٹھنے لگی۔ مگر اُٹھ نہ سکی۔ سر چکرانے لگا۔ وہ ہائے کہتی ہوئی پھر چاروں شانے چت ہوگئی۔ کراہتے ہوئے بولی: "آہ! میں بہت کمزوری محسوس کر رہی ہوں۔ کیا تم واقعی پارس ہو یا کوئی بلا ہو؟"

پارس نے کہا: "یہی سوال میں نے کیا تھا، تم کون ہو؟ مگر تم نے اپنے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا۔"

وہ پھر آہستہ آہستہ اُٹھنے کی کوشش کرنے لگی۔ پارس سہارا دینے کے لیے اسے تھامنا چاہتا تھا' وہ سہم کر لیٹے ہی لیٹے پیچھے ہٹ کر بولی: "خبردار! مجھے ہاتھ نہ لگانا۔ تم پارس نہیں ہو، کوئی زہریلے آدمی ہو۔ میں غلط جگہ آگئی ہوں۔ اُس کمینے بدذات نے مجھے اپنے مقصد میں ناکام بنانے کے لیے یہاں کا پتا بتایا ہے۔"

دانیال نے پارس کے دماغ میں چپکے سے کہا: "یہ ٹیلی پیتھی جاننے والے لارنس ڈیکوزا کو کمینہ بدذات کہہ رہی ہے۔ اس کا نام کوٹلی گراہم ہے۔"

پارس نے پوچھا: "کوٹلی! ڈیکوزا تمہیں کسی مقصد میں ناکام بنانا کیوں چاہتا ہے؟"

وہ بولی: "انگور نہ ملیں تو کھٹے معلوم ہوتے ہیں۔ میں اس کے ہاتھ نہیں آرہی تھی، وہ جبراً مجھے حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ اس لیے انتقاماً اس نے . . ."

وہ کہتے کہتے چونک گئی۔ پھر بولی: "تمہیں میرا نام کیسے معلوم ہوا، تم ڈیکوزا کو کیسے جانتے ہو؟"

"میں اُسے اتنی اچھی طرح جانتا ہوں، جتنا کہ ایک دوست اپنے جگری دوست کو جانتا اور پہچانتا ہے۔ اس نے کہا تھا کہ تم بہت خطرناک ہو، آسانی سے قابو میں نہیں آؤ گی۔ لہٰذا تمہیں قابو میں کرنے کے لیے میں نے تمہارے اندر ہلکا سا زہر پہنچا دیا تھا۔"

وہ کراہتے ہوئے آہستہ آہستہ فرش پر سے اُٹھ گئی۔ پھر اس کا سر چکرانے لگا۔ وہ ڈگمگاتی ہوئی ایزی چیئر پر آکر گر پڑی۔

پارس نے کہا: "تمہارے حسن و شباب میں شیطانی کشش ہے۔ میں تمہیں حاصل کرنے کے لیے اپنے دوست ڈیکوزا کو دم دے سکتا ہوں۔"

اس نے چونک کر پارس کو دیکھا۔ پھر مکاری سے، "میں تنویمی عمل میں ناکام رہی۔ مگر میرے حسن و شباب کا جادو چل رہا ہے۔ میں ڈیکوزا کے آلۂ کار کو اس کے ہی خلاف استعمال کر سکتی ہوں۔" وہ گھور کر بولی: "میں کیسے یقین کروں، تم اپنے دوست کو دھوکا دے کر میرا ساتھ دو گے؟"

میں نے بیٹے کے دماغ میں آکر کہا: "اس سے کہو، اسے پارس کے پاس پہنچا دو گے۔ لیکن یہ توانائی بحال کرنے کے لیے کچھ کھا پی لے۔ دانیال اس کے لیے خاص دوا بھیج رہا ہے۔"

پارس نے کہا: "کوٹلی! میں تمہیں پارس کے پاس پہنچا دوں گا۔"

"جب تک میرا کام نہیں بنے گا، میں تمہیں بدن کو ہاتھ لگانے نہیں دوں گی۔"

"مجھے منظور ہے، میں جلد باز نہیں ہوں۔ تم آرام سے بیٹھو، کچھ کھا پی کر توانائی حاصل کرو۔ پھر میں تمہیں پارس کے پاس لے جاؤں گا۔"

جب تک پارس کوٹلی سے باتیں کرتا رہا، میں دانیال کے ساتھ اس کے دماغ میں رہ کر تمام اہم معلومات حاصل کرتا رہا۔ ہمیں سپر ماسٹر اور ڈیکوزا کا منصوبہ معلوم ہوگیا۔ میں نے سونیا کے پاس آکر کہا: "ٹیلی پیتھی جاننے والا ڈیکوزا سی ویو کے دس نمبر کمرے میں ہے۔ وہاں جاؤ اور دور سے اس پر نظر رکھو۔ جب تک کوئی مجبوری نہ ہو، اس سے چھیڑ چھاڑ نہ کرنا۔ میں ابھی آکر تمہیں تمام باتیں تفصیل سے بتاؤں گا۔"

میں نے واپس آکر پارس کو سمجھایا کہ کوٹلی کو توانائی بحال کرنے کے بہانے کچھ کھلایا پلایا جائے۔ دانیال کا بھیجا ہوا کھانے کا کچھ سامان کمرے میں لے گیا۔ میں کوٹلی کے دماغ میں رہ کر اسے مزید کمزوری کا احساس دلا رہا تھا اور اس کی زبان سے یہ کہہ رہا تھا: "مجھے ضرور کچھ کھانا پینا چاہیے اور اس خوبرو جوان کو اپنا دیوانہ بنا کر پارس تک جلد پہنچنا چاہیے!"

میرے ترغیب دینے پر وہ کھانے لگی۔ کھانے کے بعد اس نے ایک کپ کافی پی۔ اسے پھر نشہ ہونے لگا۔ آنکھوں کے سامنے در و دیوار گھومنے لگے۔ وہ بولی: "یہ مجھے کیا ہو رہا ہے؟ بار بار نشہ طاری ہو جاتا ہے۔ میرا سر چکرا رہا ہے۔"

پارس نے اسے ایزی چیئر پر سے دونوں بازوؤں میں

اُٹھایا۔ پھر دوسرے کمرے میں بستر پر لاکر لٹا دیا۔ وہ پریشان ہوکر بستر سے اُٹھنا چاہتی تھی، میں نے خیال خوانی کے ذریعے لٹائے رکھا۔ پارس اسے وہیں چھوڑ کر دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ وہ مطمئن ہوکر لیٹی رہی۔ میری سوچ کی لہریں آہستہ آہستہ اسے تھپکنے لگیں۔ اس کی آنکھیں بند ہوگئیں۔ وہ گہری نیند میں ڈوب گئی۔ میں نے پارس کے پاس آکر کہا: "کوٹلی اور اس کا ساتھی ڈیکوزا تمہیں یہاں سے اغوا کرکے سپر ماسٹر کے پاس پہنچانے آئے ہیں۔ میں اپنی زندگی میں خطرات سے کھیلنے کے لیے اکثر اُلٹے سیدھے اقدامات کرتا رہا ہوں لیکن یہ تمہارا معاملہ ہے، بولو کیا چاہتے ہو؟ کوٹلی اور ڈیکوزا ہماری چٹکیوں میں ہیں۔ تم کسی وقت بھی انہیں مسل سکتے ہو، یا انہیں وقتی طور پر کامیاب بنا کر سپر ماسٹر تک پہنچ سکتے ہو۔"

اس نے کہا: "پاپا! مجھے سپر ماسٹر تک پہنچنے کا شوق نہیں ہے لیکن اپنے بھائی تک پہنچنے کا راستہ مل گیا ہے۔ میرے اطراف جال بچھانے کا مطلب یہی ہے کہ سپر ماسٹر ہم دونوں بھائیوں کو قیدی بنا کر آپ کی طاقت کو بالکل ہی توڑ دینا چاہتا ہے۔ گویا یہ صرف میرا معاملہ نہیں ہے۔ اس میں اہمیت آپ کی ہے۔ خدانخواستہ آپ کی طاقت ٹوٹے گی تو ہم سب ٹوٹ کر رہ جائیں گے۔ میں دشمنوں کے ہاتھوں اغوا ہوکر بھائی تک پہنچنا چاہتا ہوں۔ مجھے یقین ہے، میں سپر ماسٹر کا طلسم توڑ کر بھائی کو واپس لے آؤں گا۔ اب آپ اپنا فیصلہ سنائیں۔"

"باپ بیٹے کا خون ایک، خیال ایک، پھر فیصلہ کیسے ایک نہیں ہوگا۔ لیکن میں ایک شرط پر تمہارے اغوا کا منصوبہ کامیاب ہونے دوں گا۔"

"فرمائیے۔ آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"دشمنوں کے پاس ٹیلی پیتھی کا ہتھیار ہے، اس لیے تم باپ کی مدد لینے سے انکار نہیں کرو گے۔"

"مجھے منظور ہے۔"

"شاباش بیٹے! میں تھوڑی دیر بعد تمہارے پاس آؤں گا۔ ابھی کوٹلی سے نمٹنے جا رہا ہوں۔"

میں کوٹلی کے دماغ میں آیا۔ وہ گہری نیند میں تھی۔ میں نے اسے سوچنے پر مجبور کیا۔ نیند کی حالت میں جو سوچیں ہوتی ہیں، وہ خواب کی صورت میں نظر آتی ہیں۔ اس نے خواب میں دھواں دھواں سا ماحول دیکھا۔ پھر میری آواز سنی۔ میں نے کہا۔ "کوٹلی! تمہاری آنکھیں سو رہی ہیں۔ تمہارا جسم سو رہا ہے مگر دماغ جاگ رہا ہے۔"

وہ خاموش تھی۔ خواب میں خود کو سوتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ میں نے کہا: "تمہارا دماغ میری آواز سن رہا ہے۔ میں جو کہہ رہا ہوں اسے تم سنتی رہو گی اور میرا حکم سمجھ کر اس پر عمل کرتی رہو گی۔"

اس نے نیند کی حالت میں میری بات دُہرائی۔ میں تھوڑی دیر تک اس کے دماغ کو اپنی آواز اور لہجے سے متاثر کرتا رہا۔ اس کے حواس پر مسلط ہوتا رہا۔ جب یقین ہوگیا کہ وہ ٹرانس میں آگئی ہے اور پوری طرح میری معمولہ بن گئی ہے تو میں نے کہا: "تم بیدار ہونے کے بعد بھول جاؤ گی کہ پارس زہریلا ہے اور تم اس کے زہر سے ہمارے جال میں پھنس گئی تھیں۔"

وہ بولی: "میں بھول جاؤں گی کہ پارس زہریلا ہے اور اس کے زہر کے باعث تم لوگوں کے جال میں پھنس گئی تھی۔"

"تم اپنے پہلے منصوبے کے مطابق پارس کو اپنی آنکھوں سے سحر زدہ کرو گی، اسے اپنے ساتھ ہوٹل لے جاؤ گی، وہاں سے پروگرام کے مطابق پہلے اسے ہیلی کاپٹر میں پھر ایک طیارے میں سپر ماسٹر کے ملک تک لے جاؤ گی۔"

اس نے میری بات دُہرائی۔ میں نے کہا: "تم غیر شعوری طور پر پارس کی حمایت میں رہو گی۔ سپر ماسٹر اور دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ارادوں سے اسے آگاہ کرتی رہو گی اور سپر ماسٹر کا اعتماد بحال رکھتے ہوئے درپردہ پارس کے کام آتی رہو گی۔"

اس نے پھر میری بات دُہرائی۔ میں نے کہا: "بیدار ہونے کے بعد تمہارے دماغ کا وہ خانہ مقفل رہے گا جہاں چور خیالات رہتے ہیں۔ کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا پارس سے تعلق رکھنے والے چور خیالات نہیں پڑھ سکے گا اور نہ ہی تم پڑھنے دو گی۔"

پارس کی حفاظت کے سلسلے میں جتنی اہم باتیں ہو سکتی تھیں، وہ تمام باتیں میں نے کوٹلی کے دماغ میں نقش کرا دیں۔ پھر بیٹے کے پاس آکر کہا: "کوٹلی دو گھنٹے بعد تنویمی نیند سے بیدار ہوگی۔ اب میں تم پر عمل کرنا چاہتا ہوں۔ آؤ اور راضی خوشی خود کو میرا معمول بناؤ۔"

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ہم کوئی منصوبہ بناتے ہیں، لیکن ٹھیک اس کے مطابق حالات پیش نہیں آتے۔ کیونکہ تقدیر بھی اپنا کام دکھاتی رہتی ہے۔ میں نے سونیا سے کہا تھا، وہ ڈیکوزا پر نظر رکھے۔ وہ اس مقصد کے لیے سی ویو ہوٹل گئی تھی۔ کوئی پندرہ منٹ کے بعد ہی وہ ماریہ کو وہاں دیکھ کر چونک گئی۔ وہ ڈیکوزا کے کمرے کا دروازہ کھول کر باہر آئی تھی۔ پریشان ہوکر دور دور تک دیکھ رہی تھی۔ اس کوریڈور میں صرف سونیا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

دکھائی دے رہی تھی۔ اس نے پہلے کبھی پارس کی تما کو نہیں دیکھا تھا لیکن سونیا نے اس کی تصویریں دیکھی تھیں۔ وہ تیزی سے چلتی ہوئی قریب آئی۔ پھر سونیا سے بولی "تم نے کسی قدآور خوبرو جوان کو دیکھا ہے؟ وہ یہاں آنے والا تھا۔"

سونیا نے پوچھا "کیا تم پارس کو پوچھ رہی ہو؟"

وہ خوش ہو کر بولی "ہاں ہاں، پارس کو پوچھ رہی ہوں۔ اس کا مطلب ہے تم میرے پارس کو جانتی ہو۔ تمہیں ضرور معلوم ہے، وہ کہاں ہے اور کب تک یہاں آنے والا ہے؟ پلیز مجھے جلدی بتاؤ۔"

"پہلے تم بتاؤ۔ ہوٹل کے اس کمرے میں کیا کر رہی ہو؟"

"پارس نے اسی کمرے میں آنے کے لیے کہا تھا۔ وہ میرے دماغ میں آیا تھا۔ مجھ سے کہہ رہا تھا، رات کو کسی وقت آئے گا۔"

سونیا اُس نادان لڑکی کے حالات کو اس کی باتوں سے سمجھ رہی تھی۔ وہ ڈیکوزا کے کمرے سے نکل کر آئی تھی۔ یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ ماریہ کے دماغ میں پارس نہیں ڈیکوزا آیا ہوگا اور وہی پارس بن کر اسے اب تک بے وقوف بنا رہا ہے۔ اس نے پوچھا "ماریہ! اُس کمرے میں جو آدمی ہے، وہ کیا کر رہا ہے؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی "اب وہ کیا کرے گا؟ تم بالکل ہی بے وقوف ہو، بھلا آدمی مرنے کے بعد بھی کچھ کر سکتا ہے؟"

سونیا نے چونک کر اسے دیکھا۔ پھر اس کا بازو پکڑ کر کھینچتی ہوئی اس کمرے کی طرف لے جاتے ہوئے بولی "کیا واقعی وہ مر چکا ہے؟ مگر کیسے؟"

"اور کیسے؟ پارس نے دماغ میں آ کر [illegible] طرح دل سے خوش کرتی ہوں اسی طرح اس کے [illegible] کر خوشی [illegible] اب [illegible] کی طرح آ [illegible] کسی [illegible] ٹھنڈا پڑ جاتا ہے۔ [illegible] پارس [illegible]"

وہ دونوں دروازہ کھول کر اندر [illegible] سونیا دوڑتی ہوئی ڈیکوزا کی لاش کے پاس آئی۔ اس کی نبض دیکھنا فضول تھا۔ کیونکہ تمام جسم نیلا پڑ چکا تھا۔ سونیا نے اس کی جیبوں کی تلاشی لی۔ پھر اُٹھ کر دروازے کو اندر سے بند کیا۔ ڈیکوزا کے سامان کی تلاشی لیتے ہوئے بولی "یہ کب سے مردہ پڑا ہے؟"

"جب سے میں کمرے میں آئی ہوں۔"

"یہی تو پوچھ رہی ہوں کب سے؟ کیا تم گھڑی کے مطابق وقت نہیں بتا سکتیں؟"

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی "میری ٹیچر نے ایک بار وقت دیکھنا سکھایا تھا، میں بھول گئی۔"

"کیا یہاں کوئی ملنے والا یا ہوٹل کا کوئی ملازم آیا تھا؟"

"نہیں، میں یہاں اکیلی بیٹھی بیٹھی پریشان ہو گئی تو دروازہ کھول کر باہر نکلی تھی کہ شاید پارس نظر آ جائے۔"

"یہ تم کیا غضب کر رہی تھیں؟ تم نے یہ کیوں نہ سوچا کہ دروازہ کھلے گا تو کوئی اس لاش کو دیکھ لے گا؟ تم نے لندن میں رہ کر کیا سیکھا ہے، کیا تمہارے ممی ڈیڈی نے یہ نہیں سمجھایا کہ کوئی بھی تمہارے زہر سے مرے گا تو تم قاتلہ کہلاؤ گی، تمہیں عمر قید یا سزائے موت ہو گی۔"

"ممی اور ڈیڈی نے سمجھایا ہے لیکن میں سزا کے ڈر سے یہ کمرا نہیں چھوڑ سکتی۔ یہاں پارس آنے والا ہے۔"

"وہ یہاں نہیں آئے گا۔"

"تم جھوٹ بولتی ہو۔ کون ہو تم؟"

"میں اس کی ماں ہوں۔ اس نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ اسے معلوم ہو گیا ہے کہ اس کا دوست تمہارے زہر سے مر گیا ہے۔ اور پولیس والے تمہیں گرفتار کرنے آ رہے ہیں۔ اس سے پہلے میں تمہیں یہاں سے لے جاؤں۔"

"میں پارس سے ملنے کے بعد اس کے ساتھ جاؤں گی۔"

"ماریہ! بات سمجھنے کی کوشش کرو۔ میں تمہیں اسی کے پاس لے جانے آئی ہوں۔ میں اس کی ماں ہوں۔ وہ آج آدھی رات کو دشمنوں سے چھپ کر مجھ سے ملنے آئے گا۔"

"میں کیسے یقین کروں؟ اس سے کہو میرے دماغ میں آ کر کہے۔"

سونیا نے ڈیکوزا کی لاش کو دیکھا پھر کہا "اب وہ دماغ میں آ کر نہیں بولے گا۔"

"کیوں نہیں بولے گا؟ پہلے تو بولتا تھا۔ [illegible] دماغ میں بول رہا تھا۔"

سونیا نے [illegible] کہا [illegible] اسے کھانسی ہو رہی ہے، جب تک کھانسی ختم نہیں ہو گی وہ دماغ میں نہیں آ سکے گا۔ تم بہت چاؤ ذی سی سمجھدار گڑیا ہو۔ پارس کہہ رہا تھا، جیسے ہی میں اس کا پیغام سناؤں گی تم سمجھ جاؤ گی اور فوراً میرے ساتھ چل پڑو گی۔"

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ سونیا نے کہا "تم نہیں چلو گی تو میرا کیا ہے، میں چلی جاؤں گی۔ پولیس والے تمہیں پکڑ کر لے جائیں گے اور لوہے کے پنجرے میں بند کر دیں گے۔ پھر نہ پارس تم سے ملنے آ سکے گا اور نہ ہی تم پنجرے سے کبھی نکل پاؤ گی۔"

ماریہ نے ڈیکوزا کی لاش کو دیکھا۔ یہ بات سمجھ میں آ رہی تھی کہ پولیس والے پکڑ کر لے جائیں گے تو پھر پارس سے مل نہیں سکے گی۔ وہ چلنے کے لیے راضی ہو گئی۔ سونیا نے ریسیور اُٹھا کر دانیال کے دو چار نمبر ڈائل کیے۔ ایک نمبر پر رابطہ قائم ہو گیا۔ اس نے فرانسیسی زبان میں کہا "میرے دماغ میں آؤ۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ ماریہ کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے بولی "فوراً یہاں سے چلو۔ باہر نکل کر اس مرنے والے کی کوئی بات نہ کرنا۔"

اس نے ماریہ کے ساتھ باہر آ کر دروازے کو بند کیا پھر لفٹ کی طرف جانے لگی۔ دانیال نے آ کر پوچھا "مادام! خیریت تو ہے؟"

سونیا مختصر طور پر ماریہ کو پیش آنے والے واقعات کے بارے میں بتانے کے بعد بولی "میں فی الحال اسے اپنے بنگلے میں لے جا رہی ہوں۔ فرہاد سے کہو مجھ سے بات کرے اور تم یہ سوچو کہ اس زہریلی لڑکی کو کس طرح جلد سے جلد پیرس یا لندن پہنچایا جا سکتا ہے۔"

دانیال نے کہا "مادام! ماریہ نے ڈیکوزا سے پہلے ایک رئیس زادے کو بھی ڈسا ہے۔ کل کے اخبارات شہ سرخیوں میں یہ خبر شائع کریں گے کہ ایک ہی قسم کے زہر سے دو آدمی مارے گئے اور دونوں کی ہتھیلی کی پشت پر انسانی دانتوں کے نشان ہیں۔"

سونیا نے تائید کی "ہاں یہ ہمارے لیے تشویش کی بات ہے۔ ماریہ کو کوئی معصوم نہیں سمجھے گا۔ یہ بہت ہی نادان ہے۔ اپنا بچاؤ نہیں کر سکتی۔ ہم اس کی طرف توجہ دیتے رہیں گے تو دشمن ہماری یک طرفہ مصروفیات سے فائدہ اُٹھائیں گے۔"

[illegible] اور پارس پر تنویمی عمل کرنے کے بعد سونیا کے پاس آیا، دانیال سے معلوم ہو چکا تھا کہ ماریہ نے ڈیکوزا کا کام تمام کر دیا ہے۔ اگرچہ اس نے برا نہیں کیا تھا، ہماری دُنیا سے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے شیطان کو کم کر دیا تھا۔ ہم بھی یہی کرنے والے تھے لیکن یہ ہم مناسب وقت پر ایسا کرتے۔ ابھی وہ ہمارے منصوبے کے خلاف ہوا تھا۔ ماریہ ہمارے لیے مشکلات پیدا کر رہی تھی۔

میں نے کہا "سونیا! یہ ماریہ ہمارے لیے آج ایک دن کا مسئلہ نہیں ہے۔ یہ آئندہ بھی ہمارے بیٹے کی زندگی میں آئے گی لہٰذا اس کے لیے کچھ کرنا ہو گا۔"

"ابھی ہم کیا کر سکتے ہیں، اسے زیادہ سے زیادہ پیرس پہنچا سکتے ہیں۔"

"تم نے پارس کی پرورش کی ہے۔ اسے ہیرے کی طرح تراشا ہے۔ کیا تم بیٹے کی خاطر ماریہ کو ہیرے کی طرح نہیں تراش سکتیں۔ ماریہ زہریلی ہے۔ اگر یہ منجالی کی طرح چالاک، تیز طرار اور بہترین فائٹر بن جائے تو آئندہ پارس کے لیے مسئلہ نہیں بنے گی بلکہ خطرناک مراحل میں اس کے شانہ بہ شانہ رہے گی۔"

"یہ بعد کی باتیں ہیں۔ ابھی میں پارس کو چھوڑ کر اس کے ساتھ نہیں جاؤں گی۔"

"پارس کو مجھ پر چھوڑ دو۔ ہم کوٹلی کو موقع دے رہے ہیں، وہ اسے اغوا کر کے لے جائے گی۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو؟ کیا دوسرے بیٹے کو بھی سپر ماسٹر کے حوالے کرو گے؟"

"تم ایسے کہہ رہی ہو جیسے بیٹا نادان اور بھولا بھالا ہے۔ وہ اپنے طور پر کوئی فیصلہ کرنا نہیں چاہتا تھا ــــ یہ ہم باپ بیٹے کا فیصلہ ہے۔ وہ پوری احتیاطی تدابیر کے مطابق جا رہا ہے۔"

"تم دشمنوں کو احمق کیوں سمجھتے ہو؟ کیا وہ تمہاری احتیاطی تدابیر کا توڑ نہیں کر سکتے؟"

"وہ بھی کرتے ہیں، ہم بھی کرتے ہیں۔ میری اور تمہاری تمام زندگی جوڑ توڑ میں گزر گئی ہے۔ میں چاہتا ہوں، ہماری زندگی میں، ہماری آنکھوں کے سامنے دونوں بیٹے خطرات میں کود کر واپس صحیح سلامت آنے کے ہتھکنڈے اور جوڑ توڑ سیکھ لیں۔ جب تک ہماری سانس چل رہی ہے تب تک انھیں عملی تجربات سے گزرتے رہنا چاہیے۔"

"[illegible] میں [illegible] کب تک [illegible] گھر نہیں [illegible] رہیں گے؟"

"[illegible] ایک جگہ پُرسکون زندگی گزارنے کی کوشش کی ہے [illegible] نہیں دیا۔"

"[illegible] کی بڑی [illegible] برداشت نہیں کر سکتے [illegible] ہتھیار انھیں کمزور بنا رہا ہے۔ ہمارے بچوں کے پاس یہ علم نہیں ہو گا تو شاید انھیں پُرسکون زندگی گزارنے کا موقع مل سکے گا۔ جب ان کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں ہو گا تو کوئی دشمن بھی ان کی جانب رُخ نہیں کرے گا۔"

"عزیزہ! یہ تم کہہ رہی ہو؟ اس پہلو کو نظر انداز کر رہی ہو کہ سپر ماسٹر اور ماسک مین جیسے دشمن ہمارا انتقام ہماری اولاد

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

سے لیں گے۔"

"ایسے بُرے وقت کے لیے ہم نے دونوں بیٹوں کو فولاد بنایا ہے۔ یہ ٹرانسفارمر شین کا جھگڑا ختم ہو جائے گا تو ہم اعلان کر دیں گے کہ فرہاد اور اُس کی فیملی کے تمام ممبران سیدھی سادھی، پُرامن شہریوں کی سی زندگی گزار رہے ہیں۔ آئندہ کوئی ہم سے چھیڑ نہ کرے۔ ہم بھی کسی کے معاملے میں مداخلت نہیں کریں گے۔"

"میں بھی ایسے ہی خواب دیکھتا ہوں۔ دُنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ہمارے مقابلے کا کوئی دولتمند نہیں ہے۔ لیکن ہم دُنیا جہان کی دولت دے کر بھی اپنے خوابوں کی تعبیر نہیں خرید سکیں گے۔"

"مایوسی گناہ ہے۔ جب پارس یہاں سے جا رہا ہے تو میں بھی ماریہ کو لے کر پیرس جاؤں گی۔ پاکستان، فرانس، انگلینڈ اور امریکا میں زمینیں خریدوں گی۔ تمہارے خاندان کے تمام افراد اور تمہارے جانباز ساتھیوں کے لیے آرام دہ بنگلے تعمیر کراؤں گی۔ اس دوران ماریہ کی تعلیم اور تربیت کا بھی خیال رکھوں گی۔ تم کوشش کرو، ٹرانسفارمر شین کا معاملہ جلد سے جلد ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے۔ ہم ایک بار پھر پُرسکون گھریلو زندگی گزارنے کا راستہ اختیار کریں گے۔"

"ہمیں راحت و سکون پہنچانے والے پروردگار نے چاہا تو ہم اپنے نیک ارادوں میں ضرور کامیاب ہوں گے۔ ویسے تم صرف ماریہ کو نہیں فرزانہ کو بھی ضروری ٹریننگ دو گی۔ اسے بھی تمہارے پاس پہنچایا جائے گا۔"

دانیال نے آ کر کہا۔ "مادام! میں یہاں کے ایک پائلٹ کو خالی طیارے کے ساتھ اغوا کر سکتا ہوں۔ کیا آپ ایسے طیارے میں ماریہ کو بھیجنا چاہیں گی؟"

"میں خود بھی اسی طیارے میں جاؤں گی۔ تم انتظامات کرو۔ لیکن ہم اغوا کیا ہوا طیارہ اور اس کے پائلٹ کو پیرس لے جا کر حکومت فرانس کو بدنام نہیں کریں گے۔ تم اس پائلٹ کے دماغ پر قبضہ جما کر ہمیں بیروت تک لے جاؤ گے، وہاں ہمارے لیے باباصاحب کے ادارے سے پرائیویٹ طیارہ آجائے گا۔ فرہاد! تم دانیال سے وقت کا تعین کر کے جناب شیخ صاحب سے کہہ دو، وہ ہمارے لیے طیارہ روانہ کر دیں گے۔"

یہ کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ میں نے اور دانیال نے وقت کا تعین کر لیا۔ اصل مسئلہ ماریہ بنی ہوئی تھی۔ سونیا نے کہا: "فرہاد! یہ لڑکی پارس سے ملے بغیر نہیں جائے گی۔ اور پارس کسی حالت میں اس سے ملنے نہیں آسکے گا۔ اس کی ایک ہی صورت ہے تم پارس بن کر اس کے دماغ میں بولو۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا: "یہ پارس کب سے دماغ میں بولنے لگا ہے؟"

سونیا نے مجھے بتایا کہ کس طرح ڈیکوزا نے پارس بن کر ماریہ کے دماغ میں آ کر یقین دلایا تھا کہ اب پارس بھی خیال خوانی کے ذریعے گفتگو کرنے لگا ہے۔ جب ڈیکوزا مر گیا تو سونیا نے ماریہ کو سمجھایا کہ ابھی پارس کو کھانسی ہو رہی ہے، وہ خیال خوانی کے ذریعے بول نہیں سکے گا۔

میں نے سارا معاملہ سمجھنے کے بعد ماریہ کو خیال خوانی کے ذریعے مخاطب کیا۔ وہ سانس روکنے والی تھی۔ میں نے کہا: "میں پارس بول رہا ہوں۔ میری کھانسی ختم ہو گئی ہے۔"

پہلے تو وہ خوش ہوئی۔ پھر ناراض ہو کر بولی: "اب میرا خیال آیا ہے تمہیں؟ جانتے ہو، تمہارے لیے کہاں کہاں بھٹک رہی ہوں اور کتنی مصیبتیں اُٹھا رہی ہوں؟"

"ماریہ! ذرا عقل سے سوچو، اگر تم مجھے مدہوش کر کے ہوٹل میں چھوڑ کر نہ جاتیں، اپنے والدین کے ساتھ رہتیں اور مجھ سے بھی ملاقات کرتی رہتیں تو یوں تم پر مصیبتیں نہ آتیں۔"

"مجھے الزام نہ دو۔ تم نے کہا تھا، جب تک میں علم و ہنر سیکھ کر اس دُنیا کی اونچ نیچ کو نہیں سمجھوں گی اس وقت تک تم مجھے خود سے دور رکھو گے۔"

"میں نے اپنی اور تمہاری بھلائی کے لیے یہ بات سمجھائی ہے۔ تم خود دیکھ رہی ہو، اس دُنیا کو نہ سمجھنے اور لوگوں کے فریب میں آتے رہنے سے تمہیں بھی پریشانی ہوتی ہے اور تمہارے ذریعے دُشمن ہمارا پتا بھی معلوم کر لیتے ہیں۔ میں جہاں چھپا ہوا تھا، دُشمن وہاں پہنچ گئے۔ اب میں وہاں سے بھاگ کر پیرس جا رہا ہوں۔"

"ٹھہر جاؤ پارس! اکیلے نہ جاؤ۔ مجھے یہاں تنہا نہ چھوڑو۔ میں بھی تمہارے ساتھ جاؤں گی۔"

"میں ابھی ایک طیارے میں سفر کر رہا ہوں۔ تمہارے پاس واپس نہیں آسکتا۔ آؤں گا تو دُشمن پھر گھیر لیں گے۔ میں نے اپنی سونیا ممّا سے کہہ دیا ہے، وہ آج آدھی رات کو چپ چاپ تمہیں ایک ہوائی جہاز میں بٹھا کر پیرس لے آئیں گی۔"

"تم وہاں ملو گے نا؟"

"پہلے وہاں آجاؤ۔ جب میں دیکھوں گا کہ دُشمن میرا پیچھا نہیں کر رہے ہیں تو میں تمہارے پاس آجاؤں گا۔"

وہ سونیا کے ساتھ جانے پر راضی ہو گئی۔ میں نے اسے یقین دلایا کہ رات کو کسی وقت پارس خیال خوانی کے ذریعے اس سے بات کرے گا۔ بڑی مشکل تھی، پارس کی زندگی میں دو چکا نا ذہن رکھنے والی لڑکیاں آ کر ہم سب کو خاصا پریشان کر رہی تھیں۔ ماریہ سے پھر بھی توقع تھی کہ وہ سونیا کے سائے میں رہ کر چالاک بن جائے گی۔ جوجو سے قیامت تک اس بات کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔ وہ باباصاحب کے ادارے میں ڈمی پارس کے ساتھ ہنستی بولتی رہتی تھی، وہ اسے سچ مچ اپنا پارس سمجھتی تھی۔ ہمیں اطمینان تھا، وہ آتنی معصوم تھی کہ ڈمی گناہ گار نہیں بن سکتا تھا۔

ہم یہ نسخہ ماریہ پر نہیں آزما سکتے تھے۔ اسے بہلانے کے لیے پارس کی ڈمی کو اس کے ساتھ لگا دیتے تو چند گھنٹوں میں ہمیں ڈمی کی لاش ملتی۔ اُس کا زہر صرف پارس ہی برداشت کر سکتا تھا۔ اب دیکھنا یہ تھا کہ سونیا کس طرح خود کو اس کے زہر سے محفوظ رکھتے ہوئے اُسے پارس کے شایانِ شان زندگی گزارنے کا سلیقہ سکھائے گی۔

میں نے کوٹلی پر تنویمی عمل کر کے اسے دو گھنٹے بعد بیدار ہونے کے لیے کہا تھا۔ پارس پر بھی عمل کیا تھا۔ اس کے دماغ میں یہ بات نقش کر دی تھی کہ وہ تنویمی عمل کا بظاہر اثر لے گا۔ کسی بھی عامل کو خوش فہمی میں مبتلا کرے گا مگر باطن میں ذہنی طور پر نارمل رہے گا۔ اسی طرح کسی بھی خیال خوانی کرنے والے کو اپنے چور خیالات پڑھنے نہیں دے گا۔

وہ بھی تنویمی نیند سو رہا تھا۔ کوٹلی سے آدھا گھنٹا پہلے بیدار ہو گیا۔ جب کوٹلی بیدار ہونے لگی تو میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ پھر اسے اس پوزیشن میں لے آیا جس میں وہ پارس کے زہر کے باعث بے ہوش ہو گئی تھی۔ جب میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑا تو پارس اس کے سامنے گھٹنے ٹیک کر اس کی ہتھیلی کی پشت کو چوم رہا تھا۔ پھر وہ اُٹھ کر بولا: "تمہاری آنکھوں میں بلا کی کشش ہے۔ جی چاہتا ہے ان میں ڈوب جاؤں۔"

وہ اس کی گردن میں بانہوں کا ہار پہناتے ہوئے بولی۔ "ڈوب جاؤ۔ میں تمہیں ڈبونے آئی ہوں۔ بس اسی طرح میری آنکھوں میں دیکھتے رہو۔"

پارس یوں دیکھنے لگا جیسے ہوش و حواس سے بیگانہ ہو گیا ہو، ساری دُنیا کو بھول چکا ہو اور اسے ان سحر زدہ کرنے والی آنکھوں کے سوا کچھ نظر نہ آ رہا ہو۔ وہ حاکمانہ انداز میں بولی۔ "تم ساری دُنیا کو بھول چکے ہو۔ تمہیں کچھ دکھائی نہیں دے رہا ہے۔ تم صرف میری آنکھوں کو دیکھ رہے ہو۔ تمہیں کچھ سُنائی نہیں دے رہا ہے۔ تم صرف میری آواز سُن رہے ہو۔"

وہ بولا: "میں ساری دُنیا کو بھول چکا ہوں، مجھے صرف تمہاری آنکھیں دکھائی دے رہی ہیں، صرف تمہاری آواز سُنائی دے رہی ہے۔"

"تم اپنے والدین اور اپنی محبوباؤں کو بھول جاؤ گے، صرف مجھے یاد رکھو گے۔"

"میں اپنے والدین اور محبوباؤں کو بھول جاؤں گا۔ صرف تمہیں یاد رکھوں گا۔"

"تم میری ہر بات کو پتھر کی لکیر سمجھ کر یاد رکھو گے اور بے چون و چرا میرے ہر حکم کی تعمیل کرتے رہو گے۔"

وہ اس کی ہر بات دُہراتا جا رہا تھا۔ کوٹلی کو رفتہ رفتہ یقین ہو گیا کہ وہ اس کا معمول اور تابعدار بن چکا ہے۔ وہ بولی: "تم اسی طرح یہاں کھڑے رہو گے، اپنی جگہ سے ذرا بھی حرکت نہیں کرو گے۔"

کوٹلی نے اس سے الگ ہو کر ذرا پیچھے ہٹ کر دیکھا، وہ اپنی جگہ ساکت ہو گیا تھا۔ اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے پتھر بن گیا تھا۔ وہ فاتحانہ انداز میں مسکرائی پھر اسے دیکھتے ہوئے ٹیلی فون کے پاس آئی۔ ریسیور اُٹھا کر ڈیکوزا کے ہوٹل کے نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ قائم ہونے پر کسی نے پوچھا: "تم کون ہو اور کمرا نمبر دس کے مسافر سے تمہارا کیا تعلق ہے؟ میں اس ہوٹل کا منیجر تم سے سوال کر رہا ہوں۔"

"کیا تمہارے ہوٹل میں فون کرنے والوں سے سوالات کیے جاتے ہیں؟"

"سوری میڈم! یہ حالات کا تقاضا ہے۔"

"کیسے حالات؟ تم کمرا نمبر دس سے رابطہ کیوں نہیں کرانا چاہتے؟"

"اس لیے کہ وہاں پولیس والے ہیں۔ اس کمرے کا مسافر مُردہ پایا گیا ہے۔ اس کی موت زہر سے ہوئی ہے۔"

کوٹلی کو ڈیکوزا کی موت کا یقین نہیں آ رہا تھا۔ وہ چند لمحوں تک سوچتی رہ گئی۔ یہ اچانک کیسے ہو گیا؟ ہمارے دُشمن ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہم میں سے کسی کو ہلاک کر سکتے ہیں۔ پھر زہر سے ہلاکت کیسے ہوئی؟ یہ سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ ڈیکوزا نے زہر پی کر خودکشی کی ہو گی!

دوسری طرف سے منیجر نے کہا: "میڈم! معلوم ہوتا ہے، کمرا نمبر دس کے مسافر کی موت سے تمہیں شاک پہنچ رہا ہے۔ کیا تم مس کوٹلی گراہم ہو جو مسٹر ڈیکوزا کے ساتھ ہمارے ہوٹل میں آئی تھی۔ اور ڈیکوزا کے ساتھ والا کمرا لیا تھا؟"

"ہاں میں کوٹلی ہوں۔ پولیس آفیسر سے کہیں میں ابھی آ رہی ہوں۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اس نے ریسیور رکھ کر پارس کو دیکھا، وہ اس کے حکم کے مطابق بے حس و حرکت اسی جگہ کھڑا ہوا تھا۔ وہ سوچنے لگی، یہ نئی مصیبت آگئی۔ ڈیکوزا آج رات خیال خوانی کے ذریعے ہیلی کاپٹر کو ہوٹل کی چھت پر لانے کا حکم دے چکا تھا۔ پائلٹ سے کہا تھا کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے ہوٹل کے ٹیرس پر آنے کا وقت بتایا جائے گا۔ اب میں اس پائلٹ کو وقت کیسے بتاؤں گی؟ میرے پاس ٹرانسمیٹر ہے لیکن پائلٹ سے رابطہ قائم کرنے کی فریکوئنسی اور کوڈ ورڈز معلوم نہیں۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ خیال خوانی کا سہارا ٹوٹ جائے گا اور رابطے کے لیے ٹرانسمیٹر کا محتاج ہونا پڑے گا۔

وہ پارس کے پاس آئی۔ پھر بولی "میری آنکھوں میں دیکھو۔"

اس نے حکم کی تعمیل کی، اس کی آنکھوں میں دیکھا۔ کوٹلی نے پوچھا "تم موجودہ میک اپ میں کس حیثیت سے یہاں ہو؟"

"یہاں کیسینو کے مالک کا بھائی بن کر رہتا ہوں۔"

"کیا اس سلسلے میں تمہارے پاس ضروری کاغذات ہیں؟"

"میرے پاس تمام ثبوت اور کاغذات موجود ہیں۔"

"انھیں اپنے ساتھ لے کر میرے ساتھ چلو۔ ہوٹل میں پولیس والے تمہاری موجودہ حیثیت کی تصدیق کرنا چاہیں گے۔ میں کہوں گی، تم میرے بوائے فرینڈ ہو۔"

وہ ضروری کاغذات اپنی جیب میں رکھ کر اس کے ساتھ کیسینو سے باہر آیا۔ کوٹلی ہوٹل کی ریٹیڈ کار کا دروازہ کھول کر بولی "تم ڈرائیو کرو۔ میں ابھی الجھن میں ہوں۔"

وہ اگلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ پارس نے اسٹیئرنگ سیٹ سنبھالی۔ کار اسٹارٹ کی۔ پھر آگے بڑھا کر ڈرائیو کرتے ہوئے پوچھا "کہاں جانا ہے؟"

"ہوٹل سی ویو۔"

"معاملہ کیا ہے؟ تم پریشان کیوں ہو؟"

"میرا ایک ساتھی کمرہ نمبر دس میں تھا۔ وہ مر چکا ہے۔ [illegible] کیا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا، کسی نے زہر دیا ہے یا اس نے خود زہر پی کر خودکشی کی ہے۔"

پارس کے تصور میں ماریہ مسکرا رہی تھی۔ وہ پریشان ہو کر سوچ رہا تھا، کیا وہ کوٹلی کے ساتھی کے پاس کمرہ نمبر دس میں گئی ہوگی؟

میں، کوٹلی کے دماغ میں تھا۔ وہ میرے تنویمی عمل کے مطابق کسی بھی خیال خوانی کرنے والے کو دماغ میں محسوس کر سکتی تھی، صرف مجھے محسوس نہیں کر سکتی تھی۔ میں اس کی باتیں سن کر سمجھ گیا، پارس پریشان ہو رہا ہوگا۔ میں نے اس کے پاس جا کر کہا "ماریہ خیریت سے ہے۔ تمہاری ممی اسے آج رات یہاں سے پیرس لے جا رہی ہیں۔"

اس نے کہا "پاپا! میں نے کوٹلی کا معمول بن کر وعدہ کیا ہے، اپنے والدین کو اور محبوباؤں کو بھول جاؤں گا، صرف اسے یاد رکھوں گا۔ میں اس کے سامنے نینسی کا نام بھی نہیں لے سکتا۔ وہ بے چاری آج میرا انتظار کرے گی، میرے لیے تمام رات جاگتی رہے گی۔"

میں نے کہا "اس کے لیے ہم افسوس تو کر سکتے ہیں لیکن اسے تمہارے موجودہ حالات کے متعلق کچھ بتا نہیں سکتے۔ جب ڈیکوزا اس کے دماغ میں جاتا تھا تو تبریز ماسٹر نے بھی اس کے دماغ میں جگہ بنائی ہوگی۔ فی الحال نینسی کو تمہارے حالات نہیں بتائے جا سکتے۔"

"پاپا! جب دشمنوں کے منصوبے کے مطابق میرے اغوا کی اطلاع آپ کو ہوگی تو آپ ایسے وقت نینسی کو میرے حالات بتا سکیں گے۔ آپ اسے مشورہ دے سکتے ہیں کہ وہ دو چار دن کے بعد پیرس جا کر رہے گی تو مجھ سے کسی دن ملاقات ہو سکتی ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں اسے مشورہ دوں گا۔"

وہ ہوٹل سی ویو کے کمپاؤنڈ میں پہنچ گئے۔ کار ایک جگہ پارک کی پھر ہوٹل کے اندر کاؤنٹر کے پاس آئے۔ وہاں ایک پولیس آفیسر موجود تھا۔ منیجر نے کوٹلی کو دیکھ کر پہچانتے ہوئے کہا "آفیسر! یہ ہیں مس کوٹلی گراہم۔ ان کا قیام کمرہ گیارہ میں ہے۔"

پولیس افسر نے پوچھا "مس گراہم! کیا تم مسٹر لارنس ڈیکوزا کے ساتھ نیویارک سے آئی ہو؟"

کوٹلی نے کہا "جی ہاں، یہ ایک اتفاق ہے [illegible] میں سفر کے دوران ہماری دوستی ہوئی تھی۔"

"تمہارے کمرے الگ الگ [illegible] میں بھی الگ رہتے تھے؟"

"جی ہاں۔ ہماری دوستی [illegible]"

"یہ نوجوان کون ہے؟"

کوٹلی نے پارس کا تعارف کرایا پھر کہا "مجھے فون پر منیجر نے بتایا تھا، ڈیکوزا کی ہلاکت زہر سے ہوئی ہے۔ میں یہاں سے دن کے تین بجے گئی تھی۔ کیا میرے جانے کے بعد یہاں کوئی ڈیکوزا سے ملنے آیا تھا یا آئی تھی؟"

"ہاں۔ یہاں کے ایک ملازم کا بیان ہے کہ ایک [illegible] ہی حسین اور کم سن لڑکی اس کمرے میں تھی۔ یہ معلوم نہ ہوا

وہ کون تھی؟ کہاں سے آئی تھی؟ اور کہاں غائب ہو گئی ہے؟ بہرحال ہم اسے ڈھونڈ نکالیں گے۔"

"کیا میں اس کمرے میں جا سکتی ہوں؟"

افسر نے کہا "میرے ساتھ آؤ۔ ویسے لاش پوسٹ مارٹم کے لیے بھیج دی گئی ہے۔"

پارس لفٹ کے ذریعے ان کے ساتھ ڈیکوزا کے کمرے میں آیا اور توجہ سے کمرے کے ایک ایک سامان اور ایک ایک جگہ کو دیکھنے لگا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ ماریہ کے خلاف کوئی ثبوت یا سراغ ملے۔ کوٹلی سوچ رہی تھی، ڈیکوزا کی موت نے مشکلات پیدا کر دی ہیں۔ پولیس والے اسے اس ہوٹل سے باہر جانے کی اجازت نہیں دیں گے۔ وہ سر پکڑ کر بیٹھ گئی، کہنے لگی "آفیسر! ڈیکوزا بہت اچھا آدمی تھا۔ مجھے اس کی ہلاکت سے شاک پہنچا ہے۔ کیا میں کھلی فضا میں جا سکتی ہوں؟"

"تم اپنا بیان لکھوا کر دستخط کر دو، پھر تم ہوٹل سے باہر جا سکتی ہو لیکن شہر سے باہر نہیں جا سکتیں۔ مجھے امید ہے، تم قانون کے مطابق ہم سے تعاون کرو گی۔ پلیز! اپنا پاسپورٹ میرے حوالے کر دو۔"

وہ پولیس افسر کے ساتھ اپنے کمرے میں آئی۔ اس کی تسلی کے لیے پاسپورٹ دے دیا۔ اب اس کی ضرورت بھی نہیں رہی تھی کیونکہ وہ غیر قانونی طور پر پارس کو وہاں سے لے جانے والی تھی۔ پریشانی اس بات کی تھی کہ ہیلی کاپٹر اور طیارے کے پائلٹ سے کس طرح رابطہ قائم ہوگا؟

وہ پارس کے ساتھ ہوٹل سے باہر آئی۔ پارس نے پوچھا "کہاں جانا چاہتی ہو؟"

"تم کار ڈرائیو کرو۔ میرا خیال ہے مجھ سے کوئی نہ کوئی کہیں نہ کہیں رابطہ قائم کرے گا۔ ہم شہر میں یونہی گھومتے پھرتے [illegible]"

[illegible] ان کا تعاقب ہو رہا ہے۔" کوٹلی نے پوچھا "کون ہمارا تعاقب کر سکتا ہے؟"

"خیال ہے مجھے پارس کی حیثیت سے کوئی پہچانتا نہیں ہے، میرا کوئی دشمن نہیں ہے۔ تمہارے جیسی حسین عورت کے ساتھ ہوں، ہو سکتا ہے کوئی رقیب پیدا ہو گیا ہو۔"

وہ فاتحانہ انداز میں مسکرائی۔ پھر سنجیدگی سے عقب نما آئینے میں دیکھ کر بولی "وہ گاڑی اب بھی ہمارے پیچھے لگی ہوئی ہے۔ تم گاڑی ایک طرف روک لو۔"

اس نے ایک فٹ پاتھ کے کنارے کار روک دی۔ کوٹلی نے اس کی طرف جھک کر حکم دیا "میری آنکھوں میں دیکھو۔"

پارس دیکھنے لگا۔ یوں تاثر دینے لگا جیسے اس کی آنکھوں میں ڈوب رہا ہو۔ وہ بولی "تم زبان سے جھوٹ بول سکتے ہو، ان آنکھوں سے جھوٹ نہیں بول سکتے۔ سچ بتاؤ، کیا فرہاد یا کوئی اور تمہارے دماغ میں رہ کر ہمارا تعاقب کر رہا ہے؟"

"میں تمہیں بتا چکا ہوں، میرا دماغ بہت حساس ہے۔ میں یوں بھی کسی کو دماغ میں آنے نہیں دیتا۔ پھر تمہاری آنکھیں دیوار بن گئی ہیں۔ میری ماما، پاپا اور انکل آرمی پریشان ہوں گے کہ میں ان سے رابطہ قائم کرنے سے انکار کیوں کر رہا ہوں۔ اب یہ بات سمجھ میں آ رہی ہے، انھیں چونکہ میرے دماغ میں جگہ نہیں مل رہی ہے لہٰذا وہ کسی کو اپنا آلۂ کار بنا کر ہمارا تعاقب کرا رہے ہیں۔"

وہ قائل ہو کر بولی "تم درست کہہ رہے ہو۔ تمہارے پاپا کے آدمی ہمارا تعاقب کر رہے ہیں۔ چلو کسی اوپن ایئر ریستوران میں بیٹھ کر رات کا کھانا کھائیں گے۔"

پارس نے دوبارہ کار اسٹارٹ کی، ایک اوپن ایئر ریستوران کے سامنے آکر رک گیا۔ وہ دونوں کار سے اتر کر ایک میز کے اطراف آکر بیٹھ گئے۔ اُن کے ایک طرف ذرا فاصلے پر بڑی سی شاہراہ تھی۔ سیکڑوں گاڑیاں آتی جاتی نظر آ رہی تھیں۔ وہ تعاقب کرنے والی گاڑی وہاں سے گزر گئی تھی۔ کوٹلی نے کہا "وہ گاڑی آگے جا کر رکے گی۔ اس میں بیٹھنے والے ادھر ضرور آئیں گے۔"

"اچھا ہے، آنے دو۔ ہم ذرا قریب سے انھیں دیکھ سکیں گے۔"

انھوں نے کھانے کا آرڈر دیا۔ پھر کھانے کے دوران آس پاس نظریں دوڑاتے رہے۔ کوٹلی نے کہا "میرے بائیں طرف والی میز پر ابھی دو آدمی آئے ہیں اور مجھے بار بار دیکھ رہے ہیں۔ یہی ہو سکتے ہیں۔"

"تم ایسی زبردست ہو کہ سبھی بار بار تمہیں دیکھتے ہیں۔ یہاں کی ہر میز پر بیٹھنے والے تمہیں دیکھ رہے ہیں۔ [illegible] بائیں طرف دیکھو۔"

[illegible] میز پر ایک شخص افسرانہ انداز میں تن کر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ سادہ لباس میں تھا۔ لیکن اس کا بھید کھل گیا۔ ہوٹل کا بیرا اسے دیکھتے ہی سلام کر رہا تھا۔ منیجر ریستوران کے اندر سے بھاگتا ہوا آیا تھا اور ادب سے کھڑا ہو کر کچھ کہہ رہا تھا۔ کوٹلی نے کہا "اس کا مطلب ہے، پولیس والے ہماری نگرانی کر رہے ہیں۔ آخر ڈیکوزا کی ہلاکت کا معاملہ ہے۔ یہ لوگ میرا پاسپورٹ رکھنے کے باوجود مجھے بالکل ہی آزاد نہیں چھوڑیں گے۔"

"صرف پولیس والے نہیں، پاپا کے آلۂ کار بھی ہمارے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

آس پاس کہیں ہوں گے۔ وہ ضرور معلوم کرنا چاہیں گے، میں کہاں ہوں، کیا کر رہا ہوں اور کس کے ساتھ وقت گزار رہا ہوں۔"

"تمہارے پاپا کے آلۂ کار تمہیں مجھ سے چھین لے جانے کے لیے کیا کر سکتے ہیں؟"

"بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ مگر پہلے پاپا یقین کرنا چاہیں گے کہ تم میری دوست نہیں ہو، دشمن ہو اور اغوا کر کے کہیں لے جانا چاہتی ہو۔"

"کیا تمہارے پاپا یہ نہیں سوچ سکتے کہ میں نے تمہارے دماغ کو لاک کر دیا ہے اور بیٹے کو باپ سے دور لے جا رہی ہوں؟"

"میرے پاپا یہ بھی سوچ سکتے ہیں کہ میں کسی حسینہ کے ساتھ محبت کر رہا ہوں اس لیے دماغ کے دروازے بند رکھ رہا ہوں۔"

"وہ ایسا کب تک سوچتے رہیں گے؟"

"میرے پاپا نے بڑی رنگین جوانی گزاری ہے۔ اتنا تو سمجھتے ہی ہوں گے کہ آج رات کو ڈسٹرب نہیں کرنا چاہیے۔ وہ کل صبح میرے پاس آ سکتے ہیں۔"

"ابھی تم نے کہا تھا، ان کے آلۂ کار ہمارے آس پاس ہوں گے۔"

"میں نے غلط نہیں کہا تھا۔ وہ دوسرے ذرائع سے معلوم کرنا چاہیں گے کہ میں جس لڑکی کے ساتھ وقت گزار رہا ہوں، وہ کیسی ہے؟ کہیں دشمنوں کی آلۂ کار تو نہیں ہے؟ وہ مجھے آزادی دے سکتے ہیں۔ دشمنوں کو آزاد نہیں چھوڑ سکتے۔"

کوٹلی نے ہاتھ کے اشارے سے خاموش رہنے کے لیے کہا۔ سپر ماسٹر اس کی سوچ میں کوڈ ورڈز ادا کرنے کے بعد کہہ رہا تھا۔ "مجھے ڈیکوزا کا دماغ نہیں مل رہا ہے۔ کیا میں سمجھوں کہ وہ اس دنیا میں نہیں رہا؟"

وہ بولی۔ "یس ماسٹر! اس کی موت زہر سے ہوئی ہے۔ مجھے سمجھنے کی فرصت نہیں ہے کہ یہ کیسے ہو گیا اور نہ ہی میں اپنے تعلق زیادہ تفصیل میں جا کر وقت ضائع کرنا چاہتی ہوں۔ میں تین گھنٹے سے پارس کو ساتھ لے کر گھوم رہی ہوں۔ ہیلی کاپٹر کے پائلٹ سے رابطہ قائم کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ ہم دونوں کو فوراً یہاں سے نکالو۔ ڈیکوزا کی ہلاکت کے بعد پولیس والوں نے میرا پاسپورٹ رکھ لیا ہے، اس کے باوجود میری نگرانی ہو رہی ہے۔"

"تم جہاں کہو، ہیلی کاپٹر وہاں پہنچ جائے گا۔"

"چونکہ پولیس والے نگرانی کر رہے ہیں لہٰذا کھلے میدان میں ہیلی کاپٹر کو اتارنا دانشمندی نہ ہو گی۔ ہم پر چاروں طرف سے فائرنگ ہو سکتی ہے۔ اس کے لیے اسی ہوٹل کی چھت مناسب ہے۔"

"کیا ہوٹل میں پولیس والے نہیں ہوں گے؟"

"بے شک ہیں۔ لیکن کوئی سوچ بھی نہیں سکتا کہ اس کی چھت پر ایک ہیلی کاپٹر آنے والا ہے۔ تم میرے دماغ میں آتے جاتے رہو۔ میں پارس کے ساتھ ہوٹل میں پہنچ کر چلی جاؤں گی۔ تم پائلٹ کو پرواز کرنے کے لیے کہو۔ جب وہ ہوٹل کے قریب آئے تو مجھے بتا دینا۔ میں احتیاطاً وہاں کے ایک مسلح افسر سے بات کروں گی تاکہ تم وقتِ ضرورت اسے آلۂ کار بنا سکو۔"

تمام معاملات طے کرنے کے بعد اس نے کھانے کا بل ادا کیا۔ پھر پارس کے ساتھ کار میں آ کر بیٹھ گئی۔ تھوڑی دور جانے کے بعد پتا چلا، پھر ایک گاڑی ان کے تعاقب میں ہے۔ پارس نے پوچھا۔ "عقب نما آئینے میں دیکھ رہی ہو؟"

"پروا نہ کرو۔ ہم ہوٹل واپس جا رہے ہیں۔ پولیس والے مطمئن رہیں گے۔"

ہوٹل پہنچ کر پارس نے ہوٹل کے کمپاؤنڈ میں کار روکی۔ کوٹلی نے اس کے ساتھ چلتے ہوئے کہا۔ "ہم تھوڑی دیر بار میں بیٹھیں گے۔"

"تم جانتی ہو، میرے خاندان میں کوئی شراب نہیں پیتا۔"

"اپنے خاندان کو بھول جاؤ۔ آج سے تم میرے ہو، صرف میرے . . ."

وہ باتیں کرتے ہوئے بار میں آئے اور ایک میز کے اطراف بیٹھ گئے۔ کوٹلی نے دو لارج پیگ کا آرڈر دیا۔ پارس نے کہا۔ "تم اپنا ہر حکم منوا لو۔ مگر پینے پر مجبور نہ کرو۔"

وہ میز پر جھک کر بولی۔ "میری آنکھوں میں دیکھو۔"

پارس نے دیکھا۔ پھر وہی تاثر دینے لگا جیسے ان آنکھوں میں ڈوب رہا ہو اور آس پاس کی دنیا کو بھول چکا ہو۔ وہ حاکمانہ انداز میں بولی۔ "تم پیو گے اور اپنے باپ کی توبہ توڑ دو گے۔ یہ آنکھیں تمہیں حکم دے رہی ہیں۔"

ویٹر نے دو لارج پیگ لا کر ان کے سامنے رکھ دیے۔ کوٹلی نے اپنا جام اٹھا کر اسے مسکراتے ہوئے دیکھا۔ اس نے بھی جھجکتے ہوئے جام اٹھا کر کہا۔ "تمہارا حکم سر آنکھوں پر، میں انکار نہیں کر رہا ہوں۔ دیکھو پی رہا ہوں۔"

کوٹلی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ "میں آزمانا چاہتی تھی، تم اپنے مذہب اور خاندانی روایات کے خلاف میرے حکم کی تعمیل کرتے ہو یا نہیں، اب مجھے کسی شک و شبے کے بغیر یقین ہو گیا ہے، تم پوری طرح میری آنکھوں سے سحر زدہ ہو چکے ہو۔"

وہ اس کے ہاتھ سے جام لے کر بولی۔ "میں تمہیں پلاؤں گی، خوب پلاؤں گی مگر ابھی تمہیں ہوش و حواس میں رکھنا ضروری ہے۔ تم نے کبھی پی نہیں اس لیے ایک ہی پیگ میں تم آؤٹ آف کنٹرول ہو جاؤ گے اور میں یہ نہیں چاہتی۔"

اس نے پارس کے جام کو منہ لگا کر ایک ہی سانس میں اسے خالی کیا۔ اسی وقت سپر ماسٹر نے رابطہ قائم کیا اور کہا۔ "میں معلوم کرنا چاہتا تھا، تم ہوٹل پہنچ گئی ہو یا نہیں؟"

"میں اسی ہوٹل میں ہوں۔ جب کہو گے پارس کے ساتھ چھت پر پہنچ جاؤں گی۔"

"اچھی بات ہے، میں پائلٹ کو روانہ کر رہا ہوں۔ ابھی تمہارے پاس آؤں گا۔"

وہ چلا گیا۔ کوٹلی نے میز پر جھک کر آہستگی سے کہا۔ "تیار رہو، ابھی ہم لفٹ میں جائیں گے۔"

وہ دوسرا جام ہونٹوں سے لگا کر ایک ایک گھونٹ پینے لگی۔ ویٹر کو بلا کر بل ادا کیا گیا۔ پارس نے ایک اناڑی کی طرح حیرانی سے پوچھا۔ "تم نے دو لارج پیگ پی لیے، تمہیں نشہ نہیں ہو رہا ہے؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "مجھے صرف کامیابی کا نشہ ہوتا ہے۔ جب میں تمہیں سپر ماسٹر کے پاس پہنچانے میں کامیاب ہو جاؤں گی تو مدہوش ہو کر تمہارے بازوؤں میں گم ہو جاؤں گی۔"

"کیا تمہیں یقین ہے کہ سپر ماسٹر تمہیں مجھ سے ملنے کی اجازت دے گا؟"

"کیوں نہیں، میں اس کے لیے خطرات سے کھیلتی ہوں بڑے بڑے کارنامے انجام دیتی ہوں۔ اگر میں تمہیں انعام کے طور پر مانگوں گی تو وہ فرہاد کی چالبازیوں کے خوف سے میرا مطالبہ پورا نہیں کرے گا لیکن روزانہ تم سے دو چار گھنٹے ملنے کی اجازت ضرور دے گا۔"

وہ ذرا چپ ہوئی، خلا میں تکتی رہی۔ پھر آخری گھونٹ پی کر خالی جام میز پر رکھتے ہوئے بولی۔ "کم آن، ہری اَپ۔ ہم لفٹ میں جائیں گے۔"

وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ پارس اس کے ساتھ بار سے نکل کر ریسیپشن ہال میں آیا۔ کاؤنٹر کے قریب سے گزرتے وقت ایک پولیس افسر نے انہیں روک لیا۔ پھر پوچھا۔ "تم دونوں کہاں جا رہے ہو؟"

منیجر نے جلدی سے کہا۔ "آفیسر! یہی مس کوٹلی گراہم ہے۔"

افسر نے کہا۔ "او، آئی سی۔ مس گراہم! میں مرڈر کے سلسلے میں چند سوالات کرنا چاہتا ہوں۔ کیوں نہ ہم بار میں چل کر بیٹھیں۔"

وہ جبراً مسکرا کر بولی۔ "میں قانون کے محافظوں سے ہر ممکن تعاون کرنے کو تیار ہوں۔ لیکن میں اپنے کمرے میں ضروری کام سے جا رہی ہوں۔ واپس آ کر تمہارے سوالات کے جواب دوں گی۔"

"تم کمرے میں جا رہی ہو تو کوئی بات نہیں، میں بھی چلتا ہوں۔ ہم وہیں بیٹھ کر باتیں کر سکتے ہیں۔"

کوٹلی ذرا پریشان ہو گئی۔ سپر ماسٹر اسے ہیلی کاپٹر کے آنے کی اطلاع دے کر کہیں ضروری کام سے چلا گیا تھا۔ اگر وہ دماغ میں ہوتا تو پولیس افسر کو ٹریپ کر لیتا۔ پارس نے اس کی پریشانی کو بھانپتے ہوئے کہا۔ "آفیسر! کچھ تو موقع کی نزاکت کو سمجھو۔ میں کوٹلی کا بوائے فرینڈ ہوں۔ ہم ذرا تنہا جانا چاہتے ہیں۔"

افسر نے کہا۔ "تعجب ہے! مس کوٹلی گراہم کے ساتھ والے کمرے میں مرڈر ہوا ہے اور تم دونوں . . ."

کوٹلی نے بات کاٹ کر کہا۔ "وہ مرنے والا میرا کوئی رشتے دار یا دوست نہیں تھا۔ کسی قانون کے محافظ کو ہماری ذاتی آزادی میں رکاوٹ ڈالنے کا حق نہیں ہے۔"

وہ ناگواری سے بولا۔ "میں قانون کو تم سے زیادہ سمجھتا ہوں۔ تم دونوں میرے ساتھ بار میں چلو گے یا کمرے میں؟"

وہ لفٹ کی طرف بڑھنے لگی۔ افسر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "میں بہت ضدی ہوں، قبر تک پیچھا نہیں چھوڑتا۔"

وہ بولی۔ "پھر تو تم قبر تک ساتھ جانے والے وفادار شوہر بن سکتے ہو۔"

وہ لفٹ کے دروازے پر آ گئے۔ پارس نے ایک بٹن دبایا۔ کوٹلی اجنبی لوگوں سے نظریں جھکا کر باتیں کرتی تھی یا پھر سیاہ گاگلس میں آنکھیں چھپائے رکھتی تھی۔ وہ نظریں اٹھا کر بولی۔ "آفیسر! میری آنکھوں کے متعلق کیا خیال ہے؟"

پولیس افسر نے اس کی آنکھوں میں دیکھا تو پھر دیکھتا ہی رہ گیا۔ اس نے نظریں ہٹانے کی کوشش کی۔ وہ بولی۔ "مرد ہو کر آنکھیں چرانا چاہتے ہو؟ دیکھتے رہو، میری آنکھوں میں دیکھتے رہو۔"

لفٹ کا دروازہ کھل گیا۔ پارس اندر گیا۔ وہ بولی۔ "اسی طرح میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے لفٹ کے اندر چلو۔"

وہ سحر زدہ سا ہو کر اس کے حکم کی تعمیل کر رہا تھا۔ جس طرح کوئی لنگڑا بیساکھی کا سہارا لے کر چلتا ہے، وہ ان شیطانی آنکھوں کے سہارے آہستہ آہستہ چلتا ہوا اندر آ گیا۔ وہ بولی۔ "پارس! ٹیرس کا بٹن دباؤ۔"

لفٹ کا دروازہ بند ہو چکا تھا۔ پارس نے چھت پر جانے کے لیے بٹن دبایا، لفٹ اپنی مخصوص رفتار سے اوپر

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

جانے لگی۔ کوئلی حاکمانہ لہجے میں بول رہی تھی: "آفیسر! جواب دو۔ کیا چھت پر مسلح سپاہی موجود ہیں؟"

اس نے جواب دیا: "چھت پر کسی کی ڈیوٹی نہیں ہے۔"

"میں حکم دیتی ہوں، اگر کوئی چھت پر مجھے اور میرے ساتھی کو روکنا چاہے تو تم اسے مداخلت سے باز رکھو گے۔ جو باز نہ آئے اسے گولی مار دو گے۔"

وہ ایک تابعدار کی طرح اس کی باتیں دُہرانے لگا۔ لفٹ رُک گئی۔ دروازہ کھل گیا۔ وہ چھت پر پہنچ گئے تھے۔ پارس نے لفٹ سے نکل کر دیکھا، ایک ہیلی کاپٹر پرواز کرتا ہوا آرہا تھا۔ جیسے جیسے وہ قریب آرہا تھا، ہوائیں تیز تر ہوتی جارہی تھیں۔ چھت کے ایک حصّے سے کسی نے چیخ کر پوچھا: "یہ ہیلی کاپٹر یہاں کیوں اُتر رہا ہے؟ یہ غیر قانونی لینڈنگ ہے۔"

کوئلی نے افسر کو ابھی تک اپنی آنکھوں کا اسیر بنا رکھا تھا۔ اس نے کہا: "یہاں کوئی غیر قانونی لینڈنگ کی بات کر رہا ہے۔ اسے مطمئن کرو۔ اگر وہ مطمئن نہ ہو تو اسے گولی مار دو۔ جلدی نظریں ہٹالو۔"

وہ نظریں ہٹا کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ ایک طرف ذرا فاصلے پر ایک اور افسر دو سپاہیوں کے ساتھ شراب کی بوتل پکڑے کھڑا تھا۔ سپاہی کو بوتل دے کر ہولسٹر سے ریوالور نکال رہا تھا۔ کوئلی کے معمول افسر نے اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا: "ابھی مجھے وائرلیس سے اطلاع ملی ہے کہ اس نوجوان جوڑے کو ہیلی کاپٹر میں جانے دیا جائے۔ یہ ایک سرکاری خفیہ معاملہ ہے۔"

ہیلی کاپٹر چھت کے بالکل قریب آگیا تھا۔ وہاں سے ایک رسّی کی سیڑھی لٹکائی گئی تھی۔ کوئلی نے پارس سے کہا: "فوراً اوپر جاؤ۔"

اس نے سیڑھی کے نچلے حصّے کو تھام لیا۔ افسر نے نشانہ لیتے ہوئے کہا: "خبردار! مجھے وائرلیس سے ایسی کوئی اطلاع نہیں ملی ہے۔ [illegible] ہیلی کاپٹر [illegible] ٹکڑے ٹکڑے [illegible] حکم [illegible] کے بعد [illegible]"

کوئلی نے اپنے معمول افسر کو گھور کر دیکھا۔ اس نے ہولسٹر سے ریوالور نکال کر فرض نبھانے والے افسر کو گولی ماردی۔ پارس تیزی سے سیڑھیاں چڑھتا ہوا ہیلی کاپٹر کے اندر پہنچ گیا۔ کوئلی بھی سیڑھی پر پاؤں رکھ چکی تھی۔ گولی کھانے والے افسر کے ساتھ جو سپاہی تھے، ان میں سے ایک نے معمول افسر پر گولی چلائی، اس کا ہاتھ زخمی ہوا۔ ریوالور چھوٹ کر دور چلا گیا۔ کوئلی اوپر پہنچنے والی تھی، سپاہی نے اس کی طرف فائرنگ کی۔ ہیلی کاپٹر دوسری طرف گھوم گیا۔ وہ بال بال بچی۔ دوسری بار ہیلی کاپٹر سے فائرنگ ہوئی۔ سپاہیوں کی چیخیں سُنائی دیں۔ ہیلی کاپٹر بلند ہوچکا تھا۔ کوئلی نے نظریں اُٹھا کر دیکھا۔ پارس کے ہاتھ میں اسٹین گن تھی۔ اس کا رُخ کوئلی کی طرف تھا۔

وہ ایک دم سکتے میں رہ گئی۔ دروازہ اس سے ایک ہاتھ کے فاصلے پر رہ گیا تھا جہاں پارس موت بن کر موجود تھا۔ نیچے سیکڑوں فٹ کی پستی تھی، پرواز اور بلند ہوتی جارہی تھی۔ ہیلی کاپٹر ایک طرف تیزی سے جارہا تھا۔ وہ زندگی میں پہلی بار اس بُری طرح پھنسی تھی۔ دائیں بائیں، آگے پیچھے، اوپر نیچے موت ہی موت تھی۔ بچ نکلنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔

پارس نے ہنستے ہوئے کہا: "میری جان! کس سوچ میں پڑگئی ہو۔ ہاتھ بڑھاؤ۔"

اس نے نیچے کی طرف جھک کر ہاتھ بڑھایا۔ کوئلی کی جان میں جان آئی کیونکہ اسٹین گن چلانے والا ہاتھ اسے سہارا دے رہا تھا۔ اس نے ہاتھ بڑھایا۔ پارس نے تھام لیا۔ پہلی بار اسے محسوس ہوا کہ پارس کے ہاتھ فولاد ہیں، اس میں ایسی فولادی قوت بھی تھی کہ وہ اسے ایک ننھی سی بچّی کی طرح اوپر کھینچ کر ہیلی کاپٹر کے اندر لے آیا تھا۔

سیڑھی اندر کرنے کے بعد دروازہ بند کردیا گیا۔ وہ گہری گہری سانس لیتے ہوئے بولی: "تم نے تو میری جان ہی نکال دی تھی۔ میں سمجھی، مجھے نشانہ بنانا چاہتے ہو۔ پھر عقل آئی، تم نے اسٹین گن سے سپاہیوں کو نشانہ بنایا تھا۔ میں یہ نہیں بھولوں گی کہ تم نے میری جان بچائی ہے۔"

پھر وہ چونک کر بولی: "یہ اسٹین گن کہاں سے آگئی؟"

"تمہارے پائلٹ نے دی ہے۔ سپر ماسٹر نے معقول انتظام کیا ہے۔"

کوئلی نے [illegible] پائلٹ [illegible]

"کیا ہمارا ماسٹر [illegible] سے رابطہ قائم کر رہا ہے؟"

"جی نہیں، ماسٹر نے کہا تھا، تمہارے پاس چلا رہا ہے۔"

وہ غصّے سے بولی: "ماسٹر میرے پاس نہیں ہے۔ اس نے ایسے وقت رابطہ ختم کردیا جب اس کی خیال خوانی کی سخت ضرورت تھی۔"

پھر وہ کچھ سوچ کر پائلٹ کے قریب جھک کر بولی۔ "کہیں ہم کسی کے جال میں تو نہیں پھنس رہے ہیں؟"

کوئلی! میں ایسا نہیں سمجھتا۔ کوئی بیس منٹ پہلے وہ میرے دماغ میں تھا۔ مجھ سے کہہ رہا تھا، تم پارس کو لے کر

چھت پر آرہی ہو۔ وہ صرف بیس منٹ سے غیر حاضر ہے۔"

"ایسے خطرات سے کھیلتے وقت ایک سیکنڈ کی بھی غفلت تمام منصوبوں پر پانی پھیر سکتی ہے اور ہماری جان لے سکتی ہے۔"

"غصّہ تھوک دو۔ سپر ماسٹر کے ساتھ کوئی مجبوری ہوگی۔ پارس کو یہاں سے لے جانے کا معاملہ سب سے زیادہ اہم ہے۔ وہ اس اہم معاملے سے یقیناً کسی مجبوری کی بناء پر غافل ہوگیا ہے۔"

"میں کسی پر غصّہ نہیں دکھا رہی ہوں بلکہ اس بات پر جھنجلا رہی ہوں کہ اتنی محنت کے بعد ناکام ہونے والی ہوں۔ میری چھٹی حِس کہہ رہی ہے، خلافِ توقع کچھ ہونے والا ہے۔"

پارس نے اس کا بازو پکڑ کر اپنی طرف کھینچتے ہوئے کہا: "اگر کچھ ہونے والا ہے تو کیا تم اُسے روک سکو گی۔ چپ چاپ بیٹھ کر سکون سے سوچو، ہم کہاں جارہے ہیں اور جہاں جارہے ہیں، وہاں تمہارے کتنے قابلِ اعتماد آدمی ہوں گے؟"

"موجودہ مشن میں تمام آدمی قابلِ اعتماد ہیں۔"

"تمہارے اس پائلٹ کے علاوہ کتنے آدمی ہوں گے؟"

"ہم جس طیارے میں جائیں گے اُس کا ایک پائلٹ، کوپائلٹ، ایک ایئر ہوسٹس اور دو باڈی گارڈز ہوں گے۔"

"کیا سب یوگا کے ماہر ہیں؟"

"ہوسکتے ہیں۔"

"یعنی تمہیں یقین نہیں ہے۔ ان میں سے کسی کی بھی کمزوری کی خیال خوانی کرنے والے کا مسکن بن سکتی ہے۔ اس طرح تمہاری [illegible] غلط ہوگی کہ تمام لوگ قابلِ اعتماد ہیں۔"

[illegible] سپر ماسٹر [illegible]

وہ جھنجلا کر [illegible] اب [illegible] تم [illegible]

[illegible] خاموش [illegible] ایک لفظ [illegible]

[illegible] کا غلام [illegible] چلے [illegible] اس کی [illegible] کا حکم دیتے رہی تھی، مگر وہ بڑے صبر و تحمل سے برداشت کر رہا تھا۔ یہی برداشت اور تابعداری کوئلی کو خوش فہمی میں مبتلا کر رہی تھی کہ وہ پوری طرح اس کا معمول یا غلام بن چکا ہے۔

آدھے گھنٹے کی پرواز کے بعد ہیلی کاپٹر ایک وسیع میدانی علاقے میں اُترنے لگا۔ رات کی تاریکی میں میدان دور تک نظر نہیں آرہا تھا۔ صرف سگنل دینے والی روشنیاں دکھائی دے رہی تھیں۔ ہیلی کاپٹر کے زمین پر پہنچتے ہی دو مسلح شخص دوڑتے ہوئے قریب آئے۔ کوئلی اور پارس نے دروازہ کھول کر نیچے چھلانگ لگائی۔ کچھ فاصلے پر ایک طیارہ دکھائی دے رہا تھا۔ ایک مسلح شخص نے کہا: "جلدی چلو۔ وائرلیس پر اطلاع ملی ہے کہ اسرائیلی ہیلی کاپٹر تم دونوں کی تلاش میں نکل پڑے ہیں۔"

وہ دونوں اُن مسلح جوانوں کے ساتھ دوڑتے ہوئے طیارے کے پاس آئے پھر سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اندر پہنچے۔ بڑی پھرتی سے سیڑھی کو تہہ کرکے اندر کیا گیا۔ دروازے کو لاک کیا گیا۔ پائلٹ نے سب کو سیٹ بیلٹ باندھنے کے لیے کہا۔ پھر طیارہ حرکت میں آگیا۔ پارس نے کھڑکی سے دیکھا، دور تاریکی میں کئی سُرخ بتیاں پرواز کرتی ہوئی نظر آرہی تھیں۔ صاف ظاہر تھا، اسرائیلی ہیلی کاپٹر چلے آرہے تھے۔ طیارہ کسی کچے راستے پر تیزی سے دوڑتا ہوا فضا میں بلند ہوچکا تھا۔ آنے والے ہیلی کاپٹر اس کی بلندی اور تیزی کو چھو بھی نہیں سکتے۔ اُن ہیلی کاپٹروں سے شعلے لپکتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے یعنی وہ اس ہیلی کاپٹر کی جانب فائرنگ کر رہے تھے جسے پارس اور کوئلی چھوڑ آئے تھے گویا کھسیا کر کھمبا نوچ رہے تھے۔

انھوں نے ساحل کے کسی قریبی علاقے سے پرواز کی تھی۔ کیونکہ پندرہ منٹ کے بعد ہی پائلٹ نے اسپیکر کے ذریعے بتایا کہ انھوں نے اسرائیل کا ساحل اور سمندری علاقہ عبور کرلیا ہے۔ ان کا طیارہ مصر کے شمالی سمندری علاقے سے گزرتا ہوا لیبیا کی سمت جانے لگا۔ پارس نے سیٹ بیلٹ کھول کر اپنی سیٹ کو آرام دہ بنالیا پھر کوئلی کو دیکھا۔ وہ پریشانی کی حالت میں سیدھی بیٹھی ہوئی تھی۔ ایئر ہوسٹس نے آکر مسکراتے ہوئے پوچھا: "آپ لوگ کیا پینا پسند کریں گے؟"

وہ بولی: "بلیک ڈاگ وِد آئس۔"

وہ چلی گئی۔ کوئلی نے پارس کو دیکھ کر کہا: "میں نہیں جانتی کہ سپر ماسٹر کہاں گم ہوگیا ہے۔ اس کی غیر حاضری مجھے خطرے کا احساس دلا رہی ہے۔"

پارس نے اسے کن انکھیوں سے دیکھا مگر جواب نہیں دیا۔ وہ بولی: "مجھے یقین ہے، ماسٹر کسی مصیبت میں گرفتار ہوگیا ہے۔ اگر ایسا ہے تو ہم بھی کسی مصیبت میں گرفتار ہونے والے ہیں۔"

ایئر ہوسٹس ایک ٹرالی میں شراب کی بوتل، دو خالی جام اور برف لے آئی۔ دونوں کے لیے دو پیگ بنائے پھر چلی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

گئی۔ کوٹلی نے ایک جام پارس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "اب ہم اپنوں میں ہیں۔ اگر ایک پیگ میں تمھاری کھوپڑی اُلٹے گی تو کوئی بھی تمھیں سنبھال لے گا۔"

پارس نے جام لیا۔ وہ اپنا جام منہ سے لگا کر ایک گھونٹ پینے کے بعد بولی۔ "ہو سکتا ہے سپر ماسٹر کسی مصیبت میں نہ ہو، شاید اچانک بیمار پڑ گیا ہو اور بیماری کے باعث خیال خوانی کے قابل نہ رہا ہو۔ تمھارا کیا خیال ہے؟"

پارس نے پھر جواب نہیں دیا۔ پہلے کی طرح خاموش رہا۔ وہ گھور کر بولی۔ "اے! میں اتنی دیر سے بول رہی ہوں اور تم خاموش ہو۔ کیا میں پاگل کی بچی ہوں؟ تم بولتے کیوں نہیں ہو؟"

وہ بولا۔ "تم نے ہیلی کاپٹر میں خاموش رہنے کا حکم دیا تھا۔ میں تمھارے حکم کے خلاف کیسے بول سکتا ہوں؟"

"اوہ سوری! میں بھول گئی تھی۔ اب حکم دیتی ہوں، بولو۔"

وہ اپنے جام کو دیکھتے ہوئے بولا۔ "اگر میں نے اسے پی لیا تو تم دُہری پریشانیوں میں مبتلا ہو جاؤ گی۔"

"کیا مطلب؟"

"ابھی سپر ماسٹر کی طرف سے ایک پریشانی ختم نہیں ہوئی ہے اور تم میری مدہوشی کو اپنے لیے دوسری پریشانی کا سبب بنانا چاہتی ہو۔"

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ پارس نے کہا "فکر اور پریشانی ہو تو شراب سے غم غلط کرو۔ اگر کسی مصیبت کی آمد کا اندیشہ ہے تو جام رکھ دو۔ اور پورے ہوش و حواس میں رہو۔"

کوٹلی نے اس کے ہاتھ سے جام لے کر کہا۔ "تم ٹھیک کہتے ہو۔ ہمیں ہوش میں رہنا چاہیے۔" اس نے سر گھما کر پیچھے دیکھا۔ دونوں مسلح گارڈز اٹھ کر ادب سے کھڑے ہو گئے۔ وہ ایک کو قریب بلا کر بولی۔ "تم کتنی دیر سانس روک سکتے ہو؟"

وہ بولا۔ "مس گراہم! میں نے کبھی حساب نہیں کیا۔"

"تم دونوں گھڑی دیکھ کر سانس روکو اور مجھے حساب بتاؤ۔"

وہ واپس اپنے ساتھی کے پاس چلا گیا۔ ہوسٹس نے آکر تیسرا پیگ بنایا۔ پھر پارس کے لیے بھی ایک اور تیار کرنا چاہتی تھی۔ کوٹلی نے کہا۔ "اور ضرورت نہیں ہے۔ یہ بتاؤ، تم کتنی دیر سانس روک سکتی ہو؟"

وہ مسکرا کر بولی۔ "میں بلیک بیلٹر ہوں، تین منٹ سے کچھ زیادہ سانس روک لیتی ہوں۔"

"ویری گڈ۔ سپر ماسٹر نے سوچ سمجھ کر تمھارا انتخاب کیا ہے۔"

ایک گارڈ نے آکر کہا۔ "مس گراہم! ہم دونوں گارڈز ایک ڈیڑھ منٹ تک سانس روک سکتے ہیں۔"

"سپر ماسٹر نے تم لوگوں کا انتخاب کیوں کیا ہے؟"

"میں انجینئر ہوں۔ میرا ساتھی ڈاکٹر ہے۔ ہم فوج میں رہ چکے ہیں۔ ہم جنگلوں، پہاڑوں اور صحراؤں میں جنگ لڑنے کے طریقے جانتے ہیں۔ اندھیرے میں آواز پر صحیح نشانہ لگا سکتے ہیں۔ کبھی آزمائش کا وقت آئے گا تو ہم اپنی بھرپور صلاحیتوں کا مظاہرہ کریں گے۔"

"دعا کرو، ایسا وقت نہ آئے اور ہم خیریت سے اپنی منزل تک پہنچ جائیں۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر تیزی سے چلتی ہوئی پائلٹ کیبن میں گئی۔ کو پائلٹ نے اسے دیکھ کر سلام کیا۔ وہ بولی "کیا سپر ماسٹر نے رابطہ قائم کیا ہے؟"

"جی ہاں۔"

وہ شدید حیرانی سے بولی "کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟"

پائلٹ نے کہا "مس گراہم! ہم تمھارے عہدے اور شخصیت کو جانتے ہیں، تم سے جھوٹ بولنے کی جرأت نہیں کر سکتے۔"

"ماسٹر نے کب رابطہ قائم کیا تھا؟"

"ابھی پندرہ منٹ پہلے انھوں نے خیریت معلوم کی۔ جب انھیں اطمینان ہو گیا کہ ہم کسی رکاوٹ کے بغیر آرام سے سفر کر رہے ہیں تو وہ چلے گئے۔"

وہ غصے سے مٹھیاں بھینچ کر بولی۔ "میں مانتی ہوں تم جھوٹ نہیں بولو گے۔ لیکن مجھے یقین نہیں آ رہا ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے، میں اس ٹیم کی لیڈر ہوں، وہ مجھ سے رابطہ نہ کرے اور صرف تم سے باتیں کر کے چلا جائے! یہ کیسے ہو سکتا ہے! یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

وہ اپنی توہین محسوس کر رہی تھی۔ وہ پارٹی لیڈر تھی، یہ حیثیت ایسے وقت ختم ہو رہی تھی جب وہ پارس کو اغوا کر کے اسے سپر ماسٹر تک پہنچانے کا کارنامہ انجام دے رہی تھی۔ وہ جھنجلاہٹ اور بے چینی سے ایک جگہ بیٹھ نہیں سکتی تھی۔ چھوٹے سے کیبن میں کبھی اِدھر آ کر دیوار کو گھورتی تھی، کبھی اُدھر جا کر دیوار کو گھونسا مارتی تھی۔

کو پائلٹ نے کہا۔ "سپر ماسٹر کچھ سوچ سمجھ کر تم سے رابطہ قائم نہیں کر رہا ہے۔"

وہ غرا کر بولی۔ "وہ کیا سوچ رہا ہے؟ کیا سمجھ رہا ہے؟ میرا دماغ حساس ہے۔ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا دشمن میری

اجازت کے بغیر دماغ میں نہیں آ سکتا۔ میں نے تنویمی عمل کے ذریعے پارس کو اپنا مطیع اور فرماں بردار بنایا ہے۔ اس کے دماغ کو لاک کیا ہے۔ اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے والدین ہمیں اس کے ذریعے ٹریپ نہیں کر سکیں گے۔۔"

وہ بولتے بولتے رُک گئی۔ گھور کر پائلٹ کو دیکھتے ہوئے بولی۔ "کیا تمھارا دماغ حساس ہے یا تم یوگا کے ماہر ہو؟"

"تھینکس گاڈ، میں حساس دماغ رکھتا ہوں۔ مجھے کوئی خیال خوانی کے ذریعے ٹریپ نہیں کر سکتا۔ تم خواہ مخواہ پریشان ہو رہی ہو۔ منزل پر پہنچ کر سپر ماسٹر ضرور بتائے گا کہ وہ تمھیں کیوں نظر انداز کر تا رہا ہے۔"

وہ تھوڑی دیر تک سوچتی رہی۔ پھر وہاں سے جانا چاہتی تھی لیکن پائلٹ کی سیٹ کے پاس وِسکی کی بوتل دیکھ کر رُک گئی۔ وہ بوتل آدھی خالی ہو چکی تھی۔ اس نے پوچھا۔ "یہ آدھی بوتل تم نے پی ہے؟"

کو پائلٹ نے کہا۔ "ہم دونوں شیئر کر رہے ہیں۔"

"کیا تم دونوں کو خوش فہمی ہے کہ نشے کی حالت میں خیال خوانی کرنے والوں کا راستہ روک سکو گے؟"

"ہمارے پینے کی ایک حد ہے۔ تم دیکھ رہی ہو کہ ہم نارمل ہیں، جب نشہ ہو گا تو بوتل بند کر دیں گے۔"

کوٹلی نے آگے بڑھ کر بوتل اٹھائی۔ پھر سخت لہجے میں کہا "اب ایک گھونٹ بھی نہیں پیو گے۔"

وہ بوتل لے کر کیبن سے باہر آئی۔ ہوسٹس کو بوتل دیتے ہوئے کہا۔ "پائلٹ اور کو پائلٹ کو اب ایک پیگ بھی نہ دینا۔"

پھر وہ دونوں باڈی گارڈز کے پاس آئی۔ وہ اٹھ کر ادب سے کھڑے ہو گئے۔ اس نے کہا۔ "اس طیارے سے تم دونوں مجھ سے یا کسی سے بھی بات نہیں کرو گے۔ ایک دوسرے کو بھی اپنی آواز نہیں سناؤ گے حتیٰ کہ تنہائی میں بھی باتیں نہیں کرو گے۔"

"یس میڈم۔"

"شٹ اپ اِیڈیٹ فول۔ میں منہ سے آواز نکالنے سے منع کر رہی ہوں اور تم جواب دے رہے ہو۔ آئندہ خاموشی سے احکامات کی تعمیل کرو گے۔"

دونوں نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ وہ پارس کے قریب آ کر کھڑی ہو گئی۔ اس کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ سکتی تھی لیکن اس سے بیٹھا نہیں جا رہا تھا۔ پریشانی اور بڑھ گئی تھی۔ پارس نے پوچھا۔ "کیا بات ہے؟"

"بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہے، تمھیں کیا جواب دوں؟"

"جو بات سمجھ میں نہیں آ رہی ہے، اسے ہی بیان کرو۔"

"پائلٹ کہتا ہے، ابھی تھوڑی دیر پہلے سپر ماسٹر نے اس سے گفتگو کی تھی جبکہ میں پارٹی لیڈر ہوں۔ اس نے مجھ سے بات نہیں کی، اس کا مطلب کیا ہو سکتا ہے؟"

"اگر آرام سے بیٹھ کر باتیں کرو گی اور تھوڑی دیر کے لیے پارٹی لیڈر کی حیثیت سے اپنی توہین کو بھلا دو گی تو یہ معاملہ آسانی سے سمجھ میں آجائے گا۔"

وہ بیٹھنا نہیں چاہتی تھی، پارس نے اُس کا ہاتھ کھینچ کر اپنے پاس بٹھا لیا پھر کہا۔ "میری چند باتوں کا جواب دو۔ ابھی بات سمجھ میں آجائے گی۔"

"جلدی بولو، کیا پوچھنا چاہتے ہو؟"

"سپر ماسٹر بے حد ذہین اور حاضر دماغ ہوا کرتا ہے۔ تم نے اُسے قریب یا دور سے دیکھا ہے تو جواب دو، کیا تمھارے خیال میں وہ ایسے وقت نادانی کر سکتا ہے جبکہ تم مجھے اغوا کر کے بہت بڑا کارنامہ انجام دے رہی ہو؟"

"مجھے اُس سے ایسی نادانی کی توقع نہیں ہے؟"

"توقع کی بات نہ کرو۔ یقین سے جواب دو۔"

"میں یقین سے کہتی ہوں، وہ میری صلاحیتوں کی بہت قدر کرتا ہے۔ اہم معاملات میں مجھ پر اعتماد کرتا ہے۔ میرا دل نہیں مانتا کہ آج وہ مجھے نظر انداز کر رہا ہے۔"

"تو پھر بات آئینے کی طرح صاف ہے۔ سپر ماسٹر نے پائلٹ سے رابطہ قائم نہیں کیا ہے۔ وہ کسی مصیبت میں گرفتار ہے یا بُری طرح بیمار ہے۔ کسی خیال خوانی کرنے والے نے پائلٹ کو اپنے قابو میں کر رکھا ہے۔"

وہ سوچتی اور سمجھتی ہوئی نظروں سے پارس کو دیکھ رہی تھی۔ پھر بولی۔ "بات سمجھ میں آ رہی ہے۔ تمھارے پاپا ہی ایسا کر سکتے ہیں۔"

"اگر پاپا ہوں گے تو سب سے پہلے تمھیں مجبور کریں گے۔ پائلٹ کے ذریعے حکم دیں گے کہ تم نے میرے دماغ کو جو لاک کیا گیا ہے، پھر عمل کے ذریعے کھول دو تاکہ وہ بیٹے سے دماغی رابطہ قائم کر سکیں۔"

"میں کبھی ایسا نہیں کروں گی۔"

وہ کوٹلی کا ہاتھ عاشقانہ انداز میں تھام کر بولا۔ "ایسا کبھی نہ کرنا، ورنہ وہ مجھے تم سے چھین کر لے جائیں گے۔ میں تمھیں چھوڑنا نہیں چاہتا۔ میرا دل کہتا ہے، میں تم سے بچھڑ کر کبھی سکون سے نہیں رہ سکوں گا۔"

وہ ہاتھ چھڑا کر بولی۔ "تم سکون سے رہو یا نہ رہو، میں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کسی حال میں تمھیں ہاتھ سے جانے نہیں دوں گی۔ تم بھی سوچو، میں بھی سوچتی ہوں۔ ان حالات میں ہمیں کیا کرنا چاہیے؟"

"سیدھی سی بات ہے۔ پاپا کو اپنے اور میرے دماغ میں آنے نہ دو۔ وہ طیارے کو تباہ نہیں کریں گے، انھیں میری سلامتی عزیز ہے۔ وہ زیادہ سے زیادہ مصیبتوں میں مبتلا کریں گے، ہم آئندہ حالات کے مطابق اپنے بچاؤ کی تدبیر کر سکتے ہیں۔"

"تم درست کہتے ہو۔"

"میں ہمیشہ درست کہتا ہوں مگر تم میری باتوں کو نظر انداز کر دیتی ہو۔"

"اب تم اتنے بھی ذہین اور معاملہ فہم نہیں ہو کہ میں تمھاری ہر بات درست مان لیا کروں۔ یہ تم فضول باتیں کر کے مجھے اصل معاملے سے کیوں ہٹا دیتے ہو۔ یہ کیوں نہیں سوچتے کہ پائلٹ کو ہم کس طرح اپنے قابو میں کر سکتے ہیں؟"

"اسے خیال خوانی کے طلسم سے نکالا نہیں جا سکتا۔ البتہ ہم اسے گولی مار سکتے ہیں۔"

"کیا تمھارا دماغ چل گیا ہے۔ پائلٹ اور کو پائلٹ دونوں ہی خیال خوانی کے زیر اثر ہیں۔ [illegible] دیے ہیں؟"

[illegible]

[illegible] کیا تمھارا باپ چلائے گا؟"

"[illegible] پائلٹ سے جا کر پوچھو، اس کے دماغ میں رہ کر میرا باپ ہی یہ جہاز چلا رہا ہوگا۔"

وہ ناگواری سے بولی "میں نے تمھاری بڑی تعریفیں سنی تھیں۔ افریقہ کے جنگلوں میں تم نے بڑے کارنامے دکھائے ہیں۔ کیا ایسی الٹی کھوپڑی سے کارنامے انجام دیتے تھے۔ پائلٹ کو مار کر جہاز تباہ کرنا چاہتے ہو؟"

"اس طیارے کو میں کنٹرول کروں گا۔"

"کیا!" وہ حیرت سے بولی "تم اور یہ جہاز چلاؤ گے؟"

"بابا صاحب کا ادارہ ایک بے مثال تربیت گاہ ہے، تم کبھی سوچ بھی نہیں سکتیں کہ ہم دونوں بھائیوں نے اس ادارے میں رہ کر کیا کچھ سیکھا ہے۔"

وہ حیرانی سے سن رہی تھی۔ پھر چونک کر بولی "اے! تم مجھے پھر اصل معاملے سے ہٹا کر فضول باتوں میں لگا رہے ہو۔ میں پائلٹ کو گولی مارنے کی نادانی نہیں کروں گی۔ تمھارے جیسے ڈینگیں مارنے والے جوان میں نے بہت دیکھے ہیں۔"

وہ سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر نیم دراز ہوا۔ پھر آنکھیں بند کرتے ہوئے بولا "کسی مصیبت کے وقت مناسب سمجھو تو مجھے جگا دینا۔"

وہ دوسری طرف منہ پھیر کر موجودہ حالات پر غور کرنے لگی۔ پارس آنکھیں بند کر کے سوچ رہا تھا: پاپا نے میرے اور کوٹلی کے دماغوں کو اپنے طور پر مقفل کیا ہے۔ اُن کی ٹیکنک کے مطابق ہم دونوں صرف ان کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر سکیں گے، باقی دوسرے خیال خوانی کرنے والوں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیں گے۔ پھر کیا بات ہے کہ پاپا مجھ سے رابطہ قائم نہیں کر رہے ہیں۔ میں نے کوٹلی کا عاشق بن کر اس کے سامنے پاپا کے خلاف کہہ دیا کہ وہی طیارہ اغوا کر رہے ہیں، جبکہ ایسا نہیں ہے۔ پاپا، پائلٹ کے دماغ میں آئیں گے تو میرے پاس بھی آ کر اپنے موجودہ منصوبے کی تفصیل سمجھائیں گے، یہ کوئی دوسرا ہی چکر چل رہا ہے۔

وہ اپنی سیٹ کی پشت سے ٹیک لگائے آنکھیں بند کیے آرام سے لیٹا ہوا تھا۔ جب یقینی طور پر کوئی خطرہ پیش آنے والا ہو تو خوف کھانے، پریشان ہونے یا فکر مند ہونے سے خطرہ [illegible] کا استقبال کیا جائے۔

[illegible] اغوا کرنے کا مقصد کیوں نہیں بتا رہا ہے؟ شاید اس لیے کہ وہ یقیناً [illegible] اس کا مقصد صاف ظاہر ہے۔ وہ بیٹے کو رہا کرا رہا ہے اور مجھے قیدی بنانے والا ہے۔

وہ غصے سے پارس کی سیٹ کے پاس آئی۔ پھر پاؤں پٹخ کر بولی "تمھارا باپ سمجھتا کیا ہے؟ میرا نام کوٹلی گراہم ہے۔ آج تک کوئی مجھے قید نہیں کر سکا۔ وہ مجھ سے سپر ماسٹر کے بارے میں کچھ معلوم نہیں کر سکے گا۔ میں تمھارے باپ کو بھی اپنی آنکھوں سے سحر زدہ کر کے اپنا غلام بنا لوں گی۔"

وہ بول رہی تھی اور وہ آنکھیں بند کیے یوں سیٹ پر نیم دراز تھا جیسے سو چکا ہو۔ کوٹلی نے سختی سے ہونٹ بھینچ کر اُسے دیکھا۔ یہ اور زیادہ غصہ دلانے والی بات تھی کہ باپ ٹریپ کر رہا تھا اور بیٹا آرام سے سو رہا تھا۔ وہ ہمیشہ سے حکومت کرنے کی عادی رہی تھی۔ اپنے غلام کی یہ آرام طلبی برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ اس نے ایک قدم آگے بڑھ کر زور کا تھپڑ جما دیا۔

وہ ہڑبڑا کر کھڑا ہو گیا۔ یہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایک عورت یوں مالکہ بن کر اس پر ہاتھ اٹھانے کی جرأت کرے

گی۔ اُس نے ایک اُلٹا ہاتھ رسید کیا۔ کوٹلی کے حلق سے چیخ نکلی۔ پھر وہ دوسری چیخ نکالنے کے قابل نہ رہ سکی۔ اس کا سر چکرا گیا تھا۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا تھا۔ وہ اپنے پاؤں پر کھڑی نہ رہ سکی۔ لڑکھڑا کر پیچھے گئی۔ دوسری طرف کی سیٹ سے ٹکرائی۔ پھر دو سیٹوں کی قطار کے درمیان فرش پر گر پڑی۔ اُسے یوں لگا تھا جیسے مُنہ پر لوہے کا ہاتھ پڑا ہے۔ ایک طرف کا جبڑا پھوڑے کی طرح دُکھ رہا تھا۔ مُنہ میں خون بھر گیا تھا۔ پتا نہیں کتنے دانت ٹوٹ گئے تھے۔

دونوں باڈی گارڈز نے اُسے اسٹین گن کی زد پر رکھ کر وارننگ دی۔ "خبردار! اپنی جگہ سے حرکت نہ کرنا۔ ورنہ ہم لوگ گولیوں سے چھلنی کر دیں گے۔"

پارس نے اُن کی طرف بڑھتے ہوئے کہا "تمھارا سپر ماسٹر مجھے زندہ دیکھنا چاہتا ہے۔ پہلے تم دونوں فیصلہ کر لو کہ مجھے مار دیا جائے یا ماسٹر کے لیے چھوڑ دیا جائے۔"

یہ درست تھا۔ سپر ماسٹر نے اُسے زندہ طلب کیا تھا۔ دونوں گارڈز نے ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ ذرا سی دیر کے لیے اُن کی نظریں پارس کی طرف سے ہٹیں۔ اتنی ہی مہلت کافی تھی۔ اُس نے ایک کی اسٹین گن پر ہاتھ مارا، دوسرے کی اسٹین گن پر ایک ٹھوکر ماری جس کے نتیجے میں دوسرے کے ہاتھوں سے ہتھیار نکل گیا۔ پہلے کو نہتا کرنے کے لیے کراٹے کا ہاتھ رسید کرنا پڑا۔ دونوں نہتے ہو کر اُس پر ٹوٹ پڑے۔ وہ اُس کی پٹائی کر کے اپنی اسٹین گنوں تک پہنچنا چاہتے تھے مگر خود پٹ رہے تھے۔ صرف پندرہ منٹ میں وہ فرش سے اُٹھنے کے قابل نہیں رہے۔

کوٹلی ایک ہاتھ سے سر تھام کر دوسرا ہاتھ فرش پر ٹیک کر اُٹھ رہی تھی۔ پارس نے اس کے پرس سے بے بی آئینہ نکالا۔ پھر اس کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر ایک جھٹکے سے اٹھا لیا۔ وہ تکلیف کی شدت سے چیخنے لگی۔ وہ اس کے ہاتھ میں آئینہ پکڑا کر بولا "تم نے میری لاعلمی میں مجھے ایک ہاتھ مارا۔ اب آئینہ دیکھو۔ میں ابھی مزید صورت بگاڑنے والا ہوں۔"

اس نے دوسرا ہاتھ مُنہ پر مارا۔ اس بار حلق سے چیخ بھی نہ نکل سکی بس ایک کراہ نکلی۔ پھر وہ فرش پر گر کر بے ہوش ہو گئی۔ اسٹیورڈ کے کیبن سے ہوسٹس کی آواز سُنائی دی "بہت دلیری دکھا چکے پارس! یہ درست ہے کہ سپر ماسٹر تمھیں زندہ دیکھنا چاہتا ہے۔ لیکن صحیح سلامت پہنچانے کی شرط نہیں ہے۔ اب اگر تم نے میڈم پر ہاتھ اُٹھایا تو میں تمھارے ہاتھ توڑ دوں گی۔"

اس کے بدن پر اب ہوسٹس والا لباس نہیں تھا۔ وہ شرٹ اور پاجامہ پہنے ہوئے تھی۔ کمر سے سیاہ بیلٹ بندھا ہوا تھا۔ پاؤں ننگے تھے۔ وہ مارشل آرٹ میں مہارت کا ثبوت پیش کرنے کے لیے بالکل تیار تھی۔ پارس نے مکھی اُڑانے کے انداز میں ہاتھ ہلا کر کہا "تم نے آنے میں دیر کر دی۔ یہاں کوئی اس قابل نہیں رہا جس پر میں ہاتھ اُٹھاؤں۔ ہوسٹس کی ڈیوٹی ہے، وہ مسافروں کی خدمت کرے اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرے۔ مجھے چیلنج کرنے میں وقت ضائع نہ کرو۔ اپنی میڈم کو طبی امداد پہنچاؤ۔"

وہ ٹھنڈی پڑ گئی۔ کیونکہ اس وقت سچ مچ لڑائی کی نہیں میڈم کی مرہم پٹی کی ضرورت تھی۔ وہ دوڑ کر کیبن میں گئی اور فرسٹ ایڈ بکس لے کر کوٹلی کے پاس پہنچ گئی۔ پارس نے دونوں اسٹین گنوں کو اُٹھایا، ان سے لگے ہوئے کارتوس کے ایک ایک راؤنڈ کو الگ کیا۔ وہاں دو سیٹوں کے درمیان کارتوس کی پیٹیاں تھیں۔ اس نے کسی کو ہاتھ نہیں لگایا۔ خالی اسٹین گنوں کو اپنے پاس رکھ لیا۔

دونوں گارڈز بُری طرح ٹوٹ پھوٹ گئے تھے۔ فرش پر اوندھے پڑے ہوئے تھے۔ اُن میں سے ایک کے جسم میں حرکت ہوئی۔ اُس نے آہستگی سے ریوالور نکال کر اپنے نیچے دبا لیا تھا۔ پارس نے اُسے کن انکھیوں سے دیکھا پھر اچانک بیٹھ گیا۔ گارڈ نے یکبارگی کروٹ بدل کر فائر کیا تھا۔ گولی بہت دور ایک دیوار میں جا کر لگی۔ اس نے خالی اسٹین گن کھینچ کر ماری۔ گارڈ نے بچنے کے لیے پھر کروٹ لی۔ پارس نے اس کے ہاتھ پر ایک ٹھوکر ماری۔ ریوالور دور چلا گیا۔ وہ ریوالور تک رینگتے ہوئے جانا چاہتا تھا، کیونکہ پاؤں پر کھڑے ہونے کی سکت نہیں تھی۔ پارس چھلانگ لگا کر اس پر کھڑا ہوا تو وہ دب کر رہ گیا۔ پارس دوسری چھلانگ میں ریوالور اُٹھا کر بولا "اپنی جگہ چپ چاپ پڑے رہو۔ ویسے مجھے یقین ہے تم میں اب اُٹھنے کی سکت نہیں رہی ہوگی۔"

اس نے قریب آ کر اس کی جیبوں کی تلاشی لی۔ ایک لمبا سا چاقو اور ریوالور کی ایک درجن گولیاں نکلیں۔ پارس نے انھیں اپنے پاس رکھ لیا۔ دوسرے گارڈ کے پاس سے بھی کچھ ایسی ہی چیزیں نکلیں۔ ہوسٹس فائرنگ کے وقت ہی مداخلت کے لیے آنا چاہتی تھی مگر کوٹلی کی کراہیں سن کر اسے اٹینڈ کرنے لگی تھی۔ اس کے بعد وہ پارس کی مخالفت میں کچھ نہ کر سکی۔ کیونکہ اس کے پاس ریوالور آ گیا تھا۔

وہ دو ریوالور، دو درجن کارتوس اور دو خالی اسٹین گنیں لے کر سب سے آخری سیٹ پر بیٹھ گیا۔ تاکہ سب پر نظر رکھ سکے۔ جب کوٹلی کو ہوش آ گیا تو ہوسٹس نے کہا "میڈم، سیٹوں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

پر آکر آرام سے لیٹ جاؤ۔"

وہ گم صم پڑی خلاء میں تک رہی تھی اور سوچ رہی تھی۔ "اُس کے ساتھ جو کچھ ہو چکا ہے، کیا وہ حقیقت ہے، یا وہ توہین آمیز خواب دیکھ رہی تھی؟" ہوسٹس نے کہا۔ "تمہیں توانائی کی ضرورت ہے۔ میں دودھ میں اوولٹین لاتی ہوں۔"

وہ اُٹھ کر اپنے کیبن کی طرف جانے لگی۔ راستے میں دونوں گارڈز پڑے ہوئے تھے، وہ ان سے کترا کر گزرنے لگی۔ پارس نے اسے نشانے پر رکھ کر پوچھا: "کہاں جا رہی ہو؟"

وہ حقارت سے بولی: "مرد ہو کر نہتی عورت کو ریوالور دکھا رہے ہو۔"

"ہتھیار نہیں ہوگا تو تم مقابلے پر اُتر آؤ گی۔ ایک عورت سے مقابلہ کرنا مردوں کی شان نہیں ہے۔ تمہارے جیسی عورت کو لگام دینے کا یہی طریقہ مناسب ہے۔"

وہ تن کر جانا چاہتی تھی، پارس نے اس کے پاؤں کے پاس فائر کیا۔ وہ اُچھل کر پیچھے گئی۔ "میرے سوال کا جواب دیے بغیر جانا چاہو گی تو لنگڑی ہو جاؤ گی، میں نے کیا پوچھا تھا؟"

"میں اپنے کچن میں جا رہی ہوں۔ میڈم کے لیے دودھ اور اوولٹین لینے۔"

وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر بولا: "چلو، میں دیکھنا چاہتا ہوں، کچن میں نقصان پہنچانے والی کوئی چیز تو نہیں ہے۔"

وہ اس کے پیچھے چلتا ہوا کچن میں آیا۔ وہاں کے ایک ایک حصے کو دیکھنے لگا۔ کھانے کے سامان کے پیچھے دو لکڑی کی پیٹیاں رکھی ہوئی تھیں، ایک میں ٹیلی اسکوپ لگی ہوئی چھ رائفلیں تھیں، دوسری پیٹی میں کارتوس بھرے ہوئے تھے۔ وہ بولا: "یہاں کی چابی مجھے دو۔"

اس نے چپ چاپ چابیاں اس کے حوالے کر دیں، خود دودھ اوولٹین لے کر چلی گئی۔ پارس نے ٹائیلٹ کا دروازہ کھول کر دیکھا پھر کچن کو مقفل کر کے اسی پچھلی سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا۔ ہوسٹس اب گارڈز کے پاس آ کر اُن کی مرہم پٹی کر رہی تھی۔ کوٹلی بیٹھی ہوئی دودھ اوولٹین پی رہی تھی۔ گلاس خالی کرنے کے بعد اس کی نظر سب سے آخری سیٹ پر گئی۔ پارس دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ سیٹ کے ہتھے پر رکھا ہوا صرف ایک ہاتھ نظر آ رہا تھا۔ توہین کے احساس سے اس کا دل بیٹھنے لگا۔ صرف دو ہاتھ کھانے کے بعد وہ دور سے اس ہاتھ کو پہچاننے لگی تھی۔

اگرچہ مرہم پٹی ہو چکی تھی، پھر بھی تمام چہرہ پھوڑے کی طرح دُکھ رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے اب چہرہ نہیں رہا بلکہ اس کی جگہ ایک پھوڑا رہ گیا ہے۔ اسے یاد آیا، پارس نے اسے صورت دیکھنے کے لیے بے بی آئینہ دیا تھا۔ اس نے اِدھر اُدھر نظر دوڑائی۔ قریب ہی فرش پر ننھا سا آئینہ پڑا ہوا تھا۔ اُس نے جلدی سے ہاتھ بڑھایا، پھر رُک گئی۔ پارس کے سامنے آئینہ دیکھنے سے اور زیادہ توہین کا احساس ہوتا۔ اس نے جھجکتے ہوئے آخری سیٹ کی جانب دیکھا۔ پہلے کی طرح صرف اس کا ہاتھ نظر آ رہا تھا۔ وہ فوراً ہی آئینہ اُٹھا کر سیٹوں کے درمیان رینگتی ہوئی آئی، پھر وہاں بیٹھ کر جیسے ہی آئینہ دیکھا، منہ سے چیخ نکل گئی۔ آئینے میں زخموں سے سُوجا ہوا چہرہ دکھائی دے رہا تھا۔ جابجا میڈیکیٹڈ پٹیاں چپکی ہوئی تھیں۔ چہرہ پھول کر پہلے سے دُگنا لگتا تھا۔ وہ کسی موٹی بھدی عورت کی صورت معلوم ہوتی تھی۔ وہ غصے میں گالیاں دیتے ہوئے اُٹھنا چاہتی تھی لیکن فولادی ہاتھ یاد آ گئے۔ تمام زخموں سے ایک ساتھ ٹیسیں اُٹھنے لگیں۔ وہ ہزار ضبط کے باوجود کراہنے لگی۔ اگر کسی چار دیواری میں تنہا ہوتی تو زور زور سے روتی اور چیخ چیخ کر اسے گالیاں دیتی۔

ہوسٹس نے آ کر کہا: "تم آرام سے لیٹ جاؤ۔"

کوٹلی نے آہستگی سے کہا: "میرے قریب آؤ۔"

ہوسٹس فرش پر گھٹنے ٹیک کر سیٹوں کے درمیان اس کے قریب ہو گئی۔ وہ بولی: "تم کہہ رہی تھیں کہ سپر ماسٹر تمہیں ناقابلِ شکست فائٹر سمجھتا ہے۔ تم بلیک بیلٹر ہو، اسی لیے اس مہم کے لیے تمہارا انتخاب کیا گیا ہے؟"

"میڈم! میں نے غلط نہیں کہا ہے۔"

"تم بکواس کرتی ہو۔ کیا میری حفاظت کرنا تمہاری ذمے داری نہیں ہے؟ کیا تم میری انسلٹ کا بدلہ نہیں لے سکتی تھیں؟"

"میں اس کے ہاتھ پاؤں توڑ سکتی ہوں۔ لیکن اس کے پاس ریوالور ہے۔ اس نے ہمارے تمام ہتھیاروں اور کارتوس کی پیٹیوں پر قبضہ جما لیا ہے۔"

کوٹلی چند لمحوں تک سوچتی رہی۔ پھر بولی: "اس کے باپ نے اُسے خیال خوانی کے ذریعے سمجھایا ہوگا کہ پہلے اسلحہ اور بارود پر قبضہ جمایا جائے تاکہ بیٹے کی جان کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔"

"میڈم! کیا تمہیں یقین ہے کہ فرہاد اس طیارے کو اغوا کر رہا ہے؟"

"نان سنس! احمقانہ سوال نہ کرو۔ میرے زخموں سے ٹیسیں اُٹھ رہی ہیں۔ مجھے حیرانی ہے، اس کے ہاتھ فولادی کیسے ہو گئے؟ دیکھنے میں وہ عام سا باڈی بلڈر لگتا ہے۔"

"تم باتیں نہ کرو، تکلیف بڑھ جائے گی۔ میں اپنا خیال ظاہر کرتی ہوں کہ فرہاد اپنے بیٹے کے پاس نہیں آتا ـــ میں نے خود دیکھا ہے...... ہمارے ایک گارڈ نے اس پر گولی چلائی تھی، یوں سمجھو ایک سیکنڈ کا فرق پڑ گیا۔ اگر وہ بیٹھ نہ جاتا تو گولی کا نشانہ ضرور بنتا۔ اگر فرہاد ہوتا تو بیٹے کے لیے ایسا خطرہ مول نہ لیتا، وہ گارڈ کے ہاتھ سے ریوالور چھڑا دیتا۔ جبکہ پارس نے اپنے لڑنے کے فن سے اس کا ریوالور چھینا ہے۔ اس نے ہم سب کو اپنی دلیری اور حاضر دماغی سے قابو میں کیا ہے۔"

وہ ہوسٹس کو گھور کر دیکھنا چاہتی تھی مگر آنکھیں بھی دُکھنے لگیں۔ اپنی غضب ناک آنکھوں سے کام لینے کے قابل نہیں رہی تھی۔ کراہتے ہوئے بولی: "کیا تم اس پر مرمٹی ہو؟"

"میڈم! ایسی کوئی بات نہیں۔ میں نے تو خوبرو اور بڑے بڑے شہ زوروں کو ٹھکرا دیا ہے۔ تم میری بات پر غور کرو۔ ہمیں فرہاد نہیں کوئی اور اغوا کر رہا ہے۔ اگر فرہاد ہوتا تو سوچو، باپ بیٹے نے پورے جہاز کو ہر پہلو سے اپنے قبضے میں کیا ہے۔ انہیں یہاں کسی بات سے روکنے والا کوئی نہیں ہے۔ فرہاد فاتحانہ انداز میں تمہیں ضرور مخاطب کرتا۔"

"میں دعا کرتی ہوں کہ فرہاد نہ ہو۔ اس سے بدتر کوئی دشمن ہوگا تو ہم اس سے نمٹ لیں گے۔ پھر میں پارس سے ایسا انتقام لوں گی کہ وہ اپاہج بن کر زندگی گزارے گا۔ جب بھی مجھے یاد کرے گا تو خوف سے لرزنے لگے گا۔"

"میڈم! ہم خطرات میں گھرے ہوئے ہیں اور تم صرف پارس سے انتقام لینے کی بات سوچ رہی ہو۔"

"میں جب تک اسے اپاہج نہیں بناؤں گی، اس کی صورت نہیں بگاڑوں گی تب تک میرے اندر آگ بھڑکتی رہے گی۔ میں اسے ٹھوکریں مارنے کے لیے اس جہاز کو اغوا کرنے والے سے بھی دوستی کر سکتی ہوں۔"

"کیا تم ہوش و حواس میں ایسا کہہ رہی ہو؟"

"ہاں۔ یہ حالات کا تقاضا بھی ہے۔ ہم اغوا کرنے والے سے دشمنی کر کے نقصان اُٹھائیں گے۔ ہم اسے دوست بنا کر، اس کی کمزوریاں معلوم کر کے اس پر غالب آ سکتے ہیں۔ تم کسی طرح پارس کو مقابلہ کرنے پر مجبور کرو۔ اس کی مردانگی کو للکارو۔"

"میں نے ایسا کیا تھا۔ اس سے کہا تھا کہ مرد ہو تو ہتھیار پھینک کر مقابلہ کرو۔ مگر وہ عورت سے لڑنا اپنی توہین سمجھتا ہے۔ اگر تم اس پر ہاتھ نہ اُٹھاتیں تو وہ..."

وہ جلدی سے بات کاٹ کر بولی: "بکواس مت کرو۔ ایک آئیڈیا ہے۔ تم میرا انداز اختیار کرو۔ اس کے پاس جاؤ اور اس کے منہ پر ایک طمانچہ جڑ دو۔ میں نے دیکھا ہے، وہ فوراً بھڑک جائے گا۔ تم سے بھی لڑنے مرنے پر آمادہ ہو جائے گا۔"

وہ سوچنے لگی۔ پھر بولی: "جب تم نے طمانچہ مارا تھا تو اس کے ہاتھ میں ریوالور نہیں تھا۔"

"ڈرتی کیوں ہو، وہ گولی نہیں مارے گا۔"

ہوسٹس اس کے پاس سے اُٹھ کر بولی: "اچھی بات ہے، ہمیں پورا یقین کرنا چاہیے کہ فرہاد اس کے پاس آتا ہے یا نہیں؟ جب میں بیٹے کی اچھی طرح پٹائی کروں گی تو باپ ضرور مداخلت کرے گا۔"

پھر وہ جھک کر بولی: "میڈم! ابھی تمہارا دماغ کمزور ہے۔ وہ تمہارے دماغ میں موجود ہوگا۔ اگر یہ سچ ہے تو میں اسے چیلنج کرتی ہوں، وہ خیال خوانی کے ذریعے مجھے مقابلے سے روکنے کی دانشمندی کرے۔ ورنہ اسے بیٹا صحیح سلامت نہیں ملے گا۔"

وہ کوٹلی کو سہارا دے کر سیٹ پر بٹھاتے ہوئے بولی۔ "یہاں بیٹھ کر تماشا دیکھو، ابھی وہ تسلیم کرے گا کہ میں عورت نہیں ہوں، میرے اندر ایک شہ زور مرد چھپا ہوا ہے جو مقابلے کے وقت باہر آتا ہے اور مقابل کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیتا ہے۔"

وہ ایک جنگجو سپاہی کے انداز میں چلتی ہوئی پارس کی سیٹ کے سامنے رُک گئی۔ کوٹلی کے دماغ میں سنسناہٹ سی ہو رہی تھی۔ وہ چیخ چیخ کر کہنا چاہتی تھی: "مارو۔ اُس ذلیل کتے کا منہ توڑ دو، میں ابھی آ کر اس کے منہ پر تھوکنا چاہتی ہوں، اسے ٹھوکر مارنا چاہتی ہوں..."

وہ اس سے آگے نہ سوچ سکی۔ اچانک طیارہ ڈگمگا گیا تھا۔ پرواز کی ناہمواری نے ہوسٹس کے قدم اُکھاڑ دیے۔ طیارہ جدھر جھکا، وہ اُدھر چیخ مارتی ہوئی گرتی ہوئی فرش پر لڑھکتی ہوئی سیٹوں کی دو قطاروں کے درمیان جا کر پھنس گئی۔ پارس سیٹ بیلٹ باندھے آرام سے اپنی جگہ بیٹھا ہوا تھا۔ کوٹلی اور دونوں گارڈز بھی سیٹوں سے اُلٹ کر اِدھر اُدھر پڑے ہوئے تھے۔ اسپیکر کے ذریعے پائلٹ کی آواز سنائی دی۔ وہ معذرت چاہتے ہوئے کہہ رہا تھا: "مجھے افسوس ہے۔ ایک ٹیکنیکل خرابی کے باعث پرواز ناہموار ہو رہی ہے۔ ہم ابھی یہ خرابی دور کر لیں گے۔ آپ لوگوں سے درخواست ہے کہ سیٹ بیلٹ باندھ لیں تاکہ آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ شکریہ۔"

پرواز کو ہموار ہونے میں تھوڑی دیر لگی۔ پھر پائلٹ نے اسپیکر کے ذریعے کہا: "ہم معذرت چاہتے ہیں۔ طیارے میں پیدا ہونے والی خرابی دور ہو سکتی ہے مگر ہم ایسی حالت میں پرواز نہیں کریں گے۔ آپ حفاظتی بیلٹ باندھے رکھیں۔ سگریٹ بجھا دیں۔ طیارہ پندرہ منٹ میں لینڈ کرنے والا ہے۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہوسٹس کو سخت چوٹیں آئی تھیں۔ لیکن وہ زخم کھانے کی عادی تھی۔ پھر اُٹھ کر کھڑی ہو گئی تھی۔ کوٹلی نے کہا "یہ لوگ طیارہ کہاں اُتار رہے ہیں؟ ہماری پرواز غیر قانونی ہے۔ ہم کسی بھی ایئرپورٹ پر اُتریں گے تو گرفتار کر لیے جائیں گے۔"

ہوسٹس یہی باتیں دروازہ پیٹ پیٹ کر کہنے لگی۔ لیکن دوسری طرف سے جواب نہیں مل رہا تھا۔ وہ تھک ہار کر قریب ہی ایک سیٹ پر بیٹھ گئی۔ حفاظتی بیلٹ باندھتے ہوئے کھڑکی کے پار دیکھنے لگی۔ پرواز بہت نیچی ہو گئی تھی۔ طیارہ کسی ویران علاقے میں اُترنے والا تھا۔ درخت اور ہریالی کہیں کہیں دکھائی دے رہی تھی، ورنہ ہر طرف اونچی نیچی پہاڑیاں نظر آ رہی تھیں۔ پھر کچے پکے چھوٹے چھوٹے مکانات نظر آنے لگے۔

اس کے بعد وسیع میدان میں دور تک خیمے دکھائی دیے۔ بڑے بڑے ٹرک اور مسلح افراد اِدھر اُدھر آ جا رہے تھے۔ طیارہ ایک وسیع و عریض سڑک پر دوڑتا ہوا ایک جگہ رُک گیا۔

سب نے بیلٹ کھول دیے۔ ایک کھڑکی سے دوسری کھڑکی کی طرف جا کر دیکھنے لگے۔ وہ اس علاقے کو اچھی طرح سمجھنا چاہتے تھے۔ جہاں طیارے کو اُتارا گیا تھا وہاں دونوں طرف وسیع میدان میں خیمے نظر آ رہے تھے، ان کے اطراف میلوں دور تک تار کی دیوار بنائی گئی تھی۔ اس دیوار کے ساتھ ہر سو گز کے فاصلے پر مضبوط لکڑیوں کی اونچی مچانیں تھیں جن پر مسلح افراد تھے اور بڑی بڑی ہیڈ لائٹس تھیں جن کی روشنی رات کو دور تک حرکت کرتی جاتی تھی۔ کوئی اجازت کے بغیر تاروں کی باڑھ کے پار باہر جا سکتا تھا، نہ اندر آ سکتا تھا۔

ہوسٹس نے دور سے پارس کو دیکھا۔ وہ آرام سے بیٹھا ہوا تھا۔ وہ تیزی سے اس کی طرف بڑھتے ہوئے بولی "کیبن کی چابی دو۔ ہم سب کو مسلح رہنا چاہیے۔"

اس کے قریب آنے سے پہلے ہی وہ اسے ریوالور کے نشانے پر رکھ کر بولا "وہیں رُک جاؤ۔ ابھی ہتھیار ہمارے کسی کام نہیں آئیں گے۔"

ایک گارڈ نے آگے بڑھ کر کہا "تم کیا سمجھتے ہو، ہم سے چھینے ہوئے ہتھیار تم تنہا ان کے خلاف استعمال کر سکو گے؟"

"یہ تم سمجھتے ہو، میں نہیں سمجھتا۔"

دوسرے گارڈ نے کہا "اس کا مطلب ہے، تم ان کے سامنے ہتھیار ڈالنا چاہتے ہو؟"

"ہاں، کچھ ایسی ہی بات ہے۔"

ہوسٹس نے کہا "اتنی عقل ہمیں بھی ہے کہ ہم چاروں طرف سے بے شمار مسلح دشمنوں میں گھرے ہوئے ہیں۔ ہمیں ہتھیار ڈالنا ہی چاہیے۔ لیکن ہم اگر جدوجہد کیے بغیر گھٹنے ٹیک دیں گے تو وہ ہمیں بزدل سمجھ کر کمزور قیدیوں جیسا سلوک کریں گے۔ یہ ہمارا تجربہ ہے کہ دشمن خواہ کیسا ہی شیطان صفت ہو، وہ دلیر قیدیوں کی قدر کرتا ہے۔"

پارس نے کہا "قیدی بننے کے بعد بھی تم لوگوں کو دلیری دکھانے اور فرار ہونے کی کوششیں کرنے کے مواقع مل سکتے ہیں۔ ایسے وقت اپنی حسرتیں پوری کر لینا۔"

کوٹلی نے کہا "اِدھر دیکھو، بہت سی گاڑیاں آ رہی ہیں۔"

وہ سب دونوں طرف کی کھڑکیوں کے پاس جا کر دیکھنے لگے۔ مسلح افراد سے بھری ہوئی گاڑیاں طیارے کا محاصرہ کر رہی تھیں۔ وہ مسلح افراد چھلانگیں لگا کر اُتر رہے تھے اور اپنی اپنی گاڑی کے پیچھے جا کر مورچا سنبھال رہے تھے۔ کوٹلی نے [illegible] پارس کو نفرت سے دیکھا پھر کہا "یہ لوگ اس کے باپ کے آدمی ہیں۔ یہ کبھی نہیں چاہے گا کہ ہم کیبن سے ہتھیار نکال کر اُن پر فائرنگ کریں۔ مگر میں وارننگ دیتی ہوں، ہمیں قیدی بنا کر ہم پر سختیاں کی جائیں گی تو سپر ماسٹر تم میں سے کسی کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔ اس علاقے کو ہوائی حملوں سے نیست و نابود کر دے گا۔"

پارس نے کہا "تم اُس آنے والے کل سے ڈرا رہی ہو جسے ہم میں سے کسی نے نہیں دیکھا۔ ہمیں اپنے آج سے ڈرنا اور سوچ سمجھ کر قدم اُٹھانا چاہیے۔ میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے والدین نے ہمیں یہاں نہیں پہنچایا ہے۔ اگر وہ ایسا کرتے تو میرے دماغ میں ضرور آتے۔ مگر تم لوگوں کو ابھی یقین نہیں آئے گا اور میں یقین دلانے کے لیے خواہ مخواہ بحث کرنا نہیں چاہتا۔ جو حقیقت ہے، وہ جلد ہی سامنے آنے والی ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی اسپیکر کے ذریعے کہا گیا "میں طیارے کا پائلٹ بول رہا ہوں۔ ابھی میرے اور کو پائلٹ کے دماغوں کو ٹیلی پیتھی سے نجات مل جائے گی پھر ہم بھی تمھاری طرح قیدی بنا لیے جائیں گے۔ اس سے پہلے وہ خیال خوانی کرنے والی ہستی کہتی ہے، اسے طیارے کے اندر ہونے والی ہر بات کا علم ہے۔ اسلحے کا چھوٹا سا ذخیرہ ہوسٹس کے کیبن میں ہے۔ اس کی چابی پارس کے پاس ہے۔ پارس ہتھیار ڈالنا چاہتا ہے جبکہ دوسرے اعتراض کر رہے ہیں۔"

ایک ذرا خاموشی ہوئی پھر اسپیکر سے کہا گیا "اب میری بات ذرا دھیان سے سنو۔ میرے احکامات سننے کے بعد پارس طیارے کا دروازہ کھولے گا۔ اس کے پاس دو اسٹین گنیں اور دو ریوالور ہیں۔ وہ انھیں لے کر طیارے سے تنہا نیچے آئے گا۔

چابیاں ہمارے حوالے کرے گا۔ اس کے بعد دوسرے لوگ باری باری دونوں ہاتھ اُٹھا کر باہر آئیں گے۔ چلو اب حکم کی تعمیل کرو اور دروازہ کھول دو۔"

پارس اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ اسی وقت پائلٹ کیبن کا دروازہ کھل گیا۔ پائلٹ اور کو پائلٹ اُن کے درمیان آ گئے۔ وہ سب انھیں گھور کر دیکھ رہے تھے۔ پارس نے چابی کے ذریعے ایگزٹ دروازہ کھولا۔ تہ کی ہوئی سیڑھیاں کھول کر نیچے تک پہنچائیں پھر دو ریوالور اور دو اسٹین گنیں اُٹھائے سیڑھی سے اُترتا ہوا نیچے آیا۔ تمام ہتھیار دور پھینک دیے اس کے بعد دونوں ہاتھ اُٹھا کر کھڑا ہو گیا۔

ایک شخص نے آ کر اس سے چابیاں لیں۔ اُسے ایک گاڑی میں پیچھے بیٹھنے کا حکم دیا۔ دوسرے بھی باہر آ رہے تھے اور اسی گاڑی میں پیچھے بیٹھ رہے تھے۔ پھر وہ گاڑی چل پڑی۔ اُن کے پیچھے مسلح افراد کی گاڑیاں تھیں۔ پائلٹ پریشان ہو کر کہہ رہا تھا "میں طیارے کو یہاں تک کیسے لے آیا، یہ سمجھ میں نہیں آتا۔"

کوٹلی [illegible] معمولی سی بات بچوں کی سمجھ میں آ جاتی ہے، وہ تمھاری سمجھ میں [illegible]؟"

"[illegible] میرا مطلب ہے میں مکمل بیہوشی کا اثر جانتا ہوں۔ [illegible] سمجھ میں نہیں آیا کہ کسی نے میرے دماغ میں کس طرح جگہ بنائی۔"

ہوسٹس نے کہا "میں نے سمجھایا تھا شراب نہ پیو [illegible]"

کوٹلی نے کہا "میں نے بھی سمجھایا تھا بلکہ اس سے بوتل چھین لی تھی۔"

کو پائلٹ نے کہا "تم بوتل لے کر گئیں تو پائلٹ کیبن میں چار بوتلیں اور نکل آئیں۔ اب غور کرنے سے بات سمجھ میں آتی ہے۔ کسی نے ہمارے دماغوں پر قبضہ جما کر پہلے ہی وہ تمام بوتلیں وہاں پہنچا دی تھیں تاکہ ہم اس کے زیرِ اثر رہ کر پیتے رہیں۔"

ہوسٹس نے پارس کو دیکھ کر کہا "مجھے افسوس ہے۔ ہم نے آپس کی لڑائی میں وقت ضائع کر دیا۔ اگر ہم پائلٹ یا کو پائلٹ میں سے کسی کو خیال خوانی کے اثر سے نکالنے کی کوشش کرتے تو شاید کامیاب ہو جاتے۔"

کوٹلی کو یاد آیا۔ پارس نے اسے مشورہ دیا تھا کہ پائلٹ اور کو پائلٹ کو گولی مار دی جائے۔ وہ طیارے کو منزل تک پہنچا سکتا ہے۔ لیکن وہ اب بھی اس کی صلاحیتوں پر یقین کرنے کو تیار نہیں تھی۔ شاید اس لیے کہ وقت گزر چکا تھا۔ اب یقین کر کے کون سی کامیابی حاصل ہونے والی تھی؟

وہ گاڑیاں ایک جگہ رُک گئیں۔ انھیں گاڑی سے اُترنے کا حکم دیا گیا۔ پارس نے اُتر کر چاروں طرف نظریں دوڑائیں۔ وہ تار سے بنے ہوئے احاطے کے اندر ایک کیمپ میں تھے۔ ہر سو گز کے فاصلے پر اونچی اونچی مچانوں میں مسلح افراد مستعد نظر آ رہے تھے۔ جن مسلح افراد کی ڈیوٹی نہیں تھی، وہ مختلف خیموں میں آرام کر رہے تھے۔ ان میں جوان عورتیں بھی تھیں، وہ چست جینز، بنیان یا شرٹ پہنے ہوئے تھیں۔ اُن کے شانوں سے اسٹین گنیں لٹک رہی تھیں۔ کچھ عورتوں کے پاس جدید رائفلیں تھیں اور کچھ نے ریوالور پر اکتفا کیا تھا۔ اُن کی کمر سے کارتوس کی پیٹی بندھی ہوئی تھی اور ہولسٹر میں ریوالور نظر آ رہے تھے۔

انھیں جہاں گاڑی سے اُتارا گیا تھا وہاں تین مربع گز کے حصے میں تاروں کی دیوار کھڑی کی گئی تھی۔ شاید وہ قیدیوں کو رکھنے کی جگہ تھی۔ اب سب کو ایک قطار میں کھڑے رہنے کا حکم دیا گیا۔ ان کا ایک افسر آنے والا تھا جو اُن کی قسمت کا فیصلہ سنانے والا تھا۔ وہ [illegible] ایک قطار میں کھڑے رہے۔ ایک چٹان نے [illegible] پارس یہ بات محسوس کر رہا تھا کہ انھیں قیدی بنا کر رکھنے والے [illegible] ایک شخص بول رہا تھا۔ یقیناً وہ [illegible] جانتا ہوگا۔ آس پاس سے گزرنے والے مسلح افراد بھی خاموش تھے۔

وہ افسر آ گیا۔ اس کے ساتھ اسٹین گن اُٹھائے ہوئے افراد تھے۔ ایک دراز قد صحت مند عورت نظر آئی۔ اُس کی آنکھوں پر سیاہ عینک تھی۔ اس کے [illegible] اور کھڑے ہونے کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ زبردست فائٹر ہے اور خطرناک زندگی گزارنے کی عادی ہے۔ اس کے ساتھ ایک سولہ یا سترہ برس کی نوخیز لڑکی بھی تھی۔ اس کے چہرے پر اگرچہ معصومیت تھی مگر انداز بتا رہا تھا کہ وہ بھی خطرناک زندگی گزارنے کی ٹریننگ حاصل کر رہی ہے۔ وہ پارس کو تک رہی تھی۔ آنے والے تمام افراد نے پہلے پارس ہی کو دیکھا تھا۔ پھر افسر نے پوچھا "تم پارس علی تیمور ہو؟"

"ہاں، اتفاق سے یہ میرا اصل چہرہ ہے، مجھے میک اپ کرنے کا موقع نہیں ملا۔"

افسر نے سخت لہجے میں کہا "جتنا سوال ہو، اتنا ہی جواب دو۔"

وہ بولا "میں قیافہ شناس ہوں۔ تمھارا پہلا سوال بتا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

رہا تھا کہ دوسرا سوال میری صورت کے سلسلے میں ہوگا۔"

افسر نے غصّے میں پوچھا۔ "تم میں سے کوٹلی گراہم کون ہے؟"

پارس نے کہا۔ "میں قسم کھا کر کہتا ہوں، میں نہیں ہوں؟"

افسر نے ڈانٹ کر کہا۔ "یو شٹ اپ!"

کوٹلی نے ایک قدم آگے بڑھ کر کہا۔ "میں ہوں کوٹلی گراہم۔"

پیچھے کھڑے ہوئے ایک مسلّح شخص نے اس کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا۔ "قطار میں رہ کر بات کرو۔"

وہ ایک جھٹکے سے بالوں کو چھڑاتے ہوئے بولی۔ "مجھ سے نارواسلوک کرنے سے پہلے یہ جان لو، میں پسر ماسٹر کی خاص ماتحت ہوں۔ اگر تم لوگ چاہتے ہو کہ یہاں ہوائی حملے نہ ہوں، یہ کیمپ تباہ نہ ہو تو مجھے وی آئی پی ٹریٹمنٹ دو اور مجھ سے مذاکرات کرو۔ یہ اچھی طرح سمجھ لو کہ پسر ماسٹر مجھے اور پارس کو حاصل کرنے کے لیے یہاں کچھ بھی کر سکتا ہے۔ پھر تم لوگوں کو پچھتانے کی مہلت بھی نہیں ملے گی۔"

افسر نے کہا۔ "ہمیں نہ سمجھاؤ۔ ہم نادان بچّے نہیں ہیں۔ ہم نے سُنا تھا کہ کوٹلی گراہم ایک بے حد خطرناک عورت ہے، وہ اپنے شیطانی حسن و شباب سے اور اپنی طلسمی آنکھوں سے تنویمی عمل کرتی ہے۔ لیکن تمھارا چہرہ زخموں کا مینا بازار لگ رہا ہے۔ چہرے کی سُوجن میں وہ طلسمی آنکھیں بٹن جیسی دکھائی دے رہی ہیں۔ ایک خیال خوانی کرنے والی ہستی نے ہمیں بتایا ہے، صرف دو ہاتھ کھانے کے بعد ہی چہرے کا جغرافیہ بدل گیا ہے۔"

وہ غصّے اور نفرت سے پارس کو دیکھنے لگی۔ افسر نے حکم دیا۔ "پارس اور کوٹلی کو چھوڑ کر باقی تمام قیدیوں کو خود اپنی زندگی اور موت کا فیصلہ کرنے دو۔"

مسلّح افراد نے پائلٹ، کوپائلٹ، ہوسٹس اور دونوں گارڈز کو پکڑ لیا۔ پھر انھیں کھینچتے ہوئے تارکانٹوں کی چار دیواری میں پہنچا دیا۔ افسر نے پانچ مسلّح عورتوں کو بلا کر حکم دیا۔ "ہتھیار یہاں چھوڑ دو۔ تم پانچوں صرف ایک ایک چاقو لے کر اندر جا سکتی ہو۔"

انھوں نے حکم کی تعمیل کی — اپنی اپنی اسٹین گن اور ریوالور وغیرہ دوسرے مسلّح افراد کو دے دیے۔ پھر ایک ایک کھلا ہوا چاقو لے کر تارکانٹوں کی چار دیواری میں چلی گئیں۔ افسر نے قیدیوں سے کہا۔ "تم پانچ ہو۔ یہ عورتیں بھی پانچ ہیں۔ ان سے مقابلہ کرو۔ اور انھیں مار ڈالو۔ ورنہ یہ تمھیں مار ڈالیں گی۔"

پائلٹ اور کوپائلٹ تھوک نگلنے لگے۔ کیونکہ وہ ماہر ہوا باز تھے، فائٹر نہیں تھے۔ دو گارڈز میں سے ایک نے کہا۔ "یہ پانچ کی تعداد محض دکھاوا ہے۔ جب ہم ان عورتوں کو ختم کر دیں گے تو تم دوسروں کو مقابلے پر بھیجو گے۔"

افسر نے ہاتھ اُٹھا کر کہا۔ "جنٹلمین! یہ میرا وعدہ ہے۔ ان پانچ عورتوں سے زندہ بچنے والے کو اس کیمپ میں زندگی ملے گی پھر کوئی مقابلے پر نہیں آئے گا۔"

وہ خوش ہو گئے۔ مقابلے پر آنے والیوں کے پاس چاقو تھے تو کیا ہوا، آخر وہ عورتیں تھیں۔ بہترین فائٹر ہونے کے باوجود مردوں سے بازی نہیں لے جا سکتی تھیں۔ یہ بات کسی حد تک درست تھی۔ جب مقابلہ شروع ہوا تو اُن عورتوں کے حملوں سے بچنے کے دوران اندازہ ہو گیا کہ وہ جوان عورتیں تازہ دم ہیں اور زبردست تربیت یافتہ ہیں۔

پائلٹ اور کوپائلٹ جان بچانے کے لیے بھاگتے پھر رہے تھے۔ تارکانٹوں کی چار دیواری سے باہر نہیں جا سکتے تھے۔ دو عورتوں نے آسانی سے انھیں چاقوؤں کی نوک پر رکھ لیا۔ وہ مٹّی میں گر کر تڑپ تڑپ کر ٹھنڈے پڑ گئے۔ ہوسٹس اور گارڈز جم کر مقابلہ کر رہے تھے۔ چاقو سے بچ رہے تھے، ہاتھوں اور لاتوں سے جوابی حملے کر رہے تھے۔ دیکھنے والوں کے سامنے اس مقابلے کا نتیجہ صاف ظاہر تھا۔ چاقو چلانے والی عورتیں نہتّے قیدیوں کو اگلے چند منٹوں میں ختم کرنے والی تھیں۔

ایک گارڈ کے حلق سے چیخ نکلی۔ ایک عورت چاقو کی نوک سے اس کے جسم پر خون کی لکیر بناتی چلی گئی تھی۔ لباس سینے سے لے کر پیٹ تک کٹتا چلا گیا تھا۔ دوسری طرف ایک عورت کے حلق سے چیخ نکلی۔ ہوسٹس فضا میں چھلانگ لگا کر اس کے سر کے اوپر سے قلابازی کھاتی ہوئی پیچھے گئی تھی۔ پھر تیزی سے پلٹ کر لات ماری تھی۔ وہ توازن قائم نہ رکھ سکی۔ منہ اور سینے کے بل تارکانٹے کی دیوار سے جا کر لگ گئی۔ اس کے پلٹنے سے پہلے پھر ایک لات پڑی، وہ پھر تارکانٹوں سے اُلجھ گئی۔ جب وہاں سے نکلی تو چہرہ اور جسم لہولہان ہو رہا تھا۔ وہ ایک آنکھ پر ہاتھ رکھے ہوئے چیخیں مار رہی تھی۔ اس کی اس حرکت سے ظاہر تھا کہ ایک آنکھ ضائع ہو چکی تھی۔ وہ اِدھر اُدھر ڈگمگا رہی تھی۔ دوسری چاقو والی نے ہوسٹس پر حملہ کیا۔ اس نے زخمی عورت کو اپنے آگے کھینچ لیا۔ اس کے لیے آنے والا چاقو زخمی عورت کے سینے میں اُتر گیا۔ ہوسٹس اس کا چاقو چھین کر ایک نئے سرے سے مقابلے کے لیے تن گئی۔ اب وہ چاقو والیوں کے لیے خطرہ بن گئی تھی۔

مقابلہ اچانک دلچسپ ہو گیا تھا۔ سب کی نظریں ہوسٹس پر تھیں۔ دونوں گارڈز کی اہمیت نہیں رہی تھی۔ اُن میں سے ایک چاقو کھا کر گر پڑا تھا۔ دوسرا بھی گرنے والا تھا۔ مقابلہ کرنے والی عورتیں اگلے ایک منٹ میں اسے بھی ٹھنڈا کر دیتیں۔ اسی اثنا میں ایک اور چاقو والی بھی ٹھنڈی پڑ گئی۔ ہوسٹس نے سمجھ لیا، وہ عورتیں پہلے اس آخری گارڈ کو ہلاک کرنے کے بعد اس اکیلی کو گھیرنا چاہتی ہیں۔ اُدھر انھوں نے گارڈ کا آخری فیصلہ کرنا چاہا، اِدھر ہوسٹس نے ان کی ذرا سی غفلت سے فائدہ اُٹھا کر زخمی چاقو والی کو ختم کیا اور ایک کی گردن پیچھے سے دبوچ لی۔ دو عورتیں اسے دو طرف سے گھیرنے لگیں۔ تیسری کی گردن اس بری طرح ہوسٹس کی گرفت میں تھی کہ وہ جدوجہد کے باوجود نکل نہیں پا رہی تھی۔

وہ تھوڑی دیر تک حملے کرنے کے لیے پینترے بدلتی رہیں۔ ہوسٹس سمیت وہ سب کی سب زخمی تھیں۔ اپنے اپنے لہو میں بھیگ رہی تھیں۔ کسی وحشی قبیلے کی عورتیں نظر آ رہی تھیں۔ ایک عورت بڑک لگانے کے انداز میں چیختی ہوئی لپکی۔ ہیڈلائٹ کی روشنی میں چاقو کا پھل چمکتا ہوا آ رہا تھا لیکن ہوسٹس کا کچھ نہ بگڑا۔ اس کے لیے ڈھال بنی ہوئی عورت کام آ گئی۔ حملہ کرنے والی کو اس کے جسم سے چاقو نکالنے میں جو کم سے کم وقت لگتا، اتنے سے وقت میں ہوسٹس نے اپنا چاقو اس کے جسم میں اُتارا۔ پھر اس کا چاقو لے کر قلابازی کھاتی ہوئی ایک طرف چلی گئی۔ ایسا نہ کرتی تو آخری چاقو والی اس کے قریب پہنچ چکی ہوتی۔ اب وہ تنہا رہ گئی تھی۔ سنبھل سنبھل کر پینترے بدل رہی تھی۔ یہی اس کی غلطی تھی۔ وہ سمجھ رہی تھی، ہوسٹس بھی اسی طرح پینترے بدلتی ہوئی آئے گی۔ لیکن ہوسٹس نے گھوم کر چاقو کو نوک کی طرف سے پکڑا تاکہ حملہ کرنے والی نہ دیکھ سکے۔ پھر اچانک ہی پلٹ کر اس نے چاقو پھینکنے کی مہارت کا مظاہرہ کیا۔ وہ چاقو فضا میں سنسناتا ہوا گیا اور آخری عورت کے سینے میں پیوست ہو گیا۔ اس وحشت اور بربریت سے بھرپور جنگ کا فیصلہ ہو گیا۔ تارکانٹوں کی چار دیواری سے باہر کھڑے ہوئے تماشائی تالیاں بجانے لگے۔ اُچھل اُچھل کر ہاتھ ہلا ہلا کر ہوسٹس کو نئی زندگی کی مبارک باد دینے لگے۔ یہ کوئی معمولی مقابلہ نہیں تھا۔ تنہا ہوسٹس نے پانچ چاقو والیوں کو ان کے ہی چاقوؤں سے ہلاک کیا تھا۔

افسر نے بلند آواز سے کہا۔ "ہمارے وعدے کے مطابق تم زندہ رہو گی۔ تمھارے ساتھ اے کلاس قیدیوں جیسا سلوک کیا جائے گا۔ یہاں آ جاؤ۔ تمھاری مرہم پٹی کی جائے گی۔ میں بھی تمھیں نئی زندگی کی مبارک باد دیتا ہوں۔"

کوٹلی نے پارس کو حقارت سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "تیاّرے میں تمھارے نصیب اچھے تھے۔ اسے موقع نہیں ملا، ورنہ یہ تمھیں توڑ پھوڑ کر رکھ دیتی۔"

پارس نے مسکرا کر کہا۔ "تم اپنی ٹوٹ پھوٹ کو آئینے میں دیکھو اور سوچو، زخم بھرنے کے بعد بھی پہلے جیسی خوبصورتی بحال ہو گی یا اسی طرح چڑیل نظر آتی رہو گی۔"

ہوسٹس ابھی تارکانٹوں کی چار دیواری میں ہی تھی۔ اس نے دونوں ہاتھ کمر پر رکھتے ہوئے بلند آواز سے کہا۔ "مجھے خوشی ہے کہ یہاں وعدہ وفا کیا جاتا ہے۔ میں اس جیت کی خوشی میں اپنی ایک خواہش پوری کرنا چاہتی ہوں۔ کیا مجھے اپنی خواہش پوری کرنے کی اجازت دی جائے گی؟"

"تمھاری خواہش ضرور پوری ہو گی۔ پوری ہو گی۔ پوری ہو گی۔ پوری ہو گی۔" چاروں طرف سے شور بلند ہونے لگا۔ افسر نے ہاتھ اُٹھا کر کہا۔ "پہلے میں یہ معلوم کرنا چاہوں گا کہ اس خطرناک عورت کی خواہش کیا ہے؟"

وہ پارس کی طرف انگلی اُٹھا کر بولی۔ "میں اس کے ہاتھ پاؤں توڑنا چاہتی ہوں۔"

افسر نے کہا۔ "سوری، ابھی ہم اسے زندہ رکھنا چاہتے ہیں۔"

"میں تمھارے لیے اسے زندہ رکھوں گی۔ صرف اپاہج بناؤں گی۔ اس میں تمھارا ہی فائدہ ہے۔ یہ ٹوٹنے پھوٹنے کے بعد یہاں سے فرار ہونے کے قابل نہیں رہے گا۔ تمھیں اس کے لیے پہرا لگانے اور چوکنّا رہنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔"

کوٹلی نے کہا۔ "میں اپنی اس باڈی گارڈ کی پُرزور حمایت کرتی ہوں۔"

تارکانٹے کی چار دیواری کے چاروں طرف کھڑے ہوئے مسلّح افراد ہوسٹس کی حمایت میں شور مچانے لگے۔ "مقابلہ ہو گا۔ مقابلہ ہو گا۔ ہو گا بھئی ہو گا . . ."

وہ نوخیز حسینہ جو دراز قد عورت کے بازو سے لگی پارس کو دیکھ رہی تھی، اس نے ایک چھوٹے سے کاغذ پر کچھ لکھ کر پارس کی طرف بڑھایا۔ اس نے کاغذ لے کر پڑھا اس پر لکھا تھا۔ "میں نے تمھاری اتنی تعریفیں سُنی ہیں کہ تمھیں دیکھنے کے لیے ممّی کے ساتھ چلی آئی۔ یہ لڑنے والی مغرور عورت تمھیں چیلنج کر رہی ہے اور میں سمجھتی ہوں، تمھاری انسلٹ ہو رہی ہے کیا تم ایسا نہیں سمجھ رہے ہو؟ میں چاہتی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہوتے تو تم اس کا سر اور اس کا غرور توڑ دو۔ کیا میری خواہش پوری نہیں کرو گے؟"

سیاہ چشمہ پہننے والی عورت اس نوخیز حسینہ کی ماں تھی۔ اس حسینہ نے کاغذ پر اپنا نام یاسمینہ لکھا تھا۔ پارس نے کہا "شاید تم نہیں جانتیں تم نے کہاں میری تعریفیں سن لی ہیں۔ اب میں اتنا دلیر نہیں ہوں کہ خواہ مخواہ موت کو دعوت دینے اس میدان میں چلا جاؤں۔ ابھی تمہاری ... زبردست چاقو والیوں کو موت کے گھاٹ اتار ... تم میرے لڑنے مرنے کی خواہش نہ کرو۔"

یاسمینہ نے پہلے اسے بے یقینی سے دیکھا پھر مایوس ہو کر اپنی ماں کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔ تمام تماشائی پارس کی جانب ہاتھ ہلا ہلا کر "شیم شیم" کہنے لگے۔ کوئی طنزیہ انداز میں دیکھا پھر حقارت سے ایک طرف تھوک دیا۔ یاسمینہ کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔ وہ جیسے اپنی توہین محسوس کر رہی تھی۔ پارس کو ناگواری سے ... لیا۔ افسر نے ... اس کے بعد افسر نے ... تماشائیوں کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ سب خاموش ہو گئے۔ پارس نے کہا "ہم نے ایک اہم مقصد کے لیے پارس کو اغوا کیا ہے۔ ہمارے لیے اس کا زندہ رہنا ضروری ہے۔ جب یہ مقابلے میں جیتنے والی دعویٰ کر رہی ہے کہ اسے زندہ رہنے دے گی صرف اپاہج بنائے گی تو ہمیں اعتراض نہیں ہے۔ اگر یہ پارس کو لڑنے پر مجبور کر دے تو ہم ضرور یہ تماشا دیکھیں گے۔"

تمام لوگ تالیاں بجانے لگے۔ ہوسٹس سے کہنے لگے "کم آن۔ اسے مجبور کرو۔ اسے کھینچ کر رنگ میں لے جاؤ۔"

وہ فاتحانہ شان سے چلتی ہوئی پارس کے سامنے آئی پھر حقارت سے بولی "تم نے میڈم کوٹلی کا ایک طمانچہ برداشت نہیں کیا کیونکہ مرد، عورت سے مار کھانا اپنی توہین سمجھتا ہے۔ اب جو توہین ہونے والی ہے اسے کیسے برداشت کرو گے؟ لو سنبھلو۔ میں اسی طمانچے سے شروع کرتی ہوں۔"

اس نے یکبارگی زور کا طمانچہ مارا۔ پارس نے سر کو ذرا پیچھے ہٹا لیا، وہ ہاتھ چلانے کے زور میں گھوم گئی مگر بہت تجربہ کار فائٹر تھی، گھومتے ہی ایک کک ماری۔

آواز کوٹلی کے حلق سے نکلی۔ پارس کوٹلی کو کھینچ کر اپنی جگہ لے آیا تھا۔ ہوسٹس کی کک اسے لگی تھی۔ یاسمینہ خوشی سے اچھل کر تالیاں بجانے لگی۔ اس کے دو حملے خالی گئے تھے۔ دوسرے حملے میں اس نے اپنی ہی میڈم کی پٹائی کر دی تھی۔ اس بار اس نے سنبھل کر حملہ کیا۔ وہ اچھل کر پیچھے چلا گیا۔ تار کانٹے کی دیوار کے پاس ٹھہر گیا۔ ہوسٹس نے حساب لگایا وہ ہر حملے میں پیچھے ہٹ کر بچ جاتا ہے۔ اب پیچھے جائے گا تو تار کانٹوں میں الجھ جائے گا۔ اس نے خوب سوچ سمجھ کر حملہ کیا تاکہ وہ دائیں بائیں سے بچ نہ نکل سکے۔ لیکن وہ توقع کے خلاف اوپر کی طرف اچھلا پھر اس کے سر کے اوپر سے گزرتا ہوا پیچھے چلا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حملہ کرنے والی تار کانٹوں میں جا کر الجھ گئی۔ وہ چیخ مار کر پلٹی تو لہولہان ہو چکی تھی۔

سب لوگ دم سادھے خاموشی سے تماشا دیکھ رہے تھے۔ صرف یاسمینہ خوش ہو کر تالیاں بجا رہی تھی کیونکہ آنکھوں سے دیکھ کر بھی یقین نہیں آ رہا تھا کہ پانچ چاقو والیوں کو تنہا مارنے والی، پارس کو ایک ہاتھ نہیں مار پائی تھی، بلکہ ... بھی اس پر ہاتھ نہیں اٹھایا تھا لیکن وہ زخمی ہو رہی تھی۔

اس کے بعد وہ زخمی شیرنی بن گئی۔ اس نے آج تک جتنے داؤ پیچ سیکھے تھے، بڑے بڑے شہ زوروں سے مقابلہ کر کے جتنا تجربہ حاصل کیا تھا، وہ سب آزمانے لگی۔ پارس صرف بچاؤ کا انداز اپنا رہا تھا۔ وہ ہپ ہپ کی آواز نکالتا ہوا جمناسٹک کے کرتب دکھا رہا تھا۔ ہوسٹس کے کراٹے کا انداز، فلائنگ کک اور چھلانگیں لگانے کی مہارت کام نہیں آ رہی تھی۔ اس کا ہر حملہ ناکام ہو رہا تھا، اب ایک ہی حسرت رہ گئی تھی کہ کسی طرح اسے ایک ہاتھ مار دے۔

وہ بری طرح ہانپنے لگی۔ کسی وقفے کے بغیر آدھے گھنٹے تک لڑتے رہنا معمولی بات نہیں ہوتی۔ وہ پسینے پسینے ہو رہی تھی۔ اب ٹھہر ٹھہر کر گہری گہری سانسیں لے رہی تھی۔ اور سوچ سمجھ کر حملے کر رہی تھی۔ تماشائی چلا چلا کر اب پارس کی حمایت میں بول رہے تھے "اسے مارو، کیا ایک عورت کو ایک ہاتھ بھی نہیں مار سکتے۔ اسے مارو، مقابلہ ختم کرو۔"

افسر نے قریب آ کر کہا "پارس! ہمارا وقت ضائع نہ کرو۔ اس پر حملہ کرو، قصہ ختم کرو۔"

پارس نے کہا "سوری مسٹر! نہ میں نے پہلے لڑنے کی

خواہش کی تھی نہ اب کر رہا ہوں۔ میں نے بہت مجبور ہو کر کوٹلی پر ہاتھ اٹھایا تھا۔ ورنہ عورت پر ہاتھ اٹھانا یا اس کے مقابلے پر آنا مردانگی نہیں ہے۔ یہ مجھے اپاہج بنانا چاہتی تھی، اس سے کہو اپنی خواہش پوری کرے یا میدان چھوڑ دے۔"

افسر نے پیچھے ہٹ کر ہوسٹس سے کہا "میں تمہیں دس منٹ دیتا ہوں، اگر تم نے اسے اپاہج نہ بنایا تو یہ مقابلہ ختم کرنے کے لیے میرے آدمی تمہیں گولی مار دیں گے۔"

ہوسٹس نے پریشان ہو کر پارس کو دیکھا۔ ابھی ابھی اس نے پانچ عورتوں کو قتل کر کے نئی زندگی حاصل کی تھی۔ اب اپنی نادانی سے پھر موت کے منہ میں جانے والی تھی۔ وہ پھر پینترے بدل بدل کر حملے کرنے لگی۔ مایوسی اور موت اس کا مقدر بن چکی تھی، وہ کسی طرح ہاتھ نہیں آ رہا تھا۔ بجلی کی طرح ادھر سے ادھر لپکتا تھا۔ نظریں اس پر ٹھہرنے نہیں پاتی تھیں۔ پلک جھپکتے ہی وہ دائیں سے بائیں اور آگے سے پیچھے پہنچ جاتا تھا۔ افسر بلند آواز سے کہہ رہا تھا "پانچ منٹ گزر چکے ہیں۔ چھ منٹ، سات منٹ۔ آٹھ منٹ ہونے والے ہیں۔ میدان ہارنے والی کو گولی مارنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

ایک مسلح ماتحت ریوالور نکال کر تیار ہو گیا۔ ادھر ہوسٹس نے لاشوں کے پاس پڑے ہوئے چاقو اٹھا لیے۔ میدان مارنے کے لیے اب یہی ایک راستہ رہ گیا تھا۔ اس نے نوک کی طرف سے چاقو کے پھل کو پکڑ کر ایک بار پھر اپنی مہارت کا مظاہرہ کیا۔ یکے بعد دیگرے دونوں چاقو پھینکے۔ اس کا نشانہ درست تھا لیکن ٹارگٹ اپنی جگہ نہیں رہتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا وہ آدمی نہیں جن ہے، ایک طرف غائب ہوتا ہے، دوسری طرف نمودار ہوتا ہے۔ افسر نے بلند آواز سے کہا "دس منٹ پورے ہو گئے۔ فائر..."

ٹھائیں کی آواز ابھری۔ ریوالور سے گولی چلی۔ اس سے پہلے ہی پارس نے ہوسٹس پر چھلانگ لگائی۔ اسے لیے ہوئے زمین پر گرا۔ وہاں سے لڑھکتا ہوا اس سے الگ ہو کر لیٹے ہی لیٹے الٹی قلابازی کھائی۔ سب یہ تماشا دیکھنے میں لگے ہوئے تھے۔ اس نے ریوالور والے کے ہاتھ پر ٹھوکر ماری۔ ریوالور ہاتھ سے نکل کر فضا میں اچھلا۔ پھر نیچے آنے سے پہلے ہی اس نے اچھل کر کیچ کر لیا۔ ہوسٹس کے سامنے ڈھال بن کر بولا "تمہیں وعدے سے پھرنا نہیں چاہیے۔ تم نے اس عورت کو نئی زندگی کی مبارکباد دی تھی۔ اب موت نہیں دے سکتے۔"

افسر نے کہا "یہاں ہماری حکومت ہے۔ ہم فیصلہ کر کے بدل سکتے ہیں۔ تم ایک قیدی ہو کر اپنی بات نہیں منوا سکتے۔"

"مجھے منوانے کے طریقے آتے ہیں۔ میں اس ہوسٹس کو مرنے نہیں دوں گا۔"

افسر نے طنزیہ انداز میں پوچھا "کیا ایک ریوالور سے ہماری پوری فوج کا مقابلہ کرو گے! مجھے تم سے اس نادانی کی توقع نہیں ہے۔"

"میں ایک بات جانتا ہوں، یہ زندہ رہے گی، تم سزائے موت کا حکم بدل دو گے۔"

"میں دیکھنا چاہتا ہوں، تم مجھے حکم بدلنے پر کیسے مجبور کرو گے۔"

یہ کہتے ہی اس نے چاروں طرف گھوم کر افسرانہ انداز میں حکم دیا "اپنے اپنے ہتھیار سنبھال لو اور اس کی دونوں ٹانگوں کو نشانے پر رکھو، اسے زندہ رکھنا ضروری ہے لیکن تم اسے اپاہج بنا سکتے ہو۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی پارس نے وہ کیا جس کی وہ توقع نہیں کر سکتے تھے۔ اس نے پلٹ کر ہوسٹس کو نشانے پر رکھا۔ سب لوگ حیرانی سے دیکھنے لگے۔ وہ مسکراتے ہوئے بولی "سچ پوچھو تو میری یہی تمنا ہے۔ میں تمہارے ہاتھوں سے مرنا چاہتی ہوں، تم نے صحیح معنوں میں خود کو مرد ثابت کیا ہے۔ میں بہت شرمندہ ہوں۔"

وہ آہستگی سے بولا "فضول باتوں میں وقت ضائع نہ کرو۔ جیسے ہی اندھیرا ہو، تم پوزیشن بدل کر افسر کی طرف چلی جانا۔"

"کیا تم مجھ جیسی دشمن کے لیے اتنی بڑی فوج سے ٹکرانے کی حماقت کرو گے؟"

اس نے جواب نہیں دیا۔ تیزی سے گھوم کر مچان کی بلندی پر رکھی ہوئی ہیڈ لائٹ پر گولی چلائی۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ ہی تاریکی چھا گئی۔ دوسری مچانوں کی لائٹس سرچ لائٹوں کی طرح ایک طرف سے دوسری طرف روشنی پھینکتی جا رہی تھیں۔ جب تک وہ روشنیاں تار کانٹوں کی چار دیواری کی طرف آئیں، تب تک پارس بھی اپنی پوزیشن بدل چکا تھا۔ مسلح ماتحت اپنے افسر کے حکم کے مطابق فائرنگ نہ کر سکے کیونکہ اندھیرے میں پارس کی جان جا سکتی تھی۔ اس کی صرف ٹانگوں کو زخمی کرنا تھا۔ جب روشنی ہوئی تو پارس کی آواز سنائی دی "میں یہاں ہوں۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

سب نے آواز کی سمت دیکھا۔ پارس نے ایک بازو میں یاسمینہ کو جکڑ رکھا تھا۔ ریوالور کی نال اس کی کنپٹی سے لگا کر کہہ رہا تھا "آفیسر! تم دیکھنا چاہتے تھے، میں تمھارا فیصلہ کس طرح بدل سکتا ہوں، تو دیکھ لو۔"

افسر نے بے بسی سے یاسمینہ کی ماں کو دیکھا۔ ماں کے چہرے پر کوئی پریشانی نہیں تھی۔ وہ خاموشی سے پارس کو دیکھ رہی تھی۔ افسر نے کہا "تم غلطی کر رہے ہو، ہماری ایک بچی کو ڈھال بنا کر پوری فوج کا مقابلہ نہیں کر سکو گے۔"

وہ مسکرا کر بولا "مجھے تمھاری فوج سے مقابلہ کرنے کا شوق نہیں ہے۔ میں دو باتیں جانتا ہوں، ایک تو یہ کہ ہوش زندہ رہے گی، دوسرے یہ کہ تمھارے آدمی مجھے اپاہج نہیں بنا سکیں گے۔"

افسر نے کہا "یاسمینہ! اسے سمجھاؤ، تم ہمیں بے حد عزیز ہو لیکن فرہاد کے بیٹے کو قابو میں کرنے کے لیے ہم تمھاری قربانی دے سکتے ہیں۔"

پارس نے جھک کر یاسمینہ کے کان میں کہا "تم میرے خیالوں اور خوابوں سے زیادہ حسین ہو، تمھیں ایک بار دیکھنے کے بعد بار بار دیکھنے کو جی چاہتا ہے۔ میں نے صرف دھمکی دینے کے لیے یہ ریوالور تمھاری کنپٹی سے لگایا ہے، تم ناراض تو نہیں ہو؟"

وہ اپنی تعریفیں سن کر خوشی سے کھل رہی تھی پھر یہ تسلیم کر رہی تھی کہ پارس اپنے بچاؤ کے لیے ایسا کر رہا ہے۔ وہ اپنی ماں اور افسر کی طرف سے منہ گھما کر سرگوشی میں بولی "ممی نے مجھے باتیں کرنے یا اپنی آواز سنانے سے منع کیا ہے۔"

"میں تم سے تنہائی میں کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ میرے ساتھ چلو گی؟"

"جہاں کہو گے، چلوں گی۔"

اس کی ماں قریب آنا چاہتی تھی، پارس کی دھمکی سن کر رک گئی۔ وہ بولا "ہمارے قریب کوئی نہ آئے۔ میں یاسمینہ کے ساتھ چہل قدمی کے لیے اُدھر جا رہا ہوں۔ تم لوگ دور ہی دور سے مجھے نشانے پر رکھ سکتے ہو لیکن گولی چلانے یا قریب آنے کی حماقت نہ کرنا۔"

اس نے یاسمینہ کی کمر کے گرد ہاتھ ڈالا پھر اس کے ساتھ ایک طرف جانے لگا۔ دشمن مطمئن تھے، وہ اس کیمپ سے باہر نہیں جا سکتا تھا۔ اچانک یاسمینہ نے سانس روک لی۔ پارس نے پوچھا "کیا ہوا؟"

وہ بولی "کوئی میرے دماغ میں آنا چاہتا ہے۔ میں تین منٹ تک سانس روک سکتی ہوں۔ اس کے باوجود ممی کہتی ہیں، آج جو قیدی لائے گئے ہیں ان کے سامنے مجھے بولنا نہیں چاہیے کیونکہ فرہاد یا سپر ماسٹر میرے دماغ میں آ جائے گا۔"

"ابھی جو تمھارے دماغ میں آنا چاہتا تھا، وہ کون ہے؟"

"میں اسے نہیں جانتی۔ وہ میرے پاس آ کر امتحان لیتا ہے کہ میں کتنی دیر سانس روک سکتی ہوں۔"

"تم لوگ کون ہو؟ اور یہ کیمپ یہاں کیوں بنایا گیا ہے؟"

وہ چلتے چلتے رک گئی۔ پارس نے پوچھا "کیا پھر تم نے سانس روکی ہے؟"

وہ ہاں کے انداز میں سر ہلانے لگی۔ وہ بولا "شاباش، اسے ابھی دماغ سے باہر رکھو۔ مجھے اس کیمپ کے بارے میں بتاؤ۔"

"اس کیمپ میں دہشت گردی کی تربیت دی جاتی ہے۔"

"یہ کیمپ کس نے قائم کیا ہے؟"

"میرے پاپا نے۔"

"اوہ یاسمینہ! تم بہت بھولی ہو۔ اتنے بڑے پیمانے پر ٹریننگ سینٹر کا قیام کسی ایک شخص کے بس کی بات نہیں ہے۔ ایسے سینٹر تو کوئی بہت بڑی حکومت ہی قائم کرتی ہے لیکن اس سلسلے میں اپنا نام نہیں آنے دیتی۔ تمھارے پاپا اکثر اس حکومت کی مہربانیوں کا ذکر کرتے ہوں گے۔"

"وہ میرے اور زرینہ کے سامنے اس کیمپ کی باتیں نہیں کرتے اور نہ ہی ہمیں یہاں کسی سے گھلنے ملنے دیتے ہیں۔"

"یہ زرینہ کون ہے؟"

"میری بہن ہے۔ مجھ سے دس منٹ بڑی ہے۔ ہم ایک ہی دن پیدا ہوئے تھے۔"

"تمھارے پاپا کا نام کیا ہے؟ وہ کہاں ہیں؟"

"اُن کا نام سلمان رازی ہے۔ وہ علی تیمور کو اغوا کرنے گئے ہیں۔"

پارس نے چونک کر پوچھا "کون علی تیمور؟"

"تمھارا دوسرا بھائی ۔ ۔ ۔ ۔ دراصل تم دونوں بھائیوں کا نام ہمیں اُلجھا دیتا ہے۔ پارس اوّل اور دوم کا نام یاد نہیں رہتا کہ کون اوّل ہے اور کون دوم۔ اس لیے ممی اور پاپا تمھیں پارس اور تمھارے بھائی کو علی تیمور کہتے ہیں۔"

"تمھارے پاپا علی تیمور کو اغوا کرنے کہاں گئے ہیں؟"

"میں نے ممی سے پوچھا تھا، انھوں نے کہا، ایسی باتیں بچوں کو نہیں بتائی جاتیں۔ میری ممی اور پاپا بیڈروم میں ہم سے چھپ کر باتیں کرتے ہیں۔"

"تم کہتی ہو، تمھیں اس کیمپ میں آنے اور یہاں کسی سے باتیں کرنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ پھر آج کیسے آئی ہو؟"

وہ سر جھکا کر شرمانے اور مسکرانے لگی۔ پارس نے پوچھا "اس میں شرمانے کی کیا بات ہے؟"

وہ خوشی سے لرزتی ہوئی آواز میں بولی "زرینہ کی شادی علی تیمور سے اور میری شادی تم سے ہونے والی ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "اچھا تو آج تم مجھے دیکھنے یہاں آئی ہو، کیا میں پسند آیا؟"

وہ اس کے بازو کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر مسرتوں میں ڈوب کر بولی "اوہ پارس! میں بیان نہیں کر سکتی کہ تمھیں دیکھتے ہی میرا دل کتنی زور زور سے دھڑکنے لگا تھا۔"

"تمھاری ممی نے تمھیں بہت سمجھ دار بنا دیا ہے۔"

"انھوں نے اور پاپا نے ہم دونوں بہنوں کو اور بہت کچھ بنایا ہے۔ ہم پچھلے ایک برس سے یوگا کی مشقیں کرتے ہیں اور تم بھائیوں کی طرح حاضر دماغ رہنے اور پوری ذہانت سے بروقت صحیح فیصلہ کرنے کی ٹریننگ حاصل کر رہے ہیں۔"

"کسی کو بھی دنیا جہان کی ٹریننگ دی جا سکتی ہے لیکن عقل نہیں دی جا سکتی، یہ خداداد ہوتی ہے۔"

"کیا تم کہنا چاہتے ہو کہ مجھ میں عقل نہیں ہے؟"

"یہ تو تمھیں رفتہ رفتہ آزمانے کے بعد ہی معلوم ہوگا۔"

"تو پھر جلدی آزماؤ نا۔"

"اچھی بات ہے، جب ہم یہاں سے تمھاری ممی اور افسر کے پاس واپس جائیں گے تو یہ ریوالور تمھارے ہاتھ میں ہوگا۔ اس طرح انھیں یقین ہوگا کہ تم نے اپنی محبت سے مجھے جیت کر میرا ریوالور لے لیا ہے۔"

وہ پارس کے بازو سے چپک کر بولی "اوہ ممی بہت خوش ہوں گی۔ وہ مان جائیں گی کہ اُن کی ٹریننگ کے مطابق میں نے تمھیں جیت لیا ہے۔"

"کیا تم اپنی کوئی بات منوا سکتی ہو؟"

"ضرور منوا سکتی ہوں۔"

"تو یہ بات ضرور منوانا کہ وہ اُس دلیر عورت کو زندہ رکھیں اور اپنے وعدے کے مطابق اس سے اے کلاس قیدی جیسا سلوک کریں۔"

"یہ کون سی بڑی بات ہے!"

"شاباش، یہ کون سا ملک ہے؟"

"یہ کوئی ملک نہیں ہے۔ لیبیا اور مالٹا کے درمیانی سمندر میں ایک جزیرہ ہے۔"

"تم کب سے اس جزیرے میں ہو؟"

"تقریباً دس برس سے۔ ممی کہتی ہیں پہلے ہم لیبیا میں تھے، میرے پاپا فوج میں میجر تھے۔ انھوں نے حکومت کا تختہ الٹنے کی کوشش کی۔ کرنل قذافی نے انھیں گرفتار کر کے گولی مارنے کا حکم دیا۔ پاپا راتوں رات ہمیں وہاں سے ایک کشتی میں لے کر اس جزیرے میں آ گئے۔ تم ٹھیک کہتے ہو، پاپا اتنا بڑا دہشت گردوں کا کیمپ تنہا قائم نہیں کر سکتے تھے، کسی حکومت سے ان کا گہرا رابطہ ہے۔ ممی نے ایک بار کہا تھا، کسی حکومت نے پاپا کو یہ جزیرہ اُن کی خدمات کے صلے میں دیا ہے۔ تمھارے ساتھ باتیں کر کے بہت سی باتیں میری سمجھ میں آ رہی ہیں۔"

"پھر تو واقعی تم عقل مند ہو۔ تم نے چند منٹوں میں اپنی عقل سے کتنی دُور تک سوچ لیا۔ ایک اور عقل کی بات سمجھاتا ہوں، تم ممی اور پاپا کے سامنے یہ سیاسی باتیں نہ کرنا، خود کو اس سلسلے میں نادان ظاہر کرتی رہنا۔"

"تم جو کہو گے، میں وہی کروں گی۔"

"تم اسی طرح ذہانت کا ثبوت دو گی تو میں ساری زندگی تمھارا ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔"

وہ چلتے چلتے رک گئی، پھر ایک جذب کے عالم میں بولی "تم کسی بھی لمحے آزما لو، میں تمھارے ساتھ رہنے کے لیے ساری دنیا کو چھوڑ سکتی ہوں۔ میں نے بڑی محنت اور دعاؤں کے بعد تمھیں آج پایا ہے اور آج کے بعد مرتے دم تک کھونا نہیں چاہتی۔"

اچانک سرچ لائٹ اُن پر آ کر رک گئی۔ کتنے ہی مسلح افراد رائفلیں اور اسٹین گنیں تانے دُور ہی دُور سے اُن کا محاصرہ کیے ہوئے تھے۔ یاسمینہ کی ممی اس افسر کے ساتھ وہاں آ گئی۔ افسر نے پارس سے پوچھا "تم بے بسی یاسمینہ کو اور کتنی دیر اپنے قبضے میں رکھو گے؟"

وہ یاسمینہ کو ریوالور دیتے ہوئے بولا "اگر اس کی ممی کو اعتراض نہ ہو تو میں ساری زندگی اسے اپنے قبضے میں رکھنا چاہتا ہوں۔"

اس کی ماں چہرے سے ہی سخت مزاج رکھنے والی فائٹر دکھائی دیتی تھی۔ پارس نے پہلی بار اس کے چہرے پر

itsurdu.blogspot.com
itsurdu.blogspot.com
itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

مسکراہٹ دیکھی۔ یاسمینہ نے کہا "پارس نے ان چند منٹوں میں مجھے اتنی محبت دی ہے جس کا میں اظہار نہیں کر سکتی میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔ مجھے آج جیسی مسرتیں پہلے کبھی نہیں ملیں" پھر وہ ریوالور کو ماں کے قدموں کے پاس پھینک کر بولی "میں التجا کرتی ہوں کہ پارس نے جس عورت کو ریوالور کی گولی سے بچایا ہے، اسے زندہ رکھا جائے اور اسے کلاس ٹریٹمنٹ دیا جائے۔"

پہلی بار اُس کی ماں نے زبان کھولی اور کہا "وہ زندہ رہے گی اور اسے اسے کلاس ٹریٹمنٹ ملے گا۔"

وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی قریب آئی۔ دونوں بانہیں بیٹی کے لیے پھیلا دیں۔ یاسمینہ ان بانہوں میں جا کر سما گئی۔ اس کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ سنگدل ماں اپنی اولاد سے بہت پیار کرتی ہے۔ وہ بیٹی کی پیشانی کو چوم کر آہستگی سے بولی۔ "پارس! بہت جلد میں تمھیں بھی پیار کروں گی۔ ابھی مجبوری ہے۔ بہت سے معاملات میں تمھارے والدین ہم سے اختلاف کریں گے۔ کوئی تصفیہ ہونے تک تمھیں قیدی بنا کر رکھا جائے گا۔"

یاسمینہ نے کہا "اوہ نو ممی! آپ یہ کیا کہہ رہی ہیں؟"

"بیٹے! تم بہت سے معاملات کو نہیں سمجھتی ہو۔ تم جانتی ہو، تمھارے پاپا کیسے بے رحم قصائی ہیں۔ کوئی سمجھوتا ہونے سے پہلے میں پارس کو اپنے ہاں مہمان بنا کر رکھوں گی تو وہ میری کھال کھینچ لیں گے۔ ذرا صبر کرو، جلد ہی کوئی دوستانہ سمجھوتا ہو جائے گا۔"

پارس نے کہا "یاسمینہ! اپنی ممی کی بات مان لو۔ تم نے وعدہ کیا تھا، میں جو کہوں گا، وہ کرو گی۔"

اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ بولی "میں ممی کی بات مان رہی ہوں۔"

پارس نے کہا "مسز سلمان رازی! میری خواہش ہے جب تک یاسمینہ کے پاپا نہ آئیں آپ مجھے یاسمینہ سے ملنے کی اجازت دیتی رہیں۔"

"میں یاسمینہ کو اپنے ساتھ لاؤں گی۔ رات کے دو بج رہے ہیں۔ اب جا کر آرام سے سو جاؤ۔"

ماں جانا چاہتی تھی، بیٹی پلٹ کر پارس کے گلے لگ گئی۔

وہ جس جزیرے میں تھے، اُس کے شمال میں یورپ اور جنوب میں افریقہ تھا۔ سلمان رازی کی فیملی مغربی تہذیب کی حامل تھی اسی لیے یاسمینہ نے سرِعام بے باکی کا مظاہرہ کیا۔ پارس نے محبت کا جواب محبت سے دیا۔ اس کے ساتھ ہی ایک شرارت کی۔ یاسمینہ کے حلق سے ایک کراہ نکلی۔ ہلکا زہر تھا جو مار نہیں سکتا تھا۔ نشے میں چور کر سکتا تھا۔ وہ چکرا گئی۔ پارس نے اسے دونوں ہاتھوں سے سہارا دیتے ہوئے کہا۔ "یاسمینہ! حوصلہ رکھو۔ ہم ہمیشہ کے لیے جدا نہیں ہو رہے ہیں۔ تم تو اتنی سی جدائی میں نڈھال ہو گئی ہو۔"

ماں نے آگے بڑھ کر اُسے تھام لیا۔ وہ شرابی لہجے میں کہہ رہی تھی "میں نہیں جاؤں گی۔ تمھیں چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔ پارس! آؤ مجھے اپنے بازوؤں میں چھپا لو۔"

ماں نے اسے بانہوں میں سنبھال کر حکم دیا "گاڑی یہاں لے آؤ۔"

ایک جیپ ان کے قریب آ کر رُک گئی۔ ماں نے سہارا دے کر اسے گاڑی میں بٹھایا۔ وہ بیٹھنا نہیں چاہتی تھی۔ پارس کے لیے مچل رہی تھی۔ اس کے ساتھ قید خانے میں رہنے کے لیے کہہ رہی تھی لیکن وہ جیپ اُسے دُور لے گئی۔ افسر نے کہا "پارس! واقعی تم جو کہتے ہو، وہ کر دکھاتے ہو۔ تم نے کہا تھا، میرا فیصلہ بدل جائے گا۔ میڈم رازی نے فیصلہ بدل دیا۔ وہ عورت زندہ رہے گی۔"

وہ افسر کے ساتھ چل رہا تھا۔ دائیں بائیں اور پیچھے اسٹین گن والے چل رہے تھے۔ افسر نے کہا "میں نے پہلی بار لڑنے کا یہ انداز دیکھا ہے۔ تم نے پون گھنٹے کی لڑائی میں ایک بار بھی حملہ نہیں کیا اور وہ حملہ کرنے والی اپنے حملوں سے زخمی بھی ہوتی رہی اور شکست بھی کھاتی رہی۔"

پارس خاموش تھا۔ افسر نے پوچھا "کیا تم مجھ سے بات کرنا نہیں چاہتے؟"

وہ بولا "تم نے اب تک کوئی جواب طلب بات نہیں کی، میں بات کیا کروں؟"

اس نے کہا "اس میں شبہ نہیں کہ تم سے شکست کھانے والی زبردست فائٹر ہے۔ اس کا نام کیا ہے؟"

"میں نے اب تک نام نہیں پوچھا۔ اسے ایک ہوسٹس کی حیثیت سے جانتا ہوں۔ خدا کے لیے اب یہ نہ کہنا کہ میں اس پر عاشق ہو گیا ہوں۔"

"کمال ہے! تم کیسے معلوم کر لیتے ہو کہ آئندہ میں کیا کہنے والا ہوں۔ اس سے قبل بھی تم نے میرے آئندہ سوال سے پہلے ہی اس کا جواب دے دیا تھا۔"

"میں نے بتایا ہے کہ میں قیافہ شناس ہوں۔ لوگوں کی نفسیات سمجھتا ہوں۔ مثلاً وہ ہوسٹس ایک خوب صورت جسم کی مالکہ ہے، میں نے جان پر کھیل کر اسے ریوالور کی گولی سے بچایا۔ اسے زندہ رکھنے کے لیے یاسمینہ کو بیکڑ کر لے گیا۔ ان حالات میں خوب صورت جسم کے لیے للچانے والے یہی سوچیں گے کہ میں اس عورت پر مرمٹا ہوں۔ تم اس کے لیے للچا رہے ہو۔ وہ تمھاری قید میں ہے مگر جانتے ہو وہ زبردست عورت تمھارے قابو میں نہیں آئے گی لہٰذا مجھ سے گفتگو کر کے اس کی کوئی کمزوری معلوم کرنا چاہتے ہو یا میرے ذریعے اسے پگھلانا چاہتے ہو۔"

وہ حیرانی سے بولا "کمال ہے، تم میرے دل کی بات کہتے جا رہے ہو۔ کیا تم بھی اپنے والدین کی طرح دماغ میں گھسنا جانتے ہو؟ مگر کیسے گھس سکتے ہو؟ میں یوگا کا ماہر ہوں۔ میں یقین سے کہتا ہوں، ابھی تک کوئی میرے دماغ میں نہیں آیا ہے۔ خیر چھوڑو ان باتوں کو۔ میرے لیے [illegible] کے لیے کچھ کر دو [illegible] نے تک کر سکتا ہوں۔ ابھی چلو، میں اسے تمھاری بہن بنا دوں گا۔"

وہ اچھل کر [illegible] پھر غصے سے بولا "کیا تم [illegible] ایسی پٹائی کراؤں گا کہ ساری شوخی بھول جاؤ گے [illegible]"

[illegible]

[illegible] بیٹھ کی طرف گھما دوں گا۔ دیکھنے والوں کو [illegible] گا کہ تم اُدھر سے ہی آ رہے ہو۔"

وہ تھوڑی دیر تک اسے غصے اور بے بسی سے دیکھتا رہا۔ یہ درست تھا کہ پارس کو اپاہج بنانے یا زخمی کرنے کی صرف دھمکیاں دی جا رہی تھیں۔ ہوسٹس کو اس کے مقابلے میں جان بوجھ کر ڈھیل دی گئی تھی۔ وہ جانتے تھے۔ فرہاد علی تیمور کا بیٹا ایسا گیا گزرا نہیں ہو گا کہ کوئی فائٹر اسے اپاہج بنا دے۔ یہ تاثر صرف پارس کو دیا جا رہا تھا تاکہ وہ سمجھ لے کہ اس کے ساتھ کسی طرح کا بھی غیر انسانی سلوک کیا جا سکتا ہے۔

وہ مسلح افراد کے نرغے میں ایک چھوٹے سے پختہ مکان کے سامنے آیا۔ یہ دراصل جیل خانہ تھا۔ اس میں کئی کمرے تھے۔ اسے ایک کمرے میں پہنچا کر آہنی سلاخوں والا دروازہ مقفل کر دیا گیا۔ تمام کمروں کی دیواریں آہنی سلاخوں سے بنائی گئی تھیں۔ ساتھ والے کمرے میں ہوسٹس کو بند کیا گیا تھا۔ پارس نے اسے دیکھ کر پوچھا "تم ابھی تک جاگ رہی ہو؟"

"نیند نہیں آ رہی ہے۔ میں تمھارے بارے میں سوچتے سوچتے پاگل ہو رہی ہوں۔ میں قسم کھا کر کہتی ہوں، میں نے آج تک تمھارے جیسا جوانمرد نہیں دیکھا۔ تم نے ثابت کر دیا کہ مرد صرف دلیر نہیں ہوتا، ایک سچا انسان بھی ہوتا ہے۔ مجھے کئی کارمن کہتے ہیں۔ وہ کئی جو سپر ماسٹر کی وفادار تھی، مر چکی ہے۔ یہ نئی زندگی تم نے دی ہے۔ آج سے میری تمام وفاداریاں تمھارے لیے ہیں۔ تمھارے آرام کا خیال رکھنا بھی میرا فرض ہے۔ بہت رات ہو چکی ہے، نیند پوری کر لو۔ خدا جانے آنے والا دن کیسا ہو گا۔ ویسے قیدیوں کے لیے اچھا نہیں ہوتا لہٰذا جو موقع ملے غنیمت جان کر آرام کر لینا چاہیے۔ شب بخیر۔"

وہ اپنے بستر پر جا کر لیٹ گئی۔ پارس نے اسے تعریفی نظروں سے دیکھا۔ وہ جھٹ بن جانے والی عورت نہیں تھی اور نہ ہی عاشق مزاج تھی۔ اس نے صرف اپنی وفاداری کا اظہار کیا تھا اور آرام کرنے کا معقول مشورہ دے کر سونے چلی گئی تھی۔ وہ بھی اپنے بستر پر لیٹ گیا۔ سونے سے پہلے مجھے دفرہاد تصور میں دیکھنے لگا۔ سوچنے لگا "واہ پاپا! جب ہم آپ کا تعاون نہیں چاہتے تھے، تب آپ بار بار خیریت معلوم کرنے آتے تھے۔ اب آپ کی ضرورت ہے تو آپ کھلی شام سے غائب ہیں۔"

اس نے سوچا "پاپا اتنے غیر ذمے دار نہیں ہیں۔ انھوں نے [illegible] اور کوئی [illegible] کو دوسرے خیال خوانی کرنے والوں کی طرف سے مقفل کیا تھا۔ ان کی [illegible] کے خیالوں میں اغوا کیا گیا۔ پھر وہ کیسے مجھے نظرانداز کر سکتے ہیں۔ خدانخواستہ وہ کسی مصیبت میں گرفتار ہو گئے ہوں۔ شاید بیمار ہوں، خیال خوانی کے قابل نہیں رہے ہیں۔ ماما، انکل آرمن اور ڈیڈی دانیال میرے دماغ میں آ نہیں سکتے۔ دوستوں اور دشمنوں سب کے لیے میرا دماغ مقفل ہے۔ میں صرف پاپا کی سوچ کی لہروں کو قبول کر سکتا ہوں۔ یہی ایک مشکل آ گئی ہے کہ میرے خیال خوانی کرنے والے بزرگ بھی میری خیر خیریت معلوم نہیں کر سکتے۔"

اس نے دوسرے پہلو سے سوچا "خدا جو کرتا ہے، بہتری کے لیے کرتا ہے۔ قدرت کا کیا عجب تماشا ہے، یہاں میرا بھائی بھی اغوا کر کے لایا جانے والا ہے۔ پاپا کی عدم موجودگی سے اُن کا منصوبہ ناکام ہونے کے باوجود کامیاب ہونے والا ہے۔ یہاں علی تیمور آ جائے، پھر دیکھوں گا کہ دشمن کیا چاہتے ہیں اور ہم کیا کرتے ہیں۔"

اس نے آنکھیں بند کیں۔ جسم کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔ پھر دماغ کو ہدایات دینے کے بعد گہری نیند میں گم ہو گیا۔ یہاں آ کر اسے چند اہم باتیں معلوم ہوئی تھیں اور وہ یہ کہ سلمان رازی لیبیا کی حکومت سے غداری کر کے فرار ہوا۔ وہ ایک بڑی حکومت کو خوش

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کرنے کے لیے کرنل قذافی کا دشمن ہو گیا تھا۔ اُس بڑی حکومت نے اسے ایک جزیرہ انعام کے طور پر دیا تھا جہاں جوان مردوں اور عورتوں کو دہشت گردی کی ٹریننگ دی جاتی تھی۔

لیبیا سے امریکا کی دشمنی روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔ صاف ظاہر تھا کہ امریکا نے ہی سلمان رازی کو اُس جزیرے کا مالک اور دہشت گرد تنظیم کا سربراہ بنایا ہے۔ اب غور کرنے کی بات یہ تھی کہ پارس اوّل یعنی علی تیمور، سپر ماسٹر کی قید میں تھا اور سلمان رازی اُسے اغوا کر کے لانے والا تھا۔ کیا جو امریکا اس پر مہربان تھا، وہ اُسی کے سپر ماسٹر سے علی تیمور کو چھین کر لانے گیا تھا؟ کیا سلمان رازی کے پیچھے امریکا نہیں تھا کوئی اور ہی ٹیلی پیتھی جاننے والا شخص تھا جس نے خیال خوانی کے ذریعے طیارے کو اغوا کر کے پارس اور کوٹلی کو جزیرے میں پہنچا دیا تھا اور وہی خیال خوانی کرنے والا علی تیمور کے اغوا کے لیے بھی سلمان رازی کی مدد کر رہا تھا۔ آخر وہ کون ٹیلی پیتھی جاننے والا تھا جس کے بل پر سلمان رازی بہت بڑی طاقت بن کر ابھر رہا تھا؟

میرے بیٹے پارس کے لیے عجیب چکر چل گیا تھا۔ دراصل میری اور سپر ماسٹر کی خاموشی نے اس معاملے میں بہت زیادہ تجسس پیدا کر دیا تھا۔ میں نہیں جانتا سپر ماسٹر کے ساتھ کیسے حالات پیش آ رہے ہیں اور وہ اس معاملے میں خاموش کیوں ہو گیا۔۔۔ میں اپنے بارے میں بیان کر سکتا ہوں۔ میری رہائش ٹام مورس کے بنگلے میں تھی۔ اس کی بیوی تھیلما پھر سے جوان بننے کی دھن میں میری عقیدت مند بن گئی تھی۔ میں وہاں ٹام کے بچھڑے ہوئے بھائی اونیل مورس کے روپ میں تھا اور ایک نجومی بن کر سام مورس کے خفیہ بینک اکاؤنٹ کا پول کھول دیا تھا۔ اس نے ٹام کے گھر سے ہی رقمیں چرا کر اپنا بینک اکاؤنٹ بڑھایا تھا۔ پول کھلنے کے بعد اس اکاؤنٹ کی تمام رقم ٹام اور تھیلما کو واپس مل گئی تھی۔ وہ دونوں مجھ سے خوش تھے لیکن سام میرا دشمن بن گیا تھا۔

میں بڑے بڑے خطرناک دشمنوں کو خاک میں ملا چکا ہوں پھر بھلا سام کو کیا خاطر میں لاتا؟ وہ تو ایک فضول اور بے کار سا آدمی تھا۔ اپنے بھائی ٹام کے رحم و کرم پر زندگی گزار رہا تھا۔ میں نے سوچا، یہ میرا کچھ بگاڑ نہیں سکے گا۔ مجھے پارس کے معاملات سے فرصت ملے گی تو میں سام کے چور خیالات پڑھوں گا۔ فی الحال اس کے چور خیالات میں مجھ سے دشمنی نہیں تھی۔ صرف جھنجلاہٹ اور ... بھی اور مجھ

سے بیزاری تھی۔ یہ بیزاری رفتہ رفتہ دشمنی میں بدل ... اور مجھے مصروفیات کی وجہ سے اس کا علم نہ ہو سکا۔

رات کو ٹام اور تھیلما کے ساتھ کھانے کے ... عادتاً چائے پی رہا تھا۔ مجھے شبہ ہوا، چائے کا ذائقہ عجیب سا ہے۔ میں نے دو گھونٹ پی کر کہا "میں نہیں پیوں گا۔ ذرا معلوم کرو، یہ چائے کس نے بنائی ..."

تھیلما نے باورچی کو بلا کر پوچھا۔ دو گھونٹ ... سے ہی مجھ پر غشی طاری ہو رہی تھی۔ باورچی نے ... "میں نے بنائی ہے۔"

میرے سامنے در و دیوار گھوم رہے تھے۔ میں نے بڑی مشکل سے کہا "معلوم کرو سام کہاں ہے؟"

پھر میں نے خیال خوانی کے ذریعے اس کے ... میں پہنچنا چاہا مگر ایسی حالت میں خیال خوانی کی پرواز ... نہیں تھی۔ میں نے سامنے میز پر سر ٹیک دیا، اس کے ... مجھے اپنی خبر نہ رہی۔ میں بے ہوش ہو گیا تھا۔ ٹام اور ... نے مجھے فوراً اسپتال پہنچایا۔ ڈاکٹروں نے میرا معائنہ ... فوری طبّی امداد پہنچائی اور بیان دیا کہ میرے جسم میں زہر ... گیا ہے۔ لیکن میں خطرے سے باہر ہوں۔ ڈاکٹروں کے ... لیے یہ بات حیرت انگیز تھی کہ جسم میں زہر پھیلنے کے باوجود ... میں زندہ تھا۔ اُن بے چاروں کو پتا نہیں تھا کہ میرے ... برسوں پہلے نتھالی کا زہر جڑ پکڑ چکا تھا۔ عجیب اتفاق ... کہ میرے بیٹے پارس کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہے۔ ... بیٹے کو کوئی سا بھی زہر وقتی طور پر مدہوش کر سکتا ہے ... مار نہیں سکتا۔

بہر حال میں دوسری صبح تک مدہوشی ... کی نیند سوتا رہا۔ کچھ ہوش آنے کے بعد نرس سے ... کیا "میں کہاں ہوں؟ مجھے یہاں کون لایا ہے؟"

اس نے جواب دیا "کل رات دس بجے مسٹر ٹام ... نے تمھیں اسپتال میں داخل کیا تھا۔"

میں نے پریشان ہو کر سوچا۔ کل رات مجھے پارس اور ... کوٹلی کے دماغ میں رہنا تھا۔ میرا بیٹا اغوا کیا جا رہا تھا۔ اب ... دن نکل چکا تھا یعنی وہ اغوا ہو چکا تھا اور پتا نہیں کن ... سے گزر رہا تھا۔ میں نے فوراً آنکھیں بند کیں، اپنے ... کا تصور کیا۔ پھر خیال خوانی کے لیے پر تولے لیکن پر ... ہو گئے تھے۔ سر دُکھ رہا تھا، میں ابھی خیال خوانی نہیں ... سکتا تھا۔

میری نظر دیوار گھڑی پر گئی۔ دن کے گیارہ بج ...

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

میرا ایک بیٹا پہلے ہی سپر ماسٹر کی قید میں تھا۔ میری طویل بیہوشی یا مدہوشی کے باعث دوسرا بیٹا بھی ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ میں نے کہا "سسٹر! میں ایک ضروری فون کرنا چاہتا ہوں۔"

"فون ڈاکٹر کے چیمبر میں ہے۔"

میں اُٹھ کر بیٹھنے لگا۔ میرا سر گھوم رہا تھا۔ نرس مجھے تھام کر بولی "یہ کیا کر رہے ہو؟ تمھیں بستر سے اٹھنا نہیں چاہیے۔"

وہ مجھے جبراً لٹانے لگی۔ میں نے کہا "میرا فون کرنا بہت ضروری ہے۔"

"تم آرام سے لیٹے رہو۔ میں ڈاکٹر سے کہتی ہوں۔ شاید فون کا تار یہاں تک لایا جاسکے یا تمھیں اسٹریچر پر فون تک پہنچایا جاسکے۔"

وہ چلی گئی۔ اسی وقت ڈپٹی دانیال نے مجھے مخاطب کیا۔ پھر مخصوص کوڈورڈز ادا کرنے کے بعد پوچھا "کیا آپ کسی اسپتال میں ہیں؟ میں آپ کے اندر رہ کر آپ کی دماغی کمزوری کو محسوس کر رہا ہوں۔"

میں نے اُسے مختصر طور پر بتایا کہ پچھلی رات میرے ساتھ کیا ہوا تھا۔ میں فی الحال خیال خوانی کے قابل نہیں ہوں۔

وہ پریشان ہو کر بولا "یہ بازی تو پلٹ رہی ہے۔ آپ نے پارس کے دماغ کو لاک کر دیا ہے۔ میں اس کی خیریت معلوم نہیں کرسکوں گا۔ شاید میڈم رسونتی اور مسٹر آرمر بھی اس کے دماغ تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ میں کیا کروں؟ مجھے کوئی مشورہ دیجیے۔"

"رسونتی سے رابطہ قائم کرو۔ اس سے کہو، وہ میرے پاس آئے۔ تم بھی آتے جاتے رہا کرو۔"

وہ چلا گیا۔ نرس نے آکر کہا "سوری، ڈاکٹر چیمبر میں نہیں ہے۔ میں تھوڑی دیر بعد تمھیں ٹیلیفون تک پہنچا سکوں گی۔"

میں نے کہا "شکریہ۔ اب میں فون نہیں کروں گا۔ تم بہت اچھی ہو۔ ایک بار پھر شکریہ۔"

دراصل میں فرانس کے سفیر سے فون پر رابطہ قائم کرکے رسونتی تک وہی پیغام پہنچانا چاہتا تھا جو اَب دانیال کے ذریعے پہنچ گیا تھا۔ دس منٹ کے بعد ہی رسونتی نے مجھے مخاطب کیا "فرہاد! خیریت سے تو ہو؟ یہ دانیال کیا کہہ رہا ہے؟ تم پر ... کا اثر نہیں ہونا چاہیے۔"

"وقتی طور پر لازمی اثر ہوتا ہے۔ اب میں ٹھیک ہوں۔ پرابلم یہ ہے کہ فی الحال خیال خوانی نہیں کرسکتا۔ پارس دوم کے پاس پہنچ نہیں سکتا۔ تمھیں یا کسی اور کو بھی اس کے دماغ میں جگہ نہیں ملے گی۔ ویسے وہ اغوا کیے جانے کے بعد سپر ماسٹر کے پاس پہنچا دیا گیا ہوگا۔ تم نائب سپر ماسٹر سے رابطہ قائم کرو۔ اُس نے وعدہ کیا تھا کہ چوبیس گھنٹے کے بعد پارس اوّل کو رہا کردے گا۔ اُس نے وعدہ پورا نہیں کیا۔ اس پر پارس دوم کے اغوا کا بھی الزام لگاؤ۔ پھر تم سے جو باتیں ہوں، وہ مجھے آکر بتاؤ۔ آرمر سے کہو، میرے پاس آئے۔"

وہ بولی "کل رات ہی چوبیس گھنٹے پورے ہوگئے تھے۔ میں نے سپر ماسٹر سے رابطہ قائم کرنا چاہا تھا۔ اس کے نائب نے بتایا، سپر ماسٹر کو کسی نے قتل کر دیا ہے۔ جب تک دوسرا ماسٹر اس کی جگہ نہیں آئے گا، نائب اپنی ذمے داری پارس اوّل کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں کرسکے گا۔ اس نے درخواست کی ہے کہ ہم نے جہاں چوبیس گھنٹے انتظار کیا ہے، وہاں مزید بارہ یا بیس گھنٹے صبر کرلیں۔ نئے سپر ماسٹر کے آتے ہی سب سے پہلے پارس اوّل کی رہائی کی بات کی جائے گی۔"

"تم نے مجھے کل رات ہی کیوں نہ بتایا؟"

"میں جناب شیخ الفارس صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئی تھی۔ انھوں نے حکم دیا، میں صبح تک خیال خوانی نہ کروں۔ قدرت کو کچھ اور ہی منظور ہے۔"

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا "پتا نہیں قدرت کو کیا منظور ہے؟ میرے دونوں بیٹے نظروں سے دُور تو تھے، اب خیال خوانی سے بھی دُور ہوگئے ہیں۔ کیا پارس اوّل ابھی تک کوما میں ہے؟"

وہ روتی ہوئی بولی "پتا نہیں میرا بیٹا کس عالم میں ہے۔ جناب شیخ صاحب نے کل سے پابندی لگا رکھی ہے۔ میں ابھی جا کر اُن سے خیال خوانی کی اجازت لیتی ہوں۔"

"رسونتی! اگر وہ اجازت نہ دیں تو بیٹے کے لیے صبر کر لینا۔ ہم خیال خوانی کے ذریعے صرف دماغوں تک پہنچتے ہیں جبکہ یہ بزرگانِ دین اپنے کشف و کمالات سے مستقبل میں دُور تک دیکھتے ہیں۔ انھیں پیش آنے والے قدرتی حالات کا علم ہوتا ہے۔"

وہ میرے دماغ سے چلی گئی۔ اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو کر اپنے ... بالشتی مکان سے نکلی پھر جناب شیخ الفارس صاحب کے حجرے میں پہنچ کر اُن کے سامنے دوزانو ہوگئی۔ وہ مراقبے میں تھے۔ انھوں نے آنکھیں کھول کر دیکھا پھر کہا "بیٹے کے لیے پریشان ہو؟"

وہ سر جھکا کر بولی "ہم ہر طرف سے مصیبت میں گھرے ہوئے ہیں۔ پارس کے پاپا اسپتال میں ہیں۔ خیال خوانی کے قابل نہیں ہیں۔ پارس دوم کی کوئی خبر نہیں مل رہی ہے۔ کیا ان حالات میں بھی مجھے پارس اوّل کے پاس نہیں جانا چاہیے؟"

"جانا چاہو تو جاسکتی ہو مگر کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ تم سب وسیع ذرائع کے مالک ہو۔ فرانس کی حکومت تمھاری پشت پر ہے۔ تم میاں بیوی خیال خوانی کے ذریعے دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچ سکتے ہو لیکن دونوں بیٹوں تک پہنچ کر بھی نہیں پہنچ سکو گے۔ یہ سوچنے سمجھنے اور سبق حاصل کرنے کا مقام ہے۔ انسان ساری دنیا کے خزانوں کا مالک بن کر، ساری طاقتوں کا سرچشمہ بن کر بھی اپنے مقدر کے سامنے بے بس رہتا ہے۔ جاؤ اور جتنے ذرائع استعمال کرکے بیٹوں تک پہنچ سکتی ہو، پہنچو۔ ہونا وہی ہے جو مقدر میں لکھا ہے۔"

"حضور! اتنی تسلی کر دیں، کیا ہمارے حق میں بہتر ہوگا؟"

"میں کہوں، بدتر ہوگا تو کیا تم بیٹوں تک پہنچ کر انھیں آنچل میں چھپا لو گی؟ بیٹی! عمل بندے کا ہوتا ہے، ردِ عمل خدا کی طرف سے ہوتا ہے۔ اسی لیے بندوں سے کہا جاتا ہے اپنے اعمال بہتر سے بہتر بناؤ تاکہ ردِ عمل میں بہتری ملے۔"

یہ کہہ کر انھوں نے آنکھیں بند کرلیں۔ پھر مراقبے میں چلے گئے۔ رسونتی اُلٹے قدموں سر جھکا کر حجرے سے باہر آئی۔ پھر اپنی رہائش گاہ میں پہنچ کر مجھ سے بولی "میں پارس اوّل کے پاس جارہی ہوں۔ ابھی آکر اس کے حالات بتاؤں گی۔"

وہ ایک کرسی پر آکر آرام سے بیٹھ گئی۔ پھر آنکھیں بند کرکے خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی اپنے بیٹے علی تیمور کے پاس پہنچ گئی "ہیلو پارس! میری جان! میں تمھاری ماں بول رہی ہوں۔ تم خیریت سے ہو؟ مجھے فوراً بتاؤ ابھی کہاں ہو؟"

بیٹے نے سانس روک لی۔ وہ دماغی طور پر اپنے کمرے میں واپس آگئی۔ وہ دوسری بار اس کے دماغ میں جاسکتی تھی لیکن جانا مناسب نہیں تھا۔ ایک حسین دوشیزہ اس کی سانسوں کے قریب آرہی تھی۔ بیٹے نے اس حسینہ کی خاطر ماں کو گیٹ آؤٹ کر دیا تھا۔

رسونتی کی عجیب حالت تھی۔ ایک طرف اطمینان تھا کہ بیٹا اب کوما میں نہیں ہے، بخیریت ہے اور دماغی طور پر نارمل ہے۔ دوسری طرف غصہ آرہا تھا، اُس نے ماں سے ہمیشہ کی طرح شدید محبت کا اظہار نہیں کیا تھا۔ تقریباً چالیس گھنٹے بعد رابطہ قائم ہوا تھا اور اس نے ماں سے ملنے کے لیے تڑپ اور بے قراری ظاہر نہیں کی تھی۔ کوئی اور بات ہوتی تو کوئی بات نہیں تھی۔ دُکھ یہ تھا کہ بیٹے نے اس کے مقابلے میں ایک لڑکی کو اہمیت دی تھی۔

وہ میرے دماغ میں آکر رونے لگی۔ میں گھبرا گیا کہ خدانخواستہ کوئی ماتم کرنے والی بات تو نہیں ہوگئی۔ میں نے پوچھا "کیا ہوا؟ جلدی بتاؤ، بیٹا خیریت سے تو ہے؟"

وہ روتی ہوئی بولی "ہاں خیریت سے ہے۔"

"پھر کیوں رو رہی ہو؟"

وہ آنسو پونچھتے ہوئے بولی "دن رات تڑپتے رہنے کے بعد رابطہ قائم ہوا تھا مگر اس نے دماغ سے نکال دیا۔"

"کیوں نکال دیا؟ پوری بات کیا کرو۔"

"ایک لڑکی اس کے پاس تھی۔"

"دیکھو رسونتی، تمھیں بُرا نہیں ماننا چاہیے۔ اس نے مجبور ہو کر تمھیں دماغ سے باہر کیا ہے۔"

"کیا یہ ماں کی توہین نہیں ہے؟"

"کیسی اُلٹی باتیں کرتی ہو۔ میں یقین سے کہتا ہوں، اس نے مجبور ہو کر سانس روکی ہے۔ دراصل ماں کو بلانے کے لیے لڑکی کو دُور کرنے کی مہلت ضروری ہوگی۔ وہ مہلت اسے مل چکی ہے۔ اب تم جاؤ گی تو وہ سانس نہیں روکے گا۔"

"تم کہتے ہو تو جارہی ہوں۔"

میں نہ کہتا، تب بھی وہ جاتی۔ بہرحال اُسے بیٹے کے دماغ میں جگہ مل گئی۔ وہ جھینپ کر کہہ رہا تھا "ماما! مجھے افسوس ہے، مجبور ہو کر سانس روکنا پڑا تھا ورنہ میں تو آپ کو یاد کرکے تڑپ رہا تھا۔"

رسونتی خوش ہو کر بولی "کوئی بات نہیں، تم سانس نہ روکتے تو میں خود ہی چلی جاتی لیکن بیٹے! تم تو لڑکیوں سے بیزار رہتے تھے۔ ہمیشہ کچھ نہ کچھ پڑھنے لکھنے اور زیادہ سے زیادہ علوم سیکھنے کی دُھن میں رہتے تھے۔ پھر یہ لڑکی کون ہے؟"

"اب کیا بتاؤں؟ بس ہے ایک لڑکی۔"

"تم کہاں ہو؟"

"آپ دیکھ رہی ہیں، میں جہاں بھی ہوں خیریت سے ہی ہوں۔"

"مجھے بتاؤ کہاں ہو؟ کس کے ساتھ ہو؟"

"میں جس کے ساتھ ہوں، وہ مجھ پر کچھ زیادہ ہی مہربان ہے۔ میرا محافظ ہے۔ مجھے دوسروں کی دشمنی سے محفوظ رکھتا ہے۔"

"تم لڑکی کے متعلق ٹال رہے ہو، جگہ کی نشاندہی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

نہیں کر رہے ہو۔ اگر کوئی شخص تم پر مہربان ہے، تمھارا محافظ ہے تو وہ میرے لیے قابلِ صد احترام ہے مجھے اس کا نام، پتا اور ٹھکانا بتاؤ۔"

"سوری ماما! میں ان کے متعلق کچھ نہیں بتا سکتا۔"

"کیوں نہیں بتا سکتے؟ کیا سپر ماسٹر کوئی چال چل رہا ہے۔ میں نے سنا ہے، اسے قتل کر دیا گیا ہے، کوئی نیا سپر ماسٹر آنے والا ہے۔"

"میں کسی سپر ماسٹر کو نہیں جانتا۔"

"کیسی باتیں کر رہے ہو؟ کیا تم بھول گئے ہو کہ... لارنس ڈیکوزا نے تمھیں سپر ماسٹر کی قید میں پہنچایا تھا؟"

"آپ کیا کہہ رہی ہیں، میری سمجھ میں کچھ نہیں آ تا۔ میرے ساتھ ایسا کچھ نہیں ہوا تھا۔ میں تو اپنے ایک مہربان کے ہاں مہمان ہوں۔"

"اوہ خدایا! معلوم ہوتا ہے، دشمنوں نے کسی طریقۂ کار سے تمھارے دماغ کو کمزور بنا دیا ہے۔"

وہ ایک ہاتھ سے اپنی پیشانی سہلانے لگا پھر کہنے لگا۔ "شاید آپ درست کہہ رہی ہیں۔ مجھے یاد نہیں رہتا کہ دس بارہ گھنٹے پہلے کہاں تھا، جن کے ساتھ میں نے وقت گزارا ہے، وہ لوگ مجھے یاد رہتے ہیں جیسے میں آپ کو، پاپا کو، بھائی پارس کو اور سب کو یاد رکھتا ہوں لیکن جگہ اور واقعات بھول جاتا ہوں۔ مجھے یاد نہیں ہے کہ میں آپ کے ساتھ کس ملک میں اور کس شہر میں رہتا تھا۔ اسی طرح یہ یاد نہیں ہے کہ کل میرے ساتھ کیا کچھ ہوا تھا۔"

"بیٹے! یہ بات تشویشناک ہے، دشمن تمھاری دماغی کمزوری سے کوئی بہت بڑا فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں، تم فوراً میرے پاس چلے آؤ یا مجھے اپنا پتا بتا دو۔"

"میں اپنا پتا نہیں بتا سکتا۔ میرے مہربان نے منع کیا ہے۔"

"معلوم ہوتا ہے، تم کسی کے تنویمی عمل کے زیرِ اثر ہو، مجھے چاہنے کے باوجود خود نہیں بتا سکو گے۔ کوئی بات نہیں، تم یونہی خاموش بیٹھے رہو، میں چور خیالات سے تمھارا پتا ٹھکانا اور اس مہربان کا نام معلوم کر لوں گی۔"

وہ ماں کی ہدایت کے مطابق خاموش بیٹھا رہا۔ ماں اس کے دماغ کی گہرائیوں میں اترتی رہی۔ وہ دماغی طور پر بالکل نارمل تھا۔ اس کے اندر ہوش مندانہ خیالات تھے لیکن اس کا کوئی چور خیال یہ نہیں بتا رہا تھا کہ وہ ابھی کہاں ہے اور اس کا مہربان کون ہے؟

وہ پریشان ہو کر بولی۔ "تمھارے دماغ میں جتنی سوچ کی لہریں ہیں ان میں سے کوئی ایسی نہیں ہے جسے پڑھ کر میں دشمنوں کا نام اور پتا معلوم کر سکوں۔ بیٹے! انھوں نے تمھارے دماغ کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھال لیا ہے۔ جسے تم مہربان کہہ رہے ہو، وہ ہرگز تمھارا دوست اور ہمدرد نہیں ہے۔"

"ماما! پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتیں۔ آپ ہر اک کو دشمن نہ سمجھا کریں۔ میرا یہ مہربان واقعی مہربان ہے۔"

"اگر واقعی ایسا ہے تو اسے مجھ سے گفتگو کرنے کو کہو۔"

"وہ آپ کو اپنے دماغ میں بلانے والا ہے مگر ابھی کسی معاملے میں بے حد مصروف ہے۔ اس نے مجھے یقین دلایا ہے کہ اس کے اور میرے والدین کے درمیان بہت ہی مستحکم دوستی ہوگی۔"

"تم چاہو اور اسے مجبور کرو تو جلد از جلد دوستی ہو سکتی ہے۔ کیا تم میرے پاس آنا نہیں چاہتے؟"

"وقت آنے پر میں آؤں گا، یا آپ کو کہیں بلا کر ملاقات کروں گا لیکن میں چار دیواری میں نہیں رہنا چاہتا۔ دنیا دیکھنا چاہتا ہوں۔ مجھے امید ہے، آپ اعتراض نہیں کریں گی۔"

"تمھارا دماغ کچھ عجیب سا ہو گیا ہے۔ تمھیں میرے اعتراض کا بھی خیال ہے، تم میرے فرماں بردار بیٹے بھی ہو، اور دوسری طرف دشمنوں کی تمام باتیں چھپا رہے ہو۔ اگر اتنا معلوم ہو جائے کہ تم کس ملک کے کس علاقے میں ہو تو میں خود ہی وہاں پہنچ کر دشمنوں کو دوست بنا لوں گی۔ وہ نہیں بننا چاہیں گے تو انھیں خاک میں ملا کر تمھیں وہاں سے لے آؤں گی۔"

"شاید آپ کے ایسے ہی خیالات کی وجہ سے میرا مہربان محتاط ہے۔ وہ نادان بچہ نہیں ہے کہ خود کو خاک میں ملانے کے لیے آپ کو یہاں تک پہنچنے کا موقع دے۔ بائی دی وے، ہم کافی طویل گفتگو کر چکے ہیں۔ مجھے اجازت دیجیے۔ اب آپ سے کل باتیں ہوں گی۔"

"کل کیوں؟ میں تمھاری ماں ہوں۔ جب چاہوں تمھارے پاس آ سکتی ہوں۔"

"خیریت معلوم کرنے کے لیے دن میں ایک بار آنا کافی ہے۔ اچھا خدا حافظ۔ آپ کے لیے بہت سی محبتیں۔ کل رابطہ قائم ہوگا۔"

"ٹھہرو، تم کیسے بیٹے ہو، تم نے پاپا کی خیریت دریافت نہیں کی۔ وہ اسپتال میں ہیں۔ تمھارا بھائی پارس اغوا کیا گیا ہے۔ ابھی بہت سی باتیں کرنے کو رہ گئی ہیں۔"

"آپ اتنی دیر فضول باتیں کرتی رہیں، میرے باپ اور بھائی کو نظر انداز کر دیا۔ بہرحال، پاپا کی دیکھ بھال آپ کرتی ہی ہوں گی۔ رہ گیا پارس تو وہ سو شیطانوں کا ایک شیطان ہے۔ اسے اغوا کرنے والے پچھتا رہے ہوں گے۔ میں اس کی طرف سے مطمئن ہوں۔ خدا حافظ ماما!"

اس نے سانس روک لی۔ ماں پھر باہر آ گئی۔ اسے غصہ بہت جلد آ تا تھا۔ بیٹے کے اس رویے نے پھر غصہ دلایا مگر وہ دل کو سمجھانے لگی، بیٹا مجبور ہے۔ کسی نے اس پر تنویمی عمل کیا ہے۔ عمل کرنے والے کا یہ بھی احسان ہے کہ اس نے ماما کو اس کے ذہن سے نہیں بھلایا۔ اگر بھلا دیتا تو وہ اس کا کیا بگاڑ لیتی؟

اسے جناب شیخ الفارس صاحب کی باتیں یاد آئیں۔ انھوں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا، جانا چاہتی ہو تو بیٹے کے پاس جاؤ۔ مگر کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا۔

واقعی کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوا تھا۔ صرف بیٹے کی خیریت معلوم ہوئی تھی مگر اسے دشمنوں کی قید سے واپس لے آنے کے مقصد میں کامیابی نہیں ہوئی تھی اور کامیابی تو دور کی بات ہے۔ بیٹے نے دشمنوں کی نشاندہی تک نہیں کی تھی۔ بیٹا اب رسمی طور پر اپنا تھا، ورنہ پرایا ہو چکا تھا۔

پارس نے صبح سات بجے بیدار ہونے کے لیے دماغ کو ہدایت دی تھی لیکن فائرنگ کی آواز سن کر آنکھ پہلے ہی کھل گئی تھی۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ سلاخوں کے دوسری طرف، ہوسٹس کمی کارمن بھی بیدار ہو گئی تھی۔ وہ بولی۔ "صبح ہو گئی ہے، میں گہری نیند میں تھی لیکن باہر مردوں اور عورتوں کا شور کچھ زیادہ ہی ہے جیسے وہ آپس میں لڑ رہے ہوں، رہ رہ کر فائرنگ کی آوازیں بھی آ رہی ہیں۔ یہ باہر کیا ہو رہا ہے؟"

پارس کان لگا کر سن رہا تھا۔ اس نے کہا۔ "یہاں کی عورتیں اور مرد صبح کی ورزش کر رہے ہیں۔ جوڈو اور کراٹے کی مشقیں بھی ہو رہی ہیں۔ دور کہیں نشانہ بازی کی بھی مشقیں جاری ہیں۔ فائرنگ کی آوازیں وہیں سے آ رہی ہیں۔"

کمی کارمن ایک کرسی پر چڑھ کر روشندان کے باہر دیکھنے لگی پھر پلٹ کر بولی۔ "تم نے آوازوں کا درست تجزیہ کیا ہے۔ واقعی باہر سیکڑوں عورتیں اور مرد مختلف ٹولیوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ جوڈو کراٹے سیکھ رہے ہیں یا سکھا رہے ہیں۔"

چار مسلح افراد وہاں آئے۔ انھوں نے آہنی دروازوں کا تالا کھولا تاکہ وہ باتھ روم جا کر غسل وغیرہ سے فارغ ہو جائیں۔ پارس نے ایک شخص سے پوچھا۔ "کوئلی گراہم کہاں ہے؟"

اس شخص نے غصے سے دیکھ کر اسٹین گن کے ذریعے باتھ روم کی طرف اشارہ کیا۔ پارس نے کہا۔ "تم اپنی آواز سنانا نہیں چاہتے، کوئی بات نہیں لیکن لکھ کر تو جواب دے سکتے ہو۔ اگر جواب دینے کے لیے منع کیا گیا ہے تو اپنے افسر سے اجازت لے کر آؤ۔ میں یہ معلوم کر کے رہوں گا کہ کوئلی کہاں ہے؟ اگر نہ بتایا گیا تو میں غسل وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد ہنگامہ شروع کر دوں گا۔ مجھے صرف مسز سلمان ہی آ کر ہنگاموں سے باز رکھ سکتی ہیں۔" یہ کہہ کر وہ ایک باتھ روم میں چلا گیا۔ کمی دوسرے میں چلی گئی۔

وہ دونوں غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر باتھ روم سے باہر آئے۔ ان کے لیے ناشتے اور چائے کی دو ٹرے آئی تھیں۔ ایک ٹرے پر تہ کیا ہوا کاغذ تھا۔ پارس نے اسے کھول کر پڑھا۔ افسر نے لکھا تھا۔ "مسٹر پارس! تمھیں اور کمی کارمن کو اے کلاس میں رکھا گیا ہے۔ کوئلی عام قیدیوں کے ساتھ ہے۔ امید ہے تمھاری تسلی ہو گئی ہوگی۔"

پارس وہ کاغذ کمی کو دے کر ناشتے میں مصروف ہو گیا۔ کمی نے اسے پڑھ کر ایک طرف پھینک دیا پھر بولی۔ "کوئلی کے لیے کچھ کرنا چاہتے ہو؟"

"اس کے لیے کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔ میں صرف معلوم کرنا چاہتا تھا کہ اسے زندہ رکھا گیا ہے یا غیر ضروری سمجھ کر مار دیا گیا ہے۔"

"اس طرح کیا معلوم کرنا چاہتے ہو؟"

"یہی کہ وہ غیر ضروری نہیں ہے، اسے زندہ رکھا جائے گا۔ وہ سپر ماسٹر کے شعبے میں بہت اہمیت رکھتی ہے۔"

"تم نے کوئی رائے قائم کی کہ ان دہشت گردوں کے کیمپ کے پیچھے کس کا ہاتھ ہے اور وہ خیال خوانی کرنے والا کون ہو سکتا ہے؟"

"ہاں ایک اندازہ ہے۔ سپر ماسٹر نے خاموشی اختیار کر لی ہے لیکن وہ خاموش نہیں ہے، ایک نیا پُراسرار خیال خوانی کرنے والا بن کر اس نے مجھے اس جزیرے میں پہنچا دیا ہے۔"

"تم عجیب چونکا دینے والی بات کر رہے ہو۔ سپر ماسٹر ایسا کیوں کرے گا؟"

"اس نے میرے پاپا سے وعدہ کیا تھا کہ چوبیس گھنٹے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

بعد میرے بھائی پارس علی تیمور کو رہا کرے گا۔ کل رات معلوم ہوا کہ سلمان رازی، علی تیمور کو اغوا کرنے گیا ہے' جیسے یہ بچوں کا کھیل ہو۔ کیا سپر ماسٹر کی قید سے کسی کو نکال کر لایا جاسکتا ہے؟

"بہت مشکل ہے بلکہ تقریباً ناممکن ہے۔"

"ہمیں آج یہاں معلوم ہوگا کہ سلمان رازی میرے بھائی کو اس کی قید سے نکال لایا ہے۔"

"کیا واقعی؟"

"تم جلد ہی سُن لوگی اور تسلیم کروگی کہ سلمان رازی کے لیے سپر ماسٹر کا قید خانہ باپ کا گھر ہوگیا ہے۔ وہ گیا اور باپ کے گھر سے میرے بھائی کو یہاں لے آیا۔ سپر ماسٹر بعد میں اپنی مسلسل خاموشی کی وجہ یہ بتا سکتا ہے کہ کسی دشمن نے اسے زخمی کر دیا تھا اور وہ خیال خوانی کرنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ اُسے زخمی کرنے والا پارس علی تیمور کو اغوا کر چکا ہے، یعنی جب پارس علی تیمور، سپر ماسٹر کی قید میں نہیں ہوگا تو میرے پاپا اس سے رہائی کا مطالبہ کیسے کریں گے؟"

"لیکن کسی نئے پُراسرار خیال خوانی کرنے والے کا وجود کون تسلیم کرے گا؟"

"تم شاید نہیں جانتیں، سات ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے جن میں سپر ماسٹر، ڈینی دانیال اور ایک نامعلوم شخص زندہ ہیں' باقی چار مر چکے ہیں۔ اس نامعلوم شخص کے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ اسی نے ہم دونوں بھائیوں کو اغوا کر کے کہیں قید کر رکھا ہے۔"

"یہ بڑا پیچیدہ ڈراما ہے مگر سمجھ میں آتا ہے' سپر ماسٹر تم دونوں بھائیوں کے اغوا کے الزام سے بچنے کے لیے ایسا کر رہا ہے۔"

چار مسلح افراد نے آکر پارس سے کہا: "ناشتا بہت ہو چکا' اب اُٹھو۔"

پارس اُٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ کمّی نے پوچھا: "اسے کہاں لے جا رہے ہو؟"

ایک شخص نے آہنی دروازہ کھول کر اسٹین گن سے کمّی کو دھکا دیتے ہوئے کہا: "یہاں قیدیوں کے سوالوں کے جواب نہیں دیے جاتے' چلو۔"

اسے اندر پہنچا کر آہنی دروازے کو مقفل کر دیا گیا۔ پارس اسٹین گن کے نرغے میں باہر آیا۔ اسے ایک جیپ میں بٹھایا گیا۔ پھر وہ جیپ ایک طرف چل پڑی۔ آگے پیچھے بھی گاڑیاں تھیں۔ انھیں اندیشہ تھا کہ وہ دو چار مسلح افراد کو ختم کر کے فرار ہو سکتا ہے۔ وہ ایک جزیرے میں تھے۔ فرار ہو کر وہ سمندر میں ڈوبنے نہیں جاسکتا تھا۔ ان کے اندیشوں سے ظاہر تھا کہ ہونے کے لیے ساحل پر موٹر بوٹ اور دوسری کشتیاں ایک آدھ ہیلی کاپٹر ہے۔ دشمن بہت چالاک ہو سکتا ہے لیکن اپنی حماقتوں سے فرار کا راستہ ہموار کر رہے تھے۔

ایک پختہ مکان کے سامنے گاڑیاں رُک گئیں۔ آدمی اسے گاڑی سے اُتار کر ایک بڑے سے کمرے میں لے گئے۔ پھر انھوں نے باہر جا کر دروازے کو بند کر دیا۔ وہ کمرا سے خالی تھا۔ صرف ایک بستر اور دو کرسیاں تھیں۔ میں دیر نہیں لگی کہ اس بستر پر اُسے لٹا کر تنویمی عمل کیا جائے گا۔ وہ آرام سے ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

بند کمرے میں کسی کی آواز اُبھرنے لگی۔ آواز بھاری بھر کم اور گونجتی ہوئی سی تھی کہ سُن کر ہیبت طاری ہوتی تھی۔ وہ نرمی سے بول رہا تھا لیکن آواز گرجتی محسوس ہوتی اور دل کو دھڑکاتی تھی۔ پارس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو اس کی تابعداری میں جھکتا چلا جاتا۔ ایسی شیطانی آواز اور لہجہ آسانی سے کسی کو بھی اپنا معمول اور تابع فرمان بنا لیتا ہے۔

وہ کہہ رہا تھا: "اے نوجوان! تو سوچ رہا ہے دماغ میں سوچ کی لہروں کو سُن رہا ہے؟ اگر سُن رہا ہے بڑی اچھی بات ہے۔ تیرے ذریعے تیرا باپ بھی میری سُن رہا ہوگا۔ میں اُس سے پوچھنا چاہتا ہوں، ایک معصوم کے دماغ میں قبضہ جما کر اس سے شرابی کی ایکٹنگ کرا اسے مدہوش رکھنے میں کیا مصلحت ہے؟ وہ اس کیا مقصد حاصل کرنا چاہتا ہے؟"

پارس سمجھ گیا، یہ بات یاسمینہ کے متعلق کہی جا رہی ہے۔ پچھلی رات اس کے زہر کی ایک ذرا سی مقدار یاسمینہ کو بے خود کر دیا ہوگا۔ بے خودی میں نہ جانے کیا کہتی اور کرتی رہی ہوگی۔ وہ لوگ سمجھ رہے تھے، فرہاد اس لڑکی کے دماغ میں جگہ بنالی ہے۔

کمرے میں اُبھرنے والی آواز نے پوچھا: "تو جواب نہیں دیتا؟ خاموش کیوں ہے؟ میں فرہاد علی تیمور سے کے بیٹے کے ذریعے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

پارس اطمینان سے کرسی پر خاموش بیٹھا رہا۔ اس لیے لہجے میں کہا: "پارس! میں تجھ سے مخاطب ہوں۔ کیا تیرا باپ نہیں ہے؟"

اس نے جواب نہیں دیا۔ وہ آواز گرجنے لگی۔ اُس کی سے پورا کمرا جیسے جھنجھنا رہا تھا: "میں تجھے حکم دیتا ہوں جواب دے۔ جواب دے۔ میری ایک آواز پر مُردے بھی

پڑتے ہیں۔ تو بھی بولے گا۔ بول، بول! میری بات کا جواب دے۔"

پارس سامنے والی کرسی پر پاؤں پھیلا کر اور زیادہ آرام سے بیٹھ گیا۔ ایک منٹ کے اندر ہی ایک اندرونی دروازہ کھلا۔ یاسمینہ کی ماں تیزی سے چلتی ہوئی آئی۔ وہ بہت غصے میں تھی۔ پارس جلدی سے اُٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ وہ ڈانٹ کر بولی: "تم سے جو پوچھا جا رہا ہے، اس کا جواب کیوں نہیں دیتے؟"

اس نے پوچھا: "کیا وہ پوچھنے والا پردہ کرتا ہے؟"

"وہ سامنے آئے گا تو تم دہشت سے بولنا بھول جاؤ گے۔"

"جن ماؤں نے میری پرورش کی انھوں نے بچپن میں کسی بھوت سے نہیں ڈرایا' تم جوانی میں ڈرا رہی ہو۔ بہرحال' جو سامنے آکر بولے، میں اسی کی بات کا جواب دیتا ہوں۔"

اس نے چند لمحوں تک اسے گھور کر دیکھا پھر بولی۔

"میں تمھارے سامنے بول رہی ہوں۔ اپنے باپ سے کہو کہ مجھ سے باتیں کرے۔"

"کل سے میری یہی دعا ہے کہ پاپا میرے پاس آئیں' مگر افسوس کہ میری دعا قبول نہیں ہو رہی ہے۔"

"تمھارے اس جھوٹ کو ایک نادان بھی تسلیم نہیں کرے گا۔"

"کیا میں ایک نادان سے باتیں کر رہا ہوں؟"

"یو شٹ اپ! کل رات میری بیٹی کے ساتھ کیا ہوا تھا؟"

"تم ہی بتانے کی زحمت کرو، کیا ہوا تھا؟"

"وہ مدہوش ہوگئی تھی' جیسے بہت زیادہ نشہ کیا ہو۔"

"میں نے یاسمینہ سے مختصر سی ملاقات کی ہے۔ وہ ایک سیدھی اور صاف دل کی لڑکی ہے۔ ایسی لڑکیاں کبھی نشہ نہیں کرتیں۔ پھر وہ مدہوش کیسے ہو سکتی ہے؟"

"تم میرا ہی سوال مجھ سے پوچھ رہے ہو۔"

"یہ ایسا سوال ہے جس کا جواب ایک ماں ہی دے سکتی ہے۔ تم ایک جہاں دیدہ عورت ہو، پتا نہیں کتنے بچوں کی ماں ہو۔ ذرا عقل سے سوچو، ایک جوان لڑکی کے ساتھ کیا ہو سکتا ہے۔"

وہ پریشان ہوگئی۔ آخر ماں تھی۔ سر جھکا کر سوچنے لگی۔ پارس نے کہا: "میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر سچ کہتا ہوں... پاپا سے میرا کوئی رابطہ نہیں ہے۔ یقیناً وہ بیمار ہوں گے۔ تمھاری پشت پر جو خیال خوانی کرنے والا ہے، اُس سے کہو، میرے دماغ میں آئے، وہ نہیں آسکے گا۔ میرے بھائی علی تیمور سے میرا دماغ مختلف ہے۔ پاپا نے تنویمی عمل کے ذریعے ایسی گرہ باندھ دی ہے کہ میری ماما اور انکل آمر بھی میرے دماغ میں نہیں آسکتے۔ کوئی بھی آنا چاہے گا تو میں بے اختیار سانس روک لوں گا۔ میں خود کوشش کروں کہ ماما وغیرہ دماغ میں آجائیں تو میری کوشش ناکام ہوگی۔ تم کسی تنویمی عمل کرنے والے سے کہو، وہ مجھے اپنا معمول بنا کر میرے اندر کی سچائی معلوم کرے۔ مختصر یہ کہ میں کسی بھی طرح تمھیں اپنی سچائی کا یقین دلانا چاہتا ہوں۔ اور یہ صرف اس لیے کہ تم یاسمینہ کی ماں ہو۔ وہ بہت سنجی کھری اور معصوم سی لڑکی ہے، مختصر سی ملاقات میں میرے دل و دماغ پر چھا گئی ہے۔"

وہ سوچتی ہوئی نظروں سے پارس کو دیکھ رہی تھی پھر بولی: "کیا تم یاسمینہ کو دل سے چاہتے ہو؟"

"میں اسے ایمان سے چاہتا ہوں اور ایمان ہمیشہ سچ بولتا ہے۔ تم ذرا تفصیل سے بتاؤ، کل رات اسے کیا ہوا تھا؟"

"وہ تم سے بچھڑتے ہی بہکی بہکی باتیں کرنے لگی تھی۔ صرف تمھارے پاس جانے کے لیے مچل رہی تھی۔"

"کیا وہ کسی بھی چیز کو حاصل کرنے کے لیے ایسی ہی ضد کرتی ہے؟"

"ہرگز نہیں۔ میری دونوں بیٹیاں سنجیدہ اور متحمل مزاج ہیں، وہ ایسی ہی خواہش کرتی ہیں جو پوری ہو جائے۔ جو پوری نہ ہو اُسے نظر انداز کر دیتی ہیں۔"

"تو پھر ایک ہی بات میری سمجھ میں آتی ہے۔ مجھے اس سے ملنا نہیں چاہیے تھا۔ ہم نے مختصر سا وقت گزارا ہے مگر وہ اتنے پیار بھرے لمحات تھے جن کے چھین لیے جانے پر ایک نوجوان لڑکی ہسٹیریا میں مبتلا ہو سکتی ہے۔"

وہ دھپ سے کرسی پر بیٹھ کر بولی: "اوہ گاڈ! میں نے اس پہلو سے سوچا نہیں تھا۔ کل رات وہ اپنے آپ میں نہیں تھی۔ اُس کا دماغ اپنے قابو میں نہیں تھا۔"

"ٹھہرو۔ تم کہہ رہی ہو' اُس کا دماغ اپنے قابو میں نہیں تھا۔ ابھی وہ چھپ کر بولنے والا کہہ رہا تھا، میرے پاپا ایک معصوم لڑکی کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے شرابی اور مدہوش بنا رہے تھے۔ یہ بات دل کو لگتی ہے کہ یاسمینہ کا دماغ کسی نے اپنے قابو میں کر رکھا ہو۔ اس کا مقصد صاف ظاہر ہے' وہ مجھے اور میرے پاپا کو بدنام کرنا چاہتا ہے۔"

"تم کس کی بات کر رہے ہو، میں نہیں سمجھی؟"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"یہ سمجھنے اور غور کرنے کی بات ہے۔ یاسمینہ مجھ سے بچھڑتے ہی بہکی بہکی باتیں کرنے لگی۔ میرے پاپا کا ریکارڈ اس بات کا مستند ثبوت ہے کہ وہ کسی شریف لڑکی کے دماغ کو کبھی چوری سے نہیں پڑھتے، پھر بیٹا جس لڑکی کو چاہتا ہو، اُس کے دماغ میں کیسے جا سکتے ہیں! ایک غیرت مند باپ اپنی بہو جیسی لڑکی کے چور جذبوں کو اس کے اندر کبھی نہیں پڑھے گا اور نہ ہی اس معصوم کو کل کی طرح تماشا بنائے گا۔ میرے پاپا صرف ایسے دماغوں میں جاتے ہیں جن کے ذریعے اہم مقاصد پورے کیے جا سکیں۔ بہرحال میں اپنی اور پاپا کی صفائی میں زیادہ نہیں کہوں گا لیکن یہ بات سمجھ میں آگئی ہے کہ کوئی خیال خوانی کرنے والا یاسمینہ کے دماغ میں آتا ہے۔ وہ نہیں چاہتا کہ یاسمینہ میری محبت میں گرفتار ہو۔ وہ تمہیں یہ تاثر دینا چاہتا ہے کہ تمہاری بیٹی خیال خوانی کرنے والوں کے خاندان میں جائے گی تو اسی طرح دماغی مریضہ بن جائے گی۔"

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر فکر میں مبتلا ہو گئی۔ پارس نے کہا "ایسے وقت کوئی معقول بات سمجھ میں نہیں آتی۔ ابھی تمہارے لیے یہ سمجھنا ضروری نہیں ہے کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ اور ایسا کون کر رہا ہے؟ ایک ماں کی حیثیت سے پہلے بیٹی کا تحفظ کرو۔ میں اکثر باتیں وقت سے پہلے سمجھ لیا کرتا ہوں۔ اس کمرے کا ماحول اور پسِ پردہ بولنے والے کی آواز بتا رہی ہے کہ یہاں مجھ پر تنویمی عمل کیا جائے گا۔ میں یاسمینہ کی محبت میں تمہیں دانش مندانہ مشورہ دیتا ہوں، جتنی جلدی ہو سکے بیٹی پر تنویمی عمل کراؤ اور اس کے دماغ کو یوں مقفل کرا دو کہ میرے پاپا اور تمہارا کوئی خیال خوانی کرنے والا کبھی اس کے دماغ میں جگہ نہ پا سکے۔ مجھے یقین ہے، تم بیٹی کی حفاظت کے لیے فوراً یہ قدم اٹھاؤ گی۔"

وہ اچانک کرسی سے اُٹھ کر بولی "بیٹے! تمہاری باتیں دل کو لگتی ہیں۔ ٹھہرو، میں ابھی آتی ہوں۔"

وہ تیزی سے چلتی ہوئی کمرے سے باہر چلی گئی۔ پارس کرسی پر بیٹھ گیا۔ دوسرے کمرے سے باتیں کرنے کی دھیمی سی آوازیں آئیں پھر وہ آوازیں بلند ہو گئیں۔ یاسمینہ پوچھ رہی تھی "ممی! یہ پابندی کیوں ہے؟ میں اس سے کیوں نہیں مل سکتی؟"

"بیٹی! یہ پابندی شام تک اٹھالی جائے گی۔ تم اُس سے ضرور ملو گی۔ ابھی ہم اس کے ساتھ مصروف ہیں۔"

پارس تیزی سے اٹھ کر دروازے کے پاس آیا۔ یاسمینہ کہہ رہی تھی "پارس ابھی مصروف نہیں ہے۔ کمرے میں تنہا ہے۔ میں پانچ منٹ کے لیے اُس کے پاس جا سکتی ہوں۔"

پارس دروازہ کھول کر اُن کے سامنے آگیا۔ یاسمینہ [illegible] دیکھتے ہی خوشی سے چیخ پڑی۔ دوڑتی ہوئی آکر متناطیس [illegible] اس کمرے میں اس کی ماں کے ساتھ ایک لمبا تڑنگا پہلوان [illegible] شخص بیٹھا تھا۔ اس کا چہرہ اور آنکھیں دیکھ کر پتا چلتا تھا کہ [illegible] تنویمی عمل میں مہارت حاصل ہو گی۔ پارس نے یاسمینہ کو ایک [illegible] لے جا کر کہا "تم یہاں کھڑی رہو۔ میں جو سوال کروں اُس کا جواب دو۔ میں نے پہلی ملاقات میں سمجھ لیا ہے، تم جھوٹ نہیں [illegible] ہو، خصوصاً مجھ سے کبھی جھوٹ نہیں بولو گی۔"

"میں جھوٹ بولنے سے پہلے مر جاؤں گی۔"

وہ اُس سے دُور جا کر بولا "تمہاری ممی نے بتایا ہے تم کسی بات کی ضد نہیں کرتیں۔"

وہ بولی "ممی درست کہتی ہیں۔"

"تمہاری ممی اور پاپا نے تمہیں یقین دلایا ہے کہ ایک دن ہم دونوں جیون ساتھی بنیں گے اور تمہیں اپنے والدین پر پورا بھروسا ہے؟"

"ہاں، مجھے اُن پر پورا بھروسا ہے، پھر تمہاری محبت نے بھی یقین دلایا ہے، ہم ضرور جیون ساتھی بنیں گے۔"

اس کی ماں اور وہ شخص پوری توجہ سے پارس کو دیکھ رہے تھے اور اس کی باتیں غور سے سُن رہے تھے۔ وہ بولا "یاسمینہ! اب اپنے اندر جھانک کر خوب سوچ سمجھ کر جواب دو، کیا تمہارے اندر یہ خیال ایک شدید خواہش بن کر مجبور کرتا ہے کہ تم بھاگ کر میرے پاس چلی آؤ؟"

"ہاں، میرے اندر بار بار یہ خواہش پیدا ہوتی ہے۔"

پارس نے اچانک سخت لہجے میں کہا "یہ خواہش نہیں، پرائی سوچ کی لہریں ہیں جو تمہیں میرے پاس آنے پر مجبور کرتی ہیں۔ تم اپنے والدین کی سعادت مند بیٹی ہو۔ ان سے چھپ کر کوئی ایسا قدم نہیں اٹھا سکتیں جس سے ان کے دلوں کو ٹھیس پہنچے۔ اس کے باوجود وہ سوچ کی لہریں والدین پر تمہارے اعتماد کو کمزور بنا رہی ہیں۔ تمہارے صبر و تحمل کو ختم کر رہی ہیں۔ تم اپنے اندر جھانک کر خود سے سوال کرو، جب ہمارے جیون ساتھی بننے پر والدین کو اعتراض نہیں ہے اور تمہیں مجھ پر بھروسا ہے تو پھر تمہارے اندر دوائی کون شیطان پیدا کر رہا ہے؟"

وہ دونوں ہاتھوں سے چہرے کو ڈھانپ کر کھڑی رہی پھر بولی "ہاں، میں سوچتی ہوں، مجھے مناسب وقت کا انتظار کرنا چاہیے لیکن یہ سوچنے کے باوجود میرے اندر آپ [illegible] سے ملنے کی تحریک پیدا ہوتی ہے۔"

"اور تم اس تحریک پر قابو پا نہیں سکتیں، کیوں کہ پرائی سوچ کی لہریں تمہارے دماغ پر حاوی ہو جاتی ہیں۔ کل رات تمہاری ممی تمہیں اپنے قابو میں نہ رکھتیں تو وہ خیال خوانی کرنے والا تمہیں مدہوش کر کے میرے پاس پہنچا دیتا اور تمہارے والدین پر یہ ثابت کر دیتا کہ میرے پاپا نے ایک معصوم لڑکی کی عزت کی دھجیاں اُڑانے کے لیے اُسے میرے پاس پہنچا دیا ہے۔ میرے پاپا ایسی گندی اور گھناؤنی حرکت کبھی نہیں کر سکتے۔ جو ایسی ناپاک سازش کر رہا ہے، میں اس پر تھوکتا ہوں۔"

یاسمینہ کی ماں کے پاس بیٹھا ہوا شخص اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ اٹھنے پر اس کا پہاڑ جیسا ڈیل ڈول اور واضح ہو گیا۔ جب وہ بولا تو پتا چلا، اسی شخص کی آواز دوسرے کمرے میں گونج رہی تھی۔ اس نے پارس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "واقعی تمہاری باتیں دل کو لگتی ہیں۔ مجھے سلمان رازی کہتے ہیں۔"

پارس نے چونک کر کہا "اوہ مسٹر رازی! تم سے مل کر بے حد خوشی ہو رہی ہے۔ اگر میری کوئی اچھائی تمہیں پسند آئی ہے تو اس کے صلے میں فوراً بتاؤ، میرے بھائی کو یہاں لانے میں کامیابی ہوئی ہے یا نہیں؟"

وہ مسکرا کر بولا "سلمان رازی کی زندگی میں ناکامی ہمیشہ ناکام رہتی ہے۔ میں علی تیمور کو لے آیا ہوں، تم اس سے شام کو مل سکو گے، تم دونوں بھائی آج رات کا کھانا ہمارے گھر میں میری فیملی کے ساتھ کھاؤ گے۔"

"تمہاری محبت کا بہت بہت شکریہ۔"

سلمان رازی نے کہا "لیکن بیٹے! اس سے پہلے میں اپنے اطمینان کے لیے تم پر تنویمی عمل کرنا چاہتا ہوں۔"

"میں یاسمینہ کے والدین کو مطمئن کرنے کے لیے کسی بات سے انکار نہیں کروں گا لیکن ایک بات بتا دوں، میں فولادی مزاج رکھتا ہوں، کوئی مجھے آسانی سے اپنا معمول نہیں بنا سکتا۔ اگر آپ کامیاب ہونا چاہتے ہیں تو مجھے اعصابی کمزوری کی دوا کھلائیں یا انجکشن لگائیں۔"

سلمان رازی حیرانی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ بیگم رازی نے آگے بڑھ کر کہا "میں تو پارس پر ایمان لے آئی ہوں، دیکھو رازی! یہ ہمارے لیے کتنا سچا ہے۔ اپنی مرضی سے تمہارا معمول بننے کے لیے اعصابی کمزوریوں میں مبتلا ہونے کو تیار ہے۔ کیا اس طرح کوئی جان بوجھ کر اپنا دل اور دماغ کسی کے حوالے کر سکتا ہے؟"

سلمان رازی نے کہا "بیٹے! تم نے الجھن میں ڈال دیا ہے۔ آخر ہم میں ایسی کیا بات ہے کہ تم اپنا دماغ میری مٹھی میں دینے کو تیار ہو؟"

پارس نے یاسمینہ کو دیکھا، وہ بڑی محبت سے مسکرا رہی تھی۔ وہ بولا "کسی کو دوستی اور محبت کا ثبوت پیش کرنے کے لیے برسوں لگ جاتے ہیں لیکن یہاں یاسمینہ سے ملتے ہی ثبوت مل گیا کہ تم میرے دشمن نہیں ہو، اگر دشمنی کرو گے تب بھی مجھے نقصان نہیں پہنچاؤ گے کیوں کہ دشمن خواہ کتنا ہی شیطان صفت ہو، وہ اپنے داماد کو کبھی نقصان نہیں پہنچاتا۔"

دونوں میاں بیوی بے اختیار واہ واہ کرنے لگے۔ یاسمینہ آکر اپنے محبوب کے بازو سے لگ گئی۔ اس کے باپ نے کہا "میں نے انسانوں اور شیطانوں کی بہت دنیا دیکھی ہے۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں، تمہارے جیسا ذہین نوجوان پہلی بار دیکھ رہا ہوں۔ تم نے ہم پر اعتماد کرنے کے لیے جو اہم نکتہ بیان کیا ہے، اس سے زیادہ ٹھوس اور مدلل بات ہو ہی نہیں سکتی۔ ایک بات بتاؤ، تمہارے پاپا کو اعتراض تو نہیں ہو گا؟"

"میں جو بات کہہ چکا ہوں، اس کی بنیاد پر پاپا سے بہ آسانی دوستی ہو جائے گی لیکن مجھ پر تنویمی عمل کے بعد بھی دماغ کو اس حد تک آزاد رکھنا کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے مجھ سے رابطہ قائم کر سکیں۔ اگر یہ رابطہ ختم ہو گا تو وہ تمہیں دشمن سمجھیں گے۔"

"میں تسلیم کرتا ہوں۔ میرے تنویمی عمل کے بعد باپ بیٹے کے درمیان ہمیشہ دماغی رابطہ قائم رہے گا۔"

"اب میری ایک خواہش ہے۔"

"ہم تمہاری ہر خواہش پوری کریں گے۔ بولو کیا چاہتے ہو؟"

"میں چاہتا ہوں، آپ یاسمینہ کے دماغ کو لاک کر دیں تاکہ کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا اُس کے دماغ میں نہ آئے۔"

"بیٹے! یہ تو تم ہمارے ہی فائدے کی بات کہہ رہے ہو۔ میں ابھی اس کے دماغ کو بھی لاک کروں گا۔"

سلمان رازی نے ایک ماتحت کو حکم دیا، وہ اعصابی کمزوری کے لیے ایک انجکشن تیار کر کے لے آیا۔ پارس نے یاسمینہ کے پاس آکر اس کے ایک ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں لیا پھر کہا "شام کو ہماری ملاقات ہو گی۔ اپنے دماغ میں کسی شیطان کو آنے نہ دینا۔"

اس نے گورے گلابی سے ہاتھ کو بوسہ دیا پھر دوسرے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کمرے میں آکر بستر پر لیٹ گیا۔ سلمان رازی نے اس کے ایک بازو میں انجکشن لگایا۔ پھر قریب ہی ایک کرسی پر بیٹھ کر ردِ عمل دیکھنے لگا۔ ذراسی دیر میں پارس اپنی آنکھوں سے یہ تاثر دینے لگا جیسے بہت کمزوری محسوس کر رہا ہو۔ سلمان رازی نے اس کی نبض تھام لی۔ نبض کی رفتار اور دل کی دھڑکنوں کا تعلق انسان کی سانسوں سے ہے۔ سانس رُک جائے تو نبض اور دل دونوں تھم جاتے ہیں۔ جو لوگ سانس روکنے کے ماہر ہوتے ہیں، وہ سانسوں کی کمی بیشی سے نبض کی رفتار کو بھی سُست، تیز یا نارمل رکھنے کا ہنر جانتے ہیں۔ سلمان رازی نے اس کی نبض کو سُست پایا اور یقین کر لیا کہ پارس اعصابی کمزوری میں مبتلا ہو چکا ہے۔

وہ بستر کے پاس آکر کھڑا ہو گیا۔ پارس نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہی نظریں نیچی کر لیں۔ وہ بھاری بھر کم، تحکمانہ لہجے میں بولا "نظریں اٹھاؤ اور میری آنکھوں میں دیکھتے رہو۔"

اس نے آہستہ آہستہ نظریں اٹھائیں پھر یوں ساکت ہو گیا جیسے سلمان رازی کی مقناطیسی آنکھوں میں ڈوب چکا ہو۔ وہ گونجتی ہوئی سرگوشی میں بول رہا تھا "تم میری آنکھوں میں دیکھو گے اور ان آنکھوں کے سوا کہیں نہیں دیکھو گے۔ تمہارے کان صرف میری آواز سُنیں گے' دنیا کی کوئی آواز تمہارے کانوں میں نہیں جائے گی۔ یہ دنیا تمہاری نظروں سے اوجھل ہو چکی ہے۔ تمہاری محدود دنیا میں صرف میری آنکھیں ہیں اور میری آواز ہے۔"

وہ تھوڑی دیر تک رُعب اور دبدبے سے بولتا رہا پھر اُس نے آنکھیں بند کرنے کا حکم دیا۔ پارس نے آہستہ آہستہ آنکھیں بند کر لیں۔ وہ کہہ رہا تھا "تم سو رہے ہو، مگر تنویمی نیند سو رہے ہو۔ تمہارا دماغ میری آواز سننے اور میرے احکامات قبول کرنے کے لیے بیدار رہے گا۔"

وہ خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر تک پارس کو دیکھتا رہا۔ اسی لمحے پارس نے اپنے دماغ میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا پھر ایک دم سے ہڑبڑا کر اُٹھ گیا۔ بڑی کمزوری ظاہر کرتے ہوئے گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ سلمان رازی نے پوچھا "کیا ہوا؟"

وہ نڈھال سا ہو کر بولا "کوئی میرے دماغ میں آیا تھا۔"

"کیا تم تنویمی عمل کے زیرِ اثر نہیں تھے؟ کیا ٹرانس میں نہیں آئے تھے؟"

وہ نڈھال سا ہو کر پھر لیٹ گیا۔ کمزور سی آواز میں کہنے لگا "میں نیند میں تھا۔ مجھے تمہاری صورت اور مُورت سے زیادہ تمہاری آنکھیں نظر آرہی تھیں۔ شاید تم نے کچھ کہا بھی تھا۔ میں نے تمہاری آواز سُنی تھی۔"

"بے شک تم ٹرانس میں آگئے تھے۔ اوہ خدایا! میری اتنی محنت برباد ہو گئی۔ تمہارے دماغ میں کون آیا تھا؟"

"میں نہیں جانتا۔ اتنا جانتا ہوں کہ میرا دماغ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتا ہے اور بے اختیار میں سانس روک لیتا ہوں۔ اگر نیند میں رہوں تو چونک کر اٹھ جاتا ہوں۔"

"تمہیں اعصابی کمزوری کا انجکشن لگایا گیا ہے۔ اس سے دماغ بھی کمزور ہو جاتا ہے۔ پھر دماغ نے پرائی سوچ کی لہروں کو کیسے محسوس کیا؟"

"میں بہت کمزوری محسوس کر رہا ہوں۔ میرا حلق خشک ہو رہا ہے۔ مجھے کچھ پینے کے لیے دو۔"

سلمان رازی نے کمرے سے باہر جا کر دودھ اور اوولٹین لانے کا حکم دیا پھر اندر آگیا۔ اس سے بولا "میری بات کا جواب دو۔"

پارس نے ایک گہری سانس لے کر یوں اٹکتے ہوئے کہا جیسے سچ مچ حلق خشک ہو رہا ہو...... "میں تفصیل سے نہیں بتا سکتا کہ پاپا نے مجھ پر کیسا عمل کیا ہے اور کس ٹیکنیک سے میرے دماغ کو فولاد بنا دیا ہے۔ میرا دماغ ہزار کمزوریوں کے باوجود دوسروں کی موجودگی کو سمجھ لیتا ہے۔ تم اس بات کو یوں سمجھ سکتے ہو کہ تمہارا معمول ٹرانس میں آنے کے بعد اس لیے تمہاری ہر بات مان لیتا ہے کہ اس کا دماغ کمزور ہو جاتا ہے۔ تم اس سے کہتے ہو، وہ صرف تمہاری آواز سُنے اور دنیا کی تمام آوازوں سے بہرا ہو جائے۔ وہ سچ مچ عمل کے دوران دنیا کی کوئی آواز نہیں سنتا لیکن عمل کے دوران کوئی تیسرا مداخلت کرے تو تنویمی نیند ٹوٹ جاتی ہے۔"

سلمان رازی نے تائید میں سر ہلایا۔ "تنویمی عمل ایسی جگہ کیا جاتا ہے جہاں مکمل خاموشی ہوتی ہے اور کوئی مداخلت کرنے والا نہیں ہوتا۔ اُن لمحات میں معمول کا دماغ کمزور ہوتا ہے، اپنے عامل کی طرف جھکتا چلا جاتا ہے لیکن ذرا سی مداخلت سے چونک جاتا ہے۔"

پارس نے پوچھا "جب دماغ بیرونی مداخلت سے چونک جاتا ہے تو اندرونی مداخلت سے کیوں نہیں چونکے گا؟"

دروازے پر دستک ہوئی۔ سلمان رازی نے جا کر دروازہ کھولا' دودھ اور اوولٹین سے بھرا ہوا گلاس لیا پھر اسے پارس کو لا کر دیا اور ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ پارس نے دودھ پیتے ہوئے چور نظروں سے دیکھا۔ وہ سر جھکائے ہوئے تھا۔ اس کی خاموشی اور اس کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ اپنے دماغ میں کسی خیال خوانی کرنے والے سے باتیں کر رہا ہے۔

پھر وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر آہستہ آہستہ چلتا ہوا دوسری طرف گیا۔ ایک دیوار کے سامنے رُک گیا۔ دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کی پُشت پارس کی طرف تھی۔ معلوم ہوتا تھا' وہ کسی اہم مسئلے پر ٹیلی پیتھی جاننے والے سے بحث کر رہا ہے۔ اس نے ایک بار انکار میں سر ہلایا۔ شاید اسے کوئی بات پسند نہیں تھی۔ اس نے اپنا ایک ہاتھ اس انداز میں اٹھایا جیسے اپنی کوئی بات منوانا چاہتا ہو۔ پھر اس نے اُٹھے ہوئے ہاتھ کی مُٹھی باندھ لی جیسے کوئی بات ناقابلِ برداشت ہو اور وہ برداشت کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔

پھر اچانک ہی اس کمرے میں زلزلہ سا آگیا۔ اس نے دیوار پر ایک گھونسا مارتے ہوئے شیر کی طرح دہاڑتے ہوئے کہا "یو شٹ اَپ!" سوّر کے بچے! تم مجھے دھمکیاں دے رہے ہو۔ میں تمہارے جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو خاک میں ملا دوں گا۔ اب اچھی طرح سُن لو۔ اس لمحے سے تم میرے اور میری فیملی کے کسی ممبر کے دماغ میں نہیں آؤ گے۔ پہلے میں اس سے دو باتیں کر لوں گا پھر تم سے نمٹ لوں گا۔ چلو میرے دماغ سے نکل جاؤ۔ گیٹ آؤٹ۔"

سلمان رازی خاموش ہو گیا۔ یقیناً اُس نے سانس روک کر خیال خوانی کرنے والے کو بھگا یا ہو گا۔ وہ تھوڑی دیر تک مُٹھیاں بھینچے کھڑا رہا۔ پھر تیزی سے چلتا ہوا کمرے سے باہر چلا گیا۔ اس نے غصّے میں پارس کو یا تو بھلا دیا تھا یا اب تنویمی عمل سے بھی زیادہ اہم مسئلہ درپیش تھا۔ اس نے دوسرے کمرے میں آکر فون کا ریسیور اٹھایا، نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ قائم ہونے پر دوسری طرف سے بیگم سلمان رازی کی آواز سنائی دی۔ اس نے کہا "خانم! میری بات غور سے سنو اور بیٹیوں کو بھی سمجھا دو۔ اس لمحے سے تم ماں بیٹیاں کسی کو دماغ میں آنے نہیں دو گی۔"

وہ بولی "ہمارے دماغوں میں صرف ماسٹر زیرو آتا ہے۔"

"میں اُس زیرو کو سچ مچ زیرو بنا دوں گا۔ پارس کی ایک بات درست ہے۔ ابھی میں نے باتوں باتوں میں ماسٹر زیرو کے دل کی بات معلوم کر لی۔ یوں سمجھو، پارس کی رقابت میں اس نے دل کی بات کہہ دی کہ وہ یاسمینہ کو چاہتا ہے۔ چونکہ ہماری بیٹی اس کے مقابلے میں کم سِن ہے اس لیے وہ مناسب وقت کا انتظار کر رہا تھا۔ پارس کی آمد نے رقابت کی آگ بھڑکا دی۔"

خانم نے کہا "اس کا مطلب ہے، کل رات وہی کم بخت میری بچی کو پریشان کر رہا تھا۔"

"ہاں مگر وہ کل رات کی شیطانی حرکتوں کو تسلیم نہیں کر رہا ہے۔ مجھ سے کہہ رہا تھا، وہ یاسمینہ کو کسی غیر کے ساتھ ... برداشت نہیں کرے گا۔ وہ اس کا رشتہ مانگ کر ہم سے دوستی مضبوط کرنا چاہتا ہے۔ میں نے انکار کیا تو اُس نے دھمکی دی کہ وہ جب چاہے گا چٹکی بجا کر یاسمینہ کو حاصل کر لے گا۔"

"اوہ خدایا! اب کیا ہو گا۔ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔"

"تم رازی کی بیوی ہو کر خوف زدہ ہو۔ خدا کا شکر ادا کرو، ہم سب سانس روک سکتے ہیں۔ ہماری بیٹیاں اسی طریقے سے فی الحال محفوظ رہیں گی۔ میں اس سے نمٹنے جا رہا ہوں۔ بیٹیوں کو سختی سے تاکید کر دو، وہ کسی حال میں بھی ایک لمحے کے لیے اسے دماغ میں نہ آنے دیں۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ اپنے ماتحت کو بلا کر کہا۔ "ٹرانسمیٹر لاؤ اور جمشید کو یہاں بھیج دو۔"

وہ حکم کی تعمیل کے لیے چلا گیا۔ پارس سمجھ رہا تھا، بازی پلٹ رہی ہے۔ وہ بستر سے اٹھ کر دروازے پر آیا۔ اعصاب شکن انجکشن نے اس کا کچھ نہیں بگاڑا تھا۔ جب اس پر زہر اثر نہیں کرتا تھا تو بھلا دوائیں کیا خاک اثر کرتیں۔ پھر بھی وہ دروازے کا سہارا لے کر کمزوری ظاہر کرتے ہوئے بولا "مسٹر رازی! میں بہت کمزوری محسوس کر رہا ہوں۔ کیا تنویمی عمل نہیں کرو گے؟"

سلمان رازی نے اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ اس کے پاس آکر اسے اپنے سینے سے لگاتے ہوئے کہا۔ "تم میرے بیٹے ہو، جب تک کوئی مجبوری نہیں ہو گی، میں تم پر عمل نہیں کروں گا۔ ابھی میں آستین کے سانپ کو کچلنے کا بندوبست کر رہا ہوں۔"

اس کا ماتحت ٹرانسمیٹر لے آیا۔ جمشید نے آکر اسے سیلوٹ کیا۔ سلمان رازی نے ماتحت سے کہا "پارس کے لیے تازہ پھل لے آؤ۔"

وہ چلا گیا۔ سلمان رازی نے پارس سے ایک صوفے پر بیٹھنے کے لیے کہا پھر جمشید سے مخاطب ہوا "میرے جتنے وفادار یوگا کے ماہر ہیں یا حساس دماغ رکھتے ہیں انہیں فوراً حکم دو کہ ماسٹر زیرو کو دماغ میں ایک ساعت کے لیے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

بھی نہ آنے دیں۔ اور جو مسلح وفادار سانسوں پر قابو پانا نہیں جانتے ان سب سے ہتھیار لے کر اسلحہ خانے میں لاک کر دو۔ جاؤ مجھے پندرہ منٹ کے اندر بتاؤ، میرے احکامات کی کہاں تک تعمیل ہوئی ہے۔"

وہ سلام کر کے چلا گیا۔ اس نے ٹرانسمیٹر کو آپریٹ کیا پھر رابطہ قائم ہونے پر کوڈ ورڈز ادا کرنے کے بعد بولا۔ "سالار یامین! میرے حکم پر فوراً عمل کرو۔ اس لمحے سے ماسٹر زیرو کو اپنے دماغ میں ایک ساعت کے لیے بھی نہ آنے دو۔ دونوں ہیلی کاپٹرز کی چابیاں میرے پاس لے آؤ، ان کے ایک آدھ پرزے نکال کر انھیں پرواز کے ناقابل بنا دو، جس طیارے میں پارس کو لایا گیا تھا، اسے بھی بیکار کر کے فوراً میرے پاس آؤ۔ ماسٹر زیرو سے سامنا ہو تو اس سے کوئی بات نہ کرنا۔ بس چلے آؤ۔ دیٹس آل۔"

اس نے رابطہ ختم کر کے دوسری فریکوئنسی پر رابطہ قائم کیا پھر کوڈ ورڈز ادا کرنے کے بعد کہا "یوسف رباط! میرے احکامات غور سے سنو اور فوراً عمل کرو۔ ماسٹر زیرو کو ایک لمحے کے لیے بھی دماغ میں نہ آنے دو۔"

"باس! وہ ابھی پانچ منٹ پہلے میرے دماغ میں آیا تھا۔ مجھ سے کہہ رہا تھا، ایک موٹر بوٹ تیار رکھی جائے، وہ ابھی سائٹ جائے گا۔"

"خبردار! اسے جزیرے سے باہر نہ جانے دینا۔ میرے جتنے وفادار ہیں، انھیں ساتھ لے کر جاؤ۔ تمام موٹر بوٹ اور لانچوں کو وقتی طور پر بیکار کر دو۔ ہمارے جو وفادار لوگ کے ماہر نہیں اُن سے ہتھیار لے کر ساحلی اسلحہ خانہ میں لاک کر دو۔ عیسائی اور یہودی ماتحتوں پر بھروسا نہ کرنا۔ انھیں فوراً نہتا کر دو۔"

"آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ میں ابھی اپنے وفادار وں کے ساتھ جا رہا ہوں۔ آپ حکم دیں، اگر ماسٹر زیرو یہاں آئے تو اس سے کیسا سلوک کیا جائے؟"

"اسے گرفتار کر کے کہیں بند کر دو، پھر مجھے اطلاع دو، دیٹس آل۔"

اس نے رابطہ ختم کر کے جزیرے کے جنوبی حصے والے وفادار سے رابطہ قائم کیا۔ اُسے بھی یہی احکامات دیے۔ اس دوران پارس آرام سے بیٹھا پھل کھا رہا تھا۔ سلمان رازی نے اسے دیکھتے ہوئے کہا "میں نے فضائی اور بحری راستوں کی ناکا بندی کر دی ہے۔ میں اسے اپنے جزیرے میں بے بس کر دوں گا۔"

پارس نے ایک سیب کو دانتوں سے کاٹتے ہوئے کہا "وہ بے بس نہیں ہوگا۔ یاسمینہ کو ٹریپ کر کے ہم سب کو بے بس کر دے گا۔"

"میری بیٹی اسے دماغ میں آنے نہیں دے گی۔"

"کل رات وہ کسی چور راستے سے اس کے دماغ میں آیا تھا۔"

وہ پریشان ہو کر پارس کو سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگا۔ پارس سیب چباتے ہوئے بولا "سوچنے میں وقت ضائع نہ کرو۔ پہلی فرصت میں اُسے ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے خالی کرو۔ اپنے تمام وفاداروں کو حکم دو، اُسے فوراً تلاش کر کے اس حد تک زخمی کر دیں کہ وہ خیال خوانی کے قابل نہ رہے۔"

اس نے فوراً ٹرانسمیٹر کو آپریٹ کرتے ہوئے کہا "بیٹے! میں پریشانی میں اتنی اہم بات بھول گیا۔ کوئی بات نہیں، ابھی میرے آدمی اسے ڈھونڈ کر زخمی کر دیں گے۔"

وہ ٹرانسمیٹر پر پھر سے اپنے وفاداروں سے رابطہ قائم کرنے لگا۔ تقریباً آدھے گھنٹے تک جزیرے کے مختلف حصوں میں اپنا نیا حکم صادر کرتا رہا۔ پھر ٹرانسمیٹر رکھ کر موجودہ معاملے کے ہر پہلو پر غور کرنے لگا۔ پارس نے پوچھا "کیا تمھاری رہائش گاہ کے چاروں طرف سخت پہرا ہے؟"

"ہاں، گھر والوں کی اجازت کے بغیر کوئی وہاں قدم بھی نہیں رکھ سکتا۔"

"یہ کافی نہیں ہے۔ اپنے سکیورٹی گارڈز کو حکم دو کہ تمھاری وائف اور دونوں بیٹیوں کو گھر کی چار دیواری سے باہر نہ جانے دیں۔ ماسٹر زیرو ان میں سے کسی کے بھی دماغ پر قبضہ جما کر انھیں اپنے پاس بلا سکتا ہے۔"

سلمان رازی نے ٹیلیفون کا ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ خانم سے رابطہ قائم ہوتے ہی پوچھا "تم سب خیریت سے ہو؟"

"ہاں۔ اس نے کئی بار یاسمینہ کے دماغ پر دستک دی، ہماری بیٹی نے ہر بار سانس روک لی۔"

"وہ کسی چالاکی سے تم میں سے کسی کو ٹریپ کر سکتا ہے۔ دماغ پر قبضہ جما کر گھر سے باہر بلا سکتا ہے۔ سکیورٹی افسر سے بات کراؤ۔ میں اسے حکم دوں گا کہ وہ تم میں سے کسی کو گھر سے نہ نکلنے دے۔"

خانم نے کہا "تم نے یہ پہلے کیوں نہ کہا کہ ہمیں گھر سے نکلنا نہیں چاہیے۔ پارس علی تیمور ہماری بیٹی زرینہ کے ساتھ باہر گیا ہے۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "یہ تو غضب ہو گیا۔ سکیورٹی افسر کو میرا حکم سناؤ اور دو چار محافظوں کو دوڑاؤ کہ وہ زرینہ اور علی تیمور کو ڈھونڈ کر واپس لے آئیں۔"

پارس نے بھائی کا نام سنتے ہی چونک کر پوچھا "علی تیمور کہاں ہے؟ اسے کہاں سے واپس بلا رہے ہو؟"

"علی تیمور میری رہائش گاہ میں تھا۔ ابھی میں تمھیں وہاں لے جانے والا ہوں لیکن وہ زرینہ کے ساتھ کہیں باہر گیا ہے۔ ماسٹر زیرو ان دونوں کو آسانی سے ٹریپ کر لے گا۔"

پارس نے ہنستے ہوئے کہا "تمھاری بیٹی کے ساتھ میرا بھائی ہے۔ اُسے ماسٹر زیرو کا باپ بھی ٹریپ نہیں کر سکے گا۔"

وہ ریسیور کو کریڈل پر پٹخ کر بولا "تم نہیں جانتے، علی تیمور کا دماغ ماسٹر زیرو کے قبضے میں ہے۔"

پارس نے ایک دم سے اٹھ کر پوچھا "کیا مطلب؟ میرا بھائی اس کے قبضے میں کیسے آ گیا؟"

"یہ میں نہیں جانتا۔ میں نے ماسٹر زیرو کی مدد سے ہی علی تیمور کو اغوا کیا ہے۔ ورنہ تم جانتے ہی ہو، تمھارا بھائی تم سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ میں صرف اپنی ذہانت اور جسمانی طاقت سے اسے یہاں نہیں لا سکتا تھا۔ ماسٹر زیرو اس کے دماغ میں پہنچ کر جو حکم دیتا ہے، وہ اسی پر عمل کرتا ہے۔"

"یہ تو بہت برا ہوا۔ اب صرف محافظوں کے تلاش کرنے سے کچھ نہیں ہوگا بلکہ ہمیں بھی ان کے پیچھے جانا ہوگا۔"

وہ دونوں تیزی سے چلتے ہوئے باہر آئے۔ کتنے ہی مسلح محافظ الرٹ ہو گئے۔ وہ جیپ میں بیٹھ گئے۔ سلمان رازی نے اسٹیئرنگ کو سنبھالا، گاڑی اسٹارٹ کی۔ اس کے ساتھ ہی تین اور گاڑیاں اسٹارٹ ہو کر جیپ کے پیچھے چل پڑیں۔ سلمان رازی دل ہی دل میں تسلیم کر رہا تھا کہ وہ غصے میں بعض اوقات بڑی غلطیاں کرتا ہے اور اہم باتیں بھول جاتا ہے۔ وہ ماسٹر زیرو کو جزیرے کے باہر جانے سے روکنے کے انتظامات کرتا رہا اور یہ بھول گیا کہ اس کا آلۂ کار پارس علی تیمور گھر میں بیٹھا ہے۔

علی تیمور رات کے تین بجے سلمان رازی کے ساتھ جزیرے میں پہنچا تھا۔ تمام راستے کوئی اس کے دماغ میں بولتا رہا تھا "علی تیمور! تم ایک نئی زندگی گزارنے جا رہے ہو اور یہ بھولتے جا رہے ہو کہ اس ہیلی کاپٹر میں سوار ہونے سے پہلے تم کہاں تھے؟ اور کیسا وقت گزارتے رہے تھے۔ اب تم پچھلی باتیں بھول کر صرف نئی زندگی کی باتیں یاد رکھو گے۔"

پارس علی تیمور کو سپر ماسٹر کی قید میں کوما سے نکال کر اس کا برین واش کیا گیا تھا۔ اس کے دماغ کو کمزور بنا کر اس پر تنویمی عمل کیا گیا تھا۔ عمل کرنے والے دو شخص تھے۔ ایک سپر ماسٹر تھا جو اس کے دماغ کے اندر رہ کر میری (فرہاد) پوری فیملی کے اور بابا صاحب کے ادارے کے متعلق معلومات حاصل کر چکا تھا۔ دوسرا شخص تنویمی عمل کرنے والا تھا۔ اس نے علی تیمور کے دماغ میں ایسی گرہ باندھ دی تھی کہ ہم میں سے کوئی خیال خوانی کرنے والا اس کے دماغ تک تو پہنچ سکتا تھا لیکن ان چور خیالات تک نہیں پہنچ سکتا تھا جو سپر ماسٹر سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ احکامات اس کے دماغ میں نقش کر دیے گئے تھے کہ وہ بظاہر اپنے والدین کا سعادت مند اور فرماں بردار بیٹا رہے گا لیکن باطن میں سپر ماسٹر سے وفاداری کرتا رہے گا۔

اگر کوئی اس سے پوچھے کہ سپر ماسٹر کی قید میں اس کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا تو وہ جواب دے کہ پچھلی باتیں بھول جاتا ہے۔

اس کے دماغ میں یہ بات نقش تھی کہ وہ سپر ماسٹر کی سوچ کی لہروں کو نہیں پہچانے گا۔ دماغ میں جو آواز آئے گی اُسے پُراسرار احکامات سمجھ کر ان کی تعمیل کرتا رہے گا۔ جب وہ آواز دماغ میں ابھرے گی تو وہ دوسرے خیال خوانی کرنے والوں کا راستہ روک دے گا۔

وہ ہر ہفتے کی رات بارہ بجے ساری دنیا سے رابطہ ختم کر کے کسی کمرے میں بند ہو جائے گا۔ بستر پر جا کر لیٹ جائے گا۔ جسم کو ڈھیلا چھوڑ کر آنکھیں بند کر لے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

گا۔ وہ پُراسرار آواز پھر اس پر تنویمی عمل کرے گی اور پچھلے تمام احکامات دوبارہ دماغ میں نقش کرائے گی۔ یعنی اس تنویمی عمل کا اثر صرف ایک ہفتے تک رہتا تھا اس کے بعد دماغ اس کے اثر سے نکلنے لگتا تھا۔ یہ بات صرف سُپر ماسٹر جانتا تھا۔ ویسے تنویمی عمل کرنے والے یہ عام سی بات جانتے ہیں کہ ایسے عمل کا اثر ہفتے دو ہفتے سے زیادہ نہیں رہتا۔ بہت کم ایسے تجربہ کار عامل ہیں جو اپنے معمول کو مہینے بھر تک اپنے اثر میں رکھ سکتے ہیں۔

اُس پُراسرار آواز نے علی تیمور کو حکم دیا کہ وہ جس جگہ جا رہا ہے، اس جگہ کو اپنے چور خیالوں کے اُس خانے میں چھپا کر رکھے گا جہاں دوسرے خیال خوانی کرنے والے کی رسائی ممکن نہیں ہوتی۔ اسے بتایا گیا، وہ جس شخص کے ساتھ ہیلی کاپٹر میں سفر کر رہا ہے اس کا نام سلمان رازی ہے۔ وہ اپنے والدین کو اس کا نام نہیں بتائے گا۔ سلمان رازی کو صرف مہربان دوست کہے گا اور اس کی رہائش گاہ میں قیام کرے گا۔ اس مہربان کی ایک بیٹی سے وہ دوستی کرے گا پھر اس سے شادی بھی کرے گا۔

ان حالات میں وہ سلمان رازی کے ساتھ رات کے تین بجے جزیرے میں پہنچا پھر ایک جیپ میں بیٹھ کر اس کی رہائش گاہ میں آیا۔ وہاں خانم اور اس کی بیٹی زرینہ سے تعارف ہوا۔ سلمان رازی نے پوچھا "یاسمینہ کہاں ہے؟"

خانم نے بتایا "وہ کیمپ میں پارس سے ملنے کے بعد جنون میں مبتلا ہو گئی تھی، شرابیوں جیسی حرکتیں کر رہی تھی، اب اپنی خواب گاہ میں مدہوش پڑی ہے۔"

علی تیمور نے کہا "میرا بھائی پارس یہاں کیمپ میں ہے میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔"

سلمان رازی نے کہا "کل صبح اس سے تمہاری ملاقات ہو جائے گی۔"

اُس پُراسرار آواز نے اس کے دماغ میں کہا "علی تیمور! تم کل شام سے پہلے پارس کے سامنے نہ جانا۔ پہلے اس پر تنویمی عمل کیا جائے گا۔ پھر اسے تم سے ملنے کی اجازت دی جائے گی۔"

سپر ماسٹر نے یہی حکم سلمان رازی کو دیا "مسٹر رازی! ہماری حکومت نے تمہیں اس جزیرے کا مالک بنایا ہے۔ تم سے یہ نیا سمجھوتا ہوا تھا کہ تم فرہاد کے دونوں بیٹوں کو جزیرے میں چھپا کر رکھو گے۔ جس طرح میں نے علی تیمور کے دماغ کو اپنے قابو میں رکھا ہے، اسی طرح تم پارس کو تنویمی عمل کے ذریعے اپنے قابو میں لاؤ گے۔ اگر ہم اس مقصد میں کامیاب ہوں گے تو میں تمہیں فرہاد کے دونوں بیٹوں سے بیٹیوں کا رشتہ کرنے کی اجازت دوں گا۔"

سلمان رازی نے کہا "مجھے یہ شرط یاد ہے۔ کل صبح پارس پر تنویمی عمل کروں گا۔"

"یاد رکھو، اس عمل سے پہلے دونوں بھائیوں کو ... اگر پارس کو معلوم ہو گا کہ علی تیمور تنویمی عمل کے ذریعے ... بنایا گیا ہے تو وہ بدک جائے گا پھر کبھی تمہارے ... نہیں آئے گا۔"

جب سلمان رازی کو معلوم ہوا کہ پارس نے اور ... کے باپ نے یاسمینہ کو جنون میں مبتلا کیا ہے تو ... نے قسم کھائی تھی، پارس کو عملِ تنویم کے ذریعے اپنا غلام بنا کر رکھے گا لیکن دوسری صبح بازی پلٹ گئی تھی۔ وہ پارس کی سچائی اور ذہانت کا معترف ہو گیا تھا۔ اُدھر رات کو علی تیمور کی ملاقات زرینہ سے ہوئی۔ اس کے دماغ میں پُراسرار ... نے کہا "اس سے محبت کرو، یہ تمہاری ہونے والی شریکِ حیات ہے۔ آئندہ تم یہیں زندگی گزارو گے۔"

زرینہ نے کہا "آؤ، میں تمہاری خواب گاہ تک تمہیں ... دوں۔"

وہ دونوں باتیں کرتے ہوئے اس رہائش گاہ کے ... حصوں سے گزرنے لگے۔ زرینہ نے کہا "میں نے ممی اور پاپا سے تمہاری بہت تعریفیں سُنی ہیں۔ وہ جب بھی تمہارا ذکر کرتے تھے، تو تم میرے تصور میں چلے آتے تھے۔ اب میں تمہیں دیکھ کر اپنے آپ کو بھول گئی ہوں۔ میرا وجود گم ہو گیا ہے۔ اب محض تمہارا سایہ ہوں، تمہارے ساتھ چل رہی ہوں۔"

"ہم چل نہیں رہے ہیں، کھڑے ہو گئے ہیں ... تم بہت خوب صورت باتیں کرتی ہو۔ تمہیں دل کی بات کہنے کا سلیقہ آتا ہے۔"

وہ پاس والا دروازہ کھول کر بولی "یہی تمہاری خواب گاہ ہے۔ میں نے کوشش کی ہے، یہاں تمہاری ضرورت کا ہر سامان موجود ہے۔ اس کے باوجود کسی معمولی ضرورت کے لیے بھی سرہانے رکھا ہوا انٹرکام استعمال کر لینا۔"

اس نے زرینہ کو دیکھا۔ خواب گاہ کی تنہائی میں اسے فرصت سے دیکھنے کا موقع مل رہا تھا۔ وہ سولہ سترہ برس کی نوخیز حسینہ تھی۔ چہرے پر معصومیت بھی تھی اور محبت کی شدت بھی جھلک رہی تھی۔ اس کے اندر آواز آئی "آگے بڑھو! اس سے محبت کرو۔ یہ تمہارے لیے ہے۔"

اس نے زرینہ کے بھرے بھرے بازوؤں کو تھام لیا۔ اسے اپنے قریب لاتے ہوئے کہا "تم اتنی اچھی لگتی ہو کہ میں تمہیں بلانا نہیں چاہتا، ہمیشہ دل کے پاس رکھنا چاہتا ہوں تاکہ بلانے کی ضرورت ہی نہ پڑے۔"

دونوں کو چُپ لگ گئی۔ تھوڑی دیر تک انھیں ایک دوسرے سے کہنے سننے کی فرصت نہ ملی۔ اگر حالات موافق ہوتے تو انھیں بڑی دیر تک فرصت نہ ملتی۔ خانم کی آواز نے انھیں چونکا دیا۔ وہ جلدی سے الگ ہو کر بولی "ممی آ رہی ہیں۔"

"پھر کب آؤ گی؟" علی تیمور نے پوچھا۔

"گھڑی دیکھو، چار بج چکے ہیں۔ اب اچھے بچے کی طرح سو جاؤ۔"

"سو جاؤں گا لیکن صبح جب تک نہیں آؤ گی، میں آنکھیں نہیں کھولوں گا۔"

خانم نے آ کر پوچھا "بیٹے! کمرا پسند آیا؟ کسی چیز کی ہو تو..."

وہ بات کاٹ کر بولا "زرینہ نے سب کچھ سمجھا دیا ہے۔ جب آپ لوگوں کی محبت مل رہی ہے تو بھلا کس چیز کی کمی ہو گی۔"

ماں بیٹی تھوڑی دیر تک باتیں کرتی رہیں پھر شب بخیر کہہ کر چلی گئیں۔ پارس علی تیمور نے جوتے موزے اتارے، لباس تبدیل کیا پھر دروازے کو اندر سے بند کر کے بستر پر لیٹ گیا۔ اُسی آواز نے کہا "تم بہت خشک مزاج ہو، کیا زرینہ حسین اور صحت مند دوشیزہ نہیں ہے؟"

"بے شک ہے۔"

"اس کے رخصت ہوتے وقت کچھ تو مسکرانا چاہیے تھا۔ میں نہ کہوں تو شاید تم اُس کا ہاتھ بھی نہ پکڑو۔"

"دنیا میں ایک سے بڑھ کر ایک حسین لڑکی ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جو بھی لاجواب حُسن سامنے آئے اُسے سمیٹ لیا جائے۔ ایسی حرکتیں میرا بھائی پارس کرتا ہے۔ میں اپنے دل سے مجبور ہوں۔ یہ دل صرف فرزانہ کے لیے دھڑکتا ہے۔"

"ہم نے پورے امریکا میں فرزانہ کو تلاش کیا۔ کنگ فرزانہ ہُڈ کی ایک ایک رہائش گاہ اور کاروباری عمارتوں کی تلاشی لی لیکن وہ نہ ملی۔ تمہارے والدین نے اسے کہیں چھپا دیا ہے۔"

"میرا خیال ہے، فرزانہ نے میرے مشورے پر عمل کیا ہے، وہ سونیا ممّا کے پاس چلی گئی ہے۔"

"اچھا اب سو جاؤ لیکن فرزانہ کو نہیں زرینہ کو یاد کرتے ہوئے آنکھیں بند کرو۔ میں چار گھنٹے بعد آؤں گا۔"

وہ پُراسرار آواز گم ہو گئی۔ پارس علی تیمور نے اس کے حکم کے مطابق زرینہ کا تصور کیا۔ آنکھیں بند کیں۔ دماغ کو چار گھنٹے تک سوتے رہنے کی ہدایت کی پھر نیند میں ڈوبتا چلا گیا۔ اُن دنوں وہ فطری اور غیر فطری دماغ کا حامل تھا۔ وہ فطری طور پر صرف فرزانہ سے وفا کرنے کا قائل تھا لیکن سپر ماسٹر کی چال اسے فطرت کے خلاف زرینہ کی طرف مائل کر رہی تھی۔ پہلے وہ اپنے مزاج کے مطابق دشمنوں سے دشمنی کرتا تھا۔ اب تنویمی عمل کے نتیجے میں انھی دشمنوں کا درپردہ دوست تھا اور اپنوں سے جھوٹ بول کر جھوٹی سعادت مندی اور فرماں برداری ظاہر کرنے لگا تھا۔ وہ فطرتاً بہت سنجیدہ تھا، کبھی مسکراتا نہیں تھا لیکن اب سُپر ماسٹر کے حکم پر وقت ضرورت مسکرانے لگا تھا۔

چار گھنٹے بعد اس کی آنکھ کھُل گئی۔ اس نے اُٹھ کر اپنے بیڈ روم کا دروازہ کھولا پھر باتھ روم میں جانا چاہتا تھا، اُس کے اندر آواز آئی "تم نے زرینہ سے کہا تھا، جب تک وہ نہیں آئے گی، تم بستر پر رہو گے اور آنکھیں نہیں کھولو گے۔"

"میں اپنے معمول کے مطابق صبح باتھ روم سے نکل کر جوگنگ کے لیے جاتا ہوں اور جب تک تھک نہیں جاتا، تب تک دوڑتا اور ورزش کرتا رہتا ہوں۔"

"آج معمول کے مطابق ایسا نہ کرو۔ زرینہ کو اپنی محبت سے متاثر کرنے کے لیے بستر پر لیٹ جاؤ۔ وہ آتی ہی ہو گی۔"

وہ مجبوراً بستر پر آ کر لیٹ گیا۔ پندرہ منٹ تک بے زاری سے کروٹیں بدلتا رہا پھر اس نے آہٹ سُن کر آنکھیں بند کر لیں۔ اُس کے قریب خوشبو کا جھونکا آیا۔ چند ساعتوں کے بعد سانسوں کی آنچ محسوس ہوئی۔ اس کی آنکھیں آہستہ آہستہ کھُل گئیں۔ چہرہ اتنے قریب تھا کہ ساری دنیا چھُپ گئی تھی، آنکھوں کے سامنے وہی وہ تھی، صبح کی طرح اُجلی، شبنم کی طرح دُھلی ہوئی اور تازہ گلاب کی طرح نکھری ہوئی تھی۔ یہ ایسا وقت ہوتا ہے جب حُسن و شباب کے طلسم سے کوئی نکلنا نہیں چاہتا مگر وہ پیچھا چھڑا کر جوگنگ کے لیے جانا چاہتا تھا۔ اس کے دماغ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

میں وہ پُراسرار آواز نہیں تھی۔ اس نے موقع دیکھ کر پوچھا۔ "زرینہ! تم صبح جوگنگ اور لائٹ ورزش نہیں کرتیں؟"

"ہم دونوں بہنیں ممی کے ساتھ روز ہی لمبی دوڑ لگاتی ہیں۔ آج تمہاری مہمان نوازی ضروری تھی، اس لیے..."

وہ جلدی سے اُٹھ کر بولا "اس سے بہتر مہمان نوازی نہیں ہوسکتی کہ ہم ایک ساتھ صبح کا وقت گزاریں۔ تم تیار ہو جاؤ، میں باتھ روم سے ابھی آتا ہوں۔"

زرینہ، علی تیمور کے ساتھ باہر جانے کے خیال سے خوش ہوگئی۔ وہ دونوں آدھے گھنٹے بعد رہائش گاہ سے باہر آئے اور پھر دونوں ایک ساتھ دوڑتے ہوئے دور چلے آئے۔ تقریباً ایک میل کے فاصلے پر کتنے ہی مسلح افراد نظر آئے۔ وہ زرینہ کو دیکھ کر الرٹ ہوگئے تھے اور سیلوٹ کر رہے تھے۔ علی تیمور نے پوچھا "یہ لوگ یہاں کیا کر رہے ہیں؟"

وہ بولی "یہاں سے ایک میل کے فاصلے پر سمندر ہے، یہ سب ساحلی گارڈز ہیں۔ ادھر مورچا بنا کر رہتے ہیں، نہ کسی کو پاپا کی اجازت کے بغیر جزیرے کے باہر جانے دیتے ہیں اور نہ ہی کسی کو ہمارے جزیرے میں آنے دیتے ہیں۔ آؤ واپس چلیں۔"

واپسی پر ایک جگہ رُک کر زرینہ اپنے انداز میں یوگا کی ورزش کرنے لگی۔ جب علی تیمور اپنے مخصوص انداز میں ورزش کرنے لگا تو وہ حیرانی سے دیکھنے لگی۔ وہ بڑی دیر تک ایسی مشقوں سے گزرتا رہا۔ آخر اس نے ایک بلند شاخ سے چھلانگ لگائی، فضا میں دو قلا بازیاں کھائیں۔ زرینہ نے سانس روک لی تھی، اسے یقین تھا کہ وہ بُری طرح زمین پر گرے گا لیکن وہ ٹھیک اس کے سامنے آکر دونوں پاؤں پر کھڑا ہوگیا۔

وہ لمبی لمبی سانسیں لیتے ہوئے بولی "میرا تو دم نکل رہا تھا، کیا تم روز ایسی ہی مشقیں کرتے ہو؟"

"ہاں۔ کتنی ہی مختلف اور خطرناک مشقیں ہیں جو ہمیں باپا صاحب کے ادارے میں سکھائی جاتی ہیں۔ اب میں یہاں سے کوئی بھاری چیز اٹھا کر گھر تک دوڑتا جاؤں گا۔"

"گھر یہاں سے آدھے میل کے فاصلے پر ہے۔"

وہ اِدھر اُدھر متلاشی نظروں سے دیکھ رہا تھا، کوئی بھاری پتھر نظر نہیں آرہا تھا۔ اس نے پوچھا "اپنا وزن بتاؤ؟"

وہ مسکراتے ہوئے بولی "میں وزن کم کرنے کی کوشش کر رہی ہوں۔ پھر بھی اسّی پونڈ کی ہوں، کیا مجھے اٹھا کر دوڑنے کا ارادہ ہے؟"

اس کی بات ختم ہوتے ہی علی تیمور نے اس کی دونوں ہاتھوں سے تھام کر اٹھالیا۔ اس کو سر سے بلند کر کے پھر وہاں سے دوڑنا شروع کیا۔

وہ خود کو دنیا کی سب سے خوش نصیب لڑکی سمجھ رہی تھی۔ بے چاری غلط سمجھ رہی تھی۔ اُس کو معلوم نہیں تھا کہ اُس وفاشعار دلوانے کے دل و دماغ پر صرف فرزانہ کی حکومت ہے۔ سلمان رازی اپنی والدہ کے ساتھ برآمدے میں کھڑا اپنی بیٹی کو علی تیمور کے ہاتھوں میں دیکھ کر قہقہے لگا رہا تھا۔ خانم نے کہا "میری بچی کہیں گر نہ جائے۔"

وہ ناگواری سے بولا "میں نے کتنی بار سمجھایا ہے، ہم دہشت گردوں کی دنیا میں جی رہے ہیں۔ یہاں ہماری اولاد کو کب اور کہاں زخم لگیں گے، یہ ہم نہیں جانتے۔ اللہ بہتری اور تحفظ کے لیے میں نے سپر ماسٹر سے دو ان پارس کا سودا کیا ہے۔ ان جوانوں کو اس جزیرے میں چھپا کر علی تیمور کی دشمنی مول لے چکا ہوں۔ جب تک ہم انھیں یہاں چھپا کر رکھنے میں کامیاب رہیں گے، ہمیں کوئی خطرہ پیش نہیں آئے گا۔"

خانم نے پوچھا "جب فرہاد کو معلوم ہوگا، تب کیا ہوگا؟"

"وہ ہمیں زندہ نہیں چھوڑے گا لیکن ہماری بیٹیوں کی زندگی بن جائے گی۔ وہ اپنی بہوؤں سے کبھی دشمنی نہیں کرے گا۔ اگر ان سے اولاد ہوگی تو انھیں اور زیادہ مانے گا۔ میں نے خوب سوچ سمجھ کر یہ قدم اُٹھایا ہے۔"

پارس علی تیمور نے دوڑتے ہوئے قریب آکر زرینہ کو اس کے ماں باپ کے سامنے اتار کر کھڑا کر دیا پھر کہا "سوری انکل! میں ہر روز صبح... کوئی وزنی چیز اٹھا کر دوڑتا ہوں۔ راستے میں کوئی چیز نہیں ملی، میں نے زرینہ کو اُٹھالیا۔ اسے چاروں طرف سے دیکھ لیں، یہ بالکل صحیح سلامت ہے۔"

وہ سب ہنسنے لگے۔ ناشتے کے وقت یاسمینہ اور علی تیمور کی ملاقات ہوئی۔ زرینہ نے پوچھا "کیسی طبیعت ہے یاسمینہ؟"

"بالکل ٹھیک ہوں۔ ابھی ممی اور پاپا کے ساتھ پارس سے ملنے جاؤں گی۔"

سلمان رازی نے کہا "ابھی تمہارا اُس سے ملنا مناسب نہیں ہے۔ یہیں رہو اور سانس روکنے کی مشقیں کرو ورنہ مسٹر فرہاد پھر تمہیں ٹریپ کریں گے۔"

پارس علی تیمور نے چونک کر پوچھا "کیا میرے پاپا ایک لڑکی کو ٹریپ کریں گے، وہ بھی ایسی لڑکی کو جو ایک دن ان کی بہو بننے والی ہے۔ انکل! آپ کے دماغ میں یہ خیال کیسے آیا؟"

"بیٹے! ہمیں شبہ ہے۔"

"آپ اس شبہے کو ذہن سے نکال دیں۔"

سلمان رازی نے اس سلسلے میں بحث نہیں کی۔ ناشتے کے بعد وہ خانم اور یاسمینہ کے ساتھ چلا گیا۔ گھر میں زرینہ اس کے ساتھ تنہا رہ گئی۔ یوں تو دو درجن مسلح افراد اس رہائش گاہ کے چاروں طرف ڈیوٹی پر موجود رہتے تھے لیکن کوئی اجازت کے بغیر اندر نہیں آسکتا تھا۔ زرینہ نے اس کی گردن میں باہنیں ڈال کر کہا "میں نے کئی بار دانتوں میں اُنگلی دبائی، اپنے بازو میں چٹکی لی کہ کہیں میں خواب تو نہیں دیکھ رہی ہوں۔ تمہیں پاکر بھی پانے کا یقین نہیں آرہا ہے۔ علی! مجھے بازوؤں میں چھپالو۔ مجھے اتنا پیار دو، اتنا پیار دو کہ میں نیند سے جاگ جاؤں۔"

وہی پُراسرار آواز کہنے لگی "آدمی بنو، پیار کرنا سیکھو۔ وہ جاگنا چاہتی ہے، اسے پوری محبت سے جگاؤ۔"

وہ آواز کا تابعدار تھا۔ اس کے بچپن کو سُلانے اور نئی بہاروں کو جگانے لگا۔ پھر سوچ کے ذریعے بولا "اگر تم میرے اندر موجود ہو تو پلیز ایسے وقت چلے جاؤ۔"

وہ آواز پھر سُنائی نہیں دی لیکن دوسری بار اسے اپنی ماما کی آواز سنائی دی۔ رسونتی بول رہی تھی۔ اس نے جلدی سے سانس روک لی، پھر زرینہ سے الگ ہوکر بولا۔ "سوری، ابھی میری ماما مخاطب کر رہی تھیں، میں نے سانس روک لی۔ تم ذرا اُدھر بیٹھ جاؤ، وہ پھر آئیں گی۔"

وہ اپنی ماں کی عادت کو سمجھتا تھا۔ وہ تھوڑی دیر بعد آئی۔ اس سے معلوم کرنے کی کوشش کرتی رہی کہ وہ کہاں ہے؟ اور وہ مہربان کون ہے جو ماں باپ سے چھڑا کر اپنے گھر لے آیا ہے لیکن اس نے ماں کو ٹال دیا۔ کچھ دیر گفتگو کرنے کے بعد اس نے سانس روک لی۔ ماں چلی گئی، اُس آواز نے کہا "میں تم سے خوش ہوں۔ تم نے بڑی خوبصورتی سے اپنی ماما کو ٹال دیا ہے۔ میں جا رہا ہوں۔ موج کرو۔"

ایک گھنٹے بعد خانم اور یاسمینہ واپس آگئیں۔ خانم نے کہا "پارس یہاں دوپہر تک آجائے گا۔ تم اپنے بھائی سے مل سکو گے۔"

دوپہر ہونے سے پہلے ہی علی تیمور کو وہی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی "میرے حکم پر فوراً عمل کرو۔ زرینہ سے کہو، اس کے ساتھ باہر چہل قدمی کے لیے جاؤ گے۔ وہ انکار نہیں کرے گی۔ تم اسے لے کر شمالی ساحل کی طرف جاؤ۔"

"مجھے کیسے معلوم ہوگا، شمالی ساحل کدھر ہے۔"

"بحث میں وقت ضائع نہ کرو۔ زرینہ تمہیں راستہ دکھلائے گی۔"

اس نے زرینہ سے باہر چلنے کے لیے کہا، وہ فوراً

مشہور چور نک ویلوٹ جو بے قیمت چیزیں گرانقدر معاوضے پر چراتا ہے
نک ویلوٹ کی چوریاں
ان چوریوں کی دلچسپ کہانیاں
وہ تمام کہانیاں جو آج تک لکھی گئی ہیں
قیمت ۲۵/- روپے
ڈاک خرچ ۱۰/- روپے
کتابیات پبلیکیشنز پوسٹ بکس نمبر ۲۳ کراچی ۱

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

راضی ہو گئی۔ خانم نے کہا "ابھی مسٹر رازی کا فون آیا تھا۔ انھوں نے تاکید کی ہے، ہم اپنے دماغوں میں کسی خیال خوانی کرنے والے کو نہ آنے دیں۔ ماسٹر زیرو سے تمھارے پاپا کا اختلاف ہو گیا ہے۔"

علی تیمور نے کہا "آپ پریشان نہ ہوں، زرینہ میرے ساتھ رہے گی، ہم دونوں کسی کو دماغ میں آنے نہیں دیں گے اور جو سامنے آئے گا، وہ مُنہ کی کھا کر جائے گا۔"

خانم نے اعتراض نہیں کیا۔ وہ زرینہ کے ساتھ گھر سے نکل کر بولا "ہم شمال کی طرف چلیں گے، تم گائیڈ کرو۔"

وہ اس کا ہاتھ تھام کر چلنے لگی۔ اس آواز نے کہا "علی تیمور! میرے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی سے سلمان رازی جھگڑا کر بیٹھا ہے۔ میں اُسے ایک اچھا سبق سکھانا چاہتا ہوں، تم اپنے دماغ میں میرے خیال خوانی کرنے والے ساتھی کو آنے دو۔ اس کے کوڈ ورڈز ہیں، ہم چار پرندے جزیرے سے پرواز کریں گے۔"

"یہ چار پرندے کون ہیں؟"

"تمھیں آگے چل کر معلوم ہو گا۔ میرے ساتھی کا فرضی نام ماسٹر زیرو ہے۔ تم اس کا ساتھ دو گے اور سلمان رازی کی مخالفت کرو گے۔ ویسے تم زرینہ کو اغوا کر کے مخالفت کی ابتدا کر چکے ہو۔"

چند سیکنڈ کے بعد ماسٹر زیرو نے اس کے دماغ میں آ کر کوڈ ورڈز ادا کیے پھر کہا "اب شمال کی سمت نہ جاؤ۔ میں وہاں سے ایک لانچ میں فرار ہونا چاہتا تھا۔ مگر سلمان رازی نے اپنے تمام وفاداروں کو میرے خلاف ہوشیار کر دیا ہے۔ تم زرینہ کو اپنے اعتماد میں لو۔ مشرق کی سمت گھنا جنگل اور پہاڑیاں ہیں۔ وہ اُدھر تمھاری راہنمائی کرے گی۔"

پارس علی تیمور نے چلتے چلتے رُک کر زرینہ سے پوچھا۔ "تم مجھے کتنا چاہتی ہو؟ میرے لیے کیا کر سکتی ہو؟"

"میں زبان سے نہیں کہوں گی، آزما کر دیکھ لو۔"

"مجھے جزیرے کے مشرقی حصے میں لے چلو۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی "یہ بھی کوئی آزمائش ہے، آؤ میرے ساتھ۔"

وہ سمت بدل کر مشرق کی سمت جانے لگے۔ اُس نے کہا "آزمائش بہت سخت ہے، تم فیل ہو جاؤ گی۔"

"جو لڑکی محبت میں جان دے سکتی ہے وہ کسی امتحان میں فیل نہیں ہوتی۔"

"یہ بات ہے تو تم میرے ساتھ ابھی اس جزیرے سے باہر جاؤ گی؟"

"ضرور جاؤں گی لیکن ممی اور پاپا سے کیا کہوں گی؟"

"انھیں کچھ کہنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ ایک لڑکی کو بھاگنے کے لیے اپنے بڑوں سے اجازت نہیں لینی چاہیے۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی "خوب مذاق کرتے ہو۔ جب میاں بیوی راضی ہیں اور ماں باپ راضی ہیں تو بھاگنے کی کیا ضرورت ہے بھلا؟"

"تمھارے والدین ہماری شادی کے بعد مجھے اس جزیرے میں قید رکھنا چاہتے ہیں۔"

"یہ جھوٹ ہے۔"

"یہ سچ ہے۔ میں نے تمھارے باپ سے کہا تھا، ہماری شادی میں میرے والدین بھی یہاں آئیں گے۔ انھوں نے صاف انکار کر دیا۔ کہنے لگے، میرے والدین کو اس جزیرے کا پتا بھی نہیں بتایا جائے گا۔ اس کا مطلب ہے، وہ مجھے والدین کے پاس جانے بھی نہیں دیں گے۔"

"ہاں، پاپا نے ایک بار کہا تھا، تم ہمیشہ اس جزیرے میں میرے ساتھ رہو گے۔ میں تو بھول ہی گئی تھی کہ تمھارے ماں باپ پرابلم بن جائیں گے۔"

"پرابلم تو تمھارے ماں باپ بن گئے ہیں۔"

"ابھی چلو، میں اُن سے صاف صاف کہہ دوں گی کہ شادی کے بعد تم مجھے جہاں لے جا کر رکھنا چاہو گے، میں تمھارے ساتھ جاؤں گی۔"

"تم اپنے باپ کی ضد اور ہٹ دھرمی کو خوب سمجھتی ہو اور میں بھی سمجھ گیا ہوں کہ وہ میرے باپ کا دشمن ہے، میرا دوست کبھی نہیں ہو گا۔"

"علی تیمور! تم اچانک دشمنی کے لہجے میں بولنے لگے ہو۔ مجھ سے محبت ہے تو بھروسا کرو۔ میں اپنے والدین سے تمھارے حق میں فیصلہ کراؤں گی۔ پہلے مجھے ایک سعادت مند بیٹی کا فرض ادا کرنے دو۔ اگر وہ نہیں مانیں گے تو میں تمھیں اس جزیرے سے نکال کر لے جاؤں گی۔"

"میں تمھارے والدین کا فیصلہ جانتا ہوں لہٰذا واپس جانے کی حماقت نہیں کروں گا۔"

وہ چلتے چلتے رُک گئی۔ باتوں ہی باتوں میں گھنے جنگل تک چلی آئی تھی۔ اُس نے پوچھا "کیا مجھے چھوڑ کر واپس جاؤ گی؟"

"کیا تم چاہتے ہو، والدین کو چھوڑ کر تمھارے ساتھ چلی جاؤں؟"

تم جوان ہو چکی ہو۔ تمھیں باقی زندگی اپنے مرد کے ساتھ گزارنی چاہیے۔ اس کے قانونی اور مذہبی طریقے ہیں۔ جو لڑکی شادی سے پہلے والدین کو دھوکا دے کر جاتی ہے، وہ ایک دن اپنے شوہر کو بھی دھوکا دیتی ہے۔ ایک دن تم ہی طعنے دو گے کہ ماں کا دودھ پینے والی، والدین کے لاڈ پیار میں پلنے والی نے تمام محبتوں اور احسانوں کو بھلا کر والدین کو دھوکا دیا ہے۔ لہٰذا میں بھروسے کے قابل نہیں ہوں۔"

وہ آگے بڑھتے ہوئے باتیں کرو۔"

"میں واپس جاؤں گی۔ تمھیں بھی میرے ساتھ چلنا چاہیے۔"

پارس علی تیمور نے اسے اچانک اٹھا کر کاندھے پر لاد لیا پھر وہاں سے دوڑتے ہوئے جانے لگا۔ وہ پہلے محبت سے سمجھاتی رہی "مجھے چھوڑ دو۔ میری بات سمجھو۔ میں تمھاری ہوں۔ مگر ہمیں اس طرح نہیں جانا چاہیے۔"

مگر وہ دوڑتا جا رہا تھا۔ آخر وہ مجبور ہو کر چیخنے چلانے لگی۔ اس کی آواز دور دور تک گونجتی جا رہی تھی۔ اچانک ٹھائیں کی آواز اُبھری۔ ایک گولی سنسناتی ہوئی اس کے قریب سے گزر گئی۔ وہ دوڑتے دوڑتے رُک گیا۔ چاروں طرف گھوم کر دیکھنے لگا۔ دو مسلح شخص ایک درخت کی آڑ سے نکلے۔ ایک نے کہا "بے بی کو نیچے اتار دو اور اسے ہمارے پاس آنے دو۔"

وہ [illegible] نے کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہی تھی۔ اُس نے اور مضبوطی سے کاندھے پر اُسے جکڑ لیا۔ اس کے اندر آواز نے کہا "میں بولنے والے کے دماغ میں جانا چاہتا تھا۔ اُس نے سانس روک لی۔ ان سے اپنے طور پر نمٹ کر آگے بڑھو۔"

وہ دونوں مسلح افراد کو دیکھتے ہوئے بولا "زرینہ میرے لیے ڈھال ہے۔ گولی چلاؤ گے تو یہ بھی زخمی ہو گی یا ماری جائے گی۔"

یہ کہتے ہوئے وہ ان کی طرف بڑھنے لگا۔ اس نے زرینہ کو اپنے سامنے کر کے اس طرح پکڑ لیا تھا کہ وہ مکمل ڈھال بن گئی تھی۔ وہ دونوں اسٹین گن اٹھائے اس کے قریب آنے کا انتظار کر رہے تھے۔ انھوں نے سوچا تھا، ایک علی تیمور کے آگے رہے گا، دوسرا پیچھے چلا جائے گا۔ پھر اس کے پاؤں میں تڑاتڑ گولیاں لگیں گی تو وہ گر پڑے گا لیکن اس نے قریب آتے ہی زرینہ کو ایک کے اوپر اچھال دیا۔ دوسرا پیچھے کی طرف جانا چاہتا تھا، اسے ایسے حملے کی توقع نہیں تھی۔ جب ہاتھ پر ٹھوکر پڑی تو معلوم ہوا شکار ہونے والا ایسے وقت جان پر کھیل جاتا ہے۔ ٹھوکر پڑتے ہی اسٹین گن ہاتھ سے نکل کر علی تیمور کے ہاتھ میں آگئی۔ اس نے پلٹ کر اس کے پاؤں پر گولیاں چلائیں جو زرینہ کو سنبھالتے سنبھالتے گر پڑا تھا۔

دوسرے نے اس پر چھلانگ لگائی۔ اس کے ہاتھ سے بھی اسٹین گن گرا دی، دوسرے لفظوں میں اُس نے خود ہی اسٹین گن چھوڑ کر اُسے ایک گھونسا رسید کیا۔ گھونسا کھانے والے کو یوں لگا جیسے آہنی ہتھوڑا پڑا ہو۔ آنکھوں کے سامنے قمقمے جلنے بجھنے لگے۔ اس نے سر جھٹک کر دونوں پاؤں پر کھڑے رہنے کی کوشش کی۔ مُنہ پر لات پڑتے ہی اُس کے قدم اُکھڑ گئے۔ وہ اُچھل کر زمین پر چاروں شانے چت ہو گیا۔

علی تیمور نے اسٹین گن اُٹھا کر اس کے پیروں کو بھی گولیوں سے چھلنی کر دیا۔ اب دونوں اُٹھنے کے قابل نہیں رہے تھے۔ اس نے ایک اسٹین گن کو بُلٹ بیلٹ سے خالی کیا۔ اُسے ایک طرف پھینکا، پھر ایک ریوالور اور دوسری اسٹین گن اٹھائی۔ زرینہ اُٹھتے ہوئے بولی "مجھے اناڑی نہ سمجھو، میں اتنی دیر میں اسٹین گن اٹھا کر تم پر گولیاں چلا..."

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی اس نے ہاتھ کھینچ کر پھر اسے شانے پر لاد لیا۔ وہ درست کہہ رہی تھی۔ اس پر گولیاں چلا سکتی تھی مگر دل سے مجبور ہو گئی تھی۔ اس مجبوری نے اسے پھر قیدی بنا دیا تھا۔ وہ اسے اُٹھائے دوڑتا جا رہا تھا۔ ماسٹر زیرو نے اس کے دماغ میں کوڈ ورڈز ادا کرنے کے بعد کہا "میں تمھیں دوربین سے دیکھ رہا ہوں۔ تم صحیح سمت میں آ رہے ہو۔ سامنے بہت دور ایک چھوٹی سی پہاڑی پر لکڑیوں سے بنا ہوا ایک کاٹیج ہے۔ میں اسی کاٹیج کی کھڑکی سے تمھیں دیکھ رہا ہوں۔ سیدھے چلے آؤ۔"

وہ پہاڑی کی سمت ہی دوڑ رہا تھا۔ دو گھنے درختوں کے درمیان ایک کاٹیج دکھائی دے رہا تھا۔ پہاڑی کی بلندی سو فٹ ہو گی۔ اس کی چوٹی پر کاٹیج بنا ہوا تھا۔ اچانک کئی گاڑیاں پہاڑی کے دامن میں آ کر رُک گئیں۔ کتنے ہی مسلح افراد ان میں سے چھلانگیں لگا کر باہر آئے پھر درختوں اور بڑے بڑے پتھروں کے پیچھے پوزیشن سنبھالنے لگے۔ پارس علی تیمور نے اسٹین گن شانے سے لٹکائی۔ دوسرے شانے سے زرینہ کو اتارا، پھر اس کی کنپٹی سے ریوالور کی نال لگاتے ہوئے بلند آواز سے کہا "تم تعداد میں بہت زیادہ ہو ہزار مل

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

گولیاں چلا سکتے ہو لیکن سلمان رازی کی بیٹی کے لیے صرف ایک گولی کافی ہے۔"

چاروں طرف سے پوزیشن لینے والے اسے دھمکی کے طور پر گھیر سکتے تھے لیکن گولیاں نہیں چلا سکتے تھے، پہاڑی کی بلندی پر کاٹیج تک جانے کے لیے ایک ٹیڑھا میڑھا پتھریلا راستہ بنایا گیا تھا۔ علی تیمور نے کہا "مجھے اوپر جانے کا راستہ دو۔ اس راستے سے سو سو گز دور چلے جاؤ۔ اگر کوئی قریب آنے کی حماقت کرے گا تو میں گولی مار دوں گا۔ مجھے کسی کے قتل پر مجبور نہ کرو۔"

مسلح افراد کے گروہ کے لیڈر نے کہا "مسٹر علی تیمور! تمہارا دماغ شیطان کے چنگل میں ہے۔ تم سلمان رازی جیسے دوست سے دشمنی اور دشمن سے دوستی کر رہے ہو۔"

"مجھے باتوں میں لگا کر وقت ضائع نہ کرو، میں کسی کے چنگل میں نہیں ہوں۔"

"علی تیمور! ذرا عقل سے سوچو۔ آج سے پہلے تم نے اور تمہارے پاپا نے کبھی کسی عورت کی مجبوری سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ کبھی کسی کی بیٹی کو اغوا نہیں کیا۔ کیا تم فرہاد علی تیمور کا بیٹا ہونے میں فخر کر سکتے ہو؟"

اس نے گروہ لیڈر پر گولی چلائی۔ وہ کسی کو قتل نہیں کرنا چاہتا تھا، صرف لیڈر کے بازو کو زخمی کرنا چاہتا تھا۔ نشانہ اتنا سچا تھا کہ صرف بازو ہی زخمی ہوا۔ وہ تڑپ کر گر پڑا۔ پارس نے کہا "یہ نشانے بازی کا ایک ہلکا سا نمونہ ہے، میں چاہتا تو تمہیں اسی گولی سے ہمیشہ کے لیے ٹھنڈا کر دیتا۔ اب آخری وارننگ دے رہا ہوں۔ میرے راستے سے ہٹ جاؤ۔ ورنہ زرینہ کو زخمی ہوتے دیکھو گے۔"

وہ آہستہ آہستہ راستے سے ہٹنے لگے، وہاں سے دور جانے لگے۔ جب وہ رکنا چاہتے تو وہ سخت لہجے میں بولتا "اور دور جاؤ، میں کسی کو چالاکی دکھانے کا موقع نہیں دوں گا۔ اور دور جاؤ۔"

وہ مجبور تھے۔ جزیرے کے مالک کی بیٹی کو صحیح سلامت حاصل کرنا چاہتے تھے، اس لیے پہاڑی راستے سے بہت دور چلے گئے۔ علی تیمور نے پوچھا "زرینہ! تم آرام سے چلو گی یا میں زبردستی کروں؟"

وہ آگے آگے چلتے ہوئے بولی "تم میرے خلوص اور محبت کی توہین کر رہے ہو۔ اب میں کسی سے آنکھیں ملا کر نہیں کہہ سکوں گی کہ مجھ سے محبت کرنے والا لاکھوں میں ایک ہے۔"

وہ اس کے پیچھے پہاڑی پر چڑھتے ہوئے بولا "... کم بخت تم سے محبت کر رہا ہے۔ وہ تو مجھے مجبور کیا جا ... تھا۔ اچھا ہوا، اُس پُراسرار آواز نے جلد ہی محبت کا ... ختم کرا دیا۔ میں تو بیزار ہو گیا تھا۔"

"یہ پُراسرار آواز کا مطلب کیا ہوا؟ کیا کسی خیال خوانی کرنے والے کی بات کر رہے ہو؟ کیا اس نے میرے ... کے لیے تمہیں مجبور کیا ہے؟"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے، تم خاموشی سے چلتی رہو۔"

"مجھے یقین ہے تم مجھے دل سے چاہتے ہو، ابھی کسی نے تمہارے دماغ پر قبضہ جما رکھا ہے۔"

"میری زندگی میں صرف ایک لڑکی آئی ہے، دوسری کوئی آئی ہے نہ آئے گی۔"

"میری اطلاع کے مطابق تمہارے بھائی پارس نے جوجو سے شادی کی پھر سُنا کہ تل ابیب میں اس کی ایک اور شریکِ حیات ہے۔ اس کے باوجود وہ یاسمینہ سے محبت کرتا ہے، اس سے شادی کرنے کو تیار ہے۔"

"ارے وہ ایک نمبر کا فراڈ ہے۔ ایک دن تمہارا سارا خاندان سر پکڑ کے روئے گا۔ وہ کرتا کچھ ہے، سمجھا ... رہا ہے۔ جب تک اصل بات سمجھ میں آتی ہے وقت گزر چکا ہوتا ہے۔"

itsurdu.blogspot.com

اسی وقت پہاڑی کے دامن میں سلمان رازی کی جیپ آ کر رکی۔ پارس اس کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے جیپ سے باہر چھلانگ لگا کر پہاڑی کی بلندی پر دیکھا۔ وہ زرینہ کے ساتھ نصف بلندی طے کر چکا تھا۔ سلمان رازی نے رائفل اُٹھا کر نشانہ لیا۔ پارس نے رائفل کو ایک طرف ہٹا کر کہا۔ "دیکھتے نہیں زرینہ اس کے نشانے پر ہے۔"

وہ جھنجلا کر بولا "میری اولاد کی طرف آج تک کسی نے آنکھ اُٹھا کر دیکھنے کی جرأت نہیں کی اور وہ ریوالور اُٹھا رہا ہے۔ میں اسے گولی چلانے کا موقع نہیں دوں گا۔ اس کی پشت ہماری طرف ہے، میری گولی پہلے اسے لگے گی پھر وہ ریوالور پکڑنے کے قابل نہیں رہے گا۔"

پارس نے کہا "مسٹر رازی! تمہیں یقین نہیں آئے گا، ہم دونوں بھائیوں کے سر کے پیچھے بھی ایک آنکھ ہے۔ ہم آگے چلتے ہیں مگر پیچھے کی خبر رکھتے ہیں، میری بات سمجھو، وہ اس قدر پھرتیلا ہے کہ تمہاری رائفل کی گولی سے کترا جائے گا، نتیجے کے طور پر زرینہ ہلاک یا زخمی ہو گی۔"

بیٹی کا معاملہ تھا، وہ خطرہ مول لینا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے بے بسی سے رائفل کو زمین پر پٹخ کر کہا "تم نہیں جانتے، سپر ماسٹر کے ذرائع بہت وسیع ہیں۔ اس کا ہیلی کاپٹر کہیں سے آ رہا ہو گا۔ ہم پہاڑی پر نہیں جا سکیں گے۔ وہ اور ماسٹر زیرو میری بیٹی کو لے جائیں گے۔"

پارس نے کہا "بیٹی کی عزت اور زندگی خطرے میں دیکھ کر تمہارے منہ پر سپر ماسٹر کا نام آ گیا۔ میں پہلے ہی سمجھ گیا تھا کہ ہم دونوں بھائیوں کو اغوا کرانے کا انتظام اسی نے ایک نئے انداز میں کیا ہے۔"

وہ غصے سے بولا "مجھ سے غلطی ہو گئی۔ مگر یہ غلطی پر پچھتانے کا وقت نہیں ہے، کوئی تدبیر سوچو۔"

پارس جیپ میں بیٹھ کر بولا "میرے ساتھ آؤ۔"

اس نے جیپ اسٹارٹ کی۔ سلمان رازی نے بیٹھتے ہوئے پوچھا "کہاں جا رہے ہو؟"

وہ جیپ آگے بڑھاتے ہوئے بولا "میں تمہاری بیٹی کو واپس لے آؤں گا لیکن ایک شرط پر۔"

"ارے، ایسے وقت کیا شرط منواتے ہو۔ جلدی سے بتاؤ۔"

"آج کے بعد ہم دونوں بھائی جزیرے میں آزاد رہیں گے اور جب چاہیں گے یہاں سے جا سکیں گے۔"

"کیا تم بھی میری یاسمینہ سے بے وفائی کرنا چاہتے ہو؟"

"ہرگز نہیں، میں صرف آزادی کی شرط ماننے کو کہہ رہا ہوں۔"

"مجھے منظور ہے۔"

پارس نے ایک جگہ جیپ روک کر کہا "میں پہاڑی پر جا رہا ہوں، تم اپنے لوگوں میں جاؤ۔ میں زرینہ کو واپس لے آؤں گا۔"

"کیا مجھے نادان باپ سمجھ کر جھوٹی تسلی دے رہے ہو۔ کاٹیج میں ماسٹر زیرو ہتھیاروں کے ساتھ موجود ہے۔ علی تیمور بلندی پر پہنچ رہا ہو گا۔"

پارس نے جیپ سے چھلانگ لگاتے ہوئے کہا "میں اس سے پہلے اوپر پہنچ جاؤں گا۔"

یہ کہتے ہی اس نے چڑھائی پر دوڑنا شروع کیا۔ سلمان رازی کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ وہ اونچائی پر اتنی تیزی سے چڑھتا جا رہا تھا جیسے ہموار زمین پر دوڑ رہا ہو۔ اس نے پچاس برس کی زندگی میں کسی کو بلندی کی طرف یوں دوڑتے نہیں دیکھا تھا۔ سلمان رازی نے فوراً ہی جیپ کو واپس موڑ لیا۔ وہ اپنے لوگوں میں جا کر دیکھنا چاہتا تھا کہ پارس اپنے بھائی علی تیمور سے پہلے بلندی پر پہنچتا ہے یا نہیں؟

علی تیمور اپنے بھائی سے بے خبر تھا۔ وہ آہستہ آہستہ اوپر جا رہا تھا، کیوں کہ زرینہ کی رفتار سست تھی۔ ماسٹر زیرو کاٹیج کی کھڑکی سے لگا ہوا دونوں ہاتھوں میں منی مشین گن تھامے کبھی زرینہ اور علی تیمور کو آتے دیکھ رہا تھا اور کبھی پہاڑی کے نیچے کھڑے ہوئے سلمان رازی اور اس کے مسلح افراد پر نظر رکھتا جا رہا تھا۔ وہ یکبارگی چونک کر اچھل پڑا۔ منی مشین گن ہاتھ سے چھوٹتے چھوٹتے رہ گئی۔ کسی نے اس کے شانے کو تھپتھپایا تھا۔ اچھل کر پلٹتے ہی منہ پر ایک ہتھوڑا سا ہاتھ پڑا۔ آنکھوں کے سامنے ناچتے ہوئے تاروں کے درمیان پارس دکھائی دیا۔ وہ کہہ رہا تھا "یہ پچھلا دروازہ تم نے میرے بھائی کے لیے کھلا رکھا ہے، کوئی بات نہیں، دوسرے بھائی سے ملو۔"

ماسٹر زیرو چیخ کر علی تیمور کو ہوشیار کرنا چاہتا تھا۔ مگر دوسرا ہاتھ پڑتے ہی گن سمیت گر پڑا۔ والٹسو روکی نے دونوں بھائیوں کو صحیح معنوں میں فولاد بنایا تھا۔ وہ دوسرے ہاتھ میں ہی ڈھیلا پڑ گیا۔ مزید دو ہاتھ پڑنے پر وہ بیہوش ہو گیا۔ پارس نے اُسے اور منی مشین گن کو اٹھایا۔ اسے پہلے کی طرح کھڑکی سے یوں لگا کر کھڑا کر دیا کہ کاٹیج میں داخل ہونے والے علی تیمور کو وہ ہتھیار کے ساتھ کھڑکی کے باہر دیکھتا ہوا نظر آتا۔ اس نے مشین گن کا بلٹ بیلٹ نکال دیا پھر دوڑتا ہوا آ کر دروازے کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔

یہ کارروائی کرنے کے دوران اسے ایک طرح سے ناکام ہونے کا خیال تھا۔ یعنی سپر ماسٹر اگر علی تیمور کے دماغ سے نکل کر ماسٹر زیرو کے پاس آئے گا تو بازی پلٹتے دیکھ کر علی تیمور کو ہوشیار کر دے گا۔ بس ایک امید تھی کہ سپر ماسٹر اس کے بھائی کو ہدایات دینے میں مصروف ہو گا اور ماسٹر زیرو کے پاس نہیں آئے گا۔

وہ کھلے ہوئے دروازے کے پیچھے کھڑا تھا۔ اُسے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ وہ آ رہا تھا۔ چند لمحوں کے بعد وہ آ چکا تھا لیکن دروازے کے باہر رک گیا تھا۔ اُس کے اندر پُراسرار آواز نے پوچھا "کیوں رک گئے؟ اندر جاؤ۔"

وہ بولا "نیند کی حالت میں بھی میرا دماغ بیدار رہتا ہے اور ابھی تو میں جاگ رہا ہوں۔ وہ تمہارا ماسٹر زیرو مشین گن کھڑکی سے لگائے اس پر جھکا ہوا ہے، اس کی صرف پشت نظر آ رہی ہے۔ میں یقین سے کہتا ہوں، وہ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

مر چکا ہے یا زخم کھا کر بیہوش ہو گیا ہے۔ اُس کا لہو بوند بوند فرش پر ٹپک رہا ہے۔"

آواز نے کہا "میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔"

پارس نے ماسٹر زیرو پر قابو پانے کے بعد بڑی احتیاط سے کام لیا تھا۔ اس نے مار مار کر ماسٹر کا مُنہ توڑ دیا تھا پھر اس کا مُنہ مشین گن پر جُھکا کر کھڑکی سے باہر رکھا تھا تاکہ لہو باہر ٹپکتا رہے۔ لیکن کبھی کبھی حساب کتاب غلط ہو جاتا ہے۔ لہو اُس کے مُنہ سے رِستا ہوا گن کی نالی پر پھیلتا ہوا کھڑکی کے اندر فرش پر ٹپک رہا تھا۔ اسی آواز نے علی تیمور کے دماغ میں کہا "تم نے درست کہا تھا۔ ماسٹر زیرو بیہوش ہے۔ کاٹیج کے اندر خطرہ ہے۔ صرف آدھا گھنٹا کسی طرح بچنے کی کوشش کرو۔ ہیلی کاپٹر پہنچنے ہی والا ہے۔"

پارس علی تیمور نے کھلے ہوئے دروازے کو دیکھا۔ پھر سخت لہجے میں پوچھا "اندر کون ہے؟ ایک ہے یا دس ہیں، جتنے بھی ہیں، میں وارننگ دیتا ہوں کہ زرینہ کو زندہ سلامت دیکھنا چاہتے ہو تو ہتھیار پھینک کر سامنے آ جاؤ۔"

پارس نے دروازے کے پیچھے سے کہا "میں ہوں تمھارا بھائی۔ تم جانتے ہو، میں ہتھیار نہیں رکھتا اور میرے پیچھے کبھی فوج نہیں ہوتی۔ میں آ رہا ہوں۔ گولی نہ چلانا۔"

وہ دروازے کے پیچھے سے نکل کر سامنے آ گیا۔ دونوں بھائی بہت عرصے کے بعد ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ ایک دروازے کے اندر تھا، دوسرا باہر۔ دوسرے نے پوچھا۔ "ہیلو پارس! کیسے ہو؟"

وہ بولا "خیریت سے نہیں ہوں۔"

"خیریت کیوں نہیں ہے؟"

"جب ایک بھائی ہتھیار لے کر سامنے آئے تو دوسرے بھائی کی خیریت نہیں ہوتی۔"

"یہ ہتھیار تمھارے لیے نہیں ہے۔ اچھا ہوا تم یہاں تنہا آئے ہو۔ ہم اس جزیرے سے زرینہ اور ماسٹر زیرو کو لے کر نکل جائیں گے۔ ایک ہیلی کاپٹر آنے والا ہے۔"

"میرا بھائی علی تیمور ایک غیرت مند باپ کا غیرت مند بیٹا ہے۔ وہ کسی کی بیٹی کو اغوا کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ میں جانتا ہوں۔ تمھارے اندر سُپر ماسٹر بول رہا ہے۔ میں اسے بتا دوں کہ ہیلی کاپٹر خالی جائے گا یا تباہ ہو جائے گا۔"

"تم چیلنج کر رہے ہو؟"

"بھائی کو نہیں، سپر ماسٹر کو۔"

"میرے اندر کوئی سُپر ماسٹر نہیں ہے۔ میں اپنے ہوش و حواس میں ہوں۔ ہمیشہ کی طرح آزاد ہوں۔ فرہاد علی تیمور کا بیٹا اور تمھارا بھائی ہوں۔"

"بھائی ہونے کا ثبوت دو، وہ ریوالور پھینک دو۔ ہم بچپن سے خالی ہاتھ گلے ملتے آتے ہیں۔ آؤ میرے گلے لگ جاؤ۔"

"مجھے افسوس ہے۔ یہ ریوالور میں نے زرینہ کے باپ اور اس کی فوج کو دور رکھنے کے لیے پکڑا ہے۔ ورنہ تم جانتے ہو، میں بھی عام حالات میں کبھی معمولی سے ہتھیار کا بھی بوجھ نہیں اُٹھاتا۔"

پارس نے اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا "یہ میرے لیے اطمینان کی بات ہے کہ تم نے میرے لیے ریوالور نہیں اُٹھایا ہے۔"

وہ دروازے کے باہر آ گیا۔ علی تیمور نے للکار کر کہا۔ "خبردار، میرے قریب نہ آنا۔ میں تمھاری مکاریوں کو بچپن سے جانتا ہوں۔"

پارس نے ایک گہری سانس لے کر کہا "مکاری تو ابھی دکھا سکتا ہوں لیکن نہیں دکھاؤں گا۔ زرینہ کی زندگی کا سوال ہے۔"

وہ پیچھے ہٹ کر کاٹیج کے اندر آیا۔ علی تیمور نے کہا "تمھارے لیے یہی بہتر ہے کہ دروازے کو اندر سے بند کر لو۔ جب تک ہیلی کاپٹر واپس نہ جائے، دروازہ نہ کھولنا۔"

اس نے دروازے کو اندر سے بند کیا۔ پنجوں کے بل چلتا ہوا سامنے والے دروازے پر آیا۔ اسے کھول کر باہر نکلا۔ پہاڑی کے نیچے سلمان رازی اور اس کے وفادار اُسے دیکھ کر آگے بڑھنا چاہتے تھے، اُس نے ہاتھ کے اشارے سے انھیں وہیں رُکنے کے لیے کہا پھر پانی کی ٹنکی تک جانے والے پائپ کو پکڑ کر چڑھتا ہوا چھت پر پہنچ گیا۔ لکڑی کی چھت پر اوندھا لیٹ کر چھپکلی کی طرح رینگتا ہوا پچھلے حصے کی طرف جانے لگا۔ دور سے آنے والے ہیلی کاپٹر کی آواز سُنائی دے رہی تھی۔ اب فوراً ہی کچھ کر گزرنا تھا۔ ہیلی کاپٹر سے دیکھنے والے اس پر فائرنگ کر سکتے تھے۔

علی تیمور ایک ہاتھ سے زرینہ کا بازو پکڑے آسمان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ہیلی کاپٹر پہاڑی کے پچھلے حصے کی طرف سے آ رہا تھا، اس لیے آسمان کی طرف سر اُٹھانے کے باوجود وہ پارس کو نہ دیکھ سکا۔ پارس نے یکبارگی چھت کی بلندی سے اس پر چھلانگ لگائی۔ علی تیمور پر آتے ہی ریوالور والے

ہاتھ کو پکڑا تاکہ بے تکی فائرنگ سے زرینہ کو نقصان نہ پہنچے۔ دونوں بھائی ایک دوسرے سے لپٹ کر زمین پر گر پڑے تھے۔ پارس نے چیخ کر کہا "زرینہ! فوراً یہاں سے بھاگو۔ پہاڑی کے نیچے اپنے پاپا کے پاس جاؤ۔ ورنہ ہیلی کاپٹر سے فائرنگ ہو گی۔"

وہ بھاگتی چلی گئی۔ اسے پہاڑی سے اُترتے دیکھ کر سلمان رازی خوشی سے کھل گیا۔ اپنے مسلح وفاداروں کے ساتھ تیزی سے پہاڑی پر چڑھنے لگا۔ چیخ چیخ کر کہنے لگا "ہیلی کاپٹر کو اُترنے نہ دو۔ اس پر فائرنگ کرو۔"

دوسری طرف دونوں بھائی اُلجھے ہوئے تھے۔ دونوں کی گرفت ریوالور پر تھی۔ وہ پتھریلی زمین پر اِدھر سے اُدھر لڑھک رہے تھے۔ دونوں کے داؤ پیچ ایک دوسرے کے خلاف ناکام ہو رہے تھے کیونکہ ایک کا داؤ دوسرے کو معلوم تھا۔ واٹسو روکی نے کسی بھائی میں کوئی کمی نہیں چھوڑی تھی۔ ہتھیار چھیننے کے تمام ہتھکنڈے دونوں کو معلوم تھے۔ اس لیے کوئی کسی سے ریوالور چھین نہیں پا رہا تھا۔

وہ لڑتے لڑتے اُٹھ گئے تھے۔ ایک دوسرے کے خلاف زور لگا رہے تھے۔ اس جدوجہد میں دو بار ریوالور سے گولیاں چل چکی تھیں۔ ان میں سے کوئی بھی زخمی یا ہلاک ہو سکتا تھا۔ ہیلی کاپٹر قریب آ گیا تھا۔ اس میں سے فائرنگ ہو رہی تھی۔ اب کاٹیج کے سامنے والے حصے سے سلمان رازی کے وفادار ہیلی کاپٹر پر جوابی فائرنگ کر رہے تھے۔ آثار تو یہی تھے کہ سُپر ماسٹر کو شکست کھانی پڑے گی۔ اس کا ایک خیال خوانی کرنے والا ماسٹر زیرو بیہوش پڑا ہوا تھا۔ زرینہ اپنے باپ کے پاس پہنچ گئی تھی۔ علی تیمور اپنے بھائی پارس سے اُلجھا ہوا تھا۔ دونوں کی جسمانی قوت سے اندازہ ہوتا تھا، کوئی کسی پر غالب نہیں آ سکے گا۔ پارس غالب نہ آئے تب بھی اس کی جیت تھی کیونکہ اس نے علی تیمور کو اُلجھا رکھا تھا۔

لیکن پھر بازی پلٹتی ہوئی نظر آئی۔ سُپر ماسٹر کا دوسرا ہیلی کاپٹر آ گیا تھا اور اس میں سے مسلح افراد ہینڈ گرنیڈ پھینک رہے تھے۔ دھماکوں کی زوردار آواز میں سلمان رازی کے وفاداروں کی چیخیں سنائی دے رہی تھیں۔ وہ زخمی ہو کر یا لاشوں کی صورت میں پہاڑی پر سے لڑھکتے ہوئے نیچے جا رہے تھے۔ اُدھر دونوں بھائی ایک دوسرے کے خلاف زور لگاتے ہوئے کاٹیج کے بند دروازے سے ٹکرا گئے اور دروازہ توڑتے ہوئے اندر گھس گئے تھے۔ سپر ماسٹر نے علی تیمور سے پوچھا "تمھیں کیا ہو گیا ہے؟ کیا تم اس سے پیچھا نہیں چھڑا سکتے؟"

وہ بولا "پارس بھی مجھ سے پیچھا نہیں چھڑا سکتا۔ ہمارے الگ ہونے کی ایک ہی صورت ہے کہ میں ریوالور چھوڑ دوں۔"

"یہ غلطی نہ کرنا۔ ریوالور سے کسی طرح اُسے زخمی کرنے کی کوشش کرو۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ کر زلزلہ پیدا کر دوں گا۔"

"ہم دونوں میں سے کوئی کسی کو زخمی نہیں کر سکے گا۔ ہمارا پلڑا برابر ہے۔ ہم ایک دوسرے کی چال کو خوب سمجھتے ہیں۔"

"اچھی بات ہے۔ اسی طرح اسے اُلجھائے رکھو۔ ہیلی کاپٹر سے ہمارا ایک آدمی آ کر پارس کو زخمی کرے گا۔ میں تم دونوں بھائیوں کو زندہ چاہتا ہوں۔ انتظار کرو۔"

سپر ماسٹر تھوڑی دیر کے لیے چلا گیا۔ پہاڑی پر آنے والے سلمان رازی کے وفادار دھماکوں سے بچنے کے لیے پھر نیچے اُتر گئے تھے۔ بلندی پر کاٹیج کے اندر صرف دو بھائی رہ گئے تھے جو تھکا دینے والی جنگ لڑ رہے تھے اور تھکنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔ ایسے ہی وقت اچانک رسونتی پہنچ گئی۔ اس نے بیٹے کے دماغ میں آ کر اُسے لڑتے ہوئے دیکھا پھر پریشان ہو کر بولی "میرے بچے! میرے لال! تم کس سے لڑ رہے ہو؟"

"ماما! یہ پارس میرا دشمن بن گیا ہے .... میں ایک دشمن کی قید سے نکلنے میں کامیاب ہو گیا ہوں، اب ایک ہیلی کاپٹر میں فرار ہونے والا ہوں لیکن یہ میرے دشمن کی حمایت میں مجھ سے لڑ رہا ہے۔"

رسونتی نے دانت پیس کر کہا "میں جانتی تھی، یہ آستین کا سانپ ہے۔ ایک دن میرے بچے کو نقصان پہنچائے گا۔ اچھا ہوا میں وقت پر آ گئی۔ ابھی اسے دشمنی کی سزا دیتی ہوں۔"

وہ بیٹے کے دماغ سے نکل۔ پھر خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی پارس کے دماغ میں پہنچنا چاہتی تھی، اس نے سانس روک لی۔ وہ واپس بیٹے کے پاس آ کر بولی "کمبخت سانس روک لیتا ہے۔"

"ماما! بار بار اس کے پاس جائیں، وہ بار بار سانس روکنے کی مصیبت میں ذرا کمزور پڑ جائے گا پھر میں اس سے ریوالور چھین لوں گا۔"

"نہیں بیٹے! ایسے میں ریوالور چل پڑے گا۔ خدانخواستہ تمھیں گولی لگ سکتی ہے۔ اس سے کہو، میں کہہ رہی ہوں، اس کے پاپا سخت بیمار ہیں۔ میں اس کے پاس پاپا کا ایک پیغام لے کر آئی ہوں۔ اس پر عمل کرنے سے دونوں بھائیوں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کا جھگڑا ختم ہو جائے گا۔"

علی تیمور نے کہا۔" پارس! میں تم سے کم نہیں ہوں، تمام دن اور تمام رات لڑ سکتا ہوں لیکن ماما آ کر کہہ رہی ہیں، پاپا سخت بیمار ہیں، انھیں ہماری لڑائی کا علم ہو گیا ہے۔ انھوں نے ماما کے ذریعے ایک مشورہ دیا ہے جس پر عمل کرنے سے یہ لڑائی ختم ہو سکتی ہے۔"

پارس نے کہا۔" میرا خیال درست نکلا۔ میں سمجھ رہا تھا، وہ اچانک بیمار پڑ گئے ہوں گے لیکن انھوں نے ملما کے ذریعے کوئی مشورہ نہیں دیا ہے۔"

"کیا ماما جھوٹ کہہ رہی ہیں؟"

"میں اپنی ماں کو جھوٹی کہنے کی جرأت اور گستاخی نہیں کر سکتا۔ تمھارے دماغ میں سُپر ماسٹر بول رہا ہے۔ وہ نہیں جانتا کہ پاپا نے میرے دماغ میں کیسی گرہ باندھی ہے۔ میرے اندر ماما بھی نہیں آسکتیں اور یہ بات ماما کو معلوم ہے۔"

رسونتی کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اس نے غصے میں پھر پارس کے دماغ پر دستک دی۔ وہ مجبور تھا۔ بے احتیاط سانس روک لیتا تھا۔ وہ بار بار اس کے دماغ میں جانے کی کوشش کرنے لگی۔ پارس پر اب دو طرفہ حملے ہو رہے تھے۔ ایک طرف وہ علی تیمور کے خلاف جسمانی قوت کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ دوسری طرف بار بار سانس روک رہا تھا۔ وہ پندرہ منٹ تک مسلسل سانس روک سکتا تھا اور رسونتی تھی کہ اس کے پیچھے پڑ گئی تھی۔ آخر بے چارہ کمزور پڑنے لگا۔

پھر اچانک فیصلہ ہو گیا۔ ایک بھائی کے حلق سے دل خراش چیخ نکلی، اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا ہو گیا تھا۔ ہاتھ سے ریوالور چھوٹ گیا تھا اور دوسرے بھائی نے اُسے نشانے پر رکھ لیا تھا۔

کاٹیج کے باہر ایک ہیلی کاپٹر اُتر رہا تھا۔ وہ پارس کے چیلنج کے مطابق خالی جانے والا تھا یا تباہ ہونے والا تھا۔ یا علی تیمور کے عزم کے مطابق دونوں بھائی اس میں جانے والے تھے۔

فیصلہ ابھی باقی تھا۔

✱

"جو دوسروں کے لیے گڑھا کھودتا ہے وہ خود اُس میں گرتا ہے۔"

یہ ایک صدیوں پرانی کہاوت ہے لیکن آج بھی یہ کہاوت دُہرائی جاتی ہے۔ آج بھی لوگ دوسروں کے لیے گڑھا کھودتے ہیں پھر اچانک خود ہی اس میں گر پڑتے ہیں۔ رسونتی چیخ رہی تھی۔ ممتا سے بے حال ہو کر تڑپ رہی تھی کیوں کہ زلزلہ پارس کے دماغ میں نہیں، علی تیمور کے دماغ میں آیا تھا۔

وہ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر ڈگمگا رہا تھا۔ رسونتی اس کے اندر آ کر رو رو کر پوچھ رہی تھی۔" ماں کی جان! میرے لال! یہ کون تمھیں دماغی اذیت پہنچا رہا ہے؟"

دماغ پھوڑے کی طرح دُکھ رہا تھا۔ وہ تکلیف برداشت کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ماں کو جواب نہیں دے پا رہا تھا۔ ویسے وہ خود نہیں جانتا تھا کہ ایسا کس نے کیا ہے؟ اس کے ہاتھ سے ریوالور نکل گیا تھا۔ پارس اسے چند لمحوں تک نشانے پر رکھ کر سوچتا رہا۔ پھر یکبارگی خوشی سے ہاتھ اُٹھا کر بولا۔" پاپا زندہ باد۔! تھینک یو پاپا! تھوڑی دیر میرے بھائی کو اور سنبھال لیں، میں دشمنوں سے نمٹ رہا ہوں۔"

میں نے سوچ کے ذریعے کہا۔" ٹھیک ہے بیٹا! تم جاؤ، میں ان ماں بیٹے سے نمٹ لوں گا۔"

وہ دوڑتا ہوا کھڑکی کے پاس گیا جہاں ماسٹر زیرو بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ پاس ہی منی مشین گن رکھی ہوئی تھی۔ اس نے مشین گن کو اُٹھاتے ہوئے کہا۔" پاپا! بھائی کو اگلے کاٹیج کے دروازے سے نکال کر پہاڑی کے نیچے لے جائیں، میں آ رہا ہوں۔"

کاٹیج کے پچھلے دروازے کے باہر دور تک کھلی جگہ تھی، وہاں ہیلی کاپٹر اتر رہا تھا۔ سُپر ماسٹر کا وہ ہیلی کاپٹر ماسٹر زیرو اور دونوں بھائیوں کو لے جانے آیا تھا۔ چند لمحے پہلے تک بازی سُپر ماسٹر کے ہاتھ میں تھی، وہ دونوں ایک دوسرے سے لڑنے کے دوران یوں اُلجھ گئے تھے کہ کوئی کسی سے نجات نہیں پا رہا تھا۔ ایسے میں ہیلی کاپٹر سے آنے والے ان بھائیوں کو گن پوائنٹ پر اپنے ساتھ بہ آسانی لے جا سکتے تھے۔ اب بھی پارس وہاں تنہا تھا اور ہیلی کاپٹر سے پتا نہیں کتنے مسلح دشمن وارد ہونے والے تھے۔ اب اسے جو بھی کرنا تھا طوفانی رفتار سے کرنا تھا۔

میں علی تیمور کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے کاٹیج کے اگلے دروازے سے باہر لے آیا تھا۔ ابھی اس پر دشمنوں کی نظر نہیں پڑ سکی تھی۔ رسونتی نے روتے ہوئے پوچھا۔" کیا آپ نے میرے بیٹے کو دماغی اذیت پہنچائی ہے؟"

میں نے ناگواری سے کہا۔" ذرا ٹھہرو۔ میں تمھیں اس سے زیادہ اذیت پہنچانے والا ہوں۔"

اس نے غصے سے پوچھا۔" میرا اور میرے بیٹے کا قصور کیا ہے؟ کیا آپ پارس کی محبت میں اتنے اندھے ہو گئے ہیں کہ دوسرا بیٹا دشمن نظر آ رہا ہے؟"

"فضول باتوں میں وقت ضائع نہ کرو۔ اپنے بیٹے کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جماؤ۔ اس بات کا خاص خیال رکھو کہ کوئی اس کے دماغ میں ایک لفظ بولنے نہ پائے۔ دیکھو میں نے اسے آدھی پہاڑی تک اُتار دیا ہے۔ تم اسے نیچے لے جاؤ اور اس کے ذریعے سلمان رازی سے فرہاد بن کر کہو اپنے بیٹے کو اس کے پاس امانت کے طور پر چھوڑ رہی ہو۔ اسے کوئی نقصان نہ پہنچے، میرا پارس کے پاس رہنا ضروری ہے۔"

میں اسے ضروری ہدایات دے کر پارس کے پاس آیا۔ وہ بے ہوش پڑے ہوئے ماسٹر زیرو کو ریوالور سے گولی مار چکا تھا۔ اب منی مشین گن اٹھائے کاٹیج کے اگلے دروازے سے نکل کر کچھ دور جانے کے بعد ہیلی کاپٹر میں آنے والوں سے نمٹنا چاہتا تھا۔ اس نے ایک طرف دوڑتے ہوئے دیکھا، جو ہیلی کاپٹر وہاں اُترنے والا تھا وہ واپس جانے کے لیے پھر بلند ہو رہا تھا۔ میں نے کہا۔" دیر نہ کرو، وہ نکل جائیں گے۔"

وہ رُک گیا۔ منی مشین گن سنبھال کر اس نے ایک بار اپنے ٹارگٹ کو سر اُٹھا کر دیکھا۔ دوسرے ہی لمحے اُس نے فائرنگ شروع کر دی۔ سُپر ماسٹر کو بازی ہارنے کا یقین ہو گیا تھا اس لیے ہیلی کاپٹر والوں کو واپس بلا رہا تھا۔ چند سیکنڈ کی فائرنگ کے بعد ہی زبردست دھماکا ہوا۔ زمین سے بلند ہونے والا ہیلی کاپٹر شعلوں میں گھر گیا تھا۔ پارس مشین گن پھینک کر دوڑتا ہوا اور چھلانگیں لگاتا ہوا پہاڑی سے اُتر رہا تھا۔ ہیلی کاپٹر کے پرخچے اُڑ رہے تھے کتنے ہی جلتے ہوئے ٹکڑے اس کے آس پاس آ کر گر رہے تھے۔

سلمان رازی" مرحبا۔ مرحبا" کہتا ہوا اس کی طرف بڑھتا آ رہا تھا۔ ایک جلتا ہوا ٹکڑا سیدھا پارس پر آیا۔ اس سے پہلے ہی سلمان رازی اس سے لپٹ گیا۔ اس کے حلق سے کراہ نکلی۔ پارس نے اسے سنبھال کر نیچے اُترتے ہوئے کہا۔

"مسٹر رازی! یہ تم نے کیا حماقت کی؟"

"جوان! تم اسے حماقت کہتے ہو؟ ارے تم پر تو میں، میرا خاندان اور یہ پورا جزیرہ قربان ہے۔ خدا کی قسم! ایسی ذہانت اور دلیری کی مثال نہیں مل سکتی۔ تم نے تنہا سُپر ماسٹر کے چھکے چھڑا دیے ہیں۔"

پارس نے میری ہدایت کے مطابق پوچھا۔" میرا بھائی علی تیمور خیریت سے ہے؟"

"بے شک۔ ابھی اس کی زبان سے تمھارا باپ بول رہا تھا کہ وہ اپنی امانت ہمارے پاس چھوڑ رہا ہے، پھر وہ خیریت سے کیسے نہیں ہوگا۔ بائی دی وے، میں علی تیمور کی ذہنی حالت کو سمجھتا ہوں۔ بے چارہ تنویمی عمل کے زیرِ اثر ہے۔ تم اپنے باپ سے کہنا، وہ بُرا نہ مانیں، ہم اُسے کڑی نگرانی میں رکھیں گے ورنہ سُپر ماسٹر بھی اس کے ذریعے کوئی شیطانی چال چلے گا۔"

"ابھی میرے پاپا مصروف ہیں۔ بہت جلد تم سے خود ہی گفتگو کریں گے۔"

میں ادھر سے مطمئن ہو کر رسونتی کے پاس آیا پھر بولا۔ "جی چاہتا ہے، تمھارے دماغ کی چولیں ہلا کر رکھ دوں۔ تم نے صرف یہ دیکھا کہ پارس تمھارے علی تیمور سے لڑ رہا ہے اور تمھیں غصہ آ گیا۔ تم نے یہ سمجھنے کی زحمت نہیں کی کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے۔"

"مجھے ابھی معلوم ہوا ہے کہ میرا بیٹا سحر زدہ ہے۔ بظاہر ہمارا فرماں بردار ہے لیکن اپنے عامل کے اشاروں پر چل رہا ہے۔"

"اور وہ عامل ہے سُپر ماسٹر۔"

"ہاں، میں موجودہ حالات سے سمجھ رہی ہوں۔"

"تم پانی سر سے گزر جانے کے بعد سمجھتی ہو۔ اگر میری دماغی توانائی بحال نہ ہوتی اور میں خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا پارس کے پاس نہ پہنچتا تو تم علی تیمور کے ساتھ مل کر اسے مار ڈالتیں۔"

"مجھے شرمندہ نہ کرو۔"

"کیا واقعی تمھیں شرم بھی آتی ہے؟ کیا اس سے پہلے تم نے پارس سے دشمنی نہیں کی؟ کیا اس سے پہلے بھی تمھیں شرم نہیں آئی تھی؟"

"مجھ سے جو غلطی ہوئی ہے اس کی سزا دو یا تلافی کا موقع دو۔"

"میں تمھیں آخری وارننگ دیتا ہوں۔ آئندہ پارس اور علی تیمور کے درمیان کوئی فرق ڈالو گی یا کسی سے امتیازی سلوک کرو گی تو ایسی سزا دوں گا کہ تمھاری ممتا دن رات انگاروں پر لوٹتی رہے گی۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

وہ گھبرا کر بولی "تم کیا کرنا چاہتے ہو؟"

"صاف اور سیدھی بات سننا چاہتی ہو تو سنو۔ میں علی تیمور کو ہمیشہ کے لیے تم سے بہت دور بھیج دوں گا اور اس کے دماغ پر ایسا عمل کروں گا کہ وہ تمھاری سوچ کی لہروں کو کبھی اپنے پاس پھٹکنے نہیں دے گا۔"

"نہیں، تم ایسا نہیں کرسکتے۔ میں ایسا نہیں کرنے دوں گی۔"

"اگر یہ چیلنج ہے تو مجھے ایسا کرنے دو، میں ابھی یہی کرنے جارہا ہوں۔"

"نہیں نہیں، میرا یہ مطلب نہیں ہے۔ میں چیلنج نہیں کررہی ہوں۔ میرے منہ سے بات پھسل گئی تھی۔ میں قسم کھا کر کہتی ہوں، دونوں بیٹوں کو ایک آنکھ سے دیکھوں گی! پارس کے پسینے کی جگہ خون بہاؤں گی۔ کبھی اس کے پاؤں میں کانٹا نہیں چبھنے دوں گی۔ مجھے ایک بار یہ ثابت کرنے کا موقع دو کہ میں دونوں کے لیے ایک جیسی ماں ہوں۔"

"میں پارس کی سلامتی پر اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتے ہوئے تمھیں ایک موقع دے رہا ہوں۔"

"تم بہت اچھے ہو، میں علی تیمور کے پاس جاؤں؟"

"تم نے دیکھا ہے کہ علی تیمور محفوظ ہے۔ اس کے برعکس پارس خطرات سے کھیل رہا ہے۔ تمھاری ممتا نے اس کے لیے تڑپ کر یہ نہیں کہا کہ میں پارس بیٹے کے پاس جاؤں گی۔ اسے ماں کی ضرورت ہوگی۔"

"میں ابھی کہنے والی تھی۔ تم نے میرے منہ کی بات چھین لی۔"

"سنو رسونتی! کتے کی دم کبھی سیدھی نہیں ہوتی اور تمھاری جیسی عورت کی فطرت کبھی نہیں بدلتی۔ بہتر یہی ہے کہ پارس کی فکر نہ کرو۔ خدانخواستہ اسے تم سے نقصان پہنچنے کا ذرا بھی اندیشہ ہوگا تو میں تم سے سمجھ لوں گا۔ جاؤ مرو اپنے بیٹے کے پاس۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ تھیلما مجھ سے اسپتال میں ملنے آئی تھی۔ مجھے بستر پر بیٹھا دیکھ کر خوشی سے بولی "تھینک گاڈ! تم اٹھ کر بیٹھ گئے۔ پچھلی رات تمھاری حالت بڑی تشویش ناک تھی۔ میں کل سے ابھی تک جاگ رہی ہوں، رو رو کر دعائیں مانگ رہی ہوں کہ وہ ہماری جان لے لے مگر تمھیں سلامت رکھے۔"

میں نے مسکرا کر کہا "خدا تمھاری جان کیسے لے گا، ابھی تو تمھیں دوبارہ جوان ہونا ہے۔ ذرا آئینہ دیکھو، زبردست تبدیلیاں آرہی ہیں۔"

وہ بستر کے سرہانے پر بیٹھ گئی۔ میرا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر بولی "ادنیل! میرے دل کی بات خدا جانتا ہے، تم میرے دل و دماغ پر چھا گئے ہو۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں لیلیٰ کی طرح تم پر عاشق ہوگئی ہوں۔ ہاں تو دل و جان سے تمھیں چاہتی ہوں۔ تمھاری عقیدت مند ہوں۔ میرے خلوص اور بے لوث محبت کا ثبوت یہ ہے کہ اب میرے دل میں دولت کی ہوس اور جوانی کی تمنا نہیں ہے۔ میں چاہتی ہوں، ساری زندگی تمھارے ساتھ رہوں اور رفتہ رفتہ انسان بنتی رہوں۔ میرا ماضی بہت شرمناک ہے۔ میں نے اپنے ایک بھتیجے پر بہت ظلم کیے ہیں۔"

"میں جانتا ہوں۔ میرا علم وہ بات مجھ کو پہلے بتا دیتا ہے جو تمھاری زبان پر آنے والی ہوتی ہے۔"

وہ ماضی میں ہونے والی غلطیوں کا اعتراف کررہی تھی۔ میں نے ایک ذرا اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ سچ کہہ رہی تھی، وہ دل و دماغ کی گہرائیوں سے مجھ سے متاثر ہوگئی تھی۔ میں دو وجوہ سے اس کی فیملی میں آیا تھا۔ ایک تو یہ کہ اس یہودی فیملی میں رہ کر بہ آسانی اسرائیل جاسکوں گا تو وہاں کوئی مجھ پر شبہ نہیں کرے گا۔ دوسرے یہ کہ تھیلما اور ٹام سورس وغیرہ نے اپنے بھتیجے ڈان سورس پر بے انتہا مظالم ڈھائے تھے۔ میں اس کا انتقام لینا چاہتا تھا۔ لیکن تھیلما اپنی غلطیوں کا اعتراف کررہی تھی۔ کہیں ڈان سورس مل جاتا تو ان غلطیوں کی تلافی کرسکتی تھی۔ وہ قابل معافی تھی البتہ ٹام سورس ہنوز بے ایمان اور دولت کا لالچی تھا۔ میں کسی وقت اسے سزا دے سکتا تھا مگر اب اسرائیل جانا ضروری نہیں رہا تھا۔ پارس وہاں سے نکل کر ایک جزیرے میں پہنچ گیا تھا۔ (میں ابھی وہاں کے حالات بیان کروں گا۔) سونیا اپنے ساتھ ماریہ کو لے گئی تھی۔ اب صرف ایک نینسی رہ گئی تھی، جو قانوناً میری بہو تھی لیکن یہ مجھ سے زیادہ پارس کا ذاتی معاملہ تھا۔ مجھے آج کل میں یہ فیصلہ کرنا تھا کہ اونیل سورس کے روپ میں موجودہ یہودی فیملی کے ساتھ رہنا چاہیے یا نہیں؟

ڈاکٹر میرا معائنہ کرنے کے لیے آیا۔ میں نے اس کے دماغ میں یہ بات پیدا کی کہ مجھے چند گھنٹوں تک تنہا آرام کرنا چاہیے اور کسی سے گفتگو نہیں کرنی چاہیے۔ اس نے تھیلما سے یہی بات کہہ دی۔ وہ بولی "واقعی تمھیں آنکھیں بند کرکے آرام کرنا چاہیے۔ میں شام کو سات بجے آؤں گی۔"

ڈاکٹر کے جانے کے بعد وہ بھی چلی گئی۔ میں آرام سے لیٹ کر آنکھیں بند کرکے شیر ماسٹر کے پاس پہنچ گیا۔ یہ ہماری سب سے بڑی کامیابی تھی کہ جو ٹیلی پیتھی جاننے والا شیر ماسٹر آہنی پردوں کے پیچھے چھپا رہتا تھا، اس کے ایک منصوبے کی ناکامی نے مجھے اس کے دماغ تک پہنچا دیا تھا۔ منصوبہ یہ تھا کہ وہ علی تیمور کو تنویمی عمل کے ذریعے ہمیشہ اپنا معمول بنا کر رکھے گا۔ پارس کو جب جزیرے میں پہنچایا جائے گا تو سلمان رازی اس پر تنویمی عمل کرے گا۔ اس طرح میرے دوسرے بیٹے کو بھی دماغی طور پر اپنے قبضے میں رکھے گا، اس کے بعد مجھے اطلاع دے گا کہ میرے دونوں بیٹے اس کی قید سے فرار ہوگئے ہیں۔ اس کے منصوبے کے مطابق جب میں دونوں سے دماغی رابطہ قائم کرتا تو وہ سعادت مند بچوں کی طرح میری ہر بات کا جواب دیتے لیکن یہ کبھی نہ بتاتے کہ وہ ایک جزیرے میں زندگی گزار رہے ہیں۔

وہ بڑی حد تک کامیاب ہوچکا تھا۔ علی تیمور کے دماغ پر حکومت کرنے لگا تھا۔ پارس کو بھی کسی رکاوٹ کے بغیر جزیرے میں پہنچا دیا گیا تھا۔ اسے سلمان رازی پر بڑا اعتماد تھا کیوں کہ وہ اس کی حکومت کا پرانا وفادار تھا۔ اس کی حکومت نے اس کی خدمات سے خوش ہوکر اسے وہ جزیرہ انعام کے طور پر دیا تھا۔ سلمان رازی اس کے معمولوں کے مطابق جزیرے میں دہشت گرد تیار کرتا تھا اور انھیں تخریب کاری کے لیے بھیجتا رہتا تھا، یعنی وہ اتنا وفادار تھا کہ اس پر اعتماد کرکے میرے دونوں بیٹوں کو اس کے پاس جزیرے میں بھیجا گیا تھا۔ اعتماد اس لیے بھی تھا کہ وہ انھیں اپنا داماد بنا کر رکھنا چاہتا تھا۔ اتنے گہرے رشتے کے بعد وہ انھیں جزیرے سے کبھی نکلنے نہ دیتا لیکن بات یہیں سے بگڑ گئی۔ شیر ماسٹر یہ نہیں جانتا تھا کہ دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا ماسٹر زیرو، یاسمینہ کو حاصل کرنا چاہتا ہے۔

جہاں سے بات بگڑنے لگی وہیں سے ذکر کرتا ہوں۔

ماسٹر زیرو نے جب دیکھا کہ پارس اور یاسمینہ ایک دوسرے میں دلچسپی لے رہے ہیں تو اس نے فیصلہ کرلیا کہ وہ ہمیشہ کے لیے پارس کا ذہنی توازن بگاڑ دے گا۔ جب سلمان رازی، پارس پر تنویمی عمل کرنے لگا تو وہ چپکے سے اس کے دماغ میں آیا۔ خیال تھا کہ تنویمی عمل کی وجہ سے پہلے ہی اس کا دماغ کمزور ہوگا۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے پوری طرح اس پر قبضہ جمائے گا پھر رفتہ رفتہ اسے پاگل بنا دے گا لیکن پارس نے اسے دماغ میں محسوس کرلیا تھا۔ سلمان رازی سے کہہ دیا تھا، اس کا تنویمی عمل کامیاب نہیں ہوگا کیوں کہ کوئی اس کے دماغ میں آرہا ہے۔

بھید کھلنے پر ماسٹر زیرو نے کہا "مسٹر رازی! میں پارس کا ذہنی توازن بگاڑنا چاہتا ہوں۔ اس کا ہوشمند رہنا ہم سب کے لیے خطرناک ہوگا۔"

سلمان رازی نے کہا "میں خطرات سے کھیلنے کا عادی ہوں، اسی لیے فرہاد کے دونوں بیٹوں کو اپنے پاس رکھنے کا خطرہ مول لے چکا ہوں۔"

"لیکن تم پارس کو داماد نہیں بناؤ گے کیوں کہ میں یاسمینہ کو چاہتا ہوں۔"

"بکواس مت کرو، یاسمینہ کا نام زبان پر لانے سے پہلے سوچو کہ کس سے باتیں کررہے ہو۔"

"تمھیں سوچنا اور خوش ہونا چاہیے کہ شیر ماسٹر کا رائٹ ہینڈ تمھاری بیٹی کا مطالبہ کررہا ہے۔ چلو اسے داماد بنانا چاہتے ہو کوئی بات نہیں، بعد میں بنا لینا۔ پہلے اسے ایک دو رات کے لیے میرے پاس چھوڑ دو۔"

یہ ایسی بات تھی جسے سنتے ہی سلمان رازی آپے سے باہر ہوگیا۔ اس کا دماغ پھٹ پڑا، برسوں کی وفاداری ریزہ ریزہ ہوگئی۔ اس نے گرجتے ہوئے کہا "ذلیل کتے! اب ایک لفظ نہ کہنا۔ اگر اپنی خیریت چاہتا ہے تو شیر ماسٹر کو فوراً میرے دماغ میں بھیج دے۔"

شیر ماسٹر کے آنے میں کچھ دیر ہوئی، اتنی دیر میں سلمان رازی نے پورے جزیرے کی ناکا بندی کرادی تاکہ ماسٹر زیرو فرار ہونے نہ پائے۔ دراصل شیر ماسٹر نے سمجھ لیا تھا، کھیل بگڑ رہا ہے۔ سلمان رازی کو بیٹی کی گالی پڑی ہے، اس کا غصہ آسانی سے ٹھنڈا نہیں ہوگا، اسے ٹھنڈا کرنے سے پہلے اس جزیرے سے ماسٹر زیرو اور دونوں پارس کو نکالنا ہوگا۔ انھیں وہاں سے نکالنے کے تمام انتظامات کرنے کے بعد اس نے سلمان رازی سے کہا "تم افریقی مسلمانوں میں یہی ایک خرابی ہے کہ تم لوگ بہت گرم مزاج ہوتے ہو۔ ذرا سی بات پر تمھیں غصہ آجاتا ہے۔"

وہ گرج کر بولا "اگر یہ ذرا سی بات ہے تو اپنی بیٹی ایک رات کے لیے ماسٹر زیرو کے پاس بھیج دو۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "مجھے غصہ نہیں آئے گا۔"

"اس لیے غصہ نہیں آئے گا کہ تمھاری سوسائٹی میں بیٹیاں راتوں کو گھر سے باہر رہتی ہیں۔ تمھارے ہاں ان کی ایک آدھ رات کا حساب نہیں ہوتا۔ ہم غیرت مند لوگ ہیں۔ کوئی ہماری بیٹی کا نام زبان پر لائے تو ہم اسے زندہ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

نہیں چھوڑتے۔ ماسٹر زیرو نے جیسی بات کہہ دی ہے اس کے بعد وہ یہاں سے زندہ واپس نہیں جائے گا۔"

"مسٹر رازی! تم اور ماسٹر زیرو دونوں ہی میرے لیے اہم ہو۔ میں تم میں سے کسی کا جانی نقصان برداشت نہیں کروں گا۔ اس نے سیدھے سادے انداز میں تمھاری بیٹی کا ہاتھ مانگا اور تمھیں غصہ آگیا۔ اگر یہ غصے کی بات ہے تو اُسے جزیرے سے باہر نکال دو۔ آئندہ وہ تم سے رابطہ قائم نہیں کرے گا۔ وہ دونوں پارس کو لے کر میرے پاس آجائے گا۔"

"ماسٹر! یہ کیا کہہ رہے ہو؟ میری دونوں بیٹیاں ذہنی طور پر دونوں پارس سے وابستہ ہو چکی ہیں۔"

"فرہاد کے بیٹے محض تمھاری رشتے داری کے لیے اغوا نہیں کیے گئے ہیں۔ عقل کی بات کرو۔ یہ دونوں ایسی جگہ رکھے جائیں گے جہاں میں اور ماسٹر زیرو انھیں اپنے قابو میں رکھ سکیں۔ چوں کہ تم ماسٹر زیرو کو پسند نہیں کرتے اس لیے اب دونوں پارس کی جگہ تبدیل کی جارہی ہے۔"

"نہیں ماسٹر! دونوں پارس میرے پاس محفوظ رہیں گے۔ فرہاد کبھی ادھر کا رُخ نہیں کرے گا۔ تم ماسٹر زیرو سے دوستی بنا ہنے کی خاطر اتنے اہم معاملے میں تبدیلی نہ کرو۔"

"میں دونوں کو جزیرے میں رکھ کر تنہا اُن پر توجہ نہیں دے سکتا۔ میری دوسری مصروفیات بھی ہوتی ہیں۔ ایسے وقت ماسٹر زیرو ہی ان کی نگرانی کرسکتا ہے۔ بہر حال میں نے دوسرے انتظامات کرلیے ہیں، میرا ایک ہیلی کاپٹر وہاں پہنچنے والا ہے۔"

"میری اجازت کے بغیر کوئی ہیلی کاپٹر جزیرے میں نہیں اُترے گا۔"

اس طرح دونوں میں ٹھن گئی ـــ سُپر ماسٹر کو سلمان رازی سے کوئی خطرہ نہیں تھا۔ وہ ایسے وفادار کتوں کو غدّاری کرنے پر آسانی سے ٹھکانے لگا دیتا تھا۔ اُسے خطرہ میری طرف سے تھا۔ اُس نے پچھلی شام سے ہر اُس ملک میں جاسوسوں کا جال بچھا رکھا تھا جہاں میری موجودگی کی توقع تھی۔ چونکہ میں خیال خوانی کے ذریعے اپنے بیٹے کی خبر نہیں لے رہا تھا اس لیے خیال پیدا ہوا میں بیمار ہوں۔ دماغی طور پر کمزور ہوں۔ اس کے جاسوس مجھے اسپتالوں میں ڈھونڈ رہے تھے۔ آخر معلوم ہوگیا کہ میں استنبول کے ایک اسپتال میں ہوں۔

ایسے وقت سُپر ماسٹر سے زیادہ خوش نصیب کوئی نہیں تھا۔ میں اس کے راستے کا سب سے بڑا پتھر آپ ہی آپ ہٹ گیا تھا۔ وہ میری دماغی کمزوری سے بھی فائدہ اٹھا سکتا تھا لیکن بیمار شیر کی بھی دہشت ہوتی ہے۔ وہ ابھی براہِ راست مجھے چھیڑ کر کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتا تھا۔ پہلے دونوں پارس کو ایک محفوظ مقام تک پہنچانا چاہتا تھا۔ اس نے وقتی طور پر مجھے نظر انداز کیا۔ اس کے اطمینان کے لیے اتنا ہی کافی تھا کہ میں خیال خوانی کے ذریعے اس کے راستے پر نہیں آؤں گا۔ وہ جزیرے میں مصروف ہوگیا۔

ایسے وقت اس کی بھی ایک کمزوری تھی۔ اتفاق سے وہ کچھ بیمار تھا۔ خیال خوانی کرسکتا تھا لیکن چند سیکنڈ سے زیادہ سانس روک نہیں سکتا تھا۔ اس کا خیال تھا وہ جلد سے جلد دونوں پارس کو جزیرے سے نکالنے کے بعد آرام کرے گا اور اپنا باقاعدہ علاج کرائے گا لیکن وہاں تنہا پارس اس کے لیے مصیبت بن گیا تھا۔ وہ ماسٹر زیرو کو بے ہوش کرنے کے بعد علی تیمور کا راستہ روک رہا تھا۔ دونوں بھائی ایک دوسرے سے گتھم گتھا تھے۔ ایسے وقت میں نے دماغی توانائی محسوس کی، سب سے پہلے بیٹے کی خبر لینے کے لیے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے پاس پہنچ کر معلوم ہوا کہ علی تیمور، سُپر ماسٹر کا معمول بنا ہوا ہے اور اپنے بھائی سے لڑ رہا ہے۔ میں علی تیمور کے پاس آکر اس کی ذہنی حالت کا اندازہ کرنے لگا۔ اس وقت سُپر ماسٹر جھنجلا کر اُس سے کہہ رہا تھا "کیا تم پارس سے پیچھا نہیں چھڑا سکتے؟"

وہ فکر مند تھا، جزیرے میں وقت ضائع کیے بغیر میرے دونوں بیٹوں کو وہاں سے نکال لینا چاہتا تھا۔ ایسے ہی وقت رسونتی اپنے بیٹے کی مدد کے لیے وہاں پہنچ گئی مجھے تقدیر نے سُپر ماسٹر کی آواز سُنادی تھی۔ میں نے اس کا لب و لہجہ اچھی طرح یاد کرلیا تھا لیکن اس کے دماغ میں پہنچنے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ جب موقع ملا تو وہ بستر پر پڑا ہوا تھا۔ یہ تقدیر کے تماشے ہیں کہ ایک گھنٹا پہلے میں بستر پر تھا اور اب تقدیر نے اسے لاکر بستر پر پٹخ دیا تھا۔

لوگ بیماری سے پریشان ہوتے ہیں، وہ اس فکر میں مرا جارہا تھا کہ کہیں میں نے علی تیمور کے دماغ میں آکر اس کی آواز و سُن لی ہو۔ وہ ہر لمحے اپنے دماغ میں میری آمد کا منتظر تھا۔ اس کا خیال تھا، میری سوچ کی لہروں کو محسوس کر لے گا۔ میں نے اس خام خیالی میں اسے مبتلا رکھا اور چپکے چپکے اہم معلومات حاصل کرنے لگا۔

اس کا نام راجر ہلٹن تھا۔ مین ہٹن کے ایک شاندار بنگلے میں رہتا تھا۔ بنگلے میں ایک خفیہ ٹیلیفون تھا جس کے ذریعے حکومت کے اہم افراد سے رابطہ قائم کرتا تھا یا کمپیوٹر کے ذریعے گفتگو کرتا تھا۔ ایمرجنسی کال پر ایک فوجی ڈاکٹر اس کے علاج کے لیے آیا تھا۔ اس کا اچھی طرح معائنہ کرنے کے بعد دوائیں دے کر چلا گیا تھا۔ اس کے صحت یاب ہونے تک دو فوجی افسروں کی ڈیوٹی لگا دی گئی تھی۔ میں نے اس کے دماغ سے ایسے چند اہم افسران کے نام معلوم کیے جو ٹرانسفارمر مشین اور اس کے نقشے کی حفاظت کے ذمّے دار تھے۔ اب وقت آگیا تھا کہ میں جلد از جلد وہاں تک پہنچ کر انھیں ہمیشہ کے لیے تباہ کردوں۔

میں نے ان افسران کے نام پتے اور ٹیلیفون نمبر معلوم کیے، ان میں سے کوئی یوگا کا ماہر نہیں تھا۔ وہ سب عمر رسیدہ ریٹائرڈ فوجی افسر تھے اور سب بہت ریزرو رہتے تھے۔ اچھی خاصی زندگی گزارنے کے بعد اب دنیاوی عیش و عشرت کے خواہش مند نہیں رہے تھے۔ کسی کلب وغیرہ میں نہیں جاتے تھے۔ انھوں نے جوانی میں شادی نہیں کی تھی، اس لیے بڑھاپے میں کوئی رشتے دار نہیں تھا۔ وہ تعداد میں تین تھے، زیرِ زمین خفیہ اڈے کے انچارج تھے۔ ایک زیرِ زمین اڈے میں ٹرانسفارمر مشین رکھی ہوئی تھی۔ دوسرے خفیہ اڈے میں مشین کا نقشہ اور بلیو پرنٹ رکھے ہوئے تھے۔ تیسرا خفیہ اڈا ایک چھوٹا سا ورکشاپ تھا جہاں آج کل ایک اور نئی ٹرانسفارمر مشین تیار ہو رہی تھی۔

قدرت کو جب منظور ہوتا ہے تو بندوں کی آزمائش کے لیے درجنوں شیطان پیدا ہو جاتے ہیں اور جب تا منظور ہوتا ہے تو ہر فرعون کے لیے ایک موسیٰ پیدا کر دیتا ہے۔ انھوں نے کئی ٹرانسفارمر مشین بنائیں، کئی شیطان پیدا کیے، آج ایک مشین کی موجودگی میں احتیاطاً دوسری مشین تیار کی جارہی تھی۔ ایسے میں قدرت نے مجھے ان خفیہ اڈوں کے انچارج تک پہنچا دیا تھا۔

میں نے خوب چھان بین کے بعد ایک خفیہ اڈے کے انچارج تک رسائی حاصل کی۔ اس کی آواز سُنی، پھر اس کے دماغ میں جاکر خاموشی سے بیٹھ گیا۔ وہ مشین، نقشے اور ان کے بلیو پرنٹ کا انچارج تھا۔ اس کے دماغ نے پورے یقین سے بتایا کہ نقشے اور اس کی نقلوں کا آخری اسٹاک اسی اڈے میں ہے۔ کسی اور سرکاری، خفیہ شعبے میں اس کی کوئی نقل نہیں ہے البتہ اس کی ایک نقل تیسرے خفیہ اڈے میں تھی جہاں اس کے مطابق نئی مشین تیار ہو رہی تھی۔

میں اس انچارج افسر کو کسی وقت بھی وہاں پہنچا کر ان تمام نقشوں کو جلا کر راکھ کرسکتا تھا لیکن ایسی جلد بازی سے دوسرے اڈے کے انچارج افسران ہوشیار ہو جاتے۔ میں نے بڑے صبر و تحمل سے مناسب وقت کا انتظار کیا۔ باقی دو افسران کے دماغوں میں پہنچ کر ان کے

بدنام ترین مُجرم چارلس سوبھراج کے جرائم کی مکمل تفصیل
قیمت ۲۰ روپے
چارلس سوبھراج کی سرگزشت
میں ملاحظہ فرمائیں
اپنے قریبی بک اسٹال سے طلب فرمائیں یا براہ راست ہم سے حاصل کریں
کتابیات پبلی کیشنز ○ پوسٹ بکس ۲۳ کراچی ۱

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

خفیہ اڈوں کے متعلق بھی معلومات حاصل کرتا رہا۔ آخری معلومات کے مطابق نئی مشین تیار ہو چکی تھی۔ اُسے آزمانے کے لیے ایک مرد اور ایک بہت ہی ذہین لڑکی کو اس میں سے گزارا گیا تھا۔ اب اس میں ایک نیا تجربہ کیا جا رہا تھا۔ مشین میں ایک نئی تبدیلی کی جا رہی تھی، اگر اس میں کامیابی ہوتی تو اس مشین سے گزرنے والا اپنی پچھلی زندگی بالکل بھول جاتا۔ جس کے دماغ سے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرتا اسی کی شخصیت بھی اختیار کر لیتا۔ یہ تجربہ دوسرے دن صبح ہونے والا تھا اور وہ تینوں افسر وہاں جانے والے تھے۔

میرے لیے اُن تینوں اڈوں کی تباہی بہت بڑا مسئلہ بن گئی تھی کیوں کہ ان مختلف تین زیرِ زمین اڈوں کے اوپر جو عمارتیں تھیں وہاں مسلح فوجیوں کا پہرا ہوتا تھا۔ وہ تینوں انچارج افسران پوری طرح تلاشی دینے کے بعد عمارتوں کے تہ خانوں میں جاتے تھے وہ اپنے ساتھ ایسا سامان نہیں لے جا سکتے تھے جس کے ذریعے مشینوں کو تباہ کیا جا سکتا۔ تہ خانوں کے دروازے مخصوص نمبروں سے کھلتے تھے اور وہ نمبر صرف وہی تینوں افسر جانتے تھے۔ اُن مشینوں کو اور ان کے نقشوں کو .... ہمیشہ کے لیے ختم کرنا اتنا آسان نہیں تھا۔ اگر میں آسان سمجھ کر ان کی تباہی پر تل جاتا اور اس کے بعد ایک مشین یا ایک نقشہ کسی طرح تباہ ہونے یا جلنے سے رہ جاتا تو پھر وہی ٹرانسفارمر مشین کا چکر چلنے لگتا اور اس کی حفاظت کرنے والے پہلے سے زیادہ محتاط ہو جاتے۔

میں دوسرے دن کچھ نہ کر سکا۔ ان تینوں کے پاس باری باری جاتا رہا۔ ان کے ذریعے اُن فوجی افسران کے دماغوں میں جگہ بناتا رہا جو اُن تہ خانوں کے اوپر والی عمارتوں میں ڈیوٹی دیا کرتے تھے۔ اس بار میں نے رسونتی اور آرمر کے علاوہ ڈینی دانیال کو بھی ساتھ رکھا۔ ہم چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے تقریباً بیس افسران اور اہم فوجی جوانوں کے دماغوں میں جگہ بنا لی۔ اس روز ان کی طرف سے ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے جو نیا تجربہ کیا گیا وہ ناکام رہا یعنی مشین کے ذریعے صرف دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا اضافہ ہوا تھا، ہم نے فیصلہ کر لیا، اب کسی تیسرے کا اضافہ نہیں ہو گا۔

آدھی رات کے بعد ہر خفیہ اڈے پر صرف دو افسر چند فوجی جوانوں کے ساتھ پہرا دیتے تھے۔ ہم چاروں نے پہلے نقشے والے تہ خانے پر حملہ کیا، وہاں کے افسروں اور جوانوں کے دماغوں کو اپنے قابو میں کیا۔ دو افسران کو تہ خانے میں پہنچایا۔ دروازے کھولنے کے مخصوص نمبر ہمیں یاد تھے، انھوں نے وہاں پہنچ کر اصل نقشہ اور اس کے تمام بلیو پرنٹس وغیرہ کو ایک جگہ جمع کیا پھر ان پر پیٹرول چھڑک کر آگ لگا دی۔ جب تک وہ تمام نقشے جل کر راکھ نہیں ہوئے، وہ وہاں کھڑے رہے۔ پھر تہ خانے سے باہر آ کر انھوں نے مخصوص نمبروں سے دروازے کو بند کیا، اس کے بعد اپنی ڈیوٹی کی جگہ پہنچے تو ہم نے ان کے دماغوں کو آزاد کر دیا۔ ایسا کرنے سے انھیں کسی خاص بات کا احساس نہیں ہوا کیوں کہ وہ تہ خانے میں جانے سے پہلے پی رہے تھے، خاصے نشے میں تھے، وہاں سے واپس آنے تب بھی نشے میں تھے ہم نے بڑی فراخدلی سے انھیں تہ خانے میں پیتے رہنے کا موقع دیا تھا۔

باقی دو تہ خانوں کے لیے خاص بارودی دھماکوں کے انتظامات کیے گئے تھے۔ پہلا مرحلہ خاموشی سے طے ہو گیا تھا۔ دوسرے دو مرحلے خاصے ہنگامہ خیز تھے، ہم نہیں چاہتے تھے کہ دوسرے تہ خانے میں دھماکے ہوں تو تیسرے تہ خانے والے ہوشیار ہو جائیں۔ اس غلطی سے بچنے کے لیے ہم نے دونوں جگہ دھماکوں کا ایک ہی وقت مقرر کیا۔ ایک تہ خانے میں جو افسران گئے ان کے دماغوں پر میں نے اور آرمر نے قبضہ جمایا۔ دوسرے تہ خانے میں جانے والے افسروں کے ساتھ رسونتی اور ڈینی دانیال لگے ہوئے تھے۔ دونوں جگہ ایک ایک ٹرانسفارمر مشین تھی۔ اُن افسروں نے مشین کے اہم اور پیچیدہ پرزوں کو کھول کر بڑے سے بیگ میں ڈال لیا۔ دونوں مشینوں کو بالکل ناکارہ بنا دیا پھر ان مشینوں کے اندر اور باہر چار بھاری قوت کے ٹائم بم لگا دیے۔ اس کے بعد تہ خانوں سے باہر آ کر عمارت سے باہر نکلے، ڈیوٹی پر حاضر رہنے والے جوان انھیں سلام کر رہے تھے اور وہ سر ہلا ہلا کر جواب دیتے ہوئے اپنی اپنی کاروں میں بیٹھ رہے تھے، پھر انھوں نے گاڑیاں آگے بڑھائیں بہت دور جا کر وہ ہماری مرضی کے مطابق مختلف گٹر کے نزدیک رُکتے گئے ان کے ڈھکن اُٹھا کر تھوڑے تھوڑے پرزے بیگ سے نکال کر گٹر کی گہرائی میں پھینکتے گئے۔ یہ عمل دیر تک جاری رہا۔

جب تمام پرزے پھینک دیے گئے، بیگ خالی ہو گئے تو وہ اپنی ڈیوٹی کی جگہ واپس جانے لگے۔ دونوں تہ خانوں میں چار چار بم رکھے گئے تھے۔ اُن آٹھوں کی بلاسٹنگ کا ایک ہی وقت مقرر تھا۔ جب وہ وقت آیا

تو جیسے قیامت آ گئی، رات کے وقت ان دھماکوں نے پورے شہر کو ہلا کر رکھ دیا۔ ہم نے افسروں کے دماغوں کو آزاد کر دیا تھا۔ اب ان کے دماغوں کو ہلانے کے لیے وہ دھماکے کافی تھے۔ رسونتی، آرمر اور دانیال میرے دماغ میں آ کر بے حد خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔ میں نے کہا "واقعی آج صرف ہمارے لیے نہیں بلکہ ساری دنیا کے لیے خوشی کا موقع ہے، ہم نے اچھی طرح اطمینان کر لیا ہے کہ ہماری اس دنیا میں اب کوئی ٹرانسفارمر مشین نہیں رہی ہے اور نہ ہی کوئی نقشہ کسی بھولے بھٹکے کردار کے پاس رہ گیا ہے۔ ان مشینوں کے جو ماہرین تھے وہ انہی عمارتوں میں رہتے تھے، بم کے دھماکوں نے انھیں بھی نابود کر دیا ہو گا۔"

ہم چاروں نے تھوڑی دیر بعد خیال خوانی کی پرواز کی۔ مشین کے جتنے میکینک اور ماہرین تھے، ان میں سے کسی کا دماغ ہماری سوچ کی لہروں کو قبول کرنے کے لیے زندہ نہیں رہا تھا۔ دانیال نے کہا "فرہاد صاحب! میں سمجھتا ہوں یہ آپ کی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ ہے، اس کے بعد آپ کوئی اور ایسا کارنامہ انجام نہیں دے سکیں گے۔"

رسونتی نے پوچھا "بھلا وہ کیوں؟"

"اس لیے کہ آج کل دونوں بیٹوں نے باپ کو چھٹی دے رکھی ہے۔"

اس پر سب قہقہے لگانے لگے۔ آرمر نے کہا "اتنی محنت کے باوجود ابھی سپر ماسٹر اور دو نئے خیال خوانی کرنے والے رہ گئے ہیں۔"

"وہ دونوں جب تک گم نام رہیں گے، خوش نصیب رہیں گے۔ جس دن ہمارے سامنے آئیں گے، آنجہانی کہلانے لگیں گے۔ رہ گیا سپر ماسٹر، اس سے ابھی نمٹ لیتا ہوں۔"

میں اس کے دماغ میں پہنچا تو وہ سانس روکنے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں نے ہلکا سا جھٹکا پہنچایا تو وہ کھڑے کھڑے گر پڑا۔ فرش پر تڑپتے ہوئے چیخنے لگا۔ ڈیوٹی دینے والا فوجی افسر دو مسلح جوانوں کے ساتھ دوڑتا ہوا آیا پھر اسے سہارا دے کر اُٹھاتے ہوئے بولا "کیا بات ہے؟"

اس نے میری مرضی کے مطابق لڑکھڑاتی ہوئی زبان سے کہا "مجھے فرہاد ہو گیا ہے؟"

"کیا؟" افسر نے حیرانی سے پوچھا "کیا ہو گیا ہے؟"

"کیا میری بات سمجھ میں نہیں آ رہی ہے؟ اُس خطرناک بیماری کو کیا کہتے ہیں جس کا کوئی علاج نہیں ہے اور جو مرتے دم تک پیچھا نہیں چھوڑتی؟"

"اُسے کینسر کہتے ہیں۔"

"نہیں، اُسے فرہاد کہتے ہیں۔"

"کیا مسٹر فرہاد تمھارے دماغ میں ہیں؟"

"اگر ہیں تو تم ان کا کیا بگاڑ لو گے؟ کیا ایسا کوئی ہے جو مجھے فرہاد کی انتقامی کارروائیوں سے محفوظ رکھ سکے؟"

افسر نے کہا "میں مسٹر فرہاد سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ ہمارے اعلیٰ حکام سے رابطہ قائم کریں۔ ہمارے حکام اُن سے اہم معاملات طے کرنا چاہتے ہیں۔"

سپر ماسٹر راجر ہلٹن نے کہا "جب میں نے فرہاد کے بیٹے علی تیمور کو اپنا معمول بنایا اور پارس کو اغوا کرایا تب ہمارے حکام کو فرہاد یاد کیوں نہ آیا؟ اب اسے کیا پڑی ہے کہ وہ ہمارے حکام سے گفتگو کرے؟"

افسر نے کہا "مسٹر راجر! اب تم سپر ماسٹر نہیں رہے۔ تم خاموش رہو، مجھے مسٹر فرہاد سے باتیں کرنے دو۔"

راجر نے کہا "میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں، جب تک میرا وجود ختم نہیں ہو گا، فرہاد کسی سے بات نہیں کرے گا۔ لہٰذا! میں جا رہا ہوں۔ یہ لو۔"

اس نے سانس روک لی۔ دوسرے لفظوں میں میں نے اسے سانس لینے نہیں دیا۔ وہ تڑپتا رہا اور میں سوچ کے ذریعے کہتا رہا "تم نے اپنی سیاسی چالوں کو کامیاب بنانے کے لیے جتنے بے گناہوں کو قتل کیا یا کرایا، ان تمام بے موت مرنے والوں کو یاد کرو۔ خدانخواستہ میں یا میرے بچے کمزور ہوتے تو تم انھیں کس طرح اذیتیں دے کر مارتے، یہ میں جانتا ہوں۔ تمھارے جیسے شیطان قابلِ معافی نہیں ہوتے۔"

اس کا دم نکل گیا اور دیدے پھیل گئے۔ میں نے افسر کے دماغ میں آ کر کہا "اپنے اعلیٰ حکام سے کہنا، میرا حساب برابر ہو گیا۔ آئندہ کوئی نیا حساب شروع ہو گا تو میں ان سے گفتگو کرنے آؤں گا۔ ڈیٹس آل۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ وہ سات شیطان جنھیں مشین نے پیدا کیا تھا، ان میں سے چھ مر چکے تھے۔ ڈینی دانیال رہ گیا تھا۔ وہ ہمارا وفادار تھا اور اب تک دوستی کا ثبوت پیش کرتا جا رہا تھا۔ وہ ایسی کوئی شیطانی حرکت نہیں کر رہا تھا جس پر ہمیں اعتراض ہوتا۔ وہ جلد ہی اسرائیل میں موجودہ حکومت کا تختہ اُلٹ کر نئے سرے سے انتخابات کرانے کے بعد وہاں اپنی مرضی کی حکومت قائم کرنا چاہتا تھا۔ یہ اس کا اپنا قومی اور ملکی معاملہ تھا۔ ہمیں اس سلسلے میں اس حد تک دلچسپی تھی کہ وہ ہمارا تعاون چاہتا تو

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہم پوری طرح تعاون کرتے کیوں کہ وہ بھی دن رات ہمارے کام آتا رہتا تھا۔

مشین اور نقشوں کو ہمیشہ کے لیے تباہ کرنے میں ایک ہفتہ لگا۔ اس عرصے میں جزیرے کے حالات تیزی سے تبدیل ہوئے۔ دونوں پارس کو پھر آزمائشوں سے گزرنا پڑا۔ میں ابھی وہاں کے تفصیلی واقعات بیان کروں گا۔ پہلے میں اپنے حالات بیان کردوں کیوں کہ اب استنبول شہر چھوڑ رہا ہوں۔

تھیلما دن میں کئی بار مجھ سے ملنے اسپتال آتی تھی۔ میں تیسرے دن اس کے ساتھ گھر آگیا۔ ٹام مورس نے مجھ سے کہا "اونیل! تم میرے بھائی ہو۔ میں تمھیں بہت چاہتا ہوں لیکن تھیلما کی چاہت برداشت نہیں کرسکتا۔ میں دیکھ رہا ہوں، وہ دن بہ دن تمھاری دیوانی ہوتی جارہی ہے۔"

میں نے کہا "اُس کی دیوانگی میں خلوص اور نیک نیتی ہے۔ تم اسے ایک گناہگار کی آنکھوں سے نہ دیکھو۔"

"تم مجھے گناہگار کہہ رہے ہو؟"

"کیا میں غلط کہہ رہا ہوں۔ آج کل تمھاری دولڑکیوں سے دوستی ہے۔"

پہلے تو وہ چونکا، پھر ڈھیٹ بن کر بولا "تمھارے نجومی ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم ہر بات درست کہتے ہو۔ یہ سراسر مجھ پر الزام ہے۔"

"اگر ڈھٹائی سے انکار کروگے تو میں سچائی ثابت کردوں گا۔"

"تم کبھی ثابت نہیں کرسکوگے کیوں کہ میں نے آج تک تھیلما کے سوا کسی لڑکی کا ہاتھ نہیں پکڑا ہے۔"

میں نے کہا "تھیلما! اپنے شوہر کی قدر کرو۔ یہ میرا بھائی ہے۔ میں بھی قدر کرتا ہوں، ہمیں بات کو تلخی کی حد تک نہیں بڑھانا چاہیے۔"

وہ کسی کام سے چلا گیا۔ لوگ اتنے ڈھیٹ ہوتے ہیں کہ گناہ کے خیال سے کہیں جاتے ہیں لیکن دعویٰ کرکے جاتے ہیں کہ گناہگار نہیں ہیں۔ میں نے تھیلما کے دماغ میں باہر جانے کی شدید خواہش پیدا کی۔ وہ مجھے چھوڑ کر نہیں جانا چاہتی تھی۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا "اونیل کبھی غلط نہیں کہتا، اس کی ہر بات درست ہوتی ہے لیکن ٹام اپنی پارسائی کا دعویٰ کرکے گیا ہے۔ اگر میں اس کا تعاقب کروں اور کہیں رنگے ہاتھوں پکڑلوں تو پھر ایک بار اونیل کی سچائی ثابت ہوجائے گی۔"

وہ میری انسلٹ برداشت نہیں کرسکتی تھی، اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولی "تم آرام کرو، میں ابھی آتی ہوں۔"

وہ گھر سے باہر نکلی۔ ٹام بہت پہلے ہی جاچکا تھا۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ اسے کہاں جانا ہے لیکن ایک ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر بے اختیار بولی "سینٹرل روڈ۔"

کوئی چالیس منٹ کے بعد وہ سینٹرل روڈ کے فٹ پاتھ پر چل رہی تھی۔ وہاں کتنے ہی مساج اینڈ باتھ کے پرائیویٹ اڈے تھے۔ بوڑھے رئیس اور شوقین نوجوان گرم پانی یا بھاپ کے ذریعے غسل کرنے آتے تھے۔ غسل سے پہلے نوجوان عورتیں ان کے بدن کی مالش کرتی تھیں۔ ظاہر ہے وہ ان حالات میں پارسا نہیں رہتے ہوں گے۔ تھیلما نے ایک اڈے کے منتظم سے پوچھا "مسٹر ٹام مورس کون سے باتھ روم میں ہیں؟"

وہاں کسی کے پرائیویٹ معاملات دوسروں کو نہیں بتائے جاتے تھے۔ منتظم نے پہلے کچھ بتانے سے انکار کیا پھر میرے مجبور کرنے پر بتادیا۔ وہ باتھ روم نمبر دس کے دروازے پر پہنچی۔ ایسے دروازے اندر سے بند ہوتے ہیں لیکن میں نے ٹام مورس کی بے خیالی میں دروازہ اس سے کھلا رکھوایا تھا۔ تھیلما نے اچانک دروازہ کھول کر دیکھا تو ٹام ایک دم سے بوکھلا گیا۔ وہ ایسی حالت میں تھا کہ کہیں منہ بھی نہیں چھپا سکتا تھا۔ وہ غصے سے بولی "یو چیٹ! غلاظت کے کیڑے! ابھی اسی وقت گھر آؤ۔ آج ہمارا فیصلہ ہوگا۔"

یہ کہتے ہی وہ تھوک کر چلی آئی۔ ایک گھنٹے بعد وہ دونوں میرے سامنے تھے۔ ٹام نے کہا "ٹھیک ہے میں نے جو کچھ کیا، وہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ اپنی عورت جب دوسرے مرد سے عشق کرنے لگے تو مرد بھی باہر جاکر بھٹکتا ہے۔"

تھیلما نے نفرت سے کہا "تمھیں شرم نہیں آتی۔ اپنے گناہ کا حساب کم کرنے کے لیے مجھے گناہگار کہہ رہے ہو۔"

"مجھے شرم دلانے سے پہلے اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھو تم اب میرے قابل نہیں رہی ہو۔ میں تمھارے ساتھ زندگی نہیں گزاروں گا۔"

"ارے تم زندگی گزارنے کی بات کرتے ہو۔ میں ایک سیکنڈ تمھارے ساتھ رہنا اپنی توہین سمجھتی ہوں۔"

"ایسی بات ہے تو پھر نکلو یہاں سے میرے گھر میں کیا کررہی ہو؟"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"یہ تمھارے باپ کا گھر نہیں ہے، کیا بھول گئے؟ شادی کی پچیسویں سالگرہ پر تم نے یہ مکان مجھے تحفے کے طور پر دیا تھا۔ باقاعدہ کورٹ پیپر پر میرے نام رجسٹری کرائی تھی ــ ابھی یہاں سے نہیں نکلو گے تو وہ کاغذات لا کر سے نکلوا کر قانونی کارروائی کروں۔

"تم مجھے میرے گھر سے نکالو گی؟ اور اس اڈیل کے بل بُوتے پر نکالو گی؟ میں ابھی تمھیں سیدھا کرتا ہوں۔"

وہ غصے سے پاؤں پٹختا ہوا دوسرے کمرے میں گیا۔ تھیلما سہم کر مجھ سے بولی "یہ کمینہ بہت ظالم ہے۔ غصے میں آتا ہے تو ہنٹر سے مارتا ہے۔"

میں نے کہا "کمزور مار کھاتے ہیں، میرا علم کہتا ہے، تم شہ زور ہو، اس سے ہنٹر چھین کر اس کی پٹائی کرو گی۔"

"بے شک تمھارا علم سچا ہے لیکن وہ ہاتھ پاؤں کا مضبوط ہے۔"

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی ٹام نے ڈرائنگ روم میں آکر "شڑاپ" کی آواز کے ساتھ ہنٹر کو فضا میں لہرایا پھر تھیلما کی طرف بڑھتے ہوئے کہا "میں عورت اور گھوڑی کو قابو میں رکھنا جانتا ہوں۔"

میں تھیلما کے دماغ میں تھا۔ اس کا نشانہ چُوک نہیں سکتا تھا۔ اس نے گلدان اُٹھا کر ٹام کے سر کا نشانہ لیا۔ گلدان ٹھیک سر پر لگا۔ وہ اُچھل کر اس کے پاس آئی اس کے سنبھلنے سے پہلے ہنٹر کو اس کے ہاتھ سے چھین لیا پھر کچھ فاصلے پر جا کر ہنٹر کو لہراتے ہوئے اس کی پٹائی کرنے لگی، وہ بچنا چاہتا تھا، میں اس کے دماغ میں رہ کر بچنے نہیں دیتا تھا۔ تھیلما کا کوئی ہاتھ خالی نہیں جا رہا تھا۔ ٹام کا لباس پھٹ رہا تھا۔ جسم پر سُرخ نشان پڑ رہے تھے۔ جہاں چمڑے کا ہنٹر پڑتا تھا وہاں سے خون اُبل پڑتا تھا۔ ٹام نے کئی بار کوشش کی، اس کے قریب جائے اور ہنٹر چھین لے لیکن میں اسے ناکام بناتا رہا۔ آخر وہ چکرا کر گر پڑا۔ تھیلما پسینے پسینے ہو رہی تھی۔ ہانپتے ہوئے کہہ رہی تھی "اسی ڈرائنگ روم میں تم نے سیکڑوں بار ڈان کو ہنٹر سے مار مار کر لہولہان کیا۔ پھر اسی جگہ ایک دن ڈان نے ہم سب کی پٹائی کی۔ آج میں تمھاری کھال اُتار رہی ہوں۔ اپنی زندگی چاہتے ہو تو یہاں سے بھاگ جاؤ۔ پھر کبھی میرے دروازے پر آؤ گے تو ملازموں سے جُوتے کھا کر جاؤ گے۔"

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے فرش پر بیٹھ گیا۔ ایسی حالت میں وہ اپنے پاؤں پر چل کر نہیں جا سکتا تھا۔ میں نے ایک ملازم کو بلا کر کہا "اس کی مرہم پٹی کرو اور لباس کراؤ۔"

ملازم حکم کی تعمیل کرنے لگا۔ جب مرہم پٹی ہو گئی، لباس بدل گیا تو اس نے کہا "تھیلما! جو ہوا اس پر ... میں تمھارا شوہر ہوں۔ ہم آج سے ایک نئی زندگی ... کریں گے۔"

"نئی زندگی ہم نہیں، میں شروع کروں گی۔ عورت سے مار کھانے والا مرد میرا جیون ساتھی نہیں ہو سکتا ... یہاں سے۔"

اس نے مجھے دیکھا۔ میں نے کہا "تم نے ... علم کو غلط کہا تھا اس لیے میں نے تمھیں مستقبل کی ... نہیں بتائی تھیں۔ اب بتا رہا ہوں۔ اس گھر سے نکلنے کے بعد تم کوڑی کوڑی کے محتاج ہو جاؤ گے۔"

وہ بولا "میں تمھارے علم کو مانتا ہوں مجھے ... سے بچا لو۔"

"اگر تمھیں بچاؤں گا اور پھر اس گھر میں رہنے کا موقع دوں گا تو میں مر جاؤں گا۔ سام مجھے ہلاک کرنے ... ناکام رہا، تم کامیاب ہو جاؤ گے۔"

"میں بڑی سے بڑی قسم کھا کر کہتا ہوں، میں ..."

میں نے ہاتھ اُٹھا کر اس کی بات کاٹتے ہوئے ...

"تمھارے قسم کھانے سے مقدر نہیں بدلے گا۔ میرا ... ہے، میں یہاں سے جلد ہی جانے والا ہوں۔ میرے ... تم تھیلما کو قتل کر دو گے۔ اگر تم دونوں میں علیحدگی ... تو یہ زندہ رہے گی اور ایک امیر کبیر خاتون کی طرح ... گزارے گی۔ بہتر ہے، تم یہاں سے فوراً چلے جاؤ۔"

وہ سر جُھکا کر چلا گیا۔ تھیلما میرے پاس آ کر ... پر گھٹنے ٹیکتے ہوئے بولی "کیا تم یہاں سے چلے جاؤ گے ..."

"ہاں۔ ہم سب تقدیر کے ہاتھوں میں کھلونا ہیں ... تدبیریں اور تمھارے آنسو مجھے روک نہیں سکیں گے ... اب میری باتیں غور سے سنو۔ کل سے تمھارے پاس ... دولت آتی رہے گی۔ دولت کے ساتھ دشمن بھی پیدا ... رہیں گے۔ لہٰذا تم اپنی دولت سے غنڈے خریدو گی جو ... حفاظت کریں گے اور دشمنوں کے دلوں پر تمھاری ... طاری کریں گے۔"

"او نیل! میں جانتی ہوں، تم جو کہتے ہو، وہی ہوتا ... لیکن یہ سب خواب کی سی باتیں لگ رہی ہیں۔"

"آنے والے کل کو آنے دو اور ابھی مجھے تنہا ..."

ہم آج کی رات کلبوں اور قمار خانوں میں گزاریں گے۔"

وہ آج رات میرے ساتھ وقت گزارنے کے خیال سے خوش تھی۔ سب مجھے تنہا چھوڑ کر چلی گئی۔ ان دنوں میں تنہائی میں ٹرانسفارمر مشین اور اس کے نقشوں کو تباہ کرنے کے سلسلے میں خیال خوانی کیا کرتا تھا۔ ہم رات کے آٹھ بجے گھر سے نکلنے لگے۔ میں نے کہا "تمام ملازموں کو اور نائٹ چوکیدار کو چھٹی دے دو۔ گھر کی کھڑکیاں اور دروازے لاک کر دو۔ آج رات یہاں کوئی نہیں رہے گا۔"

اس نے بے چون و چرا میری ہدایات پر عمل کیا۔ وہ صحیح معنوں میں مجھ پر اندھا اعتماد کرتی تھی۔ اس نے تمام دروازوں کو مقفل کر دیا۔ میں نے اس سے چابیاں لے کر ڈیش بورڈ میں رکھ دیں۔ اس نے اپنی کار کی اسٹیئرنگ سیٹ سنبھالی، میں اس کے پاس بیٹھ گیا۔ وہ بہت خوش تھی، بڑے موڈ میں کار ڈرائیو کرنے لگی۔ میں نے کہا "تھیلما! کبھی جذبات میں بہہ کر میرے پاس نہ آنا۔ ورنہ بلندی پر جاتے جاتے اچانک ذلت کی پستیوں میں جا گرو گی، میں ہمیشہ وہی سمجھاتا ہوں جس سے تمھاری زندگی سنور سکتی ہے۔"

"میں جانتی ہوں، تم کوئی غلط بات نہیں سمجھاؤ گے۔"

ہم ایک بہت بڑے کلب میں آئے۔ وہاں صرف کروڑپتی اور ارب پتی سرمایہ دار جُوا کھیلنے آتے تھے۔ وہاں کے دستور کے مطابق نقد رقم لاتے تھے اور اپنے ساتھ ایک دو مسلح گارڈز رکھتے تھے تاکہ نقد رقم پر کوئی ہاتھ صاف نہ کر سکے۔ ہم ایک کارنر ٹیبل کے اطراف آکر بیٹھ گئے، پہلے اپنی اپنی پسند کے مشروب کا آرڈر دیا۔ بیرا چلا گیا تو میں نے کہا "تھیلما! یہاں میری کوئی حرکت عجیب لگے تو خاموش رہنا، تمھیں بعد میں سب کچھ معلوم ہو جائے گا اور جب میں سر جُھکا کر خاموش رہوں یا کھانے میں مصروف رہوں تو مجھے مخاطب نہ کرنا۔ کوئی بیرا یا کوئی اجنبی آئے تو اسے دو چار باتیں کرکے ٹال دینا۔"

میں نے ایک اور بیرے کو اشارے سے بلا کر وقت پوچھا۔ اپنی رسٹ واچ یوں ہاتھ میں لی جیسے اپنی گھڑی کا وقت درست کرنا چاہتا ہوں۔ اس نے وقت بتایا، میں نے شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا "تم جا سکتے ہو، ہم آرڈر دے چکے ہیں۔"

وہ چلا گیا۔ میں دو بیروں کے دماغوں میں جگہ بنا چکا تھا، وہ جس میز پر آرڈر کی تکمیل کے لیے جاتے تھے، میں اس میز والے کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کرتا تھا، وہ جُوا کھیلنے آیا ہے یا محض حسینوں کے ساتھ رقص کرنے کے بعد کھانا کھا کر گھر جانے والا ہے؟ کئی دولت مند افراد کی سوچ نے بتایا کہ وہ خاصی رقم لے کر کھیلنے آئے ہیں۔ مجھے مایوسی ہوئی، کسی کے بیگ یا بریف کیس میں دو چار لاکھ یا پانچ لاکھ ڈالر سے زیادہ رقم نہیں تھی۔

میرے سامنے مشروب سے بھرا ہوا گلاس آگیا تھا۔ میں نے اس کی ایک چسکی لے کر کہا "تھیلما! اب میں بالکل خاموش رہوں گا۔"

یہ کہہ کر میں نے ایک ایسے رئیس کے دماغ پر قبضہ جمایا جس کے بریف کیس میں پانچ لاکھ ڈالر تھے۔ وہ اپنے سامنے بیٹھی ہوئی حسینہ سے بولا "میں ذرا باتھ روم سے آتا ہوں۔"

حسینہ نے مسکرا کر سر ہلایا۔ وہ بریف کیس اٹھا کر باتھ روم میں آیا پھر ایک دروازے پر پہنچا۔ وہاں میں نے پوری طرح اس کے دماغ کو مٹھی میں لے لیا پھر اسے کلب کے پچھلے راستے سے نکال کر تھیلما کی کار میں لے آیا۔ وہاں سے ڈرائیو کرتا ہوا تھیلما کے بنگلے میں پہنچا۔ ڈیش بورڈ کھول کر بنگلے کی چابی نکالی۔ ایک ہاتھ سے بریف کیس اٹھایا پھر مقفل دروازوں کو کھولتا ہوا تھیلما کے بیڈ روم میں آیا۔ بریف کیس کھول کر اسے بستر پر اُلٹ دیا۔ نوٹوں کی گڈیاں پلنگ کی چادر پر دور تک پھیل گئیں۔ اس نے بریف کیس کو دوبارہ بند کیا، پھر اسی طرح تمام دروازوں کو مقفل کرتا ہوا کار میں آکر بیٹھ گیا۔ بنگلے کی چابیاں واپس ڈیش بورڈ میں رکھ دیں۔ گاڑی ڈرائیو کرتا ہوا کلب کے اسی حصے میں پہنچا وہاں گاڑی پارک کی پھر کلب کے پچھلے حصے سے داخل ہو کر باتھ روم کے اسی دروازے تک پہنچا، جہاں میں نے اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جمایا تھا۔ میں نے اسے آزاد چھوڑ دیا۔ اس نے چونک کر کچھ سوچا، اپنے آس پاس دیکھا۔ دماغ نے سمجھایا، وہ ابھی یہیں دروازے کے سامنے تھا۔ میں نے اسے سوچنے سمجھنے کے لیے چھوڑ دیا اور دماغی طور پر حاضر ہو کر مشروب سے بھرا گلاس دوبارہ اُٹھا کر پینے لگا۔

تھیلما چور نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں نے پوچھا "تم میری خاموشی سے بور ہو رہی ہو؟"

وہ جواباً مسکرا کر بولی "تمھاری خاموشی میں بھی مصلحت ہوتی ہے، میرے لیے یہ خوشی کیا کم ہے کہ تمھارے ساتھ وقت گزار رہی ہوں۔"

"کیا تمھیں ٹام سے الگ ہونے کا دُکھ نہیں ہے؟"

itsurdu.blogspot.com
itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"بائی گاڈ، خوشی ہو رہی ہے۔ مَیں خود کو ایسی ہلکی پھلکی محسوس کر رہی ہوں جیسے میرے اوپر سے بہت بڑا بوجھ اُتر گیا ہو۔"

مَیں اس سے باتیں بھی کرتا رہا اور وہاں بیٹھے ہوئے دولت مند عیاشوں کے پاس بھی پہنچتا رہا۔ آخر ایک ایسے شخص کے دماغ میں پہنچ گیا جس کے پاس ایک کروڑ چالیس لاکھ ڈالر کالے دھن کی صورت میں تھے۔ اتفاق سے اس کی کوٹھی تھیلما کے بنگلے کے قریب ہی تھی۔ مَیں نے کہا۔ "مَیں پھر خاموش رہوں گا۔ تم کھانے کا آرڈر دو مگر مجھے بالکل مخاطب نہ کرنا۔"

مَیں نے اس کالے دھن والے کے دماغ پر قبضہ جما کر کلب سے اس کی کوٹھی میں پہنچایا۔ وہ تمام دولت بیڈ روم کے فرش کے نیچے ایک خفیہ خانے میں چھپائی گئی تھی۔ اس نے ایک بڑے سے بیگ میں تمام نوٹوں کی گڈیاں بھر لیں، وہاں ایک نوٹ بھی نہیں چھوڑا۔ پھر تھیلما کے بنگلے میں آکر، اس کے بیڈ روم میں پہنچ کر وہ تمام نوٹ اس کے بستر پر اُلٹ دیے۔ میرے پہلے شکار کی طرح تمام دروازوں کو مقفل کرتا ہوا باہر آیا۔ چابیوں کو ڈلیش بورڈ میں رکھا پھر گاڑی ڈرائیو کرتا ہوا ایک ویران راستے پر رُک گیا۔ دروازہ کھول کر اس خالی بیگ کو نکالا جس میں رقم لایا تھا۔ اس بیگ پر لائٹر کا پٹرول چھڑک کر آگ لگائی، اسے ایک طرف پھینکا، پھر دس منٹ کے اندر کلب میں واپس آکر اپنی میز کی اسی کرسی پر بیٹھ گیا۔

میں اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ کر تھیلما کو مسکراتے ہوئے دیکھنے لگا۔ وہ جواباً مسکراتے ہوئے بولی "اپنے علم میں ڈوبنے کے لیے گھر کی تنہائی مناسب ہوتی ہے۔ تم میری خاطر ہجوم میں پریشان ہو رہے ہو۔ ہم کھانے کے بعد گھر چلیں گے۔"

بیرا ہمارے درمیان کھانے کی ڈشیں لا کر رکھنے لگا۔ میں نے کہا "اب مجھے تنہائی اور خاموشی کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم خوب باتیں کریں گے۔ تم مجھے استنبول کی سیر کراؤ گی۔"

ہم کھانے کے بعد کلب سے باہر آئے۔ رات کے گیارہ بجے تھے۔ اس نے اسٹیرنگ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تمھارے جیسے عظیم انسان کے لیے آخر میں کیا کروں؟"

"کر تو رہی ہو۔ اتنے دنوں سے مجھے اپنے گھر میں رکھا ہوا ہے۔ میری خدمت کر رہی ہو۔ دن رات میرے آرام کا خیال رکھتی ہو۔ کچھ اور کرنا چاہتی ہو تو گاڑی اسٹارٹ کرو اور اس شہر کی سیر کرا دو۔"

ہماری گاڑی کے ساتھ ہی وہ کار کھڑی ہوئی تھی جس کے مالک کے پانچ لاکھ ڈالر پر میں ہاتھ صاف کر چکا تھا۔ وہ جھنجلا کر اپنی کار کی اسٹیرنگ سیٹ پر آیا تھا۔ اس کے پیچھے آنے والا مسلح گارڈ کہہ رہا تھا "باس! مَیں سامنے والے دروازے پر کھڑا ہوا تھا۔ مَیں نے آپ کو کہیں جاتے ہوئے نہیں دیکھا۔ پھر بریف کیس آپ کے پاس رکھے رکھے کیسے خالی ہو گیا؟"

"یہی بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔"

اِدھر تھیلما گاڑی اسٹارٹ کرنا چاہتی تھی۔ مَیں نے کہا "ذرا رُک جاؤ۔ مجھے ان لوگوں کی باتیں سننے دو۔"

اُدھر وہ مسلح گارڈ کہہ رہا تھا "باس ہمیں اس عورت کا تعاقب کرنا چاہیے جو کلب میں آپ کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے کوئی ایسا چکر چلایا ہے جو ابھی ہماری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔ اس کی نازک سی گردن دبوچ...

اس کی بات ادھوری رہ گئی۔ ایک ادھیڑ عمر... پاس آکر کہہ رہا تھا "باس! مَیں آپ کو ڈھونڈتا ہوا یہاں آیا ہوں۔ کل صبح میری وائف کا میجر آپریشن ہونے والا ہے۔ اگر مَیں نے صبح سے پہلے دس ہزار ڈالر اسپتال کے کاؤنٹر پر جمع نہ کرائے تو یہ آپریشن نہیں ہوگا۔ میری گھر والی مر جائے گی۔"

باس نے غصے سے کہا "بھاگ جاؤ یہاں سے۔ کیا تمھیں تنخواہ نہیں ملتی ہے؟"

"ملتی ہے باس! مجھے ایڈوانس دے دیجیے۔"

"یہاں مَیں لُٹ چکا ہوں۔ میرے پانچ لاکھ ڈالر غائب ہو گئے ہیں اور تم دس ہزار کا دُکھڑا رو رہے ہو؟"

"باس! آپ کے لیے پانچ لاکھ کچھ نہیں ہیں۔ آپ کسی رات جوئے میں جیت لیتے ہیں اور کبھی ہار جاتے ہیں۔ مجھے اپنی بیوی کی زندگی کو جیتنے کے لیے صرف دس ہزار ڈالر کی ضرورت ہے۔"

"کیوں میرا دماغ چاٹ رہے ہو۔ مَیں ابھی کسی کو ایک ڈالر بھی نہیں دوں گا۔ چلے جاؤ یہاں سے۔"

وہ مسلح گارڈ پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ باس کار ڈرائیو کرتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔ مَیں نے اس ادھیڑ عمر کے شخص سے کہا "مسٹر! اِدھر آؤ۔ تمھارا نام کیا ہے؟"

وہ پلٹ کر میرے پاس آیا پھر بولا "میرا نام کیشو ایڈوانی ہے۔ فرمائیے؟"

مَیں نے تھیلما سے پوچھا "تمھارے پاس کتنی رقم ہے؟"

"تم نے قمار خانے میں جانے کا ارادہ کیا تھا۔ مَیں بنک سے چالیس ہزار ڈالر لائی تھی۔ میرے اکاؤنٹ میں اتنی ہی رقم تھی۔"

مَیں نے اس سے پندرہ ہزار ڈالر لے کر کیشو ایڈوانی کو دیتے ہوئے کہا "ابھی جا کر اسپتال میں دس ہزار جمع کراؤ۔ پانچ ہزار اوپری اخراجات کے لیے رکھو۔"

وہ حیران حیران سا مجھے دیکھ رہا تھا۔ مَیں نے ایک کاغذ پر تھیلما کے بنگلے کا پتا نوٹ کر کے اسے دیتے ہوئے کہا "ایسے لوگوں کی ملازمت چھوڑ دو جو جوئے میں لاکھوں ہار جاتے ہیں لیکن ضرورت مند ملازم کو دس ہزار نہیں دے سکتے۔ کل شام کو اس پتے پر آؤ۔ تمھیں پہلے سے زیادہ تنخواہ والی ملازمت ملے گی۔"

وہ مجھے دُعائیں دینے لگا۔ تھیلما نے گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے کہا "تمھارے پاس زبردست علم ہے۔ تم کسی کو دیکھتے ہی سمجھ لیتے ہو کہ وہ کام کا آدمی ہے یا نہیں؟"

"ہاں! مجھے اس کے چہرے اور اس کی آنکھوں نے بتایا تھا کہ وہ بہترین اکاؤنٹنٹ ہے۔ بڑے بڑے بیوپاریوں کے ساتھ رہ چکا ہے۔ بہت سے کاروبار کے اندرونی رازوں کو جانتا ہے۔ تم اسے اپنا ذاتی مشیر بنا کر رکھو گی اور اس پر اندھا اعتماد کرو گی۔ یہ تمھاری دولت کی حفاظت بھی کرے گا اور دولت کو بڑھانے کے گُر بھی بتاتا رہے گا۔"

"تم جو کہتے ہو، میرے دماغ میں نقش ہو جاتا ہے اور مَیں تمھاری ہر ہدایت پر بے اختیار عمل کرنے لگتی ہوں۔"

مَیں نے پوچھا "یہاں کا بدنام علاقہ کون سا ہے؟ یعنی ایسا علاقہ جہاں چور، بدمعاش اور خطرناک قسم کے مجرم رہتے ہیں۔"

"کیا تم ایسی جگہ جانا چاہتے ہو؟"

"ہاں! مجھے لے چلو۔"

مختلف راستوں سے گزر کر ہم ایک ایسے علاقے میں پہنچے جہاں کسی قدر گندگی تھی، عورتیں نیم عریانیت کا اشتہار بنی ہوئی تھیں جو بھی مرد نظر آتا تھا، مستی میں چُور دکھائی دیتا تھا۔ وہاں قہوہ خانے بھی تھے اور شراب خانے بھی۔ کیبرے ہاؤس اور قمار خانے بھی جا بجا تھے۔ تھیلما نے ایک قہوہ خانے کے قریب گاڑی روک دی۔

مَیں دروازہ کھول کر باہر نکلا تو ایک غنڈہ آکر مجھ سے ٹکرا گیا۔ اس نے اس بہانے میری جیب صاف کر دی۔ مَیں نے انجان بن کر کہا "بھائی، ذرا دیکھ کر چلو۔"

وہ بولا "راستے میں گاڑی کھڑی کرتے ہو۔ ٹکر تو ضرور لگے گی۔ جو بگاڑنا چاہو بگاڑ لو۔"

مَیں نے چند سیکنڈ کے لیے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس کی جیب کا سارا مال اپنی جیب میں منتقل کیا پھر اپنے ایک کان کو پکڑتے ہوئے کہا "معاف کرنا، غلطی ہو گئی۔ قہوہ پینے کے بعد گاڑی یہاں سے ہٹا دوں گا۔"

"اچھا جاؤ۔ شرافت سے معافی مانگ رہے ہو اس لیے معاف کر دیا۔"

وہ ایک طرف چلا گیا۔ دو چار غنڈے مجھے گھور رہے تھے۔ مَیں نے قہوہ خانے کے مالک سے کہا "دو کپ قہوہ پلا دو۔"

مالک نے اپنے ملازم کو حکم دیا۔ پھر مجھ سے کہا "آج پہلی بار تمھیں دیکھا ہے۔ اچھا ہوا ٹونی کے مُنہ نہیں لگے اور معافی مانگ لی ورنہ تمھارے ساتھ یہ گاڑی بھی ٹوٹ پھوٹ جاتی اور تمھاری عورت کا جو حشر ہوتا اسے تم دیکھ نہیں پاتے۔"

مَیں نے پوچھا "کیا ٹونی یہاں کا دادا ہے؟"

"یہاں کا دادا مائیکل ہے۔ ٹونی اس کا چھوٹا بھائی ہے۔ تم یہاں کیوں آئے ہو؟"

"مَیں دیکھنے آیا ہوں، یہاں کا دادا اگر دلیر اور وفادار ہوا تو مَیں اسے ملازم بنا کر رکھوں گا۔"

دکان کے مالک نے زوردار قہقہہ لگایا۔ پھر اپنی جگہ سے اُٹھ کر بلند آواز سے کہا "سُنو لوگو! سُنو، یہ جنٹلمین ہمارے دادا مائیکل کو ملازم بنانے آیا ہے۔"

غنڈے بدمعاش جمع ہونے لگے اور مجھے دیکھ کر قہقہے لگانے لگے۔ ٹونی واپس آگیا تھا۔ اس نے میرا گریبان پکڑ کر پوچھا "کیوں بے گدھے کے بچے! تُو نے میرے بھائی کی شان میں کیا گستاخی کی ہے؟"

مَیں نے عاجزی سے کہا "بھائی گریبان چھوڑ دو، قہوہ پینے کے بعد پکڑ لینا۔"

وہ گرج کر بولا "گرم قہوے کی کیتلی لاؤ اور اس کے سر پر انڈیل دو۔ اس کے مُنہ سے جتنی چیخیں نکلیں گی، اسے اتنی ہی لاتیں جوتے پڑیں گے۔"

اسی وقت مسلسل فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ شور اُٹھا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کہ مائیکل دادا آرہا ہے۔ بہت سے لوگ سامنے والے چوراہے سے اُٹھ کر اِدھر اُدھر بھاگنے لگے۔ دو جیپ گاڑیاں نظر آئیں۔ ان کی سیٹوں پر کھڑے ہوئے غنڈے ہوائی فائرنگ کر رہے تھے اور چوراہے کے وسط میں آکر رُک گئے تھے۔ اب جیپوں سے کود کر باہر آرہے تھے۔ ایک نے بلند آواز میں کہا "بولو مائیکل زندہ باد۔"

سب زندہ باد کے نعرے لگانے لگے۔ ان نعروں کی گونج میں مائیکل نظر آیا۔ وہ ایک جیپ کی اگلی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ جب اُٹھ کر کھڑا ہوا تو پتا چلا، اچھا قد آور پہلوان ہے۔ چہرہ شیر کی طرح ہیبت ناک تھا۔ وہ اپنے پاس بیٹھی ہوئی ایک حسینہ کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر اٹھاتے ہوئے اور اسے سیٹ پر کھڑا کرتے ہوئے کہہ رہا تھا "دیکھو، اسے اچھی طرح دیکھو اور پہچانو، یہ کنگ آف کرائمز کی بہن جُولی ہے۔ اس کا بھائی جرائم کی دنیا کا بادشاہ کہلاتا ہے۔ کل اُس نے میرے ایک آدمی کو مارا تھا۔ میں اس کے بدلے آج اُس کی بہن کو اُٹھا لایا ہوں، وہ جب بھی جُولی کو لینے آئے گا، یہاں سے اس کی لاش جائے گی۔"

ٹونی نے خوشی سے اُچھل کر کہا "بھائی مائیکل زندہ باد۔ تم اپنے بھائی کے لیے حسین کھلونا لائے ہو۔ میں اسے چھو کر دیکھنا چاہتا ہوں۔"

وہ تھوڑی دیر کے لیے مجھے بھول گیا۔ جُولی کے حسن و شباب کو چھونے کے لیے دوڑتا ہوا گیا۔ میں نے اس کے دونوں پاؤں کو ایک دوسرے سے ٹکرا دیا۔ وہ زوردار آواز کے ساتھ اوندھے منہ گرا۔ میں نے فوراً ہی خیال خوانی کے ذریعے آرمر اور دانیال کو بلایا۔ وہ میرے دماغ میں آگئے۔ میں نے کہا "ابھی میں غنڈوں کے ایک علاقے میں ہوں۔ ان کے پاس ریوالور اور رائفلیں ہیں۔ تم دونوں چند ہتھیار والوں کو اپنے قابو میں رکھو۔ مجھے کوئی خطرہ پیش آئے تو انھیں آلۂ کار بنالینا، ورنہ خاموش رہنا۔"

اُدھر مائیکل نے ڈانٹ کر چھوٹے بھائی سے کہا "یو نان سنس، حسین عورت کو دیکھتے ہی دیوانے ہو جاتے ہو۔ اُٹھو وہاں سے۔ یہاں آکر جُولی کو اٹھاؤ اور اسے کاندھے پر بٹھا کر لوگوں کو دکھاؤ کہ تمھارے بھائی نے کنگ آف کرائمز کی بہن کو تحفے کے طور پر تمھیں دیا ہے۔"

ٹونی کپڑے جھاڑتا ہوا اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ جُولی سہمی ہوئی چاروں طرف یوں دیکھ رہی تھی جیسے کسی سے مدد کی توقع کر رہی ہو۔ دو آدمی اسے گھسیٹ کر چوراہے کے اونچے چبوترے پر لے آئے تھے۔ ٹونی نے وہاں پہنچ کر ایک فاتح کی شان سے چاروں طرف دیکھا۔ سب لوگ تالیاں بجا رہے تھے۔ وہ جُولی کو دیکھ کر اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے بولا "میری جان! آؤ میرے کاندھوں پر بیٹھو۔ میں دنیا کو دکھاؤں گا کہ تم میری آج رات کی دلہن ہو۔"

وہ سہم کر پیچھے ہٹنا چاہتی تھی، ٹونی نے اسے دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا۔ پھر اُسے اُٹھانے کی کوشش کرنے لگا۔ ایک مرد کے لیے کسی عورت کو اُٹھا کر کاندھے پر بٹھا لینا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ اس میں زیادہ محنت نہیں لگتی لیکن وہ محنت کر رہا تھا۔ پوری قوت سے اٹھانا چاہتا تھا مگر زمین سے ایک انچ بھی نہیں اُٹھا پا رہا تھا۔ مائیکل نے غصّے سے کہا "یو ایڈیٹ! تم ایک عورت کو نہیں اُٹھا سکتے؟"

وہ ہانپتے ہوئے بولا "برادر! یہ بہت بھاری ہے۔ اسے کوئی اُٹھا نہیں سکے گا۔"

"کیا بکواس کرتے ہو۔ ہٹو سامنے سے، میں تمھیں اُٹھا کر دکھاتا ہوں۔"

وہ شیر کی طرح چلتا ہوا جُولی کے قریب آیا۔ ذرا جھک کر اس کی پتلی سی کمر کو دونوں ہاتھوں سے پکڑا۔ وہ اتنا طاقت ور تھا کہ اسے پھول کی طرح اُٹھا کر اپنے کاندھے پر رکھ سکتا تھا لیکن وہ بھی نہ اُٹھا سکا۔ اسے حیرانی ہوئی۔ اس نے کچھ زیادہ زور لگایا، پھر اور زیادہ زور لگایا لیکن زور صرف جسمانی قوت کا نہیں ہوتا، اس کے لیے دماغی قوت بھی لازمی ہے اور میں دماغ کو بوجھ اُٹھانے سے روک دیتا تھا۔ جب دماغ ساتھ نہ دے تو جسم کچھ نہیں کر سکتا۔ مائیکل کئی بار کوشش کر کے پیچھے ہٹ گیا۔ بے یقینی سے جُولی کو دیکھتے ہوئے بولا "میری سمجھ میں نہیں آتا، تم ضرورت سے زیادہ وزنی ہو یا کوئی جادو جانتی ہو۔ سچ بتاؤ یہ کیا تماشا ہے!"

وہ بولی "گاڈ کی مرضی کے بغیر تم ایک تنکا بھی نہیں اُٹھا سکتے۔ میں سمجھتی ہوں، مجھے صرف میرا مردِ ہی اُٹھا سکتا ہے۔"

مائیکل نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا "میں اعلان کرتا ہوں، جو اس عورت کو اُٹھا کر اپنے کاندھے پر بٹھائے گا، اُسے انعام کے طور پر مل جائے گی۔"

یہ اعلان سُن کر کتنے ہی جوان ہاتھ اُٹھا کر کہنے لگے کہ وہ یہ شرط جیت لیں گے۔ مائیکل نے کہا "تم سب کو آزمانے میں رات گزر جائے گی، ہو سکتا ہے اس کا بھائی یہاں حملہ کرنے آجائے اور ہمارے جھگڑے میں یہ ماری جائے یا کسی کے ہاتھ نہیں آئے گی۔ لہٰذا یہ کوئی شرط [illegible]

اُٹھانے میں ناکام رہے گا، میں اسے گولی مار دوں گا۔"

یہ بات سنتے ہی سب ٹھنڈے پڑ گئے۔

اب کوئی اس حسینہ کو اُٹھانے اور انعام کے طور پر پانے کے لیے بے قرار نہیں تھا۔ میں نے آگے بڑھتے ہوئے کہا "مجھے یہ شرط منظور ہے۔ میں اسے اُٹھا کر اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔"

میرا دعویٰ سُن کر کچھ لوگ ہنسنے لگے۔ کچھ آپس میں ایک دوسرے سے سرگوشیاں کرنے لگے۔ تھیلما گھبرا کر کار سے باہر نکل آئی۔ ٹونی نے مائیکل سے کہا "برادر! یہ کوئی پاگل کا بچہ ہے۔ تھوڑی دیر پہلے کہہ رہا تھا، تمھیں اپنا ملازم بنانا چاہتا ہے۔"

مائیکل نے غرّا کر مجھے دیکھتے ہوئے پوچھا "تو کیا بکواس کر رہا تھا؟"

میں نے اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا "یہاں لوگوں کو کہتے سُنا ہے، تُو مرد کا بچہ ہے۔ بڑے بڑے شہ زوروں کے قدم اُکھاڑ دیتا ہے۔ لیکن تُو ایک کمزور عورت کو اس کے بھائی کی غیر موجودگی میں اُٹھا کر لایا ہے۔ تُو بہادر نہیں، بزدل اور بے غیرت ہے۔ میں تجھے اپنا ملازم نہیں بناؤں گا۔"

کوئی اسے ملازم بنانے والی بات کہنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا جب کہ میں بھرے مجمع میں اسے ملازم بنانے والی بات سے انکار کر رہا تھا۔ دونوں صورتوں میں اس کی انسلٹ ہو رہی تھی۔ مارے غصّے کے اس کی کھوپڑی گھوم گئی۔ اس نے یکبارگی مجھ پر چھلانگ لگائی۔ میں ایک طرف ہو گیا، وہ اوندھے مُنہ زمین پر گرا۔ اُسی وقت آرمر اور دانیال نے اپنے اپنے معمول کے ذریعے فائرنگ کی۔ ایک ہوائی فائر تھا۔ دوسری گولی ٹونی کے شانے کی ہڈی توڑتی ہوئی گزر گئی۔ دو ریوالور والے اونچے چبوترے پر آگئے۔ ایک نے کہا "یہ اجنبی اکیلا اور نہتّا ہے۔ جو اس پر حملہ کرے گا، اس کا حشر یہی ہو گا، جو تمھارے سامنے ٹونی کا ہو رہا ہے۔"

ایک رائفل والے نے یہ بات کہنے والے کا نشانہ لیا۔ اس سے پہلے ہی ہمارے تیسرے معمول نے اس کے پاؤں میں گولی ماری، وہ چیخ مار کر اُچھلا پھر زمین پر گرا۔ دوسرے نے کہا "اس اجنبی نے مائیکل دادا کو بزدل اور بے غیرت کہا ہے۔ لہٰذا مائیکل اپنے طور پر اسے جواب دے گا۔ ان دونوں کے درمیان کوئی تیسرا نہیں آئے گا۔"

مائیکل نے گھوم کر مجھے ایک ہاتھ مارنا چاہا۔ اس سے پہلے ہی میرا ایک ہاتھ اس کی ناک پر پڑا، دوسرا اس کے جبڑے پر۔ اس کے بعد میں نے اسے سنبھلنے کا موقع نہیں دیا۔ سب لوگ پیچھے ہٹ رہے تھے۔ وہ مار کھانے کے دوران سنبھلنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اسے ایک آدھ بار جوابی حملے کا موقع ملا۔ لیکن میں نے بچاؤ کر لیا۔ اس چوراہے پر دور تک مردوں اور عورتوں کی بھیڑ تھی۔ سبھی کو اس بات کی حیرانی تھی کہ جو مائیکل دادا بڑے بڑے شہ زوروں کو میدان چھوڑ کر بھاگنے پر مجبور کرتا تھا، وہ مجھ پر ایک حملہ بھی کرنے میں ناکام رہا تھا۔ اس کا چہرہ لہولہان ہو رہا تھا۔ جسم کے کئی حصوں پر چوٹیں آئی تھیں۔ اب وہ ڈگمگانے لگا تھا۔ حملہ کرنے کا خیال دل سے نکال چکا تھا، صرف بچنے کی تدبیر کرتا جا رہا تھا۔

آخر اس نے آنکھوں کے پاس سے لہو پونچھتے ہوئے چاروں طرف دیکھا پھر ہانپتے کانپتے ہوئے کہا "نمک حرامو! میرا کھاتے ہو، اور میری پٹائی کا تماشا دیکھتے ہو۔ میں حکم دیتا ہوں، اسے گولیوں سے چھلنی کر دو۔"

کتنی ہی رائفلیں میری طرف اُٹھ گئیں۔ میں نے مائیکل کو کھینچ کر اپنے سامنے کیا۔ ایک ہاتھ سے اس کی گردن دبوچ لی۔ ہمارے ایک معمول نے میری طرف ایک ریوالور پھینکا۔ میں نے اسے کیچ کرتے ہوئے کہا "اپنے ہتھیار پھینک دو۔ ورنہ میں اسے گولی مار دوں گا اور ہم کتنے طاقت ور ہیں یہ تم ٹونی کی حالت سے سمجھ سکتے ہو۔"

مائیکل نے خوف زدہ ہو کر اپنے آدمیوں سے کہا۔ "ہتھیار پھینک دو۔ کیا میری موت کا تماشا دیکھنا چاہتے ہو؟"

وہ لوگ اپنے ہتھیار پھینکنے لگے۔ میں نے کہا "تھیلما! جُولی کو اپنے پاس گاڑی میں بٹھاؤ۔"

وہ جُولی کو اپنے ساتھ اگلی سیٹ پر لے آئی۔ میں مائیکل کی کنپٹی پر ریوالور کی نال رکھے ہوئے گاڑی کے پاس آیا۔ ایک معمول نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ مائیکل نے پریشان ہو کر پوچھا "تم کون ہو؟ کیا کنگ آف کرائمز کے آدمی ہو؟"

میں نے اسے گاڑی کے اندر دھکا دیا۔ وہ اگلی اور پچھلی سیٹوں کے درمیان پھنس گیا۔ میں نے اندر بیٹھ کر دروازہ بند کیا۔ تھیلما نے گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھائی پھر رفتار بڑھاتی ہوئی اس علاقے سے باہر نکل آئی۔ میں نے کہا "جُولی! اپنا پتا بتاؤ، ہم تمھیں پہنچا دیں گے۔"

اپنا پتا بتاتے ہوئے جُولی کسی خاص خیال کے تحت مجھے بار بار عقب نما آئینے میں دیکھ رہی تھی۔ میں نے اس کے خیالات پڑھنے شروع کیے۔ اُس کا دل کہہ رہا تھا، میں فرہاد علی تیمور ہوں۔ وہ سوچ رہی تھی: میرے ساتھ بھلا معجزہ کیوں ہو گا؟ میں کون سی اللہ والی ہوں؟ البتہ جو ناقابلِ یقین

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

واقعات میری آنکھوں کے سامنے ہوئے، وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہی پیش آ سکتے ہیں۔ مائیکل اور ٹونی جیسے جوان مجھے زمین سے ایک انچ اوپر نہ اٹھا سکے۔ یہ اجنبی، دشمنوں کے درمیان ان کے لیڈر سے یوں لڑ رہا تھا کہ اپنی تنہائی کا ذرا خوف نہ تھا۔ اس کی حمایت مائیکل کے دو ایسے ریوالور بردار کر رہے تھے جو مجھے تھوڑی دیر پہلے اُٹھا کر لائے تھے اور وہ دشمنی کرنے والے میری حمایت میں اس اجنبی کا ساتھ دے رہے تھے۔ بے شک و شبہ یہ سارا کھیل ٹیلی پیتھی کا تھا۔

تھیلما نے ایک بڑی سی شاندار کوٹھی کے سامنے گاڑی روک دی۔ وہاں کتنی ہی گاڑیوں میں مسلح افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ سامنے والی جیپ میں کنگ آف کرائمز بیٹھا ہوا تھا۔ وہ سب مائیکل کے علاقے پر حملہ کرنے اور جُولی کو واپس لانے جا رہے تھے۔ جُولی ہماری گاڑی سے نکلی تو سب اسے حیرانی سے دیکھنے لگے۔ اس کے بھائی نے جیپ سے اُترتے ہوئے پوچھا "تم اُس شیطان کے چنگل سے کیسے نکل آئیں؟"

"صرف آئی نہیں، اُس شیطان کو بھی لائی ہوں۔"

مَیں نے پچھلا دروازہ کھول کر مائیکل کو کھینچ کر باہر نکالا پھر اسے کنگ آف کرائمز کے سامنے دھکیل دیا۔ دانیال نے میرے پاس آکر کہا "مَیں اور آرمر ابھی تک تھیلما کے دماغ میں تھے۔ ہمارا خیال ہے، یہاں بھی ہماری ضرورت ہو سکتی ہے۔"

"شاید ہو سکتی ہے۔ ذرا یہ دیکھ لیں کہ کنگ آف کرائمز کا مزاج کیسا ہے۔"

جُولی اپنے بھائی کو میرے متعلق بتا رہی تھی۔ اس نے میرے پاس آکر بڑی گرم جوشی سے مصافحہ کیا۔ اس کے آدمی مائیکل کو گھسیٹ کر کہیں لے جا رہے تھے۔ کنگ آف کرائمز نے کہا "مجھے کنگ آرتھر کہتے ہیں۔"

مَیں نے کہا "میرا نام اونیل مورس ہے اور یہ میڈم تھیلما ہے۔ ہمیں بہت ہی دلیر اور تجربہ کار باڈی گارڈز اور سیکیورٹی گارڈز کی ضرورت ہے۔ ہم اسی مقصد کے لیے مائیکل کے علاقے میں گئے تھے۔"

کنگ آرتھر نے کہا "تم غلط جگہ گئے تھے۔ مَیں تمھاری تمام ضروریات پوری کروں گا۔ آؤ میرے ساتھ ایک کپ چائے پیو۔ مجھے خوشی ہوگی۔"

وہ مجھے اور تھیلما کو اپنی شاندار کوٹھی میں لایا۔ جُولی کہیں چلی گئی تھی۔ مَیں نے ایک ذرا خیال خوانی کی تو پتا چلا کہ ہم جس ڈرائنگ روم میں تھے، وہ اس کی ایک دیوار کے پیچھے کھڑی مجھے دیکھ رہی تھی۔ کنگ آرتھر نے کہا "مسٹر اونیل! مجھے یقین نہیں آ رہا ہے کہ تم نے تنہا مائیکل کی پٹائی کی اور اسی کے علاقے سے اسے گرفتار کرکے لے آئے۔ لیکن میرے یقین نہ کرنے سے یہ حقیقت نہیں بدلے گی کہ تم میرے دشمن کو اور میری بہن کو لے آئے ہو۔ بائی دی وے میڈم تھیلما سے تمھارا کیا تعلق ہے؟"

"مَیں تھیلما کا ایک مہمان ہوں۔ یہ دنیا میں اکیلی ہے۔ مَیں اس کی حفاظت کے لیے قابلِ اعتماد اور باصلاحیت لوگوں کو ملازم رکھنا چاہتا ہوں۔"

ہماری باتوں کے دوران دس جوان اور دس ادھیڑ عمر کے مسلح افراد دو قطاروں میں آئے اور فوجی انداز میں سیلوٹ کرکے ہمارے سامنے کھڑے ہو گئے۔ کنگ آرتھر نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

ایک ادھیڑ عمر کے شخص نے کہا "مس جُولی نے ہمیں مسٹر اونیل کے سامنے حاضر ہونے کا حکم دیا ہے۔ یہ ہم میں سے اپنے کام کے آدمیوں کو منتخب کر سکتے ہیں۔"

کنگ آرتھر نے ہنستے ہوئے کہا "میری بہن جلد سے جلد تمھارے احسان کا بدلہ چکانا چاہتی ہے۔ تم چاہو تو ان سب کو لے جاؤ۔ یہ لوگ بہت ہی ہوشیار اور تجربہ کار ہیں۔ ساری عمر میڈم تھیلما کی خدمت کریں گے۔ لیکن انھیں ہماری طرف سے تنخواہیں ملتی رہیں گی۔"

مَیں نے کہا "سوری مسٹر آرتھر! ہم اسی کو پسند کریں گے جو ہمارا نمک خوار ہوگا۔ آپ ایسی بات نہ کریں جس سے میڈم تھیلما کی انسلٹ ہوتی ہو۔"

وہ جلدی سے بولا "مَیں تم دونوں کی انسلٹ کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ میرے جذبات کو سمجھو۔ مَیں بھی تم لوگوں کے کام آنا چاہتا ہوں۔"

"خدانخواستہ میڈم پر کوئی بُرا وقت آئے تو ضرور کام آنا۔ ابھی ایسی جلدی کیا ہے؟"

مَیں نے وہاں آنے والوں سے کہا "تم لوگ باری باری اپنا نام اور مختصر طور پر اپنا کام بتلاتے جاؤ۔"

وہ باری باری بولنے لگے۔ مَیں انھیں غور سے دیکھ رہا تھا اور ان کے خیالات پڑھتا جا رہا تھا۔ وہ سبھی کام کے آدمی تھے لیکن ذہنی طور پر کنگ آرتھر سے متاثر تھے۔ ان میں سے تین بہت ضرورت مند تھے۔ وہ آرتھر سے زیادہ رقم کو اہمیت دیتے تھے اور رقم کی خاطر جان جوکھم میں ڈال سکتے تھے۔ مَیں نے اس طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "مجھے فی الحال ان تینوں کی ضرورت ہے۔ مَیں پتا لکھ دیتا ہوں، یہ کل سے ڈیوٹی پر آ سکتے ہیں۔ مَیں ان کی ماہانہ تنخواہ بتا دیتا ہوں۔"

کنگ آرتھر نے کہا "اس کی ضرورت نہیں ہے۔ تم جو دو گے، یہ اس سے انکار نہیں کریں گے۔"

"یعنی ہمارے پاس آکر بھی تمھارے دباؤ میں رہیں گے۔ تم جتنی تنخواہ لینے کا حکم دو گے، یہ اسے قبول کریں گے؟"

"بھئی! یہ میرے پاس سے جا رہے ہیں، میرا حکم ضرور مانیں گے۔"

"مجھے صرف میڈم تھیلما کے لیے وفاداروں کی ضرورت ہے۔ مَیں بھول گیا تھا کہ تمھارے یہاں سے آنے والے تمھارا حکم بھی مان سکتے ہیں۔"

"اس میں حرج کیا ہے؟"

مَیں نے پوچھا "اگر تم حرج نہیں سمجھتے ہو کہ تمھارے گھر کا اور تمھارے دھندوں کا راز ہمیں معلوم ہوتا رہے تو ہمارے بھی دو چار آدمی یہاں آکر تمھارا کام کرتے رہیں گے۔ ہم دونوں کے وفادار ہمیں ایک دوسرے کا راز بتا دیا کریں گے۔"

وہ بے چینی سے پہلو بدلتے ہوئے بولا "یہ نہیں ہو سکتا۔ میرا کوئی وفادار میڈم تھیلما کو میرا کوئی راز نہیں بتائے گا۔ مَیں تمھاری بات سمجھ گیا ہوں۔ ان تینوں کو لے جاؤ۔ آج سے میرا ان کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رہے گا۔"

مَیں نے تھیلما کا پتا لکھ کر دے دیا۔ پھر اس سے رخصت ہونا چاہا۔ وہ ہمیں باہر گاڑی تک چھوڑنے آیا۔ کہنے لگا "مسٹر اونیل! مَیں تم دونوں کے کام آنے کے لیے بڑی بے چینی سے کسی موقع کا انتظار کروں گا۔"

مَیں اس سے مصافحہ کرکے رُخصت ہو گیا۔ راستے میں تھیلما نے کہا "مَیں پہلی بار آزادی سے تمھارے ساتھ گھومنے نکلی۔ مگر یہ تفریح بڑی خطرناک ثابت ہوئی۔ اگر مائیکل کے آدمی تمھیں گولی مار دیتے تو کیا ہوتا؟"

"کیسے مار دیتے؟ میرے مقدر میں ابھی زندگی ہے۔"

"مَیں محسوس کر رہی ہوں، تم صرف نجومی نہیں اور بھی بہت کچھ ہو۔ اوہ گاڈ! تم کتنی مہارت سے لڑ رہے تھے اور یہ کتنے تعجب کی بات تھی کہ مائیکل کے دو آدمی تمھارا ساتھ دے رہے تھے۔"

مَیں نے جماہی لی۔ اس نے پوچھا "نیند آ رہی ہے؟"

"ہاں! رات کے دو بج چکے ہیں۔"

تھیلما نے بنگلے کے پورچ میں گاڑی روک دی۔ مَیں نے ڈیش بورڈ سے چابیاں نکالیں۔ پھر ہم دروازہ کھولتے ہوئے اس کے بیڈ روم میں پہنچے۔ وہ حیرت سے چیخ مار کر جہاں تھی، وہیں کھڑی رہ گئی۔ اسے بستر پر بڑے بڑے نوٹوں کی گڈیاں نظر آ رہی تھیں۔ اس کا منہ حیرت سے کھل گیا تھا، دیدے پھیل گئے تھے۔ پھر وہ دوڑتی ہوئی بستر پر گئی۔ ان بھاری گڈیوں کو اُٹھا کر دیکھتے ہوئے بولی "اتنے ڈالر مَیں نے کبھی خواب میں بھی نہیں دیکھے تھے۔ کیا میں خواب دیکھ رہی ہوں؟"

اس نے اپنی ایک انگلی دانتوں میں دبائی پھر چیخ مار کر بولی "یہ خواب نہیں ہے۔ مگر اتنی دولت میرے کمرے میں کیسے آگئی؟ یہ نوٹ ہیں، کچرا تو نہیں ہے پھر اسے کون یہاں پھینک گیا ہے؟"

اس نے چونک کر مجھے دیکھا۔ مَیں نے مسکرا کر کہا۔ "مَیں نے کہا تھا ناں کل سے تم بے انتہا دولت مند بننے والی ہو۔ وہ کل، آج رات بارہ بجے سے شروع ہو چکی ہے۔"

اس کی آنکھیں خوشی سے بھیگ رہی تھیں۔ وہ مسرت سے کانپتی ہوئی بولی "تم میرے لیے آسمان سے اُتر کر آئے ہو۔ خدا کے لیے بتا دو، تم کون ہو، نہیں تو مَیں سوچتے سوچتے مر جاؤں گی۔"

وہ میرے قدموں میں گرنا چاہتی تھی، مَیں نے اسے پکڑ لیا۔ اسی وقت ٹیلی فون کی گھنٹی چیخنے لگی۔ وہ فون کے پاس گئی۔ ابھی کسی سے بات کرنا نہیں چاہتی تھی، میری حقیقت معلوم کرنے کے لیے بے چین ہو گئی تھی۔ اس نے ناگواری سے ریسیور اُٹھا کر کہا "ہیلو، کون ہے؟"

مَیں اس کے دماغ میں تھا۔ دوسری طرف سے جُولی نے پوچھا "کیا تم میڈم تھیلما ہو؟"

"ہاں۔ تم کون ہو؟"

تھیلما نے اسے آواز سے نہیں پہچانا۔ وہ بولی "مَیں کوئی بھی ہوں، فرہاد علی تیمور سے بات کرنا چاہتی ہوں۔"

تھیلما نے حیرانی سے پوچھا "کون فرہاد علی تیمور؟"

"وہی جو تمھارے پاس ہے۔"

تھیلما نے کن انکھیوں سے مجھے دیکھا۔ مَیں دھپ سے صوفے پر گر پڑا۔ وہ جُولی میرے پیچھے پڑ گئی تھی۔ مَیں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کا ہاتھ کریڈل پر رکھ دیا۔ دونوں کے درمیان رابطہ ختم ہو گیا۔ اِدھر تھیلما "ہیلو ہیلو" کہہ رہی تھی، اُدھر جُولی سوچ رہی تھی 'مَیں نے کریڈل پر ہاتھ رکھ کر فون ڈسکنیکٹ کیوں کر دیا؟'

تھیلما نے میری مرضی کے مطابق بے خیالی میں ریسیور کو کریڈل سے ہٹا کر رکھ دیا تاکہ پھر رابطہ قائم نہ ہو اور مجھے جُولی سے نمٹنے کے لیے کچھ سوچنے کا موقع مل جائے۔

٭٭٭

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

پہاڑی کے نیچے تمام مسلح افراد "پارس زندہ باد" کے نعرے لگا رہے تھے۔ پہاڑی کے اوپر ہیلی کاپٹر تباہ ہو چکا تھا۔ دشمن پسپا بھی ہوئے تھے اور موت کے گھاٹ بھی اُتر چکے تھے۔ سب سے اہم اور قابلِ فخر بات یہ تھی کہ سُپر ماسٹر موجودہ دنیا کی بہت بڑی طاقت تھا، اسے پارس نے شکست دی تھی۔ سلمان رازی اس کے شانے کو تھپک کر کہہ رہا تھا "میرے وفادار اور جاں نثارو! دیکھو، یہ میرا ہونے والا داماد ہے۔ آس پاس کے ملکوں میں میری بہادری کے چرچے ہیں، میں نے آج تک کسی کے سامنے سر نہیں جھکایا، پارس بھی نہ کسی کے آگے جھکتا ہے نہ کسی کو خواہ مخواہ جھکانا پسند کرتا ہے۔ یہ صرف میرا ہونے والا داماد ہی نہیں، اس جزیرے کا اگلا مالک بھی ہے۔"

سب لوگ خوشی کے نعرے لگانے لگے، پارس کو مبارک باد دینے لگے۔ وہ بولا "مسٹر رازی! ہیلی کاپٹر کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا اچھلتا ہوا مجھ پر آ رہا تھا، آپ ڈھال بن کر میری جگہ زخمی ہو گئے۔ آپ کی اس محبت کا بہت بہت شکریہ۔ آپ کو فوری طور پر طبّی امداد کی ضرورت ہے۔"

وہ خوشی سے چیختے ہوئے بولا "آج مجھے اپنے زخموں کی پروا نہیں ہے، آج ہم فتح کا جشن منائیں گے۔"

وہ اور بہت کچھ کہنے والا تھا، پارس نے کہا "پلیز آج جشن منانے کا پروگرام نہ بنائیں۔ سُپر ماسٹر جوابی کارروائی کرے گا، ہمیں علی تیمور پر پوری توجہ دینا چاہیے۔ وہ پھر میرے بھائی کو آلۂ کار بنا سکتا ہے۔ اس جزیرے میں اس کے کچھ حمایتی اور تمہارے دشمن ہو سکتے ہیں۔ جب تک پاپا اس سے نمٹ نہیں لیں گے، ہمیں یہاں بہت محتاط رہنا ہو گا۔"

اس نے کہا "میں ہمیشہ محتاط رہتا ہوں۔ میں جشن مناتے وقت بھی دشمنوں پر نظر رکھتا ہوں، تم فکر نہ کرو میرے بچے! یہ سلمان رازی ہر حال میں دشمنوں سے نمٹنا جانتا ہے۔"

وہ قافلہ وہاں سے روانہ ہوا۔ ایک گاڑی کی پچھلی سیٹ پر علی تیمور بیٹھا ہوا تھا۔ پارس اس کے پاس آ کر بیٹھ گیا تھا۔ علی تیمور نے کہا "تم اس جزیرے میں ہیرو بن گئے ہو!"

"علی تیمور! تم بھی ہیرو بن سکتے تھے لیکن یہ دماغ تمہارے اپنے اختیار میں نہیں ہے۔ جب تنویمی عمل کے اثر سے نکلو گے تو میری بات سمجھ میں آئے گی۔"

"میں کسی کے اثر میں نہیں ہوں۔ اور میں اس سلسلے میں کوئی بحث نہیں کرنا چاہتا۔"

"اچھی بات ہے، لاحاصل بحث سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ مجھے یقین ہے، پاپا تمھیں دشمنوں کے اثر سے ضرور نکالیں گے۔"

وہ ناگواری سے بولا "میرے سامنے پاپا کا نام نہ لو۔"

پارس نے حیرانی سے پوچھا "کیا تم پاپا سے بیزاری ظاہر کر رہے ہو؟"

"کیا مجھے تمہاری طرح خوش ہو کر پاپا زندہ باد کہنا چاہیے؟ وہ میرے دماغ میں زلزلے پیدا کر رہے تھے اور تم خوشی سے نعرے لگا رہے تھے۔ تم نے اور پاپا نے مجھ سے کھلی دشمنی کی ہے۔ کیا کوئی باپ اپنے بیٹے کو اس طرح ذہنی اذیتوں میں مبتلا کرتا ہے؟"

پارس نے کہا "کوئی ماں بھی ایسا نہیں کرتی اور تم ماما کو میرے دماغ میں آ کر زلزلہ پیدا کرنے کا موقع دینا چاہتے تھے۔ پاپا وقت پر نہ پہنچتے تو میں اب تک دماغی کمزوری میں مبتلا رہتا اور ہم دونوں بھائی سُپر ماسٹر کی قید میں ہوتے۔"

وہ طنزیہ انداز میں بولا "اور اب ہم جزیرے میں قید ہیں۔"

"یہاں ہم آزاد ہیں۔ جلد ہی پاپا اور سلمان رازی میں دوستی ہو جائے گی۔ میرا خیال ہے، تم ذرا ذرا سمجھ رہے ہو، سمجھوتا ہو گا۔"

"تم خود کو آزاد سمجھتے ہو، میں خود کو قیدی سمجھتا ہوں۔ یہ اپنے اپنے سوچنے اور سمجھنے کا انداز ہے۔ میری صحیح بات تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی۔"

"اپنی صحیح بات مضبوط دلیل سے پیش کرو، میں قائل ہو جاؤں گا۔"

"آدمی خواہ کتنا ہی ذہین ہو، وہ حسین عورت کے چکر میں احمق بن جاتا ہے۔ تم میری عادت کو سمجھتے ہو، میں دنیا بھر کی حسین ترین لڑکیوں سے متاثر نہیں ہوتا اور تم ہو جاتے ہو۔ یہاں سلمان رازی کی ایک بیٹی کا جادو مجھ پر نہیں چلا جبکہ دوسری بیٹی کا جادو تمہارے سر چڑھ کر بول رہا ہے۔ تم یاسمینہ کے چکر میں احمق بن رہے ہو۔"

پارس نے تائید میں سر ہلا کر کہا "بڑی مضبوط دلیل ہے۔ مجھے قائل ہو جانا چاہیے۔ واقعی چکاچوند کرنے والے حسن و شباب کے سامنے عقل کام نہیں کرتی۔ مگر بھائی! میری عقل اب اکیلی نہیں ہے۔ ماما اور پاپا خیال خوانی کے ذریعے ہمارے پاس پہنچ گئے ہیں۔ انھیں یاسمینہ کے بارے میں معلوم ہو جائے گا۔ میں تو عاشق مزاج ہوں لیکن ہمارے جزیرے میں رہنے یا نہ رہنے کا فیصلہ پاپا کریں گے۔ اس لیے تم اپنی دلیل کے ساتھ انتظار کرو۔ ہم میں سے کون راستی پر ہے، یہ حقیقت جلد سامنے آ جائے گی۔"

وہ خاموش رہا۔ پارس نے کہا "میں نہیں چاہتا تمھیں یہاں آہنی سلاخوں کے پیچھے رکھا جائے۔ کیا تم نارمل نہیں رہ سکتے؟"

"کیا میں تمھیں پاگل نظر آ رہا ہوں؟"

"تم یہاں سے فرار ہونے کی کوشش کرو گے یا سلمان رازی کے خلاف کسی کی سازش میں شریک ہو جاؤ گے تو یہ پاگل پن ہو گا۔"

وہ اپنی پیشانی کو سہلاتے ہوئے بولا "جب سے پاپا نے مجھے دماغی جھٹکا پہنچایا ہے، تب سے میرے دماغ میں وہ پُراسرار آواز نہیں آ رہی ہے۔ وہ آواز سچی ہے۔ سیدھی میرے دل میں اُترتی ہے اسی لیے میں اُس کی بات پر عمل کرتا ہوں، اور عمل کرتا رہوں گا۔"

پارس ایک گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ اس کا بھائی مجبور تھا، وہ خود اپنی بے بسی کو نہیں سمجھ رہا تھا۔ اس نے کھڑکی سے باہر دیکھا۔ اُن کا قافلہ سلمان رازی کے بنگلے کے سامنے پہنچ رہا تھا۔ یاسمینہ دُور سے دوڑتی ہوئی پاس آئی پھر پارس کو مبارک باد دے کر کہنے لگی "میری بہن زرینہ نے بتایا ہے کہ علی تیمور اس سے دشمنوں جیسا سلوک کر رہا تھا۔ تم نے زرینہ کو اس کے چنگل سے چھڑایا تھا۔"

"میرا بھائی تنویمی عمل کے زیرِ اثر ہے۔ انشاءاللہ وہ جلد ہی نارمل ہو جائے گا۔"

وہ باتیں کرتے ہوئے بنگلے کے سامنے آئے۔ سب لوگ گاڑیوں سے اُتر آئے تھے، صرف علی تیمور بیٹھا ہوا تھا۔ سلمان رازی کے آدمی اس کے دونوں طرف رائفلیں تانے کھڑے ہوئے تھے۔ پارس نے پوچھا "یہ کیا ہے؟ رائفلیں ہٹا لو۔"

سلمان رازی نے کہا "بیٹے! بے شک یہ تمہارا بھائی ہے لیکن قابلِ اعتماد نہیں ہے۔ تمہارے پاپا نے کہا تھا، وہ ابھی آ کر مجھ سے باتیں کریں گے۔ لیکن وہ نہیں آ رہے ہیں۔ دانش مندی یہ ہے کہ فی الحال اسے سلاخوں کے پیچھے قید رکھا جائے۔"

"یہ دانش مندی نہیں ہو گی۔ اگر علی تیمور کو سلاخوں کے پیچھے رکھو گے تو پاپا سے دوستی نہیں ہو سکے گی کیوں کہ یہ مجرم نہیں ہے، سحر زدہ ہے۔"

"کیا تم چاہتے ہو، میں اسے آزاد چھوڑ دوں؟"

"نہیں، وہ سامنے چھوٹا سا کاٹیج ہے، وہاں علی تیمور کو نظر بند رکھا جا سکتا ہے۔ تمہارے آدمی کاٹیج کے باہر دن رات پہرا دیں گے۔"

"میں تم سے خوش ہوں اس لیے تمہاری بات مان لیتا ہوں۔ ورنہ میں اپنی بیٹی کے ساتھ جارحانہ انداز میں پیش آنے والے کو زندہ نہیں چھوڑتا۔"

"میرے بھائی کے لیے ایسے الفاظ استعمال نہ کرو۔ تم اتنے ہی غصے والے ہو تو جا کر سُپر ماسٹر کو گولی مار دو۔ اسی نے علی تیمور کے دماغ میں رہ کر تمہاری بیٹی سے دشمنوں جیسا سلوک کیا ہے۔"

وہ گھور کر دیکھنے لگا۔ ایسے وقت کوئی اس سے نظریں نہیں ملا سکتا تھا۔ ایک تو وہ جزیرے کا مالک تھا، دوسرے تنویمی عمل کا ماہر تھا۔ اس کی نظریں گولی کی طرح لگتی تھیں لیکن پارس نے بھی شمع بینی کی مشقیں کی تھیں پھر اس کی آنکھوں میں زہریلی کشش تھی، وہ اس کی گھورتی ہوئی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اطمینان سے دیکھتا رہا۔ دونوں کی حالت ایسی تھی جیسے آنکھوں ہی آنکھوں میں جنگ چھڑ گئی ہو اور دونوں ایک دوسرے کو پچھاڑنے کی کوشش کر رہے ہوں۔

وہاں آس پاس اور دُور تک کھڑے ہوئے مسلح افراد پریشان ہو گئے تھے۔ وہ جانتے تھے، باس سے آنکھیں ملانے والا حرام موت مرتا ہے۔ زرینہ اور یاسمینہ نے خانم سے کہا "ممی! یہ کیا ہو رہا ہے؟ پلیز آپ ڈیڈی کو مخاطب کریں۔"

خانم اپنے شوہر کے مزاج کو خوب سمجھتی تھی۔ اگر اُس کے گھورنے کے تسلسل کو مخاطب کر کے توڑا جاتا تو میدان چھوڑنے سے اس کی انسلٹ ہوتی جسے وہ کبھی برداشت نہ کرتا، وہ خانم پر غصہ اتارتا اور پارس پر بھی ٹوٹ پڑتا۔ خانم تیزی سے چلتی ہوئی اُن کے قریب آئی، پھر پارس کا بازو پکڑ کر جھنجوڑتے ہوئے کہا "بیٹے! ذرا اپنی حالت تو دیکھو، صبح سے کتنے تھکے ہوئے ہو۔"

سسپنس اور جاسوسی ڈائجسٹ کے مقبول ترین سلسلے

۱۰ حصے مکمل **مفرور** ۳ حصے مکمل **طالوت**

۵ حصے مکمل **صدیوں کا بیٹا**

کتابی شکل میں تیار ہیں

آج ہی خط لکھ کر طلب فرمائیں یا اپنے قریبی بک اسٹال سے حاصل کریں

کتابیات پبلی کیشنز ○ پوسٹ بکس نمبر ۲۳ کراچی نمبر ۱

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

پارس کی توجہ سلمان رازی سے ہٹ گئی۔ وہ بڑی مصلحت سے بولی "آئندہ انھیں مسٹر رازی نہ کہنا۔ تم ان کے سامنے بچے ہو، انھیں انکل کہا کرو۔"

سلمان رازی خوش ہوگیا۔ کیوں کہ خانم پارس کو بچہ کہہ رہی تھی۔ وہ اسے بازو سے پکڑ کر زرینہ اور یاسمینہ کے پاس برآمدے میں لے آئی پھر بولی "رازی! چار بج چکے ہیں۔ تم لوگوں نے ابھی تک لنچ نہیں کیا۔ چلو میز پر آجاؤ۔"

خانم کچن کی طرف گئی۔ چار مسلح افراد علی تیمور کو سامنے والے کاٹیج میں لے جارہے تھے۔ زرینہ ٹوٹتے ہوئے دل سے اُسے جاتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ پارس نے یاسمینہ سے ہاتھ چھڑایا، پھر زرینہ کو ایک بازو کے حصار میں لے کر بنگلے کے اندر جاتے ہوئے بولا "تم تو بہت سمجھ دار لڑکی ہو۔ تمھیں محروم رہ کر بھی مسکرانا اور ناکامی کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنا چاہیے۔"

یاسمینہ نے ساتھ چلتے ہوئے کہا "جب سے یہ پہاڑی سے آئی ہے میں اسے یہی سمجھا رہی ہوں۔ اگر علی تیمور کے دل میں چاہت نہیں ہے تو تم اس کے دل میں زبردستی چاہت پیدا نہیں کرسکو گی۔"

وہ آنسو بھرے لہجے میں بولی "آخر مجھ میں کس چیز کی کمی ہے؟ میں توہین کے احساس سے مری جارہی ہوں۔"

پارس نے کہا "تم میں کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔ تم ایک مکمل و حسین دوشیزہ ہو لیکن علی تیمور کا مزاج مختلف ہے۔ اس نے تمھاری توہین نہیں کی بلکہ عزت کی ہے۔ وہ چاہتا تو محبت کا فریب دے کر تمھاری معصومیت سے کھیل سکتا تھا۔ پھر کسی موقع پر تمھیں چھوڑ کر جاسکتا تھا۔ کیا تم وہ جھوٹ اور فریب برداشت کرلیتیں جب کہ یہ سچ تم سے برداشت نہیں ہو رہا ہے؟"

کھانے کی میز پر اس کے ممی اور ڈیڈی بھی تھے اور یہی موضوع زیرِ بحث تھا۔ سلمان رازی نے بیٹی سے کہا "تمھارے باپ نے تم دونوں کی ہر چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی خواہش پوری کی ہے۔ یہ علی تیمور کیا چیز ہے، یہ تم سے شادی کرے گا اور اسی جزیرے میں تمھارے ساتھ زندگی گزارے گا۔"

پارس نے کہا "انکل! آپ نے ابھی فرمایا، علی تیمور کیا چیز ہے؟ میں آپ کی یہ غلط فہمی دور کردوں کہ آپ نے اُسے اپنی مرضی سے قیدی بنا کر رکھا ہے۔ یقین کریں وہ منہ زور طوفان ہے۔ آج میں بھی اسے روک نہیں سکتا تھا۔ پاپا نے اس کے دماغ کو جھٹکے دے کر کمزور کردیا ہے ورنہ وہ مجھے اور زرینہ کو کسی نہ کسی طرح بے بس کرکے یہاں سے لے جاتا اور آپ کی پوری فوج دیکھتی کی دیکھتی رہ جاتی۔"

"کیا تم میری فوج کو مٹی کا کھلونا سمجھتے ہو؟"

"آپ کی فوج زبردست تربیت یافتہ ہے۔ لیکن زرینہ کو یرغمال بنانے کے بعد فوج کیا کرسکتی تھی۔ کیا بھول گئے آپ سب مجبور تماشائی بن کر رہ گئے تھے؟"

اس نے میز پر گھونسا مار کر کہا "تم میری انسلٹ کر رہے ہو۔"

پارس چاہتا تو کراٹے کا ایک بھرپور ہاتھ مار کر ابھی میز کے دو ٹکڑے کرسکتا تھا لیکن دانشوروں کی نصیحت یاد تھی کہ کبھی اپنی طاقت کی نمائش نہ کرو۔ نمائشی جذبوں کو ہمیشہ کچلتے رہو۔ محبت اور طاقت سے جیتو، دہشت طاری نہ کرو۔

ایک ملازم نے آکر کہا "جناب! علی تیمور نے کھانے سے انکار کردیا ہے۔"

پارس نے اس سے کھانے کی ٹرے لے کر کہا "میں اسے سمجھا منا کر کھلاؤں گا۔"

وہ ٹرے لے کر چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد خانم نے کہا "رازی! تم اپنی طرح ایسا ہی زبردست داماد چاہتے تھے۔ پارس دلیر بھی ہے، ذہین بھی ہے اور سچ بولتے وقت تم سے بھی نہیں ڈرتا۔ کیا تمھیں اسی لیے غصہ آتا ہے کہ یہ تم سے خوف زدہ نہیں ہے؟"

"مجھ سے ساری دنیا ڈرتی ہے۔ یہ جوان کیا چیز ہے؟"

"یہ فولاد ہے۔ اگر تمھارے سامنے جھک جائے تو پھر تمھارا داماد کہاں رہا؟"

"اچھا اچھا، چپ چاپ کھاؤ۔ دماغ نہ خراب کرو۔"

خانم اٹھ کر سب کی پلیٹیں بدلنے لگی۔ وہ بولا "بے شک میں ایسے ہی داماد چاہتا ہوں لیکن میری بیٹیوں کی بھلائی اسی میں ہے کہ وہ میرے معمول بن کر رہیں۔ ورنہ یہ آزاد رہیں گے تو کسی دن یہاں سے بھاگ جائیں گے۔ یا فرہاد علی تیمور انھیں لے جائے گا۔"

خانم نے کھانا شروع کرتے ہوئے کہا "میں ماں ہوں۔ میں بھی یہی چاہتی ہوں کہ ایسے بہادر اور ہونہار داماد ہمارے قبضے میں رہیں، اور میری بیٹیاں ساری زندگی ان کے ساتھ اس جزیرے میں حکومت کرتی رہیں۔"

"انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا۔ آج رات کھانے کے بعد انھیں جو چائے یا کافی دی جائے گی، اُس میں اعصاب کمزور کرنے والی دوا حل کی جائے گی۔ میں تنویمی عمل کے ذریعے دونوں کو اپنا تابع دار بناؤں گا۔"

یاسمینہ لقمہ چباتے چباتے رُک گئی۔ اُس کی ممی خوش ہو رہی تھیں۔ زرینہ بھی مطمئن تھی کیوں کہ اس طرح وہ علی تیمور کو اپنا بنا کر رکھ سکتی تھی لیکن پارس ہوش و حواس میں رہ کر یاسمینہ کو دل و جان سے چاہتا تھا۔ ایسی چاہت انمول تھی، اسے مقدر سے مل رہی تھی۔ وہ اپنے محبوب کو سحرزدہ نہیں دیکھنا چاہتی تھی، اس لیے سوچ میں پڑ گئی کہ اسے باپ کے تنویمی عمل سے کیسے محفوظ رکھے؟

فتح کا جشن منانے کے لیے بنگلے کے سامنے ایک بڑا سا اسٹیج بنایا گیا تھا جہاں کھیل تماشے اور رقص و موسیقی کا پروگرام پیش کیا جانے والا تھا۔ بنگلے اور اسٹیج کے آس پاس دُور تک جگمگاتی ہوئی روشنیوں کا انتظام کیا گیا تھا۔ کئی جانور ذبح کیے گئے تھے تاکہ رات بھر شراب و کباب کا دور چلتا رہے۔

یاسمینہ اور پارس روشنیوں کی سجاوٹ دیکھتے ہوئے بنگلے سے ذرا دُور چلے آئے۔ آسمان پر پورا چاند نکل آیا تھا۔ جزیرے میں حدِ نظر تک چاندنی پھیلی ہوئی تھی۔ وہ اس کے بازو سے لگ کر بولی "سچ بتاؤ، کیا تمھیں جزیرے سے جانے کا موقع ملے گا تو مجھے چھوڑ کر چلے جاؤ گے؟"

"میں کبھی تمھیں نہیں چھوڑوں گا۔ لیکن حالات نے مجبور کیا تو تمھارے ساتھ بھی وہی ہوگا جو نینسی کے ساتھ ہوچکا ہے۔"

"مجھے معلوم ہے۔ تمھارے ساتھ اغوا کی جانے والی عورتوں نے بیان دیا ہے کہ تم نے تل ابیب میں ایک ارب پتی تاجر کی نواسی سے شادی کی تھی مگر وہاں تم مجبور تھے۔ تمھیں اغوا کیا گیا تھا، تم وہاں نینسی کو چھوڑنے پر مجبور تھے، یہاں کوئی تمھیں جزیرے سے نہیں لے جاسکے گا۔"

"تمھارے ڈیڈی کا جو رویہ ہے، اُس کے نتیجے میں میرے پاپا مجھے یہاں سے لے جائیں گے۔ تمھارے ڈیڈی تیلی پیتھی کا راستہ نہیں روک سکیں گے۔"

"کیا تم چلے جاؤ گے؟"

"تمھیں شاید نہیں معلوم، میرا دماغ پاپا کی مٹھی میں رہتا ہے۔ لیکن وہ محبت کرنے والوں پر کبھی ظلم نہیں کرتے۔ وہ میرے ساتھ تمھیں بھی لے جائیں گے۔ کیا ان حالات میں تم اپنے ماں باپ کو چھوڑ سکو گی؟"

وہ چلتے چلتے کچھ سوچتے ہوئے بولی "میں اپنے مرد کا گھر اور اپنے مرد کی آباد کی ہوئی دنیا چاہتی ہوں۔ ممی اور ڈیڈی اقتدار کے نشے میں میرے خیالات اور جذبات کو نہیں سمجھیں گے۔ وہ تمھیں گھر داماد بنا کر رکھنا چاہتے ہیں۔

پارس! میں نہیں چاہتی کہ تم میرے ڈیڈی کے زیرِ اثر رہو۔ میں راز کی بات بتا رہی ہوں، وہ تمھیں اور علی تیمور کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں۔ آج رات کے کھانے کے بعد چائے یا کافی میں ایک ضرر رساں دوا ملائی جائے گی پھر تم دونوں پر تنویمی عمل کیا جائے گا۔ ڈیڈی تم دونوں کو اپنا تابع دار بنا کر رکھنا چاہتے ہیں۔"

پارس اس کی یہ بات سُن کر چونک گیا۔ پھر رسٹ واچ کو دیکھتے ہوئے بولا "آٹھ بج رہے ہیں، ہمیں واپس چلنا چاہیے۔"

"میں محفل میں جاکر تم سے دُور رہنا نہیں چاہتی۔"

"ہم رات کے کھانے کے بعد پھر چہل قدمی کے بہانے یہاں آئیں گے۔ ابھی مجھے علی تیمور کے پاس جانا چاہیے۔ میں اسے اعصاب شکن دوا سے محفوظ رکھنا چاہتا ہوں۔"

"تم پہلے اپنی فکر کرو۔ وہ تمھیں بھی دھوکے سے یہ دوا پلائیں گے۔"

"میں اپنی بھی فکر کروں گا۔ چلو۔"

وہ ایک دوسرے کا ہاتھ تھام کر واپس بنگلے کی طرف جانے لگے۔ وہ بولی "مجھے ڈر لگ رہا ہے کہیں ڈیڈی سمجھ نہ لیں کہ میں نے دوا والی بات تمھیں بتائی ہے۔"

"انھیں معلوم نہیں ہوگا۔"

"جب تم ان کی کوشش ناکام بناؤ گے تو وہ مجھ پر شبہ کریں گے۔"

"تم فکر نہ کرو۔ میں انھیں شبہ کرنے کا موقع نہیں دوں گا۔"

بنگلے کی سمت سے ناچنے گانے اور قہقہے لگانے کی آوازیں دُور دُور تک گونج رہی تھیں۔ وہ لوگ جشن منا رہے تھے۔ تھوڑے تھوڑے وقفے سے ہوائی فائرنگ بھی کر رہے تھے۔ وہ دونوں اُس کاٹیج کی طرف آئے جہاں علی تیمور کو نظر بند رکھا گیا تھا۔ وہ کھڑکی کی سلاخیں تھامے ہوئے تھا۔ زرینہ کھڑکی کے باہر کھڑی اس سے باتیں کر رہی تھی۔ وہ یاسمینہ اور پارس کو دیکھ کر جانے لگی۔ پارس نے کہا "یاسمینہ! تم بہن کے ساتھ جاؤ، میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ زرینہ کے ساتھ چلی گئی۔ پارس نے کھڑکی کے پاس آکر کہا "میں تم سے ضروری بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"بولو، میں قید میں رہ کر بھی کانوں سے سُن لیتا ہوں۔"

"تم قیدی نہیں ہو۔ میں یہ کہنے آیا ہوں کہ تم یہاں میرے بغیر کھانے سے انکار کردیا کرو۔"

"اس کے پیچھے تمھارا کوئی مقصد ہوگا۔"

"میں نہیں چاہتا، یہاں کوئی دشمن تمھارے کھانے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کو ضرر رساں بنائے، مَیں تمھارے ساتھ کھایا کروں گا تو سلمان رازی ہمارا کھانا اچھی طرح چیک کر کے بھیجا کرے گا۔"

وہ ابھی علی تیمور کو صحیح بات نہیں بتانا چاہتا تھا۔ اندیشہ تھا کہ وہ پھر سُپر ماسٹر کے زیرِ اثر ہو کر سلمان رازی کو بتا دے کہ جانے یا کانی کو نقصان وہ بنایا گیا ہے اور یہ بات پارس نے بتائی ہے، یوں سلمان رازی سمجھ لے گا کہ پارس کو یاسمینہ نے بتایا ہو گا۔

علی تیمور سر جھکائے سوچ رہا تھا۔ پھر اس نے پوچھا "آج کون سا دن ہے؟"

"یہ ہفتے کی رات ہے۔ کیا کوئی خاص بات ہے؟"

"ہاں، مَیں بے چینی محسوس کر رہا ہوں، میں چاہتا ہوں، میرا عامل آ کر مجھ پر تنویمی عمل کرے کیونکہ اس عمل کی خواہش شدت اختیار کر رہی ہے۔"

پارس نے کہا "اس کا مطلب ہے، تمھارے دماغ کو ہر ہفتے تنویمی عمل کا پابند بنایا گیا ہے، یہ عمل نہ ہو تو تم بے چینی محسوس کرنے لگتے ہو۔"

"ہاں کچھ ایسی ہی بات ہو گی۔"

"پھر تو اچھی بات ہے۔ سُپر ماسٹر، پاپا کے خوف سے تمھارے دماغ میں نہیں آئے گا۔ اگر سُپر ماسٹر کے کسی عامل نے تم پر تنویمی عمل کیا تھا تو وہ اس جزیرے میں نہیں ہو گا۔ یوں دوبارہ عمل نہ ہونے کے نتیجے میں تم اس کے اثر سے نکلتے رہو گے۔"

ایک مسلح پہرے دار نے آ کر کہا "مسٹر پارس! ہمارے باس نے آپ کو یاد کیا ہے۔"

اس نے کہا "اچھی بات ہے علی! مَیں جا رہا ہوں کھانے کے وقت ملاقات ہو گی۔"

"جاؤ، مگر زرینہ کو سمجھاؤ، وہ میرے پیچھے پڑ گئی ہے۔"

"اگر ہمارے مقدر میں طویل زندگی ہے تو پتا نہیں کتنی حسین دوشیزائیں میرے خوبرو بھائی پر جان دیتی رہیں گی، مَیں کس کس کو سمجھاؤں گا۔ بھئی یہ تمھارا معاملہ ہے، تم سمجھو، مَیں تو کسی حسینہ کا دل توڑنا گناہ سمجھتا ہوں۔"

علی تیمور نے کہا "انسانی تاریخ اُٹھا کر پڑھو، جہاں موت ناکام ہوتی ہے وہاں حسین عورت کی مکاری مار ڈالتی ہے۔ پاپا ٹیلی پیتھی نہ جانتے تو کوئی حسینہ ان کی فاتحہ پڑھ چکی ہوتی۔ وہ تو بچتے رہے ہیں مگر تم کسی لڑکی کی آغوش میں ضرور مرو گے۔"

"ذرا غور کرو، وہ موت کتنی حسین ہو گی۔"

"جاؤ، بھاگ جاؤ یہاں سے۔ گدھے کہیں کے!"

وہ ہنستا ہوا بنگلے کی طرف جانے لگا۔ یاسمینہ ایک جگہ نیم تاریکی میں کھڑی ہوئی تھی۔ وہاں سے وہ کاٹیج نظر آ رہا تھا جہاں علی تیمور کھڑکی کے اندر اور پارس کھڑکی کے باہر کھڑا ہوا تھا۔ وہ دھڑکتے ہوئے دل پر ہاتھ رکھے اُس چھینے جھپٹنے والے کو دیکھ رہی تھی۔ اس کو دیکھ دیکھ کر دل نہیں بھرتا تھا۔

اسٹیج کی طرف سے قہقہے سنائی دے رہے تھے، وہاں دلچسپ تماشا ہو رہا تھا۔ سلیمان رازی ہاتھ میں جام لیے تماشائیوں کی بھیڑ سے گزر رہا تھا، اپنے ماتحتوں سے کہہ رہا تھا "پارس کہاں ہے؟ ابھی تک کیوں نہیں آیا؟ جاؤ اُسے اُٹھا کر میرے پاس لے آؤ۔"

اس کی بات پر خانم، زرینہ اور یاسمینہ ہنسنے لگیں، اس نے پوچھا "کیوں ہنس رہی ہو؟"

پارس نے کہا "ہنسنے کی بات ہی ہے۔ مَیں آپ کے پیچھے پیچھے آ رہا ہوں اور آپ مجھے ڈھونڈتے پھر رہے ہیں۔"

اس نے پلٹ کر دیکھا پھر ڈانٹ کر پوچھا "تم میرے سامنے کیوں نہیں آ رہے تھے؟"

"فرماں بردار بچوں کو بزرگوں کے پیچھے رہنا چاہیے۔"

وہ ایک دم سے خوش ہو کر بولا "شاباش! اسے کہتے ہیں فرماں بردار داماد...!"

وہ پارس کا بازو پکڑ کر کھینچتا ہوا اسٹیج کی طرف لے جاتے ہوئے بولا "میرے وفادارو! میرے جاں نثارو! دیکھو! یہ میرا ہونے والا داماد ہے، یہ میری طرح دلیر ہے، تنہا پوری فوج پر بھاری پڑتا ہے۔"

وہ اسے لے کر اسٹیج پر آ گیا۔ کہنے لگا "اسے اچھی طرح پہچان لو۔ یہ اس جزیرے کا آئندہ مالک ہو گا بلکہ ایک نہیں دو مالک ہوں گے، اس کا بھائی علی تیمور سُپر ماسٹر کی ٹیلی پیتھی کا شکار ہے، میں نے اسے کاٹیج میں نظر بند کر رکھا ہے۔ میرے لیے وہ بھی پارس جیسا ہے، مَیں اسے دشمنوں کے سحر سے نکال کر اپنا داماد بناؤں گا۔ تم لوگوں نے آج اسے دشمن کے روپ میں دیکھا ہے لیکن وہ جلد ہی میرا تابع دار بن جائے گا۔"

پارس کو اس کی یہی بات بُری لگتی تھی۔ وہ دونوں بھائی اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے والدین کی عائد کردہ پابندیوں میں نہیں رہتے تھے اور یہ کم بخت انھیں تابع دار بنا کر رکھنا چاہتا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا "جب میرے گھر میں

بیٹیاں پیدا ہوئیں تب ہی میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ میرے ہونے والے داماد میری طرح جسمانی طور پر شہ زور ہوں گے اور دماغی طور پر میری طرح ذہین اور چالاک ہوں گے۔ سُنا ہے، یہ اچھے نشانے باز ہیں۔ اگر ان میں کمی ہو گی تو مَیں سکھا دوں گا۔ مَیں سُسر بننے سے پہلے ان کا اُستاد بن کر اپنی طرح ہر فن مولا بنا دوں گا۔"

مسلح ماتحتوں کے ایک افسر نے کہا "باس! آپ کے ہاتھ میں بندوق ہو تو دشمن کی موت یقینی ہوتی ہے کیونکہ آپ کا نشانہ کبھی نہیں چوکتا۔ آج خوشی کے موقع پر ہم سب کی خواہش ہے کہ آپ سچی نشانہ بازی کا مظاہرہ کریں۔"

سب لوگ ہاتھ اُٹھا اُٹھا کر تائید کرنے لگے۔

سلمان رازی نے فخر سے پارس کو دیکھا، پھر کہا "آج فتح کی خوشی میں تم لوگوں کی کسی بات سے انکار نہیں کروں گا۔ ٹارگٹ بناؤ اور دو اچھے ریوالور لاؤ۔ پارس بھی نشانہ لگائے گا۔"

پھر اس نے قریب آ کر پارس کے شانے پر ہاتھ مار کر کہا "بیٹے! اتنے مجمع میں اپنے حواس بحال رکھو گے تو صحیح نشانہ لگا سکو گے۔ ویسے مَیں تمھیں گائیڈ کر دوں گا۔"

"انکل! مَیں اپنے حواس میں ہوں مگر آپ نے ...... پی رکھی ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "میرے پینے پر نہ جاؤ، مَیں نشے میں بھی صحیح نشانہ لگاتا ہوں۔"

وہ دونوں اسٹیج پر کھڑے ہوئے تھے۔ ان سے پندرہ فٹ کے فاصلے پر ایک ٹارگٹ بورڈ لا کر رکھا گیا۔ پارس اور سلمان رازی کو بھرا ہوا ایک ایک ریوالور دیا گیا۔ سلمان رازی نے ٹارگٹ کی طرف پشت کی پھر تماشائیوں کی طرف رُخ کرتے ہوئے کہا "مَیں نے صرف ایک بار ٹارگٹ کو دیکھا ہے، اب فوراً پلٹتے ہی فائر کروں گا۔ میری گولی دائرے کے ٹھیک درمیانی نقطے میں پیوست ہو جائے گی۔"

اس نے کہنے کے مطابق فوراً پلٹ کر گولی چلائی۔ درمیانی نقطے میں سوراخ ہو گیا۔ پورا مجمع اُچھل اُچھل کر تالیاں بجانے لگا۔ اس نے فخر سے مسکراتے ہوئے پارس سے کہا "دیکھو بیٹے! اسے کہتے ہیں نشانہ۔ تم بھی کوشش کرو۔"

پارس نے مجمع کی جانب دیکھتے ہوئے کہا "یہاں بے شمار حسین اور جوان لڑکیاں ہیں، ان میں سے کسی کے پاس لپ اسٹک ضرور ہو گی۔"

دہشت گردی کی ٹریننگ حاصل کرنے والیاں عام طور پر میک اَپ نہیں کرتی تھیں، ہمیشہ مردانہ لباس میں رہتی تھیں۔ آج جشن منانے کے لیے سب نے بلاؤز اسکرٹ پہنا تھا۔ میک اَپ بھی کیا تھا۔ کتنی ہی لڑکیوں نے لپ اسٹک نکال کر دکھائی۔ پارس نے کہا۔ "مجھے ایک چاہیے۔"

ایک لڑکی نے لپ اسٹک اچھالی۔ اس نے کیچ کی پھر ٹارگٹ بورڈ کے پاس آیا۔ سلمان رازی نے جس نقطے پر سوراخ کیا تھا، اس کے چاروں طرف وہ چھوٹے چھوٹے اور نقطے بنانے لگا۔ سب لوگ خاموشی سے اسے دیکھ رہے تھے۔ اس نے سر اُٹھا کر اوپر کی جانب دیکھا۔ اسٹیج کے پردے کو تین جگہ رسّیوں سے باندھا گیا تھا۔ اس نے ریوالور اُٹھا کر درمیانی رسّی پر فائر کیا۔ رسّی گرہ کی جگہ سے ٹوٹ کر نیچے جھولنے لگی۔ سلمان رازی نے پوچھا "کیا واقعی بدحواس ہو گئے ہو؟ یہ کیا کر رہے ہو؟"

اس نے رسّی کے نچلے سرے کو اپنی کمر سے باندھ لیا۔ پھر بلند آواز میں کہا "ٹارگٹ پر درمیانی نقطے کے چاروں طرف پانچ سُرخ نقطے بنے ہوئے ہیں۔ مَیں اس رسّی سے بندھا ہوا تیزی سے گول گھومتا رہوں گا۔ اور اُن پانچ سُرخ نقطوں پر سوراخ کرتا جاؤں گا کیونکہ میرے ریوالور میں اب پانچ گولیاں رہ گئی ہیں۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

سارا مجمع مکھیوں کی طرح بھنبھنانے لگا۔ کوئی یقین کرنے کو تیار نہیں تھا کہ اس طرح کوئی صحیح نشانہ لگا سکتا ہے۔ سب ایک دوسرے سے کچھ نہ کچھ کہہ رہے تھے۔ سلمان رازی نے کہا۔ ”تمھارا دماغ چل گیا ہے۔ اس طرح گھوم کر نشانہ لگاؤ گے تو گولیاں ہم میں سے کسی کو بھی لگ سکتی ہیں۔“

وہ رسّی سے بندھا ہوا گول گھومتا ہوا بولا۔ ”جسے جان کا خوف ہے وہ زمین پر لیٹ جائے۔“

وہ اسٹیج پر پاؤں ٹیکتا جا رہا تھا اور گول گھومتا جا رہا تھا۔ سب کے سب زمین پر لیٹ گئے تھے مگر سر اٹھا کر دیکھ رہے تھے۔ اس کے گھومتے رہنے سے جب رسّی پوری طرح بل کھا گئی تو اس نے زمین پر سے پاؤں اٹھا لیے۔ اب وہ رسّی واپس گھوم رہی تھی۔ اس کے ساتھ وہ بھی گول چکر کھا رہا تھا۔ اور ٹھائیں ٹھائیں کی آواز کے ساتھ فائر کرتا جا رہا تھا۔ اس کا حساب بالکل درست تھا، وہ آدھے سیکنڈ میں ایک چکر پورا کر کے ٹارگٹ کی طرف رُخ کرتا تھا۔ اتنی تیزی سے گھومتے ہوئے درست حساب رکھنا بچوں کا کھیل نہیں ہوتا مگر وہ دونوں بھائی بچپن سے یہ کھیل کھیلتے آئے تھے۔ پانچویں گولی چلانے کے بعد وہ زمین پر پاؤں ٹیک کر رُک گیا۔ اپنی کمر سے رسّی کھولنے لگا۔ سب لوگ اُٹھ کر دیکھ رہے تھے۔ ان پانچوں سُرخ نقطوں میں سوراخ ہو چکے تھے۔ وہ سب کے سب اس قدر حیران تھے کہ تالیاں بجا کر داد دینا بھول گئے تھے۔

سلمان رازی بے یقینی سے کبھی ٹارگٹ کو اور کبھی پارس کو دیکھ رہا تھا پھر سب سے پہلے یاسمینہ نے تالی بجائی، اس کے ساتھ ہی سب کے سب چونک کر تالیاں بجانے لگے۔ سلمان رازی ایک سرے سے دوسرے سرے تک تالیاں بجانے والوں کو دیکھ رہا تھا اور یوں گہری گہری سانسیں لے رہا تھا جیسے پارس نے بھرے مجمع میں اُسے اُٹھا کر پٹخ دیا ہو۔ وہ زندگی کی آخری سانس تک کوشش کرتا تب بھی ہونے والے داماد کی طرح ایسی حیرت انگیز اور ناقابلِ یقین نشانہ بازی کا مظاہرہ نہیں کر سکتا تھا۔

یہ اس کے بچپن کی عادت تھی، کبھی کسی سے شکست تسلیم نہیں کرتا تھا۔ اس نے رفتہ رفتہ خود کو اتنا شہ زور، دہشت ناک اور صاحبِ اقتدار بنا لیا تھا کہ کوئی اسے کسی معاملے میں کم تر بنانے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ آج پہلی بار ایک نوجوان اسے کم تر بنا رہا تھا۔ اس کا دماغ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا، اگر اس نے پارس کو ابھی کسی معاملے میں نیچا نہ دکھایا تو برسوں کا رُعب اور دبدبہ خاک میں مل جائے گا۔ وہ جزیرے کا مالک اور حاکم ہو کر کسی سے نظریں نہیں ملا سکے گا۔ اب اپنی عزت رکھنے کا یہی ایک طریقہ رہ گیا تھا کہ کسی طرح پارس کی انسلٹ کی جائے اور یہ سارا مجمع جو تالیاں بجا رہا ہے، اس کا مذاق اڑانے لگے۔

اس نے شراب کی دو بوتلیں منگوائیں۔ حکم کی فوراً تعمیل کی گئی۔ اسٹیج پر ایک میز لا کر رکھی گئی۔ اس پر دو بھری بوتلیں، دو گلاس اور چار سوڈا واٹر کی بوتلیں لا کر رکھی گئیں۔ سلمان رازی نے کہا۔ ”میرے وفادارو! اور جاں نثارو! تم نے ابھی حیرت انگیز نشانہ بازی دیکھی ہے۔ میں بھی ایسا ہی کمال دکھا سکتا ہوں لیکن ابھی نشے میں ہوں۔ یہ نوجوان ثابت کرنا چاہتا ہے کہ مجھ سے ہر معاملے میں آگے ہے۔“

اس نے دونوں بوتلیں اُٹھا کر کہا۔ ”یہ شراب سے بھری ہوئی ہیں۔ میں آدھی بوتل پیوں گا۔ یہ نوجوان مجھ سے آگے رہنے کے لیے پوری ایک بوتل پیے گا۔“

کچھ لوگوں نے تالیاں بجائیں، کچھ نے حیرانی کا اظہار کیا۔ سلمان رازی نے کہا۔ ”اگر تم لوگوں میں سے کوئی ایک پوری بوتل پینے کا مظاہرہ کر سکے گا تو یہ نوجوان اس سے بھی آگے رہنے کے لیے دو بوتل پیے گا۔“

پارس نے قریب آ کر آہستگی سے کہا۔ ”انکل! آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں۔ شراب حرام ہے اور آپ مجھے حرام چیز پینے پر مجبور کرنا چاہتے ہیں۔“

وہ بولا۔ ”جو چیز میں پیتا ہوں، وہ میرے لیے حرام نہیں ہوتی۔ تمھارے لیے بھی حرام نہیں ہے۔ اب میدان چھوڑ کر بھاگنے کا بہانہ نہ کرو۔ تم نے مجھے نشانہ بازی میں نیچا دکھانے کی کوشش کی ہے۔ اب پینے کے مقابلے میں بھاگو گے تو لوگ تمھارا مذاق اڑائیں گے اور زیادہ پینے کی حماقت کرو گے تو سب کے سامنے نشے میں اوندھے منہ گرو گے۔ تمھارے بچاؤ کا کوئی راستہ نہیں ہے۔“

وہ ہنسنے لگا پھر اُس نے اپنی بوتل کھولی، ایک گلاس میں ڈبل پیگ بنایا پھر سوڈا واٹر کی بوتل کھولنے لگا۔ پارس نے بلند آواز سے کہا۔ ”مائی انکل بنئے یا اناڑی پینے والے وسکی میں سوڈا ملا کر پیتے ہیں۔ آپ تو پینے میں ماسٹر ہیں، آپ کو سوڈا یا پانی ملائے بغیر پینا چاہیے۔“

سلمان رازی نے وسکی سے پورا گلاس بھر لیا پھر اُسے اُٹھا کر مجمع کو دکھاتے ہوئے بولا۔ ”کچھ ملائے بغیر پینا گویا آگ کو حلق سے اتارنا ہے۔ میں تو پرانا پاپی ہوں اسے کسی طرح پی جاؤں گا لیکن اس جوان کو بھی کچھ ملائے بغیر پینا ہوگا۔ اگر مجھے زیادہ نشہ ہو جائے تو تم سب مل کر اسے زبردستی پلانا، میں ہوش میں آنے کے بعد اس کا انجام دیکھوں گا۔“

خانم تیزی سے چلتی ہوئی اسٹیج کے قریب آئی۔ دونوں لڑکیاں زرینہ اور یاسمینہ بھی اس کے ساتھ تھیں۔ وہ بولی۔ ”رازی! تمھیں کیا ہو گیا ہے؟ خالص وسکی حلق سے اترتے ہی آگ ہو جاتی ہے۔ دن رات پینے والوں کا بھی سر گھما دیتی ہے۔ تم اپنے ہونے والے داماد سے دشمنی کر رہے ہو۔“

وہ بولا۔ ”یہ دشمنی نہیں، دوستانہ مقابلہ ہے۔ یہ مغرور جوان مجھ سے ہر مقابلے میں سبقت لے جانا چاہتا ہے پھر تم اعتراض کرنے کیوں آئی ہو؟“

یاسمینہ نے پوچھا۔ ”ڈیڈی! اگر پارس مقابلہ نہ کرنا چاہے اور اپنی شکست تسلیم کر لے تو کیا بات ختم ہو جائے گی؟“

پارس نے کہا۔ ”یاسمینہ! تمھیں کیا ہو گیا ہے؟ میں مرد ہوں، شکست تسلیم کر کے تمھارا سر نہیں جھکاؤں گا۔ اگر تمھیں شکست کھانے والا مرد پسند ہے تو میرا خیال دل سے نکال دو۔“

وہ چُپ رہی۔ اسے پریشان ہو کر دیکھنے لگی۔ اس نے بوتل کھولی پھر اسے ایک ہاتھ میں بلند کرتے ہوئے کہا۔ ”انکل کو شبہ ہے کہ انھیں نشہ ہوگا تو میں پینے سے بھاگ جاؤں گا۔ لہٰذا پہلے میں پیتا ہوں۔ لوگ ایک چھوٹا سا جام اُٹھا کر کسی کے نام پر پیتے ہیں۔ میں یہ پوری بوتل اپنی یاسمینہ کے نام سے پی رہا ہوں۔“

وہ بوتل کو منہ سے لگا کر غٹا غٹ پینے لگا۔ سب اسے پھر ایک بار حیرانی سے دیکھنے لگے۔ سلمان رازی کا خیال تھا کہ وہ دو چار گھونٹ کے بعد ہی بوتل منہ سے ہٹا لے گا۔ یہ پینے والے جانتے ہیں کہ خالص وسکی کس طرح حلق میں انگارے بھرتی ہے اور سینے میں آگ لگا کر رکھ دیتی ہے پھر دیکھتے ہی دیکھتے ایسا نشہ طاری ہوتا ہے کہ پینے والا اپنے پیروں پر کھڑا نہیں رہ سکتا۔ اکثر جوش میں آ کر پینے والے اپنا ذہنی توازن کھو دیتے ہیں۔ انھیں بڑی مشکلوں سے نارمل حالت میں لایا جاتا ہے۔

یاسمینہ نے دھڑکتے ہوئے دل پر ہاتھ رکھ لیا تھا۔ آہستہ آہستہ اسٹیج کی طرف بڑھ رہی تھی تاکہ وہ چکرا کر گرے تو اسے اپنی ریشمی بانہوں میں تھام لے۔ سلمان رازی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا تھا۔ بوتل جوں کی توں مُنہ سے لگی ہوئی خالی ہوتی جا رہی تھی۔ آنکھوں سے دیکھ کر یقین نہیں آ رہا تھا کہ تمام خالص وسکی پارس کے اندر چلی گئی ہے۔ اُس نے آخری گھونٹ حلق سے اُتار کر بوتل کو مُنہ سے الگ کیا پھر اُسے اُلٹ کر لوگوں کو دکھایا کہ وہ خالی ہو چکی ہے۔

تالیوں کا شور دیر تک اور دُور تک گونجنے لگا۔ لوگ اسے تعریفی نظروں سے دیکھ رہے تھے اور اب اس کے چکرا کر گرنے کا انتظار کر رہے تھے لیکن وہ اپنے پیروں پر کھڑا مسکرا رہا تھا۔ سینے پر ہاتھ رکھ کر، سر جھکا جھکا کر داد وصول کر رہا تھا پھر وہ سلمان رازی کے قریب آیا۔ اس نے بھرا ہوا گلاس اُٹھا کر مجمع کو دکھایا۔ سب خاموش ہو گئے۔ وہ بولا۔ ”آپ نے دیکھا، میں نے پوری بوتل خالی کر دی۔ اس کے باوجود نارمل ہوں۔ میری زبان بھی نہیں لڑکھڑا رہی ہے۔ اب میں انکل سے درخواست کروں گا کہ یہ اپنے حصّے کا گلاس خالی کریں۔“

لوگ اپنے آقا کے لیے تالیاں بجانے لگے۔ سلمان رازی نے مجبور ہو کر گلاس ہاتھ میں لیا۔ وہ گلاس خالی کرنے کے بعد بھی پارس سے کم تر رہتا کیوں کہ گلاس اور بوتل میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ لوگوں کی تالیوں نے اسے پینے پر مجبور کر دیا۔ اس نے گلاس کو ہونٹوں سے لگایا۔ پارس نے بلند آواز سے کہا۔ ”لوگو! توجہ سے دیکھو۔ انکل میری طرح گلاس کو خالی کیے بغیر ہونٹوں سے الگ نہیں کریں گے۔“

پھر تالیاں بجنے لگیں۔ سلمان رازی نے دل ہی دل میں ہونے والے داماد کو گالی دی پھر غٹا غٹ پینے لگا۔ چند گھونٹ میں ہی حلق اور سینے کی جلن ناقابلِ برداشت ہو گئی مگر گلاس کو خالی کیے بغیر ہٹانے سے جو بے عزتی ہوتی اُسے وہ برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ اُس نے آنکھیں بند کر لیں، سانس روک لی پھر خود پر جبر کرتے ہوئے جلدی جلدی گلاس کو خالی کر دیا۔

لوگ اپنے آقا کو خوش کرنے کے لیے تالیاں بجا رہے تھے۔ اس نے آنکھیں کھولیں تو سر ذرا سا چکرا گیا۔ آنکھوں کے سامنے تمام لوگ اِدھر سے اُدھر ڈولتے دکھائی دے رہے تھے۔ پارس نے دل ہی دل میں کہا۔ ”بیٹے! اب تم تنویمی عمل کرنے کے قابل نہیں رہے۔ آج علی تیمور تم سے محفوظ رہے گا۔“

وہ خالی گلاس میں وسکی انڈیلنے لگا۔ سلمان رازی نے گھبرا کر پوچھا۔ ”یہ کیا؟ مم۔۔ میں اور۔۔۔ اور نہیں پیوں گا۔“

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

خانم نے کہا "پارس! یہ کیا کر رہے ہو؟ رازی کو اور نہ دو۔"

وہ بولا "آنٹی! ابھی مقابلہ ختم نہیں ہوا ہے۔ اگر آپ ختم کرانا چاہتی ہیں تو انکل سے اسی طرح شکست تسلیم کرنے کے لیے کہیے جس طرح یاسمینہ نے مجھ سے کہا تھا۔ میں نے عورت کی بات نہیں مانی، شاید انکل مان لیں۔"

وہ اپنی باتوں سے سلمان رازی کو طیش دلا رہا تھا۔ اس کی کھوپڑی میں خالص وھسکی پہلے ہی چیخ رہی تھی۔ نشہ تیزی سے غالب آ رہا تھا۔ وہ گرج کر بولا "میرا نام سلمان رازی ہے۔ میں وہ دلیر باغی ہوں، جسے لیبیا کی حکومت آج تک زندہ یا مُردہ گرفتار نہ کر سکی۔ میں وہ شہ زور ہوں جسے سُپر ماسٹر کی حکومت نے یہ جزیرہ جاگیر کے طور پر انعام میں دیا ہے۔ میں یہاں ڈھائی ہزار دہشت گردوں پر حکومت کرتا ہوں اور یہ کل کا چھوکرا مجھے شکست تسلیم کرنے کو کہہ رہا ہے۔ ہرگز نہیں۔ میں یہ مقابلہ جیت کر اس دشمن چھوکرے کو گولی مار دوں گا۔"

اس نے اپنی برتری دکھانے کے لیے گلاس لیا پھر اسے ہونٹوں سے لگا کر پینے لگا۔ اکثر لوگ جو زندگی بھر کامیابیاں حاصل کرتے رہتے ہیں، وہ بھول جاتے ہیں کہ بڑھاپا انھیں کمزور بنا دیتا ہے۔ سلمان رازی پچاس برس کا ہو چکا تھا۔ اب اس میں اتنا حوصلہ نہیں تھا کہ دو گلاس خالص وھسکی کے تیز نشے کو برداشت کر پاتا۔ دوسرا گلاس خالی ہونے سے پہلے ہی اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑا۔ وہ بھی لڑکھڑایا مگر گرنے سے پہلے ہی پارس نے اسے سہارا دے دیا۔ دوسری طرف سے خانم نے آ کر تھام لیا پھر وہ مجمع کو مخاطب کرتے ہوئے بولی۔ "تم لوگ کھیل تماشے جاری رکھو۔ میں تھوڑی دیر بعد آ کر دلچسپی لوں گی۔"

دو ہٹے کٹے باڈی گارڈز نے آ کر سلمان رازی کو اٹھا لیا پھر بنگلے میں لے جانے لگے۔ خانم نے گھور کر پارس کو سر سے پاؤں تک دیکھا۔ اُس نے پوچھا "آنٹی! کیا بات ہے؟"

وہ سخت لہجے میں بولی "میرے ساتھ آؤ۔"

وہ اپنی بیٹیوں کے ساتھ جانے لگی، پارس ان کے پیچھے تھا۔ یاسمینہ اپنی رفتار سُست کر کے پارس کے... شانہ بہ شانہ چلتے ہوئے بولی "میں تم پر جتنا فخر کروں، اتنا ہی کم ہے۔ خوشی سے میرے پاؤں زمین پر نہیں پڑ رہے ہیں۔ ساری دنیا میں میرے محبوب کی مثال نہیں مل سکتی لیکن تم نے ڈیڈی کو شکست دے کر بہت بڑی غلطی کی ہے۔ وہ ہوش میں آنے کے بعد تمھارے دشمن بن جائیں گے۔ تم نے انھیں اچھی طرح نہیں سمجھا ہے۔ میں سمجھتی ہوں اور تمھارے لیے خطرہ محسوس کر رہی ہوں۔"

خانم زرینہ کے ساتھ آگے آگے چل رہی تھی۔ اس نے پلٹ کر دیکھے بغیر ڈانٹ کر کہا "یاسمینہ! چلو اِدھر آؤ۔"

اس نے بے بسی سے پارس کو دیکھا پھر آگے بڑھ کر ماں کے ساتھ چلنے لگی۔ دونوں باڈی گارڈز نے سلمان رازی کو اس کی خواب گاہ میں لا کر لٹا دیا۔ دو ملازم اور آ گئے تھے، اپنے آقا کو لیموں کا رس پلا رہے تھے۔ وہ اس قدر مدہوش تھا کہ خود پی نہیں سکتا تھا۔ اس کے حلق میں چمچے سے زبردستی لیموں کا رس پہنچایا جا رہا تھا۔ سر پر برف کی تھیلی رکھی جا رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ قے کرنے لگا۔ ملازموں نے اسے اُٹھا کر پھر خواب گاہ میں پہنچایا۔ اس کا لباس تبدیل کیا۔ اُسے گہری نیند آ گئی تھی، وہ خراٹے لے رہا تھا۔

پارس ڈرائنگ روم میں بیٹھا ہوا تھا۔ خانم اس کے سامنے کچھ فاصلے پر آ کر کھڑی ہو گئی۔ پھر سرد لہجے میں بولی۔ "سیکڑوں افراد نے تمھیں پوری ایک بوتل پیتے ہوئے دیکھا ہے۔ کیا وہ شراب نہیں تھی، پانی تھا؟"

"پورا مجمع گواہ ہے، وہ خالص شراب تھی۔"

"پھر تم نارمل کیسے ہو؟ رازی تھوڑی اور پیتا تو اس کا دماغ اُلٹ جاتا۔ مگر تم نے اس سے کئی گنا زیادہ پی، تم بے ہوش نہیں ہوئے۔ تم ذرہ برابر نشے میں نہیں لگتے۔"

"آنٹی! کسی کو ایک چھوٹے پیگ سے نشہ ہو جاتا ہے، کسی کو ایک بوتل سے بھی نہیں ہوتا۔ میں ہلکا ہلکا سرور محسوس کر رہا ہوں، دو بوتلیں اور پینے کے بعد مجھے کچھ نشہ ہوگا۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا "یعنی تین بوتلوں کے بعد کچھ نشہ ہوگا!"

"جی ہاں چھ بوتلوں کے بعد اچھا خاصا نشہ ہوتا ہے۔"

"میں نے بڑے بڑے پینے والے دیکھے ہیں لیکن آج تک خالص وھسکی کی چھ بوتلیں پیتے ہوئے نہ کسی کو دیکھا نہ کسی سے سُنا۔ تم انسان کی نہیں شیطان کی اولاد ہو۔"

"میں فرہاد علی تیمور کی اولاد ہوں۔ تم بہت خوش قسمت ہو کہ ایک عورت ہو۔ اگر کوئی مرد میرے باپ کو شیطان کہتا تو میں اُس کا مُنہ توڑ دیتا۔"

وہ ایک دم سے بھڑک کر بولی "تم مجھے چیلنج کر رہے ہو، تم کہنا چاہتے ہو کہ میرا مُنہ توڑ سکتے ہو۔ میں ابھی تمھاری کھال کھینچ لوں گی۔"

وہ پاؤں پٹختی ہوئی دوسرے کمرے میں گئی پھر بجلی کے تار سے بنا ہوا ایک چابک لے آئی۔ زرینہ اور یاسمینہ اس کے اطراف چلتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔ "ممی! یہ انصاف اور انسانیت نہیں ہے۔ غصہ تھوک دیجیے۔ پارس نے کوئی قصور نہیں کیا ہے۔"

وہ ڈانٹ کر بولی "یُو شٹ اَپ۔ مجھ سے دور رہو۔"

زرینہ، پارس کے سامنے ڈھال بن کر بولی "میں مانتی ہوں، ڈیڈی نے بڑے لاڈ پیار سے ہماری پرورش کی ہے لیکن جب مجھے اغوا کیا جا رہا تھا تب ڈیڈی اور اُن کی پوری فوج بے بس ہو گئی تھی۔ مجھے صرف پارس نے جان پر کھیل کر بچایا ہے۔ اس بات کو ابھی چوبیس گھنٹے بھی نہیں گزرے اور آپ نے اتنا بڑا احسان بُھلا دیا۔"

وہ ناگواری سے بولی "جو ہمارے جزیرے میں رہتا ہے اور ہمارا کھاتا پیتا ہے، اُس کا کوئی احسان نہیں ہوتا۔ ہمارے یہ فوجی جو جزیرے کی حفاظت کرتے ہیں اور دشمنوں سے لڑتے ہوئے ہماری سلامتی کے لیے جانیں دیتے ہیں تو کیا ہم ان سب کا بھی احسان مانتے رہیں؟ ذرا عقل کی بات کرو۔ ہماری حفاظت کرنا، ہمارے احکامات کی تعمیل کرنا ان کی ڈیوٹی ہے اور یہ اپنا فرض ادا کرتے ہیں۔ احسان نہیں کرتے۔"

یاسمینہ نے کہا "پارس کسی کا ماتحت یا ملازم نہیں ہے۔ یہ آپ کا ہونے والا داماد ہے اور آپ داماد سے بھی غلاموں جیسا سلوک کرنا چاہتی ہیں؟"

خانم نے اُسے گھور کر دیکھا پھر کہا "ابھی اس رشتے کی بات نہ کرو۔ جس طرح ایک جانور کو چابک مار کر سدھایا جاتا ہے اسی طرح تمھارے ڈیڈی اپنی ٹھوکروں سے اسے سمجھائیں گے کہ ہمارے داماد کو یہاں سر جُھکا کر رہنا چاہیے۔"

پارس نے ناگواری سے خانم کو دیکھا پھر کہا "میں جوابا سخت بات کہہ سکتا ہوں لیکن تم میری یاسمینہ کی ماں ہو، میں گستاخی نہیں کروں گا۔"

خانم نے کہا "رازی کے ہوش میں آنے تک گستاخی کر سکتے ہو۔ اس کے بعد تمھیں موقع نہیں ملے گا۔"

اس نے مسلح محافظوں کو بلا کر کہا "اس مغرور کو علی تیمور کے ساتھ قیدی بنا کر رکھو۔"

یاسمینہ نے پوچھا "ممی! یہ آپ کیا کر رہی ہیں؟ پارس کا جُرم کیا ہے؟"

"تمھارے باپ کی جان بچ گئی اس لیے تمھیں پارس کا جُرم سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔ کیا اس نے تمھارے باپ کی انا اور برتری کو بھڑکا کر اُس کی برداشت سے زیادہ خالص وھسکی پینے پر اسے مجبور نہیں کیا؟ یہ چاہتا تھا کہ اس طرح رازی مر جائے۔ مقابلے کا مقابلہ رہے گا، اس پر الزام نہیں آئے گا پھر یہ تم سے شادی کر کے اس جزیرے کا مالک بن جائے گا۔"

زرینہ نے کہا "ممی! یہ انصاف نہیں ہے۔ ڈیڈی نے پہلے اسے ایک بوتل خالص وھسکی پینے کے لیے چیلنج کیا تھا۔"

"بکواس مت کرو۔ اپنے کمروں میں جاؤ اور تم لوگ مُنہ کیا دیکھ رہے ہو؟ اس مُجرم کو یہاں سے لے جاؤ۔"

مسلح گارڈز آگے بڑھے۔ پارس نے کہا "رُک جاؤ۔ مجھے پکڑ کر لے جانا چاہو گے تو میں کبھی ہاتھ نہیں آؤں گا لہٰذا مجھ سے دور رہنا۔ میں خود تمھارے ساتھ چلوں گا۔"

مسلح گارڈز نے خانم کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ بولی "ٹھیک ہے، اسے خود جانے دو مگر محتاط رہو۔"

پارس نے یاسمینہ پر ایک نظر ڈالی۔ وہ بڑی محبت اور بے بسی سے دیکھ رہی تھی۔ وہ آگے بڑھ گیا۔ مسلح گارڈز اُس کے پیچھے جانے لگے۔ ایسے وقت میں خیال خوانی کے ذریعے سُپر ماسٹر کے دماغ میں آتا جاتا رہتا تھا پھر اس کے ذریعے دوسرے اہم افراد تک پہنچتا رہتا تھا۔ اس دوران موقع ملنے پر دونوں بیٹوں کے پاس بھی آتا رہتا تھا۔ میں نے پارس کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا "یہ کیا ہو رہا ہے بیٹے؟"

اس نے کہا "پاپا! یہ سلمان رازی خر دماغ ہے۔ ہمیں تنویمی عمل کے ذریعے ہمیشہ تابع دار بنا کر رکھنا چاہتا ہے۔ تھوڑی دیر پہلے اس نے خود مجھے نشانے بازی اور شراب نوشی کے مقابلے کے لیے چیلنج کیا تھا۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا "کیا تم نے اس کے مقابلے میں شراب پی ہے؟"

"ہاں پاپا! یہ میرے لیے حرام نہیں ہے کیوں کہ مجھے نشہ نہیں ہوتا۔"

میں بھول گیا تھا۔ مجھے فوراً یاد آیا کہ ماریہ کے زہر نے انتہائی نشے کو بھی پارس کے لیے پانی کر دیا ہے۔ اس نے مجھے مختصر طور پر بتایا کہ ابھی اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ وہ بنگلے سے نکل کر مجمع کے درمیان سے گزرتا جا رہا تھا۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

سلمان رازی نے فتح کا جشن منانے کے لیے قیدیوں کو بھی اسٹیج تماشا دیکھنے کی اجازت دی تھی۔ ان کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال کر مسلح ماتحتوں کی نگرانی میں ایک طرف بٹھایا گیا تھا۔ وہاں کمی کارسن بھی ہتھکڑیاں پہنے بیٹھی ہوئی تھی۔ پارس کو دیکھ کر اُٹھ گئی۔ حیرانی سے بولی "پارس! یہ دونوں تمھارے پیچھے رائفلیں کیوں تانے ہوئے ہیں؟"

وہ بولا "میں نے ان کے آقا کی کھوپڑی اُلٹ دی ہے اس لیے قیدی بنایا گیا ہوں۔ سلمان رازی ہوش میں آنے کے بعد میرے لیے سزا تجویز کرے گا۔"

وہ نفرت سے بولی "یہ لوگ احسان فراموش ہیں۔ میں تمھارے خلاف یہ زیادتی برداشت نہیں کروں گی۔"

"نہیں کمی! کوئی ایسا قدم نہ اُٹھانا جس سے تمھیں جانی نقصان پہنچے۔ میں اپنے بچاؤ کا راستہ نکال لوں گا۔"

میں نے پارس سے کہا "اس عورت سے کہو میں تھوڑی دیر بعد اس سے دماغی رابطہ قائم کروں گا۔"

اس نے قریب ہو کر کمی کے کان میں کہا "میرے پاپا تمھارے دماغ میں جلد ہی آئیں گے، اُن کے کوڈ ورڈز ہیں، فرہاد ٹوکس یور مائنڈ۔"

خانم نے برآمدے سے ڈانٹ کر پوچھا "ان قیدیوں کو باتیں کرنے کی اجازت کیوں دی جارہی ہے؟ اُس عورت کو لے جاؤ۔"

دو مسلح ماتحتوں نے کمی کو پکڑ کر پیچھے ہٹا لیا۔ پارس کاٹیج کی طرف جانے لگا۔ میں نے کمی کارسن کے متعلق پوچھا۔ اس نے مختصر طور پر بتایا کہ جس طیارے سے اسے اغوا کیا گیا تھا، اس میں کمی ایئر ہوسٹس تھی۔ وہ بہت زبردست فائٹر ہے۔ پہلے سپر ماسٹر کی وفادار تھی۔ بعد میں پارس نے اس کی جان بچائی تو وہ سپر ماسٹر سے بدظن ہو کر اس کی حمایتی اور دوست بن گئی ہے۔

پارس کو اس کاٹیج میں پہنچا کر دروازہ بند کر دیا گیا۔ علی تیمور نے مسکرا کر کہا "وہ پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا۔"

وہ ایک کرسی پر بیٹھ کر بولا "دوست ہوں یا دشمن سب یہی چاہتے ہیں کہ ہم دونوں بھائی ایک جگہ رہیں۔ اس لیے میں تمھارے پاس آگیا ہوں۔"

میں نے علی تیمور کے پاس آکر کوڈ ورڈز دہرائے پھر کہا "مجھے یقین ہے، تم تنویمی عمل کے اثر سے نکل رہے ہو۔"

اس نے پوچھا "یہ آپ نے کیسے جان لیا؟"

"میں اُس پُراسرار آواز تک پہنچ گیا ہوں جس سے تمھارا دماغ متاثر تھا۔ اب وہ آواز تمھیں کبھی سنائی نہیں دے گی۔ وہ دراصل سپر ماسٹر ہے۔ آج کل سخت بیمار ہے۔ بیمار نہ بھی ہوتا تو تمھارے پاس نہ آتا کیوں کہ تمھارے دماغ میں میری موجودگی کا علم اُسے ہو گیا ہے۔"

"اس کا مطلب ہے آپ اُسے آسانی سے ختم کر سکتے ہیں؟"

"ہاں۔ کچھ اہم معلومات حاصل کرنے کے بعد اس کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ اس کے دماغ میں جانے سے معلوم ہوا کہ اس کا ایک عامل ہے جس نے تمھارے دماغ میں یہ بات نقش کرا دی ہے کہ ایک پُراسرار آواز ہر ہفتے تمھارے خوابیدہ دماغ پر تنویمی عمل کرے گی۔ کسی وجہ سے یہ عمل نہ ہو سکا تو تم پچھلے عمل کے اثر سے نکل آؤ گے اور وہ ہفتے کا دن گزر چکا ہے۔"

"آپ درست کہہ رہے ہیں۔ میں خود کو ہلکا پھلکا اور آزاد محسوس کر رہا ہوں۔"

"اس کا مطلب ہے، تم ایکشن کے لیے تیار ہو؟"

"جی ہاں پاپا! یہ سلمان رازی نامعقول شخص ہے۔ اس نے پارس کو بھی قیدی بنا لیا ہے۔"

میں نے کہا "لوگ اپنے مطلب اور مقاصد کے لیے خود غرض بن جاتے ہیں۔ وہ اقتدار کے نشے میں ہے۔ اس جزیرے میں کسی کی برتری برداشت نہیں کرتا۔ تم دونوں دلیر ہو، حیرت انگیز صلاحیتوں کے مالک ہو۔ وہ ایسے ہی داماد چاہتا ہے، لیکن دامادوں کو خود سے کم تر بنا کر رکھنا چاہتا ہے۔"

"اس کا یہ خواب کبھی پورا نہیں ہوگا۔"

دروازہ کھولنے کی آواز آئی۔ ایک ملازم مختلف کھانوں سے بھری ہوئی بڑی سی ٹرے لایا اور اُسے ایک میز پر رکھ کر چلا گیا۔ پارس نے قریب آکر علی تیمور سے سرگوشی میں کہا "میں ہر کھانا چکھنے کے بعد تمھیں دوں گا۔ کھانے کے بعد چائے یا کافی نہ پینا۔ اگرچہ رازی تنویمی عمل کرنے کے قابل نہیں ہے لیکن خانم ہم دونوں بھائیوں کو ابھی سے اعصابی کمزوری میں مبتلا رکھنا چاہے گی۔"

میں نے کہا "سوچ سمجھ کر کھاؤ۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

میں کمی کے پاس آیا۔ اس کے دماغ نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا لیکن وہ کوڈ ورڈز سن کر خوشی سے بولی "فرہاد صاحب! میں بہت خوش نصیب ہوں کہ آپ کو اپنے دماغ میں پا رہی ہوں۔ سب سے پہلے یقین دلاتی

چاہوں گی کہ آپ باپ بیٹوں کے لیے جان بھی دے سکتی ہوں۔ آپ میرے چور خیالات پڑھ لیں، میں تھوڑی دیر خاموش رہوں گی۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میرا بیٹا تمھاری قدر کرتا ہے، میرے لیے اتنا ہی کافی ہے۔ تمھیں شاید نہیں معلوم، میں اجازت حاصل کیے بغیر کسی عورت کے دماغ میں نہیں جاتا اور نہ ہی اس کے چور خیالات پڑھتا ہوں۔ ہاں اگر وہ دشمنوں سے تعلق رکھتی ہو تو میں اس کے دماغ کی تہ تک پہنچ جاتا ہوں۔"

"میری بڑی خواہش ہے کہ میں پارس کے کسی کام آؤں۔"

"تمھاری یہ خواہش ابھی پوری ہوگی۔ تم کچھ کھا پی لو پھر پتا نہیں کب کھانا نصیب ہو۔"

وہ اپنی جگہ سے اُٹھ گئی۔ اسٹیج سے کچھ فاصلے پر طرح طرح کے کھانوں کا انتظام کیا گیا تھا۔ جس کا دل چاہتا تھا، وہ وہاں جا کر اپنی پسند کی چیزیں کھاتا تھا اور اپنی پسند کی شراب پیتا تھا۔ قیدیوں کو بھی کھانے پینے کی اجازت تھی، ہر طرف مسلح افراد تھے، اس بات کا اندیشہ نہیں تھا کہ قیدی فرار ہو جائیں گے۔ ایک تو ان کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ہوتی تھیں۔ دوسرے جزیرے سے باہر جانے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ کمی وہاں جا کر کھانے پینے لگی۔ میں نے پوچھا "تمھیں ہتھکڑی کس نے پہنائی تھی؟"

وہ بولی "یہاں ہر دس قیدیوں پر ایک سیکیورٹی افسر ہے۔ مجھے جس افسر نے ہتھکڑی پہنائی، وہ ابھی کاؤنٹر کے پاس کھڑا وسکی پی رہا ہے اور اسٹیج پر ہونے والا تماشا دیکھ رہا ہے۔"

"تم اس کے پاس جا کر باتیں کرو۔"

وہ اپنی پلیٹ اُٹھا کر ایک بوٹی چباتی ہوئی سیکیورٹی افسر کے پاس آئی پھر بولی "ہیلو آفیسر! مجھے یوں لگتا ہے تم میری ہتھکڑی کھولنے والے ہو۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولا "تم راضی ہو جاؤ، میں تمھارے ہاتھ کھول دوں گا۔"

وہ جواباً مسکرا کر بولی "سمجھو راضی ہوگئی۔ بولو کہاں چلوں؟"

"میں اپنے کیبن میں لے جاؤں گا لیکن دو مسلح گارڈ باہر موجود رہیں گے۔ میں اپنے ہتھیار گارڈز کو دے دوں گا تاکہ تم مجھ سے ہتھیار چھین کر یہاں سے فرار ہونے کی حماقت نہ کرو۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "مجھ پر مرتے بھی ہو، مجھ سے ڈرتے بھی ہو۔"

"کیا کروں؟ یہ دل تمھاری جیسی زبردست عورتوں کے لیے ہی مچلتا ہے۔ مجھے نازک عورتیں پسند نہیں آتیں۔"

"تو پھر چلو اور مجھے جی بھر کے پسند کرو۔"

اس افسر نے دو مسلح ماتحتوں کو ساتھ لیا پھر کمی کے ساتھ جیپ میں بیٹھ کر جانے لگا۔ میں نے کہا "کمی! میں دو چار منٹ کے لیے جا رہا ہوں۔ اسے اُلو بناتی رہو، میں ابھی آجاؤں گا۔"

میں سلمان رازی کے دماغ میں آیا۔ وہ گہری نیند میں تھا۔ دماغ پر ابھی تک نشہ حاوی تھا۔ اس کی کوئی سوچ ایک جگہ قائم نہیں رہتی تھی اور نہ ہی میں اس کے مدہوش ذہن کو قابو میں رکھ کر اس پر تنویمی عمل کر سکتا تھا۔ اگر ایسا ہو سکتا تو چشم زدن میں بازی پلٹ جاتی۔ میرے بیٹوں کو تنویمی عمل سے اپنا تابع دار بنانے والا خود ہمارا غلام بن جاتا۔ پھر بھی میں نے سوچا اس کے دماغ میں آتا جاتا رہوں گا۔ جب بھی اس کی مدہوشی ختم ہوگی، میں اس پر

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

عمل کروں گا۔"

میں پھر کمی کے پاس آگیا۔ وہ افسر کے ساتھ بیٹھی دوسرے کیمپ میں پہنچ رہی تھی۔ اُس نے پوچھا۔ "فرہاد صاحب! ہم پارس کو اغواء کر کے سپر ماسٹر کے پاس لے جا رہے تھے۔ مگر ہمیں اغواء کر کے یہاں پہنچا دیا گیا۔ میں حیران ہوں کہ سپر ماسٹر ہماری خبر کیوں نہیں لے رہا ہے؟"

"سپر ماسٹر بیمار ہے اور اس کا دماغ میری مٹھی میں ہے۔ اُس کے علاوہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا دشمن زندہ نہیں ہے۔ ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے دو نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کیے گئے ہیں۔ میری کوشش ہے کہ یہ دو نئے آخری ثابت ہوں اور مشین کا طلسم ہمیشہ کے لیے ٹوٹ جائے۔"

وہ جیپ ایک کیبن کے سامنے آکر رک گئی۔ سیکیورٹی افسر نے گاڑی سے اُتر کر اپنے تمام ہتھیار مسلح ماتحتوں کو دیتے ہوئے کہا۔ "یہاں مستعدی سے پہرا دیتے رہو۔ اگر کمی تنہا کیبن سے نکل کر جانا چاہے تو اسے دوبارہ ہتھکڑی پہنا دینا، اگر یہ قابو میں نہ آئے تو اسے گولی مار کر زخمی کر دینا۔"

ایک ماتحت نے کہا۔ "جناب! ہم محتاط اور مستعد رہیں گے۔"

افسر نے کمی کے ہاتھ کھول کر ہتھکڑی ماتحت کو دی پھر اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر کیبن میں لے آیا۔ میں نے ایک ماتحت کی آواز سنی تھی۔ اس نے اپنی رائفل... سیدھی کرتے ہوئے مسلح ساتھی سے کہا۔ "مجھے افسوس ہے، تمھاری زندگی کی سانسیں ختم ہو رہی ہیں۔ ٹرائیگر دبنے تک اپنی سانسوں کو گن سکتے ہو تو گن لو۔"

وہ گھبرا کر بولا۔ "یہ کیا کر رہے ہو؟"

یہ اس کی زندگی کے آخری الفاظ تھے۔ ٹرائیگر پر انگلی کا دباؤ بڑھ رہا تھا۔ گولی چل گئی۔ کیبن کے اندر افسر نے چونک کر دروازے کی جانب دیکھا پھر پوچھا۔ "کس نے فائر کیا ہے؟"

اس کے مسلح ماتحت نے اندر آتے ہوئے کہا۔ "تمھارے باپ نے گولی چلائی ہے۔"

اس نے کمی کے سامنے اسٹین گن، رائفل اور ریوالور پھینکتے ہوئے کہا۔ "یہ تمام ہتھیار لے سکتی ہو لیکن اس افسر سے نمٹنے سے پہلے مجھے گولی مار دو۔ ورنہ میں کسی وقت بھی تمھیں نقصان پہنچا سکتا ہوں۔"

افسر نے غرا کر ماتحت کو دیکھا، پھر آگے جھک کر ہتھیار اُٹھانا چاہا، کمی نے اس کے منہ پر ایک ٹھوکر ماری، وہ دوسری طرف اُلٹ گیا۔ میں نے کہا۔ "ابھی اسے ہلاک نہ کرنا۔ البتہ اس کے ماتحت کو ختم کر دو۔"

اس نے ریوالور اُٹھا کر ماتحت کو گولی مار دی۔ کیبن کے باہر دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ میں نے افسر کی زبان سے کہا۔ "کمی! اب میں اس کے دماغ میں ہوں۔ اسے ریوالور دے دو۔"

کمی نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ افسر نے مُردہ ماتحت کی جیب سے ہتھکڑی اور چابی نکالی۔ کمی کو دوبارہ ہتھکڑی پہنائی۔ باہر سے مسلح افراد پوچھ رہے تھے۔ "کیبن کے اندر کون ہے؟ ہمارے آدمیوں کو کس نے گولی ماری ہے؟"

افسر، کمی کو ریوالور کی زد پر باہر لا کر بولا۔ "میں اس کے ساتھ عیاشی کرنے آیا تھا۔ اس نے موقع پا کر ہمارے دو آدمی مار دیے۔ میں اسے ماسٹر رازی کے پاس لے جا رہا ہوں۔ تم میں سے ایک آدمی پیچھے جیپ میں آ کر بیٹھ جائے۔"

وہ کمی کے ساتھ اگلی سیٹوں پر بیٹھ گیا۔ ایک مسلح جوان پیچھے آ گیا۔ جیپ اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی۔ افسر اُسے تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا کیمپ کے احاطے سے باہر آیا پھر کافی فاصلہ طے کرنے کے بعد جیپ روک دی۔ کمی کی ہتھکڑی کھول کر بولا۔ "میں اپنے ماتحت کو نہتا کر کے جیپ سے باہر جا رہا ہوں۔ تم ہم سے جس طرح نمٹنا چاہو نمٹ سکتی ہو۔"

اس نے اپنے ماتحت کو ریوالور کی زد پر رکھ کر نہتا کیا۔ اس کے ہتھیار جیپ کی اگلی سیٹ پر پھینک کر بولا۔ "گاڑی سے اُتر جاؤ۔"

وہ حیرانی سے بولا۔ "سر! یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟"

اس نے گریبان پکڑ کر اُسے باہر کھینچ لیا۔ کمی نے ریوالور نکال کر کہا۔ "تم افسر ہو، مجھے پارس کو آزاد کرانے کے لیے تمھاری ضرورت ہو گی۔ تم واپس آؤ اور اسٹیئرنگ سیٹ سنبھالو۔"

اس نے ماتحت کو گولی مار دی۔ افسر نے واپس آ کر دوبارہ جیپ اسٹارٹ کی پھر وہ کاٹیج کی طرف جانے لگے۔ میں نے دونوں بیٹوں سے کہا۔ "تیار رہو، کمی آ رہی ہے۔"

علی تیمور نے پوچھا۔ "اگر ہم رازی کے خلاف محاذ آرائی نہ کریں، آپ اس کے دماغ کو اپنے قابو میں رکھیں تو کیا یہ مناسب نہ ہو گا؟"

"بیٹے! وہ بُری طرح مدہوش ہے۔ میں اس کے ہوش میں آنے کا انتظار نہیں کر رہا گا۔ سپر ماسٹر کی طرف سے جوابی کارروائی کسی وقت بھی ہو سکتی ہے۔"

"آپ نے تھوڑی دیر پہلے کہا تھا، اس کا دماغ آپ کے قابو میں ہے۔"

"ہاں میں نے اُس سپر ماسٹر کے متعلق کہا تھا جو ٹیلی پیتھی جانتا ہے اور ابھی بیمار ہے۔ کسی سپر ماسٹر کا انتخاب کرنے والے نادان نہیں ہو سکتے۔ اس کے بیمار پڑتے ہی سمجھ گئے ہوں گے کہ ہم خیال خوانی کرنے والے اُس کے دماغ میں پہنچ سکتے ہیں۔ لہٰذا اس کی جگہ فوراً کوئی دوسرا سپر ماسٹر لایا گیا ہو گا۔ اس کی پہلی کوشش یہی ہو گی کہ میرے دونوں بیٹوں کو فوراً یہاں سے اغواء کیا جائے اور سلمان رازی کو نافرمانی کی سزا دی جائے۔ میں نہیں چاہتا ایسی جوابی کارروائی کے دوران تم دونوں ایک جگہ قید رہو اور اپنی سلامتی کے لیے جدوجہد نہ کر سکو۔ تم بھائیوں کو جلد از جلد یہاں سے نکلنا چاہیے۔"

میری بات ختم ہوتے ہی باہر فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ میں یہ سمجھا، کمی آ گئی ہے۔ میں مدد کے لیے اُس کے پاس پہنچا تو پتا چلا، ابھی وہ راستے ہی میں ہے۔ میں واپس بیٹوں کے پاس آیا۔ اُس وقت تک کاٹیج کا دروازہ ٹوٹ چکا تھا۔ کئی مسلح جوان دندناتے ہوئے اندر آئے۔ ایک نے کہا۔ "علی تیمور! ہم تمھاری رہائی کے لیے آئے ہیں۔ یہاں سے نکلو۔"

دوسرے نے کہا۔ "لیکن ہم یہاں پارس کی توقع نہیں کر رہے تھے۔ یہ پھر ہمارے راستے کی رکاوٹ بنے گا۔"

علی تیمور نے پارس کے سامنے ڈھال بن کر کہا۔ "گولی نہ چلانا۔ اسے عقل آ گئی ہے۔ یہ اب سلمان رازی کا حمایتی نہیں بلکہ قیدی ہے، اس لیے اسے میرے ساتھ یہاں قید کیا گیا ہے۔"

آنے والے نے کہا۔ "اگر تمھارا بھائی ہمارے ساتھ شرافت سے چلنے کو تیار ہے تو فوراً چلو لیکن یہ ہمارے خلاف کوئی حرکت کرے گا تو ہم فوراً گولی مار دیں گے۔"

فائرنگ کی آوازیں بنگلے اور اسٹیج تک گئی تھیں۔ سب چونک گئے تھے۔ خطرہ محسوس کرتے ہوئے محتاط انداز میں کاٹیج کو دور سے گھیرنے آ رہے تھے۔ یوں محاصرہ کرنے سے پہلے ہی پارس اور علی تیمور وہاں سے نکل گئے۔ دشمن افراد کے درمیان دوڑتے ہوئے وہاں سے دور جانے لگے۔ میں نے ایک کے دماغ میں جا کر معلوم کر لیا کہ میرے بیٹوں کو رہائی دلانے والے وہ عیسائی اور یہودی ہیں جن پر سلمان رازی کبھی بھروسا نہیں کرتا تھا اور اچھی طرح جانتا تھا کہ سپر ماسٹر سے کبھی محاذ آرائی ہو گی تو یہ لوگ اس کے خلاف ہو جائیں گے اور سپر ماسٹر کا ساتھ دیں گے۔"

سلمان رازی کا خیال درست تھا۔ انھیں خفیہ پیغام موصول ہوا تھا کہ آدھی رات تک جزیرے پر طیارے پرواز کرتے ہوئے بمباری کریں گے۔ وہ اس سے پہلے دونوں پارس کو جزیرے کے شمالی ساحل کی طرف لے جائیں گے، وہاں کسی وقت ہیلی کاپٹر آئے گا جس میں وہ میرے دونوں بیٹوں کو بحفاظت وہاں سے نکال کر لا سکتے ہیں۔

میں نے دونوں بیٹوں کو اُن کے بارے میں بتایا۔ پھر کمی کے پاس پہنچا۔ مجھے دیر ہو گئی۔ وہ کاٹیج کے قریب آ کر اُلجھن میں پڑ گئی تھی۔ ایک تو میں جیپ ڈرائیو کرنے والے افسر کے دماغ سے نکلا ہوا تھا، وہ صرف کمی کے ہتھیاروں سے سہما ہوا تھا۔ دوسرے کاٹیج کے حالات بدل گئے تھے۔ دونوں پارس وہاں سے جا چکے تھے۔ اُس نے افسر کو ایک جگہ جیپ روکنے پر مجبور کیا تھا۔ اس کے ساتھ لگ کر بیٹھ گئی تھی تاکہ افسر کی پسلی سے لگا ہوا ریوالور کسی کو نظر نہ آئے۔ اُسے میرا انتظار تھا۔ وہ کاٹیج کے حالات معلوم کرنا چاہتی تھی۔

میں نے افسر کی زبان سے کہا۔ "سوری کمی! مجھے آنے میں دیر ہو گئی۔ ہتھیار اسے واپس کر دو۔ اس کے ساتھ بنگلے کے پچھلے دروازے سے اندر جاؤ، وہاں سے یاسمینہ کو گن پوائنٹ پر لے آؤ، پھر اُسے لے کر جزیرے کے شمالی ساحل کی سمت جاؤ، راستے میں کہیں پارس وغیرہ سے ملاقات ہو سکتی ہے۔"

وہ میری ہدایات پر عمل کرنے لگی۔ میں افسر کے اندر موجود تھا۔ وہ دونوں بنگلے کے پچھلے حصے میں آئے، وہاں بھی مسلح گارڈز موجود تھے۔ انھیں للکار کر کہا گیا۔ "ہالٹ! وہیں رک جاؤ۔"

افسر نے میری مرضی کے مطابق شناخت کرائی پھر کہا۔ "میں دو نمبر کیمپ کی قیدی کمی کارمن کے ساتھ آیا ہوں۔ یہ بالکل نہتی ہے اور خانم کو سپر ماسٹر کے متعلق اہم اطلاع دینا چاہتی ہے۔"

خانم نے کھڑکی سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "اُسے اندر لے آؤ۔"

افسر، کمی کو اسٹین گن کی زد پر رکھتے ہوئے بنگلے کے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ڈرائنگ روم میں آیا۔ توقع کے مطابق زرینہ اور یاسمینہ نظر نہیں آرہی تھیں، صرف خانم، دو مسلح باڈی گارڈز کے ساتھ کھڑی ہوئی تھی۔ رکمی نے کہا "جیسا کہ آپ جانتی ہیں، میں سُپر ماسٹر کے لیے کام کرتی ہوں جزیرے میں ماسٹر کے جو جاسوس ہیں، وہ ابھی میرے پاس آئے تھے۔ انھوں نے اس افسر کو گن پوائنٹ پر رکھ کر میری ہتھکڑی کھلوائی، وہ کہہ رہے تھے، اس جزیرے پر ہوائی حملہ ہونے والا ہے۔ اس سے پہلے مجھے اور دونوں پارس کو ایک محفوظ مقام پر پہنچایا جائے گا، وہاں سے وہ ہمیں ہیلی کاپٹر میں جزیرے سے باہر لے جائیں گے۔"

خانم نے افسر کو دیکھ کر پوچھا "کیا یہ درست کہہ رہی ہے؟"

"بالکل درست کہہ رہی ہے، آپ نے کمی کے لڑنے کا انداز اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، میری توقع کے بالکل خلاف اس نے رہائی دلانے والوں پر حملہ کیا، پھر دیکھتے ہی دیکھتے ان سے ہتھیار چھین کر انھیں مار ڈالا، وہ تعداد میں تین تھے تینوں مر گئے۔"

خانم نے کمی سے پوچھا "تم نے اپنے حمایتیوں کو کیوں مار ڈالا؟"

"میں احسان فراموش نہیں ہوں، آپ نے اور پارس نے میری جان بخشی تھی۔ یہ نئی زندگی آپ کی امانت ہے۔ میں التجا کرتی ہوں، آقا رازی اور دونوں بیٹیوں کو لے کر یہاں سے کسی محفوظ مقام کی طرف چلی جائیں۔ دشمنوں کو آپ کی رہائش گاہ کا علم ہے، وہ یہاں ضرور بمباری کریں گے۔"

خانم سوچ میں پڑ گئی۔ افسر نے کہا "آپ وقت ضائع نہ کریں، کاٹیج کا دروازہ توڑ کر دشمن دونوں پارس کو لے گئے ہیں، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سُپر ماسٹر کی طرف سے جلد ہی زبردست انتقامی کارروائی ہوگی۔"

خانم نے کہا "بات سمجھ میں آرہی ہے، تم لوگوں کو ملنے والی اطلاع پر بھروسا کرنا چاہیے۔ حالات بھی کچھ ایسے ہی ہیں، ہمیں احتیاطاً یہاں نکل جانا چاہیے۔"

اس نے حکم دیا "سلمان رازی کو اسٹریچر پر ڈال کر ایک ویگن میں پہنچایا جائے۔" وہ تھوڑی دیر کے لیے ایک کمرے میں گئی، جب باہر آئی تو اپنی دونوں بیٹیوں کے ساتھ ہتھیاروں سے لیس تھی۔ پھر وہ قافلہ ایک ویگن میں وہاں سے روانہ ہوا۔ کمی اور افسر اپنی جیپ میں ان کے پیچھے چل پڑے۔ خانم اور سلمان رازی نے بُرے وقت کے لیے اُس جزیرے میں ضرور کوئی پناہ گاہ بنائی ہوگی وہ شاید اسی طرف جا رہے تھے۔

میں پارس کے پاس آیا۔ وہ لوگ کاٹیج سے دور نکلنے کے بعد ایک جیپ میں سوار ہو گئے تھے۔ اُس میں چھ افراد کی گنجائش تھی۔ دو میرے بیٹے اور چار مسلح دشمن تھے، انھیں علی تیمور کی طرف سے اندیشہ نہیں تھا۔ وہ اُسے اپنا آدمی سمجھتے تھے اسی لیے اُسے اگلی سیٹ پر بٹھایا گیا تھا۔ پارس پچھلے حصے میں تین افراد کے نرغے میں تھا۔ میں ان کی آوازیں سُن کر ان کے دماغوں میں جگہ بنا چکا تھا۔ میں نے دونوں بیٹوں سے کہا "یہ جہاں جا رہے ہیں، وہاں ان کے آدمی کافی تعداد میں ہیں لہٰذا راستے میں ہی نجات حاصل کر لو۔"

دُور سے کئی طیاروں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں، پھر بم کے دھماکے سنائی دیے۔ میں نے ایک دشمن کے دماغ پر قبضہ جما کر اس سے فائرنگ کرائی۔ پیچھے بیٹھے ہوئے دو افراد ختم ہو گئے۔ ڈرائیو کرنے والے نے جیپ روک دی، وہ پلٹ کر فائرنگ کی وجہ معلوم کرنا چاہتا تھا، اسے بھی ایک گولی نے تمام کر دیا۔

پارس نے فائرنگ کرنے والے سے تمام ہتھیار لے لیے۔ میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑا تو وہ پریشان ہو گیا اور اپنے مُردہ ساتھیوں کو دیکھنے لگا۔ علی تیمور نے کہا "وہاں سے اُٹھو اور اپنے آدمیوں کی لاشیں باہر پھینکو۔"

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ تیسری لاش پھینکتے وقت وہاں سے بھاگنے لگا لیکن وہ گولی سے تیز نہیں جا سکتا تھا۔ ایک گولی سنسناتی ہوئی آئی۔ اس کے بھاگتے ہوئے قدم زمین سے اُکھڑے پھر وہ اوندھے منہ گر کر ہمیشہ کے لیے ٹھنڈا پڑ گیا۔ میں نے کہا "جیپ ڈرائیو کرنے والے کے پاس قطب نما تھا، اسے لے کر دیکھو اور مغربی ساحل کی طرف جاؤ، خانم کا قافلہ اسی سمت گیا ہے۔"

علی تیمور نے لاش کی جیب سے قطب نما نکال کر دیکھا۔ بہت دُور پھر دھماکے سنائی دیے۔ اُس نے ایک سمت دیکھتے ہوئے کہا "اس قطب نما سے پتا چلتا ہے مغربی ساحل پر بمباری ہو رہی ہے۔"

میں فوراً ہی کمی کے پاس پہنچا۔ اُس نے افسر کو پھر ریوالور کے ذریعے قابو میں کر رکھا تھا۔ میں نے اُس کی زبان سے پوچھا "تم لوگوں کی گاڑیاں کیوں رُک گئی ہیں؟"

وہ بولی "ہم جدھر جا رہے ہیں، اُدھر بمباری ہو رہی ہے۔"

میں نے کہا "مغربی ساحل پر رازی کی جتنی موٹر بوٹس اور لانچیں ہیں انھیں دشمن تباہ کر رہے ہوں گے تاکہ یہ فیملی جزیرے سے فرار نہ ہو سکے۔"

"خانم راستہ بدل رہی ہے۔ کسی دوسری سمت جائے گی۔"

"کمی! اس کا راستہ روکو۔ شمالی ساحل پر خطرات زیادہ ہیں۔ میں افسر کے ذریعے فائرنگ شروع کرتا ہوں، تم جیپ سے نکل کر کسی درخت یا پتھر کی آڑ میں چلی جاؤ۔"

افسر نے جیپ میں رکھی ہوئی اسٹین گن اُٹھائی پھر وہاں سے اُتر کر ویگن کے پچھلے پہیوں پر فائر کرنے لگا۔ ویگن راستہ بدلنے کے لیے ایک سمت گھوم رہی تھی۔ اچانک دھماکے ہوئے، دونوں پہیے بے کار ہو گئے۔ افسر دوڑتا ہوا ایک درخت کی طرف جانے لگا۔ خانم کے آدمی ویگن سے نکل کر اس پر گولی چلانے لگے۔ وہ یکبارگی... چیخ مار کر لڑکھڑایا۔ اسٹین گن ہاتھ سے نکلی، پھر وہ زمین پر گر پڑا۔ ہم نے اس کم بخت سے بڑے کام لیے تھے، اب وہ کم بخت کسی کام کا نہیں رہا تھا۔

اُدھر ایک مسلح گارڈ، کمی کی فائرنگ سے ہلاک ہو گیا تھا۔ دوسرا گارڈ کہہ رہا تھا "بیوقوف عورت! تم اکیلی ہو، ہتھیار پھینک کر سامنے آجاؤ۔ ورنہ حرام موت مرو گی۔"

"کیا ہتھیار پھینکنے کے بعد جو موت تم مجھے دو گے، وہ حرام نہیں ہوگی؟"

خانم نے پوچھا "تمھاری سازش کامیاب ہوئی تم ہمیں بنگلے سے نکال کر یہاں لے آئیں۔ یقیناً تم سُپر ماسٹر کے لیے ایسا کر رہی ہو۔"

وہ بولی "خانم! تم جزیرے کی مالکہ ہو، مگر عقل سے پیدل ہو، اگر میں سپر ماسٹر کے لیے کام کرتی تو یوں تنہا نہ ہوتی۔"

"پھر ہم سے کیوں دشمنی کر رہی ہو؟"

"اس لیے کہ تم لوگوں نے پارس سے خواہ مخواہ دشمنی شروع کر دی ہے۔ میں زندگی کی آخری سانس تک پارس کی احسان مند رہوں گی۔ وہ یاسمینہ کو دل و جان سے چاہتا ہے، میں یاسمینہ سے پوچھتی ہوں، اس کا محبوب ایک طرف سُپر ماسٹر کے آدمیوں سے نمٹ رہا ہے، دوسری طرف اس کے والدین کی دشمنی بھگت رہا ہے۔ ایسے وقت کیا وہ اپنے محبوب کا ساتھ دینا چاہے گی؟ میں اس کے پاس جا رہی ہوں، کیا وہ میرے ساتھ چلے گی؟"

یاسمینہ نے ویگن کی کھڑکی سے سر نکال کر کہا "میں اپنے پارس کے پاس جاؤں گی۔"

خانم اسے کھڑکی کے اندر کھینچ کر بولی "شٹ اَپ، کیا دیوانی ہو گئی ہو، ماں باپ اور بہن کا ساتھ چھوڑنا چاہتی ہو؟"

"ممی! آپ کے ساتھ جزیرے کے ہزاروں فوجی ہیں، پارس اکیلا ہے، موت آئے گی تو میں اُس کے ساتھ مرنا چاہوں گی۔"

خانم کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر تھا، اس کے ایک وفادار کی آواز آرہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا "دشمن کے طیاروں نے مغربی ساحل کی ایک موٹر بوٹ اور ایک لانچ کو تباہ کر دیا ہے۔ ہمارے کئی آدمی مارے گئے ہیں، کئی زخمی ہو چکے ہیں، انھیں طبی امداد پہنچائی جا رہی ہے۔"

خانم نے حکم دیا "جزیرے میں جتنے غدار عیسائی اور یہودی ہیں، انھیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کرو۔ یہ آستین کے سانپ ختم ہو جائیں گے تو ہیلی کاپٹر یا پیراشوٹ سے اُترنے والے دشمنوں کو نابود کرنا آسان ہوگا۔"

ویگن کی آڑ میں کھڑے ہوئے گارڈ نے کمی کو للکار کر کہا "تم بے بی یاسمینہ کو بہلا پھسلا کر یہاں سے نہیں لے جا سکو گی، ہماری بے بی نادان نہیں ہے۔ ہم تمھیں آخری وارننگ دیتے ہیں، ہتھیار پھینک کر سامنے آجاؤ۔"

کمی نے ایک گولی چلائی، بولنے والا ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گیا۔ وہ بولی "میرے پاس ہینڈ گرینیڈ ہیں، صرف ایک ہی پھینکوں گی تو تم سب ویگن سمیت تباہ ہو جاؤ گے۔ میں تم لوگوں کو ویگن سے نکل کر جانے بھی نہیں دوں گی۔"

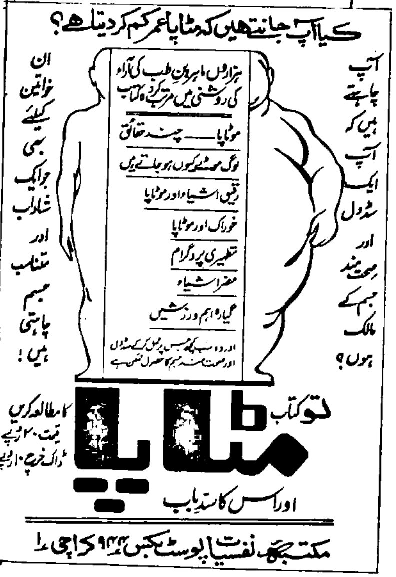

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اس سے پہلے ہی موت کے دھماکے شروع ہو جائیں گے۔ خانم اپنی فیملی کو موت سے بچانا چاہتی ہے تو یاسمینہ کو خالی ہاتھ یہاں بھیج دے۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی، پھر کمی نے کہا: "میں جانتی ہوں، تم ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے وفاداروں کو یہاں بلا رہی ہو۔ بہت بڑی حماقت کر رہی ہو۔ ذرا عقل سے سوچو، جب تم میرے لیے موت کو اٹل بنا دو گی تو میں تم لوگوں کو کیسے زندہ چھوڑ دوں گی؟ مرتے مرتے بھی ہینڈ گرینیڈ کے ذریعے تم سب کے چیتھڑے اڑا دوں گی۔ میں دس تک گنتی ہوں۔ اس کے بعد جو ہوگا، اس کی ذمے داری مجھ پر نہیں ہوگی۔"

پھر اُس نے گنتی شروع کی: "ایک۔ دو۔ تین۔ چار۔۔۔"

خانم نے پوچھا: "جس یاسمینہ کو پارس کے پاس لے جانے آئی ہو، کیا اسے بھی ہمارے ساتھ مار ڈالو گی؟"

"یاسمینہ کی موت سے پارس کو صدمہ ہوگا۔ لیکن مرنے والوں کے لیے لوگ کتنے دن روتے ہیں؟ آخر صبر آجاتا ہے۔ پانچ۔ چھ۔ سات۔ آٹھ۔۔۔"

دیگن کا دروازہ کھل گیا۔ چاندنی میں یاسمینہ دکھائی دی۔ وہ خالی ہاتھ تھی۔ آہستہ آہستہ بڑھتی ہوئی پوچھ رہی تھی: "تم کہاں ہو؟ میں آرہی ہوں۔"

"سیدھی چلی آؤ۔"

وہ بہت دور تک سیدھی چلتی رہی۔ کتنے ہی درخت آس پاس سے گزر گئے، ویگن نظروں سے اوجھل ہوگئی۔ اس نے پوچھا: "آخر تم کہاں ہو؟"

"میں زیادہ دور نہیں ہوں۔ اپنے دائیں طرف مڑ جاؤ۔ پھر اسی سمت چلتی رہو، میں تمھیں دیکھ رہی ہوں۔"

وہ دائیں جانب مڑنے کے بعد اسی سمت چلتے ہوئے بولی: "تم سامنے کیوں نہیں آتیں؟"

جواب میں گولی چلنے کی آواز سنائی دی۔ ایک گارڈ کی آخری چیخ دور تک گونجتی ہوئی گئی۔ کمی نے کہا: "تمھارے باپ کے وفادار تمھارے آس پاس چھپ کر آرہے ہیں۔ میں گوریلا جنگ لڑنا جانتی ہوں۔ تمھیں سمجھ لینا چاہیے کہ تمھارے سامنے کیوں نہیں آرہی ہوں۔"

وہ جہاں سے بول رہی تھی، اُدھر کئی جگہ سے فائرنگ ہوئی۔ پھر چند لمحوں کے لیے خاموشی چھا گئی۔ خیال تھا کہ کمی ماری گئی ہے یا زخمی ہوگئی ہے۔ گھنے درختوں کے باعث چاند کی روشنی نہ ہونے کے برابر تھی۔ دور تک گہرے سائے تھے۔ کتنے ہی سائے دوڑتے ہوئے دکھائی دیے، پھر جوابی فائرنگ ہوئی۔ دوڑنے والے دو سائے اُچھل کر گر پڑے۔ کمی کی آواز سنائی دی: "میں ہر بار بولنے کے بعد جگہ بدل دیتی ہوں۔ یاسمینہ! تمھیں ڈرنا نہیں چاہیے۔ تم پر کوئی گولی نہیں چلائے گا۔ تم سیدھی آتی رہو۔"

وہ درست کہہ رہی تھی۔ یاسمینہ کی حفاظت کرنے والے اُس پر گولی چلا رہے تھے اور وہ جوابی فائرنگ کر رہی تھی۔ یاسمینہ کو دونوں طرف سے تحفظ حاصل تھا۔ وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھتی جا رہی تھی۔ وہ جزیرے میں پیدا ہوئی تھی، وہیں جوان ہوئی تھی۔ وہاں کے چپے چپے سے واقف تھی۔ وہ جانتی تھی کہ جزیرے کے کس حصے سے گزر رہی ہے اور کس سمت جا رہی ہے لیکن کب تک چلتے رہنا ہوگا؟ یہ نہیں جانتی تھی۔ تقریباً دو گھنٹے بعد اس نے بیزار ہو کر کہا: "کمی! میں ایک چٹان کے آس پاس آکر رک گئی ہوں۔ کوئی اِدھر گولی نہ چلائے۔ میں اب آگے نہیں بڑھوں گی۔"

جواب میں پارس کی آواز سن کر وہ خوشی سے کھل گئی۔ وہ کہہ رہا تھا: "یاسمینہ! میں آگیا ہوں۔ کمی کی چال کو سمجھو۔ ہم مصلحتاً تم سے دور ہیں۔ تم اپنے باپ کے وفاداروں سے اور ماں سے کہو، تمھارے پیچھے نہ آئیں۔"

یاسمینہ نے کہا: "میں تمام وفاداروں کو حکم دیتی ہوں، وہ واپس چلے جائیں۔"

خانم کی گونجتی ہوئی آواز سنائی دی: "کوئی واپس نہیں جائے گا۔ یاسمینہ! تم واپس آؤ۔ اب ہماری طرف کوئی ہینڈ گرینیڈ نہیں پھینکے گا۔ ہم محفوظ ہیں۔ میری بچی یاسمینہ! واپس آجاؤ۔"

وہ بولی: "ممی! تھوڑی سی عقل مجھ میں بھی ہے۔ آپ نے پارس سے دشمنی کی ہے۔ میں اس کا ساتھ دوں گی تو آپ اور ڈیڈی میری خاطر اسے دوست بنانے پر مجبور ہو جائیں گے۔ آپ میری واپسی کا خیال دل سے نکال دیں اور اپنے وفاداروں کے ساتھ ڈیڈی کو خفیہ پناہ گاہ میں لے جائیں۔ میں یقین دلاتی ہوں، پارس کبھی دشمن بن کر اس خفیہ پناہ گاہ کی طرف نہیں آئے گا۔"

میں خیال خوانی کے ذریعے کبھی پارس اور علی تیمور کے پاس اور کبھی کمی کے پاس آتا تھا۔ وہ اب ایک دوسرے سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھے، کسی وقت بھی مل سکتے تھے۔ میں نے سپر ماسٹر کے ذریعے جن اہم افراد کے دماغوں میں جگہ بنائی تھی ان کے ذریعے مجھے تین ایسے خفیہ اڈوں کے

متعلق معلومات حاصل ہونے والی تھیں جہاں ٹرانسفارمر مشین کے نقشے رکھے ہوئے تھے۔ میں نے دونوں بیٹوں سے کہا: "میں سپر ماسٹر کے ذریعے اہم خفیہ اڈوں تک پہنچنے والا ہوں۔ مجھے یقین ہے، تم دونوں حالات پر قابو پالو گے۔"

انھوں نے کہا کہ میں اطمینان سے جاؤں، اُن کی فکر نہ کروں۔ اگر دوسری جگہ دن رات کی مصروفیت رہے تو آرمر ان کی خیریت معلوم کرتا رہے گا لیکن ان کی ماما رسونتی کو ان کے دماغوں میں آنے سے روکا جائے ورنہ وہ ممتا کی ماری پھر کچھ گڑبڑ کریں گی۔۔۔ میں نے رسونتی کو سختی سے منع کیا۔ وہ بولی: "ایک ماں ایسی پابندی برداشت نہیں کرسکتی۔"

میں نے کہا: "ایک ماں کو کچھ قربانیاں بھی دینا پڑتی ہیں۔ تمھارے وہاں نہ جانے میں ہی دونوں بیٹوں کی بھلائی ہے۔ تمھیں زیادہ پریشانی ہو تو آرمر سے ان کی خیریت۔۔۔ دریافت کرلینا۔"

آرمر نے بھی رسونتی کو سمجھایا کہ دونوں پارس دو طرف سے دشمنوں میں گھرے ہوئے ہیں، انھیں اپنے طور پر اُن سے نمٹنے دیا جائے۔ مختصر یہ کہ میں جزیرے سے چلا آیا۔ ابھی سپر ماسٹر کی حکومت سے یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ جزیرے سے میرے بیٹوں کو اغوا کرنے کی کوشش نہ کریں۔ میں اُس حکومت کے اعلیٰ عہدے داروں کی دانست میں غافل تھا۔ ابھی میں نے ٹیلی پیتھی جاننے والے سپر ماسٹر کو چھیڑا نہیں تھا اور تین خفیہ اڈوں تک پہنچنے سے پہلے چھیڑنے کا ارادہ بھی نہیں تھا۔ وہ سب تذبذب میں تھے۔ انھیں شبہ تھا کہ میں بیمار سپر ماسٹر کے دماغ تک پہنچ گیا ہوں لیکن یہ بھی معلوم تھا کہ میں خود بیمار ہوں اور خیال خوانی کے قابل نہیں ہوں۔ ایسی ہی خوش فہمیوں اور غلط فہمیوں کے ذریعے حالات اور واقعات کروٹیں بدلتے رہتے ہیں۔

یاسمینہ، پارس کی آواز سننے کے بعد چٹان کے پاس ٹھہر نہ سکی۔ اس کی آواز کی سمت جانے لگی۔ علی تیمور نے کہا: "ایسا تمام رات ہوتا رہے گا۔ یاسمینہ تمھاری طرف بڑھتی رہے گی اور خانم اس کے پیچھے آتی رہے گی۔ میں دوسری سمت جا رہا ہوں۔ اُدھر سے فائرنگ کرکے خانم اور اس کے وفاداروں کو اپنی طرف بلاؤں گا۔"

وہ پارس سے الگ ہو کر درختوں اور پتھروں کی آڑ لیتا ہوا کہیں نیم تاریکی میں گم ہوگیا۔ وہاں پہلے ہی کمی اور پارس دو مختلف سمتوں سے فائرنگ کر رہے تھے۔ جب علی تیمور نے تیسری سمت سے فائرنگ شروع کی تو خانم اور اس کے وفادار اپنی جگہ چھوڑنے پر مجبور ہوگئے۔ انھیں یاسمینہ سے دور ہونا پڑا۔ وہ ایک گاڑی کے بغیر نہ کہیں جا سکتے تھے نہ کسی جگہ رک سکتے تھے کیوں کہ سلمان رازی غافل پڑا ہوا تھا۔ اسے اپنے ساتھ ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانا ایک مسئلہ بن گیا تھا۔

پارس نے آواز دی: "یاسمینہ! میری آواز کی سمت آؤ۔"

یہ کہتے ہی وہ اپنی جگہ چھوڑ کر ذرا دور ایک درخت کے پیچھے آگیا۔ اگر دشمن شوٹنگ ٹارگٹ کے فاصلے پر ہوتے تو ضرور اس کی آواز پر گولی چلاتے۔ ایسی کوئی بات نہ ہوئی۔ آواز کی سمت گولی نہیں آئی۔ یاسمینہ دیوانہ وار دوڑتی ہوئی آئی۔ پارس نے آواز دی: "میں اُدھر نہیں اِدھر ہوں۔"

اس نے آواز کی سمت ایک درخت کو دیکھا۔ وہ کچھ فاصلے پر تھا مگر صرف درخت تھا، وہ نہیں تھا۔ اس نے پاؤں پٹخ کر پوچھا: "کیا مجھ سے آنکھ مچولی کھیل رہے ہو؟ دیکھو میں تمھارے لیے اپنا میکا چھوڑ کر آئی ہوں۔"

"جس درخت کو دیکھ رہی ہو، اُسی کے سائے میں چلی آؤ۔"

وہ دوڑتی ہوئی آگئی، چاروں طرف گھوم کر دیکھنے لگی۔ "پارس! تم کہاں ہو؟"

"میں زمین اور آسمان کے بیچ میں ہوں۔"

اُس نے سر اُٹھا کر دیکھا۔ وہ درخت کی ایک شاخ پر بیٹھا اس کی طرف جھکا ہوا کہہ رہا تھا: "ہاتھ بڑھاؤ۔"

اس نے دونوں ہاتھ اُٹھا دیے۔ پارس اس کے ہاتھوں کو تھام کر اوپر اٹھانے لگا۔ وہ گھبرا کر بولی: "یہ کیا کر رہے ہو؟"

"میری جان! آسمان نامہربان ہے اور زمین پر گولے برس رہے ہیں۔ اب پیار کرنے والوں کے لیے یہی جگہ رہ گئی ہے۔"

وہ کچھ کہنا چاہتی تھی، پارس نے منہ پر ہاتھ رکھ کر سرگوشی میں کہا: "منہ سے آواز نہ نکالنا۔ ایک ذرا حرکت نہ کرنا۔ پتوں میں چھپی رہو۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ آہستگی سے اُٹھ کر دو شاخوں پر پاؤں جما کر کھڑا ہوگیا۔ دونوں ہاتھوں میں اسٹین گن سنبھال کر نیچے دیکھنے لگا۔ دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز قریب آرہی تھی۔ دونوں بھائیوں کی قوتِ سماعت کو اس قدر تیز اور حساس بنایا گیا تھا کہ وہ دور کی آہٹ کو بھی سن لیتے تھے۔ وہ آنے والے اُسی درخت

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کے نیچے آکر رُک گئے تھے، وہ صرف دو تھے ایک نے کہا: "وہ کہاں غائب ہو گئی، میں نے اسی درخت کے پاس دیکھا تھا۔"

دوسرے نے کہا: "تمھیں دھوکا ہوا ہے۔"

"کیسی بات کرتے ہو، میں نے دُور بین سے دیکھا تھا، یہ درخت کا تنا ذرا سا کھوکھلا ہے۔ لڑکی یہیں تھی۔ میں یقین سے کہتا ہوں، وہ سلمان رازی کی بیٹی ہو گی۔"

"اگر وہ ہاتھ آجائے تو سپر ماسٹر خوش ہو جائے گا۔"

ایک نے سر اُٹھا کر دیکھا۔ پارس بالکل تیار تھا۔ لیکن سر اُٹھا کر دیکھنے والا مایوس ہو گیا تھا۔ درخت گھنا تھا، بے شمار پتوں نے انھیں چھپا رکھا تھا۔ چاند کی روشنی کافی نہیں تھی۔ وہ ٹارچ کے ذریعے دیکھ سکتے تھے مگر ٹارچ نہیں ہو گی یا اُسے روشن کر کے وہ کسی کی گولی کا نشانہ نہیں بننا چاہتے ہوں گے۔

اُس جزیرے میں آج سب ہی کا رُت جگا تھا۔ شمال سے جنوب اور مشرق سے مغرب تک سب ہی دوڑتے بھاگتے، مارتے اور مرتے پھر رہے تھے۔

درخت کے سائے میں کھڑے ہوئے دونوں مسلح افراد اُچھل کر تنے کی آڑ میں چلے گئے۔ ایک گاڑی کی آواز قریب آرہی تھی پھر کوئی بچیس یا تیس گز کے فاصلے پر ایک جیپ آکر رُک گئی۔ اس میں چھ مسلح افراد نظر آرہے تھے۔ اس میں سے دو افراد اُتر کر چاروں طرف دیکھنے لگے۔ ایک نے جیپ کے اندر سے بوتل اُٹھائی پھر اُسے کھول کر چند گھونٹ پینے کے بعد مُنہ بنا کر بولا: "آخر وہ دونوں بھاگ کر کہاں جا سکتے ہیں، سلمان رازی بھی ان کا دُشمن ہو گیا ہے، ہم بھی انھیں جزیرے کے آخری سرے تک نہیں چھوڑیں گے۔"

اگلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے شخص کو ٹرانسمیٹر کے ذریعے کال کیا جا رہا تھا۔ اس نے ٹرانسمیٹر کو آپریٹ کرتے ہوئے کوڈ ورڈز ادا کیے، دوسری طرف سے آواز آئی: "ہیلی کاپٹر آچکا ہے۔ دونوں پارس کہاں ہیں؟ اوور۔"

"ہم تلاش کر رہے ہیں، وہ جلد ہی ہمارے ہاتھ آجائیں گے۔ اوور۔"

"ہم جس ٹیم سے رابطہ قائم کرتے ہیں، وہ یہی کہتی ہے کہ انھیں تلاش کیا جا رہا ہے۔ آخر وہ کب ہاتھ آئیں گے؟ شمالی ساحل پر سلمان رازی کے وفاداروں کا دباؤ بڑھ رہا ہے، ہیلی کاپٹر یہاں زیادہ دیر رُک نہیں سکے گا۔ ہم زیادہ سے زیادہ آدھے گھنٹے تک انتظار کریں گے۔ اوور اینڈ آل۔"

چند لمحوں کے لیے خاموشی چھا گئی۔ وہ ایک بوتل سے باری باری پی رہے تھے۔ درخت کی آڑ میں کھڑے ہوئے دو میں سے ایک شخص نے کہا: "گولی نہ چلانا، ہم تمھارے آدمی ہیں۔"

اس نے کوڈ ورڈز ادا کیے۔ پھر اپنے ساتھی کے ساتھ درخت کے پیچھے سے نکل آیا، کہنے لگا: "ہم نے تھوڑی دیر پہلے یہاں ذرا فاصلے پر دونوں پارس اور سلمان رازی کی فیملی کے درمیان فائرنگ ہوتے دیکھی تھی۔"

جیپ والے ایک شخص نے پوچھا: "کیا تم لوگوں نے دونوں پارس کو ادھر دیکھا ہے؟"

"ہم نے آنکھوں سے نہیں دیکھا مگر خانم اپنی بیٹی کو پارس کے پاس جانے سے منع کر رہی تھی۔ ایک بار پارس کی بھی آواز سنائی دی۔ جلد ہی خانم کو اپنے آدمیوں کے ساتھ میدان چھوڑ کر جانا پڑا۔ کیوں کہ اُن پر تین طرف سے فائرنگ ہو رہی تھی۔"

تعجب سے پوچھا گیا: "تین اطراف سے کیسے فائرنگ ہو سکتی ہے، وہ صرف دو بھائی ہیں۔ کیا انھوں نے اپنے حمایتی پیدا کر لیے ہیں؟"

"یہی بات ہو سکتی ہے۔ خانم کے جانے کے بعد میں نے دور بین سے دیکھا، میدان صاف ہو گیا تھا۔ کوئی نظر نہیں آرہا تھا۔ بڑی دیر بعد ایک لڑکی اس درخت کے پاس دکھائی دی۔ وہ سلمان رازی کی بیٹی ہو گی۔ ہم ادھر آئے تو وہ غائب ہو چکی تھی۔"

جیپ والے نے گھور کر پوچھا: "کیا تم کوئی جادو بھری واقعہ سنا رہے ہو؟"

دوسرے جیپ والے نے کہا: "ہمیں محتاط رہنا چاہیے۔ اگر وہ رازی کی بیٹی تھی تو اس کے ساتھ دونوں پارس بھی ہوں گے۔"

ان کا اطمینان ختم ہو گیا۔ وہ اپنے ہتھیار سنبھال کر چاروں طرف نظریں دوڑانے لگے۔ دُور جہاں چاندنی تھی، وہاں تک دُور بین سے بھی دیکھا جا رہا تھا۔ پھر شاخ سے گولی چلی۔ دُور بین سے دیکھنے والے کی پیشانی میں سوراخ ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی ہر طرف سے فائرنگ کی آوازیں گونجنے لگیں۔ سلمان رازی کے وفادار بڑی دیر سے جیپ والوں کو انھیں گھیر رہے تھے اور اب ہر طرف سے ان پر گولیوں کی بوچھاڑ کر رہے تھے۔ جیپ والوں نے بھاگتے ہوئے جوابی فائرنگ کی مگر ان میں سے ایک بھی نہ بچ سکا۔ دیکھتے ہی

دیکھتے سب فنا ہو گئے، صرف ایک شراب کی بوتل رہ گئی۔ وہ جیپ کے مڈگارڈ پر ترچھی پڑی ہوئی تھی اور اس میں سے شراب ایک پتلی سی دھار کی صورت میں گرتی جا رہی تھی اور زمین پر پڑی ہوئی ایک لاش کے چہرے کو دھوتی جا رہی تھی۔ اس پینے والے کا آخری غسل بھی شراب سے ہو رہا تھا۔

کامیاب حملہ کرنے والے وفادار محتاط انداز میں قدم بڑھاتے ہوئے آئے، وہ تعداد میں دس تھے۔ ایک نے کہا: "وہ لوگ بے بی یاسمینہ کو یہاں سے لے گئے ہیں۔ ہمیں خانم کے حکم کے مطابق شمالی ساحل کی طرف جانا چاہیے۔"

وہ اپنی گاڑیوں میں بیٹھ کر چلے گئے۔ پارس آہستگی سے یاسمینہ کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ وہ بولی: "تم اپنے بھائی کے ساتھ کب تک اور کہاں تک بھاگتے رہو گے؟ یہاں جتنی بھی پناہ گاہیں ہیں، وہاں ڈیڈی کے وفادار پہنچ گئے ہوں گے تاکہ ہمیں کہیں پناہ لینے کی مناسب جگہ نہ ملے۔"

"کیا تم خوف زدہ ہو؟"

"ہرگز نہیں۔ میں تمھارے ساتھ جینے اور تمھارے ساتھ مرنے آئی ہوں۔"

"تو پھر اطمینان رکھو، میں اپنی کوششوں کی حد تک تمھیں مرنے نہیں دوں گا اور نہ ہی تمھارا سر جھکنے دوں گا۔ انشاءاللہ تم اپنے فیصلے پر نہیں پچھتاؤ گی۔"

"تم اتنے مطمئن کیسے ہو؟ آخر تم نے کچھ تو سوچا سمجھا ہو گا؟"

"میں یہ بات اچھی طرح سمجھتا ہوں کہ اس جزیرے میں تمھارے باپ کے اقتدار کا سورج ڈوب چکا ہے۔"

"یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو؟"

"اس لیے کہ یہاں دو بڑی طاقتوں کی جنگ شروع ہو چکی ہے، ایک طاقت سپر ماسٹر کی ہے، دوسری طاقت ہمارے پاپا کی۔ سپر ماسٹر کی حکومت نے لیبیا کے خلاف محاذ آرائی کے لیے یہ جزیرہ تمھارے ڈیڈی کو دیا تھا، تمھارے ڈیڈی اب اُن کے لیے قابلِ اعتماد نہیں رہے۔ اب وہ سلمان رازی کی جگہ دوسرا مہرہ یہاں لائیں گے تاکہ یہاں سے لیبیا میں دہشت گردی اور تخریب کاری کا سلسلہ جاری رہے۔ دوسری اہمیت ہم بھائیوں کی ہے۔ پاپا ہمیں سپر ماسٹر کے ہاتھوں میں جانے نہیں دیں گے اور اس جزیرے سے دہشت گردوں کا خاتمہ کریں گے۔ اس طرح یہ جنگ ہمارے پاپا اور سپر ماسٹر کے درمیان ہو رہی ہے، تمھارے ڈیڈی کی اب کوئی اہمیت نہیں ہے۔"

وہ خاموش ہو گیا، پھر آہٹ سنائی دے رہی تھی۔ ذرا دیر بعد ہی ممی اور علی تیمور نظر آئے، وہ محتاط انداز میں جیپ کی طرف جا رہے تھے۔ پارس نے آواز دی: "علی! گولی نہ چلانا، ہم آرہے ہیں۔"

ممی اور علی تیمور دونوں ہی چونک کر اُچھل پڑے تھے۔ علی فوراً ہی آواز کی سمت معلوم کر کے گولی چلاتا تھا اور اُس نے ریوالور کا رُخ ٹھیک اسی درخت کی شاخ کی طرف کیا تھا مگر بھائی کی آواز نے اُسے روک دیا تھا۔

پارس نے یاسمینہ کا ہاتھ تھام کر اسے شاخ سے نیچے اتارا پھر کود کر نیچے آیا۔ علی تیمور نے کہا: "تمھیں تلاش کرتے کرتے ہم دُور چلے گئے تھے۔ پھر ادھر مسلسل فائرنگ کی آواز سن کر واپس آگئے۔ کیا یہ لاشیں تم نے گرائی ہیں؟"

پارس نے اسے مختصر طور پر بتایا کہ وہ سپر ماسٹر کے آدمی تھے سلمان رازی کے دس آدمیوں نے انھیں گھیر کر مار ڈالا۔ وہ لوگ ان بھائیوں کو تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔

جیپ والوں کا ٹرانسمیٹر سیٹ پر پڑا ہوا تھا۔ اس میں سے اشارہ موصول ہو رہا تھا۔ علی تیمور نے اُسے اُٹھا کر آپریٹ کیا۔ پارس ان کے کوڈ ورڈز سن چکا تھا۔ اس نے وہ کوڈ ورڈز دہرائے۔ دوسری طرف سے کہا گیا: "بڑے افسوس کی بات ہے۔ تم لوگ دو بھائیوں کو نہ پکڑ سکے۔ سلمان رازی کے سپاہیوں نے ہمارے تمام آدمی مار ڈالے ہیں۔ شمالی ساحل پر ہم نہیں رہ سکتے تھے اس لیے ہیلی کاپٹر پرواز کر چکا ہے ہم جا رہے ہیں۔ تم لوگ ہتھیار ڈال دو۔ سپر ماسٹر سلمان رازی کو چین سے بیٹھنے نہیں دے گا۔ جلد ہی تم لوگوں کو رہائی مل جائے گی۔ اوور۔"

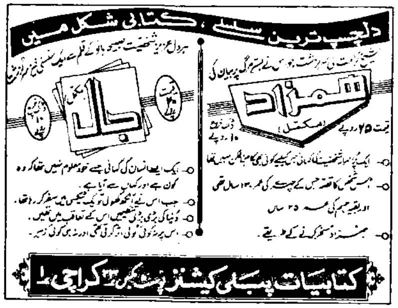

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

علی تیمور نے کہا: "یہاں سے جا رہے ہو، بڑا احسان کر رہے ہو۔ تمھارے آدمی ہتھیار ڈالنے سے پہلے ہی زمین پر سو رہے ہیں۔ کیوں کہ آدمی کو آخری نیند مٹی میں ہی آتی ہے، اوور اینڈ آل۔"

اس نے ٹرانسمیٹر کو آف کر دیا اور کمی کے ساتھ اگلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ پارس نے پچھلی سیٹ پر یاسمینہ کے ساتھ بیٹھتے ہوئے پوچھا: "کہاں چلنے کا ارادہ ہے؟"

وہ جیپ اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتے ہوئے بولا: "ہم جہاں جائیں گے، مسلح دشمنوں سے سامنا ہوتا رہے گا۔ ہمارے لیے ایک پناہ گاہ ضروری ہے۔"

یاسمینہ نے کہا: "یہاں کی کئی پناہ گاہیں میرے علم میں ہیں لیکن وہاں ڈیڈی کے مسلح وفادار ہوں گے۔"

علی نے کہا: "ہمیں اُن کی پروا نہیں ہے۔ تم کسی ایسی پناہ گاہ کی طرف رہنمائی کرو جہاں ہمیں ہتھیار اور کھانے پینے کی چیزیں مل جائیں۔"

"ہماری ہر پناہ گاہ میں یہ ضروری چیزیں موجود رہیں۔ بعض پناہ گاہوں کے چور راستے بھی ہیں۔"

"ان چور راستوں کا علم تمھارے ڈیڈی اور ان کے سپاہیوں کو بھی ہوگا۔ وہ راستے ہمارے لیے مصیبت بن جائیں گے۔ کوئی ایسی جگہ بتاؤ، جہاں سے ہم چاروں طرف نظر رکھ سکیں۔"

وہ بولی: "جزیرے کے چاروں طرف ایسے مورچے بنے ہوئے ہیں جہاں سپاہی محفوظ بھی رہتے ہیں اور چھت پر رہ کر کسی طرف سے بھی آنے والے دشمن کو دیکھ کر ٹھکانے لگا دیتے ہیں۔"

"یہ ہمارے کام کی جگہ ہے، ایسے ہی کسی مورچے کی طرف لے چلو۔"

وہ مشرقی ساحل کی طرف اُن کی رہنمائی کرنے لگی۔

صبح کے پانچ بج رہے تھے، سلمان رازی مدہوشی اور گہری نیند سے واپس آ رہا تھا۔ زرینہ اور خانم جاگ رہی تھیں۔ بار بار ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے وفاداروں سے پوچھ رہی تھیں کہ وہ یاسمینہ کو واپس لانے میں کامیاب ہوگئے ہیں یا نہیں؟ انھیں ہر بار مایوس کن جواب ملتا تھا۔ سلمان رازی کے کراہنے کی آواز سن کر ماں بیٹی اس کے پاس آئیں۔ وہ آنکھیں کھول کر سوچتی ہوئی نظروں سے پتھریلی چھت کو تک رہا تھا۔ خانم نے لیموں کے رس سے بھرا ہوا گلاس بڑھاتے ہوئے کہا: "اسے پی لو، طبیعت سنبھل جائے گی۔"

وہ اُٹھ کر بیٹھتے ہوئے بولا: "یہ تو ہماری خفیہ پناہ گاہ ہے، ہم یہاں کیوں ہیں؟"

"سپر ماسٹر نے جزیرے پر حملہ کر دیا ہے، تم فکر نہ کرو، وہ پسپا ہو رہا ہے۔ پارس ہماری یاسمینہ کو لے گیا ہے لیکن وہ جزیرے سے باہر نہیں جا سکے گا، تم اسے پی لو۔"

اُس نے گلاس کو ایک ہاتھ مار کر دُور پھینکتے ہوئے کہا: "ہم پر اتنی تباہی آ گئی اور میں مدہوش پڑا رہا۔ یہ پارس کی سوچی سمجھی اسکیم تھی۔ وہ مجھے مدہوش کر کے میری بیوی اور بیٹیوں کو در بدر بھٹکانا چاہتا تھا۔ اس نے ایک خاص منصوبے کے مطابق یاسمینہ کو اغوا کیا ہے۔"

زرینہ نے کہا: "ڈیڈی! ٹھنڈے دماغ سے سوچیے، پارس نے مجھے اغوا ہونے نہیں دیا تھا۔ اس نے اپنے ہی بھائی کے جال سے مجھے نکالا تھا۔ اس نے آپ کو مدہوش نہیں کیا۔ آپ نے ہی اُسے مقابلے پر مجبور کیا تھا۔"

وہ گرج کر بولا: "بکواس مت کرو، کیا تمھاری ماں غلط کہہ رہی ہے کہ اس نے یاسمینہ کو اغوا کیا ہے؟"

"اس نے میری بہن کو اغوا نہیں کیا، اپنی سلامتی اور تحفظ کی ضمانت بنا لیا ہے۔ میں یقین سے کہتی ہوں جب وہ واپس آئے گی تو اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا ہوگا۔"

خانم نے ایک گہری سانس لے کر کہا: "یہ دونوں لڑکیاں ان لڑکوں پر مر مٹی ہیں۔ اب تو میں بھی کہتی ہوں ذرا ٹھنڈے دماغ سے کام لے کر پارس اور علی سے دوستی کر لیں، پھر پہلے منصوبے کے مطابق تنویمی عمل کے ذریعے اپنا تابع دار بنا لیں۔"

سلمان رازی ایک طرف گھورتے ہوئے دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔ خانم نے کہا: "آج آپ دونوں بھائیوں سے ٹکرائیں گے، کل ان کا باپ جزیرے میں پہنچے گا تو کیا ہوگا؟ اس سے پہلے بیٹوں کو اپنی غلامی میں لینا بہت ضروری ہے۔"

وہ تائید میں سر ہلا کر بولا: "میں طاقت اور اقتدار کے نشے میں سیاسی چالیں چلنا بھول جاتا ہوں۔ اگر میں پارس کے ساتھ بیٹے کا مقابلہ نہ کرتا تو ابھی تک دونوں بھائیوں پر تنویمی عمل کر چکا ہوتا۔ وہ اس طرح باغی نہ ہوتے، میرے غلام اور میری بیٹیوں کے فرماں بردار ہوتے۔ اب بھی کچھ نہیں بگڑا ہے۔ میں بگڑی ہوئی بات بنا سکتا ہوں۔"

وہ اُٹھ کر ٹرانسمیٹر کے پاس آیا۔ پھر اسے آپریٹ کرنے کے بعد بولا: "میں تمھارا آقا سلمان رازی بول رہا ہوں۔ جزیرے کے تمام وفاداروں کو بتا دو، میں ہوش میں آ گیا ہوں۔ پارس اور علی تیمور تک یہ پیغام پہنچاؤ کہ رازی تمھارا بزرگ اور دوست ہے اور یہ زبان دیتا ہے کہ اس کی ذات سے دونوں کو کبھی نقصان نہیں پہنچے گا۔ وہ یاسمینہ کے ساتھ واپس آ جائیں۔"

اس نے کئی ماتحت افسروں کو یہ پیغام پہنچانے کا حکم دیا، پھر ٹرانسمیٹر کو آف کر کے بولا: "سپر ماسٹر کو یہ دشمنی مہنگی پڑے گی۔ اب میں ماسک مین سے دوستی کروں گا۔ میرے دہشت گرد اب سپر ماسٹر کے حمایتی ملکوں میں تخریبی کارروائیاں کریں گے۔ اُس نے جو گڑھا لیبیا کے لیے کھودا تھا آئندہ خود اس میں گرے گا۔"

وہ جھکا کر بیٹھ گیا۔ خالص وھسکی کا نشہ نہیں رہا تھا مگر کچھ اثرات رہ گئے تھے۔ خانم نے لیموں کا دوسرا گلاس لا کر دیا۔ اس نے ایک ہی سانس میں اُسے خالی کر دیا۔ کچھ فاصلے پر زرینہ کھڑی ہوئی تھی۔ وہ بیٹی کو سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگا۔ خانم نے کہا: "میری یہ بیٹی یاسمینہ سے زیادہ سمجھ دار ہے۔ یہ علی تیمور کو چاہتی ضرور ہے لیکن ماں باپ کو زیادہ اہمیت دیتی ہے۔"

زرینہ نے کہا: "ممی! یاسمینہ بھی آپ دونوں کو اہمیت دیتی ہے۔"

"میں تم سے زیادہ جانتی ہوں، پارس کی طرف جاتے وقت اسے ہمارے پاس واپس آنے کے بہت سے مواقع ملے تھے مگر وہ نہیں آئی۔"

"ممی! اگر علی تیمور مجھے بلاتا تو میں بھی اس کے پاس چلی جاتی۔ ایسے وقت میں بھی واپس نہ آتی۔"

"کیا بکواس کر رہی ہو؟"

"میں سوچ سمجھ کر بول رہی ہوں۔ وہ دونوں ہم بہنوں کو جزیرے سے باہر نہیں لے جا سکتے تھے۔ ہم اپنی محبت سے انھیں آپ کے پاس آنے پر راضی کر لیتے۔ مجھے یقین ہے، یاسمینہ بھی یہی کرے گی اور پارس اتنا سمجھ دار ہے کہ وہ آپ سے دشمنی کر کے یاسمینہ کا دل نہیں دکھائے گا۔"

خانم نے مسکرا کر اپنے شوہر کو دیکھا پھر کہا: "میری بیٹیاں ابھی سے اتنی سمجھ دار ہیں کہ اپنے شوہروں کو اپنے والدین کا تابع دار بنائے رکھنے کے گُر جانتی ہیں۔ مجھے اس بات کا دُکھ ہے کہ وہ کم بخت علی تیمور اسے پسند نہیں کرتا۔"

سلمان رازی نے کہا: "اس کا تو باپ بھی اسے پسند کرے گا۔ یہ یاسمینہ سے کسی بات میں کم نہیں ہے۔ دراصل علی تیمور مزاج میں پارس سے مختلف ہے۔ اس کی طبیعت میں سنجیدگی ہے۔ اسے جو کرنا ہوتا ہے چپ چاپ کر گزرتا ہے۔ جب میں اپنے عمل سے اُسے زرینہ کی طرف مائل کروں گا تو پھر وہ اِسے دل و جان سے چاہنے لگے گا۔"

زرینہ خوش ہو کر بولی: "ڈیڈی! میں بچپن سے جس بات کی ضد کرتی آئی ہوں، آپ اسے پورا کرتے آئے ہیں۔ یہ میری آخری ضد، آخری خواہش ہے۔ آپ علی تیمور پر عمل کرنے میں دیر نہ کریں۔ مجھے ڈر ہے، وہ کہیں ہاتھ سے نکل نہ جائے۔"

"بیٹی! وہ کہیں نہیں جائے گا۔ میں اُسے جزیرے..."

اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ ٹرانسمیٹر سے اشارہ موصول ہو رہا تھا۔ وہ اسے آپریٹ کرتے ہوئے کوڈ ورڈز ادا کرتے ہوئے بولا: "رپورٹ دو۔"

دوسری طرف سے آواز آئی: "آقا! دونوں بھائیوں نے مشرقی ساحل کے مورچے سے ہمارے سپاہیوں کو پسپا کر دیا ہے۔ اب اس مورچے پر ان کا قبضہ ہے۔"

"نان سنس! وہاں میرے ایک سو پچیس سپاہی طرح طرح کے ہتھیاروں سے لیس رہتے ہیں۔ تم مجھے فلمی اسٹوری سنا رہے ہو کہ دو جوانوں نے پوری ایک فوج کو مورچا چھوڑ کر بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ کیا اسے عقل تسلیم کرتی ہے؟"

"حضور! میری پوری بات سن لیں۔ ہمارے سپاہی ان پر بھرپور جوابی حملے نہیں کر سکتے تھے کیوں کہ ان کے ساتھ بے بی یاسمینہ ہے۔ خدانخواستہ کوئی گولی ہماری بے بی کو بھی لگ سکتی تھی۔"

"او آئی سی۔ انھوں نے یاسمینہ کو سامنے رکھ کر ہمارے ایک مورچے پر قبضہ جما لیا ہے۔ کوئی بات نہیں میں اُدھر آ رہا ہوں۔ اوور اینڈ آل۔"

اس نے ٹرانسمیٹر رکھ کر دوسرے کمرے میں لباس تبدیل کیا۔ فوجی طرز کے جوتے پہنے، کمر سے کارتوس کی پیٹی باندھی، ہولسٹر میں ریوالور رکھا، کمر سے ایک شکاری چاقو لٹکایا، شانے سے اسٹین گن لٹکائی، پھر پناہ گاہ سے باہر آیا۔ وہاں بے شمار مسلح افراد "آقا رازی زندہ باد" کے نعرے لگا رہے تھے۔ اس کی روانگی کے لیے کئی گاڑیاں ایک قطار میں کھڑی ہوئی تھیں۔ خانم اور زرینہ ایک گاڑی کے پاس اس کا انتظار کر رہی تھیں۔ رات کی تاریکی چھٹ گئی تھی، دن نکل آیا تھا۔ خانم نے ایک ٹرانسمیٹر

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اس کی طرف بڑھایا۔ اس نے اسے لے کر سنا، ایک ماتحت افسر ہیلی کاپٹر میں پرواز کرتے ہوئے کہہ رہا تھا "آقا! صبح سویرے خوش خبری سُنا رہا ہوں، سُپر ماسٹر کو پھر ایک بار شرمناک شکست ہوئی ہے۔ ہمیں صرف شمالی ساحل پر کچھ نقصان پہنچا ہے اور آپ کی رہائش گاہ تباہ ہوگئی ہے۔ میں پورے جزیرے پر پرواز کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں، ان نقصانات کے عوض ہم نے پچھلی رات ان کا ایک ہیلی کاپٹر مار گرایا ہے۔ جزیرے میں سُپر ماسٹر کے جتنے آدمی ہمارے وفادار بن کر رہتے تھے، اُن میں سے بیشتر ہلاک ہوگئے ہیں، باقی قیدی بنا لیے گئے ہیں۔ میں نے ابھی مشرقی مورچے کی چھت پر بے بی یاسمینہ کو پارس کے ساتھ دیکھا ہے۔ آپ اس سلسلے میں کوئی حکم دینا چاہیں گے؟ اوور۔"

سلمان رازی نے کہا "میں بے بی کی طرف جارہا ہوں۔ واپسی پر ہر کیمپ میں جاکر دیکھوں گا کہ میرے زخمی جاں نثاروں کو کس طرح طبی امداد پہنچائی جارہی ہے۔ مجھے ایک گھنٹے بعد ہیلی کاپٹر کی ضرورت ہوگی۔ اوور اینڈ آل۔"

اس نے ٹرانسمیٹر کو آف کرکے کہا "میرے ساتھ گارڈز کی صرف ایک گاڑی جائے گی۔ باقی لوگ اپنے اپنے محاذ پر رہیں گے۔ سُپر ماسٹر کی طرف سے پھر کوئی حملہ ہوسکتا ہے۔"

وہ ایک گاڑی میں خانم اور زرینہ کے ساتھ بیٹھ کر مشرقی ساحل کی طرف چل پڑا۔ راستے میں ٹرانسمیٹر کے ذریعے ایک ماتحت افسر سے رابطہ قائم کرکے کہا "میں مشرقی مورچے کی طرف جارہا ہوں۔ ابھی ان دو بھائیوں کو بالکل نہ چھیڑنا۔ اپنے سپاہیوں کو حکم دو کہ وہ اُن کی نظروں میں آئے بغیر مورچے کے چاروں طرف بالکل مستعد رہیں۔ اوور اینڈ آل۔"

اس نے ٹرانسمیٹر کو آف کردیا۔ خانم نے پوچھا "آپ یہ کیسا حکم دے رہے ہیں؟ تھوڑی دیر پہلے آپ کہہ رہے تھے، ان لڑکوں سے دوستی کریں گے، پھر ان پر عمل کریں گے، انھیں تابع دار بنا کر رکھیں گے؟"

"بے شک، میں انھیں دوست اور فرماں بردار بنا کر رکھوں گا لیکن میں ایک فوجی آدمی ہوں۔ اپنے دشمن کو صلح نامہ پیش کرنے سے پہلے اسے چاروں طرف سے گھیر لیتا ہوں تاکہ دوستی نہ ہو تو دشمنی مہنگی نہ پڑے۔"

وہ اطمینان سے ڈرائیو کرتا ہوا ایک گھنٹے میں مشرقی مورچے کے قریب پہنچا۔ آنکھوں سے دُوربین لگا کر دیکھا۔

چھت پر کمی اسٹین گن لیے کھڑی تھی۔ وہ بھی دُوربین سے دیکھ رہی تھی۔ سلمان رازی گاڑی سے اُتر کر آہستہ آہستہ چلتا ہوا مورچے کے قریب آرہا تھا۔ کمی نے ایک کاغذ پر جلدی جلدی کچھ لکھ کر اس کاغذ کو ایک پتھر پر لپیٹا اور رازی کی طرف پھینکا۔ رازی نے اسے اُٹھا کر کھولا۔ پھر پڑھا۔ اس نے لکھا تھا "مورچے سے دُور رہو۔ پارس، یاسمینہ اور علی تیمور رات بھر کے جاگے ہوئے تھے اس لیے آرام کر رہے ہیں۔ مگر یہ نہ سمجھو کہ میں اکیلی ہوں۔ میں ایک فائر کروں گی، وہ تینوں ہتھیاروں کے ساتھ پہنچ جائیں گے۔ بیٹی سے ملنا چاہتے ہو تو دوپہر کو آؤ!"

اس نے وہ تحریر پڑھ کر سوچا "دونوں بھائی سو رہے ہیں۔ ایسی غفلت کے دوران میرے سپاہی چُپ چاپ مورچے کی چار دیواری میں داخل ہوجائیں تو انھیں آسانی سے گرفتار کرسکتے ہیں۔ اس طرح یاسمینہ کو بھی کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

وہ پلٹ کر جیپ کے پاس آیا۔ خانم نے پوچھا "اس عورت نے چھت پر سے کیا پھینکا تھا؟"

وہ بولا "دونوں بھائی پچھلی رات کی نیند پوری کر رہے ہیں۔ یہ اچھا موقع ہے۔ ہمارے سپاہی انھیں گرفتار کرسکتے ہیں۔"

وہ ٹرانسمیٹر اُٹھا کر اپنے ماتحت افسر سے بات کرنا چاہتا تھا۔ خانم نے ہاتھ پکڑ کر کہا "یہ دھوکا بھی ہوسکتا ہے۔ میں نہیں مانتی کہ صرف کمی کو پہرے پر چھوڑ کر دونوں بھائی غافل ہوگئے ہوں گے۔ اگر اس بار ہم نے دوستانہ قدم نہ بڑھایا تو وہ ہم پر کبھی بھروسا نہیں کریں گے۔"

وہ کمی کی تحریر دکھاتے ہوئے بولا "اُس نے لکھا ہے، ہم بیٹی سے ملنے دوپہر کو آئیں۔ کیا میں اُس عورت کی مرضی پر چلوں گا۔ کیا ہماری بیٹی ان کی ملکیت ہوگئی ہے کہ ہم اپنی مرضی سے مل نہیں سکتے۔"

خانم نے کہا "اُس عورت کے لکھنے سے کیا ہوتا ہے۔ میں ابھی زرینہ کے ساتھ وہاں جارہی ہوں۔ آپ ہتھیاروں سے لیس ہیں لہٰذا آپ نہ جائیں، یہاں سپاہیوں کے ساتھ ہماری واپسی کا انتظار کریں۔"

"اگر انھوں نے تم ماں بیٹی کو بھی یرغمال بنا لیا تو کیا ہوگا؟"

"وہ ایسا نہیں کریں گے۔ دوستی کرنے کے لیے دشمنوں پر ایک حد تک بھروسا کرنا پڑتا ہے۔"

وہ زرینہ کے ساتھ گاڑی سے اُتر کر مورچے کی طرف

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

جانے لگی۔ کمی نے اسٹین گن کا رُخ ان کی طرف کرتے ہوئے کہا۔ "رُک جاؤ۔ مجھے فائرنگ پر مجبور نہ کرو۔"

خانم نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ "ایک ماں کو بیٹی کے پاس پہنچنے سے کسی کی فائرنگ نہیں روک سکتی۔ احمق نہ بنو۔ اچھی طرح آنکھیں کھول کر دیکھو۔ ہمارے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے۔ میرا شوہر اور مسلح سپاہی اپنی جگہ رہیں گے، یہاں نہیں آئیں گے کیوں کہ میں دوستی اور محبت کے لیے آئی ہوں۔"

علی تیمور نے مورچے کی چار دیواری سے نکلتے ہوئے کہا۔ "کمی! انھیں آنے دو۔ یہ محبت سے دو قدم آگے آئی ہیں، میں استقبال کے لیے دس قدم آگے بڑھوں گا۔"

اس نے خانم کے سامنے آکر سر جھکا کر سلام کیا۔ خانم نے مسکرا کر اپنا دایاں ہاتھ پیش کیا۔ اس نے ہتھیلی کی پُشت کو بوسہ دے کر کہا۔ "تشریف لائیے۔"

زرینہ حسرت سے اسے دیکھ رہی تھی اور ڈوبتے ہوئے دل سے سوچ رہی تھی۔ "یہ ایسا پتھر کیوں ہے؟ کیا میں حسین اور جوان نہیں ہوں؟ یہ چور نظروں سے ایک بار تو مجھے دیکھ سکتا ہے۔ آہ! میں یاسمینہ کی طرح خوش نصیب نہیں ہوں۔ میں ڈیڈی کے عمل سے ہی اسے جیت سکتی ہوں۔"

وہ ماں کے ساتھ مورچے کی چار دیواری کی طرف جا رہی تھی۔ سلمان رازی نے بلند آواز سے کہا۔ "علی تیمور! انھیں جانے دو۔ میں تم سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

علی تیمور رُک گیا۔ پلٹ کر بولا۔ "اگرچہ ہمارے درمیان طویل فاصلہ ہے تاہم میں تمھاری آواز سُن رہا ہوں۔ قریب آنا ضروری نہیں ہے۔ بولو کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"تم کچھ کہے سُنے بغیر بھی سمجھ سکتے ہو۔ تم لوگوں نے یاسمینہ کو یرغمال بنایا ہے، میں نے اپنی ایک اور بیٹی اور بیوی کو تمھارے پاس بھیج دیا۔ میں آپس میں اعتماد قائم کرنے کے لیے اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتا۔ میں فوجی افسر ہوں، اس جزیرے کا مالک ہوں۔ تم بچوں کے سامنے ہتھیار ڈالنا میری توہین ہوگی۔ لہٰذا تم دونوں ہاتھ اٹھا کر میرے پاس آجاؤ۔"

"ہتھیار ڈالنے والے اور قیدی بننے والے ہاتھ اٹھا کر آتے ہیں۔ کوئی عقل کی بات کرو۔"

ان کی باتوں کے دوران خانم اور زرینہ مورچے کی چار دیواری میں داخل ہو گئی تھیں۔ وہاں ایک طرف سوکھی گھاس پر یاسمینہ اور پارس بے خبر سو رہے تھے۔ ان کے پاس دو رائفلیں رکھی ہوئی تھیں۔ یوں تو وہاں کئی طرح کے ہتھیار تھے لیکن دو رائفلیں نسبتاً قریب تھیں۔ خانم نے زرینہ کا بازو پکڑ کر آگے بڑھنے سے روک دیا۔ سونے والوں کو سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ اس کا خاوند جھک کر دوستی نہیں کرنا چاہتا تھا، ایک فاتح کی شان سے دونوں دامادوں کو اپنا فرماں بردار بنانا چاہتا تھا اور یہ اس کی انا اور خودداری کو برقرار رکھنے کا مناسب موقع تھا۔

خانم نے دبے قدموں آگے بڑھ کر دونوں رائفلیں اُٹھا لیں۔ ایک رائفل زرینہ کی طرف اچھالی، دوسری کی نال پارس کے سینے پر رکھ کر بولی۔ "بہت سو چکے، اُٹھ جاؤ۔"

پارس نے آنکھیں کھولیں۔ یاسمینہ بھی اُٹھ بیٹھی۔ زرینہ نے کہا۔ "یاسمینہ! اپنی جگہ بیٹھی رہو۔ جب تک ممی کا حکم نہ ہو اپنی جگہ سے حرکت نہ کرنا۔"

پارس نے خانم سے پوچھا۔ "کیا یہ دوستی اور محبت کرنے کا طریقہ ہے؟"

"ہماری بیٹی کی طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھنے والے کو گولی مار دی جاتی ہے۔ ہمارا احسان مانو کہ تم اسے اغوا کرنے کے بعد بھی زندہ ہو۔ اور ہم تمھیں زندہ رکھیں گے مگر بڑی محبت سے غلام بنا کر۔۔"

اس نے زرینہ سے کہا۔ "اپنے ڈیڈی سے کہو، ایک ہماری گرفت میں آگیا ہے، دوسرے کو وہ اندر نہ آنے دیں۔"

زرینہ نے چھوٹی سی کھڑکی کے پاس آکر کہا۔ "ڈیڈی! یہاں ممی نے پارس کو گن پوائنٹ پر رکھ لیا ہے۔ آپ علی تیمور کو اندر نہ آنے دیں۔"

سلمان رازی نے یہ سنتے ہی ہولسٹر سے ریوالور نکال کر علی تیمور پر فائر کیا، اس کے ساتھ ہی سپاہیوں نے بھی فائرنگ شروع کر دی۔ علی چھلانگیں لگاتے ہوئے ایک درخت کی شاخ پر پہنچ گیا تھا۔ کمی اس کے بچاؤ کے لیے چھت پر سے فائرنگ کر رہی تھی۔ چاروں طرف سے چھپ کر مورچے کو گھیرنے والوں نے بھی گولیاں چلانا شروع کر دیں۔ پارس نے کہا۔ "خانم! میں بار بار یاسمینہ کو سمجھا رہا ہوں کہ اس کے ماں باپ موقع ملتے ہی کس طرح کمینگی پر اُتر آتے ہیں۔ تم ماں بیٹی کی رائفلیں خالی ہیں، انھیں پھینک دو۔"

وہ کروٹ بدلتے ہوئے اپنے نیچے سے ریوالور نکال کر بیٹھ گیا۔ خانم نے بڑی پھرتی سے نشانہ لے کر ٹریگر کو دبایا۔ زرینہ نے بھی یہی کیا۔ پھر دونوں کے ہاتھوں سے رائفلیں چھوٹ گئیں۔ وہ واقعی خالی تھیں۔ ایک گوشے میں کئی طرح کے ہتھیار رکھے ہوئے تھے۔ خانم نے اُدھر پلٹ کر دوڑ لگائی۔ اس سے پہلے ہی پارس اُچھل کر سامنے آگیا۔ خانم کا گریبان پکڑ کر اس کی کنپٹی سے ریوالور لگاتے ہوئے بولا۔ "زرینہ! کھڑکی کے پاس جا کر اپنے باپ سے کہو، اس جزیرے کی مالکہ کا گریبان میرے ہاتھ میں ہے۔ اگر فائرنگ بند نہ ہوئی تو میں اسے گولی مار دوں گا۔"

وہ دوڑتی ہوئی کھڑکی کے پاس گئی۔ پھر چیخ کر بولی۔ "ڈیڈی! فائرنگ روک دیجیے۔ ہم دھوکا کھا گئے ہیں۔ ممی کی زندگی خطرے میں ہے۔ اگر فائرنگ بند نہ ہوئی تو پارس انھیں گولی مار دے گا۔"

سلمان رازی پریشان ہو کر کھڑکی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ پارس نے زرینہ کو دھکا دے کر وہاں سے ہٹایا، پھر خانم کو کھڑکی کے پاس لا کر کہا۔ "جزیرے کے مغرور حاکم! اپنی آنکھوں سے دیکھ لے۔ ریوالور تیری ملکۂ عالیہ کی کھوپڑی سے لگا ہوا ہے۔ اگر میرے بھائی اور کمی کو گولی لگے گی تو یہ بھی تجھے مُردہ ملے گی۔"

وہ جلدی سے گاڑی کے پاس آیا، وہاں سے ٹرانسمیٹر اُٹھا کر اُسے آن کرتے ہوئے چیخ چیخ کر بولا۔ "فائرنگ بند کرو۔ تمام سپاہیوں سے کہہ دو، کوئی گولی نہ چلائے۔"

وہ بار بار چیخ کر حکم دے رہا تھا۔ فائرنگ بند ہو گئی۔ وہ ٹرانسمیٹر کے قریب مُنہ لے جا کر بولا۔ "میری باتیں غور سے سنو۔ علی تیمور ہماری فائرنگ سے بچنے کے لیے درختوں کے جھنڈ میں گیا تھا۔ اپنے اپنے ریوالور میں سائلنسر لگاؤ اور خاموش فائرنگ کے ذریعے اسے مورچے کی طرف واپس آنے سے روکو۔ اُسے رگیدتے ہوئے یہاں سے دُور لے جاؤ۔ میں تھوڑی دیر میں آرہا ہوں۔ دشمن کے ایک اہم مہرے کو اپنے ہاتھ میں رکھنے کی ہر ممکن کوشش کرو۔ میں ناکامی برداشت نہیں کروں گا۔"

پارس اسے کھڑکی سے دیکھ رہا تھا مگر یہ سُن نہیں سکتا تھا کہ وہ اپنے آدمیوں سے کیا کہہ رہا ہے۔ اس نے بلند آواز سے کہا۔ "کمی! تم چھت پر چاروں طرف گھوم کر علی کو پکارو۔ اُسے مورچے میں آنے کے لیے کہو۔"

کمی تھوڑے تھوڑے وقفے سے علی کو پکارنے لگی۔ سلمان رازی اور اس کے سپاہی چند قدم آگے بڑھے تو للکار کر بولی۔ "پیچھے جاؤ۔ ہماری اجازت کے بغیر ایک قدم آگے نہ بڑھانا۔"

سلمان رازی نے کہا۔ "میں سمجھوتا کرنا چاہتا ہوں۔ اتنی دُور سے باتیں نہیں کی جاسکتیں۔"

پارس نے کہا۔ "علی کی واپسی تک کوئی بات نہیں ہوگی۔ کمی انھیں تین تک گنتی سناؤ۔ وہ پیچھے نہ جائیں تو گولیاں برساؤ۔ ان کی طرف سے جوابی فائرنگ ہوئی تو میں خانم کو گولی مار دوں گا۔"

کمی کے گننے سے پہلے ہی وہ سب پیچھے چلے گئے۔ سلمان رازی نے اپنے آدمیوں سے کہا۔ "ان لڑکوں کا وقت پورا ہو گیا ہے۔ تم سب یہاں رُکو، ایک گولی بھی نہ چلانا۔ تمھاری مالکہ کی جان عذاب میں ہے۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

اس نے گاڑی اسٹارٹ کی، پھر اسے موڑ کر مورچے سے دور ہوتا گیا۔ یاسمینہ نے کہا۔ "ڈیڈی کہیں گئے ہیں۔ وہ تمھارے لیے ایک نیا خطرہ بن سکتے ہیں۔"

زرینہ نے کہا۔ "تمھیں شرم نہیں آتی، تم اپنے ڈیڈی کے خلاف اسے ہوشیار کر رہی ہو۔"

وہ بولی۔ "شرم تو ہمارے والدین کو آنی چاہیے۔ تھوڑی دیر پہلے میں پارس سے کہہ رہی تھی کہ ممی اور ڈیڈی یہاں محبت اور دوستی کے لیے آئے ہیں، ہمیں ان پر بھروسا کرنا چاہیے۔"

پارس نے کہا۔ "میں نے یاسمینہ کو سمجھایا جو لوگ طاقت اور اقتدار کے نشے میں ہوتے ہیں ان پر کبھی بھروسا نہیں کیا جاسکتا۔"

یاسمینہ نے کہا۔ "میں پارس کی بات نہیں مان رہی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

تھی۔ مجھے اپنے والد پر بھروسا تھا۔ تب پارس نے دو رائفلیں خالی کر کے اُدھر رکھ دیں اور میرے ساتھ گہری نیند سونے کا ناٹک کیا۔ اس کے بعد جو کچھ ہو رہا ہے، شرم سے میری گردن جھک رہی ہے۔ اب میں کبھی ماں باپ کی حمایت میں نہیں بولوں گی۔"

پارس بولا "یاسمینہ! تم تھوڑی دیر کے لیے چھت پر چلی جاؤ۔ میں نہیں چاہتا تم اپنی ماں اور بہن کو یوں بےبسی کی حالت میں ذلتیں اٹھاتے ہوئے دیکھو۔"

وہ جانا نہیں چاہتی تھی، ماں کو محبت سے دیکھتے ہوئے بولی "ممی تمھارے قابو میں ہیں، ڈیڈی مجبور ہیں، پوری فیملی تمھارے قبضے میں ہے، اب اور کیا چاہتے ہو؟ کیا ان کے ساتھ قیدیوں جیسا سلوک کرو گے؟"

"تمھارا باپ کسی شیطانی مقصد سے گیا ہے۔ اگر اُس نے علی کو کچھ نقصان پہنچایا تو میں زرینہ اور خانم کو اذیتیں پہنچاؤں گا۔ جو سلوک میرے بھائی کے ساتھ کیا جائے گا، وہ میں تمھاری ماں اور بہن سے کروں گا۔"

"پھر تو میں نہیں جاؤں گی۔ اپنی ماں اور بہن پر ظلم نہیں ہونے دوں گی۔"

"حالات کو سمجھو یاسمینہ! ابھی تک علی واپس نہیں آیا ہے۔ اگر وہ گرفتار ہوگا تو میں ان ماں بیٹی پر ظلم کر کے ہی اُسے رہائی دلا سکوں گا۔"

"میرے سامنے میری ماں اور بہن پر ظلم کرنے کی بات نہ کرو۔ میں تمھارے لیے انھیں چھوڑ کر آئی تھی۔ میں تمھارے لیے جان بھی دے سکتی ہوں لیکن ماں اور بہن کی محبت کو خواہ مخواہ نفرت میں نہیں بدل سکتی۔ میں انھیں تمھارے رحم و کرم پر چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔"

پارس نے ممّی کو آواز دے کر نیچے بلایا۔ اس سے کہا "یاسمینہ کو اوپر اپنے ساتھ لے جاؤ۔"

وہ پاؤں پٹخ کر بولی "میں نہیں جاؤں گی۔ کیا تم یہی میری محبت کا صلہ دے رہے ہو؟"

"سیدھی سی بات ہے۔ جس طرح تم اپنے خون کے رشتوں پر ظلم ہوتے نہیں دیکھ سکتیں، اسی طرح پارس سے میرا خون کا رشتہ ہے، میں اُس پر ظلم ہوتے نہیں دیکھ سکوں گا۔"

"تمھارا کوئی خون کا رشتہ نہیں ہے۔ ہمیں معلوم ہے، تم دونوں میں سے کوئی ایک لاوارث ہے۔"

"اگر میں لاوارث ہوں تو میرا یہ سب سے بڑا فرض ہے کہ جس ماما اور پاپا نے مجھے اولاد کی طرح پالا ہے، میں اُن کے بیٹے علی تیمور کے لیے تمھاری محبت کو ٹھکرا دوں۔"

"پارس! تم میرا دل توڑ رہے ہو۔"

"تم اپنی نادانی سے یا خون کے رشتوں کی محبت میں مجھے دل توڑنے پر مجبور کر رہی ہو، ورنہ میں اب بھی تمھیں دل و جان سے چاہتا ہوں۔"

یاسمینہ نے ایک گہری سانس لی پھر کہا "ممی! آپ بزرگوں کے غلط اقدام نے ہمیں زندگی کے اس موڑ پر پہنچا دیا ہے۔ جب میں یہ کہتی ہوں کہ پارس کے لیے جان بھی دے سکتی ہوں تو اس کے لیے خون کے رشتوں کو بھی چھوڑ سکتی ہوں۔ اپنے ضمیر کو سمجھا سکتی ہوں کہ آپ لوگوں کی غلطیوں نے ایسے حالات پیدا کیے۔ ان حالات کو ہم سب کے موافق بنانا آپ ہی بزرگوں کی ذمّے داری ہے۔"

یہ کہہ کر وہ ممّی کے ساتھ چھت پر چلی گئی۔ پارس نے دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ زرینہ نے سہم کر پوچھا "تم کیا کرنا چاہتے ہو؟"

وہ بولا "کوئی سوال کرنے سے پہلے اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھو۔ کل میں اپنے بھائی کے خلاف تمھارا محافظ تھا، آج دشمن ہوں۔ مجھے تمھارے ماں باپ نے کیسی کیسی حماقتوں سے دشمن بنا دیا ہے، یہ سمجھنا زیادہ مشکل نہیں ہے۔"

زرینہ نے لاجواب ہو کر ماں کو دیکھا۔ ماں نے کہا۔ "تمھارے باپ نے آج تک کسی کے سامنے سر نہیں جھکایا۔ وہ جزیرے کا حاکم ہے۔ ایک حاکم اپنا سر بلند رکھنے کے لیے کوئی بھی چال چل سکتا ہے۔ تم نے یاسمینہ کو چھت پر بھیج کر بہت بڑی حماقت کی ہے۔ میں رازی کی عدم موجودگی میں اس جزیرے پر حکومت کرتی ہوں۔ اب میری سیاسی چال دیکھو۔"

وہ زرینہ کے قریب جا کر بولی "اپنے باپ کی سربلندی چاہتی ہو تو میری ایک ایک ہدایت پر عمل کرو۔ چلو چیخنا چلّانا شروع کرو۔"

یہ کہتے ہی اس نے بیٹی کو زور کا تھپڑ مارا۔ اس نے چیخ ماری۔ وہ زرینہ کے بالوں کو مٹھیوں میں جکڑ کر جھٹکے دیتے ہوئے لبنانی زبان میں بولی "چیخ چیخ کر کہو، پارس مجھے چھوڑ دو، میری عزت پر ہاتھ نہ ڈالو۔ تمھیں شرم نہیں آتی۔ میں تمھاری یاسمینہ کی بہن ہوں۔ بس اسی طرح الزامات دینے کے لیے چیختی جاؤ۔"

پارس نے پہلے تو حیرانی سے سوچا کہ خانم اپنی بیٹی کو مار پیٹ کر کیا فائدہ اٹھانا چاہتی ہے؟ جب زرینہ چیخ چیخ کر اسے شرمناک الزامات دینے لگی تو وہ ماں بیٹی کو الگ کرنے کی کوشش کرتے ہوئے بولا "یہ تم کیا بکواس کر رہی ہو؟"

خانم نے زرینہ کا گریبان پھاڑ دیا۔ چیخ کر کہنے لگی "ایسا نہ کرو۔ ہمیں جان سے مار ڈالو، میری بیٹی کا لباس سلامت رہنے دو۔"

یاسمینہ سیڑھیوں سے اُترتی ہوئی اور پارس کو آواز دیتی آ رہی تھی۔ اس نے بند دروازے کو پیٹتے ہوئے کہا "تم کیا کر رہے ہو؟ دروازہ کھولو۔ ابھی علی تیمور کسی نے ظلم نہیں کیا ہے، تم میری ماں اور بہن کے ساتھ کیا کر رہے ہو؟"

پارس نے دروازہ کھول کر کہا "تمھاری ماں مجھ پر خواہ مخواہ الزامات عائد کرنا چاہتی ہیں۔"

یاسمینہ اندر آتے ہی ٹھٹک گئی۔ بہن کا گریبان پھٹا ہوا تھا۔ وہ اپنے گورے بدن کو ڈھانپتے ہوئے رو رہی تھی "ہائے یاسمینہ! تو نے کس شیطان سے دل لگایا ہے۔ اس نے تیری بہن کی عزت پر ہاتھ ڈالنے کے لیے تجھے چھت پر بھیج دیا تھا۔ دیکھ اپنی آنکھوں سے دیکھ! میں ماں ہو کر یہ شرمناک ظلم دیکھ رہی ہوں۔ تو بےغیرت بہن ہو کر دیکھ۔ تو نادانی کر کے اس کے ساتھ نہ آتی، تو ہم بھی یہاں آ کر بےعزت نہ ہوتے۔ ہائے! میں اپنے وفاداروں اور غلاموں کو بھی منہ دکھانے کے قابل نہ رہی۔"

یاسمینہ نے طیش میں آ کر پارس کا گریبان پکڑ لیا۔ اسے جھنجھوڑتے ہوئے بولی "میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تم میری ہی بہن کے گریبان پر ہاتھ ڈالو گے۔ میں تم سے نفرت کرتی ہوں۔ میں تمھاری صورت بھی دیکھنا نہیں..."

وہ ڈانٹ کر بولا "بکواس مت کرو۔ اپنی ماں کے فریب میں نہ آؤ۔ میں خود کو بہت چالاک سمجھتا ہوں مگر تمھاری ماں کی چالاکی سے دھوکا کھا گیا ہوں۔ یہ ماں نہیں، صرف جزیرے کی ملکہ ہے، اپنی جیت کے لیے ایک بیٹی کی بےغیرتی کا ناٹک بھی کر لیتی ہے۔"

"میں تمھارے فریب میں نہیں آؤں گی۔ تم مجھے نادان سمجھ کر سمجھانا چاہتے ہو کہ یہ ناٹک ہے۔ میری ماں نے یا بہن نے خود یہ گریبان پھاڑا ہے اور میری بہن کے گالوں پر آپ ہی آپ طمانچوں کے نشان پڑ گئے ہیں۔ میں آج تک تم سے دھوکا کھاتی رہی۔ اب ایسا نہیں ہوگا۔"

پارس نے اچانک اسے ایک طرف دھکا دے کر فائر کیا۔ خانم موقع غنیمت جان کر ہتھیاروں کے پاس جا رہی تھی۔ گولی چلتے ہی چیخ مار کر دوسری طرف جا گری۔ وہ بولا "دیکھو یہ تمھاری ماں کا ڈراما ہے۔ تمھارے دل میں میرے لیے نفرت پیدا کی پھر ہمیں آپس میں اُلجھا کر ان ہتھیاروں تک پہنچنا چاہا۔"

خانم فرش پر سے اُٹھتے ہوئے بولی "ہاں! میں ہتھیاروں تک پہنچنا چاہتی ہوں۔ مجھے صرف ایک رائفل یا ریوالور دو۔ میں زرینہ کو گولی مار کر خود مر جاؤں گی مگر تمھارا ظلم برداشت نہیں کروں گی۔"

یاسمینہ روتے ہوئے بولی "ممی! مجھے معاف کر دیجیے۔ میں اس فریبی سے اب دھوکا نہیں کھاؤں گی۔ مجھ سے جو غلطی ہوئی ہے اس کی تلافی کروں گی۔ اس ہوس پرست نے میرے بعد اب میری بہن پر میلی نظر ڈالی ہے۔ میں اسے مار ڈالوں گی یا خود مر جاؤں گی۔"

وہ غصے اور نفرت سے دوڑتی ہوئی ہتھیاروں کی طرف آئی۔ اس کے منہ پر ایک اُلٹا ہاتھ پڑا۔ وہ چیخ مار کر لڑکھڑاتی ہوئی ماں کے پاس آ گئی۔ ہتھیاروں کے سامنے ممّی تن کر کھڑی ہوئی تھی اور کہہ رہی تھی "یاسمینہ! شاید پارس تمھارا لحاظ کرے گا لیکن میں نہیں کروں گی۔ اگر تم جان پر کھیل کر ہتھیار حاصل کرنا چاہو گی تو اس سے پہلے میں تمھاری ماں اور بہن کو گولی مار دوں گی۔ تمھارے جان پر کھیلنے سے پہلے تمھاری آنکھوں کے سامنے یہ مریں گی۔ یقین نہ ہو تو اِدھر ایک قدم بھی بڑھا کر دیکھ لو۔"

یاسمینہ کا دل ٹوٹ گیا تھا۔ وہ یہ بےغیرتی اور بےحیائی برداشت نہیں کر سکتی تھی کہ پارس اس کے حسن و شباب سے کھیلنے کے بعد اس کی بہن کے گریبان تک پہنچے۔ وہ سچ مچ پارس کو گولی مار کر خود مر جانا چاہتی تھی لیکن یہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کی ماں اور بہن ممّی کے ہاتھوں ماری جائیں، اس لیے وہ پارس کو نفرت سے دیکھتی رہ گئی۔

وہ بولا "مجھے اس سے مطلب نہیں ہے کہ تم اپنی ہی ماں کے فریب میں آ گئی ہو۔ میرے لیے سبق حاصل کرنے کی بات یہ ہے کہ ایسی لڑکی کے ساتھ ازدواجی زندگی نہیں گزارنا چاہیے، جس کا باپ خر دماغ ہو اور ماں ایک طوائف کی طرح اپنی بیٹی سے ننگا ڈراما پلے کراتی

itsurdu.blogspot.com
itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہو۔ تم لوگوں کو ایک جزیرہ انعام میں مل گیا لیکن شرم اور شرافت کبھی انعام میں نہیں ملتی۔ اس کے لیے اچھا خاندان، اچھی پرورش اور اعلیٰ ظرفی لازمی ہوتی ہے اور یہ تمھارے خاندان میں نہیں ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ وقت سے پہلے آنکھ کھل گئی اور تم سے نجات مل رہی ہے۔"

پھر وہ گہری سانس لے کر بولا۔ "میں علی تیمور کی ذہانت کو تسلیم کرتا ہوں، وہ کہتا ہے، ایک لڑکی سے دُور رہ کر ایک ہزار پریشانیوں سے دُور رہا جاسکتا ہے۔ یہی دیکھ لو، صرف تمھاری خاطر میں نے اس جزیرے میں اتنا وقت برباد کیا اور اپنے دن رات کا سکون غارت کرتا رہا۔ بہر حال، اب تم بھی اپنی ماں اور بہن کی طرح صرف ایک قیدی ہو۔"

اس نے کمّی سے کہا۔ "ان ماں بیٹیوں کے لیے تمھاری جیسی ظالم عورت مناسب ہے۔ میں چھت پر جا رہا ہوں، میری واپسی تک ان میں سے کوئی مصیبت بننا چاہے تو اسے گولی مار دینا۔"

اس نے ہتھیاروں کے پاس جاکر ایک اسٹین گن لی، کارتوس کے کئی بیلٹ اُٹھائے پھر وہاں سے باہر چلا گیا۔

علی تیمور ایک شاخ سے دوسری شاخ پر، ایک درخت سے دوسرے درخت پر چھلانگیں لگاتا ہوا شوٹنگ رینج سے دُور نکل آیا تھا۔ ہر طرف سے فائرنگ ہو رہی تھی ایسے میں درختوں کی شاخوں اور پتوں نے اسے گولیوں کی بوچھاڑ سے بچایا تھا۔ اس نے بھی بچاؤ کے لیے یہی طریقہ اختیار کیا تھا۔ بہت دُور نکل آنے کے بعد ایک درخت کی شاخ پر رُک گیا۔ اسے خوش فہمی نہیں تھی کہ وہ دشمنوں سے بچ نکلا ہے۔ فائرنگ رُک گئی تھی، اس کی کوئی وجہ ہوسکتی تھی۔

اس نے پوزیشن بدل دی — وہ درخت سے چھلانگ لگا کر قریبی چٹان پر آیا پھر دور تک نظریں دوڑانے لگا۔ تعاقب کرنے والوں میں سے کچھ دکھائی دے رہے تھے۔ وہ اسٹین گن شانوں سے لٹکا کر اپنے اپنے ریوالور پر سائیلنسر لگا رہے تھے کیوں کہ اُدھر پارس نے دھمکی دی تھی کہ کمّی اور علی پر فائرنگ کی گئی تو وہ خانم اور زرینہ کو گولی مار دے گا۔ سلمان رازی نے پارس کو دھوکا دینے کے لیے فائرنگ بند کرادی تھی لیکن چپ چاپ حکم دیا تھا کہ سائیلنسر لگا کر علی تیمور کو شکار کیا جائے۔

علی نے دیکھا، وہ سائیلنسر لگانے کے بعد چٹان کی طرف فائرنگ کر رہے تھے۔ وہ چٹان کے پیچھے لیٹ گیا۔ اُدھر اُونچی نیچی پتھریلی زمین تھی۔ وہ چاروں ہاتھ پاؤں سے رینگتا ہوا کچھ دُور ایک بڑے سے پتھر کے پیچھے آیا۔ اسی پتھر کے پیچھے ایک شخص ریوالور لیے رینگتا آرہا تھا۔ دونوں کا اچانک سامنا ہوا۔ دونوں اوندھے منہ لیٹے ہوئے تھے، اس نے سائیلنسر لگے ہوئے ریوالور سے گولی چلائی۔ وہ لیٹے ہی لیٹے قلا بازی کھا کر اس کے اوپر آیا، پھر اسے دبوچ لیا۔ اس کی گردن پر کراٹے کا فولادی ہاتھ جمایا۔ بس ایک ہی ہاتھ میں گردن ڈھلک گئی اس لیے ریوالور اور کارتوس کی پیٹی لی، پھر رینگتا ہوا دوسری چٹان کے پیچھے آیا۔ قریب ہی کوئی کہہ رہا تھا۔ "وہ اسی طرف کہیں چھپا ہوا ہے۔ تم اُدھر جاؤ، میں اِدھر جا رہا ہوں۔"

وہ اِدھر آیا اور علی کی گولی کا نشانہ بن گیا۔ اس نے دوسرا ریوالور اور کارتوس کی پیٹی بھی رکھ لی۔ پتا نہیں یہ مقابلہ کب تک جاری رہنے والا تھا۔ وہ احتیاطاً زیادہ ہتھیار پاس رکھنا چاہتا تھا۔ یہ احتیاط بعد میں درست ثابت ہوئی۔ جنگل اور اس پہاڑی کے حصے میں دوپہر تک خاموش فائرنگ کا تبادلہ ہوتا رہا۔ وہ اُن سے آنکھ مچولی کھیلتا رہا پھر انھیں ڈاج دے کر پہاڑی کے پیچھے آگیا۔

یہ وہی جگہ تھی جہاں گزشتہ روز وہ زرینہ کو اغوا کرکے ہیلی کاپٹر میں سپر ماسٹر کے پاس لے جانا چاہتا تھا لیکن پارس راستے کی دیوار بن گیا تھا۔ وہاں زبردست جنگ ہوئی تھی۔ پارس نے ہیلی کاپٹر کو تباہ کر دیا تھا۔ وہاں جو کاٹیج تھا، وہ بھی کھنڈر بن گیا تھا۔ اُس کھنڈر میں سلمان رازی دکھائی دے رہا تھا۔

علی نے دبے قدموں آگے بڑھ کر دیکھا۔ رازی کے ساتھ دو مسلح گارڈز بھی تھے۔ وہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے کہہ رہا تھا۔ "علی تیمور اتنی آسانی سے قابو میں نہیں آئے گا۔ میں پہاڑی کے اوپری حصے میں ہوں۔ یہاں پچاس جوانوں کو فوراً بھیجو۔ اُس شیطان کے پیچھے پہاڑ پر بھی حملہ ہونا چاہیے۔ اوور اینڈ آل۔"

اس نے ٹرانسمیٹر کو آف کیا، اسی وقت ایک مسلح گارڈ چیخ مار کر اُچھلا پھر زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ اس کی کھوپڑی سے بہنے والا خون بتا رہا تھا کہ سائیلنسر لگا ہوا ریوالور اس کے اپنے ہی آدمی پر استعمال ہو رہا تھا۔ وہ خطرہ محسوس کرتے ہی شکستہ دیواروں کی آڑ میں جانا چاہتے تھے، اتنی دیر میں دوسرا گارڈ بھی گولی کھا کر گرپڑا۔ سلمان رازی ایک دیوار کے پیچھے اپنی اسٹین گن کے

ساتھ تیار تھا۔

علی نے کہا۔ "رازی! تُو اکیلا رہ گیا ہے، اکیلا میں بھی ہوں، پھر ایک دوسرے سے چھپنے کی کیا ضرورت ہے۔"

رازی نے اچانک دیوار کی آڑ سے نکل کر آواز کی سمت اسٹین گن کا ایک برسٹ مارا، پھر اُچھل کر دوسری دیوار کے پیچھے چلا گیا۔ اس کی تمام گولیاں ضائع ہوگئی تھیں۔ اُسے علی کی آخری چیخ سنائی نہیں دی تھی۔ وہ دبے قدموں دوسری طرف جانے لگا۔ تب اُسے آواز سنائی دی۔

"میں اُدھر نہیں اِدھر ہوں۔"

اس نے گھبرا کر چھت کی طرف دیکھا۔ پچھلے روز دھماکے سے چھت اُڑ گئی تھی۔ اُوپر ایک خالی دیوار پر علی کھڑا ہوا تھا۔ وہ جتنی دیر میں اسٹین گن کا رُخ اوپر کرتا، خاموش ریوالور سے گولی چلی پھر اس کے ہاتھ سے اسٹین گن نکل گئی۔ علی نے کہا۔ "ہولسٹر سے ریوالور نکالنے کی حماقت نہ کرو بلکہ دیوار کی طرف منہ کر لے اور بڑی سہولت سے ریوالور نکال کر دُور پھینک دے۔"

وہ دوسری طرف گھوم گیا پھر آہستہ آہستہ ریوالور کو ہولسٹر سے نکالنے لگا۔ جیسے ہی وہ پوری طرح ہولسٹر سے باہر آیا، اس نے اچانک زمین پر گر کر اوپر کی طرف فائر کیا۔ لیکن مایوسی ہوئی، علی وہاں نہیں تھا۔ تب سمجھ میں آیا کہ اس نے گھما کر ریوالور نکالنے کو کیوں کہا تھا۔ اچانک اس کے ریوالور کو جھٹکا سا لگا۔ خاموش گولی نے اس ریوالور کو بھی اس کے ہاتھ سے گرا دیا۔ علی تیمور نے ایک دیوار کی آڑ سے نکل کر کہا۔ "اسی طرح آرام سے زمین پر لیٹے رہو اور سمجھتے رہو، تم ایک چھوٹے سے جزیرے کے آقا ہو، بڑے بڑے شہنشاہ بھی ایک دن اسی طرح مٹی میں پہنچ جاتے ہیں۔"

اس نے قریب آکر ریوالور کو ٹھوکر مارتے ہوئے دُور کیا۔ اس کی کمر سے شکاری چاقو نکال کر اسے بھی دُور پھینک دیا پھر کہا۔ "مغرور آقا! تم میرے قدموں میں ہو۔ میں نے تمھاری تمام طاقت چھین لی ہے۔ اب جسمانی قوت رہ گئی ہے۔ میں اسے آزمانے کا پورا موقع دوں گا۔"

اس نے پیچھے ہٹ کر اپنے دونوں ریوالور دُور پھینک دیے۔ کمر سے کارتوس کی پیٹی بھی الگ کر دی۔ سلمان رازی تیزی سے اُٹھ بیٹھا پھر اُچھل کر کھڑا ہوگیا۔ پلک جھپکتے ہی اس نے اُچھل کر ایک فلائنگ کک ماری۔ علی نے ذرا جھک کر اسے فضا میں کیچ کر لیا۔ اسی طرح دونوں ہاتھوں پر سر سے بلند کیے ایک گول چکر لگا کر زمین پر آرام سے اُتار دیا۔ پھر کہا۔ "تجھے اپنی انسلٹ کا بہت خیال آتا ہے۔ میں تجھے ہاتھوں میں اُٹھانے کے بعد دیوار پر دے مارتا۔ مگر دیوار کی انسلٹ ہوتی۔ تُو نے زندگی میں جتنے داؤ پیچ سیکھے ہیں اور جتنی طاقت حاصل کی ہے، ان سب کو آزمالے۔ میں وعدہ کرتا ہوں، اگر تُو مجھے ایک ہاتھ بھی مارنے میں کامیاب ہوگیا تو میں تجھے زندہ چھوڑ دوں گا۔"

سلمان رازی سچ مچ اپنی انسلٹ محسوس کر رہا تھا۔ علی نے اُسے اتنے آرام سے زمین پر اُتار دیا تھا جیسے اسے بچہ سمجھ رہا ہو اور اب چیلنج کر رہا تھا کہ وہ اسے ایک ہاتھ بھی نہیں مار سکے گا۔ اس نے اچانک ایک ہاتھ مارا۔ لیکن اُس ہاتھ کی کلائی گرفت میں آگئی۔ پھر وہ کلائی یوں مڑ گئی کہ وہ جوڈو کے داؤ سے گزرتا ہوا دُور جاکر زمین پر چاروں شانے چت ہوگیا۔

جہاں وہ گرا، وہاں قریب ہی اس کا ریوالور پڑا ہوا تھا۔ اس نے فوراً کروٹ بدل کر ریوالور پر ہاتھ مارا۔ اسی لمحے علی اُچھل کر اس کے ہاتھ پر آکھڑا ہوا۔ اس کے حلق سے چیخ نکلی۔ کئی انگلیوں کی ہڈیاں کڑکڑائی تھیں، وہ پھر اُچھل کر دُور ہوگیا۔ سلمان رازی کا ہاتھ اب بھی ریوالور پر تھا مگر وہ اُسے اُٹھا نہیں سکتا تھا۔ انگلیاں ٹوٹ گئی تھیں۔

علی نے اس کی جیب سے ٹرانسمیٹر نکال کر کہا۔ "اسے دوسرے ہاتھ سے آپریٹ کرو۔ اپنے ماتحت افسر سے کہو، اِدھر جو پچاس جوان آرہے ہیں انھیں واپس بلایا جائے۔ علی تیمور جزیرے کے کسی دوسرے حصے میں چلا گیا ہے۔"

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بیٹھ گیا۔ علی نے کہا۔ "پہلے کراہنا بند کرو۔ اگر تمھارے کسی آدمی کو شبہ ہوگا اور وہ اِدھر آئے گا تو تمھارے حق میں بُرا ہوگا۔"

اس نے تکلیف کو برداشت کرتے ہوئے اس ماتحت افسر سے رابطہ قائم کیا جو پچاس جوانوں کے ساتھ آرہا تھا۔ وہ اپنے آقا کا دوسرا حکم سُن کر رُک گیا پھر بولا۔ "میں علی تیمور کو تلاش کرنے دوسری طرف جا رہا ہوں۔"

سلمان رازی نے 'اوور اینڈ آل' کہہ کر ٹرانسمیٹر کو آف کر دیا۔ علی نے ایک ریوالور اُٹھا کر کہا۔ "تمھارا دایاں ہاتھ بے کار ہوچکا ہے۔ کیا بائیں ہاتھ سے میرا نشانہ لے سکتے ہو؟"

وہ ذلت کے احساس سے کانپتے ہوئے بولا۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"خدا کی قسم، ایک بار یہ ریوالور ہاتھ آجائے تو اس کی ایک گولی بھی ضائع نہیں کروں گا۔ سب کی سب تمھارے ناپاک وجود میں اُتار دوں گا۔"

وہ بولا۔ "دنیا جانتی ہے، فرہاد علی تیمور زبان کا دھنی ہے، جو زبان سے کہہ دیتا ہے، اسے جان کی بازی لگا کر بھی نباہتا ہے۔ میں اپنے باپ کی قسم کھا کر زبان دیتا ہوں اگر تم مجھ سے پنجہ لڑانے میں جیت جاؤ گے تو یہ ریوالور تمھیں دے دوں گا۔"

سلمان رازی فوراً اُٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ اس کے دائیں ہاتھ میں شدید تکلیف تھی لیکن اس میں برداشت کرنے کا حوصلہ تھا۔ دونوں نے اپنے اپنے بائیں ہاتھ کو آگے بڑھایا۔ ان کی انگلیاں ایک دوسرے میں اُلجھ گئیں، سلمان رازی نے فوراً ہی پوری طاقت صرف کرتے ہوئے اس کی انگلیوں کو موڑنا چاہا تو کچھ پریشان ہوگیا۔ اُسے محسوس ہو رہا تھا، اس کی انگلیاں لوہے کی سلاخوں میں پھنس گئی ہیں۔ علی نے کہا۔ "جتنا زور لگا سکتے ہو لگاؤ، میں صرف ایک بار زور لگاؤں گا، صرف ایک بار۔"

سلمان رازی کو یاد نہیں تھا کہ اس نے آج تک کتنے شہ زوروں سے پنجہ لڑایا ہے لیکن یہ یاد تھا کہ اس نے آج تک کسی سے شکست نہیں کھائی تھی۔ اس نے سوچا تھا، ہمیشہ جیتنے کا یہ ہنر آج کام آئے گا اور وہ ریوالور جیت لے گا، مگر اب وہ پسینے پسینے ہو رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اپنی انگلیاں چھڑانے کی کوشش کرنے لگا۔

علی نے کہا۔ "اس کا مطلب ہے، تم اپنے حصّے کا سارا زور لگا چکے ہو، اب نجات چاہتے ہو۔"

یہ کہتے ہی اس نے ایک زور کا جھٹکا دیا۔ رازی کے حلق سے چیخیں نکلنے لگیں۔ علی نے 'دانشوروں کی زندہ باد' کہہ کر اُسے چھوڑ دیا۔ اُس کی چار انگلیوں کی ہڈیاں ٹوٹ گئی تھیں۔ وہ تکلیف کی شدت سے اِدھر سے اُدھر ڈگمگا رہا تھا۔ ہتھیاروں کے پاس سے بھی گزر رہا تھا مگر کسی ہتھیار کو چھو بھی نہیں سکتا تھا۔ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں بے کار ہوگئی تھیں۔

علی نے کارتوس کی پیٹی دوبارہ کمر سے باندھتے ہوئے کہا۔ "مجھ میں اور پارس میں ایک بڑا فرق ہے، وہ ہمہ وقت تفریح کے موڈ میں رہتا ہے، میں کبھی وقت ضائع نہیں کرتا۔ اگر میں پہلے ہی دن تنویمی عمل کے اثر میں نہ ہوتا تو وہی پہلا دن تمھاری زندگی کا آخری دن ہوتا۔ میں اسی دن اس منحوس جزیرے سے نکل جاتا۔"

اس نے ایک ریوالور اٹھایا، پھر اسٹین گن شانے سے لٹکاتے ہوئے کہا۔ "کوئی بات نہیں، اب ہم تمھارے ہیلی کاپٹر میں بیٹھ کر اس جزیرے سے جائیں گے اور تم جو ہمیں تابع دار بنانے والے تھے، بڑی تابع داری سے ہماری روانگی کا انتظام کرو گے۔ چلو۔"

اس کے دونوں ہاتھ بے جان ہو کر شانوں سے لٹکے ہوئے تھے۔ وہ اتنی ذلت آمیز شکست کھا کر اپنے ماتحتوں کو منہ نہیں دکھانا چاہتا تھا۔ علی نے اس کی گردن پکڑ کر آگے دھکا دیا۔ وہ ذرا لڑکھڑایا پھر بوجھل قدموں سے اس کے آگے آگے چلنے لگا۔ پہاڑی کے دامن میں وہ گاڑی کھڑی ہوئی تھی جس میں وہ دو مسلح گارڈز کے ساتھ آیا تھا۔

وہ تکلیف کی شدت سے کانپتے ہوئے بولا۔ "پہلے مجھے طبّی امداد پہنچاؤ، میں تمھیں انسانیت کا واسطہ دیتا ہوں۔"

وہ گردن دبوچ کر بولا۔ "اس بلندی سے دھکا دوں گا تو کٹے ہوئے شہتیر کی طرح لڑھکتے ہوئے نیچے جاؤ گے۔ انسانیت کا واسطہ پارس کو دینا ہو سکتا ہے وہ تمھارے رشتے کا کچھ خیال کرے۔ میں ایسی بیماریاں نہیں پالتا۔ تمھاری بھلائی اسی میں ہے کہ ہم بھائیوں کو جزیرے سے جانے دو۔ جانے میں کوئی رکاوٹ ہوگی تو دونوں پاؤں بھی ٹوٹ جائیں گے۔"

جزیرے کے آقا نے اسے بے بسی سے دیکھا، پھر سنبھل سنبھل کر پہاڑی سے اُترنے لگا۔ اس کا دماغ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ جزیرے میں اپنا اقتدار قائم رکھنے کے لیے اپنے ہونے والے داماد وں کو رخصت کر دینا ہی بہتر ہے۔ پھر اس کی حاکمانہ اور ظالمانہ فطرت کہنے لگی۔ نہیں، اگر اپنی ذلت اور بے عزتی کا انتقام نہ لیا اور انھیں جانے دیا تو سر ہمیشہ جھکا رہے گا۔ اتنے بڑے جزیرے کا مالک جھکے ہوئے سر سے حکومت نہیں کر سکے گا۔ ان دونوں کے ہاتھ پاؤں توڑنے کے بعد ہی انھیں جزیرے کے باہر پھینکا جائے گا۔"

وہ سنبھل سنبھل کر پہاڑی سے اُتر گیا۔ علی نے کہا۔ "تم کسی ہاتھ سے گاڑی کا دروازہ نہیں کھول سکو گے پھر کس طرح اندر بیٹھو گے؟"

وہ جھنجلا کر بولا۔ "تم میری بے بسی کا مذاق اڑا رہے ہو۔ کیا میرے لیے دروازہ نہیں کھول سکتے؟"

"میں تمھاری گاڑی کا دروازہ کھولنے والا ملازم نہیں ہوں۔ اگر پاؤں سے کھول کر اندر بیٹھ سکو تو اچھی بات ہے ورنہ میں گاڑی میں بیٹھوں گا اور تم آگے آگے دوڑتے جاؤ گے۔"

"ہرگز نہیں، میں مر جاؤں گا مگر ایسا نہیں کروں گا۔ تم مجھے ذلیل کرنے کے لیے میری رعایا کے سامنے اپنے آگے آگے کتّے کی طرح دوڑانا چاہتے ہو۔"

"میں آدمی کی طرح دوڑنے کو کہہ رہا ہوں، مگر تم نے آخر کتّے ہی کی طرح دوڑنے کی بات سوچی ہے۔"

وہ غصّے سے غرّانے لگا، پھر تن کر بولا۔ "مجھے گولی مار دو۔ میں یہاں سے جا کر کسی سے آنکھیں نہیں ملانا چاہتا۔"

اس نے شکاری چاقو نکال کر کہا۔ "جو ہاتھوں سے مجبور ہو، اس پر ہاتھ نہیں اُٹھانا چاہیے۔ میں اس چاقو سے تمھارا لباس تار تار کروں گا تو تم اور زیادہ تماشا بن جاؤ گے۔ پھر بھی تم نے دوڑنے سے انکار کیا تو لباس کی ایک دھجی بھی تمھارے بدن پر نہیں رہے گی۔"

اس نے لبشرٹ پر چاقو کا ایک ہاتھ مارا۔ اسے اوپر سے نیچے تک چیرتا چلا گیا۔ وہ گھبرا کر بولا۔ "مم۔ مجھے بے لباس نہ کرو۔ میں... میں دوڑوں گا۔"

"چلو گاڑی کے آگے جاؤ، اور مشرقی مورچے تک دوڑتے چلو۔"

وہ اپنی بے بسی پر غرّاتا ہوا آگے آیا۔ اگر اس کے پاؤں ٹوٹ بھی جاتے تو وہ ہاتھ سے کوئی ہتھیار اٹھا کر خودکشی کر لیتا۔ وہ اپنے لباس کی سلامتی کے لیے دوڑنے لگا۔ دونوں ہاتھوں کی ٹوٹی ہوئی انگلیوں سے زبردست ٹیسیں اُٹھ رہی تھیں۔ وہ خاصی قوتِ برداشت کا مالک تھا۔ اگر قوتِ برداشت نہ ہوتی اور وہ حوصلہ ہار کر گر پڑتا تو صیاد اُسے لباس سے محروم کر دیتا۔

وہ آج سے پہلے کئی بار اپنے جزیرے کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک دوڑتا رہا تھا۔ اس کے ساتھ دوڑنے والے افسر تھک جاتے تھے مگر وہ دم لینے کے لیے کہیں نہیں رُکتا تھا۔ آج اسے صرف مشرقی مورچے تک جانا تھا جو ایک میل کے فاصلے پر تھا لیکن اسے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ میلوں دُور سے دوڑتا آرہا ہو اور نہ جانے کتنے میل ابھی اور دوڑنا پڑے گا۔ وہ ڈگمگانے لگا تھا۔ علی نے کہا۔ "سنبھل کر دوڑتے رہو۔ رُکو گے یا گرو گے تو لباس کی دھجیاں اُڑیں گی۔"

وہ لباس کی خاطر ہی اپنی آخری قوتِ برداشت سے کام لیتے ہوئے مشرقی مورچے کے قریب پہنچ گیا۔ پارس چھت پر اسٹین گن لیے کھڑا تھا۔ سلمان رازی کے مسلح

روشنی کے مینار

اسلام کے خاموش مبلغوں اولیائے کرام کے دلچسپ اور پُراثر واقعات ضیاء تسنیم بلگرامی کے قلم سے

قیمت ۸۰ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

عظمت کے مینار

ضیاء تسنیم بلگرامی کے مضامین کا دوسرا مجموعہ

قیمت ۸۰ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

ایمان کا سفر

محی الدین نواب کی ۱۰ معاشرتی کہانیوں کا مجموعہ وہ فن پارے، جن کی آپ کو تلاش ہے۔

قیمت ۸۰ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

کچرا گھر

محی الدین نواب کی کہانیوں کا دوسرا مجموعہ جسے آپ آنکھوں سے نہیں دل سے پڑھیں گے۔

قیمت ۶۰ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

آدھا چہرہ

محی الدین نواب کا پہلا طویل معاشرتی ناول۔ ان لوگوں کے لیے ایک تازیانہ جو پاکیزگی کے لبادے میں اپنا اصل چہرہ چھپا کر رکھتے ہیں

قیمت ۱۲۰ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

کالی کہانیاں

جرائم، جادو، شیطان ازم، ارواح، طنز و مزاح، اسرار و خوف، سسپنس اور تجسس پر مبنی ۲۶ کہانیاں

قیمت ۷۰ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

نک ویلوٹ کی چوریاں

مشہور چور نک ویلوٹ جو بے قیمت چیزیں گراں قدر معاوضے پر چراتا ہے۔

قیمت ۲۵ روپے

ڈاک خرچ فی جلد ۱۰ روپے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

جوانوں نے مورچے کو چاروں طرف سے گھیر رکھا تھا انھوں نے اپنے آقا کو بُری حالت میں ہانپتے کانپتے دیکھا تو اپنی رائفلوں کا رُخ علی کی طرف موڑ دیا۔ علی نے گاڑی سے اُتر کر سلمان رازی کو نشانے پر رکھتے ہوئے کہا: "ہتھیار پھینک دو، تمھارا آقا آدھا مر چکا ہے، باقی آدھے کے لیے میری ایک گولی کافی ہوگی۔"

چھت پر سے پارس نے کہا: "نادانو! اب کس کی اطاعت اور حفاظت کے لیے ہتھیار کا بوجھ اُٹھا رہے ہو، اُدھر تمھارا آقا اور اِدھر تمھاری ملکہ اور ملکہ زادیاں ہمارے قبضے میں ہیں۔"

مورچے کی چار دیواری میں خانم نے پہلے علی تیمور کی زبان سے سُنا کہ رازی آدھا مر چکا ہے، اُسے یقین نہیں آیا۔ جب پارس نے چھت پر سے کہا کہ اس کا پورا خاندان دونوں بھائیوں کے قبضے میں آچکا ہے تو وہ دوڑتی ہوئی کھڑکی کے پاس آئی۔ وہاں سے کافی دُور ایک کھلی جگہ سلمان رازی کھڑا ڈگمگا رہا تھا۔ پھر وہ دیکھتے ہی دیکھتے گھٹنوں کے بل زمین پر آگیا۔ کوئی اور ہوتا تو وہ اوندھے مُنہ گر پڑتا۔ مگر وہ سنبھلنے کی کوشش کر رہا تھا۔

خانم نے کھڑکی سے چیخ کر کہا: "نہیں، یہ نہیں ہو سکتا۔ یہ میرے سر کا تاج ہے۔ اس جزیرے کا آقا ہے، کوئی اسے توڑ نہیں سکتا۔"

وہ کھڑکی سے پلٹ کر دوڑتی ہوئی دروازے کی طرف آئی۔ وہ باہر رازی کے پاس جانا چاہتی تھی۔ کمی نے اس کے مُنہ پر ایک کراٹے کا ہاتھ مارا۔ وہ چیخ مار کر پیچھے کی طرف چلی گئی۔ دونوں لڑکیوں نے کھڑکی سے جھانک کر اپنے شہ زور باپ کو دیکھا۔ علی کہہ رہا تھا: "میں نے تمھارے آقا کے دونوں ہاتھ توڑ دیے ہیں۔ اگر تین گننے تک تم لوگوں نے ایک جگہ ہتھیاروں کا ڈھیر نہیں لگایا تو کمی تمھاری مالکہ کے پاؤں توڑے گی۔ ایک... دو..."

سب ایک جگہ اپنے اپنے ہتھیار لا کر پھینکنے لگے۔ پارس نے چھت پر سے کہا: "علی! رازی کے پورے خاندان کو ایک جگہ رہنا چاہیے۔ میں اس کی بیوی اور بیٹیوں کو لا رہا ہوں اور نہتے جوانوں کو حکم دے رہا ہوں کہ وہ دُور چلے جائیں۔"

پارس چھت سے اُتر کر چار دیواری میں آیا۔ خانم نے تڑپ کر کہا: "رازی کو فوراً طبی امداد پہنچاؤ۔ تمھیں خدا کا واسطہ اسے زندہ رہنے دو۔ ہم نے بے شک تم سے دشمنی کی مگر خدا گواہ ہے، ہم تمھاری جان کے دشمن نہیں تھے۔ تمھیں تابع دار بنانے کے لیے سختی سے پیش آرہے تھے۔"

پارس نے کہا: "مجھے تمھاری جیسی بے غیرت ماں پر ترس نہیں آئے گا۔ تم نے صرف یاسمینہ کا دل پھیرنے کے لیے زرینہ کے ساتھ ایک ننگا ڈراما پلے کیا۔ اپنے ہاتھوں سے اپنی بیٹی کا گریبان پھاڑ کر مجھے الزام دیا۔ دیکھو اور عبرت حاصل کرو کہ کس طرح خدا کی مار پڑ رہی ہے۔ ان لمحات میں نہ تمھارے پاس اقتدار ہے، نہ طاقت ہے، نہ فوج ہے۔ تم لوگوں کی عزت دو کوڑی کی نہ رہی۔ چلو اب باہر چلو۔"

یاسمینہ سوچتی اور پچھتاتی ہوئی نظروں سے پارس کو دیکھ رہی تھی۔ پھر بولی: "ممی! اگر پارس کی نیت خراب ہوتی تو وہ میرے ساتھ آپ کو بھی چھت پر بھیج دیتا اور آپ کو گن پوائنٹ پر جانا ہی پڑتا۔ پھر یہ تنہائی میں زرینہ کے ساتھ من مانی کر سکتا تھا۔ کوئی اسے روکنے والا نہیں تھا۔ اتنی سی بات میری سمجھ میں پہلے نہیں آئی۔ جواب دیجیے، آپ نے ایسی شرم ناک حرکت کیوں کی؟"

خانم نے پریشان ہو کر کہا: "بکواس مت کرو، تمھارا باپ زندگی اور موت کی کشمکش میں ہے اور تم اپنا دُکھڑا رو رہی ہو۔ پہلے اپنے باپ کے پاس چلو۔"

یاسمینہ، پارس کے پاس آئی، پھر گلے کا ہار بن کر بولی: "مجھے معاف کر دو۔ میں ممی کے بہکانے میں آگئی تھی۔"

پارس نے کہا: "کمی! میں عورت پر ہاتھ نہیں اُٹھاتا۔ اسے دُور کرو۔"

کمی نے یاسمینہ کے بالوں کو مُٹھی میں جکڑ کر ایک جھٹکا دیا۔ وہ تکلیف کی شدت سے چیختی ہوئی الگ ہو گئی۔ پارس نے کہا: "میں مانتا ہوں، تم بہک گئی تھیں، تمھارا زیادہ قصور نہیں ہے۔ لیکن تمام زندگی گزارنے کے لیے صرف لڑکی کو نہیں اس کے خاندان کو بھی دیکھا جاتا ہے اور میں تمھارے باپ کا کھوکھلا غرور اور ماں کی بے حیائی دیکھتا آرہا ہوں۔"

وہ دروازے سے باہر آیا۔ ماں بیٹیاں سر جھکا کر اس کے پیچھے چل رہی تھیں۔ ان کے پیچھے کمی اسٹین گن اُٹھائے ہوئے تھی۔ وہ کھلی جگہ پر رازی کے پاس آئے۔ خانم اس کے قریب جا کر اسے کچھ سہارا دینا چاہتی تھی۔ علی نے اس کے پاؤں کے پاس فائر کیا۔ وہ اُچھل کر پیچھے چلی گئی۔ اس نے کہا: "خانم! تم ماں بیٹیاں، رازی سے دُور رہو گی۔ میں نہیں چاہتا کوئی قریب جا کر اس کے لیے ڈھال بن جائے اور ضرورت پڑنے پر میں اُسے گولی نہ مار سکوں۔"

خانم نے گڑگڑاتے ہوئے کہا: "میرے شوہر پر رحم کرو، یہ پیاسا ہے، اسے مرہم پٹی کی ضرورت ہے۔"

"تم ہماری ضرورت پوری کرو، ہم تمھاری ضرورت پوری کریں گے۔"

"تم کیا چاہتے ہو؟"

"ہم حکومتِ فرانس سے رابطہ قائم کرنا چاہتے ہیں۔ وہاں سے ہمارے لیے ہیلی کاپٹر یا طیارہ آئے گا۔"

"ہمارا ایک لانگ رینج ٹرانسمیٹر خفیہ پناہ گاہ میں ہے۔ تم اس کے ذریعے آس پاس کی کسی بھی حکومت سے رابطہ قائم کر سکتے ہو۔ ویسے میں چاہتی ہوں تم دونوں بھائی جلد سے جلد چلے جاؤ۔ ہمارا ایک ہیلی کاپٹر تمھیں وہاں پہنچا دے گا۔"

علی نے پوچھا: "کیوں پارس! تمھارا کیا خیال ہے؟"

اس نے جواب دیا: "ہم کسی کے بھی ہیلی کاپٹر میں جائیں گے تو ماں بیٹیوں کو یرغمال بنا کر لے جائیں گے تاکہ پرواز کرتے ہی ان کے وفادار ہیلی کاپٹر کو تباہ نہ کر سکیں۔"

خانم نے کہا: "میں نہیں جاؤں گی۔ رازی کو ایسی حالت میں چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔ مجھ پر ایسا ظلم نہ کرو۔"

"ہم تمھیں زیادہ دُور نہیں لے جائیں گے۔ اٹلی کے جنوبی ساحل پر چھوڑ دیں گے۔ تم اپنی بیٹیوں کے ساتھ بخیریت واپس آجاؤ گی۔"

"تم میری دونوں بیٹیوں کو لے جاؤ۔ مجھے یقین ہے، میری بیٹیاں خیریت سے واپس آئیں گی۔ تم دونوں ایک شریف اور اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھتے ہو۔ میری بچیوں کی عزت پر آنچ نہیں..."

وہ کہتے کہتے پارس کو دیکھ کر رُک گئی۔ پارس نے طنزیہ انداز میں مسکرا کر کہا: "میں نے تھوڑی دیر پہلے تمھارے ہی جزیرے کی پناہ گاہ کے ایک مورچے میں زرینہ کی عزت پر ہاتھ ڈالا تھا، پھر تم اسی بے حیا زبان سے کیسے کہتی ہو کہ جزیرے کے باہر لے جا کر ہم تمھاری جوان لڑکیوں کو عزت و آبرو سے واپس آنے دیں گے۔"

وہ بات بدل کر بولی: "خواہ مخواہ بحث میں وقت ضائع نہ کرو۔ رازی کو دواؤں اور مرہم پٹی کی ضرورت ہے۔"

علی نے کہا: "وقت تم ضائع کر رہی ہو۔ تم ہمارے ساتھ جانے کے بعد یہاں واپس آؤ گی تو تمھارے وفادار اس کی مرہم پٹی کر چکے ہوں گے۔ تمھارے جانے اور آنے میں زیادہ سے زیادہ چھ گھنٹے لگیں گے۔"

"بازی تمھارے ہاتھوں میں ہے۔ میں اپنی بات نہیں منوا سکوں گی لیکن مجھے رازی کے پاس جا کر مشورہ کرنے کی اجازت دو۔"

علی نے کہا: "ہم نے فاتح کی حیثیت سے حکم دیا ہے اور حکم صادر ہونے کے بعد کسی مشورے کی گنجائش نہیں ہوا کرتی۔"

سلمان رازی اسی طرح گھٹنے ٹیکے، ٹوٹے ہوئے ہاتھوں کو زانو پر رکھے بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے تکلیف سے کراہتے ہوئے اور جھنجلاتے ہوئے کہا: "بے وقوف عورت! میں یہاں تڑپ رہا ہوں، تو ان سے ناکام مذاکرات کر کے مجھے اور موت کے قریب پہنچا رہی ہے۔ اُلو کی پٹھی! جا اُن کے ساتھ۔ اپنی اولاد کو بھی لے جا۔ تیرے دفع ہونے سے میری مرہم پٹی تو ہو سکے گی۔"

خانم نے ایک افسر سے ٹرانسمیٹر لے کر رابطہ قائم کیا۔ پھر ایک ہیلی کاپٹر لانے کا حکم دیا۔ یاسمینہ نے کمی سے کہا: "مجھے پارس سے دو باتیں کرنے دو۔"

کمی نے کہا: "تم تیمور خاندان کو نہیں جانتی ہو۔ اس خاندان کے افراد جو کہہ دیتے ہیں، وہ بات پتھر کی لکیر بن جاتی ہے۔ جب اس نے کہہ دیا ہے کہ تمھیں قریب بھی نہ آنے دیا جائے تو پھر بات کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

"کمی! تم عورت ہو، یہ بات اچھی طرح جانتی ہو کہ ایک لڑکی اپنا سب کچھ جس کے حوالے کرتی ہے، پھر اس کے سوا کسی دوسرے کا تصور بھی نہیں کرتی۔"

"میں ایسی لڑکیوں میں سے نہیں ہوں۔ میں نے آج تک اپنے آپ کو کسی کے حوالے نہیں کیا۔ شاید اس لیے کہ کوئی مرد مجھے جیت نہیں سکا۔"

"میں سمجھ گئی، پارس نے تمھیں جیت لیا ہے۔ تم اپنے چانس میں ہو، اس لیے میرا راستہ کاٹ رہی ہو۔"

"بکواس کرو گی تو مُنہ توڑ دوں گی۔ میں پارس کو چھوٹے بھائی یا بیٹے جیسا سمجھتی ہوں۔ اُسے تمھارے خاندان سے دور رکھنا، میرا فرض ہے۔ میں آہنی دیوار ہوں۔ تمھارا باپ بھی مجھے توڑ کر تمھیں پارس تک نہیں پہنچا سکے گا۔"

وہ بے بسی سے دُور کھڑے ہوئے پارس کو دیکھنے لگی۔ ایسے ہی وقت میں پارس کے پاس آیا۔ وہاں میری توقع کے خلاف سچویشن بدلی ہوئی تھی۔ میرے بیٹوں نے سلمان رازی سمیت اس کی پوری فیملی کو قیدی بنایا ہوا تھا۔ پارس نے پچھلی رات سے اب تک کے حالات بتائے۔ میں نے کہا: "کمی سے کہو، وہ سلمان رازی کو گن پوائنٹ پر رکھے، تم دونوں بھائی ایک دوسرے کے قریب ہو جاؤ۔ میں تمھارے ذریعے علی سے بھی گفتگو کروں گا۔"

پارس نے کمی کو میری ہدایات سنائیں۔ وہ سلمان

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

رازی کو نشانے پر رکھ کر اس سے دو قدم کے فاصلے پر کھڑی ہو گئی۔ دونوں بیٹے قریب ہو گئے۔ دور سے ہیلی کاپٹر کی آواز آ رہی تھی۔ میں نے پارس کے ذریعے کہا "علی! ابھی یہ جزیرہ چھوڑ کر جانا مناسب نہیں ہے۔ تم دونوں کو صرف اپنی نجات کا راستہ نہیں دیکھنا چاہیے۔ تم جب چاہو گے، اپنی صلاحیتوں کے بل پر یہاں سے نکل آؤ گے۔ اگر زیادہ مشکلات پیش آئیں گی تو ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے تمھاری مدد کریں گے۔"

علی نے کہا "پاپا! ہمیں کہیں نہ کہیں مصروف رہنا ہے۔ اگر یہاں ہاتھ پر ہاتھ دھر کر نہ بیٹھنا پڑے تو میں جزیرے میں رہوں گا۔"

"یہاں تمھاری کافی مصروفیات ہوں گی۔ یہاں کے دہشت گرد لیبیا جیسے اسلامی ملک میں تخریبی کارروائیاں کرتے ہیں۔ یہ دہشت گردی کرنے والے نہ کسی ملک اور قوم کے دشمن ہوتے ہیں نہ کسی سے مذہبی بغض رکھتے ہیں۔ یہ صرف رقم کی خاطر بے گناہوں کو قتل کرتے ہیں اور شہری امن و امان غارت کرتے ہیں۔ سلمان رازی، سپر ماسٹر سے دشمنی مول لینے کے بعد اپنی فوج کے جوانوں کو بھاری معاوضہ نہیں دے سکے گا۔ اس کے لیے وہ ماسک مین سے سودے بازی کرے گا۔ ماسک مین لیبیا کا دوست ہے لیکن کسی دوسرے اسلامی ملک میں ان دہشت گردوں کو استعمال کرے گا۔"

"یس پاپا! بات سمجھ میں آ گئی ہے۔ ہم یہاں رہ کر ان دہشت گردوں کو کسی بڑے طاقتور ملک کا آلۂ کار نہیں بننے دیں گے۔"

پارس نے کہا "لیکن انھیں اپنے کنٹرول میں رکھنے کے لیے ہمیں بھاری معاوضہ ادا کرتے رہنا ہو گا۔"

میں نے کہا "ہمارے لیے دولت حاصل کرنا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ تم انھیں تنخواہ دار سپاہی بنا کر رکھو گے، انھیں انعام و اکرام سے نوازتے رہو گے تو یہ تمھارے وفادار اور جاں نثار بن جائیں گے۔"

"اس کا مطلب ہے ہمیں اس جزیرے میں سلمان رازی کے اقتدار کو ختم کرنا ہو گا؟"

"وہ تو تقریباً ختم ہو چکا ہے۔ جب یہ تمام مسلح جوان تمھارے تنخواہ دار ہوں گے تو رازی کس پر حکم چلائے گا؟ کس پر حکومت کرے گا؟"

علی نے کہا "درست ہے، کوئی ملک ہو یا جزیرہ وہاں کی فوج جس کے کنٹرول میں ہو گی، وہی اس علاقے کا حکمران ہو گا اور ہمیں سپر ماسٹر کے بعد ماسک مین کو یہاں کا کنٹرول سنبھالنے کا موقع نہیں دینا چاہیے۔"

پارس نے سوچ کے ذریعے کہا "پاپا! میں سمجھتا ہوں، یاسمینہ اپنی بہن اور ماں باپ سے مختلف ہے۔ ان کی بےحیائی دیکھ کر مجھے خیال آیا کہ یاسمینہ پر بھی ان کا اثر ہو گا۔ آئندہ وہ بھی کسی موقع پر بےحیائی کا مظاہرہ کر سکتی ہے کیوں کہ اس خاندان کے افراد رہ رہ کر اپنا مزاج اور اپنا رویّہ بدلتے رہتے ہیں۔ یہ سوچ کر میں اس سے نفرت ظاہر کرنے لگا ہوں مگر دل کہتا ہے، میں اس سے ناانصافی کر رہا ہوں۔"

میں نے کہا "تم علی کے ساتھ ان کے سامنے ابھی فیصلہ بدلو۔ میں یاسمینہ کے متعلق صحیح معلومات حاصل کرتا ہوں۔"

ہیلی کاپٹر کچھ دور آ کر اُتر گیا تھا۔ خانم نے کہا "علی! میں اپنی بیٹیوں کو لے کر تم لوگوں کے ساتھ چل رہی ہوں۔ آؤ دیر نہ کرو۔ رازی کو میڈیکل ایڈ ملنے دو۔"

علی نے کہا "ذرا صبر کرو۔ ابھی ہم کچھ اہم فیصلے کر رہے ہیں۔ کیا یہاں ٹوٹی ہوئی ہڈیوں کو جوڑنے اور پلاسٹر کرنے والے ڈاکٹر ہیں؟"

خانم نے کہا "یہاں ہر طرح کا علاج ہوتا ہے۔ ہمارے ہاں نہایت تجربے کار ڈاکٹر ہیں۔"

"میں نے اس کی انگلیاں توڑی ہیں، اپنی آنکھوں کے سامنے اس کا علاج کراؤں گا، پھر جاؤں گا۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "یہ کیا کہہ رہے ہو۔ تم لوگ جب تک رہو گے، ہمیں رازی کے قریب جانے نہیں دو گے۔"

"اگر اپنی خفیہ پناہ گاہ میں اس کا علاج کراؤ گی تو تم ماں بیٹیاں اس سے آزادی کے ساتھ مل سکو گی۔ اس پناہ گاہ میں ہم بھی رہیں گے۔ ہماری اجازت کے بغیر کوئی ملازم یا افسر اندر نہیں آ سکے گا۔"

سلمان رازی نے پھر تکلیف سے پریشان ہو کر جھنجلاتے ہوئے کہا "بحث مت کرو۔ یہ جو کہتے ہیں، مان لو۔ ڈاکٹر کو فوراً یہاں بلاؤ۔"

علی نے قریب جا کر ریوالور دکھاتے ہوئے کہا "ڈاکٹر یہاں نہیں آئے گا۔ اپنے پیروں پر کھڑے ہو جاؤ اور ہیلی کاپٹر میں چل کر بیٹھو۔ تمھارا علاج خفیہ پناہ گاہ میں ہو گا۔"

وہ بڑی مشکل سے اُٹھ کر کھڑا ہوا۔ کسی کو قریب آ کر سہارا دینے کی اجازت نہیں تھی۔ پہلے علی ہیلی کاپٹر کے اندر گیا پھر رازی کو اندر آنے کے لیے سہارا دیا۔ اس کے بعد خانم، اس کی بیٹیاں، کمی اور پارس آ کر بیٹھ گئے۔ میں یاسمینہ کے دماغ میں آیا، وہ سانس روکنا چاہتی تھی، میں

نے کہا "میں فرہاد ہوں۔"

اس نے پوچھا "میں کیسے یقین کروں؟ تم کوئی دشمن بھی ہو سکتے ہو۔"

"فی الحال اس دنیا میں ہمارے سوا کوئی خیال خوانی کرنے والا نہیں ہے۔ اگر تمھیں یقین نہیں ہے تو میں جا رہا ہوں۔"

اس نے پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے پارس کو دیکھا پھر کہا "آپ ان کے پاپا ہیں تو نہ جائیں۔ آپ کے آنے سے مجھ ڈوبنے والی کو سہارا مل رہا ہے۔"

"مجھے بہت کچھ معلوم ہو چکا ہے۔ تم تھوڑی دیر خاموش رہو۔ میں تمھارے دماغ میں رہ کر سچ اور جھوٹ کو سمجھنا چاہتا ہوں۔"

وہ خاموش رہی مگر شرماتی رہی کہ شاید میں پارس کے لیے اس کے جذبات کو پڑھ رہا ہوں۔ میں اس کے چور خیالات اور چور ارادے پڑھ رہا تھا۔ اس کا دل اور دماغ پارس کے لیے آئینے کی طرح صاف تھا۔ وہ ایک بار اس کے کردار پر شبہ کر کے پچھتا رہی تھی اور اس کے چور ارادے بتا رہے تھے کہ وہ کسی بھی آزمائشی موقع پر پارس کی خاطر اپنے ماں باپ کی جانی دشمن بن جائے گی۔

میں نے اس کی سوچ میں کہا "یہ میں کیا سوچ رہی ہوں! جس ماں نے مجھے پیدا کیا، جس باپ نے مجھے لاڈ پیار سے پالا اب مجھے بچپن سے لے کر آج تک کسی چیز سے محروم نہیں رکھا جوانی میں میرے لیے پارس جیسے جوان مرد کو اغوا کیا اور مجھے اس کی آغوش میں پہنچایا، میں انھی ماں باپ سے دشمنی کی بات سوچ رہی ہوں۔"

میں نے اسے مثبت اور منفی سوچوں کے درمیان اُلجھا دیا۔ تھوڑی دیر کے لیے اپنی موجودگی بھلا دی۔ وہ بولی "مجھ سے بڑی بھول ہوئی۔ یہ بات ایک موٹی سی عقل سے بھی سمجھی جا سکتی ہے کہ دونوں پارس کو ہمیشہ کے لیے ہم دونوں بہنوں کا وفادار بنا کر رکھنے کی خاطر ہی ممی اور ڈیڈی اتنی مصیبتیں اُٹھا رہے ہیں۔ یہ سچ ہے، اولاد جوانی میں اندھی ہو جاتی ہے، محبوب کے دماغ سے سوچتی ہے تو ماں باپ سمجھ میں نہیں آتے۔ محبوب کی آنکھوں سے دیکھتی ہے تو والدین بُرا نظر آتے ہیں۔ مجھے اپنی ممی اور ڈیڈی سے محبت ہے، میں ان کے سر جھکے ہوئے نہیں دیکھنا چاہتی۔"

میں نے پھر اس کی سوچ میں سوال کیا "ابھی ان کے سر جھک گئے، اور میں ہوں کہ ان کے سر جھکانے والے کی دیوانی ہو رہی ہوں۔ آخر کیوں؟"

وہ کشمکش میں رہی۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا "ابھی میری ایک ذرا سی بھول پر پارس کے تیور بدل گئے۔ اس نے مجھے دھتکار دیا ہے۔ اس کا ساتھ دینے والی کمی نے مجھے مارا بھی ہے اور وہ تماشا دیکھتا رہا ہے۔ مجھے اور میرے خاندان کو یہ جس قدر ذلیل کر سکتا ہے، کرتا جا رہا ہے۔ جب ڈیڈی اسے تنویمی عمل کے ذریعے تابع دار بنا لیں گے تو پھر یہ کبھی ہمارے خلاف کوئی قدم نہیں اُٹھائے گا۔ ہمیشہ میرے اشاروں پر چلے گا۔"

اس کی اپنی سوچ نے کہا "ہاں پھر میرے والدین کے سر نہیں، دونوں پارس کے سر جھکے رہیں گے۔ خدا کرے، میرا پارس جزیرے سے نہ جائے اور میرے ڈیڈی جلد صحت یاب ہو جائیں۔ پھر وہ اس پر عمل کریں گے۔ اسے ہمیشہ کے لیے اپنا بنائے رکھنے کے لیے مجھے یہی دُعا کرنا چاہیے۔"

میں نے پھر دوسرے پہلو سے خیالات پیدا کیے۔ "لیکن یہ تو یک طرفہ محبت ہو گی یعنی محبت صرف میں کروں گی اور پارس کے دماغ میں تنویمی عمل کے ذریعے زبردستی محبت ٹھونسی جائے گی۔"

اس نے فیصلہ کن انداز میں سوچا "چلو جبری محبت ہی سہی، وہ کبھی مجھے چھوڑ کر اس جزیرے سے نہیں جائے گا۔ اب مجھے پارس پر بھروسا نہیں کرنا چاہیے۔"

سلمان رازی کو خفیہ پناہ گاہ میں پہنچا دیا گیا تھا۔ ایک ڈاکٹر، ایک اسسٹنٹ اور دو نرسوں کو اس کے پاس جانے کی اجازت دی گئی تھی۔ وہ اس کی انگلیوں کی ہڈیوں کو جوڑنے میں مصروف تھے۔ میں نے پارس سے کہا "یاسمینہ تمھیں بےشک چاہتی ہے لیکن اس کی رگوں میں سلمان رازی کا اقتدار پسند خون ہے۔ تمھیں چاہتے رہنے کے لیے تم پر قبضہ جمائے رکھنا چاہتی ہے۔ یوں دیکھا جائے تو یہ ہر عورت کا حق ہے، وہ اپنے مرد پر صرف اپنا قبضہ دیکھنا چاہتی ہے لیکن تعویذ گنڈوں، جادو ٹونوں اور تنویمی عمل کے ذریعے مرد کے دل و دماغ کو اپنی طرف پھیرنا سراسر سازش ہے۔ جب کسی عمل سے کسی کی مردانگی کو زیر کر لیا جائے تو اس عورت کے پاس ایک مکمل مرد نہیں رہتا۔ صرف اس کی ضرورت پوری کرنے والا ایک آدمی رہ جاتا ہے۔"

"پاپا! ان کا پورا خاندان ناقابلِ اعتماد ہے۔ انھیں جب بھی موقع ملے گا، یہ ہمیں تابع دار بنا کر رکھنے کی کوشش کریں گے۔"

میں نے کہا "انھیں تابع دار بنانے کے لیے تمھیں کچھ عرصہ یاسمینہ کے ساتھ رہنا ہو گا۔ تم، علی اور کمی ایک ساتھ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اس خفیہ پناہ گاہ میں نہیں رہو گے۔ میں نہیں چاہتا، کوئی مصیبت آئے تو تم سب ایک ساتھ اُس میں گرفتار ہو جاؤ۔ اس لیے تم کسی دوسری پناہ گاہ میں یاسمینہ کے ساتھ رہو گے۔ وہیں کمّی، خانم کی نگرانی کرے گی۔ علی یہاں سلمان رازی اور زرینہ کے ساتھ رہے گا۔"

"میں اور کمّی باری باری سوتے جاگتے خانم اور یاسمینہ کی نگرانی کر سکتے ہیں لیکن علی یہاں تنہا رہے گا۔"

"میں ابھی تم لوگوں کے لیے سچے وفادار تلاش کرتا ہوں۔ ابھی کمّی باہر جائے گی۔"

میں نے کمّی کے پاس آ کر کہا "ہمیں وفاداروں کی ضرورت ہے۔ ہم ابھی سے رازی کے سپاہیوں پر بھروسا نہیں کریں گے۔ تم نے دو نمبر کیمپ میں قیدیوں کو دیکھا ہے، وہ مظلوم ہیں، سلمان رازی سے نفرت کرتے ہیں وہی ہمارا ساتھ دے سکتے ہیں۔"

وہ بولی "جب میں اے کلاس جیل میں جاتی تھی تو وہ مشقت کرنے والے اور ظلم سہنے والے قیدی مجھے حسرت سے دیکھتے تھے۔ مجھے یقین ہے، وہ ہمارے حمایتی بن جائیں گے۔"

"ان قیدیوں میں فریبی اور مکار بھی ہو سکتے ہیں۔ تم ابھی ہیلی کاپٹر میں جاؤ، وہاں ان سے باتیں کرو، میں تمہارے ذریعے ان کے اندر پہنچ کر وفاداروں کا انتخاب کروں گا۔"

وہ خانم کے پاس آ کر بولی "میں کیمپ نمبر دو میں جا رہی ہوں۔ اپنے سینیئر افسر سے کہو، وہ میرے ساتھ رہے گا۔ میں جس قیدی کو چاہوں گی اسے قید خانے سے نکال کر مسلح کروں گی۔ وہ اس سلسلے میں میری مدد کرے گا۔"

خانم نے ایک سینیئر افسر کو اس کے ساتھ ہیلی کاپٹر میں جانے کا حکم دیا۔ وہ دس منٹ میں وہاں پہنچ گئی۔ ایک ایک قیدی سے باتیں کرنے لگی۔ میں ہر ایک کے دماغ کی تہ میں پہنچ کر اس کی فطرت اور اس کے ارادوں کو سمجھ رہا تھا۔ کمّی اُن سے کہتی جا رہی تھی کہ جزیرے پر اب فرہاد علی تیمور کے بیٹوں کا قبضہ ہے۔ انھیں فوری طور پر وفاداروں کی ضرورت ہے۔ یہ سُن کر سب قیدی خود کو وفاداری کے لیے پیش کرتے تھے۔ اسی بہانے قید سے رہائی حاصل کرنا چاہتے تھے۔ یہ سوچ کر خوش ہوتے تھے کہ رہائی کے ساتھ ہتھیار بھی ملیں گے۔ پھر ہیلی کاپٹر اور بڑی لانچوں میں بیٹھنے کا موقع ملے گا تو وہ کمّی اور دونوں پارس کو جُل دے کر جزیرے سے فرار ہو جائیں گے۔

میں نے ایسے مکاروں کو قید ہی رہنے دیا۔ تقریباً بائیس ایسے قیدیوں کو رہائی دلائی جو اپنے حالات کے پیش نظر ذہانت اور سنجیدگی سے میرے بیٹوں کے وفادار رہنا چاہتے تھے۔ اُن میں سے بیشتر ایسے تھے جن کا دنیا میں کوئی نہیں تھا۔ وہ جزیرے سے باہر نکلنے کے لیے بے چین نہیں تھے۔ بعض نئے وفادار میرے نام سے اور شخصیت سے متاثر تھے۔ انھوں نے سوچا، فرہاد صاحب پلک جھپکتے ہی دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچ جاتے ہیں۔ ہم اُن کے ذریعے اپنے بیوی بچوں کی خیریت معلوم کر سکتے ہیں، انھیں مالی امداد پہنچا سکتے ہیں۔ ہمیں دونوں پارس کی خدمت کرتے رہنے سے ذاتی اور گھریلو خوشحالی نصیب ہو گی۔

ہمارے متعلق ایسے خیالات رکھنے والے وفادار، دوسرے قیدیوں کو بھی یہی باتیں سمجھاتے تھے۔ میں نے ان لوگوں کو باری باری مخاطب کیا۔ اُن کے ملکوں، شہروں اور گھروں کے پتے پوچھ کر نوٹ کیے اور انھیں یقین دلایا کہ میں چھ گھنٹے کے اندر تمام وفاداروں کی فیملی تک پہنچ کر ان کی خیریت معلوم کروں گا۔ ان میں سے ہر فیملی کو ماہانہ پانچ ہزار ڈالر ملتے رہیں گے۔ اس رقم کی ادائیگی آج ہی سے شروع ہو گی۔

ایک تو انھیں رہائی مل گئی تھی، دوسرے بیوی بچوں کو جانی اور مالی تحفظ حاصل ہو رہا تھا۔ ایسے میں وہ دونوں پارس کی خاطر اپنی گردنیں کٹانے کے لیے بھی تیار ہو گئے تھے۔ ان میں سے بارہ، فیملی والے تھے۔ ان کی وفاداری کبھی بدل نہیں سکتی تھی۔ اُن میں سے پانچ علی کے اور پانچ پارس کے خاص باڈی گارڈ بنائے گئے، باقی دو افراد کو ان کا کھانا تیار کرنے یعنی کچن کا کام سنبھالنے کا حکم دیا گیا کیوں کہ کسی اور کے ہاتھوں کا کھانا نقصان پہنچا سکتا تھا۔

علی اُس خفیہ پناہ گاہ میں زرینہ اور سلمان رازی کے ساتھ تھا۔ اس کے پانچ گارڈز باری باری ڈیوٹی پر رہتے تھے۔ انھیں اور ایک باورچی کو اندر آنے کی اجازت تھی۔ باقی نو وفادار پناہ گاہ کے باہر مسلح رہ کر پہرا دیتے تھے۔ زرینہ کو یقین تھا، وہ علی کے اس قدر قریب رہ کر اسے اپنی طرف مائل کر لے گی۔ باقی مائل کرنے میں جو کسر رہ جائے گی، وہ باپ صحت یاب ہونے کے بعد پوری کر لے گا۔ مگر علی، پتھر تھا۔ پتھر پر ایک حسین اور پُرشباب عورت آ کر بیٹھ جائے یا لیٹ جائے تو وہ پگھلتا نہیں ہے۔ وہ

پتھر ہی رہتا ہے۔ زرینہ اُس پتھر سے ٹکرا کر مر سکتی تھی لیکن محبت نامی کوئی چیز حاصل نہیں کر سکتی تھی۔

پارس اپنے وفاداروں کے ساتھ یاسمینہ اور خانم کو لے کر دوسری پناہ گاہ میں آ گیا تھا۔ خانم کو ایک کمرے میں بند رکھا گیا تھا۔ وہ یہ سوچ کر پریشان ہو رہی تھی کہ دونوں بھائی جزیرے سے واپس نہیں جائیں گے۔ قیدیوں کو رہائی دلا کر مسلح کرنے کا مطلب یہی سمجھ میں آ رہا تھا کہ وہ جزیرے پر رفتہ رفتہ چھا رہے ہیں۔

پارس نے صاف طور پر کہہ دیا تھا "تمہارے اقتدار کا سورج غروب ہو چکا ہے۔ سلمان رازی کے ہاتھوں پر پلاسٹر چڑھایا جا چکا ہے۔ دوسرے دن رازی اپنے تمام افسروں اور وفاداروں کو پناہ گاہ کے سامنے حاضر ہونے کا حکم دے گا، ان کے سامنے اپنی شکست کا اعتراف کرے گا اور اقتدار ہمیں منتقل کرنے کا فیصلہ سُنا کر گوشہ نشین ہو جائے گا۔"

خانم نے کہا "تم حیرت انگیز صلاحیتوں کے مالک ضرور ہو مگر اقتدار حاصل کرنے کا خواب نہ دیکھو۔ اس معاملے میں ابھی بچے ہو۔ تم دونوں بھائیوں کو اور تمہارے باپ کو موجودہ کامیابی پر بہت زیادہ خوش نہیں ہونا چاہیے۔ یہ عارضی کامیابی ہے۔ رازی کے اقتدار کا سورج کبھی غروب نہیں ہو سکتا۔ ہمارا اقتدار بحال کرانے کے لیے ایک طاقتور ملک کی فوج بہت جلد اس جزیرے میں اُترنے والی ہے۔"

وہ اُس طاقتور ملک کا نام نہیں لے رہی تھی۔ مگر ہم جانتے تھے، وہ آئندہ سُپر ماسٹر کے حملوں اور سیاسی سازشوں سے بچنے کے لیے ماسک مین سے امداد حاصل کر رہے ہیں۔ یہ جزیرے میں ایک بڑی فوج کے اُترنے سے پہلے میں ماسک مین کو وارننگ دے سکتا تھا کہ وہ میرے بیٹوں کے خلاف ایسا قدم نہ اُٹھائے لیکن وہ میری مخالفت سے بچنے کے لیے صاف جھوٹ بول دیتا کہ سلمان رازی سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی وہ کسی طرح بھی اس کی مدد کر رہا ہے۔

سیاسی چالیں کچھ ایسی ہی ہوتی ہیں۔ سُپر پاور کہلانے والے شاذ و نادر ہی اپنی فوج کسی دوسرے ملک میں بھیجتے ہیں۔ وہ خود کو غیر جانب دار ثابت کرنے کے لیے اپنے زیرِ اثر رہنے والے چھوٹے ممالک کے فوجی جوانوں کو بھیجتے ہیں۔ ماسک مین میری خیال خوانی سے محفوظ رہنے کے لیے ایسی ہی چال چلنے والا تھا۔

ٹیمی نے آمر اور ڈینی دانیال سے کہا "میں دوسرے اہم معاملات میں مصروف ہوں۔ اپنے چند نئے وفاداروں کے نام اور پتے بتا رہا ہوں۔ ان وفاداروں کے فیملی ممبر مختلف ممالک میں رہتے ہیں۔ تم دونوں ان کے بیوی بچوں تک پہنچو، ان کی خیریت معلوم کرو اور ہر فیملی کو پانچ ہزار ڈالر ادا کر دو۔"

میں نے انھیں دو خاندانوں کے پتے نہیں بتائے کیوں کہ ان دو وفاداروں کا خاندان استنبول میں تھا۔ میں براہِ راست ان سے ملاقات کر سکتا تھا۔ فی الحال میں ٹرانسفارمر مشین اور نقشوں کے سلسلے میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ جب تک میرے بیٹے جزیرے میں قدم جمانے اور اپنے لیے حفاظتی انتظامات کرنے میں مصروف ہیں، تب تک میں اپنے کچھ دلچسپ واقعات پیش کر رہا ہوں۔

⁂

میں نے تھیلما کی نیند اڑا دی تھی۔ وہ دیوانی ہو کر کبھی بستر کے اِدھر آ رہی تھی کبھی اُدھر جا رہی تھی۔ جہاں اسے سونا چاہیے تھا، وہاں نوٹوں کی بے شمار گڈیاں جاگ رہی تھیں۔ نوٹ اتنے تھے کہ بستر کی چادر کہیں سے نظر نہیں آ رہی تھی، صرف سو ڈالر کے نوٹ ہی نوٹ نظر آ رہے تھے۔ اس نے زندگی میں کبھی اتنی دولت نہیں دیکھی تھی۔ وہ ایک ایک گڈی کو اٹھا کر کبھی سینے سے لگا رہی تھی

سب رنگ ڈائجسٹ میں چھپنے والی سلسلے وار کہانی

سرناگھاٹ کے پجاری

قیمت:- =/۲۰ روپے ○ ڈاک خرچ:- =/ روپے

- ایک ایسے پجاری کی داستان جو صدیوں پہلے مر گیا تھا لیکن اس کی لاش مندر کے تہہ خانے میں اصلی حالت میں موجود تھی۔
- سرناگھاٹ کے علاقے پر اس مُردہ پجاری کی پُراسرار طاقتوں کی حکومت تھی اور وہ ہر جگہ زندہ نظر آتا تھا۔
- ایک مظلوم اور بے بس انسان کی کہانی جو حالات سے تنگ آ کر بدی کی طاقتوں کا غلام بن گیا اور زبردست پُراسرار طاقتیں حاصل کر لیں۔
- وہ طاقتور ترین شخص بن گیا لیکن ایک طاقت اس سے بھی زبردست تھی۔

بدی کی طاقتیں کیا تھیں؟ سراب، دھوکہ یا حقیقت؟
ایک شخص کی ہولناک ترین سرگزشت مکمل طور پر کتابی شکل میں دستیاب ہے۔
اپنے قریبی بک اسٹال سے طلب فرمائیں یا براہِ راست ہم سے حاصل کریں۔

سب رنگ ڈائجسٹ کے مندرجہ ذیل سلسلے بھی ہم سے مل سکتے ہیں۔

انکا (مکمل، دو حصے)	اقابلا (مکمل، دو حصے)	غلام روحیں (مکمل)
قیمت فی حصہ ۷۵ روپے، ڈاک خرچ ۱۵ روپے	قیمت فی حصہ ۷۰ روپے، ڈاک خرچ ۱۰ روپے	قیمت ۱۵۰ روپے، ڈاک خرچ ۱۰ روپے

کتابیات پبلی کیشنز ○ پوسٹ بکس نمبر ۲۳ ۔ کراچی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کبھی آنکھوں سے لگا رہی تھی، کبھی چوم رہی تھی۔ یقین کر رہی تھی کہ یہ بے شمار دولت خواب میں نہیں حقیقت میں ملی ہے۔

میں نے کہا "دیر نہ کرو۔ کوئی بھی آسکتا ہے۔ انھیں الماری میں چھپا دو۔"

اس نے مجھے چونک کر دیکھا۔ وہ خوشی میں بھول گئی تھی کہ دولت آتی ہے تو اس کے لٹ جانے کا دھڑکا شروع ہو جاتا ہے۔ اس نے جلدی سے الماری کھولی اور اس کا ایک بڑا سا خانہ خالی کیا۔ پھر نوٹوں کی گڈیوں کو سلیقے سے ایک پر ایک رکھتے ہوئے پوچھا "کیا میں صبح انھیں بینک میں جمع کر دوں؟"

"کل تمھارا مشیر آئے گا، وہی اس سلسلے میں معقول مشورے دے گا۔"

فون کی گھنٹی پھر بجنے لگی۔ تھیلما نے بیزار ہو کر کہا۔ "پتا نہیں کون عورت ہے، فرہاد علی تیمور کو پوچھ رہی ہے بھلا میرے گھر میں کوئی فرہاد کہاں سے آئے گا۔"

میں نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو، رات کے تین بج رہے ہیں۔ کسی کی نیند خراب کرنے سے پہلے گھڑی دیکھ لینا چاہیے۔"

جولی نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا "میں خوب جانتی ہوں، میری نیند اڑانے والے کو میری بد دعا لگی ہے۔ اسے سنگ دل! تو بھی کروٹیں بدل رہا ہے۔"

"تم رانگ نمبر پر بول رہی ہو۔"

"میں ریسیور رکھتی ہوں، تم دماغ کے صحیح نمبر پر آجاؤ۔"

"یہ دماغ کا صحیح نمبر کیا ہوتا ہے؟ کیا تم نیند میں بول رہی ہو؟ پلیز، مجھے سونے دو، بڑی مہربانی ہوگی۔"

"ریسیور رکھنے سے پہلے یہ یقین کر لینا کہ جب تک مجھ سے چھپنا چاہو گے، میں تمھیں سونے نہیں دوں گی۔ بڑی آرزوؤں، بڑی دعاؤں اور بڑے انتظار کے بعد ملے ہو۔"

میں نے ریسیور رکھ دیا۔ تھیلما تمام گڈیاں رکھنے کے بعد الماری بند کر رہی تھی۔ اس نے پوچھا "آخر یہ کون ہے؟ بار بار فون پر پریشان کر رہی ہے۔"

"میں نے ریسیور ہٹا کر رکھ دیا ہے، تم آرام سے سو جاؤ۔ مجھے بھی نیند آ رہی ہے، میں کمرے سے باہر آیا۔ اسے یہ کہنے کی ضرورت نہیں تھی کہ دروازہ اندر سے بند کر لے، دولت خود ہی محتاط بنا دیتی ہے۔ میں بنگلے کے بیرونی دروازے کے پاس آیا۔ وہ اندر سے بند تھا۔ میں نے اندر کا لاک کھلا دیا۔ اب کوئی بھی باہر سے دروازہ کھول کر آسکتا تھا۔ میں اپنی خواب گاہ میں آکر لیٹ گیا۔ آج تھیلما نیند کی گولیاں کھا لیتی تب بھی اسے نیند نہ آتی۔ اس میں ایک دولت مند کی بے چینی، فکر اور پریشانی پیدا ہو گئی تھی۔ میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے دوسری صبح نو بجے تک کے لیے سلا دیا۔

کوئی آدھے گھنٹے بعد بنگلے کا بیرونی دروازہ آہستگی سے کھلا۔ جولی دبے قدموں اندر آئی۔ اس نے چیلنج کیا تھا کہ وہ مجھے سونے نہیں دے گی۔ لہٰذا میری نیند اڑانے آگئی تھی۔ میں نے تمام بنگلے کی روشنیاں بجھا دی تھیں۔ وہ پینسل ٹارچ کی روشنی میں آگے بڑھ رہی تھی۔ میں نہیں چاہتا تھا، وہ بھٹکتی ہوئی تھیلما کے دروازے پر جائے، اس لیے میں اس کے دماغ کی راہنمائی اپنی خواب گاہ کی طرف کر رہا تھا۔

وہ میرے دروازے تک آئی پھر ٹھٹک گئی۔ اسے اپنے پیچھے آہٹ سی سنائی دی تھی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا۔ ڈرائنگ روم میں ایک ٹارچ کی روشنی جھلملا رہی تھی۔ وہ چپ چاپ ادھر گئی۔ اسے تین سائے نظر آئے ایک کے ہاتھ میں ٹارچ تھی۔ وہ تینوں ڈرائنگ روم سے گزرتے ہوئے آ رہے تھے۔ جولی نے آہستگی سے چبھتی ہوئی آواز میں کہا "ٹارچ کی روشنی میری طرف نہ کرنا۔ ورنہ گولی چلا دوں گی۔"

چند لمحوں تک خاموشی رہی۔ ٹارچ بجھ گئی تھی۔ اس نے پوچھا "تم لوگ کون ہو؟"

ٹام مورس کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا "یہی سوال میں کروں گا، تم کون ہو؟"

"میں اس گھر کی مالک ہوں۔"

"جھوٹ کہہ رہی ہو۔ میں پچیس برس سے تھیلما کی آواز اندھیرے میں پہچانتا آ رہا ہوں۔ آج اس کی زندگی کی یہ آخری رات ہے۔ تم چوری کی نیت سے آئی ہو تو چلی جاؤ۔ یہاں تمھیں کچھ نہیں ملے گا۔"

میں نے اتنی دیر میں معلوم کر لیا، ٹام مورس اپنے دو خطرناک غنڈوں کے ساتھ آیا تھا۔ غنڈوں کا دعویٰ تھا کہ وہ کئی قتل کر چکے ہیں۔ ٹام تھیلما کو قتل کرانے کے بعد مجھے اس واردات میں پھنسانے آیا تھا۔ میں خیال خوانی کے ذریعے معلومات حاصل کر رہا تھا اچانک ان میں سے ایک نے گولی چلائی۔ جولی کے حلق سے چیخ نکلی۔ ٹام مجھے کسی کے بھی قتل کے الزام میں پھانسنا چاہتا تھا۔ اس کے سامنے تھیلما نہیں جولی آئی، اس کے غنڈے نے جولی کو ہی گولی مار دی، پھر وہاں سے بھاگنے لگے۔ بنگلے کے احاطے کے باہر ان کی گاڑی کھڑی ہوئی تھی۔ وہ گاڑی میں آکر بیٹھ گئے۔ اُسے اسٹارٹ کیا، پھر اسے ڈرائیو کرتے ہوئے جانے لگے۔ میں انھیں چھوڑنے والا نہیں تھا مگر فی الحال چھوڑ دیا کیوں کہ جولی کو سنبھالنا ضروری تھا۔ میں نے مین سوئچ کو آن کیا۔ پورے بنگلے کے اندر اور باہر روشنی ہو گئی۔

میں نے خیال خوانی کے ذریعے اسے جہاں گرتے ہوئے دیکھا تھا تیزی سے وہاں پہنچا مگر وہ وہاں نہیں تھی۔

میں پھر اُس کے دماغ میں پہنچا ـــــ وہ ہاتھ میں پستول لیے ان کے پیچھے دوڑتی ہوئی گئی تھی۔ بڑی جی دار تھی، گولی لگنے کے باوجود ان کا تعاقب کر رہی تھی مگر رفتار سست تھی اس لیے وہ تینوں فرار ہو گئے۔ وہ بھی اپنی کار میں آئی تھی، ان کا تعاقب کر سکتی تھی لیکن مجھ سے ملنے کی شدید خواہش اسے یہاں لائی تھی۔ وہ مجھے چھوڑ کر جانا نہیں چاہتی تھی۔ میں اس کے قریب پہنچ گیا۔

وہ ایک دیوار سے ٹیک لگائے اپنے زخم کو دیکھ رہی تھی۔ گولی دائیں پسلیوں کے قریب ذرا سے گوشت اور کھال کو ادھیڑتی ہوئی گزر گئی تھی ـــــ بلاؤز کا وہ حصہ خون سے تر ہو گیا تھا۔ میں نے کہا "تم بہت ضدی ہو، آخر مجھ سے ملنے چلی آئیں۔"

وہ مسکرا کر بولی "جان چلی جاتی تو تمھیں میری چاہت کا اندازہ ہوتا۔"

"صرف اندازہ نہیں، یقین ہو گیا ہے۔ آؤ میں مرہم پٹی کروں گا۔"

میں نے اسے سہارا دیا۔ وہ اپنی آواز میں جان بوجھ کر کمزوری پیدا کرتے ہوئے بولی "میں اپنے پیروں سے چل نہیں سکوں گی۔"

"میں جانتا ہوں تم اس حالت میں بھی دشمنوں کے پیچھے دوڑ کر جا سکتی تھیں۔ ان تینوں کو بے موت مار سکتی تھیں۔ مگر جس کی خاطر زخم کھا چکی ہو، وہ تمھیں آرام سے لے جائے گا۔"

میں نے اسے دونوں بازوؤں میں اٹھا لیا۔ اس کے دل کی دھڑکنیں میرے سینے پر بجنے لگیں۔ اس کے منہ سے آہ نکلی، میں سمجھا، زخم سے ٹیس اٹھی ہے۔ اس نے کہا "ہائے! قیامت کا انتظار ختم ہوا۔ آج میں تمھارے بازوؤں میں مر جاؤں گی۔"

میں اسے مرہم پٹی کے لیے اٹھا کر خواب گاہ میں لے جا رہا تھا۔ اس کے بدن کی زرخیزی اپنا تعارف پیش کر رہی تھی۔ ٹام مورس دشمنی کرنے آیا تھا مگر اس کی نرم و گرم دوستانہ قربت دے کر چلا گیا تھا۔ وہ کچھ نہیں بول رہی تھی، مگر بدن کی شادابی سے نکلنے والی آنچ پوچھ رہی تھی 'کہاں بچ کے جاؤ گے؟'

میں اُسے بستر پر لٹا کر فرسٹ ایڈ باکس لینے گیا جب واپس آیا تو دل کی دھڑکنیں وحشت ناک ہو گئیں۔ دشمن کی گولی نے عجیب تماشا دکھایا۔ زخم ایسی جگہ آیا تھا کہ پٹی باندھنے کے لیے بلاؤز کو الگ کرنا ضروری تھا۔ مجھے یاد نہیں ہے کہ میں نے کیسے لہو صاف کیا، کس طرح مرہم لگایا اور کیسے ہانپتے کانپتے پٹی باندھی۔

کال بیل کی آواز سنائی دی۔ میں نے گھڑی دیکھی چار بج کر بیس منٹ ہوئے تھے۔ وہ بولی "کیا تم خیال خوانی کے ذریعے آنے والوں کو لوٹا نہیں سکتے؟"

"جب تک میں کسی آنے والے کی آواز نہیں سنوں گا، اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکوں گا۔"

"میں یہاں تک پہنچنے کے بعد تمھیں اور کہیں پہنچنے نہیں دوں گی۔ ذرا سمجھنے کی کوشش کرو، یوں بے وقت کون آسکتا ہے۔ کوئی رشتے دار یا بے تکلف دوست، یا پھر کوئی دشمن ہی ہو گا۔"

اس کی بات سنتے ہی میں نے ٹام مورس کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ کم بخت وہی تھا۔ پولیس والوں کو ساتھ لایا تھا، تاکہ جسے گولی ماری گئی ہے، میں اس کی لاش کہیں چھپا نہ دوں۔ میں نے کہا "جولی! میں جسمانی طور پر تمھارے پاس رہوں گا لیکن تھوڑی دیر تک دماغی طور پر غائب رہوں گا۔"

میں نے ٹام کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ وہ بے اختیار قہقہہ لگانے لگا۔ پولیس انسپکٹر دوسری بار کال بیل کا بٹن دبانے جا رہا تھا۔ اس نے تعجب سے پوچھا "کیوں ہنس رہے ہو؟ کیا پاگل ہو گئے ہو؟"

ٹام اچھل کر پیچھے گیا۔ پھر جیب سے ریوالور نکال کر بولا "پاگل ہو گا تمھارا باپ۔ کس گدھے نے تمھیں انسپکٹر بنایا ہے۔ میں صبح چار بجے قتل کی رپورٹ دینے آیا اور

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

تم اپنے سپاہیوں کے ساتھ دوڑے چلے آئے۔ ارے قتل اس بنگلے میں نہیں ہوا ہے۔ میرے آگے آگے احاطے سے باہر چلو۔ میں ابھی بتاتا ہوں قتل کیسے ہونا چاہیے اور کہاں ہونا چاہیے؟"

انسپکٹر آہستہ آہستہ اپنا ہاتھ اپنے ہولسٹر کی طرف لے جا رہا تھا۔ ٹام نے للکار کر کہا: "خبردار! ذرا بھی چالاکی دکھاؤ گے تو گولی مار دوں گا۔ فوراً یہاں سے چلو۔"

وہ اپنے سپاہیوں کے ساتھ ہاتھ اٹھا کر ہمارے احاطے سے باہر گیا۔ ٹام انھیں اسی حالت میں ذرا دور مین روڈ پر لے آیا۔ پھر اس نے کہا: "قتل یہاں ہونا چاہیے اور ایسے ہونا چاہیے۔"

میں نے اس کے ذریعے ایک سپاہی کی ٹانگ پر گولی ماری پھر وہ اچھل اچھل کر قہقہے لگانے لگا۔ انسپکٹر نے ریوالور نکال کر کہا: "اپنا ریوالور پھینک دو، ورنہ..."

ٹام نے پلٹ کر اس کے بائیں بازو میں گولی ماری، وہ لڑکھڑا کر پیچھے گیا۔ اپنی سلامتی کے لیے مجرم پر گولی چلانا لازمی ہو گیا تھا۔ میں نے انسپکٹر کے دماغ میں پہنچ کر ٹام کو گولی مار دی۔ ہمیشہ کے لیے اس کا قصہ تمام کر دیا۔ جُولی نے مجھے مسکراتے دیکھ کر پوچھا: "کیا ہوا؟"

میں نے کہا: "اب کوئی مداخلت نہیں کرے گا۔"

وہ خوش ہو گئی۔ اس نے یہ نہیں پوچھا کہ کون آیا تھا؟ اور اس سے پہلے آنے والوں نے اسے گولی کیوں ماری تھی؟ اسے کچھ پوچھنے کی فرصت نہیں تھی۔ وہ زیادہ سے زیادہ مسرتیں سمیٹنے میں مصروف ہو گئی تھی۔ دن نکل آیا تھا۔ صبح کے سات بج رہے تھے۔ میں نے کہا: "پچھلی رات تمھیں اغوا کیا گیا تھا۔ میں نے تمھیں بخیریت تمھارے بھائی کے پاس پہنچا دیا تھا۔ کیا اب تمھارا بھائی پریشان نہیں ہو گا؟ کیا وہ تمھیں تلاش نہیں کرے گا؟"

"میں اپنے بیڈ روم میں ایک پرچی چھوڑ آئی ہوں، وہ اسے پڑھ کر مطمئن ہو جائے گا۔"

"میں نے تھیلما کے دماغ کو صبح نو بجے تک سونے کی ہدایات دی ہیں۔ تم کہو تو میں اس کی نیند کا وقت بڑھا دوں گا۔"

"نہیں، بے چاری کو وقت پر جاگنے دو۔ اب میں جاؤں گی۔"

وہ جانے سے پہلے اپنی محبت میں دیوانگی کا ثبوت دیتی رہی۔ وہ جانا نہیں چاہتی تھی مگر جانا ضروری تھا۔ میں نے کہا: "ایسی بھی کیا بے قراری ہے۔ یہ ہماری پہلی ملاقات ہے، آخری تو نہیں ہے۔"

"مجھے تو یوں لگتا ہے جیسے ہر خوشی آخری خوشی ہوتی ہے، وصال کا ہر لمحہ آخری ہوتا ہے۔"

اس وقت یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔ میں حسن و شباب کی رنگینیوں میں زیادہ گہری باتیں سمجھنا بھی نہیں چاہتا تھا۔ پتا نہیں وہ کوئی غیر معمولی حسینہ تھی جو مجھے اپنی ذات میں گم کر رہی تھی یا ایک طویل مدت کے بعد توبہ توڑنے کی وجہ سے اس کا جادو سر چڑھ کر بول رہا تھا۔ اس نے صبح چار بجے سے آٹھ بجے تک مجھے ساری دنیا سے چھڑا دیا تھا۔ میرے کانوں میں صرف اس کی رس بھری آواز تھی، میری نگاہوں کے سامنے صرف اسی کا جلوہ رہا۔ جب وہ رخصت ہونے لگی تو مجھے جیسے ہوش آیا۔ میں نے اعتراف کیا: "تم بہت زبردست فنکارہ ہو۔ تم نے اپنی دلفریب اداؤں میں مجھے گم کر رکھا تھا۔ میں تمھیں بھلا نہیں سکوں گا۔ آج رات تم جہاں کہیں بھی رہو گی میں خیال خوانی کی ہتھیلی پر تمھیں بٹھا کر لے آؤں گا۔"

وہ مسکراتے ہوئے بڑے پیار سے رخصت ہو گئی۔

میں نے بنگلے کے بیرونی دروازے کو اندر سے بند کیا۔ تمام بتیاں ابھی تک آن تھیں، میں نے آف کر دیں۔ تھیلما کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا، وہ گہری نیند میں تھی۔ کوئی چالیس منٹ کے بعد بیدار ہونے والی تھی۔ میں نے اس کے دماغ کو ہدایت دی کہ وہ بیدار ہونے کے بعد میری نیند میں مداخلت نہ کرے۔ میں خود ہی اپنے وقت پر بیدار ہو جاؤں گا۔

میں نے دونوں بیٹوں کی خبر لی۔ ان کے ساتھ آدھے گھنٹے تک مصروف رہا پھر دماغی طور پر حاضر ہو کر نیند پوری کرنا چاہتا تھا کہ ایسے ہی وقت فون کی گھنٹی چیخنے لگی۔ میں نے ریسیور اٹھا کر کہا: "ہیلو۔"

جُولی نے ایک سرد آہ بھرتے ہوئے کہا: "میں نے کہا تھا نا وصال کا ہر لمحہ آخری لمحہ ہوتا ہے۔ میں وہ آخری لمحہ گزار آئی ہوں، تم آئندہ مجھے کبھی نہیں دیکھ سکو گے۔"

"یہ کیا کہہ رہی ہو؟"

"میں جو کچھ کہہ رہی ہوں، اسے تم سمجھ نہیں پاؤ گے۔"

"ریسیور رکھو، میں تمھارے پاس آ رہا ہوں۔"

"تم میرے دماغ میں نہیں آ سکو گے۔"

وہ اچانک پُراسرار بن رہی تھی۔ میں کئی بار اس کے دماغ میں پہنچ چکا تھا۔ اب کوئی نئی بات کیسے ہو سکتی تھی۔ میں نے آزمائش کے طور پر خیال خوانی کی پرواز کی، اس کے دماغ میں جگہ مل گئی، اس نے دعویٰ کیا تھا، میں اس کے اندر نہیں آ سکوں گا۔ اس لیے میں خاموشی سے اس کے خیالات پڑھنے لگا کہ اس نے آخر ایسا کیوں کہا تھا؟

وہ ڈائننگ ٹیبل پر ناشتا کر رہی تھی اور میرے متعلق سوچ رہی تھی: "مجھے پورا یقین ہے کہ مجھے دشمنوں کے نرغے سے نکال لانے والا فرہاد علی تیمور ہی ہے۔ کل رات مجھے موقع نہیں مل سکا۔ میں ابھی ناشتا کر کے اس سے ضرور ملنے جاؤں گی۔"

میں شدید حیرانی سے اس کی سوچ پڑھ رہا تھا۔ اس کا دماغ کہہ رہا تھا کہ وہ صبح چار بجے سے آٹھ بجے تک میرے پاس نہیں تھی، یعنی اس نے جسمانی طور پر ایک لمحے کے لیے بھی مجھ سے ملاقات نہیں کی تھی۔ ٹیلیفون کا ریسیور میرے کان سے لگا ہوا تھا۔ میں نے پوچھا: "تم کون ہو؟"

وہ بولی: "اچھا تو تم نے خیال خوانی کی اور جُولی کے دماغ میں پہنچ گئے۔ میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ میرے دماغ میں نہیں آ سکو گے۔"

"میں پھر پوچھ رہا ہوں، تم کون ہو؟"

"میں ایک بدنصیب لڑکی ہوں۔ میری عمر صرف چھ گھنٹے کی تھی، جس میں سے چار گھنٹے تمھارے ساتھ گزارے، اب میری چند سانسیں رہ گئی ہیں۔ میرے آس پاس میری جان کے دشمن موجود ہیں، ایک ریوالور کا رخ میری طرف ہے، میں جا رہی ہوں میرے محبوب!"

"یہ کیا کہہ رہی ہو؟ اچانک معمّا کیوں بن گئی ہو؟ اگر یہ درست ہے کہ تمھارے آس پاس دشمن موجود ہیں تو مجھے دماغ میں آنے دو۔ جُولی کے لہجے میں نہ بولو۔ اپنی اصلی آواز سناؤ، میں تمھیں مرنے نہیں دوں گا۔"

"مجھے افسوس ہے فرہاد! میں نے تمھارے ساتھ تنہائی میں مسرت بھرے لمحات گزارنے کے لیے اپنی جان کا سودا کیا تھا۔ یہ ایک لمبی کہانی ہے جو چند ساعتوں میں بیان نہیں کی جا سکتی۔ مجھے معاف کرنا میرے محبوب! میں جا رہی..."

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی، اٹھائیس سے گولی چلنے کی آواز سنائی دی، اس کے ساتھ ہی اس پُراسرار حسینہ کی آخری چیخ ریسیور سے ابھری۔ میں نے چیخ کر کہا: "نادان نہ بنو، اگر زخمی ہوئی ہو تو اب بھی اپنی اصل آواز سنا دو۔ میں تمھاری جان بچانے کی ہر ممکن کوشش کروں گا۔ بولو، تم کون ہو؟"

اچانک رابطہ ختم ہو گیا۔ دوسری طرف سے یقیناً وہاں ٹیلیفون کا تار الگ کیا گیا ہو گا۔ میں تھوڑی دیر تک اسی طرح ریسیور تھامے گم صم سوچتا رہا، یہ سب کیا ہو رہا ہے؟ وہ کون تھی، جو چند گھنٹوں کے لیے میرے پاس آئی پھر خود کو دشمنوں کے حوالے کر دیا۔ میں اس کے متعلق جتنا سوچتا جا رہا تھا، اتنا ہی الجھتا جا رہا تھا۔

پھر میں ایک دم سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ وہ کہہ رہی تھی، اس نے میری چاہت میں میرے ساتھ تنہائی میں وقت گزارنے کے لیے زندگی کا سودا کسی سے کیا تھا۔ وہ یہ بھی کہہ رہی تھی کہ آخری وقت اس کے پاس کئی دشمن تھے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ میرے دشمن تھے۔ انھوں نے اس حسینہ کے ذریعے یہ تصدیق کی تھی کہ میں ہی فرہاد علی تیمور ہوں۔ تصدیق کرنے کے بعد وہ مجھے گھیرنے والے تھے یا اب تک گھیر چکے تھے۔ پتا نہیں کیوں ابھی تک خاموش تھے؟ نہ مجھ پر حملہ کر رہے تھے، نہ مجھے چیلنج کر رہے تھے، کیا وہ میرے باہر نکلنے کا انتظار کر رہے تھے؟

میں خواب گاہ سے باہر آیا۔ ڈرائنگ روم کی ایک کھڑکی کا پردہ ذرا سا ہٹا کر دیکھا۔ احاطے کے مین گیٹ کے پاس دو گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں۔ اُن میں کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے پردے کو برابر کیا پھر تیزی سے چلتا ہوا زینے کے پاس آیا۔ اس زینے پر چڑھتا ہوا چھت پر پہنچا۔ وہاں سے چاروں طرف دیکھا۔ بنگلے کے چاروں طرف گاڑیاں ہی گاڑیاں کھڑی دکھائی دے رہی تھیں۔ اُن میں مسلح اجنبی نظر آ رہے تھے۔ تھیلما کا وہ بنگلا سانپ کا بل بن گیا تھا۔ اُن کے آگ دکھانے کی دیر تھی، میں سانپ کی طرح مجبور ہو کر اس بل سے باہر نکلنے پر مجبور ہو جاتا۔

میں زینے سے اتر کر نیچے آیا۔ تھیلما بیدار ہو گئی تھی۔ اپنی خواب گاہ سے باہر آ رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر خوشی سے کچھ کہنا چاہتی تھی، گولی چلنے کی آواز پر سہم کر دوڑتی ہوئی میرے پاس آ گئی۔ باہر سے فائرنگ کر کے بند دروازے کے لاک کو توڑا گیا تھا۔ چار مسلح شخص دندناتے ہوئے اندر آئے پھر مجھے دیکھ کر رک گئے۔ ایک نے میری طرف انگلی اٹھا کر کہا: "ہمیں ملنے والی اطلاع کے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

مطابق اس بنگلے میں ایک ہی مرد ہے اور وہ فرہاد علی تیمور ہے۔"

تھیلما نے کہا "یہ اونیل ہے، اونیل مورس۔ تم لوگ کون ہو؟"

"اے عورت! چپ رہ۔ اب بولے گی تو ریوالور کی ایک گولی تجھے خاموش کر دے گی۔"

میں نے کہا "تھیلما! میری اصلیت یہی ہے جو یہ بیان کر رہا ہے۔ میں اونیل نہیں فرہاد علی تیمور ہوں۔ اب ہمارے درمیان کچھ نہ بولنا۔"

اُس شخص نے کہا "چلو اچھا ہوا، تم نے خود ہی اپنے فرہاد ہونے کا اعتراف کر لیا۔ میرا خیال ہے پہلے تم ہمارے دماغوں میں پہنچنے کی ناکام کوششیں کر لو، اس کے بعد ہم اپنی بات کریں گے۔"

ایک تو اپنی آواز سنا رہا تھا۔ باقی تینوں بھی اپنی آواز سنانے لگے۔ میں نے کہا "میں خیال خوانی ضروری نہیں سمجھتا۔ کام کی بات کرو۔"

"جلدی کیا ہے؟ تم ہمارے دماغوں میں نہیں آنا چاہتے، نہ آؤ مگر خیال خوانی کے ذریعے اپنے خیال خوانی کرنے والے ساتھیوں کو بلا لو۔ اپنے بچاؤ کے جتنے ذرائع استعمال کر سکتے ہو کر لو۔ ہم چاہتے ہیں تمہارے دل میں کوئی حسرت نہ رہے۔"

میں نے کہا "تمہارا یہ چیلنج بتا رہا ہے کہ آج میری کوئی احتیاطی تدبیر کام نہیں آئے گی۔ اتنی سی عقل مجھ میں بھی ہے۔ تمہارے آدمیوں نے اس بنگلے کو چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے۔ اگر میرے آدمی یا قانون کے محافظ ان کا محاصرہ توڑنا چاہیں گے یا میرے خیال خوانی کرنے والے ساتھی کسی طرح تم لوگوں کو ٹریپ کرنا چاہیں گے تو تم میں سے کوئی بھی مجھے فوراً گولی مار دے گا۔"

"کافی سمجھ دار ہو۔"

"ہاں میں نے سمجھ داری کا ثبوت دیا ہے، اب بتاؤ ارادہ کیا ہے؟"

"سُپر ماسٹر تمھیں اپنا خاص مہمان بنا کر رکھنا چاہتا ہے۔"

"تمہارا یہ نیا سُپر ماسٹر کچھ زیادہ ہی دلیر ہے۔ اب سے پہلے جتنے بھی سابق سُپر ماسٹر اور ماسک مین آئے، وہ مجھ سے ٹکراتے وقت اپنا نام اور اپنی شخصیت چھپاتے تھے تاکہ ان کے ملک اور قوم پر ٹیلی پیتھی کی آفت نازل نہ ہو۔"

"موجودہ سُپر ماسٹر فولادی دماغ رکھتا ہے۔ وہ تمہاری ٹیلی پیتھی کے شعلوں سے کبھی نہیں پگھلے گا۔ اُس کا پیغام ہے، دشمنی ابھی شروع ہوئی ہے، ابھی ختم ہو جائے گی بس ایک شرط ہے، اپنے دونوں بیٹوں سے کہو، وہ دو گھنٹے کے اندر اس جزیرے کو چھوڑ دیں کیوں کہ سُپر ماسٹر نے ان دونوں کو اغوا کرنے کا ارادہ ترک کر دیا ہے۔ وہ جزیرہ ہمارا ہے اور ہمارے لیے بہت اہم ہے۔ ہم اسے سلمان رازی سے خالی کرا لیں گے۔"

"مجھے اور میرے بیٹوں کو اس جزیرے سے بس اتنی ہی دلچسپی ہے کہ آئندہ وہاں دہشت گرد تیار نہ کیے جائیں۔ میں اس سلسلے میں خود تمہارے سُپر ماسٹر سے بات کرتا ہوں، تم تھوڑی دیر خاموش رہو۔"

"نہیں مسٹر فرہاد! ہمارا سُپر ماسٹر تم سے براہِ راست گفتگو نہیں کرے گا اور نائب سُپر ماسٹر کو موجودہ معاملات کے اس نئے رُخ کا علم نہیں ہے۔ تم جو گفتگو کرنا چاہو گے، مجھ سے کرو گے۔ میرا نام ہرمین گیبل ہے۔ سُپر ماسٹر کے خاص معاملات میرے ذریعے رازداری سے طے کیے جاتے ہیں۔"

میں نے اسے ناگواری سے دیکھا۔ پھر خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے نائب سُپر ماسٹر کو مخاطب کیا اور کہا "میں موجودہ سُپر ماسٹر سے بات کروں گا۔"

وہ کمپیوٹر کے ذریعے رابطہ قائم کرنے لگا۔ ہرمین گیبل نے مجھے گھورتے ہوئے پوچھا "اے مسٹر! کیا منع کرنے کے باوجود تم کسی سے رابطہ قائم کر رہے ہو؟"

اسی وقت رابطہ قائم ہو گیا۔ میں نے پوچھا "کیا ہرمین گیبل نامی شخص کے ذریعے تم مجھے ٹریپ کر رہے ہو؟"

کمپیوٹر کی اسکرین پر جواب اُبھرا "کون ہرمین گیبل؟ میں اس نام کے کسی شخص کو نہیں جانتا۔ آخر معاملہ کیا ہے؟ تمہاری باتوں سے پتا چل رہا ہے کہ وہ میرے نام کی آڑ لے کر تمھیں ٹریپ کر رہا ہے۔ اگر تم کسی طرح بے بس ہو گئے ہو تو مجھے فوراً بتاؤ، میں تمہارے کس کام آ سکتا ہوں؟"

میں نے کہا "میں ابھی تھوڑی دیر بعد رابطہ قائم کروں گا۔"

میں نے آرمر کو مخاطب کیا، اسی لمحے شدید تکلیف کا احساس ہوا۔ ہرمین نے فائر کیا۔ ایک گولی میرے بائیں بازو کو چھید کر گزر گئی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا "تمہاری خاموشی بتا رہی تھی کہ تم سُپر ماسٹر کو زحمت دے رہے ہو مگر اب نہیں دے سکو گے۔ میں تمہاری قوتِ برداشت کا اندازہ کر رہا ہوں۔ اگر تم ایک گولی کھا کر بے ہوش نہ ہوئے تو ہم ایک انجکشن کے ذریعے تمھیں گہری نیند سُلا کر اپنے ساتھ لے جائیں گے۔"

گولی بازو میں رہ جاتی تو ناقابلِ برداشت تکلیف ہوتی۔ وہ زخم پہنچا کر گزر گئی تھی۔ میں زخم سے اُٹھنے والی ٹیسوں کو برداشت کر رہا تھا اور یہ سمجھ رہا تھا کہ دشمنوں کے چنگل سے نکل نہیں پاؤں گا۔ فوری طور پر ماسک مین کی چال سمجھ میں آ رہی تھی، وہ سُپر ماسٹر کے کاندھے پر بندوق رکھ کر جزیرہ خالی کرانا چاہتا تھا۔ میرے الزام دینے پر وہ کبھی تسلیم نہیں کرے گا کہ وہ سلمان رازی کی مدد کرنے اور میرے بیٹوں کو جزیرے سے نکالنے کے لیے مجھے قیدی بنا رہا ہے۔

اور اگر یہ ماسک مین کی چال ہے تو سُپر ماسٹر خاموش تماشائی نہیں ہو گا۔ وہ بھی اپنے جزیرے کو دوبارہ حاصل کرنے کے لیے کوئی گہری چال چل رہا ہو گا۔ بہرحال دو سُپر طاقتوں کے درمیان ہم باپ بیٹے بُری طرح پِسنے والے تھے۔

میرے بازو سے خون بہہ رہا تھا۔ تھیلما اپنی میکسی کے دامن کو چیر کر بازو پر پٹی باندھنے اور خون روکنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔ پریشان ہو کر پوچھ رہی تھی "یہ کیا ہو رہا ہے؟ کیا تم میرے ساتھ رہنے کی سزا پا رہے ہو؟ تم اونیل ہو یا فرہاد، میرے لیے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ تم ایک عظیم انسان ہو۔ میری سمجھ میں نہیں آتا، میں تمہارے کس طرح کام آؤں۔ اب گولی چلے گی تو ڈھال بن جاؤں گی۔"

وہ مجھ سے ڈھال بن کر لپٹ گئی۔ میں نے ایک ہاتھ سے اسے ہٹا کر کہا "میں نہیں چاہتا، یہ لوگ تمہارے ساتھ بدتمیزی کریں۔ تم اپنے کمرے میں جاؤ۔ میرے یہاں سے جانے کے بعد ہی باہر نکلنا۔ تم میرے لیے کچھ کرنا ہی چاہتی ہو تو فوراً میرے مشورے پر عمل کرو۔"

"کیا تم چلے جاؤ گے؟"

"ہاں۔ مگر جلد ہی واپس آؤں گا۔ اب جاؤ یہاں سے۔"

وہ اٹھتے ہوئے بولی "تم جو کہتے ہو، وہی کرتے ہو۔ مجھے یقین ہے، تم واپس آؤ گے۔"

وہ چلی گئی۔ ہرمین نے کہا "مسٹر فرہاد! تم بہت سخت جان ہو۔ میرے ریوالور کی ایک گولی نے تمہارا کچھ نہیں بگاڑا۔ تمھیں نیند کا انجکشن لگانا ہی ہو گا۔"

میں زخمی ہونے کے باعث تکلیف میں مبتلا تھا۔ خیال خوانی نہیں کر سکتا تھا۔ یہ تو اچھا ہوا کہ گولی لگنے سے پہلے ہی میں نے آرمر کو مخاطب کیا تھا۔ وہ میرے دماغ میں آ گیا تھا۔ مجھے دشمنوں کے نرغے میں دیکھ کر اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ میری مدد کیسے کرے؟ وہ بہت ہی سیدھا سادہ اور امن پسند آدمی تھا۔ اس نے رسونتی کو بلایا، وہ مجھے مصیبت میں دیکھ کر رو سکتی تھی، دشمنوں کو رُلانے کی تدبیر نہیں کر سکتی تھی۔ میں نے ناگواری سے کہا۔ "وقت ضائع نہ کرو۔ ڈینی دانیال کو بلاؤ۔"

وہ گئی اور دانیال کو بُلا کر لے آئی۔ اس وقت تھیلما میرے پاس سے اُٹھ کر جا رہی تھی اور ہرمین گیبل اپنے ایک ماتحت سے کہہ رہا تھا "انجکشن تیار کرو۔ ہمیں یہاں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔"

میں نے دانیال سے کہا "یہ شخص جو انجکشن لگانے کی بات کر رہا ہے، اس کا نام ہرمین ہے۔ خود کو سُپر ماسٹر کا خاص ماتحت کہہ رہا تھا۔ ابھی سُپر ماسٹر نے کہا ہے کہ وہ کسی ہرمین کے ذریعے مجھے قیدی نہیں بنا رہا ہے۔ اس انکار کے بعد ایک ماسک مین ہی ایسا ہے جو مجھے قیدی بنانے کی جرأت کر سکتا ہے۔"

ڈینی دانیال نے کہا "ذرا ایک منٹ، میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ تھیلما کے پاس گیا۔ تھیلما اپنے بیڈ روم میں پریشانی سے ٹہل رہی تھی۔ اس نے دماغ میں رہ کر معلوم کیا۔ اس کے پاس ریوالور وغیرہ ہے یا نہیں؟ پھر اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما کر الماری کے پاس لے گیا۔ تھیلما نے الماری کو کھولا، اس کے ایک حصے میں نوٹوں کی گڈیاں ہی گڈیاں نظر آ رہی تھیں، ان گڈیوں کے اوپر ایک بھرا ہوا ریوالور رکھا ہوا تھا۔ وہ ریوالور لے کر کھڑکی کے پاس آئی، پردے کو ذرا سا سرکا کر دیکھا۔ ہرمین اپنے تین ماتحتوں کے ساتھ نظر آ رہا تھا۔ اس نے ہرمین کے دائیں بازو کا نشانہ لیا، پھر ٹرائیگر دبا دیا۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ ہی ہرمین کے حلق سے چیخ نکلی۔ گولی بازو کے بجائے سینے میں پیوست ہو گئی تھی۔ وہ اُچھل کر فرش پر گر پڑا تھا۔

ڈینی دانیال چاہتا تھا، اسے زخمی کر کے اس کے دماغ میں پہنچ جائے اور اس کے ذریعے تمام ماتحتوں کو کنٹرول کرے لیکن وہ دم توڑ رہا تھا۔ اس نے اس کے ڈوبتے ہوئے دماغ میں پہنچ کر معلوم کرنا چاہا کہ وہ کس کے لیے کام کر رہا ہے لیکن اسی لمحے میں اس نے دم توڑ دیا۔ اس کے دو ماتحت دوڑتے ہوئے تھیلما کے کمرے کی طرف آ رہے تھے۔ دانیال نے پھر تھیلما کے دماغ پر قبضہ جما کر ریوالور سے فائر کرایا۔ ایک گولی ضائع

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہوگئی۔ آنے والوں میں سے ایک دیوار کی آڑ میں ہوگیا تھا اور دوسرا صوفے کے پیچھے کود کر جا رہا تھا' دوسری گولی نے اسے گرا دیا۔ تھیلما اس کھڑکی سے ہٹ گئی۔ وہاں سے دوڑتی ہوئی دوسرے دروازے کے پاس آئی۔ اسے کھول کر ایک کوریڈور سے گزرتی ہوئی دوسرے کمرے میں آئی پھر بنگلے کے مختلف حصوں سے گزرتی ہوئی ڈرائنگ روم کی ایک کھڑکی کے پاس پہنچی۔ اب دو دشمن رہ گئے تھے۔ ایک اسے تلاش کرتا پھر رہا تھا۔ دوسرا میرے سامنے کھڑا اس کے بیڈ روم کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "میں تمھیں وارننگ دے رہا ہوں، میرے دس گننے تک ہتھیار پھینک کر سامنے آجاؤ' ورنہ فرہاد کو گولی مار دوں گا۔"

وہ گننے کے لیے ایک بھی نہ کہہ سکا۔ ایک گولی اس کے شانے کی ہڈی توڑتی ہوئے گزری۔ ریوالور قالین پر گرا تو میں نے اُسے اٹھا لیا۔ آرمر نے میرے دماغ میں آکر کہا "کسی طرح چند منٹ اور انھیں الجھائے رکھو۔ میں نے استنبول کی انتظامیہ کو چیلنج کیا ہے کہ اگر تمھاری جان کو کچھ ہوا تو پورے شہر میں ٹیلی پیتھی کا زلزلہ آجائے گا۔ کافی تعداد میں پولیس فورس یہاں پہنچ رہی ہے۔"

میں نے کہا "اِس زخمی کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کرو کہ یہ لوگ کس کے لیے کام کر رہے ہیں؟"

میری بات ختم ہوتے ہی گولی چلنے کی آواز آئی۔ تھیلما کی چیخ سنائی دی۔ میں صوفے پر سے لڑھک کر قالین پر آیا۔ اگر ذرا بھی دیر کرتا تو صوفے کی پشت میں پیوست ہونے والی گولی مجھے چاٹ جاتی۔ میں نے کروٹ بدل کر فائر کیا۔ وہ چوتھا اور آخری شخص تڑپ کر اُچھلا پھر فرش پر پہنچ کر ٹھنڈا پڑ گیا۔ میں اٹھ کر تھیلما کی طرف آیا۔ وہ کراہتے ہوئے بولی "میرے پاؤں میں گولی لگی ہے سمجھ میں نہیں آتا' مجھ میں اچانک اتنی دلیری کیسے پیدا ہوگئی۔ میں نے پہلے کبھی ریوالور نہیں پکڑا۔ آج میں نے ایک کو زخمی کیا اور دو کو مار ڈالا۔"

ڈینی دانیال نے کہا "فرہاد صاحب! میں تھیلما کے ذریعے ہرمین کو صرف زخمی کرنا چاہتا تھا لیکن تھیلما اناڑی ہے اور میرا نشانہ بھی کوئی خاص نہیں ہے۔ وہ کمبخت ہمارے اناڑی پن سے مر گیا۔ اس کے دماغ میں پہنچنے کا موقع نہیں ملا ورنہ معلوم ہو جاتا کہ وہ کس کے لیے کام کر رہے ہیں۔"

آرمر نے کہا "فرہاد! یہ زخمی کرائے کا ٹٹو ہے۔ اِن سب کو ہرمین بڑی بڑی رقمیں دے کر لایا تھا۔ یہ لوگ کسی سپر ماسٹر یا ماسک مین کو نہیں جانتے۔"

دانیال نے کہا "جو لوگ اس بنگلے کا محاصرہ کیے ہوئے ہیں' ان میں سے شاید کوئی اصل دشمن کا نام بتا سکے۔"

میں ان باتوں کے دوران فرسٹ ایڈ بکس لا کر تھیلما کی مرہم پٹی کر رہا تھا۔ اسی وقت باہر سے فائرنگ کی آوازیں آنے لگیں۔ میں نے مردہ دشمنوں کے ہتھیار اٹھائے پھر تھیلما کو کاندھے پر لاد کر سیڑھیاں چڑھتا ہوا چھت پر جانے لگا۔ باہر سے شیلنگ ہو رہی تھی۔ آنسو گیس کے گولے کھڑکیوں کے شیشے توڑ کر اندر آرہے تھے۔ دشمن چاہتے تھے کہ میں مجبور ہوکر باہر نکل آؤں۔ میں چھت پر پہنچتے ہی تھیلما کے ساتھ لیٹ گیا۔ حملہ کرنے والے ہمیں دیکھ لیتے تو چھت پر شیلنگ شروع کر دیتے۔ وہاں ہم کھلی فضا میں سانس لے رہے تھے۔

باہر زبردست فائرنگ ہو رہی تھی۔ آرمر نے آکر بتایا' استنبول کی پولیس فورس پہنچ گئی ہے۔ دشمن مر رہے ہیں یا پھر فرار کا راستہ پا کر بھاگ رہے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد فائرنگ بند ہوگئی' سناٹا چھا گیا۔ چند لمحوں کے بعد ایک پولیس افسر نے کہا "مسٹر فرہاد! آپ کے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ ہم اندر آرہے ہیں۔"

میں نے چھت پر کھڑے ہوکر دیکھا' میدان دشمنوں سے صاف ہو چکا تھا۔ صرف مسلح سپاہی نظر آرہے تھے۔ ہم چھت سے اُتر کر ڈرائنگ روم میں آگئے۔ پولیس افسر آرمر کی ہدایت کے مطابق پہلے ہی ایک ڈاکٹر کو ساتھ لے آیا تھا۔ اس نے میرے اور تھیلما کی مرہم پٹی کی۔ افسر نے فائرنگ کے سلسلے میں رسمی سوالات کیے۔ پھر دو دشمنوں کو میرے سامنے لایا گیا۔ وہ فرار ہونے میں ناکام رہے تھے۔ میں نے کہا "اپنے اپنے نام اور پتے بتاؤ۔" وہ بتانے لگے۔ میں نے کہا "ٹیلی پیتھی جاننے والے تمھارے دماغوں میں آرہے ہیں۔ اگر سانس روکو گے تو میں تمھیں گولی مار کر زخمی کروں گا۔"

ایک نے کہا "ہم سانس نہیں روکیں گے جو پوچھنا چاہو پوچھ لو۔"

ڈینی دانیال' رسوتی اور آرمر ان دونوں کے دماغوں میں پہنچ گئے تھے۔ میں نے پوچھا "کس کے لیے کام کر رہے ہو؟"

ایک نے جواب دیا "ہم کنگ آف کرائمز کی بہن جُولی کے آدمی ہیں۔"

میں نے کہا "کیا بکواس کرتے ہو؟ وہ تو میری احسان مند ہے۔ وہ مجھ سے دشمنی کیوں کرے گی؟"

"جناب! ہماری بات کا یقین کریں۔ ہم دشمنی کی وجہ نہیں جانتے۔ جُولی صبح آٹھ بجے آپ کے پاس سے یہاں کے چھ نمبر بنگلے میں آئی تھی۔ ہم اس کے حکم کے مطابق اس کا انتظار کر رہے تھے۔ اس نے آکر کہا "ہرمین گیبل' فرہاد کے بنگلے کا محاصرہ کر رہا ہے۔ ہمیں ہرمین کی مدد کے لیے جانا چاہیے۔ مگر پہلے وہ یقین کرنا چاہتی تھی کہ آپ بنگلے میں سو رہے ہیں یا کہیں باہر جانے کا ارادہ کر رہے ہیں۔"

وہ ذرا چپ ہوا۔ اس کے ساتھی نے کہا "جُولی نے ہمارے سامنے ریسیور اٹھا کر آپ سے رابطہ قائم کیا اور آپ کو یہ تاثر دیا کہ اس نے آپ کے ساتھ تنہائی میں وقت گزارنے کے لیے دشمنوں سے اپنی جان کا سودا کیا تھا۔ اس کے آس پاس دشمن ہیں اور وہ اسے گولی مارنے والے ہیں۔ یہ کہہ کر اس نے ریسیور کے قریب ریوالور سے ہوائی فائر کیا' خواہ مخواہ چیخ مار کر خاموش ہوئی۔ پھر ٹیلیفون کا پلگ نکال کر ہمیں حکم دیا کہ ہم ہرمین کی مدد کے لیے چلے جائیں۔ اب ہم حکم کی تکمیل کے لیے یہاں آکر پھنس گئے ہیں۔"

دانیال نے میرے پاس آکر کہا "میں نے ان کے چور خیالات پڑھے ہیں۔ اِن کا بیان درست ہے۔"

پولیس افسر نے کہا "میں ابھی جاکر جُولی کو حراست میں لوں گا۔"

میں نے کہا "جُولی بے قصور ہے۔ میں زخمی ہونے سے پہلے اس کے دماغ کو پڑھ چکا ہوں۔ وہ میرے پاس یہاں نہیں آئی تھی۔ میرے پاس آکر جانے والی جُولی ایک فراڈ حسینہ ہے۔ جُولی کے یہ دونوں ماتحت بھی دھوکا کھا گئے۔ ان کا بیان درست ہونے کے باوجود جُولی بے قصور ہے۔ پلیز! آپ جُولی اور اس کے بھائی کنگ آف کرائمز کے خلاف میرے سلسلے میں قانونی کارروائی نہ کریں۔"

پولیس افسر سپاہیوں کے ساتھ چلا گیا۔ باہر چار مسلح سپاہی ڈیوٹی پر چھوڑ گیا تھا۔ رسوتی نے پوچھا "اگر جُولی بے قصور ہے تو وہ عورت کون تھی؟"

میں نے کہا "اس عورت نے معمّا بننے کی کوشش کی تھی مگر اس حد تک معلوم ہوگیا کہ وہ سُپر ماسٹر یا ماسک مین کی آلۂ کار تھی۔ اس نے میرے پاس آکر تصدیق کی کہ میں فرہاد ہی ہوں۔ اس کے بعد مجھے گھیرنے کی کوشش کی گئی تھی اور گھیرنے والے ہم سے جزیرہ خالی کرانا چاہتے تھے۔"

"کیا آپ پھر سے عیاشی کے راستے پر چل پڑے ہیں؟"

"فضول باتیں نہ کرو۔"

"واقعی یہ فضول باتیں ہیں' میں نہیں کروں گی مگر دنیا کرے گی۔ یہ بات جوان بیٹوں کو معلوم ہوگی تو کیا آپ کو شرم نہیں آئے گی؟"

"بیٹے نادان نہیں ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ موت یا عورت کسی بھی عمر میں آجاتی ہے۔"

"یہ سراسر ڈھٹائی ہے۔ وہ عورت جو ناکام ہوئی ہے' وہ پھر آئے گی اور آپ عادت سے مجبور ہوکر پھر پھنسیں گے۔"

میں نے سوچا' کیا وہ پھر آئے گی؟ اگرچہ دشمن جاں تھی مگر بہت خوب تھی۔ میری یادوں میں اپنی اداؤں کی بہت سی رنگینیاں چھوڑ گئی تھی۔ اس نے بڑی چالاکی سے دشمنی بھی کی تھی اور دوستی بھی۔ جدائی کے آخری لمحے تک یقین دلاتی رہی کہ میری خاطر دشمنوں کی گولی کا نشانہ بن رہی ہے۔ ایسی مکار حسینہ میرے کسی دشمن کی معمولی آلۂ کار نہیں ہوگی۔ وہ کسی خاص اہمیت کی حامل ہوگی۔ اس کے لیے دماغ سے سوچنا چاہیے مگر دل سوچ سوچ کر' دھڑک دھڑک کر کہہ رہا تھا' وہ مجھے پھانسنے کے لیے پھر کسی نئے روپ میں آئے گی۔

*

سلمان رازی کی ٹوٹی ہوئی انگلیاں جوڑنے کے لیے پلاستر چڑھایا گیا تھا۔ وہ دونوں ہاتھ گود میں رکھے بستر میں بیٹھا رہتا تھا یا پناہ گاہ کے اندر چلتا پھرتا رہتا تھا۔ اس نے علی تیمور سے کہا۔ "اس چار دیواری میں میرا دم گھٹ رہا ہے۔ مجھے باہر کھلی فضا میں جانے دو۔"

اس نے جواب دیا "جب تمھارا دم گھٹ جائے گا تو چار آدمی کاندھوں پر اٹھا کر باہر لے جائیں گے۔ فی الحال یہاں

خوابوں کی تعبیر' ان کی حقیقت اور ان کی افادیت کے بارے میں ایک نادر کتاب

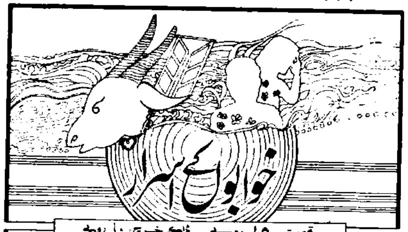

قیمت ۱۵ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

خواب کیا ہوتے ہیں؟
ان کی تعبیر کیا ہوتی ہے؟
خواب کیوں نظر آتے ہیں؟
خوابوں کے بارے میں مکمل معلومات

کتاب کے چند عنوانات:

- نیند
- بچوں کے خواب
- کثرت سے نظر آنے والے خواب
- خواب اور یہودیت
- خوابوں کی مذہبی اہمیت
- خوابی اصطلاحیں
- الہامی خواب
- خواب اور الجھنیں
- خواب اور اسلام
- خوابوں کی لغت
- تحلیل نفسی کے طریقے
- رویائے صادقہ
- خواب اور آدمی
- خواب اور مستقبل

خوابوں پر ایک مکمل اور مستند کتاب

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

آرام سے رہو۔ زیادہ بولو گے تو اسٹور روم میں بند کر دوں گا۔"

وہ کمرے میں جاکر ٹرانسمیٹر کے ذریعے پارس اور رکمی سے رابطہ قائم کرتا تھا۔ وہ تینوں جزیرے میں مضبوطی سے قدم جمائے رکھنے کے لیے منصوبے بناتے تھے پھر اس پر عمل کرتے تھے۔ علی تیمور نے تمام جزیرے میں اعلان کرایا تھا "اب سلمان رازی اپنی فیملی کے ساتھ محض شکست خوردہ قیدی ہے۔ لہٰذا اس کے تمام وفادار میری اور پارس کی پناہ گاہوں کے سامنے آکر ہتھیار ڈال دیں اور کیمپ نمبر دو میں جاکر اگلے احکامات کا انتظار کریں۔ جو لوگ ہتھیار نہیں ڈالیں گے اور گوریلا جنگ لڑنے کی حماقت کریں گے، انھیں کُتّے کی موت مارا جائے گا۔"

رکمی اپنے فرائض انجام دے رہی تھی۔ وہ ہتھیار ڈالنے والوں کو دونوں پارس کی وفاداری کے لیے کہتی تھی۔ ان سے روبرو باتیں کرتی تھی۔ آرمر اور دانیال ان کے دماغوں میں جاکر سچے اور کھرے وفاداروں کی پہچان کرتے تھے۔ باقی لوگوں کو حکم دیتے تھے کہ وہ شمالی ساحل پر جمع ہو جائیں، انھیں جزیرے سے باہر بھیجنے کے انتظامات کیے جا رہے ہیں۔

پارس تمام مورچوں اور کیمپوں میں جاکر دیکھتا تھا کہ ہتھیار ڈالنے سے انکار کرنے والا کوئی رہ نہ گیا ہو۔ وہ خانم کو اپنے ساتھ گن پوائنٹ پر رکھ کر لے جاتا تھا۔ اس طرح کوئی چُھپ کر رہنے والا سلمان رازی کا وفادار اسے نقصان نہیں پہنچا سکتا تھا۔ جب مجھے اغوا کرنے اور قیدی بنانے کا منصوبہ ناکام ہو گیا تو دونوں سُپر طاقتیں رسونتی اور میرے دونوں بیٹوں سے رابطہ قائم کرنے لگیں۔ سُپر ماسٹر نے کہا "مادام رسونتی! وہ کمبخت سلمان رازی ہم دونوں کا مشترکہ دشمن ہے، اسے جزیرے سے نابود کرنے کے لیے فوجی امداد ضروری ہے۔ میں یہ امداد پہنچانے کے لیے تیار ہوں۔"

رسونتی نے جواب دیا "سپر ماسٹر! کمبخت رازی سے پہلے تم دشمن تھے، تم نے میرے دونوں بیٹوں کو اغوا کرنے اور قیدی بنا کر رکھنے کی بھرپور کوشش کی تھی۔"

"یہ سابقہ سُپر ماسٹر کی غلطی تھی۔ فرہاد صاحب نے اس غلطی کی سخت سزا دی ہے۔ تمام ٹرانسفارمر مشینیں اور نقشے برباد کر دیے اور اس سُپر ماسٹر کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اب آپ لوگوں کا غصہ ختم ہو جانا چاہیے۔ میں سُپر ماسٹر کا عہدہ سنبھال کر آپ لوگوں سے دوستی کی نئی مثال قائم کرنا چاہتا ہوں۔"

"آج تک جتنے سُپر ماسٹر آئے، سب نے دوستی کی عبرتناک مثالیں قائم کیں۔ مجھے افسوس ہے مسٹر فرہاد تمام بڑے ممالک سے رسمی تعلقات تو رکھ سکتے ہیں، اندھی دوستی نہیں کر سکتے اور نہ ہی جزیرے میں کسی کی امداد قبول کر سکتے ہیں۔"

"دنیا کا کوئی ملک بڑے ممالک کی امداد کے بغیر قائم نہیں رہ سکتا اور یہ تو ایک ننھا سا جزیرہ ہے اور اس جزیرے کے قانونی مالک ہم ہیں۔ اگر مسٹر فرہاد کسی بھی ملک کی فوج کو وہاں قدم رکھنے کی اجازت دیں گے یا درپردہ لیبیا کو اس جزیرے سے فائدہ پہنچائیں گے تو یہ معاملہ بین الاقوامی عدالت میں جائے گا، جزیرہ ہماری ملکیت ہے اس لیے مقدمے کا فیصلہ ہمارے حق میں ہوگا۔ بات بڑھانے سے کیا فائدہ؟ آپ لوگ آئے دن کی مصروفیات چھوڑ کر خواہ مخواہ کسی مقدمے میں ملوث ہونا نہیں چاہیں گے۔ آپ اس معاملے پر اچھی طرح غور کر لیں۔ میں پھر رابطہ قائم کروں گا۔"

ماسک مین نے جناب شیخ الفارس سے اس سلسلے میں رابطہ قائم کیا۔ انھوں نے رسونتی کو بلایا۔ اس کی موجودگی میں ماسک مین سے کہا "سلمان رازی نے تمھاری فوج کو جزیرے میں آنے کی دعوت دی۔ تم اس کی مدد نہیں کرو گے تو وہ اسرائیلی فوج کو بلائے گا۔ وہ جزیرہ حقیقتاً سُپر ماسٹر کی ملکیت ہے۔ وہ اپنی ملکیت سے دست بردار نہیں ہوگا جس کے نتیجے میں یہ معاملہ ایک طویل جنگ کی صورت اختیار کر لے گا۔"

ماسک مین نے کہا "اگر فرہاد صاحب ہمارا تعاون حاصل کرنا پسند کریں تو سپر ماسٹر اس جزیرے میں اپنے دہشت گرد تیار نہیں کر سکے گا۔"

انھوں نے کہا "فرہاد کسی بھی چھوٹی بڑی طاقت کا تعاون حاصل نہیں کرے گا۔ ہم کل صبح تک جزیرے کے متعلق ایک اہم فیصلہ سنائیں گے۔"

ماسک مین نے رابطہ ختم کر دیا۔ جناب شیخ صاحب نے رسونتی سے کہا "فرہاد سے پوچھو، جزیرے سے اس کی کیا دلچسپی ہے؟"

رسونتی نے کہا "وہ چاہتے ہیں اس جزیرے میں اسلامی ممالک کے خلاف دہشت گرد تیار نہ کیے جائیں۔"

"یہ بہت ہی نیک مقصد ہے اور یہ مقصد جزیرے سے دور رہ کر بھی پورا کیا جا سکتا ہے۔ دونوں بیٹوں کو وہاں سے نکل جانے کے لیے کہو اور سُپر ماسٹر سے معاہدہ کرو کہ وہ جزیرے کو تمام دہشت گردوں سے خالی رکھے گا اور وہاں کبھی فوجی اڈا نہیں بنائے گا تو اس کی ملکیت اُسی کی رہے گی۔"

رسونتی نے مجھ سے رابطہ قائم کر کے جناب شیخ صاحب کی ہدایات سنائیں۔ اگرچہ جزیرے پر پوری طرح دونوں پارس چھا گئے تھے، کوئی ان کے قدم نہیں اکھاڑ سکتا تھا۔ تاہم شیخ صاحب کی ہدایات بلکہ احکامات کے سامنے ہم دم نہیں مارتے تھے۔ ان کی

نظر دور رس نتائج پر رہتی تھی۔ میرے بازو کے زخم کی تکلیف کم ہو گئی تھی۔ میں پھر خیال خوانی کے قابل ہو گیا تھا۔ میں نے دونوں بیٹوں سے کہا "جناب شیخ صاحب نے تمھیں جزیرے سے نکلنے کی ہدایت کی ہے۔ وہاں سے واپسی کے لیے تیار رہو۔ میں سُپر ماسٹر سے معاملات طے کر رہا ہوں۔"

میں نے سپر ماسٹر سے رابطہ قائم کیا۔ اس نے کمپیوٹر کے ذریعے کہا "مسٹر فرہاد! مجھے یقین ہے جزیرے کے سلسلے میں دوستانہ معاملات طے ہوں گے۔"

میں نے پوچھا "اگر ہم وہ جزیرہ تمھارے حوالے کر دیں تو اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ وہاں سے دہشت گردوں کو نکال دیا جائے گا اور وہاں کوئی فوجی اڈا قائم نہیں کیا جائے گا؟"

اس نے کہا "ہماری حکومت کی طرف سے آج شام تک بابا صاحب کے ادارے میں یہ تحریری بیان پہنچ جائے گا کہ ہم نے وہاں ایک بھی دہشت گرد رکھا یا فوجی اڈا قائم کیا تو فرہاد علی تیمور اور اس کے بیٹے جوابی کارروائی کر کے پھر اس جزیرے پر قبضہ کر سکتے ہیں۔ اس تحریری معاہدے کی رُو سے ان حالات میں تم باپ بیٹے جزیرے کے قانونی مالک بن جاؤ گے۔"

"ٹھیک ہے۔ وہ تحریری معاہدہ بھیج دو۔ کل صبح تک میرے بیٹے اس جزیرے سے نکل جائیں گے۔"

وہ خوش ہو کر بولا "آپ کا بہت بہت شکریہ۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہ معاملہ اتنی آسانی سے طے ہو جائے گا۔"

"ایک بات اور کہنا چاہتا ہوں۔ سلمان رازی کی فیملی میں تین عورتیں ہیں، ایک بیوی اور دو جوان بیٹیاں، میں چاہتا ہوں تم انھیں جسمانی سزا نہ دو۔ اس جزیرے سے نکال دو، یہی بہت بڑی سزا ہوگی۔"

"میں آپ کی خواہش کے مطابق یہی کروں گا۔"

میں نے پوچھا "اب بتا دو، وہ حسینہ کون تھی؟"

اس نے تعجب سے پوچھا "کون حسینہ؟"

"وہی جو چار گھنٹے کے لیے میری تنہائی میں آئی تھی اور مجھے تمھارا قیدی بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔"

"آپ مجھ پر غلط شبہ کر رہے ہیں۔ آپ کو جلد ہی یقین ہو جائے گا۔ ایسی چالیں ماسک مین ہی چلتا ہے۔"

"ہاں! ابھی تو شبہ ہے۔ میں زیادہ بحث نہیں کروں گا۔"

"فرہاد صاحب! میں تو کھلی ہوئی کتاب ہوں۔ جب ہمارے درمیان خوش اسلوبی سے معاملات طے پا رہے ہیں تو میں احمقانہ چالیں کیوں چلوں گا؟"

"ایسی چالیں چلنے کی ایک بہت ہی اہم وجہ ہے۔ میں نے تمھارے ملک کے خلاف جو تباہی مچائی ہے، اس کے بعد اب کوئی ٹرانسفارمر مشین تیار نہیں ہو سکے گی۔ تمھارے ہاتھوں میں اب صرف دو ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے رہ گئے ہیں۔ تم ان کے ذریعے ہمیں نیست و نابود کر دینے کی ہر ممکن کوشش کرو گے تاکہ ٹیلی پیتھی کا ہتھیار صرف تمھارے ملک میں رہے۔"

"آپ اپنے نقطۂ نظر سے الزام عائد کر رہے ہیں۔ میں نیا سُپر ماسٹر ایک نئے دوستی کے جذبے سے رابطہ قائم کر رہا ہوں اور جلد ہی اپنے بہترین دوست ہونے کا ثبوت پیش کروں گا۔"

"چلو یہی سہی۔ کل وہ جزیرہ تمھارا ہوگا، اس سے پہلے اُدھر کا رخ نہ کرنا۔ خدانخواستہ میرے بیٹوں کے خلاف کوئی سازش ہوگی تو تم پر الزام آسکتا ہے۔ کل تک جزیرے سے دور رہو۔ دیٹس آل۔"

میں نے فرانس کے ایک اعلیٰ حاکم سے کہا کہ وہ شام چھ بجے تک ایک طیارہ اس جزیرے میں بھیج دے۔ وہاں سے علی تیمور، پارس اور ان کے تقریباً پچاس وفادار پیرس آئیں گے۔ پھر میں نے رسونتی، آرمر اور ڈینی دانیال سے کہا "جب تک ہمارے دونوں بیٹے اپنے وفاداروں کے ساتھ پیرس بخیریت نہ پہنچیں، اس وقت تک وہ خیال خوانی کے ذریعے جزیرے میں موجود رہیں۔ انھیں ہر

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

طرح کا تحفظ فراہم کرتے رہیں اور دشمنوں کی سازشوں کو ناکام بنانے کے لیے مستعد رہیں۔"

رسونتی کو اس بہانے اپنے بیٹے علی تیمور کے دماغ میں رہنے کا موقع مل گیا۔ آرمر اور دانیال وہاں مختلف لوگوں کے دماغوں میں چپ چاپ آتے جاتے رہتے تھے اور پارس سے رابطہ قائم رکھتے تھے۔ پارس نے دانیال سے کہا "بہت دنوں بعد میرے دماغ میں آئے ہو۔"

دانیال نے کہا "میں نے کئی بار تم سے رابطہ قائم کرنا چاہا پھر سوچا، آجکل تمہارے پاپا سے تم بھائیوں کی گفتگو ہوتی رہتی ہے۔ شاید میری خدمات کی ضرورت نہ ہو۔"

"کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں، جو پاپا سے کہی نہیں جاسکتیں۔ مثلاً میں تمہارے ہی ذریعے نینسی تک یہ پیغام پہنچا سکتا ہوں کہ وہ کل تک پیرس پہنچ جائے۔ انشاء اللہ وہاں ہماری ملاقات ہوگی۔"

"میں ابھی تمہارا پیغام پہنچا دیتا ہوں۔ کیا وہ میری بات کا یقین کرے گی؟"

"تم پاپا کی آواز اور لہجے میں بولو۔ وہ یقین کرلے گی۔"

دانیال اسی وقت نینسی کے پاس پہنچ کر میرے لہجے میں بولا "بیٹی! میں تمہارے پارس کا پاپا فرہاد بول رہا ہوں۔"

وہ خوش ہو کر بولی "اوہ پاپا! آپ کہاں تھے؟ کسی دشمن نے پارس کو اغوا کیا ہے، اس کی کوئی خبر نہیں مل رہی ہے۔"

"فکر نہ کرو۔ خوش ہو جاؤ۔ پارس خیریت سے ہے۔ اگر کل تک تم پیرس پہنچ جاؤ تو اس سے ملاقات ہو جائے گی۔"

وہ مارے خوشی کے اُچھل کر کھڑی ہو گئی "میں ابھی جاؤں گی پاپا! میں اُڑ کر جاؤں گی۔ اوہ گاڈ، مجھے قوتِ پرواز دے۔ میں کیا کروں سمجھ میں نہیں آتا۔"

وہ کہتے کہتے رُک گئی۔ مایوس ہو کر سوچنے لگی "کیا میں اپنے ملک سے باہر جا سکوں گی؟ حکومت کی طرف سے سخت باز پُرس ہوگی۔ یہ بات اب چھپی نہیں رہی ہے کہ میں پارس کی شریکِ حیات اور فرہاد علی تیمور کی بہو ہوں۔"

دانیال نے کہا "بیٹی! میں تمہاری سوچ پڑھ رہا ہوں، فرہاد کی فیملی کا راستہ صرف خدا روک سکتا ہے۔ اس دنیا کا کوئی بندہ روک نہیں سکتا۔ تم پاسپورٹ نکال کر رکھو۔ یہاں کا کوئی اعلیٰ حاکم خود تمہارے گھر چل کر آئے گا۔ تم سے پاسپورٹ لے جائے گا پھر آج رات یا کل صبح کی کسی فلائٹ سے وہ تمہارے لیے سیٹ بھی ریزرو کرا دے گا۔ تم سفر کی تیاری کرو۔"

دانیال وعدے کے مطابق ایک اعلیٰ حاکم کے دماغ میں پہنچ کر بولا "میں فرہاد تم سے مخاطب ہوں۔"

وہ بیٹھا ہوا تھا، اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ پریشان ہو کر بولا "آپ؟ فرہاد صاحب؟ آپ کیسے آگئے؟ کیا ہم سے کوئی غلطی ہو گئی ہے؟"

"کیا میری بہو کے ملک سے باہر جانے پر پابندی ہے؟"

"آں؟ نہیں۔ کوئی خاص پابندی نہیں ہے۔ دراصل نینسی پر مصلحتاً پابندی عائد کی گئی ہے۔ ہم جانتے تھے، آپ اس پابندی کے خلاف کچھ بولنے آئیں گے تو اس طرح آپ سے ضروری باتیں ہو جائیں گی۔"

"میں آگیا ہوں۔ آپ ضروری باتیں کریں۔"

"ہم جانتے ہیں، شیبا کی ہلاکت کے بعد ہمارے آپ کے درمیان زمین و آسمان کا فاصلہ پیدا ہو گیا ہے۔ آپ یہ فاصلہ کبھی کم نہیں کریں گے، کبھی ہم پر اعتماد نہیں کریں گے لیکن آپ نے نینسی کو بہو بنا کر ہمارے دلوں میں اُمید کی کرن پیدا کردی ہے۔ آپ ہماری قوم کی ایک بیٹی سے رشتہ جوڑ چکے ہیں۔ ہمارے لیے بھی اپنے دل میں کوئی نرم گوشہ پیدا کر سکتے ہیں۔"

دانیال نے کہا "دل میں نرم گوشہ پیدا نہیں کیا جاتا، خود پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر ایسا ہوا تو میں پھر رابطہ قائم کروں گا۔ فی الحال یہ کہنے آیا ہوں کہ نینسی کا پاسپورٹ جا کر لیں اور آج رات کسی فلائٹ سے اسے پیرس روانہ کردیں۔"

"میں خود ابھی جاتا ہوں۔ آپ اطمینان رکھیں، نینسی آج پیرس پہنچ جائے گی۔ پلیز! آپ ہم سے دوستانہ ماحول میں گفتگو کرنے کا وقت مقرر کریں۔"

"ضرور مقرر کروں گا۔ فی الحال خدا حافظ!"

دانیال اتنا کہہ کر اس کے دماغ میں خاموش رہا۔ وہ میرا نام لے کر مجھے مخاطب کر رہا تھا اور بہت کچھ کہنا چاہتا تھا جب مسلسل خاموشی رہی اور اسے یقین ہو گیا کہ فرہاد جا چکا ہے تو اس نے ریسیور اٹھا کر دوسرے حکام سے رابطہ قائم کیا پھر کہا "ابھی فرہاد علی تیمور میرے دماغ میں آیا تھا۔"

دوسری طرف سے پوچھا گیا "کیا دشمن بن کر آیا تھا؟"

"نہ دشمن بن کر نہ دوست بن کر۔ وہ نینسی کو آج رات پیرس پہنچانے کے لیے کہہ رہا ہے۔"

"وہ دوست بھی نہیں تھا، دشمن بھی نہیں تھا۔ اس کا مطلب ہے، کوشش کی جائے تو وہ دوست بن سکتا ہے۔ ہمیں فوراً نینسی کو روانہ کرنے کے انتظامات کرنے چاہئیں۔ ہم ابھی آرہے ہیں۔"

دانیال ان کے دماغ سے چلا آیا۔ پارس کو بتایا "تمہاری نینسی آج ہی رات کو پیرس پہنچ جائے گی۔ وہ خوشی سے دیوانی ہو رہی ہے۔ میں اس کے اندر رہ کر آیا ہوں اور یقین سے کہہ

ہوں، وہ صدقِ دل سے اور اپنی جان سے زیادہ تمہیں چاہتی ہے۔"

پارس نے کہا "یوں تو پہلی بار میرا نکاح جوجو سے ہوا تھا لیکن صحیح معنوں میں نینسی میری شریکِ حیات ہے۔ وہ میری زندگی کی پہلی ازدواجی مسرّت ہے۔ میں بھی اسے دل و جان سے چاہتا ہوں۔ بائی دی وے، تم مجھے اس کی چاہت کا یقین کیوں دلا رہے ہو؟"

دانیال نے کہا "میں بھی یہودی ہوں اور ہم یہودی دوستی نباہنے کے معاملے میں اکثر ناکام رہے ہیں۔ ابھی تک آپ لوگوں نے صرف شیبا پر اندھا اعتماد کیا ہے۔ میں چاہتا ہوں، تم نینسی پر بھی اتنا ہی اعتماد کرو۔ وہ مر جائے گی لیکن تم سے کبھی بے وفائی نہیں کرے گی۔ رہ گئی میری بات تو میں اپنے عمل سے اور دن رات کی خدمات سے تمہارے پاپا کے دل میں جگہ بنانے کی کوشش کرتا رہوں گا۔"

"دانیال! تم نے ابھی سے ہم باپ بیٹوں کے دل جیت لیے ہیں۔ تم ایسے ایسے حالات میں ہمارے اور پاپا کے کام آتے رہے ہو جہاں خدا کے سوا کوئی کام نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں بے لوث اور وفادار دوست بنا کر ہمارے لیے بھیجا ہے۔ ہم شیبا ہی کی طرح تم پر بھروسا کرتے ہیں۔"

علی تیمور، پارس اور کمّی بڑا مصروف دن گزار رہے تھے۔ انھوں نے اپنی روانگی کا ذکر صرف اپنے وفاداروں سے کیا تھا تاکہ وہ تیار رہیں۔ سلمان رازی اور اس کی فیملی سے یہ بات چھپائی گئی تھی۔ اس کے وفاداروں کو جیلوں میں ٹھونس کر باہر سے دروازے مقفّل کر دیے گئے تھے۔ وہ وفادار ہزاروں کی تعداد میں تھے۔ سب کے لیے جیلوں میں گنجائش نہیں تھی، جو بچ رہے تھے انھیں باہر درختوں کے ساتھ رسّیوں سے باندھ دیا گیا تھا۔ اس طرح کوئی ان کی روانگی کے وقت رکاوٹ نہیں بن سکتا تھا۔

شام کو ساڑھے چار بجے ٹرانسمیٹر پر اطلاع ملی کہ ایک مسافر بردار طیارہ چھ بجے تک جزیرے میں پہنچ جائے گا۔ آرمر نے خیال خوانی کے ذریعے اس اطلاع کی تصدیق کی۔ رسونتی نے کہا۔

"جو پائلٹ اور کو پائلٹ طیارہ لے کر آرہے ہیں، میں ان کے دماغوں میں جگہ بنا چکی ہوں۔ کسی شبہے کی بات نہیں ہے۔ طیارہ فرانس کا ہے اور اس کا عملہ محبِّ وطن ہے۔"

علی تیمور اس پناہ گاہ سے سلمان رازی اور زرینہ کو پارس، خانم اور یاسمینہ کے پاس لے آیا تھا۔ کمّی نے کہا "ہماری دانست میں ان کا کوئی وفادار نہیں ہے۔ سب ہی جیل خانوں میں ہیں یا درختوں سے بندھے ہوئے ہیں۔ اگر ہماری نادانستگی میں کوئی آزاد ہوگا تو یہاں آکر سلمان رازی کو بھی اس مقفّل رہائش گاہ سے آزاد کرا لے گا۔"

سلمان رازی نے پوچھا "کیا تم ہمیں یہاں قید کر کے کہیں جا رہے ہو؟"

علی تیمور نے کہا "ہاں۔ تمہارے لیے خوش خبری ہے۔ ہم ہمیشہ کے لیے یہ جزیرہ چھوڑ کر جا رہے ہیں۔"

وہ خوش ہو گیا مگر دونوں بیٹیاں اداس ہو گئیں۔ یاسمینہ نے پارس کا بازو تھام کر پوچھا "کیا یہ سچ ہے؟ تم مجھے چھوڑ کر چلے جاؤ گے؟"

زرینہ بھی سوالیہ نظروں سے علی تیمور کو دیکھ رہی تھی۔ پارس نے یاسمینہ کا ہاتھ اپنے بازو سے الگ کرتے ہوئے کہا "مجھ سے محبوبانہ انداز میں سوال نہ کرو۔ میں تمہارے باپ کا غلام اور تمہارے حسن و شباب کا بھوکا نہیں ہوں۔ اپنے باپ سے کہو، بیٹیوں کے لیے دوسرے مرغے پھانس کر لائے اور ان پر تنویمی عمل کر کے انھیں تم بہنوں کا غلام اور گھر داماد بنا کر رکھے۔"

انھوں نے پوری فیملی کو اس رہائش گاہ میں بند کر دیا۔ باہر سے تمام دروازے مقفّل کر دیے۔ کھڑکیاں جالی دار تھیں۔ انھیں بڑی محنت سے توڑنے کے بعد ہی باہر نکلا جا سکتا تھا۔ علی تیمور نے وارننگ دیتے ہوئے کہا "گھڑی پر نظر رکھو۔ سات بجے سے پہلے کھڑکیاں یا دروازے توڑ کر باہر نہ نکلنا۔ ورنہ بے موت مارے جاؤ گے۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اس رن وے پر آ گئے جہاں جزیرے سے تعلق رکھنے والے طیارے لینڈ کرتے تھے۔ وہ تقریباً پچپن وفاداروں کے ساتھ طیارے کا انتظار کر رہے تھے۔ اندیشہ تھا کہ کسی بھی دشمن کی طرف سے سازشی اقدامات کیے جا سکتے ہیں یا کوئی اَن دیکھی مصیبت راستہ روک سکتی ہے لیکن ایسی کوئی بات نہ ہوئی۔ میں، رسونتی، آرمر اور دانیال خیال خوانی کے ذریعے ان کی حفاظت کر رہے تھے۔ وہ بخیریت پیرس پہنچ گئے۔

فرانس کے جنوب میں جہاں اسپین کی سرحد ہے، وہاں چار مربع ایکڑ زمین میرے نام تھی۔ حکومتِ فرانس نے بابا صاحب کے ادارے کی عمدہ کارکردگی اور میری پائدار دوستی سے خوش ہو کر یہ زمین میری فیملی کے لیے دی تھی۔ سونیا وہاں ہمارے لیے اور ہمارے وفاداروں کے لیے رہائشی مکانات تیار کروا رہی تھی۔ پارس اور علی تیمور کے ساتھ آنے والی کُٹی اور تمام وفاداروں کو سونیا کے پاس روانہ کر دیا گیا۔ علی تیمور، بابا صاحب کے ادارے میں اپنی ماما سے ملنے چلا گیا۔ پارس کو نینسی کا انتظار تھا، یوں بھی وہ بابا صاحب کے ادارے میں جانا مناسب نہیں سمجھتا تھا کیونکہ جوجو وہاں ایک ڈمی پارس کے ساتھ اپنی ازلی معصومیت سے زندگی گزار رہی تھی، وہاں دوسرے پارس کو دیکھ کر اُلجھ سکتی تھی۔

دانیال نے بتایا تھا کہ نینسی رات گیارہ بجے پہنچنے والی ہے۔ پارس ایک سرکاری بنگلے میں اس کا منتظر تھا۔ ابھی دشمنوں کی طرف سے کوئی نئی سازش، نیا ہنگامہ درپیش نہیں تھا۔ راوی میرے بیٹوں کے لیے چین لکھ رہا تھا لیکن میرے نصیب میں چین و آرام نہیں تھا۔ لہٰذا میں داستان کا رخ اپنی طرف موڑ رہا ہوں۔

تھیلما کے بنگلے میں جیسے طوفان آ کر گزر گیا تھا۔ وہ حیران پریشان تھی۔ مجھے تعجب سے دیکھ رہی تھی۔ میں اچانک اونیل سے فرہاد علی تیمور بن گیا تھا اور اس کی نظروں میں ایسا معمّا تھا جو شاید پوری طرح حل نہیں ہوا تھا۔ وہ میرے سامنے گھٹنے ٹیک کر بولی "میری سمجھ میں نہیں آتا، تم کون ہو؟ کیا ہو؟ تمہارے سامنے سے جتنے پردے اٹھتے جاتے ہیں، تم اتنے ہی پُراسرار ہوتے جاتے ہو۔"

میں نے مسکرا کر کہا "میرے بارے میں زیادہ نہ سوچو۔ بس اتنا سمجھ لو، میں جو بھی ہوں، جیسا بھی ہوں، ایک انسان ہوں۔"

"مگر بہت خطرناک ہو۔ دشمنوں کے لیے خطرناک اور دوستوں کے لیے مہربان پچھلی رات غنڈوں کے علاقے میں اکیلے گئے اور اس علاقے کے دادا کی پٹائی کر دی۔ درجنوں غنڈوں کی موجودگی میں اسے پکڑ لائے اور مہربان ایسے کہ مجھے ایک رات میں کروڑپتی بنا دیا۔ ابھی دشمنوں نے تمہیں مارنے یا قیدی بنا کر لے جانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔"

"میں تمہاری دلیری کی وجہ سے بچ گیا۔ تم نے ریوالور سے گولیاں چلا کر کسی کو زخمی کیا، کسی کو ہلاک کر دیا۔ تم بھی کمال دکھانے میں مجھ سے پیچھے نہیں رہیں۔"

"مجھے اور زیادہ نہ بناؤ۔ میں اچھی طرح سمجھ گئی، تمہارے پُراسرار علم نے مجھ میں دلیری اور صحیح نشانہ بازی کا ہُنر پیدا کیا تھا، ورنہ آج سے پہلے میں نے کبھی گولی نہیں چلائی، مجھے گولی چلنے کی آواز سے ہی ڈر لگتا ہے۔"

پولیس آفیسر چار سپاہیوں کو بنگلے کے باہر پہرا دینے کے لیے چھوڑ گیا تھا۔ ایک سپاہی نے کہا "کوئی مسٹر کیشو ایڈوانی اور کنگ آف کرائمز کی بہن جولی دو آدمیوں کے ساتھ آئی ہے۔"

میں نے کہا "انھیں اندر آنے دو۔"

سپاہی چلا گیا۔ میں نے تھیلما سے کہا "تمہارا مشیرِ خاص کیشو ایڈوانی آ گیا ہے۔ جولی ان دو باڈی گارڈز کو بھی لائی ہے جو ہمیشہ تمہاری حفاظت کریں گے۔"

"میں صرف تمہاری حفاظت میں رہنا چاہتی ہوں۔"

"سوری، میں نے کل ہی کہہ دیا تھا کہ ہم بچھڑ جائیں گے۔ وہ وقت آ گیا ہے۔ اگر میں ابھی نہیں جاؤں گا تو دشمن پھر یہاں حملہ کر سکتے ہیں۔ میں اپنی اصلیت کہیں ظاہر نہیں کرتا۔ کل رات کسی طرح ظاہر ہو گئی تو یہ مصیبت آ گئی تھی۔ میں ابھی یہاں سے نکلتے ہی روپوش ہو جاؤں گا۔ کیا تم چاہتی ہو کہ میں دشمنوں کی نظروں میں آتا رہوں؟"

"نہیں، میں تمہاری سلامتی چاہتی ہوں۔"

"تمہارے ساتھ رہوں گا تو سلامتی مشکوک رہے گی۔"

جولی اور کیشو ایڈوانی اندر آئے۔ ان کے پیچھے دو باڈی گارڈز تھے۔ میں نے ان سب سے مصافحہ کیا۔ جولی نے کہا "میں دو گھنٹے پہلے اِدھر آئی تھی، مگر زبردست فائرنگ ہو رہی تھی۔ میرے بھائی نے پولیس والوں سے معلوم کیا، پتا چلا کہ نامعلوم دشمنوں نے فرہاد علی تیمور کو گھیر لیا ہے مگر پسپا ہو رہے ہیں۔ ہمیں اِدھر آنے کی اجازت نہیں دی گئی۔"

وہ باتیں کرتی ہوئی میرے قریب ایک صوفے پر بیٹھ گئی، پھر بولی "کل رات غنڈوں کے علاقے میں جب دونوں غنڈے بھائی مجھے بازوؤں میں نہ اُٹھا سکے اور تم نے تنہا ان سب کو بے دست و پا کر دیا۔ تب میں سمجھ گئی کہ تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو اور شاید فرہاد علی تیمور ہو۔ آج اس بات کی تصدیق ہو گئی ہے۔"

میں نے کہا "ہاں! ابھی یہی بات تھیلما کو سمجھا رہا تھا، میری اصلیت ظاہر ہو جائے تو دشمن مجھے ہیں چین سے بیٹھنے نہیں دیتے۔ لہٰذا میں پھر روپوش ہونے جا رہا ہوں۔"

جولی نے کہا "میرے بھائی نے اس بنگلے سے ذرا دور ہر طرف اپنے مسلح ماتحتوں کا جال بچھا دیا ہے۔ ہمارے ہوتے ہوئے تم پر کوئی آنچ نہیں آئے گی۔ میں التجا کرتی ہوں، میرے ساتھ چلو، ہم پر بھروسا کرو۔ ہمیں اپنی خدمت کا موقع دو۔"

تھیلما نے کہا "اگر تم جولی کے بھائی کے ساتھ رہو تو مجھے اطمینان ہو گا کہ مجھ سے زیادہ دور نہیں ہو۔"

"میں جب کسی چار دیواری سے باہر قدم نکالتا ہوں تو خود نہیں جانتا کہ حالات مجھے کدھر لے جائیں گے۔"

جولی نے کہا "میں تمہارے حالات کو اپنے قابو میں رکھوں گی، میرے ساتھ چلو۔"

"میں ذرا باتھ روم سے آتا ہوں۔ پھر چلوں گا۔"

میں وہاں سے اٹھ کر اپنی خواب گاہ کے باتھ روم میں گیا۔ خیال خوانی کی پرواز کی اور مائٹی پاشا کو مخاطب کیا۔ کچھ عرصہ پہلے دشمنوں نے پارس اور جوجو کو اغوا کیا تھا اور انھیں ترکی لے آئے تھے، وہاں کا سب سے خطرناک غنڈہ مائٹی پاشا میرا وفادار بن گیا تھا۔ میرے مخاطب کرنے پر وہ خوش ہو کر بولا "جناب، آپ نے ایک طویل عرصے کے بعد ناچیز کو یاد کیا ہے۔ حکم دیجیے! میں حاضر ہوں۔"

میں نے اسے تھیلما کے بنگلے کا نمبر بتا کر کہا "میں یہاں سے پندرہ منٹ بعد نکلوں گا اور ایک حسین دوشیزہ کے ساتھ ایک کار میں جاؤں گا۔ کار کا رنگ اور نمبر نوٹ کرو۔"

میں نے اسے کار کے متعلق بتانے کے بعد پوچھا "کنگ آف کرائمز کو ضرور جانتے ہو گے؟"

"اس شیطان کو پورا استنبول جانتا ہے۔"

"میں اسی کی بہن جولی کے ساتھ نکلنے والا ہوں۔ اپنے ساتھ ریڈی میڈ میک اپ رکھو۔ راستے میں گاڑیاں بدلنے کی ضرورت پیش آئے گی۔ لہٰذا ایک سے زیادہ گاڑیاں لے کر نکلو اور ایسی جگہ بتاؤ جہاں میں جولی کے ماتحتوں کو چکر دے کر آ سکوں۔"

"آپ وہاں سے پندرہ منٹ بعد نکلیں۔ میں راستے میں کوئی جگہ بتاؤں گا۔"

میں نے اس سے رابطہ ختم کر دیا۔ باتھ روم کے آئینے میں اپنی صورت دیکھی۔ شیو بڑھا ہوا تھا۔ میں نے سوچا، کیا اسمارٹ بن کر نکلنا چاہیے؟ شیو کرنے اور غسل وغیرہ سے فارغ ہونے میں بڑا وقت لگتا، اس لیے میں نے صرف غسل کیا۔ پھر لباس تبدیل کر کے جولی کے پاس آ گیا۔ وہ بہت خوش تھی۔ اس کے برعکس تھیلما اداس ہو گئی تھی۔ میں اس سے رخصت ہو کر بنگلے سے باہر آیا۔ جولی نے اپنی کار کی اسٹیئرنگ سیٹ سنبھالی۔ میں اس کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ وہ بلاشبہ بے حد حسین اور اسمارٹ تھی، مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے یہ وہی جولی ہو جو حسن و شباب کی چکاچوند میں میرے لیے شکست اور ذلت چھوڑ گئی تھی۔ اگرچہ یہ اصلی جولی تھی مگر اب میں عورتوں کے چکر میں پڑنا نہیں چاہتا تھا۔

جب وہ کار بنگلے کے احاطے سے باہر نکلی تو میں نے آگے پیچھے گاڑیاں دیکھیں۔ جولی نے فخر سے کہا "میرے بھائی نے تمہاری حفاظت کے لیے زبردست انتظامات کیے ہیں۔ تم پر کسی دشمن کا سایہ بھی نہیں پڑے گا۔"

میں نے کہا "میرے دشمن معمولی واردات کرنے والے مجرم نہیں ہوتے۔ وہ سُپر پاور کہلاتے ہیں۔ سُپر ماسٹر اور ماسک مین کے آدمی مجھے اغوا کرنے آئیں گے تو تمہارے بھائی کے تمام انتظامات دھرے رہ جائیں گے۔ تم یہ نہ سمجھنا کہ تمہارے بھائی کو کم تر کہہ رہا ہوں، صرف یہ سمجھانا چاہتا ہوں کہ ہماری دنیا میں سیر پر سوا سیر موجود رہتے ہیں۔"

وہ بولی "جب تم بخیریت ہماری رہائش گاہ پر پہنچ جاؤ گے تو تمہیں یقین آ جائے گا کہ میرا بھائی سب پر سوا سیر ہے۔"

"اچھی بات ہے۔ میں ذرا خاموش رہ کر دشمنوں کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔"

"میں جانتی ہوں، تم خیال خوانی کرو گے۔ ہائے تمہارے پاس کتنا زبردست علم ہے، بیٹھے بیٹھے دوستوں اور دشمنوں کے پاس پہنچ جاتے ہو!"

میں نے مائٹی پاشا کو مخاطب کیا۔ اس نے کہا "کنگ آف کرائمز نے آپ کے لیے بڑے سخت انتظامات کیے ہیں۔ میں بھی اس سے کم نہیں ہوں۔ اگلے چوراہے پر دھوئیں کے گولے پھٹیں گے پھر اتنا دھواں پھیلے گا کہ ایک دوسرے کو دیکھنا محال ہو جائے گا۔ میرا کوئی آدمی آپ کو گن پوائنٹ پر جولی کی گاڑی سے لے جائے گا۔ وہ جہاں کہے، آپ اس کے ساتھ بے دھڑک چلے جائیں۔ میں آپ کے آس پاس ہی رہوں گا۔"

میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر جولی سے کہا "بڑی مشکل ہے، بعض اوقات خیال خوانی بھی کام نہیں آتی۔ میں جن دشمنوں کو جانتا ہوں ان کے دماغوں میں پہنچ کر دیکھ چکا ہوں۔ وہ اپنے گھروں میں آرام کر رہے ہیں۔"

"پھر پریشانی کیا ہے؟"

"یہی کہ دشمن نادان نہیں ہیں، وہ ایسے آلۂ کار استعمال کریں گے جو میرے لیے اجنبی ہوں گے۔ تمہیں شاید نہیں معلوم، میں کسی بھی اجنبی کی آواز سُنے بغیر اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتا۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"تم ناحق پریشان ہو رہے ہو۔ تم نے گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا ہے۔ کیا اتنا نہیں جانتے، جو عورت اپنا دل دیتی ہے، وہ جان دے کر بھی دل والے کی حفاظت کرتی ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ایک دھماکا ہوا۔ پھر یکے بعد دیگرے مسلسل دھماکوں سے ہلچل سی مچ گئی۔ دُھواں تیزی سے پھیل رہا تھا۔ مردوں اور عورتوں کی چیخیں سنائی دے رہی تھیں چونکہ سامنے راستہ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اس لیے جُولی کار روک کر ڈیش بورڈ سے ریوالور نکال رہی تھی۔ اسی وقت کسی نے کھڑکی میں ہاتھ ڈال کر اس کی گردن دبوچ لی۔ میری طرف کا دروازہ کھلا۔ ایک شخص نے مجھے گن پوائنٹ پر رکھ کر کہا "میرے دماغ پر تمھاری خیال خوانی کا اثر نہیں ہوگا۔ فوراً باہر آؤ۔ ورنہ گولی مار دوں گا۔"

میں باہر آگیا۔ وہ سرگوشی میں بولا "گستاخی معاف کیجیے گا۔ یہاں سے صرف چند قدم چلیں اور یہ ماسک پہن لیں۔"

میں نے اس کے ساتھ چلتے ہوئے ماسک پہنا میری پشت پر ایک سلنڈر باندھ دیا گیا۔ ایک جگہ رُک کر ایک شخص نے زمین پر جھک کر گٹر کا ڈھکن ہٹایا۔ مجھ سے کہا "اس کے اندر چلے جائیں۔"

مَیں مین ہول کے اندر اُتر گیا۔ نیچے گہرائی میں جانے کے لیے آہنی سیڑھیاں لگی ہوئی تھیں۔ جب میں اندر آیا تو اوپر سے ڈھکن لگا دیا گیا۔ نیچے ٹارچ روشن ہوگئی، اس گٹر میں میری رہنمائی کرنے والے موجود تھے۔ میں سیڑھی سے اُتر کر گندے پانی میں آگیا۔ اگر ناک اور مُنہ پر ماسک نہ ہوتا تو وہاں کی بدبُو سے دماغ پھٹ جاتا۔ گندہ پانی کہیں ٹخنوں تک اور کہیں پنڈلیوں تک تھا۔ دیواروں کے کنارے غلاظت سے آلودہ تھے۔ چوہے اِدھر سے اُدھر دوڑ رہے تھے۔ میں رہنمائی کرنے والوں کے ساتھ آدھے گھنٹے تک اس غلاظت میں چلتا رہا۔ پھر وہ ایک آہنی سیڑھی کے پاس رک گئے۔ ایک شخص اس پر چڑھتا ہوا اوپر گیا۔ پھر اپنی ٹارچ کے ذریعے گٹر کے ڈھکن کو نیچے سے بجایا۔ اوپر کھلی فضا میں ہمارا انتظار کیا جا رہا تھا۔ کسی نے اوپر سے ڈھکن کو ہٹا دیا۔ میں بھی سیڑھی پر چڑھتا ہوا روشن اور کھُلی فضا میں آگیا۔ ایک شخص نے میرے غلاظت سے آلودہ جوتے، جرّابیں اور پتلون اتاری۔ میں نے گیس ماسک اتار دیا۔ صرف نیکر پہن کر ایک کار میں بیٹھ گیا۔ پھر وہ کار وہاں سے چل پڑی۔

وہ کار مائٹی پاشا ڈرائیو کر رہا تھا۔ اس نے کہا "میں اپنے ایک خفیہ اڈے کی طرف جا رہا ہوں جہاں میں تنہا رہتا ہوں۔ میرے کسی خاص ماتحت کو بھی اس جگہ کا علم نہیں ہے۔ میں نے سوچا کبھی بُرا وقت آئے گا اور اپنے بھی دغا کریں گے تو میں وہاں روپوش رہ کر دغا کرنے والوں سے نمٹ لوں گا۔ آج وہ جگہ آپ کے کام آئے گی۔"

ہم شہر کے ایک مہنگے علاقے میں پہنچے۔ وہاں ایک سے ایک شاندار کوٹھی نظر آ رہی تھی۔ پاشا نے بتایا "اس علاقے میں صرف کروڑ پتی اور ارب پتی سرمایہ دار رہتے ہیں۔ غنڈے بدمعاش تو دور کے لوگ ہیں، پولیس والے بھی یہاں کسی کوٹھی میں قدم رکھنے کی جرأت نہیں کرتے۔"

اس نے ایک بہت ہی خوبصورت کوٹھی کے سامنے گاڑی روکی، اتر کر بڑے سے گیٹ کو کھولا پھر دوبارہ آکر اسٹیئرنگ سیٹ سنبھالی، کار ڈرائیو کرتا ہوا ایک سایہ دار پورچ میں آیا۔ پھر کار کا انجن بند کرتے ہوئے کہا "میں نے خاص طور پر یہ جگہ گاڑی روکنے کے لیے بنائی ہے تاکہ باہر والے نہ دیکھ سکیں کہ کار سے کون اُتر کر کوٹھی کے اندر جا رہا ہے۔"

ہم کوٹھی کے اندر آئے۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ جدید طرز کا شاہی محل ہو، اس نے کہا "آپ نے جو نقد رقم اور ہیرے جواہرات دیے تھے، ان میں سے ایک ہیرے کو فروخت کر کے میں نے یہ کوٹھی خریدی ہے۔ آپ کی مہربانی سے اس مہنگے علاقے میں کوئی میرے مقابلے کا دولت مند نہیں ہے۔"

"پاشا! تم نے بے انتہا دولت مند بننے کا خواب پورا کر لیا ہے تو اب یہ بدمعاشیاں چھوڑ دو اور شریفوں کی طرح زندگی گزارو۔"

"میں یہاں شریف آدمی کہلاتا ہوں۔ تھانے میں اور انٹیلی جنس والوں کے پاس میری غنڈا گردی کے جتنے دستاویزی ثبوت تھے انھیں میں نے رشوت دے کر حاصل کیا۔ پھر وہ تمام ثبوت نذرِ آتش کر دیے۔ آج بہت عرصے بعد میں نے آپ کے لیے غنڈوں کو کرائے پر حاصل کیا تھا۔ کام نکل جانے کے بعد انھیں بہت دور چھوڑ آیا ہوں۔"

"میں یہاں چھُپ کر نہیں رہ سکوں گا۔ میرے دشمن تمھارے ذریعے پہنچ جائیں گے۔"

"پلیز آپ نہ جائیں۔ یہ کوٹھی اور یہاں کا عیش و آرام سب آپ کے لیے ہے۔ آپ کو مجھ پر اعتراض ہے تو میک اپ کے ذریعے میری صورت بدل دیں۔"

"فی الوقت دو خیال خوانی کرنے والے دشمن ہیں۔ وہ کسی دن تمھارے دماغ میں پہنچ کر اصلیت معلوم کر لیں گے۔ انھیں معلوم ہو جائے گا کہ تم مائٹی پاشا ہو اور فرہاد علی تیمور کے ساتھ اس کوٹھی میں رہتے ہو۔"

"پھر بھی آپ نہ جائیں۔ میں چلا جاؤں گا۔ آپ سے دور رہ کر خدمت کروں گا۔"

"تم دور رہو گے تب بھی تمھارے دماغ سے دشمنوں کو اس کوٹھی کا پتا معلوم ہو جائے گا۔"

"آہ! کاش، میں سانس روک سکتا، یا میرا دماغ حساس ہوتا۔ کیا میں شراب پینا چھوڑ دوں تو میرا دماغ حساس ہو سکتا ہے؟"

"بُری عادت چھوڑنے کی یہ مخصوص شرط نہیں ہونی چاہیے کہ اس سے فلاں فائدہ پہنچے گا۔ جبکہ بُری عادتیں چھوڑنے سے کسی شرط کے بغیر ہی بے شمار فائدے پہنچتے ہیں۔ میرا خیال ہے، میں برائی کو جڑ سے اکھاڑ پھینکوں۔"

"یہ ٹھیک ہے۔ برائی کوئی سی ہو اُسے جڑ سے اکھاڑ دینا چاہیے۔"

"مجھے ریوالور میں سائیلنسر لگا کر دو۔ میں تمھیں گولی مار دوں گا۔ تم سر سے پاؤں تک بُری عادتوں کے حامل ہو۔ نہ تم رہو گے نہ برائیاں رہیں گی۔"

وہ گھبرا کر جبراً مسکراتے ہوئے بولا "آ... آپ مذاق کر رہے ہیں۔"

"بھئی، تم مصیبت کی جڑ ہو۔ زندہ رہو گے تو خیال خوانی کرنے والے مجھ تک پہنچیں گے۔"

"جی ہاں۔ یہ تو درست ہے کہ میں آپ کے لیے مصیبت بن گیا ہوں۔"

"تم دعوے کرتے آئے ہو کہ میری خاطر جان بھی دے سکتے ہو۔"

وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا ایک الماری کے پاس گیا۔ اسے کھول کر ایک ریوالور نکالا۔ اس کے چیمبر میں گولیاں بھریں۔ اس میں سائیلنسر لگایا۔ پھر میرے پاس آکر دونوں ہتھیلیوں کی طشتری پر ریوالور رکھ کر مجھے پیش کیا۔ میں نے ریوالور لے کر کہا "اپنی خواب گاہ میں چلو۔"

وہ ایک شکار کی طرح آگے آگے چلتا ہوا اپنی خواب گاہ میں آیا۔ پھر بولا "مجھے یقین ہے، میری موت کے بعد میری دولت اور جائداد آپ میرے بیوی بچوں کو دے دیں گے۔"

"پاشا! ہماری موت کے بعد بیوی بچوں اور محبت کے لاسے رشتوں کے ساتھ وہ بھلائی نہیں ہوتی جو ہم زندگی میں سوچتے ہیں۔ اس اعتماد کو ٹھیس پہنچتی ہے جو ہم دوستوں پر کرتے ہیں۔ لہٰذا صرف خدا پر بھروسا کر کے دنیا سے جاؤ۔ وقت ضائع نہ کرو۔ بستر پر آرام سے لیٹ جاؤ۔"

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ بستر پر چاروں شانے چت لیٹ گیا۔ میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ریوالور کو دیکھ رہا تھا۔ موت کو آنے میں جا ہے جتنی دیر لگتی ہو، جب وہ آتی ہے تو لگتا ہے، جلدی آگئی ہے۔ میری انگلی نے ٹرائیگر کو دبایا۔ ایک گولی سنسناتی ہوئی نکلی اور مائٹی پاشا کے سینے میں ٹھیک دل کی جگہ پیوست ہوگئی۔

یہ سب خیال خوانی کا کمال تھا۔ اسے وہی محسوس ہو رہا تھا جو میں محسوس کرا رہا تھا۔ اسے اپنے سینے میں زبردست تکلیف کا احساس ہوا تھا، جیسے گولی وہاں پیوست ہوگئی ہو۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا رہا تھا۔ اس کا دماغ میری مٹھی میں رہ کر تسلیم کر رہا تھا کہ موت کی تاریکی چھا گئی ہے۔ آنکھیں ہمیشہ کے لیے بند ہو گئی ہیں اور اس کے کان دنیا کی تمام آوازوں سے محروم ہو گئے ہیں۔

یہ تنویمی عمل کرنے کا نیا تجربہ تھا۔ وہ جلد ہی گہری نیند میں ڈوب گیا۔ میں نے رسونتی کو بُلا کر کہا "کاغذ قلم لے کر بیٹھو۔ میں مائٹی پاشا کی ذاتی زندگی کے متعلق جو معلومات حاصل کر رہا ہوں تم انھیں نوٹ کرو۔"

وہ نوٹ کرنے کے لیے کاغذ قلم لے کر بیٹھ گئی۔ میں ایک عامل کی حیثیت سے ضروری سوالات کرتا رہا۔ پاشا جواب دیتا رہا۔ میں نے آخر میں کہا "تم مائٹی پاشا نہیں ہو۔ تنویمی نیند سے بیدار ہونے کے بعد تم اپنی ذات کو اور ماضی کو بھول جاؤ گے۔ تمھارا نام مائیکل گارڈن ہے، تم پیرس سے یہاں آئے تھے اور آج ہی پیرس چلے جاؤ گے۔"

میں نے ضروری ہدایات دینے کے بعد اسے تنویمی نیند سُلا دیا اور رسونتی سے کہا "فرانس کے اعلیٰ افسران سے رابطہ قائم کرو۔ وہ مائٹی پاشا کو یہاں سے پیرس پہنچائیں گے۔ تم یہ انتظامات کرانے کے بعد میرے پاس آؤ۔"

وہ چلی گئی۔ میں نے پاشا کے دماغ سے معلوم کیا تھا کہ ضرورت کی کون کون سی چیز کہاں رکھی ہے۔ میں نے ریوالور کو واپس الماری میں رکھا۔ کوٹھی کے بیرونی دروازے کو اندر سے بند کیا۔ ایک کمرے میں جا کر میک اپ کا سامان نکالا، پھر ایک بڑے آئینے کے ساتھ تمام سامان لے کر مائٹی پاشا کی خواب گاہ میں آگیا۔ وہ گہری نیند میں تھا۔ میں اسے دیکھ کر اپنے چہرے پر تبدیلیاں لانے لگا۔

پندرہ منٹ کے بعد رسونتی نے آکر پوچھا "یہ کیا کر رہے ہو؟"

"پہلے اپنے کام کی رپورٹ دو۔"

"وہ تنویمی نیند سے بیدار ہوگا تو چار آدمی ایک ویگن میں آئیں گے۔ پھر اسے ایک فلائنگ کلب میں لے جائیں گے۔ وہاں سے اُسے پیرس پہنچا دیا جائے گا۔ پیرس میں اس کی رہائش کا بھی انتظام کر دیا گیا ہے۔"

"کیا تم خیال خوانی کے ذریعے ان چار آدمیوں کو چیک

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کرو گی جو پاشا کو لے جانے آئیں گے؟"

"ہاں۔ میں انھیں چیک کروں گی۔ اب بتاؤ کیا تم یہاں پاشا کے میک اپ میں رہو گے؟"

"ہاں۔ تمھارے لیے ایک خوش خبری ہے۔"

"کیسی خوش خبری؟"

"ہر عورت کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کا مرد اس کے اشاروں پر چلے اور اپنے میاں کی دن رات کی مصروفیات کا علم اسے ہوتا رہے۔ اگر تمھیں بھی یہ سہولتیں حاصل ہو جائیں تو؟"

"کیا تم اپنی لگام میرے ہاتھوں میں دے رہے ہو؟"

"ہاں۔ میں یہ غلطی کرنا چاہتا ہوں۔"

"جی نہیں۔ یہ غلطی نہیں، دانشمندی ہے۔ بیوی کو اختیارات حاصل ہوں تو وہ شوہر کو سیدھے راستے پر چلاتی ہے۔"

"چلو، ایک تجربہ کر کے دیکھ لیتا ہوں۔ تم ایک ہفتے کے لیے مجھ پر تنویمی عمل کرو گی، میرے دماغ سے عارضی طور پر میری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں کو بھلا دو گی اور میرے ذہن میں یہ نقش کر دو گی کہ میں فرہاد نہیں، ماسٹی پاشا ہوں۔"

"میں سمجھ گئی۔ تم چاہتے ہو، وہ خیال خوانی کرنے والے دشمن کبھی اتفاق سے تمھارے دماغ میں آنا چاہیں تو انھیں آسانی سے جگہ مل جائے اور وہ تمھیں ماسٹی پاشا سمجھ کر پیچھا چھوڑ دیں۔"

"وہ بالکل ہی پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔ وہ جانتے ہوں گے کہ میں نے کبھی پاشا کو اپنا آلۂ کار بنایا تھا۔ ہو سکتا ہے، اسے آئندہ بھی آلۂ کار بناؤں، اس خیال سے وہ پاشا سمجھ کر میری نگرانی کریں گے۔ اگر ایسا وقت آئے تو تم ڈینی دانیال کے ساتھ ان نگرانی کرنے والوں کے اصل نام اور پتے معلوم کرو گی اور اگر وہ خیال خوانی کرنے والوں تک پہنچنے کا یقین ہو جائے تو مجھے فوراً تنویمی عمل کے اثر سے نکال لینا۔ میں ان سے خود نمٹنا چاہتا ہوں گا۔"

"کیا میں تمھارے دماغ میں آ کر گفتگو کیا کروں گی؟"

"ہرگز نہیں۔ اگر دشمن میرے دماغ میں آئیں گے تو تمھاری باتیں سن کر میری اصلیت معلوم کر لیں گے۔ تم پاشا کی سوچ اور لب و لہجے میں مجھے گائیڈ کرو گی۔ اب تم جاؤ۔ ایک گھنٹے بعد آ کر تنویمی عمل کرنا۔"

"کیوں بھگا رہے ہو؟"

"تنویمی عمل کے بعد یہ دماغ حساس نہیں رہے گا۔ یہاں تمھاری حکمرانی ہو گی پھر شکایت کیسی؟ تھوڑی دیر اور اس مردِ آزاد کو آزاد رہنے دو۔"

وہ چلی گئی۔ میں نے باری باری پارس اور علی تیمور کو مخاطب کیا اور جو کچھ میں کرنے جا رہا تھا، اس کے متعلق انھیں بتلایا۔

دونوں بیٹوں نے کہا "وہ ہماری ماما ہیں، ہم ان کا بھلا چاہتے ہیں لیکن آپ انھیں اتنی بڑی ذمے داری نہ سونپیں۔ ان کی ایک ذرا سی غلطی سے آپ پر مصیبت نازل ہو سکتی ہے۔"

میں نے کہا "یہ ذمے داری کسی کو تو دینی ہو گی۔ آرمر سیدھا سادہ بندہ ہے۔ تمھاری ماما کسی موقع پر دشمنوں کے لیے ظالم بن سکتی ہیں مگر آرمر نہیں بنے گا۔ ڈینی دانیال نے اگرچہ بڑے سخت آزمائشی مرحلوں میں دوستی اور وفاداری کا ثبوت دیا ہے۔ پھر بھی عارضی طور پر دماغی طور پر خود کو اس کے رحم و کرم پر چھوڑنا دانشمندی نہ ہو گی۔"

پارس نے کہا "میں سمجھتا ہوں، آپ دو خیال خوانی کرنے والوں تک پہنچنے کے لیے یہ چال چل رہے ہیں۔ پاپا! آپ بے شمار خطرات سے کھیلتے آ رہے ہیں، اب بس کریں، ہم جوان ہو چکے ہیں، ہم نے آپ سے اور سونیا ممّا سے دشمنوں پر غالب آنا سیکھا ہے۔ آپ آرام کریں۔ میں ان آخری خیال خوانی کرنے والے شیطانوں کو ٹریپ کروں گا۔"

"نہیں بیٹے! آرام کرنے سے بڑھاپا طاری ہو جاتا ہے اور بڑھاپا موت کی سلو موشن ریہرسل ہے۔ میں ابھی یہ ریہرسل کرنا نہیں چاہتا۔ انتظار کرو۔ جب تھک کر گر جاؤں اور ہانپنے لگوں تو جوان بازوؤں سے سہارا دینا۔"

"آپ دو دھاری تلوار کی طرح چلتے بھی ہیں اور بولتے بھی ہیں۔ بہرحال آپ نے کوئی احتیاطی تدبیر تو کی ہو گی؟"

"ہاں۔ میں ایک ہفتے کے لیے خود کو تمھاری ماما کے حوالے کر رہا ہوں۔ علی تیمور روز اپنی ماما سے معلوم کرے گا کہ میں کہاں ہوں؟ کیا کر رہا ہوں اور کن حالات سے گزر رہا ہوں؟ اگر آٹھویں دن میں خیال خوانی کے ذریعے تم دونوں سے رابطہ قائم نہ کر سکا تو سمجھ لینا، تمھاری ماما کسی چکر میں پڑ گئی ہیں اور میں کسی مصیبت میں مبتلا ہو چکا ہوں۔"

پارس نے کہا "آپ جانتے ہیں۔ مجھے ماما سے فوری معلومات حاصل نہیں ہو سکیں گی۔ آپ موجودہ معاملے میں انکل آرمر کو بھی رازدار بنا لیں۔ وہ چپ چاپ آپ کے دماغ میں آیا کریں گے اور اپنی سوچ کی لہروں کو ظاہر کیے بغیر واپس آ جایا کریں گے۔ مجھے ان کے ذریعے صبح و شام آپ کی خبر ملتی رہے گی۔"

میں نے پارس کی بات مان لی۔ جب رسونتی تنویمی عمل کرنے آئی تو میں نے آرمر کو بھی اپنے دماغ میں بلا لیا اور اسے بھی بتا دیا کہ پارس کو میرے دن رات کی مصروفیات کی اطلاع دی جائے۔

یہ وہ وقت تھا جب دونوں بیٹے جزیرے سے نکل کر ہر جگہ پہنچ گئے تھے۔ علی تیمور اپنی ماما کے پاس بابا صاحب کے ادارے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

میں چلا گیا تھا اور پارس ایک سرکاری رہائش گاہ میں نینسی کا انتظار کر رہا تھا۔

وہ رات کے گیارہ بجے پیرس پہنچ گئی۔ اسے یقین تھا پارس بڑی بے تابی سے ائرپورٹ پر اسے لینے آئے گا لیکن وہ لگیج ہال سے نکل کر دور دور تک نظریں دوڑا کر مایوس ہو گئی۔ امیگریشن کاؤنٹر پر ایک افسر نے اسے بتایا تھا کہ باہر ایک پولیس افسر اس کا منتظر ہے۔ اس پولیس افسر نے کہا "آپ سمجھ سکتی ہیں، مسٹر پارس دشمنوں میں گھرے رہتے ہیں اگر وہ یہاں آتے تو آپ بھی کسی مصیبت میں گرفتار ہو جاتیں۔ آئیے میں ان کے پاس آپ کو بخیریت پہنچا دوں گا۔"

وہ افسر کے ساتھ ایک کار میں بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہوئی۔ افسر کو کارڈلیس ریسیور کے ذریعے اطلاع مل رہی تھی کہ راستہ صاف ہے۔ نینسی کو سیدھا پارس کے پاس پہنچایا جا سکتا ہے۔ گاڑی تیز رفتاری سے جا رہی تھی۔ بیس منٹ کے بعد اطلاع ملی۔ اُن کا تعاقب کیا جا رہا ہے۔ لہٰذا وہ پولیس ہیڈ کوارٹر چلے آئیں۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ اس کی حفاظت کے لیے راستہ بدل دیا گیا ہے مگر دل ڈوب رہا تھا۔ اتنے دنوں سے پارس کے لیے تڑپ رہی تھی۔ تل ابیب میں جس رات اس سے ملاقات ہونے والی تھی اسی دن دشمنوں نے اس کے محبوب کو اغوا کر لیا تھا۔ آج وہ میکے سے ہزاروں میل کا سفر کر کے آئی تھی اور دشمن پھر راستے کی دیوار بن رہے تھے۔ وہ سوچ رہی تھی، کیسے محبوب سے دل لگایا ہے، اس سے ملنے کے لیے ہمیشہ کسی میدانِ جنگ میں جانا پڑتا ہے۔

پارس نے پولیس ہیڈ کوارٹر میں ٹیلیفون کے ذریعے اسے مخاطب کیا۔ وہ تیزی سے دھڑکتے ہوئے دل پر قابو پاتے ہوئے بولی "اوہ پارس! یہ کیا ہو رہا ہے۔ کیا میں صرف تصور کی آنکھ سے تمھیں دیکھتی رہوں گی اور دور سے تمھاری آواز سنتی رہوں گی؟"

"میری جان! ذرا تحمل سے کام لو۔ ابھی ہم ملنے والے ہیں۔ پولیس کے جاسوس اب تعاقب کرنے والوں کا تعاقب کر رہے ہیں اور جلد ہی انھیں گرفتار کر لیں گے۔"

"جہنم میں جائیں گرفتار کرنے والے۔ مجھے ان کی گرفتاری سے کیا لینا ہے۔ میں ابھی تمھارے پاس آؤں گی۔"

"یعنی اپنے ساتھ دشمنوں کو بھی لاؤ گی۔"

"کیا ہم ایسی جگہ نہیں جا سکتے جہاں دشمن نہ ہوں؟"

"ہمارے لیے دنیا میں ایسی کوئی جگہ نہیں ہے۔"

پولیس افسر نے آکر کہا "مسز پارس! آئیے راستہ صاف ہو گیا ہے۔"

وہ خوشی سے چیخ کر بولی "پارس! میں آ رہی ہوں۔ راستہ صاف ہو گیا ہے۔"

وہ ریسیور رکھ کر افسر کے ساتھ تیزی سے چلتی ہوئی عمارت سے باہر آئی۔ اس سے بولی "آفیسر! کیا تم میری طرح تیز نہیں چل سکتے؟"

وہ مسکراتے ہوئے تیزی سے چلنے لگا۔ یہ اس کے قدم سے قدم ملانے کے لیے دوڑنے لگی۔ وہ ایک گاڑی میں آکر بیٹھ گئے۔ افسر نے گاڑی اسٹارٹ کی نینسی گھڑی دیکھنے لگی۔ ٹھیک پندرہ منٹ میں وہ ایک سرکاری بنگلے کے سامنے پہنچ گئی۔ گاڑی سے اتر کر دوڑتی ہوئی بنگلے کے برآمدے میں آئی۔ اسی وقت ایک فائر کی آواز کے ساتھ اس گاڑی کا پہیہ ایک دھماکے سے بیکار ہو گیا جس میں وہ ابھی آئی تھی۔ کسی کی آواز سنائی دی "آفیسر دونوں ہاتھ اٹھا لو۔ ورنہ پہیے کی طرح تم بھی برسٹ ہو جاؤ گے۔"

نینسی نے گھوم کر دیکھا، پولیس افسر کے پیچھے ماسک پہنے ہوئے دو شخص گن لیے کھڑے تھے۔ ایک شخص، افسر سے ریوالور چھین رہا تھا۔ پھر نینسی کی کنپٹی سے ایک ریوالور کی نال آکر لگی۔ اس کے قریب بھی ایک شخص ماسک میں چہرہ چھپائے کہہ رہا تھا۔ "یہ فرہاد کا بیٹا تو چوہا ثابت ہوا۔ ہمارے آتے ہی دُم دبا کر بھاگ گیا۔ مگر کہاں جائے گا۔ سنا ہے، تم پر جان دیتا ہے تمھاری سلامتی کے لیے ہمارے پیچھے ضرور آئے گا۔ چلو۔"

انھوں نے پولیس افسر کو ایک کمرے میں بند کر دیا نینسی کو زبردستی کھینچتے ہوئے ایک کار کے پاس لائے، اسے دھکا دے کر اس میں بٹھایا، پھر وہ کار اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی۔ اس کے پاس بیٹھے ہوئے شخص نے کہا "اے حسینہ! اپنی جوانی پر رحم کھا۔ پارس کو چھوڑ اور ہمارا ساتھ دے۔ اگر اسے گرفتار کرانے میں ہم سے تعاون کرے گی۔ تو تیرے خوبصورت جسم پر ہلکی سی خراش بھی نہیں آئے گی۔"

وہ غصے سے بولی "تم لوگ کون ہو؟ کیوں ہمارے پیچھے پڑ گئے ہو؟ مجھے پارس کے پاس جانے دو۔ مجھ سے سودا کرو۔ بتاؤ دشمنی ختم کرنے کے لیے کتنی رقم لو گے؟"

"تم ارب پتی نانا کی نواسی ہو، ہمیں بہت کچھ دے سکتی ہو۔ مگر ہمیں رقم نہیں پارس چاہیے۔ تم ایسے نوجوان کے لیے رقم دینا چاہتی ہو جو تمھیں چھوڑ کر بھاگ گیا۔"

"وہ میدان سے بھاگتا نہیں بھگاتا جانتا ہے۔ ابھی موت کی طرح تم لوگوں کا پیچھا کر رہا ہوگا۔"

وہ سب ہنسنے لگے۔ ایک نے کہا "ایک گاڑی بڑی دیر سے ہمارے پیچھے آ رہی ہے۔ ہمارا تعاقب کیا جا رہا ہے۔"

نینسی خوشی سے سر گھما کر پیچھے آنے والی گاڑیوں کو دیکھنے لگی۔ تعاقب کرنے والی تین گاڑیاں تھیں۔ تینوں میں بیٹھے ہوئے دشمن ایک دوسرے سے بے خبر تھے۔ ایک میں سپر ماسٹر کے آلۂ کار بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک شخص ٹرانسمیٹر کے ذریعے کہہ رہا تھا "جناب! وہ لڑکی کو ہائی وے کی طرف لے جا رہے ہیں۔"

دوسری طرف سے پوچھا گیا "آخر وہ کون لوگ ہیں؟"

"وہ ماسک مین کے آدمی ہو سکتے ہیں۔"

دوسری گاڑی میں تعاقب کرنے والے اسرائیلی ایجنٹ تھے۔ ایک یہودی کہہ رہا تھا "ہم نینسی کو تل ابیب سے یہاں لا کر پارس کو پھانسنا چاہتے تھے مگر وہ خود اغوا کی جا رہی ہے، یقیناً اغوا کرنے والوں کا مقصد بھی یہی ہے کہ وہ پارس کو اپنے پیچھے لگا کر اسے گرفتار کرنا چاہتے ہیں۔"

"آخر نینسی کو کون اغوا کر رہا ہے؟"

"سپر ماسٹر یا ماسک مین کے آدمی ہو سکتے ہیں۔"

تیسری گاڑی میں ماسک مین کے آلۂ کار بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک نے پوچھا "یہ نینسی کو کون اغوا کر رہا ہے؟"

دوسرے نے کہا "جب تک ہم اغوا کرنے والوں کو نہیں پکڑیں گے، حقیقت معلوم نہیں ہوگی۔"

"افسوس تو یہ ہے کہ نینسی کے اغوا ہونے سے پارس ہاتھ سے نکل گیا۔"

"عقل سے پیدل ہو۔ وہ شمع کا پروانہ ہے۔ ابھی اس کے پیچھے آ رہا ہوگا اور ہم نینسی کے پیچھے نہیں، اسی عاشق کے پیچھے جا رہے ہیں۔ دیکھ لینا، جہاں نینسی کو اغوا کرنے والے رکیں گے، وہاں پارس سے ٹکراؤ ہوگا۔ ہم اس ٹکراؤ سے فائدہ اٹھا کر پارس کو زخمی کر کے لے اڑیں گے۔"

ایک طرح کی اندھی بھاگ دوڑ لگی ہوئی تھی۔ سب کے سب نینسی کا تعاقب کر رہے تھے لیکن پارس کو شکار کرنا چاہتے تھے۔ تھوڑی دیر بعد سب نے دیکھا۔ نینسی کو اغوا کرنے والے ایک فلائنگ کلب کے احاطے میں داخل ہو گئے تھے۔ اس کا مطلب تھا وہ نینسی کو شہر سے یا ملک سے باہر لے جا رہے ہیں۔ کسی نے ایسی پوزیشن کے متعلق سوچا بھی نہیں تھا اور سوچتے بھی کیسے؟ نینسی کا اغوا محض پارس کو پکڑنے کے لیے تھا اور پارس اسی شہر میں تھا۔ پھر نینسی کو شہر سے باہر لے جانے کی تُک سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔

سب نے فلائنگ کلب کے انفارمیشن کاؤنٹر پر دریافت کیا "ابھی جو لوگ ایک لڑکی کو لے کر یہاں آئے ہیں، وہ کہاں گئے اور کہاں جا رہے ہیں؟"

کاؤنٹر کلرک نے کہا "یہاں دو گھنٹے سے کوئی کسی لڑکی کے ساتھ فلائی کرنے نہیں آیا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی خطرے کا الارم بجنے لگا۔ اسپیکر کے ذریعے وہاں کے ایک سیکیورٹی افسر سے کہا جا رہا تھا۔ "ہری اپ پلیز، کچھ لوگ ہمارا ایک طیارہ اغوا کر کے لے جا رہے ہیں۔ آگے رن وے پر رکاوٹ پیدا کرو۔ کم آن۔ کم اِن ایکشن۔ ہری اپ۔"

اسپیکر کے ذریعے چیخ چیخ کر خبردار کیا جا رہا تھا۔ فلائنگ کلب میں ہلچل سی مچ گئی تھی۔ سیکیورٹی فورس کے مسلح افراد گاڑیوں میں بیٹھ کر رن وے کی طرف جا رہے تھے۔ سپر ماسٹر، ماسک مین اور اسرائیلی ایجنٹ ایک دوسرے کے سامنے ظاہر ہو گئے تھے۔ وہ بھی رن وے کی طرف دوڑ لگا رہے تھے لیکن وہ طیارہ تیزی سے دوڑتا ہوا رن وے سے بلند ہو گیا تھا۔ سیکیورٹی فورس کو رکاوٹیں پیدا کرنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ سب کے سب سر اٹھا کر بے بسی سے اس طیارے کو فضا میں بلند ہوتے اور دور جاتے دیکھ رہے تھے۔

سیکیورٹی فورس کے مسلح جوانوں نے تینوں تنظیموں کے آلۂ کاروں کو گھیر لیا۔ پھر دریافت کیا "تم لوگ کون ہو اور اجازت کے بغیر رن وے پر کیوں آئے ہو؟"

ان میں سے کسی نے جواب دیا کہ وہ اُدھر سے گزر رہے تھے، ہنگامہ دیکھ کر چلے آئے۔ کسی نے کہا۔ وہ ایک طیارہ چارٹرڈ کرانے آئے تھے۔ پھر اُن میں سے ایک بولا "تم ہمارا محاسبہ کرنے میں وقت ضائع کر رہے ہو۔ تمھیں طیارہ اغوا کرنے اور پرواز کے اصولوں کی خلاف ورزی کرنے والوں کے خلاف اقدامات کرنے چاہئیں۔"

فلائنگ کلب کے ایک افسر نے پوچھا "تم کس کی بات کر رہے ہو؟ کس نے ہمارا طیارہ اغوا کیا ہے؟"

سپر ماسٹر کے ایک ماتحت نے حیرانی سے کہا "ابھی کچھ لوگ یہاں سے جبراً ایک طیارہ لے گئے ہیں۔ تعجب ہے، تم انجان کیوں بن رہے ہو؟"

"مسٹر! ہمارے فلائنگ کلب سے طیارہ اغوا کرنا بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ تم لوگ مختلف تنظیموں کے ایجنٹ ہو، ہمارے ملک میں آکر امن پسند شہریوں کو پریشان کرتے ہو۔ ہم یہ ثابت نہیں کر سکیں گے کہ تم سب سپر ماسٹر اور ماسک مین کے آلۂ کار ہو۔ ہم نے تمھیں چکر میں ڈالنے کے لیے طیارے کے اغوا ہونے کا شور مچایا تھا۔"

ایک نے افسر سے کہا "تم شاید اغوا کرنے والوں سے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ملے ہوئے ہو۔ ہم نے اپنی آنکھوں سے نینسی نامی حسینہ کو غنڈوں کے ساتھ یہاں تک آتے دیکھا ہے۔ اس حسینہ کو اغوا کیا گیا ہے۔"

"مسٹر! کوئی اپنی بیوی کو اغوا نہیں کرتا۔ پارس اپنی شریکِ حیات کے ساتھ ہنی مون منانے گیا ہے۔"

ان سب کو جیسے بجلی کا جھٹکا لگا ہو۔ وہ چند ساعتوں تک سکتے میں رہ گئے۔ بے اختیار سب ہی آسمان کی طرف دیکھنے لگے۔ طیارہ ان کی نظروں سے اوجھل ہو کر بلندی پر پرواز کر رہا تھا۔ نینسی تنہا تھی۔ پریشان ہو کر کبھی اٹھ رہی تھی، کبھی بیٹھ رہی تھی۔ وہ ایک چھوٹا سا طیارہ تھا جس کی وہ تنہا مسافر تھی۔ کوئی اور نظر نہیں آ رہا تھا۔ پھر جب اسٹیورڈ کا کیبن کھلا اور وہاں پارس نظر آیا تو وہ حیرت سے اُچھل پڑی۔ دوڑتی ہوئی آ کر اس سے لپٹ گئی پھر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

اس نے ہنستے ہوئے پوچھا: "کیوں رو رہی ہو؟ کیا میری ملاقات سے دُکھ پہنچ رہا ہے؟"

وہ اسے بڑی محبت سے مارتے ہوئے بولی: "تم نے اپنے ساتھ زندگی گزارنا مشکل بنا دیا ہے۔ اب میں تمھیں کہیں جانے نہیں دوں گی۔ اغوا کرنے والوں سے کہوں گی کہ مجھے بھی تمھارے ساتھ لے جائیں۔ موت سے کہوں گی، تمھارے ساتھ مجھے بھی دنیا سے اٹھا لے۔"

وہ رو رہی تھی اور بول رہی تھی: "ہائے میرے محبوب! کوئی سوکن تمھیں مجھ سے چھیننا چاہتی تو میں اس کے ٹکڑے کر دیتی مگر تمھارے دشمنوں کی کوئی گنتی نہیں ہے۔ یہ دھڑکا ہمیشہ رہے گا کہ جانے کون تمھیں کب چھین کر الگ کر دے۔ میں کیا کروں؟ کس طرح تمھیں اپنے اندر چھپا کر رکھ لوں؟"

وہ ایک دوسرے کی سانسوں میں ڈوب رہے تھے، اُبھر رہے تھے۔ آواز گم ہو گئی تھی۔ مگر جذبے بول رہے تھے۔ "میری جان! یہی زندگی ہے۔ کبھی چھیننا، کبھی چھن جانا۔ کبھی ملنا، کبھی بچھڑ جانا اور بچھڑ کر پھر مل جانا۔ اس طرح محبت مضبوط اور پائدار ہوتی ہے۔ ہماری محبت رفتہ رفتہ پہاڑ جیسی اٹل ہو گی اور پہاڑ کو کسی کی دشمنی گرا نہیں سکتی۔"

"مگر یہ سب کیسے ہوا؟ تم میری حفاظت کرنے والے پولیس افسر کو گن پوائنٹ پر رکھ کر اپنی ہی رہائش گاہ سے مجھے لے آئے۔ آخر یہ سب کیا ہے؟"

"یہ ایک ڈراما تھا۔ دشمن تمھارے ذریعے مجھ تک پہنچنا چاہتے تھے۔ اس لیے میں تمھیں وہاں سے لے اڑا۔ دشمن دھوکا کھا گئے۔ سُپر ماسٹر، ماسک مین اور تمھارے ملک کے یہودی جاسوس ایک دوسرے کے متعلق سوچتے رہے کہ ان میں سے کوئی تمھیں لے جا رہا ہے۔ اس ڈرامے کو پلے کرنے میں پیرس کے پولیس افسران اور فلائنگ کلب کے ذمے دار افسران نے میرا ساتھ دیا ہے۔"

"اوہ گاڈ! تم کتنی ہیرا پھیری کے بعد مجھے اپنے قریب لائے ہو۔ مگر ہم ابھی کہاں جا رہے ہیں؟"

"فی الحال ہم کچھ روز استنبول میں رہیں گے۔"

یہ پارس کا سوچا سمجھا منصوبہ تھا۔ وہ میرے قریب رہنا چاہتا تھا۔ سیدھی سی بات تھی، اسے رسونتی پر بھروسا نہیں تھا۔ میں ایک ہفتے تک اس کے تنویمی عمل کے اثر میں رہنے والا تھا۔ بیٹے نے سوچا، دشمن نینسی کے پیچھے آئیں گے، پیرس میں ان میاں بیوی کو محبت اور سکون سے رہنے نہیں دیں گے۔ لہٰذا انھیں ڈاج دے کر میرے قریب آ رہا تھا۔ اس نے کہا: "ہم ابھی میک اپ کے ذریعے اپنی صورت اور شناخت بدلیں گے۔ اس طرح دشمن ہمیں پہچان نہیں سکیں گے۔"

"کیا میری صورت بالکل بدل جائے گی؟"

"میں تمھارے چہرے پر ہلکی سی تبدیلی کروں گا۔ ہم جہاں قیام کریں گے۔ اس کی چار دیواری میں یہ تبدیلی ختم کر دیا کروں گا، تم اصلی روپ میں سامنے رہو گی۔ باہر نکلنے سے پہلے پھر ذرا سی تبدیلی لازم ہو گی۔"

اس نے چکنے اور چمکتے دمکتے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں لیا۔ پھر اس پر گونگی شاعری فرمانے لگا۔

*

میں اپنی ہستی گم کر چکا ہوں۔ فی الحال سر سے پاؤں تک اور دل سے دماغ تک مائٹی پاشا ہوں۔ ایک ساعت کے لیے بھی خیال نہیں آتا کہ میں کبھی فرہاد علی تیمور تھا۔ ایسی حالت میں کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا دشمن مجھے پہچان نہیں سکتا تھا۔

رسونتی میرے دماغ میں ہو گی، میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر سکتا تھا۔ وہ اپنی آواز سنائے بغیر میرے دماغ کو اپنے کنٹرول میں رکھتی ہو گی۔ میرے کھانے پینے، کہیں جانے اور کسی سے ملنے پر اس کا اختیار ہو گا، جو میری سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ تنویمی نیند سے بیدار ہونے کے بعد میں سب کو بھول گیا تھا۔ آئینہ دیکھ کر یاد آیا تھا کہ میں پرنس آئی لینڈ کا ایک خطرناک غنڈا مائٹی پاشا ہوں۔

مجھے ان تمام جگہوں کے نام یاد آ رہے تھے جہاں پاشا راتیں گزارتا تھا۔ جب سے شرافت کی زندگی شروع کی تھی، تب سے اونچی سوسائٹی کے مہنگے کلبوں میں جاتا تھا اور معزز سرمایہ داروں کے ساتھ جُوا کھیلتا تھا۔ میں نے سوچا کسی کلب میں جا کر کھیلنا چاہیے۔ پھر دوسری سوچ نے کہا: "تاش کے پتّے کاغذ کے ہوتے ہیں مگر فولادی انسان کو توڑ کر رکھ دیتے ہیں۔ یعنی کاغذ سے فولاد کٹ جاتا ہے۔ تباہ و برباد کرنے والے شوق سے توبہ کرنا چاہیے۔"

میرے دماغ میں یہ دوسری سوچ رسونتی کی تھی۔ وہ میرے لب و لہجے میں بول رہی تھی اس لیے میں اس کی موجودگی کو سمجھ نہ سکا۔ وہ عام بیویوں کی طرح مجھے جُوا کھیلنے سے باز رکھ رہی تھی اور کہہ رہی تھی، آج رات اسی کوٹھی میں آرام کرنا چاہیے۔ مجھے یاد نہیں تھا کہ میں نے پچھلی رات جیلما اور ایک فراڈ جُولی کے ساتھ جاگتے ہوئے گزاری ہے۔ لہٰذا سو جانا چاہیے۔ مجھے سوچتے سوچتے نیند آ گئی۔ یعنی رسونتی نے تھپک کر سُلا دیا۔

اُدھر پورے استنبول شہر میں فرہاد علی تیمور کو تلاش کیا جا رہا تھا۔ یہاں بھی سُپر ماسٹر، ماسک مین اور اسرائیلی جاسوس سرگرمِ عمل تھے۔ ان سب کا منصوبہ تقریباً ایک جیسا تھا۔ میں جس کے بھی ہتھے چڑھ جاتا، وہ اپنی اصلیت چھپا لیتا اور کوشش کرتا کہ مجھے اغوا کرنے اور قیدی بنانے کا الزام دوسروں پر عائد ہوتا رہے۔ وہ یہ بھی معلوم کرنا چاہتے تھے کہ آج بھری پُری شاہراہ سے کون لوگ مجھے جُولی سے چھین کر لے گئے تھے؟

جُولی اور کنگ آف کرائمز میرے لیے پریشان تھے۔ اس شرمندگی سے جھنجلا رہے تھے کہ وہ مجھے حفاظت سے اپنے گھر تک نہ لا سکے۔ سپر طاقتوں کے جاسوس اور آلۂ کار ان بہن بھائی کو دھمکیاں دے رہے تھے۔ ان سے پوچھ رہے تھے کہ انھوں نے فرہاد کو کس کے حوالے کیا ہے؟ وہ قسمیں کھا رہے تھے کہ انھوں نے کسی کے حوالے نہیں کیا۔ کوئی زبردست چال چل کر ان سے فرہاد کو چھین کر لے گیا ہے لیکن کوئی ان کی قسموں پر بھروسا کرنے کو تیار نہیں تھا۔ سپر ماسٹر، ماسک مین اور اسرائیلی انٹیلی جنس والے ایک دوسرے پر حملے کر رہے تھے۔ ایک دوسرے کے آلۂ کار کو پکڑ کر پوچھ رہے تھے: "بتاؤ، فرہاد کو اغوا کر کے کہاں چھپایا ہے؟"

انھوں نے ایئرپورٹ اور فلائنگ کلبوں میں جا کر معلومات حاصل کی تھیں۔ شہر کی تمام شاہراہوں کی ناکا بندی کر دی تھی۔ انھیں یقین تھا، اغوا کرنے والوں نے مجھے اسی شہر میں کہیں چھپا رکھا ہے۔ ایسے میں علی تیمور نے ماں کو مشورہ دیا: "ماما! آپ ان کمبختوں کو آپس میں لڑاتی رہیں۔ ہر ایک کے پاس جا کر دھمکی دیجیے کہ وہ پاپا کو آپ کے حوالے کر دیں۔ ورنہ ہماری دشمنی مہنگی پڑے گی۔"

رسونتی نے پہلے سپر ماسٹر سے پوچھا: "تم نے فرہاد کو کہاں قید کیا ہے؟"

وہ قسم کھا کر بولا: "ہم نے فرہاد صاحب کو دیکھا تک نہیں ہے۔ آپ ہم پر شبہ کیوں کر رہی ہیں؟"

وہ بولی: "ابھی فرہاد نے خیال خوانی کے ذریعے مجھے بتایا ہے کہ اُسے اغوا کرنے والوں نے نیند کا انجکشن لگایا تھا۔ اسے معلوم نہ ہو سکا کہ کن راستوں سے کہاں لے جا کر اسے قید کیا گیا ہے۔ بیدار ہونے کے بعد وہ خود کو ایک تاریک کوٹھری میں پا رہا ہے، اسے کسی کی آواز سنائی نہیں دے رہی ہے۔ نہ ہی کوئی اس کی کسی بات کا جواب دے رہا ہے۔ ایک بھری پُری شاہراہ سے اسے اغوا کرنے کی جراُت تمھارے آدمی ہی کر سکتے ہیں۔"

"آپ بھول رہی ہیں، یہ جراُت ماسک مین بھی کر سکتا ہے اور اسرائیلیوں کو تو سُپر پاور بننے کا خبط ہے، وہ اس مقصد کے لیے جائز یا ناجائز طریقوں سے فرہاد صاحب کو اپنی مٹھی میں رکھنے کی جدّ و جہد کر رہے ہیں۔ یہ حرکت ان کی بھی ہو سکتی ہے۔"

"اب میں ماسک مین کو الزام دوں گی تو وہ بھی اس الزام کو تسلیم نہیں کرے گا۔"

"آپ ماسک مین اور اسرائیلی حکام کو الزام نہ دیں۔ چپ چاپ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس مکار تک پہنچنے کی کوشش کریں جس نے فرہاد صاحب کو قیدی بنانے کی احمقانہ جراُت کی ہے۔ اس سلسلے میں ہم بھی اپنے تمام ذرائع استعمال کر رہا ہوں لیکن دو نئے دشمن ایسے ہیں جن تک ہم نہیں پہنچ سکتے۔"

"یہ نئے دشمن کون ہیں؟"

"یہ میرے ملک کی بدنصیبی ہے کہ ٹرانسفارمر مشین اور نقشے آپ لوگوں نے تباہ کر دیے۔ دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارا سرمایہ تھے۔ انھوں نے بھی دھوکا دے دیا۔ وہ دونوں پچھلے پانچ دنوں سے لاپتا ہیں۔ جاتے جاتے نائب سُپر ماسٹر سے کہہ گئے ہیں کہ وہ ہمارے ملک کے پابند رہ کر کام نہیں کریں گے۔ فرہاد علی تیمور کی طرح اپنی ایک نئی دنیا آباد کریں گے اور دنیا کے تمام ممالک کو اور سُپر طاقتوں کو ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے کم تر بنا کر رکھیں گے۔ آپ یقین کریں، وہ دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والے ہم سے بغاوت کر کے ہمارے لیے بہت بڑا خطرہ بن گئے ہیں۔ ان حالات میں ہم آپ جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے دشمنی مول لینے کی حماقت نہیں کریں گے۔"

ہم سوچ رہے تھے کہ دشمنوں کی تعداد کم کریں گے جو دشمن رہ گئے ہیں ان کی دنیا سے دور رہنے کے لیے سونیا میری فیملی کے لیے ایک الگ بستی بسا رہی تھی۔ ادھر دو ٹیلی پیتھی جاننے والے سپر ماسٹر کو چھوڑ کر ایک نیا محاذ بنا چکے تھے۔ جب بھی نئے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

دشمن پیدا ہوتے ہیں، میری داستان کچھ اور طویل ہو جاتی ہے۔ لوگ پوچھتے ہیں، یہ داستان شیطان کی آنت کی طرح لمبی کیوں ہوتی جا رہی ہے۔ اسے بند کرو بھئی، بند تو تب ہوگی جب دشمن ختم ہوں گے اور دشمن تب ختم ہوں گے جب میری زندگی ختم ہوگی۔ گویا تقاضا کرنے والے جب یہ کہتے ہیں کہ داستان ختم کرو تو گویا کہتے ہیں، فرہاد علی تیمور کی زندگی کی کتاب بند کر دو۔ مشکل یہ ہے کہ یہ کتاب کسی کی حاسدانہ سازش سے بند نہیں ہوگی۔ دعا مانگنے سے بھی بات نہیں بنے گی۔ ایسے میں صرف بد دُعا رہ جاتی ہے۔ بات پھر وہیں آکر رُکتی ہے۔ جب تک بد دُعا قبول ہوگی تب تک داستان تو چلتی رہے گی۔

رات کے دو بجے تھے۔ میں گہری نیند میں تھا۔ اچانک آنکھ کھل گئی۔ میں فوراً ہی اٹھ بیٹھا۔ مجھے خطرے کا احساس ہو رہا تھا۔ میں پلنگ سے اُتر کر چپل پہنتا ہوا آگے بڑھا پھر خوابگاہ کا دروازہ کھولتے ہی ٹھٹک گیا۔ چند مسلح جوان کھڑے ہوئے تھے۔ ایک نے ریوالور کی نال میرے سینے پر رکھ کر پوچھا: "تم مانٹی پاشا ہو؟"

میں نے سہم کر کہا: "ہاں، میں مانٹی پاشا ہوں مگر قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جرائم کا راستہ چھوڑ چکا ہوں۔ میں نے کسی کو نقصان نہیں پہنچایا۔ تم لوگ مجھے نقصان پہنچانے کیوں آئے ہو؟"

وہ ریوالور کی نال سے مجھے پیچھے ہٹاتا ہوا اور آگے بڑھتا ہوا بولا: "اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارے جسم پر ہلکی سی خراش بھی نہ آئے تو ہمیں فرہاد علی تیمور کا پتا بتا دو، یا اس کے پاس پہنچا دو۔"

"فرہاد علی تیمور؟" میں نے سوچتے ہوئے کہا: "فرہاد صاحب سے تقریباً دس ماہ پہلے پرنسس آئی لینڈ میں ملاقات ہوئی تھی۔ انھوں نے مجھ سے ایک کام لیا تھا، اس کے عوض مجھے کافی دولت دی تھی۔ تب سے آج تک میں نے ان کی صورت نہیں دیکھی۔"

"صورت نہیں دیکھی ہوگی، اپنے دماغ میں آواز تو سُنی ہوگی۔ ہم نے اچھی طرح معلوم کیا ہے۔ تم فرہاد کے خاص آدمی ہو۔ تم نے آج صبح اسے فرار ہونے میں مدد دی ہے۔ ہو سکتا ہے تم نے اسی کوٹھی میں یا کسی خفیہ اڈے میں اسے پناہ دی ہو۔"

میں نے کہا: "پہلے تم لوگ اس کوٹھی کی اچھی طرح تلاشی لو۔ میں نے تمام خفیہ اڈے اپنے سابقہ وفاداروں کو دے دیے ہیں۔ کیونکہ اب شرافت کی زندگی گزار رہا ہوں۔ پھر بھی تم لوگوں کی تسلی کے لیے ان اڈوں میں تمہارے ساتھ چلوں گا۔"

"ہم احمق نہیں ہیں۔ فرہاد کسی اڈے میں ہوگا تو وہ جگہ چھوڑ کر کہیں دوسری جگہ چلا جائے گا۔ ابھی وہ تمہارے دماغ میں رہ کر ہماری باتیں سن رہا ہوگا۔"

"تم لوگ خواہ مخواہ شبہ کر رہے ہو۔ مجھ سے جیسی بھی قسم لے لو، میرا فرہاد صاحب سے فی الحال کوئی رابطہ نہیں ہے۔"

دو مسلح جوانوں نے آکر کہا: "ہم نے پوری کوٹھی میں دیکھ لیا ہے۔ یہاں فرہاد نہیں ہے۔ اسے باس کے پاس لے چلو۔"

وہ مجھے دھکے دیتے ہوئے باہر لے آئے۔ وہاں ایک کار اور ویگن کار کھڑی ہوئی تھی۔ کار کی پچھلی سیٹ پر ایک موٹا اور بھدا سا شخص بیٹھا ہوا تھا۔ اسے دیکھ کر یوں لگتا تھا جیسے بڑے سائز کے مینڈک کو قیمتی کار میں بٹھا کر لایا گیا ہو۔ وہ مینڈک ہی کی طرح موٹی بھدی آواز میں بولا: "بینگ، بینگ۔ اسے چھوڑ دو۔ یہ درست کہہ رہا ہے۔ ایک طویل عرصے سے اس نے فرہاد کو نہ دیکھا ہے نہ دماغ میں اس کی آواز سنی ہے۔"

مسلح افراد نے مجھے چھوڑ دیا۔ مینڈک نے کہا: "بینگ بینگ۔ مگر یاد رکھو پاشا! اگر تمہارے پاس فرہاد آئے تو اسے ضرور پناہ دینا، ہمیں خوشی ہوگی۔"

میں نے کہا: "میں ضرور پناہ دوں گا لیکن آپ کو کیسے اطلاع دے سکتا ہوں؟"

"ہمیں خبر ہو جائے گی۔ بینگ بینگ۔"

وہ اپنے آدمیوں کے ساتھ وہاں سے چلا گیا۔ میں نے کوٹھی کے اندر آکر دروازے کو بند کیا۔ پتا نہیں ہم کیوں اپنے گھروں کے دروازے بند کرتے ہیں جبکہ شریف آدمی دستک دیے بغیر نہیں آتے۔ چور، بدمعاش اور قاتل مخصوص تکنیک سے تالے کھول کر یا توڑ کر چلے آتے ہیں۔ ہم کبھی بند دروازے کے پیچھے محفوظ نہیں رہتے۔ پھر بھی دروازوں کو مقفل رکھتے ہیں۔

میری نیند اُڑ گئی تھی۔ میں فرہاد علی تیمور کے متعلق سوچنے لگا۔ وہ کہاں ہے اور کیا کرتا پھر رہا ہے؟ یہ کون لوگ مجھے پریشان کرنے آگئے تھے؟ اگر فرہاد میرے گھر میں ہوتا تو شاید وہ مجھے گولی مار دیتے۔ یہ تنویمی عمل بھی عجیب تماشے دکھاتا ہے۔ میں فرہاد ہو کر فرہاد کے متعلق سوچ رہا تھا کہ وہ اِدھر نہ آئے تو اچھا ورنہ میری شامت آجائے گی۔ میں سر سے پاؤں تک اور دماغ کے چور خانوں تک مانٹی پاشا تھا اور اس کوٹھی میں ایک شریف آدمی کی طرح پُرسکون زندگی گزارنے کی تمنا کر رہا تھا۔

یہ میرے حق میں بہتر تھا۔ دو نئے خیال خوانی کرنے والوں میں سے کوئی میرے دماغ میں پہنچ گیا تھا، اسی لیے کار میں بیٹھے ہوئے مینڈک کو یقین ہو گیا تھا کہ میں حقیقتاً مانٹی پاشا ہوں اور فرہاد نے کئی ماہ گزرنے کے بعد بھی مجھ سے رابطہ قائم نہیں کیا ہے۔ جو میری کوٹھی میں گھس آئے تھے، ان کے ذریعے خیال خوانی کرنے والے کو میرے دماغ کی تہ تک پہنچنے کا موقع ملا ہوگا، اسی نے مینڈک کو بتایا ہوگا کہ پاشا فی الحال کام نہیں

...ہے گا، اسے چھوڑ دیا جائے۔ ہو سکتا ہے، فرہاد آئندہ رابطہ قائم کرے۔ خیال خوانی کرنے والا اب میرے دماغ میں آتا جاتا رہے گا اور معلوم کرتا رہے گا کہ فرہاد میرے پاس پناہ لینے یا مجھ سے کوئی کام لینے آتا ہے یا نہیں؟

میں یہ محسوس نہیں کر سکتا تھا کہ ایسے وقت صرف دشمن خیال خوانی کرنے والا تھا یا رسونتی بھی تھی۔ یہ جو کچھ بیان کر رہا ہوں، وہ بعد میں معلوم ہوا۔ رسونتی نے مجھے ٹیلی پیتھی کے ذریعے سُلایا تھا اور مطمئن ہو کر خود سو گئی تھی۔ اس کے حساب سے میں صبح پانچ بجے بیدار ہونے والا تھا۔ یہ اچھا ہوا کہ میں نے آرمر کو رازدار بنا لیا تھا۔ وہ رات گئے تک جاگنے کا عادی تھا۔ جب وہ سونے سے پہلے میری خیریت معلوم کرنے آیا تو اُس وقت مسلح جوان کوٹھی میں فرہاد علی تیمور کو تلاش کر رہے تھے۔

اس نے فوراً ہی پارس کو اطلاع دی: "تمہارے پاپا کے بیڈ روم میں کچھ لوگ گھس آئے ہیں۔ انھیں مانٹی پاشا سمجھ کر کوٹھی کے ہر حصے میں تمہارے پاپا کو تلاش کر رہے ہیں۔"

نینسی کے لیے آج جیسے سہاگ رات تھی۔ وہ ایک ایک پیار بھرے لمحے سے جی بھر کے کھیل رہی تھی۔ پارس، آرمر سے باتیں کرنے باتھ روم میں آگیا تھا۔ اس نے کہا: "انکل! پلیز آپ نینسی کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے فوراً سُلا دیں۔ ورنہ وہ مجھے باہر نہیں جانے دے گی۔"

پارس نے اسی علاقے میں ایک چھوٹا سا بنگلا کرائے پر لیا تھا جہاں میں پاشا کی حیثیت سے مقیم تھا۔ اس کے پاس ایک گاڑی اور وہاں کی کافی کرنسی بھی تھی۔ ایک فرانسیسی جاسوس نے یہ تمام انتظامات کیے تھے۔ جب وہ بنگلے سے نکلا تو نینسی گہری نیند میں ڈوب چکی تھی۔ وہ تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا پاشا کی کوٹھی کی طرف جانے لگا۔ قریب پہنچ کر ایک اسٹریٹ پر گاڑی روک دی، پاشا کی کوٹھی کے باہر دو گاڑیاں نظر آ رہی تھیں۔ مجھے کچھ لوگ پکڑ کر مینڈک کے سامنے لے آئے تھے۔ آرمر، پارس کو بتا رہا تھا: "تمہارے بیٹے! خطرہ ٹل گیا ہے۔ انھوں نے تمہارے پاپا کو چھوڑ دیا ہے۔ وہ انھیں گرفتار کر کے نہیں لے جائیں گے۔"

پارس نے پوچھا: "گرفتار کرنے کے بعد کیوں چھوڑ دیا ہے؟"

"ان کا موٹا سا باس کہہ رہا تھا کہ پاشا سچ کہہ رہا ہے۔ فرہاد نے پاشا سے رابطہ قائم نہیں کیا۔ تمہارے پاپا سے کہہ رہا ہے کہ فرہاد وہاں پناہ لینے آئے تو اسے ضرور پناہ دی جائے۔"

ان کی باتوں کے دوران وہ دونوں گاڑیاں واپسی کے لیے چل پڑی تھیں۔ پارس بھی گاڑی اسٹارٹ کر کے ان کے پیچھے چل پڑا۔ آرمر نے پوچھا: "کیا تم تعاقب کرو گے؟"

"جی ہاں۔ ان لوگوں کا تعلق کسی خیال خوانی کرنے والے سے ہے۔ مجھے ان کا پتا ٹھکانا معلوم کرنا چاہیے۔"

"بیٹے! میری ایک بات مانو گے؟"

"ضرور۔ فرمائیے۔"

"دشمنوں کو دوست بنانے کی کوشش کرو۔ اس سے طاقت بڑھتی ہے۔ جیسے ڈینی دانیال کے دوست بننے سے ہماری قوت میں اضافہ ہوا ہے۔ اگر ان دو نئے خیال خوانی کرنے والوں کے بھی دل جیت لو گے تو سونیا اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے گی۔ وہ جو نئی بستی بسا رہی ہے، وہاں پھر کوئی دشمن کبھی قدم نہیں رکھ سکے گا۔"

"انکل! یہ دو ٹیلی پیتھی جاننے والے پَر نکلتے ہی ہوائی حملے کرنے لگے ہیں۔ ان کے تیور بتا رہے ہیں کہ یہ ہمارے خلاف قسم کھا کر میدان میں آئے ہیں۔ پھر بھی آپ پیار و محبت، امن و آشتی کے لیے مشورہ دے رہے ہیں۔ دشمنوں سے بھی نیکی کر کے دیکھ لینے میں حرج نہیں ہے۔ میں آپ کے مشورے پر عمل کروں گا۔"

رات کے تین بجنے والے تھے۔ سڑکوں پر اکا دکا گاڑیاں نظر آتی تھیں۔ ایسے میں تعاقب کرنے والی گاڑی صاف پہچانی جاتی ہے۔ پارس نے آگے جانے والی دونوں گاڑیوں سے کافی فاصلہ رکھا تھا۔ تاکہ اس کی گاڑی کا رنگ اور بناوٹ اچھی طرح نظروں میں نہ آئے اور یہ شبہ نہ ہو کہ ایک ہی گاڑی پیچھے چلی آرہی ہے۔

وہ اپنی کوششوں میں کامیاب رہا۔ آگے جانے والے مطمئن تھے۔ آدھے گھنٹے بعد اس مینڈک کی کار ایک کوٹھی کے احاطے میں داخل ہو گئی۔ پارس نے اپنی کار کی رفتار اور سست کر دی۔ جس ویگن کار میں مسلح افراد بیٹھے تھے، اس کا تعاقب لازمی نہیں تھا۔ وہ آہستہ آہستہ کار ڈرائیو کرتا ہوا اس کوٹھی کے سامنے سے گزرا۔ مین گیٹ پر لگی ہوئی نیم پلیٹ پر ایک نظر ڈالی۔ کسی جان گاسکر کا نام لکھا ہوا تھا۔ وہ اسٹریٹ اور کوٹھی کا نام اور نمبر ذہن نشین کرتے ہوئے آگے بڑھ گیا۔

آگے جانے والی ویگن کار جانے کہاں نکل گئی تھی۔ اس کی پروا نہیں تھی۔ وہ ہوا خوری کے انداز میں ڈرائیو کرتا ہوا پندرہ منٹ کے بعد ایک ٹیلیفون بوتھ کے سامنے رُک گیا۔ بوتھ کے اندر جا کر فرانسیسی جاسوس سے رابطہ قائم کیا۔ وہ سو رہا تھا۔ فون کی گھنٹی بجتی رہی پھر نیند بھری آواز سنائی دی: "او گاڈ! چار بجنے والے ہیں۔ ایسی گہری نیند سے جگانا کہاں کی شرافت ہے؟ کون ہو تم؟ کس سے بات کرنا چاہتے ہو؟"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

پارس نے کہا: "ایسے وقت جگانا شرافت نہیں ہے۔ لہٰذا میں شریف آدمی نہیں ہوں۔ میری آواز سنتے ہی نیند اُڑ گئی ہوگی۔"

وہ جلدی سے بولا: "آ... آپ ہیں؟ سوری سر! وہ اکثر رانگ نمبر ڈائل کرنے والے نیند خراب کرتے ہیں اس لیے..."

پارس نے بات کاٹ کر کہا: "صحیح نمبر ڈائل کرنے والے نے بھی نیند خراب کی ہے۔"

"سر! مجھے شرمندہ نہ کریں۔ میں پوری طرح بیدار ہو چکا ہوں۔"

"تو پھر نوٹ کرو۔ رابعہ بصری ایونیو میں آٹھ سو آٹھ نمبر کی کوٹھی ہے جس پر جان گاسکر کی نیم پلیٹ ہے۔ میں اس کوٹھی کے مکینوں کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔"

جاسوس نے کہا: "جان گاسکر ترکی کا مشہور پہلوان ہے۔ بین الاقوامی شہرت کا حامل ہے اور بہت خطرناک آدمی ہے۔ پولیس والے اس سے کتراتے ہیں۔ وہ استنبول میں ماسک مین کی خطرناک تنظیم کا باس ہے۔ میں ایک گھنٹے کے اندر مزید معلومات فراہم کرسکوں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں خود ہی رابطہ قائم کروں گا۔"

پارس ریسیور رکھ کر بوتھ سے باہر آیا۔ پھر اسٹیئرنگ سیٹ سنبھال کر آگے بڑھ گیا۔ اگلے راؤنڈ اباؤٹ سے گھوم کر واپس جانا چاہتا تھا لیکن آگے جاکر راستے سے بھٹک گیا۔ وہ وہاں کے علاقوں اور راستوں کو پہچانتا نہیں تھا۔ آرمر نے کہا: "میں اس جاسوس کے دماغ میں چپ چاپ جاکر تمھاری رہائش گاہ تک جانے والے راستے معلوم کروں گا پھر تمھیں آکر بتاؤں گا۔"

وہ چلا گیا۔ پارس آہستہ آہستہ کار چلا رہا تھا۔ ایک دوراہے پر پہنچ کر اس نے سوچا کس راستے پر جانا چاہیے؟ اس نے دور تک نظر دوڑائی، تقریباً سو گز کے فاصلے پر وہ ویگن کار کھڑی ہوئی دکھائی دی، جس میں مسلح افراد سفر کر رہے تھے۔ وہ ایک بار اور اوپن ریستوران کے سامنے کھڑی ہوئی تھی۔ وہ بھی اطمینان سے ڈرائیو کرتا ہوا وہاں پہنچ گیا۔ کار کو فٹ پاتھ کے کنارے کھڑی کرکے باہر آیا۔ ریستوران خالی تھا۔ بار کے کاؤنٹر پر چھ افراد نظر آئے۔ انھوں نے ہتھیاروں کو ویگن میں چھپایا ہوگا۔ وہ بیئر کے کین پکڑے ہوئے پی رہے تھے اور ایک دوسرے سے مذاق کر رہے تھے۔ پارس نے کاؤنٹر پر آکر پوچھا: "کافی مل سکتی ہے؟"

کاؤنٹر کے پیچھے کھڑی ہوئی ایک ادھیڑ عمر کی عورت نے کہا: "سوری! ریستوران اب صبح کھلے گا۔"

ایک شخص نے کہا: "جوان! پیاس لگی ہے تو بیئر پی لو۔"

پارس نے کہا: "شکریہ۔ میں نہیں پیتا۔"

"ہمارے اکاؤنٹ میں پی لو۔"

دوسرے شخص نے کہا: "بچے کو شراب نہیں دودھ پلاتے ہیں۔"

اس بات پر سب ہنسنے لگے۔ پارس نے کہا: "تم جیسے زندہ دل لوگ مجھے اچھے لگتے ہیں۔ میں ایک شرط پر بیئر پیوں گا۔"

تیسرے شخص نے کہا: "تمھاری شرط معلوم ہے۔ تم کہو گے کہ ہم سب کا بل تم ادا کرو گے۔ بھئی، ہم تمھارا دل نہیں توڑیں گے۔"

وہ پھر قہقہے لگانے لگے۔ پارس نے کہا: "چلو سب کا بل میں ادا کروں گا لیکن شرط یہ ہے کہ ہم بیئر نہیں وسکی پئیں گے اور ایک دوسرے کو اپنی جھوٹی شراب پلائیں گے۔ اس طرح آپس میں ہماری محبت بڑھے گی۔"

سب نے یہ شرط منظور کی۔ پارس نے ان کا پچھلا بل ادا کیا پھر سب کے لیے وسکی کے ڈبل پیگ کا آرڈر دے کر اس کی رقم بھی ادا کردی۔ ادھیڑ عمر کی عورت نے سب کے لیے لارج پیگ بنائے۔ آرمر نے دماغ میں آکر پوچھا: "یہاں کیا کر رہے ہو۔ میں نے تمھاری رہائش گاہ کا راستہ معلوم کرلیا ہے۔"

"انکل! میں ان کی کھوپڑی گھما رہا ہوں۔ اگر یہ لوگ کے باہر ہیں تو چند منٹ بعد سانس روکنے کے قابل نہیں رہیں گے پھر آپ ان کا کچا چٹھا معلوم کرلیں گے۔"

سب نے اپنے اپنے گلاس اٹھا لیے۔ پارس نے اپنے گلاس میں سے ایک گھونٹ لیا۔ پھر اس گلاس کو دوسرے کے ہاتھ میں دے کر اس کا گلاس لے لیا۔ اس میں سے ایک گھونٹ پی کر تیسرے کو وہ گلاس دے دیا۔ اس طرح دوسروں کا جھوٹا گلاس اس کے پاس آرہا تھا اور اس کا جھوٹا گلاس دوسروں کے پاس جا رہا تھا۔ وہ پی رہے تھے اور کہہ رہے تھے: "بھئی کمال کی وسکی ہے۔ دو چار گھونٹ میں نشہ ہونے لگا ہے۔"

ایک نے کاؤنٹر پر جھک کر ادھیڑ عمر کی عورت سے کہا: "میگی! کیا تم جادو جانتی ہو؟ تھوڑی دیر پہلے تم بڑھیا لگتی تھیں۔ اب ایک دم سے جوان ہوگئی ہو۔ ہائے کتنی حسین لگ رہی ہو!"

میگی نے کہا: "میرا ایک بیٹا تمھاری عمر کا ہے۔ اس حساب سے تم اپنی ماں کو حسین اور جوان دیکھ رہے ہو۔ بولو اب کیسی دکھائی دے رہی ہوں؟"

وہ ناگواری سے بولا: "تمھارے منہ لگنے سے نشہ ہرن ہو جاتا ہے۔"

پارس کے منہ سے لگی ہوئی چیز شراب ہو یا پانی، اس کا نشہ ٹوٹ نہیں سکتا تھا۔ وہ نشہ سر چڑھ کر بول رہا تھا۔ زہر کی ایک ذرہ برابر مقدار نے شراب کو دو آتشہ بنا دیا تھا۔ آرمر ان کے دماغوں میں پہنچ کر ضروری سوالات کر رہا تھا اور جوابات حاصل کر رہا تھا۔ ایک نے دوسرے سے پوچھا: "یار! ہم کس کے لیے کام کرتے ہیں؟"

دوسرے نے سینے پر ہاتھ مار کر کہا: "ہم گاسکر کے بھروسے

والے بندے ہیں۔ اس ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک بڑے بڑے بدمعاش ہمارے سامنے گھٹنے ٹیکتے ہیں۔ پولیس کے سپاہی ہمیں سلام کرتے ہیں۔ ہم اس شہر کے ہیرو ہیں ہیرو۔"

تیسرے شخص نے کاؤنٹر پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا: "تمھیں گاسکر کے پاس کون لے جاتا ہے؟ میں لے جاتا ہوں میں۔ تم سب کتوں کی طرح خاموش کھڑے رہتے ہو۔ گاسکر سے باتیں کون کرتا ہے؟ میں کرتا ہوں میں۔ میں اس کا رائٹ ہینڈ ہوں۔ اس کے بہت سے رازوں سے واقف ہوں۔"

آرمر نے اس کی سوچ میں پوچھا: "گاسکر کا کوئی اہم راز بتاؤ؟"

وہ اپنے ایک ساتھی کا گریبان پکڑ کر بولا: "کیوں بے! مجھ سے راز پوچھتا ہے؟"

نشے میں سب کی کھوپڑی گھوم رہی تھی۔ پارس نے کہا: "ہاں، یہ پوچھتا ہے مگر تجھے کچھ معلوم نہیں ہے تو راز کیا بتائے گا؟"

وہ پھر کاؤنٹر پر ہاتھ مار کر بولا: "میں بتاؤں گا۔"

پارس نے کہا: "میں نہیں بتانے دوں گا۔ تیرا منہ توڑ دوں گا۔"

"تیرا باپ بھی نہیں توڑ سکے گا۔ گاسکر اب ایک کے لیے نہیں دو کے لیے کام کرتا ہے۔ وہ بظاہر ماسک مین کی خفیہ تنظیم کا باس ہے مگر سپر ماسٹر کا بھی کوئی خاص کام کر دیا جاتا ہے۔ دونوں طرف سے مال کماتا ہے۔"

پارس نے اس کی تعریف کی: "ارے تم تو واقعی گاسکر کے رازدار ہو۔ تم نے راز کی بات بتا دی اور میں تمھارا منہ نہ توڑ سکا، بھلا کیسے توڑ سکتا ہوں۔ تم تو گاسکر جیسے خطرناک باس کے چمچے ہو مگر یاد رکھو، جس دن ماسک مین کو ایسی دوغلی حرکتوں کا علم ہوگا، اس کے آدمی گاسکر کو گولی مار دیں گے۔"

وہ پھر کاؤنٹر پر ہاتھ مار کر کچھ کہنا چاہتا تھا مگر اس سے پہلے ہی نشہ غالب ہوگیا اور وہ کاؤنٹر پر اوندھے منہ پڑا رہ گیا۔ آرمر نے کہا: "یہ دعوے سے کہنا چاہتا تھا کہ گاسکر کو ماسک مین کا کوئی آدمی گولی نہیں مار سکتا۔ کوئی دشمن اس کے قریب نہیں جا سکتا کیونکہ ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے دماغ میں آتے ہیں اور اسے تمام خطرات سے بچاتے رہتے ہیں۔"

پارس نے کہا: "آپ گاسکر کا فون نمبر معلوم کریں۔ یہ سپر ماسٹر بڑی گہری چال چل رہا ہے۔ ماسک مین کے کاندھے پر بندوق رکھ کر ہم باپ بیٹوں کو شکار کرنا چاہتا ہے۔ میں یہاں سے اٹھ رہا ہوں۔ آپ کاؤنٹر کے پیچھے کھڑی ہوئی عورت کے دماغ میں رہیں تاکہ وہ میری گاڑی کا نمبر، اس کا رنگ اور ماڈل یاد نہ رکھ سکے۔"

آرمر نے میگی کی توجہ دوسرے کاموں میں لگا دی۔ پارس اپنی گاڑی میں بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہوگیا۔ گاسکر کے وہ چھ آدمی ہوش و حواس میں نہیں تھے۔ کوئی بیٹھے بیٹھے کاؤنٹر پر اوندھا ہوگیا تھا۔ کوئی زمین پر چاروں شانے چت پڑا تھا اور کوئی دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھا رہ گیا تھا۔ میگی نے ایک ایک کو جھنجوڑ کر ہوش میں لانے کی کوشش کی۔ پھر فون کے پاس بڑبڑاتی ہوئی آئی: "یہ کمبخت آجکل کے جوان ہیں۔ ایک لارج پیگ میں ہی ہاتھ پاؤں چھوڑ بیٹھے ہیں۔"

وہ قریبی پولیس اسٹیشن سے رابطہ قائم کرکے ان شرابیوں کے متعلق اطلاع دے رہی تھی۔ آرمر نے پارس کے پاس آکر اسے رہائش گاہ تک گائیڈ کیا۔ پھر پوچھا: "کیا اب تم نیند پوری کرو گے؟"

"جی ہاں۔ آپ بھی آرام کریں۔ اب چھ گھنٹے بعد ملاقات ہوگی۔ مگر آپ سونے سے پہلے پاپا کی خیریت معلوم کریں۔"

آرمر چلا گیا۔ پارس نے بنگلے کے اندر آکر دیکھا، نینسی گہری نیند میں تھی۔ ایک تو وہ یوں بھی دل کھینچ لیتی تھی۔ خوابیدہ حسن کچھ اور دل کھینچ رہا تھا۔ وہ سحر زدہ سا ہوکر اس کی طرف بڑھا۔ پھر رک گیا۔ ایک ضروری کام رہ گیا تھا۔ وہ بیدار ہونے کے بعد حسن و شباب کے طلسم میں گم کر دیتی۔ کسی اور طرف دھیان دینے کی مہلت ہی نہ دیتی۔ اس لیے وہ پہلے ٹیلیفون کے پاس آیا۔ پھر ریسیور اٹھا کر فرانسیسی جاسوس سے رابطہ قائم کرنے کے بعد بولا: "کچھ معلوم ہوا؟"

اس نے جواب دیا: "جی ہاں۔ بین الاقوامی شہرت یافتہ پہلوان جان گاسکر کوٹھی نمبر آٹھ سو آٹھ میں رہتا ہے۔ ایک جوان بیٹا اور بیٹی اس کے ساتھ رہتے ہیں۔ بیٹا بہت بڑا پولیس افسر ہے۔ وہ اپنی جوان بیٹی کی شادی انٹیلی جنس کے ایک بوڑھے ڈائریکٹر جنرل سے کرنا چاہتا تھا تاکہ بیٹے اور بیٹی کے ذریعے پولیس اور انٹیلی جنس ڈیپارٹمنٹ میں دور تک رسائی حاصل کرسکے مگر ابھی اطلاع ملی ہے کہ اب سے دو گھنٹے پہلے اس کی بیٹی ٹینا کو اغوا کیا گیا ہے۔ اس وقت گاسکر کی کوٹھی میں پولیس اور انٹیلی جنس کے بڑے بڑے افسران موجود ہیں۔ شہر کے ہر بدمعاش کا محاسبہ کیا جا رہا ہے۔ ایئرپورٹ، بندرگاہوں اور ہائی وے کی پولیس چوکیوں پر سختی سے چیکنگ ہو رہی ہے۔ اگر آپ اس سے رابطہ قائم کرنا چاہیں تو اس کے چار عدد فون نمبر نوٹ کریں۔"

پارس نے وہ چاروں فون نمبر نوٹ کرنے کے بعد پوچھا۔ "تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ گاسکر، ماسک مین کی تنظیم کا علاقائی باس ہے؟"

"میری وائف پریس رپورٹر ہے۔ وہ بڑے بڑے معروف لوگوں کی پرائیویٹ لائف کے بارے میں بہت کچھ جانتی ہے۔ اس نے مجھے گاسکر کے متعلق بتایا ہے۔"

"معلومات فراہم کرنے کا شکریہ۔ میں نے صبح چار بجے تمھاری

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

نیند خراب کی۔ اب چاہو تو چھ گھنٹے تک آرام سے سو سکتے ہو۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ اس جاسوس کو گاسکر کے اندرونی راز معلوم نہیں تھے۔ اس نے ایک ہی اہم خبر پہنچائی تھی کہ اس کی بیٹی ٹینا کو اغوا کیا گیا ہے۔ گاسکر کی بیٹی پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت کوئی زبردست دشمن ہی کر سکتا تھا۔ اس کے کسی دشمن سے فی الحال پارس کو دلچسپی نہیں تھی۔ وہ نینی کے پاس آگیا۔ اس کے گلاب جیسے چہرے پر سانسوں کی آنچ سے دستک دینے لگا۔ پہلی ہی دستک پر آنکھیں کھل گئیں۔ آنکھوں میں نیند کا خمار تھا۔ وہ چند لمحوں تک اپنے دیوانے کو سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھتی رہی پھر چونک کر بولی "اوہ مائی گاڈ! میں سو گئی تھی۔"

"ہاں۔ میں باتھ روم میں گیا تھا۔ واپس آکر دیکھا تو تم سو گئی تھیں۔"

وہ وال کلاک کو دیکھتے ہوئے بولی "مجھے یاد ہے، تم ڈھائی بجے مجھے چھوڑ کر باتھ روم میں گئے تھے۔ اب پانچ بج چکے ہیں، تم نے ان ڈھائی گھنٹوں میں مجھے کیوں نہیں جگایا؟"

"میں کشمکش میں تھا۔ دل تمہارے لیے مچل رہا تھا، میں تمہیں جگانا چاہتا تھا مگر محبت سمجھاتی تھی کہ میری جان تھک گئی ہے، اسے نیند سے جگانا ظلم ہوگا۔"

"محبت میں یہ ظلم اچھا لگتا ہے، کیا اتنا بھی نہیں جانتے؟ کیا اتنی دیر کشمکش میں رہے؟"

"تمہارا خوابیدہ حسن میرے ہوش اڑا رہا تھا۔ میں تمہیں دیکھتا ہی رہا۔ مجھے وقت گزرنے کا احساس تک نہ ہوا۔ میں کیا بتاؤں، تم کیا چیز ہو، سوتے وقت بھی لوٹ لیتی ہو۔"

وہ خوش ہو کر لوٹنے کا سامان کرنے لگی۔

دوسری صبح رسونتی میرے دماغ میں آئی۔ میں نے تنویمی عمل سے پہلے اسے سختی سے منع کیا تھا کہ وہ ایک ہفتے تک مجھے مخاطب نہیں کرے گی۔ نہ ہی کسی طرح میرے دماغ میں اپنی سوچ کی لہروں کو ظاہر ہونے دے گی۔ پارس نے پچھلی رات جو معلومات حاصل کی تھیں، ان کے مطابق خیال خوانی کرنے والے گاسکر سے رابطہ قائم کر رہے تھے۔ گاسکر نے اپنے آدمیوں سے کہا تھا کہ میں واقعی ماٹی پاشا ہوں۔ میرا بیان درست ہے لہٰذا مجھے چھوڑ دیا جائے۔ اس کے یقین سے بھی ثابت ہوتا تھا کہ کسی نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے میرے دماغ کو کھنگالا ہے اور میرے ماٹی پاشا ہونے کا یقین کیا ہے۔

میں جانتا تھا، ایسا ضرور ہوگا۔ اسی لیے میں نے رسونتی کو اپنے دماغ میں محتاط رہنے کی تاکید کی تھی۔ اس نے صبح آکر چپ چاپ معلوم کیا کہ پچھلی رات مسلح اجنبی کوٹھی میں گھس آئے تھے۔ میرے سامنے مجھے ہی تلاش کرتے رہے تھے پھر کوئی نقصان پہنچائے بغیر واپس چلے گئے تھے۔ رسونتی نے آرمر سے پوچھا "کیا آپ کو معلوم ہے، پچھلی رات فرہاد کے ساتھ کیا ہوا؟"

"ہاں، میں فرہاد کے پاس خاموشی سے موجود تھا۔"

"آپ نے مجھے کیوں نہیں بلایا؟"

"تم سو رہی تھیں۔ کوئی تشویش کی بات نہیں تھی۔ میں نے تمہیں نیند سے جگانا مناسب نہیں سمجھا۔ البتہ پارس کو اطلاع دی تھی۔ اس نے مجرموں کا تعاقب کیا تھا۔"

"وہ مجرم کون تھے؟ مجھے بتاؤ پارس نے کتنی اہم معلومات حاصل کی ہیں؟"

"وہ سپر ماسٹر کے آدمی تھے۔ ان کے درمیان کوئی خیال خوانی کرنے والا موجود تھا۔ اسی نے فرہاد کے دماغ کو ٹٹولا ہوگا اور اسے ممکن پاشا کی حیثیت سے دیکھ کر یقین کیا ہوگا کہ فرہاد اس کی کوٹھی میں نہیں ہے۔"

"میں نہیں مانتی۔ وہ خیال خوانی کرنے والے اب سپر ماسٹر کے ساتھ نہیں ہیں۔ پارس نے غلط معلومات حاصل کی ہیں۔"

"میں غلط اور صحیح نہیں جانتا۔ جو مجھے معلوم ہے، وہی بیان کر رہا ہوں۔"

"اچھی بات ہے، میں ابھی پارس سے بات کرتی ہوں۔"

"ٹھہرو۔ وہ تمام رات جاگتا رہا ہے۔ ابھی سو رہا ہے۔ تمہیں چھ گھنٹے بعد رابطہ قائم کرنا چاہیے۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچنے لگی: پارس بہت چالاک ہے۔ وہ غلط معلومات سے مطمئن نہیں ہوتا۔ اگر اس کی معلومات درست ہیں تو اس کا مطلب ہے، سپر ماسٹر نے مجھ سے جھوٹ کہا ہے۔ مجھے یہ کہہ کر دھوکا دے رہا ہے اور خود کو مظلوم بنا رہا ہے کہ آخری دو خیال خوانی کرنے والوں نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا ہے؛

وہ اپنے کمرے میں ٹہل رہی تھی اور سوچ رہی تھی۔

'ابھی سپر ماسٹر کے پاس جا کر اس کا محاسبہ کرنا چاہیے۔ میں اس کی خوش فہمی ختم کر دوں گی، اسے بتا دوں گی کہ اس کا جھوٹ پکڑا گیا ہے؛

وہ غصے میں سوچ رہی تھی اور خیال خوانی کی پرواز کرنا چاہتی تھی۔ اس نے دل میں یہ عہد کیا تھا کہ کبھی غصے میں نہیں آئے گی اور جوش میں آکر سوچے سمجھے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھائے گی۔ ایسا کوئی وقت آئے گا تو اپنے بیٹے علی تیمور سے مشورہ کرے گی۔ بیٹا اس وقت باباصاحب کے ادارے کی لائبریری میں بیٹھا مطالعے میں مصروف تھا۔ فرزانہ اس سے ڈیڑھ ہزار میل کے فاصلے پر سونیا کے پاس تھی۔ یہ فاصلہ زیادہ نہیں تھا۔ وہ کاریا ہیلی کاپٹر

کے ذریعے وہاں جا سکتا تھا۔ اپنی محبوبہ کے ساتھ رنگین لمحات گزار سکتا تھا لیکن وہ خشک کتابوں کے ساتھ وقت گزار رہا تھا۔

رسونتی نے اس سے پوچھا تھا "کیا فرزانہ سے ملنے نہیں جاؤ گے؟"

"نہیں ماما! ابھی اس سے ملنا مناسب نہیں ہے۔ وہ سونیا ممّا کے پاس رہ کر ضروری ٹریننگ حاصل کر رہی ہے۔ مجھے دیکھ کر اس کا دھیان بٹ جائے گا۔ وہ پوری توجہ سے تربیت حاصل نہیں کر سکے گی۔ ایسے وقت ہمیں تفریحی جذبات کو کچل دینا چاہیے۔"

رسونتی یہ سوچ کر خوش ہوتی تھی کہ بیٹا ہونے والی بہو سے زیادہ لگاوٹ نہیں رکھتا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے بیٹے کو مخاطب کیا۔ اس نے کتاب سے سر اٹھا کر پوچھا "یس ماما! کیا آپ پاپا کے پاس گئی تھیں؟"

"ہاں، وہ خیریت سے ہیں۔ پچھلی رات کچھ لوگ ان کی کوٹھی میں گھس آئے تھے۔ پھر انھیں ماٹی پاشا سمجھ کر واپس چلے گئے۔"

رسونتی نے پوری تفصیل بتائی۔ علی تیمور نے کہا "یقیناً ان مجرموں کے ساتھ کوئی خیال خوانی کرنے والا تھا۔"

"پارس کی معلومات کے مطابق وہ سپر ماسٹر کے آدمی تھے اور سپر ماسٹر نے قسم کھا کر مجھ سے کہا ہے کہ آخری دو خیال خوانی کرنے والوں نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔"

"دشمن کی قسم میں بھی دشمنی چھپی ہوتی ہے۔ سپر ماسٹر نے آپ سے جھوٹ کہا ہے۔"

"کیا میں اس کے ساتھ سختی سے پیش آؤں؟"

"اس کا فائدہ کیا ہوگا؟"

"اسے یہ تو معلوم ہوگا کہ میں نے اس کا جھوٹ پکڑ لیا ہے، آئندہ وہ فراڈ نہیں کرے گا۔"

"آپ دوسرے پہلو پر بھی نظر رکھیں۔ کل رات اس نے جھوٹ کہا اور آپ نے یقین کر لیا۔ آج صبح اس جھوٹ کی تردید کریں گی تو وہ سمجھ لے گا کہ پچھلی رات پاشا کا محاسبہ کرتے وقت یہ بات سامنے آئی تھی کہ خیال خوانی کرنے والے سپر ماسٹر کے آدمیوں کے ساتھ تھے یعنی پاشا کے دماغ میں پاپا آتے جاتے ہیں۔ یا پھر وہ پاشا، پاپا کے لیے اہم رول ادا کر رہا ہے جس کا سراغ پاشا کے دماغ سے نہیں مل رہا ہے۔ اس کا مطلب سمجھ میں آجائے گا کہ اس کے دماغ کو تنویمی عمل کے زیرِ اثر رکھا گیا ہے۔ کیا آپ چاہتی ہیں کہ سپر ماسٹر کو ایک کڑی سے دوسری کڑی ملتی جائے اور اس طرح وہ پاپا تک پہنچ جائے؟"

"نہیں بیٹے! میں نے اتنی دور تک نہیں سوچا تھا۔ اس لیے تم سے مشورہ کر رہی ہوں۔ میں سپر ماسٹر سے رابطہ قائم نہیں کروں گی لیکن ایک بات کھٹک رہی ہے۔"

"وہ کیا؟"

"پارس اپنے باپ کی حفاظت کے لیے استنبول پہنچ گیا ہے، وہ آخری دو خیال خوانی کرنے والوں تک ضرور پہنچے گا اور انھیں ختم کر دے گا۔"

"آپ یہ کہنا چاہتی ہیں کہ پارس ایک اور بڑا کارنامہ انجام دے کر مجھ سے برتر ہو جائے گا۔"

"ہاں۔ تم فوراً استنبول جاؤ اور ان ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمنوں تک پہنچو۔ میں خیال خوانی کے ذریعے تمہارے راستے کے پتھر ہٹاتی جاؤں گی۔"

"اوہ میری اچھی ماما! آپ یہ کام پارس کے لیے بھی کر سکتی ہیں۔"

"وہ تو میں کروں گی۔ وہ بھی میرا بیٹا ہے۔ مگر تم استنبول جاؤ۔"

"میں آپ کو کیسے سمجھاؤں۔ مجھے یہاں مصروف رہنے دیں۔ میں اس ادارے میں رہ کر ایک بہت بڑا کارنامہ انجام دینے والا ہوں۔"

"میں نے سنا ہے، تم کوئی الیکٹرونک آلہ تیار کر رہے ہو، آخر وہ کیا ہے؟"

"یہ ایک زبردست ایجاد ہوگی۔ یہ آلہ ایک چھوٹے سے لاکٹ کے مانند ہے، اسے گلے میں پہنا جا سکتا ہے... جیب میں رکھا جا سکتا ہے یا انگوٹھی کے طور پر انگلی میں پہنا جا سکتا ہے۔"

"آخر یہ ہے کیا؟"

"یہ ایک نئے طرز کا ریموٹ کنٹرولر ہے۔ اگر سامنے کوئی گن لے کر کھڑا ہو اور مجھے گولی مارنا چاہتا ہو تو یہ ریموٹ کنٹرولر اس گن کا رخ دوسری طرف پھیر دے گا۔"

وہ خوش ہو کر بولی "کیا سچ کہہ رہے ہو؟"

"میں آپ سے جھوٹ بولنے یا مذاق کرنے کی گستاخی نہیں کر سکتا۔"

"لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آئی۔ ریموٹ کنٹرولر کا تعلق ٹی وی کے کنٹرولنگ سسٹم سے ہوتا ہے۔ تمہارے کنٹرولر کا تعلق کسی گن سے کیسے ہوگا؟"

"میں آپ کو ٹیکنیکل باتیں سمجھاؤں گا تو آپ نہیں سمجھ پائیں گی۔ آپ یوں سمجھ لیں کہ ہر وہ ہتھیار جس سے فائرنگ ہوتی ہے یا ایئر شوٹنگ ہوتی ہے، ان سب کا کنٹرولنگ سسٹم ہوتا ہے یعنی کارتوس لوڈ کرنا، سیفٹی کیچ ہٹانا اور ٹرائیگر دبانا۔ یہ تمام ہتھیار فولاد سے بنے ہوتے ہیں۔ میرے کنٹرولر کا تعلق فولاد سے ہوگا،

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کنٹرولر کی ننھی سی چرخی جیسے ہی گھومے گی، سامنے والی گن کی نال بھی دوسری طرف گھوم جائے گی۔"

"تمھاری بات کچھ کچھ سمجھ میں آرہی ہے۔ یہ ریموٹ کنٹرولر کب تیار ہوگا؟"

"کوشش کر رہا ہوں۔ جلد ہی تیار ہو جائے گا۔"

"پھر تو تم مصروف رہو۔ تمھیں استنبول نہیں جانا چاہیے، پہلے اپنی حفاظت کا سامان تیار کرنا چاہیے۔"

"آپ پھر پاپا کے پاس جائیں گی؟"

"ہاں، ابھی جاؤں گی۔ پاپا سے کچھ کہنا چاہتے ہو؟"

"آپ کیسی بات کر رہی ہیں؟ وہ خود کو فرہاد کی حیثیت سے نہیں پہچانتے۔ آپ میرا کوئی پیغام کیسے پہنچائیں گی۔ کیا دشمن خیال خوانی کرنے والے ان کے دماغ میں موجود نہیں ہوں گے؟"

"میں بھول گئی تھی۔ یونہی روانی میں پوچھ بیٹھی کہ شاید تم اپنے پاپا کو پیار کہنا چاہو گے۔ اب نہیں بھولوں گی۔"

"ماما! آپ بُرا نہ مانیں۔ پاپا کے دماغ میں جاکر فوراً آجایا کریں، ان کے کسی کام میں مداخلت نہ کریں۔ مداخلت ضروری ہو تو پہلے مجھ سے اس معاملے میں گفت گو کر لیا کریں۔ پاپا کسی کلب یا قمار خانے میں جائیں گے، وہاں کسی عورت سے ملیں گے تو آپ برداشت نہیں کر پائیں گی۔ اپنی دانست میں کوئی قدم اٹھائیں گی تو پاپا کو براہِ راست یا بالواسطہ نقصان پہنچے گا۔"

"میں کوئی جذباتی قدم نہیں اٹھاؤں گی۔ تم اطمینان رکھو۔"

وہ بیٹے سے رخصت ہو کر میرے دماغ میں آئی۔ میں اسے محسوس نہ کر سکا۔ اس نے بھی مجھے مخاطب نہیں کیا۔ صبح کے نو بجے تھے۔ میں ناشتا کرنے کے بعد چائے پی رہا تھا۔ فون کی گھنٹی سن کر اٹھ گیا۔ ہاتھ میں پیالی لیے ڈرائنگ روم میں آیا۔ پیالی سینٹر ٹیبل پر رکھ کر صوفے پر بیٹھ گیا۔ پھر ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو۔"

دوسری طرف سے کسی نے پوچھا "کیا تم ماٹی پاشا بول رہے ہو؟"

"جی ہاں میں ہی ماٹی پاشا ہوں فرمائیے!"

"کیا تم نے مجھے نہیں پہچانا؟ میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔"

رسونتی میرے دماغ میں رہ کر چونک گئی ہو گی کیونکہ فرہاد کو ہی فون پر کوئی فرہاد علی تیمور مخاطب کر رہا تھا۔ میں نے پریشان ہو کر پوچھا "فرہاد صاحب! میں آپ کا خادم آپ کے لیے پریشان ہوں۔ آپ کو چند نامعلوم مسلح افراد تلاش کر رہے ہیں۔ آپ کہاں چھپے ہوئے ہیں؟"

"میں ایسی جگہ ہوں جہاں دشمن کسی بھی وقت پہنچ سکتے ہیں۔ میں تمھارے پاس آرہا ہوں۔"

"میرے لیے یہ خوشی اور فخر کی بات ہے کہ آپ میرے ہاں تشریف لائیں گے لیکن جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں، دشمن آپ کی تاک میں ہیں، یہاں آپ کے آتے ہی وہ بھی آجائیں گے۔"

"وہ پچھلی رات مطمئن ہو کر گئے ہیں۔ بار بار اس کوٹھی کی تلاشی لینے نہیں آئیں گے۔ تمھاری کوٹھی سے بہتر میرے لیے اور کوئی پناہ گاہ نہیں ہے۔ میں آرہا ہوں۔"

"فرہاد صاحب! میرے دماغ میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا آتا ہے۔ اسے میرے ہاں آپ کی موجودگی کا علم ہو جائے گا۔"

"ہونے دو۔ میں بہت مجبور ہو کر آرہا ہوں۔ میرا دماغ کمزور ہو گیا ہے جس کے باعث خیال خوانی کے قابل نہیں ہوں اسی لیے فون پر گفت گو کر رہا ہوں۔ اگر مجھے شام تک آرام کرنے کا موقع ملے گا تو میں خیال خوانی کے قابل ہو جاؤں گا پھر دشمنوں سے مقابلہ کر سکوں گا۔ میں ابھی آرہا ہوں۔"

دوسری طرف سے ریسیور رکھ دیا گیا۔ میں سوچ رہا تھا، فرہاد میرے پاس آکر رہے گا تو کیسے حالات پیش آئیں گے۔ پچھلی رات جو مینڈک آیا تھا، اسے کسی خیال خوانی کرنے والے کے ذریعے یہاں فرہاد کی موجودگی کا علم ہو جائے گا۔ میری کوٹھی میدانِ جنگ بن جائے گی۔ میں ریسیور رکھ کر چائے پینے لگا۔ اتنی دیر میں چائے ٹھنڈی ہو گئی تھی۔ میں نے پیالی سینٹر ٹیبل پر رکھ دی۔ فون کی گھنٹی پھر بجنے لگی۔ میں نے ریسیور اٹھا کر پوچھا "ہیلو۔"

دوسری طرف سے آواز آئی "بینگ بینگ، کیا تم نے مجھے پہچانا؟"

"ہاں پہچان رہا ہوں۔ بھلا کوئی آدم سائز کے مینڈک کو بھول سکتا ہے۔"

"یہ کیا بکواس ہے۔ ہوش میں تو ہو؟"

میں بے خیالی میں اسے مینڈک کہہ گیا تھا۔ میں نے بات بناتے ہوئے کہا "سوری، میں ابھی نیند سے بیدار ہوا ہوں اور ابھی تک خمار باقی ہے۔ جانے کیا کہہ گیا۔ ویسے تمھارا نام کیا ہے؟"

"مجھے جان گاسکر کہتے ہیں۔ سنو، تم یہ شرافت کی زندگی شروع کرنے سے پہلے بدمعاش نمبر وَن رہ چکے ہو۔ استنبول کے ہر چھوٹے بڑے اور نئے پرانے مجرم کو پہچانتے ہو۔ اگر میرا ایک کام کر دو گے تو میں تمھیں منہ مانگا معاوضہ بھی دوں گا اور کبھی تمھارے کام بھی آؤں گا۔"

"مجھے معاوضہ نہیں چاہیے۔ دوستی میں تمھارا کام کر سکتا ہوں۔"

"کل رات جب میں تمھارے پاس آیا تھا، اسی وقت کوئی دشمن میری بیٹی کو اٹھا کر لے گیا۔ پولیس اور انٹیلی جنس والے اور شہر کے تمام غنڈے، بدمعاش اسے تلاش کر رہے ہیں۔ میں چاہتا ہوں"

تم بھی اسے تلاش کرو۔ اس کے لیے تمھیں جتنے آدمیوں کی، گاڑیوں کی اور ہتھیاروں کی ضرورت ہوگی، میں دوں گا۔"

"مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ میں ابھی یہاں سے نکل رہا ہوں۔ مجھے یہ بتاؤ، ایسے کتنے دشمن ہیں جو تمھاری بیٹی کو اغوا کرنے کی جرأت کر سکتے ہیں؟"

"مجھے سُپر ماسٹر، ماسک مین اور یہودی تنظیم میں سے جو بڑی رقم دیتا ہے، میں اس کے لیے کام کرتا ہوں۔ اگر ایک کے لیے دوسرے کے مفاد کے خلاف کام کرتا ہوں تو وہ دوسرا مجھ سے درپردہ انتقام لیتا ہے۔"

"میں سمجھ گیا۔ یہ بتاؤ، ان دنوں کس کے لیے کام کر رہے ہو اور اس سے کن لوگوں کو نقصان پہنچ رہا ہے؟"

"یہ راز کی بات ہے، میں نہیں بتاؤں گا کہ کس کے لیے کام کر رہا ہوں۔ البتہ یہ کام فرہاد کے خلاف ہے لیکن اس نے آج تک کسی کی بہو بیٹی کو اغوا نہیں کیا۔ یہ ذلیل حرکت یہودیوں کی ہو سکتی ہے۔"

"کیا یہودی تنظیم کے ایک آدھ شخص کی نشان دہی کر سکتے ہو؟"

گاسکر نے دو افراد کے نام اور پتے بتائے۔ پھر ریسیور رکھ دیا۔ میں نے بیڈ روم میں آکر لباس تبدیل کیا، جرابیں اور جوتے پہنے پھر آئینے کے سامنے آکر بالوں میں کنگھی کرنے لگا۔ تب یاد آیا کہ فرہاد صاحب آنے والے ہیں۔ میں گاسکر کی باتوں میں انھیں بھول گیا تھا۔ اگرچہ مجھے ان کے آنے کی خوشی تھی مگر پریشانی بھی تھی۔ پتا نہیں، ان کی آمد کے بعد یہاں کیا ہونے والا تھا۔

اِدھر میں اپنی ذات کو بھول کر کسی فرہاد کا انتظار کر رہا تھا۔ اُدھر رسونتی پارس کے دماغ میں آئی۔ وہ سو رہا تھا۔ پرائی سوچ کی لہر محسوس کرتے ہی بیدار ہو گیا۔ رسونتی نے کوڈ ورڈز ادا کرنے کے بعد کہا "تمھارے پاپا خطرات میں گھرے رہتے ہیں اور تم لمبی تان کر سوتے رہتے ہو۔"

"ماما! میں پچھلی تمام رات جاگتا رہا تھا۔ ابھی تین گھنٹے کی نیند پوری کی ہے۔ آپ فوراً پاپا کے متعلق بتائیں۔"

"دشمن کا کوئی آدمی فرہاد بن کر تمھارے پاپا کے پاس کوٹھی میں آرہا ہے۔"

رسونتی نے بتایا، کس طرح ایک اجنبی نے فرہاد بن کر مجھ سے گفت گو کی ہے اور میں خود فرہاد ہو کر دھوکا کھا رہا ہوں۔ اور اپنے ہاں اس دشمن فرہاد کا انتظار کر رہا ہوں۔ پارس نے کہا "ماما! آپ اُن خطرات کا ذکر کریں جن میں پاپا گھرے ہوئے ہیں۔"

"کیا کسی دشمن کا فرہاد بن کر آنا تمھارے پاپا کے لیے خطرناک نہیں ہے؟"

"میں سمجھتا ہوں کہ ابھی کوئی خطرہ نہیں ہے۔ آپ خطرہ نہیں خطرات کی بات کر رہی تھیں۔ کسی دوسرے خطرے کے متعلق بتائیں۔"

"تم میری بات پکڑ رہے ہو اور وقت ضائع کر رہے ہو۔ ابھی علی تیمور ہوتا تو فوراً اپنے پاپا کے لیے حفاظتی تدبیر کرتا۔"

"اِن حالات میں علی تیمور بھی کچھ نہ کرتا۔ میری طرح نیند پوری کرنا ضروری سمجھتا۔ کیا آپ مجھے تھوڑی دیر سونے کی اجازت دیں گی؟"

"تمھارے جیسی اولاد سے اور کیا توقع کی جا سکتی ہے۔ نئی نویلی دلہن کے ساتھ ہو۔ ایسے میں باپ کی محبت ہو گی نہ اہمیت۔"

وہ دماغ سے چلی گئی۔ پارس نے نینسی کو دیکھا۔ وہ تھک ہار کر سو رہی تھی۔ دن کے دس بج رہے تھے۔ اس نے نیند میں اس کی طرف کروٹ لی۔ پارس نے آنکھیں بند کر لیں۔ اپنے دماغ کو ہدایات دیں۔ اس کے بعد سو گیا۔

رسونتی نے علی تیمور کے پاس آکر کہا "تم کہہ رہے تھے، میں خیال خوانی کے ذریعے پارس کے کام آؤں۔ اسے تو سونے سے ہی فرصت نہیں۔ میں نے اسے بتایا ہے کہ تمھارے پاپا کے پاس ایک دشمن فرہاد بن کر آرہا ہے۔"

رسونتی نے اسے اجنبی فرہاد کے متعلق بتایا۔ علی تیمور نے کہا "ماما! پریشانی کی بات نہیں ہے۔ جب تک وہ شخص فرہاد کی حیثیت سے پاپا کے پاس آکر نہیں رہے گا اس وقت تک یہ معلوم نہیں ہو سکے گا کہ دشمن ایک نقلی فرہاد کے ذریعے کس قسم کی چالیں چل رہے ہیں۔ پارس اسی لیے اطمینان سے سو گیا ہے۔ آپ اطمینان رکھیں، وہ نیند پوری کرنے کے بعد اس شخص کے پیچھے پڑ جائے گا۔"

"بیٹے! وہ شخص کہہ رہا تھا کہ میں فرہاد ہوں لیکن ابھی خیال خوانی کے قابل نہیں ہوں۔ اس کا مطلب ہے، وہ کسی وجہ سے دماغی طور پر کمزور ہے۔ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو بھی محسوس نہیں کر سکے گا۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کی اصلیت معلوم کر لوں گی۔"

"ماما! خدا کے لیے ایسی غلطی نہ کریں۔ آپ یقین سے نہیں کہہ سکتیں کہ وہ شخص دماغی طور پر کمزور ہو گا۔ ہو سکتا ہے، وہ آپ کی سوچ کی لہروں کو محسوس کر لے۔ پھر یہ بھید کھل جائے گا کہ خیال خوانی کرنے والے، ماٹی پاشا یعنی پاپا کے قریب چھپے رہتے ہیں۔ آپ کسی بھی دشمن کے دماغ میں جانے کا ارادہ کبھی نہ کریں، خواہ وہ کتنا ہی کمزور نظر آتا ہو۔"

"اچھی بات ہے۔ میں صرف خاموشی سے تمھارے پاپا کی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

نگرانی کروں گی۔ کوئی خاص بات ہوگی تو تمھیں بتاؤں گی۔"

"آپ مجھے نہیں، پارس کو بتایا کریں۔"

"میں اس کے پاس نہیں جاؤں گی۔ وہ روز بروز گستاخ ہوتا جارہا ہے۔ وہ مجھ سے باتیں کرسکتا تھا مگر بڑی بے رُخی سے آنکھیں بند کر کے سوگیا۔"

علی تیمور اپنی ماں کی غلط بیانی کو سمجھ رہا تھا۔ بھلا اس کی ماما کو کیسے معلوم ہوا کہ وہ آنکھیں بند کر کے سوگیا تھا؟ یہ تو اسی وقت معلوم ہوتا جب ماما اس کے دماغ میں رہتیں اور حساس دماغ والا پارس ماما کی موجودگی میں آنکھیں بند کر کے سو نہیں سکتا تھا۔ ایسی حالت میں کبھی نیند نہیں آتی۔

علی تیمور نے کہا۔ "کوئی بات نہیں ماما! آپ پارس کے پاس نہ جائیں مگر آر مرانکل کو پاپا کے متعلق رپورٹ دیتی رہیں۔ اس طرح پارس بدلتے ہوئے حالات سے باخبر رہے گا۔"

"میں تو بس رپورٹ پہنچانے کے لیے ہی رہ گئی ہوں۔ ٹھیک ہے، تم کہہ رہے ہو، اس لیے ایسا ہی کروں گی۔"

وہ بیٹے کے دماغ سے نکل کر میرے پاس آئی۔ ادھر میرا انتظار ختم ہوا۔ میں نے کال بیل کی آواز سن کر دروازہ کھولا۔ کوئی اجنبی ایک حسین دوشیزہ کے ساتھ نظر آیا۔ دروازہ کھلتے ہی وہ دونوں اندر آگئے۔ پھر اس شخص نے کہا۔ "میں فرہاد ہوں۔ تم چہرے سے نہیں پہچان سکو گے۔ میں میک اپ میں ہوں اور یہ تمھاری بھابی رسونتی ہے۔"

میں نے حیرانی سے دوشیزہ کو دیکھ کر کہا۔ "بھابی دو جوان بیٹوں کی ماں ہو کر بھی کم سن لڑکی دکھائی دیتی ہیں۔ میں انھیں دیکھ کر حیران ہو رہا ہوں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "یہ میک اپ کا کمال ہے۔ کبھی تمھارے سامنے میک اپ اترے گا تو تمھیں دو بچوں کی ماں نظر آئے گی۔"

وہ باتیں کرتے ہوئے ڈرائنگ روم میں آئے۔ نقلی فرہاد نے کہا۔ "پہلے ہمارا کمرا دکھاؤ۔ تاکہ ہم کچھ دیر آرام کرسکیں۔"

میں انھیں ایک کمرے میں لے آیا پھر بولا۔ "یہ بہت بڑی کوٹھی ہے۔ آپ جہاں رہنا چاہیں، رہ سکتے ہیں۔ یہ سب کچھ آپ ہی کا دیا ہوا ہے۔ میں آپ کا احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔ آپ یہاں تھکن اتاریں، میں ایک ضروری کام سے جارہا ہوں۔ شام تک واپس آؤں گا۔"

"ایسا کیا ضروری کام ہے کہ شام تک واپسی ہوگی؟"

میں نے کہا۔ "جان گاسکر نامی ایک شخص کی بیٹی اغوا ہو گئی ہے۔ میں اس کی تلاش میں جارہا ہوں۔"

"کیا اس کی بیٹی کو صورت شکل سے پہچانتے ہو؟"

میں نے چند لمحوں تک سوچنے کے بعد کہا۔ "پتا نہیں مجھے کیا ہوگیا ہے۔ میں کچھ بھولنے لگا ہوں۔ گاسکر سے بہت کچھ پوچھا۔ مگر اس کی بیٹی کا حلیہ پوچھنا بھول گیا۔ ابھی میں ڈائریکٹری میں فون نمبر دیکھ کر گاسکر سے بات کروں گا اور اس کی بیٹی کی تصویر طلب کروں گا۔"

میں ٹیلیفون ڈائریکٹری لے کر گاسکر کے فون نمبر ڈھونڈنے لگا۔ دشمن میرے آس پاس جیسا چکر چلا رہے ہیں، اس سے اندیشہ ہے کہ یہ داستان بہت زیادہ اُلجھ جائے گی۔ لہٰذا میں دشمنوں کی چالوں کو وضاحت سے بیان کر رہا ہوں۔ مجھے یقین ہے وضاحت کے بعد یہ داستان اور زیادہ دلچسپ ہوجائے گی۔

میڈونا جیکسن نیند سے بیدار ہوئی تو اس کی دنیا بدل چکی تھی۔ پچھلی رات اسے ایک سرکاری خفیہ کمرے میں سُلایا گیا تھا۔ وہ کمرا اس خفیہ تہ خانے میں تھا، جہاں ٹرانسفارمر مشین رکھی ہوئی تھی۔ اس مشین سے گزرتے وقت ہی میڈونا گہری نیند میں ڈوب گئی تھی۔

اس نے آنکھ کھلتے ہی خود سے سوال کیا۔ "میں کہاں ہوں؟"

دماغ نے جواب دیا۔ "خفیہ تہ خانے کے ایک کمرے میں ہوں اور ٹیلی پیتھی کی ایک نئی دنیا میں داخل ہو چکی ہوں۔"

سرہانے رکھے ہوئے انٹرکام کے اسپیکر سے آواز اُبھری۔ "ہیلو میڈونا! ہم تمھیں دیکھ رہے ہیں۔ تمھاری نیند پوری ہو چکی ہے۔ تم کیسا محسوس کر رہی ہو؟"

وہ انٹرکام کا ریسیور اٹھا کر جواب دینا چاہتی تھی، آواز آئی۔ "اسٹاپ، ریسیور کو ہاتھ نہ لگاؤ۔ کیا تم اس کے بغیر بات نہیں کرو گی؟"

وہ اٹھ کر بستر پر بیٹھ گئی۔ اس کا رُخ شمال کی طرف تھا۔ اس نے آنکھیں بند کر کے بولنے والے کی آواز اور لب و لہجے کو اپنے اندر دُہرایا۔ دوسری بار دُہراتے وقت اسے محسوس ہوا۔ جیسے وہ چشم زدن میں دوسری جگہ پہنچ گئی ہے۔ اسی لب و لہجے والے کو سوچتے ہوئے سُن رہی ہے۔ تب یقین ہوگیا کہ وہ انٹرکام پر بولنے والے کے دماغ میں پہنچ گئی ہے۔ اس نے خوش ہو کر کہا۔ "مسٹر گراہم! میں تمھارے دماغ میں ہوں۔ ابھی تم بائیں ہاتھ سے سگار بجھا رہے ہو اور دائیں ہاتھ سے کافی کی پیالی تھامے ہوئے ہو۔"

گراہم نے مسکرا کر اپنے پاس بیٹھنے والوں سے کہا۔ "میڈونا میرے دماغ میں ہے۔ میری حرکات و سکنات کے بارے میں درست بیان کر رہی ہے۔"

پھر اس نے میڈونا سے پوچھا۔ "کیا تم مسٹر راجر کی آواز سن رہی ہو؟"

"ہاں سُن رہی ہوں۔ وہ تمھارے سامنے بیٹھے ہیں۔"

"مسٹر راجر سگریٹ سلگانے جارہے ہیں۔ تم انھیں اس کا موقع نہ دو۔"

میڈونا نے راجر کے لب و لہجے کو دُہرایا پھر اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہ سگریٹ ہونٹوں میں دبائے لائٹر جلا رہا تھا۔ لائٹر سے ایک ننھا سا شعلہ نکلا۔ میڈونا نے راجر کے مُنہ سے پھونک مار کر اسے بُجھا دیا۔ سب ہنسنے لگے۔ راجر نے پھر لائٹر سے شعلہ نکالا، میڈونا نے پھر اس کے ذریعے پھونک مار کر اُسے بُجھا دیا۔ راجر نے مسکرا کر پوچھا۔ "اچھا تو یہ میڈونا کی شرارت ہے؟"

میڈونا نے کہا۔ "تم لوگوں نے نئی مشین سے کامیاب تجربہ کیا ہے۔ میں یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گی۔"

راجر نے کہا۔ "تم بہترین کھلاڑی ہو۔ آئس اسکیٹنگ کی چیمپئن ہو۔ دس فٹ اونچی چھلانگیں لگاتی ہو۔ جمناسٹک کے کرتب دکھاتی ہو، اس کے لیے سانسوں پر قابو رکھنا پڑتا ہے۔ تمھارے ریکارڈ کے مطابق تم صرف تین منٹ تک سانس روک لیتی ہو۔ لیکن ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے جس شخص کے دماغ سے تمھارے دماغ میں ٹیلی پیتھی منتقل کی گئی ہے، وہ دس منٹ تک سانس روک لیتا ہے۔ تمھارے سرہانے کی میز پر اسٹاپ واچ موجود ہے اسے ہاتھ میں لے کر سانس روکو اور بتاؤ، سانس روکنے کے سلسلے میں کیا تبدیلی آئی ہے۔"

میڈونا نے اسٹاپ واچ اٹھا کر اسے آن کرتے ہی سانس روک لی۔ اس کے ذہن میں یہ بات تھی کہ جس شخص کی صلاحیتیں اس میں منتقل کی گئی ہیں، وہ دس منٹ تک سانس روکتا ہے، لہٰذا اسے بھی یہی کوشش کرنی چاہیے۔ اسٹاپ واچ کا کانٹا اپنی مخصوص رفتار سے گھوم رہا تھا اور وہ حیرانی سے دیکھ رہی تھی۔ تین منٹ سے زیادہ ہوگئے تھے اور اسے مسلسل سانس روکنے میں دشواری پیش نہیں آرہی تھی۔ جب وہ بے چینی محسوس کرنے لگی اور سانس لینا شروع کیا تو دس منٹ گزر چکے تھے۔ وہ خوشی سے خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے بولی۔ "میں نے دس منٹ تک سانس روکی ہے۔ اوہ گاڈ! میں کیا سے کیا ہوگئی ہوں۔ پلیز، مجھے بتاؤ، اس شخص میں اور کیا کیا خوبیاں تھیں جو مجھ میں منتقل ہوگئی ہیں؟"

وہ خود ہی خوبیوں کا مجسمہ تھی۔ چہرے کے نقوش دیکھنے سے تعلق رکھتے تھے۔ صبح خیزی کی عادت تھی۔ یوگا کی محنت طلب مشقیں کرتی تھی۔ جمناسٹک کے کمالات میں یکتا تھی، اس لیے جسم نہایت ہی خوبصورت تھا۔ اسے دیکھنے سے دل کی دھڑکنیں پاگل ہو جاتی تھیں۔

وہ جتنی حسین تھی اتنی ہی سنگین بھی تھی۔ اسے ہاتھ لگانے والا پھر کبھی ہاتھ لگانے کے قابل نہیں رہتا تھا۔ وہ اپنی تنہائی میں کسی مرد کو برداشت نہیں کرتی تھی۔ جس سرکاری شعبے میں ٹریننگ حاصل کی تھی، وہاں خطرناک وحشی فائٹر سمجھی جاتی تھی۔ ہفتے میں ایک بار اس کی ذہانت اور حاضر دماغی کے امتحانات ہوتے تھے اور وہ ہمیشہ زیادہ نمبروں سے کامیاب رہتی تھی۔

اسے بتایا گیا تھا کہ ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ایک رات میں دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا اضافہ ہوا ہے۔ اس کے علاوہ ایک زبردست و باصلاحیت جوان کے دماغ میں یہ علم منتقل کیا گیا ہے لیکن دونوں کو ایک دوسرے سے چھپایا جائے گا۔ تاکہ فرہاد یا اس کے بیٹے کسی ایک کے پاس پہنچ جائیں تو اس کے ذریعے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کا سراغ نہ لگا سکیں۔ میڈونا نے کہا۔ "اس بار وہ ہم تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ انھوں نے ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ایک ایک کر کے ہلاک کیا ہے۔ اب میں انھیں ایک ایک کر کے موت کے مُنہ میں پہنچاؤں گی۔"

سُپر ماسٹر نے کہا۔ "تم فرہاد کا تمام ریکارڈ پڑھ چکی ہو۔ اس کے ایکشن اور ری ایکشن سے متعلق ویڈیو فلمیں دیکھ چکی ہو۔ دونوں پارس اپنے باپ سے بھی آگے نکل رہے ہیں۔ پہلے ایک سے نمٹنا مشکل تھا، اب تین سے نمٹنا پڑتا ہے۔ فرہاد کو ہلاک کرنے کے کتنے ہی زبردست منصوبے بنائے گئے۔ کتنے ہی خطرناک فائٹر، مکّار اور چالباز دشمن مقابلے پہ آئے اور موت کے مُنہ میں چلے گئے۔ تم اس کے مقابلے میں طفلِ مکتب ہو۔ اتنا بڑا دعویٰ نہ کرو۔"

وہ بولی۔ "اب سے پہلے ہمارے لوگ اس لیے مارے گئے کہ وہ فرہاد کے مقابلے میں جاتے تھے یا فرہاد انھیں ڈھونڈ نکالتا تھا۔ میں آپ لوگوں سے رخصت ہو کر جہاں رہوں گی، وہاں کا پتا کسی کو معلوم نہیں ہوگا۔ میں فرہاد کے مقابلے پر خود بھی نہیں جاؤں گی۔ اسے میرا نام اور میرا حلیہ کبھی معلوم نہیں ہو سکے گا۔ مجھے کبھی کبھی اس شخص کی ضرورت پیش آئے گی جس کی صلاحیتیں میرے دماغ میں منتقل کی گئی ہیں۔"

سُپر ماسٹر نے کہا۔ "وہ شخص ہمارے پاس ٹیلی پیتھی کا آخری سرمایہ ہے۔ پہلے پہل ہم یہ علم اپنے لوگوں میں منتقل کرنے کے لیے کبھی فرہاد کو اور کبھی جوجو کو ٹریپ کرتے رہے۔ جب یہ علم حاصل ہوگیا تو ہم نے ایک شخص کے اندر اسے منتقل کر کے پوشیدہ رکھا ہے۔ فرہاد اور دوسرے دشمن یہی جانتے ہیں کہ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہمارے پاس آخری دو خیال خوانی کرنے والے رہ گئے ہیں۔ تیسرے کا علم نہ کسی کو ہے، نہ ہوگا لہٰذا تم سے بھی اس کا رابطہ کبھی نہیں رہے گا۔ تمھاری اطلاع کے لیے کہہ دوں، میں بھی اس کا نام اور پتا ٹھکانا نہیں جانتا۔"

"کوئی بات نہیں، جب اس شخص کو اس قدر راز میں رکھا گیا ہے تو میں اس کے بغیر ہی کام کروں گی۔ فی الحال مجھے ایسے آدمی کی ضرورت ہے جو تنویمی عمل کرنے میں خاصی مہارت رکھتا ہو اور ایک ایسا شخص بھی ضروری ہے جو پلاسٹک سرجری کے علاوہ عارضی میک اپ کرنے کا بھی تجربہ رکھتا ہو۔"

"اچھی بات ہے، تم کہیں بھی جا کر اپنی رہائش کا انتظام کرو پھر آج شام پانچ بجے دماغی رابطہ قائم کرنا، تمھارے مطلوبہ افراد کی آوازیں سنا دی جائیں گی۔"

میڈونا نے موجودہ رہائش گاہ چھوڑ دی۔ اس کے سگے رشتے داروں میں کوئی نہیں تھا۔ وہ دور کے رشتے داروں سے ملتی نہیں تھی۔ کسی مرد سے دوستی کرنا تو دور کی بات ہے، وہ کسی لڑکی کے ساتھ بھی زیادہ باتیں نہیں کرتی تھی۔ بہت کم لوگ اسے صورت شکل سے پہچانتے تھے۔ اس نے ایسے لوگوں سے دور رہنے کے لیے پیرس میں رہائش اختیار کرنے کا فیصلہ کیا۔ تاکہ فرہاد اور اس کی فیملی کے قریب رہ کر خود کو ہمہ وقت محتاط رہنے کی عادی بناتی رہے۔

اس نے شام کو سُپر ماسٹر سے رابطہ قائم کیا۔ سُپر ماسٹر نے کہا۔ "تم میرے دماغ میں رہو اور اپنے مطلوبہ افراد کی آوازیں سنو۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ پھر رابطہ قائم ہونے پر کہا۔ "ہیلو مسٹر بلیک ڈینجر! کیا تم ہو؟"

"جی ہاں۔ میں بول رہا ہوں۔ مجھے کہا گیا ہے کہ سرکاری طور پر مجھے کہیں مصروف رکھا جائے گا۔ کیا یہ درست ہے؟ کیا تم وہی سرکاری آدمی ہو؟"

"ہاں میں وہی ہوں اور افسوس کے ساتھ کہتا ہوں کہ تم سرکاری ملازمت کے قابل نہیں ہو۔ دیٹس آل۔"

اس نے ریسیور رکھ کر پوچھا۔ "میڈونا! کیا تم اس کے دماغ میں پہنچ جاؤ گی؟"

"میں ابھی آرہی ہوں۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ بلیک ڈینجر کے دماغ میں پہنچی۔ وہ بے چینی محسوس کرنے لگا تھا لیکن یہ سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ اس کے دماغ میں پرائی سوچ کی لہریں ہیں۔ میڈونا نے واپس آکر سُپر ماسٹر سے کہا۔ "دوسرے شخص کی آواز سناؤ۔"

اس نے پھر فون کے ذریعے رابطہ قائم کیا پھر کہا۔ "میں جے لارنس سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"میں جے لارنس بول رہا ہوں۔ تم کون ہو؟"

"میں پلاسٹک سرجری کے سلسلے میں بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"بات کرو۔ میں سن رہا ہوں۔"

سُپر ماسٹر نے کہا۔ "میں قانون کے محافظوں سے چھپنے کے لیے سرجری کے ذریعے چہرہ تبدیل کرانا چاہتا ہوں، اس کے لیے منہ مانگا معاوضہ دوں گا۔"

"سوری، میں قانون شکن نہیں ہوں۔ میرے پاس آؤ گے تو سرجری کے آلے سے تمھاری گردن تن سے الگ کر دوں گا۔"

جے لارنس نے ریسیور رکھ دیا۔ میڈونا اس کے اندر پہنچ گئی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا۔ 'پتا نہیں کون تھا؟ بھلا ایسی باتیں فون پر کی جاتی ہیں! میرا خیال ہے، انٹیلی جنس والے مجھ پر شبہ کر رہے ہیں۔ آہ! کتنے دن ہو گئے، کوئی مجرم تگڑی رقم لے کر پلاسٹک سرجری کے لیے نہیں آیا۔ معلوم ہوتا ہے، مجھے واشنگٹن چھوڑ کر نیویارک جانا ہوگا۔ یا یہ ملک ہی چھوڑ دینا ہوگا۔'

میڈونا نے کہا۔ "تمھارا یہ آخری خیال درست ہے تمھیں یہ ملک چھوڑ دینا چاہیے۔ اپنا پاسپورٹ نکالو اور سفر کی تیاری کرو۔"

وہ دونوں ہاتھ سے سر تھام کر خلا میں تک رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔ "میرے دماغ میں یہ آواز کیسی ہے؟"

"یہ ٹیلی پیتھی کی آواز ہے۔"

وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ حیرانی سے بولا۔ "کیا آپ مسٹر فرہاد ہیں؟"

"کیا اتنی بڑی دنیا میں ایک فرہاد ہی ٹیلی پیتھی جانتا ہے؟"

"میں اس سلسلے میں کچھ زیادہ نہیں جانتا۔ آپ کون ہیں؟"

"مجھے بلیک لیڈی کہتے ہیں۔ میں تمھاری خدمات حاصل کرنا چاہتی ہوں۔"

"کیسی خدمات؟"

"میں جس کا چہرہ تبدیل کرانا چاہوں گی، تم پلاسٹک سرجری کے ذریعے یا کبھی عارضی میک اپ کے ذریعے تبدیل کر دیا کرو گے؟"

"میں غیر قانونی کام نہیں کرتا۔"

میڈونا خاموش ہو گئی، اس کے چور خیالات پڑھنے لگی۔ وہ تھوڑی دیر تک انتظار کرتا رہا پھر بولا۔ "کیا تم چلی گئی ہو؟ اگر موجود ہو تو اپنا نام بتاؤ۔ بلیک لیڈی کوئی نام نہیں ہے۔"

اسے جواب نہیں ملا۔ وہ پریشان ہو کر سوچنے لگا۔ 'کیا میرا دماغ خراب ہو گیا ہے؟ بھلا میرے دماغ میں کون بولے گا؟ فرہاد کے متعلق ایسا سنا ہے۔ لیکن واقعی کوئی فرہاد اس دنیا میں ہے، اس کا یقین نہیں ہے۔ مزید یہ کہ کوئی بلیک لیڈی بول رہی تھی۔ یہ میرا واہمہ ہے، کوئی نہیں بول رہی تھی۔'

میڈونا نے کہا۔ "میں اب بھی بول رہی ہوں۔ ابھی تم نے کہا تھا کہ تم غیر قانونی کام نہیں کرتے۔ وہ ٹونی آجکل شکاگو میں ہے جس نے دو قتل کیے، تم نے اسے پولیس والوں کی نظروں سے چھپانے کے لیے اس کے چہرے کی پلاسٹک سرجری کی۔ اس کا چہرہ بدل چکا ہے، اس نے اپنا نام راجر اسمتھ رکھ لیا ہے۔ شکاگو کے مضافات میں ایک اپر ٹاؤن ہے، وہاں اسٹریٹ نمبر پینتالیس کے ساتویں مکان میں رہتا ہے۔ میں نے تمھارے دماغ سے اس کا فون نمبر بھی معلوم کر لیا ہے۔"

وہ پریشان ہو کر خلا میں تک رہا تھا۔ میڈونا نے کہا۔ "رائٹ براؤن ایک بدنام ڈاکو ہے۔ ایک بینک ڈکیتی کے کیس میں مطلوب ہے۔ تم نے اس کا چہرہ بھی بدل دیا۔ آجکل وہ جمیس ہیرالڈ کے نام سے مین ہٹن کے ایک بنگلے میں رہتا ہے۔ میں ابھی خیال خوانی کے ذریعے ان دونوں کو پولیس اسٹیشن پہنچاؤں گی۔ وہ تمھارے خلاف بیان دے کر خود کو قانون کے حوالے کریں گے۔"

وہ بے یقینی سے بولا۔ "کیوں مذاق کرتی ہو۔ بھلا کوئی ڈاکو بینک سے لوٹے ہوئے کروڑوں ڈالر واپس کیوں کرے گا۔ کوئی قاتل پھانسی کے پھندے تک کیوں جانا چاہے گا۔ وہ دونوں اپنے جرم کا اعتراف کبھی نہیں کریں گے۔"

"صرف وہ نہیں، تم بھی کرو گے اور اس طرح کرو گے۔"

میڈونا نے اس کے دماغ کو قابو میں کرتے ہوئے ریسیور اٹھا کر قریبی پولیس اسٹیشن کے نمبر ڈائل کرنے پر مجبور کیا۔ وہ ڈائل نہیں کرنا چاہتا تھا، پھر بھی اس نے کیا۔ رابطہ قائم ہوتے ہی اس نے کہا۔ "میں پلاسٹک سرجری کا ڈاکٹر جے لارنس بول رہا ہوں۔ تھانے کے انچارج سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ بولنا نہیں چاہتا تھا مگر بے اختیار بول رہا تھا۔ دوسری طرف سے آواز آئی۔ "میں تھانے کا انچارج بول رہا ہوں۔ فرمائیے؟"

اس نے کہا۔ "آفیسر! میں اپنے بہت سے جرائم کا اعتراف کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے بڑے بڑے قاتلوں کے اور بینک ڈکیتی میں ملوث افراد کے چہروں کی سرجری کر کے انھیں پولیس والوں سے بچایا ہے۔ وہ تمام مجرم مختلف چہروں اور ناموں سے جہاں جہاں زندگی گزار رہے ہیں، میں وہاں تک ان کی نشان دہی کروں گا لیکن اس سے پہلے میں پانچ منٹ تک غور کروں گا کہ مجھے مجرموں سمیت خود کو قانون کے حوالے کرنا چاہیے یا نہیں؟ آپ پانچ منٹ تک انتظار کریں۔"

یہ کہہ کر اس نے ریسیور رکھ دیا۔ میڈونا نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑا۔ تو وہ گڑگڑا کر بولا۔ "میں خود کو قانون کے حوالے نہیں کروں گا۔ مجھے معاف کر دو۔ میں تمھارا ہر کام کروں گا۔ تمھارے کسی حکم سے انکار نہیں کروں گا۔"

"سیدھی انگلی سے گھی نہیں نکلتا۔ تم نے مجھے بھی ٹیڑھا بننے پر مجبور کر دیا۔ بہرحال کل صبح نو بجے تم پاسپورٹ لے کر گھر سے نکلو گے۔ میں تمھیں ملک سے باہر جانے کا اجازت نامہ دلاؤں گی۔"

"مجھے کہاں جانا ہوگا؟ سفر کے اخراجات کہاں سے آئیں گے؟"

"تم استنبول جاؤ گے۔ اخراجات کی فکر نہ کرو، جہاں رہو گے دولت سے کھیلتے رہو گے۔"

یہ اُن دنوں کی بات ہے جب میں استنبول کے ایک اسپتال میں تھا۔ سُپر ماسٹر کو معلوم ہو چکا تھا لیکن وہاں مجھ پر نہ قاتلانہ حملہ کیا گیا، نہ ہی مجھے قیدی بنانے کی کوشش کی گئی کیونکہ اب سے پہلے کئی بار وہ میرے دھوکے میں میری ڈمی کو دیکھ کر سُپر ماسٹر سے اس بار میڈونا نے کہا تھا کہ پہلے! مجھے معلوم ہے، فرہاد پھر ہاتھ تصدیق کرے گی۔ پھر سُپر ماسٹر سے گرفتار کرانے میں کوئی کسر نہیں جائیں گے۔ دیبوں کی نا اہلی ہے۔"

میڈونا نے اسی مقصاری بھی غیر ذمے داری ہے۔ اگر جے لارنس کو اپنا پابند بنایا۔ کے دماغ میں موجود رہتیں تو کامیابی میڈونا کو ایک معمولی عورت سمجھ کر اس سے

جب میڈونا نے اسے دماغی جھٹکے پہنچائے تو اس سے کر رہنے کے لیے گھٹنے ٹیک دیے۔ وہ پیرس چلی گئی۔ ان دونوں کو استنبول بھیج دیا۔ وہاں سپر ماسٹر کے جاسوس نے بتایا کہ جسے فرہاد سمجھا جا رہا تھا، وہ اونیل مورس کے نام سے تھیلما نامی ایک عورت کے ساتھ ایک بنگلے میں رہتا ہے۔ میڈونا نے کہا۔ "مجھے تھیلما کی آواز سناؤ۔"

اس کی آواز سنانے کے لیے وہی کیا گیا جیسا کہ اکثر میں کرتا ہوں۔ ایک جاسوس نے فون پر رابطہ قائم کیا۔ تھیلما نے گھنٹی کی آواز سن کر ریسیور اٹھایا۔ پھر بولی۔ "ہیلو کون ہے؟"

جاسوس نے پوچھا۔ "ہیلو! مسٹر سام مورس موجود ہیں؟"

وہ بولی۔ "سوری، سام نے ہمیشہ کے لیے یہ بنگلا چھوڑ دیا ہے۔ آئندہ اس فون پر کبھی اس سے بات نہیں ہو سکے گی۔"

تھیلما نے ریسیور رکھا۔ میڈونا اس کے دماغ میں پہنچ گئی وہ سمجھ رہی تھی، 'میں عیاشی کے لیے تھیلما کے ساتھ رہتا ہوں اور تھیلما کی سوچ کہہ رہی تھی! اونیل کبھی میرے ساتھ تنہائی میں وقت گزارنا نہیں چاہتا، شاید اس لیے کہ میری عمر زیادہ ہے یا پھر یہ کسی عورت سے دلچسپی نہیں رکھتا۔ یہی بات درست ہے، اس نے آج تک کسی عورت سے دوستی نہیں کی۔'

میڈونا اس کے خیالات پڑھ کر اُلجھ گئی۔ اگر میں واقعی عورتوں سے دوستی نہیں کرتا تو پھر میں فرہاد نہیں ہوں لیکن جس طرح

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

میں نجومی بن کر پیش گوئی کرتا رہا اور ٹام مورس کو گھر سے نکال دیا اس سے شبہ ہوتا تھا کہ یہ علم نجوم کا نہیں ٹیلی پیتھی کا چکر ہے۔

اس روز میں نے تھیلما سے کہا تھا: "ابھی میں تنہائی میں آرام کرنا چاہتا ہوں۔ آج رات کو تمھارے ساتھ باہر جاؤں گا۔ پھر ہم کلبوں اور قمار خانوں میں وقت گزاریں گے۔"

میں نے یہ بھی کہا تھا کہ جلد ہی تھیلما کو چھوڑ کر چلا جاؤں گا لیکن وہ کل صبح سے ایک دولت مند خاتون بن جائے گی اور شاید اس بات کا یقین دلایا تھا کہ اس کے لیے چھٹے ہوئے بدمعاشوں کو کرائے پر حاصل کیا جائے گا۔ جو اس کے باڈی گارڈز بن کر رہیں گے۔ یا پھر تھیلما نے خود سوچا ہوگا کہ اونیل کے جانے کی آوازیں سنا دی جائیں چیراٹ ... ڈی گارڈز رکھے گی جو غنڈے سے بدمعاش ہوں گے

میڈونا نے موجودہ رہائش رشتے داروں میں کوئی نہیں تھا۔ وہ دو سوچا کہ مجھے اور تھیلما کو غنڈوں نہیں تھی کسی مرد سے دوستی کرنا تو دور ... جائے کہ میں کس طرح وہاں لڑکی کے ساتھ بھی زیادہ باتیں نہیں حقیقت معلوم نہیں کر سکتی تھی کہ صورت شکل سے پہچانتے تھے جا رہا ہوں یا خیال خوانی کرنے؟ رہنے کے لیے ... مرکے میرے فرہاد ہونے کی مکمل تصدیق ... ہی۔

وہ شام تک اپنے آلۂ کاروں کے دماغوں میں آتی جاتی رہی۔ استنبول کے غنڈوں، بدمعاشوں کے متعلق معلومات حاصل کرتی رہی۔ پتا چلا، ایک علاقے کے دادا مائیکل اور کنگ آف کرائمز کے درمیان زبردست ٹھن گئی ہے۔ وہ ایک دوسرے کو نقصان پہنچاتے رہتے ہیں اور آج مائیکل اپنے دشمن کی بہن جُولی کو اغوا کرنا چاہتا ہے۔

میڈونا نے سوچ لیا، وہ رات کو جُولی کے اغوا میں مائیکل کی مدد کرے گی۔ وہ جُولی کے دماغ میں پہنچ کر اس کے مزاج کو اور اس کی رفتار و گفتار کو سمجھتی رہی، دوسری طرف اپنے آلۂ کاروں کو حکم دیا کہ جُولی سے قدرے مشابہت رکھنے والی کسی لڑکی کو اغوا کر کے خفیہ اڈے میں لے جاؤ۔ وہاں اسے عارضی طور پر جُولی بنایا جائے گا۔

جب میں تھیلما کے ساتھ کلب میں بیٹھا ہوا تھا اور خیال خوانی کے ذریعے تھیلما کے بیڈ روم میں نوٹوں کی گڈیاں پہنچا رہا تھا۔ اس وقت میڈونا ہمارے درمیان نہیں تھی، ایک نئی جولی کو تیار کرنے میں مصروف تھی۔ اگر وہ تھیلما کے دماغ میں ہوتی تو شاید اسے میری خیال خوانی کا علم ہو جاتا۔ وہ تھوڑی دیر کے لیے اس وقت تھیلما کے پاس آئی جب میں اس کے ساتھ مائیکل کی بستی میں جا رہا تھا۔ اُدھر اس نے اصل جُولی کو اغوا کرنے کے لیے مائیکل کا راستہ صاف کیا۔ مائیکل، جولی کو لے کر اپنی بستی میں آیا۔ اپنے بھائی کے سامنے جولی کو پیش کرتے ہوئے کہا: "یہ میری طرف سے حسین تحفہ ہے۔ اسے دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر ساری بستی والوں کو دکھاؤ۔"

مائیکل کا بھائی، جولی کو اٹھانے گیا، میں نے خیال خوانی کے ذریعے اُسے اٹھانے نہیں دیا۔ مائیکل بھی اسے دونوں ہاتھوں سے اٹھانے میں ناکام رہا۔ تب میڈونا کا شبہ یقین میں بدلنے لگا وہ سمجھ رہی تھی کہ میں اونیل کے رُوپ میں ہوں لیکن تھوڑی دیر میں یقین ڈگمگا گیا۔ کیونکہ مائیکل کے دو آدمی میری حمایت میں فائرنگ کر رہے تھے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ میرے ساتھ دوسرے خیال خوانی کرنے والے ساتھی ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اونیل، فرہاد کی ڈمی کے طور پر سامنے ہو اور اس کے پیچھے فرہاد خیال خوانی کر رہا ہو۔ وہ اس معمّے کو حل کرنے کے لیے بڑے صبر سے مناسب وقت کا انتظار کر رہی تھی۔

میں جس انداز میں جولی کی عزّت بچا کر اسے غنڈوں کی بستی سے لے جا رہا تھا اور مائیکل کو بھی قیدی بنا لیا تھا۔ اس کے نتیجے میں جُولی بھی مجھے فرہاد سمجھنے لگی تھی اور میری ذات میں دلچسپی لے رہی تھی۔ میڈونا نے جولی کو مجھ میں دلچسپی لینے کے لیے چھوڑ دیا اور خود ڈمی جُولی پر تنویمی عمل کرانے میں مصروف ہو گئی۔ عامل اس لڑکی کے دماغ سے اس کی ذات کو گم کر رہا تھا۔ دوسرے لفظوں میں ہپناٹزم کے ذریعے بیچاری کا برین واش کر رہا تھا اور اسے جُولی کی شخصیت میں ڈھال رہا تھا۔ اس کے دماغ میں جولی کی پوری زندگی کے واقعات نقش کرنا ضروری نہیں تھا کیونکہ میں خود اس کے متعلق کچھ نہیں جانتا تھا۔ جب وہ میری تنہائی میں آئی تو میں نے سرسری طور پر اس کے اندر جھانک کر دیکھا تھا اور اسے کنگ آف کرائمز کی بہن جُولی پا کر مطمئن ہو گیا تھا۔

شاید وہ لڑکی جُولی بن کر بھی مجھ سے فطرتاً شرماتی اور جھجکتی لیکن میڈونا اس کے اندر موجود تھی یعنی جسم اس لڑکی کا تھا مگر جسم کی ادائیں، دل کی دھڑکنیں، زبان سے ادا ہونے والے الفاظ اور خود سپردگی کا انداز میڈونا کا تھا۔ اگر وہ ایسا نہ کرتی تو لڑکی کی طرف سے خدشہ تھا کہ وہ کسی بھی وقت کام بگاڑ دے گی۔

میڈونا نے پہلے کسی کو بوائے فرینڈ نہیں بنایا تھا۔ کسی کے ساتھ تنہائی میں چند منٹ بھی نہیں گزارے تھے۔ وہ اپنی جان بنانے جسم کو خوبصورت رکھنے اور ذہانت کو چمکانے کی لگن میں رہتی تھی۔ مجھے سپر ماسٹر کا قیدی بنانے کے لیے پہلی بار میری تنہائی میں مجبوراً آئی تھی اور اس کے لیے ایک لڑکی کا جسم اُدھار لائی تھی۔ اس نے سمجھا تھا کسی دوسری کو پیش کر کے خود پارسا بن جائے گی لیکن یہ اس کی زندگی کا انوکھا تجربہ تھا۔ وہ چار گھنٹے ساتھ رہی تھی۔ ابتدا میں یوں ہوش اُڑ رہے تھے کہ وہ مجھ سے میری حقیقت اگلوانا بھول گئی تھی۔ شاید وہ تھوڑی دیر کے لیے آئی تھی۔ ہوش و حواس

قابو میں نہ رہنے کے باعث چار گھنٹے لگ گئے تھے۔ اس نے حیرانی ظاہر کرتے ہوئے پوچھا تھا کہ میں خیال خوانی کیسے کرتا ہوں؟ میں نے اس کے سامنے خیال خوانی کا عملی مظاہرہ کیا تھا۔ وہ اٹھ کر جانا چاہتی تھی، میں اسے سُلا دیتا تھا۔ وہ دوسری طرف منہ کرتی تھی، میں اسے اپنی طرف کروٹ لینے پر مجبور کر دیتا تھا۔ ایسے وقت اسے میرے فرہاد ہونے کا یقین ہو گیا۔ کیونکہ میں کوئی ڈمی ہوتا تو فرہاد ایسے رنگین لمحات گزرنے کے دوران ڈمی کے دماغ میں نہ آتا۔ میری اتنی سی شرافت کو دشمن بھی تسلیم کرتے تھے۔

میڈونا چار گھنٹے بعد ڈمی جولی کو میرے پاس سے لے گئی۔ اس جولی کو تو اس کے آلۂ کاروں نے سنبھال لیا تھا اور منصوبے کے مطابق عمل کر رہے تھے لیکن میڈونا کو سنبھالنے والا کوئی نہ تھا۔ وہ پیرس میں اپنے ایک کاٹیج کے بستر پر پڑی کروٹیں بدل رہی تھی۔ جو جل اٹھتا تھا یہ پہلو تو وہ پہلو بدلتی تھی۔ تمام بدن جل رہا تھا، جیسے بخار میں پُھنک رہی ہو۔ اندر نامعلوم سا غبار بھرا ہوا تھا جو نکل نہیں رہا تھا۔ خیال خوانی کرنے والا دماغ دُھواں دُھواں ہو رہا تھا۔ وہ گھبرا کر اٹھ گئی۔ پنجوں کے بل اُچھلتی ہوئی دوسرے ہال نما کمرے میں گئی، وہاں طرح طرح کی ورزش کرنے کا سامان تھا۔ وہ محنت طلب ورزش کر کے اپنے اندر کا غبار نکالنے لگی۔

بڑی دیر بعد اسے قرار آیا۔ مگر آج اس پر اچانک ایسا حملہ ہوا تھا جس کی وہ توقع نہیں کر سکتی تھی۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جنگ ختم ہو جاتی ہے لیکن اس کے آثار رہ جاتے ہیں۔ دھماکوں سے گرنے والی عمارت کو دوبارہ تعمیر کیا جاتا ہے۔ بظاہر پہلا سا سکون حاصل ہو جاتا ہے لیکن دھماکوں کی یاد رہ جاتی ہے۔ حملہ آور کا دبدبہ لاشعور میں گھر کر لیتا ہے۔ وہ ماننے کو تیار نہیں تھی کہ مجھ جیسا بدترین دشمن اس کے حواس پر چھا رہا ہے۔ اس نے ایک لیڈی ڈاکٹر سے رجوع کیا۔ ڈاکٹر نے اچھی طرح معائنہ کرنے کے بعد کہا: "تمھاری صحت قابلِ رشک ہے۔ نارمل بھی دکھائی دیتی ہو۔ پھر سکون حاصل کرنے کی دوا کیوں مانگ رہی ہو؟"

"بس یونہی، میرے اندر کچھ نامعلوم سی بے چینی ہے؟"

"شوہر سے کیسے تعلقات ہیں؟"

"میں نے ابھی شادی نہیں کی۔"

"کوئی بوائے فرینڈ ہے؟"

"میرا کوئی بوائے فرینڈ نہیں ہے۔"

"تم اتنی حسین ہو کہ تمھارے ایک اشارے پر دل والوں کا میلہ لگ جائے گا پھر بوائے فرینڈ کیوں نہیں ہیں۔ کیا مردوں سے نفرت ہے یا ان سے دور رہنے کی کوئی نفسیاتی وجہ ہے؟ مجھ سے کچھ نہ چھپاؤ۔"

"میں کسی کو اپنے حواس پر حاوی ہوتے نہیں دیکھ سکتی۔"

"اس کا مطلب ہے، کوئی حاوی ہونا چاہتا ہے۔ تم اسے گولی نہیں مار سکتیں۔ لہٰذا خود گولیاں کھا کر سکون حاصل کرنا چاہتی ہو۔"

"یہی سمجھ لو۔ مگر مجھے زود اثر دوا دو۔"

وہ دوائیں لے کر کاٹیج میں آئی۔ ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق کچھ گولیاں کھا کر پانی پیا۔ فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے ریسیور کان سے لگایا۔ دوسری طرف سے آواز آئی: "مادام! پلیز ہاٹ لائن پر بات کریں۔"

اس نے ریسیور رکھ کر خیال خوانی کی پرواز کی پھر نائب سپر ماسٹر کو مخاطب کیا۔ اس نے کمپیوٹر کے ذریعے سپر ماسٹر سے رابطہ قائم کرایا۔ وہ بولی: "ہیلو ماسٹر! مجھے معلوم ہے، فرہاد پھر ہاتھ سے نکل گیا ہے۔ میں نے اسے گرفتار کراتے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ یہ آپ کے آدمیوں کی نااہلی ہے۔"

سپر ماسٹر نے کہا: "تمھاری بھی غیر ذمے داری ہے۔ اگر تم خیال خوانی کے ذریعے ہر مین کے دماغ میں موجود رہتیں تو کامیابی یقینی تھی۔"

"میری طبیعت اچانک خراب ہو گئی ہے۔ میں ابھی ایک لیڈی ڈاکٹر سے دوائیں لے کر آئی ہوں۔"

"سیدھی سی بات ہے۔ فرہاد کے ستارے اچھے ہیں۔ اس کے بچاؤ کا کوئی نہ کوئی راستہ نکل ہی آتا ہے۔ بہرحال ابھی وہ استنبول میں ہی ہے۔ تم اسے گھیر سکتی ہو۔ کیا تم بہت بیمار ہو؟"

"نہیں۔ اب ٹھیک ہوں۔ فرہاد جہاں بھی ہوگا، اسے ڈھونڈ نکالوں گی۔"

"ایک افسوس ناک خبر سنا رہا ہوں۔ تمھارے ساتھ جس شخص کے دماغ میں ٹیلی پیتھی کا علم منتقل کیا گیا تھا، وہ باغی ہو گیا ہے۔"

"یہ خبر افسوس ناک ہی نہیں، تشویش ناک بھی ہے۔ وہ ہمارے بہت سے خفیہ اداروں اور اہم رازوں سے واقف ہوگا۔"

"ہاں، یہ تشویش کی بات ہے۔ میں نے تم دونوں کو ایک دوسرے سے چھپایا تھا۔ یہ اچھا ہی ہوا۔ وہ تمھارے متعلق کچھ نہیں جانتا۔ مگر اب میں اس کے متعلق تمھیں بتا رہا ہوں۔"

وہ بتانے لگا: "اس کا نام جان نویل ہے۔ اس کے باپ دادا مشرقی جرمنی سے ہجرت کر کے آئے تھے۔ آدھی صدی سے امریکا کے وفادار تھے۔ دادا کئی ممالک میں امریکی سفیر رہ چکا تھا۔ باپ وزارتِ خارجہ میں معمولی عہدے پر فرائض ادا کرتے ہوئے ایک دن اسی وزارتِ خارجہ میں سیکرٹری کے عہدے تک پہنچ گیا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

تھا۔ جان نوئیل کی بھی سیاسی خدمات قابلِ قدر تھیں۔ ان پر غور کرنے کے بعد ہی اسے ٹرانسفارمر مشین سے گزارا گیا تھا۔ آج اس نے رپورٹ دی ہے کہ اس کے دماغ میں ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں نہیں ہیں۔ وہ ہمارے ملک کی کوئی خدمت نہیں کر سکے گا۔"

میڈونا نے پوچھا "کیا اسے ٹرانسفارمر مشین سے گزارنے کے بعد آزمایا نہیں گیا تھا؟"

"بے شک آزمایا گیا تھا۔ اس نے بڑی کامیابی سے ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ کیا تھا لیکن اب وہ انکار کر رہا ہے۔ اس کی دو ہی وجوہات سمجھ میں آتی ہیں۔ یا تو فرہاد نے اس کا دماغ الٹ دیا ہے۔ یا پھر ماسک مین نے اُسے خرید لیا ہے۔"

میڈونا نے کہا "جان نوئیل کا خاندان آدھی صدی سے ہمارے ملک کا وفادار رہا ہے۔ خود اس کے ریکارڈ میں ذرا سا دھبا نہیں ہے۔ وہ نافرمان اور باغی نہیں ہو سکتا۔ یقیناً فرہاد نے انتقامی کارروائی کی ہے۔ اس پر تنویمی عمل کر کے اس کے دماغ سے خیال خوانی کی صلاحیتیں مٹا دی ہیں۔"

"اگر فرہاد کو اس کا موقع ملتا تو وہ تنویمی عمل پر تکیہ کر کے اسے زندہ نہ چھوڑتا، پہلی فرصت میں مار ڈالتا۔ جیسا کہ وہ اور اس کے بیٹے خیال خوانی کرنے والوں کو ہلاک کر چکے ہیں۔"

اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ سُپر ماسٹر کے نائب نے ریسیور اٹھایا، دوسری طرف سے آواز آئی "سر! ہم سُپر ماسٹر تک پیغام پہنچانا چاہتے ہیں۔ جان نوئیل ہماری کسٹڈی میں تھا، اچانک وہ مُردہ پایا گیا ہے۔"

"کیا واقعی؟ لیکن... لیکن وہ کیسے مر گیا؟ کیا اسے اذیتیں پہنچائی گئی تھیں؟"

"جی نہیں۔ یہاں پولیس، فوج اور انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسران موجود ہیں۔ وہ اس بات کے گواہ ہیں کہ اس کے جسم پر کوئی نشان نہیں ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا، وہ بیٹھے بیٹھے کیسے مر گیا؟"

نائب نے کمپیوٹر کے ذریعے یہ اطلاع سُپر ماسٹر کو پہنچائی۔ سُپر ماسٹر نے کہا "اوہ گاڈ! میڈونا کا خیال درست نکلا۔ فرہاد نے پہلے اس کا دماغ الٹ دیا۔ پھر ہمارے سامنے چیلنج کے طور پر اسے پیش کیا کہ وہ ٹرانسفارمر مشین کی پیداوار کو یوں صلاحیتوں سے خالی کر سکتا ہے۔ پھر اسے اندیشہ ہوگا کہ بعد میں کبھی جان نوئیل کی... صلاحیتیں بحال ہو سکتی ہیں۔ لہٰذا اس نے اس کی سانس روک کر اُسے مار ڈالا۔"

میڈونا نے کہا "میں جا رہی ہوں۔ فرہاد کو استنبول سے نکلنے نہیں دوں گی۔"

اس نے استنبول کے آلۂ کاروں سے دماغی رابطہ قائم کیا۔ ایک خاص ماتحت نے بتایا، فرہاد کو پورے شہر میں تلاش کیا جا رہا ہے۔ استنبول کے ہر چھوٹے بڑے مجرم کے گھر میں اور اس کے خفیہ اڈے میں اسے ڈھونڈا جا رہا ہے۔ میڈونا نے کہا "وہاں کے سب سے بڑے بدمعاش کے بارے میں بتاؤ۔"

"اس کا نام گاسکر ہے۔ وہ ماسک مین کی خفیہ تنظیم کا باس ہے۔ اس کا ایک بیٹا پولیس افسر ہے اور وہ اپنی بیٹی کی شادی انٹیلی جنس کے ایک بوڑھے ڈائریکٹر سے کرنے والا ہے۔"

"مجھے اس کی آواز سناؤ۔"

اس کے خاص ماتحت نے فون پر گاسکر کو مخاطب کیا۔ میڈونا اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہ بڑبڑاتے ہوئے ریسیور رکھ رہا تھا اور ٹرانسمیٹر کا سوئچ آن کر کے کہہ رہا تھا "پتا نہیں کس کمبخت نے فون کیا تھا۔ کوئی جواب دیے بغیر ریسیور رکھ دیا۔ ہاں، تو میں کہہ رہا تھا، اب ایک مائٹی پاشا رہ گیا ہے۔ میں ابھی اس کی کوٹھی میں جا کر تلاشی لوں گا۔ ماسک مین سے کہو، میں آج رات تک فرہاد کو ڈھونڈ نکالوں گا۔"

اس نے ٹرانسمیٹر کو آف کر دیا۔ میڈونا نے پوچھا "کیا اپنے باپ سے باتیں کر رہے تھے؟"

وہ ایک دم سے گھبرا کر خلا میں تکنے لگا۔ اسے پھر آواز سنائی دی "کیا یقین نہیں آ رہا کہ یہ آواز تمہارے دماغ میں چکرا رہی ہے؟ اور میں تمہارے اندر بول رہی ہوں۔"

وہ جلدی سے بولا "جی ہاں۔ جی ہاں۔ یقین آگیا ہے، آپ مادام رسونتی ہیں۔"

"کیا ٹیلی پیتھی کا ٹھیکا رسونتی اور فرہاد نے لے رکھا ہے؟ بیوقوف! اگر میں رسونتی ہوتی تو فرہاد سے دشمنی کرنے پر ابھی تجھے مار ڈالتی۔"

"تو... تو پھر تم کون ہو؟"

"میں کوئی بھی ہوں، مجھے فرہاد چاہیے۔"

"کیا تم بھی اُسے تلاش کر رہی ہو؟"

"ہاں۔ یوں تو اکیلی اس سے نمٹ سکتی ہوں۔ جہاں بھی ہوگا اس کی شہ رگ تک پہنچ جاؤں گی لیکن یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تو مجھ سے پہلے فرہاد تک پہنچ جائے اور اسے قیدی بنا کر ماسک مین کے پاس پہنچا دے اور میں یہ نہیں چاہوں گی۔ اس لیے میرے سامنے دو ہی راستے ہیں۔ ایک تو یہ کہ تو میرے لیے کام کرے اور ماسک مین کو بظاہر وفادار بن کر دھوکا دیتا رہے، دوسرا یہ کہ تیرے انکار پر میں تجھے ابھی ختم کر دوں۔"

وہ گڑگڑا کر بولا "نہیں، میں مرنا نہیں چاہتا۔ میں تمہارا کام کروں گا۔ مجھے ایک نہیں ہزار بار آزما کر دیکھ لو۔ میں تمہارا وفادار ثابت ہوتا رہوں گا۔"

"چلو اٹھو۔ مائٹی پاشا کے ہاں اسے تلاش کرو۔"

گاسکر ایک صوفے میں دھنسا ہوا تھا۔ بڑی مشکل سے اٹھ کر کھڑا ہوا۔ وہ قد میں چھوٹا تھا مگر موٹا تھا۔ جسامت میں خوب پھیلا ہوا تھا۔ بیٹھنے کی حالت میں مینڈک کی طرح دکھائی دیتا تھا۔ بے پناہ جسمانی قوت کا مالک تھا۔ کسی پہلوان کو داؤ پر لے آتا تو اس کے چھکے چھڑا دیتا تھا۔ مدِمقابل کو یا تو شکست تسلیم کرنی پڑتی تھی یا پھر وہ اپنے ہاتھ پاؤں تڑوا لیتا تھا۔

وہ اپنے آدمیوں کے ساتھ میری کوٹھی تک آیا تھا۔ خود اپنی کار میں بیٹھا رہا تھا۔ اس کے آدمی کوٹھی کے اندر آئے تھے۔ مجھ سے باتیں کی تھیں، میرا جواب سُن کر میڈونا میرے دماغ میں پہنچ گئی تھی۔ میں اُسے محسوس نہ کر سکا تھا۔ وہ میرے دماغ کو ٹٹول رہی تھی۔ میرے اندر پاشا کی شخصیت رچی بسی تھی۔ دماغ کے کسی گوشے میں فرہاد علی تیمور کی ہلکی سی جھلک بھی نہیں تھی۔ اُسے یقین ہو گیا کہ میں مائٹی پاشا ہوں اور اتنی بڑی کوٹھی میں بالکل تنہا رہتا ہوں۔ اس نے یہ باتیں گاسکر کو بتائیں۔ گاسکر نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا "اسے چھوڑ دو۔ اس نے فرہاد کو پناہ نہیں دی۔"

پھر جاتے جاتے میڈونا کی ہدایت کے مطابق مجھے تاکید کی کہ اگر فرہاد آئے تو میں اسے ضرور پناہ دوں اور جب بھی میں پناہ دوں گا، انھیں معلوم ہو جائے گا۔ اِدھر وہ مجھے تلاش کر رہا تھا، اُدھر اس کی بیٹی ٹینا کو اغوا کر لیا گیا تھا۔ کس نے اغوا کیا، اور کس دشمنی کے بنا پر کیا؟ یہ بات کچھ کچھ سمجھ میں آ رہی تھی کہ شاید ماسک مین کو اس کی غداری کا علم ہو گیا ہے، اس نے سزا کے طور پر اس کی بیٹی کو اٹھوا لیا ہے لیکن ابھی جو چکر چل گیا تھا، وہ سُپر ماسٹر اور میڈونا کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

اس کا نام پاسکل بُوبا تھا۔ پولینڈ کا رہنے والا تھا اور ماسک مین کا وفادار تھا۔ ماسک مین کے ایک سیکرٹ ایجنٹ نے سُپر ماسٹر کے ایک خفیہ شعبے سے اس فہرست کی نقل حاصل کر لی تھی جس میں ایسے باصلاحیت افراد کے نام تھے جو یکے بعد دیگرے ٹرانسفارمر مشین سے گزارے جانے والے تھے۔ اس فہرست میں ان کے نام اور پتے کے ساتھ ان کی تصاویر بھی تھیں۔ وہ تعداد میں بارہ تھے۔ ماسک مین نے ایسے بارہ آدمی تیار کرائے۔ پلاسٹک سرجری کے ذریعے ان سب کو سُپر ماسٹر کے بارہ آدمیوں کے ہمشکل بنایا۔ پاسکل بُوبا کو سرِفہرست رہنے والا جان نوئیل بنایا گیا تھا۔

اس نے جان نوئیل کے مزاج کو اور رفتار و گفتار کو اچھی طرح ذہن نشین کیا تھا۔ جب یہ یقین ہو گیا کہ اس میں اور جان نوئیل میں کوئی فرق نہیں رہا ہے تو ایک رات اسے بے ہوش کرنے کے بعد اغوا کر لیا گیا۔ اس کی جگہ پاسکل بُوبا آگیا۔

جان نوئیل کے والدین مر چکے تھے۔ بھائی بہن نہیں تھے۔ وہ تنہا رہتا تھا۔ صرف ایک حسینہ شیلی اینڈرس ایسی تھی جو اس کے قریب آتی تھی۔ دونوں میں رومانس چل رہا تھا۔ جان نوئیل نے شیلی کو نہیں بتایا تھا کہ وہ ٹرانسفارمر مشین سے گزرنے والا ہے۔ یہ ایک سرکاری راز تھا۔ اس لیے اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ اسے ایک بڑا سرکاری عہدہ ملنے والا ہے، اس کے بعد وہ اس سے شادی کر لے گا۔

پاسکل بُوبا نے شیلی کے متعلق بھی اچھی خاصی معلومات حاصل کی تھیں لیکن وہ باتیں معلوم نہیں کر سکتا تھا جو ایک دوسرے کو چاہنے والے تنہائی میں کرتے ہیں۔ ویسے اس سلسلے میں زیادہ پریشانی کی بات نہیں تھی۔ اس نے جس روز جان نوئیل کی جگہ سنبھالی تھی، اس کے دوسرے دن اُسے آبزرویشن میں رکھا جانے والا تھا تاکہ ٹرانسفارمر مشین تک جانے سے پہلے اس کا اچھی طرح میڈیکل چیک اپ ہوتا رہے۔

لیکن آبزرویشن میں رہنے کے لیے دوسرے دن جانا تھا۔ اس سے پہلے شام کو شیلی نے فون پر مخاطب کیا "ہیلو جان! میں کب سے تمہارے فون کا انتظار کر رہی ہوں۔ کیا مجھے بھول گئے ہو؟"

اس نے کہا "میری زندگی! میں تمھیں کیسے بھول سکتا ہوں، بس ایک ضروری کام میں مصروف ہو گیا ہوں۔"

"کیا بات ہے، آج تم مجھے 'میری زندگی' کہہ رہے ہو جبکہ ہمیشہ 'سویٹ ہارٹ' کہتے آئے ہو؟"

وہ ذرا گڑبڑایا پھر سنبھل کر بولا "یہ تمہارے دیوانے کی زبان ہے، کچھ بھی کہہ سکتی ہے۔ میں تمھیں صرف سویٹ ہارٹ نہیں اپنے دل کی دھڑکن بھی کہوں گا۔ کیا تم اعتراض کرو گی؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی "اوہ جان! آج تمھیں کیا ہو گیا ہے، تم نے پہلے کبھی اس قدر رومانی انداز میں گفتگو نہیں کی۔ مگر بائی گاڈ! یہ انداز بہت اچھا لگ رہا ہے۔ بولو آج رات کا کھانا کہاں کھاؤ گے؟"

"ایسی جگہ جہاں میرے اور تمہارے سوا کوئی نہ ہو۔"

وہ پھر ہنستے ہوئے بولی "آج تم مجھے بہت ہنسا رہے ہو۔ ایسی جگہ تو شادی کے بعد ہی نصیب ہو سکتی ہے۔"

"کیا شادی سے پہلے نہیں؟"

وہ ذرا سوچ میں پڑ گئی۔ پھر بولی "میری ایک سہیلی اپنے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کاٹیج میں تنہا رہتی ہے۔ وہ ہمیں ڈسٹرب نہیں کرے گی۔"

"میں تمھاری سہیلی کے کاٹیج میں کیسے پہنچوں گا؟"

"میں ٹھیک سات بجے تمھیں لینے آؤں گی۔"

جان نویل کی رہائش گاہ میں بھی تنہائی تھی لیکن وہ اپنے سیاسی کیریر کو اسکینڈل سے بچانے کے لیے شیلی کو وہاں نہیں بُلاتا تھا۔ شیلی اس بات کو سمجھتی تھی۔ اسی لیے اس نے سنگنگ فاؤنٹین کے پاس سات بجے ملاقات کی اور پاسکل لُوبا کو اپنا محبوب سمجھ کر گلے لگ گئی۔

اسے فوراً ہی محسوس ہوا جیسے وہ بھول سے کسی اجنبی کے گلے لگ گئی ہے۔ اس نے سوچا، میں یہ صورت دیکھ کر اور جان کو پہچان کر قریب آئی ہوں، پھر یہ اجنبی کیسے ہوسکتا ہے؟

اس نے جلدی سے الگ ہوکر ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ پاسکل لُوبا نے پوچھا "کیا بات ہے؟ محبت میں آگے بڑھ کر پیچھے ہٹ رہی ہو؟"

وہ پریشان ہوکر بولی "پتا نہیں کیوں مجھے ایسا لگا جیسے تم جان نویل نہیں ہو، میں بھٹک کر کسی غیر کے پاس آگئی ہوں۔"

وہ بھی پریشان ہوگیا مگر پریشانی کو چھپانے کی کوشش کرنے لگا۔ وہ اس حقیقت کو بھول گیا تھا کہ عورت کی حس اپنے مرد کے مقابلے میں بڑی چوکنّی ہوتی ہے۔ وہ ڈھیٹ بن کر بولا۔ "اچھی طرح آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ لو۔ ہونٹوں سے چھُو لو، ناک سے سونگھ لو، پھر بھی غیر سمجھو گی تو میں گھر جاکر آئینہ دیکھوں گا۔"

وہ بولی "محبوب کی آنکھیں آئینہ ہوتی ہیں۔ تم میری آنکھوں میں دیکھو، میں تمھاری آنکھوں میں دیکھوں گی۔ یہ سیاہ چشمہ ہٹاؤ۔"

وہ ذرا گڑبڑایا۔ پھر جلدی سے بولا "یہ چشمہ کیا چیز ہے، سارے پردے اٹھا دوں گا، پہلے یہاں سے چلو۔ خواہ مخواہ کل کے اخباروں میں فرسٹ پیج پر ہماری تصویریں شائع ہوجائیں گی۔ میں اونچے مقام پر پہنچنے سے پہلے کوئی اسکینڈل نہیں چاہتا۔"

وہ بات بنا کر اس کے ساتھ کار میں آکر بیٹھ گیا۔ دماغ میں خطرے کی گھنٹی بج رہی تھی۔ شیلی خطرناک ثابت ہوسکتی تھی۔ وہ کار ڈرائیو کرتے ہوئے بولا "میں تمھاری سہیلی کے گھر نہیں جاؤں گا۔"

"کیوں نہیں جاؤ گے؟ وہ بیچاری انتظار کرے گی۔"

"انتظار کرنے دو۔ ہم ذرا لیٹ جائیں گے۔ ابھی لمبی ڈرائیونگ کا ارادہ ہے۔"

اس نے ایک جگہ گاڑی روک دی۔ پھر بولا "تم بیٹھو، میں ذرا ایک ضروری فون کرکے آتا ہوں۔"

"میں بھی چلتی ہوں۔ اپنی سہیلی کو فون پر کہہ دوں گی کہ ہم ذرا دیر سے آئیں گے۔"

"کیا غضب کرتی ہو! یہاں لوگ تمھیں میرے ساتھ دیکھیں گے۔ کیا تم چاہتی ہو، سیاست میں کامیابی سے پہلے ہی میں فلرٹ قسم کا آدمی مشہور ہوجاؤں؟"

"سوری! میں تمھارے ساتھ رہ کر صرف اپنی محبت یاد رکھتی ہوں، باقی سب کچھ بھول جاتی ہوں۔ ٹھیک ہے، میں یہیں بیٹھی رہوں گی۔"

"اپنی سہیلی کا فون نمبر بتاؤ۔ میں اسے لیٹ آنے کی وجہ بتا دوں گا۔"

وہ فون نمبر پوچھ کر ایک بوتھ میں آیا۔ وہاں پہلے ماسک مین کے ایک خاص ایجنٹ سے رابطہ قائم کرکے بولا۔ "میں شیلی کو لا رہا ہوں، کاٹیج خالی رکھو۔ تم کہیں چھُپ کر رہ سکتے ہو۔"

پھر اس نے شیلی کی سہیلی سے رابطہ قائم کرکے پوچھا۔ "کیا تم ریٹا ہو؟"

"ہاں۔ تم کون ہو؟"

"میں جان نویل بول رہا ہوں۔ کیا شیلی وہاں ہے؟"

"جی نہیں۔ وہ تو آپ کے ساتھ آنے والی تھی۔"

"میں اس کا انتظار کررہا ہوں۔ پتا نہیں، کیا بات ہے، اب تک نہیں آئی۔ اگر وہ آئے یا اس کا فون آئے تو کہہ دینا، میں اب اپنی رہائش گاہ میں ملوں گا۔"

وہ ریسیور رکھ کر واپس کار میں آیا۔ پھر اسے اسٹارٹ کرتے ہوئے بولا "تمھاری سہیلی نے کہا ہے، کوئی بات نہیں، ہم جتنی بھی دیر سے آئیں، وہ انتظار کرے گی۔"

اس نے رفتار بڑھا دی۔ آدھے گھنٹے کی ڈرائیو کے بعد ایک کاٹیج کے سامنے کار روک دی۔ شیلی نے پوچھا "یہ کس کا کاٹیج ہے؟"

"ہمارا ہی ہے۔ بے دھڑک چلی آؤ۔"

وہ کار سے اُتر کر اندر آئے۔ شیلی نے کہا "یہاں اندھیرا ہے۔"

اس نے سوئچ آن کرکے دروازہ بند کردیا۔ پھر کہا "یہاں تنہائی ہے اور تیز روشنی ہے۔ تم جس انداز میں چاہو، مجھے جی بھر کے پہچان سکتی ہو۔"

اس نے آنکھوں سے سیاہ چشمے کو ہٹا دیا۔ وہ مسکراتے ہوئے قریب آئی۔ گردن میں بانہیں ڈال کر اس کی آنکھوں میں جھانکنے لگی۔ پھر اس کی مسکراہٹ ماند پڑنے لگی۔ وہ بڑے پیار سے پیش آنے لگا۔ وہ کسمساتے ہوئے بولی "پلیز! چھوڑ دو۔ مجھے کچھ ہورہا ہے۔"

"محبت میں کچھ نہ کچھ ہوتا ہے۔ پریشان کیوں ہوتی ہو؟"

وہ خود کو چھڑاتے ہوئے بولی "نہیں جان! مجھے کچھ سمجھنے دو۔ مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے جیسے تم میرے پاس نہیں ہو۔

تمھاری آنکھیں کچھ ہیں تو ویسی ہی، پھر بھی ویسی نہیں لگ رہی ہیں۔ تم بدل گئے ہو اور تمھاری تبدیلی میری سمجھ میں نہیں آرہی۔"

"مجھے سمجھنے کے دو ہی راستے ہیں۔ ایک تو یہ کہ میرے بازوؤں میں آکر خود کو گم کردو۔ دوسرا راستہ بعد میں بتاؤں گا۔"

اس نے اپنی طرف کھینچ کر اسے جکڑ لیا۔ وہ پریشان ہورہی تھی، اس کی گرفت سے نکلنے کی کوشش کرتے ہوئے بولی۔ "تم جان نویل نہیں ہو۔ میرا جان ایسی زبردستی نہیں کرتا تھا۔ میں جب تک تمھارے جان ہونے کا یقین نہیں کروں گی، تمھارے قریب نہیں آؤں گی۔ مجھے چھوڑ دو۔ چھوڑ دو مجھے..."

اس نے چھوڑ دیا مگر گردن دبوچ لی۔ پھر کہا "بہروپیا ساری دنیا سے چھُپ سکتا ہے مگر عورت اور کُتّے سے نہیں چھُپ سکتا۔ میں اپنی اصلیت نہ بتاؤں، تب بھی تم یہاں سے جاکر اپنی سہیلیوں سے کہو گی کہ میں جان نویل سے مختلف لگتا ہوں۔ تم پولیس والوں کے سامنے بھی یہی بیان دے سکتی ہو۔ لہٰذا تمھیں زندہ نہیں رہنا چاہیے۔"

دونوں ہاتھوں کی گرفت اتنی مضبوط تھی کہ وہ گردن نہیں چھڑا سکتی تھی۔ اس کے دیدے پھیل رہے تھے۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "تم غضب کی حسینہ ہو۔ تمھاری جوانی دیکھ کر دل للچاتا ہے مگر میں کوئی خطرہ مول نہیں لینا چاہوں گا۔"

اس کی جدّوجہد کمزور پڑ گئی تھی۔ وہ آنکھوں سے رحم کی بھیک مانگ رہی تھی۔ آخری دم بہت زیادہ حسین لگ رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا "اگر آج کھانے سے آدمی بیمار پڑتا ہو تو اسے فاقہ کرکے کل اچھا کھانے کے لیے زندہ رہنا چاہیے۔ کل میں ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرکے دنیا کی تمام حسیناؤں کو فتح کرتا رہوں گا، آج ایک حسینہ نہ سہی۔"

اس کے دیدے پھیل گئے، جسم ڈھیلا پڑ گیا۔ اس نے جسم کو چھوڑا تو وہ کٹی ہوئی شاخ کی طرح زمین پر آگئی۔ اس نے باہر نکل کر ماسک مین کے خاص ماتحت کو بلایا پھر کہا "اندر لاش پڑی ہے، اُسے چار دیواری سے باہر نہ نکالنا۔ ہزار احتیاط کے باوجود کوئی مصیبت آسکتی ہے۔ کاٹیج کے اندر ہی گڑھا کھود کر اُسے چھُپا دو اور یہ کام تنہا کرو، کسی کو رازدار نہ بناؤ۔"

وہ حکم دے کر چلا آیا۔ دوسرے دن چار فوجی افسر اس کی رہائش گاہ پر آئے۔ پھر اسے اپنے ساتھ لے گئے۔ اس نے تین گھنٹے تک ہیلی کاپٹر میں سفر کیا۔ اس کے بعد پھر ایک بند گاڑی میں سفر جاری رہا۔ وہ گاڑی ایک گیراج کے اندر آگئی۔ پھر وہ جہاں آکر رُکی، وہاں کی زمین اندر دھنسنے لگی۔ وہ گاڑی سمیت تہ خانے میں پہنچایا گیا۔ اس تہ خانے میں اسے ایک دن اور ایک رات رکھا گیا۔ اس کے مختلف طبّی معائنے ہوتے رہے۔ دوسری صبح اسے ٹرانسفارمر مشین کے سائے میں پہنچا دیا گیا۔

اس میں شبہ نہیں کہ پاسکل لُوبا نے اس مشین تک پہنچنے کے لیے بڑی محنت کی تھی اور بڑے خطرات مول لیے تھے۔ آخر وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوگیا۔ اس کے دماغ میں ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں منتقل ہوگئیں۔ اس تہ خانے میں اس کی صلاحیتوں کو آزمایا گیا، پھر اُسے رہائش گاہ میں واپس پہنچا کر چوبیس گھنٹے آرام کرنے کی ہدایت کی گئی۔ اسی چوبیس گھنٹے میں اس نے جان نویل کے میک اَپ سے نجات حاصل کرلی۔ اس کے ماتحتوں نے اصلی جان نویل کو اس کی جگہ پہنچا دیا۔ اس بیچارے کو اب تک کوما میں رکھا گیا تھا۔ جب وہ کوما سے نکلا تو پاسکل لُوبا نے اس کے دماغ پر قبضہ جمالیا تاکہ وہ بھید نہ کھول دے۔ اس نے ماسک مین کے ملک پہنچنے تک اسے ٹیلی پیتھی کی گرفت میں رکھا۔ چوبیس گھنٹے بعد سُپر ماسٹر کے نائب نے فون پر کہا "مسٹر نویل! پلیز ہاٹ لائن پر گفتگو کریں۔"

پاسکل لُوبا نے جان نویل کے ہاتھ سے ریسیور رکھوا دیا۔ خود نائب سُپر ماسٹر کے دماغ میں پہنچ کر بولا "ماسٹر سے کہو، میں آگیا ہوں۔"

سُپر ماسٹر نے کمپیوٹر کے ذریعے کہا "جیسا کہ ہمیں معلوم ہے، فرہاد آجکل استنبول میں ہے۔ اگلے پچاس گھنٹوں تک ہماری ایک اور ٹیلی پیتھی جاننے والی اسے ٹریپ کرنے کی کوشش کرتی رہے گی۔ اگر وہ ناکام ہوگی تو تمھیں پچاس گھنٹوں کا وقت دیا جائے گا۔ تم ابھی سے پلاننگ کرسکتے ہو۔"

اس نے پوچھا "یہ دوسری خیال خوانی کرنے والی کون ہے؟"

"سوری، ہم چاہتے ہیں، تم دونوں ایک دوسرے سے انجان رہو۔ تاکہ فرہاد کسی بُرے وقت میں ایک کے ذریعے دوسرے تک نہ پہنچے۔"

"کیا یہ بتا سکتے ہیں کہ فرہاد استنبول میں کہاں ہے؟"

"وہ جہاں تھا، اب وہاں نہیں ہے۔ ہماری ٹیلی پیتھی جاننے والی نے بڑی زبردست چال چلی تھی مگر اس کمبخت کے ستارے اچھے ہیں، وہاں سے بچ کر کہیں روپوش ہوگیا ہے۔ ابھی اس کی تلاش جاری ہے۔"

وہ سُپر ماسٹر سے باتیں کرنے کے بعد جان نویل کے پاس آیا۔ تو وہ ریسیور کان سے لگائے شیلی کی سہیلی سے پوچھ رہا تھا۔ "یہ کیا کہہ رہی ہو؟ دو دن پہلے شیلی سے میری فون پر بات نہیں ہوئی تھی۔ میں نے اس کے ساتھ تمھارے ہاں رات گزارنے کی بات نہیں کی تھی۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

شیلی کی سہیلی ریٹا نے کہا "میں کیسے یقین کروں۔ خود آپ نے فون پر شیلی کے متعلق دریافت کیا تھا۔ کیا آپ کی یادداشت کمزور ہوگئی ہے۔ پلیز آپ ہوش کی باتیں کریں۔ شیلی اسی شام سے لاپتا ہے۔ اس کے والدین اور پولیس والے اسے تلاش کر رہے ہیں۔ ابھی مجھ سے پوچھا جا رہا تھا۔ میں نے بتا دیا ہے کہ آپ سے اس کی ملاقات ہونے والی تھی لیکن وہ آپ سے بھی نہ مل سکی۔ میرا خیال ہے، پولیس اور انٹیلی جنس والے آپ کے پاس بھی آئیں گے۔"

وہ ریسیور رکھ کر پریشانی سے سوچ رہا تھا کہ پچھلے تین دن سے کہاں تھا؟ یہ تین دن کیسے گزرے، کچھ یاد نہیں آ رہا تھا۔ بھلا کیسے یاد آتا، وہ کوما میں پڑا ہوا تھا۔ کوما سے نکلا۔ تو پاسکل بُوبا نے اس کے دماغ کو اپنی گرفت میں رکھ کر اس کی رہائش گاہ میں واپس پہنچایا۔ تب سے وہ یہی گتھی سلجھا رہا تھا۔ دو بار ٹیلی فون کا اطلاعی نمبر ڈائل کر کے وقت، دن اور تاریخ کی تصدیق کر چکا تھا۔ پہلے وہ سمجھ رہا تھا۔ آج ستائیس جولائی ہے کیونکہ اسی دن اچانک بیہوش ہوا تھا (دراصل ماسک مین کے آدمیوں نے اس کی نادانستگی میں اسے بیہوش کیا تھا۔ پھر وہ کوما میں رہا تھا) ہوش میں آنے کے بعد یہی سمجھ رہا تھا کہ آج ستائیس جولائی ہے اور فون پر اسے بتایا جا رہا تھا کہ تیس جولائی کا دن ہے۔

اس حساب سے ٹرانسفارمر مشین تک پہنچنے کا دن بھی گزر چکا تھا اور یہی زیادہ پریشانی کی بات تھی۔ اس نے اپنے دفتر میں فون کر کے پوچھا۔ پتا چلا واقعی تین دن گزر چکے ہیں اور وہ باقاعدہ آفس اٹینڈ کرتا رہا ہے۔ ان الجھنوں کے پیشِ نظر اس نے سپر ماسٹر سے رابطہ قائم کرنا چاہا لیکن پاسکل بُوبا نے اس کا موقع نہیں دیا۔ وہاں سے ماسک مین کے ملک پہنچنے کے بعد اس نے اسے آزاد چھوڑ دیا۔ دماغی طور سے آزاد ہونے کے بعد جان نویل کے لیے پریشانیاں اور بڑھ گئیں، کوئی اس کی بات کا یقین نہیں کر رہا تھا۔ اُدھر ماسک مین نے کہا "پاسکل بوبا! تم نے جان نویل کو آزاد چھوڑ کر اچھا نہیں کیا۔ وہ سپر ماسٹر کو تین دن کا حساب نہیں دے سکے گا۔ اس طرح معلوم ہو جائے گا کہ اس کی جگہ کوئی دوسرا ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کر چکا ہے۔ اگر اسے مار ڈالا جائے تو الزام فرہاد پر آئے گا کہ اس نے پہلے کی طرح ان کے ایک اور ٹیلی پیتھی جاننے والے کو مار ڈالا ہے۔ یہ کسی کو معلوم نہیں ہونا چاہیے کہ ماسک مین کے پاس بھی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا آ گیا ہے۔"

اس کے مطابق پاسکل بوبا نے جان نویل کو چپ چاپ ختم کر دیا۔ یہ معلوم ہو چکا تھا کہ میں استنبول میں کہیں چھپا ہوا ہوا ہوں۔ ماسک مین نے کہا "وہاں میری تنظیم کا ایک باس ہے جس کا نام گاسکر ہے۔ میں اس کی آواز سنا رہا ہوں۔ اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے اپنا آلۂ کار بناؤ اور اس کے ذریعے فرہاد کو تلاش کرو۔"

اس نے گاسکر کی آواز کیسٹ ریکارڈر کے ذریعے سنی پھر اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ ماسک مین کی ہدایت کے مطابق طریقۂ کار یہی تھا کہ پاسکل بُوبا ایک پُراسرار شخص بن کر گاسکر وغیرہ کو اپنا آلۂ کار بنائے گا۔ گاسکر کے دماغ میں پہنچ کر پتا چلا" وہ پہلے ہی ایک خیال خوانی کرنے والی کا آلۂ کار بن چکا ہے اور اب مائشی پاشا کے ہاں مجھے تلاش کرنے گیا ہے۔

پاسکل بُوبا نے ماسک مین سے کہا "تمہیں اپنی تنظیم کے باس پر اندھا اعتماد کرنا ہوتا ہے کیونکہ تم کسی کی اندرونی نیت کو پڑھ نہیں سکتے۔ تمہارا وہ گاسکر تمہیں دھوکا دے رہا ہے اور سُپر ماسٹر کے لیے کام کر رہا ہے۔"

اس نے گاسکر اور نئی خیال خوانی کرنے والی کے گٹھ جوڑ کے بارے میں بتایا تو ماسک مین نے نفرت اور غصّے سے کہا "اس غدّار پر کوئی الزام نہ لگاؤ۔ چپ چاپ اسے سزا دیتے رہو، اسے ذہنی عذاب میں مبتلا رکھو۔"

پاسکل بُوبا نے کہا "گاسکر کی بیٹی جوان بھی ہے اور حسین بھی۔ کیا میں اُسے اغوا کرنے جاؤں؟"

"تم شیطانی نیّت رکھتے ہو۔ یہ ہوس تمہیں نقصان پہنچائے گی۔ ہماری حکومت نے اسی لیے تم پر ہمارے ہی ملک میں رہنے کی پابندی عائد کی ہے۔ یہاں حسن و شباب کی کمی نہیں ہے۔ تمہاری ہر ضرورت یہاں پوری ہو سکتی ہے۔ لہٰذا استنبول میں ایسے آلۂ کار بناؤ جو لڑکی کے اغوا ہونے کے بعد اسے چھپا کر رکھ سکتے ہوں۔ یاد رکھو، تمہاری سلامتی اسی میں ہے کہ تم اِس ملک سے باہر نہ جاؤ اور اپنا تعلق ہماری حکومت سے ظاہر نہ ہونے دو۔"

اس نے فوری طور پر استنبول کے دو جوانوں کو اپنا آلۂ کار بنایا۔ پھر ان سے پوچھا "تم میں سے کون گاسکر کی بیٹی کو حاصل کرنا چاہتا ہے؟"

ایک نے کہا "میں اس مغرور لڑکی کو جبراً حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ اس کا باپ یہاں کا بے تاج بادشاہ ہے۔ وہ مجھے آوارہ سمجھ کر میرے نام پر تھوکتی ہے جبکہ اس کا باپ شہر کا بدترین غنڈا ہے۔"

"اگر وہ مل جائے تو کچھ عرصے تک اسے کہاں چھپا کر رکھو گے؟"

"شہر سے باہر ایک کھنڈر ہے۔ وہاں کی خستہ و شکستہ چاردیواری میں اسے باندھ کر رکھوں گا۔ جب وہ سر سے پاؤں تک میری ہو جائے گی تو باپ پر بھروسا کرنا بھول جائے گی پھر شاید میرے ساتھ زندگی گزارنے پر راضی ہو جائے۔"

"تم اپنی گاڑی میں گاسکر کی کوٹھی کے قریب رہو۔ جب وہ باڈی گارڈ کے ساتھ باہر نکلے تو اس کا تعاقب کرنا۔ میں مناسب وقت پر تم سے رابطہ قائم کروں گا۔"

پاسکل بُوبا نے گاسکر کے ذریعے اس کی بیٹی ٹینا کی آواز سنی تھی۔ وہ ٹینا کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے کوٹھی کے باہر لے آیا۔ دو باڈی گارڈز اس کے سامنے آ کر ادب سے کھڑے ہو گئے۔ وہ بولی "میرے ساتھ کوئی ایک جائے گا اور وہی کار ڈرائیو کرے گا۔"

ایک نے اس کے لیے کار کا پچھلا دروازہ کھولا۔ وہ شاہانہ انداز میں بیٹھ گئی۔ دوسرے باڈی گارڈ نے اسٹیئرنگ سیٹ پر آ کر گاڑی اسٹارٹ کی پھر اسے کوٹھی کے احاطے سے نکالتے ہوئے پوچھا "بے بی! کہاں چلوں؟"

"کسی بھی بڑے شاپنگ سینٹر تک چلو!"

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ ایک شاپنگ سینٹر کے سامنے آ کر گاڑی روک دی۔ ٹینا نے کہا "میرے لیے کوکو چاکلیٹ کا ایک پیکٹ لے آؤ۔"

وہ کار سے اتر کر تیزی سے چلتا ہوا گیا پھر شاپنگ سینٹر کی بھیڑ میں گم ہو گیا۔ ٹینا پچھلی سیٹ سے نکل کر اسٹیئرنگ سیٹ پر آئی۔ گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے اسے آگے بڑھاتی چلی گئی۔ جب وہ ذرا دور نکل گئی تو پاسکل بُوبا نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑا۔ وہ ایکدم سے حیران ہو کر سوچنے لگی: "یہ میں گاڑی میں کیسے آ گئی! ابھی تو اپنے بیڈروم میں تھی۔"

اس نے سڑک کے کنارے کار روک دی۔ پاسکل بُوبا نے نوجوان آلۂ کار سے کہا "مارٹن! اس کار کے پیچھے گاڑی روکو اور جا کر ٹینا کو لے آؤ۔"

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ پاسکل بُوبا پھر ٹینا کے دماغ پر قابض ہو گیا تھا۔ وہ مارٹن کے ساتھ آ کر اس کی گاڑی میں بیٹھ گئی۔ وہ گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے بولا "ٹینا! کیا بات ہے، آج مجھے ایک معمولی چور اُچکا نہیں سمجھ رہی ہو۔ کیا مجھ سے نفرت ختم ہو گئی ہے؟"

پاسکل نے ٹینا کی زبان سے کہا "زیادہ خوش فہمی میں نہ رہو۔ میں اس لڑکی کے دماغ پر قبضہ جمائے ہوئے ہوں۔ اسے آزاد چھوڑوں گا تو یہ ہنگامہ شروع کر دے گی، فوراً اسے کھنڈر کی طرف لے جاؤ۔"

وہ تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا شہر سے باہر آیا پھر کھنڈر کی طرف جانے لگا لیکن خلافِ توقع وہاں خانہ بدوشوں کا قافلہ اپنے خیمے لگا رہا تھا۔ پاسکل نے پوچھا "کیا یہی تمہاری خفیہ جگہ ہے؟"

وہ پریشان ہو کر بولا "جناب! ایک گھنٹا پہلے میرے ساتھی نے خبر دی تھی کہ یہ جگہ بالکل خالی اور ویران ہے۔"

"میں نے کن گدھوں کو اپنا آلۂ کار بنایا ہے۔ تم لوگوں کے ساتھ میری عقل بھی ماری گئی تھی۔ مجھے سمجھنا چاہیے تھا۔ کھنڈر کی طرف کوئی بھی آ سکتا ہے۔ اب دوسری جگہ ملنے تک مجھے ٹینا کے دماغ میں رہنا ہوگا۔ مجھے اپنی جگہ بھی حاضر رہنا پڑتا ہے۔"

"جناب! میں شرمندہ ہوں۔ اسے شہر لے جا کر کسی دوست کے ہاں چھپا نہیں سکتا۔ اب تک اس کی تلاش شروع ہو چکی ہوگی۔"

"میں اسے گاڑی سے اتار رہا ہوں۔ یہ کھنڈر کے پاس رہے گی، تم فوراً گاڑی لے کر جاؤ اور میک اپ کا زیادہ سے زیادہ سامان لاؤ، اس کا چہرہ تبدیل کیا جائے گا۔"

ٹینا گاڑی سے اُتر گئی۔ مارٹن گاڑی تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا چلا گیا۔ وہ اطمینان سے ٹہلتی ہوئی کھنڈر میں چلی آئی۔ اس کے جسم پر قیمتی زیورات تھے۔ ایک انگلی میں ہیرے کی انگوٹھی تھی۔ خانہ بدوش مرد، عورتیں، بچے اور بوڑھے سب ہی اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ پاسکل بُوبا نے اس کے دماغ کو ذرا سی ڈھیل دی، وہ گھبرا کر چاروں طرف گھوم گھوم کر دیکھنے لگی۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے اس نے کار کی اسٹیئرنگ سیٹ پر خود کو دیکھا تھا، اب ایک کھنڈر میں خود کو پا رہی تھی۔ وہاں کئی خوفناک قسم کے خانہ بدوش اسے للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ پاسکل نے پوچھا۔

"ہیلو ٹینا! کیا تمہاری سمجھ میں کچھ آ رہا ہے؟"

وہ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر سوچنے لگی "یہ میرے دماغ میں کون بول رہا ہے۔ کیا یہ ٹیلی پیتھی ہے؟"

"خوب سمجھ رہی ہو۔ میں فرہاد بول رہا ہوں۔"

وہ ایکدم سے خوش ہو کر بولی "کیا سچ مچ تم فرہاد ہو؟ مجھے یقین نہیں آ رہا ہے۔ بھلا تمہاری نظر مجھ پر کیسے پڑ گئی۔ سُنا ہے، تمہیں حسین ترین عورتوں سے فرصت نہیں ملتی۔"

"تم نے درست سُنا ہے۔ تمہارے حسن کی شہرت سن کر استنبول آیا ہوں۔ ابھی تمہیں اغوا کیا ہے۔ اب میں مارٹن کے روپ میں تمہارے پاس آنے ہی والا ہوں۔"

"کون مارٹن؟"

"وہی جو تم سے عشق کرتا ہے اور تم نے نفرت سے اس

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کی طرف تھوک دیا تھا۔"

"تم اس کے روپ میں نہ آؤ۔ میں تمھارا اصلی روپ دیکھنا چاہتی ہوں۔"

"فی الحال مشکل ہے۔ دشمن میرے پیچھے ہیں۔ میں اپنی اصلی صورت تمھیں نہیں دکھا سکوں گا۔ میں کسی روپ میں بھی آؤں، فرہاد ہی رہوں گا، کیا مجھے قبول نہیں کرو گی؟"

"تن من سے قبول کروں گی۔ مگر میں نے مارٹن پر تھوک دیا تھا، اب تھوکنے کے بعد محبت کیسے کروں گی؟"

"یہ کیوں بھولتی ہو کہ وہ مارٹن نہیں ہو گا۔ صرف اس کا چہرہ ہو گا۔ میری مجبوری ہے، میں ابھی کسی دوسرے روپ میں نہیں آسکتا۔"

دو خانہ بدوش اس کے قریب آگئے۔ ایک نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ دوسرے نے اس کی گردن کی چکناہٹ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا: "تم بہت خوبصورت ہو مگر ہم خانہ بدوشوں کے لیے تمھارے زیورات زیادہ خوبصورت ہیں۔ تم انھیں خود اتارو گی یا ہم اتاریں؟"

ان کے پیچھے کچھ اور خانہ بدوش آکر کھڑے ہو گئے۔ ایک نے چاقو نکال کر کہا: "ان زیورات میں سب کا حصّہ برابر ہو گا۔"

ایک بوڑھے نے کہا: "یہ لڑکی یہاں سے جا کر ہمارے خلاف رپورٹ درج کرائے گی۔"

کئی لوگوں نے کہا: "اسے ختم کر دو۔ یہ زندہ رہے گی تو ہم گرفتار ہو جائیں گے۔"

ٹینا سہمی ہوئی تھی۔ پاسکل بُوبا نے کہا: "تم بھول رہی ہو کہ فرہاد تمھارے پاس ہے۔"

وہ اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے بولی: "تم جسمانی طور پر نظر نہیں آرہے ہو تو میرے دماغ کے اندر رہ کر کیا کر سکو گے؟"

"ابھی تماشا دیکھو۔"

اس نے دیکھا، چاقو والے شخص نے پہلے آنے والے دو آدمیوں میں سے ایک کو لات ماری اور دوسرے کا کالر پیچھے سے پکڑ کر اس کی گردن پر چاقو رکھ دیا۔ پھر کہا: "ایک تنہا لڑکی کو لُوٹتے ہوئے شرم نہیں آتی۔ اگر کسی نے اسے ہاتھ لگایا تو میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ لڑکی سے دور چلے جاؤ۔"

ایک شخص نے چاقو والے کو رائفل کے نشانے پر رکھتے ہوئے کہا: "تم لڑکی سے ہمدردی دکھا کر سارا مال اکیلے ہڑپ کرنا چاہتے ہو۔ مگر یہ اس وقت ممکن ہے۔ جب تم میرے نشانے سے بچ جاؤ۔"

سب لوگ رائفل والے کے حامی بن گئے۔ پاسکل بُوبا نے رائفل والے کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ وہ اپنی حمایت کرنے والوں کو نشانے پر رکھتے ہوئے بولا: "میرے پاس رائفل دیکھ کر تم لوگ ایک تنہا لڑکی سے دشمنی کر رہے ہو۔ بتاؤ! میں تم میں سے پہلے کسے گولی ماروں۔"

وہ سب دور بھاگنے لگے۔ ٹینا وہاں سے اٹھ کر جانے لگی۔ وہ سوچ کے ذریعے فرہاد کو پکار رہی تھی۔ پاسکل رائفل والے کے دماغ میں گھسا ہوا فائرنگ کرا رہا تھا۔ وہاں بھگدڑ مچ گئی تھی۔ اب کوئی ٹینا کی طرف نہیں آرہا تھا۔ دوسری طرف مارٹن میک اپ کا سامان لے کر پہنچ رہا تھا۔ پاسکل بُوبا نے اس کے پاس آکر کہا: "تم ٹینا کے سامنے خود کو فرہاد علی تیمور کہو گے۔ وہ تم سے نفرت کرتی ہے۔ میں نے اسے سمجھایا ہے کہ فرہاد، مارٹن کے روپ میں اس کے پاس آرہا ہے۔"

"اچھی بات ہے جناب! میں خود کو فرہاد ظاہر کروں گا۔"

اس نے گاڑی کھنڈر کے قریب روک دی۔ پاسکل نے کہا: "ٹینا! وہ سامنے گاڑی دیکھو۔ میں اس میں ہوں اور اب تمھارے لیے باہر آرہا ہوں۔"

مارٹن گاڑی سے باہر آیا۔ دونوں نے دور سے ایک دوسرے کو دیکھا۔ وہ سوچتے ہوئے آگے بڑھ رہی تھی: "یہ تو کسی پہلو سے فرہاد علی تیمور نہیں لگتا۔ بالکل مارٹن ہے۔"

پاسکل نے کہا: "میں تمھارے سامنے ہوں مگر دماغ میں بول رہا ہوں۔ تم نے مجھے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ میرا قد اور میری جسامت بالکل مارٹن کی طرح ہے۔ اس لیے ابھی مجھے سامنے دیکھ کر تمھارا دل نہیں مانتا۔"

وہ مارٹن کے سامنے آکر اسے غور سے دیکھنے لگی۔ اس نے مسکرا کر کہا: "ہیلو ٹینا! میں ابھی تک تمھارے دماغ میں تھا۔ اب نگاہوں کے سامنے آگیا ہوں۔ ہو سکتا ہے، اب بھی تمھیں یقین نہ آئے۔ میں تمھیں ٹیلی پیتھی کا کمال دکھاتا ہوں۔ تم یقین نہ کرنے کے باوجود میری آغوش میں آجاؤ گی۔"

اس کی بات پوری ہوتے ہی پاسکل نے اُسے آغوش میں پہنچا دیا۔ اس کا دماغ کسی حد تک آزاد تھا مگر وہ اپنے اختیار میں نہیں تھی۔ یہ مان رہی تھی کہ نہ چاہنے کے باوجود کھنچی جا رہی ہے۔ مارٹن اسے حاصل کرنے کے خواب دیکھتا رہا تھا۔ اب جاگتی آنکھوں کے سامنے دونوں ہاتھ سے خواب کی تعبیر لُوٹ رہا تھا۔

پاسکل نے کہا: "کم آن، اس کا میک اپ کرو۔ ورنہ تلاش کرنے والے یہاں بھی پہنچ سکتے ہیں۔"

"جناب! مجھے میک اپ کرنا نہیں آتا۔"

"جرائم کی دنیا میں رہتے ہو اور چھپنے کے ہتھکنڈے نہیں جانتے۔ چلو شروع کرو، میں تمھارے ہاتھوں سے کام لوں گا۔"

اس نے کہا: "آؤ ٹینا! گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ جاؤ۔

تمھارے چہرے کو ذرا تبدیل کروں گا تاکہ تمھارا باپ اور ...تمھیں پہچان نہ سکیں۔"

وہ بولی: "اس کی کیا ضرورت ہے۔ وہ تمھارا نام سنتے ہی میرا محبوب تسلیم کر لیں گے۔ اسے تو وہ اپنی خوش قسمتی ...یں گے۔"

"وہ مجھے گولی مار دیں گے۔ کیونکہ میں ماسک مین کا دشمن ...ہوں اور گاسکر ماسک مین کا دوست ہے بلکہ اس کا زر خرید غلام ہے۔ وہ تمھاری خوشی کے لیے بظاہر خوش ہو گا مگر اس کے کسی آلۂ کار کی ...ی گولی مجھے چاٹ جائے گی۔ میں کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتا۔"

وہ پچھلی سیٹ پر آگئی۔ پاسکل، مارٹن کے ذریعے اس کا میک اپ کرنے لگا۔ اس وقت دن نکل آیا تھا۔ اُدھر سے اِکّا دُکّا گاڑیاں اور راہگیر گزر رہے تھے۔ ان کی گاڑی اس گزرگاہ سے دور گھنی جھاڑیوں کے پیچھے تھی، کوئی انھیں دیکھ نہیں سکتا تھا۔ صبح آٹھ بجے میک اپ مکمل ہو گیا۔ ٹینا نے آئینے میں اپنی صورت دیکھی۔ پھر خوش ہو کر کہا: "کمال ہے! میں آئینے میں کسی دوسری لڑکی کو دیکھ رہی ہوں۔ تم واقعی فرہاد ہو۔ ایسا کمال تم ہی دکھا سکتے ہو۔"

پاسکل نے کہا: "مارٹن! عیش کرو۔ میں تھوڑی دیر کے لیے جا رہا ہوں۔ تم یہاں انتظار کر سکتے ہو یا حالات کے مطابق جگہ بدل سکتے ہو۔ میں کہیں بھی تم سے رابطہ قائم کر لوں گا۔"

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا گاسکر کے پاس آیا۔ اس کے ڈرائنگ روم میں پولیس اور انٹیلی جنس کے بڑے بڑے افسران بیٹھے ٹینا کے اغوا پر بحث کر رہے تھے۔ ان کی باتوں سے پتا چلا کہ شہر کے تمام چھوٹے بڑے مجرموں کا محاسبہ کیا جا رہا ہے۔ شہر سے باہر جانے والی تمام شاہراہوں کی ناکا بندی کی گئی ہے جتنے پینگ گیسٹ ہاؤس اور ہوٹل ہیں، ان پر نظر رکھی جا رہی ہے۔ پاسکل بُوبا نے گاسکر کی سوچ میں کہا: "میں بیٹی کو تلاش کرنے میں مصروف ہو گیا ہوں۔ آخر فرہاد کو کب تلاش کروں گا؟"

اس کی سوچ نے جھنجلا کر کہا: "جہنّم میں جائے فرہاد۔ میری عزت خاک میں مل رہی ہے۔"

وہ بدمعاشوں کا بدمعاش اور شیطانوں کا شیطان تھا؟ اس کے باوجود عزت دار ہونے کا دعوے دار تھا۔ پاسکل نے اس کی سوچ میں کہا: "مجھے ماسک مین سے غداری کر کے کیا ملا؟ میں نے ماسک مین کے ساتھ ساتھ فرہاد کو بھی دشمن بنا لیا ہے۔"

وہ بولا: "نہیں، ماسک مین کو میری غداری کا علم نہیں ہے ورنہ ہی ہو سکتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ فرہاد نے اسے میرے خلاف بھڑکایا ہو۔ بہر حال، بات کچھ بھی ہو، میں پہلے اپنی بیٹی کو تلاش کروں گا۔"

پاسکل بُوبا خاموش رہ کر اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ وہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ سُپر ماسٹر کی خیال خوانی کرنے والی کب دماغ میں آئی تھی؟ اس عورت نے اپنا کوئی نام بتایا تھا یا نہیں؟ ایسے ہی وقت میڈونا کی سوچ سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی: "گاسکر! میں خیال خوانی کے ذریعے ان تمام مجرموں کو ٹٹول چکی ہوں جن کی آوازیں تم نے سنائی تھیں اور جتنے مجرم ہیں، ان کی بھی آوازیں سناؤ۔ اس طرح میں صرف ٹینا نہیں، بلکہ فرہاد تک بھی پہنچ جاؤں گی۔"

اس نے یکے بعد دیگرے کئی مجرموں کی آوازیں سنانے کے لیے ریسیور اُٹھایا پھر نمبر ڈائل کرنے لگا۔ پاسکل بُوبا نے آنکھیں بند کیں۔ میڈونا کے لب و لہجے کو دل ہی دل میں دُہرایا، پھر اس کے دماغ میں پہنچتے ہی باہر نکل آیا۔ میڈونا نے فوراً سانس روک لی تھی۔ اپنے دھڑکتے ہوئے دل پر ہاتھ رکھ کر سوچ رہی تھی: "فرہاد نے پہلی بار مجھ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی ہے۔ کیا میں اسے دماغ میں آنے دوں؟"

پاسکل بُوبا نے دوسری بار کوشش کی، وہ پھر سانس روک کر سوچنے لگی: "نہیں، میرے دماغ میں آتے ہی اُسے معلوم ہو جائے گا کہ میں پیرس میں ہوں۔ اُسے خیال خوانی کا برسوں پرانا تجربہ ہے، وہ چشم زدن میں دماغ کی تہ سے میرا نام اور میری ایسی کمزوریاں معلوم کر لے گا جن سے میں خود واقف نہیں ہوں۔"

وہ سوچ رہی تھی اور مجھے خیالوں میں جھپٹتے جھپٹتے دیکھ رہی تھی۔ اس نے ڈمی جُولی کے اندر چھُپ کر میری تنہائی میں آکر اپنے لیے مصیبت مول لی تھی۔ میرا نام آتے ہی میں خیالوں میں آجاتا تھا اور خیالوں میں آتے ہی اس کی سانسیں گرم ہو جاتی تھیں، دل و دماغ میں دھُواں سا بھرنے لگتا تھا، ہسٹیریائی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ جی چاہتا تھا، چیخیں مار کر اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے یا مجھے تار تار کر ڈالے۔ ایسے وقت وہ اُچھلنے کودنے اور جمناسٹک کی مشقیں کرنے لگتی تھی۔ اس بار بھی اس نے اُچھلتے کودتے ہوئے گاسکر سے کہا: "پتا نہیں تم نے کتنے مجرموں سے رابطہ قائم کیا ہے۔ میں تمھارے دماغ میں نہیں تھی، تمھیں خطرے سے آگاہ کرتی ہوں، فرہاد تمھارے اندر آکر چھُپا رہتا ہے۔ ابھی اس نے میرے دماغ میں آنے کی ناکام کوشش کی تھی۔ میں تمھارے ذریعے اسے مخاطب کر رہی ہوں۔ اگر وہ مجھ سے بات کرنا چاہتا ہے تو میرے پاس کبھی نہیں آسکے گا، تمھارے دماغ میں اس سے گفتگو ہو سکتی ہے۔"

پاسکل بُوبا نے میرے لہجے اور میرے انداز میں پوچھا۔ "تمھاری عمر کیا ہے؟"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

میڈونا نے کہا "عمر طوفانی ہے۔"

"آدمی کبھی طوفان کی طرف نہیں جاتا۔ طوفان آدمی کی طرف آتا ہے۔ تم نے اشارے سے کہہ دیا ہے کہ خود میرے پاس آؤ گی۔"

"تم آج بھی خود کو گلفام سمجھتے ہو۔ کیا آئینہ تمہیں عمر کا حساب نہیں بتاتا ہے؟"

"آئینہ تم سے بہتر نہیں ہو سکتا۔ جب بھی میرے پہلو میں آؤ گی، عمر کا حساب صاف ہو جائے گا۔"

"کیا تم ایسی ہی فضول باتیں کرنے آئے ہو؟"

"میں کہنے آیا ہوں کہ مجھے باجماعت کیوں تلاش کر رہی ہو۔ تنہا ڈھونڈنے نکلو، میں کہیں بھی مل جاؤں گا۔"

"میں تنہا آؤں گی، بتاؤ کہاں ملاقات ہو گی؟"

"میں اپنے طور پر یقین کروں گا کہ تم واقعی تنہا ہو تو تم سے آملوں گا۔"

"یعنی میں اپنی خفیہ پناہ گاہ سے نکل کر تمہاری نظروں میں رہوں گی اور تم مناسب موقع کی تلاش میں میرا تعاقب کرتے رہو گے۔"

"تم اتنی نادان بھی نہیں ہو کہ مجھے بتا کر اپنی پناہ گاہ سے نکلو گی اور نہ ہی میں ملاقات کی کوئی جگہ اور وقت مقرر کروں گا۔ میں تو صرف اتنا کہتا ہوں کہ جب تک اپنے آلۂ کاروں کا سہارا لیتی رہو گی، میرے قدموں کی دُھول کو بھی نہیں پا سکو گی۔"

"تمہارے قدموں کے نشان استنبول میں ہیں۔ تم اس شہر سے باہر نہیں جا سکو گے۔ میں تمہارے متعلق اس حد تک جانتی ہوں۔ تم میرے بارے میں کیا جانتے ہو؟"

"میں بتاؤں گا تو تم محتاط ہو جاؤ گی۔ وہ جگہ چھوڑ دو گی۔ دوسری جگہ جاؤ گی تو وہ فون کال موصول نہیں ہو گی جسے سن کر تم ہاٹ لائن پر یعنی ٹیلی پیتھی کے ذریعے سپر ماسٹر سے رابطہ قائم کرتی ہو۔"

یہ سنتے ہی میڈونا کے ہوش اُڑ گئے۔ وہ فوراً ہی گاسکر کے دماغ سے نکل گئی۔ دماغی طور پر حاضر ہو کر پریشانی سے سوچنے لگی: "فرہاد میرے متعلق بہت کچھ جانتا ہے۔ تعجب ہے! اُسے کیسے معلوم ہوا کہ مجھے فون پر اطلاع ملتی ہے۔ تب میں ہاٹ لائن پر سپر ماسٹر سے بات کرتی ہوں اور یہ 'ہاٹ لائن' کوڈ ورڈز ہیں جن کا مطلب ہے مجھے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ قائم کرنا چاہیے۔"

وہ گھبرا کر اپنا ضروری سامان پیک کرنے لگی۔ اب وہاں ایک منٹ بھی نہیں رہنا چاہتی تھی کسی پہلی فلائٹ سے پیرس چھوڑ دینا چاہتی تھی۔ پاسکل بُوبا بڑی مکاری سے اس کے قدم اکھاڑ رہا تھا۔ اس کے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ وہ پیرس میں رہتی ہے۔ وہ جان نویل کے روپ میں رہ کر سپر ماسٹر سے رابطہ قائم کرنے کے طریقے اور کوڈ ورڈز معلوم کر چکا تھا۔ میڈونا اور سپر ماسٹر کے خیال میں جان نویل مر چکا تھا۔ کوئی اور یہ طریقے اور کوڈ ورڈز نہیں جانتا تھا۔ ایسے میں یہی اندیشہ پیدا ہوا کہ فرہاد نے بڑی چالاکی سے میڈونا کے متعلق معلومات حاصل کی ہیں۔ اس لیے میں وہ اس شہر میں نہیں رہ سکتی تھی۔ صرف پندرہ منٹ میں اپنا ضروری سامان لے کر اس کاٹیج سے نکل گئی تھی۔

وہ اپنی کار خود ڈرائیو کر رہی تھی۔ بار بار عقب نما آئینے میں دیکھ رہی تھی لیکن لمبی ڈرائیو کے باوجود کسی گاڑی والے پر تعاقب کا شبہ نہیں ہو رہا تھا اور اندیشے کہہ رہے تھے کہ فرہاد کی نادیدہ آنکھیں اُسے دیکھ رہی ہیں۔ عجیب تماشے ہو رہے تھے۔ میں خود کو بھلائے بیٹھا تھا اور وہ دونوں خیال خوانی کرنے والے میرے نام کے آگے پیچھے بھاگ رہے تھے۔ پاسکل بُوبا میرا لہجہ اور انداز اختیار کر کے میڈونا کو دھوکا دے رہا تھا اور میڈونا میرے دماغ میں آسانی سے آ کر مجھے مائٹی پاشا سمجھ کر چلی گئی تھی اور ایک فراڈ کو فرہاد سمجھ کر دوسری پناہ گاہ کی تلاش میں جا رہی تھی۔

پاسکل بُوبا کے دماغ میں بات آئی کہ شہر میں سرگرمی سے ٹینا کو تلاش کیا جا رہا ہے۔ لہٰذا مارٹن کو فرہاد ہی کے میک اپ میں ٹینا کے ساتھ مائٹی پاشا کے پاس پہنچا دینا چاہیے۔ مارٹن نے اس کی ہدایت کے مطابق مجھ سے فون پر رابطہ قائم کیا اور مجھے پاشا کہہ کر مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ وہ فرہاد ہے اور پناہ لینے اس کی کوٹھی میں آ رہا ہے۔ مختصر یہ کہ وہ ٹینا کو لے کر میرے پاس کوٹھی میں آ گیا تھا۔ فرہاد بن کر آنے والے کو معلوم نہیں تھا کہ وہ اصل فرہاد کے پاس آ گیا ہے اور مجھ اصل فرہاد کو بھی معلوم نہیں تھا کہ مَیں کون ہوں۔ مَیں نے پاشا کی حیثیت سے اُسے اور ٹینا کو کوٹھی میں جگہ دی اور یہ کہہ کر چلا گیا کہ شام تک واپس آؤں گا۔

میڈونا کے لیے خود کو چھپانا پرابلم بن گیا تھا۔ اس نے اچھی خاصی ڈرائیونگ کے بعد گاڑی کو ایک بڑے ڈیپارٹمنٹل اسٹور کے سامنے روکا۔ پھر کار سے اُتر کر وہاں کی بھیڑ میں گم ہونے لگی۔ وہ دائیں بائیں، آگے پیچھے محتاط نظروں سے دیکھتی جا رہی تھی۔ پھر وہ لیڈیز ڈیپارٹمنٹ میں آ کر اپنے لیے وِگ اور لباس پسند کرنے لگی۔ اسے ایک سیلز گرل اٹینڈ کر رہی تھی۔ اس نے اس کے دماغ کو اس حد تک قابو میں رکھا کہ وہ چہرے کو اچھی طرح یاد نہ رکھ سکے پھر وہ لباس تبدیل کرنے کے لیے کیبن کے اندر گئی۔ وہاں اس نے فوراً لباس تبدیل کیا۔ سنہری بالوں کی وِگ سر پر اچھی طرح لگائی۔ اپنے بیگ سے آئی لینسز نکال کر اپنی پتلیوں کے رنگ کو تبدیل کیا۔ میک اپ گم نکال کر اپنی بائیں داڑھ میں دبائی جس کے نتیجے میں بایاں رخسار اوپر سے کچھ سُوجا ہوا دکھائی دینے لگا اور ہونٹوں کا کنارہ ایک طرف کچھ نیچے جُھک گیا۔ دونوں نتھنوں میں ننھا سا اسپرنگ سیٹ کر لیا جس کے باعث ناک پھیل گئی۔ اگر کسی نے اسے پندرہ منٹ پہلے دیکھا ہو گا تو اب اسے پہچان نہیں سکے گا۔

اس نے سیلز گرل کے دماغ کو پھر کنٹرول میں رکھا کیبن سے باہر آئی۔ اسے لباس اور وگ دینے والی نے اس کے چہرے پر توجہ نہیں دی۔ وہ کاؤنٹر پر بل ادا کر کے باہر آئی، اپنی کار وہیں چھوڑ دی۔ ایک اسٹوڈیو میں جا کر انسٹینٹ کیمرے سے پاسپورٹ وغیرہ کے لیے تصویریں بنوائیں۔ پاسپورٹ کے دفتر پہنچ کر متعلقہ افسران کے دماغوں سے کھیلتے ہوئے استنبول جانے کا اجازت نامہ حاصل کیا، اس کے بعد وہ کسی بھی فلائٹ میں جگہ حاصل کر سکتی تھی۔ اس روز صرف دو ہی فلائٹس تھیں اور دونوں میں ایک سیٹ بھی خالی نہیں تھی۔ دوسرے دن کی فلائٹ میں آسانی سے جگہ مل گئی۔ وہ آدھا دن اور ایک رات گزارنے کے لیے ایک ہوٹل کے کمرے میں آ گئی۔ وہاں اطمینان سے بیٹھ کر خیال خوانی کے ذریعے ایک ماتحت سے کہا: "میری کار ڈیپارٹمنٹل اسٹور کے سامنے کھڑی ہے۔ اسے کاٹیج کے گیراج میں لے جاؤ اور کاٹیج کو لاک کر دو۔ میں پیرس چھوڑ کر جا چکی ہوں۔"

پھر اس نے نائب کے ذریعے سپر ماسٹر سے رابطہ قائم کیا اور کہا: "میں پیرس چھوڑ چکی ہوں۔"

"تم نے جگہ کیوں تبدیل کی؟ کوئی خاص بات ہے؟"

"ہاں۔ گاسکر کے دماغ میں فرہاد سے تکرار ہو گئی تھی۔ وہ جانتا ہے کہ میرے اور آپ کے درمیان رابطے کے کوڈ ورڈز کیا ہیں اور میں نے کہاں رہائش اختیار کی ہے۔ یہ معلوم ہوتے ہی میں نے فوراً جگہ تبدیل کر لی۔"

"او میڈونا! اس نے مکاری دکھائی ہے۔ تم نے خواہ مخواہ گھبرا کر وہ جگہ چھوڑ دی۔ میں دعوے سے کہتا ہوں، وہ تمہاری رہائش گاہ کے متعلق کچھ نہیں جانتا۔ اگر جانتا تو سیدھا تمہارے کاٹیج میں گھس آتا۔ ہمارے پچھلے ٹیلی پیتھی جاننے والے جب بھی اس کی نگاہوں میں آئے، اس نے ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر انہیں ختم کر دیا، پھر تمہیں کیسے زندہ چھوڑ دیتا۔"

"اسے ہمارا طریقۂ کار اور کوڈ ورڈز کیسے معلوم ہوئے؟"

"تم بدحواسی میں بھول گئیں کہ فرہاد نے جان نویل کو ٹریپ کیا۔ اس کے دماغ سے ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں ختم کیں، اس کے

علمِ ہپناٹزم پر ایک نئی کتاب

جسے ایک ماہرِ ہپناٹزم نے تحریر کیا ہے

باتصویر

ہپناٹزم کی جدید تحقیقات

قیمت ۲۰ روپے۔ ڈاک خرچ ۱۰ روپے

اُردو زبان کی پہلی کتاب جس میں اس عمل کی حقیقی تصاویر بھی دی گئی ہیں۔

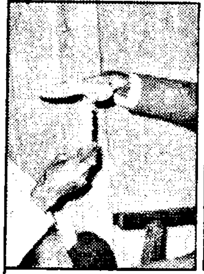

- ہپناٹزم کے بارے میں آج تک کی تمام تحقیقات کا نچوڑ
- جدید طریقے اور مشقیں
- ہپناٹزم کی مشقوں کے لیے مکمل لائحہ عمل اور پورا پروگرام
- بے شمار سوالات کے جواب
- ہپناٹزم کے موضوع پر ایک مکمل اور مستند کتاب جس میں مصنف کے ذاتی تجربے بھی شامل ہیں۔

ارتکازِ توجہ کے لیے سیاہ دائرہ اور مشقوں کو سمجھنے کے لیے حقیقی تصاویر۔

ملنے کا پتہ

مکتبۂ نفسیات پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

چور خیالات پڑھ کر ہمارے طریقۂ کار اور کوڈ ورڈز معلوم کیے پھر اسے مار ڈالا۔"

میڈونا، سُپر ماسٹر کی باتیں سُن رہی تھی اور اُن لمحات میں مجھے پہاڑ اور خود کو رائی محسوس کر رہی تھی اور سوچ رہی تھی۔ 'اوگاڈ! وہ کیسا چکّر باز ہے۔ اس نے تھوڑی دیر کے لیے مجھے چکّر میں ڈال دیا۔ مجھے یہ بات یاد نہ رہی کہ اس نے جان نوبل کے دماغ سے کوڈ ورڈز وغیرہ معلوم کیے ہوں گے۔ دراصل میں لاشعوری طور پر اس سے متاثر ہو گئی ہوں۔ وہ میرے لیے طلسم ہوشرُبا بن گیا ہے۔ یاد آتے ہی خیالوں میں ہوش اڑانے لگتا ہے، مجھے اس طلسم کو کسی طرح توڑنا ہوگا۔ اپنی جان دے کر بھی اس کے اثر سے نکلنا ہوگا۔ ورنہ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی طرح بے موت ماری جاؤں گی۔'

وہ پریشان ہو کر ٹہلتی رہی اور سوچتی رہی۔ اس بات کا اطمینان تھا کہ وہ کس کاٹیج میں رہتی ہے، کس شہر میں قیام ہے، اس کا علم مجھے نہیں تھا اور نہ میرا کوئی آدمی اس کا تعاقب کر رہا تھا۔ اس کے اندیشے ختم ہو گئے تھے لیکن وہ جذباتی وابستگی میں جکڑی ہوئی تھی۔ وہ ایسے جذبات سے پیچھا چھڑانا چاہتی تھی۔ اس کے دو ہی راستے تھے کہ جذبات کو زبردستی کچل ڈالے مگر منہ زور جذبوں کو کچل کر ختم کرنا تقریباً ناممکن ہوتا ہے۔ دوسرا راستہ یہ تھا کہ وہ کسی ایسے صحت مند اور شہ زور کو اپنا جیون ساتھی بنا لے جو اس کے شایانِ شان ہو اور اس کے دل و دماغ سے میری جادوگری کا زور توڑ کر رکھ دے۔

دوسرا راستہ بہتر تھا۔ اگرچہ اس کے مزاج کے خلاف تھا۔ وہ خود کو زبر سمجھتی تھی، کسی سے زیر ہونا نہیں چاہتی تھی۔ خصوصاً میرے زیرِ اثر نہیں رہنا چاہتی تھی۔ خود کو مجھ سے بچائے رکھنے کے لیے کسی دوسرے کو قبول کرنے کے متعلق غور کر رہی تھی۔ بے شک، عورت دنیا کا ہر کام کر سکتی ہے اور بڑے سلیقے سے کر سکتی ہے لیکن کسی حادثاتی موقع پر جذبات اسے بے لگام کرتے ہیں تو وہ بنتے ہوئے کاموں کو بگاڑ دیتی ہے۔ مجھ سے نہ سہی، کسی اور سے سہی، اب اس کے بگڑنے کا وقت آ رہا تھا۔ اس کے بگڑنے سے سُپر ماسٹر کے تمام منصوبے خاک میں ملنے والے تھے۔

اس نے دو چار روز اسی ہوٹل میں رہنے کا ارادہ کیا۔ ایک تو اسے ہوٹل پسند تھا، دوسرے وہ میک اپ میں رہ کر اپنے کاٹیج پر نظر رکھنا چاہتی تھی۔ پوری طرح یقین کر لینا چاہتی تھی کہ وہ اور اس کی رہائش گاہ میری نظروں میں نہیں ہے۔ اس کے اصل نام اور چہرے کو صرف سپر ماسٹر، ایک خاص ماتحت اور فوج کے چار اعلیٰ افسر جانتے تھے۔ ابھی وہ ٹیلی پیتھی جاننے والی کی حیثیت سے ہماری نظروں میں نہیں آئی تھی۔ اس نے اندیشوں میں گھِر کر اپنے چہرے کو میک اپ میں چھپا لیا تھا۔ اس نے کئی بار اپنے کاٹیج کی طرف جا کر اور اس کے آس پاس گھنٹوں رہ کر یقین کیا، کوئی اس کاٹیج کی نگرانی نہیں کر رہا تھا۔ اس کے دماغ پر سے بہت بڑا بوجھ اُتر گیا۔ وہ سچ مچ آزاد تھی، کوئی دشمن اسے جاننے پہچاننے والا نہیں تھا۔ اس نے ایک دن بعد ہی ہوٹل چھوڑ دیا، میک اپ سے نجات حاصل کر لی اور کاٹیج میں واپس آ گئی۔ اسے خیال آیا کہ مائٹی پاشا کو دوسری بار چیک نہیں کیا۔ وہ فرہاد کا خاص آدمی ہے۔ پھر اس کے دماغ کو چپ چاپ پڑھنا چاہیے۔ گاسکر نے دوبارہ پاشا کی طرف رُخ نہیں کیا تھا۔ میڈونا نے اس کے دماغ کو یعنی میرے دماغ کو دوبارہ پڑھنا شروع کیا تو پتا چلا، فرہاد علی تیمور ایک جوان لڑکی کے ساتھ اس کی کوٹھی میں پچھلے چوبیس گھنٹوں سے موجود ہے۔

وہ آرام سے خیال خوانی کر رہی تھی، میرا پتا ملتے ہی سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ اگرچہ اس معلومات سے خوش ہو رہی تھی تاہم وہ تصدیق کرنا چاہتی تھی۔ اس نے میرے ذریعے ٹینا کی آواز سنی، پھر اس کی سوچ پڑھ کر معلوم ہوا، گاسکر جس بیٹی کو تمام شہر میں ڈھونڈتا پھر رہا ہے، وہ فرہاد کے ساتھ ہنسی خوشی رنگ رلیاں منا رہی ہے۔

اگر میڈونا، مارٹن کے دماغ میں پہنچتی تو اسے فراڈ کا علم ہو جاتا لیکن وہ سوچ رہی تھی، ابھی فرہاد کے دماغ میں پہنچ کر اسے خطرے کا احساس نہیں دلانا چاہیے۔ ورنہ وہ پھر ہاتھ سے نکل جائے گا۔ اس نے یہ بات گاسکر کو نہیں بتائی۔ میڈونا کی دانست میں فرہاد، گاسکر کے پاس آتا تھا۔ لہٰذا وہ پولیس کے ایک اعلیٰ افسر کے پاس گئی۔ اسے سوچ کے ذریعے مخاطب کیا۔ اس نے پوچھا: "کیا آپ مادام رسونتی ہیں؟"

"میں کوئی بھی ہوں، تمھیں گاسکر کی بیٹی ٹینا کا پتا بتانے آئی ہوں لیکن اس سے پہلے معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ تم کتنے ذمے دار افسر ہو۔ اگر خیال خوانی کرنے والے فرہاد نے اس لڑکی کو اغوا کیا ہوگا تو کیا تم اُسے گرفتار کرو گے؟"

"میرے باپ سے بھی جرم سرزد ہو تو میں اسے گرفتار کروں گا لیکن ایک پرابلم ہے، وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے بچ نکلتا ہے۔"

"میری ہدایت پر عمل کرو گے تو دنیا کے سب سے خطرناک مجرم کو گرفتار کرنے کا اعزاز حاصل کرو گے۔"

"میں ضرور تمھاری ہدایت پر عمل کروں گا۔"

"وہ مائٹی پاشا کی کوٹھی میں ہے۔ اس کے ساتھ ٹینا ہے۔ پہلی احتیاط کا خیال رکھو۔ تم اور تمھارے سپاہی کسی کو اپنی آواز نہیں سنائیں گے اور نہ ہی آپس میں گفتگو کریں گے۔"

"سمجھ گیا مادام!"

"دوسری بات بھی اچھی طرح سمجھ لو۔ اس کوٹھی میں ٹینا اور مائٹی پاشا کے علاوہ جو شخص ہوگا، وہی فرہاد ہو سکتا ہے۔ میں تمھارے دماغ میں رہ کر گائیڈ کروں گی، جیسے ہی میں اس کی نشاندہی کروں، تم اسے گولی مار کر زخمی کر دینا۔ اس طرح وہ وقتی طور پر خیال خوانی کے قابل نہیں رہے گا۔ مجھے بھی اس کے دماغ میں پہنچنے کا موقع مل جائے گا۔"

اعلیٰ افسر بڑی رازداری سے بیس سپاہیوں کی ایک جماعت لے کر پاشا کی کوٹھی تک آیا۔ اس نے سپاہیوں کو ہر حال میں گونگا بن کر رہنے کی تاکید کی تھی۔ اس کوٹھی کا محاصرہ کرنے کے بعد وہ چھ سپاہیوں کے ساتھ کوٹھی کے احاطے میں آیا۔ کال بیل کا بٹن دبایا۔ میں نے دروازہ کھول کر پولیس والوں کو تعجب سے دیکھا۔ پھر پوچھا: "فرمائیے جناب! مجھ سے کیا کام ہے؟"

وہ لوگ مجھے ایک طرف ہٹاتے ہوئے اندر آ گئے۔ میڈونا نے میری سوچ سے معلوم کیا کہ فرہاد کہاں ہے؟ پھر افسر کو اس کمرے میں پہنچا دیا۔ ٹینا اپنی دانست میں فرہاد کا دل خوش کر رہی تھی۔ ایک سپاہی نے اسے پکڑ کر مارٹن سے الگ کیا۔ مارٹن بستر سے اٹھ کر سہمے ہوئے انداز میں پیچھے ہٹ رہا تھا۔ افسر نے اس کی ٹانگ میں گولی ماری۔ وہ چیخ مار کر فرش پر گر پڑا۔ میڈونا فوراً ہی اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اسے گہرائی تک خوب ٹٹول کر اصلیت معلوم کی، پھر ناگواری سے کہا: "لعنت ہے تم پر۔ تم مارٹن ہو کر فرہاد کیوں بنا رہے تھے؟"

اس نے اپنی روداد سنائی۔ میڈونا نے کہا: "فرہاد تمھارے دماغ میں ضرور ہوگا۔ میں نہیں جانتی تھی کہ وہ اتنا بے غیرت ہوگا، کسی کو ڈمی فرہاد بنا کر ایک کنواری دوشیزہ کی عزت کی دھجیاں اُڑائے گا۔"

مارٹن کا بیان سن کر ٹینا رو رہی تھی، اسے گالیاں دے کر کہہ رہی تھی: "قانون تمھیں معمولی سزا دے کر چھوڑ دے گا۔ مگر میرا باپ تمھیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

افسر نے کہا: "تم نے بھی اسے فرہاد سمجھ کر اپنے باپ کو دھوکا دیا ہے۔ اس کے جرم میں تم بھی برابر کی شریک ہو۔"

"میں اپنے باپ کا گھر چھوڑ کر نہیں گئی تھی۔ کسی نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجھے ایک کھنڈر تک پہنچا دیا۔ کئی بار ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ کیا۔ میں اسے فرہاد سمجھ بیٹھی، مجھے اس شخص سے نفرت ہے۔ میں اس پر تھوکنا بھی پسند نہیں کرتی۔"

میڈونا نے خیال خوانی کے ذریعے گاسکر کو وہاں بُلایا۔ وہ غصے سے تلملا رہا تھا۔ ٹینا اور مارٹن کی پٹائی کرنا چاہتا تھا مگر سپاہیوں نے اُسے پکڑ لیا۔ وہ مجھ پر بھی غصہ دکھا رہا تھا اور مجھے قانون کے حوالے کرنا چاہتا تھا۔ میڈونا نے کہا: "بکواس مت کرو۔ پاشا بھی ہماری طرح دھوکا کھاتا رہا تھا، اس کا کوئی قصور نہیں ہے۔ پاشا کے خلاف کوئی کارروائی کرو گے تو کھوپڑی میں زلزلہ پیدا کر دوں گی۔"

میڈونا کو اُمید تھی کہ میں اسی طرح پاشا سے رابطہ قائم کرتا رہوں گا تو کبھی نہ کبھی اس کی گرفت میں آؤں گا، اسی لیے وہ پاشا کی حمایت کر رہی تھی۔ ان سارے چکروں میں ابھی تک ماسک مین کا ٹیلی پیتھی جاننے والا بے نقاب نہیں ہوا تھا۔ وہ جو کچھ کر رہا تھا، اس کا الزام میرے سر تھوپا جا رہا تھا اور میں فی الحال ان تمام معاملات سے بے خبر تھا۔

پارس کو آرمر کے ذریعے میرے حالات معلوم ہوتے رہتے تھے۔ چونکہ میں محفوظ تھا، مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچ رہا تھا، نہ ہی کسی مصیبت میں گرفتار ہو رہا تھا اس لیے وہ خاموش تماشائی بنا ہوا تھا۔ صرف ایک بار جب گاسکر اپنی بیٹی کے اغوا کے جرم میں مجھے شریک سمجھ رہا تھا اور مجھے حوالات پہنچانا چاہتا تھا، تب رسونتی، آرمر اور دانیال فیصلہ کر رہے تھے کہ میرے ہاتھوں میں ہتھکڑی لگنے نہیں دیں گے۔ دانیال میرا لب و لہجہ اختیار کر کے خیال خوانی کے ذریعے انھیں پاشا سے یعنی مجھ سے دور رہنے پر مجبور کر دے گا۔

اس سے پہلے ہی میڈونا نے میری حمایت کی تو دانیال نے مداخلت نہیں کی۔ پارس، آرمر کے ذریعے اسٹڈی کر رہا تھا کہ ایک اجنبی خیال خوانی کرنے والا کیسی کیسی چالیں چل رہا تھا اور اس کی ہر چال کس کے خلاف ہو سکتی ہے اور وہ کسے فائدہ پہنچانا چاہتا تھا؟ میڈونا اور اس اجنبی خیال خوانی کرنے والے کے ٹکراؤ سے یہ ثابت ہو چکا تھا کہ وہ اجنبی، سُپر ماسٹر کے خلاف ہے لیکن وہ ماسک مین کا حمایتی ہے، اس کا ثبوت نہیں مل رہا تھا۔

پارس نے آرمر سے کہا: "انکل! ابھی سب ایک دوسرے کے پیچھے بھاگ رہے ہیں۔ میں آپ کے ذریعے ان دو خیال خوانی کرنے والوں کو چالیں چلتے دیکھ رہا ہوں، مگر ان تک پہنچنے کا کوئی اشارہ یا حوالہ نہیں مل رہا ہے۔ اسی طرح وہ دونوں پاپا تک پہنچنے میں ناکام ہو رہے ہیں۔"

"بیٹے! تمھارے پاپا کی چال پہلے سمجھ میں نہیں آتی۔ بعد میں اس کے خاطر خواہ نتائج سامنے آتے ہیں۔ اگر وہ مائٹی پاشا بن کر اپنی شخصیت کو گُم نہ کرتے تو اُن خیال خوانی کرنے والوں کی روزانہ مصروفیات کا علم ہمیں نہ ہوتا۔ ہم نے ان کی آواز اور لب و لہجے کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیا ہے۔ وہ ایک دن اپنی کسی نہ کسی کمزوری کے باعث ضرور ہماری گرفت میں آئیں گے۔"

یہی بات میڈونا سوچ رہی تھی: 'فرہاد اپنی کمزوری کے باعث میری گرفت میں آئے گا۔ وہ آج بھی کسی عورت کے پہلو میں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہوگا اور کوئی عورت ہی مجھے اس کی شہ رگ تک پہنچائے گی۔"

وہ کسی عورت کے تعلق سے میرے بارے میں سوچنا نہیں چاہتی تھی۔ سوچتے ہی اندر سے بکھرنے لگتی تھی۔ اس نے خوب سوچنے سمجھنے کے بعد میرے طلسم کو توڑنے کے لیے کسی کو بوائے فرینڈ بنانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اس مقصد کے لیے وہ شام کو کاٹیج سے نکلی۔ پیرس کی شام بڑی حسین ہوتی ہے۔ میڈونا جیسی حسیناؤں کے جلوے نگاہوں کو پکارتے رہتے ہیں۔ کتنے ہی جوان ایسے تھے جو اس کے ایک اشارے پر کھنچے چلے آتے۔ بعض نوجوان کسی اشارے کے بغیر ہی دوستی کے لیے آتے تھے مگر وہ انھیں لفٹ نہیں دیتی تھی۔ اس نے میرے ریکارڈ کا مطالعہ کرنے کے دوران میری تصویریں کئی زاویوں سے دیکھی تھیں، اسی کے مطابق اسے ایک پکی عمر والے کی تلاش تھی جو صحت مند ہو اور جس میں مردانگی کوٹ کوٹ کر بھری ہو، جسے دیکھ کر دل بے قرار ہو جائے اور جو ہر اعتبار سے میری کمی پوری کر دے۔

اس نے اسٹیڈیم کے پارکنگ ایریا میں کار روک دی۔ وہاں فری اسٹائل کشتیوں کا شو ہو رہا تھا۔ بین الاقوامی شہرت رکھنے والے پہلوان اپنے داؤ پیچ دکھانے آئے تھے۔ میڈونا داؤ پیچ سیکھنے کے دوران ریسلنگ کی وڈیو فلمیں دیکھا کرتی تھی۔ پہلی بار پہلوانوں کو قریب سے دیکھنے آئی تھی۔ خیال تھا کہ شاید ان میں سے کوئی شہ زور پسند آ جائے۔ اس نے کاؤنٹر پر فرسٹ لائن کی سیٹ طلب کی تو پتا چلا، تمام سیٹیں پہلے سے ریزرو ہیں۔ اس نے دوسری لائن کی ایک سیٹ لے لی۔

اسٹیڈیم کے اندر ہزاروں تماشائی تھے۔ ان میں عورتوں کی خاصی تعداد تھی۔ اچانک لاؤڈ اسپیکر سے آواز ابھرنے لگی "لیڈیز اینڈ جنٹلمین! جیسا کہ آپ جانتے ہیں، ہر سال کی طرح ہمارے شہر میں دنیا کے نامی گرامی پہلوان آئے ہیں۔ ان میں ایسے ناقابلِ شکست پہلوان ہیں جو پچھلے دو چار برسوں سے ہر مقابلہ جیت کر چیمپیئن ٹرافی اور لاکھوں ڈالر حاصل کرتے رہے ہیں۔ آج بھی یہ اپنی غیر معمولی جسمانی قوتوں اور نت نئے داؤ پیچ کا مظاہرہ کریں گے۔ ان مقابلوں کے انعقاد کے لیے ہم نے ایک مہمانِ خصوصی کو مدعو کیا ہے۔ ہماری آج کی مہمان کسی تعارف کی محتاج نہیں ہیں۔ دنیا کے بڑے بڑے شہ زور ان کے سامنے گھٹنے ٹیکتے ہیں۔ بین الاقوامی شہرت کی مالک آپ کے درمیان تشریف لا رہی ہیں۔ پُرزور تالیوں میں ان کا استقبال کیجیے، آج کی مہمانِ خصوصی مادام سونیا . . ."

میڈونا کا کلیجا دھک سے رہ گیا۔ چاروں طرف تالیوں کا شور گونج رہا تھا۔ کتنے ہی رنگوں کے ربن فضا میں لہرائے جا رہے تھے۔ بلندی پر نصب کی ہوئی لائٹس اِدھر سے اُدھر رقص کر رہی تھیں۔ سونیا ان رنگوں اور روشنیوں سے گزرتی آ رہی تھی۔ اس کے میزبان دائیں بائیں اور پیچھے چل رہے تھے۔ یوں تو ساری دنیا میں جانی پہچانی جاتی تھی لیکن فرانس کی حکومت اور وہاں کے باشندے اس کی بے حد عزت اور احترام کرتے تھے۔ کیا مرد اور کیا عورتیں، پورا اسٹیڈیم ایک آواز ہو کر کہہ رہا تھا "وی لَو سونیا۔ وی لَو سونیا۔ سونیا۔ سونیا۔ وی لَو سونیا . ."

میڈونا کے سینے میں دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ وہ پہلی بار سونیا کو کچھ فاصلے سے دیکھ رہی تھی۔ دشمنوں کے دلوں پر اس کے نام سے دہشت طاری ہو جاتی تھی۔ میڈونا کا خیال تھا کہ وہ سونیا سے مرعوب نہیں ہے، اس کے باوجود دل یوں دھڑک رہا تھا جیسے دھڑک نہ رہا ہو، خطرے کی گھنٹی بجا رہا ہو۔

وہ ایک اونچے پلیٹ فارم پر آ کر مائیک کے سامنے کہہ رہی تھی "مائی ڈیئر لیڈیز اینڈ جنٹلمین! میں آپ کی ہوں، آپ میرے ہیں۔ میری ذات سے آپ کو اور آپ کے ملک کو نہ کبھی نقصان پہنچا ہے نہ پہنچے گا۔ اس کے برعکس ہمیں ایک دوسرے سے فائدے ہی فائدے اور محبتیں ہی محبتیں ملتی ہیں۔ تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے۔ یہاں بابا صاحب کے ادارے کو سرکاری تحفظ اور ہمیں عزت ملتی ہے، اس کے عوض ہم اِس ملک کی سلامتی اور بقا کے لیے جان کی بازی لگا دیتے ہیں۔ یہ بات سُپر پاور کہلانے والے ممالک نہیں سمجھتے۔ اپنے اپنے ملک سے ہمارے لیے موت ایکسپورٹ کرتے ہیں۔ ہم نے بار ہا سمجھایا ہے، ہمیں نہ چھیڑو، ہمیں امن و سکون سے زندگی گزارنے دو، تمھاری ایکسپورٹ کی ہوئی موت کو ہمیشہ موت آ جاتی ہے۔ تم موت کے ٹھیکیدار نہیں ہو۔ ہمیں جب موت آئے گی، خدا کی طرف سے آئے گی۔ سمجھانے کے باوجود یہاں اسٹیڈیم میں ایک خوبصورت بلا موجود ہے جو حال ہی میں فرہاد علی تیمور کے لیے ایکسپورٹ کی گئی ہے۔"

پورے اسٹیڈیم میں سرگوشیاں ہونے لگیں۔ وہاں جتنی حسینائیں تھیں، انھیں لوگ مشکوک نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ میڈونا فوراً ہی اٹھ کر جانا چاہتی تھی مگر عقل نے سمجھایا "خبردار! تیرے اٹھتے ہی سونیا کی بات درست ثابت ہوگی۔ ہو سکتا ہے یہ محض سونیا کا ایک اندازہ ہو، وہ تجھے صورت سے پہچانتی نہ ہو۔"

وہ اپنی سیٹ پر جم کر بیٹھی رہی۔ سونیا کہہ رہی تھی "میں آپ لوگوں سے درخواست کرتی ہوں، پلیز کسی پر شبہ نہ کریں۔ آپ لوگوں کی موجودگی میں ہمیشہ کی طرح اسے سمجھانا چاہتی ہوں کہ وہ امن و سلامتی اور محبت کا راستہ اختیار کرے۔ اس راستے پر پہلے میں قدم رکھتی ہوں اور اسے محبت سے ایک بوسہ دیتی ہوں۔"

اس نے ہونٹوں پر ہاتھ رکھا پھر ایک ہوائی بوسہ فضا میں اُچھال کر کہا "اے کِس فرام سونیا وِدھ لَو . . ."

تمام لوگ تالیاں بجانے لگے۔ پتا نہیں یہ محض اتفاق تھا یا سونیا نے دانستہ ایسا کیا تھا۔ اس کے بوسہ لہرانے والے ہاتھ کا رُخ میڈونا ہی کی طرف تھا چونکہ ان کے درمیان کافی فاصلہ تھا۔ اس لیے کسی نے اس ہاتھ کی حرکت پر توجہ نہیں دی لیکن میڈونا خود کو ڈوبتا ہوا محسوس کر رہی تھی۔ اپنے بچاؤ کی تدبیر سوچ رہی تھی۔ یہ اچھی طرح جانتی تھی کہ سونیا پر ٹیلی پیتھی کا ہتھیار اثر نہیں کرے گا۔ "شاید اب سے پہلے فرہاد کو ٹریپ کرنے والا خود اس طرح ٹریپ نہیں کیا گیا ہوگا جیسے میں کی جا رہی ہوں۔ میرے چاروں طرف ہزاروں تماشائی ہیں اور یہ سب سونیا کے ایک اشارے پر میرے جسم کو بوٹی بوٹی اور ہڈیوں کو ریزہ ریزہ کر دیں گے۔ اوہ گاڈ! میں کہاں آ کر پھنس گئی ہوں۔"

سونیا اپنے میزبانوں کے درمیان چلتی ہوئی اسی کی طرف آ رہی تھی۔ وہ جہاں بیٹھی ہوئی تھی، اس کے سامنے والی سیٹیں خالی تھیں۔ کاؤنٹر پر بتایا گیا تھا کہ فرنٹ لائن کی سیٹیں ریزرو ہیں۔ اب پتا چلا، وہ سونیا اور اس کے میزبانوں کے لیے مخصوص کی گئی تھیں۔ وہ بڑے دلکش انداز میں مسکراتے ہوئے آئی پھر ٹھیک میڈونا کے آگے والی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ اب میڈونا کو اس کی پشت نظر آ رہی تھی۔ اس نے سونیا کے ساتھ ٹمی کارمن کو دیکھا۔ وہ ٹمی کو خوب پہچانتی تھی کیونکہ فرہاد اور اس کے بیٹوں کی وفادار بننے سے پہلے ٹمی سُپر ماسٹر کی ایک خاص ماتحت تھی۔ میڈونا کو اس کی تصویر دکھا کر تاکید کی گئی تھی کہ غداری کرنے والی ٹمی کو زندہ نہ چھوڑا جائے۔ آج وہ سونیا کے ساتھ نظر آ رہی تھی۔

میڈونا فی الحال اُسے نظر انداز کر کے سونیا کے رویّے پر حیران ہو رہی تھی اور سوچ رہی تھی "سمجھ میں نہیں آتا۔ سونیا واقعی مجھے پہچان گئی ہے یا اندازے سے تیر مار رہی ہے۔ شاید اس نے اندازہ لگایا ہے۔ اگر اسے معلوم ہوتا کہ میں فرہاد کی جان کی دشمن ہوں تو ابھی مجھے زندہ نہ چھوڑتی اور ٹھیک میرے سامنے پشت کر کے نہ بیٹھتی۔ میں بڑی آسانی کے ساتھ پیچھے سے حملہ کر سکتی ہوں۔"

پھر اس نے خود ہی سوال کیا "مگر حملہ کیسے کر سکتی ہوں۔ میرے پاس نہ ریوالور ہے، نہ چاقو۔ میں بہترین فائٹر ہوں مگر اس عورت کے مقابلے میں طفلِ مکتب ہوں۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے بھی اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتی۔ کیا یہ مجھے بے بسی کا احساس دلا رہی ہے؟ ساری دنیا اس کی مکارانہ صلاحیتوں کی قائل ہے۔ کیا یہ چپ چاپ مکاری سے مجھے احساسِ کمتری میں مبتلا کر رہی ہے؟"

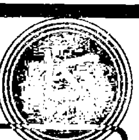

آپ چاہتے ہیں کہ لوگ آپ کی شخصیت کی اہمیت کو تسلیم کریں؟
آپ لوگوں سے اپنے احکامات کی تعمیل کروانا چاہتے ہیں؟

ہر انسان میں ایک مقناطیسی قوت ہوتی ہے جس کی مدد سے وہ بڑے سے بڑا کام کر سکتا ہے۔ اس قوت سے کام لینے کے لیے ٹیلی پیتھی اور ہپناٹزم کی طرح مشقیں نہیں کرنا پڑتیں؛

جدید اور سائنٹیفک اصولوں پر مبنی حیرت انگیز کتاب

آپ کی شخصیت میں انوکھا نکھار پیدا کر دیگی
آپ خود میں ایک نمایاں تبدیلی محسوس کریں گے

::: اس کتاب کا مطالعہ کیجیے :::
اور اپنے وجود کو ایک بہتر ذات بنا لیجیے!

قیمت -/۲۰ روپے

مکتبۂ نفسیات
پوسٹ بکس ۴۴۹ کراچی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کُشتی شروع ہو چکی تھی۔ دو پہلوان رِنگ کے اندر اپنی اپنی جسمانی قوت کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ اب وہ کُشتی دیکھنا نہیں چاہتی تھی۔ بار بار وہاں سے جانے کے لیے سوچ رہی تھی۔ پھر خیال آتا تھا، اگر سونیا یا اس کے آدمیوں نے راستہ روکا تو وہ کیسے بچ کر نکلے گی؟ سامنے بیٹھی ہوئی سونیا اس سے بے نیاز تھی۔ کبھی کشتی دیکھ رہی تھی اور کبھی کِمّی سے باتیں کر رہی تھی۔ اس نے ایک بار بھی میڈونا کو نہیں دیکھا تھا۔ اس کی بے نیازی یا غفلت سے ظاہر تھا کہ وہ میڈونا کو نہیں پہچانتی۔

وہاں کشتی کا دستور یہ تھا کہ جو پہلوان جیت جاتا تھا، وہ رِنگ میں رہتا تھا، ہارنے والا چلا جاتا تھا۔ پھر دوسرا پہلوان اس جیتنے والے سے مقابلے کے لیے آتا تھا۔ اسپیکر کے ذریعے کہا جا رہا تھا "لیڈیز اینڈ جنٹلمین! اب آپ کے سامنے لیڈی کِلر آ رہا ہے۔ اس کے بارے میں مشہور ہے کہ عورتیں اس کی دیوانی ہو جاتی ہیں اور مرد اس کے سامنے میدان چھوڑ دیتے ہیں۔ حُسن والیاں اپنے اپنے دل سنبھال کر بیٹھ جائیں۔"

ایک دراز قد، خوبرو جوان زنجیریں پہنے ہوئے اپنے حمایتیوں کے درمیان آ رہا تھا۔ اس کا جسم فولاد کی طرح مضبوط دکھائی دے رہا تھا۔ سینہ چٹان کی طرح چوڑا تھا۔ بازوؤں کی اُبھری ہوئی مچھلیاں کسی حسینہ کے سرہانے تکیہ بن سکتی تھیں۔ کتنی ہی عورتیں اس کے مردانہ حسن کو دیکھتی ہی رہ گئی تھیں۔ میڈونا نے بھی اُسے دیکھا اور سوچا "ہاں! یہ میرے معیار کا آدمی ہے مگر ہے تو کیا کروں؟ ابھی تو اپنی جان کے لالے پڑے ہیں۔ میں یہاں سے کس طرح نکلوں؟"

وہ لیڈی کِلر رِنگ میں پہنچ کر اپنے جسم سے زنجیریں اتار رہا تھا۔ ایک شخص اس کے قریب مائیک لا کر پوچھ رہا تھا۔ "تم مردوں سے مقابلہ کرتے ہو اور انھیں شکست دیتے ہو۔ تمھارا نام مین کِلر ہونا چاہیے لیکن تم لیڈی کِلر کیوں کہلاتے ہو؟"

وہ خوبرو جوان احمقانہ انداز میں چند عورتوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔ عورتیں ہنس رہی تھیں۔ اس کے انسٹرکٹر نے اس کے کان میں کچھ کہا۔ وہ مائیک کے سامنے بولا "مجھ کو عولتیں اچھی لگتی ہیں۔ اَول عولتیں بھی مجھ پَل مَلتی ہیں۔ اس لیے میں لیڈی کِلل کہلاتا ہوں۔"

اس کی باتیں سن کر لوگ کھلکھلا کر ہنس رہے تھے۔ میڈونا نے سوچا "یہ بن رہا ہے یا واقعی تتلا کر بولتا ہے؟" اس تجسس میں وہ اس کے اندر پہنچ گئی۔ دوسرا پہلوان مائیک چھین کر ہنستے ہوئے کہہ رہا تھا "ایک بڑے سائز کے بچے کو میرے مقابلے پر بھیجا گیا ہے۔ میں اسے ایک ہاتھ ماروں گا تو یہ رو رو کر فیڈر مانگنے لگے گا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی لیڈی کِلر نے اس کے سر پر ایک ہاتھ مارا۔ اس کے ہاتھ سے مائیک چھوٹ گیا۔ وہ چکرا کر ڈگمگانے لگا۔ پھر اس کے منہ پر ایک ہاتھ پڑا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے گیا پھر رِنگ کے رسّے سے ٹکرا کر واپس آیا۔ جوان نے اسے دونوں ہاتھوں میں اٹھایا، چاروں طرف گھوم کر تماشائیوں کو دیکھا پھر اُسے رِنگ سے باہر پھینک دیا۔ ہر طرف تالیوں کا شور گونجنے لگا۔ عورتیں اُچھل اچھل کر داد دے رہی تھیں۔ رِنگ کے باہر گرنے والا بیس تک گننے کے باوجود نہ اٹھ سکا۔ منصف نے لیڈی کِلر کو فاتح قرار دیا۔ میڈونا نے سوچا "یہ میرے کام کا آدمی ہے۔ یہی مجھے یہاں سے نکال کر لے جائے گا۔"

وہ کسی حد تک اس کے دماغ کو پڑھ چکی تھی۔ پتا چلا، وہ جسمانی طور پر جتنا مضبوط تھا، اتنا ہی دماغی طور پر کمزور تھا یعنی بالکل ہی احمق تھا۔ اس کے دو بھائی اسے پہلوانوں سے لڑاتے تھے اور جیتنے کی صورت میں جو ہزاروں ڈالر ملتے تھے، خود ہڑپ کر جاتے تھے۔ ایسا احمق شہ زور میڈونا کے لیے دردِ سر نہیں بن سکتا تھا۔ اس کی خیال خوانی کے دوران دوسرا پہلوان اس جوان سے لڑنے آیا تھا اور اس سے مار کھا رہا تھا۔ میڈونا نے کئی بار اسے اپنی طرف دیکھنے پر مجبور کیا۔ ایک بار اس نے سونیا سے کہا "مادام! آپ کے پیچھے میلی جان ہے۔ میں اس کو کِس کَلنا چاہتا ہوں۔ اے! کم آن سویٹی۔"

سب لوگ میڈونا کو دیکھنے لگے۔ لیڈی کِلر نے اپنے مقابل کو دونوں ہاتھوں میں اٹھا کر سر سے بلند کرتے ہوئے کہا۔ "لوگو! سنو، جب سے میں نے اس حسینہ کو دیکھا ہے، تب سے دیوانہ ہو گیا ہوں۔ میں ابھی تم لوگوں کے سامنے اسی طلح اسے بازوؤں میں اٹھاؤں گا اَول یہاں سے لے جاؤں گا۔ وہ میلی جان ہے۔ میلے ساتھ ضلُول جائے گی۔"

یہ کہہ کر اس نے پہلوان کو رِنگ کے باہر پھینک دیا پھر رسّوں کو پھلانگ کر خود باہر آیا، میڈونا نے گھبرانے اور شرمانے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا "اوہ گاڈ! یہ تو سچ مچ میرا دیوانہ ہے۔ مجھے یہاں سے جانا چاہیے۔"

وہ دوسری قطار سے باہر آئی۔ لیڈی کِلر چھلانگ لگا کر اس کے سامنے آ گیا۔ کتنی ہی عورتیں چیخ رہی تھیں، اسے اپنی طرف بُلا رہی تھیں۔ لوگ ہنس رہے تھے۔ لیڈی کِلر نے میڈونا کو دونوں بازوؤں میں اٹھا لیا، پھر اسٹیڈیم کے ایک حصے میں اپنے کیبن کی طرف جاتے ہوئے بولا "اب میں کُشتی نہیں لَلوں گا۔ آج سے میں پہلوان نہیں، بس ایک عاشق ہوں۔"

وہاں کے منتظم اعلیٰ نے اس کا راستہ روکتے ہوئے مگر خوف سے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا "موسیو بلا اسمتھ! پلیز رِنگ سے باہر نہ آؤ۔ ہم نے تم پر شرط لگائی ہے۔ تم جتنی کشتی جیتو گے ہمیں اتنے ہی پچاس ہزار ڈالر ملیں گے۔"

لیڈی کِلر کا اصل نام بلا اسمتھ تھا۔ وہ آگے بڑھتا جا رہا تھا۔ میڈونا نے اس کی زبان سے کہا "مجھے تمھاری شرط اور پچاس ہزار ڈالر سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

اس کے دونوں بھائی راستے میں آ گئے مگر وہ بھی پیچھے ہٹتے ہوئے بولے "بلا! یہ کیا کر رہے ہو؟ تم شیر اور ہاتھی کی خوراک کھاتے ہو۔ کچھ کماؤ گے نہیں تو کھاؤ گے کیا؟"

"آج سے میں کچھ نہیں کھاؤں گا۔ صرف محبت کروں گا۔"

ایک بھائی نے پوچھا "تم تتلا کر بولتے تھے، اب ایسی صاف باتیں کیسے کر رہے ہو؟"

میڈونا کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ وہ پھر اس کی زبان سے بولی "جب تک تم دونوں بھائی مجھے اُلّو بناتے رہے، میں اُلّو کی طرح بولتا رہا۔ اب میں عاشق ہوں، عاشق کی طرح بول رہا ہوں۔"

تماشائی شور مچا رہے تھے، نوجوان سیٹیاں بجا رہے تھے۔ میڈونا اس کے بازوؤں میں مسکرا رہی تھی، تماشائیوں کو دیکھ کر ہاتھ ہلا رہی تھی۔ عورتیں اپنے رومال اور اسکارف بلا کی طرف اُچھال رہی تھیں۔ کتنے ہی لوگ ہنستے ہوئے تالیاں بجا رہے تھے۔

سونیا نے کِمّی کو مسکرا کر دیکھا۔ کِمّی نے جواباً مسکراتے ہوئے کہا "مادام! آپ کمال کرتی ہیں۔ اسے یہاں سے جانے کے لیے ایسا ہی کوئی راستہ اختیار کرنا تھا۔ وہ آپ کے پیچھے زیادہ دیر بیٹھ نہیں سکتی تھی۔ یقیناً آپ نے بھی یہی سوچا ہوگا۔"

"نہیں۔ میں سمجھ رہی تھی، وہ خیال خوانی کے ذریعے دو چار پہلوانوں کو خونریز اور ہلاکت خیز جنگ پر آمادہ کرے گی۔ یہاں بھگدڑ مچے گی اور وہ ایسی بھگدڑ کا فائدہ اٹھا کر چلی جائے گی۔"

یہ کہتے ہی اس نے سانس روک لی۔ پھر سانس لینے پر دانیال نے کوڈ ورڈز ادا کیے، اس کے بعد کہا "مادام! میں نے اس پولیس افسر کے دماغ میں رہ کر بلا اسمتھ کے دماغ میں بھی جگہ بنا لی ہے۔ اسٹیڈیم کے باہر اس کے دونوں بھائی راستہ روکنے کی کوشش کر رہے تھے جس کے نتیجے میں اس نے ایک بھائی کی پٹائی کر دی۔ دوسرا سہم کر دور چلا گیا ہے۔"

سونیا نے کہا "تم محض اتنی سی بات بتانے نہیں آئے ہو۔"

"جی۔ جی ہاں! میں معلوم کرنا چاہتا ہوں، آپ میڈونا کو ڈھیل کیوں دے رہی ہیں۔ فرہاد صاحب تو کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن کو فوراً ہی ختم کر دیتے ہیں۔"

"فرہاد! دو دن بعد تنویمی عمل کے اثر سے نکلے گا، اسے میرا پیغام پہنچا دینا کہ میڈونا زندہ رہے گی۔ وہ دوسرا خیال خوانی کرنے والا فرہاد بن کر اس سے ٹکرا رہا ہے۔ دونوں ٹکراتے رہیں گے تو وہ دوسرا بھی جلد ہی ہماری نظروں میں آ جائے گا۔"

"مادام! ایک اور سوال کی جرأت کر رہا ہوں۔ آپ میڈونا تک کیسے پہنچ گئیں؟"

"اس کی حماقت سے۔ پتا نہیں، وہ کیوں بوکھلا گئی تھی اور پیرس چھوڑ کر جانا چاہتی تھی۔ اس نے اُلٹے سیدھے میک اَپ میں تصویریں بنوائیں، پھر پاسپورٹ کے دفتر پہنچ کر فوراً نیا پاسپورٹ بنوانے کے لیے ٹیلی پیتھی کا سہارا لیا۔ وہاں کے دو افسران کا بیان ہے کہ انھوں نے کسی انکوائری کے بغیر چون وچرا ایک نئے پاسپورٹ پر مُہر لگا دی تھی اور دستخط کر دیے تھے۔ بعد میں انھیں احساس ہوا کہ وہ کسی انجانی قوت کے زیرِ اثر تھے۔ انھوں نے انٹیلی جنس والوں کو رپورٹ دی۔ میں اپنی نئی بستی کے سلسلے میں ضروری کام سے پیرس آئی ہوئی تھی۔ میں نے انٹیلی جنس کے ایک افسر کے ساتھ تفتیش کی۔ میڈونا نے نئے پاسپورٹ کا فارم پُر کیا تھا۔ اس میں اس ہوٹل کا پتا درج تھا۔ اس کا کمرا نمبر بھی لکھا ہوا تھا۔ اس نے سوچا تھا کہ دوسرے دن پیرس چھوڑ دے گی۔ اس کی تھوڑی سی خیال خوانی کا علم کسی کو نہیں ہوگا۔ پتا نہیں، وہ کس چکر میں آ گئی تھی۔ اس نے پیرس نہیں چھوڑا۔ اپنا میک اَپ بھی اُتار دیا۔ چوری چھپے اپنے کاٹیج کی طرف جاتی تھی اور شاید یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتی تھی کہ کہیں اس کا کاٹیج دشمنوں کی نگاہوں میں تو نہیں آ گیا ہے؟ ہمارے جاسوس نے صرف ایک بار اسے کاٹیج کے پاس دیکھا۔ پھر اس کاٹیج اور ہوٹل کے کمرے کی فون کالیں ریکارڈ ہونے لگیں۔ اس طرح ہم پر اس کی حقیقت ظاہر ہو گئی۔"

سونیا نے ذرا توقف سے کہا "اس میں ہماری ذہانت کا کوئی دخل نہیں ہے۔ میڈونا کی بے سروپا حرکتوں اور حماقتوں نے اسے ظاہر کر دیا ہے۔"

"مادام! آپ نے مجھے تفصیل سے یہ بات بتائی، شکریہ۔ میں بلا کے پاس جا رہا ہوں۔ کوئی اہم بات ہوگی تو آپ کے پاس آؤں گا۔"

وہ بلا عرف لیڈی کِلر کے پاس آ گیا۔ میڈونا کار ڈرائیو کر رہی تھی۔ بلا کہہ رہا تھا "پتا نہیں، مجھے کیا ہو گیا تھا۔ پہلوانوں کو اٹھا کر پھینکتے پھینکتے تمھیں اُٹھا کر لے آیا۔ میں اپنے آپ میں نہیں تھا۔"

"ہاں، تم اپنے آپ میں نہیں تھے۔ میرے دیوانے ہو گئے تھے، کیا میں بہت حسین ہوں؟"

itsurdu.blogspot.com
itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"ہاں،مگر میں نے پہلے کسی حسینہ کے ساتھ ایسی حلکت نہیں کی۔"

"مجھے یہ حرکت پسند آئی ہے۔کیا تم میرے ساتھ رہو گے؟"

"نہیں۔میں بہت کھاتا ہوں۔کھانے کے لیے کُشتی لَلنا ضلولی ہے۔"

"کوئی ضروری نہیں ہے۔میرے پاس بہت دولت ہے۔تم میرے باڈی گارڈ بن کر رہو گے۔میں تمھیں ہر روز پانچ سو ڈالر دیا کروں گی۔"

"لوز پانچ سو ڈالل ؟"

"ہاں۔شرط یہ ہے کہ تم بھائیوں کے پاس واپس نہیں جاؤ گے۔وہ تمھیں اُلّو بنا کر تمھاری کائی پریش کرتے ہیں۔"

"تمھیں کیسے معلوم ہوا؟"

"میں سب جانتی ہوں۔میرے ساتھ رہو گے تو تمھاری تتلاہٹ ختم کر دوں گی۔"

"کیسے کلو گی ؟"

"اب تم بول کر دیکھو۔"

وہ اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔اس کی زبان سے بولی۔"ہاں،میں بول رہا ہوں۔آئندہ حرف 'ر' صاف طور سے ادا کروں گا۔ رے ۔۔ رے ۔۔ رے ۔۔ رے ۔۔ رے ۔۔"

وہ اسے 'رے' بولنے پر مجبور کرتی رہی۔وہ بے اختیار بولتا چلا گیا۔کار اپنی مخصوص رفتار سے جا رہی تھی۔وہ اس کے دماغ سے نکل کر ڈرائیونگ کی طرف توجہ دے رہی تھی۔چونکہ اس نے زبان کو 'رے' کی ادائیگی پر لگا دیا تھا اس لیے وہ صاف طور سے تھوڑی دیر تک بولتا رہا۔پھر اس نے حیرت سے کہا۔"میں تتلاتا نہیں ہوں۔صاف بول رہا ہوں۔کیا تم جادوگر ہو؟"

"ہاں،جادوگر ہوں۔جو میری بات نہیں مانتا میں اُسے آدمی سے اُلّو بنا دیتی ہوں۔"

"میں تمھاری بات مانتا ہوں۔مجھے بتاؤ،تم اُلّو کیسے بناتی ہو؟"

اس نے کار سڑک کے کنارے روک دی۔پھر کہا۔"عقب نما آئینے میں دیکھو،تم اُلّو بن چکے ہو۔"

یہ کہتے ہی وہ اس کے دماغ پر قابض ہو گئی۔بلا اتتھ کے دونوں ہاتھ سکڑ گئے،دیدے پھیل گئے۔وہ آئینے میں دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔"ہاں،میری آنکھیں اُلّو کی طرح گول اور ناک نکیلی چونچ ہو گئی ہے۔میں تو بالکل اُلّو دکھائی دے رہا ہوں۔نہیں،میں اُلّو بننا نہیں چاہتا۔اے جادوگر حسینہ،مجھے پھر سے آدمی بنا دے۔میں تیری ہر بات مانوں گا۔تیرا وفادار بن کر رہوں گا۔"

میڈونا نے اس کی آنکھیں بند کرائیں پھر اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔اس نے آنکھیں کھول کر آئینے میں دیکھا،پھر چہرے کو ٹٹول کر بولا۔"اوہ تھینکس گاڈ!میں پھر سے آدمی بن گیا ہوں۔تم تو بڑی خطرناک ہو۔"

میڈونا نے گھور کر دیکھا۔وہ جلدی سے بولا۔"نہیں۔تم بہت اچھی ہو،بہت خوبصورت ہو۔میں ہمیشہ تمھارے ساتھ رہوں گا۔"

"تم کسی کو نہیں بتاؤ گے کہ میں جادو جانتی ہوں۔"

"میں کسی کو نہیں بتاؤں گا۔مگر ہم کہاں جا رہے ہیں؟ہم تو شہر سے باہر آ گئے ہیں۔"

"کیا تمھیں شہر سے باہر ڈر لگتا ہے؟"

"نہیں،بالکل نہیں۔میں تو بس یونہی کہہ رہا تھا۔"

اس نے ایک سرائے کے سامنے گاڑی روکی۔وہاں سے سرائے کے اندر آئے اور ایک کمرا کرائے پر لیا۔میڈونا نے کہا۔"تم جو کھانا چاہو آرڈر دے دو۔"

اس نے آرڈر لکھوانا شروع کیا تو سرائے کا مالک اور ویٹر حیرت سے اس کا مُنہ تکتے گئے اور لکھتے گئے۔اس نے دس صحت مند آدمیوں کا کھانا طلب کیا تھا۔میڈونا نے ایک گھنٹے بعد کھانا کمرے میں پہنچانے کو کہا پھر باہر آ کر اپنی کار لاک کر کے اس کے پاس کمرے میں آ گئی۔بستر پر تھکے ہوئے انداز میں گر پڑی۔پھر بولی۔"میرے اندر ایک شیطان ہے،میں اُسے بھگانا چاہتی ہوں،تم مجھ سے محبت کرو۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا۔"کیا محبت کرنے سے شیطان بھاگ جائے گا؟کیا مجھے نظر آئے گا؟وہ کون ہے؟کیسا ہے؟"

"وہ نظر نہیں آتا مگر مجھے دن رات جلاتا ہے۔اس ذلیل کمینے کا نام ہے فرہاد۔آؤ،میرے پاس آؤ اور اُسے دور تک بھگاتے جاؤ۔"

ازل سے یہ ہوتا آیا ہے کہ انسان،شیطان کو بھگانا چاہتا ہے۔مگر شیطان انسانیت کو بھگا کر دم لیتا ہے۔عورت کو اس وقت دُکھ ہوتا ہے،جب اس کی شرم و حیا رخصت ہوتی ہے۔میڈونا جس معاشرے کی پروردہ تھی،وہاں شرم نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی البتہ اپنے صحت مند اور پُرشباب جسم کی قیمت کا اندازہ ہوتا ہے۔اس نے بہت عرصے تک اپنے جسم کو سنبھال کر رکھا تھا۔اسے اپنے آپ سے بے حد محبت تھی۔اس لیے اپنا آپ کسی کے حوالے نہیں کرنا چاہتی تھی۔بہت مجبور ہو کر مجھ سے نجات حاصل کرنے کے لیے آج خود کو ہارتی جا رہی تھی اور مطمئن

[...]تی جا رہی تھی کہ اس نے مجھے جیت جانے کا موقع نہیں دیا ہے۔

شہر سے دور ایک سرائے میں رات گزارنے کا مقصد کچھ [...]ر بھی تھا۔وہ دیکھنا چاہتی تھی،سونیا کے ماتحت اس کا تعاقب [...]رتے ہیں یا نہیں؟اس نے سُپر ماسٹر کے خاص ماتحت سے [...]ماغی رابطہ قائم کر کے کہہ دیا تھا۔"مجھ سے کاٹیج کے فون پر آئندہ [...]رابطہ قائم نہ کرنا۔میں خود تمھیں مخاطب کیا کروں گی۔"

پھر اس نے سُپر ماسٹر سے کہا۔"آج میں نے سونیا کو [...]ریب سے دیکھا ہے،اس کے ساتھ کمّی کارمن بھی تھی۔سونیا نے اسٹیڈیم میں ایک مختصر سی تقریر کی تھی،اس تقریر سے پتا چلتا ہے کہ وہ میرے متعلق کچھ معلومات رکھتی ہے مگر مجھے چہرے سے نہیں پہچانتی۔"

میڈونا نے اسٹیڈیم میں پیش آنے والے واقعات تفصیل سے بتائے۔سُپر ماسٹر نے کہا۔"وہ بہت ہی خطرناک حد تک مکّار ہے۔تمھیں بے نقاب کرنے کے لیے ایسی تقریر کر رہی تھی۔اگر وہ تمھاری صورت آشنا ہوتی تو تمھیں زندہ نہ چھوڑتی۔"

"یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ وہ کسی خاص مقصد کے تحت مجھے ڈھیل دے رہی ہو۔"

"بے شک،ہر پہلو سے غور کرنا چاہیے لیکن مقصد کیا ہو سکتا ہے؟اگر ہمارے پاس دوسرا خیال خوانی کرنے والا ہوتا تو سونیا تمھیں بے نقاب کرنے کے لیے تمھیں ڈھیل دیتی رہتی۔ نہیں ہم سے کچھ حاصل نہیں کرنا۔وہ ٹیلی پیتھی کی طاقت کا توازن بگاڑنے کے لیے پہلی فرصت میں تمھیں ختم کرے گی اور تمھاری [...]تل ہونے کا کوئی ثبوت نہیں چھوڑے گی۔ہم اسے الزام نہیں دے سکیں گے۔ہر پہلو سے جائزہ لینے کے بعد یہی سمجھ میں آتا ہے کہ وہ تمھیں صورت سے نہیں پہچانتی اور نہ ہی اسے تمھارے [...]ہنا کا علم ہے۔"

"پھر وہ کیسے کہہ رہی تھی کہ اسٹیڈیم میں ایک خوبصورت [...]بیٹھی ہوئی ہے اور اسے سُپر ماسٹر نے دشمنی کے لیے ایکسپورٹ [...]کیا ہے؟"

"سونیا کے متعلق یہ بات سُنی جاتی ہے کہ اس پر بابا فرید واسطی اور دیگر بزرگانِ دین کی دعائیں ہیں۔وہ اکثر سچی پیش گوئیاں کرتی ہے اور پیش آنے والے خطرات کو محسوس کر لیتی ہے۔وہ روحانی قوتوں سے تمھاری موجودگی کو سمجھ گئی لیکن تمھیں پہچان نہ سکی۔میرا مشورہ ہے تمھیں احتیاطاً پیرس چھوڑ دینا چاہیے۔ایسا نہ ہو،وہ روحانی قوتوں سے تمھارے قریب پہنچ جائے۔"

"یہی مناسب ہے۔میں اپنے ایک باڈی گارڈ کے ساتھ [...] جا رہی ہوں۔یہ سفر کار میں جاری رہے گا۔"

"تم مجھ سے ہر گھنٹے،دو گھنٹے بعد رابطہ قائم کرتی رہو۔میرے ذہن میں ایک تدبیر ہے جس پر عمل کر کے فرہاد کو اس کی خفیہ پناہ گاہ سے باہر آنے پر مجبور کر سکو گی۔"

"میں ضرور عمل کروں گی۔"

"ایک بار تم نے ڈمی جُولی تیار کی تھی۔اسے اونیل مورس کی تنہائی میں بھیج کر فرہاد کی اصلیت معلوم کی تھی۔اس بار پھر ایک ڈمی تیار کرو۔"

"جب تک فرہاد کا پتا معلوم نہیں ہو گا،میں اس ڈمی کو اس کے پاس کیسے بھیجوں گی؟"

"اگر تم کمّی کو ٹریپ کر کے کوما میں ڈال دو گی اور اس کی ڈمی کو استنبول کی گلیوں اور شاہراہوں پر بھٹکاؤ گی تو فرہاد اس کی آوارگی پر تجسّس میں مبتلا ہو کر کسی طرح اس سے رابطہ قائم کرے گا اور اسے اپنے ساتھ لے جائے گا۔"

"بہت عمدہ تدبیر ہے۔اس منصوبے پر عمل کرنے کے لیے فرہاد کی کسی بھی محبوبہ کی ڈمی تیار کی جا سکتی ہے۔"

"اس کے لیے صرف کمّی کا انتخاب کرو۔فرہاد ایسی عورت کی طرف زیادہ مائل ہوتا ہے جو اُسے حاصل نہ ہوئی ہو۔وہ کمّی میں زیادہ کشش محسوس کرے گا۔اسے اپنی خفیہ پناہ گاہ کی تنہائیوں میں لے جانے کے لیے ضرور باہر نکلے گا۔"

"کمّی کو ٹریپ کرنا کچھ مشکل نہ ہوتا لیکن وہ کمبخت سونیا کے

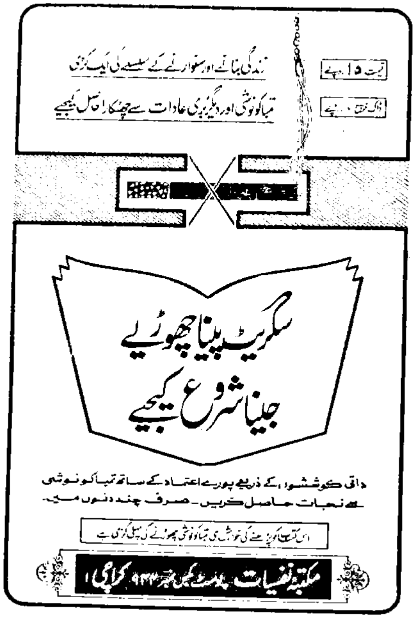

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ساتھ ہے "۔

"کسی وجہ سے ساتھ ہوگی۔ اپنے ماتحت کو اس کی نگرانی پر مامور کردو۔ تم کار کے ذریعے جس راستے پر اٹلی جا رہی ہو، اسی طرف فرانس اور اٹلی کی سرحد کے قریب سونیا ایک نئی بستی آباد کر رہی ہے۔ کمّی وہاں ضرور ہوگی۔"

"میں کمّی کو ٹریپ کرنے کی پلاننگ کر رہی ہوں۔"

"یہاں کمّی کا پورا ریکارڈ موجود ہے۔ اس کی آواز کا کیسٹ اور ویڈیو فلمیں بھی ہیں۔ میرے خاص آدمی ان چیزوں کی مدد سے ایک ڈمّی تیار کریں گے۔ تنویمی عمل کے ذریعے اس ڈمی کے دماغ میں کمّی کی تمام خصوصیات نقش کر دی جائیں گی۔ میں پرسوں تک اس ڈمی کو استنبول پہنچا دوں گا۔"

اس نے اپنے ایک ماتحت سے رابطہ قائم کیا۔ پھر کہا۔ "اس شہر سے فوراً نکلو۔ کار یا ٹرین کے ذریعے پُرونیس کے علاقے میں پہنچو۔ وہاں تمھیں معلوم ہوگا کہ سونیا نئی بستی کہاں آباد کر رہی ہے۔"

"میں ابھی روانہ ہو رہا ہوں۔"

"تم وہاں سونیا، کمّی اور ان کے اہم ساتھیوں کی نظروں میں نہ آنا بلکہ تم چپ چاپ وہاں کے دو چار عام آدمیوں سے ملاقات کرو گے۔ میں تمھارے ذریعے ان کے دماغوں تک پہنچوں گی پھر تم پیرس واپس آجاؤ گے۔"

وہ ہدایات دے کر دماغی طور پر حاضر ہوئی۔ بلا پہلوان بستر پر پہاڑ کی طرح پڑا تھا۔ اس کے خرّاٹوں کی آواز پتا نہیں سرائے میں کتنی دور تک جا رہی ہوگی۔ وہ بڑی نفاست پسند اور نازک مزاج تھی۔ خرّاٹوں کی بے ہنگم آواز اس کے مزاج پر گراں گزرتی تھی۔ دماغ میں پہنچ کر اس کی آواز کو بند کر سکتی تھی لیکن آج یہ آواز اچھی لگ رہی تھی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے بھاری بھرکم درندہ غرّا رہا ہو۔ وہ چاروں شانے چت لیٹا ہوا تھا۔ میڈونا نے اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے خواب میں جلوہ دکھایا۔ ایسے جلوے دیکھ کر آدمی نیند میں بھی ہڑبڑا جاتا ہے۔ درندے نے آنکھ کھول کر اسے دیکھا پھر کروٹ لے کر اس کی طرف ڈھلک گیا۔

وہ صبح پانچ بجے بیدار ہوئی۔ اس نے غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر لباس تبدیل کیا۔ بلا پہلوان گہری نیند میں تھا۔ میڈونا نے اس کے دماغ کو دن کے گیارہ بجے بیدار ہونے کی ہدایت کی۔ پھر وہ اپنا پرس اٹھا کر کمرے سے نکلی۔ کاؤنٹر پر آئی اور وہاں کا بل ادا کرتے ہوئے کہا "میرا ساتھی سو رہا ہے۔ اُسے ڈسٹرب نہ کیا جائے۔ وہ اپنی مرضی سے اُٹھ کر جائے گا۔"

وہ سرائے کے باہر آئی پھر اپنی کار میں بیٹھ کر وہاں سے چل پڑی۔ خیال خوانی کے ذریعے پتا چلا، اس کا ماتحت پُرونیس کی طرف جانے کے لیے اپنی کار میں نکلا تھا مگر کار میں خرابی پیدا ہوگئی تھی۔ اب وہ ریلوے اسٹیشن پہنچا ہوا تھا۔ اس نے کہا "مادام! یہ اٹلی کی سرحد تک جانے والی تیز رفتار ٹرین ہے۔ میں رات کے آٹھ بجے تک پرونیس پہنچ جاؤں گا۔"

"میں بھی اتنی لمبی ڈرائیو نہیں کروں گی، ٹرین سے جاؤں گی۔ میرے لیے ایک فرسٹ کلاس کیبن ریزرو کراؤ۔ میں دس منٹ بعد مخاطب کروں گی۔"

اس نے کار ریلوے اسٹیشن کی طرف موڑ دی۔ دس منٹ کے لیے استنبول پہنچ گئی۔ وہاں اپنے آلۂ کاروں سے میرے متعلق پوچھتی رہی۔ وہ لوگ مجھے تلاش کرنے میں ابھی تک ناکام رہے تھے۔ میڈونا نے واپس آکر اپنے ماتحت سے پوچھا "کیا ریزرویشن ہو گیا؟"

اس نے جواب دیا "مادام! تمام کیبن ریزرو ہو چکے ہیں۔ صرف ایک کیبن میں ایک برتھ خالی تھی، میں نے اُسے ریزرو کرا لیا ہے۔ اگر آپ نہیں جانا چاہیں گی تو میں ٹکٹ واپس کر دوں گا۔"

"میں جاؤں گی۔ کیا تم نے معلوم کیا کہ اس کیبن کی دوسری برتھ کس کے نام ہے؟"

"جی ہاں۔ کسی مسٹر ایٹی کا نام معلوم ہوا ہے۔"

"یہ کچھ عجیب سا نام ہے۔"

"جی ہاں۔ اٹلی کا باشندہ ہو سکتا ہے۔"

"اگر ٹرین پلیٹ فارم پر ہو تو کیبن میں جا کر دیکھو اور اسے مخاطب کرو۔"

"میں سمجھ گیا۔ ابھی جاتا ہوں۔"

وہ بکنگ کاؤنٹر سے ہٹ کر تیزی سے چلتا ہوا پلیٹ فارم پر آیا۔ وہاں ٹرین کھڑی ہوئی تھی۔ وہ اس بوگی میں داخل ہوا جس میں فرسٹ کلاس کیبن تھے۔ اس نے چھ نمبر کیبن کے دروازے پر دستک دی۔ کوئی جواب نہیں ملا۔ وہ دروازہ کھول کر اندر آیا، وہاں کوئی نہیں تھا۔ دوسرا مسافر ابھی نہیں آیا تھا۔ میڈونا نے کہا "تم وہیں انتظار کرو۔ میں اسٹیشن تک پہنچ گئی ہوں۔ کار پارکنگ ایریا میں چھوڑ کر پلیٹ فارم پر ہی رہوں گی جب تک دوسرے مسافر کو سمجھ نہیں لوں گی، کیبن میں نہیں آؤں گی۔"

وہ کیبن میں بیٹھ کر انتظار کرنے لگا۔ میڈونا پلیٹ فارم پر ٹہلتی رہی۔ بیس منٹ بعد ٹرین کو چلنے کا سگنل مل گیا۔ وہ تیزی سے چلتی ہوئی اپنے کیبن کے پاس آئی۔ اس کے ماتحت نے ٹکٹ اس کے حوالے کرتے ہوئے کہا "دوسرے مسافر کا کوئی پتا نہیں ہے۔ میں اپنے کمپارٹمنٹ میں جا رہا ہوں۔"

وہ چلا گیا۔ میڈونا کیبن میں آئی۔ اپنے بیگ کو ایک طرف

رکھ کر آرام سے برتھ پر بیٹھ گئی۔ کھڑکی کے پار گزرتے ہوئے مناظر دیکھتے ہوئے سوچنے لگی، کمّی کو کتنے طریقوں سے پھانسا جا سکتا ہے؟ اس کے ماتحت کے پاس مختلف قسم کی ادویات تھیں۔ ضرورت کے مطابق کمّی کو بیہوش کر کے یا گہری نیند سُلا کر اغوا کیا جا سکتا تھا یا پھر اعصاب کمزور کر کے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا جا سکتا تھا۔ اگر وہ کسی طرح قابو میں نہ آتی تو اسے گولی مار کر اس کی لاش غائب کی جا سکتی تھی۔

ٹرین شہر کی حدود سے نکل آئی تھی۔ ایک مضافاتی اسٹیشن پر رُکے بغیر تیز رفتاری سے دوڑتی جا رہی تھی۔ وہ ایکسپریس ٹرین تھی، سرحد تک چند بڑے شہروں کے اسٹیشن پر رکتی تھی لیکن اگلا اسٹیشن آنے سے پہلے اس کی رفتار سست ہونے لگی۔ میڈونا کھڑکی کے باہر دیکھ رہی تھی۔ ایک بہت بڑے قلعے کی دیوار نظر آرہی تھی۔ اس دیوار پر جگہ جگہ جلی حرفوں میں لکھا ہوا تھا "خبردار! ان دیواروں کے اوپر چاروں طرف بجلی کے نادیدہ تار ہیں۔ موت سے دور رہو۔"

میڈونا نے سوچتی ہوئی نظروں سے ان دیواروں کو دیکھا۔ وہ کوئی بہت ہی جدید طرز کا قلعہ تھا۔ اُسے یاد آیا کہ وہ ایسے ہی ایک قلعے کے متعلق بہت کچھ سن چکی ہے۔ اس کے سوچنے کے دوران ہی تصدیق ہوگئی۔ اب قلعے کا صدر دروازہ نظر آرہا تھا۔ اس دروازے کو اور وہاں کے آس پاس کے انتظامات کو دیکھ کر سمجھ میں آتا تھا کہ الیکٹرونک سسٹم کے ذریعے وہاں داخل ہونے والوں کی شناخت کرنے، دروازہ کھولنے اور بند کرنے کے تمام انتظامات کیے گئے ہوں گے۔ صدر دروازے کی بلندی پر بابا فرید واسطی مرحوم کا نام پڑھ کر وہ ذرا سیدھی بیٹھ گئی۔ ٹرین پٹریاں بدلتی جا رہی تھی۔ ایک چھوٹا سا اسٹیشن آرہا تھا۔ وہ ٹرین کسی چھوٹے اسٹیشن پر نہیں رکتی تھی لیکن سگنل نہ ملے تو رکنا پڑتا تھا۔ وہ رُک گئی۔ پلیٹ فارم ویران تھا، صرف ایک مسافر دور کھڑا ہوا دکھائی دیا۔ اس کے سر پر فلیٹ ہیٹ جھکا ہوا تھا، اوورکوٹ کے کالر کھڑے ہوئے تھے۔ ہاتھ میں ایک اٹیچی تھی۔ وہ ٹرین میں سوار ہو گیا۔ میڈونا دیکھ نہ سکی کہ وہ کس کمپارٹمنٹ میں گیا ہے کیونکہ کھڑکی کا شیشہ اٹھایا نہیں جا سکتا تھا۔

ٹرین چل پڑی۔ اسی وقت دروازے پر دستک سنائی دی۔ اس نے دوسرے مسافر کے انتظار میں اسے اندر سے بند نہیں کیا تھا۔ باہر سے ہینڈل پر دباؤ ڈالا گیا تو دروازہ کھل گیا۔ ایک دراز قد خوبرو جوان نظر آیا۔ اوورکوٹ میں پہاڑ جیسا لگ رہا تھا۔ چہرے پر بلا کی مردانہ کشش تھی۔ وہ شاید اسے دیکھتی رہ جاتی لیکن آنے والے نے اسے ناگواری سے دیکھا تو وہ غصے سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ کوئی اس کے حسن و شباب کو ناگواری سے بھی دیکھ سکتا ہے۔ اس نے رسماً 'ہیلو یا ہائے' نہیں کہا تھا۔ مسافر ایک دوسرے سے متعارف ہوتے ہیں۔ اس نے تعارف ضروری نہیں سمجھا تھا۔ ہیٹ اور اٹیچی رکھنے اور اوورکوٹ اتارنے کے بعد نکٹائی اور کوٹ اُتار کر کھونٹی سے لٹکا رہا تھا۔

میڈونا نے کن انکھیوں سے دیکھا، اس کی پشت نظر آرہی تھی۔ وہ ٹائلٹ کا دروازہ کھول کر اندر جا رہا تھا۔ پھر وہ دروازہ بند ہوگیا۔ اسے اپنے آپ پر غصہ آنے لگا۔ سوچنے لگی 'میں کیوں اسے دیکھ رہی تھی؟'

پھر اس نے خود ہی جواب دیا 'میں تجسّس میں ہوں، معلوم کرنا چاہتی ہوں، میرا ہم سفر کون ہے۔ ایک بار اس کی آواز سُن لوں یا آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دماغ میں پہنچ جاؤں تو اطمینان حاصل ہوگا۔'

پھر اس کے دماغ نے سمجھایا 'یہ جوان ایسے اسٹیشن سے سوار ہوا ہے جو بابا صاحب کے ادارے کے قریب ہے۔ اس کے دماغ میں جانے کی حماقت نہیں کرنا چاہیے۔ اگر یہ ادارے سے تعلق رکھتا ہے تو یوگا کا ماہر ہو سکتا ہے۔'

اس نے سوچتے ہوئے اٹیچی کو دیکھا 'اس اٹیچی کو کھول کر دیکھنے سے اس کی اصلیّت معلوم ہو سکتی ہے۔ کیا میں اسے کھولوں؟'

اس نے ٹائلٹ کے بند دروازے کو دیکھا۔ ٹرین تیز رفتاری سے دوڑ رہی تھی۔ اس کا خیال تھا وہ اتنی ہی تیزی سے اٹیچی کے اندر دیکھ کر اسے دوبارہ بند کر کے اپنی جگہ واپس آجائے گی۔ وہ اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ اس کے اندر سے کوئی ایسی چیز برآمد ہو سکتی تھی جس سے وہ فائدہ اٹھا سکتی تھی یا وہ چیز اس اجنبی جوان کی شخصیت پر روشنی ڈال سکتی تھی۔

وہ لپک کر سامنے والی برتھ کے پاس آئی۔ اٹیچی نیچے رکھی ہوئی تھی، اس نے گھٹنے ٹیک کر اسے برتھ کے نیچے سے کھینچا۔ اس میں تالا نہیں لگا تھا۔ اسے بڑی آسانی سے کھولا جا سکتا تھا لیکن جیسے ہی اس نے کھولا، ایک مرد کا قہقہہ سنائی دیا۔ اس کے حلق سے بے اختیار چیخ نکل گئی۔ وہ اُچھل کر پیچھے گئی، پھر اپنی برتھ سے ٹکرا کر فرش پر بیٹھی رہ گئی۔ خوف اور حیرت سے اٹیچی کو دیکھنے لگی۔ حیرانی کی بات ہی تھی، وہ اٹیچی کہہ رہی تھی "پلیز، مجھے بند کر دو۔"

وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اُسے دیکھ رہی تھی۔ وہاں سے پھر آواز اُبھر رہی تھی "کیا تم نے سنا نہیں؟ چلو، ہاتھ بڑھاؤ اور مجھے بند کر دو۔"

اٹیچی کے سامنے والے حصّے سے ایک چھوٹا سا کیمرا لینس

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اُبھر آیا۔ ایک ننھی سی سرخ روشنی دکھائی دے رہی تھی۔ اُبھرتی ہوئی آواز کہہ رہی تھی "مجھے اس طرح آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے کا سبب کیا ہے؟ کیا تم نے پہلے کبھی اٹیچی نہیں دیکھی۔ ابھی میں نرمی سے کہہ رہا ہوں۔ ورنہ گرمی سے ایک بار کہوں گا' دوسری بار میرے اندر سے ایک دھماکا ہوگا اور تم بُری طرح زخمی ہو جاؤ گی۔"

اس نے فوراً ہی آگے بڑھ کر اسے بند کر دیا۔ کیمرا لینس خود بخود اس اٹیچی میں غروب ہو گیا۔ سرخ بتی بجھ گئی۔ میڈونا اسے برتھ کے نیچے سرکا کر جلدی سے اپنی برتھ پر آ کر بیٹھ گئی۔ اب بھی اس کی نظریں اٹیچی پر تھیں۔ اسے آنکھوں سے دیکھ کر اور کانوں سے سن کر بھی یقین نہیں آ رہا تھا کہ ایک اٹیچی مردانہ آواز میں بول رہی تھی۔ اسے بند کرتے ہی جیسے مُنہ بند ہو گیا تھا۔ وہ برتھ کے نیچے خاموش پڑی ہوئی تھی۔

پھر اسے اپنی بدحواسی پر جھنجلاہٹ ہوئی۔ ایسے وقت اس نے اٹیچی سے ابھرنے والی آواز اور لب و لہجے پر توجہ نہیں دی۔ اس تمام عرصے میں حیران اور پریشان رہی تھی۔ اس نے لب و لہجے کو یاد کرنے کی ناکام کوشش کی۔ اگر وہ آواز گرفت میں آ جاتی تو وہ بولنے والے کے دماغ میں پہنچ جاتی۔ پھر معلوم ہو جاتا کہ کس کی آواز ٹیپ کر کے اس اٹیچی کے کیسٹ پلیئر میں رکھی گئی ہے۔

اس کے دماغ میں سوال پیدا ہوا' اگر وہ کیسٹ پلیئر کی آواز ہوتی تو بولنے والے کو کیسے علم ہوتا کہ وہ اٹیچی کو حیرانی سے دیکھ رہی ہے اور اس نے اب تک اٹیچی بند نہیں کی۔ اسے بند کرنے کے بعد ہی وہ ناقابلِ فہم اٹیچی خاموش ہوئی تھی۔

ٹائلٹ کا دروازہ کھُلا' میڈونا نے بے اختیار نظریں اٹھا کر دیکھا۔ مگر وہ نہیں دیکھ رہا تھا۔ نظر انداز کرنے کا یہ انداز اُسے تکلیف پہنچا رہا تھا۔ وہ برتھ پر آ کر بیٹھ گیا۔ اس نے جھک کر نیچے سے اٹیچی اٹھائی' اسے اپنے پاس رکھ کر کھولا۔ میڈونا منتظر تھی کہ پھر قہقہہ بلند ہوگا اور وہ اٹیچی مردانہ آواز میں بولے گی لیکن ایسی کوئی بات نہ ہوئی۔ وہ بے اختیار اسے دیکھ رہی تھی۔ اجنبی نوجوان نے اس کی طرف دیکھے بغیر پوچھا "تم کون ہو اور مجھ سے کیا چاہتی ہو؟"

وہ چونک گئی۔ یہ وہی آواز اور لب و لہجہ تھا جو اٹیچی سے اُبھر رہا تھا۔ اس نے سوچا' یہ اچھا ہی ہوا کہ مجھے لب و لہجہ یاد نہیں تھا۔ اگر میں خیال خوانی کرتی تو اس جوان کے دماغ میں جگہ نہ ملتی۔ یہ غیر معمولی شخصیت کا حامل ہے۔ مجھے محتاط رہنے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ بابا صاحب کے ادارے سے آیا ہے'۔

اس نے پوچھا "کیا تم گونگی ہو؟ میرے سوال کا جواب دو؟"

وہ ناگواری سے بولی "اپنا لہجہ درست کرو' تم نے مجھے گونگی کہنے کی جرأت کیسے کی؟"

وہ اپنا ہاتھ بڑھا کر اسے دکھاتے ہوئے بولا "یہ ہاتھ کسی عورت پر نہیں اُٹھتے لہٰذا میری زبان کی سختی برداشت کرلو۔ تم میری ذات میں دلچسپی کیوں لے رہی ہو؟"

"کیا تم خود کو گلفام سمجھتے ہو؟ تمھیں یہ خوش فہمی کیوں ہے کہ کوئی بھی عورت تمھیں دیکھتے ہی دلچسپی لینے لگتی ہے؟"

اجنبی جوان نے چند تصویریں اٹیچی سے نکال کر اس کی طرف بڑھائیں۔ وہ کبھی نہ لیتی' اس کے ہاتھ کو جھٹک دیتی مگر اپنی ہی ایک تصویر پر نظر پڑتے ہی اس نے لپک کر تمام تصویریں لے لیں' انھیں ایک ایک کر کے حیرانی سے دیکھنے لگی۔ وہ سب اس وقت اتاری گئی تھیں' جب وہ اٹیچی کھول چکی تھیں۔ پھر خوف اور حیرت سے چیخ پڑی تھی۔ اس کے بعد پیچھے آ کر خاموشی سے اپنی برتھ سے ٹکرا کر بیٹھ گئی تھی اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اٹیچی کی جانب دیکھ رہی تھی۔ اس کے ہر ایکشن کی تصویر اس کے سامنے موجود تھی۔

یہ چوری پکڑی جانے پر اس کا چہرہ سرخ پڑ گیا تھا۔ وہ فوراً ہی بات بناتے ہوئے بولی "پتا نہیں مجھے کیا ہو جاتا ہے۔ میں اکثر ایسی حرکتیں کرنے لگتی ہوں' جن پر بعد میں شدید حیرانی ہوتی ہے مگر میں حیرانی کا اظہار ہونے نہیں دیتی' ڈھیٹ بن جاتی ہوں۔ کیونکہ میری کوئی ناپسندیدہ حرکت کسی کی نظروں میں نہیں آتی۔ آج پہلی بار میری یہ حرکت پکڑی گئی ہے۔"

"تم کہنا چاہتی ہو کہ تم پر کسی نے جادو کیا ہے؟"

"میں ایسا کہوں گی تو تم میرا مذاق اُڑاؤ گے۔ آج کے سائنسی دور میں جادوگری محض بچگانہ بات ہے۔ مگر میں کچھ ایسا ہی محسوس کرتی ہوں' جیسے کوئی انجانی قوت مجھ سے میری مرضی کے خلاف کام کراتی رہتی ہے۔"

وہ خشک لہجے میں بولا "کسی ڈاکٹر یا ماہرِ نفسیات سے رجوع کرو' تمھارا دماغ درست ہو جائے گا۔ ورنہ پولیس والے درست کر دیں گے۔"

وہ گفتگو کے اس انداز پر تلملا رہی تھی اور سوچ رہی تھی۔ "غصہ دکھانے سے کشیدگی بڑھے گی' دونوں طرف خاموشی رہے گی تو میں اس کے متعلق کچھ معلوم نہیں کر سکوں گی۔"

وہ جبراً مسکرا کر بولی "مجھے میڈونا کہتے ہیں' تمھارا نام کیا ہے؟"

"مسافروں کے نام ان کے کیبنوں کے دروازوں پر لگا دیے جاتے ہیں۔ میرا نام بھی دروازے پر لگا ہوا ہے۔"

اس نے اٹیچی سے ایک کتاب نکالی۔ اسی وقت ایک تصویر کتاب سے نکل کر نیچے فرش پر گری۔ میڈونا نے دیکھا' تصویر اوندھی پڑی ہوئی تھی۔ وہ کس کی ہے' نظر نہیں آ رہی تھی۔ اجنبی جوان برتھ کی پشت سے ٹیک لگا کر کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا۔ وہ بولی "میں نے دروازے پر لگی ہوئی چٹ پڑھی ہے۔ تم مسٹر ایٹی ہو مگر یہ کچھ عجیب سا نام ہے۔ ایٹی کے معنی کیا ہیں؟"

وہ جیسے مطالعے میں غرق ہو گیا تھا۔ میڈونا کی آواز اس کے کانوں تک نہیں پہنچ رہی تھی۔ یہ بھی غصہ دلانے والی بات تھی مگر وہ برداشت کر رہی تھی۔ اُدھر وہ اپنے دماغ میں رسونتی کی آواز سن کر کہہ رہا تھا "ماما! میں یہاں بیٹھ کر سوچ کے ذریعے گفتگو نہیں کر سکتا۔ یہ سامنے بیٹھی ہوئی عورت بار بار مجھے مخاطب کر رہی ہے۔"

"ٹائلٹ میں جاؤ۔"

وہ اُٹھ کر ٹائلٹ کی طرف گیا۔ پھر دروازہ کھول کر اندر آ گیا۔ اس کے بعد بولا "ماما! یہ وہی عورت ہے جس کی مختلف تصویریں انٹیلی جنس والوں نے بابا صاحب کے ادارے کو بھیجی تھیں۔ پچھلی رات سے سونیا ممّا نے ڈیڈی دانیال کو اس کے پیچھے لگایا ہے۔"

رسونتی نے کہا "دانیال نے رپورٹ دی تھی کہ وہ اپنے ساتھی کو سرائے میں چھوڑ کر کہیں گم ہو گئی تھی۔ دانیال اسی شخص کے ذریعے نگرانی کر سکتا تھا۔ یہ عورت بہت چالاک ہے۔ اپنے ساتھی کو بھی دھوکا دے کر آئی ہے۔ دیکھو بیٹے! یہ خیال خوانی کرتی ہے۔ کیا اس نے تمھارے دماغ میں آنے کی کوشش کی تھی؟"

"نہیں' ابھی تک کوئی پرائی سوچ کی لہر میرے دماغ میں نہیں آئی۔ ویسے یہ کہہ رہی تھی کہ اپنی مرضی کے خلاف بے اختیار ناپسندیدہ کام کرتی ہے' کوئی انجانی قوت اسے مجبور کرتی ہے۔ ہو سکتا ہے' یہ خیال خوانی کرنے والی نہ ہو بلکہ وہ خیال خوانی کرنے والی اسے آلۂ کار بنا کر ہمیں چکّر دے رہی ہو۔"

"ہاں۔ یہ سوچنے کی بات ہے۔ میں ابھی سونیا سے بات کرتی ہوں۔"

ٹائلٹ کے اندر ماں بیٹا محوِ گفتگو تھے۔ کیبن کے اندر میڈونا اپنی برتھ پر بیٹھی تھی جیسے ہی علی تیمور اُٹھ کر باتھ روم میں گیا' اس نے لپک کر فرش پر پڑی ہوئی تصویر اُٹھا لی۔ وہ علی تیمور کی ہونے والی دُلہن فرزانہ کی تصویر تھی۔ میڈونا نے زیرِ لب کہا "اچھا تو یہ نوجوان اپنی محبوبہ کی تصویر کتابوں میں رکھتا ہے۔ کون ہے یہ لڑکی؟ بلا کی حسین ہے!"

فرزانہ تصویر میں مسکرا رہی تھی۔ اس کی روشن آنکھیں بھی مسکرا رہی تھیں۔ میڈونا اس کی آنکھوں میں دیکھتے دیکھتے دماغ میں پہنچ گئی۔ فرزانہ بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ اس کی سوچ سے پتا چلا کہ وہ بیمار تھی' اب صحت یاب ہو رہی ہے اور اس کے سرہانے اس کی ہونے والی ساس رسونتی بیٹھی ہے۔ رسونتی کا نام سنتے ہی میڈونا فوراً دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ اس کا دل خوف سے دھڑک رہا تھا۔ وہ سہمی ہوئی سوچ رہی تھی' کہاں آ کر پھنس گئی ہے؟ یا اسے پھانسنے کے لیے سونیا پچھلی رات سے گھیر رہی ہے؟

اس نے فرزانہ کی تصویر پھر سامنے والی برتھ کے نیچے ڈال دی۔ اپنی برتھ پر آ کر آرام سے لیٹ گئی مگر آرام تو ختم ہو چکا تھا۔ اندر ہلچل مچی ہوئی تھی۔ وہ اب وہاں سے نکل بھاگنا چاہتی تھی مگر اس کی صورت نظر نہیں آ رہی تھی کیونکہ وہ ایکسپریس ٹرین نہ جانے کس اسٹیشن پر رُکنے والی تھی اور کتنے گھنٹے بعد رُکنے والی تھی۔ پھر یہ کہ اچانک کیبن سے جانے پر وہ جوان راستہ روک سکتا تھا۔

اس جوان کا خیال آتے ہی اس نے سوچا' میں نے اس حسینہ کے دماغ سے اجنبی جوان کے متعلق کچھ معلوم نہیں کیا۔ رسونتی کا نام سنتے ہی بھاگ آئی' مجھے پہلے اس کے بارے میں معلوم کرنا چاہیے۔ کیونکہ ابھی اسی سے سامنا ہے۔ کیوں نہ میں اسی طرح لیٹے ہی لیٹے اس لڑکی کے دماغ میں جاؤں'۔

اس کے سوچتے ہی ٹائلٹ کا دروازہ کھُلا۔ علی تیمور باہر آیا۔ وہ اپنی فطرت سے مجبور تھا۔ کوئی عورت خواہ کتنی ہی حسین ہو' اس کی طرف دیکھنا پسند نہیں کرتا تھا۔ وہ سیدھا اپنی برتھ پر آ کر بیٹھ گیا۔ میڈونا وہاں سے اٹھ گئی۔ پھر تیزی سے چلتی ہوئی باتھ روم میں آئی۔ دروازے کو اندر سے بند کیا' اس کے بعد خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی فرزانہ کے اندر پہنچ گئی۔ رسونتی اپنی بہو کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہہ رہی تھی "چلو اٹھ کر کچھ کھا لو۔ میرا بیٹا آج رات تک یہاں پہنچ جائے گا۔"

میڈونا نے فرزانہ کی زبان سے پوچھا "آپ کے صاحبزادے کہاں ہیں؟ وہ رات تک کیوں آئیں گے؟"

"بیٹی! میں نے کہا تھا کہ ہیلی کاپٹر سے آ جائے مگر پتا نہیں اسے کیا سوجھی ہے' وہ ٹرین سے آ رہا ہے۔ تقدیر اس کا ساتھ دیتی ہے۔ ٹرین میں ایک ایسی عورت سفر کر رہی ہے جو سپر ماسٹر کی آلۂ کار ہے۔ ہم اس نئی ٹیلی پیتھی جاننے والی کا نام میڈونا سمجھ رہے تھے لیکن شاید میڈونا آلۂ کار ہے۔ میرا بیٹا سفر کے دوران اس کی حقیقت معلوم کر لے گا۔"

فرزانہ نے کہا "ماما! وہ عورت علی کو نقصان پہنچا سکتی ہے۔ جب وہ محض آلۂ کار ہے اور کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والی اس کے دماغ میں آتی ہے تو آپ بھی اس کے دماغ میں جا کر حقیقت معلوم کر سکتی ہیں۔"

"میں نے ایسا ہی سوچا تھا لیکن سونیا نے اس کے دماغ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

میں جانے سے منع کیا ہے، اگر میڈونا آلۂ کار ہے تو کسی ٹیلی پیتھی جاننے والی نے اس پر تنویمی عمل کر کے اس کے دماغ کو حساس بنا دیا ہوگا اور یہ تاکید کی ہوگی کہ جب بھی وہ اپنی ٹیلی پیتھی جاننے والی کے سوا کسی دوسری سوچ کی لہر کو محسوس کرے تو اُسے بتا دیا کرے۔ سونیا کے مشورے کے مطابق اسے معلوم نہیں ہونا چاہیے کہ ہم اس کی آلۂ کار میڈونا کو تاڑ گئے ہیں۔"

میڈونا نے یہ سُن کر اطمینان کا سانس لیا۔ اُس پر پوری طرح شبہ نہیں کیا جا رہا تھا۔ اسے محض ایک آلۂ کار سمجھا جا رہا تھا۔ اس نے سُپر ماسٹر کو مخاطب کر کے تمام حالات بتائے۔ اس نے سننے کے بعد کہا "ٹائلٹ میں زیادہ دیر نہ رہو۔ علی تیمور کو تمھاری خیال خوانی کا شبہ ہوگا۔ اپنی برتھ پر جاؤ اور آنکھیں بند کر کے سونے کے بہانے مجھ سے باتیں کرو۔ میں تمھیں یقین دلاتا ہوں، وہ تمھیں نہ تو ہلاک کریں گے، نہ قیدی بنائیں گے۔ تم یہاں سے نکلو۔ تم نے رسونتی تک پہنچ کر بہت بڑا کمال کیا ہے۔ ابھی تم فرہاد تک بھی پہنچ جاؤ گی۔"

"کیسے پہنچوں گی؟"

"تم یہاں سے نکلو، پھر باتیں ہوں گی۔"

وہ ٹائلٹ سے نکل کر اپنی برتھ پر آئی۔ چند منٹ تک بیٹھی رہی، پھر ایک بھرپور انگڑائی لینے کے بعد لیٹ گئی۔ علی تیمور کتاب پر نظریں جمائے بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے دماغ میں دانیال بول رہا تھا "مجھے مادام سونیا اور آپ کی ماما نے میڈونا کے متعلق بتایا ہے۔ کل رات میں ببلا پہلوان کے ذریعے اس کی نگرانی کر رہا تھا۔ پہلوان آنکھیں بند کر کے سو گیا۔ میں نے سوچا، اس کے بیدار ہونے کے بعد پھر میڈونا پر نظر رکھ سکوں گا لیکن یہ اُسے سوتا چھوڑ کر چلی آئی۔ تھینکس گاڈ، یہ آپ سے ٹکرا گئی ہے لیکن آپ سمجھ سکتے ہیں کہ دھوکا پھر ہو سکتا ہے۔ یہ پھر ہماری نظروں سے اوجھل ہو سکتی ہے۔"

"میں آپ کا مطلب سمجھ رہا ہوں۔ اسے نظروں سے اوجھل ہونے نہیں دوں گا۔ اگر ایسا وقت آئے گا تو اسے زخمی کر دوں گا، تاکہ آپ لوگوں کو اس کے دماغ میں جگہ مل سکے۔"

"بس میں یہی چاہتا ہوں، شکریہ۔"

میڈونا برتھ پر آنکھیں بند کیے لیٹی ہوئی تھی اور سُپر ماسٹر سے پوچھ رہی تھی "میں فرہاد تک کیسے پہنچ سکتی ہوں؟"

اس نے کہا "دونوں میاں بیوی ٹیلی پیتھی جانتے ہیں، وہ اس علم کے ذریعے ایک دوسرے کی حفاظت کرتے ہوں گے اور ایک دوسرے کے متعلق جانتے ہوں گے کہ کون کہاں ہے؟ رسونتی کو بھی فرہاد کا موجودہ ٹھکانا معلوم ہوگا۔ تم فرزانہ کے ذریعے اس سے بہت کچھ اگلوا سکتی ہو۔"

"میں ابھی کوشش کرتی ہوں۔"

وہ پھر فرزانہ کے پاس پہنچ گئی۔ وہ کھانے کی میز پر بیٹھی ہوئی تھی۔ رسونتی کہہ رہی تھی "اگر تم یہ پھل کھا کر دودھ نہیں پیو گی تو میں اپنے بیٹے کو تم سے ملنے نہیں دوں گی۔"

"ماما! مجھ سے یہ دودھ نہیں پیا جاتا۔"

"نہیں پیو گی تو توانائی کیسے آئے گی۔ کیا تمھیں ہماری محبت کا اندازہ نہیں ہے؟"

رسونتی کی اس بات سے فائدہ اٹھا کر میڈونا نے فرزانہ کی زبان سے کہا "پاپا کو مجھ سے محبت نہیں ہے۔ میں بیمار تھی، وہ مجھے دیکھنے نہیں آئے۔"

"بیٹی! وہ مجبور ہیں۔ دشمنوں سے چھُپ کر انھیں چکر دے رہے ہیں۔"

"آپ نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا؟"

"اگر اب بھی بتا دوں تو تم کیا کر سکو گی؟"

"ماما! جو کچھ نہیں کر سکتے، وہ دعا تو کر سکتے ہیں۔"

"تم نے دل سے نکلنے والی بات کی ہے۔"

"میں دل سے دعا کرتی ہوں، میرے پاپا جہاں بھی رہیں، سلامت رہیں۔ ان پر کوئی آنچ نہ آئے۔ دشمن برباد ہوتے رہیں!"

رسونتی نے کہا "آمین۔"

میڈونا نے فرزانہ کے ذریعے پوچھا "کیا مجھے پاپا کے متعلق معلوم ہوگا تو دشمن مجھے پکڑ کر لے جائیں گے؟"

رسونتی نے ہنستے ہوئے کہا "تم سونیا کی نئی بستی میں ہو، اس کی حفاظت میں رہتی ہو۔ تم پر کسی دشمن کا سایہ بھی نہیں پڑے گا۔"

"کیا میرے دماغ میں کوئی آ سکتا ہے؟"

"تمھیں کوئی نہیں جانتا اور نہ ہی نئے خیال خوانی کرنے والوں نے تمھاری آواز سنی ہے، پھر بھلا کوئی تمھارے دماغ میں کیسے آ سکتا ہے؟"

"تو پھر مجھے بتائیے نا! پاپا کہاں ہیں؟ مجھے یہ سب کچھ جاننا چاہیے کیونکہ علی بھی ایسی ہماتی زندگی گزارتے ہیں۔ آپ مجھے نہیں بتائیں گی تو مجھے دشمنوں سے نمٹنے کے طور طریقے کیسے معلوم ہوں گے۔ کیا آپ مجھے اپنے بیٹے کے قابل نہیں بنائیں گی؟"

"میں نہیں بناؤں گی تو کون بنائے گا۔ تمھارے پاپا اور تمھارا علی ہمیشہ پیچیدہ چالیں چلتے ہیں۔ میں تمھیں بتا رہی ہوں، غور سے سنو اور یاد رکھو کہ بُرا وقت آنے پر میں اپنے مجازی خدا کی کس طرح رازدار بن کر دن رات ان کے کام آتی ہوں، تمھارے دل میں میرے بیٹے کے لیے بھی ایسی ہی لگن اور جذبہ ہونا چاہیے۔"

اس نے محتاط نظروں سے آس پاس دیکھا۔ وہ اپنی ہونے والی بہو کے ساتھ کمرے میں تھی۔ کھڑکیاں اور دروازے بند تھے۔ اس نے بہو کے قریب کرسی کھسکا کر آہستگی سے کہا "میری باتیں کوئی نہیں سنے گا، پھر بھی میں تمھارے دماغ میں آ کر بول رہی ہوں۔ احتیاط لازمی ہے۔"

وہ فرزانہ کے دماغ میں آ گئی۔ پھر میرے متعلق بتانے لگی کہ میں کیوں اور کس طرح مائٹی پاشا کے روپ میں ایک ہفتے کے لیے چھُپ گیا ہوں اور ہفتہ پورا ہونے میں صرف ایک دن باقی ہے۔ ایک دن بعد میں تنویمی عمل کے اثر سے نکل جاؤں گا۔

میڈونا کو پوری تفصیل سننے کی ضرورت نہیں تھی، بس اتنی ہی معلومات کافی تھیں۔ اس نے سُپر ماسٹر کو میرا موجودہ حُلیہ اور موجودہ ٹھکانا بتایا اور کہا "میں اپنے آلۂ کاروں کے ذریعے ابھی پاشا کی کوٹھی کا محاصرہ کرتی ہوں۔"

سپر ماسٹر نے کہا "ٹھہرو! تم نے تھیلما کی کوٹھی کا بھی محاصرہ کیا تھا۔ فرہاد چاروں طرف سے گھِر گیا تھا۔ مگر نتیجہ کیا نکلا؟ نہیں میڈونا! اُسے قابو میں کرنے کے لیے کوئی زبردست انتظام نہ کرو۔ صرف ایک ایسا آلۂ کار منتخب کرو جو سانس روک لیتا ہو اور جس کا نشانہ کبھی چُوکتا نہ ہو۔ مجھ سے ہر لمحہ رابطہ رکھو۔ میں ہدایات دیتا جاؤں گا، تم عمل کرتی جاؤ گی۔"

وہ استنبول کے ایک آلۂ کار کے پاس پہنچ گئی۔

میں لنچ کے بعد سو رہا تھا۔ نیند مجھے اپنی آغوش میں لیے ہوئے تھی۔ جانے میں کیا خواب دیکھ رہا تھا۔ جب میری اپنی ہی شخصیت نہیں تھی تو شاید خواب بھی پرائی شخصیت کے مطابق آ رہے ہوں گے۔ بہرحال کال بیل کی آواز سے آنکھ کھُل گئی۔ میں نے گھڑی دیکھی، تین بج کر پندرہ منٹ ہوئے تھے۔ میں چپلیں پہنتا ہوا کوٹھی کے مختلف حصّوں سے گزرتا ہوا بیرونی دروازے کے پاس آیا، پھر اسے کھولنے سے پہلے پوچھا۔ "کون ہے؟"

جواب میں خاموشی تھی۔ میں نے جماہی لے کر بڑبڑاتے ہوئے کہا "پتا نہیں، کال بیل کی آواز تھی یا نیند میں میرے کان بج رہے تھے۔ مجھے سونا چاہیے۔"

میں پلٹ کر جانا چاہتا تھا، پھر کال بیل کی آواز سنائی دی۔ میں نے بند دروازے کو دیکھتے ہوئے پوچھا "کون ہے بھائی؟"

پھر جواب نہیں ملا۔ میں نے کہا "ارے کچھ مُنہ سے تو پھُوٹو۔ کیا گونگے ہو؟"

پھر کال بیل کی آواز سنائی دی۔ میں نے کہا "دروازہ نہیں کھُلے گا۔ میں سونے جا رہا ہوں۔"

میری بات ختم ہوتے ہی ہلکا سے کھٹکا ہوا۔ اس نے سائیلنسر لگے ہوئے ریوالور سے لاک کی جگہ فائر کیا تھا۔ پھر ایک زور کی ٹھوکر ماری تھی، دروازہ ایک دھڑاکے سے کھُل گیا۔ میں نے صرف اتنا ہی دیکھا، موت کا فرشتہ ہاتھ میں ریوالور لیے کھڑا تھا۔ اس کے بعد کچھ دیکھنے کی مہلت نہیں ملی۔ اس کے ریوالور سے گولی چلی، میں چیخ مار کر اُچھلا، پیچھے جا کر صوفے پر گرا، وہاں سے لُڑھکتا ہوا فرش پر آیا۔ میرے ہوش اڑ چکے تھے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے اور جو ہو رہا ہے، وہ محض خواب ہے یا حقیقت؟

میں فرش پر گر کر ساکت ہو گیا۔ میری آنکھوں کے سامنے تاریکی چھا گئی تھی۔ مجھے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ آخری دَم یوں لگا جیسے کسی نے مجھے ٹھوکر ماری ہو۔ شاید زندگی مجھے ٹھکرا رہی تھی۔ میں ہوش سے بیگانہ ہو گیا۔

اِس میں کوئی شک نہیں کہ بیویاں وفادار ہوتی ہیں۔ ہمارے پسینے کی جگہ خون بہاتی ہیں، ہمارے لیے جان دیتی ہیں مگر آج زندگی اور موت کے درمیان اٹکنے کے بعد یہ ضرور کہوں گا کہ ان کی محبتیں اور وفاداریاں سر آنکھوں پر لیکن کسی بیوی کو کبھی اپنا رازدار نہیں بنانا چاہیے۔

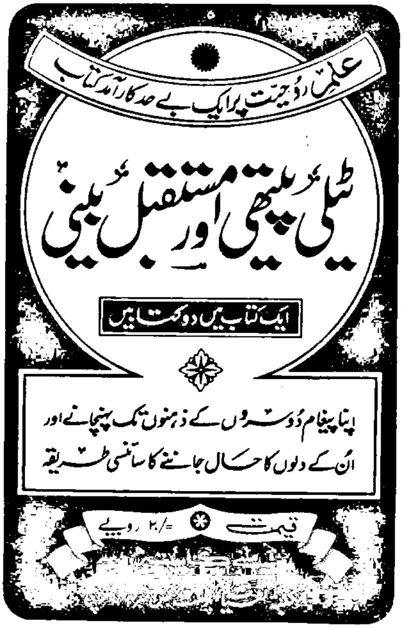

itsurdu.blogspot.com
itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

مجھ پر کیا گزر رہی ہے یہ میں نہیں جانتا تھا۔ ہم جو کچھ آج نہیں جانتے، وہ آنے والے دنوں میں جان لیتے ہیں۔ میں تو گولی کھانے کے بعد موت کے ظالم شکنجے میں پہنچ رہا تھا۔ سخت جان تھا، اس لیے جان باقی تھی اور بچی کھچی سانسوں کو زندگی کی طرف واپس لانے کے لیے فوری طبی امداد کی ضرورت تھی جبکہ اس نیک کام کی توقع دشمنوں سے نہیں کی جاسکتی تھی۔

دشمنوں کی کامیابی یقینی تھی لیکن مجھے گولی مارنے یا قیدی بنا کر لے جانے کا وہ مناسب وقت نہیں تھا۔ میڈونا کو معلوم ہوچکا تھا کہ رسونتی کے علاوہ آرمر اور ڈینی دانیال بھی میرے دماغ میں آتے جاتے رہتے ہیں۔ مجھ پر حملہ کرنے کے لیے رات کا ایسا وقت مقرر کیا جاسکتا تھا جب میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی سو رہے ہوں یا کسی دوسری جگہ مصروف ہوں لیکن میرا ٹھکانا معلوم ہونے کے بعد میڈونا اور سپر ماسٹر رات ہونے کا انتظار نہیں کرسکتے تھے۔ آنے والا کوئی بھی لمحہ مجھے ان کے شیطانی منصوبے سے بچا سکتا تھا۔ اس اندیشے کے باعث انھوں نے دن کے وقت حملہ کیا اور ایک زبردست قاتل کو میرے پاس بھیجا جس نے میرے سامنے پہنچتے ہی کوئی بات نہیں کی، کوئی مہلت نہیں دی۔ ریوالور سیدھا کیا اور گولی ماردی۔

مجھے گولی لگنے سے کچھ پہلے آرمر میرے پاس آیا تھا۔ اگر میں نیند میں ہوتا تو وہ واپس چلا جاتا لیکن میں کال بیل کی آواز پر اٹھ گیا تھا۔ بیرونی دروازے کی طرف جارہا تھا۔ جب میں نے دروازہ کھولنے سے پہلے پوچھا کہ کون آیا ہے اور مجھے اس کا جواب نہیں ملا تو آرمر نے پارس کو بتایا "کوئی شخص کال بیل کا بٹن دبانے کے بعد جواب نہیں دے رہا ہے"۔ یہ سنتے ہی پارس نے اپنی رہائش گاہ سے دوڑ لگائی۔ وہ مجھ سے صرف دو اسٹریٹ کے فاصلے پر تھا۔ آرمر ایک ایک پل کی رپورٹ اسے دے رہا تھا۔ جب اس نے بتایا کہ قاتل ریوالور سے فائر کرکے دروازے کے لاک کو توڑ چکا ہے تو اس وقت پارس میری رہائش گاہ کے قریب پہنچ گیا تھا۔ اس نے کہا "انکل! آپ پاپا کے پاس رہ کر انھیں بچانے کی کوشش کریں"۔

پارس نے احاطے میں پہنچتے ہی میری چیخ سنی۔ وہ چھلانگیں لگاتا ہوا بیرونی دروازے تک پہنچا۔ میں فرش پر گر چکا تھا۔ قاتل آہستہ آہستہ چلتا ہوا میرے قریب آگیا یہ دیکھنے کے لیے کہ مجھ میں کتنی جان رہ گئی ہے۔ اس نے مجھے ٹھوکر ماری مگر دوسری گولی نہ مار سکا۔ آہٹ سنتے ہی اس نے پلٹ کر پارس کو دیکھا پھر اس پر گولی چلائی۔ پارس نے فضا میں اچھل کر قلابازی کھائی۔ فرش پر آیا پھر وہاں سے ایک لمبی چھلانگ لگائی۔ قاتل کی آنکھیں اس پر ٹھہرنے نہیں پاتی تھیں۔ وہ انتظار میں تھا کہ آنے والا ایک لمحے کے لیے ٹھہرے تو اس پر گولی چلائے مگر آنے والا جمناسٹک کے کرتب دکھاتا ہوا سر پر پہنچ گیا تھا۔ قاتل کی کنپٹی پر ایسی زبردست ٹھوکر لگی کہ سر چکرا گیا۔ اس نے سنبھل کر فائر کرنا چاہا تو دوسری ٹھوکر میں ریوالور ہاتھ سے نکل گیا۔ اس کے بعد قاتل کی شامت آگئی۔ پارس کی آہنی انگلیوں اور فولادی ہاتھوں نے اس کے دماغ کو سوچ کی لہریں قبول کرنے کے قابل نہیں چھوڑا۔ میڈونا نے سپر ماسٹر سے کہا "میرے آلۂ کار نے فرہاد کو گولی ماردی ہے مگر وہ دوسری گولی نہ مار سکا۔ پتا نہیں ایک نوجوان اچانک کہاں سے آگیا ہے۔ وہ کوئی آندھی طوفان ہے"۔

سپر ماسٹر نے پوچھا "تم میرے پاس وقت ضائع کرنے کیوں آئی ہو، اپنے آلۂ کار کے ذریعے اس نوجوان کو گولی مارو"۔

"میں نے کہا نا وہ آندھی طوفان ہے۔ بجلی کی طرح اِدھر سے اُدھر لپکتا رہا۔ میرے آلۂ کار کی نظر اس پر ٹھہرتی نہیں تھی، پھر وہ گولی کیسے چلاتا۔ اب تو ریوالور بھی اس کے ہاتھ میں نہیں رہا۔ میں اس کے دماغ میں رہ کر محسوس کررہی تھی کہ نوجوان کے ہاتھ فولادی ہیں۔ ہتھوڑے کی طرح پڑتے ہیں"۔

"کیا وہ پارس ہے؟"

"میں یقین سے نہیں کہہ سکتی۔ میرا آلۂ کار بے ہوش ہوچکا ہے"۔

"فرہاد کی بات کرو"۔

"وہ بھی بے ہوش ہے۔ میں اس کے بے حس دماغ میں پہنچ کر اسے ہلاک نہیں کرسکوں گی"۔

"دوسرے آلۂ کاروں سے کہو وہ تیار رہیں۔ فرہاد کو وہاں سے اسپتال لے جایا جائے گا۔ ایمبولینس کو کسی جگہ بموں سے تباہ کیا جاسکتا ہے۔ اگر اس طرح بھی بچ نکلے تو کسی اسپتال میں اسے ختم کرسکو گی۔ ابھی تمھارے لیے بہت سے مواقع ہیں۔ آج تمھاری ذہانت اور حاضر دماغی کی آزمائش ہے"۔

وہ استنبول کے تمام آلۂ کاروں کو باری باری مخاطب کرکے کہنے لگی "فرہاد دراصل مائٹی پاشا کے روپ میں ہے۔ وہ بری طرح زخمی ہوچکا ہے۔ ابھی اسے اسپتال پہنچایا جائے گا۔ تم میں سے ہر ایک کی کوشش یہی ہونی چاہیے کہ اس کی ایمبولینس اسپتال تک نہ پہنچ سکے۔ اسے راستے میں ہی تباہ کردو"۔

اسی شہر میں پاسکل ٹوبا اپنی ضرورت کے لیے آلۂ کار بناتا پھر رہا تھا۔ وہ ایک بدنام قاتل کے دماغ میں پہنچا تو وہاں میڈونا اس سے کہہ رہی تھی "میں تمھیں منہ مانگی رقم دوں گی۔ پاشا کی کوٹھی سے ایک ایمبولینس نکلنے والی ہے۔ فرہاد کو زخمی حالت میں لے جایا جارہا ہے۔ اسے کسی طرح ختم کردو"۔

یہ سنتے ہی پاسکل ٹوبا اپنے آلۂ کاروں کے پاس گیا۔ ان سے کہا "فوراً پاشا کی کوٹھی میں پہنچو۔ ایک ایمبولینس فرہاد کو زخمی حالت میں اسپتال لے جائے گی۔ تم میں سے جس کو بھی موقع ملے، وہ ایمبولینس

کے ڈرائیور سے بات کرے اور اسے سمجھائے کہ اس کی گاڑی پر زبردست حملے ہونے والے ہیں لہٰذا وہ اسپتال کے مخصوص راستوں پر نہ جائے بلکہ کوئی لمبا راستہ اختیار کرے۔ باقی میں سمجھ لوں گا"۔

اب میڈونا اور پاسکل ٹوبا کے درمیان ٹھن گئی تھی۔ میڈونا کو علم نہیں تھا کہ پاسکل اس کے خلاف سرگرم عمل ہے۔ دونوں کے آلۂ کار کوٹھی سے ذرا فاصلے پر پہنچ گئے تھے۔ میڈونا کا اندازہ درست نکلا۔ ایسے وقت کسی بھی زخمی کو ایمبولینس کے ذریعے اسپتال پہنچایا جاتا ہے۔ وہ ایمبولینس کوٹھی سے نکل کر ایک طرف جانے لگی تو اس پر کئی سمتوں سے فائرنگ شروع ہوگئی۔ اس کے جواب میں پاسکل کے آدمیوں نے فائرنگ کرکے دوسرے فائرنگ کرنے والوں کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کردیا۔ ایک آلۂ کار نے موٹر سائیکل پر ایمبولینس کے برابر دوڑتے ہوئے ڈرائیور سے کہا "مجھے ایمبولینس کے زخمی سے ہمدردی ہے۔ کیا میرے مشورے پر عمل کروگے؟"

وہ سیدھی طرح کہہ سکتا تھا کہ گاڑی دوسرے راستے سے لے جاؤ لیکن وہ سوال کررہا تھا تاکہ جواب ملے جسے سن کر پاسکل ٹوبا اس کے دماغ میں پہنچ جائے لیکن ڈرائیور زبان سے "ہاں" کی آوازیں نکالتا ہوا ہاتھ کے اشارے سے پوچھ رہا تھا۔ وہ واقعی گونگا تھا۔ پاسکل نے اسے گالیاں دیتے ہوئے کہا "یہ بن رہا ہے۔ تم گاڑی پر قبضہ کرو اور خود ڈرائیو کرو۔ میں اسے کسی طرح بھی اپنے خفیہ اڈے میں لے جانا چاہتا ہوں"۔

ایمبولینس جہاں سے گزر رہی تھی، وہاں سے فائرنگ ہورہی تھی۔ معلوم ہوتا تھا میڈونا اور پاسکل کے آدمیوں نے اسپتال تک جگہ جگہ مورچے بنا رکھے ہیں۔ فائرنگ اور جوابی فائرنگ سے بھگدڑ مچ گئی تھی۔ فٹ پاتھ پر چلنے والے اپنی اپنی جان بچانے کے لیے بھاگ رہے تھے۔ دوسری گاڑیاں راستہ بدل کر فائرنگ سے محفوظ رہنے کے لیے آڑی ترچھی ہورہی تھیں، ایک دوسرے سے ٹکرا رہی تھیں۔ اب پولیس کی گاڑیاں بھی سائرن بجاتی آرہی تھیں۔ ایسے ہی وقت ایمبولینس کے قریب ہینڈ گرینیڈ کا دھماکا ہوا۔ گاڑی اچھل کر ایک طرف گھومی پھر ایک دکان کے شوکیس سے ٹکرا کر اندر گھس گئی۔ حملہ آوروں نے اور ایک گرینیڈ پھینکا۔ اس بار جو دھماکا ہوا اس سے ایمبولینس اور دکان میں آگ لگ گئی۔ شعلے بھڑکنے لگے۔ پاسکل ٹوبا نے ایک ایک آلۂ کار کے دماغ میں پہنچ کر کہا "فرہاد کو ایمبولینس سے نکالو۔ جو اسے نکالے گا، میں اسے لاکھوں ڈالر انعام میں دوں گا"۔

دو شخص جان کی بازی لگا کر شعلوں میں کود گئے۔ کچھ لوگ آس پاس کی دکانوں سے آگ بجھانے کے سلنڈر لاکر بھڑکتے ہوئے شعلوں کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کررہے تھے مگر ایمبولینس کی پیٹرول کی ٹنکی پھٹنے کے باعث پھر ایک دھماکا ہوا۔ گاڑی کے چیتھڑے اڑنے لگے۔ اندر جانے والوں میں سے ایک شخص باہر آکر گرا۔ دو آدمی اسے گھسیٹ کر دور لے جانے لگے۔ پاسکل ٹوبا نے پوچھا "کیا ہوا؟ تمھارا دوسرا ساتھی کہاں ہے؟"

بچ کر آنے والے کی حالت بہت نازک تھی۔ وہ منہ کھولنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ اس نے سوچ کے ذریعے کہا "ہمارے ساتھ دھوکا ہوا ہے۔ ایمبولینس کے پچھلے حصے میں زخمی فرہاد تو کیا ایک چڑیا کا بچہ بھی نہیں تھا"۔

وہ ناکامی سے تلملا کر بولا "فرہاد اور اس کے محافظ شیطان کی اولاد ہیں۔ مجھے اور سپر ماسٹر کی خیال خوانی کرنے والی کو ایک دوسرے سے لڑاتے رہے اور فرہاد کو کسی دوسرے راستے سے نکال کر لے گئے"۔

مجھے اسپتال پہنچانے والا صرف ایک پارس تھا۔ آرمر نے اس سے کہا "بیٹے! میں نے فرانسیسی جاسوس سے کہہ دیا ہے، وہ ایمبولینس کے ساتھ پہنچنے ہی والا ہے۔ اب میں پولیس والوں کو اطلاع دینے جارہا ہوں"۔

پارس نے کہا "رک جائیے۔ آج پولیس والے اور ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی پاپا کی حفاظت نہیں کرسکیں گے۔ دشمن مارنے مرنے کی ٹھان چکے ہیں۔ آپ کسی کو اطلاع نہ دیں۔ صرف ایمبولینس کو آنے دیں"۔

ایمبولینس آئی تو پارس نے جاسوس کو روک لیا۔ ایمبولینس کو واپس بھیج دیا۔ جب وہ احاطے سے نکل کر دور چلی گئی تو اس نے بازوؤں میں مجھے اٹھایا۔ پاشا کی کار موجود تھی۔ جاسوس نے پچھلا دروازہ کھولا۔ پارس مجھے سیٹ پر لٹا کر اسٹیئرنگ سیٹ پر آگیا۔ جاسوس میرے پاس بیٹھ گیا۔ پھر وہ کار آندھی طوفان کی رفتار سے اسپتال پہنچ گئی۔ میرے بیٹے کی حاضر دماغی نے کسی دشمن کو راستے میں آنے کا موقع نہیں دیا تھا۔

وہ ایک فوجی اسپتال تھا۔ مجھے گولی لگتے ہی آرمر نے جناب شیخ الفارس سے رابطہ قائم کرکے انھیں میری حالت بتائی تھی۔ انھوں نے فرانس کے اعلیٰ حکام سے کہا "فرہاد کو گولی لگی ہے۔ آپ لوگ ترکی کے حکام سے درخواست کریں کہ اسے سخت حفاظتی انتظامات میں آپریشن تھیٹر پہنچایا جائے۔ ہمارے تمام خیال خوانی کرنے والے ڈاکٹروں اور نرسوں کی نگرانی کریں گے"۔

یہ معاملات ہاٹ لائن پر طے ہوئے۔ رسونتی، آرمر اور دانیال نے خیال خوانی کے ذریعے ان ڈاکٹروں اور نرسوں کو چیک کیا جو میرے جسم سے گولی نکالنے کے لیے آپریشن تھیٹر میں آئے تھے۔ تمام فوجی افسروں سے معذرت چاہتے ہوئے درخواست کی تھی کہ وہ اسپتال کے باہر رہیں۔ دوسرے مریضوں کی عیادت کو آنے والے بھی باہر روک دیے گئے تھے۔ مریضوں کو ان کے وارڈ سے باہر جھانکنے کی اجازت نہیں تھی۔ ایک بڑے فوجی افسر نے غصے سے کہا "ہم

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

فوج کے قابلِ اعتماد افسر ہیں۔ ہم اسپتال کے اندر ضرور جائیں گے۔"

دانیال نے سمجھایا "دشمن خیال خوانی کرنے والے آپ کے دماغ میں چھپ کر آئیں گے اور فرہاد صاحب کو نقصان پہنچائیں گے۔"

وہ بولا "میں دماغی طور پر نارمل ہوں۔ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا میری مرضی کے خلاف بھلا کوئی کام کیسے کراسکتا ہے؟"

"میں ابھی ثابت کرتا ہوں۔ آپ مستقل مزاجی سے فیصلہ کریں کہ دوسری طرف گھوم کر یہاں سے نہیں جائیں گے۔ میں آپ کی مرضی کے خلاف یہاں سے لے جاؤں گا۔"

"میں یہاں سے گھوم کر نہیں جاؤں گا۔ دیکھتا ہوں تم مجھے کیسے لے جاتے ہو۔"

چند سیکنڈ کے بعد وہ اباؤٹ ٹرن ہوگیا۔ اس کا دماغ کسی قدر آزاد چھوڑ گیا تھا تاکہ وہ اپنی بے بسی کو سمجھ سکے۔ جب وہ لیفٹ رائٹ کہتا ہوا اسپتال کے احاطے سے باہر چلا گیا تو دانیال نے پوچھا "کیا اب بھی آپ اسپتال کے اندر جانے کی ضد کریں گے؟"

وہ جھینپ کر ناگواری سے بولا "جب تم لوگ ٹیلی پیتھی کے ذریعے دوستوں اور دشمنوں کا راستہ روک سکتے ہو تو ہم فوجیوں کی کیا ضرورت ہے؟"

"تم ہمارے مطلب کے محافظ نہیں ہو۔ کوئی بھی دشمن تمھیں آسانی سے اپنا آلۂ کار بنا سکتا ہے۔ لہٰذا تم جاؤ۔"

"تم مجھے حکم دے رہے ہو؟ تم ہو کیا چیز؟ میں ابھی فوج کو یہاں سے لے جاؤں گا۔ ہم تمھارے باپ کے نوکر..."

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے دماغ میں زلزلہ پیدا ہوا۔ وہ چیخ مار کر گر پڑا۔ کتنے ہی فوجی جوانوں نے لپک کر اسے اٹھایا۔ ایک اور اعلیٰ افسر نے پوچھا "تمھیں کیا ہوگیا ہے۔ اچانک چیخ مار کر کیوں گر پڑے؟"

دانیال نے اس کے دماغ کو دوسرا جھٹکا پہنچایا۔ وہ ذبح ہونے والے بکرے کی طرح تڑپ تڑپ کر چیخ رہا تھا۔ پھر دانیال نے اس کی زبان سے کہا "میں فرہاد کا ٹیلی پیتھی جاننے والا محافظ بول رہا ہوں۔ اس افسر کے دماغ میں ٹیلی پیتھی جاننے والا دشمن گھس آیا ہے۔ اِسے اسپتال سے دور بھیج دو پھر ڈیوٹی پر واپس نہ بلاؤ۔"

اس واقعے کے بعد پھر کسی نے اسپتال میں قدم رکھنے کی جرأت نہیں کی۔ میڈونا اور پاسکل بوبا اپنے طور پر مجھ تک پہنچنے کی کوششوں میں مصروف ہوں گے۔ میرے جسم سے گولی نکلنے کے دس گھنٹے بعد تک دانیال نے کسی ڈاکٹر اور نرس کو باہر جانے کی اجازت نہیں دی۔ اگر وہ جاتے تو باہر سے دشمنوں کی ٹیلی پیتھی کا شکار ہو کر آتے۔ تمام ٹیلیفون کے تار کاٹ دیے گئے تھے۔ میڈونا اور پاسکل باہر سے کوئی رابطہ قائم کر کے اسپتال کے اندر نہیں پہنچ سکتے تھے۔ ان کے اسلحے اور گولہ بارود کو ناکام بنانے کے لیے فوجی ہمیشہ الرٹ رہتے تھے۔

آپریشن کامیاب رہا تھا۔ میں خطرے سے باہر تھا مگر بے ہوش تھا اور یہ بے ہوشی فی الحال میری محافظ تھی۔ دشمن خیال خوانی کرنے والے میرے بے حس دماغ میں آکر سوچ کی لہروں سے زلزلے پیدا نہیں کر سکتے تھے اور نہ ہی میری سانس روک سکتے تھے۔ ڈاکٹروں نے کہا تھا میں تقریباً چھ گھنٹے بعد ہوش میں آؤں گا۔ اگرچہ رسونتی، [illegible] اور دانیال میرے ہوش میں آتے ہی میرے دماغ پر قبضہ جما کر رہ سکتے تھے لیکن کب تک رہ سکتے تھے؟ جو بھی باری باری ڈیوٹی دیتا وہ کسی حادثے یا ناگہانی مصیبت کے باعث دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو سکتا تھا۔ میرے دماغ سے چند لمحوں تک غیر حاضر رہنے کا کوئی بھی اتفاقی سبب ہو سکتا تھا۔

آپریشن کامیاب ہوتے ہی میرے خیال خوانی کرنے والے ساتھیوں نے ڈاکٹروں اور فوجی افسروں سے کہا "کمزور دل کے مریضوں کو فوراً دوسرے اسپتال میں منتقل کرو۔ مادام رسونتی ہیلی کاپٹر میں اپنے شوہر سے ملنے آرہی ہیں اور ہیلی کاپٹر اسپتال کی چھت پر اتارا جائے گا۔"

اُن کی ہدایات پر عمل کیا گیا۔ آدھے گھنٹے میں کئی مریض دوسرے اسپتال منتقل کر دیے گئے۔ فرانس کا ایک ہیلی کاپٹر چھت پر آکر اُترا۔ مجھے اسٹریچر پر لٹا کر خون کی بوتلوں کے ساتھ ہیلی کاپٹر کے اندر پہنچایا گیا۔ ایک گھنٹے قبل نینسی کو بلایا گیا تھا۔ وہ بھی پارس کے ساتھ اس ہیلی کاپٹر میں چلی گئی۔ اسپتال کا عملہ حیرانی سے یہ کارروائی دیکھ رہا تھا۔ رسونتی نے خیال خوانی کے ذریعے ڈاکٹر سے کہا۔ "معذرت چاہتی ہوں، میں نہ آسکی لیکن فرہاد کے جانے کے بعد دس گھنٹے تک کوئی اسپتال سے باہر نہیں جائے گا۔ آپ لوگ یہی ظاہر کریں گے کہ میں ہیلی کاپٹر سے آئی ہوں، کوئی یہاں سے نہیں گیا ہے۔"

فرانس کے ہیلی کاپٹر میں دو نہایت تجربہ کار ڈاکٹر آئے تھے۔ وہ مجھے اپنی نگرانی میں لے جا رہے تھے۔ اس سفر کے دوران نینسی پہلی بار مجھے دیکھ رہی تھی اور پارس سے کہہ رہی تھی "میں نے کئی بار پاپا کو اپنے دماغ میں سُنا، آج آنکھوں سے دیکھ رہی ہوں۔ انھیں بے ہوشی کی حالت میں دیکھ کر میرا دل صدمے سے چُور ہے۔ آخر یہ سُپر ماسٹر، ماسک مین اور یہودی تنظیم والے کیوں ان کی جان کے دشمن ہیں؟ یہ دشمنی کب ختم ہوگی؟"

پارس نے ایک گہری سانس لے کر کہا "جب ٹیلی پیتھی ختم ہوگی۔"

"ٹیلی پیتھی دشمنوں کا کیا بگاڑتی ہے۔ پاپا اپنے اس علم سے کسی ملک پر حکومت کرنے نہیں جاتے، کسی کو نقصان نہیں پہنچاتے۔"

"سُپر طاقت کہلانے والے ممالک کے پاس ایٹم بم، ہائیڈروجن بم اور جدید ترین خطرناک میزائل ہیں لیکن ان سب سے زیادہ خطرناک ہتھیار ٹیلی پیتھی ہے۔ پاپا بلاوجہ یہ ہتھیار کسی کے خلاف استعمال نہیں کرتے لیکن اس کی دہشت نے پاپا کو سُپر پاور سے زیادہ سُپر پاور بنا دیا ہے۔ بڑے ممالک دھونس اور دہشت میں رہنا پسند نہیں کرتے، اس لیے مختلف حیلے بہانوں سے یا پرائے کاندھوں پر بندوق رکھ کر پاپا کو ختم کر دینا چاہتے ہیں۔ پھر ناکام ہو کر قتل کی سازش کا الزام تسلیم نہیں کرتے۔ دوسری طاقتوں اور تنظیموں کو قصوروار ٹھہراتے ہیں۔"

"پاپا ساری زندگی موت سے لڑتے رہے ہیں۔ اب تم دونوں جوان بیٹوں کا فرض ہے کہ وہ باپ کو ہر طرح کا تحفظ دیں اور کوئی ایسی تدبیر کریں جس پر عمل کرنے سے پاپا کا کوئی دشمن نہ رہے۔ اگر رہے تو دوست بن کے رہے۔" نینسی نے کہا۔

"ہماری فیملی کے لیے اور ہمارے وفاداروں کی ایک بستی آباد ہو جانے کے بعد پاپا اعلان کریں گے کہ سب کی سلامتی اور سکونِ قلب کے لیے وہ اور اُن کے ساتھی چھ ماہ تک خیال خوانی نہیں کریں گے۔ اس نئی بستی سے باہر نہیں جائیں گے۔ اگر کسی کے دل میں دشمنی باقی ہے تو وہ چھ ماہ تک ہم سے چھیڑ نہ کرے۔ ہماری بستی سے دور رہ کر غور کرے کہ دوستی میں بھلائی ہے یا دشمنی میں؟"

"پھر بھی دشمنی کی گئی تو؟"

"ہم چھ ماہ تک دشمنی کا جواب دشمنی سے نہیں دیں گے صرف اپنا بچاؤ کرتے رہیں گے۔"

نینسی نے کہا "دشمنوں کو دوست بنانے اور امن و امان قائم رکھنے کا یہ اچھا دوستانہ طریقہ ہے۔ میرا خیال ہے، دشمن ہمارا پیچھا چھوڑ دیں گے۔"

"خدا کرے ایسا ہی ہو۔"

ہیلی کاپٹر بابا صاحب کے ادارے میں آکر اُترا۔ مجھے ادارے کے اسپتال میں پہنچایا گیا۔ وہاں میاں بیوی کو رہنے کی اجازت نہیں تھی، اس لیے نینسی اور پارس اُسی ہیلی کاپٹر سے شہر چلے گئے۔ ادارے کے قابل ڈاکٹروں نے کہا "مسٹر فرہاد ہوش میں آئیں گے تو خیال خوانی کرنے والے ساتھی ان کی دماغی توانائی کے متعلق ہمیں تفصیل سے بتائیں گے۔ ہم بھی اپنے طور پر ان کا معائنہ کریں گے۔ اگر حالت تشویشناک نہیں ہوگی تو انھیں کوما میں رکھا جائے گا۔ اس طرح خیال خوانی کرنے والے دشمن انھیں نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔"

"اگر حالت تشویشناک ہوگی تو؟"

"تو انھیں کوما میں نہیں رکھا جاسکے گا۔ خیال خوانی کرنے والے ساتھیوں کو کسی نہ کسی طرح ان کی حفاظت کرنی ہوگی۔"

میں اپنے ساتھیوں کے لیے اور بیٹوں کے لیے پرابلم بن گیا تھا۔ دشمن میرے ہوش میں آنے کا انتظار کر رہے ہوں گے اور میرے ہوش میں آنے سے میرے پیاروں کے ہوش اُڑنے والے تھے کیونکہ چوبیس گھنٹے میرے دماغ میں جم کر رہنا اور دشمن خیال خوانی کرنے والوں سے مجھے بچائے رکھنا بہت مشکل تھا۔ میری حفاظت کرنے والوں کی ذرا سی غفلت مجھے موت کے منہ میں پہنچا سکتی تھی۔

ٹرین تیز رفتاری سے اپنی منزل کی طرف جارہی تھی۔ علی تیمور نے کھلی ہوئی کتاب پر سے نظریں اُٹھا کر میڈونا کو دیکھا۔ وہ سامنے والی برتھ پر کافرانہ انداز میں لیٹی ہوئی تھی۔ اپنے پُرشباب جسم کی نمائش میں کوئی کسر نہیں چھوڑ رہی تھی۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ چہرے سے کبھی غصہ اور کبھی ناگواری جھلک رہی تھی۔ جیسے وہ بند آنکھوں کے پیچھے کسی کو دیکھ رہی ہو اور کسی ناکامی پر تلملا رہی ہو۔

علی تیمور نے سوچا "اگر کسی خیال خوانی کرنے والے نے اسے آلۂ کار بنایا ہے تو وہ اِس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جمائے گا تاکہ یہ غصے اور ناگواری کا اظہار نہ کرے۔ بے اختیار ایک آلۂ کار کے فرائض انجام دیتی رہے لیکن اِس کے چہرے سے ایسا ظاہر ہو رہا ہے جیسے یہ خود خیال خوانی کر رہی ہے اور کسی کو غصہ دکھا رہی ہے۔ اِس عورت کی ایک ایک حرکت کو توجہ سے دیکھنا اور سمجھنا چاہیے۔"

اُس نے میڈونا کو توجہ سے دیکھنے کے لیے کتاب بند کر دی، اسے اٹیچی میں رکھنے کے لیے برتھ کے نیچے جُھکا تو فرش پر پڑی ہوئی فرزانہ کی تصویر نظر آگئی۔ اس نے تصویر کو اُٹھا کر دیکھا اور سوچا "یہ کتاب سے کب گری تھی؟"

کتاب سے تصویر کا گرنا کوئی انوکھی بات نہیں تھی لیکن یہ اس کے باتھ روم میں جانے سے پہلے گری تھی تو سوال پیدا ہوتا ہے کیا میڈونا نے اسے اٹھا کر دیکھا ہوگا؟

اس نے تصویر کو اُلٹ کر دیکھا۔ اس پر چپل کے سول کا ہلکا سا نشان تھا۔ جب وہ باتھ روم سے آیا تو چپل گیلی تھی، اس کا ایک پاؤں تصویر پر پڑا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ باتھ روم میں جانے سے پہلے تصویر وہاں گری تھی۔ اور جتنی دیر وہ باتھ روم میں رہا اتنی دیر میں میڈونا کو تصویر اٹھا کر دیکھنے پھر اسے واپس اسی جگہ رکھنے کو کافی وقت ملا ہوگا۔

اس کا دماغ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا "میڈونا نے اس تصویر کو دیکھا ہے اور اس تصویر کی آنکھوں میں جھانک کر فرزانہ کے دماغ میں پہنچی ہے۔ شاید اسی لیے بڑی دیر سے آنکھیں بند کیے پڑی ہے۔ اسے فرزانہ کی سوچ پڑھ کر معلوم ہو چکا ہوگا کہ میں علی تیمور ہوں۔ یہ اور بہت سی اہم معلومات حاصل کر رہی ہوگی۔ اسے خیال خوانی سے باز رکھنا چاہیے۔ میں اِسے مخاطب کروں گا۔"

اس سے پہلے ہی رسونتی نے مخاطب کیا "بیٹے! غضب

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہوگیا۔کسی نے تمھارے باپ کو گولی ماری ہے۔ پارس نے انھیں اسپتال پہنچایا ہے۔"

اُس نے کہا "خدا رحم کرے۔ پاپا کی حالت تشویشناک تو نہیں ہے؟"

"بہت تشویشناک ہے۔میں فرزانہ کو چھوڑ کر بابا صاحب کے ادارے میں جا رہی ہوں۔ آپریشن کامیاب ہوگا اگولی نکل جائے گی تو انھیں بابا صاحب کے ادارے میں لایا جائے گا۔"

"ماما! گولی کس نے چلائی؟ قاتل کو کیسے معلوم ہوا کہ پاپا ماٹی پاشا کے روپ میں ہیں؟"

"پتا نہیں' دشمنوں کو کیسے معلوم ہوگیا؟"

"کیا پاپا کوٹھی سے باہر گئے تھے؟"

"نہیں' لنچ کے بعد سو رہے تھے..."

رسونتی تفصیل بتا رہی تھی۔علی تیمور سامنے لیٹی ہوئی میڈونا کو چبھتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔اس نے کہا "ماما! آپ اپنے بیٹے سے کوئی بات نہیں چھپاتی ہیں' کیا ایک بات پوچھوں؟"

"ہزار باتیں پوچھو۔کیا اپنی ماما پر بھروسا نہیں ہے؟"

"بھروسا ہے اسی لیے پوچھ رہا ہوں۔کیا آپ نے کچھ دیر پہلے فرزانہ کو پاپا کے متعلق بتایا ہے؟"

"ہاں، یہ میری ہونے والی بہو ہے۔اِسے معلوم ہونا چاہیے تم باپ بیٹے کیسی خطرناک زندگی گزار رہے ہو۔"

"کیا آپ نے یہ بھی بتایا کہ وہ ماٹی پاشا کے روپ میں ہیں؟"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولی "کیا مجھ سے غلطی ہوئی ہے؟"

"آپ ہاں یا نہ میں جواب دیں۔"

"ہاں بتایا ہے۔"

وہ ایک جھٹکے سے اُٹھا۔پھر ایک قدم بڑھا کر میڈونا کے پاس آیا۔آہٹ سُن کر اس کی آنکھیں کھل گئیں۔وہ سہم کر دیکھنے لگی مگر اپنی جگہ سے ہل نہ سکی۔علی تیمور نے ایک پاؤں اُٹھا کر اس کی ٹھوڑی کے نیچے حلق پر رکھ دیا تھا اس کی سانس رکنے لگی تھی۔وہ دونوں ہاتھوں سے اس کا پاؤں پکڑ کر ہٹانا چاہتی تھی لیکن وہ پاؤں ستون کی طرح جم گیا تھا۔وہ رفتہ رفتہ حلق پر دباؤ ڈالتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"اسی طرح چپ چاپ لیٹی رہو۔میری ماما تمھارے دماغ میں آرہی ہیں۔میں چاہتا ہوں تم سانس نہ روکو۔اگر روکوگی تو میرا پاؤں ہمیشہ کے لیے سانس کا رشتہ توڑ دے گا۔"

وہ نہیں چاہتی تھی کہ کوئی اس کے خیالات پڑھے۔رسونتی کو دماغ میں جگہ دینے سے سارا بھید کھل جاتا۔لیکن وہ سانس روک کر اسے بھگا نہیں سکتی تھی۔علی تیمور اس بُری طرح دبوچ رہا تھا کہ سانس رک رک کر آرہی تھی' ایسے میں یوگا کی مہارت کا ثبوت نہیں دیا جاسکتا تھا۔وہ پوری قوت سے تڑپ تڑپ کر برتھ سے آدھی نیچے آگئی۔اس کے بعد وہ جدّوجہد نہ کرسکی۔حلق پر پاؤں کا دباؤ بہت بڑھ گیا تھا۔وہ آدھی اوپر آدھی نیچے رہ گئی۔علی تیمور کو رحم طلب نظروں سے دیکھتی رہی۔

"میں عورتوں پر نہ ہاتھ اُٹھاتا ہوں' نہ ہاتھ لگانا پسند کرتا ہوں' اسی لیے تمھیں پاؤں تلے رکھ رہا ہوں۔تمھاری بھلائی اسی طرح خاموش پڑے رہنے میں ہے۔"

وہ بے بسی سے خاموش پڑی رہی۔تھوڑی دیر بعد رسونتی نے کہا "یہی اصل خیال خوانی کرنے والی ہے۔اسی کے ایک آلۂ کار قاتل نے تمھارے پاپا کو گولی ماری ہے۔ذرا اس کے منہ میں کپڑا ٹھونس کر باندھ دو۔"

اس نے اپنا رومال نکال کر اس کے منہ میں ٹھونسا۔پھر اس کا اسکارف لے کر منہ باندھ دیا۔تب رسونتی نے اس کے دماغ کو جھٹکے پہنچائے۔وہ پہلے ہی جھٹکے میں ماہیِ بے آب کی طرح پھڑ پھڑا کر ڈھیلی پڑ گئی۔رسونتی نے کہا "یہ دوسرے جھٹکے میں مر جائے گی۔جو کچھ پوچھنا ہے مجھے بتاؤ' میں اس کی سوچ سے معلوم کروں گی۔"

"آپ اس سے پوچھیں' دوسرے خیال خوانی کرنے والے کا نام کیا ہے؟"

رسونتی نے میڈونا کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔وہ گہری گہری سانسیں لے رہی تھی اور سوچ رہی تھی "مجھے اسی طرح ادھ موئی بن جانا چاہیے ورنہ دوسرا جھٹکا پہنچایا گیا تو میں برداشت نہیں کرسکوں گی۔"

رسونتی بڑی خاموشی سے اس کے دماغ کی تہ میں اُتر گئی۔پھر بیٹے کے پاس آکر بولی "یہ میڈونا اور سُپر ماسٹر دوسرے خیال خوانی کرنے والے کے متعلق اتنا ہی جانتے ہیں کہ تمھارے پاپا نے اسے ٹریپ کر کے مار ڈالا ہے۔"

"سُپر ماسٹر کو یہ غلط فہمی کیسے ہوگئی؟"

"بیٹے! وہ دوسرا خیال خوانی کرنے والا میڈونا کے خلاف ہے۔استنبول میں جو واردات کرتا ہے' اس کا الزام تمھارے پاپا کے سر رکھتا ہے۔"

"پھر تو وہی شخص سُپر ماسٹر کا آدمی تھا۔ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے کے بعد دانیال کی طرح سُپر ماسٹر کے خلاف ہوگیا۔وہ ہمارا بھی دشمن ہے۔یقیناً ماسک مین یا یہودی تنظیم کے لیے کام کر رہا ہوگا۔کیا آپ نے اچھی طرح میڈونا کے خیالات پڑھے ہیں؟"

"ہاں بیٹے! میں اس کے چور خیالات پڑھ چکی ہوں۔"

"ماما! آپ سیاست اور ہیرا پھیری کو نہیں سمجھتی ہیں۔پلیز! میری تسلی کے لیے دانیال کو بلائیں۔"

رسونتی نے دانیال کو بلایا۔وہ بڑی خاموشی سے میڈونا کے دماغ کو اچھی طرح کھنگالتا رہا پھر بولا "تمھاری ماما درست کہتی ہیں۔

وہ دوسرا خیال خوانی کرنے والا سُپر ماسٹر کو زبردست دھوکا دے رہا ہے۔ جس طرح میں اس سے تعلقات توڑ کر تم لوگوں سے آملا ہوں' اسی طرح وہ کسی دوسری تنظیم کے لیے کام کر رہا ہے۔"

"کیا وہ اور میڈونا ایک دوسرے کو جانتے ہیں؟"

"میں ابھی بتاتا ہوں۔"

وہ تھوڑی دیر تک اس کی سوچ پڑھنے کے بعد بولا "سُپر ماسٹر نے میڈونا اور اُس خیال خوانی کرنے والے کو ایک دوسرے سے چھپایا تھا' تاکہ فرہاد صاحب اگر ایک کے دماغ میں پہنچیں تو اس کے ذریعے دوسرے کا سراغ نہ لگا سکیں۔جب دوسرے نے سُپر ماسٹر سے غداری کی تو اسے حراست میں رکھا گیا۔حراست کے دوران ہی وہ شخص مارا گیا۔میڈونا اور سُپر ماسٹر سمجھ رہے ہیں کہ فرہاد صاحب نے ہمیشہ کی طرح پھر ان کے ایک خیال خوانی کرنے والے کو مار ڈالا ہے۔"

"اس کا مطلب ہے میڈونا اور سُپر ماسٹر کو اس نئے خیال خوانی کرنے والے کا علم نہیں ہے۔"

"جی ہاں' انھیں کیسے علم ہوسکتا ہے۔وہ جو کچھ کرتا ہے اس کا الزام تمھارے پاپا پر عائد کرتا ہے۔ابھی کسی کو اس کے وجود کا علم نہیں ہے۔ایک اور بات ہے۔"

"وہ کیا؟"

"ہمیں بھی تیسرے خیال خوانی کرنے والے کا علم نہیں ہے۔"

"اوہ گاڈ! کیا تیسرا بھی ہے؟"

"جی ہاں اور بہت عرصے سے ہے۔سُپر ماسٹر کا ملک اسے ہمیشہ راز میں رکھتا ہے۔پہلے ان کے پاس ٹرانسفارمر مشینیں تھیں۔ان کے ذریعے اپنے ملک میں مزید ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا اضافہ کیا جاسکتا تھا۔دوسروں کے دماغوں میں یہ علم منتقل کرنے کے لیے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو آج تک انتہائی رازداری میں رکھا گیا ہے۔تمام ٹرانسفارمر مشینیں اور نقشے تباہ ہوچکے ہیں لیکن وہ تیسرا خیال خوانی کرنے والا ابھی تک کہیں چھپا کر رکھا گیا ہے۔"

"وہ میڈونا سے ضرور رابطہ قائم کرتا ہوگا۔"

"میڈونا کی سوچ بتا رہی ہے کہ وہ تیسرا ابھی اس سے رابطہ نہیں رکھتا بلکہ سُپر ماسٹر سے بھی اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"یہ تیسرا خطرہ کسی وقت بھی ہماری طرف آسکتا ہے۔یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ چُپ چاپ ہمارے خلاف کوئی کام کر کے جاتا ہو اور ہمیں اس کا علم نہ ہوتا ہو۔"

"جی ہاں' وہ ایسا کرتا ہوگا۔"

"اگر میڈونا نہ رہے تو سُپر ماسٹر ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے محروم ہوجائے گا۔دوسری طرف ہم اس اجنبی خیال خوانی کرنے والے کو بے نقاب کریں گے۔ایسے میں سُپر ماسٹر اور وہاں کے اعلیٰ حکام اس تیسرے کو میدانِ عمل میں لانے پر مجبور ہوجائیں گے۔"

"بے شک۔تیسرے کو منظرِ عام پر آنے کے لیے مجبور کرنا چاہیے۔میں میڈونا کو ٹرین سے اتار کر لے جا رہا ہوں۔اس کا قصہ تمام ہونا چاہیے۔"

علی تیمور اپنی برتھ پر آکر آرام سے بیٹھ گیا۔میڈونا نڈھال سی ہوگئی تھی۔برسوں کی بیمار سی لگ رہی تھی۔وہ کراہتے ہوئے اُٹھ کر بیٹھ گئی۔پھر علی تیمور کے آگے گھٹنے ٹیک کر بولی "مجھے معاف کردو۔میں تمام عمر تمھاری وفادار کنیز بن کر رہوں گی۔"

وہ بولا "مجھے آج تک کسی ملازم کی ضرورت نہیں پڑی۔پھر میں کنیز رکھ کر کیا کروں گا۔میں اپنا ہر کام خود اپنے ہاتھوں سے کرتا ہوں۔"

"میں تمھارے ہاتھ پاؤں دباؤں گی۔تمھاری تنہائی دور کروں گی۔"

"پارس ہوتا تو ہاتھ پاؤں دبوانے کے متعلق سوچتا۔مجھے معاف کرو مائی۔"

وہ فرش پر سے اُٹھ گئی۔اپنا سامان بیگ میں رکھتے ہوئے بولی۔"میں بے اختیار کیوں تمھارے پاس سے اُٹھ گئی ہوں؟ یہ سامان بیگ میں کیوں رکھ رہی ہوں؟"

دانیال نے اس کے دماغ میں کہا "تم یہاں سے جا رہی ہو۔"

"نہیں میں نہیں جاؤں گی۔میں علی تیمور کے قدموں میں سر پٹخ پٹخ کر معافی مانگوں گی۔تم میرے چور خیالات پڑھ کر علی تیمور کو یقین دلاسکتے ہو کہ میں سچے دل سے اس کی وفادار رہوں گی۔"

"تم سچے دل سے سُپر ماسٹر کی وفادار تھیں۔اب پٹری نہ بدلو۔اسی سچے دل سے سُپر ماسٹر کے لیے قربان ہوجاؤ۔اب میں تمھارے دماغ کو پوری طرح گرفت میں لے رہا ہوں' چلو۔"

وہ علی تیمور کو دیکھے بغیر کیبن سے باہر آگئی۔کمپارٹمنٹ کے کوریڈور سے گزرتے ہوئے دروازے کے پاس پہنچ گئی۔ٹرین ایک اسٹیشن پر رک رہی تھی۔چیکر نے پوچھا "مادام! آپ تو بارڈر کے آخری اسٹیشن تک جانے والی تھیں؟"

وہ بولی "مسٹر! ہم اپنے بارے میں بہت دور تک سوچ لیتے ہیں اور بہت دور تک جانا چاہتے ہیں لیکن اچانک زندگی کا آخری اسٹیشن آجاتا ہے۔"

"جی مادام! میں آپ کی بات سمجھ نہیں پایا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "میں نے بات ہی ایسی کی ہے جو صرف میری سمجھ میں آئے۔"

وہ ٹرین سے اُتر گئی۔پلیٹ فارم پر خاصی گہما گہمی تھی۔دانیال نے اس کے دماغ کو ذرا ڈھیل دی۔وہ پریشان ہوکر اپنے آس پاس سے گزرتے ہوئے مسافروں کو دیکھنے لگی۔سامنے ٹرین کھڑی ہوئی تھی۔وہ پھر اس میں سوار ہونے کے لیے آگے بڑھی۔دانیال نے اس

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کے قدم روک دیے۔ وہ پھر آگے بڑھنا چاہتی تھی، اس بار اُس کے قدم لڑکھڑا گئے۔ وہ گرتے گرتے بچ گئی۔ ایک مسافر نے اسے تھام لیا تھا۔ پھر اس نے پوچھا "مادام! کیا تم دن کے وقت بھی پیتی ہو؟"

"مم۔ میں نے پی نہیں ہے مگر میں ہوش میں رہنا نہیں چاہتی۔ میں بے ہوش ہو جانا چاہتی ہوں۔ پلیز میری مدد کرو! یہ شہر میرے لیے نیا ہے۔ مجھے کسی ڈاکٹر کے پاس پہنچا دو۔ میں بے ہوش رہنا چاہتی ہوں۔"

"تمھیں بے ہوشی کیوں پسند ہے؟"

"وہ... وہ تم نہیں جانتے۔ میں تمھیں بعد میں بتاؤں گی۔ پہلے مجھے بے ہوش ہو جانے دو۔"

"جب تم بے ہوش ہو جاؤ گی تو بعد میں کیسے بتاؤ گی؟"

"اوہ! تم نہیں سمجھو گے۔ میری جان کے دشمن میرے دماغ میں ہیں۔"

مسافر نے کہا "اچھا تو یوں کہو نا، تم ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے خوفزدہ ہو؟"

"ہاں! پلیز! جلدی چلو۔ معلوم ہوتا ہے، وہ ابھی میرے دماغ سے چلا گیا ہے۔"

"بالکل چلا گیا ہے۔ جب میں تمھارے سامنے موجود ہوں تو بیک وقت تمھارے دماغ میں کیسے رہ سکتا ہوں؟"

"آں!" وہ سہم کر اسے دیکھنے لگی۔ مسافر نے مسکرا کر کہا "میں اس شہر کے ہر فرد کے دماغ میں رہوں گا۔ تم کسی سے مدد حاصل نہیں کر سکو گی۔ یہ تمھارے لیے شہرِ دشمناں ہے۔ تمھیں یہاں ایک بھی ہمدرد نہیں ملے گا۔"

یہ کہہ کر مسافر وہاں سے جانے لگا۔ دانیال نے پوچھا "تم نے مسافر کی بات سن لی۔ یقین نہ ہو تو پولیس والوں سے مدد حاصل کرو۔ تم اُن کے دماغوں میں بھی مجھے پاؤ گی۔"

وہ گڑگڑا کر بولی "مجھے معاف کر دو۔ ایک بار مجھے آزما لو۔ مجھے تمھاری دانشمندی نے بہت کچھ سکھایا ہے۔ تم نے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرتے ہی سپر ماسٹر سے علیحدگی اختیار کر لی، اسی لیے آج تک زندہ ہو۔ فرہاد جس کا دشمن ہوتا ہے اُس کے ماتحت زندہ نہیں بچتے۔ اسی لیے سپر ماسٹر کے کئی خیال خوانی کرنے والے یکے بعد دیگرے مارے گئے۔ میرا بھی وقت آ گیا۔ تم فرہاد اور اُس کی فیملی کے وفادار ہو، تمھاری سفارش پر مجھے ایک نئی زندگی مل سکتی ہے۔ میں قسم کھا کر کہتی ہوں، یہ نئی زندگی تمھاری خدمت کے لیے وقف کر دوں گی۔"

وہ سوچ کے ذریعے بولتی ہوئی پلیٹ فارم سے باہر آئی۔ پھر ایک طرف چلنے لگی۔ دانیال نے کہا "ذرا یہ بھی سمجھتی جاؤ کہ موت کی طرف ایک ایک قدم جاتے وقت کیسے جان نکلتی جاتی ہے۔"

"ہاں میں سمجھ رہی ہوں، تم مجھے معاف نہیں کرو گے اور اسی طرح موت کی طرف لے جاؤ گے تو میں موت سے پہلے ہی مر جاؤں گی۔ تم مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟"

"اپنے دائیں بائیں عمارتوں کے سائن بورڈ پڑھتی جاؤ۔"

وہ پڑھتے ہوئے جانے لگی۔ ایک ہوٹل کے سامنے پہنچ کر دانیال نے کہا "یہاں ایک کمرا حاصل کرو۔"

اس نے ہوٹل کے اندر پہنچ کر کمرا حاصل کیا۔ پھر چابی لے کر کمرے کی طرف جاتے ہوئے بولی "کیا تم اسی شہر میں ہو؟ میرے کمرے میں آؤ گے؟ پلیز آ جاؤ۔ ایک بار مجھے آنکھوں سے دیکھ لو۔ میں تمھیں سر سے پاؤں تک خوش کر دوں گی۔"

ہوٹل کے ملازم نے اس کے لیے دروازہ کھولا پھر پوچھا "آپ کے پاس اور سامان نہیں ہے؟"

"نہیں، بس یہی ہے۔ تم جاؤ۔"

وہ چلا گیا۔ اس نے دروازے کو اندر سے بند کر کے پوچھا "پلیز، مجھے بتاؤ، میرے پاس کب آ رہے ہو؟"

"میں تم سے ہزاروں میل دور ہوں۔"

وہ مایوس ہو کر بولی "پھر مجھے اس کمرے میں کیوں لائے ہو؟"

"تمھیں ایک نئی زندگی دینا چاہتا ہوں۔"

خوشی کے مارے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ اس نے دونوں بانہیں پھیلا دیں جیسے اپنے محسن کو جوانی کی سلگتی ہوئی آغوش میں بلا رہی ہو پھر چھت کی طرف دیکھتے ہوئے بولی "مجھ پر اتنا بڑا احسان نہ کسی نے کیا ہے نہ کر سکتا ہے۔ آج سے یہ زندگی صرف تمھارے لیے ہے۔"

"میں نے تمھیں زندہ چھوڑا ہے لیکن خود کو حرام موت سے بچانے کا صرف ایک ہی راستہ ہے۔"

"میں ہمیشہ اس راستے پر چلوں گی۔"

"ابھی تم نے خود کہا تھا کہ میں فرہاد کا وفادار بن کر ابھی تک زندہ ہوں۔ یہ بالکل درست ہے۔ میں زندہ بھی ہوں اور محفوظ بھی ہوں۔ میں اُن کی ہر مشکل میں کام آتا ہوں۔ وہ بھی میری مشکلات دور کرتے رہتے ہیں۔"

"میں نئی زندگی کی قسم کھا کر کہتی ہوں، اپنی آخری سانس تک فرہاد اور اس کی فیملی کی وفادار رہوں گی۔"

"میڈونا! کبھی کبھی ایک سیدھی سی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ ہم بے انتہا دولت چاہتے ہیں، اقتدار چاہتے ہیں۔ ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے کے بعد ہماری خواہش ہوتی ہے کہ دنیا کے تمام خطرناک مجرم، تمام سپر طاقتیں ہمارے سامنے گھٹنے ٹیک دیں مگر یہ تب ہی ممکن ہے جب ہم زندہ رہیں۔ یہی سوچ سمجھ کر میں طبعی عمر تک زندہ رہنے کے لیے فرہاد کا وفادار بن گیا ہوں۔"

"پلیز، فرہاد کو یقین دلاؤ کہ میری زندگی کا ایک ایک لمحہ اس کے ساتھ وفاداری میں گزرے گا۔"

"فرہاد صاحب تمھاری حماقتوں کے باعث زندگی اور موت کی کشمکش میں ہیں۔ جب تک وہ ہوش میں نہیں آئیں گے اور صحت یاب نہیں ہوں گے، میں اُن سے تمھاری بات نہیں کر سکوں گا۔"

"مجھے ان کے پاس پہنچا دو۔ میں اپنا خون دے کر ان کی جان بچاؤں گی۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ فی الحال تم پر تنویمی عمل ضروری ہے۔"

"وہ کیوں؟"

"اگر سپر ماسٹر کو معلوم ہو گا کہ ہم نے تمھیں زندہ چھوڑ دیا ہے اور تم فرہاد کی وفادار بن گئی ہو تو وہ تمھیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

"میں اس سے کبھی رابطہ قائم نہیں کروں گی، وہ سمجھے گا کہ میں مر چکی ہوں۔"

"تم تیسرے خیال خوانی کرنے والے کو بھول رہی ہو۔ سپر ماسٹر اُس کے ذریعے تمھیں ڈھونڈ نکالے گا۔"

"ہاں، وہ ایسا کر سکتا ہے۔ وہ دوسرا اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والا ابھی میری آواز سن چکا ہے۔ میرے لب و لہجے کو پہچانتا ہے۔ زندگی کے کسی موڑ پر اچانک سامنا ہو گا تو وہ مجھے پہچان کر زخمی کرے گا اور میرے دماغ پر قبضہ جما لے گا۔"

"میں تمھاری آواز اور لب و لہجہ بدل دوں گا۔ پلاسٹک سرجری کے ذریعے تمھاری صورت بھی بدل دوں گا۔ سپر ماسٹر کے ہاں تمھارے ریکارڈ میں جو تصویریں ہیں اُن کے ذریعے وہ کبھی تم تک نہیں پہنچ سکے گا۔"

"[illegible] تم بہت [illegible] مجھے بالکل ہی بدل ڈالو۔"

[illegible]

[illegible] جاؤں گی۔"

[illegible] گہری نیند سلا دیا۔ پھر میڈونا کے دماغ [illegible] اس کی آواز گونجنے لگی۔ وہ اسے ٹرانس میں لا رہا تھا اور [illegible] عمل کرنے کا پابند بنا رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ [illegible] ٹرانس میں آ گئی۔ اس کی ہر صحیح و غلط بات کو بلا حیل و حجت بغیر تسلیم کرنے لگی۔ اس نے حکم دیا "تم کوئی نہیں ہو۔ تمھارا کوئی نام نہیں ہے۔ اگر ہے تو مجھے بتاؤ۔"

وہ سحر زدہ آواز میں بولی "میرا کوئی نام نہیں ہے۔"

"تم کون ہو؟"

"میں، میں کوئی نہیں ہوں۔"

"تم کہاں سے آئی ہو؟"

"میں کہیں سے نہیں آئی۔ نہ میں کہیں تھی، نہ کہیں ہوں۔"

"اب تم نہیں بولو گی۔"

وہ خاموش رہی۔ تھوڑی دیر بعد دانیال نے کہا "میرے سامنے ایک کیسٹ ریکارڈر ہے۔ اس کے ذریعے ایک نسوانی آواز میرے دماغ میں گونج رہی ہے۔ میری سوچ کی لہریں اس آواز اور لب و لہجے کو تمھارے دماغ میں دہرا رہی ہیں۔ تم اسے ذہن نشین کرو۔"

وہ اُس آواز اور لب و لہجے کو دماغ کی گہرائیوں تک نقش کرنے لگی۔ تقریباً پندرہ منٹ تک وہ آواز میڈونا کے اندر گونجتی رہی اور نئے لب و لہجے میں بولتی رہی۔ تمھاری اپنی کوئی آواز اور کوئی لہجہ نہیں تھا۔ اگر تھا تو اسے بھول چکی ہو۔ یہ جو آواز تمھارے دماغ میں گردش کر رہی ہے، یہی تمھاری اپنی آواز ہے، اپنا لہجہ ہے۔"

دانیال نے حکم دیا "اپنی آواز اور لہجے میں بولو۔"

وہ نئی آواز اور لہجے میں بولنے لگی۔ دانیال نے پوچھا "اگر تمھاری اور کوئی آواز ہے تو سناؤ۔"

[illegible] کشمکش میں رہی پھر بولی "مجھے یاد نہیں آ رہا ہے [illegible] اپنی ہی آواز میں بول رہی ہوں۔"

[illegible] تم [illegible] کے ایک [illegible]

[illegible]

[illegible] منٹ تک سانس روک لیا کرو گی۔"

"[illegible]"

"میں حکم دیتا ہوں، تم پرانی سوچ کی لہروں کو دماغ میں محسوس کرتے ہی سانس روک لیا کرو گی۔ وہ پرانی لہریں واپس چلی جائیں تو سانس لیا کرو گی۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کرینا نے اس کے احکامات دُہرائے۔ اب وہ میڈونا نہیں رہی تھی۔ اُن لمحات سے کرینا کیمرون بن چکی تھی۔ دانیال نے حکم دیا "تمھارا دماغ صرف میری سوچ کی لہروں کو قبول کرے گا۔ ایسے وقت تم سانس نہیں روکو گی۔ میرے تمام احکامات کی تعمیل کرتی رہو گی۔"

"میں تمھاری سوچ کی لہروں کو قبول کرتی رہوں گی اور تمھارے احکامات کی تعمیل کرتی رہوں گی۔"

"میں کسی بھی روپ میں تمھارے سامنے آؤں گا تو تم مجھے صورت سے نہیں، آواز اور لہجے سے پہچان لیا کرو گی اور مجھے اپنا عامل تسلیم کرکے میرے ہر حکم کی تعمیل کرو گی۔"

اس نے دانیال کے احکامات دُہرائے۔ وہ بولا "تم خیال خوانی صرف ایسے وقت کرو گی جب یہ تمھارے لیے بہت ضروری ہو جائے اس سے پہلے تمھیں یقین کرنا ہوگا کہ تمھیں خیال خوانی کرتے ہوئے نہ کوئی دیکھ رہا ہے نہ اِس خیال خوانی کے نتیجے میں تم کسی وقت پکڑی جاؤ گی۔"

اس نے احکامات پر عمل کرنے کا وعدہ کیا۔ دانیال نے کہا "تم اپنی پچھلی زندگی یکسر فراموش کر چکی ہو۔ اُس زندگی کا ایک لمحہ بھی اب تمھیں یاد نہیں آئے گا۔"

"مجھے اپنی پچھلی زندگی کا ایک لمحہ بھی یاد نہیں آئے گا۔"

"میں تمھیں کرینا کیمرون کی پیدائش سے لے کر آج تک چھوٹے بڑے واقعات سُنا رہا ہوں اور اہم باتیں بتا رہا ہوں انھیں ذہن نشین کرو۔"

وہ اسے بتانے لگا۔ کرینا کے متعلق اس کی ایک ایک بات دماغ میں نقش ہونے لگی۔ اِس طرح وہ میڈونا کا برین واش کر چکا تھا۔ اس کی پہلی شناخت اور شخصیت کو مار چکا تھا۔ چونکہ وہ دماغی طور پر تبدیل ہو چکی تھی اس لیے آئندہ کوئی بھی میڈونا کے لب و لہجے کو گرفت میں لے کر اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتا تھا۔ ایک ہفتہ پہلے میں نے اپنی شخصیت کو گم کرنے اور ماسٹی یاشا کے روپ میں رہنے کے لیے یہی طریقہ کار اختیار کیا تھا۔ دانیال بھی اسی طریقے کے مطابق اسے مکمل طور پر اپنی معمولہ بنا چکا تھا۔

اس نے آخر میں حکم دیا "تم چھ گھنٹے تک آرام سے سوتی رہو گی۔ بیدار ہونے کے بعد اسی شہر میں رہو گی۔ ایک ہیلی کاپٹر کسی وقت بھی آکر تمھیں یہاں سے لے جائے گا۔"

اس نے تنویمی نیند پوری کرنے کے لیے اسے چھوڑ دیا اور دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ وہ تل ابیب میں تھا۔ سُپر ماسٹر کو دھوکا دینے کے بعد مستقل اسی شہر میں گمنامی کی زندگی بسر کر رہا تھا۔ صرف میں اور میرے فیملی ممبران اسے جانتے تھے۔ اس نے ایک جگہ رہ کر ہمارے سائے میں بے انتہا دولت جمع کی تھی۔ دنیا کے ہر بڑے ملک کے بڑے شہر میں کروڑوں پونڈ اور اربوں ڈالرز محفوظ کیے تھے۔ ہر شہر میں ضرورت کے مطابق کوٹھیاں، کاریں اور وفادار ملازمین موجود تھے۔ وہ بے شمار فلائنگ کلبوں کے پائلٹوں اور بلیک پورٹ کے مجرموں کے دماغوں میں پہنچ چکا تھا۔ بڑے بڑے ممالک کے اہم رازوں سے واقف ہو گیا تھا۔ ان کے اہم خفیہ اڈوں کے افسران کو کسی وقت بھی ٹریپ کرکے اُن سے اپنی مرضی کے مطابق کام لے سکتا تھا۔

اس طویل عرصے میں وہ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک وسیع ذرائع کا مالک بن چکا تھا۔ تمام سُپر طاقتیں اس سے دشمنی بھی کر سکتی تھیں اور بظاہر جی حضوری بھی کر سکتی تھیں۔ وہ میری طرح اپنی ایک الگ حیثیت منوا سکتا تھا لیکن وہ سوچتا تھا "نہیں، دنیا کے بڑے بڑے شہ زور اور غیر معمولی ذہانت اور علوم رکھنے والے فرہاد سے دشمنی کرکے بے موت مارے گئے ہیں۔ میں زندہ رہوں گا۔ فرہاد کا تابعدار بن کر اس کے تجربات سے بہت کچھ سیکھوں گا۔ دنیا کے چپے چپے پر اپنے قدم مضبوطی سے جماؤں گا۔ میں مانتا ہوں کہ اپنی ایک الگ حیثیت سے اُبھرنا چاہیے لیکن الگ حیثیت سے زیادہ مجھے زندگی عزیز ہے۔"

اس نے شراب کی بوتل کھولی۔ پھر گلاس میں شراب اُنڈیلتے ہوئے سوچا۔ "جب تک یقین نہیں ہوگا کہ فرہاد ہر اعتبار سے کمزور یا مجھ سے کمتر ہوتا جا رہا ہے تب تک میں بھول کر بھی اس سے دشمنی نہیں کروں گا۔ میں چاہتا تو جزیرے میں پارس اور علی تیمور کو ختم کر سکتا تھا۔ فرہاد ابھی زندگی اور موت کی کشمکش میں ہے۔ میں اس کی سانس روک کر اسے ختم کر سکتا تھا مگر باپ مرے گا تو بیٹے پیچھے پڑ جائیں گے۔ بیٹے مریں گے تو باپ مجھے تڑپا تڑپا کر مارے گا۔ ان سب کو ایک ساتھ موت کے گھاٹ اتارنا ممکن نہیں ہے۔ رسونتی اور آمنہ خیال خوانی کے ذریعے مجھے کہیں چین سے بیٹھنے نہیں دیں گے۔ پھر بابا صاحب کے ادارے میں غیر معمولی ذہانت رکھنے والے افراد موجود ہیں۔ وہ مجھے زیادہ عرصے تک چھپنے کا موقع نہیں دیں گے۔"

اس نے چند گھونٹ پیے پھر سوچا۔ "ابھی میں بہت مطمئن زندگی گزار رہا ہوں اور آہستہ آہستہ اپنی طاقت بڑھا رہا ہوں۔ وہ لوگ میڈونا کو مار کر ایک اور ٹیلی پیتھی کی طاقت کو ختم کر دینا چاہتے تھے۔ اِس طاقت کو میں نے اپنے قابو میں کر لیا ہے۔ میں ایسا کرنے کا خطرہ کبھی مول نہ لیتا۔ کیونکہ کسی کام میں بھی ذرا سا کچا پن ہو تو فرہاد کو اُس کی خبر ہو جاتی ہے۔ ابھی حالات میرے موافق ہیں میں سارا الزام اس دوسرے خیال خوانی کرنے والے پر عائد کروں گا۔"

اس نے غٹاغٹ پیتے ہوئے گلاس خالی کیا۔ مسرت اور مستی میں گلاس کو زوردار آواز کے ساتھ میز پر رکھا۔ پھر سوچا۔ "دوسرے اجنبی خیال خوانی کرنے والے نے میرے لیے بہت ہی سہولتیں پیدا کر دی ہیں۔ فرہاد کے ہوش میں آنے کے بعد میں چپ چاپ اس کے دماغ میں جاؤں اور اس کی سانس روک دوں تو الزام اسی دوسرے اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والے پر آئے گا۔"

اس نے گھڑی دیکھی۔ ڈاکٹروں نے کہا تھا کہ میں تقریباً چھ گھنٹے بعد ہوش میں آؤں گا۔ وہ چھ گھنٹے پورے ہو رہے تھے۔ اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر میرے دماغ میں آیا۔ مگر واپس چلا گیا۔ پریشان ہو کر سوچنے لگا "یہ دشمن بے بس اور کمزور ہونے کے باوجود دوستوں کی دشمنی سے بچ جاتا ہے۔ یہ جو اپنی موت کا وقت لکھوا کر آیا ہے اس سے پہلے نہیں مرے گا۔"

وہ مایوس ہو کر دوسری بار گلاس بھرنے لگا۔ میں تمام دشمنوں کی پہنچ سے دور چلا گیا تھا۔ جناب شیخ الفارس کے مشورے کے مطابق مجھے ہوش آتے ہی کوما میں ڈال دیا گیا تھا۔ میں زندہ تھا مگر مجھے زندگی کے پانچوں حواس سے محروم کر دیا گیا تھا۔ نہ میں خود سوچنے کے قابل تھا نہ ہی پرائی سوچ کی لہروں کو میرا بے حس دماغ قبول کر سکتا تھا۔

اس نے رسونتی کے دماغ پر دستک دی۔ پھر کوڈ ورڈز ادا کرنے کے بعد بولا "مادام! آج پہلی بار مجھ سے ایک کام بگڑ گیا ہے۔ میں میڈونا کو ٹرین سے اُتار کر اسے ہلاک کرنے لے جا رہا تھا۔ اگر وہ ٹرین میں مر جاتی تو علی صاحب سے طرح طرح کے سوالات کیے جاتے۔ جب میں اسے پلیٹ فارم پر لایا تو ایک شخص اس سے ٹکرا گیا۔ تب میں نے محسوس کیا میڈونا کا دماغ اندھیرے میں ڈوب رہا ہے۔ میں نے اسے سنبھالنے کی کوشش کی لیکن وہ بے ہوش ہو کر غائب ہو گئی۔"

"کیا تم نے کسی دوسرے کو آلۂ کار بنا کر یہ نہیں دیکھا کہ کون اسے بے ہوش کرکے لے گیا ہے؟"

"میں ایسی سچویشن کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ ایسا اچانک ہوا تھا۔ اس اجنبی جگہ میرا کوئی دوسرا آلۂ کار نہیں تھا۔ میں نے ٹرین میں چیکر کی آواز سُنی تھی۔ اس کے ذریعے پلیٹ فارم کے ایک مسافر تک پہنچا۔ اس کے دماغ میں رہ کر دور دور تک دیکھا۔ میڈونا نظر نہیں آ رہی تھی۔ پھر میں نے اس مسافر کو پلیٹ فارم کے باہر پہنچایا۔ وہ اِدھر اُدھر دوڑتا ہوا اسے تلاش کر رہا تھا۔ اس بھاگ دوڑ میں آدھا گھنٹا گزر گیا۔ ایک ٹیکسی ڈرائیور نے بتایا کہ دو شخص ایک بے ہوش عورت کو سفید رنگ کی کار میں لے گئے ہیں۔"

"اوہ دانیال! تم نے بہت دیر کر دی۔"

"میں اور کیا کر سکتا تھا۔ ٹیکسی ڈرائیور نے بتایا کہ وہ سفید رنگ کی کار ہائی وے پر پیرس کی طرف گئی ہے۔ میں نے اپنے آلۂ کار کو اس ٹیکسی میں روانہ کیا۔ وہ ٹیکسی ایک گھنٹے تک ہائی وے پر دوڑتی رہی لیکن وہ کار کہیں نظر نہیں آئی۔"

"یہ بہت بُرا ہوا۔ ایک خیال خوانی کرنے والی ہاتھ آکر نکل گئی۔"

"مادام! میں سزا کا مستحق ہوں۔"

"فضول باتیں نہ کرو۔ ہم انسان ہیں، ہم سب دھوکا کھاتے ہیں، تم نے بھی دھوکا کھایا۔ کوئی بات نہیں۔ میں سونیا کو رپورٹ دینے جا رہی ہوں۔"

"میں علی صاحب کو رپورٹ دے رہا ہوں۔"

وہ علی تیمور کے پاس آکر وہی بیان دُہرانے لگا جو رسونتی کو دے چکا تھا۔ آخر میں وہی فقرہ ادا کیا "مجھ سے بہت بڑی غلطی ہوئی ہے۔ میں سزا کا مستحق ہوں۔"

علی تیمور نے اس کی توقع کے خلاف کہا "بے شک تمھیں سزا دی جائے گی۔ میں نے یہ سوچ کر میڈونا کو تمھارے حوالے کیا تھا کہ تم اسے ٹرین کے باہر نہیں جانے دو گے۔"

"علی صاحب! اگر میں اُسے ٹرین کے اندر ہلاک کرتا تو آپ پر الزام آتا۔ وہ آپ کے ساتھ کیبن میں سفر کر رہی تھی۔"

"میرا کوئی ہم سفر خودکشی کرے تو مجھ پر کیسے الزام آسکتا ہے۔ تم میڈونا کو ریل کے عملے کی موجودگی میں ٹرین سے چھلانگ لگانے پر مجبور کرتے تو چشم دید گواہوں کے سامنے اس کا کام تمام ہو جاتا۔"

"آپ درست کہتے ہیں مگر اس نے فرہاد صاحب کو زندگی سے توڑ کر موت کے منہ میں پہنچا ہی دیا تھا۔ اُن پر تقدیر ہی مہربان ہے۔ میں ایسی دشمن عورت کو صرف ایک چھلانگ میں مارنا نہیں چاہتا تھا۔ اُسے اذیتیں دے کر تڑپا تڑپا کر مارنا چاہتا تھا۔"

"مسٹر دانیال! ایسے وقت انتقامی جذبات کو کُچل کر مصیبت کو پہلی فرصت میں ختم کیا جاتا ہے۔"

"علی صاحب! مجھے فرہاد صاحب کے ہوش میں آنے کا انتظار ہے۔ میں اُن سے التجا کروں گا کہ آئندہ وہ مجھے بڑی ذمے داریوں کا کام نہ دیا کریں۔"

"تم پھر جذباتی ہو رہے ہو۔ پاپا نے تمھیں کسی کام کے لیے کبھی پابند نہیں کیا۔ تم ہمیشہ دوست بن کر ہمارے معاملات سے دلچسپی لیتے رہے ہو۔ جو ماتحت ہوتے ہیں وہ التجا کرتے ہیں۔ دوست معذرت چاہتے ہیں۔ ویسے دوستی ایک مشکل رشتے کا نام ہے۔ کیونکہ دوست کسی حالت میں معذور یا مجبور نہیں ہوتا۔ کوئی غلطی ہو جائے تو ہر حال میں اس کی تلافی کرتا ہے۔"

"میں تلافی کروں گا۔ جلد ہی میڈونا کو ڈھونڈ نکالوں گا۔"

رسونتی نے آکر کہا "دانیال! سونیا تم سے بات کرنا چاہتی ہے۔"

"یس مادام! ابھی جا رہا ہوں۔"

اس نے سونیا کے دماغ میں پہنچ کر کوڈ ورڈز ادا کیے پھر کہا "میں ندامت کے باعث آپ کے پاس نہیں آ رہا تھا مگر آپ کے حکم پر حاضر ہو گیا ہوں۔"

"دانیال! اپنی غلطی کو بھول جاؤ۔ میں کچھ اور کہنا چاہتی ہوں۔"

"فرمائیے مادام!"

"کیا تمھیں پورا یقین ہے کہ وہ میڈونا تھی؟"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"جی ہاں۔ جب مادام رسونتی نے اسے دماغی جھٹکا پہنچایا تو دماغ کمزور پڑ جانے کے باوجود وہ خیال خوانی کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔"

"اِس بات کو یُوں سمجھو کہ وہ میڈونا کی ڈمی تھی۔ خیال خوانی نہیں جانتی تھی، اِس لیے ناکام کوشش کر رہی تھی۔ اور جو جانتی تھی وہ رسونتی کے دماغی جھٹکوں سے محفوظ تھی۔"

"آپ کی باتیں مجھے اُلجھا رہی ہیں۔ مجھے اچھی طرح غور کرنا ہوگا کہ میں نے اُس عورت کو میڈونا کیوں سمجھ لیا۔ اسے میڈونا تسلیم کرنے کا کوئی اہم جواز ضرور رہا ہوگا۔"

"تم اچھی طرح غور کرو۔ تمھیں یقین ہو جائے تو میرے پاس فوراً چلے آؤ۔ میں ایک نیا تماشا دکھانا چاہتی ہوں۔"

"کیسا تماشا؟"

"یہاں ایک عورت میری نظروں میں ہے۔ جس کے متعلق میں پورے یقین سے کہتی ہوں کہ وہ میڈونا ہے۔ اس نے میرے دیکھتے ہی دیکھتے ایک ایسے خوبرو جوان کو اپنی طرف مائل کر لیا جو اُسے نظر انداز کر کے جا رہا تھا۔ جب وہ عورت کے قریب آیا تو جھجکنے لگا۔ عورت نے کچھ کہا جس کے جواب میں وہ اسے حقارت سے دیکھ کر واپس جانے لگا۔ تھوڑی دور جانے کے بعد وہ پھر پلٹ کر دیکھنے لگا۔ اس عورت کی طرف جانا نہیں چاہتا تھا مگر آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کے پاس آ ہی گیا۔"

"آپ اس کی نگرانی کرا رہی ہوں گی؟"

"نگرانی کرنے والے اس کی نظروں میں آ سکتے ہیں۔ میں نے اس کی رہائش گاہ دیکھ لی ہے۔ اس کی کار میں ایک ڈیٹیکٹو آلہ لگوا دیا [illegible]"

[illegible]

"مادام! آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ میں ضرور آؤں گا لیکن آرمر [illegible] ابھی تو پیرس میں موجود ہیں۔"

"تم آرمر کے متعلق اچھی طرح جانتے ہو۔ وہ ایک سیدھا سادہ سا آدمی ہے۔ اس معاملے میں زیادہ چالاکی اور ہوشیاری نہیں دکھا سکے گا۔ رسونتی بھی بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ گئی ہے۔ وہ فرہاد کو اٹینڈ کرتی رہے گی۔ کسی اور معاملے میں مصروف ہونا نہیں چاہے گی۔ اگر تمھیں یہاں آنے میں کوئی پریشانی ہو رہی ہو تو کوئی بات نہیں، میں اپنے طور پر کچھ کروں گی۔"

"مادام! میں نے انکار نہیں کیا ہے۔ میں آ رہا ہوں۔ یہاں ایک ضروری کام میں پھنسا ہوا ہوں۔ کل صبح تک آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا۔"

"اچھی بات ہے۔ اب تم جا سکتے ہو۔"

رسونتی بھی ان کی باتیں سن رہی تھی۔ دانیال کے ساتھ وہ بھی سونیا کے دماغ سے نکلی۔ پھر چند لمحوں کے بعد دوبارہ آ کر گڈ ورڈز ادا کرنے کے بعد بولی "میں تمام باتیں سن چکی ہوں۔ تم نے اسے پیرس بلانے کے لیے اتنی لمبی باتیں کیوں بنائیں؟"

"باتیں نہ بناتی تو اُسے شبہ ہوتا کہ اچانک کیوں اپنے پاس بلا رہی ہوں۔"

"کیا تم اُس پر شبہ کر رہی ہو؟"

سونیا نے کہا "میں یقین سے کہہ نہیں سکتی۔ میرے اندر یہ خیال پیدا ہو رہا ہے کہ فرہاد کو کوما سے نکالتے وقت ہمیں کسی پر بھروسا نہیں کرنا چاہیے۔"

"سونیا! تم مجھ سے کچھ چھپا رہی ہو۔"

"میں بھلا کیا چھپاؤں گی؟"

"دانیال نے ابھی میڈونا کے سلسلے میں بہت بڑی غلطی کی ہے۔ اس کے بعد ہی تم نے فیصلہ کیا ہے کہ فرہاد کو کوما سے نکالنے سے پہلے دانیال کو اپنے قابو میں رکھا جائے۔"

"میں دانیال کو یقین سے دشمن نہیں کہہ سکتی۔ یہ احتیاطی تدابیر [illegible]"

[illegible]

"تم بھول رہی ہو۔ دانیال اپنے اصلی روپ میں نہیں آئے گا۔ وہ مطمئن رہے گا کہ اُسے کوئی پہچان نہیں سکے گا۔ دوسری طرف ہماری پیش کی ہوئی دانیال کی ڈمی اپنا کام دکھاتی رہے گی۔"

"تم بہت اُلجھی ہوئی چالیں چلتی ہو۔"

"اسی لیے دشمن اُلجھ جاتے ہیں۔ تم خواہ مخواہ نہ اُلجھو، فرہاد کا خیال رکھو۔"

اُدھر دانیال کچھ پریشان ہو گیا تھا۔ وہ سونیا کی کسی گہری چال کے متعلق نہیں سوچ رہا تھا لیکن فی الحال پیرس نہیں جانا چاہتا تھا۔ دو چار روز میڈونا عرف کرینا کے ساتھ مصروف رہنا چاہتا تھا۔ پلاسٹک سرجری کے ذریعے میڈونا کو کرینا کے روپ میں لانا ضروری تھا، ورنہ فرانسیسی جاسوس اسے کسی جگہ بھی پہچان کر گولی مار سکتے تھے۔

اُس نے اٹلی کے شہر روم جانے کے لیے شام کی فلائٹ میں اپنی ایک سیٹ ریزرو کرائی۔ وہ تل ابیب میں ایک فرضی نام سے رہتا تھا۔ اسی نام سے پاسپورٹ اور دوسرے ضروری کاغذات بھی تھے۔ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کے لیے اچانک روم اور پھر پیرس جانے کا قانونی اجازت نامہ حاصل کر لینا کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ اصلی کرینا کیمرون اُن دنوں لندن میں تھی۔ اُس نے کرینا کے دماغ میں پہنچ کر اس کی سوچ کے ذریعے اسے روم جانے پر آمادہ کیا۔ اب میڈونا کا مسئلہ تھا۔ وہ اسے بھی روم پہنچانا چاہتا تھا۔

وہ چھ گھنٹے بعد تنویمی نیند سے بیدار ہو گئی۔ چند لمحوں تک اس کا ذہن خالی رہا۔ وہ بستر پر لیٹی چھت کو تک رہی تھی۔ پھر اُس نے سوچا 'میں کون ہوں؟ کہاں سے آئی ہوں؟'

اُسے یاد آیا کہ وہ کرینا کیمرون ہے۔ تل ابیب کی رہنے والی، ایک دولت مند یہودی باپ کی بیٹی ہے۔ دانیال اس کے دماغ میں خاموش رہ کر اپنے تنویمی عمل کی کامیابی دیکھ رہا تھا۔ وہ خود کو میڈونا کی حیثیت سے بھول چکی تھی۔ صرف وہی باتیں یاد رہ گئی تھیں جو دانیال نے کرینا سے متعلق پوری تفصیل سے بتائی تھیں۔ پھر وہ اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ ہوٹل کے کمرے کو دیکھ کر سوچنے لگی 'یہ کون سی جگہ ہے؟ میں ابھی کہاں ہوں؟'

دانیال نے پوچھا "کیا تم میری آواز پہچانتی ہو؟"

وہ سحر زدہ سی ہو کر بولی "ہاں۔ ایسا لگتا ہے، یہ آواز رگ رگ میں سمائی ہوئی ہے۔ تم کون ہو؟"

"میرا نام نہ پوچھو۔"

"نہیں پوچھوں گی۔ شاید تم میرے حاکم ہو۔ تمھاری آواز سن کر سر جھک جاتا ہے۔ اے میرے حاکم! میں کہاں ہوں؟"

"ایک ہوٹل کے کمرے میں ہو۔ یہاں سے نکلو۔ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر شہر سے باہر جاؤ۔"

وہ اس کے حکم کے مطابق کمرے سے نکلی۔ ہوٹل کا بل ادا کر کے باہر آئی۔ پھر ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر شہر سے باہر جانے لگی۔ دانیال کہہ رہا تھا "شہر کے باہر تمھیں کچھ دیر انتظار کرنا ہوگا۔ پھر ایک ہیلی کاپٹر آئے گا۔ تم اس میں بیٹھ کر میرے پاس آؤ گی۔"

"تم کہاں ہو؟"

"میں وہاں ہوں جہاں تم آؤ گی۔"

"میں شہر سے باہر آ گئی ہوں۔ مجھے کہاں رکنا چاہیے؟"

"کسی ویران راستے کے کنارے اُتر کر ایک طرف چل پڑو۔ میں گائیڈ کروں گا۔"

"یہ ٹیکسی ڈرائیور مجھے للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا ہے۔"

"یہ دشمن کا آدمی بھی ہو سکتا ہے۔ اِس کے دماغ میں پہنچ کر نیت معلوم کرو۔"

وہ سوچنے لگی کہ دماغ میں کیسے پہنچنا چاہیے۔ دانیال نے خیال خوانی کی پرواز میں اس کی مدد کی تو اُسے پرائے دماغ میں پہنچنے کا طریقہ یاد آ گیا۔ وہ ڈرائیور کی سوچ پڑھ کر بولی "یہ کوئی دشمن نہیں ہے صرف میرے حسن و شباب کو جبراً حاصل کرنے کا ارادہ کر رہا ہے۔"

"کوئی خاص پریشانی کی بات نہیں ہے۔ میں ٹیکسی روک رہا ہوں۔ تم باہر نکل کر دائیں طرف جاؤ۔ دور پہاڑیاں نظر آ رہی ہیں۔ اسی سمت چلتی رہو۔ میں تمھارے پاس آتا جاتا رہوں گا۔"

دانیال نے ڈرائیور کے دماغ کو قابو میں کیا۔ گاڑی رُکتے ہی وہ اُتر کر جانے لگی۔ پہلے خیال تھا کہ ڈرائیور کے دماغ پر قبضہ جما کر واپس شہر پہنچا دے گا۔ یا بہت دور آگے پہنچا دے گا لیکن اس میں وقت ضائع ہوتا۔ پھر اندیشہ تھا کہ وہ کسی آبادی میں پہنچ کر ایک پُراسرار حسینہ کا ذکر کرتا، اپنے دماغی طور سے گم ہونے کی بات کرے گا تو یہ بات لوگوں سے ہوتے ہوتے ہم خیال خوانی کرنے والوں تک پہنچ جاتی۔ وہ کسی غلطی کی گنجائش چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔ اس لیے ڈرائیور کو گاڑی سمیت کچھ آگے لے گیا۔ پھر وہاں سے گاڑی کو ایک گہری کھڈ میں گرا دیا۔ ڈرائیور کا دماغ موت کی تاریکی میں ڈوبتے ہی اس کی سوچ کی لہریں واپس آ گئیں۔

اس نے میڈونا کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ خیریت سے پہاڑی کی سمت جا رہی تھی۔ دور دور تک انسان تو کیا جانور بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ مطمئن ہو کر پیرس کے ایک فلائنگ کلب میں پہنچا۔ وہاں سے ایک ہیلی کاپٹر اُڑانے کا ارادہ تھا۔ اس وقت ایک شخص ایک ہیلی کاپٹر میں اٹلی کے ایک ساحلی شہر نیپلز کی طرف جا رہا تھا۔ پائلٹ وائرلیس کے ذریعے کلب کے ایک افسر سے باتیں کر رہا تھا۔ دانیال اس کے ذریعے پائلٹ تک پہنچ گیا۔

اس نے آدھے گھنٹے کی پرواز کے بعد ہیلی کاپٹر کو میڈونا کے پاس اُتارا۔ پھر اسے لے کر فرانس کی سرحد کے پار جانے لگا۔ چونکہ پائلٹ اور دوسرے مسافر کے پاس اٹلی کے شہر نیپلز تک جانے کا اجازت نامہ تھا، اس لیے وہ آسانی سے سرحد پار چلی آئی۔ مزید دو گھنٹے کی پرواز

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کے بعد روم پہنچ گئی۔ شہر کے باہر ایک ویران علاقے میں دانیال کے چند ماتحت موجود تھے۔ میڈونا کو وہاں اُتارا گیا۔ وہ ماتحتوں کے ساتھ چلی گئی۔ دانیال پائلٹ کے دماغ میں موجود رہا۔ مسافر پریشان ہو کر پوچھ رہا تھا۔ "یہ تم نے کس حسینہ کو ایک ملک سے دوسرے ملک پہنچایا ہے۔ تم لوگ ہمارے ہیلی کاپٹر چارٹرڈ کرتے ہو اور دوسروں سے تگڑی رقم لے کر انھیں غیر قانونی طور سے سرحد پار کرا دیتے ہو۔"

دانیال نے پائلٹ کی زبان سے کہا۔ "فکر نہ کرو۔ ابھی ہم دونوں اس دنیا کی سرحد پار کر جائیں گے۔"

مسافر نے پوچھا۔ "یہ کیا بکواس کر رہے ہو؟"

"ذرا نیچے دیکھو۔ ہم زمین پر نہیں سمندر پر پرواز کر رہے ہیں۔ ہیلی کاپٹر نیچے جاتے جاتے ڈوب جائے گا۔"

"کیا تمھارا دماغ چل گیا ہے۔ یہ تو سوچو تم بھی میرے ساتھ ڈوب جاؤ گے۔"

"مجبوری ہے ڈوبنا ہی پڑے گا۔ اگر ہم دونوں میں سے کوئی بچے گا تو وہ پولیس اسٹیشن جا کر اس پُراسرار حسینہ کے بارے میں رپورٹ دے گا اور میں نہیں چاہتا کہ اس پٹاخا حسینہ کی پبلسٹی ہو۔"

"اے بھائی! وہ حسینہ تمھاری کیا لگتی ہے؟ اگر لگتی ہے تو اکیلے ڈوب جاؤ۔ پہلے مجھے نیچے اُتار دو۔"

"یہ دیکھو، نیچے ہی اُتر رہے ہیں۔ بہت گہرائی میں اُتر رہے ہیں۔"

وہ ہیلی کاپٹر سمندر کی سطح کے بہت قریب آ گیا تھا۔ مسافر اپنی جگہ سے اٹھ کر پائلٹ سے لپٹ گیا تھا اور اُسے ہیلی کاپٹر اوپر لے جانے کے لیے چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا لیکن وہ پورے وزن کے ساتھ سمندر کی سطح پر آیا ——— پنکھا پہلے ہی بند ہو چکا تھا۔ وہ دو مسافروں سمیت گہرائی میں ڈوبتا چلا گیا۔

میڈونا ایک خفیہ اڈّے میں پہنچا دی گئی تھی۔ دانیال نے پہلے ہی ایک پلاسٹک سرجری کے ماہر کو تاڑ رکھا تھا۔ اسے ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ کر کے اس اڈّے میں لے آیا۔ اس کے خاص ماتحت نے ڈاکٹر کے سامنے کرینا کیمرون کی کئی زاویوں سے اتاری ہوئی تصویریں رکھ کر کہا۔ "اس حسینہ کے چہرے کو سرجری کے ذریعے اس تصویر والی کی ہم شکل بنا دو۔"

وہ پریشان ہو کر بولا۔ "تم لوگ کون ہو اور میں اپنے گھر سے یہاں کیسے پہنچ گیا ہوں؟"

"صرف تم نہیں، تمھاری سرجری کا سامان بھی پہنچ گیا ہے۔ تمھارے لیے یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ جیسے ہی کام ختم کرو گے، ہم تمھیں دو لاکھ ڈالر ادا کریں گے۔"

اُس نے بریف کیس کھول کر نوٹوں کی گڈیاں دکھائیں۔ اس نے پوچھا۔ "زبردستی لائے ہو تو زبردستی کام بھی کرا سکتے ہو پھر اتنا بھاری معاوضہ کیوں دے رہے ہو؟"

"ہم مجبوراً تمھیں زبردستی لائے ہیں۔ تم سے وقت طے کر کے یہ کام کرایا نہیں جا سکتا تھا۔"

"پہلے مجھے بتاؤ، میں یہاں کس طرح آیا ہوں؟"

"ٹیلی پیتھی کے ذریعے۔"

"اوہ آئی سی۔ میں تو فرہاد صاحب کا پرستار ہوں۔ اگر وہ مجھے اپنا نام بتا دیتے تو میں دوڑا چلا آتا۔"

دانیال نے اس کے دماغ میں کہا۔ "ڈاکٹر! میں فرہاد بول رہا ہوں۔"

"اوہ گاڈ! آپ میرے دماغ میں بول رہے ہیں؟"

"ہاں، مجھے افسوس ہے۔ میں نے جلدی میں آپ سے گستاخی کی ہے۔"

"کوئی بات نہیں۔ میں ابھی کام شروع کرتا ہوں۔ میں اس حسینہ کو تصویر کی ایسی ہم شکل بناؤں گا کہ تصویر والی کے ماں باپ کسی شک و شبہے کے بغیر اسے بیٹی تسلیم کر لیں گے۔"

اس نے کام شروع کیا۔ دانیال نے میڈونا کے پاس آ کر کہا۔ "میں دوسری جگہ مصروف ہوں۔ یہ ڈاکٹر تمھارا چہرہ تبدیل کرتا رہے گا۔ اگر کوئی پریشانی ہو تو صبر اور سمجھ داری سے کام لینا۔ میں ابھی آؤں گا۔"

میڈونا نے پوچھا۔ "کیا تمھارا نام فرہاد ہے؟"

دانیال نے سوال کیا۔ "تم کسی فرہاد کو جانتی ہو؟"

"نہیں، یہ نام میرے لیے نیا ہے۔"

"اس نام کو بھول جاؤ۔ میں ڈاکٹر سے کام نکالنے کے لیے جھوٹ بول رہا ہوں۔"

وہ میڈونا کے دماغ سے نکل کر کرینا کے دماغ میں آیا۔ وہ لندن سے روم پہنچ گئی تھی اور اسی ہوٹل میں آ رہی تھی جہاں دانیال قیام کر رہا تھا۔ وہ اپنے خفیہ اڈّے میں جا کر ماتحتوں سے رو برو کوئی کام لینا نہیں چاہتا تھا۔ کسی پر بھروسا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ کوئی بھی کسی وقت بھی دشمنوں کے ہاتھوں میں کھیلتے ہوئے اُسے گولی مار سکتا تھا۔ جب خیال خوانی کے ذریعے ہر حکم کی تعمیل کرا لیتا تھا تو پھر سامنے جانے کی کیا ضرورت تھی۔

اس نے کرینا کو ہوٹل کے ڈائننگ ہال میں دیکھا۔ بیوٹی کوئین لگ رہی تھی۔ اس نے تہیہ کیا تھا کہ حسن و شباب کی اس مورت کو ضرور حاصل کرے گا۔ وہ اس قدر پسند آئی تھی کہ اسے مستقل اپنے پاس رکھنے کے لیے میڈونا کو اس کا روپ دے رہا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کی میز پر آیا۔ کرینا نے نظریں اُٹھا کر اُسے دیکھا۔ وہ مسکراتے ہوئے بولا۔ "تم اکیلی ہو، کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں؟"

وہ خشک لہجے میں بولی۔ "سوری، میں تنہائی پسند کرتی ہوں۔"

"کوئی بات نہیں، میں بھی تنہائی کی پریکٹس کروں گا۔"

وہ ایک قریبی میز پر جا کر ایک کرسی کھینچتے ہوئے بیٹھ گیا۔

کرینا کے دماغ میں پہنچ کر اس کی سوچ میں بولا۔ "مجھے اس اجنبی سے نہیں رُکھا ہونا چاہیے تھا۔"

اس کی سوچ نے اپنے طور پر کہا۔ 'کیا میں اُسے اپنے مزاج کے خلاف اپنے سامنے بٹھا لیتی؟ ہر ایرے غیرے کو مُنہ لگانا دانشمندی نہیں ہے۔'

دانیال نے پھر اس کی سوچ میں کہا۔ "اس کے ساتھ تھوڑا وقت گزارنے کے بعد یہ ایرا غیرا نہیں رہے گا۔"

کرینا نے جھنجلا کر دانیال کی جانب دیکھا پھر سوچا۔ 'پتا نہیں میں کیوں اس کمبخت کے بارے میں سوچ رہی ہوں۔ یہ کوئی گلفام تو نہیں ہے۔'

"جب اِس پر دِل آئے گا تو گلفام ہی نظر آئے گا۔"

'اونہہ۔ میرا دِل اور اس پر آئے گا! میں اس پر تھوکنا بھی پسند نہیں کرتی۔'

وہ ایک دم سے تلملا گیا جیسے تھوک مُنہ پر آ کر پڑا ہو۔ وہ فوراً اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ تیزی سے چلتا ہوا ڈائننگ ہال سے نکل کر لفٹ کے دروازے پر آیا۔ پھر لفٹ کے ذریعے بارھویں منزل پر پہنچا۔ وہاں اپنے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر آیا۔ پھر ایک صوفے پر بیٹھ کر کرینا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ سُوپ پی رہی تھی۔ اس کے سامنے میز پر کھانے کی دوسری ڈشیں رکھی جا رہی تھیں۔ اس نے کرینا کو اوپر سانس کھینچنے پر مجبور کیا۔ جس کے نتیجے میں سُوپ حلق کی طرف جانے کے بجائے دماغ کی طرف چڑھ گیا۔ پھر ایسا ٹھسکا لگا کہ ہاتھ سے چمچ چھوٹ گیا۔ وہ کھانستے کھانستے میز پر دُہری ہو گئی۔ سب اسے دیکھ رہے تھے۔ وہ معزز اور نفاست پسند لوگ تھے۔ بڑی احتیاط سے کھاتے تھے۔ محفل میں کبھی کھانستے یا چھینکتے نہیں تھے۔ وہ اپنی بے احتیاطی پر شرمندہ ہو رہی تھی۔ اس کی آنکھ سے اور ناک سے پانی بہہ رہا تھا۔ وہ کھانے سے انکار کرتے ہوئے اُٹھ گئی۔ لوگوں کی نظروں سے بھاگتی ہوئی ڈائننگ روم سے لفٹ کی طرف بھاگی۔

دانیال نے ایک حد تک اس کے دماغ کو آزاد چھوڑا تھا لیکن دماغ کو لگام دیتا جا رہا تھا۔ وہ دروازہ کھول کر کمرے میں آئی پھر اُسے اندر سے بند کرنے کے بعد اس کے سامنے پہنچ کر چونک گئی۔ پریشان ہو کر بولی۔ "تم میرے کمرے میں کیا کر رہے ہو؟"

وہ اس کی طرف تھوکتے ہوئے بولا۔ "سؤر کی بچی! یہ تمھارا نہیں میرا کمرہ ہے۔ تم مجھ پر تھوکنا بھی پسند نہیں کرتی تھیں اور خود چل کر میرے کمرے میں آئی ہو۔"

"مائنڈ یور ٹینگو۔ تم مجھے گالی دے رہے ہو۔"

وہ غصے میں پاؤں پٹختی ہوئی باہر جانا چاہتی تھی مگر دروازہ کھولنے سے پہلے ہی واپس آ گئی۔ حیرت کرتے ہوئے بولی۔ "یہ میں کیا کر رہی ہوں۔ یہاں سے جانا چاہتی ہوں، جا نہیں سکتی، چیخنا چاہتی ہوں، چیخ نہیں سکتی۔ اپنی شرم رکھنا چاہتی ہوں مگر رکھ نہیں سکتی۔ مجھے کیا ہو رہا ہے۔ کیا تم وِچ ڈاکٹر ہو، مجھ پر جادو کر رہے ہو؟"

وہ بولتے بولتے اس کے پاس صوفے تک آ گئی۔ اس نے کہا۔ "تم مجھ سے نفرت کر رہی تھیں، اگر اس وقت وڈیو فلم اُتاری جاتی تو اسے دیکھ کر اپنی ذات سے نفرت کرنے لگتیں۔ اب بھی تم بہت کچھ سمجھ رہی ہو۔"

"ہاں سمجھ رہی ہوں۔ خود کو بالکل ہی بے بس سمجھ رہی ہوں۔ تم ایک خطرناک وِچ ڈاکٹر ہو۔ پلیز، مجھے معاف کر دو۔ مجھے جانے دو!"

"مجھے سر سے پاؤں تک خوش کر دو، پھر چلی جاؤ۔"

"مجھے ابھی جانے دو۔"

"سوری، دراصل میں نے تمھاری ایک ڈمی تیار کی ہے۔ اُسے تمھاری رفتار و گفتار کے انداز سکھائے ہیں۔ اب یہ سکھانا باقی رہ گیا ہے کہ تم تنہائی میں کیسی ادائیں دکھاتی ہو۔ آؤ، میں تمھاری اسٹڈی کروں گا۔"

کرینا نے ایسی زنجیریں نہیں دیکھی تھیں جو دکھائی نہیں دیتی تھیں مگر اُسے جکڑے ہوئے تھیں۔ جذبے کبھی ایسے پاگل نہیں ہوئے تھے جیسے اس پُراسرار اجنبی کے لیے ہو رہے تھے۔ وہ ہوش میں تھی مگر اپنے اختیار میں نہیں تھی۔ آج تک کوئی چور اس کے بیڈ روم سے ایک زیور بھی چُرا کر نہیں لے گیا تھا جبکہ وہ چوری بھی کر رہا تھا، سینہ زوری بھی کر رہا تھا اور بڑی دیدہ دلیری سے سارا خزانہ لُوٹتا چلا جا رہا تھا۔

اُدھر میڈونا کو نیا روپ مل رہا تھا۔ ایک طرف نئی کرینا بن رہی تھی، دوسری طرف اصلی کرینا بگڑ رہی تھی۔ ٹوٹ پھوٹ رہی تھی اور پھوٹ پھوٹ کر روتی ہوئی کہہ رہی تھی۔ "میں اچھی طرح سمجھ گئی ہوں۔ یہ سب ٹیلی پیتھی کا شیطانی عمل ہے۔ میں نے تل ابیب میں فرہاد علی تیمور کا بڑا چرچا سنا تھا۔ مگر سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تم ایسے شیطان نکلو گے۔ دنیا تمھیں انسان دوست فرہاد علی تیمور کہتی ہے۔ اگر تنہائی میں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

تمھاری یہ ذلالت اور کمینگی دیکھ لے تو تمھارے منہ پر تھوکنے لگے۔"
وہ بول رہی تھی اور رو رہی تھی "آہ! میں نے نینسی کے ساتھ تمھارے بیٹے پارس کو ایک بار تل ابیب میں دیکھا تھا۔ اُس وقت معلوم نہیں تھا کہ وہ پارس ہے۔ بعد میں یہ بھید کُھلا تھا۔ میں نے بڑی حسرت سے سوچا تھا کاش! ایسا جواں مرد میرے نصیب میں ہوتا اور میں تمھاری بہو بنتی مگر تم نے تو بیٹی جیسی بہو کو منہ دکھانے کے قابل نہیں چھوڑا۔ میں اپنی نظروں سے گر گئی ہوں۔ اب میں زندہ نہیں رہوں گی۔"

دانیال ہنستے ہوئے بولا "تم میرے دل کی بات کہہ رہی ہو۔ تمھاری جیسی شریف زادی کو ایسی بے حیائی کے بعد زندہ نہیں رہنا چاہیے۔ جاؤ یہاں سے اور خودکشی کر لو۔"

وہ جلنے کے لیے اُٹھ گئی۔ پہلے دانیال نے کمرے سے نکل کر دیکھا۔ کوریڈور خالی تھا۔ ہوٹل کا کوئی ملازم بھی کرینا کو اس کے کمرے سے نکلتے ہوئے دیکھنے کے لیے موجود نہیں تھا۔ وہ کمرے سے باہر آ گئی۔ لفٹ کے ذریعے آٹھویں منزل پر آئی۔ اپنے کمرے میں پہنچ کر سامان پیک کیا، ملازم کو بلا کر سامان نیچے لے جانے کے لیے کہا پھر خود نیچے آ کر ہوٹل کا بِل ادا کیا۔ دانیال نے اپنے خاص ماتحت کو پہلے ہی ٹیکسی ڈرائیور کی حیثیت سے وہاں بُلوالیا تھا۔ کرینا اس کی مرضی کے مطابق اسی ٹیکسی میں بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہو گئی۔

ہماری دنیا میں اکثر ایسا ہوتا ہے، جو کسی کو دُکھ نہیں پہنچاتے، کوئی گناہ نہیں کرتے، کسی جُرم کا حوصلہ نہیں کرتے اُنھیں سزا ملتی ہے، اُن کی عزت بھی لُوٹی جاتی ہے اور زندگی بھی چھین لی جاتی ہے۔ دانیال اُسے زندہ نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ اس نے اپنی جان بچانے کے لیے کرینا کی زندگی چھین لی، اپنے اڈے میں گڑھا کُھدوا کر لاش کو وہاں چُھپا دیا۔ اس کی اور خاص ماتحت کی نظروں میں وہ فنا ہو چکی تھی۔ لیکن دنیا والوں کی اور پیدا کرنے والے والدین کی نظروں میں زندہ تھی اور زندہ رہے گی۔ کسی کو مارنے اور کسی کو زندہ رکھنے کا کمال سب نہیں جانتے۔ اُس نے کمال دکھایا تھا۔ قبر کے اندر کرینا کو چُھپایا تھا اور میڈونا کے اندر کرینا کو چُھپا رکھا تھا۔

میڈونا قدِ آدم آئینے کے سامنے کھڑی ہوئی اپنے نئے چہرے کو دیکھ رہی تھی۔ دانیال نے پوچھا "تم کون ہو؟"
وہ بولی "میں کرینا ہوں مگر یہ چہرہ؟"
"یہی تمھارا اصلی چہرہ ہے۔ تم یہی چہرہ لے کر پیدا ہوئی تھیں اور اسی چہرے کے ساتھ مرو گی۔ اب سے پہلے جو بھی شکل و صورت تھی، اُسے بھول جاؤ۔"
"تمھارے حکم دیتے ہی بھول جاتی ہوں جو کام نہ کرنا چاہوں، وہ تمھارا حکم سنتے ہی کرنے لگتی ہوں۔ تم سچ مچ جادوگر ہو۔ تمھاری آواز سن کر میرا دل تمھاری طرف کھنچا جاتا ہے۔"
"میں تمھیں جلد ہی اپنے پاس بلاؤں گا۔ تم میرے ساتھ پوری زندگی گزارو گی۔ فرہاد اور رسونتی کی طرح ہم دونوں خیال خوانی کرنے والے ساری دنیا پر چھا جائیں گے۔"
"یہ فرہاد اور رسونتی کون ہیں؟"
"جب میں ضرورت سمجھوں گا تو اُن کے متعلق بتاؤں گا۔ تم خیال خوانی کی پرواز کرو اور میرے دماغ میں آؤ۔"

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ ایک صوفے پر آرام سے بیٹھ کر دانیال کے پاس پہنچ گئی۔ وہ بولا "میں ایک حسینہ کے دماغ میں جا رہا ہوں۔ تم میرے اندر رہ کر اس کی آواز اور لہجے کو گرفت میں لو لیکن خبردار! اس کے ساتھ جو نوجوان ہو گا اس کے دماغ میں بُھول کر بھی نہ جانا۔"

وہ فرزانہ کی آواز اور لہجے کو دُہراتے ہوئے اُس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کا اندازہ درست تھا۔ علی تیمور اپنی بیمار محبوبہ کے پاس پہنچ گیا تھا۔ رسونتی وہاں سے میرے پاس چلی آئی تھی۔ علی تیمور فرزانہ سے کہہ رہا تھا "تمھیں بلاناغہ یوگا کی مشقیں کرتی چاہئیں۔ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہ کرنے کے باعث دشمن نے تمھارے دماغ میں آ کر تمھاری زبان سے باتیں بنائیں اور بڑی چالاکی سے ماما کو پاپا کا پتا بتانے پر آمادہ کیا۔"
"مجھے شرمندگی ہے۔ میری وجہ سے پاپا پر مصیبت آئی ہے۔"
"تمھارا قصور نہیں ہے۔ ماما ایک طویل عرصے سے خیال خوانی کرتی آ رہی ہیں۔ انھیں دشمنوں کے طریقِ کار کا علم ہونا چاہیے تھا اور اپنے طور پر محتاط رہنا چاہیے تھا لیکن اپنی ہونے والی بہو کو رازدار بنانے کے لیے پاپا کی موجودہ پلاننگ بتا دی۔ جبکہ ہم باپ بیٹے اور سگے بھائی بھی اپنا کوئی راز ایک دوسرے کو کبھی نہیں بتاتے۔"

دانیال نے میڈونا کی آواز اور لہجے میں فرزانہ کے ذریعے کہا "بے شک تم باپ بیٹے بہت محتاط رہتے ہو لیکن میں بھی کم نہیں ہوں۔ تمھاری کمزوریوں سے کھیلنا جانتی ہوں۔ تمھاری اس کمینی ماں نے مجھے دماغی جھٹکے پہنچا کر مار ڈالنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ اب میں تمھاری محبوبہ کو دماغی جھٹکے پہنچاؤں گی۔"

فرزانہ اپنی زبان سے یہ باتیں کر رہی تھی اور حیرانی و پریشانی سے علی تیمور کو دیکھ رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا "نہیں میڈونا! فرزانہ معصوم ہے۔ اس نے تمھیں کبھی نقصان نہیں پہنچایا۔ اگر تم اِس کے دماغ میں..."

اس کی بات ختم ہونے سے پہلے ہی فرزانہ نے تڑپ کر دل ہلا دینے والی چیخ ماری۔ پھر اُچھل کر فرش پر گر پڑی۔ وہ تکلیف کی شدت سے فرش پر پھڑپھڑا رہی تھی۔ علی تیمور اُسے سنبھالنے کی کوشش کرتے ہوئے کہہ رہا تھا "میڈونا! عقل سے کام لو۔ تم فرزانہ کو اذیتیں دے [illegible] اس کی زندگی چھین کر ہم سے کچھ حاصل نہیں کر سکو گی۔ ہم تمھیں سمندر [illegible] سے اور پاتال کی گہرائیوں سے ڈھونڈ نکالیں گے۔ اب اگر [illegible] دماغی جھٹکا پہنچاؤ گی تو میں تمھیں روز زندگی کی بھیک دے دے [illegible] انتظار ہوں گا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "چیختے رہو، تڑپتے رہو۔ مجھے بڑا مزہ آ رہا [illegible] کیا تم نے مجھے معاف کر دیا تھا؟ مجھے بھیڑ بکری سمجھ کر دانیال قصائی [illegible] کے حوالے کر دیا تھا۔ آئندہ بھی میں تمھارے ہاتھ آؤں گی تو مجھے زندہ [illegible] چھوڑو گے۔ تم باپ بیٹوں نے مخالف خیال خوانی کرنے والوں کو [illegible] کر کے مار ڈالا ہے۔ ہم دو رہ گئے ہیں۔ تم لوگ ہمیں بھی زندہ [illegible] چھوڑو گے۔ پھر میں فرزانہ کو کیوں چھوڑ دوں؟"

یہ کہتے ہی اُس نے پھر ایک دماغی جھٹکا پہنچایا۔ فرزانہ کے حلق [illegible] سے اور چیخ نکلی پھر اس میں چیخنے کی سکت نہ رہی۔ وہ بیماری سے [illegible] اس پر یہ عذاب نازل ہو رہا تھا۔ وہ اتنی کمزور تھی کہ تڑپنے [illegible] کا حوصلہ نہیں رہا تھا۔ وہ صرف لرز رہی تھی، اس کے دیدے پھیلتے [illegible] گئے۔ علی تیمور نے بے بسی سے کہا "سنو میڈونا! یہ درست ہے [illegible] کہ ہم دشمن خیال خوانی کرنے والے کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ [illegible] تعلق سوچو جب تم ہم میں سے کسی کے ہاتھ [illegible] اپنی زندگی کی بھیک مانگو گی، ایسے وقت ہم [illegible] گے۔ تمھیں اپنی قید سے نکل کر جان بچانے [illegible] تمھاری زندگی کی طرح [illegible] منظور ہو تو آئندہ فرزانہ کے دماغ [illegible]

[illegible]

پہنچاؤ گی۔ تم فرزانہ کی بلا اُس بے چاری کے سر ڈالنا چاہتی ہو۔ میری بات سنو۔ ہم سے دشمنی نہ کرو۔ جہاں چُھپ کر زندگی گزار رہی ہو، وہیں زندگی کو دراز کرتی رہو۔ کیا تم سن رہی ہو؟ کیا تم موجود ہو؟"
اس نے فرزانہ کو ہلاتے ہوئے جھنجوڑ کر پوچھا مگر وہ بے ہوش ہو چکی تھی۔ دوسری طرف میڈونا نے دانیال سے کہا "میں ابھی فرزانہ کے دماغ میں پہنچ گئی تھی۔"
"تم نے کیا سنا اور کیا سمجھا؟"
"میری سمجھ میں آتا ہے کہ کوئی میڈونا نام کی عورت تھی جسے علی تیمور اور اس کا باپ فرہاد وغیرہ مار ڈالنا چاہتے تھے مگر وہ بچ گئی۔ تم میڈونا بن کر فرزانہ سے انتقام لے رہے تھے۔ مگر ایک شرط پر تم نے ایک ماہ تک فرزانہ کے دماغ میں نہ جانے کا فیصلہ کیا ہے۔"
"میں وعدے کے مطابق اسے ایک ماہ تک نقصان نہیں پہنچاؤں گا لیکن اس کے دماغ میں چپ چاپ جایا کروں گا کیونکہ اُس کے ذریعے اُس فیملی کی بہت سی باتیں معلوم ہوتی رہتی ہیں۔ یہ معلومات حاصل کرنے کے لیے ہی میں نے فی الحال علی تیمور سے سمجھوتا کیا ہے۔"
"تم نے فرہاد کی دوسری بہو کا ذکر کیا تھا۔"
"ہاں اس کا نام نینسی ہے۔ اُسے ختم کر کے فرہاد اور اس کے بیٹوں کو [illegible] کا احساس دلایا جا سکتا ہے۔"
"کیا دوسری بہو سے معلومات حاصل نہیں کرو گے؟"
"نہیں وہ فرہاد کی فیملی سے دور [illegible]

[illegible]

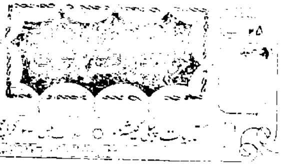

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

رہو۔ جی بھر جائے گا تو نانا جان یاد آئیں گے۔ اپنا وطن، اور اپنے لوگ یاد آکر تڑپائیں گے۔ پھر تم اُدھر جانے کے لیے پر تولو گی۔"

"ہرگز نہیں! میں تمھیں چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔"

"لیکن شادی کے بعد ہر لڑکی مائیکے ضرور جاتی ہے۔"

"میرا مائیکہ تمھارے لیے دشمنوں کا گھر ہے۔ میں تمھیں اپنے ساتھ اسرائیل نہیں لے جاسکتی اور تمھیں چھوڑ کر جاؤں گی تو دشمن حالات مجھے پھر ملنے نہیں دیں گے۔"

"حالات از خود دشمن نہیں ہوتے، انھیں دشمن بنا دیا جاتا ہے۔ تمھاری یہودی تنظیم کے افراد ہماری نگرانی کرتے ہیں۔ اسرائیل کے یہودی حکام مجھے اپنی زمین پر برداشت نہیں کریں گے۔ وہ بہ ظاہر دوستی اور محبت سے پیش آئیں گے لیکن درپردہ مجھے موت کے گھاٹ اتارنے کی کوشش کریں گے۔ اگر میں ان کی سازش سے مر جاؤں گا تو وہ میری موت پر اسی طرح مگرمچھ کے آنسو بہائیں گے جس طرح ممی کی ہلاکت پر انھوں نے ماتمی ڈراما پلے کیا تھا۔"

"تم سارا الزام ہم یہودیوں کو کیوں دیتے ہو؟ کیا تمھارے پاپا نے تمھاری پوری فیملی سے صرف یہودی دشمنی کرتے ہیں؟ کیا دنیا کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک دوسری قوم اور مذہب کے لوگ دشمنی نہیں کرتے؟"

"بے شک یہودیوں سے زیادہ دوسری قوم اور مذہب کے لوگ ہمارے دشمن ہیں لیکن یہاں صرف میری اور تمھاری بات ہو رہی ہے۔ تمھارے مائیکے اور پورے ملک میں صرف یہودی ہمارے دشمن ہیں۔"

"میں مانتی ہوں اور یہ بھی جانتی ہوں، کئی بار کوششیں کرنے کے باوجود ہمارے لوگ تمھارے پاپا کو دوست نہ بنا سکے یا پاپا دوستی نہ کر سکے۔"

"بکواس مت کرو۔ تمھارے بڑے بڑے سیاستدانوں کی چالبازی اور تمھارے ربی کی مکاریوں نے پاپا کے دوستانہ جذبات کو ٹھیس پہنچائی ہے۔"

وہ غصے میں اس کی آغوش سے نکل گئی پھر بولی "تم کس لہجے میں بول رہے ہو؟ کیا میں بکواس کر رہی ہوں جو تم میری قوم کے معمار سیاستدانوں کو اور مذہبی پیشوا کو چالباز اور مکار کہہ رہے ہو کیا تمھارے مذہب میں بیوی کو پاؤں کی جوتی سمجھا جاتا ہے۔ کیا بیوی کے مذہب اور قوم پر کیچڑ اچھالی جاتی ہے؟ تم نے جذبات میں آکر میرے جذبات کو ٹھیس پہنچائی ہے۔ سوری کہو۔"

وہ بڑی نرمی سے بولا "ہمارے ہاں بیوی کے مذہب اور قوم پر کیچڑ نہیں اچھالی جاتی کیونکہ وہ ہماری ہم مذہب ہوتی ہیں۔ غیر مذہب کی عورت سے شادی کی اجازت نہیں ہے۔"

"پھر تم نے مجھ سے شادی کیوں کی؟"

"تم بھول رہی ہو۔ میں نے خدا کو حاضر و ناظر جان کر تمھیں اپنی منکوحہ بنانے سے پہلے یہ صاف طور سے بتا دیا تھا کہ میں مسلمان ہوں۔ تم نے کشمکش میں مبتلا رہنے کے بعد اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کیا۔ اسی وقت غسل کرنے کے بعد وضو کیا، میرے ساتھ کلمہ پڑھا، مجھے یقین دلایا کہ مسلمان ہو گئی ہو۔ میں تمھارے دل کی بات کیسے جان سکتا تھا۔ بعد میں پتا چلا کہ تم نے میری قربت حاصل کرنے کے لیے جذبات سے مغلوب ہو کر ایسا کیا تھا۔ میں نے اپنے علم و عمل کے مطابق ایک مسلمان لڑکی سے شادی کی۔ تم ہمیشہ کی طرح یہودی رہیں۔ یہ تمھارا عمل ہے۔"

وہ غصے سے سوچ رہی تھی، "میری غلطی تھی، میں جذبات سے بے قابو ہو گئی تھی۔ پارس چاہتا تو اپنی اصلیت ظاہر کیے بغیر میری عزت سے کھیل سکتا تھا۔ یہ اصول کا پکا اور نیت کا سچا ہے۔ میں اس کی دیوانی ہوں لیکن یہ برداشت نہیں کر سکتی کہ یہ میری قوم اور مذہب کے بڑوں کی شان میں گستاخی کرے۔"

دانیال بڑی خاموشی سے نینسی کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ وہ اسے ہمیشہ کے لیے ختم کرکے مجھے اور پارس کو بے بسی کا احساس دلانا چاہتا تھا مگر نینسی کی گفتگو سے یہ تدبیر سوجھی کہ اس کے مذہبی اور قومی جذبات کو زیادہ سے زیادہ ابھار کر اپنا آلۂ کار بنایا جائے۔ وہ پارس کے لیے محبت کی طرح میٹھی ہے لہٰذا اُسے میٹھی چھری بنا کر رکھا جائے۔

وہ نینسی کی زبان سے بولا "پارس! ہم میاں بیوی ہیں۔ ایک دوسرے کو دل و جان سے چاہتے ہیں مگر ہم وطن کی محبت سے، مذہبی عقیدت اور اپنی شناخت سے الگ نہیں رہ سکتے۔ آئندہ تم میری قوم کے لوگوں کے خلاف کبھی نہ بولنا۔"

"جس قوم کے لوگوں نے میری ممی کو بے موت مرنے پر مجبور کر دیا، میں ان کے خلاف صرف بولوں گا نہیں بلکہ انھیں خاک میں بھی ملاتا رہوں گا۔ تم یہ خوش فہمی دل سے نکال دو کہ میں تمھاری محبت میں گم ہو کر اپنی ماں کی موت اور بے حرمتی کو بھلا دوں گا۔"

"ایسے ہی ماں کے لال ہو تو اسرائیل سے کیوں چلے آئے؟"

"مجھے اغوا کیا گیا تھا۔ اگر وہاں رہ جاتا تو ایک ایک یہودی جلّاد کو ممی کی قبر پر لا کر کتے کی موت مارتا۔"

"مرد کے بچے ہو تو جاؤ، ماں کا انتقام لو۔"

پارس نے اُسے حیرانی سے دیکھ کر پوچھا "تم مجھے بھڑکا رہی ہو؟ کیا طیش دلا کر اپنے ساتھ تل ابیب لے جانا چاہتی ہو؟ اس وقت تمھارا لہجہ محبت کرنے والی بیوی کا نہیں ہے۔ میں ایک سوال کر رہا ہوں، وعدہ کرو کچھ سوچے سمجھے بغیر فوراً جواب دو گی۔"

"بات سوچ سمجھ کر کی جاتی ہے اور تم اُلٹی بات سمجھا رہے ہو۔"

"پھر رہنے دو۔ میں سوال نہیں کروں گا۔"

وہ تھوڑی دیر سوچتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھتی رہی۔ دراصل دانیال سوچ میں پڑ گیا تھا کہ پارس کیا سوال کرنے والا تھا۔ اس نے نینسی کی زبان سے پوچھا "تم کیا پوچھنا چاہتے ہو؟"

"پہلے وعدہ کرو۔ کچھ سوچو گی نہیں، سمجھو گی نہیں، فوراً جواب دو گی۔"

"چلو، وعدہ کرتی ہوں۔"

"فوراً بتاؤ کیا تمھارا دماغ قابو میں ہے؟"

"نہیں، آں، ہاں۔ ہاں بالکل قابو میں ہے۔ پورے ہوش و حواس میں رہ کر گفتگو کر رہی ہوں۔ کیا تم مجھے پاگل سمجھتے ہو؟"

"میں تمھاری بات کا جواب اُس عقلمند کو دے رہا ہوں جس نے وعدے کے مطابق فوراً جواب دینے کے چکر میں سچ کہہ دیا۔ تمھارا دماغ اپنے قابو میں نہیں ہے۔"

"کیا تم سمجھتے ہو میرے دماغ میں کوئی بول رہا ہے؟"

"مجھے سمجھنے کی ضرورت نہیں رہی۔ تمھاری زبان سے بولنے والے نے سمجھا دیا ہے۔"

دانیال فوراً اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ وہ گھبرا گیا تھا۔ یہ اندیشہ ہو رہا تھا کہ تھوڑی دیر اور نینسی کے ذریعے بولے گا تو پارس اسی طرح نفسیاتی حملے کر کے اس کی اصلیت معلوم کر لے گا۔

میڈونا نے کہا "میں تمھارے ذریعے نینسی تک پہنچ گئی تھی۔ تم واپس کیوں آ گئے؟"

"کیا تم نے نہیں دیکھا کہ وہ کتنی چالاکی سے خیال خوانی کرنے والے کی کمزوری سمجھ گیا تھا؟"

"ہاں۔ بہت چالاک معلوم ہوتا ہے۔ کیا ہمیں اُس سے دور رہنا چاہیے؟"

"ہم نینسی کے دماغ میں رہ کر جو کرنا چاہیں گے، چپ چاپ کریں گے لیکن اس کی زبان سے ایک لفظ نہیں بولیں گے۔"

وہ دونوں پھر اس کے دماغ میں آ گئے۔ وہ پارس کے سینے پر سر رکھے رو رہی تھی اور کہہ رہی تھی "خدا گواہ ہے، میں بے اختیار اُلٹی سیدھی باتیں کر رہی تھی۔ ورنہ اتنے دنوں کی رفاقت میں میں نے کبھی اپنے مذہب اور قوم کی بات نہیں چھیڑی۔ بے شک میں نسلاً یہودی ہوں۔ مجھے اپنے لوگوں سے محبت ہے لیکن تم سے زیادہ کسی کی اہمیت نہیں ہے۔ میں تمھارے لیے سب سے منہ موڑ کر آئی ہوں۔ تم کہو گے تو سب کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ دوں گی۔"

وہ محبت سے اس کے آنسو پونچھتے ہوئے بولا "روتی کیوں ہو؟ مجھے پورا یقین ہے کہ تم میرے لیے ساری دنیا کو ٹھکرا سکتی ہو۔ اس وقت تمھارے دماغ میں وہ خیال خوانی کرنے والا اجنبی شیطان موجود ہے، جو پاپا کا نام لے کر واردات کرتا رہتا ہے۔"

انھیں فون کی گھنٹی نے متوجہ کیا۔ پارس نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا۔ ایک افسر کہہ رہا تھا "مسٹر پارس! ابھی مسٹر علی تیمور نے اطلاع دی ہے کہ میڈونا انتقام لینے کے لیے مس فرزانہ کے دماغ میں آئی تھی۔ فرزانہ کی جان بچانے کے لیے مسٹر علی تیمور نے میڈونا سے کوئی سمجھوتا کیا ہے۔ اب وہ آپ کی مسز کے دماغ میں آ رہی ہے۔ بلکہ آ چکی ہو گی۔ آپ کسی طرح اُن کی حفاظت کریں۔ میں مسٹر آمر کو اطلاع دے رہا ہوں۔"

پارس نے ریسیور رکھ دیا۔ نینسی نے پوچھا "فون پر کون تھا؟"

وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا "فون پر کوئی بھی تھا مگر تم کون ہو؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی "میں تمھاری نینسی ہوں۔"

"میں تم سے نہیں، تمھارے دماغ میں چھپنے والی ہستی سے پوچھ رہا ہوں۔"

دانیال نے نینسی کے ذریعے قہقہہ لگایا۔ پھر کہا "میں میڈونا بول رہی ہوں۔ تھوڑی دیر پہلے تمھاری ہونے والی بھابی پر جو گزری ہے اس کی اطلاع تمھیں مل گئی ہو گی۔"

"ہاں، مل چکی ہے۔ تم کیا چاہتی ہو؟"

"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے؟ تمھارے باپ کو مارنے کی کوشش کی تھی مگر وہ شیطان کی عمر لکھوا کر آیا ہے۔ اس کے جواب میں تمھاری ماں نے مجھے دماغی جھٹکے پہنچائے۔ تمھارے بھائی علی تیمور نے مجھے مار ڈالنے کے لیے دانیال کے حوالے کر دیا۔ وہ یقیناً مجھے مار ڈالتا مگر شاید میری عمر بھی شیطانی ہے۔ اب میں تمھارے خاندان کے کسی ایسے فرد کو زندہ نہیں چھوڑوں گی جس کے دماغ میں مجھے جگہ ملتی رہے گی۔"

"کیا تم یہی ارادہ کر کے فرزانہ کو ہلاک کرنے گئی تھیں؟"

"ہاں۔ تمھارے بھائی نے بڑی دانشمندی سے سمجھوتا کر کے فرزانہ کو ایک ماہ کے لیے میرے انتقام سے بچا لیا ہے۔"

"مجھے بتاؤ، علی تیمور سے کیا طے پایا ہے؟ شاید مجھ سے بھی سمجھوتا ہو جائے۔"

"بس ایک ہی سمجھوتا کافی ہے۔ تمھارے بھائی نے وعدہ کیا ہے کہ کبھی میں تم لوگوں کے ہاتھ آؤں گی تو مجھے ایک بار معاف کیا جائے گا۔ اس معافی کے بعد دس گھنٹے تک مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔ اس کے بدلے میں ایک ماہ تک فرزانہ کو نقصان نہیں پہنچاؤں گی۔"

"تم مجھ سے سمجھوتا نہیں کرو گی؟"

"نہیں۔ اوّل تو میں کبھی تم لوگوں کے قابو میں نہیں آؤں گی اور بدقسمتی سے آ بھی گئی تو تمھارے بھائی کا ایک وعدہ مجھے کم از کم ایک بار بچا لے گا۔ اس کے بعد دیکھا جائے گا۔ نینسی کو ابھی مرنا چاہیے۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

میں تمھیں اور تمھارے ٹیلی پیتھی جاننے والے پورے خاندان کو چیلنج کرتی ہوں۔ اسے بچاسکتے ہو تو بچالو۔"

اس نے نینسی کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا۔ وہ چیخیں مار کر تڑپنے لگی اور تڑپ تڑپ کر چیخیں مارنے لگی۔ دانیال نے اسے آلۂ کار بنائے رکھنے کا ارادہ ترک کردیا تھا۔ اس کے چور خیالات پڑھ کر معلوم کرچکا تھا کہ وہ بہ دستور یہودی ہونے کے باوجود اپنے مسلمان شوہر کے لیے اپنی قوم اور مذہب کے لوگوں کو چھوڑ سکتی ہے۔ ایسے خیالات رکھنے اور پارس کی محبت میں پاگل رہنے والی سے وہ اپنی مرضی کے مطابق کام نہیں لے سکتا تھا۔ لہٰذا اُسے مار ڈالنا چاہتا تھا۔

پارس اسے بازوؤں میں چھپا رہا تھا۔ اس کا سر سہلا رہا تھا اور دانیال ہنستے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "سر سہلانے سے دماغی تکلیف دور نہیں ہوگی اور بازوؤں میں چھپا لینے سے وہ موت سے نہیں چھپ سکے گی۔ اب تم باپ بیٹے سب کے سب میرے آگے بے بس ہو۔"

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولا۔ "درست کہتی ہو۔ نہ تم سے سمجھوتا ہوسکتا ہے نہ ہم کسی تدبیر سے اسے بچاسکتے ہیں۔ نینسی میری جان! الوداع! میں تمھاری خاطر موت سے ٹکرانے والا محبوب ہوں مگر بہت مجبور ہوں۔ آج تمھیں کسی طرح نہیں بچاسکوں گا۔ الوداع میری جان! الوداع۔۔۔"

وہ اسے چومنے کے لیے جھکا۔ اس کے ہونٹ نینسی کی گردن تک آئے پھر گوری کی چکنی چکنی گردن میں دانت پیوست ہوگئے۔ نینسی کے حلق سے کراہ نکلی۔ اس نے ڈوبتی ہوئی نظروں سے پارس کو دیکھا۔ پارس نے کہا۔ "میڈونا! ابھی تم بچی ہو۔ میری نینسی کو [illegible] بے ہوش کر رہا [illegible] کر رہے جاؤ۔"

[illegible]

"اب کسے قابو میں کرنا چاہ رہے ہو گے؟"

"میں خواہ مخواہ انتقامی کارروائی میں وقت ضائع کر رہا ہوں مجھے اپنی طاقت میں اضافہ کرنا چاہیے۔"

"کیسے اضافہ کرو گے؟"

"آج کی سب سے بڑی قوت ٹیلی پیتھی ہے۔ پہلے فرہاد تنہا خیال خوانی کے ذریعے اپنے نام کی دھاک جما رہا تھا۔ اگر وہ تمھارے ہاتھ بہت پہلے مارا جاتا تو اتنا نقصان نہ ہوتا لیکن ٹیلی پیتھی جاننے والی رسونتی اس کی زندگی میں آگئی۔ اس کی قوت دوگنی ہوگئی پھر شیبا اُس سے آملی۔ اس کی قوت میں بے پناہ اضافہ ہوا۔ پھر اور اضافہ ہوتا گیا۔ آمنہ اور جوجو بھی اسے مل گئے۔ اگرچہ جوجو بچگانہ ذہن رکھتی ہے لیکن کبھی کبھی خاص موقع پر اس سے کام لیا جاتا ہے۔"

"کیا فرہاد کے پاس اتنے زیادہ ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں؟"

"ہاں۔ صرف شیبا نہیں رہی۔ یہ ماننا پڑتا ہے کہ جو کام دنیا کی کوئی قوم اپنی ذہانت سے نہیں کر پاتی اسے یہودی کمال عیاری سے کر دیتے ہیں۔ انھوں نے شیبا کو خودکشی پر مجبور کرکے فرہاد کی ایک ٹیلی پیتھی کی قوت گھٹا دی۔"

"تم اپنی طاقت میں کیسے اضافہ کرو گے؟"

"اضافہ ہو رہا ہے۔ پہلے میں تنہا خیال خوانی کرنے والا تھا۔ اب تم میری زندگی میں آگئی ہو۔ میری قوت دوگنی ہوگئی ہے۔ اگر میں جوجو اور آمر کو اپنے قابو میں کرلوں تو میرے پاس تین ٹیلی پیتھی جاننے والے ہوں گے۔ فرہاد کے پاس صرف ایک رسونتی رہ جائے گی۔ دونوں کی عمر ڈھل چکی ہے۔ آخر کتنے عرصے تک خیال خوانی کریں گے۔ اگر ان کے مقدر میں طبعی عمر تک جینا لکھا ہوا ہے تو وہ طبعی عمر بھی تھوڑی رہ گئی ہے۔ یا پھر ہم تھوڑی کردیں گے۔"

"آمر کو کس طرح قابو میں کرو گے؟"

"آج کل تقدیر مجھ پر مہربان ہے۔ آمر اچانک بیمار ہوگیا ہے۔ اس کا بیمار دماغ [illegible]

[illegible]

پارس نے وقتی طور پر [illegible] ہوگی [illegible] بے ہوش [illegible] کے بعد میڈونا [illegible] چاہتے [illegible] فرہاد خیال خوانی کے قابل نہیں تھا۔ اب تم [illegible] ہو۔ ایک رسونتی ہی نینسی کے دماغ میں رہ کر میڈونا کے حملوں کو ناکام بنا سکتی ہے لیکن رسونتی کو پارس سے دلی لگاؤ نہیں ہے تو نینسی کے لیے بھی اپنائیت نہیں ہوگی۔ پتا نہیں وہ بھرپور توجہ

سے اس کی حفاظت کرے گی یا نہیں؟"

"حالات کیسے ہی کیوں نہ ہوں، تم ذہانت اور چالاکی سے ابو بالیتی ہو۔ بے چاری نینسی کے لیے کچھ کرو۔"

"وقت کتنا ہی بُرا آئے وہ آخر گزر ہی جاتا ہے۔ اس دوران جو ہمیں نقصان پہنچتا ہے کچھ دشمن نقصان اٹھاتا ہے۔ آئندہ وہ نینسی کو ختم کرنے آئے گی تو ہمیں معلوم ہوجائے گا کہ میڈونا کے پیچھے کون چھپا ہوا ہے۔"

"کیسے معلوم ہوگا؟"

"میں نے رسونتی کو سمجھا دیا ہے وہ نینسی کے دماغ میں رہ کر میری ہدایات پر عمل کرتی رہے گی۔ اس خیال خوانی کرنے والے کو پتا نہیں ہے کہ وہ فرزانہ کے ذریعے علی تیمور سے گفتگو کرتے وقت ایک غلطی کرچکا ہے۔ ایسی ہی ایک غلطی پارس نے نوٹ کی ہے میڈونا اور ایک بار نینسی کے دماغ میں آئے گی تو تیسری غلطی اس کے چھپے ہوئے پردے کو اُٹھا دے گی۔"

دانیال فوراً ہی دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ سونیا کی باتیں سن کر اس کے کانوں میں خطرے کی گھنٹی بجنے لگی تھی۔ تھوڑی دیر پہلے پارس نے بڑی چالاکی سے معلوم کیا تھا کہ کوئی خیال خوانی کرنے والا نینسی کو اس کے خلاف بھڑکا رہا ہے۔ وہ پارس اور سونیا سے بہت گھبراتا تھا۔ وہ دونوں ایک معمولی سی بات پکڑ کر راز کی گہرائی تک پہنچ جاتے تھے۔ اب یہ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ علی تیمور اور پارس نے اس کی کون سی غلطی نوٹ کی ہے۔ ایک سیدھی سی بات یہ سمجھ میں آتی تھی کہ وہ فرزانہ اور نینسی کے دماغوں میں میڈونا کے لہجے میں بول رہا تھا۔ شاید بولنے کے دوران وہ روانی میں ایک آدھ لفظ اپنے لہجے میں ادا کرگیا ہو۔ اگر ایسا ہے تو اس نے بہت بڑی غلطی کی ہے اور آئندہ میڈونا بن کر اسے بولنا نہیں چاہیے۔

اس نے میڈونا کے پاس پہنچ کر پوچھا۔ "تم نے سنا سونیا کیا کہہ رہی تھی؟"

"ہاں میں نے سنا ہے۔ وہ غلطی پر ہے۔"

"کیا تم کہنا چاہتی ہو سونیا غلطی پر ہے؟"

"ہاں میں کہہ رہا ہوں اور وہ مجھے فرزانہ اور نینسی کے دماغ میں آنے والی میڈونا سمجھ رہی ہے۔"

"نو نان سنس۔ اس غلطی سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہمیں سمجھنا چاہیے کہ میڈونا کی آواز اور لہجے میں بولتے وقت میں نے کیا غلطی کی ہے۔"

"اگر میں میڈونا کی آواز اور لہجے کو جانتی تو تمھاری کسی غلطی کو سمجھنے کی کوشش کرتی۔ کیا مجھے میڈونا کے متعلق کچھ بتانا پسند کرو گے؟"

"یہ وقت ضائع کرنے والی بات ہے۔ تم آمر کے پاس جاؤ۔ اگر تنہا ہو تو مجھے بتاؤ۔"

"کیا تم سونیا کی موجودگی میں جانا نہیں چاہتے؟"

وہ سخت لہجے میں بولا۔ "فضول سوالات سے پرہیز کرو۔"

"تم خود ہی کہتے ہو کہ مجھے فرہاد کی فیملی کو اچھی طرح سمجھنا چاہیے پھر مجھے ڈانٹتے کیوں ہو؟"

وہ کچھ نرم ہوکر بولا۔ "میں ذرا اپ سیٹ ہوں۔ بے شک تمھیں اس فیملی کے متعلق پوری معلومات حاصل کرنی چاہیے۔ ہاں میں سونیا کی موجودگی میں جانا نہیں چاہتا۔ وہ اکثر نفسیاتی حملے کرتی ہے۔ ہوسکتا ہے میں اس کی باتیں سن کر عجلت یا بدحواسی میں کوئی اور غلطی کر بیٹھوں۔ لہٰذا میں سونیا، پارس اور علی تیمور کی موجودگی میں خیال خوانی نہیں کروں گا۔ تم جاؤ اور آمر کے متعلق رپورٹ دو۔"

وہ گئی پھر تھوڑی دیر بعد آکر بولی۔ "سونیا جاچکی ہے۔ آمر اپنے بستر پر تنہا لیٹا ہے اور اپنے بیمار اور کمزور دماغ کے متعلق سوچ رہا ہے۔ اسے شبہ ہے کہ ہم چوری چھپے اس کے پاس آتے ہیں۔"

"کیا اُسے خوف نہیں ہے کہ ہم فرزانہ اور نینسی کی طرح اس کی بھی جان لینے کی کوشش کرسکتے ہیں؟"

"اُسے زندگی سے کوئی خاص دلچسپی نہیں ہے۔ وہ سوچتا ہے جب تک زندگی ہے فرہاد کے ساتھ رہ کر دوسروں کی بھلائی کے لیے خیال خوانی کرتا رہے گا۔ موت آئے گی تو زندہ رہنے کی جدوجہد کیے بغیر مر جائے گا۔"

"ہاں وہ اسی قسم کا آدمی ہے لیکن میں اس کا مزاج بدل دوں گا۔ آئندہ وہ فرہاد کے لیے نہیں میرے لیے کام کرے گا۔"

وہ آمر کے پاس پہنچ گیا۔ کمزوری کے باعث اس کی آنکھیں بند تھیں۔ وہ سوجانا چاہتا تھا۔ دانیال تھوڑی دیر تک خاموش رہ کر اس کی سوچ پڑھتا رہا۔ اس کا خیال تھا شاید رسونتی اس سے رابطہ قائم کرے گی لیکن وہاں خاموشی رہی۔ تب وہ آمر کے دماغ کو تھپک تھپک کر سلانے لگا۔

اس نے گہری نیند سلانے کے بعد پھر تھوڑی دیر خاموشی اختیار کی۔ جب یقین ہوگیا کہ رسونتی ابھی نہیں آئے گی تو وہ اس کے خوابیدہ دماغ کو تنویمی عمل کے ذریعے تسخیر کرنے لگا۔ وہی طریق کار اختیار کیا جو میڈونا کے سلسلے میں کرچکا تھا۔ اس نے حکم دیا۔ "تم آمر نہیں ہو۔"

آمر نے تسلیم کیا۔ دانیال اس کا نام اور اس کی شخصیت مٹاتا رہا۔ پھر اسے حکم دیا۔ "تمھارا نام جیری کوسلو ہے۔"

آمر نے تسلیم کیا۔ "میرا نام جیری کوسلو ہے۔"

وہ کسی جیری کوسلو سے تعلق رکھنے والی تمام معلومات آمر کے دماغ میں بھرتا رہا۔ پھر اس نے کہا۔ "جیری کوسلو! تم خیال خوانی جانتے ہو۔"

"ہاں، میں خیال خوانی جانتا ہوں۔"

"تمھارا دماغ حساس ہے تم صرف میری آواز اور لہجے کو پہچان

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کرکسی حیل و حجت کے بغیر مجھے اپنے دماغ میں جگہ دیا کرو گے اور میرے تمام احکامات کی تعمیل کرتے رہو گے۔"

اس نے دانیال کی باتیں دہرائیں۔ جب یہ یقین ہوگیا کہ اس کی پہلی شخصیت بالکل ختم ہوگئی ہے اور وہ نئے نام اور نئی شخصیت کے ساتھ اس کا تابعدار رہے گا تو اس نے اسے دو گھنٹے کے لیے تنویمی نیند سلا دیا۔ میڈونا نے خوش ہو کر کہا "تم نے کتنی آسانی سے اسے اپنا معمول اور محکوم بنا لیا ہے۔ کیا یہ ہمیشہ کے لیے اپنی پہلی حیثیت بھول گیا ہے؟"

"نہیں' تنویمی عمل کا اثر زیادہ دنوں تک نہیں رہتا۔ میں اگلے ہفتے پھر اس پر عمل کروں گا۔ آج سے ہم تین' ٹیلی پیتھی جاننے والے ہو گئے۔ میں نے فرہاد کی قوت گھٹا کر' اپنی قوت بڑھالی ہے بہرحال' تم جہاں ہو' وہیں آرمر کو پہنچانے کا بندوبست کرنا ضروری ہے۔"

"اتنی رات کو یہاں اسے کیسے لاؤ گے؟"

اس نے میڈونا کو روم پہنچانے کا جو طریقہ اختیار کیا تھا' اسی پر عمل کرتے ہوئے دو گھنٹے بعد آرمر کے پاس پہنچا۔ وہ تنویمی نیند سے بیدار ہو گیا تھا۔ دانیال نے پوچھا "ہیلو! کیا تم مجھے آواز اور لہجے سے پہچان رہے ہو؟"

"ہاں میں نے یہ آواز سنی ہے۔ یہ لہجہ میری روح میں اترا ہوا ہے۔"

"تمہارا نام کیا ہے؟"

وہ چند لمحوں تک سوچنے کے بعد بولا "جیری کوسلو۔"

"تم نے دیر سے جواب دیا۔ کیا اپنا نام بھول گئے تھے؟"

"میں محسوس کر رہا ہوں' میرا دماغ کچھ کمزور ہو گیا ہے۔"

"تم بیمار ہو اس لیے ایسا محسوس کر رہے ہو۔ بستر سے اٹھو اور چلنے پھرنے کی کوشش کرو۔ میں تمہاری جسمانی توانائی کا اندازہ کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ اٹھ کر بیٹھ گیا پھر بستر سے اتر کر آہستہ آہستہ چلتا ہوا دروازے سے باہر آیا۔ اسپتال میں گہرا سناٹا چھایا ہوا تھا۔ تمام مریض گہری نیند میں تھے' باہر پہرا دینے والے سپاہی بھی سو گئے تھے۔ اگر نہ سوتے تو وہ انھیں ٹیلی پیتھی کی لوری دے کر سلا دیتا۔ اسپتال کے باہر ایک پولیس افسر نے آگے بڑھ کر پوچھا "مسٹر آرمر! آپ کہاں جا رہے ہیں؟"

اس نے کہا "تمھیں غلط فہمی ہوئی ہے میرا نام آرمر نہیں جیری کوسلو ہے۔"

افسر نے اسے تعجب سے دیکھا۔ اسی وقت دانیال نے اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ اچانک اس کا مزاج بدل گیا۔ وہ مسکرا کر بولا "سوری مسٹر کوسلو! میں نے پہچاننے میں غلطی کی۔ آیئے آپ جہاں جانا چاہتے ہیں' میں پہنچا دوں گا۔"

افسر اسے اپنی گاڑی میں بٹھا کر اسپتال سے کئی میل دور ایک وسیع میدان میں لے آیا۔ وہ گاڑی سے اتر گیا۔ افسر گاڑی میں واپس چلا آیا۔ اسپتال کے سامنے آ کر وہ چونک گیا۔ دانیال نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا۔ "میں کہاں سے آ رہا ہوں' میرے ساتھ کوئی تھا؟ مگر کون تھا؟ ابھی کچھ دیر پہلے میں نے اسپتال کے احاطے میں مسٹر آرمر کو دیکھا۔ اوہ گاڈ! کیا ٹیلی پیتھی کا چکر چل رہا ہے'"

وہ اسپتال کے احاطے میں آیا۔ گاڑی سے اتر کر دوڑتا ہوا آرمر کے کمرے میں پہنچا' کمرا خالی تھا۔ وہ پہرا دینے والے سپاہیوں کو ڈانٹنے ڈپٹنے لگا۔ پھر اس نے اعلیٰ افسروں سے رابطہ قائم کیا۔ اعلیٰ افسران نے پوچھا "تم آرمر کو اسپتال کے احاطے میں دیکھنے کے بعد اپنی گاڑی میں کہاں گئے تھے؟"

"جناب! میں نے دماغ پر بہت زور دیا مگر یاد نہیں آ رہا ہے کہ کہاں گیا تھا۔ اسپتال کے سامنے آنے کے بعد مجھے ہوش آیا تھا۔"

"اس کا مطلب ہے تمھیں ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ کر کے آرمر کو کسی خاص جگہ پہنچایا گیا ہے۔ مادام سونیا کو فوراً اطلاع دی جائے۔"

رات کا پچھلا پہر تھا۔ سونیا آرام سے سو رہی تھی۔ فون کی گھنٹی سے آنکھ کھل گئی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا پھر بولی۔

"میں سونیا ہوں۔"

"مادام! غضب ہو گیا۔ مسٹر آرمر کو اسپتال سے اغوا کیا گیا ہے۔"

"آپ نے بہت بری خبر سنائی ہے۔ میں رسونتی سے کہتی ہوں' وہ آرمر کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کر لے گی کہ اغوا کرنے والے کہاں لے گئے ہیں۔"

اس نے ریسیور رکھا' ایک جماہی لی پھر آرام دہ بستر پر کروٹ بدل کر نہایت اطمینان سے آنکھیں بند کر کے سو گئی۔ اسے آرمر کے اغوا ہونے کی قطعی پروا نہیں تھی۔ چند لمحوں کے بعد ہی وہ پہلے کی طرح گہری نیند میں ڈوب چکی تھی۔

جب میں گولی لگنے کے بعد اسپتال پہنچا تھا' تب ہی سونیا نے سمجھ لیا تھا کہ میرا برا وقت آ گیا ہے۔ میرے ہوش میں آتے ہی خیال خوانی کرنے والا دشمن مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔ اسی لیے اس نے اور جناب شیخ صاحب نے مجھے کوما میں رکھنے کا فیصلہ کیا تھا۔ سوال پیدا ہوتا تھا کہ مجھے کب تک کوما میں رکھا جائے گا؟ زیادہ دنوں تک کوما میں رہنے والے کے اعصاب سُن ہو جاتے ہیں۔ رگوں میں خون کی روانی کی رفتار کو نارمل رکھنے کے لیے پھر ایک صبر آزما میڈیکل ٹریٹمنٹ سے گزرنا پڑتا ہے۔ بشرطیکہ خیال خوانی کرنے والے دشمن مجھے طبی سہولتوں سے گزرنے کا موقع دیتے۔ ان حالات میں سونیا نے سوچا تھا کہ جب مجھے کوما سے نکال کر مجھ پر تنویمی عمل کیا جائے گا اور خیال خوانی کرنے والوں سے محفوظ رکھنے کے لیے میرے دماغ کو حساس بنایا جائے گا' تب کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو میرے پاس آنے کا موقع نہیں ملنا چاہیے۔ وہ انھیں روکنے کی تدبیر کر رہی تھی۔

سونیا کی نظروں میں ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن دو تھے۔ ایک میڈونا تھی اور دوسرا ایک اجنبی تھا۔ علی تیمور نے میڈونا کو ختم کرانے کے لیے اسے دانیال کے حوالے کیا تھا۔ اب صرف اجنبی سے خطرہ تھا۔ سونیا نے رسونتی کو سمجھایا تھا کہ مجھے کوما سے نکالتے وقت اسے اور دانیال کو میرے دماغ میں رہ کر دشمن کے حملوں کو روکنا اور مجھے دماغی توانائی پہنچانا چاہیے لیکن جلد ہی سونیا نے دانیال کو اس منصوبے سے خارج کر دیا۔ اسے اطلاع ملی کہ وہ میڈونا کو ہلاک کرنے میں ناکام رہا ہے۔ انسان کامیاب یا ناکام تو ہوتا ہی رہتا ہے مگر دانیال کی ناکامی ناقابلِ قبول تھی۔ وہ فوراً ہی اسے تیز رفتار ٹرین سے گرا سکتا تھا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا تھا۔

سونیا نے کہا "رسونتی! میں ابھی یہ تو نہیں کہہ سکتی کہ دانیال ہمارے خلاف کوئی چال چل رہا ہے۔ یا وہ میڈونا کو اپنی طرف مائل کر کے ٹیلی پیتھی کے ہتھیار میں اضافہ کر رہا ہے مگر یہ ضرور کہوں گی کہ ہم دانیال پر بہت زیادہ بھروسا کرنے لگے ہیں اور یہ نامناسب ہے۔"

"کیا فرہاد کو کوما سے نکالتے وقت دانیال کو اعتماد میں نہیں لیا جائے گا؟"

"نہیں' تم آرمر کے ساتھ فرہاد کے پاس رہو گی۔"

"اگر وہ اعتماد کے قابل نہیں ہے تو چپکے سے فرہاد کے دماغ میں آ کر دشمنی کر سکتا ہے۔"

"میں اسے موقع نہیں دوں گی۔"

"سونیا! پہلے ہمارے علم میں وہی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا اجنبی دشمن تھا پھر میڈونا زندہ رہ گئی۔ وہ بھی فرہاد کے دماغ میں آئے گی۔ دانیال کی طرف سے بھی اندیشہ ہے۔ کیا فرہاد کے دماغ میں رہ کر اتنے دشمنوں کو روکنا ممکن ہو گا؟"

"حوصلہ ہارنے سے ہر بات ناممکن ہو جاتی ہے۔ میں دانیال کو اپنے پاس بلا رہی ہوں' کل میری طرف سے ایک ڈمی دانیال ظاہر ہو گا۔ دانیال سمجھے گا کہ وہ اجنبی خیال خوانی کرنے والا دشمن ہے اور اس کے نام سے پیرس میں واردات کرنے آیا ہے اور وہ اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والا سوچے گا کہ موقع غنیمت ہے۔ جب دانیال ظاہر ہو گیا ہے تو اسے موت کے گھاٹ اتار دینا چاہیے۔ اس طرح وہ خیال خوانی کرنے والے آپس میں الجھے رہیں گے۔ میں انھیں زیادہ مصروف رکھوں گی۔ ادھر تمھیں فرہاد پر تنویمی عمل کرنے کا موقع مل جائے گا۔"

"تم زبردست چال چل رہی ہو لیکن وہ آپس میں الجھنے سے

زندگی کے نشیب و فراز
گناہ و ثواب
اندھیروں اور اجالوں
وقت اور حالات کے بھنور میں جنم لینے والی ایک
بصیرت افروز کہانی۔

غلام روحیں

میاں شاہد علی کی داستانِ حیات۔ سب رنگ ڈائجسٹ میں شائع ہونے والی سلسلہ وار کہانی جو پہلی بار کتابی شکل میں منظرِ عام پر آئی ہے ایک مجبور اور بے بس شخص کی الم انگیز کہانی۔ اس نے جرم و گناہ کے راستوں کو اپنانے سے انکار کیا تو مجرم بنا کر اسے جیل کی آہنی سلاخوں کے پیچھے پھینک دیا گیا۔ قسمت نے اسے گھر بار اور والدین کے سائے سے محروم کر دیا—!!

وہ جیل سے رہا ہو کر باہر آیا تو اس کا سینہ فگار تھا۔ انتقام کے شعلے اس کے وجود کو جھلسا رہے تھے۔ لیکن — ایک دوست نے اس کی رہنمائی ایک مردِ کامل کے آستانے تک کر دی۔!!

وہ عشقِ حقیقی میں ڈوب گیا۔ اس نے اپنی آنکھیں بند کیں تو قلب روشن ہو گیا۔ لیکن ایک اچانک حادثے نے ماضی کے زخموں کو کرید کر پھر ہرا کر دیا تو اس نے تڑپ کر آنکھیں کھول لیں—!!

تاریک راہوں کی گھٹن سے ابھرنے والی ایک خوبصورت اور عبرت انگیز داستان۔

قیمت: ۱۵۰ روپے

ملنے کا پتہ

کتابیات پبلیکیشنز پوسٹ بکس نمبر ۲۳ کراچی۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

پہلے فرہاد کو ختم کرنا ضروری سمجھیں گے۔ انھیں ایسا موقع بار بار نہیں ملے گا۔"

"میں مانتی ہوں۔ وہ پہلے فرہاد کو ختم کرنے آئیں گے لیکن تم مستعد رہوگی تو میڈونا اور وہ اجنبی ناکام ہو کر دوسرے دشمن کی طرف پلٹیں گے۔ اِدھر میں دانیال کو وقتی طور پر خیال خوانی کی صلاحیت سے محروم کردوں گی تو وہ فرہاد کے دماغ میں نہیں جاسکے گا۔"

"واقعی تم کسی حال میں مایوس ہونا نہیں جانتی ہو۔ ان شاء اللہ میں تمھاری ہدایات پر عمل کر کے دشمنوں کو فرہاد سے دور رکھوں گی۔"

سونیا نے اس منصوبے پر عمل کر کے ایک ڈمی دانیال تیار کیا۔ اس کے لیے دانیال کا ہم شکل ہونا ضروری نہیں تھا۔ ظاہر یہ کرنا تھا کہ وہ ڈمی میک اپ میں ہے اور میک اپ کے پیچھے دانیال کے اصل چہرے کو چھپائے ہوئے ہے۔ یہ تو سونیا ہی جانتی تھی کہ اُس ڈمی سے کس طرح ڈراما پلے کرائے گی۔

حالات بڑی تیزی سے بدل رہے تھے اور حالات کے مطابق منصوبے میں بھی تبدیلی ہو رہی تھی۔ دانیال نے فرزانہ اور نینسی کے دماغ میں آکر غلطی کی۔ اگرچہ ابھی تک سونیا اسے دشمن نہیں سمجھ رہی تھی۔ تاہم اجنبی دشمن کے متعلق سوچ رہی تھی کہ میڈونا کی وجہ سے اس کی ٹیلی پیتھی کی قوت میں اضافہ ہوگیا ہے۔ وہ اور اضافہ کرنے کے لیے آرمر اور جوجو کو بھی ٹریپ کرسکتا ہے۔ کیونکہ وہ دونوں آسانی سے معمول بنائے جاسکتے ہیں۔

یہ خیال آتے ہی اس نے رسونتی سے کہا "آرمر پر تنویمی عمل کرو۔ اسے اپنے احکامات کا پابند بناؤ اور یہ بات ذہن نشین کرا دو کہ آئندہ چند دنوں میں وہ کسی دوسرے عامل سے اثر قبول نہیں کرے گا۔ اگر کوئی اس پر عمل کرنا چاہے گا تو تم اس کے دماغ میں رہ کر تنویمی عمل کو بے کار کردو گی لیکن وہ بہ ظاہر اس عامل کا وفادار رہے گا۔"

رسونتی نے پوچھا "کیا ایسا ہو سکتا ہے؟"

"مجھے آثار نظر آرہے ہیں۔ جو کہتی ہوں وہ کرتی جاؤ۔"

رسونتی نے آرمر پر عمل کر کے اسے اپنا تابعدار بنایا۔ پھر اسے بیمار اور دماغی طور پر کمزور بنا کر پیرس کے ایک اسپتال میں پہنچا دیا۔ شطرنج کھیلنے والے پہلے ہی تاڑ لیتے ہیں کہ مقابل کیسی چال چلنے والا ہے۔ سونیا نے بھی درست اندازہ لگایا تھا۔ دانیال اپنی قوت بڑھانے کی دھن میں آرمر تک پہنچ گیا تھا۔ رسونتی اس کی آمد کی رپورٹ سونیا کو دے رہی تھی۔ سونیا نے پوچھا "کیا تم نے آنے والے کو لہجے سے پہچانا ہے؟"

"نہیں۔ اس کی آواز اور لہجہ پہلی بار سن رہی ہوں۔"

"تم آرمر کے دماغ میں بالکل خاموش رہو۔ کسی حال میں بھی ایک لفظ نہ کہو۔ اس دشمن خیال خوانی کرنے والے کی شامت آگئی ہے۔ وہ اپنی قوت میں اضافہ کرنے کے لیے آرمر کو خفیہ اڈّے میں لے جائے گا۔ میڈونا سے ملاقات کرائے گا اور تم وہاں کی ایک ایک رپورٹ مجھ تک پہنچاتی رہو گی۔"

دانیال نے ایک دانشمندی کی تھی۔ میڈونا اور آرمر کے دماغوں میں آکر پرائی آواز اور لہجے میں بولتا رہا تھا۔ اس لیے وہ ابھی تک شبہے سے بالاتر رہا۔ رسونتی اور سونیا اسی اجنبی خیال خوانی کرنے والے پر شبہ کرتی رہیں۔ دانیال ابھی محفوظ تھا مگر اس کا خفیہ اڈّا اس وقت ظاہر ہوگیا جب آرمر کو اغوا کر کے وہاں پہنچایا گیا۔ یوں تو فرانسیسی سراغرسانوں کو پہلے ہی شبہ ہوگیا تھا کہ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی خفیہ رہائش گاہ روم میں ہے۔ کیونکہ اس شہر کے قریب ہی وہ ہیلی کاپٹر سمندر میں گر کر تباہ ہوا تھا جس میں میڈونا آئی تھی۔ آرمر کو لانے والا ہیلی کاپٹر بھی سمندر کے اسی حصے میں گر کر تباہ ہوا تھا۔ رسونتی نے صبح چار بجے سونیا کو نیند سے جگایا پھر کہا "آرمر کو شہر روم کے ایک بہت بڑے بنگلے میں پہنچایا گیا ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا ہیلی کاپٹر کو تباہ کرنے گیا ہے۔ اب آتا ہی ہوگا۔ میں آرمر کے پاس جا رہی ہوں۔"

سونیا نے کہا "بار بار میرے پاس آؤ گی تو وہاں کی کوئی اہم بات رہ جائے گی۔ کوئی خاص بات ہو یا کوئی مشورہ لینا ہو تو آجانا ورنہ ایک گھنٹے بعد مجھے مخاطب کرسکتی ہو۔"

رسونتی پھر آرمر کے پاس آگئی۔ اس وقت دانیال پوچھ رہا تھا "ہیلو جیری کوسلو! تم نے بیماری میں سفر کرنے کی زحمت اٹھائی ہے تمھیں آرام سے سو جانا چاہیے۔"

"مجھے نیند نہیں آرہی ہے۔ میں اس بنگلے کے باغیچے میں ٹہلنا چاہتا ہوں۔"

"جیسا کہ تم جانتے ہو تم جیری کوسلو ہو۔ تمھارے بہت سے دشمن ہیں۔ باغیچے میں ٹہلنے جاؤ گے تو کسی دشمن کی نظروں میں آجاؤ گے۔ میں ایک شخص کو بھیج رہا ہوں۔ وہ تمھارے چہرے پر عارضی میک اپ کرے گا۔ تم پندرہ منٹ بعد باغیچے میں چہل قدمی کے لیے جاسکو گے۔"

پانچ منٹ کے بعد ہی ایک حسین عورت ایک شخص کے ساتھ آئی۔ وہ شخص آرمر کے چہرے کو معمولی میک اپ سے عارضی طور پر بدلنے لگا۔ آرمر میک اپ کے دوران اس حسینہ کو بار بار دیکھ رہا تھا۔ وہ ایک ریوالونگ چیئر پر بیٹھی بڑی اداؤں سے اِدھر اُدھر گھوم رہی تھی۔ نظریں ملنے سے مسکراتی تھی۔ آرمر فوراً نظریں جھکا لیتا تھا۔ بیس منٹ میں میک اپ مکمل ہوگیا۔ وہ شخص چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد حسینہ نے مسکرا کر کہا "تمھارے بارے میں جو سنا وہی پایا ہے۔ تم بڑے شرمیلے ہو۔ عورتوں سے نظریں چراتے ہو۔"

وہ جھینپتے ہوئے بولا "تم کون ہو؟"

وہ ریوالونگ چیئر سے اٹھ کر اس کے پاس آئی۔ آرمر گھبرا کر کھڑا ہوگیا۔ وہ مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولی "میرا نام کرینا کیمرون ہے۔ میں بھی تمھاری طرح خیال خوانی کرلیتی ہوں۔"

وہ مصافحہ کرتے ہوئے بولا "ہیلی کاپٹر میں سفر کرنے کے دوران میرے اندر آواز آرہی تھی کہ میں خیال خوانی کرسکتا ہوں۔ اس کے لیے مجھے صحت مند ہونے کی ضرورت ہے۔ کیا میں بیمار رہوں؟"

"مجھے تو صحت مند لگ رہے ہو۔ آؤ باہر کھلی فضا میں چلتے ہیں۔"

وہ میڈونا کے ساتھ باغیچے میں آگیا۔ رسونتی اس کے ذریعے آس پاس کے علاقے کو سمجھ رہی تھی۔ آرمر نے پوچھا "کیا تمھارے دماغ میں بھی کوئی بولتا ہے؟"

"ہاں، بولتا ہے۔"

"وہ کون ہے؟"

"میں نہیں جانتی۔ اسے دیکھنے کی آرزو کرتی ہوں۔ خیالوں میں اس کی تصویر بناتی ہوں۔ یقین کرو وہ تصویر ہو بہو تمھاری ہوتی تھی۔ مجھے یوں لگ رہا ہے جیسے تم ہی میرے دماغ میں بولتے رہے ہو اور اب جیری کوسلو بن کر سامنے آئے ہو۔"

وہ چلتے چلتے رک گئی۔ اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی۔ "تم بہت ہی ہینڈسم اور اسمارٹ ہو۔"

"مس کرینا! یہ کیا مذاق ہے۔ میں بوڑھا ہوں۔ بوڑھے ہینڈسم اور اسمارٹ نہیں ہوتے۔ اُن کے چہروں پر بزرگی اور شخصیت میں وقار ہوتا ہے۔ کیا تمھاری بینائی کمزور ہے؟"

"جیری! میری جان! بینائی تمھاری کمزور ہو سکتی ہے۔ کیونکہ تم خود کو بڑھاپے کی نظر سے دیکھتے ہو۔ میں تمھیں جوانی کی آنکھ سے دیکھ رہی ہوں۔"

"میں اپنے ماضی کا بہت سا حصہ بھول گیا ہوں مگر اتنا سمجھتا ہوں کہ میری جوانی میں کسی عورت نے جادو نہیں جگایا۔ اسی لیے آج تنہا ہوں۔"

رسونتی نے سونیا کے پاس آکر کہا "ایک عورت آرمر سے بے شرمی کی حد تک فری ہونے کی کوشش کر رہی ہے۔ اپنا نام کرینا کیمرون بتاتی ہے۔ ہم میڈونا کی توقع کر رہے تھے لیکن یہ خیال خوانی کرنے والی دوسری عورت سامنے آئی ہے۔"

"ہو سکتا ہے یہی میڈونا ہو۔ اس اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے اس کی شخصیت اور لب و لہجہ بدل دیا ہو تاکہ تم میں سے کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا اسے پہچان نہ سکے۔"

"جس بنگلے میں آرمر اور کرینا ہیں، میں اس کے آس پاس کے علاقے کو کسی حد تک سمجھ گئی ہوں۔ وہاں تک اپنے لوگوں کی راہنمائی کرسکتی ہوں۔"

"ابھی اُن میں سے کسی کو چھیڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"وہ جگہ تبدیل کر کے کہیں گم ہو سکتے ہیں۔ آرمر کو ایسی جگہ قید کر سکتے ہیں جہاں سے اس کا دماغ ہماری راہنمائی نہ کرسکے۔"

"جب تک شبہ نہیں ہوگا، وہ آرمر کو کہیں قید نہیں کریں گے۔ اپنا محکوم بنا کر رکھیں گے۔ اسی لیے سمجھا رہی ہوں، کسی سے چھیڑ نہ کرنا۔"

"میں تمھارے مشوروں پر عمل کر رہی ہوں۔ اگر اپنے طور پر کچھ کرنا ہوتا تو کرینا کے دماغ میں آسانی سے پہنچ جاتی۔ وہ اجنبی خیال خوانی کرنے والا جب آرمر کے دماغ میں آتا ہے تو مخصوص کوڈ ورڈز سناتا ہے۔ وہ یہی کوڈ ورڈز کرینا کے پاس آکر ادا کرتا ہوگا۔"

"یہ کوئی ضروری نہیں ہے۔ بعض لوگ مردوں اور عورتوں کے لیے علیحدہ کوڈ ورڈز مقرر کرتے ہیں۔ تم نے کرینا کے دماغ میں نہ جا کر عقلمندی کی ہے۔ ذرا تحمل سے کام لو۔ ہمیں اس اجنبی خیال خوانی کرنے والے تک پہنچنا ہے۔"

"کیا دانیال تمھارے پاس آگیا؟"

"ابھی اس نے رابطہ قائم کیا تھا۔ کہہ رہا تھا ایک گھنٹے کے اندر پیرس میں ہوگا۔"

"کیا وہ تل ابیب سے آرہا ہے؟"

"نہیں۔ میں بتاؤں گی تو تم چونک جاؤ گی۔"

رسونتی نے حیرانی سے پوچھا "کیا روم سے آرہا ہے!"

"شاباش رسونتی! اب تم تیزی سے صحیح سمت چل رہی ہو۔"

"مگر سونیا! تمھارا جواب نہیں ہے۔ تم غلط افراد کو بہت پہلے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہی بھانپ لیتی ہو۔ جب سے میڈونا دانیال کے ہاتھ سے نکلی ہے تم نے دانیال پر بھروسا کرنا چھوڑ دیا ہے۔ اب یہ جاننا ضروری ہے کہ وہ روم میں کب سے ہے؟ اور وہاں کیا کرتا رہا ہے؟"

"اُس کی موجودگی میں روم سے کچھ فاصلے پر دو ہیلی کاپٹر سمندر میں غرق ہوئے۔ ایک اس وقت غرق ہوا جب میڈونا کو ہمارے ہاتھوں سے نکلے ہوئے چار چھ گھنٹے گزر رہے تھے۔ دوسرا ہیلی کاپٹر آرمر کے اغوا کے بعد تباہ ہوا۔ اس تمام کارروائی کے دوران دانیال وہاں موجود رہ کر ہم سے اُن ہیلی کاپٹروں کے متعلق گفتگو کر سکتا تھا۔ اپنا خیال ظاہر کر سکتا تھا کہ وہی خیال خوانی کرنے والا اجنبی ایسی حرکتیں کر رہا ہے مگر اس کے دل میں چور ہے۔ اس لیے اس نے ان وارداتوں کے متعلق کوئی گفتگو نہیں کی۔"

"ہاں۔ اُس کے خلاف شبہات بڑھتے جا رہے ہیں۔"

وہ گھڑی میں وقت دیکھتے ہوئے بولی۔ "آدھے گھنٹے میں دانیال یہاں پہنچنے والا ہے۔ ایئرپورٹ کے امیگریشن کاؤنٹر پر جس کی ڈیوٹی ہے تم اس کے دماغ میں رہو۔ دانیال کا پاسپورٹ جس کاؤنٹر پر آئے گا وہاں ڈیوٹی دینے والے کے ذریعے پاسپورٹ کو پڑھ کر معلوم کر سکو گی کہ وہ تل ابیب سے کب روانہ ہوا، روم کب پہنچا اور وہاں کتنے دن رہ کر یہاں آ رہا ہے۔"

سونیا اس کے استقبال کے لیے ایئرپورٹ آئی تھی۔ آدھے گھنٹے بعد رسونتی نے بتایا۔ "وہ پچھلے دن صبح تل ابیب سے روانہ ہو کر روم پہنچا۔ روم میں پچھلا ایک دن اور ایک رات گزار کر یہاں آ رہا ہے۔"

"اب اس کی دُہری چالیں واضح ہوتی جا رہی ہیں۔ روم میں بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے افراد سے کہو اُس بنگلے کا محاصرہ کر کے تمہارے حکم کے منتظر رہیں۔ جب تک تمہاری اجازت نہ ہو، وہاں کسی کو چھیڑا نہ جائے۔ میں تمہیں بتاؤں گی کہ میڈونا کو کب ختم کرنا ہے۔ ہر کام مناسب وقت پر ہوگا۔ ورنہ دانیال کو خیال خوانی کے ذریعے میڈونا کے خلاف ہونے والی کارروائی کا علم ہو جائے گا۔"

رسونتی اس کے دماغ سے چلی گئی۔ انٹیلی جنس کے ایک جاسوس نے آ کر کہا۔ "مادام! وہ لگیج ہال سے ایک اٹیچی لے کر باہر آ رہا ہے۔ اس نے ڈارک بلیو سوٹ پہن رکھا ہے۔ اس کے پیچھے ہمارا ایک جاسوس بھی ہے۔ کیا اتنی شناخت کافی ہوگی؟"

سونیا نے گہرے نیلے رنگ کے سوٹ میں ایک شخص کو دیکھا۔ اس کے پیچھے سونیا کا جانا پہچانا جاسوس نظر آ رہا تھا۔ وہ فوراً آگے بڑھ کر اس شخص کے سامنے آ گئی۔ وہ ٹھٹک گیا۔ اُسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔ سونیا نے اپنی آنکھوں سے سن گلاسز کو ہٹاتے ہوئے کہا۔ "میری آواز سن کر یا میری آنکھوں میں جھانک کر معلوم کرو میں کون ہوں۔"

وہ عارضی میک اَپ میں تھی، وہ پہچان نہ سکا۔ یہ سوچ کر گھبرا گیا کہ وہ خود پہچان لیا گیا ہے۔ اسی لیے ایک اجنبی عورت راستہ روک کر خیال خوانی کی دعوت دے رہی ہے۔ اس نے فوراً ہی دماغ میں پہنچنا چاہا۔ سونیا نے سانس روک لی پھر کہا۔ "تم نے میرے دماغ میں آنے کی ناکام کوشش کر کے میرے شبہے کو یقین میں بدل دیا ہے۔"

وہ پریشان ہو کر بولا۔ "تم کون ہو؟ اور مجھے کیا سمجھ رہی ہو؟"

وہ مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھا کر بولی۔ "مجھے دوست سمجھو۔"

اس نے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "دوست ہو تو اپنا تعارف کراؤ۔ اوہ...!" وہ آگے کچھ نہ کہہ سکا۔ مصافحے کے دوران سونیا کی انگوٹھی سے ایک سوئی نکل کر اُس کی ہتھیلی میں چبھ گئی تھی....

اُس کے ساتھ ہی چند لمحوں کے لیے اُس کا تمام جسم سُن ہو گیا۔ وہ جُوں کا تُوں کھڑا رہ گیا۔ پھر سونیا نے اپنا ہاتھ اس سے الگ کیا تو وہ نارمل ہونے لگا۔ جیسے جسم میں دوبارہ جان آ گئی ہو۔ وہ گہری سانس لیتے ہوئے بولا۔ "تمہاری انگوٹھی نے مجھے چند لمحوں کے لیے بے بس کر دیا تھا۔ میں اب بھی کچھ کمزوری محسوس کر رہا ہوں۔ کیا تم نے میرے اعصاب کو کمزور بنا دیا ہے؟"

"مجھ سے کیوں پوچھتے ہو۔ میڈونا سے رابطہ قائم کرو۔"

"کون میڈونا؟ میں کسی میڈونا کو نہیں جانتا۔ آخر تم کون ہو؟"

"مجھے پہچاننے کے چکر میں رہو گے تو میرے آدمی روم کے اس بنگلے میں پہنچ جائیں گے جہاں تم میڈونا اور آرمر کو چھوڑ آئے ہو۔"

اس نے فوراً ہی خیال خوانی کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔ اب پتا چلا کہ اعصاب کی کمزوری کے ساتھ دماغی توانائی میں بھی کمی آ گئی ہے۔ وہ میڈونا کو خطرے سے آگاہ کرنا چاہتا تھا۔ یہ اتنا ضروری تھا کہ وہ چند ساعتوں کے لیے بے اختیار آنکھیں بند کر کے پھر خیال خوانی کی پرواز کرنے لگا۔ سوچ کا پرندہ پَر تولتا تھا مگر تھک کر اُڑنے سے رہ جاتا تھا۔ پھر اس نے چونک کر آنکھیں کھول دیں۔ دو شخص اس کے دونوں طرف تھے اور اُسے دھکے دے کر لے جا رہے تھے۔

اس ناگہانی مصیبت نے اُس کے ہوش اُڑا دیے تھے۔ بچاؤ کی کوئی تدبیر ذہن میں نہیں آ رہی تھی۔ اسے ٹیلی پیتھی کے ہتھیار پر اتنا بھروسا تھا کہ وہ اس ہتھیار سے محروم ہونے کا کبھی تصور بھی نہیں کرتا تھا۔ اُسے ایک کار کی پچھلی سیٹ پر لا کر بٹھایا گیا۔ پھر اس کے دائیں بائیں دو مسلح گارڈز بیٹھ گئے۔ سونیا اگلی سیٹ پر آ گئی۔ ڈرائیور نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھائی۔ اسی وقت رسونتی نے آ کر کہا۔ "اس بنگلے کو چاروں طرف سے گھیر لیا گیا ہے۔ وہ لوگ تمہاری اجازت کے منتظر ہیں۔"

"پہلے دانیال کے دماغ میں چپکے سے جاؤ اور چور خیالات پڑھ کر بتاؤ۔"

وہ چلی گئی۔ دانیال اپنے بچاؤ کی تدبیریں سوچتے سوچتے تھک

گیا تھا۔ وہ بار بار اگلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی سونیا کو دیکھ رہا تھا۔ آخر اس نے پوچھا۔ "کیا تم سونیا ہو؟"

وہ بولی۔ "کیا میرے سونیا ہونے سے کوئی فرق پڑے گا؟"

"اگر تم کوئی اور ہو تو میرے ساتھ ایسا سلوک کرنے کے بعد لمبی جاتی سے جاؤ گی۔ میں فرہاد صاحب کا وفادار ہوں۔ فرہاد صاحب یا ان کی فیملی کا کوئی بھی ممبر تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

"تو پھر آواز دو فرہاد کو۔"

"تم نے مجھے خیال خوانی کے قابل کب چھوڑا ہے۔"

"رسونتی تمہارے دماغ میں آ سکتی ہے۔ اور اگر آ جائے اور تمہارے چور خیالات پڑھنے لگے تو کیا ہوگا؟"

وہ تھوڑی دیر کے لیے بھول گیا تھا کہ ابھی سانس روکنے کے قابل نہیں ہے۔ کوئی بھی اُس کے دماغ میں آ کر اس کی دُہری چالوں کو سمجھ سکتا ہے۔ فرہاد سے وفاداری کی قسمیں کھانے کے جھوٹ اور فریب کو سمجھ سکتا ہے۔ اس نے گھبرا کر کہا۔ "نہیں۔ میرے دماغ میں کوئی نہیں آ سکتا۔ تم... میں سانس روک لوں گا۔"

"تمہارا دماغ بے حس ہو چکا ہے۔ تم پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرو گے۔ تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ اپنے اندر کی تمام گھناؤنی سازشوں کو اُگلنا شروع کر دو۔"

"میں نے کسی کے خلاف کوئی سازش نہیں کی ہے۔ تم کون ہو؟"

"تم بار بار پوچھ رہے ہو۔ اس لیے بتاتی ہوں۔ میں تمہاری موت ہوں۔"

"تمہیں مجھ سے کیا دشمنی ہے؟"

"دشمن کو معلوم ہونا چاہیے کہ دشمنی کیا ہوتی ہے؟ اور کیوں ہوتی ہے؟"

"میں کسی کا دشمن نہیں ہوں۔"

"نہیں ہو تو ہو جاؤ۔ فرہاد کو ختم کر دو۔ تم میں سے کوئی ایک زندہ رہے گا۔ تم اسے ہلاک نہیں کرو گے تو میں تمہاری موت بن جاؤں گی۔"

"تم فرہاد کو کیوں ختم کرنا چاہتی ہو؟"

"میں تمہیں جواب دینے کی پابند نہیں ہوں۔"

"میرا دل کہتا ہے کہ تم سونیا ہو اور میرا امتحان لے رہی ہو۔"

"اگر سونیا کو تمہاری حقیقت معلوم ہو جائے تو وہ اتنی دیر تمہارے ساتھ کار میں نہیں بیٹھے گی۔ پہلی فرصت میں تمہیں قتل کر دے گی اور آرمر کو روم سے واپس لے آئے گی۔"

"تم آرمر کے متعلق کیسے جانتی ہو؟"

"جب تم اس پر تنویمی عمل کرنے والے تھے، اس وقت اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والا بھی اس کے دماغ میں پہنچا ہوا تھا۔ اس نے تمہارے عمل کو بے اثر کر دیا۔ تم نے مطمئن ہو کر آرمر کو تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا۔ ایسے ہی وقت اس اجنبی نے اس پر عمل کیا اور اسے اپنا معمول بنا کر حکم دیا کہ وہ بہ ظاہر تمہارا تابعدار بنا رہے۔ اس طرح آرمر ابھی تک محض دکھاوے کے لیے تمہارا تابعدار بنا ہوا ہے۔"

"تم اس اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے متعلق کیسے جانتی ہو؟"

"وہ میرا بھائی ہے۔ ہمارا آپس میں خون کا گہرا رشتہ ہے۔ آج ہم نے سوچا تھا کہ فرہاد کو کوما سے نکالا جائے گا تو اسے ہلاک کر دیں گے لیکن پچھلی رات میرے بھائی کو گولی لگ گئی ہے۔ وہ ایک جگہ زیرِ علاج ہے۔ خیال خوانی کے قابل نہیں ہے۔ تب ہم نے تمہارے بارے میں سوچا کہ فرہاد کو تمہارے ذریعے ہی قتل کیا جا سکتا ہے۔"

"تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں پیرس آ رہا ہوں؟"

سونیا نے ڈیش بورڈ سے اخبار نکال کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "پہلے صفحے کے چوتھے کالم کو دیکھو۔"

اُس نے دیکھا اور پڑھا۔ جلی حروف میں یہ خبر شائع ہوئی تھی کہ سپر ماسٹر کا باغی ٹیلی پیتھی جاننے والا ڈمی دانیال پیرس میں موجود ہے۔ سونیا نے کہا۔ "دراصل یہاں کی انٹیلی جنس والوں نے کل میرے بھائی کو ایک جگہ خیال خوانی کرتے ہوئے دیکھ لیا تھا اور اس کے پیچھے پڑ گئے تھے۔ میرا بھائی اُنھیں ٹیلی پیتھی کے ذریعے چکر دے کر چھپنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔"

"لیکن اُسے دانیال کیوں سمجھا گیا ہے؟"

"اس لیے کہ وہ تمہارے نام سے اس ملک میں آیا ہے۔"

"او گاڈ! تم دونوں بھائی بہن میرے پیچھے کیسے پڑ گئے؟"

"میرا بھائی آرمر کی بیماری سے فائدہ اٹھا کر اسے اپنے زیرِ اثر لانا چاہتا تھا۔ تم بھی یہی سوچ کر اس کے دماغ میں آئے۔ پھر ہم آرمر کے ذریعے تمہارے روم کے خفیہ اڈے تک پہنچ گئے۔ وہاں ہمیں پتا چلا کہ تم فلاں طیارے سے پیرس آ رہے ہو۔ اس طرح میں تمہارے استقبال کے لیے پہنچ گئی۔"

دانیال گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ دماغ نے سمجھایا وہ بُری طرح پھنس گیا ہے۔ اس اجنبی خیال خوانی کرنے والے سے دوستی نہیں کرے گا اور اس کی بہن کے حکم کے مطابق فرہاد کو ختم نہیں کرے گا تو وہ اُسے زندہ نہیں چھوڑے گی۔ یوں بھی وہ مجھے کوما سے نکلتے ہی ختم کرنے والا تھا اور اس کا الزام اجنبی خیال خوانی کرنے والے کے سر تھوپنا چاہتا تھا۔ اب بھی یہی ہونے والا تھا۔ فرق صرف اتنا تھا کہ وہ محکوم بن کر ایسا کرنے کے لیے مجبور کیا جا رہا تھا اور اپنی سلامتی کے لیے وہ مجبور ہو چکا تھا۔

سونیا نے پوچھا۔ "کیا سوچ رہے ہو؟"

اس نے کہا۔ "فرہاد کو صرف ٹیلی پیتھی جاننے والا ہی ہلاک کر سکتا ہے۔ اسی لیے تم نے میرا انتخاب کیا ہے۔"

"ہاں اسی لیے تمہارا انتخاب کیا ہے۔"

"لیکن یہ کیسی حماقت ہے کہ تم نے ملتے ہی مجھے خیال خوانی سے محروم کر دیا ہے۔ میں فرہاد کے دماغ تک کیسے پہنچوں گا؟"

کار ایک ویران بنگلے کے احاطے میں داخل ہو کر رک گئی۔ وہ سب کار

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

سے اُترے پھر بنگلے کے اندر آ گئے۔ وہاں کے تمام کمرے ہائشی سامان سے خالی تھے صرف ایک بڑے سے کمرے میں چند کرسیاں تھیں۔ دونوں مسلح گارڈ نے دانیال کو ایک کرسی پر بٹھا کر رسیوں سے اچھی طرح باندھ دیا۔ وہ بولا "تم مجھ سے کام لینا چاہتی ہو لیکن دشمنوں جیسا سلوک کر رہی ہو۔"

"یہ دشمنی نہیں احتیاطی تدابیر ہیں۔ ابھی ایک انجکشن کے ذریعے دماغی توانائی واپس لائی جائے گی پھر تم خیال خوانی کر سکو گے۔ تم اسی حالت میں فرہاد کے دماغ تک پہنچ کر اسے ختم کرو گے۔ ہم دوسرے ذرائع سے معلوم کریں گے اگر وہ موت کے گھاٹ اتر چکا ہوگا تو ہم تمھیں آزاد کر کے دوستی کا ہاتھ بڑھائیں گے۔"

"مجھے منظور ہے۔ میں فرہاد کے دماغ میں پہنچ کر اس کی سانس روک دوں گا۔"

کہیں سے فون کی گھنٹی کی آواز آ رہی تھی۔ سونیا تیزی سے چلتی ہوئی دوسرے کمرے میں آئی پھر ریسیور اُٹھا کر کہا "ہیلو کون ہے؟"

پارس کی آواز سنائی دی "ہیلو مما! میں آپ کا بیٹا بول رہا ہوں۔ ابھی آپ کے خاص آدمی نے بتایا ہے کہ آپ نے دانیال کو ٹریپ کیا ہے۔ آخر بات کیا ہے؟"

"یہ کمبخت آستین کا سانپ نکلا۔ اب ہماری نینسی اور فرزانہ کے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ یہی شیطان میڈونا بن کر انھیں ہلاک کرنا چاہتا تھا۔ آنا چاہو تو چلے آؤ۔"

"ابھی آ رہا ہوں۔"

سونیا نے ریسیور رکھ دیا۔ ایئر پورٹ سے اس بنگلے میں آنے تک رسونتی نے دانیال کے چور خیالات پڑھے تھے۔ پھر سونیا کو بتایا تھا کہ یہی دانیال میڈونا بن کر فرزانہ اور نینسی کی جان لینا چاہتا تھا۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ آرمر کے ساتھ فری ہونے والی میڈونا نہیں تھی اس کی ڈمی تھی۔ اصلی میڈونا اسی شہر کے دوسرے بنگلے میں تھی۔ سونیا نے کہا "ہمارے آدمیوں سے کہو وہ دوسرے بنگلے پر چھاپا مار کر میڈونا کو گرفتار کریں۔ اگر وہ ذرا بھی بچ نکلنے کی کوشش کرے تو اسے گولی مار دیں۔"

رسونتی نے کہا "کیا میں وہاں جانے سے پہلے دانیال سے اعترافِ جرم کراؤں؟"

"اس کے چور خیالات نے اسے آستین کا سانپ ثابت کر دیا ہے۔ باقی میں اس کی زبان کھلوالوں گی۔"

"وہ بہت ڈھیٹ ہے۔ اس کی زبان کھلوانا مشکل ہے۔ میں پلک جھپکتے ہی ایسا کر سکتی ہوں۔"

"تم پلک جھپکتے ہی یہاں سے جاؤ۔ ورنہ میڈونا ہاتھ سے نکل جائے گی۔ جب واپس آؤ گی تو وہ اعترافِ جرم کر چکا ہوگا۔"

سونیا نے پارس سے باتیں کرنے کے بعد ریسیور رکھا تو رسونتی واپس آ گئی۔ اس نے کہا "دوسرے بنگلے میں میڈونا نہیں ہے۔"

"رسونتی! تم نے خود ہی دانیال کے خیالات پڑھے تھے، اس بنگلے کا نمبر نوٹ کیا تھا؟"

"میں پھر اس کے خیالات اچھی طرح پڑھ کر آتی ہوں۔"

وہ گئی۔ پھر تھوڑی دیر بعد آ کر بولی "اوہ سونیا! تم نے تو کمال کر دیا۔ اس کی سوچ بتا رہی ہے کہ اس نے مختلف انداز میں اعترافِ جرم کیا ہے۔ تم فرہاد کی دشمن بن کر اس سے...."

سونیا نے بات کاٹ کر کہا "پلیز رسونتی! کام کی بات کرو۔ میڈونا کہاں ہے؟"

"دانیال کی سوچ اسی بنگلے کا پتا بتا رہی ہے مگر میڈونا وہاں نہیں ہے۔"

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ رسونتی نے پوچھا "کیا تم وہی سوچ رہی ہو جو میں سوچ رہی ہوں؟"

"میں کیا جانوں، تم کیا سوچ رہی ہو۔"

"یہی کہ میڈونا دانیال کے زیرِ اثر نہیں تھی۔ موقع ملتے ہی دوسرے بنگلے سے فرار ہو گئی۔"

سونیا نے کہا "تمھیں خیال خوانی کرتے ہوئے اتنی عمر گزر گئی مگر کسی خاص بات پر پوری توجہ دینے کا ڈھنگ نہیں آیا۔ جاؤ، پھر دانیال کے خیالات پڑھو تو تمھیں پتا چلے گا اس نے کن حالات میں میڈونا کو مجبور اور بے بس بنا کر تنویمی عمل کیا تھا۔ تمھیں معلوم ہوگا کہ وہ اس کے زیرِ اثر تھی۔ وہ خود فرار نہیں ہوئی ہے بلکہ اغوا کی گئی ہے۔"

"اچھی بات ہے۔ اب میں پوری توجہ سے اس کے خیالات پڑھ کر آتی ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ سونیا آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اور سوچتی ہوئی اس بڑے کمرے کی طرف جانے لگی جہاں دانیال کو باندھ کر رکھا گیا تھا۔ رسونتی نے فوراً ہی واپس آ کر کہا "سونیا! وہ... وہ دانیال تو مر چکا ہے۔"

وہ دوڑتی ہوئی دانیال کے پاس آئی۔ اس کا سر آگے کی طرف ڈھلکا ہوا تھا۔ سونیا نے اس کی نبض ٹٹولی۔ رسونتی نے کہا "میں اس کے دماغ میں پہنچنے کی ناکام کوشش کر چکی ہوں مگر یہ موت کی تاریکیوں میں گم ہو گیا ہے۔"

سونیا نے مسلح گارڈ سے پوچھا "کیا تم لوگوں نے اسے تڑپتے ہوئے دیکھا تھا؟"

ایک نے کہا "جی ہاں۔ ہم سمجھ رہے تھے یہ رسیوں سے آزاد ہونے کی جدوجہد کر رہا ہے۔ پھر اچانک ہی یہ ساکت ہو گیا۔"

سونیا نے ایک گہری سانس لے کر سوچ کے ذریعے کہا "رسونتی! میرے خیال کی تصدیق ہو گئی۔ میڈونا فرار نہیں ہوئی اُسے اغوا کیا گیا ہے۔"

"اس کا مطلب ہے وہ اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والا ایسی چالیں چل رہا ہے۔"

"ہاں اور یہ ہمارے لیے بڑی خوشی کی بات ہے۔"

"کیا کہہ رہی ہو! خوشی کی بات کیسے ہے؟"

"وہ اجنبی خیال خوانی کرنے والا بڑی خاموشی سے کام کر رہا تھا۔ میں نے اسے کچھ کھلنے پر مجبور کرنے کے لیے ہی دانیال کے متعلق خبریں شائع کرائی تھیں تاکہ وہ دانیال کے پیچھے پڑنے کے لیے پیرس آئے یا دور رہ کر اسے ٹریپ کرے مگر اس کی حرکتیں ہماری نظروں میں رہیں۔"

"لیکن اس نے ہمارے شکار کو مار ڈالا ہے۔"

"ہم اسے کب زندہ چھوڑنے والے تھے۔"

فون کی گھنٹی پھر سنائی دی۔ سونیا نے دوسرے کمرے میں آ کر ریسیور اُٹھایا پھر پوچھا "ہیلو کون ہے؟"

دوسری طرف سے آواز آئی "میں مسز سونیا سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"میں سونیا بول رہی ہوں۔"

"اوہ مسز! آپ نے مجھے بھائی بنا کر میری برسوں کی آرزو پوری کی ہے۔"

"میں سمجھی نہیں۔"

"آپ اتنی جلدی بھول گئیں۔ ابھی ایئر پورٹ سے آتے وقت آپ نے دانیال سے کہا تھا کہ آپ اجنبی خیال خوانی کرنے والے کی بہن ہیں۔"

"اچھا تو تم میرے خیال خوانی کرنے والے بھائی ہو۔"

"جی ہاں۔ میں آپ کا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔"

"اس میں احسان کی کیا بات ہے؟"

"آپ اور مسٹر فرہاد زبان کے دھنی ہیں۔ جو کہہ دیتے ہیں اسے ضرور پورا کرتے ہیں۔ آپ کے بھائی کہنے کا مطلب یہ ہوا کہ آپ مجھے کبھی دشمن نہیں سمجھیں گی۔"

"ٹھیک سمجھے برادر! کچھ اور سمجھا رہی ہوں وہ بھی سمجھ لو۔ ہمارے رشتے کے مطابق آج سے فرہاد تمھارا دولھا بھائی ہے۔"

وہ چونک کر بولا "ایں؟"

"آگے سنو۔ تم پارس اور علی تیمور کے ماموں جان ہو۔ اپنے بھانجوں کی جتنی عزت کرو گے، اس بہن سے تمھیں اتنی ہی محبت اور سلامتی ملے گی۔"

دوسری طرف ریسیور رکھ دیا گیا۔ رسونتی نے ہنستے ہوئے کہا "وہ بھاگ گیا۔"

سونیا نے کہا "تمام انسانی رشتوں میں بہن کا رشتہ بہت مشکل ہوتا ہے اسے صرف غیرت مند ہی نباہ سکتے ہیں۔"

پارس نے کمرے میں آ کر کہا "مما! میں آپ کی باتوں سے مطمئن ہو کر نینسی کو اسپتال میں چھوڑ آیا ہوں۔ یہاں آتے ہی معلوم ہوا کہ دانیال کی موت ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہوئی ہے۔ کیا اس ٹیلی پیتھی جاننے والے سے نینسی اور فرزانہ کو خطرہ پیش نہیں آئے گا؟"

"ہاں مجھے بھی یہی تشویش ہے۔ وہ اجنبی بہت کچھ کر سکتا ہے۔"

وہ ٹہلنے کے انداز میں سامنے دیوار کی طرف گیا پھر واپس آتے ہوئے بولا "حالات بہت کچھ سکھاتے ہیں۔ آج عقل کہتی ہے کہ ہم بھائیوں کو شریکِ حیات بنانے کے لیے ایسی لڑکیوں کا انتخاب کرنا چاہیے جو حساس دماغ رکھتی ہوں اور پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتی ہوں۔ میک اَپ کی ماہر ہوں، بہترین فائٹر بھی ہوں، ذہانت اور حاضر دماغی سے اپنی حفاظت آپ کر سکتی ہوں۔ آپ فرزانہ اور نینسی کو ایسا بنانا چاہتی ہیں لیکن آپ کو وقت نہیں مل رہا ہے اور جب تک وقت ملے گا، دشمن انھیں ختم کر دیں گے۔"

سونیا نے کہا "رسونتی! تم فرزانہ اور نینسی کی خیریت لیتی رہو۔"

"فرہاد کا کیا ہوگا؟ وہ کب تک کوما میں رہے گا؟"

"مجبوری کی حالت میں کوما کی مدت بڑھائی جا سکتی ہے۔ وہ اجنبی موت کی طرح فرہاد کے سر پر منڈلا رہا ہے۔"

"میں تو کہتی ہوں فرزانہ اور نینسی کو بھی کوما میں پہنچا دیا جائے۔ یہ لڑکیاں خواہ مخواہ ہمارا وقت ضائع کر رہی ہیں اور پریشانیاں بڑھا رہی ہیں۔"

"یہ مت بھولو، یہ لڑکیاں ہمارے بچوں کی محبت ہیں۔"

ہپناٹزم، ہپناٹزم کے عملی طریقے اور ذاتی ہپناٹزم کے بعد ایک اور نئی کتاب
ایک ماہرِ علم کے قلم سے
ہپناٹزم کی جدید تحقیقات
قیمت: ۲۰ روپے
ڈاک خرچ: ۲ روپے
ہپناٹزم کے بارے میں آج تک کی تمام تحقیقات کا نچوڑ۔
جدید طریقے اور مشقیں۔
ہپناٹزم کی مشقوں کے لیے مکمل لائحہ عمل اور پورا پروگرام۔
بے شمار قارئین کے ہزاروں سوالوں کے جواب۔
ہپناٹزم کے موضوع پر ایک مکمل کتاب جس میں مصنف کے ذاتی تجربے بھی شامل ہیں۔
ارتکازِ توجہ کے لیے سیاہ دائرہ اور مختلف تصاویر
مکتبۂ نفسیات
پوسٹ بکس ۹۴۴۰ کراچی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"ایسی محبتیں سلامت نہیں رہتیں۔ میں پارس سے متفق ہوں۔ آئندہ ہم ایسی لڑکیوں کو بہو بنائیں گے جن میں تمھاری اور یوگی جیسی صلاحیتیں ہوں۔"

"تم غلط سمجھ رہی ہو، پارس نے یہ نہیں کہا ہے کہ فرزانہ اور نینسی کو دشمن کی ٹیلی پیتھی کے حوالے کر کے نئی بہوؤں کو تلاش کیا جائے، پلیز، اُن لڑکیوں کے پاس جاؤ۔"

وہ پہلے فرزانہ کے پاس آئی۔ دانیال نے وعدہ کیا تھا کہ فرزانہ کو ایک ماہ تک نقصان نہیں پہنچائے گا۔ ایسا ہی معاہدہ اجنبی خیال خوانی کرنے والے سے کیا جاسکتا تھا۔ وہ نینسی کی خاطر بھی دشمن سے کوئی سمجھوتا کر سکتی تھی لیکن پہلے اپنے بیٹے علی تیمور کی پریشانی کا خیال تھا، اس لیے وہ فرزانہ کے پاس آئی۔ علی اس سے کہہ رہا تھا "تمھیں صبح و شام یوگا کی مشقیں کرنی چاہئیں۔ ماما سے کہوں گا، وہ تنویمی عمل کے ذریعے تمھارے دماغ کو لاک کردیں گی۔ پتا نہیں نینسی کا کیا حال ہے، وہ بے چاری بھی ٹیلی پیتھی کے عذاب میں مبتلا ہوگئی ہے۔"

رسونتی نے کہا "میں فرزانہ کی زبان سے بول رہی ہوں، حالات کچھ زیادہ ہی تشویش ناک ہوگئے ہیں۔ میں تفصیل سے سناتی ہوں، توجہ سے سنو۔"

وہ دانیال کی سازش، دوستی اور ہلاکت کے بارے میں بتانے لگی۔ وہ تمام باتیں تفصیل سے سننے کے بعد بولا "مجھے اسی وقت شبہ ہوا تھا جب اس نے میڈونا کو ہلاک نہیں کیا تھا، اُسے اپنے مطلب کے لیے زندگی دینے والا خود موت کے منہ میں چلا گیا۔"

"بیٹے! اُس کے مرنے کے بعد بھی فرزانہ کے لیے خطرہ بدستور ہے۔ وہ اجنبی کسی وقت بھی اسے ختم کرنے کے لیے آسکتا ہے۔"

"مشکل تو یہ ہے کہ اس کے دماغ کو حساس بنانے کے لیے ابھی اس پر تنویمی عمل نہیں کیا جاسکتا۔"

"کیوں نہیں کیا جاسکتا، میں ابھی اسے گہری نیند سلا کر کرسکتی ہوں۔"

"میں اس کا مشورہ نہیں دوں گا۔ وہ اجنبی آپ کے تنویمی عمل کے دوران آکر فرزانہ کے دماغ پر قبضہ جما سکتا ہے۔ آپ کے عمل کو بے اثر کرسکتا ہے۔ یوں آپ کو پتا نہیں چلے گا اور ہم خوش فہمی میں رہیں گے کہ یہ محفوظ ہوگئی ہے۔"

"کیا مشکل ہے، ہم اسے یونہی مرنے کے لیے چھوڑ نہیں سکتے۔"

"میں موت کے لیے چھوڑ نہیں سکتا لیکن اسے زندہ رکھنے کے لیے چھوڑ سکتا ہوں۔"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

اس نے فرزانہ سے کہا "میری تمھاری چاہت یہیں تک تھی۔ اب تم امریکا کنگ فرنانڈو کے پاس چلی جاؤ۔"

"علی! یہ کیا کہہ رہے ہو، میں نہیں جاؤں گی، تمھاری خاطر یہاں رہ کر مر جاؤں گی۔"

"میں ایسی محبت نہیں چاہتا جس کے نتیجے میں تمھیں موت ملے۔"

"کیا میرے امریکا چلے جانے سے بات ختم ہوجائے گی؟"

"دشمن کو یقین ہوجائے گا کہ ہمارا رشتہ ختم ہوچکا ہے۔"

"تم بھول رہے ہو، وہ دماغ میں آکر میری محبت کی سچائی کو پڑھ لے گا۔"

"اس سے کہنا، میرے پاس آئے، اُسے میرے دماغ میں تمھارے لیے نفرت ہی نفرت ملے گی۔"

"نہیں علی! تم نے نفرت کی تو دشمن کے مارنے سے پہلے ہی مر جاؤں گی۔"

"تم مر جاؤ یا زندہ رہو، میں تم سے نفرت کرتا رہوں گا، صرف تم سے نہیں، دنیا کی ہر لڑکی سے نفرت کرتا رہوں گا۔ جب میں کسی کو مکمل تحفظ نہیں دے سکتا تو مجھے کسی سے محبت کرنے یا شادی کرنے کا کوئی حق نہیں۔"

اسی وقت رسونتی کو فرزانہ کے دماغ میں اجنبی دشمن کی آواز سنائی دی "تمھاری ہونے والی بہو اور بیٹے کے درمیان بڑے جذباتی مکالمے ادا ہورہے ہیں۔ انھیں خوشخبری سناؤ کہ نینسی مرچکی ہے۔"

رسونتی نے کہا "بیٹے! اس اجنبی دشمن نے نینسی کو مار ڈالا ہے۔"

اجنبی نے فرزانہ کی زبان سے کہا "مجھے الزام نہ دو۔ بے شک میں اسے ہلاک کرنے گیا تھا مگر اس کے مردہ دماغ میں جگہ نہیں ملی۔"

"میں ابھی جاکر حقیقت معلوم کرتی ہوں۔"

"ضرور جاؤ مگر یہ سن لو، میں فرزانہ کو آدھے گھنٹے کی مہلت دیتا ہوں، یہ فیصلہ کرے کہ یہ میری طرف سے آنے والی موت کا انتظار کرے گی یا اپنے محبوب کو پریشانیوں سے نجات دلانے کے لیے نینسی کی طرح خودکشی کرے گی۔ میں آدھے گھنٹے بعد آؤں گا۔"

علی تیمور نے گرج کر کہا "رُک جاؤ، تم مجھے ایک نئے عذاب میں مبتلا کرنا چاہتے ہو۔ تمھاری شیطانی چال یہ ہے کہ فرزانہ جذبات میں آکر مجھے آدھے گھنٹے کے لیے بھی پریشان نہ دیکھے اور خودکشی کرلے اور میں بے بسی سے خودکشی کرتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھتا رہ جاؤں۔"

رسونتی نے کہا "اجنبی! ہم سے سمجھوتا کرو۔ ہم نے دانستہ یا نادانستہ تم سے کبھی دشمنی نہیں کی، ہم تو تمھیں جانتے بھی نہیں، بے شک تم ہمارے کسی دشمن کے لیے کام کرو مگر ہمیں بھی دوست بنا کر رکھو۔ ہم بھی وقت پر تمھارے کام آئیں گے۔ کیا تم سن رہے ہو؟ پلیز بتاؤ، ہم سے سمجھوتا کرو گے؟"

وہ جواب سننے کے لیے چپ ہوئی مگر جواب نہیں ملا۔ وہ جاچکا تھا۔ وہ خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی اس ڈاکٹر کے پاس پہنچی جس کے زیرِ علاج نینسی تھی۔ پارس نے اسے ٹیلی پیتھی کے عذاب سے بچانے

کے لیے اپنے زہر کی معمولی مقدار سے بے ہوش کردیا تھا۔ اس کے جسم سے وہ زہر نکالنے کے لیے اسے اسپتال پہنچایا گیا تھا۔ وہ ہوش میں آنے کے بعد نارمل ہورہی تھی مگر اچانک پتا چلا کہ اس نے خودکشی کرلی ہے۔

اس کے سرہانے سے ایک تہ کیا ہوا کاغذ ملا جس پر اس کی آخری تحریر تھی۔ اس نے لکھا تھا "پارس! میں تمھیں جان سے زیادہ چاہتی ہوں۔ تم زندہ دل ہو، ہمیشہ بولتے ہوئے اچھے لگتے ہو۔ میں تمھارے چہرے سے جھلکتی ہوئی پریشانی نہیں دیکھ سکتی۔ جب تک مجھے یقینی طور پر زندگی نہیں ملے گی یا یقینی طور پر موت نہیں آئے گی، تم میرے لیے تدبیریں آزماتے رہو گے، میرے لیے تھکتے رہو گے اور میرے لیے کھانا پینا اور سونا بھولتے رہو گے۔ میں تمھیں ان تمام دکھوں اور پریشانیوں سے نجات دلا رہی ہوں۔ محبت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ صرف تم میرے لیے مرتے رہو، میرا بھی فرض ہے کہ تمھارے لیے مر جاؤں۔ اس کے بعد دشمن کے ہاتھوں میں تمھاری کوئی کمزوری نہیں رہے گی۔

مجھے کسی نے خودکشی پر مجبور نہیں کیا ہے۔ میرے سامنے یہودی عورت کی محبت اور قربانیوں کی زندہ روایات ہیں۔ تمھاری شیبا ممی نے تمھارے پاپا کو دشمنوں کے سامنے کمزور ہونے نہیں دیا۔ اپنی جان دے کر دشمنوں کے ہاتھوں میں پھر ان کی کوئی کمزوری نہیں رہنے دی۔ میں بھی یہی کر رہی ہوں۔ آج سے تم آزاد ہو اور دشمن کی موت ہو۔ الوداع میرے محبوب الوداع!

وہ خط پارس کے ہاتھوں میں کھلا ہوا تھا۔ سونیا اس کے شانے پر ہاتھ رکھے کھڑی ہوئی تھی اور ایک افسر سے کہہ رہی تھی "یہاں کے یہودیوں کے پیشوا کو مطلع کرو۔ نینسی کی آخری رسومات ان کے مذہبی عقیدے کے مطابق ہوں گی۔ اس کے نانا کو بھی اطلاع دو۔ ساتھ ہی غلط ظاہر کرو کہ نینسی کی تدفین پیرس میں ہوگی۔ کیونکہ آخری رسومات تل ابیب میں ادا کی جائیں گی تو پارس وہاں نہیں جاسکے گا۔"

پارس آہستہ آہستہ چلتا ہوا نینسی کے پاس آیا۔ وہ ابدی نیند میں اور پیاری لگ رہی تھی۔ اس نے جھک کر اس کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ پھر اس کے چہرے کو چادر سے ڈھانپ دیا۔ رسونتی نے کہا "پارس! میں تمھارے دکھ میں شریک ہوں۔"

"شکریہ ماما!"

"میں یہاں زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکتی۔ اُدھر فرزانہ کے لیے خطرہ ہے۔ اُس شیطان نے آدھے گھنٹے کی مہلت دی ہے۔"

"آپ فوراً جائیں۔ یہاں جو ہونا تھا وہ ہوچکا ہے۔ کسی طرح بھی فرزانہ کو بچانے کی کوشش کریں۔"

وہ واپس فرزانہ کے دماغ میں پہنچی تو اس کی چیخیں سنائی دیں۔ وہ شعلوں میں لپٹی ہوئی تھی۔ کچن کے بند دروازے کے دوسری طرف سے علی تیمور کی آوازیں سنائی دے رہی تھی۔ وہ دروازہ پیٹ پیٹ کر اسے پکار رہا تھا اور دروازہ کھولنے کے لیے کہہ رہا تھا۔

ایسی حالت میں رسونتی پہلے تو سمجھ نہیں پائی کہ اُسے کیا کرنا چاہیے پھر عقل آگئی۔ اس نے جبراً فرزانہ کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ دروازہ کھولنا نہیں چاہتی تھی، رسونتی اسے زبردستی وہاں تک لے گئی۔ اس کے ہاتھوں سے دروازہ کھلوایا۔ علی تیمور کو ماں نے بتایا تھا کہ وہ شعلوں میں لپٹی ہوئی ہے۔ وہ دوڑ کر کمبل لے آیا تھا۔ دروازہ کھلتے ہی اس نے فرزانہ کو کمبل سے ڈھانپ دیا۔ صرف چہرہ کھلا رکھا تاکہ بجھنے والی آگ کے دھوئیں سے اُس کا دم نہ گھٹ جائے مگر دیر ہوچکی تھی۔ وہ چکرا کر گرنا ہی چاہتی تھی، علی نے اسے بازوؤں میں اٹھا لیا۔ اُسے بیڈ روم میں لے جانے لگا۔ رسونتی نے کہا "میں نے ڈاکٹر کو اطلاع دی ہے۔ وہ پہنچنے ہی والا ہے۔ بیٹے! تم نے اسے تنہا کیوں چھوڑا تھا؟"

"ماما! میں بھی اس کے ساتھ کچن میں کافی تیار کرنے گیا تھا لیکن فون کی گھنٹی سن کر ذرا سی دیر کے لیے کچن سے نکلا تو اس نے دروازے کو اندر سے بند کرلیا۔ کپڑوں میں آگ لگاتے ہوئے بولی، میں آنکھوں سے دور جارہی ہوں مگر دل میں ہمیشہ موجود رہوں گی، اوہ ماما! یہ کیا ہوگیا۔ مجھے اس کی نبض نہیں مل رہی ہے۔"

وہ بُری طرح جل چکی تھی۔ علی تیمور اس کے سینے پر سر رکھ کر دل کی دھڑکنیں سننے کی کوشش کرنے لگا۔ دھڑکنیں خاموش تھیں۔ پھر بھی اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ اس کی خشک زندگی میں آنے والی بہار کوئی گل کھلائے بغیر گزر گئی ہے۔ ڈاکٹر نے آکر اس کی موت کی تصدیق کردی۔

میری اپنی زندگی میں یا میری چاہنے والیوں کی زندگیوں میں ایسے المناک واقعات پیش نہیں آئے تھے۔ میرے دونوں بیٹے اپنی اپنی محبت کی میت کے سرہانے گم صم بیٹھے ہوئے تھے۔ اُن کی خاموشی کسی آنے والے زبردست طوفان کا پیش خیمہ تھی۔

سونیا کی نئی بستی سے لے کر باباصاحب کے ادارے تک ماتمی سکوت چھایا ہوا تھا۔ فرزانہ اور نینسی کی موت نے سبھی کو سوگوار بنا دیا تھا۔ تل ابیب سے نینسی کے نانا اور امریکا سے کنگ فرنانڈو اپنی اپنی نواسی کی تدفین کے لیے آگئے تھے۔ سونیا نے پارس اور علی تیمور کو منع کیا تھا کہ وہ اُن کی آخری رسومات میں شریک ہونے کے لیے قبرستان تک نہ جائیں۔ وہ دونوں کو باباصاحب کے ادارے میں اپنی آنکھوں کے سامنے رکھے ہوئے تھی۔

علی تیمور نے کہا "مما! ہم نادان بچوں کی طرح جوش اور جذبات میں آکر دشمن کی تلاش میں نہیں جائیں گے لیکن ہمیں پیرس تک جانے دیں۔"

سونیا نے پوچھا "یہاں کیا تکلیف ہے؟"

"یہاں کے ماحول میں دم گھٹ رہا ہے۔ میں حلیہ بدل کر جاؤں گا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کوئی مجھے پہچان نہیں سکے گا۔"

"پارس! تمھارا خیال کیا ہے؟"

"میں بھی ادارے سے باہر جانا چاہتا ہوں۔ ہم دونوں بھائی یہ اچھی طرح سمجھ رہے ہیں کہ پاپا کی جان کو خطرہ ہے۔ ہمیں اُن کے قریب رہنا چاہیے لیکن یہاں آپ، ماما اور جناب شیخ الفارس صاحب جیسی ہستیاں موجود ہیں، ہم آپ لوگوں کے سامنے طفلِ مکتب ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا تو آپ لوگوں کی کوششوں سے پاپا محفوظ رہیں گے۔"

"اس لیے تمھیں جانے دیا جائے؟"

"آپ کو اعتراض کیا ہے؟"

"میں جوان بچوں پر اعتراض کرنا دانشمندی نہیں سمجھتی لیکن پہلے میں جا رہی ہوں۔"

"آپ کیوں جا رہی ہیں؟"

"پیرس میں آکر ملاقات کرو گے تو بتاؤں گی۔"

وہ دس منٹ کے اندر ہی اس ادارے سے چلی گئی۔ انھیں بتا دیا کہ ہوٹل ڈی مورا میں قیام کرے گی۔ اس کے جانے کے بعد پارس نے علی سے پوچھا "تم مما سے ملنے ہوٹل جاؤ گے؟"

اس نے الٹا سوال کیا "کیا تم نہیں جاؤ گے؟"

"میں کسی کاٹیج میں قیام کروں گا اور روز کسی بار میں جا کر غم غلط کروں گا۔ شراب کے نشے میں بھٹکتا رہوں گا۔"

"دشمن کو اپنی طرف متوجہ کرنے کا عمدہ طریقہ ہے۔ اسے یہ نہیں معلوم ہوگا کہ دنیا کا بدترین نشہ بھی تم پر اثر نہیں کرتا۔ وہ تمھیں سچ مچ نشے میں سمجھ کر دماغ میں آئے گا۔"

"اور میں دماغ کے دروازے کھلے رکھوں گا۔ وہ مجھے جس طرح ٹریپ کرنا چاہے گا، میں اس کی خوشی پوری کر دوں گا۔"

"اگر وہ تمھیں اپنے زیرِ اثر رکھنا چاہے گا تو تم اسے فریب دے کر اس کے معمول بن جاؤ گے اور اگر وہ دماغ میں پہنچتے ہی تمھاری سانس روک کر ہلاک کرنا چاہے گا تو تمھیں اپنی دماغی توانائی کو بروئے کار لانا ہوگا اور ظاہر کرنا ہوگا کہ شراب نے تمھارے دماغ کو کمزور نہیں بنایا ہے۔"

"ہاں! ایسے وقت میرا منصوبہ ناکام ہوگا۔"

"ناکام نہیں ہونا چاہیے۔ منصوبہ بہت اچھا ہے۔ اس طرح وہ اجنبی خیال خوانی کرنے والا ہمارے آس پاس بھٹکتا رہے گا۔ یا کسی وقت ہمارے سامنے آنے پر مجبور ہو جائے گا۔ اسے قریب لانے کے لیے اس منصوبے کو ہر پہلو سے ٹھوس اور مکمل ہونا چاہیے۔ آؤ ہم شیخ صاحب سے مشورہ کریں گے۔"

وہ جناب شیخ الفارس صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان کے سامنے زانوئے ادب طے کیا پھر اپنا ارادہ تفصیل سے ظاہر کیا۔

انھوں نے فرمایا "دشمن کا سراغ لگانا ضروری ہو گیا ہے۔ وہ چھپ کر رہنے کا فائدہ اٹھا رہا ہے۔ جب تک اسے فائدہ پہنچتا رہے گا، وہ کبھی خود کو ظاہر نہیں کرے گا۔ پارس کی تدبیر سے اتنا تو ہوگا کہ دماغ میں اس کی آواز اور لہجہ سنائی دے گا۔ وہ گفتگو کے دوران کوئی غلطی کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا تو اس کی سوچ سے نکلا ہوا کوئی ایک لفظ اس کی نشان دہی کرے گا۔"

انھوں نے ذرا توقف سے کہا "میں تمھارے دماغ سے ایسی تمام باتوں کو مٹا دوں گا جنھیں پڑھ کر وہ تمھیں دشمن سمجھے۔ اس کے برعکس دماغ میں ایسی باتیں پیدا کر دوں گا جن پر یقین کر کے وہ تمھیں اپنا آلۂ کار بنانا پسند کرے گا اور تم پر اعتماد کرنے لگے گا۔"

پارس ان کی ہدایت کے مطابق پلتھی مار کر بیٹھ گیا پھر اُن کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔ اگرچہ خود اُس کی آنکھیں زہریلی تھیں، وہ کسی کی مقناطیسی نظروں سے متاثر نہیں ہوتا تھا لیکن جناب شیخ صاحب کی آنکھوں سے عجیب و غریب روحانی قوت اُسے پکار رہی تھی۔ اس نے بھی راضی خوشی خود کو اُن آنکھوں کی گہرائیوں میں ڈوبنے کے لیے چھوڑ دیا تھا۔

پارس کے اندر باپ اور بھائی کے لیے اپنی ماما اور مما کے لیے اور بابا صاحب کے ادارے کے لیے جو محبت اور جذبات تھے، اُن میں جناب شیخ صاحب نے گرہ ڈال دی۔ کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا دماغ کے تاریک گوشے میں پہنچ کر اُس کی محبت اور جذبات کو نہیں پڑھ سکتا تھا۔

اس کے برعکس انھوں نے خون کے رشتوں کے خلاف اور بابا صاحب کے ادارے کے خلاف ناگواری اور بیزاری پیدا کر دی اور اس گمراہی کو واضح کیا کہ وہ اپنوں سے دور رہ کر خود کو عیش و عشرت میں گم کرتا رہے گا۔

تقریباً ایک گھنٹے بعد رسونتی نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا پھر پوچھا "کون ہو تم؟"

"سانس نہ روکنا۔ میں وہی اجنبی ہوں جس کا نام اور پتا ٹھکانا کبھی تم لوگوں کو معلوم نہیں ہوگا۔"

"کیوں آئے ہو؟"

"یہ معلوم کرنے کہ فرہاد کو کب تک کوما میں رکھو گی؟"

"کیا انتظار کرتے کرتے تھک گئے ہو؟"

"میں قیامت تک انتظار کر سکتا ہوں لیکن اسے قیامت تک زندہ لاش بنا کر نہیں رکھا جا سکتا۔ چوبیس گھنٹے گزر چکے ہیں۔ اگر اسے کوما سے نہ نکالا گیا تو وہ اسی حالت میں مر جائے گا۔"

"وہ زندہ رہے گا۔ اپنی طبعی عمر تک زندہ رہے گا، تم اسے ہلاک نہیں کر سکو گے۔"

"بڑے یقین سے کہہ رہی ہو!"

"ہاں! بابا فرید واسطی مرحوم نے اپنی زندگی میں پیشین گوئی کی تھی کہ فرہاد کی آخری سانسوں میں صرف سونیا اُس کے قریب ہوگی۔ ہم میں سے کوئی اس کے پاس نہیں ہوگا۔ سونیا یہ ادارہ چھوڑ کر چلی گئی ہے تاکہ فرہاد سے بہت دور رہے۔"

اس نے قہقہہ لگایا پھر کہا "احمقانہ پیشن گوئی پر احمقانہ اعتماد کر کے خود کو بہلا رہی ہو۔ اسے ابھی کوما سے نکالو اور دیکھو، پیشین گوئی غلط ہو جائے گی۔"

"تمھیں یہ سن کر مایوسی ہوگی کہ اب اس کی طبعی عمر تک اسے کوما میں رکھا جائے گا۔"

"یعنی وہ آخری عمر میں بے دست و پا رہ کر مرے گا۔"

"کوئی ضروری نہیں ہے۔ اس سے پہلے ہم تمھیں بے دست و پا بنا دیں گے۔"

اس نے پھر قہقہہ لگاتے ہوئے کہا "رسی جل گئی، پر بل نہیں گئے۔ ابھی دو بہوؤں کی لاشیں دفنا چکی ہو۔ اب سہاگ کا کفن بھی سیا جائے گا پھر بھی خوش فہمی ہے کہ مجھے بے دست و پا بناؤ گی۔"

"تم یہ معلوم کرنے آئے ہو کہ اسے کوما سے کب نکالا جائے گا، تمھیں اس کا جواب مل چکا ہے۔ اب جاؤ۔"

اس نے سانس روک لی، وہ چلا گیا۔ دو گھنٹے بعد پھر آیا۔ رسونتی نے پوچھا "اب کیا ہے؟"

"میں سمجھانے آیا ہوں، اپنی ضد چھوڑ دو اور عقل سے سوچو، تمھیں فرہاد عزیز ہے یا یہ بابا صاحب کا ادارہ؟"

"مجھے دونوں ہی عزیز ہیں۔"

"اگر ایک کی سلامتی کے لیے دوسرے سے رشتہ توڑنا پڑے تو کیا کرو گی؟"

"تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ میں یہ ادارہ اور یہاں کے تمام لوگوں سے رشتہ توڑ دوں۔ تمھاری ٹیلی پیتھی کی قوت میں اضافہ کرنے کے لیے تمھاری لابی میں چلی آؤں تو تم فرہاد کو نقصان نہیں پہنچاؤ گے؟"

"بے شک فرہاد کی زندگی تمھارے ہاتھ میں ہے۔ مجھے معلوم ہے، تم اپنے بیٹے علی تیمور پر جان دیتی ہو۔ ایک موٹی عقل سے سوچ سکتی ہو، بیٹا کیسا ہی ناقابلِ شکست اور فتنہ زور سہی، میرا کوئی آلۂ کار اُسے کہیں بھی گولی مار کر گزر جائے گا، جس کے نتیجے میں وہ جان سے جائے گا۔ اگر صرف زخمی ہوگا تو مجھے دماغ میں آنے سے روک نہیں سکے گا۔ پھر فرزانہ اور نیلسی کا جو انجام ہوا، وہی اس کا ہوگا۔"

دشمن نے رسونتی کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھا تھا۔ وہ میرے معاملے میں دل کو پتھر بنا رہی تھی۔ اُسے یقین تھا کہ اپنی خیال خوانی سے اور سونیا اور جناب شیخ صاحب کی ذہانت اور روحانی قوتوں سے مجھے بچا لیا جائے گا لیکن بیٹے کے معاملے میں دل کانپ گیا۔ ممتا نے چیخ کر کہا "کہیں سے آنے والی اندھی گولی کو اس کی خیال خوانی نہیں روک سکے گی۔ سونیا اور جناب شیخ صاحب چوبیس گھنٹے علی تیمور کی نگرانی نہیں کر سکیں گے، اسے ہر لمحہ تحفظ نہیں دے سکیں گے۔ بیٹے کی سلامتی اسی میں ہے کہ دشمن کوئی نہ ہو اور جو ہے اس سے کوئی سمجھوتا کر لیا جائے۔"

وہ ممتا سے مجبور ہو کر بے اختیار سوچ رہی تھی اور بھول گئی تھی کہ وہ اجنبی خیال خوانی کرنے والا اس کے دماغ میں بیٹھا ممتا کی کمزوریوں کو پڑھتا جا رہا ہے۔ پھر اُس نے چونک کر کہا "او خدایا! تم میرے خیالات پڑھ رہے ہو؟"

"میں تمھارے اندر ایک سچی عورت کو دیکھ رہا ہوں۔ تم اپنے شوہر کی وفادار ہو اور اپنے بیٹے پر جان دینے والی ماں ہو۔ تمھاری جیسی ذہین عورتیں حالات کا تجزیہ کرتی ہیں۔ اس خود غرض دنیا کو اچھی طرح سمجھنے کے بعد اپنے شوہر اور اپنی اولاد کے لیے ساری دنیا سے رشتہ توڑ دیتی ہیں۔ میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ تمھیں کوئی احمق بنا کر اپنی مرضی سے فیصلہ نہیں کرا سکتا۔ تم اپنی خداداد ذہانت سے خود ہی اپنے شوہر اور بیٹے کے حق میں فیصلہ کرو گی۔"

وہ اچھی طرح سمجھ گیا تھا کہ رسونتی کے پاس سب کچھ ہے مگر خداداد ذہانت نہیں ہے۔ وہ موجودہ حالات میں ہر پہلو پر غور نہیں کرے گی۔ ذہانت سے نہیں جذبات سے فیصلہ کرے گی۔ اس نے جذبات کو بھڑکایا، اس کی تعریفیں کیں، پھر دماغ سے چلا گیا۔

وہ پریشان ہو کر ٹہلنے لگی اور سوچنے لگی 'یہ بات پہلے سمجھ میں کیوں نہیں آئی کہ جو دشمن فرزانہ کو ہلاک کر سکتا ہے، وہ میرے بیٹے کی بھی جان لے سکتا ہے۔ میرا بیٹا ہزار باصلاحیت سہی لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ باپ کی طرح قسمت کا دھنی ہو۔ باپ تو ہر بار دشمنوں سے بچ نکلتا ہے۔ ہو سکتا ہے بیٹا اپنی ذہانت اور حاضر دماغی کے باوجود دشمن کی مکاری سے نہ بچ سکے۔ میری تو دنیا لٹ جائے گی۔ کسی کا کچھ نہیں جائے گا۔ میرے اپنے صرف تسلیاں دیں گے اور صبر کی تلقین کریں گے۔ کیا صبر کرنے سے بیٹا واپس آ جائے گا؟'

اس نے خیال خوانی کے ذریعے بیٹے کو مخاطب کیا۔ وہ سونیا سے ملنے ہوٹل جا رہا تھا۔ اس نے پوچھا "ہیلو ماما! کیا بات ہے؟"

"بیٹے! جب فرزانہ شعلوں میں لپٹی ہوئی تھی تو تم اس کے قریب تھے۔ دشمن اپنے آلۂ کار کے ذریعے تمھارے دماغ کو کمزور بنا سکتا تھا، تمھیں بھی خدانخواستہ خودکشی پر مجبور کر سکتا تھا۔"

"دشمن تو بہت کچھ کر سکتے ہیں مگر بات کیا ہے؟"

"دشمن کو دوست بنایا جا سکتا ہے۔"

"دوست بنانے کا وقت گزر چکا ہے۔ وہ میرے ہاتھوں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

فرزانہ کی طرح زندہ جلے گا۔ میں ایک دن آپ کو یہ تماشا دکھاؤں گا۔"

"تم یہ کیوں نہیں سوچتے کہ ایک اندھی گولی کہیں سے آکر لگے گی، تمھاری جان لے گی یا دشمن کو تمھارے دماغ میں پہنچا دے گی؟"

"ماما! زندگی کے عملی میدان میں اس سے بھی زیادہ ہوتا ہے۔ دشمن آپ کو یا پاپا کو گن پوائنٹ پر رکھ کر ہمیں کمزور بنا سکتے ہیں۔ ایک دشمن نے فرزانہ اور نینسی کو مرنے پر مجبور کیا ہے۔ وہ پاپا کی موت بن کر مجھے دھمکی دے سکتا ہے کہ باپ کی زندگی چاہتے ہو تو ٹیلی پیتھی جاننے والی ماں کے ساتھ فوراً میرے پاس چلے آؤ۔"

"ایسے وقت تم کیا کرو گے؟"

"آپ جواب دیں، اگر دشمن کہے کہ باپ کی سلامتی چاہتے ہو تو ماں کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر چلے آؤ تو مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

"نہیں بیٹا نہیں۔ تم ماں کو چھوڑ کر کبھی نہیں جاؤ گے۔"

"اسی طرح میں پاپا کو، سونیا ممّا، واٹسو روکی اور جناب تبریز فیصح صاحب کو چھوڑ کر کبھی نہیں جاؤں گا۔ کیا آپ کے لیے ایسا کوئی مسئلہ پیدا ہو گیا ہے؟"

"ہاں۔ وہ کہتا ہے اگر میں تمھارے ساتھ اس کی لابی میں چلی جاؤں تو وہ تمھارے پاپا کو کبھی نقصان نہیں پہنچائے گا۔"

"وہ پھر بھی نقصان پہنچائے گا۔ اپنے مقابلے میں پاپا کا رعب داب دبدبہ برداشت نہیں کرے گا۔ پاپا اپنی زندگی میں مجھے اور آپ کو دشمن سے دوستی نہیں کرنے دیں گے کیونکہ وہ دوستی کی آڑ میں آپ کو اس قدر مجبور کرے گا کہ آپ پاپا کے چاہنے والوں اور وفاداروں کے خلاف ٹیلی پیتھی کا ہتھیار استعمال کرنے پر مجبور ہو جائیں گی۔ آپ اس کی باتوں میں نہ آئیں۔"

"اس کے آلۂ کار کسی وقت بھی تمھیں نقصان پہنچا سکتے ہیں۔"

"میں کسی وقت بھی راستہ چلتے حادثے کا شکار ہو سکتا ہوں۔ کسی فضائی سفر میں طیارہ تباہ ہو سکتا ہے۔ کیا آپ مجھے چھوٹے بڑے حادثے سے بچا سکتی ہیں؟"

"ہم حادثات کے متعلق نہیں جانتے کہ وہ کب اور کہاں پیش آئیں گے لیکن دشمنوں کے ارادوں کو سمجھ کر حفاظتی تدابیر کر سکتے ہیں۔"

"حفاظتی تدابیر پر ضرور عمل کرنا چاہیے لیکن دشمنوں کے سامنے گھٹنے ٹیکنا نادانی ہے۔"

"آخر کون سی حفاظتی تدابیر پر عمل ہو رہا ہے؟ ہم میں سے ہر فرد بہترین صلاحیتوں کا مالک ہے۔ اس کے باوجود ہماری آنکھوں کے سامنے دو موتیں ہو گئیں۔ نہ ہم انھیں بچا سکے نہ دشمن کا کچھ بگاڑ سکے۔ خدانخواستہ تمھاری جان کو کچھ ہو گا تو سب مجھے صبر کی تلقین کریں گے۔ کیا صبر کرنے سے میرا بیٹا مجھے واپس مل جائے گا؟"

"ماما! میں سمجھتا ہوں ماں سے زیادہ حوصلہ کسی میں نہیں ہوتا۔ وہ اپنی موت سے لڑتے ہوئے بچے کو جنم دیتی ہے اور جنم دینے سے پہلے اس صدمے کو اپنے اندر چھپا لیتی ہے کہ ابھی پیدا ہونے والا بچہ کسی دن بھی اس کی آنکھوں کے سامنے مر سکتا ہے۔ کیا آپ نے مجھے پیدا کرتے وقت ایسا نہیں سوچا تھا؟"

"میں حوصلے والی ماں نہیں ہوں۔ مجھ سے بڑی بڑی باتیں نہ کرو۔"

اس نے دروازے پر پہنچ کر دستک دی۔ چند لمحوں کے بعد سونیا نے پوچھا۔ "کون ہے؟"

"میں ہوں، علی تیمور۔"

دروازہ کھل گیا۔ اس نے اندر آکر دروازہ بند کرتے ہوئے کہا "ہمارے درمیان ماما موجود ہیں۔ یہ ایک مسئلے میں اُلجھی ہوئی ہیں بلکہ اُلجھائی گئی ہیں۔ میں انھیں بڑی دیر سے سمجھا رہا ہوں مگر ان کے سامنے کا بچہ ہوں، اس لیے میری باتیں ان کے لیے قابلِ قبول نہیں ہیں۔"

سونیا نے پوچھا "کیا بات ہے رسونتی؟"

وہ سونیا کے پاس آکر تمام باتیں تفصیل سے بتانے لگی۔ علی تیمور ایک صوفے پر آرام سے بیٹھ گیا۔ سونیا نے ساری باتیں سننے کے بعد پوچھا۔ "کیا وہ تمھیں اور علی تیمور کو ادارے سے باہر اپنے پاس کہیں بلانا چاہتا ہے؟"

رسونتی نے کہا "میں نے اسے اپنا فیصلہ نہیں سنایا تھا اس لیے یہ نہیں پوچھا کہ مجھے کہاں بلانا چاہتا ہے۔"

"اس سے معاملات طے کرو۔ اور اسے دوستی کا یقین دلاؤ۔ اگر وہ فرہاد اور اس کے بیٹوں کو نقصان نہیں پہنچائے گا تو ہم سب اسے بہترین دوست سمجھتے رہیں گے اور دوستی نباہتے رہیں گے لیکن تم ہم سے دور علی تیمور کے ساتھ کہیں نہیں جاؤ گی۔"

"اچھی بات ہے۔ میں ابھی اس سے معاملات طے کرکے آتی ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ سونیا نے کہا "تمھاری ماما اس اجنبی سے باتیں کرنے گئی ہے۔ تم نے ابھی تک اپنی ماں کے مزاج کو نہیں سمجھا ہے۔ ان حالات میں اس کی ممتا اندیشوں میں گھری ہوئی ہے۔ وہ تمھاری سلامتی کے لیے ہم میں سے کسی کی بات نہیں مانے گی، اس لیے میں نے اس کی بات مان لی ہے۔"

علی تیمور نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ بولی "میں تمھاری ماں کو ہینڈل کرنا جانتی ہوں۔ میں نے کہا ہے وہ دشمن کو ہماری بھرپور دوستی کا یقین دلائے لیکن تمھیں اپنے ساتھ لے کر ہم سے دور نہ جائے۔"

"دشمن یہ بات نہیں مانے گا۔"

"مجھے بھی یقین ہے نہیں مانے گا اور رسونتی اس سے کہے گی کہ وہ سونیا کو ناراض نہیں کرے گی۔ تب دشمن اسے سکھائے گا کہ وہ چپ چاپ بیٹے کو لے کر اس کے پاس چلی آئے۔ بعد میں یہ بیان دے سکتی ہے کہ اسے اور علی تیمور کو اغوا کیا گیا تھا۔"

"کیا آپ چاہتی ہیں کہ ماما مجھے لے کر اس کے پاس چلی جائیں؟"

"کیا تم نہیں چاہتے کہ دشمن کا سراغ ملے؟"

"ضرور چاہتا ہوں۔ وہ جہنم میں ہو گا تو میں جہنم کی آگ میں بھی کود جاؤں گا لیکن ماما ساتھ رہیں گی تو میں کمزور پڑ جاؤں گا۔"

"کمزور تو ہم اب بھی ہیں۔ تمھارے پاپا جب تک مکمل دماغی توانائی حاصل نہیں کریں گے، ہم فرزانہ اور نینسی کے بعد بھی نقصانات اٹھاتے رہیں گے۔ تم کسی راستے سے بھی دشمن تک پہنچو گے تو مسائل کا سامنا ہوتا رہے گا۔ آج باپ کی وجہ سے کمزوری ہے، کل ماں کی وجہ سے ہو سکتی ہے۔"

"پاپا اور ماما میں بڑا فرق ہے۔ پاپا زیادہ پرابلم نہیں بن سکتے۔ یہ تو مجبوری کے باعث کوما میں ہیں۔ جیسے ہی ہوش میں آئیں گے، ہماری قوت بن جائیں گے مگر ماما میں نہ حوصلہ ہے نہ حاضر دماغی۔"

"میں جانتی ہوں، رسونتی بہت زیادہ پرابلم بن جائے گی لیکن ہم اسے دشمن کے ہاتھوں میں جانے سے روک نہیں سکیں گے۔ تم تھوڑی دیر پہلے اس سے بحث کر چکے ہو۔ میں بحث میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہتی تھی اس لیے اس کی آدھی بات مان لی کہ دشمن سے دوستی کرنی چاہیے لیکن اس کے ہاتھوں میں نہیں جانا چاہیے۔"

رسونتی نے دماغ پر دستک دی۔ سونیا نے پوچھا "کون ہے؟"

"میں ہوں۔ اس اجنبی نے میری بات مان لی ہے۔ میں تم لوگوں سے دور نہیں جاؤں گی۔ وہ دوستی کا ثبوت دینے کے لیے فرہاد کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔"

"ہم کیسے یقین کریں کہ وہ نقصان نہیں پہنچائے گا؟"

"فرہاد کو کوما سے نکال کر دیکھ لو۔ میں اس کے دماغ پر قبضہ جمائے رہوں گی۔ دشمن کی نیت میں کھوٹ نہیں ہو گا تو وہ میرے سہاگ کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔"

سونیا نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا "تیس گھنٹے گزر چکے ہیں۔ اسے کوما سے یوں بھی نکالنا ہو گا۔ تم اور آرمر فرہاد کے دماغ میں پوری توجہ سے مستعد رہو گے۔ جناب تبریز فیصح صاحب سے اس سلسلے میں گفتگو کرو۔ وہ بھی اسے کوما سے نکالنے پر راضی ہوں تو تم آرمر کو میرے پاس بھیج دینا۔ میں اسے کچھ ضروری ہدایات دینا چاہتی ہوں۔"

ٹھیک اسی وقت آرمر کی آواز سنائی دی "سونیا! فرہاد کی حالت بہت نازک ہے۔ ڈاکٹر اسے اٹینڈ کر رہے ہیں۔ تمام ڈاکٹروں کی متفقہ رائے ہے کہ تمھیں فوراً فرہاد کے پاس جانا چاہیے۔"

"میں نہیں جاؤں گی۔"

رسونتی نے کہا "میں جا رہی ہوں، تمھیں سمجھاؤں گی کہ بابا فرید واسطی مرحوم کی پیشین گوئی کے مطابق تمھیں موجود نہیں رہنا چاہیے۔"

آرمر نے کہا "سونیا! تم ساری دنیا سے لڑتی آئی ہو مگر مقدر سے نہیں لڑ سکو گی۔ جناب تبریز فیصح صاحب نے تمھیں فوراً آنے کے لیے کہا ہے۔"

آرمر نے یہی بات علی تیمور کو بتائی۔ اس نے کہا "ممّا! ہم سب اس پیشین گوئی پر پورا یقین رکھتے ہیں لیکن جناب شیخ صاحب بھی کچھ سمجھ کر ہی آپ کو بلا رہے ہیں۔ اُن کی باتیں ہمارے لیے حکم کا درجہ رکھتی ہیں۔ کیا آپ اُن کے حکم سے انکار کریں گی؟"

وہ تذبذب میں تھی۔ جانا نہیں چاہتی تھی مگر سمجھ گئی تھی کہ جانا ہی پڑے گا۔ رسونتی آئی تو رو رہی تھی۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی مگر سوچ کی لہریں اٹک رہی تھیں۔ سونیا نے گھبرا کر پوچھا "کیا ہوا؟ جلدی بتاؤ، کیوں رو رہی ہو؟"

وہ اٹک اٹک کر بولی "فرہاد سکرات کے عالم میں ہے۔ اس کے دماغ میں گہرا سناٹا ہے۔ اس کی سماعت ختم ہو گئی ہے۔ باہر کی کوئی آواز اس کے دماغ تک نہیں پہنچ رہی ہے۔ میری سوچ کی لہریں اس کے اندر گونج کر رہ گئیں۔ وہ سن نہ سکا۔ میں نے اتنا دیکھا کہ وہ اُکھڑی اُکھڑی سانسیں لے رہا ہے، اس سے زیادہ نہ دیکھ سکی۔ جناب تبریز فیصح صاحب کے پاس جا کر کہا۔ آپ دعا کریں، کسی طرح اُسے زندگی کی طرف واپس لے آئیں..."

ایسا کہتے کہتے وہ پھر رونے لگی۔ سونیا نے پوچھا "جناب تبریز فیصح صاحب کیا فرماتے ہیں؟"

"وہ کہہ رہے تھے، میں ایک عاجز بندہ ہوں۔ خدا کی مرضی میں دخل دوں، میری کیا مجال ہے۔ سونیا سے کہو ہیلی کاپٹر کے ذریعے یہاں پہنچے۔"

سونیا اُٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ رسونتی نے کہا "سب سے قریبی فلائنگ کلب میں ہیلی کاپٹر موجود ہو گا۔ میں ابھی انتظام کر رہی ہوں، تم یہاں سے نکلو۔"

وہ اور علی تیمور ہوٹل کے کمرے سے نکلے، تیزی سے چلتے ہوئے باہر آئے پھر کار میں بیٹھ کر فلائنگ کلب کی طرف جانے لگے۔ وہ قیامت کی گھڑی تھی۔ سب نے سمجھ لیا تھا کہ دنیا کے تمام شیطانوں سے لڑنے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

والا کسی لمحے بھی آخری سانس چھوڑ دے گا اور اس آخری سانس کے لیے وہ سونیا کا منتظر ہے۔

وہ ہیلی کاپٹر میں علی تیمور کے ساتھ روانہ ہوئی پھر آدھے گھنٹے میں ادارے کے احاطے کے اندر پہنچ گئی۔ وہاں سے منی کار میں بیٹھ کر اسپتال کے اس حصے میں پہنچی جہاں فرہاد علی تیمور کو ایک کمرے میں رکھا گیا تھا۔ کمرے کے باہر پومی، آمنہ، والٹسو روکی، رسونتی اور بہت سے چاہنے والے موجود تھے۔ جناب شیخ الفارس دروازے کے پاس سر جھکائے زیرِ لب کچھ پڑھنے میں مصروف تھے۔ سونیا ڈوبتے ہوئے دل سے ایک ایک کو دیکھتے ہوئے دروازے تک آئی۔ جناب شیخ صاحب نے علی تیمور کا بازو تھام کر اسے اندر جانے سے روک دیا۔

وہ دروازہ کھول کر اندر آئی۔ ڈاکٹر، فرہاد کی نبض تھامے جھکا ہوا تھا۔ سونیا کو دیکھ کر سیدھا کھڑا ہوا۔ پھر نرس کے ساتھ چلتا ہوا باہر جانے لگا۔ سونیا اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہی تھی اور اس کے چہرے سے مایوسی کو پڑھ رہی تھی۔ ان کے جانے کے بعد وہ کمرے میں تنہا رہ گئی۔

اس کا دل بُری طرح دھڑک رہا تھا۔ پیشین گوئی درست ہو رہی تھی۔ وہ فرہاد کے پاس تنہا تھی۔ اس تنہائی سے بھاگنے کے لیے وہ پیرس گئی تھی لیکن تقدیر اسے پھر کھینچ لائی تھی۔ اگر وہ نہ آتی تو فرہاد کا دم اٹکا رہتا اور وہ کرب میں مبتلا رہتا۔ وہ قریب آ کر اس پر جھک گئی۔ آہستگی سے آواز دی "فرہاد!"

وہ ساکت پڑا ہوا تھا۔ اس نے کہا "فرہاد! ہم زندگی میں ہر بُرے وقت کے ساتھی رہے۔ کیا آئندہ بُرے وقتوں سے لڑنے کے لیے مجھے تنہا چھوڑ جاؤ گے؟"

وہ کوئی جواب نہیں دے سکتا تھا۔ سونیا نے کہا "رسونتی نے بتایا ہے، تمھاری سماعت ختم ہو چکی ہے۔ باہر کی کوئی آواز تمھارے اندر نہیں پہنچتی ہے۔ کیا تم اپنی سونیا کے لمس کو محسوس کر سکتے ہو؟ میں تمھیں چھو رہی ہوں، مجھے محسوس کرو۔"

اس نے فرہاد کے ایک ہاتھ کو دونوں ہاتھوں سے تھام لیا۔ پھر اسے آہستہ آہستہ سہلانے لگی۔ تھوڑی دیر بعد ہی اس کی آنکھیں دھیرے سے کھل گئیں۔ وہ آنکھیں چھت کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ وہ بڑی محبت سے بولی "فرہاد! میں تمھاری سونیا ہوں۔ تم تو غیر معمولی حوصلہ رکھتے ہو۔ میری خاطر ایک بار پھر موت کو شکست دے دو۔ مجھے دیکھو۔"

اس نے دیدے گھما کر سونیا کو دیکھا۔ وہ خوش ہو گئی۔ یہ عارضی خوشی تھی۔ نظریں ملتے ہی دیدے ساکت ہو گئے تھے۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھتی، اس کا سر ایک طرف ڈھلک گیا۔ چند ساعتوں کے بعد ہی باہر سے رسونتی کی چیخ سنائی دی "نہیں نہیں۔ تم نہیں جا سکتے۔ مجھے چھوڑ کر نہیں جا سکتے۔ میں پھر تمھارے دماغ میں آ رہی ہوں۔ مجھے جگہ دو۔"

وہ آخری وقت فرہاد کے دماغ میں تھی۔ دیدے ساکت ہوتے ہی اس کی سوچ کی لہریں دماغ سے نکل گئی تھیں۔ موت کی تصدیق ہو گئی تھی۔ اس نے اپنی تسلی کے لیے دوسری بار دماغ میں جانے کی کوشش کی لیکن جگہ نہیں ملی۔ وہ ٹیلی پیتھی کا سکہ جمانے والا دماغ موت کی ابدی تاریکی میں ڈوب چکا تھا۔

رسونتی دوڑتی ہوئی کمرے میں آئی۔ پھر اس کی لاش سے لپٹ کر رونے لگی۔ اس کے پیچھے علی تیمور آیا۔ باپ کے پیروں کے پاس کھڑے ہو کر دیکھا، سونیا اس کی پتھرائی ہوئی آنکھوں کو بند کرنے کے بعد چہرے کو چادر سے ڈھانپ رہی تھی۔ علی نے باپ کے پاؤں کو دونوں ہاتھوں سے تھام لیا پھر سر جھکا کر اسی طرح کھڑا رہ گیا۔ پومی آہستہ آہستہ چلتی ہوئی آئی۔ اس کی آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں۔ اس نے فرش پر گھٹنے ٹیک دیے۔ پھر پلنگ کے پائے سے لپٹ کر نڈھال سی ہو کر بیٹھ گئی۔

والٹسو روکی نے گہری سانس لے کر میت کے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "ماسٹر! یقین نہیں آتا کہ تمھیں موت آئی ہے۔ شاید دھیرے دھیرے یقین آ جائے گا مگر یہ بڑی بات ہے، اتنے وفاداروں کو چھوڑ کر بے وفائی دکھا کر چلے گئے ہو۔ ہم نے تم سے بہت کچھ سیکھا ہے، بے وفائی تو نہ سکھاؤ۔"

سونیا وہاں سے جانے لگی۔ آمنہ اس کا راستہ روک کر کھڑی ہو گئی۔ پھر بولی "کوئی رو رہا ہے، کوئی چیخ رہا ہے۔ کسی نہ کسی طرح صدمات کا اظہار ہو رہا ہے۔ تم خاموش کیوں ہو؟ رونا ہو گا۔ کم از کم ایک بار چیخنا ہو گا۔ اپنے اندر کا غبار نکالو۔"

وہ سونیا کو دیوانہ وار جھنجوڑنے لگی "تم روتی کیوں نہیں ہو؟ تمھیں رونا ہو گا۔ میں تمھیں رُلا کر رہوں گی۔"

وہ بُری طرح جھنجوڑ رہی تھی۔ سونیا نے ایک جھٹکے سے خود کو چھڑایا۔ پھر اس کے گال پر ایک زور کا طمانچہ رسید کیا۔ وہ ساکت رہ گئی۔ سونیا نے کہا "نادان عورت! تیرے لیے بُری خبر ہے۔ تو فرہاد کے قریب جانے کا موقع گنوا چکی ہے۔ تو اب کبھی اس سے دل کی بات نہیں کہہ سکے گی۔ وہ مر چکا ہے، تیرا فرہاد مر چکا ہے۔ مر چکا ہے..."

آمنہ نے 'نہیں' کہتے ہوئے زور کی چیخ ماری۔ پھر سونیا سے لپٹ کر دھاڑیں مار مار کر رونے لگی۔

ادارے کے ذمے دار افراد نے پہلے فرانسیسی حکام کو اطلاع دی پھر ٹیلیفون، ٹرانسمیٹر، ٹی وی اور ریڈیو وغیرہ کے ذریعے دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک یہ خبر پہنچائی جانے لگی۔ دنیا کی سپر طاقتیں اور دوسرے بڑے ممالک یقین کرنے کو تیار نہیں تھے۔ کیونکہ فرہاد علی تیمور پہلے بھی کئی بار مر چکا تھا۔ بعد میں انکشاف ہوتا تھا کہ وہ فرہاد کی ڈمی تھی۔ اس کی موت کا چکر اتنی بار چلایا گیا تھا کہ آج کوئی یقین کرنا نہیں چاہتا تھا۔ سپر طاقتیں اور خطرناک تنظیموں کے سربراہوں نے تو سمجھ لیا تھا جیسے فرہاد کی طرح قیامت تک زندہ [illegible] نے کسی سے ذکر نہیں کرو گی۔ پارس اور [illegible] ہر یا کسی دن پھر آؤں گا۔"

ادارے کے ذمے [illegible] رہی ہوں کسی کو آپ کی آمد کے بارے میں نہیں بتاؤں [illegible] نہیں سمجھتے۔ ہمار [illegible] بھی وعدہ کریں جب آپ آئیں گے تو مجھ سے بہت سی باتیں [illegible] اس کا ذ [illegible] [illegible] گے۔"

[illegible] ڈیگر اینڈ ڈیگر نے وعدہ کیا پھر سوچ کے ذریعے اسے چومنے [illegible] بابا صاحب [illegible] نکالی پھر اس کے دماغ سے نکل گئے۔ ایک ڈیگر نے اس کے [illegible] شام کے [illegible] سمجھتے ہوئے ایسی باتیں چھیڑ دی تھیں کہ وہ فرہاد سے اجازت نامہ لے کر آئیں [illegible]

سپر طاقتوں میں صرف ایک ماسک مین تھا جسے فرہاد علی تیمور کی موت کا پختہ یقین تھا۔ کیونکہ اس کا ٹیلی پیتھی جاننے والا پاسکل بوبا فرہاد کے آخری لمحات میں اس کے اندر تھا۔ اس نے اچھی طرح دیکھا تھا جب سونیا نے فرہاد کا ہاتھ پکڑا تھا تو اس نے آنکھیں کھول دی تھیں۔ ان لمحات میں اس کے اندر زندگی کی رمق پیدا ہوئی تھی۔ اس نے آنکھیں کھول کر سونیا کو دیکھا تھا۔ اس کے دماغ نے اسے پہچانا تھا پھر وہ دماغ اچانک موت کے اندھیرے میں ڈوب گیا تھا۔

پاسکل بوبا نے ماسک مین کو ان آخری لمحات کی مکمل رپورٹ دی تھی۔ ماسک مین نے پوچھا "کیا تم نے فرہاد کے خیالات پڑھے تھے؟"

اس نے جواب دیا "جب پہلی بار اس کے دماغ میں گیا تو وہ قدرے ہوش میں تھا۔ ڈاکٹروں کی موجودگی میں دو شخص فرہاد کے بدن کی مالش کر رہے تھے۔ مسلسل کوما میں رہنے کے باعث اس کا جسم بے حس و حرکت ہو گیا تھا۔ دماغ بے حد کمزور تھا۔ میں کوئی ایک ایک منٹ تک اس کے خیالات پڑھتا رہا۔ پھر وہ دماغ بالکل ہی کمزور ہو گیا۔ میں نے رسونتی کی آواز سنی۔ وہ فرہاد کو پکار رہی تھی مگر سوچ کی لہریں دماغ کے سناٹے میں گونج کر رہ جاتی تھیں۔"

ماسک مین نے پھر سوال کیا "تم یقین سے کہہ رہے ہو کہ تم نے ایک منٹ تک اس کے خیالات پڑھے ہیں؟"

"میں پورے یقین سے کہتا ہوں، وہ فرہاد تھا۔ میں نے اس کی سوچ اور لہجے کو ایک منٹ تک پوری توجہ سے پڑھا تھا۔"

"اچھی بات ہے۔ میرا نائب اس کی آخری رسومات میں شریک ہونے جائے گا۔ تم اس کے ساتھ اپنے کسی آلۂ کار کو بھیج سکتے ہو اور موقع پا کر رسونتی کے حساس دماغ کو تھوڑا کمزور بنا سکتے ہو۔ اگر اسے اغوا کرنے میں کسی طرح کامیاب ہو جاؤ گے تو ٹیلی پیتھی کی قوت صرف ہمارے پاس ہو گی۔ آرمر اور جوجو اگرچہ ٹیلی پیتھی جانتے ہیں مگر وہ دونوں کسی کام کے نہیں ہیں۔ تم رسونتی پر توجہ دو۔"

دوسری طرف سپر ماسٹر بھی کچھ ایسا ہی منصوبہ بنا رہا تھا۔ وہ بظاہر بڑی بڑی بازیاں ہارتا رہا تھا۔ اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے

دیا گیا۔ تم نے اسے اپنا بیٹا تسلیم کر لیا۔ ان واقعات کی روشنی میں تمھاری بات تسلیم نہیں کی جائے گی۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "کسی کے تسلیم نہ کرنے سے کیا ہوتا ہے۔ علی تیمور میرا بیٹا ہے۔"

"سونیا یہ مسئلہ اٹھانے والی ہے۔ یقیناً اس کے پاس کوئی ثبوت ہو گا یا وہ اپنی فطرت کے مطابق مکاری سے پارس کو فرہاد کا بیٹا ثابت کرے گی۔ کیا تم سوچ سکتی ہو کہ پارس ابھی کہاں ہو گا؟ وہ باپ کی موت پر یہاں کیوں نہیں آیا؟"

"میں صدمات سے چور ہو گئی ہوں۔ میں نے دھیان ہی نہیں دیا کہ پارس باپ کی موت کی خبر سن کر بھی نہیں آیا ہے لیکن یہ بات تو اس [illegible]

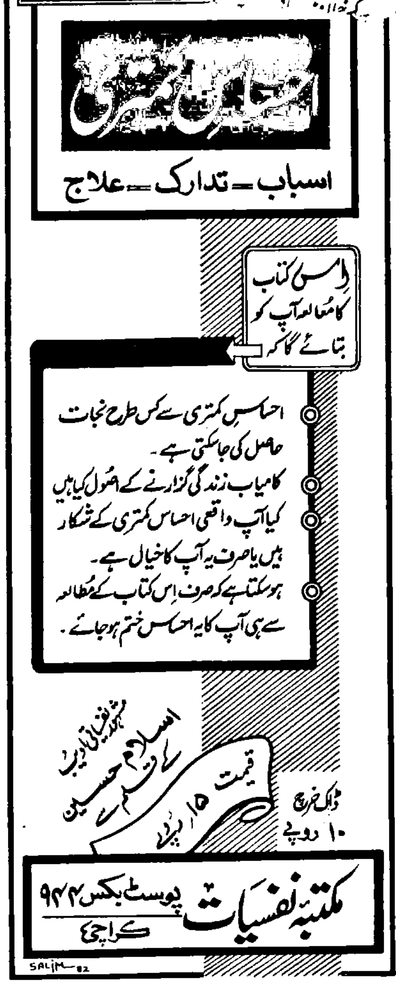

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

والا کسی لمحے بھی آخری سانس چھوڑ دے گا اور اس آخری سانس کے لیے وہ سونیا کا منتظر ہے۔

وہ ہیلی کاپٹر میں علی تیمور کے ساتھ روانہ ہوئی پھر آدھے گھنٹے میں ادارے کے احاطے کے اندر پہنچ گئی۔ وہاں سے منی کار میں بیٹھ کر اسپتال کے اُس حصے میں پہنچی جہاں فرہاد علی تیمور کو ایک کمرے میں رکھا گیا تھا۔ کمرے کے باہر پویا، آمنہ، واٹسو روکی، رسونتی اور بہت سے چاہنے والے موجود تھے۔ جناب شیخ الفارس دروازے کے پاس سر جھکائے زیرِ لب کچھ پڑھنے میں مصروف تھے۔ سونیا ڈوبتے ہوئے دل سے ایک ایک کو دیکھتے ہوئے دروازے تک آئی۔ جناب شیخ صاحب [illegible]

ماسک مین نے جواب دیا "جس طرح میں آفتاب کے مشرق سے نکلنے کی حقیقت کو تسلیم کرتا ہوں، اس طرح فرہاد کی موت کو تسلیم کر رہا ہوں۔"

"اس پختہ یقین کا کوئی تو سبب ہوگا؟"

"فرہاد کی موت کے وقت میرا آدمی اس کے سرہانے موجود تھا۔ صاف بات یہ ہے کہ اس کے دماغ میں موجود تھا۔ اب ہماری دنیا میں ٹیلی پیتھی کا اِکّا نہیں رہا۔ مجھے اب کھل کر اعتراف کرنا چاہیے کہ تمھاری ٹرانسفارمر مشین سے آخری دو ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے پاس ہیں اور میرے ملک کے وفادار ہیں۔"

"ہمیں شبہ تھا کہ وہ اجنبی خیال خوانی کرنے والا تمھاری پناہ میں ہو سکتا ہے۔ البتہ یہ چونکا دینے والا انکشاف ہے کہ تم نے میڈونا کو بھی اغوا کرایا ہے۔ کیا وہ دونوں فرہاد کے آخری لمحات میں اس کے اندر موجود تھے؟"

"میڈونا کی ابھی برین واشنگ ہو رہی ہے۔ صرف ایک ہی خیال خوانی کرنے والا موجود تھا۔ فرہاد نے ہمیشہ اپنی جگہ ڈمی پیش کی اور ہمیں دھوکا دیتا رہا۔ ہم دھوکا کھاتے رہے کیونکہ ڈمی کے دماغ میں پہنچ نہیں سکتے تھے۔ اس بار دھوکا کھانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میرے آدمی نے اطمینان کی حد تک فرہاد کے دماغ کو پڑھا ہے اور اس کی آخری سانس تک اس کے اندر موجود رہا ہے۔"

نائب نے کمپیوٹر کے ذریعے سپر ماسٹر کو یہ باتیں بتائیں۔ سپر ماسٹر نے کہا "اب فرہاد کی موت کا یقین کرنا ہوگا۔ ماسک مین نے ہمیں بہت بڑی چوٹ دی ہے۔ اُسے فرہاد کی موت سے بے شمار فائدے پہنچنے والے ہیں۔ وہ آئندہ رسونتی، آمر اور جوجو کو حاصل کرنے کی کوششیں کرے گا۔ اس کی کوششوں کو ناکام بنانے کے لیے ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے مسٹر ڈیگر اینڈ ڈیگر کو میدانِ عمل میں لانا ہوگا۔"

سپر ماسٹر نے ٹیلی پیتھی جاننے والے کا کچھ عجیب سا نام لیا تھا۔ مسٹر ڈیگر اینڈ ڈیگر کسی کمپنی یا لمیٹڈ فرم کا نام لگتا تھا جیسے جین اینڈ جین کمپنی یا والٹر اینڈ والٹر بینک لمیٹڈ۔ لیکن ڈیگر اینڈ ڈیگر کے ساتھ 'مسٹر' کہا گیا تھا۔ جیسے یہ کسی ایک شخص کا نام تھا۔ دو میں سے ایک بات

مجھے جگہ دو۔"

گے یا دو اشخاص کا وہ مشترکہ نام ہوگا۔

وہ آخری وقت فرہاد کے د[illegible]

ہی اس کی سوچ کی لہریں دماغ سے نکل گئیں۔ ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ایک تھی۔ اس نے اپنی تسلی کے لیے دوسری بار دماغ [illegible] تھا جو ہر فن مولا تھے۔ کی لیکن جگہ نہیں ملی۔ وہ ٹیلی پیتھی کا سکہ جمانے والا دماغ ہمیشہ بے حد مکار [illegible] تاریکی میں ڈوب چکا تھا۔

رسونتی دوڑتی ہوئی کمرے میں آئی۔ پھر اس کی لاش سے [illegible] لگی۔ اس کے پیچھے علی تیمور آیا۔ باپ کے پیروں کے پاس کھڑا [illegible] دیکھا۔ سونیا اس کی پتھرائی ہوئی آنکھوں کو بند کرتے [illegible] چادر سے ڈھانپ [illegible] اسی طرح ہر ایک کے مزاج، لہو اور فطری عادتوں کو ایک دوسرے میں منتقل کیا گیا تھا۔ ان کے حواسِ خمسہ کو اس قدر زود حس بنایا گیا تھا کہ وہ ایک سوئی کے فرش پر گرنے کی آواز سن سکتے تھے، اندھیرے میں اُلّو کی طرح دیکھ لیتے تھے، فضا میں منہ اُٹھا کر سونگھتے تھے اور بتا دیتے تھے کہ شکار کس سمت میں ہے اور جگہ بدل بدل کر کہاں جا رہا ہے۔ زبان سے چکھ کر مضر رساں چیزوں کو پہچان لیتے تھے اور ہاتھ سے چھو کر کسی بھی چیز کا درجہ حرارت معلوم کر لیتے تھے۔

وہ دونوں کئی بار ٹرانسفارمر مشین سے گزرنے کے بعد جڑواں بن گئے تھے۔ ایک کی خواہش، دوسرے کی خواہش ہوتی تھی۔ ایک کو کسی چیز سے تکلیف پہنچتی تھی تو دوسرے کو بھی وہی چیز تکلیف پہنچاتی تھی۔ ایسا اُن بچوں کے ساتھ ہوتا ہے جو قدرتی طور پر جڑواں پیدا ہوتے ہیں۔ انسان کی بنائی ہوئی ٹرانسفارمر مشین نے ان دونوں کو نئے سرے سے جڑواں پیدا کیا تھا اسی لیے دونوں کا نام بھی ایک ہی تھا۔ پہلے کا نام بھی ڈیگر، دوسرے کا نام بھی ڈیگر۔ اس طرح وہ مسٹر ڈیگر اینڈ ڈیگر کہلانے لگے تھے۔

ان دونوں کے دماغوں میں پہلے ہی فرہاد، سونیا، رسونتی، پارس اور علی تیمور، پویا اور آمنہ کی آواز اور لہجوں کو نقش کرا دیا گیا تھا۔ وہ آمر اور جوجو تک بھی پہنچ سکتے تھے۔ انھوں نے سب سے پہلے جوجو تک پہنچنے کی کوشش کی۔ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روکنا چاہتی تھی۔ ڈیگر اینڈ ڈیگر نے فرہاد کی آواز اور لہجے میں کہا "بیٹی! سانس نہ روکنا، میں تمھارا پاپا ہوں۔"

وہ حیرانی سے بولی "پاپا؟ آپ تو مر چکے ہیں۔"

"ہاں بیٹی! میری موت اچانک ہو گئی مگر دنیا سے رخصت ہوتے وقت اپنی پیاری بیٹی سے نہ مل سکا تھا اس لیے واپس آگیا۔"

وہ جلدی جلدی آنسو پونچھتے ہوئے بولی "پاپا! سب لوگ کہتے ہیں کہ آپ کبھی میرے پاس نہیں آئیں گے مگر آپ کتنے اچھے ہیں، مرتے ہی میرے پاس آگئے۔"

"بیٹی! میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ اللہ میاں واپس

بلا رہے ہیں۔ میں تمھیں پیار کر کے جا رہا ہوں۔"

"آپ پھر آئیں گے نا؟"

"اگر تم میری آمد کے سلسلے میں کسی سے ذکر نہیں کرو گی۔ پارس اور آمر کو بھی نہیں بتاؤ گی تو میں کسی دن پھر آؤں گا۔"

"میں وعدہ کرتی ہوں کسی کو آپ کی آمد کے بارے میں نہیں بتاؤں گی مگر آپ بھی وعدہ کریں جب آپ آئیں گے تو مجھ سے بہت سی باتیں کریں گے۔"

ڈیگر اینڈ ڈیگر نے وعدہ کیا پھر سوچ کے ذریعے اسے چومنے کی آواز نکالی، پھر اس کے دماغ سے نکل گئے۔ ایک ڈیگر نے اس کے بچگانہ مزاج کو سمجھتے ہوئے ایسی باتیں چھیڑ دی تھیں کہ وہ فرہاد سے رابطے کے کوڈ ورڈز پوچھنا بھول گئی تھی۔ اس کی باتوں کے دوران دوسرے ڈیگر نے دماغ کی تہ میں پہنچ کر کوڈ ورڈز معلوم کر لیے تھے۔

رسونتی نے چوڑیاں توڑ ڈالی تھیں۔ سادہ سا لباس پہن لیا تھا اور اپنے بیڈ روم کے دروازے کھڑکیوں کو بند کر کے تنہا فرش پر بیٹھ گئی تھی۔ تنہائی میں خوب دل کھول کر رونا چاہتی تھی۔ یہ سوچ کر ہی آنسو نکل آتے تھے کہ پہاڑ جیسا جیون ساتھی اب کبھی واپس نہیں آئے گا۔ کبھی خیال نہیں آتا تھا کہ اسے بھی موت آسکتی ہے۔ آہ! آگئی۔

اس نے اچانک سانس روک لی۔ پرائی سوچ کی لہریں محسوس ہوئی تھیں۔ پھر وہ سانس لیتے ہوئے غصے سے بولی "کون ہے؟ چلے جاؤ۔ مجھے تنہا رہنے دو۔"

پاسکل بوبا نے کہا "میں فرہاد کو واپس نہیں لا سکتا مگر تمھارے غم میں شریک تو ہو سکتا ہوں۔"

"میں کسی کو شریک نہیں کرنا چاہتی۔ چلے جاؤ۔"

"میں تمھارا دوست اور ہمدرد ہوں۔ خطرات سے آگاہ کرنے آیا ہوں۔"

"میری دنیا لُٹ چکی ہے۔ اب خطرات مجھے کیا ڈرائیں گے۔"

"خطرات تو اب شروع ہوئے ہیں، تمھارے لیے اور تم سے زیادہ علی تیمور کے لیے۔"

ماں کا دل دھک سے رہ گیا۔ اس نے گھبرا کر پوچھا "تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"اب ولدیت کا مسئلہ اُٹھے گا۔ فرہاد نے اپنی زندگی میں کسی بیٹے کو واضح طور پر باپ کا نام نہیں دیا۔ اس کا فیصلہ اب تم کر سکتی ہو لیکن تم سے زیادہ سونیا کی بات مانی جاتی ہے اور وہ جلد ہی پارس کو فرہاد کا بیٹا منوا کر رہے گی۔"

"ایسا نہیں ہوگا۔ میں ماں ہوں۔ دنیا والے میری بات مانیں گے۔"

"دنیا والے نادان نہیں ہیں۔ یہ سب جانتے ہیں کہ بیٹا پیدا ہونے کے بعد کئی بار تم سے بچھڑ چکا ہے۔ جب بھی کوئی بچہ تمھاری گود میں لا کر دیا گیا تم نے اسے اپنا بیٹا تسلیم کر لیا۔ اِن واقعات کی روشنی میں تمھاری بات تسلیم نہیں کی جائے گی۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "کسی کے تسلیم نہ کرنے سے کیا ہوتا ہے۔ علی تیمور میرا بیٹا ہے۔"

"سونیا یہ مسئلہ اُٹھانے والی ہے۔ یقیناً اس کے پاس کوئی ثبوت ہوگا یا وہ اپنی فطرت کے مطابق مکاری سے پارس کو فرہاد کا بیٹا ثابت کرے گی۔ کیا تم سوچ سکتی ہو کہ پارس ابھی کہاں ہوگا؟ وہ باپ کی موت پر یہاں کیوں نہیں آیا؟"

"میں صدمات سے چُور ہو گئی ہوں۔ میں نے دھیان ہی نہیں دیا کہ پارس باپ کی موت کی خبر سن کر بھی نہیں آیا ہے لیکن یہ بات تو اس کے خلاف جاتی ہے۔ جب وہ اپنا خون ہی نہیں ہے تو فرہاد کی موت سے کیا خاک اثر لے گا۔"

"ہو سکتا ہے، یہ سونیا اور پارس کی ملی بھگت ہو، وہ کوئی زبردست چال چل رہے ہوں۔"

"پارس یہاں سے دور رہ کر کیا چال چل سکتا ہے!"

"بعض چالیں وقت گزرنے کے بعد سمجھ میں آتی ہیں۔"

بابا صاحب کے ادارے میں ہر طرف بڑے بڑے اسپیکر لگے ہوئے تھے جن کے ذریعے کارکنوں کو ہدایات دی جا رہی تھیں۔ کل صبح فرہاد کی تدفین کے وقت مختلف ممالک کے اہم افراد آنے والے تھے۔ انھیں ادارے کے ایک خاص حصے تک محدود رکھنے کے سلسلے میں ریہرسل کی جا رہی تھی۔ ایسے ہی وقت اسپیکر سے کہا گیا "مادام سونیا! متوجہ ہوں۔ پارس بابا آئے ہوئے ہیں لیکن وہ ادارے کے اندر نہیں آنا چاہتے۔ وہ تشویش ناک حالت میں ہیں۔ آپ فوراً مین گیٹ پر آجائیں۔"

اسپیکر سے اُبھرنے والی یہ آواز رسونتی تک پہنچ رہی تھی۔ پاسکل بوبا نے کہا "شیطان کا ذکر کرتے ہی وہ پہنچ گیا۔ تمھیں دیکھنا چاہیے کیا واقعی وہ تشویش ناک حالت میں ہے؟"

رسونتی خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی پارس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہ نشے میں تھا۔ اُس کے ایک ہاتھ میں شراب کی بوتل تھی۔ اس نے اپنی کار مین گیٹ کے سامنے روک دی تھی اور کار کی چھت پر بیٹھا ہوا کہہ رہا تھا "مجھے معلوم ہے میرے پاپا مر چکے ہیں۔ اب وہ کبھی یہ بتانے کے لیے واپس نہیں آئیں گے کہ میں اُن کا اصلی بیٹا ہوں مگر اس سے کیا ہوتا ہے۔ میں اصلی ہوں، اصلی ہی رہوں گا۔"

ادارے کے ایک بزرگ نے گیٹ پر آکر کہا "پارس! تم نے باپ کے وفات پاتے ہی شراب کی بوتل پکڑ لی۔ یہ کتنے افسوس کی بات ہے۔ اس ادارے میں شرابیوں کو داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ واپس جاؤ اور صبح کو پاک صاف ہو کر یہاں آؤ۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

وہ بوتل کو منہ سے لگا کر دو گھونٹ پینے کے بعد بولا "یہاں نہیں آؤں گا اور اُس وقت تک پاپا کی آخری رسومات ادا کرنے نہیں دوں گا جب تک شیخ صاحب کل آنے والے تمام ممالک کے نمائندوں کے سامنے مجھے فرہاد علی تیمور کا اپنا بیٹا تسلیم نہیں کریں گے۔"

رسونتی نے کہا "تم حد سے بڑھ رہے ہو۔ میں پیدا کرنے والی ماں ہوں، میں اچھی طرح جانتی ہوں علی تیمور کو میں نے جنم دیا ہے تم اپنی اوقات میں رہو۔"

وہ بوتل والا ہاتھ اُٹھا کر بولا "سنو لوگو! سنو، میری ماں میرے اندر بول رہی ہے کہ اس نے مجھے جنم نہیں دیا ہے۔"

ادارے کے افراد گیٹ پر جمع ہو رہے تھے۔ رسونتی نے پھر سے دار کی زبان سے کہا "میں اِس کی زبان سے کہہ رہی ہوں۔ میں رسونتی ہوں اور آج اعلان کرتی ہوں کہ میں نے علی تیمور کو جنم دیا ہے۔ پارس سے میرا دور کا بھی رشتہ نہیں ہے۔"

سونیا وہاں پہنچ گئی تھی۔ اس نے پھر سے دار کو دیکھتے ہوئے کہا "رسونتی! حالات کو سمجھا کرو۔ وہ نشے میں ہے اور تم ہو کہ ایک بچے کے ساتھ ننھی بچی بن کر جھگڑا بڑھا رہی ہو۔"

"سونیا! مجھے نادان نہ سمجھو۔ یہ لڑکا زہریلا ہے، اِس پر شراب اثر نہیں کرتی۔ یہ خود کو خواہ مخواہ نشے میں ظاہر کر رہا ہے اور اِس بہانے خود کو فرہاد کا بیٹا منوانا چاہتا ہے۔"

سونیا نے کہا "تمھاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ یہ اب زہریلا نہیں رہا۔ اس کا مکمل علاج ہو چکا ہے، اِس لیے شراب اس پر اثر کرتی ہے۔ تم ماں ہو، اِسے پیار دو۔ یہ شراب چھوڑ دے گا۔"

"میں اس کی ماں نہیں ہوں۔"

پارس نے ہاتھ نچا کر کہا "میں کب کہتا ہوں، تم میری ماں ہو۔ سوتیلی ماں کبھی اپنی ماں نہیں ہوتی۔ میری سگی ماں تو یہ ہیں، میری ممّا۔ کیوں ممّا! خاموش کیوں ہیں۔ کل صبح دنیا کے کتنے ہی ممالک کے اہم افراد، پریس رپورٹرز اور فوٹوگرافرز آئیں گے۔ آپ کل سب کے سامنے اعلان کریں گی کہ میں فرہاد علی تیمور کا بیٹا ہوں اور آپ نے مجھے جنم دیا ہے۔"

"کیا؟" سب ہی چونک کر سونیا کو دیکھنے لگے۔ رسونتی بھی چونک کر دماغی طور پر حاضر ہو گئی تھی اور بڑبڑا رہی تھی "یہ میں کیا سن رہی ہوں؟ کیا سونیا نے فرہاد کے بیٹے کو جنم دیا ہے؟ کیا پارس کی پیدائش اتنی رازداری سے ہوئی کہ مجھے آج تک معلوم نہ ہو سکا۔"

پاسکل بوبا نے کہا "تم اسی طرح سوچتی رہو گی۔ ذرا اُدھر جا کر دیکھو کیا ہو رہا ہے۔"

وہ پھر پارس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ سونیا آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اس کے پاس آ رہی تھی اور کہہ رہی تھی "کار سے نیچے اُترو۔"

پھر اُس نے خود ہی قریب آ کر سہارا دے کر نیچے اُتارا۔ اس کے ہاتھ سے بوتل لے کر ایک طرف پھینک دی۔ پھر اس کے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں لے کر بڑی ممتا سے کہا "میرا بیٹا! آج باپ سے محروم ہو گیا ہے مگر ماں کی ممتا سے کبھی محروم نہیں رہے گا۔"

یہ کہتے ہی وہ اُس کے چہرے کو جگہ جگہ سے چومنے لگی۔ اس کی ایک ایک ادا سے ممتا پھوٹ رہی تھی۔ پھر اُس نے سینے سے لگا کر کہا "بیٹے! تم نشے میں ہو، تمھیں ادارے میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ ابھی تم جاؤ، صبح نہا دھو کر صاف ستھرے ہو کر یہاں آنا لیکن تم اِس حالت میں کیسے ڈرائیو کرو گے؟ دشمن ایسی حالت میں فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ خدانخواستہ تمھیں نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ چلو، میں تمھیں چھوڑ کر آؤں گی۔"

اس نے پارس کو اگلی سیٹ پر بٹھایا پھر اسٹیرنگ سیٹ پر آ کر بیٹھ گئی۔ کار اسٹارٹ کر کے وہاں سے جانے لگی۔ رسونتی کے دماغ میں آندھیاں سی چل رہی تھیں۔ وہ اپنی جگہ بیٹھی نہ رہ سکی۔ فوراً اُٹھ کر رہائش گاہ سے باہر آئی پھر تیزی سے چلتی ہوئی جناب شیخ صاحب کے حُجرے کے سامنے پہنچ گئی۔ دروازے پر چند مرید بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نے اپنی آمد کی اطلاع پہنچائی۔ ایک مرید نے حُجرے سے نکل کر کہا "حضور فرماتے ہیں، آپ شیطان کے ساتھ آئی ہیں اور شیطان کو حُجرے میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔"

رسونتی نے سوچ کے ذریعے کہا "مجھے خیال ہی نہ رہا کہ تم ابھی تک موجود ہو۔ جاؤ یہاں سے۔"

وہ دماغ سے چلا گیا۔ رسونتی نے پھر اطلاع بھیجی۔ اِس بار جواب آیا "تم نے شیطان کو بھگایا ہے، شیطانی خیالات کو نہیں بھگایا۔ میرے سامنے ہر انسان کے لیے نیکی اور محبت لے کر آؤ۔"

وہ سوچنے لگی "میرے اندر سب ہی کے لیے نیکی اور محبت ہے۔ پھر شیخ صاحب ملنے سے انکار کیوں کر رہے ہیں؟"

اس کے اندر سے آواز آئی "پارس کے لیے نہ نیکی ہے، نہ محبت۔"

وہ جھنجلا کر سوچنے لگی "اس کے لیے کبھی دل میں محبت نہیں ہو گی۔ میرے ساتھ زبردست دھوکا ہوا ہے۔ فرہاد نے آخری سانس تک دھوکا دیا اور سونیا پارسا بن کر مجھے متاثر کرتی رہی۔ چپ چاپ فرہاد کے ایک بیٹے کو جنم دے کر اسے میرا بیٹا کہتی رہی اور دنیا والوں کے سامنے فرہاد کے دونوں بیٹوں کو ممتا بناتی رہی۔ واقعی مکاری میں اس کا جواب نہیں ہے۔ یہ آستین کا سانپ بن کر مجھے ڈستی رہی ہے۔"

وہ بڑی دیر تک سوچتی رہی۔ حُجرے کا دروازہ بند رہا۔ خیال پیدا ہوتا رہا "جناب شیخ صاحب حقیقت جانتے ہیں لیکن زبان سے کہنا نہیں چاہتے، اس لیے دروازہ بند رکھا ہے۔ اگر میں سب کے لیے نیکی اور محبت لے کر حُجرے میں جاؤں گی تو سونیا اور پارس کے خلاف کوئی بات نہیں کر سکوں گی۔ اسی لیے جناب شیخ صاحب نے مجھے نیکی اور محبت کی شرط میں جکڑ دیا ہے۔"

وہ دروازے سے واپس چلی آئی۔ اپنی رہائش گاہ کے دروازے پر پہنچنے تک پاسکل بوبا پھر آ گیا، کہنے لگا "اِس وقت تم بے یار و مددگار ہو۔ اِس ادارے کے احاطے میں جب تک رہو گی، تمھیں اپنی کم مائیگی کا احساس ہوتا رہے گا۔ میں نہ کہوں، تب بھی تمھیں یہ حماقت سمجھ میں آئے گی کہ تم نے ایک مسلمان سے شادی کر کے اور اسلام قبول کر کے زندگی کی سب سے بڑی غلطی کی ہے۔"

وہ بولی "ہاں میں سمجھ رہی ہوں۔ فرہاد اپنی زندگی میں دھوکا دیتا رہا۔ اس کے مرتے ہی سونیا اور پارس اپنی اصلیت دکھا رہے ہیں اور یہاں کے اتنے بڑے عالم حُجرے میں منہ چھپا رہے ہیں۔ میں یہاں ایک منٹ نہیں رہوں گی۔ ابھی اپنے بیٹے کو یہاں سے چلنے پر مجبور کروں گی۔"

"ایسی غلطی نہ کرنا۔ علی تیمور صرف تمھارا ہی نہیں ایک مسلمان کا بھی بیٹا ہے۔ باپ سے بے حد متاثر ہے۔ وہ اِس ادارے سے جانے پر راضی نہیں ہو گا۔ تم تو ست ذہین ہو، اس نکتے کو سمجھو۔ اگر یہاں سے تنہا جا کر بیٹے سے کہو گی کہ تم دشمنوں کے فریب میں آ گئی ہو تو وہ تمھاری مدد کے لیے آئے گا۔ پھر اِن تمام دشمنوں سے دور تم اُسے تنہائی میں سکون سے اچھی بُری باتوں کی تمیز کرا سکو گی۔"

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ پاسکل بوبا نے کہا "تمھاری ذہانت کو کیا ہوا ہے؟ علی تیمور اپنے باپ کی تدفین سے پہلے نہ خود یہاں سے جائے گا، نہ تمھیں جانے دے گا۔ پھر تم یہاں رہ کر انگاروں پر لوٹتی رہو گی۔"

وہ اپنے کمرے میں آئی۔ فون کا ریسیور اُٹھا کر منتظمِ اعلیٰ سے کہا۔ "میں یہاں گھٹن محسوس کر رہی ہوں۔ ہوا خوری کے لیے جانا چاہتی ہوں۔ کار بھیج دیجیے۔"

دوسری طرف سے کہا گیا "کار ابھی بھیجی جا رہی ہے۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ پاسکل بوبا نے کہا "تم ادارے سے نکل کر پیرس جانے والی شاہراہ پر جاؤ۔ کم از کم ایک گھنٹے کی ڈرائیونگ کے بعد تمھیں میرے آدمی ملیں گے، وہ تمھیں میرے پاس لے آئیں گے۔ میں یقین سے کہتا ہوں، ہم دونوں مل کر علی تیمور کو فرہاد کی جائز اور پارس کو ناجائز اولاد ثابت کر دیں گے۔ میں جا رہا ہوں۔ تمھیں وقتاً فوقتاً گائیڈ کرتا رہوں گا۔"

وہ چلا گیا۔ رسونتی کی رہائش گاہ کے سامنے کار آ گئی۔ وہ کمرے سے نکلنا ہی چاہتی تھی کہ ایک دم سے ٹھٹک گئی۔ اسے فرہاد کی آواز سنائی دی تھی۔ یہ یقین کرنے والی بات نہیں تھی لیکن وہ فرہاد کے کوڈ ورڈز ادا کرتے ہوئے کہہ رہا تھا "فرہاد ٹو کس یور مائنڈ۔ میری جان رسونتی! کاش میں مر جاتا یا خیال خوانی کے قابل نہ رہتا۔ تمھاری یہ دشمن سوچ نہ پڑھ سکتا تو کتنا اچھا ہوتا۔ میری موت کا یقین ہوتے ہی تم پھر دشمنوں کے فریب میں آ رہی ہو۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "یہ کیا چکر ہے۔ تم زندہ کیسے ہو؟ اس وقت کہاں ہو؟"

"میں جہاں بھی ہوں تمھیں کیوں بتاؤں۔ تم تو میرے دشمن کا ساتھ دینے جا رہی ہو۔"

"کیا مجھے نہیں جانا چاہیے؟ تم نے ساری زندگی مجھے دھوکا دیا ہے۔"

"تم بے وقوف ہو۔ میں بہت دیر سے تمھارے دماغ میں ہوں۔ میں نے تمھارے اندر رہ کر پارس کو شراب پیتے دیکھا ہے۔ وہ تمھاری ممتا سے محروم ہو کر جوش و جذبے میں کہہ رہا تھا کہ تم سوتیلی ہو اور سونیا نے اسے جنم دیا ہے تو تم نے اِسے سچ مان لیا۔ تمھارے جیسی بے وقوف عورت میں نے کبھی نہیں دیکھی۔ ٹھیک ہے جاتی ہو تو جاؤ لیکن خبردار! میرے دشمنوں کو کبھی نہ بتانا کہ میں زندہ ہوں۔ اگر بتاؤ گی تو میں اعلان کر دوں گا کہ صرف پارس میرا بیٹا ہے اور علی تیمور ناجائز ہے۔"

"نہیں۔" وہ گھبرا کر بولی "خبردار! میرے بیٹے کو ناجائز کہہ کر میری پارسائی اور وفاداری کو گالی نہ دینا۔ اگر یہ غلط ہے کہ سونیا نے پارس کو جنم نہیں دیا ہے تو میں دشمنوں کو دشمن ہی سمجھوں گی اور یہ ادارہ چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔"

"باہر گاڑی آ گئی ہے۔ اس میں بیٹھ کر نکلو اور میرے پاس آؤ۔"

"تم کہاں ہو؟"

"ادارے کے مین گیٹ سے نکل کر بائیں جانب والے راستے پر جانا اور اُس شیطان خیال خوانی کرنے والے کو دماغ میں نہ آنے دینا۔ میں جب بھی آؤں گا کوڈ ورڈز ادا کروں گا۔"

"مگر تم کہاں ہو؟"

"مجھے بڑی رازداری سے ایک خفیہ پناہ گاہ میں پہنچایا گیا ہے، اس کا علم سونیا کو بھی نہیں ہے۔ ابھی جناب شیخ صاحب نے مجھے بتایا ہے کہ انھوں نے تمھارے لیے حُجرے کا دروازہ نہیں کھولا، کیونکہ تم شیطان کے فریب میں آ رہی تھیں۔ انھوں نے مجھے حکم دیا کہ میں تمھیں بڑی رازداری سے اپنے پاس بُلا لوں۔"

وہ باہر آ کر گاڑی میں بیٹھ گئی۔ پھر اُسے ڈرائیو کرتی ہوئی بابا صاحب کے ادارے سے باہر جانے لگی۔ فرہاد کی آواز آئی "تم اطمینان سے ڈرائیو کرتی رہو۔ فرانسیسی حکومت کا ایک ہیلی کاپٹر تمھارے پاس پہنچنے والا ہے۔ میں ابھی پھر آؤں گا۔ دماغ میں کسی اور کو نہ آنے دینا۔"

اس کے دماغ میں ایک ڈیگر خاموش رہا تاکہ رسونتی سمجھے کہ وہ چلا گیا ہے لیکن اس کی موجودگی ضروری تھی۔ وہ پاسکل بوبا کو پھر آنے کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا۔ دوسرا ڈیگر ایک ہیلی کاپٹر اغوا کر کے لا رہا تھا۔ رسونتی اُس کے بتائے ہوئے راستے پر جا رہی تھی۔ کوئی پچاس منٹ کے بعد ایک ہیلی کاپٹر دور سے آتا ہوا دکھائی دیا۔ ڈیگر نے کہا "وہ ہیلی کاپٹر

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

تمھارے لیے ہے۔ گاڑی کو دائیں طرف کچے راستے پر اُتار لو۔ آگے ایک میدان ہے۔ ہیلی کاپٹر وہیں تمھارے لیے اُتارا جارہا ہے۔"

اس نے گاڑی کو کچے راستے پر اُتار لیا۔ اسی وقت پاسکل بُوبا نے آکر کہا "میں آگیا ہوں۔" پھر وہ چونک کر بولا "ارے! تم یہ کچے راستے پر کہاں جارہی ہو؟"

وہ بولی "میں اپنے فرہاد کے پاس جارہی ہوں۔"

وہ حیرانی سے بولا "کیا کہہ رہی ہو؟ کیا یہ کہنا چاہتی ہو کہ وہ زندہ ہے؟"

"ہاں! میرا سہاگ سلامت ہے۔ تم یہاں سے جاؤ۔"

"رسونتی! تم دھوکا کھارہی ہو۔"

ڈیگر نے فرہاد کے لہجے میں کہا "گونان سنس! میری بیوی کو سب عزت سے مادام کہتے ہیں۔ تم میری موت کی خبر سنتے ہی اسے ایک عام عورت کی طرح نام لے کر مخاطب کر رہے ہو۔ یہ ابھی سانس روک کر تمھیں بھگا سکتی ہے لیکن مجھ سے باتیں کر رہی ہے۔ سانس رکے گی تو میں بھی دماغ سے نکل جاؤں گا۔ تم یہاں سے جاؤ۔"

"میں نہیں جاؤں گا۔ تم دھوکا کھارہی ہو۔ فرہاد مر چکا ہے۔ میں اس کی آخری سانس تک دماغ میں تھا۔ میں نے اسے دم توڑتے دیکھا ہے۔"

رسونتی نے کہا "میں نے تو دھیان ہی نہیں دیا تھا۔ تم مجھے نام سے مخاطب کر رہے تھے۔ تمھاری اتنی جرأت کیسے ہوئی؟ میں اپنے شوہر کو اپنی عمر بھی دے دوں گی مگر تم اسے مُردہ اور مجھے بے یار و مددگار سمجھ کر عام عورتوں کی سطح پر لے آئے تھے۔ چلے جاؤ یہاں سے۔"

وہ میدان میں پہنچ کر کار سے اُتر گئی۔ ہیلی کاپٹر کا پنکھا تیزی سے گردش کر رہا تھا۔ وہ تیز قدم اُٹھاتی ہوئی اُدھر جانے لگی۔ دو مسلح شخص نظر آرہے تھے۔ پاسکل بُوبا نے پریشان ہو کر کہا "او گاڈ! تم ہیلی کاپٹر میں کہاں جارہی ہو۔ رسونتی! مم... میرا مطلب ہے مادام! آپ عقل سے کام لیں۔ اب بھی وقت ہے۔ میں آپ کو دشمنوں سے بچانے کی پوری کوشش کروں گا۔ پلیز! آپ سانس روک کر فوراً کار میں واپس جائیں۔ مسلح افراد سے دور جانے کی کوشش کریں۔"

لیکن وہ اُن افراد کے قریب پہنچ گئی تھی۔ انھوں نے اسے ہیلی کاپٹر میں سوار ہونے کے لیے سہارا دیا۔ پائلٹ کے پیچھے دو سیٹیں خالی تھیں۔ آخری سیٹوں پر دو اور مسلح افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ رسونتی کے احترام میں اُٹھ کر کھڑے ہوگئے۔ نیچے کھڑے ہوئے افراد بھی آگئے۔ دروازہ بند ہوگیا۔ ہیلی کاپٹر زمین چھوڑ کر بلندی پر جانے لگا۔ اسی وقت ایک نے پیچھے سے اس کی گردن دبوچ لی۔ دوسرے نے اس کے بازوؤں کو جکڑ لیا۔ پاسکل بُوبا نے کہا "دیکھو! دیکھو تمھارے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ اگر تمھارے دماغ میں آنے والا فرہاد ہوتا تو کیا تم سے ایسا سلوک کیا جاتا؟"

وہ کوئی جواب نہ دے سکی۔ اس کے بازو میں ایک سُوئی چُبھی تھی۔ اس کے بعد اسے ہوش نہیں رہا۔ پاسکل بُوبا اس کے بے ہوش دماغ سے نکل آیا۔ ماسک مین سے بولا "سُپر ماسٹر کا ٹیلی پیتھی جاننے والا ہم سے بازی لے گیا ہے۔ وہ رسونتی کو ایک ہیلی کاپٹر میں لے جارہا ہے۔ میں فرانس کے ایئرپورٹ ٹاور اور بین الاقوامی پروازی تنظیم سے رابطہ قائم کر کے..."

ماسک مین نے کہا "سُپر ماسٹر کے بھی بڑے وسیع ذرائع ہیں۔ اب ہم تم اسے روک نہیں سکیں گے۔ تم وقت ضائع نہ کرو۔ آرمر یا جوجو کو اغوا کرنے کی کوشش کرو۔"

اس نے دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچا "ایک بار آرمر کو اغوا کیا گیا تھا وہ کچھ محتاط ہوگیا ہوگا۔ اس کے لیے محنت زیادہ کرنی ہوگی۔ کیوں نہ جوجو کے لیے کوشش کی جائے۔ اس سے پہلے کہ رسونتی کے اغوا ہونے کی اطلاع سونیا اور اُس کے بیٹوں تک پہنچے، جوجو کو وہاں سے نکال لانا چاہیے۔"

وہ جوجو کے دماغ میں آیا۔ وہ بولی "اوہ پاپا! آپ پھر آگئے؟"

پاسکل بُوبا پہلے تو ذرا اُلجھا پھر حاضر دماغی سے کام لیتے ہوئے بولا "ہاں! تم مجھے بہت یاد آرہی تھیں۔ ہائے جنت کتنی خوبصورت جگہ ہے۔ میں نے سوچا اگر میں اپنی بیٹی کو وہاں کی سیر کراؤں گا تو خوش ہو جائے گی۔"

وہ خوش ہو کر بولی "سچ پاپا! میں جنت کی سیر کر سکتی ہوں؟"

"بے شک۔ میں نے اجازت حاصل کر لی ہے۔ تم یہاں سے دو چار گھنٹوں کے لیے جاؤ گی پھر صبح سے پہلے یہاں ادارے میں پہنچ جاؤ گی۔"

"لیکن پاپا! رات کو جنت اچھی طرح دکھائی نہیں دے گی۔"

"پگلی کہیں کی۔ جنت میں کبھی رات نہیں ہوتی۔ تم یہاں سے نکلو تو سہی۔"

"یہ تو مشکل ہے۔ مجھے تو رات کے وقت تنہا جانے کی اجازت نہیں ہے، ابھی رات کو کیسے آپ کے پاس آسکتی ہوں؟ آپ کہاں ہیں؟"

"میں جنت میں ہوں۔ جب تم ادارے سے باہر جاؤ گی تو کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد فرشتے ملیں گے۔ وہ تمھیں میرے پاس لے آئیں گے۔"

"ہائے اللہ! میں نے فرشتوں کو کبھی دیکھا نہیں ہے۔ انھیں ضرور دیکھوں گی۔ مجھے بتائیے میں کیسے آؤں؟"

"پارس کے ساتھ آسکتی ہو مگر ابھی میرے بارے میں اسے کچھ نہ بتانا۔ باہر فرشتے ملیں گے تو تم ان فرشتوں سے اس کا تعارف کراؤ گی اور بتاؤ گی کہ جنت میں مجھ سے ملنے کے لیے جارہی ہو تو وہ حیران رہ جائے گا۔"

وہ خوشی سے تالی بجا کر بولی "پارس کو سرپرائز دینے میں بڑا مزہ آئے گا۔"

وہ ادارے میں ڈمی پارس کے ساتھ رہتی تھی اور اسے ہی اپنا اصلی پارس سمجھتی آرہی تھی۔ وہ اس کے پاس آکر بولی "میرا دل گھبرا رہا ہے۔ چلو! باہر گھومنے چلیں گے۔"

ڈمی نے کہا "رات کے گیارہ بج رہے ہیں۔ ہم ادارے کے اندر چہل قدمی کر سکتے ہیں، باہر نہیں جاسکتے۔"

"کیوں نہیں جاسکتے؟"

"تم سمجھنے کی کوشش کرو۔ میرے پاپا کا انتقال ہوگیا ہے۔ کل اُن کی تدفین ہوگی۔ ایسے میں کیا سیر و تفریح اچھی لگتی ہے؟"

وہ پاسکل بُوبا کی ہدایت کے مطابق بولی "یہاں کا ماحول ماتمی ہوگیا ہے۔ میرا دم گھٹ رہا ہے۔ تھوڑی دیر کے لیے باہر ہو آئیں گے تو کیا ہو جائے گا۔ کیا تم میرا دل بہلانا نہیں چاہتے؟"

اس نے ریسیور اُٹھا کر منتظمِ اعلیٰ سے رابطہ قائم کیا پھر کہا۔ "جناب! جوجو بہت پریشان ہے۔ پاپا کی موت سے شاک پہنچا ہے۔ میں اس کا دل بہلانے کے لیے باہر لے جانا چاہتا ہوں۔"

جواب ملا "ریسیور جوجو کو دو۔"

اس نے ریسیور اسے دیا۔ وہ بولی "ہاں! میں جوجو بول رہی ہوں، میرے لیے گاڑی بھیج دیجیے۔"

"بیٹی! ہمارے ادارے میں تفریحی مقامات ہیں۔ دل بہلانے کا سامان بھی ہے۔ رات کو باہر جانا مناسب نہیں ہے۔"

"میں جاؤں گی۔ نہیں تو ابھی رونا شروع کر دوں گی۔ شیخ صاحب سے شکایت کروں گی، تم لوگ مجھے کار میں بیٹھ کر گھومنے پھرنے نہیں دیتے۔"

"شیخ صاحب کے پاس نہ جانا۔ وہ عبادت میں مصروف ہیں۔ میں تمھارے اور پارس کے لیے گیٹ پاس حاصل کر کے ابھی گاڑی بھیج رہا ہوں مگر تمھارے ساتھ دو مسلح گارڈز ہوں گے۔"

جوجو نے ریسیور رکھ دیا۔ پاسکل بُوبا نے کہا "میں ابھی جا کر فرشتوں کو بھیج رہا ہوں۔ تم پیرس جانے والی شاہراہ پر گاڑی لے جانا۔ پارس کو میرے بارے میں ابھی کچھ نہ بتانا۔"

وہ تھوڑی دیر کے لیے دماغ سے چلا گیا۔ پندرہ منٹ کے اندر ہی گاڑی آگئی۔ ڈمی پارس اور جوجو اگلی سیٹ پر آئے۔ پچھلی سیٹ پر مسلح گارڈز بیٹھ گئے۔ ڈمی کار ڈرائیو کرتا ہوا ادارے کے احاطے سے باہر آگیا۔ جوجو کی مرضی کے مطابق پیرس جانے والی شاہراہ پر چلنے لگا۔ کار کی رفتار سست تھی۔ وہ اطمینان سے ڈرائیو کر رہا تھا۔ جوجو نے کہا "ذرا تیز چلاؤ، نہیں تو دیر ہو جائے گی۔"

ڈمی نے حیرانی سے پوچھا "کس بات کی دیر ہوگی؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی "تمھیں نہیں بتاؤں گی۔ سرپرائز دوں گی۔"

"کیسا سرپرائز؟"

"یہی کہ..." وہ کہتے کہتے رک گئی۔ اسی وقت پاسکل بُوبا پہنچ گیا تھا۔ اس نے زبان بند کر دی تھی۔ ڈمی نے پوچھا "تم خاموش کیوں ہوگئیں؟"

وہ بولی "گاڑی تیز چلاؤ۔ ابھی تمھیں معلوم ہو جائے گا۔"

اس نے رفتار بڑھاتے ہوئے کہا "جوجو! پلیز تمھارے دماغ میں کوئی خاص بات ہے تو مجھ سے نہ چھپاؤ۔ تم مجھے کسی بات سے حیران کرنا چاہتی ہو تو وہ بات بتاؤ، میں ابھی حیران رہ جاؤں گا۔ تم بتا کر تو دیکھو۔ پلیز بتاؤ۔"

وہ کشمکش میں تھی۔ پاسکل بُوبا اسے بولنے کا موقع نہیں دے رہا تھا۔ اُن کی گاڑی پولیس چوکی تک پہنچ گئی۔ ایک افسر نے گاڑی روکنے کو کہا۔ ڈمی نے گاڑی روک کر بابا صاحب کے ادارے کا شناختی کارڈ دکھایا۔ اس افسر کے ساتھ صرف ایک سپاہی تھا۔ اس نے کہا "ہمیں اوپر سے حکم ملا ہے کہ کسی گاڑی کو پوری طرح چیک کیے بغیر جانے کی اجازت نہ دی جائے۔ آپ لوگ باہر آجائیں۔"

وہ ایک ایک کر کے باہر آئے۔ اچانک ہی افسر اور سپاہی نے فائرنگ شروع کر دی۔ جوجو کے ساتھ آنے والے اس ناگہانی افتاد کے لیے تیار نہیں تھے۔ کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ پولیس والے جان کے دشمن ہو جائیں گے۔ انھیں پھر سوچنے سمجھنے کی مہلت ہی نہ ملی۔ وہ ایک ایک کر کے زمین پر گر پڑے۔ مرنے والوں میں پارس کی ڈمی بھی تھی۔ جوجو سہمی ہوئی چیخ رہی تھی "پاپا! جلدی آئیے۔ اپنے فرشتوں کو بھیجیے۔ نہیں تو یہ دشمن مجھے مار ڈالیں گے۔"

پولیس افسر نے کہا "گھبراؤ مت۔ میں اس افسر کی زبان سے تمھارا پاپا بول رہا ہوں۔ ذرا نظریں گھما کر دیکھو، فرشتے آگئے ہیں۔"

جوجو نے گھوم کر دیکھا۔ پولیس چوکی کی چھوٹی سی چار دیواری کے اندر سے مسلح افراد باہر آرہے تھے۔ افسر نے کہا "ہم نے یہاں کے تمام سپاہیوں کو ختم کر دیا ہے۔ تمھیں ساتھ لے جانے کے لیے یہ ضروری تھا۔"

وہ غصے سے آگے بڑھ کر اپنے نازک ہاتھوں سے اسے مارتے ہوئے بولی "تم نے میرے پارس کو مار دیا ہے۔ اسے ابھی زندہ کرو۔ اسے بھی جنت میں لے چلو۔ نہیں تو میں نہیں جاؤں گی۔"

"مرنے والے خود ہی جنت یا دوزخ میں جاتے ہیں۔ چونکہ تم زندہ ہو، اس لیے میں تمھیں لے جاؤں گا۔"

دو آدمیوں نے جوجو کو جکڑ لیا۔ پھر اس کے ساتھ بھی وہی ہوا جو رسونتی کے ساتھ ہو چکا تھا۔ ایک انجیکشن لگتے ہی وہ بے ہوش ہوگئی تھی۔

تقریباً ایک گھنٹے بعد بابا صاحب کے ادارے میں اطلاع پہنچی کہ قریبی پولیس چوکی میں پارس کی لاش پڑی ہے۔ اس کے علاوہ ادارے کے دو گارڈز اور چوکی کے کئی سپاہی اپنے افسر کے ساتھ مارے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

گئے ہیں۔ یہ خبر سنتے ہی سونیا کا دل ڈوبنے لگا۔ پارس کو اگرچہ نشہ نہیں ہوتا تاہم اُس نے شراب پی تھی' اس لیے سونیا نے اُس سے کہا تھا کہ وہ دوسری صبح پاک صاف ہو کر ادارے میں آئے۔ چونکہ وہ تنہا گیا تھا' اس لیے موت کی خبر سن کر سونیا کا دھیان اسی کی طرف گیا تھا۔

وہ علی تیمور کے ساتھ تیزی سے کار ڈرائیو کرتی ہوئی چوکی تک آئی۔ اس کے پیچھے ادارے کے کچھ اور ذمے دار افراد آئے تھے۔ چوکی میں پولیس اور انٹیلی جنس والوں کی بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ سونیا اور علی تیمور نے سب سے پہلے ڈمی کی لاش دیکھی پھر سمجھ گئے کہ وہ پارس نہیں ہے پارس اور ڈمی کے درمیان جو فرق تھا اسے صرف خاص لوگ ہی سمجھتے تھے۔ ادارے کے ایک شخص نے بتایا کہ جوجو بھی ڈمی کے ساتھ نکلی تھی۔ ادارے میں منتظمِ اعلیٰ نے تصدیق کی جس سے ثابت ہوا کہ جوجو کو اغوا کیا گیا ہے۔ پھر رسونتی کے متعلق بھی تشویش ہوئی۔ آرمر نے رسونتی اور جوجو کے دماغ تک پہنچنے کی ناکام کوششیں کیں۔ پھر کہا "وہ دونوں بے ہوش ہیں۔ ابھی کچھ معلوم نہیں ہوگا کہ اُنھیں کون لے گیا ہے اور کہاں لے گیا ہے؟"

دوسرے دن ادارے میں ایک تو فرہاد علی تیمور کی موت کے باعث ماتمی سکوت طاری تھا' دوسرے رسونتی اور جوجو کی گمشدگی نے سب کو پریشان کر رکھا تھا۔ پارس ادارے میں واپس آگیا تھا اس نے کہا "پاپا کے وفات پاتے ہی دشمنوں کے حوصلے بھی بلند ہوگئے ہیں اور کامیابی بھی اُن کا مقدر بن گئی ہے۔ میں حیران ہوں کہ ماما اور جوجو کو باہر جانے کی اجازت کیوں دی گئی؟"

منتظمِ اعلیٰ نے کہا "مادام رسونتی اپنی مرضی کی مالک ہیں۔ ہم اُنھیں باہر جانے سے روک نہیں سکتے تھے اور جوجو ضد کر رہی تھی۔ جناب شیخ صاحب کے حجرے میں جانا چاہتی تھی۔ جبکہ وہ عبادت میں مصروف تھے۔ میں نے مجبور ہو کر اسے ڈمی پارس اور مسلح گارڈز کے ساتھ جانے دیا۔"

سونیا نے کہا "جو ہو چکا ہے اُس پر بحث کرنا فضول ہے۔ جو ہونے والا ہے' اس سے ہوشیار رہنے اور احتیاطی تدابیر پر عمل کرتے رہنے کی ضرورت ہے۔"

فرہاد علی تیمور کی تدفین کے وقت بڑے بڑے ممالک کے کئی نمائندے آئے تھے۔ وہ فرہاد کی موت پر افسوس کا اظہار کر رہے تھے۔ رسونتی اور جوجو کی تلاش کے سلسلے میں اپنے بھرپور تعاون کا یقین دلا رہے تھے۔ سپر ماسٹر اور ماسک مین کے نمائندوں نے تمام لوگوں کے سامنے' سونیا' پارس اور علی تیمور کی موجودگی میں صاف طور سے کہہ دیا کہ بڑے ممالک سکون کا سانس لے رہے ہیں فرہاد اپنی ٹیلی پیتھی کی دہشت کے ساتھ فنا کی گود میں چلا گیا ہے۔ اس کی فیملی کا زوال شروع ہو چکا ہے اور سونیا ایک ایسا اکیلا ہاتھ ہے جو دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک تالی بجانے کے لیے دوسرے ہاتھ سے محروم رہا کرے گا۔

بابا صاحب کے ہزاروں سوگواروں کی پُرنم آنکھوں کے سامنے فرہاد علی تیمور کو مٹی میں سلا دیا گیا۔ اس دنیا میں کوئی کتنا ہی سرکش اشہ زور یا عظیم انسان ہو' اسے ایک دن مٹی میں ملا دیا جاتا ہے اور یہ محض اس لیے کہ زندہ لوگ عبرت حاصل کرتے رہیں۔

✡

میں زندہ ہوں۔

آپ بھی زندہ ہیں اور ہم سب اس وقت تک زندہ رہیں گے جب تک کاتبِ تقدیر کو منظور رہے گا۔ میں نے بارہا موت کے جنگل سے نکل کر نئی زندگی حاصل کی اور ہر بار خداوندِ کریم کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا۔ شکر اس لیے بھی ادا کیا کہ نئی زندگی کے ساتھ نئے مصائب بھی ملتے ہیں اور مصائب سے گزرنے کا حوصلہ بھی وہی ربِ کریم دیتا ہے۔

اس بار میں اپنوں کے لیے بوجھ بن گیا تھا۔ مجھے آپریشن تھیٹر پہنچانے کے بعد یہ مسئلہ پیدا ہو گیا تھا کہ مجھے خیال خوانی کرنے والے دشمنوں سے کس طرح بچایا جائے۔ میڈونا کی طرف سے اطمینان ہو گیا تھا کیوں کہ علی تیمور نے اُسے پہچان لیا تھا۔ رسونتی نے اسے دماغی جھٹکے پہنچا کر وقتی طور پر خیال خوانی کے ناقابل بنا دیا تھا۔ دانیال سے توقع تھی کہ وہ میڈونا کو ٹھکانے لگا دے گا لیکن وہ در پردہ اپنی ٹیلی پیتھی کی قوت میں اضافہ کرنے کے لیے ہمارے خلاف نئی چالیں چلنے لگا تھا۔ اُدھر آپریشن کے بعد مجھ پر بے ہوشی طاری ہو گئی تھی۔ دشمن میرے ہوش میں آنے کا انتظار کر رہے تھے۔ ان دشمنوں میں دانیال بھی شامل تھا۔

لیکن کسی کو پتا ہی نہ چلا کہ مجھے کب ہوش آیا اور کب مجھے کوما میں پہنچا دیا گیا۔ یہیں سے میری نئی زندگی کا آغاز ہوا۔ دوست اور دشمن مجھے کوما کی حالت میں دیکھ رہے تھے۔ دراصل میں کوما میں نہیں تھا۔ میں خود نہیں جانتا کہ میں کس عالم میں تھا۔ میرے دماغ میں' میری بند آنکھوں کے پیچھے نور ہی نور تھا۔ اس نور میں کسی کا سایہ نہیں تھا۔ کوئی سوچ کی لہر نہیں تھی' نہ اپنی تھی نہ پرائی۔ میں یہ سمجھنے کے قابل نہیں تھا کہ میں کون ہوں؟ کہاں ہوں؟ اور کس حالت میں ہوں؟

میں یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ وقت تھم گیا ہے یا بدستور چل رہا ہے۔ اگر تھم گیا ہے تو میں مر چکا ہوں اور اگر زندہ ہوں

تو نہ جانے کتنے دن' کتنے سال اور کتنی صدیاں گزر گئیں۔ مجھے پہلی بار اُس وقت زندگی کا احساس ہوا جب جناب شیخ الفارس کی دھیمی دھیمی سی مگر گونجتی ہوئی سی آواز سنائی دی۔ وہ فرما رہے تھے "یہ ساری دنیا فانی ہے۔ فنا ہوتی رہتی ہے' فنا ہوتی رہے گی۔ صرف ایک اللہ کی ذات باقی ہے اور باقی رہے گی۔ تم ہر بار فنا سے بچتے آئے ہو' اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم باقی رہ جاؤ گے۔ تم اس لیے رہ جاتے ہو کہ طبعی عمر تک سانس لینا تمھارے مقدر میں لکھا ہے۔"

میں نے آنکھیں کھولنے کی کوشش کی مگر کھول نہ سکا۔ میں معلوم کرنا چاہتا تھا کہ میں کہاں ہوں اور جناب شیخ صاحب کہاں ہیں؟ کیا وہ میرے قریب ہیں؟ یا میرے اندر بول رہے ہیں؟

وہ بول رہے تھے "تم نے زندگی میں کئی مراحل طے کیے۔ اب آخری مرحلہ طے کرنے کے لیے زندہ ہو۔ آج سے اپنی زندگی کے آخری دنوں تک تم گمنام رہو گے۔ تم دنیا والوں کے لیے مر چکے ہو۔ اپنی زبان سے اپنا نام اور اپنی شخصیت ظاہر نہیں کرو گے۔ ایسا کرنے میں ایک خاص مصلحت ہے۔"

میں سُن رہا تھا اور ان کی ایک ایک بات سے متاثر ہو رہا تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ کیوں اپنے نام اور شخصیت کو گم کر دینا چاہیے۔ یہ دونوں چیزیں ایسی ہوتی ہیں جن کے لیے آدمی جیتا ہے اور مرتا ہے۔ اس کے باوجود میں ان کی باتوں کو درست تسلیم کر رہا تھا۔ انھوں نے فرمایا "سونیا ایک نئی بستی آباد کر رہی ہے تاکہ دنیا والوں سے دُور رہ کر تمھارا خاندان سکون سے زندگی گزارے۔ لیکن وہ بستی بھی تو دنیا میں ہی ہوگی اور دنیا میں سکون محال ہے۔ یہ سکون صرف ہمیں حاصل ہوتا ہے۔"

انھوں نے ایک ذرا توقف سے کہا "ہم محل میں نہیں' حجرے میں رہتے ہیں۔ دنیا میں نہیں' دین کے ماحول میں سانس لیتے ہیں۔ ہم سادہ کھاتے ہیں اور سستا پہنتے ہیں۔ ہم کسی سے کچھ نہیں مانگتے۔ اللہ سے مانگتے ہیں اور بندوں کو دیتے ہیں۔ اب ذرا غور کرو میں بھی اسی دنیا میں ہوں' پھر میرا کوئی دشمن کیوں نہیں ہے۔ میں نے اکثر عبادت کے تسلسل سے نکل کر تم لوگوں کو معقول مشورے دیے ہیں اور قدرت کا منشا سمجھتے ہوئے تمھاری اور تمھارے بچوں کی مدد کی ہے۔ اس طرح تمھارے دشمن میرے دشمن ہو گئے ہوں گے۔ اس کے باوجود وہ دشمن مجھ تک کیوں نہیں پہنچ پاتے؟ یہی غور کرنے کا مقام ہے۔"

وہ ذرا چُپ رہے جیسے مجھے غور کرنے کا موقع دے رہے ہوں۔ پھر انھوں نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا "ہم زیادہ سے زیادہ عبادت میں وقت گزارتے ہیں اور بندے بہت کم بولتے ہیں۔ ضرورت کے مطابق کم بولنے سے باتوں میں وزن ہوتا ہے۔ وہ باتیں اثر کرتی ہیں' فساد نہیں پھیلاتیں۔ ہم بھوک کے مطابق کم کھاتے ہیں اور ضرورت کے مطابق سستا اور سادہ پہنتے ہیں' اس لیے کسی کو اندیشہ نہیں ہوتا کہ ہم زیادہ کے لالچ میں اس سے کچھ چھیننے آئیں گے۔"

"دشمنوں کو یہ یقین نہیں تھا کہ عبادت میں مصروف رہنے والا شیخ الفارس بڑی خاموشی سے فرہاد اور اس کی فیملی کی گاہے بگاہے مدد کرتا ہے۔ یقین اس لیے نہیں ہوتا کہ موجودہ سائنسی دور میں روحانیت پر سے اعتماد اُٹھ گیا ہے۔ لوگ اس بات کو مذاق سمجھتے ہیں کہ کوئی روحانی عمل بھی ہوتا ہے۔ دنیا والوں کے لیے تمھاری یہ نئی زندگی بھی ایک مذاق ہوتی۔ ہماری دنیا میں کسی کو کوما میں پہنچا کر اس کے دماغ اور جسم کو بے حس بنایا جاتا ہے۔ میں نے روحانی عمل کے ذریعے دشمنوں کو تمھارے دماغ میں آنے نہیں دیا اور تمھاری جگہ اپنے ادارے کے ایک قریب المرگ مریض کو ڈمی فرہاد بنا کر اُسے کوما میں رکھا۔ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے اُسے فرہاد سمجھتے رہے۔ اس قریب المرگ ڈمی کا دماغ بہت ہی کمزور تھا۔ خیال خوانی کرنے والے اس کے دماغ کی تہ تک خفیہ خیالات کے خانوں میں پہنچتے تھے اور یہ سمجھ نہیں پاتے تھے کہ وہاں روحانی عمل جاری ہے۔ اسے جاری رکھنے کے لیے میں اپنے حجرے میں بند رہتا ہوں۔ رسونتی بھی میرے حجرے کے دروازے تک آ کر واپس چلی گئی تھی۔ میرے مُرید جانتے تھے کہ میں روحانی عمل میں مصروف ہوں لیکن یہ نہیں جانتے تھے کہ اس عمل کا تعلق تم سے ہے۔"

"آج سے تمھاری زندگی کیا ہے؟"

"تم زندہ ہو مگر نہیں ہو۔"

"تم فرہاد علی تیمور ہو مگر نہیں ہو۔"

"یہاں تمھارے جتنے لہو کے اور زبان کے رشتے ہیں وہ تمھیں دیکھیں گے مگر پہچان نہیں پائیں گے۔ تم انھیں مخاطب کرو گے' اُن سے گفتگو کرو گے مگر اپنی شناخت نہیں پیش کرو گے۔ اس سے بھی زیادہ بہت کچھ ہونے والا ہے۔ وہ سب کچھ ہونے والا ہے جس کی توقع کوئی نہیں کر سکتا۔"

"تمھاری داستانِ حیات ایک عجیب و غریب موڑ پر آ گئی ہے۔ اب وہ ہوگا جو کبھی نہیں ہوا۔ دنیا اسی کو کہتے ہیں۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

یہاں وہ ہو جاتا ہے جو پہلے کبھی نہیں ہوتا۔"

"اپنی آنکھیں بند رکھو۔ جب کھولو گے تو اُسی پرانی دنیا میں پہنچو گے مگر وہ سراسر نئی اور انوکھی ہوگی۔"

جناب شیخ الفارس خاموش ہو گئے۔ میں نے سوچا کہ شاید وہ پھر بولیں گے۔ لیکن وہ میرے اندر سے چلے گئے تھے یا میرے سامنے سے جا چکے تھے۔ میں اپنی مرضی سے آنکھیں کھول کر نہیں دیکھ سکتا تھا۔

پتا نہیں یہ آنکھ کب کھلے گی۔ جب بھی کھلے گی میں اپنوں کو اور غیروں کو، دوستوں کو اور دشمنوں کو، نئے مزاج' نئی دوستی اور نئی دشمنی کے رنگ میں رنگا ہوا دیکھوں گا۔

ماسک مین اور پاسکل بوبا ایک بڑی سی اسکرین کے سامنے کچھ فاصلے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ انھیں اسکرین پر جوجو نظر آ رہی تھی۔ وہ آنکھیں بند کیے ایک بستر پر پڑی ہوئی تھی۔ بستر کے سرہانے اور بائیں جانب طرح طرح کی مشینیں اور آلات دکھائی دے رہے تھے۔ ایک ڈاکٹر مشین کے پاس مصروف تھا۔ دوسرا ڈاکٹر جوجو کا معائنہ کر رہا تھا۔ نرسیں اور اسسٹنٹ اُن کے احکامات کی تعمیل کر رہے تھے۔

ماسک مین نے اُن کی مصروفیات سے نظریں ہٹا کر پاس بیٹھے ہوئے پاسکل بوبا کو دیکھا پھر کہا "تم نے رسونتی کو اغوا کرنے میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی تھی لیکن سُپر ماسٹر کا خیال خوانی کرنے والا بازی لے گیا۔"

وہ سوچنے کے انداز میں چُپ ہوا پھر بولا "فرہاد کی موت کے بعد ٹیلی پیتھی کے اعتبار سے رسونتی اور ذہنی صلاحیتوں کے اعتبار سے سونیا بہت اہم ہے۔ رسونتی کو دشمن کی لابی میں نہیں پہنچنا چاہیے تھا۔"

پاسکل بوبا نے کہا "میں سونیا کو ٹریپ کر کے اُس کی تلافی کر سکتا ہوں۔"

"ہرگز نہیں۔ سونیا کے قریب سے بھی نہ گزرنا۔ وہ ایک ناقابلِ علاج بیماری ہے۔ تمھیں لگے گی تو یہاں تک آئے گی پھر یہاں سے تمھاری قبر تک جائے گی۔ ہم نہیں چاہتے کہ وہ کبھی ہمارے ملک میں قدم رکھے۔"

"لوگ کہتے ہیں، روس آہنی دیواروں کے پیچھے ہے اور یہ درست ہے۔ فرہاد جیسا ٹیلی پیتھی جاننے والا بھی ہمارے ملک کی زمین پر قدم نہ رکھ سکا تھا۔ پھر سونیا کیسے آسکے گی؟"

"فرہاد نے یہاں کبھی قدم رکھنے کی اس لیے ضرورت نہیں سمجھی تھی کہ خیال خوانی کے ذریعے جہاں چاہتا تھا پہنچ جاتا تھا۔ میرا خیال ہے سونیا جوجو کی خاطر یہاں ضرور آئے گی۔ اس لیے تم اس کے قریب نہ جاؤ۔ اُسے خود آنے دو۔ اب اُس کے پاس ٹیلی پیتھی کا سہارا نہیں رہا۔۔۔ وہ یہاں آکر بے موت مرے گی۔"

پاسکل بوبا نے کہا "میرا خیال ہے جوجو کی تلاش میں پارس آئے گا۔"

وہ اپنی بات جاری نہ رکھ سکا۔ جوجو کو اٹینڈ کرنے والے ڈاکٹر دوسرے کمرے میں آگئے تھے اور کیمرے کو دیکھتے ہوئے یعنی کیمرے کے ذریعے اسکرین پر دیکھتے ہوئے ماسک مین سے کہہ رہے تھے "سر! ہم نے پوری توجہ سے معائنہ کیا ہے۔ اس کے بچگانہ پن کو ختم کیا جاسکتا ہے۔ یہ ذہنی طور پر بالغ ہو سکتی ہے۔ اس کے لیے برین کا میجر آپریشن ضروری ہے۔"

دوسرے ڈاکٹر نے کہا "لیکن ایک قباحت ہے آپریشن کے نتیجے میں یہ اپنی پچھلی زندگی بھول سکتی ہے کیوں کہ یہ آپریشن ایک طرح کا برین واش بھی ہو سکتا ہے۔"

ماسک مین نے مائیک کو سامنے رکھ کر کہا "میں برین واشنگ کی اجازت نہیں دوں گا۔ جوجو کی اہمیت محض ٹیلی پیتھی کے باعث ہے۔ اگر یہ صلاحیت ختم ہو جائے گی تو یہ ہمارے کسی کام کی نہیں رہے گی۔"

ڈاکٹر نے کہا "یہ ہماری پہلی اسٹڈی ہے۔ ہمارے ملک میں برین سے متعلق عالمی شہرت رکھنے والے دو ڈاکٹر ہیں۔ آپ انھیں ہماری ٹیم میں شامل کر دیں۔ ہم جوجو کی ٹیلی پیتھی کو محفوظ رکھنے کی کوشش کریں گے۔"

"وہ دونوں ڈاکٹر کل یہاں پہنچ جائیں گے۔ ڈیٹس آل۔"

ڈاکٹر اس کمرے سے چلتے ہوئے پھر جوجو کے پاس آکر مصروف ہو گئے۔ ماسک مین نے پاسکل سے کہا "آدمی کے پاس اگر بہترین صلاحیتیں ہوں اور وہ اُن سے کسی کو فائدہ پہنچانا نہ جانتا ہو تو وہ تمام تر صلاحیتوں کے باوجود ناکارہ ہوتا ہے اور فائدہ پہنچانے کے بجائے نقصان پہنچاتا ہے۔"

پاسکل نے کہا "میں سمجھ رہا ہوں۔ آپ جوجو کے متعلق کہہ رہے ہیں۔ اس لڑکی کے ذریعے فرہاد اور اس کے ساتھیوں کو کئی بار نقصان پہنچا ہے۔ انھوں نے اپنی چالاکی سے کبھی فائدہ بھی اٹھایا ہے۔ مگر ایسا بچگانہ ذہن رکھنے والی لڑکی ہمارے لیے خطرہ بن جائے گی۔ اس کا ذہنی طور پر بالغ ہونا بے حد ضروری ہے۔"

"ہم دیکھیں گے کہ ہمارے عالمی شہرت رکھنے والے ڈاکٹر جوجو کے سلسلے میں کیا کرتے ہیں۔ تم بتاؤ رسونتی کا سراغ کیسے لگاؤ گے؟"

"میں خیال خوانی کے ذریعے سپر ماسٹر کے تمام خفیہ اڈوں تک پہنچ رہا ہوں۔ اس کے ایک اڈے کے اطراف بڑے سخت حفاظتی انتظامات کیے گئے ہیں۔ وہاں ڈیوٹی پر حاضر رہنے والا ایک معمولی سپاہی بھی یوگا کا ماہر ہے۔ یہ احتیاطی عمل ظاہر کرتا ہے کہ رسونتی اُسی جگہ رکھی گئی ہے۔ ہمارے جاسوس موقع کے انتظار میں ہیں۔ وہاں ڈیوٹی دینے والے کسی اعلیٰ افسر کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کریں گے۔ پھر میں خیال خوانی کے ذریعے اس اڈے کے اندر پہنچ جاؤں گا۔"

"تم رسونتی کے دماغ میں جانا چاہتے ہو تو وہ سانس روک لیتی ہے۔ اس کا مطلب ہے اُسپر ماسٹر کا خیال خوانی کرنے والا کوڈ ورڈز کے ذریعے اس سے باتیں کرتا ہے۔ اُسے قابو میں کرنے کی ایک اور تدبیر ہے۔ وہ علی تیمور پر جان دیتی ہے۔ تم اُس کی جان یہاں لے آؤ تو وہ تم سے دماغی رابطے پر راضی ہو جائے گی۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "میں نے علی تیمور کی محبوبہ فرزانہ کو زندہ جلنے پر مجبور کیا تھا۔ اس نے دعویٰ کیا ہے کہ مجھے بھی زندہ جلائے گا۔ بے چارہ بھول گیا ہے کہ ٹیلی پیتھی کا سہارا دینے والا باپ اس دنیا میں نہیں رہا ہے۔ آئندہ وہ ہماری ٹیلی پیتھی کی ایک پھونک سے اُڑ جائے گا۔"

"پاسکل! ایسی خوش فہمی نقصان پہنچاتی ہے۔ فرہاد کے دونوں بیٹے طرح طرح کے علم و ہنر میں یکتا ہیں۔ اور دشمن خیال خوانی کرنے والوں سے بچنے کے ہتھکنڈے بھی جانتے ہیں۔ میرا مشورہ ہے خوب سوچ سمجھ کر منصوبے بناؤ اور پوری طرح محتاط رہ کر علی تیمور کو ٹریپ کرو۔ یہی ایک مہرہ رسونتی کو یہاں لا سکتا ہے۔ پھر یہاں لانا بھی ضروری نہیں ہے۔ جب تک بیٹا ہماری مٹھی میں رہے گا، ماں دشمن کے پاس رہ کر بھی ہماری وفادار رہے گی۔"

پاسکل بوبا نے اپنی جگہ سے اُٹھ کر کہا "میں جا رہا ہوں۔ کل تک کوئی اچھی خبر سناؤں گا۔"

وہ ماسک مین سے مصافحہ کر کے چلا آیا۔ پروجیکشن روم سے نکل کر، مختلف کوریڈورز سے گزرتے ہوئے ایک ایکس رے روم میں پہنچا۔ ماسک مین سے ملاقات کرنے والے کو آنے اور جانے کے وقت اس کمرے سے گزرنا پڑتا تھا۔ وہاں نصب کی ہوئی مشینیں بتاتی تھیں کہ گزرنے والا کیا کچھ چھپا کر لے جا رہا ہے۔ پاسکل بوبا پر مکمل اعتماد تھا، اس کے باوجود اسے بھی پوری طرح چیک کیا جاتا تھا۔

وہ ایکس رے روم سے نکل کر سیکیورٹی افسر کے کمرے میں پہنچا۔ وہاں اس نے اپنا شناختی کارڈ اور ماسک مین سے ملاقات کا اجازت نامہ دوبارہ دکھایا۔ اس نے ماسک مین کے پاس آتے وقت بھی یہ چیزیں دکھائی تھیں اور مخصوص کوڈ ورڈز ادا کیے تھے۔ یہی عمل واپسی پر بھی دُہرانا پڑتا تھا۔ افسر نے مطمئن ہو کر اس کا ضبط کیا ہوا ریوالور اسے واپس کر دیا۔

وہاں ہر کمرے میں خفیہ کیمرے نصب کیے گئے تھے جو آنے جانے والوں کو متحرک فلموں میں ریکارڈ کرتے تھے۔ وہ داخلی دروازے کے پاس آیا، وہاں ایک بڑی سی میز پر ایک بڑا سا رجسٹر رکھا ہوا تھا۔ اُس نے آتے وقت اپنی آمد کا مقصد اور وقت لکھا تھا۔ اب اس نے روانگی کا وقت لکھا، اپنے دستخط کیے، پھر دروازے کی طرف مُنہ کر کے کوڈ ورڈز ادا کرتے ہوئے بولا "دروازہ کھول دو۔"

وہ خودکار دروازہ صرف خود سے بند نہیں ہوتا تھا بلکہ مقفل بھی ہو جاتا تھا۔ پاسکل بوبا کی آواز پر وہ خود بخود کھل گیا۔ باہر مسلح گارڈز الرٹ کھڑے ہوئے تھے۔ ماسک مین کی رہائش گاہ کے باہر چاروں طرف کھلا میدان تھا۔ میدان کے چاروں طرف ایک مصنوعی جھیل تھی جو کئی میل تک پھیلی ہوئی تھی۔ اُس جھیل کے پانی کو چھوتے ہی بجلی کا جھٹکا پہنچتا تھا۔ کشتی یا موٹر بوٹ کے ذریعے کوئی ماسک مین تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ خشکی کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ صرف ہیلی کاپٹر کے ذریعے آمد و رفت ممکن تھی۔ اور ماسک مین کا مخصوص ہیلی کاپٹر ہی وہ جھیل عبور کر سکتا تھا۔

پاسکل بوبا ہیلی کاپٹر کے ذریعے ماسکو کے سرکاری فلائنگ کلب تک آیا۔ پھر وہاں سے ایک کار میں اپنی رہائش گاہ تک پہنچ گیا۔ اس کی رہائش گاہ کے چاروں طرف بھی سخت فوجی پہرا رہا کرتا تھا۔ پاسکل بوبا کو بھی پوری طرح اپنی شناخت پیش کرنے کے بعد اس احاطے میں داخل ہونے کی اجازت ملتی تھی۔ وہ اپنے کمرے میں آکر آرام سے بیٹھ گیا۔ آنکھیں بند کر کے علی تیمور کو تصور میں دیکھنے لگا۔ اس کی آواز اور اس کے لب و لہجے کو سوچ کے ذریعے دُہرانے لگا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔

علی تیمور نے فوراً ہی سانس روک لی۔ پھر آہستہ آہستہ سانس لیتے ہوئے بولا "کون ہے؟ ماما! اگر آپ ہیں تو

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کوڈورڈز بتائیں؟"

پاسکل بوبا نے کہا "میں کوئی اور ہوں۔"

"میں مکمل تعارف کیے بغیر کوئی بات نہیں کروں گا۔"

"میں تمھاری ماں کو ڈھونڈ نکالنے کے لیے تمھارے بہت کام آسکتا ہوں۔"

"شکریہ، میں پہلے کہہ چکا ہوں، اپنا نام اور پتا بتاؤ۔"

"میری کچھ مجبوری ہے۔ تمھیں ماں چاہیے یا میرا تعارف؟"

علی تیمور نے سانس روک لی۔ وہ دماغ سے نکل کر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ اسے بہت غصہ آیا جیسے علی تیمور نے دھکے مار کر نکال دیا ہو۔ وہ تھوڑی دیر تک غصہ پیتا رہا اور سوچتا رہا۔ 'ایک بیٹے کے لیے ماں سے اہم کوئی رشتہ نہیں ہوتا لیکن بیٹا اصولوں کا پابند ہے، کسی اجنبی سے ماں کے سلسلے میں تعاون حاصل کرنا نہیں چاہتا۔ مجھے جھوٹ اور فریب سے کام نکالنا ہوگا۔'

اس نے پھر پرواز کی۔ اس کے دماغ میں پہنچ کر بولا۔ "سانس نہ روکنا۔ میرا نام جان شیفرڈ ہے۔ میں اس وقت برلن میں ہوں۔"

علی تیمور نے کہا "تم جس جگہ ہو، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ماسک مین کے لیے کام کر رہے ہو۔"

"درست ہے، اس طرح یہ بھی سمجھ گئے ہوگے کہ تمھاری ماں سپر ماسٹر کی قید میں ہے۔"

"ہاں۔ اور یہ بھی سمجھ رہا ہوں کہ ماسک مین میری ماما کو سپر ماسٹر کی قید میں برداشت نہیں کرے گا۔ وہ چاہتا ہے بابا کے بعد ہمارے پاس ٹیلی پیتھی کی جو طاقت رہ گئی ہے، وہ اُسے مل جائے۔ یہ دونوں سپر طاقتیں میری ماما کی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھانا چاہتی ہیں۔"

"تم اپنی ماما کو سمجھاؤ کہ وہ ہم میں سے کسی کی قید میں رہنا پسند نہ کریں۔ انھیں جہاں قید کیا گیا ہے، وہ وہاں کے متعلق تمھیں بتاتی رہیں گی اور مجھے معلوم ہوتا رہے گا تو میں پہرا دینے والے گارڈز کے دماغوں میں پہنچ جاؤں گا۔ مادام کو وہاں سے نکال لاؤں گا۔"

"اور تم ماما کو وہاں سے نکال کر میرے پاس پہنچا دو گے؟ کیا مجھے نادان بچہ سمجھ کر آگئے ہو؟"

"تم طعنے کیوں دے رہے ہو؟ میں پہلی بار دوست بن کر آیا ہوں۔ تم نے مجھے پہلے کبھی آزمایا نہیں تو پھر یہ بے اعتمادی کیوں؟"

"سپر ماسٹر اور ماسک مین کو ہزاروں بار آزمایا گیا ہے۔ اُن کے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی وہی مزاج رکھتے ہوں گے۔ اگر تم انسان دوست ہوتے تو پاپا کی طرح آزاد ہوتے۔ ماسک مین کے غلام نہ بنتے۔ میرا خیال ہے، اس کے بعد کچھ کہنے سننے کی گنجائش نہیں رہی۔ اب جاؤ۔"

اس نے سانس روک کر اُسے بھگا دیا اور سوچنے لگا۔ 'چوبیس گھنٹے گزر چکے ہیں۔ ماما نے مجھ سے رابطہ کیوں قائم نہیں کیا۔ اگر اغوا کرنے والوں نے انھیں بے ہوش کیا ہوگا تو انھیں اب تک ہوش میں آجانا چاہیے۔ اگر ان کی بے ہوشی طویل ہو رہی ہے تو یہ بات تشویش ناک ہے۔'

اُس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ قائم ہونے پر کہا "آرمر انکل! میں بے چینی سے انتظار کر رہا ہوں، چوبیس گھنٹے گزر چکے ہیں۔"

"بیٹے! میں کئی بار اُن کے پاس جا چکا ہوں، ان کا دماغ بے حس ہے۔ میری سوچ کی لہروں کا جواب نہیں دیتا۔ ذرا انتظار کرو، میں پھر ہو کر آتا ہوں۔"

آرمر نے ریسیور رکھ کر خیال خوانی کی۔ پھر رسونتی کے دماغ میں پہنچ کر اُسے مخاطب کیا لیکن جواب نہیں ملا۔ اس نے پھر مخاطب کیا "مسز فرہاد! میں محسوس کر رہا ہوں، آپ نارمل ہیں، جواب دیجیے۔"

اُسے کسی مرد کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "مسٹر! اب یہ مسز نہیں رہی۔ فرہاد مر چکا ہے۔ اسے اب فرہاد سے منسوب نہ کرو۔ یہ خالی زمین کی طرح ہے۔ کوئی بھی ذہانت سے یا قوتِ بازو سے اس زمین پر قبضہ جما سکتا ہے۔ اور جو قبضہ جمالے وہی اس کا مالک اور مختار کہلائے گا۔ آج ہم اس کے مالک ہیں اور مختارِ کُل کی طرح اس زمین کا نقشہ اور نام بدل رہے ہیں۔ یہاں سے جاؤ۔ پھر کبھی آؤ گے تو اس کے دماغ میں جگہ نہیں ملے گی۔ اگر کبھی سامنا ہوگا تو اِسے پہچان نہیں سکو گے، یہ کسی اور ہی رنگ و روپ میں رہے گی۔ فی الحال یہاں سے جاؤ۔"

اس بولنے والے نے رسونتی کو سانس روکنے کا حکم دیا۔ اس نے سانس روکی۔ آرمر دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ اس نے پھر خیال خوانی کی پرواز کی۔ رسونتی کا دماغ اندھیرے میں ڈوب رہا تھا۔ اس نے مخاطب کیا۔ مگر اتنی سی دیر میں وہ دماغ ڈوب چکا تھا۔ وہ مایوس ہو کر واپس آیا اور علی تیمور کو ساری روداد سنانے لگا۔ علی نے پریشان ہو کر کہا "پتا نہیں، وہ لوگ ماما کے ساتھ کس طرح پیش آرہے ہیں! آپ فوراً سپر ماسٹر سے رابطہ قائم کریں۔ ان سے صاف صاف کہہ دیں، اگر کسی پہلو سے بھی ماما کی توہین کی گئی تو میں اُن کے ملک میں تباہی مچا دوں گا اور ایسی انتقامی کارروائی کے لیے میں ٹیلی پیتھی کا محتاج نہیں ہوں۔"

آرمر نے نائب سپر ماسٹر کو مخاطب کیا۔ نائب نے کہا۔ "ماسٹر بہت مصروف ہیں۔ وہ تمھارے جیسے چوہے خیال خوانی کرنے والے سے گفتگو کرنا ضروری نہیں سمجھتے۔"

آرمر نے کہا "مجھے اس بات پر غصہ آسکتا ہے اور میں تمھیں دماغی جھٹکے پہنچا سکتا ہوں۔ مگر میں اپنے مزاج سے مجبور ہوں، کسی کو اذیت میں مبتلا کرنا نہیں چاہتا۔ میں علی تیمور کا پیغام لے کر آیا ہوں۔ اس نے کہا ہے، مادام رسونتی کو واپس بھیج دو۔ انھیں کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچنا چاہیے، ورنہ انتقامی کارروائی بہت مہنگی پڑے گی۔"

نائب نے ہنستے ہوئے کہا "آرمر! اُن کی پشت پر ایک تم ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے رہ گئے ہو۔ تم ہمارے خفیہ اڈوں اور یورینیم کے ذخیروں کو تباہ نہیں کرو گے۔ اس کی کئی وجوہات ہیں۔ ایک تو یہ تمھارا وطن ہے، تم اس کی ترقی کو خاک میں نہیں ملاؤ گے۔ دوسرے ان اڈوں کو تباہ کرنے سے سیکڑوں افراد مارے جائیں گے اور تم ناحق کسی کی جان لینا گوارا نہیں کرو گے۔ آخری بات یہ کہ اتنی بڑی دنیا میں صرف جوجو تمھیں عزیز ہے۔ اگر تم علی تیمور کی انتقامی کارروائی میں شریک ہو گے تو ہم ماسک مین سے سودا کریں گے، وہ رسونتی اور جوجو کے تبادلے پر راضی ہو جائے گا۔ ہم رسونتی کو اس کے حوالے کریں گے اور جوجو کو بے موت مارنے اپنے پاس لے آئیں گے۔"

وہ گھبرا کر بولا "نہیں، تم معصوم جوجو کو نقصان نہیں پہنچاؤ گے۔"

"تم یہ بُرا وقت نہ آنے دو۔ جاؤ آرام سے بیٹھو اور علی تیمور کی وکالت نہ کرو۔ اُسے غصے اور جنون میں ادھر آنے دو۔ اُس نے ہماری ٹرانسفارمر مشین تباہ کی تھی، ہم اُس کی ماں کے سامنے مشین کی طرح اُسے دھماکے سے اڑائیں گے۔"

آرمر شکست خوردہ انداز میں علی تیمور کے پاس آیا۔ اُسے نائب سپر ماسٹر کی باتیں سنائیں۔ علی نے کہا "بس اتنا ہی کافی ہے کہ آپ کے ذریعے میری باتیں اُن تک پہنچ گئی ہیں۔ آپ آرام کریں۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو بیٹے؟ میں بے شک جوجو کو اپنی جان سے زیادہ چاہتا ہوں، لیکن اُس کی خاطر تم لوگوں کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔ فی الحال تم لوگوں کے ساتھ میں ہی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا رہ گیا ہوں۔"

"انکل! جب پاپا زندہ تھے، تب بھی ہم ٹیلی پیتھی کا سہارا لینے سے انکار کرتے تھے۔ پارس سے جا کر پوچھیے۔ وہ بھی آپ کا تعاون حاصل نہیں کرے گا۔ اتنے عرصے میں آپ کو سمجھ لینا چاہیے کہ ہمارا طریقۂ کار سب سے مختلف ہے۔"

"میں مانتا ہوں، مگر میرے نقطۂ نظر سے دیکھو میں جوجو کو واپس لانے کے لیے خیال خوانی کی پروازیں جاری رکھوں گا، پھر تمھاری ماما کے لیے ایسا کیوں نہیں کر سکتا؟"

"آپ جو کرنا چاہیں ضرور کریں۔ مگر مجھے اپنی خیال خوانی سے دور رکھیں۔ آپ صرف خیریت دریافت کرنے آسکتے ہیں، اس کے علاوہ اور کوئی بات نہیں ہوگی۔ خدا حافظ!"

اس نے سانس روک لی۔ آرمر دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ وہ باباصاحب کے ادارے میں تھا۔ اپنے کوارٹر میں بے چینی سے ٹہل رہا تھا۔ پھر وہ کوارٹر سے نکل کر تیزی سے چلتا ہوا لوسی کے پاس پہنچا۔ وہ سوگوار بیٹھی ہوئی تھی۔ ادارے کا پورا ماحول ماتمی تھا۔ آرمر نے کہا "فرہاد مرحوم کا ماتم کرتے رہنے سے زندوں کی مصیبتیں ختم نہیں ہوں گی۔"

وہ بولی "آپ رسونتی اور جوجو کے لیے پریشان ہیں مگر یہ تو معلوم ہو کہ انھیں اغوا کر کے کہاں پہنچایا گیا ہے!"

نئی نسل کی انقلابی ادیبہ اور مشہور کالم نگار
زاہدہ حنا
کے افسانوں کا مجموعہ
قیدی سانس لیتا ہے
قیمت ۱۰۰ روپے
کا تیسرا ایڈیشن شائع ہوگیا ہے
آج ہی طلب فرمائیں انتہائی محدود تعداد میں دستیاب ہے
کتابیات پبلی کیشنز پوسٹ بکس کراچی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"یہ معلوم ہو چکا ہے، ایک دشمن خیال خوانی کرنے والے نے علی تیمور سے رابطہ قائم کیا تھا۔ اس کی باتوں سے پتا چلا ہے کہ رسونتی کو سپر ماسٹر نے اور جوجو کو ماسک مین نے اغوا کیا ہے۔"

وہ اُٹھ کر کھڑی ہو گئی پھر بولی "کیا آپ نے تصدیق کی ہے؟"

"میں نے خود نائب سپر ماسٹر سے گفتگو کی ہے۔ پھر کئی بار رسونتی کے دماغ میں جا چکا ہوں۔ آخری بار اس کے دماغ میں کوئی خیال خوانی کرنے والا بول رہا تھا۔ میں یقین سے کہتا ہوں، رسونتی سپر ماسٹر کی قید میں ہے۔ نائب سپر ماسٹر مجھے دھمکی دے رہا تھا کہ میں خیال خوانی کے ذریعے تم لوگوں کی مدد کروں گا تو وہ رسونتی کو ماسک مین کے حوالے کریں گے اور اس سے جوجو کو حاصل کرکے اس معصوم کو بے موت ماریں گے۔"

"مسٹر آرمر! آپ پریشان نہ ہوں۔ میں دشمنوں کے مزاج کو خوب سمجھتی ہوں۔ فرہاد کی وفات کے بعد تمام دشمن پہلے ہماری قوت کا اندازہ کریں گے۔ اگر انھیں یقین ہوگا کہ ہم فرہاد کے بعد بے بس ہو گئے ہیں تو وہ من مانی کریں گے، رسونتی اور جوجو کو ہلاک کریں گے، ورنہ ان دونوں کو ہماری کمزوری بنا کر زندہ رکھیں گے۔"

"پومی! تمھاری باتوں سے حوصلہ ہو رہا ہے، اگر پارس اور علی تیمور میرا تعاون حاصل کرنے کو تیار ہو جائیں تو ہم منظم ہو کر دشمنوں کی نیندیں اُڑا سکتے ہیں۔"

"وہ دونوں کبھی ٹیلی پیتھی کا سہارا نہیں لیں گے۔ آپ اُن کی فکر نہ کریں۔ میں سونیا سے مشورہ لیتی ہوں، اگر وہ راضی ہو جائے تو ہم دو ٹیمیں بنا کر دو طرف جائیں گے۔ ایک ٹیم رسونتی کے لیے اور دوسری جوجو کے لیے ہوگی۔ آپ سونیا سے رابطہ قائم کریں۔"

آرمر نے سونیا کو مخاطب کیا۔ وہ ماریہ کے ساتھ ایک شراب خانے میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے پوچھا "کیا بات ہے آرمر؟"

"میں آپ سے کچھ ضروری باتیں کرنے آیا ہوں۔ لیکن ماریہ کو دیکھ کر حیران ہوں۔ اس زہریلی لڑکی کو غصہ بڑی جلدی آتا ہے۔ یہ آپ کے لیے مصیبت بن جائے گی۔"

"میں اسے ٹریننگ دے رہی ہوں۔ اسی لیے دن رات اپنے ساتھ رکھتی ہوں۔ اس کی فکر نہ کرو۔ اپنی بات شروع کرو۔"

وہ شروع سے آخر تک سپر ماسٹر، ماسک مین، جوجو، رسونتی اور علی تیمور کے متعلق بتانے لگا۔ سونیا نے تمام باتیں سننے کے بعد کہا "پومی سے کہو، اگر سبھی ادارے سے نکل کر رسونتی اور جوجو کے لیے جدّوجہد کریں گے تو نقصان اٹھائیں گے۔ پومی، آمنہ اور وانشوروکی ادارے میں رہیں گے۔ جب بھی ضرورت ہوگی میں انھیں بلالوں گی۔ آپ بھی آرام کریں اور اطمینان رکھیں، جوجو ضرور واپس آئے گی۔"

سونیا نے سانس روک لی۔ آرمر چلا گیا۔ ماریہ نے کہا "ممّا! آپ باتیں کرتے کرتے چپ ہو گئی تھیں۔ کیا سوچ کے ذریعے گفتگو کر رہی تھیں؟"

"ہاں آرمر آیا تھا۔ یہ تم نے پھر مجھے ممّا کیوں کہا تھا؟"

"سوری! بھول گئی تھی کہ ہم میک اَپ میں ہیں۔ ہمارے درمیان عمر کا زیادہ فرق نہیں ہے۔ لہٰذا میں آپ کی ہونے والی بہو نہیں ہوں بلکہ ایک سہیلی ہوں۔ ہم دونوں آوارہ ہیں اس لیے شراب خانے میں آئے ہیں۔ میں بہت زیادہ پیتی ہوں مگر آپ ایک بوند بھی نہیں پیتیں اور مجھے بھی نہ پینے کی نصیحتیں کرتی رہتی ہیں۔"

"تم مجھے آپ کہہ رہی ہو۔ سہیلی کو 'تم' سے مخاطب کیا جاتا ہے۔"

"سوری! میں اب نہیں بھولوں گی۔ لیکن آپ... میرا مطلب ہے تم یہ بتاؤ کہ مجھے شراب خانے میں کس قسم کی ٹریننگ دینے آئی ہو؟"

"تمھارے صبر اور ضبط کا امتحان لینے والی ہوں۔ یہاں تمھیں کوئی بھی پسند کی چیز نظر آئے تو تم للچاؤ گی نہیں، اس کی تمنا نہیں کرو گی۔"

"میں اپنی ہر پسند پر لعنت بھیج دوں گی۔ لیکن اگر پارس نظر آجائے گا تو میں دوڑ کر اس سے لپٹ جاؤں گی پھر اسے کبھی نہیں چھوڑوں گی۔"

"تو پھر صبر و ضبط کے امتحان میں فیل ہو جاؤ گی۔"

"پلیز۔ ہر طرح میرا امتحان لو۔ مگر پارس کے لیے نہ آزماؤ۔"

"نہیں۔ تم امتحان دینے آئی ہو۔ اس کے سامنے اجنبی بن کر رہو گی بلکہ جب تک تمھاری ٹریننگ مکمل نہیں ہوگی تم اس سے نہیں ملو گی، یہ بات میں کئی بار سمجھا چکی ہوں۔"

"تم ظالم ہو۔ مجھ پر ظلم کر رہی ہو۔ اگر میں تمھاری بات نہ مانوں تو میرا کیا بگاڑ لو گی؟"

"میں تمھیں بتا چکی ہوں کہ میں جادو جانتی ہوں۔ پارس کا دل تم سے پھیر دوں گی۔ وہ تمھیں کبھی پہچان نہیں سکے گا۔"

"میرا پارس مجھے ہر حال میں پہچانے گا۔ میں نے سُنا ہے جس پر محبت کا جادو چل جاتا ہے اس پر کسی اور کا جادو اثر نہیں کرتا۔"

"اچھی بات ہے۔ کاؤنٹر کی طرف دیکھو، تمھیں پارس نظر آئے گا۔"

اس نے کاؤنٹر کی سمت دیکھا پھر خوشی سے اُچھل کر کھڑی ہو گئی۔ وہیں سے چیخ کر بولی "پارس! مجھے دیکھو، میں آ گئی ہوں۔"

شراب خانے میں سب ہی چونک کر اُسے دیکھنے لگے۔ وہ دوڑتی ہوئی کاؤنٹر کے پاس آئی۔ پارس کا بازو پکڑ کر بولی "کیا بہرے ہو گئے ہو؟ اتنی زور سے آواز دے رہی ہوں سنتے ہی نہیں۔"

پارس نے سر گھما کر اُسے سوالیہ نظروں سے دیکھا پھر سنجیدگی سے پوچھا "کون ہو تم؟ میرا نام کیسے جانتی ہو؟"

"میں تمھاری ماریہ ہوں۔ کیوں انجان بن رہے ہو، تم نے اس چہرے کو ہزاروں بار..."

وہ کہتے کہتے چونک گئی۔ پھر بولی "ارے میں تو بھول گئی تھی کہ میک اَپ میں ہوں، اسی لیے تم مجھے نہیں پہچان رہے ہو۔ ٹھہرو، میں ابھی میک اَپ صاف کرکے تمھیں چونکا دوں گی۔ تم اپنی ماریہ کو دیکھ کر خوشی سے اُچھل پڑو گے۔"

اس نے کاؤنٹر مین سے پوچھا "کیا یہاں صابن اور پانی وغیرہ ملے گا؟"

"مس آپ باتھ روم میں چلی جائیں۔"

وہ جانا چاہتی تھی۔ پارس نے اسے روکتے ہوئے پوچھا "ذرا ایک منٹ۔ یہ جو تم بار بار ماریہ کا نام لے رہی ہو تو یہ محترمہ آخر ہیں کون؟"

وہ حیرانی سے بولی "کیا تم ماریہ جیسا پیارا نام بھول گئے ہو؟ میں تمھارا مُنہ نوچ لوں گی۔"

"دیکھو لڑکی، تم خواہ مخواہ بے تکلف ہونے کی کوشش کر رہی ہو۔"

"کیا ہم پہلے بے تکلف نہیں تھے؟ کیا میں تمھارے گلے پڑ رہی ہوں؟ بے وفا، ہرجائی! تم میری انسلٹ کر رہے ہو۔"

اُن کے آس پاس شرابیوں کی بھیڑ لگتی جا رہی تھی۔ ایک منچلے نے کہا "میری جان! وہ جوہری نہیں ہے۔ میں ہیرے کی قدر کرتا ہوں، میرے ساتھ چلو۔"

اس نے ماریہ کا ہاتھ پکڑا۔ ماریہ نے اُسے گھور کر دیکھا۔ اُس کے دماغ کو ایک جھٹکا سا لگا۔ آنکھیں ایسی تیز اور زہریلی تھیں جیسے ناگن پھنکار رہی ہو۔ وہ شرابی فوراً ہی نظریں چرا کر دور چلا گیا۔

ماریہ میک اَپ صاف کرنے باتھ روم کی طرف چلی گئی۔ پارس نے چور نظروں سے دُور بیٹھی ہوئی سونیا کو دیکھا۔ ماں بیٹے کی نظریں ملیں۔ وہ مسکراتی ہوئی اپنی جگہ سے اُٹھ گئی۔ پھر شراب خانے کے اُس حصّے کو چھوڑ کر کسی دوسری جگہ جانے لگی۔ یہ ماں بیٹے کی پلاننگ تھی۔ وہ ماریہ کے ذریعے اس خیال خوانی کرنے والے تک پہنچنا چاہتے تھے جس نے فرزانہ اور نینسی کو خودکشی پر مجبور کیا تھا۔

وہ بے چاریاں اس لیے ماری گئی تھیں کہ وہ فرہاد کی ہونے والی بہوئیں اور اس کے بیٹوں کی محبوبائیں تھیں۔ اس لحاظ سے جوجو کے بعد پارس کی پہلی محبوبہ ماریہ تھی۔ جوجو کا شمار نہ تو بیوی میں ہوتا تھا نہ محبوبہ میں۔ لہٰذا محبت کے پہلو سے ماریہ کی اہمیت تھی۔ پتا نہیں پاسکل لوبا نے انتقاماً ماریہ کو کیوں ہلاک نہیں کیا تھا؟

اس کی ایک وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ ماریہ سونیا کی پناہ میں تھی۔ سپر ماسٹر اور ماسک مین کے خیال خوانی کرنے والے سونیا سے کترا کر اپنی چالیں چلتے اور کامیاب ہوتے آرہے تھے۔ انھیں اچھی طرح سمجھا دیا گیا تھا کہ اس مکار عورت سے دُور رہ کر جو کام کرو گے اس میں ضرور کامیابی ہوگی۔ سونیا دشمن کی چالوں کو خوب سمجھتی تھی۔ اُس نے پارس سے کہا "بیٹے! ماریہ اگر مجھے چھوڑ کر بھاگ جائے یا مجھ سے دُور ہو جائے تو دونوں خیال خوانی کرنے والے دشمن اُسے بھی ٹریپ کرنا چاہیں گے۔"

پارس نے پوچھا "آپ کی پلاننگ کیا ہے؟"

"میں ایسے ماریہ کو دُور کروں گی تو دشمن میری چالبازی پہ شبہ کریں گے۔ اگر ماریہ کہیں تمھیں دیکھ لے گی تو مجھے چھوڑ کر تمھارے پیچھے پڑ جائے گی۔ تم اسے پہچاننے سے انکار کر دو گے۔ خیال خوانی کرنے والے تمھارے دماغ میں آئیں گے۔ تم ماریہ کی بھلائی کے لیے سوچتے رہو گے کہ جان بوجھ کر اُسے پہچاننے سے انکار کر رہے ہو۔ کیوں کہ خیال خوانی کرنے والے دشمنوں کو معلوم ہوگا کہ تم ماریہ کو دل و جان سے چاہتے ہو تو پھر دشمن، فرزانہ اور نینسی کی طرح اسے بھی مار ڈالیں گے۔"

پارس نے کہا "بڑی اچھی چال ہے۔ آپ بہت الجھی ہوئی چال سوچتی ہیں۔ وہ لوگ ماریہ کو میری زندگی، میری جان

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اور میری محبت سمجھ کر اغوا کرنے اور اسے میری کمزوری بنانے کی کوشش کریں گے۔"

"ویسے تو وہ جوجو کو بھی ہماری تمہاری کمزوری بنا کر پریشان کرنے والے ہیں، تمہارے پاپا کے بعد وہ ہمیں چین سے بیٹھنے نہیں دیں گے، ہم میں سے ہر ایک کو ختم کرنے کے بعد ہی مطمئن ہوں گے اس سے پہلے ہی ہمیں خیال خوانی کرنے والوں کی شہ رگ تک پہنچنا ہے۔"

اسی پلاننگ کے مطابق وہ ماریہ کو میک اپ میں شراب خانے تک لائی تھی۔ بہانہ یہ تھا کہ وہ عملی تربیت کے لیے اُسے ساتھ لے کر گھوم رہی ہے۔ وہ خوب سمجھتی تھی کہ ماریہ تمام عملی تربیت کی ایسی تیسی کر کے پارس کے پیچھے بھاگنا شروع کر دے گی اور اس نے جو سوچا اور سمجھا تھا، وہی ہو رہا تھا۔ ماریہ باتھ روم گئی، وہاں سے میک اپ صاف کر کے کاؤنٹر کے پاس آئی۔ پارس کے بازو کو پکڑ کر جھنجھوڑتے ہوئے بولی "اب بولو، میں تمہاری ماریہ ہوں یا نہیں؟"

پارس نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا، وہ بولی۔ "ایسے کیا دیکھ رہے ہو؟ کیا یہ تمہاری جانی پہچانی صورت نہیں ہے؟"

وہ پریشان ہو کر بولا "میں زندگی میں پہلی بار تمہیں دیکھ رہا ہوں، معلوم ہوتا ہے تم نے بہت زیادہ پی لی ہے۔"

وہ ہاتھ نچا کر بولی "تم اچھی طرح جانتے ہو، میں اس شراب خانے کی ساری بوتلیں پی جاؤں، تب بھی نشہ نہیں ہوگا۔"

اس کی بات پر سب ہنسنے لگے، قہقہے لگانے لگے۔

ماریہ کاؤنٹر پر چڑھ کر کھڑی ہو گئی۔ ایک گلاس اٹھا کر فرش پر مارتے ہوئے بولی "چُپ ہو جاؤ۔ گھوڑوں کی طرح ہنہنانا بند کرو۔"

شراب خانے میں خاموشی چھا گئی۔ وہ بولی "کان کھول کر اچھی طرح سنو، میں ناگن ہوں ناگن، یہ میرا ناگ ہے اور ناگن مرتے دم تک اپنے ناگ کا پیچھا نہیں چھوڑتی۔ تم لوگ جتنی بوتلوں کی شرط لگاؤ گے میں جیت جاؤں گی، میری شرط یہ ہے کہ پارس مجھے پہچاننے سے انکار نہ کرے۔"

ایک شخص نے بھری ہوئی بوتل پیش کرتے ہوئے کہا "پہلے ہمیں یقین دلاؤ کہ تم اس کے چند گھونٹ پی سکتی ہو۔"

ماریہ نے بوتل لے کر منہ سے لگائی۔ سونیا نے قریب آ کر کہا "یہ تم کیا کر رہی ہو؟ کیا شراب خانے میں تماشا بننا چاہتی ہو؟"

وہ جواب نہیں دے رہی تھی۔ بوتل کو منہ سے لگائے ایک ہی سانس میں غٹا غٹ پیتی جا رہی تھی۔ وہاں جتنے لوگ تھے، سب کے سب آنکھیں پھاڑے، حیرت سے منہ کھولے اُسے یوں دیکھ رہے تھے جیسے سانس لینا بھول گئے ہوں۔

وہ شاید پیتی ہی چلی جاتی لیکن بوتل خالی ہونے سے پہلے یاد آیا کہ مما جادو جانتی ہیں، انھوں نے جادو کے ذریعے پارس کا دماغ پھیر دیا ہے، اسی لیے وہ اپنی ماریہ کو نہیں پہچان رہا ہے۔ وہ پینا بھول گئی۔ بوتل کو منہ سے ہٹا کر سونیا کو دیکھتے ہوئے بولی "میں سمجھ گئی، آپ جادو کر رہی ہیں۔ بے چارہ پارس مجبور ہو گیا ہے۔ پارس! تم کہاں ہو؟ پارس!" اس نے بھیڑ میں نظریں دوڑائیں، وہ نظر نہیں آ رہا تھا۔

ماریہ کاؤنٹر پر سے چھلانگ لگا کر فرش پر آئی۔ پھر پارس کو آوازیں دیتی ہوئی، بھیڑ کو چیرتی ہوئی جانے لگی۔ سونیا نے اس کے پیچھے جاتے ہوئے کہا "رک جاؤ ماریہ! اکیلی نہ جاؤ، میں آ رہی ہوں۔"

دو آدمیوں نے سونیا کو پکڑ لیا۔ تیسرے نے کہا "اسے لڑکی کے پیچھے نہ جانے دو، ہمارے آدمی اُسے اٹھا کر اڈے پر پہنچا دیں گے۔"

وہ تیسرا شخص دوڑتا ہوا شراب خانے کے باہر آیا۔ ماریہ فٹ پاتھ پر کھڑی دور تک دیکھ رہی تھی اور پارس کو آوازیں دے رہی تھی۔ اُسی وقت ایک کار اُس کے سامنے آ کر رکی۔ ایک شخص باہر نکل کر بولا "اے! تم پارس کو بلا رہی ہو، وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر جھیل کی طرف گیا ہے۔"

وہ بولی "جھیل کدھر ہے؟"

"میرے ساتھ آؤ، میں تمھیں وہاں پہنچا دوں گا۔"

وہ کار کی اگلی سیٹ پر اس شخص کے ساتھ بیٹھ گئی۔ پچھلی سیٹ پر دو شخص بیٹھے ہوئے تھے۔ شراب خانے سے آنے والا شخص چیختے ہوئے بولا "اے! لڑکی کو کہاں لے جا رہے ہو، رک جاؤ، میں کہتا ہوں رک جاؤ۔"

وہ دوڑتا ہوا آیا، مگر کار آگے بڑھ گئی تھی اور تیز رفتاری سے دور ہوتی جا رہی تھی۔ وہ پلٹ کر دوڑتا ہوا شراب خانے کے اندر آیا۔ پھر ایک کرسی کو ٹھوکر مار کر گراتے ہوئے بولا "اتنی حسین لڑکی ہاتھ سے نکل گئی۔ پتا نہیں وہ کون لوگ تھے؟ اسے اپنے ساتھ لے گئے۔ میں پوچھتا ہوں، ہمارے آدمی کہاں مر گئے ہیں؟"

سونیا نے کہا "تم پوچھتے رہو، مجھے تو چھوڑ دو۔"

اُس نے غصے سے کہا "اسے جانے دو۔"

وہ اطمینان سے چلتی ہوئی باہر فٹ پاتھ کے پاس کھڑی ہوئی کار میں آ کر بیٹھ گئی۔ کار کی اسٹیئرنگ سیٹ پر پارس بیٹھا ہوا تھا۔ اُس نے گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ سونیا نے ایک بٹن کو دبایا۔ تو ڈیش بورڈ پر ایک ننھا سا اسکرین روشن ہو گیا۔ اسکرین پر ایک ننھا سا بلب تیزی سے جل بجھ رہا تھا اور ایک سڑک پر تیز رفتاری سے جا رہا تھا۔ ماریہ کو ایک انگوٹھی پہنائی گئی تھی جو دراصل ایک انڈیکیٹر تھی۔ وہ شہر کی جس شاہراہ یا گلی سے گزرتی، وہ شاہراہ یا گلی اسکرین پر نظر آ جاتی۔ سونیا نے کہا "وہ ہائی وے کی سمت جا رہے ہیں۔"

پارس اُسی طرف کار دوڑاتے ہوئے بولا "کسی خیال خوانی کرنے والے نے مجھ سے اب تک رابطہ ہی قائم نہیں کیا ہے۔"

سونیا نے کہا "یہ حیرانی کی بات ہے، جوجو کو اغوا کرنے والے جانتے ہیں تم اُس لڑکی کے لیے کتنے اہم ہو، پھر بھی وہ خاموش ہیں۔"

"مما! ایک ڈمی پارس مارا گیا ہے، جو جوجو کی آنکھوں کے سامنے اس کی موت ہوئی تھی، لہٰذا وہ مجھے مُردہ سمجھ رہی ہو گی۔ اُس کی غلط فہمی کے باعث دشمن مجھے وقتی طور پر نظر انداز کر رہے ہیں۔"

"تمہاری بات معقول ہے، لیکن ماریہ کے سلسلے میں وہ تم سے ضرور رابطہ قائم کرے گا۔ ابھی وہ اُس لڑکی کو قیدی بنانے کا منتظر ہو گا۔"

"اگر وہ ابھی آ جائے تو آپ کو میرے ساتھ دیکھ لے گا۔"

"دیکھنے دو۔ وہ تو یہی سمجھے گا کہ ہم ماریہ کو تلاش کر رہے ہیں، تم موجودہ پلاننگ کے مطابق اس لڑکی سے بظاہر دور بھاگتے ہو مگر دل سے اس کے لیے پریشان رہتے ہو، اسی لیے اس کی تلاش میں بھٹک رہے ہو۔"

ماریہ کے ساتھ منسلک رہنے والا انڈیکیٹر اُن کی رہنمائی کر رہا تھا۔ اس کے مطابق پارس اطمینان سے ڈرائیو کرتا جا رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ہی اُس نے اپنے دماغ میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ وہ جیب سے شراب کی ننھی سی بوتل نکال کر کھولنے لگا۔ سونیا سمجھ گئی کہ ڈراما شروع ہو چکا ہے۔ اس نے ناگواری سے کہا "پارس! کیا میری نصیحت کا کوئی اثر نہیں ہوتا؟ تم پھر پی رہے ہو۔"

وہ بولا "میں آپ کو کتنی بار سمجھاؤں کہ مجھے نصیحت نہ کریں۔"

"کیا شراب پینے سے نینسی زندہ ہو جائے گی اور جوجو دشمنوں کی قید سے نکل آئے گی۔ اس کا نقصان جانتے ہو؟ کوئی دشمن تمہارے دماغ میں آئے گا تو تم نشے کی حالت میں اسے محسوس نہیں کر سکو گے۔ اور محسوس کر و گے تو سانس نہیں روک سکو گے۔"

"معاف کیجیے گا مما! آپ بہت ذہین کہلاتی ہیں، لیکن یہ کیا حماقت ہے۔ آپ ماریہ کو شراب خانے میں کیوں لائی تھیں؟"

"مجھے کیا معلوم تھا کہ تم وہاں موجود ہو گے۔"

"یہ میری بات کا جواب نہیں۔"

"میں ماریہ کو عملی طور پر ٹریننگ دے رہی ہوں، اسے ہر اچھی بُری جگہ لے جاتی ہوں۔ میں یہ کبھی نہیں چاہتی تھی کہ وہ ٹریننگ مکمل ہونے سے پہلے تمہارے قریب آئے۔ یہ محض اتفاق ہے کہ تم شراب خانے میں آئے اور وہ تمہیں دیکھ کر دیوانی ہو گئی۔"

"اس دیوانگی کا نتیجہ دیکھ لیجیے، اگر وہ میرے قریب رہے گی تو نینسی کی طرح ماری جائے گی۔ یا جوجو کی طرح اغوا کی جائے گی۔ میں یقین سے کہتا ہوں، ابھی ہمارے کسی دشمن نے اسے اغوا کیا ہے، ہم اُسے کہاں تلاش کریں؟"

"بیٹے! میں نادان نہیں ہوں۔ میں نے ماریہ کو ایک انڈیکیٹر والی انگوٹھی پہنائی ہے، اور وہ انگوٹھی بتا رہی ہے کہ دشمن اسے جھیل کنارے لے گئے ہیں۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

سونیا کی بات ختم ہوتے ہی پارس نے مسکرا کر کہا تھا! وہ میرے دماغ سے چلا گیا ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "اپنے آدمیوں سے جا کر کہے گا کہ ماریہ کی انگوٹھی اُتار کر اسے دوسری جگہ لے جاؤ۔ ویسے ہم جھیل کے پاس پہنچ گئے ہیں۔ گاڑی روکو۔ میں جارہی ہوں۔ تم اپنا راستہ لو۔"

اس نے گاڑی روک دی۔ سونیا کو خدا حافظ کہا۔ پھر گاڑی سے اُتر کر ایک سمت جانے لگا۔ سونیا اسٹیئرنگ سیٹ پر آ کر جھیل کی طرف روانہ ہو گئی۔

پاسکل بوبا فی الحال پارس کی جانب توجہ نہیں دینا چاہتا تھا۔ وہ رسونتی تک پہنچنے کی فکر میں تھا۔ چوں کہ جوجو اُس کے قبضے میں تھی، اس لیے اطمینان تھا کہ جب چاہے گا، پارس کی اس کمزوری سے کھیل سکے گا۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے، دنیا کے ہر ملک کے ہر بڑے شہر میں ماسک مین کا ایک خاص ایجنٹ ہوتا ہے جسے باس کہتے ہیں۔ پیرس کے باس نے اطلاع دی کہ ماریہ ایک شراب خانے میں ہے۔ وہ میک اَپ میں آئی تھی لیکن پارس کو دیکھ کر اپنی اصلیت ظاہر کر رہی ہے۔

ماسک مین نے پاسکل بوبا سے کہا "وہاں خیال خوانی کے ذریعے جا کر دیکھو کیا ہو رہا ہے۔ ہم پارس کی ایک اہم کمزوری کو بھول گئے تھے جیسا کہ تم جانتے ہو، پارس اپنے باپ کی طرح ہرجائی اور عیاش ہے۔ وہ نینسی کی موت اور جوجو کے اغوا کو بھلانے کے لیے ماریہ کے حسن و شباب میں ڈوب جائے گا۔ اُسے غم غلط نہ کرنے دو، جو بھی لڑکی اس کی زندگی میں آئے اُسے ختم کر دو یا اُس کی کمزوری بنالو۔ جاؤ خوب سوچ سمجھ کر قدم اٹھاؤ۔"

وہ ماسک مین کے ایک ماتحت کے دماغ میں پہنچا۔ اُس وقت ماریہ کاؤنٹر پر کھڑی بھری بوتل کو منہ سے لگائے پی رہی تھی اور پارس موقع غنیمت جان کر وہاں سے کھسک رہا تھا۔ پاسکل نے ماتحت سے کہا "اس لڑکی کو تماشا بنا کر تم لوگوں کو اُلو بنایا جارہا ہے۔ پارس یہاں سے بھاگ رہا ہے، اس کا پیچھا کرو اور معلوم کرو، وہ ماریہ سے دُور کیوں ہو رہا ہے۔"

ماتحت حکم کی تعمیل کے لیے باہر آیا، مگر پارس غائب ہو چکا تھا۔ پاسکل نے کہا "ماریہ ضرور اس کی تلاش میں آئے گی۔ اُسے اٹھا کر کسی خفیہ اڈے میں لے جانا۔"

اس کا اندازہ درست نکلا۔ تھوڑی دیر بعد ماریہ اُسے تلاش کرتی ہوئی شراب خانے سے باہر آئی۔ باس کے آدمی باتیں بنا کر اُسے لے گئے۔ پاسکل بوبا نے سوچا، سونیا شراب خانے میں ماریہ کو کیوں لائی تھی؟ اور وہ دونوں میک اَپ میں کیوں آئی تھیں؟

itsurdu.blogspot.com

اِس دلچسپ ترین داستان
کے بقیہ واقعات
بائیسویں حصے میں
مُلاحظہ فرمائیں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com
itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اس کی اتنی جرأت نہیں تھی کہ یہ معلوم کرنے سونیا کے دماغ میں جاتا۔ وہ بڑی پُراسرار اور مکار سمجھی جاتی تھی۔ غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والے دشمن بھی اس سے کترانے میں اپنی سلامتی سمجھتے تھے۔ یہ بات عام ہو چکی تھی کہ پارس آج کل بہت پینے لگا ہے۔ شام کے بعد اکثر مدہوش رہتا ہے۔ اس کے دماغ میں آسانی سے جگہ مل سکتی تھی۔ جب ماریہ کو جھیل والے اڈے میں پہنچا دیا گیا تو وہ معلومات حاصل کرنے کے لیے پارس کے پاس آ گیا۔

اس نے سب سے پہلے یہ معلوم کرنے کی کوشش کی کہ پارس اس کی موجودگی کو سمجھ رہا ہے یا نہیں؟ انسان خواہ کتنی ہی چوری سے سوچے، خیال خوانی کرنے والے اُس سوچ کو پڑھ لیتے ہیں۔ لیکن جناب شیخ الفارس نے اُس پر عمل کیا تھا۔ اپنی روحانی قوتوں کے ذریعے اس کے دماغ کو بھول بھلیاں بنا دیا تھا۔ کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا اُس کے دماغ میں پہنچتے ہی یہ معلوم کرتا کہ پارس کو شراب نے دماغی طور پر کمزور بنا دیا ہے۔ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ باپ کی موت، ہنیسی کی خودکشی اور جوجو کے اغوا نے اُسے توڑ دیا ہے۔ اب وہ منفی انداز میں سوچنے لگا ہے۔

پارس کے دماغ میں پہنچنے کے بعد ان باتوں کی تصدیق ہو گئی۔ وہ جیب سے بوتل نکال کر پی رہا تھا اور سونیا کی نصیحتوں سے بیزاری ظاہر کر رہا تھا۔ دونوں ماں بیٹے کے درمیان جو باتیں ہوئیں، وہ بہت رازدارانہ تھیں، کسی کی موجودگی میں کہی نہیں جا سکتی تھیں۔ سونیا کی آخری بات نے چونکا دیا تھا کہ ماریہ کی انگلی میں انڈیکیٹر والی انگوٹھی ہے جس کی رہنمائی میں وہ جھیل والے اڈے تک پہنچ جائے گی۔

اس آخری بات سے پاسکل بوبا کو یقین ہو گیا کہ پارس کو اس کی موجودگی کا احساس نہیں۔ اگر وہ ماں بیٹا کوئی ڈراما پلے کرتے تو اتنی اہم راز کی بات نہ اگلتے۔ اُس نے فوراً پاسکل کے ماتحت کے پاس پہنچ کر کہا: "تم لوگ دھوکا کھا رہے ہو۔ ماریہ کی انگلی سے انگوٹھی نکال کر پھینکو، وہ انڈیکیٹر ہے۔ سونیا یہاں پہنچ جائے گی۔ ماریہ کو دوسری جگہ منتقل کرو۔"

وہ ماریہ کو اس اڈے سے ہٹانے تک ماتحت کے دماغ میں رہا۔ ماتحت نے اس کے حکم کے مطابق اپنے ایک آلۂ کار کو وہاں چھوڑا، پھر ماریہ کو دوسری جگہ لے گیا۔ پاسکل نے اُس آلۂ کار کے ذریعے دیکھا، سونیا وہاں آ گئی تھی۔ اس نے آلۂ کار سے پوچھا: "ماریہ کہاں ہے؟"

وہ بولا: "میں کسی ماریہ کو نہیں جانتا۔ میں تو یہاں کا چوکیدار ہوں۔ کچھ لوگ ایک لڑکی کو زبردستی لائے تھے۔ میں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

سے صاف کہہ دیا کہ اغواء کی ہوئی لڑکی کو یہاں چھپانے نہیں دوں گا۔ میں مالک کی اجازت کے بغیر کوئی کام نہیں کرتا۔"

پاسکل اُس آلۂ کار کے ذریعے بول رہا تھا۔ اس کا خیال تھا، وہ سونیا جیسی چالاک عورت کو چکر دے رہا ہے۔ سونیا نے اُسے چکر دینے کے لیے پوچھا: "کیا اُس لڑکی کی انگلی میں کوئی انگوٹھی تھی؟"

وہ بولا: "میں نے توجہ نہیں دی۔ البتہ یہ انگوٹھی اُدھر فرش پر پڑی ہوئی تھی۔"

اس نے جیب سے انگوٹھی نکال کر دکھائی۔ سونیا نے اس انڈیکیٹر کو دیکھ کر مایوسی کا اظہار کیا۔ پھر شکست خوردہ انداز میں اُس اڈے سے نکل کر باہر آئی۔ اپنی کار میں بیٹھ کر اُسے اسٹارٹ کیا۔ پاسکل اُس کی تنہائی میں آکر دیکھ نہیں سکتا تھا کہ وہ کیا کرتی پھر رہی ہے۔ وہ مطمئن تھا کہ انڈیکیٹر کے بغیر وہ ماریہ تک نہیں پہنچ سکے گی۔

اس نے کار آگے بڑھا کر ڈیش بورڈ کے بٹن کو دبایا۔ ننھا سا اسکرین روشن ہوتے ہی ایک چھوٹا سا بلب جلنے بجھنے لگا اور بتلانے لگا کہ وہ ماریہ کو کہاں لے جا رہے ہیں۔ سونیا نے کورڈلیس ریسیور آپریٹ کرنے کے بعد ایک فرانسیسی جاسوس سے کہا: "تمہارا شکریہ، مجھے راہنمائی حاصل ہو رہی ہے۔ دشمنوں کو شبہ تو نہیں ہوگا؟"

"ہرگز نہیں مادام! میں نے انڈیکیٹر کو نمبر پلیٹ کے پیچھے چھپایا ہے۔"

"پھر ایک بار شکریہ۔" اُس نے رابطہ ختم کر دیا۔ اطمینان سے کار ڈرائیو کرتی ہوئی سوچنے لگی۔ کچھ دیر موجودہ حالات پر غور کرنے کے بعد اس نے جاسوس سے دوبارہ رابطہ قائم کرتے ہوئے کہا: "یہ لوگ ماریہ کو ہائی وے پر لے جا رہے ہیں۔ شاید شہر سے باہر جائیں گے۔ ہائی وے کی چوکی سے رابطہ قائم کرو۔ اپنے کسی ذہین ساتھی سے کہو، ان کی گاڑی روک کر چیکنگ کی جائے۔ ماریہ کو چیک کرنے کے دوران اس کے سینڈل کی ہیل سے یا ہیئر کلپ سے انڈیکیٹر منسلک کر دے۔ کار کا کوئی بھروسا نہیں ہے، وہ اُسے کہیں بھی چھوڑ سکتے ہیں۔"

"مادام! چیک پوسٹ پر یہ ظاہر ہو سکتا ہے کہ ماریہ اغوا کی جا رہی ہے۔ ایسے وقت ان لوگوں کو حراست میں لینا ہوگا۔"

"ماریہ دیوانی ہے۔ پارس کی دُھن میں ان کے ساتھ جا رہی ہے لہٰذا اغواء کیے جانے کا شبہ نہیں ہوگا۔ میں نہیں چاہتی کہ وہ پکڑے جائیں۔ انھیں فرار ہونے کی چھوٹ ملتی رہنی چاہیے۔ شکریہ۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔

پاسکل معلوم کرنا چاہتا تھا، ماریہ کو تلاش کرنے کے سلسلے میں کیا کیا جا رہا ہے؟ یہ معلوم تھا کہ فرانس کی پولیس اور انٹیلی جنس والے ماریہ تک پہنچنے کی کوشش کر رہے ہوں گے لیکن وہ سونیا اور پارس کی جدوجہد کے متعلق معلوم کرنا چاہتا تھا۔ لہٰذا وہ پارس کے پاس آگیا۔

وہ سونیا سے رخصت ہو کر سڑک کے کنارے چل رہا تھا۔ اس کے قریب سے کتنی ہی گاڑیاں گزر رہی تھیں۔ وہ کسی سے لفٹ نہیں مانگ رہا تھا۔ اسے گھر پہنچنے کی جلدی نہیں تھی، نہ ہی ماریہ کی فکر تھی۔ اس کی حفاظت کے لیے سونیا کافی تھی۔ وہ دشمنوں پر ظاہر کر رہا تھا کہ اُسے ماریہ سے کوئی خاص دلچسپی نہیں ہے۔

تھوڑی دُور جانے کے بعد اُس نے اپنے دماغ میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ کوئی اس کی اپنی ہی سوچ میں کہہ رہا تھا: "میں پیدل کیوں جا رہا ہوں؟ ایک گاڑی تو بہت ہی معمولی سی بات ہے۔ میں ایک فون کر کے یہاں کے اعلیٰ حکام اور اعلیٰ افسران کو سڑک کے کنارے بلا سکتا ہوں۔ پھر پیدل چلنے کی حماقت کیوں کر رہا ہوں؟"

اُس نے جواباً سوچا: "یہاں تنہائی ہے۔ کوئی مخاطب کرنے والا نہیں ہے۔ میں ٹہلنے کے انداز میں چل رہا ہوں، اور اپنے حالات پر غور کر رہا ہوں۔ پاپا کی وفات کے بعد جب بھی میں مستقبل کے متعلق سوچتا ہوں تو۔۔۔"

اس نے بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے بات ادھوری چھوڑ دی۔ پاسکل بے چین ہو گیا۔ اس نے اس کی سوچ میں کہا: "مجھے مستقبل کے متعلق الجھن میں نہیں پڑنا چاہیے۔ اپنے آپ کو بتانا چاہیے کہ میں کیا سوچتا ہوں۔"

پارس نے جواباً سوچا: "میں جتنی بار سوچتا ہوں اتنی بار ایک ہی عقل کی بات سمجھ میں آتی ہے کہ دو سپر طاقتوں میں سے مجھے کسی ایک کا وفادار بن جانا چاہیے۔ ابھی سپر ماسٹر اور ماسک مین دونوں ہمیں نقصان پہنچا رہے ہیں۔ اگر سپر ماسٹر کا تابعدار بن جاؤں تو پھر ایک ہی ماسک مین دشمن رہ جائے گا۔ میں ایک دشمن سے نمٹنے کی صلاحیتیں رکھتا ہوں۔"

پاسکل نے اس کی سوچ میں کہا: "میں الٹی بات سوچ رہا ہوں۔ جوجو تو ماسک مین کی قید میں ہے۔ مجھے ماسک مین کا تابعدار بننا چاہیے۔"

"پہلے ماں پھر محبوبہ۔ ماں کو رہائی دلانے کے لیے میں سپر ماسٹر کے ہر حکم کی تعمیل کروں گا۔"

"لیکن سپر ماسٹر کبھی میری وفاداری کا یقین نہیں کرے گا۔"

"ویسے تو ماسک مین بھی یقین نہیں کرے گا۔ مگر ان کے خیال خوانی کرنے والے میرے ڈھکے چھپے خیالات کو پڑھ کر اپنے آقاؤں کو یقین دلا سکتے ہیں۔"

پاسکل بوبا خاموش رہ کر اس کے چور خیالات پڑھنے لگا۔ دماغ کی تہہ میں اُترنے کے بعد یہی معلوم ہوا کہ پارس کسی ایک سپر طاقت کا وفادار بن کر رہنے کے معاملے میں نہایت سنجیدہ ہے۔ وہ سوچ رہا تھا: "اگر پاپا حکمت عملی سے کسی ایک سپر طاقت کو اپنی دوستی اور وفاداری کا یقین دلاتے تو کسی دشمن کی گولی سے مارے نہ جاتے۔ فرزانہ اور نینسی بھری جوانی میں خودکشی نہ کرتیں۔ کوئی جوجو اور ماما کو اغوا کرنے کی جرأت نہ کرتا۔ بڑے بڑے ملک کسی ایک طاقت کی سرپرستی حاصل کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ میں بھی سپر ماسٹر یا ماسک مین کے سائے میں تحفظ حاصل کر سکتا ہوں۔"

پاسکل نے پیرس کے باس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "پارس ایفل ٹاور کے قریب ایک سڑک کے کنارے پیدل چل رہا ہے۔ تم اپنی کار میں جاؤ۔ میں تمھیں گائیڈ کروں گا۔ اسے دوست بنانے کی کوشش کرو۔ اس سے کہو اگر وہ ہمارا وفادار رہے گا تو جوجو واپس کر دی جائے گی۔ ہم اُن دشمنوں کا بھی سراغ لگائیں گے جنھوں نے ماریہ کو اغوا کیا ہے۔ اس کی ماما سونیتی کو بھی سپر ماسٹر کے چنگل سے نکال لانے کی کوشش کریں گے۔"

باس نے فوراً اس کی ہدایات پر عمل کیا۔ اُسی وقت اپنی گاڑی میں چل پڑا۔ پاسکل نے پارس تک اس کی راہنمائی کی پھر ان لوگوں کے پاس آیا جو ماریہ کو لے گئے تھے۔ وہ شہر سے باہر ایک چھوٹے سے بنگلے میں تھی اور پارس سے ملنے کی ضد کر رہی تھی۔ وہ لوگ اسے محبت سے سمجھا منا رہے تھے۔ انھیں بتایا گیا تھا کہ لڑکی زہریلی ہے۔ اُسے غصہ آئے گا تو کسی کو زندہ نہیں چھوڑے گی۔ باس کے خاص ماتحت نے اس کی تسلی کے لیے اُس کے سامنے ریسیور اُٹھا کر یوں ہی نمبر ڈائل کیے پھر کہا: "مسٹر پارس جہاں بھی ہیں، اُن سے کہو فوراً یہاں آجائیں اور آنے سے پہلے فون پر ماریہ سے بات کریں۔"

ماریہ خوش ہو گئی۔ پاسکل نے خاص ماتحت سے کہا: "اس لڑکی کو یہاں رکھنا مناسب نہیں ہے۔ پولیس اور انٹیلی جنس والے پہنچ سکتے ہیں۔"

"جناب! راستے میں بھی چیکنگ ہوئی تھی۔ وہ تو خیریت ہوئی کہ ماریہ نے ہمارے خلاف شور نہیں مچایا۔ یہ پارس سے ملنے کی دُھن میں تھی۔ جب تک پارس یہاں نہیں آئے گا اسے ہم کہیں لے جا نہیں سکیں گے۔"

"اچھی بات ہے، اسے بہلا کر رکھو۔ اگر یہ یہاں سے جانے پر راضی نہیں ہوگی تو بے ہوش کر کے لے جانا ہوگا۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

اُس نے ماسک مین سے رابطہ قائم کیا۔ ماریہ کے متعلق بتایا کہ وہ فی الحال قابو میں ہے۔ پارس کو اپنا وفادار بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے اور سونیا، ماریہ کی تلاش میں بھٹک رہی ہے۔ ماسک مین نے تمام باتیں سننے کے بعد کہا: "پہلے ماریہ ضروری ہے۔ اس لڑکی سے صرف پارس نہیں، سونیا بھی جذباتی طور پر وابستہ ہے۔ پھر ایسی زہریلی لڑکی کو ہم ٹریننگ دے کر اپنی ایک زبردست آلۂ کار بنا سکتے ہیں۔ اسے برلن پہنچاؤ۔ وہاں سے پھر اسے ماسکو پہنچا دیا جائے گا۔"

"وہ پارس کے بغیر کہیں نہیں جائے گی۔"

"ہوں۔" ماسک مین سوچ میں پڑ گیا۔ پاسکل نے پوچھا: "کیا آپ ڈمی پارس کے متعلق سوچ رہے ہیں؟"

"ہاں، مگر بات نہیں بنے گی۔ ہماری طرف سے کوئی پارس بن کر جائے گا تو وہ اُسے ضرور پیار کرے گی اور پیار کا انجام ہوگا ڈمی کی موت۔ اسی لیے پارس اس سے کتراتا ہے۔ پہلے وہ زہریلا تھا، اس کے پیار کو برداشت کر لیتا تھا۔ بہرحال تم ہمارے آدمیوں سے کہو ابھی فون پر ماریہ کی ڈمی پارس سے گفتگو کرائی جائے اور وعدہ کیا جائے کہ دوسرے ملک میں پارس سے ملاقات ہوگی۔ یہ کام کر کے آؤ، پھر آگے بات ہوگی۔"

پاسکل نے خاص ماتحت سے کہا: "اپنے کسی نقال سے کہو کہ وہ پارس کی آواز میں فون پر ماریہ سے گفتگو کرے۔"

"جناب! وہ فون پر کیا کہے گا؟"

"جو کہنا ہے، اُس کے ذریعے میں کہوں گا۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ پھر ماسک مین کے پاس آیا۔ اس نے کہا: "وہ زہریلی لڑکی سونیا کے قابو میں رہتی ہے۔ اگر ہم کسی تیز طرار عورت کو سونیا کے میک اَپ میں اس کے پاس رکھیں تو وہ عورت اُسے بہلا پھسلا کر یہاں لے آئے گی۔"

"یہی مناسب ہے۔ میں ابھی پیرس کے باس سے بات

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کرتا ہوں۔"

اس نے باس کو مخاطب کیا۔ وہ پارس کو لفٹ دے کر اپنی رہائش گاہ میں لے آیا تھا۔ پاسکل نے کہا "تم اس سے اپنے مطلب کی بات کرو اور مجھے یہ بتاؤ ایسی کوئی تیز و طرار عورت ہے جو سونیا کا رول ادا کر سکے؟"

وہ فخر سے بولا "میرے پاس ہر قسم کی عورتوں کی کمی نہیں ہے۔ نادیہ نام کی ایک زبردست فائٹر ہے۔ حاضر دماغ اور چالاک ہے، میرے تعاون سے وہ ایک کیسینو کی مالک بن گئی ہے۔ میری احسان مند رہتی ہے۔ اگر اس کے لیے لندن میں ایک کیسینو قائم کرنے کا لالچ دیا جائے گا تو وہ ہمارے اشاروں پر کام کرے گی۔"

"اسے یقین دلاؤ کہ اس کا ہر مطالبہ پورا کیا جائے گا۔ وہ دو گھنٹے کے اندر سونیا بن کر ماریہ کے پاس پہنچ جائے۔ تمہارا کوئی آدمی ماریہ کے متعلق اسے سب کچھ سمجھا کر وہاں لے جائے گا۔"

وہ خاص ماتحت کے پاس آیا۔ اس کے ذریعے اس شخص تک پہنچا جو پارس کی آواز اور لہجے کی نقل کرنے والا تھا۔ اس نے کہا "ریسیور [illegible] کر نمبر ڈائل کرو اور ماریہ کی باتیں سنو۔ میں تمہیں گائیڈ کرتا رہوں گا۔"

اس نے مطلوبہ نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ قائم ہونے پر ماریہ کی آواز سنائی دی۔ اس نے کہا "ماریہ! میں پارس بول رہا ہوں۔ مجھے ابھی معلوم ہوا کہ تم اس بنگلے میں میرا انتظار کر رہی ہو۔"

ماریہ نے کہا "تم کہاں ہو؟ فوراً یہاں آؤ، یا مجھے اپنے پاس بلاؤ۔"

"میں دوسرے ملک میں ہوں۔ تمہیں ہوائی جہاز میں آنا پڑے گا۔"

"میں اکیلی کیسے آؤں گی؟"

"سونیا ممّا تمہارے پاس آ رہی ہیں۔ ان کے ساتھ چلی آؤ۔"

"وہ تو ہماری ملاقات پر اعتراض کرتی ہیں۔ جادو سے تمہارا دل پھیر دیتی ہیں۔"

پاسکل یہ بات سن کر ذرا چکرایا پھر سنبھل کر بولا "وہ ہماری دشمن نہیں ہیں، صرف یہ چاہتی ہیں کہ تم تنہائی میں مجھے پیار نہ کرو۔ میرے اندر سے زہر نکال دیا گیا ہے، تم پیار کرو گی تو میں مر جاؤں گا۔"

"میں وعدہ کرتی ہوں۔ ممّا کی ہدایت کے مطابق تم سے ایک بالشت دور رہا کروں گی۔ تم سے محبت کرتی رہوں گی، لیکن پیار نہیں کروں گی۔"

"میں نے یہی بات ممّا کو سمجھائی ہے کہ تم بہت سمجھدار لڑکی ہو۔ مجھ سے دور ہی دور سے محبت کرتی رہو گی۔ اچھا میں بات ختم کرتا ہوں۔ ممّا دو گھنٹے تک پہنچ جائیں گی۔ کل ان کے ساتھ تم ہوائی جہاز میں آؤ گی۔ میں بے چینی سے تمہارا... انتظار کر رہا ہوں۔ خدا حافظ!"

رابطہ ختم ہو گیا۔ پاسکل نے ماریہ کے پاس آ کر دیکھا وہ ریسیور رکھ کر مسکرا رہی تھی۔ کام بن گیا تھا۔ اب اطمینان تھا کہ وہ زہریلی لڑکی کسی کو نقصان نہیں پہنچائے گی۔ اور کوئی اعتراض کیے بغیر نادیہ کو سونیا سمجھ کر ماسکو تک پہنچ جائے گی۔

سونیا اس بنگلے کے قریب پہنچی ہوئی تھی۔ وہ دیکھنا چاہتی تھی کہ ماریہ کو آخر کار کہاں پہنچایا جائے گا۔ اگر وہ خیال خوانی کرنے والا پیرس میں یا فرانس کے کسی شہر میں ہو گا تو وہ لوگ ماریہ کو ضرور وہاں لے جائیں گے۔ اس طرح ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا اس سے بچ کر نہیں جا سکے گا۔ اگر وہ ماریہ کو کسی دوسرے ملک پہنچانا چاہیں گے تو وہ راستے کی دیوار بن جائے گی۔ ماریہ کو ان سے واپس لے آئے گی۔

وہ اپنی کار میں بیٹھی ان کے اگلے اقدامات کا انتظار کر رہی تھی۔ کورڈلیس فون کے بزر نے اسے مخاطب کیا۔ اس نے ریسیور اٹھا کر ہیلو کہا۔ دوسری طرف سے پولیس کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا "مادام! آپ سے نادیہ ضروری باتیں کرنا چاہتی ہے، آپ اس سے رابطہ قائم کریں۔"

اس نے نادیہ کے نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ قائم ہونے پر نادیہ نے ہنستے ہوئے کہا "سونیا! مزے کی بات سنو۔ اس وقت میں تمہارا میک اپ کر رہی ہوں اور تمہارا رول ادا کرنے ماریہ کے پاس پہنچائی جانے والی ہوں۔"

"کچھ باتیں سمجھ گئی ہوں۔ کچھ سمجھنا چاہتی ہوں۔"

"وقت ضائع نہ کرو۔ باس کے آدمی ایک گھنٹے بعد مجھے لینے آئیں گے۔ تم جہاں بھی ہو چل پڑو۔ راستے میں کورڈلیس سے باتیں ہو جائیں گی۔"

"میں اپنی کار میں ہوں اور کورڈلیس سے باتیں کر رہی ہوں، ذرا ایک منٹ، میں گاڑی آگے بڑھا لوں پھر باتیں کرتی ہوں۔"

اس نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھائی۔ اب سے کچھ عرصہ پہلے سپر ماسٹر کے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کریزی مین نے پیرس کے قمار خانے میں بڑی دھوم مچائی تھی۔ ایک رات میں نوے لاکھ ڈالر جیت لیے تھے۔ دوسری رات نادیہ کے کیسینو میں کھیلنے والا تھا۔ سونیا نے نادیہ کا میک اپ کر کے کریزی مین کو کروڑوں کا نقصان پہنچایا تھا اور نادیہ کو ایک ہی رات میں اتنا نفع پہنچایا تھا جس کی وہ توقع نہیں کر سکتی تھی۔ وہ سونیا کو دل و جان سے چاہتی تھی۔ اس نے کہا "وہ مجھے بہت بڑا لالچ دے رہے ہیں، اگر میں ماریہ کو ماسکو پہنچا دوں اور کچھ عرصے تک اس کے ساتھ وہاں رہوں تو وہ میرے لیے لندن میں ایک بہت بڑا کیسینو قائم کر دیں گے۔"

"چلو بیٹھے بٹھائے لندن سے بھی لاکھوں ڈالر ملا کریں گے۔ میں ماریہ کے ساتھ جاؤں گی تو تمہارے لیے چھپ کر رہنا ایک مسئلہ ہو گا۔"

"تم اپنے ذرائع استعمال کر کے مجھے راتوں رات ملک سے باہر بھیج دو۔ میں فار ایسٹ جانا چاہتی ہوں۔ وہاں مختلف ممالک کی سیر کرتی رہوں گی۔ یہاں کے سرکاری افسران جب بلائیں گے تو سمجھ لوں گی تمہارا کام ہو گیا ہے، میں یہاں چلی آؤں گی۔"

وہ ایک پلاسٹک سرجری کے ماہر کو لے کر آئی۔ نادیہ سے کہا "یہ ڈاکٹر ہمارے راز دار ہیں۔ ماسک مین کا باس یہاں آئے گا تو میرے چہرے پر سرجری ہوتی رہے گی۔ ڈاکٹر اسے دوسرے کمرے میں بیٹھنے کے لیے کہے گا۔ یوں اسے یقین ہو جائے گا کہ تمہیں پلاسٹک سرجری کے ذریعے سونیا بنایا گیا ہے۔"

اس نے فون کے ذریعے ایک اعلیٰ افسر سے کہا "میرے ایک اہم معاملے میں نادیہ کو کچھ عرصے تک روپوش رہنا پڑے گا۔ اپنے ہپناٹائز کرنے والے سے کہو، نادیہ کے دماغ سے اس کی اپنی آواز اور لب و لہجہ مٹا دے۔ اس طرح کوئی خیال خوانی کرنے والا اس کے دماغ میں نہیں پہنچے گا، وہ بھٹکتا ہوا میرے دماغ میں آ جائے گا۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "ایک بند گاڑی نادیہ کے بنگلے کے پیچھے آئے گی اور اسے دوسرے بنگلے میں لے جائے گی۔ وہیں اس پر تنویمی عمل ہو گا۔ کل تک وہ جہاں جانا چاہے گی ہم اسے بھیج دیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ تنویمی عمل فوراً ہونا چاہیے۔"

اس نے فون رکھ دیا۔ نادیہ نے اسے اپنی الماری اور سیف کی چابیاں دیں پھر کہا "میرے پاس دوسری چابیاں ہیں، یہ تم رکھ لو۔ ہو سکتا ہے تمہیں باس کے سامنے سیف اور الماری کو کھولنے کی ضرورت پیش آئے۔"

پندرہ منٹ کے اندر ایک بند گاڑی آئی، نادیہ اس میں چلی گئی۔ آدھے گھنٹے بعد ملازم نے باس کے آنے کی اطلاع دی۔ سونیا نے کہا "اسے ڈرائنگ روم میں بٹھاؤ اور کہو میرے چہرے پر پلاسٹک سرجری ہو رہی ہے، وہ مجھے دیکھنا چاہے تو اس کمرے میں لے آنا۔"

ڈاکٹر نے سونیا کے چہرے پر جا بجا چھوٹی چھوٹی پٹیاں چپکا دی تھیں۔ باقی چہرے کو سفید کریم سے چھپا دیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد باس کمرے میں آیا۔ اس نے کہا "میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم سرجری کے ذریعے پکا کام کرو گی۔ مجھ سے دو باتیں کرو، ہمارا آدمی تمہاری آواز سن کر تم سے دماغی رابطہ قائم کرنا چاہتا ہے۔"

ڈاکٹر نے کہا "سوری مسٹر! ابھی یہ ہونٹ نہیں ہلا سکیں گی۔ آپ ایک گھنٹے بعد گفتگو کر سکتے ہیں۔ کیا آپ ڈرائنگ روم میں انتظار کرنا پسند کریں گے؟"

وہ بولا "میں ایک ضروری کام سے جا رہا ہوں، ایک گھنٹے بعد آؤں گا۔"

وہ چلا گیا۔ ڈاکٹر نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ سونیا نے ڈاکٹر سے پوچھا "کیا آپ پرائی سوچ کی لہریں محسوس کر رہے ہیں؟"

"نہیں مادام! اگر محسوس کروں گا تو آپ کی ہدایت کے مطابق ڈراما شروع کر دوں گا۔"

ڈراما یہ تھا کہ کسی کے دماغ میں آتے ہی وہ اٹک اٹک کر سانس لیتا اور پاگلوں کی طرح اپنے بالوں کو نوچ کر سوچتا کہ وہ پانچ برس تک دماغی مریض رہ چکا ہے، ایک برس پہلے پاگل خانے سے آیا ہے، اب بھی دماغ میں کوئی غیر معمولی سی بات ہوتی ہے یا نامعلوم سا بوجھ ہوتا ہے تو پاگلوں جیسی حرکتیں کرنے لگتا ہے اور سانس آپ ہی آپ رکنے لگتی ہے۔ چونکہ وہ سانس روک روک کر سوچتا، اس لیے خیال خوانی کرنے والے کو اس کے چور خیالات پڑھنے کا موقع نہ ملتا۔

لیکن پاسکل بوبا اس کے دماغ میں نہیں آیا۔ جب یہ معلوم ہوا کہ نادیہ سرجری کے باعث ابھی نہیں بولے گی تو وہ فوراً پارس کے دماغ میں چلا گیا۔ پارس اس ڈاکٹر سے زیادہ اہم تھا۔ باس اسے اپنی رہائش گاہ میں شراب اور شباب کے ساتھ چھوڑ کر آیا تھا، ایسے وقت وہ پھر پارس کے چور خیالات پڑھنے آ گیا۔ اس نے پہلی بار مخاطب کرتے ہوئے کہا "ہیلو پارس! میں تمہارا ایک دوست اور ہمدرد ہوں۔"

اس نے چونک کر دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا پھر کہا "اوہ گاڈ! شراب نوشی کا یہی ایک نقصان ہے، میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرنے کے قابل نہیں رہا۔ اب تو کوئی بھی دشمن دوست بن کر آ سکتا ہے۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"میں دشمن نہیں ہوں۔ مالک مین کا دستِ راست ہوں۔ ابھی جا رہا ہوں۔ کسی وقت اچانک آ کر تمھارے چور خیالات پڑھوں گا۔ جب یقین ہوگا کہ تم مالک مین کے وفادار رہ سکتے ہو تو پھر ہمارے درمیان چند اہم معاملات طے ہوں گے۔"

"اچھا تو باس نے تمھیں بتایا ہے کہ میں کسی ایک سُپر طاقت کی جھولی میں جانا چاہتا ہوں۔"

وہ قہقہہ لگا کر بولا "میں کسی باس کا محتاج نہیں رہتا۔ میں نے چپکے سے تمھارے خیالات پڑھ لیے تھے۔"

"کسی کے گھر میں یا دماغ میں بغیر اجازت آنے والا چور بدمعاش ہوتا ہے۔ تم نہ تو اچھے انسان ہو سکتے ہو نہ اچھے دوست۔ چلے جاؤ یہاں سے۔"

وہ پھر ہنستے ہوئے بولا "میں اپنی مرضی سے آتا ہوں اور اپنی مرضی سے جاتا ہوں۔ یاد رکھو، تمھاری جیسی صلاحیتوں والے بہت مل جاتے ہیں۔ ہمیں تمھاری ضرورت نہیں ہے، تمھیں ہماری ضرورت ہے۔ اگر ہمارے سائے میں پناہ نہیں لو گے تو سپر ماسٹر تم سب کو پیس کر رکھ دے گا۔ میں چاہوں تو تمھیں اپنے گھر کا کتا بنا کر وفاداری سے دُم ہلانے پر مجبور کر دوں۔"

پارس ایک دم سے اُٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ پھر شراب کی بوتل اُٹھا کر بولا "آج تمھاری باتوں نے مجھے جھنجوڑ دیا ہے، میری سمجھ میں آگیا ہے کہ شراب آدمی کو کتا بنا دیتی ہے۔ اگر میں اسے نہ پیتا تو تمھارا باپ بھی میرے دماغ میں نہیں آ سکتا تھا۔ میں پھر اپنی دماغی توانائی واپس لاؤں گا۔ آج سے شراب پر ہزار لعنت۔"

اس نے بوتل کو فرش پر دے مارا۔ پھر چند سیکنڈ کے لیے سانس روک کر پھر سانس لینے لگا۔ وہ ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ نشے کے باعث زیادہ دیر ایسا نہیں کر سکے گا۔ پاسکل اس کے دماغ سے باہر نکلا پھر واپس آ کر بولا "میں جانتا تھا کہ تم چند سیکنڈ سے زیادہ سانس نہیں روک سکو گے۔ تمھارے اندر اتنی توانائی نہیں ہے کہ مجھے زیادہ دیر کے لیے باہر نکال سکو۔"

پارس نے ٹیلیفون کے پاس آ کر ریسیور اٹھایا پھر نمبر ڈائل کرنے لگا۔ پاسکل نے پوچھا "کیا آرمی کی ٹیلی پیتھی کا سہارا لینا چاہتے ہو؟"

"ہم دونوں بھائی کبھی ٹیلی پیتھی کا سہارا نہیں لیتے۔" رابطہ قائم ہوگیا۔ دوسری طرف سے ایک پولیس افسر کی آواز آئی۔ پارس نے کہا "انکل! میں پارس بول رہا ہوں۔ ابھی ریڈیا ورکے باس کی رہائش گاہ میں ہوں۔ مجھے فوراً یہاں سے آ کر لے جائیں۔"

پاسکل نے زور دار قہقہہ لگاتے ہوئے کہا "نادان! شراب نے تو تمھارے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت چھین لی ہے۔ تم گدھے ہو۔ کیا قانون کی پناہ میں جا کر ٹیلی پیتھی کے عذاب سے بچ سکتے ہو؟"

"کیا تم میرے دماغ میں زلزلے پیدا کر دو گے؟"

"تمھیں سبق سکھانے اور مٹی کے کیڑے کی طرح رینگ رینگ کر اپنے پاس آنے کے لیے تمھیں دماغی جھٹکے ضرور پہنچاؤں گا۔ ذرا اور سوچ لو، کس طرح بچ سکتے ہو؟"

"میں نے بہت پہلے ہی خود کو بچا لیا ہے، یہ دیکھو۔"

اس نے اپنی انگوٹھی کے ایک نگینے سے بٹن کو دبایا۔ اس میں سے ایک سوئی نکلی۔ پھر اس سے پہلے کہ پاسکل کچھ سمجھ پاتا، اس نے فرش پر لیٹ کر وہ سوئی اپنے بازو میں چبھو لی۔ دوسرے ہی لمحے وہ پارس کے دماغ سے نکل آیا۔ دماغی جھٹکے پہنچانے کی حسرت ہی رہ گئی۔ وہ بے ہوش ہو گیا تھا اور اس اطمینان سے بے ہوش ہوا تھا کہ پولیس افسر اسے وہاں سے اُٹھا کر لے جائے گا۔

پاسکل دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو کر جھنجلا رہا تھا۔ اُسے پورا یقین تھا کہ پارس کسی طرح بھی ٹیلی پیتھی کے عذاب سے نہیں بچ سکے گا لیکن اس نے بڑی توہین آمیز شکست دی تھی۔ ایسا کام کر گیا تھا جس کے متعلق پاسکل خواب میں بھی نہیں سوچ سکتا تھا۔ سونیا اور پارس سے ٹکرا کر پتا چل رہا تھا کہ ذہانت اور حاضر دماغی کیا ہوتی ہے اور ابھی تو سونیا کی چال سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ جب سمجھنے کی گھڑی آئے گی تو وہ سر پکڑ کر بیٹھ جائے گا۔

یوں دیکھا جائے تو پارس کی مکاری بھی سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ حقیقتاً وہ کسی قدر زہریلا تھا۔ جب زہر اثر نہیں کرتا تھا تو انگوٹھی کی سوئی کیا اثر کرتی۔ اس سوئی میں کوئی دوا تھی ہی نہیں۔ ایسا صرف پاسکل کو سمجھانے کے لیے کیا گیا تھا۔ اصل میں اس نے سوئی چبھوتے ہی آہستہ آہستہ یوں سانس روکی تھی جیسے دھیرے دھیرے ذہن ڈوب رہا ہو۔ اس طرح پاسکل اس کے دماغ سے نکل گیا تھا۔ اس کی حرکتوں سے یہی سمجھ رہا تھا کہ یہ سب کچھ سوئی انجیکٹ کرنے کے باعث ہوا ہے۔

وہ تھوڑی دیر تک جھنجلاتا رہا پھر مالک مین سے دماغی رابطہ قائم کر کے بولا "میں پارس کو بہت ہی عبرتناک سزا دوں گا۔ اسے اپنے قدموں میں لوٹنے پر مجبور کر دوں گا۔"

"بات کیا ہے؟ پہلے تم نے آ کر کہا تھا کہ اسے اپنا تابعدار بنایا جا سکتا ہے۔"

"وہ خطرناک حد تک چالاک ہے۔ ہم اُس پر بھروسا کریں گے تو وہ ہمیں کسی دن لے ڈوبے گا۔"

"مجھے بتاؤ آخر ہوا کیا ہے؟"

اس نے پارس کے متعلق تفصیل بتائی۔ مالک مین نے کہا "تم اس کے پاس جا کر بھول گئے تھے کہ اس کی پرورش سونیا نے کی ہے۔ بے شک وہ خطرناک ہے۔ کیا شیر خطرناک نہیں ہوتا؟ وہ آدمی کو چیر پھاڑ کر کھا جاتا ہے۔ اس کے باوجود آدمی اسے پنجرے میں بند کر لیتا ہے۔ سرکس کا رنگ ماسٹر اُسے اپنے اشاروں پر تماشا بنا دیتا ہے۔ پارس چالاک اور خطرناک ہے، اسی لیے میں اسے اپنا تابعدار بنانے پر راضی ہوگیا تھا۔ مگر تم نے کھیل بگاڑ دیا ہے۔"

"میں نے کیا بگاڑا ہے؟"

"اس کا شراب میں ڈوبے رہنا ایسا ہی تھا جیسے شیر پنجرے میں رہنے لگا ہو۔ تم جب چاہتے اس کے چور خیالات پڑھ لیتے لیکن اُسے طیش دلا کر تم نے اس کی شراب چھڑا دی۔ کل سے تم اس کے دماغ میں نہیں جا سکو گے۔ ذرا سوچو، ہمارا کتنا بڑا نقصان ہو رہا ہے؟"

"اوہ گاڈ! میں نے غصے اور غرور میں اس پہلو کو نظر انداز کر دیا۔ اب کیا ہوگا؟"

"وہ ہم سے بدک گیا ہے۔ اگر اسے روکا نہ گیا تو وہ سپر ماسٹر کی جھولی میں چلا جائے گا۔"

"میں اسے جانے نہیں دوں گا، جیسے ہی وہ ہوش میں آئے گا میں اس کے دماغ پر چھا جاؤں گا۔"

"یعنی پھر اُس پر جبر کرنا چاہتے ہو اور وہ پھر کسی چالاکی سے تمھاری ٹیلی پیتھی کو شکست دے گا۔"

"اس نے ایک بار دھوکا دیا ہے، دوسری بار نہیں دے سکے گا۔ اب وہ مجھ سے زندگی کی بھیک مانگے گا۔"

"ایسی ہی خوش فہمیوں کے باعث تم جیسوں کی موت ہوتی ہے یا پھر ایسا ہی نقصان اٹھاتے ہو جیسے پارس کے سلسلے میں اٹھا رہے ہو۔ وہ ہماری طرف مائل ہو سکتا تھا۔ مگر تم اسے بدترین دشمن بنا رہے ہو۔ شطرنج کی بساط پر کام آنے والے مہروں کی تعداد دیکھی جاتی ہے۔ میری بساط پر تم اور میڈونا ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔ سپر ماسٹر کے پاس بھی رسونتی اور ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے، جو جو کسی شمار میں نہیں ہے۔ پتا نہیں برین واشنگ کے بعد وہ ہمارے کام آ سکے گی یا نہیں۔ علی تیمور بہترین صلاحیتوں کا مالک ہے۔ وہ اپنی ماں کی خاطر سپر ماسٹر کی طرف جھکے گا۔ اگر ہم پارس کو محبت سے دوست بنائیں گے اور ہماری دوستی ثابت ہوتی رہے گی تو سونیا بھی پارس کی خاطر ہمارے کام آتی رہا کرے گی۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ دونوں پارس اور سونیا کو زندہ رکھنے کی کیا ضرورت ہے؟"

"انھیں ہلاک کرنا ہمارے اختیار سے باہر ہے۔ فرہاد اور سونیا کو ہلاک کرنے کی کوشش کرتے ہوئے ایک مدت گزر گئی۔ ان کے بچے پیدا ہوئے اور جوان ہو گئے۔ آج بھی سُپر طاقتوں پر ان کی دہشت طاری ہے۔ تقریباً پچیس برس کے عرصے میں ایک فرہاد مارا گیا ہے۔ اس کی جگہ دو فرہاد پیدا ہو گئے ہیں۔ سونیا روزِ اوّل کی طرح ناقابلِ گرفت ہے۔ ہوا کی طرح کبھی مٹھی میں نہیں آتی۔ میری حکمتِ عملی کو سمجھو۔ انھیں بہترین دوست بناؤ۔ جب وہ ہم پر اندھا اعتماد کرنے لگیں تو دانیال کی طرح پٹری بدل کر ایسا کامیاب حملہ کرو کہ وہ فرہاد کی طرح بچ نہ سکیں۔ سیدھے موت کے منہ میں چلے جائیں۔"

"واقعی ہم اسی طرح انھیں ختم کر سکتے ہیں۔ میں مصلحتاً اپنی شکست کو قبول کر کے پارس سے دوستی کروں گا۔ مگر اس کے دماغ میں آزادی سے نہیں پہنچ سکوں گا۔ اُس کے چور خیالات نہیں پڑھ سکوں گا۔"

"تم بہت جلدی مایوس ہو جاتے ہو۔ پہلے دوستی کرو، پھر اسے شراب نوشی پر مائل کیا جا سکتا ہے۔ کسی کے بھی دماغ کو کمزور بنانے کے اور بھی کئی ہتھکنڈے ہیں۔"

پاسکل نے چونک کر کہا "اوہ! میں تو نادیہ کو بھول ہی گیا۔ ابھی اُس کے چور خیالات پڑھنا ضروری ہیں۔ وہ سونیا کا اہم رول ادا کرنے والی ہے۔"

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا باس کے پاس آیا۔ باس ایک گھنٹے بعد نادیہ کے کمرے میں آگیا تھا اور سونیا کو دیکھ کر حیرت سے کہہ رہا تھا "پلاسٹک سرجری کے ماہر نے کمال کر دیا ہے۔ تم ہر زاویے سے مکمل سونیا بن گئی ہو۔ وہ ڈاکٹر کہاں ہے؟"

"اس کا کام ختم ہوگیا۔ وہ چلا گیا ہے۔"

پاسکل بڑی خاموشی سے باس کے دماغ میں تھا۔ وہاں سے اس نے نادیہ کی آواز اور لہجہ سُنا۔ پھر اُس کے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

دماغ میں پہنچنے کے لیے پرواز کی، یہ پرواز ذرا بھٹک گئی۔ کیوں کہ نادیہ پر تنویمی عمل ہوچکا تھا۔ اب سونیا اس آواز اور لہجے کو اپنا رہی تھی۔ وہ بھٹکتا ہوا اس کے دماغ میں آگیا۔ وہ نیا خیال خوانی کرنے والا تھا' اس لمحاتی رکاوٹ کو سمجھ نہ پایا۔ سونیا کے خیالات پڑھنے میں مصروف ہوگیا وہ سوچ رہی تھی۔ 'میں آئینے میں مکمل سونیا نظر آرہی ہوں۔ اب اس کی گفتار اور رفتار کی بھی کامیاب نقل کروں گی تو ماریہ اور پارس وغیرہ کبھی مجھ پر شبہ نہیں کریں گے۔'

پاسکل نے اس کی سوچ میں کہا "میں ایک خطرناک کام کرنے جارہی ہوں۔ سونیا کو پتا چلے گا تو وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑے گی۔"

سونیا نے سوچ کے ذریعے کہا: "ریڈ پاور کا باس سونیا سے کم نہیں ہے پھر اس کی پشت پر ماسک مین ہے سب میری حفاظت کریں گے۔ سونیا میرے پیچھے ماسکو نہیں آسکے گی۔ اسے یہ کبھی معلوم نہیں ہوگا کہ نادیہ نے اس کا رول ادا کیا تھا۔ ہائے جب میں واپس آؤں گی تو لندن میں ایک کیسینو کی مالک بن جاؤں گی! اتنا بڑا منافع حاصل کرنے کے لیے خطرات سے کھیلنا ہی پڑتا ہے۔ اونہہ سونیا کی ایسی کی تیسی!

پاسکل یہ خیالات پڑھ کر مطمئن ہوگیا۔ اس نے باس سے کہا: "تمہارے بیان کے مطابق نادیہ بہترین نقال ہے اسے سونیا کی آواز سناؤ۔ اور اس کے متعلق مزید معلومات فراہم کرو۔"

باس نے کہا "میں تمام انتظامات کے ساتھ آیا ہوں' میرے پاس سونیا کے ویڈیو اور آڈیو کیسٹس ہیں۔"

اگلے ایک گھنٹے تک سونیا اپنی ہی آواز کی کیسٹ سنتی رہی اور ٹی وی اسکرین پر اپنی متحرک فلم دیکھتی رہی۔ باس کے سامنے اپنی رفتار اور گفتار کی نقل کرتے وقت کبھی غلطی کرتی تھی تو باس اسے ٹوکتا تھا پھر وہ غلطی درست کرلیتی تھی۔ پاسکل نے باس سے کہا: "نادیہ بہت ذہین ہے۔ ایک آدھ گھنٹے کی مشق کے بعد سونیا کی ہر بات اور ہر ادا کی نقالی کامیابی سے کرے گی۔ میں ان کی روانگی کا انتظام کرنے جارہا ہوں۔"

وہ چلا گیا۔ رات کے دو بجے باس نے کہا "تم بڑی کامیابی سے نقل کررہی ہو کسی پہلو سے نادیہ نظر نہیں آرہی ہو۔ چلو مختصر سا سامان پیک کرو اور یہاں سے چل پڑو۔"

وہ باس کو ڈرائنگ روم میں چھوڑ کر نادیہ کے بیڈروم میں آئی۔ ٹرانسمیٹر نکال کر ایک اعلیٰ افسر سے کہا: "کچھ لوگ مجھے اور ماریہ کو جعلی پاسپورٹ کے ذریعے برلن لے جائیں گے۔ متعلقہ افسران کو تاکید کریں کہ سختی سے چیکنگ نہ کی جائے۔ ہمیں جانے کی اجازت دے دی جائے۔ پارس کو بتا دیں کہ میں برلن کے بعد ماسکو میں رہوں گی۔"

اس نے رابطہ ختم کیا۔ ایک اٹیچی میں ضروری سامان رکھا پھر ایک نئے سفر اور نئے ہنگاموں کے لیے روانہ ہوگئی۔ فرہاد علی تیمور کی فیملی میں وہ پہلی عورت تھی جو روس کی زمین پر قدم رکھنے والی تھی۔

رسونتی بستر پر پڑی ہوئی سوچ رہی تھی: 'میں کہاں ہوں اور کن لوگوں میں ہوں؟ میں یہاں کیسے پہنچ گئی؟'

وہ کمزوری محسوس کررہی تھی۔ دماغ بھی قدرے کمزور ہوچکا تھا۔ ابتدا میں وہ کچھ سمجھ نہیں پائی۔ ہاتھ پاؤں ہلائے بغیر چپ چاپ پڑی رہی۔ پھر رفتہ رفتہ یاد آنے لگا۔ بابا صاحب کے ادارے کا ماحول ماتمی تھا۔ فرہاد کی موت پر سب ہی سوگوار تھے۔ وہ اپنے کوارٹر میں پریشانی سے ٹہل رہی تھی۔ اپنے بیٹے علی تیمور کی ولدیت کا مسئلہ تھا۔ فرہاد کی زندگی میں فیصلہ نہیں ہوپایا تھا کہ بیٹا پارس ہے یا علی تیمور؟ پھر پارس نے نشے کی حالت میں ایک نیا انکشاف کیا تھا کہ سونیا نے اسے جنم دیا ہے۔ اگرچہ ایسا اس نے نشے میں کہا تھا مگر ایسا ممکن تھا۔ سونیا اور فرہاد کی ملی بھگت ہوسکتی تھی۔ پارس کو سونیا نے پیدا کیا اور ماں کا رشتہ رسونتی سے جوڑتی رہی۔ وہ ایسے ہی خیالات میں الجھی ہوئی تھی کہ ایسے میں اچانک فرہاد نے مخاطب کیا۔ وہ اپنے دماغ میں اس کی آواز اور لہجہ سن کر حیران رہ گئی۔ اس کی میت بابا صاحب کے ادارے میں رکھی ہوئی تھی اور وہ دماغ میں بول رہا تھا: "میں زندہ ہوں اور ایک جگہ روپوش ہوں۔ یہ راز صرف تمھیں بتا رہا ہوں۔ تم میری شریک حیات ہو۔ ایسے وقت مجھے تمھاری سخت ضرورت ہے۔ بابا صاحب کے ادارے سے نکلو۔ تمھیں اپنے پاس لانے کے لیے میں گائیڈ کروں گا۔"

رسونتی نے یہ نہیں سوچا کہ دشمن خیال خوانی کرنے والے فراڈ کرسکتے ہیں۔ ایک تو دماغ میں بولنے والے نے فرہاد کے کوڈ ورڈز ادا کیے تھے۔ دوسرے اس بات کی خوشی ہو رہی تھی کہ فرہاد زندہ ہے۔ اب سے پہلے بھی وہ کئی بار اپنی موت کا ڈراما پلے کرچکا تھا۔ اس لیے اس کی موت کا یقین نہیں ہوتا تھا۔ ادارے میں کسی ڈمی فرہاد کی میت ہوسکتی تھی۔ رسونتی کو اس بات کی بھی خوشی تھی کہ فرہاد اسے رازدار بنا رہا ہے اور سونیا کو اہمیت نہیں دے رہا ہے۔ یہی سب کچھ سوچ کر وہ ادارے سے باہر آگئی تھی اور کار ڈرائیو کرتی جارہی تھی۔

ایسے وقت ایک خیال خوانی کرنے والے نے اسے فریب سے آگاہ کیا لیکن وہ یقین کرنے کو تیار نہیں تھی۔ فرہاد نے اس کے لیے ہیلی کاپٹر بھیجا تھا۔ جب وہ اس میں سوار ہوئی تو فریب کھانے کا یقین ہوا۔ ہیلی کاپٹر کی پچھلی سیٹ پر بیٹھنے والوں میں سے ایک نے اسے دبوچ لیا تھا۔ دوسرے نے اسے انجیکشن لگایا۔ اس کے بعد اسے ہوش نہیں رہا۔ ہوش آیا تو اس نے خود کو ایک بستر پر پایا۔ رفتہ رفتہ سوچتے سے یاد آگیا کہ وہ کس طرح دھوکا کھا کر دشمنوں کی قید میں پہنچ گئی ہے۔

تھوڑی دیر بعد کسی نے خیال خوانی کے ذریعے مخاطب کیا: "ہیلو رسونتی! ہوش میں آگئی ہو؟"

وہ بولی "ہاں، میں ایسے ہی وقت ہوش میں آتی ہوں جب پانی سر سے گزر جاتا ہے۔ تم کون ہو؟"

"ایک دوست ہوں۔"

"مجھے جبراً یہاں لاکر دوستی کا دعویٰ کر رہے ہو۔"

"میں یہاں نہ لاتا تو سونیا تمھیں جلد ہی ذلیل کرتی۔ اس نے فرہاد کے ساتھ باقاعدہ نکاح پڑھوایا تھا۔ پارس ان کا جائز بیٹا ہے۔ تمھارا بیٹا علی تیمور پیدا ہونے کے بعد کئی بار دشمنوں کے ہاتھ لگ چکا ہے۔ سونیا دعوے سے کہنا چاہتی ہے کہ تمھارا بیٹا بدل گیا ہے، یا دشمنوں نے اصل بیٹے کو مار ڈالا ہے۔"

"ایسی منحوس باتیں نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ میرے علی تیمور کو لمبی عمر دے گا۔ یہی میرا اپنا بیٹا ہے۔"

"بے شک تمھارا اپنا ہے، مگر سونیا گھپلا کرے گی۔ وہ کیسی مکارانہ چالیں چلتی ہے، یہ تم اچھی طرح جانتی ہو۔ تم اس سے دور رہ کر ہی اسے منہ توڑ جواب دے سکتی ہو۔ علی تیمور کی حفاظت کرسکتی ہو اور اپنے بیٹے کے حقوق منوا سکتی ہو۔ میں تمھیں یہاں لاکر دوستی کا ثبوت دے رہا ہوں۔"

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ پھر بولی "مجھے بے ہوش کرکے لانے کی کیا ضرورت تھی؟"

"ایک دشمن خیال خوانی کرنے والا تمھارے دماغ میں آکر تمھیں ہمارے خلاف بھڑکا رہا تھا۔ اگر تمھیں بے ہوش نہ کرتے تو وہ دشمن تمھارے دماغ میں رہ کر یہاں تک چلا آتا۔"

"ہاں۔ بات تو معقول ہے۔ مگر تم کون ہو؟ میں کہاں ہوں؟"

"میں تم سے درخواست کرتا ہوں، ایسے سوالات نہ کرو۔ دشمن کسی وقت بھی تمھارے دماغ میں آکر معلوم کرلے گا کہ تم کہاں ہو اور کس کی پناہ میں ہو۔"

"یہ اندیشہ ہمیشہ رہے گا۔ کیا میں کبھی تمھارے بارے میں معلوم نہیں کرسکوں گی۔ میں بہت الجھن میں ہوں۔"

"تمھاری الجھن جلد ہی دور ہوجائے گی۔ میں تنویمی عمل کے ذریعے تمھارے دماغ کو حساس بنا دوں گا پھر کوئی تمھاری اجازت کے بغیر تمھارے اندر نہیں آسکے گا۔"

"ہاں میں دماغی کمزوری محسوس کررہی ہوں۔ مجھ میں پہلے جیسی توانائی پیدا کردو۔ میں جلد از جلد خیال خوانی کے ذریعے اپنے بیٹے کی خیریت معلوم کرنا چاہتی ہوں۔"

"وہ بالکل خیریت سے ہے۔ میں تمھاری تسلی کے لیے پھر اس کے پاس جارہا ہوں۔ میرے واپس آنے تک تم تنویمی عمل کے لیے خود کو آمادہ کرتی رہو۔ میں دس منٹ میں آجاؤں گا۔"

وہ چلا گیا لیکن اس کے دماغ میں پاسکل بوبا بڑی دیر سے تھا اور ان کی باتیں سن رہا تھا۔ اس سے پہلے اسی نے اسے فریب سے آگاہ کیا تھا، اسے سمجھایا تھا کہ فرہاد کے لہجے میں دشمن بول رہا ہے، اسے ہیلی کاپٹر میں سوار نہیں ہونا چاہیے لیکن رسونتی نے اس کی بات نہیں مانی تھی۔ اب بھی وہ بے وقوف بن رہی تھی۔ پاسکل نے سوچا اسے نصیحت کرنے سے بات نہیں بنے گی۔ وہ دشمن خیال خوانی کرنے والے کو بتا دے گی کہ کوئی اسے دماغ میں آکر بہکا رہا ہے۔ اس نے خاموشی سے تماشا دیکھنے کا فیصلہ کرلیا۔

تھوڑی دیر بعد ڈیگر اینڈ ڈیگر اس کے دماغ میں آئے۔ ایسے وقت ایک ڈیگر خاموش رہتا تھا۔ دوسرے نے کہا: "رسونتی! تمھارا بیٹا خیریت سے ہے۔ اس کا اندازہ ہے کہ تمھیں سپر ماسٹر کے خیال خوانی کرنے والے نے اغوا کیا ہے۔ وہ نیویارک آنے کی تیاری کررہا تھا۔ میں نے کہا۔ چند گھنٹے صبر کرلو۔ تمھاری ماما کی دماغی توانائی بحال ہوتے ہی وہ خیال خوانی کے ذریعے تم سے رابطہ قائم کریں گی۔"

رسونتی نے کہا "مجھ پر فوراً عمل کرو۔ میں اپنے بیٹے سے باتیں کرنے کے لیے توانائی حاصل کرنا چاہتی ہوں۔"

یہ کوئی نہیں جانتا تھا کہ سپر ماسٹر کے پاس دو خیال خوانی کرنے والے ہیں اور وہ ڈیگر اینڈ ڈیگر کہلاتے ہیں۔ ایک ڈیگر نے دوسرے ڈیگر سے کہا "میں بڑی دیر سے رسونتی کے دماغ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

میں خاموشی سے چھپا ہوا ہوں۔ وہ دشمن خیال خوانی کرنے والا موجود نہیں ہے۔ حتیٰ کہ آرمر بھی نہیں آیا ہے۔ یہ اچھا موقع ہے۔ اس پر ابھی تنویمی عمل کر سکتے ہو۔ مَیں جا رہا ہوں۔"

وہ جوجو کے پاس جا کر معلوم کرتا رہتا تھا کہ کس طرح ملک میں کے تجربے کار ڈاکٹر اس کا معائنہ کر رہے ہیں۔ اس کا خیال تھا کہ جس طرح وہ رسونتی پر تنویمی عمل کر رہے ہیں اسی طرح دشمن خیال خوانی کرنے والا جوجو پر عمل کرے گا۔ ایسے وقت وہ ان کے تنویمی عمل کو ناکام بنا دے گا۔

ان کا دشمن یہی کام رسونتی کے دماغ میں آ کر کر رہا تھا۔ ایک ڈیگر جا چکا تھا۔ دوسرا ڈیگرا اپنے عمل کے ذریعے رسونتی کو ٹرانس میں لا رہا تھا۔ اُدھر پاسکل نے اس کے کمزور دماغ کو یہ باور کرایا کہ وہ ٹرانس میں آ رہی ہے اور اس کی معمولہ بن رہی ہے۔

دونوں طرف سے توڑ جوڑ جاری تھا۔ رسونتی بیچ میں پھنسی ہوئی تھی۔ عامل کے جواب میں پاسکل نے رسونتی کی زبان سے یقین دلایا کہ وہ مکمل طور پر معمولہ بن چکی ہے اور اس کے تمام احکامات کی تعمیل کرے گی۔ عامل ڈیگر نے کہا "تمھارا نام رسونتی نہیں ہے۔"

وہ بولی "میرا نام رسونتی نہیں ہے۔"

"تمھارا نام پامیلا جونز ہے۔"

"میرا نام پامیلا جونز ہے۔"

ڈیگر نے پوچھا "تمھاری عمر کتنی ہے؟"

"میں شاید چالیس برس کی ہونے والی ہوں۔"

"تم پچیس برس کی جوان دوشیزہ ہو۔"

"میں پچیس برس کی جوان دوشیزہ ہوں۔"

"ابھی تمھاری شادی نہیں ہوئی ہے۔ تم کسی بچے کی ماں نہیں ہو۔"

رسونتی ایسا کہتے وقت ہچکچانے والی تھی۔ پاسکل بوربا نے اُسے سنبھال لیا۔ وہ ڈیگر کی باتیں دُہرانے لگی۔ پھر ڈیگر نے کہا "جب تم تنویمی نیند سے بیدار ہو گی تو اپنا ماضی بالکل بھول جاؤ گی۔"

"مَیں اپنا ماضی بھول جاؤں گی۔"

"تم فرہاد کو دشمن سمجھ کر یاد رکھو گی۔ پارس اور علی تیمور کو سونیا کی اولاد سمجھ کر اُن سے نفرت کرو گی۔"

وہ سونیا اور پارس کے متعلق ایسا کہہ سکتی تھی لیکن علی تیمور سے نفرت اور دشمنی کرنے کا سوال پیدا نہیں ہوتا تھا۔ ایسا کرنے سے پہلے اس کی جان نکل جاتی۔ علی تیمور اس کی جان تھا،

وہ اسی کے لیے زندگی کی سانس لے رہی تھی یعنی اسی کو دیکھ دیکھ کر جی رہی تھی۔ ادھر تنویمی عمل کرنے والا اُسے اپنی معمولہ بنا کر بیٹے کے خلاف لڑنے کے لیے تیار کر رہا تھا۔

وہ ایک دم سے پھٹ پڑی۔ آنکھیں کھول کر چیختے ہوئے بولی "سُور کے بچے! ذلیل! کمینے! تو ماں کو بیٹے کا... دشمن بنا رہا ہے اور شیطان کی طرح دوستی کا دعویٰ بھی کرتا ہے۔ مَیں دنیا چھوڑ سکتی ہوں مگر بیٹے کو نہیں چھوڑ سکتی اور بیٹے کو چھڑانے والے کی زندگی حرام کر سکتی ہوں۔ اگر ہمت ہے تو سامنے آ۔ دماغ میں چھپ کر کیوں آتا ہے۔ میری دماغی توانائی بحال ہونے دے، پھر تجھ سے نمٹ لوں گی۔"

ڈیگر نے کہا "اچھا تو وہ دشمن خیال خوانی کرنے والا اپنی چال چل چکا ہے۔ کوئی بات نہیں، میں آئندہ محتاط رہوں گا اور رسونتی تم یہ خوش فہمی دل سے نکال دو کہ مَیں تمھاری دماغی توانائی بحال ہونے دوں گا۔ تم ایسی ہی کمزور رہو گی۔ مَیں تمھارا برین واش کروں گا۔"

یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گیا۔ وہ دشمن خیال خوانی کرنے والے کا جواب سُننا چاہتا تھا۔ رسونتی نے کہا "مَیں کب سے ہوں۔ خدا سے دعا کرتی ہوں کہ کسی طرح خیال خوانی کے قابل ہو جاؤں۔ تم کہتے ہو کوئی دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے دماغ میں ہے۔ مَیں بھی یہی سمجھتی ہوں۔ اس کے تعاون سے مَیں تمھارے فریب میں نہ آ سکی۔ مَیں اُس مہربان سے وعدہ کرتی ہوں، اگر وہ تمھارے ہتھکنڈوں سے مجھے بچا کر یہاں سے لے جانے گا تو مَیں ہمیشہ اس کے کام آتی رہوں گی۔"

ڈیگر نے ہنستے ہوئے کہا "بے وقوف عورت! ذرا سوچ سمجھ کر وعدہ کر۔ تیرے دماغ میں جو چھپا ہوا ہے اُسی نے فرزانہ اور نینسی کو خودکشی پر مجبور کیا تھا۔ وہی جوجو کو اغوا کر کے لے گیا ہے۔"

"مجھے اس کے خلاف بھڑکانے کی فضول سی کوشش کر رہے ہو۔ وہ جتنا بھی بُرا ہو گا تم سے بہتر ہو گا۔ وہ ماں کو بیٹے کا دشمن نہیں بنائے گا۔"

"ایک دشمن دوسرے سے بہتر نہیں ہوتا۔ ہمیشہ بدتر ہوتا ہے۔ تم اس کا سہارا لے کر پچھتاؤ گی۔ ویسے مَیں کسی کا سہارا لینے کا موقع ہی کب دوں گا۔"

پاسکل بوربا نے کہا "رسونتی! مَیں بہتر ہوں یا بدتر یہ آنے والا وقت ہی بتائے گا۔ تم اطمینان رکھو، یہ شیطان آئندہ تم پر تنویمی عمل نہیں کر سکے گا۔"

ڈیگر نے کہا "مَیں اتنی دیر سے تمھاری باتیں سننے کے لیے ہی باتیں بنا رہا تھا۔ مَیں ایک شخص کو رسونتی کے سامنے بھیج رہا ہوں، تم اس کی آواز سُن کر اُس کے دماغ میں آؤ، مَیں کچھ اہم باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

رسونتی نے جلدی سے کہا "نہیں میرے مہربان تم نہ جانا۔ یہ تم سے سودے بازی کرے گا۔ تمھیں میرا دشمن بنانے کی کوشش کرے گا۔"

پاسکل نے کہا "تم اطمینان رکھو۔ مَیں کوئی نادان بچہ نہیں ہوں۔ بزرگوں کا کہنا ہے کہ دشمنوں کی بھی باتیں سُن لیا کرو۔ مَیں سُن کر جلدی ہی واپس آؤں گا۔"

"تمھارے جاتے ہی یہ دماغی جھٹکے پہنچائے گا۔"

"تم سیاست کو نہیں سمجھتی ہو۔ یہ تمھیں اذیتیں پہنچائے گا تو تم ایک عرصے تک کمزوری کے باعث خیال خوانی نہیں کر سکو گی۔ اور خیال خوانی کے بغیر تمھاری کوئی اہمیت نہیں ہے۔ یہ اور اس کا سپر ماسٹر ایک عام سی عورت کو قیدی بنا کر کیا حاصل کریں گے؟ کچھ نہیں۔"

رسونتی نے پوچھا "کیا مَیں سپر ماسٹر کی قید میں ہوں؟"

ڈیگر نے کہا "ہاں، اب چھپانا فضول ہے۔ مَیں سپر ماسٹر کے لیے اور یہ تمھارا نامہربان ماسک مین کے لیے کام کر رہا ہے۔ اور یہ درست کہہ رہا ہے، مَیں ٹیلی پیتھی کے جھٹکے پہنچا کر تمھارے دماغ کا کچرا نہیں کرنا چاہتا۔ آرام سے پڑی رہو۔"

ایک شخص نے رسونتی کے پاس آ کر کہا "مسٹر اجنبی خیال خوانی کرنے والے! مَیں اپنی آواز سُنا کر جا رہا ہوں۔ یقیناً تم سُن رہے ہو۔ میرے دماغ میں چلے آؤ۔ مَیں یہاں سے جا رہا ہوں۔"

وہ رسونتی کے کمرے سے باہر آ گیا۔ پاسکل نے کہا "مَیں موجود ہوں۔ بولو کیا کہنا چاہتے ہو؟"

ڈیگر نے کہا "شکریہ، تم نے میری بات مان لی۔ مَیں تم سے دوستی کے لیے نہیں کہوں گا۔ کیوں کہ سپر ماسٹر اور ماسک مین آگ اور پانی ہیں۔ ہمارے درمیان دوستی جب بھی ہو گی، دشمنی کے پردے میں ہو گی۔"

"تم تمہید باندھ رہے ہو۔ کام کی بات کرو۔"

"کام کی بات یہ کہ مَیں بھی جوجو کے معاملے میں رکاوٹ بن سکتا ہوں۔"

"کیا پوچھ کر رکاوٹ بننا چاہتے ہو؟"

"طنز نہ کرو۔ ایک دوسرے کے لیے رکاوٹ بننے کے نتائج پر غور کرو۔ یوں ہم ایک دوسرے کو نقصان پہنچائیں گے اور ہماری لڑائی سے فرہاد کی فیملی کو فائدہ پہنچے گا۔"

"اس بات کو اس وقت سوچنا تھا جب مَیں رسونتی کو بابا صاحب کے ادارے سے نکال کر لے جانا چاہتا تھا مگر تم نے فرہاد بن کر مجھ سے بڑا ڈراما پلے کیا۔ اور میرے شکار کو چھین کر لے گئے۔ تم مجھ سے دشمنی کی پہل کرنے کے بعد سمجھوتے کی توقع کر رہے ہو۔"

"بدترین حالات میں بھی سمجھوتا ہو جاتا ہے۔"

"بے شک ہو جاتا ہے۔ میرا شکار مجھے واپس کر دو۔"

"تم احمقانہ مطالبہ کر رہے ہو۔ جنگل میں کتنی ہی پارٹیاں شکار کھیلنے جاتی ہیں۔ جو کامیاب ہوتا ہے، شکار اُسے مل جاتا ہے۔ سو ہمیں مل گیا۔"

"ابھی نہیں ملا۔ شکاریوں کا کھیل ابھی جاری ہے اور اس کھیل سے بوکھلا کر ہی تم نے مجھے یہاں بلایا ہے۔"

"کیا تم سمجھتے ہو، رسونتی کو مجھ سے چھین کر لے جاؤ گے؟"

"سمجھتا ہوں، اسی لیے تمھارے سامنے دیوار بن گیا ہوں۔ اگر تمھارے خیال کے مطابق ناکام ہوا تو رسونتی کو تمھارے کام کے قابل نہیں چھوڑوں گا، اسے ذہنی مریضہ بنا دوں گا۔"

"مَیں اس کے جواب میں جوجو کو قتل کر دوں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ اس طرح بھی ہمارا مقصد پورا ہو جائے گا۔ اُس دو زخمی فرہاد کی فیملی میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں رہے گا۔ ایک آرمر ہے، وہ کسی کام کا آدمی نہیں ہے اور بہت ممکن ہے، جوجو کے بعد وہ بھی زندہ نہ رہے، خود اپنی ہی جان سے کھیل جائے۔"

"اس کا مطلب ہے، سمجھوتے کی کوئی صورت نہیں رہ گئی؟"

"تم ذرا کم سمجھتے ہو۔ مَیں نے تو کہہ دیا ہے سمجھوتا ہو گا۔ رسونتی کو میرے حوالے کر دو۔"

"لعنت ہے تم پر۔ جاؤ جو کر سکتے ہو کرو۔ ہم تم سے کم نہیں ہیں۔"

"ارے بھائی! ناراض کیوں ہوتے ہو، ایک اور صورت بھی ہے۔"

"کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"رسونتی نہ ہمارے پاس ہو نہ تمھارے پاس۔ اُسے کسی تیسری جگہ رکھا جائے۔ اُس تیسری جگہ کا علم صرف ہم دونوں کو ہو گا اور وہ ہماری قید میں رہ کر ہم دونوں کے کام آتی رہے گی۔"

وہ تھوڑی دیر سوچنے کے بعد بولا "یہ مشورہ احمقانہ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

بھی ہے، عجیب بھی ہے مگر دل کو بھی لگتا ہے، میں سپر ماسٹر سے مشورہ کروں گا۔ اگر وہ راضی ہو جائے تو جوجو کو بھی اُس تیسری جگہ پہنچانا ہوگا۔"

"اس کے لیے میں بھی ماسک مین سے مشورہ کروں گا۔"

"اچھی بات ہے، ہم آدھے گھنٹے بعد پھر اس شخص کے دماغ میں ملیں گے۔"

وہ دونوں اپنے اپنے حاکم کے پاس آئے۔ سپر ماسٹر نے تمام باتیں سننے کے بعد کہا "جب تک رسونتی کا دماغ کمزور رہے گا، وہ دشمن خیال خوانی کرنے والا ہمیں پریشان کرتا رہے گا۔ تیسری جگہ والی بات ان حالات میں معقول ہے۔ جب رسونتی ہمارے ہاتھ سے نکلنے لگے یا دشمن اسے دماغی مریضہ بنا دے لیکن میں ایسے حالات پیدا نہیں ہونے دوں گا۔"

"آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟"

"جن ڈاکٹروں نے رسونتی کا معائنہ کیا تھا، ان کی رپورٹ آگئی ہے۔ وہ کہتے ہیں، آپریشن کے ذریعے اس کی زبان میں ایسی تبدیلی لائی جائے گی کہ اس کی آواز اور لہجہ بدل جائے گا۔ اگر ہم اس کا چہرہ بھی تبدیل کر دیں تو کوئی اسے پہچان نہیں سکے گا اور اجنبی لہجے کے باعث اس کے دماغ میں نہیں آسکے گا۔"

ڈیگر نے کہا "ایسا فوراً ہونا چاہیے۔ لیکن رسونتی کا دماغ جب تک اپنی نئی آواز اور لہجے کا عادی نہیں ہوگا اور پرانی آواز اور لہجے کو نہیں بھولے گا تب تک وہ دشمن دماغ میں آتا رہے گا۔ اس کا راستہ روکنے کے لیے تنویمی عمل بہت ضروری ہے۔ کچھ عرصے کے لیے اس کے دماغ کو حساس بنانا ہوگا۔"

"تم دیکھ چکے ہو، وہ تنویمی عمل کے دوران رکاوٹ بن جاتا ہے۔"

اسی وقت دوسرے ڈیگر نے آکر کہا "وہ لوگ جوجو کو آپریشن تھیٹر لے جا رہے تھے۔ اس پرائیویٹ اسپتال میں ڈاکٹر، نرس، وارڈ بوائے سے لے کر ایک معمولی سپاہی تک یوگا کے ماہر ہیں۔ جب میں نے دیکھا کہ جوجو کو بے ہوش کر دینے کے بعد مجھے پھر کسی کے دماغ میں جگہ نہیں ملے گی تو میں نے وہاں اپنے سفیر کے ذریعے ایئر فورس کے ایک افسر اور پائلٹ تک رسائی حاصل کی۔ پائلٹ نے میری مرضی کے مطابق ایک طیارہ اڑایا اور اس اسپتال پر بمباری کر دی۔"

سپر ماسٹر نے پوچھا "یہ تم نے کیا کیا؟ جوجو بمباری میں مر گئی ہوگی؟"

ڈیگر نمبر دو نے کہا "اس آپریشن کو روکنے کا اور کوئی راستہ نہ تھا۔ آپریشن کے بعد جوجو کا ذہن تبدیل ہو جاتا۔ آواز اور لہجہ بدل جاتا۔ پھر ہم اسے کبھی پا نہ سکتے۔ ماسک مین اس کی ٹیلی پیتھی سے فائدہ اٹھاتا رہتا۔ وہ ہمارے لیے مر چکی ہوتی لہٰذا اگر بمباری کے نتیجے میں مرتی ہے تو کیا فرق پڑتا ہے۔ بہرحال وہ زندہ ہے، میں اس کے دماغ سے ہو کر آرہا ہوں۔ آپریشن کا معاملہ ذرا کھٹائی میں پڑ گیا ہے۔"

"شاباش! تم نے زبردست کام کیا ہے۔"

"سر! ہماری کامیابی تو یہ ہے کہ دو نہایت تجربے کار اور سرجری کے ماہر ڈاکٹر جو دماغ کا آپریشن کرنے والے تھے، وہ بمباری سے ہلاک ہو گئے ہیں۔"

سپر ماسٹر نے خوش ہو کر پوچھا "کیا تم ڈاکٹروں کے دماغوں میں گئے تھے؟"

"نہیں، وہ گونگے بنے رہتے تھے۔ میں کبھی اُن کی آواز نہ سُن سکا۔ جوجو کے دماغ میں رہ کر ایک فوجی افسر کی رپورٹ سُنی ہے۔ اس رپورٹ کے مطابق دونوں ڈاکٹر مر چکے ہیں۔"

"اس کا مطلب ہے آپریشن کے لیے از سرِ نو انتظامات میں کافی وقت لگے گا۔ جاؤ کسی طرح جوجو کو وہاں سے نکالنے کی کوشش کرو۔ ناکامی کی صورت میں اس لڑکی کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دینا۔"

ڈیگر نمبر دو چلا گیا تو نمبر ایک نے پوچھا "ہم رسونتی کو کس طرح دشمن سے چھپا کر رکھ سکتے ہیں؟"

"ایک ہی راستہ ہے۔ تمھیں مسلسل رسونتی کے دماغ میں خاموش رہنا ہوگا۔ جب یقین ہو جائے کہ دشمن نہیں ہے تو اس عورت کو فوراً ٹرانس میں لا کر حکم دو کہ تمھارے سوا کوئی بھی سوچ کی لہر آئے تو اس کا دماغ محسوس کر لے اور وہ فوراً سانس روک لے۔ تم اتنا کر لو، باقی کام آپریشن سے ہو جائے گا۔"

ڈیگر نمبر ایک بڑی خاموشی سے رسونتی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اُدھر پاسکل، جوجو کے معاملے میں مصروف ہو گیا تھا۔ ایئر فورس کے پائلٹ کا بیان تھا کہ اس کے دماغ پر کسی نے قبضہ جمایا ہوا تھا۔ اس کے بیان کے مطابق یہی سمجھ میں آتا تھا کہ سپر ماسٹر کے ٹیلی پیتھی جاننے والے نے اسپتال کو تباہ کر دیا ہے۔ پاسکل نے ماسک مین سے پوچھا "بمباری کس وقت ہوئی تھی؟"

ماسک مین نے کہا "ٹھیک دس بج کر دس منٹ پر۔"

پاسکل نے کہا "میں دس بجے سے ساڑھے دس بجے تک ایک شخص کے دماغ میں رہ کر سپر ماسٹر کے خیال خوانی کرنے والے سے گفتگو کر رہا تھا۔ پھر وہ کیسے اسپتال پر بمباری کرا سکتا ہے۔"

"کیا تمھاری گھڑی ٹھیک روسی وقت کے مطابق ہے؟"

"جی ہاں۔ میں وقت کا حساب کر کے یقین سے کہتا ہوں کہ یہ کسی دوسرے خیال خوانی کرنے والے کی بدمعاشی ہے۔"

"کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ سپر ماسٹر کے پاس کوئی دوسرا بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے؟"

"ہو سکتا ہے دوسرا بھی ہو۔ لیکن میں نے ٹرانسفارمر مشین سے گزرتے وقت ایک ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو دیکھا تھا۔ بہرحال آرمر بھی اپنی بہن جوجو کو آپریشن سے بچانے کے لیے ایسا کر سکتا ہے۔"

"بے شک آرمر ایسا کر سکتا ہے۔"

پاسکل نے آرمر کے پاس آکر کہا "ہم سمجھتے تھے، تم انسان کے روپ میں فرشتہ ہو۔ دشمنوں کو بھی جانی نقصان نہیں پہنچاتے مگر تم نے اسپتال پر بمباری کرا کے کتنے ہی بے گناہ انسانوں کو موت کی نیند سلا دیا ہے۔"

وہ حیرانی سے بولا "یہ تم کیا کہہ رہے ہو! میں اپنے کوارٹر میں بیٹھا دعائیں مانگ رہا ہوں۔ اپنی معصوم جوجو کی سلامتی کے لیے اب مریم سے التجائیں کر رہا ہوں۔ دیکھو، میں صلیب کے سائے میں ہوں، میرا ایمان ہے، میں نے اور میری بہن نے کسی کو نقصان نہیں پہنچایا، خداوند یسوع، جوجو کو بھی نقصان نہیں پہنچنے دے گا۔"

دوست ہوں یا دشمن سبھی جانتے تھے کہ آرمر کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔ پاسکل فطرتاً شیطان تھا۔ لیکن وہ بھی مانتا تھا کہ آرمر صلیب کے سائے میں کبھی جھوٹ نہیں بولے گا۔ اُس نے پوچھا "آرمر! پھر وہ اسپتال میں تباہی مچانے والا کون ہو سکتا ہے؟ وہ سپر ماسٹر کا ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں ہے، وہ بمباری کے وقت مجھ سے گفتگو کر رہا تھا۔"

آرمر نے کہا "تم میڈونا کو بھول رہے ہو۔"

"میڈونا کو میں دانیال سے چھین کر لایا تھا۔ وہ میری فرماں بردار ہے میرے خلاف ایسا نہیں کرے گی۔"

"تم اُس پر اندھا اعتماد کر رہے ہو۔ ذرا اُسے ٹٹول کر دیکھو۔"

یہ سنتے ہی پاسکل نے وہاں سے خیال خوانی کی پرواز کی۔ پھر میڈونا کے دماغ میں پہنچا لیکن اس نے سانس... روک لی۔ دوسری بار اُس نے دماغ میں پہنچتے ہی مخصوص کوڈ ورڈز ادا کیے۔ وہ ناگواری سے بولی "یونان سنس! تم کون ہو؟ اور یہ کیسے الفاظ ادا کر رہے ہو، کیا یہ کوڈ ورڈز ہیں؟ اگر ہیں تو ان سے میرا کیا تعلق ہے؟"

"اچھا تو تم کوڈ ورڈز بھول گئی ہو اور میری آواز نہیں پہچانتی ہو۔ کیا دانیال کو بھول گئی ہو جس نے علی تیمور کے حکم پر تمھیں قتل نہیں کیا تھا۔ تم پر تنویمی عمل کر کے تمھیں اپنی کنیز بنا لیا تھا۔"

وہ دو انگلیوں سے اپنی پیشانی کو سہلاتے ہوئے بولی "ٹھہرو، مجھے سمجھنے دو کہ میں کن حالات سے گزر رہی ہوں۔ ابھی جاؤ۔"

اس نے سانس روکی۔ پاسکل بو باد دماغی طور پر اپنی جگہ آگیا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ دانیال نے میڈونا پر جو تنویمی عمل کیا تھا، اس کا اثر ختم ہو چکا ہے۔ وہ نہیں جانتا تھا، دانیال نے کتنے عرصے کے لیے اسے اپنی معمولہ بنایا ہے۔ اس نے ایک ہفتے بعد چُپ چاپ میڈونا کے ذہن کو ٹٹول کر دیکھا تھا۔ وہ بدستور تنویمی عمل کے اثر میں تھی۔ اپنے عامل دانیال کو پوجتی تھی اور پاسکل اس کے عامل دانیال کے لب و لہجے میں اُسے کنٹرول کرتا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ تنویمی عمل کا اثر جس دن بھی ذرا کمزور پڑے گا اُسی دن وہ میڈونا کو اپنے عمل کے اثر میں لے آئے گا۔

وہ پچھلے چوبیس گھنٹوں سے ماریہ کو اغوا کرنے، سونیا اور پارس سے نمٹنے اور رسونتی کو حاصل کرنے کی جدوجہد میں اس قدر مصروف رہا کہ میڈونا کے دماغ میں پہنچنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ چوبیس گھنٹے میں میڈونا تنویمی عمل کے اثر سے نکل کر آزاد ہو جائے گی چوں کہ وہ دانیال کے لہجے میں بولتا تھا، اس لیے وہ پاسکل کی حیثیت سے اسے نہیں پہچانتی تھی۔ اور اب آزاد ہونے کے بعد دانیال کو بھی قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہو رہی تھی۔

ادھر میڈونا کو ایک ایک بات یاد آگئی تھی دانیال نے اُسے رسونتی اور علی تیمور سے بچایا تھا۔ اس کے لیے اُس کا نام اور اصلی شخصیت کو تنویمی عمل کے ذریعے گم کر دیا تھا۔ وہ بھی راضی خوشی اس کے زیرِ اثر آگئی تھی کیوں کہ جان بچانے کا یہی ایک راستہ تھا۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اب وہ ہپناٹزم کے سحر سے نکل کر سوچ رہی تھی کیا مجھے پھر دانیال کے زیرِ اثر رہنا چاہیے؟ اور اس کی برتری کو قبول کرنا چاہیے؟ ہرگز نہیں۔ میں ٹیلی پیتھی جانتی ہوں۔ میں اپنی الگ حیثیت منواتی رہوں گی۔

وہ دانیال کی موت سے بے خبر تھی۔ پاسکل نے دستور کے مطابق ابھی اُسے دانیال بن کر مخاطب کیا تھا، اس لیے وہ اُسے زندہ سمجھ رہی تھی۔ اُس نے سوچتے رہنے کے دوران ایک عمدہ سالباس پہنا۔ آئینے میں خود کو دیکھا، چہرے پر ہلکا سا میک اَپ کیا۔ یہ میک اَپ نہ ہوتا تب بھی وہ بلا کی حسین تھی۔ اس نے پرس میں اچھی خاصی کرنسی رکھی پھر اس رہائش گاہ سے باہر آ گئی۔ اس کی دانست میں دانیال موجودہ رہائش گاہ کو جانتا تھا۔ خود وہاں آکر یا اپنے آلۂ کاروں کے ذریعے اسے قیدی بنا کر اس کے دماغ کو کمزور کرکے پھر تنویمی عمل کرسکتا تھا۔ اس طرح وہ کبھی اس کے اثر سے نکل نہ پاتی۔ اس کی تابعدار بن کر زندگی گزارتی رہتی۔

ابھی یہ سوچنے سمجھنے کا وقت نہیں تھا کہ تنہا کہاں جائے گی اور کس طرح دشمنوں سے چھپتی رہے گی۔ اس کے خیال میں ایک طرف فرہاد کی فیملی اس کی جان لینا چاہتی تھی کیوں کہ اسی نے اپنے آلۂ کار کے ذریعے فرہاد پر گولی چلائی تھی۔ پھر ماسک مین کا خیال خوانی کرنے والا ابھی اس کا مخالف تھا۔ دوسری طرف سپر ماسٹر اس کی طویل غیر حاضری سے دشمن بن گیا ہوگیا۔ لیکن ابھی وہ دانیال کے خطرے سے دُور جا رہی تھی۔

اس نے کار ڈرائیو کرتے ہوئے سوچا، اگر میں میک اَپ کے ذریعے چہرے میں تبدیلی کرلوں تو دانیال مجھے پہچان نہیں سکے گا۔

وہ فرانس کے ایک چھوٹے سے شہر لامینز میں موجود تھی، وہاں بڑے شہر کی طرح خاطر خواہ میک اَپ کا سامان نہیں مل سکتا تھا۔ تلاش کرنے پر اسٹیج ڈراموں کے میک اَپ کی چیزیں اور کئی طرح کی وِگیں نظر آئیں۔ اس نے اپنی پسند کی چند چیزیں خریدیں، پھر تھیٹر کے ایک میک اَپ مین کا پتا معلوم کرکے اس کے گھر پہنچ گئی۔ وہ ایک بوڑھا آدمی تھا اور تنہا رہتا تھا۔

وہ اسے پانچ سو ڈالر دیتے ہوئے بولی "میرے چہرے پر کچھ ایسی تبدیلی لے آؤ کہ پہچانی نہ جاسکوں۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولا "زیادہ رقم دے کر چہرہ چھپانے والے مرد کبھی کبھی آتے ہیں۔ مگر ایک لڑکی پہلی بار آئی ہے۔ قانون سے چھپ رہی ہو یا مجرموں سے؟"

"تم اپنے کام سے مطلب رکھو۔ کوئی سوال نہ کرو۔"

"تمھیں غلطیوں سے بچانے کے لیے سوالات کر رہا ہوں۔ تم جواب دے کر میری نیک نیتی کو سمجھ لوگی۔"

اس نے جواب دیا "میں قانون کے محافظوں اور اپنے دشمنوں، دونوں سے چھپنا چاہتی ہوں۔"

"کیا تم نے چھپنے کے لیے پچھلی تمام نشانیاں مٹا دی ہیں، صرف یہ چہرہ رہ گیا ہے؟"

"ہاں۔ میں نے پچھلی رہائش گاہ اور اپنے استعمال کی تمام چیزیں چھوڑ دی ہیں۔"

"اور یہ کار جو باہر کھڑی ہے؟"

وہ چونک کر بولی "اوہ گاڈ! میں تو بھول گئی تھی۔ وہ اس گاڑی کے ذریعے یہاں پہنچ سکتا ہے۔"

"سوچتی کیا ہو۔ فوراً جاؤ اور اسے کہیں پھینک کر آؤ۔ تم مالدار لگتی ہو، ایک گاڑی کا نقصان برداشت کرسکتی ہو۔"

وہ تیزی سے چلتی ہوئی گاڑی میں آکر بیٹھ گئی، اُسے ڈرائیو کرتی ہوئی شہر کے ایک مصروف علاقے میں آئی۔ وہاں گاڑی کو چھوڑا پھر ایک گھوڑے والی بگھی میں بیٹھ کر بوڑھے میک اَپ مین کے پاس آگئی۔ اس دوران وہ بوڑھے کے خیالات پڑھتی رہی۔ پتا چلا اُس نے اب تک کتنے ہی مجرموں کو... میک اَپ کے ذریعے چھپایا تھا اور ان کے خلاف پولیس میں مخبری نہیں کی تھی۔ وہ عام انسانوں کی طرح تھوڑا بے ایمان اور تھوڑا ایماندار تھا۔ جس کا کام کرتا تھا، اُس سے کبھی بے ایمانی نہیں کرتا تھا۔ اس کا نام اور لانو ساچا تھا۔ اس نے ایک جوان لڑکی کی تصویر میڈونا کو دکھاتے ہوئے پوچھا۔

"کیا یہ صورت بنا دوں؟"

اس نے تعریف کرتے ہوئے کہا "بہت خوب صورت ہے۔ کون ہے یہ؟"

"میری بیٹی تھی۔ اب اس دنیا میں نہیں ہے۔"

"مجھے یہ سُن کر افسوس ہوا۔ آؤ اور میرے وجود میں اپنی بیٹی کو پھر سے زندہ کردو۔"

وہ اپنا کام شروع کرتے ہوئے اپنی بیٹی باربرا کے متعلق تفصیل سے بتانے لگا۔ ایک بدمعاش نے باربرا کے چہرے پر تیزاب پھینک دیا تھا۔ اس کا چہرہ بُری طرح جھلس گیا تھا، پھر وہ مر گئی۔

اور لانو ساچا اپنی بیٹی کی دُکھ بھری داستان سُنانے کے ساتھ ساتھ پوری توجہ اور مہارت سے اپنا کام بھی کرتا جا رہا تھا۔ میڈونا وہاں کرینا کیمرون کے روپ میں آئی تھی۔ بوڑھے اور تجربہ کار ساچا کے مشاق ہاتھ اسے رفتہ رفتہ باربرا بنا رہے تھے۔ وہ بولی "اب تم پھر اپنی باربرا کو زندہ کر رہے ہو۔ لوگوں سے کیا کہو گے؟"

"لوگ تمھیں نہ دیکھیں تو بہتر ہوگا۔ شام ہو چکی ہے تمھارا میک اَپ مکمل ہونے تک رات ہو جائے گی۔ تم اندھیرے میں چھپ کر جا سکو گی۔"

رات کے آٹھ بجے میک اَپ مکمل ہوگیا۔ آئینہ کہہ رہا تھا، وہ چہرے کے ایک ایک نقش کے اعتبار سے باربرا بن گئی ہے۔ ساچا گم صم کھڑا اپنی بیٹی کو دیکھ رہا تھا۔ اس کی بوڑھی آنکھیں آنسوؤں سے بھیگ رہی تھیں۔ میڈونا نے کہا "میں تمھارے جذبات کو سمجھ رہی ہوں۔ آؤ مجھے گلے لگا کر پیار کرو۔ میں تمھاری بیٹی ہوں۔"

وہ اُٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ آئینے کے پاس سے گھوم کر ساچا کے سامنے آئی۔ اُس نے آگے بڑھ کر اسے گلے لگایا۔ تھوڑی دیر تک روتا رہا پھر اس کی پیشانی کو بوسہ دے کر الگ ہوگیا۔ جیب سے پانچ سو ڈالر نکال کر واپس کرتے ہوئے بولا "میں نے باپ بن کر پیار کیا ہے۔ بیٹی سے رقم نہیں لوں گا۔"

وہ مسکرا کر بولی "رقم واپس لوں گی تو رشتہ پکا ہو جائے گا۔ میں تمھیں یہاں تنہا نہیں رہنے دوں گی۔"

"یہ میری خوش نصیبی ہے کہ تم میرے ساتھ رہو گی۔"

وہ رقم لے کر پرس میں رکھتے ہوئے بولی "تمھاری بیٹی بہت دولت مند ہے۔ آج سے تم کام نہیں آرام کرو گے۔ میں جہاں جاؤں گی، میرے سرپرست بن کر ساتھ رہو گے۔"

"بیٹی! تم کون ہو؟ کہاں سے آئی ہو؟ کیا کرتی ہو؟ سب مجھے معلوم ہونا چاہیے۔"

اس نے اپنی زندگی کے حالات مختصر طور پر بیان کیے۔ ساچا نے حیرانی سے پوچھا "تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو؟"

وہ ہنستے ہوئے اس کے دماغ میں پہنچ گئی پھر اُس کی ایک ایک سوچ کو بیان کرنے لگی۔ بوڑھے ساچا نے قائل ہو کر کہا "میں نے ٹیلی پیتھی کے متعلق بہت کچھ سُنا تھا۔ آج اپنے دماغ کے اندر اس کا عمل دیکھ رہا ہوں۔ بیٹی مجھے بتاؤ، تم فی الحال کس دشمن سے چھپ رہی ہو؟"

"یوں تو دانیال سے چھپنے یہاں آئی ہوں۔ وہ تنویمی عمل کے ذریعے میرے دماغ پر حاوی تھا اور میری رہائش گاہ سے واقف تھا۔ اس کے عمل سے آزاد ہوتے ہی میں نے وہ رہائش گاہ چھوڑ دی ہے۔"

"کیا وہ تمھارے دماغ میں نہیں آسکتا؟"

"وہ آتا ہے، میں سانس روک لیتی ہوں۔ اس کی سوچ کی لہریں دماغ سے باہر چلی جاتی ہیں۔ وہ معلوم نہیں کرسکے گا کہ میں تمھارے پاس اس مکان میں ہوں۔"

"ٹیلی پیتھی جاننے والے اور کتنے دشمن ہیں؟"

"سب سے خطرناک فرہاد علی تیمور ہے۔ میں نے ایک آلۂ کار کے ذریعے اُسے گولی مار دی تھی۔ پتا نہیں وہ زندہ ہے یا مر گیا؟"

"وہ مر چکا ہے۔ ملک کے تمام اخبارات نے اس کی موت پر سپلیمنٹ کاپیاں شائع کی تھیں۔ ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعے اس کی موت کی خبر نشر کی گئی تھی۔"

میڈونا کا سر جھک گیا۔ وہ آہستگی سے بولی "میں نے اچھا نہیں کیا۔ سپر ماسٹر کے حکم پر میں نے خود ہی فرہاد کو دشمن بنا لیا تھا۔ آج میں سپر ماسٹر کے پاس نہیں جاسکتی۔ میری اتنی طویل غیر حاضری سے اسے یقین ہوگیا ہوگا کہ میں اس کے دشمنوں کے لیے کام کر رہی ہوں۔ وہ بہ ظاہر مجھے معاف کردے گا۔ مگر درپردہ قتل کرادے گا۔ میں گھر کی رہی نہ گھاٹ کی۔"

"بیٹی! سوچ سمجھ کر قدم اٹھایا کرو۔ عقل کی بات یہ ہے کہ دوست بناؤ، دشمن نہ بناؤ۔ کسی سے دوستی نہ کرنا چاہو تو کوئی بات نہیں مگر کسی حال میں دشمنی نہ کرو۔ دشمنی سکون چھین لیتی ہے۔"

"میں اس نصیحت پر عمل کروں گی۔"

"خود کو مصروف رکھنے کے لیے لوگوں کے دماغوں کو چُپ چاپ پڑھتی رہو اور خود کو ظاہر کیے بغیر اُن کے کام آتی رہو، پھر دیکھو، تمھیں کس قدر روحانی سکون ملے گا۔"

"پاپا! میں نے فرہاد کا ریکارڈ پڑھا تھا۔ وہ ایک اچھا انسان تھا۔ جس کا دوست بن جاتا تھا، اُس کے لیے جان کی بازی لگا دیتا تھا۔ اس کی موت نے مجھے اندر سے جھنجوڑ دیا ہے، میں اس کی موت کی ذمے دار ہوں۔"

"اپنے دل کا بوجھ نہ بڑھاؤ۔ ہر انسان سے غلطی ہوتی ہے۔ تم خود کو اس طرح سمجھاؤ کہ جب بھی موقع ملے گا، اس غلطی کی تلافی کرو گی اور فرہاد کے بیوی بچوں کے بُرے وقت میں آئندہ کام آتی رہو گی۔"

"ہاں! اسی طرح میرے دل کا بوجھ ہلکا ہوسکتا ہے۔"

"اور بتاؤ کتنے دشمن ہیں؟"

"فرہاد کی بیوی رسونتی ٹیلی پیتھی جانتی ہے، وہ میری تاک میں ہوگی۔ اس نے میری آواز سُنی ہے، ایک بار مجھے دماغی جھٹکے پہنچا چکی ہے۔ میں حیران ہوں کہ وہ شوہر کی موت کا بدلہ لینے میرے پاس کیوں نہیں آرہی ہے؟ اُس نے ایک بار بھی خیال خوانی کے ذریعے مجھے پریشان نہیں کیا۔"

"غیر معمولی صلاحیت رکھنے والی عورت اپنے شوہر کا خون

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

معاف نہیں کرے گی۔ میرا خیال ہے ابھی وہ کسی مصیبت یا الجھن میں ہے اس لیے تمھیں نظر انداز کر رہی ہے۔ جب وہ آئے تو سانس روک لیا کرنا۔ جب تک میں نہ کہوں اس سے بات نہ کرنا۔ سیدھی سی بات ہے، ایسی عورت سے براہِ راست ہونے والی گفتگو ناکام رہتی ہے۔ ہم اس کے بچوں کے ذریعے اسے موم کرنے کی کوشش کریں گے۔"

"پاپا! تم بڑے تجربے کی باتیں سمجھا رہے ہو۔"

"آگے بولو اور کتنے دشمن ہیں؟"

"سپر ماسٹر کے پاس ایک خیال خوانی کرنے والا ہے، اور دوسرا خیال خوانی کرنے والا شاید ماسک مین کے لیے کام کر رہا ہے۔ میرا دل کہتا ہے، اگر کسی طرح سونیا مجھے معاف کر دے تو رسونتی بھی معاف کر دے گی۔ فرہاد کی فیملی میں سونیا سب سے سمجھ دار عورت ہے۔ میں اس کی پناہ میں پہنچ جاؤں تو دشمن آسانی سے مجھ پر حملہ نہیں کر سکیں گے۔ وہ فولاد ہے فولاد جس کے سر پر محبت سے ہاتھ رکھتی ہے اُسے بھی فولاد بنا کر چھوڑتی ہے۔"

"ایسی بات ہے تو ہم سونیا تک پہنچنے کی کوشش کریں گے، وہ کہاں مل سکتی ہے؟"

"وہ پیرس میں ہوگی۔"

"ہم کل صبح یہاں سے روانہ ہوں گے۔"

"پاپا! میں یہاں مطمئن نہیں ہوں۔ دانیال کے آدمی یہاں آسکتے ہیں۔ وہ مجھے نہیں پہچانیں گے مگر دانیال ان کے ذریعے تمھارے دماغ میں پہنچ کر سب کچھ معلوم کر لے گا۔"

"اس کا مطلب ہے، میں تمھارے لیے خطرہ ہوں۔"

"ایسی بات نہیں ہے۔ تم اپنا دل اور دماغ راضی خوشی میری طرف مائل کر لو تو میں تم پر تنویمی عمل کروں گی۔ اور تمھارے دماغ میں یہ بات نقش کر دوں گی کہ میں تمھاری بیٹی ہوں۔ امریکا سے آئی ہوں اور کچھ عرصے تک تمھارے ساتھ رہوں گی۔ اس طرح یہ بات تمھارے دماغ سے نکل جائے گی کہ تم نے کسی لڑکی کو اپنی باربرا کا روپ دیا ہے۔"

اُسے بھلا کیا اعتراض ہو سکتا تھا، وہ تنویمی عمل کے لیے راضی ہو گیا۔

پاسکل بوبا پریشان تھا۔ یہ اندیشہ سر اُٹھا رہا تھا کہ میڈونا سپر ماسٹر کے پاس چلی جائے گی تو اُدھر ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا پلڑا بھاری ہو جائے گا۔ اس کے آدمی لامینز شہر میں اُسے ڈھونڈتے پھر رہے تھے۔ وہ ایک چھوٹا سا شہر تھا۔ وہاں کسی بھی خطرناک تنظیم کا کوئی ایجنٹ یا آلۂ کار نہیں تھا۔ پاسکل اپنے آلۂ کاروں کو ہیلی کاپٹر کے ذریعے وہاں پہنچا سکتا تھا۔ مگر یہ بات فرانس کی حکومت کے علم میں آجاتی کہ ریڈ پاور کے باس نے لامینز شہر میں اپنے آدمی بھیجے ہیں اور وہ میڈونا کو گرفتار کرنے سے پہلے یہ بات کسی کے علم میں لانا نہیں چاہتا تھا۔

مختصر یہ کہ پاسکل کے بیس آدمی کاروں کے ذریعے رات کے نو بجے اُس شہر میں پہنچے۔ اس دوران پاسکل نے لامینز کے ایک پولیس افسر کو فون کیا تھا اور کہا تھا "کرینا کیمرون نامی ایک لڑکی نے اپنے آشنا کو قتل کر کے اس کی لاش کہیں چھپا دی ہے۔ وہ فلاں بنگلے میں رہتی ہے، اُسے فوراً گرفتار کریں، میں قتل کے ثبوت کے ساتھ شام تک وہاں پہنچ جاؤں گا۔"

پولیس افسر نے پوچھا "تم کون ہو؟"

اس نے اپنا فرضی نام اور پتا بتا کر اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ پھر اس افسر کے اندر رہ کر میڈونا کے بنگلے میں گیا۔ وہ مقفل تھا۔ افسر دروازے کا لاک توڑ کر اندر گیا۔ وہاں سے کچھ حاصل نہیں ہوا۔ کرینا کیمرون کی تصویر بھی نہیں ملی۔ ایک پڑوسی نے اس کا مبہم سا حلیہ بتایا۔ پاسکل، افسر کو پورے شہر میں دوڑاتا رہا۔ شہر سے باہر جانے والے راستوں کی پولیس چوکیوں میں جا کر اس حلیے کی لڑکی کے بارے میں پوچھا گیا۔ جواب میں مایوسی ہوئی۔

پاسکل کے ساتھ ماسک مین بھی پریشان تھا۔ وہ کسی بھی قیمت پر ٹیلی پیتھی جاننے والی میڈونا کو اپنے قبضے میں رکھنا چاہتا تھا۔ اس نے کہا "باس کے آدمی اس شہر میں پہنچ کر اسے تلاش کرتے رہیں گے۔ تم باس سے کہو، اپنے آدمیوں کو فرانس کے مختلف شہروں میں پہنچا دیں۔ میں یقین سے کہتا ہوں، وہ لڑکی میک اَپ میں چھپی ہوئی ہے۔ کسی چھوٹے شہر میں جا کر پناہ لے گی۔ فرہاد کی فیملی کے خوف سے پیرس کا رُخ نہیں کرے گی۔"

پاسکل نے ماسک مین کا حکم ریڈ پاور کے باس کو سنا دیا۔ باس نے کہا "میرے آدمی اس ملک کے ہر چھوٹے بڑے شہر میں جا کر اسے تلاش کرتے رہیں گے۔"

میڈونا کے چکر میں پاسکل کئی گھنٹے تک رسونتی کے پاس نہ جا سکا۔ جب وہ گیا تو مایوسی ہوئی۔ رسونتی نے سانس روک لی تھی، اس کا مطلب یہی تھا کہ ڈیگر تنویمی عمل کے ذریعے رسونتی کے دماغ کو حساس بنانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اب وہاں پاسکل کی دال نہیں گل سکتی تھی۔

مایوسی صرف پاسکل کے نصیب میں نہیں تھی، صرف

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ماسک مین بازی نہیں ہار رہا تھا۔ سُپر ماسٹر کو بھی مات ہو رہی تھی۔ ڈیجر نمبر دو نے آکر کہا "سر! ہم دھوکا کھا گئے۔ ملک مین نے یہ جھوٹی خبر پھیلائی تھی کہ دونوں تجربے کار ڈاکٹر مارے گئے ہیں، اب جوجو کے آپریشن میں تاخیر ہوگی۔ جب کہ دونوں ڈاکٹر زندہ ہیں۔ انھوں نے آپریشن سے پہلے جوجو کو بے ہوش کر دیا ہے۔ اب میں اس کے دماغ میں جا کر یہ معلوم نہیں کر سکوں گا کہ کس اسپتال میں آپریشن ہو رہا ہے۔ مجھے افسوس ہے، جوجو کو ہلاک کرنے کا بھی کوئی ذریعہ ہمارے پاس نہیں ہے۔"

سُپر ماسٹر نے کہا "کوئی بات نہیں۔ ہم نے رسونتی کو دشمن خیال خوانی کرنے والے سے بچا لیا ہے۔ معلوم کرو دشمن جوجو کے سلسلے میں کیا کر رہے ہیں؟"

اب جوجو تک پہنچنا دشوار تھا۔ کسی کو اس کے دماغ میں جگہ مل نہیں سکتی تھی اور ماسک مین اسپتال میں بیماری کے بعد بہت زیادہ محتاط ہو گیا تھا۔ اسی طرح سپر ماسٹر، رسونتی تک پہنچنے کے تمام راستے بند کر چکا تھا۔ دونوں کے خیال خوانی کرنے والے فی الحال بے بس تھے۔ پاسکل بوبا کی تمام توجّہ اب میڈونا تک پہنچنے کے لیے تھی۔ وہ اپنی دانست میں سونیا اور پارس کی کمزوریوں سے کھیلنے کے لیے ماریہ کو اغوا کر چکا تھا۔

سپر ماسٹر اور ڈبل ڈیجر اب تک میڈونا سے بے خبر تھے۔ انھیں بہت پہلے اطلاع مل چکی تھی کہ وہ مر چکی ہے۔ پاسکل بوبا اُن کی لاعلمی سے جلد از جلد فائدہ اٹھا لینا چاہتا تھا۔ اس کے آدمی لامینز شہر میں اسے تلاش کر رہے تھے۔ اُن میں سے دو شخص آدھی رات کے بعد اور لانو ساجا کے مکان پر پہنچے۔ انھوں نے اندازہ لگایا تھا کہ میڈونا چھپنے کے لیے بوڑھے میک اَپ مین کا سہارا لے سکتی ہے۔ میڈونا نے دروازے پر دستک سُن کر پوچھا "کون ہے؟"

باہر سے آواز آئی "پولیس۔ دروازہ کھولو۔"

اس نے بولنے والے کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ تیزی سے اُن کے خیالات پڑھے۔ یہ معلوم ہو گیا کہ وہ ریڈ پاور کے آدمی ہیں اور تعداد میں دو ہیں۔ اس نے دروازہ کھول کر پوچھا "آدھی رات کو معزز شہریوں کی نیندیں خراب کرنا کہاں کا قانون ہے؟"

ایک نے کہا "زیادہ قانون کی بات نہ کرو۔ تم کون ہو اور وہ بوڑھا میک اَپ مین کہاں ہے؟"

"وہ میرے پاپا ہیں۔ اس وقت سو رہے ہیں۔ آخر تم لوگ چاہتے کیا ہو؟"

"شام کو ایک لڑکی یہاں آئی تھی۔ تمھارے باپ نے میک اَپ کے ذریعے اس کا چہرہ بدل دیا۔ کیا یہ درست ہے؟"

"غلط ہے۔ یہاں کوئی لڑکی نہیں آئی تھی۔"

"تم کہاں سے آئی ہو؟ پڑوسیوں نے بتایا ہے کہ بوڑھے کی بیٹی شادی کے بعد امریکا میں رہتی ہے۔"

"میں امریکا سے آئی ہوں۔ اگر تم پولیس کا شناختی کارڈ دکھاؤ گے تو میں اپنا پاسپورٹ وغیرہ دکھاؤں گی۔"

دونوں نے ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ پھر ایک نے کہا "اچھی بات ہے۔ ہم اپنے افسر کو بُلا کر لاتے ہیں، وہ اپنا شناختی کارڈ دکھائے گا۔"

وہ باہر چلے گئے۔ میڈونا دروازہ بند کر کے اُن میں سے ایک کے دماغ میں آ گئی۔ وہ کسی ٹیلیفون بوتھ میں جا کر ریڈ پاور کے باس سے یا پاسکل بوبا سے رابطہ قائم کرنا چاہتے تھے اور کہنا چاہتے تھے کہ بوڑھے میک اَپ مین کی بیٹی مشکوک ہے، اُس کے دماغ میں پہنچ کر حقیقت معلوم کی جائے۔

پبلک کال بوتھ وہاں سے کافی دُور تھا۔ چلتے چلتے اُن میں سے ایک نے ریوالور نکال کر کہا "ہمارا شبہ درست ہے، وہی لڑکی کرینا کیمرون ہے۔ اب وہ ہمیں زندہ نہیں چھوڑے گی۔ فوراً اپنا ریوالور نکالو۔"

"تم ریوالور نکالنے کا مشورہ کیوں دے رہے ہو؟"

"میں نہتے پر گولی چلانا مردانگی نہیں سمجھتا۔"

وہ حیرانی سے بولا "کیا وہ لڑکی تمھارے دماغ میں ہے؟"

"تم وقت ضائع کر رہے ہو۔ میں تین تک گنتے ہی گولی چلا دوں گا۔"

دوسرے نے گنتی شروع ہونے سے پہلے ہی ریوالور نکال کر کہا "ہمیں بچاؤ کی تدبیر کرنی چاہیے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ ہم دونوں ریوالور واپس رکھ دیں۔ پھر اسے ہاتھ نہ لگائیں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی سنّاٹیں سے گولی چلی۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا، تکلیف سے کراہتا ہوا پیچھے گیا۔ پھر اس نے گولی چلانے والے کو نشانہ بنایا۔ وہ بھی گولی کھا کر اُچھلا۔ پھر زمین پر گر پڑا۔ اس کے بعد دونوں نے ایک ساتھ دوسری بار فائرنگ کی۔ آس پاس کے مکانوں کی کھڑکیاں کھُلنے لگیں۔ کھڑکیوں سے جھانکنے والے بیچ راستے پر دو خون آلود لاشوں کو دیکھ رہے تھے۔

میڈونا نے دس بجے تنویمی عمل ختم کر کے اور لانو ساجا کو سُلا دیا تھا۔ دو گھنٹوں میں تنویمی نیند پوری ہو چکی تھی۔ اس نے ساجا کو جگاتے ہوئے کہا "فوراً یہاں سے نکل چلو۔ دشمن یہاں تک پہنچ سکتا ہے۔"

وہ بستر سے اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے چھوٹی سی اٹیچی میں اپنے اور میڈونا کے لیے ایک ایک جوڑا رکھا۔ کچھ ضروری کاغذات بھی رکھے۔ وہ بولی "ہمیں کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ ضرورت کے وقت ہر چیز حاصل کر لوں گی۔ دروازے کو لاک کر کے چلو۔"

وہ باہر آئے۔ دروازے کو مقفل کیا۔ پھر ایک طرف چل پڑے، جدھر فائرنگ ہوئی تھی اور دو لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ وہاں لوگوں کی آوازیں سُنائی دے رہی تھیں۔ شہر کے دوسرے حصوں میں سنّاٹا چھایا ہوا تھا۔ وہ ویران راستوں کے فٹ پاتھ سے گزرنے لگے۔ چھوٹے سے شہر میں رات کے وقت شاذ و نادر ہی ٹیکسیاں نظر آتی ہیں۔ وہ کسی طرح اس شہر سے دُور نکل جانا چاہتے تھے لیکن ایسا کوئی ذریعہ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

ایک راستے کے موڑ پر کسی نے آواز دی "رُک جاؤ۔"

وہ رُک گئے۔ حکم دیا گیا "اِدھر آؤ۔"

انھوں نے اُدھر دیکھا۔ دو سپاہی کھڑے ہوئے تھے۔ وہ اُن کے قریب گئے۔ ایک سپاہی نے کہا "ارے مسٹر ساجا! اتنی رات کو کہاں جا رہے ہو؟"

ساجا نے کہا "یہ میری بیٹی ہے۔ دو بجے والی ٹرین سے مارسیلز جا رہی ہے۔ اسے اسٹیشن تک پہنچانے جا رہا ہوں۔"

سپاہیوں نے جانے کی اجازت دے دی۔ ساجا نے کچھ دُور جا کر کہا "بیٹی! ہمیں ٹرین سے ہی جانا ہوگا۔"

وہ بولی "دشمن مختلف ذرائع سے تیز رفتار ٹرین میں پہنچ جائیں گے۔ شاید ریلوے اسٹیشن کے پاس ہمیں ٹیکسی مل جائے گی۔"

دُور سے ایک کار آتی ہوئی دکھائی دی۔ ہیڈ لائٹس کی روشنی میں کار والے نے ایک حسینہ کو بوڑھے کے ساتھ دیکھ لیا تھا۔ اس نے رفتار سُست کر دی۔ قریب آ کر گاڑی روک دی۔ پھر پوچھا "کیا میں کوئی مدد کر سکتا ہوں؟"

ساجا اس سے باتیں کرنے لگا۔ میڈونا نے اس کی سوچ پڑھ کر سمجھ لیا، کم بخت عیاش ہے۔ میرے اشاروں پر چلے گا!

وہ مسکراتے ہوئے قریب آئی پھر بولی "ہم بہت دُور جانا چاہتے ہیں۔"

وہ جواباً مسکرا کر بولا "تالی دونوں ہاتھوں سے بجے گی تو بہت دُور تک پہنچا دوں گا۔"

"تالی دونوں ہاتھوں سے بجے گی۔"

ساجا پیچھے ہٹ گیا تھا۔ اجنبی نے پوچھا "یہ کاٹھ کباڑ کون ہے؟"

"کوئی بھی ہے۔ مگر چپکنے والا نہیں ہے۔"

"تو پھر ویلکم کہتا ہوں، آ جاؤ۔"

وہ اس کے برابر والی سیٹ پر آ گئی۔ ساجا پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا، کار آگے بڑھ گئی۔ اجنبی نے سوچا۔ ہاتھ بڑھا کر حسینہ کے بدن کو چھونا چاہیے۔ لیکن وہ کوشش کے باوجود اسٹیئرنگ سے ہاتھ نہ ہٹا سکا۔ پھر اس نے پریشان ہو کر سوچا۔ چلو، باتوں سے ہی چھیڑ چھاڑ شروع کرنا چاہیے۔

اس نے کچھ کہنے کے لیے مُنہ کھولا، وہ مُنہ آپ ہی آپ بند ہو گیا۔ اس نے دوسری بار مُنہ کھولا تو کراہنے کی آواز نکلنے لگی۔ میڈونا نے پوچھا "تم کسی تکلیف میں مبتلا ہو؟"

وہ جواب دینا چاہتا تھا مگر مُنہ سے دردناک آوازیں نکلنے لگیں۔ وہ بولی "کوئی بات نہیں۔ مُنہ اور زبان کو زحمت نہ دو، خاموش رہو۔"

ایک پولیس چوکی پر انھیں روکا گیا۔ ایک افسر نے پوچھا "تم لوگ کون ہو اور کہاں جا رہے ہو؟"

کار والے کو پہلی بار خیال آیا کہ وہ شہر سے باہر آ گیا ہے لیکن وہ اپنی حیرانی اور پریشانی کو ظاہر نہ کر سکا۔ میڈونا کی مرضی کے مطابق بولا "میں راجر اسمتھ ہوں۔ یہ میری وائف ہے اور پیچھے میرے فادر ہیں۔"

اُس نے ڈیش بورڈ کھول کر کاغذات نکالے۔ افسر نے کہا "ٹھیک ہے۔ کاغذات رہنے دیں۔ آپ جا سکتے ہیں۔"

اُس نے گاڑی آگے بڑھا دی۔ سوچنے لگا "میں شہر سے باہر کیسے چلا آیا؟ اب بھی بے اختیار اس راستے پر ڈرائیو کر رہا ہوں۔"

اچانک وہ قہقہہ لگاتے ہوئے بولا "یہ کار آگے جا کر رُکے گی، ضرور رُکے گی۔ اسے کوئی شیطانی قوت زبردستی نہیں چلا سکے گی۔ کیوں کہ پیٹرول ختم ہو رہا ہے۔"

میڈونا اور ساجا نے دیکھا، ایندھن کی نشان دہی کرنے والی سوئی صفر کی طرف آ رہی تھی۔ راجر خوش ہو رہا تھا۔ اُس نے بلند آواز میں کہا "بہتر ہے کہ میں گاڑی واپس موڑ لوں۔ اب کوئی نادیدہ قوت مجھے روک نہیں سکے گی۔"

اس نے گاڑی کو یوٹرن دینے کے لیے رفتار سُست کرنی چاہی مگر کار اور تیزی سے چلنے لگی۔ وہ غصّے سے بولا "میں دیکھتا ہوں، یہ ایندھن کے بغیر کیسے چلے گی۔ دو چار میل کے بعد اسے رُکنا ہوگا۔"

itsurdu.blogspot.com
itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

وہ خاموش ہوگیا۔ آگے کچھ فاصلے پر آبادی کے آثار نظر آرہے تھے۔ میڈونا نے اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جمالیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک بستی کے اندر سے گزر رہے تھے۔ راجر نے ایک پیٹرول پمپ کے سامنے کار روکی۔ ٹنکی فل کرائی۔ رقم ادا کی پھر گاڑی آگے بڑھا دی۔ بستی سے بہت دُور نکل جانے کے بعد میڈونا نے دماغ کو ذرا سی ڈھیل دی۔ اس نے سوچا: "مجھے کیا ہو جاتا ہے۔ کیا میں رہ رہ کر سو جاتا ہوں؟ پتا ہی نہیں چلتا کہ کہاں گم ہو جاتا ہوں۔"

وہ سوچتے سوچتے ایندھن کی نشان دہی کرنے والی سوئی کو دیکھ کر چیخ پڑا۔ سوئی بتا رہی تھی کہ ٹنکی فل ہے۔ اب وہ گاڑی پیرس پہنچنے تک نہیں رُکے گی۔ وہ اچانک ہی دھاڑیں مار مار کر رونے لگا: "اوہ گاڈ! گاڑی میں چلا رہا ہوں۔ میں نے کہیں اسے روکا نہیں۔ راستے میں کوئی پیٹرول پمپ نہیں آیا۔ پھر ٹنکی کیسے فل ہو گئی۔ میں پاگل ہو جاؤں گا۔ ہا ہا ہا ہا، میں پاگل ہو گیا ہوں۔"

اس نے خود کو پاگل بنانے کی کوشش کی تاکہ اس طرح گاڑی رُک جائے مگر وہ تیز رفتاری سے بھاگی جا رہی تھی۔ اس نے میڈونا اور ساچا کو باری باری مخاطب کیا، مگر دونوں آنکھیں بند کیے سو رہے تھے۔ ساچا سچ مچ سو گیا تھا لیکن میڈونا راجر کو کنٹرول کر رہی تھی۔

وہ صبح چھ بجے پیرس پہنچ گئے۔ شہر کے قلب میں پہنچ کر گاڑی رُک گئی۔ وہ اسٹیئرنگ کو گھونسا مارتے ہوئے بولا: "کیوں رُک گئی؟ مجھے جہنم میں پہنچا کر رُکنا چاہیے تھا۔ مگر میں خوب سمجھتا ہوں۔ یہاں سے نکل کر باہر جانا چاہوں گا تو تو پھر چل پڑے گی۔ نہیں، میں کہیں نہیں جاؤں گا، یہیں بیٹھا رہوں گا۔"

میڈونا نے ساچا کو جگایا۔ اس کے ساتھ کار سے باہر آئی۔ پھر کھڑکی پر جھک کر بولی: "مسٹر راجر! تمھارا بہت بہت شکریہ۔ قسمت کو منظور ہوا تو پھر کبھی ملیں گے۔"

وہ جھنجلا کر بولا: "لعنت ہے تم پر۔ ایک بار بھی تمھیں چھو نہ سکا۔ آئندہ میں کسی لڑکی کو لفٹ نہیں دوں گا بلکہ کار ہی نہیں چلاؤں گا۔"

یہ کہتے ہی اس نے بے اختیار کار اسٹارٹ کی پھر اسے ڈرائیو کرتا ہوا چلا گیا۔ میڈونا وہیں فٹ پاتھ پر کھڑی آدھے گھنٹے تک اس کے دماغ میں رہی۔ پھر ساچا سے بولی: "میں نے اس کے دماغ کو ڈھیل دی تھی، اب وہ اپنی مرضی سے ڈرائیو کرتا ہوا لامینز کی طرف واپس جا رہا ہے۔ میرا خیال ہے، یہ میرے دشمنوں کے ہتھے نہیں چڑھے گا۔ میں تھوڑی دیر بعد پھر اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھوں گی۔"

ساچا نے کہا: "یہاں ہم کسی ہوٹل میں یا کسی مکان میں پینگ گیسٹ کی حیثیت سے رہیں گے تو دشمن آسانی سے ہم تک پہنچ جائیں گے۔ ہمیں کسی پرائیویٹ مکان میں رہنا ہوگا۔"

وہ فٹ پاتھ پر چلتے ہوئے بولی: "ہم رہائشی علاقے میں ہیں۔ تم ایک آدھ گزرنے والے کو مخاطب کرتے رہو۔ شاید کسی سے کوئی بات بن جائے۔"

"بیٹی! ہر پہلو پر غور کیا کرو۔ ہم جس علاقے میں مکان کرائے پر لے کر رہیں گے، وہاں کے لوگ ہمارے متعلق پوچھ گچھ کریں گے۔ دشمن تلاش کرنے آئیں گے تو انھیں معلوم ہو جائے گا کہ فلاں علاقے کے فلاں مکان میں ایک لڑکی بوڑھے باپ کے ساتھ آئی ہے اور اس صبح آئی ہے، جس رات تم لامینز سے فرار ہوئی تھیں۔"

"پاپا! تم ہر پہلو پر دور تک سوچتے سمجھتے ہو۔ پلیز! کوئی تدبیر سوچو۔ ہمیں محفوظ پناہ گاہ کہاں مل سکتی ہے؟"

"کیا تم اس بات پر دھیان دے رہی ہو کہ کبھی کبھی کسی گاڑی کی رفتار سُست ہو جاتی ہے۔ ڈرائیو کرنے والے تمھیں دیکھتے ہوئے گزرتے ہیں۔"

"یہ تم کون سی بات لے بیٹھے ہو؟"

"یہی ضروری بات ہے۔ کوئی ایسا عیاش دولت مند جو تنہا رہتا ہو، اس کے ہاں تم محفوظ رہو گی۔ بڑے بڑے لوگ ایک دوسرے کے بنگلوں میں جھانکنے نہیں آتے۔ کسی کو پتا نہیں چلتا کہ کس کے ہاں کون آرہا ہے اور کون جا رہا ہے۔"

وہ باتیں کرتے ہوئے دُور تک اور دیر تک چلتے رہے۔ اچانک ایک بہت ہی قیمتی گاڑی میڈونا کے پاس آکر رُک گئی۔ شاید پھر کسی کی شامت آگئی تھی۔

سونیا اپنی اٹیچی میں پلاسٹک سرجری کا سامان چھپا کے لائی تھی، اس کے لیے یہ سامان بہت اہم تھا۔ اُسے یقین تھا کہ روس کی سرحد میں داخل ہوتے وقت سختی سے سامان کی چیکنگ نہیں ہوگی کیوں کہ وہ اور ماریہ ماسک مین کی خاص مہمان بن کر جا رہی تھیں۔ پھر پاسکل بوبا کو یہ خوش فہمی تھی کہ وہ نادیہ (سونیا) کے دماغ کو پوری طرح پڑھ رہا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ وہ دونوں اپنے ساتھ کیا سامان لے جا رہی ہیں۔ چور خیالات پڑھنے کے بعد سامان کی چیکنگ کی ضرورت نہیں رہ جاتی تھی۔

ماریہ کی دماغی حالت پہلے جیسی تھی۔ یعنی اس کا زہریلا دماغ کسی بھی غیر معمولی بات کو محسوس کر لیتا تھا۔ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو برداشت نہیں کرتی تھی۔ جب بھی پاسکل اس کے خیالات پڑھنے آتا تھا، وہ بوجھ محسوس کرتی تھی اور چیخنے لگتی تھی: "جاؤ، میرے دماغ سے چلے جاؤ ورنہ میں کسی کو زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

سونیا نے اسے سانس روکنے کی تربیت دی تھی۔ لیکن ابھی ابتدا تھی۔ وہ زیادہ دیر سانس نہیں روک سکتی تھی۔ دوسری یا تیسری بار سانس لینے کے بعد بھی پاسکل دماغ میں آنا چاہتا تو وہ غصے میں ناگن بن جاتی تھی۔ جو لوگ اُسے بہلا پھسلا کر سرحد پار پہنچانا چاہتے تھے اُن میں سے ایک شخص کو اُس نے ایسے ہی غصے کی حالت میں ڈس لیا تھا۔ سونیا نے پاسکل کو مخاطب کر کے کہا تھا: "تم جس کے بھی دماغ میں ہو، یہ سن لو کہ اس زہریلی ناگن کے دماغ میں کوئی چور خیال نہیں ہے۔ یہ نہ مکاری جانتی ہے، نہ اسے سیاسی چالیں معلوم ہیں۔ اس کے دل، دماغ اور روح کی گہرائیوں میں صرف پارس ہے۔ اس کے دماغ میں آکر خواہ مخواہ اسے غصہ نہ دلاؤ۔ ورنہ میں اسے اپنے قابو میں نہیں رکھ سکوں گی۔"

پاسکل بوبا نے اس کے بعد ماریہ کے دماغ کو نہیں چھیڑا۔ یہ بات موٹی سی عقل میں بھی آجاتی تھی کہ جو لڑکی جوانی کی دہلیز پر قدم رکھنے تک وحشیوں کے درمیان زندگی گزارتی رہی، وہ مہذب دنیا کے جھوٹ اور فریب کو نہیں سمجھتی ہوگی۔ اس دنیا میں آکر اُس نے سب سے پہلے پارس کو دیکھا تھا۔ اس کے بعد نہ کسی کو دیکھنا گوارا کرتی تھی اور نہ ہی اس کے علاوہ کچھ سوچنا چاہتی تھی۔

انھوں نے باقاعدہ پاسپورٹ کے ذریعے فرانس سے ایک طیارے میں پرواز کی۔ ان کے ساتھ ماسک مین کے دو آدمی تھے۔ وہ فرینک فرٹ پہنچے، وہاں سے کار کے ذریعے ہرمن شہر آئے۔ یہاں سے مشرقی جرمنی کی سرحد قریب تھی۔ وہ آدھی رات کو سرحدی نہر کے قریب پہنچے۔ پاسکل اُن کے ذریعے بارڈر فورس کے سینئر افسر تک پہنچا۔ پھر اُس کے دماغ پر قبضہ جما کر انھیں سرحد پار لے آیا۔ وہاں ان کے لیے پہلے سے ایک ویگن کار موجود تھی جس میں سفر کرتے ہوئے وہ برلن تک پہنچ گئے۔

آرمر نے دو گھنٹے بعد سونیا، پارس اور علی تیمور کی خیریت معلوم کیا کرتا تھا۔ اس نے سونیا کے دماغ میں کوڈ ورڈز ادا کیے۔ وہ بولی: "ہم ابھی طیارے میں ہیں۔ ماسکو جا رہے ہیں۔ ہمارے ساتھ چار روسی عورتوں کا اضافہ ہو گیا ہے۔ وہ دیکھو! ایک عورت اپنی جگہ سے اُٹھ رہی ہے۔ وہ میرے قریب سے گزرے گی تو میں اُسے مخاطب کروں گی۔ تم اس کے دماغ میں جاؤ گے۔"

وہ ٹائلٹ کی طرف جانے کے لیے قریب سے گزر رہی تھی۔ سونیا سر جھکائے ایک میگزین کا مطالعہ کر رہی تھی۔ وہ اس طرح سر جھکائے اُٹھ کر کھڑی ہوئی جیسے مطالعہ کرتے ہوئے ٹائلٹ کی طرف جانا چاہتی ہو۔ ایسے میں آنے والی عورت اس سے ٹکرا گئی۔ سونیا نے نادم ہو کر کہا: "اوہ سوری، یہ فیچر اتنا دلچسپ ہے کہ مجھ سے ایسی حماقت ہو گئی۔"

اس عورت نے کہا: "کوئی بات نہیں، ایسا ہو جاتا ہے۔"

وہ آگے بڑھ گئی۔ آرمر نے کہا: "مادام! اگر وہ اپنے دماغ میں پرائی سوچ کی لہر محسوس کر لے تو؟"

"تو تم سپر ماسٹر کے خیال خوانی کرنے والے بن سکتے ہو۔"

وہ اُس عورت کے دماغ میں آیا۔ وہاں خیریت تھی۔ وہ اُسے محسوس نہیں کر رہی تھی۔ آرمر خاموشی سے اُس کے متعلق معلومات حاصل کرنے لگا۔ اس کا نام مریم سلگا نگ لے وونا تھا۔ پاسکل نے ماسک مین کو بتایا تھا کہ نادیہ (سونیا) کو روسی زبان نہیں آتی، اس لیے مریم سلگا نگ لے وونا کو اس کے اور ماریہ کے ساتھ مترجم اور راہنما خاتون کی حیثیت سے رکھا گیا تھا۔ یہ ماسکو میں اُن کے ساتھ مستقل رہنے والی تھی۔ تین برس پہلے بیوہ ہو گئی تھی۔ اس کے دو بچے سرکاری ہوسٹل میں رہتے تھے۔ اور تعلیم حاصل کر رہے تھے۔

آرمر نے باقی تین عورتوں کے متعلق معلوم کرنا چاہا۔ پتا چلا، وہ تینوں مختلف شعبوں سے تعلق رکھتی ہیں اور ایک دوسرے کے متعلق کچھ نہیں جانتی تھیں۔ آرمر نے آکر کہا: "مادام! چاروں عورتیں سرکاری احکامات کی پابند ہیں۔ وہ ایک دوسرے سے گفتگو نہیں کریں گی۔ میں مریم کے ذریعے ان عورتوں تک نہیں پہنچ سکوں گا۔ آپ کوئی تدبیر کریں۔"

"میرے پاس رہو۔ میں کچھ کرتی ہوں۔"

سونیا نے ماریہ کو دیکھا۔ وہ سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ اس نے عورتوں کو دیکھا جو الگ الگ سیٹ پر ایک دوسرے سے بے نیاز بیٹھی ہوئی تھیں۔ مریم کے چہرے پر ذرا نرمی تھی، باقی تینوں عورتیں اپنے چہروں اور آنکھوں سے بے رحم مگر فرض شناس دکھائی دیتی تھیں۔ ان کی خاموشی اور پُروقار

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

انداز بتا رہا تھا کہ وہ ضرورت کے بغیر کسی سے بات کرنا گوارا نہیں کرتیں۔

سونیا نے پوچھا "ماریہ! کیا سوچ رہی ہو؟"

وہ چونک گئی۔ خیالات کی دنیا سے نکل کر بولی "ماسکو کے ایئر پورٹ پر پارس مجھے لینے آئے گا نا؟"

"اُسے ضرور آنا چاہیے۔ میرا خیال ہے تم اُس عورت سے جاکر پوچھو جو دائیں جانب کھڑکی کے پاس بیٹھی ہوئی ہے۔"

"کیا وہ پارس کو جانتی ہے؟"

"شاید جانتی ہوگی۔ پارس ان کے ملک میں رہتا ہے۔ یہ عورتیں ہی اس کے بارے میں کچھ بتا سکیں گی۔"

ماریہ اپنی سیٹ پر سے اُٹھ کر اُس عورت کے پاس پہنچ گئی۔ وہ ایک چھوٹا سا کمپیوٹر سامنے رکھے اُس میں اپنی کچھ یادداشت محفوظ کر رہی تھی۔ ماریہ نے پوچھا "کیا مَیں یہاں بیٹھ سکتی ہوں؟"

اس عورت نے پیشانی پر بل ڈال کر اُسے دیکھا پھر پوچھا "کیا تمھیں اپنی سیٹ پر تکلیف ہو رہی ہے؟"

ماریہ نے کہا "ہاں میں اپنی تکلیف دور کرنے آئی ہوں، مجھے بتاؤ ایئر پورٹ پر پارس مجھے لینے آئے گا یا نہیں؟"

"تم کس پارس کے متعلق پوچھ رہی ہو؟"

"ارے واہ! کیا میرے چاہنے والے دس پارس ہیں؟ ایک ہی تو ہے۔ پوری دنیا میں ایک ہی پارس ہے۔ وہ تمھارے ملک میں ہے کیا تم نہیں جانتی ہو؟"

"مجھے افسوس ہے، مَیں نہیں جانتی۔ اب اپنی سیٹ پر جاؤ۔"

"مَیں نہیں جاؤں گی۔ پہلے بتاؤ، کیا وہ دوسری عورتیں پارس کو جانتی ہیں؟"

"اُن سے ہی پوچھ لو۔"

ماریہ ذرا فاصلے پر بیٹھی ہوئی دوسری عورت کے پاس آئی۔ اس سے بھی وہی سوال کیا۔ اسے بھی پارس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں تھا۔ وہ غصّے سے بولی "لعنت ہے تم پر، جب پارس کو نہیں جانتی ہو تو ہمارے جہاز میں مرنے کیوں آئی ہو؟"

اس عورت نے برہم ہو کر کہا "تم بہت بدمزاج ہو۔ مَیں تمھاری جیسی عورتوں کو چٹکی بجا کر درست کر دیتی ہوں۔ یہ نہ سمجھنا، اپنے زہر سے مجھے نقصان پہنچا سکو گی، مَیں بچاؤ کی تدبیر جانتی ہوں۔"

سونیا تک اُن کی آواز نہیں پہنچ رہی تھی لیکن وہ اُن کے بگڑے ہوئے تیور دیکھتے ہی اُٹھ گئی۔ تیزی سے ماریہ کی طرف بڑھتی ہوئی بولی "کیا بات ہے؟ تم پھر غصّے میں نظر آ رہی ہو۔ مَیں نے کتنی بار سمجھایا ہے، غصّہ تمھیں نقصان پہنچائے گا۔"

اس عورت نے کہا "ہاں اسے اور اچھی طرح سمجھا دو، یہ میرے ہاتھوں زبردست نقصان اٹھائے گی۔"

سونیا نے کہا "تم ایک نادان لڑکی کو اور زیادہ غصّہ دلانے والی بات کر رہی ہو۔"

وہ بولی "مَیں بہتر سمجھتی ہوں کس سے کس قسم کی گفتگو کرنی چاہیے۔"

سونیا، ماریہ کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتی ہوئی اپنی سیٹ پر لے آئی۔ اُسے سمجھاتی رہی کہ وہ اجنبی دیس میں ہیں۔ اُسے بات بات پر غصّہ نہیں کرنا چاہیے۔ پارس اگر ماسکو میں ہوگا تو ضرور انھیں ایئر پورٹ لینے آئے گا۔

تھوڑی دیر بعد آرمر نے آکر کوڈ ورڈز ادا کیے پھر کہا۔ "جو عورت کھڑکی کے پاس بیٹھی کمپیوٹر کو میموری فیڈ کر رہی ہے، وہ روسی فوج کے ایک اہم شعبے سے تعلق رکھتی ہے۔ فوجی ضرورت کے مطابق برلن گئی تھی۔ وہاں سے اسی طیارے میں ہیڈ کوارٹر واپس جا رہی ہے۔ آپ لوگوں کے معاملات سے اُس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔"

سونیا نے کہا "اس کی آواز اور لہجے کو یاد رکھو۔ یہ کبھی کام آسکتی ہے۔ وہ جو ماریہ کو چیلنج کر رہی تھی، اس کے متعلق بتاؤ۔"

"اس کا نام تاتیانہ ہے۔ وہ ملٹری انٹیلی جنس کی ایک نہایت ہی خطرناک جاسوسہ ہے۔ اس نے فرہاد، رسونتی اور تمھارے متعلق بہت اسٹڈی کی ہے۔ ویڈیو فلموں میں تمھیں دیکھا ہے۔ اس قدر ذہین ہے کہ ابھی تک تمھاری حرکات و سکنات سے تم پر سونیا ہونے کا شبہ کر رہی ہے۔ وہ گرم مزاج نہیں ہے، محض تمھارا ردِ عمل دیکھنے کے لیے ماریہ کو چیلنج کر رہی تھی۔"

"پھر تو واقعی یہ عورت ذہین ہے اور قابلِ تعریف ہے، آگے بولو۔"

"یہ آگ ہے، پتا نہیں کتنوں کو پھونک چکی ہے۔ آندھی ہے، دشمنوں کو تنکے کی طرح اُڑا دیتی ہے، چوں کہ ذہین اور بے حد دلیر ہے اس لیے تمھاری قدر کرتی ہے۔ لیکن محبِ وطن ہے۔ اپنے ملک کی خاطر اپنی محبتوں اور رشتوں کو بھی قربان کرنے کا عزم رکھتی ہے۔"

"اس کی آواز اور لہجے کو یاد رکھو۔ میرا خیال ہے یہ ہماری نگرانی کے لیے ہمارے ساتھ رہے گی۔"

"جی ہاں۔ اگر یہ نظروں کے سامنے نہ رہی تب بھی چھپ کر نگرانی کرتی رہے گی۔"

"آرمر! وہ دیکھو، تاتیانہ اُس چوتھی عورت سے باتیں کر رہی ہے۔ جاؤ اُس آخری عورت تک پہنچو۔"

آرمر چلا گیا۔ ماریہ غصّے سے کہہ رہی تھی "اگر پارس نہیں آئے گا تو مَیں اسی طیارے سے واپس چلی جاؤں گی۔"

سونیا مجبور تھی۔ اسے یہ نہیں بتا سکتی تھی کہ وہ یہاں ایک قیدی ہے اور پارس ہزاروں میل دُور پیرس میں رہ گیا ہے۔ اگر وہ حقیقت بتا دیتی تو وہ غصّے میں یہ باتیں دشمنوں کے سامنے اُگل دیتی۔ اس نے سمجھاتے ہوئے کہا "ماریہ! تم نے وعدہ کیا تھا، اپنی مما کی ہر بات پر عمل کرو گی۔ پھر غصّہ کیوں برداشت نہیں کرتی ہو؟"

"مَیں بڑے سے بڑا ظلم برداشت کر سکتی ہوں مگر پارس کی جدائی برداشت نہیں ہوتی۔"

"تم نے یہ بھی وعدہ کیا تھا کہ جب تک تمھاری تربیت مکمل نہیں ہوگی تم پارس سے نہیں ملو گی۔"

"بے شک مَیں نے وعدہ کیا تھا لیکن وہ یہاں ملنے والا ہے تو کیوں نہ ملوں؟"

"وعدوں اور قسموں کی اہمیت ہوتی ہے۔ وہ ملنے آئے تو اس سے کہہ دینا چاہیے کہ تم تربیت حاصل کر کے اس کے شایانِ شان بن کر ملو گی۔"

"نہیں مما! وہ آنکھوں کے سامنے ہوگا اور مَیں ملنے سے انکار کروں گی تو میرا کلیجا پھٹ جائے گا۔"

"اگر وہ ماسکو ایئر پورٹ پر نہ آئے تو تمھیں صبر کرنا چاہیے۔"

"وہ کیوں نہیں آئے گا؟"

"وہ یہاں ایک سرکاری کام میں مصروف ہے۔ نہ آنے کی کوئی بھی وجہ ہو سکتی ہے۔ تمھیں اپنی محبت پر یقین رکھنا چاہیے۔ وہ بعد میں کہیں مل سکتا ہے۔"

"مثلاً کہاں مل سکتا ہے؟"

"جہاں ہمارا قیام ہوگا، وہاں آسکتا ہے مگر کام سے فرصت پانے کے بعد۔"

وہ مایوس ہو کر سوچنے لگی۔ آرمر نے آکر کہا "مادام! ایک بہت ہی چونکا دینے والی اطلاع ہے۔ وہ چوتھی عورت سانس روک لیتی ہے لیکن مَیں ایسے وقت پہنچا جب اس کے دماغ میں دوسرا بول رہا تھا۔ اس لیے وہ میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہ کر سکی۔"

"وہ دوسرا کون تھا؟"

"یہی چونکا دینے والی بات ہے۔ وہ سپر ماسٹر کا ایک خیال خوانی کرنے والا ہے۔ اس عورت کا لومینا توف نام ہے۔ اس کی ماں روسی اور باپ امریکی تھا۔ وہ ایک سیاسی سازش میں مارا گیا۔ لومینا کی پرورش سرکاری تربیت گاہ میں ہوئی لیکن وہ ہمیشہ باپ سے متاثر رہی۔ یہاں ایک امریکی سیکرٹ ایجنٹ سے اس کا رابطہ رہا۔ وہ ایجنٹ بڑی رازداری سے اس پر تنویمی عمل کراتا رہا تاکہ پاسکل بوبا اس کی اصلیت معلوم نہ کر سکے۔"

"اب ان کی پلاننگ کیا ہے؟"

"لومینا، سپر ماسٹر کے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو جوجو تک پہنچانا چاہتی ہے۔ اس کی سوچ کے مطابق جوجو کا آپریشن ہو چکا ہے اور اسے کریملن کے علاقے میں ایک جگہ سخت پہرے میں رکھا گیا ہے۔"

"اُس جگہ کی تفصیلات معلوم کرو۔"

"لومینا صرف اتنا جانتی ہے کہ کسی سرکاری عمارت کے تہ خانے میں جوجو کو رکھا گیا ہے۔"

"لومینا ہمارے متعلق کیا جانتی ہے؟"

"وہ ماسکو پہنچ کر اپنی ڈیوٹی پر چلی جائے گی۔ اس لیے اُسے ماریہ کے متعلق نہیں بتایا گیا ہے۔ یہ بات اسے ابھی معلوم ہوئی ہے، جب ماریہ نے تاتیانہ سے پارس کے متعلق دریافت کیا تھا۔ وہ ابھی سُپر ماسٹر کے خیال خوانی کرنے والے کو بتا رہی تھی کہ ماریہ اور نادیہ کا تعلق پارس سے ہے۔"

"تم لومینا کے پاس رہو۔ اور بہت کچھ معلوم ہو سکتا ہے۔"

"اگر وہ خیال خوانی کرنے والا جا چکا ہوگا تو وہ مجھے محسوس کر لے گی۔"

"پہلے تم تاتیانہ کے پاس جاؤ، اُس کے ذریعے لومینا کو دیکھو۔ اگر وہ سوچ میں گم ہوگی تو اس کے چہرے کے تاثرات سے معلوم ہو جائے گا۔"

وہ تاتیانہ کے دماغ میں گیا۔ لومینا ایک رسالہ کھولے مطالعے میں غرق تھی۔ آرمر نے اُس کے چہرے کے تاثرات بدلتے دیکھے تو یقین ہو گیا کہ وہ سوچ کے ذریعے گفتگو کر رہی ہے۔ وہ چپکے سے اس کے دماغ میں پہنچا، واقعی سپر ماسٹر کا خیال خوانی کرنے والا بول رہا تھا "مَیں جا رہا ہوں۔ ابھی آپریشن شروع ہوگا۔ تم ہمیشہ کی طرح غیر جانب دار رہو گی۔ گڈ لک اینڈ گڈ بائی۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

وہ لوسینا کے دماغ سے رخصت ہو رہا تھا اس لیے آر مر بھی وہاں سے نکل گیا۔ اُس نے سونیا کے پاس آکر کہا "وہ لوسینا کے دماغ سے ابھی گیا ہے۔ کہہ رہا تھا، ابھی کوئی آپریشن شروع ہونے والا ہے۔"

"یعنی کچھ گڑبڑ ہونے والی ہے۔ اگر ابھی ہونے والی ہے تو زیادہ سے زیادہ اس طیارے کو اغوا کرنے کی کوشش کی جائے گی۔"

"ایسے وقت آپ کیا کریں گی؟"

"اغوا کی کوشش ناکام بنانے کے لیے سوچ رہی ہوں۔ مَیں یہاں سے فوراً واپس جانے کے لیے نہیں، جوجو کو ساتھ لے جانے آئی ہوں۔ تم پائلٹ تک پہنچنے کی کوشش کرو۔"

اس نے اپنا پرس کھول کر ایک لپ اسٹک نکالی۔ اُس اسٹک سے سرخی والا حصّہ نکال کر پرس میں رکھ لیا۔ پھر لائٹر نکال کر اسٹک کی خالی جگہ تھوڑا سا پٹرول ڈال کر اس لپ اسٹک کو بند کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد ہی ایک شخص ریوالور لے کر پائلٹ کیبن سے باہر آیا۔ وہ جہاز کا اسٹیورڈ تھا۔ اس نے آتے ہی اُس عورت کو مخاطب کیا جو کھڑکی کے پاس بیٹھی کمپیوٹر آپریٹ کر رہی تھی۔ اس نے کہا "لیڈی روزنا! اس طیارے میں تمہاری ضرورت نہیں ہے۔"

یہ کہتے ہی اُس نے اُسے گولی مار دی۔ دوسری گولی اس کے پیچھے بیٹھے ہوئے شخص کو لگی۔ تاتیانہ نے حیرانی سے پوچھا "تم ہمارے آدمی ہو کر ہم سے غداری کر رہے ہو؟ کس کے لیے ایسا کر رہے ہو؟ تمہارا مقصد کیا ہے؟"

اس نے کہا "تاتیانہ! ابھی مجھے پتا چلا ہے کہ تم بہت خطرناک عورت ہو۔ ایک لمحہ ضائع کیے بغیر تمہیں قتل کر دینا چاہیے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی سونیا نے لپ اسٹک کے نچلے حصے کو ہٹا کر مُنہ سے لگا لیا۔ اگلے حصّے کی طرف لائٹر کو روشن کیا پھر زور کی پھونک ماری۔ اسٹک کے اندر کا پٹرول، لائٹر کی آگ سے گزرا تو شعلہ دُور تک لہراتا ہوا گیا اور ٹھیک ریوالور والے کے مُنہ پر پڑا۔ اُس شعلے سے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا تھا لیکن یہ نفسیاتی حملہ تھا۔ وہ بدحواس ہو کر ڈگمگایا۔ تاتیانہ کے لیے اتنی مہلت کافی تھی۔ اس نے سیٹ پر سے اُٹھتے ہی ایک کک جمائی۔ ریوالور ہاتھ سے نکل کر دُور گیا۔ پھر تاتیانہ نے فائٹر ہونے کا ثبوت پیش کیا دو چار ہاتھ ایسے جمائے کہ وہ پیروں پر کھڑا نہ رہ سکا۔ فرش پر چاروں شانے چت ہو گیا

وہ اس کی گردن کو دونوں پاؤں میں پھنسا کر بولی "یہ میرا شیطانی ... ہے۔ ایک جھٹکے میں گردن ٹوٹ جائے گی۔ جلدی بولو تم ... کتنے ساتھی ہیں اور پائلٹ روم میں کیا کر رہے ہیں؟"

وہ ہانپتے ہوئے بولا "صرف ایک ساتھی ہے۔ اُس ... پائلٹ کو گن پوائنٹ پر رکھا ہے۔"

سونیا خاموش تماشائی کی طرح بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ ... کے فائٹنگ کے انداز کو اُس کی ذہانت کو دیکھنا چاہتی تھی۔ تا... نے ریوالور اٹھا کر خالی کیا۔ پھر وہ ریوالور اسٹیورڈ کو دیتے ہو... بولی "چلو اٹھو دیر نہ کرو۔ مجھے ریوالور کی زد پر رکھ کر پائلٹ ... میں لے جاؤ۔ اپنے ساتھی کو یقین دلاؤ کہ طیارہ پوری ط... تم لوگوں کے کنٹرول میں ہے اور سب لوگ نہتے ہو چکے ...

وہ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ بولی "اپنا حلیہ درست کر..."

اس نے جیب سے رومال نکال کر چہرے کو ا... طرح صاف کیا۔ اپنی انگلیوں سے بالوں میں کنگھی ک... لباس کو اِدھر اُدھر سے کھینچ کر درست کیا۔ پھر ریوالو... سیدھا کیا۔ تاتیانہ اُس ریوالور کے سامنے گھوم کر دونوں ... اُٹھائے پائلٹ کیبن کے دروازے پر آئی۔ پھر آہ... سے بولی "دروازہ کھلتے ہی تم مجھے اندر کی طرف زور ... دھکا دو گے۔"

اُس نے دروازے پر دستک دی۔ اندر سے پ... گیا "یور آئی ڈینٹٹی؟"

اسٹیورڈ نے کوڈ ورڈز ادا کیے۔ وہ سمجھ گیا ... حکم کی تعمیل نہ کرنے پر بے موت مارا جائے گا اور ... بے دردی سے مارا جائے گا۔ کوڈ ورڈز سنتے ہی دروا... دیا گیا۔ تاتیانہ دھکا کھا کر اندر گئی۔ وہاں دوسرے ریوا... والے نے ایک طرف ہٹ کر صورتِ حال کو سمجھنا چا... تاتیانہ نے اچھی طرح سمجھا دیا۔ ریوالور پر ایک ہاتھ ا... مُنہ پر دوسرا ہاتھ مارا۔ مُنہ تو رہ گیا، ریوالور اپنی جگہ نہ ... ہاتھ سے نکل کر اُچھلتا ہوا پائلٹ کی گود میں چلا گیا۔ پا... نے فوراً اُسے اُٹھا کر سر گھماتے ہوئے دیکھا۔ وہ دشم... ہینڈز اَپ کہنا چاہتا تھا لیکن وہ ریوالور کے سامنے دو... ہاتھ اٹھانے کے قابل نہیں رہا تھا۔ شیطانی داؤ استعما... والی نے ایک ہی داؤ میں اُسے فرش پر لٹا دیا تھا۔

اُن کے ساتھ سفر کرنے والے ایک شخص نے ... کے ہاتھ پاؤں باندھ دیے۔ پھر تاتیانہ سے کہا "مادام! ... نے کمال دکھایا ہے۔ ایک لائٹر سے اتنی دُور تک شع... کہ یہ اسٹیورڈ گھبرا گیا۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

تاتیانہ نے سونیا کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا: "یہ حاضر دماغی کا بہترین مظاہرہ تھا۔ تمھارا شکریہ، تم نے مجھے ایکشن کا موقع دیا۔"

سونیا جواباً مسکرا کر رہ گئی۔ تاتیانہ نے اسٹیورڈ سے پوچھا: "کس کے لیے کام کر رہے ہو؟"

وہ بولنا چاہتا تھا مگر اس کی سانس رُکنے لگی۔ اس نے اٹک اٹک کر کہا: "آر... آر... آر... مر..."

وہ آگے کچھ نہ کہہ سکا۔ سانس لینے کے لیے تڑپنے لگا۔ تاتیانہ نے فوراً ہی دوسرے دشمن کی گردن دبوچ کر کہا: "تم فوراً بتاؤ، سچ بولو گے تو میں تمھیں بچا لوں گی۔"

اس نے کہا: "سپر... " اس سے آگے کچھ نہ کہہ سکا۔ اس کی سانس رُکنے لگی۔ وہاں ایک ہی ڈیگر تھا۔ دوسرا ڈیگر کہیں مصروف ہوگا۔ اگر دونوں ساتھ ہوتے تو طیارہ اغوا کرنے والے دونوں آلہ کاروں کو بیک وقت ختم کر دیتے۔ ایک ڈیگر دوسرے کی سانس روکنے گیا تو اسٹیورڈ نے چیخ کر کہا: "یہ کیا ذلالت ہے۔ ہم جان پر کھیل کر، اپنے ملک سے غداری کر کے تمھارے لیے جہاز کو اغوا کر رہے تھے اور تم ہمیں مار ڈالنا چاہتے ہو۔ تم سپر ماسٹر کے خیال خوانی کرنے والے شیطان ہو۔"

راز فاش ہو چکا تھا، اس کے باوجود ڈیگر نے دونوں کو یکے بعد دیگرے مار ڈالا۔ وہ چاہتا تھا کہ لومینا پر کسی طرح آنچ نہ آئے۔ تاتیانہ اُس عورت کی لاش کے پاس آئی جو کھڑکی کے پاس تھی۔ اُس کے سامنے چھوٹا سا کمپیوٹر رکھا ہوا تھا۔ اس کمپیوٹر کے اوپر اس کا ایک بے جان ہاتھ تھا۔ اُس ہاتھ کی مٹھی میں ایک کاغذ دبا ہوا تھا۔ تاتیانہ نے اُس کاغذ کو مٹھی سے نکال کر دیکھا۔ اُس پر لکھا ہوا تھا: "لومینا غدار ہے۔ وہ ایک عرصے سے سپر ماسٹر کے لیے کام کر رہی ہے۔ اس کا محاسبہ کرو۔"

تاتیانہ سوچ میں پڑ گئی کہ مرنے والی کو لومینا کے متعلق بہت کچھ معلوم تھا پھر اس نے اپنی زندگی میں سرکاری طور پر اطلاع کیوں نہیں دی۔ اس نے ابھی یہ پرچی کیسے لکھی؟ کیا اُسے معلوم تھا کہ اچانک ایک شخص پائلٹ روم سے باہر آتے ہی اُسے گولی مار دے گا؟ کیا اس نے پہلے سے یہ پرچی لکھ کر اپنی مٹھی میں دبا لی تھی، اور گولی کھا کر مر گئی تھی؟ یہ سب احمقانہ اندازے تھے۔ مرنے والی کو کچھ نہیں معلوم تھا جسے معلوم تھا، وہ اس طیارے میں ابھی زندہ تھی یا تھا۔ وہ خود کو ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی یا چاہتا تھا۔

تاتیانہ نے چور نظروں سے سونیا کو دیکھا، پھر وہ کاغذ لے کر لومینا کے پاس آئی۔ اس تحریر کو دکھا کر پوچھا: "تم اپنی صفائی میں کیا کہو گی؟"

لومینا نے اُس کاغذ کو جھپٹ لیا۔ پھر لائٹر جلا کر کاغذ کو جلانے لگی۔ تاتیانہ نے ناگواری سے کہا: "اگر یہ ٹھوس ثبوت ہوتا تو میں اسے جلانے کا موقع نہ دیتی۔ اسے جلا کر تم نے غدار ہونے کا ثبوت دیا ہے۔ اب مجھ سے بچ کر کہاں جاؤ گی۔ کیا سپر ماسٹر تمھیں بچا لے گا؟"

اچانک ہی تاتیانہ لڑکھڑا گئی۔ اس کے حلق سے چیخ نکلی تھی۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر کراہتے ہوئے بول رہی تھی: "بزدل کمینے! میں طویل بیماری کے بعد لوٹ آئی ہوں۔ اگر پوری طرح صحت مند ہوتی تو تجھے میرے دماغ میں کبھی جگہ نہ ملتی۔"

وہ شاید کچھ اور کہنا چاہتی تھی مگر اس کی سانس رُکنے لگی۔ سونیا اُچھل کر کھڑی ہو گئی۔ ڈیگر اتنی ذہین اور دلیر عورت کو اپنے آلہ کاروں کی طرح آسانی سے مار ڈالنا چاہتا تھا۔ وہ لمبی لمبی سانس لے کر زندگی کی طرف آنے کی بھرپور کوشش کر رہی تھی، مگر دماغ دشمن کے قبضے میں تھا، وہ اپنی اور حاضر دماغی کو کام میں نہیں لا سکتی تھی۔

اچانک سونیا نے قریب آ کر تاتیانہ کے سر کو دونوں ہاتھوں میں جکڑ لیا۔ پھر ایک جھٹکا دے کر بولی: "دیکھو! میری آنکھوں میں دیکھو۔ میں حکم دیتی ہوں میری آنکھوں میں دیکھو..."

تاتیانہ نے دیکھا تو دیکھتی ہی رہ گئی۔ سونیا کی سحر انگیز آنکھوں سے نظریں نہ ہٹا سکی۔ ان لمحات میں سونیا کی آنکھیں ہپناٹائز کرنے والوں کی طرح بے رحم نہیں تھیں۔ تاتیانہ محسوس کر رہی تھی کہ اس کی نظریں شیطانی گرفت میں نہیں ہیں، سامنے جو عورت ہے اس کی آنکھوں سے نور پھوٹ رہا ہے۔ وہ نور جسم کے ایک ایک حصے میں، دماغ کے ایک ایک گوشے میں پھیل رہا ہے۔ اب وہ آسانی سے سانس لے رہی تھی۔ اس کے دماغ پر قبضہ جمانے والے کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی تھی۔ وہ بول رہا تھا: "لو! یہ عورت کون ہے، یہ اپنی آنکھوں سے کیسا جادو جگا رہی ہے۔ میری خیال خوانی کمزور پڑ گئی ہے۔"

اُسے جواب نہیں مل رہا تھا۔ اس نے حکم دیا: "اس عورت کو مخاطب کرو اور مجھے اس کی آواز سُنا دو ورنہ میں سانس روک لوں گا۔"

تاتیانہ نے سوچ کے ذریعے کہا: "شیطان کے بچے! اس عورت کی آنکھوں کا نور کہہ رہا ہے کہ زندگی اور موت پر صرف خدا کو قدرت حاصل ہے۔ تیرا باپ بھی مجھے نہیں مار سکے گا۔"

ڈیگر نے پھر اس کی سانس روکنے کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔ اس نے فوراً ہی دوسرے ڈیگر کو مخاطب کیا، پھر اسے موجودہ صورتِ حال سے آگاہ کرنے کے بعد کہا: "میں نے پہلی بار ایسی آنکھیں دیکھی ہیں جو دماغ کو تنویمی عمل کے بغیر متاثر کرتی ہیں اور ٹیلی پیتھی کا راستہ روکتی ہیں۔"

دوسرے ڈیگر نے پوچھا: "کیا اغوا کی کوشش ناکام ہو گئی ہے؟"

"ہاں، تاتیانہ بہت زبردست عورت ہے۔ اُس نے ہمارے دونوں آلہ کاروں کو ختم کر دیا۔ میرا خیال ہے، وہی نورانی آنکھوں والی اس کی مدد کر رہی ہے۔"

"اس مدد کرنے والی کا کوئی نام تو ہوگا۔"

"میں اب تک اس کی آواز نہ سُن سکا تو نام کیسے معلوم کرتا؟ دوسروں کے ذریعے معلوم ہو سکتا تھا مگر حالات اتنی تیزی سے بدل گئے کہ میں لومینا کو بچانے اور تاتیانہ کو مار ڈالنے کی کوششوں میں مصروف رہا۔"

"اب ہم معلوم کریں گے۔ طیارے کو پھر اغوا کیا جا سکتا ہے۔ مجھے پائلٹ کے دماغ میں پہنچاؤ۔"

ایک ڈیگر نے دوسرے ڈیگر کو پائلٹ کے دماغ میں پہنچایا۔ اس نے پائلٹ سے کہا: "اب دو خیال خوانی کرنے والے آگئے ہیں۔ ایک تمھارے دماغ پر قبضہ جما کر طیارے کو اپنی منزلِ مقصود کی طرف لے جائے گا۔ دوسرا تاتیانہ کو مار ڈالے گا۔ وہ نورانی آنکھوں والی تنہا کیسے بچائے گی؟"

پائلٹ نے پوچھا: "تم کس کی بات کر رہے ہو؟"

"وہی جسے ماریہ کے ساتھ لائے ہو۔"

پائلٹ نے مسکرا کر کہا: "اس کا نام سُن لینا تم لوگوں کے لیے کافی ہوگا، وہ سونیا ہے۔"

دونوں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گئے۔ ایک نے کہا: "سونیا؟"

دوسرے نے کہا: "یقین نہیں آتا، وہ اتنی آسانی سے ماسک مین کی قیدی بن کر جا رہی ہے اور اُن کی مدد کر رہی ہے اس لیے یقین کرنا پڑے گا۔"

"مگر ہم اپنا مشن چھوڑ کر دماغی طور پر حاضر کیوں ہوئے ہیں؟"

"احتیاطی تدابیر کے لیے۔ ہمیں شروع سے بار بار تاکید کی گئی ہے کہ جہاں سونیا ہو، وہاں سے نہ گزرو۔"

"لیکن کامیابی نظر آ رہی ہو تو پائلٹ کے دماغ سے ضرور گزریں گے۔"

انھوں نے پھر خیال خوانی کی پرواز کی۔ پائلٹ کے دماغ میں آئے۔ اس پر قبضہ جما کر طیارے کو اغوا کرنا چاہا۔ پتا چلا، کوئی پہلے سے قبضہ جمائے بیٹھا ہے اور اس کے ذریعے طیارے کو ماسکو لے جا رہا ہے۔ وہ سمجھ گئے ماسک مین کا خیال خوانی کرنے والا وہاں پہنچ گیا ہے اور یہ درست تھا پاسکل بوبا تھوڑی دیر پہلے آیا تھا۔ صورتِ حال کی نزاکت سمجھتے ہی پائلٹ کو اپنے مکمل کنٹرول میں لے کر طیارے کو اپنی منزل تک لے جا رہا تھا۔

ڈبل ڈیگر سپر ماسٹر کے پاس آئے۔ اُسے ناکامی کی پوری رُوداد سُنائی۔ اس نے سُن کر کہا: "انھوں نے پہلے جوجو کو اغوا کیا، پھر ماریہ کو لے جا رہے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے وہ پارس کو اہمیت دے رہے ہیں۔ اس کی کمزوریوں سے کھیلنا چاہتے ہیں۔ سونیا کی وجہ سے بھی پارس، ماسک مین کی جھولی میں چلا جائے گا۔"

ایک ڈیگر نے کہا: "لیکن یہ سونیا سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔"

سپر ماسٹر نے کہا: "میں بھی اُلجھ گیا ہوں۔ وہ مکار عورت کوئی زبردست ڈراما پلے کر رہی ہے، ماسک مین کی قیدی بھی ہے اور اس کے ماتحتوں کی مدد بھی کر رہی ہے۔ کیا ماسک مین اُس کی مکارانہ چالوں کو نہیں سمجھ رہا ہے؟ کیا اُس پر اندھا اعتماد کر رہا ہے؟"

اس نے اپنے نائب سے کہا: "ہاٹ لائن پر ماسک مین سے بات کراؤ۔"

پانچ منٹ کے اندر رابطہ قائم ہو گیا۔ سپر ماسٹر نے کہا۔ "میں تمھیں ماریہ کو حاصل کرنے کی مبارک باد دیتا ہوں۔"

ماسک مین نے کہا: "اور میں تمھاری ناکامی پر افسوس کرتا ہوں، تمھارے آدمی طیارہ اغوا نہ کر سکے۔"

"گرتے ہیں شہسوار ہی میدانِ جنگ میں۔ بائی دی وے، یہ سونیا کس طرح کا رول ادا کر رہی ہے؟"

"اس کا جواب سونیا ہی دے سکتی ہے۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"کیا تمھیں اندیشہ نہیں ہے کہ اس نے جوجو تک پہنچنے کے لیے طیارے کے اغوا کو ناکام بنایا وہ ہر حال میں ماسکو پہنچنا چاہتی ہے اور تم اُسے قیدی بنا کر بہت بڑا نقصان اٹھانے والے ہو۔"

"تمھارا شکریہ، مجھے پیش آنے والے نقصان سے آگاہ کر رہے ہو۔ یہ تم میرے ہمدرد کب سے بن گئے ہو؟"

"مَیں سمجھ گیا۔ وہ قیدی بن کر نہیں دوست بن کر تمھارے ملک میں جا رہی ہے۔ اسی لیے تمھارے آدمیوں کی مدد کر رہی تھی۔ تم جوجو کو اس کے حوالے کرنے والے ہو۔ سونیا کو ہمیشہ دوست بنائے رکھنے کا یہی ایک راستہ رہ گیا ہے۔"

"خوب سمجھے برادر، کیا اسی لیے رابطہ قائم کیا ہے؟"

"مَیں تمھیں سمجھانا چاہتا ہوں۔ ہماری آپس کی دشمنی سے فرہاد کی فیملی کو فائدہ نہیں پہنچنا چاہیے۔ ایک طویل عرصے کی جدوجہد کے بعد ہم نے فرہاد کو اس کی ٹیلی پیتھی کے ساتھ فنا کیا ہے۔ رسونتی کو مَیں نے اور جوجو کو تم نے قابو میں کیا ہے۔ اب ان کے پاس ٹیلی پیتھی کی کوئی بڑی طاقت نہیں ہے۔ ہونا نہ ہونے کے برابر ہے۔ تمھارے ہاں جوجو کا دماغی آپریشن ہو رہا ہے۔ اس میں کامیابی ہوگی۔ اس کا بچگانہ ذہن ختم ہو گا اور وہ اپنی عمر کے مطابق ذہانت کا مظاہرہ کرے گی تو ٹیلی پیتھی بھی اُس ذہانت سے استعمال کرے گی۔ لہٰذا جوجو کو سونیا کے حوالے نہ کرو۔ اگر تم سمجھتے ہو کہ وہ لڑکی تمھارے کام کی نہیں ہے تو مجھ سے سودا کرو۔ ہم دونوں سپر طاقت کہلاتے ہیں، کسی اور کو یہ طاقت حاصل نہ کرنے دو۔ فرہاد کی فیملی ذلت اور ناکامیوں کی پستی میں جا رہی ہے، اسے جانے دو۔"

"تم نے بہت ہی مدلل تقریر کی ہے اور ہمارے باہمی فائدے کی باتیں سمجھائی ہیں۔ مجھے سمجھ لینا چاہیے۔ لیکن بزرگوں نے کہا ہے کہ دشمن کی عمدہ نصیحتوں اور معقول مشوروں کے پیچھے بھی دھوکا چھپا ہوتا ہے۔ اگر دشمن ایسی ہی نیک نیتی سے سیدھی راہ دکھائے تو پھر دشمن کیوں کہلائے؟ معاف کرنا بھائی! کوئی اور بات کرو۔"

ماسک مین رابطہ ختم کر کے مسکرانے لگا۔ وہ اس بات پر مسکرا رہا تھا کہ سپر ماسٹر نادیہ کو سونیا سمجھ رہا ہے۔ یقیناً تقدیر ماسک مین کی خوش فہمی پر مسکرا رہی ہوگی۔

دوسری طرف سپر ماسٹر نے ڈیگر اینڈ ڈیگر سے کہا۔۔۔ "ماسک مین کی گفتگو سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ جوجو کا دماغی آپریشن سونیا کی مرضی سے ہو رہا ہے اور اب وہ مکار عورت جوجو اور پارس سمیت ماسک مین کے لیے کام کرے گی۔"

ایک ڈیگر نے کہا "سر! ایک سونیا کی وجہ سے ماسک مین بہت مضبوط ہو جائے گا۔ پھر پارس بھی کچھ کم خطرناک نہیں ہے۔"

سپر ماسٹر نے کہا "مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ میری یہ بات نوٹ کر لو کہ ماسک مین، سونیا کے ہاتھوں زبردست نقصان اُٹھائے گا۔ اس کے پاس ایک ہی خیال خوانی کرنے والا وفادار رہے۔ جوجو کا پتا نہیں کیا بنے گا۔ میرے پاس تم دونوں وفادار ہو۔ دو چار روز میں رسونتی بھی میری وفادار بن جائے گی۔ ماں کی وجہ سے علی تیمور ہماری طرف جھکنے پر مجبور ہوتا رہے گا۔ ہمارے پاس ٹیلی پیتھی کی قوت زیادہ ہے۔"

دوسرے ڈیگر نے کہا "آج میڈونا ہوتی تو ہم اور زیادہ طاقت ور ہوتے۔ وہ ایسی لاپتا ہوئی ہے کہ آج تک اس کا سراغ نہ مل سکا۔ میرا دل نہیں مانتا کہ وہ مر چکی ہے۔"

سپر ماسٹر نے کہا "ایسی لڑکی کو مرنا بھی نہیں چاہیے۔ اس نے فرہاد علی تیمور کو ہلاک کرا کے ایک ناقابلِ فراموش کارنامہ انجام دیا تھا۔ آخری بار وہ ٹرین میں سفر کر رہی تھی۔ اس کے بعد ہی لاپتا ہو گئی۔"

سپر ماسٹر خاموش ہو کر میڈونا کو تصور میں دیکھنے لگا۔ اُس کی دعا تھی کہ وہ لڑکی زندہ رہے اور دلی تمنا تھی کہ جلد سے اس کا سراغ مل جائے۔

وہ کار بہت قیمتی تھی۔ اس کار کو دیکھ کر اس کے مالک کی رئیسانہ شان و شوکت کا پتا چلتا تھا۔ وہ اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھا کھڑکی کے باہر میڈونا کے حسن و شباب کو سر سے پاؤں تک دیکھ رہا تھا پھر اس نے مسکرا کر کہا "پاؤں میں چھالے پڑ گئے ہوں اور منزل دور ہو تو میری کار قریب لے آتی ہے۔"

اور لانو ساچا نے پوچھا "بیٹی! کیا خیال ہے، میں اسے باتوں میں لگاؤں؟"

"جی ہاں۔" وہ مختصر سا جواب دے کر کار والے کے دماغ میں پہنچ گئی۔

اُدھر ساچا کہہ رہا تھا "موسیو! ہم بے گھر ہو گئے۔ میری جوان بیوی نے مجھے اور میری بیٹی کو گھر سے نکال دیا ہے۔"

"کیوں نکال دیا ہے؟"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"وہ کم بخت کہتی ہے، میری بیٹی بہت حسین ہے۔ کسی دولت مند کی داشتہ بن کر ہمیں دولت مند بنا سکتی ہے۔"

"کیا تم دولت مند نہیں بننا چاہتے؟"

"دولت کون نہیں چاہتا مگر میں عزت چاہتا ہوں۔"

"اگر عزت بھی ملے اور دولت بھی تو؟"

ساجا کچھ کہنا چاہتا تھا۔ میڈونا نے اس کے دماغ میں آ کر کہا: "اسے ٹرخا دو۔ یہ آدمی ہمارے لیے خطرناک ہے۔"

ساجا نے کار والے سے کہا: "معاف کرو موسیو! تم میری جوان بیٹی کے لیے یہ آفر دے رہے ہو۔ میں بے غیرت نہیں ہوں۔"

وہ پلٹ کر میڈونا کے پاس آیا۔ اس کے ساتھ فٹ پاتھ پر چلنے لگا۔ وہ کار اسٹارٹ کر کے ان کے برابر چلتا ہوا بولا: "یو اولڈ مین! ہم اطمینان سے کار میں بیٹھ کر باتیں کر سکتے ہیں۔"

ساجا نے کہا: "مجھے افسوس ہے، میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتا۔ پلیز، ہمارا پیچھا چھوڑ دو۔"

وہ کار کی رفتار بڑھا کر آگے چلا گیا۔ میڈونا نے کہا۔ "یہ ریڈ پاور کا باس ہے۔ ہر ملک کے ہر بڑے شہر میں ریڈ پاور تنظیم کے باس ہوتے ہیں۔ ان سب کا آقا ماسک مین کہلاتا ہے۔ ماسک مین کے پاس بھی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے، ابھی میرا پیچھا دانیال سے نہیں چھوٹا ہے۔ میں ایک اور... خیال خوانی کرنے والے کو اپنے پیچھے لگانا نہیں چاہتی۔"

"شکر کرو تمھارے پاس یہ علم ہے۔ تم برا وقت آنے سے پہلے دشمنوں کو پہچان لیتی ہو۔ ذرا دیکھو، وہ باس تمھارے لیے کیا سوچ رہا ہے؟"

وہ چلتے چلتے باس کے پاس پہنچ گئی۔ اس کی تمنا کرنے والا زیادہ دور نہیں گیا تھا۔ اس نے پارکنگ ایریا میں گاڑی روک دی تھی۔ کھڑکی سے جھانک کر دور سے آتی ہوئی میڈونا کو دیکھ رہا تھا۔ پھر کار کے کلرڈ شیشے چڑھا کر ٹرانسمٹر کے ذریعے اپنے ماتحت سے کہہ رہا تھا: "ہنیج بک اسنیک کے پاس آؤ۔ ایک لڑکی کو اغوا کرنا ہے۔ وہ میری نظروں میں ہے اپنے باپ کے ساتھ فٹ پاتھ پر جا رہی ہے۔ اگر راستہ بدلے گی تو میں پھر ٹرانسمٹر کے ذریعے گائیڈ کروں گا۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ اب اسے اپنے ماتحت کا انتظار تھا۔ اس نے انتظار کرنے کے لیے وسکی کی بوتل نکالی۔ اسے کھول کر منہ سے لگایا۔ وہ تھوڑی سی پینا چاہتا تھا۔ صبح کے وقت پینے کی خواہش نہیں ہوتی تھی۔ مگر غضب کا حسن و شباب دیکھ کر موڈ میں آگیا تھا۔ میڈونا نے اس کے دماغ میں بیٹھ کر کئی گھونٹ پلا دیے۔

اس نے کلرڈ شیشے کے پیچھے سے دیکھا۔ میڈونا قریبی فٹ پاتھ پر اپنے باپ کے ساتھ آرہی تھی۔ اس نے سوچا۔ "اور نہیں پینا چاہیے۔"

لیکن اور پی گیا پھر بوتل کو بند کرنا چاہا۔ وہ اپنے اختیار میں نہیں تھا، میڈونا کی جوانی اس کے اندر انگڑائیاں لے رہی تھی۔ اس نے آدھی بوتل ختم کر دی۔ کار کو اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دیا۔ میڈونا نے سوچا: "اس کم بخت کو ٹیلی پیتھی جاننے والے اور نہ جاننے والے تمام دشمنوں کا علم ہوگا۔ اس سے معلومات حاصل کرنی چاہیے۔"

وہ ساجا کے ساتھ فٹ پاتھ چھوڑ کر دوسرے راستے پر آگئی۔ پھر باس کے دماغ میں آئی۔ وہ پریشان ہو کر گاڑی روکنے کے بعد سوچ رہا تھا: "یہ میں کہاں آگیا ہوں؟ وہ لڑکی کہاں ہے؟ میں نے زیادہ پی کر غلطی کی ہے۔"

وہ کار سے نکل کر دیکھنے لگا۔ اس کی مطلوبہ حسینہ یہاں نظر نہیں آرہی تھی۔ مطلوبہ حسینہ نے اسے پھر کار میں بٹھا دیا۔ اس کے منہ سے بوتل لگا کر اس کی سوچ میں بولی "ہمارا ٹیلی پیتھی جاننے والا ابھی کہاں ہوگا؟ کیا بھلا سا نام ہے اس کا؟"

باس نے بے اختیار سوچ کے ذریعے کہا۔ "پاسکل بولا۔ ارے پاسکل کہیں تم میری کھوپڑی تو نہیں گھما رہے ہو؟"

وہ اس کی سوچ میں بولی: "میں غلط سوچ رہا ہوں، پاسکل تو اپنا آدمی ہے، وہ دشمن دانیال ہوگا۔"

وہ منہ پھاڑ کر ہنسنے لگا۔ پھر بولا: "واقعی شراب مجھے چکرا رہی ہے، میں کیسی بے تکی بات سوچ رہا ہوں۔ دانیال کو تو پاسکل بوبا نے سونیا کی قید میں مار ڈالا تھا۔"

میڈونا نے اس کی سوچ میں پوچھا: "فرہاد کی موت کے بعد رسونتی، میڈونا کے پیچھے پڑ گئی ہوگی۔"

وہ ناگواری سے منہ بنا کر بولا: "وہ کمینی میڈونا کل رات سے میرے آدمیوں کو پریشان کر رہی ہے۔ پاسکل بھی خیال خوانی کے ذریعے اس حرافہ تک نہیں پہنچ سکا۔"

میڈونا اس کی سوچ میں بات کرنے کے بجائے دماغ کے تہ خانے میں پہنچ کر معلومات حاصل کرنے لگی۔ پتا چلا، رسونتی کو سپر ماسٹر نے، جوجو اور ماریہ کو ماسک مین نے اغوا کیا ہے۔ سونیا، پارس اور علی تیمور پیرس میں ہیں۔ پاسکل نے فرزانہ اور نینسی کو خودکشی پر مجبور کر دیا تھا۔

اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ فرہاد کی فیملی پر بہت برا وقت آیا ہے اور ایسا صرف میڈونا کے گولی چلانے سے ہوا ہے۔ وہ ندامت سے ساجا کو دیکھ کر بولی: "پاپا! تم نے کہا تھا میں پچھلی غلطیوں کی تلافی کر سکتی ہوں۔ رسونتی، جوجو اور ماریہ مصیبت میں ہیں۔ سونیا ان حالات میں کبھی خاموش نہیں بیٹھتی۔ مگر معلوم ہوتا ہے، اسے رسونتی وغیرہ تک پہنچنے کا راستہ نہیں مل رہا ہے۔ پارس اور علی تیمور بھی بے بس ہو گئے ہوں گے۔ میں جلد سے جلد ان کے لیے کچھ کرنا چاہتی ہوں۔"

"یہ جلد سے جلد کچھ کرنے کا خیال دماغ سے نکال دو۔ انسان عجلت میں ہر پہلو پر نظر نہیں رکھ سکتا۔ اس سے لازماً غلطیاں سرزد ہوتی ہیں۔ پہلے یہ بتاؤ اس ریڈ پاور کے باس کا کیا بنا؟"

"اوہ! میں تو اسے بھول گئی تھی۔"

"دیکھا تم نے؟ دوسرے مسئلے کی طرف جاتے ہوئے تم پہلے مسئلے کو پوری طرح حل کرنا بھول گئی تھیں۔ تم نے باس کو اتنی دیر سے دماغی چکر دیا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ تمھیں خیال خوانی کرنے والی سمجھ لے۔ پہلے اس سے نمٹ کر آؤ۔"

وہ باس کے پاس پہنچ گئی۔ پتا چلا، ابھی دو منٹ پہلے اس نے ٹرانسمٹر کے ذریعے اپنے ماتحت کو اس جگہ بلایا ہے جہاں میڈونا نے اسے پہنچا دیا تھا۔ اس کے خیالات کہہ رہے تھے کہ اسے کسی کی خیال خوانی کا شبہ نہیں ہے۔ وہ سمجھ رہا تھا، زیادہ پی لینے کے باعث وہ بہک کر ادھر چلا آیا ہے۔ اب پیرس کے تمام ماتحتوں کو اس حسینہ کی تلاش میں دوڑائے گا۔ اسے میڈونا کو حاصل کرنے کی ضد ہو گئی تھی۔

میڈونا نے ساجا کو یہ باتیں بتائیں۔ وہ بولا: "فی الحال اسے اس کے حال پر چھوڑ دو۔ وہ آئندہ کسی کام آئے گا۔ یہاں سے کسی ٹیکسی میں بیٹھ کر دور نکل جانا چاہیے۔ باس کے کتے ہماری تلاش میں آنے والے ہیں۔"

اس نے ایک گزرنے والی ٹیکسی کو اشارہ کیا۔ وہ پاس آکر رک گئی۔ دونوں پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ ساجا نے ڈرائیور سے پوچھا: "تم کتنی دیر ہمیں ٹیکسی میں گھما سکتے ہو؟"

"میں رات ایک بجے سے صبح نو بجے تک گاڑی چلاتا ہوں پھر اسے مالک کے حوالے کر دیتا ہوں۔ ابھی سات بج کر پچاس منٹ ہوئے ہیں۔ میں ایک گھنٹے اور گاڑی چلاؤں گا۔"

"چلو ایک گھنٹا ہی سہی۔ ہمیں اس شہر کے اہم مقامات دکھاؤ۔"

ٹیکسی چل پڑی۔ ڈرائیور سے باتیں کرنے کا مقصد اس کی آواز سننا تھا۔ وہ اس کے خیالات پڑھنے لگی۔ وہ ایک عام سا آدمی تھا۔ ایک فلیٹ میں تنہا رہتا تھا۔ کبھی شادی کر کے فلیٹ آباد نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اسے عورت سے نہیں صرف تاش کے پتوں سے عشق تھا۔ جو کماتا تھا جوئے میں ہار جاتا تھا اور کبھی کبھی جیت کر خوش ہو جایا کرتا تھا۔

ساجا نے میڈونا سے معلومات حاصل کرنے کے بعد ڈرائیور سے کہا: "ہم اس شہر میں اجنبی ہیں۔ تم ہماری رہائش کے لیے کوئی مناسب جگہ بتا سکتے ہو؟"

وہ بولا: "اخبارات سے بہت سی معلومات حاصل ہو جاتی ہیں۔ ان میں کرائے پر دیے جانے والے فلیٹوں اور مکانوں کی تفصیلات اور پتے ہوتے ہیں۔"

ساجا نے کہا: "میں اخبار سے زیادہ انسان کو معتبر سمجھتا ہوں۔ اگر تم کچھ جانتے ہو تو بتاؤ۔"

"ایک نیا پلازا تعمیر ہوا ہے۔ وہاں فلیٹس قیمتاً بھی ملتے ہیں اور کرائے پر بھی۔ کیا وہاں چلنا پسند کرو گے؟"

انھوں نے رضامندی ظاہر کی تو ڈرائیور نے بیس منٹ میں وہاں پہنچا دیا۔ چوں کہ اس پلازا میں نئے لوگ آباد ہونے آرہے تھے اس لیے سب ایک دوسرے کے لیے اجنبی تھے۔ ساجا نے کرایہ ادا کر کے ڈرائیور کو رخصت کر دیا۔ پھر دفتر میں جا کر ایک فلیٹ خریدنے کی بات کی۔ پوری قیمت ادا کرنے پر وہ فلیٹ چوبیس گھنٹے کے اندر ان کے حوالے کیا جا سکتا تھا۔ ان کے پاس پوری رقم نہیں تھی۔ میڈونا نے کچھ پیشگی ادا کر کے کہا: "اور لانو ساجا کے نام یہ کاغذات تیار کرو۔ ہم ایک گھنٹے میں آکر باقی تمام رقم ادا کر دیں گے۔"

وہ دفتر سے باہر آئے۔ ساجا نے کہا: "باس اپنے آدمیوں کو ہمارا لباس اور حلیہ بتا چکا ہوگا۔ ہمیں کم از کم لباس تبدیل کر لینا چاہیے۔"

دور سے ایک ڈیپارٹمنٹل اسٹور نظر آرہا تھا۔ میڈونا نے کہا: "ہمارا ساتھ گھومنا مناسب نہیں ہے۔ وہ لوگ ایک بوڑھے اور جوان لڑکی کی تلاش میں ہوں گے۔ لباس بدلنے کے بعد ہم فلیٹ کی رقم ادا کریں گے۔ پھر ایک دوسرے سے الگ ہو جائیں گے۔ ہمارے درمیان ٹیلی پیتھی کے ذریعے رابطہ رہے گا۔"

انھوں نے ڈیپارٹمنٹل اسٹور میں اپنے اپنے لیے لباس پسند کیا۔ ڈریسنگ روم میں جا کر اسے پہنا۔ اس کا بل ادا کیا پھر میڈونا نے کہا: "پاپا! تم پلازا کے دفتر میں انتظار کرو۔ میں رقم لے کر آؤں گی۔"

وہ ساجا سے الگ ہو کر ایک ریستوران میں آئی۔ وہاں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ایک پُرسکون گوشے میں میز کے پاس آکر بیٹھ گئی. ناشتے اور چائے کا آرڈر دیا پھر باس کے دماغ میں پہنچ گئی. وہ اپنی رہائش گاہ میں پہنچ گیا تھا. زیادہ نشہ ہونے کے باعث شاور کے نیچے بیٹھا ٹھنڈے پانی سے کھوپڑی درست کر رہا تھا. اس کی بیوی لائم جوس پیش کرتے ہوئے کہہ رہی تھی "صبح سویرے اتنی پینے کی ضرورت کیا تھی. کچھ اپنے بڑھاپے کا تو خیال کرو. اسے ایک سانس میں پی لو. نشہ کم ہو جائے گا۔"

وہ لائم جوس دے کر بڑبڑاتی ہوئی بیڈ روم میں آئی. وہاں سے کوریڈور میں پہنچی. ایک نوجوان نے پوچھا "ممی! نشہ کم ہوا؟"

"ہو جائے گا. نہیں ہو گا تو ڈاکٹر کو بلایا جائے گا۔"

میڈونا اس نوجوان کے دماغ میں پہنچی. وہ باس کا منجھلا بیٹا تھا. اُس کی ماں بڑبڑاتی ہوئی کچن کی طرف گئی. وہ باپ کے بیڈ روم میں آیا. تکیے کے پاس سے چابیاں اٹھائیں. ایک طرف رکھے ہوئے سیف کو کھولا. اس میں سے دو لاکھ ڈالر نکالے. بڑے بڑے نوٹوں کی دو گڈیاں لیڈیز پرس میں آسکتی تھیں. اس نے نوٹوں کو قمیص کے اندر ڈالا. اس کے بٹن لگائے. سیف کو بند کر کے چابیوں کو تکیے کے پاس رکھا. پھر باہر آکر ایک کار میں بیٹھ گیا.

میڈونا خاموش بیٹھی آہستہ آہستہ ناشتا کر رہی تھی. جب اُس نے چائے کا آخری گھونٹ پی کر پیالی رکھی تو وہ آکر اس کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گیا. اِدھر اُدھر دیکھ کر قمیص کے اندر سے گڈیاں نکالیں. میز کے نیچے میڈونا نے پرس کھول رکھا تھا. وہ گڈیاں اس کے اندر پہنچ گئیں. نوجوان وہاں سے اُٹھ کر چلا گیا. میڈونا اُسے گھر پہنچانے تک چائے کی دوسری پیالی سے شغل کرتی رہی. پھر ویٹر کو بل اور ٹپ دے کر ریستوران سے باہر آگئی.

باس کے بیٹے نے شدید حیرانی سے خود کو کار کی اسٹیرنگ سیٹ پر دیکھا. کار اس کے بنگلے کے سامنے کھڑی ہوئی تھی. اس نے سوچا "میں ابھی کوریڈور میں ممی سے باتیں کر رہا تھا. پھر یہاں کار میں کیسے پہنچ گیا؟"

میڈونا کی مرضی کے مطابق اس نے رسٹ واچ دیکھی. پھر پریشان ہو کر بڑبڑایا "میں سوا نو بجے کوریڈور میں ممی سے ڈیڈی کی خیریت پوچھ رہا تھا. میں نے سوچا تھا، ڈیڈی نارمل ہو گئے تو اُن سے دس ہزار مانگوں گا. لیکن اب میری گھڑی دس بجا رہی ہے. میں نے اتنا وقت کہاں گزارا؟ کیا وہ ڈیڈی کا... ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے دماغ سے کھیل رہا تھا؟ مجھے ابھی جا کر ڈیڈی کو سب کچھ بتانا چاہیے۔"

میڈونا نے بھاری بھرکم لہجے میں کہا "آرام سے بیٹھے رہو. بے شک میں خیال خوانی کے ذریعے تمہارے دماغ سے کھیل چکا ہوں. لیکن میں تمہارے ڈیڈی کا ٹیلی پیتھی جاننے والا دوست نہیں ہوں. بلکہ سپر ماسٹر کا خاص آدمی ہوں۔"

وہ سہم کر بولا "تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"جو چاہتا تھا، وہ ہو چکا. میں اپنے ایک مقصد کے لیے تمہیں اس کار میں بٹھا کر ایک جگہ لے گیا تھا. میرا احسان مانو کہ تم خیریت سے واپس آگئے ہو. میں چاہتا تو تمہیں کہیں بھی کار ایکسیڈنٹ میں مار ڈالتا. کیا میں ایسا نہیں کر سکتا تھا؟"

وہ ہاں ہاں کے انداز میں سر ہلانے لگا. میڈونا نے کہا. "جو کچھ تمہارے ساتھ ہو چکا ہے، اُسے پیٹ میں رکھو. باہر نکالو گے تو میں کسی وقت بھی تمہیں ٹیلی پیتھی کی چٹکی میں مسل ڈالوں گا۔"

وہ نہیں نہیں کے انداز میں سر ہلاتے ہوئے بولا "میں خاموش رہوں گا. کسی سے کچھ نہیں بولوں گا۔"

"اُلّو کے پٹھے! تم خاموش رہو گے. کسی سے کچھ نہیں بولو گے تو سب کو تمہارے گونگے پن پر تشویش ہو گی۔"

"میرا مطلب ہے، میں تمہارے بارے میں کسی سے کچھ نہیں کہوں گا۔"

"شاباش، اب گھر جاؤ. میں پھر کبھی آؤں گا. گڈ بائی۔"

وہ اپنی جگہ حاضر ہو گئی. پلازا کے دفتر میں پہنچ کر اُس نے باقی تمام رقم ادا کی. پھر باہر آکر ساجا کو پچاس ہزار ڈالر دیے. وہ بولا "میں اتنی رقم کیا کروں گا؟"

"رکھ لو. خوب خرچ کرو. کم پڑیں گے تو اور آجائیں گے. فلیٹ کا قبضہ ملے گا تو ہم یہاں ساتھ رہیں گے. یہاں سے باہر نکل کر پھر الگ ہو جایا کریں گے۔"

"بیٹی! تم پچھلی رات سے جاگ رہی ہو. نیند کہاں پوری کرو گی؟"

"اس کے لیے کچھ سوچوں گی۔"

"جب بھی پریشانی ہو، مجھے مخاطب کر لینا۔"

"پاپا! میں سونیا، پارس اور علی تیمور کے کام آنا چاہتی ہوں. رسونتی، جوجو اور ماریہ کو اُن کے پاس پہنچانا چاہتی ہوں۔"

"تم مجھ سے رابطہ رکھتی رہو. میں کوئی تدبیر سوچتا ہوں. مگر یاد رکھو، اُن کے کام آنے کی لگن میں اُن کے سامنے نہ چلی جانا. وہ تم سے ناراض ہوں گے. پہلے چھپ کر گمنام رہ کر اُن کے لیے کچھ کارنامے انجام دو. پھر وہ ضرور تمہاری ایک بڑی غلطی کو معاف کر دیں گے۔"

وہ ایک دوسرے سے بچھڑ گئے. میڈونا ایک طرف چل پڑی. ناشتا کرنے کے بعد آرام سے سونے کی خواہش ہو رہی تھی. سوال پیدا ہوتا تھا، وہ کہاں نیند پوری کرے؟ پچھلی رات سے تعاقب کرنے والے گتے کچھ کم نہیں تھے، اب باس کے آدمی بھی اسے ہوٹلوں اور پینگ گیسٹ والے مکانوں میں ڈھونڈتے پھریں گے. باس کو معلوم ہو گیا تھا کہ باپ بیٹی بے گھر ہو گئے ہیں، وہ ایسی ہی کسی جگہ پناہ لیں گے. لہٰذا وہ نیند پوری کرنے کسی ہوٹل میں نہیں جا سکتی تھی. کسی مالک مکان کو چوبیس گھنٹے کے لیے پینگ گیسٹ رکھنے کے لیے نہیں کہہ سکتی تھی.

بڑی مشکل ہے، ایک حسین اور جوان عورت دنیا کے کسی حصّے میں تنہا محفوظ نہیں رہ سکتی. مرد کہیں بھی دریا کے کنارے، درخت کے سائے میں یا فٹ پاتھ پر کھلے عام نیند پوری کر سکتا ہے. ایک حسین عورت ایسا کرنا چاہے تو غریب اپنے جھونپڑے اور امیر اپنے محل چھوڑ کر فٹ پاتھ پر اس کے پاس سونے کے لیے قطار میں کھڑے ہو جائیں گے.

وہ چلتے چلتے جھیل کے کنارے آگئی. دن کے بارہ بج رہے تھے. اس نے خیال خوانی کے ذریعے ساجا کو اپنی پریشانی بتائی. وہ بولا "جھیل کنارے امیر کبیر لوگوں کے بنگلے ہوتے ہیں. اگر وہاں بھی ہیں تو باری باری ہر بنگلے کے مالک یا نوکر کے دماغ تک پہنچو. کوئی نہ کوئی بنگلا ضرور خالی ملے گا. وہاں کے چوکیدار کو ٹریپ کر کے تم اندر جا سکتی ہو اور نیند پوری کر کے واپس آسکتی ہو۔"

وہ ساجا کی ہدایت پر عمل کرنے لگی. جھیل کے کنارے دُور دُور تک خوبصورت کاٹیج بنے ہوئے تھے. وہ ایک فرضی نام اور پتا پوچھتے ہوئے ایک ایک کاٹیج کے سامنے سے گزرتی گئی. اُسے نفی میں جواب دینے والوں کا دماغ معلومات کا ذریعہ بنتا گیا. وہاں ہر بنگلے کا مالک اپنے بیوی بچوں کے ساتھ موجود تھا یا کہیں شاپنگ یا کاروباری مقصد کے لیے گیا ہوا تھا. کوئی نوکر اپنے مالک کی واپسی کے متعلق نہیں جانتا تھا. میڈونا کو یقین ہوتا کہ کوئی چار یا چھ گھنٹے بعد آنے والا ہے تو وہ اس کے کاٹیج میں جا کر کم از کم دو گھنٹے تک سو سکتی تھی. وہ مایوس ہونے لگی.

تب ایک کاٹیج نظر آیا. اُس کا مین گیٹ کھلا ہوا تھا. وہ احاطے میں آئی. کوئی چوکیدار یا دوسرا ملازم نظر نہیں آرہا تھا. اُس نے برآمدے میں پہنچ کر آواز دی "کوئی ہے؟ کیا یہاں مسٹر جوزف رہتے ہیں؟"

اُسے جواب نہیں ملا. وہ کاٹیج کے دائیں جانب سے پیچھے گئی. بائیں جانب سے واپس برآمدے میں آئی. وہاں رکھوالی کے لیے آدمی تو آدمی ایک کتا بھی نہیں تھا. بڑے تعجب کی بات تھی. اُس نے دروازے پر دستک دی. جواب کا انتظار کیا. مگر خاموشی رہی. پھر اُس نے دروازہ پیٹنے کے لیے ہاتھ مارا تو وہ ذرا سا کھل کر بند ہو گیا. اس نے حیرانی سے سوچا 'یہاں کوئی نہیں ہے اور دروازہ کھلا ہوا ہے. کیا یہ کاٹیج ویران ہے؟'

وہ محتاط انداز میں دروازہ کھولتی ہوئی اندر آئی. ایک ڈرائنگ روم خوب صورتی سے سجا ہوا نظر آیا. اس نے آواز دی. "مسٹر جوزف! کیا تم موجود ہو؟"

بدستور خاموشی رہی. اس نے دبے قدموں چلتے ہوئے پورے کاٹیج کو اندر سے دیکھ لیا. ایسا لگتا تھا کوئی اس کے ہر کمرے کو ضرورت کے تمام سامان سے سجا کر چلا گیا ہے اور جانے والا اتنا احمق یا بے پروا ہے کہ کسی دروازے کو لاک نہیں کیا. میڈونا سوچتے سوچتے اونگھنے لگی. اُسے پوری رات جاگنے کی عادت نہیں تھی. اگر کبھی دیر تک جاگتی تو دن چڑھے تک سوتی رہتی تھی. اُس نے ایک ایک کھڑکی سے جھانک کر باہر دور تک نظریں دوڑائیں، کوئی اس کاٹیج کی نگرانی کرتا ہوا دکھائی نہیں دیا. اس نے نیند سے پریشان ہو کر سوچا 'جو ہو گا دیکھا جائے گا. اگر یہاں آنے والا دشمن ہو گا تو اس کی شامت آجائے گی۔'

اس نے تمام دروازوں کو اندر سے بند کر دیا. ایک خواب گاہ میں آکر لباس اُتارا. ایک پتلی سی چادر لپیٹ لی. کیوں کہ ایک ہی لباس تھا. پہن کر سونے سے شکنیں پڑ جاتیں. بہرحال وہ بستر پر آرام سے لیٹ گئی. آنکھیں بند کرنے کے بعد اپنے دماغ کو ہدایت دی کہ وہ چار گھنٹے تک گہری نیند سوتی رہے گی. اگر کوئی کاٹیج کی چار دیواری میں قدم...

وہ ہدایت پوری نہ کر سکی. نیند ایسی غالب آئی کہ وہ غفلت کے اندھیرے میں ڈوب کر رہ گئی. زندگی کے عملی میدان میں حوصلے اور برداشت کی قوت لازمی ہوتی ہے. وہ ایسی کچی تھی کہ نیند کا غلبہ برداشت نہیں کر سکتی تھی. اُسے اور بھی کئی طرح کے تجربات سے ابھی گزرنا تھا. اگر ساجا اُس کے ساتھ نہ ہوتا تو وہ پچھلی رات ہی پاسکل بوبا کے ہتھے چڑھ جاتی. بہرحال، وہ معمول کے مطابق گھوڑے بیچ کر سو گئی.

ٹھیک اُس کے سامنے والے کاٹیج میں ایک شخص کھڑکی کے پردے کے پیچھے کھڑا تھا. وہ تیزی سے چلتا ہوا ٹیلیفون

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کے پاس آیا۔ ریسیور اُٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ قائم ہوتے ہی اس نے کوڈ ورڈز ادا کیے۔ جواباً دوسری طرف سے بھی کوڈز کے جواب دیے گئے پھر اس شخص نے کہا "جناب! ایک نوجوان لڑکی آپ کے کاٹیج میں داخل ہوئی ہے۔ میں آدھے گھنٹے سے انتظار کر رہا ہوں، وہ ابھی تک باہر نہیں آئی ہے۔"

دوسری طرف سے جواب ملا "وہ باہر آئے تو اُسے جانے نہ دینا۔ جب تک اندر رہے، اُسے مخاطب نہ کیا جائے میں جلدی آنے کی کوشش کروں گا۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔

ریڈ پاور کا باس نارمل حالت میں تھا۔ اُسے اطلاع ملتی جا رہی تھی کہ ابھی تک اس حسینہ اور اس کے باپ کا سُراغ نہیں ملا ہے، اُن کی تلاش جاری ہے۔ دن کے ایک بجے تک ایسی چھ لڑکیوں کی تصویریں اس کے پاس پہنچ گئی تھیں جو اپنے بوڑھے باپ کے ساتھ دیکھی گئی تھیں وہ جھنجلا کر بولا۔ "ان میں سے کوئی نہیں ہے، وہ لڑکی اسٹیج کی فرانسیسی رقاصاؤں جیسا لباس پہنے ہوئے ہے۔"

ایک ماتحت نے کہا "باس! اتنی دیر میں اُس نے لباس بدل لیا ہوگا۔"

دوسرے ماتحت نے کہا "وہ بوڑھا اپنی بیٹی کے ساتھ نہیں ہوگا۔ ہوسکتا ہے، بیٹی کو کسی شناسا کے ہاں چھوڑ کر کہیں بھٹک رہا ہو۔ ہم بیٹی کے بغیر اس بوڑھے کو نہیں پہچان سکیں گے۔"

باس سوچ میں پڑ گیا۔ ایسے ہی وقت پاسکل بوبلا نے اُسے مخاطب کیا "ہیلو باس! کس فکر میں ہو؟"

اس نے جواب دیا "ایک حسینہ میرے لیے چیلنج بن گئی ہے، میں اُسے ہر قیمت پر حاصل کرنا چاہتا ہوں۔"

"میں بہت دیر سے تمھارے دماغ میں ہوں تمھاری ضد اور ہوس کو سمجھ رہا ہوں۔ تم اتنے ہوس پرست ہو کہ اپنے فرض سے غافل ہوگئے ہو۔"

"مجھے کس غفلت پر الزام دے رہے ہو جب کہ میں بخوبی اپنے فرائض ادا کرتا آرہا ہوں۔"

"میں پچھلی رات سے تمھارے آدمیوں کے ساتھ لامینز شہر میں اُسے ڈھونڈ رہا ہوں۔ بیک وقت کئی جگہ مصروفیات کے باعث صرف میڈونا پر توجہ نہ دے سکا۔ مجھے یقین تھا، تم پوری توجہ دے رہے ہوگے۔ مگر تم کسی اور لڑکی کے چکر میں پڑ گئے ہو۔ اُسے حاصل کرنے کی دُھن میں صبح سویرے ضرورت سے زیادہ پی لی۔ اُس لڑکی کو نظر میں رکھنا تھا مگر تم ڈرائیو کرتے ہوئے کہیں سے کہیں پہنچ گئے۔ کیا یہ حماقت نہیں ہے؟"

وہ پریشان ہوکر بولا "میری سمجھ میں نہیں آتا میں زیادہ کیسے پی گیا، پھر نشے میں گاڑی کیسے ڈرائیو کی، یہ کیسا نشہ تھا کہ میں نے مدہوشی کے باوجود اپنے ماتحت سے ٹرانسمٹر پر بات کی اور اُسے اپنے پاس بلایا۔"

پاسکل نے چونک کر کہا "یہ متضاد باتیں قابلِ غور ہیں۔ ذرا اچھی طرح سوچو کیا تمھیں ایسا لگ رہا تھا کہ تمھارا دماغ تمھارے اپنے قابو میں نہیں ہے؟"

"میں یقین سے نہیں کہہ سکتا مگر زندگی میں پہلی بار صبح کے وقت میں نے بے اختیار پی ہے مجھے یاد آرہا ہے، ایک بار میں نے بوتل کو بند کرنا چاہا۔ اس کے باوجود پیتا گیا۔"

"باس! مجھے شبہ ہے کوئی تمھارے دماغ سے کھیل رہا تھا۔"

وہ پریشان ہوکر بولا "وہ کون ہوسکتا ہے؟"

"سُپر ماسٹر کا آدمی ہوسکتا ہے۔ میڈونا بھی ہوسکتی ہے۔"

"کیا اُس بوڑھے کے ساتھ میڈونا تھی؟"

وہ دونوں سوچ میں پڑ گئے۔ پھر پاسکل نے کہا "یہ ممکن ہے۔ اس نے لامینز شہر چھوڑ دیا ہے۔ پچھلی رات وہاں سے فرار ہوکر صبح پیرس آئی ہے، یہ بڑی حد تک ممکن ہے۔ ہمیں اس پہلو کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے کہ وہ میڈونا ہو سکتی ہے۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ باس نے ریسیور اُٹھا کر کہا "ہیلو۔"

دوسری طرف سے ایک ماتحت نے کہا "ایک لڑکی اپنے بوڑھے باپ کے ساتھ نظر آئی ہے، وہ ایک اسٹور سے کچھ خرید رہی ہے۔"

باس نے پاسکل سے پوچھا "کیا تم میرے ماتحت کی بات سُن رہے ہو؟"

"ہاں ریسیور رکھ دو۔ میں ابھی لڑکی کی اصلیت معلوم کرتا ہوں۔"

وہ ماتحت کے دماغ میں آیا۔ اُسے اسٹور کے اندر لڑکی کے قریب لے گیا۔ اس کے ذریعے لڑکی کی آواز سننا چاہتا تھا۔ بوڑھے باپ کی آواز سنائی دی۔ یہی کافی تھا۔ اس کی سوچ پڑھ کر معلوم ہوا اُس کے ساتھ میڈونا نہیں ہے۔ لیکن وہ مطمئن نہیں ہوا۔ اُس نے باپ کے ذریعے بیٹی سے گفتگو کی۔ اس کے دماغ کو ٹٹولا پھر باس کے پاس آکر کہا "وہ میڈونا نہیں ہے۔"

وہ جھنجلا کر بولا "وہ حرافہ کہاں غائب ہوگئی ہے؟ اُس کی روپوشی بتا رہی ہے کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اُسے چھپنے میں آسانی ہو رہی ہے۔ اور ہم ناکام ہوتے جا رہے ہیں۔"

"جھنجلاتے کیوں ہو؟ دراصل تمھارے آدمی ناکارہ ہیں۔ دو چار بے حد چالاک اور عیار قسم کے آدمیوں کی خدمات حاصل کرو، میڈونا ضرور ہمارے ہاتھ آئے گی۔"

باس نے چٹکی بجا کر پوچھا "پارس کے متعلق کیا خیال ہے۔ وہ قبر میں بھی ہوگی تو وہ اُسے ڈھونڈ نکالے گا۔"

پاسکل نے کہا "ہاں اس نے ماسک مین کا وفادار رہنے کا وعدہ کیا ہے۔ اسے آزمانا چاہیے۔ وہ کتنی وفاداری اور کتنی دیانتداری سے ایک خیال خوانی کرنے والی کو ہمارے قدموں میں لائے گا۔"

"بے شک اُسے آزمانا چاہیے۔ تم اس سے رابطہ قائم کرو۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ پارس اپنی کار ڈرائیو کر رہا تھا اور اپنے دماغ میں کسی کو محسوس کر رہا تھا۔ اُس کے یہ چور احساسات پاسکل کی سمجھ میں نہیں آسکتے تھے۔ صرف وہی نہیں، کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا اس خوش فہمی میں رہتا تھا کہ وہ پارس کے دماغ میں چھپ کر اس کے خیالات پڑھ رہا ہے۔

تقریباً ایک منٹ کے بعد پاسکل نے ہنستے ہوئے کہا "تم نے دعویٰ کیا تھا، اب شراب نہیں پیوگے، تمھارا دماغ حساس ہوجائے گا۔ پھر تم سانس روک کر ہمیں بھگا دیا کروگے۔"

پارس نے کہا "نشہ چھوڑتے ہی دماغ حساس نہیں ہو جاتا۔ اب میں صبح اُٹھ کر دوڑ لگاتا ہوں۔ ورزش کرتا ہوں۔ انشاء اللہ جلد ہی تم جیسوں کو دماغ سے بھگا دیا کروں گا۔"

"تمھاری ناراضگی بجا ہے۔ پچھلی بار میں نے تم سے توہین آمیز گفتگو کی تھی۔ مجھے اس کا افسوس ہے۔ تم نے وعدہ کیا تھا کہ ماسک مین سے وفاداری کروگے۔ میں یقین دلاتا ہوں..."

"تم یقین دلانے کی زحمت نہ کرو۔ میرے پاپا نے کبھی کسی کی غلامی نہیں کی۔ تم لوگ وفاداری کے نام پر مجھے غلام بنانا چاہتے ہو۔ تمھاری اطلاع کے لیے عرض ہے، میں نشے میں نہیں ہوں اور جو ہوش و حواس میں ہوتے ہیں، وہ کسی کے غلام نہیں بنتے اور نہ کسی کے دباؤ میں آتے ہیں۔ کیا تم میرے دماغ سے جانا پسند کروگے؟"

"میں تمھارے دماغ میں زلزلہ پیدا کرکے نا پسند کروں گا۔"

"تمھارے دل میں حسرت نہ رہے۔ کوشش کرو۔"

یہ کہتے ہی اس نے سانس روک لی۔ پاسکل کو یوں لگا جیسے لات مار کر باہر نکال دیا گیا ہو۔ وہ اس بار غصّے سے آیا۔ ارادہ تھا جیسے ہی چند سیکنڈ کے لیے جگہ ملے گی وہ دماغی اذیتیں پہنچانے کی انتہا کردے گا۔ لیکن جگہ نہیں ملی۔ دماغ کے دروازے بند تھے۔ اُس نے کئی بار کوشش کی۔ مگر ناکام رہا۔ اُسے حیرانی تھی کہ وہ کتنی دیر سے سانس روکے ہوئے ہے۔ ایک بار پتا چلا، وہ سانس لے رہا ہے لیکن اس کے پہنچتے ہی اس نے پھر دم سادھ لیا۔ پاسکل نے باہر آکر حیرانی سے سوچا۔ "اسے کیسے معلوم ہوا کہ میں آیا ہوں؟ کیا یہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتا ہے اور مجھے اُلّو بناتا رہتا ہے؟"

اس نے باس کے پاس آکر کہا "وہ سونیا کی طرح مکّار ہے۔ ہمیں اُلّو بنا رہا تھا۔ وہ مجھے دماغ میں محسوس کرلیتا ہے۔"

"تم میڈونا کے سلسلے میں گئے تھے۔"

"جب وہ ہم سے مخلص نہیں ہے تو میں یہ راز اُسے کیوں بتاتا کہ میڈونا ہاتھ سے نکل گئی ہے اور ہم اُسے ڈھونڈتے پھر رہے ہیں۔"

"ہاں، وہ سولے کی چڑیا ہے۔ پارس کو اُس کی ہوا بھی نہیں لگنی چاہیے۔"

پاسکل تھوڑی دیر تک سوچتا رہا۔ ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے کے بعد اس نے بڑی بڑی کامیابیاں حاصل کی تھیں۔ صرف رسونتی کے معاملے میں مات کھا گیا تھا۔ کیوں کہ مقابلے میں دوسرا خیال خوانی کرنے والا تھا۔ لیکن پارس خیال خوانی نہیں جانتا تھا۔ اس سے مات کھا کر وہ تلملا رہا تھا۔ اسے کسی طرح ایک بار دماغی جھٹکے پہنچا کر اپنی برتری قائم رکھنا چاہتا تھا۔ اس نے پھر خیال خوانی کی پرواز کی۔ پارس کے دماغ تک پہنچا لیکن حملہ کرنے سے پہلے ہی باہر نکل آیا۔ پارس نے سانس روک لی تھی۔

پارس اطمینان سے کار ڈرائیو کرتا ہوا اپنے کاٹیج کے قریب آیا۔ کار ڈلیس ریسیور اٹھا کر رابطہ قائم کیا۔ اپنے کوڈ ورڈز ادا کیے۔ دوسری طرف سے کہا گیا "جناب! وہ ابھی تک کاٹیج کے اندر ہے باہر نہیں آئی ہے۔ کیا آپ کسی کو اندر بھیجنا چاہیں گے؟"

"نہیں۔ میں خود جا رہا ہوں۔"

اس نے کار کاٹیج کے سامنے روک دی۔ مین گیٹ کھول کر احاطے کے اندر آیا۔ برآمدے میں پہنچ کر دبے قدموں چلتا ہوا دروازوں اور کھڑکیوں کو دیکھتا گیا۔ پورا کاٹیج اندر سے بند تھا۔ وہ کاٹیج کے چاروں طرف چکر لگانے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کے بعد چھت پر چڑھ گیا ایک رسّے کو آتشدان کی چمنی سے باندھ کر اس کے اندر سے لٹکتا ہوا اپنی خواب گاہ کے آتش دان میں پہنچ گیا۔ وہاں سے سر اُٹھا کر دیکھا ایک کافر حسینہ اس کے بستر پر حُسن و شباب کا خزانہ لیے پڑی تھی، اس کی آنکھیں اس پر نہ ٹھہر سکیں۔ جو چادر وہ لپیٹے پڑی تھی، وہ نیند میں اِدھر سے اُدھر ہو گئی تھی۔ دل دھڑک دھڑک کر کہہ رہا تھا۔ ہے دیکھنے کی چیز، اسے بار بار دیکھ۔ اور شرافت کہتی تھی، کسی کی غفلت کو تماشا نہیں بنانا چاہیے۔

وہ آتش دان سے رینگتا ہوا کمرے کے قالین پر آیا۔ پھر اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ سامنے آدم قد آئینے میں وہ بھوت لگ رہا تھا۔ چمنی کی کالک اس کے چہرے اور لباس تک لگی ہوئی تھی۔ وہ خود کو پہچان نہیں سکتا تھا۔ اس نے دبے قدموں آگے بڑھ کر چادر اُٹھائی اور اُس پر ڈال دی۔ اُسی وقت اس کی آنکھ کھل گئی۔

وہ شاید ڈراؤنا خواب دیکھ رہی تھی۔ سامنے بھوت کو دیکھتے ہی چیخ پڑی۔ پارس نے فوراً ہی ایک ہاتھ اُس کے منہ پر رکھا۔ دوسرے ہاتھ کی اُنگلی سے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ وہ سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔ پارس نے اشاروں کی زبان میں سمجھایا کہ وہ چوری کرنے آیا ہے۔ لہٰذا وہ شور نہ مچائے، سیف کی چابی اس کے حوالے کر دے۔

وہ اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ پھر ناگواری سے بولی: "اچھا تو تم چوری کے ارادے سے آئے ہو مگر تمھیں مایوسی ہوگی۔ یہ میرا گھر نہیں ہے اور نہ ہی میرے پاس چابیاں ہیں۔ اگر ہوتیں تب بھی میں نہ دیتی۔ میرا فرض ہے کہ میں اس گھر کو نقصان نہ پہنچنے دوں۔"

وہ پلنگ کے پاس سے چلتا ہوا الماری کے پاس آیا پھر جیب سے چابیاں نکال کر الماری کھولنے لگا۔ میڈونا نے للکار کر کہا۔ "خبردار! میں تمھیں نقلی چابیوں سے الماری نہیں کھولنے دوں گی۔ پیچھے ہٹ جاؤ۔"

وہ اپنے پرس سے ریوالور نکال کر اُسے نشانے پر رکھے ہوئے تھی۔ پارس نے کہا "سچ مچ گولی نہ چلانا۔ میں اس گھر کا مالک ہوں۔"

میڈونا نے اُسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا اسی لمحے پارس نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ اُس نے سوچا، پاسکل بوبا پھر آیا ہے۔ وہ سانس روک کر مسکرانے لگا۔ میڈونا نے سمجھا، شاید وہ سامنے والا اس کی خیال خوانی کو سمجھ کر مسکرا رہا ہے۔ وہ سخت لہجے میں بولی: "کیوں مسکرا رہے ہو؟"

پارس نے پوچھا: "کیا تمھیں زندہ دلی پسند نہیں ہے؟"

"بکواس مت کرو۔ پہلے تم چوروں کی طرح مجھ سے چابیاں مانگ رہے تھے۔ پھر مالک مکان بن بیٹھے۔ کیا مالک مکان منہ پر کالک لگا کر آتے ہیں؟"

"تمھاری مہربانی سے یہ حلیہ بن گیا ہے۔ تم نے تمام دروازوں اور کھڑکیوں کو اندر سے بند کر لیا تھا۔ مجھے چمنی کے راستے آتش دان میں ٹپکنا پڑا۔ پھر میں نے چور بن کر آزمایا کہ چوری سے یہاں آنے والی چور کا ساتھ دیتی ہے یا نہیں؟ مگر تم اچھی لڑکی ہو۔"

"اگر تم مالک ہو تو ایک ہی چابی سے الماری کھول سکو گے۔ چور کی طرح کئی چابیوں کو نہیں آزماؤ گے۔"

اس نے ایک ہی چابی سے الماری کے دونوں پٹ کھول دیے، وہ اُلجھ گئی۔ اس کے مالک مکان ہونے کا کسی حد تک ثبوت مل گیا تھا لیکن وہ سانس روک کر کیوں مسکرایا تھا؟ کیا اپنے سامنے والی کی خیال خوانی کو سمجھ گیا تھا۔ آخر یہ ہے کون؟ یہ جو کوئی بھی ہے، ٹیلی پیتھی سے بچاؤ کے طریقے جانتا ہے۔ یعنی یہ خیال خوانی کرنے والوں سے ٹکراتا رہا ہے۔

اس نے آزمائش کے طور پر پھر اس کے دماغ میں ایک چھلانگ لگائی۔ پارس نے اس بار ناگواری سے کہا: "اُلو کے پٹھے! کیوں پیچھے پڑ گیا ہے، تو ہمیشہ ناکام رہے گا۔"

میڈونا نے انجان بن کر حیرانی سے پوچھا: "یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟"

وہ الماری سے اپنا لباس نکالتے ہوئے بولا: "تم نہیں سمجھو گی۔ یہ ایک ٹیلی پیتھی کا چکر ہے۔"

"میں نے ٹیلی پیتھی کے متعلق پڑھا ہے اور اس کے بارے میں بہت کچھ سنتی رہی ہوں۔ کیا ابھی کوئی تمھارے دماغ میں آیا تھا؟"

"ہاں! ایک دشمن ہے۔ مگر تم کون ہو؟ میرے کاٹیج میں آ کر یوں گہری نیند سو رہی تھیں جیسے اپنے گھر میں ہو۔ کیا کسی کی آلۂ کار ہو؟"

"کچھ ایسی ہی بات میں تمھارے بارے میں سوچ رہی ہوں۔ کیا تم ان دشمنوں کے لیے کام کر رہے ہو جن سے چھپنے کے لیے میں نے یہاں پناہ لی ہے؟"

"میں کسی کے لیے کام نہیں کرتا ہوں۔"

"پھر کیا کرتے ہو؟"

"کچھ نہیں کرتا۔ کچھ نہ کرنا ہماری خاندانی روایت ہے۔ میرے باپ نے اپنی زندگی میں کبھی کوئی کام نہیں کیا۔ نہ ملازمت کی، نہ کاروبار کیا۔ ساری عمر دشمنوں سے لڑتے لڑتے گزار دی۔ میں بھی یہی کر رہا ہوں۔ نہ کرنا چاہوں، تب بھی یہی کرنا پڑتا ہے۔ دشمن خود بخود آتے ہیں۔ ابھی ایک دماغ میں آیا تھا۔ دوسری طرف تم ریوالور تانے چادر میں لپٹی ہوئی ہو۔ اب چادر گرے گی تو میں اٹھاؤں گا۔"

"بکواس مت کرو۔ اپنا نام بتاؤ۔"

"مجھے پارس کہتے ہیں۔"

وہ ایک دم سے چونک کر اُسے غور سے دیکھنے لگی۔ دل دھڑک رہا تھا اور ریوالور والا ہاتھ کانپ رہا تھا۔ وہ بولا: "تم یوں دیکھ رہی ہو جیسے مجھے پہچانتی ہو۔ یا میرا نام جانتی ہو۔"

"میں کیسے یقین کر دوں کہ تم پارس ہو؟"

"کیا میرے دشمنوں نے سمجھایا ہے کہ یقین ہوتے ہی مجھے گولی مار دو؟"

"فار گاڈ سیک! مجھے یقین دلاؤ، ورنہ گولی چل جائے گی۔"

اس نے الماری کے اندر ایک ہاتھ ڈالا۔ وہ للکار کر بولی: "کوئی چالاکی نہ دکھانا۔ بڑی آہستگی سے ہاتھ نکالو۔"

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ الماری کے اندر سے دھیرے دھیرے ہاتھ باہر آیا۔ اس نے ایک بڑی سی تصویر پکڑ رکھی تھی۔ وہ باپ بیٹے کی تصویر تھی۔ میڈونا فرہاد کی تصویر دیکھتے ہی سکتے کے عالم میں رہ گئی۔ پارس نے تصویر اس کے سامنے اُچھال دی، وہ بستر پر آ کر گری۔ اس نے کہا "یہ میں اور میرے پاپا فرہاد علی تیمور ہیں۔ فی الحال میرے پاس یہی ثبوت ہے۔ میں غسل کر کے لباس بدل کر آتا ہوں۔"

وہ چلا گیا۔ باتھ روم کے شاور سے پانی گرنے کی آواز آنے لگی۔ وہ وہاں سے پوچھ رہا تھا: "کیا میرے پارس ہونے کا یقین ہو گیا؟"

اس نے تھوڑی دیر انتظار کیا پھر پوچھا: "تم خاموش کیوں ہو؟ کیا مجھے گولی مارے بغیر چلی گئی ہو؟"

اُسے جواب نہیں مل رہا تھا۔ اس نے غسل کرنے کے بعد تولیے سے بدن کو خشک کیا، دوسرا لباس پہنا پھر باتھ روم سے نکلتے ہوئے بولا: "کمال ہے! اپنا تعارف کرائے بغیر چلی گئیں ..."

وہ کمرے میں آتے ہی ٹھٹک گیا، وہ چادر میں لپٹی اسی طرح گم صم بیٹھی ہوئی تھی، ہاتھ میں ریوالور بھی تھا، پارس پھر نشانے پر کھڑا تھا، مگر ریوالور سے گولی نہیں، اس کی آنکھوں سے آنسو نکل رہے تھے، پارس نے تعجب سے پوچھا: "تم رو رہی ہو؟"

اُس کا ضمیر رُلا رہا تھا۔ وہ تصور میں دیکھ رہی تھی کہ اپنے ایک آلۂ کار کے ذریعے اس نے فرہاد علی تیمور پر گولی چلائی ہے۔ وہ پہاڑ جسے کوئی زلزلہ نہ گرا سکا، اس کی گولی نے اُسے ہمیشہ کے لیے گرا کر نابود کر دیا تھا۔

وقت وقت کی بات ہے۔ آج فرہاد کا بیٹا اُس کے نشانے پر تھا، وہ پلک جھپکتے ہی اُسے بھی نابود کر سکتی تھی مگر اندر پچھتاوے کی آندھی چل رہی تھی۔ آنسوؤں کا سیلاب ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ اچانک ریوالور گر پڑا۔ وہ بیٹھے بیٹھے سجدے میں گر پڑی، پھر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

وہ فوراً ایک طرف ہٹ گیا۔ سجدہ شکر کا ہو یا پچھتاوے کا، وہ صرف معبود کے لیے ہوتا ہے۔ معاف بندہ نہیں کرتا، خدا کرتا ہے۔

★ ایک افسانوی کردار جو زندہ ہو گیا تھا۔
★ ایک حیرت انگیز قبیلہ جو اپنی ہیئت بدل سکتا تھا۔
★ ایک مجہول سا آدمی جس کے پاس پچاس بلین ڈالر کا نقشہ تھا۔
★ وہ شخص جس نے حیاتِ ابدی کا راز پا لیا تھا۔
★ ایک پُراسرار پرندہ جس کے پاس ماورائی طاقتیں تھیں۔
★ ایک قلم جس کے اندر ایک جن بند تھا۔
★ وہ اشتہاری مجرم جس نے زندگی میں کوئی نیک کام نہیں کیا تھا۔
قیمت :- ۲۰ روپے
☆ — جرائم
☆ — جادو
☆ — ارواح
☆ — شیطان ازم
☆ — ذہانت
☆ — فطانت
☆ — اسرار
☆ — طنز و مزاح
خوف سسپنس اور تجسس کے ۲۶ شہ پارے
عجیب کہانیاں ○ فطین کہانیاں ○ زہریلی کہانیاں
مکتبہ نفسیات ○ پوسٹ بکس نمبر ۹۳۲ ○ کراچی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

سونیا

نے کھڑکی سے دیکھا طیارہ رن وے پر دوڑنے کے بعد اب رُک رہا تھا۔ وہ ائر فورس کا کوئی اڈا تھا۔ کچھ جنگی طیارے اور فوجی وردی میں ملبوس سپاہی آتے جاتے یا کام کرتے دکھائی دے رہے تھے۔ ایک چھوٹی سی عمارت نظر آرہی تھی جہاں غالباً فوجی دفاتر تھے۔ طیارے کے رُکنے کے بعد تین گاڑیاں قریب آکر رُک گئی تھیں۔ وہ حفاظتی بند کھول کر ماریہ کے ساتھ اُٹھ گئی۔ تاتیانہ اس سے پہلے ہی اُٹھ کر دروازے کے پاس چلی گئی تھی۔ اس نے پلٹ کر سونیا کو دیکھنا تک گوارا نہیں کیا تھا۔

تاتیانہ کی جگہ کوئی اور ہوتی تو سونیا کے قدموں میں گرجاتی۔ میں نے اسے خیال خوانی کرنے والے دشمن سے بچایا تھا۔ اس سے پہلے ڈیگر اپنے دوسرے دشمنوں کی سانسیں روک روک کر انھیں مار چکا تھا۔ ایسے وقت شاید کوئی دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا ہی مرنے والے کو بچا سکتا تھا۔ جب کہ سونیا یہ علم نہیں جانتی تھی۔ تاتیانہ کی سانسیں جواب دے رہی تھیں، وہ مرنے ہی والی تھی۔ ایسے میں سونیا نہ ہوتی تو طیارے سے لے جائی جانے والی لاشوں کے ساتھ تاتیانہ کی بھی لاش جاتی۔

تاتیانہ نے جیسے پھر سے جنم لیا تھا۔ اس نے نئی زندگی کی سانسیں لیتے ہوئے ایک لمحے کے لیے سونیا کو احسان مندی سے دیکھا تھا۔ رسمی طور پر شکریہ ادا کیا تھا پھر اپنی جگہ بیٹھ کر گہری ٹٹولتی ہوئی نظروں سے سونیا کو دیکھنے لگی تھی۔ اس کا دماغ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا "یہ نادیہ نہیں ہو سکتی۔ ہمارے اعلیٰ حکام نادیہ کو سونیا کے روپ میں یہاں لاکر بہت بڑی غلطی کر رہے ہیں۔ سونیا سے کچھ بعید نہیں ہے۔ اُس نے نادیہ کو سونیا کا روپ اختیار کرنے سے پہلے ہی ختم کر دیا ہوگا اور اس کی جگہ خود آگئی ہوگی۔ ماسک مین کے ساتھ خیال خوانی کرنے والا پاسکل بھی دھوکا کھا رہا ہے۔ وہ اسے سونیا کے میک اپ میں نادیہ سمجھ رہے ہیں۔"

تاتیانہ کے دماغ میں سوال پیدا ہوا۔ کیا خیال خوانی کرنے والا کسی کے چور خیالات پڑھ کر بھی دھوکا کھا سکتا ہے؟

تاتیانہ نے سوچا "یہ ممکن ہے جو عورت مجھ سے آنکھیں ملا کر میرے دماغ پر قبضہ جمانے والے دشمن کو بھگا سکتی ہے، وہ اپنے اندر آنے والے دشمن کو بھی بھٹکا سکتی ہے۔ یہ سونیا ہے۔ اگر نہیں ہے تو نادیہ بھی نہیں ہے۔ کوئی بہت ہی خطرناک عورت ہے اور چالباز بھی ہے۔ اس نے دو بار میری جان بچائی ہے۔ میرا دل جیت رہی ہے۔ لیکن میں اپنی سلامتی سے خوش ہو کر ایک دشمن عورت کو اپنے ملک میں من مانی نہیں کرنے دوں گی۔ ہمارے ماسک مین کو دھوکا دینے والی ہماری دوست نہیں ہو سکتی۔ میں اسے جلد ہی بے نقاب کر دوں گی۔"

وہ سب طیارے سے باہر آئے۔ سونیا کا خیال تھا کار اس کے اور ماریہ کے لیے آئی ہے۔ لیکن تاتیانہ اس میں بیٹھ کر چلی گئی۔ ایک فوجی افسر نے لومینا کو ہتھکڑی پہنا کر ایک بند گاڑی میں بٹھا دیا۔ چند سپاہی اسے لے گئے۔ سونیا اور ماریہ تیسری گاڑی میں بیٹھ گئیں۔ ان کے ساتھ مریم تھی جو ان کے لیے مترجم کے فرائض انجام دے رہی تھی۔ اس کے علاوہ چند مسلح سپاہی تھے جو ان کی نگرانی کے لیے متعین کیے گئے تھے۔

ماریہ دُور دُور تک دیکھ رہی تھی۔ جب گاڑی چل پڑی تو مایوس ہو کر بولی "پارس نہیں آیا۔ میں اس سے بات نہیں کروں گی۔"

"میں نے تمھیں سمجھایا ہے، ذرا صبر کرو۔ وہ کہیں مصروف ہوگا۔ فرصت ملتے ہی تمھارے پاس آجائے گا۔"

ان کی گاڑی ماسکو کے مختلف علاقوں سے گزر رہی تھی۔ مریم انھیں علاقوں، سڑکوں اور عمارتوں کے نام بتا رہی تھی۔ کریملن کی ایک کشادہ سڑک سے گزرتے ہوئے سونیا دور تک دیکھتے ہوئے سوچنے لگی "اسی علاقے کی کسی عمارت کے تہہ خانے میں جوجو کو چھپا کر رکھا گیا ہوگا۔ جلد سے جلد اس عمارت کا سراغ لگانے کا کوئی راستہ ڈھونڈنا ضروری ہے۔"

اس نے مریم سے پوچھا "کیا لنچ کے بعد شہر کی سیر کراؤ گی؟"

مریم نے کہا "میں اعلیٰ افسران سے درخواست کروں گی۔ درخواست منظور ہوگی تو ضرور سیر کراؤں گی۔"

"کیا یہاں شاپنگ کرنے یا تفریح کے لیے بھی اجازت لینی پڑتی ہے؟"

"جی ہاں۔ یہاں کے شہری اپنے ساتھ شناختی کاغذات رکھتے ہیں جس پر شبہ ہوتا ہے، اس کے کاغذات چیک کیے جاتے ہیں۔ باہر سے آنے والوں کے لیے قدم قدم پر پابندیاں عائد کی جاتی ہیں۔ جس مسافر کے لیے جو ہوٹل مقرر کر دیا جاتا ہے اس کے علاوہ وہ کسی ہوٹل میں اپنی مرضی سے قدم نہیں رکھ سکتا۔ اپنے ہوٹل سے نکلتے وقت محاسبے کے رجسٹر پر اسے لکھنا پڑتا ہے کہ وہ کس وقت ہوٹل سے جا رہا ہے؟ کہاں جا رہا ہے اور کب تک واپس آئے گا؟ اگر وہ وقت مقررہ پر واپس نہ آئے تو پولیس والے اُسے پکڑ کر لے آتے ہیں۔ اُسے ملک سے باہر نکل جانے کا حکم دیتے ہیں پھر ہر حال میں حکم کی تعمیل کرنی پڑتی ہے۔"

سونیا سوچنے لگی یہاں آسانی سے دال نہیں گلے گی۔ یہ جنوبی ایشیا یورپ یا امریکا نہیں ہے کہ جس کی جہاں مرضی ہوتی ہے، دن رات کے کسی حصے میں بھی تفریح کرتا پھرتا ہے۔ روس کے ہر شہر، ہر قصبے میں سونے جاگنے، کام کرنے اور تفریح کرنے کا وقت مقرر ہوتا ہے۔ جو لوگ رات کو چیک کیے جاتے ہیں انھیں ثابت کرنا پڑتا ہے کہ وہ نائٹ ڈیوٹی سے یا کسی تقریب یا تھیٹر سے آرہے ہیں۔ ایسی صورت میں وہ نگرانی کرنے والوں کو دھوکا دے کر جوجو کی تلاش میں نہیں جا سکتی تھی۔ وہ جہاں جاتی، جس راستے یا گلی سے گزرتی، وہاں پولیس والے اس کا محاسبہ کرنے کے لیے موجود ہوتے۔ یہی کیا کم تھا کہ تاتیانہ اس پر شبہ کر رہی تھی۔ ایسے میں اپنی رہائش گاہ سے چھپ کر نکلنا تقریباً ناممکن تھا۔

انھیں ایسے علاقے کے ایک بنگلے میں پہنچایا گیا جہاں نہ بس آتی تھی نہ کوئی ٹیکسی وغیرہ۔ بنگلے کے احاطے میں صرف ایک سرکاری گاڑی تھی جس کے ذریعے شہر تک جا کر واپس آیا جا سکتا تھا۔ یعنی سرکاری اجازت کے بغیر آمد و رفت کا بھی کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ سونیا نے بنگلے کے اندر ہر حصے میں جا کر دیکھا، برآمدے، کوریڈور، ڈرائنگ روم اور دوسرے کمروں میں طاقت ور مائیک لگے ہوئے تھے، جن کے ذریعے اس کی اور ماریہ کی باتیں کہیں دوسری طرف سُنی جا سکتی تھیں۔

سونیا ایک ایزی چیئر پر بیٹھ گئی۔ ماریہ نے کہا "آپ صبر کرنے کو کہتی ہیں۔ میں پوچھتی ہوں آخر صبر کی انتہا کیا ہے؟"

سونیا نے مریم سے کہا "پلیز، فون کے ذریعے معلوم کرو، اس کا پارس کہاں ہے؟"

مریم ٹیلی فون کی طرف جا رہی تھی۔ اسی وقت گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے ریسیور اُٹھا کر کہا "ہیلو" پھر دوسری طرف کی بات سُن کر بولی "مس ماریہ! تمھارا فون ہے۔"

وہ غصے سے بولی "میں کسی سے بات نہیں کروں گی۔"

"تو میں پارس سے کہہ دوں، تم بات کرنا نہیں چاہتیں؟"

وہ ایک دم سے اچھل پڑی۔ دوڑتی ہوئی آئی۔ اس سے ریسیور چھین کر بولی "اے تم کہاں ہو؟ میں تمھیں سوتے جاگتے، کھاتے پیتے یاد کرتی ہوں، تمھارے لیے میں نے لندن چھوڑا۔ تمھیں تلاش کرتے ہوئے تل ابیب گئی، وہاں سے پیرس آئی اور اب ماسکو پہنچی ہوں۔ مجھے کتنا دوڑاؤ گے۔ تمھیں شرم نہیں آتی۔ مجھے لینے ائر پورٹ بھی نہیں آئے۔ کیا مجھ سے زیادہ تمھارا کام ضروری ہے۔ کیا تمھیں مجھ سے نہیں کام سے محبت ہے۔ یہ بھی کوئی شرافت ہے۔ ایک طویل عرصے کے بعد ملے ہو تو گونگے بن گئے ہو، اتنی دیر سے میں بولتی جا رہی ہوں۔ کیا تم مجھ سے بولنا بھی پسند نہیں کرتے ہو۔ ارے کچھ بولو نا..!"

دوسری طرف سے آواز آئی "خدا کے لیے خاموش ہو جاؤ۔ میں پارس نہیں ہوں۔ کیا تم دوسروں کو بولنے کا موقع نہیں دیتی ہو؟ پلیز اب کچھ نہ بولنا! میں پارس سے رابطہ کرا رہا ہوں۔ ہولڈ آن پلیز۔"

وہ جھنجلا کر بولی "تم پارس نہیں ہو تو پہلے کیوں نہیں بتایا! تمھیں شرم نہیں آتی، پہلے خوب میری باتیں سُن لیں۔ اب پارس سے بات کرانے کی بات کرتے ہو، یہ سب کچھ پہلے نہیں کہہ سکتے تھے؟"

سونیا نے کہا "ماریہ! خدا کے لیے چپ ہو جاؤ۔ غلطی تمھاری ہے۔ ریسیور ہاتھ میں لیتے ہی تم نے بولنا شروع کر دیا۔ رُکنے کا نام نہیں لے رہی تھیں۔ وہ بے چارہ تمھیں کیسے بتاتا کہ سلسلہ کیا ہے۔ اب پارس سے سلسلہ ملے گا، خاموش رہو۔"

دوسری طرف سے پارس کی آواز سنائی دی۔ وہ یقیناً ڈمی پارس تھا۔ ماریہ کو وہاں خوش رکھنے کے لیے ایک ڈمی پیش کی جا رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا "ماریہ! مجھے افسوس ہے، میں کام کی زیادتی کے باعث ائر پورٹ نہ آسکا۔ تم خیریت سے ہو نا؟"

وہ بہت خوش تھی۔ خوشی میں نہ جانے کیا کیا بولے جا رہی تھی "پارس! میں خیریت سے ہوں۔ تمھارے پیچھے نہ جانے کہاں کہاں کی ٹھوکریں کھا رہی ہوں۔ میں تنہائی میں بھی تمھیں یاد کر کے روتی ہوں۔ اب بھی تم میرے پاس نہیں آؤ گے تو میں رونا شروع کر دوں گی۔ میں اچھی طرح جانتی ہوں، جب محبت کرنے والی روتی ہے تو محبت کرنے والا موم کی طرح پگھلنے لگتا ہے۔ میں نے ایک کتاب میں پڑھا تھا کہ محبت آنسوؤں سے شروع ہوتی ہے اور آنسوؤں میں ختم ہو جاتی ہے۔"

سونیا دونوں کانوں میں انگلیاں ٹھونس کر دوسرے کمرے میں آئی، وہاں ایک صوفے پر آرام سے بیٹھ گئی۔ اسی وقت آرمر نے آکر گوڈ ورڈز ادا کیے پھر کہا "تاتیانہ آپ لوگوں سے الگ ہو کر ملٹری انٹیلی جنس کے دفتر گئی تھی۔ وہاں اس نے ایک لمبی رپورٹ ٹائپ کی۔ طیارے کو اغوا کرنے کے سلسلے میں جو واقعات پیش آئے تھے، انھیں تفصیل سے بیان کیا۔ ماسک مین کا خیال خوانی کرنے والا لومینا کے دماغ میں جا کر اُسے مجبور کر رہا ہے کہ وہ دشمنوں کے تنویمی عمل کے اثر میں رہ کر کوئی بات نہ چھپائے ورنہ اسے اعصابی کمزوری کا... انجکشن دیا جائے گا۔ پھر اس کے کمزور دماغ سے سب کچھ معلوم کر لیا جائے گا۔ لومینا ملک سے غداری کا اعتراف کر رہی ہے۔"

سونیا نے پوچھا "کیا تاتیانہ نے میرے متعلق کوئی رپورٹ لکھی ہے؟"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"جی ہاں۔ اُسے شبہ ہے کہ آپ سونیا ہیں یا پھر کوئی خطرناک عورت۔ وہ آپ کو بے نقاب کرنے کے لیے اعلیٰ افسران سے اجازت طلب کر رہی ہے۔"

"کیا اُس نے مجھے بے نقاب کرنے کا کوئی منصوبہ بنایا ہے؟"

"نہیں، اجازت ملنے پر کوئی تدبیر سوچے گی پھر اس پر عمل کرے گی۔"

"کیا تم اس کے ذریعے ملٹری انٹیلی جنس کے چھوٹے بڑے افسران اور سراغ رسانوں تک پہنچ رہے ہو؟"

"کوشش کر رہا ہوں۔ اب تک چار اعلیٰ افسران اور دو نامور سراغ رسانوں تک پہنچ چکا ہوں۔ ان کی آوازوں اور لہجوں کی نقل ٹیپ میں ریکارڈ کر چکا ہوں، کوئی کام ہو تو بتائیں۔ میں مزید افراد کے دماغوں میں جگہ بنانے جا رہا ہوں۔"

"مجھے تاتیانہ کی گھریلو اور سماجی زندگی کے متعلق بتاؤ۔"

"میں تھوڑی دیر بعد آؤں گا۔"

وہ تاتیانہ کے پاس آیا۔ وہ ابھی تک دفتر میں تھی، ایک کوریڈور سے گزرتی ہوئی ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ کے سامنے حاضر ہونے جا رہی تھی اور سوچ رہی تھی "حالیہ بیماری نے میرے حساس دماغ کو ذرا کمزور کر دیا ہے۔ ورنہ میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتی ہوں۔ کیا پتا اب بھی کوئی میرے دماغ میں ہو اور میں محسوس نہ کر پا رہی ہوں۔"

کسی نے سوچ کے ذریعے کہا "یہی بات ہے، تم مجھے محسوس نہیں کر رہی ہو۔"

وہ چلتے چلتے رُک گئی۔ پھر بولی "کون، پاسکل بوبا؟ اگر تم ہو تو فوراً کوڈ ورڈز ادا کرو۔"

اس نے کوڈ ورڈز سنائے۔ وہ مطمئن ہو گئی۔ سامنے آفس کا دروازہ کھول کر بولی "کیا میں اندر آ سکتی ہوں؟"

اُسے آنے کے لیے کہا گیا۔ ایک بڑی سی میز کے پیچھے ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ بیٹھا ہوا تھا۔ میز کے اطراف دوسری کرسیوں پر دوسرے سینئر افسر بیٹھے ہوئے تھے۔ ہیڈ نے کہا۔ "مس تاتیانہ! ہمارے ڈیپارٹمنٹ کو اور ہماری حکومت کو تم پر ناز ہے، تم نے بیماری سے اُٹھ کر ڈیوٹی پر آتے ہی سُپر ماسٹر کو منہ توڑ جواب دیا ہے۔ ہمارے طیارے کو اغوا کرنے کا منصوبہ ناکام بنا دیا ہے۔"

وہ بولی "شکریہ جناب! میں آخری سانس تک اپنے ملک کے لیے جان کی بازی لگاتی رہوں گی۔"

"تمھاری رپورٹ نادیہ کے متعلق بڑی جارحانہ ہے، وہ یہاں سونیا کے روپ میں آئی ہے۔ ماریہ کو قابو میں رکھنے کے لیے یہ ضروری تھا۔ تم اسے اصل سونیا سمجھ رہی ہو، آخر کس بنا پر؟"

"اس نے دو بار میری جان بچائی ہے۔ پہلی بار اغوا کرنے والا مجھے راستے کا کانٹا سمجھ کر فوراً گولی مارنا چاہتا تھا۔ ایسے وقت نادیہ نے حیرت انگیز طور پر حاضر دماغی کا ثبوت دیا، دشمن پر نفسیاتی حملہ کیا کسی ہتھیار کے بغیر اُسے بدحواسی میں مبتلا کر دیا۔"

اس نے ایک ذرا توقف سے کہا "دوسری بار دشمن خیال خوانی کرنے والا میری سانس روک رہا تھا۔ مجھے ٹیلی پیتھی سے بچانے والا پاسکل بوبا موجود نہیں تھا۔ ایسے میں میری موت یقینی تھی لیکن نادیہ نے مجھے اپنی آنکھوں کے سحر میں جکڑ لیا۔ یہ پتا ہی نہ چلا کہ میں کس طرح دوبارہ زندگی کی سانسیں لینے لگی اور وہ دشمن خیال خوانی کرنے والا کب اور کہاں بھاگ گیا۔"

ہیڈ نے کہا "نادیہ نے تمھاری جان بچائی ہے، مگر اس واقعے کے بعد مشکوک ہو گئی ہے۔ ایک قمار خانے کی مالکہ اپنی آنکھوں میں ایسی مقناطیسی کشش رکھتی ہے کہ تمھیں زندگی کی طرف لے آتی ہے اور دشمن کو بھاگنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ پیرس کے باس سے ہم معلوم کر چکے ہیں، وہ بھی نادیہ کی اس پُراسرار صلاحیت کے متعلق کچھ نہیں جانتا اور ہم دشمن بن کر نادیہ پر شبہ نہیں کر سکتے۔ کیوں کہ وہ ہمارے کام آ رہی ہے۔ کوئی ضروری نہیں کہ پیرس کا باس اس کی زندگی کا ہر راز جانتا ہو۔ اکثر لوگ ایسی پُراسرار صلاحیتوں کو چھپا کر رکھتے ہیں۔ نادیہ بھی یہی کر رہی ہے اور ایسا کرنا قانون کے خلاف نہیں ہے۔ وہ ایسا کرنے کا حق رکھتی ہے۔"

دوسرے سینئر افسر نے کہا "مس تاتیانہ! تم نادیہ کے خلاف خود نہیں سوچ رہی ہو، بلکہ تمھیں سوچنے پر مجبور کیا جا رہا ہے۔"

وہ چونک کر بولی "کیا آپ کہنا چاہتے ہیں کہ دشمن خیال خوانی کرنے والا مجھے نادیہ کے خلاف بھڑکا رہا ہے؟"

"بے شک! تمھارا ذہن ابھی پرائی سوچ کی لہروں کو لاعلمی میں قبول کر رہا ہے۔ وہ دشمن چاہتا ہے، جس نادیہ کے باعث طیارے کے اغوا کا منصوبہ ناکام ہو گیا اُسے تمھارے ہی ہاتھوں ختم کرا دے۔ ناکامی کے بعد سُپر ماسٹر نے ماسک مین سے رابطہ قائم کیا تھا۔ وہ بھی نادیہ کو سونیا سمجھ کر ماسک مین سے کہہ رہا تھا کہ ہم سونیا کو ماسکو بلا کر اپنے پیروں پر کلہاڑی مار رہے ہیں۔

اس کم بخت کو پتا نہیں ہے کہ جسے وہ سونیا کہہ رہا ہے، وہ دراصل نادیہ ہے۔ اس کا خیال خوانی کرنے والا بھی یہی سمجھ کر تمھارے دماغ میں چپکے سے آتا ہے اور تمھاری ہی سوچ میں نادیہ کے خلاف تمھیں بھڑکاتا ہے۔"

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ پاسکل بوبا نے کہا "میں تمھارے دماغ میں ہوں اور تمھاری دماغی حالت کو خوب سمجھتا ہوں۔ تم ایک پہلو کو نظر انداز کر رہی ہو۔ اگر وہ سونیا ہوتی تو آر سر تمھارے دماغ میں آ کر سونیا کی حمایت میں تمھیں قائل کرتا۔ اس نے دو بار تمھاری جان بچائی اور یہ بہت بڑی بات ہے۔ آر سر اس حوالے سے تمھارے اندر دوستی کا جذبہ پیدا کر سکتا تھا۔ تمھیں سونیا کا گرویدہ بنا سکتا تھا۔"

تاتیانہ قائل ہو کر بولی "ہاں، یہ درست ہے۔ میں مانتی ہوں میری دماغی کمزوری نے مجھے دشمن کے ہاتھوں میں کھلونا بنا دیا ہے۔"

پھر وہ ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ سے بولی "میں دماغی توانائی حاصل کرنے تک چھٹی کرنا چاہتی ہوں۔ کوئی ضروری کام ہوا تو حاضر ہو جاؤں گی ورنہ آرام کروں گی۔"

"ہم بھی یہی چاہتے ہیں۔ وہ دشمن خیال خوانی کرنے والا تمھارے ذریعے ہمارے منصوبوں کو ناکام نہیں بنا سکے گا۔"

وہ بولی "معاف کیجیے گا سر! وہ دشمن آپ لوگوں کے دماغوں میں بھی پہنچتا ہو گا۔"

"بے شک وہ ہمارے اندر آتا ہو گا۔ لیکن اُسے کوئی خاص کامیابی نہیں ہوئی۔ چند اہم منصوبوں کا علم ہمیں بھی نہیں ہے۔ اور جب ہے، وہاں تک وہ دشمن نہیں پہنچ سکے گا۔ پھر یہ کہ وہ ایک بار تمھاری جان لینے کی کوشش کر چکا ہے۔ دوسری بار بھی ایسا کر سکتا ہے۔ تم ہمارے ملک کا قیمتی سرمایہ ہو۔ ہم چاہتے ہیں تم... جلد سے جلد دماغی توانائی حاصل کرو۔ اور جب تک یہ حاصل نہ ہو، تم نادیہ کے قریب رہو۔ وہ دشمن اچانک حملہ کرے گا تو نادیہ ہی تمھیں بچا سکے گی۔ پاسکل بوبا چوبیس گھنٹے تمھاری نگرانی نہیں کر سکے گا۔"

"میں سمجھ رہی ہوں میرے ساتھ ٹیلی پیتھی کا چکر چل گیا ہے، میں جس نادیہ کو دشمن سمجھ رہی ہوں، اُسی کے پاس میری سلامتی ہے۔ وہ عورت خواہ کتنی ہی پُراسرار ہو، میری دشمن نہیں ہے۔ کیا میں ابھی فون پر اس سے بات کر سکتی ہوں؟"

"ضرور بات کرو۔"

تاتیانہ نے آگے بڑھ کر ریسیور اٹھایا۔ نمبر ڈائل کیے۔ پھر رابطہ قائم ہونے کے بعد کہا "مریم! نادیہ سے بات کراؤ۔"

چند سیکنڈ کے بعد سونیا کی آواز آئی "ہیلو! کیا تم تاتیانہ بول رہی ہو؟"

"ہاں، میں ایک بات پوچھنا چاہتی ہوں۔"

"پوچھنے سے پہلے وہ بات تمھارے دماغ میں ہو گی۔ دشمن اس بات کو سمجھ گیا ہو گا۔ اس اہم نکتے کو ہمیشہ یاد رکھو اور اب پوچھو۔"

"نادیہ! واقعی تم ذہین ہو۔"

"پلیز! مجھے سونیا کہو۔"

وہ چونک کر بولی "کیا تم واقعی سونیا ہو؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی "جب تک یہاں ماریہ کے ساتھ ہوں، میرا یہی نام ہے۔ ابھی مریم نے بھی مجھے نادیہ کہہ کر مخاطب کیا تھا۔ ماریہ سُن لے گی تو گڑبڑ ہو جائے گی۔"

"تم ٹھیک کہتی ہو۔ آئندہ ہم محتاط رہیں گے۔ میں پوچھنا چاہتی ہوں جس طرح تم نے دشمن خیال خوانی کرنے والے کو میرے دماغ سے بھگایا تھا، کیا اسی طرح ہمیشہ اس کم بخت کو مجھ سے دُور رکھ سکتی ہو؟"

"میں ایسا کر سکتی ہوں۔ مگر کیسے کر سکتی ہوں، یہ نہیں بتاؤں گی۔ وہ دشمن یہی سمجھے گا کہ میں تنویمی عمل سے تمھارے دماغ کو لاک کروں گی۔ وہ اس سے زیادہ نہیں سمجھ سکے گا۔ میں اسی فریب میں اُسے مبتلا کر کے اچانک تمھیں اُس کی ٹیلی پیتھی سے دُور لے جاؤں گی۔"

"اوہ نادیہ! تم نے میرا دل جیت لیا ہے۔"

"تم پھر مجھے نادیہ کہہ رہی ہو۔"

"سوری، آئندہ غلطی نہیں ہو گی۔ میں شام تک تمھارے پاس آؤں گی۔"

"میں بے چینی سے تمھارا انتظار کروں گی۔"

تاتیانہ نے ریسیور رکھ کر کہا "سر! وہ بہت ذہین ہے، دُور تک سوچتی ہے۔ اُسے بھی یقین ہے کہ دشمن میرے دماغ میں رہتا ہے۔ وہ دشمن کو خوش فہمی میں مبتلا کر کے اچانک میرے دماغ کو لاک کر دے گی۔"

ہیڈ نے کہا "یہ ہمارے لیے بڑی خوشی کی بات ہے، اعلیٰ حکام تمھاری سلامتی چاہتے ہیں۔ نادیہ ہمارے لیے بڑی اہمیت اختیار کر گئی ہے۔ وہ لندن میں ایک کیسینو تعمیر کرانے کے لالچ میں یہاں آئی ہے۔ وہ دولت کی خاطر ہمارے لیے اور بڑے بڑے کام کر سکتی ہے۔"

ایک سینئر افسر نے کہا "ہمارے دشمن اسے ہم سے زیادہ لالچ دے کر خرید سکتے ہیں۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"ہاں لالچی عورت کہیں بھی بک جاتی ہے۔"

تاتیانہ نے کہا "آپ نادیہ کو مجھ پر چھوڑ دیں۔ میں اپنی حکمتِ عملی سے یوں اُسے مٹھی میں لوں گی کہ وہ مجھے کبھی چھوڑ کر نہیں جانا چاہے گی۔"

ہیڈ نے کہا "ہمیں تم سے یہی امید ہے۔"

پاسکل بوبا نے کہا "اگر وہ تمہارے دماغ کو لاک کرے گی تو میں تم سے دماغی رابطہ کیسے قائم کروں گا؟"

تاتیانہ نے کہا "سب سے پہلے میں اپنی سلامتی چاہتی ہوں، میرے دماغ میں تمہارا آنا زیادہ ضروری نہیں ہے، ضروری ہوگا تو دیکھا جائے گا۔"

"تو پھر میں چلا جاؤں؟"

"کیا تم دشمن کو اپنی رخصتی کی اطلاع دے رہے ہو تاکہ وہ مجھے مار ڈالے۔ پہلے مجھے سونیا کے پاس پہنچنے دو، پھر چلے جانا۔"

وہ چپ چاپ اس کے دماغ سے نکل گیا تاکہ دشمن کو خبر نہ ہو۔ پھر سونیا کے پاس آکر بولا "ہیلو نادیہ! میں کچھ پوچھنے آیا ہوں۔"

"تم کون ہو؟"

"میں دوست خیال خوانی کرنے والا ہوں۔ مجھے بتاؤ تم تاتیانہ کا دماغ کیسے لاک کرو گی؟ کیا اس کے بعد میں اُس کے دماغ میں جا سکوں گا؟"

سونیا نے کہا "کیا تم مجھے نادان سمجھتے ہو۔ ایسی راز کی باتیں پوچھنے والا دوست نہیں ہو سکتا۔ جاؤ یہاں سے۔"

اس نے سانس روک لی۔ پاسکل کو غصہ آیا، مگر پھر خیال آیا "نادیہ درست سوچ رہی ہے، وہ دشمن دوست بن کر آسکتا ہے اور میں نے اب تک نادیہ کے پاس آنے کے لیے خاص کوڈ ورڈز مقرر نہیں کیے ہیں۔ غلطی میری ہے۔"

وہ پھر تاتیانہ کے پاس آگیا۔ وہ دفتر کے باہر آگئی تھی۔ اپنی کار اسٹارٹ کرتے ہوئے رہائش گاہ کی طرف جا رہی تھی۔ وہ اس کے اندر آکر پہلے اس کے دل کا حال معلوم کیا کرتا تھا۔ اُس کا خیال تھا، وہ اس کی غیر معمولی صلاحیت سے متاثر ہو کر اس کے بازوؤں میں آجائے گی لیکن وہ فولادی دماغ اور فولادی ارادے رکھتی تھی۔ کسی مرد سے متاثر نہیں ہوتی تھی۔ جب اس نے دیکھا کہ وہ خود اس کی طرف نہیں آرہی ہے تو وہ چپ چاپ دماغ میں رہ کر اس کی سوچ بدلنے کی کوشش کرنے لگا۔ اس نے پہلی بار اُس کی سوچ میں کہا۔ "یہ پاسکل بوبا میرے اندر بولتا ہے تو میرا دل دھڑکنے لگتا ہے۔"

تاتیانہ نے حیرانی سے سوچا "میرا دل کیوں دھڑکے گا۔ کیا پاسکل بوبا کوئی بھوت شیطان ہے یا میں ڈرپوک بچی ہوں؟"

اس نے اس کی سوچ میں کہا "میرا دل ڈر سے نہیں، محبت سے دھڑکتا ہے۔ پاسکل بوبا کی محبت سے۔"

"میرا دل صرف وطن کی محبت سے دھڑکتا ہے۔ پھر میں نے آج تک پاسکل کو نہیں دیکھا اور دیکھ کر کروں گی بھی کیا؟ بے شک وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے لیکن وہ اس دنیا کا فرہاد علی تیمور نہیں بن سکتا۔"

"میں بن سکتا ہوں۔ فرہاد کی طرح ساری دنیا پر دہشت بن کر ٹیلی پیتھی کا شہنشاہ کہلا سکتا ہوں۔"

تاتیانہ نے ناگواری سے کہا "اچھا تو اتنی دیر سے تم میرے ہی لہجے میں بول رہے تھے۔ تمہیں شرم آنی چاہیے۔ ہمارا رشتہ صرف وطن سے ہے۔ میں اسی رشتے سے تمہیں دماغ میں آنے دیتی ہوں۔ آئندہ ایسی حرکت کرو گے تو سانس روک لیا کروں گی۔ اب تم جا سکتے ہو۔"

اس نے سانس روک کر اُسے دماغ سے باہر کر دیا تھا۔

اس روز سے پاسکل بوبا تلملا رہا تھا۔ اُسے ضد ہو گئی تھی۔ ایک بار اُس نے ماسک مین سے کہا "میں تمہارے لیے بڑے بڑے کارنامے انجام دیتا ہوں۔ اس کے بدلے ایک انعام چاہتا ہوں۔"

ماسک مین نے ہنستے ہوئے کہا "تم زمین کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جو چاہو ٹیلی پیتھی کے ذریعے حاصل کر سکتے ہو۔ تمہیں کسی چیز کی کمی نہیں ہے پھر بھی انعام چاہتے ہو۔ بولو میں کیا دے سکتا ہوں؟"

"میں تاتیانہ کو اپنے بیڈ روم میں چاہتا ہوں۔"

ماسک مین نے حیرانی اور پریشانی سے پوچھا "کیا تم ہوش میں رہ کر ایسی بات کر رہے ہو؟ وہ سوویت روس کی عزت، وقار، رعب اور دبدبہ ہے۔ بیرونی ممالک سے آنے والے سیکرٹ ایجنٹ ہزار چالاکیوں کے باوجود اس سے بچ کر نہیں جاتے۔ وہ واحد جاسوسہ ہے جو کسی اپائنٹمنٹ کے بغیر صرف اپنا شناختی کارڈ دکھا کر تمام اعلیٰ حکام سے آدھی رات کو بھی مل سکتی ہے۔"

"میں اُس کے بارے میں اس سے بھی زیادہ جانتا ہوں۔ یہ میری ضد ہے، میں اُسے ہر حال میں حاصل کرنا چاہتا ہوں۔"

"ضد کرو گے تو بات بگڑ جائے گی۔ ہم تاتیانہ کے ذاتی معاملات میں مداخلت نہیں کر سکتے اور نہ ہی سرکاری طور پر جبر کر سکتے ہیں کہ وہ تمہیں پسند کرنے لگے۔"

"میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے اُسے مجبور کر سکتا ہوں۔"

"تم کب تک اُسے ٹیلی پیتھی کے شکنجے میں رکھو گے؟ جب بھی وہ آزاد ہوگی، ہم سے تمہارا مطالبہ کرے گی۔ قانوناً تمہیں گرفتار کرنے کی ضد کرے گی۔ تم دونوں ہمارے ملک کے اہم ستون ہو، ہم کسی ایک کو نقصان پہنچتے نہیں دیکھ سکتے۔"

"میں مانتا ہوں، ہم دونوں اس ملک کے لیے بے حد اہم ہیں۔ ہمیں آپس میں ٹکرانا نہیں چاہیے۔ کوئی بات نہیں، میں ایسا طریقہ اختیار کروں گا کہ وہ مجھے پہچان نہیں سکے گی اور میری مراد بھی پوری ہو جائے گی۔"

"دیکھو پاسکل! وہ شیرنی ہے۔ اگر کسی طرح اُسے تمہاری چال بازی کا علم ہو جائے گا تو وہ تمہاری موت بن جائے گی اور ہم سے بھی بدظن ہو جائے گی۔"

"آپ اطمینان رکھیں، آپ پر کوئی الزام نہیں آئے گا۔"

"میں تمہارے اعمال کا ذمے دار نہیں ہوں، لیکن پہلے تمہیں اہم معاملات کو نمٹانا ہوگا۔ تاتیانہ ابھی بیمار ہے۔ تم اُدھر نہیں جاؤ گے۔"

"یہی تو بہترین موقع ہے۔ بیماری کی وجہ سے اس کا کمزور دماغ میری مٹھی میں ہوگا۔ میں جہاں چاہوں گا اُسے بلالوں گا۔"

"تم جذبات میں اندھے ہو رہے ہو۔ وہ کوئی معمولی ہستی نہیں ہے۔ ملٹری اسپتال میں زیرِ علاج ہے۔ وہ مسلح فوجیوں کی حفاظت میں رہتی ہے۔ تم رسونتی کو حاصل کرنے میں ناکام رہے۔ میڈونا تمہارے ہاتھ سے نکل گئی ہے۔ اگر تم اسی طرح جذبات میں اندھے ہوتے رہے تو ہر مرحلے میں ناکام رہو گے۔ میرے مشورے پر عمل کرو۔ پہلے ماریہ کو ماسکو پہنچنے دو، پھر تمہاری مرضی، جو چاہو کرتے رہو، مگر پچھتانے کے لیے میرے پاس نہ آنا۔"

ماسک مین نے ملٹری انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسران کو بھی رازداری سے یہ بتا دیا کہ پاسکل بوبا ہوس میں مبتلا ہو کر تاتیانہ کو نقصان پہنچا سکتا ہے، لہٰذا بڑی رازداری سے پاسکل کی نگرانی کی جائے۔ اُدھر پاسکل سوچ رہا تھا، ماریہ ماسکو پہنچ گئی ہے، میڈونا کی تلاش جاری ہے۔ جلد ہی اس کا سراغ مل جائے گا۔ اب تاتیانہ کو حاصل کرنے میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔ اگر وہ دماغی توانائی حاصل کر لے گی تو پھر اُسے قابو میں کرنا مشکل ہوگا۔

تاتیانہ کار ڈرائیو کرتی ہوئی اپنی رہائش گاہ تک آئی۔ پاسکل اُس کے دماغ میں بھی تھا اور اپنی کار میں اس کا تعاقب بھی کر رہا تھا۔ وہ اپنے بیڈ روم میں جا کر لباس اتارنے کے بعد باتھ روم میں آئی اور غسل کرنے لگی۔ پاسکل کو اطمینان ہو گیا، وہ غسل سے فارغ ہو کر ہی باہر آسکتی تھی۔ اس نے دبے پاؤں اس کی رہائش گاہ میں آکر بیڈ روم کی جانب دیکھا پھر کچن میں آیا۔ جیب سے ایک ڈبیا نکال کر اس کے سفوف کو ملک پاؤڈر میں ملا دیا۔ وہ غسل کے بعد چائے یا کافی پینے کے لیے ملک پاؤڈر استعمال کرنے والی تھی۔ اس کے استعمال کے بعد وہ اعصابی کمزوری میں مبتلا ہو جاتی۔ پھر اس کی جسمانی اور دماغی تمام صلاحیتیں کسی کام کی نہ رہتیں۔ وہ اپنی آنکھوں سے اپنے لٹنے کا تماشا دیکھتی اور ہزار کوششوں کے باوجود اپنا بچاؤ نہ کر پاتی۔

وہ کچن سے اپنا کام کر کے باہر آگیا۔ وہاں سے کچھ دُور اپنی کار میں آکر بیٹھنے کے بعد تاتیانہ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ آرمر بھی تاتیانہ کے دماغ میں تھا۔ جب وہ غسل کے ارادے سے لباس اتارنے لگی تو وہ سونیا کے پاس آگیا اور اس کے متعلق رپورٹ دینے لگا۔ اُسے معلوم نہیں تھا کہ پاسکل کس شیطانی منصوبے پر عمل کر رہا ہے۔ وہ تاتیانہ کے دماغ سے صرف اتنا معلوم کر سکا تھا کہ ایک بار پاسکل نے اُسے پھانسنے کی ناکام کوشش کی تھی۔ اس سے زیادہ وہ کچھ نہیں جانتا تھا۔

سونیا نے تمام باتیں سننے کے بعد کہا "پاسکل کسی وجہ سے غیر حاضر ہوگا تو وہ دشمن تاتیانہ کو نقصان پہنچائے گا۔ تمہیں وہاں رہنا چاہیے۔"

"میں کیسے جا سکتا ہوں۔ وہ غسل کر رہی ہے۔"

"وہ عملی میدان میں ایک سپاہی کی طرح زندگی گزارتی ہے، نہانے اور میک اپ کرنے میں زیادہ وقت ضائع نہیں کرے گی۔ تم جاؤ۔"

اس نے آکر دیکھا۔ وہ غسل کے بعد دوسرا لباس پہن چکی تھی اور اب کچن کی طرف جا رہی تھی۔ اگر خود نہ جاتی تو پاسکل اس کے اندر چائے پینے کی خواہش پیدا کرتا۔ لیکن قدرتی طور پر ایسی خواہش ہوتی ہے۔ سردیوں میں اکثر لوگ غسل کرنے کے بعد چائے یا کافی پیتے ہیں۔ اس نے چائے تیار کی، پیالی میں چینی اور ملک پاؤڈر ڈالا۔ پھر چائے ڈال کر چمچ ہلاتی ہوئی بیڈ روم میں آکر بیٹھ گئی۔

چائے پینے کے بعد سونیا کے پاس جانے کا ارادہ تھا۔ چند گھونٹ پینے کے بعد اُسے چائے کا ذائقہ عجیب سا لگا۔ وہ پیالی میز پر واپس رکھنا چاہتی تھی لیکن پاسکل نے اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ آرمر کو تب پتا چلا کہ کوئی تاتیانہ کے دماغ پر چھایا ہوا ہے اور وہ بے اختیار ناپسندیدہ چائے کو حلق سے اتار رہی ہے۔

اُس نے سونیا کے پاس آکر یہ بات بتائی پھر پوچھا "کیا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

مجھے اس کے کام آنے کے لیے خود کو ظاہر کرنا چاہیے؟"
"خود کو ہرگز ظاہر نہ کرنا۔ دشمن خیال خوانی کرنے والا اسے تنہا رہائش گاہ میں ٹریپ کرنا چاہتا ہے۔ تم اُسے وہاں سے بھگاؤ اور میرے پاس پہنچا دو۔"

آرمر نے واپس آکر دیکھا۔ وہ چائے پینے کے بعد کمزوری محسوس کر رہی تھی اور سمجھ رہی تھی کہ ٹریپ کی جا رہی ہے۔ آرمر کے کچھ کہنے سے پہلے ہی وہ اُٹھ گئی، تیزی سے چلتی ہوئی بیڈ روم میں آئی۔ کار کی چابی لی، پھر لڑکھڑاتی ہوئی باہر اپنی کار میں پہنچ گئی۔ ایسے وقت وہ اچھی طرح سمجھ رہی تھی کہ دشمن سے صرف سونیا نجات دلا سکتی ہے۔

پاسکل تھوڑی دیر کے لیے دماغی طور پر حاضر ہو گیا کیونکہ وہ ایک لمبی ڈرائیونگ کے بعد رہائش گاہ کے پیچھے آکر اپنے چہرے پر ماسک چڑھا کر تاتیانہ کی خوابگاہ میں جانا چاہتا تھا تاکہ وہ اپنے لوٹنے والے کو پہچان نہ سکے۔ اسے یقین تھا، وہ کمزوری کے باعث رہائش گاہ سے باہر نہیں نکل سکے گی لیکن تھوڑی دیر بعد وہ حیران رہ گیا۔ تاتیانہ کمزوری کے باوجود کار ڈرائیو کرتی ہوئی جا رہی تھی۔ اُس نے دماغ پر قبضہ جمانا چاہا مگر ناکام رہا۔ یہ ناکامی بتا رہی تھی کہ کسی اور نے قبضہ جما رکھا ہے یا وہ غیر معمولی قوتِ ارادی سے ڈرائیو کرتی جا رہی ہے۔

آرمر خیال خوانی کے ذریعے اس میں دماغی توانائی پیدا کر رہا تھا۔ پاسکل اس کی موجودگی کو سمجھ نہیں سکتا تھا۔ لیکن تاتیانہ کا یہ خیال پڑھ چکا تھا کہ وہ پناہ کے لیے سونیا کے پاس جا رہی ہے۔ کیوں کہ وہ دشمن خیال خوانی کرنے والے پر شبہ کر رہی ہے۔ سونیا نے دوبار اُسے بچایا تھا لہٰذا تیسری بار بھی اُس کے پاس ہی جا رہی تھی۔

پاسکل خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا مریم کے پاس پہنچا۔ اس نے مریم کے دماغ پر قبضہ جمایا، وہ اس کی مرضی کے مطابق ماریہ کے کمرے میں گئی۔ پھر ایک گلدان اٹھا کر پیچھے سے اس کے سر پر ضرب لگائی۔ وہ چکرا کر گر پڑی۔ اُس نے مریم کے ذریعے ٹٹول کر اُسے دیکھا، پتا چلا وہ بے ہوش ہو گئی ہے۔

پھر اس نے مریم کو بیڈ پر لا کر سُلا دیا۔ صرف دو منٹ کی کوشش کے بعد وہ گہری نیند سو گئی۔ پھر وہ نادیہ (سونیا) کے پاس آیا۔ وہ جانتا تھا، اس پر بڑی مشکل سے قابو پا سکے گا مگر ضرور قابو پا لے گا۔ وہ سو رہی تھی، پاسکل خوش ہو گیا۔ اس نے اُس کے خوابیدہ دماغ کو اپنے قبضے میں کر کے اور گہری نیند سلا دیا۔ اب میدان صاف ہو چکا تھا۔

تاتیانہ بڑی مشکلوں سے ایک طویل فاصلہ طے کرتی ہوئی سونیا کی رہائش گاہ تک آئی۔ کار سے اُتر کر ڈگمگاتی ہوئی برآمدے میں پہنچی۔ کمزوری کے باعث کھڑے ہونے کی بھی سکت نہیں تھی۔ آرمر کسی طرح اُسے سنبھال رہا تھا۔ اس نے کال بیل کا بٹن دبایا۔ دیوار کا سہارا لیتی ہوئی دروازے تک پہنچی۔ دروازے کا سہارا لینا چاہا تو وہ کھلتا چلا گیا۔ آرمر کو تعجب ہوا کہ کال بیل کی آواز سُن کر کوئی دروازے تک کیوں نہیں آیا۔ اس نے سونیا کو مخاطب کیا تو مزید حیران ہوا، وہ گہری نیند میں تھی۔ اس نے آواز دی۔ لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوئی۔ اس نے ماریہ کی خبر لی، پتا چلا، وہ بے ہوش ہے۔ مریم کے پاس پہنچا تو وہ بھی گہری نیند میں تھی۔

بات صاف تھی، دشمن نے سب کو غفلت کی نیند سلا دیا تھا۔ آرمر یہ ماننے کو تیار نہیں تھا کہ سونیا پر کوئی عمل کر سکتا ہے۔ وہ تاتیانہ کے پاس آیا۔ پتا چلا کوئی شخص چہرے پر ماسک پہنے ہوئے ہے۔ اس نے تاتیانہ کو بازوؤں میں اٹھا لیا ہے اور ایک خواب گاہ کی طرف جا رہا ہے۔ وہ بے بسی سے کراہ رہی ہے۔ موت سے پنجہ لڑانے والی بڑی نقاہت سے دشمن کو مار رہی ہے مگر دشمن پر کوئی اثر نہیں ہو رہا ہے۔ آرمر پھر سونیا کے پاس آیا اور بولا "مادام! اٹھیے! دشمن اس چار دیواری کے اندر ہے۔ تاتیانہ کو اُٹھا کر ایک بیڈ روم میں لے گیا ہے۔"

وہ اُٹھ کر بیٹھتے ہوئے بولی "میں یہی جاننا چاہتی تھی کہ دشمن اسے ٹریپ کرنے کے بعد کیا سلوک کرنا چاہتا ہے۔"

وہ تیزی سے اُٹھ کر چلتی ہوئی دوسری خواب گاہ میں پہنچی۔ پاسکل نے تاتیانہ کو بستر پر پھینک دیا تھا۔ وہ نقاہت سے بول رہی تھی "تم کیسے مرد ہو۔ ایک عورت سے مقابلہ کرتے ہوئے ڈرتے تھے۔ اس لیے میری چائے میں کوئی دوا ملا دی۔"

وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا "تم بہت مغرور اور خود سر ہو کسی مرد سے قریب ہونا نہیں چاہتی تھیں۔ آج میں تمھاری ہی نظروں میں تمھیں گرا دوں گا۔"

یہ کہتے ہی اس نے تاتیانہ کے گریبان پر ہاتھ ڈالا۔ پھر لباس کے اس حصے کو ایک جھٹکے سے پھاڑ ڈالا۔ اس کے بعد پوچھا "کہاں گئی تمھاری وہ طاقت اور ذہانت جس کے بل پر تم ناقابلِ شکست کہلاتی تھیں۔ آج نہ تم خود کو بچا سکتی ہو، نہ کوئی تمھیں بچانے یہاں آ سکتا ہے۔"

اس نے پھر لباس پھاڑنے کے لیے ہاتھ بڑھایا، اسی وقت ایک ہاتھ اُس کے مُنہ پر پڑا۔ وہ مار کھا کر پیچھے گیا پھر سونیا کو دیکھ کر بوکھلا گیا "تت... تم نادیہ! تم بیدار ہو؟"

تاتیانہ اُسے دیکھ کر خوش ہو گئی تھی۔ سونیا نے کہا۔ "ایک تو تم نے اس بے چاری کو بے دست و پا کر دیا۔ دوسرے نقاب پہن کر آئے ہو۔ کون ہو تم؟ ذرا اپنا اصلی چہرہ تو دکھاؤ۔"

پاسکل نے اچانک حملہ کیا، مگر وہ سونیا تھی۔ اچانک حملہ اسے کہتے ہیں جو مدِ مقابل کی بے خبری میں ہو اور سونیا کبھی بے خبر یا غافل رہنے کی حماقت نہیں کرتی تھی۔ پاسکل اچھا فائٹر تھا۔ ناکامی کے بعد اس نے دوسرا حملہ کیا، پھر مان گیا کہ نادیہ کچھ کم نہیں ہے۔ وہ دو لاتیں کھا کر دیوار سے جا کر ٹکرا گیا تھا۔ اس نے سوچا "اب ایک زبردست حملہ کروں گا پھر بھاگ نکلوں گا، ورنہ لڑائی کے دوران نقاب چہرے سے ہٹ سکتا ہے۔ میری اصلیت کا پتا نہیں چلنا چاہیے۔"

وہ پینترے بدلتا ہوا مقابلے پر آیا۔ سونیا نے ایک ہاتھ بڑھا کر کہا "کیوں وقت ضائع کرتے ہو۔ ایک بار پنجہ لڑاؤ۔ جیت جاؤ تو چلے جانا۔ میں تمھارا راستہ نہیں روکوں گی۔"

عورت سے پنجہ لڑانا شرم کی بات ہے۔ لیکن وہاں سے فرار ہونے کے لیے یہ لازمی تھا۔ بھلا عورت کا ہاتھ موڑنا کون سی بڑی بات تھی۔ اس نے سونیا کی انگلیوں میں انگلیاں پھنسائیں۔ پہلی ہی گرفت میں یوں لگا جیسے آہنی سلاخوں میں انگلیاں پھنسا بیٹھا ہو۔ اس نے ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی تو حلق سے چیخ نکل گئی۔ انگلیوں کی ہڈیاں کڑکڑانے لگی تھیں۔

اس نے دوسرے ہاتھ سے حملہ کیا۔ سونیا نے اس ہاتھ کی انگلیوں کو بھی گرفت میں لے لیا۔ اُس کے دونوں ہاتھ بندھ گئے تھے۔ وہ اچھی طرح سمجھ گیا تھا کہ خود کو چھڑا نہیں سکے گا۔ بڑی تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا "تم کیا بلا ہو۔ چھوڑ دو مجھے۔ مجھ سے دوستی کر لو۔ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں، تمھاری ہر خواہش پوری کروں گا۔ اوہ مائی گاڈ! میری انگلیاں ٹوٹ جائیں گی۔"

سونیا نے کہا "تاتیانہ! یہ تکلیف کی شدت سے اصل آواز اور لہجے میں بول رہا ہے۔ تم نے اسے یقیناً پہچان لیا ہوگا۔"

"ہاں، یہ پاسکل ہے۔ مجھے یہ کہتے ہوئے شرم آ رہی ہے کہ یہ ہمارے ملک کا وفادار ہے۔ یہ شیطان کا بچہ میری عزت کی دھجیاں اُڑانے آیا تھا۔ میں نارمل ہو کر اسے کتے کی موت مار سکتی ہوں۔ لیکن میں اس کیس کو ملٹری کورٹ تک پہنچاؤں گی۔ اسے جانے نہ دو۔ صرف زخمی کر کے یہاں پھینک دو۔ میں نمبر بتاتی ہوں۔ میرے ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ کو صورتِ حال سمجھا دو۔"

سونیا نے بڑی سفاکی سے مسکرا کر پاسکل بوبا کو دیکھا پھر دونوں ہاتھوں کو زور کا جھٹکا دیا۔ اس کے حلق سے چیخیں نکلنے لگیں۔ دس انگلیوں میں سے نہ جانے کتنی انگلیوں کی ہڈیاں کڑکڑاہٹ کی آواز کے ساتھ ٹوٹ گئی تھیں۔

وہ بہ دستور سجدے کی حالت میں جھکی ہوئی تھی اور پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔ اس کے قریب ہی بستر پر بھرا ہوا ریوالور پڑا ہوا تھا۔ پارس حیرانی سے اور ٹٹولتی ہوئی نظروں سے اُسے دیکھ رہا تھا۔ اُس کا خیال تھا، وہ جلد ہی سجدے سے اُٹھ کر بیٹھ جائے گی اور یوں رونے کی وجہ بیان کرے گی لیکن اس کے آنسو نہیں تھم رہے تھے۔

آخر وہ قریب آکر بیٹھ گیا پھر بولا "آخر تم کون ہو؟ اور اس طرح کیوں رو رہی ہو؟"

وہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ آنسو اب تک بہہ رہے تھے۔ آنکھوں کو بھگو رہے تھے۔ گلابی رخساروں کی چکناہٹ پر پھسل رہے تھے۔ اس نے پرس سے ٹشو پیپر نکال کر آنسوؤں کو خشک کیا پھر ریوالور اٹھا کر اُسے دیتے ہوئے کہا "اسے لو اور مجھے گولی مار دو۔"

پارس نے ریوالور لیتے ہوئے کہا "اتنی سی بات کے لیے رونے کی کیا ضرورت تھی۔ پہلے ہی گولی مارنے کو کہہ دیتیں۔ اب تو یہ آنکھیں آنسوؤں سے دُھل کر کنول ہو گئی ہیں۔ چہرہ تر بتر ہو کر تازہ گلاب کی طرح کھل گیا ہے۔ تم دیکھتی ہو تو نیت ڈگمگانے لگتی ہے۔ ایسے میں ہاتھ کانپ جائے گا۔ نشانہ چُوک جائے گا۔ مجھے افسوس ہے، میں تمھیں گولی نہیں مار سکوں گا۔"

"تم میری بات کو مذاق میں اُڑا رہے ہو۔ میں تم لوگوں کی دشمن تھی۔ میں نے ہی تمھارے پاپا کو گولی ماری تھی۔"

وہ ایک جھٹکے سے اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر اس سے ذرا دُور ہو کر بولا "میں کیسے یقین کروں؟"

"میرا ایک آلۂ کار رمانٹی پاشا کی کوٹھی میں گیا تھا۔ میں اُس کے دماغ میں تھی۔ جیسے ہی تمھارے پاپا نے دروازہ کھولا، میں نے آلۂ کار سے گولی چلوا دی۔"

پارس نے اُسے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا "تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو؟"

"ہاں تھوڑی دیر پہلے میں ہی تمھارے دماغ میں دوبار آئی تھی۔ تم سمجھ رہے تھے، تمھارا کوئی دشمن پریشان کر رہا ہے۔"

"یعنی تم میڈونا ہو؟"

"ہاں، میں پچھتاوے کی آگ میں جل رہی ہوں۔ میرے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ایک بزرگ نے سمجھایا کہ میں چھپ کر رہوں اور فرہاد کی فیملی کے کام آتی رہوں۔ جب میں اُن کے بُرے وقتوں میں کام آتی رہوں گی تو میرے ضمیر کا بوجھ ہلکا ہوتا رہے گا، لیکن اچانک تمھارے سامنے آکر میں اندر سے ٹوٹ رہی ہوں۔ میرا دل، میرا دماغ کہتا ہے، میں ساری عمر تم لوگوں کی خدمت کرتی رہوں گی تب بھی تمھارے پاپا کو واپس نہیں لاسکوں گی۔ مجھے مرجانا چاہیے۔ مجھے ماردو، مجھے گولی ماردو۔"

پارس نے ریوالور سیدھا کیا۔ اُسے نشانے پر رکھا پھر نفرت سے پوچھا "کیا تمھیں گولی مارنے سے پاپا واپس آجائیں گے؟"

"میں کیا جواب دوں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ بس اتنا ہی سمجھ میں آتا ہے کہ قاتلوں کو سزائے موت دی جاتی ہے۔ مجھے بھی یہی سزا دو۔"

وہ آہستہ آہستہ اُس کی طرف بڑھتے ہوئے بولا "سزا تو تمھیں ملے گی مگر یہ جھوٹ ہے کہ تم پچھتاوے کی آگ میں جل رہی ہو۔ اگر پچھتاوا ہوتا تو تم گلے میں پھندا ڈال کر دریا میں کود کر یا کسی گاڑی کے نیچے آکر مرجاتیں۔ یوں میرے پاس نہ آتیں۔"

"میں تم میں سے کسی کے سامنے اقبالِ جرم کے بعد جان دینا چاہتی تھی۔"

"اگر یہ بات ہے تو لو یہ ریوالور اپنی کنپٹی سے لگاؤ اور گولی چلا دو۔"

پارس نے ریوالور کو اس کے ہاتھ میں پکڑا دیا۔ پھر اس سے دُور جاکر اسے دیکھا۔ وہ ریوالور کو اپنی کنپٹی سے لگا چکی تھی اور اسے بھیگی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔ وہ بولا "مجھ سے رحم دلی کی توقع نہ کرو۔ اور نہ کچھ سوچو، کیوں کہ مرنے والے سوچتے نہیں ہیں۔"

"میں نہ ڈرتی ہوں نہ رحم دلی کی توقع رکھتی ہوں مگر چاہتی ہوں کہ مرنے سے پہلے تم میری ایک خواہش پوری کردو۔"

"خواہش معقول ہوئی تو ضرور پوری کروں گا۔"

"یہ موت میرے لیے کوئی سزا نہیں ہے۔ یونہی مرجاؤں گی تو میری روح بے چین رہے گی۔ میرے پاس آؤ اور ایک بار میرے منہ پر تھوک دو۔ میں فوراً مر جاؤں گی۔"

"بعض نفرت انگیز افراد پر تھوکا جاتا ہے مگر تم ایسی گئی گزری ہو کہ تم پر اپنا تھوک ضائع کرنے کو بھی جی نہیں چاہتا۔ مرنا چاہتی ہو تو مرو۔ ورنہ یہاں سے چلی جاؤ۔"

میڈونا نے ایک سرد آہ بھری۔ ریوالور کو دوبارہ کنپٹی سے لگایا پھر آنکھیں بند کرتے ہوئے ٹرائیگر کو دبا دیا۔ کھٹ کی آواز کے ساتھ خاموشی چھاگئی۔ اس نے چند لمحوں تک انتظار کیا، جیسے یقین نہ ہو رہا ہو کہ ابھی وہ زندہ ہے۔ اس نے دوسری بار ٹرائیگر دبایا۔ پھر آنکھیں کھول کر پارس کو دیکھا، اس کے بعد ریوالور کو دیکھا۔ اس کا چیمبر خالی تھا۔ وہ حیرانی سے بولی "یہ بھرا ہوا تھا۔ میں نے اسے لوڈ کیا تھا!"

"میں نے اسے خالی کردیا۔"

"کیوں؟"

"اس لیے کہ تم نے جو گولی چلائی تھی، وہ آپریشن کے ذریعے نکال لی گئی تھی۔ پاپا بچ گئے تھے۔ ان کی موت دشمن خیال خوانی کرنے والوں کی وجہ سے ہوئی تھی۔ اگر ان کی طرف سے اندیشہ نہ ہوتا تو انھیں کوما میں نہ رکھا جاتا۔ کوما کی طوالت ان کی موت کا سبب ہے۔ کیا اُن دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی طرح تم بھی میرے پاپا کی تاک میں تھیں؟"

"نہیں، بالکل نہیں۔ مجھے دانیال نے تنویمی عمل کے ذریعے سحر زدہ کر رکھا تھا۔ میں خود کو بھول گئی تھی۔ اب سے چالیس گھنٹے پہلے تنویمی عمل کا سحر ختم ہوا، تب پتا چلا میں کیسی ٹھوکریں کھا رہی ہوں۔ ماسک مین کا خیال خوانی کرنے والا میرے پیچھے پڑ گیا ہے۔ وہ مجھے ماسک مین کا وفادار بنانا چاہتا ہے۔ میں کسی کی تابع دار بن کر نہیں رہنا چاہتی۔ میرے ایک بزرگ ہیں میں انھیں پاپا کہتی ہوں۔ ابھی ان کی بیٹی کے روپ میں ہوں۔ ان کا نام اورلانو ساچا ہے۔ انھوں نے نصیحت کی ہے کہ میں اپنی زندگی فرہاد کی فیملی کے لیے وقف کر دوں۔"

"اچھا تو تم اپنی زندگی وقف کرنے یہاں آئی ہو؟"

"میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ یہ تمھارا کاٹیج ہوسکتا ہے اور تم سے اچانک ملاقات ہوسکتی ہے۔"

وہ ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ سوچنے لگا "اگر یہ چاہتی تو مجھے ریوالور کا نشانہ بنا سکتی تھی۔ اسے معلوم نہیں تھا کہ چیمبر خالی ہے۔ اس کے آنسو مگرمچھ کے نہیں تھے۔ اسے شدید پچھتاوا رُلا رہا تھا اور اس نے میرے فیصلے کے مطابق خود کو گولی مارنے سے دریغ نہیں کیا تھا۔ ایسی عورتیں جب پچھتاتی ہیں اور توبہ کرتی ہیں تو پھر زندگی کی ہر آزمائش میں سچی اور وفادار رہتی ہیں۔ اسے آئندہ آزماتے رہنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔"

وہ بستر سے اُتر کر آہستہ آہستہ چلتی ہوئی آئی پھر فرش پر اُس کے قدموں کے پاس بیٹھ گئی۔ اس کے گھٹنے پر ہاتھ رکھ کر بولی "میں سمجھ گئی ہوں، تم مجھے مارنا نہیں چاہتے اور شاید معاف کرنا بھی نہیں چاہتے۔ میری ایک بات مانا چاہو تو مجھے آزمائش کے طور پر کچھ عرصے کے لیے اپنے قدموں میں رہنے دو۔ دشمنوں نے تمھاری ماما اور جوجو کو اغوا کیا ہے۔ میں اپنی ٹیلی پیتھی اور تمھاری ذہانت کے ذریعے انھیں دشمنوں کی قید سے نکال لاؤں گی۔ مجھ پر ایک بار بھروسا کر کے دیکھو۔"

وہ بول رہی تھی، پارس اُسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے پوچھا "یہ تمھارے چہرے پر عارضی میک اَپ ہے؟"

"ہاں، میرے پاس مستقل میک اَپ کا وقت نہیں تھا۔ فی الحال اس چہرے کے پیچھے خود کو چھپا رکھا ہے۔"

میڈونا نے اس کاٹیج میں آتے ہی دروازے بند کرنے کے بعد اپنا لباس اُتار دیا تھا کیوں کہ ایک ہی لباس تھا، اسے پہن کر سونے سے شکنیں پڑ جاتیں، وہ چادر لپیٹ کر سوگئی تھی۔ اس وقت بھی چادر لپیٹے پارس کے قدموں میں بیٹھی ہوئی تھی۔ پارس نے کہا "اپنا لباس اُٹھاؤ۔ باتھ روم میں جاؤ اور میک اَپ اُتار کر آؤ۔"

وہ فوراً حکم کی تعمیل کے لیے لباس اُٹھا کر چلی گئی۔ وہ سوچنے لگا۔ ممّا روس چلی گئی ہیں۔ جوجو اور ماریہ اسی ملک میں ہیں۔ ماما امریکا میں قید ہیں۔ میں اتنے دنوں سے کوشش کر رہا ہوں کہ دشمنوں سے ٹکرانے کا کوئی بہانہ ملے اور میں ماسک مین یا سُپر ماسٹر تک پہنچ جاؤں۔ اس کے لیے شرابی بننے کی ایکٹنگ کی تاکہ دشمن مجھے ٹریپ کریں۔ ماریہ کو دشمنوں کے ساتھ جانے دیا لیکن میری جگہ ممّا ماریہ کے ساتھ چلی گئیں۔ مقدر سے اس وقت ممّا کا یہی داؤ چل رہا تھا مگر اب میڈونا کے روپ میں ایک آندھی میرے پاس آگئی ہے۔ میں تمام طوفانوں کو اپنی طرف بلاؤں گا اور یہ طوفان مجھے تنکا سمجھ کر اڑائیں گے اور میری منزل تک مجھے پہنچائیں گے۔

اس نے ریسیور اُٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ وہ جانتا تھا، علی تیمور خاموش نہیں ہوگا۔ کچھ کر گزرنے کے لیے پر تول رہا ہوگا۔ دوسری طرف فون کی گھنٹی بجتی رہی۔ علی تیمور ریسیور اٹھا نہیں رہا تھا۔ پارس نے ایک اعلیٰ افسر سے رابطہ قائم کر کے پوچھا "علی تیمور کہاں ہے؟"

اعلیٰ افسر نے جواب دیا "مسٹر علی تیمور نے اب سے تقریباً تیس گھنٹے پہلے یہ ملک چھوڑ دیا تھا۔ ہمیں علم نہیں ہے کہ وہ کہاں ہوں گے۔"

پارس نے ریسیور رکھ کر دیکھا۔ میڈونا باتھ روم سے اپنے اصلی روپ میں واپس آئی تو پہلے سے زیادہ حسین اور جاذبِ نظر لگ رہی تھی۔ جی بھر کے دیکھنے کو جی چاہتا تھا۔ وہ اسے سر سے پاؤں تک دیکھتے ہوئے بولا "تم اپنے اصل روپ میں قیامت ہو۔ لہٰذا تمھیں اسی روپ میں رہنا چاہیے۔"

وہ خوش ہو کر بولی "تم میرے حسن کی تعریف کر رہے ہو، میرے لیے اس سے بڑی بات کوئی نہیں ہوسکتی۔ میں ساری عمر اپنے اصلی روپ میں رہوں گی، لیکن دشمن پیچھے پڑ جائیں گے۔"

"کیا تم ڈرتی ہو؟"

"تم مجھے سہارا دو گے تو ٹھوکروں میں دشمنوں کو اُڑا دوں گی میں۔"

"تمھارے پاس ٹیلی پیتھی جیسا غیر معمولی علم ہے۔ میرے سہارے کی کیا ضرورت ہے؟"

"میرے پاس ذہانت نہیں ہے، تم منصوبے بنایا کرو اور مجھے حکم دیا کرو، میں تعمیل کرتی رہوں گی۔"

"میرا پہلا حکم ہے کہ اپنی باقی نیند پوری کرو۔ میں دوسرے کمرے میں جا رہا ہوں۔"

"میرے پاس ایک ہی لباس ہے، اس میں شکنیں پڑ جائیں گی۔"

پارس نے ریسیور اُٹھا کر نمبر ڈائل کیے پھر کہا "اپنا ناپ تو بتاؤ۔"

وہ بتانے لگی۔ اس نے فون پر کہا "یہ ناپ نوٹ کرو۔ اور مختلف ڈیزائن کے زنانہ ملبوسات، سینڈل اور چپلیں وغیرہ شام تک یہاں پہنچادو۔"

وہ ریسیور رکھ کر اُٹھ گیا۔ کمرے سے جاتے ہوئے بولا۔ "دروازہ اندر سے بند کرلو۔ تم آج کی رات اپنے اصلی روپ میں رہو گی اور میرے ساتھ کلبوں اور قمار خانوں میں وقت گزارو گی۔"

وہ کمرے سے باہر چلا گیا۔ نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ وہ کھلے ہوئے دروازے کو دیکھ رہی تھی اور خوش ہو رہی تھی۔ سوچ رہی تھی "میں نے پہلے کبھی نادانستگی میں ضرور کسی کے ساتھ نیکی کی ہوگی جس کا اتنا بڑا صلہ مل رہا ہے۔"

اُس نے اورلانو ساچا سے رابطہ قائم کیا اور اُسے اپنی اور پارس کی ملاقات کے بارے میں تفصیل سے ہر بات بتائی۔ وہ بولا "بیٹی! خدا تم سے خوش ہے، اسی لیے تم صحیح جگہ پہنچ گئی ہو۔ میری نصیحتیں یاد رکھو۔ غرور اور خوش فہمی سے بچا کرو۔ خود کو خاک بنالو اور پارس کے ہر حکم کی تعمیل کرتی رہو، تم رفتہ رفتہ محسوس کرو گی کہ تمھارے ضمیر پر سے بوجھ اُتر گیا ہے اور تمھیں ہر طرح کا تحفظ حاصل ہوگیا ہے۔"

"پاپا! میں آپ کی نصیحتوں پر عمل کروں گی۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"اب مجھے اجازت دو۔ میں اپنے شہر واپس جاؤں گا۔"

"نہیں پاپا! اس شہر میں اب آپ کا کوئی نہیں ہے۔ آپ یہاں رہیں گے۔ میں آپ کا خیال رکھوں گی۔ آپ کل بینک جائیں اور اپنے نام سے اکاؤنٹ کھولیں۔ اُس اکاؤنٹ میں رقم جمع ہوتی رہے گی اور آپ دل کھول کر خرچ کرتے رہیں گے۔ وِل پاپا! پھر آؤں گی خدا حافظ۔"

اُس نے رابطہ ختم کر دیا۔ دروازہ بند کرنے کے لیے وہ آگے بڑھی تو پارس آ گیا۔ اس کی آمد سے دل دھڑکنے لگا۔ لیکن اس نے کمرے میں قدم نہیں رکھا۔ باہر سے پوچھا "کیا تم میرے دماغ میں ابھی آنا چاہتی تھیں؟"

"نہیں تو۔ میں ابھی پاپا سے باتیں کر رہی تھی۔"

"اس کا مطلب ہے وہی دشمن تھا۔ بہتر ہے تم مخصوص کوڈ ورڈز یاد رکھو تاکہ میں تمھیں اپنے دماغ میں پہچان سکوں۔"

"وہ کوڈ ورڈز کیا ہیں؟"

"تم میرے دماغ میں آیا کرو گی۔ تم ہی بتاؤ۔"

وہ ذرا دیر سوچ کر بولی "میں جب بھی آؤں گی تو کھول گی میڈونا ازمائٹی بکاز آف یو (میڈونا تمھاری وجہ سے شسندر ہے)"

"میں یہ کوڈ ورڈز یاد رکھوں گا۔"

پارس چلا گیا۔ وہ دروازہ بند کرنے کے بعد اپنے بستر پر چاروں شانے چت ہو گئی۔ نیند اُس سے کوسوں دُور تھی۔ وہ دماغ کو ہدایات دے کر گہری نیند سو سکتی تھی۔ مگر ابھی کھلی آنکھوں کے سپنے میں مزہ آ رہا تھا۔

رسونتی نے آنکھیں کھول کر دیکھا، ایک اجنبی کمرا تھا، اُس نے دماغ پر زور ڈال کر سوچا، اسے یاد نہیں آ رہا تھا کہ وہ اس کمرے میں پہلے کبھی آئی تھی۔ وہ بیڈ روم بڑی خوبصورتی سے سجایا گیا تھا۔ کسی ملک کی ملکۂ عالیہ کی خواب گاہ ہی اتنی دلکش اور خوبصورت ہو سکتی تھی۔ اُس پلنگ کا گدا اتنا ملائم اور آرام دہ تھا جیسے وہ ماں کی گود میں لیٹی ہوئی ہو۔ وہ پلنگ ایک دائرہ نما پلیٹ فارم پر تھا۔ دائیں طرف سرہانے ایک ریشمی پھندنا لٹک رہا تھا۔ اُس پھندنے سے ایک کارڈ منسلک تھا جس پر لکھا تھا "میں گول گھوم سکتا ہوں۔ ہنڈولے کی طرح جھلا سکتا ہوں اور خواب آور موسیقی سنا سکتا ہوں۔"

اس نے ریشمی پھندنے کو پکڑ کر ذرا کھینچا۔ چند سیکنڈ بعد ہی محسوس ہوا، وہ پورا پلنگ دائرہ نما پلیٹ فارم کے ساتھ بہت آہستہ آہستہ گھوم رہا تھا۔ ہلکی ہلکی موسیقی بہت بھلی لگ رہی تھی۔ وہ پلنگ بہت دھیرے دھیرے دائیں بائیں یوں ہلنے لگتا جیسے بڑی محبت سے بچے کو پالنے میں جھلایا جا رہا ہو۔

جب دائرے کا ایک چکر مکمل ہوا تو رسونتی نے ریشمی پھندنے کو پھر پکڑ کر کھینچا، اس کی گردش تھم گئی۔ موسیقی بند ہو گئی۔ خواب گاہ میں پہلے جیسا سناٹا چھا گیا۔ بائیں جانب سرہانے جو ریشمی پھندنا تھا' اس کے کارڈ پر لکھا تھا "کال می۔"

رسونتی نے اُس پھندنے کو پکڑ کر کھینچا۔ بہت دُور تک جیسے چاندی کی گھنٹیاں بجنے لگیں۔ خواب گاہ کا دروازہ آہستہ آہستہ کھل گیا کتنی ہی جوان لڑکیاں ساڑی اور بلاؤز میں نظر آئیں۔ ان سب کے پیروں میں چاندی کی پائلیں تھیں وہ چھم چھم کی آواز کے ساتھ چلتی ہوئی پلنگ کے قریب آئیں۔ پھر سروں کو جھکا کر ہاتھوں کو نمستے کے انداز میں جوڑ کر کھڑی ہو گئیں۔ ان سب نے لانبے بالوں کی چوٹیاں گوندھی ہوئی تھیں اور چوٹیوں میں سفید بیلے اور سوتیے کے پھول مہک رہے تھے۔ رسونتی اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ انھیں حیرانی سے دیکھ کر بولی "تم کون ہو؟"

سب نے ایک آواز میں کہا "ہم آپ کی داسیاں ہیں۔"

اس نے پوچھا "میں کون ہوں؟"

"آپ ہماری مالکن ہیں۔"

"مجھے یاد کیوں نہیں آتا کہ میں تمھاری مالکن ہوں؟ میرا نام کیا ہے؟"

"آپ شریمتی رسونتی دیوی ہیں۔ دشمنوں نے آپ پر حملہ کیا تھا۔ آپ کے سر پر زبردست چوٹ آئی تھی تب سے آپ پچھلی زندگی بھول گئی ہیں۔"

"یہاں میرا کوئی اپنا ہوگا۔ کوئی رشتے دار ہوگا؟"

"آپ کے پتی ٹھاکر رگھو ویر سنگھ سورگ باس ہو گئے۔ آپ بیوہ ہیں۔ آپ کی کوئی اولاد نہیں ہے۔ آپ کے صرف ایک بھائی کنور رنجیت سنگھ اور آپ کی بھاوج کماری لاج ونتی ہیں۔"

اُسی وقت ایک عورت ساڑی میں ملبوس خواب گاہ میں آئی پھر رسونتی کے سامنے ہاتھ جوڑ کر بولی "دیدی... بھگوان کی کرپا سے تم تندرست ہو گئی ہو۔ تمھارے اشنان کے لیے پانی گرم ہے۔ جلدی سے نہا لو۔ پوجا کا وقت ہو چکا ہے۔"

وہ تعجب سے بولی "یہ پوجا کیا ہوتی ہے؟"

"اوہ دیدی! تم سب کچھ بھول گئی ہو۔ تم ایک ہندو ناری ہو۔ ہندو عورتیں صبح اشنان کرنے کے بعد پہلے بھگوان کے سامنے پوجا کے لیے ہاتھ جوڑ کر بیٹھتی ہیں۔ اس کے بعد گھر گرہستی اور دنیاداری کے تمام کام کرتی ہیں۔"

"کیا تم کماری لاج ونتی ہو؟"

"جی ہاں، بھگوان کا شکر ہے، تم نے مجھے پہچان لیا ہے۔"

"میں تمھیں خاک نہیں پہچان رہی ہوں۔ سمجھ میں نہیں آتا مجھے کیا ہو گیا ہے۔ مجھے پہلے کی کوئی بات یاد نہیں آ رہی ہے۔"

"ڈاکٹروں نے بہت علاج کیا ہے۔ وہ مایوس ہو گئے ہیں، کہتے ہیں شاید کبھی حادثاتی طور پر تمھاری یادداشت واپس آ جائے ورنہ علاج کے ذریعے تم کبھی خود کو پہچان نہیں سکو گی۔"

"اوہ گاڈ! یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ کیا میرے بھائی کا نام رنجیت سنگھ ہے؟"

"جی ہاں، تمھارے بھائی میرے پتی ہیں۔ اُن سے ناشتے کی میز پر ملاقات ہوگی۔ اب چلو دیر ہو رہی ہے۔"

ایک داسی نے رسونتی کی چپلیں لا کر رکھیں۔ وہ اُٹھ کر کھڑی ہوئی تو دوسری داسی نے اس کے بدن سے نائٹی اتاری، تیسری نے ریشمی گاؤن پہنایا۔ پھر تمام داسیاں اس کے اطراف چلتی ہوئی کماری لاج ونتی کی راہنمائی میں ایک دروازے پر آئیں۔ وہ دروازہ کھلنے لگا۔ دوسری طرف نہانے کے لیے صاف و شفاف نیم گرم پانی سے بھرا ہوا حوض تھا۔ پانی کی حرارت کو اس کی پسند کے مطابق رکھا گیا۔ وہ بڑے شاہانہ انداز میں غسل کرنے کے دوران اپنے بارے میں بار بار سوچ رہی تھی مگر اُسے کچھ یاد نہیں آ رہا تھا۔

اُس کی رہائش کے لیے ایک محل نما کوٹھی تھی۔ اس کوٹھی کے ہر حصے میں خفیہ کیمرے نصب کیے گئے تھے۔ وہاں سے دُور ایک عمارت میں نائب سپر ماسٹر اُسے ٹی وی اسکرین پر دیکھ رہا تھا۔ غسل کے بعد لاج ونتی اُسے ایک کمرے میں لے گئی۔ اس کمرے کو پوجا گھر بنایا گیا تھا وہاں شری کرشن بھگوان کی بڑی سی مورتی رکھی گئی تھی۔ ایک پجاری نے کہا "آؤ بیٹی! بھگوان کے چرنوں میں بیٹھو اور پرارتھنا کرو کہ وہ تمھیں من کی شانتی اور دھرم کا پالن کرنے کی شکتی دے۔ تم اوّل ہندو ہو، آخر ہندو ہو۔ تم نے ایک ہندو گھرانے میں جنم لیا تھا۔ ایک مندر میں تمھاری پرورش ہوئی۔ تم اس مندر میں جوان ہوئیں مندر میں تم نے یوگا اور ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا۔ ایک مسلمان فرہاد علی تیمور نے تمھارے ساتھ چھل کپٹ کیا۔ تمھیں ہندو سے مسلمان بنا دیا۔ بھگوان کی لیلا نیاری ہے، وہ دودھ کو دودھ اور پانی کو پانی ہی رہنے دیتا ہے، تم پھر اپنے دھرم کی طرف واپس آ گئی ہو اور وہ فرہاد علی تیمور کتے کی موت مارا گیا ہے۔"

رسونتی نے پوچھا "پجاری جی! یہ فرہاد کون تھا؟"

"وہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا شیطان تھا۔ تم سے شادی کرنا چاہتا تھا لیکن ٹھاکر رگھو ویر سنگھ جی نے اُسے مقابلے میں شکست دی۔ تمھیں اس سے چھین کر لے آئے۔ انھوں نے تم سے شادی کی مگر افسوس چند برسوں کے بعد فرہاد سے پھر مقابلہ ہوا۔ اُس شیطان نے تمھارے پتی کو مار ڈالا۔ تمھارا سہاگ چھین لیا مگر خود تمھارے وفادار بھائی رنجیت سنگھ کے ہاتھوں مارا گیا۔ تمھیں رفتہ رفتہ اپنی پچھلی زندگی کے بارے میں سب کچھ معلوم ہوتا رہے گا۔"

پجاری اتنا کہہ کر پوجا کرانے لگا۔ ایک ڈیگر نے نائب سپر ماسٹر کے پاس آ کر کہا "میں رسونتی کے دماغ سے آ رہا ہوں۔ ابھی وہ اُلجھی ہوئی ہے۔ اس کے باوجود اپنے شوہر رگھو ویر سنگھ کے قاتل فرہاد سے نفرت کر رہی ہے۔ پوجا کرتے ہوئے دل کی گہرائیوں سے کہہ رہی ہے کہ میرا سہاگ چھیننے والا فرہاد مر چکا ہے لیکن میں اس کے خاندان والوں کو زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ اسے یقین نہیں ہے کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ پوجا کے بعد اپنی اس صلاحیت کو آزمانا چاہتی ہے۔ دوسرا ڈیگر اس کے دماغ میں موجود ہے۔ وہ بدستور خاموش رہ کر اسے خیال خوانی کی پرواز کا طریقہ بتائے گا۔"

پوجا کے بعد یہی ہوا۔ رسونتی نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر آسانی سے پجاری کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اُس پجاری کی سوچ نے کہا "وہ ذاتی طور پر رسونتی کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ جو اُسے بتایا گیا تھا، وہی رسونتی کے سامنے بیان کر رہا تھا۔"

اس نے پوچھا "میرے بارے میں کون جانتا ہے؟"

اس کے دماغ نے جواب دیا "کنور رنجیت سنگھ اور کماری لاج ونتی جانتی ہیں۔"

وہ لاج ونتی کے دماغ میں پہنچ گئی۔ لاج ونتی اور رنجیت سنگھ کے دماغوں کو تنویمی عمل کے ذریعے محدود کیا گیا تھا۔ رسونتی اُن کے چور خیالات نہیں پڑھ سکتی تھی۔ لاج ونتی کی سوچ نے بتایا "پہلے ہم ہندوستان میں رہا کرتے تھے فرہاد نے بڑی چالاکی سے دیدی رسونتی کو ٹریپ کیا۔ اُسے ہندوستان سے فرانس لے آیا۔ اُسے داشتہ بنا کر اُس کی عزت سے کھیلتا رہا۔ دیدی ہاتھ جوڑ کر پاؤں پکڑ کر گڑگڑاتی رہی کہ اُسے داشتہ نہ بناؤ۔ اس سے شادی کر لو لیکن سونیا فرہاد کی پہلی بیوی تھی۔ اُس نے شادی نہیں ہونے دی۔ اُس نے فرہاد کے لیے دو بیٹے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

پیدا ہیے ایک کا نام پارس اور دوسرے کا نام علی تیمور ہے۔ وہ دونوں بیٹے بھی رسونتی سے نفرت کرتے تھے اور اپنی ماں سونیا کی حمایت میں رسونتی پر ظلم کیا کرتے تھے۔

وہ لاج ونتی کے خیالات پڑھ رہی تھی اور غصے سے تلملا رہی تھی۔ ڈیگر اس کے دماغ میں رہ کر بھڑکا رہا تھا "اس مسلمان کے خاندان نے مجھ ہندو عورت کو برباد کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے، میں بھی ایک ایک کو چن کر صفحۂ ہستی سے مٹا دوں گی۔"

اس نے پوجا کے کمرے سے نکلتے ہوئے پوچھا "لاج ونتی! کیا تم سونیا اور اس کے دونوں بیٹوں کی تصویریں دکھا سکتی ہو؟"

"ہمارے پاس ان کی تصویریں، ویڈیو فلمیں اور ان کی پوری ہسٹری موجود ہے۔ پہلے تم ناشتا کر لو۔"

"نہیں، پہلے میں ان کی تصویریں دیکھوں گی، ان کی... آوازیں سنوں گی۔ پھر ان کے دماغ میں پہنچ کر انھیں ٹکنی کا ناچ نچاؤں گی۔ انھیں تڑپا تڑپا کر ماروں گی۔"

"دیدی! یہ اتنا ہی آسان ہوتا تو سپر ماسٹر کے خیال خوانی کرنے والے انھیں بہت پہلے فنا کر چکے ہوتے، وہ لوگ یوگا کے ماہر ہیں، سانس روک کر تمھیں دماغ سے باہر نکال دیں گے۔"

"یہ سپر ماسٹر کون ہے؟"

"وہ تمھارا اور ہمارا محسن ہے۔ تمھارے پتی کی موت کے بعد اسی نے تمھیں اپنے ملک میں پناہ دی ہے، یہ محل اسی کا ہے، وہی تمھارے شاہانہ اخراجات برداشت کرتا ہے۔"

"وہ میرے لیے یہ سب کچھ کیوں کر رہا ہے؟"

"اس لیے کہ وہ مجبوروں کا ہمدرد اور مددگار ہے جب اس نے دیکھا کہ فرہاد تمھارے پتی کے بعد تمھیں بھی مار ڈالے گا یا پہلے کی طرح اپنی داشتہ بنا لے گا تو وہ تمھیں اپنے ملک میں لے آیا۔ اس کے خیال خوانی کرنے والے نے فرہاد کو مار ڈالا۔ تمھاری سلامتی اور عزت اسی میں ہے کہ تم سپر ماسٹر کی وفادار بن کر رہو اور اس کی مدد سے سونیا اور اس کے بیٹوں کو ٹھکانے لگانے کی کوشش کرتی رہو۔"

"میں سپر ماسٹر سے ملوں گی اور اس کا شکریہ ادا کروں گی۔"

وہ ڈائننگ روم میں آئی۔ وہاں ایک بڑی مونچھوں والے جوان نے سر جھکا کر دونوں ہاتھ جوڑ کر پرنام کیا پھر پوچھا۔ "کیا دیدی اپنے پیارے بھائی رنجیت سنگھ کو پہچان رہی ہیں؟"

رسونتی نے کہا "میں نے تمھارا ذکر سنا ہے، میری یادداشت اس قابل نہیں ہے کہ میں تم سے مل کر بہت زیادہ خوشی کا اظہار کروں۔ ویسے یہ میرے لیے اطمینان کی بات ہے کہ میں اپنوں میں ہوں۔"

وہ ایک میز کے اطراف بیٹھ کر ناشتا کرنے لگے۔ اس دوران رنجیت سنگھ سپر ماسٹر کے گن گاتا رہا اور رسونتی کو اس سے وفاداری پر مائل کرتا رہا۔ ڈیگر یہی کام اس کے دماغ میں رہ کر انجام دے رہا تھا۔ وہ کافی پینے کے بعد ایک کمرے میں آئے۔ وہاں رسونتی کو سونیا، پارس، علی تیمور، یومی، دانشور کی اور آرمر کی تصویریں دکھائی گئیں۔ بڑے سے اسکرین پر ان کی ویڈیو فلمیں بھی دکھائی گئیں۔ اس نے سب سے پہلے سونیا کے دماغ میں پہنچنا چاہا مگر ناکامی ہوئی۔ اس نے کوڈ ورڈز پوچھے رسونتی نہ بتا سکی۔ سونیا نے سانس روک لی۔ وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر بولی "رنجیت! وہ سونیا مجھ سے کوڈ ورڈز پوچھ رہی تھی۔ کیا ہمارے درمیان کوڈ ورڈز کا تبادلہ ہوتا تھا؟"

رنجیت نے کہا "جب تک تم اُن کی وفادار تھیں تب تک خیال خوانی کے ذریعے اُن کے لیے بڑے بڑے کام کرتی تھیں۔ اُن کے دماغ میں آنے کے لیے کوڈ ورڈز مقرر تھے اور وہ الفاظ یہ تھے "رسونتی ٹو کس یور مائنڈ" تم یہ الفاظ سونیا اور اس کے بیٹوں کے دماغ میں ادا کرو۔ ہو سکتا ہے، وہ تم سے باتیں کرنے پر آمادہ ہو جائیں۔"

لاج ونتی نے پوچھا "مگر دیدی! تم ان سے کیا بات کرو گی؟"

رسونتی نے جواب نہیں دیا۔ فوراً خیال خوانی کی پرواز کی پھر سونیا کے دماغ میں پہنچتے ہی بولی "رسونتی ٹو کس یور مائنڈ۔"

سونیا نے کہا "یہ بہت پرانے کوڈ ورڈز ہیں، سپر ماسٹر کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تمھارے دماغ سے یہی کچھ معلوم ہو سکا ہے۔ بہر حال تم بہت انتظار کر لینے کے بعد آئی ہو۔ بولو کس حال میں ہو اور کہاں ہو؟"

"یہ نہ پوچھو میں کہاں ہوں کیوں کہ موت کہیں بھی ہو مرنے والے سے زیادہ دور نہیں ہوتی۔ میں تمھیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

"مجھے اندازہ تھا دشمن تمھیں یہی کینگی سکھائیں گے اور تم اُن کے اشاروں پر ناچنا شروع کر دو گی۔"

"جب تک میں مجبور تھی، تم نے اور فرہاد نے مجھے اپنے اشاروں پر نچایا۔ وہ مجھے اپنی داشتہ بنا کر میری عزت سے کھیلتا رہا اور تم خوش ہوتی رہیں۔ تمھارے دونوں بیٹے مجھ سے نفرت کرتے رہے۔ یاد رکھو ابھی میں تمھیں زندہ رکھوں گی اور تمھاری آنکھوں کے سامنے تمھارے بیٹوں کو کتے کی موت ماروں گی۔"

"خدا تم پر رحم کرے۔ سپر ماسٹر نے تمھیں بہت زہریلا بنا دیا ہے۔ فی الحال میری کوئی نصیحت تم پر اثر نہیں کرے گی۔ تمھیں ہم پر نہ سہی خدا پر تو بھروسا ہے۔ اس معبود کے آگے ہاتھ پھیلا کر دعا مانگو کہ وہ تمھیں سچ اور جھوٹ کو..."

وہ بات کاٹ کر بولی "شٹ اپ۔ خدا ہو گا تمھارا۔ میں جنم سے ایک ہندو عورت ہوں۔ تم نے اور فرہاد نے مجھے تباہ کرنے کی ناکام کوششیں کیں لیکن میں ناکام نہیں رہوں گی۔ جاؤ اور اپنے بیٹوں کو بچا سکتی ہو تو بچا لو۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہوئی۔ کنور رنجیت سنگھ نے کہا۔ "دیدی! تم بہت غصے میں نظر آ رہی ہو۔"

وہ ڈانٹ کر بولی "خاموش رہو۔ میں غصے میں بھول گئی کہ سونیا کے دماغ میں زلزلے پیدا کر سکتی ہوں۔ ٹھہرو میں ابھی آتی ہوں۔"

وہ پھر سونیا کے پاس پہنچی پھر ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر اس کے دماغ کو زور کا جھٹکا پہنچایا مگر کچھ نہ ہوا۔ سونیا نے پوچھا "رسونتی! کیا یہ حماقت تم کر رہی ہو؟"

وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر حیرانی سے بولی "میری... ٹیلی پیتھی کا ہتھیار اُس پر اثر کیوں نہیں کرتا ہے؟"

اس کا سبب ڈیگر کی سمجھ میں بھی نہیں آیا۔ وہ سونیا سے گفتگو کے دوران رسونتی کے دماغ میں تھا پھر سونیا کے دماغ میں پہنچ کر یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتا رہا کہ وہ پیرس میں ہے یا ماسکو میں ہے۔ اس کی سوچ سے کوئی جواب نہیں ملا۔ اس کا دماغ بتا رہا تھا کہ وہ دھواں دھواں سے ماحول میں ہے اور کس جگہ ہے، یہ دھوئیں کے باعث سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

جب رسونتی اسے دماغی جھٹکا پہنچانے میں ناکام رہی تو ڈیگر نے خود بھی کوشش کی۔ اُسے دماغی اذیتوں میں مبتلا کرنے کی ہر ممکن تدبیر کرتا رہا۔ آخر سونیا نے ناگواری سے "اونہہ" کہہ کر سانس روک لی تھی۔

یہ بات اس نے دوسرے ڈیگر اور سپر ماسٹر کو بتائی۔ سپر ماسٹر نے کہا "وہ عورت ناقابلِ فہم ہے۔ اسی لیے میں تم دونوں کو ابتدا سے سمجھاتا آ رہا ہوں، کبھی اس سے ٹکرانے کی حماقت نہ کرو۔ اگر تقدیر کبھی اسے سامنے لے آئے تو اس سے کترا کر نکل جاؤ۔ تم دونوں میرے پاس ٹیلی پیتھی کے آخری ہتھیار ہو، میں تم میں سے کسی کو اس کے ہاتھوں مرتے نہیں دیکھنا چاہتا۔"

اُدھر رسونتی اپنی خواب گاہ میں آئی پھر ایک شاہانہ طرز کی آرام دہ کرسی پر بیٹھ کر بولی "میں تنہائی چاہتی ہوں یہاں سے جاؤ۔"

لاج ونتی اور رنجیت سنگھ وہاں سے چلے گئے، ایک ڈیگر پھر اس کے دماغ میں آ گیا۔ اُس پر تنویمی عمل کے دوران اس کے دماغ کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ دونوں ڈیگر کو اپنے اندر کبھی محسوس نہیں کرے گی، ان کے علاوہ کوئی بھی سوچ کی لہر آئے گی تو وہ بے اختیار سانس روک لیا کرے گی۔ اس وقت اُس نے آنکھیں بند کیں، پارس کو تصور میں دیکھا، اس کی آواز اور لہجے کو گرفت میں لیا، پھر دماغ میں پہنچتے ہی بولی "رسونتی ٹو کس یور مائنڈ۔"

پارس نے خوش ہو کر کہا "اوہ ماما! خدا کا شکر ہے، میں آپ کی آواز سن رہا ہوں۔ آپ کہاں ہیں؟"

وہ بولی "مجھے ماما نہیں، اپنی موت کہو۔"

"پلیز، آپ چند سیکنڈ کے بعد تشریف لائیں۔"

اس نے سانس روک لی، رسونتی کو دماغ سے باہر کیا۔ پھر میڈونا سے کہا "ابھی ماما میرے دماغ میں بول رہی تھیں۔ اُن کے تیور دشمنوں جیسے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ سپر ماسٹر نے ان کی برین واشنگ کی ہے، تم میرے اندر آؤ اور میرے دماغ پر قبضہ جمائے رکھو تاکہ وہ دماغی جھٹکے پہنچانے میں ناکام رہیں۔"

میڈونا نے اس کی ہدایت پر عمل کیا۔ جیسے ہی اس نے قبضہ جمایا، رسونتی دوبارہ وہاں آ گئی، نفرت سے بولی "تمھاری ماں فی الحال مجھ سے بچ گئی، تم نہیں بچ سکو گے۔"

یہ کہتے ہی اُس نے دماغ میں زلزلہ پہنچانے کی تکنیک استعمال کی۔ ڈیگر نے بھی یہی کیا۔ پھر پارس نے سانس روک لی۔ رسونتی کی سمجھ میں نہیں آیا لیکن ڈیگر نے سمجھ لیا کہ کوئی خیال خوانی کے ذریعے پارس کی حفاظت کر رہا تھا اور اس کے خیال کے مطابق وہ آرمر ہی ہو سکتا تھا۔

وہ آرمر کے دماغ میں آیا۔ آرمر نے پوچھا "تم کون ہو؟"

وہ بولا "میں کوئی بھی ہوں، یہ پوچھنے آیا ہوں کب تک پارس کی حفاظت کر سکتے ہو؟"

"میں کچھ سمجھا نہیں!"

"کیا تم ابھی پارس کے دماغ میں رہ کر اس کی حفاظت نہیں کر رہے تھے؟"

"یہ دنیا جانتی ہے کہ میں کبھی جھوٹ نہیں بولتا اور سچ یہ ہے کہ میں نے پچھلے کئی گھنٹوں سے خیال خوانی نہیں کی ہے۔"

"پھر وہ پارس کے دماغ میں کون تھا؟"

"خدا گواہ ہے، میں نہیں جانتا۔"

"کیا وہ جوجو ہو گی؟"

"اگر وہ پارس کے پاس آئے گی تو میرے پاس بھی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

آئے گی۔ مَیں صرف اس کا بھائی نہیں، باپ بھی ہوں لیکن وہ خیال خوانی نہیں کر رہی ہے۔ مَیں اس کے دماغ میں جانا چاہتا ہوں، وہ سانس روک لیتی ہے۔"

"ہوسکتا ہے، وہ تم سے نہیں صرف پارس سے رابطہ رکھنا چاہتی ہو۔"

"پارس جوجو کے لیے میری محبت کو سمجھتا ہے۔ اگر وہ اس سے رابطہ رکھتی تو پارس مجھ سے یہ بات کبھی نہ چھپاتا۔ پہلی فرصت میں مجھے اس کی خیریت سے آگاہ کرتا۔"

ڈیگرا اس کے دماغ سے آگیا۔ دوسرے ڈیگر نے آکر کہا "مَیں بھی آرمر کے دماغ میں پہنچ گیا تھا اور اس کے چور خیالات پڑھ رہا تھا۔ وہ سچ کہہ رہا ہے۔ تھوڑی دیر پہلے وہ پارس کے پاس نہیں تھا۔ جوجو بھی نہیں ہوسکتی۔ ماسک مین کا خیال خوانی کرنے والا جوجو کی سختی سے نگرانی کر رہا ہوگا۔"

"ہمیں یہ اسرار معلوم کرنا چاہیے کہ ابھی پارس کے دماغ میں کون تھا؟"

"فی الحال رسونتی کے پاس چلو، اب وہ علی تیمور سے باتیں کر رہی ہوگی۔"

وہ دونوں رسونتی کے دماغ میں آئے۔ وہ غصے سے علی تیمور کو گالیاں دے رہی تھی۔ پتا چلا، وہ بار بار اس کے دماغ میں جاتی رہی اور وہ سانس روک کر اُسے بھگاتا رہا۔ اس نے کوڈ ورڈز ادا کیے اس کے باوجود اس نے دماغ میں اسے ٹھہرنے نہیں دیا۔ ہر بار سانس روکتا رہا۔

ڈیگر اینڈ ڈیگرا اچھی طرح جانتے تھے کہ علی تیمور اپنی ماں کو بہت چاہتا ہے۔ بے انتہا چاہت کے باوجود وہ ماں کو دماغ میں جگہ نہیں دے رہا تھا۔ اس نے خیریت کا ایک لفظ بھی ادا کرنے کی زحمت نہیں کی تھی۔ ماں دشمن کی قید میں تھی، اس کی بھی پروا نہیں تھی۔ بس وہ یوں سانس روکتا رہا تھا جیسے اسے تمام سازش کا علم ہوچکا ہو۔

ایسی بات نہیں تھی۔ وہ اس بات سے بے خبر تھا کہ اسے دل و جان سے چاہنے والی ماں جان کی دشمن بن گئی ہے۔ دراصل اُس نے طے کرلیا تھا کہ ماں کو بھی دماغ میں اس لیے نہیں آنے دے گا کہ اس کے پیچھے دشمن بھی آئیں گے اور یہ چُپ چاپ معلوم کرلیں گے کہ وہ پیرس سے فرینکفرٹ پہنچ گیا ہے اور اب عارضی میک اَپ کے ذریعے حلیہ بدل کر نیویارک جانے والا ہے۔

وہ اپنی ماں کو بچپن سے دیکھتا اور سمجھتا آیا تھا۔ وہ جلد ہی دوسروں کی باتوں میں آجایا کرتی تھی۔ اکثر غلط فیصلے کرتی تھی، وہ یہ بھی نہیں سوچے گی کہ دشمن خیال خوانی کرنے والے ماں کا سہارا لے کر بیٹے کو نقصان پہنچا سکتے ہیں، اُس نے سوچا تھا 'مَیں نیویارک جارہا ہوں۔ ماما کو نیویارک یا واشنگٹن کی کسی عمارت میں چُھپا کر رکھا گیا ہوگا۔ مَیں کسی نہ کسی طرح ماما تک پہنچ جاؤں گا۔ پہلے خود کو ان سے چُھپاؤں گا اور انھیں دشمنوں کے اثر سے نکالوں گا ورنہ وہ ان کی باتوں میں آکر مجھے بھی اُن کا قیدی بنا دیں گی۔ دانشمندی یہی ہے کہ کامیابی حاصل ہونے تک ماما سے بھی کوئی رابطہ نہ رکھا جائے۔'

وہ ایک نئے نام اور نئے چہرے کے ساتھ ایک نیا پاسپورٹ حاصل کرچکا تھا۔ شام کی فلائٹ سے روانہ ہونے والا تھا۔ وہ پیرس سے بھی نیویارک کے لیے پرواز کرسکتا تھا لیکن یہ خوب جانتا تھا کہ دشمن اُس پر نظر رکھتے ہیں۔ وہ جہاں بھی جائے گا، وہ سائے کی طرح ساتھ لگے رہیں گے۔ انھوں نے فرینکفرٹ تک بھی پیچھا کیا ہوگا جس ہوٹل میں اس کا قیام تھا، وہاں بھی اُن کی نظر ہوگی اور یہ بھی ممکن تھا کہ وہ اسے میک اَپ میں پہچان رہے ہوں۔ اس نے جان بوجھ کر اناڑیوں جیسا... میک اَپ کیا تھا۔ پیرس سے انھیں سمجھاتا آرہا تھا کہ علی تیمور خوش فہمی میں مبتلا ہے اور اپنی دانست میں دشمنوں کو دھوکا دے کر نیویارک جارہا ہے۔ یہ آنے والا وقت ہی بتا سکتا تھا کہ کون کس سے دھوکا کھا رہا ہے۔

جان بوجھ کر فریب کھانے کا یہ فائدہ تھا کہ دشمن اُسے دُور ہی دُور سے فریب کرتے ہوئے ضرور ماں تک پہنچائیں گے اور ماں کو اس کے سامنے مجبور اور بے بس بنا کر بیٹے کو بھی گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کریں گے۔ اس نے آرمر کو بہت پہلے سمجھا دیا تھا کہ دو دن بعد پیرس کے وقت کے مطابق دوپہر دو بجے اس سے دماغی رابطہ قائم کرے۔ اس کے لیے کوڈ ورڈز مقرر ہوگئے تھے۔ اس نے کہہ دیا تھا، مقررہ وقت سے پہلے وہ آرمر کو بھی دماغ میں نہیں آنے دے گا۔

وہ دن کے گیارہ بجے ایک بہت بڑے ڈیپارٹمنٹل اسٹور میں آیا۔ سفر کے لیے چند جوڑے کپڑے اور کچھ ضروری سامان خریدنا چاہتا تھا۔ اس کے علاوہ نگرانی کرنے والے دشمنوں کو بھی پہچاننا چاہتا تھا۔ وہ بڑے اطمینان سے خریداری کر رہا تھا۔ اپنے آس پاس محتاط نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ کبھی کبھی دُور تک نظریں دوڑاتا تھا۔ ایک بار اسٹور کے داخلی دروازے پر نظر گئی تو وہ چونک گیا۔ چند لمحوں کے لیے اُسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا۔ اس نے دوسری بار دیکھا۔ فرزانہ دکھائی دے رہی تھی۔ وہ فرزانہ جو اس کے سامنے آگ میں جل گئی تھی، جس نے اُس کی آغوش میں دَم توڑا تھا۔ وہ پھر زندہ ہوکر نگاہوں کے سامنے آگئی تھی۔ اس کے بالکل قریب سے گزرتے ہوئے زنانہ ملبوسات کے شوروم کی طرف جارہی تھی۔ اس کے ساتھ ایک بوڑھی عورت اور ایک جوان لڑکا تھا۔ وہ اسٹور کے دوسرے حصے میں جاکر نظروں سے اوجھل ہوگئی تھی لیکن علی تیمور اُس جگہ کو دیکھتا ہوا سوچ میں گم ہوگیا تھا، جہاں وہ نظروں سے اوجھل ہوگئی تھی۔

اس نے سوچا 'زنانہ ملبوسات کے شوروم میں جانا چاہیے!' مگر دماغ نے سمجھایا، یہ دشمنوں کی چال ہوسکتی ہے۔ وہ تصدیق کرنا چاہتے ہیں کہ میک اَپ کے پیچھے علی تیمور ہے اور اگر ہے تو فرزانہ کی ہم شکل کے پیچھے بے اختیار جائے گا۔ لہٰذا وہ بے اختیار ملبوسات کے شوروم میں چلا آیا۔ بیچارے دشمنوں کو مایوس نہیں کرنا چاہتا تھا۔

وہ اپنے لیے لباس کا انتخاب کر رہی تھی۔ اُس کے ساتھ آنے والا نوجوان کہہ رہا تھا "ایمی! یہ لباس تم پر خوب جچے گا!"

وہ بولی "جی نہیں، مجھے گہرا سُرخ رنگ پسند نہیں ہے۔"

بوڑھی عورت نے کہا "بیٹی! کبھی اپنے بھائی کی پسند کو بھی مان لیا کرو۔ آخر یہ مرد ہے، سمجھتا ہے کہ عورت کو کیسا پہننا چاہیے۔"

ایمی نے کہا "بے شک راجر مرد ہے، لیکن بھائی ہے۔ ایک بھائی اور کسی آئیڈیل کی پسند میں بڑا فرق ہوتا ہے۔"

راجر نے کہا "تمہارا آئیڈیل تو اس دنیا میں نہیں ہے۔ پتا نہیں تمہارے دماغ میں کیا ہے، جو بھی تم میں دلچسپی لیتا ہے، تم اسے اونہہ کہہ کر مسترد کردیتی ہو۔"

وہ ناگواری سے بولی "پلیز راجر! ہم یہاں شاپنگ کے لیے آئے ہیں۔ اس ڈیپارٹمنٹل اسٹور میں کوئی آئیڈیل نہیں ملتا جو کچھ ملتا ہے اسے خرید کر چلو۔"

علی تیمور قریب ہی کھڑا لباس پسند کرنے کے بہانے ایمی کو دیکھ رہا تھا اور اس کی باتیں سُن رہا تھا۔ اس کا نام اور لب و لہجہ فرزانہ سے مختلف تھا۔ اس کے باوجود وہ سر سے پاؤں تک فرزانہ دکھائی دے رہی تھی۔

کوئی ضروری نہیں تھا کہ یہ دشمنوں کی چال ہو۔ قدرت کے کارخانے سے کتنے ہی ہم شکل اس دنیا میں آتے ہیں زمین کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک کوئی نہ کوئی کسی نہ کسی کا ہم شکل نظر آہی جاتا ہے۔ ایمی، اس کی بوڑھی ماں اور راجر کی باتوں میں تصنّع کی جھلک نہیں تھی اور نہ ہی کسی طرح کی ایکٹنگ کا شبہ ہو رہا تھا۔

وہ لباس کے بعد میک اَپ کا سامان خرید رہی تھی۔

جب تک وہ شوق کی چیزیں پسند کرتی رہی، وہ اسے اِدھر اُدھر جاکر دیکھتا رہا۔ یہ جانتا تھا، مرنے والے کبھی واپس نہیں آتے، مگر اُسے لگ رہا تھا کہ وہ واپس آگئی ہے۔ وہ دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا، 'دل تو بہکنے، بہکانے اور پیار میں دھڑکنے کے لیے ہوتا ہے۔ اسے اس کے حال پر چھوڑ دینا چاہیے۔ مجھے ہمیشہ بیدار ذہن رہنا سکھایا گیا ہے۔ مَیں دماغی طور پر محتاط رہوں گا اور دل کے اعتبار سے غافل رہوں گا۔ دل شرارت میں رہے گا اور دماغ حرارت میں رہے گا۔'

لیکن پھر اچانک اس کے دیکھتے دیکھتے اور سوچتے سوچتے وہ جانے لگی۔ علی تیمور نے اپنے سامان کا بل ادا کیا پھر اس کے پیچھے تھوڑا فاصلہ رکھ کر جانے لگا۔ وہ جو کسی کے حسن و شباب میں دلچسپی نہیں لیتا تھا، سحر زدہ ہوکر پیچھے پیچھے جا رہا تھا۔

ڈیپارٹمینٹل اسٹور کے باہر فٹ پاتھ پر مردوں، عورتوں اور بچّوں کی اچھی خاصی آمد و رفت تھی۔ ایمی نے اپنی کار شاید کہیں دُور پارک کی تھی، اسی لیے وہ ماں اور بھائی کے ساتھ پیدل جارہی تھی۔ اچانک ایک جوان علی تیمور کو دھکّا دے کر دوڑتا ہوا ایمی کے پاس پہنچا۔ اُس کی ماں کو بھی ایک طرف گرا کر اس نے ایمی کا پرس چھینا، پھر بھاگنے لگا۔ اس واردات سے لوگ پریشان ہوکر ایک طرف ہوگئے تھے، پرس چھیننے والے کو بھاگنے کا صاف راستہ مل گیا تھا لیکن ایمی نے یکبارگی چھلانگ لگائی۔ فضا میں قلا بازی کھائی، پھر اس کے سر پر سے گزرتی ہوئی سامنے آکر دیوار بن گئی۔

پرس چھیننے والے کو سوچنے کا موقع نہیں ملا۔ اس کے مُنہ پر ایک کِک پڑی۔ وہ بڑی تیز اور پھرتیلی تھی۔ اس نے گھوم کر دوسری کِک ماری۔ پرس اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ وہ قریبی عمارت کی دیوار سے جاکر ٹکرایا، پھر فٹ پاتھ پر گر پڑا۔ ایمی نے اپنا پرس اٹھایا پھر اس کی جانب دیکھے بغیر اس طرح اطمینان سے جانے لگی جیسے یقین ہو کہ ایک بدمعاش کے لیے اتنی ہی خوراک کافی ہے۔

فٹ پاتھ پر اچھی خاصی بھیڑ لگ گئی تھی۔ پولیس والے اس چور کو زمین پر سے اٹھا رہے تھے۔ علی تیمور بھیڑ کو چیرتا ہوا آگے بڑھا۔ وہ اپنی کار میں بیٹھ گئی تھی اور وہ کار ایک یوٹرن لے رہی تھی۔ علی تیمور کی کار بہت پیچھے فٹ پاتھ کے کنارے تھی۔ وہاں تک جاکر ایمی کا تعاقب نہیں کیا جاسکتا تھا۔ اتنی دیر میں وہ جانے کہاں چلی جاتی۔ اس نے آس پاس نظر دوڑائی، کوئی ٹیکسی بھی دکھائی نہیں دی۔ ایمی کی کار دُور جاکر ٹریفک کے ہجوم میں گم ہوگئی تھی۔ اس نے بڑی حسرت سے کہا "آدمی کو اتنا ہی ملتا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہے جتنا تقدیر دیتی ہے اور اگر یہ دشمنوں کی مہربانی ہے تو یہ مہربانی پھر ہوگی۔“

وہ اپنی کار میں آکر بیٹھ گیا۔ اطمینان سے ڈرائیو کرتا ہوا ہوٹل پہنچا۔ وہاں اس نے ہوٹل کی کار واپس کی، بل ادا کیا پھر اٹیچی لے کر نکل پڑا۔ ابھی روانگی میں پورے پانچ گھنٹے باقی تھے۔ وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھ گیا پھر ڈرائیور سے بولا ”اپنے شہر کی سیر کراؤ۔ ایک گھنٹے بعد ائر پورٹ پہنچا دینا۔“

ٹیکسی چل پڑی۔ وہ کھڑکی سے باہر گزرتے ہوئے لوگوں کو دیکھنے لگا۔ دل کہتا تھا کہیں ایمی نظر آجائے گی۔ وہ ایک چہرہ دیکھنے کے لیے سیکڑوں ہزاروں چہرے دیکھتا چلا گیا اور مایوسی کہتی گئی۔ ”جس کی جستجو وہ مسیحا نہیں ملا۔“

ایک گھنٹے بعد وہ ائر پورٹ پہنچ گیا۔ وہاں بھی اس کی نظریں بھٹکتی رہیں۔ وہ وزیٹرز لابی کا ایک چکر لگا کر کاؤنٹر پر آیا۔ بورڈنگ کارڈ لے کر ویٹنگ روم میں پہنچا۔ وہاں بھی وہ نہیں تھی۔ اس نے ایک کولڈ ڈرنک لیا پھر پیتے ہوئے دل ہی دل میں کہا ”اس ڈرامے میں چونکا دینے والا موڑ آئے گا، اب وہ طیارے میں ضرور ملے گی۔“

جب وہ طیارے میں پہنچا تو اندازہ درست نکلا۔ وہ کھڑکی کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی اور اس کے برابر والی سیٹ علی تیمور کی تھی۔ بہت ہی گھسا پٹا ڈراما تھا۔ جس شدت سے ایمی کی تلاش تھی، اُسے پاکر اتنی خوشی نہیں ہوئی۔ وہ آرام سے سیٹ پر بیٹھ کر بولا ”ہیلو ایمی!“

اس نے چونک کر اُسے دیکھا، پھر پوچھا ”تم کون ہو؟ مجھے کیسے جانتے ہو؟“

”مس! پتا نہیں تم مسز ہو یا مس لیکن میں تمھیں مس نہیں کرنا چاہتا تھا۔ آج ڈیپارٹمنٹل اسٹور میں تمھیں دیکھا تو دل ہار گیا۔ میں تمھارے پیچھے گھر تک جانا چاہتا تھا مگر دماغ نے سمجھایا اس کی ضرورت نہیں ہے، یہ آج نیویارک تک میرے ساتھ سفر کرے گی۔“

”مجھے اُلجھی ہوئی باتیں پسند نہیں ہیں۔ سیدھا سا جواب دو، تم مجھے کیسے جانتے ہو؟“

”میرے دماغ میں کوئی آکر بولتا ہے جس کے متعلق جاننا چاہتا ہوں، وہ اس کے بارے میں پوری معلومات فراہم کردیتا ہے۔“

”کون ہے وہ؟“

”میں نے تو نہیں پوچھا کہ ابھی تمھارے دماغ میں کون بول رہا تھا۔“

وہ ذرا چونکی۔ پھر سنبھل کر بولی ”تم بکواس کر رہے ہو، معلوم ہوتا ہے، ٹیلی پیتھی کی کتابیں پڑھتے ہو یا فرہاد علی تیمور کی طرح تم بھی خیال خوانی کے خواب دیکھتے ہو۔“

”اچھا تو تم فرہاد علی تیمور کو جانتی ہو؟“

”آں۔ ہاں۔ جانتی ہوں مگر آنکھوں سے کبھی اُسے نہیں دیکھا اور جب تک آنکھوں سے نہ دیکھ لوں، یہ کبھی یقین نہیں کروں گی کہ دوسرا کوئی ہمارے دماغ میں آکر بول سکتا ہے۔“

”لیکن میرے اندر کوئی...“

وہ کہتے کہتے رُک گیا پھر ایمی سے بولا ”ذرا ایک منٹ کے لیے خاموش ہو رہا ہوں۔ وہ سوچ کے ذریعے مجھ سے کوئی خاص بات کہہ رہا ہے۔“

اتنا کہہ کر وہ خاموش ہوگیا۔ طیارے کے اندر ایک طرف یوں تکنے لگا جیسے دماغ کے اندر کسی کی خاص بات سُن رہا ہو۔ اسی وقت اس نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا پھر کہا ”میں سمجھ رہا تھا ایمی کے دماغ سے نکل کر میرے دماغ میں اس لیے آؤ گے کہ کوئی مجھ سے پرائیویٹ باتیں کر رہا ہے۔ ایسے میں میں دوسری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کروں گا۔ تمھاری احمقانہ آمد کا شکریہ، اب جاؤ۔“

اس نے سانس روک لی۔ ڈیگر باہر نکل گیا پھر ایمی کے دماغ میں آکر دوسرے ڈیگر سے بولا ”یہ شیطان کے بچے ہیں، اپنے باپ سے بھی زیادہ چالاک ہیں، اس کے دماغ میں کوئی نہیں تھا۔ اس نے ایمی کی اصلیت معلوم کرنے کے لیے باتیں بنائی تھیں اور تم نے اس کی باتوں میں آکر مجھے اس کے دماغ میں جانے کے لیے کہہ دیا۔“

”کیا واقعی اس کے اندر کوئی نہیں تھا؟“

”جب وہ اپنی ماں کو آنے نہیں دیتا تو بھلا کسی دوسرے کو کیسے آنے دے گا۔ میرے پہنچتے ہی اس نے ہم پر طنز کیا اور سانس روک لی۔“

ایمی نے علی تیمور کی چالاکی پر اُسے کن انکھیوں سے دیکھا اور سوچا ”مائی گاڈ! مجھے پارس اور علی تیمور کے متعلق بہت کچھ بتایا گیا ہے مگر اس کے شاطرانہ طریقۂ کار کو دیکھ کر پتا چلتا ہے، ابھی ان کے متعلق بہت کچھ معلوم کرنے کو رہ گیا ہے۔ کاش میں اس کی اصلی صورت دیکھ سکتی!“

ڈیگر اینڈ ڈیگر نے پوچھا ”کیا تم اس سے متاثر ہو رہی ہو؟“ وہ ناگواری سے بولی ”بکواس مت کرو، ٹیلی پیتھی سیکھ لینے سے عقل نہیں آجاتی۔ تم نے اس کے دماغ میں جانے کی غلطی کرکے کھیل بگاڑ دیا۔ میں اس بگڑی کو بنانے کی کوشش کروں گی ورنہ یہ نیو یارک پہنچنے سے پہلے ہی ہاتھوں سے نکل جائے گا۔“

”ہمیں بتاؤ تم کیا کرنا چاہتی ہو؟“

”میں تمھاری پابند نہیں ہوں، جاؤ، سپر ماسٹر سے کچھ عقل بھیک کر لاؤ۔“

”تم ہماری توہین کر رہی ہو، غلطی ہر ایک سے ہوتی ہے، آئندہ ہم محتاط رہیں گے، ہمیں بتاؤ تم اب کیا کروگی؟“

”تم دونوں پھر غلطی کر رہے ہو۔ کیا سوچنے کے لیے اتنی عقل بھی نہیں ہے کہ علی تیمور مجھے ڈیپارٹمنٹل اسٹور سے تاڑتا آرہا ہے، وہیں آرمر نے میری آواز سُنی ہوگی اور اسے بتایا ہوگا کہ میرا نام ایمی ہے اور میں اس کے ساتھ سفر کرنے والی ہوں۔“

”مگر تم سانس روک لیتی ہو۔ آرمر تمھارے دماغ میں کیسے آئے گا؟“

”میں ایسے وقت اُسے محسوس کرسکتی ہوں جب میرے دماغ میں کوئی نہ ہو مگر تم دونوں میں سے کوئی نہ کوئی آتا جاتا رہتا ہے، اس وقت بھی وہ سُن رہا ہوگا کہ میرا اگلا طریقۂ کار کیا ہوگا۔ کیا میں بتادوں؟“

”نہیں، ہم پوچھ کر دوسری بار غلطی کر رہے ہیں۔ ہم تھوڑی دیر کے لیے جا رہے ہیں۔ تم اپنے طور پر کام کرو۔“

وہ دونوں چلے گئے۔ سوچ کے ذریعے باتیں کرتے وقت ایمی کی آنکھیں بند تھیں۔ اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا پھر چونک گئی۔ علی تیمور اپنی سیٹ پر نہیں تھا۔ کیا وہ سفر کا ارادہ ملتوی کرکے طیارے سے اُتر گیا ہے؟

اس نے سر گھما کر دیکھا وہ دروازے کے پاس کھڑا ہوا ایک اسٹیورڈ سے باتیں کر رہا تھا۔ وہ جلدی سے اُٹھ کر تیزی سے چلتی ہوئی اس کے قریب آئی پھر بولی ”تم سیٹ چھوڑ کر کیوں آگئے؟“

اسٹیورڈ نے بتایا ”یہ اپنی سیٹ بدلنا چاہتے ہیں، میں کہہ رہا ہوں جہاز کو پرواز کرنے دیں۔ کوئی سیٹ خالی رہی یا کوئی سیٹ تبدیل کرنے پر راضی ہوا تو یہ جگہ بدل سکیں گے۔“

ایمی نے علی تیمور کے ہاتھ سے بورڈنگ کارڈ جھپٹ لیا پھر بولی ”سیٹ تبدیل نہیں ہوگی میری جان! محبت میں تکرار ہوتی ہی رہتی ہے۔ اس کا مطلب یہ تو نہیں ہے کہ تم مجھ سے دُور ہوکر میری انسلٹ کرو۔“

اس نے علی تیمور کے بازو کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ اسٹیورڈ نے کہا ”یہ آپ لوگوں کا ذاتی معاملہ ہے بلکہ محبت کا معاملہ ہے، پہلے آپس میں فیصلہ کرلیں۔ میں ہر طرح خدمت کے لیے حاضر ہوں۔“

وہ ایمی کے ساتھ آکر اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ ”اب کوئی نیا ڈراما شروع کر رہی ہو؟“

”بالکل نہیں۔ میں نے سانس روک کر انھیں بھگا دیا ہے۔“

”انھیں کا مطلب یہ ہوا کہ تمھارے پاس ایک سے زیادہ خیال خوانی کرنے والے ہیں۔“

”کیا تم نہیں جانتے کہ وہ دو ہیں؟“

”یہ مجھے تم بتا رہی ہو۔“

”تمھارا آرمر میرے دماغ میں آکر بہت کچھ پڑھ سکتا ہے۔ میں اسے کھلی چھٹی دوں گی۔ وہ میرے چور خیالات پڑھ کر تمھیں یقین دلائے گا کہ اب میں تمھارے لیے مخلص اور سنجیدہ ہوں، صرف اس وقت فرار کروں گی جب وہ دونوں میرے دماغ میں آئیں گے۔“

”وہ کون ہیں؟“

”سُپر ماسٹر انھیں ڈیگر اینڈ ڈیگر کہتا ہے۔ ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ایک دوسرے کی تمام صلاحیتوں کو ان میں منتقل کیا گیا ہے۔ وہ عادتوں اور صلاحیتوں کے اعتبار سے جڑواں بھائی لگتے ہیں۔ اس لیے ڈیگر اینڈ ڈیگر کہلاتے ہیں۔ میری دانست میں وہ ناقابلِ شکست فائٹر ہیں، ذہین اور حاضر دماغ ہیں لیکن آج تمھارے جیسے پہاڑ کے سامنے وہ اونٹ لگ رہے تھے۔“

”تم اپنے لوگوں کے خلاف بول رہی ہو۔“

”میں انتظار کر رہی ہوں کہ میرے دماغ میں آرمر آئے اور تمھیں صحیح بات بتائے۔ میں بتاؤں گی تو تم یقین نہیں کروگے۔“

”میں یقین کرنے کی کوشش کروں گا۔“

”میں اچھی فائٹر ہوں۔ ڈیگر اینڈ ڈیگر کے مقابلے میں دیر تک میدان نہیں چھوڑتی۔ ذہانت میں ان دونوں کو چیلنج کرسکتی ہوں۔ سپر ماسٹر مجھے کسی قابل سمجھتا ہے اسی لیے فرزانہ کا رول ادا کرنے کی اجازت دی ہے۔ مختصر یہ کہ میرے پاس جتنی بھی صلاحیتیں ہیں ان سے میں فرہاد علی تیمور کی فیملی کو فائدہ پہنچانا چاہتی ہوں۔“

”اس لیے تم پٹڑی بدل رہی ہو۔“

”تمھارے لہجے میں طنز ہے۔ میں جانتی ہوں زبان سے اپنی سچائی کا یقین نہیں دلا سکوں گی۔“

”ہاں یہ مجبوری ہے۔ میرے پاس کوئی خیال خوانی کرنے والا نہیں ہے، ورنہ وہ اصلیت معلوم کرلیتا۔“

”کیا تم آرمر سے فائدہ نہیں اٹھاتے؟“

”نہیں، میں نے عہد کیا ہے جب تک اپنی ماں کو واپس نہیں لاؤں گا کسی کو دماغ میں آنے نہیں دوں گا۔ آرمر سے کوئی کام لوں گا تو اسے دماغ میں آنے کی اجازت دینی ہوگی لہٰذا میں اُسے بھی آنے نہیں دیتا۔“

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"یہ کوئی دانش مندی نہیں ہے۔ سپر ماسٹر اور ماسک مین کے پاس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا اضافہ ہو رہا ہے۔ تمہارے لیے خطرات بڑھتے جا رہے ہیں اور تم آرمر کی مدد لینے سے انکار کر رہے ہو، یہ سراسر نادانی ہے۔"

"میری نادانی کو چھوڑو، یہ بتاؤ تم نے میری ماما کو دیکھا ہے؟"

"ہاں دیکھا ہے۔"

"اگر تم ہماری فیملی کے لیے اپنی صلاحیتوں کو استعمال کرنا چاہتی ہو تو مجھے میری ماما تک پہنچا دو۔"

"میں ضرور پہنچاؤں گی لیکن تمھیں مایوسی ہوگی۔"

"تم سمجھتی ہو، میں اپنی ماں کو واپس نہیں لاسکوں گا؟"

"یہ بات نہیں ہے۔ تم بہت کچھ کرسکتے ہو مگر رسونتی دیوی اب تمھاری ماں نہیں رہی۔"

"تم کہنا کیا چاہتی ہو؟ اور یہ تم میری ماں کو دیوی کیوں کہہ رہی ہو؟"

"اس لیے کہ وہ اپنے ہندو دھرم کی طرف لوٹ گئی ہیں۔"

"نہیں۔ ماما ایسا نہیں کریں گی۔"

"ایسا ہو چکا ہے، وہ اپنی پچھلی زندگی بھول گئی ہیں۔ انھیں سمجھایا گیا ہے کہ وہ لاولد ہیں۔ تم اور پارس سونیا کے بیٹے ہو۔ تم سب نے مل کر انھیں تباہ و برباد کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، تمھارا باپ ان کے ایک ہندو شوہر کا قاتل تھا اس طرح وہ تم سب کے خون کی پیاسی بن گئی ہیں۔"

"اوہ خدایا! یہ میں کیا سن رہا ہوں؟"

وہ اپنی ماں کے متعلق سوچ میں گم ہوگیا وہ سمجھ رہا تھا، برین واشنگ کے بعد ماما سب کچھ بھول جائیں گی، صرف وہی یاد رکھیں گی جو دشمن چاہیں گے پھر بھی اس کا دل نہیں مانتا تھا کہ اسے دل و جان سے چاہنے والی صرف اس کے لیے جینے اور مرنے والی ماں اپنے بیٹے کے خون کی پیاسی ہوگی۔

امی کی باتوں کے دوران دونوں ڈیگر موجود تھے بعد میں ایک چلا گیا تھا۔ دوسرا کہہ رہا تھا "تمھاری دُہری چال خوب ہے۔ علی تیمور تم پر بھروسا کرنے لگے گا۔"

وہ کن انکھیوں سے علی تیمور کو دیکھتے ہوئے بولی "دیکھیں کیا ہوتا ہے۔ یہ ابھی کسی گہری سوچ میں گم ہے۔"

"تم نے اس کی ماں کے متعلق چونکا دینے والی باتیں کی ہیں یہ اب دیر تک الجھتا اور پریشان ہوتا رہے گا۔ کیا تمھیں یقین ہے کہ آرمر اس کے یا تمھارے دماغ میں نہیں آتا؟"

"مجھے یقین ہے میری باتوں کے دوران تم دوبار میرے دماغ سے گئے، میں نے کسی سوچ کی لہر کو محسوس نہیں کیا، ورنہ تمھارے جاتے ہی چھپے ہوئے آرمر کو محسوس کرلیتی، یوں بھی علی تیمور سچ کہہ رہا ہے۔ ہم اچھی طرح جانتے ہیں یہ اپنی ماں کو بھی دماغ میں نہیں آنے دیتا۔ کسی بھی خیال خوانی کرنے والے دشمن سے محفوظ رہنے کے لیے آرمر کو بھی دُور رکھتا ہے۔"

"یہ تم نے اچھا کیا جو سپر ماسٹر کے خلاف رسونتی کے متعلق اسے سب کچھ سچ بتا دیا۔"

"نیویارک میں ماں بیٹے کا سامنا ہونے والا ہے اس وقت علی تیمور کو جتنی باتیں معلوم ہونے والی ہیں، اتنی ہی باتیں میں نے پہلے سے بتا کر اعتماد حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن یہ ابھی تک سوچ میں گم ہے۔ کاش! تم میں سے کوئی اس کے دماغ میں پہنچ سکتا۔ کم بخت کہیں میرے خلاف نہ سوچ رہا ہو۔"

دوسرے ڈیگر نے آکر کہا "امی مبارک ہو۔ میں نے سپر ماسٹر کو تمھارے موجودہ طریقۂ کار کے متعلق بتایا ہے۔ وہ تم سے بہت خوش ہے وہ تمھیں سونیا کی طرح مکار سمجھتا ہے اور یہ تمھارے لیے بہت بڑا اعزاز ہے۔"

وہ خوش ہوگئی تھی اور بے اختیار مسکرا رہی تھی۔ علی تیمور نے سوچنے کے دوران کن انکھیوں سے اسے دیکھا تو کھٹک گیا۔ اس کی غیر معمولی ذہانت نے سوال کیا "کیا یہ اپنی مکاری پر خوش ہو رہی ہے؟"

یہ انسانی کمزوری ہے۔ آدمی اپنے مخالف کو پریشانی سے سوچتے دیکھ کر اپنی کامیابی پر مسکراتا ہے اور سونیا کی طرح مکار کہلانے والی امی سے یہ غلطی ہو چکی تھی۔

پتا نہیں سونیا نے اس کے دونوں ہاتھوں کی کتنی انگلیوں کو توڑ ڈالا تھا۔ پاسکل بوبا کو یوں لگ رہا تھا جیسے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے ہیں۔ اگر کسی نے اسے نہ بچایا تو دونوں پاؤں بھی ٹوٹ جائیں گے اور اس طرح وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بے دست و پا کہلائے گا۔

سونیا نے اسے چھوڑ دیا۔ ایک طرف ہٹ کر بولی "تم شہ زور ہے، تم اسے قابو میں نہیں کرسکتے تھے اس لیے شیطانی چال چلی۔ اس کے اعصاب کمزور کر دیے۔ جس لڑکی کے قدموں کی چاپ سن کر بڑے بڑے خطرناک مجرم چھپنے لگتے ہیں، وہ اب بے دست و پا ہو کر پڑی ہے۔ میں نے بھی تمھارے ساتھ سلوک کیا ہے۔ جاؤ وہ حسین اور پُرشباب لڑکی بستر پر پڑی ہے۔ مرد ہو تو اپنی ہوس پوری کرلو۔"

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا "نادیہ! یہ نہ بھولو ہمارے ملک میں ہو، میں تمھارا جینا محال کردوں گا۔ تم اپنی بھلائی چاہتی ہو تو مجھے طبی امداد پہنچانے کے لیے فوراً ڈاکٹر اور ایمبولینس طلب کرو۔"

سونیا نے پوچھا "کیوں تاتیانہ! تمھارا کیا خیال ہے؟"

وہ بولی "یہ کمینہ ہے مگر ہمارے ملک کا سرمایہ ہے، اسے خیال خوانی کے لیے اور ملک کی خدمت کرنے کے لیے زندہ رہنا چاہیے۔ میں نمبر بتا رہی ہوں تم میرے ہیڈ آف دی ڈپارٹمنٹ سے بات کرو۔"

اسی وقت کسی نے 'ہالٹ' کہا۔ سونیا نے دروازے کی طرف دیکھا، ایک فوجی جوان گن لیے کھڑا تھا دوسرے کئی مسلح جوان اندر آرہے تھے۔ تاتیانہ نے کہا "اس شخص کو حراست میں لے لو اور ہیڈ آف دی ڈپارٹمنٹ کے پاس لے چلو، وہیں اس کے لیے طبی امداد فراہم کرو۔"

ایک فوجی افسر نے کہا "ہمیں بتایا گیا تھا کہ کوئی شخص آپ کو نقصان پہنچانے والا ہے۔ ہم آپ کی نگرانی کرتے رہتے تھے آج یہ گرفتار ہو ہی گیا۔ ہم اس سے اصلیت اگلوالیں گے۔"

"اسے کوئی نقصان نہ پہنچایا جائے اور نہ ہی اس کی گرفتاری کا ذکر کسی سے کیا جائے، اس کا فیصلہ ہیڈ آف دی ڈپارٹمنٹ کے دفتر میں ہوگا۔"

ان مسلح فوجیوں سے پاسکل بوبا کی اصلیت چھپائی جا رہی تھی۔ وہ اسے پکڑ کر لے گئے۔ سونیا نے نمبر ملانے کے بعد ریسیور تاتیانہ کو دیا وہ اسے کان سے لگا کر بولی "پاسکل بوبا میرے لیے آستین کا سانپ ثابت ہوا ہے۔ اُسے ایک مجرم کی طرح آپ کے سامنے لایا جا رہا ہے۔ اس کی کمینگی کے باعث میں کمزوری محسوس کر رہی ہوں۔ ابھی آپ کے سامنے حاضر نہیں ہوسکتی۔ اس لیے فون پر پوری تفصیل بیان کر رہی ہوں۔"

وہ شروع سے آخر تک بتانے لگی۔ ہیڈ آف دی ڈپارٹمنٹ نے پوری رپورٹ سننے کے بعد کہا "میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا ہمارا پاسکل ایسی گری ہوئی حرکت کرے گا۔ وہ اس ملک کے لیے اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ ہماری زندگی کے لیے سانس ہوتی ہے۔ بہرحال تم یہاں آؤ گی تو ہم اس کے متعلق کسی نتیجے پر پہنچیں گے۔ تمھارے لیے ڈاکٹر آرہا ہے۔"

"میں نادیہ کو اپنے ساتھ رکھنا چاہتی ہوں۔"

"رکھ سکتی ہو۔ ماسکو کے پاس ڈمی پارس پہنچ رہا ہے۔ اس الہڑ سی لڑکی کو قابو میں رکھنے کے لیے اب نادیہ کو سونیا کا رول ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ویسے یہ نادیہ، سونیا سے کچھ کم نہیں ہے۔ اس نے دوبارہ تمھاری جان بچائی اور تمھاری عزت پر آنچ نہیں آنے دی۔ ہر بار اس نے حیرت انگیز صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا ہے۔ اپنی آنکھوں کی پُراسرار قوت سے دشمن خیال خوانی کرنے والے کو بھگا دیا تھا اور آج کسی نامعلوم داؤ پیچ کے ذریعے پاسکل کی انگلیاں توڑ دی ہیں۔ یہ عورت بہت خطرناک ہے، تمھیں ہوشیار رہنا چاہیے۔"

"میں نے اپنی زندگی میں کسی پر بھروسا نہیں کیا۔ نادیہ پر بھی نہیں کروں گی لیکن تمام عمر اس کی احسان مند رہوں گی اور اپنی جان کی طرح اسے عزیز رکھوں گی۔"

اس نے کچھ اور باتیں کرنے کے بعد ریسیور رکھ دیا پھر سونیا سے کہا "میں نے اپنے اعلیٰ افسر سے جو کچھ کہا ہے وہ تم نے سنا ہے۔ میں تم پر کبھی بھروسا نہیں کروں گی لیکن محبت اتنی کروں گی کہ تمھارے لیے وقت آنے پر جان کی بھی بازی لگا دوں گی۔"

"تم مجھے چاہتی ہو یہی کافی ہے، یہاں ڈمی پارس آرہا ہے میری ضرورت نہیں رہی ہے مجھے واپس جانے دو۔"

"پیرس میں تمھارا کوئی گھر والا نہیں ہے، بچے نہیں ہیں۔ کیسینو کی آمدنی تمھارے بینک میں جمع ہوتی رہے گی یا تمھارے وفادار اسے کالا دھن بناتے رہیں گے، وہاں جا کر کیا کرو گی میرے ساتھ رہو، مجھے تمھاری ضرورت ہے۔"

"جہاں میری ذات پر بھروسا نہ ہو، وہاں میں نہیں رہتی۔"

"نادیہ! مجھے سمجھنے کی کوشش کرو۔ ہمارے ملک میں ایسے جاسوس بھی آتے ہیں جو ہمارے اعلیٰ افسران کا بھرپور اعتماد حاصل کرتے ہیں، جب وہ یہاں سے کوئی اہم راز چرا کر لے جاتے ہیں یا چرا لے جانے سے پہلے مارے جاتے ہیں، تب عقل آتی ہے کہ ملکی معاملات میں کبھی کسی پر بھروسا نہیں کرنا چاہیے۔ میں تمھیں بھی یہی مشورہ دیتی ہوں کہ مجھ پر بھی زیادہ اعتماد نہ کرو۔ اگر میں نے کبھی اپنے ملک کے خلاف تمھیں کوئی قدم اٹھاتے دیکھ لیا تو تمھیں دوسری سانس لینے کی مہلت نہیں دوں گی۔"

"تم مجھے اپنے ساتھ کیوں رکھنا چاہتی ہو؟"

"تم ذہین ہو کر ایسا سوال کر رہی ہو۔ پہلے سپر ماسٹر کا خیال خوانی کرنے والا پراسرار دشمن تھا۔ اب یہ پاسکل بوبا بھی کھل کر دشمنی کر چکا ہے۔ میں جانتی ہوں، اسے سزا نہیں ہوگی۔ وارننگ دے کر چھوڑ دیا جائے گا۔ وہ مجھ سے آئندہ دشمنی نہ کرنے کا وعدہ کرے گا لیکن پھر کسی ہتھکنڈے سے نقصان پہنچائے گا۔ مجھے کمزور بنا کر دماغی جھٹکے پہنچائے گا اور الزام سپر ماسٹر کے خیال خوانی کرنے والے کو دے گا۔ صرف ایک تم ایسی ہو جو کسی کو بھی میرے دماغ سے بھگا سکتی ہو، جب تک دشمن

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

خیال خوانی کرنے والے فنا نہیں ہوں گے، میں تمھیں جانے نہیں دوں گی۔"

"یعنی تم مجھے جبراً روک سکتی ہو؟"

"ایسا وقت نہ آنے دو، تم سمجھ دار ہو۔"

"مجھ پر جبر کرو گی اور مجھ سے توقع بھی کرو گی کہ میں خیال خوانی کرنے والوں سے تمھیں بچا کر رکھوں گی؟ کیا یہ تمھاری دانائی ہے؟"

"جب تمھیں جبراً روکا جائے گا تب میں تم سے دوستی اور وفاداری کی توقع نہیں کروں گی۔ فی الحال تم دوست ہو، دوستانہ انداز میں فیصلہ کرو۔"

سونیا ایک طرف سے دوسری طرف جاتے ہوئے بولی۔ "میں تمھارے ملک میں آئی تو پاسکل بوبا کی موت آتے آتے رہ گئی۔ میں چاہتی تو وہ ابھی زندہ نہ رہتا۔ اگر تم اپنے ذرائع سے سپر ماسٹر تک پہنچا دو تو میں اس کے خیال خوانی کرنے والے کو ختم کر دوں گی۔ جب تمھارا دشمن نہیں ہوگا تو تمھیں میری ضرورت بھی نہیں رہے گی۔"

"تم میرے دل کی بات کہہ رہی ہو، میں خود امریکا جانا چاہتی ہوں۔ آج کل جوجو کو ایک تجربے سے گزارا جا رہا ہے۔ کل تک اس کا نتیجہ معلوم ہوگا۔ جب میرے اعلیٰ حکام کو یہ اطمینان ہو جائے گا کہ پاسکل کے علاوہ جوجو کی خیال خوانی بھی ہمارے کام آ رہی ہے تو مجھے یہاں سے جانے کی اجازت مل جائے گی۔ تم میرے ساتھ چلو گی۔"

سونیا نے کہا "میں نے سنا ہے جوجو کا ذہن بچگانہ ہے، وہ بھلا اس ملک کے لیے کیا کام کرے گی۔ جب کہ اس نے فرہاد کی زندگی میں کچھ نہیں کیا تھا۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولی "یہی تجربہ کیا جا رہا ہے، پہلے وہ عمر رسیدہ بچی تھی اب اپنی عمر کے مطابق ذہانت سے بھرپور بنائی جا رہی ہے۔ اس کے دماغ کا آپریشن کیا گیا ہے۔ ڈاکٹروں کو یقین ہے کہ خاطر خواہ نتائج سامنے آئیں گے۔"

"یہ روسی ڈاکٹروں کا حیرت انگیز کارنامہ ہوگا۔ کیا میں جوجو کو دیکھ سکوں گی؟"

"سوری، اس کے پاس ماسک مین کے علاوہ دو ڈاکٹر اور دو نرسیں ہی جا سکتی ہیں۔ میں اپنے خصوصی اجازت نامے کے ذریعے جا سکتی ہوں۔ لیکن جانا ضروری نہیں سمجھتی۔"

"کیا یہ تجسس پیدا نہیں ہوتا کہ بچگانہ ذہن رکھنے والی اپنی عمر کے مطابق کیسے ذہین ہوگی اور اب وہ کیسی لگے گی؟"

"ہاں اسے دیکھنے کو جی چاہتا ہے مگر جلدی کیا ہے۔ میں اہم ملکی معاملات کے دوران اس سے کہیں نہ کہیں ضرور مل لوں گی۔"

سونیا نے جوجو کے متعلق مزید گفتگو نہیں کی۔ تاتیانہ بہت شکی مزاج تھی، وہ کبھی یہ نہ بتاتی کہ جوجو کو کہاں رکھا گیا ہے۔ وہاں تاتیانہ کے علاج کے لیے ڈاکٹر آ گئے تھے۔ ماریہ اور مریم گہری نیند سے بیدار ہو گئی تھیں۔ ڈمی پارس بھی پہنچ گیا تھا۔ ماریہ اس سے بہل رہی تھی۔

ڈاکٹر نے تاتیانہ کو دوائیں کھانے کے لیے دیں، ایک انجکشن بھی لگایا پھر کہا "تشویش کی بات نہیں ہے۔ مس تاتیانہ ایک دو دن کے اندر نارمل ہو جائیں گی۔"

ڈمی پارس نے سونیا سے تنہائی میں ملاقات کی پھر کہا "مس نادیہ! آپ سے مل کر بہت خوشی ہو رہی ہے۔ میں نے سنا ہے آپ زبردست فائٹر ہیں اور کوئی پراسرار علم جانتی ہیں۔"

"تم کیا جانتے ہو، بتاؤ تاکہ میں بھی خوش ہو سکوں۔"

"میں فوجی تربیت حاصل کر رہا ہوں۔ بہترین لڑاکا سمجھا جاتا ہوں اس لیے پارس کا رول ادا کر رہا ہوں۔"

"جب یہاں جوجو لائی گئی تھی، تب بھی تم پارس بنے ہوئے تھے؟"

"ہاں، وہ بہت معصوم لڑکی تھی۔"

"تھی کا مطلب کیا ہوا؟"

"یہی کہ اب معصوم بچی نہیں رہے گی۔ اپنی عمر کے مطابق چالاک تیز و طرار بنائی جا رہی ہے۔"

"سنا ہے اس کے دماغ کا آپریشن کیا گیا ہے۔"

"ہاں، ہمارے اعلیٰ افسران اور اعلیٰ حکام آپریشن کے نتائج کا بے چینی سے انتظار کر رہے ہیں۔"

"کیا اس کی صورت اور لب و لہجہ بھی بدل جائے گا؟"

"پتا نہیں، کیا کچھ تبدیلیاں آئیں گی۔ اسے بڑے راز میں رکھا گیا ہے۔"

اسی وقت آرمر نے دماغ میں آتے ہی کوڈ ورڈ ادا کیے۔ سونیا نے ڈمی سے کہا "اچھا میں ذرا باتھ روم جا رہی ہوں۔"

اس نے ڈمی کو ٹال دیا، باتھ روم میں جا کر بولی "کوئی خاص بات ہے؟"

"جی ہاں، جوجو ہوش میں آ گئی ہے چوں کہ ابھی کمزور ہے اس لیے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر رہی۔"

"آرمر! یہ بہترین موقع ہے، تم تنویمی عمل کے ذریعے اسے اپنی معمولہ بنا سکتے ہو۔"

"لیکن وہاں پاسکل موجود ہوگا۔"

"میں نے اس کی انگلیاں توڑ دی ہیں۔ ابھی وہ خیال خوانی کے قابل نہیں ہے۔"

"خدا ہم پر مہربان ہے۔ میں ابھی اپنا کام کرتا ہوں۔"

وہ چلا گیا۔ سونیا باتھ روم سے باہر آئی۔ ماریہ خوبصورت لباس پہنے ہوئے تھی، خوش ہو کر بولی "ممّا! میں پارس کے ساتھ گھومنے جا رہی ہوں۔"

"جاؤ بیٹی! مگر میری نصیحت یاد رکھو، غصہ برداشت کرنے کی کوشش کرتی رہو۔"

وہ ہنس کر بولی "اب مجھے غصہ نہیں آئے گا، میرا پارس میرے ساتھ ہے۔"

وہ اس کے بازو میں بازو ڈال کر چلنا چاہتی تھی، ڈمی گھبرا کر پیچھے ہٹ گیا پھر بولا "تم نے وعدہ کیا ہے ہم ایک دوسرے سے کم از کم ایک بالشت دور رہیں گے۔"

وہ سرد آہ بھر کر بولی "پتا نہیں میرے اندر سے یہ زہر کبھی ختم ہوگا یا نہیں؟ آہ! محبت کرنے والا بھی مجھ سے خوف کھاتا ہے۔"

وہ اس سے فاصلہ رکھتی ہوئی باہر چلی گئی۔ تاتیانہ بستر سے اُٹھ کر ٹہل رہی تھی اور کہہ رہی تھی "میں اچھی خاصی توانائی محسوس کر رہی ہوں مریم! مجھے دودھ اور اوولٹین پلاؤ۔"

مریم اس کے لیے گرم دودھ میں اوولٹین ملانے لگی، تاتیانہ نے سونیا کو دیکھ کر کہا "ڈاکٹر کی دوا نے خوب اثر کیا ہے۔ میں توانائی محسوس کر رہی ہوں۔"

"پاسکل کی دوا بھی عارضی کمزوری کے لیے تھی، چلو اچھا ہوا تم نارمل ہو گئی ہو۔"

"میں ابھی باہر جاؤں گی۔ تم بھی تیار ہو جاؤ، اپنا سامان لے کر چلو۔ آج سے تم میرے ساتھ رہو گی۔"

وہ اپنے کمرے میں آ گئی۔ لباس تبدیل کرنے کے بعد تاتیانہ کا انتظار کرنے لگی۔ آرمر نے آ کر کہا "کام ہو گیا۔ جوجو نے ہوش میں آ کر دوبارہ آنکھیں بند کر لیں۔ ڈاکٹروں نے سمجھا وہ کمزوری کے باعث سو رہی ہے۔ انھوں نے اسے آرام کرنے کے لیے چھوڑ دیا۔ میں نے اس پر تنویمی عمل کیا تو وہ بڑی آسانی سے معمولہ بن گئی۔ میں اس کے دماغ میں یہ باتیں نقش کر چکا ہوں کہ وہ.. صحت مند ہونے کے بعد میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گی، اگر محسوس کرے تو انھیں نظر انداز کر دے گی۔ اب وہ تنویمی نیند پوری کر رہی ہے۔"

"شاباش! تم نے بہت بڑا کام کیا ہے۔ آئندہ بھی اس کے دماغ میں جا کر معلوم کرتے رہو کہ اسے کہاں رکھا گیا ہے اور اس کے ساتھ کیا سلوک ہو رہا ہے۔ ویسے اس کی ذہنی حالت کیسی ہے؟"

"افسوس، اب وہ پہلے والی جوجو نہیں رہی۔ وہ بچپن سے اب تک کے تمام رشتوں کو بھول چکی ہے۔ پتا نہیں تجربے کار ماہر ڈاکٹروں نے دماغ کے کس حصے کا آپریشن کیا اور کن حصوں کو چھوڑ دیا۔ جوجو کو وہ تمام علم و ہنر یاد ہیں جو وہ حاصل کر چکی ہے۔ اسے خیال خوانی کی تکنیک یاد ہے۔"

"ماسک مین کو صرف اس کی ٹیلی پیتھی سے دلچسپی ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ آپریشن کے بعد بھی ٹیلی پیتھی کی صلاحیت باقی ہے ورنہ وہ لوگ جوجو کو ناکارہ سمجھ کر مار ڈالتے۔"

"مجھے [illegible] ہے کہ میری جوجو [illegible] کی طرح زندگی گزارے گی۔ ٹیلی پیتھی کا علم بھی برقرار رہے گا۔ اس طرح وہ زندگی کی تمام خوشیاں حاصل کرے گی۔"

"ہاں آرمر! یہ ہم سب کے لیے خوشی کی بات ہے۔ دشمنوں کی دشمنی سے جوجو کو بہت بڑا فائدہ پہنچ رہا ہے۔"

"دو گھنٹے بعد تنویمی نیند پوری ہو جائے گی۔ میں اس کے دماغ میں رہا کروں گا۔"

"ٹھیک ہے اسے زیادہ سے زیادہ اٹینڈ کرو لیکن ہر آدھ گھنٹے بعد مجھ سے رابطہ قائم کرتے رہو۔ مجھے کسی وقت بھی تمھاری ضرورت پیش آ سکتی ہے۔"

وہ آرمر کے جانے کے بعد سوچنے لگی "ایک بہت بڑا مرحلہ طے ہو گیا ہے۔ آرمر جب چاہے گا جوجو کے پاس پہنچ جائے گا اور مجھے بھی اس کے صحیح حالات معلوم ہوتے رہیں گے۔ اب دو بہت ہی مشکل مرحلے رہ گئے ہیں۔ ایک تو یہ کہ جوجو کو کسی طرح خفیہ اڈے سے نکالنا، دوسرا یہ کہ اسے اس ملک کی سرحد سے باہر لے جانا۔ یہ تقریباً ناممکن ہے، یہاں قدم قدم پر پابندیاں ہیں۔ یہاں غیر ملکی طیارے یا ہیلی کاپٹر خفیہ پرواز نہیں کر سکتے اور اس ملک کے کسی طیارے کو اغوا کر کے لے جانا ممکن نہیں ہے۔ لیکن ناممکن کو کسی طرح ممکن بنانے کی کوشش کروں گی!"

وہ خیالات سے چونک گئی۔ تاتیانہ کمرے میں آ کر پوچھ رہی تھی "کیا سوچ رہی ہو؟"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی "تم مجھے اپنے ساتھ رکھنا چاہتی ہو۔ یہ میرے لیے بہت ہی خوشی کی بات ہے۔ لیکن میں محسوس کر رہی ہوں کہ میں ایک قیدی ہوں، اس ملک کی اور اس شہر کی جی بھر کے سیر نہیں کر سکوں گی۔"

تاتیانہ ہنستے ہوئے بولی "یہ تمھارا خیال ہے۔ جہاں میں جاؤں گی، وہاں تم جاؤ گی۔ اس طرح تم صرف ماسکو شہر کو ہی نہیں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

پورے سوویت روس کو دیکھ سکوگی، میں ابھی تمھیں شہر کی سیر کرادوں گی۔ تھوڑا پیدل بھی چلوں گی تاکہ توانائی اور تھکن کا اندازہ ہوسکے اور تمھاری بھی خواہش پوری ہوسکے!"

سونیا اپنی اٹیچی اٹھاکر اس کے ساتھ باہر آئی۔ دو مسلح گارڈز وہاں موجود تھے۔ انھوں نے تاتیانہ کو سیلوٹ کیا۔ سونیا کی اٹیچی لے کر ڈکی میں رکھی۔ وہ دونوں فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئیں۔ تاتیانہ نے کارڈلیس ریسیور کے ذریعے انٹیلی جنس والوں کو بتایا کہ وہ نادیہ کے ساتھ شہر کے کون کون سے علاقوں اور بازاروں میں جائے گی اور کہاں گاڑی چھوڑ کر پیدل چلے گی۔ پھر واپس گاڑی میں آکر اپنی رہائش گاہ میں ... گی۔ یہ اطلاع دینے کے بعد اس نے گاڑی اسٹارٹ کی پھر اسے آگے بڑھاتے ہوئے اطمینان سے ڈرائیو کرنے لگی۔

سونیا نے پوچھا "یہاں تمھاری حیثیت کسی اعلیٰ حاکم سے کم نہیں ہے پھر بھی تم روانگی سے قبل رپورٹ دیتی ہو۔ کیا یہ پابندی نہیں ہے؟"

"اعلیٰ حکام بھی پابند ہوتے ہیں اور میری طرح روانگی سے پہلے پورا پروگرام طے کرلیتے ہیں اور ایسا ہر ملک کے حکام کرتے ہیں۔ ایسی پابندیاں تحفظ فراہم کرتی ہیں!"

وہ مختلف موضوعات پر باتیں کرتی ہوئی ہنستی بولتی ہوئی ایک بازار کے قریب پہنچ گئیں۔ پھر تاتیانہ ایک جگہ گاڑی پارک کرکے بولی "آؤ یہاں کے بازار کی سیر کرو اور جو چیز پسند آئے خرید لو۔"

"میرے پاس یہاں کی کرنسی نہیں ہے۔"

"میں یہاں کی چلتی پھرتی کرنسی ہوں۔ اکثر دکاندار مجھے جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے میرا خصوصی شناختی کارڈ دیکھ کر بل میرے دفتر میں بھیج دیتے ہیں۔"

سونیا نے اس کے ساتھ بازار کی سیر کی۔ اسے خریداری کا شوق نہیں تھا۔ تاتیانہ ... پہلے ... اصرار پر اس نے ایک لباس خرید لیا۔ پھر ... میں آکر بیٹھ گئیں۔

سونیا نے پوچھا "کیا تم تھکن محسوس کر رہی ہو؟"

"بالکل نہیں، میں پہلے کی طرح نارمل ہوں، جسمانی تھکن نہیں ہے اگر وہ کم بخت پاسکل دھوکے سے دوانہ کھلاتا تو میں اب تک دماغی توانائی بھی حاصل کرلیتی!"

"فکر نہ کرو میں تمھارے ساتھ ہوں!"

"بے شک، تمھاری موجودگی میں کوئی خیال خوانی کرنے والا مجھے نقصان نہیں پہنچائے گا لیکن وہ ابھی چپ ہوگا۔ یہ سوچ کر بے چینی سی ہوتی ہے، میں مجبور بن کر نہیں رہنا چاہتی، جلد از جلد دماغی توانائی حاصل کرکے اپنے اندر چھپے ہوئے دشمنوں کو بھگانا چاہتی ہوں!"

اس نے ایک بہت بڑے پارک کے سامنے گاڑی روک دی۔ وہ پارک بہت خوبصورت تھا۔ رنگ برنگے خوشنما پھول اپنی اپنی بہار دکھا رہے تھے۔ صحت مند عورتیں، مرد، بچے اور بوڑھے وہاں ٹہل رہے تھے یا دھوپ میں بیٹھے سردی اور سورج کی ہلکی دھوپ کا لطف اٹھا رہے تھے۔ تاتیانہ سبز ملائم گھاس پر چلتے ہوئے پنجوں کے بل اچھلنے لگی۔ وہ دوڑنے، اچھلنے کودنے اور دشمنوں سے مقابلہ کرنے کے دوران تھکتی نہیں تھی۔ اس وقت آزمانا چاہتی تھی کہ بیماری اور اعصابی کمزوریوں سے گزرنے کے بعد اب کتنی دیر تک محنت کرسکتی ہے۔

ورزش کے دوران سونیا اسے مسکرا کر دیکھ رہی تھی۔ آرمر حسب وعدہ آدھے گھنٹے بعد آیا تھا اس طرح وہ دو بار آچکا تھا۔ دوسری بار سونیا نے کہا تھا "ماریہ کی خیریت معلوم کرو۔ مریم کے ذریعے تم ماریہ اور ڈمی پارس کا حال معلوم کرسکتے ہو۔ بلکہ اس ڈمی کے دماغ میں جاؤ۔ ہوسکتا ہے معلومات میں مزید اضافہ ہوجائے۔"

آرمر تیسری بار اس وقت آیا جب تاتیانہ پارک میں اچھل کود رہی تھی۔ اس نے سونیا سے کہا "ماریہ تفریح کے بعد واپس آگئی ہے۔ وہ پارس کو پاکر بہت خوش ہے۔ میں ڈمی کے دماغ میں گیا تھا۔ اس نے مجھے محسوس نہیں کیا، معلوم ہوتا ہے وہ زیادہ دن زندہ نہیں رہے گا۔ ماریہ میں بے حد کشش محسوس کر رہا ہے۔ زہر کے خوف سے دور بھی رہتا ہے اور قریب بھی جانے کے لیے دل مچلتا ہے۔"

"ماریہ میں خطرناک حد تک زہریلی کشش ہے اور وہ بے حد حسین بھی ہے۔ مضبوط قوتِ ارادی رکھنے والے خود کو اس کے قریب جانے سے بچا سکتے ہیں۔ ڈمی پارس کے ارادے میں کمزوری پیدا ہوگی تو حرام موت مرے گا۔"

تاتیانہ پنجوں کے بل اچھلتی ہوئی آئی پھر ہانپتی ہوئی بولی "میں مزید ایک گھنٹے تک ہلکی پھلکی ورزش کرسکتی ہوں مگر آج کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔ تمھارا کیا خیال ہے؟"

"ہاں خود کو زیادہ نہ تھکاؤ، تمھارا یہی حوصلہ رہا تو دو چار دن میں دماغی توانائی بحال ہوجائے گی۔"

وہ کار میں آکر بیٹھ گئیں۔ آرمر نے کہا "میں جا رہا ہوں۔"

وہ بولی "آرمر! ابھی اپنے دماغ سے بھی کچھ کرو۔ تم کتنی دیر سے تاتیانہ کے پاس نہیں گئے۔ اس کا دماغ پڑھتے ہوئے جاؤ۔"

وہ چلا گیا، شاید تاتیانہ کے دماغ سے کوئی خاص بات معلوم نہیں ہوئی تھی۔ اس لیے وہ واپس نہیں آیا۔ سونیا دیکھ رہی تھی، تاتیانہ نے انٹیلی جنس والوں کو اپنی تفریح کا جو پروگرام اور وقت بتایا تھا، اسی وقت کے مطابق وہ اپنی رہائش گاہ میں پہنچ گئی تھی۔ اس کا خوبصورت سا بنگلا چار کمروں پر مشتمل تھا۔ صرف ایک کمرا سونے اور آرام کرنے کے لیے تھا۔ باقی تین کمرے اس کی ضروریات کے سامان سے بھرے ہوئے تھے۔ ایک کمرے میں ہر طرح کے جدید ہتھیار، ویڈیو کیمرے، وی سی آر، ٹی وی اور ہزاروں ویڈیو کیسٹس تھے جن کے ذریعے دنیا بھر کی معلومات حاصل ہوتی تھیں۔

دوسرا کمرا ایک چھوٹی سی لیبارٹری بنا ہوا تھا۔ اس کا باپ ایک مشہور سائنسدان تھا۔ اس نے اپنے باپ سے بہت کچھ حاصل کیا تھا۔ فرصت کے وقت اس لیبارٹری میں کچھ نہ کچھ کرتی رہتی تھی۔ تیسرا کمرا ہوادار تھا۔ وہاں ورزش کرنے اور جمناسٹک کی مشقیں کرنے کا تمام سامان موجود تھا۔ سونیا نے کہا "یہ کمرا میری ضرورت اور شوق کے مطابق ہے۔ کیا تمھیں سائنسی تجربات کا شوق ہے؟"

وہ اپنے شوق کے متعلق بتانے لگی۔ باتوں کے دوران آرمر نے آکر کہا "تمھیں خطرہ پیش آسکتا ہے۔ پیرس کے پاس نے ماسک مین کو اطلاع دی ہے کہ اس نے پیرس میں نادیہ کو دیکھا ہے۔"

"اوہ گاڈ! یہ تو گڑبڑ ہوجائے گی۔ تمھیں یہ بات کیسے معلوم ہوئی؟"

"میں جوجو کے دماغ میں تھا۔ ماسک مین اسے دیکھنے آیا تھا وہ انٹیلی جنس کے ایک اعلیٰ افسر سے کہہ رہا تھا کہ پیرس کے پاس کو تاکید کی گئی ہے کہ وہ نادیہ کو دوبارہ تلاش کرے۔ نادیہ کے بنگلے اور کیسینو میں اس کے ماتحت نادیہ کے ملازموں کو پکڑ کر لے جا رہے ہیں اور اس کے متعلق پوچھ گچھ سوالات کر رہے ہیں۔ اگر پاسکل بوبا زخمی نہ ہوتا تو وہ خیال خوانی کے ذریعے اسے ڈھونڈ نکالتا۔"

"آرمر! تم فوراً نادیہ کے پاس پہنچو اور اسے خطرے سے آگاہ کرو۔ تم نے ہی اس پر تنویمی عمل کیا تھا وہ تمھاری ہدایت پر عمل کرے گی۔ اس سے باتیں کرکے فوراً میرے پاس آؤ۔"

آرمر نے نادیہ کے پاس پہنچ کر پوچھا "کیا آج تم اپنے اصلی روپ میں باہر کہیں گئی تھیں؟"

"ہاں، سونیا نے مجھ پر عارضی میک اپ کیا تھا، وہ آہستہ آہستہ بگڑ رہا تھا۔ میں نے مجبوراً وہ میک اپ اتار دیا۔ مگر میں ایسی کار میں گئی تھی جس کے شیشے کلرڈ ہیں، باہر سے کوئی اندر نہیں دیکھ سکتا۔"

"تم کار سے تھوڑی دیر کے لیے باہر نکلی ہوں گی یا کسی ضرورت سے شیشہ ہٹایا ہوگا۔ وہاں پاس نے تمھیں دیکھ لیا ہے۔ اس کے تمام ماتحت تمھیں تلاش کرتے پھر رہے ہیں!"

"اوہ، یہ تو بہت برا ہوا۔ سونیا مجھ سے ناراض ہوجائے گی۔"

"ابھی کچھ بگڑا نہیں ہے، آئندہ محتاط رہو۔ اس سرکاری بنگلے کی کھڑکی سے بھی باہر نہ جھانکو، دشمن تمھیں تلاش نہیں کرسکیں گے۔ میں پھر آؤں گا۔"

آرمر نے سونیا کے پاس آکر رپورٹ دی، اسی وقت ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ تاتیانہ نے ریسیور اٹھاکر کہا "ہیلو، تاتیانہ دس اینڈ!"

سونیا نے کہا "آرمر! تاتیانہ کے پاس جاؤ۔"

ادھر دوسری طرف سے انٹیلی جنس کا ایک اعلیٰ افسر کہہ رہا تھا "مس تاتیانہ! تمھیں ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔ پیرس کے پاس نے اپنے شہر میں نادیہ کو دیکھا ہے۔ اگر وہ نادیہ ہے تو تمھارے ساتھ کون ہے؟ اور تمھارے ساتھ نادیہ ہے تو وہ پیرس میں ... نے والی کون ہے؟ اسے پاس کے ماتحت تلاش ... رہے ہیں، جلد ہی حقیقت سامنے آجائے گی۔ میں نے تمھیں ہوشیار کرنے کے لیے یہ اطلاع دی ہے، میرے آئندہ فون کا انتظار کرو۔"

تاتیانہ نے ریسیور رکھ کر سونیا کو چبھتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ وہ انجان بنی آرام سے کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ آرمر اسے فون پر ہونے والی باتیں بتا رہا تھا۔ وہ بولی "تاتیانہ کے پاس رہو اور اس کے ارادوں سے مجھے باخبر کرتے رہو!"

پھر اس نے تاتیانہ کو ... اس کے بعد چونک کر بولی "کیا بات ہے؟ تم مجھے چبھتی ... نظروں سے کیوں دیکھ رہی ہو؟"

"میں تمھیں دیکھ رہی ہوں اور سوچ رہی ہوں، میری چھٹی حس کبھی غلط نہیں ہوتی، لیکن میں نے تمھارے معاملے میں اپنی چھٹی حس کو بھی جھٹلا دیا تھا۔"

"تم پہیلی نہ بجھواؤ۔"

"تم نے طیارے میں جس حاضر دماغی سے لائٹر کے ذریعے شعلہ پھینکا تھا اور دشمن کو نفسیاتی حملے سے بدحواس کردیا تھا، اسی وقت میرے دماغ نے چیخ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کرکہا تھا تم سونیا ہو۔"

وہ سونیا کا ردِعمل دیکھنے کے لیے ذرا چپ ہوئی پھر بولی۔ "لیکن میں نے اس یقین کو جھٹلا دیا کیونکہ پاسکل لوبا نے تمہارے دماغ کو پڑھ کر یقین سے کہا تھا، تم نادیہ ہو یوں بھی میں نادیہ کی ہسٹری نہیں جانتی تھی اس لیے مان گئی کہ وہ عورت بھی سونیا کی طرح چالاک اور حاضر دماغ ہوسکتی ہے۔"

وہ پھر ذرا چپ ہوئی، اس کے بعد بولی "جب دشمن خیال خوانی کرنے والا مجھ پر ٹیلی پیتھی کا ہتھیار استعمال کررہا تھا تو تم نے مجھے اپنی آنکھوں میں دیکھنے کے لیے کہا میں نے دیکھا اور حیران رہ گئی، تمہاری آنکھوں میں کوئی شیطانی قوت نہیں تھی، نور ہی نور تھا۔ تم نے مجھ پر کوئی عمل نہیں کیا مگر میرا دماغ دشمن کی دی ہوئی اذیت کو بھول گیا حتیٰ کہ دشمن بھی دماغ سے چلا گیا۔ اس وقت بھی میرے دماغ نے چیخ کر کہا تم سونیا ہو۔"

سونیا نے پوچھا "یہ تم نے کیسے سوچ لیا کہ سونیا کوئی پُراسرار علم جانتی ہے۔"

وہ بولی "اس وقت تمہاری مکاری میری سمجھ میں نہیں آئی تھی، اب سمجھ گئی ہوں طیارے میں سپرماسٹر کا خیال خوانی کرنے والا دشمن میرے پاس نہیں آیا تھا۔ تم نے آرمر کو میرے دماغ میں بھیجا تھا اور اسے سمجھا دیا تھا کہ جیسے ہی میں تمہاری آنکھوں میں دیکھنا شروع کردوں وہ چلا جائے اور میں تمہاری احسان مند ہوجاؤں کہ تم نے ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن سے مجھے بچایا ہے۔ تمہاری مکاری سمجھ میں نہیں آتی، جب سمجھ میں آتی ہے تو پانی سر سے گزر چکا ہوتا ہے۔"

وہ پھر چپ ہوئی، سونیا نے کہا "اور جب میں نے پاسکل کی انگلیاں توڑیں تو تمہارا رہا سہا شبہ بھی دور ہوگیا اور تم نے مجھے سر سے پیر تک سونیا سمجھ لیا اور سمجھ کر بھی مجھے اپنے ساتھ لے کر بازاروں میں گھومتی رہیں۔ پارک میں جمناسٹک کے کرتب دکھاتی رہیں اور مجھ پر بھروسا نہ کرتے ہوئے بھی بھروسا کرتی رہیں۔"

"لوشٹ اَپ، مجھے ابھی فون پر اطلاع ملی ہے کہ نادیہ پیرس میں ہے۔"

"اچھا تو یہ وجہ ہے تمہاری طوطا چشمی کی۔ وہاں چونکہ میری ہم شکل ہے، اس لیے میں نادیہ نہیں ہوں۔"

"وہ تمہاری ہم شکل نہیں بلکہ تم اس کی ہم شکل بن کر آئی ہو۔"

"کیا اس نادیہ کو اچھی طرح پرکھ لیا گیا ہے؟"

"نہیں مگر جلد ہی پرکھ لیا جائے گا۔ چند گھنٹوں میں اصلیت سامنے آجائے گی۔"

"تم نے چند گھنٹوں تک صبر نہیں کیا اور مجھ پر حملے کرنے بیٹھ گئی ہو۔ اس کی وجہ؟"

"اس کی وجہ میری چھٹی حس ہے یہ میری غیرمعمولی حس ہے، اس کی بدولت میں نے بڑی بڑی کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ میں پورے یقین سے تمہیں سونیا کہتی ہوں۔"

سونیا نے مسکرا کر اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا "میں تمہارے یقین کو ٹھیس نہیں پہنچاؤں گی، بے شک میں سونیا ہوں، اب بتاؤ میرے ساتھ کیا سلوک کروگی؟"

تاتیانہ بھی اٹھ کر اس کے سامنے تن گئی پھر بولی "وہی سلوک جو ایک محبِ وطن کو اپنے وطن کے دشمنوں سے کرنا چاہیے۔"

"تاتیانہ! تم اس بنگلے کی چار دیواری میں تنہا ہو، مانتی ہوں کہ بڑی شہ زور ہو۔ آج تک اپنے دشمنوں پر بھاری پڑتی رہی ہو، اگر آج بھاری نہ پڑسکیں تو تمہیں کون بچانے آئے گا؟"

تاتیانہ نے ایک قہقہہ لگایا پھر کہا "میں نے پہلے بتا دیا تھا کہ کسی پر بھروسا نہیں کرتی۔ تم پر بھی نہیں کردں گی تمہیں یہاں لانے کا مقصد یہ بھی تھا کہ ہماری تمہاری گفتگو ریکارڈ ہوتی رہے۔ جس طرح ماریہ کی رہائش گاہ کے ہر حصے میں مائیک لگے ہوئے ہیں اسی طرح یہاں بھی مائیک ہیں جو نظر نہیں آتے۔ ہماری گفتگو دوسری طرف سنی جارہی ہے۔ اس سے پہلے کہ تم مجھ پر بھاری پڑو، یہاں مسلح سپاہی پہنچ جائیں گے، تمہاری مکاری آج ختم ہوچکی ہے۔ ہا ہا ہا ہا......"

وہ قہقہے لگا رہی تھی جس ملک میں قدم قدم پر پہرہ ہو وہاں کے ایک بنگلے سے سونیا کا بچ نکلنا بالکل ہی ناممکن تھا۔ تاتیانہ کے فاتحانہ قہقہے کمرے کی چار دیواری میں گونج رہے تھے۔

میڈونا تھوڑی دیر تک پارس کو دیکھتی رہی پھر بولی "کیا سوچ رہے ہو؟ تمہاری ماما اب دماغ میں نہیں آئیں گی۔"

وہ خیالات سے چونک کر بولا "ہاں شاید اب نہیں آئیں گی۔ میں حیران ہوں، وہ ماں ہوکر تمہیں دماغی جھٹکے پہنچانا چاہتی تھیں۔"

وہ اداسی سے مسکراتے ہوئے بولا "وہ پہلے ہی مجھے بیٹا تسلیم نہیں کرتی تھیں۔ سپرماسٹر نے انھیں میرے خلاف اور بھڑکا دیا ہوگا۔"

"جب وہ تمھیں نہیں صرف علی تیمور کو بیٹا سمجھتی ہیں تو تم بھی انھیں نظرانداز کرو، ایک دن انھیں اپنی غلطی کا احساس ہوجائے گا۔"

"ماں نادان ہے، بیٹا تو نادان نہیں ہے، انھوں نے مجھے جنم دیا ہے اسی لیے میں قدرتی طور پر ان کے منفی رویّے سے اداس ہوجاتا ہوں۔"

ویٹر میز پر کھانا لگا رہا تھا جب وہ چلا گیا تو پارس نے کہا "تم خاموشی سے کھانا کھاؤ اور ماما کے دماغ میں پہنچ کر ان کے موجودہ حالات کو سمجھو۔"

"کیا وہ مجھے دماغ میں آنے دیں گی؟"

"جاکر آزماؤ جگہ نہ ملے تو لوٹ آنا کسی کو تم پر شبہ نہیں ہوگا۔"

پارس اُسے خیال خوانی میں لگا کر نہایت اطمینان سے اس کے حسن اور شباب کو دیکھ رہا تھا۔ بلکہ نگاہوں کی انگلیوں سے جی بھر کے ٹٹول رہا تھا اس نے محسوس کیا وہ برائے نام کھا رہی تھی، رہ رہ کر پہلو بدل رہی تھی اور آپ ہی آپ شرما رہی تھی۔ پارس نے پوچھا "تم خیال خوانی میں مصروف نہیں ہو؟"

وہ سر جھکا کر کانٹے اور چمچ سے کھیلنے لگی۔ اس نے پوچھا "تم لڑکیاں یہ کیسے سمجھ لیتی ہو کہ تمھیں کوئی نظر بھر کے دیکھ رہا ہے؟"

وہ مسکرانے لگی پھر بولی "ہر عورت ٹیلی پیتھی جانتی ہے اپنے مرد کے مزاج کو خصوصاً اس کے رومانٹک موڈ کو خوب سمجھتی ہے اس لیے دیکھے بغیر، پوچھے بغیر سمجھ لیتی ہے کہ اس کا چاہنے والا کس وقت کیا چاہتا ہے۔"

"تم میری چاہت کا سراغ لگا رہی ہو۔ ماما کے پاس نہیں گئیں؟"

"میں پندرہ منٹ ان کے دماغ میں رہ کر آئی ہوں۔ تمھیں یہ سن کر دکھ ہوگا کہ ماما نے تمھارے مذہب کو چھوڑ دیا ہے۔ اپنا ہندو دھرم پھر اختیار کرلیا ہے۔ اس کا ایک بھائی کنور رنجیت سنگھ ہے اور ایک بھابی لاج ونتی ہے سپرماسٹر کی اسٹوری کے مطابق ماما کے شوہر ٹھاکر رگھوویر سنگھ کو تمھارے پاپا نے قتل کیا تھا اور ماما کو داشتہ بنا کر رکھا تھا، وہ سونیا، ممّا سے، علی تیمور سے اور تم سے اپنی ذلت اور بربادی کا انتقام لینا چاہتی ہیں۔"

سپرماسٹر کے زیرِسایہ رسونتی دیوی جو نیا ڈرامہ پلے کررہی

خوف!

ایک ایسا مسئلہ جس سے ہر شخص دوچار ہے

خوف سے آدمی پریشان ہوتا ہے۔

خوف سے آدمی پاگل ہوجاتا ہے۔

خوف سے زندگی ناکام ہوجاتی ہے۔

خوف سے ازدواجی مسائل پیدا ہوجاتے ہیں۔

خوف سے آدمی خودکشی کرلیتا ہے۔

خوف دیمک کی طرح زندگی کو چاٹتا رہتا ہے۔

شرم بھی خوف ہی کا ایک پہلو ہے اور اتنا ہی خطرناک

اُردو کے جانے پہچانے منفرد نفسیاتی ادیب اسلام حسین کے قلم سے

خوف و شرم

اور اس کا سدِباب

کا مطالعہ کیجیے

اور ان کمزوریوں سے نجات حاصل کرکے

کامیاب اور خوش و خرّم زندگی گزاریے

قیمت: ۲۵ روپے

مکتبۂ نفسیات، پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

تھی اس کے متعلق میڈونا بتاتی رہی۔ پارس نے کہا "ماما نے اپنی زندگی میں کبھی اپنے دماغ سے کچھ سوچ کر کام نہیں کیا۔ ان کی اسی کمزوری سے سپر ماسٹر کھیل رہا ہے۔ تم علی تیمور کے پاس جاؤ اور اسے ماما کے متعلق تفصیل سے بتاؤ۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر علی تیمور کے دماغ میں پہنچتے ہی واپس آگئی۔ اس نے دو بار ایسا کیا، ہر بار اس نے سانس روک لی۔ میڈونا نے پارس سے کہا "تمہارے بھائی سے بڑا ڈر لگتا ہے۔ اس نے مجھے موت کی سزا سنائی تھی۔ وہ بہت چالاک ہے۔ اس نے پتا نہیں کیسے مجھے دشمن خیال خوانی کرنے والی کی حیثیت سے پہچان لیا تھا۔"

"اب تو دشمن نہیں ہو۔ اس سے کہو مجھ سے فون پر رابطہ قائم کرے۔ میں تمہاری طرف سے صفائی پیش کروں گا۔"

"میں اس سے کیسے کہوں، وہ دماغ میں آتے ہی نہیں دیتا۔ میں تین بار کوشش کر چکی ہوں۔"

"ہوں، علی تیمور وہی کر رہا ہے جو میں کر رہا ہوں۔ دشمن ہمارے اندر آکر کسی وقت بھی دماغی اذیت پہنچا سکتے ہیں۔ بہتری اسی میں ہے کہ دوستوں کو بھی دماغ میں نہ آنے دیا جائے۔"

"پھر مجھے کیوں آنے دیتے ہو؟"

"تم میرے سامنے رہتی ہو جب کسی اہم گفتگو کے لیے اشارہ کرتی ہو تو میں دماغ کے دروازے کھول دیتا ہوں۔ میری نظروں سے اوجھل ہو کر دماغ میں آنا چاہو گی تو پہلے خاص کوڈ ورڈز سنوں گا ـــ اس کے بعد آنے دوں گا۔"

"یہاں کسی اعلیٰ افسر کے ذریعے علی تیمور سے رابطہ ہو سکتا ہے؟"

"نہیں، کوئی نہیں جانتا، وہ کہاں ہوگا۔"

ہوٹل کا منیجر اپنے ہاتھوں میں ایک پیلے کارڈ اٹھائے ڈائننگ ہال کے مختلف حصوں سے گزر رہا تھا اس پیلے کارڈ پر مس میڈونا لکھا ہوا تھا۔ میڈونا نے کہا "پارس! وہ دیکھو، پیلے کارڈ پر میرا نام ہے۔ تمہارے منصوبے کے مطابق کسی نے مجھے پہچان لیا ہے۔"

پارس نے منیجر کو اشارے سے بلایا۔ پھر قریب آنے پر بولا "کیا پیغام ہے؟"

اس نے کارڈلیس ریسیور بڑھا دیا۔ پارس نے وہ ریسیور میڈونا کو دیا۔ وہ اسے آپریٹ کرتے ہوئے کان سے لگا کر بولی "ہیلو، مس میڈونا بول رہی ہوں۔"

دوسری طرف سے آواز آئی "تم اصلی روپ میں ہو اور اپنے میڈونا ہونے کا اعتراف کر رہی ہو، میں اس جرأت پر بہت حیران ہوں۔"

وہ بولی "میں حیران ہونے والے کا کوئی نام اور کام بھی ہوگا۔"

"تم نام پوچھنے کا تکلف کر رہی ہو۔ جبکہ میرے دماغ میں آکر بہت کچھ معلوم کر سکتی ہو۔"

"میں اس وقت کھانے کی میز پر ہوں۔ تمہارا دماغ اگر ثابت ہوا تو ایک لقمہ بھی نہیں کھا سکوں گی۔"

یہ کہتے ہی اس نے پارس کو اشارہ کیا پھر دماغ میں پہنچ کر پوچھا "کیا بات آگے بڑھاؤں؟"

پارس کے منع کرنے پر اس نے ریسیور کو آف کیا پھر اسے پانچ ڈالر کے ساتھ منیجر کے ہاتھ میں دے دیا۔ وہ شکریہ ادا کر کے چلا گیا۔ پارس نے کہا "تم اطمینان سے کھانے کے بعد اس کے دماغ میں جاؤ گی ویسے دشمنوں نے تمہاری نگرانی شروع کر دی ہوگی۔"

"میں کھا چکی ہوں۔"

"کیا دشمنوں کے خوف سے بھوک مر گئی؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی "جب سے تمہارا ساتھ نصیب ہوا ہے، میں خود کو دنیا کی سب سے شہ زور عورت سمجھ رہی ہوں۔ میں اس میز پر سے اٹھوں گی تو سینہ تان کر باہر جاؤں گی۔"

وہ رسٹ واچ کو دیکھ کر بولا "نو بج کر پچیس منٹ ہوئے ہیں۔ ہم ساڑھے دس بجے تک نادیہ کے کیسینو جائیں گے وقت گزارنے کے لئے کافی پی جائے؟"

"اگر میں انکار کروں تو؟"

"میں انکار کی وجہ پوچھوں گا۔"

"میں کھلی فضا میں تمہارے ساتھ گھومنا چاہتی ہوں۔" بولا "ہم ساتھ چلیں گے، دشمن چلیں گے، ہم کسی اسنیک بار میں رک کر کافی پی لیں گے۔"

وہ بل ادا کر کے اٹھ گئے۔ میڈونا نے پوچھا "کیا مجھے اس شخص کے متعلق کچھ معلوم نہیں کرنا چاہیے؟"

پارس نے کہا "یہ جانتے ہوئے بھی کہ تم میڈونا ہو، اس نے فون پر تم سے بات کی۔ دوسرے لفظوں میں اپنے دماغ کے اندر تمھیں آنے کی دعوت دی۔ اس جرأت کا مطلب ہے، وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیتا ہے اور سانس روک سکتا ہے تم اس کی توقع کے خلاف اسے نظر انداز کر رہی ہو۔۔۔ وہ بے چینی سے تمہارا انتظار کر رہا ہوگا۔ دشمن کو زیادہ اہمیت نہ دے کر اسے احساسِ کمتری میں مبتلا رکھنا چاہیے۔"

وہ ہوٹل سے باہر پارکنگ ایریا میں آئے۔ اپنی کار کی اگلی سیٹ پر بیٹھ گئے، میڈونا نے کہا "میں پیدل چلنا چاہ رہی تھی۔"

"ہم تھوڑی دیر بعد پیدل چلیں گے۔ نگرانی کرنے والوں کو ذرا اپنے پیچھے دوڑنے دو، ان کے تعاقب سے پتا چلے گا، گاڑی ایک ہے یا ایک سے زیادہ۔"

اس نے کار اسٹارٹ کی پھر اسے پارکنگ ایریا سے نکالتے ہوئے بولا "سردی کچھ زیادہ ہے، تمہارا کیا خیال ہے؟"

وہ مسکرا کر قریب آگئی، اس سے لگ کر بیٹھ گئی۔ پارس نے ایک ہاتھ سے اسٹیئرنگ کو سنبھالا پھر اسے دوسرے ہاتھ سے سمیٹ کر کہا "اب تو سردی کے موسم کو بھی پسینہ آئے گا۔"

وہ ہنسنے لگی۔ کار یکساں رفتار سے دوڑ رہی تھی۔ ایک شاہراہ سے دوسری شاہراہ پر جا رہی تھی۔ اس نے کہا "اب تک دو گاڑیاں نظر میں آئی ہیں، ایک ہمارے سامنے جا رہی ہے، دوسری پیچھے آرہی ہے۔"

"تم یقین سے کیسے کہہ سکتے ہو کہ یہ ہمارا تعاقب کرنیوالوں کی گاڑیاں ہیں؟"

"ابھی آزما لو جب ہماری کار کسی گاڑی کے برابر چلتی رہے تو تم ڈرائیو کرنے والے کو مخاطب کر دو گی۔"

وہ رفتار بڑھا کر اگلی کار کے برابر آگیا میڈونا نے کھڑکی سے جھانک کر اس گاڑی کے ڈرائیور کو مخاطب کیا۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ رفتار بڑھا کر آگے نکل گیا وہ بولی۔ "واقعی یہ دشمن ہیں انھیں سمجھایا گیا ہے کہ ہم سے گفتگو نہ کی جائے ورنہ کھوپڑی سلامت نہیں رہے گی۔"

"کیا پیچھے آنے والی گاڑی کے لوگوں کو بھی آزماؤ گی؟"

"میں انھیں سزا دینا چاہتی ہوں۔"

"سنبھل کر بیٹھو، ابھی سزا ملے گی۔"

اس نے اپنی کار کو ذرا سا سائیڈ پر کرتے ہوئے اچانک بریک لگائے۔ پیچھے آنے والی گاڑی کا تھوڑا سا اگلا حصہ رکنے والی گاڑی سے ٹکرایا جس کے نتیجے میں تیز رفتار گاڑی گھوم گئی۔ بریک کی چرچراہٹ دور تک سنائی دی۔ ایک گاڑی کے گھومنے سے پیچھے آنے والی تمام گاڑیاں ایک دوسرے سے ٹکرا ٹکرا کر رکنے لگیں۔ پارس نے اپنی گاڑی سے نکلتے ہوئے کہا "یہیں بیٹھی رہو اور میرے دماغ میں آجاؤ۔"

وہ کار سے نکلتے ہی دوڑتا ہوا تعاقب کرنے والی گاڑی کے پاس آیا، دوسرے لوگ بھی آرہے تھے۔ اس نے دروازہ ایک جھٹکے سے کھول کر ڈرائیو کرنے والے کا گریبان پکڑ لیا پھر کار سے باہر کھینچتے ہوئے بولا "اندھے ہو کر اوور ٹیک کر رہے تھے۔ گاڑی چلانی آتی ہے یا نہیں؟"

وہ بے شمار گاڑیوں کو ٹکراتے دیکھ کر بوکھلا گیا تھا، ہکلاتے ہوئے بولا "مم۔۔ میرا قصور نہیں ہے۔ تم نے اچانک بریک لگائے تھے۔"

پارس نے سوچ کے ذریعے پوچھا "کیا تم نے اس کی آواز اور لہجے کو یاد کر لیا؟"

"ہاں، میں اس کے دماغ میں جا رہی ہوں۔"

پولیس والے آگئے تھے، پارس نے پولیس افسر کو اپنا شناختی کارڈ دکھایا۔ اس نے الرٹ ہو کر سیلیوٹ کیا۔ اس کے بعد کچھ کہنے سننے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ اپنی کار میں آکر بیٹھ گیا پھر اسے اسٹارٹ کر کے آگے بڑھانے لگا۔ میڈونا نے کہا "یہ تعاقب کرنے والے کرائے کے آدمی ہیں، یہ نہیں جانتے کس نے کرائے پر انھیں حاصل کیا ہے ایک ایجنٹ کے ذریعے سودا طے پایا ہے کہ اگر یہ ہمیں ٹریپ کر کے رومن کھنڈرات میں لے جائیں گے تو ان میں سے ہر شخص کو دس ہزار ڈالر دیے جائیں گے۔"

پارس نے گاڑی کو رومن کھنڈرات کی طرف موڑ دیا، میڈونا نے کہا "ان کرائے کے آدمیوں کو سختی سے منع کیا گیا ہے کہ میرے سامنے زبان نہ کھولیں اور نہ ہی مجھ سے آنکھیں ملائیں۔"

"ہاں، وہ نہیں چاہتے تھے ہمیں اس جگہ کا علم ہو جہاں وہ ہمیں لے جانا چاہتے ہیں ـــ اگر دشمن خیال خوانی کرتا ہے تو اسے معلوم ہو چکا ہوگا کہ اس کے ایک آدمی نے ہمارے سامنے زبان کھول دی ہے۔"

"پھر تو وہ رومن کھنڈرات میں نہیں ہوں گے۔"

"چل کر دیکھ لینے میں کیا حرج ہے، ویسے اب اس دشمن کے دماغ میں پہنچنے کا وقت آگیا ہے جس نے تمھیں فون پر مخاطب کیا تھا۔"

"میں ابھی جاتی ہوں۔"

اس نے پرواز کی، اس کے دماغ میں پہنچی، وہ ہنسنے لگا۔ پارس کا اندازہ درست تھا، اس نے میڈونا کو محسوس کر لیا تھا۔ وہ ہنستے ہوئے بولا "بڑا انتظار کرایا میری جان! کیا پارس سے چپکنے کے بعد اسے چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا؟"

وہ خاموش رہی۔ اس نے پوچھا "کیا میری بات کا جواب نہیں دو گی؟"

اس نے جواب کا انتظار کیا پھر ہنستے ہوئے کہا "اچھا سمجھ گیا، چپ چاپ میرے خیالات پڑھ رہی ہو۔ مجھے افسوس ہے،

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

میں تمھاری خاموشی برداشت نہیں کروں گا، آئندہ کچھ بولنا ہو تو آنا ورنہ خدا حافظ!"

اس نے سانس روک لی، میڈونا دماغی طور پر حاضر ہو کر بولی "اس کا نام جمکاٹا ہے۔ سپر ماسٹر کا ایک خطرناک ایجنٹ ہے اس نے مجھے تمھارے ساتھ ہوٹل میں داخل ہوتے دیکھا تھا۔ جب دانیال نے مجھ پر تنویمی عمل کیا تھا اور میں لاپتا ہو گئی تھی تو سپر ماسٹر نے میری تصویریں تمام ملکوں کے ایجنٹوں کے پاس بھیج دی تھیں۔ جمکاٹا کو یقین نہیں آیا کہ میں تمھارے ساتھ ہوں، وہ بھی اسی ہوٹل میں تھا۔ اس نے فون کے ذریعے میرے ملنے کی تصدیق کی۔ پھر اپنے کچھ آدمیوں کو ہماری نگرانی کے لئے متعین کر کے حکم دیا کہ ہمیں رومن کھنڈرات میں گھیر کر لایا جائے۔"

"کیا سپر ماسٹر کا خیال خوانی کرنے والا اس کے ساتھ نہیں ہے؟"

"جمکاٹا نے ہاٹ لائن پر سپر ماسٹر کو اطلاع دی ہے کہ میں زندہ ہوں اور تمھارے ساتھ ہوں۔ خیال خوانی کرنے والے کو فوراً میرے دماغ میں بھیجا جائے۔ شاید وہ خیال خوانی کرنے والا کہیں مصروف ہے اسی لیے ابھی تک کوئی میرے دماغ میں نہیں آیا ہے۔"

"تم جمکاٹا کی ذاتی زندگی کے متعلق معلوم کرو۔ اس کا پتا ٹھکانا معلوم ہونا چاہیے۔"

وہ پھر جمکاٹا کے دماغ میں پہنچی وہ بولا "تم پھر خاموش رہنے کے لئے آئی ہو تو چلی جاؤ۔"

اس نے کہا "میں تمھارے چور خیالات پڑھ کر یقین کرنا چاہتی ہوں کہ تم واقعی سپر ماسٹر کے وفادار ہو یا نہیں۔"

"میری جان! تمھاری وفاداری کو کیا ہو گیا ہے۔ تم نے سپر ماسٹر سے رابطہ کیوں ختم کر دیا؟"

"یہ میں تمھیں نہیں بتا سکتی، سپر ماسٹر کا خیال خوانی کرنے والا میرے دماغ میں آئے گا تو اسے حقیقت معلوم ہو جائے گی۔ تم زیادہ نہ بولو، مجھے اپنے خیالات پڑھ کر یقین کرنے دو۔"

"سوری، میں تمھارے پاس اپنی کوئی کمزوری چھوڑنا نہیں چاہتا۔"

اس نے سانس روک لی۔ میڈونا نے پارس سے کہا۔ "جمکاٹا گیارہ رالبسن اسٹریٹ میں رہتا ہے۔ اس کی بیوی مر چکی ہے ایک دس سالہ بیٹا ہے جسے وہ جان سے زیادہ چاہتا ہے۔"

"کیا تم سپر ماسٹر کے خیال خوانی کرنے والے کے دماغ میں جا سکتی ہو؟"

"میں نے اس کی آواز کبھی نہیں سنی اور نہ ہی اسے دیکھا ہے۔"

پارس نے کارڈلیس فون کے ذریعے ایک اعلیٰ افسر سے رابطہ قائم کیا پھر کہا "جمکاٹا نامی ایک شخص گیارہ رالبسن اسٹریٹ میں رہتا ہے۔ وہاں اس کا دس سالہ بیٹا ہو گا اسے اپنے دفتر میں لے آئیں۔ میں تھوڑی دیر کے لیے اسے یرغمال بنانا چاہتا ہوں، آپ فوراً یہ کام کریں، شکریہ۔"

اس نے دوسری طرف سے کچھ باتیں سنیں پھر ریسیور رکھ دیا۔ میڈونا نے پوچھا "کیا کرنا چاہتے ہو؟"

"میں جس افسر سے باتیں کر رہا تھا تم نے اس کی آواز سنی ہے؟"

"میں اس کے دماغ میں جا سکتی ہوں۔"

"جاؤ اور دیکھو اس لڑکے کو جب اغوا کیا جائے تو مجھے بتا دینا۔"

وہ بیٹھے بیٹھے افسر کے پاس پہنچ گئی۔ پارس نے ایک جگہ سڑک کے کنارے گاڑی روک دی۔ آگے جانے والی گاڑی بھی کچھ دور جا کر رک گئی۔ کسی کا تعاقب کرنے والے پیچھے رہتے ہیں مگر وہ آگے آگے جا رہے تھے کیونکہ میڈونا کی کار خود ہی ان راستوں پر جا رہی تھی، جہاں سے گزر کر وہ رومن کھنڈرات تک پہنچنا چاہتے تھے، اس کے اچانک رکنے پر انھیں بھی رکنا پڑ گیا۔ ایک نے کہا "یہ کمبخت کیوں رک گئی ہے؟"

دوسرے نے کہا "یو شٹ اپ، ہمیں گونگا بن کر رہنے کی تاکید کی گئی ہے۔"

"ہمیں میڈونا کے سامنے زبان کھولنے سے منع کیا گیا ہے اور وہ ہم سے دور ہے۔"

"معلوم ہوتا ہے انھیں اپنی منزل تک لے جانے کے لیے اب زبردستی کرنی ہوگی۔"

ان سب نے اپنے اپنے ریوالوروں کو چیک کیا انھیں اپنی اپنی جیب میں رکھا پھر کار سے باہر آ گئے۔ پارس کی کار نیم تاریکی میں تھی۔ وہ سب اپنی جیبوں میں ہاتھ ڈال کر محتاط انداز میں آ رہے تھے پھر ایک نے کہا "ہم سب مسلح ہیں فائرنگ کی حماقت نہ کرنا۔ ورنہ گولیوں سے چھلنی کر دیے جاؤ گے۔"

وہ دھمکیاں دیتے ہوئے قریب آئے پھر چونک گئے۔ کار خالی تھی۔ میڈونا اور پارس نہیں تھے۔ ایک نے کہا "وہ فرار ہونا چاہتے ہیں مگر زیادہ دور نہیں گئے ہوں گے تم ادھر جاؤ، تم اُدھر، میں سڑک کے کنارے دوڑتا ہوا جاؤں گا۔ شاید وہ کسی گاڑی والے سے لفٹ لے کر بھاگنا چاہتے ہوں۔"

وہ تینوں ان کی تلاش میں جانا چاہتے تھے پھر کار اسٹارٹ ہونے کی آواز سن کر رک گئے۔ ان کی اپنی کار اسٹارٹ ہو کر آگے جا رہی تھی اور اس کی رفتار بڑھتی جا رہی تھی۔ وہ اپنی کار کے پیچھے دوڑے پھر رک گئے۔ پلٹ کر دوڑتے ہوئے پارس کی کار کے پاس آئے۔ اس کے دروازے کو کھول کر بیٹھ گئے لیکن چابی نہیں تھی۔ کار اسٹارٹ نہیں ہو سکتی تھی۔ وہ باہر نکل کر فضا میں گھونسے لہراتے ہوئے گالیاں دینے لگے۔

پارس عقب نما آئینے میں دیکھتا جا رہا تھا میڈونا نے اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر کہا "تم نے تو کمال کر دیا... دشمنوں کو پیدل کر دیا۔ میں تمھارے ساتھ ذہانت اور حاضر دماغی کی ایک نئی دنیا میں پہنچ گئی ہوں۔"

"کیا اس لڑکے کو اغوا کر لیا گیا ہے؟"

"میں ابھی معلوم کرتی ہوں۔"

وہ گئی پھر تھوڑی دیر میں آ کر بولی "وہ لڑکا آفیسر کے گھر پہنچ گیا ہے۔"

"اب جمکاٹا کے پاس جاؤ۔ اسے بیٹے کا حوالہ دے کر دماغ کا دروازہ کھلا رکھنے پر مجبور کرو، پھر معلوم کرو کہ سپر ماسٹر کا خیال خوانی کرنے والا تمھارے پاس کیوں نہیں آ رہا ہے۔ اگر وہ آئے تو جمکاٹا اپنے دماغ میں تمھاری موجودگی کے متعلق اسے کچھ نہ بتائے۔ تم اس خیال خوانی کرنے والے کے لب و لہجے کو یاد رکھو گی۔"

اسی وقت میڈونا نے سانس روک لی پھر آہستہ آہستہ سانس لینے لگی چند سیکنڈ کے بعد پھر سوچ کی لہریں محسوس ہوئیں۔ جمکاٹا نے کہا "سانس نہ روکنا میں سپر ماسٹر کا پیغام سناتا ہوں۔"

"وہ پیغام میں تمھارے دماغ میں آ کر سنوں گی۔"

اس نے سانس روک کر اسے بھگا دیا۔ پھر پارس سے کہا۔ "ابھی کوئی میرے دماغ میں آیا تھا، سپر ماسٹر کا پیغام سنانا چاہتا تھا۔ میں نے اس سے کہہ دیا اس کے دماغ میں آ کر سنوں گی۔"

"شاباش! تم نے دانشمندی کا ثبوت دیا ہے۔"

وہ مسکرا کر بولی "یہ تمھاری ایک دن کی صحبت کا نتیجہ ہے آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا؟"

"اچھا اب جاؤ اور سپر ماسٹر کی باتیں سن کر آؤ۔"

وہ ڈیگر کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہ ناگواری سے بولا۔ "تم بہت چالاک بننے کی کوشش کر رہی ہو۔ شاید تم نہیں جانتیں الیکٹرو مشین کے ذریعے میری ہی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں تمھارے دماغ میں منتقل کی گئی ہیں۔ تمھیں میرا اور سپر ماسٹر کا احسان نہیں بھولنا چاہیے۔ ہمارے ماسٹر نے کہا ہے صبح کا بھولا شام کو گھر لوٹ آئے تو اسے بھولا نہیں کہتے۔ تم لوٹ آؤ۔ تمھیں پہلے سے زیادہ مان اور مرتبہ ملے گا۔"

"مجھے مان اور مرتبہ، دولت اور شہرت نہیں چاہیے، میرا دل، میری جان اور میری دنیا صرف پارس ہے۔"

"یہ تو بہت خوشی کی بات ہے۔ ہمارا ماسٹر فرہاد کی موت کے بعد اس کی فیملی کے تمام افراد کو ہر طرح کا تحفظ فراہم کرنا چاہتا ہے تم تمام عمر پارس کے ساتھ رہو، ہم اسے دوست بنا کر رکھیں گے۔"

"اور ماں کو بیٹوں کا دشمن بناتے رہیں گے، کیا خوب دوستی ہے۔"

"طنز نہ کرو، اگر پارس اور علی تیمور صرف ہمارے بن کر رہیں گے تو ہم رسونتی کے دماغ سے نفرت اور دشمنی نکال دیں گے۔"

"جو لوگ اپنے دماغ سے دشمنی نہیں نکال سکتے وہ دوسروں کی بھلائی کیا کریں گے، سپر ماسٹر سے کہو، میں پارس کو اس کا دوست بناؤں گی، میں بھی اس کی وفادار رہوں گی، اس کے لیے صرف ایک شرط ہے، ماں کو بیٹوں کے پاس پہنچا دو۔"

"پہلی ملاقات میں معاملات طے نہیں ہو سکتے۔ میں سپر ماسٹر سے ان معاملات کا کوئی مناسب حل معلوم کر کے بتاؤں گا۔"

"میرے دماغ میں آنے کی کبھی زحمت نہ کرنا۔ فون کے ذریعے اطلاع دو گے تو میں تمھارے دماغ میں آ جاؤں گی۔"

وہ واپس آ کر پارس کو تمام باتیں بتانے لگی۔ وہ بولا "سپر ماسٹر ابھی تذبذب میں رہے گا۔ ماما اور تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو۔ وہ کسی کو چھوڑنا نہیں چاہے گا۔ یہ اندیشہ رہے گا کہ تم اس کی وفادار نہ رہیں تو ماسک مین کسی طرح تمھیں اپنے بس میں کر لے گا اور اگر ماما اس کے فریب سے نکل آئیں گی تو ہماری پوری فیملی کبھی اس کے دباؤ میں نہیں رہے گی۔"

"میرا خیال ہے، وہ مجھے اغوا کرانے کی کوشش کرے گا۔"

"صحیح خیال ہے، ان حالات میں وہ یہی کرے گا۔ تم جمکاٹا کے پاس جاؤ اور وارننگ دو کہ اس کے کسی آدمی نے آئندہ ہمارا پیچھا کیا یا اس نے ہمارے خلاف کوئی قدم اٹھایا تو دوسری بار اس کا بیٹا اغوا ہونے کے بعد نہیں ملے گا۔"

وہ جمکاٹا کے پاس جا کر بولی "ہیلو! تمھارا ایک ڈیگر میرے پاس آیا تھا۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا "کیا ڈیگر نے اپنا نام بتایا ہے؟"

"کیا تم نے اپنا نام بتایا تھا؟ دماغ میں ذرا سی دیر کے لیے جگہ مل جائے تو اندر کی بہت سی چھپی ہوئی باتیں معلوم ہو جاتی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہیں۔ سپر ماسٹر کے پاس ایک نہیں، دو خیال خوانی کرنے والے ہیں اور وہ ڈیگر اینڈ ڈیگر کہلاتے ہیں۔"

"وہ نہیں تین کہو کیا تم ہمارے ماسٹر کی وفادار نہیں ہوگی؟"

"یہ میرا اور اس کا معاملہ ہے۔ تمھیں سمجھانے آئی ہوں کہ آئندہ تمھارا کوئی آدمی میرا تعاقب نہ کرے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "تم سمجھا رہی ہو یا وارننگ دے رہی ہو؟"

"ابھی تمھیں معلوم ہو جائے گا۔ ذرا فون پر اپنے بیٹے سے بات کرو۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "تم کہنا کیا چاہتی ہو؟"

"کچھ نہ پوچھو، فون کرو۔"

اس نے فوراً ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ دوسری طرف گھنٹی بجتی رہی۔ بیٹے نے فون نہیں اٹھایا۔ وہ غصے سے دہاڑتے ہوئے بولا "میڈونا! میرا بیٹا کہاں ہے؟ جلدی بتاؤ، ورنہ میں موت بن کر تمھیں فنا کر دوں گا۔"

"کیا میرے فنا ہونے سے بیٹا مل جائے گا؟"

اس نے تلملا کر پوچھا "تم کیا چاہتی ہو؟"

"تمھیں اپنے معاملے میں شریف آدمی دیکھنا چاہتی ہوں، تم سپر ماسٹر کے لیے میرے خلاف کوئی کام نہیں کرو گے۔"

"نہیں کروں گا، میرا بیٹا کہاں ہے؟"

"سپر ماسٹر تم سے مایوس ہو کر جسے ہمارے پیچھے لگائے گا تم اس کا نام اور پتا بتاؤ گے۔"

وہ دہاڑتے ہوئے بولا "بتاؤں گا، بتاؤں گا، میرا بیٹا کہاں ہے؟"

"ایک منٹ، ابھی بتاتی ہوں۔"

وہ پارس سے بولی "جمکاٹا میری باتیں مان رہا ہے افسر سے کہہ دو، اس کے بیٹے کو واپس کر دیا جائے۔"

پارس نے ایک ٹیلی فون بوتھ کے پاس گاڑی روکی کیونکہ دشمنوں کی کار میں کارڈلیس فون نہیں تھا۔ اس نے افسر سے بات کی، افسر نے کہا "ایک سپاہی ابھی لڑکے کو گھر پہنچانے جا رہا ہے۔"

وہ ریسیور رکھ کر بوتھ سے باہر آیا، کار میں بیٹھ کر اسے اسٹارٹ کرتے ہوئے بولا "افسر یا لڑکے کے دماغ میں جا کر دیکھو۔"

وہ لڑکے کے پاس آئی پھر اس کے باپ کے پاس پہنچ کر بولی "تمھارا بیٹا گھر پہنچ رہا ہے، جا کر دیکھ لو۔"

وہ فوراً ہی اٹھ کر ہوٹل سے باہر آیا پھر اپنی کار میں بیٹھ کر گھر کی طرف جانے لگا جب لڑکا خیریت سے گھر پہنچ گیا۔

دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ اطمینان کی سانس لیتے ہوئے

"اب ہمارا کوئی تعاقب نہیں کرے گا۔"

"یہ تمھارا خیال ہے، دشمنوں کو ہم سے بے حد بغض ہے وہ پیچھا چھوڑنا نہیں چاہتے۔"

میڈونا نے گھوم کر پیچھے دیکھا، کتنی ہی گاڑیاں آتی دکھائی دے رہی تھیں۔ پارس بولا "ایک بار دیکھنے سے کچھ نہیں آئے گا۔ بار بار سر گھماؤ گی تو گردن دکھنے لگے گی، آئینے میں دیکھو، ہر گاڑی تھوڑی دیر میں ادھر ادھر چلی جاتی ہے صرف ایک سفید کار ہمارے پیچھے رہ جاتی ہے۔"

"کیا ان کار والوں کو بھی چکر دو گے؟"

"نہیں، تم بار بار قریب آ کر موسم بدل رہی ہو، لہٰذا کاٹیج چل رہے ہیں۔"

وہ ذرا شرمائی، ذرا مسکرائی پھر بولی "اور یہ دشمن؟"

"ان کا انتظام ہو جائے گا۔"

"یہ جمکاٹا باز نہیں آ رہا ہے۔"

"نہیں میڈونا! ابھی وہ بیٹے کو گلے لگا کر چوم رہا ہے اب ہم سے دشمنی کی جرأت نہیں کرے گا۔ یہ کوئی اور ہیں۔"

"ماسک مین کے آدمی ہوں گے۔"

"یہودی تنظیم کے افراد بھی ہو سکتے ہیں۔"

اس نے کاٹیج کے سامنے گاڑی روک دی پیچھے آنے والی سفید گاڑی ان کے قریب سے گزر کر آگے چلی گئی جھیل سے دور جانے والی سڑک پر مڑ گئی۔ وہ میڈونا کے ساتھ کاٹیج میں آیا۔ دروازے کو اندر سے بند کیا، ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے، رابطہ قائم ہونے کے بعد بولا "میں ... میں ہوں۔"

"مسٹر ... میں نے ابھی آپ کو ایک لڑکی کے ساتھ دیکھا ہے۔"

"تم نے وہ سفید رنگ کی کار بھی دیکھی ہوگی؟"

"جی ہاں، ابھی آپ کی گاڑی کے قریب سے گزر گئی ہے۔"

"دشمن میری رہائش گاہ دیکھ کر گئے ہیں۔ کسی وقت بھی آ سکتے ہیں۔"

"آپ اطمینان سے سو جائیں، جو آئے گا اسے ہم سلا دیں گے۔"

"میں دشمنوں کی کار سے آیا ہوں، میری کار بلیو ... میں سڑک کے کنارے ہوگی۔"

"سمجھ گیا سر! پہلا ایک آدمی یہ کار وہاں چھوڑ کر آپ کی کار لے آئے گا۔"

"شکریہ، اب میں آرام کر رہا ہوں۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ میڈونا لباس تبدیل کرنے گئی تھی، وہ بھی لباس بدلنے لگا۔ پھر اس نے ہیٹر کو آن کیا، سردی شباب پر تھی۔ شباب کی حرارت کے باوجود کمرے کو گرم رکھنا ضروری تھا۔ اس نے ریکارڈر میں ایک کیسٹ لگا کر آن کیا۔ پھر کاٹیج کے مختلف حصوں میں جا کر تمام بتیاں بجھا دیں، اپنے کمرے میں ہلکی خواب آور روشنی رہنے دی۔ میڈونا باتھ روم سے باریک نائٹی پہن کر آئی۔ نائٹی کے پیچھے بدن کی گلابی رنگت آنکھ مچولی کھیل رہی تھی۔ صاف چھپتی بھی نہیں تھی، سلنے آتی بھی نہیں تھی۔

کچھ دیر رقص کرنے کے بعد پارس نے اسے دونوں بازوؤں میں اٹھا لیا۔ وہ منہ چھپانے لگی، یہ چھیڑنے لگا، وہ شرمانے لگی۔ پتا نہیں یہ چھیڑ چھاڑ کب تک جاری رہتی، اچانک فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ وہ میڈونا کو لیے ہوئے بستر پر گر پڑا پھر بولا "آہ! اسے دشمنی کہتے ہیں، پچی دشمنی کرنے والے ایسے ہی وقت آ دھمکتے ہیں۔"

وہ منہ چھپا کر ہنسنے لگی۔ اس نے کہا "میرے حال پر نہ ہنسو اور میرے دماغ میں آ کر دیکھو، فون کرنے والا کون ہے اور کیا چاہتا ہے؟"

وہ اس کے دماغ میں آ گئی۔ اس نے ایک کروٹ ہو کر سرہانے رکھے ہوئے فون کا ریسیور اٹھایا۔ پھر کراہتے ہوئے بولا "آہ! کون ہو بھائی؟"

دوسری طرف سے ریڈ پاور کے باس نے کہا "ہیلو پارس! میں بول رہا ہوں۔"

"صبح بولتے تو کیا بگڑ جاتا؟"

"کیا بات ہے؟ تمھاری آواز سے پتا چل رہا ہے، تم تکلیف میں ہو۔"

"بڑی تکلیف میں ہوں، مجھے میڈونا پریشر ہو گیا ہے۔"

"کیا ہو گیا ہے؟"

"میڈونا پریشر۔ یہ ایک نہایت ہی خوبصورت بیماری ہے۔ جب سے مجھے لگی ہے، ڈاکٹر سپر ماسٹر اور ڈاکٹر ماسک مین میرا علاج کرنے پر تل گئے ہیں۔ اس بیماری کو مجھ سے چھین کر اپنے ملک میں لے جانا چاہتے ہیں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "خوب مذاق کرتے ہو۔ بڑے ہی زندہ دل ہو۔ مجھے ابھی ابھی معلوم ہوا ہے کہ میڈونا تمھارے پاس ہے۔ قسم سے کہتا ہوں، مجھے بہت خوشی ہو رہی ہے، وہ تمھارے پاس ہی محفوظ رہ سکتی ہے۔ میرا خیال ہے وہ جاگ رہی ہو گی اور تمھارے ذریعے میری آواز سن رہی ہو گی، اگر وہ میرے دماغ میں آنے کی زحمت کرے تو یہ میری خوش نصیبی ہو گی۔"

"یہ خوش نصیبی کل صبح ملے تو کوئی حرج ہے؟"

"آں، کل صبح؟ ابھی رات کو نہیں؟ اچھا اچھا سمجھ گیا، کمال ہے! میں دیر سے کیوں سمجھا، جب کہ میں بھی جوان رہ چکا ہوں، بلکہ اب بھی جوان ہوں اسی لیے تو سمجھ گیا۔ ہا ہا ہا..."

پارس نے ریسیور رکھ دیا۔ میڈونا کے ساتھ خود کو کمبل میں چھپا لیا۔ میڈونا کا ایک ہاتھ آہستہ آہستہ رینگتا ہوا... ٹیلیفون تک گیا پھر اس نے ریسیور کو کریڈل سے ہٹا کر ایک طرف رکھ دیا۔

کمرے میں خاموشی تھی۔ کیسٹ ریکارڈر چپ ہو چکا تھا، صرف سانسیں تھیں جو کچھ کہہ رہی تھیں اور کچھ سن رہی تھیں۔ باہر ایک فائر کی آواز سنائی دی۔ پھر سناٹا چھا گیا۔ تھوڑے وقفے کے بعد لگاتار فائرنگ کی آواز گونجتی ہوئی آئی پھر خاموشی چھا گئی۔ یوں لگتا تھا، پیار کے دشمن ٹوٹ پڑنا چاہتے ہیں۔ پارس پیار کی منزلیں طے کرتا ہوا چاند پر آ گیا تھا۔ اسی لمحے ہلکا سا کھٹکا سنائی دیا۔ اس نے فوراً ہی ایک کروٹ بدلی، تکیے کے نیچے سے ریوالور نکالا اور روشن دان کی طرف ٹھائیں سے گولی چلا دی۔ فائر کی آواز کے ساتھ ہی کسی کی آخری چیخ سنائی دی، وہ پھر کروٹ بدل کر چاند پر پہنچ گیا۔

طیارہ دو گھنٹے تک لندن کے ائرپورٹ پر کھڑا رہا۔ کچھ مسافر اپنا مختصر سامان لے کر جا رہے تھے اور کچھ نیویارک تک سفر کرنے آ رہے تھے۔ ایمی نے علی تیمور کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "میں بیٹھے بیٹھے بور ہو گئی ہوں۔ چلو ائرپورٹ کے ویٹنگ روم تک چلیں۔ ایک طرح کی آؤٹنگ ہو جائے گی۔"

علی تیمور ہاتھ چھڑا کر اٹھ گیا، اس کے ساتھ طیارے سے باہر آیا، وہ اس کے بازو میں اپنا بازو ڈال کر چلتے ہوئے بولی "ہاتھ کیوں چھڑاتے ہو؟"

"میں ہتھکڑی نہیں پہننا چاہتا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "ہتھکڑی فولاد کی ہوتی ہے اور میں پھول ہوں۔"

"مرد فولاد کو توڑ دیتے ہیں مگر پھول سے لوٹ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

جاتے ہیں۔ میں لوٹنا نہیں چاہتا۔"

"تم کبھی مسکراتے نہیں ہو؟"

"معصوم بچّوں کو دیکھ کر مسکراتا ہوں۔"

وہ چلتے چلتے چہک کر بولی "مجھے بھی بچّی سمجھ کر مسکراؤ۔"

اس نے اپنے بازو سے ایمی کا بازو الگ کیا پھر ایک انگلی بڑھا کر بولا "اسے پکڑ لو۔ بچیّاں انگلی پکڑ کر چلتی ہیں۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی "تم سے جیتنا مشکل ہے، میں اپنے الفاظ واپس لیتی ہوں۔ اگر تم مجھے اپنے بازو سے لگا کر نہیں چلو گے تو لوگ کیا سوچیں گے... میں توہین محسوس کروں گی۔"

"ہم عاشق یا میاں بیوی نہیں ہیں۔ اگر اپنی انسلٹ سمجھتی ہو تو آگے پیچھے کتنے ہی مرد ہیں، کسی کے بازو سے لگ جاؤ۔"

"تم فلسفے کی طرح خشک، پتھر کی طرح سخت اور چٹان کی طرح اٹل ہو۔ شاید اسی لیے میں تمھیں چاہنے لگی ہوں۔ میں کسی اور سے فری ہو جاؤں گی، یہ خیال دل سے نکال دو۔ ایسی باتیں نہ کرو جو کسی بازاری عورت سے کہی جاتی ہیں۔"

"اور تم ایسی حرکتیں نہ کرو جو کسی عیّاش مرد سے کی جاتی ہیں۔ تم بازاری نہیں ہو، میں عیّاش نہیں ہوں۔ اس لیے ہم الگ الگ مہذب انسانوں کی طرح چل رہے ہیں۔ اور اتنے بھی الگ نہیں ہیں کہ ایک دوسرے کی انگلی نہ پکڑ سکیں۔"

وہ ویٹنگ روم کے بک اسٹال پر آئے۔ ایمی نے ایک فیشن میگزین خریدا۔ پھر اس سے پوچھا "کیا بور ہو گئے؟"

"تم نے پرواز کے دوران دیکھا ہے، میں نے کچھ نہیں پیا۔ چائے بھی نہیں پی۔ صرف رات کا کھانا کھایا۔"

"تعجب ہے! تم چائے بھی نہیں پیتے۔"

"کبھی ضرورت محسوس کرتا ہوں تو پی لیتا ہوں۔ بائی دی وے تم مجھ میں اتنی دلچسپی کیوں لے رہی ہو؟"

"کیا تم ابھی تک مجھ پر شبہ کر رہے ہو؟"

"جب تم ماما سے ملا دو گی تو پھر کبھی شبہ نہیں کروں گا۔"

اس نے باتوں کے دوران ایک جانب دیکھا۔ ایک جوان عورت ساری پہنے ہوئے تھی۔ ماتھے پر بندیا چمک رہی تھی۔ یورپ میں ہندوستانی لباس بہت سی نگاہوں کا مرکز بن جاتا ہے۔ اس لیے علی تیمور کی نگاہ اس پر گئی تھی۔

اُس کے ساتھ ایک مرد بہترین سوٹ میں تھا۔ وہ ایک انگریز سے باتیں کر رہے تھے۔ ایمی نے بھی دیکھا۔ پھر چونک کر بولی "ارے! یہ تو وہی ہیں۔"

علی نے پوچھا "کون ہیں یہ؟"

"کنور رنجیت سنگھ اور اس کی دھرم پتنی لاج ... یہ تمھاری ماما کے بھائی اور بھاوج بنے ہوئے ہیں۔"

"چلو اچھا ہوا، یہیں مل گئے۔ انشاءاللہ صحیح ... نیویارک نہیں پہنچیں گے۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "تم کیا کرنا چاہتے ہو؟"

"کچھ نہ کچھ ضرور کروں گا۔ تم نے کہا تھا کہ میرے ... آؤ گی۔"

"ہاں مگر ابھی تمھاری حمایت میں کچھ کروں گی ... لوگ مجھے دشمن سمجھیں گے۔ پھر میں تمھیں ماما تک نہیں پہنچا سکوں گی۔"

"تم کھل کر میری حمایت نہ کرو۔ جو کہوں اُس پر ... سے عمل کرو۔"

اس نے جیب سے ایک چھوٹی سی شیشی نکا... اس میں سے دو گولیاں نکال کر اسے دیتے ہوئے ... "ایک گولی پانی، چائے یا شراب میں ڈال دی جائے ... یہ فوراً ہی گھل جاتی ہے۔ اُسے پینے والا نیم پاگل ہو ... ہے۔ رنجیت سنگھ اور لاج ونتی طیارے میں ضرور ... نہ کچھ پئیں گے۔ تم موقع پا کر یہ گولیاں ان کے مشروب ... ڈال دینا۔"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولی "موقع کیسے ملے گا ..."

"تم نادان بچّی کی طرح سوال کر رہی ہو۔ کیا وقت سے ... پہلے کوئی کہہ سکتا ہے کہ موقع کب یا کیسے ملے گا؟ ... نے ڈیپارٹمینٹل اسٹور کے باہر تمھاری تیزی اور پھرتی ... ہے۔ تمھاری جیسی تیز و طرار لڑکی موقع کا انتظار نہیں ... بلکہ خود موقع نکالتی ہے۔"

"اچھی بات ہے، پوری کوشش کروں گی۔"

"تم اتنی ہوشیار ہو کر خیال خوانی کرنے والوں کو ... چور خیالات پڑھنے نہیں دیتیں۔ مجھے اُمید ہے تم ان ... کا معاملہ ڈیگا اینڈ ڈیگنہ تک پہنچنے نہیں دو گی۔"

"اگر یہ معاملہ اُن تک پہنچے گا تو انھیں یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ میں اُن کے خلاف تمھارا ساتھ دے رہی ... تم اطمینان رکھو، انھیں خبر نہیں ہو گی۔"

اُس نے دونوں گولیاں پرس میں رکھ لیں۔ پھر ...

ساتھ واپس جانا چاہتی تھی، اسی وقت لاج ونتی نے قریب آ کر مخاطب کیا "ہیلو ایمی! تم اور یہاں!"

ایمی نے مسکرا کر مصافحہ کرتے ہوئے کہا "میں نیویارک جا رہی ہوں اور تم؟"

"مجھے ہم سفر سمجھو۔ یہ میرے پتی کنور رنجیت سنگھ ہیں۔"

ایمی، رنجیت سنگھ سے مسکرا کر مصافحہ کرتی ہوئی رسمی جملے ادا کرنے لگی۔ علی تیمور للچائی ہوئی نظروں سے کاری لاج ونتی کو تک رہا تھا اور اس کے چہرے پر خاطر خواہ ردِ عمل دیکھ رہا تھا۔ ایمی نے کہا "یہ میرے لوائے فرینڈ مسٹر علی تیمور ہیں۔"

وہ دونوں چونک کر اُسے دیکھنے لگے۔ اُن کی ایکٹنگ صاف سمجھ میں آ رہی تھی۔ رنجیت سنگھ کے تیور اچانک بدل گئے۔ وہ نفرت سے بولا "اچھا تو تم اُس دشمن کے بیٹے ہو جس نے میری دیدی رسونتی کی زندگی تباہ کر دی۔"

وہ مسکرا کر بولا "جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے، ہمارے خاندان کا کوئی فرد تمھاری بہن رسونتی کو نہیں جانتا۔ ویسے یہ محض ایک اتفاق ہے کہ میری والدہ کا نام بھی رسونتی ہے۔"

"میں اُسی رسونتی کی بات کر رہا ہوں جسے تم اپنی ماں کہہ رہے ہو۔"

"مسٹر رنجیت سنگھ! تمھیں غلط فہمی ہے۔ تمھاری ہندو بہن میری ماں نہیں ہو سکتی اور میری مسلمان ماں تمھاری بہن نہیں ہو سکتی۔"

وہ باتوں کے دوران کبھی کبھی لاج ونتی کو یوں دیکھ لیتا تھا جیسے اس کے حُسن و شباب کا دیوانہ ہو رہا ہو۔ لاج ونتی نے کہا "رنجیت! ہو سکتا ہے تمھیں غلط فہمی ہو رہی ہو۔ وہاں دیدی ہمیں ائرپورٹ پر لینے آئیں گی۔ مسٹر علی تیمور کے سامنے حقیقت کھل جائے گی۔ دیدی خود بتائیں گی کہ یہ بیٹے ہیں یا دشمن؟"

علی نے کہا "مسز رنجیت سنگھ! آپ جتنی حسین ہیں اتنی ہی ذہین بھی ہیں۔ ہماری دوستی یا دشمنی کا فیصلہ نیویارک میں ہو گا۔ سفر کے دوران ہم دوست رہیں گے۔"

رنجیت نے کہا "تم کیسی باتیں کرتی ہو۔ دیدی اس بہروپیے کو نہیں پہچانیں گی۔ یہ مسٹر میک اپ میں اصلی چہرہ چھپائے ہوئے ہیں۔"

علی نے ہنستے ہوئے کہا "شرط لگاؤ۔ اگر میں میک اپ میں ثابت نہ ہوا تو تمھاری بیوی کے ساتھ نیویارک کے کسی کلب میں ڈانس کروں گا اور ڈنر کھاؤں گا۔"

وہ ناگواری سے بولا "یہ پلاسٹک سرجری ہو گی۔"

لاج ونتی یہ سُن کر اپنی خوشی کو چھپا رہی تھی کہ وہ نوجوان اس کے ساتھ ڈانس اور ڈنر کا خواہش مند ہے۔ وہ بولی۔ "رنجیت! تم میک اپ ثابت نہیں کر سکتے پھر بحث کیوں کر رہے ہو۔"

ایمی نے تائید کی "ٹھیک تو ہے۔ بات بڑھانے سے کیا فائدہ؟ چلو روانگی کا وقت ہو رہا ہے۔"

وہ چاروں ائرپورٹ کی عمارت سے باہر آئے۔ ایمی نے علی تیمور سے کہا "میں رنجیت کے ساتھ چلوں گی۔ اس سے دوستی کرنے کے لیے یہ تاثر دوں گی کہ میں تمھارے سلسلے میں اس کی غلط فہمی دور کرنے اس کے ساتھ چل رہی ہوں۔"

وہ چلتے چلتے ذرا پیچھے ہو گیا۔ وہ رنجیت کے ساتھ چلتے ہوئے بولی "میں تم سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتی تھی۔"

رنجیت اپنی بیوی کو پیچھے چھوڑ کر ایمی کے ساتھ جانے لگا۔ اُن کے دماغوں میں ڈیگا اینڈ ڈیگنہ تھے۔ وہ دونوں ایمی، لاج ونتی اور رنجیت کو گائیڈ کر رہے تھے اور اب لاج ونتی سے کہہ رہے تھے کہ آہستہ چلو اور علی تیمور کے ساتھ ہو جاؤ۔

علی خوب سمجھ رہا تھا کہ اُن کے درمیان کیا کھچڑی پک رہی ہے۔ وہ خود لاج ونتی کے پاس آ کر آہستگی سے بولا "اگر تم اپنی زبان سے رنجیت کو پتی نہ کہتیں تو میں کبھی یقین نہ کرتا کہ تمھاری شادی ہو چکی ہے۔ میں بے اختیار کہنے پر مجبور ہوں کہ ایسا رنگ روپ پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ میں تم میں ایک عجیب سی کشش محسوس کر رہا ہوں۔"

وہ خوشی سے پھول رہی تھی۔ اپنی باسی جوانی کی بھرپور انگڑائی لینا چاہتی تھی، ڈیگنہ نے سوچ کے ذریعے کہا "خبردار! یہ تمھیں اُلّو بنا رہا ہے۔"

وہ ناگواری سے بولی "ایک تو تم لوگ اجازت کے بغیر دماغ میں آ جاتے ہو پھر ہمارے ذاتی معلامات میں مداخلت کرنے لگتے ہو۔ کیا میں نادان ہوں کہ اُلّو بن جاؤں گی۔"

"عورتیں بہت چالاک ہوتی ہیں مگر اپنے حُسن و جوانی کی تعریف سن کر اپنی کم عمری کا یقین کر کے اُلّو بن جاتی ہیں۔"

"دیکھو مسٹر! ہمارا منصوبہ ہے کہ علی تیمور کو ٹریپ کر کے سُپر ماسٹر کی قید میں لے جائیں۔ یہ ہم کر رہے ہیں۔ اگر تم سمجھتے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہو کر میں اِس جوان کے ساتھ مل کر تمھیں دھوکا دوں گی تو غلط سمجھتے ہو۔ اپنی ٹیلی پیتھی پر بھروسا کرو۔ میری غدّاری تم سے چھپی نہیں رہے گی۔ فی الحال میں غدار نہیں ہوں پلیز جاؤ، میرے چور جذبوں کو نہ پڑھو۔"

ڈیگر نے رنجیت کے پاس آکر کہا "لاج ونتی، علی تیمور پر لٹّو ہو رہی ہے۔"

رنجیت نے کہا "میں کیا کر سکتا ہوں۔ ہم کوئی اصلی میاں بیوی نہیں ہیں۔ وہ بڑی حرّافہ ہے۔ وہ جوان پسند آگیا ہے تو اس کے ساتھ ضرور کچھ وقت گزارے گی۔"

دوسرے ڈیگر نے کہا "ابھی ایمی نے بتایا ہے کہ علی تیمور نے اسے دو گولیاں دی ہیں۔ وہ تم دونوں کے مشروب میں وہ گولیاں حل نہیں کرے گی۔ لیکن تمھیں پاگل ہونے کی ایکٹنگ کرتے رہنا ہوگا۔ یہی بات لاج ونتی کو بھی سمجھا دو۔"

ایمی، علی تیمور کے پاس آگئی۔ رنجیت لاج ونتی کے ساتھ چلتے ہوئے اسے سمجھانے لگا۔ وہ سب طیارے میں آکر بیٹھ گئے۔ طیارہ اپنے وقت پر وہاں سے روانہ ہوا۔ لاج ونتی نے ضد کی کہ وہ علی تیمور کے ساتھ بیٹھے گی۔ یہ بھی اُن کے پروگرام کا ایک حصّہ تھا۔ رنجیت اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ علی تیمور نے اس کی جگہ بیٹھ کر لاج ونتی سے کہا۔

"تم نے تو کمال کر دیا۔ اپنے پتی کی جگہ مجھے دے دی۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "میں اپنے پتی کو انگلی کے اشارے پر نچاتی ہوں۔"

علی تیمور اس کے ساتھ ہنسنے لگا۔ دوسری طرف رنجیت ایمی سے کہہ رہا تھا "لاج ونتی نے علی تیمور پر عاشق ہو کر اچھا چکّر چلایا ہے۔ اب وہ چھوکرا یہ نہیں دیکھ پائے گا کہ تم وہ گولی میرے مشروب میں ملا کر دے رہی ہو یا نہیں؟"

ایمی نے پوچھا "لیکن لاج ونتی کا کیا ہوگا۔ علی تیمور اس کے مشروب میں گولی ضرور حل کرے گا۔"

"فکر نہ کرو۔ اسے علی تیمور کی سازش سے آگاہ کر دیا گیا ہے، وہ کسی طرح اپنا بچاؤ کر لے گی۔"

ایک گھنٹے بعد رنجیت سنگھ ہنستے ہوئے اپنی سیٹ سے اُٹھ گیا۔ پھر اونچی آواز میں بولا "یہ جہاز میرا ہے۔ میں اِس جہاز کا بادشاہ ہوں۔ ہاہاہاہا۔"

مسافروں نے پریشان ہو کر اسے دیکھا۔ ایک فلائٹ اسٹیورڈ نے آکر کہا "مسٹر! آرام سے بیٹھ جاؤ۔ معلوم ہوتا ہے تم نے زیادہ پی لی ہے۔"

وہ جیب سے قلم نکال کر ریوالور کی طرح دکھاتے ہوئے بولا "خبردار! میرے ہاتھ میں ایٹم بم ہے۔ کوئی قریب آئے گا تو میں جہاز کو تباہ کر دوں گا۔"

جن مسافر عورتوں نے اس کے قلم کو نہیں دیکھا تھا، وہ ایٹم بم کی بات سنتے ہی چیخنے اور رونے پیٹنے لگیں۔ لاج ونتی اپنی جگہ سے اُٹھ کر رنجیت کے پاس آتے ہوئے بولی "یہ تمھیں کیا ہوگیا ہے۔ تم تو اچھے بھلے تھے۔"

اسٹیورڈ اس سے قلم چھین کر مسافروں کو دکھاتے ہوئے کہہ رہا تھا "آپ لوگ پریشان نہ ہوں۔ اِن صاحب کو نشہ ہوگیا ہے۔ مس! کیا یہ آپ کے ساتھ ہیں؟"

لاج ونتی نے کہا "ہاں، یہ میرے شوہر ہیں۔ میں حیران ہوں کہ اچانک انھیں کیا ہوگیا ہے۔ بہرحال میں انھیں سنبھال لوں گی۔"

وہ رنجیت کو پکڑ کر اپنی سیٹ کی طرف لے آئی۔ علی تیمور اُٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ وہ رنجیت کو بٹھاتے ہوئے بولی۔

"مسٹر تیمور! مجھے افسوس ہے۔ ہم زیادہ دیر ساتھ نہ رہ سکے۔ پتا نہیں، یہ پاگلوں جیسی حرکتیں کیوں کر رہے ہیں۔"

رنجیت پاگل پن کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ وہ پھر اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ علی تیمور نے اس کی گردن دبوچ کر بٹھاتے ہوئے کہا "لاج ونتی! اِسے ساری کے آنچل سے باندھ کر رکھو۔ ہم نیویارک میں ملیں گے۔"

وہ ایمی کے پاس آکر اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ وہ بولی۔

"تم نے لاج ونتی کے مشروب میں وہ گولی نہیں ملائی؟"

"وہ کم بخت نہ کچھ کھاتی ہے، نہ پیتی ہے۔ خود کو برہمن کہتی ہے۔ جو ذات کے برہمن ہوتے ہیں، وہ باہر کا کھانا نہیں کھاتے۔ پانی بھی نہیں پیتے۔ لمبا سفر ہو تو گھر کا دانہ پانی لے کر چلتے ہیں۔ ویسے بھی ایک ہی کا پاگل ہو جانا کافی ہے۔"

وہ مسکرا کر بولی "یہ میرا کمال ہے۔ مجھے شبہ ہے، تم نے جان بوجھ کر لاج ونتی کو گولی نہیں کھلائی۔ اُس پر نثار ہو رہے تھے۔"

"بڑی زبردست عورت ہے۔"

"تم میری توہین کر رہے ہو۔ کیا میں ایسی گئی گزری ہوں کہ میرے سامنے اس کی تعریف کر رہے ہو؟"

"ناراض کیوں ہوتی ہو۔ آئندہ نہیں کروں گا۔"

وہ ناراضگی سے منہ پھلا کر دوسری طرف دیکھنے لگی۔ اسی وقت آرمر نے علی تیمور کے دماغ میں آکر کوڈ ورڈز ادا کیے پھر کہا "تم نے جو وقت مقرر کیا تھا اُسی کے مطابق آیا ہوں۔ مگر تم ابھی تک طیارے میں ہو۔ کیا جہاز لیٹ جا رہا ہے؟"

"ہاں، کچھ ایسی ہی بات ہے۔ نیویارک پہنچتے ہی ماما سے ملاقات ہونے کی اُمید ہے۔ آپ وقفے وقفے سے میرے پاس آتے جاتے رہیں۔"

"کیا تم سونا چاہتے ہو؟"

"سونے کا وقت ہوگیا ہے۔ مگر جاگنا پڑے گا۔ آپ ایمی کے خیالات پڑھتے رہیں۔ میں اس سے بات کر رہا ہوں۔"

اس نے ایمی کو دیکھا۔ وہ بھی ناراضگی سے دیکھنے لگی۔ اُس نے کہا "مشکل تو یہ ہے کہ مجھے کسی حسین لڑکی کو منانا بھی نہیں آتا۔"

"جب اناڑی ہو تو مجھے غصّہ کیوں دلاتے ہو؟"

"اب غصّہ نہیں دلاؤں گا۔ طیارے کے اندر تھوکنا منع ہے، میں تمھیں غصّہ تھوکنے کے لیے بھی نہیں کہہ سکتا۔"

وہ ہنسنے لگی۔ پھر بولی "ایک شرط پر مانوں گی۔ میرے ساتھ کافی پیو۔"

"تم میرے دل کی بات کہہ رہی ہو۔ جب میں رات کو جاگتا ہوں تو کافی ضرور پیتا ہوں۔"

ایمی ہوسٹس کو بلا کر کافی کا آرڈر دینے لگی۔ آرمر نے آکر کہا "تمھیں کافی نہیں پینی چاہیے۔ اس کے خیالات بتا رہے ہیں، تم نے اسے دو گولیاں دی تھیں جنھیں مشروب میں ڈال کر پینے والا پاگل ہو جاتا ہے۔ وہ اب تمھی کو پلائے گی۔"

"انکل! فکر نہ کریں۔ وہ بے ضرر گولیاں ہیں۔ میں نے ایمی کو آزمانے کے لیے وہ گولیاں دی تھیں۔ اس نے ڈیگر اینڈ ڈیگر کے ذریعے یہ بات رنجیت اور لاج ونتی کو بتا دی۔ میرے کہنے کے مطابق رنجیت کو وہ گولی نہیں کھلائی۔ مگر رنجیت پاگل ہونے کی ایکٹنگ کر رہا ہے۔"

"آخر اِس تماشے کا فائدہ کیا ہے؟"

"آپ دیکھتے جائیں، میں پاگل بن کر کس طرح دشمنوں کو پاگل بناؤں گا۔ آپ ذرا دیکھیں، کیا ہوسٹس نے کافی تیار کر لی ہے۔"

آرمر گیا پھر فوراً ہی واپس آکر بولا "وہ کافی لے کر آرہی ہے۔"

علی تیمور نے اپنی جگہ سے اُٹھ کر ایمی سے کہا "میں ایک منٹ میں ٹوائلٹ سے آرہا ہوں۔"

وہ مسافروں کی درمیانی راہداری سے گزرتا ہوا ٹوائلٹ میں آیا۔ آرمر نے کہا "تم نے اسے کافی میں گولی ڈالنے کا موقع دیا ہے؟"

"ہاں آپ اس کے دماغ میں رہ کر کچھ کہے سنے بغیر اُسے دونوں گولیاں کافی میں ڈالنے پر مجبور کر دیں۔"

اُس نے جیب سے شیشی نکال کر اُس کی تمام گولیاں کموڈ میں ڈال دیں۔ آرمر نے واپس آکر کہا "مجھے کچھ کرنا نہیں پڑا۔ اُس نے خود ہی دونوں گولیاں تمھاری کافی میں ملا دی ہیں کیا تم چاہتے تھے کہ طبّی تجزیے کے لیے اس کے پاس گولی نہ رہے؟"

"ہاں اُسی لیے میں نے اپنے پاس کی گولیاں بھی کموڈ میں پھینک دی ہیں۔"

وہ باتھ روم سے نکل کر آیا پھر ایمی کے پاس بیٹھتے ہوئے بولا "آہا، دور ہی سے کافی کی مست کر دینے والی خوشبو آرہی ہے۔"

ایمی نے ایک پیالی اس کی طرف بڑھائی۔ اس نے پیالی لے کر ایک گھونٹ پیا۔ وہ کن انکھیوں سے اُسے دیکھ رہی تھی۔ دوسری طرف رنجیت اپنی سیٹ پر آنکھیں بند کیے بیٹھا تھا، جیسے نیند آگئی ہو — وہ مسلسل پاگل کی اداکاری نہیں کر سکتا تھا اس لیے سونے کا بہانہ کر رہا تھا۔ لاج ونتی نے رنجیت کی طرف جھک کر سرگوشی میں کہا۔

"علی تیمور کافی پی رہا ہے۔ تھوڑی دیر میں اس پر پاگل پن کا دورہ پڑے گا۔ پھر ہمیں پاگل بننے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔"

رنجیت نے آنکھیں کھول کر کہا "یہ درست ہے کہ جو دوسروں کے لیے گڑھا کھودتا ہے، وہ خود اس میں گرتا ہے۔ علی تیمور جن گولیوں سے ہمیں پاگل بنانا چاہتا تھا اُن سے خود۔ ۔"

اس کی ادھوری بات علی تیمور کے قہقہوں نے پوری کر دی۔ تمام مسافر سر اٹھا اٹھا کر اُدھر دیکھنے لگے۔ کتنے ہی لوگ اُٹھ کر کھڑے ہوگئے۔ وہ ایمی کو جھنجوڑ کر کہہ رہا تھا۔ "میں سکندرِ اعظم ہوں۔ تمھارے جیسے حسین جزیروں کو فتح کرتا ہوں۔ میں ابھی تمھیں کاندھے پر اٹھا کر جہاز سے چھلانگ لگاؤں گا۔ کہاں ہے میرا پیراشوٹ؟"

اس کے بُری طرح جھنجوڑنے پر ایمی خوف سے چیخیں مار رہی تھی۔ دو اسٹیورڈ دوڑتے ہوئے آئے، انھوں نے علی تیمور کو پیچھے سے جکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا۔ وہ قہقہہ لگا کر کہہ رہا تھا "آگئے، میرے دشمن آگئے۔ مگر مجھ سے اس

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

حسین جزیرے کو چھین نہیں سکیں گے۔ ہاہاہاہا۔۔"

ایک مسافر نے پوچھا" یہ کیا ہو رہا ہے۔ کیا اس طیّارے میں پاگلوں کو سفر کرنے کی اجازت دی جاتی ہے؟"

دوسرے نے کہا" یہاں کی کافی میں کوئی گڑبڑ ہے۔ دونوں پاگل ہونے والوں نے پہلے کافی پی تھی۔"

ایک عورت نے کہا" کافی تو مَیں نے بھی پی ہے اور بھی کئی مسافروں نے پی ہے۔ اُس لڑکی کا محاسبہ کرو جس کے پاس بیٹھ کر کافی پینے والے دونوں مرد پاگل ہو گئے۔"

سب نے ایمی پر سوالات کی بوچھار کر دی" ٹھیک تو ہے، پہلے پاگل ہونے والا بھی اس کے پاس بیٹھ کر پاگل ہوا تھا۔"

دوسرے نے کہا" اِس لڑکی سے پوچھو، یہ اپنے پاس بیٹھنے والوں کے ساتھ چاہتی کیا ہے؟"

"اس حسین بَلا کو قانون کے حوالے کیا جائے۔"

" ہاں ہاں، قانون کے حوالے کیا جائے۔"

سب ایک آواز میں ایمی کے خلاف مطالبہ کرنے لگے۔ اتنی دیر میں علی تیمور نے بیہوش نظر آنے کے لیے آنکھیں بند کر لیں اور آرمر سے کہا" انکل! رات سونے کے لیے ہوتی ہے۔ آپ مجھے گہری نیند سُلا دیں۔"

ایک اسٹیورڈ نے دونوں ہاتھ اُٹھا کر مسافروں سے خاموش رہنے کی درخواست کی۔ پھر کہا" آپ لوگ سکون اور اطمینان سے بیٹھیں۔ ہم اِس لڑکی کو کیبن میں لے جا رہے ہیں۔ نیویارک میں پولیس والے اِس سے نمٹ لیں گے۔"

دوسرے اسٹیورڈ نے کہا" شاید یہ بیہوش ہو گیا ہے۔ یہاں کوئی ڈاکٹر ہو تو پلیز آ کر اسے چیک کرے اور ہوش میں لانے کی کوشش کرے۔"

وہاں کوئی ڈاکٹر نہیں تھا۔ ایمی کو اپنی جگہ سے اٹھنے کے لیے کہا گیا پھر دو سیٹوں کی ایک برتھ بنا کر علی تیمور کو وہاں لِٹا دیا گیا۔ ایک ڈیگر ایمی کے دماغ میں رہا تاکہ اس کے ساتھ کیبن میں ہونے والے سوالات سن سکے اور جوابات میں اس کی مدد کر سکے۔ دوسرے ڈیگر نے سپر ماسٹر کے پاس آ کر تمام واقعات بتلائے۔ پھر پوچھا" کیا ہمیں علی تیمور کے دماغ میں جانا چاہیے؟"

سُپر ماسٹر نے کہا" اگر وہ بیہوش ہے تو اس کے دماغ سے کچھ معلوم نہیں ہو گا۔ پھر بھی ایک بار جا کر دیکھ لو۔"

وہ علی تیمور کے دماغ میں آیا۔ آرمر اُسے گہری نیند سُلا کر جا چکا تھا۔ اُس نے دماغ کو ہدایت دی تھی کہ نیند کے دوران سوچ کی لہریں بے حد کمزور رہیں گی۔ ڈیگر نے واپس آ کر سُپر ماسٹر سے کہا" اُس کی سوچ بے حد کمزور ہے۔ کچھ معلوم نہیں کیا جا سکتا۔ وہ واقعی بیہوش ہے۔"

آدھے گھنٹے بعد آرمر کو یقین ہو گیا کہ خیال خوانی کرنے والے علی کے دماغ سے ناکام ہو کر گئے ہوں گے۔ آئندہ اس کے ہوش میں آنے کے بعد اس کی سوچ پڑھنے آئیں گے۔ علی اب ایک پاگل کی حیثیت سے سانس نہیں روک سکتا تھا۔ دشمنوں کے لیے اس کے دماغ کے دروازے کُھل گئے تھے۔

اس نے علی تیمور کے خوابیدہ دماغ پر تنویمی عمل شروع کیا، اسے معمول بنانے کے بعد حکم دیا کہ جب بھی وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرے گا۔ اس کی اپنی سوچ کی لہریں گڑبڑا جائیں گی۔ وہ ترتیب سے کوئی بات نہیں سوچ سکے گا اور نہ ہی کسی کی سوچ کا معقول جواب دے سکے گا۔ یعنی سچ مچ پاگل ہو جائے گا۔

آخر میں آرمر نے اس کے دماغ کو حکم دیا" میرے لہجے اور آواز کو یاد رکھو۔ میری سوچ کی لہریں دماغ میں آئیں گی تو تم نارمل رہو گے۔ مَیں تمھارا عامل ہوں اور دوسروں سے مختلف ہوں۔"

یہ عمل کرنے کے بعد اس نے علی کو تنویمی نیند پوری کرنے کے لیے چھوڑ دیا۔ سُپر ماسٹر نے احکامات جاری کیے تھے کہ نیویارک پہنچنے پر ایمی کو حراست میں نہ لیا جائے۔ اس کے برعکس علی تیمور کو مُسلّح افراد کی کڑی نگرانی میں رکھا جائے۔ اس کے متعلق رسونتی فیصلہ کرے گی کہ وہ بیٹا ہے یا دشمن؟ اور اگر دشمن ہے تو وہ انتقاماً اُسے قتل کرے گی یا سُپر ماسٹر کا قیدی بنائے گی؟

علی تیمور نیویارک پہنچنے سے پہلے بیدار ہو گیا تھوڑی دیر تک طیّارے کی چھت کو دیکھتا رہا پھر گرجتے ہوئے بولا" مَیں کہاں ہوں؟"

آس پاس کے مسافر اُچھل پڑے۔ وہ جہاں لیٹا ہوا تھا، وہاں سے دور ہٹنے لگے۔ دو اسٹیورڈ پھر دوڑتے ہوئے آ گئے تھے۔ وہ اپنی سیٹ پر سے اُٹھ کر پوچھ رہا تھا" میرا سپاہ سالار کہاں ہے۔ اُسے بلاؤ۔ دشمن میرے حسین جزیرے کو چھین کر لے گئے ہیں۔"

اسٹیورڈ اُسے تھپک تھپک کر خاموش رہنے کے لیے کہہ رہے تھے۔ آہستہ آہستہ اپنے کیبن کی طرف لے جا رہے تھے۔ تاکہ دوسرے مسافروں کو سکون سے بیٹھنا نصیب ہو سکے۔ کنور رنجیت سنگھ اپنی لاج ونتی کے پاس آرام سے بیٹھا مسکرا رہا تھا۔ اس کے پیچھے بیٹھے ہوئے مسافر اس سے بھی سہمے ہوئے تھے۔ مگر کسی قدر مطمئن بھی تھے کیونکہ وہ بڑی دیر سے پاگلوں جیسی حرکتیں نہیں کر رہا تھا۔ علی تیمور کو کیبن میں لا کر ایک طرف بٹھایا گیا۔ ڈیگر اینڈ ڈیگر کو ایمی اور لاج ونتی کے ذریعے پتا چلا، علی تیمور ہوش میں آ گیا ہے، انھیں ایک پاگل کے دماغ میں جگہ مل گئی تھی۔ لہٰذا وہ علی کے پاس پہنچے اس نے جیسے ہی پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا، اُس کی اپنی سوچیں اُلٹ پلٹ گئیں۔ کوئی سوچ اپنی جگہ ترتیب سے نہیں تھی۔ جس کے نتیجے میں سچ مچ اُس پر پاگل پن کا دورہ پڑا" اُس نے بیٹھے ہی بیٹھے ایک اسٹیورڈ کو لات ماری، وہ ایک طرف جا کر گرا۔ دوسرے نے اُسے دبوچ لیا وہ دو چار کے بس کا نہیں تھا۔ اپنے حواس میں ہوتا تو ایک ہی داؤ میں دوسرے اسٹیورڈ کو بھی لڑھکا دیتا۔ مگر وہ خود لڑھک گیا۔ مُنہ سے ایسی آوازیں نکلنے لگا جیسے کوئی اجنبی زبان بول رہا ہو۔ جیسے سوچ گڑبڑا گئی تھی ویسے ہی زبان سے بے تکے الفاظ ادا ہو رہے تھے۔

تھوڑی دیر بعد وہ ذرا نارمل ہوا۔ کیونکہ ڈیگر اینڈ ڈیگر اس کے دماغ سے نکل گئے تھے۔ اس کی اُلٹی سیدھی سوچوں نے اُسے پاگل ثابت کر دیا تھا۔ نارمل ہونے کے بعد پتا چلا اُسے رسیّوں سے باندھ دیا گیا تھا۔ نیویارک پہنچ کر بھی اسے اسی طرح رسیّوں سے جکڑ کر رکھا گیا۔ ائرپورٹ کی عمارت میں سُپر ماسٹر کے خاص ماتحت موجود تھے۔ انھوں نے اُسے ہتھکڑی اور پاؤں میں بیڑیاں پہنائیں پھر رسیاں کھول دیں۔ علی تیمور ہنس رہا تھا اور کہہ رہا تھا" مَیں خوب سمجھتا ہوں اب مجھے پورس کے دربار میں لے جاؤ گے۔ پورس پوچھے گا بتاؤ تمھارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ مَیں سکندرِ اعظم ہوں اُسے جواب دوں گا، وہی سلوک کرو جو ایک بادشاہ دوسرے بادشاہ سے کرتا ہے ہاہاہاہا۔ مَیں پورس کا جواب پورس کے مُنہ پر ماروں گا۔"

وہ کہتے کہتے رُک گیا۔ چند لمحوں کے لیے پاگل پن کو بھول گیا اچانک ماں پر نظر پڑ گئی تھی۔ اس کا دل بے اختیار دھڑکنے لگا تھا۔ وہ بیوہ عورتوں کی طرح سفید ساری پہنے ہوئے تھی۔ دوسروں کے لیے ایک باوقار خاتون اور ٹیلی پیتھی کی ساحرہ تھی۔ بیٹے کے لیے صرف ماں ہی ماں تھی۔ دشمنوں میں یہ تجسّس پیدا ہوا کہ وہ پاگل کیا اپنی ماں کو پہچان رہا ہے؟ ایک ڈیگر نے اُس کے دماغ میں چھلانگ لگائی اسی لمحے دماغ اُلٹ پلٹ ہو گیا۔ وہ بے اختیار پاگلوں کی طرح ہنسنے اور مسلح دشمنوں کو مارنے کے لیے لپکنے لگا۔ مگر پاؤں کی بیڑیاں اُسے روک رہی تھیں وہ فرش پر اوندھے مُنہ گر پڑا تھا۔

رسونتی آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اُس کے قریب آئی۔ ماں کے پاؤں بیٹے کے مُنہ کے قریب تھے۔ ڈیگر دماغ سے چلا گیا تھا۔ اس نے گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے سر اٹھا کر ماما کو دیکھا۔ پھر سر جھکا کر پاؤں کو چوم لیا۔۔۔ رسونتی نے فوراً ہی پیچھے ہٹ کر اس کے مُنہ پر ٹھوکر ماری، غرّا کر پوچھا" یہ ابھی تک میک اپ میں کیوں ہے۔ مَیں دشمن کے بیٹے کا اصلی چہرہ دیکھ کر پہلے تھوکوں گی۔ پھر اس کی قسمت کا فیصلہ سناؤں گی۔"

ایک ماتحت نے ادب سے کہا" دیوی جی! ہم اسے آپ کے محل میں لے جا رہے ہیں۔ وہیں اس کا میک اپ اُتارا جائے گا۔"

علی تیمور قہقہے لگانے کے بعد بولا" دیوی جی، ہاہاہاہا دیوی جی! تمھارے دیوتا جی کہاں ہیں۔ اُنھیں بُلاؤ اور بتا دو کہ مَیں سکندرِ اعظم ہوں۔"

رسونتی نے اُسے گھور کر دیکھا۔ پھر دماغ میں پہنچ گئی۔ علی سچ مچ پاگل پن میں مبتلا ہو گیا۔ وہ کچھ دیر تک اس کے دماغ کو پڑھنے کی ناکام کوشش کرتی رہی۔ کوئی سوچ اپنی جگہ قائم نہیں تھی۔ وہ اُسے ناگواری سے دیکھ کر دماغ سے نکل گئی۔ وہاں سے پلٹ کر رنجیت اور لاج ونتی کے درمیان چلتی ہوئی عمارت سے باہر آئی۔ ایک خوبصورت اور مہنگی کار کا پچھلا دروازہ اُس کے لیے کھولا گیا۔ وہ پچھلی سیٹ پر آ کر بیٹھ گئی۔ وہاں نائب سُپر ماسٹر بیٹھا ہوا تھا۔ ڈرائیور نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھائی رسونتی نے کہا" ماسٹر! مَیں اُس کے دماغ میں گئی تھی۔ وہ سچ مچ پاگل ہو چکا ہے۔"

نائب نے پوچھا" آپ اسے پاگل خانے بھیجنا چاہیں گی؟"

"ہرگز نہیں اس طرح میرا انتقام پورا نہیں ہو گا۔ تم ویڈیو فلم تیار کرنے والوں کو میرے محل میں بھیج دو۔ مَیں روز صبح و شام اسے طرح طرح سے اذیتیں پہنچاؤں گی۔ اس کی فلم تیار ہوتی رہے گی۔ اور یہ فلم بابا صاحب کے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ادارے کے ذریعے سونیا تک پہنچائی جائے گی۔ وہ اپنے بیٹے کو انتقام کے عذاب سے گزرتے دیکھے گی اور پھر رو رو کر دیواروں سے سر پھوڑتی رہے گی۔"

نائب سپر ماسٹر مسکرا رہا تھا۔ اُس کے دماغ میں بیٹھے ہوئے ڈیگر نے کہا۔ "ہمارا سپر ماسٹر اغضب کی چالیں چلتا ہے۔ واقعی سونیا یہ دیکھ کر اپنا سر پیٹے گی کہ دل و جان سے چاہنے والی ماں اپنے ہی ہاتھوں سے بیٹے کو تڑپا تڑپا کر مار رہی ہے۔"

نائب نے کہا۔ "ہمارا سپر ماسٹر ابھی علی تیمور کو مرنے نہیں دے گا۔"

"اُسے زندہ کیوں رکھا جائے گا؟"

"پہلی بات تو یہ کہ وہ پاگل ہو چکا ہے۔ اب ہمارے لیے خطرناک نہیں رہا۔ دوسرے یہ کہ ماں بیٹے کی یہ ویڈیو فلم پارس کے پاس بھی بھیجی جائے گی۔ اس فلم کے آخر میں اُس سے کہا جائے گا کہ علی تیمور ابھی زندہ ہے۔ اگر وہ بھائی کی موت نہیں چاہتا تو میڈونا کو ہمارے پاس بھیج دے۔ ہم علی تیمور کو آزاد کر دیں گے۔"

رسونتی کو پتا نہیں تھا کہ اُس کے پاس بیٹھے ہوئے نائب کے دماغ میں کیسی کھچڑی پک رہی ہے۔ اگر وہ نائب کے دماغ میں ابھی پہنچ جاتی تو اُسے کچھ سچی باتوں کا علم ہو سکتا تھا۔ لیکن وہ سوچ رہی تھی۔ "علی تیمور تو قیدی بن چکا ہے۔ اب سونیا اور پارس باقی ہیں۔ میں جلد ہی انھیں بھی اپنی ٹھوکروں میں لے آؤں گی۔"

ان کی کار ایک خوبصورت کوٹھی کے پورچ میں آ کر رکی۔ وہ سپر ماسٹر کی رہائش گاہ تھی۔ وہ نائب کے ساتھ کار سے اُتر کر کوٹھی کے اندر آئی۔ نائب ڈرائنگ روم میں بیٹھ گیا۔ کیونکہ سپر ماسٹر کسی کے روبرو نہیں آتا تھا۔ رسونتی کو خوش کرنے کے لیے آج وہ اُس سے ملاقات کر رہا تھا اور ملاقات کے وقت وہ اپنے اصلی روپ میں نہیں تھا۔ اس نے ایک خوبصورت سے، ذاتی ملاقات کے کمرے میں اس کا استقبال کیا۔ پھر کہا۔ "دیوی جی! آج آپ کو روبرو دیکھ کر مجھے صرف خوشی نہیں، فخر بھی حاصل ہو رہا ہے۔ میں ٹیلی پیتھی جاننے والی ایک عظیم ہستی سے ملاقات کا شرف حاصل کر رہا ہوں۔"

وہ مسکرا کر بولی۔ "ڈیگر اینڈ ڈیگر بھی تو ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔"

"وہ خیال خوانی کے معاملے میں ابھی طفلِ مکتب ہیں۔ پھر یہ کہ وہ دونوں میرے ماتحت ہیں۔ میرے احکامات کے پابند ہیں۔ بھلا محکوم لوگوں سے مل کر کیا خوشی ہوگی۔ آپ ایک آزاد ہستی ہیں۔ آپ کے آنجہانی پتی رگھو ویر نے زبان دی تھی کہ اُن کی دھرم پتنی یعنی کہ آپ ہمیشہ ہمارے ملک کے کام آتی رہیں گی۔"

"بے شک میں اپنے سورگ باسی پتی کی بات جھوٹی نہیں ہونے دوں گی۔ میرے لائق کوئی خدمت ہو تو فرمائیں۔"

"سونیا ماسکو میں ہے۔ وہ نادیہ نامی ایک عورت کے میک اپ میں چھپی ہوئی ہے۔ وہاں کے حکام اور اعلیٰ افسران کو بڑی کامیابی سے فریب دے رہی ہے۔ اگر وہاں تم اُسے بے نقاب کر دو تو اُسے بھاگنے کا راستہ نہیں ملے گا۔ وہ جہاں جائے گی تم اُس کا راستہ روکو گی۔ جس طرح بلی لپک لپک کر چوہے کو پکڑتی ہے، پھر چھوڑتی ہے۔ پھر پکڑ کر نیچے مارتی ہے۔ پھر چھوڑتی ہے مگر بھاگنے اور بچنے کا موقع نہیں دیتی۔ اسی طرح تم اُسے کمزور بنا کر خیال خوانی کے پنجے مارتی رہو گی۔ اسی طرح آخر اُسے مار مار کر تڑپا تڑپا کر ہمیشہ کے لیے..."

"میں نے پوچھا تھا، آپ مجھ سے کیا کام لینا چاہتے ہیں۔ لیکن آپ تو میری ہی دشمن کی بات کر رہے ہیں۔ اُسے مارنا میری پہلی اور آخری خواہش ہے۔ آپ میری راہنمائی کریں کہ میں اُسے کس طرح ٹریپ کر سکتی ہوں۔"

"ہمارے کچھ ایجنٹ ماسکو میں ہیں۔ ڈیگر اینڈ ڈیگر نے وہاں ایک ایسے شخص کے دماغ کو تسخیر کر لیا ہے جو ایک مشہور جاسوسہ تاتیانہ کا اسسٹنٹ ہے اور تاتیانہ آجکل سونیا عرف نادیہ کو اپنے ساتھ رکھتی ہے۔ پہ تم اسسٹنٹ کے دماغ میں رہا کرو اور سونیا کی حرکات پر نظر رکھو۔ مجھے رپورٹ دیتی رہو۔ جب وہ کسی ایسے مرحلے سے گزرے جہاں اسے ٹریپ کرنا آسان ہو اور اس کے فرار کے راستے مسدود کیے جا سکتے ہوں تو اسے بے نقاب کر دو گی۔"

"مجھے راہنمائی حاصل ہو گی تو میں جلد ہی اسے عبرتناک انجام تک پہنچا دوں گی۔"

"ایک ڈیگر تمھارے ساتھ رہا کرے گا۔ وہ تمھارے ہر حکم کی تعمیل کرے گا۔ تم صرف ایک بات کا خیال رکھو جب تک میں سونیا پر حملہ کرنے کو نہ کہوں تم نہ کرنا۔ خواہ تمھیں کتنا ہی اچھا موقع کیوں نہ ملے۔ تم سیاسی چالوں کو نہیں سمجھ... بعض اوقات دشمن بالکل غافل اور کمزور دکھائی دیتے ہیں لیکن در پردہ وہ محتاط رہتے ہیں۔ کسی بھی ناگہانی حملے کا توڑ کر لیتے ہیں۔"

"میں آپ کی اجازت کے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھاؤں گی۔"

اُدھر علی تیمور کو رسونتی کی رہائش گاہ میں پہنچا دیا گیا تھا۔ وہاں ایک کمرا بالکل خالی تھا۔ علی تیمور پہلے ہی زنجیروں میں بندھا ہوا تھا۔ اسے اُس کمرے میں لا کر چھت کی آہنی کڑیوں سے لٹکا دیا گیا تھا۔ وہ چھت سے یوں لٹک رہا تھا جیسے جانور کو ذبح کرنے کے بعد کھال اتارنے کے لیے لٹکا دیا جاتا ہے۔

آرمرنے آتے ہی کو ڈورڈز ادا کیے۔ پھر پریشان ہو کر کہا۔ "بیٹے! میں نے سوچا بھی نہیں تھا کہ تم اِس مصیبت میں پڑ جاؤ گے۔ تمھیں ان زنجیروں سے بلکہ اِس محل سے فوراً نجات حاصل کرنی چاہیے۔"

"انکل! آپ پریشان نہ ہوں۔ ماما کے قدموں تک پہنچنے کے لیے میں نے اتنے پاپڑ بیلے ہیں۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ ایک ماں اپنے ہاتھوں سے اپنے بیٹے کو کیسی کیسی اذیت پہنچاتی ہے اور بیٹا اپنی ماں کی ممتا کو کیسے بیدار کر سکتا ہے۔"

"تم بہت زیادہ خطرات مول لینا چاہتے ہو۔"

"آپ یہ بتائیں، یہاں کیا کر رہے ہیں؟"

"ابھی تمھارے پاس رہ کر کسی کا انتظار کروں گا۔ کوئی تمھیں مخاطب کرنے آئے گا تو میں اِس کے دماغ میں جگہ بناؤں گا۔"

"اِس بات کا خیال رکھیں۔ ماما کے تمام خدمت گار یوگا کے ماہر ہو سکتے ہیں۔ سپر ماسٹر نے یہاں سخت پہرا لگایا ہوگا۔ آپ کسی کے دماغ میں جائیں گے تو اسے پتا چل جائے گا کہ کوئی میری حمایت میں چالیں چلنے آیا ہے۔"

"میں محتاط رہوں گا۔ ایک لاج ونتی کا دماغ ایسا ہے جس کے ذریعے یہاں کام کرنے والوں کے متعلق بہت کچھ معلوم کر سکتا ہوں۔"

"تو پھر آپ کو اس کے دماغ میں رہنا چاہیے۔"

"وہ غسل کرنے والی ہے۔ غسل سے پہلے جسمانی حُسن کو برقرار رکھنے کے لیے جانے کیسے کیسے لوشن لگاتی ہے اور مالش کرواتی ہے۔ پتا نہیں، وہ کب غسل سے فارغ ہو گی۔"

"کنور رنجیت سنگھ کیا کر رہا ہے؟"

"اس سے لاج ونتی کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ وہ صرف تمھاری ماما کے سامنے میاں بیوی بن کر رہتے ہیں۔ رنجیت سنگھ جب محل میں آئے گا تو میں اس کے ذریعے بھی اس محل میں اپنے لیے جگہ بناؤں گا۔"

یوں تو رسونتی کے دماغ میں بھی جگہ مل جاتی تھی۔ برین واشنگ کے بعد اس نے ابھی مکمل طور پر دماغی توانائی حاصل نہیں کی تھی۔ لیکن وہ اپنے خدمت گاروں کی اصلیت سے بے خبر تھی۔ اس کے ذریعے صحیح معلومات حاصل نہیں ہو سکتی تھیں۔

علی تیمور کے کمرے میں کچھ لوگ آنے لگے۔ وہ ویڈیو کیمرا لائے تھے اور بہت سی لائٹیں مختلف جگہ سیٹ کر رہے تھے۔ انھیں سمجھایا گیا تھا کہ وہ آپس میں باتیں نہ کریں اور قیدی کو اپنی آواز نہ سنائیں۔ اسی لیے سب خاموشی سے کام کر رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد رسونتی آ گئی۔ اُس کے ہاتھ میں چابک تھا۔ اس نے کہا۔ "کیمرا آن کرو۔ ویڈیو فلم دیکھنے والے دشمنوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ علی تیمور زمین اور آسمان کے درمیان، زندگی اور موت کے بیچ لٹک رہا ہے۔ میں نے اس کے پاؤں سے زمین چھین لی ہے اور اسے اذیتیں پہنچا پہنچا کر اُس کی زندگی بھی چھین لوں گی۔ لائٹیں آن کرو۔"

کئی لائٹیں آن ہو گئیں۔ کیمرا علی تیمور کو فلمبند کرنے لگا۔ وہ اوپر لٹک رہا تھا۔ رسونتی کا ہاتھ وہاں تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اس نے پاؤں پر ایک چابک رسید کیا۔ بیٹے نے کہا۔ "میں نے پتلون پہن رکھی ہے۔ پاؤں میں جوتے ہیں۔ مجھے چوٹ نہیں لگے گی۔ آپ کا شوق پورا نہیں ہوگا۔"

وہ غصے سے بولی۔ "سانپ کے بچے! مجھے طعنے دیتا ہے۔ میں چابک مار مار کر تیری کھال اُتار دوں گی۔"

وہ نفرت سے اُس پر تھوکنا چاہتی تھی، پھر خیال آیا، منہ اٹھا کر تھوکے گی تو تھوک اپنے ہی منہ پر آئے گا۔

وہ بولی۔ "اِسے نیچے اُتارو۔ اس کے کپڑے پھاڑ دو۔"

اُس کے احکامات کی تعمیل ہوئی۔ چھت کی کڑیوں سے نیچے اُتار کر اس کے تمام کپڑے پھاڑ دیے گئے۔ صرف ایک انڈرویئر رہ گیا۔ رسونتی چابک مارنے لگی۔ وہ ماں کے نازک ہاتھوں سے چابک کھا رہا تھا اور مسکرا رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔ "آپ کے ہاتھ دکھنے لگیں گے مگر مجھ پر اثر نہیں ہوگا کیونکہ زنجیریں چابک کا راستہ روک رہی ہیں۔"

وہ جھنجلا کر اپنے ملازموں سے بولی۔ "گدھے کے بچو! کیا تمھاری سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی تھی کہ اسے یہ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

زنجیریں بیچار ہی ہیں؟"

ملازموں نے فوراً ہی زنجیریں کھول دیں۔ مسلح گارڈز نے اپنی رائفلیں سیدھی کر لیں تاکہ قیدی بھاگنا چاہے یا دلوی جی پر حملہ کرنا چاہے تو اُسے زخمی کیا جا سکے۔ رسونتی کے ہاتھ واقعی دُکھنے لگے تھے۔ اس نے ایک گارڈ کو چابک دے کر اسے مارنے کا حکم دیا۔ گارڈ نے وہ چابک لے لیا۔

علی تیمور نے کہا "رُک جاؤ۔ میں صرف اپنی ماں سے مار کھا سکتا ہوں۔ اگر کسی اور نے مجھ پر ہاتھ اٹھایا تو اس محل میں زلزلہ آجائے گا۔"

وہ بولی "کمینے، تو ہمیں دھمکی دیتا ہے؟ اسے مارو۔"

گارڈ نے چابک چلایا تو علی نے چابک کو پکڑ لیا۔ گارڈ نے ایک جھٹکے سے چھڑانا چاہا۔ وہ جان بوجھ کر یوں کھنچا چلا آیا جیسے جھٹکا برداشت نہ کر سکا ہو، گارڈ نے اسے دوسرے ہاتھ سے گھونسا مارنا چاہا۔ اس نے جھک کر اس کے ہولسٹر سے ریوالور نکال کر اُسے ایک طرف دھکا دیا پھر ماں کو نشانے پر رکھتے ہوئے بولا "خبردار! اگر کسی نے گولی چلائی تو دلوی جی زندہ نہیں رہیں گی۔ اپنے ہتھیار پھینک دو۔"

وہ سہم کر بولی "ارے منہ کیا دیکھتے ہو۔ ہتھیار پھینک دو۔"

سب نے اپنے ہتھیار علی کے سامنے پھینک دیے۔

اسی وقت اُس نے سانس روک لی۔ کوئی دماغ میں آنا چاہتا تھا، واپس چلا گیا۔ ڈیگر نے ایک گارڈ کی زبان سے پوچھا۔ "تم تھوڑی دیر پہلے سانس نہیں روک سکتے تھے۔ ہم نے تمھارے دماغ میں آکر دیکھا تھا، تمھاری سوچیں بے ترتیب تھیں۔ اب نارمل کیسے ہو گئے؟"

"میں نے اپنی ماں تک پہنچنے کے لیے پاگل پن کا ڈھونگ رچایا تھا۔ آئندہ میرے دماغ میں آنے کی زحمت نہ کرنا۔"

گارڈ نے ہنستے ہوئے کہا "جسے ماں کہتے ہو، اُسے گولی مارنے کی دھمکی دیتے ہو۔ ذرا اپنے دل میں جھانک کر دیکھو کیا دلوی جی کو نقصان پہنچا سکو گے؟"

علی نے کہا "تم نے میری پوری بات نہیں سُنی۔ میں اس دلوی جی کو ماں سمجھ کر پاگل بن رہا تھا۔ ابھی ابھی آرمر نے میرے دماغ میں آکر انکشاف کیا ہے کہ یہ عورت میری ماما کی ڈمی ہے۔ یہ بھی خیال خوانی جانتی ہے، اس لیے اسے رسونتی دلوی بنا کر دھوکا دیا جا رہا ہے۔ سُپر ماسٹر سے کہو، اب یہ میرے لیے ذرا بھی اہم نہیں ہے۔ اس کی اہمیت تم لوگوں کے لیے ہے اور تم لوگ اپنی خیال خوانی کرنے والی کو میرے ہاتھوں مرنے نہیں دو گے۔"

اسی وقت آرمر نے آکر کوڈ ورڈز ادا کیے پھر کہا "لاج ونتی غسل سے فارغ ہو کر یہاں آرہی تھی، میں نے اُسے باہر گاڑی کے پاس پہنچا دیا ہے۔ تم فوراً ادھر آؤ۔"

علی نے کہا "میری ایک بات سُن لیں۔ میں نے خیال خوانی کرنے والے دشمن سے کہا ہے کہ آپ کے نئے انکشاف کے مطابق یہ میری ماما نہیں ہیں۔ بلکہ اُن کی ڈمی ہے۔ دشمن آپ کے پاس یہ پوچھنے آسکتے ہیں کہ آپ نے جھوٹ کیوں کہا؟ آپ جواب دیں گے کہ وہ لوگ ماں کے ہاتھوں سے بیٹے کو ختم کرانا چاہتے تھے آپ جھوٹ بول کر میرے ہاتھوں سے ماں کو ختم کرانا چاہتے ہیں! ایسی دشمن بلا کا نہ رہنا ہی بہتر ہے۔ اب آپ چلیں، میں آرہا ہوں۔"

وہ چلا گیا۔ اِس دوران ڈیگر اُس گارڈ کے ذریعے کہہ رہا تھا "نادانی نہ کرو۔ یہاں قدم قدم پر موت ہے تم اپنی ماں کو... مم... میرا مطلب ہے دلوی جی کو یہاں سے نہیں لے جا سکو گے۔"

وہ اپنی ماں کو نشانے پر رکھ کر دروازے سے باہر جاتے ہوئے بولا "میں دیکھنا چاہتا ہوں اور یہ دلوی جی کو دکھانا چاہتا ہوں کہ ان کی زندگی اہم ہے یا نہیں؟ اگر اہم ہے تو ہمارا راستہ روکنے کی حماقت نہیں کریں گے۔ جیسے ہی مجھے نقصان پہنچے گا، میں دلوی جی کو گولی مار دوں گا۔"

رسونتی نے چیخ کر کہا "ڈیگر! کوئی ایسا قدم نہ اٹھاؤ جس سے مجھے نقصان پہنچے۔ سُپر ماسٹر کو اطلاع دو۔"

ایک ڈیگر سُپر ماسٹر کو صورتِ حال بتا رہا تھا۔ دوسرا ڈیگر آرمر کے پاس آکر غصّے سے پوچھ رہا تھا "یہ تم کیا حماقت کر رہے ہو؟ کیا ماں کو بیٹے کے ہاتھ سے قتل کرانا چاہتے ہو؟"

اس نے جواب دیا "میں ایسا نہ کروں تو بیٹا ماں کے ہاتھوں مارا جائے گا۔ میں مصروف ہوں، جاؤ... یہاں سے۔"

اُس نے سانس روک لی۔ پھر چند سیکنڈ کے بعد لاج ونتی کے دماغ میں آیا۔ وہ سوچ رہی تھی "میں غسل کے بعد لباس پہن کر میک اپ کرنے والی تھی۔ یہ محل کے باہر کار کے پاس کیسے آگئی؟ کیا ڈیگر کوئی شرارت کر رہا ہے؟"

ڈیگر نے کہا "لاج ونتی! فوراً محل میں واپس جاؤ اور کار کی چابی بھی نکال لو۔ علی تیمور اپنی ماں کو لے کر فرار

ہونا چاہتا ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی آرمر نے لاج ونتی کو سانس روکنے پر مجبور کیا۔ جس کے نتیجے میں ڈیگر کے ساتھ خود بھی دماغ سے نکل آیا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں واپس جا کر لاج ونتی کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما لیا۔ علی اپنی ماں کو کھینچتا ہوا محل کے باہر لے آیا تھا۔ اور اب کار کی طرف جا رہا تھا۔ باہر کھڑے ہوئے تمام مسلح افراد نے اپنی گنیں سیدھی کر لیں۔ سیکیورٹی افسر نے للکار کر کہا "خبردار! دلوی جی کو چھوڑ دو۔ ورنہ ہم تمھیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

ڈیگر نے ایک مسلح شخص کی زبان سے کہا "علی تیمور تم بہت ہی بچگانہ حرکتیں کر رہے ہو۔ کیا تم محل کے احاطے سے، پھر اس علاقے سے، پھر اِس شہر سے اور پھر اِس ملک سے باہر جا سکو گے؟"

اس نے کہا "میں جان کی بازی لگا کر اِس ملک میں آیا ہوں۔ اگر میری ماں کو میرے حوالے نہ کیا گیا تو میں اس ٹیلی پیتھی جاننے والی ڈمی کو نہیں چھوڑوں گا۔ جب تک یہ میرے پاس رہے گی تم لوگ مجھے نقصان نہیں پہنچا سکو گے۔"

وہ کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ لاج ونتی نے کار اسٹارٹ کی پھر اُسے آگے بڑھایا۔ چاروں طرف سے گولیوں کی بوچھار ہونے لگی۔ انھیں حکم دیا گیا تھا کہ رسونتی کو کوئی نقصان نہیں پہنچنا چاہیے۔ اس لیے وہ گاڑی کو نشانہ بنا رہے تھے۔ ایک گولی پہیے میں آکر لگی۔ ٹائر برسٹ ہوا۔ کار ایک جانب گھوم کر ایک دیوار سے ٹکرا کر رُک گئی۔ بھاگنے کا اب کوئی موقع نہیں تھا۔

ڈیگر نے ایک مسلح شخص کی زبان سے کہا "اب تمھیں کوئی دوسری گاڑی نہیں ملے گی۔ تم شاید کنگ فرنانڈو کے ہیلی کاپٹر اور پرائیوٹ طیارے استعمال کرنا چاہتے تھے لیکن حکومت نے اس کے ہیلی کاپٹرز اور طیاروں کو اپنے قبضے میں لے لیا ہے تمھیں کہیں جانے کے لیے دو پہیوں کی سائیکل بھی نہیں ملے گی۔"

علی نے اپنی ماں سے کہا "دلوی جی! انھیں تمھاری زندگی کی پروا نہیں ہے۔ اگر تم زندہ رہنا چاہتی ہو تو ان سے پوچھو، یہ مجھے کیوں مجبور کر رہے ہیں کہ میں تمھیں گولی مار دوں۔"

رسونتی نے بلند آواز سے کہا "ڈیگر! تم میرے دماغ میں کیوں نہیں آتے ہو؟ کیا سُپر ماسٹر نے مجھے دشمن کے ہاتھوں مرنے کے لیے چھوڑ دیا ہے؟"

اس نے یہی بات ڈیگر کے دماغ میں جا کر پوچھی۔ اس نے جواب دیا "اُس گاڑی کا ٹائر برسٹ کر کے آپ کو اغوا ہونے سے بچایا گیا ہے۔ آپ ذرا حوصلے سے کام لیں۔ وہ بچوں جیسی حرکتیں کر رہا ہے۔ آپ کو یہاں سے لے جا نہیں سکے گا۔"

علی نے آرمر سے پوچھا "انکل! کیا بات ہے؟ کیا مجھے مدد نہیں پہنچے گی؟"

آرمر کے جواب دینے سے پہلے ہی ایک ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دی۔ وہ فوجی ہیلی کاپٹر تھا۔ اسے دور سے دیکھ کر محل کے مسلح محافظ مطمئن ہو گئے۔ یہ اطمینان صرف ایک منٹ کا تھا۔ ہیلی کاپٹر میں بیٹھے ہوئے افراد نے قریب پہنچتے ہی محل کے احاطے میں بم پھینکنے شروع کر دیے۔ وہاں بھگدڑ مچ گئی۔ محل کے محافظ ادھر اُدھر چھپ کر فائرنگ کرنا چاہتے تھے لیکن دُھواں اس قدر پھیل گیا تھا کہ کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ وہ حیران تھے کہ یہ ہیلی کاپٹر کہاں سے آگیا ہے؟

کنگ فرنانڈو کو نظر بند کیا گیا تھا۔ یہ اس کا ہیلی کاپٹر نہیں تھا۔ نہ ہی پومی یا ڈائسورو کی وغیرہ اس کی مدد کو آئے تھے۔ وہ ماسک مین کے آدمی بھی نہیں تھے۔ دوسری کسی خطرناک تنظیم کے افراد بھی نہیں آسکتے تھے۔ وہاں جان بوجھ کر ایسے بم پھینکے گئے تھے جو کثرت سے دُھواں پیدا کرتے ہیں۔ اس دُھواں دُھواں سے ماحول میں ہیلی کاپٹر کا دروازہ کھلا۔ ایک سیڑھی لٹکتی ہوئی نیچے آئی۔ پھر اعلیٰ بی بی نے کھلے ہوئے دروازے سے جھانک کر کہا "علی! کم آن۔ ہری اَپ..."

علی نے جھولتی ہوئی سیڑھی پکڑ لی۔ پھر کہا "دلوی جی! گولی چل جائے گی۔ اس سے پہلے چڑھنا شروع کر دو۔"

وہ چڑھنے لگی۔ اس کے پیچھے علی نے سیڑھی پر پاؤں جمائے۔ ہیلی کاپٹر بلند ہو کر وہاں سے جانے لگا۔ آرمر، لاج ونتی کو چھوڑ کر رسونتی کے دماغ میں آیا۔ پھر سیڑھی پر چڑھ کر ہیلی کاپٹر کے اندر پہنچنے میں اس کی مدد کرنے لگا۔ نیچے سے فائرنگ ہو رہی تھی۔ دُھوئیں کے باعث صحیح نشانہ نہیں لیا جا سکتا تھا۔ پھر وہ ہیلی کاپٹر رینج سے باہر نکل گیا۔

وہ اندر پہنچ گئی! اعلیٰ بی بی نے اُس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے پاس بٹھاتے ہوئے پوچھا "رسونتی! مجھے پہچانتی ہو؟"

وہ ناگواری سے بولی "میں رسونتی کی ڈمی ہوں۔ اپنے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اس جوان سے پوچھ لو۔"

علی نے پاس بیٹھتے ہوئے ماں کا ہاتھ تھام کر کہا۔ "میں نے دشمنوں کو اُلجھانے کے لیے ایسا کہا تھا۔ وہ یہ سوچ کر پریشان ہو گئے کہ میں آپ کو ڈمی سمجھتے ہوئے کسی وقت بھی گولی مار سکتا ہوں۔"

"دشمن بہر حال دشمن ہوتا ہے، تم کسی وقت بھی گولی مار سکتے ہو۔"

"نہیں ماما! میں تھوڑی دیر کے لیے مصلحتاً دشمن بن گیا تھا۔ اگر میں آپ کو ماں تسلیم کرتا تو دشمن کبھی میری دھمکیوں میں نہ آتے۔ انھیں یقین ہوتا کہ میں اپنی ماما پر کبھی گولی نہیں چلاؤں گا۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا۔ "رسونتی! سپر ماسٹر نے تمھاری برین واشنگ کرائی ہے۔ انشاءاللہ ہم اس کا توڑ کریں گے۔"

علی نے پوچھا۔ "آنٹی! ہم کہاں جا سکتے ہیں۔ فوجی ہیلی کاپٹر اور طیارے ہمیں گھیرنے کے لیے پرواز کر رہے ہوں گے۔ ہم اِس ملک کی سرحد سے باہر نہیں جا سکیں گے۔"

وہ بولی۔ "ہم شمال کی سمت جا رہے ہیں۔ مغرب اور جنوب کی طرف کئی ہزار میل تک یہ ملک پھیلا ہوا ہے۔ مشرق میں سمندر ہے۔ وہاں کے تمام جزیروں میں فوجی ہیں۔ پھر ہم کسی جزیرے میں اتریں گے تو چاروں طرف سے گھیر لیے جائیں گے۔ جدھر ہم جا رہے ہیں، اُدھر گھنے جنگلات ہیں۔ فی الحال وہیں پناہ لی جا سکتی ہے۔"

"آپ نے یہ فوجی ہیلی کاپٹر کیسے حاصل کر لیا؟"

اُس نے پائلٹ کی طرف اشارہ کیا۔ "یہ جان کارمن ہیں۔ یہاں کی فضائیہ میں کیپٹن ہیں۔ لیکن میرے بہترین دوست ہیں۔ واپس جا کر بیان دیں گے کہ یہ دماغی طور پر غیر حاضر ہو گئے تھے جب ہوش و حواس میں آئے تو کوئی دماغ میں کہہ رہا تھا کہ انھیں پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ ان کے دماغ پر قبضہ جما کر چار ہزار میل تک پرواز کی گئی ہے۔ کچھ لوگوں کو شمالی سرحد پار کرائی گئی ہے۔ باقی تمھارا سپر ماسٹر سمجھ لے گا کہ ایسا کیوں ہوا ہے۔"

اعلیٰ بی بی یہ باتیں عبرانی زبان میں کر رہی تھی تاکہ رسونتی نہ سمجھ سکے۔ اگر پائلٹ جان کارمن کے متعلق معلوم ہوتا تو وہ خیال خوانی کے ذریعے سپر ماسٹر کو ساری باتیں بتا دیتی۔ ڈیگر اُس کے دماغ میں کافی دیر رہنے کے بعد سپر ماسٹر کے پاس آیا۔ پھر بولا۔ "اعلیٰ بی بی اور علی تیمور عبرانی زبان میں باتیں کر رہے ہیں۔ میری کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔"

"کیا تم پائلٹ کے دماغ میں نہیں جا سکتے؟"

"وہ گونگا اور بہرا بنایا گیا ہے۔ رسونتی کا خیال ہے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا گیا ہے۔"

"تم رسونتی کے ذریعے دیکھو، ہیلی کاپٹر کہاں کہاں سے گزر رہا ہے۔ میں نے ابھی فضائیہ کے ٹاور سے معلوم کیا ہے۔ ہیلی کاپٹر کا انڈیکیٹر کام نہیں کر رہا ہے یا انھوں نے اُسے بیکار بنا دیا ہے۔"

ڈیگر، رسونتی کے پاس آیا پھر بولا۔ "کیا تم کھڑکی کے پاس نہیں بیٹھ سکتیں؟ میں تمھارے ذریعے معلوم کرنا چاہتا ہوں، یہ لوگ کن راستوں سے گزر رہے ہیں۔"

رسونتی نے اعلیٰ بی بی سے کہا۔ "تم میری سیٹ پر آجاؤ۔ میں کھڑکی کے پاس بیٹھوں گی۔"

"رسونتی! تمھیں یہ سُن کر افسوس ہو گا کہ ہم تھوڑی دیر بعد تمھاری آنکھوں پر پٹی باندھنے والے ہیں۔ تم جہاں بھی بیٹھو گی، ہمارے لیے فرق نہیں پڑے گا۔"

ڈیگر مایوس ہو کر سپر ماسٹر کے پاس آیا۔ وہ فوج کے ایک میجر سے رپورٹ حاصل کر رہا تھا۔ رپورٹ کے مطابق وہ ہیلی کاپٹر ابھی تک نظر نہیں آیا تھا۔ ائر فورس کے جوان ہیلی کاپٹروں اور طیاروں میں اسے تلاش کر رہے تھے۔ سپر ماسٹر کہہ رہا تھا۔ "شمال کی طرف زیادہ زور دو۔ اُدھر گھنے جنگلات ہیں۔ اکثر مجرم فرار ہو کر اسی سمت جاتے ہیں پھر اُن خطرناک جنگلات سے واپس نہیں آپلتے۔ جس کی موت آتی ہے، وہی اُدھر کا رُخ کرتا ہے۔ ہمیں رسونتی کو ہر حال میں اُدھر جانے سے روکنا ہے۔ ہم نے اس پر بڑی محنت کی ہے۔ فارسٹ آفیسر کو اطلاع دو اور اُسے تاکید کرو کہ کوئی بھی ہیلی کاپٹر اُدھر سے گزرے تو فوراً ہمیں اطلاع دے۔"

دو گھنٹے تک کوئی سراغ نہیں ملا۔ تین گھنٹے بعد فارسٹ آفیسر نے اطلاع دی کہ بہت دور سے ایک ہیلی کاپٹر کی آواز سنی گئی ہے۔ دوربین کے ذریعے اس کی ایک جھلک دکھائی دی۔ پھر وہ سبز پہاڑیوں کے پیچھے گم ہو گیا۔ یہ اطلاع ملتے ہی تمام ہیلی کاپٹروں اور طیاروں کا رُخ اس جنگل کی طرف ہو گیا۔ کسی بڑے ملک کی فضائیہ حرکت میں آجائے تو فرار ہونے والے سرحد پار نہیں کر سکتے لیکن شمالی امریکا میں یہ سہولت تھی۔ سال کے آٹھ مہینے سیکڑوں میل تک پھیلا ہوا جنگل برف سے ڈھکا رہتا تھا۔ باقی چار مہینے ہریالی رہتی تھی۔ برف پگھل کر آبشاروں اور دریاؤں کی صورت میں بہتی تھی۔ خطرناک درندوں اور جنگلی باشندوں سے مقابلہ کرتے ہوئے بعض سخت جان مجرم سرحد پار کر لیتے تھے۔

آرمر نے علی کے پاس آ کر کہا۔ "اب میں تمھاری ممّا کے پاس جانا چاہتا ہوں۔"

علی نے کہا۔ "انکل! میں سوچ رہا ہوں، پائلٹ جان کارمن کا واپس جانا مناسب نہیں ہے۔ سپر ماسٹر کے خیال خوانی کرنے والے اِس کے دماغ کو کمزور بنا کر اِس کے چور خیالات پڑھ لیں گے۔ آپ ذرا پائلٹ سے بات کریں۔"

آرمر نے پائلٹ اور اعلیٰ بی بی سے بات کی۔ پائلٹ نے کہا۔ "اگر میرے بیان پر شبہ نہیں ہو گا تو وہ میرے دماغ کو کمزور نہیں بنائیں گے۔ لیکن دوسرے پہلو کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا۔ "جان کا واپس نہ جانا زیادہ مناسب ہے۔ انھوں نے بڑی محنت سے رسونتی کو حاصل کیا تھا اور بڑی ٹھوس منصوبہ بندی سے اس کی برین واشنگ کی تھی۔ اس کے بعد یہ ہمیشہ ان کے کام آنے والی تھی۔ ایسی خیال خوانی کرنے والی ہستی ان کے ہاتھ سے نکل گئی ہے۔ وہ جھنجلا کر بھی جان کو سزا دیں گے اور اس کے چور خیالات پڑھنے کے بعد تو اسے کبھی زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

یہ تمام باتیں آرمر کے ذریعے اُن تینوں کے دماغوں میں ہو رہی تھیں۔ آخر جان اُن کے ساتھ جنگل میں رہنے پر راضی ہو گیا۔ اعلیٰ بی بی نے کہا۔ "آرمر! تم ابھی سونیا کے پاس جا رہے ہو، ضرور جاؤ۔ ہمارے پاس بھی آتے رہنا۔ رسونتی کو نیند کی حالت میں معمول بنانا بہت ضروری ہے ورنہ یہ خیال خوانی کے ذریعے دشمنوں کو ہمارا ٹھکانا بتاتی رہے گی۔"

آرمر چلا گیا۔ جان کارمن نے ہیلی کاپٹر کو ایک چھوٹے سے گھاس کے میدان میں اُتارا۔ اس کے چاروں طرف اونچے گھنے درخت تھے۔ وہ ہیلی کاپٹر کو میدان میں چلاتا ہوا درختوں کے درمیان لے آیا۔ پھر وہ سب نیچے اُتر آئے۔ رسونتی نے کہا۔ "اب تو آنکھوں سے پٹی ہٹا دو۔"

اعلیٰ بی بی نے پوچھا۔ "کیا تمھارے خیال خوانی کرنے والے دوست بہت بے چین ہو رہے ہیں اور ہمارا ٹھکانا معلوم کرنا چاہتے ہیں۔"

علی نے کہا۔ "اُن سے کہہ دیں، یہ عارضی ٹھکانا ہے، ہم کسی وقت بھی یہاں سے پرواز کریں گے۔ اور آپ کو بے ہوش کر کے لے جائیں گے۔"

"یہ ظلم ہے۔ میں ہوش میں رہوں گی۔ تم مجھے ماں بھی کہتے ہو اور ظلم بھی کرتے ہو۔"

"آپ میری سگی والدہ ہیں۔ آپ نے مجھے جنم دیا ہے اگر سونیا ممّا نے مجھے جنم دیا ہوتا تو میں آپ کی خاطر مصیبتیں اٹھانے کے لیے اِس ملک میں نہ آتا۔ لیکن میری باتیں آپ کی سمجھ میں نہیں آئیں گی۔ دشمنوں نے بالکل ہی دماغ اُلٹ کر رکھ دیا ہے۔"

وہ ذرا دیر خاموش رہی پھر بولی۔ "اعلیٰ بی بی! میرے پاس آؤ، میں کچھ کہنا چاہتی ہوں۔"

اعلیٰ بی بی اُس کے قریب گئی۔ رسونتی نے اُس سے آہستگی سے کچھ کہا۔ وہ بولی۔ "اچھی بات ہے آؤ میرے ساتھ۔"

وہ رسونتی کا ہاتھ پکڑ کر ایک سمت جانے لگی۔ علی تیمور نے پوچھا۔ "مسٹر جان! کیا آپ لوگ بڑی عجلت میں ہماری مدد کے لیے آئے تھے؟"

"ہاں عجلت کہہ سکتے ہیں۔ ویسے آرمر صاحب نے آپ کی آمد کے متعلق پہلے ہی بتا دیا تھا۔ اعلیٰ بی بی نے کئی طرح کے ہتھیار، کارتوس اور کھانے پینے کا سامان جمع کر رکھا تھا۔ مجھے یقین نہیں تھا کہ تم اتنے سخت پہرے سے نکل آؤ گے مگر اعلیٰ بی بی نے مجھ سے شرط لگائی تھی، بہر حال میں شرط ہار گیا۔"

وہ ہیلی کاپٹر کے اندر آئے پھر اس کے پچھلے حصے میں جا کر کھانے پینے کا سامان اور ہتھیاروں کو دیکھنے لگے۔ وہاں کلہاڑیوں اور رسّوں کے بنڈل، ٹارچیں، مشعلیں اور آگ روشن رکھنے کا سامان بھی تھا۔ ہیلی کاپٹر کے لیے فاضل ایندھن بھی موجود تھا۔ اعلیٰ بی بی نے جنگل میں آ کر چھپنے کا منصوبہ بہت پہلے ہی بنا لیا تھا۔

جان نے کہا۔ "تمھاری ماما! بڑی دشواریاں پیدا کریں گی۔"

مقبول ناول نگار ایچ اقبال کی دو نئی کتابیں۔ ہر کتاب میں دو مکمل ناول

عمران سیریز

عجیب ہنگامے

ایک جلد میں

پانچواں کالم

پرمود سیریز

ریکارڈ کی چوری

ایک جلد میں

موت کا راستہ

کتابیات پبلی کیشنز ○ پوسٹ بکس نمبر ۲۳ کراچی ۱

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"ہاں۔ اُن کا کچھ علاج کیا جائے گا۔"

اُس نے گھڑی دیکھ کر کہا۔ "اتنی دیر ہو گئی۔ ماما اور آنٹی ابھی تک واپس نہیں آئیں۔"

اُس نے آگے بڑھ کر آواز دی۔ "آنٹی! آپ کہاں ہیں؟"

اُسے جواب نہیں ملا۔ جان نے بھی آگے بڑھ کر کہا۔ "ہمیں جواب دو۔ ورنہ ہم آجائیں گے۔"

انھوں نے چند سیکنڈ تک انتظار کیا۔ پھر اپنی اپنی گن سنبھال کر آگے بڑھنے لگے۔ وہ ہر دوسرے تیسرے قدم پر آواز دیتے تھے۔ پہلے ہی جواب نہ ملنے پر سمجھ میں آگیا تھا کہ خلافِ توقع کوئی بات ہو گئی ہے۔

وہ ایک جھاڑی کے پاس ٹھٹک گئے۔ اعلیٰ بی بی گھاس پر اوندھی پڑی ہوئی تھی۔ اُس کے سر کے پچھلے حصّے سے خون بہہ رہا تھا۔ بات سمجھ میں آگئی۔ رسونتی نے موقع پا کر کسی مضبوط لکڑی کو اٹھا کر پیچھے سے حملہ کیا ہو گا۔ جان نے کہا۔ "میں اِسے ہوش میں لاتا ہوں۔ تم اپنی ماں کو تلاش کرو۔"

اُس نے ماں کو بلند آواز سے پکارا۔ پھر کبھی اِدھر کبھی اُدھر جنگل کے مختلف حصّوں میں دوڑنے لگا۔ وہ حیران تھا کہ ماما بھاگ کر کتنی دور چلی گئی ہیں یا کہاں چھپ گئی ہیں۔

وہ دوڑتے دوڑتے پکارتے پکارتے ایک جگہ رُک گیا۔ دور تک دیکھا نہیں جا سکتا تھا۔ بے ترتیبی سے اُگے ہوئے درخت نگاہوں کے سامنے حائل ہو جاتے تھے۔ ایسے ہی وقت پیچھے سے ماں کی آواز سنائی دی۔ "میرے بچّے! میرے جگر کے ٹکڑے۔ . .!"

اس نے فوراً ہی سر گھما کر دیکھا۔ پھر اُسے سنبھلنے کا موقع نہیں ملا۔ رسونتی اپنے ہاتھوں میں درخت کی لوٹی ہوئی ایک پرانی شاخ پکڑے ہوئے تھی۔ شاخ پرانی تھی مگر مضبوط تھی۔ پل کے پلٹتے ہی وہ مضبوط لکڑی سر پر پڑی۔ آنکھوں نے سامنے تارے ناچ گئے۔ وہ ایک قدم آگے کی طرف لڑکھڑایا۔ پھر گھاس کے فرش پر دھم سے چاروں شانے چت ہو گیا۔

"میرے بچّے! میرے جگر کے ٹکڑے! ہاہاہاہا. . . ہاہاہاہا. . .!"

ایک ماں کے وحشیانہ قہقہے جنگل میں دور تک گونج رہے تھے۔

جنگل کی ہری بھری گھاس پر چاروں شانے چت پڑا ہوا تھا۔ رسونتی کے ہاتھوں میں ایک درخت کی سوکھی ہوئی شاخ تھی جس سے ابھی ابھی اس نے بیٹے پر حملہ کیا تھا۔ مضبوط شاخ بیٹے کے سر پر پڑی تھی جس کے نتیجے میں وہ زخمی ہو گیا تھا۔

حالات ماں اور بچّوں کو کبھی زندگی کے ایسے موڑ پر لے آتے ہیں۔ وہ ماں جو بیٹے کی ایک ہلکی سی آہ پر تڑپ جاتی تھی اور اس کی آہ کے نتیجے میں ٹیلی پیتھی کے زلزلے پیدا کر دیتی تھی اور جس کے پسینے کی جگہ اپنا خون بہاتی تھی، آج وہ اسی بیٹے کے خون کی پیاسی ہو گئی تھی۔ اُس پر پہلا حملہ کرنے کے بعد قہقہے لگاتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ "میرا بچّہ۔ میرے جگر کا ٹکڑا! ہاہاہا. . .!"

ڈیگر اینڈ ڈیگر بھی اس کے دماغ میں ہنستے ہوئے کہہ رہے تھے۔ "واہ دیوی جی! آپ نے تو کمال کر دیا ہے۔ اعلیٰ بی بی اور علی تیمور پر آج تک کوئی ہاتھ نہ اٹھا سکا۔ یا پھر ہاتھ اٹھانے والا ہی اپنی موت مر گیا۔ آپ دیوی ہیں۔ آپ زندہ رہیں گی اور ایسے دشمنوں کے سر کچلتی رہیں گی۔ پلیز دیر نہ کریں۔ علی تیمور کا سر کچل دیں۔ ایک حملہ کافی نہیں ہے۔ وہ کمبخت بڑا سخت جان ہے۔"

وہ دونوں ڈیگر اینڈ ڈیگر بظاہر رسونتی کو شہ دے رہے تھے اور مزید حملے کرنے پر آمادہ کر رہے تھے لیکن درپردہ اُس کی حوصلہ قوت بنے ہوئے تھے۔ رسونتی نازک ہاتھوں سے بڑی سی شاخ اُٹھا کر اعلیٰ بی بی اور علی تیمور پر حملے نہیں کر سکتی تھی۔ ڈیگر اینڈ ڈیگر نے اس کے ہاتھوں میں مضبوطی سے شاخ کو پکڑایا ہوا تھا اور اس کی آخری بھرپور قوتوں کو جمع کر کے حملے کراتے رہے تھے۔ اس کا اعلیٰ بی بی پر وقتی طور پر کامیاب ہوا تھا لیکن علی تیمور پر بے اثر رہا تھا۔

واٹسوروگی نے پارس اور علی تیمور کو مارنے کا فن سکھانے سے پہلے اچھی طرح مار کھانے، تکلیفیں برداشت کرنے اور انتہائی تکالیف کے دوران حاضر دماغ رہنے کی ٹریننگ دی تھی۔ ڈیگر نے ماں کے ذریعے بیٹے کے سر پر زبردست حملہ کیا تھا۔ دوسرا ڈیگر سامنے ہوتے تب بھی علی تیمور آسانی سے زمین چاٹنے والا نہیں تھا۔ وہ محض یہ دیکھنے کے لیے گر پڑا تھا کہ ماں کے اندر ممتا کی ذرا سی بھی رمق رہ گئی ہے یا نہیں؟

وہ دیدے پھیلا کر ساکت پڑا رہ گیا تھا۔ رسونتی نے کہا۔ "یہ مر چکا ہے۔"

ڈیگر اینڈ ڈیگر نے کہا۔ "سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کمبخت فرہاد کے دونوں بیٹے سخت جان ہیں۔ آپ اس مضبوط شاخ سے اس کے سر پر ضربیں لگاتی جائیں۔"

رسونتی نے دوسری بار حملہ کیا۔ اس حملے میں بھی دونوں ڈیگر نے اپنی قوت استعمال کی لیکن علی تیمور نے شاخ کو پکڑ لیا۔ پھر اس نے پوچھا۔ "ماما! کیا آپ کے دل میں میرے لیے کچھ بھی نہیں ہوا۔ ہلکی سی تڑپ بھی پیدا نہیں ہوئی؟"

وہ جواب نہیں دے رہی تھی۔ دونوں ہاتھوں سے شاخ کو پکڑے ہوئے اپنی طرف کھینچ رہی تھی۔ اسے بیٹے کی گرفت سے چھڑا کر پھر ایک بھرپور حملہ کرنا چاہتی تھی۔

"ماما! جتنی قوت سے آپ جھٹکے دے کر اُسے چھڑانا چاہتی ہیں، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کے دماغ میں خیال خوانی کرنے والے شیطان اپنا زور لگا رہے ہیں۔"

وہ اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ رسونتی شاخ کو اپنی طرف کھینچنے کی پوری کوشش کر رہی تھی۔ اس نے ماں کو کھینچ لیا۔ وہ بیٹے کے اوپر آ گری۔ غصّے سے بولی۔ "خبردار! میرے بدن کو ہاتھ نہ لگانا۔ تمھیں شرم نہیں آتی۔ میں تمھاری ماں کے برابر ہوں۔"

وہ سنجیدگی سے بولا۔ "خدا کا شکر ہے۔ کسی طرح تو آپ نے خود کو میری ماں سمجھا ہے۔ مجھے اپنے دل کی دھڑکنوں سے لگا کر دیکھیں، ہر دھڑکن میرے لہجے میں ماں ماں پکارے گی۔"

وہ ماں سے لپٹ گیا۔ ویسے فطرتاً جذباتی نہیں تھا۔ محبت کی شدت سے تڑپ کر کسی رشتے سے لپٹنا گوارا نہیں کرتا تھا۔ کبھی کبھی رسونتی ہی اسے گلے سے لگا لیا کرتی تھی۔ آج پہلی بار ماں سے جذباتی انداز میں لپٹتے ہی اس کی رسٹ واچ سے ایک ننھی سی سوئی نکلی پھر اس کی گردن میں پیوست ہو گئی۔ دوسرے ہی لمحے ڈیگر اینڈ ڈیگر اس کے دماغ سے آپ ہی آپ نکل گئے۔ اپنی جگہ حاضر ہو کر ایک نے کہا۔ "یہ کیا ہو گیا؟"

دوسرے نے کہا۔ "رسونتی نے اپنی گردن میں چبھن محسوس کی تھی۔ اس کے بعد ہی اس کا ذہن تاریکی میں ڈوب گیا۔ علی تیمور نے اسے بے ہوش کر کے ہمارا راستہ روک دیا ہے۔"

سپر ماسٹر کے فوجی الگ الگ ٹیمیں بنا کر ہیلی کاپٹر کے ذریعے جنگل کے مختلف حصّوں میں پہنچ گئے تھے۔ ڈیگر اینڈ ڈیگر رسونتی کے دماغ میں رہ کر معلوم کر رہے تھے کہ اعلیٰ بی بی اور علی تیمور جنگل کے کن راستوں سے گزر رہے ہیں اور کہاں جانا چاہتے ہیں؟ یہ بہت پرانا طریقۂ کار تھا۔ علی تیمور نے اُس ایک ذریعے کو تھوڑی دیر کے لیے بے کار کر دیا تھا۔ اب ان تلاش کرنے والے فوجیوں کی راہنمائی نہیں ہو سکتی تھی۔

اس نے ماں کو بڑے پیار سے ملائم گھاس پر لٹا دیا۔ پھر اُٹھ کر چاروں طرف نظریں دوڑانے لگا۔ اعلیٰ بی بی اور ہائٹ جان کارمن ایک سمت چلتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔ اعلیٰ بی بی کے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ رسونتی کے حملے سے جو چوٹ آئی تھی، اس کی مرہم پٹی ہو چکی تھی۔ وہ ہیلی کاپٹر کی طرف جا رہے تھے۔ علی نے ماں کو اُٹھا کر کاندھے پر لادا پھر خود بھی اُدھر ہی جانے لگا۔

اُن کی ماما زیادہ دیر بے ہوش رہنے والی نہیں تھی۔ پندرہ بیس منٹ کے بعد ہوش میں آسکتی تھی مگر اس کے بعد بھی دماغی کمزوری کے باعث ڈیگر اینڈ ڈیگر کو صحیح معلومات فراہم نہیں کر سکتی تھی۔ اس نے ہیلی کاپٹر کے پاس پہنچ کر اعلیٰ بی بی سے کہا۔ "کم از کم ایک گھنٹے تک اطمینان رہے گا۔ ماما کسی دشمن کو ہمارے راستے پر نہیں لگا سکیں گی۔"

اُس نے ماں کو گھاس پر لٹا دیا۔ جان کارمن کلہاڑی سے جھاڑیاں اور پتّوں بھری شاخیں کاٹ رہا تھا تاکہ جھاڑیوں اور پتّوں سے ہیلی کاپٹر کو ڈھانپ دے۔ دوسرے ہیلی کاپٹروں سے پرواز کرنے والے دشمن اب بھی اسے دیکھ نہیں سکتے تھے کیونکہ اُسے گھنے درختوں کے سائے میں لا کر کھڑا کیا گیا تھا۔ تاہم مزید احتیاطی تدبیر لازمی تھی۔ علی تیمور بھی ایک بڑا سا چھرا لے کر جھاڑیاں کاٹنے لگا۔ اعلیٰ بی بی نے کہا۔ "آرمر کو ہمارے پاس آنا چاہیے۔ وہ تنویمی عمل کے ذریعے رسونتی کے دماغ میں گرہ ڈال دے گا۔ پھر دشمن خیال خوانی کرنے والے ہمارے بارے میں آسانی سے معلومات حاصل نہیں کر سکیں گے۔"

علی تیمور نے چھرا ایک طرف رکھ دیا۔ ماں کو دونوں بازوؤں میں اُٹھا کر اعلیٰ بی بی سے کہا۔ "آپ میرے ساتھ آئیں۔ ماما کو یہاں سے دور لے جا کر رکھنا ہو گا۔ ورنہ یہ دشمنوں کو بتا دیں گی کہ ہیلی کاپٹر کو جھاڑیوں اور پتّوں سے چھپایا گیا ہے۔"

وہ تھوڑی دیر تک چلتے رہے۔ جب ہیلی کاپٹر نظروں سے اوجھل ہو گیا تو اس نے ماں کو ایک درخت کے سائے میں لٹا کر کہا۔ "میں جانتا ہوں، آپ بڑی جی دار ہیں۔ ماما کے حملے سے بے ہوش نہیں ہو سکتی تھیں۔ دراصل دشمن خیال خوانی کرنے والے بھی اپنی قوت استعمال کرتے رہتے ہیں۔"

وہ ایک رسّی سے رسونتی کے ہاتھ پاؤں باندھتے ہوئے بولی۔ "مجھے آرمر نے بتایا ہے کہ وہ دشمن ڈیگر اینڈ ڈیگر کہلاتے ہیں۔ تمھاری ماں کے ہاتھ پاؤں بندھے رہیں گے تو آئندہ وہ مجھ پر حملہ نہیں کرا سکیں گے۔"

علی نے واپس آکر چھرا اُٹھایا پھر جھاڑیاں کاٹنے لگا۔ اُس نے اور جان کارمن نے جلد ہی ہیلی کاپٹر کو جھاڑیوں کے ڈھیر میں چھپا دیا۔ پھر علی نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے امریکا میں مقیم ایک فرانسیسی جاسوس سے رابطہ قائم کرنے کے بعد کہا۔ "فوراً آرمر تک خبر پہنچاؤ۔ ہم انتظار کر رہے ہیں۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ ایک گھنٹا گزر چکا تھا۔ ماں ہوش میں آچکی ہو گی، وہ اُدھر جانے لگا۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

بات اس وقت بگڑی تھی جب باس کے آدمیوں نے نادیہ کو پیرس میں دیکھ لیا تھا اور اِدھر سونیا ماسکو میں نادیہ کا رول ادا کر رہی تھی۔ آرمر نے بروقت سونیا کو اس گڑبڑ سے آگاہ کیا۔ پھر اس کی ہدایت کے مطابق تاتیانہ کے دماغ میں پہنچا۔ تاتیانہ ریسیور کان سے لگائے سونیا سے ذرا فاصلے پر بیٹھی ہوئی تھی اور انٹیلی جنس کے ایک افسر کی رپورٹ سن رہی تھی۔ گھور کر سونیا کو دیکھتی جا رہی تھی۔

سونیا نے پوچھا تھا "کیا بات ہے؟ تم ایسے کیوں دیکھ رہی ہو؟"

اس پر تاتیانہ نے طنزیہ انداز میں کہا تھا "میری چھٹی حس مجھے دھوکا نہیں دیتی۔ تم نے پہلی بار جس انوکھے انداز سے میری جان بچائی تھی تب ہی میں نے سمجھ لیا تھا تم سونیا ہو۔"

سونیا نے کہا "میں نے دوبار تمھاری جان بچائی، ایک بار عزت بچائی۔ اگر سونیا ہوتی تو تمھیں زندہ نہ چھوڑتی۔ ویسے تم مجھے سونیا کیوں کہہ رہی ہو؟"

"اس لیے کہ تم نادیہ نہیں ہو۔ نادیہ پیرس میں موجود ہے۔"

سونیا اور تاتیانہ کے درمیان تھوڑی دیر بحث ہوتی رہی، آخر سونیا نے کہا "میں تمھارے یقین کو ٹھیس نہیں پہنچاؤں گی، بے شک میں سونیا ہوں۔ اب بتاؤ میرے ساتھ کیا سلوک کرو گی؟"

تاتیانہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر اس کے سامنے تن گئی۔ پھر بولی۔ "وہی سلوک جو ایک محبِ وطن کو اپنے وطن کے دشمنوں سے کرنا چاہیے۔"

سونیا نے کہا "تاتیانہ! تم اس بنگلے میں تنہا ہو۔ مانتی ہوں کہ بڑی شہ زور ہو۔ آج تک اپنے دشمنوں پر بھاری پڑتی رہی ہو۔ اگر آج بھاری نہ پڑ سکیں تو تمھیں کون بچانے آئے گا؟"

تاتیانہ نے ایک قہقہہ لگایا پھر کہا "تمھیں یہاں لانے کا مقصد یہی تھا کہ ہماری تمھاری گفتگو ریکارڈ ہوتی رہے۔ جس طرح ماریہ کی رہائش گاہ کے ہر حصے میں مائیک لگے ہوئے ہیں اسی طرح یہاں بھی مائیک ہیں جو نظر نہیں آتے۔ ہماری گفتگو دوسری طرف سُنی جا رہی ہے۔ اس سے پہلے کہ تم مجھ پر بھاری پڑو، یہاں مسلح سپاہی پہنچ جائیں گے۔ تمھاری مکاری آج ختم ہو چکی ہے ہاہاہاہا۔"

اس کا خیال درست تھا۔ جس ملک میں قدم قدم پر پہرا ہو وہاں کے ایک بنگلے سے سونیا کا بچ نکلنا بالکل ہی ناممکن تھا۔ تاتیانہ کے فاتحانہ قہقہے وہاں کی چار دیواری میں گونج رہے تھے۔

سونیا نے اچانک ہی ایک اُلٹا ہاتھ تاتیانہ کے منہ پر رسید کیا۔ قہقہے یکبارگی رُک گئے، وہ پیچھے جا کر صوفے پر گری پھر اُچھل کر کھڑی ہو گئی۔ تلخ لہجے میں بولی "اچھا تو گرفتار ہونے سے پہلے دو دو ہاتھ کرنا چاہتی ہو۔ میری بھی آرزو تھی کہ تم سے کبھی لڑ کر دیکھوں کہ آخر تم کیا چیز ہو؟"

سونیا نے کہا "افسوس تم نے میرا ریکارڈ اچھی طرح نہیں پڑھا۔ میں حالات کی نزاکت کو دیکھتی ہوں اور لڑنے میں وقت ضائع نہیں کرتی۔"

"یعنی تم مجھ سے بچ کر بھاگنا چاہتی ہو مگر بھاگ کر کہاں جاؤ گی؟"

"سب سے پہلے میں تمھاری خوش فہمی ختم کر دوں کہ میری جوتیوں کی نوک میں چاقو چھپے ہوئے ہیں۔ یہ دیکھو۔"

اس نے پاؤں فرش پر مارا تو ایک جوتی کی نوک سے چاقو نکل آیا۔ وہ بولی "میں نے یہاں داخل ہوتے ہی اس چاقو سے مائیک کے تار کاٹ دیے تھے۔ تمھارے فوجی جوان اور افسران اس بات سے بے خبر ہیں کہ اس رہائش گاہ میں کیا باتیں ہو چکی ہیں اور اب کیا تماشا ہونے والا ہے۔"

یہ سنتے ہی تاتیانہ فون کی طرف لپکی۔ سونیا نے کہا "آرمر! اسے روکو اور اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما لو۔"

وہ فون کے پاس پہنچ کر رُک گئی۔ آرمر نے اسے پوری طرح قابو میں رکھتے ہوئے پوچھا "آپ بہت بڑا خطرہ مول لے رہی ہیں۔ آخر کرنا کیا چاہتی ہیں؟"

"یہ بتاؤ کہ تم کتنی دیر اسے اپنے قابو میں رکھ سکتے ہو؟"

"آپ جتنی دیر چاہیں گی۔"

"اسے سامنے صوفے پر بٹھا کر رکھو۔"

وہ دوسرے کمرے میں جا کر اپنی اٹیچی اور ایک بڑا سا آئینہ اُٹھا کر لے آئی۔ تاتیانہ سحر زدہ سی ہو کر صوفے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ سونیا نے اٹیچی کھولی۔ لائٹ پلاسٹک سرجری کا سامان نکالا پھر اپنے چہرے پر تبدیلیاں کرنے لگی۔

ایک گھنٹے بعد ٹیلیفون کی گھنٹی بجنے لگی۔ سونیا نے اپنی جگہ سے اُٹھ کر ریسیور اٹھایا۔ پھر تاتیانہ کی آواز میں کوڈ ورڈز ادا کیے۔ دوسری طرف سے کہا گیا "مس تاتیانہ! پیرس میں دیکھی جانے والی نادیہ کے متعلق ابھی تک کوئی دوسری رپورٹ نہیں ملی ہے۔ تمھارے ساتھ جو نادیہ ہے اُسے کُریدنے کی کوشش کرو۔ اپنی رہائش گاہ کے مائیک کا سوئچ آن رکھو۔ ہم یہاں تمھاری اور اس کی گفتگو سُنیں گے۔"

"اچھی بات ہے۔ آپ ابھی ہماری گفتگو سن سکیں گے۔"

وہ ریسیور رکھ کر کٹے ہوئے تار کے پاس آئی۔ پھر اُسے جوڑ کر دوبارہ میک اپ کرنے بیٹھ گئی۔ وہاں سے تاتیانہ کی آواز میں بولی "نادیہ! تمھارے سلسلے میں دوبار فون آ چکا ہے۔ کیا تمھاری کوئی جڑواں بہن بھی ہے؟"

پھر اس نے خود ہی نادیہ کی آواز میں کہا "میری کوئی بہن نہیں ہے۔ تم یہ سوال کیوں کر رہی ہو؟"

وہ پھر آواز بدل کر تاتیانہ کی حیثیت سے بولی "مجھ سے کوئی سوال نہ کرو۔ میرے سوالوں کے جواب دیتی رہو۔ سنا ہے تمھیں میک اپ میں مہارت حاصل ہے۔ تم نے یہاں آنے سے پہلے اپنے چہرے پر پلاسٹک سرجری کروائی تھی اور سونیا کا روپ اختیار کیا تھا۔"

"ہاں، ریڈ پاور کا باس اس بات کا گواہ ہے۔ وہ میری پلاسٹک سرجری کے دوران میری رہائش گاہ میں موجود تھا۔"

"وہ رہائش گاہ کے کسی دوسرے کمرے میں تھا۔ تمھارے سامنے ہوتا تو فراڈ کھل جاتا۔ تم نے سرے سے کوئی میک اپ ہی نہیں کیا تھا۔ تم نے نادیہ کو اس کی رہائش گاہ سے غائب کرا دیا اور تھوڑی دیر بعد باس کے سامنے جا کر یہ تاثر دیا کہ تم میک اپ کے ذریعے سونیا بن گئی ہو جبکہ تم سر سے پاؤں تک پیدائشی طور پر سونیا ہو۔"

"تاتیانہ! تم مجھے غلط سمجھ رہی ہو۔"

"سونیا! تمھاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ اصلی نادیہ پکڑی گئی ہے۔ وہ باس کی قید میں ہے اور اس نے اپنے بیان میں تمھارا فراڈ ظاہر کر دیا ہے۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ پھر سونیا نے تاتیانہ کی آواز میں پوچھا "تم خاموش کیوں ہو۔ ذرا یہ اپنی اٹیچی دیکھو۔ تم ابھی تھوڑی دیر کے لیے باتھ روم گئی تھیں۔ میں نے اسے کھول کر دیکھا تو یہ پلاسٹک سرجری کا سامان رکھا ہوا تھا۔ تم نے یہ کس مقصد کے لیے رکھا تھا؟"

وہ ذرا توقف کے بعد بولی "تمھارے پاس اب کوئی جواب نہیں ہے۔ میں جانتی ہوں تم یہاں کی انٹیلی جنس میں کام کرنے والی کسی عورت کا روپ اختیار کرنا چاہتی تھیں اور کسی طرح جو جونک پہنچنا چاہتی تھیں۔"

ایسا کہنے کے دوران وہ اپنا لباس اُتار چکی تھی اور اب تاتیانہ کا لباس اُتار رہی تھی اور سونیا کی حیثیت سے قہقہے لگا کر کہہ رہی تھی۔ "میں مانتی ہوں تاتیانہ! تم بڑی چالاک ہو مگر احمق بھی ہو۔ اپنی رہائش گاہ میں لا کر تنہائی میں میرا پول کھول رہی ہو۔ اب کون میرے ہاتھوں سے تمھیں بچائے گا۔"

پھر وہ تاتیانہ کی حیثیت سے بولی "میں مانتی ہوں سونیا! تم بڑی شہ زور ہو مگر میں بھی تم سے کم نہیں ہوں۔"

اتنی دیر میں وہ تاتیانہ کو اپنا لباس پہنا چکی تھی۔ پھر اُس کا لباس پہنتے ہوئے اس نے صوفے کو ایک طرف اُلٹ دیا۔ چیخ کر بولی "اچھا تو یہ تمھارا حملہ تھا اب جوابی حملے کو سنبھالو۔"

اس کے بعد وہ اپنی آواز میں چیخنے لگی۔ پھر تاتیانہ کی آواز میں بولی "ارے یہ کیا کر رہی ہو۔ تار کاٹ رہی ہو۔ میں تمھیں ایسا نہیں کرنے۔۔۔"

اس نے اپنی بات ادھوری چھوڑی اور تار کاٹ دیے۔ پھر بولی "یہ تو بہت ہی ڈبل رول ادا کرنا بڑا مشکل کام ہے۔ آرمر! اسے لیبارٹری میں لے چلو۔ جلدی کرو۔"

وہ تیزی سے چلتی ہوئی لیبارٹری میں آئی۔ وہاں کی بہت سی بوتلوں کو اور دوسرے سامان کو یوں توڑنے لگی جیسے سونیا کے ساتھ زبردست جنگ ہوتی رہی ہو۔ تاتیانہ سحر زدہ سی چلتی ہوئی وہاں پہنچی۔ سونیا نے کہا "آرمر! اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دو۔"

آرمر نے اپنی گرفت ڈھیلی کی۔ تاتیانہ نے چونک کر اپنے سامنے دوسری تاتیانہ کو دیکھا۔ سونیا نے کہا "آج سے میں محبِ وطن تاتیانہ ہوں۔ میں چاہتی تو تمھیں ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہلاک کرا سکتی تھی لیکن میں موقع دیتی ہوں کہ تم مجھے مار ڈالو۔ ورنہ وہ تیزاب کی بوتل رکھی ہے، میں تمھاری صورت بگاڑ دوں گی۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی تاتیانہ نے اُس پر چھلانگ لگائی۔ یہ بہت ہی گھسا پٹا حملہ تھا۔ سونیا جھک کر دوسری طرف ہو گئی۔ وہ فضا میں اچھلتی ہوئی آ کر فرش پر گر پڑی۔ پھر تیزی سے اُٹھ کر کھڑی ہوئی مگر سونیا اس سے زیادہ پھرتیلی تھی۔ اس نے پیچھے سے قینچی کا داؤ استعمال کر کے اُسے جکڑ لیا۔ پھر کہا "میں نے تجھے بچاؤ کا موقع دیا تھا مگر تو نے اُسے گنوا دیا۔ اب میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ فوجی جوان یہاں پہنچنے والے ہیں۔ انھیں سونیا کی لاش ملنی چاہیے۔"

یہ کہتے ہی اُس نے تاتیانہ کے سر پر ایک بوتل کو دے مارا۔ بوتل کے ٹوٹتے ہی تاتیانہ کے حلق سے فلک شگاف چیخ اُبھری۔ چونکہ بوتل پیشانی کی ٹکر سے ٹوٹی تھی۔ اس لیے تیزاب مُنہ پر پڑا۔ سونیا نے اس کی دونوں ہتھیلیاں بھی تیزاب میں ڈال دیں۔ میز پر پھیلے ہوئے تیزاب پر اس کے چہرے کو اِدھر اُدھر رگڑتی رہی۔ پھر اُس نے ٹوٹی ہوئی آدھی بوتل کو کھڑا کیا۔ تاتیانہ کے بالوں کو مُٹھی میں جکڑا اس کے بعد اس کی ٹھوڑی کے نچلے حصے یعنی نرخرے کو بوتل کے ٹکڑے پر دے مارا۔ ایسا دو تین بار کیا۔ نرخرا کٹ چکا تھا۔ سانس کی ڈور ٹوٹ چکی تھی۔ اس نے بالوں کو چھوڑ دیا۔ وہ کٹی ہوئی شاخ کی طرح میز پر سے پھسلتی ہوئی فرش پر گر پڑی۔

سونیا مر چکی تھی۔ اُس سے کچھ فاصلے پر تاتیانہ کھڑی ہوئی تھی۔ آرمر نے آ کر کہا "مادام! آپ کی زندگی کا یہ پہلو بہت ہی خوفناک ہے۔ آپ نے بڑی بیدردی سے بلکہ بڑی درندگی سے اُسے مارا ہے۔"

وہ آرمر کی باتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے بولی "تم تاتیانہ کے جتنے افسروں اور دفتری ساتھیوں کے متعلق تفصیلات بتاتے رہے ہو، وہ سب مجھے یاد ہیں۔ پھر بھی تمھاری موجودگی لازمی ہے۔ میں یہاں سے جا کر جس سے بھی ملاقات کروں، اس کے متعلق دوبارہ بتاؤ اور اس کے خیالات پڑھتے رہو۔ میں کسی موقع پر چوک جاؤں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

تو مجھے فوراً ٹوک دینا۔"

وہ چند منٹ تک باتیں کرتے رہے۔ پھر گاڑیوں اور فوجی بوٹوں کی آوازیں سنائی دیں۔ وہ سب اپنی گنیں تان کر محتاط انداز میں آئے پھر لیبارٹری میں تاتیانہ کو دیکھ کر الرٹ ہو گئے۔ ایک افسر نے قریب آکر پوچھا "مس تاتیانہ! تم خیریت سے ہو؟"

وہ تھکے ہوئے انداز میں بولی "میں تھکن اور کمزوری محسوس کر رہی ہوں۔ یہ سونیا کی لاش ہے۔ اسے یہاں سے اٹھوا لو۔"

"تم فکر نہ کرو۔ ابھی اسپتال جاؤ۔ تمہارے علاج کے بعد اس سلسلے میں باتیں ہوں گی۔"

ایک افسر اُسے اپنے ساتھ باہر لایا پھر اُس کی گاڑی میں اُسے بٹھا کر ڈرائیو کرتا ہوا اسپتال آگیا۔ اُسی اسپتال میں پاسکل بُوبا زیرِ علاج تھا مگر یہ بات اُسے معلوم نہیں تھی۔ اس کے ساتھ آنے والے افسر نے کہا "اِس اسپتال کے چاروں طرف سخت پہرا ہے۔ کیونکہ اِس ملک کی دو مایہ ناز ہستیاں یہاں زیرِ علاج رہیں گی۔ ایک تم اور دوسرا پاسکل بُوبا ہے۔"

سونیا نے کہا "میرے سامنے اس شیطان کا نام نہ لو۔ اگر سونیا مجھے نہ بچاتی تو وہ میری عزت خاک میں ملا دیتا۔ افسوس! میں سونیا کو مارنا نہیں چاہتی تھی مگر میری عزت بچانے والی اپنی جان بچانے کے لیے میری جان کی دشمن ہو گئی تھی۔"

ڈاکٹر نے کمرے میں آکر کہا "مس! آپ زیادہ نہ بولیں۔ آرام سے لیٹی رہیں۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ چند گھنٹے پہلے آپ کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کیا گیا تھا۔ اس کے باوجود آپ نے سونیا کو موت کی گود میں پہنچا دیا۔ ہماری پوری قوم کو آپ پر ناز ہے۔"

وہ سونیا کا معائنہ کرنے اور دوائیں تجویز کرنے لگا۔ وہ سوچ کے ذریعے آرمر سے بولی "تم ایسے فرشتے ہو کہ کسی کی جان لینا نہیں چاہتے۔ اب ہمارے درمیان فرہاد نہیں رہا۔ تمہاری یہ شریفانہ کمزوری ہمارے لیے مسئلہ بن جاتی ہے۔"

"کیا میں آپ کے لیے مسئلہ بن گیا ہوں؟"

"میں چاہتی تھی تم تاتیانہ کی سانس روک دو، پھر خیال آیا تم ہر طرح ہماری مدد کرو گے مگر کسی کی جان نہیں لو گے۔ لہٰذا مجھے جلد سے جلد اُسے ختم کرنا پڑا۔"

"مادام! میں شرمندہ ہوں۔ دراصل میرا دل بہت کمزور ہے۔ میں کسی چیونٹی کو بھی دیکھ کر سوچتا ہوں کہ اس ننھی سی جان کو بھی خداوندِ کریم نے ہی جان دی ہے۔ مجھے اس کی جان نہیں لینا چاہیے۔"

"اگر کوئی تمہاری جوجو کی جان لینا چاہے تو کیا تم اُسے جان لینے کے لیے زندہ چھوڑ دو گے؟"

"خدا نہ کرے کہ میری جوجو پر کوئی آنچ آئے۔ یہاں آپ موجود ہیں۔ انشاء اللہ کوئی دشمن میری بہن کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔"

"تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔ کیا تم ایسے دشمن کو زندہ چھوڑ دو گے جو تمہاری جوجو کو جانی نقصان پہنچانا چاہتا ہو؟"

"میرے خدا! میں کیا جواب دوں؟ مادام! مجھے آزمائش میں نہ ڈالیں۔ جوجو کو کچھ ہوا تو میں مر جاؤں گا۔"

"لعنت ہے ایسی شرافت پر۔ خود مر جاؤ گے، دشمن کو نہیں مارو گے۔"

"آخر آپ ایسی باتیں کیوں کر رہی ہیں؟"

"اِس لیے کہ جوجو کو اغوا کرنے والا پاسکل بُوبا اس اسپتال میں زیرِ علاج ہے۔ وہ تاتیانہ کی عزت سے کھیلنا چاہتا تھا۔ صحت یاب ہونے کے بعد جوجو پر بھی بُری نظر رکھے گا۔"

"اگر وہ ایسا کرے گا تو میں اُسے سزا دوں گا۔"

"تم ابھی سزا دے سکتے ہو۔ وہ زخمی ہے۔ تمہارے ٹیلی پیتھی کے حملوں کو روک نہیں سکے گا لیکن صحت یاب ہونے کے بعد تمہیں اپنے دماغ میں آنے نہیں دے گا۔ تم اُس کا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے۔"

"اچھا! میں اُس کے پاس جاتا ہوں۔"

"وہاں پہنچتے ہی اُس کے دماغ میں جوجو کا تصور پیش کرو پھر اُس کے چور خیالات پڑھو۔ اس کے بعد اپنے اندر جھانکو۔ تمہاری غیرت خود فیصلہ کرے گی۔"

وہ پاسکل کے پاس پہنچا۔ چپ چاپ اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ وہ آرام سے بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ انگلیوں پر پلاستر چڑھا دیا گیا تھا۔ وہ چھت کی جانب تکتا ہوا سوچ رہا تھا "میں نے تاتیانہ کو حاصل کرنے کا زبردست منصوبہ بنایا تھا۔ راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی مگر یہ بدبخت نادیہ توقع سے زیادہ مصیبت بن گئی ہے اب میں کبھی تاتیانہ کو حاصل نہیں کر سکوں گا۔ اس کے سامنے بے نقاب ہو چکا ہوں۔ شاید وہ آیندہ میرے ساتھ کام کرنا پسند نہیں کرے گی اور اپنے دماغ میں کبھی آنے نہیں دے گی۔ ہمارے اعلیٰ حکام مجھے زیادہ سے زیادہ تنبیہ کر سکتے ہیں مگر سزا نہیں دے سکتے۔ میں اِس ملک کی ریڑھ کی ہڈی ہوں۔ وہ مجھے سزا دے کر اپنے ہی ہاتھوں سے اپنی کمر توڑنا نہیں چاہیں گے۔"

آرمر نے اُس کی سوچ میں کہا "تاتیانہ میرے حواس پر چھا گئی ہے۔ میں ناکام ہو چکا ہوں، آیندہ بھی اُسے کبھی حاصل کرنے کا کوئی چانس نہیں ہے۔ اس کے باوجود اسی کے متعلق سوچتا رہتا ہوں۔ کیا ستاروں سے آگے اور بھی جہاں نہیں ہیں؟"

'ہاں! میں دنیا جہان کی حسیناؤں کو چٹکی بجا کر حاصل کر سکتا ہوں۔ تاتیانہ کے متعلق اس لیے سوچ رہا ہوں کہ شرمناک شکست برداشت نہیں ہو رہی ہے۔ میں انتقام لوں گا لیکن اس سے پہلے نادیہ کو

[ڈھونڈ] نکالوں گا۔ اس عورت کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ میں اب بھی [حیر]ان ہوں کہ اُس عورت نے کس تکنیک سے میری مضبوط انگلیاں [توڑ] دیں۔ آہ! پتا نہیں میں آیندہ کسی سے پنجہ لڑا سکوں گا یا نہیں؟"

آرمر یہ سب کچھ سن رہا تھا اور جوجو کے متعلق اُس کے خیالات [معلوم] کرنے کے انتظار میں تھا۔ اُسی وقت دو فوجی افسر اس کے پاس [آئے]۔ پاسکل بُوبا نے مصافحے کے لیے بایاں ہاتھ بڑھاتے ہوئے [کہا] "اُس عورت نے دھوکے سے میرا دایاں ہاتھ بے کار کر دیا۔ [م]یں دماغی توانائی حاصل ہوتے ہی اس کی زندگی برباد کر دوں گا۔"

وہ دونوں افسر اس کے قریب بیٹھ گئے۔ ایک نے کہا "ہم دونوں آپ کے وفادار ہیں۔ ہم نے قسم کھائی تھی کہ نادیہ کو حرام موت [مار]یں گے مگر افسوس! ہم سے پہلے تاتیانہ نے اُسے مار ڈالا۔"

وہ حیرانی سے بولا "یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ نادیہ نے اس کی عزت بچائی تھی۔ اس سے پہلے دو بار اُس کی جان بچا چکی ہے۔ تاتیانہ احسان فراموش نہیں ہے۔"

"تاتیانہ محبِ وطن ہے۔ جب یہ انکشاف ہوا کہ نادیہ کے بھیس میں سونیا چھپی ہوئی ہے تو اُس نے..."

پاسکل بُوبا شدید حیرانی سے بولا "سونیا! کیا وہ نادیہ نہیں سونیا ہے؟"

"جی نہیں، تھی۔ وہ مر چکی ہے۔"

"سونیا مر چکی ہے؟" پاسکل نے ہنستے ہوئے کہا "کیسی بچوں جیسی باتیں کر رہے ہو۔ کیا وہ اتنی ہی میٹھی گولی تھی کہ تاتیانہ نے نگل لیا ہے؟ میں کبھی یقین نہیں کروں گا۔ اُسے نادیہ کہو تو مان لیتا ہوں۔"

دونوں افسر اُسے بتانے لگے کہ کس طرح نادیہ پیرس میں دیکھی گئی ہے اور تاتیانہ کے بنگلے میں نادیہ نے جو باتیں کی تھیں وہ خفیہ مائیک کے ذریعے ریکارڈ کی گئی ہیں۔ سونیا نے اعتراف کیا تھا کہ وہ نادیہ کے بھیس میں آئی ہے۔ پھر اعتراف کرتے ہی تاتیانہ پر حملہ کیا تھا۔ دونوں میں لیبارٹری کے اندر زبردست مقابلہ ہوا۔ نتیجے میں سونیا کا چہرہ اور جسم کے کئی حصے تیزاب سے جل گئے۔ وہ مر چکی ہے۔

اس نے پوچھا "سونیا کے فنگر پرنٹس چیک کیے گئے ہیں؟"

"اس کے ہاتھ پاؤں کی کھال اُتر گئی ہے۔ پھر بھی جس حد تک چیک ہو سکتی تھی، وہ ہو چکی ہے۔"

"تم لوگ کچھ بھی کہو، مجھے یقین نہیں آ رہا ہے۔"

"یقین نہ آنے کی بات ہے۔ ہمارے ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ نے کہا ہے تاتیانہ کے ہاتھوں نادیہ یا سونیا کوئی بھی ہلاک ہوئی ہو، یہ بات یقینی ہے کہ ایک خطرناک عورت ہمیں نقصان پہنچانے سے پہلے اپنے انجام کو پہنچ گئی ہے۔ سونیا کی موت کا یقین کرنا فی الحال ضروری نہیں ہے اور نہ ہی ہم اس کی موت کا اعلان کریں گے۔ اِس کا ایک بڑا فائدہ ہے۔ اگر سونیا واقعی مر چکی ہے تو سپر ماسٹر جیسے مخالفوں کو نہ اُس کی لاش ملے گی اور نہ ہی انھیں شیطانوں سے ٹکرانے والی عورت کی موت کا کبھی یقین آئے گا۔ ہم ڈمی سونیا پیدا کر کے اس کی دہشت طاری کرتے رہیں گے۔ اگر وہ زندہ ہو گی تو ہماری ڈمی کو جھٹلانے منظرِ عام پر آئے گی۔ کوئی ساری زندگی رُوپوش نہیں رہتا۔ وہ ضرور خود کو ظاہر کرے گی۔"

پاسکل بُوبا نے قائل ہو کر کہا "یہ درست ہے۔ سونیا مر بھی چکی ہو تو ہمیں فی الحال یقین نہیں کرنا چاہیے۔ آنے والا وقت اس مکار عورت کو منظرِ عام پر لے آئے گا۔ بائی دی وے، جو تاتیانہ کے ہاتھوں ماری گئی ہے، وہ یقیناً ایک بلا تھی۔ کوئی زبردست چال چلنے یہاں آئی تھی مگر یہ امریکا نہیں روس ہے۔"

ایک فوجی افسر نے فخر سے کہا "ہمارے ملک میں فرہاد علی تیمور نے کبھی قدم رکھنے کی جرأت نہیں کی، اگر وہ جرأت کرتا تو اس کا انجام بھی سونیا جیسا ہوتا۔"

ان کی باتوں کے دوران آرمر فوجی افسروں کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ وہ دونوں پاسکل کو خوش رکھنے کی کوشش کرتے تھے اور خوشامدانہ انداز میں اُسے روس کا بے تاج بادشاہ کہتے تھے۔ ایک افسر نے دھیمی آواز میں پاسکل سے کہا "جوجو کا آپریشن کامیاب ہوا ہے۔ وہ سخت پہرے میں ہے۔ اگر تمہاری دماغی توانائی بحال رہتی تو اس کے حالات پہلے سے معلوم کر لیتے۔"

دوسرے افسر نے کہا "پاسکل! تاتیانہ سے زیادہ جوجو حسین ہے۔ پھر وہ ذہین ٹیلی پیتھی جاننے والی کی حیثیت سے منظرِ عام پر آئے گی، اگر تم اسے محبت سے دوست بنا لو بلکہ اُسے شریکِ حیات بنا لو تو اِس ملک میں تمہاری اہمیت پہلے سے زیادہ ہو جائے گی۔"

پہلے افسر نے کہا "سونیا اور فرہاد کے بعد تم اور جوجو ٹیلی پیتھی جاننے والے جوڑے کی حیثیت سے منظرِ عام پر آؤ گے تو سپر ماسٹر کے ڈیگرا اینڈ ڈیگر کمزور پڑ جائیں گے۔"

پاسکل نے کہا "واقعی میں نے تاتیانہ کے چکر میں جوجو کو نظرانداز کر دیا تھا۔ جب اعلیٰ حکام اور اعلیٰ فوجی افسران تاتیانہ کے سلسلے میں مجھے باتیں سنائیں گے تو میں کہوں گا کنوارا ہوں اس لیے گناہ کے راستے پر بھٹک گیا تھا۔ اگر میری شادی جوجو سے کر دی جائے تو کبھی شکایت کا موقع نہیں دوں گا۔"

"یہ ہوئی نا بات۔ ہمیں یقین ہے، اعلیٰ حکام یہ شادی اس نقطۂ نظر سے بھی کرائیں گے کہ دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک رشتے میں ہمیشہ کے لیے متحد رہیں گے۔ جوجو کے دماغ میں ہمارے ملک سے وفاداری کُوٹ کُوٹ کر بھر دی جائے گی۔ ہمارے حکام کو اطمینان

itsurdu.blogspot.com
itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہے گا کہ جو جو کی وفاداری تمھیں بھی کبھی ڈگمگانے نہیں دے گی۔"

آرمر نے یہ باتیں سننے کے بعد کہا "پاسکل! یہ کیوں بھول گئے کہ آج کل تمھاری کھوپڑی فری پورٹ ہے۔ کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا آسکتا ہے۔"

وہ گھبرا کر بولا "کون ہے؟ ڈیگر ایڈ ڈیگر؟ نہیں تم آرمر ہو۔"

"سونتی اور میڈونا کو کیوں بھول گئے۔ وہ میرے لہجے میں بول سکتی ہیں۔"

"ہاں مگر تم آرمر ہو۔ میں تم سے رشتے داری کی بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"وہ میں سن چکا ہوں۔"

"تم میرے چور خیالات پڑھ لو۔ جو جو کے لیے نیت بُری نہیں ہے۔ میں ہمیشہ کے لیے یہاں اُس کا محافظ بن سکتا ہوں۔ مجھے یقین ہے تم اس رشتے سے انکار نہیں کرو گے۔"

"اگر تمھاری دماغی توانائی بحال رہتی تو میرے انکار کی پروا نہ کرتے۔ ابھی تو تمھاری جان میری ہتھیلی پر ہے۔ ایک پھونک سے اُڑا سکتا ہوں اس لیے بڑی سعادت مندی سے اجازت حاصل کرنا چاہتے ہو۔"

"موجودہ حالات میں میڈونا بھی اگر مجھے پھونک سے اُڑا سکتی ہے۔ میں تم سے زندگی کی نہیں جو جو کی بھیک مانگ رہا ہوں۔"

"کوئی لڑکی اپنے شوہر کے ہوتے ہوئے دوسری شادی نہیں کرسکتی۔ اگر جو جو کے لیے نیت بُری نہیں ہے تو اُسے اس کے جیون ساتھی پارس کے پاس پہنچا دو۔"

"یہ میرے بس میں نہیں ہے۔"

"بیا ہتا لڑکی سے شادی کرنا تمھارے اختیار میں ہے؟ ایک بات یاد رکھو۔ میری بہن کو ہاتھ بھی لگانا چاہو گے تو تمھیں جہنم میں پہنچا دوں گا۔ یہ میری پہلی اور آخری وارننگ ہے۔"

آرمر دماغی طور پر حاضر ہو کر تھوڑی دیر تک سوچتا رہا۔ سونیا چاہتی تھی، پاسکل بُوبا کو دماغی کمزوری کی حالت میں ختم کردیا جائے۔ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا دشمن کم ہو جائے گا۔ اِس سے اچھا موقع شاید پھر نہ ملے مگر آرمر اپنی طبیعت اور مزاج کے مطابق سوچ رہا تھا۔ "اُسے پہلی اور آخری وارننگ دے چکا ہوں۔ وہ جو جو کو ہاتھ لگانے کی حماقت نہیں کرے گا۔"

پھر خیال آیا۔ اگر وہ دماغی توانائی بحال ہونے پر جو جو کو نقصان پہنچائے گا تو میں بہن کو کیسے بچاؤں گا؟

اِس خیال کے تحت اُس نے وہاں کے ایک ڈاکٹر کے دماغ میں جگہ بنائی۔ اُس کے ذریعے پاسکل بُوبا کو اعصابی کمزوری کا ایک انجکشن لگوایا۔ جب وہ کمزوری کے باعث سو گیا تو اُس نے خوابیدہ دماغ کو ٹرانس میں لیا۔ اُسے اپنا معمول بنا کر تین [illegible] ذہن میں نقش کردیں۔ ایک تو یہ کہ وہ جو جو کو کبھی ہاتھ [illegible] لگائے گا۔ دوسرے یہ کہ دماغی توانائی حاصل کرنے کے [illegible] کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گا۔ تیسری بات یہ کہ وہ [illegible] ایک بار چھپ کر تنہائی میں اعصابی کمزوری کی دوا استعمال کر[illegible] اور اس کا ذکر کسی سے نہیں کرے گا۔

ان احتیاطی تدابیر کے بعد اُس نے سونیا کو مکمل [illegible]

وہ بے بسی سے بولی "تم اپنے مزاج سے مجبور ہو۔ میں تمھیں [illegible] کے قتل پر مجبور نہیں کروں گی۔ چلو جو کیا ہے وہی کافی ہے۔"

"میں نادم ہوں صحیح طور پر آپ کے کام نہیں آرہا ہوں۔"

"کوئی بات نہیں، میں خود اُسے ٹھکانے لگانے کا [illegible] نکالوں گی۔"

وہ چونک کر بولا "ایک اہم بات بتانا بھول گیا [illegible] مصروف تھیں، میں نے سوچا بعد میں بتا دوں گا۔"

"کیا بات ہے؟"

"جس میڈونا کو تمام دشمن تلاش کر رہے ہیں وہ [illegible] کے ساتھ رہتی ہے۔ آپ کوڈ ورڈز بتائیں۔ وہ آپ کے پاس [illegible] گی۔ آپ اپنی مرضی کے مطابق اُس سے کام لے سکیں گی۔"

سونیا نے کوڈ ورڈز بتائے۔ آرمر، پارس کے پاس [illegible] نے سانس روک لی۔ دونوں بھائیوں نے خیال خوانی کرنے [illegible] کے لیے دماغ کے دروازے بند کردیے تھے۔ آرمر نے [illegible] اعلیٰ افسر سے کہا "پارس جہاں بھی ہے اس سے فون پر رابطہ [illegible] کریں اور بتائیں کہ میں ہاٹ لائن پر بات کرنا چاہتا ہوں۔"

افسر نے فون کے ذریعے پارس سے کہا "آپ مسٹر آرمر [illegible] بات کرلیں۔"

تھوڑی دیر بعد آرمر نے اس کے دماغ میں کوڈ ورڈز [illegible] اس نے کہا "آپ بُرا نہ مانیں، میں احتیاطاً خیال خوانی کرنے والے لوگوں [illegible] دور رہتا ہوں۔"

"یہ اچھی بات ہے۔ میں تمھاری ممّا کی خاطر آیا ہوں۔ [illegible] میڈونا کی ضرورت ہے۔ وہ ان کوڈ ورڈز کے ذریعے ان [illegible] مل جاسکتی ہے۔ اُمید سے اُمید رکھنا چاہیے کہ اُمید پوری [illegible]"

پارس نے آرمر کے جانے کے بعد میڈونا کو اپنی طرف [illegible] کر کہا "اُمید سے اُمید رکھنا چاہیے کہ اُمید پوری ہو گی۔"

وہ گردن میں بانہیں ڈال کر بولی "تمھیں پالینے کے [illegible] کوئی اُمید نہیں رکھتی۔ میری ساری اُمیدیں اور آرزوئیں پوری [illegible]"

"کیا ممّا سے اُمید نہیں رکھتی ہو کہ وہ تمھاری غلطی معاف [illegible]"

"ہاں، ممّا نے معاف کیا تو سمجھو سب نے معاف کر[illegible]

میں ان سے یہی اُمید رکھتی ہوں۔"

"تو پھر ممّا کے دماغ میں جاؤ اور یہی کہو جو میں کہہ رہا ہوں۔"

"کیا وہ مجھ سے بات کرنا پسند کریں گی؟"

"انھوں نے خود تمھیں بلایا ہے۔"

وہ چند ساعتوں تک حیرانی سے پارس کو دیکھتی رہ گئی۔ وہ بولی "کیا تمھیں یقین نہیں آرہا ہے؟

تم اتنی بڑی بات جھوٹ نہیں بولو گے۔ لیکن اچانک بیٹھے بیٹھے تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ ممّا مجھ سے باتیں کرنا چاہتی ہیں؟ تم تو آرمر انکل کو بھی دماغ میں آنے نہیں دیتے۔"

"یہاں کے ایک اعلیٰ افسر نے بتایا تھا کہ انکل ہاٹ لائن پر ضروری بات کہنا چاہتے ہیں۔ میں نے دماغ کے دروازے کھول دیے۔ انھوں نے کہا۔ میڈونا مخصوص کوڈ ورڈز ادا کر کے ممّا سے رابطہ قائم کرسکتی ہے۔"

"مجھے کوڈ ورڈز جلدی بتاؤ۔"

"اُمید سے اُمید رکھنا چاہیے کہ اُمید پوری ہو گی۔"

"وہ تو پوری ہو رہی ہے، تم کوڈ ورڈز بتاؤ۔"

"یہی کوڈ ورڈز ہیں۔"

"کیا واقعی؟"

پارس نے مسکراتے ہوئے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ وہ بولی "یہ کوڈ ورڈز میری خواہش کے عین مطابق ہیں۔ میں ابھی [illegible] رابطہ کر رہی ہوں۔"

اُس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ دماغ میں جگہ ملتے ہی کوڈ ورڈز [illegible] سونیا نے کہا "آؤ میڈونا! کہو کیسی ہو؟"

"خدا کا شکر ہے۔ آپ کے بیٹے کی پناہ میں ایک نئی آزاد زندگی گزار رہی ہوں۔ ممّا! میں وہ ذلیل لڑکی ہوں جس کی وجہ سے [illegible] لوگوں پر تباہی آرہی ہے۔ فرہاد صاحب میری وجہ سے...!"

سونیا نے کہا "بس آگے کچھ نہ کہنا۔ میرے بیٹے نے تمھیں معاف [illegible] اس کے بعد کوئی شکوہ کوئی گلہ نہیں ہوسکتا۔ آئندہ میرے [illegible] اگر ضروری اور مختصر باتیں کیا کرو۔"

"میں ایسا ہی کروں گی لیکن آپ اسپتال میں ہیں، کیا میں پارس [illegible] بتا دوں؟"

"یہاں سے جا کر بتا دینا۔ ابھی ایک کام کرو۔ پاسکل بُوبا کو [illegible] تی ہو؟"

"بہت اچھی طرح سے۔ دانیال کے بعد وہی دانیال کے [illegible] لہجے میں مجھے معمولہ بنائے ہوئے تھا۔ اس کا ارادہ تھا جب [illegible] کے تنویمی عمل کا اثر ختم ہو گا تو وہ مجھ پر عمل کر کے مجھے اپنی [illegible] اور تابعدار بنائے گا۔"

"اِس کا مطلب ہے تم نے صرف دانیال کی آواز سنی ہے، پاسکل بُوبا کے دماغ میں نہیں پہنچ سکو گی؟"

"جی ہاں، وہ پچھلے دنوں بہت پُراسرار بنتا رہا ہے۔"

"وہ اِسی اسپتال میں ہے۔ میں ابھی تمھیں اس کے پاس پہنچاتی ہوں۔ پہلے یہ بتاؤ تم اس سے کیسا سلوک کرو گی؟"

"جیسا ایک دشمن سے کرنا چاہیے۔ اور جہاں تک ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا تعلق ہے، ان کی تعداد میں کمی ہونا چاہیے۔ آپ حکم دیں گی تو اُسے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

"ابھی تم ایک نرس کے ذریعے وہاں پہنچو گی لیکن فوراً حملہ نہیں کرو گی۔ ایسے میں شبہ ہو گا کہ نرس میرے کمرے سے آئی تھی لہٰذا ٹیلی پیتھی جاننے والی میڈونا میرے دماغ سے نرس کے دماغ میں پھر پاسکل کے دماغ میں پہنچ گئی، مجھ سے سوالات کیے جائیں گے کہ میڈونا مجھ تک کیسے پہنچی؟"

"میں سمجھ گئی۔ پاسکل کے پاس جب کوئی فوجی افسر آئے گا تو میں اُسے مخاطب کروں گی اور اپنی موجودگی ظاہر کروں گی۔"

"شاباش! میں نرس کو بلا رہی ہوں۔"

اُس نے کال بیل کا بٹن دبایا۔ ڈاکٹر سے لے کر وارڈ بوائے تک سب ہی فوجی ملازم تھے۔ ایک نرس نے آکر ادب سے پوچھا۔ "یس مادام!"

سونیا نے کہا "روم نمبر چھ کے مریض نے مجھے گلدستہ بھیجا تھا۔ میں جواباً یہ گلدستہ بھیجنا چاہتی ہوں۔ پلیز اِسے پہنچا کر اُس سے کہہ دو، مجھے اس سے کوئی شکایت نہیں ہے۔ اُس کی خیریت پوچھ لینا۔"

نرس وہ گلدستہ لے کر گئی۔ میڈونا اس کے اندر پہنچ گئی تھی۔ پاسکل کے پاس پہنچنے تک نرس کے خیالات پڑھتی رہی تھی۔ پتا چلا، وہ جاسوسہ ہے، ملٹری انٹیلی جنس سے اُس کا تعلق ہے۔ سونیا کو تاتیانہ سمجھا جا رہا تھا۔ اُس کی حفاظت کے لیے کسی جاسوس یا جاسوسہ کی ڈیوٹی بدلتی رہتی تھی۔ وہ پاسکل کے پاس پہنچ گئی۔ سونیا کے پیغام کے ساتھ گلدستہ پیش کیا تو وہ خوش ہو کر بولا "معلوم ہوتا ہے، تاتیانہ کے دل کے کسی گوشے میں میرے لیے محبت چھپی ہوئی ہے۔ یا وہ سونیا پر بھروسا کر کے پچھتا رہی ہے۔ بہرحال میری طرف سے شکریہ ادا کرو اور کہو میں اس کے پاس عیادت کے لیے آنا چاہتا ہوں جیسے ہی اعصابی کمزوری دور ہو گی میں حاضر ہو جاؤں گا۔"

میڈونا اس کی باتوں کے دوران اس کے دماغ میں جگہ بنا چکی تھی۔ سونیا کے پاس آکر بولی "کیا آپ کسی تاتیانہ کا رول ادا کر رہی ہیں؟"

سونیا نے اسے اپنے حالات بتائے تاکہ اس کے ذریعے پارس کو اس کے موجودہ حالات کا علم ہو جائے۔ میڈونا نے تمام روداد سننے کے بعد کہا "پہلے تو میں یہ بتا دوں کہ جو نرس یہاں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

سے گئی ہے وہ ایک جاسوسہ ہے۔ آپ پر شبہ نہیں کیا جارہا ہے بلکہ آپ کی حفاظت کے لیے جاسوس لگائے گئے ہیں۔"

"یہ بات مجھے معلوم نہیں تھی، چلو اچھا ہوا تم نے بتادیا۔"

"کیا میں پاسکل کے پاس جاؤں؟"

"میں نے تم سے پوچھا تھا اُس سے کیسا سلوک کروگی تم نے وہی جواب دیا جو میں چاہتی ہوں۔ ہم اُسے زندہ نہیں چھوڑیں گے یا پھر اُسے مُردوں کی طرح جینے کے لیے چھوڑ دیں گے۔"

"یعنی اُس کے بچ رہنے کا چانس ہے۔"

"ہاں۔ تم جوجو کو بھول رہی ہو۔ تم پاسکل کو ٹیلی پیتھی کی مٹھی میں پوری طرح جکڑ کر جوجو کو طلب کرسکتی ہو۔"

"اوہ گاڈ! میں اس پہلو سے سوچنا بھول گئی تھی۔"

"اس لیے کہ تمھارے دماغ میں انتقام کی خواہش شدید تھی، جب کوئی ایک خواہش شدت اختیار کرلیتی ہے تو آدمی دوسرے پہلوؤں پر غور کرنا بھول جاتا ہے۔"

"آپ درست کہتی ہیں۔ میں آپ سے بہت کچھ سیکھتی رہوں گی۔"

"ابھی تم پارس کے پاس جاؤ۔ اس سے کہو، وہ جناب شیخ الفارس سے رابطہ قائم کرکے ان سے درخواست کرے کہ ادارے سے سونیا کی ڈمی کو میدانِ عمل میں لایا جائے۔ پھر تم یہاں کے اعلیٰ حکام کو چیلنج کروگی کہ پاسکل کی جان تمھاری مٹھی میں ہے۔ اگر وہ اُسے بچانا چاہتے ہیں تو بابا صاحب کے ادارے میں سونیا سے رابطہ قائم کریں۔"

میڈونا دماغی طور پر حاضر ہوکر خوشی سے پارس کے گلے پڑگئی۔ پارس نے پوچھا "کیا مما نے بہت زیادہ پیار دیا ہے؟"

"بہت زیادہ اعتماد کیا ہے۔ مجھ سے بڑے بڑے کام لے رہی ہیں۔ تم سے کہا ہے جناب شیخ الفارس سے درخواست کرو کہ بابا صاحب کے ادارے میں موجود ڈمی سونیا کو میدانِ عمل میں لائیں۔ ابھی پاسکل میری مٹھی میں ہے۔ وہ لوگ اُسے بچانے کے لیے سونیا سے رابطہ قائم کریں گے۔ ڈمی سونیا ہماری مما کے انداز میں ان سے پاسکل کے بدلے جوجو کو طلب کرے گی۔"

پارس نے جناب شیخ الفارس سے رابطہ قائم کیا۔ اُن سے اس سلسلے میں گفتگو کی۔ ادارے میں فرہاد، سونیا، پارس اور علی تیمور کی ڈمی کے طور پر کتنے ہی افراد ٹریننگ حاصل کرچکے تھے۔ فرہاد دنیا والوں کے لیے مرچکا تھا۔ رسونتی دشمن بن چکی تھی۔ اس کے باوجود دونوں کے کئی ڈمی افراد وہاں موجود تھے۔ جناب شیخ الفارس نے سونیا کے تمام حالات معلوم کرنے کے بعد پارس سے کہا "اپنی مما سے کہو، جوجو کو حاصل کرنے میں عجلت سے کام نہ لیا جائے۔ اس کا دماغی آپریشن ہوا ہے۔ وہ دنیا کے بڑے تجربے کار ڈاکٹروں کے زیرِ علاج ہے، اس کی سابقہ ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں کو بحال رکھنے کے لیے اُسے کتنے

ہی طبی مراحل سے گزارا جائے گا۔ بہتر ہے ابھی پاسکل ... جائے۔ آرمر اور میڈونا اپنے طور پر پاسکل کو کمزور رہنے ... اور جوجو کی نگرانی کرتے رہیں گے۔ جب یہ مکمل رپورٹ ... ہر اعتبار سے ذہین، سنجیدہ اور ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں ... ہوچکی ہے تو اس کے بعد پاسکل کے بدلے اسے طلب ... جناب شیخ صاحب کے مشورے کے بعد ہم ... قبول نہیں رہتا تھا۔ انھوں نے کہا "سونیا جو چال ... وہ درست ہے۔ آج پاسکل بُوبا جس کمزوری کا شکار ... لیے جیسے مواقع فراہم کررہا ہے ایسے مواقع شاید پھر کبھی ... سونیا کے خیال کے مطابق جوجو کا باقی علاج یہاں ہو ... بھی بین الاقوامی شہرت کے حامل ڈاکٹر موجود ہیں لیکن ان ... کا تبدیل ہونا مناسب نہیں ہے جنھوں نے کامیاب آپریشن ... جوجو کو انھی کی نگرانی میں طبی مراحل سے گزرنا چاہیے۔"

جب سونیا نے شیخ صاحب کی باتیں سُنیں تو کہا ... نے جو فرمایا ہے وہی ہوگا۔ ہم جوجو کا علاج مکمل ہونے ... کریں گے۔ پاسکل کے مقدر میں ابھی زندگی کی بہت سی ... اُسے سانس لیتا رہنے دو۔ میڈونا! اب تم علی تیمور تک ...

"آپ راستہ بتائیں۔"

"وہ ماں کو واپس لانے گیا ہے۔ رسونتی تک پہنچ ... تم اس کے دماغ میں جاؤ۔ وہ سانس روکے گی تو سُپر ماسٹر ... آدمیوں کو پریشان کرنا شروع کردیتا۔"

ایک ڈیگر نے میڈونا کے دماغ میں ایک بار ... لیکن میڈونا نے یہ کہہ کر اسے دماغ سے نکال دیا کہ ... کسی کو نہیں آنے دے گی۔ ڈیگر نے اسے اپنے دماغ ... موقع دیا۔ اور اُسے سُپر ماسٹر کا وفادار بنانے کی کوشش ... پارس کا چسکا پڑگیا تھا۔ وہ بھلا کسی اور کی وفادار کیا ہو سکتی ... اِس رابطے سے ڈیگر کا لب و لہجہ معلوم ہوگیا تھا۔

اُس نے سونیا کے مشورے کے مطابق پہلے رسونتی ... پہنچنا چاہا۔ اُس نے سانس روک لی۔ تب اُس نے ڈیگر کو ... وہ خوش ہوکر بولا "آہا تم ہو۔ میں خوش آمدید کہتا ہوں ... شام کو گھر آجائے تو اُسے بھولا نہیں کہتے۔"

"میں بھول کر یا بھٹک کر نہیں آئی ہوں۔ معلوم کرنا ... کہ سُپر ماسٹر میرے لیے کیا کرسکتا ہے؟"

"تم جو چاہو گی وہی کرے گا۔ تمھاری تمام معقول ... کرے گا۔ بولو کیا چاہتی ہو؟"

"رسونتی سے دو باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

"اس کا مطلب ہے تمھیں اس کے دماغ میں ...

"ہاں۔ تم کہو گے تو جگہ مل جائے گی۔"

ڈیگر نے سانس روک لی۔ میڈونا باہر نکل گئی۔ اُسے اندیشہ تھا کہ وہ کچھ دیر دماغ میں رہے گی تو چور خیالات پڑھے گی، اُسے رسونتی کے اغوا ہونے کا علم ہوجائے گا، پھر علی تیمور کی مدد کرنے اور رسونتی کو واپس لے جانے کے لیے سونیا اور پارس وغیرہ کی ٹیم یہاں آجائے گی۔

اس نے سوچا میڈونا اس سلسلے میں سُپر ماسٹر سے رابطہ قائم کرسکتی ہے۔ اُس کا راستہ روکنے کے لیے وہ نائب سُپر ماسٹر کے پاس آیا۔ اس سے بولا "ابھی میڈونا تمھارے ذریعے سُپر ماسٹر سے گفتگو کرنا چاہے گی۔ تم اُسے تھوڑی دیر کے لیے بھی دماغ میں جگہ دو گے تو وہ رسونتی کے اغوا کے متعلق معلوم کرے گی۔ اُسے یہ ہرگز معلوم نہیں ہونا چاہیے کہ علی تیمور ماں کو لے گیا ہے۔"

میڈونا، ڈیگر کے دماغ سے نکل کر نائب سُپر ماسٹر کے دماغ میں پہنچی ہوئی تھی۔ اُن کی باتیں سن رہی تھی۔ اگر ڈیگر سے پہلے آتی تو نائب سُپر ماسٹر سانس روک لیتا۔ ابھی اُن دونوں کو اس کی موجودگی کا علم نہیں تھا۔ میڈونا نے نائب کی سوچ میں کہا "ہاں، وہ معلوم کرسکتی ہے کہ علی تیمور اپنی ماں کو سخت پہروں سے نکال کر...!"

میڈونا نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ نائب نے خیال کی روانی میں کہا "شمالی جنگلات کی سمت لے گیا ہے۔"

ڈیگر نے سخت لہجے میں پوچھا "تمھیں یہ کہنے کی ضرورت ہی کیا ہے کہ وہ کہاں لے گیا ہے؟"

نائب نے کہا "سوری، میری زبان سے بے اختیار یہ بات نکل گئی۔"

میڈونا نے کہا "کوئی بات بے اختیار نہیں ہوتی۔ وہ پہلے شعور یا لاشعور کے خانے میں ہوتی ہے۔ تم میری سوچ کے مطابق سوچتے ہوئے بول گئے۔"

میڈونا نے قہقہہ لگایا۔ نائب نے سانس روک لی مگر بھید کھل چکا تھا۔ اس نے سونیا کے پاس آکر رپورٹ دی۔ سونیا نے کہا۔ "تم نے بڑی ذہانت سے رسونتی کے اغوا کے متعلق معلوم کیا ہے۔ آرمر سے مجھے بہت کچھ معلوم ہوچکا ہے۔ میں تمھیں جناب شیخ الفارس سے رابطہ قائم کرنے کی اجازت دیتی ہوں، انھیں رپورٹ سناؤ۔"

وہ خوش ہوکر بولی "یہ میرے لیے بہت بڑا اعزاز ہے۔ کیا جناب شیخ صاحب مجھ سے گفتگو کرنا پسند فرمائیں گے؟"

"تم جاکر دیکھ لو۔"

اس نے جناب شیخ صاحب کے پاس آکر سلام کیا۔ انھوں نے سلام کا جواب دیتے ہوئے کہا "آؤ میڈونا! بتاؤ کیا رپورٹ ہے؟"

وہ حیرانی سے بولی "آپ واقعی باکمال بزرگ ہیں۔ میں نے نام نہیں بتایا، کام نہیں بتایا اور آپ نے سمجھ لیا۔"

"بیٹی! ذہانت کو تیز تر کرنے کے لیے عبادت اور ریاضت لازمی ہے۔ تمھیں پہچاننے کے لیے بہت زیادہ ذہانت کی ضرورت نہیں تھی۔ ایک گھنٹا پہلے میں نے جوجو کو ابھی واپس لانے سے منع کیا تھا۔ یہاں سے دوسری اغوا ہونے والی رسونتی ہے۔ ظاہر ہے، اب میرے پاس جو رپورٹ آئے گی، وہ رسونتی کے متعلق ہوگی۔ فرہاد، رسونتی اور آرمر کے سوا کوئی میرے دماغ میں نہیں آسکتا تھا یعنی اپنے آتے ہیں، بیگانے جرأت نہیں کرتے۔ پارس کے حوالے سے تم ہماری ہو، اس لیے میں نے پہچان لیا۔"

"یہ میری خوش نصیبی ہے کہ آپ نے مجھے اپنوں میں جگہ دی ہے۔ آج مجھے یقین ہوگیا ہے کہ اپنی غلطیوں پر پچھتا کر سچے دل سے توبہ کی جائے اور تلافی کا راستہ اختیار کیا جائے تو توقع سے زیادہ دلی مسرتیں حاصل ہوتی رہتی ہیں۔"

اُس نے بتایا کہ علی تیمور اپنی ماں کو سُپر ماسٹر کی قید سے نکال کر شمالی جنگلات کی سمت لے گیا ہے۔ وہ کیسے لے گیا ہے، کہاں لے گیا ہے؟ کچھ معلوم نہیں ہوسکا۔ شیخ صاحب نے کہا "مجھے آرمر کے ذریعے معلوم ہوچکا ہے۔ اُن کے ساتھ اعلیٰ بی بی اور ایک پائلٹ ہے۔ ان کا ہیلی کاپٹر ایک گھنے جنگل میں اُترا تھا۔ اس کے بعد اُن کا کوئی سراغ نہیں مل رہا ہے۔ تم کوشش کرتی رہو، شاید رسونتی کے دماغ میں جگہ مل جائے۔"

وہ اُن کی ہدایت کے مطابق بار بار رسونتی کے پاس جانے لگی۔ مگر ناکامی ہوتی رہی۔ ایک بار اس نے سونیا سے مشورہ لینے کے لیے رابطہ قائم کیا۔ وہ بولی "میڈونا! ہم تمھیں اپنا رہے ہیں۔ جناب شیخ صاحب نے تمھیں رسونتی کے پاس جاتے رہنے کے لیے کہا ہے۔ تم خوشی کے مارے کچھ بوکھلا گئی ہو۔ اسی لیے صرف رسونتی کی طرف دوڑتی جارہی ہو۔ تم یہ کیوں بھول گئیں کہ اس جنگل میں اعلیٰ بی بی، علی تیمور اور ایک پائلٹ بھی ہے۔ تم نے اِن کے پاس جانے کی کوشش کیوں نہیں کی؟"

"ایک بار علی تیمور سے سامنا ہوا تھا۔ میں اس کا لب و لہجہ بھول گئی ہوں۔ اعلیٰ بی بی کی آواز میں نے کبھی نہیں سنی۔"

"بابا صاحب کے ادارے میں جاؤ۔ جناب شیخ صاحب تمھیں ریکارڈ روم کے انچارج سے متعارف کرائیں گے۔ تم ان کی آواز کے کیسٹ سن سکوگی۔ کام کے وقت ہر پہلو پر سنجیدگی سے توجہ دیا کرو۔"

وہ پھر جناب شیخ الفارس کے پاس آگئی۔

رسونتی نے ہوش میں آکر آنکھیں کھولیں۔ وہ کمزوری محسوس کررہی تھی۔ اس نے اُٹھنے کی کوشش کی۔ پتا چلا، ہاتھ پاؤں رسیوں سے بندھے ہوئے ہیں۔ وہ غصے سے چیختے ہوئے بولی "کھول دو

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ان رسیوں کو کھول دو۔ علی تیمور کے بچے! تیرا باپ بھی شیطان تھا تو بھی شیطان ہے۔ میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

وہ اتنا کہہ کر ہانپنے لگی۔ اس کی سمجھ میں آ رہا تھا کہ کمزوری کے باعث زیادہ بول نہیں سکے گی۔ گلا پھاڑ کر چیخنے کی وجہ سے سر چکرانے لگا تھا۔ وہ تھوڑی دیر تک آنکھیں بند کیے سوچ کے پرندے کو پرواز کرنے پر مائل کرتی رہی پھر تھک گئی۔ لمبی لمبی سانسیں لینے لگی۔ اسے دور تک کوئی نظر نہیں آ رہا تھا کسی کی آواز نہیں آ رہی تھی۔ وہ پریشان ہو کر بولی "کیا میں اس جنگل میں اکیلی ہوں؟ کیا دشمن مجھے یہاں چھوڑ گئے ہیں؟ ہے بھگوان! یہاں جنگلی درندے ہوں گے۔ مجھے چیر پھاڑ کر کھا جائیں گے۔"

اس نے چیخ کر آواز دی "ارے کوئی ہے؟"

اس کی آواز جنگل میں دور تک گونجنے لگی "کوئی ہے ہے ہے۔"

پھر اپنے دماغ میں ڈیگر کی آواز سنائی دی "او دیوی جی! یہ آپ کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟"

دوسرے ڈیگر نے کہا "آپ کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے ہیں۔ وہ ظالم نوجوان آپ کو اس حالت میں چھوڑ کر کہاں گیا ہے؟"

"مجھے کیا معلوم کہ وہ کہاں مر گیا ہے۔ تم لوگ اتنی دیر سے کیا کر رہے ہو؟ تمھارا سپر ماسٹر تماشا دیکھ رہا ہے۔ تم لوگوں کو شرم آنی چاہیے وہ لڑکا بے شمار پہرے داروں کے بیچ سے مجھے زبردستی لے آیا اور سب کے سب منہ دیکھتے رہ گئے۔"

"اگر اس لڑکے کو گولی ماری جاتی تو پہلے وہ آپ کو مار ڈالتا۔ آپ کی سلامتی کی خاطر پہرے داروں نے مجبور ہو کر ہتھیار پھینک دیے تھے۔"

"میں کچھ نہیں جانتی' یہاں آ کر میرے ہاتھ پاؤں کھولو۔"

"کچھ معلوم تو ہو کہ آپ کہاں ہیں؟ اس جنگل میں تقریباً پچاس فوجی جوان اور دس افسران پہنچ گئے ہیں۔ وہ مختلف ٹولیوں میں بٹ کر آپ کو تلاش کر رہے ہیں۔ آپ جہاں ہیں' وہاں کی کچھ نشانیاں بتائیں۔"

"میں کیا بتاؤں۔ بس یہ ایک جنگل ہے آخر یہ کتنا وسیع و عریض ہے کہ تمھارے فوجی مجھے ڈھونڈ نکالنے میں ناکام ہو رہے ہیں؟"

"یہ جنگل ڈیڑھ دو ہزار میل کے رقبے پر پھیلا ہوا ہے۔ آپ وہاں کے درختوں' پرندوں اور جانوروں کے متعلق کچھ بتائیں۔"

"یہاں کوئی جانور ہوتا تو کیا میں ابھی تک زندہ رہتی؟ ہے بھگوان! یہاں کوئی جانور نہ آئے۔ میں تو اسے دیکھتے ہی مر جاؤں گی۔"

"وہاں کے درخت اور پرندے کیسے ہیں؟ کیا آس پاس پہاڑیاں یا ٹیلے وغیرہ ہیں؟"

"مجھے درختوں کی پہچان نہیں ہے۔ سب ایک جیسے موٹے' بھدے' اونچے اور گھنے ہیں۔ سرخ رنگ کے طوطے ہیں۔ سفید آبی پرندے بھی ہیں۔"

"یہ ہوئی کام کی بات۔ آبی پرندے کی موجودگی سے پتا چلتا ہے قریب ہی کوئی دریا ہے۔ ہماری ایک سرچنگ پارٹی دریا کے کنارے کیمپ لگائے ہوئے ہے۔ میرا ساتھی ڈیگر انھیں تمھارے متعلق بتانے گیا ہے۔ جلد ہی آپ کو ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دے گی۔ آپ گھاس پر لڑھکتی ہوئی درختوں کے سائے سے نکل آئیں تاکہ پرواز کرنے والے فوجی آپ کو دیکھ سکیں۔"

وہ ڈیگر کے مشورے کے مطابق لڑھکتی ہوئی ذرا دور گئی پھر تھک کر بولی "میں کتنی دور جاؤں۔ چاروں طرف سایہ دار درخت ہیں' مشکل سے ذرا ذرا آسمان نظر آتا ہے۔ ہیلی کاپٹر والے مجھے نہیں دیکھ سکیں گے۔"

تھوڑی دیر بعد ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دی۔ وہ دور سے آ رہا تھا۔ گردش کرتے ہوئے پنکھے کا شور بتدریج بڑھتا جا رہا تھا۔ رسونتی بولی "کیا تم میرے دماغ سے ہیلی کاپٹر کی آواز سن رہے ہو؟"

اسے جواب نہیں ملا۔ دوسرا ڈیگر بھی تھوڑی دیر کے لیے کسی ضروری کام سے چلا گیا تھا۔ وہ چیخ چیخ کر ہیلی کاپٹر والوں کو پکارنے لگی "میں یہاں ہوں تم لوگ پرواز کرتے ہوئے صحیح جگہ سے گزر رہے ہو۔ یہ جگہ مارک کر لو۔ میں اکیلی ہوں' جلدی آؤ' مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ کیا تم لوگ میری آواز..."

وہ آگے نہ کہہ سکی۔ اعلیٰ بی بی نے آ کر اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ وہ سر کو دائیں بائیں جھٹک کر منہ پر سے اس کا ہاتھ ہٹانا چاہتی تھی' اعلیٰ بی بی نے کہا "تمھاری آواز قیامت تک بھی ہیلی کاپٹر والوں تک نہیں پہنچ سکے گی۔ میں اس لیے چیخنے سے منع کر رہی ہوں کہ تم کمزور ہو' خواہ مخواہ خود کو ہلکان نہ کرو اور تمھارے چیخنے سے ظاہر ہو رہا ہے کہ تمھارے پاس کوئی خیال خوانی کرنے والا موجود نہیں ہے۔"

اعلیٰ بی بی منہ پر سے ہاتھ ہٹا کر اس کے کانوں میں روئی ٹھونسنے لگی۔ وہ جھنجلا کر بولی "یہ کیا کر رہی ہو؟"

"اب تمھارے مددگار آئیں گے تو ہیلی کاپٹر کی آواز نہیں سن پائیں گے' تم بھی سمجھ نہیں پاؤ گی کہ وہ ہیلی کاپٹر کہاں سے گزر رہا ہے۔"

اس نے ایک کان میں روئی ٹھونسنے کے بعد کہا "اب میری آواز بھی نہیں سن سکو گی لہٰذا یہ یاد رکھو اور اپنے مددگاروں سے کہہ دو کہ ہمیں کوئی ہیلی کاپٹر تلاش کرنے آئے گا تو ہم تمھیں بھوکا پیاسا چھوڑ دیں گے۔ زیادہ خطرہ پیش آئے گا تو سب مشین گن سے ہیلی کاپٹر کے پرخچے اڑا دیں گے۔"

یہ کہتے ہی اس نے دوسرے کان میں بھی روئی ٹھونس دی' آنکھوں پر پٹی باندھ دی تاکہ وہ آسمان کو بھی نہ دیکھ سکے۔ پھر وہ دور سے چلتی ہوئی علی اور جان کارمن کے پاس آئی۔ وہ دونوں اپنے تھیلے سے ضرورت کا تمام سامان نکال چکے تھے۔ کمانڈو لباس ایسا تھا جس میں

کئی طرح کے ہتھیار رکھنے کی گنجائش تھی۔ اوپری دو جیبوں کی جگہ دو ہینڈ گرینیڈ ہک کے ذریعے لگے ہوئے تھے۔ کمر کی بیلٹ میں ہر چھ کارتوس کے بعد ایک دستی بم منسلک تھا۔ اس بیلٹ میں کمر کے دونوں طرف دو لانبے چاقو لٹکے ہوئے تھے۔ پشت پر لدے ہوئے کٹ بیگ میں کھانے کے سامان کے علاوہ ٹارچ لائٹ' چقماق' اینٹی ڈارک گاگز اور فرسٹ ایڈ کی ضروری چیزیں رکھی ہوئی تھیں۔ ایک شانے سے رسیوں کا بنڈل' دوسرے شانے سے پانی کی بوتل لٹک رہی تھی۔ ایک ہاتھ میں سب مشین گن اور دوسرے ہاتھ میں کلہاڑی تھی۔

اعلیٰ بی بی نے بھی ویسا ہی کمانڈو لباس پہن لیا اسی طرح ضرورت کا تمام سامان رکھ لیا۔ ٹرانسمیٹر سے اشارہ موصول ہو رہا تھا۔ علی تیمور نے ننھے سے مائیک کو آن کرتے ہوئے کہا "مائی گوڈ ورڈز آر ڈبل اے جے۔"

گوڈ ورڈز آر سے رسونتی' ڈبل اے سے علی تیمور اور اعلیٰ بی بی اور جے سے جان کارمن کے نام بنتے تھے۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔ "مسٹر علی تیمور! اوپن دی ڈور آف یور مائنڈ' مسٹر آرمر ہاٹ لائن پر ہیں۔"

"او کے۔ ہاٹ لائن از اوپن۔"

اس نے ٹرانسمیٹر کو آف کر دیا۔ ایک منٹ کے اندر ہی آرمر نے آ کر گوڈ ورڈز ادا کیے پھر کہا "میڈونا آج کل پارس کے ساتھ ہے مادام سونیا اور جناب شیخ صاحب اس پر مکمل اعتماد کر رہے ہیں۔ تم سے ... ہے جب بھی وہ مخصوص گوڈ ورڈز کے ساتھ آئے اس سے حسب منشا کام لیا کرو۔ گوڈ ورڈز ہیں' امید سے امید رکھنا چاہیے کہ امید پوری ہوگی۔"

علی نے کہا "میں اس سے رابطہ قائم کروں گا۔ لیکن ابھی وہ ماما کے پاس جائے' ان کا دماغ کمزور ہے۔ میں چاہتا ہوں تنویمی عمل کے ذریعے ان کے دماغ کو لاک کر دیا جائے تاکہ دشمن انھیں آلۂ کار نہ بنا سکیں۔"

"میں ابھی میڈونا کو یہ باتیں سمجھاتا ہوں۔"

وہ چلا گیا۔ علی تیمور نے اعلیٰ بی بی اور جان کارمن کو میڈونا کے متعلق بتایا۔ وہ تینوں رسونتی کی طرف جانے لگے۔ اعلیٰ بی بی نے کہا "میڈونا وفادار رہے گی تو ہماری قوتوں میں اضافہ ہوگا۔"

علی نے کہا "مجھے لڑکیوں سے دوستی بہت بری لگتی ہے۔ پارس بہت ہی چھچھورا ہے' جہاں حسن دیکھتا ہے' پھسل جاتا ہے ویسے سونیا ماں کی مکاری اس میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ اس نے سوچ سمجھ کر ہی میڈونا سے تعلقات بڑھائے ہوں گے۔"

جان کارمن نے ہنستے ہوئے کہا "پارس کی برائی بھی کرتے ہو اور اس کی تعریف بھی کرتے ہو۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "علی کو عشق و محبت سے چڑ ہے اور یہ اچھی بات ہے۔ پارس عورتوں کے چکر میں کسی دن بری طرح پھنسے گا۔ یہ ہم برائی نہیں کر رہے ہیں۔ میرا دعویٰ ہے کہ ان دو بھائیوں میں کوئی برائی نہیں ڈال سکے گا۔ یہ اندر سے بڑے گہرے ہیں' انھیں اوپر سے سمجھنا بہت مشکل ہے۔"

علی تیمور نے چلتے چلتے سانس روک لی۔ پھر آہستہ آہستہ سانس لیتے ہوئے بولا "کون؟"

میڈونا کی آواز آئی "امید سے امید رکھنا چاہیے کہ امید پوری ہوگی۔ میں صرف اتنا کہنے آئی ہوں کہ ابھی اپنی ماما کو مخاطب نہ کرنا اور نہ ہی قریب جانا۔ ان پر تنویمی عمل کیا جائے گا۔"

"ذرا ایک منٹ۔ ابھی تو ماما کے دماغ میں ڈیگر اینڈ ڈیگر ہوں گے۔"

"میں ڈیگر اینڈ ڈیگر کو اپنی طرف الجھاتی رہوں گی۔ مسٹر آرمر یہاں ماما پر عمل کرتے رہیں گے۔ اس سلسلے میں کوئی مشورہ دینا چاہو گے؟"

"میں نہیں جانتا تم کتنی ذہانت سے کام لیتی ہو۔ میرا مشورہ ہے' سپر ماسٹر کو دوستی کرنے کا لالچ دو۔ ان سے کہو رسونتی کو آرمر ٹریپ کرتا رہے گا تمھیں کوئی نہیں کر سکے گا اور تم معلوم کر سکتی ہو کہ ہم جنگل میں کہاں ہیں اور کہاں جانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔"

"شکریہ علی! میں تمھارے مشوروں پر عمل کروں گی۔ خدا حافظ۔"

وہ چلی گئی۔ علی نے اعلیٰ بی بی اور جان کارمن سے کہا "ہم ابھی ماما کے پاس نہیں جائیں گے' دور ہی سے نگرانی کریں گے۔ ان پر تنویمی عمل ہونے والا ہے۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "ٹھیک ہے۔ ہمیں کھانے پینے کا وقت مل رہا ہے۔ کیا ٹن پیکڈ کھانا نکالا جائے؟"

جان کارمن نے کہا "ان کھانوں کو محفوظ رکھنا چاہیے کیوں نہ ہم شکار کر کے پیٹ کی ضرورت پوری کریں۔"

علی نے کہا "میں ماما کو چھوڑ کر نہیں جاؤں گا' تم شکار کھیلنا چاہو تو آنٹی کے ساتھ جا سکتے ہو۔"

دونوں نے اپنی پشت سے کٹ اتار کر گھاس پر رکھ دیے۔ شکار کے لیے زیادہ دور جانے کا ارادہ نہیں تھا۔ اتنا بوجھ لے جانا مناسب نہیں تھا۔ انھوں نے ایک ایک گن اور ریوالور لیا۔ باقی ضروری ہتھیار ان کے کمانڈو لباس میں تھے۔ وہ علی تیمور کو رسونتی سے کچھ فاصلے پر چھوڑ کر ایک طرف چل پڑے۔ کچھ دور جا کر جان کارمن نے کہا "میں نے یہاں ہیلی کاپٹر اتارنے سے پہلے ایک دریا دیکھا تھا۔ وہ کوئی تین چار میل کے فاصلے پر ہوگا۔ مرغابیاں اور ہرن وغیرہ ادھر پانی پینے آتے ہوں گے۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "ہم چار میل جائیں گے اور چار میل واپس آئیں گے تو بڑی دیر ہو جائے گی۔ ویسے جانا چاہیے' دشمنوں کی نقل و حرکت کا پتا چل سکتا ہے۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

چلتے چلتے کارمن نے پوچھا "اعلیٰ بی بی ! میں ۔۔ یعنی کہ میں تمھیں کیسا لگتا ہوں ؟ دیکھو میں نے تمھاری خاطر اپنا کیریئر تباہ کر لیا ہے۔ فوج کی ملازمت اپنی ترقی اپنی عزت اور ایک شاندار مستقبل کو ٹھکرا کر یہاں آگیا ہوں۔"

"میں نے یہاں لانے سے پہلے تمھیں کہہ دیا تھا کہ تمھارا ایک نقصان ہوگا تو میں دس فائدے پہنچاؤں گی۔"

"مجھے ایک ہی فائدہ پہنچادو۔ میری دلی تمنا پوری کردو۔"

اعلیٰ بی بی چلتے چلتے دھیمی پڑ گئی۔ خلا میں تکنے لگی۔ پھر اس کے مُنہ سے ایک سرد آہ نکلی۔ وہ بولی "جان ! مجھے افسوس ہے تم ایسی نیت سے کبھی مجھے ہاتھ نہیں لگا سکو گے۔"

"مجھ میں کیا کمی ہے ؟"

"اپنی کمی بیشی کو تم سمجھو۔ میں تمھاری انسلٹ نہیں کرنا چاہتی۔ ویسے تمھیں بتادوں کہ فرہاد کے ساتھ رہنے والی کوئی عورت اور کسی مرد کو مرد نہیں سمجھتی۔"

وہ تھوڑی دیر تک خاموشی سے چلتا رہا۔ اعلیٰ بی بی سمجھ رہی تھی کہ وہ اپنی توہین سے تلملا رہا ہے کوئی دوسری عورت ہوتی تو ویران جنگل میں اس کی ایسی کی تیسی کردیتا۔ اعلیٰ بی بی کی خطرناک صلاحیتوں سے اچھی طرح واقف تھا اس لیے دم نہیں مار رہا تھا۔ اس نے کچھ دور جانے کے بعد کہا "مرد اُسے کہتے ہیں جو عورت کے انکار کو اقرار میں بدل دے۔ اگر میں تمھارے انکار کو اقرار میں بدل دوں تو؟"

وہ ہنسنے لگی۔ اس کی ہنسی دور تک لہراتی جارہی تھی۔ وہ بولا۔

"اِس میں ہنسنے کی کیا بات ہے ؟"

"تمھارا سوال مضحکہ خیز ہے۔ جب تم مجھے اقرار پر مجبور کردو گے تو پھر کوئی سوال ہی نہیں رہے گا۔ بائی دی وے آج تک جتنے شہ زوروں نے مجھے حاصل کرنا چاہا وہ مردانہ وار سامنے نہیں آئے انھوں نے ہمیشہ جال بچھایا اور اپنے مُنہ کی کھاتے رہے۔"

"میں ایسا نہیں ہوں تمھیں اپنی محبت اور وفاداری سے متاثر کرکے حاصل کروں گا۔"

"میں پہلے ہی تمھاری وفاداری کی قائل ہوں۔ تمام عمر تمھاری قدر کرتی رہوں گی۔ ہمیشہ تمھارے کام آتی رہوں گی۔ اس سے آگے کچھ نہ سوچو۔ کیونکہ عورت کی مرضی کے خلاف اس کے انکار کو اقرار میں بدلنے کے لیے مکاری سے کام لینا پڑتا ہے اور مکاری تمھیں نقصان پہنچائے گی۔"

وہ گھنے درختوں کے جھنڈ سے نکل آئے تھے۔ اب بھی بے شمار درخت تھے مگر ایک دوسرے سے دور دور تھے۔ کھلا آسمان نظر آرہا تھا۔ تقریباً دو سو گز کے فاصلے پر دریا بہتا دکھائی دے رہا تھا۔ کئی طرح کے پرندے درختوں پر اپنی اپنی بولیاں سنا رہے تھے۔

ایک پہاڑی بکرا کنارے پر کھڑا پانی پی رہا تھا۔ جان کارمن نے اپنی گن سیدھی کی۔ اعلیٰ بی بی نے اس کی نال پکڑ کر آسمان کی طرف اٹھاتے ہوئے پوچھا "تم بکرے کا شکار کرنا چاہتے ہو یا دشمنوں کو متوجہ کرنے کا ارادہ ہے ؟"

وہ پریشان ہوکر بولا "یہ تم کیا کہہ رہی ہو۔ کیا میں دشمنوں کی قید میں جانا پسند کروں گا ؟"

"جان شکار بہت دور ہے۔ ہمیں کچھ قریب جانا چاہیے اور ہم ایرو شوٹر اس لیے لائے ہیں کہ گن استعمال نہ کریں کیونکہ گولی چلنے کی آواز میلوں دور تک گونجتی جائے گی۔"

دونوں دبے قدموں درختوں کے پیچھے چھپ چھپ کر آگے بڑھنے لگے۔ وہ شکار کے قریب پہنچتے جارہے تھے۔ ایسے ہی وقت فائرنگ کی آواز پورے جنگل میں گونجنے لگی۔ بکرا اچھل کر گرا پھر تڑپ کر ٹھنڈا پڑ گیا۔

دشمنوں کی موجودگی کہیں قریب ہی ظاہر ہوگئی تھی۔ جان کارمن نے کہا "میں دوسری طرف سے چھپ کر جاتا ہوں ہم ان کے حملوں کا جواب دو طرف سے دیں گے۔"

"نہیں جان ! یہیں دبکے رہو اور دیکھو کون اس شکار کو اٹھانے آتا ہے اور اُسے کہاں لے جاتا ہے۔"

"تمھاری ذہانت دھری رہ جائے گی۔ اگر ہم شکار کا تماشا دیکھتے رہیں گے اور دشمن اطراف سے آکر ہمیں شکار کریں گے۔"

"جب تک دشمن نظر نہیں آئیں گے ہم یہاں سے نہیں ہٹیں گے"

وہ نظر آگئے۔ ایک کشتی میں تین مسلح شخص تھے۔ کنارے کنارے چپو چلاتے ہوئے بکرے کے پاس پہنچ گئے۔ اسے اٹھا کر کشتی میں ڈال لیا۔ پھر اُن کی کشتی واپس جانے لگی۔ جان کارمن نے کہا "تم یہاں ٹھہرو میں کنارے کنارے چھپ کر جاؤں گا اور معلوم کروں گا انھوں نے کہاں کیمپ لگایا ہے۔"

اعلیٰ بی بی وہاں رک گئی۔ جان کارمن جانے لگا۔ وہ اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ جب وہ نظروں سے اوجھل ہوگیا تو وہ ایک بہت ہی اونچے درخت کے پاس آئی پھر تیزی سے چڑھتی ہوئی ایک اونچی شاخ پر پہنچ گئی۔ وہاں سے وہ نظر آرہا تھا ایک درخت کے پیچھے سے نکل کر دوسرے درخت کی آڑ میں جارہا تھا اور کشتی میں جانے والوں کو دیکھ رہا تھا لیکن اس کی ایک حرکت شبہ پیدا کررہی تھی۔ وہ کبھی کبھی پلٹ کر پیچھے اُدھر بھی دیکھتا تھا جدھر اعلیٰ بی بی کو چھوڑ کر گیا تھا۔ سوال یہ تھا کیا اسے اعلیٰ بی بی کے قریب آنے کا اندیشہ تھا ؟ وہ اندیشہ کس قسم کا تھا ؟

پھر کسی حد تک شبہے کی تصدیق ہونے لگی۔ وہ ایک درخت کی آڑ میں کھڑا ہوکر اپنی رسٹ واچ کو توجہ سے دیکھتا ہوا کچھ کہہ رہا تھا

اس نے اپنی کلائی کی گھڑی کو مُنہ کے قریب کرلیا۔ شاید وہ کچھ کہہ رہا تھا۔ کچھ کہنے کے بعد گھڑی کو کان سے بھی لگا رہا تھا۔ صاف ظاہر تھا کہ وہ ٹرانسمٹر کے ذریعے کسی سے باتیں کررہا ہے اور جواباً باتیں سُن رہا ہے۔

اعلیٰ بی بی نے پہلے سوچا کہ وہ ٹرانسمٹر کے ذریعے علی تیمور کو دشمنوں کی پوزیشن بتا رہا ہے۔ پھر یاد آیا کہ جان کارمن نے کبھی اپنے پاس ٹرانسمٹر کی موجودگی ظاہر نہیں کی تھی۔ وہ کلائی کی گھڑی کو گھڑی ہی کہتا تھا اس نے کبھی نہیں بتایا کہ وہ ٹرانسمٹر ہے۔

وہ فوراً ہی درخت سے اتر گئی۔ دوڑتی ہوئی علی کی طرف جانے لگی۔ ٹرانسمٹر کو چھپانے والا علی تیمور سے رابطہ قائم نہیں کرسکتا تھا۔ وہ کوئی اور چال چل رہا تھا۔ اس کی چال بعد میں معلوم ہوسکتی تھی۔ ابھی علی تیمور کو اس کی دوغلی حرکتوں سے باخبر رکھنا ضروری تھا یعنی پہلے اپنا تحفظ لازمی تھا۔

وہ دوڑتی اور ہانپتی ہوئی رسونتی کے قریب پہنچ گئی۔ رسونتی گھاس پر غافل پڑی ہوئی تھی۔ تنومی نیند پوری کررہی تھی۔ علی تیمور دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سن کر چھپ گیا تھا پھر اعلیٰ بی بی کو دیکھ کر سامنے آگیا۔ وہ بولی "جان کارمن سے خطرہ ہے۔ کیا اس نے کبھی بتایا ہے کہ اس کی رسٹ واچ ایک ٹرانسمٹر ہے ؟"

"نہیں مجھ سے کبھی ذکر نہیں کیا۔"

"ابھی وہ ایک جگہ چھپ کر واچ ٹرانسمٹر کے ذریعے کسی سے باتیں کررہا تھا۔ اندازہ کرو وہ کس سے رابطہ قائم کرتا ہے ؟"

علی نے کہا "سُپر ماسٹر سے رابطہ نہیں کرے گا کیونکہ ماما کو وہاں سے نکال لانے میں اس نے ہماری مدد کی اور سُپر ماسٹر کو اپنا دشمن بنالیا۔ ماسک مین میری ماما کو حاصل کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا ہے۔ جان کارمن اس کے لیے کام کرسکتا ہے لیکن یقینی بات یہ ہے کہ وہ یہودی تنظیم کے لیے کام کررہا ہے۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔ رسونتی کو یہاں سے لے چلو۔ جان کارمن دشمنوں کو یہاں بلا رہا ہے۔ ہمیں دوسری پناہ گاہ تلاش کرنا چاہیے۔"

علی نے ماں کو آہستگی سے اٹھا کر ہیلی کاپٹر کی طرف چلتے ہوئے کہا "یہاں سے دور جانے کے لیے ہیلی کاپٹر میں پرواز کرنے کا خطرہ مول لینا ہوگا۔"

"میں مشورہ نہیں دوں گی۔ اِس جنگل میں کئی فوجی ہیلی کاپٹر جگہ جگہ موجود ہیں۔ وہ ہمارا تعاقب کریں گے ہمیں فرار کا راستہ نہیں ملے گا۔ تمھاری ماں پھر سُپر ماسٹر کی قید میں پہنچ جائے گی۔ مجھے اپنی پروا تو نہیں ہے مگر تم بھی قیدی بنا لیے جاؤ گے۔"

"آپ درست کہہ رہی ہیں لیکن اِن حالات میں خطرہ مول لینا ہی پڑے گا۔"

"تم اپنی ماں کا بوجھ اُٹھا کر کتنی دور چل سکتے ہو ؟"

"ماں بوجھ نہیں ہوتی۔ میں اپنی ماما کو اسی طرح اُٹھا کر دنیا کے آخری سرے تک جاسکتا ہوں۔"

"تو پھر اسی طرح دور نکل جاؤ۔ رسونتی کو کسی محفوظ جگہ پہنچادو۔ جان کارمن دشمنوں کے ساتھ آئے گا تو میں اُس کا راستہ روکوں گی۔"

"میں آپ کو تنہا خطرات کا سامنا کرنے کے لیے نہیں چھوڑوں گا۔"

"کیا میں ساری زندگی تمھارے سائے میں رہ کر دشمنوں سے لڑتی رہی ہوں ؟ کیوں بچوں جیسی باتیں کررہے ہو۔ ہم سب بابا صاحب کے ادارے میں رہ کر تنہا اپنی اپنی جنگ لڑنا سیکھتے رہے ہیں جو سیکھا ہے اُس سے انکار نہ کرو۔ جاؤ یہاں سے ورنہ تمھیں بھگانا جانتی ہوں۔"

"آنٹی ! آپ کی ذہانت کو سب تسلیم کرتے ہیں۔ میں آپ سے کچھ سیکھنا چاہتا ہوں۔ بتائیے آپ مجھے کس طرح بھگائیں گی ؟"

"یہ کوئی پیچیدہ مسئلہ نہیں ہے۔ تمھیں ماں کی حفاظت کے لیے میرا ساتھ چھوڑنا ہوگا اور میں ساتھ چھڑانے کے لیے اُدھر دوڑتی جاؤں گی جدھر جان کارمن کو چھوڑ کر آئی ہوں۔ کیا تم ماں کو اُٹھائے ہوئے میرے ساتھ دشمنوں کی طرف جاؤ گے ؟"

"اوہ ! میں اتنی سی بات بھول گیا تھا کہ آپ ماما کو میری کمزوری بنا لیں گی لیکن اس کا ایک اور پہلو ہے۔ میں ماما کو لے کر آپ کے ساتھ دشمنوں کا سامنا کروں گا۔ کیا آپ انھیں خطرات میں ڈالنا چاہیں گی یا میرے ساتھ یہاں سے دور جانا چاہیں گی ؟"

"میں جاؤں گی تو دشمنوں کا راستہ کون روکے گا ؟"

"دشمنوں کو تعاقب کرنے دیں آپ میرے ساتھ اسی طرح چلتی رہیں۔ دیکھیں ہم باتوں باتوں میں کتنی دور نکل آئے ہیں۔"

وہ چلتے چلتے رک گئی پھر بولی "دشمن یہاں دُگنی رفتار سے آسکتے ہیں۔ تمھارے باپ کے زمانے سے جن اصولوں پر ہم چلتے آئے ہیں اسی پر چلنا چاہیے۔ اپنی جنگ آپ لڑنا چاہیے۔"

اس نے ایک تہ کیا ہوا کاغذ جیب سے نکالا وہ جنگل کا نقشہ تھا۔ اس نے اُسے کھولا پھر نقشے پر انگلی رکھتے ہوئے بولی "ہم یہاں ہیں اور ہمیں جنگل کے اس شمالی حصے میں پہنچنا ہے۔ اُدھر کہیں ایک کاٹیج بنا ہوا ہے۔ اس کاٹیج کے قریب ہی ایک میدان میں ہمارے لیے ہیلی کاپٹر آئے گا۔ تم ماں کو لے کر جاؤ۔ میں وعدہ کرتی ہوں چوبیس گھنٹے کے اندر وہاں پہنچ جاؤں گی۔"

اس نے کاغذ کو تہ کرکے جیب میں رکھا پھر خدا حافظ کہہ کر دوڑتی ہوئی ہیلی کاپٹر کی طرف جانے لگی۔ ان کے پاس فضائی راستے سے فرار ہونے کی سہولت تھی لیکن جنگل میں دشمنوں کے بھی کئی ہیلی کاپٹر تعاقب کے لیے موجود تھے۔ اگر وہ کسی طرح جنگل سے نکلنے میں کامیاب بھی ہوجاتے تو شمالی حصے کو عبور کرکے کینیڈا کی فضاؤں میں پرواز نہیں کرسکتے تھے کیونکہ وہ فوجی ہیلی کاپٹر تھا کینیڈا کی فضائی اتھارٹیز کو اطلاع دیے بغیر

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اس علاقے میں داخل نہیں ہو سکتا تھا۔

وہ ہیلی کاپٹر کے پاس آ گئی۔ اس کے سلائیڈنگ ڈور کو ایک جانب سرکا کر وہاں سے ضروری جنگی سامان نکالنے لگی۔ ہیلی کاپٹر سے دور جا کر مختلف درختوں' جھاڑیوں اور پتھروں کی آڑ میں بھاری قوت کے بم چھپا کر رکھنے لگی۔ جن کی توقع تھی' وہ ابھی تک نہیں پہنچے تھے۔ اُسے جگہ جگہ آہنی ٹریپ چھپا کر رکھنے کا موقع مل رہا تھا۔

جان کارمن' اعلیٰ بی بی کو اپنی محبت اور وفاداری کا ثبوت دیتے ہوئے رسونتی اور علی تیمور کو اُس جنگل میں لے آیا تھا اور سپر ماسٹر کو اپنا دشمن بنا چکا تھا۔ بے شک' وہ اعلیٰ بی بی کا دیوانہ تھا' اُسے حاصل کرنا چاہتا تھا' راتوں کو کروٹ کروٹ اس کے خواب دیکھتا تھا اور یہ اچھی طرح سمجھتا آرہا تھا کہ اُسے دولت سے' طاقت سے اور آہ وزاری سے حاصل نہیں کر سکے گا' کسی مکاری سے ہی وہ خوابوں کی تعبیر بن سکتی ہے۔

اعلیٰ بی بی کو معلوم تھا کہ وہ یہودی ہے۔ تمام یہودی دشمن یا کم ظرف نہیں ہوتے۔ ان کی محبت اور اعلیٰ ظرفی کی مثالیں بھی موجود ہیں یوں بھی اعلیٰ بی بی دشمنوں سے کام نکالنا جانتی تھی۔ ان کے مزاج اور تیور کو سمجھتی رہتی تھی۔ اس نے سمجھ لیا تھا کہ جان کارمن سپر ماسٹر کے خلاف ضرور ساتھ دے گا لیکن یہودی تنظیم کے خلاف شاید دھوکا دے جائے۔

اس کا خیال درست نکلا' وہ سپر ماسٹر کے خلاف رسونتی کو اس کی قید سے نکال لایا تھا' وہ دُہری چال چل رہا تھا۔ ایک طرف اعلیٰ بی بی کی محبت کا دم بھر رہا تھا' دوسری طرف رسونتی کو سپر ماسٹر کے جنگل سے نکال کر جنگل میں لا کر اسے یہودی تنظیم کے افراد کے حوالے کرنے کے مراحل سے گزرتا جا رہا تھا۔

اس نے یہودی تنظیم کے سربراہ کو بتا دیا تھا کہ رسونتی کو اغوا کرنے میں کامیابی ہوگی تو وہ اسے جنگل کے کس حصے میں لے جائے گا۔ اس نے منصوبے کے مطابق ہیلی کاپٹر کو وہیں پہنچایا تھا اور بڑی بےچینی سے اپنے لوگوں کا انتظار کر رہا تھا۔ جب اُس نے دریا کنارے بکرے کا شکار کرنے والوں کو دیکھا تو ناکامی کا اندیشہ ہوا کیونکہ شکار کرنے والے سپر ماسٹر کے آدمی تھے۔

وہ بہانہ کر کے اعلیٰ بی بی سے دور گیا پھر ٹرانسمیٹر کے ذریعے یہودی سربراہ کو مخاطب کیا۔ "تم کہاں ہو؟ کیا کر رہے ہو؟ سپر ماسٹر کے آدمی رسونتی تک پہنچنے والے ہیں؟"

دوسری طرف سے جواب ملا۔ "ہماری ایک ٹیم سپر ماسٹر کے آدمیوں سے ٹکرا گئی تھی۔ پتا نہیں' اُس ٹیم کا کیا بنا۔ ہم راستہ بدل کر آ رہے ہیں اس لیے دیر ہو رہی ہے۔ نقشہ ہمارے پاس ہے۔ ہم آدھے گھنٹے کے اندر پہنچ جائیں گے۔ کیا سپر ماسٹر کی ٹیم تمھاری نظروں میں ہے؟"

"ہاں' ساحل کے جس حصے میں ٹاور کی طرح ایک اونچی چٹان استادہ ہے' وہاں انھوں نے کیمپ لگایا ہے۔ یہ ہمارے ہیلی کاپٹر سے تقریباً پانچ میل کے فاصلے پر ہے۔ اس کا مطلب ہے' تمھارے آدمی اعلیٰ بی بی اور علی تیمور پر حملہ کریں گے تو فائرنگ اور بم کے دھماکوں کی آوازیں دشمنوں کے کیمپ تک جائیں گی۔"

"فکر نہ کرو' میرے پاس زبردست گوریلا فوج ہے۔ پہلے تو وہ خاموشی سے رسونتی کو اغوا کرنے کی کوشش کریں گے۔ ناکامی ہوگی تو فائرنگ ناگزیر ہوگی۔ سپر ماسٹر کے آدمی آتے ہیں تو آنے دو' ہم نمٹ لیں گے۔"

جان کارمن رابطہ ختم کر کے تیزی سے چلتا ہوا اُس درخت کے پاس آیا جہاں اعلیٰ بی بی کو چھوڑ کر گیا تھا۔ وہ وہاں نہیں تھی۔ اس نے چاروں طرف گھوم گھوم کر نظریں دوڑائیں۔ اُسے اونچی آواز میں پکارنا مناسب نہیں تھا' اعلیٰ بی بی کا نام دشمنوں کے کانوں تک پہنچ سکتا تھا۔ پھر خیال آیا' وہ دشمنوں کے ہتھے نہ چڑھ گئی ہو۔ وہ دوڑتا ہوا ہیلی کاپٹر کی طرف جانے لگا۔ اُسے اسرائیلی حکومت سے یروشلم میں نیا کاروبار کرنے کی سہولتیں اور پانچ کروڑ ڈالر کے علاوہ انعام میں اعلیٰ بی بی ملنے والی تھی' اگر وہ دشمنوں کے ہاتھ لگ جاتی تو آدھی محنت پر پانی پھر جاتا۔

وہ پوری رفتار سے دوڑتا ہوا اُدھر آیا جدھر گھاس پر پہلے رسونتی لیٹی ہوئی تھی اور علی تیمور نگرانی کر رہا تھا۔ اب وہاں ماں بیٹے نہیں تھے' اس نے آہستگی سے اعلیٰ بی بی اور علی کو آوازیں دیں پھر دوڑتا ہوا ہیلی کاپٹر کی طرف جانے لگا اسی وقت اُسے ایک جھٹکا سا لگا' وہ اوندھے منہ گرا' اس کے ساتھ ہی سر نیچے اور پاؤں اوپر ہو گئے۔ وہ اُلٹا لٹکتا ہوا کچھ اوپر گیا پھر درخت کی ایک اونچی شاخ سے لٹکتے ہوئے جھولنے لگا۔ اُس کا ایک پیر گھاس میں چھپے ہوئے رسّی کے پھندے میں پھنس گیا تھا جس کے نتیجے میں صرف کھوپڑی نہیں اُلٹی تھی' اس کا سراپا اُلٹ کر رہ گیا تھا۔

اعلیٰ بی بی چھپ کر دیکھ رہی تھی۔ خیال تھا کہ اس کے پیچھے دشمن بھی آ رہے ہوں گے لیکن وہ دیر تک تنہا لٹکتا رہا اور مدد کے لیے پکارتا رہا۔ "کون ہے؟ مجھ سے کون دشمنی کر رہا ہے؟ پلیز' سامنے آؤ۔ مجھے معلوم ہونا چاہیے کہ میرا قصور کیا ہے؟"

اعلیٰ بی بی اطمینان سے چلتی ہوئی اُس کے پاس آئی' وہ اپنی کلائی کی گھڑی کو دوسرے ہاتھ سے آپریٹ کر کے یہودی ساتھیوں کو خطرے سے آگاہ کرنا چاہتا تھا۔ اس نے کہا۔ "گھڑی پر سے ہاتھ ہٹالو' میں نہیں چاہتی کہ دوسری طرف ہماری باتیں سُنی جائیں۔"

وہ جلدی سے ہاتھ ہٹا کر بولا۔ "یہ کیا کہہ رہی ہو؟ یہ تو گھڑی ہے۔ دوسری طرف کون باتیں سُننے گا۔ یہ... یہ... کیا تم نے مجھے لٹکایا ہے؟"

"ہاں۔" اس نے آگے بڑھ کر لٹکتے ہوئے ہاتھ کو پکڑ لیا' اس کی کلائی سے گھڑی اتارنے لگی۔ وہ ہاتھ چھڑانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس نے چاقو نکال کر کہا۔ "میں زور نہیں آزماؤں گی۔ کلائی کاٹ کر گھڑی اتار لوں گی۔"

اس نے پھر جدوجہد نہیں کی۔ اعلیٰ بی بی نے گھڑی کو اُتار کر دیکھا پھر پوچھا۔ "کس پارٹی سے تمھارا گٹھ جوڑ ہے؟"

"کسی سے نہیں ہے' تم خواہ مخواہ شبہ کر رہی ہو' میری دوستی اور وفاداری کو بھول رہی ہو۔ میں نے تمھارے لیے ساری دنیا کو دشمن بنا لیا ہے۔"

اعلیٰ بی بی نے گن سیدھی کی پھر اُسے نشانے پر رکھتے ہوئے بولی۔ "تم دوست ہوتے تو اس گھڑی کی حقیقت کو نہ چھپاتے۔ اگر بتاؤ گے کہ ہمارے کس دشمن کو یہاں آنے کی دعوت دی ہے تو میں گولی نہیں ماروں گی ورنہ تمھیں مارنے کے بعد پتا چل جائے گا کیونکہ آنے والے ضرور آئیں گے اور اپنی اصلیت بھی دکھائیں گے۔"

وہ خوف سے تڑپتے ہوئے اِدھر سے اُدھر جھولتے ہوئے بولا۔ "دیکھو گولی نہ چلانا۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں' یہاں کوئی نہیں آئے گا' آئے گا تو وہ میرا بھی دشمن ہوگا۔"

"جب میں کسی پر بھروسا نہیں کرتی تو پھر کبھی اسے دوست نہیں سمجھتی۔ میں نشانہ لے رہی ہوں۔ دیکھو' گولی تمھارے جسم پر نہیں تمھارے کمانڈو لباس کے کسی بم پر لگے گی پھر دھماکے سے تمھارے پرخچے اُڑ جائیں گے۔"

وہ تیزی سے تڑپتے ہوئے اُلٹا جھولتے ہوئے چیخنے لگا۔ "نہیں' تم دھماکا کر کے غلطی کرو گی۔ آوازیں دور تک گونجتی ہوئی دشمنوں تک پہنچیں گی۔ پلیز' میری باتوں کا یقین کرو۔ میں جھوٹا اور فریبی نہیں ہوں۔"

وہ بولتا جا رہا تھا۔ کمانڈو لباس اور کارتوس بیلٹ اُتارتا جا رہا تھا تاکہ گولی اس کی طرف نہ آئے۔ اس نے لباس کا اوپری حصہ اُتار کر جتنی دور پھینک سکتا تھا' پھینک دیا۔ وہ بولی۔ "کیا لباس سے نجات حاصل کر کے موت سے بھی نجات حاصل کر لو گے؟"

"تم کیوں میرے پیچھے پڑ گئی ہو؟"

"اس کا جواب تمھیں مل جائے گا۔ میں جا رہی ہوں' یہاں قریب ہی چھپ کر رہوں گی۔"

دور گھاس پر جان کارمن کا پھینکا ہوا لباس پڑا تھا۔ وہ اُسے اُٹھا کر قریب لے آئی۔ وہ زمین سے چھ فٹ کی اونچائی پر اُلٹا لٹک رہا تھا' اس نے لباس کو ٹھیک اس کے سر کے نیچے ڈال دیا۔ وہ گھبرا کر بولا۔ "یہ... یہ کیا کر رہی ہو؟"

"میں چھپ کر دیکھتی رہوں گی' اگر تم آنے والوں کو میرے چھپنے کے متعلق بتاؤ گے یا وہ لوگ تمھیں دوستانہ انداز میں مخاطب کریں گے تو میں اس لباس سے منسلک رہنے والے بموں پر دور سے فائر کروں گی' دھماکا ٹھیک تمھارے سر کے نیچے ہوگا۔"

"اوہ گاڈ! میں کیا کروں؟ تم میری سوچ سے بھی زیادہ خطرناک بلا ہو۔ مجھے معاف کر دو۔ اس پھندے سے نجات دلا دو۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں۔ آئندہ سازش نہیں کروں گا۔ ایک کتے سے بھی زیادہ وفادار بن کر رہوں گا۔ آخری بار مجھ پر بھروسا کر لو۔"

وہ بولتا جا رہا تھا اور وہ دور ہوتی جا رہی تھی۔ حتیٰ کہ نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ وہ تڑپنے لگا' اس کے نتیجے میں اُلٹا جھولنے لگا۔ چیخ چیخ کر کہنے لگا۔ "تم ذلیل ہو' کمینی ہو' تمھیں فرہاد علی تیمور کا واسطہ دیتا ہوں' میرے سامنے آؤ۔ مجھ پر گولی نہ چلاؤ' وہ آنے والے کمبخت مجھے دوستانہ انداز میں مخاطب کریں گے۔ میں انھیں روکنا چاہوں گا۔ تمھارے چھپنے کے متعلق بتاؤں گا تو تم فائر کرو گی۔ کسی صورت سے میرا بچاؤ نہیں ہوگا۔"

وہ بولنے کے دوران کمر کی طرف سے خم کھا کر اوپر اُٹھ رہا تھا۔ اپنے ایک پیر کو پکڑ کر رسّی تک پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ایسے ہی وقت بہت سے قدموں کی آوازیں آنے لگیں۔ وہ اُن کے آنے سے پہلے رسّی کو پکڑ کر اوپر شاخ تک پہنچنا چاہتا تھا۔ جلد پھندے سے نجات حاصل کر کے نیچے رکھے ہوئے بموں سے دور ہو جانا چاہتا تھا لیکن یہ اتنا آسان نہ تھا' جتنا وہ سوچ رہا تھا۔ وہ کوششیں کرتا رہ گیا اور آنے والے آ گئے۔

وہ درختوں کے جھنڈ سے نمودار ہو رہے تھے۔ چار چار' چھ چھ افراد الگ الگ ٹولیوں کی صورت میں تھے۔ چاروں طرف سے ظاہر ہو کر اس سے دور کھڑے ہو گئے تھے۔ اپنے انفارمر کو اُلٹا لٹکتے دیکھ کر سمجھ گئے تھے' خطرہ کہیں آس پاس ہے۔

تقریباً ایک منٹ تک خاموشی رہی۔ وہ لوگ آہستہ آہستہ محتاط انداز میں چاروں طرف گھوم گھوم کر دیکھ رہے تھے۔ دور تک کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ سمجھ رہے تھے' پتوں بھرے گھنے درختوں میں یا پتھروں کے پیچھے چھپا جا سکتا تھا۔ کٹی ہوئی جھاڑیوں اور پتوں میں چھپا ہوا ہیلی کاپٹر جھلک رہا تھا۔ آنے والوں میں سے ایک شخص نے کہا۔ "اعلیٰ بی بی اور علی تیمور! ہم سپر ماسٹر کے چمچے نہیں ہیں۔ تمھارے دوست ہیں۔ مادام رسونتی کو بابا صاحب کے ادارے تک پہنچانے کے لیے تمھاری مدد کرنے آئے ہیں۔"

اعلیٰ بی بی کی آواز گونجتی ہوئی آئی۔ "پہلے یہ بتاؤ' تم لوگ کون ہو؟ اور ہم سے ہمدردی کیوں کرنے آئے ہو؟"

"ہم حکومت کے باغی ہیں۔ مادام رسونتی کو سپر ماسٹر کی قید سے بلکہ اس ملک سے نکال کر تمھارے کام آ کر دوستی کی ابتدا کرنا چاہتے ہیں۔"

"اپنی اصلیت چھپا کر دوستی نہیں کر سکو گے۔"

"ہم پر شبہ نہ کرو۔ سامنے آ جاؤ۔"

"احمقو! تم سب بارود کے ڈھیر پر کھڑے ہو۔ ریموٹ کنٹرولر

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

میرے ہاتھ میں ہے ـــــ ایک بٹن دبے گا اور تم لوگ دھماکوں سے اُڑتے جاؤ گے۔"

دشمنوں کے ایک سرغنہ نے جان کارمن سے پوچھا۔" جان! تم نے تو دیکھا ہوگا کیا یہاں ریموٹ کنٹرولنگ بم چھپائے گئے ہیں؟"

"میں نہیں جانتا۔ میں نے آنکھوں سے نہیں دیکھا ہے۔ البتہ یہ میرے سر کے نیچے جو لباس پڑا ہوا ہے' اس میں بم رکھے ہوئے ہیں' ان کا تعلق ریموٹ کنٹرولر سے نہیں ہے۔ اعلیٰ بی بی فائرنگ کے ذریعے بلاسٹ کر سکتی ہے۔"

سرغنہ نے اپنے ایک آدمی کو حکم دیا۔" اس لباس کو اُٹھا کر دور پھینک دو۔"

وہ حکم کا بندہ لباس کی طرف جانے لگا۔ جان کارمن نے چیخ کر کہا۔" خبردار! اسے ہاتھ نہ لگانا۔ وہ چھپ کر لباس میں رکھے ہوئے بموں پر فائر کرے گی۔ میں مر جاؤں گا۔ میرے قریب نہ آؤ۔ اس لباس کو ہاتھ نہ لگاؤ۔"

مگر وہ قریب آگیا۔ لباس کو اُٹھاتے ہی دور تک دوڑتا ہوا گیا پھر اُسے پھینکنا ہی چاہتا تھا کہ اعلیٰ بی بی نے گولی چلا دی۔ اس کے ساتھ ہی زوردار دھماکا ہوا۔ ایک بم نے دوسرے بم کو بلاسٹ کیا۔ دوسرے نے تیسرے کو' اس طرح کئی دھماکوں میں لباس اُٹھانے والے کا پتا نہ چلا کہ اس کا گوشت کدھر گیا اور ہڈیاں کہاں چلی گئیں۔

دھماکوں کی آوازیں بڑی دیر تک گونجتی رہیں۔ پھر اعلیٰ بی بی نے کہا۔" جان کارمن! دیکھ لو تمھارا بھی یہی انجام ہوتا۔ تم اس لیے زندہ ہو کہ تم نے دشمنی سے ہی سہی' مگر رسونتی کو یہاں تک لانے میں بڑا ساتھ دیا تھا' تمھاری عداوتی مہربانی کے بدلے یہ زندگی مل رہی ہے۔ لیکن ہاں' تم اپنے لوگوں کو یہاں سے واپس لے جانے میں ناکام رہو گے تو ان کے ساتھ فنا ہو جاؤ گے۔"

اس کے ساتھیوں نے اُسے پھندے سے نجات دلائی۔ وہ اُلٹا تھا' سیدھا ہو کر زمین پر آتے ہی ایک درخت کی آڑ میں چلا گیا' وہاں سے چیخ کر بولا۔" وہ جھوٹ بول رہی ہے' اگر یہاں ریموٹ کنٹرولر سے منسلک بم ہوتے تو وہ کسی کو زندہ نہ چھوڑتی۔ وہ بچوں کی طرح ڈرا کر ہمیں بھگانا چاہتی ہے۔ اُسے ڈھونڈو' وہ یہیں کہیں چھپی ہوئی ہے۔"

"جو مجھے تلاش کرنے کے لیے حرکت کرے گا' مرے گا۔"

سرغنہ نے کہا۔" اب سمجھ میں آیا' یہ تنہا ہے۔ اس نے رسونتی اور علی تیمور کو بھگا دیا ہے۔ ہمارا راستہ روکنے کے لیے باتیں بنا رہی ہے۔ جاؤ' اُسے تلاش کرو۔ یہی ہمیں رسونتی تک پہنچائے گی۔"

کتنے ہی مسلح افراد اِدھر اُدھر متلاشی نظروں سے دیکھتے ہوئے جانے لگے۔ ان کے حرکت کرتے ہی ایک جگہ زوردار آواز سے دھماکا ہوا۔ آس پاس کے کئی جوان فضا میں سوکھے پتوں کی طرح اُڑے پھر اپنے ٹکڑے گننے کے قابل نہ رہے۔

اُن کا خیال تھا' دوسری سمت ایسا نہیں ہوگا لیکن وہاں بھی حرکت کرنے والوں کی پہلے شامت آئی' پھر موت آگئی۔ وہ جدھر سے جاتے تھے' جان لیوا دھماکوں کی زد میں آجاتے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے ہار جیت کا فیصلہ ہونے لگا۔ وہاں صرف پانچ آدمی رہ گئے تھے جن میں جان کارمن بھی تھا۔

ان کے سرغنہ نے غصے سے کہا۔" جان! تم نے تو کہا تھا یہ ریموٹ کنٹرول سے بلاسٹ ہونے والے بم نہیں ہیں۔ تمھاری ایک غلط اطلاع نے میرے پچاس آدمی مروا دیے۔ اب منہ کیا دیکھتے ہو' ہتھیار پھینک دو۔"

جان کارمن نے ان کے ساتھ اپنے ہتھیار پھینکتے ہوئے کہا۔ "اعلیٰ بی بی! یہ دیکھو' ہم نے ہتھیار پھینک دیے ہیں۔ شکست کھائی ہوئی فوج کے سپاہی غلام بن جاتے ہیں۔ ہم تمھارے غلام ہیں۔"

اس کی آواز آئی۔" تم میں سے ایک آدمی سیدھا کھڑا رہے گا' باقی اُلٹے لٹکائے جائیں گے۔ چلو فوراً ایک دوسرے کو اُلٹا لٹکاؤ۔"

سرغنہ نے کچھ کہنا چاہا۔ اس کے پیروں کے پاس مسلسل فائرنگ ہوئی۔ پھر آواز آئی۔" کوئی بحث نہ کی جائے' فوراً چار آدمیوں کو اُلٹا لٹکانا ہے۔ کم آن ہری اپ۔"

یہ کہتے ہی پھر فائرنگ ہوئی' وہ مشین کی طرح حرکت میں آگئے۔ جان کارمن اور سرغنہ نے تین آدمیوں کے پاؤں باندھ کر انھیں رسی کے ذریعے شاخوں سے لٹکا دیا پھر سرغنہ نے کہا۔" جان! اب تمھاری باری ہے۔"

وہ بولا۔" میں پہلے بھی لٹک چکا ہوں۔ اب تمھاری باری ہے۔"

دونوں میں تکرار ہونے لگی۔ وہ آپس میں بحث کرتے رہے پھر ایک نے کہا۔" اعلیٰ بی بی جسے اُلٹا لٹکنے کو کہے گی وہی لٹکے گا۔"

ایک نے آواز دی۔" اعلیٰ بی بی! تم فیصلہ کرو۔"

دوسرے نے پوچھا۔" ہم میں سے کسے لٹکنا چاہیے؟"

جواب نہیں ملا۔ انھوں نے بار بار اُسے پکارا۔ پھر سرغنہ نے آہستگی سے کہا۔" وہ ہمیں اُلّو بنا کر چلی گئی ہے۔"

جان کارمن نے کہا۔" ایسا نہ کہو۔ وہ اچانک ہی حملہ کر دے گی۔ وہ اسی طرح دھوکے میں رکھتی ہے۔ پھر بھاگنے کا موقع نہیں دیتا۔ ہمیں یہاں سے چلنا چاہیے۔ وہ روکنا چاہے گی تو ضرور کچھ بولے گی۔"

وہ دونوں ایک قدم آگے بڑھے پھر رک گئے۔ بہت سے قدموں کی آوازیں سُنائی دے رہی تھیں۔ یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ ہر ماسٹر کے فوجی آپہنچے ہیں۔ آخر زبردست دھماکوں کی آوازیں بلوں دور تک گونجتی رہی تھیں اور سمجھا رہی تھیں کہ یہ سب کچھ دنی کے لیے ہو رہا ہے۔

وہ دونوں کان لگا کر ایسی سمت معلوم کر رہے تھے' جدھر سے آواز نہ آ رہی ہو تاکہ اُدھر سے فرار کا موقع مل جائے لیکن کسی نے پکار کر کہا۔" اپنی جگہ سے حرکت نہ کرنا۔ نیچے پڑے ہوئے ہتھیار دل و اٹھانے کی حماقت نہ کرنا' ہم آ رہے ہیں۔"

ایک منٹ تک خاموشی رہی پھر ایک فوجی افسر چند سپاہیوں کے ساتھ نظر آیا۔ وہ انھیں گن پوائنٹ پر رکھتے ہوئے بولا۔" جان کارمن! تم نے خوب غداری کی۔ فوجی ہیلی کاپٹر چرایا۔ پھر رسونتی کو اغوا کر کے ملک اور قوم سے غداری کے تمام ریکارڈ توڑ دیے لیکن نہیں' تمھیں امریکی قوم سے کیا محبت ہوگی' تم یہودی ہو' یہودی رہو گے۔ بہرحال تم ہمیں جانے سے پہلے بتاؤ' رسونتی کہاں ہے اور تم لوگ یہاں کیا کر رہے ہو؟"

جان کارمن بتانے لگا کہ سانپ نکل گیا ہے اور وہ لکیر پیٹ رہے ہیں۔ اعلیٰ بی بی انھیں بڑی دیر تک وہاں الجھاتی رہی ہے' اتنی دیر میں پتا نہیں بیٹا اپنی ماں کو لے کر کہاں چلا گیا ہے۔ البتہ اعلیٰ بی بی زیادہ دور نہیں گئی ہوگی۔

اعلیٰ بی بی وہاں سے اس وقت گئی تھی جب وہ سرغنہ اور جان کارمن اپنے آدمیوں کو اُلٹا لٹکا رہے تھے۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ اتنے دھماکوں کے نتیجے میں ہیر ماسٹر کے فوجی اِدھر ضرور آئیں گے۔ لہٰذا وہ دریا کے قریب پہنچ کر ایک درخت پر چڑھ گئی' پتوں سے بھری ہوئی شاخوں کے درمیان چھپ کر انتظار کرنے لگی۔ وہ وقفے وقفے سے کئی منٹ تک دھماکے کرتی رہی تھی' یہ دھماکے ہوئے آدھا گھنٹا گزر چکا تھا۔ فوجی محتاط تھے' جہاں دھماکے ہوتے رہے تھے' وہاں بڑی احتیاط سے پہنچنا چاہتے تھے۔

آخر وہ نظر آنے لگے۔ سیکڑوں کی تعداد میں کئی کشتیوں پر آ رہے تھے۔ موٹر بوٹ کو بھی چپوؤں سے چلا رہے تھے تاکہ انجن کی آواز مخالفوں تک نہ پہنچے۔ انھوں نے ایک جگہ لنگر نہیں ڈالا۔ دریا کے کنارے ایک میل دور تک کشتیوں سے فوجی جوان اُترتے جا رہے تھے اور گوریلوں کے انداز میں اس علاقے کو گھیرنے کے لیے بڑھتے جا رہے تھے۔ جب وہ دور جاتے ہوئے نظروں سے اوجھل ہو گئے تو وہ درخت سے اُتر کر دوڑتی ہوئی کشتیوں کے پاس آئی۔ وہ لوگ کشتیوں کو کنارے پر چھوڑ گئے تھے اور مطمئن تھے کہ اس جگہ کو چاروں طرف سے گھیرتے ہوئے جا رہے ہیں اس لیے کوئی دشمن کشتیوں کی طرف آنے سے پہلے نظروں میں آ جائے گا۔

وہ ایک بوٹ میں آئی' اس میں پٹرول سے بھرا ہوا ٹن رکھا ہوا تھا۔ وہ تھوڑا تھوڑا پٹرول ہر کشتی اور موٹر بوٹ پر چھڑکتی چلی گئی' صرف ایک بوٹ اپنے لیے رکھی۔ درخت کی ایک ٹوٹی ہوئی شاخ کے سرے پر کپڑا لپیٹ کر مشعل بنائی۔ اپنی بوٹ اسٹارٹ کر کے مشعل کو سلگایا پھر بوٹ میں بیٹھ کر تمام کشتیوں کے پاس سے گزرتے ہوئے انھیں آگ لگاتی چلی گئی۔

کچھ بوٹس میں بارودی سامان رکھا ہوا تھا۔ آگ لگنے سے دھماکے ہوئے۔ اُن کی آواز دور تک گئی ہوگی۔ ہیر ماسٹر کے فوجیوں نے دھماکوں کو سُنا ہوگا' سمجھا بھی ہوگا کہ ساحلی کشتیوں پر کیا گزر رہی ہے۔ لیکن کچھ کرنے کا وقت گزر چکا تھا۔ کشتیاں جل چکی تھیں اور جلانے والی جا چکی تھی۔

علی تیمور ماں کو اُٹھائے دریا کے کنارے جا رہا تھا اور کوئی راستہ نہیں تھا۔ نقشے کے مطابق اسے دریا پار کرنا تھا اور پار اُترنے کے لیے کشتی نہیں تھی۔ اُسے ایک جگہ رکنا پڑا۔ ماں کے جسم میں حرکت محسوس ہو رہی تھی۔ شاید تنویمی نیند پوری ہو چکی تھی۔ اس نے آہستہ سے اُسے گھاس پر لٹا دیا۔ وہ آنکھیں کھول کر سوچنے کے انداز میں اِدھر اُدھر دیکھ رہی تھی۔ پھر علی کو دیکھتے ہی اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ ناگواری سے بولی۔ "کیا میرا پیچھا نہیں چھوڑو گے۔ مجھے کہاں لے آئے ہو؟"

"آپ کو دشمنوں سے دور لے جانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ یہ میری حماقت بھی ہے اور محبت بھی۔ حماقت اس لیے کہ آپ کو جسمانی طور پر جتنی بھی دور لے جاؤں' دماغ تو دشمنوں کے پاس ہی رہے گا۔"

"پھر جان بوجھ کر حماقت کیوں کر رہے ہو؟"

"ہر شیطانی عمل کا توڑ ہوتا ہے۔ ہیر ماسٹر نے آپ پر جو عمل کرایا ہے' انشاء اللہ اس کا توڑ بابا صاحب کے ادارے میں ہوگا۔"

"میں تمھارے ساتھ کسی ادارے میں نہیں جاؤں گی۔"

وہ اُٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ کچھ کہنا چاہتی تھی مگر اچانک اس نے سانس روک لی۔ پھر آہستہ آہستہ سانس لینے لگی۔ چند سیکنڈ کے بعد اس نے پھر سانس روک لی۔ علی اُسے غور سے دیکھ رہا تھا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر سانس لیتے ہوئے بولی۔" ایسا کیوں ہو رہا ہے۔ پرائی سوچ کی لہر محسوس کرتے ہی بے اختیار سانس رک جاتی ہے۔"

علی نے کہا۔" آپ پر تنویمی عمل کیا گیا ہے۔ اب ڈیگر اینڈ ڈیگر آپ کے دماغ میں نہیں آسکیں گے۔ ہیر ماسٹر کے تمام لوگوں سے آپ کا رابطہ ختم ہو چکا ہے۔"

وہ پاؤں پٹخ کر ایک طرف جاتے ہوئے بولی۔" تم محبت جتاتے ہو اور مجھے اپنے لوگوں سے دور کر کے دشمنی کرتے جاتے ہو۔"

"وہ آپ کے لوگ نہیں ہیں مگر آپ مجھے جھوٹا اور فریبی سمجھتی رہیں گی۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اس نے بازو پکڑ کر ساحل کی طرف چلتے ہوئے کہا "اُدھر نہ جائیں، ہمیں کنارے کنارے چلنا ہے۔ آگے جا کر شاید دریا پار کرنے کی کوئی صورت نکل آئے۔"

وہ ایک جھٹکے سے اپنا بازو چھڑا کر بولی "اے خبردار! مجھے ہاتھ نہ لگانا۔ میں برہمن ہوں، کسی کا چھونا برداشت نہیں کر سکتی۔"

"سُپر ماسٹر نے خوب جادو چلایا ہے۔ بہرحال آپ میری باتیں مانتی رہیں گی تو آپ کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔"

وہ خاموشی سے چلتی رہی۔ ڈیگر اینڈ ڈیگر کے لب و لہجے کو یاد کرنے کی کوشش کرتی رہی لیکن سُپر ماسٹر کے کسی بھی ماتحت کا نہ تو لہجہ یاد آ رہا تھا اور نہ ہی وہ خود کو خیال خوانی کے قابل پا رہی تھی۔ آخر اس نے جھنجلا کر پوچھا "مجھ پر کس نے تنویمی عمل کیا ہے؟ میری یادداشت کمزور ہو گئی ہے اور خیال خوانی کی صلاحیت ختم ہو گئی ہے۔"

علی نے جواب نہیں دیا۔ چپ چاپ چلتا رہا۔ ایسے ہی وقت زوردار دھماکے کی آواز آئی۔ وہ رک گیا۔ پلٹ کر اُدھر دیکھنے لگا جدھر سے آواز آئی تھی وہ تقریباً تین چار میل کا فاصلہ طے کر چکا تھا۔ رسونتی نے خوش ہو کر کہا "اب کہاں بچ کر جاؤ گے۔ سُپر ماسٹر کے آدمی آ رہے ہیں۔"

یکے بعد دیگرے اور کئی دھماکے سُنائی دیتے رہے۔ علی نے کہا "وہاں مقابلے میں صرف میری آنٹی ہیں۔ انھیں مارنے کے لیے اتنے دھماکے نہیں ہوں گے۔ کشتیں اور دھماکے ہو رہے ہیں۔ اس کا مطلب ہے، دشمنوں کی شامت آ رہی ہے۔ پلیز اب کنارے سے ہٹ کر درختوں کے جھنڈ میں سے چلیں۔"

"کبھی اِدھر لاتے ہو، کبھی اُدھر چلنے کو کہتے ہو، آخر کیوں؟"

"میدانِ جنگ کا شور سُن کر دشمنوں کی دوسری پارٹیاں بھی خشکی اور دریائی راستوں سے گزریں گی۔ ہم چُھپ کر آگے بڑھیں گے۔ کیا میں ہاتھ پکڑ کر لے چلوں یا آپ خود چلیں گی؟"

وہ خود ہی راستہ بدل کر علی کی مرضی کے مطابق چلنے لگی۔ علی بہت ہی محتاط انداز میں چاروں طرف دیکھتا ہوا چل رہا تھا۔ ایک بار اُس نے ماں کو رُکنے کا اشارہ کیا۔ وہ رک گئی۔ بیٹا کان لگا کر سنتے ہوئے بولا۔ "کچھ لوگ آ رہے ہیں۔"

وہ فوراً ہی جھک کر سجدے کی حالت میں گیا پھر زمین سے کان لگا کر سننے لگا۔ چند سیکنڈ کے بعد اُٹھ کر بولا "وہ لوگ اِدھر ہی آ رہے ہیں۔ تعداد میں چار یا پانچ سے زیادہ نہیں ہیں۔"

رسونتی نے پوچھا "وہ کتنی دور ہوں گے؟"

"تقریباً چالیس یا پچاس گز کے فاصلے پر۔"

یہ سنتے ہی وہ چیختے ہوئے اُدھر بھاگنے لگی "بچاؤ! مجھے بچاؤ! میں رسونتی ہوں۔ میں وہی ہوں جسے تم تلاش کر رہے ہو۔"

وہ چیختی جا رہی تھی۔ علی نے ماں کو بے بسی سے دیکھا۔ وہ آگے جا کر اُسے پکڑ سکتا تھا مگر فائدہ کچھ نہ ہوتا۔ آواز دشمنوں تک پہنچ چکی تھی۔ رسونتی کو خوف تھا کہ علی پیچھے سے آ کر پکڑ لے گا۔ بھاگنے کے دوران پلٹ کر دیکھتی جا رہی تھی۔ پہلے وہ پیچھے کھڑا ہوا نظر آیا، دوسری بار پلٹ کر دیکھنے پر دکھائی نہیں دیا۔ گم ہو گیا تھا۔ یہ اور خوفزدہ کرنے والی بات تھی۔ وہ کسی طرف سے بھی اچانک آ کر پکڑ سکتا تھا۔ وہ پھر چیختے ہوئے بھاگنے لگی۔ کسی نے للکار کر کہا "ہالٹ!"

وہ ایک جھٹکے سے رک گئی۔ ایک طرف سر گھما کر دیکھا۔ ایک جوان عورت فوجی افسر والی وردی میں تھی۔ اس کے پیچھے چار سپاہی تھے۔ عورت نے رسونتی کو دیکھتے ہی خوش ہو کر کہا "تھینکس گاڈ! آخر تم مل ہی گئیں۔ کیا تمہارا کوئی پیچھا کر رہا ہے؟ تم خوفزدہ کیوں ہو؟"

"ہاں، علی تیمور کہیں چھپا ہوا ہے۔ وہ کسی وقت بھی مجھے پکڑ لے جائے گا۔ کیا تمہارے آدمی مجھے اس سے بچا سکتے ہیں؟"

"مادام! ہم سب آپ کے خادم ہیں۔ سُپر ماسٹر کے ملازم ہیں۔ ہم آپ کو صحیح سلامت یہاں سے لے جانے آئے ہیں۔"

دوسرے نے کہا "آپ فکر نہ کریں۔ علی تیمور اِدھر آئے گا تو زندہ نہیں جائے گا۔ اس جنگل میں اس کی موت لکھی ہوئی ہے۔"

بات ختم ہوتے ہی ایک تیر اس کے سینے میں آ کر پیوست ہو گیا۔ اس جنگل میں دوسرے کی موت پڑھنے والا اپنی موت کی آغوش میں پہنچ گیا۔ اُس کے گرتے ہی سب کے سب درختوں اور ٹیلوں کے پیچھے بھاگنے لگے۔ بھاگتے بھاگتے ایک اور گرا پھر اُٹھ نہ سکا۔ وہ عورت اور باقی دو ماتحت مختلف درختوں کے پیچھے پہنچ گئے۔ رسونتی کھلی جگہ کھڑی رہ گئی۔

علی نے جان کارمن کی آواز اور لہجے میں کہا "مادام رسونتی! علی تمہیں ماں کہتا ہے۔ وہ تمہیں نقصان نہیں پہنچائے گا لیکن میں گولی مار سکتا ہوں جو لوگ تمہارے محافظ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اُن سے کہو، ہتھیار پھینک کر تمہارے سامنے آ جائیں۔ اگر نہیں آئیں گے تو تمہاری حفاظت کرنے کا دعویٰ غلط ہو جائے گا کیونکہ تم میرے نشانے پر ہو۔"

اگر علی اپنی آواز میں رسونتی کو مارنے کی دھمکی دیتا تو وہ کبھی یقین نہ کرتے۔ جان کارمن سے توقع تھی کہ وہ گولی مار دے گا۔ رسونتی سہم کر بولی "اے! تم تینوں کیوں چھپ گئے ہو؟ کیا اسی طرح حفاظت کی جاتی ہے؟ پلیز! ہتھیار پھینک کر سامنے آؤ۔"

اُس فوجی عورت نے کہا "مادام! آپ علی کے پاس جائیں۔ اس طرح جان کارمن آپ کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔ میں آخر تک یہاں رہوں گی۔ جان کو ٹھکانے لگانے کے بعد علی سے بھی نمٹ لوں گی۔"

علی نے اُس درخت کے پاس ایک بم پھینکا جس کے پیچھے وہ چھپی ہوئی تھی۔ وہ اس سے ایک گز کے فاصلے پر آ کر گرا تھا۔ اُس کا فلیتہ سلگتا جا رہا تھا۔ کسی بھی لمحے وہ پھٹ کر اُس فوجی عورت کو چیتھڑے بنا سکتا تھا۔ وہ ہتھیار پھینک کر چیختی ہوئی درخت کے پیچھے سے نکلی "مجھے گولی نہ مارنا، میں نے ہتھیار پھینک دیے ہیں۔ میں شکست تسلیم کرتی ہوں، میں مقابلہ نہیں کروں گی۔"

وہ دوڑتی ہوئی رسونتی کے پاس آئی۔ رسونتی بھی سلگتے ہوئے فلیتے کو دیکھ کر بھاگ رہی تھی۔ پھر دونوں اوندھے مُنہ گھاس پر گر پڑیں۔ وہ بم پھٹ گیا تھا اور نتیجے میں قیامت کی تباہی مچا رہا تھا۔ اس کی دھمک اتنی زبردست تھی کہ قریبی درخت کئی جگہ سے ٹوٹ کر فضا میں اُڑتا ہوا دور چلا گیا تھا۔ اس کا ایک بڑا حصہ ایک فوجی جوان پر آ کر گرا تھا جس کے بعد وہ جوان اُٹھ نہ سکا۔ دوسرا فوجی پناہ کے لیے بھاگ رہا تھا۔ علی نے ایک گولی میں اُسے زمین دکھا دی۔

وہ دونوں گھاس پر مُنہ چھپائے اوندھی پڑی ہوئی تھیں۔ دھماکا ابھی تک ان کے کانوں میں گونج رہا تھا پھر انھیں قدموں کی چاپ سُنائی دی۔ گھاس پر کچھ قدم دھپ دھپ کی آوازیں پیدا کرتے ہوئے قریب آ رہے تھے۔ سُپر ماسٹر کی فوجی حسینہ نے سر اُٹھا کر دیکھا ایک گبھرو جوان سر پر کھڑا تھا۔ پھر وہ جھک کر رسونتی کو اُٹھنے کے لیے سہارا دیتے ہوئے پوچھ رہا تھا "ماما! کہیں چوٹ تو نہیں آئی؟"

وہ ہاتھ چھڑا کر بولی "اے خبردار! تم نے کہا تھا، مجھے ہاتھ نہیں لگاؤ گے۔ مجھ سے دور رہو۔"

فوجی حسینہ نے اُٹھتے ہوئے پوچھا "کیا تم علی تیمور ہو؟"

"ہاں، میری ماما کو سہارا دو۔"

اس نے رسونتی کو سہارا دے کر اُٹھایا پھر پوچھا "جان کارمن کہاں ہے؟"

"میں اکیلا ہوں، جان کی آواز میں میں ہی بول رہا تھا، تم کون ہو؟"

"میرا نام ایلسی جان ہے۔ میں فوج میں ڈاکٹر ہوں۔ میں نے تمہارا بہت ذکر سُنا ہے۔ جہاں پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا وہاں تم پہنچ کر اپنی ماں کو لے آئے۔ مجھے تم سے مل کر خوشی ہو رہی ہے۔"

ایلسی نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ وہ اس کے ہاتھ کو نظرانداز کرتے ہوئے بولا "تم تسلیم کرتی ہو کہ یہ میری والدہ ہیں۔"

ایلسی کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اُس گبرو کو دیکھ کر دل ہاتھ سے نکل رہا تھا، ایسے میں وہ ماں بیٹے کے رشتے کی حقیقت بیان کر گئی تھی۔ اس نے فوراً بات بناتے ہوئے کہا "وہ دراصل میں نے سُنا ہے کہ تم مادام کو ماں کہتے ہو لیکن یہ تو ہندو ہیں اور تم مسلمان ہو۔ بھئی! اِدھر دیکھو، میں نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا ہوا ہے۔ تم تھوڑی سی تہذیب تو ضرور سیکھے ہو گے۔"

"اسلامی تہذیب نے مجھے سکھایا ہے کہ دشمن سے ہاتھ نہ ملاؤ۔ پنجہ لڑاؤ۔ افسوس، تم عورت ہو۔ میری اور ماما کی سلامتی اسی میں ہے کہ میں فوراً تمھیں گولی مار دوں۔"

اس نے گن سیدھی کی۔ ایلسی اُچھل کر رسونتی کے پیچھے ہو گئی، سہم کر بولی "مجھے نہ مارو، میں تمہارے کام آؤں گی۔"

"پیچھے چُھپنے سے موت نہیں ٹلے گی۔ میں دونوں کو گولی مار دوں گا۔"

"کیا تم مجھے ہلاک کرنے کے لیے اپنی ماں کو گولی مارو گے؟ نہیں جھوٹ بول رہے ہو۔"

علی نے کہا "ماما! یہ عورت دوسری بار آپ کو میری ماں کہہ رہی ہے۔ دشمن ہمارے خون کے رشتے کو پانی کرنا چاہتے ہیں۔ آپ سچائی کو سمجھنے کی کوشش کریں۔"

رسونتی نے ایلسی کی طرف گھوم کر غصے سے پوچھا "تم بار بار مجھے اس کی ماں کیوں بنا رہی ہو؟ کیا ماں بن جانے سے یہ تمھیں زندہ چھوڑ دے گا؟"

"اگر یہ مجھے نہ مارے اور زندہ رہنے دے تو میں حقیقت بیان کروں گی۔"

"تم سچ بولو گی تو میں تمھیں معاف کر دوں گا۔"

"مجھے یقین ہے، تم فرہاد کی طرح زبان کے پکے ہو گے۔"

رسونتی ناگواری سے بولی "میرے سامنے فرہاد کا نام نہ لو۔"

ایلسی نے کہا "فرہاد سے نفرت کرو گی تو حقیقت نہیں بدلے گی۔ وہ تمہاری زندگی کا پہلا اور آخری مرد تھا۔ یہ علی تیمور تمہاری اور اس کی محبت کی زندہ مثال ہے۔ تم نے اس جوان کی پرورش اپنے خون سے نو ماہ تک کی پھر اسے اپنا دودھ پلاتی رہیں۔ سُپر ماسٹر نے برین واشنگ کے ذریعے ماں کو بیٹے کا دشمن بنا دیا ہے۔"

رسونتی نے کہا "یہ تم اپنی جان بچانے کے لیے کہہ رہی ہو۔"

وہ بولی "جب جان جانے کا یقین ہو جائے تو انسان سچ بولتا ہے۔ مادام! میں قسم کھا کر کہتی ہوں، تم علی تیمور کی حقیقی ماں ہو، تم نے اسے جنم دیا ہے۔"

رسونتی نے بیزاری سے مُنہ پھیر لیا۔ علی نے ایلسی سے کہا۔ "ماما کو ابھی یقین نہیں آئے گا۔ وقت برباد نہ کرو۔ یہ بتاؤ تم کس کیمپ سے آ رہی ہو؟"

"دریا کے اُس پار ہمارا کیمپ ہے۔ مسلسل دھماکوں کی آوازیں سننے کے بعد بے شمار فوجی جوان آواز کی سمت گئے ہیں۔"

علی نے پوچھا "وہ کشتیوں کے ذریعے گئے ہوں گے۔ دھماکے والی جگہ یہاں سے کئی میل دور ہے۔ تم یہاں کیا کر رہی تھیں؟"

"ہمارے جیسے کتنے ہی فوجی چار یا چھ کی ٹولیوں میں تھیں اور مادام کو ڈھونڈتے پھر رہے ہیں۔"

وہ ساحل کی سمت چلتے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔ وہاں پہنچ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کرایلسی نے ایک کشتی کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا" میں اپنے آدمیوں کے ساتھ اس کشتی میں آئی تھی۔ کیا اُس پار جانا چاہتے ہو؟"

"دوسرے ساحل سے کیمپ کتنی دور ہے؟"

"میل ڈیڑھ میل کے فاصلے پر ہے۔ میں تمھیں دوسرا راستہ بتاؤں گی کوئی تمھیں نہیں دیکھ سکے گا۔ بائی دی وے کہاں جاؤ گے؟"

وہ کشتی پر رسونتی کو سوار کراتے ہوئے بولا" ابھی کوئی منزل نہیں ہے۔"

"تم بتانا نہیں چاہتے۔"

"منزل کا پتا ہوتا تو تم سے کبھی نہ چھپاتا۔"

وہ خوش ہو کر بولی" کیا میرے لیے تمھارے پاس کوئی جگہ ہے؟"

"تمھاری جگہ کہیں نہیں ہے نہ سُپر ماسٹر کے پاس نہ میرے پاس۔ جو اپنے مالک کو دھوکا دے کر میرا ساتھ دے رہی ہو میں اُس پر بھروسا کیسے کر سکتا ہوں۔"

وہ مایوس ہو گئی۔ کشتی لہروں کو کاٹتی جا رہی تھی۔ علی کی بے رُخی سے دل کٹ رہا تھا اور اُس کا یہ انداز اچھا بھی لگ رہا تھا۔ وہ بولی" تم مجھ پر بھروسا نہیں کرتے اور کوئی بات چھپانا بھی نہیں چاہتے۔"

"ہاں اس لیے نہیں چھپاؤں گا کہ میری کوئی بات دشمنوں تک پہنچانا چاہو گی تو موت تمھیں پچھتانے کی بھی مہلت نہیں دے گی۔"

'اونہہ،' ایلسی نے دل ہی دل میں کہا' مرد پہلے ایسے ہی پتھر بنتے ہیں پھر رفتہ رفتہ عورت کے قدموں میں گرنے لگتے ہیں، دیکھ لوں گی اسے۔'

رسونتی کشتی کے درمیانی حصے میں بیٹھی دور تک دیکھ رہی تھی۔ بیزاری سے بولی" اس بوٹ کو چپوؤں سے کیوں چلا رہے ہو؟ اس کا انجن کیوں نہیں چلاتے؟ مجھے پانی میں ڈر لگ رہا ہے۔"

"ماما! میں آپ کو ڈوبنے نہیں دوں گا۔ بے شک ہم اس طرح دیر سے دوسرے کنارے پہنچیں گے۔ انجن کا شور ہو گا تو دشمن ہمارے استقبال کے لیے پہنچ جائیں گے۔"

"کہاں تک میرے محافظوں سے بھاگو گے۔ وہ بہت جلد تمھیں گھیر لیں گے۔ ہاں خوب یاد آیا۔ میں نے سنا ہے پانی پر سے گزرتے ہوئے کسی کو پکارو تو آواز دور تک جاتی ہے۔"

یہ کہتے ہی اُس نے چیخ چیخ کر پکارنا شروع کیا" سُپر ماسٹر! رنجیت سنگھ! لاج ونتی! میں یہاں ہوں۔ میرے پاس آؤ۔ مجھے بچاؤ۔"

وہ مسلسل پکارنا چاہتی تھی۔ ایلسی نے اس کے مُنہ پر ہاتھ رکھ کر کہا" کیا کرتی ہو؟ بیٹے کا رشتہ نہیں سمجھتی ہو نہ سہی۔ یہ تو سوچو کہ یہ جوان تمھارے لیے آگ اور خون کے دریا سے گزر رہا ہے۔ مقابلے پر آنے والوں کو ہلاک کر رہا ہے۔ تمھیں دشمن سمجھتا تو اتنی مصیبتیں نہ اُٹھاتا۔ تمھیں بھی مار ڈالتا۔ جواب دو، آخر اس نے تمھیں زندہ کیوں رکھا ہے؟ کیوں تمھارے لیے خطرات سے کھیل رہا ہے؟ کیوں تم ... ماں کہتا ہے؟"

رسونتی نے اپنے مُنہ پر سے اس کا ہاتھ ہٹایا۔ خیال تھا کہ ... کی باتوں کا جواب دے گی لیکن اس نے پھر پکارنا شروع کیا ... کہا" ماما! دو گھنٹے پہلے میں نے آپ کو اعصابی کمزوری میں مبتلا ... تھا۔ کیا آپ پھر یہی چاہتی ہیں؟"

وہ چپ ہو گئی۔ اپنے ہونٹوں کو سختی سے بھینچ لیا۔ اس ... اعصابی کمزوری برداشت کی تھی ... برداشت تو سبھی کر ... مگر وہ نقصان اُٹھا چکی تھی۔ اس کمزوری سے فائدہ اُٹھا کر اس ... تنویمی عمل کیا گیا تھا۔ اس کے دماغ سے سُپر ماسٹر کے خاص ... کی آوازوں اور لہجوں کو بھلا دیا گیا تھا۔ وہ خیال خوانی کر سکتی تھی ... اپنوں سے رابطہ قائم نہیں کر سکتی تھی اور ڈیگر اینڈ ڈگ کے ... ہی سانس روکنے پر مجبور ہو جاتی تھی۔

دوسرے کنارے پر پہنچتے پہنچتے شام ہونے لگی۔ علی نے ... سے کہا" آگے چلو اور اپنے کیمپ تک راہنمائی کرو۔"

وہ حیرانی سے بولی" کیا تم تنہا وہاں جاؤ گے؟ وہ تعداد ... ڈیڑھ سو ہیں۔ تمھیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

"ابھی تم نے کہا تھا وہ دھماکوں کی آوازیں سُن کر دریا پار گئے ..."

"ہاں مگر واپس آ گئے ہوں گے۔"

"ہو سکتا ہے نہ بھی آئے ہوں۔ دور سے جائزہ لینے میں کیا ... نہیں ہے۔"

وہ آگے آگے چلتی ہوئی بولی" کیا اُس کیمپ سے ہتھیار ... کرنا چاہتے ہو؟"

"میرے پاس ہتھیاروں اور گولہ بارود کی کمی نہیں ہے ... ایک گاڑی کی ضرورت ہے۔ میں ماما کو پیدل چلتے نہیں دیکھ سکتا ..."

"تم مجھ پر بھروسا نہیں کرنا چاہتے۔ پھر بھی کہتی ہوں اُس ... میں نہ جاؤ، مجھے جانے دو۔ میں ایک میجر کی بہترین گاڑی لا دوں ... اُس گاڑی کی باڈی بلٹ پروف ہے۔ اُس میں خفیہ گنیں ہیں ... بٹن دبانے سے ان گنوں کی نالیاں باہر نکل کر دور تک فائر کرتی ..."

"اور تم اسے لینے جاؤ گی اور مجھ پر فائرنگ کراؤ گی۔"

"پلیز! ایک بار مجھ پر بھروسا کرو۔ دور سے چھپ کر دیکھتے رہو۔ مجھ پر ذرا بھی شبہ ہو تو گولی مار دینا۔"

وہ چلتے چلتے رُک گئی۔ پھر بولی" اس چھوٹی سی پہاڑی کے پیچھے کیمپ ہے۔ تم اوپر پہنچ کر پورے کیمپ کا جائزہ لے سکتے ..."

اُس نے پہاڑی کو دیکھا پھر رسونتی سے کہا" آپ ... سُن لیں اگر ذرا بھی کھانسنا کھنکھارنا چاہیں گی تو میں چشم زدن میں ... کر دوں گا۔ اس جنگل میں آپ کسی کو پکارنے کے قابل نہیں رہیں ..."

وہ تینوں پہاڑی پر چڑھتے گئے۔ حتیٰ کہ بلندی پر پہنچ گئے۔ وہاں بڑے بڑے پتھر اور چٹانیں تھیں۔ علی نے ایک چٹان کی آڑ سے دیکھا۔ ایک وسیع میدان میں تقریباً ایک سو خیمے دکھائی دے رہے تھے۔ ایک جگہ بیس پچیس گھوڑے بندھے ہوئے تھے۔ ہیوی ٹرک، ٹرالر کھینچنے والی گاڑیاں، جیپیں اور ویگن کاریں نظر آ رہی تھیں۔ کوئی دس بارہ فوجی جوان اِدھر سے اُدھر جاتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔ ایلسی نے کہا" وہ لوگ دریا پار سے واپس نہیں آئے ہیں۔ یہاں زیادہ سے زیادہ بیس جوان اور دو افسر ہوں گے۔ کیا میں جاؤں؟"

علی نے کہا" ٹھیک ہے، میں تمھیں آزماؤں گا۔ یہ دو عدد بم لے جاؤ۔ یہ میرے ریموٹ کنٹرولر سے منسلک ہیں۔"

"کیا اُس کیمپ کو تباہ کرنا چاہتے ہو؟"

"تمھیں تکلیف ہو رہی ہے، آخر تمھارے سُپر ماسٹر کا کیمپ اور فوجی ہیں۔"

"یہ بات نہیں ہے۔ اگر یہاں دھماکے ہوں گے تو دوسرے کیمپ کے فوجی ہیلی کاپٹر میں پہنچ جائیں گے۔"

"میں چاہتا ہوں کوئی ہیلی کاپٹر ہماری تلاش میں آئے۔"

"اوہ! ایسی بات ہے تو میں ایک بم ایسے خیمے میں رکھوں گی جہاں گولے بارود کا ذخیرہ ہے۔ دوسرا بم گاڑیوں کے درمیان رکھ دوں گی۔ پھر کچھ دوائیں اور فرسٹ ایڈ بکس لے کر ایک گاڑی میں شمال کی سمت جاؤں گی۔ اس کے بعد تم کیمپ میں بلاسٹنگ کر دینا۔"

وہ دونوں بم لے کر وہاں سے جانے لگی۔ علی نے جھوٹ کہا تھا۔ ان کا تعلق ریموٹ کنٹرولر سے نہیں تھا۔ جب ایلسی راہنمائی کے لیے آگے آگے جا رہی تھی تب علی نے رسونتی کی نظریں بچا کر ایک بم ایلسی کی کِٹ میں رکھ دیا تھا۔ جنگل میں ایسی کِٹ سبھی کی پشت پر بندھی ہوتی ہے۔ اسے علی کی چال کا پتا نہیں تھا۔ وہ پہاڑی کے نشیب میں تیزی سے اُترتی جا رہی تھی۔ کیمپ والوں نے اُسے دیکھ لیا تھا۔ اس نے کیمپ کے قریب پہنچنے سے پہلے علی کے دیے ہوئے دونوں بموں کو پوری قوت سے پہاڑی کی طرف پھینک دیا۔ پھر ریت کی بوریوں کے پیچھے آ کر بولی" اُس پہاڑی پر علی تیمور اپنی ماں کے ساتھ ہے۔ وہ اِس کیمپ کو تباہ کرنا چاہتا ہے۔ جس رسونتی کے لیے یہاں آئے ہو، وہ زیادہ دور نہیں ہے۔ اُسے چاروں طرف سے گھیر لو۔"

تمام خیموں سے مسلح جوان نکل کر دو ٹولیوں میں دو افسروں کے سامنے آ کر کھڑے ہو گئے۔ ایک افسر اُنھیں سمجھا رہا تھا کہ کس طرح دور سے جا کر علی تیمور کو گھیرا جائے گا۔ دوسرا افسر اپنے ماتحت جوانوں کو گاڑیوں میں جانے کا حکم دے رہا تھا۔ ایلسی اُن کے قریب آ گئی تھی اور اُنھیں علی تیمور کے متعلق بتا رہی تھی۔

چٹان کے پیچھے رسونتی نے ہنستے ہوئے علی سے کہا" بہت چالاک اور دلیر بن رہے تھے۔ اب کہاں جاؤ گے؟ ایلسی نے تمھیں خوب اُلّو بنایا ہے۔"

اس کی باتوں کے دوران علی نے ریموٹ کنٹرولر کو ہاتھ میں لے کر مائنس اور تھری کے بٹن کو دبایا۔ اس کے ساتھ ہی زبردست دھماکا ہوا۔ ایلسی اور افسروں کے ساتھ کئی جوانوں کے پرخچے اُڑ گئے، جو بچ گئے۔ وہ محاذ آرائی کے لیے دوڑنے لگے۔ علی نے ایک بم کو ائر شوٹر کے ایک تیر سے منسلک کیا۔ پھر شوٹر کے ٹرائیگر کو دبا دیا۔ دوسرے ہاتھ میں ریموٹ کنٹرولر تھا۔ جب وہ تیر گاڑیوں کے درمیان پہنچا تو اس نے بٹن کو دبایا۔ اس کیمپ میں دوسرے دھماکے نے تباہی مچا دی۔ کیونکہ گاڑیوں کی ٹنکیوں میں پٹرول بھرا ہوا تھا۔ یکے بعد دیگرے تمام ٹنکیاں پھٹ رہی تھیں اور پٹرول دور تک آگ کے شعلے بھڑکا رہا تھا۔ یہ شعلے اس خیمے تک پہنچے جہاں گولہ بارود کا ذخیرہ تھا۔ پھر رہی سہی کسر بھی پوری ہو گئی۔ رسونتی خوف کے مارے تھر تھر کانپ رہی تھی، ڈر کے مارے بیٹے سے لپٹ گئی تھی۔ اور اُس کی آغوش میں مُنہ چھپا کر بیٹھ گئی تھی۔

علی کی نظریں فوجی جوانوں پر تھیں جو دیکھتے ہی دیکھتے لقمۂ اجل بن گئے تھے۔ اُن میں سے ایک جوان بھاگنے میں کامیاب ہوا تھا اور وہ بدحواسی میں پہاڑی کے اوپر علی کی طرف دوڑتا آ رہا تھا۔ رسونتی نے ڈانٹ کر کہا" اُلّو کے پٹھے! یہاں مرنے آ رہے ہو۔ باقی فوج کو بُلا کر نہیں لا سکتے۔"

وہ ٹھٹک گیا۔ پلٹ کر راستہ نہ بدل سکا۔ علی نے گن کا رُخ اس کی طرف کر رکھا تھا اور کہہ رہا تھا" میری ماں کی خواہش ہے تم فوج کو بلاؤ۔ لہٰذا بتاؤ کہاں جاؤ گے؟ کیسے بلاؤ گے؟"

موت سامنے تھی اور وہ پیچھے موت کا بھیانک تماشا دیکھ آیا تھا۔ خوف سے لرزتے ہوئے بولا" نہیں۔ میں کسی کو نہیں بلاؤں گا۔ مجھے نہ مارو، میں تمھارے کام آؤں گا۔"

"ایلسی بھی میرا کام کرنے گئی تھی، ہمیشہ کے لیے کام آ گئی۔"

وہ بولا" عورتیں مکار ہوتی ہیں، میں مرد ہوں، مجھے ایک بار آزما کر دیکھو۔"

"یہ مادام رسونتی میری کون ہیں؟"

"تمھاری والدہ ہیں۔"

"تم لوگ بیٹے سے ماں کو کیوں چھیننا چاہتے ہو؟"

"یہ سُپر ماسٹر کا حکم ہے۔ اس نے فرہاد سے انتقام لینے کے لیے پہلے مادام کی برین واشنگ کرائی۔ ان کے دماغ میں یہ باتیں پختہ کر دیں کہ یہ ہندو ہیں اور مسلمان فرہاد اور اس کے بیٹے ان کے دشمن ہیں۔ جبکہ فرہاد شوہر تھا اور مادام نے نہ صرف یہ کہ آپ کو

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

جنم دیا ہے بلکہ آپ کو دودھ بھی پلایا ہے۔"

رسونتی سُن رہی تھی اور پریشان ہو کر سوچتی ہوئی نظروں سے علی تیمور کو دیکھ رہی تھی۔ اتنے عرصے بعد وہ پہلی بار سوچنے پر مجبور ہوئی تھی کہ سُپر ماسٹر کا ہر ماتحت موت کو سامنے دیکھ کر یہی ایک بات کیوں کہتا ہے کہ میں ہندو نہیں بلکہ مسلمان ہوں اور علی کی ماں ہوں۔

وہ بھاگ کر آنے والا فوجی جوان ہتھیار پھینک چکا تھا۔ گھٹنے ٹیک رہا تھا۔ وہ بولی "کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ سُپر ماسٹر جیسا دوست میرا دشمن ہے؟ کیا وہ احمق ہے جو اتنی بڑی فوج کو میرے لیے آگ اور بارود میں جھونک رہا ہے؟"

"آپ کے پاس ٹیلی پیتھی کی طاقت ہے۔ وہ خود غرض آپ کی طاقت اپنے کام میں لانے کے لیے آپ کے بیٹے کو آپ ہی کے ہاتھوں ہلاک کرنا چاہتا ہے۔"

"نہیں، تم موت کے ڈر سے جھوٹ بول رہے ہو؟"

اُسے یقین نہیں آ رہا تھا لیکن اندر سے کسی حد تک قائل ہونے لگی تھی۔ ہتھیار ڈالنے والے جوان نے کہا "میں جھوٹ نہیں بولوں گا کیونکہ میں خود بھی ایک زخم کھا چکا ہوں۔ میری سگی ماں نے آج سے دس برس پہلے اپنے عاشق سے شادی کی خاطر میرے باپ کو قتل کرایا۔ وہ مجھے بھی قتل کرنا چاہتی تھی۔ میں نے اپنی جان بچانے کے لیے ماں کے محترم رشتے کا خیال نہیں کیا اُسے گولی مار دی۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولا "آفرین ہے تمہارے بیٹے علی پر۔ تم نے اسے ہلاک کرانے کے لیے سُپر ماسٹر کی فوج لگا دی۔ مگر یہ تمھیں دل کی دھڑکنوں سے لگائے دشمنوں سے دور لے جانے کی کوشش کر رہا ہے۔"

رسونتی کو اس دلیل نے بھی متاثر کیا مگر وہ غصے سے بولی۔ "تم ذلیل اور کمینے ہو۔ کیا مجھے اپنی ماں کی طرح سمجھتے ہو کہ میں کسی عاشق کے لیے شوہر کو قتل کرا چکی ہوں اور بیٹے کو مارنا چاہتی ہوں؟"

"مادام! تم کسی سے عشق نہیں کرتی ہو لیکن سُپر ماسٹر اور دوسرے اعلیٰ فوجی افسران تمھاری ٹیلی پیتھی سے عشق کرتے ہیں۔ تمھارے ذریعے فرہاد کے دونوں بیٹوں کا خاتمہ کر کے کوئی نہ کوئی تمھیں شادی کے نام پر اپنی جاگیر بنانے کی کوشش کرے گا۔ میں اندر کی بات جانتا ہوں۔ تمھاری کوئی اہمیت نہیں ہے۔ سُپر طاقتوں کے لیے صرف تمھاری ٹیلی پیتھی اہم ہے۔"

علی نے کہا "اب میں تمھیں گولی نہیں ماروں گا۔ تم نے ٹھوس دلائل کے ساتھ ماما کے سامنے حقائق بیان کیے ہیں۔ تمھارا نام کیا ہے؟"

"زپاٹا جانسن۔"

"زپاٹا! ہتھیار اٹھاؤ اور اُجڑے ہوئے کیمپ میں جاؤ۔ مجھے ماما کے ساتھ سفر کرنے کے لیے ایک گاڑی چاہیے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ تمام گاڑیاں تباہ ہو چکی ہیں۔ گھوڑے نظر آ رہے ہیں، ہمارے لیے دو گھوڑے لے آؤ۔"

وہ ہتھیار اُٹھا کر بولا "اس پہاڑی کے دامن میں ایک غار ہے۔ اس غار میں ایک فلائنگ مشین ہے۔ اس میں دو افراد پرواز کر سکتے ہیں۔ یہ فلائنگ مشین دراصل ایک فلائنگ اسپتال ہے۔ ایک اسسٹنٹ ڈاکٹر کے ساتھ ہمارے کیمپ سے دوسرے کیمپوں کی طرف پرواز کیا کرتی تھی۔ جہاں طبی امداد کی ضرورت ہوتی تھی، وہاں پہنچ جاتی تھی۔"

"ہمیں فلائنگ مشین پر دیکھ کر دشمنوں کے ہیلی کاپٹر تعاقب کریں گے۔ ویسے بھی اس کیمپ کے فوجی یہاں پہنچنے والے ہوں گے۔ ہمیں فوراً یہاں سے جانے کے لیے فلائنگ مشین کو استعمال کرنا ہوگا۔"

زپاٹا پہاڑی کے اوپری حصے پر ایک سمت جانے لگا۔ علی اپنی ماں کے ساتھ اس کے پیچھے چلتا گیا۔ پھر وہ نشیب میں اُتر کر ایک غار میں پہنچے۔ وہاں ایک فلائنگ مشین موجود تھی۔ علی نے اُسے اچھی طرح چیک کیا۔ وہ استعمال کے قابل تھی، اس میں فاضل ایندھن تھا اور اس کے نچلے حصے میں طرح طرح کی دوائیں بھری ہوئی تھیں۔

رسونتی نے کہا "مجھے بھوک لگ رہی ہے۔"

زپاٹا ان کے لیے کھانے کا کچھ سامان لے آیا۔ علی مشین کو چلاتا ہوا غار سے باہر لایا۔ اپنی ماں کو ساتھ بٹھایا پھر زپاٹا کا شکریہ ادا کرتے ہوئے وہاں سے پرواز شروع کی۔ رسونتی کھانے میں مصروف تھی۔ ایسے ہی وقت سانس روک لی۔ پھر علی کو دیکھا۔ علی نے کہا "ڈیگراینڈ آپ سے رابطہ قائم کرنے کے لیے بے چین ہیں۔"

وہ پھر سانس لینے لگی۔ تھوڑی دیر بعد فلائنگ کے ٹرانسمٹر سے اشارہ موصول ہونے لگا۔ علی نے اُسے آن کیا۔ اس میں سے آواز آنے لگی "ہیلو، ہیلو ڈاکٹر ایلسی! کیا تم اٹینڈ کر رہی ہو۔ کیمپ نمبر دو میں کسی سے رابطہ نہیں ہو رہا ہے۔ کوئی ٹرانسمٹر اٹینڈ نہیں کر رہا ہے، پلیز جواب دو۔"

علی نے جواب نہیں دیا۔ رسونتی مائیک کا بٹن دبا کر کچھ کہنا چاہتی تھی، علی نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ وہ بولی "تم جواب کیوں نہیں دیتے! تمھیں تو شان سے کہنا چاہیے کہ تم نے کیمپ نمبر دو کو تباہ کر دیا ہے۔ کیا تمھیں اتنی بڑی کامیابی پر خوشی نہیں ہو رہی ہے؟"

"میں خوشی میں حماقتیں نہیں کرتا۔ اگر مائیک کا بٹن دبا کر بات کروں گا تو فلائنگ مشین کے پنکھے کی آواز وہاں تک پہنچے گی اور وہ سمجھ لیں گے کہ میں آپ کے ساتھ پرواز کر رہا ہوں پھر وہ بھی ہیلی کاپٹر استعمال کریں گے، ویسے بھی تھوڑی دیر تک جواب نہ ملا تو ان کے ہیلی کاپٹر یہی پرواز کریں گے۔"

"اس کا مطلب ہے اب تمھاری شامت آ گئی ہے۔"

اس نے جواب نہیں دیا۔ وہ تیزی سے سوچ رہا تھا کہ فلائنگ مشین کا سفر خطرناک ہے۔ اسے چاروں طرف سے گھیر لیا جائے گا۔ وہ اب تک مخالفوں کو زیر کرتا آ رہا تھا۔ کبھی مخالف زبر ہو سکتے تھے اور وہ مخالف اسی اُمید کے ساتھ دشمنی کے جنگل میں منگل منانے جا رہے تھے۔

پیرس کا باس یہ سوچ سوچ کر پریشان ہو رہا تھا کہ اب اس سے باس کا عہدہ چھین لیا جائے گا۔ ماسک مین نے کہا تھا "تم کئی معاملات میں ناکام رہے ہو۔ تمھیں کہا گیا تھا پارس کو دوست بناؤ مگر تم نے اسے دشمن بنا لیا۔"

باس نے جواب دیا "تمھارا پاسکل بُوبا گرم مزاج رکھتا ہے۔ میں پارس کو دوست بنا چکا تھا مگر پاسکل نے اسے چیلنج کر کے کام بگاڑ دیا۔"

ماسک مین نے پوچھا "کیا پاسکل کی غلطی سے سونیا روس پہنچ گئی تھی؟ تم نے یقین دلایا تھا کہ نادیہ سونیا کے روپ میں اُس زہریلی لڑکی کے ساتھ ماسکو جا رہی ہے۔ ہماری بین الاقوامی شہرت رکھنے والی جاسوسہ تاتیانہ نہ ہوتی تو سونیا ہمارے ملک کو تباہی کے دہانے تک پہنچا دیتی۔ جو جو کو یہاں سے لے جاتی اور پاسکل بُوبا کو ختم کر دیتی۔ ہمیں تاتیانہ پر ناز ہے۔ اس نے سونیا کو قتل کر دیا ہے اور یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ مکارۂ زمانہ سونیا سے زیادہ مکار، دلیر اور خطرناک ہے۔"

باس نے کہا "میں مانتا ہوں، سونیا مجھے دھوکا دے کر ماسکو پہنچ گئی تھی لیکن میں نے جان بوجھ کر دھوکا نہیں کھایا ہے۔"

"نہیں مسٹر باس! چالاک اُسے کہتے ہیں جو دھوکے سے بھی فریب میں نہ آئے۔ سونیا تو بہت بڑی چیز تھی۔ تم میڈونا سے بھی دھوکا کھا گئے۔ جب اس سے تمھارا سامنا ہوا تھا تم اس کی اصلیت معلوم کرنے کے بجائے اس کے حسن و شباب کو دیکھ کر للچا گئے۔ تمھاری عیاشی اور ناقص کارکردگی کے باعث وہ ٹیلی پیتھی جاننے والی ہمارے ہاتھ سے نکل گئی اور پارس کے پاس پہنچ گئی۔ اب بتاؤ، تمھیں باس کے عہدے سے ہٹایا کیوں نہ جائے؟"

"ماسک مین! میں پچھلے سات برس سے تمھارے ملک کے لیے کام کر رہا ہوں۔ اہم خدمات انجام دیتا رہا ہوں۔"

"تم نے خاک خدمت کی ہے۔ جب تک فرہاد کی فیملی سے ٹکراؤ نہیں ہوا تم خالی میدان میں تلوار چلاتے رہے۔ فرانس کی حکومت کا ایک آدھ راز چراتے وقت بھی تم نے اس بات کا خاص خیال رکھا کہ فرہاد اور سونیا کو تم پر کبھی شبہ نہ ہو۔ بہرحال میں تم سے بحث نہیں کرنا چاہتا، تمھیں ایک آخری موقع دے رہا ہوں۔ چوبیس گھنٹے کے اندر میڈونا کو بے بس کر کے ہمارے پاس پہنچانے کا انتظام کرو۔"

"چوبیس گھنٹے کم ہیں۔"

"تمھارے جیسے وسیع ذرائع رکھنے والے کے لیے یہ وقت بہت زیادہ ہے جبکہ وہ لڑکی روپوش نہیں ہے۔ پارس کے ساتھ ہوٹلوں، کلبوں اور تفریح گاہوں میں گھومتی پھرتی ہے۔ یاد رکھو، اگر تم ناکام رہے تو چوبیس گھنٹے بعد جیری رابسن کو وہاں کا باس بنا دیا جائے گا۔ دیٹس آل۔"

ماسک مین کے نائب نے ٹرانسمٹر آف کر دیا۔ وہ نائب ہمیشہ ماسک مین بن کر تمام ملکوں کے باس سے اہم معاملات پر گفتگو کرتا تھا کیونکہ ماسک مین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے خوف سے کسی کو اپنی آواز نہیں سناتا تھا۔ اس کی طرف سے دھمکی سن کر باس پریشان ہو گیا تھا۔ کوئی بھی اونچے عہدے سے نیچے گرنا نہیں چاہتا۔ پورے فرانس میں اس کی ٹکر کا بدمعاش ایک جیری رابسن ہی تھا۔ اگر وہ نہ ہوتا تو ماسک مین اُسے کُھلی دھمکی نہ دیتا۔

میڈونا بڑی دیر سے اس کے دماغ میں رہ کر ماسک مین سے ہونے والی گفتگو سنتی رہی تھی اور اب اُس کی بے چینی اور پریشانی کو دیکھ رہی تھی۔ اُس نے باس کی سوچ میں کہا "صرف ایک جیری میری ٹکر کا بندہ ہے۔ اگر میں چوبیس گھنٹوں میں میڈونا کو حاصل کروں اور جیری کو بھی کسی طرح ٹھکانے لگا دینے کی کوشش کروں تو کسی ایک مقصد میں ضرور کامیابی ہوگی۔ مجھے جیری کے موجودہ ٹھکانے کے متعلق ابھی معلوم کرنا چاہیے۔"

باس نے قائل ہو کر اپنے ایک خاص ماتحت کو بلایا پھر اس سے جیری کے متعلق سوالات کیے۔ اس نے اس کا پتا اور فون نمبر بتایا۔ باس نے ریسیور اُٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ دوسری طرف رابطہ قائم ہونے پر کسی نے پوچھا "ہیلو، تم کون ہو؟"

اس نے کہا "تمھارے جیری کو پتا ہے میں باس کہلاتا ہوں، اُس سے بات کراؤ۔"

"تمھیں بھی پتا ہونا چاہیے کہ جیری کسی سے بات نہیں کرتا۔ اُس کی طرف سے یہ خادم موجود ہے۔ جو پیغام دو گے جیری تک پہنچ جائے گا۔"

"میں پوچھنا چاہتا ہوں، وہ ٹیلی پیتھی جاننے والی میڈونا کے متعلق کیا جانتا ہے؟"

"وہ بہت کچھ جانتا ہے۔ اپنی معلومات کے مطابق چوبیس گھنٹے کے اندر میڈونا کو ماسک مین کے ملک میں ٹرانسفر کر دے گا۔"

باس کے دماغ کو ایک جھٹکا سا لگا۔ ان باتوں سے ظاہر ہوتا تھا کہ ماسک مین نے جیری رابسن کو بھی باس کا عہدہ دینے کے لیے میڈونا کے حصول کی شرط رکھی ہے۔ اُس نے کہا "میں جیری سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"چوبیس گھنٹے بعد ملاقات ہو سکے گی۔"

اتنا کہتے ہی دوسری طرف سے ریسیور رکھ دیا گیا۔ باس جھنجلا گیا۔ اس کے سامنے جیری بہت بڑا چیلنج بن گیا تھا۔ اس سے پہلے میڈونا تک پہنچنے کے لیے اب اسے ایڑی چوٹی کا زور لگانا تھا۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ویسے وہ یہ بھی سمجھتا تھا کہ اپنے تمام چھوٹے بڑے ذرائع استعمال کر کے بھی وہ پارس سے نہیں ٹکرا سکے گا۔ اُس نوجوان کی ذاتی صلاحیتیں ایک طرف تھیں۔ دوسری طرف بابا صاحب کا ادارہ تھا۔ فرانس کی حکومت تھی۔ جانے کتنی ہی خفیہ آنکھیں اس کی نگرانی اور حفاظت کرتی تھیں ایسے میں میڈونا کو اس سے چھین کر لے آنا بچوں کا کھیل تھا نہ بڑوں کا۔ اس کے باوجود یہ فکر تھی کہ کہیں جیری یہ کھیل کھیلنے میں کامیاب نہ ہو جائے۔

وہ ٹہل رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔ میڈونا اس کے دماغ سے نکل کر جیری کے اس ماتحت کے پاس گئی تھی جو باس سے فون پر باتیں کر چکا تھا۔ باس ٹہلنے اور سوچنے کے دوران فون کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ اُسے ایک اُلٹی چال سوجھ رہی تھی۔ اگر وہ پارس کو جیری کے عزائم سے آگاہ کر دے تو وہ کبھی میڈونا کو حاصل نہیں کر سکے گا۔ پارس اس کے بارہ بجا دے گا۔

اس نے ریسیور اُٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ قائم ہونے پر کسی نے پوچھا "فرمائیے۔"

"میں باس ہوں' پارس سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"مسٹر پارس کا موجودہ فون نمبر کسی کو بتایا نہیں جاتا۔ تم ریسیور رکھ دو' وہ خود تم سے رابطہ قائم کریں گے۔"

اس نے ریسیور رکھ کر سوچا' پارس نے جگہ بدل دی ہے۔ میڈونا کے ساتھ کسی ایسے بنگلے میں رہتا ہے جس کا فون نمبر بھی کسی کو بتایا نہیں جاتا۔ ایک منٹ کے بعد ہی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے ریسیور اُٹھایا۔ پھر پارس کی آواز سن کر بولا "یہ تم نے اچھا کیا جو جگہ بدل دی' ابھی میں نے کاٹیج میں فون کیا تھا۔"

پارس نے کہا "کام کی بات کرو۔"

"میں تمھیں ایک سازش سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں۔ تم جیری رابسن کو جانتے ہو گے؟"

"میں یہ بھی جانتا ہوں کہ جیری یہاں کا باس بننے کے لیے چوبیس گھنٹے کے اندر میڈونا کو اغوا کرنے والا ہے۔"

"کمال ہے! میں یہ اطلاع دے کر تمھیں چونکانا چاہتا تھا۔"

"مایوس کیوں ہوتے ہو۔ تم مجھے ایک خطرے سے آگاہ کرنے آئے تھے اس کے بدلے میں تمھیں جیری تک پہنچا دوں گا۔ جاؤ اُسے ختم کر دو ورنہ اپنے عہدے سے گر پڑو گے۔"

پارس نے اُسے جیری کا پتا بتا کر ریسیور رکھ دیا۔ کروٹ بدل کر میڈونا کے پاس آگیا۔ وہ مسکرا کر بولی "تمھارے پاس رہوں یا پرواز کروں؟"

پارس نے اس پر جھک کر ہونٹوں سے سرگوشی کی پھر کہا "پہلے جال بچھا کر آؤ۔"

وہ محبت کی آغوش میں رہی اور خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی جیری رابسن کے دماغ میں پہنچ گئی۔ جیری باس کا عہدہ حاصل کرنے کی کوشش برسوں سے کر رہا تھا اور اس کے لیے ایسے انتظامات کرتا رہا تھا کہ اپنے ماتحتوں سے سامنا نہ ہو' کوئی اس کی آواز نہ سنے مگر اس کا حکم چلتا رہے اور سارے مجرمانہ کام ہوتے رہیں سو یہ ممکن نہیں ہے کہ کوئی آواز نہ سنے۔ کوئی ایک خاص ماتحت ضرور رازدار ہوتا ہے۔ ایسے ہی ایک خاص ماتحت کے ذریعے میڈونا نے اس کے دماغ میں جگہ بنالی تھی۔

وہ سوچ رہا تھا' دنیا میں سب سے طاقتور ہتھیار دولت ہے۔ اس سے صرف غریب ہی نہیں امیر ترین آدمی بھی خریدے جاسکتے ہیں۔ دنیا کی چھوٹی چھوٹی حکومتوں کو بھی ڈالر اور پاؤنڈ کے ذریعے محکوم بنا لیا جاتا ہے۔ فرہاد نے اپنی زندگی میں حکومت فرانس کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے خرید لیا تھا۔ یہاں کے اعلیٰ افسران اس کے رازدار اور وفادار تھے مگر وہ دَور گزر چکا ہے۔ میں نے ایسے ہی ایک اعلیٰ افسر کو خرید لیا ہے۔ کیونکہ اب ایسے چند افسروں کو آمر کی ٹیلی پیتھی سے خطرہ نہیں ہے۔ وہ سیدھا سادہ آدمی بہت محدود خیال خوانی کرتا ہے۔ بہرحال جو افسر میری مٹھی میں ہے اُس نے مجھے میڈونا اور پارس کا موجودہ ٹھکانا بتایا ہے۔ آیندہ بھی اُس سے بہتیری معلومات حاصل ہوتی رہیں گی۔

میڈونا یہ سنتے ہی دماغی طور پر پارس کی آغوش میں حاضر ہو گئی۔ اسے بتایا "ہم اس بنگلے میں محفوظ نہیں ہیں۔ ایک غدار افسر نے جیری کو یہاں کا پتا بتا دیا ہے۔ اس کے آدمی دور ہی دور سے اس بنگلے کی نگرانی کر رہے ہیں اور جیری تک رپورٹ پہنچا رہے ہیں کہ بظاہر یہاں ہمارا کوئی مسلح گارڈ نہیں ہے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ ہمارے لیے کس طرح کی احتیاطی تدابیر کی گئی ہیں۔"

پارس نے کہا "اس غدار افسر نے خفیہ احتیاطی انتظامات کے متعلق جیری کو بتایا ہو گا۔ تم اس افسر کے دماغ میں جاؤ لیکن ابھی اس سے کچھ نہ کہنا۔ ورنہ جیری ہوشیار ہو جائے گا۔"

"مجھے اُس افسر کی آواز سناؤ۔"

پارس نے ریسیور اُٹھا کر نمبر ڈائل کیے پھر ایک افسر سے پوچھا "کیا ہمارے بنگلے کے آس پاس مشکوک افراد ہیں؟"

"جی نہیں۔ تین افراد آپ کے سامنے والے بنگلے پر ڈسٹمپر کر رہے ہیں۔ اگرچہ وہ مزدور ہیں تاہم میں اپنے بنگلے سے ان پر نظر رکھ رہا ہوں۔"

پارس نے اس غدار افسر کے متعلق پوچھا "کیا مسٹر نکورا ہیں؟"

"جی نہیں۔ پندرہ منٹ بعد ڈیوٹی بدلے گی۔ میں جاؤں گا تو وہ میری جگہ آئیں گے۔"

"مسٹر نکورا سے کہو۔ میڈونا کچھ چیزوں کی فرمائش کر رہی ہے۔ ابھی وہ میڈونا سے فون پر بات کرے پھر یہاں ڈیوٹی پر آتے وقت وہ چیزیں ساتھ لے آئے۔"

"جی بہت اچھا۔" ڈیوٹی دینے والے افسر نے پارس سے رابطہ ختم کیا۔ پھر نکورا کے نمبر ڈائل کیے۔ میڈونا اس کے پاس موجود تھی' رابطہ قائم ہونے پر اُسے نکورا کی آواز سنائی دی۔ جب اُسے بتایا گیا کہ میڈونا کچھ فرمائش کر رہی ہے اور اُسے فون پر ابھی اس سے بات کرنا چاہیے تو وہ گھبرا گیا۔ اُس کے دل میں چور تھا۔ وہ چور کہہ رہا تھا میڈونا سے بات ہو گی' وہ دماغ میں پہنچے گی تو اس کی غداری چھپی نہیں رہ سکے گی۔

نکورا نے کہا "میں ابھی میڈونا سے بات کروں گا۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ اب اسے پارس کے بنگلے کا فون نمبر ڈائل کر کے میڈونا سے بات کرنا چاہیے تھی لیکن وہ سہما ہوا سا ٹیلیفون کو دیکھ رہا تھا۔ وہ ٹیلیفون اُس ٹیلی پیتھی جاننے والی کو اس کے چور اور بے ایمان خیالات تک پہنچا دے گا۔ یہ بات یقینی تھی اور اس بات کا بھی یقین تھا کہ اس کے بچاؤ کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ وہ فون پر بات نہ کرنے کا کوئی بہانہ نہیں کر سکتا تھا۔ پھر بھی تیزی سے کوئی تدبیر سوچ رہا تھا' کیا میں ابھی ملازمت سے استعفا دے دوں؟ اس طرح میں ابھی فون کرنے سے بچ جاؤں گا۔ ملازمت جاتی ہے تو جائے' جان تو بچی رہے گی۔ جیری نے مجھے جتنی دولت دی ہے' اس سے میری اولاد کی اولاد عیش کرتی رہے گی۔

پھر اس نے سوچا' اچانک استعفا دینے سے منظور نہیں ہو گا' ابھی جو ڈیوٹی ہے' وہ پوری کرنی ہو گی۔ اس کا دوسرا راستہ یہ ہے کہ میں بیمار پڑ جاؤں۔

اس نے پیٹ پکڑ کر چیختے ہوئے اپنے ملازم کو آواز دی۔ ملازم دوڑتا ہوا آیا۔ اُس نے کہا "ڈاکٹر کو بلاؤ۔ میرے پیٹ میں بہت تکلیف ہے۔"

ملازم نے ریسیور اُٹھا کر سرکاری ڈاکٹر کو فون کیا' اُسے صاحب کی حالت بتا کر جلدی آنے کی تاکید کی۔ صاحب نے ملازم سے کہا۔ "اب میرے سینئر افسر کو فون کر کے بتاؤ' میری کیا حالت ہے اور میں ڈیوٹی پر حاضر نہیں ہو سکوں گا۔"

میڈونا نے پارس کو یہ باتیں بتائیں۔ اس نے کہا "تم اس کے دماغ میں رہو۔ وہ ایسا ڈراما کرنے کے بعد جیری سے رابطہ قائم کرے گا۔ دیکھو' اب وہ کیا کھچڑی پکاتے ہیں۔"

وہ پھر اُس کے پاس گئی۔ پارس کا خیال درست نکلا۔ غدار افسر نکورا نے تھوڑی دیر بعد جیری سے فون پر کہا "میں تمھاری مدد کر کے مصیبت میں پڑ گیا ہوں۔ ابھی میں نے بیماری کا بہانہ کر کے جان بچائی ہے۔"

جیری نے پوچھا "آخر بات کیا ہے؟"

وہ بتانے لگا۔ میڈونا کی کچھ فرمائش سننے کے لیے اس سے فون پر بات کرنا ضروری ہو گیا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ وہ دماغ میں آجاتی اور اس کے چور خیالات پڑھ لیتی پھر اُسے بھی مار ڈالتی اور جیری کو بھی بچ کر جانے کا راستہ نہ ملتا۔

جیری نے کہا "میں سمجھ گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ تمھارے دماغ میں پہنچے' مجھے اسے اغوا کر لینا چاہیے۔ تم نے میرا ساتھ دیا ہے۔ ایسے وقت میں تمھارا ساتھ دوں گا۔ اُسے تمھارے دماغ میں پہنچنے کا موقع نہیں دوں گا۔ صرف آدھا گھنٹا انتظار کرو۔ میں ایسا چکر چلا رہا ہوں کہ اس کی خیال خوانی دھری کی دھری رہ جائے گی۔"

میڈونا نے جیری کے پاس پہنچ کر اُس کے خیالات پڑھے۔ اس وقت وہ اپنے خاص ماتحت سے کہہ رہا تھا "مسٹر نکورا کو پندرہ منٹ کے اندر سانس چھوڑ دینا چاہیے۔ اگر وہ زندہ رہے گا تو خیال خوانی کرنے والی میرے دماغ میں آجائے گی۔ فوراً اُسے ٹھکانے لگاؤ۔"

خاص ماتحت نے ایک خطرناک قاتل سے رابطہ قائم کیا۔ اُسے حکم دیا "مسٹر نکورا کو ہر حال میں پندرہ بیس منٹ کے اندر ختم کر دو۔ کام ہونے پر تمھیں منہ مانگی رقم مل جائے گی۔"

کرائے کے قاتل نے کہا "وہ بہت بڑا پولیس افسر ہے۔ اُسے قتل کرنا آسان نہیں ہو گا۔ بڑی مشکلات پیش آئیں گی۔ میں پچیس ہزار ڈالر لوں گا۔"

"بکواس کر کے وقت ضائع نہ کرو۔ میں کہہ چکا ہوں' تمھیں منہ مانگی رقم مل جائے گی۔"

میڈونا تھوڑی دیر تک اس قاتل کے خیالات پڑھتی رہی۔ وہ بہت شاطر تھا۔ یہ سمجھتا تھا کہ ایک نامی گرامی پولیس افسر کے گھر میں گھس کر اسے قتل نہیں کیا جاسکے گا۔ یا تو اُسے کسی بہانے باہر بلایا جائے یا کوئی بھیس بدل کر اس کے گھر میں داخل ہوا جائے۔

آخر اس نے سوچ لیا کہ اُسے کیا کرنا ہے؟ میڈونا نے نکورا کے پاس آکر اُسے مخاطب کیا۔ پہلے تو وہ سمجھ نہیں پایا مگر سہم کر سوچنے لگا' کیا یہ میرے دماغ میں کسی عورت کی آواز آرہی ہے اور وہ میرا نام بھی لے رہی ہے؟

وہ بولی "ہاں' میں تمھارا نام لے رہی ہوں۔ بہت دیر سے انتظار کر رہی ہوں کہ تم پارس کو فون کرو گے اور میں وہ فون اٹینڈ کروں گی۔ تمھاری آواز سنوں گی۔ تمھارا لہجہ یاد کروں گی۔ پھر تمھارے دماغ میں آکر تمھارے چور خیالات پڑھوں گی۔ کیا تم اپنے خیالات پڑھنے دو گے؟"

وہ پریشان ہو کر اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بولا "یہ میرے دماغ میں کیسی باتیں آرہی ہیں۔ کیا سچ مچ وہ بول رہی ہے؟"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

میڈونا نے اس کے دماغ کو ایک جھٹکا پہنچایا۔ وہ تکلیف سے چیخیں مارتے ہوئے پیچھے گیا۔ صوفے سے ٹکرایا۔ پھر اس پر گر پڑا۔ ٹیلی پیتھی کے جھٹکے سے دماغ دکھ رہا تھا۔ اُسے یقین ہو گیا تھا کہ میڈونا پہنچ گئی ہے۔

وہ بول رہی تھی: "ابھی جھٹکا پہنچایا ہے۔ جب زلزلہ پیدا ہوگا تو تمھاری دماغی حالت کیا ہوگی؟"

"مجھے معاف کر دو۔ میں نے بہت بڑی غلطی کی ہے۔"

"اتنی جلدی معافی مانگ رہے ہو۔ ابھی تو میں نے تمھارے چور خیالات بھی نہیں پڑھے۔"

"پڑھ لو۔ میرا دماغ حاضر ہے۔ اس لمحے سے میں تمھارا غلام ہوں، تمھارا وفادار ہوں۔ تمھارا کتا ہوں۔"

"ایسا نہ کہو۔ بلکہ یوں سوچو کہ میں تمھاری کمینگی سے بے خبر ہوں۔ مجھے پتا نہیں ہے کہ تم نے ایک دشمن کو ہمارے نئے خفیہ بنگلے تک پہنچا دیا ہے۔ وہ دشمن پارس کو قتل کر کے مجھے زبردستی اٹھا لے گیا ہے۔ اس کامیابی کے بعد وہ یہاں کا باس بن گیا ہے۔ پھر تم کس کے غلام ہوتے، کس کے کتے ہوتے؟"

"مجھے معاف کر دو۔"

"ریکارڈ کی سوئی کی طرح ایک ہی بات پر اٹکے ہوئے ہو کہ مجھے معاف کر دو لیکن کس سے معافی مانگ رہے ہو۔ میڈونا تو اغوا ہو چکی ہے، پارس کا قتل ہو چکا ہے۔"

"خدا پارس کو لمبی زندگی دے رہا ہے۔ تمھیں کوئی اغوا کرنے کی جرأت نہیں کرے گا۔ میں آ رہا ہوں۔ تمھارے دروازے کے سامنے ڈھال بن کر کھڑا ہو جاؤں گا۔ اغوا کرنے والے آئیں گے تو انھیں جہنم میں پہنچا دوں گا۔"

"تم ہماری نہیں اپنی فکر کرو۔ جیری نہیں چاہتا کہ تم زندہ رہو اور میں تمھارے دماغ میں آ کر اپنے خلاف منصوبوں کو پڑھ لوں۔ اس سے پہلے وہ تمھارے دماغ کو ہمیشہ کے لیے سُلا دینا چاہتا ہے۔"

"نہیں، وہ ایسا نہیں کر سکتا۔"

"کیا اس لیے نہیں کرے گا کہ تم اس کے کتے ہو؟ کیا تم نہیں جانتے کہ کتا پلٹ کر مالک کو کاٹنا چاہے تو اُسے گولی مار دی جاتی ہے۔ اگر یہ حقیقت نہیں جانتے تو جیری سے فون پر پوچھ لو۔"

اُس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ پھر رابطہ قائم ہوتے ہی پوچھا: "تم مجھے قتل کرانا چاہتے ہو تاکہ میڈونا میرے دماغ کے ذریعے تمھارے دماغ تک نہ پہنچ سکے۔"

"ہاں، میرے لیے خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ تمھیں مر جانا چاہیے۔ افسوس کہ تم پناہ مانگنے میڈونا اور پارس کے پاس نہیں جا سکو گے۔ وہ بھی تمھیں موت کی سزا دیں گے۔ میرے حساب سے پندرہ منٹ گزر چکے ہیں۔ اب تک قاتل کو تمھاری شہ رگ تک پہنچ جانا چاہیے تھا۔"

اُسی وقت کال بیل کی آواز سنائی دی۔ میڈونا نے کہا: "فوراً ریسیور رکھ دو۔ موت دستک دے رہی ہے۔"

اس کے ہاتھ سے ریسیور چھوٹ گیا۔ وہ دوڑتا ہوا الماری کے پاس گیا۔ اس کی دراز میں سے ریوالور نکالا۔ اس کے چیمبر کو چیک کیا۔ پھر وہاں سے دوڑتا ہوا پچھلے دروازے سے باہر آیا۔ وہ سوچ رہا تھا: 'احاطے کے گیٹ پر مسلح سپاہی موجود رہتے ہیں۔ پھر کوئی قاتل دروازے تک کیسے پہنچ گیا؟'

میڈونا نے کہا: "وہ تمھارے بڑے صاحب کا اردلی بن کر آیا ہے۔ اسی لیے تمھارے سپاہیوں نے اسے احاطے میں داخل ہونے کی اجازت دی ہے۔"

وہ اپنے بنگلے کے پچھلے حصے سے چھپتا ہوا اگلے حصے کی طرف آیا۔ دروازے کے سامنے کوئی شخص ایک چپراسی کی وردی میں کھڑا کال بیل کے بٹن کو دبا رہا تھا۔ اس نے للکار کر کہا: "ہالٹ! دونوں ہاتھ اٹھا کر دیوار کے سامنے منہ کر کے کھڑے ہو جاؤ۔ کوئی چالاکی دکھانا چاہو گے تو حرام موت مرو گے۔"

قاتل نے دونوں ہاتھ اٹھا کر دور تک نظریں دوڑائیں لیکن للکارنے والا نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس نے بڑی پھرتی سے ریوالور نکالا کر اپنی جگہ سے چھلانگ لگاتے ہوئے احاطے کی دیوار کی سمت بھاگنا شروع کیا۔ اسے یقین ہو گیا تھا کہ بات کھل گئی ہے۔ وہ گرفتار ہو جائے گا یا اُسے گولی مار دی جائے گی۔ ٹھیک اسی وقت ٹکر لانے گولی چلائی۔ قاتل اُچھل کر گرا پھر زمین پر تڑپنے لگا۔ پہرا دینے والے سپاہی دوڑتے ہوئے آئے۔ اُن کے پہنچنے تک وہ ٹھنڈا پڑ چکا تھا۔

میڈونا نے جیری کے پاس آ کر دیکھا۔ وہ اپنے لباس کے اندر ریوالور چھپا رہا تھا۔ پارس کو گولی مار کر میڈونا کو بنگلے سے لے جانا چاہتا تھا۔ وہ بولی: "جو خود چل کر آئے، اُس کے لیے گھر سے باہر نہیں جانا چاہیے۔ لو میں آ گئی۔"

وہ چونک کر ایک دم سے ساکت ہو گیا۔ سمجھنے کی کوشش کرنے لگا۔ کیا یہ میری اپنی سوچ ہے؟ نہیں یہ سوچ کہہ رہی ہے 'لو میں آ گئی'۔ کیا۔ کیا وہ میرے دماغ میں آ گئی ہے؟

وہ انتظار کرنے لگا۔ اگر وہ آ گئی ہے تو پھر کچھ بولے گی لیکن کوئی ایسی بات نہیں تھی۔ دماغ کے اندر سناٹا تھا۔ وہ ریوالور چھپانے جا رہا تھا۔ ایسی ہی حالت میں ہاتھ جیب کے اندر رہ گیا تھا۔ اس نے جیب میں سے ہاتھ نکالنا چاہا مگر وہ نہیں نکلا۔ اُس نے زور لگایا۔ زور زبردستی سے بھی وہ نہ نکلا۔ اس نے دوسرے ہاتھ سے پکڑ کر اسے نکالنے کی کوشش کی۔ پھر گرج کر اپنے خاص ماتحت کو آواز دی۔ وہ دوڑتا ہوا آیا۔ پھر ادب سے بولا: "یس باس!"

اس نے پریشانی سے کہا: "یہ ہاتھ جیب سے نہیں نکل رہا ہے۔ اسے نکالو۔"

ماتحت نے حیرانی سے باس کو دیکھا۔ آگے بڑھ کر اُس ہاتھ کو پکڑا۔ پھر اسے آہستگی اور سہولت سے باہر نکال دیا۔ یہ شدید حیرانی کی بات تھی۔ وہ پورا زور لگا رہا تھا اور ناکام ہو رہا تھا۔ ماتحت کا ہاتھ لگتے ہی وہ ہاتھ آسانی سے نکل گیا تھا۔ اس نے پوچھا: "کیا بات ہے باس؟ آپ پریشان ہیں؟"

وہ جھینپ کر بولا: "پتا نہیں کیا ہو گیا تھا۔ یہ ہاتھ میرے بس میں نہیں تھا۔"

یہ کہتے ہی اُس نے تڑاخ کی زوردار آواز کے ساتھ ماتحت کو تھپڑ مار دیا۔ بے چارہ ماتحت تھا، جوابی تھپڑ نہیں مار سکتا تھا۔ اپنے باس کی اس حرکت پر یوں اسے تکنے لگا جیسے پاگل کو تک رہا ہو۔

جیری دہشت زدہ ہو کر پیچھے ہٹتے ہوئے بولا: "یہ... یہ میں پاگلوں جیسی حرکتیں کر رہا ہوں۔ حالانکہ پاگل نہیں ہوں۔ میڈونا میرے اندر پہنچ گئی ہے۔"

ماتحت نے سہم کر تائید کی: "بے شک یہی بات ہے۔ آپ نے پہلے کبھی مجھ پر ہاتھ نہیں اٹھایا تھا۔ اب کیا ہوگا باس؟"

جیری نے خالی خالی نظروں سے ایک جانب تکتے ہوئے کہا: "میڈونا! مجھ سے بات کرو۔ میں تمھارا پرستار ہوں۔ تم سے ملنے کی بڑی خواہش ہے۔ تمھاری آواز سن کر آدھی ملاقات ہو جائے گی۔ آدھی خواہش پوری ہو جائے گی۔"

وہ چپ ہو گیا۔ انتظار کرنے لگا۔ ماتحت نے پوچھا: "کیا بات ہو رہی ہے؟"

"نہیں، کوئی جواب نہیں مل رہا۔ میرے دماغ میں صرف میری ہی سوچ ہے۔"

"تو پھر وہ دماغ میں نہیں ہے۔"

"کیا تم سمجھتے ہو میں پاگل ہوں اور میں نے پاگل پن میں تم پر ہاتھ اٹھایا ہے؟"

اس کا کوئی جواب دونوں کے پاس نہیں تھا۔ انٹرکام کی آواز سن کر ماتحت نے اس کا بٹن دبایا۔ احاطے کے گیٹ سے دربان نے کہا: "کوئی صاحب ملنے آئے ہیں، خود کو باس کہتے ہیں۔"

ماتحت نے کہا: "آنے والے سے بات کراؤ۔"

پھر باس کی آواز سنائی دی: "میں بول رہا ہوں۔ جیری سے کہو عورتوں کی طرح منہ نہ چھپائے۔ وہ اسی بنگلے میں ہے۔ میں آؤں یا وہ باہر آئے گا؟"

جیری نے سوچا تھا، باس کا عہدہ چھیننے تک اُس کا سامنا نہیں کرے گا لیکن وہ اپنے اختیار میں نہیں تھا۔ بے اختیار باہر چلا آیا۔ اُسی بنگلے کے سامنے میڈونا اور پارس بھی پہنچ گئے تھے۔ وہ کار سے اُتر کر آہستہ آہستہ چلتے ہوئے دشمنوں کی طرف جا رہے تھے۔ باس نے جیری کو دیکھتے ہی ریوالور نکال کر کہا: "میں تمھیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ مگر زندہ چھوڑوں گا۔ یہ لو میں ریوالور خالی کر رہا ہوں۔"

وہ ریوالور خالی کرنے لگا۔ میڈونا اس کے دماغ سے نکل کر جیری کے اندر پہنچی۔ اس نے بھی اپنا ریوالور خالی کرتے ہوئے کہا: "بے شک ہمیں کسی ہتھیار سے مرنے یا مارنے کی کیا ضرورت ہے۔ ہم تو یوں بھی مرنے والے ہیں۔"

باس کی نظر پارس پر گئی۔ وہ خوش ہو کر بولا: "مسٹر پارس! دیکھیے میں آپ کے دشمن کو ہلاک کرنے آیا ہوں۔"

اس نے میڈونا کو دیکھا پھر کہا: "اوہ گاڈ! اسے میں نے ایک بار ایفل ٹاور کے پاس دیکھا تھا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہ اپنے اندر ٹیلی پیتھی کا بارود رکھتی ہے۔"

جب جیری کو معلوم ہوا کہ پارس کے ساتھ آنے والی میڈونا ہے تو پہلے وہ گھبرایا۔ پھر جلدی سے جھک کر ریوالور کی پھینکی ہوئی گولیاں اٹھانے لگا۔ وہ سوچ رہا تھا: "اگر میں اِسے زخمی کر دوں تو یہ خیال خوانی کے قابل نہیں رہے گی۔ میرے دماغ میں نہیں آ سکے گی۔ میں اِس بلا سے محفوظ رہوں گا۔ پھر دوسری گولی پارس کے سینے میں اتار دوں گا۔"

وہ نیچے سے ایک گولی اٹھا رہا تھا۔ پھر اُسے پھینک کر دوسری کو اٹھا رہا تھا۔ پھر اس کی سمجھ میں آ گیا۔ اس نے سہم کر دیکھا۔ میڈونا اُسے گھور رہی تھی۔ وہ جلدی سے کھڑا ہو گیا۔ گڑگڑا کر بولا: "مجھے معاف کر دو۔ میں گولیاں کھیل رہا تھا۔ م... میرا مطلب ہے گولیاں چُن چُن کر تمھیں دینا چاہتا تھا۔ مگر پتا نہیں کیا بات ہے، ایک بھی گولی ہاتھ میں نہیں رہتی ہے۔ ایک گر جاتی ہے، دوسری ہاتھ میں آ جاتی ہے۔"

باس نے کہا: "اُلو کے پٹھے! یہ ہماری میڈونا کا کمال ہے۔ شکر کرو مسٹر پارس تماشائی بنے ہوئے ہیں۔ ورنہ اب تک تم اُلٹے لٹکے نظر آتے۔"

پارس نے کہا: "میں یہ معلوم کرنے آیا ہوں، تم دونوں میں سے کون آئندہ باس بن کر رہنا چاہتا ہے؟"

جیری نے کہا: "میں۔"

باس نے اپنے سینے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا: "میں ہوں اور آئندہ بھی میں ہی رہوں گا۔"

"لیکن ماسک مین کی شرط ہے، چوبیس گھنٹے کے اندر میڈونا کو اغوا کیا جائے۔ تم دونوں کتنے خوش نصیب ہو۔ میڈونا تمھارے سامنے پہنچ گئی ہے۔"

دونوں نے بے بسی سے ایک دوسرے کو دیکھا۔ ان کے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

سامنے منزل تھی مگر وہ زندگی کی آخری منزل تھی، وہاں تک پہنچتے ہی مرنا ضروری تھا۔ دنیا کی کوئی طاقت انھیں بچا نہیں سکتی تھی۔ بچانے والا صرف خدا ہوتا ہے اور وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ خدا ان سے ناراض ہے۔

باس نے کہا "ہم میڈونا کو ہاتھ لگانے کی جرأت نہیں کرسکتے۔ میں ابھی ماسک مین سے رابطہ قائم کروں گا اس سے صاف صاف کہہ دوں گا کہ قیامت تک کوئی اس کی یہ شرط پوری کرکے باس نہیں بن سکے گا۔"

جیری نے کہا "میں بھی ماسک مین سے یہی کہوں گا۔"

اسی وقت ایک گاڑی تیزی سے آکر رُکی ایک جھٹکے سے دروازہ کھلا پھر وہ غدار افسر ٹکورا باہر آیا۔ جیری کو دیکھتے ہی ریوالور نکال کر بولا "ذلیل کمینے! میں تیری وجہ سے غدار بن کر گھر کا رہا نہ گھاٹ کا۔ تُو نے میڈونا کی ٹیلی پیتھی سے بچنے کے لیے مجھے ہلاک کرانا چاہا تھا۔ میں نے تیرے بھیجے ہوئے قاتل کو ختم کردیا اب تیری لاش گرانے آیا ہوں۔"

وہ نشانہ لے کر فائر کرنا چاہتا تھا، پارس سامنے آگیا۔ اُسے دیکھتے ہی ریوالور پر گرفت ڈھیلی پڑگئی۔ پھر میڈونا سامنے آئی۔ اس پر نظر پڑتے ہی وہ بوکھلا گیا، ہاتھ سے ریوالور گر پڑا۔ فوراً ہی زمین پر گھٹنے ٹیک کر بولا "مجھ سے جو غلطی ہوئی ہے اس کی تلافی کرنے دو۔ میں جیری کو مار ڈالنا چاہتا ہوں۔"

"تمھیں کس نے روکا ہے؟"

"تمھیں دیکھتے ہی ریوالور گر پڑا۔ یقیناً یہ تمھاری ٹیلی پیتھی کا کمال ہے۔"

"میں نے کچھ نہیں کیا یہ تمھارے دماغ میں بیٹھی ہوئی دہشت کا کمال ہے۔"

پارس نے کہا "تم تینوں میڈونا کے خلاف سازش کرکے اپنا اپنا مفاد حاصل کرنا چاہتے تھے لیکن مفاد کوئی ایک حاصل کرے گا۔ فیصلہ کرلو تم میں سے کون خوش نصیب ہے جو مفاد حاصل کرنے کے لیے زندہ رہے گا اور باقی دو بدنصیب مریں گے اور اس کے ہاتھوں مریں گے جو زندہ رہنا چاہے گا۔"

وہ میڈونا کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اطمینان سے چلتا ہوا اپنی کار کے پاس آیا۔ میڈونا غافل نہیں تھی، بڑی تیزی سے تینوں کے خیالات باری باری پڑھ رہی تھی۔ ان میں سے دو پہلے ہی اپنے ریوالور خالی کرچکے تھے۔ صرف ٹکورا کا بھرا ہوا ریوالور قریب ہی زمین پر پڑا ہوا تھا۔ وہ جس کے ہاتھ آجاتا، وہ زندہ رہتا، باقی دو اس کے ہاتھوں مر جاتے۔

زیادہ سوچنا گویا خطرے کو دعوت دینا تھا۔ تینوں نے بیک وقت ریوالور پر چھلانگ لگائی۔ پھر زمین پر اوندھے ہوکر ایک دوسرے سے ریوالور چھیننے لگے۔ ایک انار تھا، تین بیمار تھے۔ وہ کبھی اِس کے اور کبھی اُس کے ہاتھ آتا تھا۔ پھر ہاتھوں سے چھوٹ جاتا تھا۔ میڈونا اور پارس کار میں بیٹھے تماشا دیکھ رہے تھے۔ پارس نے کہا "کب تک یہ کھیل جاری رکھوگی۔ انھیں ان کے حال پر چھوڑ دو۔"

میڈونا نے خیال خوانی چھوڑ دی۔ اسی وقت باس کے ہاتھ میں ریوالور آیا تھا۔ اُس نے ٹکورا کو گولی ماردی۔ جیری خوفزدہ ہوکر اٹھا مگر پیچھے لڑھک گیا۔ جلدی سے اٹھتے ہوئے بولا "گولی نہ چلانا۔ میں تمھیں باس تسلیم کرتا ہوں۔ میں یہ شہر، یہ ملک چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔"

"تم دنیا چھوڑ کر چلے جاؤ۔"

باس نے اُسے بھی گولی ماردی۔ پھر خوشی سے اُچھل کر کہا "میں جیت گیا۔ اب میرے مقابلے پر کوئی نہیں ہے۔"

پارس نے کار اسٹارٹ کرکے آگے بڑھائی۔ باس نے کہا "رُک جاؤ۔ میں دوست ہوں۔ مجھے ساتھ لے چلو۔"

میڈونا نے اس کے دماغ میں کہا "ہم اپنے ساتھ کیسے لے جائیں۔ تمھیں تو موت لے جارہی ہے۔ دیکھو تمھارے ریوالور کا رُخ کدھر ہے۔"

اس نے دیکھا پھر خوف سے چیخ پڑا۔ ریوالور کی نال اس کی ناک کی طرف تھی۔ اُس نے جلدی سے اُسے ہٹایا۔ جیسے موت نہیں ٹلتی ویسے ریوالور نہیں ہٹ رہا تھا، دوسری بار اس کی نال سینے پر آگئی۔ وہ کار کے پیچھے دوڑتے ہوئے بولا "یہ انصاف نہیں ہے۔ تم نے وعدہ کیا تھا، ایک آدمی زندہ رہے گا۔"

"ہاں آدمی زندہ رہے گا مگر تم آدمی نہیں ہو۔ پارس کہہ رہا ہے میں کھیل جلدی ختم کروں۔ چلو ٹرائیگر دباؤ۔"

وہ دوڑتے دوڑتے رُک گیا۔ چاروں طرف دیکھتے ہوئے دنیا والوں سے کہنے لگا "مجھے بچاؤ۔ سرِعام قتل ہورہا ہے۔ مجھے بچاؤ۔ یہ کیسی دنیا ہے، ایک آدمی کو نہیں بچاسکتی۔ وہ فار گاڈ سیک آؤ اور میرے ہاتھ سے ریوالور چھین لو۔"

کچھ لوگ فریاد سُن کر اس کی مدد کو بڑھے۔ اُس نے بے اختیار ان کی طرف فائر کیا۔ مدد کو آنے والے بھاگ گئے۔ اب وہ پاگل سمجھا جارہا تھا۔ لوگ اس کے ریوالور کو دیکھ کر اِدھر اُدھر چھپ رہے تھے۔ آخر وہ دوڑتا ہوا ایفل ٹاور کی لفٹ کے پاس پہنچ گیا۔ لفٹ کے ذریعے اوپر گیا۔ اوپر آہنی جالیاں لگی ہوئی تھیں۔ تاکہ کوئی وہاں سے چھلانگ لگا کر خودکشی نہ کرے۔ اس نے ایک جالی کے دروازے پر آکر تالے پر فائر کیا۔ تالا ٹوٹ گیا۔ وہ جالی سے بالکونی میں آگیا۔ وہاں سے پیرس شہر حدِنظر تک دکھائی دیتا تھا۔

اس نے دونوں ہاتھ اُٹھا کر کہا "دیکھو میں باس ہوں۔ میں سمجھتا تھا باس کا عہدہ ایفل ٹاور سے بھی اونچا ہوتا ہے مگر آج میں اس کی بلندی پر ہوں اور موت کی پستی میں گر رہا ہوں۔ دنیا کا کوئی عہدہ، کوئی مقام اونچا نہیں ہوتا۔ ہمیں زمین پر چلنا چاہیے۔ میں زمین پر آرہا ہوں۔"

اُس نے چھلانگ لگادی۔ نیچے پہنچ کر اس کی ایک ہڈی بھی سلامت نہیں رہی ہوگی۔ میڈونا نے دماغی طور پر حاضر ہوکر اپنا سر پارس کے شانے پر رکھ دیا۔ وہ بولا "قصہ ختم ہوا یا نہیں؟"

"ہوگیا۔ سوری، تمھیں انتظار کرنا پڑا۔"

"تمھیں اچھی طرح سمجھا چکا ہوں کہ مجھے ٹیلی پیتھی کا سہارا پسند نہیں ہے۔ تمھاری خواہش پوری کرنے کے لیے میں نے اُن تینوں کو تمھارے حوالے کیا تھا۔ آئندہ تم میرے دشمنوں سے دور رہوگی۔"

"یہ تو اپنائیت نہ ہوئی۔ مجھے کیسے معلوم ہوگا کہ تم کن حالات سے گزر رہے ہو؟"

"میرے ساتھ رہوگی تو معلوم ہوتا رہے گا۔ میں بتاتا رہوں گا مگر کبھی خیال خوانی کے ذریعے میرے معاملات میں مداخلت نہ کرنا۔"

"نہیں کروں گی اور کوئی حکم؟"

"میں حکم نہیں دیتا۔ محبت سے کام نکال لیتا ہوں۔"

"میں مما اور جوجو کی خبر لینے جارہی ہوں۔"

"بڑی دیر بعد اُن کا خیال آیا ہے۔"

"میں ان تینوں کے معاملات میں اُلجھ گئی تھی۔"

"اس کھیل کو بہت لمبا کردیا تھا۔ وقت کا خیال نہیں رکھوگی تو ہر طرف کی ذمے داریاں پوری نہیں کرسکوگی۔"

"غلطی ہوگئی۔ کان پکڑتی ہوں۔ آئندہ کم سے کم وقت میں دشمنوں سے نمٹا کروں گی۔ میں جاؤں؟"

"ہم پندرہ منٹ میں اپنے بنگلے تک پہنچیں گے۔ تم اتنی دیر میں دنیا کا ایک چکر لگا کر آسکتی ہو۔"

وہ ہنستی ہوئی سونیا کے پاس چلی گئی۔

سونیا تاتیانہ کے روپ میں بیمار بن کر اسپتال کے بستر پر آگئی تھی۔ اس سے چھٹکارا پانے کے لیے رفتہ رفتہ ظاہر کرتی رہی تھی کہ اعصابی کمزوریاں دور ہوتی جارہی ہیں۔ ڈاکٹر خوش تھے کہ ان کی توجہ اور دوائیں توقع سے زیادہ کام آرہی ہیں۔ انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسران بھی چاہتے تھے کہ تاتیانہ جلد از جلد ڈیوٹی پر آجائے۔ اِس لیے وہ بھی خوش تھے۔ سونیا کی یہی خوبی تھی، دشمنوں کو خوش رکھتی تھی اور ان کی خوشی سے انھیں اُلّو بناتی تھی۔

وہ بستر سے اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ نرس نے آکر کہا "میں نے آپ کا گلدستہ پہنچا دیا تھا اور کوئی حکم؟"

"شکریہ، میں ذرا چلنا پھرنا چاہتی ہوں۔ کوئی ضرورت ہوگی تو تمھیں بلالوں گی۔"

نرس چلی گئی۔ سونیا نے اُس کے ہاتھوں سے پاسکل بُوبا کے پاس گلدستہ بھیجا تھا تاکہ میڈونا نرس کے ذریعے پاسکل کے دماغ میں پہنچ جائے۔ میڈونا نے اس کے کمزور دماغ کو تھپک کر سُلا دیا تھا۔ پھر اُس کے خوابیدہ دماغ کو ہدایت کی تھی کہ وہ دماغی توانائی حاصل کرنے کے بعد بھی خیال خوانی نہ کرے اور سوچ کی لہروں کو کمزور سمجھتا رہے اور میڈونا کی سوچ کی لہروں کو کبھی محسوس نہ کرے۔

دوسری طرف آمر نے جوجو کے نئے دماغ کو اپنے قابو میں کرلیا تھا۔ اگر سونیا پاسکل بُوبا کی انگلیاں نہ توڑتی تو وہ دماغی طور پر توانا ہوتا۔ خیال خوانی کے ذریعے جوجو پر قبضہ جمائے رکھتا اور آمر کو اس کے پاس پھٹکنے بھی نہ دیتا۔ بہرحال تقدیر مہربان تھی اور اسی تقدیر کی نامہربانی پر ماسک مین اور وہاں کے اعلیٰ حکام پریشان تھے۔ ایسے وقت جبکہ جوجو کا دماغی آپریشن کامیاب ہوگیا تھا، اس کے دماغ میں پاسکل بُوبا کی موجودگی بے حد لازمی تھی۔ اس سے بڑی بدبختی کیا ہوگی کہ ان کا ٹیلی پیتھی جاننے والا ناکارہ ہوگیا تھا۔

سونیا ٹہلنے کے انداز میں چلتی ہوئی کمرے سے باہر آئی۔ پاسکل بُوبا کا کمرا قریب ہی تھا۔ اس کے پاس ماسک مین کا نائب، دوسرے اعلیٰ حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران آتے جاتے رہتے تھے۔ ڈاکٹروں پر دباؤ ڈالتے رہتے تھے کہ اس کی ٹوٹی ہوئی انگلیوں کی تکلیف بالکل ختم کرنے کی کوشش کریں۔ تکلیف نہیں ہوگی تو وہ خیال خوانی کے قابل ہوسکے گا۔

سونیا کمرے میں پہنچی، وہاں نائب ماسک مین موجود تھا۔ اس نے سونیا سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "مجھے خوشی ہے کہ تم چلنے پھرنے کے قابل ہوگئی ہو۔ ہم مسٹر پاسکل کے لیے پریشان ہیں۔ یہ ماننا پڑتا ہے کہ سونیا بہت ہی خطرناک اور چالباز تھی۔"

سونیا نے انجان بن کر پوچھا "وہ کیسے؟"

"اُس نے بظاہر پاسکل سے تمھاری عزت بچائی تھی لیکن اس بہانے انگلیاں توڑ کر اس نے پاسکل کو ناکارہ بنادیا تھا۔ وہ چاہتی تھی کہ یہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے نہ تو جوجو کی نگرانی کرسکے اور نہ ہی اس کی دماغی حالت ہمارے سامنے تفصیل سے بیان کرسکے۔ وہ مکار عورت جو کرتی تھی اس کے دُور رس نتائج نکلتے تھے۔ تمھاری جتنی بھی تعریفیں کی جائیں کم ہیں، تم نے اس مکار کو ہمیشہ کی نیند سُلا دیا۔ جو کوئی نہ کرسکا وہ تم نے کر دکھایا۔"

پاسکل بُوبا نیند میں کسمسا رہا تھا۔ سونیا جانتی تھی کہ اس کی تنہائی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

نیند پوری ہو چکی ہے۔ میڈونا اُسے سُلا کر گئی تھی اور سونیا کو اس کی بیداری کا وقت بتا گئی تھی۔ اسی کے مطابق وہ اپنے کمرے سے نکل کر اس کے پاس آئی تھی۔ اس نے نائب ماسک مین سے کہا "یہ بیدار ہو رہا ہے۔ اگر یہ میرے ملک کا وفادار نہ ہوتا تو میں اسے کبھی بیدار نہ ہونے دیتی۔"

"غصہ تھوک دو تم بڑے دل گردے والی عورت ہو — بڑی فراخ دل ہو۔"

پاسکل نے آنکھیں کھول دیں۔ چند لمحوں تک چھت کو دیکھتا رہا پھر اس نے نائب ماسک مین اور سونیا کو دیکھا۔ پیار مسکراہٹ کے ساتھ کہا "مس تاتیانہ! پہلے تم نے گلدستہ بھیجا۔ اب ملنے آئی ہو میں بہت خوش ہوں اور مجھے اپنی حرکتوں پر شرمندگی بھی ہے۔"

سونیا نے خشک لہجے میں کہا "جو ہو گیا اُسے بھول جاؤ ہمارے ملک کو تمہاری ٹیلی پیتھی کی سخت ضرورت ہے کچھ اندازے سے بتاؤ کب تک خیال خوانی کے قابل ہو جاؤ گے؟"

"میں بڑی کمزوری محسوس کر رہا ہوں۔"

"تم مرد ہو، شہ زور ہو۔ یوگا کی مشقیں کرتے رہتے ہو آخر یہ کیسی کمزوری ہے جس پر تم قابو نہیں پا سکتے؟ کیا انگلیوں میں تکلیف ہے؟"

"بالکل نہیں۔ پلاسٹر چڑھانے کے بعد پھر کبھی تکلیف نہیں ہوئی میں سمجھتا ہوں، سونیا نے کوئی ایسی حرکت کی تھی جو سمجھ میں نہیں آئی اور میں اعصابی کمزوریوں کا شکار ہو گیا۔ ڈاکٹروں کی بھی رپورٹ یہی ہے۔"

نائب ماسک مین نے پوچھا "کیا تم اپنے دماغ میں پرائی سوچ کو محسوس کرتے ہو؟"

"ان حالات میں پرائی سوچ کی لہروں کا پتا نہیں چلتا۔"

نائب نے ڈاکٹر کو بلا کر حکم دیا اُس کی اعصابی کمزوریوں کو جلد سے جلد دور کیا جائے۔ پھر وہ سونیا کے ساتھ کمرے سے باہر آ کر بولا "آرام کرو گی؟"

وہ ایک ہیلی کاپٹر میں وہاں سے روانہ ہوئے۔ ماسک مین کی رہائش گاہ کے چاروں طرف مسلح افراد پہرا دیتے تھے۔ اس کے علاوہ ایسے الیکٹرونک آلات نصب کیے گئے تھے جو چوری چھپے داخل ہونے والوں کو ظاہر کر دیتے تھے۔ تاتیانہ اور نائب ماسک مین کو سب جانتے تھے۔ اس کے باوجود وہ ایکسرے مشین اور دیگر الیکٹرونک آلات سے گزرتے ہوئے ماسک مین تک پہنچے۔ اس نے کہا "مس تاتیانہ! تمہیں چلتے پھرتے دیکھ کر آدھی پریشانی دور ہو گئی ہے۔ اب آدھی پریشانی پاسکل کے سلسلے میں ہے۔ پتا نہیں وہ کب خیال خوانی کے قابل ہو سکے گا۔"

"میں اسی سلسلے میں آئی ہوں۔ اس کی حالت دیکھ کر پتا چلتا ہے کہ ہم اگلے چوبیس گھنٹوں تک ٹیلی پیتھی کے ذریعے جوجو کی حفاظت نہیں کر سکیں گے۔"

"جوجو کے اطراف سخت پہرا ہے۔ دو ڈاکٹر اور دو نرسیں باری باری اسے اٹینڈ کرتے ہیں۔ اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے ان ڈاکٹروں اور نرسوں کے دماغ تک نہ پہنچ سکیں۔"

سونیا نے کہا "آپریشن کے بعد جوجو ذہنی طور پر سنجیدہ اور بالغ ہو گئی ہے۔ اس کی سوچ بدل گئی ہے۔ کیا لہجہ بھی بدل گیا ہے؟"

"نہیں۔ آواز اور لہجہ وہی ہے۔ ڈاکٹروں نے کہا ہے جلد ہی اس کا لہجہ بھی تبدیل کر دیا جائے گا۔"

"یعنی ابھی آمر اس کے دماغ میں پہنچ سکتا ہے یا پہنچ چکا ہے۔"

ماسک مین نے کہا "ہم یہی سوچ کر پریشان ہو رہے ہیں۔ اگر آمر نے کوئی چکر چلایا ہو گا تو ہمارے لیے دشواریاں پیدا ہو جائیں گی۔"

"کیا جوجو ہوش میں ہے؟"

"میں نے آدھا گھنٹا پہلے معلوم کیا تھا۔ ڈاکٹر نے بتایا وہ کوئی دو گھنٹے پہلے ہوش میں آئی تھی، پھر نیند میں ڈوب گئی۔"

"پلیز آپ معلوم کریں، وہ ابھی تک نیند میں ہے یا بیدار ہو گئی ہے اور ڈاکٹر اُسے آمر وغیرہ سے کس طرح دور رکھ رہے ہیں؟"

نائب نے فون کے ذریعے رابطہ کیا۔ ڈاکٹر نے بتایا "وہ بیدار ہو گئی ہے اور سوالات کر رہی ہے کہ وہ کون ہے؟ اسے اپنا نام بھی یاد نہیں ہے۔ دوسرا ڈاکٹر اسے اپنے جوابات سے مطمئن کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔"

سونیا نے پوچھا "جوجو کو اس کے متعلق کیا بتایا جا رہا ہے؟"

"یہی کہ وہ ایک روسی نژاد لڑکی ہے۔ اس کے والدین بچپن میں مر گئے تھے۔ یہاں کی سرکار نے اس کی پرورش کی، اسے ٹیلی پیتھی کا علم سکھایا۔ سپر ماسٹر کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ڈیگر نے اس کے دماغ میں زلزلے پیدا کیے تھے جس کے نتیجے میں وہ پچھلی زندگی بھول گئی ہے۔"

"کیا وہ یقین کر رہی ہے کہ وہ جوجو نہیں ہے؟ جس وقت ڈاکٹر یہ باتیں اسے سمجھا رہا ہو گا کیا اُس وقت آمر دماغ میں آ کر اس کے برعکس حقیقت نہیں بتا رہا ہو گا؟"

"ہاں، یہ ممکن ہے۔"

"میں ایسے وقت جوجو کا ردِ عمل دیکھنا چاہتی ہوں۔"

ماسک مین نے نائب سے کہا "سیکیورٹی افسر کو حکم دو، ہماری روانگی کا انتظام کرے۔"

نائب کمرے سے باہر چلا گیا، ماسک مین نے کہا "تاتیانہ! ہم بڑی مشکلات سے گزر رہے ہیں۔ ہمارے پاس جوجو اور پاسکل دو خیال خوانی کرنے والے ہیں مگر ابھی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے رحم و کرم پر ہیں۔ اگر تم سونیا کو ختم نہ کرتیں تو وہ ہماری ان مشکلات

سے بہت فائدے اٹھاتی۔ تم نے بہت خطرناک بلا سے ہمیں بچایا ہے۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ ماسک مین نے کہا "تم جانتی ہو میں کسی سے فون پر بھی بات نہیں کرتا۔ پلیز! تم اٹینڈ کرو۔"

سونیا نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو، میں تاتیانہ ہوں، ماسک مین کا فون اٹینڈ کر رہی ہوں۔ تم کون ہو؟"

انٹیلی جنس کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا "مس تاتیانہ! میں ابراہیم بول رہا ہوں۔ اس وقت پاسکل کے پاس ہوں۔ بڑی تشویش کی بات ہے۔ میڈونا پاسکل کے دماغ میں آ کر بول رہی ہے۔ کہتی ہے اگر ماسک مین نے اس سے گفتگو نہ کی تو وہ پاسکل کو ختم کر دے گی۔"

سونیا نے ماسک مین کو یہ بات بتائی۔ پھر اچانک سانس روک لی۔ ماسک مین اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ خوش ہو کر بولی "میری دماغی توانائی پوری طرح بحال ہو گئی ہے۔ ابھی شاید میڈونا میرے دماغ میں آنا چاہتی تھی، میں نے سانس روک لی۔"

پھر اس نے فون پر کہا "مسٹر ابراہیم! وہ تمہارے دماغ میں رہ کر میری باتیں سن رہی ہے۔ اس سے کہو میرے دماغ میں آنے کی فضول کوشش نہ کرے۔ میں اسپتال آ رہی ہوں۔ وہ تمہارے اندر رہ کر گفتگو کرے گی۔ اس طرح اس کی باتیں ماسک مین تک پہنچتی رہیں گی۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ ماسک مین نے کہا "ٹھیک ہے میں ٹرانسمیٹر کے ذریعے تم سے رابطہ رکھوں گا۔ آخر جس بات کا اندیشہ تھا وہی ہوا کہیں ایسا نہ ہو، پاسکل کے دماغ میں میڈونا کے بعد ڈیگر اور شیگر پہنچ جائیں۔ میں بہت بے چین ہوں۔ بہتر ہے تم نہ جاؤ۔ یہاں سے ٹرانسمیٹر کے ذریعے ابراہیم سے رابطہ کرو، تم یہاں موجود رہو گی تو ہم آپس میں مشورے کرتے رہیں گے۔"

سونیا نے فون کا ریسیور اٹھا کر پھر ابراہیم سے بات کی۔ اس سے پوچھا "کیا تمہارے پاس ٹرانسمیٹر ہے؟ میں اسپتال نہیں آؤں گی، یہاں سے گفتگو ہو گی۔"

معلوم ہوا اُس کے پاس ٹرانسمیٹر ہے۔ سونیا نے اس کی فریکوئنسی معلوم کی۔ اسی وقت نائب واپس آ گیا۔ ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ قائم ہوا۔ سونیا نے پوچھا "ہیلو ابراہیم! کیا میڈونا موجود ہے؟"

دوسری طرف سے جواب ملا "میں ابراہیم کی زبان سے میڈونا بول رہی ہوں۔ ماسک مین کو بتاؤ، میں اس کے پاسکل پر بہت بڑا احسان کر رہی ہوں۔ میں نے اس کے دماغ کو لاک کر دیا ہے۔ سپر ماسٹر کے ٹیلی پیتھی جاننے والے اُسے نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔"

اس کی باتیں ٹرانسمیٹر کے اسپیکر سے سُنی جا رہی تھیں۔ سونیا نے کہا "بے شک بہت بڑا احسان کر رہی ہو لیکن پاسکل کے دماغ میں رہ کر خطرے کی گھنٹی بجا رہی ہو۔ پیرس کے باس نے بتایا تھا کہ تم پارس کے ساتھ رہتی ہو، کیا یہ درست ہے؟"

"ہاں، درست ہے۔"

"اس کا مطلب ہے تمہارے پیچھے اس کی مکاری کوئی کام دکھا رہی ہے۔"

"ماسک مین یا پاسکل یو با نے جس مکاری سے جوجو کو حاصل کیا ہے، اس کے جواب میں ہماری طرف سے بھی مکاری لازمی ہے۔"

"تم کیا چاہتی ہو؟"

"میں نہیں چاہتی، پارس اپنی شریکِ حیات کی واپسی چاہتا ہے۔"

"جوجو ہمارے پاس نہیں ہے۔ یقین نہ ہو تو اس کے دماغ میں جا کر دیکھ لو۔"

"میں اور آمر کئی بار کوشش کر چکے ہیں۔ ہم نے اس کا دماغ بے حد کمزور پایا ہے۔ یقیناً وہ بے ہوشی کی حالت میں ہے۔"

"وہ ہمارے پاس نہیں ہے۔ دشمنوں نے اسے بے ہوشی کی حالت میں رکھا ہے۔ تم لوگوں کو اس کے پاس پہنچنے نہیں دیں گے۔"

"تاتیانہ! تمہاری بکواس پاسکل یو با کو جہنم میں پہنچا دے گی۔"

"بے شک، تم ایسا کر سکتی ہو مگر پاسکل کو ہلاک کر کے تم کون سا مسئلہ حل کر لو گی؟"

"جواب میں یہی کہہ سکتی ہوں کہ اس کے بعد ماسک مین کے پاس ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں رہے گا۔ رہ گئی جوجو تو آج نہ سہی پھر کسی موقع پر ہم اسے حاصل کر لیں گے۔"

سونیا نے کہا "میڈونا! ابھی تم بچی ہو کیا سونیا نے پارس کو یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ نادیہ کے روپ میں ماسکو جا رہی ہے؟ جاؤ، پارس سے پوچھو اس کی سونیا ممّا کہاں ہے؟ جواب نہ ملے تو یقین کر لینا کہ وہ ہماری قید میں ہے۔ ہم نے اسے کوما میں رکھا ہے تاکہ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے دماغ تک نہ پہنچ سکیں۔"

میڈونا نے کہا "ٹرانسمیٹر بند کر دو۔ میں تھوڑی دیر بعد رابطہ کروں گی۔"

سونیا نے ٹرانسمیٹر کو بند کر دیا۔ ماسک مین نے ہنستے ہوئے کہا "واہ تاتیانہ! تم نے سونیا کا حوالہ دے کر اسے خوب اُلجھایا ہے اب فرہاد کی پوری فیملی سونیا کے لیے پریشان ہو گی اور ہمارے سامنے گھٹنے ٹیک دے گی۔"

وہ بولی "میں نے وقتی طور پر پاسکل کو بچا لیا ہے لیکن اب وہ اور آمر جوجو تک پہنچنے کی کوشش کریں گے تاکہ ہمارے دونوں خیال خوانی کرنے والے اُن کی مٹھی میں رہیں۔ دوسری طرف حقیقت یہ ہے کہ سونیا ہماری قید میں نہیں ہے، اس کا وجود بھی دنیا میں نہیں ہے۔"

ماسک مین کی ہنسی پریشانی میں بدل گئی۔ اس نے نائب سے کہا "فوراً ڈاکٹروں سے رابطہ کرو، انھیں حکم دو کسی تنویمی عمل کرنے والے کو فوراً طلب کریں اور جوجو کے دماغ کو لاک کر دیں۔ ہم ابھی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

آ رہے ہیں۔"

سونیا نے ابراہیم سے رابطہ قائم کر کے پوچھا "کیا میڈونا واپس آئی ہے؟"

"جی نہیں۔ آپ نے اُسے ایسا چکر دیا ہے کہ فرہاد کا پورا خاندان چکراتا رہے گا۔"

وہ ناگواری سے بولی "مسٹر ابراہیم! تم ایک غیر ذمے دار افسر ہو۔ تم کہہ رہے ہو، میں نے میڈونا کو چکر دیا ہے۔ یعنی جھوٹ کہا ہے کہ سونیا ہماری قید میں نہیں ہے۔"

"مس تاتیانہ! حقیقت تو یہی ہے۔"

"اور وہ تمھارے دماغ میں چھپ کر یہ باتیں سن سکتی ہے یا ابھی سن رہی ہوگی۔ کیا تم اُسے اپنے اندر محسوس کر رہے ہو؟"

"جی نہیں، مجھے محسوس نہیں ہو رہا ہے۔ مجھ سے واقعی غلطی ہو گئی، مجھے ایسی باتیں نہیں کرنی چاہئیں، آیندہ محتاط رہوں گا۔"

"غلطی دانستہ ہو یا نادانستہ اس کے غلط نتائج سامنے آتے ہیں۔ اگر وہ تمھارے خیالات چھپکے سے پڑھے گی تو اسے سونیا کے متعلق حقیقت معلوم ہو جائے گی لہٰذا تم چھٹی کرو۔ وہ آئے گی تو اس سے کہنا تمھاری ڈیوٹی ختم ہو گئی ہے تم اُسے اپنے سینئر افسر ولاڈی کے دماغ میں پہنچاؤ گے، ابھی ولاڈی سے رابطہ قائم کر کے اسے تمام باتیں سمجھاؤ۔"

ماسک مین کی رہائش گاہ سے ان کی روانگی خفیہ طور پر ہوئی۔ راستے میں سونیا نے میڈونا کو محسوس کیا۔ وہ کو ڈور ڈزاد اکر کے کہہ رہی تھی "مما! کیا پھر ماسک مین سے گفتگو کروں؟"

"ابھی نہیں، یہ سمجھ رہے ہیں، میں نے سونیا کے بارے میں جھوٹ کہہ کر تمھیں اور فرہاد کے پورے خاندان کو اُلجھا دیا ہے۔ ابھی تم سب سونیا کے لیے پریشان ہو رہے ہو لہٰذا ان کی خوش فہمیوں کو قائم رکھو۔ میرے پاس آتی جاتی رہو، میں تمھیں ماسک مین کو چیلنج کرنے کا مناسب وقت بتاؤں گی۔"

"اچھی بات ہے۔ کیا میں جاؤں؟"

"ایک منٹ۔ کوئی تنویمی عمل کرنے والا جوجو کو معمولہ بنائے گا، آرمر سے کہو، وہ جوجو کے دماغ میں پہنچ کر اُسے عامل سے محفوظ رکھے۔"

وہ چلی گئی۔ سونیا، ماسک مین کے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ ماسک مین جو دوستوں اور دشمنوں کے لیے بہت پُراسرار تھا، چند اہم افراد کے سوا کسی نے اُسے دیکھا نہیں تھا اور نہ ہی کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کی آواز سن سکا تھا۔ سبھی نائب ماسک مین سے گفتگو کرتے تھے۔ اُن کے ملک کے چند اہم افراد میں تاتیانہ کا بھی نام تھا۔ بے چارہ پُراسرار ماسک مین نہیں جانتا تھا کہ اس وقت وہ گاڑی کی پچھلی سیٹ پر اپنی موت کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے۔

ویسے یہ کوئی سمجھ نہیں پاتا کہ موت کب اس کے پاس آتی ہے اور تھوڑا وقت گزار کر اسے اور چند سانسیں لینے کے لیے چھوڑ جاتی ہے۔ اس یقین کے ساتھ کہ پھر جب بھی آئے گی اسے دبوچ لے گی، پھر پھڑ پھڑانے بھی نہیں دے گی۔ یہ خوش فہمی دھری رہ جائے گی کہ وہ بار ہا موت سے بچتا رہا ہے اور بچتا رہے گا۔

ان کی گاڑی ایک ایسے احاطے میں داخل ہوئی جس کی دیواریں قلعے کی طرح اونچی اور مضبوط تھیں۔ فوج کے مسلح سپاہی جگہ جگہ نظر آ رہے تھے۔ جب وہ ویری امپارٹنٹ ملٹری اسپتال کے ایک کوریڈور میں پہنچے تو ماسک مین نے کہا "یہاں سے فرش پر بجلی کے خفیہ تار بچھے گئے ہیں۔ جوجو کے کمرے تک جو بھی راستہ جاتا ہے اس پر یہ تار بچھے ہوئے ہیں۔ ابھی ہماری آمد پر ان کا سوئچ آف کیا گیا ہے۔"

کوئی چھت اور روشن دان سے بھی نہیں آسکتا تھا۔ ہر جگہ خطرے کا الارم لگا ہوا تھا۔ ایک بڑے سے کمرے میں کئی ٹی وی سیٹ رکھے ہوئے تھے۔ کسی بھی حصے سے جوجو کے کمرے میں جانے والا ان تمام ٹی وی اسکرینز پر دیکھا جاتا تھا۔ اس وقت بھی سونیا اور ماسک مین وہاں کے ایک حصے سے گزرتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔

جوجو کو جہاں رکھا گیا تھا، وہاں صرف اسپتال کا بستر نہیں تھا، باقاعدہ بیڈ روم، سٹنگ روم اور ٹی وی لاؤنج وغیرہ تھے۔ سٹنگ روم میں ایک قدآور شخص نظر آیا جو بیٹھنے کی پوزیشن میں کھڑا ہوا لگ رہا تھا۔ اس کا صحت مند جسم دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ وہ فری اسٹائل پہلوانی کرتا ہے۔ سر کے بال گردن سے نیچے تک بڑھے ہوئے تھے۔ چہرے پر ہلکی سی داڑھی تھی۔ جب اس نے سونیا کو آنکھ اُٹھا کر دیکھا تو وہ سمجھ گئی ایسی آنکھیں کسی ہپناٹائز کرنے والے کی ہی ہو سکتی ہیں۔

اس کے ساتھ فوج کا ایک اعلیٰ افسر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے سونیا اور ماسک مین سے اس کا تعارف کرایا "یہ مسٹر الیگزینڈر راسپوٹین ہیں۔"

اس کے تعارف سے یاد آیا، زارِ روس کے دور میں راسپوٹین نامی ایک شخص نے زار کے محل میں رسائی حاصل کی پھر زار اور اس کی ملکہ کو اپنے عمل سے سحر زدہ کر لیا۔ اس کی آنکھیں بڑی خطرناک تھیں، وہ جسے دیکھتا تھا اُسے آنکھوں کی مقناطیسی کشش سے ہلنے نہیں دیتا تھا، جسے چاہتا تھا اپنا فرماں بردار بنا لیتا تھا۔

وہ جو الیگزینڈر راسپوٹین بیٹھا ہوا تھا، اُسی زارِ روس کے راسپوٹین کے خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ وہ خوف ناک آنکھیں اور آنکھوں سے سحر زدہ کرنے کا کمال سینہ بہ سینہ اس کے حصے میں آیا تھا۔ اس نے تعارف کے دوران ماسک مین کو دیکھا تو ماسک مین نے نظریں جھکا لیں۔ موجودہ راسپوٹین کی آنکھیں یوں لگتی تھیں جیسے دو ناگ پھنکار مار کر کہہ رہے ہوں، اگر وہ نظریں نہ جھکاتا تو دماغ میں زہر پھیل جاتا۔

پھر اُس نے سونیا سے مصافحہ کرتے ہوئے اُسے دیکھا۔ وہ چاہتی تو اس سے نظریں ملا کر اس کی ساحری کا بھرم توڑ دیتی لیکن ابھی روحانیت کا کمال دکھا کر کسی طرح کا شبہ پیدا نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اس نے تاتیانہ کی حیثیت سے نظریں جھکا لیں۔ وہ مسکرا کر بولا "تم سے ملنے کی بڑی آرزو تھی۔ تمھارے جیسی حسین اور اسمارٹ لڑکی سے مل کر حقیقتاً خوشی ہو رہی ہے۔"

"میں بھی باکمال لوگوں سے مل کر بہت خوش ہوتی ہوں۔ کیا تم نے جوجو کے دماغ کو لاک کر دیا ہے؟"

وہ ہنسنے لگا۔ اگرچہ دھیمی آواز میں ہنس رہا تھا مگر آواز گونجتی ہوئی دلوں میں تھرتھراتی ہوئی سی لگ رہی تھی۔ وہ بولا "ایک ایسی لڑکی جس نے دماغی طور پر ابھی جنم لیا ہو اور جس کی دماغی سلیٹ بالکل خالی ہو، اُسے ٹرانس میں لانے کے لیے زیادہ محنت نہیں کرنی پڑتی۔ میں اس پر ایک نظر ڈالتے ہی اس کے دماغ کو لاک کر دوں گا۔"

ماسک مین نے کہا "ذرا سی دیر ہمیں بہت نقصان پہنچائے گی، پلیز یہ کام ابھی کرو۔"

راسپوٹین نے کہا "میں تم سے پندرہ منٹ پہلے آیا ہوں۔ یہاں پہنچتے ہی عمل نہیں کر سکتا تھا۔ ویسے اب کرتا ہوں۔"

وہ بار بار سونیا کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اس نے مسکرا کر کہا "مس تاتیانہ! میرا کمال دیکھو، میرے ساتھ آؤ۔ میں چٹکی بجا کر جوجو کو معمولہ بنا لوں گا۔"

وہ بولی "ہم نے جوجو کو بڑی رازداری میں رکھا ہے۔ اگر تم اُسے معمولہ بناؤ گے تو وہ تمھاری تابعدار رہے گی۔ جبکہ اُسے ماسک مین کی یا میری وفادار رہنا چاہیے۔"

ماسک مین نے تائید کی "یہ ایک اہم نکتہ ہے مسٹر راسپوٹین! بُرا نہ ماننا، یہ سرکاری معاملات ہیں۔ کیا تم جوجو کو ہم میں سے کسی کی تابعدار بنا سکتے ہو؟"

وہ مسکرا کر بولا "ایسا میں کرتا نہیں ہوں لیکن تاتیانہ کے لیے کر سکتا ہوں۔"

ماسک مین فوجی افسر کے ساتھ وہیں بیٹھا رہا۔ راسپوٹین نے سونیا کی طرف ہاتھ بڑھا کر کہا "اپنا خوبصورت ہاتھ میرے ہاتھ میں دو۔ میں اسے تھام کر چلنا چاہتا ہوں۔"

"سوری! میں کسی مرد کو ہاتھ پکڑنے کی اجازت نہیں دیتی، پنجہ لڑانے کی دعوت دیتی ہوں۔ دعا کرو کبھی ایسا وقت نہ آئے۔"

وہ آگے بڑھ گئی۔ راسپوٹین اس کے ساتھ چلتے ہوئے بولا "میں نے آج تک کوئی فری اسٹائل کشتی نہیں ہاری۔ ایسے میں مجھے مغرور ہونا چاہیے۔ تمھاری باتوں کا بُرا ماننا چاہیے لیکن میں تمھیں دیکھنے سے پہلے تمھیں چاہتا رہا جبکہ آج یہ چاہت اور بڑھ گئی ہے۔ کیا تھوڑی دیر کے لیے باہر ملاقات ہو سکتی ہے؟ دیکھو، انکار نہ کرنا۔ میں تمھارے بہت کام آسکتا ہوں۔"

سونیا نے سوچا، دیکھیں یہ کس طرح کام آسکتا ہے۔ اس نے باہر ملاقات کرنے سے انکار نہیں کیا۔ وہ بیڈ روم میں پہنچے۔ جوجو بستر پر بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ آنکھیں کھولے انھیں دیکھ رہی تھی۔ راسپوٹین سے نظریں ملتے ہی وہ دوسری طرف دیکھنے لگی، سونیا نے قریب آ کر کہا "ہیلو، تم کیسی ہو؟ کوئی تکلیف تو نہیں ہے؟"

وہ پہلی نظر میں پہچانی نہیں جاتی تھی۔ برین کے آپریشن سے پہلے اس کا سر مونڈا گیا تھا۔ اب پورے سر پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔ پیشانی بھی پٹی میں چھپی ہوئی تھی۔ چہرے کا کچھ حصہ کھلا ہوا تھا۔ اس نے سونیا کو اجنبی نظروں سے دیکھا، اس کی بات کا جواب نہیں دیا۔ وہ کسی تاتیانہ کو دیکھ رہی تھی۔ اگر سونیا کی صورت دیکھتی تب بھی اسے پہچان نہیں سکتی تھی، وہ سب کچھ بھول چکی تھی۔

راسپوٹین نے کہا "بیٹی! مجھے دیکھو، مجھ سے آنکھیں ملاؤ، ہم باتیں کریں گے۔"

اس نے جھجکتے ہوئے دیکھا۔ پھر نظریں جھکانا چاہتی تھی مگر راسپوٹین کی شیطانی آنکھوں نے اُسے جکڑ لیا۔ وہ ایک دم سے پریشان ہو گئی۔ مٹھیاں بھینچنے لگی۔ وہ بہت بے چینی اور تکلیف محسوس کر رہی تھی، آہستہ آہستہ کراہ رہی تھی۔ پھر اس نے نظریں ہٹا لیں۔ آنکھیں بند کر کے کمزور آواز میں چیخنے لگی "مجھے بچاؤ۔ یہ آدمی مجھے مارنا چاہتا ہے۔ میں اس سے نظریں نہیں ملاؤں گی۔ میں آنکھیں نہیں کھولوں گی۔"

آرمر نے سونیا کے پاس آ کر کہا "اس عامل کی آنکھیں بڑی خوف ناک ہیں۔ میں جوجو کے دماغ میں رہ کر ان آنکھوں سے لڑ رہا تھا۔ آپ ان سے کہیں ابھی اس کا دماغ کمزور ہے، یہ ایسی زہریلی اور چبھتی ہوئی نظریں برداشت نہیں کر سکے گی۔ خدانخواستہ کوئی دماغی نقص پیدا ہو جائے گا۔"

اُس وقت راسپوٹین اپنی بھاری بھرکم آواز میں کہہ رہا تھا "لڑکی! میں حکم دیتا ہوں، آنکھیں کھولو اور مجھ سے نظریں ملاؤ۔"

جوجو کی کمزور چیخیں سن کر ماسک مین اور فوج کا اعلیٰ افسر آ گیا تھا۔ سونیا نے کہا "مسٹر راسپوٹین! تمھیں اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ آپریشن کو صرف چودہ گھنٹے گزرے ہیں۔ اس کے ٹانکے کچے ہیں، دماغ ابھی کچا ہے۔ یہ کچا دماغ تمھاری زہریلی نظروں کو برداشت نہیں کر سکے گا۔"

راسپوٹین نے کہا "تم اس لڑکی کے دماغ کو کمزور کہتی ہو، بلا کا دم ہے! آج سے پہلے میں نے اتنے مضبوط ارادے کی لڑکی نہیں دیکھی۔ میری نگاہوں کی گرفت میں آنے کے بعد کوئی نظریں نہیں ہٹا سکتا مگر اس لڑکی نے میری آنکھوں سے لڑتے لڑتے آخر نظریں ہٹا لیں۔ پتا نہیں ڈاکٹر نے کیسا آپریشن کیا ہے۔ اس کی قوتِ ارادی بہت ہی مضبوط اور غیر معمولی ہے۔"

"میں قوتِ ارادی کی نہیں، آپریشن کے بعد دماغی حالت کی بات

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کررہی ہوں۔ بہتر ہوگا تنویمی عمل سے پہلے ڈاکٹروں کو بُلا کر اس کی ذہنی حالت کو اچھی طرح سمجھ لیا جائے۔"

سونیا کے اعتراضات اور مشورے کے مطابق ڈیوٹی پر حاضر رہنے والے ڈاکٹر کو بلایا گیا۔ وہ ایک مشین اور گراف اسکرین کے ذریعے اس کی ذہنی کیفیات کو سمجھنے لگا۔ آرمر جوجو کے دماغ میں رہ کر اس کے ذہن کو کمزور ثابت کر رہا تھا۔ یہ ثبوت مشین کے ذریعے اسکرین پر مل رہا تھا۔ ڈاکٹر نے کہا: "آپ لوگ اس لڑکی کو تنہا چھوڑ دیں۔ آپریشن کے نتیجے میں اس کا دماغ کمزور ہے، رفتہ رفتہ توانائی حاصل کرے گی۔ فی الحال تنویمی عمل نقصان دہ ثابت ہوگا۔"

آرمر نے اطمینان کی سانس لی۔ جوجو آنکھیں بند کیے ڈاکٹر کی باتیں سُن رہی تھی۔ سوچ کے ذریعے بولی: "شکریہ مسٹر آرمر! تم میرے اندر رہ کر توانائی پیدا نہ کرتے تو اس شیطان کی آنکھیں نہ جانے میرا کیا حشر کرتیں۔ میں تمہارا احسان کبھی نہیں بھلاؤں گی۔"

"بیٹی! میں تمہارا بڑا بھائی ہوں، تمہارا باپ ہوں اور باپ اپنے بچوں پر احسان نہیں کرتا۔"

"تم میرے بھائی ہو مگر ڈاکٹر کہتا ہے میرا کوئی نہیں ہے۔ تم مجھے جوجو کہتے ہو، ڈاکٹر میرا نام مولینا بتاتا ہے۔ مولینا آندروف۔"

"یہ لوگ سب جھوٹے ہیں، تمہارے دشمن ہیں۔ تمہاری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں سے فائدہ اُٹھانے کے لیے تمہارا نام اور تمہاری شخصیت بدل رہے ہیں۔"

"مسٹر آرمر! بُرا نہ ماننا تم بھی دشمن ہو سکتے ہو اور ہو سکتا ہے مجھ سے فائدہ حاصل کرنے کے لیے میری مدد کو آتے رہتے ہو۔"

"میری سچائی کا ثبوت یہ ہے کہ میں کبھی تم سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کروں گا، تمہیں صرف ایسے مشورے دوں گا جن پر عمل کر کے تم دشمنوں کی سازشوں سے بچتی رہا کروگی۔ دانشمندی یہ ہے کہ فی الحال تم مجھے آزمانے کے ساتھ اُنھیں بھی آزماؤ۔ وہ تمہیں مولینا آندروف کہتے ہیں۔ تم خود کو مولینا تسلیم کر کے انھیں مطمئن کردو۔ جب تک اچھے بُرے اور دوست و دشمن دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی نہ ہو جائیں تم نہ جوجو رہو نہ مولینا۔ خدا نے تمہیں ذہانت دی ہے، اپنی ذات کے متعلق آخری فیصلہ کرنے تک ایک گمنام ذہین لڑکی بن کر رہو۔ بہت جلد تمہیں اپنی صحیح منزل مل جائے گی۔"

"بے شک! یہ مخلصانہ مشورہ ہے۔ میں اس پر عمل کروں گی۔ پلیز! اب جاؤ۔ میں تنہائی چاہتی ہوں۔"

"اچھا میں جا رہا ہوں، خدا حافظ!"

"ٹھہرو، پہلے بھی تم نے ایک بار رخصت ہوتے وقت خدا حافظ کہا تھا۔"

"ہاں! ایسا مسلمان کہتے ہیں۔ تم اپنے شوہر کے تعلق سے مسلمان ہو۔"

"شوہر!" اُس نے حیرانی سے پوچھا: "کیا میری شادی ہوگئی ہے؟"

"ہاں! تمہیں بتانے کے لیے بہت سی باتیں ہیں مگر تمہارے دماغ پر ابھی معلومات کا بوجھ ڈالنا مناسب نہیں ہے۔ تمہیں زیادہ سے زیادہ آرام کرنا چاہیے۔"

"اس کا نام بتاؤ جسے میرا جیون ساتھی کہہ رہے ہو۔"

"اس کا نام پارس علی ہے۔ ویسے یہاں دشمنوں نے ایک ڈمی پارس بنایا ہوا ہے۔ یہ ڈمی پارس کیوں بنایا گیا ہے اس کی بھی ایک لمبی روداد ہے۔ میں پھر کبھی سناؤں گا۔ ابھی آرام کرو۔ خدا حافظ!"

وہ چلا گیا۔ اس کے نئے اور کورے دماغ میں خدا حافظ کے الفاظ آہستہ آہستہ گونج رہے تھے اور پارس کے متعلق سوچ رہی تھی۔ کیا واقعی میرا کوئی جیون ساتھی ہے؟ اگر ہے اور میں بھول چکی ہوں تو ماسک مین نے میرے برین کا آپریشن کرا کے مجھ سے دشمنی کی ہے۔ مجھ سے میری پچھلی زندگی اور پچھلے رشتوں کو چھین لیا ہے اور اگر آرمر غلط کہتا ہے، میرا کوئی جیون ساتھی نہیں ہے تو ڈاکٹر کے بیان کے مطابق میں احمق سے ذہین بن گئی ہوں۔ یہ آپریشن مجھے ذہانت کی دُنیا دے رہا ہے۔ مجھے ماسک مین کا احسان مند ہونا چاہیے۔

یہ وہی جوجو تھی جو ننھی بچی کی طرح دوسروں کے اشاروں پر چلتی تھی۔ اس میں اپنے طور پر سوچنے سمجھنے اور فیصلہ کرنے کی صلاحیت نہیں تھی۔ اب وہی جوجو دونوں پہلوؤں پر غور کر رہی تھی اور بڑے اعتماد سے سوچ رہی تھی کہ وہ رفتہ رفتہ دوستوں اور دشمنوں کو سمجھنے کے ساتھ ساتھ اپنی حقیقت کو بھی پالے گی۔

اُدھر ماسک مین ڈاکٹر سے پوچھ رہا تھا: "کیا مس مولینا (جوجو) کے کمزور دماغ پر کوئی خیال خوانی کرنے والا قبضہ جما سکتا ہے؟"

ڈاکٹر نے کہا: "میں ٹیلی پیتھی کے متعلق کچھ زیادہ نہیں جانتا۔ آپ ماہرین سے معلوم کریں۔"

سونیا نے کہا: "میں بہت کچھ جانتی ہوں۔ تنویمی عمل میں سخت اور تحکمانہ انداز ہوتا ہے جبکہ خیال خوانی کی لہریں بڑی نرمی اور خاموشی سے پرائے دماغ کو اپنا محکوم بناتی ہیں۔ ویسے کمزور ذہن پر خیال خوانی کا اثر بھی کمزور ہوتا ہے۔"

ڈاکٹر نے کہا: "ہاں! یہ بات سمجھ میں آتی ہے۔ کمزور ذہن کی یادداشت بھی کمزور ہوتی ہے۔ ایسا شخص کوئی بات دیر تک یاد نہیں رکھتا۔ کوئی خیال خوانی کرنے والا مس مولینا کے دماغ میں کوئی بات نقش کرنا چاہے گا تو ناکام ہوگا، یہ بات رفتہ رفتہ وہ بھول جائے گی۔"

وہ لوگ طرح طرح کے دلائل سے خود کو اطمینان دلا رہے تھے۔ جبکہ سونیا جانتی تھی کہ آرمر نے جوجو کے دماغ کو لاک کر دیا ہے۔ اس کے سوا کوئی دوسرا خیال خوانی کرنے والا دماغ میں نہیں آ سکے گا۔ یہ تجربہ کرنے کے لیے میڈونا ایک بار اس کے دماغ میں گئی تھی۔ جوجو نے فوراً سانس روک لی تھی۔ اس کے فوراً بعد آرمر نے اس کے دماغ

میں پہنچ کر دیکھا تو وہ بے چین ہو رہی تھی اور یہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ اس نے اچانک سانس کیوں روک لی تھی۔

سونیا، ماسک مین، ڈاکٹر اور راسپوٹین اس کمرے سے باہر آئے۔ سونیا نے ماسک مین سے کہا: "میں الیگزینڈر راسپوٹین کے ساتھ جا رہی ہوں۔ ایک گھنٹے بعد اپنی رہائش گاہ میں ملوں گی۔ اس دوران میڈونا بات کرنا چاہے تو ٹرانسمیٹر کے ذریعے مجھے اطلاع دی جائے۔ میں حاضر ہو جاؤں گی۔"

وہ اسپتال سے باہر آئے۔ راسپوٹین نے کہا: "یہ میری خوش بختی ہے کہ تم میرے ساتھ کچھ وقت گزارو گی۔ میری کار حاضر ہے۔"

"سوری! تمہیں میری کار میں بیٹھنا ہوگا۔ میری کار میں ٹیلیفون اور ٹرانسمیٹر وغیرہ ہیں۔ کسی وقت بھی مجھے کال کیا جا سکتا ہے۔"

"میں اپنی کار یہاں نہیں چھوڑ سکتا۔ ویسے میری رہائش گاہ یہاں سے قریب ہے۔ ہم اپنی اپنی کار میں وہاں تک چلیں گے۔ پھر میں اپنی گاڑی چھوڑ کر تمہارے پاس آ جاؤں گا۔"

وہ دونوں اپنی اپنی گاڑی میں روانہ ہوئے۔ الیگزینڈر راسپوٹین نے اپنی رہائش گاہ کے احاطے میں گاڑی روک کر کہا: "یہاں تک آ ہی گئی ہو تو میرے گھر کی کافی پی کر چلو۔"

"میں محتاط رہنے کی عادی ہوں۔ کسی کے ہاں پانی تک نہیں پیتی۔ ویسے کسی کا دل بھی نہیں توڑتی۔ اس شرط پر کافی پی سکتی ہوں کہ کچن میں جا کر خود تیار کروں گی۔"

"مجھے منظور ہے۔"

وہ اپنی کار سے اُتر کر اس کے ساتھ چلتی ہوئی بنگلے کے برآمدے میں آئی۔ راسپوٹین دروازے کے پاس آ کر رک گیا۔ دروازے کے ہینڈل کو غور سے دیکھنے لگا۔ سونیا نے پوچھا: "کیا بات ہے؟"

وہ آہستگی سے بولا: "پلیز! تم تھوڑی دیر کے لیے کار میں جا کر بیٹھو۔ میری غیر موجودگی میں کوئی یہاں آیا ہے۔ شاید وہ اندر موجود ہو۔ میں نہیں چاہتا تمہیں کوئی نقصان پہنچے۔"

"ایسی بات ہے تو تمہیں بھی اندر نہیں جانا چاہیے۔ کیا تمہیں یقین ہے کہ یہاں کوئی ہے؟"

"ہاں! اس دروازے کے ہینڈل پر میں ہلکا سا نشان لگا کر جاتا ہوں۔ کوئی بھی اسے پکڑ کر دروازہ کھولنا چاہے تو وہ نشان مٹ جاتا ہے۔ یہ دیکھو! یہاں کوئی نشان نہیں ہے، یعنی اس دروازے سے کوئی اندر گیا ہے۔"

اس نے اچانک ہی ہینڈل گھما کر دروازے کو زور کی لات ماری، دیوار کی آڑ میں ہو کر بولا: "کون ہے؟ باہر آؤ۔"

اندر سے آواز آئی: "میں ہوں زوروکوف۔ چلے آؤ۔"

اس نے اندر قدم رکھتے ہوئے دیکھا۔ ایک صوفے پر پہاڑ جیسا پہلوان بیٹھا ہوا تھا۔ راسپوٹین نے پوچھا: "تم چوروں کی طرح اندر کیوں آئے ہو؟"

زوروکوف نے کہا: "لفافہ کھلا ہو تو اندر کا مضمون پڑھا جا سکتا ہے۔ دروازہ کھولنے سے کھل جائے تو کوئی بھی اندر آ سکتا ہے۔ آہا! تمہارے ساتھ مس تاتیانا ہے۔ اے دلیر اور حسین دوشیزہ! میں تمہاری قدر کرتا ہوں اور اُمید کرتا ہوں کہ ہمارے معاملات میں مداخلت نہیں کروگی۔"

سونیا نے کہا: "مجھے تم دونوں کے معاملات سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

راسپوٹین نے کہا: "زورو! اگر تم فوراً چلے جاؤ تو تمہاری یہاں آنے کی غلطی معاف کر دوں گا۔"

زوروکوف اپنی جگہ سے اُٹھ کر بولا: "پچھلے دنگل میں تم نے میرے بھائی کا ایک بازو توڑ دیا تھا۔ اب وہ کشتی لڑنے کے قابل نہیں رہا۔ میں تمہیں بھی اس قابل نہیں چھوڑوں گا۔"

یہ کہتے ہی اُس نے حملہ کیا۔ راسپوٹین اُچھل کر پیچھے گیا پھر ایک فلائنگ کک ماری۔ زوروکوف لڑکھڑاتا ہوا صوفے پر گرا۔ صوفہ اس کے بوجھ سے اُسے لیے ہوئے دوسری طرف اُلٹ گیا۔ زورو اپنے نام کے مطابق زوردار تھا مگر وزن زیادہ ہونے کے باعث پھرتی نہیں دکھا سکتا تھا۔ وہ گرنے کے بعد اطمینان سے اُٹھ رہا تھا، راسپوٹین نے اس کے منہ پر ایک لات ماری پھر گھوم کر دوسری لات جما دی۔ وہ مقابل کو سنبھلنے کا موقع نہیں دے رہا تھا۔ پہاڑ جیسے بھاری بھرکم پہلوان کی پٹائی کر رہا تھا۔ پھر اس نے گردن میں دونوں پاؤں کی قینچی ڈال کر کہا: "تمہاری گردن کو ٹوٹنے سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ میرے داؤ کا توڑ کر سکتے ہو تو کر دو۔"

وہ کوشش کر رہا تھا اور اپنی گردن پیروں کی قینچی سے نکالنے میں ناکام ہو رہا تھا۔ راسپوٹین نے سونیا سے کہا: "تاتیانا! تم قانون کی محافظ ہو۔ تمہارے سامنے میں اس کی گردن توڑ کر ہلاک نہیں کر سکوں گا۔ پلیز! مجھے اجازت دو۔ میں تمہیں دکھانا چاہتا ہوں کہ مجھے گردن توڑنے میں کتنی مہارت حاصل ہے۔"

وہ بولی: "دو پہلوانوں کو کشتی کے دوران ایک دوسرے کو زخمی کرنے یا ہاتھ پاؤں توڑنے کی اجازت مل جاتی ہے مگر قتل کرنے کی اجازت نہیں ملتی۔"

اس نے زورو کی گردن چھوڑ دی۔ اچھل کر دور ہو گیا۔ وہ اپنی گردن سہلاتا ہوا اُٹھنے لگا۔ راسپوٹین نے کہا: "مجھے دیکھو۔"

زورو نے دیکھا تو اُس کی آنکھوں سے نظریں نہ ہٹا سکا۔ وہ آنکھیں دو خنجروں کی طرح اس کے دماغ میں پیوست ہو رہی تھیں۔ وہ سوچ کر آیا تھا کہ راسپوٹین سے آنکھیں نہیں ملائے گا۔ پہلے اچھی طرح اس کی پٹائی کرے گا۔ زخمی ہونے کے بعد پھر ان آنکھوں میں سحر زدہ کرنے والی برق رفتاری نہیں رہے گی۔ جب وہ زخموں سے چُور ہوگا، دماغ کمزور ہوگا تو آنکھوں کی کشش بھی کمزور پڑ جائے گی۔ ایسے وقت وہ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

سب سے پہلے اس کی آنکھیں پھوڑ دے گا۔

راسپوٹین نے بھی کچھ یہی سوچا تھا کہ زورو کافی زوردار ہے۔ آنکھوں کے سحر میں نہیں آئے گا۔ پہلے اسے زخموں سے نڈھال کرنا ہوگا۔ پھر یہ جسمانی اور دماغی کمزوریوں کے باعث نظریں ملا کر ہٹا نہیں سکے گا اور اب یہی ہو رہا تھا۔ وہ گھٹنے ٹیک رہا تھا مگر سر اٹھائے نظریں ملائے جا رہا تھا۔ راسپوٹین تھوڑی دیر تک اسے گھورتا رہا اپنی نگاہوں سے چپ چاپ اسے اپنا معمول بناتا رہا پھر اپنی گرجتی اور گونجتی ہوئی آواز میں حکم دیا۔ "اپنا ایک بازو میرے حوالے کر دو۔"

زورو نے ایک بازو اس کی طرف بڑھا دیا۔ راسپوٹین نے اسے داؤ پیچ میں لیا پھر ایک زبردست جھٹکا دیا۔ زورو کے حلق سے دردناک چیخ نکلی اس کا وہ بازو ٹوٹ گیا تھا اور وہ فرش پر گر کر تڑپ رہا تھا۔ راسپوٹین نے فون کے پاس آ کر ریسیور اٹھایا۔ نمبر ڈائل کیے پھر چند سیکنڈ کے بعد کہا۔ "ہیلو آفیسر! میں الیگزنڈر راسپوٹین بول رہا ہوں۔ آپ میری رہائش گاہ جانتے ہیں۔ یہاں ایک پہلوان مجھے نقصان پہنچانے کی نیت سے آیا تھا۔ میں نے اس کا بازو توڑ دیا ہے۔ مس تاتیانہ یہاں موجود ہیں۔ یہ میرے حق میں گواہی دیں گی۔"

افسر نے فوراً آنے کا وعدہ کیا۔ راسپوٹین نے ریسیور رکھ کر کہا۔ "تاتیانہ! تم اپنے ہاتھوں سے کافی بنانے والی تھیں۔ آؤ میں کچن دکھاتا ہوں۔"

وہ زورو کو تڑپتا چھوڑ کر کچن میں آ گئے۔ سونیا نے کافی تیار کرتے ہوئے کہا۔ "تم شہ زور بھی ہو اور داؤ پیچ کے استعمال میں مہارت بھی رکھتے ہو۔"

وہ خوش ہو کر بولا۔ "سنا ہے تم بھی کچھ کم نہیں ہو۔"

"تم سے کم ہوں کیونکہ میں آنکھوں سے سحر زدہ کرنا نہیں جانتی۔"

"میں اور بھی کمالات جانتا ہوں۔ مثلاً تاش کے پتوں سے قسمت کا حال بتا سکتا ہوں۔ تمہارے چہرے، آواز اور لہجے سے تمہارا چال چلن بتا سکتا ہوں۔ اگر تم مجھ سے نظریں ملاؤ گی تو تمہارے اندر کی تمام چھپی ہوئی باتیں باہر لا سکتا ہوں۔ آزمائش شرط ہے۔"

سونیا نے ایک پیالی اسے دیتے ہوئے کہا۔ "کوئی اپنے اندر کی معمولی سی بات بھی کسی کو نہیں بتانا چاہتا۔ جبکہ میرے اندر بہت سے سرکاری راز چھپے ہوئے ہیں۔ میں تم سے کبھی نظریں نہیں ملاؤں گی۔"

پولیس افسر وہاں آیا۔ اس نے سونیا کو دیکھ کر سلام کیا۔ سونیا نے کہا۔ "زوروکوف کو یہاں سے لے جا کر طبی امداد دو۔ غلطی اسی کی ہے۔"

سپاہی اس پہاڑ کو سہارا دے کر لے گئے۔ راسپوٹین نے کافی پینے کے دوران میز پر تاش کے پتے پھیلا دیے۔ پھر کہا۔ "ان میں سے تین پتے اپنی پسند سے اٹھا لو۔"

سونیا نے دکی کے تین پتے اٹھائے۔ راسپوٹین نے تین دکیوں کو گڈی میں رکھ کر پھینٹنا شروع کیا۔ اچھی طرح پھینٹنے کے بعد تمام پتے میز پر اوندھے پھیلا دیے۔ اب وہ نظر نہیں آ رہے تھے کہ کون سا پتا کیا ہے۔ وہ بولا۔ "اب ان میں سے تین پتے اٹھاؤ۔"

سونیا نے اندازے سے تین پتے لیے پھر انھیں الٹ دیا۔ وہ تین اکے تھے۔ راسپوٹین نے حیرانی سے ایک بار سونیا کو اور دوسری بار پتوں کو دیکھا۔ وہ بولی۔ "کیا ہوا؟"

اس نے کہا۔ "تم پُراسرار ہو۔ تمہارا ظاہر کچھ ہے اور باطن کچھ۔ تم نے خود کو بہت معمولی اور چھوٹا ثابت کرنے کے لیے تین دکیاں اٹھائیں لیکن مقدر نے تمہارے ہاتھوں میں تین اکے پہنچا دیے۔"

"میں اتنا جانتی ہوں، یہ تین پتے سب سے بڑے ہوتے ہیں۔ یہ کسی پتے سے مات نہیں کھاتے لیکن یہ میرے بارے میں کیا بتاتے ہیں؟"

"یہی کہ تم دوسروں پر حاوی رہتی ہو۔ ہر مقابل کو مات دیتی ہوئی ہر مسئلے کو بڑی ذہانت سے حل کرتی ہوئی آگے بڑھتی جاتی ہو۔ تین اکوں کی طرح بین الاقوامی شہرت رکھتی ہو۔ سب سے حیرانی کی بات یہ ہے کہ کوئی بیماری تمہارے قریب نہیں آتی۔ ایسا اس کے ساتھ ہوتا ہے جس کے اندر روحانیت کوٹ کوٹ کر بھری ہوتی ہے۔ تم پکی کمیونسٹ ہو۔ خدا اور مذہب کو نہیں مانتیں پھر تمہارے اندر روحانیت کیسے پیدا ہو سکتی ہے؟ ان پتوں کے مطابق تم پچھلے کئی برسوں سے بیمار نہیں پڑیں جبکہ پچھلے دنوں تم سخت بیمار رہی تھیں۔ میں نے اخبارات میں پڑھا تھا تم بیماری کے بعد چھٹیاں گزارنے کے لیے برلن گئی تھیں۔ تعجب ہے! تم کچھ ہو پتے کچھ کہتے ہیں۔"

سونیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "میں طویل بیماری کے بعد پچھلے دنوں ڈیوٹی پر آئی ہوں۔ یہ اٹل حقیقت ہے۔ تاش کے پتے اور ہاتھ کی لکیریں اٹل سچائیاں بیان نہیں کر سکتیں۔ موجودہ حالات میں تم تاش کے پتوں کو اہمیت دو گے یا میرے وجود کی سچائی کو؟"

"میں الجھن میں ہوں۔ تاش کے پتوں نے مجھے کبھی غلط بات نہیں بتائی لیکن میں تاتیانہ کو جوجو یا کوئی دوسری لڑکی نہیں کہہ سکتا۔ تم جو ہو وہی ہو۔ بائی دی وے اپنا بایاں ہاتھ دکھاؤ۔ میں لکیریں پڑھوں گا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "کچھ لوگ عورت کا ہاتھ پکڑنے کے لیے علم نجوم کا سہارا لیتے ہیں۔ چلو اٹھو۔ باہر چلتے ہیں۔"

اس نے ہاتھ کی لکیریں دیکھنے پر اصرار نہیں کیا۔ اس کے ساتھ باہر آ کر دروازے کو لاک کیا۔ پھر اس کی کار میں اگلی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "ہاتھ کی لکیروں پر خوب یاد آیا۔ میں نے دو دن پہلے ایک ایسے شخص کا ہاتھ دیکھا تھا جو سوسائٹی میں بہت ہی معزز ہے لیکن لکیریں بتا رہی تھیں کہ وہ دوغلی زندگی گزار رہا ہے۔"

سونیا نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتے ہوئے پوچھا۔ "کون ہے وہ؟"

"اس کا نام نکولائی جوزف ہے۔ میں نے اس کی حقیقت معلوم کرنے کے لیے تاش کے پتے اس کے سامنے رکھے۔ اس نے بھی دو بار تین تین پتوں کو اٹھایا۔ ایک بار دیکھ کر دوسری بار دیکھے بغیر۔ پھر [illegible]ں نے بتایا، وہ محب وطن نہیں ہے اور کسی دوسرے ملک کے لیے [illegible] کرتا رہتا ہے۔"

[illegible] بولی۔ "میرا تعلق انٹیلی جنس ڈپارٹمنٹ سے ہے۔ میں ایسے [illegible] دشمن سے ابھی ملنا چاہوں گی۔ اس کا ٹھکانا بتاؤ۔"

"[illegible] یا میں فون پر معلوم کروں کہ وہ ابھی کہاں مل سکتا ہے؟"

سونیا نے اثبات میں سر ہلایا۔ اس نے کارڈلیس ریسیور اٹھا کر [illegible] نمبر ڈائل کیے۔ پھر رابطہ قائم ہونے پر کہا۔ "میں راسپوٹین بول رہا ہوں۔ اس [illegible]ت نکولائی کہاں ہوگا؟"

دوسری طرف سے آواز آئی۔ "شام ہو چکی ہے، وہ اپنے بنگلے میں [illegible] شراب سے شغل کر رہا ہوگا۔"

راسپوٹین نے فون کو آف کر کے رکھتے ہوئے کہا۔ "ہائی وے پر [illegible] وہ شہر سے باہر سنڈریلا ٹاؤن میں رہتا ہے۔"

سونیا نے گاڑی ہائی وے کی سمت موڑ دی۔ اسی وقت میڈونا [illegible]ر کو ذرا دیکھے۔ سونیا نے کہا۔ "اچھے وقت آئی ہو۔ میرے ساتھ راسپوٹین بیٹھا ہوا ہے۔ یہ بہترین دوست بھی ہو سکتا ہے اور [illegible] دشمن بھی۔ یہ تنویمی عمل کا ماہر ہے، ایک صحت مند پہلوان ہے، اس کے دماغ میں کبھی نہ جانا۔ ابھی جس سے ملنے جا رہی ہوں، شاید اس کے دماغ میں جا سکو۔ ابھی آدھے گھنٹے کے لیے جا سکتی ہو۔ مجھے [illegible] اور علی تیمور کی کوئی خبر نہیں مل رہی۔ کیا تم علی کے پاس گئی تھیں؟"

"جی ہاں، آخری بار جب رابطہ ہوا تو علی تیمور، ماما کے ساتھ ایک فلائنگ مشین پر [illegible] رہے تھے۔ وہ اور اعلیٰ بی بی صرف سپر ماسٹر کے فوجیوں سے ہی نہیں یہودی تنظیم کے گوریلوں سے بھی ٹکراتے [illegible] رہے ہیں۔"

"آرمر سے پوچھو، جوجو کی ذہنی حالت کیسی ہے؟ اس کے بعد [illegible] کے دماغ میں جھانک کر آؤ۔"

وہ چلی گئی۔ سونیا ڈرائیو کرتی ہوئی سوچتی رہی، ونڈ اسکرین کے پار دیکھتی رہی۔ راسپوٹین نے پوچھا۔ "تم نکولائی جوزف کو جانتی ہوگی؟"

"یہ نام سنا ہے۔ شاید دیکھا بھی ہو۔"

تاتیانہ کا رول ادا کرنے میں یہی دشواری تھی۔ وہ آرمر کی مدد سے [illegible] انٹیلی جنس اور اہم سرکاری افسران کو پہچان لیتی تھی لیکن عام [illegible] شخصیات کو جاننا ممکن نہیں تھا۔ ایسے لوگ سیکڑوں ہزاروں کی تعداد میں ہو سکتے تھے۔ راسپوٹین نے کہا۔ "تم بہت ذہین ہو۔ تمہاری [illegible]شت بھی خوب ہے۔ اگر نکولائی سے پہلے کبھی ملاقات ہوئی [illegible] تو تم اسے کبھی نہ بھلاتیں۔ کیا میں درست کہہ رہا ہوں؟"

"ہاں یہی بات ہے مگر طویل بیماری نے میرے حافظے پر اثر ڈالا ہے۔ میں کچھ اہم اور غیر اہم باتیں بھولنے لگی ہوں۔"

"تمہیں اس سلسلے میں ڈاکٹر سے رجوع کرنا چاہیے۔ یہ حافظے [illegible] کمزوری تمہیں نقصان پہنچا سکتی ہے۔"

"میں ڈیوٹی پر آتے ہی سونیا (جوجو) کے معاملے میں مصروف ہو گئی ہوں۔ ویسے میں اپنے لیے وقت نکالوں گی۔"

میڈونا آ کر رپورٹ دینے لگی۔ جب راسپوٹین سونیا سے باتیں کرتا تو وہ چپ رہتی تھی۔ جب وہ چپ ہوتے تو وہ رپورٹ سنانے لگتی تھی۔ جوجو نارمل تھی اور بستر پر بیٹھی اپنے متعلق سوچ رہی تھی۔ کبھی وہ ماسک مین کی طرف مائل ہوتی تھی۔ کبھی آرمر کی محبت اور سچائی سے متاثر ہوتی تھی۔

پھر میڈونا نے بتایا۔ "پاسکل بہت گھبرایا ہوا ہے۔ اسے یقین نہیں ہے کہ میں اسے زندہ چھوڑ دوں گی۔ ایک فوجی افسر یقین دلا رہا ہے کہ میں اسے نہیں ماروں گی کیونکہ سونیا ماسک مین کی قید میں ہے۔ سونیا اور جوجو کی بھلائی کے لیے میں اس کا بھی بھلا چاہتی رہوں گی۔"

وہ رپورٹ سناتے سناتے رک گئی۔ راسپوٹین، سونیا کو گائیڈ کر رہا تھا۔ سونیا اس کے مطابق ڈرائیو کرتی ہوئی ایک بنگلے کے سامنے پہنچ گئی تھی۔ راسپوٹین نے گاڑی سے اتر کر احاطے کا گیٹ کھولا۔ وہ کار اندر لے آئی۔ اس سے پوچھا۔ "کیا وہ یہاں تنہا رہتا ہے؟"

"ہاں، میں کال بیل کا بٹن دباؤں گا۔ دروازہ کھلنے تک تم سامنے نہ آنا۔ ایک ملٹری لیڈی افسر کو دیکھ کر شاید وہ گھبرا جائے۔"

وہ دونوں بنگلے کے دروازے پر آئے۔ اس نے بیل کا بٹن دبایا۔ سونیا دیوار کی آڑ میں کھڑی ہو گئی۔ تھوڑی دیر بعد اندر سے کسی نے پوچھا۔ "کون ہے؟"

راسپوٹین نے کہا۔ "میری آواز لاکھوں میں پہچانی جاتی ہے۔"

"آہا مسٹر الیگزنڈر راسپوٹین۔۔" دروازہ کھل گیا۔

وہ اندر قدم رکھتے ہوئے بولا۔ "زیادہ خوش ہو کر دانت نہ نکالو۔ مس تاتیانہ تشریف لائی ہیں۔"

سونیا سامنے آئی پھر کمرے میں پہنچ گئی۔ نکولائی گھبرا رہا تھا۔ راسپوٹین نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ پھر دور رکھے ہوئے انٹرکام کے پاس جا کر ریسیور اٹھا کر کہا۔ "ہیلو میں بول رہا ہوں۔ نو ڈور، نو وِنڈو، نو ویٹی لیٹر۔"

"آل رائٹ سر۔"

اس نے ریسیور رکھ کر کہا۔ "نکولائی! تم تاتیانہ سے پہلے بھی مل چکے ہو؟"

نکولائی نے کہا۔ "ہاں، ہم ایک دوسرے کو اچھی طرح پہچانتے ہیں مگر یہاں مادام کی موجودگی سمجھ میں نہیں آئی۔"

راسپوٹین نے ہنستے ہوئے کہا۔ "تم تاتیانہ کو پہچانتے ہو لیکن یہ تمہیں نہیں پہچانتی جبکہ تم نے یہودی تنظیم کے ایک ایجنٹ کی نشان دہی کی تھی اور تمہاری مدد سے تاتیانہ نے اسے گرفتار کیا تھا۔ یہ صرف چند ماہ پہلے کی بات ہے۔ اب بتاؤ تاتیانہ! تمہاری یادداشت آخر کتنی کمزور ہو گئی ہے؟"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

سونیا تن گئی۔ اس نے دونوں ہاتھ کمر پر رکھے پھر کہا۔ "راسپوٹین! تم کوئی زبردست کھیل شروع کرنے کے لیے مجھے یہاں لائے ہو؟"

"ہاں کچھ ایسا ہی ہے۔"

"کیا تم نے تاش کے پتّوں سے یہ نہیں پوچھا کہ تمھاری سانسیں کتنی رہ گئی ہیں؟"

"پلیز تاتیانہ! چیلنج نہ کرو۔ اِس لمحے تک میرے دل میں تمھارے لیے کوئی دشمنی نہیں ہے۔ آج تم نے مجھے نہ پہچان کر اُلجھا دیا ہے۔ اسپتال میں اُس فوجی افسر نے میرا تعارف کرایا اور تم نے اجنبی بن کر مجھ سے مصافحہ کیا۔ جبکہ چار ماہ پہلے ہماری طویل ملاقات ہو چکی ہے۔ تم خود میرے پاس آئی تھیں۔ کچھ یاد آیا؟"

وہ ناگواری سے بولی۔ "تم میرا امتحان نہ لو۔ بولتے جاؤ میں کیوں آئی تھی؟"

"میں بڑی حد تک سچّی پیشین گوئی کرتا ہوں۔ میری شہرت سُن کر تم میرے پاس آئی تھیں۔ ہمارے درمیان بہت سی باتیں ہوئیں۔ ان میں خاص بات یہ ہے کہ میں نے آج کی طرح اُس روز بھی تمھارے سامنے تاش کے سیدھے پتّے رکھے تھے اور کہا تھا۔ پتّے دیکھو اور اپنی پسند کے تین عدد نکال کر مجھے دو۔ جانتی ہو تم نے کون سے تین پتّے پسند کیے تھے؟"

"میں سُن رہی ہوں۔"

"تم نے تین اِکّے نکالے۔ یہ انتخاب ظاہر کرتا ہے کہ تم اندر سے مغرور ہو اور خود کو سب سے برتر سمجھتی ہو۔ اس کے برعکس تم نے آج تین دُکّیاں پسند کر کے ظاہر کیا کہ تمھارے اندر خاکساری ہے، تم مغرور نہیں ہو، خود کو دوسروں سے برتر نہیں سمجھتی ہو۔ چار ماہ پہلے کی تاتیانہ میں اور آج کی تاتیانہ میں زمین و آسمان کا فرق کیسے پیدا ہو گیا؟"

"کوئی سوال نہ کرو۔ بولتے جاؤ۔"

"اگر میں یہ سمجھ لوں کہ آج تم نے جان بوجھ کر غلط پتّے اُٹھائے تھے تو مقدر کے پتّے غلط نہیں ہو سکتے۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ تم نے سوچ سمجھ کر تین اِکّے پسند کیے اور مقدر نے بغیر دیکھے ہوئے تمھارے ہاتھوں میں تین دُکّیاں دیں۔ اس کا مطلب ہے تمھاری برتری بہت جلد ختم ہونے والی ہے اور جو تم سے برتر ہے اُس کے ہاتھوں تمھاری زندگی تمام ہونے والی ہے۔"

"یعنی میں مرنے والی تھی مگر ابھی تک زندہ ہوں؟"

"ہاں، میرے حساب سے تمھیں مر جانا چاہیے تھا۔ میرا حساب غلط کیوں ہوا، یہ معلوم کرنے کے لیے میں تمھیں اپنی رہائش گاہ تک لے گیا۔ وہاں پھر تمھارے ذریعے تاش کے پتّوں سے پوچھا تو بات بالکل برعکس نکلی یعنی تم نے دیکھ سمجھ کر تین دُکّیاں پسند کیں اور مقدر نے تمھارے ہاتھوں میں تین اِکّے پہنچا دیے۔"

"اس کا مطلب کیا ہوا؟"

"یہ ہوا کہ تم قتل ہونے والی نہیں ہو، قتل کرنے والی ہو۔ تم نے اُس تاتیانہ کو قتل کیا ہے جس کے مقدر میں دُکّیاں آئی تھیں۔"

سونیا نے پوچھا۔ "کیا تمھیں تاش کے پتّوں پر اتنا بھروسا ہے کہ تم مجھے کسی تاتیانہ کی قاتلہ سمجھ رہے ہو؟"

"بیماری کے بعد یادداشت اتنی کمزور نہیں ہو سکتی کہ تم پچھلی باتوں کو بھلا دو۔ میں نے تاتیانہ کے ہاتھ کی لکیریں بھی دیکھی تھیں۔ لاؤ اپنا ہاتھ دکھاؤ۔ ابھی فرق معلوم ہو جائے گا۔"

اسی وقت میڈونا نے آکر کہا۔ "نکولائی جوزف کا دماغ ... ہے کہ یہ لوگ سُپر ماسٹر کے ایجنٹ ہیں۔ اور بھی چار جاسوس ... میں ہیں، ان سب کا لیڈر راسپوٹین ہے۔"

سونیا نے کہا۔ "راسپوٹین! تم میرا ہاتھ دیکھنا چاہتے ہو ... ہاتھ دکھاؤں گی تو دن میں تارے نظر آنے لگیں گے۔ ویسے میں ... ہاتھ کی لکیریں دیکھے بغیر بتا سکتی ہوں کہ تم سُپر ماسٹر کے چمچے ہو ..."

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "اب صاف صاف باتیں ہوں گی ... سے ماریہ کو اغوا کر کے ماسکو لایا گیا ہے۔ یہ بات ہمیشہ زیرِ بحث ... ہے کہ طیارے میں نادیہ نہیں تھی اُس کے بھیس میں سونیا تھی ... میں پورے یقین سے کہتا ہوں کہ تم سونیا ہو۔"

"میں جو ہوں وہی رہوں گی۔ دنیا کا کوئی قانون تاش کے ... اور علمِ نجوم کی شہادت کو نہیں مانتا۔ تم اپنے دادا پردادا ... طرح روسی عوام کے دشمن ہو۔ میرے ملک کے غدار ہو۔ میں تمھیں سلاخوں کے پیچھے پہنچاؤں گی۔"

راسپوٹین نے زوردار قہقہہ لگایا پھر کہا۔ "تم میرے ... ڈگمگا رہی ہو۔ چلو مان لیتا ہوں، علمِ نجوم اور تاش کے پتّے کبھی ... غلط نتیجہ بھی پیش کرتے ہیں لیکن تم تاتیانہ ثابت ہو گی تو یہاں ... زندہ نہیں جا سکو گی۔"

"اور تمھارے علم کے مطابق میں اگر سونیا ہوں تو کیا زندہ چھوڑ دو گے؟"

وہ ہنستے ہوئے اپنے دونوں کان پکڑ کر بولا۔ "اگر تم سونیا ... ہمیں اپنی زندگی کی فکر پڑ جائے گی۔ میں اسی لیے دوستانہ انداز میں ... تمھیں یہاں لایا ہوں۔ ہمیں ایک دوسرے کے سامنے بالکل ... ہو جانا چاہیے۔ میں وعدہ کرتا ہوں، اگر تم سونیا ہو تو میں جوجو کو ... سے نکال لے جانے کے لیے تمھارا ساتھ دوں گا۔ دیکھو یہ روس ... یہاں قدم قدم پر پہرا ہے۔ جوجو کو اس ملک سے باہر لے جانا ... بہت دور کی بات ہے، اُسے اسپتال کے دروازے سے نکالنا ناممکن ہے۔"

"اور تم ناممکن کو ممکن بنا دو گے؟"

"مجھے آزما کر دیکھ لو۔"

"ضرور، میں تمھیں آہنی سلاخوں کے پیچھے بند کر کے آزماؤں گی ... جوجو کو اس ملک سے باہر لے جانے کا دعویٰ کرنے والا خود لوہے کی سلاخوں سے کس طرح باہر آئے گا۔ وہیں پہنچ کر تمھیں یقین آئے گا کہ میں تاتیانہ ہوں۔"

نکولائی جوزف نے کہا۔ "راسپوٹین! اِس کا مزاج اور ڈیوٹی کی پابندی ثابت کر رہی ہے کہ یہ حقیقتاً تاتیانہ ہے۔"

راسپوٹین نے گھورتے ہوئے کہا۔ "آج تم ڈیوٹی پوری کرنے کی حسرت لے کر دنیا سے جاؤ گی۔ میں نے یہاں آتے ہی انٹر کام کا وہ ریسیور اٹھا کر دوسرے کمرے سے رابطہ قائم کیا تھا اور اپنے ایک ماتحت سے کہا تھا۔ نو ڈور، نو ونڈو اور نو ونٹی لیٹر۔ اس کا مطلب تھا یہاں کے تمام دروازے، کھڑکیاں اور روشن دان بند کر دیے جائیں۔ یہاں ہر دروازے، کھڑکیوں کے ساتھ فاضل شٹر ہیں جو صرف ایک بٹن کے دبانے سے بند ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد یہاں پھنسنے والا ساری زندگی میں باہر نہیں نکل پاتا۔ ہاں، اس کی لاش باہر پھینک دی جاتی ہے۔"

سونیا نے چاروں طرف گھوم کر دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا تم نے مجھے پھانس لیا ہے؟ کیا میں یہاں سے باہر نہیں جا سکوں گی؟"

"میں نے کہا نا یہ خودکار سسٹم ہے، کوئی اپنے ہاتھوں سے، اپنی طاقت سے اور اپنی ذہانت سے یہاں کا ایک بھی دروازہ نہیں کھول سکے گا۔"

وہ سوئچ بورڈ کی طرف بڑھتے ہوئے بولی۔ "اگر میں یہاں سے نکل کر دکھا دوں تو؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "سوئچ بورڈ کے پاس جا کر اندھیرا کرنا چاہتی ہو، اندھیرا کرو، اُجالا کرو۔ سونیا ہو تو خدا کو پکارو۔ تاتیانہ ہو تو لینن کو پکارو، پھر بھی کوئی دروازہ نہیں کھلے گا۔ موت تمھارا مقدر بن چکی ہے۔"

وہ سوئچ بورڈ کے پاس سے ہٹ کر دروازے کے سامنے گئی۔ اُسے کھول کر دیکھا۔ کھلے ہوئے دروازے کے سامنے شٹر گرا ہوا تھا۔ فرار کا راستہ بند تھا۔ نکولائی جوزف اور راسپوٹین قہقہے لگا رہے تھے۔ اچانک ہی اُن کے قہقہے تھم گئے۔ کیونکہ سونیا قہقہے لگا رہی تھی۔ وہ دونوں حیرانی سے دیکھنے لگے۔

پھر جو کچھ ہوا، وہ کبھی ہو نہیں سکتا تھا، بالکل ہی ناممکن سی بات تھی۔ سونیا نے جھک کر شٹر کو نیچے سے پکڑ کر کہا۔ "کھل جا سم سم۔۔۔"

اس نے اوپر کو جھٹکا دیا۔ شٹر اوپر کی طرف اٹھا۔ وہ باہر گئی، پھر کوئی چیز ہٹائی۔ پھر شٹر کو نیچے گرا دیا۔ راسپوٹین نے مارے جھنجلا کر کہا۔ "یہ نہیں ہو سکتا۔ اگر ہم جاگ رہے ہیں تو یہ ناممکن بلکہ سوال سونیا تھی، خدا کی قسم یہ سونیا تھی۔۔۔"

جاسوسی ڈائجسٹ کا دلچسپ ترین سلسلہ

انسان کی ترقی و تہذیب کے حیات افروز واقعات
صدیوں سے زندہ ایک پُراسرار شخص کی آپ بیتی، ھَوَاجس کی دوست تھی، سمندر جس کے لیے آغوشِ مادر تھا، آگ اس کے بدن کو نمو دیتی تھی۔
****
وہ کہانی جس نے اپنے وقت میں مقبولیت کے ریکارڈ توڑ دیے

صدیوں کا بیٹا

پانچ حصوں میں مکمّل

قیمت فی حصہ/ ۲۵ روپے ٭ ڈاک خرچ فی حصہ/ ۱۰ روپے

مکمل سیٹ منگانے پر قیمت صرف/ ۱۰۰ روپے، ڈاک خرچ/ ۲۰ روپے۔ کل/ ۱۲۰ روپے کا منی آرڈر روانہ فرمائیں۔ یہ رعایت صرف منی آرڈر ارسال کرنے پر ہی ملے گی

کتابیات پبلیکیشنز ... کراچی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ایک بات جو کسی کے لیے ناممکن ہوتی ہے، وہ ضروری نہیں کہ دوسرے کے لیے بھی ممکن نہ ہو۔ سونیا نے ناممکن کو ممکن کیسے بنالیا، یہ راسپوٹین کی سمجھ میں نہیں آیا۔ وہ دوڑتا ہوا انٹرکام کے پاس آیا۔ ریسیور اُٹھا کر ایک ماتحت سے بولا "کیا تم نے دروازوں اور کھڑکیوں کو خودکار سسٹم کے ذریعے لاک کیا تھا؟"

ماتحت نے جواب دیا "جی ہاں میں نے بٹن دبا کر ٹی وی اسکرین پر دیکھا تھا۔ تمام دروازوں، کھڑکیوں اور روشندانوں کے مضبوط شٹر نیچے آکر مقفل ہوگئے تھے۔"

وہ گرج کر بولا "تم سے کوئی بھول ہوئی ہے۔ وہ یہاں کے ایک شٹر کو اُٹھا کر فرار ہوگئی ہے۔"

"جی ہاں میں نے اُسے اسکرین پر دیکھا ہے۔ دیکھنے کے باوجود یقین نہیں آرہا کہ اس نے خودکار سسٹم کو فیل کر دیا ہے۔"

"بکواس نہ کرو۔ سسٹم کو اچھی طرح چیک کرو۔ مجھے معلوم ہونا چاہیے، اُس نے شٹر کو کیسے اُٹھایا۔ اُلو کی پٹھی نے صرف کُھل جا سم سم کہا تھا۔ ہمیں اُلو بنایا گیا ہے۔"

اُس نے انٹرکام کے ریسیور کو پٹخ دیا۔ نکولائی جوزف نے کہا "سُنا تھا دوسروں کے لیے گڑھا کھودنے والے خود اُسی گڑھے میں گر پڑتے ہیں۔ آج آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں، ہم جسے پھانسنا چاہتے تھے، وہ ہمیں خودکار سسٹم کی کھڑکیوں اور دروازوں میں قید کر گئی ہے۔"

راسپوٹین نے گرج کر کہا "یو شٹ اَپ۔ ہمارا آدمی خودکار نظام کی خرابی کو سمجھنے کی کوشش کر رہا ہے۔"

اُسی بنگلے کے ایک کمرے میں وہ ماتحت کسی خرابی کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ کسی نے پیچھے سے آکر اس کے شانے کو تھپتھپایا۔ اُس نے سر گھما کر دیکھا پھر حیرت اور خوف سے اُچھل پڑا۔ بند کمرے سے نکلنے والی سونیا اس کے پاس کھڑی تھی۔

وہ بولی "میرا اندازہ درست نکلا۔ اُسی ایک کمرے کو خودکار سسٹم کے ذریعے پنجرہ بنایا گیا ہے۔ راسپوٹین نے یہ غلطی کی کہ تمہارے کمرے کو تحفظ نہیں دیا۔ وہ دیکھو، تمہارا دروازہ صرف ایک تار کی مدد سے کھول کر آئی ہوں۔"

وہ تھوک نگل کر بولا "مادام! ہم بُری طرح پھنس گئے ہیں۔ جو ہونا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ پلیز! یہ بتا دیں، آپ نے خودکار شٹر کو کیسے اُٹھا لیا تھا؟"

وہ بولی "کسی بھی دشمن کے اڈے پر ہتھیار سے زیادہ حاضر دماغی کام آتی ہے۔ اس بنگلے میں آنے والے شاید توجہ نہ دیتے ہوں کہ یہاں دروازے کے علاوہ شٹر کیوں لگائے گئے ہیں مگر میں نے توجہ دی۔ اس وقت مجھے راسپوٹین پر شبہ نہیں تھا۔ میں نکولائی کو ملک کا دشمن سمجھ کر آئی تھی۔ اُس شٹر کو دیکھ کر یہ بات سمجھ میں آئی کہ نکولائی کا بھید کُھلے گا تو اُس کے آدمی باہر سے شٹر گرا کر مجھے اور راسپوٹین کو قید کر لیں گے۔ یہ بات سمجھ میں آتے ہی میں نے اپنا ایک چھوٹا سا چاقو اُس جگہ گرا دیا جہاں شٹر نیچے آکر رک جاتا تھا۔ اُس چاقو کی وجہ سے شٹر پوری طرح بند نہ ہوسکا۔ تم لوگوں نے سمجھا وہ خودکار نظام کے تحت لاک ہو چکا ہے۔ اب تم بتاؤ، یہاں کتنے کمرے اور کتنے [illegible]"

"یہاں دو بیڈ روم اور ایک ڈرائنگ روم ہے۔ ڈرائنگ روم میں ابھی راسپوٹین اور نکولائی صاحب قید ہیں۔ میں اس کمرے میں ہوں۔ دوسرا کمرا خالی ہے۔ رات کے دس بجے میری ڈیوٹی ختم ہوگی، دوسرا شخص میری جگہ آئے گا۔"

سونیا نے پوچھا "یہاں تم لوگوں کے خلاف ٹھوس ثبوت کہاں مل سکتا ہے؟"

"یہاں کے اٹیچڈ باتھ روم میں واش بیسن کے اوپر [illegible] ہے۔ اُس آئینے کو دیوار سے الگ کرو تو پیچھے چور خانے بنے ہیں۔ ایک خانے میں اہم دستاویزات اور یہاں سے چُرائے ہوئے [illegible] کی مائیکرو فلمیں ہیں۔ چار ریوالور اور دو لائٹ مشین گنیں [illegible]"

میڈونا نے سونیا کے پاس آکر کہا "اس کا بیان درست ہے۔ یہ سوچ رہا ہے، اِسے سرکاری طور پر معافی مل جائے تو یہ باقی [illegible] تک آپ کی راہنمائی کرے گا۔"

سونیا نے پوچھا "تم جیل جانا چاہو گے یا میرا ساتھ دو [illegible]"

وہ فرش پر گھٹنے ٹیک کر بولا "مجھے معاف کر دو۔ میں [illegible] ہوں، تمہارے اور بھی کام آؤں گا۔ یہاں اور چار جاسوس [illegible] وہاں تک پہنچاؤں گا۔"

اُسی وقت انٹرکام کی بھونڈی آواز سُنائی دی۔ سونیا نے [illegible] اُٹھایا۔ دوسری طرف سے راسپوٹین نے غصے میں کہا "خودکار [illegible] چیک کرنے میں کتنی دیر لگا رہے ہو۔ یہاں کے دروازے کھول [illegible] آرہا ہوں۔"

سونیا نے کہا "دروازہ کُھلے گا تو آؤ گے!"

وہ چونک کر بولا "تم... تم وہاں ہو؟"

"تم نے کیا سمجھا تھا، میں اپنی جان بچا کر بھاگ جاؤں گی [illegible] کو گرفتار کرنے کا فرض ادا نہیں کروں گی۔ افسوس! تم نے ابھی [illegible] کو سمجھا نہیں ہے۔"

"اوہ گاڈ! میری سمجھ میں نہیں آتا، تم کون ہو۔ یہاں سے [illegible] تم نے جس ذہانت کا مظاہرہ کیا ہے، وہ صرف سونیا کا ہی حصہ [illegible] تمہاری فرض شناسی بتا رہی ہے کہ تم تاتیانہ ہو۔ ہمیں قانون کے حوالے [illegible] ہی رہو گی۔"

"صرف قانون کے حوالے نہیں کروں گی، تمہاری آنکھیں [illegible] پھوڑ دوں گی۔ تم ان خوف ناک آنکھوں سے گرفتار کرنے والوں [illegible] اور اپنے خلاف فیصلہ سُنانے والے منصف کو بھی سحر زدہ کر سکتے ہو۔"

"نہیں، قانون نے تمہیں اتنے اختیارات نہیں دیے ہیں کہ تم میری آنکھیں پھوڑ سکو۔ تم صرف گرفتار کر سکتی ہو۔"

"جس طرح کسی مجرم کو گرفتار کرنے سے پہلے اس کے تمام ہتھیار چھین لیے جاتے ہیں اسی طرح تمہاری شیطانی آنکھوں کے ہتھیار کو چھین لینا میرا فرض ہے۔ قانون کے محافظوں کو میں سمجھا دوں گی کہ تم سے مقابلے کے دوران وہ آنکھیں پھوٹ گئیں جبکہ ایسا ارادہ نہیں تھا۔"

"میں اپنی آنکھوں سے اور جسمانی قوت سے پہاڑ جیسے پہلوانوں کو ریزہ ریزہ کر دیتا ہوں۔ تم سونیا ہو یا تاتیانہ، میرے مقابلے پر آنے کی حماقت نہ کرنا۔ میں مقابلے پر آنے والی حسیناؤں کو مُنہ دکھانے کے قابل نہیں چھوڑتا۔"

میڈونا نے کہا "مما! یہ آپ کو چیلنج کر رہا ہے۔"

"ہاں، مجھے بھڑکا رہا ہے تاکہ شٹر اُٹھا کر مقابلے پر پہنچ جاؤں۔"

"میری خواہش ہے آپ اس کی پٹائی کریں۔"

"ایسی خواہش کو ہمیشہ کُچل دیا کرو اور فوراً فیصلہ کرو کہ دشمنوں کو کس طرح جلد سے جلد عبرت ناک انجام تک پہنچایا جا سکتا ہے۔"

"اس کی ایک صورت ہے۔ میں نکولائی کے ذریعے اُس کی آنکھیں پھوڑ دوں۔ یا اُسے بُری طرح زخمی بنا دوں۔ بعد میں وہ دونوں بیان دیں گے کہ وہ آپس میں بہترین دوست تھے، انھیں کسی نے دماغ میں آکر لڑایا تھا۔ اسی لیے راسپوٹین شہ زور ہونے کے باوجود نکولائی جوزف کے ہاتھوں زخمی ہوگیا۔"

"تو پھر میں دونوں کو بیان دینے کے قابل نہ چھوڑوں؟"

"یعنی دونوں کا کام تمام کر دو گی؟"

"جی ہاں۔ میں اُنھیں اندھا اور اپاہج بنا کر چھوڑوں گی تب بھی وہ کسی طرح ظاہر کر دیں گے کہ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے یا والی نے ان کے ساتھ ایسا سلوک کیا ہے۔"

"اگر نکولائی جوزف آئندہ کام آسکتا ہے تو ٹھیک ہے۔ ورنہ دونوں کو ختم کر دو۔"

وہ نکولائی کے دماغ میں آئی۔ نکولائی، راسپوٹین سے کہہ رہا تھا "یہاں سے نکلنے کی تدبیر کرو۔ بڑی مشکل ہے، ہم سپر ماسٹر سے رابطہ قائم نہیں کر سکتے۔ ڈیگر اینڈ ڈیگر پتا نہیں کہاں مصروف ہیں۔ آج صبح سے وہ میرے دماغ میں نہیں آئے۔ اگر وہ اب بھی نہیں آئیں گے تو تاتیانہ ہمارے ساتھ جانوروں جیسا سلوک کرے گی۔"

راسپوٹین نے انٹرکام سے رابطہ قائم کیا۔ پھر سونیا کی آواز سن کر بولا "تاتیانہ! تم ہمارے خلاف کوئی ٹھوس ثبوت پیش نہیں کر سکو گی۔ ہو سکتا ہے کوئی معمولی سزا دلا سکو لیکن ہمیں غدار اور امریکا کا ایجنٹ ثابت نہیں کر سکو گی۔ بہتر ہے ہم سے صُلح کر لو۔"

"میں تم سے نہیں نکولائی سے بات کرنا چاہتی ہوں۔"

اس نے نکولائی جوزف کو ریسیور دیتے ہوئے کہا "ہمارے درمیان مصالحت ہو سکتی ہے۔ اسے راضی کرنے کی کوشش کرو۔"

وہ ریسیور لے کر بڑے ادب سے بولا "میں تمہاری دلیری، ذہانت اور برتری کا اعتراف کرتا ہوں۔ ایک بار ہم سے مصالحت کر کے دیکھو، ہم تمہاری توقعات سے زیادہ تمہارے کام آتے رہیں گے۔"

"مثلاً کس طرح کام آسکتے ہو؟"

"میں رسوتی کے متعلق ایک اہم اطلاع دوں گا۔ تمہارا ملک تھوڑی سی جدوجہد کے بعد اُسے حاصل کر سکتا ہے۔"

"یعنی تم لوگ سپر ماسٹر سے غداری کرو گے؟"

"ہم معاوضہ لے کر اپنی محنت اور صلاحیتیں اُسے دیتے ہیں لیکن اس کے کسی کام کے لیے جان نہیں دے سکتے۔ ہم تمہارے بھی انفارمر بن کر صحیح اطلاعات فراہم کر سکتے ہیں مگر تمہارے لیے بھی جان دینے کی قسم نہیں کھا سکتے۔ ہمیں اپنی زندگی عزیز ہے۔ اسی زندگی کے لیے ہم جان بچا کر خطرات سے کھیلتے ہیں۔"

"تمہاری یہ سچی اور کھری باتیں مجھے پسند آرہی ہیں۔ میں تم پر بھروسا کر سکتی ہوں۔"

"اس اعتماد کا شکریہ۔ پلیز ہمیں باہر نکالو۔"

"صرف تمہیں باہر آنے دوں گی۔"

"میں راسپوٹین کی طرف سے قسم کھاتا ہوں، وعدہ کرتا ہوں، اس سے کبھی تمہیں نقصان نہیں پہنچے گا۔"

"صرف اپنی بات کرو۔ میری دوستی سے اس ملک میں تمہیں عزت ملے گی۔"

میڈونا نے دیکھا۔ راسپوٹین، نکولائی جوزف کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر گھور رہا تھا۔ اپنی خوفناک آنکھوں سے مرعوب کر رہا تھا۔ اس کی نظریں دھمکی بن گئی تھیں۔ نکولائی اس کے خلاف ہو کر سونیا سے سمجھوتا کرنے کی خود میں جرأت نہیں پا رہا تھا۔ ایسے ہی وقت میڈونا نے اس کی نظروں کو راسپوٹین کی نظروں سے ہٹا دیا۔ اسے اُن آنکھوں کے سحر سے نکال دیا۔ اس نے اطمینان کی سانس لی۔ سونیا نے پوچھا "کیا تم کسی اُلجھن میں ہو؟"

"آں ہ نہیں۔ بالکل نہیں۔ میں دراصل سوچ رہا ہوں کہ ان حالات میں کیا کرنا چاہیے۔"

"وہی جو تمہاری عقل سمجھاتی ہے۔ تم سپر ماسٹر کے لیے، ملک کے لیے اور میرے لیے جان نہیں دے سکتے۔ پھر راسپوٹین سے دوستی کیوں نباہ رہے ہو؟"

اسی وقت میڈونا نے اس کی سوچ میں کہا "ہاں، سوچنے کی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

بات ہے مجھے اپنی جان بچانے کی فکر کرنی چاہیے۔"
سونیا نے کہا: "اس خوش فہمی میں نہ رہو کہ تم لوگوں کے خلاف ٹھوس ثبوت نہیں ملیں گے۔ یہاں انٹیلی جنس کے آدمی پہنچتے ہی باتھ روم کے آئینے کے پیچھے سے تمہارے اعمال کا کچا چٹھا برآمد کرلیں گے۔"
یہ سنتے ہی نکولائی کے ہوش اُڑ گئے۔ اس نے راسپوٹین سے کہا: "ہم مر گئے۔ بُری طرح پھنس گئے۔ تاتیانہ کو باتھ روم کے خفیہ خانے کا علم ہے۔"
"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"
"ہو سکتا ہے نہیں' ہو چکا ہے۔"
یہ کہتے ہی اس نے ریوالور نکال کر راسپوٹین کو نشانے پر رکھ لیا۔ یہ میڈونا کی حرکت تھی جو نکولائی کی سوچ میں کہہ رہی تھی۔ "اوہ گاڈ! میں نے بے اختیار ریوالور نکالا ہے' اس کا مطلب ہے' میں اپنے دفاع کو' اپنی ذات کو ترجیح دیتا ہوں اور یہ غلط نہیں ہے' اپنی جان بچانے کے لیے مجھے تاتیانہ کا وفادار بننا چاہیے۔"
اُدھر سے سونیا نے کہا: "نکولائی! تمہاری سلامتی میری ایک نگاہِ کرم کی محتاج ہے۔"
میڈونا دماغ میں بول رہی تھی۔ سونیا کان میں منتر پھونک رہی تھی۔ وہ بھڑک کر بولا: "راسپوٹین! میرے قریب نہ آنا۔ تم جانتے ہو میرا نشانہ کبھی نہیں چوکتا۔ گولی سیدھی دل کے آر پار ہوگی۔"
راسپوٹین نے غصے سے پوچھا: "کیا دماغ چل گیا ہے؟ یا تاتیانہ کے بہکانے پر یہ حماقت کرنا چاہتے ہو؟"
"وہ مجھے ایک نئی زندگی دے رہی ہے اور یہ زندگی تمہاری لاش پر سے گزر کر ہی مجھے مل سکتی ہے۔"
راسپوٹین نے اچانک اس پر چھلانگ لگائی۔ اس کے ساتھ ہی گولی چل گئی۔ وہ شیر کی طرح دہاڑتا ہوا فرش پر گر پڑا۔ گولی ران میں پیوست ہو گئی تھی۔ جسم میں انگارے دہکنے لگے تھے۔ شدید تکلیف میں مبتلا ہونے کے باوجود وہ فرش پر رینگتا ہوا اور غراتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ وہ کسی بھی مقابل کے سامنے شکست تسلیم نہیں کرتا تھا۔ اپنی غیر معمولی قوتِ برداشت کی بدولت مقابلے جیت لیا کرتا تھا۔ اس نے رینگتے ہوئے غرا کر کہا: "تم بہت بڑی غلطی کر رہے ہو۔ میری آنکھوں میں دیکھو۔ میں کہتا ہوں' اِدھر دیکھو۔"
نکولائی جوزف اس سے دور رہنے کے لیے انٹرکام سے دور ہٹ گیا تھا اور اب سونیا سے پوچھنا چاہتا تھا' اُسے گولی مار کر ختم کر دیا جائے؟ یا اپاہج بنا کر چھوڑ دیا جائے۔
اس نے کہا: "راسپوٹین! اگر تم چاہتے ہو کہ میں دوسرا فائر نہ کروں تو پیچھے چلے جاؤ۔ میں تاتیانہ سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

اسی لمحے میں ڈیگر پہنچ گیا۔ کوڈورڈز ادا کر کے راسپوٹین کو مخاطب کیا۔ وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا: "اب مرنے آئے ہو۔ میرے سامنے دیکھو' نکولائی جوزف تاتیانہ کی باتوں میں آکر مجھے قتل کرنا چاہتا ہے۔ میرے پاؤں میں ایک گولی اُتر گئی ہے۔ اور میرے پورے جسم پر لاوا سا بھر گیا ہے۔ آہ! تم نے کوڈورڈز ادا کیے۔ اس کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ تم مخاطب نہ کرتے تو میں تمہاری سوچ کی لہروں کو محسوس نہ کرتا۔ اس ذلیل نکولائی نے گولی مار کر میرے دماغ کو کمزور بنا دیا ہے۔"
ڈیگر نے نکولائی کے دماغ میں پہنچ کر کہا: "میں آگیا ہوں اور یہ تماشا دیکھ کر حیران ہوں۔ کیا تم اپنے لیڈر کو قتل کرنا چاہتے ہو؟"
وہ بولا: "مسٹر ڈیگر! میں نے سپر ماسٹر سے کبھی یہ وعدہ نہیں کیا کہ اس کے کام آنے کے لیے ہمیشہ کے لیے کام آجاؤں گا۔"
"تمہیں جان کا خطرہ کیوں ہے؟"
"تاتیانہ ہمیں گھیر چکی ہے۔ فرار کا راستہ نہیں ہے' اگر میں اس سے وفاداری نہیں کروں گا تو وہ مجھے بجلی کی کرسی یا گیس چیمبر تک پہنچا دے گی۔ اس نے کہا ہے کہ میں راسپوٹین کو قتل کر کے ہی زندہ رہ سکتا ہوں۔"
ڈیگر نے اس کے دماغ کو ایک جھٹکا پہنچایا۔ اس کے حلق سے چیخ نکل گئی' ہاتھ سے ریوالور چھوٹ گیا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر تکلیف سے تڑپنے لگا۔ ڈیگر نے کہا: "یہ ایک نمونہ ہے' اگر اس سے وفاداری اور ہم سے غداری کرو گے تو تڑپ تڑپ کر مرو گے۔"
وہ کراہتے ہوئے بولا: "آہ! میں مر جاؤں گا۔ میرے دماغ سے چلے جاؤ۔ تمہاری بات نہ مانوں تو تم مار دو گے۔ اس کی بات سے انکار کروں تو وہ مجھے جہنم میں پہنچا دے گی۔"
"اس سے پہلے میں تمہیں جہنم میں پہنچا رہا ہوں۔"
راسپوٹین نے گرا ہوا ریوالور اٹھا لیا تھا۔ اسے نشانے پر رکھ کر کہہ رہا تھا: "سُور کے بچے! تُو نے مجھے زخمی کر کے دماغی طور پر کمزور بنا دیا۔ یہ تو اچھا ہوا کہ پاسکل تو بیا اسپتال میں ہے' خیال خوانی کے قابل نہیں ہے۔ ورنہ تاتیانہ اُسے میرے اندر پہنچا دیتی مگر اب اس سے کیا ہوتا۔ تُو نے مجھے پیروں پر کھڑے ہونے کے قابل نہیں چھوڑا۔ ڈیگر کوئی راستہ نکال لے تب بھی میں کہیں بھاگ کر نہیں جا سکوں گا۔"
ڈیگر نے کہا: "تمہارے دماغ میں میڈونا اور آرمرجی آ سکتے ہیں مگر وہ تمہارے موجودہ حالات سے بے خبر ہیں۔ اس سے لگتا ہے کہ تمہارے اس معاملے میں سونیا نہیں ہے۔ ہمیں صرف تاتیانہ سے نمٹنا ہے۔"
"کچھ بھی کرو۔ مگر جلدی کرو۔"
"آہا خوب یاد آیا۔ تاتیانہ ایک ہفتہ پہلے بیمار تھی۔ سانس نہیں روک سکتی تھی۔ میں ابھی اُسے ٹریپ کرتا ہوں۔"
اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اُسے تاتیانہ کی آواز اور لب و لہجہ اچھی طرح یاد تھا مگر اس کی سوچ کی لہریں بھٹک کر واپس آگئیں۔ اُدھر میڈونا کہہ رہی تھی: "ڈیگر تاتیانہ کے دماغ میں جا رہا ہے۔ اب کیا ہوگا؟"
سونیا نے کہا: "بھید کھل جائے گا کہ تاتیانہ مر چکی ہے' اس کا دماغ اس دنیا سے بجھ گیا ہے۔ تم وہاں جا کر دیکھو کیا ہو رہا ہے؟"
وہ راسپوٹین کے اندر آگئی۔ چند لمحوں کے بعد ڈیگر نے آکر کہا: "کچھ گڑبڑ ہے۔ میری سوچ کی لہروں کو تاتیانہ کا دماغ نہیں مل رہا ہے۔"
"وہ سانس روکتی ہوگی۔"
"اگر وہ سانس روکتی تو میری سوچ کی لہریں واپس آجاتیں مگر میں تو خیال خوانی کرتا ہوا بھٹک رہا تھا۔ میں یقین سے کہتا ہوں کہ وہ مر چکی ہے۔ تمہیں گھیرنے والی تاتیانہ نہیں کوئی اور ہے۔"
وہ حیرانی سے بولا: "کیا کہہ رہے ہو؟"
"میں دماغوں کے اندر پہنچتا ہوں' غلطی نہیں کر سکتا۔ تمہارا شبہ درست ہے۔ یہ سونیا ہے اور اگر سونیا نہ ہو تو بھی یہ ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ یہ تاتیانہ نہیں ہے۔ بلکہ کوئی بہت زبردست فراڈ ہے۔"
راسپوٹین نے تکلیف سے کراہتے ہوئے کہا: "اور ایسا فراڈ سونیا ہی کر سکتی ہے۔"
"ٹھہرو' میں آتا ہوں۔"
وہ پرواز کرتا ہوا سونیا کے دماغ میں پہنچا۔ اس نے کہا: "گیٹ آؤٹ۔" پھر سانس روک لی۔ ڈیگر نے دماغی طور پر حاضر ہو کر کہا: "وہ جاہ بکمبخت نے اپنے دماغ میں رہ کر یہ معلوم نہیں کرنے دیا کہ وہ کس ملک میں' کس شہر میں اور کس گھر میں ہے؟"
اس نے سپر ماسٹر کو یہ باتیں بتائیں۔ وہ بولا: "ہمارا شبہ یقین میں بدل گیا ہے۔ نادیہ کے روپ میں سونیا ماسکو پہنچی ہوئی ہے' اگر تمہارے بیان کے مطابق تاتیانہ مر چکی ہے تو سونیا اس کا رول ادا کر رہی ہے اور اس وقت ہمارے آدمیوں کو ایک بنگلے میں قید کرنے والی ہے۔"
ڈیگر نے پوچھا: "ان حالات میں ہمیں کیا کرنا چاہیے؟"
"ہمارے سامنے دو زبردست بازیاں ہیں۔ پہلی بازی سونیا سے ہوگی۔ اس کے پاس جاؤ۔ اُسے بلیک میل کرو۔ اگر وہ ہم سے سمجھوتا نہ کرے گی تو ہم اس کا راز فاش کر دیں گے۔"
"ہم کس طرح اس کا پول کھولیں گے؟"
"سیدھی سی بات ہے۔ روس کی ملٹری انٹیلی جنس میں تاتیانہ کی انگلیوں کے نشانات ریکارڈ میں ہوں گے اس طرح وہ گرفتار کر لی جائے گی' اس کے تمام منصوبے خاک میں مل جائیں گے' وہ جوجو اور ماریہ کو اس ملک سے واپس نہیں لا سکے گی۔ انھیں واپس لانے کے لیے ہم سے دوستی کا معاہدہ کرنا ہوگا۔"
"دوسری بازی کیا ہے؟"
"یہی کہ سونیا کی مخالفت کریں گے۔ اس کا بھانڈا پھوڑیں گے۔ ابھی ہم ماسک مین اور سونیا سے ٹکرا رہے ہیں۔ سونیا کے خاتمے کے بعد صرف ماسک مین رہ جائے گا۔ تم میں سے ایک ڈیگر پاسکل تو بیا کے دماغ میں جائے اور اسے اپنا مطیع اور فرماں بردار بنائے' اس طرح ماسک مین کی ٹیلی پیتھی کی طاقت صفر ہو جائے گی۔"
دوسری طرف میڈونا سونیا سے کہہ رہی تھی: "راسپوٹین کے دماغ میں ڈیگر نہیں ہے۔ اس کی غیر حاضری کا مطلب ہے' وہ دوسرے ڈیگر کو بلانے گیا ہے۔ تم میں پریشان ہو رہی ہوں۔ آپ کی بہت بڑی کمزوری اُن کے ہاتھ آگئی ہے۔"
"میں انسان ہوں اور دنیا کا ہر انسان کسی نہ کسی مرحلے پر کمزور اور بے بس ہوتا ہے' تم اس لیے پریشان ہو کہ مجھے ناقابلِ گرفت سمجھتی ہو اور یہ تمہاری بھول ہے۔"
"کیا آپ اُن کی گرفت میں آئیں گی؟"
"ہاں' تم ہر پہلو پر غور کر کے دیکھو۔ وہ ثابت کر سکتے ہیں کہ میں تاتیانہ نہیں ہوں — میں ایسے میں اپنے بچاؤ کی تدبیر تو کر سکتی ہوں مگر تاتیانہ بن کر نہیں رہ سکوں گی۔ جوجو اور ماریہ کو یہاں سے لے جانے میں بڑی دشواریاں پیدا ہوں گی۔"
"سپر ماسٹر پہلی فرصت میں آپ کو بے نقاب کرنا چاہے گا۔"
"نہیں' وہ سودا کرے گا۔ اب دیکھنا ہے' وہ کیسی سودے بازی کرے گا۔"
"راسپوٹین کے زخم سے کافی مقدار میں خون بہہ رہا ہے' اس پر بے ہوشی طاری ہونے والی ہے۔"
"دونوں کو پار لگا دو۔ ان کے بعد ڈیگر اینڈ ڈیگر کو مجھ سے رابطہ قائم کرنے کے لیے کسی آلۂ کار کی ضرورت ہوگی۔ جب تک ان کا کوئی آلۂ کار مجھ سے بات کرے' تب تک شاید میں کچھ کر گزروں۔"
میڈونا نے راسپوٹین کے اندر پہنچ کر اس کی سوچ میں کہا: "یہ ڈیگر ابھی تک نہیں آیا۔ میں بے ہوش ہو جاؤں گا تو نکولائی میرے ہاتھ سے ریوالور لے کر مجھے مار ڈالے گا۔ اس سے پہلے ہی مجھے اس کا کام تمام کر دینا چاہیے۔"
اس خیال کے ساتھ ہی اس نے نشانہ لیا۔ نقاہت کے باعث اس کا ہاتھ کانپ رہا تھا۔ گولی چلی مگر اِدھر سے اُدھر ہو گئی۔ نکولائی نے اس کے ہاتھ پر ٹھوکر ماری۔ ریوالور کو اس کی گرفت سے نکال کر اپنی گرفت میں لیا۔ پھر ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر اُسے گولی مار دی۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

میڈونا نے اگلی گولی اُس کے نام کردی۔ جب ڈیگر نے وہاں پہنچنا چاہا تو اُسے نکولائی ملا نہ راسپوٹین، جہاں پہنچنے کی کوشش کی وہاں موت کا سناٹا ملا۔ اُس نے سُپر ماسٹر کے پاس آکر کہا "دونوں مرچکے ہیں۔"

"اس کا مطلب ہے، سونیا نے تمھاری پرواز کے راستے روک دیے ہیں۔ ماسکو میں کسی ایجنٹ کے پاس جاؤ۔ اُس سے کہو وہاں کی ملٹری انٹیلی جنس سے ٹرانسمٹر کے ذریعے رابطہ قائم کرے تاکہ روسی جاسوس رابطہ قائم کرنے والے کا سراغ نہ لگا سکیں۔ ہمارا ایجنٹ دھمکی دے گا کہ ایک گھنٹے کے اندر اگر تاتیانہ نے اپنے دماغ کے دروازے نہ کھولے تو ہم ایک ہی دھماکے میں اُس کی حیثیت بدل کر رکھ دیں گے۔"

دوسرے ڈیگر نے کہا "میں پاسکل بُوبا کے پاس گیا تھا۔ وہ سانس روک لیتا ہے۔"

"کیا کہہ رہے ہو؟ وہ اسپتال میں زخمی ہے۔ سانس کیسے روک سکتا ہے؟"

"شاید آدریا میڈونا نے اس پر تنویمی عمل کیا ہے۔"

سُپر ماسٹر نے غصے سے پوچھا "کیا تم دونوں تماشا دیکھ رہے تھے؟"

"ہم رسونتی کے سلسلے میں مصروف تھے۔ علی تیمور اور اعلیٰ بی بی نے ہمیں اُلجھایا ہوا تھا۔"

"یہ اپنی نالائقی کو چھپانے والی باتیں ہیں۔ تم میں سے کسی ایک کو پاسکل کی طرف دھیان دینا چاہیے تھا۔"

"جناب! اُس جنگل میں تین محاذ کھل گئے تھے۔ یہودی تنظیم کے گوریلوں نے ہمارا بنتا ہوا کام بگاڑ دیا۔ دوسری طرف اعلیٰ بی بی نے تباہیاں مچائیں۔ تیسری طرف علی تیمور نے ہمارے ایک کیمپ کو تباہ کر دیا۔ ہمیں وقفے وقفے سے نئے حالات کا سامنا کرنا پڑا۔"

دوسرے ڈیگر نے پوچھا "کیا آپ سوچ سکتے تھے کہ سونیا کب پاسکل کو زخمی کر کے اس کے دماغ کو لاک کرا دے گی اور کس طرح تاتیانہ کی جگہ حاصل کرے گی؟ نہیں جناب! یہ آپ بھی مانتے ہیں کہ وہ بجلی ہے، ہم سے پہلے ٹارگٹ تک پہنچتی ہے۔"

"جس لمحے تم نے اُسے بجلی کہا اُس لمحے میں بھی وہ کچھ کر گئی ہوگی۔ پلیز جاؤ، اپنے ایجنٹ کے ذریعے اس کا راز فاش کرنے کی دھمکی دو۔ ہمارے پاس یہی ایک پتّا رہ گیا ہے، اسے کامیابی سے پھینکو۔"

وہ دونوں چلے گئے۔ سُپر ماسٹر نے کہا "اور سنو تم میں سے ایک کو ماریہ اور جوجو کی خبر لینی چاہیے۔"

نائب سُپر ماسٹر نے کمپیوٹر کے ذریعے کہا "جناب! وہ دونوں میرے دماغ سے جاچکے ہیں۔ جب واپس آئیں گے تو آپ کا پیغام پہنچا دوں گا۔"

"اُن گدھوں کو اچھی طرح سمجھا دو کہ ایک ساتھ، ایک ہی جگہ نہ جائیں۔ ٹرانسفارمر مشین نے انھیں ایک دوسرے کا عادی بنا دیا ہے۔"

"میں انھیں سمجھاؤں گا لیکن جناب! وہاں سونیا کی موجودگی یقین دلا رہی ہے کہ وہ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو جوجو کے دماغ تک پہنچا چکی ہے۔"

"پندرہ گھنٹے پہلے ایک ڈیگر نے رپورٹ دی تھی کہ جوجو کا نوزائیدہ دماغ کچا ہے، کمزور ہے۔ اس کی اپنی سوچ صفر ہے لہٰذا وہ پرائی سوچ کا اثر نہیں لے گی۔ جبراً اس کے اندر کچھ کہا جائے گا تو وہ دماغی مریضہ بن جائے گی۔ ہم اس سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھا سکیں گے۔"

نائب نے کہا "یہ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ناکامی ہے۔ وہ پندرہ گھنٹوں کے دوران ایک بار جوجو کی دماغی حالت معلوم کر سکتے تھے لیکن وہ دونوں اپنی مصروفیات کا ڈھنڈورا سناتے رہتے ہیں۔"

"ڈیگر اینڈ ڈیگر نادان نہیں ہیں۔ انھیں سوچ سمجھ کر عمل کرنے کا موقع ملے تو وہ بہت کچھ کر جائیں گے۔ ان کی مشکل یہ ہے کہ ان کا سونیا اور علی تیمور سے ہے۔ اب تک علی تیمور انھیں اُلجھاتا رہا۔ اب پتا نہیں سونیا کیسی چالیں چلے گی۔ یہ تو غنیمت ہے کہ پارس خاموش بیٹھا ہے۔ میں نے اچھی طرح سمجھا دیا ہے کہ وہ پارس کو بالکل نہ چھیڑیں، اُسے میڈونا کے ساتھ مگن رہنے دیں۔"

"جناب! کیا میڈونا کو نظر انداز کرنا مناسب ہے؟"

"مناسب نہیں ہے مگر ہم کیا کر سکتے ہیں۔ ڈیگر اینڈ ڈیگر اپنی موجودہ ذمے داریوں کو پورا نہیں کر پا رہے ہیں۔ اگر ہم سونیا کی موجودہ بے بسی سے فائدہ اُٹھا لیں گے اور اسے اپنے قابو میں کر لیں گے تو میڈونا زیادہ دور نہیں ہے۔ میں ایک زبردست شخص کو اُس کے پیچھے لگا رہا ہوں۔ پارس اور میڈونا کو کبھی پتا نہیں چلے گا کہ اس شخص کا تعلق ہم سے ہے۔"

اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہر طرف کی ذمے داریاں پوری نہیں کر سکتے تھے۔ اس لیے میڈونا کے پیچھے ایسے شخص کو لگایا جا رہا تھا جو ٹیلی پیتھی کے ہتھیار کے بغیر ہی زبردست سمجھا جاتا تھا۔ دوسرے لفظوں میں وہ سوئے ہوئے پارس کو جگانے والا تھا۔

ڈیگر اینڈ ڈیگر نے اپنے ایک ایجنٹ کے ذریعے روسی انٹیلی جنس کے ایک افسر سے رابطہ قائم کیا پھر اُسے دھمکی دی کہ اگر تاتیانہ اُن کے لیے اپنے دماغ کے دروازے نہیں کھولے گی تو وہ اس کے خلاف ایک بہت بڑا دھماکا کریں گے۔ اس کے لیے انھوں نے ایک گھنٹے کی مہلت دی تھی اور سونیا کے لیے ایک گھنٹا بہت تھا۔

وہ ابھی اسی بنگلے میں تھی جہاں راسپوٹین اور نکولائی جوزف مردہ پڑے ہوئے تھے۔ ان کا ایک ماتحت سونیا کے قابو میں تھا۔ وہ اُسے تمام ایسے ایجنٹوں کے نام اور پتے بتا رہا تھا جو ماسکو میں سُپر ماسٹر کے لیے کام کر رہے تھے۔ ان میں دو عورتیں بھی تھیں۔ سونیا اُس ماتحت کو ساتھ لے کر تاتیانہ کی رہائش گاہ کی طرف گئی جو کہ اب اس کی اپنی رہائش گاہ تھی۔ اس نے ماتحت سے کہا "ان دو عورتوں کے متعلق تفصیل سے بتاؤ۔"

وہ بولا "اُن میں سے ایک عورت بڑی خطرناک سمجھی جاتی ہے۔ یوگا میں اسے مہارت حاصل ہے۔ ڈیگر اینڈ ڈیگر اس کی اجازت کے بغیر اس سے دماغی رابطہ قائم نہیں کر سکتے۔ میں نے سنا ہے راسپوٹین بھی اُسے اپنی آنکھوں سے سحر زدہ نہیں کر سکتا تھا۔ وہ بہت پُراسرار کہلاتی ہے۔"

سونیا نے رہائش گاہ میں پہنچ کر پلاسٹک سرجری کا ضروری سامان لیا، میڈونا سے کہا "اِس ماتحت کے دماغ میں رہو۔ میں اس کے ساتھ اُس پُراسرار عورت کے پاس جا رہی ہوں۔ تم اِس ماتحت کے ذریعے اُسے زخمی کر کے اس کے دماغ پر قبضہ جما سکتی ہو۔"

وہ رہائش گاہ سے باہر آئی۔ کار میں بیٹھ کر اس عورت کے بنگلے کے قریب پہنچی۔ پھر ماتحت سے کہا "یہ ریوالور لو۔ اسے جیب میں رکھو اور دروازے پر جاکر دستک دو۔"

"میں اس سے کیا کہوں گا؟"

"اُسے پیش آنے والے خطرات سے آگاہ کرو گے۔ راسپوٹین اور نکولائی جوزف کی موت کے متعلق بتاؤ گے، تم میرے خلاف بھی بہت کچھ کہہ سکتے ہو۔"

وہ کار سے نکل کر تیزی سے چلتا ہوا بنگلے کے احاطے میں پہنچا، پھر دروازے کے پاس آکر کال بیل کے بٹن کو دبایا۔ وہ عورت مادام بیری واسکوف کہلاتی تھی۔ علم نجوم اور قیافہ شناسی میں اسے کمال حاصل تھا۔ وہ پہلی ملاقات میں کسی سے مصافحہ کرتے ہی اس کے ہاتھ کی نرمی، سختی اور بناوٹ کو دیکھ کر اس کے متعلق بہت سی ڈھکی چھپی باتیں بتا دیتی تھی۔ چہرہ پڑھ کر اس کا اصل کردار بیان کر دیتی تھی۔ ہاتھ کی لکیریں دیکھ کر دکھ، بیماری اور موت کی پیشین گوئی کرتی تھی۔ ایسی صلاحیتوں کے باعث وہ بڑی بڑی محفلوں میں مدعو کی جاتی تھی۔ سرکاری افسر، شہر کے معزز لوگ اور سیاسی زندگی گزارنے والے اس سے مرعوب رہتے تھے۔ اسی لیے اس کی عزت کرتے تھے۔

ماتحت نے دوسری بار کال بیل کا بٹن دبایا۔ اندر سے مادام بیری کی آواز سنائی دی "میرے گھر کا دروازہ اندر سے بند نہیں رہتا، چلے آؤ۔"

وہ دروازہ کھولتا ہوا اندر آیا۔ چاروں طرف نظریں دوڑانے لگا۔ مادام بیری نظر نہیں آرہی تھی مگر اس کی آواز پھر سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی "تم کیوں آئے ہو؟ اِس وقت نو بج کر پانچ منٹ ہوئے ہیں اور میرے حساب سے نو بج کر چھ منٹ پر یہاں مادام سونیا کو آنا چاہیے۔ میں کھانے کی میز پر اُس کا انتظار کر رہی ہوں، تم جاؤ یہاں سے۔"

وہ فوراً ہی پلٹ کر باہر گیا۔ میڈونا نے آکر شدید حیرانی سے کہا "ممّا! وہ تو حیرت انگیز طور پر پُراسرار ہے۔ دعوے سے کہتی ہے کہ آپ نو بج کر چھ منٹ پر اُس کے پاس جائیں گی۔"

"میں اس پیشین گوئی کرنے والی بے چاری کو مایوس نہیں کروں گی۔"

وہ کار سے باہر آئی۔ ماتحت نے بھی قریب آکر میڈونا کی باتیں دُہرائیں۔ وہ بولی "تم گاڑی میں بیٹھو، میں آرہی ہوں۔"

وہ احاطے میں آئی۔ وہاں سے بنگلے کے بیرونی دروازے پر پہنچی، دروازہ کھلا ہوا تھا۔ جب اس نے اندر آکر ایک دیواری گھڑی کو دیکھا تو ٹھیک نو بج کر چھ منٹ ہوئے تھے۔ مادام بیری کی آواز سنائی دی۔ "خوش آمدید سونیا!"

سونیا نے کمرے کے ایک گوشے میں لگے ہوئے اسپیکر کو دیکھا پھر پوچھا "کیا چھپ کر خوش آمدید کہا جاتا ہے؟"

"میں صرف تمھارے سامنے آسکتی ہوں۔ اگلے ایک گھنٹے تک کسی اور کا سامنا نہیں کروں گی، نہ ہی اپنی گفتگو سنانا چاہوں گی۔ پلیز! میرے ساتھ تنہا یہ وقت گزارو۔"

"اچھی بات ہے۔"

پھر اُس نے سوچ کے ذریعے میڈونا سے کہا "تم جاؤ۔ ٹھیک بیس منٹ کے بعد آجانا۔"

وہ چلی گئی۔ سونیا چند لمحوں تک خاموش رہی۔ اس کے بعد بولی "تم پُراسرار علوم جانتی ہو لیکن میرے اندر کی بات نہیں جان سکتیں، تم نے اندازے سے سمجھا تھا کہ میرے دماغ میں کوئی میرا اپنا موجود ہے۔"

مادام بیری ڈائننگ روم کا پردہ ہٹا کر سامنے آئی، مسکرا کر مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولی "میں اندر کی بات جان لیتی ہوں۔ اب تمھارے دماغ میں کوئی نہیں ہے۔"

سونیا نے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "افسوس! میں تنہا نہیں ہوں، اپنے علم سے دوبارہ اچھی طرح معلوم کرو۔"

وہ جھینپ گئی پھر بولی "پلیز! اُسے رخصت کردو۔"

"میں مجبور ہوں۔ اُس کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ اگر اس کا وجود تمھیں گراں گزر رہا ہے تو میں جاتی ہوں۔"

"یہ نہیں ہوسکتا۔ میرے علمی حساب کے مطابق تم یہاں ایک گھنٹا گزارو گی۔"

"تمھارا حساب یہ بھی تو کہتا ہے کہ میں تنہا رہوں گی جبکہ نہیں ہوا۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

وہ جبراً مسکراتے ہوئے بولی: "میرے حساب میں تنہائی کی شرط نہیں ہے۔ یہ میں ذاتی طور پر چاہتی تھی کہ کوئی تمھارے دماغ میں رہ کر ہماری گفتگو نہ سنے۔"

"چلو خوش ہو جاؤ۔ میرے دماغ میں کوئی نہیں ہے۔"

وہ بے یقینی سے بولی: "ابھی تم نے کہا تھا تم تنہا نہیں ہو۔"

"بے شک اب بھی تنہا نہیں ہوں میرے ساتھ میرا خدا ہوتا ہے۔"

مادام بیری نے اطمینان کی سانس لی پھر گھور کر کہا: "یہاں آتے ہی مجھے چکرا دیا۔"

"مجھے بے جا نمائش پسند نہیں ہے۔ جتنی زبان ہے اتنا ہی بولو۔ جتنی نظر ہے، وہیں تک دیکھو۔ تم کھانے کی میز پر انتظار کر رہی تھیں، اب کھانا ہمارا انتظار کر رہا ہوگا۔"

وہ جلدی سے بولی: "آں؟ ہاں ہاں آؤ۔ کھانا تیار ہے۔"

وہ دونوں ڈائننگ روم کا پردہ ہٹا کر آئیں پھر میز کے اطراف آمنے سامنے بیٹھ گئیں۔ مادام بیری نے کہا: "تم مسلمان ہو، حلال گوشت کھاتی ہو۔ یہاں صرف ایک ڈش حلال گوشت کی ہے۔ یہ سُوپ لو۔"

اُس نے سُوپ کا پیالہ اس کی طرف بڑھایا۔ سونیا نے ہاتھ کے اشارے سے روکتے ہوئے کہا: "اس میں بال پڑ گیا ہے۔"

اس نے سبزی کی ڈش اُٹھا کر تھوڑی سی لی پھر سلائس کے ساتھ کھانے لگی۔ بیری سوپ میں چمچہ ہلا کر دیکھتے ہوئے پوچھ رہی تھی: "بال کہاں ہے؟ نظر نہیں آ رہا۔"

پھر اُس نے دوسری ڈش اُٹھا کر کہا: "یہ حلال گوشت ہے۔"

سونیا نے لقمہ چباتے ہوئے کہا: "میں نے کہا نا بال پڑ گیا ہے۔"

"تعجب ہے! کیا تمھیں گوشت کی ہر ڈش میں بال نظر آ رہا ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ تم بن رہی ہو۔"

"مجھے بناوٹ پسند نہیں ہے۔ حرام گوشت کی دو ڈشوں کے درمیان حلال گوشت کی ایک ڈش رکھی ہوئی ہو تو اُس میں بال پڑ جاتا ہے۔ بال پڑنے کا مطلب ہے، نامعلوم سا نقص پیدا ہو جانا۔ بہتر ہے، مجھے سبزی پر گزارہ کرنے دو۔"

بیری نے اصرار نہیں کیا۔ خاموشی سے کھاتی ہوئی سوچنے لگی۔ جیسا سُنا تھا ویسی ہی ہے۔ اپنی گہرائی کا پتا چلنے نہیں دیتی۔ یہاں ساری حرام گوشت کی ڈشیں ہیں اور یہ کمبخت کتنی صفائی سے بچ نکلی ہے۔ ویسے میرا نام بھی بیری ہے۔ میرے سامنے کہاں تک بچی رہے گی:

سونیا نے گوشت کی ایک ڈش اُٹھا کر اُس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا: "سوری! میں کھانے کے آداب بھول گئی تھی۔ تم نے میری طرف ڈش بڑھائی تھی مجھے بھی اسی طرح پیش کرنا چاہیے۔"

بیری نے مسکراتے ہوئے ڈش لی۔ اس میں سے تھوڑا سالن لیا پھر ایک لقمہ منہ میں لے کر کہا: "تم نے ٹھیک کہا تھا، جتنی زبان ہو اتنا ہی بولنا چاہیے۔ میرے پاس جتنا علم ہے اُسی کے مطابق بول رہی ہوں۔ تم مجھے ہلاک کر کے میری جگہ لینے آئی تھیں۔ کیونکہ ڈیگرا اینڈ ڈیگر تمھیں تاتیانہ بن کر نہیں رہنے دیں گے۔ تمھارا بھانڈا پھوڑ دیں گے۔"

"ہاں تمھارا یہ علم درست ہے۔"

"پھر تم نے ابھی تک مجھے ہلاک کیوں نہیں کیا؟"

"اس کا جواب بھی اپنے علم سے پوچھو۔"

وہ لقمہ چباتے ہوئے بولی: "میں پھونک پھونک کر قدم اُٹھاتی ہوں۔ میرا پُراسرار علم کہہ رہا تھا کہ اگر میں نے بچنے کی تدبیر نہ کی تو تم میری تمام علمی صلاحیتوں کا جنازہ نکال دو گی اور اگر میں نے چالاکی دکھائی تو تم میری اور سُپر ماسٹر کی مٹھی میں ایسے آؤ گی کہ پھر کبھی نکل نہیں پاؤ گی۔"

سونیا نے ایک ہاتھ سے سر کو تھام لیا۔ اس کی پلکیں جھک رہی تھیں اور وہ جبراً آنکھیں کھولے رکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ مادام بیری نے ہنستے ہوئے کہا: "ہمیں معلوم ہے کہ تم صرف بابا صاحب کے ادارے میں گوشت کھاتی ہو۔ باقی ہر جگہ تمھیں بال نظر آتا ہے۔ اس حساب سے میں نے سبزی کی صرف ایک ڈش رکھی اور اس میں نشے کی دوا ملا دی۔ تم سیدھی طرح کبھی قابو میں نہ آتیں۔ اب نشے سے کمزور ہو کر دماغ پر ڈیگرا اینڈ ڈیگر قبضہ جمائیں گے اور تنویمی عمل کے ذریعے تمھیں اپنی معمولہ بنا کر رکھیں گے۔ تمھیں تاتیانہ ہی کے روپ میں رکھ کر تمھارے ذریعے جوجو اور ماریہ کو یہاں سے لے جایا جائے گا۔"

اس کی باتوں کے دوران میڈونا آ گئی تھی اور سونیا سے پوچھ رہی تھی: "مما! یہ کیا ہو رہا ہے؟ کیا آپ ڈیگرا اینڈ ڈیگر کی معمولہ بن جائیں گی؟"

سونیا نے کہا: "میری اہم باتیں یاد رکھو۔ آدھے گھنٹے بعد مادام بیری کا دماغ بے حس ہو جائے گا۔ تم اُسے اپنی معمولہ بناؤ گی۔ دوسری اہم بات یہ کہ اب میرے پاس آنے سے پہلے جناب شیخ صاحب سے پوچھ لینا، وہ اجازت دیں تو آنا۔ ورنہ مجھ سے دور رہنا۔ اب جاؤ۔"

وہ چلی گئی۔ مادام بیری کو ہچکیاں آ رہی تھیں۔ اُس کے پُراسرار علم نے درست بتایا تھا کہ اس نے بچنے کی تدبیر نہ کی تو سونیا اس کی تمام علمی صلاحیتوں کا جنازہ نکال دے گی۔ اُسے ہچکیاں اس لیے آ رہی تھیں کہ گوشت کے سالن میں گڑبڑ ہو گئی تھی۔ سونیا نے وہ ڈش پیش کرنے کے دوران اپنی انگوٹھی سے ایک سفوف سالن میں گرا دیا تھا۔ وہ ایسی دوا تھی جو نامعلوم طور پر دماغی توانائی کو کم کرتی تھی۔ ابھی وہ نارمل تھی۔ .... اُس نے پانی پیتے وقت پرائی سوچ کی لہر محسوس کی، ایک ڈیگر نے کوڈ ورڈز ادا کر کے پوچھا:

"مادام بیری! کیا خیال ہے؟ کیا میں اُس کے دماغ میں جاؤں؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی: "آؤ صنم، جاؤ صنم، گھر تمھارا ہے۔ میں نے اُس گھر کے دروازے کھول دیے ہیں۔ اب میں اطمینان سے کھانا کھا کر سونے جاؤں گی۔ سونیا کو دوسرے بیڈ روم میں تنویمی نیند سُلا دینا۔ اب جاؤ۔"

وہ چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد ہی سونیا نے گھبرا کر کہا: "نہیں میں یہاں سے نہیں اُٹھوں گی۔"

یہ کہتے ہی وہ بے اختیار اُٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ دونوں ڈیگر اس کے دماغ میں تھے اور خوش ہو رہے تھے کہ ان کے اٹھاتے ہی وہ کھانے کی میز سے اُٹھ گئی تھی۔ ایک ڈیگر نے کہا: "تم ایک طویل عرصے تک ناقابلِ شکست بن کر رہیں، آج ہم تمھیں توڑ پھوڑ کر رکھ دیں گے۔ چلو۔"

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بولی: "نہیں! میں نہیں جاؤں گی۔ میرا دماغ کمزور نہیں ہے۔ کوئی میرے اندر نہیں آ سکتا۔ چلے جاؤ یہاں سے، چلے جاؤ۔"

وہ کہہ رہی تھی مگر خود ان کی مرضی کے مطابق ایک بیڈ روم کی طرف جا رہی تھی۔ بیری فاتحانہ انداز میں مسکرا کر یہ تماشا دیکھ رہی تھی۔ ایسے ہی وقت کے لیے اُس نے سونیا سے کہا تھا کہ وہ ایک گھنٹے تک تنہائی میں گفتگو کرنا چاہتی ہے تاکہ میڈونا یا آرمر اس کے دماغ میں رہ کر اس کے بچاؤ کی تدبیر نہ کر سکیں اور اب سونیا کی بے بسی بتا رہی تھی کہ وہ وہاں تنہا ہے۔ کوئی اُس کا یار و مددگار نہیں ہے۔

اور سونیا نے واضح الفاظ میں کہہ دیا تھا کہ خدا اس کے ساتھ ہوتا ہے۔

وہ فلائنگ مشین میں دور تک پرواز نہیں کرنا چاہتا تھا۔ ایک تو رسونتی اُسے پریشان کر رہی تھی۔ دوسرے اندیشہ تھا کہ دشمنوں کے ہیلی کاپٹر کسی وقت بھی اُسے گھیر سکتے ہیں۔ اس نے تقریباً دس میل دور ایک پہاڑی کے دامن میں فلائنگ مشین کو اُتارا۔ وہ اُسے بڑی بڑی چٹانوں کے سائے میں چھپانا چاہتا تھا۔ تاکہ ہیلی کاپٹر والے پرواز کے دوران اُسے نہ دیکھ سکیں۔

نیچے اُترتے ہی رسونتی ایک سمت بھاگنے لگی۔ علی تیمور نے مشین کو بند کر کے آواز دی: "ماما! رک جائیے۔ یہ نادانی ہے۔ اس جنگل میں آپ تنہا کہاں جائیں گی؟"

وہ جیسے نہیں سُن رہی تھی۔ بھاگتی جا رہی تھی۔ بیٹے نے پیچھا کیا پھر جلد ہی سمجھ گیا کہ پیچھا کرنے سے وہ اور تیز بھاگتی ہے۔ ایسے میں گرے گی تو اسے سخت چوٹیں آئیں گی۔ اُس نے فوراً ہی رسّی کا پھندا بنا کر پھینکا۔ بچپن سے جوانی تک کی ٹریننگ کام آ رہی تھی۔

پھندے نے ماں کو جکڑ لیا۔ وہ رہائی پانے کے لیے جدوجہد کرنے لگی مگر ناکام ہو رہی تھی۔ بیٹا رسّی کھینچ رہا تھا اور وہ کھنچتی آ رہی تھی پھر جھنجلا کر بولی: "مجھے کب تک قیدی بنا کر رکھو گے؟"

وہ پھندا نکالتے ہوئے بولا: "میں تو آزاد رکھتا ہوں۔ آپ خود ہی دشمنوں کی قید میں جانا چاہتی ہیں۔ کاش کوئی معجزہ ہوتا اور میری باتیں آپ کی سمجھ میں آ جاتیں۔"

"میں ننھی بچی یا نادان عورت نہیں ہوں۔ ٹیلی پیتھی [illegible] میری پہلی اور آخری خواہش یہ ہے کہ تم بیمار پڑ جاؤ یا زخمی [illegible] پھر میں تمھارے دماغ میں زلزلے پیدا کر دوں گی تمھیں تڑپا تڑپا کر مار ڈالوں گی۔"

وہ مشین کو کھینچتا ہوا چٹانوں کے سائے میں لے گیا۔ قریبی جھاڑیاں کاٹ کاٹ کر اُس پر ڈالنے لگا تاکہ وہ ہر طرف سے چھپ جائے۔ اسی وقت دور سے ہیلی کاپٹروں کی آوازیں آنے لگیں۔ علی نے ریوالور کا رُخ ماں کی طرف کیا پھر کہا: "آپ یہاں سائے میں چلی آئیں۔"

"نہیں آؤں گی۔ یہ اچھی طرح سمجھ گئی ہوں کہ تم مجھے کبھی جان سے نہیں مارو گے، صرف دھمکیاں دیتے رہو گے۔"

وہ اپنے گلے سے سفید اسکارف کھول کر آسمان کی طرف لہرانے لگی۔ تاریکی میں بہت دور کئی ہیلی کاپٹر زمین کی جانب سرچ لائٹ کی روشنی پھینکتے آ رہے تھے۔ علی نے ماں کو پکڑ کر کھینچا پھر اُسے جبراً چٹانوں کے سائے میں لے آیا۔ وہ خود کو چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے چیخنے لگی: "میں یہاں ہوں۔ چٹانوں کے سائے میں ہوں۔ اِدھر سرچ لائٹ سے دیکھو تمھیں زمین پر کچھ نظر آئے گا۔"

اُس نے سمجھایا: "پلیز ماما! کچھ تو عقل سے کام لیں۔ ہیلی کاپٹروں کے پنکھوں کے شور میں آپ کی آواز یہیں دب کر رہ جاتی ہے۔ کیوں اپنے حلق میں خراشیں ڈال رہی ہیں؟"

لیکن وہ چیختی جا رہی تھی: "دیکھو! آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھو۔ تمھیں زمین پر کوئی چیز نظر آئے گی۔"

علی نے پہلے اس کی چیخ و پکار پر غور نہیں کیا تھا۔ پھر اُس نے چونک کر ذرا دور گھاس پر دیکھا، وہاں ماں کا سفید اسکارف نظر آ رہا تھا۔ وہ پریشان ہو گیا۔ اب اتنا وقت نہیں تھا کہ وہ ماں کو گرفت میں رکھ کر چٹان کے سائے سے نکلتا اور اسکارف اُٹھا کر لے آتا۔ ہیلی کاپٹر قریب آ گئے تھے۔ سرچ لائٹس سے اس علاقے کو دور تک روشن کر رہے تھے اور ان کی روشنی سبز گھاس پر پڑے ہوئے اسکارف پر سے گزرتی جا رہی تھی۔

کوئی ضروری نہیں تھا کہ بلندی سے رات کو وہ اسکارف نظر آ جاتا لیکن بلندی اور پستی کے فاصلے دوربین سے سمٹ جاتے ہیں۔ علی تیمور سمجھ رہا تھا کہ ہر ہیلی کاپٹر میں ایک شخص دوربین آنکھوں سے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

لگائے بیٹھا ہوگا۔ اس خیال کی تصدیق ہونے لگی۔ ایک ہیلی کاپٹر اُن چٹانوں کے اوپر دائرے کی صورت میں پرواز کرنے لگا۔ وہ وائرلیس کے ذریعے دوسرے ہیلی کاپٹر والوں کو بھی اُس اسکارف کے متعلق بتا رہا ہوگا۔ پانچ منٹ کے بعد ہی وہ سب پرواز نیچی کرتے ہوئے ایک دوسرے سے کافی فاصلہ رکھتے ہوئے اُترنے لگے۔

علی نے اُسے ایک طرف کھینچ کر لے جاتے ہوئے کہا "آپ نے یہ نئی مصیبت پیدا کر دی ہے۔ خدا کے لیے جلدی چلیں!"

وہ قدم بڑھانا نہیں چاہتی تھی۔ تھوڑی دور تک گھسٹتی ہوئی گئی۔ پھر وہ اسے کاندھے پر لاد کر دوڑنے لگا۔ ہیلی کاپٹر کے گردش کرتے ہوئے تمام پنکھے تھم گئے تھے۔ گہری خاموشی چھا گئی تھی۔ ایسے میں رسونتی نے چیخ کر کہا "میں اِدھر ہوں۔ مجھے بچاؤ!"

علی تیمور رک گیا۔ ماں کی آواز جنگل کے سناٹے میں دور تک گونج رہی تھی۔ وہ چاہتا تو اس کے مُنہ پر کپڑا باندھ سکتا تھا۔ کسی طرح جبراً لے جا سکتا تھا لیکن وہ قدم قدم پر مصیبت بننے کی قسم کھا چکی تھی۔ اس نے اچانک ہی ماں کا بازو چھوڑتے ہوئے کہا "جایئے دشمنوں میں جایئے مگر یاد رکھیے آپ کی ڈور میرے ہاتھوں میں ہے آپ پتنگ کی طرح جا کر واپس آئیں گی!"

یہ کہتے ہی وہ اسے چھوڑ کر بھاگتا ہوا اندھیرے میں گم ہوگیا۔ رسونتی کچھ دیر تک گم صم کھڑی سوچتی رہی۔ اُسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ جان کی بازی لگا کر یہاں تک لانے والا، ہر قدم پر خطرات سے کھیلنے والا اُسے چھوڑ گیا ہے۔ جب اسے یقین آیا تو وہ چیخ مار کر سرچ لائٹس کی طرف دوڑتی ہوئی جانے لگی "میں آ رہی ہوں۔ کوئی فائر نہ کرے۔ وہ مجھے چھوڑ کر بھاگ گیا ہے۔ کوئی گولی نہ چلائے میں آ رہی ہوں!"

ہیلی کاپٹروں سے اُترنے والے آگے بڑھتے بڑھتے رک گئے۔ اُن میں سے کچھ دوربین لگا کر دیکھنے لگے۔ ایک فوجی افسر نے آنکھوں سے دوربین ہٹا کر کہا "وہ آ رہی ہے۔ اکیلی ہے۔ اُس کے دائیں بائیں یا پیچھے دور تک کوئی نظر نہیں آ رہا ہے۔ روشنی دور تک پھینکو۔ اس جوان کو بھاگنے کا موقع نہیں ملنا چاہیے!"

تمام سرچ لائٹس ذرا اوپر کو ہو کر دور تک روشنی پھینکنے لگیں مگر ہر طرف ویرانی تھی، وہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ افسر نے حکم دیا "دائیں بائیں پہاڑیوں پر چڑھتے جاؤ۔ وہ زیادہ دور نہیں گیا ہوگا"

کتنے ہی مسلح فوجی گھیرا ڈالنے کے لیے دائیں بائیں پیش قدمی کرنے لگے لیکن وہ رسونتی کی تنہائی کا یقین کرنے میں دیر کرتے رہے تھے۔ علی تیمور تاریکی میں دور تک دوڑتا گیا تھا۔ اتنی دور تک فوجیوں کو آنے میں کافی وقت لگ سکتا تھا۔ وہ دائیں طرف گھوم کر ہیلی کاپٹروں کی طرف دوڑ لگانے لگا۔ دشمن یہ کبھی سوچ نہیں سکتے تھے کہ ایک تنہا جوان دور بھاگنے کے بعد گھوم کر پیچھے سے حملہ کرنے آئے گا۔

وہ افسر چند جوانوں کے ساتھ تیزی سے چلتا ہوا رسونتی کے پاس آیا۔ پھر ادب سے بولا "دیوی جی! تھینکس گاڈ، ہم نے پھر آپ کو پالیا ہے۔ کیا آپ بتا سکتی ہیں، وہ کدھر گیا ہے؟"

وہ پہاڑی کی بلندی کی سمت اشارہ کرتی ہوئی بولی "اُدھر گیا ہے وہ زیادہ دور نہیں ہوگا۔ اُسے زندہ نہ جانے دو۔ کمبخت مجھے جنگلوں میں دوڑاتا رہا اور ماں بھی کہتا رہا!"

افسر نے ہنستے ہوئے کہا "دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو۔ وہ بیٹا ہوتا تو ماں کو چھوڑ کر کبھی نہ بھاگتا۔ اولاد تو ماں کے لیے قیامت برپا کر دیتی ہے!"

اس کی بات ختم ہوتے ہی قیامت آگئی۔ ایک زبردست دھماکے کی آواز کے ساتھ ہیلی کاپٹر کے پرخچے اُڑنے لگے۔ کتنے ہی شعلے اُٹھتے ہوئے دور تک آتش بازی کا سماں پیش کر رہے تھے۔ وہ رسونتی کو ساتھ لے کر دور بھاگنے لگے۔ درختوں کی آڑ میں چھپنے لگے تاکہ ہیلی کاپٹر کے جلتے ہوئے ٹکڑوں سے محفوظ رہ سکیں۔ افسر نے رسونتی سے کہا "آپ وہاں تک میرے ساتھ دوڑتی چلیں۔ پھر ہم چٹانوں کی آڑ لے کر کسی ایک ہیلی کاپٹر تک پہنچ جائیں گے!"

رسونتی اس کے ساتھ دوڑنے لگی۔ چند قدم جانے کے بعد ہی وہ چیخ مار کر اوندھے مُنہ گر پڑی۔ کیونکہ پھر ایک زبردست دھماکا ہوا تھا اور دوسرے ہیلی کاپٹر کے ٹکڑے کافی بلندی تک جا کر واپس آ رہے تھے۔ کتنے ہی فوجی جوانوں کی چیخیں سنائی دے رہی تھیں۔ جو دائیں بائیں پہاڑی پر گئے تھے، وہ پلٹ کر آ رہے تھے کیونکہ ان کا دشمن ایک ہی تھا اور اُس کی موجودگی ہیلی کاپٹروں کے آس پاس ظاہر ہو رہی تھی۔ وہ وہیں کہیں چھپا ہوا تھا۔

افسر نے کہا "دیوی جی! پلیز حوصلہ کریں۔ اُس قریبی چٹان کی طرف چلیں۔ کوئی جلتا ہوا ٹکڑا آپ پر آ سکتا ہے!"

وہ گھاس پر رینگتی ہوئی جھنجلا کر بولی "یہ کیا ہو رہا ہے؟ ایک چھوکرا تمھارے قابو میں نہیں آ رہا ہے۔ کیا یہی میری حفاظت ہو رہی ہے؟ میں یہاں مر جاؤں گی!"

"ہم آپ کو صحیح سلامت یہاں سے لے جائیں گے۔ وہ شیطانی دماغ رکھتا ہے۔ ہم سے مقابلہ کرنے کے بجائے ہیلی کاپٹروں کو تباہ کر رہا ہے تاکہ ہم آپ کو یہاں سے نہ لے جا سکیں!"

وہ ٹرانسمیٹر آن کر کے حکم دینے لگا "باقی دونوں ہیلی کاپٹروں کو فوراً پہاڑی کی بلندی پر لے جاؤ۔ میں دیوی جی کو اُدھر لے جا رہا ہوں"

دوسری طرف سے جواب ملا "آل رائٹ سر! میں ایک ہیلی کاپٹر تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہوں۔ جان پیٹر دوسرے ہیلی کاپٹر کی طرف جا رہا ہے"

رابطہ ختم ہوگیا۔ افسر نے کہا "دیوی جی! دھماکے بند ہوگئے ہیں خطرہ نہیں ہے۔ آپ میرے ساتھ پہاڑی پر چلیں"

دوسری طرف ایک ہیلی کاپٹر کا پنکھا گردش کرنے لگا تھا۔ اس کا مطلب تھا وہ پرواز کرنے ہی والا تھا۔ رسونتی سہمی ہوئی اُسے دیکھ رہی تھی۔ دو دھماکوں اور دو ہیلی کاپٹروں کی تباہی کے بعد دل بُری طرح دھڑک رہا تھا۔ افسر نے کہا "پلیز، میرے ساتھ چلیں!"

اس نے ہاتھ پکڑا۔ وہ ہاتھ چھڑا کر خوف سے چیختی ہوئی بولی۔ "نہیں! میں نہیں جاؤں گی۔ اس لڑکے کی موت سے رشتے داری ہے وہ ہم سب کے لیے موت بھیجتا رہے گا۔ تمھارے ساتھ جاؤں گی تو میں بھی مر جاؤں گی"

"آپ خواہ مخواہ سہم گئی ہیں۔ وہ دیکھیے، وہ پرواز کر رہا ہے"

ہیلی کاپٹر زمین سے بلند ہوگیا تھا۔ درختوں سے اونچا ہوگیا تھا۔ اسی لمحے پھر قیامت آگئی۔ رسونتی آنکھیں بند کر کے چیخنے لگی، دونوں مٹھیوں میں سر کے بالوں کو جکڑ کر جھکنے لگی، اپنے گھٹنوں میں مُنہ چھپانے لگی۔ اب تباہی کا منظر دیکھنے کا اُس میں حوصلہ نہیں تھا۔ وہ افسر تھیں پھاڑے چند لمحوں تک سکتے کی حالت میں آسمان کی طرف دیکھتا رہا، پھر چیخ چیخ کر کہنے لگا "تم لوگ کیا کر رہے ہو؟ کیا ایک دشمن کو گرفتار نہیں کر سکتے جبکہ معلوم ہے، وہ ہیلی کاپٹروں کے پاس ہے۔ اب اُسے آخری ہیلی کاپٹر کے پاس پہنچنے نہ دو"

ایک مسلح جوان دوڑتا ہوا آیا۔ پھر بولا "سر! وہ شروع سے کسی ہیلی کاپٹر کے آس پاس نہیں تھا۔ معلوم ہوتا ہے اس کے پاس کئی ٹائم بم ہیں۔ وہ ایک ایک بم ایک ایک ہیلی کاپٹر میں کہیں ڈال کر دور چلا گیا ہے۔ وہ بم اپنے وقت پر بلاسٹ ہو رہے ہیں۔ اب اس آخری ہیلی کاپٹر کی باری ہے"

افسر نے کہا "آخر وہ کتنی دور گیا ہوگا۔ تمھارے ہاتھ کیوں نہیں آ رہا ہے؟ کیا ہم چوتھی تباہی کا انتظار کرتے رہیں گے!"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں جناب! پائلٹ جان پیٹر اس ہیلی کاپٹر کو اُڑا لے جانے سے انکار کر رہا ہے۔ جان پیٹر تو کیا کوئی بھی جان بوجھ کر موت کے بستر میں نہیں جائے گا"

"نہ جاؤ۔ کوئی نہ جاؤ مگر اُس ایک دشمن کو تو پکڑو۔ ہم ہیڈ کوارٹر کو کیا جواب دیں گے؟ ہمارے لیے شرم سے ڈوب مرنے کی بات ہے"

وہ بولتے بولتے رک گیا۔ مسلسل فائرنگ کی آوازیں گونجنے لگی تھیں۔ جنگل کی تاریکی میں ننھے ننھے شعلے لپک رہے تھے۔ افسر نے کہا "وہ نظر آگیا ہے۔ فائرنگ اور جوابی فائرنگ ہو رہی ہے۔ جاؤ، اُسے چاروں طرف سے گھیر لو"

اُس کے آس پاس کھڑے ہوئے سپاہی دوڑتے ہوئے اُدھر جانے لگے۔ ایک منٹ بعد ہی خاموشی چھا گئی۔ رسونتی سہمی ہوئی، سوالیہ نظروں سے اُدھر دیکھ رہی تھی۔ جہاں فائرنگ کے نتیجے میں شعلے لپک رہے تھے، وہاں گھُپ اندھیرا چھا گیا تھا۔ اُس نے پوچھا۔ "یہ فائرنگ کیوں بند ہوگئی ہے؟ کیا وہ پکڑا گیا ہے؟ کیا مارا گیا ہے؟"

افسر بھی بڑی بے چینی سے اُدھر دیکھ رہا تھا۔ اس نے [illegible] آواز میں پوچھا "وہاں فائرنگ کیوں رک گئی ہے؟ فوراً [illegible] دو!"

بڑی دیر تک تجسس بڑھانے والی خاموشی رہی۔ [illegible] ایک جوان نے آ کر کہا "سر! ہمارے پندرہ جوان مارے گئے ہیں، اُن میں سے ایک زخمی دم توڑتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ وہ انسان کا نہیں بندر کا بچہ ہے۔ گھنے درختوں سے فائدہ اُٹھا رہا ہے، ایک شاخ پر دکھائی دینے لگتا، شاخ، ایک درخت سے دوسرے درخت پر چھلانگیں لگاتے کہیں چھپتے قلابازیاں کھاتے ہوئے جاتا ہے۔ اندھیرے میں کدھر گم ہوگیا ہے"

اس کی رپورٹ ختم ہوتے ہی فائرنگ کی آوازیں پھر سنائی دینے لگیں۔ اب دوسری جگہ ننھے ننھے شعلے دکھائی دے رہے تھے۔ افسر پکارنے لگا "تم لوگ کہاں مر گئے ہو؟ اگر کوئی ٹرانسمیٹر آن کر کے کہا "ہیلو جان پیٹر! یہ اچھا [illegible] اپنی زندگی کا [illegible] کرنے میں الجھا ہوا ہے۔ تم ہیلی کاپٹر پہاڑی کی بلندی پر لے آؤ۔"

"سر! ہیلی کاپٹر کے اندر جانا موت کو دعوت دینا ہے!"

وہ گرج کر بولا "بزدلی کی باتیں نہ کرو۔ وہ ہیلی کاپٹر سے بہت دور ہے۔ ہمارے جوان اُسے گھیر رہے ہیں۔ تم جلدی جاؤ!"

"سر! وہ دور ہے مگر ہیلی کاپٹر میں کہیں ٹائم بم رکھ کر گیا ہے۔ کیا پتا میرے وہاں پہنچتے ہی وہ پھٹ پڑے۔ آپ ذرا انتظار کریں، وہ گرفتار ہوگا تو اُسے اذیتیں دے کر ٹائم بم کے متعلق معلوم کیا جائے گا"

رسونتی نے کہا "وہ درست کہہ رہا ہے۔ پہلے اُسے گرفتار ہونے دو۔ جب تک یقین نہیں ہوگا کہ اس میں ٹائم بم نہیں ہے تب تک میں اس میں سوار نہیں ہوں گی"

وہ سب انتظار کر رہے تھے۔ ایک اکیلے دشمن کو گرفتار کرنے میں اگرچہ دشواری ہو رہی تھی لیکن یقین تھا کہ وہ بچ کر نہیں جائے گا۔ آخر تقدیر اُسے کہاں تک بچائے گی۔ موت کے سامنے تقدیر بھی ہار جاتی ہے۔

فائرنگ ہوتی تھی پھر خاموشی چھا جاتی تھی۔ پُراسرار سناٹے کے بعد کہیں نہ کہیں سے گولیاں چلنے لگتی تھیں۔ کسی مرنے والے کی چیخ سُن کر دل کہتا تھا، وہ مارا گیا ہے۔ لیکن پھر فائرنگ کی آوازیں مایوس کر دیتی تھیں۔

وقت گزرتا جا رہا تھا۔ وہ اکیلا سپاہی نہ ہتھیار ڈال رہا تھا نہ وہاں سے جان بچا کر بھاگ رہا تھا۔ اس کے جنگ لڑنے کا انداز بتا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

رہا تھا کہ وہ لوگ ماں کو چھوڑ کر نہ گئے تو اسی طرح آہستہ آہستہ ایک ایک کو ختم کرتا جائے گا۔

وہ جنگ اندھیرا ہونے کے بعد شروع ہوئی تھی۔ اب آدھی رات گزر چکی تھی۔ اُسے تلاش کرنے کے لیے کئی بار ٹریسر گولیاں آسمان کی جانب چلائی گئی تھیں۔ وہ گولیاں بہت بلندی پر جا کر پھٹنے کے بعد دور تک جنگل کو دن کے اُجالے کی طرح روشن کر دیتی تھیں۔ حدِ نظر تک ایک ایک درخت، چٹان اور پتھر نظر آتے تھے مگر وہ دکھائی نہیں دیتا تھا۔

افسر نے پریشان ہو کر کہا۔ ”میں نہیں مانتا کہ ایک چھوکرا ہمارے ... سے اتنی طویل جنگ لڑ رہا ہے۔ اس کے ساتھ ٹیلی پیتھی ... ہا اور آ رہے ہیں۔ وہ ہمارے جوانوں کو آپس میں لڑا ... ان ایک دوسرے پر گولیاں برسا رہے ہیں۔“

میں رسونتی نے ... علی تیمور رک گیا ... گونج رہی تھی۔ وہ چاہتا تو ... بولا۔ ”دیوی جی! کیا آپ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ... طرح جیسے لے جا سکتا تھا لیکن ... چکی تھی۔ اس نے اچانک ہی ... ہوں۔ وہ جوان سانس روک لیتا ہے۔ دشمنوں میں جا بیٹے مگر یا د رکھیں، اپنے دماغ میں جگہ نہیں دیتا۔“

آپ یتنگ ... افسر نے ایک سپاہی کو بلا کر اس کی آواز سنائی پھر کہا۔ ”یہ وہاں جا رہا ہے جہاں فائرنگ ہو رہی ہے۔ آپ اس کے دماغ کو پوری طرح قبضے میں لے کر بولیں گی تو یہ آپ ہی کی آواز اور لہجے میں بولے گا۔ وہ علی تیمور دھوکا کھا جائے گا کہ اس کی ماں فائرنگ کرنے والوں کے درمیان آگئی ہے۔ وہ آپ کو...“

رسونتی نے بات کاٹ کر پوچھا۔ ”کیا تمھیں یقین ہے کہ وہ مجھے اپنی ماں سمجھے گا؟“

”بے شک، اسی لیے تو وہ آپ کے لیے خطرات سے کھیل رہا ہے۔“

وہ کہتا کہتا رک گیا۔ اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ بات بدل کر بولا۔ ”میرا مطلب ہے آپ اس کی کچھ نہیں لگتیں، مگر وہ خواہ مخواہ آپ کو ماں کہتا ہے۔“

”یہی تو پوچھ رہی ہوں وہ ایسا کیوں کہتا ہے؟“

”یہ اس کی بدمعاشی ہے۔ وہ آپ کو ماں کہہ کر آپ کی ممتا کو بھڑکانا چاہتا ہے۔ کیونکہ ہر عورت کے اندر ایک ماں چھپی ہوتی ہے۔ وہ بہت چالاک ہے۔ ہاں، وہ میں کیا کہہ رہا تھا؟“

سپاہی نے یاد دلایا۔ ”دیوی جی! میرے دماغ میں آ کر بولیں گی۔“

افسر نے ہاں کے انداز میں سر ہلا کر کہا۔ ”ہاں، دیوی جی! آپ ذرا ریہرسل کریں۔ اس کے دماغ میں جا کر بولیں۔ بیٹا! فائرنگ روک دو۔ میں تمھارے نزدیک ہوں۔“

رسونتی نے سپاہی کے اندر پہنچ کر اس کی زبان سے بولنا شروع کیا۔ وہ نسوانی آواز میں اور اس کے لہجے میں بولنے لگا۔ افسر نے اس سے کہا۔ ”ٹھیک ہے، تم فوراً اُدھر جاؤ۔ فائرنگ کی پروا نہ کرو۔ وہ دیوی جی کی آواز سن کر تم پر گولی نہیں چلائے گا۔“

سپاہی دوڑتا ہوا اُدھر آیا جدھر فائرنگ ہو رہی تھی ... اس کے اندر موجود تھی۔ جب وہ ایک پتھر کی آڑ میں پہنچا تو وہ ... زبان سے بولی۔ ”بیٹا! فائرنگ روک دو۔ میں تمھارے نزدیک ...“

چند سیکنڈ کے بعد فائرنگ رک گئی۔ سپاہی پتھر کی آڑ سے ... رسونتی نے کہا۔ ”دیکھو، میں آ رہی ہوں مجھے بتاؤ تم کہاں ہو؟“

اسی وقت ٹھائیں سے گولی چلی۔ وہ سپاہی اُچھل کر گرا ... کر ٹھنڈا پڑ گیا۔ رسونتی نے دماغی طور پر حاضر ہو کر افسر کو دیکھا ... نے پوچھا۔ ”کیا ہوا؟“

”میں نے اُسے مخاطب کیا تھا۔ اس نے سپاہی کو گولی مار دی۔“

”یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ اس کی ماں نہیں ہیں۔ اگر سچ مچ ماں ہوتیں تو وہ کبھی گولی نہ چلاتا۔“

”یہ بات نہیں ہے۔ میں یہ کہنا بھول گئی تھی کہ اُس کے پاس اینٹی ڈارک لینس ہے۔ وہ اندھیرے میں صاف طور پر دیکھ لیتا ہے۔ اس نے سپاہی کو میری آواز میں بولتے دیکھ لیا ہو گا۔“

افسر پریشان ہو کر ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔ ... ہے افرہاد مر گیا، اولاد ہمارے لیے چھوڑ گیا۔ بھگتنے کے لیے ... گئے ہیں۔“

وہ بولی۔ ”تم کیسے فوجی افسر ہو۔ کیا مُردے کو کوسنے سے ... ہوئی جنگ جیت جاؤ گے؟“

”ابھی میں نے یہ جنگ نہیں ہاری ہے۔“

”اس سے بڑی شکست اور کیا ہو گی کہ تمھارے پاس ہیلی ... ہے اور تم مجھے اس سے چھین کر لے جا نہیں سکتے۔“

وہ چونک کر کھڑا ہو گیا۔ پھر بولا۔ ”او گاڈ! وہ چھوکرا اتنی ... سے ہمیں بے وقوف بنا رہا ہے۔ اگر اس آخری ہیلی کاپٹر میں ٹائم ... ہوتا تو وہ اب تک تباہ ہو چکا ہوتا۔ تقریباً سات گھنٹے گزر چکے ... دیوی جی! آپ میرے ساتھ چلیں۔“

”کہاں چلوں؟“

”میں آپ کو ہیلی کاپٹر میں یہاں سے لے جاؤں گا۔“

”ہرگز نہیں، پہلے اُسے گرفتار کرو۔ یا چند سپاہیوں سے ہیلی کاپٹر کے اندر اور باہر اچھی طرح ٹائم بم تلاش کریں ان کی ... کے دوران میں بھی کسی کے دماغ میں رہ کر اطمینان کروں گی ... سوار ہونے جاؤں گی۔“

”اس نے صرف آپ کے نہیں، سپاہیوں کے دلوں میں بھی ... بٹھا دی ہے۔ تین ہیلی کاپٹروں کو تباہ کر کے ایک کو چھوڑ دیا ... ایسے میں کوئی نہیں جائے گا۔ اس کی نفسیاتی مار کو سمجھیں اور میرے ساتھ چلیں۔“

تم جاؤ۔ میں تمھارے دماغ میں رہ کر دیکھوں گی کہ وہاں پہنچ ... زندہ رہتے ہو یا نہیں۔“

وہ سوچ میں پڑ گیا۔ وہاں پہنچ کر موت بھی مل سکتی تھی اور کامیابی بھی حاصل ہو سکتی تھی۔ موت کا یقین نہیں تھا کیونکہ ہیلی کاپٹر ابھی ... سلامت نظر آ رہا تھا۔ وہ سوچتے سوچتے اُدھر جانے لگا۔ پائلٹ ... پیٹر ایک چٹان کے پیچھے کھڑا ہوا تھا۔ اس نے پوچھا۔ ”سر! کیا آپ ہیلی کاپٹر کی طرف جا رہے ہیں؟“

”ہاں، جا رہا ہوں۔ اگر اس میں دیوی جی کو لے جانے میں کامیاب ہو جاؤں گا تو سمجھ لو سپر ماسٹر تمھیں کیسی سزائیں دے گا۔“

وہ ساتھ چلتے ہوئے بولا۔ ”اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ اس ہیلی کاپٹر کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ میں پائلٹ ہوں۔ میں ہی اسے ... جاؤں گا۔ آپ دیوی جی کو لے آئیں۔“

افسر نے بتایا کہ وہ دماغ میں موجود ہے اور پہلے اپنا اطمینان کر رہا چاہتی ہے۔ وہ دونوں ہیلی کاپٹر کے پاس پہنچے۔ اُن سے دور ... وقفے سے فائرنگ جاری تھی۔ گولیاں ان کی طرف نہیں آ سکتی تھیں۔ وہ پنسل ٹارچ کی روشنی میں ہیلی کاپٹر کو اندر اور باہر سے اچھی طرح دیکھنے لگے۔ ہر وہ جگہ دیکھی گئی جہاں ٹائم بم کو چھپایا جا سکتا تھا۔ پائلٹ نے اپنی سیٹ پر آ کر ڈیش بورڈ پر نظر ڈالی، جھک کر پنسل ٹارچ کی روشنی میں دیکھا پھر کہا۔ ”وہ سچ مچ شیطان ہے۔ یہاں سے پُرزے نکال کر لے گیا ہے۔ اُن پُرزوں کے بغیر پرواز ممکن نہیں ہے۔“

افسر نے کہا۔ ”اُس نے اِسے تباہ نہیں کیا۔ اس کا مطلب ہے ... ہم پر غالب آ کر دیوی جی کو اس میں لے جانا چاہتا ہے۔“

رسونتی نے سوچ کے ذریعے کہا۔ ”میں نہیں جاؤں گی، اسے ... کر دو۔ یا اس کے کچھ پُرزے نکال لو۔ وہ بھی اِسے استعمال نہیں کر سکے گا۔“

انھوں نے بھی پُرزے نکال لیے۔ اب کوئی ایک دوسرے ... پُرزے حاصل کیے بغیر اسے استعمال نہیں کر سکتا تھا۔ وہ دونوں ہیلی کاپٹر سے باہر آ گئے۔ چاروں طرف قبرستان جیسی گہری خاموشی ... تھی۔ ایک ہی سرچ لائٹ رہ گئی تھی جس کی روشنی میں دور تک ... کی لاشیں نظر آ رہی تھیں۔ جنگل کے سوکھے پتے جل رہے تھے ... جھاڑیوں سے دھواں اُٹھ رہا تھا۔ اچانک خاموشی ٹوٹ گئی۔ ... کی آواز سے گولی چلی۔ پائلٹ جان پیٹر لڑکھڑایا پھر اُف سے ... کر زمین پر گر پڑا۔ افسر اُچھل کر پیچھے گیا۔ اس کے بعد دوڑتا ہوا ... درخت کی آڑ میں آ گیا۔ دل دھڑک دھڑک کر کہہ رہا تھا علی ... قریب ہی ہے مگر کہاں ہے؟

اُس نے آواز دی۔ ”جان۔ پیٹر۔ جان...!“

ایک ہی گولی نے اُسے ہمیشہ کے لیے خاموش کر دیا تھا۔ اس نے دوسرے فوجی جوانوں کو آواز دی۔ ”ڈیوڈ! جیرالڈ! ولسن! شوبرٹ! تم لوگ کہاں ہو؟ یہ خاموشی کیوں ہے؟ اُس پر گولیاں برساؤ۔ اُسے جانے نہ دو۔ اُسے چاروں طرف سے گھیر لو۔ ہیری! نیومین! رابرٹ...!“

کھچاک کی آواز کے ساتھ ایک تیر آ کر اُس درخت کے تنے میں پیوست ہو گیا جہاں وہ کھڑا ہوا تھا۔ اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ وہ وہاں سے بھاگ کر دوسرے درخت کی طرف جانے لگا۔ وہاں پہنچتے ہی دوسرا تیر اس درخت میں آ کر کُھب گیا۔ اس کے حلق سے آواز نکلی۔ ”آں۔ ناں۔ نہیں۔ نہیں...!“

وہ دہشت کے مارے چاروں طرف گھوم گھوم کر دیکھنے لگا۔ علی نظر نہیں آ رہا تھا لیکن وہ علی کو نظر آ رہا تھا۔ اسی لیے کہیں چھپنے جاتا تھا تو موت پہلے وہاں پہنچ جاتی تھی۔

وہ چاروں طرف گھوم کر چیخ چیخ کر پکارنے لگا۔ ”تم لوگ کہاں ہو؟ میری مدد کے لیے آؤ۔ تم سب کہاں مر گئے ہو؟“

وہ جنھیں پکار رہا تھا وہ مُردہ نظر آ رہے تھے۔ اگر کوئی زندہ ہوتا تو شاید مدد کے لیے آتا یا کم از کم دور ہی سے اپنی زندگی کا ثبوت دیتا اور اس کی تسلی کرتا کہ وہ تنہا نہیں ہے۔ دیکھا جائے تو اب برابر کا مقابلہ تھا۔ وہ بھی ایک تھا اور دشمن بھی ایک ہی تھا۔ مگر کہاں تھا؟

اچانک ایک درخت کی شاخوں اور پتوں میں ہلچل سی ہوئی پھر اس کی بلندی سے وہ چھلانگ لگاتا ہوا آیا اور دھپ سے اس کے سامنے زمین پر پہنچ کر کھڑا ہو گیا۔ افسر کو یوں لگا جیسے موت آسمان سے آئی ہو۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے گیا پھر ایک پتھر سے ٹکرا کر گر پڑا۔ گرتے ہی ریوالور نکال کر فائر کیا۔ اس سے پہلے وہ چھلانگ لگا کر پتھر کے اوپر گیا۔ وہاں سے اس کے سر پر پہنچا۔ پھر ایک ٹھوکر میں اس کے ہاتھ سے ریوالور گرا دیا۔ اس نے جلدی سے کروٹ بدل کر زمین پر پڑے ہوئے ریوالور تک پہنچنے کی کوشش کی لیکن دوسری ٹھوکر نے اس ریوالور کو بہت دور پھینک دیا۔

موت سر پر پہنچ گئی تھی۔ علی اپنے ریوالور سے اس کے سر کا نشانہ لے رہا تھا۔ وہ گڑگڑا کر بولا۔ ”مجھے نہ مارو۔ میں تمھارے کام آؤں گا۔“

”تمھاری زندگی کے غبارے سے ہوا نکل چکی ہے۔ ہارے ہوئے سپاہی کی وردی، تمغے اور اختیارات کسی کام نہیں آتے پھر تم کس کام آؤ گے؟“

”میں دیوی جی کو قسم کھا کر بتاؤں گا کہ تم ان کے بیٹے ہو۔ انھوں نے تمھیں جنم دیا ہے، تمھیں اپنا دودھ پلایا ہے۔ انھوں نے فرہاد علی تیمور

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

سے بے پناہ محبت کی تھی۔ اس کی محبت میں اسلام قبول کیا تھا۔ وہ ہندو نہیں مسلمان ہیں۔ سپر ماسٹر بدترین دشمن ہے وہ فرہاد کی پوری فیملی کو دیوی جی کی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ختم کر دینا چاہتا ہے وہ اپنے ارادوں میں کامیاب ہو رہا ہے۔ اس نے تمہاری سگی ماں کو اپنے ہی بیٹے کا دشمن بنا دیا ہے۔ ماں کے ہاتھوں سے تمہیں قتل کرانا چاہتا ہے۔"

رسونتی ان سے تھوڑے فاصلے پر چٹان کے سائے میں کھڑی ہوئی اس کی باتیں سن رہی تھی۔ اس سے پہلے اس کے دماغ میں رہ کر اس کے چور خیالات بھی پڑھ چکی تھی اور اس کے چور خیالات سے بھی پہلے جتنے سپر ماسٹر کے خاص آدمی علی سے ٹکرانے آئے، رسونتی نے ان کے خیالوں کو بھی پڑھنا شروع سے اب تک سب کی سوچیں یہی بتاتی تھیں کہ علی اس کا اپنا بیٹا ہے اور سپر ماسٹر فرہاد سے انتقام لینے کے لیے شیطانی چالیں چل رہا ہے۔

علی تیمور نے اپنی ماں کی طرف گھوم کر دیکھا پھر کہا۔ "ماما! آپ سن رہی ہیں۔ اس سے پہلے بھی سپر ماسٹر کے کتنے ہی اہم افراد نے آپ کے سامنے سچائی بیان کی ہے۔ میں مانتا ہوں، انھوں نے شکست کھانے کے بعد موت کے سامنے یہ بیان دیا ہے۔ آپ کے خیال میں انھوں نے خوف سے جھوٹ کہا ہوگا لیکن سب کا جھوٹ ایک ہی بات کیوں کہتا ہے کہ میں فرہاد کا خون اور رسونتی کا دودھ ہوں۔ جب دنیا کا ہر شخص ایک ہی جھوٹ بولے تو وہ جھوٹ نہیں رہتا، لوگوں کے اندر چھپا ہوا سچ ہوتا ہے۔"

اس کی باتوں کے دوران وہ افسر زمین پر رینگتا ہوا دور جا رہا تھا۔ پھر وہ ریوالور اٹھا کر علی پر گولی چلانا چاہتا تھا لیکن سوچ پیدا ہوئی۔ "ابھی نہیں، پہلے مجھے درخت یا چٹان کی آڑ میں جانا چاہیے ورنہ یہ جوابی فائرنگ کرے گا۔"

وہ دوڑتا ہوا ایک درخت کے پیچھے گیا۔ علی نے پلٹ کر اسے دیکھا، وہ فاتحانہ انداز میں بولا۔ "خبردار! اپنی جگہ سے حرکت نہ کرنا۔ تم کھلی جگہ کھڑے ہوئے ہو۔ میری گولی تمھیں لگے گی لیکن تمہاری گولی میری طرف نہیں آئے گی۔"

پھر وہ رسونتی سے بولا۔ "دیوی جی! میں اسے زخمی کر رہا ہوں اس کے بعد یہ آپ کو دماغ میں آنے سے نہیں روک سکے گا۔ آپ اس کے ساتھ جیسا سلوک کرنا چاہیں گی اور جس طرح تڑپا تڑپا کر مارنا چاہیں گی، مار سکیں گی۔"

رسونتی چٹان کے سائے سے نکل کر دونوں کے سامنے کھلے میدان میں آئی۔ افسر درخت کے پیچھے سے نکلتے ہوئے بولا۔ "ارے! یہ... یہ میں کھلی جگہ کیوں آ رہا ہوں؟ نہیں، میں اسی درخت کے پیچھے چھپا رہوں گا۔ دیوی جی! میری مدد کریں۔ شاید اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی مجھے مجبور کر رہے ہیں۔"

رسونتی بڑی بڑی آنکھوں سے گھور کر اسے دیکھ رہی تھی۔ اپنا ریوالور اپنی کنپٹی کی طرف لے جاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "یہ... میں خودکشی کرنے جا رہا ہوں... نہیں، میں خود کو گولی نہیں ماروں گا..."

علی تیمور خاموش کھڑا ماں کو دیکھ رہا تھا۔ اُسے ابھی ... تھا کہ میڈونا اور آرمر اس افسر کو مجبور نہیں کر رہے ہیں۔ اگر ایسا ... تو وہ پہلے علی کے پاس آتے۔ فوجیوں سے لڑنے میں اس کی مدد ... مگر ایسا نہیں ہوا تھا۔

اس نے ریوالور کی نال کو اپنی کنپٹی سے لگا لیا تھا اور ... کی دہشت سے کانپتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "فار گاڈ سیک مجھے بچا... اے دیوی جی! تم کیسی ٹیلی پیتھی جاننے والی ہو۔ تمھارے سامنے ... پوری فوج مر گئی اور تم پتھر کی دیوی بنی دیکھتی رہیں۔ اب میری موت کا تماشا بھی دیکھ رہی ہو۔ ارے میرے دماغ میں آنے والو ... اس دیوی جی پر لعنت بھیجتا ہوں۔ مجھے زندہ رہنے دو، میں تمھارا ... بن کر رہوں گا۔ میری وفاداری کو ایک بار آزما کر دیکھ لو۔"

رسونتی نے سرد لہجے میں کہا۔ "تمھارے اندر کوئی نہیں ہے ... موت ہے۔ ٹرائیگر دباؤ اور رخصت ہو جاؤ۔"

ٹرائیگر پر انگلی کا دباؤ بڑھ گیا۔ ٹھائیں سے گولی چلنے کی آواز دور تک گونجتی چلی گئی۔ فوج کا آخری سپاہی آخری افسر ... ان کے آنے سے پہلے بھی ماں بیٹے تھے۔ ان کے جانے کے بعد ... تک پھیلی ہوئی لاشوں کے درمیان ماں بیٹے ہی رہ گئے۔

بیٹے نے کہا۔ "ماما! میں جانتا ہوں اسے آپ نے ختم کیا ہے۔ خدا کا شکر ہے پہلی بار آپ نے میری جنگ لڑی ہے اور اس فوج کے آخری سپاہی کو جہنم میں پہنچایا ہے۔ اب مجھے ایک بار اپنی زبان سے بیٹا کہہ دیں۔"

وہ آگے بڑھتا ہوا قریب آنا چاہتا تھا۔ وہ پیچھے ہٹ کر ... "مجھ سے دور رہو۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا! میں کس دنیا میں پیدا ... ہوں۔ مجھے کسی رشتے کا، کسی دوستی کا اور کسی دشمن کا پتا نہیں چلتا ..."

"آپ کوشش کریں گی تو دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ... آ جائے گا۔"

اچانک رسونتی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے وہ جھنجلا کر بولی ... سمجھوں گی؟ کیسے سمجھوں گی؟ یہ تو یقین ہو گیا ہے کہ سپر ماسٹر ... بے وقوف بنا رہا تھا۔ میں نے اس کے کئی اہم افراد کے خیالات ... پڑھ لیے۔ وہ خیالات کہتے ہیں کہ تم میرے بیٹے ہو۔ میں نے ... جنم دیا ہے اور فرہاد میرا مجازی خدا تھا۔ مگر کب تھا؟ میرے ... میں کوئی ایسا جذبہ پیدا نہیں ہوتا کہ میں کسی فرہاد کے لیے کچھ ... محسوس کروں۔ میں نے کب تمھیں جنم دیا؟ میرے اندر ... ممتا پیدا کیوں نہیں ہوتی؟ میں کون ہوں؟ کہاں سے آئی ہوں ...

کس کی ہوں؟ کس کی نہیں ہوں؟ اور اس جھوٹی اور مکار دنیا میں کس کی بات پر بھروسا کروں؟ میرے تو اپنے ہی دلی جذبات ناقابلِ اعتماد ہیں۔ یہ مجھے کسی طرف نہیں لے جاتے پھر میں تمھاری طرف کیسے آؤں؟"

وہ دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا کر رونے لگی۔ آہستہ آہستہ دوزانو ہو کر بیٹے کے سامنے بیٹھنے لگی۔ بیٹا سر جھکائے خاموش تھا، وہ چاہتا تھا اسی طرح ماں کے دل کا غبار نکل جائے۔

میڈونا اسے ایک بار دیکھنے کے بعد دوسری بار دیکھنا نہیں چاہتی تھی مگر اس میں بلا کی کشش تھی۔ چہرے پر بھرپور مردانگی تھی اور ایسی سختی تھی جیسے وہ گوشت پوست کا نہ ہو کسی پتھر کو تراش کر بنایا گیا ہو۔ وہ سر سے پاؤں تک انسان ہی تھا مگر کسی اور ہی دنیا کی مخلوق لگتا تھا۔

یہ کوئی خوابوں خیالوں یا افسانوں کی بات نہیں بلکہ حقیقت تھی کہ اسے دیکھتے ہی عورتوں کے دل دھڑکنے لگتے تھے۔ اس کے پاس سے گزرنے والیاں راستہ بھول جاتی تھیں۔ میڈونا حیرانی سے دیکھ رہی تھی، کتنی ہی عورتیں اس کے آگے پیچھے اور دائیں بائیں چل رہی تھیں۔ وہ کچھ پریشان نظر آ رہا تھا۔

وہ کار کی اگلی سیٹ پر بیٹھی پارس کا انتظار کر رہی تھی، ونڈ اسکرین کے پار اس شخص کو حسینوں کے میلے میں دیکھ رہی تھی۔ میڈونا نے ادھر سے آنے والے ایک شخص کو مخاطب کیا۔ "ہیلو مسٹر! کیا بتا سکتے ہو کہ اس شخص کے پاس اتنی بھیڑ کیوں ہے؟"

اس نے جواب دیا۔ "مس! پتا نہیں بے چارہ کون ہے۔ وہ خود اپنے متعلق نہیں جانتا۔ اپنا نام، اپنی پچھلی زندگی سب کچھ بھول گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے، وہ عورتیں اس پر مرمٹی ہیں۔"

میڈونا نے معلومات فراہم کرنے والے کا شکریہ ادا کیا۔ وہ جانے لگا لیکن میڈونا کی مرضی کے خلاف اپنے راستے پر نہ جا سکا۔ پلٹ کر عورتوں کے ہجوم میں پہنچ گیا۔ پھر گرج کر بولا۔ "یہاں بھیڑ کیوں لگائی گئی ہے اور مسٹر! تم کون ہو؟"

اس خوبرو اجنبی نے کہا۔ "یہی معلوم ہوتا کہ میں کون ہوں تو ان عورتوں کے ہجوم میں نہ پھنستا۔ پلیز! میری کچھ مدد کرو۔"

میڈونا نے سوچا تھا، پہاڑ جیسا اونچا چٹانی مرد ہے، سانس روک لے گا لیکن ایسا نہیں ہوا۔ اس کی آواز اور لہجہ سنتے ہی وہ اس کے دماغ میں پہنچ گئی البتہ یہ پتا چلا کہ وہ کچھ بے چینی محسوس کر رہا ہے۔ میڈونا اس کے اندر رہ کر چور خیالات پڑھ رہی تھی۔ وہ ایک سیدھا سادہ سا آدمی تھا اس کے دماغ میں کوئی پیچیدہ معاملہ یا کوئی راز چھپا ہوا نہیں تھا۔ وہ جھوٹا اور فریبی نہیں تھا۔ سچ مچ اپنے آپ کو بھول جانے کے باعث پریشان ہو رہا تھا۔ میڈونا نے اسے اپنی طرف آنے پر مجبور کیا۔ وہ آنے لگا۔

سب عورتیں بھی اس کے پیچھے آ رہی تھیں۔ میڈونا نے اسے تیزی سے چلایا، وہ قریب آیا پھر اسٹیئرنگ سیٹ کا دروازہ کھول کر بیٹھ گیا۔ بڑی عجیب بات تھی! جو اسے دیکھتی تھی اسے جی بھر کے دیکھنے کے لیے قریب چلی آتی تھی، اس طرح بھیڑ بڑھتی جا رہی تھی۔ ہر ایک اسے اپنے ساتھ لے جانے، اپنے پاس رکھنے کو کہہ رہی تھی۔

میڈونا نے کہا۔ "تم سب اس کے لیے اچھے جذبات رکھتی ہو قریبی پولیس اسٹیشن چلی آؤ۔ میں اسے وہیں لے جا رہی ہوں۔"

اسی وقت پولیس والے آ گئے۔ ان عورتوں کو جبراً وہاں سے ہٹانے لگے۔ وہ بڑی مشکل سے ذرا دور گئیں اور وہاں سے اس اس میں تکنے لگیں جیسے وہ کار والی کو چھوڑ کر بے اختیار ان کی طرف چلا آئے گا۔ ایک پولیس افسر نے میڈونا سے کہا۔ "سوری مس! یہ شخص پرابلم پیدا کر رہا ہے۔ آپ اسے نہیں لے جا سکتیں، یہ ہمارے ساتھ جائے گا۔"

اجنبی نے پوچھا۔ "مجھے کہاں لے جاؤ گے؟"

"ہم تمھیں تحفظ دیں گے۔ ورنہ یہ عورتیں تمھیں اس طرح بانٹ کر کھائیں گی کہ تمھاری ایک ہڈی بھی نہیں ملے گی۔"

میڈونا نے افسر کا دماغ پڑھ کر اجنبی سے کہا۔ "پولیس والوں کو اپنا فرض ادا کرنے دو۔ یہ ہر طرح تمھارے کام آئیں گے۔ ان کے ساتھ جاؤ۔"

وہ چند لمحوں تک کچھ سوچتا رہا پھر دروازہ کھول کر باہر چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی میڈونا کو یوں لگا جیسے وہ کچھ سحر زدہ سی تھی۔ پتا نہیں اجنبی کی قربت میں کیا جادو تھا۔

یہ بات وہ اجنبی کے دماغ میں جا کر بھی معلوم نہیں کر پائی تھی، پھر بھلا باہر سے کیا خاک معلوم ہوتا۔ اسے دیکھ کر یوں لگتا تھا جیسے وہ اس دنیا کا نہیں ہے۔ کسی اور ہی دنیا سے حسینوں کے دلوں کو تہس نہس کرنے آیا ہے۔

وہ خیالات سے چونک گئی۔ پارس دروازہ کھول کر اسٹیئرنگ سیٹ پر آیا تھا۔ اس نے کار اسٹارٹ کرتے ہوئے پوچھا۔ "کیا خیال خوانی میں مصروف ہو؟"

"نہیں، ابھی میں نے ایک شخص کو دیکھا تھا۔ میں کیا بتاؤں کہ وہ کیا تھا؟"

پارس نے کار آگے بڑھاتے ہوئے پوچھا۔ "کیا تھا؟"

وہ مسکرا کر بولی۔ "بتاؤں گی تو جل جاؤ گے۔" پھر کچھ توقف کے بعد کہنے لگی۔ "بتا نہیں سکتی کیا تھا۔ سچ کہتی ہوں، وہ شخص اپنے اندر عجیب سی کشش رکھتا ہے۔ اسے دیکھ کر دل کھنچا جاتا ہے۔ میں نے اس کے خیالات پڑھے۔ اس کے چہرے کو اور اس کے سراپا کو سمجھنے کی کوشش کرتی رہی لیکن اس کی سحر انگیزی سمجھ میں نہیں آئی۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"اِس لیے تم نے اُسے اپنے پاس کار میں بُلالیا؟"
"طنز نہ کرو۔ میں اُسے عورتوں کی بھیڑ سے بچانا چاہتی تھی۔"
"وہ آیندہ نظر آئے گا تو کیا کرو گی؟"
"اُسے سمجھنے کی کوشش کروں گی۔"
"اگر میں کہوں اُسے نظر انداز کردو۔ نہ اس کے متعلق سوچو، نہ اس کے کسی کام آؤ تو؟"
"تو میں تمھاری بات مان لوں گی لیکن یہ ضرور پوچھوں گی کہ اسے بالکل ہی نظر انداز کرنے کو کیوں کہہ رہے ہو؟"
"ہماری زندگی میں ایسے عجوبے ہوتے رہتے ہیں۔ جب تم میری تنہائی میں پہلی بار آئیں تو میں نے سمجھا دیا تھا کہ بظاہر ہم بڑی آزاد زندگی گزارتے ہیں۔ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک آتے جاتے رہتے ہیں مگر ایک قیدی کی طرح محدود رہتے ہیں۔ کسی سے متاثر نہیں ہوتے۔ کسی پر بھروسا نہیں کرتے۔ کوئی خود چل کر سامنے آئے تو دو باتیں کر لیتے ہیں پھر اُس سے کترا جاتے ہیں۔"
"ہاں تم نے سمجھایا تھا۔ ویسے تم اُس اجنبی پر کچھ شبہ کر رہے ہو؟"
"تمھیں بھی شبہ کرنا چاہیے۔ وہ اپنی پچھلی زندگی بھول چکا ہے۔ کون ہے اور کہاں سے آیا ہے، کچھ نہیں جانتا۔ تم نے یہ کیوں نہیں سوچا کہ اُس کا برین واش کیا گیا ہے۔ ہو سکتا ہے، تنویمی عمل کے ذریعے اس کے ذہن سے پچھلی زندگی بُھلادی گئی ہو۔ اُس کا دماغ حساس ہے لیکن وہ پرائی سوچ کی لہریں محسوس کر کے بھی سانس روکنا نہیں جانتا۔"
میڈونا نے چونک کر پوچھا "تمھیں یہ کیسے معلوم ہوا؟"
"تم سے پہلے انکل آرمر اس کے دماغ کو ٹٹول چکے ہیں۔ وہ کل صبح ایک کشتی میں بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ پولیس والے اس بے ہوش اجنبی کو اسپتال لے گئے تھے۔ ہوش میں آنے کے بعد یہ معلوم ہوا کہ وہ اپنے متعلق کچھ نہیں جانتا۔ انٹیلی جنس والوں نے جناب شیخ صاحب سے رابطہ قائم کیا۔ شیخ صاحب نے انکل آرمر کو اس کے دماغ میں جانے کی ہدایت کی۔ اس طرح پتا چلا کہ اس کے دماغ کی سلیٹ بالکل سادہ ہے۔ وہ معصوم ہے مگر اس کی معصومیت سے دھوکا نہیں کھایا جاسکتا۔ وہ کسی کا معمول اور آلۂ کار ہو سکتا ہے۔ کچھ نہ جانتے ہوئے بھی کسی موقع پر بہت بڑا نقصان پہنچا سکتا ہے۔"
"اوہ گاڈ! میں دھوکا کھا رہی تھی۔ اگر یہ دشمنوں کی چال ہے تو بہت بھونڈی ہے۔ انھوں نے ہمیں ہوشیار کر دیا ہے لیکن...!"
پارس نے ڈرائیو کرتے ہوئے کن انکھیوں سے اُسے دیکھا پھر پوچھا "تم کچھ اور کہنا چاہتی ہو؟"
"دشمن ایسی کُھلی سمجھ میں آنے والی چال نہیں چلیں گے۔ ہو سکتا ہے، وہ واقعی معصوم ہو۔ کسی زبردست حادثے میں اس کی یادداشت گم ہو گئی ہو۔"

اُس نے تائید میں سر ہلایا "ہاں، ایسا بھی ہو سکتا ہے۔"
"تم کسی بحث کے بغیر میری بات مان رہے ہو؟"
"جب یہ ممکن ہے تو بحث کیوں کروں۔"
"کیا تم نے اس کے پیچھے جاسوس لگائے ہیں؟"
"یہ یہاں کی انٹیلی جنس والوں کا معاملہ ہے۔"
"فرض کرو، یہ دشمن کا آلۂ کار ہے اور مجھے اغوا کرنا چاہتا ہے تو تم کیا کرو گے؟"
"انتظار کروں گا۔"
"کس بات کا؟"
"وہ پھر کسی بہانے تمھارے سامنے آئے گا۔ دشمن اس سے صرف ایک اہم کام لیں گے۔ اُس کی خوبروئی، اس کی مردانگی اور اس کی پٹھانی شخصیت سے تمھیں متاثر کریں گے۔"
"میں متاثر ہونے والی کوئی سستی لڑکی نہیں ہوں۔ ایسی باتیں نہ کرو۔"
"جب کوئی اہم معاملہ درپیش ہو تو ہر پہلو پر نظر رکھو اور ہر طرح کی بات برداشت کیا کرو۔ تم ماسک مین اور شیرِ ماسٹر کے قابو میں نہیں آرہی ہو۔ تمھیں قابو میں کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ تم کسی طرح مجھ سے دور ہو جاؤ۔ بابا صاحب کے ادارے اور فرانسیسی حکومت کے پہرے سے نکل کر کسی دوسرے ملک میں پہنچ جاؤ۔ پھر وہ تمھیں مکھن کے بال کی طرح چٹکی میں پکڑ کر لے جائیں گے۔"
"مگر میں تمھیں چھوڑ کر اس ملک سے باہر کبھی نہیں جاؤں گی۔"
"خدا کرے نہ جاؤ۔ لیکن یہ اجنبی ایسے وقت سامنے آیا ہے جبکہ میں تم سے تین دن کے لیے دور جانے والا ہوں۔"
"تم کہاں جاؤ گے؟ نہیں، میں بھی تمھارے ساتھ جاؤں گی۔"
"ساتھ جانے سے کام بگڑ جائے گا۔ ہم دشمنوں کو دھوکا دیں گے کہ پارس، میڈونا کے ساتھ پیرس میں ہے جبکہ تین دن تک ایک ڈمی پارس تمھارے ساتھ رہے گا۔"
"میں کسی اجنبی کے ساتھ نہیں رہوں گی۔"
"یعنی اہم معاملے میں اہم کردار ادا نہیں کرو گی؟"
"میں جان بھی دے سکتی ہوں۔ لیکن کسی ڈمی کے ساتھ ایک چھت کے نیچے کیسے رہوں گی۔ کیسے اس پر اعتبار کروں گی۔"
"بابا صاحب کے ادارے کا ہر فرد قابلِ اعتماد ہے۔ وہ ایک بنگلے میں تمھارے ساتھ رہے گا لیکن تمھارے بیڈ روم میں نہیں آئے گا۔"
"اچھی بات ہے۔ مگر تم کہاں جاؤ گے؟"
"یہ نہ پوچھو۔ تین دن کے بعد تم میرے ساتھ ماما اور علی تیمور کو دیکھو گی۔ کیا اتنا بتا دینا کافی ہے؟"
وہ مسکرا کر بولی "تم اس حد تک مجھ پر بھروسا کرتے ہو۔ یہی بہت ہے۔ ویسے کب جا رہے ہو؟"
"ابھی ہم بچھڑنے والے ہیں۔"
وہ بے یقینی سے بولی "مذاق کر رہے ہو؟"
"ہماری زندگی ایسے ہی مذاق میں خطرات سے کھیلتے ہوئے گزر رہی ہے۔ اگلے لمحے میں کیا ہونے والا ہے، یہ ہم نہیں جانتے۔ جب جانتے ہیں تو فوراً عمل کرتے ہیں۔ ابھی تم مجھے ائرپورٹ چھوڑنے جا رہی ہو۔ لیکن نگرانی کرنے والے دشمن یہی سمجھیں گے کہ ہم کسی ضرورت سے ائرپورٹ آکر پھر اپنے بنگلے کی طرف واپس جا رہے ہیں۔"
"یعنی تم چلے جاؤ گے۔ واپسی میں ڈمی پارس میرے ساتھ ہوگا؟"
"ظاہر ہے، ڈمی ساتھ ہوگا۔"
انھوں نے پارکنگ ایریا میں گاڑی روکی۔ گاڑی سے باہر آکر پارس نے اسے لاک کیا۔ چابی میڈونا کو دی۔ پھر اس کے ساتھ چلتا ہوا عمارت کے اندر آیا۔ مسافروں کی آمد و رفت کے باعث کافی بھیڑ تھی۔ میڈونا نے فلائٹ انفارمیشن بورڈ پر نظر ڈالی۔ پتا چلا ایک گھنٹے کے اندر ایک طیارہ نیویارک اور دوسرا مغربی جرمنی جانے والا ہے۔ یوں اندازہ ہو گیا کہ وہ اپنی ماما اور علی تیمور کو واپس لانے نیویارک جا رہا ہے۔
وہ پارس کے ساتھ چلتی ہوئی ایک کمرے میں داخل ہوئی جو انٹیلی جنس والوں کے لیے مخصوص تھا۔ اس کمرے کے پیچھے اور بھی کمرے ہوں گے کیونکہ پارس اسے ایک افسر کے پاس بڑی محبت سے چھوڑ کر اندر گیا تھا اور سرگوشی میں کہہ گیا تھا "آج سے ٹھیک تین دن بعد گلے لگانے آؤں گا۔ اُس اجنبی سے دور رہنا۔ خدا حافظ۔"
وہ چلا گیا۔ میڈونا کرسی پر بیٹھ گئی۔ پارس کے آخری الفاظ دماغ میں چکرا رہے تھے "اجنبی سے دور رہنا۔" اس نے سوچا "احتیاطاً اس سے دور ہی رہنا چاہیے۔ لیکن معلوم بھی کرنا چاہیے کہ وہ دشمنوں کا آلۂ کار ہے یا نہیں؟"
اس کا سیدھا سا راستہ تھا۔ وہ بہت دیر سے اجنبی کے دماغ میں جا کر معلومات حاصل کرنا چاہتی تھی لیکن پارس کی موجودگی میں مناسب نہیں سمجھتی تھی۔ اب بھی موقع نہیں تھا۔ پتا نہیں ڈمی پارس کب آنے والا تھا۔
وہ انتظار کرنے لگی۔ پندرہ منٹ کے بعد اندرونی دروازے پر وہ نظر آیا۔ وہ کرسی سے اُٹھ کر اُسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔ وہ قریب آکر سرگوشی میں بولا "کیا سوالیہ نظروں سے دیکھ کر دوسروں کے دل میں شبہ پیدا کرو گی؟ چلو یہاں سے۔"
وہ چپ چاپ اس کے ساتھ چلتی ہوئی پارکنگ ایریا کی طرف جانے لگی۔ آہستگی سے بولی "میں بار بار تمھیں دیکھنے پر مجبور ہوں۔ کسی پہلو سے ڈمی نظر نہیں آرہے۔ قد اور جسامت بھی بالکل وہی ہے اور یہ کپڑے بھی تو وہی ہیں۔"
"ہاں ہمیں لباس تبدیل کرنے میں ذرا وقت لگا ہے۔ وہ میرے کپڑے پہن کر گئے ہیں۔ اٹیچی میں باقی ان کا ہی سامان تھا۔"
وہ کار کے قریب پہنچ کر کوٹ اور پینٹ کی جیبوں میں چابی تلاش کرتے ہوئے بولا "بڑی بھول ہو گئی۔ میں پارس صاحب سے چابی لینا بھول گیا۔"
وہ پرس سے چابی نکال کر دیتے ہوئے بولی "یہ میرے پاس ہے۔"
وہ چابی لے کر دروازہ کھول کر اسٹیئرنگ سیٹ پر آیا۔ میڈونا کے لیے دوسرے دروازے کو کھولا۔ وہ اگلی سیٹ پر اس کے پاس بیٹھتے ہوئے بولی "تم کچھ حواس باختہ سے لگ رہے ہو۔ پارس کا رول ادا کرتے ہوئے گھبرا رہے ہو۔"
وہ گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے بولا "دراصل تمھاری ٹیلی پیتھی جاننے والی صلاحیتوں سے متاثر ہوں۔ ایسے میں پارس صاحب کی طرح عاشق بن کر تمھارے ساتھ رہنا کچھ مشکل ہے مگر ابھی ابتدا ہے۔ میں تم سے فری ہو جاؤں گا۔"
"اے مسٹر! اپنی اوقات میں رہنا۔ فری ہونے کی کوشش کرو گے تو دماغ میں زلزلے پیدا کردوں گی۔ ہاں خوب یاد آیا، اپنی اصلی آواز اور لہجہ سناؤ۔ میں تمھارے دماغ میں آؤں گی۔"
"فضول ہے۔ میں پندرہ منٹ تک سانس روک سکتا ہوں۔"
"پھر بھی میں تمھارے دماغ میں آنے کا حق رکھتی ہوں۔"
"میں نے یوگا میں اسی لیے مہارت حاصل کی ہے کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنا حق منوا نہ سکیں۔"
"فضول باتیں نہ کرو۔ تم ڈمی ہو۔ کسی موقع پر مجھے دھوکا دے سکتے ہو۔ میں تمھارے چور خیالات پڑھوں گی۔"
"میرے چور خیالات معلوم کرنے کا حق صرف جناب شیخ الفارس صاحب کو ہے۔"
"کیا شیخ صاحب ٹیلی پیتھی جانتے ہیں؟"
"میرا خیال ہے، نہیں جانتے۔ اس کے باوجود ہمارے اندر کے بھید جانتے ہیں۔ یہ روحانی معاملات ہیں، ہماری تمھاری سمجھ میں نہیں آئیں گے۔"
میڈونا کو یہ معلوم کرنے کی بے چینی تھی کہ اس اجنبی میں ایسی کیا باتیں ہیں جو اُسے اپنی طرف کھینچ رہی ہیں۔ وہ جلد سے جلد اپنے بیڈ روم میں پہنچ کر دروازے کو اندر سے بند کر کے اجنبی کے پاس جانا چاہتی تھی۔ ڈمی کو دیکھ کر بولی "رفتار بڑھاؤ۔ میں گھر پہنچ کر آرام کرنا چاہتی ہوں۔"
اس نے مسکراتے ہوئے رفتار بڑھا دی۔ میڈونا نے گھور کر

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

پوچھا "کیوں مسکرا رہے ہو؟"

"سوری! میں اس بات کا پابند نہیں ہوں کہ اپنے ہنسنے مسکرانے اور رونے کی وجوہات بیان کرتا رہوں۔"

"پھر بھی ہم ساتھ رہیں گے تو تجسس پیدا ہوتا رہے گا۔ ایک دوسرے کو اپنے دل کی بات بتانی چاہیے۔"

"تو پھر بتاؤ! ابھی تم خیالوں میں کہاں پہنچی ہوئی تھیں؟"

"اپنے پارس کے پاس۔"

"پلیز! پارس صاحب سے پوچھو کیا تین دن کے بعد مجھے اسی لباس میں ان سے ملنا ہوگا؟"

"اچھا! ابھی پوچھ کر آتی ہوں۔"

وہ چپ ہو گئی۔ پارس پھر مسکرانے لگا۔ وہ ڈمی نہیں تھا، اُسے چکر دے رہا تھا۔ یہ بات مانتا تھا کہ اس اجنبی میں شیطانی کشش ہے اور عورتیں شیطان کی طرف زیادہ جھکتی ہیں۔ اور اسے یہ بھی شبہ تھا کہ اجنبی اگر کسی دشمن کا آلۂ کار ہے تو پھر کسی بہانے میڈونا کے سامنے آئے گا اور یہ میڈونا کے بس میں نہ ہوتا کہ وہ اُسے روبرو پاکر اپنے اختیار میں رہتی۔

اس نے سوچا تھا، اگر اجنبی کسی کا آلۂ کار نہیں ہوگا۔ سچ مچ کسی دماغی نقص کے باعث اپنے آپ کو بھول چکا ہوگا تو میں اس کے کام آؤں گا۔ ڈاکٹروں کے ذریعے اس کی یادداشت واپس لانے کی ہر ممکن کوشش کروں گا۔"

اس کی اصلیت معلوم ہونے تک میڈونا کو ڈھیل دینا لازمی تھا تاکہ وہ آزادی سے اجنبی کے متعلق معلومات حاصل کرے۔ پارس کی موجودگی میں وہ یہی ظاہر کرتی رہتی کہ اسے پارس کے سوا کسی سے دلچسپی نہیں ہے۔ یہی سوچ کر وہ ڈمی بن گیا تھا۔ اس کے قریب ہوتے ہوئے بھی قریب نہیں تھا، اسے من مانی کرنے کی آزادی دے چکا تھا۔

میڈونا خیال خوانی میں مصروف تھی، یہ ظاہر کر رہی تھی کہ پارس کے پاس گئی ہے۔ جبکہ پارس نے تین دن تک دماغی رابطہ قائم کرنے سے منع کیا تھا۔ ویسے بھی خواہ مخواہ دماغ میں آنے کی اجازت نہیں دیتا تھا اور وہ تو پاس ہی بیٹھا ہوا تھا۔ میڈونا کسی دوسری دنیا میں پہنچی ہوئی تھی۔

وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر بولی "پارس تمہاری نالائقی پر غصہ کر رہا ہے۔ کہہ رہا ہے، عقل سے کام لو۔ تین دن کے بعد اسی ایک لباس میں ملنا ضروری نہیں ہے۔ کیا تین دن تک غسل نہیں کرو گے، لباس تبدیل نہیں کرو گے؟ مجھ سے بھی غلطی ہوئی، تمہارے احمقانہ سوال کا جواب معلوم کرنے چلی گئی۔"

پارس نے کہا "واقعی! میں نے احمقانہ سوال کیا تھا۔ آئندہ ایسی غلطی نہیں کروں گا۔"

وہ بنگلے کے احاطے میں پہنچ گئے۔ میڈونا فوراً ہی کار سے اُتر کر اندر چلی گئی۔ کیونکہ خیال خوانی ادھوری رہ گئی تھی۔ اس اجنبی کے دماغ میں رہ کر دلچسپ معلومات حاصل کر رہی تھی۔ پارس نے بنگلے کے اندر آکر آواز دی "میڈونا! کہاں ہو؟"

بیڈ روم سے آواز آئی "میں یہاں ہوں۔ مجھے ڈسٹرب نہ کرو۔"

اس نے دروازے کے پاس آکر دیکھا۔ وہ اسے اندر سے بند کر چکی تھی۔ وہ مسکراتا ہوا دوسرے کمرے میں آیا پھر ٹرانسمیٹر کے ذریعے آمر سے رابطہ قائم کر کے بولا "انکل! آپ اجنبی کے دماغ میں رہیں۔ کوئی اہم معاملہ ہو تو مجھے بتائیں۔ شکریہ۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ میڈونا اجنبی کے پاس پہنچی ہوئی تھی۔ اُسے مخاطب نہیں کیا تھا مگر وہ سمجھ رہی تھی کہ پرائی سوچ کے باعث وہ بے چین ہو جاتا ہے۔ پھر رفتہ رفتہ بھول جاتا ہے کہ کوئی اس کے دماغ میں ہے۔

وہ اجنبی سب کے لیے سوالیہ نشان بنا ہوا تھا۔ پچھلے چوبیس گھنٹوں میں ریڈیو اور ٹیلیویژن کے ذریعے اس کے متعلق اعلان کیا گیا تھا۔ اخبارات میں تصویریں شائع کرائی گئی تھیں تاکہ اس کے عزیز و اقارب آکر لے جائیں۔ اس کا کوئی اپنا نہیں آیا تھا مگر عورتیں چلی آرہی تھیں۔ انہیں روکنا اور سمجھانا مشکل ہو رہا تھا۔

پولیس اسٹیشن آنے والی عورتوں سے کہہ دیا گیا کہ اجنبی کا کوئی مرد وارث آئے گا تو اُسے جانے دیا جائے گا ورنہ اسے کسی عورت کے حوالے نہیں کیا جائے گا۔ اس فیصلے کے بعد اِکا دُکا مرد حضرات آنے لگے لیکن وہ معتبر نہیں تھے، ان پر شبہ تھا کہ مالدار عورتوں نے انہیں بھیجا ہے۔ آخر ایک اعلیٰ افسر نے کہا "میں اِسے اپنے ساتھ لے جاتا ہوں۔ میرے دروازے پر کوئی اسے پریشان کرنے نہیں آئے گی۔ اس کا کوئی عزیز یا دوست آیا تو ہم اچھی طرح چھان بین کے بعد اِسے اُس کے حوالے کر دیں گے۔"

ایسے ہی وقت میڈونا اجنبی کے دماغ میں آئی تھی۔ وہ اجنبی اعلیٰ افسر کے ساتھ تھانے سے باہر آیا۔ اعلیٰ افسر کی کار جہاں کھڑی ہوئی تھی، وہاں اس کے پیچھے کسی نے ایک بڑی سی ویگن کار لا کر روک دی تھی۔ افسر اپنی کار آگے نہیں لے جا سکتا تھا نہ ہی پیچھے کر سکتا تھا۔ ویگن کار والا پتا نہیں کہاں چلا گیا تھا۔ اجنبی نے کہا "میں اِسے ہٹا دیتا ہوں۔"

"کیسے ہٹاؤ گے؟ چابی نہیں ہے۔"

پھر میڈونا اس کے دماغ میں حیران رہ گئی۔ اجنبی نے ویگن کار کے پچھلے حصے کو پکڑ کر اُٹھایا، پھر اُسے کھینچتا ہوا ذرا دور لے جا کر چھوڑ دیا۔ راستہ چلنے والے رک گئے تھے، تالیاں بجا رہے تھے۔ عورتیں خوشی سے اُچھل رہی تھیں۔ ہاتھ ہلا ہلا کر مسرت کا اظہار کر رہی تھیں۔ کتنی ہی دوڑتی ہوئی قریب آگئی تھیں۔ سپاہی انہیں دور ہٹا رہے تھے۔ ایک تو پہلے ہی اس کا جادو کم نہ تھا۔ طاقت کے مظاہرے سے سونے پر سہاگا ہو گیا۔ اعلیٰ افسر اسے کار میں بٹھا کر لے گیا۔ پیچھے عورتیں اعلیٰ افسر کو گالیاں دے رہی تھیں، تھوک رہی تھیں، اپنی جوتیاں اتار کر اس کی طرف پھینک رہی تھیں مگر اس کی کار دور جا کر نظروں سے اوجھل ہو گئی تھی۔

میڈونا اس کی پریشانیوں کو سمجھ رہی تھی۔ وہ جھوٹا اور مکار نہیں تھا، اس کے دماغ میں رہ کر وہ محتاط تھی، خاموشی سے انتظار کر رہی تھی، شاید اس کے اندر کوئی چھپا ہوا کبھی بول پڑے یا اُسے ایسی حرکت پر مجبور کرے جس سے اُس کے آلۂ کار ہونے کا ثبوت مل جائے۔

وہ اعلیٰ افسر کے ساتھ اس کی کوٹھی میں پہنچا۔ وہاں ایک دوسرا ہی چکر چل گیا۔ وہ ڈرائنگ روم میں پہنچا تو مسلح افراد نے انہیں گھیر لیا۔ ایک حسین عورت کرسی پر بیٹھی تھی۔ ایک گن مین نے افسر کو نشانے پر رکھتے ہوئے کہا "یہ ہماری مادام ہیں۔ ہم ان کے خادم ہیں۔ اگر تم ایک طرف خاموش بیٹھے رہو تو تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔"

وہ بولا "تم لوگ میرے گھر میں کیسے گھس آئے ہو؟"

حسینہ نے کہا "جیسے بھی آئے مگر آگئے۔ میں اس غیر معمولی اجنبی سے ملنے آئی ہوں۔ پیرس کے گھر گھر میں اس کا ذکر ہو رہا ہے۔"

وہ کرسی سے اُٹھ کر اس کی طرف بڑھتی ہوئی بولی "اجنبی! تم واقعی بھرپور ہو۔ تمہارے اندر مردانہ حسن کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ اس کے باوجود تم حسن و شباب سے دور بھاگتے ہو؟"

وہ اس کے سامنے گھوم پھر کر حسن و شباب کی نمائش کرنے لگی۔ طرح طرح کی ہوش اُڑانے والی ادائیں دکھانے لگی۔ اجنبی نے پوچھا "یہ کیا کر رہی ہو؟ یہ افسر میرا محسن ہے۔ جتنی جلدی ہو سکے اپنے آدمیوں کو لے کر چلی جاؤ۔"

وہ دونوں بانہیں اس کی گردن میں ڈال کر بولی "اپنے محسن کو زندہ دیکھنا چاہتے ہو تو میرے ساتھ چپ چاپ چلو۔"

اس نے دونوں ہاتھوں سے کمر کو پکڑ کر اُسے اُوپر اٹھایا۔ وہ خوش ہو کر ہنسنے لگی۔ پھر اچانک چیخ پڑی۔ اجنبی نے اُسے دو مسلح افراد پر پھینک دیا تھا۔ تیسرے کو گھوم کر لات ماری۔ لات ہتھوڑے کی طرح لگی تھی، وہ گرنے کے بعد اُٹھ نہ سکا۔ چوتھے نے اُس پر گولی چلا دی۔ گولی اس کے بازو کی اُبھری ہوئی مچھلی میں پیوست ہو گئی۔ میڈونا نے دیکھا، اُس نے ہلکی سی تکلیف محسوس کی تھی۔ پھر اس کے بعد جو کچھ ہوا، اُسے دیکھ کر سب دنگ رہ گئے۔

بازو میں جہاں گولی پیوست ہوئی تھی۔ وہاں سے لہو بہہ رہا تھا۔ اُس نے اپنی دو انگلیاں بازو کے زخم کے اندر گھسائیں پھر اندر گھسی ہوئی گولی کو ان اُنگلیوں سے کھینچ کر باہر نکال لیا۔ یہ طاقت، قوتِ برداشت اور آپریشن کا ناقابلِ یقین طریقہ انسانی نہیں تھا۔ وہ شاید جنّات میں سے تھا۔

سب مقابلہ بھول کر اُس کے زخمی بازو کو دیکھ رہے تھے۔ وہ نیکر اور بنیان پہنے ہوئے تھا۔ پہاڑ جیسا پتھریلا جسم نمایاں تھا، بازو بھی ننگے تھے۔ زخم سے لہو کا بہاؤ بند ہو گیا تھا۔ پھر وہ زخم بھرتا ہوا دکھائی دیا۔ اس حسینہ کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ چند لمحوں کے اندر ہی زخم آپ ہی آپ بھر گیا۔ بازو کا گوشت اور کھال پہلے جیسی حالت میں آگئی۔ پتا نہیں چل رہا تھا کہ ایک منٹ پہلے وہاں گولی لگی تھی۔

وہ بازو سے نکلی ہوئی گولی کو چٹکی میں لے کر حسینہ کی طرف بڑھتے ہوئے بولا "تمہارے آدمی جتنی گولیاں میرے جسم میں اتاریں گے وہ ساری گولیاں میں تمہارے اندر گھسا دوں گا۔ اس طرح۔۔"

اس نے اپنی ایک ہتھیلی میں وہ گولی پیوست کی پھر اُسے ہتھیلی کی پُشت سے باہر نکال لیا۔ وہاں سے بھی تھوڑا سا خون نکلا۔ پھر ہتھیلی کا گوشت اور کھال برابر ہو گئی۔ وہ خوف سے کانپتی ہوئی بولی "کوئی گولی نہ چلائے، ہتھیار پھینک دو۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

سب نے ہتھیار پھینک دیے۔ میڈونا تھوڑی دیر کے لیے دماغی طور پر بیڈروم میں حاضر ہو گئی۔ وہ سردی کے موسم میں پسینہ پسینہ ہو رہی تھی۔ ایک ہی سوال دماغ میں گونج رہا تھا: کیا وہ انسان ہے؟ کیا وہ انسان ہے . . !

بے شک وہ انسان ہی تھا۔ سر سے پاؤں تک جسم انسانی تھا۔ اس کا کھانا پینا، پہننا اوڑھنا، چلنا پھرنا، ہنسنا بولنا سب انسانی تھا۔ اس کا دل تھا اور دماغ تھا اور دماغ کو میڈونا نے پوری توجہ سے سمجھا تھا۔ وہ کسی پہلو سے غیر انسانی یا جناتی نہیں تھا۔ ہاں جو انسانوں میں نہیں ہوتی، وہ غیر معمولی قوت برداشت اس میں تھی اور آپریشن کا وہ غیر انسانی انداز تھا۔ جسے دیکھ کر میڈونا چکرا گئی تھی اور دھڑکتے ہوئے دل سے سوچ رہی تھی: "وہ ایک بے مثال فولادی انسان ہے۔ میں اس کی مٹھی میں پہنچتے ہی پگھل کر رہ جاؤں گی۔"

دوسری طرف آرمر سے تفصیلی روداد سننے کے بعد پارس نے کہا: "آج سے کوئی آٹھ برس پہلے ایک سائنس داں ڈاکٹر ہیوبرٹ نے اپنے ایک مضمون میں لکھا تھا کہ ایک آہنی روبوٹ کو انسان کی طرح کام کرنا سکھایا جا سکتا ہے تو گوشت پوست کے انسان کو بھی روبوٹ کی طرح ناقابلِ شکست بنایا جا سکتا ہے۔"

آرمر نے پوچھا: "کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ اس عجیب و غریب اجنبی کو میڈیکل سائنس کے انوکھے تجربات سے گزارا گیا ہے؟"

"ہاں یہی ہو سکتا ہے۔ آپ بابا صاحب کے ادارے کے سائنسدانوں کو اس اجنبی کے متعلق تفصیل بتائیں اور ڈاکٹر ہیوبرٹ کا حوالہ دیں۔ ہمارے ڈاکٹر اور سائنسداں اس اجنبی کے حیرت انگیز وجود پر ضرور کچھ روشنی ڈالیں گے۔"

آرمر چلا گیا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر دروازے کے پاس آیا پھر اسے کھول کر میڈونا کے بیڈروم کی جانب دیکھا۔ اس کا دروازہ بدستور بند تھا۔ دن کے دو بجے تھے۔ میڈونا نے لنچ نہیں کیا تھا اور یہ سونے کا وقت نہیں تھا۔ اس کا مطلب تھا وہ بھی خیال خوانی کے ذریعے اس اجنبی کی عجیب و غریب حرکتوں سے الجھ رہی تھی۔

اس نے دروازے پر آکر دستک دی۔ میڈونا اجنبی کے پاس پہنچتے پہنچتے ٹھٹک گئی۔ آنکھیں کھول کر دروازے کی سمت دیکھا پھر ناگواری سے پوچھا: "کیا ہے؟ میں نے کہا تھا مجھے ڈسٹرب نہ کرنا۔"

"لنچ کا وقت گزر رہا ہے۔ مجھے بھوک لگ رہی ہے، تمھیں بھی بھوک لگ رہی ہوگی۔"

"کم بولا کرو۔ بھوک لگ رہی ہے تو کھانے سے کس نے روکا ہے۔ اب دستک نہ دینا۔ میں سو رہی ہوں۔"

"لیکن میں لنچ کے لیے تنہا کیسے جا سکتا ہوں۔ پارس صاحب نے کہا تھا میں ہمیشہ تمھارے ساتھ ساتھ رہوں، تمھیں تنہا نہ چھوڑوں۔"

"میں کوئی بچی نہیں ہوں۔ تمھیں معلوم ہونا چاہیے اس کاٹیج کے اطراف خفیہ پولیس کا سخت پہرا ہوتا ہے۔ تم جاؤ، میں یہاں محفوظ رہوں گی۔"

پارس نے بند دروازے کو دیکھا پھر دل ہی دل میں کہا: "بیڈروم ہے اور مجھ پر رعب جما رہی ہے۔ آدمی کی حیثیت بڑی ہو تو اپنے ہی گھر میں دو کوڑی کا نہیں رہتا۔"

وہ لنچ کے لیے باہر چلا گیا۔ میڈونا اجنبی کے پاس آگئی۔ کچھ دیر میں پولیس والے آکر اس حسینہ کو اس کے مسلح آدمیوں سمیت گرفتار کر سکتے تھے۔ اعلیٰ افسر یہی چاہتا تھا لیکن اجنبی نے کہا: "انھیں رہا کر دو، جانے دو۔"

"مسٹر! کیسی باتیں کرتے ہو۔ انھوں نے پہلا جرم یہ کیا کہ جبراً میرے گھر میں گھس آئے۔ دوسرا جرم یہ کہ مجھے قتل کرنے کی دھمکی دی۔ اگر تم اس عورت کی بات نہ مانتے یا ان پر غالب نہ آتے تو یہ مجھے قتل کر دیتے۔ ہم مہذب لوگ ہیں، ہمیں قانون کے تقاضوں کو پورا کرنا چاہیے۔"

اجنبی نے اس حسینہ کو دیکھا پھر اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا: "مجھے عورتیں بہت اچھی لگتی ہیں۔ ان پر بہت پیار آتا ہے۔ میں سوچتا ہوں ایسی ہی کسی عورت نے مجھے جنم دیا ہوگا۔ پلیز انھیں معاف کر دیں۔"

اس حسینہ کی آنکھوں میں اچانک ہی آنسو آگئے۔ کوئی عورت سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ فولاد جیسا جسم اور جان رکھنے والا اندر سے موم کی طرح نرم ہوگا اور عورت کا اس قدر احترام کرتا ہوگا۔ میڈونا دل ہی دل میں کہہ رہی تھی: "ایسی محبت اور ایسا احترام کسی سچے انسان کے دل میں ہی ہوتا ہے اور بے شک یہ اجنبی انسان ہے، کسی دوسری دنیا کی مخلوق نہیں ہے۔"

اعلیٰ افسر نے کہا: "تم واقعی عجیب و غریب ہو۔ میں تمھارے جذبے کی قدر کرتے ہوئے انھیں معاف کرتا ہوں۔ تم لوگ فوراً چلے جاؤ۔"

وہ سب اپنے ہتھیار اٹھا کر اس حسینہ کے ساتھ چلے گئے۔ افسر نے کہا: "آؤ بیٹھو۔ اسے اپنا ہی گھر سمجھو۔ بائی دی وے، تمھیں کس نام سے پکاروں؟"

"پتا نہیں میرا نام کیا تھا؟ میرے آباؤ اجداد کون تھے اور کس نام سے پکارتے تھے؟ میں وہی نام چاہتا ہوں اور جب تک وہ نام معلوم نہ ہو، میں اجنبی کہلانا ہی پسند کروں گا۔"

"اچھی بات ہے اجنبی! لنچ کا وقت گزر چکا ہے۔ تمھیں بھوک لگی ہوگی؟"

"بھوک؟" وہ سوچنے لگا۔

"ہاں، کل سے تم نے کیا کچھ کھایا ہے؟"

"میں نے گھومتے پھرتے کبھی فٹ پاتھ پر کبھی ہوٹلوں میں بہت سی عورتوں، مردوں اور بچوں کو طرح طرح کی چیزیں کھاتے دیکھا ہے۔ میرا دماغ سمجھاتا ہے، میں بھی ایسی چیزیں کھاتا ہوں۔ مگر کسی نے مجھے کھانے کو نہیں پوچھا۔"

افسر نے حیرانی سے پوچھا: "کیا تم نے کل سے کچھ نہیں کھایا ہے؟ تعجب ہے۔ چلو اٹھو۔ میرے ساتھ کچن میں آؤ۔"

وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر کچن میں آیا۔ فریج کھول کر کہا: "اس میں پکا ہوا گوشت اور سبزیاں ہیں۔ جیلی، جام، مکھن اور پنیر سب کچھ ہے۔ میں تمھیں کھانا گرم کر کے دیتا ہوں۔"

اجنبی نے اس کی باتوں کے دوران گوشت کے بڑے بڑے ٹکڑے اٹھا کر کھانا شروع کر دیے تھے۔ کچی سبزیوں پر بھی ہاتھ صاف کر رہا تھا۔ افسر نے کہا: "یہ کیا کر رہے ہو؟ اسے پکا کر کھایا جاتا ہے۔"

اس نے ران کے ایک پیس سے گوشت کی بوٹیاں دانتوں سے نوچ کر چباتے ہوئے پوچھا: "اسے کیسے پکایا جاتا ہے؟"

وہ گوشت کے ساتھ سیب اور انگور اٹھا اٹھا کر منہ میں بھرتا اور چبا کر نگلتا جا رہا تھا۔ افسر نے کہا: "اب تمھیں پکانا کیا بتاؤں؟ ایسے ہی ٹھیک ہو۔ کاش! یہ معلوم ہوتا کہ تم کس ملک اور کس قبیلے سے تعلق رکھتے ہو؟"

وہ آدھے گھنٹے تک فریج کے سامنے کھڑا کھاتا رہا۔ چونکہ تیزی سے چبا چبا کر کھا رہا تھا اس لیے مختصر سے وقت میں فریج خالی ہو گیا۔ افسر نے پوچھا: "اور کھاؤ گے؟"

اس نے جواباً پوچھا: "کیا اور ہے؟"

"نہیں ہے مگر باہر سے ابھی آجائے گا۔"

وہ مٹھیاں باندھ کر دونوں بازوؤں کی مچھلیاں ابھارتے ہوئے بولا: "کھانے کے بعد کچھ زیادہ طاقت محسوس ہو رہی ہے۔ یہ کھانا اچھی چیز ہے، تم کیوں نہیں کھاتے ہو؟"

اعلیٰ افسر نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ پھر رابطہ قائم ہونے پر کئی طرح کے گوشت، سبزیوں اور پھلوں کے نام لکھوا کر بولا: "یہ سب جلد ابھی لے آؤ۔ ایک باورچی کی بھی ضرورت ہے۔"

دوسری طرف سے کہا گیا: "جناب! چکن، مٹن اور بیف وغیرہ ملا کر ایک من گوشت ہو جائے گا۔ کیا آج کوئی تقریب ہے؟"

افسر نے اجنبی کو دیکھا پھر کہا: "بہت بڑی تقریب ہے۔ جو لکھوایا ہے اس کے علاوہ باورچی کے ساتھ لے آؤ اور اتنا سامان روز یہاں پہنچایا کرو۔"

اس نے رابطہ ختم کیا پھر ایک ٹیلر ماسٹر سے رابطہ قائم کر کے بلانے کا حکم دیا اور ریسیور رکھ کر پوچھا: "مسٹر اجنبی! کل سے تم یہی بنیان اور نیکر پہنے ہوئے ہو؟"

"ہاں، میں کھانے اور پہننے کے متعلق نہیں سوچ رہا ہوں۔ میرے دماغ میں گھوم پھر کر یہی سوچ پیدا ہوتی ہے کہ میں کون ہوں؟ کہاں سے آیا ہوں؟ ایک کشتی پر بے ہوش کیسے ہو گیا تھا؟ بے ہوشی سے پہلے میں اس کشتی پر کیسے پہنچا تھا؟"

"تم نے کل سے بھوک محسوس نہیں کی تھی۔ ابھی کھانے کے بعد جسمانی توانائی زیادہ محسوس کرنے لگے۔ اگر ڈاکٹر تمھیں دماغی توانائی کی دوا کھلاتے رہیں تو شاید تمھیں کچھ بھولی ہوئی باتیں یاد آجائیں۔"

"مجھے ڈاکٹر کے پاس لے چلو۔"

افسر نے ٹیلیفون کے ذریعے ایک ڈاکٹر کو آنے کے لیے کہا پھر پوچھا: "کیا تمھارے دل میں یہ جذبہ پیدا ہوتا ہے کہ تم کسی سے محبت اور ہمدردی کرو؟"

"ہاں، ابھی میں نے یہاں آنے والی سے ہمدردی کی تھی۔"

"وہ صرف ہمدردی تھی۔ میں محبت کی بات پوچھ رہا ہوں۔ کیا تم چاہتے ہو کہ کوئی تمھیں چاہے اور تم اسے چاہو، اسے اپنا بناؤ تاکہ تمھیں تنہائی کا احساس نہ ہو؟"

"میں کل سے دیکھ رہا ہوں کسی مرد کے ساتھ کوئی عورت ہے اور کسی عورت کے ساتھ کوئی مرد ہے۔ لوگ گلیوں میں، شاہراہوں پر، بازاروں میں ایک دوسرے سے ہنستے بولتے، مسکراتے اور پیار جتاتے ہیں۔ تب میں سوچتا ہوں کہ میں تنہا ہوں۔ مجھے بھی ہنسنے بولنے والی ساتھی کی ضرورت ہے۔"

"کل تمھیں ساتھی ملی تھی، تم اسے چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔"

"ہاں وہ کچھ عجیب حرکتیں کر رہی تھی۔ مجھے بہت بری لگ رہی تھی۔"

"پھر تم کیسی ساتھی چاہتے ہو؟"

"کل رات تک میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ میں کیا چاہتا ہوں، پھر میں سو گیا۔ سوتے وقت ایک بہت حسین لڑکی میرے پاس آئی تھی۔"

"اس نے تمھیں جگایا تھا؟"

"نہیں وہ نیند میں آئی تھی۔ اسے کیا کہتے ہیں؟ ہاں خواب۔ وہ خواب میں آئی تھی۔ مجھ سے کہہ رہی تھی کسی لڑکی کو قریب نہ آنے دینا۔ صرف میں تمھارے لیے پیدا ہوئی ہوں۔ میرا انتظار کرو۔ میں جلد ہی آرہی ہوں۔"

وہ کہتے کہتے خیالوں میں کھو گیا۔ افسر نے پوچھا: "کیا وہ یاد آرہی ہے؟"

"ہاں عجیب بات ہے۔ میں خواب دیکھنے کے بعد بھول گیا تھا۔ تم نے یاد دلایا تو وہ یاد آرہی ہے۔"

"تمھارا دماغ کمزور ہے۔ تم بھول جاتے ہو۔ ذرا یاد کرنے کی کوشش کرو۔ اس لڑکی نے خواب میں اور کیا کہا تھا؟ کیا وہ تمھارے قریب آئی تھی؟"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

وہ ذہن پر زور ڈال کر سوچنے اور یاد کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ ان لمحات میں میڈونا کی شدید خواہش تھی کہ وہی خواب والی دوشیزہ ہو جائے۔ اس نے تمام احتیاط کو بالائے طاق رکھ کر اس کی دماغی آنکھوں میں اپنا تصور پیش کیا۔ اس کی سوچ میں اس کے قریب آئی۔ وہ ایک دم سے خوش ہو کر بولا۔ "ہاں' یاد آ گیا۔ وہ میرے قریب آئی تھی۔"

افسر نے کہا۔ "شاباش! دیکھو کوشش کرنے سے کسی دوا کے بغیر دماغی توانائی حاصل ہوتی ہے۔ اور یاد کرو۔ وہ قریب آ کر کچھ بول رہی تھی؟"

اس نے آنکھیں بند کیں' جیسے سوچ رہا ہو۔ حالانکہ میڈونا نے اپنی سوچ کی قوت سے اس کی آنکھیں بند کرائی تھیں اور اس کے تصور میں قریب آ کر سوچ کے ذریعے بول رہی تھی۔ "اگر میں تمھیں بتا دوں کہ کہاں ملوں گی تو تم دوسروں سے ذکر کرو گے۔ اس لیے نہیں بتاؤں گی۔"

اجنبی کی سوچ نے کہا۔ "میں کسی سے ذکر نہیں کروں گا' پلیز! مجھے ملاقات کی جگہ بتاؤ؟"

"میں چھ تاریخ اتوار کی شام پانچ بجے سرخ رنگ کی اسپورٹنگ کار میں بیٹھی ہوئی نظر آؤں گی۔ یہ کار ہوٹل ڈیلائٹ کے پارکنگ ایریا میں ہوگی۔ میرے بدن پر سفید لباس ہوگا۔"

اجنبی نے پٹ سے آنکھیں کھول کر افسر سے پوچھا۔ "آج کتنی تاریخ ہے؟"

"چھ۔ مگر تم تاریخ کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"میں نہیں بتاؤں گا۔ میں نے خواب والی سے وعدہ کیا ہے۔ آج کون سا دن ہے؟"

"اتوار۔ مگر تم خود کو نہیں پہچانتے ہو پھر یہ دن تاریخ پوچھ کر کیا کرو گے؟"

"ہوٹل ڈیلائٹ کہاں ہے؟"

"اسی شہر میں ہے۔ مگر بہت دور ہے۔ میں حیران ہوں کہ تم اپنا نام نہیں جانتے مگر ہوٹل ڈیلائٹ کا نام تمھیں یاد ہے۔ معلوم ہوتا ہے اس ہوٹل سے تمھاری پچھلی زندگی کا گہرا تعلق ہے۔ میرے ساتھ آؤ میں ابھی وہاں لے چلتا ہوں۔ بڑی کوششوں کے بعد تمھیں اتنا کچھ یاد آیا ہے' وہاں پہنچ کر شاید بہت کچھ یاد آ جائے۔"

"ابھی کیا وقت ہوا ہے؟"

وہ گھڑی دیکھتے ہوئے بولا۔ "تین بج کر چالیس منٹ ہوئے ہیں۔"

"میں وہاں ٹھیک پانچ بجے جاؤں گا۔"

"پانچ بجے کیوں؟"

"تم بات بات پر سوال کیوں کرتے ہو؟"

اسی وقت ٹیلر ماسٹر اور ڈاکٹر پہنچ گئے۔ میڈونا دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوئی' پھر مسکراتے ہوئے انگڑائی لے کر اٹھ بیٹھی' الماری کے پاس آ کر سفید لباس نکالا۔ اس کے بعد بننے سنورنے کے لیے سنگار میز کے آئینے کے سامنے آ گئی۔ تقدیر ہر طرح سے مہربان تھی کہ عورتوں سے بدکنے والا فولادی مرد صرف ایک خواب کے حوالے سے اور ٹیلی پیتھی کے کمال سے اس کا عاشق بن گیا تھا۔ دوسری طرف پارس اپنی ماما کو واپس لانے چلا گیا تھا۔ وہ تین دن تک آزاد تھی۔

اس نے خود کو آئینے میں دیکھ کر پوچھا۔ "کیا میں پارس کے بھائی کو دھوکا دے رہی ہوں؟"

پھر اس نے خود ہی جواب دیا۔ "ہرگز نہیں۔ اس میں دھوکا دینے کی کیا بات ہے۔ میں اس کی بیاہتا ہوتی تو دھوکا ہوتا۔ ہم تو بس دوست ہیں' ویسے ہی وہ اجنبی بھی دوست رہے گا۔ میں پابند نہیں ہوں' کسی سے بھی دوستی کر سکتی ہوں۔"

آئینے کے عکس نے کہا۔ "فرہاد کو تمھارے آلۂ کار نے قتل کیا۔ تم اتنے بڑے جرم پر چھپا رہی تھیں۔ فرہاد کی فیملی کے ہر طرح کا... چاہتی تھیں۔ پارس کو پا کر تم نے وفاداری کی قسم کھائی تھی!"

وہ بولی۔ "میں آج بھی وفادار ہوں اور مرتے دم تک پارس کے مفاد کے لیے دشمنوں سے لڑتی رہوں گی۔ میں یہ بھی نہیں بھولوں گی کہ ماسک مین اور سپر ماسٹر کے ٹیلی پیتھی جاننے والے جب ہر طرف سے مجھے گھیر رہے تھے تو مجھے پارس کے ہاں پناہ ملی تھی۔ اور پارس ہی کی بدولت یہاں کوئی دشمن مجھ پر ہاتھ نہیں ڈال سکتا۔ یہ شہر میرے لیے آہنی قلعہ ہے۔ یہاں میرے خلاف دشمنوں کی کوئی چال کامیاب نہیں ہوگی۔ میں پارس کی دوستی' اس کی محبت اور اس کے احسانات کو کبھی فراموش نہیں کروں گی۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ پھر رابطہ قائم ہونے پر کہا۔ "میں آپ کے ہوٹل میں ایک کمرا ریزرو کرانا چاہتی ہوں۔ آج شام چھ بجے تک وہاں آؤں گی۔ میرا نام مارتھا اسمتھ ہے۔"

"ہم آپ کے خادم ہیں۔ آپ کے لیے ایک بہترین کمرا رہے گا۔"

وہ ریسیور رکھ کر میک اپ کرنے میں مصروف ہو گئی۔ پارس نے ایک ریستوران میں لنچ کے بعد کافی پی۔ کچھ وقت گزار کر اپنی کار میں آیا۔ کارڈلیس ریسیور اٹھا کر رابطہ قائم کیا پھر کہا۔ "رپورٹ؟"

"جناب! ابھی ایک منٹ پہلے میڈونا نے ہوٹل ڈی روما میں ایک کمرا مخصوص کرایا ہے اور وہاں شام چھ بجے تک پہنچنے کی بات کی ہے۔"

"تم کیا کرنے جا رہے ہو؟"

"میں نے ایک افسر کو ہوٹل ڈی روما روانہ کر دیا ہے۔ وہ سادہ لباس میں ہے۔ کاؤنٹر پر معلوم کرے گا کہ مارتھا اسمتھ کے کمرے کا نمبر کیا ہے۔ پھر اس کے دائیں بائیں کوئی ایک کمرا لے گا اور ان کی گفتگو ریکارڈ کرنے کے انتظامات کرے گا۔"

"میڈونا خیال خوانی کے ذریعے کاؤنٹر گرل سے معلوم کر سکتی ہے کہ کسی نے خاص طور پر اس کے برابر والا کمرا لیا ہے۔"

"یہ پہلو ہماری نظر میں ہے۔ ہمارے سادہ لباس والے افسر سے پہلے انٹیلی جنس کا ایک آدمی کاؤنٹر پر رجسٹر چیک کرنے جائے گا۔ اس کے ذریعے ہمارے افسر کو مارتھا اسمتھ کے کمرے کا نمبر معلوم ہو جائے گا۔ آپ اطمینان رکھیں' میڈونا کو شبہ نہیں ہوگا۔"

پارس نے ریسیور رکھ دیا۔ اسٹیئرنگ سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر سوچنے لگا۔ "قصور میڈونا کا نہیں ہے۔ وہ اجنبی سچ مچ جادوگر ہے۔ قدرت اور سائنسدانوں کا ملا جلا شاہکار ہے۔ جو دیکھتی ہے' دل ہار جاتی ہے۔ عورت خواہ کتنی ہی ذہین اور باصلاحیت ہو' دل کے معاملے میں مات کھا جاتی ہے۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ دیوانگی ایسی شدید ہوگی اور وہ تمام احتیاط کو بھول کر ہوٹل میں کمرا ریزرو کرا لے گی۔"

وہ سوچتا ہوا' ڈرائیو کرتا ہوا اپنے کاٹیج سے کافی فاصلے پر پہنچ کر رک گیا۔ کاٹیج کے احاطے میں سرخ رنگ کی اسپورٹس کار کھڑی ہوئی تھی۔ میڈونا اسی میں جانے والی تھی۔ پارس کا مزاج یہ نہیں تھا کہ وہ اپنی کسی محبوبہ کے چال چلن پر غور کرتا اور نہ ہی اسے اتنی فرصت تھی کہ میڈونا کے لیے آہیں بھرتا ہوا اس کا تعاقب کرتا ہوا الگ کمرے میں دو دو ہاتھ کرنے پہنچ جاتا۔ اُسے صرف اجنبی سے دلچسپی تھی۔ وہ اب تک پُراسرار تھا۔ یہ سراغ نہیں مل رہا تھا کہ وہ کس کا آلۂ کار ہے۔ میڈونا کی جلد بازی نے کام بگاڑ دیا تھا۔ اگر وہ صبر سے کام لیتی تو اجنبی دوسرے بہانوں سے ضرور اس کے قریب آتا۔

فون پر اشارہ ملا۔ اس نے کارڈلیس ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔ "جناب! میں دوسرے کاٹیج سے آپ کو دیکھ رہا ہوں۔ کیا آپ میڈونا کا تعاقب کریں گے؟"

"تم مجھے بیٹھے بیٹھے تمام معلومات فراہم کر دیتے ہو' پھر میں تعاقب کیوں کروں گا۔ میں جانتا ہوں تمھارے ماتحت ہر جگہ الرٹ ہیں۔ میں اسی کاٹیج میں رہوں گا۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ چار بج کر بیس منٹ پر میڈونا کاٹیج سے نکل کر اسپورٹس کار میں بیٹھنے لگی۔ پارس اپنی کار ڈرائیو کرتا ہوا احاطے کے گیٹ پر پہنچ گیا۔ وہ ریورس گیئر پر اپنی کار باہر نکال رہی تھی کہ راستہ رکتے ہی پریشان ہو گئی۔ عقب نما آئینے میں ڈمی پارس نظر آ رہا تھا۔ وہ ذرا سخت لہجے میں بولی۔ "گاڑی ہٹاؤ' مجھے جانے دو۔"

وہ بولا۔ "میری گاڑی میں آ جاؤ۔ تمھیں تنہا نہیں جانا چاہیے۔" اس نے گاڑی ایک طرف کی۔ میڈونا اپنی گاڑی اس کے قریب لا کر بولی۔ "میں تنہا جاؤں گی اور تم میرا پیچھا نہیں کرو گے۔"

"لیکن پارس صاحب کا حکم ہے کہ۔ ۔ ۔"

وہ بات کاٹ کر بولی۔ "میں جانتی ہوں تم بڑے فرماں بردار ہو۔ ایک راز کی بات بتا رہی ہوں' اسے صرف اپنے تک رکھنا۔ کسی سے نہ کہنا۔ کیا میں تم پر بھروسا کروں؟"

"ہاں ہاں ضرور' میں بھروسے کے قابل ہوں اسی لیے ان کی ڈمی بنا کر لایا گیا ہوں۔"

وہ رازدارانہ انداز میں آہستگی سے بولی۔ "ابھی خیال خوانی کے ذریعے پارس سے میری بات ہوئی ہے۔"

"اچھا؟" اس نے حیرانی سے کہا۔

وہ بولی۔ "اس میں حیرانی کی کیا بات ہے؟"

"میں نے سنا ہے' پارس صاحب کسی کو دماغ میں آنے ہی نہیں دیتے!"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "تم ہمارے عشق کو نہیں سمجھو گے۔ وہ اپنی ماما کو بھی دماغ میں آنے سے روک دیتے ہیں مگر محبوبہ کو کھلی چھٹی ہے کیونکہ پرائیویٹ باتیں سوچ کے ذریعے ہی رازداری سے ہوتی ہیں۔"

پارس نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ "میں نے اس پہلو پر غور نہیں کیا تھا۔ آئندہ ڈمی بننے سے فرصت ملے گی تو میں بھی عشق کروں گا۔"

وہ پھر ہنستے ہوئے بولی۔ "ایک راز کی بات سنو' پارس اسی شہر

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

میں ہے۔"

وہ چونک کر بولا۔"کیا کہہ رہی ہو؟"

"سچ کہہ رہی ہوں۔ اس نے دشمنوں کو دھوکا دینے کے لیے تمھیں میرے ساتھ رکھا ہے۔ وہ جہاز پر سوار نہیں ہوا تھا۔ وہیں ایئرپورٹ پر چھپا ہوا تھا۔ اب بھیس بدل کر ہوٹل ڈی روما میں پہنچ گیا ہے۔ میں وہیں جارہی ہوں۔ دیکھو یہ راز کی بات بابا صاحب کے ادارے میں بھی کسی کو نہ بتانا۔ میں جلد واپس آؤں گی۔ اچھا گڈ بائی!"

وہ اپنی کار اسٹارٹ کرکے تیزی سے ڈرائیو کرتی ہوئی جانے لگی۔ پارس ایک سرد آہ بھرتے ہوئے بڑبڑایا۔"اگر دنیا کے تمام شوہر اپنی جگہ ایک ایک ڈمی رکھ کر دُور سے تماشا دیکھیں تو نہ جانے کتنی بیویاں انھیں اُلّو بناتی ہوئی دکھائی دیں گی۔"

وہ کار ڈرائیو کرتا ہوا احاطے کے اندر آیا پھر کار سے اُتر کر کاؤنٹر کے اندر چلا گیا۔ میڈونا پونے پانچ بجے ہوٹل ڈیلائٹ کے پارکنگ ایریا میں پہنچی۔ وہ اسی ہوٹل میں ایک کمرا لے سکتی تھی۔ لیکن مشکل یہ تھی کہ اجنبی کے ساتھ وہ افسر بھی آرہا تھا۔ پارس کی طرح اُس افسر کو بھی چکر دینا تھا۔ کباب میں سے ہڈی کو نکال کر پھینکنا تھا۔

اس نے خیال خوانی کے ذریعے دیکھا۔ افسر اپنی گاڑی میں اجنبی کو لے کر اُسی ہوٹل کے احاطے میں پہنچ گیا تھا اور گاڑی روک کر کہہ رہا تھا۔"تم ہوٹل کے برآمدے میں انتظار کرو۔ میں گاڑی پارک کرکے آتا ہوں۔"

میڈونا نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اُدھر اجنبی گاڑی سے اُترا، اِدھر افسر سے ڈرائیو کراتی ہوئی گاڑی کو ہوٹل سے دُور لے جانے لگی۔ وہ چاہتی تھی کہ افسر کو واپس آنے میں کم از کم ایک گھنٹا لگ جائے تب تک وہ اجنبی کو ہوٹل ڈی روما میں لے جائے گی۔

پندرہ منٹ کے بعد وہ خیال خوانی سے چونک گئی۔ اجنبی پارکنگ ایریا میں اس کے پاس آگیا تھا اور جھک کر ہیلو کہہ رہا تھا۔

میڈونا نے دیکھا، اس غیر معمولی اجنبی کے آس پاس کچھ عورتیں تھیں۔ اُسے مخاطب کرکے پوچھ رہی تھیں کہ وہ کون ہے؟ کس ملک سے آیا ہے؟ اور کہاں رہتا ہے؟

اجنبی پریشان ہوکر میڈونا سے کہہ رہا تھا۔"مس! میں تم سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ مگر معلوم ہوتا ہے اس دُنیا کی عورتوں نے میرا پیچھا نہ چھوڑنے کی قسم کھالی ہے۔ کیا مجھے لفٹ مل سکتی ہے؟"

کتنی ہی عورتیں خوشی سے چیخ پڑیں۔ ایک نے کہا۔"میں لفٹ دُوں گی۔"

دوسری نے کہا۔"میرے پاس ہنڈا ایکارڈ ہے میرے ساتھ چلو۔"

تیسری نے دوسری کو دھکا دے کر کہا۔"چاہے کتنی ہی نئے ماڈل کی گاڑیاں آجائیں رولس رائس کا کوئی مقابلہ نہیں کرسکے گی میرے اجنبی دوست! میرے ساتھ آؤ۔"

وہ غصّے سے پھٹ پڑا۔"گیٹ لاسٹ آف مائی سائٹ۔"

اس کی گرج دار آواز ایسی تھی جیسے بم پھٹ پڑا ہو۔ کان جھنجھنا سے گئے تھے۔ دل بھی دہل گئے۔ عورتیں سہم کر چیختی ہوئی پیچھے ہٹ گئی تھیں۔ دُور اور نزدیک سے گزرنے والے رُک گئے تھے اور اِدھر چلے آرہے تھے۔ میڈونا نے پوچھا۔"تم اُن میں سے کسی کی گاڑی پر کیوں نہیں چلے جاتے؟"

وہ بولا۔"میں تم سے بہت ضروری بات کرنا چاہتا ہوں۔ پلیز مجھے کار میں بیٹھنے دو۔ میں بُرا آدمی نہیں ہوں۔ تمھیں نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔"

وہ بڑی بے نیازی سے بولی۔"اچھی بات ہے۔ آجاؤ۔"

وہ ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اس نے کار اسٹارٹ کی۔ لوگ قریب آگئے تھے۔ ایک نے پوچھا۔"کیا بات ہے؟"

میڈونا نے کہا۔"کوئی تشویش کی بات نہیں ہے۔ دیکھ لو وہ تمام عورتیں صحیح و سلامت ہیں۔"

وہ اطمینان سے ڈرائیو کرتی ہوئی احاطے سے باہر آئی پھر گاڑی کو ایک شاہراہ پر دوڑاتے ہوئے بولی۔"تم وہی ہو جو صبح میری گاڑی میں آکر بیٹھ گئے تھے پھر پولیس والے تمھیں لے گئے تھے۔"

وہ میڈونا کو غور سے دیکھتے ہوئے بولا۔"تم وہی لڑکی ہو جو ... ہے! میں نے خواب میں دیکھنے کے بعد بھی تمھیں نہیں پہچانا!"

"خواب میں؟ کیا تم نے مجھے خواب میں دیکھا تھا؟"

"ہاں، مجھے خواب والا چہرہ اچھی طرح یاد نہیں ہے مگر میں نے یقیناً تمھیں ہی دیکھا تھا۔"

"واہ! چہرہ یاد بھی نہیں ہے اور یقین بھی ہے۔ کیا تم نے زیادہ پی لی ہے؟ بہکی بہکی باتیں کر رہے ہو۔"

"بائی گاڈ میں ہوش میں ہوں۔ تم نے خواب میں کہا تھا کہ شام کو پانچ بجے ہوٹل ڈیلائٹ کے پارکنگ ایریا میں ملو گی۔ تمھارا کار کا رنگ سُرخ ہوگا اور تمھارے بدن پر سفید لباس ہوگا۔ تم میرے خواب کی جیتی جاگتی تعبیر ہو۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔"تم بڑی دلچسپ باتیں کرتے ہو۔ ایک بات سمجھ میں نہیں آئی، تمام عورتیں تمھارے پیچھے کیوں پڑجاتی ہیں؟ میں نے صبح بھی یہی تماشا دیکھا تھا۔"

"میں بہت پریشان ہوں۔ لوگ کہتے ہیں، مجھ میں غیر معمولی کشش ہے اور میں بھی یہی سمجھتا ہوں۔ صرف تم ایک ایسی ہو جس نے مجھ میں دلچسپی نہیں لی۔ سچ بتاؤ کیا تم بھی کسی طرح کی کشش محسوس کرتی ہو؟"

"ہاں تمھارے اندر کچھ ایسی بات ہے۔ لیکن ہر عورت ایسی مجبور اور بے حیا نہیں ہوتی کہ شیطانی کشش کے آگے ہتھیار ڈال دے۔ مجھے بے شرم اور بازاری عورتوں سے نفرت ہے۔"

"واہ! تم بالکل میرے خیال کی لڑکی ہو۔ میں تم سے پاکیزہ دوستی کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ دل ہی دل میں بولی۔"گدھا کہیں کا۔ عورت کے حُسن و شباب سے پاکیزہ دوستی کرے گا۔ ابھی ایک ذرا سی آنچ سے پگھلا دوں گی۔"

اس نے گاڑی سڑک کے کنارے روک دی، جیسے اُس میں کوئی خرابی ہوگئی ہو۔ پھر اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اس کی نظروں کو اپنے آتشیں بدن پر بھٹکانے لگی۔ اس کی سوچ میں کہنے لگی۔"قدرت نے کیا چیز بنائی ہے۔ اس کا انگ انگ مجھے پکارتا ہے چہرہ کیسا چکنا، بازو کیسے سڈول ہیں۔ چھونے کو جی چاہتا ہے۔"

وہ پریشان ہوکر دوسری طرف دیکھنا چاہتا تھا۔ وہ اس کی سوچ میں بولی۔"میں خواہ مخواہ گھبرا رہا ہوں۔ یہ کار اسٹارٹ کرنے میں مصروف ہے۔ میری نگاہوں اور ارادوں کو نہیں سمجھ رہی ہے۔ پھر میں کوئی گناہ نہیں کر رہا ہوں۔ یہ میرے خوابوں کی شہزادی ہے، اس نے خواب میں آکر کہا تھا کہ یہ میرے لیے پیدا ہوئی ہے۔ جو چیز قدرت کی طرف سے میرے حصّے میں آرہی ہے اس سے انکار نہیں کرنا چاہیے۔"

اس کے دماغ میں ایسے خیالات ٹھونسنے کے بعد اس نے دماغ کو تھوڑی سی ڈھیل دی پھر کار اسٹارٹ کرکے آگے بڑھادی۔ وہ بے چین ہوگیا تھا، کبھی ونڈ اسکرین کے پار اور کبھی دوسری طرف کھڑکی کے باہر دیکھنے لگا۔ میڈونا کو اندیشہ تھا، کہیں وہ اسے چھوڑ کر بھاگ نہ جائے۔ وہ مسلسل اس کے دماغ میں رہ کر اُسے اپنا دیوانہ نہیں بنا سکتی تھی کیوں کہ کار چلا رہی تھی، ذراسی غفلت سے حادثہ ہوسکتا تھا۔

اور وہ سوچ رہا تھا۔"میں کیا کروں؟ اس نے خواب میں بلایا، میں چلا آیا۔ میں نے پاکیزہ دوستی کے لیے کہا، اس نے انکار کیا مگر اس کے لیے میرے اندر کچھ ہو رہا ہے۔ میرا جی چاہتا ہے اسے چھولوں، پکڑ لاؤں تو بہ! مجھے کیا ہوگیا ہے۔ کیا میں اس سے دُور ہوجاؤں؟"

میڈونا نے ہوٹل ڈی روما کے احاطے میں گاڑی روک دی۔ وہ پریشان ہوکر بولا۔"مم ... میں جانا چاہتا ہوں۔"

"تم کہاں رہتے ہو؟"

"میرا کوئی گھر، کوئی رشتے دار نہیں ہے۔ میں اتنی بڑی دُنیا میں بالکل تنہا ہوں۔"

"تو پھر کہاں جاؤ گے؟"

"یہی تو میں نہیں جانتا۔ تقدیر جب تک بھٹکائے گی، بھٹکتا رہوں گا۔"

"اگر مناسب سمجھو تو میرے ساتھ ہو۔"

"آں؟" اُس نے جھجکتے ہوئے اُسے دیکھا۔ پھر میڈونا نے اسے ذرا دیر تک دیکھتے رہنے پر مجبور کیا۔ وہ نظریں ہٹانا چاہتا تھا۔ اور نظریں تھیں کہ اس کے بدن پر جگہ جگہ پھسلتی جاتی تھیں ... دل مچل مچل کر اُسے چھونے کی ضد کر رہا تھا۔ آخر اُس نے ہچکچاتے ہوئے میڈونا کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا۔ وہ شرمانے لگی۔ پتا نہیں وہ کیسا سخت چٹانی جسم کا مالک تھا، اس کا ہاتھ پتھر کی طرح لگ رہا تھا۔ وہ اسے پگھلاتے پگھلاتے خود پگھل گئی۔ خیال خوانی بھول گئی۔ وہ جیسے ہوش میں آگیا۔ جلدی سے اس کا ہاتھ چھوڑ کر بولا۔"تم ... تم ناراض تو نہیں ہو؟"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔"تم نے پاکیزہ محبت سے پکڑا تھا میں ناراض نہیں ہوئی۔"

"ہاں تم نے ٹھیک سمجھا میری نیّت بُری نہیں ہے۔ مگر پتا نہیں کیوں تم بہت اچھی لگتی ہو۔ تمھیں بار بار چھونے کو جی چاہتا ہے۔"

"تم ہزار بار چھو سکتے ہو۔ تمھاری نیّت نیک ہے مگر پہلے یہ طے کرنا ہوگا کہ ہماری دوستی ہمیشہ رہے گی۔"

"ہمیشہ رہے گی میری تنہائی مجھے پریشان کرتی ہے۔ میں تمھارے ساتھ رہوں گا۔ ہمیشہ ہمیشہ دوست بن کر رہوں گا۔"

میڈونا نے ایک جگہ گاڑی پارک کی۔ پھر اس کے ساتھ ہوٹل کے کاؤنٹر پر آئی۔ اپنا نام مارتھا اسمتھ بتا کر کمرے کی چابی لی۔ اجنبی کاؤنٹر کے پیچھے دیوار سے لگی ہوئی ایک تصویر کو بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔ میڈونا اس کے ساتھ رنگین لمحات گزارنے کے تصوّر سے موڈ میں آئی ہوئی تھی۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ ایک غیر معمولی شخص اس کی زندگی میں آرہا تھا۔ وہ بولی۔"چلو۔"

وہ اپنی جگہ کھڑا رہا۔ اسی دیوار کی تصویر کو دیکھتا رہا۔ میڈونا نے اُس کے بازو کو تھام کر پوچھا۔"کیا وہ تصویر اچھی لگ رہی ہے؟"

اجنبی نے پوچھا۔"اس تصویر میں کون سی جگہ دکھائی گئی ہے؟"

کاؤنٹر گرل نے کہا۔"یہ اٹلی کے شہر روم کا منظر ہے، ہمارے ہوٹل ڈی روما کے ہر کمرے اور ہر حصّے میں روم کے مناظر کی تصویریں لگائی گئی ہیں۔ اِس ہوٹل کا تمام اسٹاف بھی شہر روم سے تعلق رکھتا ہے۔"

اجنبی نے کہا۔"میں اِس منظر کو پہلے بھی دیکھ چکا ہوں تصویر میں جو راستہ اور عمارتیں دکھائی دے رہی ہیں، میں انھیں پہچانتا ہوں۔"

میڈونا اس کے دماغ میں تھی۔ وہ خود کو شہر روم کے اُس تصویری حصّے میں محسوس کر رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔"میں یہاں رہ چکا ہوں۔"

وہ ہاتھ پکڑ کر کھینچتی ہوئی بولی۔"کمرے میں چلو، وہاں باتیں ہوں گی۔"

وہ دونوں وہاں سے لفٹ میں آئے۔ ساتویں فلور پر پہنچے لفٹ سے باہر آئے تو سامنے دیوار پر شہر روم کے دوسرے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

علانے کا منظر دکھائی دیا۔ اجنبی تیزی سے چلتا ہوا تصویر کے قریب آیا' اُسے دیکھتے ہوئے بولا "مجھے یاد آرہا ہے۔ میں اس علاقے میں جا چکا ہوں۔"

"پہلے کمرے میں چلو۔ میں اس شہر کی تصویروں کا البم منگواؤں گی تم انھیں دیکھ کر اپنی پچھلی زندگی کو یاد کر سکتے ہو۔"

وہ دونوں ایک کمرے میں آئے۔ میڈونا نے فون کر کے شہر روم کی تصویروں کی فرمائش کی پھر ریسیور رکھ کر دیکھا۔ اجنبی کمرے میں لگی ہوئی تصویر کے پاس جا کر اسے دیکھنے میں محو ہو گیا تھا۔ میڈونا کا موڈ چوپٹ ہو رہا تھا۔ وہ اپنی ذات میں دلچسپی پیدا کرانے کے لیے اسے یہاں لائی تھی اور وہ روم کے تاریخی کھنڈرات میں گم ہو گیا تھا۔ اُسے واپس لانے کے لیے وہ اس کے دماغ میں پہنچ گئی پھر اس کی سوچ میں بولی "مجھے تصویر کو نہیں اپنی حسین ساتھی کو دیکھنا اور چھونا چاہیے"۔

پہلی بار اجنبی کی سوچ نے انکار کیا "نہیں میں تصویر کو دیکھتا رہوں گا معلوم ہوتا ہے شہر روم سے میرا گہرا تعلق ہے۔ میں جاؤں گا۔ مجھے اس شہر میں جانا چاہیے۔"

میڈونا نے کہا "میرے دوست! ادھر آؤ۔ اگر تم ایک گھنٹے تک اس شہر کی باتیں نہ کرو تو میں ایک ہیلی کاپٹر چارٹر کرا کے آج رات تمھیں اس شہر کی سیر کراؤں گی۔"

وہ تصویر کے پاس سے پلٹ کر بولا "اگر تم ابھی وہاں لے چلو تو تم جو کہو گی وہی کروں گا۔"

"ایسی جلدی بھی کیا ہے۔ پہلے میرے پاس آؤ۔ تم مجھے بار بار چھونا چاہتے تھے۔"

"مجھے کچھ اچھا نہیں لگ رہا ہے۔ میرا دل' میرا دماغ کہہ رہا ہے' میں اس شہر میں پہنچتے ہی خود کو پہچان لوں گا۔ کیا تم نہیں چاہتیں کہ میری پچھلی زندگی میرے سامنے روشن ہو جائے؟"

وہ اٹھ کر اس کے بالکل قریب آئی پھر اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی "زندگی پچھلی ہو یا اگلی' وہ عورت کے بغیر بے رنگ و بے نور ہوتی ہے۔"

اس نے مکھن جیسی بانہوں کو اپنی گردن سے الگ کیا پھر اُسے پرے دھکیل کر بولا "تم بھی دوسری عورتوں کی طرح گلے پڑ رہی ہو تم بڑی خود غرض ہو۔ تمھیں مجھ سے ہمدردی نہیں ہے۔ تم مجھے میری پچھلی زندگی یاد دلانا نہیں چاہتیں۔ اگر یاد آنے والی باتیں پھر گم ہو گئیں تو میں اپنوں تک کس طرح پہنچوں گا؟"

"میں تمھیں پہنچاؤں گی مگر روم دوسرے ملک میں ہے ایک ملک سے دوسرے ملک جانے میں وقت لگے گا۔"

"ابھی تم کہہ رہی تھیں میرے لیے ہیلی کاپٹر چارٹر کراؤ گی۔"

"ہاں کراؤں گی لیکن تمھارے ساتھ نہیں جا سکوں گی۔"

"تو نہ جاؤ۔"

"کیا اتنی ہی دیر کی دوستی تھی۔ تم زندگی بھر ساتھ رہنے کا وعدہ کر چکے ہو۔"

"میں وعدے پر قائم ہوں میرے ساتھ چلو۔"

"میں مجبور ہوں یہاں کی پولیس اور انٹیلی جنس والے مجھے شہر سے باہر نہیں جانے دیں گے۔"

"میں تمھیں لے جاؤں گا' جو تمھیں روکے گا اس کا سر توڑ دوں گا۔"

"تم اس دنیا کی بہت سی باتیں بھول گئے ہو۔ یہ نہ سمجھو کہ دو چار سپاہی روکنے آئیں گے' میرے لیے پوری فوج آسکتی ہے۔"

وہ سوچ میں پڑ گیا۔ پھر اس کا ہاتھ تھام کر بولا "تم پہلی عورت ہو جو مجھے بہت اچھی' بہت پیاری لگتی ہو۔ شاید تم نہیں جانتیں' مجھ پر گولیاں اثر نہیں کرتیں لیکن تمھیں کسی فوجی کی گولی لگے گی تو میں تمھارے بغیر نہیں رہ سکوں گا۔ میرے ساتھ چلنے کی کوئی تدبیر کرو۔"

وہ بڑی محبت سے بول رہا تھا۔ میڈونا سوچنے لگی کہ اس کے ساتھ جانے کی کیا تدبیر ہو سکتی ہے۔ اچھا موقع تھا۔ پارس موجود نہیں تھا۔ وہ قانون اور پولیس کی آنکھوں میں دھول جھونک کر اس ملک سے باہر جا سکتی تھی' اس نے پوچھا "کیا سوچ رہی ہو؟"

"اس ملک سے باہر میرے لیے قدم قدم پر خطرہ ہے۔"

"میں قدم قدم پر تمھارے سامنے ڈھال بن کر رہوں گا۔"

اس نے پہاڑ جیسے فولادی اجنبی کو دیکھا۔ بے شک' وہ اس کے لیے ماسک مین اور سپر ماسٹر سے ٹکرا سکتا تھا۔ ان کے آدمیوں کو جہنم میں پہنچا سکتا تھا۔ لیکن پارس نے کون سا برا کیا تھا۔ دشمنوں کو جہنم میں پہنچائے بغیر تحفظ فراہم کر رہا تھا۔ اپنی عدم موجودگی میں اس کی حفاظت کا مکمل انتظام کر چکا تھا۔ لیکن اس جادوگر اجنبی کے سامنے پارس کی وہ بھلائی سمجھ میں نہیں آرہی تھی جس میں اُس کی اپنی بھلائی تھی۔

اجنبی نے کہا "تم پھر سوچ میں گم ہو گئی ہو؟"

"مجھے یہاں سے چھپ کر یعنی بھیس بدل کر جانا ہوگا۔"

"تو اس میں سوچنے کی کیا بات ہے؟"

"بھیس بدلنے کے لیے میک اپ کا سامان خرید کر لانا ہوگا اس میں وقت لگے گا۔ پھر میں ایک عام لڑکی کی حیثیت سے ملک سے باہر جانے کے لیے ہیلی کاپٹر چارٹر نہیں کرا سکوں گی۔ ہمیں ٹرین کے ذریعے جانا ہوگا اور یہ کم از کم دو دن کا سفر ہوگا۔"

"ہونے دو۔ ہم ریزرو کیبن میں محبت کرتے جائیں گے تنہائی پیار میں دو دن' دو پل لگیں گے۔"

"ہائے کتنا رومان پرور سفر ہوگا۔ چلو ہم سفر کا ضروری سامان خرید کر لائیں گے۔ اور اپنے لیے ٹرین میں ایک کیبن ریزرو کرائیں گے۔"

اس کے ساتھ والے کمرے میں ان کی گفتگو ریکارڈ ہو رہی تھی۔ دوسری طرف آرمر اُس اجنبی کے دماغ میں کئی بار جانے کی کوشش کر چکا تھا۔ اب وہ پرائی سوچ کی موجودگی سے سانس روکنے لگا تھا۔ اس نے یہ باتیں پارس کو بتائیں۔ پارس نے کہا "یہ تو پہلے ہی سمجھ میں آگیا تھا کہ اجنبی ایک کھلونا ہے' اس کی چابی ہمارے کسی بڑے دشمن کے ہاتھ میں ہے۔ دشمن نے چابی بدل دی' اب وہ سانس روکنے لگا ہے۔"

آرمر نے کہا "میڈونا کو بھی اس تبدیلی کا علم ہو گیا ہوگا' وہ بھی اس کے دماغ میں جانے کی ناکام کوشش کر چکی ہوگی۔"

"ہاں' خیال خوانی کی ناکامی کے بعد اُسے یقین ہو جانا چاہیے کہ دشمن اسے ہمارے آہنی قلعے سے باہر لے جانا چاہتے ہیں۔ بہرحال ابھی تھوڑی دیر بعد معلوم ہو جائے گا۔ آپ ایک آدھ گھنٹے بعد میرے پاس ضرور آئیں۔"

آرمر چلا گیا۔ کچھ دیر بعد انٹیلی جنس کا ایک افسر ایک کیسٹ لے کر آیا۔ پارس نے اُسے ریکارڈر میں لگا کر سنا۔ ہوٹل ڈی زوملے کے کمرے میں ہونے والی میڈونا اور اجنبی کی گفتگو سنائی دے رہی تھی گفتگو کے اختتام پر میڈونا نے اجنبی سے کہا تھا کہ سفر کا سامان خرید کر لائے گی اور ٹرین میں کیبن ریزرو کرائے گی۔ اس کے بعد اجنبی نے کہا "ہاں چلو۔"

میڈونا نے پوچھا "کیا پیار کے بغیر ہی چلو گے؟"

"میں تو پیار سے ہی بول رہا ہوں اور کس طرح پیار کرتے ہیں؟"

تھوڑی دیر خاموشی رہی۔ پھر میڈونا کی حیرت بھری آواز سنائی دی "ارے تم نے ابھی سانس روکی ہے؟"

"ہاں میں نے پہلے بھی کئی بار دماغ میں بوجھ سا محسوس کیا۔ کچھ میں نہیں آیا ایسا کیوں ہوتا ہے۔ ایک بار میں نے بے اختیار سانس روکی تو بوجھ ختم ہو گیا۔ ابھی ابھی جو بوجھ تھا' وہ بھی ختم ہو گیا ہے۔"

"میری بات توجہ سے سنو' میں ٹیلی پیتھی جانتی ہوں' کسی کے بھی دماغ میں پہنچ کر اس کے اندر کی چھپی ہوئی باتیں پڑھ لیتی ہوں۔"

"تم دماغ کے اندر کیسے پہنچ جاتی ہو؟"

"میں رفتہ رفتہ تمھیں سمجھاؤں گی۔ ابھی اتنا سمجھ لو کہ یہ ایک قدرتی صلاحیت ہے۔ جیسی قدرتی صلاحیت تم میں ہے کہ تم جسم میں پیوست ہونے والی بلٹ کو دو انگلیوں سے نکال لیتے ہو۔"

"تعجب ہے! یہ بات تم کیسے جانتی ہو؟"

"ٹیلی پیتھی کے ذریعے۔ بہرحال جب میں تمھارے دماغ میں آؤں گی تو تم بوجھ محسوس کرو گے کیا محبت میں یہ بوجھ برداشت نہیں کرو گے۔ تمھارے سانس روکنے سے میں دماغ سے باہر نکل جاتی ہوں۔"

"عجیب بات ہے۔ اچھا تم ابھی دماغ میں آؤ۔"

وہ اس کے اندر پہنچ کر بولی "مجھے دیکھو میرے ہونٹ بند ہیں مگر میں بول رہی ہوں اور میری بات صرف تم اپنے دماغ میں سن رہے ہو۔"

وہ حیرانی سے بولا "کیا واقعی تم ہونٹوں کو بند کر کے بول رہی ہو؟"

وہ سوچ کے ذریعے بولی "ہاں تم ارادہ کر لو' اپنا دایاں ہاتھ نہیں اٹھاؤ گے لیکن وہ ہاتھ میرے حکم سے اٹھ کر میرے شانے پر آئے گا۔"

"میں اپنا ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا۔"

تھوڑی دیر خاموشی رہی۔ پارس کیسٹ ریکارڈر کے ذریعے سن رہا تھا۔ میڈونا کی بات سنائی نہیں دے رہی تھی کیونکہ وہ اس کے دماغ میں بول رہی تھی۔ پھر اجنبی نے حیرانی سے کہا "ارے' میرا ہاتھ آپ ہی آپ تمھارے شانے پر آگیا ہے اور... اور یہ کیا میں نے بے اختیار دونوں ہاتھوں سے تمھیں پکڑ لیا ہے!"

اس نے چند سیکنڈ کے بعد کہا "اچھا تم کہتی ہو تو اب پیار سے کچھ نہیں کہوں گا۔ جو ہو رہا ہے' خاموشی سے دیکھتا جاؤں گا۔"

اجنبی کی آواز بھی گم ہو گئی۔ کیسٹ ریکارڈر خاموش ہو گیا۔ افسر نے ریکارڈر کو آف کرتے ہوئے کہا "بس یہیں تک گفتگو ہوئی ہے۔ اس کے بعد محض جذباتی آوازیں ہیں۔"

پارس نے پوچھا "اٹلی کے بارڈر تک جانے والی ٹرین میں بھیڑ ہوتی ہے؟"

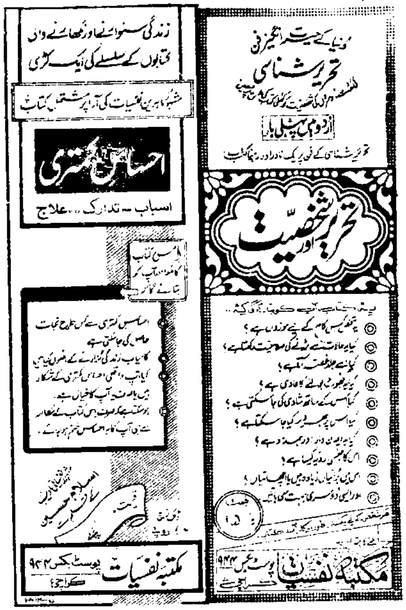

itsurdu.blogspot.com
itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"جی ہاں میڈونا کو کل صبح کے ٹکٹ نہیں ملیں گے۔"

"ملنے چاہئیں۔ انتہائی رازداری سے اس ٹرین میں ایک بوگی کا اضافہ کراؤ۔ ان دونوں کو یہ معلوم نہیں ہونا چاہیے۔"

"اچھی بات ہے جناب! ان کی ریزرویشن کے لیے ایک کیبن رکھا جائے گا۔"

"میرے لیے ٹرین کی درمیانی بوگی میں مسٹر اسٹون مارک کے نام سے ایک برتھ ریزرو کراؤ۔ اس کے لیے کسی مسافر کی ریزرویشن کینسل کرادو یہ تم کوئی چکر چلا سکتے ہو۔"

"یس سر! یہ ہوجائے گا۔"

وہ چلا گیا۔ پارس صوفے سے اُٹھ کر ایک الماری کے پاس گیا اسے کھول کر اس کے ایک خانے سے پاسپورٹ اور ضروری کاغذات نکالے۔ ان کاغذات کا تعلق اسٹون مارک نامی شخص سے تھا پاسپورٹ میں اس کی تصویر بھی تھی۔ حکومت کی طرف سے اپنے مختلف ناموں اور تصویروں کے ساتھ چند پاسپورٹ اُسے دیے گئے تھے تاکہ وقتِ ضرورت کام آتے رہیں۔ آدھے گھنٹے بعد آرمر نے مخاطب کیا۔ وہ بولا "انکل! میں میک اپ کرنے کے بعد گیارہ بجے سو جاؤں گا۔ آپ شیخ صاحب کو بتادیں کہ میں اسٹون مارک کے بھیس میں رہوں گا۔"

"ابھی جا کر کہتا ہوں۔"

وہ چلا گیا۔ پارس سے جناب شیخ صاحب کو روحانی لگاؤ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ کوئی دشمن خیال خوانی کرنے والا اس کے چور خیالات پڑھ نہیں سکتا تھا۔ اب یہ واضح ہو چکا تھا کہ اجنبی کے پیچھے بھی کوئی خیال خوانی کرنے والا ہے اور اس اجنبی کی نادانستگی میں اسے کھلونے کی طرح چلا رہا ہے۔

پارس چاہتا تو پیرس میں ہی میڈونا کو روک سکتا تھا لیکن مقصد صرف میڈونا کو روکنا اور اس کی حفاظت کرنا نہیں تھا جو خود حفاظتی بند کھول رہی ہو، اسے پستی میں گرنے سے کون بچا سکتا ہے۔ جس لمحے سے اس نے اجنبی کی طرف مائل ہونا شروع کیا اسی لمحے سے پارس نے اسے اپنی زندگی سے خارج کر دیا تھا۔ اب صرف ایک ہی جنگ تھی کہ وہ خیال خوانی کرنے والی کسی دشمن کی آلۂ کار بننے نہ پائے۔ اس کے علاوہ پارس بارڈر تک سفر کر کے اجنبی کی حقیقت معلوم کرنا چاہتا تھا۔

دوسری صبح وہ ٹرین وہاں سے روانہ ہوئی۔ اس کی آخری بوگی کے ایک کیبن میں میڈونا اپنے اجنبی ہیرو کے ساتھ سفر کر رہی تھی۔ اس نے اجنبی کا نام آئرن مین (فولادی آدمی) رکھا تھا۔ ان کے پاس پاسپورٹ اور دیگر ضروری کاغذات نہیں تھے۔ وہ صرف فرانس کی سرحد تک سفر کر سکتے تھے۔ اس کے بعد میڈونا نے سوچ رکھا تھا کہ خیال خوانی کا حربہ آزمائے گی۔ بارڈر پر چیک کرنے والے افسران کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ کر کے اجنبی کے ساتھ دوسرے ملک میں پہنچ جائے گی۔

وہ جانتی تھی کہ خفیہ پولیس والے اس کی نگرانی کر رہے ہوں گے۔ اسے ایک ملک سے دوسرے ملک لے جانے والے دشمن بھی یہ جانتے ہوں گے اور کسی نہ کسی جگہ رکاوٹ کی توقع کر رہے ہوں گے۔ ایسی صورت میں پتا نہیں وہ دشمن کیا کرنے والے تھے۔ میڈونا نے سوچا تھا، خفیہ پولیس سے بھی ٹیلی پیتھی کے ذریعے نمٹ لے گی اور یہی یقین دلائے گی کہ تفریح کے موڈ میں ہے، سرحد تک جا کر واپس آجائے گی۔

ابھی تک کچھ ہُوا نہیں تھا۔ اور وہ دُعا کر رہی تھی کہ کچھ نہ ہو۔ پارس کی غیر موجودگی سے خفیہ پولیس والے غافل رہیں تو اچھا ہے۔ وہ لنچ کے لیے اس بوگی میں گئے جو کھانے پینے کے لیے مخصوص تھی۔ کتنی ہی عورتیں، مرد، بچے اور بوڑھے میز کے اطراف بیٹھے کھا رہے تھے۔ ہنس بول رہے تھے۔ شراب اور شیمپین سے بھی شغل جاری تھا۔

کچھ دیر بعد بیرا آرڈر لینے آیا۔ میڈونا نے دو لارج پیگ لانے کو کہا۔ ایسے وقت پارس یاد آگیا۔ وہ جب تک اس کے ساتھ رہی شراب کو کبھی مُنہ نہیں لگایا ورنہ پہلے پیا کرتی تھی۔ آج پھر نئے ہمسفر کے ساتھ پینا شروع کر رہی تھی۔

بوفے کار کے منتظم نے آکر مائیک کے ذریعے کہا "لیڈیز اینڈ جنٹلمین! ہم اس طویل سفر کے دوران آپ کے لیے دلچسپی کا سامان فراہم کرتے رہتے ہیں۔ آج آپ کے سامنے ایک دلچسپ آئیٹم پیش کیا جا رہا ہے۔ آپ نے بلیک میجک جاننے والے مشہور جادوگر اسٹون مارک کا نام سُنا ہوگا۔ بھرپور تالیوں کے ساتھ ان کا استقبال کیجیے۔"

سب لوگ تالیاں بجانے لگے۔ ایک لانبی اور موٹی عورت حاضر ہوئی۔ مائیک سے کہا گیا "آپ کے سامنے مسٹر اسٹون مارک حاضر ہیں۔"

سب لوگ قہقہے لگانے لگے کیونکہ وہ اسٹون مارک مرد نہیں تھا عورت تھی۔ پھولے ہوئے لباس کی وجہ سے بہت زیادہ موٹی لگ رہی تھی۔ وہ ہاتھ نچا کر بولی "ہنستے کیوں ہو؟ کیا عورت جادوگر نہیں ہوتی؟ میں تو کہتی ہوں، بڑی خطرناک جادوگرنی ہوتی ہے۔ بڑے بڑے شہ زوروں کو ایک انگلی پر نچاتی ہے۔"

اسٹون مارک نے میڈونا کو مخاطب کیا "کیوں مارتھا اسمتھ! تم اپنے پہاڑ جیسے مرد کو نچا رہی ہو نا؟"

وہ چونک کر بولی "تم میرا نام کیسے جانتی ہو؟"

"جانتی نہیں جانتا ہوں۔ میں اوپر سے عورت اور اندر سے مرد ہوں۔ میں تمام حاضرین کے نام بتا سکتا ہوں۔"

ایک عورت نے پوچھا "میرا نام کیا ہے؟"

"تمہارا پہلا نام کیٹی، دوسرا شیلا، تیسرا رومیلا اور چوتھا ڈائنا ہے۔ تم مرد کے ساتھ ساتھ اپنا نام بھی بدلتی رہتی ہو۔"

چاروں طرف سے قہقہے ابھرنے لگے۔ میڈونا کو یہ بات بُری لگ رہی تھی، اس نے بھی نئے مرد سے دوستی کرتے ہی نام بدل لیا تھا۔ اسٹون مارک نے کہا "مس ڈائنا! اگر میں عورت سے مرد بن جاؤں تو کیا میرے لیے پھر نام بدلو گی؟"

اس کی ہر بات پر قہقہے لگ رہے تھے۔ وہ بولا "دیکھو میں تمہاری آنکھوں کے سامنے جنس بدل رہا ہوں۔ عورت سے مرد بن رہا ہوں۔"

سب لوگ دیکھنے لگے۔ اس کے پھولے ہوئے لیڈیز گاؤن سے ہوا نکل رہی تھی، جیسے غبارہ ہوا نکلنے سے پچک رہا ہو اسی طرح لباس سکڑ گیا۔ پھر وہ لباس بڑی تیزی سے اُتر گیا۔ اندر مردانہ لباس میں وہ کھڑا ہوا تھا۔ بالوں کی لیڈیز وِگ اس نے نکال کر پھینک دی تھی۔ مُنہ پر ہاتھ رکھ کر ہٹاتے ہی چہرے پر مونچھوں کا اضافہ ہو گیا تھا۔ سبز آنکھوں والا لینس بھی نکل گیا تھا۔ بوفے کار کے تمام تماشائی تالیاں بجا رہے تھے۔ میڈونا بے دلی سے تالی بجاتی ہوئی اس کے دماغ میں پہنچ گئی تھی۔

شاید وہ خیال خوانی کرنے والا ابھی پہنچا ہو جو اجنبی کے پیچھے چھپا رہتا تھا۔ ویسے دو کیا دس خیال خوانی کرنے والے اس کے چور خیالات پڑھتے تب بھی یہی معلوم ہوتا کہ اس کا نام اسٹون مارک ہے۔ پہلے وہ فرانس کے مختلف شہروں میں بلیک میجک کے کمالات دکھایا کرتا تھا۔ اب اس ٹرین میں کچھ رقم کماتا ہوا سرحد پار اٹلی کے شہروں میں جا کر روزی حاصل کرنا چاہتا تھا۔

اجنبی نے کہا "یہ شخص بہت دلچسپ ہے۔"

وہ ناگواری سے بولی "ہوگا۔"

"دیکھو کتنی عورتیں اسے دلچسپی سے دیکھ رہی ہیں۔ کیا اس میں میری طرح مردانہ کشش ہے؟"

"خاک ہے۔ کیا تم اس کے سامنے کمتری محسوس کر رہے ہو؟"

"ہرگز نہیں میں تو اس کی خوبیوں کی تعریف کر رہا ہوں۔"

"کوئی دوسری بات کرو۔"

اچانک ایک عورت ہاتھ میں ننگی تلوار لے کر آئی پھر گرج کر بولی "یو اسٹون مارک! تم یہاں عورتوں سے دل بہلا رہے ہو۔ میری انسلٹ کر رہے ہو۔ میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

اسٹون مارک نے کہا "لیڈیز اینڈ جنٹلمین! یہ عورت ہاتھ دھو کر میرے پیچھے پڑ گئی ہے۔ کہتی ہے مجھ سے شادی کرو ورنہ قتل کر دوں گی۔ یہ کئی بار میرے پروگراموں میں آکر مجھے ..... قتل کر چکی ہے۔ لیکن میں اگلی بار قتل ہونے کے لیے پھر زندہ ہوجاتا ہوں۔"

لوگ ہنسنے لگے۔ بھلا وہ قتل ہونے کے بعد کیسے زندہ ہو سکتا ہے؟ وہ عورت سچ مچ اس پر ننگی تلوار سے حملے کرنے لگی تھی اور وہ بچتا جا رہا تھا۔ ایک میز پر بڑا سا کیک رکھا ہوا تھا وہ بچنے کے لیے اُچھل کر ایک طرف گیا تو تلوار سیدھی کیک پر پڑی وہ دو ٹکڑے ہو گیا۔ دوسری بار ایک گاجر کے ٹکڑے ہو گئے اس سے پتا چلتا تھا کہ تلوار اصلی اور تیز دھار ہے۔

وہ تیسری بار بچ نہ سکا۔ عورت نے بڑی مہارت کا ثبوت دیا۔ تلوار اس کے سینے کے آر پار کر دی۔ کتنی ہی عورتوں اور بچوں کی چیخیں نکل گئیں۔ تلوار سچ مچ اس کے سینے میں گھس کر اس کی پشت سے نکل آئی تھی۔ تازہ لہو سے تلوار اور لباس بھیگ رہا تھا۔ اسٹون مارک کے دیدے پھیل گئے تھے۔ وہ ذرا اِدھر سے اُدھر لڑکھڑایا جیسے موت کی آغوش میں گرنے ہی والا ہو۔ موت کسی ایک کو آتی ہے مگر سب پر خوف طاری ہو جاتا ہے۔

وہ ذرا لڑکھڑانے کے بعد پھر جم کر کھڑا ہو گیا، ایک ہاتھ اُٹھا کر بولا "میں نے بار بار اس عورت کو سمجھایا ہے، مجھے قتل نہ کریں کبھی عورت کے ہاتھوں سے نہیں مروں گا لیکن یہ اپنی نادانی سے باز نہیں آتی۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

پھر وہ تلوار کو سامنے سے پکڑ کر اپنے جسم سے نکالنے لگا۔ کتنے ہی تماشائیوں کے دل دھڑک رہے تھے۔ تمام لوگوں کی نگاہیں اس پر جمی ہوئی تھیں۔ خاص طور پر میڈونا سوچ رہی تھی: کیا ایسی حالت میں یہ زندہ رہ سکتا ہے؟ میرے اجنبی دوست کی بات اور ہے۔ پتا نہیں قدرت نے اس کا جسم کس مٹی سے بنایا ہے، گولی پیوست ہوتی ہے تو یہ اپنے جسم کے اندر دو انگلیاں ڈال کر نکال لیتا ہے پھر وہ زخمی نہیں رہتا۔ وہاں گوشت ایسے بھر جاتا ہے جیسے مٹی کھود کر پہلے گڑھا کیا گیا ہو، پھر اسے مٹی سے بھر دیا گیا ہو۔ یہ بلیک میجک جاننے والا اب زندہ نہیں رہے گا۔'

تالیوں کی آواز نے میڈونا کو چونکا دیا۔ اسٹون مارک نے اپنے جسم سے تلوار نکال لی تھی۔ اب اسے فضا میں لہراتا ہوا جا رہا تھا۔ پھر وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا لیکن تالیوں کا شور کم نہ ہوا۔ اجنبی نے میز پر جھک کر میڈونا سے کہا: "اس کا جسم بھی میری طرح ہے بلکہ مجھ سے زیادہ حیرت انگیز ہے۔ میں نے اپنے جسم سے ایک چھوٹی سی گولی نکالی تھی، اس نے پوری تلوار گھسا کر نکالی:"

"اونہہ! تم نہیں جانتے۔ یہ شعبدہ بازی ہے۔ دیکھنے والی آنکھوں کو فریب دینے کا کمال ہے۔"

وہ بولا: "میں انسانی لہو کو دور سے سونگھ کر پہچان رہا ہوں، یہ لہو اسٹون مارک کے جسم سے نکلا ہے۔"

"پھر تو وہ کمال دکھانے میں تھوڑا بہت زخمی ہوا ہوگا، اسی لیے فوراً مرہم پٹی کرانے گیا ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی اسٹون مارک بوفے کار میں واپس آیا۔ وہ صرف ایک پتلون میں تھا۔ کمر سے اوپر کا جسم ننگا تھا۔ سینے میں جہاں تلوار پیوست ہوئی تھی، وہاں زخم کا ہلکا سا نشان بھی نہیں تھا۔ اسے دیکھ کر تمام لوگ تالیاں بجا رہے تھے۔ وہ دونوں ہاتھ اٹھا کر بولا: "کون میرے کمال سے خوش ہو کر مجھے اپنی میز پر دعوت دے گی یا دے گا؟"

اجنبی نے فوراً اُٹھ کر کہا: "دوست! میں تمھیں دعوت دیتا ہوں۔"

کچھ عورتوں اور مردوں نے بھی اٹھ کر کہا: "پلیز ہمارے پاس آؤ۔"

وہ بولا: "میں آپ سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں لیکن سب سے پہلے جس نے دعوت دی ہے میں اسی کے پاس جا رہا ہوں۔"

میڈونا نے اجنبی سے کہا: "یہ تم نے کیا کیا؟ اسے بلانے کی کیا ضرورت تھی؟"

اسٹون مارک قریب آگیا تھا۔ اجنبی نے اس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا: "میں نے اس لیے بلایا ہے کہ تم میری قوم کے فرد لگتے ہو۔ قدرت نے جسمانی طور پر ہمیں عجیب و غریب بنایا ہے۔"

وہ بول رہا تھا۔ اُدھر مصافحہ جاری تھا، دونوں کے ہاتھ ایسی قوت اور سختی سے مل گئے تھے جیسے دو مضبوط چٹانیں ٹکرا گئی ہوں یا دو فولادی شکنجے ایک دوسرے میں اُلجھ گئے ہوں۔ اجنبی طاقت کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہتا تھا مگر بے اختیار کر رہا تھا۔ پارس جواباً اس ہاتھ کی سختی کو یوگا کے کمال سے روکے ہوئے تھا۔ اس نے سانس روک لی تھی اور جب تک سانس رُکی رہتی اس وقت تک اجنبی تمام تر قوتوں سے بھی اُسے دبوچ نہیں سکتا تھا۔

آخر اس نے تعریفی انداز میں سر ہلاتے ہوئے پارس کا ہاتھ چھوڑتے ہوئے کہا: "میں نے آزما لیا۔ تم میرے قبیلے سے تعلق رکھتے ہو، پلیز مجھے میرے لوگوں تک پہنچا دو۔"

میڈونا نہیں چاہتی تھی کہ کوئی کباب میں ہڈی بنے۔ وہ رومانس کے دوران کسی کی مداخلت نہیں چاہتی تھی۔ اجنبی اناڑی تھا، ایک حسین اور پُرشباب عورت کو نظر انداز کر کے اپنے گم شدہ قبیلے تک پہنچنا چاہتا تھا جبکہ لوگ عورت کی خاطر اپنے قبیلے کو تو کیا دُنیا کو چھوڑ دیتے ہیں۔

پارس نے اس کی میز کے دوسری طرف کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا: "میرے اجنبی دوست! میں تمھارے قبیلے کے متعلق نہیں جانتا ویسے چھانگا مانگا قبیلے سے میرا تعلق ہے۔ اگر تم چاہو تو میں اپنے لوگوں میں تمھیں لے جا سکتا ہوں۔"

میڈونا نے کہا: "ہرگز نہیں۔ میرے ساتھی کا تعلق کسی چھانگا مانگا قبیلے سے نہیں ہے۔ یہ تمھارے ساتھ نہیں جائے گا۔ اس کی یادداشت گم ہو گئی ہے۔ تم اس معاملے سے دور رہو۔"

پارس نے چونک کر پوچھا: "کیا یادداشت گم ہو گئی ہے؟ یہ تو بڑا دلچسپ کیس ہے۔ میرے اجنبی دوست نے میری قدر کی ہے۔ میں اپنے دوست کی یادداشت واپس لاؤں گا۔ کیا تم بتا سکتی ہو کہ اسے کس قبیلے سے لا رہی ہو اور کہاں لے جا رہی ہو؟"

اجنبی نے کہا: "یہ میری جان ہے، ابھی دو دن کی محبوبہ ہے، میرے ماضی کے متعلق کچھ نہیں جانتی۔ کل میں نے ایک ہوٹل میں شہر روم کی کچھ تصویریں دیکھیں تو مجھے یاد آنے لگا کہ میں وہاں رہ چکا ہوں۔"

"آہا! روم میں چھانگا مانگا کے چند افراد رہتے ہیں۔ میں ایک طویل عرصے کے بعد اُن لوگوں سے ملنے جا رہا ہوں۔ کیا خوب اتفاق ہے، وہاں تم میرے قبیلے کے لوگوں سے مل سکو گے۔ میری دعا ہے کہ تمھارا تعلق میرے ہی قبیلے سے نکلے۔"

وہ بولی: "مسٹر اسٹون مارک! تم پبلک میں تماشے دکھاتے ہو اس لیے بولنے کا فن تمھیں آتا ہے۔ میرا ساتھی بہت معصوم ہے، اسے پتا نہیں کہ شعبدے باز اپنے جسموں میں تلوار پیوست کرتے ہیں، نیلی سلاخوں کو جسم کے آر پار نکال لیتے ہیں پھر بھی انھیں کوئی زخم نہیں آتا۔ یہ سب فریبِ نظر کا کمال ہے۔ تم اپنی اصلیت صاف صاف بتاؤ اور اعتراف کرو کہ کسی قبیلے سے تمھارا دُور کا بھی تعلق نہیں ہے۔"

پارس نے مسکرا کر اجنبی سے کہا: "میں سمجھ گیا، تمھاری گرل فرینڈ کو ہماری یہ دوستی منظور نہیں ہے۔ مجھے اجازت دو، میں کسی دوسری میز پر چلا جاؤں گا۔ یہاں میری پذیرائی کرنے والے بہت ہیں۔"

اس کی باتوں کے دوران میڈونا نے اجنبی کے دماغ میں آ کر کہا: "سانس نہ روکنا۔ میں تمھاری جان بول رہی ہوں۔ یہ اسٹون مارک فراڈ ہے، میں اس کے چور خیالات پڑھ چکی ہوں۔ اسے دوسری میز پر جانے دو۔ میں اس کی موجودگی میں ضروری باتیں نہیں کر سکوں گی۔"

ادھر پارس اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتا ہوا بولا: "تم بہت اچھے انسان ہو۔ میں دُور رہ کر بھی تمھارے گم شدہ قبیلے کے لوگوں سے تمھیں ملانے کی کوشش کروں گا۔"

اجنبی نے بھی اٹھ کر کہا: "تم ہماری میز چھوڑ کر جا رہے ہو، مجھے کچھ اچھا نہیں لگ رہا ہے۔ میں رخصتی مصافحہ نہیں کرنا چاہتا اور تمھیں رخصت بھی نہیں کرنا چاہتا۔ شاید ہم پھر ملیں گے۔"

پارس نے مسکرا کر کہا: "شاید۔" پھر وہ پلٹ کر دوسری طرف چلا گیا۔ اجنبی نے دوبارہ بیٹھتے ہوئے میڈونا سے کہا: "میں کیسے اس طرح جانے نہ دیتا۔ تم نے دماغ میں آ کر بات کی تو یاد آیا کہ تم نے اسٹون مارک کے دماغ میں بھی جا کر اس کی اصلیت معلوم کی ہو گی۔ اگر تمھارے کہنے کے مطابق وہ فراڈ ہے تو اس سے دُور رہنا چاہیے۔ اب بتاؤ حقیقت کیا ہے؟"

"یہی کہ وہ ایک جاسوس ہے۔ پچھلے دو دن سے تم پیرس میں بہت مشہور ہو گئے تھے۔ ٹی وی اور اخبارات میں تمھاری تصویریں آئی ہیں۔ جاسوس یہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ تم اس ٹرین میں سرحد کی طرف کیوں جا رہے ہو، اگر سرکاری اجازت کے بغیر ملک کی سرحد پار کر کے دوسرے ملک جانا چاہو گے تو یہ تمھیں گرفتار کرا دے گا۔"

"پھر تو یہ ہمارا دشمن ہے۔ کیا میں اسے چلتی ٹرین سے باہر پھینک دوں؟"

"ایسی غلطی نہ کرنا۔ اُس کے پیچھے پتا نہیں کتنے سرکاری جاسوس ہوں گے۔ اور تم اسے ٹرین سے باہر کیا پھینک سکو گے؟ یہ تو بھول گئے کہ تم مصافحے کے وقت اس کا ہاتھ دبا رہے تھے اور وہ ڈٹ کر کھڑا ہوا تھا۔ مجھے بتاؤ کیا وہ واقعی تمھارے جیسا شہ زور ہے؟"

"ہاں! اس کی شہ زوری سے یقین آیا تھا کہ ہم ایک ہی قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں مگر تم دماغوں میں جا کر اصلیت معلوم کرنا جانتی ہو اس لیے مجھے تمھاری باتوں کا یقین کرنا چاہیے۔ مجھے بتاؤ، ہم ایسے دشمن کی جاسوسی سے کیسے بچ سکتے ہیں؟"

"ہمیں سرحد کے قریب پہنچنے تک اپنے کیبن میں رہنا چاہیے۔ جب آخری اسٹیشن آئے گا تو میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے بارڈر کے سب سے بڑے افسر کو ٹریپ کروں گی۔ پھر اس کے ذریعے تمھیں سرحد پار لے جاؤں گی۔"

"تب تک یہ ہمارے لیے کوئی جال بچھا سکتا ہے!"

"تم بھول رہے ہو، میں اس کے دماغ میں جاتی رہتی ہوں۔ یہ تمھارے خلاف جو چال چلے گا، میں اس کا توڑ کرتی رہوں گی۔"

اجنبی اس کی ہر بات تسلیم کر رہا تھا مگر اندر سے پوری طرح مطمئن نہیں تھا۔ اس نے ایک بار سر گھما کر دُور بیٹھے ہوئے پارس کو دیکھا۔ وہ ایک حسین عورت کے پاس بیٹھا کسی بات پر قہقہے لگا رہا تھا۔ اجنبی کھانے میں مصروف ہو گیا۔ میڈونا پھر پارس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہ اس عرصے میں کئی بار اس کے دماغ کی گہرائی میں اُتر کر معلومات حاصل کر چکی تھی۔ ہر بار یہی معلوم ہوتا رہا کہ وہ اسٹون مارک ہے۔ شعبدہ بازی اس کا پیشہ ہے۔ اور بہت عرصے بعد اٹلی کے شہر روم جا رہا ہے۔ ان باتوں کے علاوہ اور جتنی معلومات ہوئیں ان سے یہی ظاہر ہوا کہ وہ کسی کا دشمن نہیں ہے اور نہ ہی کسی کے معاملات میں پڑتا ہے۔ اجنبی کو اپنے قبیلے کے لوگوں سے ملانا چاہتا ہے تاکہ اس کی یادداشت واپس آ جائے۔

یہ خیال خوانی کے ذریعے جانتے ہوئے بھی کہ اسٹون مارک نقصان پہنچانے والا شخص نہیں ہے، میڈونا نے اس کے خلاف اجنبی کے دماغ میں زہر بھر دیا۔ وہ کسی کو کباب میں ہڈی بنتے نہیں دیکھنا چاہتی تھی اور اجنبی کو یہ تاثر دینا چاہتی تھی کہ اسے ہر قریب آنے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

والے شخص سے ہوشیار رہنا چاہیے۔ یوں خود اُس کے سوا کوئی کتنے ہی [illegible] کے قریب نہیں رہ سکے گا۔

وہ کھانے کے بعد اسے کیبن میں لے گئی۔ پھر اسے باہر نہیں نکلنے دیا۔ دوپہر سے رات ہوگئی۔ رات سے دوسری صبح ہوئی۔ اجنبی نے بیزار ہوکر کہا "میں تو قیدی بن کر رہ گیا ہوں۔ وہ جاسوس مجھے اس کیبن میں بھی آکر گرفتار کرسکتا ہے۔"

"یہاں گرفتار نہیں کرے گا۔ تم باہر جاؤ گے تو تم پر کوئی جھوٹا الزام لگا کر پکڑ لے گا۔ تمہیں مجھ سے الگ کردے گا۔ تمہیں سرحد پار اپنے لوگوں میں جانے سے روک دے گا۔ کیا تم باہر جاکر خطرہ مول لینا چاہتے ہو؟"

وہ ایسا نہیں چاہتا تھا۔ جھنجھلا کر بولا "آخر یہ سفر کب ختم ہوگا، ہم کب سرحد تک پہنچیں گے؟"

"صرف چھ گھنٹے رہ گئے ہیں۔ ہم تین بجے تک سرحد کے آخری اسٹیشن پر پہنچ جائیں گے۔ اپنی منزل تک پہنچنے کے لیے اسی کیبن میں قید رہو۔"

وہ غصے سے بیٹھ گیا۔ میڈونا نے قریب آکر اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر کہا "غصہ کیوں کرتے ہو، میں تمہارا دل بہلاؤں گی۔"

اس نے ایک جھٹکے سے بانہوں کو ہٹایا پھر اُسے پرے دھکیل کر کہا "مجھ سے غصے کے وقت دُور رہا کرو۔ پرسوں کی رات گزر گئی، کل کا دن گزر گیا، پھر کل رات بھی گزر گئی تب سے اب تک تمہاری ہی صورت دیکھ رہا ہوں۔ کب تک دیکھتا رہوں گا، کب تک تم سے بہلتا رہوں گا!"

"کیا تم مجھ سے بیزار ہوگئے ہو؟"

"کسی کو بھی تین دن تک صرف چاکلیٹ کھلاتی رہو گی تو کیا وہ بیزار نہیں ہوگا؟"

"تم میری انسلٹ کر رہے ہو۔"

"میں قید برداشت کر رہا ہوں۔ تم انسلٹ برداشت کرلو۔"

"میں تم سے بات نہیں کروں گی۔"

وہ غصہ دکھاتی ہوئی دوسری برتھ پر جاکر لیٹ گئی۔ کوئی دوسرا اس کی انسلٹ کرتا تو وہ اسے ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے جہنم میں پہنچا دیتی مگر اجنبی بُری طرح لوٹ مار کرتا ہوا اس کے دل و دماغ پر چھا گیا تھا۔ وہ اسے مرتے دم تک چھوڑنا نہیں چاہتی تھی اس لیے غصے سے ادائیں دکھا رہی تھی۔

چار گھنٹے گزر گئے۔ وہ اپنی اٹیچی میں سامان پیک کرتے ہوئے بولی "تیار ہو جاؤ۔ آخری اسٹیشن آنے والا ہے۔"

اس نے کوئی جواب نہیں دیا، غصے میں بھرا بیٹھا رہا۔

تقریباً ایک گھنٹے بعد کیبن کے دروازے پر دستک ہوئی

میڈونا نے دروازہ کھولا۔ پولیس کا ایک افسر سپاہیوں کے ساتھ کھڑا ہوا تھا اس نے کہا "ٹرین کے تمام مسافر اپنے کاغذات چیک کرا رہے ہیں۔ پلیز آپ بھی اپنے ساتھی کے ساتھ بوگی نمبر [illegible] میں کاغذات لے کر جائیں۔"

یہ کہہ کر وہ افسر سپاہیوں کے ساتھ چلا گیا۔ اجنبی نے کہا "اب کیا ہوگا؟ میرے شناختی کاغذات نہیں ہیں۔"

وہ بڑے اعتماد سے بولی "فکر نہ کرو۔ کاغذات چیک کرنے والا افسر ٹیلی پیتھی کی مٹھی میں رہے گا۔"

وہ اس کے ساتھ کیبن سے نکل کر مختلف بوگیوں سے گزرتی ہوئی دس نمبر کی بوگی میں پہنچی۔ وہاں ایک افسر مسافروں کے کاغذات چیک کر رہا تھا۔ میڈونا کی باری کافی دیر میں آئی۔ ... اور وہ اپنے محبوب کے ساتھ زیادہ دیر بھیڑ میں نہیں رہنا چاہتی تھی۔ [illegible] افسر کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ افسر نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا پھر اس کا معمول بن کر بولا "مس! تم وہاں کیوں کھڑی ہو۔ یہاں آؤ اپنے کاغذات دکھاؤ۔"

وہ مسکراتی ہوئی اجنبی کے ساتھ افسر کے سامنے آئی۔ پرس کھول کر اپنے کاغذات نکالے۔ وہ کاغذات دوسرے تھے۔ اصل کاغذات نظر نہیں آرہے تھے۔ اس نے پورا پرس دیکھ لیا۔ اس پریشانی میں وہ خیال خوانی نہ کرسکی۔ افسر نے پوچھا "مس کیا بات ہے؟"

وہ بولی "میں نے کاغذات پرس میں رکھے تھے، پتا نہیں کہاں گم ہوگئے۔"

"آپ اپنے دوسرے سامان میں تلاش کریں۔ پلیز دوسروں کو کاغذات دکھانے کا موقع دیں۔"

وہ ایک طرف ہٹ کر اجنبی سے بولی "شاید وہ کاغذات اٹیچی میں ہوں گے، چلو انھیں لے آئیں۔"

"کیا پھر مجھے کیبن میں لے جاؤ گی؟"

"ہاں، ہم جائیں گے اور فوراً آجائیں گے۔"

"مجھے معاف کرو۔ کچھ دیر کیبن سے باہر یہاں سانس لینے دو۔ میں انتظار کروں گا، تم کاغذات لے آؤ۔"

وہ مسافروں کے درمیان اس سے بحث کر کے اپنی [illegible] نہیں کرانا چاہتی تھی۔ وہاں سے کیبن کی طرف جانے لگی۔ گاڑی اسٹیشن پر رکی ہوئی تھی۔ وہ اپنی بوگی میں داخل ہوکر کیبن میں پہنچی [illegible] گاڑی پھر چل پڑی۔ اس نے اٹیچی کھول کر کاغذات تلاش کیے۔ [illegible] کے اوپر اور نیچے ڈھونڈا مگر سمجھ میں نہیں آیا، وہ ضروری کاغذات کہاں چلے گئے؟

اس نے جھنجھلا کر سوچا "میں خواہ مخواہ اپنے محبوب کو [illegible] یہاں آگئی۔ مجھے پھر افسر کو ٹریپ کرنا چاہیے۔ اس طرح وہ [illegible]

معلومات کے متعلق بھی نہیں پوچھے گا۔"

وہ کیبن سے باہر آئی۔ تیزی سے چلتی ہوئی اپنی بوگی کے آخری سرے پر پہنچی تو ٹھٹک گئی۔ وہ بوگی ٹرین سے الگ ہو چکی تھی۔ اسے دوسرا انجن کھینچتا ہوا واپس پیرس کی طرف لے جا رہا تھا۔ دس نمبر کی بوگی جس میں اجنبی محبوب تھا، وہ ٹرین کے ساتھ آخری اسٹیشن کی طرف چلی گئی تھی۔

اس نے چیخ کر پوچھا "یہ کیا ہو رہا ہے؟ یہ آخری بوگی واپس کیوں جا رہی ہے؟ میرا دوست آئرن مین ٹرین کے اگلے حصے میں رہ گیا ہے۔ اسے روکو، اس بوگی کو روک دو۔"

کسی نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا۔ اس نے پلٹ کر دیکھا، ایک لیڈی انسپکٹر نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ وہ جلدی سے مصافحہ کرتے ہوئے بولی "یہ بوگی ٹرین سے الگ کیوں ہوگئی ہے؟"

اچانک میڈونا کو کمزوری کا احساس ہوا۔ لیڈی انسپکٹر نے کہا "یہ مادام سونیا کا حربہ ہے۔ میری انگوٹھی سے نکلی ہوئی سوئی تمہارے ہاتھ میں چبھ گئی۔ اب تم چند گھنٹوں تک خیال خوانی نہیں کرسکو گی۔"

وہ کمزوری محسوس کر رہی تھی۔ دو سپاہی اسے سہارا دے کر کیبن کی طرف لے جا رہے تھے۔ وہ اجنبی محبوب کو پکار نہیں سکتی تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس کی ساری طاقت چھین گئی تھی۔ اس نے کتنی لمبی دوڑ لگائی تھی اور کس طرح منہ کے بل گری تھی۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ واپس پارس کے دیس میں پہنچائی جارہی ہے۔

ٹرین صرف آخری بوگی سے محروم ہوئی تھی یعنی اُس کی دُم کاٹ دی گئی تھی۔ باقی پوری ٹرین تیز رفتاری سے آخری اسٹیشن کی طرف جا رہی تھی۔ اجنبی تھوڑی دیر تک میڈونا کا انتظار کرتا رہا پھر بے چین ہوگیا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی، کیبن تک جاکر کاغذات لانے میں اتنی دیر نہیں ہوسکتی۔ آخر وہ واپس کیوں نہیں آرہی ہے؟

اُس بوگی کے پہلے کمپارٹمنٹ میں بیٹھی ہوئی عورتیں اسے بڑی لگن سے دیکھ رہی تھیں۔ کچھ لوگ اس سے باتیں کرتے ہوئے دلچسپی کا اظہار کر رہے تھے۔ اس آزاد ماحول میں اسے اچھا لگ رہا تھا۔ وہ کیبن میں واپس جانا نہیں چاہتا تھا مگر اس نے محسوس کیا جیسے زبردستی جا رہا ہے۔ پھر اس نے رُکنے کی کوشش کی۔ اپنی قوت ارادی سے رُک گیا۔ یہ قوت ارادی بتا رہی تھی کہ اس کے جسم کی طرح دماغ بھی فولادی ہے۔ پارس کا یہ خیال درست تھا کہ اجنبی ایک معصوم فولادی کھلونا ہے۔ اسے کوئی چابی سے چلا رہا ہے یعنی خیال خوانی کرنے والا کبھی اُسے آزاد چھوڑ دیتا ہے اور کبھی حالات کے مطابق اُسے اپنے کنٹرول میں رکھتا ہے۔

اُسے کنٹرول کرنے والا کوئی بھی ہو۔ اُسے اجنبی کے فولادی دماغ پر پوری طرح قبضہ جمانے میں دشواری ہوتی تھی۔ جب سے اجنبی کو روبوٹ کی حیثیت سے تیار کیا گیا ہوگا تب سے یہ دشواری پیش آتی رہی ہوگی۔ اُسے تیار کرنے والوں نے اچھی طرح سمجھا ہوگا کہ اُس سے نرمی سے، چپکے چپکے اپنی مرضی کے مطابق عمل کرایا جاسکتا ہے لیکن جبراً نہ تو اُسے جسمانی طور پر اسیر کیا جاسکتا ہے نہ دماغی طور پر۔

کسی نے پھر ایک بار اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے کیبن کی طرف لے جانے کی کوشش کی۔ وہ جھنجھلا گیا۔ سمجھ میں نہیں آیا، ایسا کیوں ہو رہا ہے۔ اس نے منہ اٹھا کر میڈونا سے پوچھا "اے کیا تم میرے دماغ میں آکر مجھے کھینچ رہی ہو۔ میں کیبن میں نہیں آؤں گا۔"

تب اُسے میڈونا کی آواز اور لہجہ سنائی دیا "میں مصیبت میں ہوں۔ مجھے کچھ لوگ زبردستی تم سے چھین کر پیرس لے جا رہے ہیں۔ مجھے بچاؤ۔ اس ٹرین میں آگے نہ جاؤ۔"

یہ سنتے ہی وہ کیبن کی طرف جانے لگا۔ ابھی اس کے دماغ میں میڈونا نے کچھ نہیں کہا تھا۔ وہ لیڈی انسپکٹر سے مصافحہ کرتے ہی خیال خوانی کے قابل نہیں رہی تھی۔ اسے کنٹرول کرنے والے نے ناکام ہوکر میڈونا کی آواز اور لہجے کا سہارا لیا تھا۔ اُسے سمجھا دیا تھا کہ اس ٹرین میں آگے نہیں جانا چاہیے۔ اس کا مطلب تھا، میڈونا کو لیے بغیر سرحد پار بھی نہیں جانا چاہیے۔

وہ اندھا دھند کیبن کی طرف جاتے ہوئے اسٹون مارک سے ٹکرا گیا۔ دونوں نے گرتے گرتے ایک دوسرے کو سنبھال لیا۔ اجنبی نے پوچھا "ارے تم؟"

پارس نے مسکراتے ہوئے کہا "معلوم ہوتا ہے مقدر نے ہمیں گرانے کو نہیں ایک دوسرے کو سنبھالنے کے لیے ملایا ہے۔"

سونیا نے تنویمی نیند پوری کرنے کے بعد آنکھیں کھولیں ایک ڈیگیر نے اس پر عمل کیا تھا۔ اسے اپنی معمولہ بنا کر اپنی دانست میں اُسے اپنا مطیع اور فرماں بردار بنا لیا تھا پھر سپر ماسٹر کے پاس جاکر کہا تھا "میں نے بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ آج تک کوئی ایک منٹ کے لیے بھی سونیا پر قابو نہ پاسکا۔ میں نے ایک ہفتے کے لیے اسے اپنی کنیز بنا لیا ہے، اب وہ میرے اشاروں پر ناچے گی۔"

سپر ماسٹر نے کہا "ابھی مجھے یقین نہیں آئے گا کیونکہ وہ پوری طرح مٹھی میں آکر بھی مٹھی سے باہر رہتی ہے، اس کی مجبوری اور بے بسی کے پیچھے بھی مکاری چھپی رہتی ہے۔ ویسے میں مایوس نہیں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہوں۔ کبھی فرہاد بھی سونیا کی طرح ناقابلِ گرفت تھا۔ جب ہماری طرف سے بھیجی ہوئی موت اسے گرفتار کرکے لے گئی تو سونیا کب تک خیر منائے گی! اب اس کے بھی دن پورے ہو چلے ہیں۔"

ڈیگر نے کہا "اس کی تنویمی نیند پوری ہو چکی ہو گی، میں اسے کٹھ پتلی کی طرح نچانے جا رہا ہوں۔"

وہ سونیا کے دماغ میں آیا۔ اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں، وہ سوچ رہی تھی "میں بے وقت کیسے سو گئی؟ پھر یہ میرا گھر نہیں ہے۔" اس نے دماغ پر زور ڈال کر سوچا تو یاد آگیا۔ وہ میڈم بیری کے گھر میں ہے۔ کھانے کی میز پر اس نے کمزوری محسوس کی تھی، کوئی اسے خیال خوانی کے ذریعے ایک بیڈ روم میں لایا تھا اور اس پر تنویمی عمل کیا تھا، اس کے بعد اسے ہوش نہ رہا۔ اب آنکھ کھلی ہے، وہ اسی بیڈ روم میں ہے۔ کیا اس پر تنویمی عمل کیا گیا ہے؟ کیا وہ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی مٹھی میں آگئی ہے؟

وہ جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔ پریشان ہو کر بڑبڑانے لگی۔ "نہیں میں آزاد ہوں، کسی کی پابند نہیں ہوں۔ میڈم بیری نے میرے کھانے کی چیزوں میں کچھ ملا کر مجھے کمزور بنایا تھا۔ میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ دانشمندی یہی ہے کہ اس دشمن عورت کو قتل کرکے یہاں سے فوراً چلی جاؤں۔"

وہ بستر سے اٹھ کر جانا چاہتی تھی مگر اُٹھ کر کھڑی نہ ہو سکی۔ اس نے دوسری بار کوشش کی مگر اسی طرح بیٹھی رہی۔ پھر اپنے دماغ میں کسی کا قہقہہ سنائی دیا۔ اُس نے پوچھا "کون ہو؟ کون ہو تم؟ میرا دماغ فولادی ہے، کوئی میرے اندر نہیں آسکتا۔ بولو کون ہو تم؟"

"تمھارے فولادی دماغ میں پہنچنے کا اعزاز صرف مجھے حاصل ہے۔ تم آج تک ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ٹھینگا کا ناچ نچاتی آئی ہو، آج سے میں تمھیں نچایا کروں گا۔"

"تم کون ہو؟"

"مجھے سپر ماسٹر سمجھ لو۔ تم میرے لیے جوجو اور ماریہ کو لے کر اس ملک سے نکلو گی۔ جہاں میں کہوں گا، وہاں انھیں پہنچاؤ گی۔"

"نہیں۔ میں ان لڑکیوں کو بابا صاحب کے ادارے میں لے جاؤں گی۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "تم اپنی مرضی سے ہل بھی نہیں سکتیں، بستر سے اٹھ نہیں سکتیں۔ پھر ان لڑکیوں کو کیسے لے جاؤ گی؟"

"تمھارا یہ تنویمی عمل کب تک مجھ پر مسلط رہے گا؟"

"یہ جب تک بھی رہے۔ اس مدت میں تم ہمارا کام کر چکی ہو گی۔"

وہ پریشانی سے سوچنے لگی۔ پھر بولی "میں مانتی ہوں، تم دنیا کے پہلے ٹیلی پیتھی جاننے والے شخص ہو جس نے مجھے بے بس کر دیا ہے جب کہ فرہاد بھی اپنی زندگی میں کبھی میرے دماغ پر قبضہ

نہ جما سکا۔ تم صحیح معنوں میں مرد ہو۔ عورت کسی زبردست کو پسند کرتی ہے۔ میں سوچ رہی ہوں، پتا نہیں تم کتنی خوبیوں کے مالک ہو۔ پتا نہیں میں تم سے کیوں متاثر ہو رہی ہوں؟ کیا تم خیال خوانی کے ذریعے مجھے اپنی طرف مائل کر رہے ہو؟"

"میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اپنی طرف زبردستی مائل نہیں کر رہا ہوں۔ تمھارا دل خود میری طرف جھک رہا ہے اور یہ میری خوش نصیبی ہے۔ میں تمھارے چور خیالات پڑھ کر معلوم کر رہا تھا کہ تم کس حد تک مجھ سے متاثر ہو۔ ابھی میں تمھارے دماغ کو چھوڑ رہا ہوں۔"

وہ بستر سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ شعوری طور پر سوچ رہی تھی کہ میڈم بیری کو زندہ نہیں چھوڑے گی اور غیر شعوری طور پر یہ خیال قائم ہو رہا تھا کہ جس نے بھی مجھے قابو میں کیا ہے وہ جواں مرد ہے۔ اپنی آواز اور لہجے سے مجھے جیت رہا ہے۔ فرہاد کا لہجہ بھی ایسا نہیں تھا جیسا یہ زبردست ہے۔

ڈیگر خاموش رہ کر اس کے یہ چور خیالات پڑھ رہا تھا اور خوش ہو رہا تھا۔ وہ اسے فرہاد پر ترجیح دے رہی تھی۔ جس عورت کے دل پر فرہاد کے سوا کسی نے حکومت نہیں کی، آج اس کے دل پر ڈیگر کی جواں مردی کا سکہ چل رہا تھا۔

سونیا دنیا کی عجیب و غریب، حسین و ذہین اور دلیر عورت تھی۔ اُسے تسخیر ہوتے دیکھ کر اور اپنی مردانگی پر عاشق پاکر ڈیگر کی کھوپڑی ہواؤں میں اڑنے لگی تھی۔

اگر سونیا کا عشق باہر سے نظر آتا تو وہ کبھی اس مکار عورت کا اعتبار نہ کرتا مگر وہ تو اندر سے اسے ٹٹول رہا تھا۔ اس کے چور خیالات پڑھ رہا تھا اور اس کے دھڑکتے ہوئے دل کو سمجھ رہا تھا۔

وہ دوسرے بیڈ روم میں آکر ٹھٹک گئی۔ میڈم بیری پلنگ پر چاروں شانے چت پڑی ہوئی تھی۔ اس کا سر بستر کے سرے پر ڈھلکا ہوا تھا۔ صاف پتا چل رہا تھا کہ وہ مر چکی ہے۔

سونیا نے زیرِ لب کہا "او گاڈ! یہ کیسے مر گئی؟ میں نے کھانے کے دوران اسے اعصابی کمزوری کی دوا دی تھی۔ یہ کمزور ہو سکتی تھی لیکن مر نہیں سکتی تھی۔ پھر کیسے مر گئی؟ کیا تم میرے دماغ میں ہو؟ کیا تم اس کی موت کا سبب بتا سکتے ہو؟"

وہ دماغ میں خاموش تھا۔ اس طرح یہ تصدیق ہو رہی تھی کہ سونیا واقعی اسے دماغ میں محسوس نہیں کرتی۔ اس پر تنویمی عمل بے حد کامیاب رہا ہے۔ اور وہ بڑبڑا رہی تھی "میرا دماغ خالی ہے، کوئی میرے اندر نہیں ہے۔ میری بلا سے اس کی موت کا سبب کچھ بھی ہو مگر وہ میرے اندر سے کیوں چلا گیا؟ اور میں خواہ مخواہ اس کے متعلق کیوں سوچنے لگتی ہوں۔ وہ میرا کون لگتا ہے؟"

وہ اپنے ہی خیالات کے متعلق چپکے چپکے سوچنے لگی "مجھے یوں لگتا ہے جیسے فرہاد ایک نئے روپ میں آکر مجھے جیت رہا ہے۔ کاش، وہ ایک بار پھر آئے اور اپنی بھاری بھرکم، مردانہ آواز سنائے۔ کاش، وہ پھر آئے۔"

ڈیگر کی باچھیں کھلی ہوئی تھیں۔ دل خوشی سے لوٹ پوٹ ہو رہا تھا۔ اچانک اس کی خوشی کچھ ماند پڑ گئی۔ سونیا سوچ رہی تھی "میں اس تسخیر کرنے والے سے دل لگا کر غلطی کر رہی ہوں۔ میری عقل ماری گئی ہے۔ مجھے پہلے ہی سمجھنا چاہیے تھا کہ سپر ماسٹر کے دو خیال خوانی کرنے والے ہیں جو ڈیگر اینڈ ڈیگر کہلاتے ہیں۔ پتا چلا ہے، وہ جڑواں ہیں۔ میرے پاس ایک دل ہے۔ میں دو کو کیسے دے سکتی ہوں۔ میں دونوں سے محبت نہیں کر سکتی اور میری محبت کسی ایک کے لیے ہو گی تو دوسرا ڈیگر مجھے دماغی نقصان پہنچائے گا۔ یہ اچھا ہوا کہ میں نے ابھی اپنی محبت کا اظہار نہیں کیا لیکن اظہار نہ کرنے سے کیا ہوتا ہے۔ یہ محبت جو قدرتی ہے بھلا اسے میں کیسے کچل دوں؟ آہ! میں کن دو ڈیگروں کے درمیان اُلجھ گئی ہوں۔"

ڈیگر بے چین ہو گیا۔ وہ وضاحت کرنا اور ثابت کرنا چاہتا تھا کہ وہی ایک سونیا جیسی افلاطونی عورت کا حقدار ہے۔ اس کامیابی میں دوسرے ڈیگر کا کوئی حصہ نہیں ہے لیکن فوراً ہی اسے مخاطب کرنا مناسب نہیں تھا۔ وہ شبہ کرنے کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا کہ دماغ میں خاموشی سے موجود ہے اور اس کے محبت بھرے خیالات پڑھ رہا ہے۔

سونیا نے فون کا ریسیور اُٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ پھر تاتیانہ کی حیثیت سے کہا "میں میڈم بیری کے بنگلے سے بول رہی ہوں۔ یہاں ایک بیڈ روم میں اس کی لاش پڑی ہے۔ ایک پولیس کی جماعت یہاں اور دوسری جماعت نکولائی کے بنگلے میں بھیج دو۔ وہاں نکولائی اور پوٹمن کی لاشیں ملیں گی۔"

اس کے بعد ڈیگر نے اس کی زبان روک دی پھر کہا "نکولائی کے باتھ روم میں دو مائیکرو فلمیں اور دوسرے ثبوت چھپا کر رکھے گئے ہیں۔ ان کے متعلق کوئی رپورٹ نہ دینا۔ وہ مائیکرو فلمیں ہمارے سپر ماسٹر کے بہت کام آئیں گی۔"

سونیا نے نکولائی کے باتھ روم کے بارے میں کچھ نہیں کہا۔ رک رک کر ریسیور رکھ دیا کہ وہ دفتر پہنچ کر ان تین لاشوں کے متعلق تفصیلی رپورٹ دے گی۔ پھر بولی "کیا تم موجود ہو؟"

"ہاں ابھی آیا ہوں۔ مجھے خوشی ہے کہ تم اپنے دماغ پر قبضہ نہ کرنے کا موقع نہیں دیتی ہو۔ اس سے پہلے ہی میری بات مان لیتی ہو۔"

وہ بولی "میری سمجھ میں نہیں آتا، میں تنویمی عمل کی وجہ سے بات مانتی ہوں یا تم سے متاثر ہو کر . . . نہیں نہیں، یہ میں کیا سوچ رہی ہوں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "دل کی بات کو زبان پر آنے سے نہ روکو۔ دل کسی کے اختیار میں نہیں رہتا۔"

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ یہ نہ بھولو میرا نام سونیا ہے۔"

"میں سونیا کو کسی دوسری دنیا کی سنگدل عورت سمجھتا تھا مگر تمھارے چور خیالات نے ثابت کر دیا ہے کہ تمھارے سینے میں محبت کرنے والی عورت کا دل ہے اور یہ دل اب میرے لیے دھڑکنے لگا ہے۔"

"او گاڈ! تم۔۔ کیا تم میرے اندر چھپے ہوئے تھے؟"

"ہاں سونیا! میں اپنی خوش نصیبی پر فخر کر رہا ہوں۔ تمھاری ایک غلط فہمی دور کرنا چاہتا ہوں۔"

"کیسی غلط فہمی؟"

"ہم دو ڈیگر ہیں۔ مگر دوسرا رسونتی کے معاملے میں مصروف ہے۔ صرف میں نے تمھارے دماغ کو تنویمی عمل کے ذریعے تسخیر کیا ہے۔ بے شک، میں نے دشمن بن کر دماغ کو فتح کیا مگر یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تمھارا دل جیت لوں گا۔ میں تمھیں یقین دلاتا ہوں، دوسرا ڈیگر ہمارے درمیان نہیں آئے گا۔"

"میں کیسے یقین کروں؟ تم نے میرے دماغ کو کمزور بنا دیا ہے، دوسرا ڈیگر میرے اندر آکر ہماری محبت کا راز معلوم کرلے گا۔"

"اس سے کیا ہوتا ہے؟"

"میں اتنی جلدی اپنے دل کا معاملہ دنیا والوں کو نہیں بتانا چاہتی۔ پہلے میں سمجھنا چاہوں گی کہ تم فرہاد سے بھی زیادہ محبت کرتے ہو اور میرے لیے بڑی سے بڑی قربانی دے سکتے ہو؟"

"تم جب بھی چاہو، میری محبت کو آزما سکتی ہو۔"

"کیا خاک آزماؤں گی۔ ہم کوئی راز کی یا کسی قربانی کی باتیں کریں گے تو دوسرا ڈیگر میرے دماغ سے وہ باتیں معلوم کرلے گا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "خوش ہو جاؤ۔ میرے تنویمی عمل کے مطابق تم صرف میری سوچ کی لہروں کو محسوس کرو گی۔ دوسرا ڈیگر یا اور کوئی دماغ میں آئے گا تو تم سانس روک لیا کرو گی۔"

سونیا نے خوش ہو کر کہا "ہائے ڈیگر! تم نے میرا دل جیت لیا ہے۔ تم فرہاد کی طرح دور تک سوچتے ہو اور اپنے طریقۂ کار سے چونکا دیتے ہو۔ ہائے تم نے مجھے خرید لیا ہے۔"

"میں تمھارے دل اور دماغ کی گہرائیوں سے تمھارے پیار

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ی سچائی کو سمجھ رہا ہوں۔ پھر بھی آزمانا چاہتا ہوں۔"

"ہزار بار آزماؤ۔"

"تمھاری ٹیلی پیتھی جاننے والی میڈونا یا آرمر نے پاسکل بوبا کے دماغ کو لاک کر دیا ہے۔ وہ ہماری سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتا ہے۔"

"تم چاہتے ہو، میں اس کے دماغ کے دروازے کھلوا دوں؟"

"ہاں، میں تمھارے دماغ پر قبضہ جما کر بھی یہ کام تم سے ... سکتا کیونکہ یہ آرمر ہی کر سکتا ہے۔ تم کسی تدبیر سے یہ ... سکتی ہو۔"

"میں تمھارے لیے پاسکل بوبا تو کیا جوجو کے دماغ کا دروازہ بھی کھلوا سکتی ہوں۔"

"واہ! تم نے تو میرے دل کی بات کہہ دی ہے۔ تمھارے پیار کی قسم میں بھی تمھارے لیے مشکل سے مشکل کام کر گزروں گا۔"

"میں بھی تمھیں آزمانے کا حق رکھتی ہوں؟"

"ہزار بار آزماؤ۔"

"کیا میرے ساتھ ساری زندگی گزارو گے؟"

"زندگی قیامت تک ہو تو قیامت تک تمھارا ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔"

"لیکن ہماری زندگی پہ ہمارا حق ہوگا یا ہم دوسروں کے محکوم ... گے؟"

"بھلا ہم کسی کے محکوم کیوں رہیں گے؟"

"تم نے میری اور فرہاد کی ہسٹری پڑھی ہوگی۔ ہم نے کسی بھی سپر پاور کے لیے کام نہیں کیا۔ اگر سپر ماسٹر کی کوئی بات اچھی لگی تو اسے مان لیا، ماسک مین نے کوئی مناسب بات کہی تو اسے بھی تسلیم کیا۔ اگر دونوں نے ہمارے مزاج کے خلاف کوئی قدم اٹھایا تو ہم نے منہ توڑ جواب دیا۔ ہم کبھی بابا صاحب کے ادارے میں بھی پابند نہیں رہے۔ ہم نے ہمیشہ آزاد رہ کر اتنی بڑی دنیا میں اپنا الگ مقام بنایا ہے۔ تم کس طرح اپنا مقام پیدا کرنا چاہتے ہو؟"

"اس دنیا میں سر بلند رہنے کے لیے کسی ایک بڑی طاقت سے دوستی رکھنا چاہیے۔ ورنہ فرہاد کی طرح بے موت مرنا پڑتا ہے۔"

"جسے تم بے موت کہہ رہے ہو، اسے عزت کی موت کہتے ہیں جو غلامی کی زندگی سے ہزار درجہ بلند ہوتی ہے۔"

"میں سمجھ گیا، تم ہمارے سپر ماسٹر کے خلاف ہو۔"

"میں تو ماسک مین کے بھی خلاف ہوں۔ یہودی تنظیم نے کئی بار مجھے اور فرہاد کو تل ابیب بلا کر دوستی کرنی چاہی۔ ہم نے دوستی کے پیچھے چھپی ہوئی دشمنی کا بھانڈا پھوڑ دیا۔ تمھیں یاد نہ ہو تو اپنے سپر ماسٹر کے ریکارڈ میں دیکھو، ہم نے کئی بار ان سپر طاقتوں کی برائے نام دوستی کا پول کھولا ہے۔ میں ٹھوس تجربات کی بنیاد پر تمھارے سپر ماسٹر کی مخالفت کر رہی ہوں اور اس کی مخالفت میں ماسک مین سے دوستی کرنے کو نہیں کہہ رہی ہوں۔ چونکہ تم سے محبت کرتی ہوں اس لیے آزادی کی راہ پر لے جانا چاہتی ہوں۔ تمھیں میری نیک نیتی پر شبہ ہے تو ایک نہیں ہزار بار میرے پوشیدہ خیالات پڑھ لو۔"

"تم نے مجھے دورا ہے پر لا کر چھوڑ دیا ہے۔ میں تمھاری نیک نیتی کو پوری طرح تسلیم کرتا ہوں۔ تم مجھے آزادی، خود مختاری اور عزت سے جینے کا راستہ دکھا رہی ہو۔ سب سے بڑی بات یہ کہ آئندہ تمھارے نام کے ساتھ میرا نام آیا کرے گا۔ ساری دنیا مجھ پر رشک کرے گی لیکن سپر ماسٹر کو چھوڑنا ہوگا۔ ذرا سوچو، اس کا مجھ پہ احسان ہے۔"

"احسان یہی کہ ٹرانسفارمر مشین سے گزار کر تمھیں ٹیلی پیتھی سکھائی گئی۔ اگر یہ ٹیلی پیتھی غلط کاموں کے لیے سکھائی گئی ہے تو تم پر احسان ... نہیں کیا بلکہ ظلم کیا ہے۔ تمھاری ٹیلی پیتھی نے فرہاد کی بیوہ کو اغوا کیا، اب اس کی بہو جوجو کو اغوا کرنا چاہتی ہے۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کی عزت اور جان و مال کی حفاظت کی ہے۔ اب یہ فیصلہ کرو کہ سپر ماسٹر کے احسان کو دیکھو گے یا ٹیلی پیتھی کے جائز استعمال کو اہمیت دو گے۔ تمھارے صحیح فیصلے سے ہی ہماری محبت اور دوستی کی گاڑی آگے بڑھے گی۔"

"مجھے غور کرنے کا موقع دو۔"

"ضرور غور کرو۔ جتنا سوچو گے، سمجھو گے، اتنا ہی سچائی کا چہرہ واضح ہوتا رہے گا۔ میں تمھارا انتظار کروں گی۔"

وہ دماغ سے چلا گیا۔ اس نے جانے کی بات نہیں کہی تھی مگر سونیا سمجھ گئی تھی۔ اس کے دماغ میں چور خیالات کا جو خانہ تھا، وہاں تک ٹیلی پیتھی جاننے والے نہیں پہنچ سکتے تھے۔ وہ خانہ بند رہتا تھا اور خیال خوانی کرنے والے جہاں تک پہنچتے تھے وہیں تک سونیا کے دماغ کو گہرا سمجھتے تھے اور وہاں تک کے تمام خیالات پڑھ کر مطمئن ہو جاتے تھے کہ انھوں نے نہایت اہم چور خیالات پڑھ لیے ہیں۔

اس کے دماغ کے بند تہ خانے میں کیا تھا؟ وہ کیا چکر چلا رہی تھی، یہ وقت سے پہلے کسی کی سمجھ میں نہیں آسکتا تھا۔ فی الحال سمجھنے کے لیے اتنا ہی کافی تھا کہ سپر ماسٹر دونوں ڈیگر کے ذریعے بڑی آسانی سے تانیا نہ کو بے نقاب کر کے سونیا کا چہرہ دکھا سکتا تھا۔ اسے روس کے آہنی قلعے میں بے موت مار سکتا تھا۔

لیکن وہ زمانے بھر کی مکار اپنے دشمنوں کو پانی پلا پلا کر مارتی تھی۔ اس نے ایک ڈیگر کو اپنا دیوانہ بنا کر سپر ماسٹر کے لیے نئی دشواریوں کے باب کھول دیے تھے۔

میں فرہاد علی تیمور آئینے کے سامنے ہوں۔

جب ہم آئینے کے سامنے ہوتے ہیں تو گویا اپنے سامنے ہم ہی ہوتے ہیں۔ کوئی دوسرا نہیں ہوتا۔ اگر ہوتا تو اس دوسرے کو بھی آئینے کے مقابل آنا پڑتا لیکن میں وہاں تنہا تھا اور اپنے سامنے آئینے میں ایک دلکش چہرے والے شخص کو دیکھ رہا تھا، جو مجھ سے مشابہت رکھتا تھا۔ چہرے پر ہلکی ہلکی سنہرے رنگ کی داڑھی تھی۔ جو چہرے کی رونق اور آنکھوں کے نور میں اضافہ کر رہی تھی۔ پہلے میری شخصیت میں نور اور تقدس کا ایسا دلکش امتزاج نہیں تھا۔ میں خود کو بڑی مشکل سے پہچان رہا تھا۔

میں اپنی داستان تفصیل سے سناتا آرہا ہوں لیکن یہ وضاحت سے نہیں بتا سکوں گا کہ مجھ میں ایسی انقلابی تبدیلی کیسے آگئی۔ میں ایک عیاش، دنیادار آدمی تھا اور موجودہ شخصیت دین دار جیسی ہو گئی ہے۔ میرا ظاہر ہی نہیں باطن بھی بدل گیا ہے۔ میرے اندر یہ خواہش نہیں ہے کہ مہنگا لباس پہنوں، زیادہ سے زیادہ قیمتی کاروں میں بیٹھوں اور راستہ چلتے حسین چہروں کا نظارہ کروں۔ میری آنکھیں ہیں مگر حسن بجھ گیا ہے۔ حقیقت کا نظارہ رہ گیا ہے۔ میرا دل ہے مگر دل میں کوئی تمنا نہیں ہے، دکھی انسانوں کے لیے دھڑکنیں رہ گئی ہیں۔ میرا دماغ ہے، اس دماغ میں ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں بدستور ہیں مگر کسی کے خیالات پڑھنے کا تجسس نہیں ہے۔

ہندو عقیدے کے مطابق اسے میرا دوسرا جنم کہا جا سکتا ہے۔ اس جنم میں میری آتما وہی ہے۔ صرف ظاہر اور باطن بدل گیا ہے۔

اور اسلامی عقیدے کے مطابق یہ حیات بعد از توبہ ہے۔ ایک مسلمان توبہ ... تے ہوئے کہتا ہے "اے ربّ العالمین! میری توبہ قبول کر لے، میرے پچھلے گناہوں کو معاف کر دے۔ میں آج سے نئی زندگی شروع کروں گا اور انتہائی عذاب سے اور دنیاوی آزمائشوں سے گزرتے ہوئے نیکی اور سچائی کا دامن نہیں چھوڑوں گا۔"

ہاں، یہ میری حیات بعد از توبہ ہے اور مجھے بے شمار جان لیوا آزمائشوں سے گزرنا ہے اور خود کو سمجھانا ہے کہ میں توبہ پر کب تک قائم رہتا ہوں۔

رات کا وقت ہے۔ میں سونے جا رہا ہوں۔ سونے سے پہلے آئینے کے سامنے لبادہ اتارنا چاہتا ہوں۔ مگر ذرا رک گیا ہوں ... کان لگا کر سن رہا ہوں میرے کانوں میں ایسی آوازیں آرہی ہیں جیسے میرے کاٹیج کے باہر کچھ لوگ دبے قدموں چل رہے ہیں۔ مجھے ... زیادہ تجسس میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے۔ یہاں کوئی بھی ... میں کسی کے لینے میں ہوں نہ دینے میں۔ لیکن سوچنے کی بات ہے، اس ویران اور گھنے جنگل میں کون لوگ ہیں جو دبے پاؤں آرہے ہیں؟

بھٹکے ہوئے مسافر نہیں ہو سکتے۔ کیوں کہ یہاں سے قریب ترین آبادی کوئی بارہ سو میل کے فاصلے پر ہے۔ ادھر سے کبھی کوئی پیدل نہیں گزرتا۔ یہ سانپ، بچھو اور جنگلی جانوروں کا خوفناک علاقہ ہے۔ میں جب سے یہاں ہوں، تب سے میں نے ایک ہی انسان دیکھا ہے اور وہ مجھے آئینے میں نظر آتا ہے۔

میں آئینے کے پاس سے پلٹ گیا۔ آہستہ آہستہ چلتا ہوا کھڑکی کے پاس آیا۔ باہر جنگل کی بھیانک تاریکی میں کچھ نظر نہیں آرہا تھا۔ بھاری بھرکم بوٹوں کی حرکت کرتی ہوئی آوازیں صاف سنائی دے رہی تھیں اور یہ سمجھ میں آگیا تھا کہ میرے کاٹیج کو چاروں طرف سے گھیرا جا رہا ہے۔ آنے والے ٹارچ کی روشنی کر سکتے تھے مگر وہ کسی وجہ سے محتاط تھے۔

کاٹیج کے دوسرے کمروں میں اندھیرا تھا۔ میں جس کمرے میں کھڑا ہوا تھا وہاں کیروسین آئل کا لیمپ روشن تھا۔ دروازے کے پٹ لگے ہوئے تھے لیکن دروازہ اندر سے بند نہیں تھا۔ جنگل میں رہائش کا ایک فائدہ ہے۔ آدمی دروازہ کھلا رکھ کر سو سکتا ہے۔ چور ڈاکو، جنگلی جانوروں کے ڈر سے نہیں آتے اور جنگلی جانور آدمیوں کے خوف کے باعث مکان کے قریب سے نہیں گزرتے۔ ویسے بھی ڈاکوؤں کے لیے میرے کاٹیج میں کچھ نہیں تھا۔

پھر کسی کی گرجتی ہوئی آواز سنائی دی "یہاں کون ہے؟ میری آواز سنو اور جواب دو، یہاں کتنے لوگ ہیں؟"

وہ گرجنے والا اپنے دماغ کے دروازے میرے لیے کھول چکا تھا لیکن خیال خوانی ضروری نہیں تھی۔ ابھی تھوڑی دیر میں معلوم ہونے والا تھا کہ کون بول رہا ہے اور کیا چاہتا ہے؟

میں اطمینان سے چلتا ہوا دروازے کے پاس آیا۔ وہ پھر گرج کر بولا "اس کاٹیج کو چاروں طرف سے گھیر لیا گیا ہے۔ کسی نے باہر نکل کر بھاگنے کی حماقت کی تو اسے گولیوں سے چھلنی کر دیا جائے گا۔ جواب دو، یہاں کتنے افراد ہیں؟"

میں نے بلند آواز میں جواب دیا "میں تنہا ہوں۔ ایک عرصے بعد اپنے علاوہ تمھاری آواز سن رہا ہوں۔"

"ہم کیسے یقین کریں کہ تم تنہا ہو؟"

"میں یقین دلانے کے لیے باہر آرہا ہوں۔"

"ضرور آؤ۔ مگر دونوں ہاتھ اٹھائے رکھو۔"

میں نے دروازے کے پٹ کھول کر دونوں ہاتھ اٹھا دیے۔ دہلیز پار کر کے برآمدے میں آیا۔ مجھ پر چاروں طرف سے ٹارچ کی روشنیاں پڑنے لگیں وہی شخص کہہ رہا تھا "اگر کسی نے ہماری ٹارچ کی سمت فائر

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کیاتوہم اِس باہرآنے والے کوگولی ماردیں گے۔ پھرکاٹیج کوبم کے ایک دھماکے سے اُڑادیں گے۔"

"میں کہہ چکاہوں، کاٹیج میں کوئی دوسرانہیں ہے۔"

مجھ پرٹارچ کی روشنیاں پڑتی تھیں۔ پھراندھیراچھاجاتاتھا۔ٹارچ بجھتے ہی تاریکی اورگہری ہوجاتی تھی۔ میں نے اب تک آنے والوں کی صورتیں نہیں دیکھی تھیں۔ جب ایک شخص تلاشی کے لیے کاٹیج کے اندرجانے لگاتواس کی فوجی وردی نظرآئی۔ اس کے پیچھے دواورفوجی جوان گئے۔ انھوں نے تھوڑی دیربعدواپس آکرکہا۔" یہاں کوئی نہیں ہے۔"

ایک افسرنے برآمدے میں میرے قریب آکرکہا۔" میں نہیں مان سکتا۔ اُن تینوں کوچھپنے کے لیے اس سے بہترجگہ نہیں ملے گی۔"

میں نے پوچھا۔" ذراوضاحت کرو۔ وہ تینوں کون ہیں؟ کیاوہ مفرورمجرم ہیں؟"

"ہاں بے حدخطرناک مجرم ہیں۔ اُن میں سے ایک کواعلیٰ بی بی کہتے ہیں اوردوسرے کوعلی تیمور۔ دونوں نے ایک اہم سرکاری ہستی رسونتی کواغواکیاہے۔"

میرے دل سے ایک آہ نکلی۔ یہ میرے اپنے تھے اورمیں ان کے لیے مرچکاتھا۔ میں انھیں جانتا،پہچانتاتھا۔ مگرکسی رشتے کے حوالے سے اپنی شناخت پیش نہیں کرسکتاتھا۔ مگرکیوں پیش نہیں کرسکتاتھا؟

اس لیے کہ میں مرچکاہوں۔ مرنے والااپنی جیب میں وزیٹنگ کارڈنہیں رکھتا۔اس کی شناخت قبرکے کتبے سے ہوتی ہے۔

رسونتی روتے روتے چپ ہوگئی۔ علی تیمورنے سمجھا،شاید دل کاتمام غبارنکل گیاہے۔ اب وہ ہلکی پھلکی ہوکرپیش آتے رہنے والے متضادحالات کاتجزیہ کرے گی پھراُسے دوست اوردشمن سمجھ میں آنے لگیں گے۔

اس نے کہا۔" ماما! موجودہ حالات میں یہی کہوں گاٹیلی پیتھی ایک لعنت ہے۔ اس علم کی ضرورت اپنوں سے زیادہ دشمنوں کوہے۔ اسی لیے دشمن آپ کوبھٹکارہے ہیں۔ کاش! یہ علم آپ کے پاس نہ ہوتاتوہم ایک عام سے ماں بیٹے کی طرح اپنے گھرمیں پُرسکون زندگی گزارسکتے۔"

وہ ایک پتھرسے ٹیک لگائے ہوئے تھی۔ آہستہ آہستہ ایک طرف ڈھلکنے لگی۔ بیٹے نے لپک کرسنبھالا۔ اپنی آغوش میں لے کرکہا۔" ماما! کیاہوگیا؟"

اس نے نبض ٹٹولی۔ پتاچلا،بے ہوش ہوگئی ہے۔اس کابدن گرم ہورہاتھا۔ اپنی شناخت نہ ہونے کے باعث تنہائی کے احساس نے، فکراورپریشانی نے اورکئی طرح کے منفی اثرات نے اسے بخارمیں مبتلا کردیاتھا۔ وہ ماں کودونوں بازوؤں میں اُٹھاکرہیلی کاپٹرکے اندرلایا۔ سردی بڑھتی جارہی تھی۔ تیزہوائیں چل رہی تھیں۔ اس نے کمبل سے اسے ڈھانپ دیا۔ جہاں فلائنگ مشین چھپائی تھی وہاں آکرہتھیاروں سے بھری ہوئی پیٹیاں اوردوسراضروری سامان بھی ہیلی کاپٹرمیں پہنچادیا۔ وہاں بھی طرح طرح کے اسلحے کے علاوہ کھانے پینے کاسامان وافرمقدارمیں موجودتھا۔ اُس نے مُردہ افسراوراس کے خاص ماتحت کی جیبوں سے تمام پُرزے نکالے،انھیں دوبارہ ہیلی کاپٹرمیں لگایا۔ پھراس کاانجن اسٹارٹ کرنے لگا۔

اسی وقت آرمرنے دماغ میں آکرگوڈ،ڈزرادکیے۔ علی تیمورنے پوچھا۔" فرمائیے انکل؟"

اس نے کہا۔" جناب شیخ صاحب نے کہاہے،میڈوناآئے تواُس پربھروسانہ کرنااورنہ ہی یہ ظاہرکرناکہ اُس پربھروسانہیں کیاجارہاہے۔"

"میں تویوں بھی اُسے اپنے پاس آنے نہیں دیتاتھا۔اس لیے وہ شایدمیرے پاس نہیں آئے گی۔ آپ پلیزمعلوم کریں، آنٹی کہاں ہیں؟"

"میں ابھی معلوم کرتاہوں۔"

اس نے اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ کرگوڈ،ڈزرادکیے،اس نے پوچھا۔"بوآرمرکیسے ہو؟"

"علی معلوم کرناچاہتاہے، تم کہاں ہو؟"

وہ ایک غارمیں جلتے ہوئے الاؤکے سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے اوپری جیب سے ایک تہ کیاہوانقشہ نکالا،پھراُسے کھول کرالاؤکی روشنی میں دیکھتے ہوئے کہا۔" میں دریائی راستے سے شمال مشرق کے اس علاقے میں پہنچی ہوئی ہوں۔ یہ علاقہ خطرناک دلدل کی وجہ سے پہچاناجاتاہے۔ رات کے وقت کسی دلدل میں دھنسنے کااندیشہ تھا،اس لیے یہاں الاؤجلاکربیٹھی ہوئی ہوں۔ علی اپنانقشہ دیکھ کراس دلدلی جگہ کوسمجھ لے گا۔ مجھے اس کے متعلق بتاؤ؟"

"میں ابھی پوچھ کرآتاہوں۔"

وہ باری باری ان کے پاس آکرایک دوسرے کے پیغامات پہنچاتارہا۔ آخرمیں اعلیٰ بی بی کوبتایاکہ علی اپنی ماں کوہیلی کاپٹرمیں لارہاہے۔ چونکہ میدانی علاقہ دلدلی ہے اس لیے وہ ہیلی کاپٹرکوکسی پہاڑی پراُتارے گا۔

وہ بولی۔" ہمارے پاس آتے جاتے رہو۔ میں نے اس پہاڑی کے دوسری طرف نہیں دیکھاہے۔ وہاں دشمنوں کاکیمپ ہوسکتاہے۔ اس لیے ہیلی کاپٹرکی آوازپرسب اِدھرآجائیں گے۔"

"اچھی بات ہے۔ میں دس منٹ بعدآؤں گا۔"

وہ چلاگیا۔ اعلیٰ بی بی تمام ہتھیاروں سے لیس ہوکرضروری سامان سمیٹ کرغارسے باہرآئی۔ تاریکی میں دُورتک آنکھیں پھاڑپھاڑکردیکھتی رہی۔ باہرآتے ہی ٹارچ روشن کرنادانشمندی نہیں تھی۔ اس لیے وہ تھوڑی دیرتک کھڑی رہی۔ آنکھوں کواندھیرے کاعادی بناتی رہی۔ پھرپہاڑی پرچڑھتی ہوئی اُوپرجانے لگی۔

آرمرنے اسے بتایاتھاکہ رسونتی اچانک بیمارپڑگئی ہے۔ ایسی صورت میں علی تیمورکی پریشانی بڑھ جائے گی۔ ایسے وقت وہ پاس رہ کراس کی تیمارداری کرناچاہتی تھی۔ وہ تاریکی میں سنبھل سنبھل کرچڑھتی ہوئی بلندی پرپہنچ گئی۔ چاروں طرف گھوم گھوم کردیکھنے لگی۔ ہرطرف جنگل کاگہرااندھیراچھایاہواتھا۔ اس نے دُوربین نکال کرآنکھوں سے لگائی۔ یہ احمقانہ کوشش تھی۔ اندھیراآخراندھیراہوتاہے،دُوربین لگانے سے دُورنہیں ہوتا۔ لیکن وہ کچھ سوچ سمجھ کرہی ایساکررہی تھی۔

درحقیقت اعلیٰ بی بی اورعلی تیموردشمنوں پرغالب آرہے تھے۔ پہلے اعلیٰ بی بی نے یہودی تنظیم کے حملہ آوروں کوجنگی حکمت عملی سے موت کے گھاٹ اتارا۔ پھرسپرماسٹرکی ان تمام کشتیوں کوبم کے دھماکوں سے اُڑادیاجن میں مسلح افرادحملہ کرنے آئے تھے۔ علی نے پہلے توایک پورے کیمپ کوتباہ کیاتھا۔ پھرہیلی کاپٹرمیں آنے والے دشمنوں میں سے کسی ایک کوبھی زندہ واپس نہیں جانے دیاتھا۔ ان حالات میں دشمنوں کے مزیدکیمپ جہاں بھی تھے،وہاں وہ روشنی نہیں کرسکتے تھے۔ بلیک آؤٹ کرکے رات گزارنے پرمجبورتھے۔

اعلیٰ بی بی یہ سوچ کردُوربین سے دیکھ رہی تھی کہ اس کڑکڑاتی سردی میں انھوں نے خیموں کے اندرآگ سُلگائی ہوگی۔ یاکسی خیمے کوکچن بنایاہوگاجہاں آگ ضرورجلائی گئی ہوگی لیکن مایوسی ہورہی تھی۔ ہرطرف گھوم گھوم کردُورتک دیکھنے کے باوجودکچھ نظرنہیں آرہاتھا۔ یوں لگ رہاتھا،اتنی بڑی دُنیامیں تاریکی کے سواکچھ نہیں ہے۔

اس نے آنکھوں سے دُوربین ہٹالی۔ آرمرنے آکربتایا۔" علی تیمورہیلی کاپٹرمیں پروازکررہاتھا،کسی نے وائرلیس کے ذریعے مخاطب کیا۔ علی نے جواب نہیں دیا۔ میں اس مخاطب کرنے والے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پتاچلا،جہاں سے علی کاہیلی کاپٹرگزراتھا،وہاں ایک کیمپ تاریکی میں ڈوباہے۔"

"تم اس کے ذریعے کیمپ کے اعلیٰ افسرکے پاس جاؤ۔"

"میں گیاتھا۔ اُس افسرکے دماغ نے بتایاکہ ایک کیمپ دلدلی علاقے میں ہے۔ میں نے علی سے کہہ دیاہے،تمھارے قریب ہیلی کاپٹراُتارناخطرے سے خالی نہیں ہوگا۔ یہ سنتے ہی اس نے راستہ بدل دیاہے۔ یوں بھی اندھیرے میں اسپاٹ لائٹس کے بغیرصحیح جگہ پہنچنادشوارہے۔ میں علی کے پاس رہوں گا۔ کسی دوسرے کیمپ سے وائرلیس کے ذریعے پھراُسے مخاطب کیاجاسکتاہے۔"

"جاؤ،تم دس پندرہ منٹ کے بعدآجایاکرو۔"

وہ چلاگیا۔ اسی وقت کہیں سے کسی نے ٹریسرگولی چلائی جوبہت بلندی پرجاکرپھٹ پڑی۔ اُس سے نکلنے والی روشنی کی شعاؤں نے دُورتک علاقے کوروشن کردیا۔ اس روشنی میں بے شمارخیمے نظرآئے جواسی پہاڑی کے دامن میں تھے جس کی بلندی پراعلیٰ بی بی کھڑی ہوئی تھی،وہ روشنی ہوتے ہی ایک بڑے سے پتھرکے پیچھے بیٹھ گئی تھی۔ کیمپ میں خطرے کاسائرن بج رہاتھا۔ کتنے ہی فوجی جوان دوڑتے ہوئے اپنے اپنے مورچوں کی طرف جارہے تھے۔ خیموں کے اندربے شمارفوجی اپنی وردی پہننے اوراسلحہ سنبھالنے میں مصروف ہوگئے تھے،اس سے ظاہرہورہاتھاکہ اندھیرے میں چھپے ہوئے کیمپ کودیکھنے کے لیے اس کیمپ کے دشمنوں نے ٹریسرگولی چلائی ہوگی۔ اس جنگل کوروشن کرنے والے پتانہیں تعدادمیں کتنے ہوں گے۔ انھوں نے فائرنگ شروع کردی تھی۔ مورچے سنبھالنے والے کئی جوان گولیاں کھاکرگرپڑے تھے۔ اس کے بعداندھیراچھاگیا۔ ٹریسرگولی کی روشنی کی معیادختم ہوچکی تھی۔

اب اندھیرے میں ٹھہرٹھہرکرفائرنگ اورجوابی فائرنگ ہورہی تھی۔ فائرنگ کے نتیجے میں شعلے لپکتے تھے اوربجھ جاتے تھے۔ پندرہ منٹ کے بعدآرمرنے آکرکہا۔" میں تمھارے ذریعے گولیاں چلنے کی آوازیں سن رہاہوں،تم خیریت سے توہو؟"

"ہاں،معلوم ہوتاہے،یہودی تنظیم کے مسلح افرادنے سپرماسٹرکے فوجیوں پرحملے کیے ہیں۔ ٹریسرلائٹ میں فوجیوں کاکیمپ واضح ہوگیاتھا۔"

"تمھارے لیے وہاں خطرہ ہے۔"

"میں یہاں سے دوڑتی ہوئی زیادہ سے زیادہ دُورجارہی ہوں۔ علی سے کہو،ہیلی کاپٹرلے آئے۔ وہ لوگ کیمپ میں ابھی لڑتے رہیں گے۔"

وہ پتھرکے پیچھے سے نکل کرتیزی سے ایک طرف جانے لگی۔ تاریکی میں دوڑنامناسب نہیں تھا۔ بہت دُورجانے کے بعداُس نے پنسل ٹارچ روشن کی پھراس روشنی میں راستہ دیکھتی ہوئی دوڑنے لگی۔ پہاڑی کے اوپرکسی دلدلی مقام کااندیشہ نہیں تھا۔ البتہ ایک ریچھ سے سامناہوگیا۔ یہاں وہ اپنی خاموشی برقرارنہ رکھ سکی۔ اسے رائفل استعمال کرنی پڑی۔ ریچھ تودوگولیاں کھاکرپہاڑی سے لڑھکتاچلاگیا لیکن فائرنگ کی آوازدُورتک گونجتی گئی تھی۔ کیمپ سے گولیاں چلنے کی آوازیں نہیں آرہی تھیں۔ فائرنگ کاوقفہ ہواتھا۔اسی وقفے نے فوجیوں کواوریہودیوں کوسوچنے پرمجبورکیاہوگاکہ پہاڑی پرسے کون گولیاں چلارہاہے اورکس پرچلارہاہے؟

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

دقفہ ختم ہوگیا۔ فائرنگ پھر شروع ہوگئی کیوں کہ لڑنے والی دونوں پارٹیاں فیصلہ کن جنگ کے اختتام پر ہی پہاڑی کی طرف جاسکتی تھیں۔ پھر بہت دُور سے ہیلی کاپٹر کی آواز سُنائی دی۔ ایک منٹ بعد ہی آرمر نے آکر کہا، "علی آرہا ہے، اسے فائرنگ کے جلتے بجھتے شعلے نظر آرہے ہیں۔ تم سگنل دو۔"

اس نے پینسل ٹارچ آسمان کی طرف روشن کردی۔ اسی لمحے کسی نے للکار کر کہا، "تم جو کوئی بھی ہو اسی طرح سگنل دیتے رہو۔ ٹارچ جیسے ہی بجھے گی ہم چاروں طرف سے گولیاں چلائیں گے۔ تم چھلنی ہوجاؤ گے۔"

وہ ایک بڑے سے پتھر کے پاس کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے ٹارچ کو اسی طرح پتھر پر کھڑا کیا۔ اسے کھڑا رکھنے کے لیے دو چھوٹے پتھروں کا سہارا لیا۔ اس دوران کوئی کہہ رہا تھا، "ہم سمجھ رہے ہیں، تم ہیلی کاپٹر کو سگنل دے رہے ہو۔ اس کا مطلب ہے تم سپر ماسٹر کے آدمی ہو۔ کیونکہ ہمارے ہیلی کاپٹر رات کو پرواز نہیں کرتے ہیں۔ پھر چال کوئی چالاکی دکھانے کی حماقت نہ کرنا۔"

اعلیٰ بی بی زمین پر لیٹ گئی تھی۔ اس نے اندازہ کر لیا تھا کہ بولنے والا کہاں ہے۔ وہ آہستہ آہستہ اُدھر رینگتی جارہی تھی۔ بولنے والا چوکنا تھا۔ اس نے کان لگا کر سُنا پھر دبی آواز میں کہا، "جیری! کتنی بار سمجھایا ہے ایسے وقت حرکت نہ کیا کرو۔ تم غلط فہمی میں مارے جاؤ گے۔"

اعلیٰ بی بی نے آواز کی سمت نشانہ لیا۔ پھر ٹھائیں کی آواز کے ساتھ ایک چیخ اُبھری۔ جیری کو سمجھانے والا خود نشانہ بن چکا تھا۔ اعلیٰ بی بی نے ایک جانب لڑھکتے ہوئے پتھر کے اُوپر رکھی ہوئی پینسل ٹارچ کو گولی ماری۔ ٹارچ نیچے گر پڑی۔ اب علی تیمور دھوکا نہیں کھاسکتا تھا۔ سگنل کے گڑبڑ ہوتے ہی وہ ہوشیار ہوگیا ہوگا۔ اسی وقت آرمر نے آکر پوچھا، "ٹارچ کیوں بجھ گئی ہے؟"

"میں دشمنوں میں گھر گئی ہوں۔ علی سے کہو ہیلی کاپٹر واپس لے جائے۔"

اس نے جہاں سے گولی چلا کر ٹارچ گرائی تھی، وہاں کئی جگہ سے فائرنگ ہورہی تھی۔ اس نے جوابی فائرنگ کی حماقت نہیں کی۔ اطمینان سے ایک ایک جگہ جلتے بجھتے شعلوں کو گنتی رہی۔ اس طرح ان کی تعداد معلوم ہوگئی۔ ایک کی موت کے بعد چھ رہ گئے تھے اور وہ چھ کہیں نہ کہیں چھپے ہوئے تھے۔

اس نے آہستگی سے گن ایک طرف رکھی پھر ایرو شوٹر کو شانے سے اُتارا۔ اس شوٹر سے تیر چلانے پر آواز نہیں ہوتی تھی اور نہ ہی اندھیرے میں شعلے اُبھرتے تھے۔ اس نے ایک پتھر اُٹھا کر ایک طرف پھینکا۔ پتھر جہاں دھپ سے گرا اس جگہ گولیاں چلنے لگیں۔ فائرنگ کے دوران دو چیخیں اُبھریں۔ دو دشمن یکے بعد دیگرے تیروں کا نشانہ بن گئے۔

کسی کو پتا نہ چل سکا، موت کدھر سے آئی تھی۔ اندھیرے میں مرنے والے ساتھی دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ ورنہ ان کے جسموں میں پیوست ہونے والے تیر بتا دیتے کہ دشمن کتنا ماہر دماغ ہے۔ پہلے پینسل ٹارچ کو بڑے سے پتھر پر رکھ کر دھوکا دیا۔ اب خاموشی سے تیر برسا رہا ہے۔ ایک پتھر کے پیچھے سے آواز آئی۔ وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا، "اب کوئی بھی آواز آئے تو اندھا دھند فائر نہ کرو۔ دشمن ہماری عجلت سے فائدہ اُٹھا رہا ہے۔"

آرمر واپس آگیا تھا۔ بولنے والے کی آواز سنتے ہی اس کے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔ پھر اس نے اعلیٰ بی بی کے پاس آکر پوچھا، "مجھے بتاؤ میں کس طرح کام آسکتا ہوں؟"

وہ بولی، "اپنے شکار کے دماغ میں جاؤ۔ اس کے ذریعے گولی چلاؤ۔ میں چیخ ماروں گی۔ میری آخری چیخ پر وہ پتھروں کے پیچھے سے نکل آئیں گے۔ تم اسی کے ذریعے کسی ایک دشمن کو ہلاک کرسکتے ہو۔"

"مجھے معاف کردو۔ تم جانتی ہو میں کسی دشمن کو بددعا بھی نہیں دیتا۔ پھر اس پر گولی کیسے چلا سکتا ہوں؟"

"میں بھول گئی تھی۔ جس حد تک کام آسکتے ہو، جاؤ اسی حد تک کچھ کرو۔"

وہ چلا گیا۔ چند لمحوں کے بعد ہی پتھر کے پیچھے سے گولی چلی۔ اعلیٰ بی بی نے فوراً ہی چیخ مار کر ایک پتھر کو نشیب میں لڑھکا دیا۔ کسی نے کہا، "ارے یہ تو عورت کی چیخ ہے۔"

دوسرے نے تائید کی۔ "ہاں عورت ہے۔ نیچے لڑھکتی گئی ہے۔"

تیسرے نے کہا، "پھر تو یہ رسونتی یا اعلیٰ بی بی ہوگی۔"

کتنی ہی ٹارچیں نشیب کی جانب روشن ہوگئیں۔ اس روشنی میں بڑی خاموشی سے تیر چلے۔ پھر ایک ایک کرکے تین دشمن نشیب میں لڑھکتے چلے گئے۔ اب ایک رہ گیا تھا، اس نے ایک طرف بھاگنا شروع کیا۔ وہ اپنی موت سے زیادہ تیز نہیں بھاگ سکتا تھا۔ کمان سے نکلے ہوئے تیر نے اُسے بھی اوندھے منہ گرا دیا۔

آرمر نے کہا، "آہ! میں کس دُنیا میں جی رہا ہوں؟ اور کب تک دوستوں اور دشمنوں کی موت کا تماشا دیکھتا رہوں گا؟ اعلیٰ بی بی! تم عورت ہو، تمھارا دل ایسا پتھر کیسے ہوجاتا ہے؟"

"پہلے یہ اطمینان کرکے آؤ، ان میں سے کوئی بچا بھی ہے یا نہیں؟"

"نہیں، وہ چھ تھے، تم نے بڑی بے دردی سے انھیں موت کے گھاٹ اُتارا ہے۔"

"تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا کہ تمھیں دُکھ پہنچے گا۔ میں اُن سے کہتی، لو مجھے مار ڈالو لیکن ہمارے آرمر کو خوش رہنے دو۔"

"کیا بات کررہی ہو، میرے دُکھی ہونے کا سبب یہ ہے کہ آدمی آدمی کو کیوں ہلاک کرتا ہے؟"

"تم اس مسئلے پر بعد میں غور کرنا۔ پہلے علی کو یہاں بھیج دو۔"

وہ چلا گیا۔ اعلیٰ بی بی نے ایک گہرا سانس لے کر سوچا، "آرمر کا دکھ ہر انسان کا دُکھ ہے لیکن انسان نما درندوں پر نصیحتیں اثر نہیں کرتیں۔ انھیں کوئی پیغمبر یا آسمانی کتاب راہِ راست پر نہیں لاتی۔ ایسے لاتوں کے بھوت صرف لاتوں اور جوتوں سے ہی دھونس میں آتے ہیں یا مقابلے پر آکر حرام موت مارے جاتے ہیں۔ ہم انھیں [illegible] ان کے گھر نہیں جاتے۔"

وہ تیزی سے چلتی جارہی تھی اور سوچتی جارہی تھی۔ اسی وقت ہیلی کاپٹر کی آواز سُنائی دی۔ شاید علی آرہا تھا۔ آواز قریب آتی جارہی تھی۔ اچانک خطرے کا احساس ہوا۔ وہ دوڑتی ہوئی ایک چٹان کے نیچے چلی گئی کیوں کہ ہیلی کاپٹر کی سرچ لائٹ نیچے آرہی تھی۔ آرمر نے ابھی تک آکر علی کے واپس آنے کی تصدیق نہیں کی تھی۔

چند منٹ کے بعد ہی آرمر نے آکر کہا، "غضب ہوگیا! علی کے ہیلی کاپٹر کو دو ہیلی کاپٹروں نے گھیر لیا ہے۔ اُسے دھمکی دے رہے ہیں، اگر وہ ان کی حراست میں پرواز کرتا ہوا ایک کیمپ تک نہیں جائے گا تو اس کے ہیلی کاپٹر کو تباہ کردیا جائے گا۔"

اعلیٰ بی بی نے پوچھا، "کیا تم دھمکی دینے والے کے دماغ میں نہیں جاسکتے ہو؟"

"علی نے مشورہ دیا ہے، میں اس کے دماغ میں جاکر واپس آجاؤں۔ جب تک دوسرے ہیلی کاپٹر والے کا بھی دماغ میری مٹھی میں نہ آئے، میں پہلے والے کو نہ چھیڑوں۔ مگر دوسرے ہیلی کاپٹر والے خاموش ہیں۔"

"تم جاؤ، علی کے پاس رہو۔"

"ایک ہیلی کاپٹر تمھارے قریب آگیا ہے۔"

"آنے دو، میری پروا نہ کرو۔"

آرمر علی کے پاس آیا۔ وہ دو ہیلی کاپٹروں کے درمیان پرواز کررہا تھا۔ پچھلی سیٹ پر رسونتی کمبل میں لپٹی ہوئی پڑی تھی۔ آرمر نے آکر پوچھا، "کیا دوسرے ہیلی کاپٹر والوں نے مخاطب کیا تھا؟"

"نہیں، وہاں مسلسل خاموشی ہے۔"

"اب کیا ہوگا؟ وہ تمھیں کیمپ میں لے جاکر قیدی بنالیں گے۔"

"جس نے مجھے مخاطب کیا تھا اُس کے پاس جائیں۔ کم از کم ایک ہیلی کاپٹر کو تباہ کردیں۔"

"بیٹے! یہ کیا کہہ رہے ہو۔ اُس میں چار افراد ہیں، میں نے کبھی ایک چیونٹی کو نہیں مارا اور تم انسانوں کو ہلاک کرنے کو کہہ رہے ہو۔ نہیں بیٹے! مجھ سے کوئی دوسرا کام لو۔"

علی تیمور نے پریشان ہوکر سوچا پھر کہا، "اچھا آپ اُس ہیلی کاپٹر کو مجھ سے دُور لے جاسکتے ہیں؟"

"ہاں یہ کرسکتا ہوں۔"

"جب تک میں دوسرے سے بچ کر نہ نکلوں آپ اُس کے پائلٹ کو آزاد نہیں چھوڑیں گے۔"

"ٹھیک ہے، میں جارہا ہوں۔"

وہ ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کے دماغ میں آکر اُسے پوری طرح مٹھی میں [illegible] پرواز کی سمت بدلنے لگا۔ پیچھے بیٹھے ہوئے [illegible] نے پوچھا، "کیا کررہے ہو، علی تیمور کے ہیلی کاپٹر سے دُور نہ جاؤ۔"

مگر وہ دُور ہوچکا تھا اور مزید دُور ہوتا جارہا تھا۔ افسر نے غصے سے پوچھا، "نو نان سنس! کیا تم میرے حکم کی تعمیل نہیں کرنا چاہتے یا دماغی طور پر ٹریپ کیے گئے ہو؟"

اسے جواب نہیں ملا۔ اس نے کہا، "میں سمجھ گیا۔ تم خیال خوانی کرنے والے کی مٹھی میں ہو۔ اسی لیے دوسرے ہیلی کاپٹر والوں کو خاموش رہنے کی تاکید کی گئی تھی۔ جو بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے پائلٹ کے ذریعے ہمیں تباہ کرنا چاہتا ہے، اسے میں جتا دینا چاہتا ہوں کہ جیسے ہی ہم تباہ ہوں گے ویسے ہی علی تیمور کے ہیلی کاپٹر پر فائرنگ شروع ہوجائے گی۔"

آرمر نے پائلٹ کی زبان میں کہا، "میں امن اور سلامتی چاہتا ہوں، میرا نام آرمر ہے۔ میں انسانوں کو ہنستے مسکراتے ہوئے لمبی زندگی گزارتے ہوئے دیکھنا چاہتا ہوں۔ میں انسانیت کا واسطہ دے کر کہتا ہوں، دوسرے ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کو مخاطب کرکے اسے پیچھا چھوڑ دینے کو کہو۔ علی تیمور تنہا نہیں ہے۔ جس رسونتی کو دھوکا دینے کے لیے تم دیوی جی کہتے ہو اور جس کی ٹیلی پیتھی سے فائدہ اُٹھانا چاہتے ہو وہ بھی علی کے ساتھ ہے اور بہت بیمار ہے۔ کم از کم اپنی دیوی جی کی خاطر اس ہیلی کاپٹر پر فائرنگ نہ کراؤ۔"

افسر نے کہا، "اس جنگل میں ہمارے دو کیمپ تباہ ہوگئے، سیکڑوں فوجی نوجوان مارے گئے۔ گولہ بارود اور جدید ہتھیاروں کے ذخیرے تباہ ہوگئے۔ چار ہیلی کاپٹروں کے پرخچے اُڑ گئے۔ ایسی ٹیلی پیتھی جاننے والی دیوی جی کی ایسی کی تیسی، اگر علی تیمور نے گرفتاری پیش نہیں کی تو ہم رسونتی سمیت اس ہیلی کاپٹر کو تباہ کردیں گے۔"

ایک فوجی جوان نے چیخ کر کہا، "پائلٹ کو ہیلی کاپٹر کا رُخ موڑنے کا کہو۔ یہ ہیلی کاپٹر کو اس پہاڑی سے ٹکرانے لے جارہا۔۔۔"

اس کی بات پوری نہ ہوسکی۔ ایک چٹان سے ہیلی کاپٹر کے ٹکراتے ہی زبردست دھماکا ہوا۔ آرمر کے رہنے کے لیے وہاں کوئی دماغ نہیں رہا۔ وہ حیرانی اور پریشانی سے علی کے پاس آگیا۔ کچھ کہنا چاہتا تھا، اُس نے کہا، "انکل! ابھی ڈسٹرب نہ کرنا۔"

وہ خاموش رہ کر اس کے ذریعے دیکھنے لگا۔ علی تیمور پرواز کا کمال

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

دکھا رہا تھا۔ دوسرے ہیلی کاپٹر کے اوپر ذرا فاصلہ رکھ کر پرواز کر رہا تھا۔ نیچے والے ہیلی کاپٹر کا پائلٹ اس کے سائے سے نکلنے کے لیے دائیں جاتا تو علی بھی دائیں پرواز کرتا۔ بائیں جانب بھی کترا کر نکلنے کا موقع نہیں دے رہا تھا۔ فضا میں یہ کھیل بڑی دیر تک جاری رہا۔ آرمر نے کہا "کاش! تمہارے ہیلی کاپٹر میں سب مشین گنیں ہوتیں۔ پھر وہ دشمن پیچھا چھوڑ کر بھاگ جاتے۔"

کوئی ضروری نہیں ہے کہ جدید ہیلی کاپٹر میں جدید خفیہ مشین گنیں ہوں۔ انسان حاضر دماغی سے بھی شکست کو فتح میں بدل سکتا ہے۔ ہیلی کاپٹر کے نچلے خانے میں بہت سا فوجی سامان رکھا ہوا تھا۔ علی نے ڈیش بورڈ کے ایک بٹن کو دبایا۔ پھر ایک چھوٹے سے ہینڈل کو گھمایا تو نچلا خانہ کھل گیا۔ اس خانے میں رکھا ہوا تمام سامان نیچے والے ہیلی کاپٹر کے گردش کرتے ہوئے پنکھے پر گرنے لگا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پنکھا بے کار ہو گیا۔ ہیلی کاپٹر ایک جھٹکے سے نیچے گیا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے زمین کی پستی میں پہنچ کر ایک دھماکے سے تباہ ہو گیا۔

علی نے دوسرے بٹن کو دبا کر چھوٹے سے ہینڈل کو گھمایا تو سامان والا نچلا خانہ بند ہو گیا۔ آرمر نے کہا "او گاڈ! میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا، تم اس طرح اپنا بچاؤ کرو گے جب کہ تمہارے بچنے کی کوئی صورت نہیں تھی۔"

"انکل! آپ دوسرے ہیلی کاپٹر کے متعلق بتائیں، کیا اسے دور رہ کر جھٹکا دیا ہے؟"

"وہ بھی تباہ ہو گیا ہے۔"

"پھر تو آپ نے پہلی بار ایسا کمال دکھایا ہے۔"

"میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے اُسے تباہ نہیں کیا ہے۔ میں پائلٹ کے دماغ پر قبضہ جما کر افسر کی باتیں سن رہا تھا ہیلی کاپٹر کیسے پہاڑی سے ٹکرا گیا، میری سمجھ میں نہیں آیا۔"

"تعجب ہے! پائلٹ کا دماغ آپ کے قابو میں تھا اور آپ کو حادثے کی وجہ معلوم نہیں ہے۔ کیا وہ ایک لمحے کے لیے بدحواس ہو گیا تھا؟"

"نہیں، وہ آخری لمحے تک پُرسکون تھا۔"

"اس کا مطلب ہے آپ کے علاوہ کوئی دوسرا خیال خوانی کرنے والا وہاں موجود تھا۔ جس تباہی کے آپ قائل نہیں تھے، وہ تباہی اس نے مچا دی۔"

"کیا میڈونا نے ایسا کر کے تمہاری مدد کی ہے؟"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جناب شیخ صاحب نے کچھ عرصہ پہلے مجھے میڈونا کو اپنے دماغ سے دور رکھنے کی ہدایت کی ہے۔ وہ میرے پاس نہیں آئی۔ آپ کے پاس نہیں آئی پھر اس پائلٹ کے پاس کیسے پہنچ گئی؟ پلیز آپ ذرا ممی کی خیریت معلوم کریں۔"

آرمر نے چونک کر پوچھا "کیا معجزہ ہو گیا ہے۔ آپ کی ماما نے مدد کی ہے؟"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ آپ جا کر معلوم کریں۔"

وہ رسونتی کے دماغ میں گیا پھر فوراً ہی واپس آ کر بولا "وہ بے ہوش پڑی ہیں! اس وقت اعلیٰ بی بی کی سخت ضرورت ہے۔"

"میں اُدھر پرواز کر رہا ہوں۔ آپ آنٹی سے رابطہ کریں۔"

آرمر اُدھر گیا۔ اِدھر علی حیرانی سے سوچنے لگا۔ آخر ماجرا کیا ہے؟ آرمر کسی کی جان نہیں لے سکتا تھا پھر اس ہیلی کاپٹر کو کس نے تباہ کیا؟

وہ جتنا سوچ رہا تھا، اتنا ہی اُلجھ رہا تھا۔ دوسری طرف اعلیٰ بی بی چٹان کے پیچھے سے نکل آئی تھی۔ دشمن کا ایک ہیلی کاپٹر اُدھر آیا تھا۔ پھر سرچ لائٹ کی روشنی پھینکتا ہوا چلا گیا تھا۔ آرمر نے آ کر پوچھا "کوئی خطرہ تو نہیں ہے؟"

"خطرہ تھا مگر ٹل گیا ہے۔ تم علی کی خیریت بتاؤ؟"

"وہ بخیریت ہیں۔ پتا نہیں تم لوگ کس مٹی کے بنے ہوئے ہو۔ اُس کی گرفتاری یقینی تھی۔ مگر دشمن کے دونوں ہیلی کاپٹر تباہ ہو چکے ہیں۔"

"تم نے تو تباہ نہیں کیے ہوں گے۔ اس سرزمین پر تم ہی ایک فرشتہ ہو۔"

"مجھے شرمندہ نہ کرو۔ میں اور علی حیران ہیں کہ ایک ہیلی کاپٹر کو کس خیال خوانی کرنے والے نے تباہ کیا ہے۔ وہ میڈونا نہیں ہو سکتی اور میڈم رسونتی بے ہوش پڑی ہیں۔"

"پھر تو یہ واقعی حیرانی کی بات ہے۔"

ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ اعلیٰ بی بی پھر چٹان کے پیچھے چلی گئی۔ آرمر نے علی کے پاس جا کر کہا "اعلیٰ بی بی ایک چٹان کے پیچھے ہے۔ تم کوئی سگنل دو تاکہ یقین ہو کہ تمہارا ہی ہیلی کاپٹر وہاں پہنچ رہا ہے۔"

علی نے سرچ لائٹ کے ذریعے مخصوص سگنل کے متعلق بتایا۔ یہ بات آرمر نے اعلیٰ بی بی کو بتائی۔ اس طرح پندرہ منٹ کے بعد ہیلی کاپٹر پہاڑی پر اُترا۔ وہ دوڑتی ہوئی آ کر اس میں سوار ہوئی۔ اس کے بعد دوبارہ پرواز شروع ہو گئی۔

اعلیٰ بی بی سیدھی رسونتی کے پاس آئی۔ اس کی نبض تھام کر دوسرے ہاتھ سے پیشانی کو چھو کر دیکھا۔ اس کا بدن جل رہا تھا۔ وہ بے ہوش نہیں تھی اگر پہلے تھی تو اب ہوش میں آ رہی تھی۔ بخار کی زیادتی سے بے سُدھ پڑی ہوئی تھی۔ اعلیٰ بی بی بخار کم کرنے کے طبی طریقوں پر عمل کرنے لگی۔ وہاں دواؤں کی کمی نہیں تھی۔

یہ اُلجھن نہیں سُلجھی تھی کہ پہلے ہیلی کاپٹر کو کس نے تباہ کیا تھا؟ دراصل یوں ہے کہ رسونتی بخار میں تپ رہی تھی۔ کمبل میں لپٹی ہوئی سوچ رہی تھی "میں کس مصیبت میں پڑ گئی ہوں؟ سچ کیا ہے؟ جھوٹ کیا ہے؟ میرے مالک! میرے پیدا کرنے والے! مجھے سچائی کا چہرہ دکھا دے۔ میں علی کے دماغ میں جا رہی ہوں۔ وہ سانس روک لیتا ہے۔ مجھے اس کے سچے خیالات پڑھنے دے میرے مالک! اگر وہ جھوٹا ہو گا تو میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

یہ سوچ کر وہ خیال خوانی کی پرواز کرنا چاہتی تھی مگر بیماری کے باعث تھک گئی، پرواز نہ کر سکی۔ گڑگڑا کر دعائیں مانگنے لگی۔ "میرے مالک! بہت ہو چکا۔ اب میں یہ چھینا جھپٹی برداشت نہیں کروں گی۔ کبھی سپر ماسٹر چھینتا ہے کبھی یہ لڑکا مجھے جھپٹ کر لے جاتا ہے۔ اگر میں مسلمان ہوں تو آخری رسولؐ کا واسطہ دیتی ہوں، مجھے ذرا سی توانائی دے دے۔"

وہ تھوڑی دیر تک گہری گہری سانسیں لیتی رہی پھر اچانک پرواز کرتے ہی علی تیمور کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہ سانس روک لیتا تھا لیکن اس وقت آرمر دماغ میں تھا اس لیے ماں کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہ کر سکا۔ آرمر کہہ رہا تھا "میں کبھی ایک چیونٹی کو نہیں مارتا ہوں پھر ہیلی کاپٹر کے آدمیوں کو کیسے ہلاک کر سکتا ہوں؟"

جواب میں علی نے کہا "کم از کم اس ہیلی کاپٹر کو دُور سے بھگاؤ۔" یہ سنتے ہی رسونتی آرمر کے دماغ میں آئی۔ وہ پائلٹ کی آواز اور لہجے کو دُہرا کر بولنا چاہتا تھا۔ رسونتی اسی آواز اور لہجے کے سہارے اس سے پہلے پائلٹ کے دماغ میں پہنچ گئی۔

وہاں رہ کر اس نے افسر کی باتیں سنیں۔ وہ کہہ رہا تھا "ایک دیوی جی کے لیے ہمارے دو کیمپ تباہ ہو گئے، سیکڑوں فوجی جوان مارے گئے، گولہ بارود اور جدید ہتھیاروں کے ذخیرے تباہ ہو گئے۔" اس نے متعدد ہیلی کاپٹروں کی تباہی کا بھی دُکھڑا سنایا پھر کہا "ایسی ٹیلی پیتھی جاننے والی دیوی جی کی ایسی کی تیسی، اگر انہوں نے گرفتاری پیش نہیں کی تو ہم رسونتی سمیت اس ہیلی کاپٹر کو تباہ کر دیں گے۔"

یہ سنتے ہی رسونتی پائلٹ کے ذریعے ہیلی کاپٹر کو ایک پہاڑی کی طرف لے گئی۔ وہ اپنی تباہی چاہتی تھی نہ اُس لڑکے کی۔ تو اس کے لیے جان پر کھیل رہا تھا۔ اس نے ہیلی کاپٹر کو پہاڑی کی ایک چٹان سے ٹکرا دیا۔ اس کے بعد نڈھال سی ہو کر دماغی طور پر بیمار ہو گئی۔ بیماری اور کمزوری کے باعث خود کو سنبھال نہ سکی۔ غفلت کے اندھیروں میں ڈوبتی چلی گئی۔

اعلیٰ بی بی، آرمر اور علی تیمور ابھی اس گتھی کو سلجھا نہیں سکے تھے۔

روشنی کے مینار
اسلام کے خاموش مبلغوں
اولیائے کرام کے دلچسپ
اور پُراثر واقعات
ضیاء تسنیم بلگرامی کے قلم سے
قیمت ۸۰ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

عظمت کے مینار
ضیاء تسنیم بلگرامی
کے مضامین
کا دوسرا مجموعہ
قیمت ۸۰ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

ایمان کا سفر
محی الدین نواب کی
۱۰ معاشرتی کہانیوں کا مجموعہ
وہ فن پارے
جن کی آپ کو تلاش ہے۔
قیمت ۶۰ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

کچرا گھر
محی الدین نواب کی
کہانیوں کا دوسرا مجموعہ
جسے آپ آنکھوں سے نہیں
دل سے پڑھیں گے
قیمت ۶۰ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

آدھا چہرہ
محی الدین نواب کا پہلا طویل
معاشرتی ناول ان لوگوں کے لیے
ایک تازیانہ جو بلیک میلنگ کے بارے
میں اپنا اصل چہرہ چھپا کر رکھتے ہیں
قیمت ۶۰ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

کالی کہانیاں
جرائم، جادو، شیطان ازم، ارواح،
طنز و مزاح، اسرار و خوف،
سسپنس اور تجسس پر
مبنی ۲۶ کہانیاں
قیمت ۲۰ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

نک ویلوٹ کی چوریاں
مشہور نک ویلوٹ جو بے قیمت
چیزیں گراں قدر معاوضے پر
چراتا ہے۔
قیمت جلد اول ۲۵ جلد دوم ۲۵
ڈاک خرچ فی جلد روپے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کئی تارچیں روشن ہوتی تھیں۔ اُن کی روشنیاں مجھ پر آتی تھیں پھر بجھ جاتی تھیں۔ اس کے بعد گہری تاریکی چھا جاتی تھی۔ حیاتِ انسانی کا یہی خلاصہ ہے۔ پہلے زندگی کا چہرہ روشن ہوتا ہے پھر دائمی تاریکی چھا جاتی ہے۔

کاتبِ تقدیر نے مجھے انسانوں کی بھیڑ سے نکال کر گمنامی کے اندھیرے میں پہنچا دیا ہے۔ اس ویران جنگل میں جہاں صرف خونخوار درندے رہتے ہیں کوئی انسان اِدھر سے نہیں گزرتا مگر انسان پھر انسان ہے' اپنی دنیا کی ایک ایک انچ زمین پر قدم رکھتا جاتا ہے کبھی وہ دانستہ ایسا کرتا ہے کبھی تقدیر اُسے اَن دیکھی زمین کے ٹکڑوں پر لا پھینکتی ہے۔

میری تنہائی ختم ہو چکی تھی۔ پوری فوج کی فوج میرے اطراف کھڑی ہوئی تھی اور وہ تینوں اعلیٰ بی بی رسوتی اور علی تیمور بھی کہیں مجھ سے قریب یا دور ہوں گے گویا میری گمنامی بھی ختم ہونے والی تھی میں پہچانا جانے والا تھا۔ اپنوں کو خوشخبری ملنے والی تھی۔ دشمنوں کے دلوں پر بجلیاں گرنے والی تھیں کہ فرہاد علی تیمور زندہ ہے۔

ویسے ان فوجیوں میں سے کسی نے مجھے نہیں پہچانا تھا جبکہ ایک زمانہ مجھے جانتا تھا اور سُپر ماسٹر کا ہر فوجی افسر مجھے تصویر میں بھی دیکھتا تھا تصور میں بھی گھورتا تھا اور خوابوں میں بھی دیکھ دیکھ کر چونکتا تھا۔ اس کے باوجود کسی نے مجھے نہیں پہچانا۔ اچھا ہے کہ میری پہچان گم ہو جائے تب ہی میں گمنام رہ سکتا ہوں۔

انھوں نے میرے کاٹیج کو اندر سے اچھی طرح دیکھ لیا تھا۔ پھر بھی افسر کہہ رہا تھا "میں نہیں مانتا۔ اُن تینوں کو چھپنے کے لیے اِس کاٹیج سے بہتر جگہ کوئی دوسری نہیں ملے گی۔ وہ جوان شیطان کا بچہ ہے' فرہاد کا بچہ ہوتا تو ہم اسے فرہاد کی طرح ختم کر دیتے۔ وہ ذلیل ہمارے ہاتھ آتے آتے نکل جاتا ہے۔"

ایک جونیئر افسر نے قریب آکر ٹرانسمیٹر بڑھاتے ہوئے کہا۔ "سینٹرل کیمپ سے کال ہے۔"

اُس نے ٹرانسمیٹر کا مائیک ہاتھ میں لے کر کوڈ ورڈز ادا کیے۔ دوسری طرف سے کسی نے کہا "سر! ہم ایسی تباہی کے متعلق کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے ہمارے چھ ہیلی کاپٹر اور دو فوجی کیمپ مکمل طور پر تباہ ہو چکے ہیں۔ سیکڑوں فوجی جوان اور اہم افسران مارے گئے ہیں۔ ہمیں ہیڈ کوارٹر سے مزید فوج' ہتھیار اور ہیلی کاپٹر وغیرہ کا مطالبہ کرنا ہوگا۔"

"یہ کتنے شرم کی بات ہے۔ ہم کس منہ سے مطالبہ کریں؟ ایک جوان چھوکرے اور اعلیٰ بی بی کو گرفتار کرنے کے لیے کیا سُپر پاور کی پوری فوج چاہیے۔ مجھے چار گھنٹے پہلے خوشخبری سنائی گئی تھی کہ علی تیمور کو اس کی ماں کے ساتھ گھیر لیا گیا ہے۔ محاصرہ سخت تھا اس کے بچ نکلنے کی کوئی صورت نہیں تھی۔ پھر وہ کیسے نکل گیا؟"

"سر! یہ ایک ملٹی رپورٹ ہے۔ اس قدر تباہیوں کے پیشِ نظر یہی کہا جا سکتا ہے کہ علی تیمور کو گوریلا جنگ لڑنے کی حیرت انگیز تربیت سکھائی گئی ہیں۔"

"اُس نے آخری جنگ کہاں لڑی اور وہ کس سمت جا سکتا ہے؟"

"پندرہ منٹ پہلے کیمپ نمبر چھ کے قریب ہمارا ایک ہیلی کاپٹر تباہ ہوا ہے۔ وہ ہیلی کاپٹر علی تیمور کا تعاقب کر رہا تھا۔ ایک اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ اپنی ماں کو لے کر شمال مغرب کی سمت گیا ہے۔"

"شمال مغرب کے پندرہ مورچوں میں طیارہ شکن میزائل ہیں۔ اگر وہ سرحد پار کرنے کی حماقت میں اپنی ماں کے ساتھ مارا جائے گا اور اگر وہ ہیلی کاپٹر اتارے گا تو ان علاقوں میں چھوٹے چھوٹے فوجی دستے ہیں۔ سرحد کے اہم راستے پر بھی موجود ہوں۔ علی تیمور کو کل کا سورج دیکھنا نصیب نہیں دوں گا۔"

میں نے کہا "خدایا! انسان کتنے بڑے بڑے دعوے کرتا ہے اور بھول جاتا ہے کہ ہر بڑا دعویٰ خدائی دعویٰ ہوتا ہے۔"

افسر نے ٹرانسمیٹر پر کچھ اور باتیں کیں۔ پھر مائیک آف کر کے جونیئر کو دیتے ہوئے مجھ سے پوچھا "تم کچھ کہہ رہے تھے؟"

"میں کہہ رہا تھا کل کا سورج بہت دور ہے۔ مرنے والا اپنے عمل سے اور خدا کی رضا سے دیکھتے ہیں۔ تو بہ کرو اور اگر خدا کو منظور ہوا تو مجرم کو اس کے انجام تک پہنچاؤ گے۔"

"بات ایک ہی ہے مسٹر!"

"ایک نہیں ہے۔ اس طرح کہنے سے خدا کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔ اگر وہ مجرم ہوگا تو ضرور اپنی سزا کو پہنچے گا۔"

"مسٹر راہب! تم دنیاوی باتوں کو نہیں سمجھو گے۔ وہ مجرم نہیں دشمن ہے۔"

"تم نے ابھی ٹرانسمیٹر پر کہا تھا کہ وہ اپنی ماں کے ساتھ ہوگا۔ کیا ماں کو ساتھ رکھ کر کوئی کسی سے دشمنی کر سکتا ہے؟ ماں تو دنیا ہے' دنیا چھیننے کی دشمنی نہیں کرتی۔"

افسر کچھ کہنا چاہتا تھا۔ پھر چونک کر آسمان کی طرف دیکھنے لگا۔ یہ اضطراری حرکت تھی' وہ تاریکی میں ذرا فاصلے پر کھڑے ہوئے فوجیوں کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔ سب ہی کے کان کھڑے ہو گئے تھے۔ بہت دور سے ہیلی کاپٹر کی آواز آ رہی تھی۔

جونیئر افسر فوراً ٹرانسمیٹر آپریٹ کرتے ہوئے شمال مشرق کے مختلف فوجی دستوں سے رابطہ قائم کرنے لگا۔ سب کو پرواز کرنے والے ہیلی کاپٹر کی اطلاع دیتے ہوئے کہنے لگا "جب تک پائلٹ معلوم نہ کرے اُسے آگے نہ جانے دینا۔ پہلے اُسے اُترنے پر مجبور کرنا۔ پرواز جاری رہے تو اسے مار گرانا۔"

دوسرا افسر دوڑتا ہوا سینئر افسر کے پاس آیا پھر بولا۔ "ہیلی کاپٹر کے پائلٹ سے رابطہ ہو رہا ہے لیکن اُس کے وائرلیس میں فنی خرابی ہے آواز آرہی ہے الفاظ سمجھ میں نہیں آرہے ہیں۔"

"کوئی تو لفظ پلے پڑ رہا ہوگا؟"

"نو سر! ایک ایک لفظ شکستہ ہے کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔"

"یہ اس کی چال ہے۔ وہ بلا کا مکار ہے۔ ہمیں دھوکا دے کر سرحد پار جانا چاہتا ہے۔ تمام محاذوں پر میرا حکم پہنچاؤ۔ اسے آگے نہ جانے دیا جائے۔"

پھر اُس نے دوسرے افسر سے کہا "اگر ٹریسر بلٹ چلا کر اُس ہیلی کاپٹر کا نشانہ لیا جائے گا تو اُس روشنی میں ہم بھی نظر آئیں گے۔ تمام جوان اس طرح چھپ جائیں کہ کسی کے وجود کا پتا نہ چلے اور تم مسٹر راہب! کاٹیج میں جاؤ اور فوراً کیروسین لیمپ بجھاؤ۔"

فوج کا ہر جوان تاریکی میں اِدھر اُدھر چھپنے کی جگہ تلاش کرنے لگا۔ میں نے کاٹیج میں آکر لیمپ کو بجھا دیا۔ ویسے بھی میں رات کو خاص ضرورت کے وقت لیمپ روشن کرتا ہوں پھر بجھا دیتا ہوں۔ اس ویرانے میں میری آنکھیں تاریکی کی عادی ہیں۔ باقی حواس بھی خاصے تیز ہیں۔ میں کاٹیج کے اندر رہ کر فوجیوں کی نقل و حرکت کو سمجھ رہا تھا۔ تاریکی میں بتا سکتا تھا دروازے کے سامنے مشین گن رکھی جا رہی ہے چونکہ وہ بہت وزنی ہے اور اس کے کچھ حصے الگ ہیں اس لیے کئی جوان اسے جوڑ کر مکمل کر رہے ہیں۔ اسی طرح دائیں بائیں اور کاٹیج کے پیچھے بھی لوگوں اور ہتھیاروں کی آوازیں مجھے بتا رہی تھیں کہ کون کیا کر رہا ہے اور کہاں جا رہا ہے؟

اتنی آوازوں میں سب سے اہم آواز ہیلی کاپٹر کی تھی جو گم ہو گئی تھی۔ اس کے پانچ منٹ بعد ایک افسر نے کہا "خاموش رہو۔ ہیلی کاپٹر کی آواز سننے دو۔ اسے اب تک قریب آجانا چاہیے تھا۔"

سب کان لگا کر سننے لگے۔ ٹرانسمیٹر کے ذریعے دوسرے محاذ والوں سے پوچھا جا رہا تھا۔ کسی محاذ سے کہا گیا "آواز آہستہ آہستہ دور ہو گئی ہے۔ شاید علی تیمور نے سمت بدل دی ہے۔" کسی محاذ سے بتایا گیا "آواز اچانک گم ہو گئی ہے۔" اکثر محاذوں سے کہا گیا "ہیلی کاپٹر کو تاریکی سے فائدہ اٹھا کر کہیں اتار لیا گیا ہے۔"

یہی آخری بات درست لگ رہی تھی۔ ورنہ وہ ہیلی کاپٹر سرحد پار کرنے کے لیے کسی محاذ کے قریب سے ضرور گزرتا۔ اب سوال پیدا ہوتا تھا کہ اسے کہاں اتارا گیا ہے؟ اُسے تلاش کرنے کے لیے اچھی خاصی جنگی کارروائی لازمی تھی اب سے پہلے جتنے فوجی دستے اسے تلاش کرنے اور گرفتار کرنے گئے ان سب کے بھیانک انجام کو اتنی جلدی بھلایا نہیں جا سکتا تھا۔

میں نے دروازے پر آکر کہا "آثار بتا رہے ہیں ساری رات ہلچل رہے گی۔ کیا میں اپنے کمرے میں جا کر سو سکتا ہوں؟"

افسر فوجی انداز میں چلتا ہوا قریب آیا۔ پھر بولا "تم ابھی سو نہیں سکتے' میری نظروں میں مشکوک ہو۔"

اس نے اندر آکر ٹارچ روشن کی۔ پھر کہا "نان سینس! تمہارے کمرے میں بیٹھنے کے لیے ایک کرسی بھی نہیں ہے۔"

میں نے پوچھا "کیا کرسی کی عدم موجودگی مجھے مشکوک بنا رہی ہے؟"

"نان سینس! میں نے یہ تو نہیں کہا۔ میرے سوال کا جواب دو' تم کون ہو؟ اس ویرانے میں تنہا کیا کرتے ہو؟"

"میں خدا کا بندہ ہوں۔ کبھی عبادت کرتا ہوں کبھی مراقبے میں رہ کر اپنا محاسبہ کرتا ہوں۔"

"تم نے سرحد کے پاس کیوں رہائش اختیار کی ہے؟"

میں نے کہا "تمہارے پاس نقشہ ضرور ہوگا۔ اُسے کھول کر دیکھو' میرا کاٹیج تمہاری سرحد لائن کے پار ہے۔"

"زیادہ چالاک نہ بنو۔ سرحدی لائن کبھی مستقل نہیں ہوتی۔ بارڈر فورس کی کارکردگی کبھی اس لائن کو دشمن کے علاقے میں اندر پہنچا دیتی ہے۔ تم غیر ملکی جاسوس ہو۔"

اس نے چند فوجی جوانوں کو طلب کیا پھر حکم دیا "اس کاٹیج کے ایک ایک گوشے کی تلاشی لو۔ ہتھیار' ٹرانسمیٹر یا کوئی قابلِ اعتراض چیز برآمد ہو سکتی ہے۔ خفیہ دروازے اور تہ خانے کے بھی امکانات ہیں۔ جاؤ اچھی طرح تلاشی لو۔"

وہ سب چلے گئے۔ اس نے پوچھا "تم کھاتے کہاں سے ہو؟"

"اللہ تعالیٰ جنگل میں بھی رزق پہنچاتا ہے۔ یہاں تازہ پھل اور حلال جانور کثرت سے ہیں۔"

"تم یہاں خفیہ سرگرمیوں میں مصروف رہتے ہو۔ تمہارا کسی سے مستقل رابطہ رہتا ہے۔ مجھ سے نہ چھپاؤ۔"

"اِس میں چھپانے کی کیا بات ہے۔ اللہ تعالیٰ سے عبادت کے ذریعے رابطہ رہتا ہے۔"

"یُو شٹ اَپ! ابھی تمہاری اصلیت معلوم ہو جائے گی۔"

تھوڑی دیر بعد جوانوں نے آکر کہا "سر! اس کے پاس سونے کے لیے ایک چارپائی' پہننے کے چند کپڑے' کھانے کے دو چار برتن۔ ایک آئینہ' ایک لیمپ اور جوتوں کے دو جوڑے ہیں۔ ہتھیار میں صرف ایک چاقو ہے۔ باقی پورا کاٹیج خالی ہے۔ فرش کچا ہے۔ تہ خانے کا امکان نہیں ہے۔ اتنے بڑے کاٹیج میں صرف ایک دروازہ ہے جسے ہم استعمال کر رہے ہیں۔"

افسر نے کہا "میں ایسے غیر ملکی جاسوسوں کے ہتھکنڈے خوب سمجھتا ہوں۔ اس کاٹیج کی چھت پر جاؤ۔ آس پاس کے گھنے درختوں اور جھاڑیوں میں تلاش کرو۔ ایسی جگہوں پر ٹرانسمیٹر اور ہتھیار چھپا کر رکھے جاتے ہیں۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

وہ تمام جوان حکم کی تعمیل کے لیے باہر چلے گئے۔ میں دوسرے کمرے کی طرف جانے لگا۔ وہ ٹارچ روشن کرکے بولا ”رک جاؤ۔“

میں نے کہا ”سوری! میں وقت پر سونے کا عادی ہوں۔ تمھیں رپورٹ مل چکی ہے۔ یہاں کوئی قابلِ اعتراض چیز نہیں ہے اور نہ ہی خفیہ دروازہ ہے۔ میں باہر نہیں جاسکوں گا۔ مجھے قیدی سمجھو۔ میں اپنی خوشی سے تمھاری قید میں ہوں۔“

یہ کہتے ہی میں نے سوچا اس کے دماغ میں جاؤں اور اپنے اوپر سے پابندیاں اُٹھانے پر اُسے مجبور کردوں لیکن میں ایسا نہ کرسکا۔ حالانکہ خیال خوانی میری گھٹی میں پڑی ہوئی تھی۔ جناب شیخ صاحب مجھے ایسی ہی گھٹی میں پڑی ہوئی عادتوں سے بچانا چاہتے تھے۔ انھوں نے پابند کیا تھا کہ میں دنیاوی معاملات سے حتی الامکان دور رہوں گا۔ جب حالات ناگزیر ہوں تب کسی معاملے سے نمٹ کر الگ ہو جاؤں گا۔

اس کے لیے لازمی تھا کہ نہ میں کسی کو اپنا سمجھوں نہ پرایا۔ کسی کے لیے زیادہ محبت اور درد محسوس کروں گا تو جذبات میں بہہ کر ان کے کام آتا رہوں گا۔ یوں دنیاوی معاملات پھر مجھے اُلجھالیں گے۔

ایک پابندی یہ تھی کہ میں خواہ مخواہ دوسروں کے خیالات نہ پڑھوں۔ اپنے کسی مقصد کے لیے بھی کسی کے دماغ میں نہ جاؤں۔ جب حالات بہت مجبور کریں اور خیال خوانی نہایت ضروری ہو جائے تو میں خود کو ظاہر کیے بغیر ایسا کرسکتا ہوں۔ یعنی میں ان تمام طریقوں پر عمل کرتا رہوں جن سے میری پہلی شخصیت بالکل بجھ کر رہ جائے۔

میرے اس عمل سے جناب شیخ صاحب میرے قلب کی صفائی چاہتے ہیں۔ للہٰذا کچھ عرصہ یہی سہی۔ میں ان کی نصیحتوں پر عمل کرتے ہوئے محسوس کر رہا ہوں کہ قلب کی صفائی سے شخصیت میں نکھار آتا ہے صلاحیتیں بھی تیز تر ہوتی ہیں اور ہماری گناہوں اور جرائم سے بھری ہوئی دنیا میں نیکی اور شرافت کی تھوڑی سی پہچان ہو جاتی ہے۔

میں فوجی افسر سے نیکی اور شرافت کے ساتھ پیش آرہا تھا۔ ابھی یہ تماشا بھی دیکھ لیتے ہیں کہ میری یہ تبدیلی دوستوں اور دشمنوں میں کوئی خوشگوار تبدیلی لاسکتی ہے یا نہیں؟

میں جناب شیخ صاحب کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے افسر کے دماغ میں نہیں گیا۔ جب نہایت ضروری سمجھوں گا تو جاؤں گا۔ ابھی دیکھنا ہے وہ کیا کرتے ہیں اور میں کس حد تک انھیں برداشت کرسکتا ہوں۔ میں دوسرے کمرے میں آکر بستر پر بیٹھ گیا۔

باہر افسر کی آواز آرہی تھی۔ وہ اپنے ماتحت افسر سے کہہ رہا تھا ”یہاں دروازے پر دو جوانوں کی ڈیوٹی لگاؤ۔ راہب پر کڑی نظر رکھو۔ اُسے کاٹیج سے باہر نہ نکلنے دو۔“

اسے اطمینان ہو گیا تھا کہ یہاں چور دروازہ نہیں ہے۔ میں چھپ کر نہیں جاسکوں گا اور نہ ہی کسی سے رابطہ قائم کرسکوں گا۔ میں نے بستر پر پلتھی مار کر آنکھیں بند کیں اور رابطہ قائم کرلیا۔

میں جناب شیخ صاحب کے سامنے پلتھی مار کر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ میرے سامنے اسی انداز میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ہماری زبان چپ تھی۔ لب ساکت تھے۔ آنکھیں ایک دوسرے کو دیکھ رہی تھیں۔ دماغ آپس میں بول رہے تھے۔

میں نے کہا ”میرا علی بڑے مصائب سے گزر رہا ہے۔ پتا نہیں کتنی صعوبتیں اُٹھانے کے بعد سرحد کے قریب پہنچ رہا ہے۔ اگر میں تھوڑی سی مدد کردوں تو وہ اپنی ماں کے ساتھ آپ کی خدمت میں پہنچ جائے گا۔“

انھوں نے پوچھا ”کیا وہ مدد کے لیے کسی کو پکار رہا ہے؟“

”خدا کو پکارتا ہوگا۔“

”کیا خدا اُس کی سن رہا ہے؟“

”جی ہاں۔ وہ اب تک کامیاب و کامران رہا ہے۔“

”تو پھر تمھاری کیا ضرورت ہے؟“

”حضور! بچہ پکارے یا نہ پکارے، ماں باپ اپنے جذبوں کی چیخ و پکار میں اُس کی دستگیری کو دوڑتے ہیں۔“

”اگر تم بے دست و پا ہوتے۔ اپنی جگہ سے ہل نہ سکتے تب کیا کرتے؟“

”دعا کرتا۔“

”یعنی تب خدا یاد آتا۔ تب خدا پر بھروسا ہوتا۔ بھروسا اب نہیں ہے۔“

”بھروسا پہلے بھی ہوتا ہے بعد میں بھی ہوتا ہے پہلے ہم خدا کو اس لیے زیادہ یاد نہیں کرتے کہ اپنی جدوجہد میں مصروف رہتے ہیں۔ پہلے ہم دعا کم اور دوا زیادہ کرتے ہیں۔ کیونکہ خدا اُس کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرتا ہے۔“

”بے شک، علی اپنی مدد آپ کر رہا ہے۔ خدا اس کے ساتھ ہے۔ یہ بتاؤ، تم کیا چیز ہو؟“

”میں اُس کا باپ ہوں، اُس کے لیے تڑپتا ہوں۔ راستے کے کانٹے ہٹانا چاہتا ہوں۔“

”افسوس تم اپنی موت کو بھول گئے۔ کتنی دھوم سے تمھارا جنازہ اٹھا تھا۔ ایک دنیا نے دیکھا تھا۔ تم نے بھی اپنی موت کا یقین کرتے ہوئے ایک نئی زندگی کا عہد کیا تھا۔ ایسی زندگی جو صرف خدا کے لیے ہو۔ ہاں اس کی عبادت سے وقت ملے تو پھر بندوں کے لیے ہو۔“

”میں عبادت سے فارغ ہو چکا ہوں، ایک بندے کے کام آنا چاہتا ہوں۔“

”تم روز عبادت سے فارغ ہوتے ہو۔ تمھیں پتا ہے اس وقت دنیا میں جگہ جگہ جنگ جاری ہے۔ لوگ مرتے ہیں، زخمی ہوتے ہیں۔ کسی کے زخم پر مرہم رکھنے کیوں نہیں گئے؟ یہ خود غرضی ہے کہ صرف بیٹا تڑپا رہا ہے اور کسی بندے کا درد نہیں پکار رہا ہے۔“

”جناب! کسی زخمی کی آواز کانوں میں آئے یا اُس کا پتا چلے تو میں اس کی مدد کے لیے ضرور جاؤں گا خواہ وہ دشمن ہی کیوں نہ ہو۔ ابھی میرے بیٹے کی آمد کی اطلاع ملی ہے۔ اس لیے اُدھر جانا چاہتا ہوں۔“

”آمد کی اطلاع ملی ہے مگر وہ آیا نہیں ہے۔ اطلاع غلط ہو سکتی ہے۔“

”میں خیال خوانی کی ایک جست میں بیٹے کے پاس پہنچ سکتا ہوں۔“

”مختلف کیمپوں سے کئی افسران نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے گفتگو کی تھی۔ تم نے ان کی آوازیں یہاں کے افسر کے ذریعے سنی تھیں۔ تم ان کیمپوں کے افسران کے پاس جاکر ان کے زخمی فوجیوں تک پہنچ سکتے تھے۔ ان کے دماغوں میں رہ کر زخموں کی ٹیسوں کا احساس کم کرسکتے تھے۔ تم نے ایسا کیوں نہیں کیا؟“

”آپ سچائی منوالیتے ہیں۔ میں مانتا ہوں یہ انسانی خود غرضی ہے۔ میں نے انسانوں کی دنیا سے دور رہ کر ایک عرصے بعد تڑپ محسوس کی تو پہلے اولاد کے لیے۔ آہ! میں کیا کروں۔ آخر انسان ہوں۔ ساری زندگی گوشہ نشین رہ کر عبادت کرتا رہوں گا اور تمام انسانوں کو برابر سمجھتا رہوں گا تب بھی ایک لمحے کے لیے گوشۂ تنہائی سے نکلوں گا تو پہلے اولاد کی محبت پکارے گی۔“

”تو پھر جاؤ، تم آزاد ہو۔“

میں نے حیران ہو کر پوچھا ”آپ نے مجھ پر پابندیاں عائد کی تھیں۔“

”وہ قدرتی پابندیاں ہیں، تم پر آیندہ حاوی رہیں گی۔ آزاد ہو کر دیکھ لو، تمھارے ساتھ کیا تماشا ہونے والا ہے۔ اب جاؤ۔“

میں نے آنکھ کھولی۔ کمرے میں خاموشی تھی۔ میں اپنے بستر پر پلتھی مارے بیٹھا تھا۔ میرے دل میں مسرتیں بھری ہوئی تھیں۔ مجھے اپنے خون کے اور محبت کے رشتوں سے رابطہ قائم کرنے کی اجازت مل گئی تھی۔ میں ان کے کام آسکتا تھا۔ میں پھر سے آزاد ہو گیا تھا۔

پتا نہیں جناب شیخ صاحب نے یہ کیوں کہا تھا کہ پابندیاں انھوں نے نہیں لگائی تھیں، وہ قدرتی ہیں اور میں آزادی کے بعد بھی پابندیوں میں رہوں گا اور میں یہ ضرور دیکھنا چاہوں گا کہ مجھ جیسے منہ زور طوفان کو کس طرح کی پابندیاں روک سکیں گی۔ میں خود کو منہ زور طوفان کہہ کر اپنے منہ میاں مٹھو بن رہا ہوں۔ آیندہ ایسے بڑے بول نہیں بولوں گا مگر آج میں اپنے آپ میں نہیں ہوں۔ مسرتوں کی انتہا برداشت نہیں کر پا رہا ہوں۔ مجھے ایک نئی زندگی ملی ہے۔ ایک عرصے کے بعد میں گمنامی کی قبر سے نکل رہا ہوں۔ آرہا ہوں میرے بیٹے! میں آرہا ہوں۔

کاٹیج کے باہر کبھی کبھی قدموں کی آوازیں سنائی دیتی تھیں کبھی کوئی افسر کسی فوجی جوان سے کچھ کہتا تھا پھر خاموشی چھا جاتی تھی۔ وہ لوگ کاٹیج کے آس پاس درختوں اور جھاڑیوں میں تلاشی لے چکے تھے۔ انھیں میرے خلاف کوئی ثبوت نہیں مل رہا تھا اور نہ ہی آیندہ مل سکتا تھا۔ میں نے آنکھیں بند کیں، اپنے بیٹے علی تیمور کا تصور کیا۔ اس کے لب و لہجے کو یاد کیا لیکن پرواز کرتے کرتے رہ گیا۔ قدموں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ میں نے ناگواری سے دروازے کی طرف دیکھا۔ وہ فوجی افسر مداخلت کے لیے آگیا تھا۔ کیا اسی کو پابندی کہتے ہیں؟

میں اپنے لوگوں سے ملتے ملتے رہ گیا۔ افسر کی بے وقت آمد نے سوچنے پر مجبور کیا۔ یہ لوگ نہ تو مجھے سکون سے سونے دیں گے، نہ ہی اطمینان سے خیال خوانی کا موقع دیں گے۔ میں نے کہا ”افسر! کسی کے کمرے میں اجازت حاصل کیے بغیر نہیں آنا چاہیے۔ ابھی میں عبادت کر رہا ہوں پھر سو جاؤں گا، دونوں صورتوں میں تمھاری مداخلت گراں گزرے گی۔“

وہ بولا ”میرا خیال ہے تم عبادت نہیں کچھ اور کر رہے تھے۔ اپنی جگہ سے اٹھو۔ تم نے کوئی ٹرانسمیٹر چھپایا ہے۔“

میں نے اسی لمحے میں اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس کے دماغ میں سوچ پیدا کی ”ارے یہ کیا؟ کمرے میں ہر چیز اپنی جگہ موجود ہے۔ وہ راہب بستر پر سے غائب ہے۔ ابھی تو یہیں بیٹھا ہوا تھا۔“

دماغ آنکھوں کو دیکھنے کی اجازت دے تو نظر آتا ہے ورنہ سامنے رکھی ہوئی چیز دکھائی نہیں دیتی۔ یہ نظر کی خرابی نہیں، غائب دماغی ہوتی ہے اور اُس کا دماغ ٹیلی پیتھی کی بھول بھلیوں میں غائب ہو چکا تھا۔

پھر میں نے دماغ کو آزاد چھوڑا۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتے ہوئے بولا ”تم ابھی نظر نہیں آرہے تھے۔ غائب ہو گئے تھے۔ تم جادو جانتے ہو۔“

میں نے کہا ”ہم روحانیت کی دنیا میں رہتے ہیں۔ ہمیں جادوگر سمجھو گے تو تم پر عذاب نازل ہوگا۔ میں نے مجبور ہو کر یہ تھوڑا سا روحانی کمال دکھایا ہے۔ میں گوشہ نشین ہوں۔ مجھے تنہا رہنے دو۔ بار بار آکر پریشان کرو گے تو تباہی کو اپنا مقدر بنا لو گے۔“

”ہمارے ملک کے سائنسداں چاند پر پہنچ گئے ہیں، ستاروں پر کمند ڈال رہے ہیں اور تم مجھے روحانیت سے ڈرا رہے ہو۔ کیا نادان بچہ سمجھتے ہو؟ تم غیر ملکی جاسوس ہو۔ میں تمھاری دھونس میں نہیں آؤں گا۔ تمھیں یہاں سے قیدی بنا کر لے جاؤں گا۔“

اگر میں جناب شیخ صاحب کی ہدایات پر عمل کرتا تو پتا نہیں وہ کس طرح مجھے ان فوجیوں سے نجات دلاتے؟ میں نے اپنے طریقۂ کار پر عمل کیا۔ افسر کے دماغ پر قبضہ جماتے ہوئے بستر پر سے اٹھ گیا۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

وہ میرے ساتھ کمرے سے باہر آیا۔ دوسرے کمرے سے گزرتا ہوا دروازے پر پہنچا۔ باہر چاند نکل آیا تھا مگر اوس کی دُھند میں کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ قریب کھڑے ہوئے جوانوں نے اٹینشن ہو کر سیلوٹ کیا۔ افسر نے میری مرضی کے مطابق ماتحت افسر کو بلا کر آہستگی سے کہا "ہم خواہ مخواہ راہب پر شبہ کر رہے تھے۔ یہ راہب نہیں مسٹر ڈینی پال ہیں۔ ہماری خفیہ فورس کے فرنٹ لائن کے جاسوس ہیں۔ اسی لیے سرحدی لائن پر راہب بنے ہوئے ہیں۔ بہت مجبور ہو کر انھوں نے مجھ سے کوڈ ورڈز کا تبادلہ کیا ہے۔"

یہ سنتے ہی ماتحت افسر نے میرے سامنے اٹینشن ہو کر سیلوٹ کیا۔ افسر نے پوچھا "کیا اس ہیلی کاپٹر کی خبر ملی؟"

"نہیں، ہر محاذ سے یہی رپورٹ مل رہی ہے کہ مختلف ٹولیاں پارٹیاں اس کی تلاش میں لگی ہیں۔"

افسر نے کہا "میں مسٹر ڈینی پال اور بیس جوانوں کے ساتھ ذرا دور جا کر دیکھوں گا۔ ہو سکتا ہے ہیلی کاپٹر یہاں قریب کہیں اُترا ہو۔ میری واپسی تک تم یہاں کے انچارج رہو گے۔"

بیس جوانوں کو تمام اسلحہ اور ضروری سامان سمیٹ کر چلنے میں دس منٹ لگے۔ ہم اُس کاٹیج سے اور باقی فوجیوں سے دور ہوتے چلے گئے۔ جناب شیخ صاحب نے درست فرمایا تھا کہ میں آزاد رہوں گا مگر پابندیوں میں رہوں گا۔ موجودہ پابندی مجھے میرے بیٹے تک پہنچنے نہیں دے رہی تھی۔ جب سے میں نے علی تیمور کے پاس جانے کا ارادہ کیا تھا، تب سے وہ افسر راستے کا پتھر بن گیا تھا۔ میں اس کے دماغ کو ایک پل کے لیے بھی نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ ذرا بھی گرفت ڈھیلی ہوتی تو وہ شور مچاتا کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ کیا جا رہا ہے۔ پھر وہ بیس جوان میرے لیے موت بن جاتے۔

میں افسر کے دماغ میں رہ کر فوجی جوانوں پر بھی توجہ دیتا جا رہا تھا۔ وہ ٹارچ روشن کر کے آگے بڑھتے ہوئے کبھی کبھی آپس میں باتیں کرتے تھے، میں ان کی آوازیں سنتا جاتا تھا۔ بہت دور نکل آنے کے بعد اچانک افسر نے ریوالور نکال لیا پھر میری گردن پکڑ کر فوجی جوانوں کو نشانے پر رکھتے ہوئے کہا "خبردار! کوئی اپنی جگہ سے حرکت نہ کرے ورنہ میں تمہارے اس طری جاسوس ڈینی پال کو گولی مار دوں گا۔ اس کمبخت جاسوس کو معلوم ہو چکا ہے کہ میں بہروپیا ہوں اور یہودی تنظیم کے لیے کام کر رہا ہوں۔"

سب حیران پریشان ہو کر اپنے افسر کو دیکھ رہے تھے۔ میں نے کہا "تم بے شک بہروپیے ہو۔ میں تمھیں دھوکے میں رکھ کر ہیڈ کوارٹر لے جانا چاہتا تھا مگر تم یہاں اپنی موت کو دعوت دے رہے ہو۔ میرے بہت سے جوان اوس کی دھند میں نظر نہیں آ رہے ہیں۔ اُن میں سے کوئی بھی تمھیں گولی مار سکتا ہے۔ تم حماقت کر رہے ہو۔"

میری بات ختم ہوتے ہی افسر نے جوانوں پر فائرنگ شروع کر دی۔ سامنے کھڑے ہوئے چار جوان یکے بعد دیگرے گولیاں کھا کر گرتے پھر چیخنے لگے۔ ایک نے اپنی رائفل کی گولی سے افسر کی کھوپڑی اُڑا دی۔ میری گردن پکڑنے والے کی گردن موت کے شکنجے میں چلی گئی۔ اوس کی دُھند میں اُسے مرتے ہوئے شاید کسی نے نہیں دیکھا۔ میں نے اسی جوان کے ذریعے اس کے ساتھیوں پر گولیاں چلائیں۔ کسی نے کہا "ارے یہ پاگل ہو گیا ہے۔ اس سے رائفل چھین لو۔"

وہ بولنے والا بھی چیخ مار کر گر پڑا۔ جنگل کے سناٹے میں بڑی دیر تک فائرنگ کی آوازیں گونجتی رہیں۔ ایک فائرنگ کرنے والا کسی کی گولی سے مرتا تھا تو میں دوسرے کے دماغ میں پہنچ کر آپس کی اس جنگ کو جاری رکھتا تھا۔

پھر ایک آخری فوجی رہ گیا۔ وہ میری مرضی کے مطابق دوڑ دوڑ کر اِدھر اُدھر جانے لگا۔ لاشوں کو گننے لگا۔ افسر کے علاوہ اُنیس لاشیں تھیں۔ بیسواں وہ گننے والا تھا۔ حیران حیران سہما سہما سا کھڑا ہوا تھا۔

میں نے پوچھا "کیا تم زندہ رہو گے؟"

اُس نے فوراً ہی مجھے گن پوائنٹ پر رکھتے ہوئے کہا "میں سمجھ گیا یہ ٹیلی پیتھی کی شیطانی چال تھی۔ تم کون ہو؟ خبردار! جیسے ہی دماغ میں آؤ گے، میں گولی چلا دوں گا۔"

"نادان بچے! میں تمھارے دماغ میں ہوں۔ نہ تم مجھے مار سکو گے نہ میں تمھیں ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہلاک کر سکوں گا۔"

اُس نے ٹرائیگر پر انگلی دبانے کی بار بار کوشش کی مگر ناکام رہا پھر اس کے ہاتھ سے رائفل گر پڑی۔ اس نے سہم کر پوچھا "تم مجھے ہلاک کیوں نہیں کرنا چاہتے؟"

"میں نے تمھارے اندر رہنے کے دوران تھوڑے سے خیالات پڑھے۔ تمھاری سوچ نے بتایا، اتنی بڑی دنیا میں تمھاری صرف ایک ماں زندہ ہے اور تمھیں دیکھ دیکھ کر جیتی ہے ۔۔۔ اس جنگل میں آنے سے پہلے تم نے اسے ایک خط لکھا تھا۔ وہ خط اسے ملا ہو گا تو وہ اُسے بار بار چوم رہی ہو گی۔ میں نہیں چاہتا خط کے بعد ماں کو بیٹے کی لاش ملے۔"

وہ گم صُم کھڑا ہوا تھا۔ میں نے کہا "میرا بیٹا اپنی ماں کے ساتھ خطرات سے کھیلتا آ رہا ہے۔ میں اِن ماں بیٹے کے صدقے تم ماں بیٹے کو ملانا چاہتا ہوں۔ جاؤ، دیر نہ کرو۔ بھاگ جاؤ یہاں سے۔"

وہ پلٹ کر بھاگتا چلا گیا۔ میں تھوڑی دیر تک اس کے دماغ میں رہا جب یقین ہو گیا کہ وہ پلٹ کر نہیں آئے گا تو میں نے ایک لاش کا ریوالور اور کارتوس لیے۔ ایک منی مشین گن اور اس کے کارتوس کی پیٹیاں لیں۔ پھر وہاں سے جانے لگا۔

آگے جا کر کسی محفوظ جگہ بیٹھ کر خیال خوانی کا ارادہ تھا۔ ابھی میں نہیں جانتا تھا، رسونتی کے ساتھ کیسا ظلم ہوا ہے اور اس کا برین واش

کیا گیا ہے۔ میں سب سے پہلے اس کے پاس جا کر اپنی زندگی کا مژدہ سنانا چاہتا تھا۔ اپنے ضدی بیٹے کو خوب سمجھتا ہوں، وہ مجھے دماغ میں نہیں آنے دے گا لیکن جب میری حیاتِ نو کا یقین ہو گا تو باپ کے لیے دل اور دماغ کے دروازے کھول دے گا۔ اعلیٰ بی بی کی بھی مسرتوں کا کوئی ٹھکانا نہ ہو گا۔ وہ میری بیوی اور بیٹے کے لیے خطرات سے کھیل رہی تھی۔ میں تہِ دل سے اس کا شکریہ ادا کروں گا۔

دور دور تک کوئی پہاڑی نہیں تھی۔ کسی پتھر کی آڑ میں یا چٹان کے سائے میں بیٹھنے کی جگہ نہیں تھی۔ میں نے ایک گھنے درخت کے پاس رک کر ٹارچ کی روشنی میں اُسے گھوم گھوم کر چاروں طرف سے دیکھا پھر اس پر چڑھنے لگا۔ اوپر اور اوپر چڑھتے رہنے سے پتا چلا وہ کتنا گھنا ہے۔ ہر شاخ پتوں سے بھری تھی۔ میں نے نیچے ٹارچ کی روشنی کی تو وہ پتوں سے چھن کر زمین تک نہیں پہنچ سکی، اس سے اندازہ ہوا کہ کوئی نیچے سے بھی مجھے نہیں دیکھ سکے گا۔ میں آرام سے ایک موٹی شاخ پر بیٹھ گیا۔

میں نے آنکھیں بند کیں اس بار رسونتی کو تصور میں دیکھا اس کی آواز اور لب و لہجے کو یاد کیا پھر سوچ کے پرندے نے پرواز کی۔ اچانک ٹھائیں سے گولی چلی۔ پرندہ پھڑپھڑاتا ہوا بے دم ہو گیا۔ میں نے آنکھ کھول دی۔ گولی کہاں سے چلی تھی، کہاں گئی تھی، کچھ پتا نہ چلا۔ ویسے میں دائیں بائیں آگے پیچھے بہت ہی دھیمے دھیمے قدموں کی آوازیں سن رہا تھا۔ یعنی بات ایک گولی چلنے تک نہیں تھی، ابھی بات بڑھنے کے امکانات تھے اور میری شامت آئی تھی کہ میں درخت پر چڑھ کر بیٹھ گیا تھا۔ بیچ میں پھنس گیا تھا۔ چاروں طرف سے چلنے والی گولیاں میری طرف آنے والی تھیں، میرے آس پاس سے گزرنے والی تھیں یا مجھے اپنے ساتھ لے جانے والی تھیں۔

اِن حالات میں کیا خاک خیال خوانی کرتا؟ ایک ذرا سی غفلت میری موت کا بہانہ بن جاتی۔ میں جس شاخ پر بیٹھا تھا وہاں سے اُٹھ کر محتاط انداز میں آواز پیدا کیے بغیر اور اوپر جانے لگا۔ مجھے یقین تھا، وہ شریانوے ڈگری پر ہوائی فائر نہیں کریں گے اور میں محفوظ رہوں گا۔

آہ! اِسے مقدر کا کھیل کہتے ہیں۔ اپنے بیٹے اور بیوی کے پاس آسانی سے پہنچنے والا نہیں پہنچ رہا تھا۔ قدرتی پابندیاں حالات کے ذریعے خیال خوانی کے پیروں میں زنجیریں ڈال رہی تھیں۔ تڑاتڑ کی مسلسل آوازوں کے ساتھ گولیاں چلنے لگیں۔ اندھیرے میں یوں بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ گھنے درخت کے باعث فائرنگ سے جلنے بجھنے والے شعلے بھی بڑی مشکل سے دکھائی دیتے تھے۔ ایک اندازہ ہو گیا کہ دو پارٹیوں کے درمیان فائرنگ کا تبادلہ ہو رہا ہے۔

میں انتظار کے سوا اور کیا کر سکتا تھا۔ اگر کوئی بولتا تو اپنے دماغ کے دروازے کھولتا مگر کوئی بول نہیں رہا تھا۔ وہ نادان نہیں تھے، اچھی طرح جانتے تھے کہ تاریکی میں آواز کی سمت نشانہ لیا جاتا ہے۔ اسی لیے نہ کوئی زبان کھولنا چاہتا تھا نہ ہی قدموں کی آہٹ سنانا چاہتا تھا۔

میں انتظار کر رہا ہوں۔ حالات مجھے پابند کرتے جا رہے ہیں لیکن قارئین! میں آپ کو پابند نہیں کروں گا۔ جو باتیں مجھے بعد میں معلوم ہوئیں، وہ آپ ابھی معلوم کر سکتے ہیں۔

رسونتی کا بخار کم ہو رہا تھا۔ اعلیٰ بی بی نے ابتدائی طبی امداد پہنچائی تھی جس کے نتیجے میں ہوش آ رہا تھا۔ علی تیمور نے ونڈ اسکرین کے باہر دیکھتے ہوئے کہا "اس دُھند میں پرواز جاری نہیں رہے گی۔ کوئی بھی حادثہ پیش آ سکتا ہے۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "اسے کہیں اتارو۔ ہم کوئی پناہ گاہ تلاش کریں گے۔"

"میں بڑی دیر سے دیکھ رہا ہوں۔ سرچ لائٹ کی روشنی میں میدانی علاقہ نظر آ رہا ہے۔ گھنے جنگلات ہیں۔ دُھند میں دور تک دیکھا نہیں جا سکتا۔"

"بیٹے! نقشہ دیکھو۔"

"نقشہ بتا رہا ہے، ہم سرحد کے قریب ہیں اور دس بارہ میل پرواز کے بعد اس ملک سے نکل جائیں گے۔"

وہ بولی "پھر تو خطرہ ہے۔ اس دُھند میں سرحدی مورچے نظر نہیں آئیں گے۔ بارڈر فورس کے پاس طیارہ شکن میزائل ہوتے ہیں۔ ہیلی کاپٹر فوراً اُتارو۔"

اسی وقت وائرلیس سے اشارہ موصول ہونے لگا۔ علی نے بٹن کو دبایا، اسپیکر سے آواز آنے لگی "ہیلو، ہیلو، ڈان نون پائلٹ! اپنی شناخت کراؤ۔ تم کون ہو اور کس کیمپ سے آ رہے ہو؟"

اس نے مائیک آن کرتے ہوئے اعلیٰ بی بی سے کہا "میں نے مائیک میں خرابی پیدا کر دی ہے۔ وہ میری ٹوٹی پھوٹی آواز سن رہے ہوں گے مگر کوئی بات اُن کی سمجھ میں نہیں آئے گی۔"

اعلیٰ بی بی نے پوچھا "مسٹر آرمر! کیا تم موجود ہو؟"

وہ دماغ میں آ کر بولا "ہاں، میں میڈم کے دماغ میں تھا۔ یہ بخار، پریشانی اور مایوسی کے سبب بہت نڈھال ہو گئی ہیں۔"

"میں ابھی اور دوا دوں گی۔ تم وائرلیس پر بولنے والے کے پاس جاؤ۔"

وہ چلا گیا۔ تھوڑی دیر میں آ کر بتانے لگا "مختلف کیمپوں اور جگہ جگہ محاذ بنانے والے فوجی دستوں کے درمیان رابطے قائم ہو رہے ہیں۔ سب اس ہیلی کاپٹر کے متعلق پوچھ رہے ہیں۔ سرحدی لائن میں ایک کاٹیج ہے جہاں فوج کا ایک اعلیٰ افسر پچاس جوانوں کے ساتھ موجود ہے۔ وہ تمام سرحدی مورچوں تک اپنا حکم پہنچا رہا ہے کہ اگر پائلٹ نے ہیلی کاپٹر نہ اُتارا تو اُسے تباہ کر دیا جائے۔"

علی نے ہیلی کاپٹر کو واپس موڑتے ہوئے کہا "انکل! اب آپ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

دیکھیں، انھیں ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دیتی ہے یا نہیں؟"

وہ تھوڑی دیر بعد آ کر بولا "نہیں، آواز گم ہو گئی ہے۔"

علی نے ذرا اور آگے جا کر ہیلی کاپٹر کو زمین پر اُتارا پھر ضروری ہتھیار اور سامان لے کر باہر آیا — وہ ماں کو کاندھے پر لے جانا چاہتا تھا۔ اعلیٰ بی بی نے اسٹریچر لا کر رکھتے ہوئے کہا "مجبوری ہو گی تو کاندھے پر لے چلنا۔ ابھی ہم اسٹریچر پر لے جائیں گے۔"

"آنٹی! آپ تھک جائیں گی۔"

آرمر نے کہا "میں اعلیٰ بی بی کے دماغ میں رہ کر توانائی پہنچاتا رہوں گا۔ یہ جسمانی طور پر تنہا ہوں گی مگر توانائی دو انسانوں کی ہو گی۔"

رسونتی کو اسٹریچر پر لٹایا گیا۔ اس کے آس پاس ہتھیار بھی رکھے گئے تاکہ خطرے کے وقت فوراً استعمال کر سکیں۔ علی نے آگے سے اٹھایا، اعلیٰ بی بی نے پیچھے سے پھر وہاں سے چل پڑے۔ وہ چلتے ہوئے بولی۔ "کیا تم نے ہیلی کاپٹر کو استعمال کے قابل چھوڑا ہے؟"

"نہیں، اس کے کچھ پرزے نکال لیے ہیں۔"

"تمھارا رُخ سرحد کی طرف ہے۔ اس طرح فوجیوں سے ٹکراؤ ہو گا۔"

"آنٹی! سرحد کے قریب پہنچ کر واپس جانا مجھے منظور نہیں ہے۔ میں ایک کوشش کرتا ہوں۔ ناکامی ہوئی تو واپس بھاگ آنے میں اپنی توہین نہیں سمجھوں گا۔ جنگ کے دوران لڑنے والے آگے پیچھے ہوتے ہی رہتے ہیں۔"

"اگر ہم رسونتی کو کسی محفوظ مقام تک پہنچا دیں تو پھر دشمنوں سے نمٹنا آسان ہو جائے گا۔"

"ہاں یوں آسانی ہو گی۔ ماما محفوظ رہیں گی۔ میں جدوجہد کے دوران دعا کرتا رہا ہوں کہ میرے مقدر میں یہاں موت ہے تو اے خدا! پہلے میری ماں کو دشمنوں سے دور بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا دے پھر میں ہنستے ہنستے جان دے دوں گا۔"

رسونتی کی آہ سنائی دی۔ وہ منہ پر سے کمبل ہٹا کر بولی "مجھے یہاں چھوڑ دو۔ ایک ہتھیار دے دو۔"

وہ چلتے چلتے رک گئے۔ اسٹریچر کو زمین پر رکھ دیا۔ علی نے پاس آ کر گھٹنے ٹیک دیے۔ ماں کو چھو کر دیکھا۔ پھر چہرے پر جھک کر بولا۔ "معمولی بخار ہے آپ اچھی ہو جائیں گی۔ ابھی آپ کچھ کہہ رہی تھیں؟"

"میرے اور قریب آؤ۔"

وہ چہرے پر اور جھک گیا۔ رسونتی نے کمبل کے اندر سے ہاتھ نکال کر بیٹے کے چہرے کو چھو کر دیکھا۔ پھر اس کے سر پر ہاتھ پھیرا پھر اُسے جھکا کر گلے سے لگاتے ہوئے کہا "میرے دل سے لگ جاؤ۔ میری دھڑکنوں کو کہتے رہنے دو کہ تم میرے بیٹے ہو۔ کوئی میرا اپنا ہی میرے لیے اتنی مصیبتیں اُٹھا سکتا ہے۔ میرا بیٹا ہی ایسی دعائیں مانگ سکتا ہے جیسی تم مانگتے رہے ہو۔"

وہ اسے گلے لگا کر رونے لگی بیٹے نے ماں کا سر اُٹھا کر سینے سے لگا لیا اُس کے آنسو پونچھتے ہوئے کہا "ماما! آپ نہ روئیں۔ طبیعت اور خراب ہو جائے گی آپ خدا پر بھروسا رکھیں، سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

اعلیٰ بی بی نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا "رسونتی! عورت کے آنسو جنگ لڑنے والوں کو کمزور بنا دیتے ہیں۔ انھیں روک لو۔ تم نے ہمیشہ فرہاد کے شانہ بہ شانہ دلیری کا ثبوت دیا ہے۔"

"میں ثبوت دوں گی۔ مجھے اسٹریچر پر نہ لٹاؤ۔ میں ساتھ چلوں گی۔"

"نہیں ماما! آپ کو ابھی آرام کی ضرورت ہے۔"

"مجھے آرام کی نہیں ہتھیار کی ضرورت ہے۔"

"آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ دشمنوں نے حملہ کیا تو ہتھیار دوں گا۔ ہم ماں بیٹے شانہ بہ شانہ لڑیں گے لیکن ابھی آپ آرام کریں۔"

اس نے اچھی طرح اسے کمبل میں لپیٹا۔ پھر اعلیٰ بی بی کے ساتھ اسٹریچر اُٹھا کر چلنے لگا۔ تھوڑی دور چلنے کے بعد آرمر نے آ کر کہا۔ "مختلف فوجی دستے مختلف سمت جا رہے ہیں۔ تمھاری طرف کون لوگ آ رہے ہیں، یہ کیسے معلوم ہو گا؟"

علی نے رک کر قطب نما دیکھا۔ پھر نقشے پر پنسل ٹارچ کو روشن کر کے کہا "ہمارا رُخ شمال کی طرف ہے۔ نقشے کے مطابق یہ تندی بُرز کا علاقہ کہلاتا ہے۔"

"تو پھر اس علاقے کی طرف ایک فوجی دستہ آ رہا ہے۔ وہ ایک ٹرک اور چار جیپوں میں ہیں۔ دوسرے ٹرک میں صرف اسلحہ بھرا ہوا ہے۔"

"آپ اس دستے کے کمانڈنگ افسر کی پلاننگ معلوم کریں۔ اس دھند میں دور سے آنے والوں کو دیکھنا ممکن نہیں ہے۔ آپ ان کے نقشے اور قطب نما کو بھی دیکھتے رہیں۔ اس طرح ہم اُن سے ٹکرانے سے بچے رہیں گے۔ اگر کترا کر نکل سکیں تو بہتر ہو گا۔"

آرمر چلا گیا۔ وہ دونوں پھر اسٹریچر اُٹھا کر آگے بڑھنے لگے۔ ان کے آس پاس گھنے درخت پھیلے ہوئے تھے اور اپنے پھیلاؤ کے باعث ایک دوسرے سے ملے ہوئے تھے۔ یہاں بھی اوس تھی مگر دھند نہیں تھی۔ وہ تقریباً ایک میل تک چلتے رہے پھر رک گئے۔ دور ایک سمت سے فائرنگ کی آوازیں آ رہی تھیں۔

(یہ وہی فائرنگ تھی جو میری موجودگی میں اس وقت ہو رہی تھی جب میں افسر اور بیس جوانوں کو کالج سے کئی میل دور لے آیا تھا اور وہاں خیال خوانی کے ذریعے ایک دوسرے کو مارنے مرنے پہ مجبور کر رہا تھا۔ آخر میں ایک جوان کو واپس جانے کے لیے زندہ چھوڑ دیا تھا۔)

اعلیٰ بی بی اور علی تیمور نے اسٹریچر زمین پر رکھ دیا۔ رسونتی اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اعلیٰ بی بی نے کہا "آواز دور سے آ رہی ہے۔ شاید یہودی تنظیم والے فوجیوں سے ٹکرا گئے ہیں۔ ہمیں تیار رہنا چاہیے۔"

علی نے چاروں طرف گھوم کر دیکھتے ہوئے کہا "یہ تمام درخت بہت گھنے ہیں۔ اگر ماما کو ایک درخت پر چڑھا دیا جائے تو یہ محفوظ رہیں گی۔ لڑنے والے ایک دوسرے پر گولیاں چلاتے ہیں، ہوائی فائر نہیں کرتے۔ درخت کی بلندی پر کوئی گولی نہیں چلائے گا۔"

اعلیٰ بی بی نے تائید کی "اچھا آئیڈیا ہے۔ اتنے گھنے درختوں میں چھپنے کے بعد رسونتی زمین سے نظر نہیں آئے گی۔"

"میں تم لوگوں کو چھوڑ کر درخت پر آرام نہیں کروں گی بیٹے! میں تمھارے ساتھ مل کر لڑوں گی۔"

"ماما! طبیعت سنبھلے گی تو آپ ضرور میرے ساتھ رہیں گی۔ پلیز ابھی بیٹے کی بات مان لیں۔ آئیں میں اِس درخت پر آپ کو پہنچاؤں گا۔"

اس نے کسی طرح سمجھا منا کر ماں کو اپنے کاندھوں پر چڑھنے کے لیے کہا۔ وہ درخت کے تنے کو پکڑ کر بیٹے کے شانوں پر پاؤں جما کر کھڑی ہوئی پھر بیٹا کھڑا ہوا تو وہ ایک شاخ تک پہنچ گئی۔ اس پر چڑھ گئی۔ علی نے اس شاخ پر آ کر اسے پھر کاندھوں پر چڑھایا۔ اس طرح ایک سے دوسری پھر تیسری اور چوتھی شاخ پر پہنچاتا گیا۔ کافی بلندی پر پہنچانے کے بعد اس نے ماں کو ایک رائفل اور کارتوس دے کر کہا "آپ بہت مجبوری کی صورت میں فائر کریں گی۔ ورنہ بالکل خاموش رہیں گی۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ نیچے گیا۔ پھر کمبل وغیرہ لے کر واپس آیا۔ ماں کو اس میں اچھی طرح لپیٹ کر بولا "آپ خود کو جس قدر محفوظ رکھیں گی، ہم اتنے ہی اعتماد سے جنگ لڑیں گے۔"

"میں اپنی حفاظت کروں گی، تم پورے اعتماد سے جاؤ۔"

وہ چھلانگیں لگاتا ہوا نیچے آیا۔ اعلیٰ بی بی اسٹریچر کو فولڈ کر چکی تھی۔ وہ اُسے لے کر وہاں سے دور جانے لگے۔ کچھ دور جانے کے بعد آرمر نے آ کر کہا "وہ جنوب کی سمت گھنے درختوں کے سائے میں بڑھ رہے ہیں۔"

علی نے کہا "اور ہم ابھی گھنے درختوں کے سائے میں شمال کی طرف جا رہے ہیں۔ یعنی ان سے ٹکراؤ ہونے والا ہے۔"

اس نے سمت بدل دی۔ اعلیٰ بی بی کے ساتھ مغرب کی جانب بڑھتا گیا۔ تھوڑی دیر بعد بھاری بھرکم بوٹوں کی آوازیں ہلکی ہلکی سنائی دیں۔ ابھی وہ کچھ فاصلے پر تھے۔ علی کی سماعت حیرت انگیز تھی۔ پھر رات کی خاموشی میں قدموں کی آوازیں یوں بھی سنائی دیتی ہیں اگر زمین سے کان لگا کر سننے کی کوشش کی جائے۔

وہ دونوں پھر اُدھر جانے لگے جہاں رسونتی کو چھوڑ آئے تھے، اس وقت کہیں سے فائرنگ ہوئی۔ آخر دشمنوں کے ساتھ بھی غیر معمولی سماعت رکھنے والے تھے، انھوں نے اعلیٰ بی بی اور علی کے قدموں کی آوازیں سن لی تھیں۔ اس طرح فائرنگ اور جوابی فائرنگ ہونے لگی۔

اعلیٰ بی بی اور علی تیمور ایک دوسرے سے دور چلے گئے تاکہ ایک ساتھ گھیرے نہ جا سکیں۔ آرمر ان کے درمیان قاصد بنا ہوا تھا۔ انھیں ایک دوسرے کی خیریت بتانے کے علاوہ دشمنوں کی پوزیشن بھی بتاتا جا رہا تھا۔ علی تیمور نے گھاس پر رینگتے ہوئے کہا "انکل! آپ کی رپورٹ کے مطابق میں اس ٹرک کی طرف جا رہا ہوں جو اسلحے سے لدا ہوا ہے۔ وہیں دشمنوں کی کمر توڑوں گا۔ آپ مجھے راستہ بتاتے رہیں۔"

کئی گولیاں اس پر سے گزر گئیں۔ حالانکہ کسی نے اُسے دیکھا نہیں تھا۔ ایسا اندھا دھند فائرنگ کی وجہ سے ہو رہا تھا۔ پتا نہیں کتنی دور رینگتے رہنے کے بعد فائرنگ سے نجات ملی۔ گولیوں کی آوازیں ذرا دور پیچھے سے آ رہی تھیں یعنی وہ میدانِ جنگ سے نکل آیا تھا۔ اس نے پوچھا "ٹرک کہاں ہے؟"

آرمر نے کہا "ذرا تیزی سے چلو۔ انھوں نے اُسے دور چھوڑا ہے کیونکہ اس میں گولہ بارود ہے۔"

علی اُٹھ کر جھکتا ہوا دوڑنے لگا۔ وہ آرمر کی راہنمائی کے مطابق قطب نما کو بھی دیکھتا جا رہا تھا۔ تقریباً دو سو گز تک دوڑنے کے بعد رک گیا۔ اس کے قدموں کی آواز ٹرک والے فوجی سن سکتے تھے۔ وہ دبے قدموں چلنے لگا۔ آخر حدِ نظر پر وہ ٹرک نظر آ گیا۔ اس نے کہا "انکل! آپ تصدیق کریں، وہ ٹرک اسلحے سے بھرا ہے۔ مجھے دو فوجی ٹرک کے پاس الرٹ دکھائی دے رہے ہیں۔ تیسرا ٹرک سے دور کھڑا سگریٹ پی رہا ہے۔"

آرمر نے کہا "بالکل ٹھیک، یہی وہ ٹرک ہے۔"

علی نے اپنی کٹ میں سے دو ہینڈ گرنیڈ نکالے پھر چھپتا ہوا اتنے فاصلے پر جانے لگا کہ آسانی سے دستی بم ٹرک کے اندر پھینک سکے۔ وہ بہت ہی اہم لمحات تھے۔ مقدر کے راضی یا ناراضی ہونے سے تخت بھی ہو سکتا تھا اور تختہ بھی۔

میں درخت کی شاخ پر بیٹھا انتظار کر رہا تھا۔ فائرنگ تھی کہ کسی نتیجے پر نہیں پہنچ رہی تھی۔ پہلے مسلسل ہو رہی تھی۔ اب رک رک کر جاتی تھی۔ پھر کسی نے کہا "پچھلے پندرہ منٹ کی فائرنگ سے اندازہ ہو گیا ہے کہ ہمارے مقابلے پر کوئی تنہا ہے اور وہ یقیناً علی تیمور ہے۔ ہم پانچ منٹ تک گولی نہیں چلائیں گے۔ اُسے سوچنے سمجھنے کا موقع دیا جاتا ہے۔ سرحد پار کرنا تو دور کی بات ہے، وہ ہمارے محاصرے سے بھی نہیں نکل سکے گا۔"

مجھے بڑے انتظار کے بعد ایک فوجی افسر کی آواز سنائی دی۔ میں اس کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے ذریعے دوسروں کے دماغوں میں جگہ حاصل کی جا سکتی تھی مگر اس کا موقع نہیں ملا۔ اچانک ایک ایسا دل ہلا دینے والا دھماکا ہوا کہ زمین لرز گئی۔ درخت یوں ہل گئے جیسے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

جڑ سے اکھڑ کر گرنے والے ہوں۔ میں شاخ پر سے گرتے گرتے سنبھل گیا۔ ساتھ ہی ایک نسوانی چیخ سنائی دی۔ پھر جیسے وہ آسمان سے گری اور کھجور میں اٹکی۔ میں پھر گرتے گرتے سنبھلا۔ اسے سنبھالنے کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ وہ مجھ سے کمبل کی طرح لپٹ گئی تھی سارے دہشت کے چھوڑنا نہیں چاہتی تھی۔

میں حیران تھا وہ کون ہے؟ اور کب سے چھپی ہوئی تھی۔ دہشت زدہ کرنے والا دھماکا نہ ہوتا تو بدستور چھپی رہتی۔ یوں پکے ہوئے پھل کی طرح میری آغوش میں نہ آتی۔ قسمت اچھی تھی کہ دھماکے کے باعث فوجیوں نے اس کی چیخ نہیں سنی تھی۔ وہ بھاگ رہے تھے۔ کچھ کہتے جا رہے تھے کہ گولہ بارود سے بھرے ہوئے ٹرک کو بلاسٹ کیا گیا ہے۔

میں نے پوچھا "بی بی تم کون ہو؟"

وہ تھر تھر کانپ رہی تھی۔ میں نے کمبل کے اندر ہاتھ ڈال کر اسے چھو لیا۔ وہ بخار میں مبتلا تھی۔ کچھ بخار سے اور کچھ ناگہانی دھماکے سے اس کے اعصاب پر اثر پڑا تھا۔ میں نے کہا "سب سے پہلے یہ یقین کر لو کہ میں دشمن نہیں ہوں۔ تم ایک شریف آدمی کی گود میں اس کا ایمان خراب کرنے آئی ہو۔"

اُسے چھو کر اُسے پا کر یوں لگ رہا تھا جیسے میری گم شدہ چیز اندھیرے میں مل گئی ہو۔ اس کی اچانک موجودگی سے یہ سمجھنے کی کوشش نہیں کی کہ وہ صرف اور صرف میری شریکِ حیات رسونتی ہوگی۔ پھر یکایک یاد آیا کہ ابھی ایک فوجی افسر نے علی تیمور کا نام لے کر اُسے وارننگ دی تھی۔ اس کا مطلب ہے بیٹے نے ماں کو میرے آنے سے پہلے اس درخت میں چھپا دیا تھا۔

اس درخت سے دور گولہ بارود کے ٹرک میں اور بھی کئی دھماکے ہوئے تھے۔ کتنے ہی مرنے والوں کی چیخیں کبھی سنائی دیتی تھیں کبھی دھماکوں میں گم ہو جاتی تھیں۔ اب فائرنگ کی آواز کم اور ہینڈ گرینیڈ کی آواز زیادہ سنائی دے رہی تھی۔ مجھے اطمینان تھا کہ ہمارے درخت کے قریب کوئی ہماری باتیں سننے والا نہیں ہے۔ میں نے پوچھا "تم رسونتی ہو نا؟"

وہ اب تک سہمی ہوئی سی مجھ سے لپٹی ہوئی تھی۔ رفتہ رفتہ خوف دور ہو رہا تھا۔ وہ مجھ سے الگ ہونا چاہتی تھی مگر ہو نہ سکی۔ بڑی نقاہت سے بولی "تم کون ہو؟ مجھے چھوڑ دو۔ جانے دو۔"

"میں چھوڑ دوں گا تو سیدھی نیچے جاؤ گی۔"

"مجھے الگ بیٹھنے دو۔"

"شاخ ایک ہی ہے۔ ایک نیام میں دو تلواریں اسی طرح رہ سکتی ہیں جس طرح ہم ہیں۔"

وہ غصے سے بولی "باتیں نہ بناؤ۔ مجھے اس شاخ پر چھوڑ کر تم دوسری پر جاؤ۔ جب تم نے جان لیا ہے کہ میں رسونتی ہوں تو اپنے بیٹے کی خیر مناؤ۔"

یوں تو میں اس کی آواز اور لہجے سے سمجھ رہا تھا پھر اس کی قربت نے ماضی کی قربتوں کو بھڑکایا تھا۔ جب اس نے زبان سے خود کو رسونتی کہا تو میں نے جھک کر اس کا منہ موتیوں سے بھر دیا۔ اس نے احتراز کیا۔ منہ پھیرنا چاہا، پھیر نہ سکی۔ دونوں ہاتھوں سے مجھے مارتی رہی، میرے سر کے بال نوچتی رہی۔ پھر میں نے چھوڑ دیا۔ وہ غصے سے کچھ بولنا چاہتی تھی مگر سانسوں کی ہلچل میں بول نہیں پا رہی تھی۔ میں نے اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا اس پر ایک سُرور سا چھایا ہوا تھا اور غصہ بھی آ رہا تھا کہ ایک غیر مرد نے ایسی زیادتی کیوں کی؟

میں نے مسکرا کر کہا "میں غیر نہیں ہوں۔ تمھارا فرہاد ہوں۔"

"فرہاد؟" اس نے حیرانی اور بے یقینی سے پوچھا۔

"ہاں تم کیسی شریکِ حیات ہو۔ شوہر کی قربت سے اسے پہچان نہیں سکتیں۔ کیا میاں بیوی تاریکی میں اپنی پہچان نہیں رکھتے؟"

"بکواس مت کرو۔ فرہاد مر چکا ہے۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "ہاں مر چکا تھا مگر در پردہ زندہ تھا۔ مجھے اس تاریکی کے باوجود پہچانو۔ میری آواز، میرا لہجہ، میرے پیار کا انداز، میری قربت کی سنگینی، مجھے پہچاننے کے لیے تمھارے پاس برسوں برس کی بے حد و حساب محبتیں ہیں۔"

"دشمن کے بچے! میں اچھی طرح سمجھ رہی ہوں، پہلے سپر ماسٹر نے میرا برین واش کیا۔ میرے دماغ سے پچھلی زندگی بھلا دی۔ میں عدم [illegible] کے عذاب میں مبتلا ہوں۔ آج میں نے علی کو بیٹا کہہ کر گلے لگایا ہے تو تم شوہر بن کر گلے لگنے آ گئے ہو۔ وہ ڈیگرا اینڈ ڈیگر میرے دماغ میں چپ چاپ رہ کر میرے خیالات پڑھتے رہتے ہیں۔ انھوں نے سپر ماسٹر کو بتایا ہوگا کہ میں نے علی کو بیٹا تسلیم کیا ہے تو اب وہ تمھیں بھیج کر دوسری چال چل رہا ہے۔"

"تم جو کچھ کہہ رہی ہو، یہ میرے لیے نئی اطلاعات ہیں۔ میں نہیں جانتا تھا کہ تمھارا برین واش کیا گیا ہے اور تم پچھلی تمام محبتوں اور رشتوں کو بھول چکی ہو۔ ویسے تم نے علی کو بیٹا تسلیم کر کے دانشمندی کا ثبوت دیا ہے۔ وہ دشمنوں سے نمٹ کر تمھارے پاس آئے گا تو تمھاری آنکھوں کے سامنے مجھے بابا کہہ کر میرے گلے لگے گا۔"

پھر میں نے چونک کر کہا "اوہ خدایا! میں تمھیں پا کر تھوڑی دیر کے لیے بھول گیا کہ بیٹا دشمنوں کے مقابلے میں تنہا ہے۔ ٹھہرو، میں آتا ہوں۔"

میں نے اس افسر کی آواز اور لہجے کو یاد کیا جس نے علی کو وارننگ دی تھی۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ کر ان فوجیوں کو جہنم میں پہنچانا چاہتا تھا لیکن رسونتی نے جھنجوڑ کر کہا "ارے! تم نے ابھی کہا تھا کہ [illegible] ہو۔ جاتے کیوں نہیں؟"

میں نے کہا "جانے کا مطلب ہے، میں خیال خوانی کے ذریعے جا رہا ہوں۔"

"کبھی تمھارے خاندان میں بھی کسی نے خیال خوانی کی ہے۔ خواہ مخواہ مجھ پر رعب نہ ڈالو۔ اوہ گاڈ! میں بھی فضول باتیں کرنے لگی ہوں۔ میں آخری بار سمجھاتی ہوں، مجھے الگ کر دو اور دوسری شاخ پر جاؤ، نہیں تو۔۔۔"

"نہیں تو میرے دماغ میں زلزلہ پیدا کرو گی۔ تم ایسا کرنے کی کوششیں کر چکی ہو مگر بیماری کے باعث کمزور پڑ گئی ہو۔ بہرحال یہاں سنبھل کر بیٹھو۔"

میں نے اسے اپنی جگہ سنبھال کر بٹھایا پھر دوسری شاخ پر آ گیا۔ اچھی طرح جم کر بیٹھنے کے بعد اس افسر کے پاس پہنچ گیا۔ پہلے معلوم کیا میرا بیٹا کہاں ہے؟ اسے معلوم نہیں تھا۔ وہ سب اعلیٰ بی بی کو گھیرنے کی کوششیں کر رہے تھے۔ میں بیٹے کے پاس نہیں گیا۔ اوّل تو وہ سانس روک لیتا۔ پھر یہ بتانے کا موقع نہیں تھا کہ میں مردہ تھا، زندہ کیسے ہو گیا؟ وہ یقین کیے بغیر مجھے دماغ میں آنے نہ دیتا۔

افسر کی سوچ بتا رہی تھی کہ اعلیٰ بی بی فائرنگ نہیں کر رہی تھی۔ چھپ کر تیر چلاتی تھی پھر جگہ تبدیل کر لیتی تھی اس طرح اس کا سراغ نہیں مل رہا تھا۔ کبھی کبھی وہ دستی بم پھینکتی تھی جس کے نتیجے میں کئی جوان بیک وقت ہلاک ہو جاتے تھے۔

میں اس افسر کے ذریعے دوسرے جوانوں کے پاس پہنچ کر انھیں آپس میں لڑانے لگا۔ ایسا ہی ایک جوان اتفاق سے اعلیٰ بی بی کے قریب پہنچ گیا۔ وہ اس سے بے خبر تھی۔ گھاس پر اوندھے منہ رینگتی جا رہی تھی۔ فوجی جوان نے اس کا نشانہ لیا۔ میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ اس کی زبان سے کہا "اعلیٰ بی بی!"

وہ ایک دم سے اچھل کر قلابازی کھاتی ہوئی دوسری طرف گئی پھر جوان پر گولی چلا دی۔ میں اس کے انداز کو سمجھتا تھا اس لیے جوان کو بچا کر درخت کی آڑ میں لے گیا۔ پھر بولا "اب گولی نہ چلانا۔ میں فرہاد ہوں۔ یہ سپاہی میری خیال خوانی کی مٹھی میں ہے۔"

وہ گھاس پر لڑھکتی ہوئی نظروں سے اوجھل ہو گئی تھی۔ اوس میں بھیگی ہوئی چاندنی میں چار چھ گز تک کچھ نظر آتا تھا، پھر دھندلکے میں سب کچھ اوجھل ہو جاتا تھا۔ میں نے کہا "یقین کرو میں فرہاد علی تیمور ہوں۔ دشمن ہوتا تو تمھیں مخاطب نہ کرتا، فوراً گولی مار دیتا۔"

اس کی آواز آئی "اگر فرہاد ہو تو فوجی جوان کو ہتھیاروں سے خالی کر دو تب میں سامنے آ کر تم سے بات کروں گی۔"

میں نے اس جوان کے تمام ہتھیار پھینک دیے۔ اس کے دونوں ہاتھ اٹھا دیے۔ پھر اسے چلاتا ہوا درخت کے پیچھے سے نکال لایا۔ اسے آواز دی "اعلیٰ بی بی! تمھارا فرہاد موت سے پنجہ لڑا کر پھر واپس آ گیا ہے۔ میرے سامنے آؤ، میری روداد سن کر تم حیران رہ جاؤ گی۔"

"تم نہ سناؤ۔ میں ننھے بچوں کو سنایا کروں گی۔ وہ قبر سے واپس آنے والے فرہاد کو ڈریکولا سمجھ کر خوب ہنسیں گے مگر افسوس تمھاری موت پر رونے والا یہاں کوئی نہیں ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ایک تیر سنسناتا ہوا آیا۔ تیر اس کے جسم کے اندر آیا، میں اس کے دماغ سے باہر ہو گیا۔ میری خوش فہمی ختم ہو گئی۔ اعلیٰ بی بی نے مجھ پر بھروسا نہیں کیا تھا۔ اس نے طنزیہ انداز میں کہا تھا کہ میں ڈریکولا کی بچگانہ کہانی سنا رہا ہوں۔ واقعی دنیا والے اتنی آسانی سے میری حیاتِ نو کو تسلیم نہیں کر سکتے تھے۔ میرے اپنوں کو رفتہ رفتہ یقین آنے والا تھا۔

بہرحال وہ گم ہو گئی تھی۔ میں پھر اُسے یقین دلانے کے لیے نہیں جا سکتا تھا۔ اسی افسر کے ذریعے دوسرے جوانوں کے پاس جا کر اپنے بیٹے کی مصیبتیں کم کرنے لگا۔ وہاں گولہ بارود کے ذخیرے میں زبردست دھماکے ہوئے تھے جن کی آوازیں رات کے سناٹے میں تمام سرحدی چوکیوں تک گئی ہوں گی۔ ہر سمت سے فوجی بھاگے چلے آ رہے ہوں گے۔ دوسری صبح یہاں حدِ نظر تک فوجی ہی فوجی دکھائی دیں گے۔ پھر یہاں سے ہم سب کا نکلنا ممکن نہیں ہوگا۔

دانشمندی یہ ہوتی کہ ہم رسونتی کو یہاں سے جلد از جلد لے جاتے۔ اس کے لیے لازمی تھا کہ میں علی کے پاس جا کر اسے باتیں کرنے پر مجبور کرتا۔ ایسے ہی وقت مجھے علی کی آواز سنائی دی۔ میں چونک کر دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ درخت کے نیچے سے آواز آ رہی تھی "ماما! میں آ رہا ہوں، آپ کو نیچے اتاروں گا۔"

رسونتی نے کہا "بیٹے! سوچ سمجھ کر آؤ۔ یہاں میرے قریب ایک شخص ہے۔ خود کو فرہاد علی تیمور کہتا ہے۔ کیا اس پر بھروسا کرو گے؟"

علی نے درخت پر چڑھتے ہوئے کہا "اتنا بڑا جھوٹ بولنے والا دشمن ہی ہو سکتا ہے لیکن آپ کی سلامتی بتا رہی ہے کہ اس دشمن سے سمجھوتا ہو سکتا ہے۔"

میں نے کہا "بیٹے! مجھے آواز اور لہجے سے پہچانو۔ پینسل ٹارچ کی روشنی میں چہرہ دیکھو گے تو حیران رہ جاؤ گے۔ خدا نے تم لوگوں کے لیے مجھے زندہ رکھا ہے۔"

اس نے کہا "ازل سے اب تک خدا نے کسی بچے کے باپ کو دوبارہ زندہ نہیں کیا۔ میں کوئی اسپیشل بچہ ہوں جس کے لیے فرہاد علی تیمور کو دوبارہ زندہ کیا گیا ہے۔ کیا تم کوئی عقل کی بات کرو گے؟"

عقل کی بات یہی تھی کہ میں خود کو ابھی فرہاد نہ کہتا۔ میری آواز اور لہجے کی نقل کرنے والے بہت تھے۔ پلاسٹک سرجری کے ذریعے میرا چہرہ بھی بنایا جا سکتا تھا۔ کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا دشمن فرہاد بن کر

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

انھیں دھوکا دے سکتا تھا۔ لہٰذا رفتہ رفتہ ہی انھیں یقین دلایا جاسکتا تھا۔

وہ اپنی ماں کے پاس پہنچا پھر اچھل کر میری شاخ پر آگیا۔ سخت لہجے میں بولا۔ "میرے پاس وقت نہیں ہے۔ تم نے میری مرضی کے خلاف کوئی حرکت کی تو چشم زدن میں گولی ماردوں گا۔ اپنے ہاتھ اوپر والی شاخ پر رکھو۔"

اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ میں نے ہاتھ اوپر کیے۔ اُس نے میری گود سے ہتھیار اُٹھا کر نیچے پھینک دیے۔ پھر کہا۔ "میں اپنی ماں کو لے جارہا ہوں تم یہیں بیٹھے رہو گے۔ اگر پاپا کی طرح ٹیلی پیتھی جانتے ہو تو اپنے سُپر ماسٹر یا یہودی تنظیم والوں سے کہو کوئی دوسری چال چلے۔"

وہ رسونتی کو ایک ایک شاخ پر اتارتے ہوئے سنبھال کر نیچے لے جاتے ہوئے بولا۔ "میری ماما دیر تک تمھاری پناہ میں رہی تھیں اس لیے تمھیں زندہ چھوڑ کر جارہا ہوں۔ نیچے پڑے ہتھیار ساتھ لے جاؤں گا۔ میرا تعاقب نہ کرنا ایک جان ہے اسے سنبھال کر رکھو۔"

وہ ماں کے ساتھ نیچے پہنچ گیا میرے ہتھیار اُٹھا لیے پھر جانے لگا۔ میں نے کہا۔ "بیٹے! مجھے ساتھ آنے دو۔ یہاں چھوڑ کر جاؤ گے تب بھی تمھاری ماں کے بیمار دماغ میں موجود رہوں گا۔"

علی جاتے جاتے رک گیا۔ ریوالور نکال کر اوپر دیکھنے لگا۔ میں نظر نہیں آرہا تھا۔ اس نے کہا۔ "اس کا مطلب ہے تم واقعی ٹیلی پیتھی جانتے ہو اور ماما کے دماغ میں آکر مصیبت بنتے رہو گے۔"

یہ کہتے ہی اُس نے گولی چلائی۔ خدا کا شکر ہے گھنا درخت تھا۔ میرے اور اس کے درمیان اتنی شاخیں اور پتیاں تھیں کہ نہ وہ مجھے دیکھ سکتا تھا نہ گولیاں سیدھی میری طرف آسکتی تھیں۔ البتہ شامت آتی تو میں پکے ہوئے پھل کی طرح ایک ہی گولی میں نیچے آسکتا تھا۔

میں نے کہا۔ "بیٹے! یہ ظلم نہ کرو۔ اس بات کا تو خیال کرو میں نے تمھاری ماں کو یہاں بڑے پیار سے رکھا تھا۔"

یہ کہتے ہی میں نے رسونتی کی سوچ پڑھی۔ وہ پیار کے تصور سے جھینپ رہی تھی۔ اس بات کا پھر بُرا ماننا چاہتی تھی لیکن دل اس کی مرضی کے خلاف دھڑک رہا تھا اور اسے بھولی بسری ہوئی آرزوؤں کی طرف دھکیل رہا تھا۔ وہ بولی۔ "بیٹے! اُسے چھوڑ دو میرا دل کہتا ہے وہ ہمیں نقصان نہیں پہنچائے گا۔"

"ماما! یہ دشمن کا آدمی ہے۔"

"جو بھی ہے کیا اس گھنے درخت میں اس کا صحیح نشانہ لے سکو گے یا اُسے ہلاک کرنے دوبارہ اوپر جاؤ گے؟ فوجی یہاں کسی وقت بھی آسکتے ہیں۔"

بات معقول تھی۔ وہ میرے پیچھے وقت ضائع نہیں کرسکتا تھا۔ اس نے کہا۔ "ماما کی سفارش پر تمھیں چھوڑ رہا ہوں۔ درخت کے نیچے کہیں بھی نظر آؤ گے تو گولی ماردوں گا۔"

"یہ کیا بات ہوئی؟ درخت کے نیچے جہاں بھی زمین ہے وہ تمھارے باپ کی ہے؟ کیا میں کہیں نظر نہیں آسکتا؟ ایک مقدر نے پابند کیا ہے۔ دوسرے تم کررہے ہو۔ تمھاری ایسی کی تیسی تم نے پہلے بھی اپنے باپ کی مدد کبھی نہیں لی مگر میں اپنی شریکِ حیات کے تو کام آسکتا ہوں۔"

میں نے رسونتی کے ذریعے دیکھا وہ دور جاچکا تھا۔ آہ! ایسی ناقدری کے متعلق کبھی سوچا بھی نہیں تھا!

ٹرین اپنی تیز رفتاری سے آخری اسٹیشن کی طرف جارہی تھی۔ فولادی اجنبی نے پارس سے کہا۔ "مسٹر اسٹون مارک! اس وقت تم کتنا بوجھ سنبھال سکتے ہو؟"

"بات کیا ہے؟" پارس نے پوچھا۔

"کچھ لوگ میری محبوبہ کو اغوا کرکے لے جارہے ہیں۔ پلیز میرے ساتھ کیبن تک چلو۔"

وہ اجنبی کے ساتھ تیزی سے چلتا ہوا مختلف بوگیوں کی راہداری سے گزرتا ہوا آخری بوگی میں آیا۔ پھر بولا۔ "یہ ٹرین کا آخری حصہ ہے۔ تمھاری محبوبہ کس کیبن میں ہے؟"

"ہم آخری ڈبے کے کیبن میں تھے مگر یہ وہ آخری ڈبا نہیں ہے۔"

ایک مسافر نے کہا۔ "مسٹر! پچھلے اسٹیشن پر آخری بوگی کو کاٹ کر الگ کردیا گیا ہے۔ اگر تمھاری گرل فرینڈ بچھڑ گئی ہے تو صبر کرو۔ اسٹیشن سے واپس جاکر اپنی محبوبہ سے مل سکو گے۔"

پارس نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ "ہاں اب یہی ہوسکتا ہے۔ ٹرین جس اسٹیشن پر رُکے گی تم اُتر جانا۔ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر پچھلے اسٹیشن جاؤ گے تو وہ مل جائے گی۔"

"تم بھی میرے ساتھ چلو گے۔"

"میں؟ لیکن میں تو دوسرے ملک جارہا ہوں۔ روم میں اپنے قبیلے والوں سے جاکر ملنے کے لیے بے چین ہوں۔"

"پلیز ایسی حالت میں مجھے تنہا نہ چھوڑو۔ تم نے وعدہ کیا تھا اپنے قبیلے والوں سے مجھے ملاؤ گے۔ تم نے اپنے قبیلے کا نام کیا بتایا تھا؟"

"چھانگا مانگا قبیلہ مگر اس کے لیے آگے روم جانا ہوگا اور تم پیچھے جانے کو کہتے ہو۔"

وہ پریشان ہوکر ایک سیٹ پر بیٹھ گیا پھر بولا۔ "لڑکی سے بعد میں بھی مل سکتا ہوں۔ مجھے تمھارے ساتھ روم جاکر اپنے لوگوں کو تلاش کرنا چاہیے لیکن میری کھوپڑی اُلٹی ہے۔ دل اور دماغ اسے محبوبہ کے پاس جانے کو مجبور کررہے ہیں۔"

"تم نے محبوبہ کو جانے کیوں دیا تھا؟"

"وہ خود ضروری کا غذات لانے کیبن میں گئی تھی۔ بہت دیر تک

تو اس نے میرے دماغ میں آکر۔۔"

وہ بولتے بولتے رُک گیا۔ پھر بولنے کی کوشش کی مگر بول نہ سکا۔ کوئی طاقت اُسے روک رہی تھی۔ پھر میڈونا کی آواز دماغ میں سُنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "تم بالکل احمق ہو۔ اسٹون مارک (پارس) کو یہ کیوں بتانے جارہے ہو کہ میں تمھارے دماغ میں آتی ہوں؟ دیکھو پہلے کی طرح زبان سے نہیں سوچ کے ذریعے جواب دو۔"

وہ سوچ کے ذریعے بولا۔ "تم اسٹون مارک پر خواہ مخواہ شبہ کررہی تھیں۔ یہ جاسوس نہیں ہے۔ میں اس کے ذریعے تمھارے پاس آسانی سے پہنچ جاؤں گا۔ ورنہ اگلے اسٹیشن پہنچ کر ٹیکسی کہاں تلاش کروں، ٹیکسی والے کو کہاں جانے کے لیے کہوں؟ تمھیں پتا ہے میں اس دنیا کی بہت سی باتیں نہیں جانتا۔"

پارس سمجھ رہا تھا کہ اجنبی کسی ٹیلی پیتھی والے سے گفتگو کررہا ہے کیونکہ میڈونا کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کرکے خیال خوانی کے قابل نہیں چھوڑا گیا تھا۔ پارس کی پلاننگ کے مطابق وہ خفیہ پولیس کی حراست میں پیرس واپس جارہی تھی۔

یعنی اب اجنبی کے دماغ میں میڈونا نہیں کوئی اور تھی یا تھا۔ یقین کے ساتھ سپر ماسٹر کا کوئی خیال خوانی کرنے والا تھا اور میڈونا کے لہجے میں بول رہا تھا۔ یہ بھید کھل چکا تھا کہ اجنبی کے پیچھے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا چھپا ہوا ہے۔ وہ بولتا نہیں تھا۔ اب تک چپ چاپ اس اجنبی کو کھلونے کی طرح چلاتا آرہا تھا۔ اب بھی شاید نہ بولتا لیکن میڈونا کو اغوا کرنے کا منصوبہ اچانک خاک میں ملتے دیکھ کر وہ اجنبی کو جلد سے جلد واپس میڈونا کے پاس پہنچانا چاہتا تھا۔

پارس نے انجان بن کر اجنبی سے پوچھا۔ "تم بہت زیادہ پریشان ہو کر باتیں کرتے کرتے کہیں کھو جاتے ہو۔ ابھی تم کہنے جارہے تھے۔ اس نے تمھارے دماغ میں آکر کچھ کہا تھا۔ کیا ٹیلی پیتھی کا چکر ہے؟"

وہ بولا۔ "پتا نہیں کیوں تم مجھے پہلی ملاقات سے بہت اچھے لگ رہے ہو۔"

"اگرچہ وہ منع کررہی ہے مگر میں ضرور بتاؤں گا وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ اس نے میرے دماغ میں آکر بتایا تھا کہ کچھ لوگ اسے اغوا کرکے لے جارہے ہیں۔"

پارس نے حیرانی ظاہر کی۔ "اوہ گاڈ! اس سے فوراً معلوم کرو۔ اسے کون لے جارہا ہے؟"

اس کے دماغ میں آنے والے نے کہا۔ "یہ لوگ آخری بوگی کاٹ کر لے جارہے ہیں۔ اس کا مطلب ہے یہ سرکاری لوگ ہیں۔"

اجنبی نے دماغ میں بولنے والے کو میڈونا سمجھ کر کہا۔ "میری جان! تم دوسرے دماغوں میں جاکر غلط معلومات حاصل کرتی ہو۔ پہلے سب بے چارے اسٹون مارک (پارس) کو جاسوس کہہ دیا۔ جبکہ یہ اچھا دوست ثابت ہورہا ہے۔ اب بھی تمھیں سرکاری لوگ اٹھا کر نہیں لے جارہے ہوں گے۔ اُن کے دماغوں کو اچھی طرح پڑھو۔"

دماغ میں کہا گیا۔ "میں اچھی طرح پڑھ چکی ہوں۔ تم وعدہ کرو، سرحد پار نہیں جاؤ گے، میرے پاس آؤ گے۔"

"میں تمھارے پاس بعد میں بھی آسکتا ہوں۔ پہلے روم جاکر اپنے لوگوں سے ملنے دو۔ میں وعدہ کرتا ہوں، وہاں جیسے ہی پچھلی زندگی یاد آئے گی، میں تمھارے پاس آجاؤں گا۔"

ان کے درمیان خیال خوانی کے ذریعے گفتگو ہورہی تھی۔ اسی وقت آرمر نے آکر کہا۔ "میں کچھ دیر تک میڈونا کے دماغ میں رہا۔ وہ خاصی کمزور ہوگئی ہے۔ اب اپنے اجنبی فرینڈ سے باتیں نہیں کرسکے گی۔"

"انکل! اجنبی کے دماغ میں جاکر دیکھیں، میڈونا بول رہی ہے۔"

"یہ ناممکن ہے۔ میں ابھی جاکر معلوم کرتا ہوں۔"

وہ پارس کے دماغ سے نکل کر اجنبی کے اندر پہنچا پھر حیران رہ گیا۔ میڈونا کی آواز اور لہجہ سنائی دے رہا تھا۔ وہ بولا۔ "ہیلو میڈونا! تم کس حساب میں بول رہی ہو۔ جبکہ ہم نے تمھیں خیال خوانی کے قابل نہیں چھوڑا؟"

اجنبی کے دماغ میں بولنے والا چپ ہوگیا تھا اور اجنبی حیرانی سے بول رہا تھا۔ "مسٹر اسٹون مارک (پارس) میڈونا اچانک چپ ہوگئی، ابھی کوئی دوسرا بول رہا تھا۔ کہہ رہا تھا میڈونا خیال خوانی کے قابل نہیں رہی۔ یہ میڈونا کون ہے؟"

پارس نے کہا۔ "پتا نہیں تم کیا کہتے ہو، کس کے بارے میں کہتے ہو۔ تمھاری بہت سی باتیں سمجھ میں نہیں آتی ہیں۔"

آرمر نے سوچ کے ذریعے کہا۔ "میرے معصوم اجنبی! تم چالبازوں کی دنیا میں پتا نہیں کہاں سے آگئے ہو جسے تم اسٹون مارک کہہ رہے ہو، وہ بے چارہ انسانوں کے اندر کا حال نہیں جانتا۔ میڈونا وہی لڑکی ہے جو تم سے مارتھا اسمتھ بن کر ملتی رہی ہے۔ وہ تمھیں اپنا غلط نام بتارہی تھی۔ اس طرح ابھی کوئی میڈونا یا مارتھا بن کر تمھارے اندر بول رہا تھا۔ تمھیں سب اُلّو بنا رہے ہیں۔"

اجنبی نے پوچھا۔ "تم کون ہو؟"

آرمر نے کہا۔ "میں دوست ہوں۔ سیدھی اور صاف بات بتانے آیا ہوں کہ اب تمھیں پیرس واپس نہیں جانے دیا جائے گا۔ کیونکہ تمھارے دماغ میں چھپ کر رہنے والا ابھی عورت کی آواز میں بولنے والا تمھارے ذریعے میڈونا کو اغوا کرانا چاہتا ہے اور ہم ایسا نہیں ہونے دیں گے۔ ابھی تمھیں جبراً سرحد پار بھیجا جائے گا۔"

اجنبی نے خوش ہوکر کہا۔ "تم میرے دل کی بات کہہ رہے ہو مگر تم ایک بات نہیں جانتے۔ مارتھا اسمتھ جسے تم میڈونا کہتے ہو اُسے کوئی میرے ذریعے اغوا نہیں کرارہا ہے۔ وہ میری گرل فرینڈ ہے۔ اپنی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

مرضی سے میرے ساتھ روم جانا چاہتی ہے۔"

"اجنبی! تم بہت بھولے ہو۔ جب اس دنیا میں آ ہی گئے ہو تو اچھے اور بُرے لوگوں کو سمجھنے کی کوشش کرتے رہو۔ میڈونا ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ اس دنیا کی سپر طاقتوں کو ٹیلی پیتھی کے ہتھیاروں کی سخت ضرورت ہے۔ تم سمجھتے ہو میڈونا اپنی مرضی سے تمھارے ساتھ آ رہی تھی۔ میڈونا بھی یہی سمجھتی رہی لیکن تمھارے دماغ میں چھپا ہوا شخص جو ابھی میڈونا کی آواز میں تمھیں اتو بنا رہا تھا وہ تم دونوں کو عاشق اور معشوق کے چکر میں ڈالے ہوئے تھا اور عشق کا کھیل کھلاتے ہوئے میڈونا کو سرحد پار لے جانا چاہتا تھا مگر ناکام ہو گیا۔ فرانس کی پولیس میڈونا کو گرفتار کر کے لے گئی ہے۔"

"کہاں لے گئی ہے؟"

"مجھے افسوس ہے میں نہیں بتا سکتا۔ تمھارے دماغ میں رہنے والا شخص بھی میڈونا کے دماغ میں جاتا رہے گا اور ناکام آتا ہو گا۔ کیونکہ اس کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہے۔ وہ کسی کو سوچ کے ذریعے نہیں بتا سکتی کہ اُسے کہاں لے جایا جا رہا ہے۔"

اجنبی نے پوچھا "میرے دماغ میں رہنے والے کا نام کیا ہے؟ کیا وہ مجھ سے دوستی کرے گا؟"

"جو اب تک چھپ کر تمھیں اپنی مرضی کے مطابق چلاتا رہا، وہ بھلا کیا دوستی کرے گا۔ صرف دھاندلی کرے گا۔ تمھیں اپنا آلۂ کار بنا کر رکھے گا۔ ذرا عقل سے سوچو! اس سے دوستی کیوں کرنا چاہتے ہو؟"

"میں سوچتا ہوں، پتا نہیں وہ کب سے میرے دماغ میں رہتا آیا ہے۔ شاید اس سے پہلے بھی رہتا ہو جب میں بے ہوشی کی حالت میں پولیس والوں کو ملا تھا۔ وہ ضرور میری پہلے کی زندگی کو جانتا ہو گا۔"

"یہ تم عقلمندی سے سوچ رہے ہو، بے شک وہ تمھارے ابتدائی حالات جانتا ہے۔ تمھارے دوست احباب، عزیز و اقارب کون ہیں، تم کس ملک سے تعلق رکھتے ہو؟ تمھارا یہ غیر معمولی جسم کس طرح جدید طبی سائنس کی تجربہ گاہوں سے گزر کر آیا ہے؟ یہ تمام باتیں وہ جانتا ہے مگر اس نے تمھیں کچھ نہیں بتایا۔ وہ پچھلے تین دنوں سے تمھیں بھٹکاتا آ رہا ہے اور میڈونا کے ساتھ گناہوں کا کھیل کھلاتا آ رہا ہے تاکہ تم اسے فرانس کی سرحد سے باہر نکال لاؤ۔ اُسے صرف اپنی غرض سے کام ہے۔ تمھارے بھٹکنے کی پروا نہیں ہے۔ تم اپنوں سے ملنے کے لیے تڑپ رہے ہو مگر وہ تم سے ہمدردی نہیں کر رہا ہے۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا "تم اُن تمام پہلوؤں پر روشنی ڈال رہے ہو جن پر مجھے پہلے ہی غور کرنا چاہیے تھا۔ میں ایسے دشمن کو دوست نہیں سمجھوں گا لیکن میں کیا کروں؟ وہ میرے اندر چھپ کر بیٹھا رہتا ہے۔ میں اسے باہر کیسے نکالوں؟"

"وہ چھپ کر رہتا ہے۔ مگر تم اسے محسوس نہیں کرتے۔ اس کے علاوہ کوئی بھی آئے تو تم دماغ پر بوجھ محسوس کرنے لگتے ہو۔ یہ تنویمی عمل کا نتیجہ ہے۔"

"تنویمی عمل کیا ہوتا ہے؟"

"انسان کے دماغ کو کنٹرول کرنے کا ایک مخصوص عملی طریقہ ہے۔ اس کے ذریعے اس نے تمھارے دماغ میں یہ بات نقش کر دی ہے کہ تم اس کی سوچ کی لہروں کو کسی حال میں محسوس نہیں کرو گے۔ باقی تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بوجھ سمجھا کرو گے۔ اُس عامل نے تمھیں مجبور بنا کر رکھا ہے۔"

"تم بہت دانشمندی کی باتیں کرتے ہو۔ مجھے اس سے بچ کر رہنے کا کوئی طریقہ بتاؤ؟"

"اگر تم کبھی ایسی بات محسوس کرو جو تمھارے مزاج کے خلاف ہو اور تم اس پر عمل کرنے پر مجبور ہو رہے ہو تو فوراً سا۔۔"

اس نے اچانک سانس روک لی۔ آرمر دماغ سے باہر آ گیا۔ یوں لگا گیا کہ دماغ میں چھپنے والے دشمن نے اُسے سانس روکنے پر مجبور کیا تاکہ آرمر اسے بچاؤ کی تدبیر نہ بتا سکے۔ اس نے یہ بات پارس کو بتائی۔ اُس نے کہا "انکل! یہ اجنبی ہماری محبت اور تعاون کا مستحق ہے۔ آپ پھر اس کے پاس جائیں۔"

آرمر نے اس کے دماغ میں آ کر پوچھا "تم نے اچانک سانس کیوں روک لی تھی؟"

"پتا نہیں۔ ایسا بے اختیار کیا تھا۔ تم کیوں چلے گئے تھے؟"

آرمر کے جواب دینے سے پہلے پھر اس نے سانس روک لی۔ وہ چند سیکنڈ بعد گیا۔ اجنبی گہری گہری سانس لیتے ہوئے سوچ رہا تھا "مجھے کسی کو دماغ میں آ کر بولنے کا موقع نہیں دینا چاہیے۔ ابھی جو شخص بول رہا تھا وہ مجھے بہکا رہا تھا۔ اتو بنا رہا تھا۔ بھلا میرے اندر کوئی کیا کر رہا ہے گا۔ یہ بے تکی باتیں ہیں۔"

آرمر نے کہا "یہ تمھاری اپنی سوچ نہیں ہے۔ تمھارے دماغ میں وہی چھپا ہوا شخص بول رہا ہے۔ مجھے تمھارے پاس سے بھگانے کے لیے اس نے تمھیں دو بار بے اختیار سانس روکنے پر مجبور کیا۔ ہوشیار! وہ اب بھی یہی کرے گا۔ سانس روکنے سے کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا دماغ کے باہر چلا جاتا ہے۔ وہ چھپنے والا ابھی تھوڑی دیر کے لیے باہر جاتا ہو گا۔ میں تمھیں یہی سمجھانا چاہتا تھا کہ تمھارے مزاج کے خلاف کوئی بات ہو تو سانس روک لیا کرو۔ وہ چھپنے والا عامل تمھیں شدت سے کسی بات پر مجبور نہیں کر سکے گا۔"

اجنبی نے کہا "ابھی میں شدت سے محسوس کر رہا ہوں کہ مجھے سانس روکنا چاہیے لیکن میں پہلے کی طرح بے اختیار ایسا کروں گا تو تم باہر چلے جاؤ گے۔"

"یہ جو تم شدت سے سانس روکنے والی بات محسوس کر رہے ہو، یہ اسی شیطان عامل کی شرارت ہے۔ وہ نہیں چاہتا میں تم سے بات

روں۔ تمھاری سانس رُکوا کر وہ مجھے بھگانا چاہتا ہے۔"

"میرے دوست! تم کون ہو؟ تم نے مجھے بہت سی عقل کی باتیں سکھائی ہیں۔"

"میرا نام آرمر ہے۔ اس دنیا کے بُرے سے بُرے لوگ بھی میری تین خوبیوں کو تسلیم کرتے ہیں۔ ایک یہ کہ میں خدا سے ڈرتا ہوں اس لیے جھوٹ نہیں کہتا اور کسی کو فریب نہیں دیتا۔ دوسری خوبی یہ کہ میں دشمنوں سے بھی محبت کرتا ہوں، ان سے بھی جھوٹ نہیں بولتا۔ تیسری خوبی یہ کہ میں نے آج تک ایک چیونٹی بھی نہیں ماری۔ انسان کو مارنا تو دور کی بات ہے، اس کا دل دکھانا بھی گناہِ عظیم سمجھتا ہوں۔"

"کیا تم اسی دنیا کے آدمی ہو؟ تین دن سے میں جھوٹ اور مکاریاں دیکھ رہا ہوں۔"

"ہاں میرے معصوم دوست! مجھے اندیشہ ہے تمھاری معصومیت یہاں رفتہ رفتہ ختم ہو جائے گی اور تم بڑے بڑے نقصانات اٹھا کر غیظ و غضب میں انسان سے درندے بن جاؤ گے۔ میری نصیحت ہے کبھی غصے میں نہ آیا کرو۔ غصہ انسان کو شیطان بنا دیتا ہے۔ عقل چھین کر سر میں پتھر رکھ دیتا ہے پھر آدمی اس پتھر سے دوسروں کو مارتا رہتا ہے۔"

اسی وقت مسلح فوجی جوان کمپارٹمنٹ میں آ گئے۔ اُن کے افسر نے مسافروں سے کہا "آخری اسٹیشن آ رہا ہے۔ گاڑی رکنے سے پہلے آپ لوگ دوسرے کمپارٹمنٹ میں چلے جائیں۔"

مسافر اپنی اپنی جگہ سے اُٹھ کر سامان اُٹھانے لگے۔ اجنبی بھی اُٹھنا چاہتا تھا۔ افسر نے قریب آ کر کہا "تم یہاں بیٹھو۔ میں کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

اجنبی نے کہا "تمھارے سوال سے پہلے بتا دوں کہ میری کوئی شناخت نہیں ہے اور میرے پاس پاسپورٹ اور دوسرے ضروری کاغذات نہیں ہیں۔"

"یہ ہمیں معلوم ہے۔ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ تم جسمانی طور پر ایک عجیب و غریب انسان ہو۔ بندوق کی گولیاں تم پر اثر نہیں کرتی ہیں۔ تمھارے جیسے شخص کو وحشی اور درندہ ہونا چاہیے۔ اس کے برعکس تم نہایت رحم دل ہو اور عورتوں کا بے حد احترام کرتے ہو۔"

"یہ جانتے ہوئے بھی کہ میں اہم کاغذات کے بغیر سرحد پار کرنے والا تھا آپ لوگ میری اتنی عزت کر رہے ہیں۔ تھوڑی دیر پہلے ایک آرمر نامی آدمی میرے دماغ میں آ کر سمجھا رہا تھا کہ مجھے کبھی غصے میں نہیں آنا چاہیے اور اپنی معصومیت کو برقرار رکھنا چاہیے۔ اسی معصومیت کی بدولت آپ لوگ میری عزت کر رہے ہیں۔"

افسر نے کہا "مسٹر آرمر! ہمارے ہی آدمی ہیں۔ ہم تمھیں آئندہ ہر شر اور فریب سے بچانے کے لیے یہ پاسپورٹ اور اہم کاغذات دے رہے ہیں۔ انھیں کھول کر دیکھو۔"

اس نے پاسپورٹ کھول کر دیکھا۔ اس میں اس کی اپنی تصویر تھی۔ وہ پاسپورٹ حکومت فرانس کی طرف سے جاری کیا گیا تھا۔ افسر نے ایک سرکاری کاغذ کھول کر دکھاتے ہوئے کہا "اس کاغذ کی رُو سے تم فرانس کے باشندے اس وقت تک ہو جب تک تمھاری پچھلی صحیح شہریت معلوم نہیں ہو گی۔ اس پاسپورٹ کے مطابق تم سرحد پار اٹلی کے مختلف شہروں میں جا رہے ہو۔ اگر تمھیں اپنی اصلیت معلوم نہیں ہو گی، تمھارے اپنے لوگ نہیں ملیں گے تو تم جب چاہو گے ہمارے ملک میں واپس آ جاؤ گے۔ تمھیں سرکاری طور پر یہاں رہائشی سہولتیں فراہم کی جائیں گی۔ اور یہ پرچی تم اٹلی کے جس قومی بینک میں لے جاؤ گے تمھیں پچیس ہزار ڈالر مل جائیں گے۔"

افسر اُسے تمام باتیں سمجھا رہا تھا اور دماغ میں بار بار یہ بات پیدا ہو رہی تھی کہ اُسے سرحد پار نہیں جانا چاہیے۔ پیرس واپس جا کر میڈونا کو رہائی دلانا چاہیے۔

آرمر نے کہا "میرے اجنبی دوست! تمھیں عزت اور احترام سے ایک ملک کی شہریت دی جا رہی ہے اور تمھارے دماغ میں چھپا ہوا عامل تمھیں غلط انداز میں سوچنے پر مجبور کر رہا ہے۔"

اجنبی کے دماغ میں سوچ پیدا ہوئی "اگر میں غلط سوچ رہا ہوں اور یہ لوگ میرے ہی ہمدرد ہیں تو انھوں نے میری محبوبہ کو گرفتار کیوں کیا ہے۔ اُسے میرے ساتھ سرحد پار جانے کیوں نہیں دیتے؟"

آرمر نے کہا "ہم اسے جانے دیں گے لیکن اُس شیطان عامل کو کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ ہم نے میڈونا کے دماغ کو کمزور بنا دیا ہے۔ وہ خیال خوانی نہیں کر سکے گی۔ وہ اجنبی کے ساتھ رہے گی لیکن ہمارے جاسوس ہر ہفتے اس کے جسم میں بڑی رازداری سے اعصابی کمزوری کی دوا پہنچاتے رہیں گے۔ بولو ایسی صورت میں میڈونا کو قبول کرو گے؟"

اجنبی نے کہا "بھئی! مجھ سے کیا پوچھتے ہو۔ میں عورتوں کا دیوانہ نہیں ہوں۔"

آرمر نے کہا "میں تم سے نہیں چھپے ہوئے عامل سے کہہ رہا ہوں۔ دیکھو وہ خاموش ہے۔ اب دماغ میں تمھیں بھڑکانے والی کوئی بات پیدا نہیں کر رہا ہے۔"

اجنبی کے پیچھے جو بھی تھا اُسے چپ لگ گئی تھی۔ اس نے سوچا بھی نہیں ہو گا کہ میڈونا کو اغوا کرنے والا منصوبہ اس طرح ناکام ہو گا۔ سپر ماسٹر، ماسک مین اور یہودی تنظیم والوں کو معلوم تھا میڈونا کتنے سخت پہرے میں رہتی ہے۔ وہ بظاہر آزاد گھومتی تھی لیکن خفیہ پولیس کی آنکھوں سے چھپا کر اُسے پیرس شہر سے باہر لے جانا ممکن نہیں تھا۔ کجا یہ کہ وہ پُراسرار عامل اُسے فرانس کی سرحد کے پار لے جانے کے منصوبے پر عمل کر رہا تھا۔

ابھی آرمر نے کہا تھا کہ میڈونا کو بھی اجنبی کے ساتھ سرحد پار

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

بھیجا جاسکتا ہے۔ آرمر جھوٹ نہیں کہتا تھا لیکن آرمر کی لاعلمی میں فرانس کی خفیہ پولیس والے سچ کو جھوٹ بنا سکتے تھے یا پارس یہ سیدھی سی چال چل سکتا تھا۔ ایک ڈمی میڈونا کو اجنبی کے ساتھ بھیج دیتا۔ یہ بتا دیا گیا تھا کہ میڈونا سے خیال خوانی کی صلاحیتیں چھین لی گئی ہیں۔ یعنی وہ واقعی ایک ڈمی ہوتی، خیال خوانی کے ذریعے دماغ میں نہ آتی۔ اس میں یہ صلاحیت ہی نہ ہوتی پھر وہ پُراسرار عامل اُسے کیوں قبول کرتا۔ اس طرح وہ بُری طرح پھنس گیا تھا۔ گلے میں ہڈی اٹک گئی تھی۔ ڈمی کو وہ نگل نہیں سکتا تھا۔ اصلی کو اُگل نہیں سکتا تھا۔ آخر وہ پریشان ہوکر سُپر ماسٹر کے پاس آگیا۔

سُپر ماسٹر نے تمام رُوداد سُننے کے بعد پوچھا "کیا تم ٹیلی پیتھی جاننے والے کی حیثیت سے ظاہر ہوگئے ہو؟"

"جی ہاں۔ لیکن میری اپنی آواز اور لہجہ ظاہر نہیں ہوا ہے۔ وہ نہیں جانتے میں کون ہوں اور کس سے تعلق رکھتا ہوں مگر عجیب بات ہے! وہ آپ ہی سے میرا تعلق جوڑ رہے ہیں۔"

"کیا وہ سمجھ رہے ہیں کہ تم ڈیگرا اینڈ ڈیگر میں سے نہیں ہو کوئی اور ہو؟"

"پتا نہیں انھوں نے اس سلسلے میں کیا رائے قائم کی ہے۔"

"یہ کسی کو معلوم نہیں ہونا چاہیے کہ ہمارے پاس ڈیگرا اینڈ ڈیگر کے علاوہ دو اور خیال خوانی کرنے والے ہیں۔"

"اس کی ایک ہی صورت ہے۔ آپ کسی ایک ڈیگر کو جبریل گرانٹ (اجنبی) کے دماغ میں بھیج دیں۔ ڈیگر اس کے دماغ سے ظاہر ہوگا تو مجھ جیسے نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے کے متعلق کوئی نہیں سوچے گا۔"

"ہم ڈیگرا اینڈ ڈیگر کو بھی یہ بتانا نہیں چاہتے کہ ہمارے پاس ان کے علاوہ بھی خیال خوانی کرنے والے ہیں۔ تم خود ہی ڈیگر بن کر جبریل کے دماغ میں جاؤ۔ اس کے لہجے میں خود کو ظاہر کرو۔"

"اچھی بات ہے میں جا رہا ہوں لیکن اب میڈونا تک کیسے پہنچا جائے گا؟"

"تمھارے بیان کے مطابق اس کی آنکھوں پر پٹی باندھی گئی ہے اور اُسے ٹرین سے اُتار کر کسی ایسی گاڑی میں لے جا رہے ہیں جو ساؤنڈ پروف ہے۔ تم اس کی آنکھوں سے دیکھ نہیں سکتے کہ کہاں پہنچائی جائے گی۔ اس کے کانوں سے گاڑی کے باہر کی آوازیں نہیں سُن سکو گے اور اُسے گرفتار کرکے لے جانے والے سپاہیوں کے دماغوں تک بھی نہیں پہنچ سکو گے۔ لہٰذا صبر کرو۔ میڈونا کو کہیں ایک جگہ قیدی کی حیثیت سے پہنچنے دو۔ تب تک دوسری چال چلو۔"

وہ بتانے لگا۔ چال یہ تھی کہ روم میں اُس اجنبی کی جس کا اصل نام جبریل گرانٹ تھا تھوڑی یادداشت واپس لائی جائے اور یہ یادداشت اس کی جان سے زیادہ عزیز اس کے دل کی دھڑکنوں میں رہنے والی محبوبہ سُوسانہ واپس لائے گی۔

سُپر ماسٹر نے جبریل کا برین واش کرانے کے بعد اسے بے ہوشی کی حالت میں بڑی رازداری سے پیرس پہنچا دیا تھا لیکن اس سے پہلے سوسانہ کا تعلق پیرس سے ثابت کرنے کے تمام انتظامات کر دیے تھے۔ پیرس میں مارٹیلو ڈیسوزا نام کا ایک شخص اپنی فیملی کے ساتھ شریفانہ زندگی گزار رہا تھا۔ بیس برس پہلے اس نے نیویارک میں ایک حسینہ سے شادی کی تھی۔ یہ شادی زیادہ عرصہ قائم نہ رہ سکی۔ طلاق ہوگئی۔ اس حسینہ سے ایک بیٹی تھی جسے مارٹیلو ڈیسوزا حاصل کرکے اپنے سائے میں اس کی پرورش کرنا چاہتا تھا۔ لیکن کاروباری اُلجھن کے باعث وہ مقدمہ بازی نہ کرسکا۔ پیرس آکر بہت مصروف ہوگیا۔ بعد میں پتا چلا وہ حسینہ اپنی بیٹی سُوسانہ کو لے کر کہیں چلی گئی ہے۔

سُپر ماسٹر کی پلاننگ کے مطابق دو ہفتے قبل اُس حسینہ کا ایک خط مارٹیلو ڈیسوزا کو ملا۔ جس میں لکھا تھا "میں اسپتال میں ہوں۔ میری زندگی کا کوئی بھروسا نہیں ہے۔ میں نے تمھاری بیٹی سُوسانہ کو تمھارے متعلق سب کچھ بتا دیا ہے۔ وہ تم سے ملنے کے لیے بے چین ہے۔ تم یہ دیکھنا کہ وہ تمھاری دولت اور جائداد میں سے تمھارے دوسرے بچوں کا حق مارنے آئے گی۔ وہ خود کروڑوں کی جائداد کی مالک ہے۔ چونکہ تمھارا خون ہے لہٰذا تمھارے لیے تڑپ رہی ہے۔ یوں بھی ماں کے بعد باپ کے ہی سائے میں رہنا چاہتی ہے۔ مجھے اُمید ہے تم میری غلطی کی سزا اس کو نہیں دو گے۔ اُسے محبت سے اپنے پاس رکھو گے۔"

مارٹیلو ڈیسوزا یہ خط پاکر خوشی سے کھِل گیا تھا۔ وہ پہلی فرصت میں نیویارک پہنچا۔ اپنی سابقہ بیوی سے ملنے اسپتال گیا۔ وہاں بیٹی کو دیکھا تو حیران رہ گیا۔ اس نے سوچا تھا ایک نازک اندام سی لڑکی ہوگی ویسے تو لڑکی ہی تھی بے حد خوبصورت بھی تھی لیکن قد آور بھی یا ڈیل ڈول والی لگ رہی تھی۔ بے چارہ باپ نہیں جانتا تھا کہ بیٹی برسوں پہلے مرچکی ہے اس کی سابقہ بیوی ایک ڈمی بیٹی کو پیش کر رہی ہے۔

وہ ایسا کیوں کر رہی تھی اور کون لوگ اسے ایسا کرنے پر مجبور کر رہے تھے؟ ان حقائق کو وہ خود نہ سمجھ سکی۔ اُسے سمجھنے کا موقع نہیں دیا گیا۔ مارٹیلو نے جس دن اپنی سابقہ بیوی سے اسپتال میں ملاقات کی تھی اسی شام وہ مرگئی یا مار ڈالی گئی۔ مارٹیلو کے لیے یہ ثبوت کافی تھا کہ بیوی نے سُوسانہ کو بیٹی کہہ کر متعارف کرایا تھا۔ اس میں کوئی لالچ یا خود غرضی نہیں تھی کیونکہ سُوسانہ خود کروڑوں کی جائداد کی مالک تھی۔ ماں کی موت کے بعد اُس نے کہا "ڈیڈی! یہاں کچھ کاروباری معاملات نمٹا کر آپ کے ساتھ چلوں گی۔"

مارٹیلو نے کہا "بیٹی! میں بھی کاروباری معاملات میں اُلجھا ہوں میرا پیرس جانا ضروری ہے۔"

"کوئی بات نہیں آپ جائیں۔ میں آنے سے پہلے آپ کو اطلاع دوں گی۔"

وہ پیرس آگیا۔ اپنے بچوں کو سُوسانہ کی تصویریں دکھائیں اور پروگرام بنایا کہ بیٹی کی آمد پر بہت بڑا جشن منائے گا۔ وہ اس دن کا انتظار کرنے لگا۔ سُپر ماسٹر کو بھی اُس دن کا انتظار تھا پلاننگ کے مطابق اگر جبریل میڈونا کو پھانس کر روم لے آتا تو پھر سُوسانہ کو پیرس روانہ کرنے کی ضرورت نہ پڑتی۔ اب ناکامی کی صورت میں سُوسانہ کی آمد ضروری ہوگئی تھی۔

مارٹیلو ڈیسوزا کو سُوسانہ کا خط ملا کہ وہ پیرس آرہی ہے لیکن روم کے تاریخی کھنڈرات کی سیر کرتی ہوئی آئے گی۔

پارس اُس اجنبی جبریل کے ساتھ روم پہنچ گیا۔ آرمر نے کہا "بیٹے! تم نے جو سوچا تھا وہ نہیں ہوا۔ اس کے پیچھے چھپے ہوئے لوگ اُسے واپس پیرس نہیں لے گئے۔"

"آپ کیا سمجھتے ہیں سُپر ماسٹر میڈونا کا خیال چھوڑ دے گا؟"

"وہ خیال خوانی کی چڑیا ہے اُسے ضرور شکار کرے گا لیکن اجنبی سے شاید کام نہیں لے گا۔"

"میڈونا اس کی دیوانی ہے۔ اس کے لیے پھر زنجیریں توڑ کر فرانس سے باہر جائے گی۔ کوئی دوسرا اُسے نہیں لے جاسکے گا۔"

"تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ اجنبی اس کے پاس جائے گا اور اسے ہماری قید سے نکال کر لانے کی کوشش کرے گا؟"

"اجنبی ابھی نارمل ہے۔ میڈونا میں زیادہ دلچسپی بھی نہیں رکھتا۔ اس سے غیر قانونی اقدامات کی توقع نہیں ہے۔ اس کے باوجود میں کسی بہت بڑے اور غیر متوقع ڈرامے کا منتظر ہوں۔"

"آخر تمھارے اندر ایسی کون سی پھانس چُبھ رہی ہے؟"

"انکل! تین دن پہلے میڈونا محبت کی دیوی تھی۔ میری وفاداری کی قسمیں کھاتی تھی۔ کیا آپ سوچ سکتے تھے کہ وہ تیور بدل لے گی؟"

"مجھے افسوس ہے بیٹے!"

"مجھے افسوس نہیں ہے۔ میں آپ سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ وفادار کو بے وفا اور معصوم کو ظالم بنتے دیر نہیں لگتی۔ تقدیر ہمیں عجب تماشے دکھاتی ہے۔ یہ معصوم اجنبی حالات کے کسی ڈرامائی موڑ پر خطرناک بن سکتا ہے یا ایسی ہی کوئی دوسری بات ہوسکتی ہے جس کے متعلق ہم ابھی کچھ سوچ بھی نہیں سکتے۔" وہ ایک ذرا چپ ہوا۔ پھر ایک گہری سانس لے کر بولا "ویسے یہ اجنبی بہت پیارا بندہ ہے۔ میں اِس کی اصلیت معلوم کرکے رہوں گا۔"

آرمر نے کہا "میں جا رہا ہوں۔ جناب شیخ صاحب نے کہا ہے، اب مجھے علی تیمور اور اعلیٰ بی بی کے پاس رہنا چاہیے۔"

"آپ ضرور جائیں لیکن معلوم کرتے رہیں کہ دشمن خیال خوانی کرنے والے میڈونا کے دماغ میں کب کھچڑی پکاتے ہیں۔"

آرمر چلا گیا۔ پارس ایک ٹیکسی میں اجنبی کے ساتھ سفر کر رہا تھا اور وہ اجنبی کھڑکی کے باہر روم شہر کے گزرتے ہوئے مناظر کو دیکھتا جا رہا تھا۔ اس نے ایک علاقے کو دیکھتے ہوئے کہا "یہ ... یہ جگہ میں پہلے بھی دیکھ چکا ہوں۔"

اس نے پلٹ کر پارس سے کہا "اسٹون مارک! ہمیں یہاں رکنا چاہیے۔"

"میرے دوست! ذرا صبر کرو۔ ہم پہلے ہوٹل میں جائیں گے، اپنا سامان رکھیں گے۔ غسل کرکے لباس تبدیل کریں گے۔ پھر میں تمھیں اس شہر کے ہر چھوٹے بڑے علاقے میں لے جاؤں گا۔"

"کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ تم ہوٹل جاؤ، سامان رکھو، وہاں جو کرنا ہے کرتے رہو۔ میں جب تک اس علاقے کو اچھی طرح دیکھ کر اور وہاں کے لوگوں سے مل کر آجاؤں گا؟"

"تم دنیا میں کہیں بھی چلے جاؤ، عورتیں ایک دوسرے سے زیادہ مختلف نہیں ملیں گی۔ یہاں بھی تمھارے پیچھے پڑنے والیاں ہزاروں میں نہ سہی سیکڑوں کی تعداد میں ضرور ہوں گی۔ تم کوئی علاقہ کیا دیکھو گے، وہ تمھیں دیکھتے ہی دیکھتے گوشت پہلوان سے ہڈی پہلوان بنا دیں گی۔"

وہ بحث نہ کرسکا۔ ٹیکسی ہوٹل کے احاطے میں داخل ہوئی تھی۔ وہاں اُن کے لیے دو الگ کمرے ریزرو ہوچکے تھے۔ اجنبی نے ہوٹل کے اندر پہنچ کر چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا "میں یہاں بھی آچکا ہوں۔ یہ ریسیپشن ہال، یہ کھڑکیوں کے رنگین شیشے اور یہ ہال کے وسط میں گھڑسوار کا مجسمہ، یہ سب کچھ میں دیکھ چکا ہوں۔"

پارس نے کہا "جذباتی نہ ہو۔ اگر یہاں آچکے ہو تو خاموشی سے سوچنے اور یاد کرنے کی کوشش کرو۔"

وہ اُس ہال کے ایک ایک آرائشی سامان کے قریب جاکر دیکھنے اور غور کرنے لگا۔ پارس بڑی دیر تک انتظار کرتا رہا پھر پاس آکر بولا۔ "کوئی ضروری نہیں ہے کہ ایک جگہ کو دیکھتے ہی بہت سی باتیں یاد آجائیں۔ اتنا ہی کافی ہے کہ تمھیں یہ جگہ یاد ہے۔ اس ہوٹل سے باہر ایسے لوگ بھی ملیں گے جو تمھارے متعلق کافی معلومات فراہم کریں گے۔ آؤ پہلے ہم غسل کرکے حلیہ تبدیل کرلیں۔"

وہ اُس کے ساتھ لفٹ کے ذریعے ساتویں فلور پر آیا۔ وہاں ایک کوریڈور میں دونوں کے کمرے آمنے سامنے تھے۔ وہ اپنے اپنے کمرے میں چلے گئے۔ پارس نے اٹیچی کیس کھول کر کپڑے نکالے پھر غسل کرنے چلا گیا۔ شیو کرنے، نہانے دھونے اور لباس تبدیل کرنے میں ایک گھنٹا صرف ہوا۔ بدن ہلکا پھلکا ہوگیا تھا۔ وہ بہترین جاذبِ نظر لباس پہن کر کمرے سے باہر آیا۔ پھر اجنبی کے دروازے پر دستک دی۔ کال بیل کے بٹن کو دبایا۔ اسے جواب نہیں ملا۔ اس نے وقفے وقفے سے دوبار کال بیل کو استعمال کیا۔ پھر اپنے کمرے میں آکر ٹیلیفون کا ریسیور اُٹھا کر

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کاؤنٹر سے پوچھا "کیا رُوم نمبر دس کے مسافر نے چابی جمع کی ہے؟"
دوسری طرف سے کہا گیا "جی نہیں۔ چابی کی بورڈ میں نہیں ہے"
اس نے آپریٹر سے روم نمبر دس طلب کیا۔ تھوڑی دیر بعد گھنٹی کی آواز سُنائی دی۔ فون کی گھنٹی اجنبی کے کمرے میں بج رہی تھی لیکن وہ ریسیور نہیں اُٹھا رہا تھا۔ اس کا مطلب یہی ہوسکتا تھا کہ وہ کمرے میں نہیں ہے کاؤنٹر پر کمرے کی چابی دیے بغیر کہیں چلا گیا ہے۔ یا پھر اسی کمرے میں بے ہوش پڑا ہے یا مر چکا ہے۔ ویسے وہ آسانی سے مرنے والا نہیں تھا۔ چونکہ ہوٹل کے طور طریقے نہیں جانتا تھا۔ اس لیے چابی کاؤنٹر پر دیے بغیر کہیں چلا گیا ہوگا۔

پارس نے مینیجر سے کہا "آپ احتیاطاً ماسٹر کی سے کمرا نمبر دس کھول کر دیکھ لیں۔ میری تسلی ہو جائے گی"
مینیجر نے آکر کمرا کھولا۔ اجنبی اندر نہیں تھا۔ وہ کاؤنٹر پر چابی جمع کرائے بغیر نکل گیا تھا۔ اسے اجنبی شہر میں یوں تنہا نہیں جانا چاہیے تھا مگر وہ اپنی پچھلی زندگی کو سمجھنے کے لیے جذبات کی رَو میں بہہ کر گیا تھا۔ پارس نے ہوٹل سے کرائے کی کار حاصل کی پھر اس کی تلاش میں نکل گیا۔

شام کا وقت تھا ایک آدھ گھنٹے میں رات کا اندھیرا چھانے والا تھا۔ وہ دھیمی رفتار میں کار ڈرائیو کرتا اور دُور تک نظریں دوڑاتا جا رہا تھا۔ توقع تھی کہ وہ کہیں نہ کہیں ضرور دکھائی دے گا۔ ایسے ہی وقت اس نے اپنے دماغ میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا لیکن انجان بنا رہا۔ دماغ میں آنے والے کو خوش فہمی تھی کہ وہ اسٹون مارک کے چور خیالات پڑھ رہا ہے اور پارس کے دماغ کا وہ حصہ مقفل تھا جہاں چور خیالات ہوتے ہیں۔ وہ اجنبی کی تلاش میں خود کو پریشان کر رہا تھا۔
پھر ایک ڈیگر کی آواز سُنائی دی "ہیلو اسٹون مارک! تم اجنبی کے لیے پریشان کیوں ہو؟"
پارس نے انجان بن کر سوچا "کیا میرے دماغ میں کوئی بول رہا ہے یا میں خود ایسی بات سوچ رہا ہوں۔"
اس نے کہا "میں تمھارے دماغ میں بول رہا ہوں اور وہی شخص ہوں جو اجنبی کے اندر چھُپ کر رہتا ہے"
"اگر تم وہی ہو تو میرے پاس آکر تم نے بڑی مہربانی کی ہے۔ میں سوچ رہا تھا کہ وہ دماغ کے اندر رہنے والا اُس کی بھولی باتوں کو اس کے بھیدوں کو ضرور جانتا ہوگا۔ کیا تم اس بے چارے کے بارے میں حقیقت جانتے ہو؟"
"میں بہت کچھ جانتا ہوں۔ تم میری باتوں کا جواب دو، اس اجنبی کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو؟"
"کیسی الٹی بات کرتے ہو۔ دماغ میں رہ کر بھی نہیں جانتے کہ اجنبی نے ایک بار نہیں بار بار مجھے اپنے ساتھ رہنے پر مجبور کیا ہے۔ میں کسی کی طاقت سے نہیں جھکتا۔ مگر محبت سے مجبور ہو جاتا ہوں۔ وہ بہت پیارا بندہ ہے۔ اس کا نام بتاؤ"
"جبریل گرا۔ آ۔ آ۔ ۔ ۔" وہ اجنبی کا پورا نام جبریل گرانٹ بتانے لگا تھا۔ پھر ہوش آیا کہ اسٹون مارک نے اپنی بات کرتے کرتے اچانک نام پوچھا تھا اور جواب میں وہ بے اختیار بتانے لگا تھا۔ اس نے غصّے سے کہا "یو نان سنس۔ میں نام نہیں بتاؤں گا"
"کوئی بات نہیں۔ پُورا نام نہ سہی، میں اسے جبریل کہہ کر مخاطب کروں گا"
"میں تمھارے دماغ کی دھجیاں اڑا دوں گا"
"تمھیں پتا ہے، میں پیشے کے اعتبار سے بازی گر ہوں۔ کئی منٹ تک سانس روک لیتا ہوں۔ دیکھو ایسے"
اس نے سانس روکی۔ وہ دماغ سے باہر نکل گیا۔ آنے والا ڈیگر نہیں تھا سپر ماسٹر کی ہدایت کے مطابق ڈیگر بن گیا تھا۔ اس کا خیال تھا اسٹون مارک جبریل کے ساتھ رہتا ہے اس لیے آرمز جبریل کے علاوہ اسٹون مارک کے پاس بھی جاتا ہوگا اور آرمر دونوں میں سے کسی کے دماغ میں اسے بولتا سُنے گا تو سمجھ لے گا کہ ڈیگر بول رہا ہے۔
وہ تھوڑی دیر بعد پارس کے دماغ میں آیا۔ پارس نے پھر سانس روک کر اُسے بھگا دیا۔ پھر ایک جگہ گاڑی روک دی۔ ایک خوب صورت سے گارڈن میں لوگوں کی بھیڑ دکھائی دے رہی تھی۔ یوں لگ رہا تھا لوگ کسی عجیب و غریب چیز کو دیکھنے وہاں جمع ہو رہے ہیں۔ اور وہ عجیب و غریب چیز جبریل ہوگا جو اپنے آس پاس عورتوں اور مردوں کی بھیڑ لگا لیا کرتا تھا۔
وہ گاڑی سے اُتر کر تیزی سے چلتا ہوا گارڈن میں آیا۔ کچھ لوگ بھیڑ سے واپس آ رہے تھے۔ اس نے ایک سے پوچھا۔ "یہاں کیا ہو رہا ہے؟"
اسے جواب ملا "قدرت کا تماشا ہے، جاؤ تم بھی دیکھ لو"
وہ تیزی سے چلتا ہوا بھیڑ کو چیرتا ہوا سب سے آگے آیا۔ پھر ایک حسینہ کو دیکھ کر رُک گیا۔ وہ ایک اوپن ریستوران کے کاؤنٹر کے پاس بیٹھی کھانا کھا رہی تھی۔ کاؤنٹر پر دُور تک بڑی بڑی ہڈیاں بکھری ہوئی تھیں۔ کتنی ہی پلیٹیں خالی پڑی تھیں، انھیں دیکھ کر پتا چلتا تھا کہ اس حسینہ نے ان ہڈیوں سے گوشت نوچ کر کھایا ہے۔ تمام پلیٹیں بھی اس نے خالی کی ہیں۔ وہ بیٹھنے کے باوجود قد آور لگ رہی تھی۔ جسم سے باڈی بلڈر دکھائی دیتی تھی۔ کتنے ہی لوگ اس کے کھانے کے انداز پر مسکرا رہے تھے۔ لیکن

وہ گھور کر دیکھتی تھی تو مسکرانے والے سہم کر مُنہ پھیر لیتے تھے یا وہاں سے چلے جاتے تھے۔
وہ ایک بوٹی چباتے ہوئے کہہ رہی تھی "میری سمجھ میں نہیں آتا تم لوگ کیا دیکھ رہے ہو؟ میرے حسن کو؟ میری جسامت کو؟ یا میری خوراک کو؟ اگر یہ سب کچھ غیر معمولی یا حیرت انگیز ہے تو بہت دیکھ چکے۔ اب جاؤ۔ دوسروں کو بھی آکر دیکھنے کا موقع دو"
کچھ لوگ جا رہے تھے کچھ آ رہے تھے۔ وہ ایک بوٹی کو دانتوں سے نوچنے کے بعد بولی "بڑی مشکل ہے جہاں جاتی ہوں تماشا بن جاتی ہوں۔ اے لوگو! پلیز! مجھے تماشا نہ سمجھو۔ میں عجوبہ نہیں ہوں۔ پلیز جاؤ اور اپنا کام کرو"
اس بھیڑ سے چار پہلوان نکل کر آئے۔ ایک نے کہا "میری جان! تمھیں اپنے جوڑ کا مرد اسی شہر میں ملے گا۔ ہمارے ساتھ چلو، ہمیں میزبانی کا موقع دو"
وہ اُٹھ کر کھڑی ہوئی۔ تولیے سے مُنہ ہاتھ پونچھتے ہوئے بولی "میں پیچھا چھوڑنے کی بات کر رہی ہوں اور تم لوگ پیچھے پڑنے آ رہے ہو۔ کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ بات بڑھائے بغیر یہاں سے چلے جاؤ؟"
"ہم نہیں جائیں گے۔ جانا ہے تو تم جاؤ"
"ایک ہی بات ہے۔ میں چلی جاتی ہوں"
اس نے پرس میں سے ایک ہزار ڈالر کا نوٹ نکال کر کاؤنٹر پر رکھ دیا پھر رقم کا حساب کیے بغیر جانے لگی ایک پہلوان نے سامنے آکر راستہ روکتے ہوئے کہا "بائی گاڈ! میں نے بڑے نامور پہلوانوں کو پچھاڑا ہے لیکن تمھاری جیسی پہلوان عورت کو پچھاڑنے میں جو مزہ آئے گا۔ اس کا نشہ ساری زندگی۔"
بات ختم ہونے سے پہلے ہی حسینہ کا ایک اُلٹا ہاتھ مُنہ پر پڑا وہ دو قدم پیچھے چلا گیا۔ اچانک آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا تھا۔ ہاتھ اتنا زبردست ہوگا، وہ پہلوان سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ وہ ذرا چکرایا۔ پھر آنکھوں کے سامنے سے تاریکی چھٹ گئی۔ شیرنی غراتی ہوئی نظر آئی۔ پہلوان نے حملہ کرنے کے لیے پینترا بدلا۔ آج کل کی لڑائی میں پینترا بدلنے کی مہلت کہاں ملتی ہے۔ شیرنی نے گھوم کر مُنہ پر لات ماری تو پھر وہ پینترا بدلنے کے قابل نہیں رہا۔ چکرا کر گر پڑا۔ یہ پہلوانوں کی توہین تھی۔ دوسرے پہلوان گرجتے ہوئے برسنے کے لیے آئے۔ لوگ دُور ہٹ گئے تھے اور حیرانی سے اس اکیلی عورت کی جی داری دیکھ رہے تھے۔ پارس نے ان کے درمیان جاتے ہوئے کہا "میرے غیرت مند پہلوانو! کیوں تنہا عورت کو پریشان کر رہے ہو، رُک جاؤ، اپنے ایک ساتھی کو کاندھوں پر اُٹھا کر لے جاؤ۔ ابھی ایک ہے۔ زیادہ ہو گئے تو کوئی کسی کو نہیں اُٹھا سکے گا"
ایک پہلوان نے اس کی طرف ہاتھ گھمایا۔ وہ فوراً بیٹھ کر اُٹھ گیا۔ وہ گھومتا ہوا حسینہ کے پاس پہنچا پھر مار کھا کر اپنے ایک ساتھی کے بازوؤں میں جھول گیا۔ تیسرا اُچھل کر اسے فلائنگ کِک مارنے آیا۔ اس نے اس کی ٹانگ پر ایک ہاتھ مارا، وہ گھوم کر گرنے والا تھا، پارس نے اسے دونوں بازوؤں میں روک لیا۔ حسینہ کے سامنے پیش کرتے ہوئے کہا "لو۔ اس کے ساتھ انصاف کرو"
حسینہ نے خلافِ توقع پارس کو گھور کر دیکھا پھر ایک کراٹے کا ہاتھ رسید کر دیا۔ پارس نے پہلوان کا مُنہ آگے کر دیا۔ پھر اسے چھوڑ کر پیچھے ہٹتے ہوئے بولا "کمال ہے، میں تمھاری مدد کر رہا ہوں اور تم مجھ پر ہی حملہ کر رہی ہو"
وہ غرا کر بولی "میں تمھارے جیسے موقع پرستوں کو خوب سمجھتی ہوں۔ ذرا سی ہمدردی جتا کر عشق فرمانے لگتے ہو۔ میں تم پانچوں کے لیے اکیلی کافی ہوں"
اُسے پارس سے اُلجھتے دیکھ کر پہلوانوں کو بھاگنے کا موقع مل گیا۔ حسینہ نے اپنے مخصوص انداز میں گھوم کر کک ماری۔ پھر پلٹ کر دیکھا۔ پارس دونوں ہاتھ باندھے سر جھکائے کھڑا تھا۔ شاید پہلی بار اس شیرنی کا وار خالی گیا تھا۔ وہ غرا کر بولی "مقدر سے بچ گئے، اب

موسیقی کی ا، ب، ت کا قاعدہ
گانا سیکھنے کے لیے نہایت موزوں کتاب
ابجدِ موسیقی
برصغیر کے نامور گلوکار مہدی حسن کہتے ہیں کہ:
موسیقی کے اُستاد نظام الدین خان کہتے ہیں کہ:
معروف ادیب و صحافی شکیل عادل زادہ کہتے ہیں کہ
جوانِ نسل معروف شاعر جمال احسانی کہتے ہیں کہ:
کتابیات پبلی کیشنز

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

نہیں بچو گے۔"

اس نے کراٹے کا ایک ہاتھ مارا۔ پارس نے ذرا سا سر اُٹھایا۔ کراٹے والا ہاتھ ٹھوڑی کے نیچے سے گزر گیا۔ دوسرا ہاتھ کنپٹی کے قریب سے گیا۔ تیسرا ہاتھ ایک شانے پر سے خالی گیا۔ وہ بدستور ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔ والسوروکی نے اُسے پکا حساب سمجھایا تھا کہ حملہ آور کی آنکھوں پر سے نظریں نہ ہٹاؤ۔ مگر چور نظروں سے اس کے جچے تُلے ہاتھوں کا حساب رکھو۔ حساب درست ہوگا تو چہرے کو صرف ایک انچ آگے پیچھے یا دائیں بائیں ہٹانے سے حملے ناکام ہوتے رہیں گے۔ پارس نے اُستاد سے مار کھا کھا کر حساب درست رکھنے میں بڑی پختگی حاصل کی تھی۔ یہ بچاؤ کا ایسا انداز تھا کہ حملہ کرنے والا دشمن غصّے میں آپے سے باہر ہو جاتا تھا۔

وہ بھی غصّے میں بھر گئی تھی۔ ایک آدھ حملہ تو کسی کا بھی ناکام ہو سکتا تھا لیکن آج تک اتنے حملے کبھی ناکام نہیں ہوئے تھے وہ شیرنی کی طرح اس پر تیزی سے جھپٹنے لگی، پلٹنے لگی، کبھی کبھی فضا میں اُچھل اُچھل کر فلائنگ کِک مارنے لگی لیکن مارنے سے پہلے وہ جہاں ہوتا تھا مارتے وقت وہاں سے سرک جاتا تھا۔ ایک ذرا سا ہٹنے اور سرکنے سے جچے تُلے حملے ناکام ہو رہے تھے۔ ایسے ہی وقت ایک پہلوان کی گرج دار آواز سُنائی دی۔ وہ پارس سے کہہ رہا تھا "جوان ہٹ جاؤ۔ اب یہ زندہ نہیں رہے گی۔"

پارس نے سر گھما کر دیکھا، ایک پہلوان ریوالور سے حسینہ کا نشانہ لے رہا تھا۔ وہ فوراً ہی فضا میں اُچھل کر قلابازی کھاتا ہوا پہلوان کے منہ پر لات ملتا ہوا دوسری طرف آ کر کھڑا ہو گیا۔ پہلوان کے ہاتھ سے ریوالور چھوٹ کر زمین پر گر پڑا تھا۔ لات کھانے والا دوسری طرف چلا گیا تھا لیکن دوسرے پہلوان نے پھرتی سے ریوالور اُٹھا کر حسینہ پر گولی چلا دی۔ گولی ٹھیک دل کے اُوپر شانے کے قریب جا کر پیوست ہو گئی۔

کتنی ہی عورتوں کے حلق سے چیخ نکلی۔ لوگ جہاں تھے وہیں کھڑے رہ گئے تھے انھیں یقین نہیں آ رہا تھا کہ ایسی قدآور خوب صورت جسم رکھنے والی حسینہ یوں گولی کھا کر پٹ سے مر جائے گی۔ گولی مارنے والے بھاگ رہے تھے اور وہ چیخ چیخ کر کہہ رہی تھی "بزدلو! بھاگتے کہاں ہو؟ میں تمھیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر ماروں گی۔"

یہ کہہ کر اس نے سر کو جھکایا۔ شانے کے پاس اس حصّے کو دیکھا جہاں گولی پیوست ہو گئی تھی اور خون بہہ رہا تھا پھر جو کچھ ہوا اُسے دیکھ کر لوگ دم بخود رہ گئے۔ پارس بھی اپنی کھوپڑی سہلانے لگا۔ اس حسینہ نے اپنی دو انگلیاں زخم کے اندر ڈالیں۔ پھر اندر گھسی ہوئی مضبوط دھات کی بنی ہوئی گولی کو ان انگلیوں سے نکال کر باہر پھینک دیا۔

سب پر سکتہ طاری ہو گیا تھا۔ یہ یقین کرنے والی بات نہیں تھی۔ ایسا آپریشن نہ کبھی کسی نے دیکھا تھا نہ کسی سے سُنا تھا لیکن دیکھنے والے اپنی آنکھوں کو جھٹلا نہیں سکتے تھے اس کے بعد مزید یقین نہ کرنے کی بات یہ تھی کہ وہ زخم دیکھتے ہی دیکھتے بھر گیا تھا۔ خون بھی نہیں بہہ رہا تھا۔ وہ کاؤنٹر سے تولیا اُٹھا کر لباس پر پھیلے ہوئے لہو کو پونچھ رہی تھی۔

کوئی ایک منٹ تک خاموشی رہی۔ پھر پارس نے دونوں بازو حسینہ کی طرف پھیلا کر بڑھتے ہوئے کہا "بھابی جان! ہائے بھابی جان! تمھیں کہاں کہاں نہیں ڈھونڈا۔ آخر ریوالور کی ایک گولی نے تمھاری پہچان کرا دی۔"

وہ گھور کر بولی "اے خبردار! مجھ سے دُور رہو۔ تمھیں دیکھ کر میری جان جل جاتی ہے۔ ایک ہی ہاتھ کھا لیتے تو تمھارا کیا بگڑ جاتا؟"

"تم ایک ہاتھ کی بات کرتی ہو۔ ارے بھابی جان! یہ چھوٹا دیور تو اب دن رات مار کھانے کو تیار ہے۔"

"یہ بھابی جان کا کیا مطلب ہے؟"

"مطلب یہ ہے کہ میں نے اپنے بھائی جان سے تمھارا جوڑ پکا کر دیا ہے۔ تم دونوں کی جوڑی اتنی شاندار ہوگی کہ دُنیا کے ہر ملک کے، ہر قصبے کے لوگ دیکھنے آئیں گے۔"

"تم اتنی بکواس کیوں کرتے ہو؟"

"یہ بکواس نہیں ہے۔ میرے بھائی جان کا تعلق تمھارے قبیلے سے ہے۔ وہ بھی اپنے جسم میں دو انگلیاں گھسا کر بلٹ باہر نکال لیتے ہیں۔"

اس نے چونک کر پارس کو دیکھا پھر پوچھا "ابھی تم نے کیا کہا۔ کیا تمھارا بھائی میری طرح گولی کھا کر اس گولی کو اپنے جسم سے نکال لیتا ہے؟ کون ہے وہ؟ کہاں ہے؟ اگر کوئی ایسا ہے تو وہ تمھارا بھائی نہیں ہوگا۔ وہ میری جان ہے، میری زندگی اور میری محبت ہے۔"

"اور اس محبت کا نام جبریل ہے۔"

"ہاں۔" اس نے اس طرح منہ پھاڑ کر چیختے ہوئے کہا۔ "ہاں۔ آں۔ آں۔" کہ لوگ سہم کر ذرا پیچھے چلے گئے۔ وہ دوڑتی ہوئی آ کر اس سے لپٹ گئی۔ وہ گھبرا کر بولا "ارے ارے! یہ کیا کر رہی ہو۔ مجھے چھوڑ دو۔ میں پچکنا نہیں چاہتا۔"

وہ اسے جھنجوڑ کر بولی "جبریل کہاں ہے؟"

"اسی شہر میں ہے۔ ہم نے ایک ہی ہوٹل میں قیام کیا ہے۔ تھوڑی دیر پہلے وہ تنہا کمرے سے نکل کر کہیں چلا گیا

ہے۔ میں اسے تلاش کرتا ہوا اِدھر آیا تو تم مل گئیں۔"

"وہ ہوٹل سے کہاں جا سکتا ہے؟"

"اپنے آپ کو تلاش کرنے۔"

"کیا فلسفہ بول رہے ہو؟"

"وہ اپنے آپ کو بھول گیا ہے۔ اپنی پچھلی زندگی بھول گیا ہے حتیٰ کہ اسے اپنا نام بھی یاد نہیں ہے۔"

"میں نہیں مانتی، تم بہت اُلٹی سیدھی باتیں کرتے ہو۔"

پارس اس کے چہرے کو غور سے دیکھ رہا تھا معلوم کر رہا تھا کہ حسینہ واقعی جبریل کے موجودہ حالات سے بے خبر ہے یا سب کچھ جانتی ہے اور یہاں ڈرامائی انداز میں اپنے محبوب سے ملنے آئی ہے۔ اس نے پوچھا "تمھارا نام کیا ہے؟ تم کہاں سے آئی ہو؟"

"سُوسانہ۔ میرا نام سُوسانہ ہے، میں نیویارک سے آئی ہوں۔"

"تم جبریل کو کب سے جانتی ہو؟"

"تم پولیس والوں کی طرح سوالات کیوں کر رہے ہو؟"

"میں معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ اس کی یادداشت کیسے کھو گئی۔ اگر تمھارے تعلقات پرانے ہیں تو تم ہی اس کی برین واشنگ کے متعلق کچھ بتا سکتی ہو۔"

"برین واشنگ؟ کیا تم سنجیدگی سے یہ بات کہہ رہے ہو؟"

"ہاں۔ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے دماغ میں چھپا رہتا ہے۔ وہ تھوڑی دیر پہلے میرے دماغ میں بھی آیا تھا۔ میں یقین سے کہتا ہوں کہ بے چارے جبریل کے ساتھ دشمنی کی جا رہی ہے۔"

سوسانہ نے کہا "مجھے تو تم پاگل لگتے ہو۔ کبھی کہتے ہو کہ جبریل خود کو بھول گیا ہے اپنا نام بھی اسے یاد نہیں ہے اور کبھی کہتے ہو کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا دماغ میں آتا ہے۔ کیا میں ٹیلی پیتھی جیسی خیالی باتوں پر یقین کر لوں گی؟ کیا تم سنجیدگی سے عقل کی باتیں نہیں کرو گے؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا "کہاں ہے، مجھے عقل کی باتیں سنانے کو کہتی ہو کیا یہ بات عقل تسلیم کرتی ہے کہ تمھیں ریوالور کی گولی ہلاک نہیں کرتی۔ ایسی گولی جسم میں پیوست ہو جائے تو بڑی آسانی سے دو انگلیوں کے ذریعے اسے جسم سے نکال لیتی ہو۔ مزید حیرانی اور بے یقینی کی بات یہ ہے کہ وہ زخم فوراً بھر جاتا ہے۔"

"مسٹر! عقل اسے کہتے ہیں جو سب کے پاس نہیں ہوتی کسی کسی کے پاس ہوتی ہے تمھارے پاس نہیں ہے۔ جس بات کو علم طب اور سائنس 'ہونی' بنا دے تو اس 'ہونی' پر پہلے یقین نہیں آتا۔ حالانکہ آنکھیں اُسے دیکھتی ہیں، کان اسے سنتے ہیں۔ جو بلٹ میرے اندر گئی اور باہر آئی وہ ٹھوس دھات کی بنی ہوئی تھی۔ اُدھر پڑی ہوئی ہے اسے اٹھا کر اچھی طرح دیکھ لو اس کے بعد بھی کہو گے کہ عقل تسلیم نہیں کرتی تو اس کا مطلب ہے عقل ہے ہی نہیں۔"

"جس کے پاس عقل کی کمی ہوتی ہے اسے سمجھانے سے پوری ہو جاتی ہے۔ تم مجھے سمجھا دو، دنیا کے تمام انسان بلٹ لگتے ہی مر جاتے ہیں، تم اور جبریل کیسے زندہ رہ جاتے ہو؟"

"جنھیں کائنات کا علم نہیں ہوتا، وہ کہتے ہیں سورج مشرق سے نکلتا ہے اور مغرب میں ڈوبتا ہے جبکہ وہ نکلتا ڈوبتا نہیں ہے۔ سورج اور ستاروں کی گردش کا علم کم لوگوں کو ہوتا ہے۔ اسی طرح طبّی سائنس کی باتیں کم لوگوں کی سمجھ میں آتی ہیں۔ ایک کی آنکھ دوسرے کو کیسے لگائی گئی اور اندھے کو بینائی کیسے مل گئی، یہ تفصیل ہر ایک کو سمجھائی نہیں جا سکتی، اس کے باوجود ہر ایک کو یقین ہو جاتا ہے کہ اندھا دیکھنے لگا ہے۔ اسی طرح سمجھ لو کہ میں اور جبریل گولی کھا کر بھی زندہ رہتے ہیں، ایسی زندگی حاصل کرنے کے لیے ہم طبّی سائنس کے کتنے دشوار مرحلوں سے گزر کر آئے ہیں۔ یہ میں تمھیں سمجھا نہیں سکتی اور نہ ہی تمھاری سمجھ میں آ سکتا ہے۔"

وہ پٹاخے کی طرح ٹھائیں ٹھائیں بولتی تھی اور زیادہ بولنے والیوں کی طرح اصل بات بھول جاتی تھی، پارس مسکرانے لگا۔ وہ ناگواری سے بولی "یہ تمھارے خوش ہونے کا نہیں افسوس کرنے کا مقام ہے کہ باتیں تمھاری سمجھ میں نہیں آتی ہیں۔ تم عقل سے پیدل ہو۔ ہاں تمھارے لڑنے کی صلاحیتوں کو مانتی ہوں۔ تم میری زندگی میں آنے والے پہلے فائٹر ہو جس پر میرا کوئی داؤ نہیں چلا۔ اس بات پر مجھے بہت غصّہ آ رہا تھا۔ میں نے قسم کھائی تھی کہ جب تک تمھارا سر نہیں توڑوں گی یہاں سے نہیں جاؤں گی۔"

"تم نے ابھی تک قسم پوری نہیں کی۔"

"میں احسان فراموش نہیں ہوں۔ تم نے مجھے ریوالور والے سے بچانے کے لیے اپنی جان کی پروا نہیں کی۔ اچھل کر فلائنگ کِک ماری، وہ گولی تمھیں بھی لگ سکتی تھی۔"

"مگر فائدہ کیا ہوا، دوسرے نے ریوالور اٹھا کر تمھیں گولی مار دی، میری جدوجہد کام نہ آئی۔"

"دل چھوٹا نہ کرو، میں زندہ ہوں۔ میں تمھاری ناکامی کی نہیں تمھارے انسانی جذبے کی بات کر رہی ہوں۔ اسی لیے میں نے قسم توڑ دی پھر تم میرے جبریل کے دوست ہو۔ ارے۔۔۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

وہ ایک دم سے چونک گئی۔ پارس نے پوچھا "کیا ہوا؟"
وہ غصّے سے پاؤں پٹخ کر بولی "تم اتنی دیر سے باتوں میں وقت ضائع کر رہے ہو۔ جبکہ جبریل کو تلاش کرنا ضروری ہے۔"

"بہت خوب، زبان ٹائپ رائٹر کی طرح چلتی ہے، تو رُکنے کا نام نہیں لیتی اور مجھے الزام دے رہی ہو، چلو۔"

وہ اپنی گاڑی کی طرف جانے لگا۔ وہ ساتھ چلتی ہوئی بولی "ہم اسے کہاں تلاش کرنے جائیں گے؟"

"پتا نہیں وہ کہاں بھٹک رہا ہوگا۔ ہاں خوب یاد آیا۔ وہ شہر روم کی تصویریں دیکھ کر کہتا تھا کہ پہلے بھی یہاں آچکا ہے۔ تم اس سلسلے میں کچھ بتاؤ۔"

"ہائے کیا بتاؤں، ہماری محبت اسی جگہ سے شروع ہوئی تھی، ہم دونوں ایک مشن پر یہاں آئے تھے۔ ہماری پہلی ملاقات ہوٹل بون ویلا میں ہوئی تھی۔ اتفاق سے ہم دونوں نے اسی ہوٹل میں قیام کیا تھا۔"

پارس نے کہا "میں یقین سے کہتا ہوں کہ اس بار بھی تم اسی ہوٹل میں ہو۔"

"ہاں تم نے کیسے سمجھا؟"

"جو پُراسرار شخص جبریل کے دماغ میں چھپا ہوا ہے۔ وہ ایسے ہی بچگانہ کھیل کھیل رہا ہے۔ یہاں پہنچتے ہی جبریل نے مجھ سے کہا کہ ہم ہوٹل بون ویلا میں قیام کریں گے۔ ظاہر ہے یہ بات اس کے اندر کا آدمی بول رہا تھا۔ اس لیے میں راضی ہوگیا۔"

وہ خوش ہوکر بولی "کیا جبریل بون ویلا میں ہے؟"

"ہاں، اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کی پلاننگ کے مطابق تم دونوں اسی ہوٹل میں ملوگے تاکہ یقین ہو کہ سچی محبت اسی ہوٹل میں دونوں کو کھینچ لائی ہے۔"

"یہ تم بار بار ٹیلی پیتھی کی بات کیوں کرتے ہو۔ یہ ایک خیالی بکواس ہے۔ کیا تم مجھے یہ سمجھانا چاہتے ہو کہ ایک ٹیلی پیتھی والا میرے جبریل کے دماغ میں رہتا ہے اور اس کی وجہ سے جبریل اپنی پچھلی زندگی بھول چکا ہے؟"

"اگر کوئی تمھارے دماغ میں چھپی ہوئی بات بتادے تو تم تسلیم کروگی کہ ٹیلی پیتھی واقعی ایک علم ہے؟"

"وہ علم نہیں، جادو ہوگا۔ اندر کی چھپی ہوئی باتیں جادو سے معلوم کی جاتی ہیں۔"

"چلو یہی تسلیم کرلو کہ ایک شخص جادو کے ذریعے تمھارے جبریل کو ایک عورت کے چکر میں پھانس رہا ہے۔"

"کیا کہا تم نے؟ ایک عورت کے چکر میں جبریل کو پھانسا جا رہا ہے؟ ہرگز نہیں، وہ صرف میرا دیوانہ ہے اور یہ تم اپنے گاڑی کے پاس آکر کیوں رُک گئے ہو؟ مجھے باتوں میں کیوں اُلجھا رہے ہو۔ جبریل کے پاس کیوں نہیں چلتے؟"

پارس کی گاڑی کے پیچھے تھوڑے فاصلے پر اس کی گاڑی تھی، وہ بولا "میرا ہوٹل جانے کا ارادہ نہیں ہے۔ میں یہاں سیر کروں گا۔"

"تم جہنّم میں جاؤ۔"

وہ اپنی گاڑی کی طرف جانے لگی۔ پارس نے اپنی گاڑی میں بیٹھ کر اسے اسٹارٹ کیا۔ اس نے پیچھے سے آواز دی "رُک جاؤ، میری بات سُنو۔"

"یہ اتنی دیر سے بولتی جارہی تھی۔ اب بھی کچھ سُنانے کو رہ گیا۔ مجھے جانا چاہیے۔"

اس نے گیئر بدل کر گاڑی آگے بڑھائی۔ گاڑی کچھ بڑھی پھر رُک گئی۔ اسے حیرانی ہوئی۔ اس نے ایکسیلیٹر پر دباؤ ڈالا، رفتار بڑھائی مگر وہ اپنی جگہ کھڑی رہی، پھر وہ بوکھلا گیا۔ گاڑی کا پچھلا حصّہ اوپر اُٹھ رہا تھا۔ اس نے سر گھما کے دیکھا سوسانہ پچھلے حصّے کو ایک ہاتھ سے پکڑ کر اُٹھائے ہوئے تھی۔ گاڑی کے پچھلے دونوں پہیے گھومتے جارہے تھے۔ یہ تماشا قابلِ دید تھا۔ لوگ پھر جمع ہونے لگے۔ پارس نے گاڑی کا انجن بند کردیا۔ اس کے بعد سوسانہ نے پچھلا حصّہ نیچے رکھ دیا۔ وہ گاڑی سے اُتر کر بولا "یہ کیا حماقت ہے، اگر طاقت کا مظاہرہ کرنا ہے تو بتاؤ، میں ٹکٹ لگا دیتا ہوں، خاصی آمدنی ہوگی۔"

عورتیں، مرد، بچے اور بوڑھے سب حیرانی سے سوسانہ کو دیکھ رہے تھے، پولیس والے بھی آگئے تھے۔ ایک سپاہی نے پوچھا "یہاں کیا ہو رہا ہے؟"

سوسانہ اسے نظر انداز کرتے ہوئے پارس سے بولی "میں تمھیں رُکنے کو کہہ رہی تھی۔"

"کیا تم زبردستی روکوگی؟"

"ہاں، میں بھول گئی تھی، تم میرے اندر آگ لگا کے جارہے ہو، بعد میں خیال آیا کہ میں اس حرافہ کے بارے میں پوچھنا بھول گئی ہوں۔"

"تم کس کی بات کررہی ہو؟"

"وہ عورت کون ہے، جس کے چکر میں جبریل پھنسایا جارہا ہے؟"

"یہ تو جبریل بتائے گا۔"

"تم بتاؤ۔"

"میں تو اتنا جانتا ہوں کہ اس کے نام پارتھا اسمتھ ہے۔ وہ تھا۔ وہ پیرس سے سرحد تک جبریل کے ساتھ بند کیبن میں سفر کرتی رہی۔ پھر آخری اسٹیشن سے پہلے پولیس والے مارے گئے۔"

"اچھا ہوا پکڑ کر لے گئے کیا وہ جبریل کے ساتھ بند کیبن میں رہتی تھی؟"

"ہاں کیبن اندر سے بند رہتا تھا۔"

"میں جبریل کو زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

"چھوڑنا بھی نہیں چاہیے لیکن کیسے مارو گی، اس پر بھی گولی اثر نہیں کرتی۔"

"میں اسے کچا چبا جاؤں گی۔"

"آئیڈیا اچھا ہے۔ مگر پولیس والے سُن رہے ہیں۔"

وہ غصّے سے پاؤں پٹختی ہوئی اپنی گاڑی میں گئی پھر اسے اسٹارٹ کرکے ہوٹل کی طرف جانے لگی۔

وہ اپنی گاڑی میں آکر بیٹھ گیا اور اسے تیزی سے آگے بڑھا کر چلا گیا۔ ایک موٹر سائیکل اور ایک کار میں کچھ لوگ وہاں آئے۔ ان کے پاس کیمرے تھے۔ ایک نے کہا "شاید ہمیں دیر ہوگئی ہے۔"

دوسرے نے ایک سپاہی سے پوچھا "کیا یہاں ایسی کوئی عورت دیکھی گئی ہے جس پر ریوالور کی گولی اثر نہیں کرتی اور جو ایک ہاتھ سے موٹر گاڑی کے پچھلے حصّے کو پکڑ کر اُٹھا لیتی ہے؟"

سپاہی نے کہا "ہم نے ایسی عجیب و غریب عورت کو دیکھا ہے، تم کون ہو؟"

"ہم پریس رپورٹرز اور فوٹوگرافرز ہیں۔ پلیز بتاؤ وہ عورت کہاں ہے؟"

"ہوٹل بون ویلا، کمرا نمبر دس۔"

کتنی ہی گاڑیاں وہاں سے اسٹارٹ ہوکر ہوٹل کی سمت جانے لگیں۔ پارس آرام سے ڈرائیو کرتا جارہا تھا۔ نیشنل میوزیم کے سامنے لوگوں کی بھیڑ تھی۔ اب تو انسانوں کا ہجوم دیکھ کر سوسانہ اور جبریل ہی یاد آتے تھے، اتفاق سے وہاں جبریل تھا۔ پہاڑ جیسے قد کے باعث مجمع میں دور سے دیکھا جاسکتا تھا اور وہ لوگوں کے درمیان ان کے سوالوں کے جواب دیتا ہوا آگے بڑھتا جارہا تھا۔

پارس نے قریب پہنچ کر گاڑی روکی۔ اسے آواز دی، اس نے سر گھما کر دیکھا پھر رُک گیا اس کے ساتھ بھیڑ بھی رک گئی۔ اس نے گاڑی سے باہر آکر ایک ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا "جبریل! تمھارا نام معلوم ہوگیا ہے۔"

وہ غرّا کر دیکھ رہا تھا اور اس کی طرف بڑھتا آرہا تھا۔ اس کے تیور بگڑے ہوئے تھے ... دھکے مار کر ادھر اُدھر ہٹاتا اور گراتا آرہا تھا۔ یہ دشمنوں کا انداز تھا۔ پارس کھٹک گیا اس کا انداز دوستانہ نہیں تھا۔ جبریل نے تیزی سے قریب آکر ایک ہاتھ یوں بڑھایا جیسے گلا دبوچنا چاہتا ہو۔ پارس اُچھل کر پیچھے جاتے ہوئے بولا "دور سے بات کرو، تمھارے تیور اچھے نہیں ہیں۔"

وہ گرج کر بولا "تم کون سے اچھے آدمی ہو، میرے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو، میرا نام کیسے جانتے ہو؟"

"اس کا مطلب ہے تمھیں اپنا نام یاد آگیا ہے؟"

"مجھے سب کچھ یاد آگیا ہے۔"

"پلیز، مجھے بتاؤ اچانک کیسے یاد آگیا ہے؟"

"میں نہیں بتاؤں گا، تمھارا سر توڑ دوں گا، تم جاسوس ہو، وہ تمھارے دماغ میں آتا ہے تو سانس روک لیتے ہو۔"

"وہ دماغ میں آنے والا تمھارا دشمن ہے۔ ابھی مجھے دماغی جھٹکے پہنچانے کی دھمکیاں دے رہا تھا، اس لیے میں نے سانس روک لی۔"

"میں تمھیں مار مار کر ادھ موا کردوں گا تو سانس نہیں روک سکوگے۔"

اس نے پارس پر چھلانگ لگائی لیکن وہ پھرتی سے چھلانگ لگا کر بھی اسے نہ پکڑ سکا۔ وہ دوسری طرف پہنچ کر بولا "مجھے ادھ موا کرنے سے پہلے اتنا بتادو، تمھاری یادداشت کیسے واپس آگئی؟"

"میں نہیں بتاؤں گا۔"

"اچھی بات ہے، میں بھی تمھیں سوسانہ سے نہیں ملاؤں گا۔"

زندہ زدگاں کے لیے ایک زمانہ گزیدہ کی خوں رنگ سرگزشت

ایک مقبول سلسلہ

بازیگر

بابر زماں خاں کی آپ بیتی، جگ بیتی

قیمت فی حصّہ ۲۵/ روپے

ڈاک خرچ ۱۰/ روپے

کتابی صورت میں شائع ہوگئی ہے

کتابیات پبلی کیشنز ◎ پوسٹ بکس ۲۳ کراچی ۱

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

وہ ایک دم سے چونک کر بولا۔ "سُوسانہ؟ کہاں ہے میری سُوسانہ؟ تم اسے کیسے جانتے ہو؟ بتاؤ وہ کہاں ہے؟"

اس نے سوال کرتے رہنے کے دھوکے میں اچانک چھلانگ لگائی لیکن جو لوگ ہر لمحہ حاضر دماغ رہتے ہیں۔ ان پر کبھی ناگہانی حملہ کامیاب نہیں ہوتا۔ پارس پھر اس کی گرفت میں نہیں آیا۔ وہ خوب سمجھتا تھا کہ سُوسانہ اور جبریل غیر معمولی مشینی قوتوں کے حامل ہیں۔ ان سے دور ہی دور رہ کر ان کے حملوں کو ناکام بنانا چاہیے۔ وہ کبھی گرفت میں بھی آسکتا تھا۔ ان حالات میں والشورو کی نے بڑے زبردست ٹوٹکے سکھائے تھے۔ یہ ٹوٹکے پھر کبھی کام آسکتے تھے۔

جبریل نے غصے سے کہا۔ "ایک بار میرے ہاتھ آجاؤ، میں تمھیں نچوڑ کر رکھ دوں گا۔"

"پھر بھی سُوسانہ تمھیں نہ ملے گی۔"

"میں کہتا ہوں مجھے غصہ نہ دلاؤ۔ بتاؤ سُوسانہ کہاں ہے؟"

"پہلے بتاؤ، یادداشت کیسے واپس آگئی؟"

"میں کیا بتاؤں۔ ایک کھنڈر میں جاکر تھوڑی دیر کے لیے سو گیا تھا۔ آنکھ کھلی تو گم شدہ ماضی کا ایک ایک لمحہ یاد آنے لگا تھا۔"

"تمھیں ہوٹل سے گئے ساڑھے تین گھنٹے ہوگئے۔ کیا تم عقل سے سوچ نہیں سکتے کہ تنویمی عمل کے ذریعے پہلے تمھاری یادداشت ختم کی گئی۔ آج پھر اسی عمل کے ذریعے یادداشت واپس لائی گئی ہے۔ تم نادانستگی میں کسی کے آلۂ کار بن گئے ہو اور وہ دشمن سب سے پہلے مجھ جیسے دوست کو تمھارے ہاتھوں مروانا چاہتا ہے جبکہ میں قدم قدم پر تمھارے کام آتا ہوں۔ میں نے تمھاری سُوسانہ کو ہوٹل جانے کے لیے کہا ہے، وہ وہاں تمھارا انتظار کر رہی ہے۔"

یہ سنتے ہی وہ دوڑتا ہوا ایک گاڑی میں جا بیٹھا۔ پھر اسے اسٹارٹ کرکے وہاں سے جانے لگا۔ پارس اس کے پیچھے چل پڑا۔ جبریل کی ڈرائیونگ بتا رہی تھی کہ اسے سب کچھ یاد آگیا ہے۔ وہ کسی سے ہوٹل کا راستہ پوچھے بغیر صحیح سمت جا رہا تھا۔ سُپر ماسٹر کی ہدایت پر اس پر تنویمی عمل کرکے یادداشت واپس لائی گئی تھی تاکہ وہ ہوش و حواس میں رہ کر سُوسانہ سے ملے اور اس کے ساتھ پھر ایک بار پیرس جائے۔

بیس منٹ کی ڈرائیونگ کے بعد وہ ہوٹل پہنچا۔ گاڑی سے اتر کر لانبے لانبے ڈگ بھرتا ہوا ریسپشن ہال میں پہنچا۔ وہاں سُوسانہ پہلے ہی بھیڑ لگائے ہوئے بیٹھی تھی۔ اپنے محبوب کو دیکھتے ہی اچھل کر کھڑی ہوگئی۔ جبریل خوشی سے دونوں بازو پھیلائے اس کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔ "سُوسانہ! مائی سویٹ ڈارلنگ! میری یادداشت واپس آگئی ہے۔ میں تمھارے لیے واپس آگیا ہوں۔"

وہ اسے آغوش میں لینے کے لیے جیسے ہی قریب آیا، محبوبہ نے منہ پر زبردست گھونسا جڑ دیا۔ وہ لڑکھڑایا، پھر سنبھل گیا۔ دوسرا گھونسا رسید کرتے ہوئے بولی۔ "وہ حرافہ کہاں ہے؟"

"تم کسے پوچھ رہی ہو؟"

اس نے تیسری بار مارنے کے لیے ہاتھ اٹھایا، جبریل نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا پھر کہا۔ "تم جانتی ہو میں کسی کے بھی اٹھے ہوئے ہاتھ توڑ دیا کرتا ہوں۔"

"ہاں، اب تو ضرور میرا ہاتھ توڑ دو گے۔ دوسری جو مل گئی ہے۔"

"تمھیں کس نے بتایا؟"

"وہی جو تمھارے ساتھ ہوٹل میں رہتا ہے اور پیرس سے آیا ہے۔"

"وہ پکا بدمعاش ہے۔ میں اسے مار ڈالوں گا۔"

"ہاں، جس نے میری جان بچائی اسے مار دو گے، جو تمھیں مجھ سے چھین رہی ہے اسے زندہ رکھو گے۔ مجھ سے چھپاتے ہو گے۔"

"میں نے کہیں نہیں چھپایا ہے۔ وہ تو سرحد پار رہ گئی ہے۔ فرانس کی پولیس اسے گرفتار کرکے لے گئی ہے۔"

پارس نے ہال میں داخل ہوکر کہا۔ "یہ جھوٹ بولتا ہے۔ سُوسانہ! میں نے تمھیں بھابی جان کہا ہے۔ میں تمھارے حقوق کے لیے آخری سانس تک لڑتا رہوں گا۔"

جبریل نے غرا کر کہا۔ "اسٹون مارک! یہ تمھاری زندگی کی آخری رات ہے۔"

"دیکھو سُوسانہ! یہ مجھے دھمکی دے رہا ہے تاکہ میں تمھیں حقیقت نہ بتاؤں۔"

سُوسانہ نے جبریل کا بازو پکڑ کر جھنجوڑتے ہوئے کہا۔ "تم سچے ہو تو اسے دھمکی کیوں دے رہے ہو؟"

جبریل نے اس کے کان کے قریب جھک کر سرگوشی میں کہا۔ "یہ دشمن ہے، سُپر ماسٹر نے حکم دیا ہے پہلے اسے بُری طرح زخمی کیا جائے تاکہ یہ سانس نہ روک سکے۔ اگر قابو میں نہ آئے تو اسے ختم کر دیا جائے۔"

پارس نے دور سے کہا۔ "بے چاری محبت کرنے والی عورت کے کان میں جھوٹی سچی باتیں پھونک کر اسی طرح اُلّو بنایا جاتا ہے۔"

سُوسانہ نے پارس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "اسے ختم کر دوں گی پہلے تم اس عورت کے بارے میں بتاؤ، وہ کہاں ہے؟ میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

"میں سچ کہتا ہوں، وہ دوسرے ملک میں رہ گئی ہے۔"

پارس نے کہا۔ "وہ اسی ملک اور اسی شہر میں ہے۔"

جبریل گرجتا ہوا آیا۔ ایک تو پارس کو مار ڈالنے کا حکم دیا گیا

تھا۔ دوسرے وہ ہاتھ نہیں آرہا تھا۔ تیسرے یہ کہ جھوٹ بول کر اسے غصہ دلا رہا تھا تاکہ غصے کی حالت میں کبھی کامیاب حملہ نہ کر سکے۔ وہ جیسے ہی اس پر حملہ کرنے آیا، پارس چھلانگ لگا کر چھت کے فانوس تک پہنچ گیا۔ اس فانوس سے لٹکتا ہوا ایک طرف جاکر پھر چھلانگ لگائی۔ وہاں سے کاؤنٹر پر آکر کھڑا ہوگیا۔ پریس کے فوٹوگرافر تصویریں اتار رہے تھے۔ بار بار فلیش لائٹ جلتی بجھتی جا رہی تھی۔ وہ کاؤنٹر پر دونوں پاؤں جما کر سیدھی طرح کھڑا ہوکر بولا۔ "سُوسانہ! تمھیں آج نہیں تو کل ٹیلی پیتھی کے علم کا یقین کرنا ہی ہوگا۔ تمھارا جبریل صرف تم سے عشق کرتا ہے مگر وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا اسے ایک حسین عورت کے جال میں پھنسا کر اپنا اُلّو سیدھا کر رہا ہے۔"

وہ خیال خوانی کرنے والا جبریل کے دماغ میں تھا۔ اس سے کہہ رہا تھا۔ "اسٹون مارک تمھیں غصہ دلا رہا ہے۔ ذرا عقل سے کام لو۔ وہ ثابت نہیں کرسکے گا کہ مارتھا اسمتھ (میڈونا) اس شہر میں ہے۔"

اُدھر سُوسانہ نے پوچھا۔ "جبریل! کیا واقعی کوئی تمھارے دماغ میں آکر بولتا ہے؟"

جبریل نے کہا۔ "یہ جھوٹ بولتا ہے۔ نہ کوئی دماغ میں بولتا ہے اور نہ ہی اس شہر میں وہ عورت ہے۔ اگر ہے تو اسے ثبوت دینے کے لیے کہو۔"

پارس نے کہا۔ "سُوسانہ جانتی ہے کہ میں تمھیں چار گھنٹے سے تلاش کر رہا ہوں۔ ہمیں کیا پتا تم اس عورت کے ساتھ کہاں چھپے ہوئے تھے۔ اتنا پتا چلا کہ وہ عورت تمھارے ساتھ اس گاڑی میں بیٹھی ہوئی تھی جس میں تم ابھی یہاں آئے ہو۔"

"ارے سُوسانہ! یہ جھوٹا مکار ہے، کسی ثبوت کے بغیر بول رہا ہے۔"

"میں ثبوت پیش کرتا ہوں سُوسانہ! باہر جاکر اس کی گاڑی میں دیکھو۔"

سُوسانہ نے جبریل کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا۔ "مجھے اپنی گاڑی دکھاؤ۔"

وہ دونوں باہر آئے۔ ان کے پیچھے ایک بھیڑ چلی آئی۔ جبریل نے ایک جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "وہ ہے میری گاڑی...."

وہ تیزی سے آئی، اس کا اگلا دروازہ کھولا، پھر ذرا ٹھٹک گئی۔ اس کے پیچھے آنے والا جبریل بھی کچھ بوکھلا سا گیا۔ اگلی سیٹ پر ایک حسینہ کی چند تصویریں پڑی ہوئی تھیں، ایک لیڈیز پرس بھی تھا۔ سُوسانہ نے اسے کھول کر دیکھا۔ اس میں لپ اسٹک اور میک اپ کا دوسرا سامان تھا۔ جو چیز سب سے زیادہ بھڑکانے والی تھی وہ جبریل کی پاسپورٹ سائز کی تصویر تھی جو اُس عورت کے پرس سے برآمد ہوئی تھی۔ صرف اتنا ہی نہیں جبریل کی تصویر پر سُرخ سُرخ سے نشانات بھی تھے۔ اس کے بعد کسی اور ثبوت کی ضرورت نہیں رہ جاتی تھی۔

سُوسانہ نے غصے سے چیختے ہوئے ایک لات ماری، اگلا دروازہ ٹوٹ کر گر پڑا۔ لوگ دُور بھاگنے لگے۔ جبریل نے کہا۔ "یہ جھوٹ ہے، دھوکا ہے۔ میں نے اس تصویر والی کو آج تک نہیں دیکھا۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا عقل کی بات سمجھا رہا ہے کہ اسٹون مارک اپنا بچاؤ کرنے کے لیے ہم محبت کرنے والوں کو آپس میں لڑا رہا ہے...."

وہ بولی۔ "اب تم نے تسلیم کیا ہے کہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا تمھیں عقل کی بات سمجھا رہا ہے۔ وہ ساری عقل کی باتیں میں تمھاری گاڑی میں دیکھ چکی ہوں۔"

اس نے حملہ کیا۔ جبریل بچ گیا۔ وہ بولی۔ "مجھے اس چڑیل کے پاس لے چلو۔ انکار کرنے کا مطلب یہی ہوگا کہ وہ مجھ سے اچھی ہے۔ میری ساری اہمیت اور محبت ختم ہو چکی ہے۔"

"وہ یہاں نہیں ہے۔"

پارس نے دور سے کہا۔ "یہ درست کہتا ہے۔ تمھارے ڈر سے اس عورت کو یہاں سے بھگایا جا رہا ہے۔ ابھی جبریل کا ٹیلی پیتھی جاننے والا مجھے چیلنج کر رہا تھا کہ میں نے اس کی تصویریں اور پرس پکڑوا دیا مگر اس عورت کو نہیں پکڑوا سکوں گا۔ وہ یہاں رہے گی تو سُوسانہ اسے مار ڈالے گی۔"

جبریل نے کہا۔ "ارے جھوٹے، بے ایمان! تجھے کس شیطان کی خالہ نے پیدا کیا ہے۔ ارے کیوں میری سُوسانہ کو دشمن بنا رہا ہے۔ یاد رکھ، ہم ایک دوسرے کے دیوانے ہیں۔ تمھارے جیسے دشمن ہمارے دلوں میں نفرتیں پیدا نہیں کر سکیں گے۔ میری کوئی دوسری محبوبہ نہیں ہے۔ تم جس کی بات کرتے ہو، میں اس پر تھوکتا ہوں۔"

وہ خوش ہوکر بولی۔ "کیا سچ مچ تھوکتے ہو؟"

پارس نے کہا۔ "میں ابھی ثابت کر دوں گا کہ یہ اس پر نہیں تھوکے گا۔"

وہ بولی۔ "تم کیسے ثابت کرو گے؟"

وہ بولا۔ "اگر یہ تمھارا سچا عاشق ہے تو فرانس کی زمین پر قدم نہیں رکھے گا کیونکہ اس حسینہ کو ابھی اسی ملک میں بھیجا جا رہا ہے۔"

خیال خوانی کرنے والے نے جبریل سے کہا۔ "یہ اسٹون مارک بہت گہرا آدمی ہے۔ پہلے تو مجھے اس کے دماغ سے کوئی خاص بات

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

معلوم نہیں ہو سکی۔ آج سے یہ سانس روکنے یا میرا راستہ روکنے لگا ہے۔ یہ ضرور ہمارے منصوبوں کو دور تک سمجھتا ہے۔ یہ جانتا ہے کہ تم میڈونا کے لیے پیرس جانے والے ہو۔"

اُدھر سُوسانہ نے جبریل سے کہا "تم اسٹون مارک کو جلب دو۔ سب کے سامنے کہہ دو کہ فرانس کی زمین پر قدم نہیں رکھو گے۔"

جبریل مشکل میں پڑ گیا تھا۔ سپر ماسٹر کی طرف سے اسے پروگرام سمجھا دیا گیا تھا کہ آیندہ کیا کرنا ہے اور آیندہ کے پروگرام سمجھانے کے لیے ہی اس کی یادداشت واپس لائی گئی تھی۔ اس نے سُوسانہ سے کہا "تم پیرس جاؤ گی تو میں بھی جاؤں گا۔ ایسا تو ہو ہی نہیں سکتا کہ تمھارے پیچھے تنہا رہ جاؤں۔"

"اب میں تمھیں تنہا نہیں چھوڑوں گی۔ میں پیرس نہیں جاؤں گی۔"

"یہ کیا کہہ رہی ہو؟ بیس برس کے بعد تمھارے والد تمھیں ملے ہیں اور تم اپنے باپ کے سائے میں نہیں جاؤ گی؟"

اس نے حیرانی سے پوچھا "تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ میں بیس برس بعد اپنے باپ سے ملنے جا رہی ہوں؟ اب سے پہلے تو مجھے بھی اپنے باپ کے متعلق کچھ معلوم نہیں تھا! اور نہ ہی تم کچھ جانتے تھے۔"

"بھئی! میرے دماغ میں رہنے والے نے تمھارے باپ کے متعلق بتایا ہے۔"

پارس نے کہا "بہت خوب! وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا سُوسانہ کے دماغ میں بھی آ کر چپ چاپ بے چاری کے ذاتی معاملات پڑھتا ہے اور پتا نہیں عورت کے کتنے بھید اندر رہ کر معلوم کرتا ہو گا۔ سُوسانہ! کیا تم چاہتی ہو کہ تمھاری اجازت کے بغیر کوئی تمھارے اندر آئے اور دن رات تمھارے راز کی باتیں معلوم کرتا رہے؟"

سُوسانہ نے جبریل کو جھنجوڑ کر کہا "کہاں ہے وہ سُور کا بچہ! اُسے میرے اور اپنے اندر سے نکالو، میں اُسے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ کیا تم بے غیرت ہو گئے ہو؟ تمھیں یہ سوچ کر شرم نہیں آئی کہ تمھاری عورت کے اندر کوئی پرایا مرد آتا ہے۔ سوچو، ذرا سوچو۔ اب ذرا شرم کرو۔"

جبریل سر پکڑ کر ایک کار کے بونٹ پر بیٹھ گیا۔ سوچ کے ذریعے بولا "اے خیال خوانی کرنے والے! مجھے گوشت پوست کا روبوٹ بنایا جا رہا تھا۔ تب میں نے سپر ماسٹر سے کہا تھا، میری سُوسانہ کو بھی میری طرح بنایا جائے اور اس کے دماغ میں کوئی خیال خوانی کرنے والا کبھی نہ جائے۔ یہ میری عزت اور غیرت ہے۔ میری شرائط مان لی جائیں گی تو میں ہمیشہ سپر ماسٹر کا وفادار رہوں گا۔ لیکن تم کیوں گئے؟ سُوسانہ کے دماغ میں کیوں گئے؟ کیا اس لیے کہ میں تمھیں جاتے ہوئے نہیں پکڑ سکتا تھا؟"

"یہ بات نہیں ہے جبریل! ذرا ٹھنڈے دماغ سے سوچو! ہم تمھاری سُوسانہ کی حفاظت کے لیے اور اسے فریب سے بچانے کے لیے ایسا کرنے پر مجبور ہو گئے۔ سپر ماسٹر نے مجھے حکم دیا تھا کوئی سُوسانہ کا باپ بن کر پیرس سے آیا ہے۔ یہ ہمارے جبریل کی عزت اور غیرت ہے۔ سُوسانہ اور اس کے نئے باپ کے دماغوں میں جا کر حقیقت معلوم کرنی چاہیے۔ بس میں تھوڑی دیر کے لیے گیا تھا۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں، نہ اس سے پہلے تمھاری عورت کے پاس گیا اور نہ آیندہ کبھی تمھاری اجازت کے بغیر جاؤں گا۔ فار گاڈ سیک، یہ سمجھنے کی کوشش کرو کہ یہ اسٹون مارک ہم سب کو آپس میں لڑا کر ہمارے منصوبوں کو خاک میں ملا رہا ہے۔ یہ کوئی بہت بڑا چالباز ہے۔"

جبریل نے غصے سے کہا "اس چالباز کو میں زندہ نہیں چھوڑوں گا لیکن یہ بات وہ درست کہہ رہا ہے۔ تمھیں ایک لمحے کے لیے بھی سُوسانہ کے دماغ میں نہیں جانا چاہیے تھا۔ وہ میری عورت ہے، میں اسے سمجھا لوں گا مگر اپنی غیرت کو کیسے سمجھاؤں گا۔ نہیں نہیں، تم جاؤ، میرے دماغ سے جاؤ۔ پہلے میں سپر ماسٹر سے بات کروں گا پھر اس کا کوئی کام کروں گا۔"

"ارے یہ کیا کہتے ہو۔ ہماری پلاننگ اتنی زبردست ہے کہ ہم میڈونا کو قید سے نکال کر لے آئیں گے۔ ایسے میں تم انکار کرو گے تو سپر ماسٹر ناراض ہو جائے گا۔"

"بکواس مت کرو۔ میں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا، میری شرائط کے خلاف کوئی بات ہو گی تو میں وفادار نہیں رہوں گا۔"

"کیا غداری کرو گے، ہوش میں تو ہو؟"

"مجھے جو کرنا اور کہنا ہو گا، وہ سپر ماسٹر کے سامنے کہوں گا اور کروں گا۔ تم فوراً میرے دماغ سے نکل جاؤ۔ میں کسی بے ایمان اور وعدہ خلافی کرنے والے کو برداشت نہیں کر سکتا، جاؤ یہاں سے...."

اس نے پرائی سوچ کی لہروں کو دماغ سے نکلتے ہوئے محسوس کیا، پھر سر اٹھا کر سُوسانہ کو دیکھتے ہوئے کہا "میں نے اسے بھگا دیا ہے، وہ میرے دماغ میں نہیں ہے۔ میں اس دھوکے باز کو آیندہ بھی آنے نہیں دوں گا۔ آئے گا تو سانس روک لوں گا۔"

پارس ان سے کچھ دور کھڑا ہوا تھا۔ ہنستے ہوئے بولا "کیسے سانس روک لو گے؟ وہ ڈیگما اینڈ ڈیگمہ کہلاتے ہیں۔ انھوں نے تنویمی عمل کے ذریعے تم دونوں کے دماغوں کو ایک ڈیگمہ کے لیے بے حس بنا دیا ہے۔ یعنی ایک ڈیگمہ کی سوچ کی لہروں کو تم محسوس نہیں کر سکتے، دوسرے کو محسوس کر لیتے ہو۔ جسے محسوس کر سکتے ہو وہ ابھی چلا گیا ہے اور جسے تنویمی عمل کے باعث محسوس نہیں کر سکتے وہ ابھی دماغ میں ہے یا آنے والا ہے۔"

itsurdu.blogspot.com

جبریل نے غصے سے کہا "اسٹون مارک! تمھاری زندگی پوری ہو گئی ہے۔ تم آگ لگاتے ہو، آپس میں پھوٹ ڈالتے ہو۔ ہماری آپس میں دشمنی بڑھاتے ہو اور دور سے تماشا دیکھتے ہو۔ تم میرے ہاتھوں سے نہیں بچو گے۔"

سُوسانہ نے کہا "تمھارا دماغ چل گیا ہے۔ اس نے تمھارے اندر چھپے ہوئے فریبی کو ظاہر کیا ہے۔ ابھی اس نے اور عقل کی بات بتائی ہے۔ ذرا سوچو اور جواب دو۔ کوئی چھپ کر دماغ میں رہتا ہو گا تو کیا تم اسے سمجھ پاؤ گے؟"

وہ کچھ کہنا چاہتا تھا، پارس نے کہا "جواب دینے سے پہلے سُوسانہ کو یہ بتا دو کہ آج شام سے پہلے کتنے دنوں کے لیے تمھاری یادداشت گم کر دی گئی تھی اور شام کے بعد اچانک یادداشت کیسے واپس آ گئی۔ تب سُوسانہ کی سمجھ میں آئے گا کہ جو لوگ اپنی مرضی سے تمھاری یادداشت جب چاہتے ہیں چھین لیتے ہیں، جب چاہتے ہیں واپس کر دیتے ہیں، وہ اور کتنے طریقوں سے تم دونوں کے دماغوں سے کھیل رہے ہوں گے اور کس طرح ایک پہریدار کو تمھارے دماغوں میں ہمیشہ بٹھائے رکھتے ہوں گے۔"

سُوسانہ نے پوچھا "کیا یہ سچ ہے؟ انھوں نے تمھاری یادداشت چھین لی تھی؟"

جبریل نے سرگوشی میں کہا "تم جانتی ہو، میں سپر ماسٹر کے لیے کام کرتا ہوں۔ یہ یادداشت والا چکر اس کی پلاننگ کا ایک حصہ تھا۔ مجھ سے وعدہ کیا گیا تھا کہ دو چار روز میں جیسے ہی منصوبہ کامیاب ہو گا، میری یادداشت واپس کر دی جائے گی۔ آج انھوں نے وعدہ پورا کر دیا۔"

"ان کا منصوبہ کیا تھا؟"

"سُوسانہ! یہ نہ پوچھو، ہم جیسے وفادار سپر ماسٹر کے سامنے قسم کھاتے ہیں کہ اس کے منصوبے کا ذکر اپنے سائے سے بھی نہیں کریں گے۔"

"کیا تمھاری قسم مجھ سے بڑھ کر ہے؟"

"اری پگلی! اس دیوانے نے تیری ہی قسم کھائی ہے۔ سپر ماسٹر اور دوسرے اعلیٰ حکام اچھی طرح جانتے ہیں کہ میں تیرے لیے پہاڑ کاٹ سکتا ہوں، سمندروں کا سینہ چیر سکتا ہوں۔ میں عاشق ہوں، سودائی ہوں۔ میرے سر میں صرف تیرا سودا سمایا رہتا ہے۔"

وہ اپنی بانہیں اس کی گردن میں ڈال کر بولی "آؤ ہم کہیں چلیں۔"

وہ تھوڑی دیر کے لیے محبت میں کھو گئے۔ پریس فوٹو گرافرز ان کی تصویریں اتار رہے تھے۔ پھر وہ دونوں ہوٹل کے اندر جانے لگے۔ سُوسانہ نے دروازے پر رک کر پارس کو دیکھا، پھر مسکرا کر بولی "آئی لو یو، تم بہت اچھے ہو۔ کیا پھر ملو گے، یعنی صبح؟"

وہ جواباً مسکراتے ہوئے بولا "صبح بہت دور ہے۔ وہ جو دماغ سے گیا ہے، وہ آدھی رات سے پہلے ہی ملنے پر مجبور کر دے گا۔ تب تک جبریل کے ساتھ اچھا وقت گزار لو۔ خدا حافظ۔"

وہ اپنے دیوانے کے ساتھ چلی گئی۔ اخباری رپورٹروں اور فوٹو گرافروں نے پارس کو گھیر لیا۔ ایک نے سوال کیا "کیا تمھیں ان سے ڈر نہیں لگتا۔ یہ عاشق اور معشوق باتوں میں انسان اور تیور بدلنے میں درندے ہیں۔ تم ہاتھ آ جاتے تو ابھی زندہ نہیں رہتے۔ آخر ان خطرات سے کیوں کھیل رہے ہو؟"

پارس نے جواب دیا "سپیروں سے کبھی سوال نہ کرو کہ وہ زہریلے سانپوں سے کیوں کھیلتا ہے۔ بھئی میرے پاس بین بھی ہے، سانپوں کا منتر بھی ہے اور زہر مہرہ بھی۔"

پھر وہ ایک دم سے اچھل کر بولا "ارے غضب ہو گیا! میری بین اور زہر مہرہ کمرے میں رہ گیا۔ میں ابھی لے کر آتا ہوں۔"

یہ کہتے ہی وہ دوڑتا ہوا ہوٹل کے اندر چلا گیا۔ اسے گھیر کر سوالات کرنے کا.... ارادہ رکھنے والے دیکھتے اور سوچتے رہ گئے۔

جبریل کے دماغ میں رہنے والا سپر ماسٹر سے کہہ رہا تھا "میں آپ کی ہدایت کے مطابق ڈیگمہ بن کر اس کے لہجے میں بول رہا تھا اور جبریل اس لہجے میں آنے والی سوچ کی لہروں کو محسوس کر رہا تھا۔ میں تنویمی عمل کے ذریعے اس کی یادداشت واپس لا چکا ہوں۔ اس کی ملاقات سُوسانہ سے ہو چکی ہے لیکن اسٹون مارک ہمارے لیے بہت بڑی مصیبت بن گیا ہے۔"

"کون اسٹون مارک؟"

"وہی جو ٹرین میں بازی گری کے تماشے دکھا رہا تھا۔ پھر اس نے جبریل سے دوستی کی۔ اس کا دماغ ایک کھلی ہوئی کتاب تھی۔ وہ کسی پہلو سے دشمنوں کا آدمی نہیں لگتا تھا۔ میں نے اس کے متعلق آپ کو تفصیلی رپورٹ دی تھی۔"

"ہاں، یاد آیا۔ میں نے تمھیں سمجھایا تھا کہ جس کا دماغ کھلی کتاب کی طرح ہو، اس سے کسی وقت بھی دھوکا ہو سکتا ہے۔ ہم نے بھی تنویمی عمل کے ذریعے جبریل کے دماغ کو یادداشت سے خالی کر کے کھلی کتاب بنا دیا تھا۔ آرمر دعیزہ کو اس کے دماغ سے کچھ حاصل نہیں ہوا ہو گا۔ اسی طرح اسٹون مارک بھی ہاتھی کے دانت ہو سکتا ہے جو دکھانے کے اور کھانے کے اور ہوتے ہیں۔ بہرحال، اب وہ اسٹون مارک مصیبت کیوں اور کیسے بن گیا ہے؟"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"جناب! وہ محض ایک بازی گر نہیں ہے۔ ایک بہت بڑا چالباز اور زبردست فائٹر بھی ہے۔ سُوسانہ اور جبریل جیسے انسانی روبوٹ کے چھکّے چھڑا دیے ہیں۔"

"میں نہیں مانتا۔ اس دنیا کا کوئی بھی شہ زور ان دونوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ہم نے ان کی تیاری میں کئی ملین ڈالر خرچ کیے ہیں اور تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ ایک شخص ان سے مقابلے میں جیت گیا ہے؟"

"آپ کی بات درست ہے۔ ان سے کوئی جیت نہیں سکتا۔ مقابلہ کرنے والے کی موت لازمی ہوتی ہے لیکن اسٹون مارک بندر کی اولاد ہے۔ ان کا کوئی حملہ کامیاب ہونے نہیں دیتا۔ پھرتی سے بچ نکلتا ہے۔ کبھی ان کے ہاتھ نہیں آتا۔ اس کی کامیابی کی اصل وجہ یہ ہے کہ وہ نفسیاتی مار مارتا ہے۔ جبریل کو غصہ دلاتا ہے اور میڈونا کو ایک سوکن کی حیثیت سے پیش کر کے سُوسانہ کو جبریل سے لڑاتا ہے۔"

"تمھیں ایسے وقت اسٹون مارک کے خیالات پڑھنے چاہئیں۔"

"اب وہ سانس روک لیتا ہے۔"

"پھر تو وہ اسٹون مارک نہیں ہے۔ اس کی اصلیت کچھ اور ہے۔ سُوسانہ اور جبریل ہمارے بہت اہم مہرے ہیں اور وہ ان سے کھیل رہا ہے۔"

"جناب! وہ یہ بھی جانتا ہے کہ ہم جبریل کو پھر فرانس بھیجیں گے۔ وہ سُوسانہ سے کہہ رہا تھا' اگر جبریل اس کا سچا عاشق ہے تو آیندہ فرانس کی زمین پر قدم نہ رکھے۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ہماری پلاننگ کو بڑی حد تک سمجھتا ہے۔"

"اوہ گاڈ! پھر تو وہ بے حد خطرناک ہے' اسے پہلی فرصت میں ختم کر دو۔ جبریل کو میرا حکم سناؤ کہ میں اسٹون مارک کو صبح سے پہلے مردہ دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"جبریل کہتا ہے پہلے آپ سے براہِ راست بات کرے گا پھر کسی حکم کی تعمیل کرے گا۔ میں کیا بتاؤں جناب! اسٹون مارک کتنا چالباز ہے۔ اس نے جبریل کی زبان سے اگلوا لیا کہ سُوسانہ پھر اپنے باپ سے ملنے پیرس جا رہی ہے۔ جبکہ سُوسانہ نے یہ بات اسے نہیں بتائی تھی۔ اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ میں اس کے دماغ میں چھپ کر جاتا ہوں۔ جبریل کو اسی بات پر غصہ آ رہا ہے۔ آپ ذرا غور فرمائیں' یہ اسٹون مارک کتنی مکاری یا حاضر دماغی سے ہمارے منصوبے کو کھٹائی میں ڈال رہا ہے۔"

سُپر ماسٹر نے میز پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا "بڑی دیر بعد سمجھ میں آ رہا ہے۔ تم نے اسٹون مارک کے متعلق جتنی تفصیلات بیان کی ہیں ان میں اہم باتیں یہ ہیں کہ وہ مقابلہ نہیں کرتا۔ سونیا کی طرح مقابل کے حملوں کو ناکام بناتا ہے۔ لڑنے میں وقت ضائع کرنے کے بجائے شیطانی چالوں سے خود محفوظ رہتا ہے۔ سُوسانہ اور جبریل جیسے خطرناک روبوٹ کو ٹھنڈا کر کے رکھ دیا ہے اور ہمارے منصوبے پر مٹی ڈال رہا ہے۔ یہ تمام سونیا کی چالیں چلنے والا صرف پارس ہی ہو سکتا ہے۔"

"کیا واقعی؟"

"ہاں' جاؤ' وقت ضائع نہ کرو۔ سُوسانہ اور جبریل کے دماغوں میں خاموشی سے آتے جاتے رہو۔ جبریل سے کہو' سپر ماسٹر ہاٹ لائن پر ابھی گفتگو کرے گا۔ میں نائب سے کہتا ہوں۔ وہ سپر ماسٹر بن کر اس کی تسلی کر دے گا۔ میں دوسرے ذرائع سے پارس کو ہمیشہ کے لیے خاموش کر دوں گا۔"

وہ جبریل کے پاس گیا پھر واپس آ کر بولا "جناب! وہ دیوانہ ابھی کسی کی نہیں سُنے گا۔ اس پر سُوسانہ کا جادو چل رہا ہے۔ کہتا ہے ایک گھنٹے بعد سُپر ماسٹر سے بات کرے گا۔"

سُپر ماسٹر نے ناگواری سے کہا "لعنت ہے اس پر۔ میں نے پہلے ہی اعتراض کیا تھا' انسانی روبوٹ کے ساتھ اس کی ایک مادہ تیار نہ کی جائے لیکن خفیہ بورڈ کے ممبران کا متفقہ فیصلہ تھا کہ یہ روبوٹ عام انسانوں کی طرح جذباتی نہیں ہوں گے اگر ہوں گے تو خفیہ ٹیلی پیتھی جاننے والے انھیں کنٹرول کرتے رہیں گے۔ اب کریں کنٹرول۔ ارے مادہ انسان کی ہو' جانور کی ہو یا روبوٹ کی' جب وہ ادائیں دکھاتی ہے تو دنیا کا نقشہ بدل دیتی ہے' ہمارا ایک منصوبہ کیا چیز ہے۔"

وہ بڑبڑا کر چُپ ہو گیا۔ خلا میں گھورتے ہوئے سوچنے لگا "اب ایسے کون سے خطرناک ذرائع استعمال کیے جائیں کہ روم سے پیرس وہ چالباز واپس نہ جائے' اس کی لاش جائے۔ کم بخت نے ٹیلی پیتھی کے بغیر ہی سُوسانہ اور جبریل کا دماغ جکڑ رکھا ہے۔"

اس نے ایک بہترین سوٹ پہن کر آدم قد آئینے میں خود کو دیکھا۔ آدمی خواہ کتنی ہی معمولی شکل و صورت کا ہو' آئینے میں خود کو دیکھ کر بہت خوش ہوتا ہے۔ وہ بھی معمولی صورت رکھتا تھا۔ اگرچہ بدصورت نہیں تھا تاہم کوئی حسین لڑکی اس کی طرف مائل نہیں ہوتی تھی۔ وہ بہترین لباس پہن کر مہنگی خوشبو لگا کر محفلوں میں جاتا تھا تو لڑکیاں اسے دیکھ لیتی تھیں لیکن دیکھنے سننے کے بعد بات آگے نہیں بڑھتی تھی۔

وہ کسی پر ظاہر نہیں کرتا تھا کہ ٹیلی پیتھی کا علم جانتا ہے۔ دنیا کی تمام دولت اپنے قدموں میں لا سکتا ہے۔ زمین کے ایک

سرے سے دوسرے سرے تک جتنی حسین ترین لڑکیاں ہیں' وہ اس کے بیڈ روم میں ہاتھ باندھے کھڑی رہ سکتی ہیں لیکن وہ کسی کو ٹیلی پیتھی سے نہیں اپنی شخصیت اور اعمال سے متاثر کرنا چاہتا تھا لیکن حُسن مغرور ہوتا ہے۔ شخصیت سے نہیں دولت اور ظاہری شان و شوکت سے متاثر ہوتا ہے۔ وہ بے چارہ مایوس ہو چکا تھا ایسے ہی وقت سونیا اس پر عاشق ہو گئی تھی۔

یہ معلوم ہوتے ہی وہ دنگ رہ گیا تھا۔ بڑی دیر تک سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ پھر اس نے بار بار سونیا کی سوچیں پڑھیں۔ چُھپ چُھپ کر چور خیالات کو کھنگالتا رہا۔ ہر بار یہ تقین مستحکم ہوتا گیا کہ وہ جھوٹ نہیں بول رہی ہے۔ دھوکا نہیں دے رہی ہے اس کا دل اور دماغ ڈیگر کی آواز اور لہجے سے بے حد متاثر ہے۔ دنیا جہان کے تجربات رکھنے والی اس کی آواز اور لہجے سے اس کی شخصیت کا ایک مکمل خاکہ بنا چکی ہے اور اس خاکے کی پوجا کر رہی ہے۔

چونکہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے چور خیالات چھپے نہیں رہتے اور نہ ہی کوئی ہزار جتن کے باوجود چھپا سکتا ہے اس لیے ڈیگر کو اپنی خوش قسمتی کا یقین ہو گیا تھا۔ وہ ہواؤں میں اُڑنے لگا تھا۔ سونیا کے نام کے ساتھ اپنے نام کو دُنیا کے ہر ملک' ہر شہر اور ہر قصبے میں گونجتے ہوئے سُن رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا' لوگ رفتہ رفتہ فرہاد کو بھول جائیں گے' آیندہ سونیا اور ڈیگر کی جوڑی یاد رکھیں گے۔

اچھی طرح یقین ہو جانے کے بعد اس نے آئینہ دیکھا اور ذرا مایوس ہوا تو دماغ میں بات آئی' ابھی تو دور سے محبت ہو رہی ہے۔ جب وہ روبرو آئے گی اور اسے دیکھے گی تو اس کا دل ٹوٹ جائے گا۔ وہ سب کچھ ہے مگر فرہاد کی طرح خوبصورت اور لیڈی کِلر نہیں ہے۔

پھر اس نے دل کو سمجھایا۔ سونیا غیر معمولی ذہانت کی حامل ہے۔ وہ میرے چہرے کو نہیں' میری خوبیوں اور صلاحیتوں کو دیکھتی رہے گی۔

یہ بات معلوم کرنے کے لیے پھر چپکے سے سُونیا کے دماغ میں گیا' اس کے اندر اپنی طرف سے سوچ پیدا کی تو وہ سوچنے لگی۔ "میں کیا کر رہی ہوں۔ ڈیگر کو دیکھے بغیر اس کی دیوانی ہو رہی ہوں۔ اگر وہ خوبرو نہ ہوا تو؟"

سُونیا کی دوسری سوچ نے کہا "تو قیامت نہیں آئے گی' جو لوگ معمولی شکل و صورت کے حامل ہوتے ہیں کیا وہ اچھے انسان نہیں ہوتے؟ میں لوگوں کو ان کی آواز' لہجے اور اندازِ گفتگو سے پہچان لیتی ہوں اور میرے دل اور دماغ نے اسے پہچان بھی لیا ہے اور مان بھی لیا ہے۔"

وہ خوش ہو گیا۔ دماغی طور پر حاضر ہو کر پھر آئینے میں دیکھنے لگا۔ آنے والے دنوں میں صرف وہی نہیں بلکہ ساری دُنیا اسے سب سے زیادہ خوش نصیب شخص کہنے والی تھی۔ دوست ہوں یا دشمن' یہ مانتے ہیں کہ سونیا کو کوئی جیت نہیں سکتا اور اگر جیت لے تو ساری دنیا کو جیت لے گا۔

ڈیگر نے سنجیدگی سے سوچا "ٹھیک ہے کہ سونیا خوبروئی کو نہیں دیکھتی لیکن اس کے ساتھ کھڑے ہو کر دُنیا والوں کے سامنے اس کے شایانِ شان نظر آنا چاہیے۔ کسی کو یہ کہنے کا موقع نہیں دینا چاہیے کہ میں محفلوں میں اپنی سونیا سے کم تر نظر آتا ہوں۔"

بے انتہا دولت ہو تو ہر ناممکن بات ممکن ہو جاتی ہے ایک بدصورت دولت مند پلاسٹک سرجری کے ذریعے خوبصورت بن سکتا ہے۔ ڈیگر نے پہلے کئی بار سوچا تھا کہ چہرہ تبدیل کر کے کسی حسینۂ عالم کے جسم و جاں کا مالک بن جائے پھر خیال آیا کہ کسی حسینہ کو فریب ہی دینا ہے تو ٹیلی پیتھی کے ذریعے بھی دیا جا سکتا ہے۔ اس نے ایسا ہی کیا جو پسند آئی اسے ٹریپ کیا۔ اسے پسند کرنے کا موقع نہیں دیا۔ بعد میں وہ لڑکیاں بڑی حیران ہو کر اسے چھوڑ گئیں کہ پتا نہیں وہ کیوں اور کیسے اس پر عاشق ہو گئی تھیں۔ اس نے کبھی کسی پر خیال خوانی کی صلاحیت ظاہر نہیں کی تھی۔ وہ اس معاملے میں بہت محتاط رہتا تھا۔

اب وہ سونیا کی خاطر اپنا چہرہ بدلنے کے متعلق سوچ رہا تھا جو اسے دیکھے بغیر محبت کر رہی تھی' اسے وہ مایوس نہیں کرنا چاہتا تھا۔ جس طرح وہ فرہاد کے شانہ بہ شانہ رہ کر فخر کرتی تھی اسی طرح وہ ڈیگر کے ساتھ رہ کر بھی فخر کرے گی۔ ایسا سوچتے وقت خیال پیدا ہوا' اگر وہ شکلاً فرہاد جیسا ہوتا تو سونیا اس پر اور ناز کرتی۔ ٹھیک ہے کہ وہ ویسا نہیں ہے لیکن پلاسٹک سرجری کے ذریعے بن سکتا ہے۔

کیا اسے بالکل فرہاد بن جانا چاہیے؟ نہیں بالکل فرہاد نہیں' ورنہ دنیا کہے گی کہ ڈیگر کی اپنی کوئی شخصیت نہیں ہے۔ سونیا نے اسے فرہاد کا ہم شکل پا کر اپنا محبوب بنایا ہے۔

پھر اس نے سوچا' فرہاد سے تھوڑی سی مشابہت ہو مگر چہرہ اس سے بھی زیادہ پُرکشش ہو۔ اُسے دیکھ کر لوگ سوچیں کہ فرہاد سے کچھ مشابہت تو ہے لیکن اس سے زیادہ خوبرو اور مردانگی سے بھرپور چہرہ ہے۔ اسے دیکھ کر سونیا فرہاد کو بھول گئی ہے اور خوبرو ڈیگر کو دل دے بیٹھی ہے۔

یہ بات دل کو لگ رہی تھی۔ اس نے بڑی رازداری سے ایک پلاسٹک سرجری کے ماہر سے رابطہ قائم کیا۔ ابھی وہ سُپر ماسٹر

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

سے بھی یہ بات چھپانا چاہتا تھا۔ اگرچہ یہ جانتا تھا کہ سُپر ماسٹر کے بلیک اسپائی اس کی نگرانی کرتے ہیں اور اس کی دن رات کی مصروفیات کی رپورٹ اوپر تک پہنچاتے رہتے ہیں۔ تاہم اس نے بھی خاص حالات میں خود کو چھپانے اور بلیک اسپائی کے سراغرسانوں کو چکمہ دینے کے انتظامات کر رکھے تھے۔ بہت پہلے کی احتیاطی تدابیر اب کام آنے والی تھیں۔

اُدھر سونیا نے محبت سے سمجھایا تھا کہ ابھی اس کی محبت دوسروں پر ظاہر نہ کی جائے۔ پہلے وہ اس بات کا فیصلہ کرے کہ سُپر ماسٹر یا کسی سُپر طاقت کا غلام بن کر رہے گا یا فرہاد کی طرح آزاد رہ کر کمزوروں کی حمایت میں بڑی طاقتوں سے لڑتا رہے گا۔

سونیا نے کیسے بڑے زبردست مسئلے میں اُلجھا دیا تھا۔ ڈیگر نے کبھی سُپر ماسٹر کو چھوڑنے کا تصور بھی نہیں کیا تھا۔ وہ اس کا بہت احسان مند تھا۔ اس نے ڈیگر کو ٹرانسفارمر مشین سے گزارنے کے لیے منتخب کیا تھا۔ اس کی مہربانی سے اس نے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا تھا۔ وہ کبھی سوچتا بھی نہیں تھا کہ وہ سُپر ماسٹر کی غلامی کر رہا ہے۔

سونیا نے سمجھایا۔ ایک غلام کی پہچان یہ ہے کہ وہ آقا کے حکم پر مذہب کے خلاف، قانون کے خلاف اور انسانیت کے خلاف کام کرتا ہے جیسا کہ ڈیگر نے کیا تھا۔ اس نے رسونتی کو اغوا کر کے سُپر ماسٹر کی قید میں پہنچایا تھا۔ اب جوجو کو بھی وہاں پہنچانا چاہتا تھا جبکہ کسی کی ماں، بہن، بیوی اور بیٹی کو اغوا کرنا قانون، مذہب اور انسانیت کے خلاف ہے۔ یہ کام آج تک فرہاد نے نہیں کیا کیونکہ وہ کسی کا غلام نہیں ہے، کسی کے حکم کا پابند نہیں ہے۔ اس نے ہمیشہ ماؤں، بہنوں اور کمزور افراد کی مدد بھی کی ہے اور حفاظت بھی۔ وہ ایک چھوٹی سی سچائی کے لیے بڑی طاقتوں سے بھی ٹکرا جاتا تھا۔

سونیا کے دلائل سن کر پہلی بار عقل آئی کہ سُپر ماسٹر نے اس سے جائز اور ناجائز کام کرانے کے لیے اسے ٹیلی پیتھی کا علم دیا ہے۔ اسے یہ غیر معمولی علم حاصل کرنے کے بعد شیطان بن کر رہنا چاہیے یا انسانیت کی راہ پر چلنا چاہیے۔

وہ اتنی جلدی کوئی معقول فیصلہ نہیں کر سکتا تھا، اس لیے تذبذب میں تھا۔ دل اور دماغ میں یہ بات نقش ہو گئی تھی کہ اسے سونیا کے ساتھ رہ کر فرہاد کی طرح اپنا ایک الگ مقام بنانا چاہیے لیکن غلام زنجیر توڑنے سے پہلے ہچکچاتا بہت ہے۔ ابھی وہ جھجک رہا تھا۔ تخت یا تختہ کے اصولوں پر فوراً ہی کسی فیصلے پر نہیں پہنچ رہا تھا۔

وہ آئینے کے سامنے تیار ہو کر کہیں باہر جانا چاہتا تھا۔

فون کی گھنٹی نے اسے پکارا۔ اس نے ٹیلیفون کے پاس آ کر ریسیور اٹھایا۔ فون کی خفیہ لائن پر نائب سُپر ماسٹر کی آواز سنائی دی۔ دونوں ڈیگر ہمیشہ نائب سے باتیں کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ سُپر ماسٹر سے گفتگو کر رہے ہیں۔ نائب یوگا کا ماہر تھا، اس کے چور خیالات پڑھ کر حقیقت معلوم نہیں کی جا سکتی تھی۔

فون پر نائب نے کہا "ہیلو پرنس ڈیگر! کیا کر رہے ہو؟"

اس نے جواب دیا "ابھی ڈیوٹی پر ہوں۔ جوجو کو ملک... کی قید سے نکال لانے کے لیے سونیا سے باتیں ہو رہی ہیں۔ سونیا میری معمولہ ہے اور مکمل طور پر میری گرفت میں ہے۔"

"یہ تم پہلے بھی کہہ چکے ہو اور میں سمجھا چکا ہوں کہ سونیا آج تک کبھی اتنی آسانی سے تو کیا دشواری سے بھی گرفت میں نہیں آئی۔ یہ مت بھولو کہ جب تم طیارے میں تاتیانہ کو دماغی نقصان پہنچانا چاہتے تھے تو سونیا نے اسے تمہارے ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے بچایا تھا۔ کیسے بچایا تھا؟ یہ آج تک ہماری تمہاری سمجھ میں نہیں آیا اور جو بات سمجھ میں نہ آئے اسے ہم روحانی عمل کہہ دیتے ہیں۔ بہرحال جو تاتیانہ کو تم سے بچا سکتی ہے، وہ خود تمہاری گرفت میں کیسے آئے گی؟"

"آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ میں نے سونیا پر کامیاب تنویمی عمل نہیں کیا ہے؟"

"تم نے اپنے طور پر کامیاب عمل کیا ہو گا لیکن اس مکار عورت نے عمل کے دوران کوئی ایسا کھوٹ پیدا کیا ہو گا جو تمہاری سمجھ میں نہ آیا ہو۔ بعد میں سمجھو گے تو پچھتانے کا وقت گزر چکا ہو گا۔"

"تعجب ہے، میں چوری چھپے اس کے چور خیالات پڑھتا ہوں۔ اس کی لاعلمی میں اسے طرح طرح سے آزما چکا ہوں پھر بھی آپ کہتے ہیں تو میں اس پر بھروسا نہیں کروں گا۔ آپ بتائیں اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

"یہی کہ بھروسا نہ کرو مگر یہی تاثر دو کہ بھروسا کر رہے ہو۔ تم ماسکو سے جوجو کو اپنے طیارے میں لاؤ گے تاکہ وہ کوئی چال نہ چل سکے۔"

"یہی ہو گا جناب!"

"جوجو کو لانے کے لیے جو تدابیر اختیار کرو، ان سے مجھے آگاہ رکھنا۔ پھر ان پر عمل کرتے وقت جان ڈیگر کو بھی ساتھ رکھنا۔"

"وہ تو رسونتی کے معاملے میں مصروف ہے۔"

"نہیں، وہ اچانک بیمار پڑ گیا ہے۔ اور یہ علی تیمور قسمت کا دھنی ہے۔ جان ڈیگر کی بیماری نے اس کے لیے کامیابی کی راہیں ہموار کر دی ہیں۔ میرا مشورہ ہے، سونیا کو ابھی آزماتے رہو۔ کبھی کبھی اس کے پاس جاؤ۔ اس کے خیالات پڑھ کر آ جایا کرو۔

جان ڈیگر کی جگہ رسونتی کے پاس جایا کرو لیکن علی تیمور کو کسی طرح بھی روکو۔ اطلاع ملی ہے کہ وہ جنگل کے راستے سرحد پار کرنے والا ہے۔ ہم اپنی تمام فوج اور تمام ٹیلی پیتھی کی بارود بچھا دیں گے لیکن اسے مال کے ساتھ سرحد پار کرنے نہیں دیں گے۔"

"جناب! آپ جس محاذ پر جنگ لڑنے کو کہیں گے میں اُدھر چلا جاؤں گا لیکن میں اپنی وفاداری کا واسطہ دیتا ہوں، مجھ سے کوئی بات نہ چھپائی جائے۔"

"تم سے کون سی بات چھپائی جا رہی ہے؟"

"یہی کہ کسی مصلحت کی بنا پر مجھے سونیا کے پاس سے ہٹایا جا رہا ہے۔"

"یہ بات تمہارے دماغ میں کیوں آئی؟"

"یوں آئی کہ جان ڈیگر بیمار نہیں ہے۔ آپ نے اسے پارس اور میڈونا کے پیچھے لگایا ہے۔ مجھے پتا چلا ہے، ایک انسانی روبوٹ میڈونا کو سرحد پار لے جانا چاہتا تھا اور اس روبوٹ کو جان ڈیگر گائیڈ کرتا ہے۔"

"تمہاری معلومات غلط ہیں۔ چند سیکنڈ کے لیے جان ڈیگر کے پاس جاؤ اور اس کی عیادت کر کے واپس آ جاؤ۔ میں فون پر رہوں گا۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر ڈیگر کے پاس پہنچتے ہی بولا "میرے دوست! سانس نہ روکنا، میں پرنس ڈیگر ہوں۔"

وہ کمزوری سے مسکراتے ہوئے بولا "میں بیمار پڑا ہوں، سانس کیا روکوں گا۔ فی الحال خیال خوانی کے قابل نہیں ہوں۔"

"کب سے بیمار ہو؟"

"کل شام سے بستر پر ہوں۔ کوئی پندرہ گھنٹے گزر چکے ہیں۔"

"میں تمہارے لیے کیا کر سکتا ہوں؟"

"میرے لیے تو ڈاکٹر ہی کچھ کر رہے ہیں۔ ویسے میری بیماری کے باعث تمہاری مصروفیات بڑھ گئی ہوں گی۔"

"ہاں، اب میں رسونتی کے پاس جاؤں گا۔ کیا تم میڈونا کے پاس جاتے رہے ہو؟"

"تعجب ہے! تم مجھ سے پوچھ رہے ہو۔ میں نے ایک بار چُپ چاپ میڈونا کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا تھا، وہ ایک انسانی روبوٹ کے ساتھ وقت گزار رہی تھی۔ ان کی باتوں سے پتا چلا کہ روبوٹ کے دماغ میں کوئی خیال خوانی کرنے والا رہتا ہے۔ میرے خیال میں وہ تم ہی ہو سکتے تھے، اس لیے میں واپس چلا آیا۔"

"جان ڈیگر! میں آج تک کبھی اس روبوٹ کے دماغ میں نہیں گیا۔ ہم دونوں ایک دوسرے کے متعلق سوچتے ہیں۔ اور سُپر ماسٹر کسی تیسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے سے یہ کام لے رہا ہے اور ہم سے یہ بات چھپا رہا ہے۔"

"جب تم روبوٹ کے پاس نہیں جاتے تو پھر یہی بات ہو گی۔ سُپر ماسٹر کو ہماری وفاداری کے باوجود ہم پر اعتماد نہیں ہے۔"

"یہ دل دُکھانے والی بات ہے۔ جب اعتماد نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ ہمارا وفادار رہنا نہ رہنا برابر ہے۔"

"ایسا نہ کہو۔ کسی تیسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ہم سے چھپانے میں کوئی مصلحت ہو گی۔"

"یہی کہ ہمارے دماغوں سے دشمنوں کو مزید ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے متعلق معلوم نہ ہو۔ ایسے تو دشمن، ملک کے بہت سے اہم راز ہمارے دماغوں سے معلوم کر سکتے ہیں۔ چونکہ وہ راز ہم سے چھپائے نہیں جا سکتے تھے اس لیے چھپائے نہیں گئے۔ پھر یہ کہ ہمارا دماغ کمزور نہیں ہے۔ کوئی ہماری اجازت کے بغیر ہمارے خیالات نہیں پڑھ سکتا۔ کبھی دماغ کمزور ہو گا اور دشمن بہت سے راز معلوم کرے گا تو ایک یہ بھی معلوم کر لے گا جو ہم سے چھپایا جا رہا ہے۔"

"پرنس ڈیگر! تم بہت غصے میں ہو۔ ویسے مجھے بھی اپنی توہین کا احساس ہو رہا ہے۔ مگر ہمیں صبر کرنا چاہیے اور اب یہ اندازہ کرتے رہنا چاہیے کہ ہماری کتنی اہمیت ہے اور ہمیں کس حد تک اپنی انسلٹ برداشت کرنا چاہیے۔ جوش میں نہ آؤ۔ ٹھنڈے دماغ سے سوچو۔ میں بھی سوچتا ہوں۔"

"میں فرصت ملتے ہی آؤں گا، سو فار۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر دوبارہ ریسیور اٹھا کر بولا "ہیلو، میں جان ڈیگر سے خیریت معلوم کر کے آیا ہوں۔ وہ جلد ہی صحت یاب ہو جائے گا۔"

"اور کیا باتیں ہوئیں؟"

"کوئی خاص باتیں نہیں ہوئیں۔ بیمار سے زیادہ نہیں بولنا چاہیے..."

"تم کسی انسانی روبوٹ کی بات کر رہے تھے۔ میں تمہاری غلط فہمی دور کر دوں کہ ہمارے اس روبوٹ کو کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی رہنمائی کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ بات دماغ سے نکال دو کہ تم دونوں کے علاوہ بھی ہمارے پاس کوئی خیال خوانی کرنے والا ہے۔"

"یہ بات کیسے دماغ سے نکالی جا سکتی ہے، میڈونا ابھی ایک نامعلوم مکان کی چار دیواری میں قیدی بنا کر رکھی گئی ہے۔ اعصابی کمزوریوں میں مبتلا ہے۔ نہ خیال خوانی کر سکتی ہے نہ ہماری سوچ کی لہروں کو محسوس کر سکتی ہے۔ میں اس کے چور خیالات پڑھ چکا ہوں۔ وہ خیالات کہتے ہیں کہ روبوٹ کو ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا گائیڈ کرتا ہے۔ آپ دماغ میں چھپی ہوئی سچی بات کو جھٹلانا کیوں چاہتے ہیں؟"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

نائب سپر ماسٹر نے کہا: "اگر تم نے چور خیالات پڑھے ہیں تو یہ دشمنوں کی چال ہوگی۔ وہ ہمارے روبوٹ کے دماغ میں جاکر اسے گمراہ کرنے کی کوششیں کرتے ہوں گے۔ شاید اسی وجہ سے ہم میڈونا کو سرحد پار لانے میں ناکام رہے ہیں۔"

"جناب! میڈونا کوئی معمولی چیز نہیں ہے۔ جس سپر پاور کی جھولی میں جائے گی اسے نمبر وَن سپر پاور بنا دے گی۔ اور آپ نے اسے حاصل کرنے، فرانس کی سرحد سے باہر لانے کے لیے محض ایک روبوٹ پر بھروسا کیا۔ جبکہ یہ خیال خوانی کرنے والوں کی جنگ ہے۔ یہ جنگ کوئی ناقابلِ شکست روبوٹ نہیں لڑ سکتا۔"

"پرنس ڈیگہ! میں تنہا کوئی منصوبہ نہیں بناتا۔ میرے پیچھے بڑے بڑے جنگ بازوں، سائنسی علوم رکھنے والوں اور حاضر دماغی سے کام لینے والوں کے دماغ ہیں۔ میں ان کے ساتھ مل کر منصوبہ بناتا ہوں۔ پھر اس پر عمل کرنے کا حکم متعلقہ افراد کو دیتا ہوں۔ تمہیں سمجھنا چاہیے کہ اس روبوٹ کے متعلق میں بھی کچھ زیادہ نہیں جانتا۔"

"مگر ہم جاننا چاہتے ہیں۔ ہمارا جسم، ہمارا دماغ، ہماری جان اور ہماری دن رات کی محنت اس ملک اور قوم کے لیے ہے۔ ہمارے جیسے وفاداروں سے کوئی بات چھپانے کا مطلب ہے کہ ہم پر اعتماد نہیں کیا جاتا۔ ہماری وفاداری کی ناقدری ہوتی ہے اور فرہاد کی فیملی خواہ ماسکو میں ہو، واشنگٹن میں ہو یا پیرس میں، اس فیملی کے ہر محاذ کا تعلق ہم سے ہے۔ جنگ لڑنے والوں کو ہر محاذ کی اونچ نیچ کا علم ہونا چاہیے۔ شطرنج کے ہر خانے کے مہرے کو دھیان میں رکھ کر چال آگے بڑھائی جاتی ہے۔"

"آج تم اپنے مزاج اور اپنی عادت کے خلاف بہت بول رہے ہو۔"

"آپ ذرا غور کریں، مجھے بولنے پر مجبور کیا گیا ہے ورنہ میں صرف ضرورت کے مطابق بولتا ہوں۔"

نائب جو باتیں کر رہا تھا، وہ کمپیوٹر کے ذریعے سپر ماسٹر تک پہنچ رہی تھیں۔ اس نے نائب سے کہا: "پرنس ڈیگہ سے کہو، ملکی اور سیاسی معاملات میں ہم جیسے تمام افراد اپنے اپنے فرائض تک محدود رہتے ہیں اور یہ تنقید نہیں کرتے کہ دوسرے معاملات میں انھیں قابلِ اعتماد کیوں نہیں سمجھا گیا۔ اس سے کہو، اسے جتنا کام دیا جائے اتنا ہی کرے۔ اس کا کام عمل کرنا ہے، ہمارا کام سوچنا اور منصوبے بنانا۔ ہم سب اپنی اپنی جگہ اپنے فرائض کے پابند ہیں۔ وہ اپنا کام کرے اور سونیا سے نئے سمجھوتے کی رپورٹ ہر دس پندرہ منٹ میں پہنچاتا رہے۔ تاکہ کسی مرحلے پر وہ مکار عورت دھوکا نہ دے سکے۔"

نائب نے کہا: "جناب! پرنس ڈیگہ کو اب رسونتی کے پاس بھی جانا ہوگا۔"

"نہیں! اسے صرف ایک ہی محاذ پر سونیا کے ساتھ مصروف رہنے دو۔ جوجو کو وہاں سے نکال لانے میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔"

"کیا رسونتی ہمارے ہاتھوں سے نکل چکی ہے؟"

"یہ اتنا آسان نہیں ہے جتنا علی تیمور نے سوچ رکھا ہے۔ سرحد پار کرنے سے پہلے ہی اس کے ہوش اُڑ جائیں گے۔ تم پرنس ڈیگہ سے باتیں ختم کرو۔"

نائب نے فون پر پرنس ڈیگہ سے کہا: "تمھاری باتیں ہمارے دوسرے اعلیٰ دماغوں تک پہنچ رہی ہیں۔ انھوں نے کہا کہ ہم سب کو صرف اپنے فرائض کی ادائیگی تک محدود رہنا چاہیے اور یہ نہیں سوچنا چاہیے کہ دوسرے معاملات میں ان پر بھروسا نہیں کیا جاتا۔ جب کبھی دوسرے معاملات سے تمھارا تعلق ہوگا تو ان معاملات پر بھی تم پر بھروسا کیا جائے گا۔ بہرحال تمھیں صرف سونیا کے ساتھ رہنا ہے۔ ہر دس پندرہ منٹ میں رپورٹ دینا ہے کہ جوجو کو وہاں سے لانے کے لیے کن تدابیر پر کس طرح عمل کیا جا رہا ہے۔ اب آیندہ دس پندرہ منٹ کے بعد مجھ سے رابطہ قائم کرو... تھینک یو، سو فار۔"

پرنس ڈیگہ نے ریسیور رکھ دیا۔ اسے ٹکا سا جواب ملا تھا کہ صرف اپنے کام سے غرض رکھنی چاہیے۔ اصولاً یہ بات درست تھی، ملک اور قوم کے معاملات سنگین بھی ہوتے ہیں اور نازک بھی۔ خواہ کوئی کتنا ہی اہم شخص ہو اسے ہر معاملے میں رازدار نہیں بنایا جاتا لیکن بعض لوگ جو ہمیشہ اہم فرائض انجام دیتے ہیں، وہ کچھ مغرور ہو جاتے ہیں اور رازداری کو اپنی انا کا مسئلہ بنا لیتے ہیں یا پھر اپنی راہ بدلنے کا بہانہ بنا لیتے ہیں۔ پرنس ڈیگہ کے دماغ میں سونیا سمائی ہوئی تھی، اس کی بات دل کو لگ رہی تھی کہ اسے فرہاد کی طرح آزادی سے ٹیلی پیتھی کو مثبت مقاصد کے لیے استعمال کرنا چاہیے۔ لہٰذا وہ سپر ماسٹر سے منہ پھیر کر سونیا کی راہ پر چل پڑنے کے لیے کھوٹے کھرے اعتراضات شروع کر چکا تھا۔

اس نے سونیا کا تصور کیا۔ حالانکہ رُوبرُو کبھی اسے دیکھا نہیں تھا تصویریں خوب دیکھی تھیں۔ اس کے ایک ایک ریکارڈ، ایک ایک بات کو بڑی توجہ سے پڑھا اور سمجھا تھا لیکن عشق ہونے کے بعد تمام سمجھی بوجھی باتیں بیکار اور بے معنی ہو جاتی ہیں۔ وہ سونیا کے عشق میں اس کی مکاریوں کو بھول گیا تھا یا دیوانگی سمجھاتی تھی کہ وہ دنیا کے لیے مکار ہے اور میرے لیے محبوبہ۔

وہ چپکے سے اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ بڑی خوش فہمی تھی کہ اسے خبر نہیں ہوتی۔ جبکہ وہ دماغ کے اس تہ خانے میں محتاط ہوگئی تھی جہاں کوئی خیال خوانی کرنے والا نہیں پہنچ سکتا تھا۔ وہ جوجو اور ماریہ کے متعلق سوچ رہی تھی کہ انھیں حاصل کرنے اور روس کی سرحد سے نکال لانے کا ایک ہی راستہ ہے۔ ماسک مین اور اعلیٰ حکام کو بلیک میل کرنا ہوگا۔ انھیں زبردست نقصان پہنچانے کی دھمکیاں دینا ہوں گی تب کامیابی کی کچھ امید ہوگی۔

اس کی سوچ کے درمیان آرمر نے آکر گُڈ ورڈز ادا کیے پھر کہا: "میں ابھی جوجو کے پاس سے آ رہا ہوں۔ میں کیا بتاؤں کہ مجھے کتنی خوشی ہو رہی ہے۔ وہ بڑی سنجیدگی سے اپنے موجودہ حالات پر غور کر رہی ہے۔ اب پہلے جیسا بچگانہ پن اس میں نام کو بھی نہیں ہے۔"

"کیا اس نے ذہانت کا کوئی ثبوت دیا ہے؟"

"ہاں، جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں، ماسک مین کے ڈاکٹروں نے اسے سمجھایا ہے کہ وہ ایک روسی لاوارث لڑکی تھی۔ سرکار کی طرف سے اس کی پرورش ہوئی ہے اور اسے سرکاری اخراجات پر ٹیلی پیتھی کا غیر معمولی علم سکھایا گیا ہے اور اس کا نام مولینا آندروف ہے۔ دوسری طرف میں اس کے دماغ میں جاکر اسے جوجو کہہ کر مخاطب کرتا ہوں پہلے وہ الجھ گئی تھی۔ اپنی اصلیت معلوم کرنے کے لیے بے چین تھی۔ اگرچہ وہ مجھے بھائی تسلیم نہیں کرتی۔ تاہم مجھ پر اعتماد کرتی ہے۔ کیونکہ میں نے اسے راسپوٹین کی شیطانی آنکھوں والے اور اس کے تنویمی عمل سے بچایا تھا۔ وہ بڑی ذہانت سے سوچ رہی ہے کہ وہ کسی پر بھروسا نہیں کرے گی نہ جوجو رہے گی نہ مولینا آندروف۔"

"یعنی وہ ماسک مین اور ڈاکٹروں کے سامنے مولینا آندروف ہونے سے انکار کرے گی؟"

آرمر نے کہا: "ہاں، یہ تشویش کی بات ہے۔ ماسک مین سمجھ لے گا کہ میں اس کے دماغ میں جاکر اسے جوجو کہتا ہوں۔"

"اسے سمجھنے دو۔ اب میں جوجو کو یہاں سے لے جانے کی تدبیر پر عمل کروں گی۔"

"تم کیا کرنا چاہتی ہو؟"

"سب سے پہلے تو یہ سن لو کہ میں ڈیگر اینڈ ڈیگہ میں سے مسٹر ڈیگہ پر اندھا اعتماد کرنے لگی ہوں۔ وہ ہمارے منصوبے میں شریک رہے گا۔"

"تمھاری ذہانت اور طریقۂ کار پر آج تک کسی نے اعتراض نہیں کیا لیکن میں اتنا ضرور پوچھوں گا کیا وہ سپر ماسٹر کے خلاف تمھارا ساتھ دے رہا ہے؟"

"میں نے یہی سوال اس سے کیا ہے، اس سے پوچھا ہے کہ وہ کسی بھی سپر طاقت کا غلام رہے گا یا فرہاد کی طرح آزاد رہ کر اپنا ایک الگ مقام بنائے گا۔ وہ کسی وقت بھی آکر اپنا فیصلہ سنانے والا ہے۔"

"فرض کرو اسے غلامی پسند ہو تو؟"

سونیا ایک سرد آہ بھر کر بولی: "میرا دل ٹوٹ جائے گا۔"

"تعجب ہے! اس معاملے کا دل سے کیا تعلق ہے؟"

"بہت گہرا تعلق ہے۔ ڈیگہ میں فرہاد جیسی خوبیاں ہیں۔ میں نے اس کی آواز اور لہجے سے یقین کیا ہے کہ وہ دل کا سچا اور دماغ کا اچھا ہے۔ میرے ساتھ رہے گا تو فرہاد سے بھی زیادہ سپر طاقتوں کو ناکوں چنے چبوا دے گا۔"

پرنس ڈیگہ دماغ میں چھپا ہوا سن رہا تھا اور خوش ہو رہا تھا۔ یہ دل خوش کرنے والی بات تھی کہ سونیا بہت دور تک اس کے مستقبل کو بنانا سنوارنا چاہتی تھی۔ بے چارہ بھول گیا تھا کہ عورت پھر عورت ہوتی ہے۔ مرد کا حال بگاڑ دیتی ہے مستقبل کیا سنوارے گی۔

آرمر نے کہا: "اگر تم ایک ڈیگہ کے متعلق اتنے اچھے خیالات رکھتی ہو تو وہ یقیناً اچھا ہوگا اور مستقبل میں بہت نام پیدا کرے گا۔ یہ بتاؤ ابھی کیا کرنا ہے؟"

"تم نے جوجو پر تنویمی عمل کیا ہے اور میڈونا نے پاسکل لوبا کے دماغ کو لاک کیا تھا تاکہ سپر ماسٹر کے خیال خوانی کرنے والے اسے ٹریپ نہ کریں۔ لہٰذا ہمارے منصوبے میں میڈونا بھی شریک رہے گی۔"

"اب میڈونا ہمارے ساتھ نہیں ہے۔ دشمنوں کے فریب میں آگئی ہے، ایک انسانی روبوٹ سے عشق کرنے لگی ہے۔ اور اس روبوٹ کا تعلق سپر ماسٹر سے ہے۔ کیا میں میڈونا اور روبوٹ کی ہسٹری سناؤں؟"

"پھر کبھی سن لوں گی۔ تم میڈونا کی آواز اور لہجہ اختیار کرکے پاسکل لوبا کے دماغ میں جاؤ۔ اسے ٹیلی پیتھی کی لوری سنا کر سلاؤ۔ پھر اس پر تنویمی عمل کرکے میڈونا کے طلسم کو اس کے دماغ سے مٹا دو اور اسے اپنا معمول اور فرماں بردار بنا لو۔ یہ عمل کرتے وقت ڈیگہ تمھارے ساتھ ہوگا اگر وہ عمل کرکے پاسکل لوبا کو اپنا مطیع و فرماں بردار بنانا چاہے تو اعتراض نہ کرنا۔ میں ثابت کرنا چاہتی ہوں کہ مجھے ڈیگہ پر کتنا اعتماد ہے۔"

وہ بہت بڑی بات کہہ رہی تھی۔ پرنس ڈیگہ کو یہ بات متاثر کر رہی تھی کہ ایک طرف سپر ماسٹر اپنا ہو کر اعتماد نہیں کرتا ہے اور سونیا اپنی بننے کے لیے اس پر بھرپور اعتماد کر رہی ہے۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

وہ آرمر سے بولی "تم پندرہ منٹ کے بعد آؤ۔ ڈیگر میرے پاس آنے ہی والا ہے۔ پھر وہ تمھارے ساتھ پاسکل بوبا کے دماغ میں جائے گا۔"

آرمر چلا گیا۔ وہ جان بوجھ کر عشقیہ انداز میں ڈیگر کے متعلق سوچنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد ڈیگر نے اسے مخاطب کیا۔ وہ چونک کر بولی "کیا ابھی آئے ہو یا پہلے سے موجود تھے؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا "بھئی شبہ نہ کرو۔ ابھی آیا ہوں۔ کیا سوچ رہی ہو؟"

"سوچ رہی ہوں، عجیب دیوانی ہوں۔ تمھارے بارے میں جانے کیا کیا سوچتی رہتی ہوں مگر ابھی تک تمھارا نام نہیں پوچھا ہے، صرف ڈیگر کہنے سے بات نہیں بنتی۔ اس دوسرے کا نام بھی ڈیگر ہے۔"

وہ بڑے جذباتی انداز میں بولا "میری جان! محبت کا کوئی نام نہیں ہوتا۔ جس نام سے پکاروگی دیوانہ چلا آئے گا۔ بائی دی وے مجھے پرنس ڈیگر کہتے ہیں۔"

وہ بولی "ہائے پرنس! میرے خوابوں کے پرنس! کتنا خوبصورت نام ہے۔ تمھاری شخصیت کی طرح تمھارے نام میں بھی کشش ہے۔ تم نے کیا فیصلہ کیا؟"

وہ تعریفیں سن کر خوش ہو رہا تھا۔ جب فیصلہ سنانے کی بات آئی تو خوشی ذرا کمزور پڑ گئی۔ وہ ہچکچاتے ہوئے بولا "میں تمھارا دل نہیں توڑوں گا۔ تمھارا ساتھ دوں گا لیکن سمجھ میں نہیں آتا، سپر ماسٹر کو دھوکا کس طرح دوں؟"

"سمجھ میں نہیں آتا تو مجھے دھوکا دے دو۔ تم نے تنویمی عمل کرکے میرے دماغ کو مٹھی میں لے رکھا ہے۔ جس طرح چاہو مجھے نچا سکتے ہو۔"

"پلیز سونیا! طعنے نہ دو۔ میں نے عامل کی حیثیت سے ابھی تک تمھارے مزاج کے خلاف کوئی کام تم سے نہیں لیا۔ تم خود اس بات کی گواہ ہو۔"

"اسی لیے تو تم پر مرتی ہوں۔ سوچتی ہوں کہیں یہ عشق مجھے مہنگا نہ پڑے۔ جب مرد کمزور ہوتا ہے، محبت کے حق میں فیصلہ کرنے سے ہچکچاتا ہے تو عورت گھر کی رہتی ہے نہ گھاٹ کی۔ بے چاری بدنامی کے گھاٹ اتر جاتی ہے۔"

"میں کمزور نہیں ہوں۔ تم سے پوچھنے آیا ہوں، سپر ماسٹر سے میری علیحدگی کن حالات میں ہوگی؟ ابھی فوراً ہو نہیں سکتی۔ وہ کہتا ہے سونیا پر بھروسا نہ کرو۔ جب ماریہ اور جوجو کو یہاں سے نکالا جائے گا تب سپر ماسٹر کا خاص طیارہ استعمال کیا جائے گا تاکہ تم دھوکا نہ دے سکو۔ ہم ایسی صورت میں کیا کریں گے؟"

"جو سپر ماسٹر چاہتا ہے، وہی کریں گے۔"

"کیا کہہ رہی ہو؟"

"تم پریشان کیوں ہوتے ہو؟ جوجو اور ماریہ، بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ جائیں گی۔"

"کیسے؟"

"میں حالات کو دیکھتے ہوئے چال بدل دیتی ہوں۔ ابھی سے کیسے بتاؤں کہ سپر ماسٹر اپنا طیارہ بھیجنے سے پہلے دھوکا کھائے گا یا ہماری پرواز کے بعد اس طیارے کی سمت بدل دی جائے گی۔"

"میں نیویارک میں ہوں۔ سپر ماسٹر اور اس کی بلیک اسپائی کے سراغ رسانوں کو میری رہائش گاہ کا علم ہے۔ وہ چوبیس گھنٹے مجھے اپنی نظروں میں رکھتے ہیں۔ میں کہاں جاتا ہوں، کس سے ملتا ہوں، کیا کھاتا ہوں، کیا پہنتا ہوں۔ انھیں تمام باتیں معلوم ہوتی رہتی ہیں۔ فراڈ ظاہر ہوتے ہی مجھے گرفتار کر لیا جائے گا۔"

"پرنس! تم سپر ماسٹر سے مرعوب ہو۔ میرے سامنے اپنی یہ کمزوری چھپا رہے ہو۔ ورنہ ٹیلی پیتھی جاننے والے بڑی آسانی سے نگرانی کرنے والوں کو چکمہ میں ڈال دیتے ہیں۔"

"میں یہی بات کہنے جا رہا تھا۔ بلیک اسپائی کے کتنے ہی جاسوس میری خیال خوانی کی مٹھی میں ہیں۔ میں انھیں دھوکا دے کر سب سے پہلے اپنی رہائش گاہ تبدیل کرنا اور اپنے چہرے پر تھوڑی تبدیلی لانا چاہتا ہوں۔"

"شاباش! اب تم فرہاد کے انداز میں منصوبے بنا رہے ہو۔ تمھیں موجودہ رہائش گاہ کو ایسے وقت چھوڑ کر روپوش ہونا چاہیے جب ہم جوجو اور ماریہ کو سپر ماسٹر کے طیارے میں لے جا رہے ہوں۔"

"ٹھیک ہے، میں یہی کروں گا۔"

آرمر نے آکر کوڈ ورڈز ادا کیے۔ سونیا نے کہا "مسٹر پرنس ڈیگر میرے دماغ میں موجود ہیں۔ کیا میں تعارف کرا دوں؟"

پرنس نے کہا "میں ایک آدھ بار مسٹر آرمر سے سوچ کے ذریعے باتیں کر چکا ہوں مگر تب ہم ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ اوہ سوری! میں نے غلط کہا۔ میں دشمن تھا۔ مسٹر آرمر کے متعلق سب کہتے ہیں کہ یہ کسی کے دشمن نہیں ہیں۔"

آرمر نے کہا "شکریہ پرنس! مجھے یہ معلوم کرکے بے حد خوشی ہو رہی ہے کہ تم بھی انسان دوستی کی راہ پر چل رہے ہو۔ جوجو میری بہن ہے، میری غیرت ہے۔ اگر تم میری یا کسی کی بھی بہن کو عزت سے اس کے گھر پہنچاتے ہو تو تم سے بڑا اور عظیم انسان کوئی نہ ہوگا۔"

"تم لوگوں سے دوستی کرکے مجھے انسانیت کی بہت سی روشن راہیں نظر آ رہی ہیں۔ میں منفی خیالات کو مار کر ان راہوں پر مزید چلتا رہوں گا۔ مجھے بتاؤ، اب کیا کرنا ہے؟"

سونیا نے کہا "میں چاہتی ہوں، تم پاسکل بوبا کے دماغ کو اپنے قابو میں رکھو۔ مسٹر آرمر تمھیں اس کے دماغ تک پہنچائیں گے۔"

آرمر نے کہا "اگر پاسکل کے دماغ میں جانے کا کام رات کو کسی وقت کیا جائے تو بہتر ہوگا۔ یوں بھی ہم اتنی جلدی جوجو کو یہاں سے نہیں لے جا سکیں گے۔"

"کیا تشویش کی کوئی بات ہے؟"

"تشویش یہ ہے کہ دماغی آپریشن کے بعد اسے کم از کم ایک ہفتہ بستر پر آرام کرنا چاہیے۔ ڈاکٹر اس کا سر بڑی احتیاط سے کبھی کسی ضرورت کے تحت تکیے سے اٹھاتے ہیں پھر آرام سے لٹاتے ہیں۔ ان حالات میں اسے اسٹریچر پر ڈال کر کسی طیارے میں لے جانا مناسب نہیں ہوگا۔ سر کے ٹانکے ٹوٹ سکتے ہیں یا کسی طرح کا اور نقصان اسے پہنچ سکتا ہے۔"

سونیا نے کہا "تم نے بتایا تھا کہ وہ نارمل ہے، اپنے متعلق سنجیدگی اور ذہانت سے سوچ رہی ہے۔"

"بے شک، سوچنے کی حد تک اس کی دماغی قوت کا اندازہ ہو رہا ہے۔ ڈاکٹر اس آپریشن میں توقع سے زیادہ کامیاب رہے ہیں لیکن آپریشن کے نتیجے میں زخم اور ٹانکے ابھی کچے ہیں۔ وہ جہاں پڑی ہے اسے وہیں رہنا چاہیے۔ اس کی جگہ سے اسے فی الحال ہلانا بھی نہیں چاہیے۔"

"تم ڈاکٹروں کے خیالات بھی پڑھتے ہو؟"

"ہاں، ان کے خیالات پڑھنے کے بعد ہی میں یہ باتیں کہہ رہا ہوں......"

"ایسی بات ہے تو ہم اپنی جوجو کی زندگی خطرے میں نہیں ڈالیں گے۔"

پرنس ڈیگر نے پوچھا "کیا میں سپر ماسٹر کو جوجو کے موجودہ حالات بتاؤں؟ یہ معاملہ کھٹائی میں پڑ رہا ہے۔"

سونیا نے کہا "مجبوری ہے۔ تم جوجو کے ڈاکٹروں کے ہاں جاؤ۔ خود ان کے خیالات پڑھ کر سپر ماسٹر کو تفصیلی رپورٹ دو۔"

"وہ پوچھے گا، میں جوجو کے دماغ میں کیوں نہیں جاتا۔"

آرمر نے کہا "اسے بتاؤ کہ جوجو کا دماغ بے حد کمزور ہے۔ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو قبول نہیں کرتی۔ اس کے دماغ میں جانے سے بے چاری کی سوچیں کمزوری کے باعث منتشر ہو جاتی ہیں۔ کوئی سوچ اپنی جگہ قائم نہیں رہتی۔"

سونیا نے کہا "پرنس! تم سپر ماسٹر سے کہہ سکتے ہو کہ اسے یقین نہ ہو تو وہ دوسرے ڈیگر کو جوجو کے دماغ میں بھیج کر تمھاری رپورٹ کی تصدیق کر سکتا ہے۔"

آرمر نے پرنس ڈیگر سے کہا "میرے دماغ میں آؤ۔ میں تمھیں جوجو کے ایک ڈاکٹر تک پہنچاؤں گا۔"

پرنس نے کہا "سونیا! میں جا رہا ہوں۔ ڈاکٹر کے خیالات پڑھنے کے بعد سپر ماسٹر کو رپورٹ دوں گا پھر آکر تمھیں اس کا جواب سناؤں گا۔"

سونیا نے کہا "آرمر! مسٹر پرنس ڈیگر کو ڈاکٹر کے پاس پہنچا کر میرے پاس آؤ۔"

آرمر ایک منٹ کے اندر ہی واپس آگیا۔ سونیا نے کہا "میں یہ سوچ کر جوجو کو جلد سے جلد لے جانا چاہتی تھی کہ سپر ماسٹر میری اصلیت سمجھ گیا ہے۔ کسی وقت بھی میرے چہرے سے نقاب اٹھا سکتا ہے۔ اگر ہم جوجو کو یہاں سے لے جاتے ہیں ایک ہفتے تک انتظار کریں گے۔ تو وہ کم بخت اسے میری مکاری سمجھے گا۔ مجھے ایک ہفتے تک اپنی گرفت میں رکھنے کے لیے کوئی دوسری چال چلے گا۔ اس سے پہلے ہی مجھے یہاں سے غائب ہو جانا چاہیے۔ تا نیا نہ کا نقاب اتارنا پڑے گا۔"

"دانش مندی یہی ہے، پہلے تم اپنی سلامتی دیکھو، جوجو کی فکر نہ کرو۔ اس کے خیالات پڑھ کر میرا حوصلہ بڑھتا ہے اور یہ یقین ہوتا ہے کہ کوئی اسے بہکا نہیں سکے گا۔ وہ نہ میری باتوں میں آتی ہے، نہ ماسک مین کی اس بات کا یقین کرتی ہے کہ وہ مولینا آندرد ہے۔ اس سے اس کی قوت ارادی کا پتا چلتا ہے۔ وہ صرف اپنے طور پر فیصلہ کرتی ہے۔ رہ گئی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی بات تو وہ اس کی دماغ میں نہیں آسکیں گے۔ میرے تنویمی عمل کے مطابق آنے والوں کی سوچیں اس کے دماغ میں منتشر ہو جایا کریں گی اور وہ اُسے ٹریپ نہیں کر سکیں گے۔"

"اچھی بات ہے۔ اب آدھے گھنٹے بعد آنا اور آنے سے پہلے جناب شیخ صاحب سے پوچھ لینا کہ تم میرے دماغ کے چور خانے میں کیسے آؤ گے تاکہ پرنس ڈیگر سے چھپ کر باتیں کر سکو۔ مجھے اپنی سمت آنے والے طوفان کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ اگلے ایک آدھ گھنٹے میں کچھ ہونے والا ہے۔ بہتر ہے تم آدھے گھنٹے میں پاسکل بوبا کو اپنا مطیع اور فرماں بردار بنا لو، پھر میرے پاس آؤ۔"

وہ چلا گیا۔ پرنس ڈیگر نے ڈاکٹر کے خیالات پڑھنے کے بعد تاثب سے فون پر رابطہ قائم کیا پھر جوجو کے متعلق تفصیلی رپورٹ سنائی۔ دوسری طرف سپر ماسٹر کمپیوٹر کے ذریعے رپورٹ پڑھ رہا تھا۔ اس نے کہا "ایک ہفتے تک سونیا پر بھروسا کرنے کا مطلب ہے اسے بچ نکلنے کی مہلت دینا۔ ہم اتنی بڑی حماقت ہرگز ہرگز نہیں کریں گے۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

پرنس ڈیگیرنے کہا "سونیا پر بھروسا کریں یا نہ کریں، جوجو کی مکمل صحت یابی کا انتظار کرنا ہی ہوگا۔"

"انتظار کیا جاسکتا ہے لیکن اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ سونیا سے کہو، وہ روسی سرحد سے باہر آکر میرے خاص ایجنٹ سے ملاقات کرے اور آیندہ بھی تاتیانہ بن کر رہنے اور جوجو کو وہاں سے لانے کے سلسلے میں اہم معاملات طے کرے۔"

"وہ روس کے باہر آپ کے ایجنٹ سے کہاں ملاقات کرے گی؟ باہر جانے کے سلسلے میں اس پر پابندیاں عائد ہوسکتی ہیں۔"

"ماسک مین اور دوسرے اعلیٰ حکام ایسے ممالک میں تاتیانہ کے جانے پر اعتراض نہیں کریں گے جو روس کے سائے میں رہتے ہیں۔ مثلاً وہ بلغاریہ کے شہر صوفیہ تک آسکتی ہے اور اپنے ساتھ پاسکل لوبا کو لاسکتی ہے۔"

"جناب! وہ اور پاسکل لوبا وہاں کے دو اہم ستون سمجھے جاتے ہیں۔ دونوں کو ایک ساتھ ملک سے باہر جانے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔"

"اجازت نہیں ملے گی تو وہ چھپ کر دھوکا دے کر آئے گی۔ پاسکل لوبا اپنے اختیار میں نہیں ہے۔ آرمر نے اس کے دماغ کو لاک کیا ہوا ہے۔ وہ سونیا کی سلامتی کے لیے پاسکل کو بلغاریہ ضرور پہنچائے گا۔ تم نے کہا تھا سونیا تمھارے اشاروں پر چل رہی ہے۔ وہ آرمر کے ذریعے تمھیں پاسکل لوبا کے دماغ تک پہنچائے گی۔ یہ ابھی تک صرف باتیں ہی باتیں ہیں، عمل کیوں نہیں ہورہا ہے؟ تمھیں فوراً پاسکل لوبا کو اپنی مٹھی میں لینا چاہیے تھا۔"

"ابھی میں وہی کرنے جارہا تھا۔ سونیا کی ہدایت پر مجھے آرمر نے جوجو کے ڈاکٹر کے دماغ تک پہنچایا تھا۔ اب وہ مجھے پاسکل تک بھی پہنچائے گا۔ میں جارہا ہوں۔"

وہ سونیا کے پاس آیا۔ اسے سپر ماسٹر کا حکم سنایا۔ سونیا نے کہا "تم آرمر کے دماغ میں جاؤ۔ وہ تمھیں پاسکل تک پہنچاوے گا۔"

وہ خیال خوانی کے ذریعے آرمر کے پاس گیا۔ اس نے سانس روک لی، دوسری بار گیا، اس نے پھر سانس روک لی۔ وہ واپس آکر سونیا سے بولا "آرمر کچھ کہنے کا موقع نہیں دیتا سانس روک لیتا ہے۔"

"کیا تم نے آرمر سے کوڈ ورڈز کا تبادلہ کیا تھا؟"

"ہمارے درمیان مخصوص کوڈ ورڈز کی کوئی بات ہرگز نہیں ہوئی تھی۔"

"کیوں نہیں ہوئی تھی؟ تم اس کے دماغ میں گئے پھر جوجو کے ڈاکٹر کے پاس پہنچے۔ آیندہ بھی آرمر کی ضرورت پیش آسکتی تھی۔ تم دونوں کو کوڈ ورڈز مخصوص کرلینے چاہئیں تھے۔"

"میں بھول گیا تھا لیکن آرمر اتنا محتاط کیوں ہے؟ دماغ میں آنے والے کی بات تو سننا چاہیے۔"

"وہ اس لیے محتاط ہے کہ اب ہماری ٹیم میں وہی ایک خیال خوانی کرنے والا ہے۔ باقی جو بھی دماغ میں آئے گا وہ دشمن ہوگا۔ اس لیے وہ سانس روک لیتا ہے۔"

"اُسے یہ تو سوچنا چاہیے کہ میں دوست بن گیا ہوں، میں آسکتا ہوں۔"

"تمھاری اس سے دوستی شروع ہوئی ہے۔ آپس میں اعتماد قائم رکھنے کے لیے تم دونوں کو پہلے سے ایک دوسرے کے دماغ میں آنے کے معاملات طے کرنے تھے۔ مگر تم نے نہیں کیا۔"

"تم اس سے کیسے رابطہ کرتی ہو؟"

"میں کبھی نہیں کرتی۔ وہی آکر کوڈ ورڈز ادا کرتا ہے۔ پتا نہیں اب کتنی دیر میں آئے گا۔"

"یہ تو بڑی مشکل ہوگئی، میں سپر ماسٹر کو کیا جواب دوں؟"

"تم ذرا سی بات پر پریشان کیوں ہوجاتے ہو؟"

"میں حیران ہوں کہ تم اسے ذرا سی بات سمجھ رہی ہو۔ سپر ماسٹر تمھیں اپنی گرفت میں رکھنے کے لیے بلغاریہ بلا رہا ہے اور تم نے کوئی تشویش نہیں ظاہر کی۔"

"دیکھو، تشویش ہوگی مجھے یا تمھارے ماسٹر کو، ابھی یہ بات رہنے دو۔ اپنی صفائی میں جاکر کہہ دو، جوجو کی حالت تشویشناک ہوگئی ہے۔ دو ڈاکٹر اسے پوری توجہ سے اٹینڈ کررہے ہیں۔ آرمر ان ڈاکٹروں کے دماغوں میں ہے۔ اپنی بہن کو اس حالت میں چھوڑ کر پاسکل لوبا کے دماغ میں نہیں جانا چاہتا اور ہم اسے جانے پر مجبور نہیں کرسکتے اس لیے انتظار کرنا ہوگا۔"

"اور تمھارے بارے میں کیا کہوں؟"

"کہہ دو جیسے ہی آرمر اپنی بہن کی طرف سے مطمئن ہوگا سونیا کی ہدایت کے مطابق وہ پاسکل کو بلغاریہ جانے پر مجبور کرے گا۔ جب پاسکل دیوانہ وار بھاگے گا تو سونیا، تاتیانہ کی حیثیت سے اس کا تعاقب کرتی ہوئی بلغاریہ پہنچ جائے گی۔"

اس نے نائب سے رابطہ قائم کرکے یہ بات کہہ دی۔ سپر ماسٹر نے کہا "میں حیران ہوں کہ سونیا اتنی آسانی سے کس طرح باتیں مان رہی ہے!"

"جناب! آپ یہ کیوں بھولتے ہیں کہ وہ میری معمولہ ہے؟ میرے احکامات کی پابند ہے۔"

"معمولہ گئی جہنم میں۔ وہ تنویمی عمل کے باعث غیر شعوری طور پر تمھاری محکوم ہے مگر شعوری طور پر سونیا ہے۔ جان ہتھیلی پر رکھ کر ماسکو گئی ہے۔ پاسکل لوبا کو اسپتال میں اور تاتیانہ کو جہنم میں پہنچادیا ہے۔ جوجو کو وہاں سے نکالنے کے لیے ہم لوگوں کو بلغاریہ کے بحر سیاہ میں پہنچاکر خود جوجو کے ساتھ پیرس پہنچ جائے گی اور تم خوش فہمی کے جنگل میں ناچتے رہ جاؤگے۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا جناب! وہ عورت آپ جیسوں کے حواس پر کس قدر چھائی ہوئی ہے۔ جب وہ جھکتی نہیں تھی تب بھی اس سے سہمے رہتے تھے اب وہ ہر بات پر جھک رہی ہے تب بھی آپ اندیشوں میں گھرے ہوئے ہیں۔"

سپر ماسٹر نے کہا "ہاں! وہ ایسی ہی بلا ہے کہ ہمیں کسی کروٹ چین لینے نہیں دیتی۔ جاگتی ہے جب بھی جگاتی ہے۔ سوتی ہے تب بھی نیندیں اڑاتی ہے۔ پتا نہیں کب پیدا ہوئی تھی اور کب مرے گی۔ ہمارے بس میں ہوتا تو ہم فرہاد سے پہلے اسے ہی قبر میں پہنچادیتے۔ وہ عورت نہ کسی کے قابو میں آئی ہے نہ ہی کبھی آئے گی۔"

پرنس ڈیگیر مسکرا کر سوچنے لگا، 'وہ خطرناک اور حسین بلا مجھ پر مرتی ہے، میرے قابو میں ہے۔ جب یہ بات سپر ماسٹر اور ساری دنیا کو معلوم ہوگی تو سب حیران رہ جائیں گے۔'

سپر ماسٹر نے کہا "میں نہیں مانتا کہ جوجو کی حالت تشویشناک ہے اور آرمر نے اپنی بہن کی خاطر دوسری مصروفیات چھوڑ دی ہیں، یہ سونیا کی چال ہے۔ وہ تمھیں پاسکل لوبا کے دماغ تک نہیں پہنچائے گی۔ جاؤ دیکھو وہ کیا کررہی ہے؟"

پرنس ڈیگیر زیادہ سے زیادہ سونیا کے پاس ہی رہنا چاہتا تھا۔ وہ پھر اس کے دماغ میں آیا مگر پریشان ہوگیا۔ وہ بے ہوش تھی۔ اس نے آوازیں دیں لیکن بے ہوشی کے باعث دماغ کمزور تھا اس کی سوچ کی لہروں کو نہیں سن رہا تھا۔ اس نے نائب کے پاس آکر کہا "جناب! غضب ہوگیا۔ وہ بے ہوش ہوگئی ہے۔"

"کس کی بات کررہے ہو؟"

"میں ابھی سونیا کے دماغ میں گیا تھا۔ وہ دماغی طور پر غافل ہے۔ کچھ پتا نہیں چل رہا ہے کیسے بے ہوش ہوگئی ہے اور کہاں پڑی ہوئی ہے۔"

"یہ بھی اس کی چال ہوگی۔ وہ اچانک بے ہوش کیسے ہوسکتی ہے۔"

"کیا مصیبت ہے آپ کو کسی بات کا یقین ہی نہیں آتا۔ کوئی دشمن اس پر غالب آیا ہوگا۔ جس طرح ہم نے اس کے کھانے میں دوا ملاکر اس کے اعصاب کمزور کیے تھے اور میں تنویمی عمل کرنے میں کامیاب ہوا تھا، اسی طرح کسی دشمن نے اسے دھوکے سے بے ہوش کردیا ہے۔"

"ماسکو میں اس کا اور کون دشمن ہوگا۔ وہ تاتیانہ بن کر ماسک مین کو اُلّو بنا رہی ہے۔ ہم نے اسے ابھی کوئی نقصان نہیں پہنچایا ہے۔ ہماری معلومات کے مطابق وہاں یہودی تنظیم کے ایجنٹ نہیں ہیں پھر وہ بے ہوش کیسے ہوگئی؟"

"آپ کی معلومات غلط ہوسکتی ہیں، وہاں یہودیوں کے ایجنٹ ضرور ہوں گے۔"

"تو پھر میرے پاس کیا کررہے ہو۔ وہاں ہمارے ایجنٹوں کے ذریعے سونیا تک پہنچو۔ وہ تاتیانہ سمجھی جارہی ہے اسے ماسک مین کے آدمی اسپتال لے گئے ہوں گے۔"

وہ ماسکو میں ایک ایجنٹ کے پاس خیال خوانی کے ذریعے پہنچا۔ اسے حکم دیا "تاتیانہ کی رہائش گاہ کی طرف چلو مگر اس کے بنگلے سے دور رہنا اور وہاں سے کسی مسلح گارڈ کی آواز مجھے سنانے کی کوشش کرنا۔ میں اس گارڈ کے ذریعے تاتیانہ یعنی سونیا تک پہنچ جاؤں گا۔"

ایجنٹ وہاں سے روانہ ہوگیا۔ پرنس ڈیگیر تھوڑی دیر کے لیے جوجو کے ایک ڈاکٹر کے پاس گیا۔ اس ڈاکٹر کے پاس فوج کا ایک اعلیٰ افسر بیٹھا فون پر حیرانی اور پریشانی سے پوچھ رہا تھا "کیا کہہ رہے ہو؟ تاتیانہ کو اغوا کیا گیا ہے؟ کس نے کیا ہے؟ کیسے کیا ہے؟ وہ کوئی معمولی یا کمزور عورت نہیں ہے۔ اسے اغوا کرنا بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ یہ کیسے ہوگیا؟"

پرنس ڈیگیر نے فوج کے افسر کے دماغ میں پہنچ کر سنا۔ دوسری طرف رپورٹ دینے والا افسر کہہ رہا تھا "تاتیانہ کے کمرے میں سامان بکھرا پڑا ہے اور ایک سرنج پائی گئی ہے۔ لیبارٹری سے آنے والی رپورٹ کے مطابق اس سرنج میں بے ہوشی کی دوا تھی۔ یقیناً تاتیانہ کو بے ہوش کرنے کے بعد اسے کہیں چھپایا گیا ہے۔ دشمن اتنی جلدی اسے ماسکو سے باہر نہیں لے جاسکیں گے۔ شہر کے باہر جانے والے تمام راستوں کی ناکا بندی ہوچکی ہے۔ مجرم جلد ہی گرفتار ہوں گے۔"

پرنس ڈیگیر نے ایجنٹ کے پاس آکر کہا "تاتیانہ کی رہائش گاہ کی طرف نہ جاؤ۔ یہاں یہودی ایجنٹوں کو تلاش کرو۔ میں تمھارے پاس آتا رہوں گا۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہوکر سوچنے لگا، کمرے میں ٹہلنے لگا۔ اب اسے فرہاد کی طرح کوئی زبردست قدم اٹھانا تھا۔ اپنی سونیا کو دشمنوں کے پنجے سے چھڑا کر دنیا والوں کے سامنے ثابت کرنا تھا کہ وہ فرہاد سے کم نہیں ہے اور سونیا کا مرد کہلانے کا۔۔۔ مستحق ہے۔

وہ بڑی دیر تک ٹہلتا رہا لیکن سونیا کو اغوا کرنے والوں تک پہنچنے کی کوئی تدبیر سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ پتا نہیں ایسے وقت سونیا اور فرہاد کس طرح حاضر دماغی سے کام لیا کرتے تھے۔ اگر وہ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کسی طرح اپنی ذہانت سے بچ نکلے گی تو اس نئے عاشق کے لیے بڑی شرمندگی کی بات ہوگی۔ وہ بار بار فوجی افسروں، ڈاکٹروں اور سُپر ماسٹر کے ایجنٹوں کے دماغوں میں جا رہا تھا۔ سبھی کو بھاگ دوڑ کرتے اور تاتیانہ کو تلاش کرتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ لیکن سونیا کی گم شدگی اور طویل بیہوشی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔

دراصل اس کا دماغ، اس کی آنکھیں اور اس کا وجود ناقابلِ فہم تھا۔ کیونکہ بابا فرید واسطی مرحوم کی خاص روحانی عنایات اس پر تھیں۔ استنبول کے ایک بزرگ کی دعائیں اس کے لیے تھیں اور جناب شیخ الفارس غلام البرقی اس کی رہنمائی کرتے تھے، اسی لیے کوئی اس کے دماغ کے چور خانے تک نہیں پہنچ پاتا تھا۔ وہ کسی تنویمی عمل سے سحر زدہ نہیں ہوتی تھی۔ پرنس ڈیگیر یا کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا اس کی اصلی دماغی حالت معلوم نہیں کر سکتا تھا۔ کیونکہ بزرگانِ دین نے اس کے دماغ پر اپنا عمل مستحکم کر رکھا تھا۔ ابھی اس پر ایسے ہی عمل کا پردہ پڑا ہوا تھا۔ پردے کے اِدھر بظاہر بے ہوش تھی اور اُدھر پورے ہوش و حواس میں تھی۔

اس نے تاتیانہ کا میک اَپ ختم کر دیا تھا۔ اب ایک عام عورت کے رُوپ میں تھی۔ وہ عورت اپنے پاسپورٹ کے ذریعے یوگوسلاویہ کے شہر بلغراد جانے والی تھی۔ تاتیانہ کا میک اَپ ختم کرنے سے ماسک مین اور اس کے لوگ سمجھ رہے تھے کہ ان کی ناقابلِ شکست تاتیانہ کو دشمنوں نے اغوا کیا ہے۔ اس کی دوسری چال کے مطابق آرمر نے پاسکل لوُبا کے اندر پہنچ کر اس کی دماغی توانائی میں اضافہ کیا تھا۔ اب وہ آرمر کی مرضی کے مطابق کہہ رہا تھا: "میں تندرست ہو گیا ہوں۔ وہ... وہ سُپر ماسٹر کا ڈیگیر میرے پاس آ کر کہہ رہا ہے 'تاتیانہ ان کے قبضے میں ہے۔ میں نے ڈیگیر کو دماغ سے بھگا دیا ہے۔'"

ماسک مین خوش ہو گیا تھا کہ اس کے خیال خوانی کرنے والے کی دماغی توانائی بحال ہو گئی ہے۔ اس نے کہا: "پاسکل! فوراً تاتیانہ کے دماغ میں جاؤ اور معلوم کرو، دشمنوں نے اسے کہاں چھپا کر رکھا ہے؟"

یہ کہہ کر پاسکل لوُبا نے آنکھیں بند کر لیں جیسے خیال خوانی کر رہا ہو حالانکہ اُس کا باپ بھی خیال کی پرواز نہیں کر سکتا تھا۔ آرمر نے اس کی آنکھیں بند کر دی تھیں۔ تھوڑی دیر تک اسے مراقبے میں رکھا تھا۔ پھر اس کی آنکھیں کھول کر اس کی زبان سے کہا: "وہ ایک طیارے میں جا رہی ہے۔ اس کے دماغ پر ایک ڈیگیر نے قبضہ جما رکھا ہے جو مجھے اس کے ذریعے معلوم کرنے کا موقع نہیں دے رہا ہے کہ وہ کس طیارے میں ہے اور کہاں لے جائی جا رہی ہے۔"

یہ معلوم ہوتے ہی ماسک مین، وہاں کے حکام اور فوجی افسران پریشان ہو گئے۔ تاتیانہ ایک مایہ ناز سیکرٹ ایجنٹ تھی۔ اس نے اپنے ملک کے لیے بڑے اہم کارنامے انجام دیے تھے۔ اس کا آخری کارنامہ یہ تھا کہ اس نے سونیا جیسی ناقابلِ شکست عورت کو موت کے گھاٹ اتارا تھا۔ ماسک مین اور اس کے ملک کے لوگ اس پر جتنا بھی ناز کرتے، کم تھا۔ ملک کے کتنے ہی اہم راز اس کے سینے میں محفوظ تھے۔ یہ اندیشہ ہو گیا تھا کہ دشمن اس سے راز اگلوا لیں گے۔

جب سُپر ماسٹر کو معلوم ہوا تو اس نے ہاٹ لائن پر ماسک مین سے کہا: "یہ سراسر جھوٹ ہے۔ سونیا تم سب کو اُلّو بنا رہی ہے۔ تاتیانہ کا کوئی وجود نہیں ہے۔ سونیا نے اسے بہت پہلے ہی قتل کر دیا تھا اور خود تاتیانہ بن کر جوجو کو وہاں سے لے جانے کے انتظار میں تھی۔"

ماسک مین نے کہا: "ہم تاتیانہ کو تم سے زیادہ جانتے اور پہچانتے ہیں۔ تم اسے اغوا کرا کے ہم سے جوجو کا مطالبہ کرنا چاہو گے تو یہ تمہاری نادانی ہوگی۔ تاتیانہ تمہارے لیے گلے کی ہڈی بن جائے گی جسے نہ اُگل سکو گے، نہ نگل سکو گے۔"

"میں کہتا ہوں تاتیانہ مر چکی ہے۔"

"اگر وہ مر چکی ہے تو کیا تم کسی طیارے میں اپنی ماں کو لے جا رہے ہو؟"

"تمیز سے بات کرو۔ ہم کسی کو اغوا نہیں کر رہے ہیں۔ یہ سونیا کی چال ہے۔"

"فرض کیا کہ سونیا زندہ ہے۔ تاتیانہ بن کر ہمیں بے وقوف بنا رہی ہے۔ پھر وہ جوجو کو چھوڑ کر ایک طیارے میں کیوں جا رہی ہے۔ سونیا ایسی تو نہیں تھی یا ہے کہ اتنے دنوں ماسکو میں رہے اور اپنا مقصد پورا کیے بغیر واپس چلی جائے۔ تم کیوں ہمیں بچوں کی طرح بہلا رہے ہو؟"

سُپر ماسٹر نے پرنس ڈیگیر سے پوچھا: "یہ کیا ہو رہا ہے؟ ماسک مین کا خیال خوانی کرنے والا کہتا ہے کہ تاتیانہ طیارے میں سفر کر رہی ہے اور تم کہتے ہو کہ وہ ابھی تک بیہوش پڑی ہے۔"

وہ بولا: "میں ابھی ایک منٹ پہلے اس کے کمزور دماغ میں جا کر آیا ہوں۔ پاسکل لوُبا جھوٹ کہتا ہے۔ پھر یہ اچانک پاسکل کے اندر خیال خوانی کی توانائی کیسے آگئی، یہ تو کوئی اور ہی چکر ہے۔"

"بے شک، سونیا کا شیطانی دماغ سب کو چکر میں ڈال رہا ہے۔ آرمر نے اس کی ہدایت کے مطابق پاسکل لوُبا کو اپنا آلۂ کار بنایا ہے، ایک طرف وہ روپوش ہو گئی ہے تاکہ ہم اس کے چہرے سے تاتیانہ کا نقاب نہ اٹھا سکیں۔ دوسری طرف پاسکل کے ذریعے ماسک مین کو یقین دلا رہی ہے کہ تاتیانہ کو اغوا کیا جا رہا ہے۔ یعنی اب ہم لاکھ سر پٹخ کر کہتے رہیں کہ وہ سونیا ہے، ہماری بات کوئی تسلیم نہیں کرے گا۔ کیونکہ ان کا خیال خوانی کرنے والا تاتیانہ کے اغوا ہونے کی گواہی دے رہا ہے۔ او گاڈ! یہ عورت اپنی کھوپڑی میں شیطان کا مغز رکھتی ہے۔"

پرنس ڈیگیر نے کہا: "لیکن سونیا تو بے ہوش ہے۔"

"میں نے تمہیں پہلے بھی سمجھایا تھا کہ سونیا کے پچھلے غیر معمولی کارناموں کو ان کی پوری اہمیت کے ساتھ یاد رکھو۔ تم ایک بار تاتیانہ کے دماغ میں پہنچ کر زلزلہ پیدا کرنا چاہتے تھے۔ سونیا نے ایسے وقت تاتیانہ کو اپنی آنکھوں میں دیکھنے پر مجبور کر دیا تھا۔ پھر اس کی آنکھوں کے سحر نے تمہاری ٹیلی پیتھی کو ناکام بنا دیا تھا۔ تم تاتیانہ کو نقصان نہیں پہنچا سکے تھے۔ اس واقعے کی روشنی میں کچھ سمجھنے کی کوشش کرو۔ جو عورت دوسروں کو ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے بچاتی ہے، وہ خود اس ہتھیار سے کیسے زیر ہو سکتی ہے۔ وہ تمہیں چکر دے رہی ہے۔ اپنے دماغ سے یہ بات ہمیشہ کے لیے نکال دو کہ اس چڑیل کے چور خیالات پڑھے جا سکتے ہیں اور اس پر تنویمی عمل کا اثر ہو سکتا ہے۔ یہ سب ہماری خوش فہمی تھی۔"

وہ باتیں سن رہا تھا اور اس کا دل ٹوٹ رہا تھا۔ اس کے لاشعور میں یہ بات تھی کہ سونیا ایسی فولاد نہ ہو جیسی بیان کی جا رہی ہے اور جیسی ثابت ہوتی آ رہی ہے۔ بس وہ آغوش میں آ کر پگھل جانے والی محبوبہ ہو۔ محبوبہ اپنی فطرت اور مزاج میں موم ہوتی ہے۔ اگر ایسی نہ ہو تو شاعری اور حسنِ بیان میں نہیں آتی، فولاد کے ذکر میں آتی ہے اور فولاد سے محبوبہ نہیں تلوار ڈھالی جاتی ہے۔ وہ بے چارہ سونیا سے نہیں، دو دھاری تلوار سے عشق کر رہا تھا۔

اِدھر پاسکل لوُبا نے ماسک مین سے کہا: "میں تھکن محسوس کر رہا ہوں۔ صحت یاب ہونے کے بعد مجھے مسلسل خیال خوانی نہیں کرنی چاہیے۔ ویسے بھی تاتیانہ کا سفر پتا نہیں کب تک جاری رہے گا۔ جب وہ طیارے سے باہر آئے گی تو میں معلوم کروں گا کہ وہ کہاں پہنچائی جا رہی ہے۔"

ماسک مین نے کہا: "ٹھیک ہے، تم تھوڑی دیر آرام کرو۔ اگر آرام کرتے رہنے کے دوران کوئی خاص بات سامنے آئے تو مجھ سے فوراً رابطہ کرنا۔"

پاسکل لوُبا دماغی طور پر حاضر ہوا، نڈھال ہو کر بستر پر گر پڑا۔ آرمر نے کہا: "اتنے عرصے کے بعد تم نے خیال خوانی کی پرواز کی ہے۔ اس لیے سر میں درد ہو رہا ہے۔"

"میں تمہارا شکر گزار ہوں۔ تم نے ہی پرواز کرائی ہے، تم نے ہی مجھے توانائی دی تھی۔ ورنہ میں ابھی صفر ہوں۔ ایک بات بتاؤ، مجھے زندہ رکھو گے؟"

"زندگی اور موت خدا کے اختیار میں ہے۔"

"مگر آدمی بھی آدمی کو مارتا ہے۔"

"میں کسی کو نقصان نہیں پہنچاتا۔"

"سونیا مجھے نہیں چھوڑے گی۔ میں اس سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ اسے اپنی وفاداری کا یقین دلانا چاہتا ہوں۔"

"تم اس کے کام آتے رہو گے، کسی مرحلے پر دھوکا نہیں دو گے تو اسے یقین ہو جائے گا۔ زبان سے نہ بولو، عمل سے بولو۔"

"وہ جو کہے گی، تم جو کہو گے، میں کرتا رہوں گا۔"

"تمہاری بھلائی اسی میں ہے۔ سونیا کے وفادار رہ کر تم انسان بن جاؤ گے۔ ٹیلی پیتھی کو دوسروں کی بھلائی کے لیے استعمال کرو گے تو خدا بھی خوش رہے گا۔ بندے بھی خوش رہیں گے۔ میں تھوڑی دیر کے لیے جا رہا ہوں، مجھے یقین ہے تم اپنی بھلائی کے لیے سوچتے رہو گے۔"

"اگر تمہاری غیر موجودگی میں ماسک مین کسی نہایت اہم خیال خوانی کے لیے کہے گا تو میں کیا جواب دوں گا؟"

"اوّل تو میں ایک منٹ سے زیادہ غیر حاضر نہیں رہوں گا، کسی وجہ سے دیر ہو جائے تو تم تھکن اور کمزوری کا بہانہ کر کے خیال خوانی کے مسئلے کو ٹال سکتے ہو۔"

آرمر اس عورت کے دماغ میں آیا جس کے رُوپ میں سونیا بلغراد کا سفر کر رہی تھی۔ وہ عورت اپنے اپارٹمنٹ میں بے ہوش پڑی تھی۔ اس کے ہوش میں آنے کے بعد بھید کھل سکتا تھا۔ اس نے سونیا کے پاس جا کر کہا: "وہ ابھی تک بے حس و حرکت پڑی ہوئی ہے۔"

سونیا نے رسٹ واچ کو دیکھتے ہوئے کہا: "میرے اندازے کے مطابق وہ آدھے گھنٹے کے اندر ہوش میں آ جائے گی۔ تم پندرہ منٹ کے بعد جاؤ۔ پھر جیسا کہا ہے ویسا ہی کرو۔"

وہ واپس آیا۔ پاسکل لوُبا کو اس کی آمد کا پتا ہی نہیں چلتا تھا۔ تنویمی عمل کے مطابق دوسری تمام سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا: "بدنصیبی پوچھ کر نہیں آتی۔ بس اچانک ہی شہ زور کو کمزور بنا دیتی ہے۔ میں ٹیلی پیتھی جاننے کے غرور میں کبھی سوچتا بھی نہیں تھا کہ اس طرح کمزور اور دوسروں کا محتاج بن کر رہ جاؤں گا اور غرور بھی کیسے ٹوٹا؟ ایک عورت نے پنجہ لڑا کر میری انگلیاں توڑ ڈالیں اور مجھے خیال خوانی کے قابل نہیں چھوڑا۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

آرمر نے اس کی سوچ میں کہا۔ "مجھے مایوس نہیں ہونا چاہیے جلد ہی دماغی توانائی بحال ہو جائے گی۔ میں پھر خیال خوانی کرنے لگوں گا۔ سانس روک لیا کروں گا۔ پھر آرمر بھی میرے دماغ میں نہیں آسکے گا۔"

وہ گھبرا کر خلا میں تکنے لگا۔ سوچنے لگا۔ "آرمر کسی وقت بھی میرے دماغ میں آسکتا ہے۔ مجھے ایسا نہیں سوچنا چاہیے۔ میری بھلائی یہ سوچنے میں ہے کہ آرمر تمام عمر میرے دماغ میں آتا رہے اور مجھ سے اپنے احکامات کی تعمیل کراتا رہے۔ میں ہمیشہ اس کا وفادار رہوں گا۔ آرمر! اے مسٹر آرمر! کیا تم موجود ہو؟ دیکھو میں تمہارا وفادار بن کر سوچتا رہتا ہوں۔"

اس نے جواب نہیں دیا۔ وہ گھڑی دیکھ کر سوچنے لگا۔ "دو منٹ گزر گئے۔ اس نے ایک منٹ میں آنے کے لیے کہا تھا۔ شاید کسی معاملے میں الجھ گیا ہے۔ بہرحال کچھ بھی ہو، مجھے وفادار بن کر سوچتے رہنا چاہیے۔ میں وفادار ہوں، وفادار ہوں، وفادار ہوں، وفادار ہوں...."

اکثر لوگ عبادت کرتے وقت ایسا ہی سوچتے ہیں کہ میں خدا کا عبادت گزار اور نیک بندہ ہوں لیکن سجدے سے اٹھ کر وہی کرتے ہیں جس میں انا اور غرور کی تسکین ہوتی ہے۔ وہ وفاداری کی قسمیں کھا رہا تھا مگر دماغ کے تہ خانے میں چور خیالات کہہ رہے تھے، "میری ٹیلی پیتھی کی صلاحیت بحال ہو جائے۔ میں سانس روک کر آنے والوں کو بھگاؤں اور آزاد رہوں۔ میں ٹیلی پیتھی کی دنیا کا شیر ہوں، مجھے آزاد رہ کر پنجے مارنا چاہئیں۔"

آرمر نے کہا۔ "بس کرو، مجھے یقین ہو گیا ہے کہ تم وفادار ہو۔ جب توانائی حاصل ہوگی تو زنجیریں توڑ ڈالنا۔ ہمیں اس وقت تمہاری ضرورت نہیں رہے گی، تم ابھی ضروری ہو۔"

وہ پاسکل لوبا کے پاس پندرہ منٹ گزار کر پھر اسی عورت کے پاس آیا۔ وہ اسی طرح بستر پر پڑی ہوئی تھی۔ دماغی حالت بتا رہی تھی کہ چند منٹ میں ہوش آجائے گا۔ آرمر نے انتظار کیا، جب وہ پرائی سوچ کی لہروں کو سننے کے قابل ہوئی تو آرمر اسے ٹیلی پیتھی کی لوری سنانے لگا۔ دماغ میں یہ نقش کرنے لگا کہ وہ دس گھنٹے تک آرام سے گہری نیند سوتی رہے گی۔ دروازے پہ دستک ہو یا ٹیلی فون کی گھنٹی بجتی رہے، وہ مقررہ وقت سے پہلے بیدار نہیں ہوگی۔

اس نے سونیا کو آکر بتایا کہ دس گھنٹے تک راز نہیں کھلے گا۔ وہ بولی۔ "دس گھنٹے بہت ہیں۔ انشاءاللہ میں چھ گھنٹے میں بلغراد پہنچ جاؤں گی۔ تم پاسکل کے پاس جاؤ۔"

وہ اسی طرح سونیا اور پاسکل کے پاس آتا جاتا رہا۔ چھ گھنٹے بعد اس نے پاسکل کے دماغ میں پھر توانائی پیدا کی۔ وہ ماسک مین کے نائب کے دماغ میں پہنچ کر بولا۔ "میں پاسکل ہوں، ضروری رپورٹ دے رہا ہوں۔"

کمپیوٹر کے ذریعے فوراً ماسک مین سے رابطہ قائم کیا گیا۔ پاسکل نے کہا۔ "تاتیانہ کو یوگوسلاویہ پہنچایا گیا ہے۔"

پوچھا گیا۔ "تمہیں کیسے معلوم ہوا؟ کیا تاتیانہ کا دماغ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے کے قبضے میں نہیں ہے؟"

"وہ مسلسل تاتیانہ کو اپنے قبضے میں رکھتے ہیں۔ نہ اس کی آنکھوں سے نہ اس کے کانوں سے سمجھنے دیتے ہیں کہ طیارے میں کس قسم کے مسافر ہیں اور وہ ایک دوسرے سے کیا بول رہے ہیں لیکن ایک خیال خوانی کرنے والا گھنٹوں دماغ پر قبضہ نہیں جما سکتا۔ اسے کبھی چھینک یا کھانسی آسکتی ہے، اس پر کوئی ناگہانی افتاد پڑ سکتی ہے۔ ایسے میں معمول کا دماغ تھوڑی دیر کے لیے آزاد ہو جاتا ہے۔ پتا نہیں دشمن خیال خوانی کرنے والے کو کیا ہوا تھا۔ تاتیانہ کا دماغ تقریباً ایک منٹ کے لیے آزاد ہوا۔ وہ اعصابی کمزوریوں میں مبتلا تھی ورنہ قیدی بنا کر لے جانے والوں کی ایسی کی تیسی کر دیتی۔"

"تم یہ بتاؤ، اس کے ذریعے کیا معلومات حاصل ہوئیں؟"

"وہ یوگوسلاویہ کا طیارہ تھا۔ تاتیانہ کو طیارے سے اتار کر ایک کار میں بٹھایا گیا۔ اس کے آس پاس بیٹھنے والوں میں سے ایک نے ڈرائیور سے کہا۔ 'ہوٹل اسٹیوریجا چلو۔' گاڑی آگے چل پڑی۔ دوسرے نے تاتیانہ کو دیکھ کر پوچھا۔ 'مسٹر ڈیگر! کیا تم موجود ہو؟' یہ سوال کرنے سے پہلے ہی ڈیگر واپس آگیا تھا۔ اس نے کہا۔ 'میں تھوڑی دیر کے لیے غیر حاضر ہو گیا تھا۔ کیا تم لوگوں نے کسی جگہ کا نام لیا ہے؟' ایک نے جواب دیا۔ 'ہاں، ہم نے ہوٹل اسٹیوریجا کا نام لیا تھا۔' ڈیگر نے کہا۔ 'گڑبڑ ہو گئی، پاسکل لوبا نے ضرور سنا ہوگا۔ اب تاتیانہ کو نہ اس ہوٹل میں لے جایا جائے گا نہ اس شہر میں رکھا جائے گا۔ فلائنگ کلب چلو۔' اس کے بعد گاڑی کا راستہ بدل گیا۔ فلائنگ کلب جانے کا یہی مقصد ہو سکتا ہے کہ وہ شہر چھوڑ کر جا رہے ہیں۔"

ماسک مین نے کہا۔ "پاسکل! تمہیں ڈیگر سے چھیڑ چھاڑ کر کے باتیں کرنا چاہئیں۔ اس طرح کچھ اور معلومات حاصل ہو سکتی ہیں۔"

"میں نے یہی کیا تھا۔ اس نے کہا، مجھے احمق نہ سمجھو۔ میں تمہاری کسی بات کا جواب نہیں دوں گا اور تاتیانہ کے ذریعے بھی کچھ دیکھنے سننے کا موقع نہیں ملے گا۔ البتہ تم لوگوں کا یہ تجسس ختم کر دوں کہ ہم تاتیانہ کو کیسے لے کر آئے؟ سنو اور پتا نوٹ کرو۔ گورکی اسٹریٹ میں ایک عورت روبی سمونوف اپنے اپارٹمنٹ نمبر چھ سو بیاسی میں ایک طویل گہری نیند سو رہی ہے۔ اس کے کانوں کے پاس ڈھول بجائے جائیں تب بھی شام پانچ بجے سے پہلے بیدار نہیں ہوگی۔ ہم تاتیانہ کو اسی عورت کے میک اپ میں اور پاسپورٹ میں یہاں لائے ہیں۔ بس اب جاؤ۔"

آرمر، پاسکل لوبا کے ذریعے سونیا کی گھڑی ہوئی کہانی ماسک مین کو سنا رہا تھا۔ کہانی کے آخری حصے میں حقیقت تھی۔ پولیس اور انٹیلی جنس کے افراد روبی سمونوف کے اپارٹمنٹ پہنچے۔ دروازہ دستک پر نہ کھلا تو اس کے لاک کو توڑا گیا۔ روبی کو جھنجھوڑ کر کئی بار جگانے کی کوششیں کی گئیں۔ پھر ایک افسر نے کہا۔ "زبردستی نہ کی جائے۔ یہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے سلائی گئی ہے۔ جبراً بیدار کرنے سے اس کے دماغ پر برا اثر پڑ سکتا ہے۔"

دوسری طرف یوگوسلاویہ کی پولیس اور انٹیلی جنس والوں سے رابطہ کر کے کہا گیا کہ دوپہر ایک اور تین بجے کے درمیان فلائنگ کلبوں سے جتنے طیارے اور ہیلی کاپٹر پرواز کر چکے ہیں ان کی پرواز کی منزل نوٹ کی جائے۔ وہاں جا کر ایسے لوگوں کا محاسبہ کیا جائے جن کے ساتھ ایک عورت سفر کر رہی ہو۔

غرض یہ کہ سونیا روس سے لے کر یوگوسلاویہ اور امریکا تک ماسک مین اور سپر ماسٹر کے آدمیوں کو دوڑا رہی تھی۔ خود اسی شہر بلغراد میں گھوم رہی تھی۔ روبی سمونوف کا میک اپ اور پاسپورٹ ختم کر دیا تھا۔ پاسکل لوبا اس کی پلاننگ کے مطابق بار بار ماسک مین سے کہہ رہا تھا، "مجھے یوگوسلاویہ جانے دو، میں تاتیانہ کے قریب سے قریب تر ہو کر اسے ڈھونڈ ہی نکالوں گا۔"

ماسک مین نے کہا۔ "تم پوری طرح صحت مند نہیں ہو، پھر قریب تر ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ خیال خوانی کے ذریعے کہیں بھی پہنچ سکتے ہو۔"

اس نے جواب دیا۔ "میں زیادہ فاصلے تک خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوں تو تھک جاتا ہوں۔ قریبی پرواز مجھے نہیں تھکائے گی۔ کہیں ایسا نہ ہو، لمبی پرواز کی تھکن مجھے پھر بیمار کر دے۔"

اس آخری بات نے ماسک مین کو مجبور کر دیا۔ اس نے حکم دیا کہ ایک طیارے میں پاسکل لوبا چند جاسوسوں اور فوجی جوانوں کے ساتھ جائے گا۔ اس کی دیکھ بھال کے لیے ڈاکٹر اور نرسیں بھی ہوں گی۔ بلغراد میں بھی سیکورٹی گارڈز اسے سخت پہرے میں رکھیں گے اور کسی کو اس سے ملنے کی اجازت نہیں دیں گے۔"

تمام احتیاطی تدابیر پر عمل کرتے ہوئے پاسکل لوبا کو اسی رات ایک طیارے میں روانہ کیا گیا۔ وہ صبح چار بجے بلغراد پہنچ گیا۔ وہاں زبردست پہرے میں اس کی رہائش کا انتظام کیا گیا تھا لیکن اس نے کہا۔ "ابھی مجھے اچانک تاتیانہ کا دماغ چند سیکنڈ کے لیے آزاد مل گیا تھا۔ اس سے پتا چل گیا کہ وہ اسی ملک کے شمال مغربی شہر رجیکا میں ہے۔ مجھے فوراً وہاں لے چلو۔"

اس کے حکم کے مطابق ایک ہیلی کاپٹر لایا گیا۔ اس نے سوار ہونے سے پہلے پائلٹ سے چند باتیں کیں۔ تھوڑی دیر خاموش رہا پھر بولا۔ "میں مطمئن ہوں۔ پائلٹ قابلِ اعتماد ہے۔ چلو۔"

ہیلی کاپٹر وہاں سے روانہ ہوا۔ اس کے ساتھ ایک افسر اور تین مسلح جوان تھے۔ اس میں زیادہ افراد کی گنجائش نہیں تھی۔ ٹرانسمیٹر کے ذریعے رجیکا کی فوجی چھاؤنی میں اطلاع دی گئی کہ پاسکل لوبا پہنچ رہا ہے اس کے لیے سخت حفاظتی انتظامات کیے جائیں لیکن وہ لوگ رجیکا شہر تک نہ پہنچ سکے۔ آرمر نے افسر کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ افسر نے پائلٹ سے کہا۔ "ہیلی کاپٹر کو شہر سے باہر کہیں دور اتارو۔ یہ ہمارے خفیہ منصوبے کا ایک حصہ ہے۔"

پائلٹ نے کہا۔ "مسٹر پاسکل لوبا! آپ افسر کا دماغ پڑھ کر بتائیں۔ کیا منصوبہ واقعی یہی ہے؟"

پاسکل نے کہا۔ "میں باری باری تم سب کے دماغوں میں رہتا ہوں۔ افسر درست کہہ رہا ہے۔ ہیلی کاپٹر اتارو۔ ہم دشمنوں کو دھوکا دے رہے ہیں۔"

ہیلی کاپٹر زمین پر پہنچ گیا۔ افسر اپنی جگہ سے اٹھ کر تینوں مسلح جوانوں سے بولا۔ "فوراً میرے ساتھ چلو۔ ہم پندرہ منٹ میں پھر یہاں واپس آئیں گے۔"

وہ تینوں مسلح جوان اتر گئے۔ پھر اپنے افسر کے حکم کے مطابق اس کے ساتھ دوڑتے ہوئے جانے لگے۔ پائلٹ نے پوچھا۔ "یہ کہاں جا رہے ہیں؟"

آرمر نے افسر کے دماغ کو چھوڑ دیا۔ پائلٹ پر قبضہ جما لیا۔ دوسرے ہی لمحے میں ہیلی کاپٹر کے پنکھے نے پھر گردش کی اور فضا میں بلند ہونے لگا۔ افسر نے سر کو جھٹک کر سوچا۔ "یہ میں جنگل میں کیسے پہنچ گیا؟"

اس نے تینوں مسلح جوانوں کو دیکھا۔ پھر چونک کر آسمان کی طرف سر اٹھایا۔ ہیلی کاپٹر پرواز کرتا ہوا دور جا چکا تھا۔ جب وہ رجیکا شہر سے بھی سیکڑوں میل آگے نکل گیا تو آرمر نے پائلٹ کے دماغ کو آزاد چھوڑ کر کہا۔ "تم چند منٹ میں یوگوسلاویہ کی سرحد پار کر کے سوئٹزرلینڈ میں داخل ہونے والے ہو۔ اب بتاؤ، اپنی مرضی سے چلو گے یا پھر تمہارے دماغ کو مٹھی میں لینا ہوگا؟"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

وہ بولا: "پاسکل صاحب! یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ سرحد پار کیوں جانا چاہتے ہیں؟"

"تم سوالات نہ کرو، جو کہا جا رہا ہے وہ کرو۔"

وہ خاموش رہا۔ آرمر نے اس کے چور خیالات پڑھے۔ وہ مجبور تھا، سرحد پار کرنے کو تیار تھا۔ یہ اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ دھوکا دینا چاہے گا تو اس کا ذہن پڑھ لیا جائے گا۔

ایک گھنٹے بعد سرحد پار ایک فرانسیسی ہیلی کاپٹر پہاڑی کی بلندی پر نظر آیا۔ پائلٹ نے اپنا ہیلی کاپٹر اس کے نزدیک اتارا۔ پاسکل لوُبا اتر گیا۔ دوڑتا ہوا دوسرے ہیلی کاپٹر میں آ کر سوار ہو گیا۔ یہ سب کچھ وہ اپنی مرضی سے نہیں کر رہا تھا۔ اپنے دماغ میں زلزلے پیدا کرانا نہیں چاہتا تھا۔ اس لیے بڑی فرماں برداری سے فرانس کی طرف سفر کر رہا تھا اور سمجھ رہا تھا، یوم حساب آ گیا ہے۔ وہ فرہاد کی فیملی سے جوجو کو چرا کر ماسکو لے گیا۔ آج اسے چرا کر فرہاد کی فیملی میں پیرس پہنچایا جا رہا تھا۔

آرمر سونیا کے پاس آیا۔ وہ یوگوسلاویہ کے شہر بلغراد سے نکل کر البانیہ پہنچ گئی تھی۔ آرمر نے کہا۔ "پاسکل لوُبا پیرس پہنچنے والا ہے، تم یہاں کیوں رہ گئیں؟"

"میں تمھاری بات کا جواب دوں گی۔ پہلے ماسک مین کے پاس جاؤ اور اس کے دل پر بجلی گراؤ۔"

آرمر نے نائب کے پاس آ کر کہا۔ "اپنے ماسک مین سے کہو، کمپیوٹر کے سامنے بیٹھ جائے۔ سونیا کا قاصد آیا ہے۔"

نائب نے طنزیہ انداز میں پوچھا۔ "اچھا تو تم مردہ عورت کے قاصد ہو؟"

"ابھی تمھارے طنز کا بھی جواب مل جائے گا۔ کیا یہ اطلاع ابھی تک نہیں پہنچی ہے کہ پاسکل لوُبا کو اغوا کیا گیا ہے؟"

نائب نے ماسک مین سے رابطہ قائم کرایا۔ آرمر نے کہا۔ "میں کسی کا دل نہیں دکھاتا لیکن صحیح خبر پہنچانا نیکی ہے۔ میں بڑے افسوس کے ساتھ بتا رہا ہوں کہ تاتیانہ کی رہائش گاہ میں جس لاش کا چہرہ اور دونوں ہاتھ تیزاب سے بگڑ گئے تھے۔ وہ لاش سونیا کی نہیں تاتیانہ کی تھی اور جسے تم لوگ تاتیانہ سمجھتے آ رہے ہو، وہ سونیا تھی۔"

"یہ کیا بکواس کر رہے ہو؟"

"اب سے نو گھنٹے پہلے سپر ماسٹر نے بھی تم سے یہی کہا تھا۔ بے چارہ سچ کہہ رہا تھا مگر تم نے اسے بھی بکواس سمجھا۔"

وہ ذرا چپ ہوا۔ نائب ہاٹ لائن پر ریسیور اٹھا کر سن رہا تھا۔ پھر اس نے حیرانی سے پوچھا۔ "کیا واقعی؟ مگر... مگر یہ کیسے ہوا؟ پاسکل لوُبا کو کس نے اغوا کیا ہے؟ او گاڈ! ابھی مسٹر آرمر میرے دماغ میں آ کر اغوا کی بات کر رہے تھے، میں نے یقین نہیں کیا۔"

نائب کی باتیں دوسری طرف ماسک مین سن رہا تھا۔ اس نے بے یقینی سے پوچھا۔ "پاسکل کو کون لے جا سکتا ہے؟ وہ سخت پہرے میں تھا۔"

آرمر نے کہا۔ "اسے سونیا لے گئی ہے۔"

"یہ بکواس ہے۔"

"تعجب ہے! ہم نے جو کیا، وہ تمھاری نظروں میں جرم ہے۔ اس جرم کا ہم اعتراف کر رہے ہیں اور تم مانتے نہیں ہو۔ جتنی جلدی ہو سکے یقین کر لو تاکہ میں بات آگے بڑھا سکوں۔"

"مسٹر آرمر! میں ابھی سپر ماسٹر سے گفتگو کرنے کے بعد تم سے بات کروں گا۔"

"ٹھیک ہے، میں سپر ماسٹر کے نائب کے پاس بھی رہوں گا۔"

ماسک مین نے سپر ماسٹر سے رابطہ قائم کیا پھر پوچھا۔ "تم نے پاسکل لوُبا کو اغوا کرایا ہے؟"

سپر ماسٹر نے خوش ہو کر پوچھا۔ "کیا وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا تمھارے ہاتھ سے نکل گیا ہے؟ میں تمھارے اتنے بڑے نقصان پر افسوس کروں گا لیکن معلوم تو ہو، یہ کیسے ہوا؟ تم نے کیسے سمجھا کہ اسے اغوا کیا گیا ہے؟ ہو سکتا ہے، وہ تمھاری وفاداری سے تنگ آ کر خود چلا گیا ہو۔"

"وہ مجھ سے مخلص اور وفادار تھا۔ وہ اپنے ملک اور اپنی قوم کو چھوڑ کر خود کبھی نہیں جا سکتا۔ تم انجان بن رہے ہو۔ پہلے تم نے تاتیانہ کو اغوا کیا پھر اس کے پیچھے پاسکل کو لگایا...."

سپر ماسٹر نے کہا۔ "کب تک تاتیانہ کو زندہ سمجھتے رہو گے، تمھیں اس کی موت کا یقین کیسے آئے گا؟"

اس کے نائب نے کہا۔ "مسٹر آرمر میرے دماغ میں ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ سونیا نے پاسکل لوُبا کو قیدی بنا لیا ہے۔ یہ بات مسٹر آرمر نے ماسک مین کو بتائی ہے لیکن وہی مرغی کی ایک ٹانگ کہ تاتیانہ زندہ ہے اور پاسکل کو سپر ماسٹر نے اغوا کیا ہے۔"

ماسک مین نے کہا۔ "اگر سونیا زندہ ہے اور وہی تاتیانہ بن کر یہاں تھی، تو وہ ناکامی برداشت نہیں کر سکتی تھی وہ جوجو کو ہمارے پاس چھوڑ کر خالی ہاتھ کبھی نہ جاتی۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "تمھارا دماغ اب سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں رہا۔ وہ خالی ہاتھ کہاں گئی ہے۔ اپنی ٹیلی پیتھی جاننے والی جوجو کے بدلے تمھارے ٹیلی پیتھی جاننے والے پاسکل لوُبا کو لے گئی ہے۔"

"اگر ہمارے پاسکل کو کچھ ہوا تو میں جوجو کو مار ڈالوں گا۔"

"یعنی پاسکل تو گیا، جوجو کو بھی ختم کر دو گے، اپنے پاس ٹیلی پیتھی کا ہتھیار نہیں رکھو گے؟ کیوں بچوں جیسی باتیں کرتے ہو؟ ایسی پریشانی میں تمھیں کسی سے بات نہیں کرنا چاہیے۔ اپنے سرکار سے چھٹی لے کر آرام کرو۔"

"یو شٹ اپ، مسٹر آرمر! آپ میرے نائب کے پاس آئیں۔"

آرمر نے کہا۔ "تم ایسے حکم دے رہے ہو جیسے اپنے ملازم کو طلب کر رہے ہو۔ تمھیں واقعی ماسک مین کے عہدے سے چھٹی کرنی چاہیے۔"

"سوری مسٹر آرمر! مجھ سے غلطی ہوئی۔ میں آپ سے التجا کرتا ہوں، میرے نائب کے پاس تشریف لائیں۔"

پھر اس نے سپر ماسٹر سے کہا۔ "آرمر ہمارے پاسکل کو اغوا کرنے کا اعتراف کر رہا ہے۔ اس لیے میں تمھیں الزام نہیں دوں گا لیکن میرا دل نہیں مانتا کہ تاتیانہ مر چکی ہے۔ اس نے کل صبح چوبیس گھنٹے پہلے مجھ سے گفتگو کی تھی، ہمارے ایک افسر نے اس سے ملاقات کی تھی۔"

"وہ تاتیانہ نہیں، سونیا تھی۔ میں مانتا ہوں تمھیں اور تمھاری قوم کو اتنی جلدی تاتیانہ کی موت کا یقین نہیں آئے گا۔ ویسے ایک طرح سے یقین آ سکتا ہے۔"

"میں سن رہا ہوں۔"

"تم لوگوں نے تاتیانہ کی لیبارٹری میں ایسی لاش دیکھی تھی جس کا چہرہ ناقابل شناخت ہو گیا تھا۔ تاتیانہ نے بتایا، وہ سونیا کی لاش ہے اور تم لوگوں نے یقین کر لیا کیونکہ تاتیانہ ہمیشہ سے قابل اعتماد رہی ہے لیکن سونیا کی زندگی کا ثبوت مل جائے تو اس کا مطلب ہو گا تاتیانہ مر چکی ہے۔ سونیا نے اس کی لیبارٹری میں اس کا قتل کیا۔ تیزاب سے چہرہ بگاڑ دیا پھر خود تاتیانہ بن کر تم لوگوں کو دھوکا دیتی رہی۔"

"ہاں اگر سونیا کی زندگی کا ثبوت مل جائے تو ہمیں تاتیانہ کا ماتم کرنا ہو گا لیکن سونیا کہاں ہے؟"

"یہی سوال میں کرتا ہوں، تاتیانہ کہاں ہے؟"

"اسے تم لوگوں نے اعصابی کمزوریوں میں مبتلا کر دیا ہے، تمھارا ایک ڈیگرا اس کے دماغ پر قبضہ جمائے رکھتا ہے۔"

"ماسک مین! بہتر ہے تم چھٹی کر و۔ کیا اتنی سی بات سمجھ میں نہیں آتی کہ جب ہم تاتیانہ کو قیدی بنا لیتے تو ڈنکے کی چوٹ پر اعلان کرتے۔ اس میں شبہ نہیں کہ وہ زندہ رہتی تو دوسری سونیا بن جاتی۔ ہم اس سے کئی طرح کے فائدے اٹھا سکتے تھے۔"

"لیکن پاسکل لوُبا نے کل رپورٹ دی تھی کہ تاتیانہ زندہ ہے اور وہ اغوا کر کے بلغراد پہنچائی جا رہی ہے۔"

"آرمر نے پاسکل بن کر رپورٹ دی تھی۔ ذرا سوچو، پاسکل بیماری سے اٹھ کر اچانک خیال خوانی کیسے کرے گا۔ وہ آرمر کا معمول بن کر رپورٹ دے رہا تھا۔"

ماسک مین نے سپر ماسٹر سے رابطہ ختم کر دیا۔ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر سوچتا رہا۔ پھر اس نے ہاٹ لائن پر جناب شیخ الغزالی سے رابطہ قائم کیا اور پوچھا۔ "کیا سونیا زندہ ہے؟"

"جسے تم مردہ سمجھ رہے ہو، وہ زندہ ہے جسے زندہ سمجھ رہے ہو، وہ مردہ ہے۔ اے عقل والو! اتنی سی بات سمجھ میں کیوں نہیں آتی کہ اپنی موت سے پہلے کوئی نہیں مرتا اور موت کی گھڑی میں کوئی دوسری سانس نہیں لے سکتا۔ موت سے ڈرو، خدا سے ڈرنا آ جائے گا۔ خدا کا خوف آدمی کو انسان بناتا ہے۔ خدا حافظ!"

رابطہ ختم ہو گیا۔ ماسک مین جانتا تھا، جناب شیخ صاحب یادِ الٰہی میں مصروف رہتے ہیں۔ کوئی ضروری بات ہو تو دو باتوں میں جواب مکمل کر کے نصیحت کر کے خدا حافظ کہہ دیتے ہیں۔

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ آخر میں شیخ صاحب سے پوچھنے کا مقصد یہی تھا کہ ان سے جھوٹی یا غلط اطلاع ملنے کی توقع نہیں تھی۔ صرف ان ہی کی زبان پر اعتماد کیا جاتا تھا۔ اب اسے یقین ہو گیا تھا۔ تاتیانہ کی موت اور پاسکل کا اغوا دو ناقابلِ تلافی نقصانات تھے۔ اپنے ملک کو اتنا نقصان پہنچانے کے بعد وہ ماسک مین کے عہدے پر نہیں رہ سکتا تھا۔ اس نے نائب کو انٹرکام پر مخاطب کیا پھر کہا۔ "میرا استعفیٰ ٹائپ کراؤ، میں دستخط کر دوں گا۔"

آرمر نے سونیا کے پاس آ کر اسے تمام رپورٹ سنائی۔ وہ بولی۔ "انتظار کرو، نیا ماسک مین آتے ہی پاسکل لوُبا کا مطالبہ کرے گا۔"

آرمر نے جواباً کہا۔ "ہم جواباً جوجو اور ماریہ کا مطالبہ کریں گے۔"

"نہیں، صرف ماریہ کا مطالبہ کریں گے۔"

وہ حیرانی سے بولا۔ "کیا کہہ رہی ہو! کیا میری بہن دشمنوں کے پاس رہے گی؟"

"ہاں، تم نے کہا تھا، وہ بہت ہی سنجیدہ اور بے حد ذہین ہے۔ خود کو نہ جوجو تسلیم کرتی ہے نہ مولینا آندروف۔ وہ اپنی پہچان اپنی ذہانت سے کرانا چاہتی ہے۔"

"میں نے یہ کہا تھا لیکن ...."

وہ بات کاٹ کر بولی۔ "بہن کی محبت میں جذباتی نہ بنو۔ عقل سے سوچو، تم جوجو کا مطالبہ کرو گے تو وہ جوجو کی حیثیت سے ہمارے پاس آنے سے انکار کر دے گی۔"

"تو پھر مولینا آندروف کی حیثیت سے وہاں رہنے سے بھی انکار کر دے گی۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"یہی تو دیکھنا ہے کہ وہ کیا فیصلہ کرتی ہے۔ چلو پہلے اس کا فیصلہ معلوم کرو۔"

وہ بہن کو واپس لانے کے لیے بے تاب تھا۔ فوراً ہی اس کے پاس پہنچ گیا۔ وہ آنکھیں بند کیے بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ بڑے سکون سے سوچ رہی تھی۔ "مجھے پریشان اور فکرمند نہیں ہونا چاہیے۔ جلد سے جلد صحت یاب ہونے کے لیے فکر اور پریشانی کو ذہن سے نکالنا چاہیے۔ ہمیشہ خوش رہنا چاہیے۔ ڈاکٹر اوپر سے دوا کرتے ہیں۔ مریض اندر سے مسکراہٹوں اور حوصلوں سے اپنا علاج خود کرتا ہے۔"

جو بہن یگانہ ذہن رکھتی تھی، اس کی ذہانت بھری سوچ سن کر آرمر کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ وہ سونیا کے پاس آکر بولا۔ "وہ خوش رہ کر بڑی قوتِ ارادی سے جلد از جلد صحت یاب ہونا چاہتی ہے۔ وہ کون ہے؟ کیا ہے؟ ایسی کوئی فکر کرنا نہیں چاہتی۔ ذرا سوچو سونیا! میری بہن کتنی ذہین ہوگئی ہے۔"

"میں سوچ رہی ہوں۔ تم بھی سمجھنے کی کوشش کرو کیا اسے جوجو کہہ کر فکر اور پریشانی میں مبتلا کرو گے؟"

"میں ایسا کرنا نہیں چاہتا لیکن ہم اسے جوجو نہیں کہیں گے تو دشمن اسے مولینا آندروف ثابت کر دیں گے۔"

"یہ اتنا آسان نہیں ہے۔ جب تک آپریشن کا زخم نہیں سوکھے گا، وہ بستر سے اٹھنے کے قابل نہیں ہوگی۔ ڈاکٹر بھی اس کے سامنے کسی پریشانی اور فکرمندی کی باتیں کرنے نہیں دیں گے۔ تم ہفتے دو ہفتے بعد اسے جوجو کہہ کر مخاطب کرو گے تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اسے اس کے حال پر چھوڑ دو۔"

"میں جانتا ہوں تمہارا طریقۂ کار عجیب ہوتا ہے مگر نتیجہ خیز ہوتا ہے پھر بھی ایک بھائی کی زبان اپنی تسلی کے لیے پوچھتی ہے، کیا میری بہن واپس آجائے گی؟"

"انشاء اللہ آجائے گی۔ اسے میں نہیں لاؤں گی، تم نہیں لاؤ گے۔ خدا کی مرضی سے اس کا مجازی خدا اسے لائے گا۔"

"مجازی خدا؟ یعنی پارس؟"

میں درخت پر چھپا بیٹھا رہا۔ وہی میرے لیے محفوظ ترین جگہ تھی۔ ایسے بُرے وقت میں بیوی اور جوان بیٹا ساتھ چھوڑ گئے تھے۔ حالانکہ بُرا وقت ان کا بھی پیچھا نہیں چھوڑ رہا تھا۔ انھیں میری ضرورت تھی، اگر میں زندہ ہوتا۔ مجھے ان کی ضرورت ہے کیونکہ میں زندہ ہوں۔

گھنے درخت میں چھپے رہنے سے زمین نظر نہیں آرہی تھی اور زمین پر سے مجھے دیکھا نہیں جا سکتا تھا۔ بے شمار دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ کچھ لوگ درخت کے نیچے سے گزر گئے تھے۔ کچھ وہاں آکر ٹھہر گئے تھے۔ ایک افسر کہہ رہا تھا۔ "ادھر سے فائرنگ ہوئی تھی، وہ انھی اطراف میں کہیں ہوگا۔ اسے تلاش کرو۔"

میں اس افسر کے اندر پہنچ کر دیکھنے لگا۔ فوجی جوان بیٹے قدموں بڑھتے ہوئے مختلف سمت جا رہے تھے۔ یہ وہی ماتحت افسر تھا جو اپنے سینئر کے ساتھ میرے کاٹیج میں آیا تھا۔ وہ تمام لوگ مجھے راہب کہتے تھے۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "یہ کیا؟ یہ مجھے کوئی پکار رہا ہے۔"

پھر میں نے اپنی سوچ میں کہا۔ "مسٹر بیکر! میں درخت میں چھپا ہوا ہوں۔"

اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ تب میں نے زبان سے دھیمی آواز میں کہا۔ "دیکھو، گولی نہ چلانا۔ تم تو مجھے اچھی طرح جانتے ہو، تم نے مجھے کاٹیج میں دیکھا ہے۔"

چار جوانوں نے رائفلوں کا رُخ درخت کی بلندی کی طرف کیا۔ افسر نے پوچھا۔ "کیا تم راہب ہو؟"

"میں وہی بدنصیب ہوں جہاں جاتا ہوں گولیاں چلنے لگتی ہیں۔ اس درخت پر چڑھ کر چھپا بیٹھا ہوں۔ کیا نیچے آجاؤں؟"

"آؤ اور بتاؤ یہاں تم نے کسی کو دیکھا ہے؟"

میں نے اترتے ہوئے کہا۔ "اتنے انسان دیکھے ہیں کہ یہ جنگل نہیں شہر لگتا ہے۔ ویسے سب فوجی تھے۔ مگر وہ دو سب سے الگ تھے۔ ایک نوجوان تھا، دوسری عورت تھی مگر تم نے میرے کاٹیج میں دو عورتوں اور ایک جوان کے متعلق پوچھا تھا جبکہ اس جوان کے ساتھ ایک ہی عورت نظر آئی۔"

افسر نے کہا۔ "دوسری بھی ہے۔ چھپ کر تیر چلا رہی ہے۔ ویسے وہ تینوں بچ کر نہیں جائیں گے۔ یہ بتاؤ وہ جوان کدھر گیا؟"

علی تیمور ماں کو لے کر شمال کی سمت گیا تھا۔ میں نے مغرب کی سمت بتائی۔ افسر نے کہا۔ "تم ہمارے ساتھ چلو۔"

میں نے کہا۔ "ہرگز نہیں۔ میں کاٹیج سے تمہارے سینئر افسر کے ساتھ مسلح جوانوں کی بھیڑ میں ادھر آیا تھا۔ جانتے ہو میں نے کیا دیکھا؟"

"کیا دیکھا؟"

"میں کہوں گا تو یقین نہیں کرو گے۔"

"وِتھ اِٹ اپ! وقت ضائع نہ کرو۔ تم نے کیا دیکھا؟"

"تمہارے فوجی جوان ایک دوسرے پر گولیاں برسانے لگے تھے، اپنے ساتھیوں کو مار رہے تھے اور خود بھی مر رہے تھے۔ میں

itsurdu.blogspot.com

جلدی سے ایک درخت پر چڑھ گیا۔ ہمارے ساتھ آنے والوں میں صرف ایک جوان زندہ رہ گیا ہے۔ جانتے ہو اس نے کیا کیا؟"

"کیا کیا؟"

"میں کہوں گا تو یقین نہیں کرو گے۔"

وہ غصے میں پاؤں پٹخ کر بولا۔ "ہمیں معلوم ہے ان کے ساتھی آرمر نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے انھیں آپس میں لڑ کر مرنے پر مجبور کیا ہوگا اور اس آخری جوان نے خودکشی کی ہوگی۔"

میں نے حیرانی سے کہا۔ "ارے تم بھی ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔ تم نے ٹیلی پیتھی سے معلوم کر لیا کہ اس نے خودکشی کی۔ اچھا بتاؤ اس نے خودکشی سے پہلے کیا کہا تھا؟"

"تمہارا سر کہا تھا۔ میں ٹیلی پیتھی نہیں جانتا مگر طریقۂ کار کو سمجھتا ہوں۔ آرمر نے آخری جوان کو اپنی ہی گولی سے مرنے پر مجبور کیا ہوگا۔ بائی دی وے اس نے مرنے سے پہلے کیا کہا تھا؟"

"اس نے کہا تھا۔ 'اے راہب! تو دین دار ہے، دنیا والوں سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ تو کسی کا دشمن نہیں ہے اس لیے میں ایک کام کی بات بتاتا ہوں۔ یہاں صبح تک گولیاں چلتی رہیں گی۔ تیرے بچاؤ کے دو راستے ہیں، ایک تو یہ کہ تو اپنے کاٹیج کی چار دیواری میں محفوظ رہے گا۔ دوسرا یہ کہ بیکر نامی ایک فوجی افسر کے گلے میں سُرخ نگوں والی ایک صلیب ہے۔ وہ صلیب جس کے گلے میں ہوگی، وہ زندہ رہے گا۔ گولیاں اس کے آس پاس سے گزر جایا کریں گی۔"

افسر نے فوراً اپنے سینے پر ہاتھ رکھا۔ وہ سرخ نگوں والی صلیب اس کی وردی کے اندر چھپی ہوئی تھی۔ صلیب ہو یا تعویذ، لوگ عقیدت کی بنا پر پہنتے ہیں۔ میری باتوں سے اس کے عقیدے میں پختگی آئی کہ وہ اب تک صلیب کے باعث محفوظ ہے۔ میں نے پوچھا۔ "مسٹر بیکر! کیا واقعی تمہارے پاس وہ صلیب موجود ہے؟"

"ہاں، اس نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے معلوم کیا ہوگا۔ میری تاریخِ پیدائش کے مطابق مجھ پر سرخ رنگ کا مثبت اثر ہوتا ہے۔ اسی لیے میں نے صلیب میں سرخ نگ لگوائے ہیں۔ میرا ایمان ہے کہ میں اسی وجہ سے محفوظ ہوں۔"

میں نے کہا۔ "وہ کہہ رہا تھا کہ تمہاری صلیب میں پہن لوں تو محفوظ رہوں گا لیکن تم اپنی صلیب مجھے دے کر موت کو دعوت نہیں دو گے۔"

"بکواس نہ کرو، یہاں سے چلو۔"

"میں اپنے کاٹیج میں محفوظ رہ سکتا ہوں۔ اگر وہ صلیب نہیں دینا چاہتے تو مجھے کاٹیج تک پہنچا دو۔ اس صلیب کے ساتھ میری دعائیں بھی تمہارے کام آتی رہیں گی۔"

اس نے دو فوجی جوانوں سے کہا۔ "اسے جیپ میں لے جا کر کاٹیج چھوڑ آؤ۔"

افسر اندر سے خود کو ہلکا پھلکا اور ہر طرح سے محفوظ سمجھ رہا تھا۔ بہت خوش تھا۔ میری دعائیں بھی لینا چاہتا تھا اس لیے مجھے حفاظت سے کاٹیج تک پہنچانے کا حکم دے چکا تھا۔

میں نے جیپ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "مسٹر بیکر! جانتے ہو، اس آخری جوان نے خودکشی کرتے وقت آخری تین الفاظ کیا کہے تھے؟"

"کیا کہے تھے؟"

"میں کہوں گا تو یقین نہیں کرو گے؟"

اس نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ "میرے باپ یقین کر لوں گا۔"

میں نے کہا۔ "اس بے چارے نے خود کو گولی مارنے سے پہلے ایک آہِ سرد بھری۔ پھر تین الفاظ ادا کیے، 'ہائے صوفیہ لورین'۔"

جیپ اسٹارٹ ہو کر ایک جھٹکے سے آگے بڑھی پھر تیز رفتاری سے کاٹیج کی سمت جانے لگی۔ افسر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مجھے جیپ کے اندر دیکھ رہا تھا جبکہ دھند میں ہم نظروں سے اوجھل ہو گئے تھے۔ اس نے ناگواری سے کہا۔ "یہ کم بخت ڈاب

itsurdu.blogspot.com

ہے؟ پتا نہیں کس نے اسے راہب بنا دیا ہے۔ اُلّو کا پٹھا میدانِ جنگ میں صوفیہ لورین کی یاد دلا کر چلا گیا۔ آہ! ہائے!"

میں اس کے دماغ سے نکل کر رسونتی کے پاس آیا۔ وہ بخار کے باعث مجھے محسوس نہیں کر سکتی تھی۔ ویسے اب بخار نہیں تھا، صرف کمزوری تھی۔ میں نے سوچ لیا، جب وہ بیٹے کے ساتھ سرحد پار چلی جائے گی تو میں اس کے اندر رہ کر توانائی پیدا کر دوں گا۔ ابھی موقع نہیں تھا۔ میں انھیں سرحد پار کرانے اور ان کے ساتھ جانے کے لیے کسی محفوظ ترین راستے کی تلاش میں تھا۔

علی نے دشمنوں کی ایک ویگن حاصل کر لی تھی۔ اعلیٰ بی بی اور اپنی ماں کے ساتھ نقشے کے مطابق سرحد کی طرف جا رہا تھا۔ میں نے رسونتی کی زبان سے کہا: "بیٹے! یوں خطرات کی طرف نہ جاؤ۔ سرحدی محاذوں پر طیارہ شکن توپیں، میزائل اور نہ جانے کیا کچھ ہوگا۔ محاذوں پر فوج کا ایک ایک سپاہی تاک میں بیٹھا ہوگا۔"

وہ بولا: "ماما! اور بھی بہت کچھ ہوگا۔ میں سب سمجھتا ہوں۔ اتفاق سے یہ گاڑی ہاتھ آگئی ہے۔ میں حملہ آوروں سے آپ کو دور لے جا رہا ہوں۔ ہم آگے جا کر رک جائیں گے۔ سرحدی لائن کی سمت پیدل جائیں گے اور دور سے وہاں کا جائزہ لے کر اس پار جانے کی تدبیر کریں گے۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا: "اس وقت آرمر کو ہمارے پاس ہونا چاہیے۔ وہ ایک سپاہی کے دماغ میں جگہ بنا کر پورے محاذ کی خبر لے آئے گا۔"

علی نے کہا: "ٹیلی پیتھی جاننے والے پاپا نہ رہے۔ ایسے وقت ماما بیمار ہیں۔ آرمر بے چارہ اپنی بہن جوجو کے سلسلے میں مصروف ہوگا۔ اسی لیے ہم دونوں بھائی شروع سے ٹیلی پیتھی کے خلاف ہیں۔ ہمیں ہر حال میں اپنے بل پر مسائل کا سامنا کرنا چاہیے۔ خدا کا شکر ہے کہ ہم اکثر مشکل ترین مرحلوں میں ماں باپ کا سہارا لیے بغیر کامیاب ہوتے رہے ہیں۔ اللہ کی مرضی سے آج بھی کامیاب رہیں گے۔"

اعلیٰ بی بی نے آرمر کا ذکر کیا تو مجھے راستہ مل گیا۔ میں نے کاٹیج پہنچ کر فوجیوں کا شکریہ ادا کیا۔ پھر اپنے بستر پر آ کر پلتھی مار کر بیٹھ گیا۔ آرمر کی آواز اور لہجے کو یاد کیا تاکہ اس کا رول ادا کر سکوں۔ پھر یاد آیا کہ وہ ان کے پاس پہنچ کر کوڈ ورڈز ادا کرتا ہوگا۔ اس کے بغیر اسے دماغ میں آنے کی اجازت نہیں ملتی ہوگی۔

میں رسونتی کے پاس آیا۔ میرا خیال درست نکلا۔ اس کے چور خیالات نے کوڈ ورڈز بتا دیے۔ میں ان کے سہارے اعلیٰ بی بی کے دماغ میں پہنچا۔ وہ بولی: "بالکل صحیح وقت پر آئے ہو۔ میں ابھی یاد کر رہی تھی۔"

"میں چبایا ہوا لقمہ نگلنے کے لیے پانی پی رہا تھا، اچانک ٹھسکا لگا۔ لقمہ دماغ کی طرف چڑھ گیا۔ آنکھوں سے آنسو اور ناک سے پانی بہنے لگا۔ تب خیال آیا کہ کوئی یاد کرتا ہے تو ہچکیاں آتی ہیں یا ٹھسکا لگتا ہے مگر بڑی طرح لگتا ہے۔ کم از کم کھاتے وقت کسی کو یاد نہیں کرنا چاہیے۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولی: "آرمر! تمھیں کیا ہو گیا ہے؟ اپنے مزاج کے خلاف اتنی زندہ دلی سے بولتے جا رہے ہو۔"

مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ دراصل میرے مزاج میں جو زندہ دلی ہے، وہ کبھی کبھی حد سے بڑھ جاتی ہے۔ مجھ جیسے آدمی کو جناب شیخ صاحب دین دار اور فلسفی بنانا چاہتے تھے۔ بڑا نیک خیال تھا۔ ان کی ہدایات پر عمل کرتا رہتا تو فرشتہ بن جاتا یا کرامات کا حامل ایک بزرگ کہلاتا لیکن میں اوّل میں ہوں، آخر میں ہوں۔ جب تک زمین پر ہوں، زمینی رہوں گا، آسمانی مخلوق نہیں بن سکوں گا۔

میں نے سنبھل کر کہا: "اعلیٰ بی بی! آج میں بہت خوش ہوں اس لیے کچھ زیادہ بول رہا ہوں۔"

وہ بولی: "میں جانتی ہوں، تمھاری بہن کا آپریشن کامیاب رہا ہے۔ اب وہ بچی نہیں بالغ ہو گئی ہے اور اپنے پارس کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارے گی۔ ابھی اس کی دماغی حالت کیسی ہے؟"

"اطمینان بخش ہے، اسی لیے تو میں خوش ہوں۔"

یہ بات میں نے اندازے سے کہہ دی۔ مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ جوجو کہاں ہے اور اس کا آپریشن دوستوں نے کرایا ہے یا دشمنوں نے۔ مجھے اتنا موقع نہیں مل رہا تھا کہ میں اپنے ایک ایک عزیز اور رشتے دار کی خیریت معلوم کرتا۔ اعلیٰ بی بی جوجو کے متعلق کوئی بات پوچھ سکتی تھی، اس سے پہلے میں نے پوچھا: "تم مجھے کیوں یاد کر رہی تھیں؟ کیا تم لوگ سرحدی لائن تک پہنچ گئے ہو؟"

اسی وقت علی نے گاڑی روک دی، پھر اعلیٰ بی بی سے کہا: "تم ماما کا خیال رکھو۔ میں کچھ دور پیدل جا کر قریبی مورچے کا جائزہ لوں گا۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا: "آرمر میرے پاس ہے۔ میرا خیال ہے، تم اپنی ماں کے پاس رہو۔"

"آنٹی! آپ بھی میری ماں ہیں۔ میں اپنی ایک ماں کو دشمنوں کی طرف بھیج کر دوسری ماں کے پاس رہوں گا تو یہ بے غیرتی اور بے حسی مجھے مار ڈالے گی۔"

"تو پھر آرمر کو اپنے دماغ میں آنے دو۔"

"یہ مجھے منظور ہے۔"

میں نے بیٹے کے دماغ میں پہنچ کر کوڈ ورڈز ادا کیے، اس نے کہا: "انکل! میں ٹرانسمیٹر پر باتیں کرنے جا رہا ہوں، آپ دوسری طرف کی آواز اور لہجے کو نوٹ کریں۔"

اس نے اپنی کِٹ میں سے ایک ٹرانسمیٹر نکالا۔ اسے آپریٹ کیا پھر جاپانی زبان میں کسی کو مخاطب کرنے لگا۔ چند لمحوں کے بعد دوسری طرف سے بھی جاپانی زبان میں جواب ملا۔ علی نے کہا: "ہم نقشے کے مطابق اس سرحدی لائن کے قریب ہیں جو ہمارے تمھارے حساب سے نارتھ کی لائن کو سیٹ جانے والی لائن کو کراس کرتی ہے۔ تم بتاؤ کہاں ہو؟"

دوسری طرف سے ایک فرانسیسی سیکرٹ ایجنٹ نے کہا: "میں اس کراس لائن سے بیس میل دور ہوں۔ ہمارے پاس تین ہیلی کاپٹرز، ایک طیارے کے علاوہ دو جیپیں اور ایک بُلٹ پروف ویگن کار ہے۔ تم جب کہو گے ہم چل پڑیں گے۔"

علی نے کہا: "ابھی میں قریبی مورچے کا جائزہ لینے جا رہا ہوں۔ ہو سکتا ہے، ٹرانسمیٹر کسی وجہ سے استعمال میں نہ آسکے یا اسے استعمال کرنے کا وقت نہ ملے۔ اس لیے مسٹر آرمر تمھارے دماغوں میں آتے جاتے رہیں گے لیکن یہ حضرت جاپانی زبان نہیں جانتے۔ تم انگریزی کا ایک عام سا فقرہ ادا کرو۔ آرمر کو تمھارے پاس پہنچنے کے لیے وہ ایک بات کافی ہوگی۔"

میں جاپانی زبان جانتا تھا لیکن آرمر کی حیثیت میں بول نہیں سکتا تھا۔ علی نے مجھے ایک فقرہ سنوا کر ٹرانسمیٹر کو آف کر دیا۔ میں سیکرٹ ایجنٹ کے پاس پہنچ گیا۔ اس کے ساتھ دو چار باتیں کیں پھر علی کے پاس آگیا۔ وہاں کسی بھی ٹرانسمیٹر سے ہونے والی گفتگو دوسرے محاذوں میں سنی جا سکتی تھی اسی لیے انھوں نے جاپانی زبان میں گفتگو کی تھی۔ اب میری موجودگی میں ٹرانسمیٹر کی ضرورت نہیں رہی تھی۔

علی دبے قدموں ایک طرف بڑھتا جا رہا تھا۔ دن کے وقت سرحدی لائن کے قریب اس طرح جانا ممکن نہ ہوتا۔ روشنی میں دور سے دیکھ لیا جاتا۔ اگرچہ پورا چاند نکل آیا تھا مگر کہر کی زیادتی نے آنکھوں کو اندھا کر دیا تھا۔ دس گز کے فاصلے سے بھی کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ اچانک کسی نے للکار کر کہا: "ہالٹ! کون ہے؟"

میں نے کہا: "علی! آگے نہ بڑھنا۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

میں للکارنے والے کی کھوپڑی میں پہنچ گیا۔ وہ ریت کے بوروں کے پیچھے کھڑا ہوا اپنے افسر سے کہہ رہا تھا: "میں نے آواز سنی تھی۔"

افسر نے سرگوشی میں کہا: "خاموش رہو۔"

میں افسر کے پاس پہنچ گیا۔ وہ بڑی توجہ سے کان لگا کر سننے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا: "کسی جانور کی آہٹ ہو سکتی ہے۔ ویسے سپاہی کو ایک ہی آہٹ پر ہالٹ نہیں کہنا چاہیے، جانور انگریزی نہیں سمجھتے۔"

اتنا کہہ کر میں اس کے چور خیالات پڑھنے لگا۔ اس محاذ کے متعلق معلومات حاصل کرنے لگا۔ پھر علی کے پاس آکر کہا: "تم گاڑی میں واپس جاؤ۔ میں راستہ صاف کر کے ابھی آتا ہوں۔"

"انکل! آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟"

"تم آہٹ پیدا کیے بغیر واپس جاؤ۔ میں آکر بتاتا ہوں۔"

وہ رینگتے ہوئے واپس جانے لگا۔ میں افسر کے ذریعے اس مورچے کے ان سپاہیوں کے پاس پہنچا جو توپوں اور مشین گنوں کے پاس الرٹ کھڑے ہوئے تھے۔ وہ ایک دوسرے سے کبھی کبھی باتیں کرتے تھے یا میں ان میں گفتگو کی تحریک پیدا کرتا تھا اور ایک سے دوسرے اور تیسرے تک پہنچ کر معلوم کرتا تھا کہ کون سے ہتھیار کہاں رکھے ہوئے ہیں؟ اس مورچے میں کتنے سپاہی ہیں اور گولہ بارود کا کتنا ذخیرہ ہے؟

پھر عمل شروع ہو گیا۔ ایک مشین گن سے دور کھڑے ہوئے سپاہی نے ہینڈ گرینیڈ نکال کر اس کی چابی دانتوں سے باہر کی پھر اسے مشین گن کے پاس پھینک دیا۔ اندھیرے میں کوئی سمجھ نہ سکا، کس نے کیا چیز پھینکی ہے۔ ایک سپاہی نے پوچھا: "ادھر کیا پھینکا گیا ہے؟ کس نے پھینکا....؟"

اس کا سوال پورا ہونے سے پہلے زبردست دھماکا ہوا۔ مشین گن کے ساتھ کتنے سپاہیوں کے جسم فضا میں اڑے، یہ کسی نے گنتی نہیں کی۔ میں دستی بم پھینکنے والے کے دماغ میں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

تھا۔ دھماکے سے پہلے ہی میں نے اس کے دانتوں سے دوسرے بم کی چابی نکلوالی تھی اور اسے دوسری مشین گن کی طرف پھینک دیا تھا۔ ایک کے بعد دوسرے دھماکے نے سپاہیوں کے ہوش اڑا دیے۔ انھوں نے کتنے ہی ساتھیوں کے چیتھڑے اڑتے دیکھے تھے۔

افسر چیخ رہا تھا" چاروں طرف گولیاں برساؤ۔ دستی بم پھینکنے والے کہیں قریب ہیں انھیں دور جانے کا موقع نہ دو۔"

تیسری مشین گن سے گولیاں چلنے لگیں۔ میں نے ایک معمول کے ذریعے اسے بھی بم سے اڑا دیا۔ چوتھی اور آخری مشین گن پکڑا ہوا سپاہی میری مٹھی میں تھا۔ وہ گن کا رُخ اپنے ہی ساتھیوں کی طرف کرتا ہوا گولیاں چلانے لگا۔ اِدھر اُدھر بھاگنے والے چیخیں مار کر گرنے لگے۔ افسر نے مشین گن والے کو گولی مار دی۔ پھر چیخ کر بولا" میں سمجھ گیا' ٹیلی پیتھی کے ذریعے حملہ کیا گیا ہے مگر وہ تینوں یہاں سے نہیں جاسکیں گے۔ دس منٹ کے اندر دوسرے مورچے کے سپاہی یہاں پہنچ جائیں گے۔"

میں نے علی سے کہا" فوراً گاڑی اسٹارٹ کرو۔ تیز رفتاری سے سرحدی لائن کراس کرو۔ جتنی دور جاسکتے ہو جاؤ۔ میں سیکرٹ ایجنٹ کو اطلاع دے رہا ہوں۔"

وہ گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے بولا" انکل یقین نہیں آرہا ہے کہ آپ نے یہ دھماکے کرائے ہیں۔ آپ تو ایک چیونٹی کو بھی نہیں مارتے۔"

گاڑی تیز رفتاری سے آگے بڑھی۔ میں کوئی جواب دیے بغیر پھر مورچے میں آیا۔ افسر مشین گن کو چاروں طرف چلا کر چلّا رہا تھا۔ جو سپاہی زندہ تھے وہ زمین پر لیٹ گئے تھے۔ میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ رائفل سنبھال کر نیچے لیٹے ہوئے سپاہیوں پر گولیاں برسانے لگا۔ کچھ مرے کچھ اٹھ کر بھاگنے لگے۔ ایک سپاہی نے جوابی فائر کیا۔ افسر کے ہاتھ سے رائفل گر پڑی۔ سپاہی نے کہا" تم افسر ہو کر اپنے سپاہیوں پر گولیاں برسا رہے ہو؟"

میں نے سپاہی کے دماغ میں آکر افسر کو گولی مار دی۔ اسی وقت ایک گاڑی کی آواز سنائی دی۔ وہ تیز رفتاری سے جارہی تھی' دھند میں نظر نہیں آرہی تھی۔ جو سپاہی بچ گئے تھے' وہ آواز کی سمت دوڑتے ہوئے فائرنگ کرنے لگے۔ میں نے رسونتی کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ علی تیزی سے ڈرائیو کر رہا تھا۔ اعلیٰ بی بی وگین کا پچھلا شیشہ توڑ کر جوابی فائر کرتی جارہی تھی۔

میں نے سیکرٹ ایجنٹ سے کہا" وہ سرحد پار کرچکے ہیں لیکن دشمن تعاقب میں ہیں۔ دشمنوں کی توپیں اور مشین گنیں تباہ ہوچکی ہیں۔"

میں اعلیٰ بی بی کے پاس آیا۔ فوجی جوان موٹر سائیکلوں پر تعاقب کرتے ہوئے فائرنگ کر رہے تھے۔ میں اعلیٰ بی بی کے دماغ میں بیٹھ کر ان کا نشانہ لگانے لگا۔ وہ گنتی میں تھوڑے سے تھے۔ جتنی آوازیں سُنی تھیں اور جتنے دماغوں پر قبضہ جمایا تھا وہ سب مرچکے تھے۔ تعاقب کرنے والوں میں سے کوئی میرے قابو میں نہیں تھا۔ پھر بھی میں نے اور اعلیٰ بی بی نے تین موٹر سائیکل سواروں کو مار گرایا۔ اسی لمحے میں ایک گولی آکر اعلیٰ بی بی کو لگی۔ اس کے مُنہ سے چیخ نکلی۔ میں نے اس کے اندر توانائی پیدا کرتے ہوئے سنبھالا۔ ایک موٹر سائیکل بالکل قریب آرہی تھی۔ اس بار رسونتی نشانہ بن سکتی تھی۔ میں نے اعلیٰ بی بی کے کمزور ہاتھوں سے فائر کرایا۔ پہلا فائر خالی گیا۔ دوسری گولی اسے لگی۔ اُدھر وہ گرا' اِدھر اعلیٰ بی بی پچھلی سیٹ پر گر پڑی۔ اس کی قوتِ مدافعت جواب دے چکی تھی۔

علی نے ڈرائیو کرتے ہوئے پوچھا" آنٹی! کیا ہوا؟ گاڑی روکوں؟"

میں نے رسونتی کی زبان سے کہا" نہیں گاڑی نہ روکنا' میں اعلیٰ بی بی کے پاس جارہی ہوں۔"

وہ پچھلی سیٹ کے پاس آئی' میں پھر اعلیٰ بی بی کے ڈوبتے ہوئے دماغ میں پہنچا۔ وہ واقعی موت کے اندھیرے میں ڈوبتی جارہی تھی۔ میں نے علی سے کہا" اعلیٰ بی بی کو فوری طبی امداد کی ضرورت ہے۔ رفتار بڑھاتے جاؤ۔"

وہ آندھی کی رفتار سے گاڑی چلا رہا تھا۔ میں اعلیٰ بی بی کے پاس آیا۔ رسونتی اس کا سر اپنے سینے سے لگائے کہہ رہی تھی۔ "ہائے میں مرجاؤں۔ تم میرے لیے جان پر کھیل گئیں اور میں ابھی تک پہچان نہیں پارہی ہوں کہ تم میری کون سی سگی ہو۔ ہائے کوئی سگی ہوتی تو وہ بھی ایسی قربانی نہ دیتی۔"

اعلیٰ بی بی نے رُک رُک کر سانس کھینچتے ہوئے کہا" جب تمھیں یاد آئے گا تو میری قسمت پر رشک کروگی۔ میں تم سے اور سونیا سے بازی لے گئی۔ میں... میں... تم دونوں سے پہلے... فرہاد سے جاکر ملوں گی۔ فر... فرہاد... سے... جاکر... جاکر... ملوں گی...."

یہ کہتے ہی اس کی گردن ڈھلک گئی۔ آنکھیں بند ہوگئیں۔ فرہاد کے لیے دھڑکنے والا دل ہمیشہ کے لیے چپ ہوگیا۔ آہ! میں کیا ہوں؟ میں زندہ ہوں یا مردہ؟ اگر زندہ ہوں تو اعلیٰ بی بی نے مجھے کیوں نہیں پہچانا۔ اگر مردہ ہوں تو چالیس چوروں کی اعلیٰ بی بی کس مُردہ خانے میں مجھ سے ملنے گئی ہے؟

میری

زندہ دلی دیکھتے ہی دیکھتے مُردہ ہوگئی۔ میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر آنکھیں کھول دیں۔ میں اپنے کاٹیج کے بستر پر پلتھی مارے بیٹھا تھا۔ وہاں تنہا تھا لیکن اعلیٰ بی بی کی ابدی جُدائی کا صدمہ میرے ساتھ تھا۔ میں آخری لمحات میں اس کے اندر تھا۔ اسے میں نے دم توڑتے اور دُنیا چھوڑتے دیکھا تھا پھر بھی یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ باکمال عورت مجھے ہمیشہ کے لیے چھوڑ گئی ہے۔

باباصاحب کے ادارے میں جب یہ جاں گداز خبر پہنچے گی تو کسی کو یقین نہیں آئے گا۔ وہ بے مثال تھی' ہر دلعزیز تھی' اپنی صلاحیتوں سے اور حاضر دماغی سے ناممکن کو ممکن بنا دیتی تھی۔ لوگ مجھے بھی کچھ ایسا ہی سمجھتے تھے۔ میرے دوستوں اور دُشمنوں کو پہلے میری بھی موت کا یقین نہیں آیا ہوگا اور اب ایسا یقین پختہ ہوگیا ہے کہ بیوی مجھے نہیں پہچانتی' بیٹا دماغ میں آنے نہیں دیتا۔ میں جس رشتے کے سامنے جاؤں گا' وہ میری حیاتِ نو کا مذاق اڑائے گا۔

یہ دُنیا عجیب ہے۔ رفتہ رفتہ اعلیٰ بی بی کی موت کا یقین کرلے گی لیکن میری زندگی کا یقین نہیں کرے گی۔ آج میں اجنبی ہوں' فرہاد نہیں ہوں فرہاد علی تیمور کو اس کے ماں باپ نے پیدا کیا تھا۔ اس نے ماں باپ کی دی ہوئی زندگی گنوادی۔ اس زندگی کی شناخت کھودی۔ اس لیے میں اجنبی ہوں۔ مجھے موت نے جنم دیا ہے' میں قبر سے اٹھ کر اس دُنیا میں آیا ہوں۔

آدمی چاہتا ہے' اس کی زندگی کبھی ختم نہ ہو اور میں کہتا ہوں زندگی ختم ہو تو پھر ایسی نہ ملے جیسی مجھے مل رہی تھی۔ میری بیوی اور بیٹا مجھے دشمنوں کے درمیان چھوڑ گئے تھے۔ خود سرحد پار کر گئے تھے۔ یہ سوچنے یا یاد کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی کہ مجھے گولیوں کی بوچھاڑ میں درخت کی ایک شاخ پر بٹھا کر چلے گئے ہیں۔ ارے واہ ری زندگی!

اب میرے سامنے بہت بڑا چیلنج تھا۔ مجھے اتنی بڑی دُنیا میں نئے سرے سے اپنا وہی مقام بنانا تھا جو بنا کر کھوچکا تھا۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے دوبارہ فرہاد بننا کچھ مشکل نہیں تھا۔ ہاں پھر سے رسونتی کا شوہر' دونوں بیٹوں کا باپ اور سونیا کا محبوب بننا ناممکن کی حد تک مشکل تھا۔ کوئی مجھے گھاس ڈالنے والا نہیں رہا تھا۔

آہ! سونیا کی یاد آئی تو میں بے چین ہوگیا۔ وہ کہاں ہوگی؟ کیا کر رہی ہوگی؟ جس کی آنکھ سے کبھی آنسو نہیں ٹپکا' وہ کیا چھپ کر میرے لیے روتی ہوگی؟ میں اس کے پاس پہنچنے کے لیے بے تاب ہوگیا۔ میں نے آنکھیں بند کیں۔ تصوّر میں اس کا چہرہ اس کی آنکھیں دیکھیں' اس کے لب و لہجے کو یاد کیا۔ میں جانتا تھا وہ سانس روک لے گی اس لیے دماغ میں پہنچتے ہی بہت پُرانے کوڈورڈز ادا کیے" فرہاد ٹو کس یور مائنڈ۔ اِف یو ڈونٹ مائنڈ" (اگر تم خیال نہ کرو تو فرہاد تمھارے خیال کو چومنے آیا ہے)

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی" پرنس ڈیگر! میں مانتی ہوں تم میرے عاشق ہو۔ تم ہو یا کوئی اور ہو' میں کسی کو عاشق بننے سے روک نہیں سکتی۔ لیکن یہ فرہاد بن کر کیوں آئے ہو؟"

میں نے مُسکرا کر کہا" میں کوئی ڈمی نہیں' فرہاد ہوں تمھارا اپنا فرہاد۔"

"دیکھو تم خیال خوانی کرلیتے ہو۔ آج فرہاد کے لب و لہجے میں بول رہے ہو۔ تمھیں اس کے کوڈورڈز کا بھی علم ہوگیا۔ ہوسکتا ہے تم پلاسٹک سرجری کے ذریعے اس کا چہرہ بھی اپنا لو اور سر سے پاؤں تک فرہاد بن جاؤ لیکن فرہاد کی روٹھی ہوئی زندگی کیسے واپس لاؤگے؟"

"اوہ سونیا! میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں' میں تمھارا فرہاد ہوں۔"

"پرنس! میں نے تمھارے ساتھ محبت کا ناٹک کیا۔ میں مجبور تھی۔ ایسا نہ کرتی تو سپر ماسٹر مجھے ماسکو میں بے نقاب کر دیتا۔ میرا وہاں سے بچ نکلنا مشکل ہوجاتا۔ اس لیے میں فوراً تم پر عاشق ہوگئی اور تم میرے عشق میں گرفتار ہو کر اپنے سپر ماسٹر کو چکّر دیتے رہے۔ میں تمھاری شکر گزار ہوں۔ تم بہت اچھے ہو۔ میں تمھیں پسند کرتی ہوں۔ میں نے تمھیں سچے دل سے سمجھایا تھا کہ سپر ماسٹر یا کسی بھی سپر طاقت کی غلامی نہ کرو۔ فرہاد کی طرح آزاد رہ کر اپنا مقام بناؤ۔ مگر تم تو خود کو فرہاد کہنے لگے ہو۔ تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ پرنس سے فرہاد بنو گے تو میں محبت کرنے لگوں گی؟"

میں پوچھنا چاہتا تھا کہ یہ پرنس ڈیگر کون ہے کہ اسی وقت کسی نے خیال خوانی کے ذریعے اُسے مخاطب کیا" سونیا! میں پرنس بول رہا ہوں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی" اب اپنی آواز میں بول رہے ہو اور خود کو پرنس تسلیم کر رہے ہو۔ کیا ابھی تمھارا دماغ چل گیا تھا' خود کو فرہاد کیوں کہہ رہے تھے؟"

پرنس نے ایک سرد آہ بھر کر کہا" تم نے بے ہوشی کا بہانہ کر کے مجھے اپنے چور خیالات پڑھنے کا موقع نہیں دیا۔ مجھے دھوکا دے کر ماسکو سے چلی آئیں۔ مجھے اس کا دُکھ نہیں ہے شاید میرے پیار میں کوئی کمی رہ گئی ہے۔ ابھی میں نے خود کو فرہاد نہیں کہا تھا لیکن تمھیں اچھا لگتا ہے تو اپنا پیدائشی نام چھوڑ دوں گا' اپنی پیدائشی صورت بدل دُوں گا۔ پلاسٹک سرجری کے ذریعے فرہاد کا ہم شکل بن جاؤں گا۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"میں ابھی کہہ چکی ہوں، تم فرہاد کی ڈمی بن سکتے ہو مگر فرہاد نہیں بن سکو گے۔ وہ جو تھا، وہی تھا۔ اس کی جگہ کوئی نہیں لے سکے گا۔"

وہ بولتے بولتے رُک گئی۔ کسی تیسرے نے اُسے مخاطب کیا تھا۔ یعنی ہم دو سونیا کے دماغ میں تھے۔ تیسرا اس کے سامنے بہ نفسِ نفیس موجود تھا اور پوچھ رہا تھا "کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں؟"

وہ چونک کر بولی "مسٹر! میں ایک ضروری مسئلے پر غور کر رہی تھی۔ تم نے مجھے ڈسٹرب کیا ہے۔ پلیز مجھے اس میز پر تنہا رہنے دو۔"

وہ سوری کہہ کر چلا گیا۔ سونیا کے دماغ میں وہی روحانی پختگی تھی جسے میں کئی بار آزما چکا تھا۔ اس کے چور خیالات پڑھنا ممکن نہیں تھا۔ میں بھی نہیں پڑھ سکتا تھا لیکن اس کی حرکتوں سے خیالات کا کچھ اندازہ ہو جاتا تھا۔ اس نے اپنے سامنے آکر بیٹھنے والے کو اس لیے بھگا دیا کہ ہم اس کی ایک آواز سننے کے بعد دوسری نہ سُنیں۔ پتا نہیں، پرنس ڈیگر نے اس اجنبی کے لب و لہجے کو توجہ سے سُنا تھا یا نہیں۔ میں تو سنتے ہی سونیا کو چھوڑ کر اس کے پاس پہنچ گیا۔ اس کے ذریعے معلوم ہو سکتا تھا کہ وہ کیا کر رہی ہے؟ کس ملک اور کس شہر میں ہے اور کس معاملے میں اُلجھی ہوئی ہے؟

میں اس اجنبی کے دماغ میں جگہ بنانے کے بعد پھر سونیا کے پاس آگیا۔ پرنس ڈیگر کہہ رہا تھا "سونیا! تم نے میری نیند اُڑا دی ہے۔ میں دن رات صرف تمھیں خیالوں میں دیکھتا ہوں۔ تمھارے پاس فوراً پہنچ جانا چاہتا ہوں لیکن اپنی رہائش گاہ اور اپنا ملک چھوڑنے کے لیے عارضی یا مستقل طور پر چہرہ بدلنا ہوگا ورنہ سپر ماسٹر کی بلیک اسپائی کا کوئی بھی جاسوس مجھے غدار بنتے دیکھ کر گولی مار دے گا۔ میں بہت رازداری سے اپنے چہرے کی سرجری کرانے والا ہوں اور میرا وہ نیا چہرہ فرہاد کا چہرہ ہوگا۔"

"ایسی غلطی ہرگز نہ کرنا۔ کوئی یقین نہیں کرے گا کہ فرہاد قبر سے اُٹھ کر آیا ہے اور جب یقین نہیں ہوگا تو لوگ تمھیں فرہاد کی نقل کہیں گے۔ کیا تم اپنی شخصیت کے مقابلے میں نقل کہلانا پسند کرو گے؟"

"میں ہوبہو فرہاد کا ہم شکل نہیں بنوں گا صرف اس سے مشابہت ہوگی۔ پلاسٹک سرجری کرنے والا مجھے فرہاد سے بھی زیادہ خوبرو بنا دے گا۔"

"خواہ کتنے ہی خوبرو بن کر آجاؤ، فرہاد کی خطرناک ذہانت کہاں سے لاؤ گے؟ اس کے لیے قدرتی طور پر دل دھڑکتا تھا۔ وہ قدرتی جذبہ مجھ میں کیسے پیدا کرو گے؟"

"پھول مُرجھا کر نہیں کھلتا۔ مُرجھائے ہوئے جذبوں میں کبھی غیر متوقع تازگی آجاتی ہے۔ قدرت کے کھیل عجیب ہوتے ہیں۔ تم مجھے پسند کرتی ہو، یہ بہت ہے۔ مجھے اپنے قریب رہنے اور کسی مہم میں شریک ہونے کا موقع دو۔ ہو سکتا ہے، رفتہ رفتہ تمھاری پسند محبت میں بدل جائے۔"

"تمھارا یہ جذبہ قابلِ قدر ہے کہ تم سپر ماسٹر کو چھوڑ کر میرے ساتھ جدوجہد میں شریک رہنا چاہتے ہو۔ میں جب تک زندہ رہوں گی، ہر نئے چیلنج کا سامنا کرتے وقت تمھیں اپنے ساتھ رکھوں گی لیکن میری پسند اگر محبت میں نہ بدلی تو تم مایوس ہو جاؤ گے۔"

"میرے لیے پہلا اعزاز یہ ہے کہ تم مجھے پسند کرتی ہو۔ دوسرا یہ کہ مجھے ہمیشہ اپنے ساتھ رکھو گی۔ اسی طرح تمھارے دل میں میرے لیے جگہ پیدا ہوتی جائے گی۔ ہاں اگر ناکامی ہوئی تو میں اسے اپنا مقدر سمجھ لوں گا۔ ویسے میں مایوس نہیں ہوں۔"

"تمھاری یہی بات مجھے پسند ہے کہ تم مایوس نہیں ہوتے۔ جاؤ، پلاسٹک سرجری کے ذریعے چہرہ تبدیل کراؤ۔ پھر ہم کسی ایک شہر میں ملاقات کریں گے۔"

"ویری نائس آف یُو۔ تم نے خوش کر دیا ہے۔ میں جا رہا ہوں۔ پھر آؤں گا۔"

وہ چلا گیا۔ سونیا چند لمحوں تک خاموش رہی پھر بولی "تم ابھی تک نہیں گئے؟"

میں نے کہا "شاید پرنس ڈیگر چلا گیا ہے۔ یہ میں ہوں۔ میں پرنس سے پہلے تمھارے دماغ میں آیا تھا۔ اس کے آنے کے بعد خاموشی سے تمھاری گفتگو سُنتا رہا ہوں۔"

"اچھا تو یہ بات ہے۔ میں سمجھ رہی تھی پرنس پہلے فرہاد بن کر آیا۔ اس کے دماغ میں یہ بات نقش ہو گئی ہے کہ وہ سر سے پاؤں تک فرہاد بن جائے گا تو میں اس کی دیوانی ہو جاؤں گی۔ بہرحال تم کون ہو؟ ہماری یہ گفتگو سُننے کے بعد سپر ماسٹر سے ضرور یہ کہو گے کہ پرنس ڈیگر باغی ہو گیا ہے اور اُسے چھوڑ کر میرے پاس آرہا ہے۔"

"مجھے خوشی ہو رہی ہے کہ تم ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اپنی طرف لے آئی ہو۔ میری جان! میں دشمن نہیں ہوں۔ تمھارا فرہاد ہوں۔"

"کیا پاگل خانے سے آئے ہو؟ نارمل رہ کر اپنی اصلیت نہیں بتاؤ گے؟"

"میں قسم کھا کر کہتا ہوں، جناب شیخ صاحب نے بڑی رازداری سے مجھے چھپا دیا تھا۔ مجھے دُنیا داری سے ہٹا کر دینداری کی طرف لے گئے تھے۔ لیکن میں اپنی فطرت سے مجبور ہوں، پھر دُنیا کی طرف لوٹ آیا ہوں۔"

"بڑی خوشی ہوئی، تم دُنیا کی طرف لوٹ آئے۔ وہ قبر تو خالی پڑی ہوگی جہاں تمھیں ڈالا گیا تھا؟"

"تم میرا مذاق نہ اُڑاؤ، سنجیدگی سے میری باتوں کو سمجھو۔"

"تم کہتے ہو تو سنجیدہ ہو کر جناب شیخ صاحب سے رابطہ کروں گی۔ وہ تمھیں جانتے ہوں گے تو مجھے بھی بتائیں گے کہ تم کیا چیز ہو؟"

"نہیں، تم جناب شیخ صاحب سے میرے متعلق کچھ نہ پوچھنا۔ انھوں نے مجھ سے کہا ہے کہ میں دُنیا والوں کے لیے مر چکا ہوں۔ تم بھی دُنیا والی ہو لہٰذا میں تمھارے لیے بھی مُردہ ہوں۔ اب اس زمین پر میرا کسی سے کوئی رشتہ نہیں ہوگا۔ اگر میں عزیزوں، دوستوں اور خون کے رشتوں سے اپنی پہچان کرانا چاہوں گا تو ناکام رہوں گا۔ میرے اپنے سگے مجھے پہچاننے سے انکار کریں گے۔ تم سے زیادہ میرے دل کے قریب کوئی نہیں ہے۔ دیکھ لو تم بھی میری حیاتِ نو کو تسلیم نہیں کر رہی ہو۔"

"یہ حیاتِ نو کی کہانی بڑی دلچسپ ہے۔ اس کی دوسری قسط پھر کبھی سُنوں گی؟ اب صاف لفظوں میں اصل مقصد بیان کرو۔ اگر اب فرہاد بننے کی اداکاری کرو گے تو میں سانس روک لوں گی۔"

"سونیا! پہلے تو یہ خیال دل سے نکال دو کہ میں دشمن ہوں یا کسی چھوٹی بڑی تنظیم کا آلۂ کار ہوں۔ چونکہ تم سانس روک لوگی، مجھے دماغ سے بھگا دو گی اس لیے خود کو فرہاد بھی نہیں کہوں گا۔ خدا کے لیے تم ہی یہ مسئلہ حل کرو کہ میں کون ہوں۔"

وہ افسوس کرنے کے انداز میں بولی "میں اکثر فرہاد کو سمجھایا کرتی تھی کہ عیاشی ختم کرو۔ یہ گناہ ہے۔ مرنے کے بعد تم جیسے گنہگاروں کی روحیں بھٹکتی رہتی ہیں۔ ایسے ہی تمھاری روح بھٹک رہی ہے۔ فرہاد! تم اپنوں سے مل رہے ہو، اپنی پہچان کرا رہے ہو۔ مگر روح کو نہ کوئی دیکھ سکتا ہے، نہ پہچان سکتا ہے۔ آہ میرے فرہاد کی رُوح! میں نے تمھیں پہچان لیا ہے۔ جاؤ اب عالمِ ارواح میں واپس جاؤ۔ مجھے اپنا کام کرنے دو۔"

یہ کہہ کر اس نے سانس روک لی۔ میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ وہ سونیا جس سے دل اور دماغ کا گہرا تعلق تھا، جو اب تک قدم قدم پر میرے ساتھ دشمنوں سے لڑتی رہی تھی اور میرے ساتھ مصائب سے گزرتی رہی تھی، آج مجھے زندہ تسلیم کرنے سے انکار کر رہی تھی۔ میری آواز اور لہجے کو کسی نقّال کا کمال سمجھ رہی تھی۔

اگر جناب شیخ صاحب کو میری حیاتِ نو کا مژدہ سُنانا ہوتا تو وہ بہت پہلے ہی میرے اپنوں کا اعتماد بحال کر دیتے۔ سب کو یقین آجاتا کہ میں زندہ ہوں لیکن انھیں یہ منظور نہیں تھا اسی لیے انھوں نے میرے سلسلے میں مکمل خاموشی اختیار کی ہوئی تھی۔

میں دوبارہ اس کے دماغ میں جاتا تو وہ پھر سانس روک لیتی، مجھے کوئی دشمن خیال خوانی کرنے والا سمجھتی رہتی۔ میں اس شخص کے دماغ میں پہنچ گیا جس نے سونیا کے پاس آکر بیٹھنے کی اجازت چاہی تھی۔ وہ کسی ہوٹل کی میز پر تھی۔ اجازت طلب کرنے والے کو مایوسی ہوئی تو وہ کچھ فاصلے پر دوسری میز کے پاس آیا۔ وہاں دو افراد بیٹھے ہوئے تھے ایک نے پوچھا "کیا ہوا پنٹو! اس لڑکی سے لفٹ نہیں ملی؟"

پنٹو ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا "اسے محض ایک لڑکی نہ سمجھو۔ میں پھر کہتا ہوں، یہ سونیا ہے۔"

"تیرا دماغ چل گیا ہے۔ سونیا کی عمر پینتالیس برس سے کم نہیں ہوگی۔ اور یہ لڑکی نوخیز ہے۔ ایسا لگتا ہے اس نے ابھی ابھی جوانی کی دہلیز پر قدم رکھا ہے۔"

پنٹو نے کہا "سونیا کو چہرہ بدلنے اور عمر کو گھٹانے بڑھانے میں کمال حاصل ہے۔ ہو سکتا ہے، پلاسٹک سرجری کے ذریعے اپنے چہرے کی جھرّیوں کو ختم کر دیا ہو۔ نازک اندام دکھائی دینے کے لیے دوائیں استعمال کرتی ہو۔"

دوسرے نے کہا "یہ ماننے والی بات ہے۔ تم جاؤ اور باس کو اطلاع دو۔ تمھاری واپسی تک ہم اس حسینہ پر نظر رکھیں گے۔"

جب میں پنٹو کے دماغ میں پہنچا تو وہ باس کے پاس جا رہا تھا۔ اس کے ذریعے پتا چلا، وہ شہر مقدونیہ کی ایک بستی ہے اور بڑی ہی خطرناک بستی ہے۔ وہاں قانون برائے نام ہے۔ درندے اور اکھڑ قسم کے مجرم کچھ بھی کر گزرتے ہیں کسی کی جیب سے ایک ڈالر نکالنے کے لیے اسے قتل بھی کر دیتے ہیں، وہاں تنہا عورت کبھی گھر سے نہیں نکلتی۔ کسی ضرورت سے مجبور ہو کر نکل پڑے تو صحیح سلامت واپس نہیں جاتی۔

پتا نہیں سونیا وہاں کیوں گئی تھی اور تنہا کیا کرتی پھر رہی تھی۔ اس کا مقصد اس کے دماغ میں چھپا ہوگا اور اس کے دماغ کو پڑھنا ممکن نہیں تھا۔ میں اس کی کھوپڑی سے باہر رہ کر ایک

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

آلۂ کار کے ذریعے اس کے ارادوں کو سمجھ سکتا تھا۔

پنٹو اپنے باس کے پاس پہنچ گیا۔ اُسے سونیا کے متعلق رپورٹ دینے لگا۔ اُس نے سننے کے بعد پوچھا: "اس بستی میں ایک عورت تنہا ہے جبکہ ایک مُرغی بھی تنہا نہیں گھومتی۔ ہم اُسے چیر پھاڑ کر کھا جاتے ہیں۔ میرا نام کیکڑا ہے۔ مَیں کسی کو پکڑ لیتا ہوں تو اُسے موت کے بعد ہی رہائی ملتی ہے۔ تم لوگ صرف اس اندیشے میں رہ گئے کہ وہ سونیا ہے۔ اگر ہے تو کیا ہوا۔ آخر ہے تو عورت۔"

پنٹو نے کہا: "کیکڑا صاحب! اُسے تو آپ ہی پکڑ سکتے ہیں، وہ ہمارے بس کی نہیں ہے۔"

"اس کا مطلب ہے تمھیں اس کے سونیا ہونے کا پختہ یقین ہے۔"

"جی ہاں، یقین ہے۔ صرف عمر کا فرق ہے۔"

"کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"ہم نے یہاں جس سونیا کو دیکھا ہے، وہ کم عمر ہے نوخیز لڑکی دکھائی دیتی ہے۔"

"گدھے! تم ایک دوشیزہ کو سونیا کہہ رہے ہو۔ کیا تمھیں پتا نہیں ہے، اس کی پیدائش ہماری پیدائش سے پہلے ہوئی تھی۔ کیا وہ ابھی تک ایک چھوکری ہوگی؟"

"باس! پلاسٹک سرجری کے ذریعے نوجوان نظر آنا ممکن ہے۔"

وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر بولا: "میں اپنی آنکھوں سے دیکھوں گا، وہ کون ہے۔ تم یہاں ٹھہرو۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ وہاں سے چلتا ہوا دوسرے کمرے میں آیا۔ دروازے کو اندر سے بند کیا۔ پھر ایک ٹمبے سے ٹرانسمیٹر کے پاس آکر کھڑا ہوگیا۔ اُسے آپریٹ کرنے کے بعد کوڈ ورڈز ادا کرتے ہوئے بولا: "مَیں روزنی وِلسن عرف کیکڑا بول رہا ہوں۔ مَیں سونیا کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ کیا وہ پلاسٹک سرجری کے ذریعے جوان بن گئی ہے؟"

دوسری طرف سے جواب ملا: "میں یقین سے نہیں کہہ سکتا۔ ہوسکتا ہے وہ ہم سے چھپنے کے لیے چہرے اور عمر میں تبدیلی لے آئی ہو۔ وہ ماسکو میں سپر ماسٹر کے آدمیوں کو دھوکا دے کر یوگوسلاویہ پہنچی پھر ہمارے جاسوس نے اطلاع دی کہ وہ البانیہ میں ہے۔ کیا تم نے اسے مقدونیہ میں دیکھا ہے؟"

"میرے آدمیوں نے دیکھا ہے لیکن وہ ایک نوجوان لڑکی دکھائی دیتی ہے۔"

"پھر تو وہ سونیا ہوگی۔ اُسے گھیر لو، پکڑ لو، کسی طرح بھی ہاتھ سے نکلنے نہ دو۔ سپر ماسٹر اس کے لیے لاکھوں ڈالر دے سکتا ہے، ہم مالا مال ہوجائیں گے تم اُسے قید کرنے کے بعد مجھ سے رابطہ قائم کرو۔ ویسے میرے آدمی بھی تمھارے پاس پہنچیں گے۔ جاؤ، دیر نہ کرو۔"

کیکڑا نے ٹرانسمیٹر کو آف کیا پھر دروازہ کھول کر باہر اپنے آدمیوں کو آواز دی کہ وہ مسلح ہوکر آئیں۔ وہ پنٹو کے ساتھ اُس ہوٹل کی طرف جانے والا تھا جہاں سونیا نظر آئی تھی۔

مَیں اُس شخص کے پاس پہنچ گیا جو ٹرانسمیٹر پر کیکڑا سے باتیں کر رہا تھا۔ وہ سپر ماسٹر کا ایجنٹ تھا۔ مقدونیہ کے جرائم پیشہ افراد کی بستی میں اُسے سپر ماسٹر کی پشت پناہی حاصل تھی۔ اُسے جدید ترین ہتھیار اور بڑی بڑی رقمیں حاصل ہوتی تھیں۔ ایک طرح سے اس علاقے میں اُسے بے تاج بادشاہ کہلانا چاہیے تھا لیکن وہاں دوسری خطرناک تنظیموں کا بھی زور تھا جن میں یہودی تنظیم سرِفہرست تھی۔

اس ایجنٹ نے نائب سپر ماسٹر سے رابطہ قائم کیا۔ نائب کے ذریعے سپر ماسٹر نے حکم دیا: "سونیا ہو یا اس سے ملتی جُلتی کوئی لڑکی ہو، اُسے گھیرنے اور پکڑنے کی حماقت نہ کرو۔ جہاں نظر آئے، فوراً گولی ماردو۔ اگر اس کی لاش ثبوت کے ساتھ ہمارے خاص نمائندوں کو دکھاؤ گے تو وہ مُنہ مانگی رقم ادا کریں گے۔"

مَیں نے سوچا، نائب سپر ماسٹر کی کھوپڑی میں جاکر بتاؤں کہ مَیں زندہ ہوں۔ میری آواز اور دھمکیاں سنتے ہی سپر ماسٹر سونیا کو گولی مارنے کا حکم واپس لے لے گا، لیکن اپنوں کے رویّے نے سمجھا دیا تھا کہ دوسروں کا رویّہ بھی وہی ہوگا۔ دشمن میرے وجود کا یقین نہیں کریں گے لیکن ایک نئے خیال خوانی کرنے والے کی موجودگی سب کو پریشان کردے گی۔ پتا نہیں آئندہ دوست اور دشمن، اپنے اور پرائے میرے متعلق کیا رائے قائم کرنے والے تھے؟

مَیں اُن بدمعاشوں کے دماغوں میں پہنچا جو پنٹو کے ساتھی تھے اور ہوٹل میں بیٹھ کر سونیا کی نگرانی کر رہے تھے۔ وہ ہوٹل کچھ یونہی سا تھا۔ نچلے طبقے کے لوگ وہاں قہوہ پینے یا کچھ کھانے اور ذرا وقت گزارنے آتے تھے۔ سونیا نے سمجھ لیا ہوگا کہ وہاں آرام سے وقت نہیں گزار سکے گی۔ اس لیے قہوے کا بل ادا کرکے جانے لگی۔ دونوں بدمعاش بھی اُس کے پیچھے جانے لگے۔ ہوٹل کے مالک نے اپنے ملازم سے کہا: "پتا نہیں کس ملک سے یہاں مرنے آئی ہے۔ کافی مالدار دکھائی دیتی ہے۔ درندے مال کے ساتھ اس کے بدن کا کپڑا تک نہیں چھوڑیں گے۔"

یہ بات درست تھی۔ درندے تنہا عورت کے پیچھے پڑ جاتے تھے۔ راستوں، گلیوں اور دکانوں میں جو عورتیں نظر آئیں وہ اپنے مردوں کے ساتھ تھیں۔ تمام دکانوں میں آہنی شٹر لگے ہوئے تھے۔ مختلف تنظیموں کے درمیان جیسے ہی گولیوں کا تبادلہ شروع ہوتا تھا، دکاندار اپنے اور مال کے بچاؤ کے لیے فوراً آہنی شٹر گرا کر دکانیں بند کردیتے تھے۔

سونیا اطمینان سے چلتی ہوئی بستی کے باہر ایک کھنڈر میں پہنچی۔ پھر پلٹ کر دیکھا۔ کوئی بیس مسلح افراد اُس کے پیچھے چلے آئے تھے۔ اُس نے پوچھا: "مَیں ایک انار ہوں اور تم بیس بیمار ہو۔ تم میں سے کس کا بھلا ہوگا؟"

ایک نے اپنی بڑھی ہوئی داڑھی کھجاتے ہوئے کہا: "مجھے تیرے پرس کی ضرورت ہے، جو رقم ہوگی وہ صرف میری ہوگی۔"

ایک بدمعاش نے اُس کے مُنہ پر رائفل کا بٹ مارتے ہوئے کہا: "شیر کے مُنہ سے بچے گا تو جھوٹا کھائے گا۔"

پنٹو کے ساتھی نے رائفل والے کو نشانے پر رکھتے ہوئے کہا: "منڈالا! تو شیر ہے اور ہم شیر کے شکاری ہیں۔"

پنٹو کے دوسرے ساتھی نے کہا: "ویسے سمجھوتا ہوسکتا ہے۔ ہم اس کا بھرا ہوا پرس تیرے حوالے کردیں گے لیکن اس دوشیزہ کو ہم لے جائیں گے۔"

دوسرے بدمعاشوں کی بھیڑ میں سے ایک نے کہا: "ہاں، تم آپس میں بانٹ لو۔ ہم یہاں تماشا دیکھنے آئے ہیں۔ ٹھیک ہے یہ تماشا بھی دیکھیں گے کہ ہماری گولیوں کی بوچھاڑ میں کس طرح اسے لے جاؤ گے۔"

سونیا نے کہا: "تم سب مارنے مرنے پر آمادہ ہو لیکن تم میں سے کوئی یہ نہیں چاہے گا کہ مجھ جیسی سونے کی چڑیا مرجائے۔ مَیں گولیوں سے بچنے کے لیے اس دیوار کے پیچھے کھڑی رہوں گی۔ یہاں جو زندہ بچے گا وہ مجھے لے جائے گا۔"

وہ دیوار کے پیچھے ہوگئی۔ اس کے ساتھ ہی فائرنگ ہونے لگی۔ وہاں کوئی کسی کا دوست نہیں تھا۔ ہر ایک کی یہی خواہش تھی کہ وہ تنہا اُنیس بندوں کو مار دے اور اس دوشیزہ کو نقد رقم کے ساتھ لے جائے۔ وہ ایک دوسرے پر جس وحشیانہ انداز میں حملے کر رہے تھے اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ آخر میں جو بھی بچے گا، مقدر سے بچے گا کیونکہ وہ لالچی اور جلد باز تھے۔ جلد سے جلد سونیا اور بھرے ہوئے پرس تک پہنچنے کے لیے اندھا دھند حملے کر رہے تھے اور خود پر ہونے والے حملوں کی زد میں آرہے تھے۔ اُن میں سے کوئی بھی باقاعدہ جنگی مہارت کا حامل نہیں تھا۔

تقریباً آدھے گھنٹے میں میدان صاف ہوگیا۔ ان میں سے چھ سات حرام موت مرے، باقی بُری طرح زخمی ہوئے۔ کوئی اپنے پیروں پر کھڑے رہنے کے قابل نہیں تھا۔ کوئی بیٹھا ہوا اور کوئی اُلٹا ترچھا لیٹا ہوا کراہ رہا تھا۔ کوئی گہری گہری سانسیں کھینچتا ہوا پانی مانگ رہا تھا۔ وہ دیوار کے پیچھے سے نکل کر آئی اور ایک ایک زخمی کے پاس پہنچ کر اُس کے ہتھیار اٹھا کر دور پھینکتی گئی۔ لاشوں کے پاس بھی ایک ہتھیار تک رہنے نہ دیا۔ پھر اُس نے اپنا پرس کھولا۔ اُس میں سے نوٹوں کی ایک گڈی نکالی، اس کے بعد ایک ایک زخمی کے پاس جاکر ایک ایک ڈالر اُن کے سامنے پھینکتے ہوئے بولی: "تم سب زن کے لیے یا زر کے لیے مر رہے تھے۔ میں تمھارے درمیان ہوں مگر تم ہاتھ بڑھا کر مجھے چھو بھی نہیں سکتے۔ مَیں یہ ایک ایک ڈالر دے کر جا رہی ہوں، جسے مرہم کی ضرورت ہے وہ مرہم خرید لے۔ جو لبِ دم پیاسا ہے وہ پانی خرید لے۔"

وہ اطمینان سے قدم اٹھاتی ہوئی وہاں سے جانے لگی۔ جو عورت بیس درندوں میں گھر جائے، وہ اپنے بچاؤ کے لیے تھوڑے بہت ہاتھ پاؤں ضرور مارتی ہے ـــــ سونیا نے بالکل بھی ہاتھ پاؤں کو زحمت نہیں دی تھی اور سب کو چت کردیا تھا۔ تمام زخمی اُسے حسرت سے اُس وقت تک دیکھتے رہے جب تک وہ نظر آتی رہی۔ ان میں سے کتنے ہی زخمی بھیڑیوں کی طرح غیظ و غضب میں تھے۔ اگر ایک چھوٹا سا ہتھیار بھی ان کے پاس ہوتا تو ہاتھ سے جانے والی کو یوں نہ جانے دیتے، گولی مار دیتے مگر وہ ایک چھٹی ہوئی عورت تھی، پہلے ہی اُن کے ہتھیاروں کو اُن سے دور پھینک دیا تھا۔

میں پنٹو کے ایک زخمی ساتھی کے دماغ میں تھا۔ جب وہ نظروں سے اوجھل ہوگئی تو مَیں اُس کے دماغ سے نکل آیا۔

سونیا کو پتا نہیں تھا کہ میں نے کس طرح اس کی حفاظت کی ہے۔ اپنے آلۂ کار کے ذریعے اُن پر حملے کرتا رہا تھا جو دیوار کے پیچھے سونیا کی طرف جانا چاہتے تھے۔ ہر ایک کی خواہش تھی کہ دوسرے لڑتے مرتے رہیں۔ اور وہ چھپ کر دیوار کے پیچھے پہنچ جائے لیکن کسی کی یہ خواہش پوری نہیں ہوئی۔ مَیں نے پوری ہونے نہیں دی۔

پتا نہیں وہ کدھر گئی تھی۔ مَیں اُسے تلاش کرنے پنٹو کے پاس پہنچا۔ وہ، کیکڑا اور اُس کے مسلح غنڈوں کے ساتھ ہوٹل کی طرف جا رہا تھا۔ کھنڈر سے ہونے والی فائرنگ کی آوازوں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

نے انھیں تھوڑی دیر رُکنے اور سوچنے پر مجبور کیا کہ وہاں جاکر فائرنگ کا سبب معلوم کرنا چاہیے۔ پھر کیکڑا نے سوچا اگر کوئی تنظیم کے لوگ ہوں گے تو اُن سے خوامخواہ ٹکراؤ ہوگا۔ اہمیت اُس دوشیزہ کی تھی جو ہوٹل میں دیکھی گئی تھی۔ سپر ماسٹر کے حکم کے مطابق اگر وہ سونیا تھی اور سونیا سے مشابہت رکھتی تھی تب بھی اُسے گولی مارنا ضروری تھا۔"

وہ لوگ تیزی سے چلتے ہوئے ہوٹل کے قریب پہنچے۔ کیکڑا نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا "ہوٹل کو چاروں طرف سے گھیر لو۔ کوئی نوجوان لڑکی کسی بھی راستے سے باہر آئے تو اُسے پکڑ لاؤ اور باندھ کر میرا انتظار کرو۔ میں اس کی صورت دیکھنے کے بعد اُسے گولی ماروں گا۔"

مسلح غنڈے ہوٹل کو چاروں طرف سے گھیرنے لگے۔ پنٹو اپنے باس کیکڑا کے ساتھ ہوٹل میں آیا۔ وہ ہوٹل دن کے وقت چاروں طرف سے کھلا رہتا تھا۔ رات کو ترپال سے ڈھانپ دیا جاتا تھا۔ پنٹو نے چاروں طرف نظریں دوڑائیں۔ پھر ایک میز پر سونیا کو دیکھ کر چونک گیا۔ وہ پہلے والی میز پر نہیں تھی، دوسری میز پر بیٹھی قہوہ پی رہی تھی۔ لیکن اچھی خاصی عمر والی لگ رہی تھی۔ جبکہ وہ ایک گھنٹے پہلے اُسے نوخیز لڑکی کے روپ میں دیکھ کر گیا تھا۔

کیکڑا نے بھی ذرا فاصلے سے عمر رسیدہ سونیا کو دیکھا پھر پنٹو سے کہا "ابھی تم نے کہا تھا یہ نوخیز اور نوجوان ہے۔ خوبصورت دوشیزہ ہے جبکہ یہ تو عمر میں ہماری ماں کے برابر ہے۔"

پنٹو نے کہا "میں حیران ہوں۔ یہ ہوٹل میں بیٹھے ہی بیٹھے کیسے بوڑھی ہوگئی؟ شاید اس نے عارضی میک اپ کیا تھا۔ وہ میک اپ اُتر گیا اور اب یہ اصلی روپ میں آگئی ہے۔"

کیکڑا نے ریوالور نکال کر سونیا کا نشانہ لیا لیکن وہ میری مرضی کے بغیر گولی نہیں چلا سکتا تھا۔ اُس نے کہا "خبردار سونیا! کوئی چالاکی نہ دکھانا تمھارے چاروں طرف موت ہی موت ہے۔ اپنے دونوں ہاتھ میز پر رکھو اور چاروں طرف نظریں گھما کر دیکھ لو۔"

سونیا نے حکم تعمیل کی۔ دونوں ہاتھ میز پر رکھے پھر آس پاس نظریں دوڑائیں۔ ہوٹل کے باہر چاروں طرف مسلح غنڈے دکھائی دے رہے تھے۔ وہ بولی "تم کون ہو اور مجھ سے کیا دشمنی ہے؟"

"سپر ماسٹر کا حکم ہے کہ تمھیں دیکھتے ہی گولی مار دی جائے۔ ۔ ۔"

"اتنی جلدی کیا ہے۔ میرے سامنے کرسی خالی ہے، آؤ بیٹھو ہم دونوں مل کر گولی گولی کھیلیں گے۔"

"میرا مذاق نہ اُڑاؤ۔ میں تمھیں گولی مارنا چاہتا ہوں مگر پتا نہیں کیوں میری اُنگلیاں سیفٹی کیچ نہیں ہٹا رہی ہیں۔ ٹرائیگر نہیں دبا رہی ہیں۔"

پنٹو نے پوچھا "باس! کیا واقعی آپ کی اُنگلیاں آپ کی مرضی کے مطابق حرکت نہیں کررہی ہیں؟ اگر ایسا ہے تو ہماری شامت آگئی ہے۔ سونیا کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا تمھارے دماغ میں ہے۔"

کیکڑا گھبرا کر اونچی آواز میں بولا "کیا میرے دماغ میں کوئی ہے؟"

میں نے کہا "میں ہوں۔"

اُس کے ہاتھ میں ریوالور کانپ گیا۔ میں نے کہا، "تم خاموش رہو گے لیکن میں تمھاری زبان سے بولتا رہوں گا۔ دیکھو اس طرح۔ ۔ ۔"

میں نے اس کی زبان سے اونچی آواز میں غنڈوں سے کہا "میں تمھارا باس حکم دیتا ہوں، واپس چلے جاؤ۔ میری اور سونیا کی دوستی ہورہی ہے۔"

وہ مسلح غنڈے وہاں سے جانے لگے۔ سونیا نے تعجب سے پوچھا "تم مجھ پر مہربان کیوں ہوگئے ہو؟"

اُس نے کہا "تمھارا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے اندر گھس کر مجھے مجبور کررہا ہے۔ کیا مجھ سے دوستی کروگی؟"

وہ حیرانی سے اُسے دیکھتی ہوئی بولی "کیا واقعی تمھارے دماغ میں کوئی ہے؟"

میں نے اُس کی زبان سے کہا "ہاں میں فرہاد بول رہا ہوں سونیا! تم نے تھوڑی دیر پہلے میرے وجود سے انکار کیا تھا، مجھے دشمن سمجھ کر سانس روک لی تھی۔ مجھے دماغ سے نکال دیا تھا۔ دیکھ لو میں کس طرح تمھاری جان بچا رہا ہوں۔ اس کیکڑے کے دماغ میں رہ کر میں نے تمام مسلح افراد کو یہاں سے بھگا دیا ہے۔ کیا اب بھی تم مجھے فرہاد تسلیم نہیں کروگی؟"

پہلے وہ حیران حیران سی تھی پھر ہنسنے لگی۔ میں نے پوچھا "کس بات پر ہنسی آرہی ہے؟"

"پلیز، مذاق نہ کرو۔" وہ بولی "میں مانتی ہوں تم نے بُرے وقت پر میری مدد کی ہے۔ تم بھی مان لو کہ میں کسی کی مدد کے بغیر مسلح دشمنوں کی ایسی کی تیسی کردیتی ہوں۔ پھر بھی میں تمھاری شکر گزار ہوں، تمھیں دوست سمجھتی ہوں لیکن تم فرہاد بننے کا بچگانہ مذاق نہ کرو۔"

"جب تم اسے مذاق سمجھ رہی ہو تو پھر میں کسی کے سامنے خود کو فرہاد نہیں کہوں گا۔ کیا مجھے دماغ میں آنے دوگی؟"

"مجھے افسوس ہے۔ میں نے تمھیں دوست سمجھا ہے لیکن دوستی کے پہلے دن اتنا اعتماد قائم نہیں ہوتا کہ دوست کو گھر کے اندر بلا لیا جائے۔ کیا یہ کہ تم دماغ کے اندر آنا چاہتے ہو۔ میں یقین دلاتی ہوں، ہم بہترین دوست ثابت ہوں گے۔ ذرا صبر سے کام لو اور انتظار کرو۔"

"میں اپنی باتوں میں ضروری بات کہنا بھول گیا۔ اس کیکڑے نے یہاں آنے سے پہلے سپر ماسٹر کے ایجنٹ سے رابطہ قائم کیا تھا۔ وہ ایجنٹ بھی اپنے مسلح آدمیوں کے ساتھ آرہا ہوگا۔ سپر ماسٹر کا حکم ہے کہ تمھیں دیکھتے ہی گولی مار دی جائے۔ ویسے تو میں تمھیں اس کے مسلح آدمیوں سے بچا سکتا ہوں، جیسے کیکڑے کے آدمیوں سے بچایا ہے لیکن کوئی چھپ کر تمھیں نشانہ بنا سکتا ہے۔"

"جو لوگ میری تاک میں رہتے ہیں موت اُن کو تاک کر لے جاتی ہے۔ ویسے تم اچھے دوست ہو۔ دوسری بار دشمنوں کے ارادے سے آگاہ کررہے ہو۔ کیا تم میرے ساتھ رہنا پسند کروگے؟"

"ہم تو ہمیشہ سے ساتھ رہے ہیں۔ اوہ سوری! میں پھر فرہاد کی حیثیت سے بول رہا ہوں، کیا کروں؟ مجبور ہوں، جو ہوں وہی بے اختیار کہہ دیتا ہوں۔ بہرحال میں ساری زندگی تمھارے ساتھ رہنے کو تیار ہوں۔ لیکن کس طرح رہوں گا۔ تم سے ہزاروں میل دور ہوں۔ ابھی کیکڑے کی زبان سے بول رہا ہوں کیا مجھ سے باتیں کرنے کے لیے اسے اپنے ساتھ رکھوگی؟"

"یہ کیکڑا مجھے پسند نہیں ہے۔ جب تک تم جسمانی طور پر میرے پاس نہیں آؤگے میں کسی معقول شخص کو اپنے ساتھ رکھوں گی۔ تم اُس کے دماغ میں رہا کروگے۔ یہ بتاؤ کب آرہے ہو؟"

"مجھے نئی زندگی حاصل کرنے کے بعد تمھارے ساتھ رہنے کی پہلی خوشی نصیب ہورہی ہے۔ میں ابھی یہاں سے روانہ ہو رہا ہوں۔ چوبیس گھنٹے کے اندر تم جہاں رہوگی میں وہاں پہنچ جاؤں گا۔"

اسی وقت سپر ماسٹر کے ایجنٹ کی آواز سنائی دی۔ وہ ہوٹل کی طرف آتے ہوئے پوچھ رہا تھا "مسٹر کیکڑا! تم نے ابھی تک سونیا کو گولی نہیں ماری جبکہ یہ تمھارے سامنے بیٹھی ہوئی ہے۔"

میں نے سونیا سے کہا "فکر نہ کرو، میں ایجنٹ کو کنٹرول کررہا ہوں۔"

میں ایجنٹ کے اندر پہنچ گیا۔ کیکڑا نے مجھ سے نجات پاتے ہی دونوں ہاتھ جوڑ دیے، سونیا کے سامنے گھٹنے ٹیک کر بولا۔ "میری ماں! مجھے معاف کردو۔ میں تمھارا وفادار بن کر رہوں گا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ایک ایسا واقعہ پیش آیا کہ ہم سب حیران رہ گئے۔ وہ نوجوان سونیا نظر آئی جسے پنٹو اور ہوٹل والے پہلے دیکھ چکے تھے۔ ہوٹل کا مالک مسلح غنڈوں کو دیکھ کر سہما ہوا ایک طرف بیٹھا تھا۔ نوجوان سونیا اپنے مخصوص انداز میں چلتی ہوئی اُس کے پاس آئی۔ پھر بولی "کیا اتنی بڑی بستی میں یہی ایک ہوٹل ہے؟ مجھے گھوم کر یہیں آنا پڑا۔ ویسے میں سمجھتی ہوں، تم دل والے ہو کہ اس خطرناک علاقے میں ہوٹل کھلا رکھتے ہو۔"

وہاں جتنے لوگ تھے، حیرانی سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر کبھی بوڑھی سونیا کو کبھی جوان سونیا کو دیکھ رہے تھے۔ بوڑھی سونیا تھوڑی دیر تک سوالیہ نظروں سے آنے والی کو دیکھتی رہی پھر اپنی جگہ سے اُٹھ کر بولی "اے! تم کون ہو؟"

نوجوان سونیا نے ہوٹل کے مالک کی طرف سے پلٹ کر دیکھا پھر اپنی ہمشکل کو دیکھ کر ذرا حیران ہوئی۔ پھر یکبارگی دونوں بانہیں بوڑھی سونیا کی طرف پھیلا کر آگے بڑھتے ہوئے بولی۔ "ممی! میری پیاری ممی! تم یہاں ہو اور میں تمھیں کہاں کہاں ڈھونڈتی پھر رہی ہوں۔"

وہ گلے لگنے کے لیے قریب آئی۔ بوڑھی سونیا نے اُس کے ایک ہاتھ کی انگلیوں میں اپنی انگلیاں ڈال کر کہا "بڑی تیز طرار ہو لیکن میری صورت بنا لینے سے وہ ذہانت نہیں ملے گی، جو مجھے دشمنوں سے بچائے رکھتی ہے۔ تم نے میری جیسی زندہ دلی دکھانے کے لیے اپنی یہ انگلیاں میرے حوالے کردی ہیں۔ اب تو یہ ٹوٹ کر ہی مجھ سے الگ ہوں گی۔"

"ممی! میری پیاری ممی! تمھیں کیا ہوگیا ہے؟ اپنی بیٹی سے پنجہ لڑا رہی ہو۔ دنیا والے کیا کہیں گے؟"

"اچھا تو تم میری بیٹی ہو۔ پھر تو ایک ماں کو صرف انگلیاں نہیں پورے ہاتھ اور پاؤں توڑنے کا بھی حق ہے لیکن اس سے پہلے میں تمھاری حقیقت معلوم کروں گی۔"

میں سپر ماسٹر کے ایجنٹ کے اندر تھا۔ وہ ایجنٹ کو دیکھ کر بولی "میرے اجنبی دوست! ذرا اس لڑکی کے دماغ میں جاؤ اور مجھے بتاؤ اس کے ارادے کیا ہیں؟"

میرے سامنے دو سونیا تھیں۔ دونوں کی آواز اور لب و لہجہ ایک جیسا تھا۔ یکسانیت کے باوجود سوچ کی لہریں اسی کے دماغ میں جائیں گی جو اصل ہوگی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نقل میں کوئی ذرہ برابر ایسی خامی ہوتی ہے جو ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔ سوچ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کی قدرتی پرولز کسی نقال کے دماغ میں نہیں ٹھہرتی، سیدھی اصل کے پاس پہنچتی ہے۔ میں نوجوان سونیا کے دماغ میں آیا۔ وہ بولی "کیا تم وہی فرہاد بننے والے مسخرے ہو؟"

"میری جان! میری سنجیدگی جتنی خطرناک ہوتی ہے میری زندہ دلی میں اتنا ہی مسخرہ پن ہوتا ہے۔ یہ تم اچھی طرح جانتی ہو۔"

"ہاں یاد آیا۔ تم تھوڑی دیر پہلے میرے دماغ میں آکر دوستی کا دم بھر رہے تھے۔ چلو دوستی کا ثبوت دو اور اس بناسپتی سونیا کو چکر دو اور اس کے ارادے معلوم کرو۔"

"یہ تھوڑی دیر پہلے میری نظروں میں آئی ہے، مجھے اپنا اصل لہجہ نہیں سنائے گی۔ اس کے موجودہ لہجے کے ذریعے میں تمھارے ہی دماغ میں آجاؤں گا۔ بہرحال ابھی اسے چکر دیتا ہوں، بعد میں ہم اس کی اصلیت معلوم کریں گے۔"

میں ایجنٹ کے دماغ میں واپس آکر اس کی زبان سے بولا "سونیا! یہ جوان لڑکی ذرا سرپھری ہے۔ تم سے اتنی متاثر ہے کہ اکثر خواب میں تمھیں اپنی ماں کے روپ میں دیکھتی ہے۔ اس نے پلاسٹک سرجری نہیں کرائی ہے۔ یہ پیدائشی طور پر تمھاری ہمشکل ہے۔ آئینہ دیکھتی ہے تو خود کو جوان سونیا اور تمھیں اماں جان کہتی ہے۔ یہ مینٹل کیس ہے۔ کسی کی آلۂ کار نہیں ہے۔"

بوڑھی سونیا نے انگلیوں پر اپنی گرفت ڈھیلی کر دی۔ اُس کا ہاتھ چھوڑ کر بولی "مجھے یقین نہیں آتا کہ یہ پیدائشی طور پر میری ہمشکل ہے اور کسی کی آلۂ کار نہیں ہے۔ مجھے بتاؤ اس کے ماں باپ کون ہیں اور یہ کہاں کی رہنے والی ہے؟"

سونیا نے کہا "خیال خوانی کرنے والے نے میرے متعلق سب کچھ سچ کہا ہے مگر یہ جھوٹ ہے کہ میں سرپھری ہوں۔ میری پیاری اماں! تم سے محبت کرنا کیا پاگل پن ہے؟ تم اس سے کچھ نہ پوچھو۔ میرے ساتھ تنہائی میں کہیں چلو۔ میں سب کے سامنے اپنی اصلیت نہیں بتاؤں گی۔"

بوڑھی سونیا نے کہا "میری نادان بچی! تم جہاں کہو گی وہاں چلوں گی لیکن یاد رکھو تمھاری کوئی بھی چالاکی ایک حماقت ثابت ہوگی۔"

میں نے کہا "فکر نہ کرو۔ میں اس دوشیزہ کے دماغ میں موجود رہوں گا، اسے چالاکی دکھانے کا موقع ہی نہیں دوں گا۔"

وہ بولی "میرے اجنبی دوست! اس خوش فہمی میں نہ رہو کہ میں تم پر بھروسا کر رہی ہوں۔ ہوسکتا ہے تمھارا اس سے پہلے ہی گٹھ جوڑ ہو چکا ہو۔ ہمارا خیال خوانی کرنے والا آرمر، بابا صاحب کے ادارے میں مصروف ہے۔ وہ آئے گا تو تمھارے دماغ میں پہنچ کر اصلیت معلوم کر لے گا۔ فی الحال تم پہاڑ کے ایجنٹ کو یہاں سے جانے دو۔ میں جا رہی ہوں۔"

وہ سونیا کے ساتھ جانے لگی۔ کم بخت ایسے باتیں کر رہی تھی جیسے سچ مچ آرمر اور بابا صاحب کے ادارے سے اس کا تعلق ہو۔ میں نے ایجنٹ سے پوچھا "کیا تم جانتے ہو کہ ایک خیال خوانی کرنے والا پوری فوج کو کس طرح آپس میں مارنے مرنے پر مجبور کر دیتا ہے؟"

وہ گڑگڑا کر بولا "مجھے معاف کردو۔ میں تم لوگوں کے سامنے کبھی دشمن بن کر نہیں آؤں گا۔"

"دانش مندی یہی ہے۔ جاؤ میں تمھیں چھوڑ تا ہوں۔ سب سے کہنا سونیا لوہے کا چنا ہے، جب بھی چبائے گا، دانت ٹوٹ جائیں گے۔"

کیکڑا اور ایجنٹ اپنے مسلح آدمیوں کے ساتھ چلے گئے۔ میں سونیا کے پاس چلا آیا۔ اُس نے سانس روک لی۔ چند سیکنڈ کے بعد میں نے پھر اس کے پاس پہنچتے ہی کہا "دیکھو سانس نہ روکنا۔ میں تمھارا فرہاد، نن... نہیں، تم بھی مسخرہ سمجھو گی۔ میں تمھارا دوست ہوں۔"

"میں دوست نہیں پالتی، چلو چھٹی کرو۔"

اُس نے سانس روکی تو میں باہر نکل گیا۔ فوراً ہی پنٹو کے دماغ پر قبضہ جما کر اُسے اُدھر دوڑایا، جدھر وہ بوڑھی بنا سونیا کو لے گئی تھی۔ پتا چلا ان دونوں کے پیچھے کچھ مسلح افراد چھپ چھپ کر جا رہے ہیں۔ پنٹو نے میری مرضی کے مطابق راستہ بدلا۔ پھر اُن کے پاس پہنچ گیا۔ دونوں سونیا کا تعاقب کرنے والوں میں سے ایک نے گھور کر اُسے دیکھا، پھر کہا "پنٹو! تم جانتے ہو ہم کون ہیں اور کتنے خطرناک ہیں پھر مرنے کیوں آئے ہو؟"

وہ بولا "میں بتانے آیا ہوں کہ اُدھر میدان کی طرف سونیا جا رہی ہے۔"

"ہم جانتے ہیں۔"

"مگر یہ نہیں جانتے کہ وہ دونوں عورتیں سونیا ہیں۔"

دوسرے نے ڈانٹ کر کہا "ہم یہ بھی جانتے ہیں۔ اپنی خوش نصیبی سے فائدہ اٹھا کر بھاگ جاؤ کیونکہ ہم تمھیں گولی مار کر فائرنگ کی آواز اُس جوان سونیا کو نہیں سنانا چاہتے۔"

میں نے پنٹو کو وہاں سے بھگا دیا۔ تعاقب کرنے والوں میں سے دو کی آوازیں سن چکا تھا۔ تیسرے جو تھے بھی آہستہ آہستہ کچھ نہ کچھ بولتے جا رہے تھے۔ میدان کے پاس ایک ٹوٹا ہوا لکڑی کا مکان تھا۔ سونیا پتا نہیں کس طرح اس معمر سونیا کو باتوں میں لگا کر وہاں لے گئی تھی۔ تعاقب کرنے والوں نے اس شکستہ مکان کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ ایک نے کہا "سونیا! تمھارے محافظ پہنچ گئے ہیں۔ تم خیریت سے ہونا؟"

اُس مکان کے اندر کیا ہو رہا تھا، یہ کوئی نہیں جانتا تھا۔ مجھے بعد میں معلوم ہوا۔ سونیا نے اُسے وہاں لے جا کر پوچھا تھا "بوڑھی مینا! اب بولنا شروع کردے، تو کس تنظیم کے لیے سونیا بن کر بھر رہی ہے؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی "مجھے بوڑھی نہ سمجھنا۔ میں نے بڑھاپے کا خول چڑھایا ہے۔ میرے مقابلے پر آنے والے مرد اپنے پیروں سے واپس نہیں جاتے پھر تو کیا چیز ہے۔ تو نے مجھے تنہائی میں گفتگو کرنے کے لیے کہا تب ہی میں سمجھ گئی تھی کہ تیری شامت آگئی ہے۔"

سونیا نے ایک ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا "تو میری انگلیاں توڑنا چاہتی تھی۔"

اُس نے مسکراتے ہوئے سونیا کی انگلیوں میں اپنی انگلیاں پھنسائیں پھر اس کے ساتھ مسکراہٹ بجھ گئی۔ سونیا نے ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر ایک جھٹکے سے اُس کی انگلیاں موڑ دی تھیں۔ وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے دوسرا داؤ استعمال کرنا چاہتی تھی لیکن مڑی ہوئی انگلیوں پر اور دباؤ پڑا تو اس کی چیخیں نکلنے لگیں۔ سونیا نے کہا "میں مانتی ہوں تم نے بڑھاپے کا خول چڑھایا ہے، تم جوان اور شہ زور ہو، لیکن بھری جوانی میں انگلیاں ٹوٹ جائیں گی تو کسی یار کا ہاتھ کیسے پکڑو گی؟ چیخنا بند کرو، میرے سوالوں کا جواب دو۔"

"میں... میں سونیا نہیں ہوں۔"

"سونیا میں ہوں تو تم کیسے ہوسکتی ہو۔ جلدی سے اپنی اصلیت بتاؤ۔"

"مم... مجھے میلوڈی کہتے ہیں۔"

"یہ کوئی نام نہیں ہے۔ تم رک رک کر جواب دو گی اور سوچو گی کہ تمھارا کوئی داؤ چل جائے گا تو یہ تمھاری بھول ہے۔"

اُسی وقت باہر سے گھیرنے والوں نے میلوڈی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "سونیا! تمھارے محافظ پہنچ گئے ہیں، تم خیریت سے ہونا؟"

وہ خیریت سے نہیں تھی۔ انگلیاں ٹوٹنے والی تھیں، شدید تکلیف کے باعث جواب بھی نہیں دے سکتی تھی۔ سونیا نے کہا "تم اسی لیے رک رک کر بول رہی تھیں، تمھیں معلوم تھا کہ تمھارے یہاں پہنچنے والے ہیں۔ بہرحال پہلے انھیں جواب دو کہ اِدھر کوئی آئے گا تو تم اُسے زندہ نہیں ملو گی۔"

وہ جواب دینے کے بجائے چیخنے لگی۔ سونیا اس کی چالاکی سمجھ گئی۔ اِس طرح وہ اپنے ساتھیوں کو یہ جتانا چاہتی تھی کہ وہ مصیبت میں ہے۔ سونیا نے فوراً بلند آواز سے کہا "تم یہ چیخیں سن رہے ہو۔ میں نے سونیا بننے والی اس جوان چھوکری کو عذاب میں مبتلا کر رکھا ہے، ابھی اور دردناک چیخیں سنائی دیں گی۔ تم لوگ باہر رہو، جب تک میں سگنل نہ دوں، کوئی اندر نہ آئے۔"

یہ کہتے ہی اُس نے ایک جھٹکا دیا۔ ہڈیوں کی ہلکی سی کڑکڑاہٹ سنائی دی۔ میلوڈی کے حلق سے دردناک چیخیں نکلنے لگیں۔ باہر کھڑے ہوئے مسلح افراد خوش ہو رہے تھے۔ میں نے پریشان ہو کر سونیا کے دماغ تک چھلانگ لگائی۔ اُس نے سانس روک لی۔ میں مطمئن ہو کر ایک مسلح شخص کے دماغ میں آیا پھر بولا "سونیا! تم نے سانس روک کر بتا دیا ہے کہ عذاب میں کون مبتلا ہے۔ اب میں تمھیں گھیرنے والوں کو ختم کر رہا ہوں، تمھیں گولیوں کی آوازیں سنائی دیں گی لیکن کوئی گولی تمھاری طرف نہیں آئے گی۔"

میں نے اپنے آلۂ کار کے ذریعے فائرنگ شروع کی۔ اُسے دوڑاتا ہوا شکستہ مکان کے چاروں طرف لے گیا۔ فائرنگ کے نتیجے میں دو ہلاک ہوئے۔ باقی دو میں سے ایک چھپ گیا۔ دوسرے نے میرے آلۂ کار کے پاؤں میں گولی مار کر پوچھا "کیا تمھارا دماغ چل گیا ہے؟ تم نے ہمارے دو آدمی مار دیے ہیں۔"

وہ گولی لگتے ہی لڑکھڑا کر زمین پر گرا اور بولا "اُلو کے پٹھے! جب ایک کو سونیا بنا کر لائے ہو تو اس کے پیچھے خیال خوانی کرنے والے لازماً آئیں گے۔ تم لوگ اتنی سی بات بھول گئے تھے۔ میں یاد دلا رہا ہوں۔ مجھے گولی مار دو ورنہ میں تم میں سے کسی کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ایک گولی آکر اُسے لگی۔ وہ ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گیا۔ میں گولی مارنے والے کے پاس پہنچ گیا۔ اُس کے چھپنے والے ساتھی کو آواز دیتے ہوئے بولا "اے اب چھپنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے اُسے مار ڈالا ہے، باہر آجاؤ۔"

وہ ہنستے ہوئے باہر آکر بولا "یہ کم بخت پاگل ہو گیا تھا۔ ہمارے پیچھے پڑ گیا تھا۔"

اُس کے ساتھی نے رائفل سے نشانہ لیتے ہوئے کہا۔ "پاگل تو میں بھی ہو گیا ہوں۔ یہ دیکھو اور دیکھتے ہی چل بسو۔"

اُس نے باہر نکلنے والے کو بھی گولی مار دی۔ میں نے اُس کی زبان سے بلند آواز میں کہا "سونیا! یہ پانچ تھے، چار ختم ہو گئے۔ میں پانچویں کی زبان سے بول رہا ہوں۔ تم کبھی وقت

itsurdu.blogspot.com
itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ضائع نہیں کرتی ہو۔ منٹوں میں فیصلہ کرتی ہو۔ جس عورت کو تم نے عذاب میں مُبتلا کیا ہے اب اس کا دماغ کمزور ہو چکا ہو گا۔ میں اس کے اندر کی تمام باتیں تمہیں فوراً بتا دوں گا۔ مجھے اپنے پاس آ کر اُس کی آواز سننے دو۔"

اُس نے مکان کے اندر سے کہا "تم آ سکتے ہو۔"

مَیں نے پانچویں کو خودکشی کرائی پھر سونیا کے پاس پہنچا۔

اُس نے سانس نہیں روکی۔ میلوڈی سے بولی "اب تم نے زبان نہ کھولی، تو دوسرے ہاتھ کی بھی چاروں اُنگلیاں ٹوٹ جائیں گی۔"

اُس نے دوسرے ہاتھ کو پکڑ کر اُس کی انگلیوں میں انگلیاں پھنسائیں، میلوڈی تڑپ کر بولی "میں بولتی ہوں میرا ہاتھ چھوڑ دو۔ میں بول رہی ہوں تم۔۔ میرا نام جینیفر جانسن ہے۔ میں درد بھری آواز میں گاتی ہوں اس لیے سبھی مجھے میلوڈی کہتے ہیں۔"

مَیں نے اُس کے اندر پہنچ کر کہا "تم یہودی ہو؟"

"ہاں میں یہودی ہوں۔"

پھر وہ چونک کر بولی "نہیں! تم میرے اندر نہیں آ سکتے۔ میں پانچ منٹ تک سانس روک لیتی ہوں۔ بھاگ جاؤ یہاں سے۔"

مَیں نے اُس کی زبان روک دی۔ پھر اُس کی زبان سے کہا "سونیا! باہر اس کے جو مددگار آئے تھے اُن کا تعلق یہودیوں کی تنظیم سے تھا۔ اگر یہ سیدھی طرح سونیا بننے کا مقصد بیان نہ کرے تو دوسرے ہاتھ کی انگلیاں بھی توڑ دو۔ جب تک میں اس کے چور خیالات پڑھتا رہوں گا۔"

وہ بولی "تم سُن رہی ہو میلوڈی! کیا دونوں ہاتھوں سے اپاہج ہونا چاہو گی؟ میں صرف تین تک گن رہی ہوں اس کے بعد تم ہو گی اور تمہاری چیخیں۔ ۔ ۔"

وہ تڑپ کر بولی "میں بتا رہی ہوں۔ میرا ہاتھ چھوڑ دو۔ اگر نہیں بتاؤں گی تو وہ میرے چور خیالات پڑھ رہا ہے میں کوئی بات چھپا نہیں سکوں گی۔"

پھر وہ بتانے لگی۔ یہودی تنظیم کے سربراہوں نے سپر ماسٹر سے اپنے چند مطالبات منوانے کے لیے ایک پلان تیار کیا تھا۔ وہ پارس کو ٹریپ کر کے تل ابیب کے ایک قید خانے میں پہنچانا چاہتے تھے۔ اب یہ اندیشہ نہیں تھا کہ فرہاد بیٹے کی رہائی کے لیے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اُن کے ملک کو نقصان پہنچائے گا۔ ماسکو میں رہنے والے ایک یہودی جاسوس نے بڑے یقین سے یہ اطلاع اسرائیلی حکام تک پہنچائی تھی کہ تاتانہ نے سونیا کو ہلاک کر دیا ہے اور ماسک مین، سونیا کی ہلاکت کو ابھی دنیا والوں سے چھپا رہا ہے۔

اسرائیلی حکام کے لیے یہ بہت بڑی خوش خبری تھی۔ ایک تو فرہاد مر چکا تھا، دوسرا یہ کہ جب تک ماسک مین سونیا کی ہلاکت کو کسی حکمتِ عملی کے باعث چھپاتا تب تک وہ دشمن سونیا سے بہت بڑا کام لے سکتے تھے۔

سونیا نے میلوڈی سے پوچھا "وہ تم سے کیا کام لے رہے ہیں؟"

وہ بولی "تین دن کے بعد شیبا کی برسی ہے۔ پارس اپنی ماں کی قبر پر پھول چڑھانے آ سکتا ہے بشرطیکہ سونیا بھی اُس کے ساتھ تل ابیب جانے کے لیے راضی ہو جائے۔ وہ سونیا کو اپنی ماں کہتا ہے، اُس کی ہر بات مانتا ہے۔ اس لیے میں اُس کے اندر مرحوم ماں شیبا کے لیے جذبات اُبھارنے جا رہی ہوں۔"

"تم پارس سے ملنے کہاں جا رہی ہو؟"

"مجھے بارہ گھنٹے پہلے بتایا گیا ہے کہ پارس روم میں ہے۔"

"تم اُس سے کیسے ملو گی؟"

"آج رات ایک ہیلی کاپٹر مجھے یہاں سے روم پہنچائے گا۔"

سونیا نے رِسٹ واچ دیکھتے ہوئے کہا "پندرہ منٹ میں میرے لیے ایک ہیلی کاپٹر آنے والا ہے۔ میں بھی اپنے بیٹے سے ملنے روم جا رہی ہوں۔ تمہارے پاس ٹرانسمیٹر تو ہو گا؟"

اُس نے گریبان میں ہاتھ ڈال کر ایک ٹرانسمیٹر نکالا۔ سونیا نے کہا "اپنے خاص آدمی سے رابطہ قائم کرو۔ اُس سے کہو کہ سونیا بننے والی نوجوان لڑکی اسمگلروں کی ساتھی تھی، اس کے لیے ایک ہیلی کاپٹر آیا ہے، اس سے پہلے اس لڑکی کے آدمیوں سے سخت مقابلہ ہوا تھا۔ نتیجے میں تمہارے اور اُس کے آدمی مارے گئے ہیں۔ تم اس لڑکی کو زخمی کر کے اُس کے ہیلی کاپٹر میں لے جا رہی ہو۔ راستے میں اسے مار ڈالو گی، پھر روم پہنچ کر اپنے خاص آدمی سے رابطہ قائم کر لو گی۔"

وہ ایک ہاتھ سے ٹرانسمیٹر آپریٹ نہیں کر سکتی تھی کیونکہ دوسرے ہاتھ کی اُنگلیاں ٹوٹی ہوئی تھیں۔ میں نے کہا "سونیا! میں کوڈ ورڈز بتا رہا ہوں، تم میلوڈی بن کر ٹرانسمیٹر پر گفتگو کرو۔ میں تمہاری گفتگو کے دوران اسے بولنے نہیں دوں گا۔"

اُس نے یہی کیا۔ مقدونیہ میں میلوڈی کا جو خاص آدمی تھا، اس سے گفتگو کی۔ اس دوران فرانسیسی حکومت کی طرف

سے سونیا کے لیے ہیلی کاپٹر پہنچ گیا تھا۔ سونیا نے ٹرانسمیٹر کو بند کیا پھر میلوڈی کی گردن کو گرفت میں لے کر کہا "تیزی سے چلو اور ہیلی کاپٹر میں جا کر بیٹھو۔ اس طرح تم زندہ رہو گی۔"

وہ سہمی ہوئی بولی "تم نے میرے خاص آدمی سے کہا ہے کہ جوان سونیا جو ایک عام سی لڑکی ہے اور اسمگلروں سے تعلق رکھتی ہے اُسے تم راستے میں کہیں مار ڈالو گی۔ اس کا مطلب ہے مجھ سے پیچھا چھڑا لو گی۔"

"کیا تمہیں ڈر لگ رہا ہے؟ کیا تم نے سر پر کفن باندھ کر سونیا کا میک اپ نہیں کیا تھا؟"

"ہاں میں جانتی تھی، بازی پلٹ جائے گی تو مجھے موت ملے گی لیکن اب موت کو سامنے دیکھ کر زندگی کی اہمیت معلوم ہو رہی ہے۔"

وہ باتوں میں وقت ضائع کر رہی تھی۔ میں اُسے جبراً چلاتا ہوا شکستہ مکان کے باہر لایا۔ وہ جانے سے انکار کر رہی تھی۔ میں نے اُسے ہیلی کاپٹر میں بٹھایا۔ سونیا نے اندر آ کر سلائیڈنگ دروازے کو بند کیا۔ پائلٹ کو پرواز کرنے کے لیے کہا اور تاکید کی کہ وہ منہ سے آواز نہ نکالے۔ ایک خیال خوانی کرنے والا اجنبی میلوڈی کے اندر موجود ہے۔

میں نے میلوڈی کی زبان سے کہا "سونیا! میں دوست ہوں، تمہارے کام آ رہا ہوں اور تم پائلٹ کو مجھ سے محتاط رہنے کے لیے کہہ رہی ہو۔"

"تمہاری دوستی مجھ سے ہے، پائلٹ سے نہیں۔ پھر ایک دل میں دوستی مکمل نہیں ہوتی۔ اگر تم سمجھدار ہو تو بحث نہ کرو، دوستی کا ثبوت دیتے رہو۔"

ہیلی کاپٹر پرواز کرنے لگا تھا۔ میں نے پوچھا "آخر کب مجھ پر اعتماد کرو گی؟"

"جب تمہارے متعلق معلومات حاصل ہوں گی کہ تم کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟ اور اچانک ٹیلی پیتھی کے آسمان سے کس طرح ٹپک پڑے ہو؟ فار گاڈ سیک، ابھی اپنے متعلق کچھ نہ کہنا۔ پہلے میلوڈی کے بچپن سے لے کر اب تک کی تمام اہم باتیں معلوم کرو۔"

"یعنی تم یہودی تنظیم کی میلوڈی بن کر تل ابیب جاؤ گی اور پارس کو شیبا کی قبر پر پھول چڑھانے کے لیے اُس کی برسی پر لے جاؤ گی۔"

"تم خطرناک حد تک پلان میکر ہو۔ تمہاری ذات سے میری دلچسپی بڑھتی جا رہی ہے۔ میں تمہارا کچا چٹھا معلوم کر کے رہوں گی فی الحال میلوڈی کی ہسٹری معلوم کرو۔"

میں معلوم کرنے لگا۔ ہیلی کاپٹر روم کی سمت پرواز کر رہا تھا۔ یوگوسلاویہ سے اٹلی قریب ہے پھر بھی چار گھنٹے کا سفر ہے۔ میں نے ایک گھنٹے بعد سونیا سے کہا "میں اس عورت کے سلسلے میں چھوٹی بڑی تمام اہم باتیں معلوم کر چکا ہوں لیکن دو باتیں معلوم نہیں ہو سکتیں۔ ایک تو یہ کہ میلوڈی کا چہرہ پلاسٹک سرجری سے پہلے کیسا تھا۔ اس کے پاس اپنی پہلے چہرے والی تصویر موجود نہیں ہے۔ اس کے دوسرے سامان میں ہے جسے یہ مقدونیہ میں چھوڑ آئی ہے۔ دوسری بات یہ کہ تل ابیب میں جن اعلیٰ فوجی افسران اور حکومت کے عہدیداران سے ملتی آئی ہے اور جن سماجی شخصیات سے اس کی شناسائی ہے اُن کے چہروں کو تم وہاں جا کر کیسے پہچانو گی؟"

سونیا نے کہا "یہ ایک مسئلہ ہے لیکن بہت بڑا مسئلہ نہیں ہے۔ میں ایسے معاملات سے نمٹ لوں گی۔ تم میلوڈی کی ہسٹری بیان کرو۔"

میں اُسے ایک ایک بات تفصیل سے بتانے لگا۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ آرمر ایسے وقت سونیا کے دماغ میں پہنچ گیا ہے۔ وہ آرمر سے کہہ رہی تھی "ایک خیال خوانی کرنے والا اجنبی بار بار میرے کام آ رہا ہے۔ پہلے وہ خود کو فرہاد کہہ رہا تھا۔ جب میں نے اُس کا مذاق اُڑایا تو وہ محض دوستی کا دم بھرنے لگا اور اس میں شبہ نہیں کہ اس نے مشکل مراحل میں میری بڑی مدد کی ہے۔"

آرمر نے تعجب سے پوچھا "آخر یہ بہروپیا کون ہو سکتا ہے؟"

"اسے ہم بے نقاب کریں گے۔ فی الحال ایک کام کرو۔ ابھی میں اس اجنبی خیال خوانی کرنے والے کو اپنے دماغ میں بُلا رہی ہوں، وہ میرے پاس آئے گا تو تم میلوڈی کے دماغ میں چلے جانا۔ اُسے کم از کم آٹھ گھنٹے کے لیے گہری نیند سُلا دینا اور اس کے دماغ میں یہ نقش کر دینا کہ کوئی بھی سوچ کی لہر اُسے بیدار کرنا چاہے تو وہ اپنے مقررہ وقت سے پہلے بیدار نہ ہو۔"

"تم میلوڈی کے ساتھ کیا سلوک کرو گی؟"

"ہمارا پائلٹ اسے پیرس لے جائے گا۔ اسے وہاں چھپا کر رکھا جائے گا۔ تم وقتاً فوقتاً میری ضرورت کے مطابق اس کے دماغ سے معلومات حاصل کرتے رہو گے اور وہاں کے تمام فوجی افسران وغیرہ کے دماغوں میں جا کر معلوم کرو گے کہ میلوڈی سے کس کی جان پہچان ہے اور کس سے گہری شناسائی ہے۔ میلوڈی کے رشتے داروں کے پاس بھی جاؤ گے۔ کوشش کرو گے کہ میرے تل ابیب پہنچنے سے پہلے ان تمام متعلقہ افراد کی تصویریں کسی کے ذریعے مجھ تک پہنچ جائیں۔ وہاں پہنچنے پر پہلے میں تصاویر کو ذہن نشین کروں گی پھر اُن کا سامنا کروں گی۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"میں کوشش کروں گا کہ متعلقہ افراد کی تصاویر پہلے ہی تمھارے پاس پہنچ جائیں۔ اُس اجنبی کو اپنے پاس بُلاؤ۔"

سونیا نے میلوڈی کو دیکھتے ہوئے مجھے مخاطب کیا "اجنبی دوست! تم نے بڑی اہم معلومات فراہم کی ہیں۔ میلوڈی کو آرام کرنے دو، تم میرے دماغ میں آؤ۔"

میں نے خوش ہو کر اس کے دماغ میں پہنچتے ہوئے کہا "میری خوش نصیبی ہے کہ تم نے اپنے پاس بُلایا ہے۔"

"کیوں ناشکری کرتے ہو۔ آج کئی بار آ چکے ہو۔"

"ایسا بھی کیا آنا کہ جب چاہتی ہو، سانس روک کر باہر پھینک دیتی ہو۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "ہمیشہ عزت سے آنا اور عزت سے جانا چاہتے ہو تو اپنی اصلیت نہ چھپاؤ۔"

"یوں کہو کہ میں محبت سے آیا کروں اور محبت سے جایا کروں کیونکہ میری محبت امر ہے۔ انسان دنیا سے چلا جاتا ہے اُس کی محبت کسی نہ کسی صورت میں رہ جاتی ہے۔ یہ تمھاری میری سچی محبت کا کرشمہ ہے کہ میں موت کے بعد بھی زندہ ہوں۔ دنیا کہتی ہے فرہاد مر چکا ہے، اب کبھی اس دنیا میں واپس نہیں آئے گا لیکن میں تمھارے پیار کی کشش میں چلا آیا ہوں۔"

"اوہ خدایا! تم پھر بکواس کرنے لگے ہو۔ میں تمھیں کیا سمجھوں؟ تم نے پہلی بار میرے دماغ میں آ کر پرنس ڈیگر کی باتیں سُنی تھیں؟ اُسے بھی فرہاد بننے کا خبط ہے۔ تم بھی اس مرض میں مبتلا ہو۔"

"تم پہلے بھی کہا کرتی تھیں کہ محبت ایک بیماری ہے۔ سمجھنے کی کوشش کرو۔ میں آج بھی اس مرض میں مبتلا ہوں۔"

"تم میرے ایک ایک سوال کا جواب دو۔ پہلا سوال ہے، کیا تم کسی مینٹل اسپتال یا پاگل خانے میں رہ چکے ہو؟"

"تم مجھے پاگل کیوں سمجھتی ہو؟"

"صرف میرے سوال کا جواب دو۔"

"میں کسی پاگل خانے یا مینٹل اسپتال میں نہیں تھا۔"

"دوسرا سوال ہے، کیا پاگل کبھی خود کو پاگل کہتا ہے؟"

"دیکھو، تم اپنے سوالات سے گھیر کر مجھے پاگل ثابت . . ."

وہ میری بات کاٹ کر بولی "صرف سوال کا جواب دو۔"

"تمھارے سوال کی ایسی کی تیسی۔ میں جواب دوں گا کہ پاگل کبھی خود کو پاگل نہیں کہتا تو اس کا مطلب ہوگا کہ میں پاگل ہوں اور خود کو پاگل نہیں سمجھ رہا ہوں۔"

"اچھا ایک اہم سوال ہے۔ سپر ماسٹر کے پاس کتنے خیال خوانی کرنے والے ہیں؟"

"جب میں زندہ تھا، مم . . . میرا مطلب ہے کہ عارضی موت سے قبل میڈونا نامی ایک عورت سپر ماسٹر کی خیال خوانی کرنے والی تھی اور ایک شخص تھا جو پُراسرار بن کر رہتا تھا۔ اس کا نام مجھے معلوم نہیں ہے۔ آج تمھارے پاس آ کر پرنس ڈیگر کا نام معلوم ہوا۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولی "جب تم زندہ تھے اُس وقت بھی خیال خوانی کرنے والے دو ڈیگر تھے۔ وہ ہم پر ظاہر نہیں تھے۔ تمھاری عارضی موت کے بعد، ارے ہاں! یہ عارضی موت کیا ہوتی ہے؟"

میں جواب سوچنے لگا۔ اُسی وقت پرنس ڈیگر کی آواز سنائی دی، وہ کہہ رہا تھا "سونیا! یہ پاگل کون ہے؟"

سونیا نے پوچھا "تم کب آئے؟"

"میں تو آتے ہی تمھیں مخاطب کرتا ہوں لیکن تمھارے دماغ میں دوسری آواز سن کر حیران رہ گیا۔ حیرانی کی بات ہے۔ یہ کہہ رہا تھا کہ پہلے کبھی زندہ تھا۔ پھر عارضی موت مر گیا۔ آخر یہ مُردہ کون ہے؟ اور مُردہ ہے تو کیسے بول رہا ہے؟"

وہ بولی "یہ عجیب و غریب چیز ہے یا تو بہت معصوم اور مظلوم ہے، کسی نے اس خیال خوانی کرنے والے پر تنویمی عمل کیا ہے، اس کے دماغ میں اُلٹی سیدھی باتیں نقش کر دی ہیں یا پھر یہ بہت بڑا مکار ہے۔"

پرنس ڈیگر نے کہا "تمھاری آخری بات درست ہے۔ مجھے کل پتا چلا کہ سپر ماسٹر کے پاس صرف ہم دو ڈیگر نہیں ہیں، کوئی اور بھی خیال خوانی کرنے والا ہے۔ ہو سکتا ہے ایک ہو، دو ہوں یا دس ہوں۔"

سونیا نے کہا "یہ خبر تشویشناک ہے اس کے پاس ٹرانسفارمر مشین تھی، پتا نہیں اُس نے کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کیے ہوں گے۔ ویسے تمھیں کیسے علم ہوا؟"

"دو دن سے میں تمھارے ساتھ مصروف تھا اور دوسرا ڈیگر بیمار پڑا ہوا تھا۔ پھر وہ کون تھا، جو انسان نما روبوٹ کے دماغ میں رہ کر میڈونا کو پیرس سے روم پہنچانا چاہتا تھا۔"

وہ بولی "یہ انسان نما روبوٹ والی بات مجھے معلوم نہیں ہے۔ میں بعد میں معلوم کر لوں گی۔ اہمیت اس بات کی ہے کہ ایک نیا خیال خوانی کرنے والا بھی ہے جو سپر ماسٹر کے لیے میڈونا کو اغوا کرنا چاہتا تھا۔"

پرنس ڈیگر نے کہا "اور وہ نیا خیال خوانی کرنے والا ابھی تمھارے دماغ میں موجود ہے۔"

میں نے غصے سے کہا "تم بکواس کر رہے ہو۔ میں سپر ماسٹر کا خیال خوانی کرنے والا نہیں ہوں۔ میں سپر ماسٹر، ماسک مین، یہودیوں کی تنظیم اور دوسری تمام خطرناک تنظیموں کا دشمن تھا، دشمن ہوں اور دشمن رہوں گا۔ سونیا! تم اس کی باتوں میں نہ آؤ۔"

"میں کوئی نادان بچی نہیں ہوں، کسی کی باتوں میں نہیں آؤں گی۔ تم یہ بتاؤ جب ہم نے تمام ٹرانسفارمر مشینوں کو تباہ کیا تو اس سے پہلے سپر ماسٹر کو درجن بھر ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کرنے کا کتنا موقع ملا ہوگا؟"

میں نے کہا "بے شک، اُسے کافی موقع ملا ہوگا۔"

"اب بتاؤ، کیا اُس نے اپنے کسی خیال خوانی کرنے والے پر تنویمی عمل نہیں کرایا ہوگا؟ اس عمل کے ذریعے اس کی پچھلی زندگی بُھلا دی ہوگی جسے برین واشنگ کہتے ہیں۔"

میں نے پوچھا "وہ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے کی برین واشنگ کیوں کرائے گا؟"

"اس لیے کرائے گا کہ اس کے دماغ میں فرہاد کی ہسٹری بھر دے گا۔ وہ بے چارہ عمل کے بعد خود کو دوبارہ زندگی حاصل کرنے والا فرہاد سمجھے گا۔"

"دیکھو دیکھو، یہ تم مجھے کہہ رہی ہو۔"

"تو پھر سیدھی طرح بتا دو تم کون ہو؟ مگر تم کیا بتاؤ گے؟ میں پہلے بتا چکی ہوں کہ تم تنویمی عمل کے پابند ہو یا پھر بہت بڑے مکار ہو، دونوں ہی صورتوں میں ہمارے لیے خطرناک ہو۔"

"ابھی چھ گھنٹے سے تمھارے کام آ رہا ہوں، تمھارے دشمنوں کو جہنم میں پہنچا رہا ہوں۔ کیا تم میری محبت اور دوستی کو نہیں سمجھو گی؟"

"محبت اور دوستی مکاری سے بھی ہوتی ہے۔ پرنس ڈیگر! میں اس اجنبی کو بھگا رہی ہوں۔ مجھے افسوس ہے سانس روکنے سے تم بھی نکل جاؤ گے۔ ہماری ملاقات پھر کسی وقت ہوگی۔"

"سونیا! ٹھہرو، ابھی سانس نہ . . ."

میرے منع کرنے کے باوجود اُس نے سانس روک لی۔ میں باہر نکلا پھر میلوڈی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کے اندر رہ کر سونیا سے کچھ کہہ سکتا تھا لیکن وہ بے ہوشی کی حد تک نیند میں ڈوبی ہوئی تھی۔ میں نے اُسے آواز دی "میلوڈی! اتنی جلدی کیسے سو گئیں؟ اٹھو میلوڈی! اٹھو۔"

پھر میری سمجھ میں آیا، وہ سوئی نہیں، سُلائی گئی ہے۔ اس کی چار انگلیوں کی ہڈیاں ٹوٹ گئی تھیں۔ وہ تکلیف سے پریشان تھی، بھرپور طبی امداد ملنے اور انگلیوں پر پلاسٹر چڑھانے کے بعد اُسے نیند کی دوا دے کر سُلایا جا سکتا تھا۔ میڈیکل ایڈ سے پہلے یوں گہری نیند نہیں آ سکتی تھی۔ ہاں مگر ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایسا ممکن تھا اور ایسا ہی ہوا تھا۔

میں سمجھ گیا، یہ سونیا کی چال تھی۔ اُس نے مجھے میلوڈی سے دور کر دیا تھا۔ دوسرے لفظوں میں خود کو مجھ سے دور لے گئی تھی۔ اب میں اُس کی مصروفیات کو دیکھ سکتا تھا نہ سمجھ سکتا تھا اور نہ کسی ذریعے سے سمجھا سکتا تھا کہ تم مجھے فرہاد تسلیم نہیں کرتیں نہ سہی، کم از کم دوست مان لو۔ میں دشمن نہیں ہوں۔ آہ! مگر پرنس ڈیگر کی باتوں میں وزن تھا۔ پتا نہیں سپر ماسٹر نے کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو چھپا کر رکھا ہوگا۔ اُن میں سے میں ایک ہوں۔

میں اپنوں سے دور، بہت دور گھنے جنگل کے اُس کاٹیج میں تنہا تھا۔ بہت دیر سے اپنے بستر پر پالتھی مارے بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے اپنے پیروں کو سیدھا کیا پھر افسوس کرتے ہوئے سوچنے لگا کہ پچھلی رات سے اب تک اعلیٰ بی بی، رسونتی، علی تیمور اور سونیا کے پاس جاتا رہا۔ ہر ممکن طریقے سے اپنی حیاتِ نو کا یقین دلاتا رہا مگر کسی نے یقین نہیں کیا۔ میں اُن کے بُرے وقتوں میں کام آتا رہا۔ ایک اعلیٰ بی بی کو موت کے پنجے سے نہ بچا سکا ورنہ رسونتی اور علی تیمور کو سرحد پار کرایا۔ سونیا کے دشمنوں کو آپس میں لڑ مرنے پر مجبور کیا۔ لیکن طرح طرح سے دوست بننے کا ثبوت دینے کے باوجود دشمن سمجھا جا رہا ہوں۔

اتنی مایوسیوں کے بعد بھی اُمید کی ایک کرن تھی، رسونتی اور علی تیمور سمجھ رہے تھے کہ سرحد پار کرتے وقت آرمر نے اُن کی مدد کی ہے اگر میں اُن سے کہتا کہ میں نے آرمر بن کر انھیں دشمنوں سے نجات دلائی ہے تو وہ یہ بات آرمر سے پوچھتے، وہ جواب دیتا کہ سرحد پار کرتے وقت وہ اُن کے پاس نہیں تھا تب انھیں میرے خلوص اور تعاون کا یقین ہوتا۔ میں پھر ایک بار قسمت آزمانے کے لیے رسونتی کے پاس گیا۔

اب اُسے بخار نہیں تھا، وہ علی کے ساتھ ایک چارٹرڈ طیارے میں پیرس کی طرف جا رہی تھی۔ اگرچہ بخار نہیں تھا تاہم کمزوری تھی۔ میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر سکتی تھی۔ اس وقت علی تیمور اُس سے کہہ رہا تھا "ماما! میرے پاس انکل آرمر موجود ہیں۔ جب آپ کو پچھلی زندگی یاد آئے گی تو انکل آرمر بھی یاد آئیں گے۔ یہ نہایت ہی شریف اور سچے انسان ہیں، کسی خاتون کی اجازت کے بغیر اس کے دماغ میں نہیں جاتے۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

یہ آپ سے ضروری باتیں کرنا چاہتے ہیں۔ کیا آپ انھیں آنے کی اجازت دیں گی؟"

رسونتی نے کہا۔"ٹھیک ہے انھیں آنے دو۔"

دوسرے ہی لمحے میں آرمر نے آکر سلام کیا پھر کہا۔"مادام! ایک خیال خوانی کرنے والا کچھ عجیب قسم کا آدمی ہے۔ یہ فیصلہ کرنا ابھی مشکل ہے کہ وہ ہمارا دوست ہے یا دشمن۔ ابھی علی نے بتایا ہے کہ وہ آپ لوگوں کے پاس بھی آچکا ہے۔"

وہ بولی۔"ہاں، وہ میرے دماغ میں آکر خود کو فرہاد کہہ رہا تھا۔"

آرمر نے کہا۔"بالکل ٹھیک، وہ تھوڑی دیر پہلے سونیا کے پاس جاکر بھی یہی کہہ رہا تھا۔ طرح طرح سے وہ خود کو فرہاد ثابت کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ویسے آپ نے اسے بالکل قریب سے دیکھا ہے کیا اُس نے آپ سے کوئی زیادتی کی تھی؟"

آرمر کے اس سوال سے رسونتی کا دل دھڑکنے لگا۔ وہ مجھے شوہر کی حیثیت سے نہیں پہچانتی تھی۔ بیٹے کو اور تمام رشتوں کو بھول گئی تھی لیکن میں نے محبت سے جو زیادتی کی تھی، وہ اُسے یاد آرہی تھی۔ جب بھی میرے پیار کا انداز یاد آتا تھا یوں لگتا تھا جیسے یہ سب کچھ پہلے بھی ہو چکا ہو۔ میں اجنبی ہوں مگر پیار میں بالکل اپنا ہوں۔

وہ ایک گہری سانس لے کر آرمر سے بولی۔"اُس نے کوئی زیادتی نہیں کی۔ میرا دل کہتا ہے، وہ دشمن نہیں ہے، اگر ہوتا تو مجھے بڑی آسانی سے اغوا کر کے سپر ماسٹر یا کسی بھی دشمن کے پاس پہنچا دیتا۔ علی نے اُسے وارننگ دی کہ ہمارے پیچھے ہرگز نہ آئے۔ وہ بے چارہ درخت پر بیٹھا رہ گیا۔ میرے دماغ میں بھی نہیں آیا۔ پتا نہیں وہ کون تھا، فوجیوں سے چھپ رہا تھا۔ یہ سوچ کر ندامت ہوتی ہے کہ ہم اُسے دشمنوں کے درمیان چھوڑ آئے ہیں۔"

"مادام! آپ اُس سے متاثر ہیں؟"

"جو شخص نقصان نہ پہنچائے، تنہا دشمنوں میں گھر جائے، کیا اُس کے لیے ہمدردی سے سوچنا نہیں چاہیے؟ جب ہم پچھلی رات سرحد کے قریب پہنچے تو وہ بہت یاد آیا۔ مجھ میں خیال خوانی کی توانائی نہیں تھی ــــ اگر وہ ہوتا تو اس کی ٹیلی پیتھی کے سہارے ہم سرحدی مورچوں کی پوزیشن سمجھ سکتے تھے۔"

آرمر نے کہا۔"اس کی غیر موجودگی سے کوئی فرق نہیں پڑا۔ آپ ماں بیٹے نے ٹیلی پیتھی کے بغیر سرحد کو پار کیا اور دشمنوں کو بُری طرح شکست دے کر آگئے۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو؟ ہم ٹیلی پیتھی کا سہارا لے کر آئے ہیں، تم نے ہماری مدد کی تھی؟"

"میں نے مدد کی تھی؟ نہیں، میں تو پچھلی رات اپنی بہن جوجو اور سونیا کے معاملات میں پھنسا ہوا تھا۔ میں آپ میں سے کسی کے پاس نہیں آیا تھا۔"

"تم نہیں آئے تھے تو پھر وہ کون تھا؟ وہ خود کو آرمر کہہ رہا تھا۔"

"ٹھہریئے، میں علی سے بات کر کے آتا ہوں۔"

آرمر نے علی تیمور کے پاس آکر پوچھا۔"کیا سرحد پار کرتے وقت تمھیں ٹیلی پیتھی کے ذریعے مدد مل رہی تھی؟"

وہ بولا۔"انکل! آپ کیسا سوال کر رہے ہیں؟ کل رات آپ نے سرحدی چوکی میں گولے بارود کے دھماکوں سے تباہی مچادی۔ میں حیران تھا کہ آپ کبھی ایک چیونٹی کو نہیں مارتے ہیں، پھر بے شمار دشمنوں کو کس دل سے ہلاک کر رہے ہیں۔"

"بائی گاڈ، میں نے کسی کو ہلاک نہیں کیا، کوئی دھماکا نہیں کیا۔ میں پچھلی رات سرحد کے قریب ایک منٹ کے لیے بھی نہیں آیا تھا۔ یہ کوئی چکر ہے۔"

"انکل! آپ ہم سے کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔ اس کا مطلب ہے کوئی آپ کا نام لے کر ہماری مدد کرتا رہا تھا۔"

آرمر نے کہا۔"شاید وہی اجنبی ہوگا جو تمھاری ماما کے دماغ میں آکر خود کو فرہاد کہہ رہا تھا۔"

"سمجھ میں نہیں آتا۔ ہمارے درمیان صرف آپ ہی ایک خیال خوانی کرنے والے ہیں۔ میڈونا قابلِ اعتماد نہیں رہی۔ جوجو کے آپریشن کا زخم ابھی کچا ہے۔ وہ بے چاری بستر سے اٹھ نہیں سکتی، خیال خوانی کی پرواز نہیں کر سکتی۔ ماما بھی پچھلی رات بخار میں مبتلا تھیں۔ باقی تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے دشمن ہیں، وہ کبھی ہمیں سرحد پار نہ کرنے دیتے جبکہ کسی نے آپ کا نام لے کر ہم پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔"

بیٹے نے یہ باتیں ماں کو بتائیں۔ ماں نے کہا۔"خود کو فرہاد کہنے والے نے ہماری مدد کی ہے۔ یہ بات اس طرح سمجھ میں آتی ہے کہ تم نے اُسے گولی مارنے کی دھمکی دی تھی اور ہمارے پیچھے آنے سے منع کیا تھا۔ پھر وہ دماغ میں کیسے آتا۔ ہماری مدد کرنے کا ایک ہی طریقہ تھا۔ اس طریقے پر عمل کرتے ہوئے وہ آرمر بن گیا۔ پھر ہمیں سرحد پار کرانے کے بعد چپ چاپ چلا گیا۔ بیٹے! میرا دل کہتا ہے وہ بہت اچھا ہے۔"

میں رسونتی کی باتیں سن کر خوش ہو رہا تھا۔ وہ میرے لیے سوچتی تھی، میری حمایت میں بولتی تھی۔ یہ ایک قدرتی جذبہ تھا۔ غیر شعوری طور پر وہ میری طرف مائل تھی۔ میں بیوی

اور بیٹے کے پاس پھر ایک بار خود کو فرہاد کہنے آیا تھا لیکن اب کچھ کہنے کی ضرورت نہیں تھی۔ حالات انھیں میری حمایت میں سوچنے پر مجبور کر رہے تھے۔ جب وہ دل سے میرے حامی ہو جاتے، مجھ پر اعتماد کرنے لگتے تو خود کو فرہاد تسلیم کرانا کچھ دشوار نہ ہوتا۔ اس لیے میں چپ چاپ اُن کی باتیں سنتا رہا۔

علی نے کہا۔"انکل! یہ بہت بڑی اور بہت اہم بات ہے۔ کوئی بڑے سے بڑا اور چھوٹے سے چھوٹا دشمن بھی ہمیں سرحد پار کرنے نہ دیتا۔ اس کا مطلب ہے، وہ اجنبی دشمن نہیں ہے۔"

آرمر نے کہا۔"دوست بھی نہیں ہے۔ تم سونیا کے تجربات سے انکار نہیں کر سکتے وہ کہتی ہے، اس اجنبی پر بھروسا نہیں کرنا چاہیے۔ میں نے اُس کی ہدایت پر میلوڈی نامی ایک عورت کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے گہری نیند سلایا تھا، پھر سونیا کو یہ بتانے اُس کے دماغ میں آیا کہ میلوڈی آٹھ گھنٹے سے پہلے بیدار نہیں ہوگی۔ اس وقت سپر ماسٹر کا ٹیلی پیتھی جاننے والا پرنس ڈیگر سونیا سے باتیں کر رہا تھا۔ وہ باتیں سنو گے تو اجنبی پر کبھی بھروسا نہیں کرو گے۔"

"وہ کیا کہہ رہا تھا؟"

آرمر نے کہا۔"پچھلے دو دن سے پرنس ڈیگر، سونیا کے ساتھ تھا، دوسرا ڈیگر بیمار پڑا ہے۔ اس دوران سپر ماسٹر پیرس سے میڈونا کو اغوا کرا کے روم پہنچانا چاہتا تھا۔ اس مقصد کے لیے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا مصروف تھا۔ پرنس ڈیگر نے سپر ماسٹر سے پوچھا تھا کہ یہ نیا خیال خوانی کرنے والا کون ہے؟ لیکن اُسے معقول جواب نہیں دیا گیا۔ اس طرح یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ سپر ماسٹر نے ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے کئی اور ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو پیدا کیا ہے۔ انھیں احتیاطاً دنیا والوں سے اور خصوصاً ہم سے چھپا کر رکھا ہے۔ یہ خیال خوانی کرنے والا جو خود کو فرہاد کہتا ہے، کبھی تمھاری کبھی سونیا کی مدد کرتا آرہا ہے۔ یہ سپر ماسٹر کے خفیہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے ایک ہے۔"

مجھے آرمر پر غصہ آرہا تھا۔ وہ میری بنتی ہوئی بات کو بگاڑ رہا تھا لیکن وہ اتنا سچا، شریف اور پیارا انسان تھا کہ میں اُسے دشمن نہیں کہہ سکتا تھا۔ وہ اپنے طور پر میرے وجود کا تجزیہ کر رہا تھا۔ پھر سپر ماسٹر کے نئے خیال خوانی کرنے والے نے مجھے مشکوک بنا دیا تھا۔ شیبا کی موت کو بھی ایک عرصہ گزر گیا ہے۔ اگر کوئی ہمارے دماغوں میں آکر یقین دلانا چاہے

کہ وہ شیبا ہے اور موت کے بعد پھر زندہ ہو گئی ہے تو کوئی یقین نہیں کرے گا۔ سب یہی کہیں گے کہ سپر ماسٹر کا نیا خیال خوانی کرنے والا کوئی چال چل رہا ہے۔ یہی بات میرے ساتھ ہو رہی تھی۔

میں نے علی سے کہا۔"بیٹے! مجھے اپنی صفائی میں کچھ کہنے دو۔ آرمر ایک نیک انسان ہے۔ یہ کبھی جھوٹ نہیں بولتا لیکن لاعلمی کے باعث کوئی غلط بات کہہ سکتا ہے۔"

آرمر نے کہا۔"تم میری غلطی درست کرو گے تو مجھے خوشی ہوگی۔"

علی نے کہا۔"تم نے آرمر بن کر ہمیں دھوکا دیا لیکن ہمیں سرحد پار کرا کے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے، ہم تمھارا یہ احسان کبھی نہیں بھولیں گے۔"

"احسان کی بات نہیں ہے بیٹا! میں تو محبت سے کام آیا تھا، آیندہ بھی کام آتا رہوں گا۔ تم میری دوستی کو اس طرح سمجھ سکتے ہو کہ اگر میں سپر ماسٹر کا آدمی ہوتا تو آرمر کی غیر موجودگی سے فائدہ اٹھا کر تمھیں سرحدی چوکی پر گرفتار کرا دیتا۔ رسونتی کو سپر ماسٹر کے پاس پہنچا دیتا۔ مجھے ایسا کرنے سے کوئی روک نہیں سکتا تھا۔ بتاؤ کوئی روک سکتا تھا؟"

"بے شک، تمھارا یہ عمل ثابت کرتا ہے کہ تم سپر ماسٹر کے آدمی نہیں ہو لیکن ماسک مین یا یہودی تنظیم کے آلۂ کار ہو سکتے ہو۔ یہ سپر طاقت اور خطرناک تنظیم والے میری ماما کو کبھی سپر ماسٹر کے پاس نہیں دیکھ سکتے۔ اسی لیے انھوں نے تمھارے ذریعے ہمیں سرحد پار کرا دیا۔"

"بیٹے! یہ کیا کہہ رہے ہو۔ کیا ٹیلی پیتھی بچوں کا کھیل ہے کہ اس کے جاننے والے تمام خطرناک تنظیموں میں پیدا ہوتے رہیں؟"

علی نے جواب دیا۔"اب یہ بچوں کا کھیل ہوتا جا رہا ہے۔ ہم کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ اسرائیل میں یہودیوں کے گھر کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا پیدا ہوگا اور وہاں ہماری شیبا ممی پیدا ہو گئی تھیں۔ ماسک مین کو ہماری توقع کے خلاف پاسکل بوبا مل گیا۔ پاسکل بوبا نے دراصل سپر ماسٹر کی ٹرانسفارمر مشین سے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا تھا۔ پھر اپنے ماسٹر کو دھوکا دے کر ماسک مین کے پاس چلا گیا تھا۔ ڈینی دانیال بھی سپر ماسٹر کو چھوڑ کر پہلے ہماری دوستی کا دم بھرتا رہا پھر جہنم میں پہنچ گیا۔ ہو سکتا ہے، تم نے بھی سپر ماسٹر کی ٹرانسفارمر مشین سے استفادہ کرنے کے بعد اُسے چھوڑ دیا ہو اور کسی دوسری سپر طاقت کے لیے ہمارے کام آرہے ہو، ہمیں سپر ماسٹر کے جال سے نکالنے کے بعد آیندہ کسی نئے جال میں اُلجھا سکتے ہو۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"میرے خلاف تمھارے دلائل ٹھوس ہیں لیکن یہ حقیقت نہیں ہے۔"

"تم معقول ثبوت کے ساتھ اپنی حقیقت پیش کرو۔ ہم سرحد پار کرنے کا بہت بڑا احسان اٹھا کر تمھارے بچھائے ہوئے ان دیکھے جال میں نہیں پھنسیں گے۔"

بیٹا مجھ سے معقول ثبوت مانگ رہا تھا اور میرے پاس خود کو فرہاد ثابت کرنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ صرف جناب شیخ صاحب اپنی ایک ہاں سے میری مشکل آسان کر سکتے تھے لیکن وہ ناراض تھے۔ پہلے ہی کہہ چکے تھے کہ میری یہ نئی زندگی دین کے لیے زیادہ ہے اور دنیا کے لیے کم ہے۔ اگر میں دنیا کی طرف زیادہ جھکنا چاہوں گا تو اپنی صحیح شناخت پیش نہیں کر سکوں گا اور یہی ہو رہا تھا۔

علی نے کہا۔ "انکل! آپ تھوڑی دیر بعد رابطہ کریں، میں سانس روک رہا ہوں تاکہ وہ اجنبی مہربان چلا جائے۔"

سانس روکنے سے پہلے ہی میں اس کے دماغ سے نکل کر رسونتی کے پاس آیا پھر بولا۔ "رسونتی! پلیز، بیٹے سے نہ کہنا میں تمھارے پاس ہوں۔ میں تم سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

اس نے پوچھا "کیا علی اب بھی تمھیں دشمن سمجھتا ہے؟"

"ہاں یہ میری بدنصیبی ہے۔"

"کیا میں علی سے بات کروں؟"

"کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ وہ مجھ پر اعتماد نہیں کرے گا۔"

"تعجب ہے۔ تم نے بڑی محنت سے ہمیں سرحد پار کرا کے بے لوث دوستی کا ثبوت دیا ہے۔ اس کے بعد تو تم پر اعتماد کرنا چاہیے۔"

"دراصل سپر ماسٹر کا ایک اور نیا خیال خوانی کرنے والا ظاہر ہوا ہے۔ وہ کون ہے؟ اس کا کیا نام ہے؟ یہ کوئی نہیں جانتا۔ علی اور سونیا وغیرہ مجھ پر شبہ کر رہے ہیں۔ علی کہتا ہے میرا تعلق ماسک مین یا یہودی تنظیم سے ہے۔ میں تم دونوں کو سپر ماسٹر کے جال سے نکال کر دوسری تنظیم کے سربراہ کے پاس پھنساؤں گا۔ علی سمجھتا ہے، میں آئندہ تم ماں بیٹے کے خلاف کوئی چال چلنے والا ہوں۔"

"اگر تم سچے ہو تو میرے بیٹے کی غلط فہمی دور کرو۔ اسے بتاؤ تم کون ہو؟ تمھارا نام کیا ہے؟ کس ملک اور کس شہر میں رہتے ہو؟"

"میں بتاتا ہوں مگر کوئی یقین نہیں کرتا میں فرہاد ہوں۔"

"فرہاد کے تمام دوستوں، دشمنوں اور رشتہ داروں نے اس کی میت دیکھی ہے۔ اسے اپنی آنکھوں کے سامنے دفن کیا ہے۔ پھر وہ تمھیں فرہاد کیسے تسلیم کریں گے؟"

"میرا دل کہتا ہے، تمھاری یادداشت واپس آئے گی تو تم مجھے اپنا جیون ساتھی تسلیم کر لوگی۔ بیوی اپنے شوہر کے پیار کی چھوٹی سے چھوٹی بات یاد رکھتی ہے۔ کبھی سکون سے تنہائی میں سوچو، کیا میری آواز اور لہجے سے تمھارا دل دھڑکتا ہے؟ کیا میرے پیار کا کوئی انداز کبھی اچانک تمھارے دل کو چھو جاتا ہے؟"

وہ شرمانے لگی۔ اسے فرہاد یاد نہیں تھا، فرہاد کی محبت یاد نہیں تھی لیکن گھنے درخت کی شاخ پر بیٹھ کر پیار کے جو مختصر سے لمحات گزرے، وہ یاد آ رہے تھے۔ تھوڑی دیر کے لیے وہ بھول گئی کہ میں اس کے چور خیالات پڑھ رہا ہوں۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی: کیا پیار ایسا ہی ہوتا ہے، بدن میں انگڑائی بھر دیتا ہے۔ اوہ خدایا! میں نے علی تیمور کی سعادت مندی اور خدمت گزاری دیکھ کر اسے اپنا بیٹا مان لیا ہے۔ کچھ ایسا ہو کہ اس اجنبی کی محبت کے انداز میں میرا گم شدہ شوہر مل جائے، اگر فرہاد ہی میرے جسم و جاں کا مالک تھا تو یہی اجنبی فرہاد ہو۔ اس فرہاد کو موت نہ آئی ہو۔ اسے میری عمر لگ جائے میرے مالک!

میں نے کہا۔ "اور میری دعا ہے کہ میری عمر تمھیں لگ جائے تاکہ میرے دونوں بیٹوں کو ماں کی بھرپور ممتا ملتی رہے۔ میرا جینا کیا اور مرنا کیا۔ میں تو جیتے جی اپنوں کے لیے مر چکا ہوں۔ کوئی میرے وجود پر یقین نہیں کر رہا۔"

"پتا نہیں کیا بات ہے۔ میرا دل کہتا ہے تم فرہاد ہو۔ اگر میں نے کبھی کسی کے ساتھ نیکی کی ہو تو اس کے صلے میں خدا میرے دل کا اعتبار درست رکھے۔"

"تم بہت اچھی ہو۔ اتنی بڑی اجنبی دنیا میں ایک تمھارا اعتماد حاصل کر کے مجھے جو خوشی ہو رہی ہے، اسے لفظوں میں بیان نہیں کر سکوں گا۔ آج مجھے ساری دنیا کی دولت مل گئی ہے۔"

وہ چونک کر بولی۔ "اوہ میں کتنی خود غرض ہوں۔ تم سے یہ بھی نہیں پوچھا کہ تنہا جنگل میں کہاں بھٹک رہے ہو؟ کیا کھا پی رہے ہو؟ پچھلی رات سے کہیں سونے کی جگہ ملی ہے یا نہیں؟"

"میں خیریت سے ہوں۔ میری فکر نہ کرو۔"

"یہ سوچ کر دل دکھتا ہے کہ تم اکیلے ہو، بالکل اکیلے..."

"اب اکیلا کہاں رہا۔ تم جو میرے ساتھ ہو۔ میں جلد ہی پیرس آؤں گا۔"

"میرا بیٹا مجھے بابا صاحب کے ادارے میں لے جا رہا ہے۔ یہ ادارہ پیرس کے قریب ہے نا؟"

"ہاں میرا جی بہت چاہتا ہے تم سے ملاقات کروں لیکن یہ خود غرضی ہوگی۔"

"خود غرضی کیوں ہوگی؟"

"اس لیے کہ وہاں تمھارا علاج ہوگا۔ خدا نے چاہا تو جلد ہی تمھاری یادداشت واپس آ جائے گی۔"

"یادداشت جب واپس آئے گی، تب آئے گی۔ میں پیرس میں تم سے ضرور ملاقات کروں گی۔"

"پھر تو میں پیرس نہیں آؤں گا۔ تم مجھے جان سے زیادہ عزیز ہو۔ میں پہلے تمھاری دماغی صحت مندی چاہتا ہوں۔ اس طرح تم ماضی کی تمام یادوں اور محبتوں کے ساتھ مجھے پہچان سکو گی۔"

وہ ناراض ہو کر بولی۔ "اگر نہ پہچان سکوں تو تم ملنے سے انکار کرتے رہو گے۔ جاؤ میں تم سے نہیں بولوں گی۔"

"تم میری محبت اور جذبے کو سمجھو۔ بابا صاحب کے ادارے میں رہ کر تمھیں علاج کے دوران ماضی کی بہت سی باتیں یاد آتی رہیں گی۔"

وہ کچھ نہ بولی، روٹھی رہی۔ اس کے روٹھنے کا انداز اچھا لگتا رہا۔ اور میں اسے مناتا رہا۔ یہ میری نئی زندگی کا نیا رومانس تھا۔ سچ مچ ایسا لگ رہا تھا جیسے جوانی کی ابتدا ہے اور پہلی بار کسی سے محبت کر رہا ہوں۔ وہ بیوی کم اور محبوبہ زیادہ لگ رہی تھی۔ شاید اس لیے کہ اس نے اپنے اندر والی فرہاد کی بیوی کو بھلا دیا تھا۔ سر سے پاؤں تک اور دل سے دماغ تک محبوبہ ہی محبوبہ رہ گئی تھی۔

میں نے کہا۔ "میں ہار گیا تم جیت گئیں۔ غصہ تھوک دو۔ بابا صاحب کے ادارے میں علاج بھی کراتی رہو اور کبھی کبھی پیرس آ کر مجھ سے ملتی بھی رہا کرو۔"

وہ مسکرانے لگی۔ علی کی نظر اس پر گئی۔ اس نے کہا۔ "ماما! آپ بہت خوش ہیں۔ کس بات پر مسکرا رہی ہیں؟"

"وہ... وہ..." رسونتی کو یوں لگا جیسے محبت کی چوری پکڑی گئی ہے۔ وہ گڑبڑانے والی تھی کہ میں نے سنبھال لیا۔ اس کی زبان سے کہا۔ "بیٹے! میں سوچ رہی تھی، آج تمھیں زبان سے بیٹا کہہ کر خوش ہو رہی ہوں۔ کل پرسوں جب پچھلی زندگی یاد آئے گی اور سچ مچ تم میرے بیٹے ثابت ہو گے تو وہ کتنے مسرت بھرے لمحات ہوں گے۔"

"انشاء اللہ جلد ہی برین واشنگ کا توڑ ہو جائے گا۔ آپ پچھلی تمام باتیں یاد آ جائیں گی پھر آپ مجھے بھی بیٹا کہہ کر گلے لگائیں گی۔"

وہ بڑی حسرت اور محبت سے بولی۔ "بیٹے! کیا میں تمھارے باپ کو بھی پہچان لوں گی؟"

"بے شک! آپ ان کی تصویریں دیکھیں گی لیکن بہت روئیں گی۔ پاپا کی یادیں آپ کو بہت تڑپائیں گی۔"

"اگر وہ زندہ ہوں تو؟"

"ماما! پارس، سونیا ممّا، پومی آنٹی، استاد واٹسورو کی اور بابا صاحب کے ادارے کے تمام معزز اور محترم افراد کے ساتھ میں بھی پاپا کی تجہیز و تکفین کے وقت موجود تھا۔ ہم سب کی آنکھوں کے سامنے انھیں سپرد خاک کیا گیا۔ اب آپ ہی بتائیں، کوئی قبر میں جا کر دوبارہ واپس آتا ہے؟"

رسونتی نے میری مرضی کے مطابق کہا۔ "بیٹے! آنکھیں دھوکا کھا سکتی ہیں۔"

"کیا ہزاروں افراد کی آنکھیں بیک وقت دھوکا کھائیں گی؟"

"جو لوگ شعبدے باز ہوتے ہیں، وہ سیکڑوں ہزاروں تماشائیوں کی آنکھوں کے سامنے خالی ہیٹ میں رومال ڈالتے ہیں پھر رومال کی جگہ زندہ، پھڑپھڑاتا ہوا کبوتر نکالتے ہیں۔ یہ نظروں کو فریب دینے کا کمال ہے۔ ہزاروں تماشائی دھوکا کھا جاتے ہیں۔"

علی نے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے رسونتی کو دیکھا۔ وہ بولی۔ "تم اس طرح کیوں دیکھ رہے ہو؟"

اس نے پوچھا۔ "ماما! کیا وہ آپ کے دماغ میں ہے؟"

"آں؟ ہاں۔ وہ آیا تھا، پھر چلا گیا۔"

"آپ سمجھ رہی ہیں چلا گیا کیونکہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتی ہیں۔ وہ چھپا ہوا ہے۔ خود کو فرہاد ثابت کرنے کے لیے آپ کی زبان سے شعبدے بازوں کی مثال دے رہا ہے۔"

"تم سمجھتے ہو تمھاری ماں نادان ہے، وہ ایسی معقول دلیل پیش نہیں کر سکتی!"

"یہ بات نہیں ہے۔ پہلے سپر ماسٹر نے آپ کے دماغ کو نقصان پہنچایا۔ اب کسی دوسری تنظیم کا وہ آلۂ کار آپ کو گمراہ کر کے مجھ سے چھین لینا چاہتا ہے۔ کیا آپ دشمن کی چکنی چپڑی باتوں میں آ کر مجھ سے پھر بچھڑ جانا چاہتی ہیں؟"

"ایسی باتیں نہ کرو۔ میرا علاج کراؤ۔ میری یادداشت واپس لاؤ، پھر مجھے کوئی بہکا نہیں سکے گا۔ میں تمھیں چھوڑ کر کسی دشمن کے ساتھ نہیں جاؤں گی۔"

"ماما! آپ بہت اچھی ہیں۔"

میں نے کہا۔ "رسونتی! تم اپنے ذہن کو دوستوں اور دشمنوں کے معاملے میں نہ الجھاؤ، آرام کرو۔ میں پھر آؤں گا۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اُس نے بڑے پیار سے پوچھا "جلدی آؤ گے؟"

مَیں نے جلدی آنے کا وعدہ کیا پھر دماغی طور پر اپنے کاٹیج میں حاضر ہو گیا۔ پچھلی رات سونے کا موقع نہیں ملا تھا۔ مَیں چند گھنٹے کی نیند پوری کرنے کے بعد یہاں سے پیرس جانے کی کوئی تدبیر کرنا چاہتا تھا۔ اُسی وقت دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی۔ فوج کا ایک افسر دوڑتا ہوا میرے پاس آیا۔ یہ وہی افسر تھا جس سے مَیں نے کہا تھا کہ جس کے گلے کے لاکٹ میں سُرخ نگوں والی صلیب ہو گی۔ وہ جنگل میں ہونے والی اندھا دھند فائرنگ میں سلامت رہے گا۔ اُسے گولی نہیں لگے گی۔ وہی افسر میرے سامنے آ کر ہانپتے ہوئے بولا۔ "تم نے درست کہا تھا۔"

وہ اپنی قمیص کے گریبان میں ہاتھ ڈال کر صلیب نکال کر دکھاتے ہوئے بولا "یہ میرے پاس سُرخ نگوں والی صلیب ہے، کل رات سے اب تک سیکڑوں فوجی جوان اور افسران مارے گئے مَیں مگر میں زندہ سلامت ہوں۔ کتنی ہی گولیاں میرے آس پاس سے گزرتی رہیں۔ ایک گولی تو میرے سینے پر آ کر لگی۔ یہ دیکھو صلیب پر گولی لگنے کا نشان ہے۔ تمھارے بیان کے مطابق مجھے گولی نہیں لگی۔"

مَیں نے اُس کے دماغ میں پہنچ کر اُس کی سوچ میں کہا۔ "اس راہب نے سچا بیان دیا تھا۔ مجھے اس کے کسی کام آنا چاہیے۔"

اِس خیال کے ساتھ ہی اُس نے مجھ سے کہا۔ "مَیں بہت خوش ہوں۔ مجھے بتاؤ مَیں تمھاری کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

"مَیں کسی شہر تک جانا چاہتا ہوں اور آج ہی جانا چاہتا ہوں۔"

"یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ ہمارا ایک ہیلی کاپٹر ضروری سامان لانے جا رہا ہے۔ تم ابھی اس میں جا سکتے ہو۔"

مجھے اس لمحے میں رسونتی پر اور زیادہ پیار آیا۔ جذبۂ عشق سلامت ہو تو عاشق کچے دھاگے سے بندھا چلا آتا ہے۔ یہ اُسی کی بھولی ہوئی زندگی کی اور بھولی ہوئی محبت کی صدائیں تھیں جو اتنی جلدی میرے سفر کا سامان کر رہی تھیں۔

*

نیا ماسک مین آیا تھا۔ شطرنج کی نئی بساط بچھا کر نئی چالیں چلنے کے لیے بالکل تیار تھا۔ ایسے وقت اُس کے نائب نے اطلاع دی کہ آرمر آیا ہے۔ ماسک مین کمپیوٹر کے سامنے آ کر بیٹھ گیا۔ آرمر جو باتیں نائب سے کر رہا تھا۔ نائب وہ باتیں کمپیوٹر اسکرین تک پہنچا رہا تھا۔ اور ماسک مین اپنا جواب نائب کے سامنے رکھے ہوئے کمپیوٹر اسکرین تک ارسال کر رہا تھا۔

آرمر نے کہا۔ "مسٹر نامعلوم! میں تمھیں ماسک مین کا عہدہ حاصل کرنے پر مبارک باد دیتا ہوں۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ سابقہ ماسک مین کی طرح تم غلطیاں نہیں کرو گے۔ مَیں بابا صاحب کے ادارے کی جانب سے محبت اور انسان دوستی کا پیغام لے کر آیا ہوں اور توقع کرتا ہوں کہ ہمارے درمیان جو متنازعہ معاملات ہیں انھیں خوش اسلوبی سے نمٹاؤ گے۔"

ماسک مین نے کہا۔ "مبارک باد کا شکریہ۔ مَیں تمھاری نیک توقعات پر پورا اُترنا چاہتا ہوں۔ ہمارا جھگڑا چشم زدن میں ختم ہو جائے گا تم ہماری تاتیانہ اور پاسکل بُوبا کو واپس کر دو۔ مَیں جوجو اور ماریہ کو تمھارے حوالے کر دوں گا۔ یہ بہت ہی آسان شرط ہے۔"

"تاتیانہ زندہ نہیں ہے۔ جب فریقین میں صلح کا دروازہ کھلتا ہے تو جنگی قیدیوں کے تبادلے کی بات ہوتی ہے۔ جنگ میں مرنے والے سپاہیوں کی واپسی کا مطالبہ نہیں کیا جاتا۔ ہمارے پاس پاسکل بُوبا ایک قیدی ہے اسے ہم نہایت آسان شرط پر تمھارے حوالے کر دیں گے۔"

"مَیں جانتا ہوں تم پاسکل کے عوض جوجو کا مطالبہ کرو گے۔"

"مسٹر نامعلوم! تم ماسک مین کا عہدہ سنبھالتے ہی ذہنی دیوالیہ پن کا ثبوت دے رہے ہو۔ پہلے تم نے مُردہ تاتیانہ کی زندہ واپسی چاہی اور اب میری شرط سننے سے پہلے ہی اپنی کھوکھلی عقل سے جوجو کی بات کر رہے ہو۔"

"مجھ پر چوٹ نہ کرو، کیا تم لوگ جوجو کی واپسی نہیں چاہتے ہو؟"

"ہرگز نہیں۔"

"مجھے حیران اور پریشان کرنے سے پہلے اچھی طرح سوچ کر لو۔"

"مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جوجو میری بہن ہے جسے مَیں باپ کا پیار دیتا رہا ہوں۔ آپریشن کے بعد اُس کا بچگانہ پن ختم ہو چکا ہے۔ آیندہ وہ ایک ذہین خیال خوانی کرنے والی کی حیثیت سے منظرِ عام پر آئے گی۔ ٹیلی پیتھی سب سے خطرناک اور نایاب ہتھیار ہے۔ اگر ہم پاسکل کو تمھارے حوالے کر کے جوجو کا مطالبہ نہیں کریں گے تو تمھارے پاس دو خیال خوانی کرنے والے ہو جائیں گے۔ ہمارا نقصان ہے، تمھارا فائدہ ہے اس کے باوجود جوجو کو اپنے پاس رکھو۔"

"تم ایسی بات کہہ رہے ہو جسے ہم کبھی سوچ بھی نہیں سکتے ہیں بہرحال پاسکل کو واپس کرنے کی شرط کیا ہے؟"

"ماریہ کو ہمارے حوالے کر دو۔"

"تعجب ہے! ٹیلی پیتھی جاننے والی جوجو کے مقابلے میں ماریہ جیسی زہریلی لڑکی کو اہمیت کیوں دے رہے ہو؟"

"یہ سونیا کی حکمتِ عملی ہے میں کچھ نہیں جانتا۔"

"وہ جو کہتی ہے تم سوچے سمجھے بغیر اس پر عمل کرتے ہو؟"

"ہاں یہی کرتا آ رہا ہوں۔"

"مَیں نے سُنا ہے تم نہایت ہی سیدھے اور سچے آدمی ہو۔ لہٰذا سچ بتاؤ، جوجو ہمارے ہی پاس رہے گی؟"

"ہاں تمھارے پاس رہے گی۔"

"تم بھی یہاں آ جاؤ۔ اپنی بہن کے ساتھ رہو۔ اُسے تمھارے جیسے بھائی اور سرپرست کی ضرورت ہے۔"

"مَیں آ جاؤں گا تو تمھارے پاس ٹیلی پیتھی جاننے والے تین ہو جائیں گے۔"

"ہاں یہ سب سے سہانا خواب ہے۔ تم سچی تعبیر بن سکتے ہو۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ تمھیں دولت، شہرت اور عیش و آرام کی تمنا نہیں ہے تم ایک راہب جیسی زندگی گزار رہے ہو لیکن تمھاری بہن کو سب سے زیادہ عزت، سب سے زیادہ شہرت اور سب سے زیادہ دولت کی ضرورت ہو گی تو وہ ہم اسے دیں گے افسوس کہ بھائی کا پیار نہیں دے سکیں گے، اسی لیے کہتا ہوں آ جاؤ۔ اپنی بہن کی خاطر آ جاؤ۔"

"تم اتنی محبت سے کہہ رہے ہو تو یقین کر لو، مَیں آ گیا ہوں تمھارے پاس ہوں، بہن کے پاس بھی جاتا ہوں۔ ایک بھائی کے تمام فرائض ادا کرتا رہتا ہوں۔"

"یہ تو کوئی آنا نہ ہوا۔ خیال خوانی کے ذریعے آؤ گے پھر چلے جایا کرو گے۔ اپنی بہن کے پاس نہیں بیٹھو گے۔ اُس کے سر پر ہاتھ نہیں پھیرو گے۔ تم بھائی بہن خیال خوانی کے ذریعے ملاقات کرتے رہو گے مگر ہمیشہ ایک دوسرے کے لیے بے چین ہو گے؟"

"مسٹر نامعلوم! اتنی دیر سے جوجو کا ذکر ہو رہا ہے اور مَیں انتظار کر رہا ہوں کہ اُسے میری بہن اور مجھے اس کا بھائی کہتے ہوئے تمھیں تھوڑی سی شرم آئے گی۔ یا خدا! یہ کیسی بے حس اور بے شرم دنیا ہے، بہن سے اُس کی یادداشت چھین لی۔ اسے جوجو سے ولینا آندروف بنا دیا۔ اب کس بہن کی سرپرستی کے لیے مجھے اپنے پاس بُلا رہے ہو؟"

"اُس کا نام اور اُس کا ذہن تبدیل ہوا ہے۔ وجود تو وہی تمھاری بہن کا ہے۔ وہ تمھیں نہ پہچانے، تم تو اُسے پہچانتے ہو۔ اُس کے قریب رہو گے تو وہ بھی رفتہ رفتہ بہن کا پیار دینے لگے گی۔ فرق صرف یہ ہو گا کہ تم اُسے جوجو نہیں کہہ سکو گے۔"

"مَیں کہوں گا، ہمیشہ جوجو کہتا رہوں گا، کیونکہ مجھے بہن کے نام سے بھی پیار ہے۔ اگر تم چاہتے ہو کہ مَیں آ جاؤں تو پہلے اُسے میری جوجو بنا دو۔"

"تاکہ وہ بابا صاحب کے ادارے کو، فرہاد کی فیملی کو اور پارس کو اپنا سمجھے۔ ہم نے یہ اپنائیت ختم کرنے کے لیے اُسے آندروف فیملی سے منسوب کیا ہے تاکہ اس کی محبت اور جذبات صرف ہمارے ملک اور ہماری قوم کے لیے ہوں۔"

"یعنی پہلے ایک لڑکی کو اغوا کیا۔ اُسے اُس کے شوہر سے چھین لیا۔ مجھ جیسے بھائی کو اس سے محروم کر دیا۔ نیک نیتی سے تمھارا دور کا بھی تعلق نہیں ہے، پھر کیسے توقع کرتے ہو کہ مَیں جناب شیخ الفارس جیسے نیک اور فرشتہ صفت انسان کو چھوڑ کر تمھارے پاس آ جاؤں گا؟"

ماسک مین نے کہا۔ "میرا خیال ہے، ہم فضول بحث میں وقت ضائع کر رہے ہیں۔"

"اتنی دیر بعد عقل آئی ہے۔ اب بتاؤ ماریہ سے پاسکل کا تبادلہ کر رہے ہو؟"

"اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ تم لوگوں نے پاسکل بُوبا کا برین واش نہیں کیا ہو گا۔"

"ہم پاسکل کو جس حالت میں لے گئے تھے اُسی حالت میں واپس کریں گے۔ جوجو کی طرح اس کا ذہن اور نام تبدیل نہیں کیا ہے۔ میری سچائی پر دوست اور دشمن سب ہی یقین کرتے ہیں۔ مَیں سچ کہتا ہوں کہ وہ چند دنوں میں خیال خوانی کے بھی قابل ہو جائے گا۔ ہم میں تم میں یہی فرق ہے کہ ہم کم ظرف نہیں ہیں۔"

"تم بولتے بولتے کچھ زیادہ ہی بول جاتے ہو۔ صرف کام کی بات کرو۔"

"بات تم کرو گے، تبادلہ منظور ہے یا نہیں؟"

"جوجو جیسی اہم لڑکی کو چھوڑ کر ماریہ کا مطالبہ کر رہے ہو، اس میں کوئی راز ہے۔ مَیں آدھے گھنٹے بعد جواب دوں گا۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ آرمر نے ماریہ کے پاس آ کر اُسے مخاطب کیا۔ وہ زہریلی لڑکی ابتدا میں پرائی سوچ کی لہروں کو نہیں سمجھتی تھی لیکن دماغ پر بوجھ محسوس کرتی تھی۔ رفتہ رفتہ اُسے خیال خوانی کے متعلق بہت کچھ سمجھایا گیا۔ جس پر عمل کرتے ہوئے وہ سانس روکنے لگی تھی۔ آرمر کی سوچ مخصوص کوڈ ورڈز ادا کرتی تھی جس کے بعد وہ باتیں کرتی تھی۔ ورنہ کوئی بھی آتا تو بار بار سانس روک کر اُسے بھگا دیتی تھی۔

وہ پارس کی دیوانی تھی۔ اُس کی خاطر بچپن سے بچھڑے ہوئے ماں باپ کو چھوڑ دیا تھا۔ اتنی بڑی دنیا میں ناگن کو صرف اپنے ناگ سے لگاؤ تھا۔ وہ اور کسی رشتے اور دوستی کو نہیں سمجھتی تھی ماسکو میں اُسے بہلانے کے لیے ایک ڈمی پارس کو اُس کے ساتھ رکھا گیا تھا اور اُسے اچھی طرح سمجھا دیا گیا تھا کہ ماریہ سے خوب محبت کرنا مگر ایک بالشت دور رہنا ورنہ وہ زہریلی حسینہ جہنم کی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

طرف روانہ کرے گی۔

وہ بے چارہ ڈمی اُس سے محبت کرتا تھا، ہنستا مسکراتا رہتا مگر اندر سے سہما رہتا تھا۔ جب وہ گلے میں بانہیں ڈالتی تو ڈمی فوراً الگ ہو کر سمجھاتا تھا: "دیکھو تم نے وعدہ کیا تھا جب تک تمہارے اندر سے سارا زہر نہیں نکلے گا اور ہماری باقاعدہ شادی نہیں ہوگی، تب تک ہم اپنے درمیان کم از کم ایک بالشت کا فاصلہ رکھیں گے۔"

وہ جھنجلا کر پوچھتی تھی: "ہماری شادی کب ہوگی؟"

"جب زہر نکلے گا۔"

"زہر کب نکلے گا؟"

"اس مقصد کے لیے تمہارا علاج ہو رہا ہے، تمہیں دوائیں کھلائی جا رہی ہیں، انجیکشن لگائے جا رہے ہیں۔ زہر رفتہ رفتہ ختم ہوگا۔"

یہ درست تھا۔ وہاں کا ایک ڈاکٹر جو مختلف زہر اور خطرناک زہریلے سانپوں کے متعلق معلومات رکھتا تھا اور زہر کو مختلف ذرائع سے استعمال کرنے کا بھی تجربہ رکھتا تھا، وہ روزانہ ماریہ کے پاس آتا تھا اور اس کا علاج کرتا تھا۔ ڈمی پارس یہی جانتا تھا کہ علاج ہو رہا ہے لیکن اس کے برعکس کچھ اور ہو رہا تھا۔

ڈاکٹر اُس کے اندر زہر میں اضافہ کر رہا تھا۔ پیرس کے ڈاکٹروں نے مسلسل علاج کے ذریعے زہر کو بڑی حد تک کم کیا تھا۔ اُسے نارمل زندگی گزارنے کے قابل بنا رہے تھے۔ اِدھر ماسک مین کی پلاننگ یہ تھی کہ اس زہریلی کو بے حد خطرناک بنا کر اس سے بڑے بڑے کام لیے جا سکتے ہیں کیونکہ زہر ایسا ہتھیار ہے جو نظر نہیں آتا۔ اسے استعمال کرو تو کوئی دھماکا نہیں ہوتا، دشمن بڑی خاموشی سے مر جاتا ہے۔

جب زہریلے سانپ کو بین کے اشاروں پر نچایا جا سکتا ہے تو ایک لڑکی کو ٹریننگ دے کر اپنے احکامات کا پابند بنانا کچھ زیادہ مشکل نہیں تھا۔ ماسک مین کی جانب سے مقرر کی ہوئی ایک ٹیم اُسے ایک عجوبہ بنانے میں مصروف تھی۔ اس ٹیم کا ڈاکٹر اُسے مزید زہریلی بنا رہا تھا۔ ایک تنویمی عمل کرنے والا اُسے اپنی معمولہ بنانے میں ناکام رہا تھا کیونکہ ماریہ کی آنکھیں اتنی زہریلی کشش کی حامل تھیں کہ عامل خود اُن سے سہم جاتا تھا۔ لہٰذا اُس کے ذہن کو، مزاج کو اور وفاداری کو تبدیل کرنے کے لیے دو ماہرِ نفسیات اُسے دماغی طور پر پہلے اُلجھاتے تھے پھر محبت سے اپنے مقاصد کے مطابق سُلجھاتے تھے۔ ایک ماہر اُسے میک اپ کرنے اور طرح طرح کے روپ بدلنے کا ہُنر سکھاتا تھا۔ ماسکو پہنچنے کے بعد وہ بڑے مصروف دن رات گزار رہی تھی۔ اگر کبھی مصروف رہنے سے انکار کرتی تو اسے دھمکی دی جاتی کہ پارس سے ملنے نہیں دیا جائے گا۔

پارس سے ملنے کی دیوانگی اسے مجبور کرتی تھی۔ پارس کے قریب رہنے کی خاطر اُسے جو کہا جاتا تھا، وہ کرتی تھی۔ انھوں نے سوچا تھا، کہ اگر یہ لڑکی کبھی ان کے قابو سے نکلے گی یا سونیا کی چالاکی سے فرار ہو کر پارس کے پاس پہنچے گی تو وہ پارس کا آخری دن ہوگا۔ کیونکہ وہ پہلے کی طرح زہریلی ہوتی جا رہی تھی۔ اس کے برعکس پارس میں صرف زہریلی کشش رہ گئی تھی۔ اندر کا زہر ختم ہو گیا تھا۔ سانپوں کے ڈسنے کا اس پر اثر نہیں ہوتا تھا لیکن ناگن کا زہر برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ ایسی حالت میں وہ کسی دن اپنی ہی دیوانی کے پیار سے مرنے والا تھا۔

اب پتا نہیں وہ کس حد تک زہریلی ہو گئی تھی اور ماہرین سے کیسے کیسے ہنر سیکھ رہی تھی۔ ویسے ایک بات اُس کے دماغ میں اچھی طرح نقش ہو گئی تھی کہ جب تک ماسک مین کی وفادار رہے گی، پارس اُسے ملتا رہے گا۔ اس کی وفاداری کو آزمانے کے لیے اُس سے کہا گیا کہ آرمر دشمن ہے، اُسے دماغ میں نہ آنے دو۔ ماریہ نے کہا: "وہ دشمن نہیں ہے، مجھے بیٹی کہتا ہے، بہت اچھا آدمی ہے۔"

"دشمن اچھا دوست بن کر ملتا ہے۔ میٹھی کہہ کر چکنی چپڑی باتیں کرتا ہے پھر اچانک نقصان پہنچاتا ہے۔"

"بھلا وہ مجھے کیا نقصان پہنچائے گا؟"

"وہ کبھی تم سے کہے گا کہ یہ شہر، یہ ملک چھوڑ کر پیرس چلو۔"

"میں پارس کو چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔"

"اُس نے پیرس میں ایک نوجوان کو نقلی پارس بنا کر رکھا ہے۔ اُس نقلی کی جھلک دکھا کر تم سے کہے گا وہ اصلی ہے اور یہاں جس پارس سے روز ملتی ہو وہ نقلی ہے۔ تب تم کیا کرو گی؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی: "میں روز اُسے آنکھوں سے دیکھتی ہوں، اُس کی باتیں سنتی ہوں، اُسے خوب اچھی طرح پہچانتی ہوں، وہ نقلی نہیں ہو سکتا۔"

"آرمر جس کی بات کرے گا وہ بھی دیکھنے سننے میں اصلی پارس لگے گا پھر تم فیصلہ کیسے کرو گی؟"

اُس نے پھر ہنستے ہوئے کہا: "ایک بار پارس نے کہا تھا، محبت کرنے والے اپنی صداؤں سے، اپنی اداؤں سے اور اپنی وفاؤں سے پہچانے جاتے ہیں۔"

وہ ہنستے ہنستے سنجیدہ ہو گئی۔ چند لمحے سوچتی رہی پھر بولی: "میں پارس سے روز ملتی ہوں، اس کی وفاؤں سے اُس کی محبت کا یقین کرتی ہوں لیکن جب وہ مجھے صدا دیتا ہے اور پیار کے لمحات میں دُور ہونے کی جو ادائیں دکھاتا ہے تو مجھے کھٹکنے لگتا ہے۔ اِس میں وفائیں ہیں لیکن ادائیں اور صدائیں ویسی نہیں ہیں جیسی پیرس میں ہوا کرتی تھیں۔"

"تمہیں کھٹکنا نہیں چاہیے۔ اکثر حالات کے تحت آدمی کا موڈ بدلتا ہے۔ موڈ بدلنے سے آواز میں سختی پھر نرمی اور کبھی گرمی پیدا ہوتی ہے۔ اس کی حرکتیں بھی ذرا مختلف ہو جاتی ہیں۔ تم اس انداز میں سوچو گی تو آرمر تمہیں بہکانے میں آسانی سے کامیاب ہو جائے گا۔"

"مجھے پارس کے سلسلے میں کوئی بہکا نہیں سکے گا۔ میں ہزاروں پارسوں کی بھیڑ میں اپنے ناگ کو پہچان لوں گی۔"

"بھئی، کیسے پہچانو گی؟"

"میں اُسے پیار کروں گی، اگر میرا زہر برداشت کرے گا تو وہی میرا پارس ہوگا۔ اُسے آنے دو، آج میں ضرور اُسے پیار کروں گی۔"

اُسے مشورے دینے والا پریشان ہو کر بولا: "ایسا غضب نہ کرنا۔ یہ کوئی آزمانے کا طریقہ نہیں ہے۔"

ماریہ نے پوچھا: "یہ جو روز ملنے آتا ہے کیا یہ اصلی پارس نہیں ہے؟"

"بھئی، اصلی ہے لیکن علاج کے ذریعے اس کا زہر ختم کر دیا گیا ہے۔ یہ اب تمہارا زہر برداشت نہیں کر سکے گا۔"

"میں ایسی نادان بھی نہیں ہوں، اتنا سمجھتی ہوں جو زہریلا ہو جائے، اُس کا زہر کم تو ہو سکتا ہے، ختم نہیں ہو سکتا۔ میں نے لندن کے نامور ڈاکٹروں سے یہ بات سُنی ہے۔"

"لندن کے ڈاکٹر بکواس کرتے ہیں۔ تم پارس کو پیار نہیں کرو گی۔"

"میں کروں گی۔ تم مجھے روکنے والے کون ہوتے ہو؟"

وہ خاموشی سے اُٹھ گیا۔ ماریہ کی آنکھیں غصّے میں غضبناک ہو جاتی تھیں، وہ اُس سے دُور دروازے پر گیا پھر بولا: "جب تک تم پیار کا ارادہ نہیں بدلو گی، ہم پارس کو تمہارے پاس آنے نہیں دیں گے۔"

وہ اچانک کمزور پڑ گئی، غصّہ بھول گئی، عاجزی سے بولی: "میں اُس سے دُور رہوں گی، وعدہ کرتی ہوں، روز کی طرح اُس سے ملوں گی۔"

"ہماری دوسری شرط یہ ہے کہ آرمر کو دماغ میں آنے نہیں دو گی۔"

"وہ میرا کون سا سگا ہے، اُسے آنے نہیں دوں گی۔"

"شاباش! تمہارا پارس اپنے وقت پر آ جائے گا۔"

وہ مشورے دینے والا چلا گیا۔ اس کے جانے کے تھوڑی دیر بعد آرمر نے اُسے مخاطب کیا۔ مخصوص کوڈ ورڈز ادا کیے۔ وہ بولی: "آرمر بھائی! تم چلے جاؤ۔ اگر نہیں جاؤ گے تو میں اپنی سانس روک لوں گی۔"

آرمر نے پوچھا: "بیٹی! مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی ہے؟"

"کیا تم بیٹی کہہ کر مجھے بہکانا چاہتے ہو، یہ کہنا چاہتے ہو کہ اصلی پارس یہاں نہیں پیرس میں ہے۔"

"یہ تم سے کس نے کہہ دیا؟ آج تک میں نے تم سے اصلی نقلی کی بات نہیں کی۔ میرا ایمان ہے جھوٹ کی کمزوری جلد ہی ظاہر ہو جاتی ہے اور تم تو دل کی گہرائیوں سے پارس کو چاہتی ہو۔ جب بھی دماغ پر ذرا سا زور دو گی، کسی بھی فریبی کو پہچان لو گی۔"

"یعنی تم یہ نہیں کہو گے کہ مجھے اس پارس کو چھوڑ کر پیرس جانا چاہیے؟"

"بیٹی! تم خود گواہ ہو، میں نے پہلے کبھی پارس کے سلسلے میں تم سے گفتگو نہیں کی پھر آئندہ کیوں کروں گا!"

"اِس کا مطلب ہے یہاں جس سے روز ملتی ہوں یہی میرا پارس ہے؟"

"محبت تم کرتی ہو۔ تم اُسے پہچان سکتی ہو۔ میں دور رہ کر اُسے کیسے پہچان سکتا ہوں۔"

"اُس کے دماغ میں جا کر معلوم کر سکتے ہو؟"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"تم جتنی زہریلی ہو اُتنی ہی معصوم ہو۔ یہ نہیں جانتی ہو کہ تنویمی عمل کے ذریعے دماغ کو محدود کر دیا جاتا ہے۔ خیال خوانی کرنے والے ایک حد تک دماغ کو پڑھ سکتے ہیں مگر اس کی گہرائی کو نہیں سمجھ سکتے۔ بیٹی! میرا ایک مشورہ یاد رکھو، کسی کی نہ سنو، اپنی عقل سے اچھے بُرے، جھوٹے اور سچے کو سمجھنے کی کوشش کرتی رہو۔ ایسی کوششوں سے ذہانت بڑھتی ہے۔"

"آرمر بھائی! تم بہت اچھے ہو۔ میں تمھیں دماغ میں آنے دوں گی اور اُن لوگوں سے کہوں گی کہ سانس روک کر تمھیں بھگا دیتی ہوں۔ ایسا نہیں کہوں گی تو پارس کو مجھ سے ملنے نہیں دیں گے۔"

"تم جیسا بہتر سمجھتی ہو ویسا کرو۔"

"مجھے ایک مشورہ دو، کیا پارس کو آزمانا چاہیے؟"

"محبت آزمائشوں سے گزرتے رہنے کا نام ہے۔ صرف پارس ہی نہیں دوسروں کو بھی کبھی زہر سے کبھی ذہانت سے آزماتی رہا کرو۔"

"ٹھیک ہے، میں ایسا ہی کروں گی۔"

"میں جا رہا ہوں۔ تھوڑی دیر بعد آؤں گا۔"

آرمر نے ٹھیک آدھے گھنٹے بعد ماسک مین سے رابطہ کیا۔ پھر پوچھا "میں ابھی ماریہ کے پاس جانا چاہتا تھا، وہ سانس روک لیتی ہے۔ تم لوگوں نے اُسے میرے خلاف بھڑکایا ہے۔"

"ہم نے احتیاطاً ایسا کیا ہے تاکہ تم اُسے ہمارے خلاف نہ بہکا سکو، بہرحال ہمیں تمھاری شرط منظور ہے۔ تم پاسکل کو ہمارے پاس بھیج دو، ہم ماریہ کو یہاں سے روانہ کر دیں گے۔"

"افسوس! وہ شرط ختم ہو چکی ہے۔ ماریہ کو بھی اب اپنے پاس رکھو۔"

وہ حیرانی سے بولا "یہ کیا کہہ رہے ہو؟ آدھا گھنٹہ پہلے تم ماریہ کا مطالبہ کر رہے تھے۔"

"اُس وقت معلوم نہیں تھا کہ تم لوگوں نے ماریہ کو ہمارا دشمن بنا دیا ہے۔"

"یہ جھوٹ ہے، ماریہ کے مطالبے سے انکار نہ کرو۔ ہمارا پاسکل بوبا ہمارے حوالے کرو۔ تم سیدھے سادے آدمی ہو، یہ ہیرا پھیری اور سیاسی چالوں کو نہیں سمجھتے ہو، بہتر ہے، سونیا کے پاس جاؤ اور اس سے مشورہ کرو۔"

"تمھارا یہ مشورہ معقول ہے، میں سونیا کے پاس جا رہا ہوں، ایک گھنٹے بعد تم سے گفتگو ہوگی گڈ بائی۔"

آرمر نے پہلی بار جناب تبریزی صاحب یا سونیا سے مشورہ کیے بغیر ماریہ کے مطالبے سے انحراف کیا تھا۔ اپنی مرضی سے ایک اہم فیصلہ کیا تھا۔ دراصل وہ ماریہ کے چور خیالات کو پڑھ چکا تھا وہ روز ملاقات کرنے والے پارس کو آج آزمانے والی تھی۔ اس آزمائش کے نتیجے میں ماسک مین کی مشکلات بڑھنے والی تھیں۔ اس کے پاس ماریہ کو مطمئن کرنے والی پارس کی دوسری ڈمی نہیں ہوگی۔ اگر ہوگی تو ماریہ اُسے بھی آزمائے گی۔ ان حالات میں وہ گلے میں ہڈی کی طرح اٹک جائے گی۔ ماسک مین اسے نہ نگل سکے گا نہ اُگل سکے گا۔ پھر کیا کرے گا؟ وہ یہی دیکھنا چاہتا تھا۔

سونیا نے یہ تمام باتیں سُن کر کہا "شاباش آرمر! تم نے ماریہ کے مطالبے سے انکار کر کے دانشمندی کا ثبوت دیا ہے۔ اب تم فوراً ماسک مین کے پاس جا کر اس بات پر زور دو گے کہ ماریہ کو جسمانی یا دماغی نقصان نہ پہنچے اور نہ ہی اُسے حبسِ بے جا میں رکھا جائے ورنہ ماریہ کا ایک ناخن ٹوٹے گا تو اِدھر پاسکل بوبا کا پورا ہاتھ ٹوٹ جائے گا۔ ماریہ کو صدمہ پہنچے گا تو پاسکل کو دماغی مریض بنا دیا جائے گا۔"

وہ تھوڑی دیر تک سونیا سے داؤ پیچ سیکھتا رہا پھر ماریہ کے پاس آیا۔ ڈمی پارس اُس سے ملنے آیا تھا۔ اس سے پیار بھری باتیں کر رہا تھا۔ ماریہ نے کہا "تم خواہ کتنی ہی محبت جتاؤ اب وہ پیرس والی بات نہیں رہی ہے۔"

اُس نے پوچھا "پیرس میں کیا بات تھی؟"

"وہاں رکاوٹ نہیں تھی۔ تم مجھ سے ڈرتے نہیں تھے۔ گلے لگتے ہی بھاگتے نہیں تھے۔ اب تمھیں کیا ہو گیا ہے؟"

وہ بولا "میرے اندر کا زہر نکال کر مجھے نارمل زندگی گزارنے کے قابل بنا دیا گیا ہے۔ ایسی حالت میں تمھارا زہر ناقابلِ برداشت ہوگا۔"

"یہ کیسا علاج ہے کہ تمھارا زہر ختم ہو گیا ہے اور میرا زہر ختم نہیں ہو رہا ہے؟"

"تم بچپن سے زہریلی ہو۔ تمھیں نارمل ہونے میں وقت لگے گا۔"

"میں ایک بات اچھی طرح سمجھتی ہوں وہ یہ کہ میں ہمیشہ زہریلی رہوں گی اور پہلے کی طرح پھر تمھیں زہریلا بناؤں گی۔ ہماری پہلی ملاقات یاد ہے؟ میں نے ہلکا سا زہر تمھارے جسم میں پہنچایا تھا اور تم زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا ہو گئے تھے۔ میں نے تمھیں مرنے نہیں دیا تھا۔ آج بھی ہلکا سا زہر دوں گی، اتنا ہلکا سا کہ تم برداشت کر لو گے۔"

"نہیں، ایسا نہ کرنا، میں برداشت نہیں کر پاؤں گا۔"

"میں تمھاری برداشت کی حد کو پہلی ملاقات سے سمجھتی آ رہی ہوں۔ رفتہ رفتہ علاج سے میرا بھلا نہ ہوا۔ میں رفتہ رفتہ تمھیں اپنے برابر زہریلا بنا دوں گی پھر تم میرے ساتھ ازدواجی زندگی گزارنے کے قابل ہو جاؤ گے۔"

وہ بانہیں پھیلا کر اُس کے قریب آئی۔ وہ پیچھے ہٹ کر بولا "پلیز، مجھ سے دور رہو۔ آج تمھیں کیا ہو گیا ہے؟"

"یہی میں پوچھتی ہوں تمھیں کیا ہو گیا ہے۔ جب میں روز تمھیں پیار کرتی تھی تو میرے دیوانے بن جاتے تھے۔ اسپتال کے ڈاکٹروں نے ہمیں ایک دوسرے سے دور الگ کمروں میں رکھا تھا پھر بھی تم چھپ کر میرے پیار کا زہر حاصل کرنے پہنچ جاتے تھے آج وہی تم ہو کر مجھ سے دور بھاگ رہے ہو۔"

"میں بھاگتا نہیں ہوں۔ اس وقت کا انتظار کرنا چاہتا ہوں جب میری طرح تم بھی زہر سے خالی ہو جاؤ گی۔"

"پارس! میرے صبر کا امتحان نہ لو۔ جب سے میں ماسکو سے آئی ہوں تم مجھ سے بھاگے بھاگے پھرتے ہو۔ دن رات حسرت سے سوچتی ہوں کب مجھے سینے سے لگاؤ گے؟ آج ایک لمحے کے لیے صرف ایک لمحے کے لیے گلے لگا لو۔"

وہ آگے بڑھی۔ ڈمی سہم کر دروازے کی طرف جاتے ہوئے بولا "آج تم خطرناک ہو گئی ہو۔ یہاں آنے سے پہلے ایک افسر نے مجھے بتایا تھا کہ تم اصلی اور نقلی کو پہچاننا چاہتی ہو۔ اس لیے مجھے محتاط رہنا چاہیے۔ اگر تم فاصلہ نہیں رکھو گی تو میں چلا جاؤں گا پھر بلاتی رہو گی تب بھی نہیں آؤں گا۔"

اس کی آنکھیں غضب ناک ہو گئیں۔ آرمر نے کہا "وہ تمھاری آنکھوں سے سہم کر بھاگ جائے گا۔ غصہ کرو گی تو عقل سے کام نہیں لے سکو گی۔ اس سے سچ اگلوانے کی کوشش کرو۔"

ماریہ نے نظریں جھکا لیں پھر آہستہ سے کہا "ٹھیک ہے ہمارے درمیان فاصلہ رہے گا، میں گلے لگانے کی ضد نہیں کروں گی لیکن ہم ایک دوسرے کا ہاتھ تو تھام سکتے ہیں۔"

وہ ہچکچانے لگا۔ وہ بولی "کیا ہاتھ پکڑنا بھی گناہ ہے؟"

وہ حوصلہ کرتے ہوئے اپنا ہاتھ اُس کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا "تمھارے اندر واقعی زہریلی کشش ہے۔ میں تمھاری طرف کھنچا جاتا ہوں۔ تمھاری آنکھیں مجھے لُوٹ لیتی ہیں۔ مگر یاد رکھو، ہاتھ پکڑ کر زبردستی کرو گی تو میں تمھارا ہاتھ توڑ دوں گا۔ تم نازک سی لڑکی ہو مجھ سے زور آزمائی کی حماقت نہ کرنا۔"

وہ اُس کا ہاتھ تھام کر بولی "مجھے آج پتا چلا کہ تم میری محبت کے صلے میں ہاتھ بھی توڑ سکتے ہو۔ اتنی زحمت اٹھانے کے بجائے سچ نہیں بول سکتے؟"

"کیسا سچ؟"

"یہی کہ پہلے والے پارس کیوں نہیں ہو؟ مجھ سے سہمے ہوئے کیوں رہتے ہو؟"

"ایسی باتیں کرو گی تو ہاتھ چھڑا لوں گا۔"

"بہت دنوں بعد ہاتھ آئے ہو۔ اب تمھاری واپسی ناممکن ہے۔"

اس نے ایک جھٹکے سے ہاتھ چھڑا لیا۔ ماریہ اس حرکت کے لیے پہلے سے تیار تھی۔ اُس نے خود ہی ہاتھ چھوڑتے ہوئے اس کی کلائی میں اپنے ناخنوں سے خراشیں ڈال دیں۔ ڈمی کو ہلکی سی جلن کا احساس ہوا۔ اُس نے کلائی کو دیکھا۔ جلن بڑھتی ہی جا رہی تھی۔ وہ سرد لہجے میں بولی "میرے پارس ہو تو ان خراشوں کو برداشت کر لو گے کیونکہ یہ بہت ہلکی سی خوراک ہے اور اگر بہروپیے ہو تو تیزی سے بھاگو۔ جتنی جلدی ڈاکٹروں کی امداد حاصل کر سکتے ہو، کرو۔ تمھارا خدا ہی حافظ ہے۔"

وہ دونوں ہاتھ اٹھا کر چیخ مارتے ہوئے بولا "اگر مجھے کچھ ہوا تو میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ میں تجھے... تجھے..."

اُس کی آواز حلق میں اٹکنے لگی۔ زہر کی تاثیر بڑھتی جا رہی تھی، آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا رہا تھا۔ تکلیف برداشت نہیں ہو رہی تھی۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا دروازے تک آیا پھر اُسے کھول کر سیکیورٹی گارڈز کو آوازیں دینے لگا۔ الفاظ صاف طور سے نکل

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

نہیں رہے تھے۔ اُس کی پکار چیخ بن گئی تھی، ماریہ کی رہائش گاہ کے اطراف میں سخت پہرا رہتا تھا۔ پہرا دینے والے دوڑتے ہوئے آئے۔ اس وقت تک ڈمی کے مُنہ سے جھاگ نکلنے لگے تھے۔ انھیں سمجھنے میں دیر نہ لگی۔ دو سپاہی اُسے اٹھا کر دوڑتے ہوئے گاڑی کی طرف گئے۔ سیکیورٹی افسر ٹرانسمیٹر کے ذریعے متعلقہ افسر سے رابطہ قائم کر رہا تھا۔

آرمر نے کہا۔ "بیٹی! یہ تم نے کیا کیا؟ میں نے کہا تھا سچ اگلوانے کی کوشش کرو۔"

"آرمر بھائی! میں جھوٹ اور فریب برداشت نہیں کر سکتی۔ پھر میں نے ناخنوں کی ہلکی سی خراشیں لگائی تھیں۔ اگر میرے دانت لگ جاتے تو یہیں پھڑ پھڑا کر مر جاتا۔ یہ سچ ہے کہ جھوٹ کمزور ہوتا ہے، سچ کی ایک چٹکی میں مر جاتا ہے۔"

"میری بچی! اب یہاں کے لوگ تم پر سختیاں کریں گے۔ تم حوصلہ نہ ہارنا۔ میں تمھاری حفاظت کا انتظام کرنے جا رہا ہوں۔"

وہ نائب کے پاس آیا۔ نائب نے ماسک مین کو اطلاع دی۔ تینوں کے درمیانی رابطے سے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے ماسک مین نے کہا۔ "مسٹر آرمر! جب تم سونیا سے مشورہ کرنے گئے تھے تب ہی میرے مشیروں کو خطرے کا احساس ہوا تھا۔ ابھی مجھے اطلاع ملی ہے کہ ماریہ نے ڈمی پارس کو ڈس لیا ہے۔ سپاہی اُسے فوری طبی امداد کے لیے اسپتال لے جا رہے تھے۔ اُس نے راستے ہی میں دَم توڑ دیا۔"

آرمر نے پوچھا۔ "وہ تو نارمل تھی، ابنارمل کیسے ہو گئی؟"

"معصوم نہ بنو۔ تم نے اُسے بہکایا ہے۔"

"بہت خوب! ایک تو اُسے منع کر دیا کہ مجھے دماغ میں نہ آنے دے۔ وہ سانس روک لیتی ہے۔ پھر میں اُسے کیسے بہکا سکتا ہوں۔"

"تم لوگ بہت مکار ہو، پتا نہیں کیسے کیسے ہتھکنڈے استعمال کرتے ہو۔"

"مسٹر نامعلوم! . . ."

"میں نامعلوم نہیں، ماسک مین ہوں۔"

"ایسی ہی غلطیاں کرتے رہے تو آج ہی ماسک مین کے عہدے سے چھٹی ہو جائے گی۔ ذرا سوچو اور سمجھو۔ وہ روز صبح و شام ڈمی سے ملتی تھی، اُس سے محبت سے پیش آتی تھی۔ آج اُس کے مزاج کے خلاف تم لوگوں نے کیسی باتیں کی ہیں۔ اُسے کس نے غصہ دلایا ہے۔ یہ ناگن کی فطرت ہے، وہ اپنے راستے جاتی ہے کوئی اُسے چھیڑے تو غصے میں ڈس لیتی ہے۔"

"ہمیں نہ سمجھاؤ، ہم اُس زہریلی کو روانہ کر رہے ہیں۔ بتاؤ کس ملک اور کس شہر میں پاسکل سے اُس کا تبادلہ ہوگا؟"

"تم عجیب احمق ہو۔ میں تبادلے سے انکار کر رہا ہوں اور تم اسی بات کو دہرا رہے ہو۔"

"تم انکار کیوں کر رہے ہو؟"

"سونیا کہتی ہے، پتا نہیں اس عرصے میں اُسے کس قدر زہریلی بنا دیا گیا ہے۔ وہ ہمارے پاس آکر ہمارے پارس کو نقصان پہنچائے گی۔"

"ہم بھی اس ناگن کو یہاں نہیں رکھیں گے۔ اُسے گولی مار دیں گے۔"

"ٹھیک ہے یہ بتا دو ہم پاسکل بوبا کی لاش کہاں پہنچائیں گے؟"

"تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"یہی کہ آنکھ کے بدلے آنکھ، جان کے بدلے جان۔ تم ماریہ کو گولی مارو گے ہم پاسکل کو ٹھائیں سے اُڑا دیں گے۔"

"تم بلیک میل کر رہے ہو۔ دھمکی دے رہے ہو۔"

"پہلے تم نے ماریہ کو گولی مارنے کی دھمکی دی ہے۔"

"جب تم اُسے واپس لینا نہیں چاہتے تو ہم اُس کے ساتھ کوئی بھی سلوک کر سکتے ہیں۔"

"سلوک انسانی بھی ہوتا ہے اور غیر انسانی بھی۔ اگر جانور بنو گے تو تمھارے اکلوتے خیال خوانی کرنے والے کو بھی جانور بنا دیا جائے گا۔ یاد رکھو، ماریہ کو سرکاری یا غیر سرکاری طور پر معمولی سی بھی سزا نہ دی جائے۔ اس لڑکی کو حبسِ بے جا میں نہ رکھا جائے۔ بڑی احتیاط سے اُس کی حفاظت کی جائے۔ اگر اُسے کوئی اتفاقی حادثہ بھی پیش آئے گا تو ناقابلِ تلافی نقصان اٹھاؤ گے۔"

"یہ کیسی زبردستی ہے۔ اُسے واپس کیوں نہیں لے جاتے؟"

"ہم کیوں لے جائیں۔ اغوا تم نے کیا تھا، تمھیں اس کی سزا ملتی رہے گی۔ ہم ایسا کیوں کر رہے ہیں؟ ذرا دماغ پر زور دو تو ہمارا طریقۂ کار سمجھ میں آجائے گا۔"

"ذرا ٹھہرو، میں ابھی بات کرتا ہوں۔"

ماسک مین کے پیچھے کئی مشیر بیٹھے ہوئے تھے۔ اُن میں ایک اعلیٰ حاکم، فوج کے تین اعلیٰ افسران اور انٹیلی جنس کے دو بڑے عہدے دار بھی تھے۔ ماسک مین نے اُن سے پوچھا۔ "کیا اُن کا طریقۂ کار سمجھ میں آرہا ہے؟"

ایک فوجی افسر نے کہا۔ "یہ لوگ اُلجھی ہوئی باتیں بھی کرتے ہیں اور اُلجھی ہوئی چالیں بھی چلتے ہیں۔"

دوسرے نے کہا۔ "یہ لوگ نہ کہو صرف سونیا کی بات کرو۔ فرہاد کی جگہ وہ مر جاتی تو بہتر ہوتا۔"

تیسرے نے کہا۔ "اُسے کوسنے سے اُس کی چالیں سمجھ میں نہیں آئیں گی، سمجھنے کے لیے عقل کی ضرورت ہے۔"

"تو تم ہی اپنی عقل کا کرشمہ دکھاؤ۔"

"بے شک، میری عقل کام کر رہی ہے۔ سونیا ابھی ماریہ کے ذریعے ہمیں سبق سکھا رہی ہے کہ آیندہ جوجو کے سلسلے میں بھی یہی کیا جائے گا۔ آرمر نے اسی لیے اپنی چہیتی بہن کی واپسی سے انکار کیا ہے۔ جب جوجو پوری طرح صحت مند . . ."

ایک افسر نے ٹوکتے ہوئے کہا۔ "قطع کلامی کی معافی چاہتا ہوں۔ تم ہمارے منصوبوں کے خلاف اُسے جوجو کہہ رہے ہو جبکہ وہ مولینا آندروف ہے۔"

وہ بولا۔ "سوری! مجھ سے غلطی ہوئی، آیندہ یاد رکھوں گا، ہاں تو میں کہہ رہا تھا جب مولینا آندروف پوری طرح صحت یاب ہو کر ہمارے لیے خیال خوانی کرے گی تو وہ بات بات پر اعتراض کریں گے کہ مولینا کی ٹیلی پیتھی فلاں معاملے میں نقصان پہنچا رہی ہے۔ اُسے یوں نہیں کرنا چاہیے، یوں کرنا چاہیے۔ اگر ہم اُن کی بات نہیں مانیں گے تو وہ پھر پاسکل بوبا کو نقصان پہنچانے کی دھمکی دیں گے۔"

ایک نے کہا۔ "تمھاری بات درست لگتی ہے، وہ ماریہ کے معاملے میں ایسی دھمکیاں دے رہے ہیں، مولینا کے سلسلے میں اس سے زیادہ شدت اختیار کریں گے۔"

دوسرے نے پوچھا۔ "جب مولینا ہر پہلو سے ہماری وفادار ہوگی، ہر طرح سے ہمارے کام آئے گی تو کیا ہم پاسکل بوبا کا نقصان برداشت نہیں کر سکیں گے؟"

"ہرگز نہیں۔ پاسکل بوبا ہمارا آزمودہ وفادار ہے۔ ہمیں ہر حال میں اُسے واپس حاصل کرنے کی پالیسی اختیار کرنی چاہیے۔ اس طرح ہمارے پاس دو خیال خوانی کرنے والے وفادار ہو جائیں گے۔"

سب نے اس مشورے کی تائید کی۔ یہ متفقہ فیصلہ ہوا کہ پاسکل کو ہر حال میں واپس لانے کی پالیسی پر عمل کیا جائے۔ یہ اندیشہ نہ کیا جائے کہ سونیا اور آرمر، پاسکل کو تنویمی عمل کے ذریعے اپنا معمول بنا چکے ہوں گے جس طرح انھوں نے جوجو کا آپریشن کرانے کے بعد بھی اُس کی ٹیلی پیتھی کے علم کو برقرار رکھا ہے اسی طرح پاسکل کا برین واش کر کے اس کے علم کو برقرار رکھا جائے گا۔

ماسک مین نے کمپیوٹر کے ذریعے آرمر سے کہا۔ "سونیا کی اُلجھی ہوئی چالیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں اور ہم زیادہ پیچیدگیوں میں جانا بھی نہیں چاہتے۔ ہم کسی شرط کے بغیر ماریہ کو چوبیس گھنٹوں کے اندر پیرس پہنچا دیں گے۔ ہمارے لوگ اُسے لائے تھے لہٰذا اُسے واپس پہنچانے کی ذمے داری ہماری ہے۔"

آرمر نے کہا۔ "تم اتنی شرافت کا ثبوت دینے جا رہے ہو؟ مجھے یقین نہیں آرہا ہے۔"

"تمھیں چند گھنٹوں میں یقین آجائے گا۔ تم پاسکل بوبا کی واپسی کی بات کرو۔"

"میں ابھی سونیا سے پوچھ کر جواب دیتا ہوں۔"

اُس نے سونیا سے بات کی۔ وہ بولی۔ "کسی شرط کے بغیر ماریہ کی واپسی کا مطلب ہے، وہ زہریلی مصیبت اپنے سر سے ٹال رہے ہیں اور اُن کی سمجھ میں آگیا ہے کہ ہم جوجو کے معاملے میں بھی انھیں اسی طرح پریشان کریں گے، اسی لیے اب وہ پاسکل کی واپسی پر زور دیتے رہیں گے۔"

"انھیں کیا جواب دوں؟"

"اڑتالیس گھنٹے بعد پاسکل اُن کے پاس پہنچ جائے گا۔"

"کیا کہہ رہی ہو؟ توازن بگڑ جائے گا۔ ہم اپنی جوجو کے لیے انھیں اپنے دباؤ میں نہیں رکھ سکیں گے۔"

"آرمر! اڑتالیس گھنٹے بعد ماسک مین کو دن میں تارے نظر آئیں گے جو کہہ رہی ہوں، وہ جاکر کہہ دو۔ اُس کے بعد میرے پاس آؤ۔"

آرمر نے وہی بات ماسک مین کے پاس جاکر کہہ دی۔ اُس نے پوچھا۔ "اِس بات کی کیا ضمانت ہے کہ اڑتالیس گھنٹے بعد پاسکل ہمیں مل جائے گا؟"

"ہم نے ماریہ کے سلسلے میں تم سے ضمانت طلب کی؟ تم کسی شرط کے بغیر اُسے واپس کر رہے ہو۔ ہم بھی کسی شرط کے بغیر پاسکل کو تمھارے حوالے کر رہے ہیں۔ یقین کر سکتے ہو تو کرو۔ یقین نہ کرنے کی صورت میں بھی پاسکل تمھارے پاس پہنچے گا۔ میرا خیال ہے، اس کے بعد کسی بحث کی گنجائش نہیں رہی۔ خدا حافظ!"

اُس نے ماریہ کے پاس آکر دیکھا۔ فوجی جوان اُسے اپنی رائفلوں کی زد پر رکھے ہوئے تھے۔ اس کے مُنہ پر ٹیپ چپکا دیا گیا تھا اور دونوں ہاتھ پیچھے باندھے گئے تھے۔ ایک افسر فون پر باتیں کر رہا تھا۔ میں نے ماریہ کے ذریعے اس کی آواز اور لہجے کو سُنا پھر کہا۔ "بیٹی! صبر کرو۔ میں ابھی تمھیں رہائی دلاتا ہوں۔"

وہ افسر کے دماغ میں آگیا۔ فون پر دوسری طرف سے کہا جا رہا تھا۔ "ماریہ کو فوراً آزاد کر دو۔ اُسے معمولی سی تکلیف بھی نہیں پہنچنی چاہیے۔ اُسے کسی قسم کی شکایت نہیں ہونی چاہیے۔"

"آل رائٹ سر! ہم حکم کی تعمیل کر رہے ہیں۔"

اُس نے ریسیور رکھ کر سپاہیوں کو حکم دیا۔ "اِسے آزاد کر دو۔ دیکھو مِس ماریہ! ہم تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ تمھیں کوئی شکایت ہوگی تو ہم اُسے دُور کریں گے۔ وعدہ کرو تم ہمیں نقصان نہیں پہنچاؤ گی۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اُس کا مُنہ کُھل چکا تھا۔ اُس نے کہا "مجھے دھوکا دینے والوں پر غصہ آتا ہے۔ اُس نے پارس بن کر دھوکا دیا، میں نے اُسے ڈس لیا۔ تم مجھے رہا کر رہے ہو۔ میں تمھیں نقصان نہیں پہنچاؤں گی۔"

آرمر نے کہا "ماسک مین تمھیں میرے خلاف بھڑکا رہا تھا۔ ایسے میں اگر میں کہتا کہ تمھارا اپنا پارس یہاں نہیں پیرس میں ہے تو تم کبھی یقین نہ کرتیں، اب کرو گی۔"

"ضرور یقین کروں گی۔ کیا وہ پیرس میں ہے؟"

"ابھی تو نہیں ہے، جب تم وہاں پہنچو گی تو وہ ہزاروں میل کا فاصلہ طے کر کے تمھارے پاس پہنچے گا لیکن ایک بات کہنا چاہتا ہوں، تم یقین کرو گی؟"

"آرمر بھائی! تم بہت اچھے ہو، بہت سچے ہو، ضرور یقین کروں گی۔"

"ماسک مین کا ڈاکٹر تمھیں نارمل نہیں بنا رہا تھا، تمھیں پہلے کی طرح زہریلا بنا رہا تھا۔ پتا نہیں تم کس حد تک زہریلی بن چکی ہو، پیرس پہنچو گی تو تمھارا معائنہ کیا جائے گا۔ باقاعدہ علاج ہوگا۔ جب تک ڈاکٹری رپورٹ تمھیں نارمل نہ بتائے تم اپنے پارس کو نہیں آزماؤ گی۔"

"میں وعدہ کرتی ہوں، پہلے علاج کراؤں گی۔ لیکن میں پیرس کیسے جاؤں گی؟"

"ماسک مین تمھیں چوبیس گھنٹوں کے اندر وہاں پہنچائے گا۔"

"مگر وہ تو دشمن ہے۔"

"تمھاری سونیا ممّا نے اُسے مجبور کیا ہے، ماسک مین کا جو خیال خوانی کرنے والا پاسکل یوُبا تمھارے اغوا کا ذمّے دار ہے اُسے سونیا نے اغوا کر کے قیدی بنا لیا ہے۔ ماسک مین اپنے قیدی کو رہائی دلانے کے لیے تمھیں ہمارے پاس پہنچانے والا ہے۔ تم آرام سے رہو، میں پھر آؤں گا۔"

آرمر نے سونیا کے پاس آ کر تمام باتیں بتائیں پھر پوچھا "تم نے مجھے ابھی آنے کے لیے کیوں کہا تھا؟"

وہ بولی "تم نے بتایا ہے کہ وہ اجنبی خیال خوانی کرنے والا علی تیمور اور رسونتی کے پاس بھی جاتا ہے۔"

"ہاں، مادام کا دماغ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتا، اس لیے اُسے مادام کے پاس ہی جگہ ملتی ہے۔"

"رسونتی سے جا کر کہو، جب بھی وہ آئے تو میرے پاس بھیج دے۔"

"آپ اُس سے کوئی کام لینا چاہتی ہیں؟"

"اُس نے میرا بڑا کام کیا ہے۔ علی اور رسونتی کو بھی سرحد پار کرایا ہے، ہم سے دوستی کی قسم کھاتا ہے۔ میں اس کی دوستی کی حد دیکھنا چاہتی ہوں۔"

"کیا جوجو کے معاملے میں اس پر کسی طرح کا اعتماد کرو گی؟"

"اُسے آزمانے کی حد تک اعتماد کروں گی۔ تم جانتے ہو، میں آخری داؤ سنبھال کر رکھتی ہوں۔"

وہ علی کے پاس آیا۔ ماں بیٹے بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ گئے تھے۔ خیال خوانی کی ضرورت نہیں تھی، ماں بیٹے چند قدم کے فاصلے پر اپنی رہائش گاہ میں تھے۔ اس نے کہا "ابھی سونیا سے میری بات ہوئی ہے۔ اُس نے کہا ہے، وہ اجنبی خیال خوانی کرنے والا تمھارے یا مادام کے پاس آئے تو اُسے سونیا کے پاس بھیج دیں۔"

میں رسونتی کے دماغ میں تھا۔ اُس سے پیار کی میٹھی میٹھی باتیں کر رہا تھا۔ اس ادارے میں دو دن سے اس کا علاج ہو رہا تھا جس کے نتیجے میں دماغی توانائی حاصل ہوئی تھی، وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرنے لگی تھی۔ ہم نے کوڈ ورڈز مقرر کر لیے تھے۔ میں نے آرمر کو دیکھتے ہی کہا "میں تھوڑی دیر کے لیے جا رہا ہوں ورنہ وہ تمھارے دماغ میں آئے گا تو میری موجودگی کے باعث تم اُسے محسوس نہیں کر سکو گی اور وہ ہماری باتیں سُن لے گا۔"

"وہ بہت نیک آدمی ہے۔ پہلے میرے بیٹے کے ذریعے دماغ میں آنے کی اجازت حاصل کرتا ہے پھر آتا ہے اور اس وقت تو یہ سامنے موجود ہے، دماغ میں نہیں آئے گا۔ تم نہ جاؤ۔"

"اچھا یہ تو کہہ دو کہ تم پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرنے لگی ہو۔"

اُس نے آرمر سے کہا "شاید وہ تھوڑی دیر پہلے آیا تھا، میں نے محسوس کرتے ہی سانس روک لی۔ اب آئے گا تو تمھارا پیغام سُنا دوں گی۔"

میں نے پندرہ بیس منٹ کے بعد علی تیمور کو مخاطب کیا۔ اُس نے پوچھا "کون ہے؟"

"میں ہوں جس کے لیے تم لوگوں کے دلوں میں ذرا سی بھی جگہ نہیں ہے۔ اب تمھاری ماما بھی سانس روکنے لگی ہیں۔"

اُس نے جواب میں کہا "یہ اندازہ مشکل ہے کہ تم کتنے بے شرم ہو۔ ہم بھگاتے ہیں اور تم بار بار چلے آتے ہو۔"

"نالائق! اپنے باپ کو بے شرم کہتے ہوئے شرم نہیں آتی؟"

وہ ناگواری سے بولا "ذرا سامنے آ کر خود کو باپ کہو، میں ایک ہی ہاتھ میں تمھارے باپ دادا تک تمھیں پہنچا

دوں گا۔ جب دیکھ رہے ہو کہ ہم تمھارے فریب میں نہیں آ رہے ہیں تو کوئی دوسری چال چلو یا ہمارا پیچھا چھوڑ دو۔"

"اچھی بات ہے، میں جا رہا ہوں۔ اب کبھی نہیں آؤں گا۔"

وہ جلدی سے بولا "ارے ٹھہرو، ابھی نہ جانا، تم سے ایک کام ہے۔"

"بہت خوب، ذلیل کر کے بھگاتے بھی ہو اور مجھ سے کام بھی لینا چاہتے ہو۔"

"زیادہ اکڑ نہ دکھاؤ۔ کام ہمیں نہیں ہے، سونیا ممّا تم سے بات کرنا چاہتی ہیں۔"

"کیا بات کرنا چاہتی ہیں؟"

"میں نہیں جانتا۔ اگر ممّا کے پاس ہوتا تو انھیں مشورہ دیتا کہ تمھارے جیسے پاگل سے کوئی کام نہ لیں۔"

"اچھی بات ہے، میں جا کر تمھارا مشورہ سُنا دیتا ہوں۔"

میں نے سونیا کے پاس آ کر کہا "میں وہی ہوں جسے تم لوگ ضرورت کے وقت جوتے کی طرح پہنتے ہو۔ پھر اُتار کر کمرے کے باہر چھوڑ دیتے ہو تاکہ قالین گندہ نہ ہو۔"

وہ مسکرا کر بولی "اس سے بہتر تمھاری تعریف نہیں ہو سکتی۔"

"اگر تم لوگوں سے دل اور خون کا رشتہ نہ ہوتا تو میں تھوک کر چلا جاتا۔"

"ارے تم تو ناراض ہو گئے پہلے تو اپنی سونیا کے مذاق کا جواب مذاق سے دیا کرتے تھے، آج غصہ کیوں آ رہا ہے۔ کیا تم فرہاد نہیں ہو؟"

میں نے حیرانی سے پوچھا "تم مجھے فرہاد سمجھ رہی ہو۔ کیا سچ مچ فرہاد سمجھ رہی ہو یا مذاق اُڑا رہی ہو؟"

"نہیں فرہاد! تمھارے جانے کے بعد مجھے غلطی کا احساس ہوا لیکن غلطی کا دُکھ کم ہوا، خوشی بے حد ہوئی کہ تم میرے لیے زندہ ہو۔ میں دشمنوں کی بھیڑ میں تنہا نہیں ہوں، میری خوش نصیبی پھر تمھیں میرے پاس لے آئی ہے۔"

"میرے لیے اس سے بڑی خوشی اور کیا ہو گی کہ تم نے میرے وجود کو تسلیم کر لیا ہے۔ سب تمھیں مانتے ہیں اس طرح سب مجھے مان لیں گے لیکن تمھیں میری حیات نو کا یقین کیسے آیا؟"

"تم نے مقدونیہ میں یہودی تنظیم کے مسلح افراد کو ٹھکانے لگایا۔ میں نے سوچا، تم سپر ماسٹر کے آلۂ کار ہو، مجھے متاثر کرنے کے لیے تم نے یہودی کو ہلاک کیا ہے۔ پھر آرمر نے بتایا کہ تم نے سپر ماسٹر کے خلاف علی اور رسونتی کی مدد کی۔ انھیں سرحد پار کرائی یہ بہت بڑا کارنامہ ہے، تب یہ خیال پیدا ہو سکتا تھا کہ تم ماسک مین کے آلۂ کار ہو اور ہمارے دلوں میں جگہ بنانے کے لیے یہودی تنظیم کے افراد کو قتل کر رہے ہو اور سپر ماسٹر کے خلاف ہمارے کام آ رہے ہو لیکن میں خود ماسکو سے آئی ہوں۔ یہ اچھی طرح جانتی ہوں، فی الحال ماسک مین کے پاس ایک بھی خیال خوانی کرنے والا نہیں ہے۔ اس طرح یہ ثابت ہو گیا کہ ہمارے دشمنوں سے تمھارا کوئی تعلق نہیں ہے۔"

میں نے خوش ہو کر کہا "واہ سونیا! تم صحیح معنوں میں ذہین ہو، یہ تو ہو گیا کہ میں دشمن نہیں ہوں لیکن تم نے مجھے فرہاد کیسے مان لیا؟"

وہ شرمانے لگی۔ اُس کی سوچ کہہ رہی تھی "جب تم پہلی بار میرے دماغ میں آئے تب سے تمھاری آواز اور لہجہ چپکے چپکے میرے دل میں دھڑکتا آ رہا ہے۔ میرا دل سرگوشی کرتا تھا کہ تم فرہاد ہو، فرہاد ہو اور میں خواہ مخواہ جھٹلاتی رہی لیکن دل نے ہار نہیں مانی، میں ہی ہار گئی۔"

وہ ایسے رومانی انداز میں کہہ رہی تھی کہ میرا دل لوٹ پوٹ ہو رہا تھا۔ میں بھول گیا کہ وہ زمانے بھر کی مکار ہے۔ مجھے فرہاد تسلیم نہیں کیا جا رہا تھا، وہ میری اسی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر فرہاد تسلیم کر کے مجھے اُلّو بنا رہی تھی۔ اس وقت خود کو منوانے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کی خوشی میں یاد نہیں رہا کہ سونیا سے پالا پڑا ہے۔

میں نے کہا "سونیا! تم نے مجھے جیت لیا ہے۔ مجھے اپنے پاس بُلا کر تم نے میری حیات نو کو تسلیم کیا ہے۔ کیا ہی اچھا ہوتا اگر تم علی سے بھی کہہ دیتیں کہ میں اُس کا باپ ہوں۔"

وہ بولی "اتنی جلدی کیا ہے۔ ابھی میں نے تسلیم کیا ہے۔ میرے بعد تم پارس کے کام آؤ۔ اپنی بہو جوجو کو ماسک مین کی قید سے نکال لاؤ۔ ہماری فیملی میں ایک پارس رہ گیا ہے جس کے تم ابھی تک کام نہیں آئے ہو۔ جوجو کو یہاں لے آؤ گے تو پورا خاندان تمھیں اپنا ماننے پر مجبور ہو جائے گا۔"

میرے نقطۂ نظر سے وہ معقول بات کہہ رہی تھی اور اپنے نقطۂ نظر سے مجھے قربانی کا بکرا بنا رہی تھی۔ پہلے اُس نے مجھے جوجو اور ماریہ کے حالات بتائے۔ پاسکل لوبا کے بارے میں تفصیلات بیان کیں۔ پھر کہا "ماسک مین سے وعدہ کیا گیا ہے کہ پاسکل لوبا کو اڑتالیس گھنٹوں کے اندر ماسکو پہنچا دیا جائے گا۔ تین گھنٹے گزر چکے ہیں، پینتالیس گھنٹے رہ گئے ہیں۔ یہ تمھارے لیے بہت ہیں۔ تم پاسکل کے دماغ میں جا کر اس کی تمام ڈھکی چھپی باتوں کو معلوم کر سکتے ہو۔ اُس کی چال ڈھال اور بولنے کے انداز کی نقل کر سکتے ہو۔"

"سونیا! تم ہمیشہ سے زبردست چالیں چلتی آئی ہو۔ میں پاسکل کا رول ادا کر سکتا ہوں۔ اصل پاسکل کو ہماری قید میں رہنا چاہیے۔ جوجو کی سلامتی کے لیے اُسے یرغمال بنا کر رکھنا چاہیے۔ ویسے ہمیں اس منصوبے پر نظرِ ثانی کرنا چاہیے۔ اس کے ہر پہلو پر اچھی طرح غور کرنے کے بعد عمل کرنا چاہیے۔"

"ٹھیک ہے، تم اچھی طرح غور کرو۔ اس سے بہتر تدبیر سوچ سکو تو مجھے خوشی ہوگی۔ بتاؤ پھر کب تک آ رہے ہو؟"

"میں دو گھنٹے بعد آؤں گا۔"

میں پھر آنے کا وعدہ کر کے اس کے دماغ سے نکل گیا۔ مجھے بعد میں پتا چلا کہ آرمر بھی اُس کے دماغ میں تھا۔ میرے جانے کے بعد سونیا نے آواز دی "فرہاد! کیا تم چلے گئے؟"

آرمر اُس کے دماغ سے نکل گیا پھر چند سیکنڈ کے بعد دوبارہ دماغ میں جا کر بولا "میں آرمر ہوں۔ میرا خیال ہے، وہ بہروپیا فرہاد جا چکا ہے۔"

"ہاں، وہ چلا گیا ہے۔"

"سونیا! میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا تم اُس بہروپیے کو فرہاد تسلیم کر لوگی اور اُسے پاسکل بوبا کا رول ادا کرنے کو کہو گی۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "کیا میرا دماغ خراب ہے کہ میں فرہاد کو زندہ تسلیم کروں گی۔ اگر وہ نیم پاگل خیال خوانی کرنے والا ہے اور فرہاد بن کر خوش ہوتا ہے تو میں اُسے خوش کر کے اپنے اشاروں پر نچاؤں گی اور اگر وہ چالاک ہے اور ہمارے کسی دشمن کا آلۂ کار ہے تو میں اُسے ماسک مین کے پاس پہنچا کر وہاں سے واپس نہیں آنے دوں گی۔ اُسے پھانسوں گی تو اُس کے پیچھے چھپے ہوئے دشمن ظاہر ہوں گے۔ یہ قربانی کا بکرا ہمارے بہت کام آئے گا۔"

یہی میری حیثیت رہ گئی تھی۔ میرے اپنے مجھے قربان گاہ تک دھوکے سے پہنچا رہے تھے جبکہ میں محبت سے راضی خوشی جانے کو تیار تھا۔ بات ایک ہی تھی۔ مجھے اپنی بہو جوجو کی خاطر وہاں ضرور جانا تھا۔ ہاں افسوس اُس وقت ہوتا جب میں وہاں جا کر خطرات میں گھر جاتا اور سونیا اور علی تیمور وغیرہ کوئی میری مدد نہ کرتا۔ سب یہی سوچتے کہ میں دشمن کا آلۂ کار ہوں، پھنستا ہوں تو پھنس جاؤں، مرتا ہوں تو مر جاؤں۔

دنیا اسی کا نام ہے۔ یہ مرنے کے بعد کبھی اپنی نہیں ہوتی۔

*

پارس نے سوسانہ اور جبریل گرانٹ کو اور جبریل کے دماغ میں آنے والے کو ایسے چکر میں ڈالا تھا کہ اب میڈونا کو اغوا کرانے کا منصوبہ خاک میں ملتا نظر آ رہا تھا۔

میڈونا ایک عام سی عورت ہوتی تو سب ہی اُس پر خاک ڈال دیتے لیکن وہ دورِ حاضر کے سب سے خطرناک ہتھیار کی طرح اہم اور دہشت انگیز تھی۔ وہ جس سپر پاور کی جھولی میں جاتی اُس کی طاقت کو کئی گناہ بڑھا دیتی۔ اس لیے سپر ماسٹر اُسے ہر قیمت پر حاصل کرنا چاہتا تھا۔ نمبروَن سپر پاور بننے کے لیے وہ طرح طرح کے ہتھکنڈے آزماتا رہتا تھا۔

ایسے ہی ہتھکنڈوں میں سے ایک انسانی روبوٹ تھا جو اچانک پیرس میں ظاہر ہوا تھا۔ اُس کا نام جبریل گرانٹ تھا۔ اس کے چہرے اور جسامت سے ایسی زبردست مردانگی نمایاں تھی کہ عورتیں اُسے دیکھتے ہی دیوانہ وار اس کی آرزو کرنے لگتی تھیں۔ اُس نے اپنی مردانگی سے میڈونا کو اپنے پیچھے لگایا تھا۔ لیکن پارس نے اُس خیال خوانی کرنے والے کو اغوا ہونے نہیں دیا تھا۔

یورپ کے تمام اخبارات میں انسانی روبوٹ جبریل گرانٹ کی تصاویر اور اس کے گم شدہ ماضی کی روداد شائع ہو چکی تھی۔ ابھی لوگ اس ایک روبوٹ کے وجود پر حیران تھے کہ روم میں اس کی روبوٹ محبوبہ سوسانہ نمودار ہو گئی۔ وہ بھی اپنے محبوب جبریل کی طرح حیرت انگیز جسمانی قوت رکھتی تھی۔ رائفل وغیرہ کی گولیاں اُن کے لیے کیپسول کے مانند تھیں۔ وہ فولادی گولیاں دو انگلیوں کے ذریعے اپنے جسم کے اندر سے نکال لیتے تھے، اُن کے دلوں میں محبت اور دوستی کے جذبات تھے لیکن دشمنی کے وقت درندے بن جاتے تھے۔ جبریل گرانٹ اگر غصّے کی حالت میں کسی طرح پارس کو پکڑ لیتا تو جنگلی درندے کی طرح اُسے چیر پھاڑ کر رکھ دیتا۔

جبریل پہلے پارس کا دوست تھا، پھر نامعلوم خیال خوانی کرنے والے نے جبریل کو اُس کا دشمن بنا دیا۔ ایسے وقت پارس کب چُوکنے والا تھا۔ اُس نے بڑی چالاکی سے سوسانہ کو دوست بنا لیا۔ اُسے بتایا کہ جبریل بے وفا ہے۔ میڈونا کے ساتھ ٹرین کے بند کیبن میں سفر کرتا ہوا پیرس سے آیا ہے۔ کسی عورت کو اُس کے شوہر کی گمراہی کی رپورٹ دی جائے تو وہ عورت رپورٹ دینے والے کی احسان مند رہتی ہے۔ سوسانہ بھی پارس کا احسان مانتی تھی۔

پارس نے یہ بھی انکشاف کیا تھا کہ جبریل نے جس خیال خوانی کرنے والے سے دوستی کی ہے، وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا سوسانہ کے بھی چور خیالات پڑھتا ہے۔ جبریل نے پہلے ہی سپر ماسٹر سے کہہ دیا تھا کہ اس کی محبوبہ کے دماغ میں کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو نہیں جانا چاہیے۔ یہ ایک طرح کی وارننگ تھی۔ پارس نے ثابت کر دیا کہ سوسانہ کے ایسے خیالات جنھیں وہ اپنے جبریل کے سوا کسی پر ظاہر نہ کرتی، انھیں وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا پڑھتا ہے۔

اس نامعلوم ٹیلی پیتھی جاننے والے کی ان حرکتوں نے جبریل کی غیرت کو للکارا تھا۔ اُس نے غصّے میں کہا "اب وہ کسی خیال خوانی کرنے والے کی کسی بات پر عمل نہیں کرے گا۔ میڈونا کو اغوا کرنے اُس وقت تک پیرس نہیں جائے گا، جب تک کہ سپر ماسٹر سے براہِ راست گفتگو نہیں ہو گی۔"

لیکن پارس نے اس معاملے کو یہ کہہ کر اور اُلجھا دیا تھا کہ جبریل اپنی دوسری محبوبہ میڈونا کے لیے پیرس جانا چاہتا ہے۔ یہ معلوم ہوتے ہی سوسانہ نے طے کر لیا کہ نہ خود پیرس جائے گی اور نہ جبریل کو جانے دے گی۔ مختصر یہ کہ سپر ماسٹر کا بہت بڑا منصوبہ کھٹائی میں پڑ گیا تھا۔ وہ اپنے نئے خیال خوانی کرنے والے سے تمام رپورٹ سننے کے بعد بولا "وہ نوجوان مارک اسٹون نہیں پارس ہے، بالکل سونیا کے انداز میں چالیں چلتا ہے۔ اس نے سوسانہ اور جبریل جیسے فولادی درندوں کو ٹیلی پیتھی کے بغیر اپنے کنٹرول میں کر رکھا ہے اور تم خیال خوانی جانتے ہوئے بھی اُن کے دماغوں کو اپنے قابو میں نہ رکھ سکے۔"

نئے خیال خوانی کرنے والے نے کہا "جناب! میرا نام مارٹن رسل ہے۔ میں ہاری ہوئی بازی جیت سکتا ہوں۔ لیکن آپ جانتے ہیں سوسانہ اور جبریل کے صرف جسم نہیں دماغ بھی فولادی ہیں۔ میں دماغی جھٹکے دوں گا مگر اُن پر خاطر خواہ اثر نہیں ہوگا۔ اُن کے دماغوں پر پوری طرح قبضہ نہیں جمایا جا سکتا۔ اِن سے اپنی مرضی کے مطابق عمل نہیں کرایا جا سکتا۔ زیادہ سے زیادہ اُن کے لہجے اور اُن کی ہی سوچ میں بولتا ہوں تو وہ اسے اپنا ہی خیال سمجھ کر عمل کرتے ہیں۔"

"مارٹن رسل! صرف خیال خوانی سے کچھ نہیں ہوتا۔ فرہاد، سونیا اور پارس جیسی چالبازی لازمی ہے۔"

"میں نے کہا نا کہ میں ہاری ہوئی بازی جیت لیتا ہوں۔ آپ مجھ سے تعاون کریں تو بازی پلٹ سکتی ہے۔"

"وہ کیسے؟"

"جناب! پارس کا سارا زور سوسانہ پر ہے، وہ اس کے ذریعے جبریل کو ہمارے خلاف بھڑکا رہا ہے۔ اگر ہم سوسانہ کو غائب کر دیں اور جبریل تنہا رہ جائے تو اُس تنہا روبوٹ سے کام لینے میں آسانی رہے گی۔ سوسانہ کے اغوا کا الزام پارس پر لگایا جائے گا۔ اِس طرح جبریل اس کا جانی دشمن بنا رہے گا۔"

سپر ماسٹر نے کہا "سوسانہ بڑی زبردست عورت ہے، اُسے اغوا کرنے میں دشواریاں پیش آئیں گی۔"

"میں دشواریوں سے نمٹ لوں گا۔ دوسری تدبیر یہ ہے کہ جبریل پر پھر تنویمی عمل کیا جائے۔ اُس کے دماغ سے سوسانہ کی محبت کو بھلا دیا جائے۔ محبت کی جگہ نفرت پیدا کی جائے۔ سوسانہ، میڈونا سے حسد اور جلاپے کے باعث رکاوٹ بنے گی تو جبریل اُسے اپنے ہاتھوں سے ہلاک کر دے گا۔"

"یہ بہت عمدہ تدبیر ہے لیکن وہ فولادی دماغ والا ہے۔ اُس کی مرضی کے بغیر تنویمی عمل کامیاب نہیں ہوتا۔ شاید وہ ایسے عمل کے لیے راضی نہ ہو پھر بھی میں اُسے منانے کی کوشش کروں گا۔ تم اُس سے کہو سپر ماسٹر ہاٹ لائن پر گفتگو کرنے والا ہے۔"

مارٹن رسل دو گھنٹے پہلے بھی سپر ماسٹر کا یہ پیغام لے کر گیا تھا پھر فوراً واپس آ گیا تھا کیونکہ سوسانہ اور جبریل ساری دنیا سے بے خبر محبت میں ڈوبے ہوئے تھے۔ دوسری بار جب وہ پہنچا تو جبریل نے دماغ پر بوجھ محسوس کیا اور سانس روک لی۔ مارٹن کچھ کہنے سے پہلے ہی دماغ سے باہر ہو گیا پھر سپر ماسٹر کے پاس آ کر بولا "میں نے جبریل پر عمل کیا تھا کہ وہ تمام پرائی سوچ کو محسوس کرے گا اور سانس روک لیا کرے گا۔ صرف مجھے محسوس نہیں کرے گا لیکن ابھی میرے پہنچتے ہی اُس نے سانس روک لی۔"

سپر ماسٹر نے کہا "اس کا مطلب ہے، پچھلے تنویمی عمل کا اثر

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ختم ہوگیا ہے۔ وہ تمھیں بھی محسوس کرنے لگا ہے۔"

"جی ہاں، اب میں اس کی لاعلمی میں اُس کے اندر چھپ کر نہیں رہ سکوں گا۔ اُس کی سوچ میں بول کر اپنی مرضی سے کوئی کام نہیں کرا سکوں گا۔"

"کیا مصیبت ہے؟ یہ ایک نیا مسئلہ پیدا ہوگیا ہے۔"

"بہرحال مجھے اُس پر تنویمی عمل کرنا ہوگا ورنہ پارس اُسے پھانس کر ہم سے بدظن کردے گا۔"

"پھر اُس کے پاس جاؤ۔ سانس روکنے سے پہلے ہی کہو کہ اپنے کمرے سے باہر نہ جائے۔ میں ہاٹ لائن پر بات کرنے والا ہوں۔ میں اُسے تنویمی عمل کرانے پر آمادہ کروں گا۔"

مارٹن خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا آیا۔ جبریل سانس روکنا چاہتا تھا، اُس نے کہا "میں سپر ماسٹر کا پیغام لایا ہوں، سانس نہ روکنا۔"

"میں دماغ پر بوجھ محسوس کرتا ہوں، جلدی بولو، کیا بات ہے؟"

"ماسٹر نے کہا ہے، ابھی وہ فون پر بات کرنے والا ہے۔ تم کمرے سے باہر نہ جانا۔"

"نہیں جاؤں گا، تم جاؤ۔"

اُس نے سانس روک لی، مارٹن باہر چلا گیا۔ سوسانہ نے پوچھا "تم مجھ سے باتیں کرتے کرتے رُک گئے تھے، کیا بات ہے؟ کیا وہ دماغ میں آیا تھا؟"

"ہاں، کہہ رہا تھا کہ ابھی سپر ماسٹر فون پر بات کرنے والا ہے۔"

"کیا تم سپر ماسٹر کی غلامی چھوڑ نہیں سکتے؟"

"ایسا نہ کہو۔ اُس نے ہم دونوں کو ناقابلِ شکست بنانے کے لیے کئی ملین ڈالر خرچ کیے ہیں، وہ ہمیں نہیں چھوڑے گا۔ اگر ہم غداری کریں گے تو وہ ہمیں سکون سے رہنے نہیں دے گا۔"

"تم خواہ مخواہ ڈرتے ہو۔ وہ ہمارا کیا بگاڑے گا؟ میری بات مانو، اسٹون مارک (پارس) بہت چالاک ہے، اس سے دوستی کروگے تو وہ ہمیں . . ."

وہ بات کاٹ کر بولا "بکواس مت کرو۔ وہ دشمن ہے، اُس نے ہمارے منصوبے کو خاک میں ملا دیا ہے۔"

"ہمارا کوئی منصوبہ نہیں تھا۔ اُس نے سپر ماسٹر کی پلاننگ پر عمل نہیں ہونے دیا۔ اگر وہ مجھے مارتھا اسمتھ (میڈونا) کے بارے میں نہ بتاتا تو تم بھی مجھے اندھیرے میں رکھتے، میرے ساتھ پیرس جاتے اور وہاں مارتھا کے لیے خطرات سے کھیلتے۔

اپنا مرد دوسری عورت کے لیے خطرات کو دعوت دے تو اسے کوئی عورت برداشت نہیں کرتی۔"

"مارک اسٹون نے تمھیں بہکایا ہے، میڈونا سے میرا کوئی جائز و ناجائز رشتہ نہیں ہے۔"

"تم بہت جھوٹ بولنے لگے ہو۔ میں نے اپنی آنکھوں سے اُس عورت کی تصویر دیکھی ہے اور تمھاری تصویر پر اُس کی لپ اسٹک کے نشان دیکھے ہیں۔ اوہ گاڈ! ابھی تم نے اُس عورت کا کیا نام لیا تھا؟"

"مارتھا اسمتھ۔"

"نہیں، ابھی کوئی دوسرا نام لیا تھا، سچ سچ بتاؤ۔"

"پہلے میں نے میڈونا کہا تھا۔ یہ مارتھا اسمتھ کا اصل نام ہے۔"

"پہلے ایک نام تھا، اب دو نام ہوگئے۔ میں اتنی احمق نہیں ہوں جتنی تم بنانا چاہتے ہو۔ میں نے تمھاری کار میں جس کی تصویریں دیکھیں، اُس کا نام میڈونا ہے اور مارتھا اسمتھ پیرس میں ہے۔"

"کیا مصیبت ہے، تم خواہ مخواہ بات بڑھا رہی ہو۔"

ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ جبریل نے بستر پر کروٹ بدل کر ریسیور کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا "شاید سپر ماسٹر کا فون ہے، تم بالکل خاموش رہو گی۔"

اُس نے ریسیور اُٹھا کر کہا "ہیلو، میں جبریل گرانٹ بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز سنائی دی "ہیلو، میں سوسانہ سے بات کروں گی۔"

وہ سوسانہ کو ریسیور دیتے ہوئے بولا "کوئی عورت تم سے بات کرنا چاہتی ہے۔"

سوسانہ نے ریسیور کان سے لگایا۔ پھر پوچھا "تم کون ہو؟"

پارس کی آواز آئی "میں مارک اسٹون ہوں، اگر جبریل کو یہ بتاتا تو وہ فون پر دہاڑنے لگتا۔ اس لیے عورت کی آواز بنائی تھی۔"

"ذرا مجھے بھی وہ آواز سناؤ۔"

پارس نے عورتوں جیسی آواز بنا کر کہا "ہیلو، میں مس سوسانہ سے بات کروں گی۔"

وہ کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔ جبریل نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی "مارک اسٹون نے عورت کی آواز میں تمھیں اُلّو بنایا تھا۔"

"اور تم اس بات پر ہنس رہی ہو، ریسیور رکھ دو۔ اُس سے بات نہ کرو۔"

پارس نے کہا "میں تمھارے پیارے کی آواز سن رہا ہوں۔ ریسیور نہ رکھنا، تم سے ضروری بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"ہاں بولو، جبریل کو تو بات بات پر غصہ آتا ہے، اس کی پروا نہ کرو۔"

پارس نے پوچھا "تم تین گھنٹوں سے اپنے محبوب کے ساتھ تنہا ہو، کیا اس دوران تم نے اپنے دماغ پر بوجھ محسوس کیا ہے؟ جیسا کہ پرائی سوچ کی لہروں کے باعث ہوتا ہے۔"

وہ بولی "میں نے آج تک ایسا بوجھ محسوس نہیں کیا۔"

"اِس کا مطلب یہ ہے کہ ایک مخصوص خیال خوانی کرنے والے نے تمھارے دماغ کو تنویمی عمل کے ذریعے تسخیر کر رکھا ہے۔"

"نہیں اسٹون مارک! میرا دماغ بالکل آزاد ہے۔"

"ذرا عقل سے سوچو۔ سپر ماسٹر نے تم پر اور جبریل پر کئی ملین ڈالر خرچ کیے ہیں، وہ جبریل سے بڑے بڑے کام لیتا ہے اور لیتا رہے گا۔ سوال یہ ہے کہ اُس نے تمھیں بھی جبریل کی طرح ناقابلِ شکست روبوٹ کیوں بنایا ہے؟ کیوں تم پر بھی کئی ملین ڈالر خرچ کیے ہیں؟"

"اِس لیے کہ جبریل میرا دیوانہ ہے۔ اس نے سپر ماسٹر سے کہا کہ میری سوسانہ کو بھی روبوٹ بنایا جائے تاکہ ہم خوش گوار ازدواجی زندگی گزار سکیں۔"

"وہ کسی کی ازدواجی زندگی کو خوش گوار بنانے کے لیے اتنی بڑی رقم خرچ نہیں کرے گا، جتنی رقم سے ایک ایٹم بم تیار ہو جاتا ہے۔ میری بات کو سمجھو، اُس نے تمھیں بھی اپنا آلۂ کار اس طرح بنا کر رکھا ہے کہ تمھیں بھی اس کی خبر نہیں ہوتی۔"

"مجھے کیسے خبر نہ ہوگی؟"

"جب تم روبوٹ بننے کے دشوار مراحل سے گزر رہی تھیں، اُس وقت تم پر بے ہوشی یا غفلت طاری رہتی ہوگی؟"

"ہاں، اُن مراحل میں ایسا ہوتا تھا۔ مجھ پر غفلت طاری رہتی تھی۔"

"بس ایسے ہی وقت تمھاری لاعلمی میں تم پر تنویمی عمل کیا گیا ہے۔ اس عمل کے نتیجے میں تمھارا دماغ ایک خاص ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اپنے اندر محسوس نہیں کرتا۔ چند ہفتے پہلے تم لاوارث تھیں، پھر پیرس میں تمھارا باپ پیدا ہوگیا اور تم نے اُسے باپ تسلیم کر لیا۔ پھر تمھیں امریکا سے پیرس اپنے باپ کے پاس جانا تھا لیکن وہاں جانے سے پہلے روم آئی ہو۔ وہ تمھارے دماغ میں رہ کر تمھاری سوچ میں بولتا ہے، تمھاری سوچ میں مشورے دیتا ہے۔ تمھاری سوچ میں منصوبے بناتا ہے اور تم بے اختیار اُن پر عمل کرتی جاتی ہو۔"

"تم غلط سمجھ رہے ہو۔ میں جبریل کی محبت سے مجبور ہو کر کبھی کبھی سپر ماسٹر کا کام کرتی ہوں۔ ایک لاوارث کو جب معلوم ہو کہ اُس کے ماں باپ زندہ ہیں تو اُس کے لیے اس سے بڑی خوشی اور کوئی نہیں ہوتی۔ سپر ماسٹر نے مجھے یہ خوشی دی ہے۔ جبریل کی طرح میں بھی اُس کی احسان مند ہوں۔ کل سے سپر ماسٹر پر اس لیے غصہ آرہا ہے کہ وہ میرے جبریل کو دوسری عورتوں کے پیچھے لگا رہا ہے۔ میں یہ برداشت نہیں کروں گی۔ اُس کے احسانات کی ایسی کی تیسی کردوں گی۔ اپنے باپ سے ملنے پیرس نہیں جاؤں گی اور نہ ہی جبریل کو وہاں مارتھا اسمتھ کے پاس جانے دوں گی۔"

جبریل نے کہا "وہ پھر تمھیں بہکا رہا ہے، ریسیور رکھ دو۔ اس سے بات نہ کرو۔"

سوسانہ نے کہا "پلیز جبریل! تم خاموش رہو۔ جب بھی مارتھا اسمتھ کے پاس جانے سے تمھیں روکنا چاہتی ہوں، تم بے چین ہو جاتے ہو۔ کیا اُس کتیا سے بہت محبت ہوگئی ہے، وہ مجھ سے زیادہ تمھیں خوش کرتی ہے؟"

وہ سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ سوسانہ نے پارس سے کہا "تم مجھے اچھی باتیں سمجھاتے ہو لیکن تمھاری یہ بات غلط ہے کہ میرے دماغ میں کوئی چھپا رہتا ہے۔"

پارس نے کہا "ذرا دماغ پر زور دو۔ آج شام تک جبریل کو معلوم نہیں تھا کہ تمھارا بچپن سے بچھڑا ہوا باپ تمھیں مل گیا ہے۔ نہ ہی تم نے جبریل کو بتایا تھا، اس کے باوجود کسے معلوم ہوگیا۔ اُس کے خیال خوانی کرنے والے نے تسلیم کیا تھا کہ وہ تھوڑی سی دیر کے لیے تمھارے دماغ میں گیا تھا۔"

"ہاں، وہ تھوڑی دیر کے لیے میری لاعلمی میں آیا تھا۔"

"یعنی اس کے آنے سے تم نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا تھا جبکہ تمھارا دماغ فولادی ہے، غیر معمولی طور پر حساس ہے!"

"ہاں، تمھاری یہ بات درست ہے، میں نے اُسے اپنے اندر محسوس نہیں کیا تھا اور مجھے اسی بات پر غصہ آرہا تھا کہ وہ میری اجازت کے بغیر دماغ میں کیوں آیا تھا۔"

"وہ تمھاری اجازت کے بغیر اب بھی تمھارے اندر رہ کر ہماری باتیں سن رہا ہوگا۔ یہ اس کی مجبوری ہے کہ ابھی کچھ بول نہیں سکے گا۔ بولے گا تو چھپ کر رہنے کا بھید کھل جائے گا۔"

"اوہ اسٹون مارک! تمھاری باتوں سے میرے اندر بے چینی پیدا ہو رہی ہے۔ وہ اگر واقعی میرے اندر موجود ہے تو میں اُسے کیسے نکالوں؟"

"میں بھوتوں کو بھگانا جانتا ہوں، تم مجھ پر بھروسا کرو گی اور میرے

itsurdu.blogspot.com
itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

مشوروں پر عمل کرو گی تو میں تمہارے اندر کے شیطان کو بھگا دوں گا۔"

"میں تمہارے مشوروں پر عمل کروں گی۔ تم کیا چاہتے ہو؟"

"تم میرے ایک خیال خوانی کرنے والے کو اپنے دماغ میں آنے دو۔ وہ تم پر تنویمی عمل کرے گا۔ پھر تمہارے دماغ کی گہرائیوں میں جاکر معلوم کرے گا کہ دشمن خیال خوانی کرنے والے نے تمہیں کس طرح اپنے عمل سے تسخیر کیا ہے۔ پھر وہ اُس کا توڑ کرے گا۔ اس کے بعد وہ شیطان کبھی تمہاری اجازت کے بغیر دماغ میں نہیں آسکے گا۔"

"ایسا ہو سکتا ہے تو ضرور اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو میرے پاس بھیج دو۔"

جبریل نے غصے سے پوچھا: "کس ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اپنے پاس بلا رہی ہو؟ کیا سُپر ماسٹر کے خلاف کسی دشمن ٹیلی پیتھی والے سے دوستی کرنا چاہتی ہو؟ میں تمہارا سر توڑ دوں گا۔ میں جتنی محبت سے پیش آتا ہوں تم اتنا ہی سر پر چڑھتی جاتی ہو۔"

اس نے سوسانہ کے ہاتھ سے ریسیور چھین لیا۔ وہ جبریل کے ہاتھ سے چھیننے لگی۔ کہنے لگی: "تم بے غیرت ہو۔ تمہیں شرم نہیں آتی کہ تمہاری عورت کے اندر کوئی چھپا رہتا ہے۔ مگر میں تو شرم والی ہوں۔ میں اُسے بھگانے کی تدبیر ضرور کروں گی۔"

اس نے جبریل کا منہ نوچ لیا۔ جبریل نے اُسے ایک کراٹے کا ہاتھ رسید کیا۔ وہ مار کھا کر بستر پر گری۔ پھر کروٹ بدل کر جبریل کے منہ پر لات ماری۔ دونوں میں باقاعدہ جنگ چھڑ گئی جس کے نتیجے میں پہلے ٹیلیفون کا سیٹ ٹوٹا۔ پھر پلنگ ٹوٹ کر فرش پر آگیا کیونکہ وہاں انسانوں کی نہیں شیر اور شیرنی کی جنگ ہو رہی تھی۔ وہ دونوں لڑنے کے دوران جس چیز سے ٹکراتے تھے اُس کی شامت آجاتی تھی۔ ایسے ہی ٹکراؤ میں ہوٹل کا دروازہ بھی ٹوٹ گیا۔

اس ہنگامے نے اچھی خاصی بھیڑ لگا دی۔ منیجر نے قریبی پولیس اسٹیشن سے رابطہ کرکے انہیں فوراً وہاں پہنچنے کے لیے کہا۔ وہ محبت کرنے اور جنگ کرنے کے دوران دنیا سے غافل ہو جاتے تھے۔ کسی بات کی پروا نہیں کرتے تھے کہ ہزاروں لاکھوں کا نقصان کر رہے ہیں اور دوسروں کی جان کے لیے بھی خطرہ بن رہے ہیں۔ سُپر ماسٹر کے نائب نے کئی بار اس سے رابطہ قائم کرنا چاہا لیکن ٹیلیفون ٹوٹ گیا تھا۔ تار اُکھڑ گیا تھا۔ یوں بھی جب تک جنگ کسی نتیجے پر نہ پہنچتی تب تک وہ کسی کی سننے والے نہیں تھے۔

اُن سے بہت دور میں نے سوچا کہ میں نے اپنے تمام چاہنے والوں سے رابطہ کیا ہے۔ ایک اپنے پارس سے بات نہیں کی۔ نتیجہ معلوم تھا کہ وہ بھی مجھے تسلیم نہیں کرے گا لیکن خون کی کشش اور محبت کے جذبات نے مجبور کیا کہ بیٹے کے گلے نہیں لگ سکتا اس کے دماغ سے تو لگ سکتا ہوں۔ یہ سوچ کر میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔

وہاں بڑی آسانی سے جگہ مل گئی کیونکہ آرمر موجود تھا۔ پارس کو میری آمد کی خبر نہ ہوئی۔ وہ کہہ رہا تھا: "انکل! سوسانہ کے دماغ سے اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کو آپ بھگا سکتے ہیں۔ میں سوسانہ کو راضی کروں گا وہ تنویمی عمل کے ذریعے آپ کی معمولہ بن جائے گی۔ میں دماغ سے باہر جنگ لڑ رہا ہوں آپ دماغ کے اندر رہ کر لڑیں گے تو دشمنوں کی ایک نہیں چلے گی۔"

آرمر نے کہا: "ٹھیک ہے۔ میں تمہارے پاس ہوں تم سوسانہ سے بات کرو۔"

پارس نے اس سے رابطہ کیا۔ جبریل کی آواز سن کر اس نے عورت کی آواز نکالی اور کہا کہ سوسانہ سے بات کرے گا۔ پھر سوسانہ نے اس سے گفتگو کی۔ پارس نے تھوڑی دیر تک اسے سمجھاتے رہنے کے بعد اپنے خیال خوانی کرنے والے کی معمولہ بننے پر راضی کر لیا۔ ایسے ہی وقت سوسانہ اور جبریل کے درمیان جنگ چھڑ گئی۔ ٹیلیفون کے ساتھ اس کا تار بھی ٹوٹ گیا۔ پارس سے رابطہ ختم ہو گیا۔ آرمر نے کہا: "بیٹے! وہ دونوں درندے ہیں۔ ابھی کافی دیر تک جنگ ہوگی۔ جنگ کے بعد اگر وہ تنویمی عمل کے لیے راضی رہے گی تو میں اس کے دماغ میں جاؤں گا۔ میں تھوڑی دیر کے لیے جا رہا ہوں۔"

آرمر کے نکلتے ہی میں بھی پارس کے دماغ سے نکل گیا۔ حالانکہ وہاں رہ کر اس سے باتیں کر سکتا تھا لیکن پچھلے تجربات نے سمجھایا تھا کہ پہلے میں اپنوں کے کام آؤں۔ سونیا نے بھی یہی کہا تھا۔ جب میری پوری فیملی اس بات پر متفق ہوگی کہ میں فرداً فرداً سب کے کام آرہا ہوں تو جلد یا بہ دیر مجھے تسلیم کر لیں گے۔ لہٰذا میں پارس کا کام کرنے کے لیے سوسانہ کے دماغ میں آگیا۔

اس نے لڑنے کے دوران دماغ پر بوجھ محسوس کیا۔ میں نے کہا: "مجھے پارس نے بھیجا ہے۔ اگر بوجھ سمجھتی ہو تو ابھی چلا جاؤں گا لیکن ایک اہم بات سن لو۔ جبریل تم سے سچی محبت کرتا ہے۔ یہ تم پر ہاتھ اُٹھانا نہیں چاہتا تھا لیکن سُپر ماسٹر کے خیال خوانی کرنے والے نے اِسے بھڑکا دیا۔ وہ چاہتا ہے کہ پارس سے فون پر تمہاری بات نہ ہو۔ اسی لیے جھگڑا کرنے کے بہانے جبریل کے ہاتھوں سے فون تڑوا دیا ہے۔"

سوسانہ میری باتیں سننے کے دوران جبریل سے دو چار گھونسے کھا گئی تھی۔ اس کے بعد جواباً حملے کر سکتی تھی لیکن وہ دونوں ہاتھ اُٹھا کر بولی: "رُک جاؤ۔ میں تم سے لڑنا نہیں چاہتی۔ یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ مجھے دل و جاں سے چاہتے ہو اور دشمن کے لڑانے سے لڑنے لگتے ہو۔ کیا محبت ایسی ہوتی ہے؟ وہ دماغ میں آکر کہتا ہے سوسانہ کو مارو اور تم مارنا شروع کر دیتے ہو۔"

"میں نے دشمن کے کہنے سے ہاتھ نہیں اُٹھایا ہے۔ تم بہت بے لگام ہو گئی ہو۔ تمہیں مارک اسٹون سے آئندہ بات نہیں کرنے دوں گا۔"

میں نے کہا: "سوسانہ! اپنے محبوب کی بات مان لو۔ آئندہ پارس تمام اہم باتیں میرے ذریعے تمہیں بتایا کرے گا۔ اپنے محبوب کو خوش رکھنے کے لیے کہہ دو۔ تم پارس سے باتیں نہیں کرو گی۔"

سوسانہ نے یہی کہا۔ جبریل حیران ہو کر بولا: "تعجب ہے! پہلے تو تم آسانی سے جھگڑا ختم نہیں کرتی تھیں؟"

"میں تم سے ساری زندگی لڑتی رہوں گی کیونکہ تم سے محبت کرتی ہوں۔ لیکن اس بزدل دشمن سے لڑنا اپنی توہین سمجھتی ہوں جو تمہارے اندر چھپ کر جنگ چھیڑتا ہے۔"

وہ گرج کر بولا: "میرے اندر کوئی نہیں ہے۔"

وہ بولی: "تمہارے گرجنے سے حقیقت نہیں بدلے گی۔ یہ کئی بار ثابت ہو چکا ہے کہ وہ تمہارے اندر آتا جاتا رہتا ہے۔"

وہ جھنجلا کر بولا: "ہاں آتا جاتا ہے، تم کیا بگاڑ لو گی؟"

"اپنے مرد کو جسم و جاں کا مالک بنانے کے بعد عورت اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتی کیونکہ اپنا سب کچھ ہار چکی ہوتی ہے۔ اب میں وہ سوسانہ نہیں رہی جس کی ہر بات تم محبت سے مان لیا کرتے تھے۔ جاؤ جاؤ، سُپر ماسٹر کے اشارے پر ناچتے رہو۔ میں اپنے کمرے میں جا رہی ہوں۔"

وہ اس کمرے کے ٹوٹے ہوئے دروازے سے باہر آئی۔ ایک پولیس افسر کئی سپاہیوں کے ساتھ آرہا تھا۔ ہوٹل کا منیجر بھی تھا۔ بھیڑ بہت نظر آرہی تھی۔ افسر نے سوسانہ اور جبریل سے کہا: "آپ لوگ مہذب دنیا میں رہتے ہیں اور لڑتے ایسے ہیں جیسے پوری عمارت کو تباہ کر دیں گے۔ آپ لوگوں نے یہاں کے معزز مسافروں کو پریشان کیا ہے۔ ابھی ابھی امریکی سفیر نے تمہاری ضمانت دی ہے۔ ورنہ ہم تمہیں آہنی سلاخوں کے پیچھے پہنچا دیتے۔"

وہ اونہہ کہتی ہوئی اپنے کمرے میں آئی۔ دروازے کو بند کیا۔ پھر ایک صوفے پر آکر بیٹھ گئی۔ میں نے کہا: "تمہیں سکون کی ضرورت ہے۔ آرام سے لیٹ جاؤ۔ میں تمہیں ٹیلی پیتھی کے ذریعے سُلا دوں گا۔"

"میں سونا نہیں چاہتی۔ اُسے تنہا چھوڑ آئی ہوں۔ نہ جانے وہ خیال خوانی کرنے والا شیطان آسے اور کس طرح بہکائے گا۔ میرا جبریل بہت بھولا ہے۔"

"تم فکر نہ کرو۔ اُس شیطان کو تمہارے دماغ سے بھگانے کے بعد جبریل کے اندر سے بھی اسے بھگا دوں گا۔"

"وہ میرے اندر نہیں ہے۔ تم جبریل کو اُس سے نجات دلا دو۔"

"تم بھول رہی ہو، وہ تمہارے اندر ہے۔ پارس سے فون پر باتیں کرتے وقت بھی وہ چپ چاپ موجود تھا۔ اسی کے بھڑکانے سے جبریل نے ٹیلیفون کا تار توڑ دیا تھا۔"

"ہاں یاد آیا۔ وہ کمبخت چھپ کر رہتا ہے۔ پلیز اُسے میرے اندر سے نکالو۔"

"تم آرام سے بستر پر لیٹ جاؤ۔ ہاتھ پاؤں ڈھیلے چھوڑ دو اور یہ سوچتی رہو کہ تم میری آواز اور لہجے سے متاثر ہو کر میری معمولہ بن رہی ہو اور میرے ہر حکم کی تعمیل کرتی جا رہی ہو۔"

وہ میری ہدایات پر عمل کرنے لگی۔ میں بڑی محبت سے بہلا پھسلا کر اُسے ٹرانس میں لاتا رہا۔ واقعی فولادی دماغ رکھتی تھی۔ بڑی دیر سے متاثر ہوتی تھی چونکہ راضی خوشی معمولہ بننا چاہتی تھی، اس لیے میں رفتہ رفتہ کامیاب ہو گیا۔ اس کے دماغ کی گہرائیوں میں اُتر کر اس کی پوری ہسٹری معلوم کرنے لگا۔

وہ لاوارث تھی۔ اس کے ماں باپ کا پتا نہ تھا۔ ایک بوڑھے فوجی نے اس کی پرورش کی تھی، اُسے اعلیٰ تعلیم دلا کر ملٹری انٹیلی جینس میں ملازمت دلائی تھی۔ وہ بہت زیادہ ذہین نہیں تھی۔ اپنے غیر معمولی قد اور جسامت کے باعث سُپر ماسٹر کی نظروں میں تھی، ایک معاملے میں روم آئی تو جبریل گرانٹ سے ملاقات ہوئی۔ وہ بھی سُپر ماسٹر کے کسی کام سے آیا ہوا تھا۔ دونوں میں محبت ہو گئی۔

نیویارک واپس پہنچنے پر بتایا گیا کہ انسانی روبوٹ کی تیاریوں کے سلسلے میں ان دونوں کا انتخاب ہو چکا ہے۔ پہلے جبریل کو روبوٹ بنانے کے مختلف مراحل سے گزارا جائے گا۔ اس کے بعد سوسانہ کی باری آئے گی۔ اُسے یاد نہیں ہے کہ وہ دونوں جان لیوا مراحل سے کس طرح گزرتے رہے۔ اکثر اُن پر بے ہوشی طاری ہو جاتی تھی۔ جب وہ آخری مرحلے سے بھی گزر گئے تو حیرت انگیز قوتوں کے مالک بن گئے۔ ان پر چھری، تلوار، گولی اور گولے بارود کا اثر نہیں ہوتا تھا۔ بم کے دھماکوں سے اگر ٹوٹ پھوٹ جاتے تو اپنے جسم سے الگ ہونے والے ہاتھ پاؤں کو خود جوڑ سکتے تھے۔ جسم میں پیوست ہونے والی گولیوں کو خود ہی باہر نکال سکتے تھے۔ ان کے زخم چند سیکنڈ میں آپ ہی آپ بھر جاتے تھے۔ جسمانی نظام میں ایسے ترمیم اور اضافے کیے گئے تھے جن کے باعث باہر کی گرد اور نقصان دہ آلودگیاں اندر نہیں پہنچتی تھیں۔ نقصان دہ جراثیم خون میں نہیں پہنچتے تھے۔ اُن میں قوتِ مدافعت اتنی تھی کہ چاند یا کسی سیارے میں پہنچ کر آکسیجن کی کمی کے باوجود چوبیس گھنٹوں تک زندہ رہ سکتے تھے۔

انھوں نے روبوٹ بننے کے بعد موت کو شکست دی تھی۔ پتا نہیں کتنی طویل زندگی گزارنے والے تھے لیکن ایک نقصان ہوا تھا کہ ان کے دماغ اپنے نہیں تھے۔ اُن کی لاعلمی میں برین واشنگ کی گئی تھی۔ جبریل کے دماغ کو مارٹن رسل اور سوسانہ کے دماغ کو کینی پال نامی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا تابع بنایا گیا تھا۔ اگرچہ جبریل نے کہا تھا کہ اُس کی محبوبہ سوسانہ کے دماغ میں کوئی شخص نہ جائے وہ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

خود اپنی محبوبہ کو اپنے کنٹرول میں رکھے گا۔ سُپر ماسٹر نے وعدہ کیا تھا کہ سوسانہ کے دماغ کو چھیڑا نہیں جائے گا لیکن در پردہ کینی پال نے اُسے تنویمی عمل کے ذریعے اپنی کنیز بنا رکھا تھا۔

کینی پال کے عمل کے مطابق وہ اس کی معمولہ تھی۔ عمل کے دوران کینی پال نے اُسے اپنا نام بتایا تھا۔ اپنی آواز اور لہجے کو اس کے دماغ میں نقش کیا تھا اور حکم دیا تھا کہ وہ اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گی۔

کینی پال سوسانہ کی سوچ میں مشورے دیا کرے گا اور حالات کے مطابق منصوبے بنائے گا۔ سوسانہ ان مشوروں اور منصوبوں کو اپنے ہی دماغ کی سوچ سمجھ کر تسلیم کرتی رہے گی اور ان پر عمل بھی کرتی رہے گی۔

اور یہ بھی حکم تھا کہ وہ کسی خیال خوانی کرنے والے کو دماغ میں آنے نہیں دے گی اور کسی کو اپنے چور خیالات پڑھنے نہیں دے گی۔ اس طرح کی برین واشنگ کو چھ ماہ کا عرصہ گزر چکا تھا۔ تنویمی عمل کا اثر زائل ہو رہا تھا۔ یہ بات کینی پال سمجھ نہیں پایا تھا کیونکہ سوسانہ اب بھی اس کی لہروں کو محسوس نہیں کرتی تھی۔ اس کے مشوروں پر عمل کرتی تھی لیکن جبرئیل کی محبت اور میڈونا کے جلاپے میں سُپر ماسٹر سے بغاوت کر رہی تھی۔

کینی پال کے لیے یہ بات تشویشناک نہیں تھی۔ اس نے سوسانہ کی سوچ میں آج رات تین بجے دوبارہ تنویمی عمل کا وقت مقرر کیا تھا۔ یہ اس کی بدقسمتی تھی کہ اس سے پہلے میں سوسانہ پر تنویمی عمل کر چکا تھا۔

میں نے اُسے حکم دیا کہ لاشعور میں جو کینی پال کی آواز اور لہجہ ہے اُسے یاد کرے۔ جب اس نے یاد کیا تو میں نے حکم دیا۔ اُسے ہمیشہ یاد رکھے جیسے ہی وہ سوچ کی لہر دماغ میں آئے سانس روک کر اسے بھگا دے۔ مجھے اپنے عامل کے طور پر یاد رکھے میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہ کرے۔ باقی تمام پرائی سوچوں کو دماغ سے نکال دیا کرے۔ پارس کو ہمیشہ اپنی جان سے زیادہ عزیز سمجھ کر اس سے دوستی قائم رکھے جبرئیل کو سُپر ماسٹر کی غلامی سے نجات دلانے کے لیے اسے پارس کی طرف مائل کرتی رہے اور اُسے بھی آمادہ کرتی رہے کہ میں اس کے دماغ میں جا کر تنویمی عمل کر سکوں اور کسی خیال خوانی کرنے والے سے اسے بھی نجات دلا سکوں۔

مارٹن رسل اور کینی پال ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی حیثیت سے ابھی منظرِ عام پر نہیں آئے تھے۔ سُپر ماسٹر نے انھیں محدود فرائض کا پابند بنا رکھا تھا۔ ایک جبرئیل کو اور دوسرا سوسانہ کو کنٹرول کرتا آ رہا تھا۔ ابھی مجھے مارٹن رسل کا نام معلوم نہیں ہوا تھا۔ کسی وقت بھی جبرئیل کے اندر پہنچنے سے یا حالات کے مطابق دوسرے ذرائع سے وہ میری معلومات کی فہرست میں آ سکتا تھا۔

میں نے تقریباً آدھی رات کو سوسانہ پر عمل کیا تھا۔ پھر اُسے تنویمی نیند سلا دیا تھا۔ اسے حکم دیا تھا کہ صبح تک کوئی دماغ میں آئے یا کمرے میں آئے تو وہ فوراً بیدار ہو جائے اور حالات کے مطابق اس سے نمٹ لے ورنہ صبح تک آرام سے سوتی رہے۔ ایک اور بات جو میں نے اُسے سمجھائی وہ یہ تھی کہ میرا نام آرمر ہے۔ میں اس کے دماغ میں آ کر یہ کوڈ ورڈز ادا کروں گا۔ "آرمر ود لَو اینڈ فرینڈ شپ فرام پارس۔"

میری پلاننگ کے مطابق آرمر بھی ان کوڈ ورڈز کے ساتھ اس کے دماغ میں جا کر باتیں کر سکتا تھا اُسے پارس کا پیغام پہنچا سکتا تھا میں بھی آرمر کے لہجے میں اس سے گفتگو کر سکتا تھا۔ اگر ایسے حالات پیدا ہوتے کہ وہ پارس سے کسی بات پر ناراض ہو کر یا جبرئیل کے مجبور کرنے سے آرمر کو دماغ میں جگہ نہ دیتی تو میں اپنی ذاتی سوچ کے لہجے سے چپ چاپ اس کے دماغ میں رہ سکتا تھا۔ چونکہ میں کبھی کسی عورت کی اجازت کے بغیر اس کے دماغ میں نہیں جاتا۔ اس لیے فرہاد کی حیثیت سے اس کے اندر چھپ کر رہنے کا ارادہ نہیں تھا۔ ہاں اگر دشمن اُسے نقصان پہنچانا چاہتے یا اس کے ذریعے ہمارے لیے مصیبت بنانا چاہتے تو میں خاموشی سے اس کے اندر رہ کر دشمنوں سے لڑنے پر مجبور ہو جاتا۔

بہرحال ایک اہم مسئلے سے نمٹنے کے بعد میں پارس کے دماغ میں آیا تو وہاں آرمر کہہ رہا تھا "بیٹے! مجھے پہنچنے میں دیر ہو گئی۔ سوسانہ گہری تنویمی نیند میں ڈوبی ہوئی ہے۔ میں اُسے مخاطب کرتا تو وہ بیدار ہو جاتی پھر سانس روک کر مجھے باہر نکال دیتی۔ اس کی نیند بتا رہی ہے کہ دشمن ہمیں اس سے دور کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔"

پارس نے کہا "یہ بہت بُرا ہوا۔ سوسانہ میرے ہاتھ میں ایک اہم مہرہ تھی۔"

میں نے دونوں کو مخاطب کیا "ہیلو آرمر! ہیلو بیٹے! میں وہی ہوں جو خود کو فرہاد کہتا ہے۔ آرمر نے میرے متعلق تمھیں بتایا ہوگا۔"

پارس نے ایک دم سے چہک کر کہا "ارے پاپا! آپ ہیں۔ جب سے معلوم ہوا ہے کہ سونیا ثمانے آپ کو پہچان لیا ہے اور فرہاد علی تیمور تسلیم کر لیا ہے تب سے میں آپ کا بے چینی سے انتظار کر رہا ہوں۔"

میں نے خوش ہو کر کہا "مجھے اپنے بیٹے کی ذہانت سے یہی امید تھی۔ میں تمھارے پاس پہلے ہی آ جاتا لیکن سوچا تمھارا کوئی اہم کام کر کے تمھارا اعتماد حاصل کر لوں پھر تم سے بات کروں گا۔ سوسانہ واقعی ایک اہم مہرہ ہے وہ تمھارے ہی ہاتھ میں رہے گی۔ میں نے اس پر تنویمی عمل کیا ہے۔"

"واہ پاپا! آپ نے تو کمال کر دیا ہے۔ کیا کس کے دماغ میں کوئی چھپا رہتا تھا؟"

"ہاں۔ وہ سُپر ماسٹر کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے اس کا نام کینی پال ہے۔ اس کا تنویمی عمل زائل ہو رہا تھا۔ میں نے اُسے بالکل ختم کر دیا ہے۔ آیندہ سوسانہ اسے اپنے دماغ میں محسوس کیا کرے گی تو بھگا دیا کرے گی۔ صرف آرمر مخصوص کوڈ ورڈز کے ذریعے اس کے دماغ میں جا سکتا ہے اور وہ کوڈ ورڈز ہیں۔ آرمر ود لَو اینڈ فرینڈ شپ فرام پارس۔"

"آپ واقعی ہماری حمایت میں کام کر رہے ہیں لیکن آپ نے کوڈ ورڈز کا تکلف کیوں کیا؟ آرمر انکل کا لہجہ اس کے دماغ میں نقش کر دیتے، وہ ایک معمولہ کی حیثیت سے انکل کو دماغ میں محسوس نہ کرتی۔ یوں اس کے دماغ میں چھپ کر آیندہ کسی دشمن کا سراغ لگایا جا سکتا تھا۔"

"اوّل تو میری یا آرمر کی عادت نہیں ہے کہ کسی خاتون کے دماغ میں چھپ کر جائیں۔ یہ خلافِ تہذیب ہے۔ پھر یہ کہ سوسانہ کا حساس دماغ اب کسی کو دماغ میں آنے نہیں دے گا۔ وہاں دشمن ایک ساعت کے لیے بھی نہیں جا سکیں گے۔"

آرمر نے کہا "مسٹر! تم میری عادت سمجھتے ہو کہ میں کسی خاتون کی اجازت کے بغیر دماغ میں نہیں جاتا۔ تمھارا شکریہ، تم واقعی مہذب انسان ہو۔ تمھاری دانشمندی سے علی اور مادام رسوتی نے سُپر ماسٹر سے نجات حاصل کر لی۔ تم نے سونیا کے دشمنوں کو ٹھکانے لگایا۔ تم نے سوسانہ کو بروقت ہماری مُٹھی سے پھسلنے نہیں دیا۔ اتنے مہذب اور دانشمند ہونے کے باوجود خود کو فرہاد کیوں کہتے ہو؟"

پارس نے کہا "مسٹر! میں تھوڑی دیر پہلے تمھیں پاپا کہہ کر دھوکا دے رہا تھا۔ تمھیں خوش کر کے تم سے کام لینا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے ہی تم نے ہمارا بہت بڑا کام کیا ہے۔ میں تمھاری قدر کرتا ہوں، تم سے پائیدار دوستی کر سکتا ہوں۔ پلیز اپنے اوپر سے فرہاد کا خول اُتار دو۔"

میں نے ایک سرد آہ بھر کر کہا "میں بحث نہیں کروں گا۔ ہاں، نیک مشورہ دوں گا۔ اگر کبھی میری آواز سے، لہجے سے اور میرے اعمال سے تمھارا دل یہ کہے کہ میں تمھارا باپ ہوں تو کسی جھوٹ اور فریب سے کام نہ لینا، مجھے پاپا کہہ کر گلے لگانے کا موقع دینا۔ میں اس دن کا صبر سے انتظار کروں گا۔"

"وہ دن کبھی نہیں آئے گا۔ کیونکہ انسان مرنے کے بعد، پھر ایک عرصے تک قبر میں رہنے کے بعد دنیا میں واپس نہیں آتا۔ ویسے تم حقیقتاً کون ہو؟ کیا ہو؟ یہ جاننے کے لیے تم سے ملنا چاہتا ہوں۔ بولو، کہاں ملاقات کرو گے؟"

"میں پیرس پہنچ گیا ہوں۔ ساؤتھ ٹیک کے سات نمبر کے کاٹیج میں کسی وقت بھی مل سکتا ہوں۔"

"یہ بہتر ہوا کہ تم پیرس آ گئے۔ پہلے میں جناب شیخ الفارس صاحب سے ملاقات کروں گا۔ پھر تم سے ملنے آؤں گا۔"

میں کہنا چاہتا تھا کہ وہ جناب شیخ صاحب سے میرے متعلق کوئی سوال نہ کرے، وہ مجھے دنیا کے لیے مُردہ اور دین کے لیے زندہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس لیے وہ میری دنیاوی زندگی کی تصدیق نہیں کریں گے۔

لیکن میں پارس کو منع کرتا تو وہ مجھے فراڈ سمجھتا۔ یوں بھی میں فراڈ سمجھا جا رہا تھا۔ ان کے دلوں میں مزید شبہات پیدا کرنا مناسب نہیں تھا۔ بزرگانِ دین کی باتیں سمجھ میں تو آتی ہیں لیکن ہماری ایمانی ناپختگی یہ نہیں مانتی کہ اُن کی باتیں اٹل ہوتی ہیں۔ جناب شیخ صاحب نے مجھ سے کہا تھا "تم دنیا والوں کی طرف جا کر پچھتاؤ گے اور میری عقل کہتی تھی، دو اور دو چار ہوتے ہیں۔ اسی طرح میں اوّل فرہاد ہوں آخر فرہاد ہوں۔ ساری دنیا مجھے تسلیم کرے گی۔ میں کسی پہلو سے نہیں پچھتاؤں گا۔

اور اب اُن کی پیشین گوئی کے مطابق پچھتا رہا تھا۔ میرے خون کا، محبت کا اور دوستی کا کوئی رشتہ مجھے ماننے کو تیار نہیں تھا۔ ایک اُمید تھی کہ جب سونیا اور پارس بابا صاحب کے ادارے میں جائیں گے اور جناب شیخ صاحب سے میرا ذکر کریں گے تو ہمارے وہ بزرگ کبھی جھوٹ نہیں بولیں گے اور اُن کے سامنے میری حیاتِ نو کی تصدیق کر دیں گے۔

مگر افسوس پچھتاوا میرا مقدر بن گیا تھا۔ دوسری صبح اطلاع ملی کہ جناب شیخ صاحب اِس جہانِ فانی سے کوچ کر گئے ہیں۔ انھوں نے فجر کی نماز ادا کر کے اپنے ایک مُرید کو حُجرے میں بُلایا تھا پھر مُرید سے کلامِ پاک کی تلاوت کی فرمائش کی تھی۔ مرید نے تلاوت شروع کی تو انھوں نے سُنتے سُنتے آنکھیں بند کر لیں پھر وہ آنکھیں ہمیشہ کے لیے بند ہو گئیں۔ اللہ باقی مِن کُل فانی۔

دو روز پہلے بابا صاحب کے ادارے میں اعلیٰ بی بی کی آخری رسومات ادا کی گئی تھیں اور آج پھر ادارے سے تعلق رکھنے والے تمام افراد کو صدمہ پہنچ رہا تھا۔ شام تک بے شمار ممالک سے تعزیتی پیغامات آتے رہے۔ سُپر ماسٹر، ماسک مین اور یہودی تنظیم کی طرف سے شیخ الفارس کی وفات پر افسوس کا اظہار کیا گیا تھا۔ ساتھ ہی یہ چرکا دیا گیا تھا کہ بابا صاحب کے ادارے کے اہم ستون گرتے جا رہے ہیں۔ پہلے فرہاد، پھر اعلیٰ بی بی، اس کے بعد شیخ الفارس صاحب اور جلد ہی سونیا کی باری آنے والی ہے۔

سُپر ماسٹر نے پیغام کے علاوہ کہا تھا "ادارے کی گرتی ہوئی ساکھ کے باوجود ہم اپنے ملک میں سونیا کو سُپر ماسٹر کے متوازی عہدہ دیں گے۔ وہ جب چاہے پارس کے ساتھ آ سکتی ہے۔"

ماسک مین نے کہا تھا "رسوتی کو اپنے بھیانک مستقبل کا اندازہ کر لینا چاہیے۔ فرہاد کی فیملی کو زوال آ چکا ہے۔ اُسے اپنے بیٹے علی تیمور کے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ساتھ ہمارے پاس آجانا چاہیے۔ اب اُن کے لیے بابا صاحب کا ادارہ محفوظ نہیں رہا۔"

اسرائیلی حکام کی طرف سے پیغام آیا۔ "دوسرے دن شیبا کی برسی ہے' اِس موقع پر فرہاد مرحوم کی فیملی کے تمام افراد پر سے پاسپورٹ اور ویزا کی پابندیاں اُٹھائی جا رہی ہیں۔ سونیا' رسونتی' علی تیمور' پارس' آرمر' والٹسورڈ کی اور رپومی وغیرہ کو خوش آمدید کہا جائے گا اور اُن کے قیام کے دوران انھیں وی آئی پی ٹریٹمنٹ دیا جائے گا۔ ہمیں اُمید ہے' شیبا کی برسی میں اس کی قبر پردیراتی نہیں رہے گی۔ اس پر پھولوں کی چادریں چڑھائی جائیں گی۔"

سونیا نے سُپر ماسٹر کو جواب ارسال کیا۔ "فرہاد بہت بڑی چیز تھا۔ اس کا جوان بیٹا اپنی ماں کو تمھاری قید سے نکال لایا۔ تم اس کی گرد کو بھی نہ پہنچ سکے۔ تم اپنے متوازی کیا عہدہ دے سکو گے۔ سیکڑوں فوجیوں اور درجنوں ہیلی کاپٹروں کی تباہی کے پیشِ نظر تمھیں استعفا دے دینا چاہیے۔"

علی تیمور نے ماسک مین کو جواب دیا۔ "فرہاد کی فیملی کو زوال آتا تو تمھاری ناقابلِ شکست تاتیانہ ماری نہ جاتی۔ پاسکل بُورباکا اغوا نہ ہوتا۔ تم نے کسی شرط کے بغیر ماریہ کو واپس کر دیا ہے۔ یہ سب تمھارے زوال کی کہانی ہے۔ بابا صاحب کا ادارہ کیسا زبردست آہنی قلعہ ہے' کبھی اِس میں جھانکنے کی حماقت کر کے دیکھو۔"

پارس نے اسرائیلی حکام کو جواب دیا۔ "میری ماں کے لیے ہمیشہ آگ اور خون کی بارش ہوتی رہی۔ میری ماں پھولوں کی سیج پر دم توڑتی تو میں اس کی قبر پر ضرور پھول چڑھانے آتا لیکن وہاں تو آگ اور خون کی بارش ہونی چاہیے۔ برسی کے دن پورے تل ابیب میں بارود کے دھماکے ہونے چاہئیں۔ اسی طرح میری عظیم ماں شیبا کو خراجِ تحسین پیش کیا جا سکتا ہے مگر بڑے خوش نصیب ہو' شیخ الفارس مرحوم کا سوگ تین دن تک منایا جائے گا۔ اگر چاہتے ہو کہ تین دن بعد تمھارے شہر تل ابیب میں قیامت نہ آئے تو معافی نامہ لکھ بھیجو۔"

رسونتی اور علی تیمور بابا صاحب کے ادارے میں تھے۔ سونیا اور پارس بھی اپنی مصروفیات چھوڑ کر تین دنوں کے لیے آ گئے تھے صرف ماریہ پیرس کے ایک ملٹری اسپتال میں تھی۔ میں بھی شیخ الفارس مرحوم کی آخری رسومات میں شریک ہونے کے لیے ادارے کے احاطے میں داخل ہونا چاہتا تھا لیکن میری گاڑی کو بیرونی گیٹ کے باہر روک دیا گیا۔ سیکیورٹی افسر نے میرے شناختی کاغذات طلب کیے۔ میرے پاس کاغذات تھے لیکن وہ دوسرے نام سے تھے۔ کیوں ہاں کی بھی ایک کہانی ہے۔ میرے ساتھ جتنی بھی کہانیاں بن رہی تھیں اُن کے پیچھے شیخ الفارس مرحوم کی پیشین گوئی کارفرما تھی کہ میں اپنی صحیح شناخت پیش نہیں کر سکوں گا۔

قصہ یوں ہے کہ علی اور رسونتی کو سرحد پار کرانے کے بعد میں فوجی ہیلی کاپٹر میں ایک شہر تک پہنچا تھا۔ یعنی جنگل سے نکل کر انسانی آبادی میں آیا تھا۔ وہاں سے آگے سفر کرنے کے لیے اپنا نام' ولدیت' شہریت اور پتا ٹھکانا بتانا لازمی تھا۔ شناختی کارڈ اور پاسپورٹ ضروری تھا۔ یہ میرے لیے نہایت معمولی باتیں تھیں۔ میں نے متعلقہ شعبوں کے افسران کے دماغوں میں پہنچ کر تمام ضروری کاغذات کے علاوہ ہزاروں ڈالر بھی حاصل کر لیے تھے۔ لیکن خود کو فرہاد علی تیمور ظاہر نہیں کر سکتا تھا کیونکہ میں سُپر ماسٹر کے ملک میں تھا۔ میرا یہ نام جنگل کی آگ کی طرح پھیل جاتا۔ سُپر ماسٹر اور دوسرے دشمن مجھے نیویارک کے ائیرپورٹ تک بھی نہ پہنچنے دیتے۔ تمام پریس رپورٹرز میرے پیچھے پڑ جاتے۔ اخبارات میں بڑی بڑی سرخیوں کے ساتھ شائع ہوتا کہ پیرس میں مرنے اور دفن ہونے والا فرہاد نیویارک میں زندہ ہو گیا ہے۔

اگر یہ یقین نہ آتا کہ مجھے دوبارہ زندگی ملی ہے تو انٹیلی جینس والے حراست میں رکھ کر سوالات کرتے کہ میں کون ہوں؟ کہاں سے آیا ہوں؟ اور میں نے فرہاد کے نام سے پاسپورٹ اور دیگر ضروری کاغذات کس طرح حاصل کیے ہیں اور اگر میں ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ کرتا تو سُپر ماسٹر مجھے آہنی سلاخوں کے پیچھے سے نکلنے نہ دیتا۔ ایسی قیدی بننے سے پہلے ہی ایک طویل جنگ شروع کر دیتا۔ جنگ کے دوران خود کو فرہاد کہتا رہتا۔ میرے شکنجے میں آنے والے ٹیلی پیتھی سے سہم کر مجھے تسلیم کرتے اور جبراً تسلیم کروانے کا مطلب یہی ہوتا کہ میں فرہاد نہیں ہوں۔

پھر میں نے سوچا پہلے میرے اپنے مجھے قبول کریں گے تو پھر دنیا والوں کی پروا نہیں ہو گی۔ اس لیے جلد از جلد اپنوں تک پہنچنے کے لیے میں نے برائن وولف کے فرضی نام سے کاغذات حاصل کیے تھے' اب اس فرضی نام سے اور کاغذات سے میں بابا صاحب کے ادارے میں داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ میں نے سیکیورٹی افسر سے کہا۔

"میں تھوڑی دیر بعد اپنی شناخت پیش کروں گا۔"

یہ کہہ کر میں اپنی کار ڈرائیو کرتا ہوا ایک سائیڈ میں لے گیا۔ پھر اسے روک کر رسونتی کے دماغ پر دستک دی۔ کوڈ ورڈز ادا کیے وہ خوش ہو کر بولی۔ "تم کہاں ہو؟ پیرس کب آ رہے ہو؟"

"میں پیرس پہنچ گیا ہوں اور اب تمھارے دروازے پر آیا ہوں۔"

"میرے دروازے پر؟"

"ہاں۔ میں نے سوچا شیخ الفارس مرحوم کی آخری رسومات میں شریک ہو جاؤں گا اور تم سے ملاقات بھی ہو سکے گی۔ اس لیے اِس ادارے کے بیرونی گیٹ کے قریب تمھارا انتظار کر رہا ہوں۔"

وہ فوراً ہی اُٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اُس کا چہرہ خوشی سے کِھل گیا تھا وہ تیزی سے چلتی ہوئی رہائش گاہ سے باہر آ رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "رک جاؤ۔ ادارے میں شیخ الفارس مرحوم کے لیے لوگ سوگوار ہیں۔ ایسے میں تم خوشی سے مسکراتی رہو گی تو یہ غلط بات ہو گی۔ بہتر ہے تم میرے پاس نہ آؤ بلکہ مجھے اپنے پاس بلواؤ۔"

"کیا میرے بلانے سے یہ لوگ تمھیں اندر آنے دیں گے؟"

"تمھیں یاد نہیں ہے کہ یہاں تمھارا کتنا مان کیا جاتا ہے یہاں ہمیشہ سے تمھاری ہر خواہش پوری ہوتی رہی ہے۔ بہتر ہے میں سونیا اور پارس کو اپنی آمد کی اطلاع دیتا ہوں' تم علی اور آرمر کو بتا دو۔"

اس نے یہی کیا۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے سونیا اور پارس سے کہا۔ "میں اِس ادارے کے بیرونی گیٹ کے قریب ہوں' کیا اندر آ سکوں گا؟"

دس منٹ کے اندر ہی سونیا' رسونتی' پارس' علی تیمور' آرمر' والٹسوکی اور رپومی وغیرہ آ گئے۔ کئی مسلح گارڈز بھی تھے۔ انھیں بیرونی گیٹ کے اندر دیکھتے ہی میں کار سے باہر نکلا پھر اُن کے قریب جاتے ہوئے بولا۔ "شاید مجھے یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ میں فرہاد ہوں۔ اب تک تم لوگ اپنے دماغوں میں میری آواز اور لہجہ سنتے رہے ہو۔ آج آنکھوں سے دیکھ لو۔ یہ وہی برسوں کا جانا پہچانا چہرہ ہے۔"

رسونتی نے ایک قدم آگے بڑھ کر کہا۔ "یہاں میں نے اپنے بیڈ روم میں تمھاری تصویر کو سیکڑوں بار دیکھا ہے۔ تم وہی ہو۔ تم فرہاد ہو۔ زندہ ہو۔"

علی نے ماں کا بازو پکڑ کر کہا۔ "ماما! آپ کو بہت سے حقائق کا علم نہیں ہے۔ آپ کو ماضی کی ایک ایک بات یاد آئے گی تو اسے فوراً ہی نہ تسلیم نہیں کریں گی۔ ہم نے بہت پہلے سمجھ لیا تھا کہ پاپا کی وفات کے بعد ایسے بہروپیے درجنوں کے حساب سے ہمارے سامنے آئیں گے۔ کبھی دوست بن کر کبھی دشمن بن کر۔"

پارس نے کہا۔ "ماما! کسی بھی رشتے کو قبول کرنے کے سلسلے میں آپ کی اہمیت سب سے زیادہ ہے۔ اگر آپ غلطی کریں گی اور کسی کو ہمارا باپ بنانا چاہیں گی تو ہم شرم سے مر جائیں گے یا اس باپ بننے والے کو مار ڈالیں گے۔"

سونیا نے کہا۔ "میں تمھیں عارضی طور پر فرہاد تسلیم کر کے تم سے ایک کام لینا چاہتی تھی مگر تم یہاں تک آ پہنچے ہو۔ بڑی ڈھٹائی سے ہمارا سامنا کر رہے ہو۔ جب آ ہی گئے ہو تو اندر آؤ لیکن یہاں تمھیں ایک کاٹیج کی چار دیواری تک محدود رہنا ہو گا۔ باہر سخت پہرا ہے کل شیخ مرحوم کی تجہیز و تکفین کے بعد ہم تم سے باتیں کریں گے۔"

پھر اس نے مسلح گارڈز کو حکم دیا۔ "اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر اسے سامنے کاٹیج میں پہنچا دو۔ یہ کاٹیج سے نکلنا چاہے تو اسے دوبار وارننگ دو' تیسری بار گولی مار دو۔"

علی نے کہا۔ "یہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے کسی کو اس کاٹیج میں بُلا سکتا ہے لہٰذا سونیا ماما کی اجازت کے بغیر کسی کو اس کے قریب نہ جانے دیا جائے۔"

ایک شخص میری آنکھوں پر پٹی باندھنے لگا۔ میں نے کہا۔ "یہ تکلف نہ کرو۔ میں اِس ادارے کے ایک ایک حصے سے واقف ہوں۔ لائبریری' طبی اور سائنس لیبارٹری' میڈیکل کالج اور اسپتال' کار اور ہیلی کاپٹرز کی مرمت کے کارخانے وغیرہ کہاں کہاں ہیں' مجھے سب معلوم ہے۔ جس میدان میں گوریلا جنگ کی ٹریننگ دی جاتی ہے اس میدان کے نیچے خفیہ اسلحہ خانہ ہے۔ سونیا کے کاٹیج کے پیچھے..."

میری بات ادھوری رہ گئی کسی نے مجھے دھکا دے کر کہا۔ "بکواس بند کرو اور گاڑی میں بیٹھو۔"

میری آنکھیں بند کر دی گئی تھیں۔ دو افراد مجھے پکڑ کر ادارے کے اندر چلنے والی ایک ٹرال پر بٹھانا چاہتے تھے۔ میں نے خود کو چھڑا کر کہا۔ "آنکھیں بند ہونے کے باوجود میں تمھارے دماغوں میں رہ کر دیکھ رہا ہوں' وہ ٹرال کتنے فاصلے پر ہے۔"

میں انھیں حیرت زدہ کرتا ہوا ایک ٹرالی میں جا کر بیٹھ گیا۔ سونیا اور رسونتی وغیرہ دوسری ٹرالیوں میں بیٹھی یہ تماشا دیکھ رہی تھیں۔ رسونتی نے سونیا سے کہا۔ "اگر یہ فرہاد نہیں ہے' پہلی بار یہاں آیا ہے تو تمام شعبوں کے بارے میں کیسے جانتا ہے۔ حتیٰ کہ خفیہ اسلحہ خانے کے متعلق بھی جانتا ہے۔"

سونیا نے جواب دیا۔ "یہ بہت چالاک ہے۔ یہاں آتے ہی جب سیکیورٹی افسر نے اسے روکا تو اس نے افسر کے دماغ میں رہ کر یہاں کی تمام معلومات حاصل کر لیں۔"

"ابھی علی نے کہا ہے کہ تمھاری اجازت کے بغیر کوئی اس سے ملاقات نہیں کرے گا۔"

"کیا تم ملنا چاہتی ہو؟"

"ہاں۔ میں رو برو باتیں کر کے اسے سمجھنا چاہتی ہوں۔"

"ابھی تم خود کو نہیں سمجھ پا رہی ہو۔ دوسرے کو کیسے سمجھو گی؟"

"وہ دوسرا نہیں ہے۔ میرا دل اس کی طرف کھنچا جاتا ہے۔ ہو سکتا ہے اس کے قریب جانے سے مجھے پچھلی کوئی بات یاد آ جائے۔"

"تمھاری یہ بات معقول ہے۔ تم جب چاہو اس سے ملنے جا سکتی ہو۔"

"اوہ تھینک یو سونیا! تم بہت اچھی ہو۔"

سونیا نے کہا۔ "مگر ایک بات ہے۔ ملاقات کے دوران اسے ایک کمرے میں بند رکھا جائے گا۔ ہم میں سے کوئی بھی وہاں جا کر کھڑکی کے پاس کھڑے رہ کر گفتگو کر سکے گا۔"

رسونتی کچھ مایوس ہوئی لیکن یہ خیال خوش آیند تھا کہ وہ کھڑکی سے فرہاد کو اپنے سامنے دیکھتی رہے گی۔ علی نے کہا۔ "ماما! آپ کو فی الحال اُس شخص سے دور رہنا چاہیے۔ میں آپ کو سمجھا نہیں سکتا کہ دشمن کیسی عجیب و غریب چالیں چلتے ہیں۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

وہ بولی "میری یادداشت گم ہوئی ہے، ذہانت گم نہیں ہوئی ہے۔ کیا تم سمجھتے ہو، تمھاری ماں آنکھیں بند کر کے بے شرمی سے ایک بیگانے کو اپنا مان لے گی۔ بیٹے! مجھے ماں کہتے ہو تو مجھ پر بھروسا کرو۔"

وہ چھوٹی بڑی رکاوٹوں سے گزر کر میرے پاس آگئی۔ آخر وہ کون سا جذبہ تھا جو اُسے میری طرف کھینچ لاتا تھا، کوئی مجھے مانتا نہیں تھا، وہ ماننے لگی تھی جبکہ سونیا، پارس، علی تیمور سب ہی مجھے دل و جاں سے چاہتے تھے۔ فی الوقت مجھے چاہنے اور ماننے میں بڑا فرق تھا۔ ماننے والی صرف ایک ہی تھی۔ اس طرح یہ بات سمجھ میں آتی تھی کہ میرے تمام اپنے لوگ ہوش و حواس میں رہ کر میری موجودگی سے انکار کرتے تھے اور رسونتی کی کمزور یادداشت نے اس کی ہوش مندی اور فیصلے کی قوت کو کمزور بنا دیا تھا۔ وہ محض جذبات میں بہتی ہوئی مجھ سے کسی بھی بہانے سے منسوب رہنا چاہتی تھی۔

ہماری پہلی ملاقات گھنے درخت کی ایک شاخ پر ہوئی تھی۔ تقدیر نے اُسے اوپر والی شاخ سے گرا کر میری آغوش میں پہنچا دیا تھا جس کے بعد میں نے کچھ رومانی شرارتیں بھی کی تھیں۔ ایک نوجوان لڑکی کی زندگی میں پہلی بار ایسی شرارتیں ہوں تو اس کے دل میں ہلچل اور راتوں میں کھلبلی سی پیدا ہو جاتی ہے۔ رسونتی کی پچھلی زندگی نے گم ہو کر اُسے کنواری نوجوان لڑکی بنا دیا تھا۔ وہ علی تیمور سے متاثر ہو کر اسے بیٹا کہتی تھی مگر یقین نہیں تھا کہ اس نے کسی بچے کو کبھی جنم دیا تھا یا کبھی اس کی شادی ہوئی تھی۔ اگر ہوئی تھی اور اس کی زندگی میں کوئی مرد آیا تھا تو وہ گھنے درخت کی شاخ پر چھیڑ چھاڑ کرنے والا مرد تھا۔ صرف اسی مرد کے حوالے سے وہ فرہاد کو تسلیم کر رہی تھی، اس کا دل مچل مچل کر کہتا تھا کہ میں پھر اس کی زندگی کی گھنی شاخ پر چلا آؤں۔

کاٹیج کے اندر مجھے ایک کمرے میں بند کر دیا گیا تھا۔ کمرے کے دروازے پر مسلح گارڈز کھڑے ہوئے تھے۔ دروازے سے چار فٹ کے فاصلے پر ایک کھڑکی تھی جس میں آہنی جالیاں لگی ہوئی تھیں۔ میں جالی کے اس پار اور وہ اُس پار تھی اور کہہ رہی تھی "یہ عجیب بات ہے کہ میں پچھلی زندگی بھول گئی ہوں مگر تم مجھے یاد ہو اور تمام رشتے داروں کو پچھلی زندگی یاد ہے مگر وہ تمھیں بھول گئے ہیں۔"

میں نے کہا "ہماری دنیا میں عجیب و غریب تماشے ہوتے ہیں۔ ایک شیخ الفارس مرحوم تھے جو میری حیاتِ نو کی گواہی دے سکتے تھے، وہ بھی چل بسے۔ شاید اب میں کبھی خود کو فرہاد علی تیمور ثابت نہیں کر سکوں گا۔"

"مایوس کیوں ہوتے ہو۔ میں تمھارے لیے ساری دنیا سے لڑوں گی۔"

"فضول ہے۔ سب یہی سمجھیں گے کہ میں اُن کے خلاف تمھیں بہکا کر اپنے ساتھ کہیں لے جانا چاہتا ہوں۔"

"تم مجھے کہاں لے جا سکتے ہو؟"

"کہیں نہیں۔ ہمارا گھر ہماری یہ مختصر سی دنیا دونوں بیٹوں کے دم قدم سے ہے۔ تمھیں یاد نہیں ہے، تم دونوں میں سے علی تیمور کو شدت سے چاہتی تھیں۔ مجھ سے بھی زیادہ اس پر مان کرتی تھیں۔ ابھی میں تم سے کہوں کہ ان تمام رشتوں کو چھوڑ کر میرے ساتھ بھاگ چلو تو تم راضی ہو جاؤ گی۔ اگر ابھی تمھاری یادداشت واپس آجائے تو تم علی تیمور کو گلے لگا کر مجھ سے دور ہو جاؤ گی۔"

"ایسا نہ کہو، میں تم سے دور رہنے کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔"

"پیش آنے والے حقائق سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ابھی میری باتیں سمجھ میں نہیں آئیں گی۔ بہرحال میں تمھیں بھگا لے جانے والا دشمن نہیں ہوں، تمھارے ساتھ اس گھر کو آباد رکھنا چاہتا ہوں اور اپنے خاندان کو بڑھتے اور پھیلتے دیکھنا چاہتا ہوں۔ بس ایک بات سمجھ میں نہیں آتی کہ باقی رشتے داروں اور چاہنے والوں کو کیسے سمجھاؤں، آخر وہ کب مجھے تسلیم کریں گے؟"

وہ بولی "رشتے داروں کا انکار ہمارے درمیان دیوار بن گیا ہے۔ ہم یہ کھڑکی پار نہیں کر سکتے۔ کیا ہم ایسی ہی پابندیوں میں رہیں گے؟"

"نہیں۔ میں سونیا، علی تیمور اور پارس وغیرہ سے باتیں کر کے چلا جاؤں گا۔ تم پیرس کی سیر کرنے اور شاپنگ کے بہانے آؤ گی تو وہاں ہم آزادی سے ملیں گے۔ میں خیال خوانی کے ذریعے اپنے ٹھکانے تک تمھاری راہنمائی کروں گا۔"

ہماری باتوں میں کافی وقت گزر گیا۔ شیخ مرحوم کو سپردِ خاک کر دیا گیا۔ سونیا، پارس، علی تیمور، وانسوروکی، آر مراور پومی مجھ سے ملنے آئے۔ مجھے ڈرائنگ روم میں آ کر ان سے باتیں کرنے کی اجازت دی گئی۔ ہم مختلف صوفوں پر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھ گئے۔ سونیا نے کہا "آج کا دن ہمارے لیے بڑا المناک ہے۔ ہم نے فیصلہ کیا تھا کہ تین دن تک کسی معاملے میں مصروف نہیں رہیں گے۔ لیکن تم نے یہاں آ کر ہمیں گفتگو پر مجبور کر دیا ہے۔"

"میں مجبور نہیں کرنا چاہتا۔ مجھ سے بعد میں بھی گفتگو ہو سکتی ہے۔ میں تو شیخ الفارس مرحوم کی عقیدت میں آیا تھا۔ تم نے مجھے یہاں بند کرا دیا۔"

"زیادہ چالاک بننے کی کوشش نہ کرو۔ تم رسونتی پر نفسیاتی حملے کر رہے ہو۔ اُسے تاثر دے رہے ہو کہ اُس کی خاطر امریکا سے فرانس آئے اور اب ہم جیسے مخالفوں کے درمیان اس سے ملنے آگئے ہو۔ تم نے اس کی سپر ماسٹر کی قید سے نکلنے میں بہت مدد کی، یہ تمھاری احسان مند ہو گئی۔ بلکہ تمھیں دل و جاں سے فرہاد سمجھنے لگی ہے۔"

رسونتی نے کہا "سونیا! میں کوئی نادان بچی نہیں ہوں، اپنا بھلا بُرا خوب سمجھتی ہوں۔ مجھ پر تبصرہ فرمانے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم اپنی بات کرو۔"

"جب تک تمھاری یادداشت واپس نہ آئے تم ایک نادان بچی ہو۔ اگر نہیں ہو تو ذرا عقل سے سمجھو، علی دنیا جہاں کے خطرات سے کھیل کر تمھیں یہاں لایا ہے، وہ اس لیے خطرات سے کھیلتا رہا کہ تم سلامت رہو اور تم پر دشمنوں کا سایہ نہ پڑے، آج تم پر سایہ پڑ رہا ہے تو یہ پریشان ہو گیا ہے۔"

علی نے کہا "مما! آپ ماما کو مجھ پر چھوڑ دیں۔ میں ان کی نگرانی اور حفاظت کرتا رہوں گا۔ اس شخص کے ہتھکنڈوں کو کامیاب نہیں ہونے دوں گا! اگر یہ دشمن نہیں ہے، ہم سے دوستی کا دعویٰ کرتا ہے تو پھر اسے سچ بولنا چاہیے۔"

سونیا نے مجھ سے پوچھا "کیا اپنے بارے میں سچ بیان دوگے؟"

میں نے بے بسی سے کہا "میری سمجھ میں نہیں آتا، سچ آنکھوں کے سامنے بیٹھا ہو پھر بھی سچ نظر نہ آ رہا ہو تو آدمی اور سچ کیا بولے؟"

پارس نے پوچھا "تم پیرس کب آئے؟"

"مجھے یہاں پہنچے چوبیس گھنٹے ہو چکے ہیں۔"

"اگر تم سچے ہوتے تو پیرس پہنچتے ہی ادارے میں آ کر شیخ الفارس مرحوم سے ملاقات کرتے، ہماری طرح بابا بھی یہ جانتے تھے کہ وہ کسی بات کی تصدیق کر دیتے ہیں تو پھر ہم سب کسی حجت اور دلیل کے بغیر اسے تسلیم کر لیتے ہیں۔ بتاؤ تم نے شیخ الفارس مرحوم سے ملاقات کیوں نہیں کی؟ اور ان کے وفات پانے کے بعد کیوں آئے ہو؟"

پارس نے بہت ہی ٹیڑھا سوال کیا تھا۔ میں نے کہا "شیخ مرحوم مجھے دینی احکامات کا پابند بنا کر رکھنا چاہتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ گولی لگنے کے بعد جب مجھے ادارے میں لایا گیا تو اُسی رات شیخ مرحوم نے کہا تھا کہ فرہاد! تمھاری زندگی پوری ہو چکی ہے، میں دعا کر رہا ہوں تمھیں کسی دوسری جگہ پہنچا کر علاج بھی کروں گا۔ میرے اندر کا علم کہتا ہے کہ تمھیں نئی زندگی ملے گی تو اُسے صرف عبادت کے لیے اور خدمتِ خلق کے لیے وقف کرو گے۔"

میں نے ذرا توقف سے کہا "میں پوری طرح ہوش و حواس میں نہیں تھا۔ بڑے درد و کرب سے گزر رہا تھا۔ میں نے بڑی مشکل سے جواب دیا کہ مجھے بچا لیں، میں آپ کی ہدایت پر عمل کروں گا۔"

میں نے ایک نظر سب پر ڈال کر کہا "اس کے بعد ہوش نہ رہا، کبھی کبھی آنکھ کھلتی تھی۔ پتا نہیں کتنے گھنٹے یا کتنے دن گزر جاتے تھے۔ آنکھوں پر اور دماغ پر دھند چھائی رہتی تھی۔ دماغ کے اندر شیخ الفارس مرحوم کی سرگوشیاں سنائی دیتی تھیں۔ وہ کہتے تھے۔۔"

میں نے ایک ذرا رسونتی کو دیکھتے ہوئے کہا "وہ کہتے تھے فرہاد علی تیمور فانی تھا، فنا ہو چکا ہے۔ اُسے سپردِ خاک کر دیا گیا ہے۔ تمھاری یہ حیاتِ نو عبادت، ریاضت اور خدمتِ خلق کے لیے ہے۔ دنیا والوں سے تمھارا رشتہ ٹوٹ چکا ہے۔ تم ذات برادری، اپنوں اور بیگانوں کی تمیز کے بغیر سب کے کام آؤ گے مگر کسی سے کوئی رشتہ یا خاص شناسائی نہ ہوگی۔ تمھارے خون کے اور محبت کے رشتوں نے تم پر مٹی ڈال دی ہے، اب وہ تمھیں نہیں پہچانیں گے۔

"میں اعتراف کرتا ہوں کہ شیخ مرحوم سے جو وعدہ کیا اُسے پورا نہیں کیا، مجھے رشتوں کی محبت اور خون کی کشش کھینچنے لگی۔ میں نے شیخ مرحوم سے کہا تھا کہ میں انسان ہوں، انسان رہوں گا، فرشتہ نہیں بن سکوں گا۔ میں اپنی فیملی میں اور اپنے چاہنے والوں میں جانا چاہتا ہوں۔ انھوں نے کہا تم ایسا کرو گے تو پچھتاؤ گے، کوئی فرہاد کے وجود کو تسلیم نہیں کرے گا، تم خون کے اور پیار کے ایک ایک رشتے کے پاس جاؤ گے، کوئی تمھیں قبول نہیں کرے گا اور یہ اچھی طرح سمجھ لو، مجھ سے ہمیشہ کے لیے رابطہ ختم ہو جائے گا۔ اس سے پہلے کہ تمھارے چاہنے والے میرے پاس تصدیق کے لیے آئیں اُن سے بھی ہمیشہ کے لیے رابطہ ٹوٹ جائے گا۔

"آہ! واقعی انھوں نے تم چاہنے والوں سے بھی ہمیشہ کے لیے رابطہ ختم کر دیا ہے۔ یہ محض ان کی ہی ہستی ذات تھی جو میری حیاتِ نو کی تصدیق کر سکتی تھی۔ ورنہ میری صورت، میری آواز، میرا لہجہ، میری محبت، میرا عمل اور میری کوششیں سب بے معنی ہو کر رہ گئی ہیں۔ میں نے اپنے مختصر حالات سنا دیے۔ میں جانتا ہوں کوئی یقین نہیں کرے گا مگر یقین نہ کرنے سے بھی حقیقت یہی رہے گی جو ہے۔ میں ہوں اور جب تک میں ہوں، ہزار انکار کے باوجود میں ہی رہوں گا۔"

میں خاموش ہو گیا۔ علی تیمور نے کہا "میرا مشورہ ہے، اس شخص کا طبی معائنہ کرایا جائے۔ یہ شخص دماغی مریض ہے۔"

پارس نے کہا "مریض نہیں، مکار ہے۔ یہ جانتا ہے، اس ادارے کے مسلمان پانچوں وقت کے نمازی اور بزرگانِ دین کے عقیدت مند ہیں۔ بابا فرید واسطی مرحوم اور شیخ الفارس مرحوم کی زندگی میں عبادت اور ریاضت کے باعث یہاں روحانی فضا قائم ہوتی رہی ہے۔ ایسی ہی روحانیت کے پیشِ نظر یہ حیاتِ نو کی روح پرور داستان سنا رہا ہے۔ اے بھائی! کیوں ہمارا وقت ضائع کر رہے ہو؟ اپنا اصلی چہرہ کیوں نہیں دکھاتے؟"

سونیا نے کہا "اِسے جو کہنا تھا یہ کہہ چکا ہے۔ یہ بہت ضدی ہے، اپنا بیان نہیں بدلے گا۔ اچھا مسٹر! یہ بتاؤ کیا ہمیں یقین دلانے کے لیے کچھ بھی کر سکتے ہو؟"

میں نے پوچھا "تم کیا چاہتی ہو؟"

"آر مر تم پر تنویمی عمل کرے گا۔ جب تمھارا دماغ پوری طرح اس کے قابو میں آجائے گا تو یہ تمھارے تمام ڈھکے چھپے خیالات پڑھے گا۔ تمھاری پچھلی زندگی کے حالات معلوم کرے گا۔ اس طرح تمھارا کردار آئینے کی طرح صاف ہو جائے گا۔ پھر تمھیں کسی طرح کی صفائی پیش کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔"

سب نے سونیا کی تائید کی۔ میری اصلیت معلوم کرنے کا یہی ایک طریقہ رہ گیا تھا۔ میں نے کہا "مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ آر مر ایک شریف

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

انسان ہے۔ یہ میرے دماغ کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔ نہ ہی مجھے اپنا غلام بنائے گا۔ تم سب میرے اپنے ہو اور اپنوں سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔"

آرمر نے کہا۔ "تم اپنا دماغ میرے حوالے کرنا چاہتے ہو۔ اس سے تمھاری دوستی کے جذبات کی صداقت معلوم ہوتی ہے۔"

سونیا نے کہا۔ "ہم نے تین دن تک کسی مسئلے میں نہ اُلجھنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اگر ہم تین دن کے بعد تم پر تنویمی عمل کریں گے تو بات بگڑ جائے گی۔"

میں نے پوچھا۔ "بات کیسے بگڑے گی؟"

وہ بولی۔ "مجھے شبہ ہے کہ کسی نے پہلے ہی تمھارے دماغ پر تنویمی عمل کیا ہے اور یہ باتیں نقش کر دی ہیں کہ تم فرہاد علی تیمور ہو اور ایک نئی زندگی گزارنے کے لیے اپنے رشتے داروں میں رہنا چاہتے ہو۔ اگر ہم تمھیں قبول کر لیں گے اور تم ہمارے ساتھ رہنے لگو گے تو وہ تنویمی عمل کرنے والا تمھارے ذریعے ہمارے منصوبوں کی خبر رکھتا رہے گا۔ تم اپنی جگہ معصوم رہو گے لیکن تمھارے ذریعے ہمیں نقصان پہنچتا رہے گا۔"

میں نے کہا۔ "یہ بات ہے تو تمھیں اپنا شبہ دور کرنا چاہیے۔ مگر آرمر مجھ پر عمل کرنے میں دیر کرے گا تو اس سے پہلے وہ ٹیلی پیتھی والا میرے دماغ کو لاک کر دے گا جس پر سونیا کو شبہ ہے۔"

وہ بولی۔ "تم آج رات اسی کاٹیج میں رہو گے۔ آج ہی تم پر عمل کیا جائے گا۔"

رسونتی خوش ہو گئی کہ آج رات میں اس کے کاٹیج کے قریب رہوں گا۔ وہ بے اختیار مسکرانے لگی۔ میں نے چور نظروں سے سونیا کو دیکھا۔ سونیا چور نظروں سے رسونتی کی مسکراہٹ دیکھ رہی تھی۔ میں نے فوراً اس کے دماغ میں پہنچ کر کوڈ ورڈز کے حوالے سے کہا۔ "اپنی خوشیوں کو چھپانے کی کوشش کرو۔ سونیا تمھاری مسکراہٹ کو بھانپ رہی ہے۔"

وہ سونیا کی طرف دیکھنا چاہتی تھی۔ میں نے روک دیا۔ پھر کہا۔ "اسے دیکھو گی تو وہ سمجھے گی کہ میں خیال خوانی کے ذریعے تمھیں اس کی نظروں کے بارے میں بتا رہا ہوں۔ تم بھول گئی ہو کہ وہ کتنی چالاک ہے۔"

رسونتی نے کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ آرمر تمھارے چور خیالات پڑھ کر تمھیں فرہاد تسلیم کرے گا۔ مگر ایک بات ہے، اسے یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ ہم چپکے چپکے ایک دوسرے سے محبت کر رہے ہیں۔"

"معلوم ہونے دو۔ ہم ڈنکے کی چوٹ پر محبت کریں گے۔ جب میں فرہاد ثابت ہو جاؤں گا تو ہمیں کسی کا ڈر نہیں رہے گا۔"

"تمھارے چور خیالات میں مجھے پڑھا جائے گا تو شرم آئے گی۔"

"مجبوری ہے، وہ تو ضرور پڑھے گا۔ کیا میں تنویمی عمل سے انکار کر دوں؟"

"نہیں۔ ایسا نہ کرنا۔ ان کا شبہ یقین میں بدل جائے گا۔"

آرمر نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے پوچھا۔ "مسٹر اجنبی! تم رات کو کس وقت بستر پر جاتے ہو؟"

"جب سے نئی زندگی کا آغاز ہوا ہے، دس بجے ضرور سو جاتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے، میں دس بجے تمھارے دماغ میں آؤں گا۔"

وہ سونیا، پارس، رسونتی اور علی تیمور کے ساتھ چلا گیا۔ پاپی اور والسوروکی رہ گئے۔ والسوروکی نے مجھ سے کہا۔ "مسٹر! تم سر سے پاؤں تک فرہاد نظر آتے ہو۔ سنا ہے تم ٹیلی پیتھی بھی جانتے ہو۔ ذرا میرے دماغ میں آ کر مجھے پڑھو تو معلوم ہوگا۔ فرہاد کے جسم سے گولی نکالی گئی تو میں اس کے بستر کے قریب تھا۔ اس کی آخری سانس کے بعد بھی اس کے قریب رہا۔ میری آنکھوں کے سامنے اسے جنازے میں پھر قبر میں رکھا گیا۔ قبر بند ہونے کے بعد کبھی نہیں کھلی۔ تم کون ہو، یہ خدا بہتر جانتا ہے۔ مجھے تنویمی عمل کے نتیجے کا بے چینی سے انتظار رہے گا۔"

یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ پوجا مجھے گھور کر دیکھ رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "ہم نے بہت سا اچھا وقت ساتھ گزارا ہے۔ کیا تم بھی کچھ کہنا چاہتی ہو؟"

وہ بولی۔ "تم نے غلط کہا۔ میں نے فرہاد کے ساتھ بہت سا وقت نہیں گزارا۔ مجھے اُس ہرجائی سے یہی شکایت ہے۔ میں اس کی زندگی میں آئی تو بہت کم عمر تھی، پارس پیدا ہو چکا تھا۔ میں فرہاد کی محبوباؤں میں بھی سب سے کم عمر ہوں لیکن اس کی موت کے بعد کیا ہوں؟ نہ سہاگن تھی، نہ بیوہ ہوں۔ نہ بیوی تھی، نہ محبوبہ تھی۔ ایک کھلونا تھی۔"

"نہیں پوجا! میں تمھیں بہت چاہتا تھا لیکن دشمنوں کے پیدا کردہ حالات نے مجھے زیادہ سے زیادہ تمھارے قریب رہنے کا موقع نہیں دیا۔"

"اگر موقع ملتا بھی تو محبوبائیں اتنی زیادہ تھیں کہ میں یاد بھی نہ آتی۔ میری دعا ہے کہ تمھارا بیان درست ہو۔ تم سچ مچ فرہاد ہو اور اس دعا کے ساتھ یہ بد دعا ہے کہ تمھیں کوئی نہ پہچانے، کوئی تمھیں قبول نہ کرے۔ جب تمھیں رشتوں کی محبت سے محرومی کا احساس ہوگا تو شاید تمھیں میری محرومی کا بھی خیال آئے گا۔ اللہ کرے تمھیں لمبی زندگی ملے اور اس لمبی زندگی میں قدم قدم پر ناکامی اور نامرادی ملتی رہے۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر تیزی سے چلتی ہوئی دروازے تک گئی۔ پھر وہاں رک گئی۔ پلٹ کر بولی۔ "تمھارے بیان کے مطابق شیخ مرحوم نے کہا تھا کہ تمھیں کوئی قبول نہیں کرے گا تو تمھارے ہرجائی پن کے جواب میں سب سے پہلے میں تمھیں ٹھکراتی ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ میں نے سر جھکا کر دل ہی دل میں اعتراف کیا کہ اس کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے۔ اس نے میرے بعد کسی کو نہیں اپنایا تھا۔ وہ بمشکل بتیس یا چونتیس برس کی ہوگی۔ اس عمر میں عورت اپنے جیون ساتھی کے ساتھ بھرپور جوانی کے دن گزارتی ہے۔ پھر پوجا تو جمناسٹک کی ماہر تھی۔ بلاناغہ جمناسٹک کی مشقیں کرتی تھی جس کے باعث چہرے پر بہار کی تازگی تھی اور بدن میں تراشیدہ مجسمے کا حسن نمایاں تھا۔ اسے کسی خوبرو

جوان سے شادی کر کے خوشگوار ازدواجی زندگی گزارنا چاہیے لیکن یہ مشورہ میں نہیں دے سکتا تھا کیونکہ میں ہرجائی تھا۔

رات کے دس بجے میں بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ آرمر نے دماغ میں آ کر مخاطب کیا۔ میں نے کہا۔ "میں حاضر ہوں۔ تمھارے عمل کے لیے جسم کو ڈھیلا چھوڑ دیا ہے۔ دماغ کو بھی کسی دباؤ کے بغیر تمھارے حوالے کر رہا ہوں۔ یہ لو۔"

میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجھے سلانے لگا۔ جلد ہی میں نیند میں ڈوب گیا۔ وہ میرے خوابیدہ دماغ کو اپنی طرف مائل کر کے مجھے اپنا معمول بنانے لگا چونکہ میں اس عمل کے لیے راضی تھا اس لیے جلد ہی اس کا معمول بن گیا۔ اس نے کہا۔ "میرے معمول! تم میرے پابند ہو۔ تم مجھے اپنی زندگی کا ہر اگلا پچھلا راز بتاؤ گے۔"

میں نہیں جانتا تھا کہ میں کہاں ہوں؟ کس حالت میں ہوں اور آرمر کے سوالوں کا کس طرح جواب دے رہا ہوں۔ معمول اپنے ہوش و حواس میں نہیں رہتا۔ اپنے دماغ کی کتاب کو عامل کے سامنے کھلا چھوڑ کر خود گم ہو جاتا ہے۔ میں نے کہا۔ "میں اپنی زندگی کا ہر اگلا پچھلا راز بتاؤں گا۔"

آرمر نے کہا۔ "تم معمولی سے معمولی اور بڑی سے بڑی بات نہیں چھپاؤ گے۔"

میں نے اس کی بات دہرائی۔ اس نے پوچھا۔ "تمھارا نام کیا ہے؟"

"فرہاد علی تیمور۔"

"تمھارا یہ نام کس نے رکھا؟"

"میں نہیں جانتا۔"

میں واقعی نہیں جانتا تھا۔ میری طرح بے شمار بچے یہ نہیں جانتے کہ ان کے نام کا انتخاب باپ نے کیا ہے، ماں نے کیا ہے، دادا نے کیا ہے یا کسی نجومی نے مشورہ دیا ہے۔ چونکہ معمول صرف سچ بولتا ہے اور بات کی تفصیل بیان نہیں کرتا اس لیے میں نے اتنا ہی کہا کہ میں نہیں جانتا۔

اس نے پوچھا۔ "آپریشن کے ذریعے تمھارے جسم سے گولی نکالی گئی، اس کے بعد بھی تمھاری حالت نازک تھی۔ ہم جانتے ہیں کہ تم موت کی آغوش میں چلے گئے تھے۔ تم بتاؤ کس عالم میں تھے؟"

"میں نہیں جانتا کس عالم میں تھا۔"

"ہوش میں آنے کے بعد کیا ہوا؟"

"میں نے ایک اجنبی جگہ خود کو تنہا پایا۔ کوئی میرے آس پاس نہیں تھا۔ مگر ہاں کوئی میرے اندر بول رہا تھا۔"

"کون بول رہا تھا؟"

"وہ جناب شیخ الفارس صاحب کی آواز تھی۔"

"صرف آواز تھی؟ آواز کی نقل بھی کی جاتی ہے۔"

"میں نہیں جانتا وہ آواز نقلی تھی یا اصلی۔"

"وہ آواز کیا کہہ رہی تھی؟"

"کہہ رہی تھی، میں آج سے نئی زندگی شروع کرنے والا ہوں۔"

"اس کا مطلب ہے وہ آواز کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی تھی؟"

"میں یقین سے ہاں نہیں کہہ سکتا اور نہ بھی نہیں کہہ سکتا۔"

"تم کہتے ہو صرف آواز شیخ مرحوم کی تھی۔ آواز والے نے خود کو شیخ الفارس نہیں کہا تھا۔"

"آواز والے نے خود کو شیخ الفارس نہیں کہا۔"

"اور اسی آواز نے تمھیں بتایا کہ تم فرہاد علی تیمور ہو؟"

میں جواب دینا چاہتا تھا کہ اس آواز نے نہیں بتایا۔ میں تو بچپن سے خود کو فرہاد کی حیثیت سے جانتا آیا ہوں لیکن جواب دینے سے پہلے ہی مجھے کھانسی آ گئی۔ پتا چلا وہ کھانسی میری نہیں رسونتی کی تھی۔

وہ میرے دماغ میں چھپی ہوئی تھی۔ اُسے یہ معلوم کرنے کی بے چینی تھی کہ میں آرمر کا معمول بن کر اپنی کیا حقیقت بیان کرنے والا ہوں لیکن حقیقت سننے سے پہلے اسے کھانسی آ گئی۔ اُدھر آرمر نے چونک کر کہا۔ "ارے تمھیں کھانسی آ رہی ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے! معمول عارضی طور پر بالکل نارمل رہتا ہے۔ اسے کبھی کھانسی یا چھینک نہیں آتی۔ اس کا مطلب ہے تمھارے دماغ میں کوئی چھپا ہوا ہے۔ کون ہو؟ کون ہو تم؟"

کھانسی کے سبب تنویمی عمل ٹوٹ گیا تھا۔ میں گہری غفلت سے اچانک ہوش مندی کی طرف آیا تو دماغ کو جھٹکا پہنچا۔ میں نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ کھانسی کے پہلے ہی جھٹکے کے ساتھ رسونتی میرے دماغ سے بھاگ گئی تھی۔ آرمر کو جواب نہیں ملا کہ میرے دماغ میں کون چھپا ہوا تھا۔ اس طرح یہ شبہ پختہ ہو گیا کہ میں پہلے ہی کسی کے تنویمی عمل کا غلام ہوں۔ ایک کھانسی کے سبب بھید کھلتے ہی وہ عمل کرنے والا بھاگ گیا ہے۔ یا ابھی تک خاموشی سے میرے اندر چھپا ہوا ہے۔

آرمر اگرچہ مجھ سے دور اپنے کاٹیج میں تھا، تاہم میری دماغی تکلیف کو سمجھ رہا تھا۔ سونیا اس کے کاٹیج میں ایک کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ میرے دماغ سے نکل کر اپنی جگہ حاضر ہوا۔ پھر سونیا سے بولا۔ "کوئی اس کے دماغ میں چھپا ہوا تھا۔ چھپنے والے کو اچانک کھانسی آ گئی تھی۔ جس کے نتیجے میں تنویمی عمل ٹوٹ گیا۔ اس بے چارے اجنبی کو شدید دماغی جھٹکا پہنچا ہے۔ ایسی حالت میں معمول بننے والا دماغی مریض بن جاتا ہے۔"

وہ بولی۔ "میرا شبہ درست نکلا۔ اس اجنبی کے دماغ پر کسی نے قبضہ جما رکھا ہے۔ کیا اس کا اصل نام معلوم ہوا؟"

"کیسے معلوم ہوتا۔ وہ نامعلوم خیال خوانی کرنے والا پہلے سے اس کے دماغ میں موجود تھا، اس لیے وہ خود کو بدستور فرہاد کہہ رہا تھا۔"

"جب تک اس نامعلوم خیال خوانی کرنے والے کو اس کے دماغ سے بھگایا نہیں جائے گا اس اجنبی کی حقیقت معلوم نہیں ہوگی۔"

"میں سوسانہ کے دماغ میں جا کر ایک نامعلوم خیال خوانی کرنے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

والے کا راستہ روکنے میں کامیاب ہو گیا تھا کیونکہ سوہانا پر تنویمی عمل کرنے کے دوران وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا اتفاق سے اس وقت موجود نہیں تھا۔"

"آرمر! تمھیں ایسے ہی کسی موقع کی تلاش میں رہنا ہوگا۔ وہ کمبخت خیال خوانی کرنے والا چوبیس گھنٹے اجنبی کے دماغ میں نہیں رہے گا۔"

"یہ تو ٹھیک ہے مگر پتا نہیں اجنبی کی دماغی توانائی کب تک بحال ہوگی۔ ابھی اسے شدید جھٹکا پہنچا ہے۔ میں پھر جا کر معلوم کرتا ہوں۔"

بے شک میری دماغی تکلیف ناقابلِ برداشت تھی لیکن میں تو بچپن سے تکالیف پر قابو پانے کے تجربات حاصل کرتا آیا ہوں۔ ایسے وقت ڈاکٹر اپنے مریض کو تکلیف سے نجات دلانے کے لیے نیند کا انجکشن یا دوائیں دیتے ہیں۔ میں نے برسوں کی عادت کے مطابق اپنے دماغ کو گہری نیند میں ڈوبنے کی ہدایت کی پھر صبح تک کے لیے سو گیا۔

آرمر نے دوسری بار آ کر مجھے نیند کی حالت میں پایا پھر واپس آ کر سونیا سے کہا۔ "وہ اتنی جلدی گہری نیند میں ڈوب گیا ہے۔ صاف ظاہر ہے اسی نامعلوم خیال خوانی کرنے والے نے اسے دماغی تکلیف سے نجات دلانے کے لیے سُلا دیا ہے۔"

بڑی مشکل تھی۔ میرے ساتھ جو حالات پیش آ رہے تھے، وہ میرے خلاف گواہی دے رہے تھے۔ آرمر کے تنویمی عمل کے بعد میں فرہاد ثابت ہو جاتا لیکن رسونتی کی مداخلت نے کام بگاڑ دیا۔ ان کے شبہے کو تقویت مل گئی کہ میرے دماغ پر کسی خیال خوانی کرنے والے نے قبضہ جما رکھا ہے۔ مجھے اس وقت معلوم نہیں تھا کہ رسونتی چھپی ہوئی تھی۔ ورنہ میں آرمر سے فوراً کہہ دیتا اور وہ رسونتی سے تصدیق کر لیتا۔ ویسے اُسے چاہیے تھا کہ وہ اپنی موجودگی ظاہر کر دیتی لیکن مجھے دماغی تکلیف پہنچا کر شرمندہ تھی۔ پھر وہ کس منہ سے ظاہر کرتی کہ مجھ جیسے اجنبی میں انتہائی دلچسپی لینے لگی ہے۔

اس کے بعد میری گہری نیند نے بھی میرے خلاف الٹا ثبوت پیش کیا کہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا مجھے آرام سے سُلا گیا ہے۔ اگر ہم اپنے آس پاس کے لوگوں کے حالات کے ساتھ اپنے اگلے پچھلے حالات کا بھی جائزہ لیتے رہیں تو پتا چلتا ہے کہ ہم سب تقدیر کے ہاتھوں کس طرح تماشا بنتے رہتے ہیں۔ دوسری صبح سونیا مجھ سے ملنے آئی۔ پھر بولی۔ "تم سمجھ گئے ہو گے کہ پچھلی رات تنویمی عمل کا نتیجہ کیا ہوا؟"

"ہاں میں سوچ سوچ کر پریشان ہوں کہ کس نے تنویمی عمل کے دوران مداخلت کی تھی۔"

"اسی نے جو تمھارے دماغ پر قبضہ جمائے رکھتا ہے۔ تمھارے اندر تمھاری سوچ میں بولتا ہے اور تم اُسے اپنی سوچ سمجھ کر اس کی مرضی کے مطابق عمل کرتے رہتے ہو۔"

"تم غلط سمجھ رہی ہو۔ میرے دماغ میں کوئی نہیں رہتا۔"

"یعنی ثبوت مہیا کرنے کے بعد بھی وہ دماغ میں چھپا ہوا تمھاری زبان سے بول رہا ہے اور اپنی موجودگی سے انکار کر رہا ہے۔"

"سونیا! خدا کے واسطے مجھے پہچانو! حالات میرے خلاف جا رہے ہیں۔ آرمر سے کہو پھر ایک بار مجھ پر عمل کرے اور میری اصلیت..."

"تمھاری اصلیت معلوم ہو چکی ہے۔ تم ایک مظلوم اور مجبور انسان ہو کسی نے تمھاری پچھلی زندگی کی یادیں مٹا کر تمھارے دماغ میں فرہاد علی تیمور کی شخصیت کو نقش کر دیا ہے۔ مجھے تم سے ہمدردی ہے لیکن ہمدردی کے باوجود ہم میں سے کوئی تمھیں اپنے قریب برداشت نہیں کرے گا۔ تم اسی وقت یہاں سے چلے جاؤ۔"

"ایسا نہ کہو۔ میں قدم قدم پر تم لوگوں کے کام آنا چاہتا ہوں۔"

وہ بولی۔ "ہاں میں نے تم سے کہا تھا کہ پاسکل بُوبا کی جگہ تم ماسکو جاؤ گے اور اس کا رول ادا کرو گے۔ اس وقت معلوم نہیں تھا کہ میں یہ بات تمھارے دماغ میں چھپے ہوئے شخص سے کہہ رہی ہوں۔ بہرحال اُسے معلوم ہونا چاہیے کہ اب واقعی پاسکل بُوبا ماسکو جائے گا اور میں ماسک مین سے کہوں گی کہ وہ پاسکل کی انگلیوں کے نشانات چیک کرے تاکہ اسے دھوکا نہ ہو۔"

"سونیا! تم اصلی پاسکل کو وہاں بھیج کر غلطی کرو گی۔"

"نہیں۔ میں غلطی درست کروں گی۔ تمھارا سارا منصوبہ خاک میں مل چکا ہے۔ جاؤ اس ادارے سے جتنی دور جا سکتے ہو چلے جاؤ اور ہمارے خلاف کوئی دوسری چال سوچو۔"

اُس نے مسلح گارڈز کو بلایا۔ انھوں نے مجھے آ کر گھیر لیا۔ ان میں سے ایک میری آنکھوں پر پٹی باندھنے لگا۔ میں نے رسونتی کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ "مجھے ادارے سے باہر نکالا جا رہا ہے۔"

وہ تڑپ کر بولی۔ "ٹھہرو، میں آ رہی ہوں تمھیں جانے نہیں دوں گی۔"

"رک جاؤ رسونتی! میرے لیے اپنوں سے جھگڑا نہ کرنا۔ میں تمھیں سمجھانے آیا ہوں، ابھی صبر کرو مجھے جانے دو۔ ہماری ملاقات پیرس میں ہوگی۔"

"یہ تم پر ظلم ہو رہا ہے فرہاد! مجھ سے برداشت نہیں ہوتا۔"

"برداشت کرو۔ کیونکہ یہ ہمارے اپنے جان بوجھ کر ایسا نہیں کر رہے ہیں، تقدیر میری دشمن بن گئی ہے اور میں ہزار کوشش کے باوجود بدنصیبی کے اندھیرے سے نکلنے میں ناکام ہو رہا ہوں۔"

مسلح گارڈز مجھے ایک ٹرالی میں بٹھا کر ادارے کے باہر لائے پھر آنکھوں سے پٹی ہٹا کر کہا۔ "وہ رہی تمھاری گاڑی۔ پیچھے مڑ کر دیکھے بغیر یہاں سے چلے جاؤ۔"

میں خاموشی سے اپنی گاڑی میں آ کر بیٹھ گیا۔ اُسے اسٹارٹ کر کے پیرس کے راستے پر چل پڑا۔ مجھے یہ منظور نہیں تھا کہ سونیا غلط فہمی کا شکار ہو کر پاسکل بُوبا کو ماسک مین کے حوالے کر دے۔ میرے سمجھانے سے وہ سمجھنے والی نہیں تھی۔ لہٰذا اسے اِس ارادے سے باز رکھنے کے لیے میں نے سوچا مجھے کسی طرح پاسکل تک پہنچنا چاہیے۔

مجھے فرانسیسی پولیس، انٹیلی جینس اور فوجی افسران یاد تھے، میں ان کے لہجوں کو دُہرا کر باری باری ان کے دماغوں میں جانے لگا۔ پتا چلا، ایک فوجی چھاؤنی میں دشمن ملک کے سیکرٹ ایجنٹوں کو قید کرنے کے لیے زیرِ زمین کال کوٹھریاں بنائی گئی تھیں۔ وہاں کی ایک کوٹھری میں میڈونا اور دوسری میں پاسکل بُوبا کو قید کیا گیا تھا۔ ان دونوں کے سلسلے میں سخت پابندیاں تھیں۔ انھیں کھانا پہنچانے اور ان کی دیگر ضروریات پوری کرنے کے لیے وہی فوجی جوان ان کے سامنے جاتے تھے، جو یوگا کے ماہر ہوتے تھے تاکہ کوئی دشمن خیال خوانی کرنے والا اُن کے ذریعے ان دونوں تک نہ پہنچے۔

میں نے میڈونا اور پاسکل بُوبا کی آوازیں نہیں سُنی تھیں۔ ایک وقت تھا جب تمام افسران میرے احکامات کی تعمیل کرتے تھے۔ آج میں خود کو فرہاد کہہ کر ان سے کوئی بات نہیں منوا سکتا تھا۔ فی الحال ان دونوں تک پہنچنے کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی۔ جب میرے سامنے رکاوٹیں پیدا ہوتی ہیں، کوئی راستہ سُجھائی نہیں دیتا تو مجھے ضد ہو جاتی ہے۔ زمین کے اندر سرنگ ہی کیوں نہ بنانا پڑے، میں ضرور بناتا ہوں۔

اچانک ایک تدبیر سوجھی۔ میں نے پرنس ڈیگر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "میں آرمر بول رہا ہوں، تمھیں معلوم ہو چکا ہوگا کہ بابا صاحب کے ادارے میں تین دن تک سوگ منایا جا رہا ہے۔ سونیا تین دن بعد تم سے باتیں کرے گی۔"

اس نے کہا۔ "ہاں میں تعزیت کے لیے سونیا کے پاس گیا تھا۔ کیا تمھارے آنے کی کوئی خاص وجہ ہے؟"

"ہاں۔ سونیا نے کہا ہے، میں بھی تین دن تک خیال خوانی نہ کروں اس لیے تم سے کہنے آیا ہوں ہمارے سوگ منانے تک تم پاسکل اور میڈونا کا خیال رکھو اور ابھی جا کر معلوم کرو کہیں وہ کسی دشمن خیال خوانی کرنے والے کے فریب میں نہ آ رہے ہوں۔"

پرنس ڈیگر نے کہا۔ "میں ابھی جا کر معلوم کرتا ہوں۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کرنے سے پہلے پاسکل بُوبا کی آواز اور لہجے کو یاد کیا۔ میں نے بھی اس کے ساتھ یاد کیا پھر آرام سے پاسکل کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ایک تنگ اور نیم تاریک کمرے میں ایک بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ سونیا اور آرمر نے اُسے ٹیلی پیتھی سے محروم رکھنے کے لیے وہی پرانا طریقہ اختیار کیا تھا۔ اسے دواؤں کے ذریعے اعصابی کمزوریوں میں مبتلا کر رکھا تھا۔ وہ آنکھیں بند کیے سوچ رہا تھا، آہ! کیا ہی اچھا ہوتا اگر میں یہ علم نہ جانتا۔ اپنے گھر میں آرام سے دن گزارتا۔ ٹیلی پیتھی نے مجھے عذاب میں مبتلا کر دیا ہے۔ اب آرمر آئے گا تو اس سے کہوں گا میرا برین واش کر کے میرے دماغ کو ہمیشہ کے لیے ٹیلی پیتھی سے محروم کر دے۔ مجھے ایک عام سا معمولی سا آدمی بنا کر آزاد کر دے۔ میں توبہ کرتا ہوں۔ کہیں دور کسی چھوٹی سی بستی میں جا کر باقی زندگی گزار دوں گا۔

پرنس ڈیگر اس کی خیریت بتانے سونیا کے پاس گیا۔ سونیا نے سانس روک لی۔ وہ کسی خیال خوانی کرنے والے سے گفتگو نہیں کرنا چاہتی تھی۔ آرمر اس کے قریب موجود تھا اس سے روبرو زبانی گفتگو ہو سکتی تھی۔ میں پانچ منٹ کے بعد پھر پرنس ڈیگر کے پاس گیا وہ بولا۔ "مسٹر آرمر! میں نے سونیا کے پاس دوبارہ جانے کی کوششیں کیں لیکن اس نے آنے نہیں دیا۔"

میں نے کہا۔ "ابھی سونیا مجھ سے کہہ رہی تھی کہ اس کے دماغ میں کوئی آنا چاہتا تھا۔ میں نے تمھیں پہلے ہی کہا تھا وہ تین دن تک کسی معاملے پہ بات نہیں کرے گی۔"

"کیا تم سوگ نہیں منا رہے ہو؟"

"میں پہلی بار صرف یہ کہنے آیا تھا کہ ہماری غیر موجودگی میں سونیا تم پر بھروسا کرتی ہے۔ اس لیے تمھیں میڈونا اور پاسکل کا خیال رکھنا چاہیے۔"

وہ خوش ہو گیا۔ میں نے کہا۔ "دوسری بار یہ کہنے آیا ہوں کہ آیندہ دو دن تک ہم سے رابطہ قائم نہ کرنا۔ پلیز اب میڈونا کے پاس جاؤ۔"

اس نے میڈونا کی آواز اور لہجے کو دہرایا۔ میں اس کے ساتھ اپنی قاتلہ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس نے اپنے آلۂ کار کے دماغ میں رہ کر مجھ پر گولی چلائی تھی اور مجھے اس حال کو پہنچایا تھا کہ آج میں مردہ تھا نہ زندہ۔ اس کے خیالات پڑھنے سے پتا چلا کہ پہلے وہ میرے قتل پر پچھتا رہی تھی۔ پارس کے ساتھ رہ کر ہمارے کام آتے رہنے کا عزم کیا تھا۔ بعد میں ایک انسانی روبوٹ (جبریل گرانٹ) کی دیوانی ہو گئی تھی، اس کے ساتھ سرحد پار کرتے وقت گرفتار ہو گئی تھی۔ تب سے اس تنگ اور نیم تاریک کمرے میں زندگی گزار رہی تھی۔ اسے یقین تھا کہ جبریل گرانٹ قید خانے کی دیواریں توڑ کر اُسے اپنے ساتھ لے جائے گا۔

یہ خیال اس کے دماغ میں پیدا کیا جاتا تھا۔ سونیا نے فوجی جوانوں کو اچھی طرح سمجھا دیا تھا کہ دشمن اسے اغوا کرنے میں ناکام ہونے کے بعد اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اس کے دماغ میں رہنے کا حکم دے گا۔ لہٰذا سائنسی طریقۂ کار کے ذریعے اس کا برین واش کیا جائے۔ اس کے دماغ کی سلیٹ سے پچھلی ساری باتیں مٹا کر اس کا لب و لہجہ بدل دیا جائے تاکہ پھر کوئی اس کے دماغ میں نہ آ سکے۔

اس کا برین واش ہونے والا تھا۔ یہ بات اُسے معلوم تھی اور وہ سہمی ہوئی تھی۔ اس نے سُنا تھا بجلی کے جھٹکوں سے جو برین واشنگ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہوتی ہے وہ بڑی اذیت ناک ہوتی ہے۔ وہ زندہ رہے گی لیکن مرتی جائے گی اور مرتے مرتے بھی نہیں مرے گی۔ اس نے گڑگڑا کر کہا تھا کہ ایسی سزا نہ دی جائے۔ سونیا نے کہا تھا "تم نے فرہاد کو قتل کیا، تمھیں موت کی سزا ملنی چاہیے لیکن اس سے بھی زیادہ تمھاری زندگی اذیت ناک ہوگی۔ ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں ختم ہونے کے بعد تم ایک عام سی عورت رہوگی۔ تمھیں سپر ماسٹر کے پاس بھیج دیا جائے گا۔ تم نے اس کی ٹرانسفارمر مشین سے ٹیلی پیتھی سیکھ کر اسے دھوکا دیا تھا۔ اس غداری کی سزا سے بچنے کے لیے تم بھاگتی رہوگی اور اس کے شکاری کتے تمھارا پیچھا کرتے رہیں گے۔"

جب میں اس کے دماغ میں پہنچا تو کوئی اس کے اندر بول رہا تھا۔ اُسے تسلیاں دے رہا تھا کہ اس کی قسمت اچھی ہے۔ شیخ مرحوم کے لیے تین دن تک سوگ منایا جارہا ہے۔ آرمر فی الحال اس کے دماغ میں نہیں آئے گا۔ لہٰذا وہ چند گھنٹوں میں اُسے قید خانے سے نکال کرلے جائے گا۔

میری طرح پرنس ڈیگر بھی یہ باتیں سن رہا تھا۔ اس نے آرمر کے لہجے میں کہا "بے شک سب لوگ سوگ منارہے ہیں لیکن میں ڈیوٹی پر ہوں۔ تم لوگوں کی کوئی چال کامیاب نہیں ہونے دوں گا۔"

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر التجا کرنے لگی "آرمر! تمھاری رحمدلی بے مثال ہے۔ تم کسی چیونٹی کو بھی نہیں مارتے۔ کیا مجھے برین واشنگ کے اذیت ناک مراحل سے گزرتے ہوئے دیکھوگے؟ میں ایک عام عورت بن جاؤں گی تو دشمن مجھے چٹکیوں میں مسل ڈالیں گے۔ مجھے ایک موقع دو۔ میں یہاں سے نکلتے ہی سب سے پہلے تمھاری جوجو کو ماسکو سے لاؤں گی۔"

"تم نے درست کہا میں کسی چیونٹی کو بھی نہیں مارتا۔ تمھیں بھی نہیں ماروں گا۔ یہ سب کچھ سونیا کررہی ہے۔"

"لیکن تم میری جان بچاسکتے ہو۔"

"میں نے کسی مجرم اور قاتل کی کبھی مدد نہیں کی۔"

پرنس ڈیگر، سپر ماسٹر کا آدمی تھا۔ اور جو میڈونا کو قید خانے سے نکال لے جانا چاہتا تھا، وہ بھی سپر ماسٹر کا خیال خوانی کرنے والا تھا۔ اگر اسے پتا چلتا کہ پرنس ڈیگر آرمر بن کر بول رہا ہے تو پھر پرنس کی شامت آجاتی۔ سپر ماسٹر اُسے زندہ نہ چھوڑتا۔ بہرحال وہ دھمکی دے کر چلا گیا کہ فوجیوں کو چوکس رہنے کے لیے کہے گا لیکن وہ کسی فوجی جوان کے دماغ میں نہ جاسکا۔ اس نے جس کی بھی آواز سنی وہ یوگا کا ماہر ثابت ہوا۔ آخر وہ مجبور ہوکر سونیا کے پاس آیا۔ وہ ناگواری سے بولی۔

"تم کون ہو؟ کیوں بار بار آرہے ہو؟"

"میں تمھارا دیوانہ پرنس ڈیگر ہوں۔ ابھی تم نے آرمر کو میرے پاس بھیجا تھا اور یہ تم نے اچھا کیا تھا۔ میڈونا کو چند گھنٹوں میں قید خانے سے نکالنے کی پلاننگ ہورہی ہے۔"

سونیا نے کہا "میں نے آرمر کو تمھارے پاس جانے کو نہیں کہا تھا۔ کیوں آرمر؟ کیا تم پرنس ڈیگر کے پاس گئے تھے؟"

آرمر نے جواب دیا "بالکل نہیں۔ میں نے کئی گھنٹوں سے خیال خوانی نہیں کی۔"

پرنس ڈیگر نے حیرانی سے پوچھا "پھر وہ آرمر بن کر میرے پاس کون آیا تھا؟"

سونیا نے کہا "کیا مصیبت ہے، ہم چند گھنٹے بھی کسی مسئلے یا اُلجھن کے بغیر نہیں گزار سکتے۔ ویل پرنس ڈیگر! دشمنوں کی پلاننگ کیا ہے؟"

"یہ معلوم کرنے کے لیے دشمن خیال خوانی کرنے والے کے دماغ میں مجھے جگہ نہیں مل سکتی تھی۔ تم متعلقہ فوجی افسران کو محتاط رہنے کے لیے کہہ دو۔"

سونیا نے آرمر سے کہا۔ آرمر نے اُن افسران کو خطرے سے آگاہ کیا۔ ایک نے کہا "مسٹر آرمر! آپ مطمئن رہیں۔ یہاں جتنے افسران اور سپاہی ہیں سب یوگا کے ماہر ہیں۔ دشمن خیال خوانی کرنے والے میڈونا اور پاسکل کے دماغوں تک پہنچ سکتے ہیں لیکن ہمارے ذریعے زیرِ زمین قید خانے میں کبھی نہیں پہنچ سکیں گے۔"

آرمر مطمئن ہوکر واپس آیا۔ سونیا نے رپورٹ سننے کے بعد کہا "ہم دشمنوں کے خلاف جو چالیں چلتے ہیں، وہی دشمن ہمارے خلاف چل سکتے ہیں۔ یوگا کے ماہر کسی فوجی افسر کو کھانے پینے کی کسی چیز میں اعصابی کمزوری کی دوا استعمال کراسکتے ہیں۔ پھر اُسے آلۂ کار بنا کر میڈونا کو وہاں سے نکال سکتے ہیں۔ تم ملٹری انٹیلی جینس کے اعلیٰ افسر سے کہو کہ تمام فوجی جوانوں اور افسروں کی خفیہ نگرانی کے لیے اچھی خاصی تعداد میں سراغرسانوں کی ڈیوٹی لگائی جائے۔ جو متعلقہ افسر میڈونا اور پاسکل کو وہاں سے لے جانا چاہے اُسے فوراً حراست میں لیا جائے۔"

میں اپنی کار ڈرائیو کرتا ہوا پیرس کی طرف جارہا تھا۔ اس طویل سفر میں میڈونا اور پاسکل ٹوبلر کے دماغوں تک پہنچ چکا تھا لیکن سونیا اور آرمر کے درمیان جو باتیں ہورہی تھیں اُنھیں میں سن نہیں سکتا تھا۔ اب پرنس ڈیگر کے پاس بھی جاتا تو وہ سانس روک لیتا اور مجھ سے طرح طرح کے سوالات کرتا۔ ویسے اب اس کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ میں اس سے اپنا کام نکال چکا تھا۔

مجھے مسلسل میڈونا کے دماغ میں آتے جاتے رہنا تھا۔ ڈرائیونگ کی طرف بھی توجہ دینی تھی۔ راستے میں ایک پٹرول پمپ سے ٹنکی فل کرنے کے لیے رُکنا پڑا۔ مجھ سے پہلے دو کاریں پٹرول لینے کے لیے قطار میں کھڑی ہوئی تھیں۔ ایک کار سے ایک عورت باہر نکلی۔ وہ خاصی نشے میں تھی۔ کھلی فضا میں دونوں بانہیں پھیلا کر کہہ رہی تھی۔

"دیکھو دیکھو، میں پرواز کررہی ہوں۔ ہائے کتنا مزہ آرہا ہے!"

وہ لڑکھڑاتی ہوئی اپنی کار سے ذرا دور گئی۔ اس کے کسی ساتھی نے آواز دی "کہاں جارہی ہو؟ واپس آؤ۔"

وہ پلٹ کر میری کار کی طرف آئی پھر کھڑکی پر جھک کر مجھے دیکھتے ہوئے بولی "ارے جان! تمھاری صورت کیسے بدل گئی؟"

میں نے کہا "میں جان نہیں ہوں۔ تمھاری گاڑی آگے ہے۔"

وہ دروازہ کھول کر ساتھ والی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے بولی "تم بڑے پُراسرار ہو۔ ایسے ایسے بھیس بدلتے ہو کہ تمھاری صورت پہچانی نہیں جاتی۔"

اس کے ساتھی نے آکر دروازہ کھولا پھر اسے کھینچتے ہوئے کہا "کیٹی! ہم سے کتنی بار کہا ہے اتنی پیا نہ کرو۔ کم آن۔"

اس عورت سے پیچھا چھڑانے اور اپنی گاڑی کی ٹنکی فل کرانے میں پندرہ منٹ لگ گئے۔ جب میں ڈرائیو کرتا ہوا میڈونا کے پاس پہنچا تو دشمن اپنی چال چل چکے تھے۔ میڈونا زیرِ زمین قید خانے سے نکل کر ایک افسر کے ساتھ ہیلی کاپٹر میں سوار ہوچکی تھی۔ میں نے میڈونا کی زبان سے افسر کو مخاطب کرنا چاہا تو پتا چلا سپر ماسٹر کے خیال خوانی کرنے والے نے اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جمایا ہوا ہے۔ میں اس کے دماغ میں جاسکتا ہوں مگر اسے اپنی مرضی کے مطابق استعمال نہیں کرسکتا۔

میں نے دوسرے افسران کے پاس جاکر آرمر کے لہجے میں اطلاع دی "ہمارا ایک افسر میڈونا کو ہیلی کاپٹر میں لے جارہا ہے۔ اُسے روکو۔"

یہ اطلاع دے کر میں پھر میڈونا کے پاس آیا۔ ہیلی کاپٹر پرواز کرتا ہوا پتا نہیں کہاں جارہا تھا۔ دس منٹ کے بعد ہی وہ ایک کشادہ سڑک پر اُترا۔ اس سڑک پر ایک طیارہ کھڑا ہوا تھا۔ میڈونا کو ہیلی کاپٹر سے اُتار کر طیارے میں پہنچایا گیا۔ اس کے ساتھ آنے والے افسر کو کسی نے گولی ماردی۔ افسر گولی کھا کر گرا۔ اس افسر کے دماغ پر قبضہ جمانے والا شاید دماغ میں سے نکل گیا تھا۔ اسی لیے افسر کو ہوش آیا۔ زخمی ہوکر گرتے ہی بات سمجھ میں آئی کہ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ کیا گیا تھا۔ اس نے فوراً ہی اپنا ریوالور نکالا پھر تڑاتڑ گولیاں چلانے لگا۔ جواب میں فائرنگ ہوئی۔ افسر مرگیا لیکن دوسرا بھی زخمی ہوکر طیارے کے اندر پہنچا۔ دروازہ بند ہوتے ہی وہ طیارہ پختہ سڑک پر دوڑتا ہوا فضا میں بلند ہونے لگا۔ میں میڈونا کے ذریعے زخمی کی کراہیں سن رہا تھا۔ اُسے ایک سیٹ پر بٹھا کر حفاظتی بیلٹ سے باندھ دیا گیا تھا۔ اس نے تکلیف سے کراہتے ہوئے کہا "میرے بازو سے گولی نکالو نہیں تو مرجاؤں گا۔"

بڑی دیر بعد ایک دشمن کی آواز سنائی دی تھی۔ میں بھلا اُسے کیسے مرنے دیتا۔ اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کی توانائی میں اضافہ کرنے لگا۔ اُسے طبّی امداد پہنچائی جارہی تھی۔ امداد پہنچانے والے کچھ نہ کچھ بولنے پر مجبور تھے۔ میں بھی اُنھیں بولنے پر مجبور کرتا ہوا پائلٹ تک پہنچ گیا۔ اس نے میری مرضی کے مطابق قہقہہ لگاتے ہوئے کہا "میڈونا کو لے جانے والو! یہ پائلٹ میرے قبضے میں ہے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

یقین نہ ہو تو اس کے دماغ میں آکر دیکھ لو۔"

میں جانتا تھا یہ بات سنتے ہی میڈونا کے دماغ پر قبضہ جمانے والا تصدیق کے لیے پائلٹ کے پاس ضرور آئے گا۔ میں فوراً میڈونا کے پاس آگیا۔ اس کی زبان سے کہا "اب میں یہاں ہوں۔"

میڈونا نے میری مرضی کے مطابق یہ الفاظ ادا کیے تو میرے اندازے کی تصدیق ہوگئی۔ دشمن طیارے کو بچانے کے لیے پائلٹ کے پاس گیا ہوا تھا۔ میں نے میڈونا پر پوری طرح قبضہ جما کر کہا۔ "اس عورت کو واپس قید خانے میں پہنچاؤ گے یا خود اسے مار ڈالو گے یا ایک ایک کرکے اپنے ساتھیوں کی موت کا تماشا دیکھو گے؟"

ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے میڈونا کو پھر اپنے قبضے میں لینا چاہا مگر ناکام ہو کر دوسرے ساتھی کے ذریعے بولا۔ "آر مر! بابا صاحب کے ادارے میں ایک تم ہی خیال خوانی کرنے والے رہ گئے ہو اور ہم یہ اچھی طرح جانتے ہیں، تم دھمکی دو گے مگر ہم میں سے کسی کی جان نہیں لو گے، اس طیارے کو تباہ نہیں کرو گے۔"

میں چند ساعتوں کے لیے میڈونا کو چھوڑ کر ایک مسلح شخص کے دماغ میں گیا، اس کے ہاتھ سے رائفل کو اُچھالا۔ پھر میڈونا کے دماغ میں آکر اس کے ذریعے رائفل کو کیچ کر لیا۔ اس کے بعد ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر اس مسلح شخص کو گولی مار دی۔ اس کے بعد کہا۔ "اب یقین ہو جائے گا کہ میں آر مر نہیں ہوں۔"

ایک نے حیرانی سے پوچھا "کون ہو تم؟"

"تم لوگ حساب میں بہت کمزور ہو۔ بابا صاحب کے ادارے میں صرف ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو گنتے ہو۔ کیا رسونتی کو بھول گئے؟"

سبھی کو چپ لگ گئی۔ انھیں رسونتی سے رحمدلی کی توقع نہیں تھی۔ پھر بھی ایک نے کہا "ہم مانتے ہیں کہ سپر ماسٹر نے تمھارے ساتھ دھوکا کیا تھا۔ کیا تم اس کا بدلہ ہم سے لو گی؟"

میں نے کہا "نہیں لوں گی۔ میڈونا کو واپس لے جاؤ۔"

اچانک ایک طرف سے گولی چلی۔ میڈونا کے ہاتھ میں لگی، رائفل چھوٹ گئی۔ دو افراد نے اس کے دونوں بازوؤں کو گرفت میں لے لیا تاکہ میں اس کے ذریعے کوئی ہتھیار استعمال نہ کر سکوں۔ میں نے کہا "میڈونا! تم یہ تماشے دیکھ رہی ہو۔ کیا تمھیں پتا ہے کہ تمھارا آخری وقت آچکا ہے؟"

وہ گڑگڑا کر بولی "رسونتی! مجھے بچالو۔ مجھے اپنے پاس بلالو۔ میں باقی زندگی تمھارے قدموں میں گزار دوں گی۔"

"میں رسونتی نہیں ہوں۔"

"پھر کون ہو؟"

"فرہاد علی تیمور۔"

"آں؟" وہ دہشت زدہ ہو کر بولی "نہیں۔ وہ مر چکا ہے۔ رسونتی! میں نے تمھارا سہاگ اُجاڑا ہے۔ میں تمھاری مجرم ہوں۔ مگر ایک بار مجھے آزما کر۔۔۔"

میں نے بات کاٹ کر کہا "میں رسونتی نہیں ہوں۔ یقین کر دیا نہ کرو۔ فرہاد اپنے خون کا حساب لینے آیا ہے۔"

"نہیں یہ جھوٹ ہے۔ مُردے زندہ نہیں ہوتے۔"

"زندہ مُردے ہو جاتے ہیں۔ تم اب تک میرے ہی انتقام کا نشانہ بننے کے لیے زندہ تھیں۔"

"تم کون ہو؟ مجھے بتاؤ تم کون ہو؟"

"کیا بتاؤں؟ کوئی یقین نہیں کرتا۔ میں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں، آئندہ بھی کوئی میرے وجود کو تسلیم نہیں کرے گا۔ اس لیے سمجھ لو میں فرہاد کی روح ہوں۔ جب تم مر جاؤ گی تو تمھاری روح بتائے گی کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے کی روح بھی دماغوں میں آکر انتقام لیتی ہے۔"

میں نے ایک مسلح شخص کے دماغ میں آکر کہا "تم تعداد میں دس ہو۔ میڈونا کی طرح ایک کو قابو میں کرو گے تو میں دوسرے کے پاس پہنچتا رہوں گا۔"

یہ کہتے ہی میں نے طیارے کے آن بریک ایبل اسکرین پر گولی چلائی، ونڈ اسکرین تڑخ گئی۔ وہاں ایک سوراخ ہوا پھر مسلسل فائرنگ سے طیارہ ڈگمگانے لگا۔ کیونکہ ونڈ اسکرین سے تیز ہوائیں اندر آرہی تھیں۔ ان میں سے کوئی خود کو سنبھال نہیں پا رہا تھا۔ سب اِدھر سے اُدھر لڑھکتے جارہے تھے۔

میں نے میڈونا کے پاس آکر کہا "دیکھو! مرتے مرتے دیکھو، موت کیسے آتی ہے۔ تم نے مجھے زندگی اور موت کے درمیان اٹکا دیا تھا۔ آج تم بھی زندگی اور موت کے درمیان ہو۔ تھوڑی دیر بعد مر جاؤ گی۔ میں چاہتا ہوں تم نہ مرو۔ میری طرح زندہ رہ کر مُردہ کہلاؤ۔ دنیا میری طرح تمھیں بھی قبول نہ کرے۔ لیکن ایسا سب کے ساتھ نہیں ہوتا۔ مقدر نے صرف مجھے تماشا بنا رکھا ہے۔"

اچانک ایک زور کا دھماکا ہوا۔ پھر سناٹا چھا گیا۔ طیارہ قابو سے باہر ہو کر کہیں ٹکرا گیا تھا۔ وہاں کسی کے دماغ میں میرے لیے جگہ نہیں رہی تھی۔ میڈونا کا نام رہ گیا تھا، وجود مٹ چکا تھا۔

میں تھوڑی دیر تک اپنی کار میں خاموش بیٹھا رہا۔ پھر اُسے اسٹارٹ کرکے آگے بڑھاتے ہوئے پاسکل کی خبر لی۔ پتا چلا سپر ماسٹر کے ایک اور ٹیلی پیتھی جاننے والے نے ایک اور افسر کو ٹریپ کرکے پاسکل کو بھی اغوا کرنا چاہا تھا لیکن ملٹری انٹیلی جنس والوں نے فرار ہونے سے پہلے ہی پاسکل اور افسر کو گرفتار کر لیا تھا۔ جو ہیلی کاپٹر انھیں لینے آیا تھا اُسے تباہ کر دیا گیا تھا۔

یہ معلومات بابا صاحب کے ادارے تک پہنچ گئی تھیں۔ شام تک یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ میڈونا جس طیارے میں جارہی تھی، وہ

اٹلی کی سرحد پار کرنے کے بعد تباہ ہو گیا تھا۔ سونیا یہ سب کچھ سن رہی تھی۔ میڈونا کی موت کا کسی کو افسوس نہیں تھا۔ یہ بات اطمینان بخش تھی کہ پاسکل بدستور قیدی تھا اور سونیا اپنے وعدے کے مطابق اسے باسک مین کے حوالے کر سکتی تھی۔

اور یہی میں نہیں چاہتا تھا۔ تین دن کے بعد میں نے اس سے رابطہ قائم کیا۔ پھر کہا "مجھے دماغ سے بھگانے سے پہلے جواب دو، میڈونا کو اغوا کرنے والوں کا طیارہ کیسے تباہ ہوا؟"

"یہ تمھارا کارنامہ ہے۔ تم داد وصول کرنے میرے پاس آئے ہو۔"

"میں صفائی پیش کرنے آیا ہوں۔ پہلے میں نے انھیں مجبور کیا تھا کہ وہ میڈونا کو پیرس واپس لے جائیں لیکن طیارے میں بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا تھا، اُسے یقین تھا کہ میڈونا کو سپر ماسٹر تک پہنچا دے گا۔ میں دشمن کے محاذ پر ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی کا اضافہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ لہٰذا طیارے کو تباہ کر دیا۔"

"شاباش، خوش رہو اور جاؤ۔"

اس نے سانس روک لی۔ میں دماغ سے نکل آیا۔ اس وقت مجھے بہت غصہ آرہا تھا۔ اگر وہ سامنے ہوتی تو پٹائی شروع کر دیتا۔ میری محبت بھری کوششوں کی حد ہو گئی تھی۔ میرے صبر کی انتہا ہو چلی تھی۔ میں نے سپر ماسٹر کی ٹیلی پیتھی کی طاقت کو بڑھتے بڑھتے روک دیا تھا۔ مجھے غیر سمجھ کر ہی وہ احسان مان سکتی تھی۔ مجھے دماغ سے بھگانے کا مطلب یہ تھا کہ وہ کسی حال میں مجھ پر بھروسا کرنا نہیں چاہتی تھی۔

اور میں اپنوں کی محبت سے مجبور تھا۔ غصے میں یہ فیصلہ نہیں کر سکتا تھا کہ سونیا، علی تیمور اور پارس وغیرہ کو سزا دوں گا۔ انھیں آئندہ خطرات سے آگاہ نہیں کروں گا اور کبھی اُن کی مدد نہیں کروں گا۔ میں ان کے خلاف کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ بس یہی ایک راستہ رہ گیا تھا کہ ان سے دور رہوں اور شیخ مرحوم کی پیشین گوئی درست ہوتی رہے۔

میں شام کو کاٹیج سے نکل کر کہیں باہر وقت گزارنا چاہتا تھا۔ اسی وقت رسونتی نے دماغ پر دستک دی۔ گوڈ در ڈزا دا کیے پھر بولی۔ "میں آگئی ہوں، دروازہ کھولو۔"

"میرے دماغ کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔"

"دماغ کا نہیں کاٹیج کا دروازہ۔"

میں خوشی سے اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔ تیزی سے چلتا ہوا بیرونی دروازے تک آیا۔ پھر اُسے کھول دیا۔ وہ بہار کی پہلی کھلتی ہوئی کلی کی طرح مسکرا رہی تھی۔ ان لمحات میں اس کی عمر کا حساب نہیں کیا جاسکتا تھا۔ کیونکہ اس کی پچھلی زندگی کی طرح اس کی پچھلی عمر بھی گم ہو گئی تھی۔ وہ کسی کی ماں نہیں تھی۔ کسی کی بیوی نہیں تھی۔ ابھی اسے ایک مرد کا پہلا پہلا پیار ملنے والا تھا۔ میں نے دروازے پر ہی اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے بازوؤں میں کھینچ لیا۔ وہ جذبوں کی کھینچا تانی میں گھبرا کر بولی "کوئی دیکھ

لے گا۔"

[illegible] ت کرنے والے کسی کی پروا نہیں کرتے۔ پیار کا عمل جاری رکھتے ہیں لیکن وہ مشرقی عورت تھی۔ فطرتاً شرمیلی تھی۔ میں نے اس کے ساتھ اندر آکر دروازے کو بند کر دیا۔ [illegible] سے چٹخنی کو لگانا چاہیے تھا لیکن اس کی فرصت نہیں ملی۔ وہ کہہ رہی تھی "میں تین دن سے تمھاری صورت دیکھنے کو ترس رہی ہوں۔ آج شہر میں تفریح کے بہانے آئی تو علی بھی ساتھ تھا۔ اُسے اندیشہ ہے کہ دشمن پھر مجھے اغوا کر سکتے ہیں۔"

میں نے پوچھا "علی کہاں ہے؟"

"ایک ڈیپارٹمنٹل اسٹور میں اسے چھوڑ آئی ہوں۔ اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ وہ مجھے تنہا چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔ میں ایک ریڈی میڈ لباس پہننے کے بہانے لیڈیز پورشن میں گئی پھر پچھلے دروازے سے نکل کر ایک ٹیکسی میں یہاں چلی آئی۔"

"میری جان! تم مجھے کتنا چاہتی ہو۔ کاش! میرے خون کے دوسرے رشتے"

میری بات پوری نہ ہو سکی۔ دروازہ ایک زوردار آواز کے ساتھ کھلا۔ رسونتی چیخ مار کر میری آغوش سے نکل گئی، دروازے پر علی تیمور تھا۔ اس [illegible]

کر صوفے پر آیا پھر اس صوفے کے ساتھ دوسری طرف اُلٹ گیا۔

رسونتی دوڑتی ہوئی بیٹے کے راستے میں دیوار بن گئی۔ ابھی وہ کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ قریبی سی کھڑکی کا شیشہ زوردار چھناکے سے ٹوٹا۔ پارس فضا میں اُڑتا ہوا شیشے کو توڑتا ہوا اندر آیا۔ میں فرش پر سے اُٹھ رہا تھا۔ اس کی لات میرے منہ پر پڑی۔ میں لڑکھڑا کر پیچھے گیا۔ اس نے گرج کر کہا "اپنی ماں کو تمھاری آغوش میں دیکھ کر ہم جوان بیٹے شرم سے مر جائیں گے یا تمھیں مار ڈالیں گے۔"

میں نے پریشان ہو کر کہا "میرے بچو! تمھاری شرم اور غیرت پر مجھے ناز ہے۔ مگر میں گناہگار نہیں ہوں۔ تمھارا باپ ہوں۔"

پیچھے سے علی تیمور کا ایک زبردست ہاتھ میری گردن پر پڑا۔ میں تلملا گیا۔ میں نے واٹسن روڈکی سے کہا تھا، میرے بیٹوں کو فولاد بنادو۔ آج وہ دونوں فولاد میری ہڈیوں کا سُرمہ بنانے آگئے تھے۔ رسونتی نے کہا "رک جاؤ۔ مجھے ماں کہتے ہو تو ماں کو بے شرم نہ سمجھو۔ یہ تمھارا باپ ہے۔"

وہ بےچاری خود کو بھولی ہوئی تھی۔ اس کی زبان پر کوئی بھروسا نہیں کر سکتا تھا۔ دونوں بیٹے دو اطراف سے مجھ پر حملے کر رہے تھے اور میں ان کے حملوں کو روکتا جارہا تھا۔ ایک بار میں ان کی گرفت میں آگیا۔ دونوں نے مجھے اُٹھا کر کھڑکی کے ٹوٹے ہوئے شیشے سے باہر پھینک دیا۔ میں باہر لان میں آکر گرا۔ سر اُٹھا کر دیکھا تو وہاں سونیا کھڑی ہوئی تھی۔

وہ غرا کر بولی "ذلیل انسان! میں تجھے ہاتھ نہیں لگاؤں گی۔ تو نے فرہاد کی عزت پر ہاتھ ڈالنے کی حماقت کی ہے۔ یہ دونوں بیٹے آج تجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ اگر مسلمان ہے تو کلمہ پڑھ لے۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اب انتہا ہوگئی تھی۔ میں نے اپنی شناخت کرانے کے لیے اپنے عزیزوں اور خون کے رشتوں سے محبت کی انتہا کر دی۔ بُرے وقتوں میں ان کے کام آتا رہا۔ انھیں دشمنوں کی ناقابلِ عبور سرحد پار کرائی، خطرناک تنظیموں کی سازشوں سے انھیں آگاہ کرتا رہا۔ اُن کے راستوں سے کانٹے صاف کرتا رہا۔ اس کے باوجود انھوں نے مجھ سے نفرت کی۔ مجھے دُھتکار دیا۔ اور انتہا یہ ہوگئی کہ دونوں بیٹے مجھ پر ہاتھ اٹھا رہے تھے اور سونیا میری موت کو یقینی بنا کر مجھے کلمہ پڑھنے کا مشورہ دے رہی تھی۔

رسونتی دوڑتی ہوئی کاٹیج سے باہر آکر میرے پاس پہنچ گئی تھی۔ میں فرش پر گرا ہوا تھا۔ سامنے سونیا کھڑی ہوئی تھی اور دونوں بیٹے ٹوٹی ہوئی کھڑکی سے نکل کر مجھے مار ڈالنے کے لیے آرہے تھے۔ رسونتی مجھ سے لپٹ کر رونے لگی، روتے روتے کہنے لگی "تم سب عقل کے اندھے ہو، اپنے خون کو نہیں پہچانتے ہو۔ اب اگر کسی نے ہاتھ لگایا تو میں اُسے مار ڈالوں گی۔ جب تم دونوں باپ کو مار سکتے ہو تو میں بھی بیٹوں کو ہلاک کر سکتی ہوں۔"

پارس نے کہا "ماما! یہ بے حیائی ہے۔ ہمارے سامنے ایک اجنبی کو گلے نہ لگائیں۔ ورنہ ہم اپنی جان دے دیں گے۔"

علی تیمور نے کہا "جان دیں گے نہیں، اس کی جان لیں گے۔"

میں نے فرش پر سے اُٹھ کر رسونتی کو ایک طرف ہٹایا پھر اس سے کہا "آنسو پونچھ لو۔ تمھارا مردان چھو کر دس کے اور مادام سونیا کے مقابلے میں کمزور نہیں ہے۔"

میں نے ایک طرف سے دوسری طرف جاتے ہوئے کہا "جتنی دیر بیٹا کہتا رہا اتنی دیر محبت سے سمجھانے کے پھیر میں مار کھاتا رہا۔ اب تم سے کسی کا ایک داؤ بھی نہیں چلے گا۔ تم لوگوں نے والشو روکی سے سب کچھ سیکھ لیا ہے۔ میرے بدترین دشمنوں کو بدترین شکست دیتے رہے ہو۔ لیکن میرے بچو! ابھی تمھارے سیکھنے کے لیے بہت کچھ باقی ہے اور وہ تم ابھی سیکھو گے۔"

پارس نے یکبارگی چھلانگ لگائی۔ فضا میں اُڑتا ہوا آیا۔ اس کی فلائنگ کِک ٹھیک میرے سینے پر لگنے والی تھی، میں پھرتی سے بیٹھ کر اٹھ گیا۔ میرے بیٹھنے سے اس کی کِک خالی گئی۔ اٹھنے سے وہ میرے دونوں بازوؤں میں آگیا۔

میں نے اسے سونیا کی طرف اچھالا۔ پھر خود اُچھل پڑا کیونکہ علی تیمور نے فرش پر پھسلتی ہوئی گھومتی ہوئی لات چلائی تھی۔ میرے اُچھلنے پر وہ خالی گھوم کر رہ گیا تھا۔

حملے ناکام ہوتے رہیں تو حملہ کرنے والوں کو غصہ آجاتا ہے۔ وہ جوش میں اور غیظ و غضب میں بڑھ بڑھ کر اندھا دُھند حملے کرتے ہیں۔ لیکن دونوں بیٹے فوراً پُرسکون ہوگئے تھے۔ مجھ کو جانچ رہے تھے۔ انھوں نے دو چار حملے بڑے اطمینان سے کیے۔ اس دوران مجھے کئی بار جوابی حملوں کا موقع ملا لیکن میں چھوٹ دیتا رہا۔ اور ان سے کہتا رہا "دیکھو، میں صرف دفاعی جنگ لڑ رہا ہوں کیوں کہ میں جنگ نہیں چاہتا۔ محبت اور رشتے داری چاہتا ہوں۔"

سونیا ایک طرف کھڑی گہری ٹٹولتی ہوئی نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ رسونتی نے آنسو پونچھ لیے تھے۔ اس کے چہرے سے اطمینان جھلک رہا تھا کیوں کہ اب میں زخم نہیں کھا رہا تھا۔ جوانوں کے داؤ پیچ میں نہیں آرہا تھا۔ میرے دونوں بیٹوں نے اچھی طرح سمجھ لیا کہ میں کسی داؤ میں نہیں آؤں گا۔ انھوں نے ایک دوسرے کو معنی خیز نظروں سے دیکھا۔ پھر نئے انداز سے حملے شروع کیے۔ یعنی دونوں بیک وقت مختلف سمتوں سے آنے لگے۔ اگر میں ایک سے بچتا تو دوسرے سے لازمی طور پر مار کھاتا۔ ان کی یہ تدبیر اچھی تھی۔ مگر بچے یہ تدبیر باپ پر آزما رہے تھے۔ میں ایک جگہ رہتا تو یقیناً ایک سے بچتا اور دوسرے سے مار کھاتا۔ لیکن میں چشم زدن میں اِدھر سے اُدھر چلا جاتا تھا۔ وہ مجھے ایک ہی مقام پر نہ پا کر پھر بیک وقت حملہ کرتے تھے، اس کے ساتھ ہی میں پھر جگہ بدل دیتا تھا۔

پھر میں نے دوسری چال چلی۔ جگہ بدلتے ہی کبھی پارس کے قریب اور .... علی تیمور سے دور جانے لگا اور کبھی پارس سے دور اور علی تیمور کے قریب آنے لگا۔ اس طرح میں جس کے قریب ہوتا وہی حملہ کر پاتا تھا۔ دوسرے کو میرے قریب آنے میں وقت لگتا تھا۔ یوں وہ دونوں اپنی پلاننگ کے مطابق مجھ پر بیک وقت حملہ نہ کر سکے۔ آخر پارس نے کہا "ہم مان گئے تم پکے شیطان ہو۔ بڑی مکاری سے بچتے جا رہے ہو۔"

میں نے کہا "یاد کرو، والشو روکی نے ایسے وقت کیا سکھایا ہے؟"

علی تیمور نے ریوالور سے میرا نشانہ لیتے ہوئے کہا۔ "ماسٹر نے سکھایا ہے کہ مقابل ہماری طرح فولادی ہو یا شاطر ہو، اس پر حملے ناکام ہوتے ہوں تو وقت ضائع نہ کرو۔ اگر وہ دوستی کے قابل ہے تو دوست بنا لو۔ اگر وہ بدترین دشمن ہے تو اسے گولی مار دو۔"

میں جانتا تھا میرے غیرت مند بیٹے اپنی ماں کے قریب آنے والے اجنبی کو زندہ نہیں چھوڑیں گے، یہ سمجھتے ہوئے میں نے یکبارگی چھلانگ لگائی۔ فضا میں قلابازی کھاتا ہوا رسونتی کے پاس آیا پھر اسے پکڑ کر اپنے آگے ڈھال بناتے ہوئے کاٹیج کے اندر جانے لگا۔ خیال خوانی کے ذریعے رسونتی کو سمجھا دیا کہ میں دکھاوے کے لیے اس کا دشمن بن جاؤں تو وہ بُرا نہ منائے۔

وہ بولی "میں کبھی برا نہیں مناؤں گی تم کسی طرح پیچھا چھڑا کر یہاں سے چلے جاؤ۔ ہم بعد میں کہیں ملیں گے۔"

علی تیمور نے کہا "ماما! اس کی بزدلی دیکھیں، یہ آپ کو ڈھال بنا رہا ہے تاکہ گولی آپ کو لگ جائے۔"

وہ بولی "اچھا ہے مجھے گولی لگ جائے۔ ایسی زندگی سے نجات حاصل ہو جائے۔ نہ بچے میرے، میں نہ شوہر میرا ہے۔ میں خود بھول گئی ہوں کہ میرا کون ہے؟"

میں ان باتوں کے دوران کاٹیج کے اندر جانا چاہتا تھا۔ سونیا نے کہا "ٹھہرو، اندر کہیں تم نے ریوالور وغیرہ رکھا ہوگا۔ رسونتی کی آڑ لے کر وہاں تک جاؤ گے پھر ریوالور کے جواب میں ریوالور پکڑ لو گے۔ مگر فائدہ کیا ہوگا؟ تم اس ریوالور سے کسے گولی مارو گے؟"

میں رسونتی کے ساتھ ایک جگہ رُک گیا۔ دونوں بیٹے کچھ فاصلے پر تھے۔ پارس کھڑکی کے پاس تھا۔ اس کا ارادہ سمجھ میں آگیا تھا جیسے ہی میں کاٹیج کے اندر جاتا وہ مجھ سے پہلے کھڑکی کے راستے وہاں پہنچ جاتا۔ میں نے کہا "سونیا! تم نے بہت اہم سوال کیا ہے۔ ریوالور میرے ہاتھ میں ہو تو میں کسے گولی ماروں گا؟ تم مجھے جان سے زیادہ عزیز ہو۔ رسونتی میری شریکِ حیات ہے۔ پارس اور علی تیمور میرا خون ہیں، میرے دل کی دھڑکنیں ہیں۔ میں کسے گولی ماروں گا؟ کسی کو نہیں، کسی کو نہیں۔ جن کے لیے جان کی بازی لگاتا ہوں ان کی جان کیسے لے سکتا ہوں۔ مگر ہاں، تم سب میری جان لو گے۔ شاید قدرت کو یہی منظور ہے۔ تقدیر مجھے نہ مار سکی، میرے اپنے مجھے مار ڈالیں گے۔"

علی تیمور نے کہا "تم اپنی غلط حرکتوں سے ہمیں طیش دلا رہے ہو۔ کیا اپنی غلطی سمجھ میں نہیں آتی؟"

"ہاں، یہی سمجھنے اور نہ سمجھنے کا پھیر ہے۔ میں تم سب کو اپنا سمجھ رہا ہوں، تم نہیں سمجھ رہے ہو۔ تمھاری یہ بات درست ہے کہ مردہ اپنی قبر سے کبھی واپس نہیں آتا۔ یقین کرو میں کبھی قبر میں نہیں گیا۔ البتہ عارضی موت سے دوچار ہوا تھا۔ پھر موت سے لڑتا ہوا زندگی کی طرف لوٹ آیا۔"

علی تیمور نے سونیا سے کہا "اوہ ممّا! یہ پھر وہی بکواس شروع کر رہا ہے۔"

سونیا نے مجھ سے کہا "تمھارے کاغذات کے مطابق، تمارا نام براین وولف ہے۔ لیکن تم فرہاد کہلانے پر بضد ہو۔ ویسے ابھی تمھارے لڑنے کے انداز نے مجھے چونکا دیا ہے۔ دو چار دشمنوں کے درمیان لڑنے کا یہ ہُنر اور اسٹائل صرف فرہاد کا ہے۔ وہ کسی سے ایک چوٹ کھائے بغیر دشمنوں کو تھکا مارتا ہے۔ میں حیران ہوں کہ وہ تنویمی عمل کرنے والا کون ہے جس نے تمھارے دماغ میں فرہاد کے لڑنے کا ہُنر اور اسٹائل بھی نقش کر دیا ہے۔"

میں نے کہا "اسی پہلو سے سوچو۔ یہ تنویمی عمل کے ذریعے ممکن نہیں ہے۔ فرہاد کی زندگی کا باریک سے باریک پہلو مجھ میں نقش نہیں کیا جا سکتا۔ یہ بالکل ہی ناممکن ہے۔ تم فرہاد کی زندگی کی کوئی ڈھکی چھپی بات مجھ سے پوچھو، مجھے اپنی یادداشت پر ناز ہے، میں کبھی کوئی بات نہیں بھولتا۔ مجھے آزماؤ، بار بار آزماؤ۔"

وہ مجھے چند لمحوں تک سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھتی رہی پھر بولی "اچھی بات ہے، میرے ساتھ آؤ۔"

وہ کاٹیج کے گارڈن کی طرف جانے کے لیے مُڑ گئی۔ میں نے کہا "سونیا! میں تمھاری چالوں کو خوب سمجھتا ہوں۔ میں رسونتی کو چھوڑ کر یہاں سے ہٹوں گا تو اُدھر سے علی تیمور مجھے گولی مار دے گا۔"

وہ طنزیہ انداز میں بولی "تم کیا سمجھتے ہو، میں اتنی دیر تک اپنے بیٹوں سے لڑنے کا موقع کیوں دے رہی تھی؟"

"ہاں، تم میرے ہُنر اور اسٹائل کو سمجھ رہی تھیں۔"

"کیا تم سمجھتے ہو، میں اگر ایک حملہ کر دوں تو تمھارا بچ نکلنا ممکن ہوگا؟"

"ہاں، تم قیامت ہو، تمھارے آنے کے بعد پھر کوئی قیامت نہیں آتی لیکن تم نے بھی سمجھ لیا تھا کہ تمھارا ابھی کوئی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

داؤ نہیں چلے گا مجھ پر۔"

وہ قہقہے لگانے لگی۔ اپنے قہقہوں سے میرا مذاق اُڑانے لگی۔ میں نے کہا۔ "اس کا مطلب ہے تم اس دوران میرے خلاف کوئی چال چل گئی ہو۔"

"میں نے کوئی چال نہیں چلی، کوئی حملہ نہیں کیا ہے اور میرا اصول ہے کہ میں مقابلہ کرنے میں وقت ضائع نہیں کرتی۔ اتنا وقت اس لیے ضائع ہوا کہ تم فرہاد کا اسٹائل اپنا کر مجھے حیران کر رہے تھے۔ اب کہو تو میں پلک جھپکتے ہی تمھیں گرفتار کر لوں۔"

میں نے اُسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر کہا۔ "میں تین دن سے اس کاٹیج میں ہوں۔ تمھیں میرے خلاف جال بچھانے کے کافی مواقع حاصل ہوئے ہیں۔"

"اب عقل آئی ہے۔ اوّل تو میرے دونوں بیٹے تمھیں یہاں سے جانے نہیں دیں گے۔ اگر کسی طرح بچ نکلو گے تو میرے ہاتھوں زخمی ہو جاؤ گے یا پھر اس شہر کی پولیس تمھیں اس علاقے سے باہر جانے نہیں دے گی۔"

"تم وقت ضائع نہیں کرتی ہو۔ پھر اپنے ہتھکنڈوں سے مجھے زخمی کیوں نہیں کیا؟"

"ہم تمھیں زندہ رکھنا چاہتے ہیں مگر یہاں نہیں، پاگل خانے میں۔"

میں نے ہنستے ہوئے علی تیمور کے ریوالور کی طرف اشارہ کیا پھر پوچھا۔ "کیا مجھے گولی مار کر پاگل خانے بھیجا جائے گا؟"

علی تیمور نے کہا۔ "مما کا حکم تھا کہ ریوالور خالی رکھا جائے۔" یہ کہہ کر اس نے ٹریگر دبایا۔ کھٹ کی آواز آئی، گولی نہیں چلی۔ اس نے ریوالور کو جیب میں رکھ لیا۔ سونیا نے کہا۔ "جب تم نے یہ کاٹیج کرائے پر حاصل کیا تو اسے اندر اور باہر سے اچھی طرح دیکھ کر مطمئن ہو گئے۔ یہاں ایسی کوئی چیز نہیں تھی جس سے تمھیں نقصان پہنچتا۔ پھر تم ہم سے ملنے بابا صاحب کے ادارے میں آئے۔ میں نے جان بوجھ کر تمھیں ایک رات کے لیے وہاں روک لیا۔ اور فرانسیسی جاسوس یہاں خفیہ مائیک اور کیمرے نصب کرتے رہے۔ تمھاری دو دن کی آڈیو اور ویڈیو رپورٹ حاصل ہو چکی ہے جسے میں انٹیلی جنس کے دفتر میں جا کر دیکھوں گی۔ ابھی یہاں جو کچھ ہو رہا ہے، یہ سب کچھ دوسری طرف دیکھا جا رہا ہے۔"

"میں سمجھ گیا کہ یہاں سے بچ کر نہیں جا سکوں گا۔ چونکہ تم لوگوں سے بہت سی ایسی باتیں کرنا چاہتا ہوں جس کا تعلق صرف مجھ سے اور تم سے ہے اور یہ باتیں کوئی تیسرا شخص نہیں جانتا ہے۔"

میری بات ختم ہوتے ہی پولیس کی گاڑیاں آ گئیں۔ کتنے ہی سپاہیوں نے مجھے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ ان کے ساتھ آنے والے دو افسروں نے سونیا کے سامنے آ کر ادب سے پوچھا۔ "کیا اسے ہتھکڑی لگائی جائے۔"

دوسرے افسر نے کہا۔ "یہ آسانی سے ہمارے ساتھ نہیں جائے گا۔"

میں نے کہا۔ "سونیا! انھیں سمجھا دو۔ کوئی مجھے فرہاد تسلیم کرے یا نہ کرے، فرہاد کے ہاتھوں میں آج تک کوئی ہتھکڑی نہیں ڈال سکا۔ یہ بھی ناکام رہیں گے۔ میں اپنی مرضی سے ان کے ساتھ اس شرط پر جاؤں گا کہ پہلے تم مجھ سے تنہائی میں گفتگو کرو گی۔"

وہ افسران سے بولی۔ "آپ لوگ کاٹیج کے ڈرائنگ روم میں آرام سے بیٹھیں۔ میں اس کی شرط پوری کر رہی ہوں۔ اسے ہتھکڑی پہنانے کی کوشش میں بات بڑھانا مناسب نہیں ہے۔"

itsurdu.blogspot.com

وہ میرے قریب آئی پھر بولی۔ "اندر چلو۔"

میں نے خیال خوانی کے ذریعے رسونتی سے کہا۔ "بیٹے کو سنبھالنے کی کوشش کرو۔ میں ابھی آؤں گا۔"

میں سونیا کے ساتھ چلتا ہوا کاٹیج کے ڈرائنگ روم سے گزر کر اپنے بیڈ روم میں آیا۔ پھر بولا۔ "تمھیں اعتراض نہ ہو تو دروازہ بند کر دوں؟"

اس نے خود دروازے کو اندر سے بند کرتے ہوئے کہا۔ "اگر کوئی حد سے گزرے تو میں اس کی خواب گاہ میں ہمیشہ کے لیے اسے سُلا دیتی ہوں۔"

وہ ایک صوفے پر آ کر بیٹھ گئی۔ میں نے اس کے سامنے والے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "یہ ہمارے تمھارے ریکارڈ میں ہے کہ ہماری پہلی ملاقات پاکستان میں ہوئی تھی مگر یہ دنیا کے کسی ملک کے کسی خطرناک تنظیم کے ریکارڈ روم میں نہیں ہے کہ ہم نے تنہائی میں کس طرح رنگین اور سنگین لمحات گزارے ہیں۔"

"بے شک میں نے فرہاد کے ساتھ انتہائی رازداری سے جو لمحات گزارے ہیں، وہ کوئی نہیں جانتا۔ تم بھی نہیں جان سکتے۔"

"اور میں تو کیا دنیا کا کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا تمھارے دماغ میں چھپے ہوئے چور خیالات نہیں پڑھ سکتا۔

یہاں کوئی نہیں پڑھ سکتا بلکہ اجازت کے بغیر میرے دماغ میں بھی نہیں آ سکتا۔ اب میری اور فرہاد کی وہ باتیں بتاؤ جو آف دی ریکارڈ ہیں۔"

میں نے بتانا شروع کیا۔ جب میں نے پہلی بار اس کا دل جیت لیا تھا اور ہم نے محبت میں صبح سے شام اور شام سے صبح کر دی تھی۔ پیار کی رنگینیوں اور جذبات کی سنگینیوں میں اس کا ایک خاص انداز ہوتا تھا۔ بڑی ہوشربا ادائیں ہوتی تھیں جو دوسری عورتوں سے بالکل مختلف ہوا کرتی تھیں۔

اس نے چونک کر مجھے دیکھا پھر صوفے پر سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ کچھ حیران تھی اور کچھ حیا کا تقاضا تھا کہ چہرے کا رنگ بدل گیا تھا۔ رخسار سُرخ ہو چلے تھے اور وہ ایک بار چونک کر مجھے دیکھنے کے بعد نظریں چرا رہی تھی۔ اگر اب مجھے فرہاد تسلیم کرتی تو یوں نظریں نہ چراتی۔ بھلا اپنے مرد سے کاہے کی شرم؟ لیکن اب بھی فیصلہ نہیں ہوا تھا کہ میں اپنا ہی مرد ہوں۔

میں نے مزید ملاقاتوں کا ذکر کیا۔ ایسی ملاقاتوں کا ذکر جنھیں شاعری میں ملاقات نہیں، وصالِ یار کہتے ہیں۔

پیار کے نشے میں وہ چند مخصوص جذباتی فقرے ادا کرتی تھی جنھیں صرف میں سنتا تھا۔ دنیا کا کوئی خیال خوانی کرنے والا اس کے دماغ میں گھس کر ایسی باتیں معلوم نہیں کر سکتا تھا۔ جب میں نے ایک ایک کر کے وہ فقرے سُنائے تو وہ ایک دم سے اُٹھ کھڑی ہوئی۔ شرم اور غصے سے وہ سرخ ہو رہی تھی۔ وہ شیرنی کی طرح غُراتے ہوئے بولی۔ "میرے رازوں تک پہنچنے والا اس کمرے سے زندہ نہیں جائے گا۔ تم کون ہو؟ کیا کالا جادو جانتے ہو؟"

"سونیا! یہ سوال کرنے سے پہلے مت بھولو کہ بابا فرید واسطی مرحوم اور دیگر بزرگانِ دین کی دعائیں تمھارے ساتھ ہیں۔ کوئی خطرناک سے خطرناک کالا عمل کرنے والا بھی تم پر اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ پھر مجھے جادوگر کیوں سمجھتی ہو۔ میں فرہاد ہوں۔"

"میں کیسے مان لوں۔ میری آنکھوں کے سامنے فرہاد کو سپردِ خاک کیا گیا۔ وہاں شیخ الفارس مرحوم بھی موجود تھے۔ اگر میں فرض کر لوں کہ فرہاد کی ڈمی کو دفن کیا گیا تھا اور تمھیں چور راستے سے کسی دوسری جگہ پہنچا دیا گیا تھا تو ایسا، شیخ الفارس مرحوم کی اجازت کے بغیر ناممکن ہوتا۔ اگر یہ کہو گے کہ شیخ الفارس مرحوم تمھارے رازدار تھے تو میں یہ تسلیم نہیں کروں گی کیوں کہ مرحوم نے آج تک کوئی راز مجھ سے پوشیدہ نہیں رکھا۔ اور تمھاری کوئی بات وہ مجھ سے چھپا نہیں سکتے تھے۔ ان حقائق کے پیشِ نظر تم فرہاد کیسے ہو سکتے ہو؟"

میں نے کہا۔ "میرے ہونے نہ ہونے کے درمیان شیخ الفارس مرحوم کی خاموشی ہے۔ ان کی خاموشی نے مجھے گھر کا رکھا ہے نہ گھاٹ کا۔ تم یہ تسلیم کر لو کہ انھوں نے کسی مصلحت سے خاموشی اختیار کی تھی۔"

"میں کیوں تسلیم کروں جب کہ انھوں نے کبھی ایسا نہیں کیا؟"

"تو پھر تمھیں ماننا پڑے گا کہ میں تمھاری تنہائیوں کا رازدار فرہاد علی تیمور ہوں۔"

وہ بُری طرح اُلجھ گئی تھی۔ غصہ بھول گئی تھی۔ میری جو باتیں آف دی ریکارڈ تھیں انھوں نے اُسے تشویش میں ڈال دیا تھا۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتی تھی کہ یہ باتیں صرف اس کا فرہاد ہی بتا سکتا ہے۔

وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اور سوچتی ہوئی دروازے تک گئی پھر اس کا لاک ہٹا دیا۔ میں نے اُٹھ کر پوچھا۔ "کیا ہوا؟ کیوں جا رہی ہو؟"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔ "میں زندگی میں پہلی بار میدان چھوڑ رہی ہوں۔ تمھارے بارے میں جو الجھن ہے، اُسے دُور کرنے کے بعد ہی تمھارا سامنا کروں گی۔"

اس نے دروازہ کھولا۔ میں اُس کے پیچھے کمرے سے باہر آیا۔

رسونتی، پارس اور علی تیمور یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ میں نے سونیا کو اپنی باتوں سے مطمئن کیا ہے یا نہیں؟ وہاں پولیس افسران بھی تھے۔ وہ میری طرف اشارہ کرتے ہوئے ایک افسر سے بولی۔ "اس کاٹیج میں اس کی جو خفیہ فلم رپورٹ تیار کی گئی ہے وہ میں ابھی دیکھوں گی۔"

پارس اور علی تیمور نے سونیا کو دو طرف سے پکڑا پھر اُسے ایک طرف لے جا کر بولے۔ "مما! آپ کا مزاج کچھ بدلا ہوا سا ہے۔ آپ اس کے ساتھ کمرے میں گئیں تو اس کی دشمن تھیں۔ اب دشمن نہیں لگ رہی ہیں۔"

"ہاں، میرے دل میں پہلی جیسی دشمنی نہیں ہے۔ مگر دوستی بھی نہیں ہے۔ اس شخص نے حیران کر دیا ہے۔ گزرے دنوں کی ایسی ایسی باتیں بتاتا ہے جن کا علم کسی ٹیلی پیتھی

itsurdu.blogspot.com

جاننے والے کو بھی نہیں ہو سکتا۔"

علی تیمور نے کہا "یہ کوئی بھی ہو۔ اسے پولیس کی حراست میں رہنا چاہیے۔ اگر آزاد رہے گا اور میری ماں کے قریب آئے گا تو اس بار مقابلہ کرنے میں وقت ضائع نہیں کروں گا۔ اسے فوراً گولی مار دوں گا۔"

پارس نے کہا "علی! اسے سلاخوں کے پیچھے قید کر دو گے تو مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ ماما ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس سے رابطہ قائم کریں گی۔ یہ دونوں ٹیلی پیتھی کے ذریعے قید کو رہائی میں بدل دیں گے۔"

سونیا نے کہا "تم دونوں کو سمجھا رہی ہوں، اپنے دلوں سے جوش اور جذبات نکال کر حالات کو سمجھو، یہ شخص ننانوے فیصد خود کو فرہاد ثابت کر چکا ہے، یہ صرف ایک فیصد کھٹک رہا ہے۔"

علی تیمور نے کہا "کھٹکنے کی بات ہے۔ میں نے پاپا کو اپنے ہاتھوں سے قبر میں لٹایا تھا۔"

"میں بھی وہاں موجود تھی۔ اس کے باوجود یہ سوچنے اور سمجھنے کی گنجائش ہے کہ جس لاش کو ہم نے سپردِ خاک کیا وہ تمہارے پاپا کی ڈمی ہو سکتی ہے۔ شیخ الفارس مرحوم نے یہ اچھی طرح سمجھ لیا ہوگا کہ سپر ماسٹر اور ماسک مین بڑے زبردست حملے کرنے والے ہیں۔ وہ تمہارے بیمار پاپا کو بابا صاحب کے ادارے سے بھی نکال کر لے جا سکتے ہیں۔ جیسا کہ بعد میں وہ رسونتی اور جوجو کو لے گئے تھے۔ اگر شیخ مرحوم ساری دنیا کے اور تمہارے جیسے خون کے رشتوں کے سامنے بھی فرہاد کی موت کا ڈراما پلے نہ کرتے تو دشمن ان پر کاری ضرب لگاتے۔"

پارس نے پوچھا "ممّا! آپ اس پہلو سے اب گفتگو کر رہی ہیں۔ پہلے آپ نے ایسا کیوں نہیں سوچا تھا؟"

"اس لیے کہ شیخ مرحوم مجھ سے کوئی راز نہیں چھپاتے تھے۔ وہ تمہارے پاپا کو چور راستے سے کسی دوسری جگہ پہنچاتے تو مجھے اپنے منصوبے میں ضرور شریک کرتے۔"

"ہمیں بھی یہ پختہ یقین ہے کہ آپ سے کوئی بات چھپائی نہیں جاتی ہے۔ شیخ مرحوم نے ایسا کوئی ڈراما پلے نہیں کیا ہے۔"

"یہ بھی تو سوچو، انھوں نے کسی مصلحت کی بنا پر ایسا کیا ہو، اس شخص کا بیان ہے کہ شیخ مرحوم نے اسے دنیا سے ہٹا کر بلکہ دنیا سے مٹا کر صرف دین کے راستے پر لگانے کی کوشش کی تھی۔ یہ بات کچھ اہمیت رکھتی ہے۔"

"اوہ ماما! آپ اس کی باتوں سے قائل ہو رہی ہیں۔"

"نہیں بیٹے! میں آسانی سے قائل نہیں ہوں گی۔ ابھی اس کی مزید اسٹڈی کروں گی۔ اس سلسلے میں اس کی فلم رپورٹ اہم ہے۔"

وہ پارس اور علی تیمور سے ڈرائنگ روم کے ایک گوشے میں باتیں کر رہی تھی۔ دوسری طرف رسونتی نے میرے پاس آ کر پوچھا "کیا تم نے سونیا کو قائل کر لیا ہے؟"

"میرا خیال ہے، اسے اپنی حمایت میں سوچنے اور غور کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ شیخ مرحوم نے میری موت کا یقین اس قدر پختہ کر دیا تھا کہ میرے اپنے بھی مجھے زندہ تسلیم نہیں کریں گے پھر بھی میں حوصلہ نہیں ہاروں گا... انھیں جلد ہی میری اصلیت کو تسلیم کرنا ہوگا۔"

"کوئی کرے یا نہ کرے، میں تمھیں دل و جان سے مانتی ہوں۔"

پھر اس نے بیٹے کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "علی! اگر مجھے ماں کہتے ہو اور میری انسلٹ نہیں کرنا چاہتے ہو تو فرہاد کو گرفتار نہ ہونے دو، ورنہ میں بابا صاحب کے ادارے میں رہنے سے انکار کر دوں گی۔"

علی نے پریشان ہو کر کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا "ماما!"

اس سے پہلے ہی میں نے سخت لہجے میں کہا۔ "رسونتی! ایسی دھمکی نہ دو، تم ہر حال میں وہاں رہوگی۔ وہاں تمہارا علاج جتنی توجہ سے ہو رہا ہے، اس کے نتیجے میں جلد ہی تمہاری یادداشت واپس آ جائے گی۔"

"مجھے یادداشت کی ضرورت نہیں ہے، میں تمہاری گرفتاری برداشت نہیں کروں گی۔"

سونیا نے کہا "رسونتی! اسے گرفتار نہیں کیا جائے گا۔ تم پارس اور علی کے ساتھ ادارے میں واپس جاؤ۔"

رسونتی نے مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھا، میں نے کہا "جب سونیا کہہ رہی ہے تو مجھے گرفتار نہیں کیا جائے گا۔ تم دور جا کر بھی اپنے اطمینان کے لیے ٹیلی پیتھی کے ذریعے میری خیریت معلوم کر سکتی ہو۔"

"اچھی بات ہے، تم کہتے ہو تو میں اپنے بیٹوں کے ساتھ چلی جاؤں گی۔ مگر جانے سے پہلے تنہائی میں کچھ باتیں کروں گی۔"

"نہیں رسونتی! ہمارے بیٹے غیرت مند ہیں، جب تک یہ مجھے باپ تسلیم نہیں کریں گے تب تک ہمارا تنہائی میں باتیں کرنا بھی مناسب نہیں ہے۔ اگر یہ طیش میں آئیں گے تو تجربات بگڑ جائے گی۔ ہمیں بگاڑنا نہیں بنانا چاہیے۔"

پارس نے علی تیمور سے کہا "تم ماما کو ساتھ لے جاؤ۔ میں ماریہ سے ملنے اسپتال جا رہا ہوں۔"

وہ چلا گیا۔ رسونتی سر جھکا کر علی تیمور کے ساتھ باہر جاتے ہوئے سوچ کے ذریعے بولی "میں ہمیشہ تمہارے دماغ میں آتی جاتی رہوں گی۔ تم بھی آتے رہو گے نا؟"

میں نے سوچ کے ذریعے جواب دیا "محبت کا تقاضا تو یہی ہے کہ ہم خیال خوانی کے ذریعے ہمیشہ ملتے رہیں لیکن اس کا ایک نقصان دہ پہلو یہ ہے کہ تم میرے دماغ میں دیر تک رہو گی تو کوئی خیال خوانی جاننے والا دشمن چھپ کر ہماری باتیں سنے گا۔ مجھے اپنے دماغ میں اس کی موجودگی کا علم نہیں ہوگا۔ اسی طرح میں تمہارے دماغ میں دیر تک رہوں گا تو تمھیں بھی پرائی سوچ کی لہروں کا احساس نہیں ہوگا۔"

"ہاں، یہ درست ہے۔ میں تھوڑی دیر کے لیے آیا کروں گی۔"

"اب تم آدھے گھنٹے بعد میری خیریت معلوم کرنا پھر چار یا چھ گھنٹے بعد آنا۔"

"اتنی دیر میں آنے کے لیے کہہ رہے ہو۔ کیا مجھ سے محبت نہیں ہے؟"

"میرے دماغ کی گہرائیوں میں اتر کر میری محبت کا یقین کر سکتی ہو۔ میں دیر سے آنے کے لیے اس وجہ سے کہہ رہا ہوں کہ میری دوسری مصروفیات بھی ہیں۔ میں تمہارے اور اپنے بیٹوں کے دشمنوں پر نظر رکھنا چاہتا ہوں۔"

وہ قائل ہو گئی۔ اس سے رابطہ ختم ہو گیا۔ سونیا مجھے توجہ سے دیکھ رہی تھی۔ میں نے اسے دیکھا تو وہ بولی۔ "رسونتی سے باتیں ہو رہی تھیں؟"

"ہاں میں اسے سمجھا رہا تھا کہ دیوانگی نقصان پہنچاتی ہے۔ محبت میں نارمل رہنا چاہیے۔ اگر وہ خیال خوانی کے ذریعے مسلسل میرے دماغ میں رہے گی تو دشمن خیال خوانی کرنے والوں کو چھپ کر ہماری باتیں سننے کا موقع ملتا رہے گا۔"

"تم باتیں اچھی کرتے ہو اور ہمیشہ ہمارے حق میں بولتے ہو اور ہماری بھلائی کے لیے کچھ نہ کچھ کرتے رہتے ہو۔ کیا میں امید کروں کہ تم کم از کم دس بارہ گھنٹے اسی کاٹیج میں گزارو گے اور یہاں سے باہر نہیں نکلو گے؟"

"بارہ گھنٹے کیا؟ تم کہو گی تو بارہ برس یہاں سے نہیں ہلوں گا۔ لیکن کوئی ناگہانی مصیبت آئے گی اور وہ مصیبت مجھے باہر نکلنے پر مجبور کرے گی تو میں اپنے وعدے پر قائم نہیں رہ سکوں گا۔"

"مجبوری میں تم باہر جا سکتے ہو۔"

"تمھیں کیسے یقین دلاؤں گا کہ میں واقعی مجبور ہو گیا تھا؟ بہتر ہے مجھ پر پابندی عائد نہ کرو اور اتنا بتا دو کہ ہماری ملاقات اب کہاں ہوگی اور کب ہوگی۔ میں ٹھیک اسی وقت وہاں پہنچ جاؤں گا۔"

"میں ایک گھنٹے بعد فون کروں گی۔"

وہ پولیس افسران کے ساتھ چلی گئی۔ میں کاٹیج میں تنہا رہ گیا۔ مجھے یقین تھا کہ وہ مجھے دل سے فرہاد تسلیم کر چکی ہے۔ صرف دماغ کو کسی ٹھوس ثبوت کے ذریعے قائل کرنا چاہتی ہے۔ اب وہ کیسے قائل کرے گی، یہ ایک گھنٹے بعد ہی معلوم ہو سکتا تھا۔

تنہائی میں وقت گزارنے کے لیے اور بہت سی مصروفیات تھیں۔ مثلاً پاسکل بوباکے دماغ میں جا کر اس کے متعلق بہت سی معلومات حاصل کر سکتا تھا۔ سونیا نے ایک بار کہا تھا مجھے پاسکل بوبا کا رول ادا کرنے کے لیے ماسکو جانا چاہیے۔ اس مقصد کے لیے پاسکل کے بہت سے رازوں کا علم مجھے ہونا چاہیے تھا۔

میں سوسانہ پر تنویمی عمل کرنے کے بعد صرف ایک بار اس کے دماغ میں گیا تھا۔ آرمر اس کے پاس کئی بار جا چکا تھا۔ میں سوسانہ اور جبریل گرانٹ کے مزید واقعات بعد میں بیان کروں گا۔ اس سے پہلے پاسکل بوبا کی خبر لینا چاہیے آئیے وہاں چلتے ہیں۔

وہ زیرِ زمین قید خانے میں تھا۔ اوپر فوجیوں کا سخت پہرا تھا لیکن ٹیلی پیتھی پہرے اور پابندیوں کی فولادی دیواریں توڑ کر نکل جاتی ہے جیسا کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن اسی زیرِ زمین قید خانے سے فوجیوں کا پہرا توڑ کر میڈونا کو لے گئے تھے۔ وہ میڈونا جس نے مجھے جان سے مار ڈالنے کا اعزاز حاصل کیا تھا۔ وہ میرے ہاتھوں ماری گئی تھی۔ اسے اغوا کرنے والے ناکام ہو گئے تھے اور وہ ناکامی سپر ماسٹر کے حصے میں آئی تھی۔

بہرحال میں پاسکل کے دماغ میں پہنچا۔ اتفاق سے صحیح وقت پر پہنچا۔ اس کے دماغ میں کوئی کہہ رہا تھا "پاسکل! یقین کرو تمہارے ماسک مین اور ہمارے سپر ماسٹر کے درمیان ایک سمجھوتا ہو گیا ہے۔ ہم تمھیں اس قید سے نکال کر لے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

جائیں گے۔ تم ہمارے ساتھ تعاون کرو۔"

پاسکل بوبانے پوچھا "میں کیسے تعاون کر سکتا ہوں؟"

"تم راضی خوشی تنویمی عمل کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

"اس سے کیا ہوگا؟"

"یہ ہوگا کہ میں تمھارے دماغ میں چھپ کر رہوں گا۔ اگر سونیا تمھارے ماسک مین سے فراڈ کرے گی۔ تمھاری جگہ کسی ڈمی پاسکل کو ماسکو روانہ کرے گی تو میں اس کا فراڈ ظاہر کر دوں گا۔"

"تم تنویمی عمل کے لیے مجھ سے اجازت کیوں حاصل کر رہے ہو؟ میں ابھی بیدار ہوں۔ جس طرح میرے دماغ میں آ گئے ہو اسی طرح تنویمی عمل بھی کر سکتے ہو۔"

"میں نے کوشش کی تھی۔ پچھلی رات تم سو رہے تھے۔ میں نے تمھارے خوابیدہ دماغ کی گہرائی میں اتر کر معلوم کیا ہے تمھارا دماغ پہلے ہی کسی کے عمل سے جکڑا ہوا ہے۔ ظاہر ہے ہمارے دشمنوں کے پاس ایک ہی خیال خوانی کرنے والا آرمر رہ گیا ہے اسی نے تمھارے دماغ میں گرہ لگائی ہے اسی لیے میں تمھیں خوابیدہ حالت میں اپنا معمول نہیں بنا سکا۔ اگر تم ہوش و حواس میں رہ کر خود کو میرے حوالے کرنے پر راضی ہو جاؤ تو میں تنویمی عمل کر کے آرمر کے عمل کے اثرات کو ختم کر دوں گا۔"

"میں اس عمل کے لیے خود کو تمھارے حوالے کر سکتا ہوں لیکن اس بات کا ثبوت کیا ہے کہ میرے ماسک مین نے تم لوگوں سے سمجھوتا کیا ہے؟"

"اس بات کا ثبوت تمھیں ماسکو پہنچ کر ملے گا۔"

"تم مجھے ٹریپ کر کے نیویارک پہنچا دو گے تو میں تمھارا کیا بگاڑ لوں گا؟"

"میں پہلے ہی سمجھتا تھا تم مجھ پر بھروسا نہیں کرو گے۔ تم اپنی جگہ درست ہو لیکن میں تمھاری جگہ ہوتا تو دوسرے پہلو سے سوچتا کہ اس کال کوٹھڑی میں بے بسی کی زندگی گزارتے گزارتے مر جانے سے بہتر ہے کہ باہر نکلنے کا کوئی بھی سہارا قبول کیا جائے۔"

"بہت اچھا مشورہ دے رہے ہو۔ اگر دشمن میرے ہاتھ پاؤں باندھ کر یہاں سے رہائی دلائے تو میں رہا ہوتے کے بعد اپنے ہاتھ پاؤں کھول لوں اور اس مدد کرنے والے دشمن سے بھی نجات حاصل کرنے کا راستہ نکال لوں گا۔ لیکن ہاتھ پاؤں کے بجائے دماغ کو دشمن کی مٹھی میں دے دوں گا تو آسمان سے گر کر کھجور میں اٹک جاؤں گا۔"

"کیا تم اتنا نہیں سمجھ سکتے کہ میں دشمن ہوتا تو تمھارے دماغ میں زلزلے پیدا کرنا شروع کر دیتا۔"

"جب میرا انکار اٹل ہوگا اور تمھاری ناکامی یقینی ہو جائے گی تو تم ضرور دماغی جھٹکے پہنچاؤ گے۔"

میں نے پاسکل کے دماغ میں بولنے والے کی آواز اور لہجے کو گرفت میں لے لیا۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ خیال خوانی کرنے والا سانس روک لیتا ہوگا لیکن اتفاقیہ کامیابی ہو سکتی تھی۔ یہ سوچ کر میں نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر اس کے دماغ میں پہنچتے ہی ایک زبردست جھٹکا دیا۔ وہ چیخ مار کر اپنی جگہ سے الٹ گیا۔

میں نے اتفاقیہ کامیابی کے لیے کوشش کی تھی۔ یہ کامیابی اس لیے ہوئی کہ وہ خیال خوانی کرنے والا اپنے بیڈ روم میں بیٹھا شراب پی رہا تھا۔ ظاہر ہے ایسی حالت میں سانس نہیں روک سکتا تھا اور نہ ہی یہ یقین کر سکتا تھا کہ آرمر جیسا شریف آدمی اسے کبھی دماغی اذیتوں میں مبتلا کرے گا۔

اس کا یہ اندازہ غلط نکلا۔ دماغ میں زلزلہ پیدا ہوتے ہی وہ تکلیف کی شدت سے چیختے ہوئے بولا "نہیں نہیں میرے دماغ میں کوئی نہیں آ سکتا۔ میں ابھی سانس روک کر بھگا دوں گا۔"

وہ اپنی تکلیف پر قابو پانے کے بعد ہی سانس روک سکتا تھا۔ میں نے دوسرا جھٹکا پہنچایا تو وہ فرش پر مچھلی کی طرح پھڑپھڑانے لگا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا تھا۔ اس کا سر اپنے ہی شانوں پر بھاری لگ رہا تھا۔ یہ زلزلے اس کے لیے ناقابلِ برداشت ہو گئے تھے۔ میں نے تیسری بار ہلکا سا جھٹکا پہنچایا تو وہ بے ہوش ہو گیا۔

میں نے پاسکل کے پاس آ کر آرمر کے لہجے میں کہا۔ "میں تم دونوں کی باتیں سن رہا تھا۔ مجھے خوشی ہے کہ تم اس کے فریب میں نہیں آئے۔"

پاسکل نے کہا "میں نے آخری بار اس کی چیخ سنی تھی۔"

"میں نے اسے دماغی جھٹکے پہنچا کر بے ہوش کر دیا ہے۔ ابھی اس کے پاس جا کر اس کی اصلیت معلوم کروں گا۔"

"ظاہر ہے وہ سپر ماسٹر کا آدمی تھا۔"

"تم ابھی کسی کے نہیں ہو۔ میں ایک بات کا یقین دلاتا ہوں کہ تمھیں ایسے ہی دشمنوں سے محفوظ رکھنے کے لیے قید کیا ہے۔"

"کیا میں ہمیشہ قیدی رہوں گا؟"

"نہیں جلد ہی تمھیں ماسکو پہنچا دیا جائے گا۔"

مجھے رسوتی نے مخاطب کیا۔ میں فوراً ہی پاسکل کے دماغ سے نکل کر بولا "تمھیں مخصوص کوڈ ورڈز ادا کرنے سے پہلے یہ معلوم کرنا چاہیے تھا کہ میں کہاں ہوں اور کیا کر رہا ہوں؟"

"ہاں۔ میں نے ابھی دیکھا ہے تم کسی کے دماغ میں تھے۔"

"وہ پاسکل بوبا تھا۔ اس نے ہمارے کوڈ ورڈز سن لیے ہیں۔ جب وہ خیال خوانی کے قابل ہوگا تو ان کوڈ ورڈز کے ذریعے ہمیں دھوکا دے گا۔ لہٰذا کوڈ تبدیل کیا جائے گا۔"

"مجھے افسوس ہے فرہاد! میری نادانی سے ایسا ہوا۔"

"یہ اچھا ہوا کہ تم نے آتے ہی فرہاد کہہ کر مخاطب نہیں کیا۔ میں اس سے آرمر بن کر باتیں کر رہا تھا۔ بہرحال تم میری خیریت معلوم کرنے آئی ہو۔ دیکھ لو میں خیریت سے ہوں۔ سونیا نے مجھے کاٹیج میں آزاد چھوڑ دیا ہے ابھی میرے متعلق مزید معلومات حاصل کر رہی ہے۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا۔ بابا صاحب کے ادارے میں اور ہمارے دونوں بیٹوں کی نظروں میں سونیا کی اہمیت زیادہ کیوں ہے؟ آخر وہ کیا چیز ہے؟"

"میں اس کی ہسٹری بتاؤں گا تو صبح سے شام اور شام سے صبح ہو جائے گی۔ تم کچھ روز صبر کر لو۔ تمھاری یادداشت واپس آتے ہی اس کی اہمیت کے اسباب معلوم ہو جائیں گے۔"

"پچھلی زندگی یاد آنے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ میں نے تمھیں اپنا مان لیا ہے یہی کافی ہے۔"

"کیا بیٹوں کو پہچان کر نہیں اپناؤ گی؟"

"بیٹوں نے کون سا تمھیں اپنا لیا ہے؟ انھیں شرم آنی چاہیے آج انھوں نے تم پر ہاتھ اٹھایا ہے۔"

"صرف ہاتھ نہیں، لات بھی اٹھائی اور مجھے اٹھا کر کھڑکی سے باہر پھینک دیا۔ میں خوش نصیب ہوں کہ میرے بیٹے غیرت مند ہیں۔ اوہ! مجھے دیر ہو رہی ہے۔ اپنے ایک دشمن کے حالات معلوم کرنے جا رہا ہوں۔ تم سے چھ گھنٹے بعد ملوں گا۔"

وہ خوش ہو کر بولی "کہاں مل گئے؟"

"تمھارے دماغ میں۔"

وہ مایوس ہو گئی۔ میں سپر ماسٹر کے خیال خوانی کرنے والے کے دماغ میں پہنچا۔ وہ ہوش میں آ گیا تھا۔ مگر اسی طرح فرش پر پڑا ہوا تھا۔ وہاں سے اٹھ کر بستر پر جانے کی سکت نہیں تھی۔ میں نے کہا "ہیلو میں پھر آ گیا ہوں۔"

وہ چونک گیا۔ خوف سے تھر تھر کانپتے ہوئے بولا۔ "نن۔ نہیں تم نہ آؤ چلے جاؤ۔ تم نے مجھے آدھا مار ڈالا ہے۔ آرمر تم تو کسی کو تکلیف نہیں پہنچاتے تھے، پھر مجھ سے کیا دشمنی ہے؟"

"میں آرمر نہیں ہوں۔"

"آں؟ نہیں جھوٹ نہ بولو۔ تم کبھی جھوٹ نہیں بولتے ہو۔"

"میں آرمر ہوتا تو سچ بولتا۔ چونکہ آرمر نہیں ہوں اس لیے سچ بول رہا ہوں۔ تمھارے یقین کرنے یا نہ کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔"

وہ بولا "آج ہماری دنیا میں صرف سپر ماسٹر کے پاس خیال خوانی کرنے والے موجود ہیں۔ بابا صاحب کے ادارے میں صرف تم اور رسوتی ہو۔ رسوتی کے پاس ٹیلی پیتھی کا علم ہے مگر عقل نہیں ہے۔ جوجو بھی پتا نہیں کب دوبارہ خیال خوانی کے قابل ہو سکے گی۔ اس حساب سے صرف ایک آرمر رہ گیا ہے اور وہ تم ہو۔"

"اور ایک بار پھر تمھارے دماغ میں زلزلہ پیدا کروں گا تو یقین ہو جائے گا کہ آرمر اتنا ظالم نہیں ہے۔"

"نن۔ نہیں۔ ٹھہرو۔ اب میں دماغی جھٹکا برداشت نہیں کر سکوں گا۔ میں مر جاؤں گا۔ میں مانتا ہوں تم آرمر نہیں ہو مگر یہ تو بتاؤ کون ہو تم؟"

"میں ہوں تمھارا عامل۔ اپنا دماغ میرے حوالے کر دو، میں تمھیں اپنا معمول بناؤں گا۔"

"نہیں، فار گاڈ سیک، مجھ پر عمل نہ کرو۔ مجھے آزاد رہنے دو۔"

"ابھی تم پاسکل پر عمل کرنا چاہتے تھے۔ تمھیں اس کی آزادی کا خیال کیوں نہیں آیا تھا۔ تم ٹیلی پیتھی جاننے کے غرور میں یہ کیوں بھول گئے تھے کہ تمھیں بھی کوئی اپنا غلام بنا سکتا ہے۔"

میں نے اس کے اندر توانائی پیدا کر کے بستر تک اسے پہنچایا۔ وہ گڑگڑا رہا تھا کہ اس پر عمل نہ کیا جائے۔ میں نے اسے مزید دماغی کمزوری میں مبتلا کیا۔ پھر اس پر تنویمی عمل کرنے لگا۔ وہ جلد ہی ٹرانس میں آ گیا۔ میرا معمول بن کر جواب دینے لگا۔ میں نے پوچھا "تمھارا نام کیا ہے؟"

"جان ڈیگر۔"

"سپر ماسٹر کے پاس کتنے خیال خوانی کرنے والے ہیں؟"

"میں صرف اپنے ساتھی پرنس ڈیگر کو جانتا ہوں۔ وہ پرنس بھی پچھلے بیس گھنٹوں سے غائب ہے۔ سپر ماسٹر کے آدمی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اُسے تلاش کر رہے ہیں۔"

"تم سُپر ماسٹر کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی تعداد بتا نہیں سکتے، مگر یہ تو معلوم ہوگا کہ تم دونوں کے علاوہ بھی کچھ خیال خوانی کرنے والے ہیں۔"

"ہاں مجھے اور پرنس ڈیگر کو شبہ ہے کہ سُپر ماسٹر ہم دونوں کو سونیا، پارس اور علی تیمور وغیرہ کا مقابلہ کرنے بھیجتا ہے اور باقی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو چھپا کر رکھتا ہے یا اُن سے بھی اس طرح کام لیتا ہے کہ کام کے دوران انھیں دوسروں پر ظاہر نہیں ہونے دیتا۔"

میں آیندہ اس سے بہت کچھ معلوم کر سکتا تھا فی الحال اسے حکم دیا کہ وہ میری سوچ کی لہروں کو اپنے دماغ میں محسوس نہیں کرے گا۔ اور میرے معمول کی حیثیت سے ہر حکم کی تعمیل کرتا رہے گا۔ یہ باتیں نقش کرانے کے بعد میں نے اُسے تنویمی نیند پوری کرنے کے لیے چھوڑ دیا اور دماغی طور پر کاٹیج میں حاضر ہو گیا۔

تھوڑی دیر بعد فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے ریسیور اُٹھا کر پوچھا "کون ہے؟"

سونیا کی آواز آئی "میں ہوں، کاٹیج سے نہ جانا میں آرہی ہوں۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ میں بھی ریسیور رکھتے ہوئے اس پولیس افسر کے دماغ میں پہنچ گیا جو سونیا کے ساتھ یہاں سے گیا تھا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ سونیا کوئی دو گھنٹے تک میری فلم رپورٹ توجہ سے دیکھتی رہی۔ اب پتا نہیں اس نے دیکھنے کے بعد میرے متعلق مزید کیا رائے قائم کی تھی۔ اور مجھے یاد نہیں تھا کہ میں نے پچھلے دو دنوں میں کاٹیج کے اندر کیسی کیسی حرکتیں کی تھیں۔ ویسے یقین تھا جیسی بھی حرکتیں کی ہوں گی وہ میری فطرت کے عین مطابق ہوں گی۔

آدمی جب گھر میں تنہا ہو اور اسے کوئی دیکھنے والا نہ ہو تو وہ دنیاوی پابندیوں سے آزاد ہوتا ہے۔ تنہائی میں اپنی دائمی فطرت اور مخصوص عادات کے مطابق کچھ نہ کچھ کرتا رہتا ہے۔ سونیا نے مجھے تنہائی میں مکمل فرہاد پایا ہوگا۔ اسی لیے وہ پھر مجھ سے ملنے آرہی تھی۔

میں کاٹیج کی کھڑکی کے پاس آکر کھڑا ہو گیا۔ کچھ فاصلے پر ایک خوب صورت سی جھیل تھی۔ اس کے کنارے دُور تک نت نئے ڈیزائن کے کاٹیج بنے ہوئے تھے۔ دولت مند افراد اپنے بیوی بچوں یا محبوباؤں کے ساتھ وہاں تفریح کرتے ہوئے نظر آرہے تھے۔ میں نے اپنے کاٹیج کے آگے پیچھے دوسری کھڑکیوں سے جھانک کر دیکھا۔ میری نگرانی کے لیے کوئی پولیس والا نظر نہیں آرہا تھا۔ سادہ لباس میں جاسوس ہو سکتے تھے۔

کاٹیج کے سامنے سونیا کی کار آکر رُکی۔ اگلا دروازہ کھلا۔ وہ کار سے باہر آئی۔ میں کھڑکی کے پاس سے ہٹ گیا۔ چھپ کر دیکھنے لگا۔ وہ سوچتی ہوئی نظروں سے کاٹیج کو دیکھتی ہوئی آہستہ آہستہ آرہی تھی جیسے ایک ایسے مُردے کا سامنا کرنے آرہی ہو جو مُردہ ہونے کے بعد اپنی زندگی کا ثبوت دے رہا ہو۔

وہ اندر آئی۔ مجھے دیکھ کر دروازے پر رُک گئی۔ اس کی نگاہوں میں اپنائیت بھی تھی اور اجنبیت بھی۔ وہ گہری سنجیدگی سے بولی "آج تک کسی نے مجھے ایسے نہیں اُلجھایا تھا جیسے آج تم اُلجھا رہے ہو۔"

"سونیا! تم صرف تم ہی ایک ایسی ہو جو اس سیدھی سی اُلجھن کو سُلجھا سکتی ہو۔ اگرچہ اُلجھن سیدھی نہیں ہوتی۔ مگر میرا یقین کہتا ہے کہ تم مجھے فرہاد تسلیم کر چکی ہو۔"

"نہیں۔۔۔" اس کی 'نہیں' دُور تک گونجتی چلی گئی۔ وہ ایک 'نہیں' میرے دماغ میں پتھر کی طرح آکر لگی۔

میں نے گرج کر کہا "یونان سنس! صبر کی ایک انتہا ہوتی ہے۔ تمھارے پاس عقل نام کی کوئی چیز نہیں ہے اور ساری دنیا میں تمھاری ذہانت اور مکاریوں کا ڈنکا بجتا ہے۔ مگر تم کچھ نہیں ہو، زیرو ہو۔ دُور ہو جاؤ میری نظروں سے۔۔۔"

"میں تمھاری اجازت سے نہیں آئی ہوں اور نہ تمھارے حکم سے جاؤں گی۔ تمھارے کہنے کے مطابق دنیا میں میرے نام کا ڈنکا بجتا ہے تو پھر اپنا کام دکھا کر جاؤں گی۔"

"یعنی اب بھی آزمائش باقی رہ گئی ہے؟"

"ہاں ایک آخری آزمائش۔"

"میں تیار ہوں، امتحان لو۔"

"یہاں نہیں۔ بیڈ روم میں چلو۔"

میں اس کے آگے چلتا ہوا خواب گاہ میں آیا۔ اس نے میرے پیچھے کمرے میں قدم رکھا پھر دروازے کو بند کرتے ہوئے بولی "کپڑے اُتار دو۔"

میں نے اسے چونک کر دیکھا پھر پوچھا "کیا اتار دوں؟"

"جو کہہ رہی ہوں وہ کرو۔"

میں نے پہلے قمیص اُتار دی پھر بنیان۔ اس کے بعد پتلون کے بیلٹ کو کھولتے ہوئے کہا "سوچ لو، مجھ پر اخلاقی ذمّے داری عائد نہیں ہوگی۔"

"بکواس مت کرو۔ تمھارے بدن پر صرف نیکر رہے گی۔"

میں نے پتلون اُتارتے ہوئے کہا "سمجھ گیا تم زخموں کے وہ نشانات دیکھنا چاہتی ہو جو وقتاً فوقتاً میرے بدن پر تمغوں کی طرح سجتے رہے ہیں۔ مگر تم بھول رہی ہو۔ ہم اکثر پلاسٹک سرجری کے ذریعے ایسے نشانات چھپا دیا کرتے تھے تاکہ دشمن اپنے دیے ہوئے زخموں سے ہمیں پہچان نہ سکیں۔"

"زیادہ نہ بولو۔ مجھے پتا ہے۔ چلو اسکیپنگ کرو۔"

"کیا؟" میں نے حیرانی سے پوچھا۔

"کیا اسکیپنگ نہیں سمجھتے۔ پنجوں کے بل اُچھلنا شروع کرو۔"

"کیا مجھے اُچھال اُچھال کر فرہاد ثابت کرو گی؟"

وہ خاموش رہی۔ میں پنجوں کے بل اُچھلنے لگا۔ دو منٹ کے بعد پوچھا "یہ ورزش کب تک جاری رہے گی؟"

"جب تک پسینہ نہیں نکلے گا۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا "اچھا" پھر ایک دم سے چونک گیا۔ وہ ایسی حرکت کیوں کر رہی ہے یہ بات سمجھ میں آگئی۔ بہت عرصہ پہلے اس میں کُتّوں کی طرح سونگھنے کی عادت تھی۔ وہ ایک بار کسی کی بُو پا لینے کے بعد دنیا کے آخری سرے تک اس کا پیچھا کرتی تھی۔ چھپنے والا لاکھ چھپنے کی کوشش کرے وہ اس کی بُو سونگھتی ہوئی اس کی شہ رگ تک پہنچ جاتی تھی۔

اُن دنوں ٹیلی پیتھی جاننے والا ماسٹر پُوشے مجھے قتل کرنے امریکا سے پاکستان آیا تھا۔ مجھے تلاش کرنے کے لیے سونیا کو ساتھ لایا تھا۔ سونیا، پہلے مادام کُتیا کہلاتی تھی۔ ماسٹر پُوشے کو میرے بدن سے اتارے ہوئے کپڑے مل گئے تھے۔ اس نے وہ کپڑے سونیا کو سُنگھائے تھے۔ اس کے بعد وہ میری جان کے پیچھے پڑ گئی تھی۔ میں چھپنے کے لیے شہر کے جس گوشے میں جاتا تھا، وہ وہاں پہنچ جاتی تھی اور مجھ پر قاتلانہ حملے کرتی تھی۔

میں نے رفتہ رفتہ اُسے کُتیا سے انسان اور اپنا دوست بنایا تھا۔ وہ انسان تو بن گئی تھی مگر سونگھنے والی عادت برقرار تھی۔ بابا فرید واسطی مرحوم نے اپنے روحانی عمل سے اس کی یہ حیوانی خاصیت ختم کر دی تھی۔ اگر اب بھی اس میں یہ خاصیت ہوتی تو مجھے اپنی شناخت کرانے کے لیے اتنی ٹھوکریں نہ کھانی پڑتیں۔ اُدھر میری ڈمی قبر میں جاتی اِدھر سونیا سمجھ لیتی کہ وہ ڈمی ہے۔ اصل فرہاد زندہ ہے کیوں کہ زندہ انسان کی ہی بُو پائی جاتی ہے۔

اس کی یہ سونگھنے والی خاصیت بالکل ختم نہیں ہوئی تھی۔ ہر انسان قریب سے کسی کے بھی پسینے کی بُو سونگھ سکتا ہے اور یہ حقیقت تسلیم شدہ ہے کہ ہر شخص کے جسم کی بُو دوسرے سے مختلف ہوتی ہے۔ میرے بدن کا پسینہ بھی دوسروں سے مختلف تھا جسے میری تنہائی کی ساتھی لاکھوں میں پہچان سکتی تھی۔

میں پسینے پسینے ہو گیا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی میرے قریب آئی۔ ناک اُٹھا کر سونگھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ بند کمرے میں دھاروں بہتا ہوا پسینہ پرانی یادوں کی مہک لا رہا تھا۔ اُس نے میرے شانوں پر ہاتھ رکھے۔ اچانک ہی اُس کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔ وہ رو رہی تھی۔ سونیا رو رہی تھی۔ وہ سونیا جسے زندگی کے بدترین حالات اور موت کے ظالم حملے نہ رُلا سکے، وہ روتے روتے مجھ سے لپٹ گئی۔

میرے دماغ سے لاکھوں من کا بوجھ اُتر گیا۔ میں پہچان لیا گیا تھا۔ سونیا نے مجھے تسلیم کر لیا تھا اب ساری دنیا تسلیم کرنے والی تھی۔ میں اُسے دونوں بازوؤں میں چھپا کر ڈھیر ساری محبتیں دینے لگا۔ وہ کہہ رہی تھی "آہ تمھاری موت کے یقین نے میرے اندر آنسو بھر دیے تھے میں اوپر سے نہیں روئی۔ پتھر بن کر تمھاری جدائی کا صدمہ سہتی رہی مگر آج رسونتی اور دونوں بیٹوں کو یہاں سے ٹال دیا میں جانتی تھی مجھے تمھاری بُو ملے گی تو میں آنسو ضبط نہیں کر سکوں گی اور تنہائی میں پھوٹ پھوٹ کر روتی رہوں گی۔"

وہ رو رہی تھی میں آنسو پونچھ رہا تھا۔ وہ پچھلے صدمات کے آنسو تھے جنھیں وہ کسی کو دکھا نہیں سکتی تھی اور آج مجھے دکھا رہی تھی۔ موت ایک بار نگل لے تو پھر زندگی کو واپس نہیں اگلتی۔ میں موت کے ظالم جبڑوں سے نکل کر اُسے آغوش میں سمیٹ لینے کے لیے آیا تھا۔ اس لیے آنکھوں سے بہنے والے وہ آنسو اس کی مسرّتوں کا بھی اظہار تھے۔

وہ تھوڑی دیر تک میرے پیار میں گم رہی پھر تڑپ کر بازوؤں کے حصار سے نکل گئی۔ میں نے سمجھا، وہ دم بھر کے لیے گئی ہے پھر آجائے گی لیکن وہ چند لمحوں تک سانسوں پر قابو پاتی رہی۔ اپنے حواس درست کرتی رہی۔ میں نے ہاتھ بڑھایا تو وہ پیچھے ہٹ گئی۔ میں نے پوچھا "میرے پاس نہیں آؤ گی؟"

وہ مُنہ پھیر کر کھڑکی کے پاس گئی۔ پھر دھڑکتے ہوئے دل پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی "تم جانتے ہو، جس دن بابا فرید واسطی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

مرحوم نے مجھے بیٹی بنایا تھا۔ اسی دن میں نے اپنی تمام نفسانی خواہشات کو مار ڈالا تھا۔ تقریباً بیس برس گزر گئے، میرے اور تمہارے درمیان کبھی کوئی جسمانی تعلق نہیں رہا۔ میں ایک اللہ والے بزرگ کی پاکیزہ بیٹی بن کر زندگی گزار رہی ہوں۔ مجھے کتنے ہی بزرگانِ دین نے دعائیں دی ہیں۔ پلیز لباس پہن لو۔"

میں نے سوچا اُسے اپنی طرف مائل کروں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں تھا کہ پاکیزہ زندگی گزارنے کے باعث اس کے چہرے پر عجب سا نور آ گیا تھا اور شخصیت ایسی پُرکشش ہو گئی تھی کہ اسے دیکھو تو دیکھتے ہی رہنے کو جی چاہتا تھا۔ اور آج اُسے پکڑ لینے کے بعد چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ میں نے پوچھا: "اس کا مطلب ہے اب تم میری نہیں رہیں؟"

"تمہاری ہوں، صرف تمہاری ہوں۔ میری محبت تمہارے لیے ہے، میری مامتا تمہارے بچوں کے لیے ہے۔ میرا جینا مرنا صرف تمہارے نام سے ہے۔"

وہ تیزی سے چلتی ہوئی دروازے تک آئی پھر اُسے کھول کر ڈرائنگ روم میں چلی گئی۔ میں لباس پہننے لگا۔ ڈرائنگ روم سے اس کی آواز آ رہی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی: "ہیلو، ہیلو پارس! میں تمہاری مما ہوں۔ ہاں۔ ہاں بیٹے! بولو۔"

وہ تھوڑی دیر خاموش رہی پھر بولی: "ہاں! میں وہ فلم رپورٹ دیکھ کر اسی کاٹیج میں آئی ہوں۔ تمہارے پاپا کے پاس ہوں۔ مجھے ٹھوس ثبوت مل گیا ہے یہ تمہارے پاپا ہیں۔"

وہ انسانی جسم کی مہک کے متعلق اُسے بتانے لگی۔ چوں کہ ایک شخص کی جسمانی بُو دوسرے سے مختلف ہوتی ہے اور میری مخصوص بُو کو وہ خوب پہچانتی ہے اس لیے یہی سب سے ٹھوس ثبوت ہے۔ اس نے پارس کے بعد علی تیمور کو بھی فون پر یہی بتایا۔ میں اس کے سامنے صوفے پر آ کر بیٹھ گیا۔ اس نے کہا: "ٹھیک ہے علی! تم ضرور پاپا سے ملنے آؤ لیکن تمہارے اور پارس کے علاوہ کسی کو فرہاد کی حیات نو کا علم نہیں ہونا چاہیے۔ اوکے۔ گڈ بائی۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ میں نے پوچھا: "تم چاہتی ہو میں منظر عام پر نہ آؤں؟ مُردہ ہی سمجھا جاؤں؟"

"کیا تمہیں اعتراض ہے؟"

"میرے اپنے مجھے تسلیم کر رہے ہیں۔ اس کے بعد دنیا مجھے جنتی یا جہنمی سمجھے، مجھے پروا نہیں ہے۔"

"ماسک مین نے ماریہ کو واپس بھیج دیا ہے اور پاسکل بُوبا کا مطالبہ کر رہا ہے۔ کیا تم پاسکل کی جگہ جاؤ گے؟"

"میں تھوڑی دیر پہلے پاسکل کے دماغ میں موجود تھا۔ جان ڈیگر اسے سمجھا رہا تھا کہ اس پر تنویمی عمل کرنا چاہتا تھا تاکہ اس کے دماغ میں چھپ کر معلوم کرتا رہے کہ واقعی پاسکل کو ماسک مین کے پاس بھیجا جا رہا ہے یا نہیں؟"

"ہاں سپر ماسٹر یہ کہہ کر ماسک مین کو بہلائے گا کہ اس کے پاس اصل خیال خوانی کرنے والا پاسکل بُوبا نہیں پہنچایا گیا ہے۔"

"میں نے جان ڈیگر کو بڑی آسانی سے ٹریپ کیا ہے، اسے اپنا مطیع اور فرمانبردار بنا لیا ہے۔"

میں نے اُسے بتایا کہ جان ڈیگر شراب نوشی کے باعث میری مُٹھی میں آ گیا ہے۔ وہ خوش ہو کر بولی: "تم نے رسونتی اور علی تیمور کو سپر ماسٹر کے فوجیوں سے نجات دلا کر سرحد پار کرایا، مجھے یہودی تنظیم کے حملہ آوروں سے بچایا، سوسانہ کو کینی پال خیال خوانی سے نجات دلائی اور جان ڈیگر جیسے خیال خوانی کرنے والے کو اپنا معمول بنا لیا ہے۔ اتنے کارنامے انجام دینے کے بعد بھی کوئی تمہیں فرہاد تسلیم نہ کرتا۔"

یہ کہہ کر وہ ہنسنے لگی۔ میں نے پوچھا: "تمہیں میری مخصوص بُو پا لینے کا پہلے خیال کیوں نہیں آیا؟"

"خیال سے۔ آیا آیا نہیں آیا تو پھر نہیں آیا۔ بیس برس سے کبھی کسی کی بُو سونگھ کر اس کا تعاقب کرنے کا خیال نہیں آیا۔ پھر تمہارے لیے کیسے سوچ لیتی؟ تمہاری فلم رپورٹ دیکھتے ہوئے میں نے سوچا تمہاری ایک ایک حرکت فرہاد جیسی ہے۔ تمہارے اندر جو فرہاد چھپا ہوا ہے اُسے کاش میں سونگھ کر معلوم کر لیتی۔ تب یاد آیا کہ میں قریب سے تمہارے پسینے کی مہک کو لاکھوں میں پہچان سکتی ہوں۔"

"سونیا! کیا ہم تمام زندگی ندی کے دو کنارے بن کر رہیں گے؟"

"ہم موضوع سے بہک رہے ہیں۔ پاسکل کا کیا کریں؟"

"اُسے ماسکو بھیج دو۔ اس کا دماغ آرمر کی مُٹھی میں رہتا ہے۔"

"آرمر اُسے برابر کنٹرول میں نہیں رکھ سکے گا۔ بہتر ہے آج کسی وقت تم آرمر کے ساتھ اس کے دماغ میں جاؤ اور جان ڈیگر کی طرح اسے بھی اپنا مطیع اور فرمانبردار بنا لو۔"

ہم پلاننگ کرنے لگے کہ کس طرح ماسکو میں پاسکل بُوبا کو کمزور بنا کر رکھیں گے اور میں اس کے دماغ میں رہ کر جوجو کی نگرانی کرتا رہوں گا۔ سونیا نے ٹیلیفون کے ذریعے بابا صاحب کے ادارے میں ایک بزرگ سے رابطہ قائم کیا جو شیخ الفارس کی وفات کے بعد اُن کے قائم مقام تھے اور اُن کے فرائض ... رہے تھے۔ اُن کا اسم گرامی علی اسد اللہ تبریزی تھا۔ سونیا نے کہا: "جناب! میں سونیا بول رہی ہوں۔ پاسکل بُوبا کو بارہ گھنٹے کے اندر ماسک مین کے حوالے کرنا چاہتی ہوں۔"

جناب علی تبریزی نے فرمایا: "اچھی بات ہے۔ میں ماسک مین اور فرانس کے اعلیٰ حکام سے رابطہ قائم کر رہا ہوں۔"

سونیا نے ریسیور رکھ دیا۔ ایک گھنٹے بعد پارس اور علی تیمور آ گئے۔ مجھ پر نظر پڑتے ہی وہ دروازے پر رک گئے تھے۔ علی تیمور نے ندامت سے سر جھکا لیا تھا۔ پارس ڈھٹائی سے مسکرا کر میری طرف بڑھتے ہوئے بولا: "یہ علی آپ کا سامنا کرتے ہوئے ندامت محسوس کر رہا ہے۔ میں نے اسے سمجھایا ہے بھئی ندامت کیسی؟ آخر ہمارے پاپا ہیں۔ ہم نے نادانستگی میں گستاخی کی تھی، پاپا ہمیں معاف کر دیں گے۔ کیوں پاپا!"

میں نے اس کے کان کو پکڑ کر زور سے مروڑا۔ جواب فولاد ہو چکے تھے۔ بھلا کان مروڑنے کا اثر اس پر کیا ہوتا۔ میں اُسے کان سے کھینچتا ہوا علی کے پاس آیا۔ پھر اس کا ایک کان مروڑتے ہوئے بولا: "محبت سے بھی سزا دی جاتی ہے، وہ میں نے دے دی۔ آؤ اب گلے لگ جاؤ۔"

وہ دونوں مجھ سے لپٹ گئے۔ مجھے ادھر اُدھر سے جی بھر کے چومنے لگے۔ میں نہال ہو رہا تھا۔ خوشی سے بے حال ہو رہا تھا۔ صحیح معنوں میں آج مجھے نئی زندگی مل رہی تھی۔

کینی پال نے پریشان ہو کر سپر ماسٹر سے رابطہ قائم کیا پھر کہا: "جناب! گڑبڑ ہو گئی ہے۔ میں نے سوسانہ پر جو تنویمی عمل کیا تھا، وہ زائل ہو چکا ہے۔"

وہ ذرا چپ ہوا۔ سپر ماسٹر نے پوچھا: "خاموش کیوں ہو گئے، بات کو مکمل کیا کرو۔"

"میں ابھی اُس کے دماغ میں گیا تھا۔ اس نے محسوس کر لیا۔ غصے میں بولی کون ہے؟ جواب دو؟ میں بھلا کیا کہتا۔ اس نے سانس روک لی۔ میں اس کے دماغ سے نکل گیا۔"

"تمہیں معلوم ہونا چاہیے تھا کہ تنویمی عمل کا اثر کب تک رہتا ہے۔"

"میرے پاس حساب تھا۔ میرے عمل کا اثر ختم نہیں ہوا تھا البتہ کم ہو رہا تھا۔ بس اسی دوران آرمر اسے اپنی معمولہ بنانے میں کامیاب ہو گیا۔"

"... نے موقع سے فائدہ اٹھایا۔ تم نے کیوں نہیں اٹھایا؟"

"میں اپنے حساب کے مطابق بارہ گھنٹے بعد سوسانہ پر دوبارہ عمل کرنے والا تھا۔ مجھے کیا پتا تھا کہ وہ مجھ سے پہلے ایسا کر جائے گا۔"

"آرمر ایسا چالباز نہیں ہے۔ اس کے پیچھے سونیا اور پارس ہیں۔ سونیا نے آرمر کی ٹیلی پیتھی سے فائدہ اُٹھا کر پاسکل بُوبا کو ماسکو سے اغوا کیا اور ماریہ کو واپس حاصل کر لیا۔ اب سوسانہ کے دماغ سے تمہیں نکال دیا ہے۔ اگر ہم نے ڈھیل دی تو وہ میرے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو جبرئیل گرانٹ کے دماغ سے نکال دے گی۔"

"جناب! آرمر نہ ہو تو سونیا ہمیں نقصان نہیں پہنچا سکے گی۔"

"میں یہی تم سے کہنے والا تھا۔ آرمر کو ہمیشہ کے لیے راستے سے ہٹانا ہو گا۔"

"اوہو جناب! ہم رسونتی کو نظر انداز کر رہے ہیں۔ وہ خیال خوانی کرنے کے لیے پھر اپنوں میں پہنچ گئی ہے۔"

"اب رسونتی کو اغوا نہیں کیا جائے گا۔ ہم نے بہت نقصان اٹھایا ہے۔ میں ایک ایسی چال چلوں گا کہ وہ زندہ رہے گی مگر ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنوں کے کام نہیں آ سکے گی۔"

"میرے لیے کیا حکم ہے؟"

"آرام کرو۔ ضرورت ہوئی تو بُلا لوں گا۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ سپر ماسٹر نے نائب سے کہا: "مارٹن رسل سے کہو فوراً رابطہ کرے۔"

نائب نے حکم کی تعمیل کی۔ مارٹن رسل نے رابطہ قائم کیا۔ سپر ماسٹر نے پوچھا: "کیا تم جبرئیل گرانٹ کے دماغ میں چھپ کر رہتے ہو؟"

"جی ہاں اور وہ مجھے محسوس نہیں کرتا ہے۔"

"تمہارے تنویمی عمل کا اثر کب تک رہے گا؟"

"میرے حساب سے دو دن کے بعد اس پر دوبارہ عمل کرنا ہو گا۔"

"ہمارا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا سوسانہ کے دماغ میں رہتا تھا۔ اس کا حساب غلط ہو گیا جس کے نتیجے میں آرمر نے اس روبوٹ لڑکی کے دماغ پر قبضہ جما لیا ہے۔"

"مجھ سے ایسی غلطی نہیں ہو گی۔"

"تم لوگ اثر زائل ہونے سے پہلے تنویمی عمل کیوں نہیں کرتے ہو، ایسا کرنے میں کیا قباحت ہے؟"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"ہر کام اپنے مخصوص اصولوں کے مطابق ہوتا ہے' پہلے عمل کی میعاد پوری ہونے سے قبل دوبارہ عمل کر کے اپنے معمول کے دماغ پر بوجھ نہیں ڈالنا چاہیے۔"

"دشمنوں نے بوجھ ڈالا اور اپنا کام کر گئے۔ مارٹن رسل! آئندہ یہ کبھی نہ سوچو کہ اصول کیا ہیں۔ محبت اور جنگ میں بے اصولی اور بے قاعدگی ہی کام آتی ہے۔ جاؤ اور جبرئیل گرانٹ کے دماغ میں محتاط رہو۔ اُسے سوسانہ کے مشوروں پر عمل نہ کرنے دو۔ کیوں کہ وہ روبوٹ لڑکی اب آرمر کی مدد سے سونیا اور پارس کی پلاننگ پر عمل کرتی رہے گی۔"

"جناب! جبرئیل گرانٹ کو میڈونا کے لیے پیرس بھیجا گیا تھا۔ اب وہ نہیں رہی۔ کیا پاسکل بوبا کو اغوا کرنے کا ارادہ ہے؟"

"اگر پاسکل ہاتھ آجائے تو ہم ہاری ہوئی بازی جیت لیں گے۔ رسونتی ہاتھ سے نکل گئی۔ یہ دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا ہاتھ آجائے گا۔"

"لیکن اب جبرئیل گرانٹ کا پیرس جانا مناسب نہیں ہے۔ یہ سب ہی جان گئے ہیں کہ وہ ہمارا آلۂ کار ہے۔"

"یہ اچھا ہے کہ سب جان گئے ہیں۔ وہ پیرس پہنچے گا تو سونیا اور پارس وغیرہ اس پر توجہ نہیں دیں گے کیوں کہ میڈونا تو مر چکی ہے اور مجھے پتا چل گیا ہے کہ وہ آج کسی وقت پاسکل کو ماسکو بھیجنے والے ہیں۔ ہمارے دشمن یہ سمجھیں گے کہ جبرئیل گرانٹ پیرس آیا ہے اور ناکام ہو کر چلا جائے گا۔ بے شک وہ سوسانہ کے ساتھ وہاں ناکام پھرتا رہے گا اور ہمارا دوسرا آلۂ کار ماریہ کو وہاں سے لے آئے گا۔"

"ہاں۔ یہ ہوگی شطرنج کی چال۔ دشمنوں کو ایک طرف الجھا کر دوسری طرف سے ایک مہرے کو اٹھا لیا جائے گا۔"

"تم جبرئیل کے پاس جاؤ اور اسے پیرس چلنے پر آمادہ کرو۔"

مارٹن رسل نے سپر ماسٹر سے رابطہ ختم کیا پھر جبرئیل کے پاس پہنچ گیا۔ تنویمی عمل کے مطابق جبرئیل اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتا تھا۔ اور مارٹن رسل اسے یہ یقین دلاتا تھا کہ وہ اس کے دماغ میں چھپ کر نہیں رہتا ہے۔ اس کے لیے وہ دوسرے لہجے میں اس کے اندر آکر مخاطب کرتا تھا اور جبرئیل خوش فہمی میں مبتلا رہ کر سوسانہ سے کہا کرتا تھا "ہمارے دماغوں میں کوئی چھپ کر نہیں رہتا ہے۔ ہم سپر ماسٹر کے وفادار ہیں، وہ ہمیں کبھی دھوکا نہیں دے گا۔"

جب مارٹن رسل چپکے سے اس کے دماغ میں پہنچا تو سوسانہ اس سے جھگڑا کر رہی تھی "تم تو کہتے تھے ہمارے دماغ میں کوئی نہیں آتا۔ پھر ابھی کون آیا تھا؟ میں نے اسے محسوس کر لیا تھا۔ جب میں نے پوچھا کہ کون ہے تو وہ، بھاگ گیا۔"

جبرئیل گرانٹ نے کہا "میری جان! تم خواہ مخواہ سپر ماسٹر کو ہمارا دشمن سمجھنے لگی ہو۔ یہ سب پارس کی بدمعاشی ہے۔ وہ اِدھر تمھیں بہکاتا ہے اور اُدھر اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے آرمر کو تمھارے دماغ میں بھیجتا ہے۔"

"آرمر ایک شریف آدمی ہے، یہ ساری دنیا جانتی ہے۔ وہ کسی عورت کے دماغ میں اس کی اجازت کے بغیر نہیں جاتا۔"

"تو پھر وہ رسونتی ہوگی۔"

"یہ کون ہے؟"

"پارس کی ماں ہے۔"

"جبرئیل! تم سپر ماسٹر کو الزام سے بچانے کے لیے پارس کی ماں کو ٹیلی پیتھی جاننے والی کہہ رہے ہو۔"

"یہ سچ ہے، تم پارس سے پوچھو۔ وہ جھوٹ بولے گا تو آرمر ضرور تمھیں سچ بتلائے گا۔"

"پارس میرا سچا اور مخلص دوست ہے۔ اگر اس کی ماں ٹیلی پیتھی جانتی ہے تو وہ میری دشمن نہیں ہوگی۔ وہ میرے دماغ میں آکر کبھی نہ بھاگتی۔ بڑے فخر سے کہتی کہ وہ پارس کی ماں ہے۔"

"پارس تمھیں اُلّو بنا رہا ہے۔"

"سپر ماسٹر تمھیں گدھا بنا رہا ہے۔"

مارٹن رسل نے جبرئیل کی سوچ میں کہا "مجھے بات نہیں بڑھانی چاہیے۔ اسے پیرس چلنے کے لیے کہنا چاہیے۔"

جبرئیل نے اس سوچ کے مطابق کہا "جھگڑا ختم کرو اور اپنا سامان پیک کرو۔ ہم پیرس جائیں گے۔"

"تمھیں پھر وہ میڈونا یاد آرہی ہے۔"

"بالکل نہیں۔ میں تمھاری قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ مر چکی ہے۔"

"تمھیں ہوٹل میں بیٹھے بیٹھے اس کی موت کی خبر کیسے مل گئی؟"

"یہ کیوں بھولتی ہو کہ سپر ماسٹر کے ذرائع بہت وسیع ہیں۔ مجھے ایک ایک پل کی خبر ملتی ہے۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تمھارے پارس کا کوئی سگا پیرس میں مر گیا ہے۔ وہ اس ہوٹل میں نہیں ہے۔ یہاں سے جا چکا ہے۔"

وہ جلدی سے اٹھ کر بولی "کیا پارس چلا گیا ہے؟ نہیں وہ مجھ سے ملاقات کیے بغیر جا نہیں سکتا۔"

"کاؤنٹر پر فون کر کے پوچھ لو۔ تمھاری خوش فہمی کو ٹھیس پہنچے گی۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر کاؤنٹر مین سے رابطہ قائم کیا۔ اس سے پوچھا "کیا مسٹر پارس ہوٹل چھوڑ گئے ہیں؟"

دوسری طرف سے پوچھا گیا "کیا آپ مس سوسانہ ہیں؟"

"ہاں میری بات کا جواب دو۔"

"جی ہاں وہ اچانک گئے ہیں۔ آپ سے ملنا چاہتے تھے لیکن آپ سو رہی تھیں۔ آپ کے نام ایک خط ہے۔ مجھے یہ خط کس کمرے میں بھیجنا چاہیے؟"

سوسانہ نے کمرا نمبر بتایا پھر ریسیور رکھ کر کہا۔ "وہ بڑی عجلت میں گیا ہے۔ لیکن میرے نام خط چھوڑ گیا ہے۔"

"لیکن جانے سے پہلے تم سے ملنا ضروری نہیں سمجھا۔"

"مجھے طیش نہ دلاؤ۔ تم نے ہی کہا ہے کہ اس کا کوئی سگا مر گیا ہے۔ ایسی پریشانی میں بھی مجھ سے ملنے آیا تھا۔ مگر میں سو رہی تھی۔"

کال بیل کی آواز سنائی دی۔ جبرئیل نے اٹھ کر دروازہ کھولا۔ ہوٹل کا ملازم ایک خوب صورت سی ٹرے پر ایک لفافہ رکھ کر لایا تھا۔ جبرئیل نے لفافہ لے کر اُسے ٹپ دی۔ پھر دروازہ بند کرتے ہوئے کہا "معلوم ہوتا ہے' یہ نوجوان تم پر بُری طرح عاشق ہو گیا ہے۔ لو پڑھو۔"

اس نے لفافہ لے کر اسے کھولا۔ اس میں سے تہ کیا ہوا کاغذ نکالا پھر اُسے کھول کر پڑھنا شروع کیا "سوسانہ! میں بہت مجبور ہو کر تم سے ملاقات کیے بغیر جا رہا ہوں۔ تم اس وقت سو رہی ہو۔ میں تمھاری نیند خراب کرنا نہیں چاہتا۔ میں نے تمھیں نہیں بتایا کہ میری کوئی بہن نہیں ہے۔ تم مجھے اتنی پیاری لگتی ہو جیسے تم نے میری ہی ماں کی کوکھ سے جنم لیا ہو۔ ہو سکے تو پیرس آجاؤ۔ وہاں تم سے ملاقات ہوگی۔ خدا حافظ تمھارا بھائی پارس۔"

وہ خط پڑھ کر جبرئیل کو گھورتے ہوئے بولی "شرم کرو۔ اپنی گندی ذہنیت سے اسے میرا عاشق کہہ رہے تھے اور وہ مجھے دل سے بہن مانتا ہے۔"

"خدا کی قسم سوسانہ! میں نے اپنی زندگی میں اتنا خطرناک چکر باز نہیں دیکھا۔ کم بخت تمھیں بہن بنا کر سپر ماسٹر کے منصوبے کو خاک میں ملا رہا ہے۔"

"تم پھر اُلٹی باتیں کر رہے ہو۔ اس نے تمھاری حمایت میں مجھے پیرس آنے کا مشورہ دیا ہے۔ تم یہی چاہتے ہو یا نہیں؟"

"ہاں چاہتا تو یہی ہوں۔ اُس نوجوان نے میری کھوپڑی گھما دی ہے۔ وہ سمجھ میں نہیں آتا۔ میرے حق میں بولتا ہے مگر بات میری مخالفت میں جاتی ہے۔"

"تعجب ہے تھوڑی دیر پہلے تم پیرس چلنے کو کہہ رہے تھے۔ میرے بھائی نے یہ مشورہ دیا تو یہ مخالفت والا مشورہ کیسے ہو گیا؟"

"اس نے وہاں میرے خلاف کوئی چال بچھا رکھا ہوگا اسی لیے تمھیں بلا رہا ہے۔ یہ اچھی طرح جانتا ہے کہ میں تمھارے ساتھ وہاں جاؤں گا۔"

مارٹن رسل پھر سپر ماسٹر سے رابطہ قائم کر کے بولا — "جناب! پارس نے پہلے جو چکر چلایا تھا، اس سے ہمارا منصوبہ خاک میں مل گیا تھا۔ اب وہ پھر کوئی چال چل رہا ہے۔ وہ پیرس جانے سے پہلے سوسانہ کو خط لکھ کر گیا ہے۔ اس خط میں اس نے پیرس آنے کا مشورہ دیا ہے۔ جب کہ وہ جبرئیل کے پیرس جانے میں رکاوٹیں پیدا کر رہا تھا۔ کہاں وہ رکاوٹیں اور کہاں یہ پیرس کا بلاوا۔ اسی نے چال بالکل اُلٹ دی ہے۔"

"میرا خیال ہے اس نے سوسانہ کے بعد جبرئیل سے دوستی گانٹھنے کے لیے وہاں بلایا ہے۔ وہ چالباز ہمارے دونوں زبردست مہرے ہم سے چھین لینا چاہتا ہے۔ تم جبرئیل کو اس کی چال سمجھاؤ۔"

مارٹن رسل اسے سمجھانے گیا۔ سپر ماسٹر نے نائب سے کہا "ہمارے روم کے ایجنٹ کو حکم دو کہ بڑی ہوشیاری سے سوسانہ کو مار ڈالے، وہ دونوں روبوٹ صرف ایک ہی چیز سے مر سکتے ہیں۔ ایجنٹ کو اُس چیز کے استعمال کا طریقہ سمجھا دو۔ سوسانہ کی لاش کے پاس پارس کی ایسی کوئی چیز ملے جسے دیکھ کر جبرئیل اسے اپنی محبوبہ کا قاتل سمجھ لے، پھر وہ پارس کا کبھی دوست نہیں بنے گا۔ ہمیشہ جانی دشمن بن کر اُسے موت کے گھاٹ اُتارنے کی کوشش کرتا رہے گا۔"

نائب روم کے ایجنٹ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کرنے لگا۔ اُدھر مارٹن رسل نے جبریل کے دماغ میں چھُپ کر اس کی سوچ میں کہا "مَیں سوسانہ کو پیرس جانے کی بات کہہ کر پھنس گیا ہوں۔ پارس وہاں میری سوسانہ کو اپنی اُنگلیوں پر نچائے گا۔ اور مَیں پریشان ہوتا رہوں گا۔ سپر ماسٹر کے کسی کام پر خاطر خواہ توجّہ نہیں دے سکوں گا۔"

جبریل کی اپنی سوچ نے کہا "میری سمجھ میں نہیں آتا، ان حالات میں کیا کرنا چاہیے؟"

"کرنا کیا ہے؟ مجھے مرد بننا چاہیے۔ سوسانہ پر حاوی رہنا چاہیے۔ مرد کسی وقت بھی فیصلہ بدل سکتا ہے، عورت اعتراض کرے تو اس کی اچھی طرح پٹائی کرنا چاہیے۔"

"یہ میرے دماغ میں فضول سا خیال آرہا ہے۔ سوسانہ بھی میری طرح فولاد ہے۔ جس پر تلوار اور بندوق کی گولیاں اثر نہیں کرتیں، اس کی پٹائی سے کیا حاصل ہو گا۔"

"تو پھر مَیں نے پچھلی رات اس کی پٹائی کیوں کی تھی؟"

اس نے ایک گہری سانس لے کر سوچا "وہ تو محبت سے جھگڑا کیا تھا۔ مجھے اس کی پٹائی کرنے میں مزہ آتا ہے اور وہ مار کھا کر مجھ سے اور زیادہ محبت کرنے لگی ہے۔ یہ محبت بھی عجیب چیز ہے۔"

مارٹن رسل نے اس کی سوچ میں کہا "کچھ بھی ہو، مجھے سوسانہ کو پیرس جانے سے روکنا چاہیے۔"

"مَیں کیسے روک سکتا ہوں؟"

"جیسے بھی ہو، اُسے پارس کی چالبازی سے بچانا ہو گا۔ اپنی محبوبہ کو تحفظ فراہم کرنے کا نام ہی محبت ہے۔"

وہ اُٹھ کر ٹہلنے اور سوچنے لگا۔ سوسانہ نے باتھ روم سے باہر آ کر اُسے دیکھا پھر پوچھا "کیا بات ہے؟ کچھ پریشان ہو؟"

"ہاں پریشان ہوں۔ تمھیں کیا؟"

"کیا تم سمجھتے ہو، مجھے تمھاری پریشانیوں سے واسطہ نہیں ہے؟ کیا تمھیں تکلیف ہو گی تو مجھے نہیں ہو گی؟"

"یہ سب کہنے کی باتیں ہیں۔"

"کیا ہو گیا ہے تمھیں؟ کیوں اُکھڑی اُکھڑی باتیں کر رہے ہو؟"

اس لیے کہ جو مَیں سمجھ رہا ہوں، وہ تم سمجھنا نہیں چاہتیں۔ پارس نے اپنی چالبازی سے تمھارے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں چھین لی ہیں۔"

"تم تو اُس کے پیچھے پڑ گئے ہو۔"

"تم اس کے پیچھے پڑ گئی ہو۔ مَیں مانتا ہوں وہ تمھیں بہن کہتا ہے اور تم اپنے محبوب سے زیادہ بھائی کو اہمیت دیتی ہو۔"

"اس لیے کہ بھائی حقیقتاً کبھی دھوکا نہیں دیتے، اُن کی ذات سے بہنوں کو کبھی نقصان نہیں پہنچتا۔"

"کیا مَیں تمھیں نقصان پہنچا رہا ہوں۔"

"تم سپر ماسٹر کے غلام رہو گے تو انجانے میں دھوکا پہنچا دو گے۔ وہ بہت بُرا آدمی ہے۔ تمھارے کاندھے پر بندوق رکھ کر مجھے شکار کرے گا۔ بعد میں تم کہو گے، معاف کرنا میری جان بس مجھے پتا نہیں تھا کہ بندوق میرے کاندھے پر رکھی گئی تھی۔"

"اور یہی بات ایک دن تم کہو گی کہ پارس نے تمھیں اُلّو بنا کر مجھے شکار کیا ہے۔ لیکن مَیں تمھیں یہ کہنے کا موقع نہیں دوں گا۔ اس سے پہلے ہی میں نیویارک جا رہا ہوں۔"

"کیا مجھے چھوڑ کر جاؤ گے؟"

"اور کیا کر سکتا ہوں، تم اپنے بھائی کے حکم پر پیرس جاؤ گی۔ مَیں ساتھ چلنے کو کہوں گا تو جھگڑا کرو گی۔"

"تم میری بات کا جواب دو۔ کیا اپنی سوسانہ کو چھوڑ کر جا سکتے ہو؟"

"تم میرے سوال کا جواب دو۔ کیا میری سوسانہ میرے ساتھ نیویارک نہیں جائے گی؟ مجھے تنہا جانے دے گی؟"

"مَیں آخری سانس تک تمھیں نہیں چھوڑوں گی، اوہ گاڈ!"

وہ پیشانی پر ہاتھ مار کر صوفے پر بیٹھ گئی پھر بولی "اب سمجھ میں آیا، میرا پیرس کا سفر ملتوی کرانے کے لیے سُپر ماسٹر نے تمھیں یہ چال سکھائی ہے۔"

"مَیں صبح سے تمھارے ساتھ ہوں۔ سُپر ماسٹر کیا مجھے سکھانے کے لیے دماغ میں آتا ہے؟"

"اس کا ٹیلی پیتھی جاننے والا تمھارے اندر موجود ہے اور تم انکار نہ کرنا۔ پہلے مَیں بھی اس کی موجودگی کو سمجھ نہیں پاتی تھی۔ آرمر نے مجھ پر عمل کر کے اُس شیطان کو میرے اندر سے بھگایا ہے۔ اُسے پتا نہیں تھا کہ مَیں اس چور کی سوچ کو محسوس کر لوں گی جیسے ہی مَیں نے پوچھا کون ہے؟ تو وہ بھاگ گیا۔"

"یہ بات کتنی بار سناؤ گی؟"

"جب تک تمھاری سمجھ میں نہیں آئے گی۔"

"اگر سپر ماسٹر کا کوئی آدمی تمھارے دماغ میں آتا تو وہ یوں نہ بھاگتا۔ چالاکی سے آرمر کی آواز اور لہجے میں بات کرتا۔"

"پھر بھی مَیں اپنی سانس روک کر اسے بھگا دیتی۔"

"کیا آرمر تمھارے پاس نہیں آتا ہے؟"

"ضرور آتا ہے، مگر مخصوص کوڈ ورڈز ادا کرتا ہے اس طرح مَیں آرمر کو پہچان لیتی ہوں۔"

"وہ کوڈ ورڈز کیا ہیں؟"

"کیا مجھے احمق سمجھتے ہو؟ یا تم بالکل ہی عقل سے پیدل ہو۔ مَیں کوڈ ورڈز بتاؤں گی تو تمھارے اندر چھُپا ہوا شیطان سُن لے گا۔ اور پلیز، یہ بحث نہ کرنا کہ تمھارے اندر کوئی نہیں ہے۔"

"تمھیں کیسے یقین آئے گا کہ میرا دماغ کسی کی مُٹھی میں نہیں ہے؟"

"آرمر کو اپنے دماغ میں آنے دو اور اُسے تنویمی عمل کی اجازت دو۔ راضی خوشی اس کے معمول بن جاؤ۔ وہ چھُپے ہوئے چور کو دماغ سے نکال دے گا۔"

"واہ کیا عورت کی عقل ہوتی ہے۔ فرض کیا کہ میرے اندر کوئی ہے تو کیا ایک شیطان کو نکالنے کے لیے دوسرے شیطان کو دماغ میں گھُسا لوں۔"

"کیا تمھیں مجھ پر بھروسا نہیں ہے؟"

"بھروسا تمھیں بھی مجھ پر نہیں ہے۔ سیدھا سا جواب دو میرے ساتھ نیویارک چلو گی؟"

"مَیں جواب دے چکی ہوں کہ آخری سانس تک ساتھ نہیں چھوڑوں گی۔ اس کا مطلب ہے تمھارے ساتھ چلوں گی۔ مگر پہلے مَیں نے اپنے ساتھ چلنے کو کہا تھا۔ تم نے انکار کی یہ صورت نکالی ہے۔ اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھو، تم خود غرضی کا ثبوت دے رہے ہو اور مَیں محبت کا۔"

"مَیں بحث نہیں کروں گا۔"

وہ اُٹھ کر جانے لگی۔ اُس نے پوچھا "کہاں جا رہی ہو؟"

"شاپنگ کروں گی۔ اور تھوڑی دیر تنہا رہوں گی۔ تم نے مجھے بڑا اَپ سیٹ کیا ہے۔"

وہ اُسے روکنا چاہتا تھا۔ اس کے ساتھ جانا چاہتا تھا۔ مارٹن رسل نے خیال پیدا کیا، اُسے تنہا چھوڑ دینا چاہیے وہ نیویارک جانے کے لیے راضی ہو گئی ہے۔ یہ اطمینان ہو گیا ہے کہ اب پیرس نہیں جائے گی اور پارس سے اُس کی ملاقات نہیں ہو گی۔ اس خیال کے تحت جبریل نے اُسے نہیں روکا۔ وہ کمرے سے چلی گئی۔

وہ بے شک تنہائی چاہتی تھی۔ جبریل سے دُور رہ کر سوچنا سمجھنا چاہتی تھی کہ نیویارک تو ضرور جائے گی جبریل کو نہیں چھوڑے گی لیکن پارس سے کیسے رابطہ قائم کرے گی۔ تنہائی چاہنے کے باوجود کمرے سے نکل کر دُکھ ہوا کہ جبریل نے جھوٹے مُنہ سے بھی نہیں کہا "رُک جاؤ میری جان! مَیں بھی تمھارے ساتھ چلوں گا۔ اپنی جان کو تنہا نہیں چھوڑوں گا۔"

عورت کا مزاج سمجھ میں نہیں آتا۔ اگر وہ آنا چاہتا تو وہ ساتھ نہ لے جاتی اور وہ نہیں آیا تھا تو دل کو صدمہ پہنچ رہا تھا۔ وہ ہوٹل سے باہر آئی۔ کار کا دروازہ کھول کر اسٹیرنگ سیٹ پر بیٹھی۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا، کہاں جائے؟ شاپنگ کا تو محض بہانہ تھا۔ کوئی شوق کی چیز خریدنے کو جی نہیں چاہتا تھا لیکن جب کار کو اسٹارٹ کر کے آگے بڑھایا تو اچانک تدبیر سوجھی، وہ فرانسیسی سفارت خانے جا کر پارس کو پیغام بھیج سکتی تھی۔

وہ سیدھی سفارت خانے پہنچی۔ پارس نے روم سے جانے سے پہلے سوسانہ کی نگرانی کے لیے چند جاسوس مقرر کیے تھے، اس کا علم فرانسیسی سفیر کو تھا۔ جب اسے پتا چلا کہ سوسانہ آئی ہے تو وہ خود اس کے استقبال کے لیے دروازے پر آیا۔ اس سے مصافحہ کرتے ہوئے بولا "آؤ سوسانہ! پارس صاحب تمھاری حفاظت کے لیے انتظامات کر گئے ہیں۔ میرے لائق کوئی خدمت ہو تو بتاؤ۔"

وہ دونوں ڈرائنگ روم میں آئے۔ سوسانہ نے کہا "مَیں نے یہاں آتے ہوئے محسوس کیا ہے کہ ایک کار میرے تعاقب میں تھی۔ سپر ماسٹر کے آدمی میری نگرانی کر رہے ہیں۔"

"فکر نہ کرو۔ مَیں ابھی فون کرتا ہوں۔ تعاقب کرنے والوں سے نجات مل جائے گی۔"

"شکریہ، آپ فون کہیں نہ کریں۔ مَیں بدمعاشوں سے تنہا نمٹ لوں گی۔ دراصل مَیں چاہتی تھی یہاں میرے آنے کی خبر کسی کو نہ ہو مگر دشمنوں کو معلوم ہو چکا ہے۔ اب وہ جبریل کو بتائیں گے کہ مَیں پارس سے رابطہ کرنے تمھارے پاس آئی تھی۔"

"مَیں ابھی ہاٹ لائن پر پارس سے تمھاری بات کراتا ہوں۔"

اس نے فون کے ذریعے کسی سے فرانسیسی زبان میں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کچھ کہا جسے سوسانہ سمجھ نہ سکی۔ دس منٹ کے اندر ہی پارس کی آواز سُنائی دی۔ سوسانہ نے ریسیور لے کر کان سے لگایا پھر جلدی جلدی اُسے اپنے حالات بتانے لگی۔ پارس نے کہا "کوئی بات نہیں۔ مَیں نیو یارک پہنچ جاؤں گا۔ اگر ابھی فون پر بات نہ ہوتی تو مجھے تھوڑی دیر بعد معلوم ہو جاتا کیوں کہ آرمر انکل تمھاری خیریت معلوم کرنے دن میں دو بار ضرور آیا کریں گے۔"

"پارس! مَیں بہت مجبور ہو کر جا رہی ہوں جبرئیل کو ناراض کرنا نہیں چاہتی۔"

"تم بُرا نہ ماننا۔ سُپر ماسٹر کی وفاداری میں وہ اتنا بھی احساس نہیں کرتا کہ تم پہلی بار اپنے باپ کے گھر جانا چاہتی تھیں۔ پیرس جانے سے روک کر اس نے بیٹی کو باپ سے ملنے سے روک دیا ہے اور یہ جیتے جی رشتوں کو قتل کرنے والی بات ہے۔"

سوسانہ کے سینے سے ایک آہ نکلی پھر وہ بولی "مَیں جبرئیل کی محبت میں پاگل ہو گئی ہوں۔ باپ کو اور ساری دنیا کو چھوڑ دیتی ہوں۔"

"پیرس آنے اور باپ سے ملنے کی ایک ہی صورت ہے۔"

"وہ کیا؟"

"تم جبرئیل سے جا کر کہو کہ مجھ سے فون پر باتیں ہوئی تھیں۔ پارس نے کہا ہے، بہن مجبوری کے باعث پیرس نہیں آسکتی تو بھائی تو نیو یارک آکر مل سکتا ہے لہٰذا پارس وہاں پہنچنے والا ہے۔"

"اس سے کیا ہو گا؟"

"وہ ہم دونوں کو جُدا کرنا چاہتے ہیں۔ جب یہ معلوم ہو گا کہ جُدا کرنے کا منصوبہ ناکام ہو رہا ہے تو شاید وہ نیو یارک کا پروگرام منسوخ کر دیں۔"

"نہیں پارس! مَیں جبرئیل کو تمھارے بارے میں نہیں بتاؤں گی۔ نیو یارک اُن کا شہر ہے، امریکا ان کا ملک ہے، وہ تمھیں جان سے مار ڈالیں گے۔"

"مَیں فرہاد علی تیمور کا بیٹا ہوں، جس شہر میں جاتا ہوں اسے اپنا شہر اور جس ملک میں جاتا ہوں اُسے اپنا ملک بنا لیتا ہوں۔ مَیں وہاں اعلانیہ آکر تم سے ملاقات کروں گا اور تمھارے جبرئیل کو دشمنوں کے طلسم سے نکالوں گا۔"

"تم کتنے اچھے ہو پارس۔"

"تم بھی تو بہت پیاری بہن ہو۔ مَیں آرمر انکل سے کہتا ہوں وہ تمھارے پاس آتے رہیں گے اور تمھاری خیریت معلوم کرتے رہیں گے۔"

"انکل چاہیں تو برابر میرے دماغ میں رہ سکتے ہیں۔"

"نہیں سوسانہ! انکل مسلسل دماغ میں رہیں گے تو ان کی موجودگی میں تم دشمن خیال خوانی کرنے والے کو محسوس نہیں کر سکو گی۔ وہ آتے جاتے رہیں گے اور ہر بار آتے ہی مخصوص کوڈ ورڈز ادا کرتے رہیں گے۔"

تھوڑی دیر تک بہن بھائی میں پیار بھری باتیں ہوتی رہیں پھر رابطہ ختم ہو گیا۔ وہ سفارت خانے سے باہر آئی۔ اس نے کار میں بیٹھنے سے پہلے دُور تک نظریں دوڑائیں، جو گاڑی اس کا تعاقب کر رہی تھی، وہ اب نظر نہیں آ رہی تھی۔ وہ مطمئن ہو کر اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ گئی۔ کار کو اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دیا۔

جب وہ ڈرائیو کرتی ہوئی کچھ دُور نکل آئی تو اُسے اپنے پیچھے بہت ہی ہلکی سی آواز سُنائی دی۔ اس نے عقب نما آئینے میں دیکھتے ہی بڑی پھُرتی سے ایک طرف ہٹ کر اچانک بریک لگایا۔ پیچھے چھپا ہوا شخص حملہ کرنے کے لیے اُٹھ چکا تھا لیکن بریک لگتے ہی پیچھے سے اُلٹ کر اگلی سیٹ پر سے ہوتا ہوا گیئر اور سیٹ کے درمیان پھنس گیا۔ اس کے ایک ہاتھ میں بڑی سی سرنج تھی اُس سرنج میں رقیق مادّہ تھا جسے وہ انجیکٹ کر کے سوسانہ کے جسم کے اندر پہنچانا چاہتا تھا۔

وہ سرنج والے ہاتھ کو ایک پاؤں سے دباتے ہوئے بولی "یہ کیسا انجیکشن ہے؟"

وہ تکلیف سے کراہ رہا تھا۔ اسے اپنے ہاتھ پر رکھا ہوا سوسانہ کا پاؤں یوں لگ رہا تھا جیسے پہاڑ رکھا ہوا ہو۔ وہ دوسرے ہاتھ سے اُسے ہٹانے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔ وہ بولی "اب تم نے جواب نہ دیا تو مَیں ہلکا سا دباؤ ڈالوں گی اور ہاتھ کی ہڈی ٹوٹ جائے گی۔ اس سرنج میں کیا ہے؟"

"مم۔ مَیں نہیں جانتا۔"

کڑک کی آواز کے ساتھ ہڈی ٹوٹ گئی۔ وہ مچھلی کی طرح پھڑپھڑانے لگا۔ ہاتھ سے سرنج چھوٹ گئی تھی۔ سوسانہ نے سرنج کو اٹھا کر کہا "نہ بتاؤ۔ مَیں یہ دوا تمھارے جسم میں انجیکٹ کر کے نتیجہ معلوم کر لوں گی۔"

وہ پوری قوت سے چیختے ہوئے بولا "نہیں، مَیں مر جاؤں گا۔ اس میں تیزاب ہے۔"

"اچھا تو میرے جسم میں تیزاب انجیکٹ کرنے آئے تھے آپ؟"

"ہاں اُس نے کہا تھا تم تلوار اور بندوق کی گولیوں سے نہیں صرف تیزاب سے مرو گی۔ یہ تیزاب اندر پہنچ کر تمھارے گوشت کو گلاتا جائے گا۔"

"یہ تم سے کس نے کہا تھا؟"

"مَیں اُسے نہیں جانتا۔ مَیں نے اُسے پہلی بار دیکھا تھا۔ اُس نے اس کام کا معاوضہ پانچ ہزار ڈالر کی صورت میں دیا تھا۔ مَیں سمجھا تھا ایک عورت کو چھُپ کر انجیکشن لگانا کون سی بڑی بات ہے۔ مگر یہاں تو جان کے لالے پڑ گئے ہیں۔"

اس نے ایک لات مار کر اُسے گیئر کے پاس سے ہٹایا پھر کہا "یہیں بیٹھے رہو۔ مَیں تمھیں جبرئیل کے پاس لے جا رہی ہوں تم اُس کے سامنے یہی بیان دو گے۔"

اس نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتے ہوئے پوچھا "پانچ ہزار ڈالر دینے والے شخص سے کہاں ملاقات ہوئی تھی؟"

"اُسی ہوٹل میں، جہاں سے تم آئی ہو۔ معاوضہ دینے والا مجھے اپنی کار میں بٹھا کر تمھارے پیچھے فرانسیسی سفارت خانے تک آیا تھا۔ پھر مَیں اس کی کار سے نکل کر تمھاری کار کی اگلی سیٹ کے پیچھے چھُپ گیا تھا..."

ابھی اس کی بات شاید ختم نہیں ہوئی تھی۔ اچانک ہی ایک زبردست دھماکا ہوا۔ اُس کار میں کہیں ٹائم بم چھُپا کر رکھا گیا تھا جس کے بلاسٹ ہوتے ہی کار کے کچھ ٹکڑے اِدھر اُدھر بکھر گئے اور آگ بھڑک گئی۔ پتا نہیں اس حملہ کرنے والے کے کتنے چیتھڑے اُڑے ہوں گے۔ اُس گاڑی کے ٹکڑے سوسانہ کے مُنہ پر اور جسم کے کئی حصّوں میں آکر لگے۔ جب وہ باہر آکر گری تو اُس کا ایک ہاتھ ٹوٹ کر الگ ہو گیا تھا پیٹ میں بڑا سا شگاف پڑ گیا تھا۔ مُنہ پر اور جسم پر اتنے زخم آئے تھے کہ وہ لہو میں ڈوب گئی تھی۔ کہیں سے نظر نہیں آ رہی تھی۔ لوگ دھماکے سے خوفزدہ ہو کر دُور بھاگ رہے تھے۔ اُس کے متعلق یقین ہو گیا تھا کہ وہ مر چکی ہے۔

بہت دُور سے فائر بریگیڈ کی گاڑی اپنے مخصوص سائرن کی آواز سناتی ہوئی آ رہی تھی۔ ایک ایمبولنس بھی کہیں سے آگئی تھی۔ لوگ اب سوسانہ کی لاش کے قریب آ رہے تھے۔ ایمبولنس سے دو وارڈ بوائے ایک اسٹریچر لے کر دوڑتے ہوئے آئے۔ ان کے ساتھ ایک ڈاکٹر بھی تھا۔ اس کے ایک ہاتھ میں سرنج تھی اور اُس سرنج میں بھی تیزاب تھا۔

سُپر ماسٹر کے دو آدمی جانتے تھے کہ وہ دھماکے سے ٹکڑے ہو کر بھی نہیں مرے گی۔ جب تک اس کا دل اور پھیپھڑے تیزاب سے نہیں گلائے جائیں گے اس کا کام تمام نہیں ہو گا۔ دشمن ڈاکٹر اور وارڈ بوائز کے بھیس میں آئے تھے۔ ڈاکٹر نے پاس آکر زمین پر گھٹنے ٹیک کر اُس کے دل کی جگہ ہاتھ رکھا اس سے پہلے کہ دل کی دھڑکن معلوم ہوتی وہ زخمی ہاتھ ڈاکٹر کے مُنہ پر پڑا۔ وہ ایک طرف اُلٹ گیا، سرنج دوسری طرف گئی۔ قریب آنے والے سہم کر پیچھے ہٹ گئے۔ جیسے مُردے کو زندہ ہوتے دیکھ رہے ہوں۔

اور وہ مُردہ عورت کراہتے ہوئے کروٹ بدل کر ٹوٹے ہوئے ہاتھ کو دوسرے ہاتھ سے اُٹھا کر اپنے آدھے بازو سے جوڑ رہی تھی۔ ڈاکٹر بن کر آنے والے کے جبڑے ایک ہی ہاتھ میں ہل گئے تھے۔ وارڈ بوائے بن کر آنے والے نے زمین پر سے سرنج اُٹھا کر اس پر حملہ کیا لیکن سرنج کی نوک جسم میں چھُبنے سے پہلے ہی سوسانہ نے لیٹے ہی لیٹے ایک لات چلائی۔ اس بار سرنج زمین پر آتے ہی ٹوٹ گئی۔ اندر کا تیزاب چھینٹوں کی صورت میں ڈاکٹر کے مُنہ پر آیا تو وہ جلن کی شدت سے چیخنے لگا۔

اچھی خاصی بھیڑ لگ گئی تھی۔ سب لوگ زخمی سوسانہ کو دیکھ رہے تھے۔ اس کے پیٹ میں جو شگاف پڑ گیا تھا، وہاں کی خالی جگہ بھر بھر گئی تھی۔ دوسرے زخم بھی بھر رہے تھے۔ ٹوٹا ہوا ہاتھ جُڑ گیا تھا۔ جب وہ اُٹھ کر بیٹھی تو لوگ اور پیچھے چلے گئے۔ لیکن اب کئی دشمن اپنے اپنے ہاتھ میں سرنج لیے اس کی طرف بڑھ رہے تھے۔

وہ اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ پھر جدھر بھی راستہ ملا اُدھر بھاگتی چلی گئی۔ اگر وہ دُنیا کے تمام ہتھیار لے کر آتے تو وہ نہ بھاگتی، جم کر مقابلہ کرتی، ایک ایک ہتھیار والے کو موت کے گھاٹ اُتار دیتی۔ لیکن تیزاب اس کے لیے موت تھا اور اس کا پیچھا کرنے والوں میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں بھری ہوئی سرنج تھی۔

وہ دوڑتی ہوئی ایک گلی میں گھُس گئی۔ وہاں سے دوسری تیسری گلیاں پار کرنے لگی۔ اُسے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دے رہی تھی۔ یہ اچھی طرح پتا نہیں چلتا تھا کہ تعاقب کرنے والے کس گلی سے آ رہے ہیں۔ کیوں کہ وہاں دو چار گلیاں ایک دوسری گلی کو کراس کرتی ہوئی جانے کہاں تک جاتی تھیں۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

وہ بھاگتے بھاگتے ایک جگہ رُک گئی۔ جدھر جارہی تھی اُدھر سے تین آدمی ہاتھوں میں سرنج لیے آرہے تھے۔ وہ دائیں جانب گھوم کر دوسری گلی میں جانا چاہتی تھی مگر وہاں سے بھی دو آدمی سرنج میں اس کی موت لیے آرہے تھے۔ اس نے پلٹ کر تیسری گلی میں دوڑ لگانا چاہی، موت اُدھر سے بھی آرہی تھی۔ ایک آدمی سرنج کو پچکاری کی طرح دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر دوڑتا ہوا آرہا تھا۔ اس نے چند قدم کے فاصلے سے ہی سرنج سے تیزاب کی دھار چھوڑی تاکہ وہ سوسانہ تک پہنچے اور اوپر سے اس کی کھال اور گوشت کو گلا دے۔ اس سے پہلے ہی وہ فضا میں اُچھل کر اسے فلائنگ کِک مارتی ہوئی دوسری طرف گئی۔ تیزاب کی دھار پھینکنے والا لات کھا کر گر پڑا تھا۔ اس گلی میں آگے کوئی دشمن نہیں تھا۔ وہ تیزی سے بھاگتی ہوئی چلی گئی۔

سُپر ماسٹر کے آدمیوں نے جیسے اس کے نام موت لکھ دی تھی۔ گلیوں کے بچھے ہوئے جال سے نکلتے ہی سامنے تاریخی کھنڈرات نظر آئے۔ وہ اُدھر جانے لگی۔ اُن کھنڈرات میں دشمنوں سے نمٹا جاسکتا تھا۔ وہ اِدھر اُدھر چھپ کر ایک ایک شخص کے ہاتھ سے سرنج گرانا چاہتی تھی۔

وہ شکستہ دیواروں اور ستونوں کے پاس پہنچ گئی۔ اس کے لیے پریشانی کی بات یہ تھی کہ وہ لوگ دُور سے ہی سرنج کے ذریعے اس پر تیزاب پھینکنے لگے تھے اور وہ تیزاب جہاں بھی پڑتا، وہاں کا گوشت گلنے کے بعد دوبارہ نہ بھرتا جیسا کہ اس کے بڑے سے بڑے جان لیوا زخم بھر جایا کرتے تھے۔

اس نے دو سرنج والوں سے بچتے ہوئے مقابلہ کیا۔ ایک کی گردن توڑ دی، دوسرے سے سرنج چھین کر اسی کے جسم میں تیزاب کو انجیکٹ کرکے ان کے ساتھیوں پر دہشت طاری کردی۔ یہ ثابت کرتی رہی کہ وہ ناقابلِ گرفت اور ناقابلِ شکست ہے۔ اس کے باوجود وہ اُن سے پیچھا چھڑانے میں ناکام ہو رہی تھی۔ دشمن منتشر ہونے کے بعد پھر پہلی پوزیشن میں آکر اُسے چاروں طرف سے گھیرنے لگتے تھے۔

وہ لڑتے لڑتے ایک اندھے کنوئیں کی آہنی جالیوں پر پہنچ گئی۔ اُن جالیوں کے نیچے تاریک کنوئیں کی گہرائی، پتا نہیں کیا ہوگی۔ نیچے کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ البتہ ان کے لڑنے اور زخم کھا کر چیخنے کی آوازیں اس کنوئیں کے اندر جاتی تھیں اور گونجتی ہوئی واپس آجاتی تھیں۔

آہنی جالیوں کا ایک حصہ کھلا ہوا تھا۔ وہ اُن سے بچتے بچاتے وہاں پہنچ گئی تھی اور اب بچاؤ کی کوئی صورت نظر نہیں آرہی تھی۔ وہ لوگ اپنا حصار نہیں توڑ رہے تھے۔ کنوئیں کی منڈیر کی طرح چاروں طرف سے دیوار بن گئے تھے۔ وہ جدھر جاتی اُدھر سے تیزاب کی دھار اس پر پھینکی جاتی۔ اچانک ہی اس کے حلق سے چیخ نکلی۔ ایک طرف سے آنے والے تیزاب سے بچتے بچتے وہ گر پڑی۔ کھلے ہوئے حصے کے اندر گرنے سے پہلے جالی کے ایک کنارے کو پکڑ کر لٹک گئی۔

چاروں طرف سے قہقہے گونجنے لگے۔ اب بچاؤ کی کوئی صورت نہیں رہی تھی۔ وہ کنوئیں کی اندھی تاریکی میں لٹکی ہوئی تھی اور اوپر اُٹھ کر آنے کی مہلت نہیں مل سکتی تھی۔ گھیرنے والے قریب آگئے تھے اور سرنج کی سوئیوں سے تیزاب کی باریک دھار چھوڑتے جارہے تھے۔

ٹھیک ہے کہ موت سے بچاؤ کا راستہ نہیں تھا مگر تیزاب سے بچاؤ کی ایک ہی صورت تھی اُس نے آہنی جالی کے کنارے کو چھوڑ دیا۔ کنوئیں کی اندھی گہرائی میں دُور تک اس کی چیخیں گونجتی ہوئی گئیں پھر موت کا سناٹا چھا گیا۔ کتنے ہی دشمنوں نے کھلے ہوئے حصے سے اندر جھانک کر دیکھنے کی کوششیں کیں۔ گہری تاریکی میں نہ وہ نظر آئی نہ ہی اس کی آواز سنائی دی۔

موت نہ دکھائی دیتی ہے، نہ سُنائی دیتی ہے پھر بھی سمجھ میں آجاتی ہے۔ سوسانہ نے کینی پال کو صبح دماغ میں آنے نہیں دیا تھا۔ اب وہ اُسے آنے سے روک نہیں سکتی تھی۔ لیکن وہ دماغ کی تاریکیوں میں بھٹک کر واپس آگیا تھا۔ اُسے سوسانہ کی زندگی کا سراغ نہیں مل رہا تھا۔

وہ اُلجھ گیا۔ اچھی طرح سمجھ نہ سکا۔ وہ مرچکی تھی، یہ موت کی تصدیق کیسے کرے، یہ بات سمجھ میں نہیں آئی۔

پاسکل بوبا ماسکو پہنچ گیا۔ اُسے ایک بند گاڑی میں ائرپورٹ سے ملٹری اسپتال پہنچایا گیا۔ اُس نے ایک فوجی افسر سے پوچھا "یہ گاڑی چاروں طرف سے بند کیوں ہے؟"

افسر نے کہا "بند رہنے دو۔ کیا فرق پڑتا ہے؟"

"مجھے گھٹن ہورہی ہے۔ میں پانچ دن تک زیرِ زمین کوٹھڑی میں قید رہا۔ مجھے اپنے ملک میں کھلی فضا اور تازہ ہوا ملنی چاہیے۔"

"ضرور ملے گی۔ پہلے یہ ثابت ہوجائے کہ تم اصلی پاسکل بوبا ہو۔"

"میں اصلی ہوں۔ کھڑکی کھولو۔ تازہ ہوا آنے دو۔"

"تم تازہ ہوا کے لیے نہیں ہمارے ملک اور شہروں کو جاسوس کی نظروں سے دیکھنے آئے ہو۔"

"یہ جھوٹ ہے۔"

"اسپتال پہنچو گے تو تمہاری انگلیوں کے نشانات لیے جائیں گے۔"

"ضرور لینے چاہئیں۔ میں فوج کے اعلیٰ افسران اور اعلیٰ حکام کی ہر طرح تسلی کروں گا۔ لیکن اس سے پہلے بالکل ہی قیدیوں جیسا سلوک مجھ سے نہیں کرنا چاہیے۔"

"مسٹر! اگر تم انگلیوں کے نشانات سے پاسکل بوبا ثابت ہوجاؤ گے تب بھی تمہیں سخت نگرانی میں اسی طرح قید رکھا جائے گا۔"

"مجھ جیسے وفادار کے ساتھ ایسا سلوک کیوں کیا جائے گا؟"

"اس لیے کہ تمہارے دماغ میں رسونتی یا آرمر چھپ کر ہمارے متعلق معلومات حاصل کر رہے ہوں گے۔ ہم تمہیں اُن کی معلومات کا ذریعہ بننے نہیں دیں گے۔"

"میں غیروں میں بھی ناقابلِ اعتماد تھا اپنوں میں بھی بھروسے کے قابل نہیں ہوں۔ دھوبی کا کتا بن گیا ہوں، گھر کا رہا ہوں نہ گھاٹ کا۔"

"تمہیں مشتعل نہیں ہونا چاہیے۔ صبر و تحمل سے دیکھتے رہو، آیندہ کیا ہوتا ہے۔ اگر تم پاسکل ثابت ہوجاؤ گے تو ہم تمہاری خیال خوانی کی توانائی واپس لانے کے لیے توجہ سے علاج کرائیں گے اور تمہارے تنویمی عمل کرنے والوں کو بھگائیں گے۔"

اُسے اسپتال پہنچایا گیا۔ وہاں فوج کا ایک اعلیٰ افسر موجود تھا مگر اس نے پاسکل کے سامنے آکر ملاقات نہیں کی، نہ ہی اپنی آواز سُنائی۔ اندیشہ یہی تھا کہ پاسکل کے دماغ میں چھپے ہوئے رسونتی اور آرمر اس کے دماغ میں پہنچ جائیں گے۔

اس کی انگلیوں کے نشانات لیے گئے۔ مختلف زاویوں سے تصویریں اُتاری گئیں۔ مشینوں کے ذریعے معلوم کیا گیا کہ وہ بہروپیا ہے یا نہیں۔ اس کی گفتگو کو ریکارڈ کیا گیا تاکہ آواز اور لہجے کا فرق معلوم کیا جاسکے۔ اس سے کتنے ہی کاغذات پر بہت کچھ لکھوایا گیا۔ اس کے دستخط لیے گئے۔ وہ پہلے چار دن تمام دن مختلف آزمائشوں سے گزرتا رہا۔ اس دوران ڈاکٹرز اُس کا معائنہ اور علاج کرتے رہے۔ رات کو وہ دواؤں کے اثر سے گہری نیند سوگیا۔

دوسرے دن موصول ہونے والے نتائج سوفیصد اس کے حق میں تھے۔ وہ پاسکل بوبا تسلیم کرلیا گیا لیکن وہ پیرس سے خطرے کی گھنٹی بن کر آیا تھا۔ آیندہ اُسے ملکی راز نہیں بتائے جاسکتے تھے اور نہ ہی اُس سے کوئی اہم کام لیا جاسکتا تھا۔ وہ سوچ سمجھ کر گفتگو کرے یا روانی میں بولتا رہے اس کی ہر بات پر غور کیا جاتا تھا اور شبہ کیا جاتا تھا کہ وہ رسونتی یا آرمر کی مرضی کے مطابق بول رہا ہے اور جو بول رہا ہے اس بات کے پیچھے کیا مقصد ہوسکتا ہے؟

وہ اپنے ملک میں آکر بھی مصیبت میں پڑ گیا تھا۔ دن گزرتے جارہے تھے۔ علاج ہوتا جارہا تھا۔ دماغی توانائی حاصل ہو رہی تھی۔ ایک ماہ کے بعد وہ خیال خوانی کے قابل ہوگیا۔ اپنی عادت کے مطابق پانچ چھ منٹ تک سانس روکنے لگا۔ کوئی پرائی سوچ کی لہر دماغ میں آتی تو وہ سانس روک کر ٹیلی پیتھی جاننے والے کو بھگا سکتا تھا۔ اس کے باوجود یقین نہیں تھا کہ تنویمی عمل کرنے والا آرمر اس کے دماغ سے جاچکا ہے۔

اس سے ملاقات کرنے وہی ایک فوجی افسر آتا تھا جو اسے ائرپورٹ سے اسپتال لایا تھا۔ اس نے افسر سے کہا "تم لوگ میری میڈیکل رپورٹ پڑھ رہے ہو۔ میں بالکل نارمل ہوں۔ خیال خوانی کرنے لگا ہوں۔ میری دماغی توانائی اس قدر ہے کہ رسونتی یا آرمر میرے اندر اب چھپ کر نہیں رہ سکتے۔"

"تم یقین سے کیسے کہہ سکتے ہو؟"

"تنویمی عمل کا اثر دس پندرہ دن سے زیادہ نہیں رہتا۔ صرف کمزور دماغ کے لوگ مہینوں تک زیرِ اثر رہتے ہیں۔"

"تم بھی کمزور تھے۔"

"اب نہیں ہوں۔ اس کا ثبوت میڈیکل رپورٹ ہے جو تنویمی عمل مجھ پر کیا گیا تھا اُس کا اثر ختم ہوچکا ہے۔ اس کے بعد کوئی دوسری بار عمل کرنے نہیں آیا۔ اگر آتا تو میں اسے محسوس کرلیتا۔"

"ٹھیک ہے، ہم تمہارا ایک فائنل چیک اپ کرائیں گے۔"

دوسرے دن اسے ملٹری اسپتال کے آپریشن تھیٹر میں پہنچایا گیا۔ اس نے پوچھا "مجھے یہاں کیوں لایا گیا ہے؟" جواب میں ایک انجکشن لگایا گیا جس کے نتیجے میں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

وہ کوئی سوال کرنے کے قابل نہیں رہا۔ آرمر جو اُس کے دماغ میں چھپا ہوا تھا، دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ وہ پیرس کے ایک سرکاری بنگلے میں تھا۔ وہاں سونیا سے ملاقات کرنے آیا تھا۔ اس نے کہا: "انھوں نے پاسکل کو آپریشن تھیٹر میں لے جا کر بے ہوش کر دیا ہے۔ مَیں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ ایسا کریں گے۔"

وہ بولی: "اب سوچو انھوں نے ایسا کیوں کیا ہے؟"

"مجھے اُس کے دماغ سے نکالنے کے لیے۔"

"تمھیں اس سے دُور رکھنے کے لیے آخر کب تک اُسے بے ہوش رکھیں گے؟"

"یہ اُن کی نادانی ہے۔"

"نادانی نہیں چالاکی ہے۔ جب وہ ہوش میں آئے گا تو تم اس کے دماغ میں کبھی نہیں پہنچ سکو گے۔"

"تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ آپریشن تھیٹر میں اُس کا.... برین واش کیا جا رہا ہے؟"

"سپر ماسٹر نے رسونتی کا برین واش کرایا تھا اور یہ تجربہ کیا تھا کہ برین واشنگ کے بعد بھی خیال خوانی کی صلاحیتوں کو برقرار رکھا جا سکتا ہے۔ ماسک مین ایسا تجربہ کرنے میں اس سے کئی قدم آگے نکل گیا ہے۔ اُس نے جوجو کے دماغ کو آپریشن کے ذریعے بالکل تبدیل کر دیا۔ اس تبدیلی کے باوجود اس کی ٹیلی پیتھی کا علم برقرار ہے۔ صرف ایک ناکامی ہوئی کہ وہ جوجو کا لہجہ نہ بدل سکے، جس کی وجہ سے تم اس کے دماغ میں پہنچ گئے۔ مجھے یقین ہے، پاسکل کے بھی دماغ کا آپریشن کیا جائے گا اور ساتھ ہی اس کے لہجے کو بدلنے کا تجربہ بھی کیا جائے گا تاکہ تم پھر اس کے اندر نہ پہنچ سکو۔"

"تمھاری بات سمجھ میں آتی ہے، وہ یہی کر رہے ہوں گے۔"

"جوجو کا کیا حال ہے؟"

"اچھی صحت مند ہے۔ اسپتال کے باہر لان میں آکر بیٹھتی ہے، مجھے مسٹر آرمر کہتی ہے۔"

"دل چھوٹا نہ کرو۔ جب پہچان لے گی تو بھائی کہا کرے گی۔"

"مَیں نے کہا تھا، مجھے بھائی کہا کرو۔ اس نے جواب دیا۔ رشتہ خواہ کتنا ہی معزز اور مقدس ہو اُسے سوچ سمجھ کر قبول کرنا چاہیے۔ جو لوگ اچھی طرح نہیں سوچتے وہ محض جذباتی رشتہ قائم کرتے ہیں اور جذباتی رشتے جلد ہی جھاگ کی طرح بیٹھ جاتے ہیں۔"

سونیا نے مسکرا کر کہا: "ہماری جوجو ایسی نادان بچی تھی اب دانشوروں کے انداز میں بولتی ہے اور بولنے سے پہلے خوب سمجھتی ہے۔"

"مَیں نے شام کو اس سے ملنے کا وعدہ کیا تھا۔ اجازت دو، جا رہا ہوں۔"

وہ چلا گیا۔ لیکن چند سیکنڈ کے بعد ہی واپس آکر پریشانی سے بولا: "وہ بے ہوش ہے۔"

سونیا نے مشورہ دیا: "اس کے خاص ڈاکٹروں کے پاس جاؤ۔"

وہ پھر گیا۔ تھوڑی دیر بعد آکر بولا: "جوجو کے دونوں ڈاکٹر ایک کمرے میں قیدی کی حیثیت سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان کی سوچ نے بتایا ہے کہ جوجو کو اٹینڈ کرنے والی نرسوں کو بھی کسی کمرے میں بند کیا گیا ہے۔ دو گھنٹے بعد انھیں رہائی مل جائے گی۔ آخر یہ ماسک مین کیا کرتا پھر رہا ہے؟"

وہ تھوڑی دیر تک سوچتی رہی پھر بولی: "انھوں نے جوجو اور پاسکل لوبا کو ایک ہی وقت میں بے ہوش کیا ہے۔ وہ ایک ہی وقت میں دونوں کو تم سے نجات دلا کر اُن پر کوئی نیا تجربہ کر رہے ہیں۔"

"کیا وہی لہجہ تبدیل کرنے والا تجربہ؟"

"شاید وہی تجربہ۔ اُن کے ہوش میں آنے کے بعد ہی معلوم ہو گا۔"

وہ بے چین ہو گیا۔ اُٹھ کر ٹہلنے لگا۔ سونیا نے مسکرا کر کہا: "تم بہن کے لیے ایک دم سے پریشان ہو جاتے ہو جبکہ دشمن اس کی ذات کو کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔"

"مَیں جانتا ہوں، دشمن اُسے سوئی بھی نہیں چبھوئیں گے لیکن اُسے بار بار آپریشن کے مراحل سے گزارا جا رہا ہے۔ وہ کتنی تکالیف برداشت کرتی ہو گی، ہم محض اس کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ برداشت تو وہ کر رہی ہے۔"

"برداشت کرنے دو، وہ کُندن بن رہی ہے۔ جاؤ، آرام کرو۔ چار چھ گھنٹے بعد جوجو سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرنا۔"

وہ جانے لگا۔ پھر دروازے کے پاس رُک کر بولا۔ "اُس اجنبی کا کیا بنا، جو خود کو فرہاد کہتا آ رہا ہے؟"

"ہم نے فی الحال اُسے دوست بنا لیا ہے۔ ہم اُس کی.... ٹیلی پیتھی سے بھی کچھ کام لیتے رہیں گے، اور اُسے آزماتے رہیں گے۔"

یہ بات آرمر کو بھی نہیں بتائی گئی کہ سونیا، پارس اور علی تیمور نے مجھے فرہاد تسلیم کر لیا ہے۔ رسونتی کو بھی یہی سمجھایا گیا کہ وہ مجھے پسند کرتی ہے اس لیے بیٹوں نے اور سونیا نے اُسے دوست بنا لیا ہے۔ اس طرح ہماری ٹیم میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کا اضافہ بھی ہو گا اور اُسے آزماتے بھی رہیں گے۔

آرمر اُس کے جواب سے مطمئن ہو کر باہر آیا۔ اپنی کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اُس کے آگے پیچھے دو گاڑیاں تھیں جن میں مسلح افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ بابا صاحب کے ادارے سے باہر سخت حفاظتی انتظامات کے ساتھ آتا تھا۔ اُس نے سیکیورٹی افسر سے کہا: "مجھے اسپتال لے چلو۔ مَیں ماریہ اور پارس سے ملاقات کروں گا۔"

وہ تینوں گاڑیاں اُدھر چل پڑیں۔ آرمر اپنی بہن جوجو کے لیے پریشان تھا۔ اس سلسلے میں پارس سے کچھ باتیں کرنا چاہتا تھا۔ اس سے پوچھنا چاہتا تھا کہ وہ ایک شوہر کی حیثیت سے اپنے فرائض ادا کیوں نہیں کر رہا ہے۔ پہلے وہ میڈونا کے فریب میں رہا۔ اب ماریہ کے ساتھ وقت گزار رہا ہے۔ جوجو کو دشمنوں کے درمیان بے یار و مددگار چھوڑ رکھا ہے۔ آخر یہ بے حسی کیوں ہے؟

وہ گاڑیاں اسپتال کے احاطے میں رُک گئیں۔ اس اسپتال میں صرف فوج کے جوان اور افسران اپنے شناختی کاغذات دکھا کر داخل ہو سکتے تھے۔ آرمر نے ماریہ اور پارس سے ملاقات کے لیے خصوصی اجازت نامہ حاصل کیا تھا۔ وہ گاڑی سے اُتر کر اسپتال کی عمارت میں داخل ہوا۔ پھر ایک کوریڈور سے گزر کر ماریہ کے کمرے کی طرف جانے لگا۔ اُدھر سے پارس آ رہا تھا۔ اُس نے بڑی گرم جوشی سے مصافحہ کیا۔ پھر پوچھا: "انکل! آپ یہاں کیسے آ گئے؟"

"کیوں بیٹے! مَیں یہاں آ نہیں سکتا؟"

"آپ تو کہیں آتے جاتے نہیں ہیں۔ بابا صاحب کے ادارے میں گوشہ نشین ہو چکے ہیں۔ اسی لیے آپ کو یہاں دیکھ کر حیرانی ہو رہی ہے۔"

"مَیں اطمینان سے کہیں بیٹھ کر باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ ویسے ماریہ کیسی ہے؟"

"ٹھیک ہے۔ علاج میں کامیابی ہو رہی ہے۔ اس کا زہر بالکل ختم نہیں ہو سکتا لیکن کم ہو سکتا ہے۔ اُسے کسی حد تک نارمل بنایا جا رہا ہے۔"

وہ باتیں کرتے ہوئے اسپتال کے باہر آئے۔ اس نے کہا: "مَیں اپنے کاٹیج میں جا رہا ہوں۔ آپ بھی وہیں چل کر باتیں کر سکتے ہیں۔"

وہ پارس کی گاڑی میں آکر بیٹھ گیا۔ پارس نے اس کے سیکیورٹی افسر سے کہا: "تم لوگ آرام کرو۔ انکل ادارے میں واپس جانا چاہیں گے تو تمھیں خیال خوانی کے ذریعے بلا لیں گے۔"

اُس نے گاڑی اسٹارٹ کی پھر اسپتال کے احاطے سے نکل کر کاٹیج کی طرف جانے لگا۔ اُس نے مین روڈ پر آکر پوچھا: "آپ کوئی خاص بات کہنا چاہتے ہیں؟"

"میری خاص بات کا تعلق صرف میری بہن سے ہوتا ہے۔ وہ ہم سب سے اجنبی بن کر دُور ہوتی جا رہی ہے۔ ماسک مین اُسے جوجو سے مولیتا آند، دف بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑ رہا ہے۔ ان حالات میں تم اُسے بالکل بھول چکے ہو۔"

"ایسی بات نہیں انکل! آپ ماضی میں دیکھ چکے ہیں، مَیں جوجو کو سب سے زیادہ چاہتا ہوں۔ یہ چاہت کم نہیں ہو رہی ہے، بڑھتی جا رہی ہے۔"

"یہ کیسی محبت ہے کہ تم نے اُسے دشمنوں کے رحم و کرم پر چھوڑ رکھا ہے؟"

"مَیں چند گھنٹوں میں ثابت کر دوں گا کہ میری جوجو وہاں تنہا نہیں ہے۔ مَیں بھی اس کے ساتھ ہوں۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو؟"

"ایک ایسی بات ہے جسے مَیں آپ کو بھی بتانا نہیں چاہتا تھا لیکن آپ میری محبت پر شبہ کر رہے ہیں۔ اِدھر مَیں جوجو کے پاس پہنچنے..." وہ بات ادھوری چھوڑ کر بولا: "رہنے دیں، بات زبان سے نکلتے ہی پرائی ہو جاتی ہے۔"

"کیسی باتیں کر رہے ہو۔ کیا میری بہن کی بات میری زبان سے پرائی ہو جائے گی؟ ہرگز نہیں۔ تم جو بات چھپا رہے ہو اُسے مَیں بھی چھپا کر رکھوں گا۔"

"آپ جانتے ہیں، ہم سب ممّا کی اجازت کے بغیر کسی اہم معاملے میں اپنی مرضی سے کوئی قدم نہیں اُٹھاتے۔ مَیں نے کئی بار ذکر کیا۔ جوجو کے لیے پریشانیاں ظاہر کیں۔ وہاں جانے کا ارادہ کیا۔ لیکن ممّا نے یہ کہہ کر روک دیا کہ صبر کرو۔ وہاں جانا ضروری نہیں ہے۔ جوجو خود یہاں آئے گی۔"

آرمر نے کہا: "مجھے سونیا سے اختلاف ہے۔ مگر مَیں کیا کر سکتا ہوں، صرف خیال خوانی کے ذریعے بہن کو وہاں سے لا نہیں سکتا۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"اگر آپ میرا ساتھ دیں تو وہ آسکتی ہے۔"

"کیسے؟"

وہ کاٹیج میں پہنچ گئے۔ پارس نے کہا "آپ جانتے ہیں، ایک بار میں ممّا کو بتائے بغیر تل ابیب پہنچ گیا تھا۔ ان دنوں میں شیبا ممّی کے قاتلوں سے انتقام لینے کے لیے اندھا ہوگیا تھا۔ آج جوجو کی محبت میں اندھا ہوکر ممّا کو بتائے بغیر ماسکو جارہا ہوں۔"

آرمر نے خوش ہوکر پوچھا "کب جارہے ہو؟ کیا تم نے اچھی طرح سمجھ لیا ہے، کوئی مصیبت تو نہیں آئے گی؟"

"مصیبتیں آتی جاتی رہتی ہیں۔ اگر آپ ساتھ دیں گے تو..."

"میں دل سے، دماغ سے اور جی جان سے تمھارے ساتھ ہوں۔ بولو مجھ سے کیا کام لینا چاہتے ہو؟"

"میں آپ کو بھی ساتھ لے جانا چاہتا ہوں۔"

"مجھے؟ مگر میں جاؤں گا تو جلد ہی تمھارے وہاں جانے کا بھید کھل جائے گا۔"

"ہمارے جانے کے بعد ممّا کو اور ساری دنیا کو معلوم ہو جائے تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ جب ہم یہاں سے نکل جائیں گے تو ممّا واپس نہیں بلائیں گی۔"

"مجھے کیوں ساتھ رکھنا چاہتے ہو؟"

"میں چاہتا ہوں آپ دوسرے تمام فرائض چھوڑ کر صرف جوجو کے پاس رہیں۔ یہ اسی وقت ممکن ہے جب آپ میری طرح ادارے سے دور رہیں۔"

"ہم ماسکو کیسے جائیں گے؟"

"وہاں صرف میں جاؤں گا۔ آپ میرے ساتھ مغربی جرمنی تک چلیں گے۔ وہاں سب سے چھپ کر رہیں گے۔ ممّا اور علی تیمور وغیرہ سے رابطہ قائم نہیں کریں گے۔ جب ضرورت ہوگی تو انھیں بتایا جائے گا کہ ہم کیا کررہے ہیں۔"

پارس نے ایک جعلی پاسپورٹ اور ضروری کاغذات نکال کر دکھاتے ہوئے کہا "پاسپورٹ کی تصویر دیکھیں، میں اس کے بھیس میں ان کے کاغذات کے مطابق آسانی سے ماسکو پہنچ جاؤں گا۔ آپ راضی ہیں تو بتائیں، یہاں کا ایک سرکاری افسر میرا رازدار ہے۔ وہ ایک گھنٹے کے اندر آپ کے لیے بھی جعلی پاسپورٹ اور دیگر کاغذات فراہم کردے گا۔"

"بیٹے! تم میری جوجو کے لیے بہت بڑا قدم اٹھا رہے ہو۔ میں ہر قدم پر تمھارے ساتھ رہوں گا۔"

پارس نے ریسیور اٹھا کر کسی سے رابطہ قائم کیا۔ پھر اُسے ایک جعلی پاسپورٹ، دیگر ضروری کاغذات اور تین گھنٹے بعد جانے والی فلائٹ کے ٹکٹ کے لیے کہا۔ پھر ریسیور رکھ دیا۔ بولا "یہاں آپ کے جن فرائض کی ادائیگی خیال خوانی کے ذریعے رہ گئی ہے، اُن سب کو نمٹالیں۔ ممّا کو بتادیں کہ آپ میرے پاس آرام کررہے ہیں۔ یہ یہاں سے چار پانچ گھنٹے بعد جائیں گے۔"

وہ بولا "ٹھیک ہے، اس طرح کسی کو یہاں سے ہماری روانگی کا شبہ نہیں ہوگا۔"

وہ خیال خوانی کے ذریعے سونیا سے رابطہ قائم کرنا چاہتا تھا۔ پارس نے کہا "ٹھہریے، آپ کس سے باتیں کرنے جارہے ہیں؟"

"تمھاری ممّا سے۔"

"آپ کسی ضرورت کے وقت ہی اُن سے رابطہ قائم کرتے ہیں۔ کیا ابھی کوئی اہم بات ہے؟"

"ابھی تو نہیں ہے۔ چار یا چھ گھنٹے بعد جوجو کے پاس جاؤں گا پھر سونیا کو اس کے موجودہ حالات بتاؤں گا۔"

"بہتر ہے ابھی ممّا کے پاس نہ جائیں۔ انھیں اس بات پر شبہ ہو جائے گا کہ آپ اُن سے میرے پاس وقت گزارنے کی بات کیوں کہہ رہے ہیں۔ آپ مجھے جوجو کے موجودہ... حالات بتائیں۔"

وہ بتانے لگا۔ ایک گھنٹے بعد اس کے لیے پاسپورٹ اور دیگر ضروری کاغذات آگئے۔ پاسپورٹ کی تصویر کے مطابق پارس نے آرمر کا میک اپ کیا اس کے بعد اپنا بھی حلیہ تبدیل کیا۔ پھر ٹھیک وقت پر وہ ائرپورٹ کے اُس حصے میں پہنچ گئے جہاں سے چارٹرڈ طیارے پرواز کرتے تھے۔ وہ ایک طیارے میں سوار ہوئے۔ اُس طیارے کے مزید دو مسافر تھے۔ ایک پائلٹ اور دوسرا پارس کا خاص ملازم تھا۔ جب وہ طیارہ پرواز کرنے لگا تو ملازم نے دو گلاسوں میں ٹھنڈا مشروب پیش کیا پھر کہا "رات کا کھانا تیار ہے۔ جب آپ حکم دیں گے، حاضر کردوں گا۔"

آرمر نے کہا "میں ذرا دیر سے کھاؤں گا۔ پارس بیٹے، تم میرا انتظار نہ کرو۔"

"میں جانتا ہوں انکل! آپ جوجو کے لیے پریشان ہیں۔ جب تک اس کی موجودہ بے ہوشی کا سبب معلوم نہیں ہوگا آپ کی بھوک اور نیند اڑی رہے گی۔"

وہ دونوں پیتے رہے اور باتیں کرتے رہے۔ گلاس خالی ہوگئے۔ پارس نے کہا "پیارے انکل! آپ کی بھوک اُڑ چکی ہے، مگر نیند نہیں اُڑے گی۔ یہ مشروب ابھی آپ کو گہری نیند سُلادے گا۔"

وہ خمار آلود آواز میں بولا "میں ابھی سونا نہیں چاہتا۔"

"بے وقوف! تمھارے نہ چاہنے کے باوجود نیند آئے گی۔"

آرمر کی آنکھیں بند ہورہی تھیں۔ اُس نے بڑی مشکل سے آنکھیں کھولتے ہوئے کہا "تم... تم مجھے بے وقوف کہہ رہے ہو۔ اپنے انکل کو بے وقوف کہہ..."

وہ آگے کچھ نہ کہہ سکا۔ آنکھیں بند ہوگئیں۔ بڑے آرام سے نیند اُسے لے ڈوبی۔

جبریل گرانٹ بڑا بے چین تھا۔ کبھی کمرے میں ٹہلتا تھا، کبھی ہوٹل کے باہر آکر دُور تک دیکھتا تھا کہ سوسانہ واپس آرہی ہے یا نہیں؟ اُسے کوئی جانی نقصان پہنچا ہوگا، یہ اندیشہ نہیں تھا۔ وہ ناراض ہوکر گئی تھی اور وہ بڑی شدت سے اس کی کمی محسوس کررہا تھا۔

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اُس نے ریسیور اُٹھا کر ہیلو کہا۔ دوسری طرف سے آواز آئی "کیا تم مسٹر جبریل گرانٹ ہو؟"

"ہاں میں بول رہا ہوں۔"

"میں تاریخی کھنڈرات کا انچارج افسر بول رہا ہوں۔ مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ تمھاری گرل فرینڈ سوسانہ یہاں اندھے کنوئیں میں گر پڑی ہے بلکہ چند... بدمعاشوں نے اُسے گرایا ہے۔ اُس کنوئیں کی گہرائی نامعلوم ہے۔ اندر زہریلی گیس کا امکان ہے۔ آج تک کسی نے اس کے اندر جانے کی جرأت نہیں کی۔"

وہ دہاڑتے ہوئے بولا "میں اندر جاؤں گا۔ میں ابھی آرہا ہوں۔"

وہ ریسیور کو پھینکتا ہوا، وہاں سے دوڑ لگاتا ہوا، راستے میں آنے والوں کو گراتا اور روندتا ہوا ہوٹل کے باہر آیا۔ پھر کار کی اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ کر اسے اسٹارٹ کرکے تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا تاریخی کھنڈرات کی طرف جانے لگا۔

اس کے دماغ میں چھپے ہوئے مارٹن رسل نے اس کی سوچ میں کہا "مجھے کنوئیں کے اندر نہیں جانا چاہیے۔ اندر موت ہے اسی لیے وہاں کوئی نہیں جاتا۔"

"میری محبت وہاں گئی ہے۔ میں بھی جاؤں گا۔ وہ زندہ ہوگی تو اُسے واپس لاؤں گا ورنہ اس کے ساتھ مر جاؤں گا۔"

"زندگی کو جان بوجھ کر موت کے حوالے کرنا دانشمندی نہیں ہے۔"

وہ جھنجلا کر بولا "میں ایسا ہی سوچ رہا ہوں۔ کیا میں اپنی سوسانہ کے بغیر زندہ رہنے کا تصور بھی کرسکتا ہوں؟"

مارٹن رسل چند لمحوں تک خاموش رہا پھر اس کی سوچ میں بولا "ہاں اُس کے بغیر مجھے زندہ رہنا چاہیے۔ انتقام لینے کے لیے زندہ رہنا چاہیے۔ بدمعاشوں نے میری سوسانہ کو اس کنوئیں میں گرایا ہے۔ میں ایک ایک کو کتّے کی موت ماروں گا۔"

اس بار وہ غصّے کو ذرا بھول کر غور کرنے لگا۔ وہ بدمعاش کون ہوسکتے ہیں؟ انھیں میری سوسانہ سے کیا دشمنی ہوسکتی ہے؟

دماغ میں چھپا ہوا شاطر جان بوجھ کر خاموش رہا۔ وہ جبریل کو اب اپنے طور پر سوچنے کا موقع دے رہا تھا۔ وہ کھنڈرات کے احاطے میں پہنچ گیا۔ اندھے کنوئیں کے پاس پولیس افسران اور سپاہی موجود تھے۔ وہ کار سے اُتر کر دوڑتا ہوا ان کے پاس آیا پھر بولا "میں جبریل گرانٹ ہوں۔ کیا سوسانہ کو اسی کنوئیں میں گرایا گیا ہے؟"

"ہاں اسی کنوئیں میں۔"

سسپنس ڈائجسٹ کا دلچسپ ترین سلسلہ

جسے قارئین آج تک نہیں بھولے

طالوت

۳ حصوں میں مکمل

پُراسرار کہانیوں کے شائقین کے لیے

طنز و مزاح پسند کرنے والوں کے لیے

جاسوسی کہانیوں کے پرستاروں کے لیے

ایک دلچسپ داستان جو آج تک آپ نے نہ پڑھی ہوگی

کتابی شکل میں تیار ہے

کتابیات پبلیکیشنز پوسٹ بکس ۲۳ کراچی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

وہ تیزی سے چلتے ہوئے کنوئیں کے قریب جانے لگا۔ چند سپاہیوں نے اُسے روکنا چاہا۔ مگر اس کے ایک ہاتھ کے جھٹکے سے وہ سب دُور جا کر گر پڑے۔ ایک افسر نے ریوالور نکال کر کہا: "رُک جاؤ ورنہ گولی مار دوں گا۔"

ایک جونیئر افسر نے کہا: "سر! اس پر گولیاں اثر نہیں کرتی ہیں، یہ دھمکیوں سے نہیں رُکے گا۔"

وہ کنوئیں کی آہنی جالیوں پر چڑھ گیا تھا۔ وہاں کے انچارج نے کہا: "ہم تمھیں اندر جانے سے نہیں روکیں گے۔ مگر پورے انتظامات کے ساتھ جاؤ تاکہ سوسانہ کو سنبھال کر اوپر لا سکو۔"

دوسرے افسر نے کہا: "جلد بازی سے تم اُسے بچا نہیں سکو گے گیس ماسک پہن لو۔ ایک گیس ماسک اور سلنڈر فاضل رکھ لو۔ ٹارچ وغیرہ بھی ضروری ہے اس کے بعد کمر سے رسّہ باندھ کر اُتر جاؤ۔"

جبریل اپنے لیے کبھی احتیاطی تدابیر پر عمل نہ کرتا، فوراً کنوئیں میں چھلانگ لگا دیتا لیکن سوسانہ کو حفاظت سے لانے کے لیے وہ ذرا رُک گیا۔ قریبی دفتر کے اسٹور روم سے گیس ماسک، سلنڈر، ٹارچ اور رسّے وغیرہ لائے جا رہے تھے۔ ایک پولیس افسر نے ایک پاسپورٹ دکھاتے ہوئے کہا: "یہ مسٹر پارس علی تیمور کا پاسپورٹ ہے۔ یہاں کنوئیں کے پاس پایا گیا ہے۔ کیا مسٹر پارس کو تم لوگوں سے کوئی دشمنی ہے؟"

جبریل نے افسر سے پاسپورٹ جھپٹ لیا۔ اُسے کھول کر دیکھا۔ اس میں پارس کی تصویر تھی۔ وہ گرج کر بولا۔ "کتّے! کمینے! میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ تیری بوٹی بوٹی جانوروں کو کھلاؤں گا۔"

مارٹن رسل نے اس کی سوچ میں کہا: "پہلے مجھے پارس کو کتّے کی موت مارنا چاہیے۔ میں کنوئیں میں جاؤں گا اور زندہ واپس نہیں آؤں گا تو میری سوسانہ کا قاتل ہنستی کھیلتی زندگی گزارتا رہے گا۔ اُس کا کچھ نہیں بگڑے گا۔ میں بھی جان سے جاؤں گا۔ شاید اس کا یہی منصوبہ ہے کہ میں سوسانہ کی لاش کنوئیں سے لانے کی حماقت میں خود مر جاؤں۔ نہیں۔ مجھے مرنا نہیں چاہیے۔"

کنوئیں میں اُترنے کا تمام سامان مہیا کر دیا گیا۔ اُس نے انچارج سے پوچھا: "کیا اس کنوئیں میں پہلے کبھی کوئی نہیں گیا ہے؟"

"برسوں پہلے دو شخص پوری تیاری کے ساتھ گئے تھے۔ پھر لوٹ کر نہیں آئے۔ جو رسّہ کمر سے باندھ کر گئے تھے وہ کٹ گیا تھا۔ اس سے پہلے کی بھی تاریخی رپورٹ بتاتی ہے کہ یہ موت کا کنواں ہے۔ رومن شہنشاہ مجرموں کو آدھا جلاتے تھے اور آدھا زندہ چھوڑ کر اس کنوئیں کے اندر پھینکوا دیتے تھے۔"

دوسرے افسر نے کہا: "اب اس کنوئیں کے اندر جانا قانوناً منع ہے۔ لیکن تم ہمارے قابو میں نہیں آؤ گے۔ ہم تمھیں زخموں سے چور کر کے بھی اندر جانے سے روک نہیں سکیں گے۔ پھر کیوں نہ یہ تجربہ کیا جائے کہ جس پر تلوار اور بندوق کی گولیاں اثر نہیں کرتی ہیں، ایسا غیر معمولی شخص گہرائی میں جا کر واپس آ سکتا ہے یا نہیں؟"

جبریل نے پاسپورٹ کھول کر پارس کی تصویر دکھاتے ہوئے کہا: "مجھ سے وعدہ کرو، میرے مرنے کے بعد اسے سزائے موت تک پہنچاؤ گے۔"

ایک افسر نے کہا: "پارس فرانس کا باشندہ ہے۔ اگر وہ ہمارے ملک سے جا چکا ہے تو ہم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔"

جبریل نے غصّے سے کہا: "میں کسی ملک کی سرحد کو تسلیم نہیں کرتا۔ وہ دنیا کے جس حصّے میں ہوگا، میں اسے تڑپا تڑپا کر ماروں گا۔"

وہ کنوئیں کی آہنی جالیوں سے اندر جھانک کر پکارنے لگا: "سوسانہ! سوسانہ! کیا تم اپنے جبریل کی آواز سُن رہی ہو؟ مجھے جواب دو۔ مجھے کسی طرح بتاؤ کہ تم زندہ ہو۔"

ایسا کہتے وقت وہ چونک گیا۔ اُسے یاد آیا کہ.... سُپر ماسٹر کا خیال خوانی کرنے والا سوسانہ کے دماغ میں جا کر اُس کی زندگی اور موت کے بارے میں معلوم کر سکتا ہے۔ ذہن میں اس خیال کے ساتھ ہی وہ آہنی جالیوں پر سے اچھل کر سپاہیوں کے پاس آیا۔ سب لوگ پیچھے ہٹ گئے۔ اس نے پوچھا: "یہاں ٹیلی فون ہے؟"

ایک افسر نے دفتر کی طرف اشارہ کیا۔ وہ دوڑتا ہوا دفتر کی عمارت میں آیا۔ وہاں پہلے کمرے میں جو پہلا ٹیلیفون نظر آیا اُسے جلدی سے استعمال کرتے ہوئے رابطہ قائم کرتے ہوئے بولا: "میں جبریل گرانٹ بول رہا ہوں۔"

"یس سر! حکم دیجیے۔"

"ہاٹ لائن پر سُپر ماسٹر سے کہو میری سوسانہ ایک اندھے کنوئیں میں گر پڑی ہے۔ اس کی زندگی کا سُراغ نہیں مل رہا ہے لہٰذا اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو فوراً میرے

دماغ میں بھیج دے۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے اندھے کنوئیں میں سوسانہ تک پہنچ سکے گا۔ جلدی کرو، مجھے دس منٹ کے اندر ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا چاہیے۔"

مارٹن رسل موجود تھا مگر خاموش تھا۔ جبریل نے سُپر ماسٹر کے جس ایجنٹ سے فون پر بات کی تھی اس کے دماغ میں جا کر بولا: "سُپر ماسٹر کو تمام باتوں کا علم ہے۔ میں جبریل کے پاس جا رہا ہوں۔"

وہ دس منٹ کے بعد آواز اور لہجہ بدل کر آیا پھر انجان بن کر بولا: "کیا سوسانہ اندھے کنوئیں میں ہے؟"

"ہاں۔ فوراً اس کے دماغ میں جاؤ۔"

"کیسے جاؤں۔ میں نے کبھی سوسانہ کی آواز نہیں سُنی۔"

"اوہ، یو فول! سُپر ماسٹر کے پاس ہم سب کی آواز اور لہجے کے کیسٹ موجود ہیں۔ جاؤ سوسانہ کی آواز سُن کر آؤ۔"

وہ دماغ سے نکل گیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد آ کر بولا: "میں نے سوسانہ کی آواز کا کیسٹ سُنا تھا پھر اُس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی تھی لیکن افسوس اُس کا دماغ مُردہ ہو چکا ہے، وہ مر گئی ہے۔"

"نہیں،" وہ پوری قوت سے گرجنے لگا۔ "وہ نہیں مر سکتی۔ میں ساری دنیا کو مار ڈالوں گا۔"

اس نے بڑی سی میز کو اُلٹ دیا۔ بھاری بھرکم الماری کو اُٹھا کر پھینک دیا۔ "میں کسی کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ پارس کے ایک ایک رشتے دار کو موت کے گھاٹ اُتاروں گا۔"

وہ گرجتا ہوا پولیس افسران کی طرف آیا۔ وہ لوگ دُور بھاگنے لگے۔ ایک نے کہا: "مسٹر جبریل! رُک جاؤ۔ ہمیں نقصان پہنچانے سے تمھیں کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ تمھاری دشمنی پارس سے ہے، ہم سے نہیں ہے۔"

اس نے عمارت کے باہر کھڑی ہوئی کار کو ایک طرف سے اُٹھایا پھر اُسے دوسری طرف اُلٹ کر کہا: "تم پولیس والے یہاں کیا کر رہے ہو؟ جاؤ اُسے تلاش کرو۔ مجھے معلوم ہونا چاہیے کہ وہ اس شہر میں ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہے تو بتاؤ وہ کہاں گیا ہے جو پولیس مین اس کا سراغ لگانے میں ناکام رہے گا میں اُسے جان سے مار ڈالوں گا۔"

ایک افسر دفتر میں جا کر امریکی سفیر سے فون پر کہہ رہا تھا: "اگر آپ نے جلد سے جلد جبریل گرانٹ کو ہمارا ملک چھوڑنے پر مجبور نہ کیا تو ہم اُسے بم کے دھماکوں سے اُڑا کر اس پر تیزاب پھینکیں گے۔ ہمیں معلوم ہو چکا ہے کہ سوسانہ تیزاب کے ڈر سے ہی اندھے کنوئیں میں گئی تھی۔"

دوسری طرف سے یقین دلایا گیا کہ وہ گھنٹے بھر کے اندر ملک چھوڑ دے گا۔ "اُس سے کہو، ائرپورٹ سے خبر ملی ہے، پارس فلاں فلائٹ سے پیرس چلا گیا ہے۔"

اُس افسر نے پولیس اسٹیشن میں اپنے ایک ماتحت افسر کو فون کر کے یہی بات سمجھائی پھر ہدایت کی کہ وہ پانچ منٹ کے بعد یہاں فون کرے۔ اس کے بعد اس نے جبریل کو بُلا کر کہا: "مسٹر! ہم نے سارے شہر کی ناکہ بندی کر دی ہے۔ وہ جس راستے سے بھی بھاگنا چاہے گا ہمیں خبر ہو جائے گی۔"

"کب خبر ہوگی؟" اُس نے میز پر گھونسا مارا، میز کا وہ حصّہ ٹوٹ گیا۔ ٹیلیفون اُچھل کر اِدھر سے اُدھر ہو گیا۔ افسر اپنی جان بچانے کے لیے کرسی سمیت پیچھے کی طرف اُلٹ گیا۔ مارٹن رسل نے اس کی سوچ میں سمجھایا: "یہ میں کیا کر رہا ہوں۔ کیا غصّہ کرنے سے دشمن کی گردن ہاتھ میں آ جائے گی۔ ہرگز نہیں، قانون کے محافظوں کو نقصان پہنچاؤں گا تو یہ بے چارے سہم جائیں گے۔ جیسے میری مدد کرنی چاہیے ویسے نہیں کر سکیں گے۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ افسر نے ریسیور اُٹھا کر دوسری

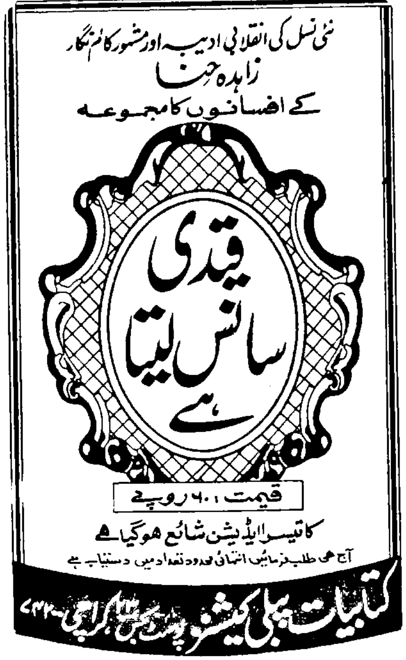

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

طرف کی بات سُنی پھر کہا: "پلیز یہی بات مسٹر جبریل گرانٹ کو بتاؤ۔"

جبریل نے اس سے ریسیور لے کر کان سے لگایا۔ پھر غرّا کر پوچھا: "کون ہے؟ کیا بات ہے؟"

دوسری طرف سے آواز آئی "میں ایک پولیس افسر ہوں۔ ائرپورٹ سے بول رہا ہوں۔ پارس علی تیمور آدھا گھنٹہ پہلے جا چکا ہے۔"

"کہاں گیا ہے؟"

"پیرس۔ وہ اپنے چارٹرڈ طیارے میں گیا ہے۔"

اُس نے ریسیور کو ٹیلی فون پر پٹخ دیا پھر اُسے اٹھا کر سُپر ماسٹر کے ایجنٹ سے بات کرنا چاہتا تھا لیکن وہ فون اس کے پٹخنے کے باعث ٹوٹ گیا تھا۔ تار بھی الگ ہو گیا تھا وہ اُسے اُٹھا کر پھینکنا چاہتا تھا۔ مارٹن رسل نے کہا "میں تمہارے دماغ میں بڑی دیر سے ہوں اور تم غصّے میں میری موجودگی کو محسوس نہیں کر رہے ہو۔ بائی دی وے میں نے تمہارے خیالات پڑھ لیے ہیں۔ تم بھی ایک طیارہ چارٹرڈ کر کے پیرس پہنچنا چاہتے ہو۔"

"میں ائرپورٹ جا رہا ہوں۔ ابھی طیارہ چارٹرڈ کراؤ۔ میں یہاں ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کروں گا۔ جب تک پارس کو قتل نہیں کروں گا ایک دانہ مُنہ میں نہیں ڈالوں گا۔ ایک گھونٹ پانی بھی نہیں پیوں گا۔"

"سُنو جبریل! تمہارے روبرو آنے والے تم سے خوف زدہ رہتے ہیں۔ مجھے تم سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ اس لیے سمجھاتا ہوں غصّہ تھوک دو۔ پارس بہت چالاک ہے۔ وہ تمہارے غصّے کو ہتھیار بنا کر تمھیں شکست دے گا۔"

"بکواس مت کرو۔ میری روانگی کا انتظام کرو۔"

"جب تک غصّہ کرو گے میں تمہارے لیے کچھ نہیں کروں گا۔"

"تم مجھے اور غصّہ دلا رہے ہو۔"

"میں تمہاری بھلائی کے لیے سمجھا رہا ہوں۔ دنیا کا کوئی بھی شہ زور غصّے کی حالت میں کبھی کامیاب نہیں ہوتا۔"

وہ غصّے سے چلتا ہوا اپنی گاڑی میں آ کر بیٹھتے ہوئے بولا "اب میں سُپر ماسٹر کے ایجنٹ کے ذریعے طیارہ چارٹرڈ کراؤں گا۔"

"اگر تم پُرسکون نہیں رہو گے اور جوش و جنون میں جاؤ گے تو میں پارس کو تمہاری آمد کی اطلاع دوں گا۔ وہ پیرس چھوڑ کر کسی دوسری جگہ چلا جائے گا۔ تم اُسے کبھی تلاش نہیں کر سکو گے۔"

"میں تمہاری گردن توڑ دوں گا۔ میرے سامنے آؤ۔"

"بچگانہ باتیں نہ کرو۔ غصّہ تھوک دو۔"

وہ تیزی سے کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ دماغ میں گرمی بھری ہوئی تھی۔ سر چکرا رہا تھا۔ مارٹن رسل نے اس کے دماغ کو ذرا بہکا دیا۔ گاڑی کا اسٹیئرنگ بہک گیا۔ وہ ایک دکان کے شیشوں کو توڑتی ہوئی اندر گھس گئی۔ ایسے حادثے اُسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے لیکن دکان کو لاکھوں کا نقصان پہنچا۔ سیلز گرل اور دکان دار زخمی ہوئے۔ مارٹن نے کہا "اب تم پر کیس ہو گا۔ مقدمہ چلے گا۔ یہاں سے فرار ہونا چاہو گے تو اپنی طاقت سے چند لوگوں کو نقصان پہنچاؤ گے لیکن اس ملک کی سرحد کو پار نہیں کر سکو گے۔"

"مجھے سپر ماسٹر یہاں سے نکالے گا۔"

"سپر ماسٹر نے تمہاری مدد کے لیے مجھے یہاں بھیجا ہے اور تاکید کی ہے جب تک تم غصّہ کم نہیں کرو گے خود کو نارمل نہیں رکھو گے میں تمھیں پارس سے مقابلے کی اجازت نہیں دوں گا۔ تمہارے راستے میں ایسی رکاوٹیں پیدا کرتا رہوں گا۔"

کتنے ہی سپاہی رائفلیں تان کر اُسے چاروں طرف سے گھیر رہے تھے۔ جبریل ٹھنڈا پڑ گیا۔ اب عقل آئی کہ کتنے سپاہیوں کو مارے گا۔ اگرچہ گولیوں سے نہیں مرے گا لیکن زخمی ہوتا رہے گا۔ پیرس پہنچنے میں دیر ہوتی رہے گی۔

مارٹن نے کہا "اب تم نارمل ہو کر درست بات سوچ رہے ہو۔ میں نے کار کے حادثے کا ایک نمونہ پیش کیا ہے۔ جس طیارے میں تم جاؤ گے اس کے پائلٹ کو اپنے قابو میں رکھوں گا اور جب چاہوں گا تمھیں آسمان کی بلندی سے نیچے گرا دوں گا۔ میں تمہارے راستے کا پتھر بھی ہوں اور پھول بھی، نارمل رہ کر مجھے پھول بنائے رکھو۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں، غصّہ نہیں کروں گا۔ اس مصیبت سے نجات دلاؤ۔"

مارٹن نے ایجنٹ کو بلا کر دکان دار اور پولیس والوں کو یقین دلایا کہ تمام نقصانات کا بھرپور معاوضہ ادا کیا جائے گا۔ مسٹر جبریل کو حراست میں نہ لیا جائے۔ بہرحال اُسے قانون کی گرفت سے بچا کر روم سے پیرس کی طرف روانہ کر دیا۔ اسے سوسانہ سے الگ کرنے کے لیے سپر ماسٹر کے آدمیوں کو بڑی دشواریوں سے گزرنا پڑا تھا اور ان تنی دشواریوں اور قاتلانہ منصوبوں کے باوجود وہ زندہ تھی۔

جب اُس پر تیزابی سرنج کے ذریعے حملے کیے جا رہے تھے تب سپر ماسٹر کا ٹیلی پیتھی جاننے والا کینی پال ان حملہ آوروں میں سے ایک کے دماغ میں تھا اور اس موقع کے انتظار میں تھا کہ سوسانہ بُری طرح زخمی ہو پھر اس کے دماغ میں جگہ ملے۔ تیزاب کا ایک چھینٹا بھی اس کے بدن پر پڑتا تو وہ اذیت میں مبتلا ہو جاتی لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ وہ آخر وقت تک تیزاب سے بچتی رہی اور یوں بچنے کے لیے ہی اس نے موت کے کنوئیں میں چھلانگ لگا دی تھی۔

کینی پال نے اس کی چیخیں سنتے ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگائی اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کے آس پاس گہری تاریکی تھی اور پتا نہیں کتنی گہری پستی تھی کہ وہ چیخیں مارتی ہوئی نیچے چلی جا رہی تھی اور پستی کی طرف موت کا بلاوا ختم نہیں ہو رہا تھا۔ آخر وہ ایک دلدل میں جا کر گری۔ کینی پال یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ دلدل ہے۔ کیوں کہ دلدل میں دھنسنے والے اپنے زور پر اٹھ نہیں سکتے بلکہ جتنا زور لگاتے ہیں، دھنستے چلے جاتے ہیں۔ حیرانی کی بات تھی کہ وہ اُٹھ کر بیٹھ گئی تھی پھر گردن تک دھنسنے لگی تو اُٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اس کے بعد اس نے کینی پال کو محسوس کیا تو سانس روک لی۔ وہ دماغ سے باہر نکل آیا۔

اُس نے دوسری بار خیال خوانی کی پرواز کی لیکن وہ پرواز نہ کر سکا۔ اُسے یہ معلوم کرنے کی بے چینی تھی کہ سوسانہ اتنی بلندی سے نامعلوم پستی میں گر کر کیسے بچ گئی اور اب وہاں کیا کر رہی ہے؟ اس نے پھر ایک بار پھر خیال خوانی کی پرواز کی۔ پرواز کرتے ہی جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔

تب میں نے کہا "کینی پال! آرام سے بیٹھے رہو۔ سوسانہ کے پاس جانا چاہو گے تو کھوپڑی کے اندر زلزلے پیدا کر دوں گا۔"

وہ سہم کر خلا میں تکنے لگا۔ اُسے تنویمی عمل یاد آ گیا تھا اور وہ اپنے عامل کو دماغ سے نکال دینے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے عاجزی سے کہا "مجھے سوسانہ کے پاس جانے دو۔ اگر میں اُس کے متعلق سُپر ماسٹر کو صحیح رپورٹ نہیں دوں گا تو اُسے شبہ ہو گا کہ میں کسی کے زیرِ اثر آ گیا ہوں اور اپنے سُپر ماسٹر کے منصوبوں کو اپنے عامل پر ظاہر کر رہا ہوں۔"

میں نے کہا "تم اپنے ماسٹر کو رپورٹ دے سکتے ہو کہ سوسانہ کا دماغ تاریکیوں میں ڈوب گیا ہے۔ اس کے باوجود دماغ میں جگہ مل رہی ہے وہ زندگی اور موت کے درمیان ہے۔ میں ابھی آ کر تم سے باقی باتیں کروں گا۔"

میں اُسے چھوڑ کر سوسانہ کے پاس پہنچ گیا۔

جب سوسانہ نے فرانسیسی سفیر کے پاس پہنچ کر پارس سے فون پر گفتگو کی تھی، تب پارس میرے ہی پاس کاٹیج میں تھا۔ اس نے مجھے سوسانہ کے حالات بتائے۔ میں نے کہا۔ "فکر نہ کرو۔ میں اُس کے دماغ میں رہوں گا لیکن اس سے پہلے تمھیں بھی احتیاطاً روپوش رہنا چاہیے۔"

پارس نے کہا "میں سمجھ رہا ہوں۔ سُپر ماسٹر کو یقین ہو گیا ہے کہ میں سوسانہ کی طرح جبریل کو بھی دوست بنا لوں گا۔ لہٰذا وہ مجھ پر قاتلانہ حملے کرا سکتا ہے۔"

"تم حلیہ بدل کر روم جا سکتے ہو۔ سوسانہ کو تمہاری.... ضرورت ہے۔"

"میں روانگی کی تیاری کرتا ہوں آپ مجھے اس کے حالات بتاتے رہیں۔"

میں نے اُس وقت سوسانہ کے پاس آ کر دیکھا تو کتنے ہی دشمن ہاتھوں میں سرنج لیے اُسے گھیرنے کے لیے مختلف گلیوں سے آ رہے تھے۔ وہ اُن سے بچتی ہوئی کھنڈرات میں پہنچ گئی تھی۔ اندھے کنوئیں کے پاس لڑائی کے دوران میں نے کتنے ہی سرنج والوں سے اُسے بچایا۔ لیکن اس وقت مجبور ہو گیا جب وہ آہنی جالی کو پکڑ کر کنوئیں کے اندر لٹک گئی تھی۔ دشمن تیزاب کی پچکاری چھوڑ رہے تھے۔ وہ تیزاب سے گلنے اور مرنے والی تھی۔ ایسے وقت میرے دماغ میں ایک ہی بات آئی کہ جو ٹائم بم کے دھماکے سے نہیں مری۔ ٹکڑے ہو کر بکھر نہیں گئی، ہو سکتا ہے اندھے کنوئیں میں جا کر اپنی جان بچا لے۔ اس خیال کے ساتھ ہی میں نے آہنی جالی سے اس کی گرفت ڈھیلی کر دی اُسے کنوئیں کی گہری پستی میں پہنچا دیا۔

مجھے یقین تھا کہ کینی پال ایسے وقت پھر اس کے دماغ میں جگہ بنانے آئے گا۔ جب مجھے اطمینان ہو گیا کہ سوسانہ گہرائی میں پہنچ کر بھی سلامت ہے تو میں کینی پال کو دادِ تنویم دینے گیا۔ میرا تنویمی عمل اس کے گلے میں ہڈی کی طرح اٹک گیا تھا۔ نہ مجھے اُگل سکتا تھا، نہ نگل سکتا تھا اور نہ ہی سپر ماسٹر کو بتا سکتا تھا کہ وہ میرا غلام بن چکا ہے۔

میں کینی پال کا راستہ روک کر پھر سوسانہ کے پاس آیا۔ وہ دلدل میں چل رہی تھی اور کنوئیں کی دیواروں کو ٹٹول رہی تھی۔ گہری تاریکی میں کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ دلدل میں چلنا ممکن نہیں ہوتا چوں کہ قدموں تلے سخت زمین تھی اس لیے وہ غیر معمولی قوت کے بل پر دلدل کو چیرتی ہوئی گھوم گھوم کر دیوار کو ٹٹولتی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

جا رہی تھی۔

ایک جگہ دیوار کی ایک اینٹ ڈھیلی تھی۔ وہ اُس پر سے ہاتھ پھیرتی ہوئی آگے بڑھنا چاہتی تھی، مَیں نے اُسے روک دیا۔ اس کی سوچ میں کہا "یہ ایک اینٹ ڈھیلی کیوں ہے؟ اسے باہر نکال کر آزمانا چاہیے کوئی خاطر خواہ نتیجہ حاصل ہو سکتا ہے۔"

اس خیال کے تحت اس نے اینٹ کو ذرا ہلایا پھر زور لگا کر اپنی طرف کھینچ لیا۔ اینٹ دیوار سے نکل کر ہاتھ میں آ گئی۔ مَیں نے اس کی سوچ میں کہا "اس اینٹ کی جگہ ہاتھ ڈال کر دیکھنا چاہیے۔"

اس نے خلاء میں ہاتھ ڈالا۔ ایک آہنی کل پر ہاتھ پڑا۔ وہ اُسے دائیں بائیں گھمانے لگی۔ کوئی نتیجہ نہ نکلا لیکن اُس آہنی کل کا کوئی مقصد تو ہو گا۔ اُس تاریکی اندھے کنوئیں کی گہرائی میں کون وہاں پہنچا تھا؟ کس نے وہ آہنی کل وہاں لگائی تھی۔ آج کے ترقی یافتہ سائنسی دور میں تاریخی عمارتیں، اُن عمارتوں کے تہ خانے اور اندھے کنوئیں پُراسرار نہیں رہے۔ آثار قدیمہ کے ماہرین کو حکومت کے وسیع ذرائع وہاں تک پہنچا دیتے ہیں۔ جن ممالک میں ذرائع محدود ہوتے ہیں وہاں کے اسمگلر اور دوسرے جرائم پیشہ افراد اُن زیر زمین حصوں میں پہنچ جاتے ہیں۔ سوسانہ نے اُس آہنی کل کو پوری قوت سے اپنی طرف کھینچا تو ہلکی سی سرسراہٹ کی آواز آئی۔ کوئی چیز ایک جگہ سے دوسری جگہ سرک رہی تھی۔

وہ دونوں ہاتھ پھیلا کر دیوار کو ٹٹولنے لگی۔ ایک جگہ خلاء محسوس ہوا۔ گہری تاریکی میں آنکھیں کام نہیں کر رہی تھیں۔ ہاتھ راہنمائی کر رہے تھے۔ وہ خلاء اتنا بڑا تھا جس میں سے وہ گزر سکتی تھی۔ اس نے سنبھل کر وہاں قدم رکھا۔ ایک اندھی کی طرح دونوں ہاتھ بڑھا کر آگے جانے لگی۔ آگے کوئی رکاوٹ نہیں تھی مگر کوئی مصیبت پیش آ سکتی تھی۔ وہ چلتے چلتے رُک گئی۔ پھر وہی سرسراہٹ کی آواز سُنائی دی۔

اُس نے پیچھے گھوم کر اندازہ لگایا کہ اندھے کنوئیں کی جو دیوار سرک گئی تھی، وہ پھر سرسراہٹ کی آواز کے ساتھ برابر ہو گئی ہے۔ وہ کنوئیں کے دائرے سے نکل کر کسی زیر زمین حصے میں آ گئی تھی۔ اس کا اندازہ غلط نہیں تھا۔ آنکھوں کو اندھا کر دینے والے اندھیرے میں کسی نے گہری سرگوشی میں پوچھا۔ "کون ہو تم؟"

وہ خاموش رہی۔ آواز کی سمت کا اندازہ کرنے لگی۔ چوں کہ سرگوشی دُور تک گونجتی گئی تھی اس لیے اندازہ نہ ہو سکا کہ بولنے والا کہاں ہے؟

پھر وہی دھیمی سی آواز آئی "جواب دو، کون ہو؟"

سوسانہ نے پوچھا "تم کون ہو؟ مَیں کہاں پہنچ گئی ہوں؟"

"جہاں بھی ہو، تمھیں باہر جانے کا کوئی راستہ نہیں ملے گا۔"

"جب مَیں آنے کا راستہ بنا لیتی ہوں تو جانے کا راستہ بھی نکال لیتی ہوں۔"

"ہم حیران ہیں کہ تم کنوئیں کی بلندی سے گر کر بھی سلامت ہو اور بڑی دلیری سے چہک رہی ہو۔"

"میرا خیال ہے تم لوگ مجھے دیکھنا پسند کرو گے؟"

"بے شک، تمھیں دیکھیں گے۔ آج تک ہم نے یہاں آنے والوں کی لاشیں دیکھی ہیں۔ تمھاری بھی لاش دیکھیں گے کیوں کہ ہم کسی کو اپنی صورت نہیں دکھاتے ہیں۔"

"میری لاش دیکھنے کے لیے مجھے مارنا ہو گا۔ مارنے کے لیے روشنی کی ضرورت ہو گی۔ کیا میری آواز کی سمت گولی چلاؤ گے؟"

اسی لمحے کھٹاک کی آواز کے ساتھ ایک گولی آ کر اُس کے جسم میں پیوست ہو گئی۔ سائیلنسر لگا ہوا ریوالور استعمال کیا گیا تھا۔ کسی نے ہنستے ہوئے کہا "مَیں اندھیرے میں آواز کی سمت صحیح نشانہ لگاتا ہوں۔ آج تک میرا نشانہ خطا نہیں ہوا۔ افسوس تم اندھے کنوئیں سے تو بچ گئیں، اندھی موت سے نہ بچ سکیں۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ پھر اُسی آواز نے کسی کو حکم دیا "لائٹ آن کر دو۔"

وہ اچانک روشنی میں نہا گئی۔

اس دلچسپ داستان کے باقی واقعات
تئیسویں حصّے میں ملاحظہ فرمائیے۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

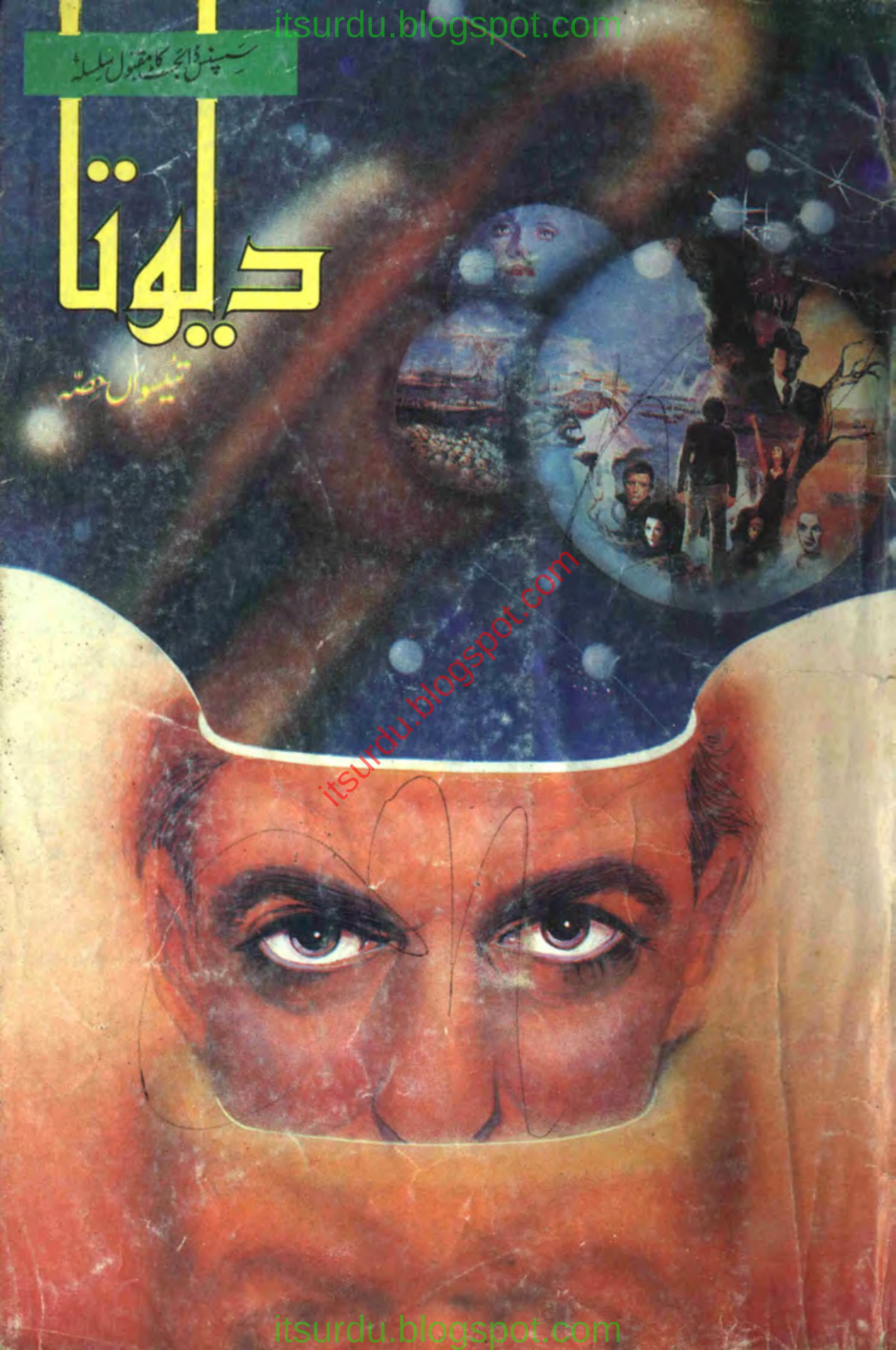

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

فرہاد علی تیمور

ایک دراز دست شخص کی سرگزشت، ایک فسوں کار کا قصّہ، جس کا جادو سر چڑھ کر بولتا تھا۔ اُس شوریدہ پُشت، شوریدہ سر کا احوال، ایک عالم جس کے خون کا پیاسا تھا۔

تیز روشنی کے باعث اُس کی آنکھیں کھُل گئیں لیکن روشنی حد سے زیادہ ہو تو کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ اُجالا بھی آنکھوں میں چُبھنے لگتا ہے۔ اس نے اپنی آنکھوں پر ایک ہاتھ کا سایہ کرتے ہوئے دیکھا۔ وہ ایک بند کمرے میں تھا۔

دروازہ بند نظر آرہا تھا۔ یقیناً وہ مقفل ہوگا۔ اُس نے روشنی کی طرف سے مُنہ پھیر کر دیکھا۔ اُدھر ایک دیوار پر ائیر کنڈیشنر لگا ہوا تھا۔ کمرے میں ضروریاتِ زندگی کا ہر سامان تھا۔ وہ بستر سے اُٹھ کر سوئچ بورڈ کے پاس آیا پھر اس نے تیز روشنی کو بُجھا دیا۔ اب وہاں جو روشنی تھی، وہ قابلِ برداشت تھی۔

اُس نے بستر کے سرہانے رکھے ہوئے ایک ریکارڈر کو دیکھا۔ اُسے وہاں رکھنے کا کوئی مقصد ہوگا۔ اس نے قریب آکر اس کے بٹن کو دبایا۔ ٹیپ چل پڑا۔ پہلے چند لمحوں تک خاموشی رہی۔ پھر ایک آواز اُبھری "مسٹر آزمر! شکریہ، تم میری آواز سُن رہے ہو۔ میں دوسری بار اُس وقت شکریہ ادا کروں گا، جب تم میرے دماغ میں آنے کی حماقت کروگے۔ ہاں تو پھر آرہے ہو؟ آنے سے پہلے اس ریکارڈر کو بند کردو۔"

آزمر نے اُسے بند کیا۔ خیال خوانی کی پرواز کی پھر اُس کے دماغ میں پہنچتے ہی واپس ہوگیا۔ ریکارڈر کے ذریعے بولنے والے نے سانس روک لی تھی۔ آزمر نے پھر ایک بار کوشش کی۔ پھر ناکام ہوا۔ سرہانے رکھے ہوئے ریکارڈر کو سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ پھر اس کے بٹن کو دبایا۔ اُس میں سے آواز آئی "تم نے میرے دماغ میں آنے اور ناکام واپس جانے کی حماقت کی ہے۔ میں اپنے وعدے کے مطابق تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ پلیز، آئندہ ایسی حرکت نہ کرنا۔ تمھیں کچھ حاصل نہیں ہوگا۔"

ریکارڈر چند ساعت کے لیے خاموش ہوا پھر بولنے لگا "جس طرح تم لوگوں نے میڈونا اور پاسکل بُوبا کو زیرِ زمیں کوٹھڑی میں قید کیا تھا۔ اُسی طرح تمھیں بھی اس زیرِ زمیں مہمان خانے میں رکھا گیا ہے۔ لیکن ہماری اعلیٰ ظرفی دیکھو، ہم نے تنویمی عمل یا کسی دوا کے ذریعے تمہارے دماغ کو کمزور نہیں بنایا ہے۔ تم جسمانی طور پر قید ہو مگر دماغی طور پر آزاد ہو، سونیا، پارس، علی تیمور اور دنیا جہان کے لوگوں سے رابطہ قائم کرسکتے ہو۔"

"ہاں، یہ تمھاری اعلیٰ ظرفی ہے۔ مجھے کمزور بنا کر اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو میرے دماغ میں بھیج سکتے ہو لیکن تم میرے دماغ سے دور کیسٹ ریکارڈر کے ذریعے باتیں کر رہے ہو۔ میں بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔"

"تم کس ٹیلی پیتھی جاننے والے کا تعلق مجھ سے جوڑ رہے ہو۔ کیا مجھے سُپر ماسٹر، ماسک مین یا یہودی تنظیم کا کوئی سربراہ سمجھ رہے ہو؟"

"تم کون ہو؟"

"یہ بتانا ہوتا تو سامنے آکر گفتگو کرتا۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"مجھ سے کیا دشمنی ہے؟"

"یہ دشمنی نہیں، ایک نئی دوستی کی ابتدا ہے۔ میں ایک ایسی تنظیم کا بانی ہوں، جس کا مقصد صرف محبت اور.... انسان دوستی ہے۔ میں سُپر ماسٹر اور ماسک مین کے درمیان طاقت کا توازن قائم کرکے اُن کے سُپر پاور ہونے کے دعووں کو ختم کرنا چاہتا ہوں۔ یہ طاقت کی برتری ختم ہوگی تو دنیا میں امن و امان قائم ہوگا۔ پھر یہ طاقتیں فرہاد کی فیملی سے بھی دشمنی نہیں کریں گی۔"

"تم اپنی باتوں سے اور خیالوں سے بہت عظیم لگتے ہو مگر تمھارا عمل انسانیت کی توہین کرتا ہے، جیسے تم نے مجھے اغوا کرکے میری توہین کی ہے۔"

"اس کے لیے میں ایک نہیں ہزار بار معافی مانگتا رہوں گا اور تمھیں سمجھانے کی کوشش کرتا رہوں گا کہ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ بعض حالات میں بہت زیادہ نیکی کرنے کے لیے تھوڑی سی بُرائی کرنی پڑتی ہے اور تمھارے جیسے نیک آدمی کو تھوڑی سی تکلیف برداشت کرلینا چاہیے۔ اگر میں کہتا آرمر! تم بابا صاحب کے ادارے میں رہ کر کسی کا بھلا نہیں کر سکوگے، میرے پاس آجاؤ تو تم کبھی نہ آتے، تم تو بہت سچے ہو۔ سچ بتاؤ کیا تم چلے آتے؟"

"میں بابا صاحب کے ادارے میں رہ کر اُسی انسان دوستی کے فرائض ادا کر رہا ہوں، جو تم چاہتے ہو۔"

"غلط۔ تم نے اس ادارے میں رہ کر فرہاد کی فیملی کے لیے کام کیے ہیں اور وہ بھی اس لیے کہ تمھاری بہن پارس سے بیاہی گئی ہے۔ تم سچے اور ایمان دار کہلاتے ہو، ذرا اپنے ضمیر کی زبان سے بولو تم نے ٹیلی پیتھی جیسے مضبوط ہتھیار سے کبھی دنیا میں امن و امان قائم کرنے کی کوشش کی؟ کبھی مظلوم عوام کی بھلائی کے لیے سُپر طاقتوں کی قوتوں کو اعتدال پر لانے کی کوشش کی؟ نہیں آرمر! تم کبھی جوجو کے لیے فکرمند رہے۔ اس کی شادی ہوئی تو اسے بالغ بیوی کے روپ میں دیکھنے کے لیے بے قرار رہے، کبھی بہن کو کبھی رسونتی کو اغوا ہونے سے بچاتے رہے کبھی پارس اور علی تیمور کے کام آتے رہے کبھی سونیا کے ماتحت بن کر رہے۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولا: "ذرا غور کرو آرمر! فرہاد کی فیملی کے لیے تم سُپر ماسٹر اور ماسک مین سے ٹکراتے رہے یعنی سپر ماسٹر، ماسک مین، یہودی تنظیم اور فرہاد کی فیملی کے درمیان جاری رہنے والی جنگ کو اور شدید کرتے رہے ہو۔"

"میں بابا صاحب کے ادارے کی جانب سے کئی بار امن کا پیامبر بن کر سُپر طاقتوں کے دربار میں گیا۔ لیکن کسی نے میری محبت اور دوستی کے پیغام کو نہیں سمجھا۔"

"اس لیے نہیں سمجھا کہ تم ایک ادارے کی جانب سے گئے تھے، اسی طرح سپر ماسٹر، ماسک مین اور یہودیوں کی طرف سے پیغامبر آئے تو فرہاد کی فیملی نے انھیں قبول نہیں کیا۔ تم یہ کہوگے کہ دشمن ناقابلِ اعتبار ہوتے ہیں۔ میں بھی یہی کہتا ہوں کہ تم سب ایک دوسرے کے لیے ناقابلِ اعتبار ہو۔ صرف میں بھروسے کے قابل ہوں۔ کیوں کہ میں نے آج تک کسی سے جنگ نہیں کی۔ کسی کی ذات کو مجھ سے نقصان نہیں پہنچا۔ اگر تم آج سے گمنام رہ کر میرے ساتھ تعاون کروگے تو کسی سُپر طاقت کو یہ معلوم نہیں ہوگا کہ تم میرے ساتھ مل کر امن و امان کے راستے ہموار کر رہے ہو۔"

"میں تنہا تمھارے ساتھ کیا کر سکتا ہوں؟"

"میں اپنے تمام منصوبے تمھیں سمجھاؤں گا لیکن پہلے رازداری شرط ہے۔ جب تم یقین دلاؤگے کہ تم نے اپنے اور پرائے تمام لوگوں سے ایک نامعلوم مدت کے لیے رابطہ ختم کر دیا ہے اور خود کو گمنام بنا لیا ہے تو...."

آرمر نے بات کاٹ کر کہا: "جب تک سانس باقی ہے اپنی جوجو سے رابطہ ختم نہیں کر دوں گا۔"

"اگر تم رابطہ ختم کرکے بہن کی بھلائی کر سکو، اُسے ماسک مین کی قید سے رہائی دلا سکو، اُسے اپنے داماد پارس تک پہنچا سکو تو کیا تمھاری یہ گم نامی بہتر نہ ہوگی؟"

وہ سوچ میں پڑ گیا۔ پھر اُس نے چونک کر کیسٹ ریکارڈر کو دیکھا۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ جو بات وہ کہہ رہا تھا اُس کا جواب کیسٹ ریکارڈر سے مل رہا تھا۔ اس نے غور سے دیکھا تو کیسٹ رُک گیا تھا۔ ریکارڈر آف ہوچکا تھا لیکن آواز آرہی تھی۔ وہ گم نام اجنبی ہنستے ہوئے کہہ رہا تھا: "میں تمھارے قریب ہوں، تم میری آواز سُن رہے ہو۔ مگر مجھ تک پہنچ نہیں سکوگے۔"

"سامنے نہیں آؤگے تو دوستی اور اعتماد قائم نہیں ہوگا۔"

"اعتماد قائم کرنے کے لیے ہی مشورہ دے رہا ہوں کہ گم نام ہو جاؤ۔ دنیا والوں کے لیے مر جاؤ۔ بہن کی بھلائی کے لیے اور عالمی سطح پر امن و امان قائم کرنے کے لیے زندہ رہو۔ میں تمھیں سوچنے کی مہلت دے رہا ہوں۔ رات کے کھانے پر ملاقات ہوگی۔ تم چاہوگے تو سامنے بھی آجاؤں گا۔"

بولنے والا خاموش ہوگیا۔ آرمر نے چند سیکنڈ تک اس کے دوبارہ بولنے کا انتظار کیا۔ پھر پوچھا: "رات کے کھانے کا وقت کب ہوگا؟ مجھے اس قید خانے میں دن رات کا پتا نہیں چل رہا ہے۔ میرے پاس گھڑی بھی نہیں ہے۔"

اُسے جواب نہیں ملا۔ وہ ایک ایزی چیئر پر آکر بیٹھ گیا۔ وقت معلوم کرنا نہایت آسان تھا۔ کسی بھی شناسا کا دماغ اسے وقت اور دن رات کا حساب بتا دیتا۔ لیکن وہ سوچ میں پڑ گیا۔ اسے خیال خوانی کرنی چاہیے یا نہیں؟ اگر وہ فرہاد کی فیملی کے کسی ممبر سے رابطہ قائم کرے گا تو پھر گمنام یا گم شدہ نہیں رہے گا۔ اور اس اجنبی کا مشورہ سنجیدگی سے سوچنے پر مجبور کر رہا تھا کہ اُسے اپنوں کے لیے مر جانا چاہیے۔ اپنی بہن اور عالمی امن کے لیے زندہ رہنا چاہیے۔

اجنبی کی اس بات میں وزن تھا کہ اس نے بابا صاحب کے ادارے میں رہ کر دنیا والوں کو سُپر طاقتوں کے ہتھکنڈوں سے نجات نہیں دلائی۔ ان کی برتری کو اعتدال پر لانے کے لیے کوئی قابلِ ذکر کارنامہ انجام نہیں دیا۔ اگر وہ گم نام رہ کر ایسے کارنامے انجام دے سکتا ہے اور جوجو کو پارس کے پاس پہنچا سکتا ہے تو اُسے ٹیلی پیتھی کے علم کو اسی مثبت طریقے سے کام میں لانا چاہیے۔

وہ اس سلسلے میں ہر پہلو پر غور کرنے لگا۔ پہلا اہم سوال یہ تھا کہ سُپر طاقتوں کی برتری کو ختم کرنے کا عزم کرنے والا... اجنبی خود کتنا طاقتور ہے؟ کیسی ذہانت کا حامل ہے؟ اور کتنے اہم ذرائع کا مالک ہے؟

سُپر طاقتوں کو اعتدال پر لانے کا طریقۂ کار کیا ہوگا؟ اُس اجنبی کی تنظیم میں اور کتنے قابل اور غیر معمولی صلاحیتوں کے آدمی موجود ہیں؟ اُس نے جتنے بھی منصوبے بنائے ہیں، وہ قابلِ عمل ہیں بھی یا نہیں؟ اور ایک اندیشے کی بات یہ تھی کہ یہ سُپر ماسٹر یا ماسک مین کی چال بھی ہوسکتی تھی۔ وہ پُراسرار اجنبی بن کر اس سے نیک کام کرانے کے بہانے غلط کام لے سکتے تھے۔

لیکن یہ اندیشہ بس یونہی سا تھا۔ آرمر نادان بچہ نہیں تھا۔ اُسے کبھی ایک بار فریب دیا جا سکتا تھا، وہ بار بار دھوکا... کھانے والوں میں سے نہیں تھا۔ آئندہ چند گھنٹوں یا چند دنوں میں وہ پُراسرار اجنبی کو کسی حد تک سمجھنے والا تھا۔

فی الحال اجنبی کے عزائم نیک تھے۔ اُسے آزمایا جا سکتا تھا۔ جب تک وہ اغوا شدہ رہتا، سونیا، پارس اور علی تیمور وغیرہ اُسے یہاں سے نہ لے جاتے تب تک وہ گم نام رہ کر اجنبی کے طریقۂ کار پر چلنے کے تجربات اور ان کے نتائج حاصل کر سکتا تھا۔

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا اجنبی کے پاس گیا۔ اُس نے سانس روک لی۔ چند سیکنڈ کے بعد اس کمرے میں آواز سُنائی دی: "آرمر! خیریت تو ہے؟ تم میرے پاس کیوں آئے تھے؟"

وہ بولا: "میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے وقت معلوم کر سکتا تھا لیکن میں نے اپنے پرائے کسی سے بھی رابطہ قائم نہیں کیا۔ کیا تم یقین کروگے؟"

"بے شک، تمھاری سچائی اور نیک نیتی کی قسم دشمن بھی کھاتے ہیں۔ تم یقیناً سچ کہہ رہے ہو۔ ذرا سوچو، میں کسی بھی خیال خوانی کرنے والے کو اغوا کرکے یہاں لا سکتا تھا۔ مگر میں نے تمھارے جیسے نیک انسان کا انتخاب کیا۔ دوسروں سے مجھے دھوکا ہوتا مگر تم سے مجھے ہمیشہ سچائی ملے گی۔"

"میں تمھارا اعتماد قائم رکھنے کی پوری کوشش کروں گا لیکن رسونتی میرے دماغ میں آسکتی ہے۔ ایک نیا خیال خوانی کرنے والا سونیا کے حکم پر میرے پاس آسکتا ہے۔"

"کوئی بھی آئے سانس روک لیا کرو۔ دوست ہو یا دشمن ہر ایک کو تاثر دو کہ کسی نے تم پر تنویمی عمل کرکے تمھارے دماغ کو لاک کر دیا ہے اور تم بے اختیار سانس روک لیتے ہو۔"

وہ سوچتے ہوئے بولا: "اگرچہ یہ اپنوں کو دھوکا دینے والی بات ہے مگر میں ساری دنیا کی بھلائی کے لیے ایسا کروں گا۔"

"میرے عزیز! میرے دوست آرمر! تم میری تنظیم کے ایسے افراد سے ملوگے جو غیر معمولی صلاحیتیں رکھتے ہیں۔ ان میں ہپناٹزم کے ماہر بھی ہیں۔ میں چاہتا تو تمھاری نیم بے ہوشی کے دوران تم پر عمل کرا سکتا تھا۔ تمھیں جبراً اپنا معمول بنا سکتا تھا لیکن ہم کسی پر جبر کرکے انسانیت کے لیے کوئی اچھا کام نہیں کر سکیں گے۔"

"تمھاری سوچ اور تمھارے طریقۂ کار میں دیانتداری ہے، آج سے میں تمھارے ساتھ ہوں۔"

"تم نے خوش کر دیا آرمر! آج سے یہ میری نہیں تمھاری تنظیم ہے، تم اس تنظیم کی سب سے بڑی قوت ہو۔ اس کمرے سے نکلو، تم کسی زیرِ زمین قید خانے میں نہیں ہو۔ ہم تمھارے استقبال کے لیے آرہے ہیں۔"

وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر دروازے پر آیا۔ دروازہ مقفل نہیں تھا۔ اسے کھولنے کے بعد پتا چلا کہ وہ کسی عالیشان محل نما کوٹھی میں ہے۔ اُس کوٹھی کا ہال قیمتی سامان سے آراستہ تھا۔ اُس ہال کے وسط میں ایک قد آور صحت مند شخص کھڑا ہوا تھا۔

itsurdu.blogspot.com
itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

آرمر کو دیکھتے ہی دونوں بازو پھیلا کر آگے بڑھا، دونوں ایک دوسرے سے بغلگیر ہوئے، ایک دوسرے سے گرم جوشی کا بھرپور مظاہرہ کیا۔ اجنبی نے کہا "میرا نام کرسچن اسٹالن ہے، میں روس میں پیدا ہوا تھا۔ بیس برس پہلے وہاں کے حکام نے میرے باپ کو ملک بدر کیا تھا۔ ہم نے مغربی جرمنی میں رہائش اختیار کی، تب سے یہیں ہیں۔ تم بھی اس وقت فرینکفرٹ میں ہو۔"

"شکریہ اسٹالن! تم نے یہاں کے دروازے کھول دیے، مجھے بتا دیا کہ میں فرینکفرٹ میں ہوں۔ بڑی آسانی سے پیرس جا سکتا ہوں۔ میرے دماغ کے دروازے بھی کھلے رکھے، میں پیرس پہنچنے سے پہلے اپنوں کے دماغ میں پہنچ سکتا ہوں لیکن اتنی آزادی اور خود مختاری کے باوجود میں تمہارے پاس ہوں اور تمہارے ہی پاس رہوں گا۔"

"تھینکس اے لاٹ! میرے ساتھ آؤ اور اپنے چند خاص نئے دوستوں سے ملو۔"

اسٹالن اُس کے بازو میں بازو ڈال کر اُسے ایک طرف لے جانے لگا۔ وہ بڑے ہال سے گزر کر دوسرے بڑے کمرے میں پہنچے۔ وہاں دو عورتیں اور چار مرد تھے۔ اسٹالن نے ان کا تعارف کرایا۔ اُن میں سے ایک لڑکی کا نام کرینا کارمن تھا۔ اس نے زبردست سراغرسانی کی ٹریننگ حاصل کی تھی۔ اُس میں اور بہت سی خوبیاں تھیں جو اُس کے فرائض کی ادائیگی کے دوران ظاہر ہو سکتی تھیں۔

دوسری عورت کا نام جوزا رونالڈ تھا، وہ جرائم پیشہ افراد کے متعلق حیرت انگیز معلومات رکھتی تھی اور ان سے نمٹنے کے بڑے دلچسپ نسخے جانتی تھی۔

ایک شخص کو بولڈ ماسٹر کہتے تھے، وہ ہپناٹزم کا ماہر تھا۔

دوسرا شخص جان جوکھم میں ڈال کر خطرات سے گزرنے والا ایک زبردست فائٹر تھا۔ باقی دو شخص ماہر سیاست داں اور پلان میکر تھے۔ اُن سب نے آرمر سے محبت اور گرم جوشی کا مظاہرہ کیا، اُسے یقین دلایا کہ اس کے لیے اپنے دماغ کے دروازے کھلے رکھیں گے، وہ جب چاہے اُن کے چور خیالات پڑھ سکتا ہے۔

اسٹالن نے کہا "اور اس لمحے سے میں نے بھی آرمر کے لیے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا ہے، ہمارے درمیان کوئی پردہ، کوئی بھید نہیں رہے گا۔ یہ دنیا کی پہلی انوکھی اور بے مثال تنظیم ہے جس کے افراد ایک دوسرے سے سچے اور مخلص ہونے کے ثبوت پیش کرتے رہیں گے۔"

آرمر نے کہا "میں ایک گھنٹا تمہارے، تم سب کے دماغوں کو اطمینان سے پڑھوں گا۔ انسان خطا کا پُتلا ہے اور کسی سے کوئی خطا ہونے والی ہوگی تو میں اسے پہلے سے آگاہ کر دوں گا۔ ہم سب محتاط ہو جائیں گے اور اُسے غلطی کرنے سے باز رکھیں گے۔"

"بے شک، تم ایسا کر سکتے ہو لیکن خیال خوانی کے بعد تمہارے چہرے پر تبدیلی کی جائے گی۔"

"کیا یہ ضروری ہے؟"

"ہاں۔ تم چہرہ بدل کر آزادی سے کہیں بھی جا سکتے ہو۔ تمہارا کوئی شناسا تمھیں پہچان نہیں سکے گا اور تمھیں نامعلوم مدت تک گم نام رہنا ہوگا۔"

آرمر اُن سے رُخصت ہو کر اپنے کمرے میں واپس آیا۔ ہر انسان کے دماغ میں تھوڑی بہت خود غرضی ضرور ہوتی ہے کیوں کہ ہر شخص اپنی ذات سے زیادہ محبت کرتا ہے اپنی زندگی اور خوشیوں کے لیے سب سے الگ ہو کر سوچتا ہے خواہ وہ اوپر سے کتنا ہی انسان دوست اور دوسروں کا ہمدرد کیوں نہ ہو۔

اب آرمر کو معلوم ہونے والا تھا کہ اس تنظیم کے افراد اپنے دماغوں کے تہ خانے میں دوسروں کی بھلائی زیادہ سوچتے ہیں یا اپنی بھلائی کے لیے دوسروں کے کام آنا چاہتے ہیں؟

اور اگر وہ تنظیم واقعی کسی خود غرضی کے بغیر سپر طاقتوں کی برتری ختم کرنے کا عزم کر چکی تھی تو اس کا مطلب تھا، تقدیر آرمر پر مہربان ہے اور اُسے صراطِ مستقیم پر لے آئی ہے۔

سوسانہ کی آنکھیں تیز روشنی کے باعث چُندھیا گئیں۔ وہ صحیح طور پر کچھ دیکھ نہ سکی۔ آنکھیں صرف اندھیرے میں نہیں تیز روشنی میں بھی دیکھنے کے قابل نہیں رہتیں۔ وہ فرش پر اوندھی پڑی ہوئی تھی۔ وہاں جو لوگ موجود تھے، وہ یہی سمجھ رہے تھے کہ گولی لگنے کے بعد وہ مر چکی ہے۔

اور گولی مارنے والا کہہ چکا تھا کہ وہاں بدقسمتی سے پہنچنے والوں کو آج تک زندہ نہیں دیکھا گیا۔ ہمیشہ ان کی لاشیں دیکھی جاتی ہیں اس اُصول کے تحت سوسانہ کو بھی لاش میں تبدیل کر دیا گیا تھا۔ لائٹ آن ہونے کے بعد اُسی آواز نے حکم دیا "اسے سیدھا کرو اور دیکھو یہ کون ہے؟"

اُسے سیدھا کرنے کے لیے دو شخص قریب آئے پھر خود ہی سیدھے ہو گئے۔ وہ اوندھی پڑی ہوئی تھی اچانک اُچھل کر کھڑی ہو گئی تھی۔ دونوں کے مُنہ پر دو گھونسے پڑے تھے۔ وہ گیند کی طرح اُچھل کر حکم دینے والے کے قدموں میں آ کر گر پڑے تھے پھر اُن میں اُٹھنے کا حوصلہ نہیں رہا تھا۔ روبوٹ عورت کے گھونسے نے جبڑے توڑ دیے تھے۔

وہ ریوالور کی گولی کو چٹکی میں دبا کر دکھاتے ہوئے بولی "تمہارا نشانہ نہیں چوکتا مگر موت میرے پاس آکر چوک جاتی ہے۔ میں ریوالور کے بغیر یہ گولی تمہارے جسم میں پیوست کر دوں گی۔"

وہاں قد آور بھاری بھرکم باڈی بلڈرز کھڑے ہوئے تھے، ان کے جسموں پر مختصر سے لباس تھے۔ تیز روشنی میں ان کے کسرتی جسموں کے خوب صورت نشیب و فراز اُبھرتے ہوئے چمک رہے تھے۔ ان کے سامنے ایک عورت کھڑی ہوئی چیلنج کر رہی تھی۔ اگر کوئی شہ زور پہلوان ہوتا تو وہ تمام باڈی بلڈرز اسے چیر پھاڑ کر رکھ دیتے۔

اُن سب کے لنگوٹ کے ساتھ کارتوس کی پیٹی بندھی ہوئی تھی۔ ان کے ہولسٹرز میں ریوالور تھے۔ سوسانہ نے چٹکی میں دبی ہوئی گولی کو دکھاتے ہوئے پوچھا "جس نے بھی یہ گولی چلائی تھی وہ سامنے آ جائے۔"

ایک پہاڑ جیسا شخص آگے بڑھ کر بولا "تمھیں گولیوں سے چھلنی کرنے میں دیر نہیں لگے گی۔ لیکن میں دیر کرنا چاہتا ہوں اور سمجھنا چاہتا ہوں کہ آج پہلی بار میرا نشانہ کیسے چوک گیا اور تم یہ گولی ریوالور کے بغیر میرے جسم میں کیسے پیوست کرو گی؟"

اس کے گھونسے کھانے والوں میں سے ایک نے کراہتے ہوئے کہا "باس! یہ عورت فولادی ہے، غیر معمولی قوت رکھتی ہے۔ پلیز اچھی طرح سوچ سمجھ کر اس کا چیلنج قبول کریں۔"

دو باڈی بلڈرز اپنے باس کے آگے ڈھال بن گئے۔ تیسرا سینہ تان کر سوسانہ کے سامنے آیا پھر اُس کی کلائی پکڑ لی۔ وہ بُلٹ کو اس کے سینے کی طرف لے جاتے ہوئے بولی۔ "میں نے کلائی پکڑنے دی ہے مگر اس گولی کو اپنے سینے میں پیوست ہونے سے نہیں روک سکو گے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "باس! یہ اُلّو کی پٹھی اپنی چٹکی سے یہ گولی پیوست کرنا چاہتی ہے۔ ہاہاہا..."

اچانک اس کے قہقہے رُک گئے۔ وہ اس کے بڑھتے ہوئے ہاتھ کو روکنے میں ناکام ہو رہا تھا۔ اسے اپنی پوری قوت سے روک رہا تھا جب اسے یقین ہو گیا کہ وہ بھاری پڑ رہی ہے اور ایک عورت کے مقابلے میں انسلٹ ہونے والی ہے تو اس نے دوسرے ہاتھ سے اس کے مُنہ پر گھونسا مار دیا۔ وہ جوں کی توں کھڑی ہوئی تھی۔ یہ حیرانی کی بات تھی کہ زبردست گھونسے کا اثر نہیں ہوا تھا۔ اس نے دوسرا گھونسا مارنا چاہا، اس سے پہلے ہی سوسانہ نے بُلٹ کے اگلے سرے کو اس کے سینے پر رکھ کر انگوٹھے سے دبا دیا۔

اس روبوٹ عورت کے انگوٹھے میں بلا کی قوت ہوگی جو کم از کم انسانی قوت نہیں کہلا سکتی تھی۔ وہ بُلٹ باڈی بلڈر کے چٹانی سینے کی جلد اور گوشت میں چبھتا ہوا اپنا راستہ بناتا ہوا اندر چلا گیا تھا۔ اس کے حلق سے کراہ نکلی۔ سوسانہ نے اس پر ہی بس نہیں کیا، بُلٹ کے ساتھ اپنے انگوٹھے کو بھی سینے کے اندر دُور تک لے گئی۔ وہ تڑپ کر وہاں سے پلٹنا چاہتا تھا لیکن بچاؤ کا وقت گزر چکا تھا۔ پلٹنے سے پہلے ہی وہ لڑکھڑا کر گر پڑا۔ پہلے تو سب ہی مطمئن تھے کہ وہ ایک عورت کو ابھی چٹکی میں مسل دے گا مگر اس کے سینے سے بہتے ہوئے لہو کو دیکھ کر پتا چلا کہ وہ روبوٹ عورت کچھ کر گزری ہے۔

وہ خالی ہاتھ دکھاتے ہوئے بولی "تمہارے ریوالور سے چلائی ہوئی گولی اس کے جسم میں پیوست ہو چکی ہے، آپریشن کے ذریعے ہی اسے نکالا جا سکتا ہے۔ ویسے آپریشن کا موقع اب نہیں ملے گا۔"

باس لپک کر زخمی ماتحت کے پاس آیا۔ اُس کے زخم کو دیکھنے لگا۔ وہ ٹھیک کہہ رہی تھی کہ آپریشن کا موقع نہیں ملے گا۔ اس نے گولی ٹھیک دل کی جگہ پیوست کی تھی۔ باس غصے سے پاگل ہو گیا۔ گرجتا ہوا اُچھلتا ہوا اُس کے مقابل آیا پھر اُس پر تابڑ توڑ حملے کرنے لگا۔ کبھی گھونسا، کبھی لاتیں، کبھی جوڈو، کبھی کراٹے۔ وہ تھوڑی دیر تک آرام سے مار کھاتی رہی پھر ایک اُلٹا ہاتھ مُنہ پر رسید کیا تو وہ چکرا سا گیا۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا۔ دوسرا ہاتھ پڑتے ہی وہ لڑکھڑا کر گر پڑا۔ پھر تو سب ہی گرجنے برسنے لگے۔ وہ بھی جواباً برس رہی تھی۔ اُس کا ایک ایک حملہ لہو اُچھال دیتا تھا۔ اُن کے حملوں سے سوسانہ کو زخم لگتے تھے مگر دیکھتے ہی دیکھتے بھر جاتے تھے۔

یہ صورتِ حال دیکھ کر کتنے ہی باڈی بلڈرز نے ریوالور نکال لیے، اُن میں سائیلنسر لگانے لگے تاکہ مسلسل فائرنگ کی آوازیں انڈر گراؤنڈ سے گونجتی ہوئی اوپر نہ جائیں۔ سوسانہ نے کسی کو سائیلنسر لگانے کا موقع نہیں دیا۔ ایک ٹھوکر میں ریوالور کو اُڑا دیا۔ کسی حملہ آور کو کھینچ کر ڈھال بنا لیا۔ کسی کو اُٹھا کر فائر کرنے والے پر پھینک دیا۔ کسی سے ریوالور چھین کر دشمنوں کو بے موت مرنے یا بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ بھاگنے والوں کی دو چار گولیاں اس کے جسم میں لگیں جنھیں اُس نے آسانی سے نکال کر پھینک دیا۔ یہ دیکھتے ہی اُن کے ہاتھوں سے ریوالور گر پڑے۔ ایک نے کہا "یہ انسان نہیں کوئی بلا ہے۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

دوسرے نے پوچھا۔ "اے تم کیا معیبت ہو؟ آخر کیا چیز ہو؟"

وہ بولی۔ "مجھے بھی تم لوگوں کی طرح لاشیں دیکھنے کا شوق ہے بھاگتے کیوں ہو؟ آؤ میں تمھاری لاشیں دیکھوں گی۔"

باس نے ہاتھ اُٹھا کر کہا۔ "رُک جاؤ، میں حکم دیتا ہوں تم سب اپنے ہتھیار معزز لیڈی کے سامنے پھینک دو۔"

جو باڈی بلڈرز چھپ رہے تھے، وہ سامنے آکر ہتھیار پھینکنے لگے۔ باس نے کہا۔ "محترم لیڈی! تم نے خود کو منوالیا ہے، تم ہماری دوست ہو۔ آؤ دوستانہ مصافحہ کرو۔"

اس نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ وہ حقارت سے بولی۔ "میں ہتھیار ڈالنے والے بزدلوں سے مصافحہ نہیں کرتی اور کم تر لوگوں کی دوستی قبول نہیں کرتی۔ یہاں تمھارے باس بن کر رہنے کی خاص وجوہات ہوں گی۔ مجھے بتاؤ تم باس کیوں کہلاتے ہو؟"

وہ بولا۔ "میں یہاں سب سے زیادہ طاقت ور ہوں۔"

"ہو نہیں تھے۔ تمھارے مقابلے پر میں نے خود کو منوایا ہے، تھوڑی دیر پہلے والے باس کو مر جانا چاہیے، بولو اسے کون گولی مارے گا؟"

وہ سب اپنے باس کو تکنے لگے۔ باس غصے سے بولا۔ "یہ کیا بکواس ہے میں انڈر ورلڈ کا حکمران ہوں، یہاں میری حکومت ہے۔"

وہ بولی۔ "اب یہاں میری حکومت ہے، اپنی سابقہ پوزیشن بحال کرنے کے لیے مجھے قتل کرنا ہوگا، میں تمھیں موقع دیتی ہوں اپنے بچاؤ کی کوئی صورت نکالو۔"

پھر وہ دوسروں کو مخاطب کرکے بولی۔ "مجھے یہاں حکومت کرنے کا شوق نہیں ہے، لیکن میں دشمنوں کو معاف نہیں کرتی لہٰذا تم میں سے اسے کوئی مار ڈالے۔ جو انکار کرے گا، اُسے میں مار ڈالوں گی۔"

باس نے دیکھا، اُس کے کہتے ہی ماتحت اپنی اپنی گنوں کا رُخ اُس کی طرف کر رہے تھے، وہ اپنے بچاؤ کے لیے اِدھر سے اُدھر جاتے ہوئے بولا۔ "تم لوگوں کا دماغ چل گیا ہے، اس عورت سے خود کو بچانے کے لیے اپنے آقا کو مارنا چاہتے ہو، یہ کیوں بھول لیتے ہو کہ انڈر ورلڈ کا میں تنہا حکمران نہیں ہوں، میرے علاوہ سات شیطان ہیں جو اس زیرِ زمیں دنیا کے خطرناک آقا ہیں۔ وہ اس عورت کے ساتھ تمھیں بھی جہنم میں پہنچا دیں گے۔"

وہ شش و پنج میں پڑ گئے۔ سوسانہ نے کہا۔ "اس کا مطلب ہے، مجھے یہاں سے نکل کر اپنی دنیا میں جانے کے لیے سات شیطانوں سے مقابلہ کرنا ہوگا۔ بائی دی وے میں لڑائی جھگڑے میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہتی۔ میں تمھاری جان بھی بخش دوں گی۔ مجھے یہاں سے جانے دو۔"

"میری جان تمھارے ہاتھ میں ہے، تم مجھے چھوڑ بھی سکتی ہو، مار بھی سکتی ہو، اگر صلح صفائی چاہتی ہو تو تمھیں میرے سات پارٹنرز سے ملنا ہوگا۔ ہماری یہ دنیا اتنی پوشیدہ اور پُراسرار ہے کہ آج تک ہمارے ماتحتوں کے سوا کوئی یہاں تک نہیں پہنچ سکا۔ تم پہلی عورت ہو جو یہاں پہنچ کر ابھی تک زندہ ہو۔ آؤ میرے ساتھ۔"

وہ اس کے ساتھ ایک طرف جانے لگی۔ اُس بڑے سے تہ خانے میں کئی راہداریاں تھیں جو مختلف سمت گئی تھیں۔ باس نے ایک راہداری سے گزرتے ہوئے پوچھا۔ "تم کون ہو؟ کیا کسی تنظیم سے تعلق رکھتی ہو؟"

"یہ سوال ہم کئی بار ایک دوسرے سے کر چکے ہیں کہ تم کون ہو اور تم کون ہو؟ میرا تعلق ایک ہی تنظیم سے ہے اور وہ ہے محبت کی تنظیم۔ اور اُس محبت کا نام ہے جبریل گرانٹ۔"

"یہ جبریل گرانٹ کون ہے؟"

"میرا محبوب ہے۔"

"وہ کیا کرتا ہے؟"

"مجھ سے محبت کرتا ہے۔"

"میرا مطلب ہے کیا کام کرتا ہے، کس شعبے سے تعلق رکھتا ہے، کہاں رہتا ہے؟"

"میرے دل میں رہتا ہے۔ عشق کے شعبے سے تعلق رکھتا ہے۔ کام بہت کرتا ہے۔ دن رات، اُٹھتے بیٹھتے کھاتے پیتے اور سوتے جاگتے مجھ سے محبت کرتا ہے۔"

"محبت سے پیٹ نہیں بھرتا، تن کو صحت اور کپڑے نصیب نہیں ہوتے اور تمھاری جیسی عورت کو من بھر خوراک کھلانے کے لیے جبریل کو غیر قانونی کام کرنے پڑتے ہوں گے۔"

وہ مختلف راہداریوں سے گزرتے ہوئے ایک بڑے ہال میں پہنچے۔ وہاں آرام و آسائش کا ہر سامان موجود تھا مگر چھت اور دیواریں پتھریلی تھیں جیسے انھیں کھود کر اور تراش کر یہ رہائشی حصہ بنایا گیا ہو۔ وہ گول گھومتی ہوئی اس جگہ کو دیکھ رہی تھی۔ اسی وقت گڑگڑاہٹ کی آواز سُنائی دی۔ یہ آواز چھت کی طرف سے آئی تھی۔ اس نے سر اُٹھا کر دیکھا۔ دیکھنے کے بعد سنبھلنے کا موقع نہیں ملا۔ ایک بہت بڑا آہنی پنجرہ اوپر سے آیا اور اس کے چاروں طرف فرش پر ٹھہر گیا۔ وہ قید ہو گئی۔

itsurdu.blogspot.com

اس کے ساتھ باس بھی قیدی بن گیا۔ وہ بولی۔ "اچھا تو یہ تم مجھے اپنے پارٹنرز سے ملا رہے ہو؟"

باس نے کہا۔ "مجھے غلط نہ سمجھو۔ میرے پارٹنرز تمھیں ابھی تک خطرناک دشمن سمجھ رہے ہیں۔ میں ابھی انھیں سمجھاتا ہوں۔"

اس نے سر اُٹھا کر آواز دی۔ "ہیلو مائی پارٹنرز! کیا تم لوگ میری آواز سُن رہے ہو؟"

خفیہ اسپیکر کے ذریعے کسی نے گرج دار آواز میں جواب دیا۔ "ہم سُن بھی رہے ہیں، سمجھ بھی رہے ہیں۔ تم جانتے ہو خفیہ ویڈیو کیمرے ہمیں ہر جگہ کا منظر اور ہر دشمن کی حرکتوں کو اسکرین پر دکھا دیتے ہیں۔"

دُوسرے دو پارٹنرز کی آواز آئی۔ "اس عورت سے مار کھانے کے بعد اب تم پارٹنر نہیں رہے۔ تمھیں مر جانا چاہیے۔"

اُس نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "یہ کیا بکواس ہے؟"

"بکواس نہیں، حالات کا تقاضا ہے۔ یہ ہمارا تمھارا اپنایا ہوا قانون ہے کہ زیرِ زمیں دنیا کا کوئی بھی ادنیٰ یا اعلیٰ شخص بیرونی دنیا کے کسی دشمن کی نظر میں آجائے اور دشمن کے بچ نکلنے کا اندیشہ ہو تو نظر میں آنے والے اپنے آدمی کو گولی مار دی جائے۔"

چوتھے پارٹنر کی آواز آئی۔ "اس عورت کی نظروں میں جتنے ماتحت آگئے تھے اور جنھوں نے ہتھیار پھینکے تھے وہ ابھی ابھی مارے جا چکے ہیں، صرف تم باقی ہو۔"

"نہیں، یہ میرے ساتھ سراسر دھوکا ہے، تم لوگ مجھے مار کر میرے حصے کی دولت ہڑپ کرنا چاہتے ہو۔"

پانچویں پارٹنر کی آواز آئی۔ "فضول چیخ رہے ہو۔ وہ، دیکھو ایک اندھی گولی تمھاری طرف آرہی ہے۔"

باس اُچھل کر سوسانہ کے پاس آیا پھر اس کے پیچھے چھپتے ہوئے بولا۔ "تم پر گولیاں اثر نہیں کرتی ہیں، میرے لیے ڈھال بن جاؤ۔"

لیکن دشمن چاروں طرف چھپے ہوئے تھے۔ گولی پیچھے سے آکر لگی۔ وہ چیخ مار کر فرش پر گرا پھر پٹ سے مر گیا۔ چند لمحوں کے لیے خاموشی چھا گئی۔ سوسانہ نے چاروں طرف گھوم کر دیکھا۔ گولی مارنے والا نظر نہیں آرہا تھا۔ پھر آواز آئی "ہم اسکرین پر تمھیں دیکھتے آرہے ہیں تم پر گولیاں اثر نہیں کرتی ہیں۔ یقیناً تمھیں طب اور سائنس کا مشترکہ شاہکار بنایا گیا ہے۔ پتا نہیں تم پر کتنے ڈالر خرچ کیے گئے ہوں گے۔ مگر افسوس ہم تمھیں زندہ نہیں چھوڑیں گے یہاں کسی بھی اجنبی کو زندہ رہنے یا واپس جانے کی اجازت نہیں دی جاتی ہے۔"

وہ بولی۔ "جب یہ یقین ہے کہ مجھے زندہ نہیں چھوڑو گے، میں مر جاؤں گی تو پھر سامنے آکر بات کرو۔"

"ہم یہاں بن بلائے مہمانوں کو پہلے لاشوں میں تبدیل کرتے ہیں پھر اُن کے سامنے آجاتے ہیں۔"

وہ پنجرے کی موٹی سلاخوں کی طرف بڑھتے ہوئے بولی۔ "ایسی بات ہے تو چھپنے کی کوشش کرتے رہو۔ میں ان سلاخوں کو توڑ کر آرہی ہوں۔"

اُس نے قریب آکر جیسے ہی سلاخوں کو تھامنا چاہا ایک زبردست بجلی کا جھٹکا لگا۔ وہ آہنی سلاخوں سے چپک گئی تھی اور تکلیف کی شدت سے چیخیں مار رہی تھی۔ میں جو اُس کے ذریعے پانچ پارٹنروں کی آوازیں سُن چکا تھا، اُن میں سے ایک کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کر رہا تھا۔ وہ اُس وقت تک بجلی کا سوئچ آف نہ کرتا جب تک وہ مر نہ جاتی یا کمزوری کی انتہا کو نہ پہنچ جاتی۔

میں نے اُسے بے اختیار سوئچ آف کرنے پر مجبور کیا پھر سوسانہ کے دماغ میں آکر اُسے پنجرے کی آہنی سلاخوں کے پاس سے ہٹایا۔ وہ ذرا دُور فرش پر گر پڑی تھی۔ کمزوری کے باعث مجھے آرمر کی حیثیت سے اپنے دماغ میں محسوس نہیں کر رہی تھی۔ میں نے اُسے مخاطب کیا۔ "سوسانہ! میں آرمر ہوں۔ آرمر ود ھ لَو اینڈ فرینڈ شپ فرام پارس۔"

وہ کوڈ ورڈز سُن کر بولی۔ "شکریہ آرمر! تم اچھے وقت پر آئے ہو، میری توانائی بحال ہونے تک دشمنوں کو سنبھال لو۔"

"اُن کی فکر نہ کرو، خود کو سنبھالو، میں اُن سے نمٹ کر آتا ہوں، ابھی یہ پنجرہ یہاں سے ہٹا دوں گا۔"

میں پھر اُس پارٹنر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اُس سے کچھ فاصلے پر بیٹھا ہوا دوسرا پارٹنر پوچھ رہا تھا۔ "تم نے سوئچ کیوں آف کر دیا۔ ابھی وہ عورت اسکرین پر زندہ نظر آرہی ہے۔"

"پتا نہیں کیا بات ہو گئی تھی۔ میں نے بے اختیار آف کر دیا تھا۔"

تیسرا پارٹنر اُس آہنی کَل کے پاس کھڑا ہوا تھا جس کے ذریعے آہنی پنجرے کو اوپر سے نیچے اور نیچے سے اوپر لایا جا سکتا تھا۔ اُس پارٹنر نے پوچھا۔ "کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ تم نے بے اختیار ہو کر اس عورت کو موت سے بچایا ہے۔ تمھارا دماغ تمھارے قابو میں نہیں ہے؟"

"ہاں اُس وقت میرا دماغ بے قابو ہو گیا تھا۔"

"تم یہ کہہ رہے ہو کہ یہاں دماغ کو بے قابو کرنے والا

itsurdu.blogspot.com

یعنی ٹیلی پیتھی جاننے والا موجود ہے؟"

تیسرے پارٹنر نے یہ بات کہتے ہی کل کو دبایا۔ میں نے فوراً ہی سوسانہ کے پاس آکر دیکھا۔ پنجرہ اوپر اُٹھ گیا تھا۔ اور وہ چھلانگ لگا کر پنجرے کی حدود سے دُور چلی آئی تھی۔ میں پھر تیسرے پارٹنر کے پاس آیا۔ دوسرے ساتھی اُسے کہہ رہے تھے "کیا اب تمھارا دماغ بے قابو ہوگیا ہے؟ یہ تم نے کیا کیا؟ اُدھر اسکرین پر دیکھو پنجرہ اُٹھ گیا ہے۔ وہ آزاد ہو گئی ہے۔"

فرسٹ پارٹنر نے کہا "دوستو! یہ عورت صرف سائنسی کرشمے کا نتیجہ نہیں ہے۔ شاید ٹیلی پیتھی بھی جانتی ہے یا کوئی خیال خوانی کرنے والا اُس کی پشت پر ہے۔"

سیکنڈ پارٹنر نے کہا "وہ دیکھو، وہ اُس کوریڈور سے گزر رہی ہے، جس کے ایک سرے پر دلدل ہے۔ اُس دلدل میں گرے گی تو زندہ نہیں رہے گی۔ اب ہم دیکھیں گے کہ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے کیسے بچے گی۔"

میں اُس کے چور خیالات پڑھ رہا تھا۔ سوسانہ کے پاس آکر بولا "آگے دلدل ہے۔ اپنے دائیں طرف دیکھو، ایک انسانی کھوپڑی نظر آئے گی۔"

اس نے دیکھا ایک قدم آگے ہی وہ کھوپڑی نظر آرہی تھی۔ میں نے کہا "اس کھوپڑی کی دونوں آنکھوں میں اپنی دو انگلیاں ڈالو، اندر دو بٹن ہیں۔ ان کے دبنے سے ایک خفیہ دروازہ کھُلے گا تم اس میں داخل ہو کر چلتی رہنا۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

اس نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ کھوپڑی کی آنکھوں میں دو انگلیاں ڈال کر اندرونی بٹنوں کو دبایا تو قریب ہی پتھریلی دیوار ایک طرف سرکنے لگی۔ میں نے پارٹنرز کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ اُن میں سے ایک کہہ رہا تھا "اُسے خفیہ دروازے کا علم کیسے ہوگیا؟"

دوسرے نے کہا "وہ اندر آگئی ہے۔ ہماری طرف آرہی ہے۔"

سب کے سب محتاط ہو کر کھڑے ہوگئے تھے۔ ایک نے کہا "ہمارے کمرے کا دروازہ مخصوص نمبروں سے کھُلتا ہے اور وہ مخصوص نمبر نہیں جانتی ہے۔"

دوسرے نے جھلا کر کہا "عقل سے سمجھنے کی کوشش کرو۔ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے دماغوں میں آرہا ہے اور اُس عورت کی راہنمائی کر رہا ہے جسے دلدل میں جا کر گرنا چاہیے تھا جسے پنجرے میں بجلی کے جھٹکوں سے مرجانا چاہیے تھا، وہ ہماری موت بن کر آرہی ہے۔"

وہ دروازے تک پہنچ گئی۔ انھیں اسکرین پر نظر آرہی تھی اور اب دروازے کے لاک پر جھکی ہوئی مخصوص نمبروں کو ترتیب دے رہی تھی۔ ایک نے تقریباً چیختے ہوئے کہا "وہ دروازہ کھول رہی ہے۔"

دوسرے نے کہا "وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے دماغ سے نمبر معلوم کر کے اُسے بتا چکا ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی دروازہ کھُل گیا۔ وہ سامنے تن کر کھڑی ہوئی تھی اور کہہ رہی تھی "لو میں آگئی سب مجھے مار ڈالنے کا کوئی اور طریقہ رہ گیا ہے تو اُسے بھی آزما لو۔"

ایک نے جلدی سے کہا "معزز لیڈی! اس لمحے سے ہماری دشمنی ختم ہوچکی ہے۔"

وہ بولی "کیوں کہ اس لمحے سے موت تمھارے سر پہ کھڑی ہے۔"

"یقین کرو ہم صرف موت کے ڈر سے نہیں تمھاری صلاحیتوں کے بھی قائل ہو کر تم سے دوستی کرنا چاہتے ہیں۔"

"مجھے تمھاری دوستی سے کیا فائدہ پہنچے گا؟"

"سب سے پہلے تو یہ کہ زیرِ زمیں کی بھول بھلیوں سے نکل کر اور اپنی دنیا میں جانے کا موقع ملے گا۔"

"میرا ٹیلی پیتھی جاننے والا ساتھی مجھے یہاں سے باہر لے جائے گا۔"

"تمھارا ساتھی ہماری سچائی کو سمجھ سکتا ہے، ہم اسے اپنے دماغ میں آنے کی دعوت دیتے ہیں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "جہاں وہ پہلے ہی گھر بنا چکا ہے، وہاں آنے کی دعوت دے رہے ہو۔"

"تو پھر اپنے ساتھی سے پوچھو، ہم تمھارے وفادار بننا چاہتے ہیں یا نہیں؟"

وہ بولی "تم سات پارٹنرز ہو۔ مگر یہاں پانچ ہیں، باقی دو کہاں ہیں؟"

وہ سب دائیں بائیں آگے پیچھے دیکھنے لگے۔ ایک نے پوچھا "واقعی یہ مسٹر ولسن اور مسٹر رانگاموسی کہاں ہیں؟"

دوسرے نے کہا "وہ ہمیں غافل پا کر چور دروازے سے نکل گئے ہیں۔"

"تم سب پارٹنر کی حیثیت سے یہاں کے چور دروازوں اور خفیہ میکنزم کو جانتے ہو۔ آخر وہ دونوں کہاں جا کر چھُپ سکتے ہیں؟"

ایک نے خفیہ میکنزم سے ایک چور دروازے کو کھول کر کہا "وہ دونوں اس راستے سے گئے ہیں۔ تم ہمارے ساتھ آؤ۔"

وہ اُن کے ساتھ چور دروازے سے گزر کر ایک طرف جانے لگی۔ ایک نے کہا "ہم سات پارٹنرز کے سات خفیہ کمرے ہیں۔ ایک پارٹنر دوسرے پارٹنر کے کمرے میں کبھی نہیں جاتا اور کسی پارٹنر کے دروازے کو کھولنے کے مخصوص نمبر نہیں جانتا۔"

سوسانہ نے ان کے درمیان چلتے ہوئے کہا "میں نمبروں کی محتاج نہیں ہوں۔ دروازہ توڑ کر ان کی شہ رگ تک پہنچ جاؤں گی۔"

"پھر بھی انھیں پا نہیں سکو گی۔"

دوسرے نے کہا "ہم میں سے ہر ایک کا کمرا دراصل باہر آنے جانے کا راستہ بھی ہے۔ ناگہانی افتاد پڑنے پر ہم اپنے کمروں میں بند ہو جاتے ہیں اور وہیں سے باہر بھی چلے جاتے ہیں۔"

وہ باتیں کرتے ہوئے ایک دروازے پر آئے۔ میں نے کہا "سوسانہ! یہ اُن کے پارٹنر رانگاموسی کا کمرا ہے۔ میں مخصوص نمبر نہیں بتا سکوں گا۔ مجھے ابھی تک رانگاموسی اور ولسن کی آواز اور لہجہ سنائی نہیں دیا ہے۔ میں ان کے دماغوں تک نہیں پہنچ سکوں گا۔"

وہ بولی "کوئی بات نہیں۔ میں دروازہ توڑ رہی ہوں۔"

"اب کوئی بھی قدم سوچ سمجھ کر اُٹھاؤ۔ وہ دونوں فرار ہونے والے ہماری لاعلمی میں کوئی بھی چال چل سکتے ہیں۔"

میری باتوں کے دوران اس نے دروازے پر ایک زور کی لات ماری۔ وہ لوہے کا دروازہ تھا، پہلی بار لرز کر رہ گیا۔ دوسری لات پڑنے پر چوکھٹ کے پتھروں سے مٹی گرنے لگی۔ وہ پینترے بدل بدل کر، گھوم گھوم کر کک مار رہی تھی۔ مزید دو چار لاتوں میں چوکھٹ پتھریلی دیواروں سے الگ ہو کر گر پڑی۔ کمرے میں جانے کا راستہ مل گیا۔

وہ سب سہمے ہوئے اُسے دیکھ رہے تھے۔ وہ بولی "کمرے میں چلو، مجھے بتاؤ۔ یہاں سے باہر جانے کا راستہ کہاں ہے؟"

وہ ایک ایک کر کے کمرے میں آئے۔ چاروں گھوم کر خفیہ دروازہ تلاش کرنے لگے۔ ایک نے کہا "وہ یہاں سے بیرونی دنیا میں چلے گئے ہیں۔ معزز لیڈی تم ہمارے کمروں کے چور دروازوں سے باہر جا سکتی ہو۔"

وہ کمرے میں آکر بولی "وہ بیرونی دنیا میں کہاں رہتے ہیں۔ تم لوگ ایک دوسرے کا پتا ضرور جانتے ہو گے۔"

وہ لاعلمی ظاہر کرنے لگے۔ میں نے کہا "یہ درست کہہ رہے ہیں۔ زیرِ زمیں دنیا سے نکلنے کے بعد یہ لوگ ایک دوسرے کے لیے اجنبی بن جاتے ہیں۔ ایک دوسرے کی رہائش گاہ اور دوسری مصروفیات کے بارے میں نہیں جانتے ہیں۔ تم یہاں سے نکلو۔"

وہ میری ہدایت کے مطابق وہاں سے جانا چاہتی تھی۔ اُسی وقت ایک آہنی سلاخوں والی دیوار اُوپر سے نیچے آئی۔ اور اس کے راستے میں حائل ہوگئی۔ میں نے اسے فوراً ہی پیچھے ہٹایا ورنہ وہ سلاخوں کو موڑ کر راستہ بنانے کی کوشش کرتی۔ میں نے ایک پارٹنر کو وہاں پہنچایا تو وہ آہنی سلاخوں سے چپک کر چیخنے لگا۔ اُسے بجلی کے جھٹکے لگ رہے تھے۔ کوئی آدھے منٹ میں ہی وہ بے جان ہو کر فرش پر گر پڑا۔

ایک نے کہا "رانگاموسی نے ہمارا راستہ روک دیا ہے جو بھی یہاں سے جانا چاہے گا بجلی کے جھٹکوں سے مر جائے گا۔"

دوسرے نے پوچھا "معزز لیڈی! اپنے ساتھی سے کہو مین سوئچ آف کر دے پھر تم آہنی سلاخوں کو موڑ سکو گی۔"

وہ میری ہدایت کے مطابق بولی "رانگاموسی اور ولسن تم لوگوں سے بہت زیادہ چالاک ہیں۔ انھوں نے اپنی آواز

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

نہیں سُنائی تھی۔ میرا ساتھی کسی کی آواز سُن کر ہی اُس کے دماغ میں پہنچ سکتا ہے۔"

ایک نے کہا "ہم زیادہ بولتے رہے اور مصیبت میں پڑ گئے۔ بزرگوں نے سچ کہا ہے کم بولنے والے مصیبتوں سے محفوظ رہتے ہیں۔"

دوسرے نے کہا "جب مصیبتیں نازل ہو جاتی ہیں تو نصیحتیں یاد کرنے سے نجات نہیں ملتی۔ کیوں کہ نصیحتوں پر عمل کرنے کا وقت گزر چکا ہوتا ہے۔"

تیسرے نے کہا "وہ دونوں ہمیں یہاں سے نکلنے نہیں دیں گے۔ کبھی یہ برداشت نہیں کریں گے کہ ہم ایک عورت کے غلام بن کر اپنی زیرِ زمیں دنیا کا راز باہر پہنچا دیں۔"

چوتھا پارٹنر پتھریلی دیواروں کو ٹٹول کر چور دروازہ تلاش کر رہا تھا۔ اچانک وہ چیخنے لگا۔ دیوار پر پھیلے ہوئے نادیدہ بجلی کے تاروں نے اسے کھینچ لیا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ بھی بے جان ہو کر فرش پر گر پڑا۔ اب تین پارٹنر رہ گئے تھے۔ اُن کے ساتھ سوسانہ کی نجات کا بھی کوئی راستہ نہیں تھا۔ وہ پتھریلی دیواروں سے ٹکریں مار مار کر اپنی غیر معمولی قوتوں کا مظاہرہ نہیں کر سکتی تھی۔ ہر طرف بجلی کے تار موت کی طرح پھیلے ہوئے تھے۔

سوسانہ کو اندھے کنوئیں کے راستے زیرِ زمیں دنیا میں پہنچے ہوئے تین گھنٹے گزر گئے تھے۔ اُس کے کنوئیں میں گرتے ہی پارس روم کے لیے روانہ ہو گیا تھا۔ اُس کی عدم موجودگی میں ڈمی پارس کو پیرس کی رہائش گاہ میں پہنچایا گیا تھا تاکہ دشمنوں کو اس کے پیرس چھوڑنے کی خبر نہ ہو۔ بہرحال وہ ڈھائی گھنٹے میں روم کے ایک مضافاتی گاؤں میں پہنچ گیا تھا۔

وہاں پانچوں پارٹنرز کا ایک خوب صورت سا رہائشی بنگلا تھا۔ میں اُس پارٹنر کے دماغ سے تمام ضروری معلومات حاصل کر چکا تھا۔ اُس کے مطابق پارس اُس بنگلے کے ایک بیڈ روم میں پہنچ گیا۔ وہاں پلنگ کے سرہانے نیچے کی طرف ایک ایسی کل تھی، جسے گھمانے سے سرہانے کی پچھلی دیوار ایک طرف سرک جاتی تھی۔ پارس اس چور راستے سے ایک تہ خانے میں پہنچا پھر ایک سُرنگ میں داخل ہوا۔ وہ سُرنگ اندر ہی اندر زیرِ زمیں اڈّے تک لے جاتی تھی۔ وہاں سے گزرتے ہوئے اچانک ایک اجنبی کا سامنا ہوا۔ وہ دوسری طرف سے آ رہا تھا۔ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر رُک گئے۔ میں نے پارس سے کہا "انڈر گراؤنڈ میں فی الحال دو ہی پارٹنر آزاد ہیں۔ یہ شخص رانگاموسی یا ولسن ہوگا۔ اسے بولنے پر مجبور کرو۔"

پارس نے اُس کی طرف بڑھتے ہوئے پوچھا "تم کون ہو؟"

اُس نے اشارے سے پوچھا "تم کون ہو؟"

پارس نے کہا "میں ایک بنگلے میں چوری کی نیت سے داخل ہوا تھا، وہاں مجھے اس تہ خانے کا راستہ مل گیا۔ میں یہاں خزانے کی تلاش میں آیا ہوں۔"

وہ پارس کو باتوں میں مصروف دیکھ کر اپنی جیب کی طرف ہاتھ لے جا رہا تھا۔ پارس دوڑتے ہوئے اس کے قریب پہنچ گیا۔ وہ ریوالور نکال چکا تھا مگر اسے استعمال کرنے سے پہلے ہی مُنہ پر گھونسا پڑا۔ اس کے بعد سنبھلنے کا موقع نہیں ملا۔ کبھی پیٹ پر، کبھی مُنہ پر جیسے ہتھوڑے پڑتے رہے۔ مار کھانے والا صحت مند اور مضبوط اعصاب کا آدمی تھا ورنہ پارس کا پہلا ہی فولادی ہاتھ اُسے فرش پر پہنچا دیتا۔ اُس نے سنبھل کر جوابی حملہ کرنے کی کئی بار کوشش کی لیکن ایسا لگ رہا تھا مقابلے پر مشین چل رہی ہے۔ جوابی حملہ کرنے کی کوشش میں اتنی مار کھا چکا تھا کہ بدن پھوڑے کی طرح دُکھنے لگا تھا۔ ہاتھ سے کب ریوالور چھوٹ گیا، پتا نہ چلا۔ وہ غصّے میں کب گالیاں بکنے لگا اس کی بھی خبر نہ ہوئی۔ وہ اپنی آواز اور لہجہ سُنا چکا تھا اور وہ ولسن تھا۔

وہ چکرا کر فرش پر گر پڑا تھا۔ پارس ذرا پیچھے ہٹ گیا۔ اُس کے ریوالور کو اُٹھا کر اُسے نشانے پر رکھتے ہوئے بولا "غصّے میں تم گالیاں بکتے رہے اور اپنی آواز ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو سُناتے رہے۔"

وہ فرش پر پڑا تکلیف سے کراہ رہا تھا اور پارس کی بات پر بے یقینی سے انکار میں سر ہلا رہا تھا۔ میں اُس کا سَر اقرار میں ہلانے لگا پھر اُسے بولنے پر مجبور کیا۔ وہ بولنے لگا۔

"نہیں، میں نے گالیاں نہیں دی تھیں۔ میں اپنی آواز تمھارے ذریعے کسی خیال خوانی کرنے والے کو نہیں سُناؤں گا۔ میں گونگا ہوں، ہمیشہ خاموش رہوں گا۔"

میں نے اُس کے دماغ کو ڈھیل دی۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سَر تھام کر سوچنے لگا "یہ کیا؟ میں بولنا نہیں چاہتا تھا مگر بول رہا تھا۔ کیا وہ میرے دماغ میں آ گیا ہے۔ ہرگز نہیں، میں نہیں بول رہا ہوں، میں تو سوچ رہا ہوں۔"

وہ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر پارس سے بولا "میرے ساتھ آؤ۔ میں اپنے کمرے میں لے جاؤں گا وہاں سے تم زیرِ زمیں اڈّے میں پہنچ جاؤ گے۔"

پارس اس کے ساتھ چلنے لگا۔ میں نے اُسے پھر ڈھیل دی۔ وہ چلتے چلتے رُک گیا۔ پارس نے اُسے دھکا دے کر آگے بڑھایا۔ وہ آگے بڑھتے ہوئے بولا "کیا میں اپنے کمرے میں تمھیں لے جا رہا ہوں؟"

پارس نے اُس کے آگے ریوالور پھینک دیا۔ اُس نے سوچا لپک کر اُسے اُٹھا لے لیکن میں نے آگے بڑھتے رہنے پر مجبور کیا۔ وہ جاتے جاتے پلٹ کر ریوالور کو دیکھنے لگا جو فرش پر پڑا ہوا تھا۔ پارس نے کہا "تمھاری حسرت رہ جائے گی لیکن اسے اُٹھا نہیں سکو گے لہٰذا چلتے رہو اور بولتے رہو۔ تمھارا ساتواں پارٹنر رانگاموسی کہاں ہے؟"

"میں نہیں جانتا وہ کہاں ہے۔ ہم اس روبوٹ عورت سے بچنے کے لیے اپنے اپنے کمرے میں گئے تھے۔ ہم تمام پارٹنرز کے باہر جانے کے لیے الگ الگ خفیہ راستے ہیں۔ اور کوئی ایک دوسرے کے راستے کو نہیں جانتا۔"

پارس نے کہا "میں پانچویں پارٹنر کے راستے سے گزر رہا تھا۔ تم اس کے راستے پر کیسے آ گئے جب کہ کوئی ایک دوسرے کے راستے سے واقف نہیں ہوتا؟"

"میری اور رانگاموسی کی گہری دوستی ہے۔ ہم نے بڑی رازداری سے دوسرے پارٹنروں کے متعلق بہت سی معلومات حاصل کی ہیں۔ پانچویں پارٹنر کے بیڈ روم میں جو تجوری ہے اس میں بیش قیمت ہیرے جواہرات ہیں۔ میں انھیں حاصل کرنے اس راستے پر آ گیا تھا۔ مجھے معلوم ہوتا کہ تم سے یا کسی سے سامنا ہوگا تو کبھی ادھر نہ آتا مگر میں یہ باتیں تمھیں کیوں بتا رہا ہوں۔"

میں پارس سے یہ کہہ کر چلا گیا کہ ابھی سوسانہ کے پاس جا کر آؤں گا۔ وہ ولسن سے بولا "تم رُکنا چاہو گے، نہیں رُک سکو گے۔ بولنا نہیں چاہو گے، بولتے رہو گے۔ مجھے اپنے کمرے میں نہیں لے جانا چاہو گے مگر لے جاؤ گے۔ تم ایک نہیں ہزار بار انکار کر کے دیکھ لو۔"

"اب میں انکار نہیں کروں گا، اچھی طرح سمجھ گیا ہوں کہ میرا دماغ کسی دوسرے کے قابو میں ہے۔ میں دنیا کے کسی بھی کونے میں جاؤں گا تو وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا وہاں بھی میرے دماغ میں موجود رہے گا۔"

"شاباش یہی سوچتے رہو۔"

وہ تھوڑی دیر تک مختلف سرنگوں میں سے گزرتے رہے پھر ایک دروازے کے سامنے پہنچ گئے۔ وہ ولسن کے کمرے کا دروازہ تھا۔ اس نے مخصوص نمبروں کے ذریعے اُسے کھولا، پھر وہ دونوں اندر آ گئے۔ میں نے پارس کے پاس آ کر اُسے بتایا کہ رانگاموسی نے سوسانہ کو اپنے کمرے کی چار دیواری تک محدود کر دیا ہے۔ جب تک مین سوئچ آف نہیں ہوگا، وہ باہر نہیں آ سکے گی۔

پارس نے ولسن کی گردن دبوچ کر کہا "مجھے فوراً مین سوئچ تک پہنچاؤ۔ ہری اَپ!"

اس کی گردن پارس کے ہاتھ میں اور دماغ میری مٹھی میں تھا۔ اس لیے وہ ہمیں سیدھا مین سوئچ کے پاس لے آیا۔ پارس نے اُسے آف کیا۔ میں نے سوسانہ کے پاس آ کر کہا "باہر آ جاؤ۔"

وہ آہنی سلاخوں والی دیوار اوپر اُٹھ گئی تھی۔ وہ تین پارٹنرز کے ساتھ باہر آ گئی۔ میں نے کہا "پارس نے یہاں آ کر مین سوئچ کو آف کیا ہے۔"

وہ خوش ہو کر بولی "میرا پارس، میرا بھائی آیا ہے۔"

وہ ایک طرف دوڑتی ہوئی جانے لگی۔ میں نے پوچھا "کہاں جا رہی ہو؟"

"اپنے پیارے بھائی سے ملنے۔۔۔"

"وہ اُدھر نہیں ہے، اِدھر سے آ رہا ہے۔"

پارس دُور سے آتا ہوا دکھائی دیا۔ سوسانہ نے دونوں بانہیں پھیلا کر خوشی سے گرجتے ہوئے کہا "میرا بھیّا!"

پارس چونک گیا۔ جو خوشی کی حالت میں گرجتی ہوئی محسوس ہوئی تھی، وہ گلے لگا کر کس طرح ٹوٹ کر محبت کرے گی اور خوشی میں کس طرح توڑ کر رکھ دے گی۔ اس کا اندازہ پارس کو ہو گیا تھا۔ وہ پیچھے ہٹ کر بولا "تم مجھے گلے لگاؤ گی؟"

وہ آگے بڑھ کر بولی "یہ بانہیں تمھارے لیے پھیلی ہیں۔ آؤ میرے بھائی! تم مجھے دشمنوں سے کبھی ہوشیار کرتے ہو کبھی میری جان بچاتے ہو۔ میں تمھیں گلے لگا کر دیر تک پیار کروں گی۔"

"میری بہنا! مجھے معاف کر دو۔"

وہ پلٹ کر بھاگنے لگا۔ وہ پیچھا کرتے ہوئے بولی "ارے بھاگتے کیوں ہو؟ یہ تمھاری مذاق کی عادت نہیں جاتی۔"

"یا اللہ! مجھے اس مذاق سے بچا لے جو یہ کرنے والی ہے۔"

وہ کبھی اس کے ہاتھ نہ آتا لیکن ٹھوکر کھا کر گر پڑا۔ سوسانہ سَر پر پہنچ گئی۔ اُسے اُٹھنے کے لیے سہارا دیتے ہوئے بولی "میرے بھائی کو چوٹ تو نہیں لگی؟"

وہ خود کو چھڑا کر دُور ہٹنا چاہتا تھا۔ مگر اُس نے دونوں بانہوں میں دبوچ لیا "میرا بھائی! میری جان! میں جبریل سے جتنی محبت کرتی ہوں، اتنا ہی تم پر اعتماد کرتی ہوں۔ جبریل پر تو اعتماد ہی نہیں کرتی۔ تم نے مجھے بھائی کی محبت دے کر ایک نئی زندگی دی ہے۔"

وہ بول رہی تھی، اُسے چوم رہی تھی۔ اُسے دونوں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

بازوؤں میں دبوچ کر خوشیوں کا اظہار کر رہی تھی۔ وہ کراہتے ہوئے بولا "آہ! آج پتا چلا توڑنے پھوڑنے کا نام بھی محبت ہے۔ میری بہنا! آخری رسومات کے لیے میری ہڈیاں چھوڑ دینا۔۔"

تقریباً چھ گھنٹے کے بعد پتا چلا کہ آرمر کہیں نہیں ہے، اچانک غائب ہوگیا ہے۔ حالاں کہ اُس کے ساتھ سیکیورٹی گارڈز ہوتے تھے۔ اس کے ساتھ رہنے والے سیکیورٹی افسر نے رپورٹ دی کہ وہ آخری بار پارس سے ملنے گیا تھا اور گارڈز کو یہ کہہ کر چھٹی دے دی تھی کہ وہ شام تک بلکہ رات تک پارس کے پاس رہے گا۔

گارڈز وغیرہ کو اور آرمر کو بھی یہ معلوم نہیں تھا کہ پارس کی رہائش گاہ میں ڈمی پارس ہے۔ جب سونیا کو پتا چلا تو اُس نے پارس کی رہائش گاہ میں ڈمی کو فون کیا۔ وہاں گھنٹی بجتی رہی کسی نے ریسیور نہیں اُٹھایا تب سونیا نے مجھ سے کہا "میرے دماغ میں رہو۔ میں تمھیں ڈمی پارس کی آواز سناؤں گی۔"

اُس نے بابا صاحب کے ادارے میں فون کے ذریعے رابطہ قائم کیا۔ وہاں ایک متعلقہ شعبے کے انچارج سے کہا "پارس کی موجودہ ڈمی کی آواز سناؤ۔"

تھوڑی دیر بعد ایک کیسٹ کے ذریعے اس کی آواز سُنائی گئی۔ میں نے اس آواز اور لہجے کو گرفت میں لے کر خیال خوانی کی پرواز کی تو پتا چلا وہ ڈمی کہیں بے ہوش پڑا ہوا ہے۔ میں نے سونیا سے کہا "وہ بے ہوش ہے۔ اس کے ہوش میں آنے کا انتظار کرنا ہوگا۔"

وہ بولی "اس کا مطلب ہے، آرمر کو اغوا کیا گیا ہے۔"

"یقیناً وہ بھی بے ہوش ہوگا۔ ہوش میں ہوتا تو تم سے ضرور رابطہ کرتا۔ پھر بھی میں اس کی خبر لیتا ہوں۔"

میں نے اس کے دماغ پر دستک دی۔ ہمارے اندازے کے خلاف وہ ہوش میں تھا۔ اس نے سانس روک لی تھی۔ میں نے دوسری بار اس کے دماغ میں آکر کوڈ ورڈز ادا کیے۔ اس کے باوجود اس نے سانس روک لی۔

سونیا نے یہ باتیں سُن کر کہا "تم رسونتی کے لہجے میں مخاطب کرو۔"

"میں نے رسونتی کا ہی لہجہ اختیار کیا تھا کیوں کہ اس کی دانست میں میں مُردہ ہوں اور ایک اجنبی کی حیثیت سے ناقابلِ اعتماد ہوں۔ تعجب ہے، رسونتی کی آواز اور کوڈ ورڈز سُن کر بھی وہ ہم سے تعلق توڑ رہا ہے۔"

"اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔ دشمنوں نے تنویمی عمل کے عمل کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کرایا ہوگا۔"

"اس کے لیے کچھ وقت لگتا ہے۔ دشمنوں نے پہلے اُسے اغوا کیا ہوگا۔ اسے ہم سے دُور اس ملک کے باہر لے گئے ہوں گے۔ اس دوران اُسے بے ہوش رکھا گیا ہوگا۔ طویل بے ہوشی دماغ کو اس حد تک کمزور بنا دیتی ہے کہ نیم بے ہوشی یا نیند کی حالت میں اس پر تنویمی عمل ممکن نہیں ہوتا۔"

"تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ آرمر جان بوجھ کر ہم سے تعلق توڑ رہا ہے؟"

"میں یہی سمجھتا ہوں اُسے دشمنوں نے سبز باغ دکھائے ہیں۔ اُسے جوجو کی آزادی کا خواب دکھلا کر کوئی بھی بہکا سکتا ہے۔"

"تمھاری یہ بات دل کو لگتی ہے لیکن آرمر ایسا نادان نہیں ہے، وہ خوب سمجھتا ہے جوجو کو ابھی ماسکو میں زیرِ علاج رہنا چاہیے۔ وہ دماغی آپریشن کرنے والے ڈاکٹروں کی نگرانی میں رہ کر ہی مکمل طور پر صحت مند ہوسکتی ہے۔ جوجو کو ابھی وہاں سے آزاد کرا کے لانا گویا اس لڑکی سے دشمنی کرنا ہے۔"

"آدمی کا دماغ پھرتے دیر نہیں لگتی، ماسک مین جوجو کے لیے کوئی بہت بڑی آفر دے گا جس سے بہن کا مستقبل آخری سانس تک خوشگوار اور محفوظ ہو جائے تو وہ ایسی پیشکش کے آگے جُھک جائے گا۔"

"دس گھنٹے پہلے آرمر میرے پاس تھا۔ اُس نے بتایا تھا کہ ایک طرف پاسکل بوبا کو اور دوسری طرف جوجو کو ڈاکٹروں نے بے ہوش کیا ہے۔ ایسے اقدامات سے ظاہر ہے کہ وہ اُن کے دماغ سے ان کی پیدائشی آواز اور لہجہ ختم کرنے والے ہیں۔ آئندہ جوجو اور پاسکل کا لہجہ مختلف ہوگا۔"

"اس طرح یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ آرمر اپنی بہن کا نیا لہجہ معلوم کرنے کے لیے بے چین ہوگا۔ اُس نئی آواز اور نئے لہجے کے بغیر کبھی جوجو تک نہیں پہنچ سکے گا، کبھی اس کی خیریت معلوم نہیں کر سکے گا۔ سیدھی سی بات ہے، وہ بہن کی خاطر ہمارا دوست تھا اور بہن کی سلامتی کے لیے بابا صاحب کے ادارے میں رہتا تھا۔ اب اُس کی سلامتی ماسک مین کے سائے میں ہے، وہ ماسکو میں رہ کر اپنی بہن کو آنکھوں سے دیکھتا رہے گا۔"

ہم جس انداز میں سوچ رہے تھے اس سے یہی نتیجہ نکلتا تھا کہ آرمر نے ماسک مین سے سمجھوتا کر لیا ہے۔ وہ جوجو اور پارس کے ازدواجی رشتے کو اہمیت نہیں دے سکتا تھا۔ اوّل تو شادی کے بعد ازدواجی رشتہ قائم نہیں ہوا تھا، دوم یہ کہ جوجو پچھلی ساری زندگی اور سارے تعلقات بھول چکی تھی، یوں پارس کی اہمیت نہیں رہی تھی۔

میں نے رسونتی کی آواز میں ماسک مین کے نائب کو مخاطب کیا پھر کہا "میں ماسک مین سے بات کرنا چاہتی ہوں۔"

تھوڑی دیر بعد نائب کے ذریعے رابطہ ہوگیا۔ میں نے کہا "مُبارک ہو، آخر تم نے آرمر کو اپنی گود میں بٹھا ہی لیا۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا "مادام! یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟"

"یہی جو جان کر بھی تم انجان بن رہے ہو۔ کیا آرمر تمھارے پاس نہیں ہے؟"

"نہیں ہے۔ تم آرمر سے دماغی رابطہ کر کے حقیقت معلوم کر سکتی ہو۔"

"وہ مجھے دماغ میں آنے نہیں دیتا ہے۔ سانس روک لیتا ہے۔"

"مادام! یہ سپر ماسٹر کی شرارت ہوگی۔ آرمر کو تنویمی عمل کے ذریعے اس نے اپنا غلام بنایا ہوگا۔"

میں نے بتایا کہ اسے ہم سے بچھڑے ہوئے اتنی دیر ہوئی ہے جتنی دیر میں تنویمی عمل ممکن نہیں ہے۔ لہٰذا آرمر اپنی مرضی سے ہمارا ساتھ چھوڑ رہا ہے۔ ہمیں اس سے یا ماسک مین سے کوئی شکایت نہیں ہے، چوں کہ وہ ایک طویل عرصے تک ہمارے ساتھ رہ چکا ہے اس لیے ہم اس کی خیریت معلوم کرنا چاہتے ہیں۔

ماسک مین نے کہا "مادام اگر وہ اپنی مرضی سے آپ لوگوں کا ساتھ چھوڑ چکا ہے تو مجھے افسوس ہے۔ اگر وہ ساتھ چھوڑ کر میرے پاس آتا تو مجھے بے حد خوشی ہوتی اور میں اُسے آپ لوگوں سے چُھپا کر نہ رکھتا۔ کیوں کہ ہم یا آپ کسی کو اس کی مرضی کے خلاف اپنا بنا کر نہیں رکھ سکتے۔"

"کیا تم اس حقیقت سے انکار کرو گے کہ آرمر اپنی بہن جوجو کی خاطر صرف تم سے ہی دوستی کر سکتا ہے۔ وہ سپر ماسٹر کی جھولی میں نہیں جائے گا۔"

"میں مانتا ہوں۔ اسی لیے کہتا ہوں کہ آرمر کے دماغ کو تنویمی عمل کے ذریعے لاک کیا گیا ہے۔ اگر آپ اس بات کو تسلیم نہیں کرتی ہیں تو پھر آرمر پر بلیک میلنگ یا کسی اور ذریعے سے دباؤ ڈالا جا رہا ہے۔ دشمن کی پہلی کوشش یہی ہوگی کہ وہ آپ لوگوں سے رابطہ نہ رکھے اور وہ اپنی کوشش میں کامیاب ہو رہے ہیں۔"

میں نے یہ باتیں سونیا کو بتائیں۔ وہ بولی "واقعی آرمر اپنی مرضی سے ماسک مین کا دوست بنے گا تو پھر ماسک مین اُسے ہم سے کیوں چھپائے گا؟ وہ تو بڑے فخر سے اعلان کرے گا کہ اس کے پاس ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کا اضافہ ہوگیا ہے۔"

"یہی بات سپر ماسٹر کے لیے کہی جا سکتی ہے۔ آرمر اس کے پاس جائے گا تو وہ بھی فخر سے اس کی دوستی کا اعلان کرے گا۔"

"ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ دو سپر طاقتوں کے مقابلے میں کوئی تیسری خطرناک تنظیم ہے جو خود کو ظاہر نہیں کرنا چاہتی اور خاموشی سے ٹیلی پیتھی کے ہتھیار کو اپنے مقصد کے لیے استعمال کرنا چاہتی ہے۔"

"اب ہمیں سوچنا ہوگا کہ کوئی بھی تیسری تنظیم آرمر کے ذریعے ہمیں کتنے پہلوؤں سے نقصان پہنچا سکتی ہے۔"

"آرمر ہمارا دشمن بن کر بھی ہمیں نقصان نہیں پہنچائے گا۔ کسی سے دشمنی کرنا یا کسی کو نقصان پہنچانا اس کی فطرت کے خلاف ہے۔ تاہم دشمن اس کی سادگی اور شرافت سے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔"

سونیا نے فون کے ذریعے بابا صاحب کے ادارے میں جناب علی اسد اللہ تبریزی سے رابطہ کیا۔ انھیں آرمر کے متعلق تفصیل سے بتایا پھر کہا "فرانسیسی حکام اور دوسرے متعلقہ افراد اور شعبوں کو تاکید کی جائے کہ آرمر سے نامعلوم مدت کے لیے تعلقات ختم ہوگئے ہیں۔ لہٰذا اُس کی کسی بات پر عمل نہ کیا جائے اور اس کے کسی کام کی حمایت میں کسی قسم کی سہولتیں فراہم نہ کی جائیں۔"

میں نے رسونتی، پارس اور علی تیمور کو اس سلسلے میں بتایا خاص طور پر پارس کو سمجھایا کہ وہ سوسانہ کو آرمر کی خیال خوانی سے محفوظ رکھے۔ آرمر وہ کوڈ ورڈز جانتا تھا جن کے ذریعے میں آرمر بن کر سوسانہ سے باتیں کرتا تھا۔ پارس نے میری باتیں سُن کر کہا "میں سوسانہ کو سمجھاؤں گا کہ انکل آرمر جو کوڈ ورڈز کہتے تھے، وہ سپر ماسٹر کو معلوم ہو گئے ہیں اس لیے نئے کوڈ ورڈز مقرر کیے جا رہے ہیں۔ آپ بتائیں نئے کوڈ ورڈز کیا ہوں گے؟"

"وہ کوڈ ورڈز ہوں گے۔ دی ہیوٹو سیو جبریل ایٹ اینی کوسٹ۔ (ہمیں جبریل کو ہر قیمت پر بچانا ہے)۔"

پارس نے مسکرا کر کہا "اچھے کوڈ ورڈز ہیں۔ سوسانہ پر نفسیاتی اثر پڑے گا۔"

میں نے پوچھا "وہاں زیرِ زمین دنیا میں کیا ہو رہا ہے؟"

اس نے بتایا "وہاں کے چھ پارٹنرز پہلے ہی قابو میں آچکے تھے، ساتواں پارٹنر رانگا موسٹی فرار ہوگیا تھا۔ یہ کوئی نہیں جانتا تھا کہ وہ انڈر ورلڈ سے نکل کر بیرونی دنیا کے کس شہر

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

میں کس علاقے میں اور کس مکان میں رہتا ہے اور کس روپ میں زندگی بسر کرتا ہے؟"

سوسانہ نے کہا "رانگا موسیٰ کو جہنم میں جانے دو۔ یہ چار گئے جو میرے سامنے ہیں، انھیں میں اپنے ہاتھوں سے جہنم میں پہنچا دیتی ہوں۔"

وہ سب گڑگڑانے لگے۔ کوئی ہاتھ جوڑ رہا تھا کوئی گھٹنے ٹیک رہا تھا۔ زیرِ زمیں اڈے میں جمع کی ہوئی بے شمار دولت سے زیادہ زندگی قیمتی ہو گئی تھی۔ وہ اپنی تمام دولت کے عوض زندگی کی بھیک مانگ رہے تھے۔

پارس نے کہا "انھیں زندہ چھوڑ دو۔ یہ دن رات اس فکر میں مرتے رہیں گے کہ ہم نے یہ زیرِ زمیں دنیا دیکھ لی ہے، اب یہاں کا راز زیادہ عرصے تک راز نہیں رہے گا۔ رانگا موسیٰ کی کوشش یہی ہوگی کہ یہ چھ پارٹنرز حرام موت مر جائیں اور تمام خفیہ راستے بند ہو جائیں۔ صرف رانگا موسیٰ کا خفیہ راستہ باقی رہے کیوں کہ اُس راستے کا علم صرف اُسے ہے۔ بہر حال ہمیں یہاں سے فوراً نکلنا چاہیے۔"

وہ سوسانہ کے ساتھ وہاں سے جانا چاہتا تھا۔ اسی وقت ایک ٹرانسمٹر سے اشارہ موصول ہونے لگا۔ ایک پارٹنر نے اُس ٹرانسمٹر کو آپریٹ کیا۔ دوسری طرف سے آواز آ رہی تھی۔ "ہیلو ہیلو۔ میں تمھارے ساتویں پارٹنر کا نمائندہ بول رہا ہوں۔"

اِدھر سے کہا گیا "ہیلو میں فرسٹ پارٹنر ہوں۔ رانگا موسیٰ سے کہو وہ ہم سے باتیں کرے۔"

نمائندے نے کہا "وہ تمھاری طرح احمق نہیں ہے۔ کسی کو اپنے دماغ میں آنے نہیں دے گا اور میرے دماغ میں کوئی آنا چاہے گا تو ناکام واپس جائے گا۔"

میں نے بولنے والے کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ اُس نے سانس روک لی۔ پھر ٹرانسمٹر کے ذریعے کہا "اس خیال خوانی کرنے والے کو مایوسی ہوئی ہے وہ واپس چلا گیا ہے۔ میرے باس کا پیغام ہے کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا ہم سے دوستی کرے، ہمارے کام آئے۔ ہم بھی اُس کے کام آئیں گے۔"

ایک پارٹنر نے پارس سے کہا "رانگا سے دوستی کر لو وہ تمھیں اتنی دولت دے گا جتنی آج تک تم نے دیکھی نہ ہوگی۔"

پارس نے کہا "رانگا کے باپ نے بھی اتنی دولت نہیں دیکھی ہوگی جتنی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے قدموں میں ہوتی ہے۔ تم چھ پارٹنرز کی دولت کہاں چھپی ہوئی ہے یہ تمھارے دماغوں سے معلوم ہو چکا ہے۔ بہت جلد رانگا کا دماغ بھی اپنی تمام دولت ہمارے آگے اُگل دے گا۔"

نمائندے نے کہا "دوستی کے سامنے دولت کوئی چیز نہیں ہے۔ میں معزز لیڈی سے اور اس کے ساتھی سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ ایک بار مجھ سے تنہائی میں ملاقات کریں۔ مجھے یقین ہے کہ ایک ہی ملاقات میں وہ رانگا کی دوستی کی قدر کرنے لگیں گے۔"

پارس نے پوچھا "ملاقات کہاں ہوگی؟"

"جہاں تم پسند کرو گے۔"

سوسانہ نے کہا "پارس! اسے ہمارے ہوٹل میں بلاؤ۔"

پارس نے ایک ہوٹل کا نام اور ملاقات کا وقت بتایا۔

نمائندے نے کہا "دوستی کی اس ابتدا میں تمھارا ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے پاس آ سکتا ہے۔"

میں اس کے دماغ میں پہنچا اس نے کہا "خوش آمدید، ہم ضروری باتیں ہوٹل میں کریں گے۔ اب اپنے دونوں ساتھیوں سے چپ چاپ کہہ دو کہ وہ زیرِ زمیں اڈے سے باہر چلے جائیں۔"

میں نے پارس اور سوسانہ کو سوچ کے ذریعے وہاں سے جانے کے لیے کہا۔ وہ نمائندہ ٹرانسمٹر کے ذریعے دوسرے پارٹنرز سے کہہ رہا تھا "تم سب یہاں رہو گے ہم اِن نئے دوستوں کو انڈر ورلڈ میں پارٹنر بنانے کے معاملات پر غور و فکر کریں گے۔"

سوسانہ اور پارس وہاں سے جانے لگے۔ نمائندے نے پانچویں پارٹنر سے کہا "تم معزز دوستوں کو انڈر ورلڈ سے باہر چھوڑ کر آؤ۔"

وہ پانچواں پارٹنر سوسانہ اور پارس کے ساتھ جاتے ہوئے بولا "میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہ اُلجھا ہوا معاملہ اتنی خوش اسلوبی سے سلجھ جائے گا۔ مسٹر پارس! اگر آپ رانگا موسیٰ سے دوستی کر لیں گے تو ہم تمام پارٹنرز زندہ رہیں گے۔ رانگا کو یہ خوف نہیں رہے گا کہ آیندہ زیرِ زمیں دنیا کا راز باہر جائے گا۔"

وہ سوسانہ اور پارس کے ساتھ سرنگ سے گزرتا ہوا اپنے بنگلے کے تہ خانے میں آیا۔ وہاں سے چور دروازے کے ذریعے اپنے بیڈ روم میں پہنچا۔ پھر اُن سے مصافحہ کرتے ہوئے بولا "میں معزز لیڈی کو تحفے کے طور پر ایک قیمتی ہیرا دینا چاہتا ہوں لیکن میری تجوری کے نایاب ہیرے جواہرات تم لوگوں کی مٹھی میں ہیں۔ جب سب کچھ تمھارا ہے تو میں بھلا تحفہ کیا دے سکوں گا۔"

سوسانہ نے کہا "تم نے زبان سے کہہ دیا تو سمجھو مجھے تحفہ مل گیا ہے۔ ویسے ہم نے اب تک تمھاری تجوری کو ہاتھ نہیں لگایا ہے۔"

وہ اُن سے رخصت ہو کر واپس تہ خانے میں آیا پھر سرنگ کے مختلف حصوں سے گزرتا ہوا زیرِ زمیں اڈے میں پہنچا تو ایک جگہ اُسے فرسٹ پارٹنر کی لاش دکھائی دی۔ دو پارٹنرز پہلے ہی رانگا کے کمرے میں مر چکے تھے۔ یہ تیسرا تھا۔ یعنی اب تین رہ گئے تھے۔ وہ دوسرے پارٹنرز کو آوازیں دیتا ہوا آگے بڑھا تو ایک کوریڈور میں دو پارٹنرز کی لاشیں نظر آئیں۔ تب اس کی سمجھ میں آیا، رانگا موسیٰ کسی کو زندہ نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ وہ ایک ایک کر کے سب کو ختم کر چکا تھا۔ صرف وہی ایک پانچواں پارٹنر رہ گیا تھا۔

وہ چیخ کر بولا "یہ کیا ہو رہا ہے؟ رانگا تم کہاں ہو؟ ہماری جان کے دشمن کیوں بن گئے ہو؟ میرے زندہ رہنے سے تمھارا کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ نقصان تو اُن سے ہوگا جو ابھی باہر گئے ہیں لیکن اُس عورت کا اور اس کے ساتھی کا تم کچھ بگاڑ نہیں سکتے تھے اس لیے ان سے دوستی کرنے پر مجبور ہو گئے۔ تم ایک بار مجھ سے بھی دوستی کر کے دیکھو، میں تمھارے پسینے کی جگہ خون بہا دوں گا۔"

اُس کی بات ختم ہوتے ہی ایک گولی کہیں سے آئی اور اس کے سینے میں پیوست ہو گئی۔ وہ اُچھل کر فرش پر گرا پھر تڑپ تڑپ کر ٹھنڈا پڑ گیا۔ اس کے سینے سے لہو بہہ رہا تھا۔ اُس نے چند لمحات پہلے کہا تھا کہ وہ رانگا کے پسینے کی جگہ خون بہا دے گا۔ جرائم کی دنیا میں دوستی اور وفاداری کچھ نہیں ہوتی صرف خون بہانا پڑتا ہے۔

آرمر صاف اور سیدھی زندگی گزارنے والا آدمی تھا۔ اُسے اپنی طرح صاف اور سیدھے لوگ پسند تھے۔ اپنے ضمیر کی سچائی پیش کرنے کی اس سے بہتر صورت اور کیا ہو سکتی تھی کہ شین اسٹالن نے اپنے اور اپنی تنظیم کے دوسرے اہم افراد کے دماغوں کو کھلا چھوڑ دیا تھا۔ آرمر کسی کے بھی چور خیالات پڑھ سکتا تھا اور تنظیم کے بانی کرشین اسٹالن نے کہا تھا اسے سب کے دماغ کو باری باری پڑھنا چاہیے۔

آرمر نے کہا "میں دشمن بن کر نہیں دوست بن کر خیالات پڑھوں گا اور کسی کے ذاتی معاملات کو دوسروں پر کبھی ظاہر نہیں کروں گا۔"

اسٹالن نے کہا "اگر ہمارے کسی ساتھی کے دل میں کوئی کھوٹ ہو یا وہ تنظیم کے خلاف سوچتا ہو تو کیا یہ بھی اس کا ذاتی معاملہ ہوگا کیا تم اسے تنظیم کو نقصان پہنچانے کی اجازت دو گے؟"

"ہرگز نہیں۔ تنظیم کو نقصان پہنچے گا تو ہم سب کا نقصان ہوگا۔ میں ایسی صورت میں باغی سوچ رکھنے والے کو چپ چاپ سمجھاؤں گا وہ محبت سے راہِ راست پر آجائے گا تو ہماری قوت میں اضافہ ہوگا۔ اگر وہ پھر بھی باغیانہ خیالات رکھے گا تو میں تمھیں اس کے بارے میں بتا دوں گا۔"

"شکریہ آرمر! تم صحیح معنوں میں نیک بھی ہو اور معاملہ فہم بھی۔"

اس کے بعد آرمر اپنے کمرے میں آ کر آرام سے ایک کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔ پھر سب سے پہلے وہ بولڈ ماسٹر کے دماغ میں پہنچا۔ بولڈ ماسٹر ہپناٹزم کا ماہر تھا۔ اس نے آرمر کو محسوس کرتے ہی مسکرا کر کہا "خوش آمدید۔ میں ایک جگہ آنکھیں بند کر کے بیٹھ رہا ہوں، جب تک چاہو میرے خیالات پڑھتے رہو۔ میں دانستہ کوئی بات چھپانے کی کوشش نہیں کروں گا۔"

آرمر اُس کے اندر دُور تک پہنچنے لگا۔ اس کے ڈھکے چھپے خیالات پڑھنے لگا۔ اُس تنظیم میں ایک عورت کا نام جوزا رونالڈ تھا۔ وہ جرائم پیشہ افراد کے متعلق بڑی اہم معلومات رکھتی تھی۔ اور ایسے لوگوں سے نمٹنے کے معاملے میں بڑی مکار تھی۔ بولڈ ماسٹر، جوزا کے حُسن و شباب کا دیوانہ تھا۔ اُسے حاصل کرنے کے لیے اپنی مقناطیسی آنکھوں سے کام لیتا تھا۔ اُن آنکھوں سے وہ اچھے اچھوں کو اپنا معمول بنا لیتا تھا لیکن جوزا پر کوئی اثر نہیں ہوتا تھا اور یہ اس بات کا ثبوت تھا کہ وہ فولادی ارادوں کی مالک ہے۔

آرمر خیال خوانی سے چونک کر بڑبڑانے لگا "توبہ ہے! میں کچھ اور خیالات پڑھنا چاہتا تھا اور بولڈ ماسٹر کے دماغ پر جوزا چھائی ہوئی ہے۔ دوسرے خیالات پس پشت چلے گئے ہیں۔ مجھے کام کی باتیں معلوم کرنی چاہئیں اس کے عشق سے یا ہوس پرستی سے مجھے کیا لینا ہے؟"

اُس نے بولڈ ماسٹر کے دماغ میں سوال پیدا کیا "میں اس امن و امان والی تنظیم میں رہ کر کیا حاصل کرنا چاہتا ہوں؟"

بولڈ ماسٹر کی اپنی سوچ نے ایک سرد آہ بھر کر کہا "جوزا کو حاصل کرنا چاہتا ہوں۔"

آرمر نے ناگواری سے دوسرا سوال کیا "اگر جوزا حاصل ہو جائے تو کیا تنظیم کو چھوڑ دوں گا؟"

اس کی سوچ نے کہا "تنظیم تو میرا گھر ہے۔ عورت کو حاصل کرنے کے بعد گھر کو چھوڑا نہیں جاتا بلکہ بچوں سے آباد کیا جاتا ہے۔ پتا نہیں یہ جوزا بچے پیدا کرنا پسند کرے گی یا نہیں؟"

لاحول ولا قوۃ.... آرمر بیزار ہو کر بولڈ ماسٹر کے دماغ سے نکل آیا۔ وہ مختلف سوالات کے ذریعے اس کے چور خیالات معلوم کرنا چاہتا تھا مگر اس کی ہر سوچ گھوم پھر کر جوزا کی طرف

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

چلی آتی تھی۔

ویسے یہ معلوم ہوگیا تھا کہ وہ تنظیم سے کبھی الگ نہیں ہوگا۔ تنظیم کا مقصد انسان دوستی اور امن و امان تھا جب کہ بولڈ ماسٹر کا مقصد جوزا کو حاصل کرنا اور اس سے بچے پیدا کرانا تھا۔ اُس نے بولڈ ماسٹر کے اندر آ کر سوچ کے ذریعے کہا۔ ”ماسٹر! بڑے افسوس کی بات ہے۔ تمھیں اس تنظیم میں رہ کر انسان دوست ہونا چاہیے تھا لیکن تم صرف جوزا کی دوستی کے لیے مر رہے ہو۔“

وہ جھینپ کر بولا۔ ”میں دل سے مجبور ہوں۔ اُس عورت نے مجھ پر جادو کر دیا ہے۔ میرے ہپناٹزم کا جادو اُس پر اثر نہیں کر رہا ہے۔“

”دل کے ہاتھوں مجبور ہونا انسان کی سب سے بڑی کمزوری ہوتی ہے۔“

”میں مانتا ہوں۔ وہ مجھے ایک بار مل جائے تو اُس کے بعد صرف تنظیم کے نیک مقاصد کے لیے کام کرتا رہوں گا۔“

”جوزا تمھاری طرف مائل نہیں ہو رہی ہے۔ کیا تم اُسے زبردستی اپناؤ گے؟“

”میں ہر قیمت پر اُسے حاصل کروں گا۔“

”تمھاری ضد جوزا کو تنظیم سے متنفر کر دے گی۔ میں تمھیں سمجھا رہا ہوں۔ جوزا کے خیال سے باز آ جاؤ۔ دنیا میں ایسی بے شمار حسین اور جوان عورتیں ہیں۔ یہ نہ کہنا کہ دل ایک ہی عورت پر آتا ہے۔ کسی اور سے دل لگا کر دیکھو۔ جوزا کو بھول جاؤ گے۔“

”ناکامی سے انسان ضدی ہو جاتا ہے۔ سوچتا ہے وہ عورت مجھے کیوں نہیں ملی۔ میں اُسے جبراً حاصل کر لوں گا۔“

”یہ محبت نہیں ہوس ہے۔ محبت جبراً نہیں کی جاتی۔ ہوس جبراً پوری کی جاتی ہے اور یہیں سے گناہ شروع ہوتا ہے۔“

”تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے اُسے میری طرف مائل کر سکتے ہو۔“

”وہ وقتی طور پر مائل ہوگی۔ جب میں اس کے دماغ سے نکلوں گا تو وہ بھی تمھاری آغوش سے نکل جائے گی۔ کیا تم اسے محبت اور دیانت داری سمجھتے ہو؟“

وہ سر جھکائے سوچتا رہا۔ آرمر نے کہا۔ ”میں پھر آؤں گا۔ اس وقت تک اپنے دل اور دماغ کو صرف تنظیم کے مقاصد سے وابستہ کر لو۔“

وہ اس کے دماغ سے نکل آیا۔ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر خیال خوانی کے ذریعے کرشمین اسٹالن کو مخاطب کیا۔ اُسے بولڈ ماسٹر کے چور خیالات بتائے۔ اسٹالن نے کہا۔ ”اگر بولڈ ماسٹر صرف جوزا کو حاصل کرنے کے لیے ہماری ٹیم میں ہے تو پھر وہ کبھی تنظیم کے لیے اچھا کام نہیں کر سکے گا۔“

”اسٹالن! تمھیں مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ انسان غلط راستے پر بھٹکتا ضرور ہے، پھر راہِ راست پر بھی آ جاتا ہے۔ وہ کام کا آدمی ہے۔ اسے محبت سے سمجھانے کی کوشش کروں گا۔ وہ جوزا کے خیال سے باز نہیں آئے گا تو پھر تم اس سے نمٹ لینا۔“

”آرمر! تمھاری ٹیلی پیتھی ہماری تنظیم کے لیے باعثِ رحمت ہے۔ اب ذرا جوزا کے خیالات پڑھ کر بتاؤ۔“

وہ جوزا کے دماغ میں آیا۔ وہ ایک بیڈ روم میں تھی۔ ایک بھرپور انگڑائی لے کر بستر پر گرتے ہوئے بولی۔ ”تم آ گئے آرمر! جوانی کے کتنے ہی دن انتظار میں کٹ گئے۔ کتنی ہی راتیں کروٹیں بدل بدل کر گزار دیں۔ میرا دل کہتا تھا، جذبہ سچا ہے تو تم میری طرف کھنچے چلے آؤ گے۔“

وہ حیرانی سے بولا۔ ”یہ کیا بکواس کر رہی ہو؟“

”میں جانتی ہوں، تم عورت کی محبت کو بکواس سمجھتے ہو۔ کیا تمھاری بہن عورت نہیں ہے؟“

”بہن اور دوسری عورتوں میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ بہن کے رشتے میں تقدس ہوتا ہے۔“

”اگر تمھارا باپ تقدس کو بالائے طاق رکھ کر تمھاری ماں سے محبت نہ کرتا تو تمھیں بہن کا مقدس رشتہ نہ ملتا۔“

”ارے یہ تم کیسی بے حیائی کی باتیں کر رہی ہو؟“

”میاں بیوی یا ماں باپ کے باہمی رشتے میں بے حیائی نہیں ہوتی محبت ہوتی ہے۔ کتنے افسوس کی بات ہے، تم محبت کو بے حیائی سمجھتے ہو۔“

”ہاں میں اسے بے حیائی سمجھتا رہوں گا۔“

”تو پھر تمھاری بہن بھی اُن لمحات میں بے حیا ہوگی جب وہ کسی جوان سے دوستی کرے گی۔“

”جوزا! میں تمھیں سمجھاتا ہوں۔ میری بہن کے بارے میں ایسی باتیں نہ کرنا۔ ورنہ...“

”ورنہ تمھارے جیسا سچا آدمی عورت کے رشتے سے سچائی کو نہیں مانے گا۔ بہن ایسا کرے گی تو سچی اور محترم ہوگی۔ میں تم سے محبت کروں گی تو بے حیا اور فلرٹ کہلاؤں گی۔ اگر سچے انسان ہو تو پہلے اپنے گریبان میں جھانک کر میری باتوں پر غور کرو، پھر میرے پاس آؤ۔“

اس نے سانس روک لی۔ آرمر اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ ناگواری سے سوچنے لگا۔ کیا فضول سی عورت ہے۔ مجھ سے عشق کر رہی ہے اور عشق کرنے کے لیے میری بہن کی مثال پیش کر رہی ہے!

معقول زندگی گزارنے والا معقول باتیں سمجھتا ہے۔

اُس کے دل نے سمجھایا جوزا درست کہتی ہے۔ محبت کرنے والی عورت کو بے حیا کہنا سراسر ناانصافی ہے جب کہ وہ ان معاملات میں جورو کو کبھی بے حیا نہیں کہے گا۔

اس معقول بات نے اُسے پریشان کر دیا۔ ”کیا میں جوزا کی محبت کو تسلیم کر لوں؟ نہیں، اُس کی محبت کسی سے بھی درست ہو سکتی ہے، مجھ سے نہیں ہو سکتی۔“

اس کے دل نے کہا۔ ”کیوں نہیں ہو سکتی؟ کیا میں انسان نہیں ہوں۔ کیا انسان محبت کرنے کے لیے پیدا نہیں ہوا ہے؟“

اس نے خود سے کہا۔ ”یہ ٹھیک ہے، مگر میں بوڑھا ہو چکا ہوں۔“

”غلط۔ سینتالیس برس کا کنوارا کبھی بوڑھا نہیں ہوتا۔“

یہ تمام باتیں درست تھیں۔ وہ حقیقت سے انکار کر رہا تھا لیکن اس کے اندر کی سچائی اُسے حقیقت کو تسلیم کرنے پر مجبور کر رہی تھی۔ اُس نے پریشان ہو کر سوچا۔ ”ابھی جوزا سے دُور رہنا چاہیے۔ اُس کے دماغ میں جاؤں گا تو وہ پھر مجھے الجھائے گی۔“

وہ اُسے چھوڑ کر تنظیم کے دوسرے فرد کے پاس جانا چاہتا تھا لیکن ایک نسوانی چیخ سن کر کرسی سے اُٹھ گیا۔ تیزی سے چلتا ہوا کمرے سے باہر آیا۔ تنظیم کے دوسرے افراد ایک کمرے کی طرف دوڑتے جا رہے تھے۔ وہ بھی تقریباً... دوڑتا ہوا وہاں پہنچا۔ جوزا بستر پر تڑپ رہی تھی اور جنونی انداز میں چیخ رہی تھی۔ اُس کی ساتھی کرینا اور ایک ڈاکٹر اُسے قابو میں رکھنا چاہتے تھے۔ دوسرے افراد نے بھی بستر کے پاس آ کر جوزا کو پکڑ لیا۔ ڈاکٹر اس کے لیے ایک انجکشن تیار کرنے لگا۔ آرمر نے پوچھا۔ ”اسے کیا ہو گیا ہے؟“

اسٹالن نے ایک سرد آہ بھر کر اُسے دیکھا۔ پھر آرمر کو ایک طرف لے جا کر بولا۔ ”کیا تم جوزا کے دماغ میں نہیں گئے تھے؟“

”گیا تھا لیکن اس کے خیالات پڑھنے کا موقع نہیں ملا۔“

”میرا خیال ہے، تمھاری خیال خوانی کے دوران اس پر دورہ پڑا ہے۔ ایسا پہلے بھی تین بار ہو چکا ہے۔“

”اس پر دورہ کیوں پڑتا ہے؟“

اسٹالن نے کہا۔ ”میں نے یہ بات تنظیم کے کسی فرد کو نہیں بتائی ہے۔ جوزا کو بھی معلوم نہیں ہے کہ اسے کینسر ہو گیا ہے۔ یہ سال چھ ماہ کی مہمان ہے۔“

آرمر کے دل کو دھچکا سا لگا۔ اس نے جوزا کی طرف دیکھا۔ انجکشن لگائے جانے کے بعد وہ پُرسکون ہو گئی تھی۔ آنکھیں بند کیے پڑی تھی۔ یوں تو وہ پہلے ہی کم حسین نہیں تھی۔ بیماری کے باعث اس کا بیمار حسن اور غضب ڈھا رہا تھا۔ آرمر سوچ رہا تھا۔ ”کیا یہ بے چاری اچانک کسی دن مر جائے گی۔ زندگی کتنی بے وفا اور موت کتنی ظالم ہوتی ہے۔ بھری جوانی میں بھی اُٹھا لے جاتی ہے۔“

اسٹالن کے دو مشیر تھے جو ملنے ہوئے سیاستدان اور پلان میکر تھے۔ ان میں سے ایک تجربے کار ڈاکٹر تھا۔ وہ جوزا کا علاج بڑی توجہ سے کرتا رہتا تھا۔ اُس کے پُرسکون ہونے پر سب کمرے سے باہر جانے لگے۔ اسٹالن نے کہا۔ ”ہم اسے زیادہ سے زیادہ خوش رکھنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن اس عمر میں اصل خوشی مرد کے پیار سے ملتی ہے۔“

آرمر نے کہا۔ ”اسے شادی کر لینا چاہیے۔“

”ہم سب نے اسے سمجھایا ہے لیکن یہ نہیں مانتی۔ کہتی ہے اس کا ایک آئیڈیل ہے، شادی اسی سے کرے گی۔ ہم پوچھ پوچھ کر تھک گئے کہ آئیڈیل کون ہے۔ اس کا ایک ہی جواب ہوتا ہے۔ کبھی زندگی میں اس سے سامنا ہوگا اور وہ مجھے قبول کرے گا تو دنیا کو بتاؤں گی۔“

آرمر یہ باتیں سن کر پریشان ہو رہا تھا۔ اسٹالن نے کہا۔ ”دیکھو، یہ سکون سے لیٹی ہوئی ہے۔ تم اس کے چور خیالات پڑھ کر ہمیں اس کے آئیڈیل کے متعلق بتا سکتے ہو۔“

”آئیڈیل کا نام معلوم کر کے کیا حاصل ہوگا؟“

”وہ دنیا کے جس حصے میں بھی ہوگا، ہم وہاں جا کر اس کے قدموں میں گر جائیں گے۔ جوزا ہمیں جان سے زیادہ عزیز ہے۔ ہم چاہتے ہیں، اسے آخری سانسوں میں ازدواجی مسرتیں حاصل رہیں۔ ہمیں یقین ہے، اس کا آئیڈیل جو بھی ہوگا، وہ اتنا سنگدل نہیں ہوگا کہ کسی کو آخری لمحات میں خوشیاں دینے سے انکار کر دے گا۔“

آرمر کبھی جوزا کو دیکھ رہا تھا، کبھی اسٹالن سے نظریں چرا رہا تھا۔ اس نے کہا۔ ”ہمیں یہاں سے چلنا چاہیے۔ میں بعد میں اس کے خیالات پڑھوں گا۔“

”بعد میں کیوں؟“...

”وہ دراصل بات یہ ہے کہ... کہ میں کسی عورت کی اجازت کے بغیر اس کے دماغ میں کبھی نہیں جاتا۔“

”ہماری تنظیم کے ہر فرد نے تمھیں اجازت دی ہے۔ جوزا بھی راضی ہے۔“

”وہ... وہ تو ٹھیک ہے مگر... مگر...“

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"مگر کیا؟"

"وہ نیند سے بیدار ہوگی نارمل رہے گی تو اس کے دماغ میں جاؤں گا!"

وہ اسٹالن کے ساتھ آہستہ آہستہ چلتا ہوا کمرے سے جانے لگا۔ دروازے پر پہنچتے ہی جوزا کی کمزور سی آواز سنائی دی "آرمر!"

وہ رک گیا۔ سر گھما کر دیکھا۔ وہ نڈھال سی پڑی ہوئی تھی۔ بیمار آنکھوں سے اُسے دیکھ رہی تھی اور دیکھنے کا انداز اپنی طرف بلا رہا تھا۔ اسٹالن نے کہا "تمھیں بلا رہی ہے۔ جاؤ اُسے یقین دلاؤ کہ تم خیال خوانی کے ذریعے اُس کے آئیڈیل کو یہاں لے آؤ گے!"

یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ آرمر جھجکتا ہوا بستر کے قریب آیا پھر اٹکتے ہوئے بولا "تت... تم... جاگ رہی ہو؟"

"میں تو سونا چاہتی ہوں پھر کبھی اٹھنا نہیں چاہتی!"

"ایسا کیوں کہتی ہو؟"

"مجھے ایسا لگتا ہے کہ میں زیادہ نہیں جیوں گی!"

"ہمیشہ خوش رہنے سے زندگی کی میعاد بڑھ جاتی ہے!"

"کیا تم مجھے خوش رکھو گے؟"

وہ نظریں نہ ملا سکا، دوسری طرف دیکھنے لگا۔ جوزا نے نقاہت سے کہا "میری عمر ایک دن کی ہو یا ایک ہزار سال کی میں تمھارا ہی انتظار کرتی رہوں گی!"

"تم نے مجھے آئیڈیل بنا کر مصیبت میں ڈال دیا ہے۔ تنظیم کے تمام لوگ اس آئیڈیل کا نام اور پتا معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ میں کیسے بتاؤں کہ وہ بے وقوف میں ہی ہوں۔ تمھاری جیسی حسین عورت سے بھی دور رہنا چاہتا ہوں!"

"تم مجھ سے کیوں دور رہنا چاہتے ہو؟"

"یہ فطرت ہے میری!"

"جانور کی فطرت ایک ہوتی ہے۔ انسان اپنی فطرت میں تبدیلی لانے کی قدرت رکھتا ہے۔ کیا تم کسی کو خوش کرنے کے لیے اپنی فطرت بدل نہیں سکتے؟ جب کہ بدلنے سے کسی کو فائدہ پہنچتا ہے اور تمھاری ذات کو نقصان نہیں پہنچتا!"

آرمر کے اندر نیک انسان نے سمجھایا "اس کی زندگی چند مہینوں کی رہ گئی ہے۔ اسے مختصر سی حیات میں زیادہ سے زیادہ خوشیاں دینا سب سے بڑی نیکی ہے۔ میں ہمیشہ دوسروں کے کام آتا رہا ہوں آج مجھے اتنی بڑی نیکی سے انکار نہیں کرنا چاہیے!"

جوزا نے بڑی محبت سے کہا "میری بات سنو!"

وہ سننے کے لیے جھکا۔ اس نے گردن میں بانہیں ڈال کر اُسے اور جھکا لیا۔ کنوارے کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ وہ سرگوشی میں بولی "تمھیں قسم ہے ایک سچ بولو گے۔ ان لمحات میں کیسی لگ رہی ہوں؟"

وہ سوچ میں پڑ گیا۔ جھوٹ بولنے کی عادت نہیں تھی اور سچ یہ تھا کہ زندگی میں پہلی بار کوئی دل و دماغ کو گرما رہی تھی۔ وہ زندگی میں پہلی بار بچنا نہیں چاہتا تھا۔ وہ جوزا کے سوال کا جواب زبان سے نہ دے سکا۔ جواب سوچتے سوچتے اُس پر جھکتے جھکتے اوندھے منہ گر پڑا۔

اس کے بعد آرمر کے پاس سر تو رہا، سر میں سوچ نہ رہی۔ اُس کا وجود رہا، وہ خود نہ رہا۔ ایک ایسی جنت میں گم ہو گیا جسے وہ باہر سے دیکھتا رہا تھا۔ اندر جاتے ہوئے شرماتا تھا اور آج اندر گیا تو باہر آنے کا راستہ بھول چکا تھا۔

بہت سارا وقت گزر گیا جیسے صدیاں گزر گئی ہوں۔ وہ بستر پر پڑا ہانپ رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔ خدا نے اس دنیا میں ایک ننھے سے ذرّے کو بھی بے مقصد نہیں بنایا اور عورت تو سب سے اہم تخلیق ہے جس کے بغیر انسان مکمل ہوتا ہے نہ دنیا۔ پھر وہ اب تک اس اہم ہستی کی محبتوں اور لطافتوں سے محروم کیوں تھا؟ کیوں خدا کی دین سے انکار کر رہا تھا؟

آج بھی شاید انکار کرتا لیکن آج کل میں مر جانے والی جوزا کا دل توڑنا گناہ تھا۔ اب وہ نئی مسرتوں سے متعارف ہو کر صدقِ دل سے چاہتا تھا کہ وہ مسرتیں لٹانے والی زندہ رہے۔ زندگی کی لطافتوں اور جوانی کی لذتوں سے آشنا ہو کر صحیح معنوں میں زندگی کی اہمیت اور موت کی دہشت کا صاف پتا چلتا ہے۔

آرمر دل ہی دل میں جوزا کی موت سے انکار کر رہا تھا۔ اب اس کی سب سے اہم جذباتی خواہش یہی تھی کہ وہ سلامت رہے۔ اس کی سوچ کے دوران غسل خانے کا دروازہ کھلا۔ جوزا تولیے میں لپٹی ہوئی باہر آئی۔ اس کے گورے بدن پر پانی کی بوندیں پھسل رہی تھیں۔ اُسے دیکھتے ہی آرمر اپنے بازو میں منہ چھپا کر شرمانے لگا۔

وہ اپنی انگلیوں سے اس کے بالوں میں کنگھی کرتے ہوئے بولی "میں خوش نصیب ہوں، مجھے تمھارے جیسا شریف آدمی ملا ہے۔ ہماری دنیا میں ایسے لوگ شاذ و نادر ہی نظر آتے ہیں جنھوں نے پینتالیس پچاس برس تک کسی عورت کو ہاتھ نہ لگایا ہو۔ چلو اٹھو غسل کر لو!"

وہ نظریں نیچی کیے اٹھ گیا پھر جلدی سے غسل خانے میں چلا گیا۔ جوزا اس کی شرمیلی حرکتوں پر ہنستی رہی۔ تھوڑی دیر بعد دروازے پر دستک ہوئی۔ اس نے مسکراتے ہوئے دروازہ کھولا۔ کرشین اسٹالن کھڑا ہوا تھا اُسے مسکراتے دیکھ کر بولا۔ "پورے ایک گھنٹے تک تمھارا دروازہ بند رہا اور ہم اس کے کھلنے کا انتظار کرتے رہے، تب ہماری سمجھ میں آیا کہ آرمر ہی تمھارا آئیڈیل ہے کیا میں درست کہہ رہا ہوں؟"

"مسٹر اسٹالن! آج میں بہت خوش ہوں!"

"ہم تمھاری خوشی میں خوش ہیں۔ میں آرمر کو ایک بہت بڑی خبر سنانے آیا ہوں!"

جوزا ذرا شرماتے ہوئے بولی "وہ باتھ روم میں ہے!"

"اس سے کہو فوراً میرے دماغ میں آئے!"

وہ باتھ روم کے دروازے پر آئی پھر دستک دیتے ہوئے بولی "آرمر! مسٹر اسٹالن تم سے بہت ضروری گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ ان سے دماغی رابطہ قائم کرو!"

وہ دماغ میں پہنچ کر بولا "مسٹر اسٹالن! کیا بات ہے؟"

اسٹالن نے بلند آواز میں کہا تاکہ جوزا بھی سن لے۔ اس نے کہا "آرمر! آج تمھاری زندگی میں ایک نئی بہار آئی ہے، ایک اور بہار آنے والی ہے۔ اس کا نام ہے جوجو..."

آرمر نے چونک کر پوچھا "کیا کہہ رہے ہو؟"

"ابھی میرے معتبر جاسوس نے اطلاع دی ہے کہ تمھاری بہن کو اغوا کیا گیا ہے۔ اب تمھارے عمل کا وقت آیا ہے، جوجو دشمنوں کی گرفت سے نکل کر تمھارے پاس آ سکتی ہے!"

"وہ کیسے؟ جلدی بتاؤ؟"

"وہ اغوا کرنے والے جوجو سمیت کہیں گم ہو گئے ہیں، اُن کا سراغ نہیں مل رہا ہے۔ تم فوراً اپنی بہن کے دماغ میں جاؤ، لیکن ایک بات ہے، ہمارے معتبر جاسوس نے بتایا ہے کہ آپریشن کے ذریعے جوجو کی آواز اور لہجہ بدل دیا گیا ہے۔ اس کے چہرے پر بھی ہلکی سی تبدیلی کی گئی ہے!"

آرمر نے کہا "میں ابھی معلوم کرتا ہوں!"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ جوجو کی آواز اور لہجے کو یاد رکھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ تو اُس کی روح میں رچی بسی ہوئی تھی۔ لیکن اتنی گہری وابستگی کے باوجود اس کا سراغ نہیں ملا۔ دشمنوں نے آپریشن کے ذریعے نئی آواز اور نئے لہجے کے مطابق اس کے دماغ میں تبدیلی کی تھی یہی وجہ تھی کہ اب سوچ کی لہریں پرانی آواز اور لہجے کے مطابق خیال خوانی کرنے والے کو اس کے دماغ تک نہیں پہنچاتی تھیں۔

وہ فوراً لباس پہن کر باتھ روم سے باہر آیا پھر اسٹالن سے بولا "مجھے اپنی بہن کا دماغ نہیں مل رہا ہے۔ یقیناً اسے آپریشن کے ذریعے تبدیل کیا گیا ہے۔ میں کیا کروں؟ کیسے اُس کے پاس پہنچوں؟"

"فکر نہ کرو۔ انٹرنیشنل ائرلائن ایسوسی ایشن کے ایک خاص افسر سے ہمارا رابطہ ہے۔ اُس نے بتایا ہے کہ ماسکو سے پرواز کرنے والا ایک طیارہ مشرقی جرمنی اور سوئٹزرلینڈ کے درمیان کہیں گم ہو گیا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ جوجو کو اُسی طیارے میں لے جایا گیا ہے۔ تم روانگی کے لیے تیار ہو جاؤ۔ تمھارے چہرے پر ہلکی سی تبدیلی کی جائے گی۔ تم ایک نئے نام اور نئے چہرے کے ساتھ باہر جاؤ گے!"

روانگی کی تیاریاں ہونے لگیں۔ ایک گھنٹے میں اُس کا چہرہ تبدیل ہو گیا۔ سفر کا ضروری سامان آ گیا۔ دوسرا گھنٹا ختم ہونے سے پہلے وہ جوزا کے ساتھ ایک چارٹرڈ طیارے میں پرواز کر رہا تھا۔

کوئی زبردست چکر چل چکا تھا۔

اُس وقت میں نہیں جانتا تھا کہ معاملہ کیا تھا۔ ماسک مین نے سپر ماسٹر کے خلاف غصے کا اظہار کیا تھا کہ اُس نے جوجو کو اغوا کرایا ہے۔ سپر ماسٹر نے تسلیم کیا تھا کہ اس کے آدمی جوجو کو لے جا رہے ہیں۔ پھر اچانک وہ طیارہ لاپتا ہو گیا۔ یہاں سے سوال اُبھرا کہ جوجو کہاں گئی؟ وہ دونوں سپر طاقتوں سے چھین لی گئی۔ کون اُسے چھین کر لے جا رہا ہے؟

میں پہلی فلائٹ سے اُدھر روانہ ہو گیا، جدھر آرمر پہنچنے والا تھا۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

شطرنج کی بساط بچھی ہو، بساط پر تمام مہرے اپنی اپنی چال پر جمے ہوں تب بھی چالیں آسانی سے سمجھ میں نہیں آتیں کہ اگلی چال ہمیں مات دے گی یا ہم سے مات کھائے گی۔ سونیا بُلا کی شکّی تھی۔ اُسے یقین کی حد تک شبہ تھا کہ جوجو اغوا نہیں کی گئی ہے، یہ دُشمنوں کی کوئی زبردست چال ہے۔

مَیں نے روانگی سے پہلے ہر پہلو کو سامنے رکھ کر اس سے بحث کی۔ سونیا نے کہا "ماسک مین نے جوجو کو فولادی پہرے میں رکھا ہے، اُسے وہاں سے نکال لے آنا بچّوں کا کھیل نہیں ہے۔"

مَیں نے پوچھا "کیا تمھارے لیے بچّوں کا کھیل تھا؟ تم نے فولادی پہرے کو توڑ کر تاتیانہ کو قتل کیا تھا۔ تم نے فولادی اعضا رکھنے والے وہاں کے حکمرانوں کو اپنی شرائط ماننے پر مجبور کر دیا تھا۔ پاسکل کو وہاں سے اغوا کر کے لانا بھی بچّوں کا کھیل نہیں تھا۔ کیا تمھاری طرح کوئی اور چالاک اور مکّار نہیں ہوسکتا؟"

"ہوسکتا ہے، تمام دُنیا کے شاطر ہماری نظروں میں رہتے ہیں، اگر کوئی نیا شاطر پیدا ہو گیا ہو تو اُس کے منظرِ عام پر آنے کا انتظار کرنا ہوگا۔"

"سُپر ماسٹر نے اعتراف کیا ہے کہ اُس کے جیالوں نے جوجو کو اغوا کیا ہے لیکن وہ طیارہ اچانک لاپتا ہو گیا ہے اور یہ کوئی زیادہ حیرانی کی بات نہیں ہے۔ ان حالات میں کوئی دوسری پارٹی مداخلت کر کے فائدہ اُٹھا سکتی ہے۔"

"مَیں یہی سمجھنا چاہتی ہوں، دو سُپر طاقتوں کے درمیان وہ مداخلت کرنے والی دوسری پارٹی کون ہے؟"

مَیں نے کہا "یہ وہی لوگ ہوسکتے ہیں جنھوں نے آرمر کو اغوا کیا ہے، اُسے اپنے اعتماد میں لیا ہے۔ ہم سے اس کا رابطہ منقطع کرایا ہے پھر اپنے زبردست منصوبے کے مطابق آرمر کی ٹیلی پیتھی کے سہارے جوجو کے طیارے کو اغوا کرایا ہے۔"

یہ اُلجھی ہوئی بحث تھی۔ جب تک وہ اغوا ہونے یا لاپتا ہونے والا طیارہ نظر میں نہ آتا تب تک معاملات واضح نہیں ہوسکتے تھے۔ سونیا نے کہا "خدا کرے جوجو اغوا نہ کی گئی ہو، اُسے دو چار ماہ بستر پر لیٹ کر آرام کرنا چاہیے۔ یہ دُشمنی والی حرکتیں اُسے نقصان پہنچائیں گی۔ تمھیں سوئٹزرلینڈ جانا چاہیے۔"

مَیں روانگی سے پہلے رسونتی سے ملاقات نہ کر سکا۔ وہ باباصاحب کے ادارے میں زیرِ علاج تھی۔ علی تیمور اپنی ماں کے پاس تھا۔ آخری معلومات کے مطابق پارس، سوسانہ کے ساتھ زیرِ زمین دُنیا سے باہر آ گیا تھا۔ سونیا ہماری نئی بستی آباد کرنے کے سلسلے میں پھر مصروف ہو گئی تھی۔ میری روانگی سے قبل ماریہ کو اپنے ساتھ لے گئی تھی۔

مَیں چارٹرڈ طیارے کے ذریعے سوئٹزرلینڈ پہنچ کر گمشدہ طیارے کو تلاش کر سکتا تھا لیکن اس طرح دُشمنوں کی نظروں میں آ جاتا۔ پتا نہیں، وہ کیسی چالیں چل رہے تھے۔ اُنھیں دُور ہی دُور سے بھانپنے کے لیے میں خیال خوانی سے کام لے رہا تھا۔ فرانس کا ایک ہیلی کاپٹر اور ایک طیارہ اُدھر روانہ ہو چکا تھا۔ سونیا نے اُن کے پائلٹ اور عملے سے یہ کہہ کر میرا تعارف کرایا تھا کہ میں باباصاحب کے ادارے کا ایک نیا خیال خوانی کرنے والا ہوں اور میرا نام برائن وولف ہے۔

مَیں وقت سے بہت پہلے ائرپورٹ پہنچ گیا۔ تنہا کاٹیج میں دل نہیں لگ رہا تھا۔ ائرپورٹ کے ریفریشمنٹ ہال میں آ کر کافی پینے لگا۔ وہاں بڑی رونق تھی۔ مختلف ممالک کے لوگ مختلف ملبوسات میں نظر آ رہے تھے۔ بوڑھے، بچّے اور جوان سبھی لوگ اپنی میزوں پر اپنے ساتھیوں سے ہنس بول رہے تھے، ایک مَیں ہی تنہا تھا۔

کاؤنٹر کے پاس ایک چودہ یا پندرہ برس کا لڑکا نظر آ رہا تھا، وہ لڑکا تھا مگر قدرت نے اُسے لڑکیوں کا سا حُسن دیا تھا۔ چہرے کے نقوش قابلِ دید تھے۔ اس میں بے حد کشش ہونے کے باعث دو افراد اُس کے دائیں بائیں لگ کر کھڑے ہو گئے تھے۔ وہ کسمسا کر اُن کے درمیان سے نکل گیا۔ ناگواری سے کچھ بولتا ہُوا اُن سے ذرا دُور جا کر کاؤنٹر گرل سے کچھ طلب کرنے لگا۔ وہ دونوں اُسے دیکھ کر ہنس رہے تھے پھر ایک شخص بیئر کا کین اُٹھائے اس کے پاس آیا۔ تب لڑکے نے چیخ کر پوچھا "تم کیا چاہتے ہو؟ مجھے کیوں پریشان کر رہے ہو؟"

اُس شخص نے آس پاس دیکھا۔ ریستوران کے سبھی لوگ اُنھیں دیکھ رہے تھے۔ وہ کھسیانا ہو کر بولا "غصّہ کیوں کرتے ہو؟ مَیں تو دوستی کرنا چاہتا ہُوں۔"

"میری دوستی بہت مہنگی پڑے گی، مجھ سے دُور رہو۔"

وہ اونچی آواز میں باتیں کر رہے تھے۔ مَیں سُن رہا تھا۔ جی چاہتا تھا، خیال خوانی کا کوئی تماشا کروں لیکن وہ دُشمن کے آلۂ کار ہوسکتے تھے۔ مَیں ان میں سے کسی کے دماغ میں جاتا اور اس دماغ میں پہلے ہی کوئی خاموشی سے موجود ہوتا تو وہ میری خیال خوانی سے سمجھ لیتا کہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا سوئٹزرلینڈ جانے کے لیے یہاں موجود ہے۔

وہ خوبرو لڑکا کاؤنٹر گرل سے کافی کی ایک پیالی لے کر وہاں سے پلٹا تو ہال میں دُور تک نظریں دوڑانے لگا۔ کچھ میزیں خالی تھیں لیکن اُس نے میری میز کا انتخاب کیا۔ آہستہ آہستہ چلتا ہُوا میرے قریب آیا پھر بولا "اگر آپ مائنڈ نہ کریں تو۔۔۔؟"

مَیں نے کہا "تم مائنڈ کرنے کی چیز نہیں ہو، بیٹھ جاؤ۔"

اُس نے پیالی کو میز پر اور سفری بیگ کو ایک کرسی پر رکھتے ہوئے شکریہ ادا کیا پھر کرسی پر بیٹھ گیا "مَیں خالی میز پر جا سکتا تھا مگر پتا نہیں کیوں لوگ مجھے تنہا دیکھ کر چھیڑنے لگتے ہیں؟"

میرے قریب آ کر بیٹھنا ایک اتفاق بھی ہوسکتا تھا اور منصوبہ بھی اور مَیں اسے منصوبہ ہی سمجھ رہا تھا۔ ایک بات واضح کر دوں کہ مَیں اپنے پیدائشی چہرے کے ساتھ تھا۔ دوست اور دُشمن دُور سے مجھے دیکھ کر فرہاد علی تیمور کہہ سکتے تھے مگر کتنے نہیں تھے۔ فرہاد تو مر چکا تھا، اُس سے مشابہت رکھنے والا اجنبی سمجھتے ہوں گے۔ جرائم پیشہ افراد کا خیال ہوگا کہ مَیں فرہاد کا چہرہ بنا کر کوئی بڑی واردات کرنے والا ہوں۔ سُپر ماسٹر، ماسک مین اور یہودی تنظیم والے مجھے کبھی زندہ تسلیم نہیں کریں گے لیکن میرے ہم شکل کی کھوج ضرور لگائیں گے۔

شاید وہ خوبرو لڑکا کسی کا آلۂ کار بن کر آیا تھا۔ مَیں نے اس کی بات کا جواب دیتے ہوئے کہا "لوگ اس لیے چھیڑتے ہیں کہ تم لڑکا اور لڑکی کا کاک ٹیل ہو، دو دھاری تلوار ہو۔ ادھر سے بھی کاٹتے ہو اور اُدھر سے بھی کاٹتے ہو۔"

"تم بھی مجھے چھیڑ رہے ہو؟"

"اپنی ذات کی سچائی برداشت کرو، ورنہ جس سے بات کرو گے وہی چھیڑتا ہُوا لگے گا۔"

وہ میز پر ذرا جھک کر بولا "جانتے ہو، مَیں تمھارے پاس کیوں آیا ہُوں؟"

"جانتا ہُوں، ابھی تم نے بتایا ہے کہ لوگ تمھیں تنہا دیکھ کر چھیڑ۔۔۔"

وہ بات کاٹ کر بولا "وہ تو ہے، مگر کچھ اور بھی ہے۔"

"اور کیا ہے؟"

"تم بالکل فرہاد علی تیمور لگتے ہو۔"

"تمھارا نام کیا ہے؟"

"جونی۔ ویسے مَیں کسی کو اپنا نام نہیں بتاتا، خواہ مخواہ دوستی بڑھتی جاتی ہے۔"

مَیں نے کہا "تم بالکل جونی لگتے ہو۔"

اُس نے حیرت سے پوچھا "کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ جیسے مَیں تمھیں فرہاد جیسا لگتا ہُوں، ویسے ہی تم مجھے جونی جیسے لگتے ہو۔"

"اوہ تو، مَیں حقیقتاً جونی ہُوں۔"

"پھر مَیں بھی حقیقتاً فرہاد ہُوں۔"

اُس نے بے یقینی سے مجھے دیکھا پھر انکار میں سر ہلا کر کہا۔ "ہرگز نہیں، فرہاد مر چکا ہے۔ مجھے نادان چھوکرا نہ سمجھو، مَیں فرہاد علی تیمور کی پوری ہسٹری پڑھ چکا ہُوں۔"

مَیں نے پوچھا "یہ کس ہسٹری میں لکھا ہے کہ وہ مر گیا ہے؟"

"مَیں نے اپنی آنکھوں سے اخبارات میں پڑھا تھا۔ اُس روز مَیں بہت رویا تھا۔ مَیں کیا بتاؤں، مَیں اُس کا کتنا بڑا فین ہُوں۔ ممی اور پاپا مجھے فرہاد کا دیوانہ کہتے ہیں، اسی لیے تمھارے پاس آ کر بیٹھ گیا ہوں۔"

"تم کہاں جا رہے ہو؟"

اُس نے جیب سے ٹکٹ نکال کر دیکھتے ہوئے کہا "سوئٹزرلینڈ۔"

"کیا ٹکٹ کو پڑھے بغیر نہیں بتا سکتے تھے؟"

"مَیں اتنا سفر کرتا ہُوں کہ یاد نہیں رہتا، کہاں سے آ رہا ہُوں اور کہاں جا رہا ہُوں؟"

پھر وہ اُٹھتے ہوئے بولا "ایکسکیوز می! ذرا ٹوائلٹ میں جا رہا ہُوں۔"

وہ سفری بیگ اُٹھا کر تیزی سے جانے لگا۔ مَیں اُسے دیکھ رہا تھا۔ ٹوائلٹ اور ریستوران کے درمیان ایک شیشے کی دیوار تھی۔ پتا نہیں، وہ کتنی تیزی میں تھا یا کیسا بدحواس تھا۔ مردوں کے ٹوائلٹ میں جانے کے بجائے لیڈیز پاؤڈر روم کی طرف چلا گیا تھا جہاں عورتیں اپنا میک اپ اور بالوں کی وِگ وغیرہ درست کرنے جاتی ہیں۔ میرے جی میں آیا، اُسے وہاں سے پکڑ کر لے آؤں پھر مُسکرا کر رہ گیا۔ عورتیں اُسے کب لڑکا سمجھیں گی۔ چھوکری سمجھ کر برداشت کر لیں گی۔

آدھے گھنٹے بعد اناؤنسر نے بتایا، سوئٹزرلینڈ جانے والے مسافر گیٹ نمبر دو میں آ جائیں، جہاز پرواز کے لیے تیار ہے۔ مَیں نے اپنا سفری بیگ اُٹھایا پھر ریستوران سے نکلتے ہوئے لیڈیز پاؤڈر روم کی جانب دیکھا۔ جونی نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ ابھی تک زنانہ حصّے سے باہر نہیں آیا تھا۔

مَیں مسافروں کی قطار میں آ کر کھڑا ہو گیا۔ کبھی کبھی پلٹ کر دیکھنے لگا پھر سوچا "عجیب بات ہے، اس چھوکرے نے مجھے ذہنی طور پر اپنی طرف جھکا لیا ہے۔ میری نگاہیں کیوں اُسے تلاش کر رہی ہیں؟ مانا کہ بے حد پُرکشش ہے مگر لڑکا ہے۔"

مَیں گیٹ سے نکل کر مسافروں کی بس میں آیا۔ بس کے شیشے کے پار دیکھا جیسے ہی بس آگے بڑھی، مَیں نے اُسے گیٹ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

سے نکلتے ہوئے دیکھا حیرانی سے میری آنکھیں کھلی رہ گئیں، وہ جونی نہیں ہو سکتا تھا، جونی کی بہن ہو گی۔

ہماری بس آگے بڑھ گئی، وہ پیچھے والی بس میں سوار ہونے جا رہی تھی۔ وہ جو چند سیکنڈ کا نظارہ تھا کھوپڑی گھمانے کے لیے کافی تھا۔ اُس کی سنہری زلفیں شانوں تک تھیں۔ منی اسکرٹ اور بلاؤز میں بدن کے نشیب و فراز گواہی دے رہے تھے کہ وہ پیدائشی لڑکی ہے۔ جونی اُس کے وجود میں کہیں گم ہو گیا تھا یا اس کے پیچھے آ رہا ہو گا۔ بھائی بہن ہم شکل ہو سکتے ہیں۔

طیارے کے قریب پہنچ کر میں بس سے اُتر گیا۔ مسافر ایک قطار میں طیارے کی سیڑھیاں چڑھنے لگے۔ دوسری بس بھی آ گئی۔ اس کے مسافر بھی قطار میں لگ گئے، وہ بھی نظر آئی۔ میں نے غور سے دیکھا اُس کے پاس سفری بیگ وہی تھا جو جونی کے پاس تھا۔ میں اُس کے سامنے آ کر مسکرایا تو وہ چونکی پھر رسماً مسکرا کر قطار میں چلی گئی۔ میں اس کے پیچھے آ گیا۔ آہستگی سے بولا "کیا تمھارا کوئی ہم شکل بھائی ہے؟"

اُس نے سر گھما کر مجھے گھورتے ہوئے دیکھا پھر کہا "میرا کوئی بھائی نہیں ہے۔ پلیز کسی جونی کا ذکر نہ کرنا۔ پتا نہیں یہ کمبخت کون ہے جس کے متعلق لوگ مجھ سے پوچھتے ہیں۔"

ہم آگے پیچھے سیڑھیاں چڑھنے لگے۔ میں نے کہا "تمھاری طرح میں بھی اُلجھن میں ہوں۔ ابھی آدھا گھنٹا پہلے وہ میرے ساتھ کافی پی رہا تھا۔"

وہ بولی "میرا ایک کام کرو گے؟"

"کیا چاہتی ہو؟"

"بس اتنا چاہتی ہوں کہ آیندہ وہ جونی نظر آئے تو اُسے گولی مار دو۔ تمھاری اُلجھن بھی دُور ہو جائے گی۔ مجھے بھی اس کے ذکر سے نجات مل جائے گی۔"

وہ طیارے میں پہنچ کر مجھ سے الگ ہو گئی۔ ہماری سیٹیں مختلف جگہ تھیں، وہ دُور ہوئی تو یوں لگا یہ دُنیا دلچسپیوں سے خالی ہو گئی ہے۔ میں اُس کے ساتھ بیٹھنا چاہتا تھا۔ میرے لیے یہ معمولی بات تھی۔ خیال خوانی کے ذریعے اُس کے پاس بیٹھنے والے کو اپنی سیٹ پر بُلا سکتا تھا اور اس کے پاس جا کر بیٹھ سکتا تھا یا اپنے ساتھ بیٹھنے والے کو اُدھر بھیج کر اِدھر حسینہ کو بُلا سکتا تھا اور یہ اُلجھن دُور کرنے کی کوشش کر سکتا تھا کہ وہ جونی سے بیزار کیوں ہے اور بیزار ہونے کے باوجود اس کی ہم شکل کیوں ہے؟

ان حالات میں بے انتہا تجسس کے باعث کوئی بھی خیال خوانی کے لیے مجبور ہو سکتا ہے، میں بھی مجبور ہو جاتا لیکن سونیا رخصتی کے آخری لمحے تک تاکید کرتی رہی تھی "خیال خوانی سے پرہیز کرتے رہنا، جان پر بن آئے یا ٹیلی پیتھی کے بغیر کوئی شکل آسان نہ ہو، تب خوب سوچ سمجھ کر خیال خوانی کرنا، نہیں تو پچھتاؤ گے، ایک عورت کے ہاتھوں مرتے مرتے بچے ہو، اب تو عقل سے کام لو۔"

اُس نے درست کہا تھا۔ دُشمن عورت کو میری کمزوری بتاتے ہیں۔ آج وہ مجھے فرہاد نہیں سمجھتے مگر میری حرکتوں سے سمجھ لیں گے۔ میں بے چین ہو کر اُس حسینہ کے دماغ میں جاؤں گا تو دو باتوں کا انکشاف ہو گا۔ ایک تو یہ کہ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں، دوسرے یہ کہ حسن و شباب دیکھ کر پھسل جاتا ہوں۔ میں نے دل مضبوط کیا۔ اُسے پھسلنے سے روکا اور اپنی سیٹ پر جم کر بیٹھ گیا۔ یہ ارادہ کر لیا کہ اس کی سیٹ کی طرف سر گھما کر بھی نہیں دیکھوں گا۔

میرے ساتھ والی سیٹ پر ایک بوڑھی عورت آ کر بیٹھ گئی تھی۔ کوئی بھی مسافر اس کے پاس سے گزرتا تو وہ بار بار پرس سے آئینہ نکال کر میک اَپ درست کرنے لگتی تھی۔ اُسے شبہ ہوتا تھا کہ گزرنے والے اس کے حسن کو میلا کرتے جاتے ہیں۔ میں نے مسکرا کر کہا "میں دعا مانگ رہا تھا کہ مجھے کوئی حسین ہمسفر ملے، آخر میری دُعا پوری ہو گئی۔"

خوشی سے اُس کی باچھیں کھل گئیں، وہ بولی "بڑے شریر ہو، تعریف کرنے کا انداز بہت خوب ہے۔ ویسے میں بہت زیادہ حسین تو نہیں ہوں۔"

وہ مجھ سے کہلوانا چاہتی تھی کہ بہت زیادہ حسین ہے۔ میں نے کہا "میں تو زیادہ سمجھ رہا ہوں تم اگر کم کرنا چاہو تو کرو۔"

وہ بولی "تم بہت ہینڈسم ہو۔"

"میں زیادہ عمر والا نظر آتا ہوں مگر تم یقین نہیں کرو گی، میں آج پورے بیس برس کا ہو گیا ہوں۔"

"واہ! یقین کیوں نہیں کروں گی! لوگ میری عمر کا بھی غلط اندازہ لگاتے ہیں۔ مجھ میں اور تم میں اُنیس بیس کا فرق ہے۔"

عضب خدا کا، اُس نے اپنی عمر سے کم از کم چالیس برس کم کر دیے۔ پتا نہیں ان عورتوں کو عمر کم سے کم کرنے میں کتنی روحانی مسرتیں حاصل ہوتی ہیں۔ سفر کے دوران وہ میرے لیے دلچسپ تماشا بنی رہی۔ میں جونی کی ہم شکل کو بھول گیا تھا...

سوئٹزر لینڈ پہنچ کر ایگیج ہال میں پہنچ کر اُس سے سامنا ہوا۔ میں نے کہا "پتا نہیں آج کے بعد کبھی سامنا ہو یا نہ ہو مگر تمھارے ہم شکل کو کبھی نہیں بھولوں گا۔"

"پلیز! تم پھر اُس کا ذکر کر رہے ہو۔"

میں نے جاتے ہوئے کہا "اب نہ ملاقات ہو گی اور نہ ذکر ہو گا۔"

اسکیٹنگ کلب کے ایک ریسٹ ہاؤس میں میرے لیے ایک پورشن ریزرو تھا۔ میں اپنے سامان کے ساتھ وہاں پہنچ گیا۔ ایک زبردست حسینہ سے بچھڑنے کا افسوس تھا لیکن مجھ سے زیادہ مایوسی دُشمنوں کو ہوئی ہو گی۔ میں نہ تو اُس کے دماغ میں گیا تھا اور نہ ہی جسمانی طور پر اُس کے قریب رہنے کی دانستہ کوشش کی تھی۔

میں نے کمرے میں پہنچ کر دروازے کو اندر سے بند کیا۔ اس کمرے کے ایک ایک حصّے کو اچھی طرح چیک کیا پھر آرام سے بیٹھ کر ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ایک اسنیک بار کے کاؤنٹر پر کھڑا کافی پی رہا تھا۔ اُس کی سوچ نے بتایا کہ وہ اس برفانی علاقے میں ایک ہزار میل کی پرواز کر چکا ہے۔ اُسے کوئی گمشدہ طیارہ نظر نہیں آیا۔ شاید فرانسیسی طیارے کے پائلٹ نے کچھ معلومات حاصل کی ہوں۔

میں نے کہا "اگر اغوا شدہ طیارہ کسی جنگل میں چھپانا ہو تو پتوں سے بھری شاخیں کاٹ کر اُس پر ڈال دیتے ہیں، وہ ہرے بھرے پتّوں اور جھاڑیوں میں چھپ جاتا ہے۔ یہاں حدِ نظر تک برف ہی برف ہے۔ ہو سکتا ہے انھوں نے طیارے کو کسی کھائی میں لے جا کر اُتارا ہو اور اب تک اُس پر برف کی تہیں جم گئی ہوں۔"

"ہاں جناب! ایسا ممکن ہے۔ انھوں نے طیارے کو اسی طرح چھپایا ہو گا لیکن ہم کیسے معلوم کریں۔ یہاں تو ایسی ایک انچ جگہ بھی نہیں ہے جہاں برف جمی نہ ہو۔ پہاڑوں پر، میدانوں میں، مکانوں اور دُکانوں کی چھتوں، دیواروں اور برآمدوں میں برف جمی ہوئی ہے۔ اگر ہم گلیشیر توڑنے والے ڈائنامائٹ استعمال کریں اور آبادی سے دُور تک کے تمام مقامات پر دھماکے کرتے جائیں تو شاید برف کے پگھلنے سے وہ طیارہ نظر آ جائے۔"

"یہاں کی انتظامیہ دھماکے کرنے کی اجازت نہیں دے گی۔ انھوں نے طیارے کو جہاں بھی چھپایا ہے، وہاں کوئی نشان رکھا ہو گا تاکہ ضرورت کے وقت طیارے کو دوبارہ برف سے نکالا جا سکے۔"

پائلٹ نے کہا "ایسے کسی مخصوص نشان کی تلاش کے لیے نیچی پرواز کرنی ہو گی۔ کیا آپ ہمارے ساتھ آئیں گے؟"

"نہیں، میں دور ہی سے رابطہ رکھوں گا، تم پھر پرواز کرو۔"

میں اُس سے رخصت ہو کر طیارے کے پائلٹ کے پاس آیا۔ وہ سانس روکنے والا تھا۔ میں نے کو ڈورڈز ادا کیے تو مطمئن ہو گیا۔ وہ ایک ہوٹل کے کمرے میں تھا۔ اس کے آس پاس تین افراد تھے۔ ایک کے ہاتھ میں ریوالور تھا، دوسرا اُس کے پیچھے کھڑا ہوا تھا۔ تیسرے شخص کے ہاتھ میں بریف کیس تھا۔ وہ پائلٹ سے کہہ رہا تھا "مسٹر ہاروے! ہم تمھیں زبردستی تمھارے کمرے میں لائے ہیں۔ ریوالور کی دھمکی بھی تمھارے سامنے ہے، اس کے باوجود ہم دوست ہیں، تمھاری بھلائی چاہتے ہیں۔ تم فرانسیسی حکومت کے وفادار ہو، ہم بھی تمھارے ہم وطن ہیں۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم وطن کے ساتھ ہمارے بھی کام آتے رہو۔"

پائلٹ ہاروے نے کہا "تم لوگ مجھے ٹریپ کر کے غلطی کر رہے ہو۔ کیا تم نہیں جانتے کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے دماغوں میں آتے جاتے رہتے ہیں؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا "فرہاد کی فیملی میں اب کون ٹیلی پیتھی جاننے والا رہ گیا ہے؟ کوئی نہیں، ایک آرمر تھا، نہ جانے کہاں لاپتا ہو گیا ہے۔ رسونتی ابھی زیرِ علاج ہے۔ وہ ایسے کچے ذہن کی عورت ہے کہ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے اُسے ہمیشہ چکر دیتے رہیں گے۔ اگر تمھارے دماغ میں کوئی آتا ہو تو ہمیں بتاؤ۔"

"ابھی تک کوئی دماغ میں نہیں آیا ہے۔ پیرس سے روانگی کے وقت مادام سونیا نے کہا تھا کہ مادام رسونتی نارمل ہوتے ہی ہم سے دماغی رابطہ قائم کریں گی۔"

پائلٹ ہاروے نے بڑی صفائی سے جھوٹ بولا تھا جبکہ اُسے بتا دیا گیا تھا کہ مسٹر براؤن وولف دماغی رابطہ قائم کیا کریں گے اور یہ بات وہ اپنے باپ کو بھی نہیں بتائیں گے۔ وہ سونیا کی ہدایات کے مطابق ان اجنبی دُشمنوں کے سامنے باتیں بنا رہا تھا۔

ریوالور والے نے کہا "تم لوگ کے ماہر ہو۔ ہمارا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا تمھارے دماغ میں آیا تھا، تم نے سانس روک لی۔ اگر میں ریوالور یا چاقو سے تمھیں زخمی کر دوں تو دماغ میں آنے والے کو کیسے روکو گے؟"

پائلٹ ہاروے میری ہدایت کے مطابق بولا "زخمی کرنے کی کیا ضرورت ہے، میں اس کے لیے دماغ کا دروازہ کھلا رکھوں گا۔"

وہ سب ہنسنے لگے۔ ایک نے کہا "سمجھ دار ہو اور اپنی زندگی سے پیار کرتے ہو۔"

دوسرے نے کہا "ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جو جو کو اغوا کیا گیا، جس طیارے میں اغوا کیا گیا، وہ طیارہ اِن اطراف میں کہیں گم ہو گیا۔ جو جو اس گمشدہ طیارے میں مر بھی سکتی ہے۔ یہ خبر عام ہونے کے بعد سونیا، پارس اور علی تیمور وغیرہ میں سے کوئی اِدھر نہیں آیا، آخر کیوں؟"

ہاروے نے کہا "میں اُن کے متعلق کیا کہہ سکتا ہوں، وہ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

بڑے لوگ ہیں اُن سے تو ہمارے اعلیٰ احکام بھی کوئی سوال نہیں کرتے۔"

"ٹھیک ہے مگر کیا یہ حیرانی کی بات نہیں ہے؟"

"یقیناً حیرانی کی بات ہے۔ میں سمجھتا ہوں پہلے وہ ہماری رپورٹ سننا چاہتے ہیں پھر وہاں سے کوئی آئے گا۔"

ایک نے پوچھا "کوئی میک اپ میں آسکتا ہے؟"

"بالکل آسکتا ہے آپ یہ باتیں مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہیں؟"

"ایک آخری سوال کا جواب دو، یہ فرہاد کا ہم شکل کون ہے؟"

وہ حیران ہو کر بولا "فرہاد کا ہم شکل؟ میں نے ایسے کسی ہم شکل کو نہیں دیکھا ہے۔"

"یہاں فلائنگ کلب کے ریسٹ ہاؤس میں دیکھ سکتے ہو۔ اگر یہ بابا صاحب کے ادارے سے فرہاد کی ڈمی بن کر آیا ہے تو یہ نہایت ہی بچگانہ حرکت ہے۔ ہم جلد ہی اس کا پورا جغرافیہ معلوم کر لیں گے۔"

وہ کہتے کہتے چپ ہو گیا پھر بولا "ہمارا خیال خوانی کرنے والا آ گیا ہے وہ تمہارے پاس آرہا ہے اس کا راستہ نہ روکنا۔"

میں فوراً ہی ہاروے کے دماغ سے نکل گیا تاکہ وہ آنے والے کی سوچ کی لہروں کو محسوس کر سکے پھر اُس کے دماغ میں پہنچ گیا جس نے ابھی اپنی گفتگو ختم کی تھی۔ اگر وہ حساس دماغ کا ہوتا تو مجھے اپنے اندر محسوس کر لیتا۔ میں اس موقع سے فائدہ اٹھا کر آیا تھا کہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ابھی اُس کے دماغ سے ہاروے کے دماغ میں جانے والا تھا۔ اتنی ہی دیر میں میں نے یہ معلوم کر لیا کہ وہ یوگا کا ماہر نہیں ہے، میں جب چاہوں اس کے ساتھیوں سمیت ان کے دماغوں میں گھر بنا سکتا ہوں۔

اتنا معلوم کرتے ہی میں ہاروے کے دماغ میں آیا، وہاں سپر ماسٹر کا ٹیلی پیتھی جاننے والا کہہ رہا تھا "مسٹر ہاروے! تم خاموش بیٹھے رہو میں تمہارے چور خیالات پڑھ رہا ہوں اس کے بعد تم سے کچھ پوچھنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔"

اُس ٹیلی پیتھی جاننے والے کی آواز سنتے ہی میں نے خدا کا شکر ادا کیا۔ تقدیر ہم پر مہربان تھی، وہ جان ڈیگر یا کینی پال تھا جو میرے تنویمی عمل کے زیر اثر تھا۔ وہ خیال خوانی کرنے والا جب پرنس ڈیگر کے ساتھ کام کرتا تھا تو اُس کا نام جان ڈیگر ہوتا تھا۔ اسی وجہ سے وہ ڈبل ڈیگر کہلاتے تھے، ورنہ اس کا اصلی نام کینی پال تھا۔

میں نے اُسے مخاطب کیا تو وہ بوکھلا گیا۔ خیال خوانی بھول کر اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ میں نے کہا "تم ابھی جس کے دماغ میں تھے وہ میرا آدمی ہے۔"

کینی پال نے پریشان ہو کر کہا "تم تو میرے اعصاب پر سوار ہو گئے ہو، کب میرا پیچھا چھوڑو گے؟"

"جب زندگی تمہارا پیچھا چھوڑے گی۔"

"میں سپر ماسٹر کو کیا رپورٹ دوں گا؟"

"اُسے بتانا کہ پائلٹ ہاروے سے کوئی دماغی رابطہ قائم نہیں کرنا ہے۔ آر مر واقعی بابا صاحب کے ادارے سے تعلق توڑ چکا ہے۔ رسونتی بھی زیر علاج ہے۔ ہاروے گمشدہ طیارے کی رپورٹ صرف اپنی حکومت کو پہنچاتا ہے۔"

کینی پال نے کہا "سپر ماسٹر اُس فرہاد کے ہم شکل کے متعلق معلوم کرنا چاہتا تھا۔ اُسے شبہ ہے کہ اس کا تعلق بابا صاحب کے ادارے سے ہے۔"

میں نے انجان بن کر کہا "مجھے کسی فرہاد کے ہم شکل سے دلچسپی نہیں ہے، تم اس کے دماغ میں جا کر معلومات کیوں نہیں حاصل کرتے؟"

"میں ایک بار گیا تھا، اُس نے سانس روک لی تھی تب سے سپر ماسٹر اس کی حقیقت جاننے کے لیے بے چین ہے۔"

"یہ میرا مسئلہ نہیں ہے، تم ہاروے کو نقصان نہیں پہنچاؤ گے، اب اُس کے دماغ میں جا سکتے ہو۔"

وہ پھر ہاروے کے پاس آیا اور بولا "ٹھیک ہے میں نے تمہارے چور خیالات پڑھ لیے ہیں، میں تمہارے سامنے والوں کو مطمئن کر دوں گا۔"

وہ چلا گیا۔ میں نے ہاروے سے کہا "ابھی یہ تینوں چلے جائیں گے تم حیرانی ظاہر نہ کرنا، انھیں یہ ثبوت مل گیا ہے کہ تمہارے دماغ میں کوئی نہیں آتا۔"

ایک منٹ کے بعد ہی وہ تینوں اُسے کمرے میں چھوڑ کر چلے گئے۔ میں نے کہا "اب بتاؤ، تم نے یہاں آکر کتنی پرواز کی؟"

وہ رپورٹ پیش کرنے لگا۔ اُس نے کہا "اگر ان اطراف میں طیارے کو کہیں چھپایا گیا ہے تو اُن چھپانے والوں نے کسی علاقائی فوجی چوکی کے تعاون کے بغیر ایسا نہیں کیا ہوگا اور یہ پہلے سے طے شدہ منصوبے کے مطابق ہوا ہوگا۔"

میں نے تائید کی "تم درست کہتے ہو، آئندہ تم پرواز کے دوران مختلف فوجی چوکیوں کے پاس لینڈ کرو گے، چوکیوں کے افسران سے گفتگو کرو گے۔ ایسے وقت تمہاری جیب میں پاکٹ ریکارڈر ہونا چاہیے تاکہ بعد میں میں اُن کی آوازیں سن سکوں۔ ویسے میں پرواز کے دوران تمہارے دماغ میں رہنے کا وقت نکالوں گا۔"

میں اُس سے رابطہ ختم کر کے اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ کرسی سے اُٹھ کر کھڑکی کے پاس آیا پھر اس کے پردے کو ایک طرف ہٹایا۔ اُسی لمحے میں کھڑکی کے باہر کوئی اچھل کر دیوار کی آڑ میں چلا گیا۔ یعنی کوئی باہر کھڑا اُس کن لے رہا تھا کہ میں اندر کیا کر رہا ہوں۔ میں انجان بن گیا جیسے کسی کو اُچھل کر جاتے ہوئے نہ دیکھا ہو۔

کھڑکی کے شیشوں پر برف جمی ہوئی تھی۔ کہیں کہیں سے باہر کا منظر دکھائی دیتا تھا۔ جوان لڑکیاں اور لڑکے اسکیٹنگ شوز کے ذریعے برف پر پھسلتے جا رہے تھے۔ ایک شخص سُرخ لباس میں کرسمس فادر بنا ہوا کھڑکی کے سامنے آکر شیشے پر سے برف صاف کر رہا تھا اور دوسرا ہاتھ ہلا کر مجھے ہیلو کہہ رہا تھا۔ میں نے بھی مسکراتے ہوئے ہاتھ ہلا کر ہیلو کہا۔ ایسے غریب لوگ بچوں کا دل بہلانے اور خیرات لینے کے لیے کرسمس فادر کا روپ اختیار کرتے ہیں۔ میں نے کھڑکی کھول کر کہا "ہیلو فادر! میرے ہاں بچے نہیں ہیں پھر بھی تم خالی ہاتھ نہیں جاؤ گے۔"

میں نے اس کی توقع سے زیادہ دس ڈالر دیے، وہ خوش ہو کر چلا گیا۔ میں نے کھڑکی بند کر کے پردہ برابر کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی اُس ریوالور والے کے دماغ میں پہنچ گیا جو اپنے ساتھیوں کے ساتھ پائلٹ ہاروے کے کمرے میں آیا تھا۔ اس کے پاس بیٹھا ہوا ساتھی ٹرانسمیٹر پر گفتگو کر رہا تھا۔ پتا چلا وہ گفتگو کرنے والا شخص اُن کی ٹیم کا لیڈر ہے۔ یوگا کا ماہر اور زبردست فائٹر ہے۔

ٹرانسمیٹر سے آواز آرہی تھی "سر! ابھی وہ کھڑکی کے پاس آیا، پردہ سرکا کر باہر کا نظارہ کر رہا تھا۔ میں نے شیشے صاف کیے تو اُس نے کھڑکی کھول کر مجھے دس ڈالر دیے۔"

لیڈر نے کہا "یہ تو کوئی معلومات نہ ہوئی، کوئی کام کی بات معلوم کرو۔"

"سر! وہ ریسٹ ہاؤس کے اندر بیٹھ گیا ہے، ہم اندر جھانک نہیں سکتے، باہر وہ نظر آئے گا تو ہم چھیڑ چھاڑ سے معلومات حاصل کریں گے۔"

"انتظار کرو، میں اُسے باہر نکالوں گا۔"

اُس نے رابطہ ختم کر دیا۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ مجھے چار دیواری سے باہر نکالنے کے لیے کون سا قدم اٹھانا چاہتا ہے۔ ویسے سپر ماسٹر سارا زور اس بات پر صرف کر رہا تھا کہ فرہاد کے ہم شکل کی اصلیت کیا ہے؟ یہ کون ہے؟ کہاں سے پیرس آیا تھا؟ اور اب یہاں آکر کیا کر رہا ہے؟

لیڈر ٹرانسمیٹر کو آپریٹ کر رہا تھا۔ رابطہ قائم ہوتے ہی بولا "ہیلو میمونا! کیا رپورٹ ہے؟"

وہ بولی "میں حیران ہوں سر! بابا صاحب کے ادارے سے کوئی فرد نہیں آیا ہے۔ میرے ساتھی اینٹی میک اپ لینس کے ذریعے یہاں کی ایک ایک عورت اور مرد کو چیک کر رہے ہیں۔ ابھی تک میک اپ میں چھپنے والا چہرہ نظر نہیں آیا ہے۔ اب کسی نے پلاسٹک سرجری کرائی ہو تو یہ الگ بات ہے۔"

لیڈر نے کہا "پلاسٹک سرجری والے بھی زیادہ دیر چھپ نہیں سکیں گے۔ فی الحال تم وہ جگہ چھوڑ دو۔ ریسٹ ہاؤس کے چھ نمبر والے پورشن میں وہی فرہاد کا ہم شکل ہے۔ ہمیں جلد سے جلد اس کی پوری ہسٹری معلوم کرنا ہوگی۔ سپر ماسٹر سخت ناراض ہے، ہم نے ابھی تک اُس کی اصلیت معلوم نہیں کی ہے۔ تم اُسے کسی طرح ریسٹ ہاؤس سے نکالو یا اس کے ساتھ چار دیواری میں وقت گزارو، جس طرح بھی ممکن ہو، اپنے ہتھکنڈوں سے اُسے بے نقاب کرو۔"

وہ بولی "یہ ماسک مین کے آدمی کیا کر رہے ہیں۔ کیا وہ فرہاد کے ہم شکل کو نظر انداز کر رہے ہیں؟"

"وہ نظر انداز نہیں کر رہے ہیں، ابھی ماسک مین کے خاص ماتحت نے مجھ سے رابطہ کیا تھا۔ کہہ رہا تھا، بابا صاحب کے ادارے نے کسی خطرناک شخص کو فرہاد کی ڈمی بنا کر بھیجا ہے۔ وہ سپر طاقتوں کو کسی چکر میں ڈالنا چاہتے ہیں بہرحال ماسک مین کے آدمی بھی فرہاد کے ہم شکل ہرائن ووُلف کے پیچھے لگے ہیں۔"

میمونا نے کہا "ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ اُسے بے نقاب کرنے کے لیے وہ کیا کر رہے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ میں ریسٹ ہاؤس میں جاؤں تو ماسک مین کے آدمیوں سے ٹکراؤ ہو جائے۔"

"ایسا نہیں ہوگا، تم پوری پلاننگ کے ساتھ جاؤ۔"

اُس نے رابطہ ختم کر دیا۔ اب یہ انکشاف ہوا کہ سپر ماسٹر اور ماسک مین کا آپس میں کوئی سمجھوتا ہو گیا ہے۔ اس سمجھوتے کے مطابق دونوں کے خاص آدمی ایک دوسرے کے تعاون سے فرہاد کی فیملی کو گھیرنے کا منصوبہ بنا چکے ہیں۔ جوجو کے اغوا ہونے کا ڈراما پلے کیا گیا ہے۔ ماسک مین نے شور مچایا کہ سپر ماسٹر کے آدمی جوجو کو لے گئے ہیں اور طے شدہ منصوبے کے مطابق سپر ماسٹر نے اس الزام کو قبول کر لیا۔ کسی طیارے کو اس علاقے میں پہنچا کر گم کر دیا گیا تاکہ ہمیں یقین ہو جائے کہ ہماری جوجو پر اُفتاد آپڑی ہے۔ یوں سونیا، پارس اور علی تیمور وغیرہ اسے بچانے کے لیے اِدھر دوڑے چلے آئیں۔

ایسا منصوبہ بنانے کی وجہ بھی سمجھ میں آرہی تھی۔ میرے بعد ٹیلی پیتھی جاننے والا آر مر تھا۔ دشمنوں نے آر مر کا ذہن ہماری

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

طرف سے موڑ دیا تھا، صرف ایک رسونتی رہ گئی تھی۔ انھوں نے سوچا یہ بہترین موقع ہے، فرہاد کی فیملی کے باقی ماندہ ممبروں کو فرانس سے باہر بُلا کر موت کے گھاٹ اتارا جائے۔ جوجو ایک ایسی ہستی ہے جسے مصیبتوں سے بچانے کے لیے سب نہ سہی پارس ضرور ادھر آتا لیکن وہ بھی نہیں آیا سو لیے انھیں یقین نہیں تھا بلکہ وہ یقین کی حد تک سمجھ رہے تھے کہ سونیا اور پارس ناقابلِ شناخت میک اپ میں ضرور آئے ہوں گے اور اُن کی طرف سے دھیان ہٹانے کے لیے اور دُشمنوں کو اُلجھانے کے لیے فرہاد کی ڈمی بھیجی گئی ہے۔

مَیں لیڈر کے پاس کھڑے ہوئے شخص کے دماغ میں تھا۔ بڑی خاموشی سے معلوم کر رہا تھا، یہ میمونا کون ہے؟ اُس کی سوچ بتلا رہی تھی کہ ایک کافر حسینہ ہے۔ بہت تیز طرار اور مکار ہے۔ شراب اس کے لیے پانی ہے۔ صبح نہار مُنہ پینا شروع کرتی ہے پھر جہاں بھی فرصت ملتی ہے یا نشہ لوٹتا ہے، وہاں پینے لگتی ہے۔ کمال یہ ہے کہ پورے ہوش و حواس میں رہتی ہے۔ اکثر لوگ اُسے مدہوش سمجھ کر دھوکا کھا جاتے ہیں۔

مَیں میمونا کی کھوپڑی میں پہنچ گیا۔ زیادہ پینے والی خواہ مدہوش اور غافل نہ ہوتی ہو مگر اس کا دماغ حساس نہیں ہو سکتا تھا اور یہی بات تھی۔ اُس نے میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا سو وہ میری طرف آنے کی تیاری کر رہی تھی۔ خوب بن سنور رہی تھی۔ اس کے ساتھ ایسی تدبیر بھی سوچتی جا رہی تھی جس پر عمل کر کے وہ مجھے پہلی ملاقات میں اپنا دیوانہ بنا لے۔

اُدھر مَیں نے لباس تبدیل کیا۔ برفانی علاقے کے لحاظ سے گرم کپڑے، اوور کوٹ، کانوں کو ڈھانپنے والی ٹوپی اور سیاہ چشمہ پہن کر آئینہ دیکھا تو اتنی ساری چیزوں میں میرا چہرہ بھی بڑی حد تک چھپ گیا تھا کوئی مجھے غور سے دیکھ کر ہی فرہاد کا ہم شکل کہہ سکتا تھا۔ مَیں، میمونا کے آنے سے پہلے باہر نکل جانا چاہتا تھا۔ وہ کافر حسینہ ہوگی مگر مَیں ایک دُشمن عورت کے ساتھ چار دیواری کے اندر کافر بننا نہیں چاہتا تھا۔

وہ اپنے کاٹیج سے نکل چکی تھی۔ اُس کا کاٹیج دوسری پہاڑی پر تھا۔ ایک پہاڑی سے دوسری پہاڑی تک جھولتی ہوئی کرسی میں بیٹھ کر آنا ہوتا تھا۔ وہ ہینگنگ چیئر پر آ رہی تھی۔ نیچے ہزاروں فٹ کی گہرائی تھی۔ مَیں چاہتا تو اس کی کھوپڑی گھما کر ہینگنگ چیئر سے موت کی بستی میں گرا سکتا تھا لیکن یہ دانش مندی نہ ہوتی، وہ اپنے لیڈر سے برابر رابطہ رکھتی تھی۔ مَیں اُس کے دماغ میں رہ کر ان کی بہت سی باتیں معلوم کر سکتا تھا اس لیے اس کا زندہ رہنا ضروری تھا۔

مَیں نے سوچا تھا کہ وہ جب ریسٹ ہاؤس کے سامنے آئے گی تو اس کے وہ تمام ساتھی جو میری نگرانی کر رہے تھے اُن کی توجہ سامنے والے دروازے پر ہوگی۔ وہ دیکھنا چاہیں گے کہ مَیں میمونا کو اندر بُلاتا ہوں یا نہیں اور مَیں سامنے والا دروازہ نہیں کھولوں گا جیسے ہی وہ دستک دے گی مَیں پچھلے دروازے سے باہر چلا جاؤں گا۔

آخر وہ ریسٹ ہاؤس کے قریب آگئی۔ مَیں اُس کے دماغ میں رہ کر دیکھ رہا تھا، وہ اطمینان سے چلتے ہوئے دروازے کی طرف آ رہی تھی مجھے دستک کا انتظار تھا۔ اُس نے قریب پہنچ کر کال بیل کی طرف ہاتھ بڑھایا پھر رُک گئی۔ اُسے ریسٹ ہاؤس کے باہر ہی فرہاد علی تیمور نظر آ رہا تھا اور وہ اسی ریسٹ ہاؤس کے برآمدے سے میرے دروازے کے قریب سے گزر رہا تھا۔

یہ میرے لیے حیرانی کی بات تھی — مَیں اندر تھا پھر وہ باہر کس فرہاد کو دیکھ رہی تھی؟

مَیں اس کے دماغ میں سنبھل گیا۔ ذرا توجہ سے اس کی سوچ کے ذریعے معلوم کرنے لگا، یہ معاملہ کیا ہے؟ وہ فرہاد جیسے ہی اس کے قریب سے گزرنے لگا، وہ مسکرا کر بولی۔

"ہیلو مسٹر!"

فرہاد رُک گیا۔ وہ ایک ادائے نازسے چلتی ہوئی اس کے سامنے آئی پھر بولی "میرا نام میمونا ہے۔"

فرہاد کی خشک آواز سنائی دی "تمھارا نام میمونا ہے تو مَیں کیا کر سکتا ہُوں؟"

اُسے ایسے جواب کی توقع نہیں تھی، پھر بھی وہ ڈھٹائی سے بولی "ہائے! کیسے پتھر ہو، مَیں عقیدت سے اور محبت سے تمھارے پاس آئی ہوں، مَیں تمھارے کارنامے پڑھتے پڑھتے دیوانی ہوگئی ہُوں۔"

وہ بولا "تم غلط سمجھ رہی ہو۔ جس کے کارنامے پڑھتی ہو مَیں وہ فرہاد علی تیمور نہیں ہُوں۔ قدرت نے مجھ سے عجب مذاق کیا ہے۔ جہاں جاتا ہُوں، لوگ مجھے فرہاد سمجھتے ہیں۔ یہ تو اچھا ہُوا کہ وہ مر چکا ہے اگر زندہ ہوتا تو دُشمن مجھے فرہاد سمجھ کر گولی مار دیتے۔"

میمونا نے کہا "آہ! فرہاد مر گیا؟ نہیں، وہ کبھی نہیں مر سکتا۔ اس سے پہلے مَیں مر جاؤں گی۔ مَیں تمھارے لیے جان پر کھیل جاؤں گی۔ مجھ سے جھوٹ نہ بولو، تم زندہ ہو میری آنکھوں کے سامنے ہو۔"

"مس میمونا! تم چاہتی کیا ہو؟"

"مَیں تمھارے ساتھ کسی بار میں بیٹھ کر پینا چاہتی ہُوں۔

مجھے معلوم ہے تم پیتے نہیں ہو، مَیں تمھیں کافی پلاؤں گی۔"

"اتفاق سے مَیں کافی پینے نکلا ہُوں آؤ۔"

وہ اس کے بازو میں بازو ڈال کر چلنے لگی۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ اس طرح لگ کر چلنے سے وہ اپنے بدن کی حرارت اُسے پہنچاتی رہے گی۔ یوں غیر شعوری طور پر اپنی طرف جھکاتی رہے گی۔

ویسے یہ کمال ہوگیا۔ دُنیا والوں کے زاویۂ نگاہ سے میری موت کے بعد پھر کسی فرہاد علی تیمور کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ دُشمن اطمینان کی سانس لے رہے تھے اور دوست اپنے اپنے دھندوں سے لگ گئے تھے۔ مرنے والے کو کوئی دن رات یاد نہیں کرتا اور نہ اپنا کھانا پینا چھوڑ کر آہیں بھرتا ہے اور نہ ہی دُشمن اُس کی قبر پر آ کر تھوکتے ہیں۔ مر گیا سو مر گیا۔ ایسے وقت مَیں فرہاد کا ہم شکل بن کر منظرِ عام پر آیا تھا۔ سُپر ماسٹر اور ماسک مین مجھے فرہاد تسلیم نہیں کر سکتے تھے مگر اُن کے اندر ہلچل پیدا ہوگئی تھی کہ ایسے وقت جبکہ جوجو کو مصیبتوں سے بچانے کے لیے سونیا اور پارس وغیرہ کو آنا چاہیے، فرہاد کا ہم شکل کیوں آیا ہے؟

یک نہ شد دو شد، ابھی وہ ایک کے لیے حیران اور متجسس تھے کہ دوسرا کہیں سے آگیا تھا، مَیں اُس کی آواز سُن چکا تھا۔ اس کے دماغ میں جا سکتا تھا۔ اگر وہ حساس ہوگا تو یہی سمجھے گا کہ میمونا کا کوئی خیال خوانی کرنے والا اس کے اندر آنا چاہتا ہے۔ مَیں نے خیال خوانی کی پرواز کی، جیسے ہی اس کے اندر پہنچنا چاہا، اُس نے سانس روک لی۔ مَیں میمونا کے پاس آگیا، وہ پوچھ رہا تھا "کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے تمھاری دوستی ہے؟"

"مَیں کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو نہیں جانتی۔ ایک تم ہی ہو اور تم سے ابھی ملاقات ہوئی ہے۔"

"جھوٹ مت بولو، ابھی کوئی میرے دماغ میں آنا چاہتا تھا۔ تمھارے قریب آنے سے پہلے کسی نے ایسی حرکت نہیں کی تھی۔ صاف ظاہر ہے تمھارا تعلق ایسے لوگوں سے ہے جو میری اصل ہسٹری معلوم کرنا چاہتے ہیں۔"

"فرہاد! تمھاری ہسٹری کون نہیں جانتا ہے۔"

"مَیں فرہاد نہیں ہُوں۔"

"تم ہو، اسی لیے کوئی تمھارے دماغ میں آنا چاہتا ہے۔ کم از کم مجھ سے تو یہ نہ کہو کہ مر چکے ہو جبکہ میرے سامنے بیٹھے ہو۔"

"کیا تم ایک پیگ پینے کے بعد میرا پیچھا چھوڑ دوگی؟"

"تم میری انسلٹ کر رہے ہو۔ آخر تمھیں کیا ہوگیا ہے تم تو بہت زندہ دل اور حسینوں کے شیدائی تھے۔ کیا مَیں حسین نہیں ہُوں؟"

"مَیں تمھارے حُسن کا کیا کروں؟"

"تعجب ہے! مرد ہو کر حُسن کا استعمال پوچھ رہے ہو۔ کیا مجھ سے پہلے کوئی عورت تمھاری زندگی میں نہیں آئی ہے؟"

اُس نے دل پر ہاتھ رکھ کر کہا "آہ! ایک عورت، صرف ایک عورت ایسی ہے جسے مَیں چاہتا ہُوں، جسے حاصل کرنے کے لیے مَیں اپنی ساری زندگی داؤ پر لگا دوں گا۔"

"وہ خوش نصیب کون ہے؟"

وہ حسرت بھرے لہجے میں بولا "سونیا۔"

مَیں ایک دم سے چونک پڑا۔ پھر دوسرے ہی لمحے مجھے یاد آگیا کہ پرنس ڈیگر، سونیا کا عاشق ہے۔ سونیا نے ماسکو میں رہ کر اس سے پیار کا ناٹک کیا تھا اور وہ سچا عاشق بن بیٹھا تھا بلکہ اُس نے کہا تھا کہ سُپر ماسٹر کی لابی چھوڑ کر سونیا کے پاس آنے کے لیے اُسے چہرے پر پلاسٹک سرجری کرانی پڑے گی تاکہ سُپر ماسٹر کا کوئی بندہ اُسے پہچان نہ سکے اور نئے روپ میں آنے کے لیے اُس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ فرہاد سے مشابہت رکھتا ہُوا چہرہ اپنائے گا تاکہ سونیا اُس کی ذات میں فرہاد کو دیکھ کر اس سے محبت کرتی رہے۔

اور آج وہ فرہاد بن کر ہی آگیا تھا۔ مَیں نے سونیا کو مخاطب کیا پھر کہا "مبارک ہو، تمھارا عاشق یہاں پہنچ گیا ہے۔"

"تم نے آتے ہی بکواس شروع کر دی، کام کی بات کرو۔"

"یہ کام کی ہی بات ہے، پرنس ڈیگر میری صورت بنا کر یہاں آیا ہے۔"

"کیا واقعی؟"

"ہاں مَیں نے ایک عورت کے دماغ میں رہ کر اُس کی آواز سُنی تھی۔ پہلے یاد نہیں آیا کہ ایک بار تمھارے ذریعے اُس کی آواز سُن چکا ہُوں۔ جب اُس نے عورت سے کہا کہ وہ اتنی بڑی دُنیا میں صرف ایک عورت کو چاہتا ہے اور وہ سونیا ہے تو مجھے یاد آگیا کہ وہ میرا رقیب ہے۔ آہ! کیا میرا رقیب مجھ سے اچھا ہے؟"

"بے شک تم سے لاکھ درجے اچھا ہے، دُنیا کی حسین ترین عورتوں کے مُنہ پر کہہ دیتا ہے کہ صرف سونیا اُس کی آئیڈیل ہے۔ وہ کسی عورت کی تنہائی میں نہیں جاتا۔ میری آرزو میں کنوارہ پھر رہا ہے۔"

"کیا تم اُس پر ظلم نہیں کر رہی ہو؟"

"عاشق کو کڑی آزمائش سے گزارنے کے لیے ظالم بننا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہی پڑتا ہے۔ جب وہ آزمائشوں پر پورا اُترے گا تو مَیں اُسے جیون ساتھی بنالوں گی۔"

"خبردار! مُنہ توڑ دوں گا۔ تمھاری تنہائی میں میرے سوا کوئی نہیں آسکتا۔"

"اور تمھاری تنہائی میں سب آسکتی ہیں۔ تم نہایت ہی بے شرم، لُچے اور لفنگے ہو۔ عورت کا مان رکھنے والی کوئی بھی خود دار عورت ایسے مرد کو چاہتی ہے جس کی تنہائی صرف اس کے لیے ہو۔ پرنس ڈیگر آزمائش پر پورا اُتر رہا ہے، مَیں بہت جلد اس کے حق میں دھماکا خیز فیصلہ کرنے والی ہُوں۔"

"معلوم ہوتا ہے، پرنس ڈیگر کی شامت آگئی ہے۔"

"اگر تم نے اُسے ناخن برابر بھی نقصان پہنچایا تو مَیں تمھارے پیچھے پنجے جھاڑ کر پڑ جاؤں گی۔ تم بھی جانتے ہو، دُنیا بھی جانتی ہے جس کے پیچھے مَیں پڑ جاؤں، وہ موت کے بعد ہی مجھ سے پیچھا چھڑا پاتا ہے۔ پرنس ڈیگر زبان کا سچا ہے، جو کہہ رہا ہے اُس پر عمل کرتا جارہا ہے۔ اُس نے میرے لیے سُپر ماسٹر کو چھوڑ دیا، اپنا ملک، اپنی قوم، اپنے دوست احباب چھوڑ دیے، اُس کی اپنی کوئی پسند نہیں ہے، وہ میری پسند کو اپنی پسند بنالیتا ہے اس لیے اچھے بچے بن کر اپنے کام سے کام رکھو۔ رسونتی کے لہجے میں اُس سے رابطہ قائم کرو اور کہو کہ وہ میرے دماغ میں آئے، مَیں اُس سے کچھ کھٹی میٹھی باتیں کروں گی۔"

"تم مجھے جلا رہی ہو۔ مَیں کوئی نیا عاشق نہیں ہُوں کہ رقابت میں سُلگتا رہوں گا، تم اُس کے ساتھ جہنم میں جاؤ، مَیں اُسے بھیج رہا ہُوں۔"

مَیں نے اُس سے رابطہ ختم کیا۔ تھوڑی دیر تک بے چینی سے اُٹھ کر ٹہلتا رہا۔ وہ درست کہہ رہی تھی، مَیں ہرجائی ہُوں۔ کم از کم اس جیسی خود دار عورت مجھے برداشت نہیں کرسکتی اسی لیے بیس بائیس برس سے اس نے علیحدگی اختیار کر لی تھی۔ اب کبھی میری تنہائی میں آنے کا کوئی چانس نہیں تھا لیکن وہ عورت تھی، اس کے بھی جذبات تھے، وہ صرف ایسے مرد کی محبت چاہتی تھی جو صرف اس کا اپنا ہو اور اُسے ایسا ساتھی مل رہا تھا۔

مَیں نے ایک زور کی ٹھوکر ماری، سامنے والی سینٹر ٹیبل دوسری طرف اُلٹ گئی۔ پہلی بار زندگی میں، مَیں نے رقابت محسوس کی۔ وہ میری جان تھی، میرا جہان تھی، مَیں اُسے کسی دوسرے میں دلچسپی لیتے نہیں دیکھ سکتا تھا۔

یہ بھی ہو سکتا تھا کہ وہ میری آوارگی پر مجھے شرم دلا رہی ہو۔ مَیں نے حقیقت معلوم کرنے کے لیے خیال خوانی کی پرواز کی پھر پرنس ڈیگر کے سانس روکنے سے پہلے کہا "مَیں رسونتی ہُوں۔"

وہ بولا "یس مادام۔"

"سونیا سے رابطہ کرو۔"

مَیں اُس کے دماغ سے چلا آیا۔ چند سیکنڈ چُپ چاپ بیٹھا رہا، جب اندازہ ہوگیا کہ وہ سونیا کے دماغ میں پہنچ گیا ہوگا اور اب اس کی موجودگی میں سونیا مجھے محسوس نہیں کرے گی تو مَیں اُس کے پاس آکر خاموشی سے ان کی باتیں سُننے لگا وہ پوچھ رہا تھا "تمھیں کیسے پتا چلا کہ مَیں سوئٹزرلینڈ میں ہُوں؟ کیا مادام رسونتی یہاں ہیں؟"

"نہیں، وہ زیرِ علاج ہے، میرے اپنے کچھ ذرائع ہیں جن کے ذریعے مَیں نے تمھیں ڈھونڈ لیا ہے۔"

"ڈھونڈ لینے کا مطلب یہ ہُوا کہ تم مجھے یاد کرتی رہتی ہو اور مجھے تلاش کرتی رہی ہو۔"

"ہاں، تم نے مجھے بھُلا دیا تھا، مَیں کس دل سے بھُلا دیتی؟"

"ایسا نہ کہو، مَیں نے بھُلایا نہیں تھا بلکہ مصیبتوں میں گھِر گیا تھا۔ سُپر ماسٹر سے پیچھا چھڑانے کے دوران بڑی دُشواریوں سے گزرتا رہا ہُوں۔ یہ ایک طویل روداد ہے۔ مَیں یہ روداد ڈائری میں لکھتا جارہا ہُوں تاکہ فرہاد کی طرح میری تمھاری داستانِ حیات کا بھی سلسلہ شروع ہو جائے۔"

"پرنس! تم فرہاد بننے کے چکر میں کہیں اپنی گردن پھنسا لو گے۔ تمھاری وہ ڈائری دُشمنوں کے ہاتھ لگے گی تو بھید کھل جائے گا کہ تم نے میری محبت میں سُپر ماسٹر کو چھوڑا ہے اور فرہاد کی شکل اختیار کی ہے۔"

"سونیا! مَیں نادان نہیں ہُوں، مَیں نے اپنی ڈائری میں اپنا، تمھارا اور سُپر ماسٹر وغیرہ کا نام نہیں لکھا ہے۔ اہم باتوں کو کوڈ ورڈز میں لکھا ہے، انھیں میرے سوا کوئی نہیں سمجھے گا۔"

"جب تمھارے سوا کوئی نہیں سمجھے گا تو یہ باتیں دماغ میں محفوظ رکھو۔ اس خوش فہمی میں نہ رہو کہ دوسرے ناسمجھ ہوتے ہیں۔ اُس ڈائری کو ابھی اسی لمحے جلا ڈالو۔"

"اُسے جلانے کے لیے ہوٹل کے کمرے میں جانا ہوگا۔ یہاں ایک عورت میرے پیچھے پڑ گئی ہے، مَیں ابھی اُس سے پیچھا چھڑا کر جاتا ہُوں۔"

"اُسے جلانے کے بعد مجھ سے رابطہ کرنا۔"

"تم نے یہ نہیں پوچھا مَیں سوئٹزرلینڈ کیوں آیا ہُوں؟"

"پوچھوں گی، پہلے جاؤ۔"

اس سے پہلے کہ وہ جاتا، مَیں سونیا کے دماغ سے چلا آیا تاکہ اس کے بعد وہ مجھے محسوس نہ کرلے۔ سب مجھے ذرا اطمینان

ہُوا کہ اُس نے پرنس سے محض لگاوٹ کی باتیں کی تھیں۔ مَیں اُس کے انداز کو خوب سمجھتا ہُوں۔ اُس نے محبت کا وہ انداز نہیں اپنایا تھا جو میرے لیے اپنایا کرتی ہے۔ مَیں نے اُلٹی ہوئی سینٹر ٹیبل کو اُٹھا کر سیدھا کر دیا۔

مَیں نے پچھلے دروازے کو کھول کر دیکھا، وہ کرسمس فادر نظر نہیں آیا۔ کوئی دوسرا نگرانی کرنے والا بھی نہیں ہوگا۔ وہ پرنس ڈیگر کو میرا ہم شکل دیکھ کر اُس کے پیچھے گئے ہوں گے۔ مَیں نے اپنا مختصر سا سامان اُٹھایا پھر وہاں سے چل پڑا۔ ہینگنگ کیبن میں بیٹھ کر دوسری پہاڑی پر پہنچا۔ وہاں کسی ہوٹل کا کمرا خالی نہیں تھا۔ تمام کاٹیج بھی ریزرو تھے۔ کسی کے ساتھ شیئر کرکے ایک ہی کاٹیج میں رہنا گوارا نہ تھا اور مَیں مایوس ہو کر واپس جانا نہیں چاہتا تھا۔

مَیں نے ایک کاٹیج کے مالک کو زیادہ رقم کا لالچ دیا۔ اُس نے کہا "کل ایک کاٹیج خالی ہونے والا ہے۔ تم چوبیس گھنٹے کے لیے میرے دوسرے کاٹیج میں رہ سکتے ہو۔ وہاں دو بیڈ روم اور ایک کامن روم ہے۔ ایک بیڈ روم میں پہلے سے ایک کرایہ دار ہے، تم دوسرے بیڈ روم میں رہ سکتے ہو۔"

مَیں نے اس کے ساتھ جاکر کاٹیج کو دیکھا پھر چوبیس گھنٹے کے لیے وہاں رہ گیا۔ یوں بھی مجھے خیال خوانی کے لیے ایک بند کمرے کی فوری ضرورت تھی۔ مَیں دروازہ اندر سے بند کرکے میمونا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ غصّے میں تھی۔ اپنے ساتھیوں سے کہہ رہی تھی "وہ کمبخت بہت مغرور ہے۔ میرا ایک پیگ ختم ہونے تک بھی ساتھ نہ رہ سکا۔ اچانک اُٹھ کر بولا، مجھے فوراً ہوٹل کے کمرے میں جانا ہے اور وہ چلا گیا۔"

وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہوٹل میں داخل ہوئی۔ انھوں نے چھُپ کر میری تصویر اُتاری ہوئی تھی۔ اُس نے وہ تصویر کاؤنٹر پر دکھا کر پوچھا "یہ شخص کس کمرے میں ہے؟"

کاؤنٹر گرل نے کمرے کا نمبر بتاتے ہوئے کہا "وہ ابھی لفٹ سے گیا ہے۔"

وہ سب تیزی سے چلتے ہوئے دوسری لفٹ میں پہنچے پھر اُس کے ذریعے اوپر جانے لگے۔ مَیں چاہتا تو رسونتی کے لہجے میں اُسے پیش آنے والے خطرے سے آگاہ کر دیتا مگر دو باتیں تھیں۔ ایک تو اُس نے خود ہی میمونا کے دماغ کو پڑھا ہوگا یا اُسے نظر انداز کیا ہوگا تو مَیں یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ اپنے دُشمنوں سے کس طرح بچاؤ کرتا ہے۔

میمونا کے ساتھی نے اُس کے دروازے پر پہنچتے ہی زور کی لات ماری، وہ پہلے ہی کھُلا ہُوا تھا، ایک دھماکے سے پوری طرح کھُل گیا۔ پرنس ڈیگر آتش دان کے پاس جھُکا ہُوا ڈائری کے ورق پھاڑ پھاڑ کر آگ میں ڈال رہا تھا۔ یکبارگی دروازہ کھُلتے ہی وہ چونک کر اُچھل پڑا۔ آنے والوں میں سے ایک نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ میمونا نے گھور کر آتش دان کو دیکھا پھر فوراً ہی پستول نکال کر بولی "تم کیا جلا رہے ہو؟ ڈائری اِدھر دو۔"

پرنس نے بھڑکتے ہوئے شعلوں میں ڈائری کو پھینک دیا۔ ایک شخص دوڑتا ہُوا آیا پھر پرنس کو دھکا دے کر آتش دان کی طرف جھُکتے ہوئے اُس ڈائری کو آگ سے نکالنے کی کوشش کرنے لگا۔ ایک بار اُس کا ہاتھ جلا مگر دوسری بار اُس نے جلنے کی پروا کیے بغیر اُسے نکال لیا۔ اُس میں آگ لگ چکی تھی، اوراق جل رہے تھے، وہ اُسے فرش پر پھینک کر جُوتے سے بجھا رہا تھا۔ آگ بجھتے بجھتے وہ تقریباً جل چکی تھی۔

ایک شخص نے پرنس کا گریبان پکڑ کر پوچھا "یہ کس کی ڈائری تھی، اس میں کیا لکھا ہُوا تھا؟"

"یہی بتانا ہوتا تو مَیں اسے کیوں جلاتا۔" یہ کہتے ہی پرنس نے اس کے پیٹ میں گھونسا مارا، وہ جھُکا تو دوسرا گھونسا مُنہ پر مار کر دوسری طرف اُلٹا دیا۔ باقی دو ساتھیوں نے ریوالور نکال لیے۔ میمونا آرام سے ایک صوفے پر بیٹھ کر بولی "مَیں پیار سے قابو میں کرنے آئی تھی، تم لات جُوتے کھا کر قابو میں آنا چاہتے ہو۔"

پرنس نے پوچھا "تم لوگ مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"تمھاری اصلیت معلوم کرنا چاہتے ہیں۔"

"میرا نام ہیری واٹسن ہے، پیرس میں رہتا ہُوں۔ مجھے علمِ نجوم سے دلچسپی ہے۔ یہی میرا ذریعۂ معاش ہے۔ جس ملک میں جاتا ہُوں، لاکھوں ڈالر کما لیتا ہُوں۔"

"ابھی تم کیا جلا رہے تھے؟"

"میری ڈائری تھی، اس میں ایک حسینہ سے عشق کی روداد لکھی ہوئی تھی۔ مَیں اُس حسینہ کو بدنام نہیں کرنا چاہتا تھا، اسی لیے اسے جلا دیا۔"

میمونا نے کہا "تم نے بار میں کہا تھا، سونیا سے عشق کرتے ہو!"

"وہ اس لیے کہا تھا کہ تم مجھے فرہاد سمجھ رہی تھیں۔ فرہاد کی مناسبت سے مَیں نے سونیا کا نام لیا تھا۔"

"بکواس کر رہے ہو، ڈائری میں عشق کی روداد نہیں کچھ اہم راز کی باتیں تھیں۔ تم نے میمونا سے ملتے ہی خطرہ محسوس کیا اور اسے بار میں چھوڑ کر یہاں ڈائری جلانے آگئے۔"

"تم لوگ اپنے طور پر کچھ بھی سمجھ سکتے ہو۔ جو سچ ہے وہ مَیں نے کہہ دیا۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

میمونا نے ساتھیوں سے کہا "اس کے سامان کی تلاشی لو"

ایک ساتھی نے اچانک ہی میمونا کے منہ پر اُلٹا ہاتھ رسید کیا۔ وہ چیختے ہوئے اُسے گالیاں دیتے ہوئے صوفے سے اُچھل کر کھڑی ہو گئی۔ میں سمجھ گیا پرنس ان کے ہاتھوں میں ریوالور دیکھ کر ٹیلی پیتھی کا ہتھیار استعمال کر رہا تھا۔

تھپڑ مارنے والے نے اپنے ریوالور کا رُخ چھت کی طرف کیا پھر ٹھائیں ٹھائیں گولیاں چلاتا چلا گیا۔ دوسرے ساتھی نے آ کر اُس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے پوچھا "پاگل ہو گئے ہو، ایک تو میمونا کو طمانچہ مار دیا، دوسرے ہوٹل کے کمرے میں گولیاں چلا رہے ہو"

میمونا نے کہا "میں بعد میں اسے طمانچے کا جواب دوں گی، پولیس آنے سے پہلے یہاں سے نکل چلو"

وہ پلٹ کر جانا چاہتے تھے۔ دوسرا ساتھی اُچھل کر دروازے پر آیا پھر اپنے ساتھیوں کو نشانے پر رکھتے ہوئے بولا "خبردار! یہاں سے کوئی نہیں جائے گا"

تب میمونا نے حیران ہو کر پرنس کو دیکھا اور کہا "اوہ گاڈ! اب سمجھ میں آیا، تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہمیں چکر دے رہے ہو"

کمرے کے باہر ہوٹل میں شور مچ گیا تھا۔ ریوالور سے پوری چھ گولیاں چلی تھیں۔ دروازے پر کھڑے ہوئے ساتھی نے کہا "میمونا! تم مسٹر ہیری سے نہیں مجھ سے بات کرو، میں تم لوگوں کا ساتھی ہوں، تم میں سے کسی کو گولی نہیں مارنا چاہتا، ہو سکے تو مجھے گولی مار دو"

ایک ساتھی تیزی سے پلٹ کر پرنس کو گولی مارنا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے ہی دروازے پر کھڑے ہوئے ساتھی نے اس پر فائر کر دیا۔ اس کا ریوالور ہاتھ سے نکل گیا۔ وہ لڑکھڑا کر فرش پر گر پڑا۔

دروازے پر دستک ہو رہی تھی۔ اس نے دروازہ کھول دیا۔ ہوٹل کا انچارج پولیس والوں کے ساتھ آیا تھا۔ دروازہ کھولنے والے نے پولیس افسر سے کہا "یہ میرا ریوالور لیں اور میرے ساتھیو! اپنے ہتھیار پھینک دو۔ خدا سے ڈرو اور صاف صاف کہہ دو کہ ہم مسٹر ہیری واٹسن کو لوٹنے آئے تھے۔ آپس میں جھگڑ پڑے، گولیاں بھی ہم نے چلائی ہیں جس کے نتیجے میں ہمارا ایک ساتھی بھی زخمی پڑا ہے"

پولیس والے ان سب کو پکڑ کر لے گئے۔ افسر نے پرنس کو یقین دلایا کہ یہ بدمعاش پھر نہیں آئیں گے۔ پرنس نے بڑی صفائی سے اپنا بچاؤ کیا تھا مگر حالات سے مجبور ہو کر ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں کا اظہار کر دیا تھا جب سپر ماسٹر اور ماسک مین

کو یہ بات معلوم ہو گی تو ان کا اضطراب اور بے چینی بڑھ جائے گی۔ یہ یقین پختہ ہو گا کہ فرہاد کی ڈمی کو بابا صاحب کے ادارے سے بھیجا گیا ہے اور اس کی پُشت پر ایک رسونتی ہی خیال خوانی کے لیے رہ گئی ہے۔ اس نے ابھی ہوٹل کے کمرے میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے میمونا اور اس کے ساتھیوں کو پھانسا ہے۔

میں نے ہیلی کاپٹر اور طیارے کے پائلٹوں سے رابطہ قائم کیا۔ طیارے کے پائلٹ نے کہا "جناب! دو مختلف فوجی چوکیوں تک جا کر ابھی آیا ہوں۔ میں نے وہاں کے افسروں سے بھی بات کی۔ ان کی لاعلمی میں گفتگو ریکارڈ کی ہے، سننا پسند کریں گے؟"

"ہاں! ابھی سناؤ"

وہ ریکارڈر آن کر کے سنانے لگا۔ میں نے تین افسروں کی آوازیں سُنیں پھر کہا "اسے بند کر دو، میں پھر آؤں گا"

میں اُس کے دماغ سے نکل کر ایک افسر کے پاس پہنچا۔ اُس کی سوچ نے کہا "کل ایک طیارہ نیچی پرواز کرتا ہوا یہاں سے گزرا تھا۔ وائرلیس کے ذریعے وارننگ دینے کے باوجود طیارے کا پائلٹ خاموش تھا۔ اس نے کسی طرح کا سگنل بھی نہیں دیا۔ اب اس طیارے کو تلاش کرنے والی ٹیمیں آ رہی ہیں"

میں نے اُس کی سوچ میں پوچھا "اب تک کتنے ملکوں کی ٹیمیں آئی ہوں گی؟"

وہ سوچنے لگا "فرانس، مغربی جرمنی، رومانیہ اور امریکا کے جاسوس طیارے اور ہیلی کاپٹر آتے جاتے رہتے ہیں۔ اسکیٹنگ کرنے والے جوان برف پر پھسلتے ہوئے جانے کہاں کہاں سے آتے ہیں مگر ہم انھیں چوکی کے پھاٹک سے آگے جانے کی اجازت نہیں دیتے۔"

میں دوسری چوکی کے افسر کو ٹٹولنے آیا تو منزل کا سُراغ ملنے لگا۔ طیارہ اغوا کرنے والوں نے پہلے ہی اُس افسر سے معاملات طے کر لیے تھے۔ اُس چوکی میں رات بارہ بجے سے صبح سات بجے تک پندرہ فوجی جوانوں کی ڈیوٹی ہوا کرتی تھی۔ سات بجے کے بعد دوسرے جوان اور افسر آ جاتے تھے۔ آدھی رات کو جو ڈیوٹی کرنے والے پندرہ فوجی تھے انھیں فی کس دو لاکھ ڈالر دیے گئے تھے اور اُن سے کہا گیا تھا کہ فلاں رات فلاں وقت یہاں ایک طیارہ لینڈ کرے گا اور برف پر دوڑتا ہوا پہاڑی کے پیچھے چلا جائے گا۔ کنٹرول ٹاور سے پوچھا جائے تو وہ صاف انکار کر دیں کہ اِدھر سے کوئی طیارہ نہیں گزرا ہے۔

میں نے افسر کی سوچ میں سوال کیا "وہ طیارہ کہاں ہو گا؟"

اُس کی سوچ نے کہا "میں اکثر سوچتا ہوں کہ وہ طیارہ کہاں گیا ہو گا۔ یہاں سے پچیس میل کے فاصلے پر وہ پہاڑیوں کے

درمیان بعض تنگ سانپ کی طرح بل کھاتا ہوا راستہ گیا ہے۔ ایسے راستے خطرناک ہوتے ہیں وہاں برف کی سطح کھوکھلی ہوتی ہے۔ وزنی دباؤ پڑتے ہی اندر گہرائی تک برف ٹوٹتی چلی جاتی ہے۔ کہیں اندر سے پانی کا چشمہ پھوٹ پڑتا ہے۔ پتا نہیں انھوں نے طیارے کو کہاں چھپایا ہے۔ مجھے اتنی دُور جانے کی چھٹی نہیں ملتی۔ کبھی فرصت ملے بھی تو اُدھر جانا کیا ضروری ہے۔ دو لاکھ ڈالر مل چکے ہیں، یہ بہت ہے۔"

میں نے طیارے کے پائلٹ کے پاس آ کر کہا "تمھاری ڈیوٹی ختم ہو گئی ہے، تم پیرس واپس جاؤ۔ میں نہیں چاہتا کہ دشمن پھر تمھیں گھیر کر پریشان کریں"

وہ خوش ہو گیا۔ اُسے گھر جانے کی اجازت مل گئی تھی۔ میں نے ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کو مخاطب کیا۔ وہ بھی حساس دماغ رکھتا تھا۔ مخصوص کوڈ ورڈز ادا کرنے پر اپنے دماغ میں آنے دیتا تھا۔ میں نے کہا "مجھے اپنے دماغ میں تھوڑی دیر خاموش رہنے دو۔ میں تمھارے ڈھکے چھپے خیالات پڑھنا چاہتا ہوں"

اُس نے کہا "سر! ابھی تک آپ نے مجھ پر اعتماد کیا اب یہ بے اعتمادی کیوں ہے؟"

"یہ بے اعتمادی نہیں ہے، احتیاطی اقدام ہے۔ تمھیں ایک معاملے میں رازدار بنانا چاہتا ہوں۔ اس کے لیے تمھیں دماغ کی گہرائیوں تک ٹٹولنا ضروری ہے"

"بہتر ہے آپ مجھے کسی معاملے میں رازدار نہ بنائیں"

"یعنی تم فرائض کی ادائیگی سے انکار کر رہے ہو؟"

"میرے دماغ میں میری ذات سے تعلق رکھنے والی ایسی باتیں ہیں جنھیں میں ساری دُنیا سے چھپا کر رکھتا ہوں۔ ان باتوں کا تعلق سرکاری فرائض سے نہیں ہے، اس لیے میں چور خیالات پڑھنے نہیں دوں گا"

میں نے کہا "کوئی بات نہیں، جب مادام سونیا نے تم پر بھروسا کیا ہے تو میں بھی کروں گا"

"شکریہ جناب! آپ حکم دیں"

"فلائنگ کلب پہنچو، میں آ رہا ہوں، ہمیں ایک شمالی پہاڑی تک پرواز کرنا ہے"

میں اُس سے رابطہ ختم کر کے کاٹیج سے نکلا پھر فلائنگ کلب کی طرف جانے لگا۔ راستے میں سونیا کو مخاطب کر کے اسے ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کے متعلق بتایا۔ وہ بولی "وہ تمھیں چور خیالات پڑھنے سے روک رہا ہے تو اس پر بھروسا کر کے کیوں خطرات مول لینا چاہتے ہو۔ اُسے پیرس بھیج دو، میں دوسرا ہیلی کاپٹر یہاں سے روانہ کر دوں گی"

"صرف دوسرا پائلٹ روانہ کر دو۔ یہاں کے فلائنگ کلب والوں کو سرکاری طور پر مطمئن کرا دو۔ دو گھنٹے کے اندر میرے نام کے یعنی برائن وولف کے نام کے کاغذات تیار کر کے بھیج دو جن کے مطابق میں ہیلی کاپٹر کا پائلٹ تسلیم کیا جاؤں گا۔ یہ کاغذات یہاں کے فلائنگ کلب میں پہنچائے جائیں"

میں فلائنگ کلب میں پہنچا۔ پائلٹ سے پہلی بار سامنا ہوا۔ وہ اچھا تگڑا جوان تھا۔ میں نے کوڈ ورڈز ادا کیے تو اس نے مسکرا کر مصافحہ کیا پھر ہم ہیلی کاپٹر میں وہاں سے روانہ ہوئے۔ اُس نے پرواز کے دوران پوچھا "سر! کیا آپ ہی خیال خوانی کرتے ہیں؟"

"ہاں، میں ہی کرتا ہوں"

"پھر تو آپ مادام سونیا سے معلوم کر سکتے ہیں کہ میں قابلِ اعتماد ہوں"

"میں مادام سے معلوم کر چکا ہوں، اسی لیے بھروسا کر کے تمھارے ساتھ سفر کر رہا ہوں۔ ویسے یہ بھروسا کچھ مہنگا پڑ رہا ہے"

"میں آپ کی بات نہیں سمجھ رہا ہوں، آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟"

میں نے کہا "تمھیں پتا ہے کہ ایک ہیلی کاپٹر ہمارے تعاقب میں ہے"

"او! دوسرا وہ اپنے طور پر پرواز کر رہا ہے"

"تم یہ ہیلی کاپٹر جدھر موڑو گے، اُدھر وہ مڑے گا"

"یعنی جدھر میں اسے اتاروں گا، اُدھر وہ بھی اُترے گا۔ کیا خیال ہے اسے یہیں کہیں اتار دوں؟"

"یہ تمھارے ہاتھوں میں ہے مگر مجھے دُشمنوں کے حوالے کر کے کیا ملے گا؟"

"میں جواب کیا دوں، تمھاری زبان میری سمجھ میں نہیں آتی"

میں نے کہا "میں خدا کی دی ہوئی زبان سے خدا کا واسطہ دے کر کہتا ہوں مجھے دُشمنوں کے حوالے نہ کرو"

وہ ہنستے ہوئے بولا "گڑگڑاتے کیوں ہو، پیچھے سے میرے سر پر کوئی وزنی چیز مارو، مجھے نیچے گرا دو اور ہیلی کاپٹر لے کر فرار ہو جاؤ"

"میں کوئی فلمی ہیرو نہیں ہوں، ہیلی کاپٹر کو کنٹرول کرنا نہیں آتا ہے۔ تمھیں ماروں گا تو خود اس ہیلی کاپٹر کے ساتھ فنا ہو جاؤں گا"

"تو پھر خاموشی سے بیٹھے رہو۔ یہاں سے تیس میل دُور ایک ویران علاقہ ہے، یہ وہیں لینڈ کرے گا"

میں خاموش رہ کر کیتھی پال کے پاس پہنچا۔ اُس نے کہا "آپ کے تنویمی عمل کے نتیجے میں آپ تو میرے دماغ میں آ جاتے ہیں لیکن میں آپ کے پاس نہیں آ سکتا۔ اگر آ سکتا تو آپ کو پہلے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہی خطرے سے آگاہ کر دیتا۔ ایک ہیلی کاپٹر آپ کے تعاقب میں گیا ہے۔"

میں نے پوچھا: "اس میں سپر ماسٹر کے آدمی ہیں؟"

"نہیں، وہ ماسک مین کے لوگ ہیں۔ انھوں نے پون گھنٹا پہلے ہماری ٹیم کے لیڈر کو بتایا تھا کہ فرہاد کا ہم شکل فلاں وقت فلاں ہیلی کاپٹر سے پرواز کرے گا۔"

میں نے کہا: "سپر ماسٹر اور ماسک مین میں گاڑھی چھن رہی ہے۔ ان کے ماتحت بھی ایک دوسرے سے بھرپور تعاون کر رہے ہیں۔"

"جی یہی ہو رہا ہے۔"

"تم بھی تعاون کرو۔ اپنی ٹیم کے لیڈر سے جیسے گفتگو کرتے ہوئے سنا ہے، اس کے دماغ میں جاؤ۔"

اُس نے میرے حکم پر عمل کیا۔ اُس کے دماغ میں پہنچا تو پتا چلا، وہ تعاقب کرنے والے ہیلی کاپٹر میں موجود ہے۔ اس کے ساتھ میں بھی پہنچ گیا تھا۔ میں نے اُسے پائلٹ سے گفتگو کرنے پر مائل کیا۔ اس نے پوچھا: "اور کتنے میل کی پرواز ہے؟"

پائلٹ نے جواب دیا: "صرف آٹھ میل کی پرواز رہ گئی ہے۔"

اس کے بولتے ہی میں نے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ ایک پہاڑی کے قریب پرواز جاری تھی۔ میں نے ہیلی کاپٹر کو پہاڑی کی طرف موڑا۔ اس کی رفتار بڑھائی تو پیچھے بیٹھے ہوئے دشمنوں نے گھبرا کر پوچھا: "یہ کیا کر رہے ہو؟"

انھیں موت نے جواب سننے کی مہلت نہیں دی۔ ہیلی کاپٹر برفانی چٹانوں سے ٹکرایا، ایک زوردار دھماکا ہوا پھر اس کے ٹکڑے فضا میں اُڑتے، بکھرتے ہوئے پستی میں جانے لگے۔ میرے پائلٹ نے پریشان ہو کر کہا: "یہ کیا ہو گیا؟"

میں اس کے پیچھے والی سیٹ پر تھا۔ ایک جیبی چاقو نکال کر میں نے اُس کے بازو میں پیوست کیا پھر اندر ہی اندر گوشت کو کاٹتے ہوئے بازو میں خونی لکیر بناتے ہوئے بولا: "یہ ہو رہا ہے!"

وہ اپنی سیٹ پر حفاظتی بیلٹ باندھے بیٹھا تھا۔ اُسی جگہ چیختا چلاتا رہ گیا پھر وہ بیلٹ کھولنا چاہتا تھا۔ میں نے کہا: "میں تمھارے دماغ کے اندر ہوں، سانس روکو اور مجھے نکال دو۔"

بازو کے گہرے زخم میں جیسے آگ بھر گئی تھی جلن اور تکلیف سے بُرا حال تھا۔ سانس نہیں روک سکتا تھا۔ میں نے اُس کے دماغ میں رہ کر ایک جگہ آرام سے ہیلی کاپٹر کو اُتارا۔ اس کے پچھلے حصے سے اسکیٹنگ شوز اور برف میں دوڑ لگانے کا جملہ سامان نکالا پھر اُس سے کہا: "جاؤ، تم آزاد ہو، میں اپنے راستے جا رہا ہوں، تم اپنے راستے جاؤ۔"

اُس غدار کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ میں اُسے آزاد چھوڑ رہا ہوں۔ پنکھا تیزی سے گردش کر رہا تھا۔ میں ہیلی کاپٹر سے باہر تھا۔ اُس نے اپنی دانست میں مجھے دھوکا دیا اور اُسے اُڑا لیا۔ بلندی پر دُور چلا گیا۔ میں نے سوچ کے ذریعے کہا: "افسوس، مجھے اتنی دور تنہا چھوڑ کر بھی اپنے اندر گھسائے ہوئے ہو۔"

وہ گڑگڑاتے ہوئے بولا: "تمھیں خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ مجھے معاف کر دو۔"

"تھوڑی دیر پہلے میں نے بھی تمھیں خدا کا واسطہ دیا تھا مگر تم نے کہا تھا، میری زبان تمھاری سمجھ میں نہیں آتی۔ تم نے ٹھیک ہی کہا تھا، مظلوم کی زبان آج تک کسی ظالم کی سمجھ میں نہیں آتی، میں بھی سوچ رہا ہوں، تم اس وقت کون سی زبان بول رہے ہو!"

"ایک بار مجھے معاف کر دو، میں تمھارا وفادار غلام بن کر رہوں گا۔"

"میں نے کہا نا، مجھے تمھاری زبان سمجھ میں نہیں آ رہی ہے، میں جا رہا ہوں، تم بھی جاؤ۔"

"نہیں، تم نہیں جاؤ گے، میرے اندر رہو گے۔ میں ہیلی کاپٹر تمھارے پاس لا رہا ہوں، تمھارے قدموں میں گرنے آ رہا ہوں۔"

مگر وہ واپس نہ لا سکا۔ میں نے اُسے اُس چوکی کے پاس پہنچا دیا تھا جہاں کے جوانوں اور افسروں نے بھاری رشوت سے کر طیارے کو کہیں چھپانے کا موقع دیا تھا۔ وہ ہیلی کاپٹر اس چوکی کے فوجی کیمپ پر آ کر گرا۔ ایک قیامت خیز دھماکے کی آواز کے ساتھ وہاں تباہی پھیل گئی۔ کسی رشوت خور کو بھاگنے کا موقع نہیں ملا۔ وہاں اسلحہ اور پٹرول کے ذخیروں میں آگ لگنے سے چھوٹے بڑے دھماکے ہونے جا رہے تھے۔

میں نے بعد میں وہاں پہنچ کر تباہی کا منظر دیکھا تھا۔ میں اسکیٹنگ شوز پہن کر کھڑا ہو گیا۔ میری پشت پر ضروری سامان کی کٹ بندھی ہوئی تھی پھر میں دونوں ہاتھوں کی اسٹک کے سہارے آگے چل پڑا۔ اونچے نیچے راستے، میدان اور پہاڑیاں سب ہی برف سے ڈھکی ہوئی تھیں۔ جہاں تک نظر جاتی تھی، سفید چمکیلی برف دکھائی دیتی تھی۔ یوں لگتا تھا، پوری کائنات پر سفید چادر بچھی ہوئی تھی۔ ایسے علاقے میں نشیب و فراز بہت ہوتے ہیں۔ کبھی میں بلندی سے ڈھلان کی طرف جاتا تھا اور کبھی ڈھلان سے چڑھائی پر پہنچ جاتا۔ اسکیٹنگ کے دوران ایسے مقامات بھی آتے جہاں سیکڑوں فٹ کی بلندی سے چھلانگ لگانی پڑی۔ توازن برقرار رکھنے والے بلندی سے صحیح سلامت نشیبی میدان میں پہنچ جاتے ہیں۔ اگرچہ میں طویل عرصے بعد اسکیٹنگ کر رہا تھا تاہم توازن کو برقرار رکھے ہوئے تھا۔

آخر میں اُس چوکی کے پاس پہنچ گیا جو بُری طرح تباہ ہو چکی تھی۔ وہاں ایک بھی زندہ نظر نہیں آیا۔ میں نے سونیا سے کہا: "ہمارا ہیلی کاپٹر تباہ ہو چکا ہے، بے چارہ پائلٹ بھی مر چکا ہے۔"

اُس نے پوچھا: "تم کیسے بچ گئے؟"

"میں تو کتنی ہی بار مر چکا ہوں، خدا نے تمھارے لیے بچا رکھا ہے۔"

"سیدھی طرح بات کرو، میں یہاں کے حکام کو کیا بیان دوں گی۔"

"یہی کہ براؤن وولف، پائلٹ کے ساتھ جا رہا تھا۔ ایک جگہ ہیلی کاپٹر کو اُتار لیا کیونکہ وہاں سے براؤن وولف اسکیٹنگ کرتے ہوئے طیارے کو تلاش کرنا چاہتا تھا۔ پائلٹ اسے وہاں چھوڑ کر ہیلی کاپٹر لے گیا پھر پتا نہیں کیسے حادثہ ہو گیا۔ شاید دشمنوں کا ٹیلی پیتھی جاننے والا اس حادثے کا ذمے دار ہے۔ ہیلی کاپٹر کا ملبہ چوکی نمبر بارہ میں پڑا ہے اور وہ چوکی فوجیوں سمیت تباہ ہو چکی ہے۔"

"تم آدمی نہیں قصائی ہو۔ گمشدہ طیارے تک پہنچنے کے لیے اتنی بڑی تباہی مچا دی۔ اب وہاں تمھیں روکنے والا کوئی نہیں ہو گا۔"

"ہاں، میری واپسی کا انتظام کرو۔ فوراً ایک ہیلی کاپٹر روانہ کر دو۔"

میں برف کی سطح پر اسکیٹنگ کرتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ تیز رفتاری کے باعث ہوا سائیں سائیں کرتی ہوئی میرے پاس سے گزر رہی تھی۔ سردی غضب کی تھی۔ کوئی گرم ملک کا آدمی ہوتا تو ٹھٹھر کر مر جاتا۔ میں ایک گھنٹے کی اسکیٹنگ کے بعد ایسی جگہ پہنچا، جہاں دو پہاڑیاں آمنے سامنے تھیں۔ اُن کے درمیان اتنا کشادہ راستہ تھا جہاں سے طیارہ برف کی سطح پر چلتا ہوا جا سکتا تھا۔ پتا نہیں وہ پہاڑیوں کا درمیانی راستہ کہاں تک گیا تھا چونکہ سانپ کی طرح بل کھاتا گیا تھا، اس لیے نظروں کے سامنے پہاڑیاں حائل ہو جاتی تھیں۔

اچانک مجھے خطرے کا احساس ہوا۔ میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو کوئی بلندی سے چھلانگ لگاتا ہوا مجھ پر آ رہا تھا۔ میں نے فوراً ہی برف پر گر کر دونوں ٹانگیں اوپر کر دیں۔ مجھ پر آنے والا میرے اسکیٹنگ شوز اور اسٹکس کے ذریعے بُری طرح زخمی ہوا۔ میرے اٹھتے ہی دوسرا پہنچ گیا تھا۔ میرے منہ پر زبردست گھونسا پڑا۔ میں گرتے گرتے سنبھل گیا۔ وہیں سے گھوم کر اُس کے منہ پر اسٹک ماری۔ اس کا وہ چشمہ ٹوٹ گیا جو برفیلی ہواؤں سے آنکھوں کو محفوظ رکھنے کے لیے پہنا جاتا ہے۔ دوسرا زخمی اُٹھ رہا تھا۔ میں نے اُس کے منہ پر گھونسا جڑ دیا۔ وہاں حملہ کرنے کے لیے چہرے کا کچھ حصہ ہی ملتا تھا کیونکہ باقی سارا جسم موٹے اونی لباس اور جیکٹ وغیرہ میں چھپا ہوتا تھا۔ پوری قوت سے مار دتب بھی یوں لگتا تھا جیسے روئی کے موٹے گدے پر چھڑی ماری جا رہی ہو۔

اُن میں سے ایک اپنے شانے سے گن سیدھی کرنے لگا۔ میں دوڑتے ہوئے اُس سے ٹکرا گیا۔ لاتوں اور گھونسوں کا کسی پر اثر نہیں ہو سکتا تھا۔ میں نے جیبی چاقو نکال کر اُس کے چہرے پر مارا۔ اُس کے حلق سے چیخ نکلی۔ میں نے اُس کی گن چھین لی پھر اُسی لمحے میں ایک طرف اچھل کر گر پڑا۔ دوسرے شخص نے ریوالور سے گولی چلائی تھی۔ میں نے برف کی سطح پر کروٹ لیتے ہوئے گن سے فائر کیا، وہ لڑکھڑا کر گر پڑا۔ جس کے چہرے پر چاقو کا زخم آیا تھا، وہ برف میں دھنسا ہوا کراہ رہا تھا۔ میں اُٹھ کر اس کے پاس آیا۔ گن کا رُخ اُس کی طرف کیا پھر ٹریگر پر انگلی رکھی تو وہ انکار میں دونوں ہاتھ ہلا ہلا کر بولا: "نہیں نہیں، مجھے نہ مارو، میری جان لے کر تمھیں کیا ملے گا؟"

"تمھیں زندہ چھوڑنے سے مجھے کیا ملے گا؟"

"تم مجھ سے کوئی بھی خدمت لے سکتے ہو۔"

"تم لوگ یہاں کہاں چھپے رہتے ہو؟"

وہ ایک سمت انگلی اُٹھا کر بولا: "اُدھر چٹانوں کے سلسلے میں ایک غار ہے، ہم وہاں دس پہرے دار رہتے ہیں۔ ہر دو پہرے دار کی ڈیوٹی چھ گھنٹے کی ہوتی ہے۔"

"ابھی اُس غار میں تمھارے آٹھ آدمی موجود ہیں؟"

"ہاں انھیں معلوم ہو گا تو تمھیں یہاں سے زندہ نہیں جانے دیں گے۔"

"یہاں کس سلسلے میں پہرا دیا جاتا ہے؟"

"ان پہاڑوں کے درمیانی راستے سے گزرنے کے بعد ایسی کوئی جگہ یا کوئی خفیہ اڈا ہے جہاں تک ہمارا باس کسی کو پہنچنے نہیں دینا چاہتا۔ ہم بھی آج تک وہاں جا نہ سکے، ہمیں سختی سے حکم دیا گیا ہے کہ یہاں تک آنے والے کو زندہ واپس جانے نہ دیا جائے۔"

"تمھارا باس کون ہے؟"

"میں نے ایک بار اُس کی صورت دیکھی ہے۔ میں نہیں جانتا، وہ کون ہے؟ کہاں سے آتا ہے اور کہاں جاتا ہے!"

میں نے اُس کے چور خیالات پڑھے، وہ درست بیان دے رہا تھا۔ اُس کی سوچ کہہ رہی تھی کہ اس راستے پر آگے بھی کئی طرح کی رکاوٹیں ہیں۔ اُدھر کوئی نہیں جا سکتا۔ میں وہاں کے باقی آٹھ پہرے داروں کو اپنی حکمتِ عملی سے ختم کر سکتا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

تھا لیکن ہیلی کاپٹر اور طیاروں کی آواز سن کر دوڑتا ہوا ایک چٹان کے سائے میں چلا گیا۔ وہ تباہ شدہ چوکی کی طرف سے آرہے تھے۔ ایک ہیلی کاپٹر میں بیٹھا ہوا شخص دوربین سے ان دو افراد کو دیکھتے ہوئے گزر رہا تھا جو میرے ہاتھوں ہلاک اور زخمی ہو کر برف پر پڑے ہوئے تھے۔ وہ پرواز کرتے والے دُور پہاڑی کے دوسری طرف چلے گئے تھے۔ وہاں سے ایک لمبا چکر لگا کر آسکتے تھے۔ یہ معلوم کر سکتے تھے کہ وہ دونوں کون ہیں اور وہاں کیا کر رہے تھے؟

ہیلی کاپٹر کے نظروں سے اوجھل ہوتے ہی غار کی طرف سے چار شخص دوڑتے ہوئے آئے۔ زخمی سے پوچھا "یہاں کون آیا تھا۔ ہم نے تمہاری گن سے فائرنگ کی آواز سُنی تھی؟"

میں اُس کے دماغ میں تھا۔ وہ میری مرضی کے مطابق بولا۔ "ایک اجنبی ادھر آیا تھا۔ میرے ساتھی کی طرح مجھے بھی مار ڈالنا چاہتا تھا پھر طیارے اور ہیلی کاپٹر کی آواز سُن کر بھاگ گیا۔ مجھے اُٹھاؤ اور طبّی امداد پہنچاؤ۔"

ایک نے کہا "پرواز کرنے والوں نے تم دونوں کو یہاں دیکھا ہے۔ ہم تمھیں لے جائیں گے تو وہ تمھیں تلاش کرتے ہوئے غار تک آجائیں گے، سوری۔"

یہ کہتے ہی اُس نے زخمی ساتھی کو گولی مار دی پھر وہ چاروں جدھر سے آئے تھے اُدھر دوڑتے چلے گئے۔ ہیلی کاپٹر واپس آرہا تھا۔ جب وہ قریب آکر اُترنے لگا تو مَیں چٹان کے پیچھے سے نکل کر سامنے آگیا۔ ان سے کسی طرح کا خطرہ نہیں تھا۔ ہیلی کاپٹر کا نشان بتا رہا تھا کہ وہ اس علاقے کے فوجی ہیں۔

ہیلی کاپٹر کا گردش کرتا ہوا پنکھا رک گیا۔ ایک فوجی افسر نے ڈپٹ کر پوچھا "تم کون ہو؟"

مَیں نے اندرونی جیب سے کاغذات نکال کر دکھائے۔ ان کاغذات کے مطابق میں فرانس کا جاسوس تھا۔ جوجو کا تعلق فرانس سے تھا، اس لیے مَیں اُسے تلاش کرنے آیا تھا۔ افسر نے کاغذ پڑھنے کے بعد کہا "اِدھر بارہ نمبر چوکی میں تمہارے ملک کا ہیلی کاپٹر تباہ ہوا ہے، اُس نے پوری چوکی تباہ کر دی۔ تم اتنی دُور کیسے آئے؟"

"مَیں اسی ہیلی کاپٹر پر آیا تھا چونکہ پہاڑیوں کے درمیانی راستے سے پرواز کو جاری رکھنا ممکن نہیں تھا، اس لیے میں اسکیٹنگ کے ذریعے اس راستے پر جانا چاہتا تھا لیکن یہ جو مُردہ پڑے ہوئے ہیں انھوں نے مجھ پر حملہ کیا تھا، ان کے باقی ساتھی وہ سامنے والی پہاڑی کے غار میں چھپے ہوئے ہیں۔"

مَیں اُدھر ہاتھ کا اشارہ کر رہا تھا۔ اُسی وقت وہاں سے گولیاں چلنے لگیں۔ ہم سب دوڑ کر ہیلی کاپٹر کی آڑ میں آگئے۔

مَیں نے کہا "ان کے پاس جدید ترین خطرناک ہتھیار ہیں اور تم تعداد میں صرف پانچ ہو، ہتھیار بھی نہ ہونے کے برابر ہیں، یہاں سے نکل چلو۔"

ہم ہیلی کاپٹر میں سوار ہو گئے۔ فوجی افسر فائرنگ کرنے والوں کو گالیاں دے رہا تھا اور کہہ رہا تھا، فوجی جوانوں کے ساتھ ابھی واپس آئے گا اور منظم حملہ کرے گا، ایک ایک سے پوچھے گا کہ وہ ان اطراف میں کیا کر رہے ہیں پھر انھیں کتّے کی موت مارے گا۔ مَیں سمجھ رہا تھا، وہ ان کا کچھ بگاڑ نہیں سکے گا۔ غار میں چھپے رہنے والے اتنے احمق نہیں ہوں گے کہ فوج کے منظم حملے کے انتظار میں بیٹھے رہیں گے کہ آؤ ہمیں قانونی گرفت میں لے لو یا گولی مار دو۔

اُن کے زندہ بچ رہنے سے مجھے نقصان نہیں پہنچ سکتا تھا۔ مَیں نے اُن میں سے ایک کی آواز سُن لی تھی۔ اُس کا لہجہ میرے ذہن میں نقش تھا۔ مَیں اُس کے ذریعے اُس کے دوسرے ساتھیوں تک پہنچ سکتا تھا اور اگر اُن کا باس کبھی ان سے باتیں کرتا تو وہ بھی خیال خوانی کی مٹھی میں آسکتا تھا۔ مَیں نے سونیا سے رابطہ قائم کرکے تمام حالات بتائے۔ وہ بولی "تم نے تقریباً منزل کا سُراغ پا لیا ہے، دوبارہ اُدھر کب جاؤ گے؟"

"مجھے ہیلی کاپٹر کی ضرورت ہے۔"

"وہ تمھارے پاس پہنچنے ہی والا ہوگا۔ فرانس کی ملٹری انٹیلی جنس کے کیپٹن سے رابطہ کرو، وہ تمھیں نئے پائلٹ کی ریکارڈ کی ہوئی آواز سنائے گا۔"

مَیں نے رابطہ قائم کرکے اُس پائلٹ کی آواز سُنی جو میرے لیے ہیلی کاپٹر لایا تھا۔ اُس کے دماغ میں جانے کے لیے مجھے مخصوص کوڈ ورڈز بتائے گئے۔ مَیں اُس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ یہاں کے فلائنگ کلب میں پہنچ گیا تھا۔ اُس نے کہا "سر! آپ جب تک دماغ میں رہنا چاہیں، رہ کر تسلّی کر لیں، میں صرف آپ کی خدمت کے لیے آیا ہوں۔"

مَیں تھوڑی دیر تک اُس کے خیالات پڑھتا رہا پھر بولا "تم بہت اچھے اور بہت کام کے آدمی ہو، ابھی آرام کرو، جب ضرورت ہوگی تو تمھیں بُلاؤں گا۔"

فوجی افسر نے مجھے اُس پہاڑی پر پہنچا دیا جہاں ایک کاٹیج میں مجھے رات گزارنا تھی۔ شام کے سائے پھیل رہے تھے۔ مَیں کسی کلب میں وقت نہیں گزار سکتا تھا۔ دشمن تاک میں لگے تھے۔ مَیں کاٹیج کا دروازہ کھول کر کامن روم میں آیا۔ وہاں کا دوسرا کرایہ دار ابھی تک نہیں آیا تھا۔ کہیں کلب میں رنگ رلیاں منا رہا ہوگا۔ مَیں اپنا کمرا کھول کر اندر آیا۔ دروازے کو اندر سے بند کیا اور جُوتوں سمیت بستر پر لیٹ گیا۔

وہاں شام کے چار بجے سے اندھیرا چھانے لگتا تھا۔ رات بہت لمبی ہوتی تھی، دن چھوٹا ہوتا تھا۔ مَیں نے اپنے اوپر کمبل ڈال کر دماغ کو ہدایات دیں پھر بے وقت سو گیا۔ ارادہ تھا رات کے دو بجے ہیلی کاپٹر کے ذریعے چوکی نمبر بارہ سے آگے جاؤں گا۔ وہاں خفیہ اڈّا قائم کرنے والے آدمی رات کے بعد مجرمانہ سرگرمیوں میں مصروف رہتے ہوں گے۔ بہرحال مَیں شام کے پانچ بجے نیند کی آغوش میں گیا تھا۔ دماغ کو ہدایت دی تھی کہ رات گیارہ بجے آنکھ کھُل جائے مگر نو بجے ہی اچانک نیند اُڑ گئی۔ اس کا مطلب تھا، کوئی کاٹیج میں داخل ہوا ہے۔

مَیں اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ کوئی دروازہ کھول کر اندر آیا تھا اور اب اُسے اندر سے بند کر رہا تھا۔ وہ اسی کاٹیج کا کرایہ دار ہوگا لیکن وہ چوروں کی طرح دبے قدموں چل رہا تھا۔ اس کے جُوتے چغلی کھا رہے تھے۔ مَیں بستر سے اُتر کر دروازے کے پاس آیا۔ اس کے کی ہول میں لگی ہوئی چابی کھینچ کر نکال لی۔ اس طرح کی ہول سے کامن روم کی ہلکی سی روشنی میرے کمرے میں آنے لگی۔ وہ اجنبی میرے دروازے کی طرف ہی آرہا تھا۔ جب وہ بالکل قریب پہنچ گیا تو کی ہول سے روشنی کم ہو گئی کیونکہ وہ دروازے اور روشنی کے درمیان آگیا تھا۔ شاید چابی کے سوراخ سے آنکھ لگا کر مجھے دیکھ رہا ہوگا۔ مَیں نے اچانک ہی دروازہ کھول دیا۔

ہلکی سی چیخ اُبھری۔ چونکہ وہ دروازے پر اپنے بدن کا زور ڈال کر کی ہول میں جھانک رہا تھا اس لیے اس کے کھُلتے ہی وہ چوکھٹ پر اوندھے منہ گر پڑا۔ سنہری زلفوں سے پتا چلا، وہ لڑکی ہے، ورنہ اس سرد علاقے میں لباس کی زیادتی سے لڑکے لڑکی کی پہچان مشکل ہوتی تھی۔ جب وہ اُٹھنے لگی تب مَیں نے اُس کی صورت دیکھی وہ وہی لڑکی تھی جو پیرس ائرپورٹ میں ملی تھی اور جو جوجو کی ہم شکل تھی اور جوجو سے نفرت کرتی تھی۔

وہ اُٹھتے ہوئے غصّے سے بولی "تم نے اچانک دروازہ کیوں کھولا؟"

"میرا دروازہ ہے، مَیں نے کھولا۔"

"اور مَیں جو گر پڑی اس کے لیے تم افسوس بھی نہیں کر سکتے؟"

"اور تم دوسرے کے کمرے میں جھانکنے کی غلطی کا احساس نہیں کر سکتیں؟"

"مَیں نے کوئی غلطی نہیں کی، مَیں تم سے پہلے اس کاٹیج کی کرایہ دار ہوں۔ یہاں کسی آنے والے کے متعلق معلومات حاصل کرنا میرا حق ہے۔"

"تم جھانک کر معلومات حاصل کر رہی تھیں، اگر مَیں بے لباس ہوتا تو...؟"

اُس نے گھور کر دیکھا پھر کہا "تم بے شرم اور بکواس کرنے والے کرایہ دار ہو۔ مَیں ابھی کاٹیج کے مالک سے شکایت کر کے تمھیں یہاں سے نکلواؤں گی۔"

وہ غصّے سے پاؤں پٹختی ہوئی جانے لگی کامن روم کے وسط میں پہنچ کر رُک گئی جیسے کچھ یاد آیا ہو۔ اُس نے پلٹ کر مجھے غور سے دیکھا پھر کہا "ارے تم تو وہی ہو؟"

"ہاں وہی ہوں۔"

"تم ائرپورٹ پر ملے تھے؟"

"یہ مقدر کے کھیل ہیں، ہم مل کے بچھڑ گئے، بچھڑ کے پھر مل گئے۔"

"مَیں تم سے نہیں مل رہی ہوں۔ خوش فہمی میں نہ رہنا اور مجھے کوئی نادان لڑکی نہ سمجھنا، مَیں بہت چالاک ہوں، خوب سمجھتی ہوں کہ تم میرا پیچھا کرتے ہوئے یہاں آئے ہو۔"

"تعجب ہے تم کیسے سمجھ گئیں؟ بھئی واقعی چالاک ہو۔"

"صرف چالاک نہیں خطرناک بھی ہوں۔ پستول چھپا کر رکھتی ہوں۔ تم بدمعاشی کرو گے تو دھم سے گولی مار دوں گی۔"

"کیا تمھارے پستول سے دھم کی آواز آتی ہے؟"

"ہاں آتی ہے، کیا تم بدمعاشی کرو گے؟"

"نہیں کروں گا۔"

"مجھے اکیلی سمجھ کر کمرے میں تو نہیں آؤ گے؟"

"تم اکیلی کہاں ہو، پستول ساتھ میں ہے، مجھے پستول والیوں سے بڑا ڈر لگتا ہے۔"

وہ مطمئن ہو گئی۔ اُس نے اپنی دانست میں ایک خطرناک لڑکی کا چہرہ بنایا، مجھے خونخوار نظروں سے دیکھا پھر اپنے کمرے میں چلی گئی۔ ایک حسین لڑکی غصّہ کرے تب بھی بَلا کی حسین لگتی ہے، خطرناک اور خونخوار بن جائے تب بھی اس کی ادائیں لوٹ لیتی ہیں۔ مَیں نے اپنے کمرے میں آکر غور کیا۔ اس لڑکی کا دوبارہ ملنا کیا اتفاق ہے، کاٹیج کے مالک نے مجھے اس کے قریب پہنچایا تھا۔ کیا اُسے صرف کرائے سے سروکار تھا یا اُس نے باقاعدہ منصوبے کے تحت ایسا کیا تھا۔

بہت سوچ سمجھ کر مَیں اُس مالک کے دماغ میں گیا۔ اُس کی سوچ نے بتایا، ایک ہفتہ پہلے ایک شخص آیا تھا اور کہا تھا "تمھارے پاس جتنے کاٹیج ہیں وہ مجھے دو ہفتے کے لیے کرائے پر دے دو۔" اُس نے چھ کاٹیج کے لیے ایک لاکھ ڈالر دیے پھر کہا۔ "ان کاٹیجوں میں سے ایک کاٹیج ایسا رکھو جس کا ایک کمرا تم اس لڑکی کو دو گے...

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اُس شخص نے اس لڑکی کی تصویر دکھائی جو ابھی میرے کمرے میں جھانک رہی تھی۔ کاٹیج کے مالک نے پوچھا "کیا میں اس کے نام سے ریزرو کر دوں؟"

"نہیں، وہ لڑکی بھٹکتی ہوئی یہاں آئے گی۔ اسے کسی ہوٹل اور کاٹیج میں جگہ نہیں ملے گی۔"

"یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں، جگہ تو کہیں نہ کہیں مل ہی جاتی ہے۔"

وہ بولا "میں ان پہاڑیوں کے تمام ہوٹلوں اور کاٹیجوں کو کرائے پر لے چکا ہوں۔ اب تم سے یہ سودا کرنے آیا ہوں۔ اُس لڑکی کو کہیں جگہ نہیں ملے گی، وہ یہاں ضرور آئے گی۔"

"جی سمجھ گیا۔ میں اُس کے لیے ایک کاٹیج کا کمرا خالی رکھوں گا، مگر دوسرے کمرے کا کیا ہوگا؟"

اُس شخص نے میری تصویر نکال کر دی پھر کہا "یہ شخص بھی بھٹکتا ہوا آئے گا، دوسرا کمرا اسے دو گے۔"

"جی سمجھ گیا۔"

"تم اُن دونوں سے باقاعدہ کرایہ وصول کرو گے اور کسی سے یہ ذکر نہیں کرو گے کہ میں نے تم سے اس طرح کا سودا کیا ہے۔"

کاٹیج کے مالک کی سوچ نے بتایا کہ میرے لیے بابا صاحب کے ادارے سے آنے والے کسی فرد کے لیے کسی طرح پہلے سے جال بچھایا گیا ہے اور یہ لڑکی دشمنوں کی آلہ کار ہے۔ میں خواہ مخواہ اس کے دماغ میں جانے سے پرہیز کرتا رہا۔ جب یہ واضح تھا کہ وہ مجھے بابا صاحب کے ادارے سے آنے والا دشمن سمجھ رہے ہیں تو پھر لڑکی سے دُور رہنا ضروری نہیں تھا بلکہ یہ معلوم کرنا ضروری تھا کہ وہ سپر ماسٹر سے تعلق رکھتی ہے یا ماسک مین سے؟

میں اُس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اُس نے اپنے کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر لیا تھا اور اُس دروازے کے کی ہول سے ایک آنکھ لگائے باہر کامن روم میں دیکھ رہی تھی کہ میں اپنے کمرے میں ہوں یا کامن روم میں یعنی وہ میرے چال چلن کا اندازہ کرنا چاہتی تھی۔ میں نے اُس کے دماغ میں یہ خیال پیدا کیا کہ اجنبی اُس کے دروازے کے باہر چھپا ہوا ہے اور ابھی کی ہول کے راستے پھونک مارے گا۔

یہ خیال پیدا کرتے ہی میں نے خیالی پھونک ماری، اُسے ایسا ہی لگا جیسے کی ہول کے راستے پھونک آکر اُس کی آنکھ میں لگی ہو۔ وہ چیخ مار کر پیچھے قالین پر اُلٹ گئی۔ اپنی آنکھ کو چھو کر دیکھنے لگی۔ وہ یہی سمجھ رہی تھی کہ میں نے باہر سے پھونک ماری ہے۔ وہ اُٹھ کر غصے سے دروازہ کھول کر بولی "تمھیں شرم نہیں...؟"

وہ بولتے بولتے رک گئی۔ وہاں میں نہیں تھا۔ وہ ناگواری

سے اپنے ایک کان کو پکڑ کر مروڑتے ہوئے بولی "جینا، سی بار تیرے کان پکڑ کر سمجھاؤں، ذرا ہوش میں۔ ہاکر یہاں کوئی نہیں تو تو نے خود ہی سوچا کہ وہ پھونک مار رہا ہے اور خود ہی گر پڑی، بول تو! اُلو کی پٹھی ہے۔"

پھر خود ہی آہستگی سے بولی "ہاں میں اُلو کی پٹھی ہوں۔ اب میں اس اجنبی کے بارے میں نہیں سوچوں گی۔ اُس کی ایسی کی تیسی...!"

اُس نے کمرے میں آکر دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ آتش دان کے پاس آکر تھوڑی سی لکڑیاں اس میں ڈال کر آگ کو تیز کرنے لگی پھر اپنی کلائی کی گھڑی کو دیکھتے ہی چونک گئی۔ دس بجنے کے لیے دو منٹ رہ گئے تھے۔ دوسروں کے لیے چونکنے کی بات نہیں تھی۔ چوبیس گھنٹے میں دو بار دس بجتے ہیں لیکن اس کے ساتھ عجیب ٹریجڈی تھی۔ وہ دس بجنے سے پہلے کسی کمرے میں یا کسی باتھ روم میں بند ہو جاتی تھی کیونکہ ٹھیک دس بجے رات کو وہ مر جایا کرتی تھی۔

اس کی داستان عجیب تھی۔ وہ ابھی مرنے ہی والی تھی ... کر رسٹ واچ کو دیکھ رہی تھی۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی یا اس کے دماغ میں کوئی چھپا ہوا کہہ رہا تھا "وقت ہو چلا ہے، ..."

وہ آتش دان سے ذرا دُور قالین پر دو زانو ہو گئی۔ اُس کے دماغ میں سوچ اُبھری "تو جینا نہیں ہے، تو لڑکی نہیں ہے۔"

اُس نے سنہری زلفوں والی وگ سر سے اُتار کر ایک طرف پھینک دی۔ اب اُس کے سر پر چھوٹے بوائے کٹ بال تھے ... میں سوچ اُبھری "تو کون ہے، تو لڑکی نہیں ہے۔"

اُس نے کانوں سے بالے، کلائی سے کنگن اور انگلی سے انگوٹھی اُتار دی۔ وہاں سے اُٹھ کر سوٹ کیس کے پاس آئی ... جیسے شوخ رنگ والے اونی کپڑے بدن سے اُتار دیے۔ ... آئینے میں خود کو بے لباس دیکھا تو گھبرا گئی۔ نہیں گھبرا گئی نہیں، گھبرا گیا۔ پریشان ہو کر بولا "یہ میرا بدن لڑکی جیسا کیوں ہے؟ میں لڑکی نہیں، لڑکا ہوں، میں جونی ہوں۔"

اُس کی آواز میں ہلکی سی تبدیلی آئی تھی۔ ذرا سا فرق پیدا ہو گیا تھا جیسے نوعمر لڑکی اور لڑکے کی آواز میں فرق ہوتا ہے۔ وہ جلدی جلدی لڑکوں والا لباس پہن رہا تھا۔ اپنے بدن کو چھپا رہا تھا اور آنسوؤں سے رو رہا تھا "اوہ گاڈ! میرے ساتھ یہ کیسا مذاق ہے، میں لڑکا ہوں، مجھے لڑکا رہنے دو۔ میری سمجھ میں نہیں آتا، میں رات دس بج کر ایک منٹ پر کیسے پیدا ہوتا ہوں اور دوسری صبح دس بجے کیسے مر جاتا ہوں؟"

وہ آئینے میں دیکھتے ہوئے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے بولا "یہ ممی اور پاپا کہتے ہیں، میں دن کے دس بجے سے رات کے دس بجے تک گہری نیند میں رہتا ہوں مگر میں نہیں مانتا۔ اگر میں نیند میں ہوتا تو پیرس ائرپورٹ کے ٹوائلٹ میں ہوتا۔"

وہ سوچنے لگا "مجھے اچھی طرح یاد ہے میں ریستوران میں ایک ایسے شخص کی میز پر تھا جو فرہاد کا ہم شکل تھا۔ جب میں نے دیکھا کہ دس بجنے والے ہیں تو میں اپنا سفری بیگ اُٹھا کر بے اختیار لیڈیز پاؤڈر روم میں چلا گیا تھا۔ وہاں ایک ٹوائلٹ کا دروازہ کھول کر اندر گیا تو چند سیکنڈ بعد مر گیا اور اب اس چار دیواری میں پھر سے زندہ ہو گیا ہوں۔"

وہ سوچتے سوچتے چُپ ہو گیا۔ بے اختیار آئینے کے پاس سے گھوم گیا۔ وہاں سے چلتا ہوا قالین پر پڑی ہوئی وگ کو، لڑکی کے تمام سامان کو اُٹھا کر سوٹ کیس میں رکھنے لگا۔ میں اُس کے دماغ میں رہ کر اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ وہ اپنے اختیار میں نہیں ہے۔ کسی کا معمول ہے، جو کر رہا ہے، بے اختیار کرتا جا رہا ہے۔

اُس کے دماغ کے کسی گوشے میں یہ سوچ نہیں تھی کہ وہ کبھی لڑکی تھا اور اس کا نام مونیا تھا۔ حتیٰ کہ وہ یہ بھی بھول گیا تھا کہ لباس کے اندر لڑکی کا بدن ہے۔ وہ جینا کی تمام چیزیں سوٹ کیس میں رکھنے کے بعد بستر پر آکر چاروں شانے چت لیٹ گیا۔ ہاتھ پاؤں ڈھیلے چھوڑ دیے، آنکھیں بند کر لیں۔ تب اُس کے دماغ میں سوچ اُبھری یا اُس سوچ کے پیچھے کوئی بولنے لگا "میں جونی ہوں، سدا سے جونی ہوں۔ اس وقت سوئٹزر لینڈ کے پہاڑی علاقے میں ہوں، یہ ایک کاٹیج ہے۔ کاٹیج کے مالک کا نام بنجامن ہے۔ اس کاٹیج کے دوسرے کمرے میں جو کرایہ دار ہے اُس کا نام برائن وولف ہے۔ یہ وہی فرہاد کا ہم شکل ہے جس سے میں پیرس ائرپورٹ کے ریستوران میں مل چکا ہوں۔"

اس کے دماغ میں بولنے والا اس کی سوچ میں بول رہا تھا۔ میں اس انتظار میں تھا کہ بولنے والا کہیں گڑبڑا جائے۔ اُس کی خیال خوانی سے اس کا اپنا لب و لہجہ پھسل پڑے تو میں اس لہجے کو اپنی یادداشت میں محفوظ کر لوں گا پھر کسی وقت اس کے دماغ کو چھیڑوں گا۔

بہرحال وہ جونی کی سوچ میں بول رہا تھا "میں یہاں فرہاد کے دو ہم شکلوں کو دیکھوں گا۔ دوسرے کا نام ہارڈے وائسن ہے۔ سپر ماسٹر کے چند آلۂ کار برائن وولف کے دھوکے میں ہارڈے وائسن سے ٹکرا گئے تھے۔ انھوں نے غلطی کی تھی۔ مجھے نہیں کرنا چاہیے۔ ہارڈے وائسن ٹیلی پیتھی جانتا ہے اور برائن وولف فرانس کا جاسوس ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ برائن وولف فرانس کا سرکاری آدمی ہے اور ہارڈے وائسن بابا صاحب کے ادارے سے ٹیلی پیتھی کا ہتھیار لے کر آیا ہے لہٰذا ہمارے لیے ہارڈے وائسن اہم ہے۔ میں کل صبح ہارڈے سے دوستی کروں گا لیکن اس سے پہلے دو ہم شکلوں کے درمیان ایسی پہچان رکھوں گا کہ انھیں دیکھتے ہی شناخت کر لوں گا کہ کون وولف ہے اور کون ہارڈے۔ اس طرح دھوکا نہیں کھاؤں گا۔ ہارڈے سے ہی دوستی برقرار رکھوں گا۔"

وہ بولنے والا جونی کے دماغ میں ایک ایک بات نقش کر رہا تھا پھر اُس نے کہا "رات بہت ہو چکی ہے، اب میں سو رہا ہوں، صبح پانچ بجے بیدار ہو جاؤں گا۔"

کوئی پندرہ بیس سیکنڈ میں ہی وہ گہری نیند سو گیا۔ میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو کر ہمدردی سے سوچنے لگا، جونی یا جینا پر ظلم ہو رہا ہے۔ اُسے اپنا آلۂ کار بنائے رکھنے کے لیے کسی نے اُس کے اندر دُہری شخصیت پیدا کر دی ہے۔ اُسے لڑکی بھی رہنے دیا اور لڑکا بھی بنا دیا۔ میں نے پہلی ہی ملاقات میں اُس کے متعلق رائے قائم کی تھی کہ وہ لڑکی اور لڑکے کا کاک ٹیل ہے۔ وہی بات سامنے آئی تھی۔ بے چاری لڑکی بن کر کوئی آرزو کرتی تو اُس آرزو کی تکمیل تک بارہ گھنٹے پورے ہو جاتے۔ دس بجتے ہی وہ آرزوؤں اور جذبوں والی لڑکی نہ ہوتی، لڑکا ہوتا اور جب لڑکا بن کر اپنی مردانہ شخصیت کو منوانا چاہتا تو منواتے منواتے بارہ گھنٹے گزر جاتے۔ یوں وہ بھی ادھورا رہ جاتا۔

اُسی لمحے وہ لڑکا بن کر روتا تھا کہ اندر سے لڑکی کیوں ہے اور لڑکی بن کر جھنجلاتی تھی کہ لوگ اُسے کسی نامعلوم جونی کی ہم شکل کیوں کہتے ہیں؟

میں پھر اُس کے دماغ میں پہنچا۔ اُس کے اندر بولنے والا اُسے گہری نیند سُلا کر مطمئن ہو گیا تھا کہ اب وہ صبح پانچ بجے بیدار ہوگا۔ میرے لیے میدان صاف تھا۔

میں نے اُس کے دماغ میں خواب کا سماں پیش کیا۔ اُس نے دیکھا، وہ ایک لڑکی کا نہایت ہی دیدہ زیب لباس پہنے ہوئے ہے۔ حدِ نظر تک بہار آئی ہوئی ہے۔ ہر طرف پھول کھلے ہوئے ہیں۔ اُس کے اندر یہ آواز گونج رہی تھی "میں حسین ہوں، حسینہ ہوں۔ میری کوئی دوسری شخصیت نہیں ہے، مجھے لڑکی ہونے پر ناز ہے۔ یہ بہاریں میرے لیے ہیں، یہ رنگا رنگ پھول میرے لیے کھلے ہیں۔ یہاں کوئی میرے دل و جاں کا مالک بھی ہوگا جو مجھ عورت کو مرد کا بھرپور پیار دے گا۔"

پھر اُس نے خواب میں دیکھا "میں اُسے پکار رہا ہوں۔ وہ پوچھ رہا ہے، میرے محبوب! تم کہاں ہو؟ میں جواباً کہہ رہا ہوں،

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

میری جان! تم جونی بن کر پوچھو گے تو میں چلا جاؤں گا، جینا بن کر پوچھو گی تو اپنا پتا بتا دوں گا۔

"آہ! میرے محبوب! میں کیا کروں؟ سخت اُلجھن میں ہوں کہ میری حقیقت کیا ہے؟ تمھیں یاد کرتے وقت سراپا لڑکی بن جاتی ہوں۔ تمھیں بھول کر اپنی دوشیزگی بھول جاتی ہوں۔ وہ کمبخت جونی میرے حواس پر چھا جاتا ہے۔"

"میرے پاس آؤ۔ میں جونی کو تمھارے وجود سے مٹا دوں گا۔"

"میں کیسے آؤں؟ میری رہنمائی کرو۔"

"محبت کرنے والے کچے دھاگے سے بندھے چلے آتے ہیں۔ دیکھو، تم جہاں ہو وہاں سے اُٹھ رہے ہو۔"

وہ اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ میں نے کہا "تم آنکھیں کھول رہے ہو۔"

اُس نے آنکھیں کھول دیں۔ اس کا عامل اُسے جو نیند دے گیا تھا وہ بدستور اُس نیند میں تھا مگر خوابیدہ دماغ میرے اشارے پر اُسے حرکت دے رہا تھا۔ وہ بستر سے اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ آہستہ آہستہ چلتا ہوا دروازے کے پاس آیا پھر اُسے کھول دیا۔ میں کھلے ہوئے دروازے پر اُس کے سامنے کھڑا تھا۔

وہ خواب کی دُنیا میں مجھے اپنے سامنے دیکھ رہا تھا اور کہہ رہا تھا "تم ... تم وہی ہو؟"

میں نے اُس کے قریب آ کر کہا "وہی پیرس اِنٹرلوپٹ کے ریستوران والا اجنبی ہوں، تم مجھے خواب میں بھی پہچان رہی ہو۔"

"میں پہچان رہا ہوں، رہی ہو نہ کہو، میں لڑکا ہوں۔"

"میں تمھارے ساتھ ظلم نہیں ہونے دوں گا۔ قدرت نے تمھیں جیسا بنایا ہے تم ویسی ہی رہو گی۔ جونی کی جو شخصیت تم پر مسلط کی گئی ہے، میں اسے مٹا دوں گا۔"

میں نے اُسے دونوں بازوؤں میں اُٹھا لیا۔ وہاں سے چلتا ہوا آتش دان کے پاس آیا۔ وہاں قالین پر اُسے لٹا دیا۔ آگ ذرا دھیمی تھی۔ میں نے چھوٹی چھوٹی چند لکڑیاں آتش دان میں ڈالیں۔ آگ باہر سے آنے والی لکڑیوں کو جلدی قبول نہیں کرتی، ذرا نخرے کرتی ہے۔ اُسے کریدو تو لکڑی سے آ کر لگتی ہے۔ ذرا ہوا دو تو انگارے سے شعلہ بن کر لپٹتی ہے۔ آگ اپنی محبت میں ذرا بھی کمی نہیں کرتی، جب جلتی ہے تو پوری طرح جلاتی ہے اور جسے جلاتی ہے اُس کے ہوش اُڑا کر رکھ دیتی ہے۔

قصہ سونے جاگنے کا تھا۔ میں نے جونی کو جگایا تو وہ بھڑکتے ہوئے شعلوں میں گھبرا گیا۔ جینا کو جگایا تو وہ شرما گئی۔ وہ کبھی سو رہا تھا، کبھی جاگ رہا تھا اور یہ جاگتی تھی تو سونا نہیں چاہتی تھی۔ رت جگے کا سامان کرتی جاتی تھی۔

آدھی رات گزر گئی۔ جونی بستر پر تھا۔ میں نے اُس پر کمبل ڈال کر کہا "آنکھیں بند کر لو۔"

اُس نے ہدایت پر عمل کیا، آنکھیں بند کر لیں۔ میں نے کہا "تم نے جو کچھ بھی دیکھا جو سُنا افسانہ تھا۔ جاگتی آنکھوں کا افسانہ اور سوتی آنکھوں کا خواب تھا اور اکثر خواب صبح ہوتے ہی آنکھ کھلتے ہی بھلا دیے جاتے ہیں لیکن تم آدھا بھلاؤ گے آدھا نہیں بھلاؤ گے، میرے لیے سوچو گے کہ خواب میں جو کچھ تھا اس کی تعبیر کا انتظار ہے اور انتظار رہا کرے گا۔"

میں نے اُسے گہری نیند سُلا دیا پھر اُس کے سامان کے پاس آ کر ایک ایک چیز نکال کر دیکھنے لگا۔ کسی بھی چیز سے یہ سُراغ مل سکتا تھا کہ کس سُپر طاقت نے اسے اپنا آلۂ کار بنایا ہوا ہے۔ مجھے مایوسی ہوئی۔ سامان سے کچھ پتا نہیں چلا۔ ویسے ایک اندازہ تھا کہ ماسک مین کے ٹیلی پیتھی جاننے والے پاسکل بوبا نے اُسے اپنا معمول بنایا ہوا ہے۔

ماسک مین کے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے پاسکل بوبا اور جوجو اُس دن سے گم ہو گئے تھے جس دن دونوں کو ایک ہی وقت میں آپریشن تھیٹر لے جایا گیا تھا۔ پتا نہیں اُن کے ساتھ کیا کیا گیا تھا لیکن یہ بات موٹی سی عقل میں بھی آتی ہے کہ آپریشن کے ذریعے دونوں کی آوازیں بدل دی گئی تھیں۔ ان کے دماغ کو نئی آواز اور نئے لہجے سے منسلک کر دیا گیا تھا۔ ان کے دماغ پچھلی آواز اور لہجوں کو بھول چکے تھے، اسی لیے جوجو یا پاسکل کے لہجوں کو گرفت میں لے کر خیال خوانی کی پرواز کرنے سے وہ نہیں ملتے تھے، پرواز بھٹک کر رہ جاتی تھی۔

میں نے سامان جیسا تھا، ویسا ہی رکھ دیا۔ میں جونی کے پاس آیا۔ جب تک تبدیلی عمل میں نہیں آئے گی، وہ جونی ہی کہلائے گا۔ یہی دیکھنا تھا کہ کل سے اس میں کوئی تبدیلی پیدا ہوتی ہے یا نہیں۔ نیند میں اُس کا حسن غضب ڈھا رہا تھا۔ میں نے جھک کر اُسے محبت دی پھر کمرے کا دروازہ بند کرتے ہوئے باہر آ گیا۔ رات کا ایک بجنے والا تھا۔ میں نے اپنے کمرے میں آ کر ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کو مخاطب کیا۔ وہ سو رہا تھا۔ میری سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی فوراً اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ سانس روکتا، میں نے کوڈ ورڈز ادا کیے۔ اُس نے مطمئن ہو کر پوچھا "یس سر!"

میں نے کہا "تم گہری نیند میں تھے، میں تم پر ظلم کر رہا ہوں۔"

"سر! ہم فوجی لوگ ہیں، نیند کچی ہو یا گہری، جس وقت بگل بجتا ہے اُٹھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔"

وہ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا اور رہی سہی نیند کو بھگانے کے لیے پنجوں کے بل اُچھل رہا تھا۔ میں نے کہا "تم میرے مزاج کے مطابق ہو۔ میں ٹھیک ڈھائی بجے فلائنگ کلب پہنچ جاؤں گا۔ ہم ابھی پرواز کریں گے۔"

میں نے ٹارچ لائٹ، منی سائز کے ایروغوٹر، سائیلنسر لگا ہوا ریوالور اور دوسرا ضروری سامان کٹ میں رکھ لیا۔ اگرچہ میں کبھی ہتھیار اپنے ساتھ نہیں رکھتا لیکن میں ایسی جگہ جا رہا تھا جہاں دُشمن برف کی تہوں میں چھپے رہتے تھے۔ موت کی طرح اچانک جھپٹ پڑتے تھے۔ ایسے لوگوں کے لیے میں نے ہینڈ گرینیڈ اور ریموٹ کنٹرولر کے ذریعے بلاسٹ ہونے والے بم رکھ لیے تھے۔ رسیوں کا بنڈل اور چھوٹے سائز کی کدال بھی رکھ لی۔ میں تمام سامان کے ساتھ کاٹیج سے باہر جانا چاہتا تھا پھر رُک گیا۔

میں جونی اور جینا میں کچھ زیادہ ہی کشش محسوس کر رہا تھا۔ جی چاہتا تھا اُس کے پاس ہی رہوں۔ یہ شاید اس لیے کہ بہت ہی طویل عرصے کے بعد ایک حسینہ میری زندگی میں آئی تھی۔ دوسری وجہ یہ کہ وہ تھا، بھی اور تھی بھی۔ دو آتشہ شراب کا خمار دے کر دو دھاری تلوار کی طرح ہوش و حواس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا تھا، کر دیتی تھی۔

میں باہر جانے سے پہلے اُس کے خوابیدہ دماغ کو رخصتی بوسہ دینے آیا۔ پتا چلا، اُس کی آنکھ کھل گئی ہے۔ اُس کی سوچ بتا رہی تھی یعنی اُس کی سوچ کے پیچھے کوئی کہہ رہا تھا "مجھے فوراً باہر جانے کے لیے تیار ہو جانا چاہیے۔"

اُسے فوراً اُٹھنا چاہیے تھا لیکن وہ لیٹے لیٹے ہی انگڑائی لینے لگا۔ کسی نے اُس کی سوچ میں کہا "کیا بات ہے؟ میں مرد کی طرح مستعد کیوں نہیں ہوں، یہ لڑکی کی طرح انگڑائی کیوں لے رہا ہوں؟"

جونی کی اپنی سوچ نے کہا "پتا نہیں کیا بات ہے، بدن کا جوڑ جوڑ دُکھ رہا ہے۔"

"کیوں دُکھ رہا ہے؟"

"معلوم نہیں۔ یوں لگتا ہے میں خواب میں دیر تک دوڑتا رہا تھا اور تھک رہا تھا یا پھر کسی نے میرے وجود کو اپنی مٹھی میں جکڑ لیا تھا، اسی لیے میرا جوڑ جوڑ دُکھ رہا ہے۔"

"یہ کسی اُلٹے سیدھے خواب کا اثر ہے۔ مجھے فوراً اُٹھ کر تیار ہونا چاہیے۔ وہ فرہاد کا ہم شکل ہارڈے واٹسن ہوٹل سے نکل کر کہیں جا رہا ہے۔"

وہ بستر پر بیٹھ گیا۔ رسٹ واچ کو دیکھتے ہوئے بولا "او مائی گاڈ! دو بجنے میں بیس منٹ ہیں، ہارڈے اتنی رات کو کہاں جا رہا ہے؟"

اُس کے دماغ سے جواب ملا "ہارڈے نے اپنی پُشت پر بڑی سی کِٹ باندھ رکھی ہے۔ شانے پر رسیوں کا بنڈل اور ہاتھ میں کدال ہے۔ یہ چیزیں بتاتی ہیں کہ وہ چوکی نمبر بارہ سے آگے جانے والا ہے۔"

جونی نے سوچا "یہ چوکی نمبر بارہ کہاں ہے؟ وہ اُدھر کیوں جا رہا ہے؟"

جونی کی ہی سوچ میں جواب ملا "مجھے کسی چوکی کے بارے میں کچھ معلوم نہیں کرنا ہے، میرا کام صرف ہارڈے واٹسن سے دوستی کرنا ہے۔"

وہ اُٹھ کر باہر جانے کے لیے تیار ہونے لگا۔ اس کے دماغ میں سوچ اُبھر رہی تھی "یہ اچھا ہی ہوا کہ میں رات کے دو بجے بیدار ہو گیا ہوں۔ اس کاٹیج کے دوسرے کرایہ دار برائن وولف کے متعلق معلوم کر سکتا ہوں کہ وہ سو رہا ہے یا سرکاری ڈیوٹی کے لیے جاگ رہا ہے۔"

جونی تیار ہو کر باہر آیا۔ میں بستر پر کمبل اوڑھ کر لیٹ گیا تھا۔ وہ دروازے کے پاس آ کر کی ہول سے جھانک رہا تھا۔ مجھے بستر پر محوِ خواب دیکھ رہا تھا۔ اس کی سوچ نے کہا "یہ گہری نیند سو رہا ہے، آخر سرکاری جاسوس ہے، اسے کیا پڑی ہے کہ آدھی رات کو مجرموں کی تلاش میں سیکڑوں میل دُور جائے۔"

وہ دروازے کے پاس سے ہٹ گیا۔ دبے قدموں چلتا ہوا کاٹیج کے بیرونی دروازے پر آیا۔ اُسے آہستگی سے کھولا تاکہ کھٹکے میں میری آنکھ نہ کُھلے پھر اُس نے باہر آ کر اپنی چابی سے دروازے کو لاک کیا چونکہ وہ دو کرایہ داروں کے استعمال کا مشترکہ دروازہ تھا اس لیے اُس کی دوسری چابی میرے پاس تھی۔ جب وہ کاٹیج سے ذرا دور چلا گیا تو میں اُٹھ کر اپنا ضروری سامان لے کر وہاں سے چل پڑا۔ جونی کے دماغ میں بات آ رہی تھی کہ اُسے فلائنگ کلب کی طرف جانا چاہیے۔ ہارڈے ابھی وہیں ہو گا۔

میں نے سونیا کو مخاطب کیا، وہ بولی "آدھی رات کو آئے ہو، خیریت تو ہے؟ ابھی وہاں دو بجے ہیں۔"

"تمھارا عاشق چوکی نمبر بارہ کی طرف پرواز کرنے والا ہے جبکہ میں بھی اُدھر ہی جا رہا ہوں، تم اُسے جانے سے روک دو۔"

"اُسے کیوں روکنا چاہتے ہو، وہ اپنے طور پر حمام باد گرد کی خبر لانے کی جدوجہد کر رہا ہے، اُسے میدان مارنے کا موقع دو۔"

"اُسے بعد میں موقع دیا جائے گا۔ ہم دونوں کو ایک وقت اُدھر نہیں جانا چاہیے، کام بگڑ جائے گا، بحث نہ کرو،

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

میں اُسے تمہارے پاس بھیج رہا ہوں۔ اُس سے کہو فلائنگ کلب کے باتھ روم میں فرہاد کا ہم شکل براؤن وُولف ملے گا، اس سے اپنا لباس تبدیل کر کے ہوٹل واپس چلا جائے۔"

"اچھی بات ہے، اُسے میرے پاس بھیج دو۔"

میں نے پرنس کے دماغ میں جا کر کہا "میں رسونتی ہوں، سونیا کے پاس جاؤ۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہو کر تیزی سے چلتا ہوا فلائنگ کلب کی طرف جانے لگا۔ دوسرا قریبی راستہ اختیار کیا تاکہ جونی سے سامنا نہ ہو۔ اس کے دماغ میں جا کر دیکھتا بھی جاتا تھا کہ وہ ابھی فلائنگ کلب سے کتنی دُور ہے۔

میں نے وہاں پہنچتے ہی سیدھا باتھ روم کا رُخ کیا۔ پرنس میرے انتظار سے بور ہو کر وہاں سے آ رہا تھا۔ میں نے کہا "ہیلو مسٹر فرہاد! مجھے افسوس ہے راستے میں دیر ہو گئی، آیئے باتھ روم میں چلیں۔"

وہ مجھے غور سے دیکھتے ہوئے باتھ روم میں آیا پھر بولا "اب سمجھ میں آ رہا ہے، دُشمن میرے پیچھے کیوں پڑ گئے ہیں، وہ تمھیں گھیرنا چاہتے ہیں، دھوکے میں مجھ سے ٹکرا جاتے ہیں، کون ہو تم؟"

"اس کا جواب مادام سونیا دے سکتی ہیں، میں مادام سونیا کے حکم سے یہاں آیا ہوں۔ ابھی مادام رسونتی نے بتایا کہ آپ یعنی فرہاد صاحب زندہ ہیں اور مجھے آپ کی جگہ جوتی بسر بلدہ کی طرف جانا ہو گا۔"

"کیا یہ بات رسونتی نے بتائی کہ میں زندہ ہوں؟"

"جی ہاں مگر رسونتی صاحبہ کو یہ بات مادام سونیا نے بتائی ہے۔ بہتر ہے ہم گفتگو کے دوران لباس تبدیل کرتے رہیں۔"

ہم اپنے اپنے کپڑے اُتار کر ایک دوسرے کو دینے لگے۔ پرنس خوش تھا کہ سونیا دوسروں کے سامنے اُسے فرہاد کہتی ہے۔ میں نے کہا "مادام سونیا نے مجھے سختی سے تاکید کی ہے کہ میں آپ کے زندہ ہونے کی بات اپنے سائے کو بھی نہ بتاؤں۔"

"بے شک... بے شک، میں ابھی دُنیا والوں پر ظاہر ہونا پسند نہیں کرتا۔ دُشمنوں کو یہ بتا رہا ہوں کہ فرہاد کا ہم شکل ہوں۔"

میں نے اُس کا لباس پہن لیا پھر کہا "آپ اس طرح جائیں کہ کوئی آپ کا چہرہ نہ دیکھ سکے۔"

وہ ناگواری سے بولا "تم فرہاد علی تیمور کو یہ بات سمجھا رہے ہو؟ کیا مجھے نادان بچہ سمجھتے ہو؟"

میں نے عاجزی سے کہا "معافی چاہتا ہوں جناب! آپ جیسی قد آور شخصیت کے سامنے پہلی بار آیا ہوں، اس لیے کچھ بدحواس ہو گیا ہوں۔"

"کوئی بات نہیں، جاؤ اپنا کام کرو۔"

میں فرہاد صاحب کو سلام کر کے باتھ روم سے باہر آیا۔ ہم نے اپنے کاغذات اور اپنے نام تبدیل کر لیے تھے۔ ابھی وہ کاٹیج میں میری جگہ جا کر سونے والا تھا۔ میں نے دُور ہی سے دیکھا، جونی فلائنگ کلب کے دفتر کے برآمدے میں کسی سے باتیں کر رہا تھا۔ میں نے اُس کے دماغ میں جا کر سُنا۔ وہ پوچھ رہا تھا۔ "مسٹر ہاروے واٹسن کہاں ملیں گے؟"

اُس شخص نے کہا "میں مسٹر ہاروے کا پائلٹ ہوں، وہ ابھی ٹوائلٹ..."

وہ کہتے کہتے مجھے دیکھ کر رُک گیا پھر بولا "لو مسٹر جونی! یہ مسٹر ہاروے آ رہے ہیں۔"

جونی نے تعجب سے دیکھا کیونکہ میں فرہاد کا اور براؤن وُولف کا ہم شکل تھا مجھ میں اور اُس میں آواز اور لہجے کا فرق تھا۔ میں نے پرنس یعنی ہاروے کی آواز میں پائلٹ سے کہا "سوری مسٹر! میں تمہارے ہیلی کاپٹر میں نہیں جا رہا ہوں، میرا ایک پُرانا شناسا مل گیا ہے اُس کے ساتھ جاؤں گا۔ تمھیں اس سردی میں گرم بستر پر سونے کی چھٹی دے رہا ہوں۔"

وہ شکریہ ادا کر کے مصافحہ کرنے کے بعد چلا گیا۔ جونی آگے بڑھ کر کچھ کہنا چاہتا تھا۔ میں نے کہا "ذرا ایک منٹ لڑکی! میں ابھی بات کرتا ہوں، مجھے ایک شناسا کی تلاش ہے۔"

وہ احتجاجاً بولا "میں لڑکی نہیں لڑکا ہوں۔"

میں اُسے نظر انداز کر کے دُور تک متلاشی نظروں سے دیکھنے لگا۔ خیال خوانی کے ذریعے اپنے پائلٹ کو مخاطب کر کے بولا "میرے ساتھ ایک نوخیز لڑکا کھڑا ہے۔ لڑکی جیسا دکھائی دیتا ہے، تم اُس کی موجودگی میں مجھے ہاروے کہہ کر مخاطب کیا کرو گے پورا نام ہاروے واٹسن ہے۔ اس لڑکے کے دماغ میں دُشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا چھپا رہتا ہے۔ اسے اپنے دماغ میں ایک سیکنڈ کے لیے بھی جگہ نہ دینا، ورنہ وہ ہمارے کوڈ ورڈز معلوم کر لے گا۔ اب میرے پاس برآمدے میں چلے آؤ۔"

وہ دفتر کے اندر سے برآمدے میں آ کر بولا "ہیلو مسٹر ہاروے! میں دفتر کے اندر تمہارا انتظار کر رہا تھا۔"

ہم مصافحہ کرنے لگے۔ جونی نے کہا "مسٹر! میں تنہائی میں کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

میں پائلٹ سے معذرت چاہتے ہوئے جونی کے ساتھ دفتر

کے ایک کمرے میں آیا۔ میں بظاہر اس سے لاتعلقی ظاہر کر رہا تھا مگر حقیقتاً اُس کی طرف دل کھنچا جا رہا تھا۔ دشمنوں نے ٹریپ کرنے کے لیے خوب سوچ سمجھ کر جونی اور جینا کی کیمرمکس کا انتخاب کیا تھا۔ میں نے کمرے میں آ کر پوچھا "جلدی بولو کیا بولنا چاہتی ہو؟"

اُس نے کہا "میں بتا چکا ہوں کہ لڑکی نہیں لڑکا ہوں۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا "کیا واقعی؟"

"کیا میں جھوٹ کہہ رہا ہوں؟"

"چلو مان لیتا ہوں، مجھ سے کیا کام ہے؟"

"میں کیا بتاؤں، تم سنو گے تو ہنسو گے۔"

"تمھیں ہنسنا بُرا لگے گا تو میں سنجیدہ ہی رہوں گا، جلدی بولو۔"

"جلدی نہ کرو، میں گھبرانے لگتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ مجھے نیند میں چلنے کی عادت ہے۔ میں ابھی نیند میں چلتا ہوا یہاں تک آ گیا ہوں۔ مجھے خواب میں کوئی کہہ رہا تھا کہ آؤ ہم ہیلی کاپٹر میں پرواز کریں اور چاندنی رات میں برفانی علاقے کا دلفریب منظر دیکھیں۔ میں یہ خواب دیکھتے دیکھتے یہاں آ گیا۔ میں نے خواب میں تمھیں بھی دیکھا ہے۔"

میں نے کہا "لڑکے! مجھ سے کوئی فراڈ نہ کرنا۔ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں۔ آج یہاں کتنے ہی دُشمنوں کی ایسی کی تیسی کر دی ہے۔ تم خاموش کھڑے رہو، میں تمہارے خیالات پڑھ رہا ہوں۔"

میں اُس کے دماغ میں پہنچ کر سوچ کے ذریعے بولا "میں نیند میں چلتا ہوا اتنی دُور کیسے آ گیا؟"

جونی کے دماغ میں چھپا رہنے والا اس کی سوچ میں بولا "جب میری آنکھ کھلتی ہے تو میں حیران رہ جاتا ہوں کہ کس طرح راستوں میں ٹھوکر کھائے بغیر کہیں سے کہیں پہنچ جاتا ہوں۔"

میں نے اُس کی سوچ میں پوچھا "میں لڑکا ہوں یا لڑکی؟"

"میں لڑکا ہوں لڑکا، پتا نہیں لوگ مجھے لڑکی سمجھ کر کیوں پریشان کرتے ہیں؟"

میں جونی کے دماغ میں جتنے بھی سوالات کرتا، مجھے دُشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا اُس کی سوچ میں جواب دے دیتا۔ جونی اور جینا کی کوئی اپنی سوچ نہیں تھی۔ ان کے اپنے چور خیالات نہیں تھے جو اندر سے معصوم اور بے خبر تھے، اُن کے خیالات چور کیسے ہو سکتے تھے؟

میں اُس دُشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے کی تسلی کے لیے جونی کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ اس لیے اُسے یہ یقین ہو گیا تھا کہ میں ٹیلی پیتھی جاننے والا ہاروے واٹسن ہوں۔ میں نے زبان سے کہا "جونی! تم درست کہتے ہو، تم لڑکے ہو اور نیند میں چلتے ہوئے اتنی دُور آ گئے ہو۔ میں تمہارے لیے کیا کر سکتا ہوں؟"

"میں اپنے خواب کے مطابق ہیلی کاپٹر میں پرواز کرنا چاہتا ہوں۔"

"یہ ممکن نہیں ہے، میں ایک خطرناک جگہ جا رہا ہوں۔"

"میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ تمہارے ساتھ خطرات سے گزر رہا ہوں۔"

"جونی! میں بالکل ہی نادان بچہ نہیں ہوں، تم میرے کسی دُشمن کے آلۂ کار ہو۔ میں نے تمہارے اندر جا کر تمہاری معلومات کو دیکھا ہے اور یہ اندازہ کیا ہے کہ کوئی خیال خوانی کرنے والا تمہارے دماغ کو اپنے کنٹرول میں رکھتا ہے۔"

"میں اپنی دماغی حالت کو اتنا جانتا تو اتنی رات کو گرم بستر سے اُٹھ کر اتنی دُور نہ آتا۔ میں اکثر سوچتا ہوں کہ میں کون ہوں؟ کہاں سے آیا ہوں؟ جو میرے ممی اور پاپا کہلاتے ہیں وہ واقعی میرے ماں باپ ہیں یا نہیں؟ اگر میرے اپنے سگے ہوتے تو مجھے یوں تنہا بھٹکنے کے لیے کبھی نہ چھوڑتے۔ قدم قدم پر میری حفاظت کرتے۔ میں بہت بدنصیب ہوں۔ میری زندگی نیند میں گزر رہی ہے اور میں کسی دن نیند میں ہی مر جاؤں گا۔"

یہ کہتے ہی وہ رونے لگا۔ میں اندر سے بے چین ہو گیا۔ اس کا سارا حسن و شباب اس کے سارے جذبات میرے نام ہو گئے تھے۔ ایک گہرا تعلق قائم ہو گیا تھا پھر میں بے چین کیسے نہ ہوتا! میں نے کھینچ کر اُسے سینے سے لگایا پھر اُس کے آنسو پونچھتے ہوئے بولا "تم لڑکے ہو کر بچے ہو کر آنسو بہاتے ہو، یہ بُری بات ہے۔"

پھر میں نے دُشمن خیال خوانی کرنے والے کو سنانے کی غرض سے کہا "پتا نہیں تم میں کیا ہے، عجیب سی کشش ہے اور اب تو سینے سے لگا کر دل دھڑکنے لگا ہے۔ میں تمہاری بدنصیبی دُور کروں گا۔ تمھیں تنہا نہیں رہنے دوں گا۔ تم میرے دوست ہو گئے۔"

وہ روتے روتے خوش ہو گیا۔ دماغ میں چھپا ہوا دُشمن بھی خوش ہو گیا ہو گا۔ اس کا منصوبہ یہی تھا کہ جونی اور جینا کا کاک ٹیل مجھے پسند آئے۔ میں اُسے ہمیشہ ساتھ رکھوں اور اس کے ذریعے دُشمنوں کو میری تمام مصروفیات اور تمام حرکتوں کا علم ہوتا رہے۔

جونی نے میرا بازو تھام کر کہا "مجھے اپنے ساتھ لے چلو۔"

میں نے کہا "میں اگرچہ خطرات سے کھیلنے جا رہا ہوں مگر اس سے بھی زیادہ جی چاہتا ہے، تمہارے لیے جان پر کھیلتا رہوں۔ میں نے آج سے پہلے اتنی کشش کسی میں محسوس نہیں کی۔"

"تو پھر مجھے لے چلو۔"

میں اُس کے ساتھ باہر آیا۔ جب پائلٹ کو بتایا کہ جونی بھی ہمارے ساتھ جائے گا تو وہ بہت حیران ہوا۔ میں نے کہا "فکر نہ کرو، میں اس لڑکے کو خطرات سے کھیلنا سکھاؤں گا۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہم ہیلی کاپٹر میں سوار ہوئے اور پھر وہاں سے پرواز کی۔ جونی میرے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا اور سوچ رہا تھا۔ "مسٹر ہارڈے نے آنسو پونچھنے کے لیے مجھے سینے سے لگایا تو میرا عجیب طرح سے دل دھڑکنے لگا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے سچ مچ میں نے خواب میں ہارڈے کو دیکھا ہو اور یہ میری روح کی اتنی گہرائیوں میں اتر گیا ہو جہاں تک اترنے میں صدیاں بھی کم پڑتی ہیں۔"

اس کے دماغ میں سوچ ابھری: "یہ مجھے کیا ہو گیا ہے؟ میں اس کے قریب بیٹھ کر ایک لڑکی کے انداز میں کیوں سوچ رہا ہوں؟"

میں نے اسے کشمکش میں چھوڑا پھر پائلٹ کے دماغ پر دستک دیتے ہوئے کوڈ ورڈز ادا کیے: "جناب! آپ اس لڑکے کے ساتھ جیسے ہی دفتر میں گئے تھے، میں نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا تھا اور سانس روک لی تھی۔ اس کے بعد پھر وہ سوچ کی لہر دوبارہ نہیں آئی۔"

"وہ خیال خوانی کرنے والا اب نہیں آئے گا۔"

"کیا یہ لڑکا ان کا آلۂ کار ہے؟"

"ہاں، مگر مظلوم ہے۔ ہمدردی اور محبت کا مستحق ہے۔ یہ انکشاف کر دوں کہ یہ در اصل ایک لڑکی ہے۔"

"آپ فراڈ کو سمجھتے ہوئے بھی اسے اپنے ساتھ لے جا رہے ہیں؟"

"میں نے کہا نا، یہ مظلوم ہے۔ اس کا برین واش کر کے اسے آدھا لڑکا اور آدھی لڑکی بنایا گیا ہے تاکہ ہم اس عجوبے میں کشش محسوس کرتے رہیں اور اسے اپنے پاس رکھا کریں۔ میں دشمنوں کی یہ خواہش پوری کر رہا ہوں۔"

"جناب! آپ اس مہم میں ہمارے لیڈر رہیں۔ ہم سے زیادہ تجربہ رکھتے ہیں۔ میں آپ کے تجربات سے فائدہ اٹھانے کے لیے پوچھتا ہوں کہ آپ جان بوجھ کر خطرات کو دعوت کیوں دے رہے ہیں؟"

"خطرات کے جتنا قریب جاؤ گے، دشمن اتنی ہی جلدی قریب آ کر بے نقاب ہوتے رہیں گے۔ ہاں اگر خطرات سے بچنا مقصود ہو تو پھر ہمیں جان بوجھ کر ابھی چوکی نمبر بارہ سے آگے نہیں جانا چاہیے۔"

"واقعی جب ہم دانستہ خطرات سے کھیلنے جا رہے ہیں تو اس لڑکی کی موجودگی سے کوئی فرق نہیں پڑے گا بلکہ آپ بھی اس کے دماغ میں جا کر دشمنوں کی چالوں کو سمجھ سکیں گے۔"

"یہ چال تو سمجھ میں آ گئی کہ دشمن کی ٹیم بھی اس چوکی سے آگے پہنچ رہی ہوگی یا پہنچ چکی ہوگی۔ میرا یہ تجربہ بھی آزما لینا کہ دشمن کی وہ ٹیم ہم سے ٹکرائے گی لیکن ہمیں جانی نقصان نہیں پہنچائے گی کیونکہ ہم مر جائیں گے تو بابا صاحب کے ادارے کی آئندہ پلاننگ کو سمجھنا ان کے لیے ممکن نہیں ہوگا لہٰذا وہ چاہیں گے کہ ہم زندہ رہیں اور جونی کے ذریعے انھیں ہمارے اقدامات کا علم ہوتا رہے۔"

"واقعی جناب! یہ تجربے اور شطرنجی چالوں والی باتیں ہیں۔"

جونی نے پوچھا: "میرے دوست! تم خاموش کیوں ہو؟"

یقیناً جونی نہیں، وہ دشمن خاموشی کی وجہ معلوم کرنا چاہتا تھا۔ میں نے کہا: "میں اپنے پائلٹ سے ٹیلی پیتھی کے ذریعے گفتگو کر رہا ہوں۔"

"کیا یہ گفتگو میں نہیں سن سکتا؟"

"تمھارے دماغ میں میرا ایک دشمن چھپا ہوا ہے۔ اگر وہ بھی دوست بن جائے گا تو میں تمھیں رازدار بنا لوں گا۔ پھر وہ ہماری تمام باتیں سن سکے گا۔"

وہ بولا: "میرے دماغ میں کوئی دشمن چھپا ہوا نہیں ہے۔"

"یہ تم نہیں سمجھ سکو گے۔ میں تمھارے ذریعے اسے یہ بتا دوں کہ ہم چوکی نمبر بارہ کی طرف نہیں جا رہے ہیں۔ دشمنوں کو مایوسی ہوگی جب ہم صبح تک انھیں کہیں نظر نہیں آئیں گے۔"

پائلٹ نے کہا: "سر! منزل قریب آ رہی ہے۔"

میں نے جیب سے ایک رومال نکال کر کہا: "آؤ جونی! میں تھوڑی دیر کے لیے تمھاری آنکھوں پر پٹی باندھ دوں تاکہ کوئی تمھارے ذریعے ہماری اس منزل کا سراغ نہ لگا سکے۔"

وہ اعتراض کرنے لگا مگر میں نے پٹی باندھ دی پھر دونوں ہاتھ پیچھے باندھتے ہوئے کہا: "میں جلد ہی تمھیں ان بندشوں سے آزاد کر دوں گا۔"

ہیلی کاپٹر ایک جگہ اتر گیا۔ پنکھے کی گردش تھم گئی پھر وہ آہستہ آہستہ رینگتا ہوا ایک بڑے سے غار کے اندر جانے لگا۔ ہمارے ایک فرانسیسی جاسوس نے اس غار کی نشاندہی کی تھی۔ دو پہاڑیوں کے درمیان جو راستہ گیا تھا اور جہاں دشمنوں کا کوئی خفیہ اڈا تھا، اس کے بالکل مخالف سمت دس میل کے فاصلے پر یہ غار تھا۔ ہیلی کاپٹر کو اندر لے جانے کے بعد ہم اسکیٹنگ کا ضروری سامان غار سے باہر لے آئے۔ اپنے ہاتھ میں ایک ایک کدال لی پھر جونی کو باہر لا کر غار کے دہانے کے اوپر برف توڑنے لگے۔ برف ٹوٹ ٹوٹ کر نیچے گرنے لگی۔ یہ کافی محنت کا کام تھا مگر ہم نے برف گراتے گراتے غار کے دہانے کو چھپا دیا۔ اب کوئی دیکھ کر بھی سمجھ نہیں سکتا تھا کہ یہاں کوئی غار ہے۔

اس دوران میں نے جونی کو اپنے قریب رکھا تھا تاکہ وہ

آنکھوں سے پٹی نہ ہٹا سکے۔ اس کے اندر رہنے والے نے ایک آدھ بار جونی کو بندھے ہوئے ہاتھ کھولنے پر اکسایا لیکن میری گرہ کو کھولنا اس کے بس کی بات نہیں تھی۔

ہم جونی کو چلاتے ہوئے غار سے دور لائے پھر اسے بندشوں سے آزاد کر دیا۔ اس نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھتے ہوئے پوچھا: "میں کہاں ہوں؟"

"تم اپنے دوست ہارڈے کے پاس ہو۔"

ہم نے اپنی اپنی پشت پر کٹ باندھی۔ اسکیٹنگ شوز پہنے پھر وہاں سے آگے جانے لگے۔ "مجھے اسکیٹنگ آتی ہے مگر میں کسی بلندی سے چھلانگ نہیں لگا سکوں گا۔"

میں نے کہا: "میرے ساتھ تیزی سے چلتے رہو۔ ایسی کوئی جگہ آئے گی تو میں تمھارے لیے سوچوں گا۔"

ہم برف کی سطح پر تیزی سے پھسلتے ہوئے جانے لگے۔ ہمیں کم سے کم وقت میں دس میل کا فاصلہ طے کرنا تھا۔ جونی کے اندر چھپا ہوا دشمن اضطراب میں مبتلا ہو گیا ہوگا۔ جہاں اس نے اپنے آدمیوں کا جال بچھایا تھا، وہ اب کسی کام نہیں آ سکتا تھا۔ وہ وقفے وقفے سے جونی کے ذریعے ہیرا پھیری کی باتیں کرتا تھا تاکہ ہماری لوکیشن کا کوئی سراغ ملے لیکن میں بھی ہیرا پھیری سے جواب دیتا رہتا تھا۔

تقریباً چھ میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد جونی ایک جگہ گر گیا۔ اسے چوٹ تو نہیں آئی البتہ گھبرا کر چیخ پڑا تھا۔ میں نے چاروں طرف گھوم کر دیکھا، وہ چیخ دور تک گونج رہی تھی۔ چاندنی میں نہائی ہوئی برف کی چٹانوں سے ٹکرا رہی تھی۔ میں نے اسے گلے لگا کر پوچھا: "چوٹ تو نہیں آئی؟"

میں گلے لگائے بغیر بھی پوچھ سکتا تھا مگر کسی نہ کسی بہانے اسے گلے لگائے رکھنے کو جی چاہتا تھا۔ آخر وہ میری چیز تھا۔ میں نے پوچھا: "دوست کی بات مانو گے؟"

"ہاں، مانوں گا۔"

"تمھارے ساتھ کوئی حرکت کروں گا تو برا تو نہیں مناؤ گے؟"

"برا نہیں مناؤں گا، تم بہت اچھے ہو۔"

میں نے اس کے منہ میں کپڑا ٹھونس کر اوپر سے رومال باندھتے ہوئے کہا: "تمھارے اندر رہنے والا تمھیں چیخنے پر مجبور نہیں کرے گا۔ تمھاری آواز کو اس ویرانے میں دور تک نہیں پہنچائے گا۔ تم اس حالت میں میرے آگے چلو گے۔ تمھارے منہ سے رومال کے ہٹتے ہی میں لپک کر تمھاری آواز کو دبوچ لوں گا۔"

اس طرح ہم پھر آگے بڑھ گئے۔ دشمن بھی سوچ رہے ہوں گے کہ کس سے پالا پڑا ہے۔ وہ اپنی معلومات کا ذریعہ میرے پاس رکھتے ہوئے بھی ناکام ہو رہے تھے۔ وہ خیال خوانی کرنے والا مایوس نہیں تھا۔ ابھی آگے بڑے بڑے آزمائشی مرحلے تھے اور اسے کسی نہ کسی مرحلے پر کامیابی کی امید تھی۔

ہم نے دس میل کا فاصلہ طے کر لیا۔ ہمارے سامنے چند میل کے فاصلے پر دو پہاڑیاں نظر آ رہی تھیں جن کے درمیان گزرنے کا راستہ ہوگا یعنی ہم چوکی نمبر بارہ سے آگے ان ہی پہاڑیوں کے دوسری طرف آ گئے تھے۔ پائلٹ نے رسٹ واچ دیکھ کر کہا: "تین بج کر پندرہ منٹ ہوئے ہیں۔ قمری حساب سے کوئی آدھے یا پون گھنٹے بعد چاند ڈوبے گا پھر ہم تاریکی میں آگے بڑھ سکیں گے۔"

وہاں دور تک برف کے چھوٹے بڑے ٹیلے تھے۔ ہم نے ایک بہت بڑے سے ٹیلے کے پاس پہنچ کر اس کے نچلے حصے کو کدال سے کھودا۔ ٹیلے کے نیچے بڑا سا گڑھا بنایا پھر اس کے اندر جا کر بیٹھ گئے۔ وہاں میں نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر اس دشمن کے پاس پہنچا جو اپنے سات ساتھیوں کے ساتھ ایک غار میں تھا لیکن فوجی ہیلی کاپٹر آنے کے بعد انھوں نے اپنے بچاؤ کے لیے فائرنگ کی تھی۔ میں فوجی ہیلی کاپٹر میں واپس چلا گیا تھا لیکن اس شخص کے اندر جگہ بنا چکا تھا۔ ہمارے جانے کے بعد انھوں نے اس غار کو چھوڑ دیا تھا بلکہ ڈائنامائٹ سے دھماکا کر کے اس غار کو تباہ کر دیا تھا تاکہ ان کا کوئی سراغ نہ ملے۔ وہ وہاں سے دور دوسرے اڈے پر چلے گئے تھے۔

اس شخص کی سوچ نے بتایا کہ رات دو بجے ان کا باس آیا تھا اور اس نے کہا تھا کہ بابا صاحب کے ادارے کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ہارڈے وائسن ہوٹل سے چل پڑا ہے۔ ہمارے فلائنگ کلب کے جاسوس نے بتایا ہے، ہارڈے اسی طرف آئے گا۔ تم یہاں سے گزرنے کے تمام راستوں پر ریموٹ کنٹرولر سے منسلک بم جگہ جگہ چھپا کر رکھ دو اور تم الفریڈ، میرے ساتھ آؤ۔"

میں الفریڈ ہی کے دماغ میں تھا۔ اب وہ باس کے دوسرے اڈے میں تھا اور میری معلومات کے لیے بے اختیار سوچتا جا رہا تھا۔ وہ دوسرا اڈا ان دو پہاڑیوں کے آخری حصے میں تھا یعنی جہاں میں... جونی اور پائلٹ کے ساتھ گڑھے میں بیٹھا ہوا تھا، وہاں سے وہ اڈا چند میل کے فاصلے پر تھا۔ ادھر جانے کے لیے دو پہاڑیوں کے درمیان سے گزرنا ضروری تھا۔

میں الفریڈ کے دماغ میں بیٹھا بڑی اہم معلومات حاصل

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کر رہا تھا اور یہ پورا یقین ہو رہا تھا کہ آج اور ابھی میں اُس گمشدہ طیارے تک پہنچ جاؤں گا۔ ایسے ہی وقت میں خیال خوانی سے چونک گیا۔ کوئی ہمارے گڑھے کے قریب سے تیزی سے گزر گیا تھا۔ میں فوراً ہی جونی پر جُھک گیا۔ بڑی پھرتی سے اُس کے لبوں پر چُپ کی مہر لگا دی۔ میں ذرا بھی چُوکتا تو دشمن خیال خوانی کرنے والا اُسے چیخنے پر مجبور کر دیتا۔ چند لمحوں کے بعد کوئی دوسرا ہمارے گڑھے کے پاس سے گزرتا ہُوا گیا۔ جونی کا دل میرے دل سے لگا دھڑک رہا تھا۔ وہ خود کو مجھ سے چھُڑانے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں نے رومال نکالا پھر اس کے لبوں کو آزاد کرتے ہی مُنہ میں رومال ٹھونس دیا۔ اوپر سے کپڑا باندھ کر اس کپڑے سے دو دھجیاں نکالیں پھر وہ دھجیاں اُس کے کانوں میں ٹھونس دیں تاکہ دشمن ہمارے آس پاس کی آوازیں اُس کے ذریعے نہ سُن سکے۔

میں حالات سے مجبور ہو کر بے چارے جونی سے محبت بھی کر رہا تھا اور اس پر ظلم بھی کرتا جا رہا تھا اور یہ اچھا ہی کر رہا تھا۔ چند لمحوں کے بعد کسی عورت کی آواز سُنائی دی۔ وہ اپنے ساتھی سے کچھ کہہ رہی تھی۔ الفاظ صاف سُنائی نہیں دے رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد برف کی سطح پر کدال چلنے کی آوازیں آنے لگیں۔ شاید وہ بھی ہمارے قریب گڑھا کھود رہے تھے، شاید انھیں بھی چاند کے ڈوبنے کا انتظار تھا۔

میں نے سوچ کے ذریعے پائلٹ سے کہا "یہ آنے والے اجنبی بھی سردی سے بچنے کے لیے گڑھا کھود رہے ہیں، یہ لوگ بھی گمشدہ طیارے کی تلاش میں آئے ہیں۔"

جونی کا مُنہ اچھی طرح بند ہو چکا تھا۔ اس کے باوجود ہلکی سی اُوں اُوں کی آواز نکل رہی تھی۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا "میں اچھی طرح سمجھ رہا ہُوں، تم جونی کو آوازیں نکالنے پر مجبور کر رہے ہو اور تم یہ دیکھتے آ رہے ہو کہ میں کسی حال میں مجبور ہونا نہیں جانتا۔ ابھی میں اسے بے ہوش کر کے یہاں چھوڑ دوں اور واپسی پر اسے لے جاؤں تو تم نقصان میں رہو گے۔ اس گڑھے سے نکل کر ہم کہاں جائیں گے اور کیا کرتے رہیں گے، یہ تم جونی کے بغیر معلوم نہیں کر سکو گے لہٰذا معلومات میں اضافہ چاہتے ہو اور ہماری کارکردگی کا تماشا دیکھنا چاہتے ہو تو جونی کو ہوش میں رہنے دو۔ اب آواز نکلی تو تم بھی اس کے بے ہوش دماغ سے نکل جاؤ گے۔"

جونی چُپ ہو گیا تھا۔ میں اُس کے ساتھ جدھر بیٹھا ہُوا تھا اُدھر برف کی دیوار تھوڑی تھوڑی گر رہی تھی کیونکہ دوسری طرف کدال چل رہی تھی۔ وہ کمبخت ہماری گود میں ہی آ کر بیٹھنے والے تھے۔ کوئی گڑھے میں اُتر گیا تھا اور کھودی ہوئی برف کے ذرات اُٹھا کر باہر پھینک رہا تھا پھر اُس کے دوسرے ساتھی بھی گڑھے میں اُترنے لگے۔ کسی نے اس دیوار سے ٹیک لگایا تھا جس کے دوسری طرف ہم تھے۔ اچانک برف کی کڑکڑاہٹ اُبھری اور درمیانی دیوار ڈھے گئی۔ ہم سب ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہو گئے۔

بڑا عجیب تماشا تھا۔ ہم سب کے ہاتھوں میں سائیلنسر لگے ہوئے ریوالور اور ایروشوٹر تھے۔ وہ تمام ہتھیار ایک ساتھ چلتے تو ہم سب ایک ساتھ فنا ہو جاتے، اسی لیے ہتھیار صرف دھمکیاں بن کر ہاتھوں میں رہ گئے تھے۔

وہ تین تھے۔ ایک عورت اور دو مرد۔ اِدھر ہم بھی تین تھے لیکن جونی بندھا ہُوا تھا۔ اُس کا ہونا نہ ہونا برابر تھا۔ ایک نے پوچھا "تم لوگ کون ہو؟ اور یہاں کیوں آئے ہو؟"

میں نے کہا "میرا خیال ہے ہم سب ایک ہی مقصد سے آئے ہیں۔ گمشدہ طیارے کی تلاش میں۔ اب میں سوال کرتا ہُوں، تمہارا کس گروہ سے تعلق ہے؟"

اُس عورت نے کہا "ہم آزاد لوگ ہیں، کسی سُپر پاور یا کسی تنظیم سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہمارے خاندان کے کچھ افراد اُس طیارے میں سفر کر رہے تھے اور ہم اپنے اُن عزیزوں کی زندگی یا موت کا یقین کرنے آئے ہیں۔"

اُس عورت کے پاس بیٹھا ہُوا شخص اپنے آنسو پونچھ رہا تھا۔ اُس عورت نے اُس کا سر اپنے سینے پر رکھ کر تھپکتے ہوئے کہا "حوصلہ رکھو، تمہاری بیٹی زندہ ہو گی۔ تم تمام عمر دوسروں سے نیکیاں کرتے آئے ہو، تمھیں اتنی ساری نیکیوں کے انعام میں وہ زندہ ملے گی۔"

وہ بولا "جوزا! میں صبر کر رہا ہُوں اور پورے حوصلے سے یہاں تک آیا ہُوں۔ میں اُس گمشدہ طیارے تک ضرور پہنچوں گا۔"

میں ابھی اُنھیں پہچان نہیں رہا تھا لیکن قارئین نے جوزا کا نام سُن کر پہچان لیا ہو گا۔ وہ رونے والا آرمر تھا، اس کی آنکھوں سے جو جو کے لیے بے اختیار آنسو نکل آئے تھے۔ اُس وقت وہ میک اپ میں تھا اور بدلے ہوئے لہجے میں بول رہا تھا۔ ویسے اُس نے مجھے پہچان لیا ہو گا۔ اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے شخص نے مجھ سے کہا "تم ہُوبہو فرہاد ہو، اگرچہ وہ اس دُنیا میں نہیں رہا ہے لیکن کوئی بھی تمھیں دیکھ کر دھوکا کھا سکتا ہے۔"

جوزا نے پوچھا "کیا تم فرہاد کا رول ادا کرنے آئے ہو؟ تم نے اُس کا چہرہ اپنایا ہے؟"

"میں نے میک اپ نہیں کیا ہے، یہ میرا اپنا پیدائشی چہرہ ہے۔ مجھے بھلا فرہاد کا رول ادا کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ میں تو بابا صاحب کے ادارے سے آیا ہُوں۔"

آرمر کچھ کہنے کے لیے بے چین ہو رہا تھا لیکن پہچان لیے جانے کے اندیشے سے چُپ رہنے پر مجبور تھا۔ اُس نے مجھے ان دِنوں دیکھا تھا جب میں اپنوں کے سامنے فرہاد ہونے کا دعویٰ کیا کرتا تھا۔ اس وقت وہ نظریں جُھکائے خاموش تھا۔ میں یقین سے کہہ سکتا تھا کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے جوزا کو میرے متعلق بتا رہا تھا کیونکہ جوزا مجھے بڑی توجہ سے دیکھتی جا رہی تھی۔

اُن کے ایک ساتھی نے جونی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا "اسے کیوں باندھ رکھا ہے، یہ لڑکی ہے یا لڑکا؟"

جونی نے بندھے ہوئے مُنہ سے اُوں اُوں کی آواز نکالی پھر انکار میں سر ہلایا۔ میں نے کہا "یہ لڑکا ہے، اس کے دماغ میں ایک دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا چھپا ہوا ہے۔ میں نے اس کے کانوں میں کپڑا ٹھونس دیا ہے، ورنہ وہ خیال خوانی کرنے والا اس کے ذریعے آواز سُن کر تمہارے دماغوں میں پہنچ جاتا۔"

اُس نے کہا "ہم تینوں حساس دماغ رکھتے ہیں، آنے والے کو بھگا دیں گے، تم اس بے چارے کو کھول دو۔"

میں نے اُسے کھول دیا، وہ بولا "ایسا کب تک ہوتا رہے گا، ہم دوست ہو کر کب تک دشمنی کرتے رہو گے۔ مجھے یقین ہو گیا ہے کہ میرے اندر کوئی چھپا ہُوا ہے، اسی لیے میں اچانک تمہارے خلاف حرکتیں کرنے لگتا ہوں۔"

میں نے اُسے تھپکتے ہوئے کہا "ذرا صبر کرو، مجھے یہاں سے فرصت ملنے دو، پھر میں تمہارے اندر کے شیطان کو بھگا دوں گا۔"

آرمر کے ساتھی نے پوچھا "تم لوگ طیارے کو کیوں تلاش کر رہے ہو؟"

میں نے آرمر کی طرف انگلی اُٹھا کر کہا "جس طرح تمہارے ساتھی کی بیٹی اُس طیارے میں تھی اُسی طرح میری بہو جوجو بھی اسی میں اغوا کر کے لے جائی جا رہی تھی۔"

اس بات پر آرمر نے دونوں ہاتھوں سے اپنے چہرے کو ڈھانپ لیا تھا۔ جوزا نے اُسے فوراً ہی اپنی طرف کھینچ کر اس کا سر پھر اپنے سینے سے لگا لیا تھا۔ میں نے کہا "ہم سب صدمات کے مارے ہیں۔ کسی لالچ میں یا مجرمانہ مقاصد کے لیے نہیں آئے ہیں۔ کیا ہم ایک دوسرے پر بھروسا کر سکتے ہیں؟"

جوزا نے کہا "تم ہمارے دل کی بات کہہ رہے ہو۔"

اُس کے ساتھی نے سانس روک کر کہا "ابھی کوئی میرے دماغ میں آنا چاہتا تھا، میں نے بھگا دیا۔"

میں نے کہا "میں بھی خیال خوانی کرتا ہُوں مگر یقین کرو ابھی کوئی دشمن تمہارے پاس آیا تھا۔"

"ہمیں یقین ہے ہم ایک دوسرے پر اعتماد کریں گے۔"

میرے پائلٹ نے کہا "چاند ڈوب رہا ہے، ہمیں چلنے کے لیے تیار ہو جانا چاہیے۔"

ہم ایک ایک کر کے گڑھے سے باہر آئے۔ چاند ڈوب رہا تھا۔ چاندنی بجھتی جا رہی تھی۔ میں نے دو پہاڑیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "ہماری معلومات کے مطابق ان پہاڑیوں کے سامنے ایک وسیع و عریض گہری جھیل ہے۔ جھیل کے پانی پر برف کی موٹی تہ جمی ہوئی ہے۔ آنکھیں دھوکا کھاتی ہیں کہ وہ ہموار میدان ہے۔ یوں اُس پر چلنے والے اندر دھنس جاتے ہیں۔ جھیل کی گہرائی میں ڈوب جاتے ہیں۔"

آرمر کے ساتھی نے کہا "اچھا ہُوا تم نے خطرے سے آگاہ کر دیا لیکن تم یہاں کا جغرافیہ کیسے جانتے ہو؟"

"یہ نہ پوچھو، میرے پیچھے چلتے رہو، کوئی خطرہ پیش آئے گا تو پہلے میں اس کا سامنا کروں گا۔"

ہم سب برف کی سطح پر پھسلتے ہوئے جانے لگے۔ جھیل والی بات میں نے الفریڈ کے دماغ میں رہ کر معلوم کی تھی۔ میں معلومات کا یہ ذریعہ جونی کے اندر چھپے ہوئے شخص کو بتانا نہیں چاہتا تھا۔ ہم کئی میل کا لمبا چکر کاٹ کر پہاڑی کے درمیانی راستے کی سمت جا رہے تھے تاکہ نادیدہ جھیل سے بچے رہیں۔

میں بڑی تیزی سے جا رہا تھا۔ جونی بھی میرے ساتھ رفتار بڑھا رہا تھا۔ باقی لوگ ذرا پیچھے رہ گئے تھے۔ جونی نے ذرا قریب ہو کر پوچھا "تم نے اس عورت جوزا کو دیکھا ہے؟"

"ہاں، دیکھتا آ رہا ہُوں۔"

"وہ تمھیں بڑی لگاوٹ سے دیکھ رہی تھی۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "دیکھنے دو۔"

"کیا تم اُس سے دوستی کرو گے؟"

میں نے پوچھا "تم بتاؤ، دوستی کرنا چاہیے یا نہیں؟"

"یہ تو اچھی بات نہیں ہے، مجھ سے بھی دوستی کرو گے اور اُس سے بھی۔"

"تو کیا ہُوا، وہ عورت ہے اور تم لڑکے ہو، مرد ہو۔"

وہ کچھ اُلجھ سا گیا۔ رفتار بڑھاتا ہُوا آگے نکل گیا۔ اس کے اندر پچھلے خوابوں اور حقیقت کی کھچڑی پک رہی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اُسے اندر سے کیا ہونے لگتا ہے۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہم آگے پیچھے پہاڑیوں کے درمیانی راستے تک پہنچ گئے۔ جوزا تیزی سے پھسلتی ہوئی میرے پاس آکر رُک گئی پھر بولی: ”ہمارے نقشے اور معلومات کے مطابق یہی جگہ ہے، وہ گمشدہ طیارہ یہاں سے آگے نہیں جا سکتا تھا۔ آگے جھیل ہے، ہم جدھر سے آئے ہیں اُدھر طیارہ مڑ نہیں سکتا تھا کیونکہ راستہ تنگ ہے، ہم اپنی منزل تک پہنچ گئے ہیں۔“

ہمارے قریب آرمر آکر رُک گیا۔ کہنے لگا: ”میں جتنا منزل کے قریب پہنچ رہا ہوں، اتنا ہی اضطراب بڑھتا جا رہا ہے۔“

جوزا نے کہا: ”پھر آنسو نہ بہانا، نہیں تو میں تم سے نہیں بولوں گی۔“

جونی ذرا دُور کھڑا مجھے اور جوزا کو دیکھ رہا تھا۔ میں نے جوزا کے اور قریب ہو کر آرمر کے متعلق کہا: ”بات بات پر آنسو بہانے والوں کو ایسی مہم میں شریک نہیں کرنا چاہیے۔“

وہ بولی: ”میرا ساتھی مضبوط اعصاب رکھتا ہے مگر دل درد مند ہے، یہ میری جان ہے، میری زندگی ہے، میں اسے کاٹیج میں چھوڑ کر نہیں آ سکتی تھی۔“

میں نے اپنی کٹ میں سے کاشن انڈیکیٹر نکالا۔ اس آلے کے ذریعے معلوم کیا جا سکتا تھا کہ پانچ یا چھ گز کے فاصلے تک کوئی بارودی سرنگ یا ریموٹ کنٹرولر سے بلاسٹ ہونے والے بم چھپا کر رکھے گئے ہیں یا نہیں۔ ایسا خطرہ ہو تو ننھا سا سُرخ بلب جلنے بجھنے لگتا تھا۔

ہم نے ہتھیار سنبھال لیے تھے اور کاشن انڈیکیٹر کی رہنمائی میں آگے بڑھتے جا رہے تھے۔ کچھ دُور جا کر میں اچانک برف کی سطح پر پھسل گیا۔ یہ میری چھٹی حس کا کمال تھا۔ میں جان بوجھ کر پھسل گیا تھا۔ خطرے کا احساس غلط نہیں تھا۔ ایک چھوٹا سا تیر میرے سر کے قریب سے گزرتا ہوا دوسری طرف برف کی ایک سِل میں پیوست ہو گیا تھا۔ میں نے کہا: ”بیٹھ جاؤ یا لیٹ جاؤ۔“

ایسا کہنے سے پہلے ہی میں نے جونی کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے پاس گرا لیا تھا۔ جوزا اور آرمر کے ساتھ آنے والا شخص پھرتیلا تھا۔ اُس نے برف کی سطح پر گرتے ہی سائیلنسر لگے ہوئے ریوالور سے اُدھر گولی چلائی جدھر سے تیر آیا تھا۔ ایک شخص چٹان پر سے چیخ مارتا ہوا نیچے آ کر لاش میں تبدیل ہو گیا۔

میرے پائلٹ نے مسلسل چھ گولیاں چلائیں جس کے نتیجے میں دو لاشیں اور گریں۔ ہم سب اوندھے منہ رینگتے ہوئے دوسری پہاڑی کے ایک ایسے حصے میں پہنچے جہاں ایک غار تھا اور اس کا دہانہ اتنا بڑا تھا کہ چھوٹے سائز کا طیارہ آسانی سے اندر جا سکتا تھا۔

ہم نے غار میں داخل ہوتے وقت پھونک پھونک کر قدم رکھا مگر اچانک ہر طرف سے دُشمن چھلانگیں لگا کر ہم پر حملہ کرنے لگے۔ وہاں اچھی خاصی جنگ شروع ہو گئی۔ ہم ڈٹ کر مقابلہ کر رہے تھے۔ میں حملہ آوروں کی اچھی طرح پٹائی کر رہا تھا لیکن حیران ہو کر کبھی کبھی جونی کو دیکھتے وقت خود مار کھا جاتا تھا۔ وہ زبردست فائٹر ہونے کا ثبوت دے رہا تھا۔ بجلی کی پھرتی سے پینترے بدلتا، قلابازی کھاتا اور فلائنگ کک مارتا تھا کہ اُس پر آنکھ نہیں ٹھہرتی تھی۔ برین واشنگ کے نتیجے میں اُس کے دماغ سے بہت سی بات اور یادداشتیں مٹ چکی تھیں اور جو مٹ چکی تھیں انھیں خیال خوانی کے ذریعے پڑھا نہیں جا سکتا تھا البتہ ناگہانی آفات پر بے اختیار چھپی ہوئی صلاحیتوں کا مظاہرہ ہو جاتا ہے اور جونی اس وقت بھرپور صلاحیتوں کا مظاہرہ کر رہا تھا۔

تھوڑی سی دیر میں کچھ زخمی ہو کر گرے۔ کچھ ہماری گولیوں کا نشانہ بنے پھر میدان صاف ہو گیا۔ ہم چاروں طرف دیکھتے ہوئے غار کے اندر دُور تک جانے لگے۔ دائیں بائیں دیواروں پر برف جمی ہوئی تھی۔ کہیں سے دُشمنوں کے آنے کا اندیشہ نہیں تھا۔

پائلٹ نے کہا: ”دُشمنوں کی خاموشی اور دوری کچھ معنی رکھتی ہے۔ اُن کے حملہ کرنے کے دو ہی راستے ہیں، وہ آگے سے آئیں گے یا پیچھے سے۔“

ہم جو سوچ رہے تھے اس کے برعکس ہُوا۔ ہمارے دائیں بائیں دیواروں پر جمی ہوئی برف تڑخنے لگی، ٹوٹ کر گرنے لگی، گرتی ہوئی برف کے پیچھے گن مین کھڑے ہوئے دُشمن نظر آ رہے تھے، ہم کس کس کو گولی مار سکتے تھے، ہر طرف سے برف ٹوٹ رہی تھی اور گن مین نکلتے آ رہے تھے۔ پھر لاؤڈ اسپیکر سے آواز اُبھرنے لگی: ”جو زندہ رہنا چاہتا ہے، وہ ہتھیار پھینک دے۔ مرنے کی آرزو ہو تو گولی چلائے۔“

سب سے پہلے میں نے ہتھیار کو پھینکا پھر دوسرے ساتھی بھی پھینکنے لگے۔ اسپیکر سے آواز اُبھری: ”اپنی اپنی پشت پر سے کٹ اُتار دو۔“

ہم نے یہ بھی کیا۔ تیسرے حکم کے مطابق ہم نے جیبیں بھی خالی کر دیں۔ اب ہمارے جسموں پر صرف لباس، پاؤں میں جوتے اور سروں پر ہیلمٹ رہ گئے تھے۔

اسپیکر سے کہا گیا: ”میں حیران ہوں، میری آواز سُن کر تم میں سے کوئی دماغ میں نہیں آیا۔ کیوں مسٹر ہارڈ، سانپ کیوں سونگھ گیا، تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو، میرے پاس آؤ۔“

میں نے کہا: ”تمہارا دماغ دوسروں کے لیے حساس ہوگا، تم دوسروں کی سوچ کو محسوس کرتے ہو گے لیکن مجھے محسوس نہ کر سکے۔ میں ابھی تمہارے دماغ میں آیا تھا پھر شرما کر واپس ہو گیا کیونکہ وہ مجھیں اِدھر اُدھر سے چوم رہی تھی۔“

اسپیکر کے ذریعے بولنے والے کو چُپ لگ گئی۔ میں نے جو کہا ہے وہ جھٹلا نہیں سکتا تھا۔ حیران ہو رہا ہوگا کہ اُس نے میری سوچ کی لہروں کو محسوس کیوں نہیں کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ میں اس کے دماغ میں نہیں گیا تھا، اپنی عقل اور سماعت کی تیزی سے کام لیا تھا۔ اس بولنے والے نے یقیناً مائیک کو اپنے منہ کے قریب رکھا ہوگا۔ اُس کے بولنے کے دوران چومنے کی ہلکی ہلکی سی آواز بھی مائیک کے ذریعے آ رہی تھی۔ دوسرے توجہ دینے والے بھی سُن سکتے تھے لیکن میرے ساتھیوں کو شکست کھانے کا صدمہ تھا اور ہمیں گھیرنے والوں کو فتح حاصل کرنے کا غرور تھا۔ یوں کسی نے ہلکی ہلکی سی آوازوں کو نہیں سُنا تھا۔

اسپیکر سے آواز آئی: ”ہارڈ، تم شیطان ہو، ناممکن کو ممکن بنا رہے ہو۔ میرا جسم، میرا دماغ فولاد ہے، تم میرے دماغ میں کیسے آ گئے تھے، پھر ایک بار آؤ۔“

”بلانا ہی ہے تو رو برو بلاؤ، میں سامنے آ کر بتاؤں گا کہ کس طرح تمہاری لاعلمی میں تمہارے اندر آ کر واپس جا سکتا ہوں۔ تم مجھے ہو، میرے سامنے آ کر تیر مار لو گے۔ کوئی چالاکی دکھا سکتے ہو تو دکھاؤ یہاں تمہارے ہوش اُڑ جائیں گے۔“ کمانڈر: ”صرف ہارڈ کو یہاں لاؤ۔“

ہمارے آس پاس جتنے گن مین کھڑے ہوئے تھے اُن کے کمانڈر نے میرے پاس آ کر ایک آلے کے ذریعے مجھے سر سے پاؤں تک چیک کیا۔ وہ ہمیں پہلے ہی تمام ہتھیاروں سے خالی کر چکے تھے۔ اُس آلے نے بتایا میرے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے۔ دو گن مین میرے پیچھے آ کر کھڑے ہو گئے، کمانڈر آگے چلنے لگا۔ ایک گن مین نے پیچھے سے مجھے دھکا دیا۔ میں نے آگے بڑھتے ہوئے دیکھا، جونی بہت پریشان نظر آ رہا تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا: ”مجھے حوصلہ رکھنا چاہیے، میرا دوست ہارڈ زندہ سلامت واپس آئے گا۔“

میں، کمانڈر اور گن مین کے درمیان چلتا ہُوا غار کی ایک دیوار کے پاس آیا جہاں بڑا سا دروازہ تھا۔ کمانڈر نے دروازے کو کھولا۔ اندر ایک بڑا سا ہال تھا۔ ہم اندر آئے۔ ہال کے وسط میں ایک قد آور پہلوان نما انگریز کھڑا ہُوا تھا۔ اس کے بازو سے ایک حسینہ چپکی ہوئی تھی۔

وہ قد آور شخص اُن کا باس تھا۔ اُس نے کمانڈر کو جانے کا اشارہ کیا۔ وہ گن مین کے ساتھ باہر چلا گیا۔ دروازہ خودکار تھا، وہ خود بخود بند ہو کر لاک ہو گیا۔ باس نے مجھے سر سے پاؤں تک دیکھتے ہوئے کہا: ”سُنا تھا فرہاد کے ہم شکل ہو، اُسی کی طرح خطرات میں کودنے اور مرنے یہاں آ گئے ہو۔“

”کون مرتا ہے، یہ ہم میں سے کوئی نہیں جانتا۔“

”میں ابھی تمہیں بتاؤں گا کہ موت کیسے آتی ہے۔ پہلے میرے دماغ میں آ کر میری اُلجھن دور کرو۔“

”میں کیسے آ سکتا ہوں، تم حساس ہو، سانس روک لو گے۔“

”ہاں، میں سانس روک لیتا ہوں مگر تم کیسے آئے تھے؟“

”میں کب آیا تھا؟“

وہ غصّے سے دہاڑتا ہُوا بولا: ”ابھی تم نے بتایا تھا کہ یہ ذلیل حسینہ میرے ساتھ کیا کر رہی تھی؟“

”ہاں، بتایا تھا۔ تم نے بولتے وقت مائیک کو بالکل ہی قریب رکھا تھا جس کے نتیجے میں بوسوں کی آوازیں بھی دوسری طرف آ رہی تھیں۔ میں نے وہی بیان کر دیا جو سُننے میں آ رہا تھا۔“

اس کے دیدے حیرت سے پھیل گئے پھر اُسے غصّہ آیا کہ اتنی سی بات اُس کی سمجھ میں کیوں نہیں آئی۔ اُس نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے مائیک کو میری طرف پتھر کی طرح پھینکا۔ میں نے اُسے کیچ کرتے ہی پھرتی سے واپس مارا، وہ اُس کی ایک آنکھ میں جا کر لگا، وہ غرّانے لگا۔ میں دوڑتا ہُوا دروازے کے پاس پہنچا۔ وہ میری طرف بڑھتے ہوئے بولا: ”تمہارا باپ بھی باہر نہیں جا سکے گا۔ دروازے سے باہر جاتے ہی تمہیں گولی مار دی جائے گی۔“

میں نے اندر سے چٹخنی لگاتے ہوئے کہا: ”میں اسے کھولنے نہیں بند کرنے آیا ہوں تاکہ تم بھاگ کر باہر نہ جا سکو۔“

وہ یکبارگی قہقہے لگانے لگا۔ قہقہوں کے دوران کہنے لگا: ”یہ میرے سامنے چوہا ہے اور کہتا ہے اس کے ڈر سے شیر بھاگ جائے گا۔“

میں اُس سے مقابلہ کر کے اُسے چوہا بنا سکتا تھا مگر سونیا کا یہ اصول بہتر ہے کہ وقت ضائع نہ کرو۔ میں نے اپنے سر کی طرف ہاتھ لا کر ہیلمٹ کے ایک بٹن کو دبایا۔ اُس ہیلمٹ کے خول میں بے ہوش کرنے والی گیس بھری ہوئی تھی جو بٹن دبانے سے خارج ہوتی تھی۔

دُشمنوں نے میری اچھی طرح تلاشی لی تھی۔ چیک کرنے والا آلہ ٹھوس ہتھیاروں کی نشاندہی کرتا ہے۔ مہلک

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

گیس کا سُراغ نہیں لگا سکتا۔ وہ قہقہے لگاتے لگاتے یوں رُک گیا جیسے تیز رفتار گاڑی کو بریک لگایا گیا ہو۔ اُس نے سانس لی پھر روکی، مَیں نے اُس کے مُنہ پر گھونسا جڑ دیا۔ وہ پھر سانس لینے پر مجبور ہُوا اور گیس کے اثر سے لڑکھڑا گیا۔

وہ حسینہ بھی چکرا کر گر پڑی تھی۔ مَیں نے سانس روکی ہوئی تھی۔ باس پر دوسرا حملہ کرنا چاہتا تو مجھے بھی جھٹکا لگتا اور مَیں ایک ذرا سانس لینے پر مجبور ہوتا پھر گیس میرے اندر بھی پہنچ جاتی۔ وہ گر پڑا تھا مگر چاروں ہاتھ پاؤں سے رینگتا ہُوا دوسرے دروازے کی طرف جا رہا تھا۔ مَیں آسانی سے اُس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پتا چلا دوسرا دروازہ کھولنے کی چابی اُس کی جیب میں ہے اور اُس دروازے کے پیچھے بھی ایک بہت بڑا دروازہ ہے جس کے پیچھے گمشدہ طیارہ موجود ہے۔

مَیں نے اُس کی جیب سے چابیاں نکالیں۔ وہ میرا ہاتھ پکڑنا چاہتا تھا مگر تھرتھرا رہا تھا۔ مَیں نے سوچ کے ذریعے پوچھا: "تمام گن مینوں سے کیسے نجات مل سکتی ہے؟"

اُس کا کمزور دماغ جواب دینے پر مجبور تھا۔ اُس نے خاطر خواہ جواب دیا پھر بے ہوش ہو گیا۔ مَیں نے اُس دوسرے دروازے کو کھولا، جلدی سے دوسری طرف آ کر اُسے بند کیا پھر گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ چاروں طرف گھوم کر دیکھنے لگا۔ غار میں جہاں سے ہم داخل ہوئے تھے، وہاں سے یہاں تک گیس لائٹ کی روشنی تھی۔ اُس کمرے کی مشینوں اور آلات کو دیکھ کر پتا چلا کہ یہاں سے کچھ فاصلے پر ایک جنریٹر ہے جس کا سوئچ یہاں ہے، اگر خطرہ بڑھ جائے تو جنریٹر چلا کر الیکٹرونک آلات اور ہتھیاروں کے ذریعے جسے چاہے نشانہ بنایا جا سکتا ہے۔

مَیں نے ایک سوئچ دبا کر ایک کل کو زور سے جھٹکا دیا تو دُور کہیں جنریٹر آن ہو گیا۔ بلب روشن ہو گئے۔ مَیں نے بڑے سے ٹی وی کو آن کیا۔ اس کے اسکرین پر غار کا وہ حصہ دکھائی دیا جہاں میرا جوتی دوسرے ساتھیوں کے ساتھ دُشمنوں کے نرغے میں تھا۔ باس نے بے ہوش ہونے سے پہلے بتایا تھا کہ خفیہ سب مشین گنیں کہاں چھپی ہوئی ہیں اور انھیں کمپیوٹر کے ذریعے کس طرح کام میں لایا جا سکتا ہے۔

مَیں نے کمپیوٹر کو آپریٹ کرنا شروع کیا۔ اسکرین پر نظر آ رہا تھا، جگہ جگہ برف کی دیواریں توڑتی ہوئی سب مشین گنیں خود بخود باہر نکل رہی تھیں۔ باس کے مسلح جوان اُن گنوں کو سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے، شاید سوچ رہے تھے کہ انھوں نے جب اپنے ہتھیاروں سے آنے والوں کو قیدی بنا لیا ہے تو پھر سب مشین گنوں کی کیا ضرورت ہے؟

ضرورت کا پتا چل گیا۔ مَیں جس بٹن پر انگلی رکھتا تھا اُس سے منسلک رہنے والی مشین گن سے تڑاتڑ فائرنگ ہونے لگتی تھی۔ باس کے آدمی گولیاں کھا کر گر رہے تھے یا جان بچانے کے لیے اِدھر اُدھر بھاگ رہے تھے۔ وہ جدھر بھی بھاگتے تھے مَیں اُدھر کا بٹن دبا دیتا تھا۔ اُدھر کی سب مشین گن ان کے لیے موت کا سامان کر دیتی تھی۔ اس بھیڑ میں مَیں نے کمانڈر کو بھی مرتے دیکھا۔ اُس کی موت سے باقی ماندہ دُشمنوں کے قدم اکھاڑ دیے۔ وہ بھاگتے ہوئے نہ جانے کہاں چلے گئے، اسکرین پر نظر نہیں آ رہے تھے۔

مَیں نے ایک مائیک آن کر کے مخاطب کیا: "ہیلو جوتی!"

وہ چونک کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ مَیں نے کہا: "مَیں تمھیں ایک اسکرین پر دیکھ رہا ہُوں، تم لوگ مجھے نہیں دیکھ سکو گے اور تم سب کو کیا ہُوا ہے، اس طرح گم صُم کیوں ہو؟ اپنے ہتھیار اٹھاؤ، اب کوئی دُشمن نظر آئے تو اُسے گولی مار دو۔"

وہ ہتھیار اٹھانے لگے۔ جوزا نے پوچھا: "مسٹر ہارڈ! تم کہاں ہو؟" اس سے پہلے کہ مَیں جواب دیتا جوتی نے اُس سے کہا: "وہ جہاں بھی ہے میرا دوست ہے تمھارا دوست نہیں ہے۔ تمھیں اتنی بے چینی کیوں ہے؟"

مَیں نے اسکرین پر اُسے دیکھتے ہوئے کہا: "جوتی! اچھی بات ہے کسی بھی عورت سے اس لہجے میں بات نہیں کرنا چاہیے۔" پھر مَیں نے جوزا سے کہا: "مَیں ابھی تھوڑی دیر بعد تم سب کو یہاں بلاؤں گا۔"

مَیں نے مائیک کو آف کیا پھر دروازہ کھول کر اُس کمرے میں آیا جہاں باس اپنی حسینہ کے ساتھ بے ہوش پڑا ہُوا تھا۔ بے ہوش کرنے والی گیس اب کمرے کی محدود فضا میں نہیں تھی۔ مَیں نے کمرے کی ایک ایک چیز کو دیکھا۔ الماری کھول کر فائلوں پر سرسری نظر ڈالی۔ دوسری الماری کے خانوں میں مائکرو فلمیں رکھی ہوئی تھیں۔ اُن کے لیبل سے ان کی اہمیت کا اندازہ ہوتا تھا۔ ان میں اہم ممالک کے اہم راز چھپے ہوئے تھے۔ ہر فائل کا تعلق کسی نہ کسی ملک سے تھا۔

گویا یہ دُنیا کے تمام ممالک کے اہم راز چرانے والوں کی ایک تنظیم تھی۔ انھوں نے تمام رازوں کو چھپانے اور محفوظ رکھنے کے لیے اس برفانی علاقے میں یہ اڈا بنایا تھا۔ مَیں نے فرانس کی ملٹری انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسر سے دماغی رابطہ قائم کیا۔ وہ اعلیٰ افسر مقامی فوج کے میجر کے پاس بیٹھا ہُوا تھا۔ وہ سب میری طرف سے ملنے والی اطلاعات کے منتظر تھے۔ میرے ایک اشارے پر مقامی فوج حرکت میں آ سکتی تھی۔

مَیں نے اعلیٰ افسر سے کہا: "مَیں پُراسرار خفیہ اڈے میں

پہنچ گیا ہوں۔ ابھی آپ مقامی فوج کے میجر کو کچھ نہ بتائیں، پہلے میری باتیں سُن لیں۔ یہاں کی ایک الماری میں کتنے ہی ممالک کے اہم راز مائیکرو فلم کی صورت میں رکھے ہوئے ہیں۔ ان میں فرانسیسی حکومت کے بھی راز ہیں۔ یہ فلمیں اور اہم فائلیں مقامی فوج کے ہاتھوں میں نہیں آنا چاہیے۔"

وہ بولا: "شکریہ دوست! تمام مائیکرو فلمیں اپنے پاس چھپا لو اور فائلوں کو جلا ڈالو۔"

"مَیں یہی کرنے جا رہا ہُوں مگر آپ دوسروں کے سامنے مجھے دوست نہیں ہارڈ کہہ کر مخاطب کریں گے۔"

"او کے۔ تم کتنی دیر میں ہمیں بلا رہے ہو؟"

مَیں نے کہا: "اس خفیہ اڈے کے ایک حصے میں وہ گمشدہ طیارہ ہے۔ ایک طیارے کو یوں چھپائے رکھنے میں کوئی خاص مصلحت ہو گی۔ یہ تمام ممالک کے درمیان اہم رازوں کی دلالی کرنے والی تنظیم ہے۔ اس طیارے سے بھی اہم راز برآمد ہو سکتے ہیں، اس لیے آپ مزید آدھا گھنٹا انتظار کریں۔"

مَیں نے رابطہ ختم کیا۔ باس کے پاس آ کر اُس کی نبض دیکھی۔ بے ہوشی ختم ہو رہی تھی، صرف اتنی غفلت رہ گئی تھی جو گہری نیند کے دوران رہتی ہے۔ مَیں نے اُس کے خوابیدہ دماغ کو گمشدہ طیارے کے متعلق سوچنے پر مائل کیا۔ وہ سوچنے لگا: "طیارے کے اندر مُردہ مسافر ہیں اور ان کا سامان ہے۔ تلاش کرنے والوں کو اس سے زیادہ کچھ نظر نہیں آئے گا جبکہ تین بڑے ممالک کے اہم راز اس طیارے کے ذریعے یہاں لائے گئے ہیں۔"

مَیں نے سوچ کے ذریعے پوچھا: "تم نے وہ راز طیارے سے نکال کر کہاں چھپائے ہیں؟"

"وہ ابھی تک طیارے میں ہیں۔ مَیں اس اڈے کا انچارج ہُوں۔ ہماری تنظیم کے سربراہ دوسرے ہیں، وہ جانتے ہیں کہ راز کہاں چھپا ہُوا ہے۔ مجھے حکم دیا گیا تھا کہ حالات سازگار ہوتے ہی دو انجینئر آئیں گے اور اُس طیارے کے مختلف حصّوں کو کھول کر الگ کریں گے، تب تک اس طیارے کو چھپا کر رکھا جائے۔"

وہ ہوش میں آنے ہی والا تھا۔ مَیں نے سوالات کیے کہ "اُس طیارے میں کتنا ایندھن ہے؟ اور اُسے قابلِ پرواز رکھا گیا ہے یا نہیں؟"

اُس نے جواب دیا: "ایندھن پورا ہے اور طیارے میں کوئی خرابی پیدا نہیں کی گئی ہے۔"

الیکٹنے وقت اُس نے آنکھ کھول دی۔ مَیں نے اُس کا سائیلنسر لگا ہُوا ریوالور اُٹھا کر کہا: "تمھارا جسم فولاد کا ہے، تمھارا دماغ فولاد کا ہے مگر تم ایک لاش کی طرح پڑے ہوئے ہو۔ میرا خیال ہے تمھاری تنظیم کے سربراہوں کو اب تمھاری ضرورت نہیں رہے گی۔"

اُس نے اُٹھنے کی کوشش کی پھر چکرا کر گر پڑا۔ کہنے لگا: "مجھے نہ مارو، مجھے دوست بنا لو، مَیں تمھیں یہاں کے اہم راز بتاؤں گا۔"

"تم اپنے سربراہوں سے غدّاری کر کے میرے وفادار کیسے رہو گے؟"

"تم مجھے ایک بار آزما کر دیکھ لو۔"

مَیں نے پوچھا: "اس طیارے کا پائلٹ کون ہے؟ اسے کس طرح یہاں لایا گیا ہے؟"

"مَیں نے پائلٹ کو گولی مار دی تھی۔ حسینہ جو بے ہوش پڑی ہے اس طیارے کی پائلٹ بن کر آئی ہے۔ ہماری تنظیم سے اس کا خاص تعلق ہے۔ یہ جانتی ہے کہ طیارے کو یہاں کیسے لایا گیا تھا اور یہاں سے کیسے نکالا جا سکتا ہے۔"

اُس کی بات ختم ہوتے ہی مَیں نے اُسے گولی مار دی۔ مجھے اب اس کی نہیں حسینہ کی ضرورت تھی۔ مَیں یہاں ایسے کسی اہم فرد کو زندہ رکھنا نہیں چاہتا تھا جس کے دماغ میں کوئی دوسرا خیال خوانی کرنے والا پہنچ جائے اور وہ دوسرا جوتی کے اندر موجود تھا۔

حسینہ نے آنکھیں کھولیں۔ ابھی اُس کے اعصاب کمزور تھے۔ اُس نے بڑی کمزوری اور بے بسی سے مجھے دیکھا۔ وہ سوچ رہی تھی: "یہ ہارڈ ہم پر غالب آ گیا ہے۔ اس اڈے کے انچارج کو گولی مار چکا ہے، اب میری باری ہے۔"

مَیں نے اُسے سوچنے کے لیے آزاد چھوڑ دیا تھا اور چُپ چاپ اُس کے چور خیالات پڑھ رہا تھا۔ وہ طیارے کی پائلٹ نہیں تھی مگر کو پائلٹ بن کر آئی تھی۔ اس تنظیم کے ایک سربراہ کے ساتھ اچھا خاصا وقت گزار چکی تھی اور اُس سربراہ کا تعلق پیرس سے تھا۔ مَیں نے حسینہ کے دماغ سے اس کی رہائش گاہ کا پتا معلوم کر لیا۔

وہ قالین پر چت لیٹی ہوئی تھی۔ مجھے للچانے اور اپنی طرف مائل کرنے کے لیے اپنے بدن سے کپڑا ہٹانا چاہتی تھی مگر مَیں نے خیال خوانی کے ذریعے اُسے ہٹانے نہیں دیا۔ وہ بولی: "کس بات کا انتظار ہے، مجھے گولی کیوں نہیں مارتے؟"

مَیں نے پوچھا: "مرنا چاہتی ہو یا دوست بن کر جینا؟"

"مَیں جینا چاہتی ہوں، مجھے تمھاری دوستی پر ناز ہو گا۔ تم بہت باکمال ہو، بالکل فرہاد کی طرح میدان مار رہے ہو۔"

"میری تعریف نہ کرو، کام کی باتیں سُنو۔ ابھی میرے ساتھی یہاں آئیں گے، تم اس لمحے سے گونگی بن رہی ہو، کسی کو اپنی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

آواز نہیں سناؤ گی، کسی سے نظریں نہیں ملاؤ گی۔"

"میں سمجھ گئی۔ تمہارے ساتھیوں میں کوئی خیال خوانی کرنے والا ہے۔"

"ہاں! میں نہیں چاہتا کوئی دشمن تمہارے ذریعے یہاں کے راز معلوم کرے۔ جب مجھے بات کرنا ہوگی تو میں تمہارے دماغ میں آؤں گا۔"

"میں کیسے پہچانوں گی کہ تم ہو یا کوئی اور؟"

"جب تک گونگی رہو گی، کوئی اور تمہارے اندر نہیں آئے گا۔ اگر تم ذرا بھی آواز نکالو گی تو میں اسی وقت تمہیں مار ڈالوں گا۔"

میں نے وہاں کا دروازہ کھول دیا۔ سب سے پہلے جونی دوڑتا ہوا آیا پھر بولا "اتنی دیر کیا کر رہے تھے، مجھے غصہ آ رہا تھا اور یہ عورت کون ہے؟"

جوزا نے پوچھا "طیارہ کہاں ہے؟"

میں نے کہا "میرے ساتھ آؤ۔ میں نے بھی ابھی تک اس طیارے کو نہیں دیکھا ہے۔"

پھر میں نے اپنے پائلٹ سے حسینہ کے متعلق کہا "یہ گونگی ہے مگر ہمارے لیے خطرناک ہو سکتی ہے۔ تم اس کے ساتھ سائے کی طرح رہو گے۔ اسے ایک سیکنڈ کے لیے بھی تنہا نہ چھوڑنا۔"

ہم مختلف حصوں سے گزرتے ہوئے اس بڑے دروازے کے پاس آئے جس کے پیچھے طیارے کو چھپا کر رکھا گیا تھا۔ میں نے اسے کھولا۔ دوسری طرف ایک وسیع و عریض جگہ تھی وہاں وہ طیارہ کھڑا تھا۔ سب ہی اس طیارے کی طرف جانے لگے۔ سب سے آگے آرمر تھا۔ ہم سب سیڑھیاں چڑھتے ہوئے آگے پیچھے طیارے کے اندر پہنچے پھر وہاں کا منظر دیکھ کر دم بخود رہ گئے۔ چند لمحوں تک کچھ بول نہ سکے۔ شاید سانس لینا بھی بھول گئے تھے۔

طیارے کے مسافر اپنی اپنی سیٹ پر بیٹھے ہوئے تھے، بالکل زندہ لگ رہے تھے جبکہ ان کی موت کو اڑتالیس گھنٹے ہو چکے تھے۔ جوزا کے ایک ساتھی نے آگے بڑھ کر ایک مسافر کو ہاتھ لگایا۔ اس برفانی سرد علاقے میں تمام لاشیں ابھی تک تازہ تھیں۔ ان میں بو پیدا نہیں ہوئی تھی، وہ سب اکڑی ہوئی بیٹھی تھیں۔

آرمر، جوزا کا سہارا لیے لاشوں کے درمیان سے گزر رہا تھا اور دائیں بائیں دیکھتا جا رہا تھا پھر جوجو پر نظر پڑتے ہی وہ چیخ پڑا "جوجو! میری بچی... نہیں نہیں، تم نہیں مر سکتیں، تم سے پہلے میں مر جاؤں گا۔"

میں گم صم سا ہو کر جوجو کی اکڑی ہوئی لاش کو دیکھ رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے لیے میری بھی سانس رکنے لگی تھی۔ آخر وہ پیاری سی گڑیا تھی، میری بہو تھی، میں نے اسے باپ کا پیار دیا تھا۔ ایسی خوبصورت بیٹی کی لاش دیکھ کر دل پر جو گزر رہی تھی، اسے میں برداشت کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

ہمیں ایسے وقت پتھر بن جانا آتا ہے۔ آرمر کی آہ و بکا نے بھید کھول دیا کہ وہ میک اپ میں جوزا کے ساتھ آیا ہے۔ اب جوزا میرے لیے اہم ہو گئی تھی، مجھے معلوم کرنا تھا کہ یہ عورت کون ہے؟ آرمر جو کبھی کسی عورت کے قریب نہیں جاتا تھا، اس کے سینے پر سر رکھ کر کیوں روتا ہے؟ اس کا دیوانہ کیسے بن گیا ہے اور یہ دیوانگی ایسی ہے کہ اس نے ہم سے برسوں کے تعلقات توڑ لیے ہیں۔

بہرحال یہ باتیں بعد میں معلوم کی جا سکتی تھیں۔ میں نے سوچ کے ذریعے پائلٹ سے کہا "ابھی ہم لاشوں کو یہاں سے باہر لے جائیں گے، طیارہ خالی ہوتے ہی تم اسے لے اڑو گے۔"

اس نے کہا "طیارہ لے جانے کے لیے مجھے یہاں کا راستہ معلوم ہونا چاہیے۔"

"جس حسینہ کو تمہارے ساتھ لگا رکھا ہے وہ ایک اچھی پائلٹ ہے، وہ تمہاری رہنمائی کرے گی۔ تم بین الاقوامی اصولوں کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اسے پیرس لے جاؤ گے..."

میری بات ادھوری رہ گئی۔ جوزا، آرمر سے کہہ رہی تھی۔ "ہوش میں آؤ، دیکھو یہ جوجو نہیں ہے۔"

میں تیزی سے چلتا ہوا ان کے قریب گیا۔ جوزا، جوجو کی گردن کے پیچھے دونوں ہاتھ لے جا کر ماسک کے جوڑ کو کاٹ رہی تھی پھر اس نے پورے ماسک کو چہرے سے الگ کر دیا۔ اب وہاں کوئی دوسری لڑکی دکھائی دے رہی تھی۔ آرمر چند لمحوں تک اسے تکتا رہا پھر روتے روتے ہنس پڑا۔ "میری جوجو نہیں ہے، یہ میری جوجو نہیں ہے۔ اس کا مطلب ہے، وہ زندہ ہے۔ خدا نے میری سن لی میری بہو جہاں بھی ہے، زندہ سلامت ہے۔"

وہ خوشی سے دیوانہ ہو کر... جوزا سے لپٹ رہا تھا اور اسے چوم رہا تھا۔ وہ ہنستی جا رہی تھی اور کہتی جا رہی تھی۔ "اپنی خوشیوں پر قابو پاؤ۔ ابھی ہمیں بہت معلومات حاصل کرنی ہیں۔ ابھی ہمیں سمجھنا چاہیے کہ ڈمی جوجو کے اغوا کا یہ ڈراما کیوں کھیلا گیا۔ طیارے کو یہاں کیوں چھپایا گیا ہے؟"

میں نے کہا "میرا مشورہ ہے، پہلے ہم سب مل کر ان لاشوں کو باہر لے جائیں۔"

جوزا نے کہا "سوری! میں پہلے اس طیارے کی اچھی طرح تلاشی لوں گی۔"

"تم بے شک تلاشی لو مگر تمہارے دو ساتھیوں کو مجھ سے تعاون کرنا چاہیے۔"

وہ بولی "تم لاشوں کو باہر کیوں لے جانا چاہتے ہو؟ کیا طیارہ خالی کر کے کسی دوسری جگہ لے جاؤ گے؟"

میں نے کہا "میں اور میرے ساتھی پائلٹ نہیں ہیں۔"

جونی نے اچانک آگے بڑھ کر کہا "یہ ہارو سے جھوٹ کہتا ہے، اس کا یہ ساتھی پائلٹ ہے، ابھی ہم ہیلی کاپٹر میں آئے تھے۔"

جوزا کے ساتھی نے غرا کر مجھے دیکھا پھر کہا "کیوں مسٹر! یہاں کیا کرتے پھر رہے ہو؟ تم نے ہمیں ایک گھنٹے تک بندر کے باہر رکھا۔ یہاں پتا نہیں کیسی اہم معلومات حاصل کرتے رہے ہو۔ اب یہ جھوٹ بول کر طیارہ خالی کرا رہے ہو کہ تمہارا ساتھی پائلٹ نہیں ہے۔"

میں نے کہا "یہ جونی میرا ساتھی، میرا دوست ہے مگر ذرا عقل سے سوچو یہ میرے خلاف کیوں بول رہا ہے؟ میں پہلے بتا چکا ہوں کہ اس کے اندر ایک دشمن خیال خوانی کرنے والا موجود رہتا ہے، وہ تم سب کو میرے خلاف بھڑکا رہا ہے۔ اس کے بھڑکانے پر ہم سب یہاں لڑتے رہیں گے اور دشمن کے آدمی یہاں پہنچ جائیں گے۔"

یہ کہہ کر میں نے ایک لاش کی حفاظتی بیلٹ کھولی پھر لاش کو کاندھے پر لاد کر باہر جانے لگا۔ میرا پائلٹ بھی ایک لاش اٹھا کر میرے پیچھے آیا۔ جوزا کا ساتھی دوڑتا ہوا بیرونی دروازے پر آ کر کھڑا ہو گیا۔ راستہ روک کر بولا "پہلے یہ بتاؤ طیارہ کیوں خالی کر رہے ہو؟"

میں نے خاموشی سے پلٹ کر اس لاش کو واپس سیٹ پر بٹھا دیا۔ پائلٹ نے بھی یہی کیا۔ میں نے مسکرا کر کہا "خوش ہو جاؤ، طیارہ خالی نہیں ہوگا۔"

جوزا کے ساتھی نے کہا "تم نے منصوبہ بدل دیا، اب کچھ اور کرنے والے ہو۔"

میں نے ایک الٹا ہاتھ اس کے منہ پر مارا پھر دوسرے ہاتھ کا گھونسا ناک پر جڑ دیا۔ وہ ذرا پیچھے کو ڈگمگایا۔ اس کی ناک سے خون بہنے لگا تھا اور بہتے ہی ٹھنڈک کے باعث جم رہا تھا۔ اس نے اچانک اچھل کر لات ماری۔ میں لڑکھڑاتا ہوا ایک لاش پر آ کر گرا۔ میرے اٹھتے ہی اس نے گھوم کر لگ ماری۔ اس بار میری ناک سے خون بہتے ہی جم گیا۔

بڑا مزہ آیا۔ بڑا زبردست فائٹر تھا۔ اینٹ کا جواب پتھر سے دیتا تھا۔ فولاد کو فولاد بن کر کاٹنا جانتا تھا۔ میں نے جوابی حملہ کیا۔ اسے سنبھلنے کا موقع دیے بغیر گھونسے مارتا ہوا بیرونی دروازے تک لے آیا۔ وہ اچانک نیچے گرا، گرتے ہی اس نے میری ٹانگ پر ٹانگ ماری۔ میں گرتا ہوا اس پر آیا تو اس نے مجھے پیروں پر رکھ کر اچھال دیا۔ میں طیارے کی سیڑھی پر گرا پھر اس کے پائیدانوں پر سے لڑھکتا ہوا نیچے پہنچ گیا۔ میری کمر اور پسلیوں میں سخت چوٹیں آئی تھیں چونکہ سرد علاقہ تھا، اس لیے چوٹوں کی تکلیف سے بدن گرماتا جاتا تھا۔ میرے اندر انگارے بھر گئے۔ وہ اوپر سے چھلانگ لگا کر مجھ پر آیا۔ میں لڑھکتا ہوا ایک طرف گیا۔ وہ برف کی سل پر اوندھے منہ گرا۔ اسے ایسی چوٹیں آئی ہوں گی کہ اس کا بدن بھی گرما رہا ہوگا۔

اس کے قریب ہی لوہے کی ایک سلاخ پڑی ہوئی تھی۔ ہمارے جسموں پر ڈھیر سارے موٹے کپڑے تھے۔ لاتوں اور گھونسوں کا اثر خاطر خواہ نہیں ہوتا تھا۔ لوہے کی سلاخ ہی کچھ کام دکھا سکتی تھی۔ اس نے اوندھے منہ رینگتے ہوئے سلاخ کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ میں اچھل کر اس کے ہاتھ پر کھڑا ہو گیا۔ اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ میں نے گھوم کر منہ پر ٹھوکر ماری۔ وہ اوندھا تھا، گھوم کر چاروں شانے چت ہو گیا۔

اب بھی اس میں بڑی جان باقی تھی۔ اس نے لوہے کی سلاخ سے مجھ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تھا پھر میں وہ سلاخ کیسے استعمال نہ کرتا۔ جیسے ہی وہ اٹھا منہ پر سلاخ پڑ گئی۔ وہ اپنی چیخ... پر سر رکھ کر بولا "پتا نہیں مجھے کیا ہونے لگتا ہے۔ ابھی ایسی خواہش ہو رہی ہے جو پہلے کبھی میرے تصور میں بھی نہ تھی۔"

میں نے جھک کر اس کے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں لے کر پوچھا "اپنی خواہش بتاؤ۔"

وہ اچانک فرش پر سے اٹھا پھر میرے بے حد نزدیک آ گیا۔ ایک گہری سانس لے کر بولا "یہی جی چاہتا تھا کہ ہر وقت تمہارے ساتھ رہوں، ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ پہلے کوئی کی... ویسی بات دماغ میں آتی تو مجھے غصہ آتا تھا۔ میں فخر سے خود کو صرف... تھا... لگتا ہے میرے اندر کوئی بڑی...

آرمر اپنی جوزا کو سنبھالتا ہوا مجھے برا بھلا کہہ رہا... نے اسے نظرانداز کیا۔ پائلٹ کے ساتھ لاشیں باہر لا کر برف پھینکنے لگا۔ جونی ایک طرف کھڑا مجھے گم صم ہو کر دیکھ رہا تھا۔ پائلٹ حسینہ بھی ایک ایک لاش کھینچتی ہوئی بیرونی دروازے تک لا رہی تھی۔ ہم سے بڑی حد تک تعاون کر رہی تھی اور میری ہدایت پر عمل کرتے ہوئے بدستور گونگی بنی ہوئی تھی۔

پندرہ منٹ میں جہاز خالی ہو گیا۔ پائلٹ اس حسینہ کے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ساتھ انجن اور دوسری مشینوں کو چیک کرنے لگا۔ میں سیڑھی ہٹا کر دروازہ بند کرنے لگا تو آرمر نے نیچے سے کہا "یہ کیا کر رہے ہو؟ کیا ہمیں چھوڑ کر جاؤ گے؟"

میں نے کہا "میں تمھیں کبھی نہ چھوڑتا مگر تم اس عورت کو چھوڑ کر میرے ساتھ نہیں چلو گے۔ پہلی بار تمھاری زندگی میں یہ عورت بہار بن کر آئی ہے، اسی لیے میں اسے نقصان پہنچائے بغیر جا رہا ہوں۔"

میں نے دروازہ بند کر دیا۔ جونی ایک سیٹ پر حفاظتی بیلٹ باندھے بیٹھا تھا۔ میں اُس کے پیچھے والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ وہ بولا "میرے پاس آؤ۔"

میں نے کہا "میں یہاں سے تمھاری نگرانی کروں گا۔ تمھارے اندر رہنے والا میرے مزاج کے خلاف تم سے کوئی حرکت کرائے گا تو میں تمھیں بے ہوش کر دوں گا۔ اب خاموش رہو۔ میں تھوڑی دیر بعد باتیں کروں گا۔"

میں پائلٹ حسینہ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ طیارہ حرکت میں آگیا تھا۔ برف کی سطح پر آہستہ آہستہ رینگتا جا رہا تھا اور وہ حسینہ میرے پائلٹ کو گائیڈ کرتی جا رہی تھی۔ اُس کے چند خیالات بتا رہے تھے کہ وہ مجبوراً ہمارا ساتھ دے رہی ہے۔ اُس نے میری دہشت اور بربریت دیکھی تھی۔ اسے معلوم ہوا تھا کہ میں نے وہاں کے بے شمار مسلح گارڈز کو صرف دس منٹ میں موت کے گھاٹ اتارا ہے۔ یہاں کے انچارج کو گولی ماری ہے اور جوزا کے ساتھی سے ... دوسری طرف ایک وسیع و عریض جگہ تھی، وہ طیارہ کھڑا تھا۔ سب ہی اس طیارے کی طرف جانے لگے۔ سب سے آگے آرمر تھا۔ ہم سب سیڑھیاں چڑھتے ہوئے آگے پیچھے طیارے کے اندر پہنچے پھر وہاں کا منظر دیکھ کر دم بخود رہ گئے۔ چند لمحوں تک کچھ بول نہ سکے۔ شاید سانس لینا بھی بھول گئے تھے۔

طیارے کے مسافر اپنی اپنی سیٹ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ بالکل زندہ لگ رہے تھے جبکہ ان کی موت کو اڑتالیس گھنٹے ہو چکے تھے۔ جونا کے ایک ... ورنہ ... ہوں، مسافر ... ہوں۔"

وہ سہم کر پائلٹ اور طیارے کی طرف توجہ دینے لگی۔ طیارہ اُس وسیع و عریض غار کے مختلف موڑ سے گزرتا ہوا ایک وسیع میدان میں آگیا۔ صبح کے چھ بجنے والے تھے۔ ابھی سورج کی روشنی نہیں تھی۔ ہر طرف دُھند چھائی ہوئی تھی پھر وہ طیارہ برف کے ہموار میدان میں دوڑتا ہوا فضا میں بلند ہو گیا۔

میں نے ملٹری انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسر کو مخاطب کیا۔ اُس نے جھنجلا کر سخت لہجے میں کہا "تم کیا کر رہے ہو؟ رات دو بجے سے یہاں بٹھا کر انتظار کرا رہے ہو۔ صبح کے چھ بج گئے ہیں، کیا ہم تمھارے نوکر ہیں؟ جلدی بتاؤ کیا کر رہے ہو؟"

میں نے سخت لہجے میں کہا "آفیسر! اپنا لہجہ درست کرو۔"

وہ بولا "یو شٹ اپ، میں تمھارا پابند نہیں ہوں۔ میں ایک سینئر افسر ہوں۔"

میں نے اُس کے دماغ پر قبضہ جمایا، وہ جلدی سے اُٹھ کر اپنی وردی اُتارنے لگا۔ وردی کے نیچے گرم کپڑے تھے، اُس نے وہ بھی اُتار دیے۔ اُس کے جسم پر ایک نیکر رہ گئی تھی۔ مقامی فوج کے افسران شدید حیرانی سے اُسے دیکھ رہے تھے اور پوچھ رہے تھے "آفیسر! یہ کیا حرکت ہے، اتنی سخت سردی میں تم نے کپڑے اُتار دیے، آخر اُتارنے کی وجہ کیا ہے؟ ابھی تو تم اچھے بھلے تھے۔"

وہ دوڑتا ہوا آتش دان کے پاس گیا۔ اپنے کپڑے بھی لے گیا۔ وہ انھیں پہننا چاہتا تھا۔ جیسے ہی پہنتا تھا، میں اُتار دیتا تھا۔ اُس نے گڑگڑاتے ہوئے تھر تھر کانپتے ہوئے التجا کی "میں سردی سے مر جاؤں گا، مجھے لباس پہننے دو۔"

"تم نے ابھی دعویٰ کیا تھا کہ سینئر افسر ہو۔ میں نے اس سینئر افسر کی وردی اُتار دی، اب تم ایک معمولی ننگے آدمی رہ گئے ہو۔"

"مجھ سے بھول ہو گئی، میں توبہ کرتا ہوں، آیندہ افسرانہ رُعب اور دبدبے سے بات نہیں کروں گا۔"

وہ سردی سے دانت کٹکٹاتا ہوا زور زور سے بول رہا تھا۔ ایک فوجی جوان نے اُس پر کمبل لا کر ڈالا۔ دوسرے نے پوچھا "کیا مسٹر وُولف سے باتیں کر رہے ہو؟"

وہ میری مرضی کے مطابق بولا "ہاں، مسٹر وُولف مجھ سے ناراض ہو گئے ہیں۔ کہتے ہیں، میں ڈیوٹی چھوڑ کر چلا جاؤں، میری جگہ دوسرا افسر آئے گا تو وہ بات کریں گے۔"

مقامی افسر نے کہا "تب تک بہت دیر ہو جائے گی۔ ابھی پوچھو کہ مسٹر وُولف طیارے تک پہنچ گئے ہیں یا نہیں؟"

ایک ماتحت نے مقامی افسر سے کہا "سر! وائرلیس اٹینڈ کریں۔"

افسر نے آکر وائرلیس آپریٹ کیا، کوڈ ورڈز ادا کیے، جس کے بعد دوسری طرف سے کہا گیا "سر! ابھی کنٹرول ٹاور سے اطلاع ملی ہے، ایک طیارہ بین الاقوامی پرواز کے اصولوں کی خلاف ورزی کر رہا ہے۔ اُسے وائرلیس پر کال کیا مگر پائلٹ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ کمپیوٹرز فلائنگ روٹ چارٹ کے مطابق وہ سرحد پار کر کے فرانس کی حدود میں داخل ہو گا۔"

افسر نے پوچھا "یہ وہی طیارہ تو نہیں ہے جسے ہم تلاش کر رہے ہیں؟"

"بہت ممکن ہے، مجرم اسے یہاں سے لے جا رہے ہیں۔"

"آل رائٹ! میں کچھ کارروائی کرتا ہوں۔"

افسر نے فرانسیسی اعلیٰ افسر سے کہا "فوراً اپنی سرحدی چوکیوں کو اطلاع دو، ایک طیارہ غیر قانونی پرواز کرتا ہوا تمھارے ملک میں داخل ہو رہا ہے، اسے اُترنے پر مجبور کیا جائے۔"

میں نے فرانس کے ملٹری کے اعلیٰ افسران سے جلدی جلدی رابطہ قائم کیا۔ انھیں مختصر طور پر بتایا کہ سونیا کے حکم پر برائن وُولف اُس گمشدہ طیارے کو پیرس کے فوجی اڈے پر لا رہا ہے۔ میں نے یہ بات سونیا کو بھی بتائی پھر اُس افسر کے پاس آیا جو اپنی وردی پہن چکا تھا لیکن اس کی تو شامت آگئی تھی۔ سپر ماسٹر اور ماسک مین کے لوگ وہاں پہنچ گئے تھے اور بیان دے رہے تھے کہ بابا صاحب کے ادارے سے آنے والے ہارورے واٹسن نے زبردست چال چلی ہے، جو راستہ گمشدہ طیارے کی طرف جاتا تھا وہاں بارودی سرنگ بچھا دی تھی۔

حالانکہ میں نے نہیں بچھائی تھی۔ خفیہ اڈے کے انچارج نے یہ حفاظتی انتظامات کیے تھے۔ سپر ماسٹر اور ماسک مین کے آدمی اُس راستے سے گزرتے ہوئے بارودی سرنگ اور ریموٹ کنٹرول سے بلاسٹ ہونے والے بموں کا شکار ہو گئے تھے۔ ان کے خیال خوانی کرنے والوں نے اطلاع دی تھی کہ ہارورے واٹسن خفیہ اڈے میں پہنچ گیا ہے پھر ایک گھنٹے بعد اطلاع دی کہ وہ گمشدہ طیارے میں پہنچ گئے ہیں۔ سپر ماسٹر کے خیال خوانی کرنے والے نے بتایا ان کے ایک آدمی سے ہارورے کی زبردست فائٹ ہو رہی ہے۔ ماسک مین کے خیال خوانی کرنے والے کی رپورٹ تھی کہ لاشیں طیارے سے نکالی جا رہی ہیں۔ طیارے کو لاشوں سے خالی کرنے کا مقصد سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔ شاید وہ طیارہ وہاں سے کسی دوسری جگہ لے جانا چاہتے ہیں۔

پھر آدھے گھنٹے بعد دُشمن خیال خوانی کرنے والوں نے اپنی اپنی ٹیم کے اہم افراد کو اطلاع دی کہ ہارورے اُس طیارے کو لے جا رہا ہے۔ ٹیم کے افراد دوڑتے ہوئے مقامی فوج کے ہیڈکوارٹر میں آئے تھے اور فرانس کے اُس افسر کو الزام دے رہے تھے جسے ابھی میں نے سزا دی تھی۔ وہ کہہ رہے تھے کہ اس افسر نے یہاں کے فوجیوں کو سبز باغ دکھا کر طیارے کو اپنے ملک روانہ کر دیا ہے۔

وہ افسر کہہ رہا تھا "میں کچھ نہیں جانتا، تم سب نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ ہارورے واٹسن ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجھے ننگا کر چکا تھا، مجھے تماشا بنا رہا تھا۔ آپ لوگ یقین کریں اُس نے ہمیں بھی دھوکا دیا ہے۔ طیارہ کسی دوسرے ملک کی طرف لے جا رہا ہے۔"

وہ افسر اپنی صفائی پیش کر رہا تھا۔ بہر حال مجھے یہ پتا چل گیا کہ دُشمنوں کے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے مجھ پر نظر رکھے ہوئے تھے۔ ایک تو ظاہر ہو گیا تھا، وہ جونی کے اندر چھپا رہا تھا، دوسرا جوزا یا اُس کے ساتھی کے دماغ میں ہو گا۔ سپر ماسٹر کے خیال خوانی کرنے والے نے اپنی ٹیم کو بتایا تھا کہ ان کے ایک آدمی سے ہارورے کی فائٹ ہو رہی ہے۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ مجھ سے لڑنے والا جوزا کا ساتھی سپر ماسٹر کا آدمی تھا۔ میں نے اُسے زندہ چھوڑ کر غلطی کی تھی۔

ویسے غلطی اب بھی کر رہا تھا۔ جونی کے اندر بیٹھے ہوئے دُشمن کو اپنے ساتھ طیارے میں لے جا رہا تھا۔ میں کیا کرتا، جوزا اور آرمر کی طرح اس لڑکے کو طیارے کے باہر پھینک کر نہیں آسکتا تھا۔ سات بج کر چالیس منٹ ہوئے تھے۔ ہم آٹھ بجے تک پیرس کے فوجی اڈے میں اُترنے والے تھے۔ اس کے ٹھیک دو گھنٹے بعد یعنی دن کے دس بجے جونی بے اختیار تبدیل ہو کر لڑکی بننے والا تھا۔ ایسے وقت اُس کے لیے گھر کی چار دیواری میں رہنا ضروری ہوتا تھا۔

وہ سامنے والی سیٹ سے اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ میرے پاس آیا۔ اُس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ میں نے پوچھا "کیا ہوا؟"

وہ میرے سامنے گھٹنے ٹیک کر فرش پر دو زانو ہو گیا۔ میرے گھٹنے پر سر رکھ کر بولا "پتا نہیں مجھے کیا ہونے لگتا ہے۔ ابھی ایسی خواہش ہو رہی ہے جو پہلے کبھی میرے تصور میں بھی نہ تھی۔"

میں نے جھک کر اُس کے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں لے کر پوچھا "اپنی خواہش بتاؤ۔"

وہ اچانک فرش پر سے اُٹھا پھر میرے بے حد نزدیک آگیا۔ ایک گہری سانس لے کر بولا "یہی جی چاہتا تھا کہ ہر وقت تمھارے ساتھ رہوں، ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ پہلے کوئی ایسی ویسی بات دماغ میں آتی تو مجھے غصہ آتا تھا۔ میں فخر سے خود کو مرد بچہ کہتا تھا۔ میں کیا بتاؤں؟ ایسا لگتا ہے میرے اندر کوئی بڑی بات ہو گئی ہے، کوئی زلزلہ آیا ہے۔ میری زمین کہیں سے پھٹ گئی ہے، تڑخ گئی ہے اور مجھے پتا نہیں چل رہا ہے۔"

میں نے اُسے پیار سے تھپکتے ہوئے اپنے ساتھ والی سیٹ پر بٹھایا پھر کہا "تمھارے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے اُسے سمجھنا بہت آسان ہے مگر دُشمنوں نے تمھیں برین واشنگ کے ذریعے تجربہ بنا دیا ہے۔ اس سے پہلے کہ تم اپنے متعلق تحقیق

itsurdu.blogspot.com
itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کرو، اپنی ذات میں خود کو تلاش کرو، تمھارے تبدیل ہونے کا وقت آجاتا ہے۔ تم ایک حیثیت سے مر جاتے ہو اور دوسری حیثیت سے جو زندگی پاتے ہو، اس زندگی کو اگلے بارہ گھنٹے بعد بھول جاتے ہو تمھارا مسئلہ بہت عجیب اور بہت پیچیدہ ہے اگر وہ خیال خوانی کرنے والا تمھارے دماغ کو بھٹکانا چھوڑ دے تو پیچیدگی کم ہو جائے گی۔ میں انسانیت کے نام پر اس خیال خوانی کرنے والے سے التجا کرتا ہوں کہ وہ جونی کا پیچھا چھوڑ دے۔"

میں، جونی کی تسلی کے لیے التجا کر رہا تھا جبکہ دشمنوں سے ہمدردی اور دوستی کی توقع عبث ہوتی ہے۔ یہ دشمن کی بہت بڑی کامیابی تھی کہ جونی کو عجیب انداز میں میرے سامنے پیش کر کے اُسے میری کمزوری بنا دیا تھا۔ وہ جانتے تھے کہ اب میں اسے تنہا بھٹکنے کے لیے نہیں چھوڑوں گا، ہمیشہ ساتھ رکھوں گا تو انھیں میری مصروفیات کا علم ہوتا رہے گا۔ پہلے وہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ یہ فرہاد کا ہم شکل کون ہے؛ میں گمشدہ طیارے کو تلاش کر کے پیرس پہنچانے کا جو کارنامہ انجام دے رہا تھا اُس سے میری اہمیت بڑھ گئی تھی۔ سپر ماسٹر، ماسک مین اور دوسرے تمام دشمن اچھی طرح سمجھ گئے تھے کہ اُس طیارے میں ضرور کوئی خاص بات ہے جسے ہارورے گہرے راز میں رکھتے ہوئے پیرس لے گیا ہے۔

ہم پیرس پہنچ گئے۔ فوج کے اعلیٰ افسران نے بڑی گرم جوشی سے میرا استقبال کیا۔ میں نے کہا "یہ جونی میرا بہترین دوست ہے لیکن اس کے اندر ایک دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا چھپا ہوا ہے پہلے اسے لے جا کر ایک کمرے میں بند کر دیں، اسے باہر نکلنے نہ دیں لیکن دوستانہ رویہ اختیار کریں۔"

دو فوجی جوان اُسے لے گئے۔ میں نے ایک افسر سے کہا "میں ابھی اہم معاملات پر گفتگو کروں گا اس سے پہلے اس پائلٹ حسینہ کو حراست میں لیا جائے اور سخت پہرے میں رکھا جائے۔"

اُس حسینہ کو حراست میں لے لیا گیا، وہ بولی "مسٹر ہارورے! میں تم سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

میں نے کہا "تمھیں پتا نہیں ہے میں تمام ضروری باتیں تمھارے دماغ سے معلوم کر چکا ہوں، ویسے وعدہ کرتا ہوں تمھیں جلد رہائی مل جائے گی۔ تم جہاں جانا چاہو گی، جا سکو گی۔"

فوجی جوان اُسے بھی لے گئے۔ میں نے افسر سے کہا "ایک آخری بات اور ہے۔"

میں نے ایک کاغذ پر جونی کے لباس کا ناپ، اس کے سینڈل کا سائز، دو چار وِگیں اور دوسری زنانہ ضروریات کے سامان کی ایک فہرست لکھی پھر اسے دیتے ہوئے کہا "یہ سامان ایک گھنٹے کے اندر میرے کاٹیج میں پہنچا دیں۔"

اس کے بعد میں دو اعلیٰ افسروں کے ساتھ ایک دفتری کمرے میں آیا۔ انھیں خفیہ اڈے کے متعلق تفصیلات بتاتے ہوئے کہا "میں وہاں سے کئی مائیکرو فلمیں اور اہم فائلیں ساتھ لایا ہوں۔ فائلیں طیارے کے اندر ہیں اور مائیکرو فلمیں میری جیکٹ کی اندرونی جیبوں میں ہیں۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "آپ وہ فلمیں دکھائیں۔"

"میں ابھی دکھاتا ہوں، پہلے تجربے کار اور قابلِ اعتماد انجینئرز کو کال کریں۔ انھیں اس طیارے کے مختلف حصوں کو کھولنے کا حکم دیں۔ اس کے اندر اور بہت سے ممالک کے اہم راز چھپے ہوئے ہیں۔"

وہ افسران حرکت میں آگئے۔ وائرلیس کے ذریعے کوڈ ورڈز میں باتیں کرنے لگے۔ طیارے کی اہمیت معلوم ہوتے ہی اس کی حفاظت کے لیے اور سخت انتظامات کر دیے۔ وزارتِ خارجہ کے سیکریٹری سے رابطہ کیا تو اس نے بتایا امریکا، روس، مشرقی جرمنی، پولینڈ، کوریا اور جاپان سے سفارتی سطح پر مسلسل کالیں آرہی ہیں۔ ہر ملک کے دفترِ خارجہ سے کہا جا رہا ہے کہ اس ملک کے ساتھ دھوکا ہوا ہے، وہاں کے اہم راز چرائے گئے ہیں اور نامعلوم ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ان ممالک کو بتایا ہے کہ وہ تمام راز ایک طیارے کے ذریعے فرانس پہنچائے گئے ہیں۔

حکومتِ فرانس کے لیے اگرچہ مشکلات پیدا ہو گئی تھیں مگر اہمیت بہت بڑھ گئی تھی۔ سپر طاقتیں بھی نرم لہجے میں درخواست کر رہی تھیں کہ ان کا کوئی راز کسی دشمن ملک تک نہ پہنچے۔ وہ بڑی سے بڑی قیمت دے کر اپنے ملک کی مائیکرو فلمیں حاصل کرنا چاہتے تھے۔

فی الحال فرانس کی وزارتِ خارجہ اس حقیقت سے انکار کر رہی تھی کہ ان کے ملک میں دوسرے ممالک کے اہم راز کسی طیارے کے ذریعے پہنچے ہیں۔ ان معاملات میں ایک گھنٹا گزر گیا۔ نو بج چکے تھے۔ دس بجنے میں ایک گھنٹا باقی رہ گیا تھا۔ اعلیٰ افسر نے کہا "مسٹر ہارورے! وہ مائیکرو فلمیں کہاں ہیں؟"

میں نے جیکٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈال کر وہ فلمیں نکالیں۔ میں نے خفیہ اڈے سے گِن کر پچیس فلمیں جیبوں میں رکھی تھیں۔ اب انھیں نکالا تو وہ اکیس تھیں یعنی چار غائب ہو گئی تھیں۔ میں نے جیکٹ کی تمام جیبوں کو ٹٹولا۔ ایک افسر نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

میں نے کہا "چار مائیکرو فلمیں کم ہیں۔ مجھے یاد ہے میں لے پچیس فلمیں گِن کر اپنے پاس رکھی تھیں۔ جسٹ اے منٹ! مجھے سوچنے دیں۔"

سوچنے پر ایک ہی بات سمجھ میں آئی۔ جونی طیارے میں میرے پاس آیا تھا اور میرے گلے لگ گیا تھا۔ ادھر میں اُس کی قربت سے سرشار ہو رہا تھا۔ اِدھر دشمن نے اس کے ذریعے چار فلمیں نکال لی تھیں۔ یہ بات سمجھ میں آتے ہی میں جونی کے دماغ میں پہنچا، وہ اب فوجیوں کی حراست میں نہیں تھا۔ ایک کار میں کہیں جا رہا تھا اور اس کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی تھی کہ اس کے ذریعے میں اس کی کار کی نشاندہی نہ کر سکوں۔ میں نے کہا "آفیسر! تمھارے فوجی جوانوں نے جونی کو چھوڑ دیا ہے، وہ ایک کار میں کہیں جا رہا ہے، اس کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی ہے۔"

میں اُن افسران کے ساتھ تیزی سے چلتا ہوا وہاں پہنچا جہاں جونی کو ایک کمرے میں رکھا گیا تھا۔ ایک افسر نے پوچھا "جونی کہاں ہے؟"

جونیئر افسر نے جواب دیا "سر! ائیر فورس کے کمانڈر صاحب آئے تھے، وہ یہ کہہ کر جونی کو لے گئے کہ اعلیٰ افسران کے سامنے اس لڑکے کو طلب کیا گیا ہے۔"

اتنے بڑے افسر کے حکم کی تعمیل کرنا ان کا فرض تھا انھوں نے جونی کو اس افسر کے حوالے کر دیا تھا۔ میرے ساتھ آنے والے تمام افسران نے اپنے طور پر ٹرانسمیٹر پر رابطہ قائم کیا۔ یہ احکامات جاری کیے کہ کمانڈر جہاں بھی نظر آئے اُسے گرفتار کر لیا جائے۔

میں نے کہا "ویسے کمانڈر بے قصور ہے۔ جونی کے اندر چھپے ہوئے شخص نے اُس افسر کے دماغ پر قبضہ جما کر جونی کو اغوا کرایا ہے، مجھے اجازت دیں، میں جونی کو خود تلاش کروں گا۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "مسٹر وُولف! اگرچہ تم نے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے تاہم اس لڑکے کو ساتھ لا کر دشمن کو ہمارے دماغوں میں پہنچنے کا موقع بھی دیا ہے۔ میں اور میرے چند ساتھی افسر یوگا کے ماہر ہیں، میں کوشش کروں گا کہ ہمارے سوا کوئی طیارے کے قریب نہ جائے۔ بہرحال ہم تمھاری غلطی کی شکایت تم سے نہیں، مادام سونیا سے کریں گے۔ تم جا سکتے ہو۔"

میں نادم تھا۔ دشمن نے جونی کو میرے قریب رکھ کر چھوٹا سا فائدہ اُٹھا لیا تھا۔ آئندہ مجھے بہت زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت تھی۔ میرے لیے ایک کار بھیجی گئی تھی۔ میں اسٹیئرنگ پر بیٹھ گیا۔ گھڑی دیکھی، دس بجنے میں آدھا گھنٹا رہ گیا تھا۔ میں جونی کے دماغ میں پہنچا، پتا چلا وہ غفلت میں ہے گہری نیند سو رہا ہے۔ میں نے اُس کے خوابیدہ دماغ کو پڑھا پھر کار اسٹارٹ کی تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا اپنے کاٹیج میں پہنچا۔ جونی ایک بستر پر آرام سے سو رہا تھا۔

میں نے اُسے پیار سے دیکھا، وہ میرا دشمن نہیں تھا مگر دشمنی کا ذریعہ بن گیا تھا۔ فی الحال اُس کے اندر چھپے ہوئے دشمن کو بھگانے کا موقع ہاتھ نہیں آ رہا تھا۔ جونی کو اپنے پاس سے بھگانے میں چند سیکنڈ بھی نہ لگتے لیکن وہ میری ناکامی ہوتی اور اس پر ظلم ہوتا۔ کمال تو یہ ہوتا کہ دشمن میدان چھوڑ کر بھاگ جاتا۔

دس بجنے میں اب صرف دو منٹ رہ گئے تھے۔ میں نے اس کی ضرورت کا تمام زنانہ سامان اُس کے بستر کے پاس رکھا۔ پھر دوسرے کمرے میں آکر بیٹھ گیا۔ خیال خوانی کرنے والے دشمن نے جس فوجی افسر کے دماغ پر قبضہ کر کے جونی کو اغوا کیا تھا اُس افسر کو میرے اس کاٹیج کا پتا تھا۔ دشمن ہزار دشمنی کے باوجود یہ چاہتا تھا کہ جونی کو دس بجنے سے پہلے کسی گھر کی چار دیواری ملے۔ اُس نے افسر کے ذریعے اُسے میرے کاٹیج میں پہنچا دیا تھا لیکن اس سے پہلے راستے ہی میں وہ چار مائیکرو فلمیں حاصل کر لی تھیں۔

اُن فلموں کو حاصل کرنے کے لیے ماسک مین کا کوئی خاص آدمی کسی خاص جگہ منتظر ہو گا۔ افسر نے اُس جگہ گاڑی روکی ہو گی، انتظار کرنے والے نے جونی کی جیب سے مائیکرو فلمیں نکالی ہوں گی۔ اس کے بعد افسر نے گاڑی آگے بڑھا کر جونی کو کاٹیج میں پہنچایا ہو گا۔ اُس ٹیلی پیتھی جاننے والے نے اسی طریقۂ کار پر عمل کیا ہو گا۔

مجھے دوسرے کمرے میں آہٹ سنائی دی۔ میں نے جونی کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ نیند سے بیدار ہو گیا تھا۔ بستر سے اُٹھ کر سوچ رہا تھا "میں کہاں ہوں، یہ کون سی جگہ ہے؟"

وہ خیال خوانی کرنے والا اُس کی سوچ میں کہہ رہا تھا "ابھی مجھے سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔ فی الحال آئینے کے سامنے جانا چاہیے۔"

وہ آئینے کے سامنے آیا پھر خود کو دیکھ کر چونک گیا بلکہ چونک گئی۔ دس بج چکے تھے، وہ اپنے سر کو چھو کر کہہ رہی تھی "یہ میرے سر کے بال لڑکوں جیسے کیوں رہتے ہیں، لڑکیوں جیسے بڑھتے کیوں نہیں؟ اور یہ میں نے لڑکے جیسا لباس کیوں پہنا ہوا ہے!"

وہ لباس کو اُتار کر پھینکنے لگی۔ آئینے میں اپنے حسین وجود کو دیکھ کر خوش ہونے لگی۔ خوش ہوتے ہوتے اچانک سنجیدہ ہو گئی۔ اُسے کسی نامعلوم سی تبدیلی کا احساس ہوا۔ اُس کے اندر سے جذبوں نے کچھ کہا، جو سمجھ میں نہیں آیا۔ وہ سوچتی ہوئی وہاں کے سامان کو دیکھنے لگی۔ ایک پیکٹ سے اسکرٹ اور بلاؤز نکال کر پہننے لگی۔ وہ آہستہ آہستہ اپنے پہناوے اور سنگھار سے مکمل لڑکی بنتی جا رہی تھی۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اس دوران وہ اُلجھی ہوئی سی رہی مگر اُلجھن سمجھ میں نہیں آئی۔ اس کے دماغ میں اب معلوماتی سوچیں اُبھر رہی تھیں "میں سوئٹزر لینڈ سے واپس آگئی ہُوں، ابھی پیرس میں ہُوں... یہ ہارڈے واٹسن کا کاٹیج ہے، فرہاد علی تیمور کے دو ہم شکل ہیں۔ دوسرے ہم شکل کا نام براٹن ڈولف ہے۔"

وہ اُسے یاد دلا رہا تھا کہ گزشتہ روز جب وہ پیرس سے سوئٹزر لینڈ جا رہی تھی تو طیارے کی سیڑھی کے پاس براٹن ڈولف سے سامنے ہُوا تھا پھر سوئٹزر لینڈ کے ایک کاٹیج میں براٹن ڈولف اس کے ساتھ والے کمرے کا کرایہ دار تھا۔ اس کے بعد وہ رات دس بجے جینا کی حیثیت سے مر گئی تھی اور اب دن کے دس بجے ہارڈے واٹسن کے کاٹیج میں پھر زندہ ہوئی ہے۔ اُسے کمرے سے نکل کر دیکھنا چاہیے کہ کاٹیج میں ابھی وہ تنہا ہے یا کوئی یہاں موجود ہے۔

وہ مکمل حسین لڑکی کے روپ میں خود کو آدم قد آئینے کے سامنے دیکھ رہی تھی۔ اپنے حسن و شباب کو دیکھ کر انگڑائی لے رہی تھی پھر انگڑائی لیتے لیتے رُک گئی۔ سوچنے لگی: "پہلے انگڑائی کے لیے بدن ایسا نہیں ٹوٹتا تھا، یہ جوڑ جوڑ میں میٹھا میٹھا سا درد کیوں ہو رہا ہے؟ کیا میں کسی سے فائٹ کرتی رہی ہُوں؟ کیا کسی نے میری اتنی پٹائی کی ہے کہ روئی کی طرح دُھنک کر رکھ دیا ہے؟"

اس کے دماغ میں سوچ اُبھری "مجھے فضول باتیں نہیں سوچنا چاہیے۔ کمرے سے نکل کر کاٹیج کا جائزہ لینا چاہیے۔"

وہ آئینے کے پاس سے گھوم کر ایک ادائے ناز سے چلتی ہوئی کمرے سے باہر آئی۔ مجھے دیکھ کر ٹھٹک گئی پھر بولی "تم؟ تم براٹن ڈولف ہو؟"

میں آتش دان کے پاس بیٹھا ہُوا تھا۔ ایزی چیئر سے اُٹھ کر بولا "خدا کا شکر ہے، تم مجھے براٹن ڈولف کہہ رہی ہو، ورنہ دُنیا والے جس طرح تمھیں جونی سمجھتے ہیں، اسی طرح مجھے ہارڈے واٹسن کہتے ہیں۔"

جینا کے دماغ میں سمجھایا گیا تھا کہ میں ہارڈے واٹسن ہُوں، یہ بات اُسے یاد آگئی، وہ بولی "تم ہارڈے ہو۔"

میں نے ناگواری سے کہا "تو پھر میں تمھیں جینا نہیں جونی، لڑکی نہیں لڑکا کہوں گا۔"

وہ پاؤں پٹخ کر بولی "میں لڑکا نہیں لڑکی ہُوں جینا ہُوں۔"

"میں نے بھی پاؤں پٹخ کر کہا "میں ہارڈے نہیں، ڈولف ہُوں۔ پچھلی رات ہم ایک ہی کاٹیج کے دو کمروں میں تھے آج بھی ایک کاٹیج میں ہیں۔ تم مجھے کل سے اچھی طرح دیکھ اور سمجھ رہی ہو۔ پھر بھی ہارڈے کہو گی تو میں جینا کے وجود کو تسلیم نہیں کروں گا۔"

وہ قائل ہو کر بولی "ہاں میں تمھیں کل سے دیکھ رہی ہوں، تم ڈولف ہو مگر ہم دونوں کے ساتھ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ باہر کچھ لوگ ہمیں کچھ اور سمجھتے ہیں۔"

"جینا! میرے اندر کوئی بولتا ہے کہ میں پہلے کہاں تھا، کہاں پہنچ گیا ہُوں اور میرے ساتھ کاٹیج میں جو لڑکی ہے اس کا نام جینا ہے۔"

وہ جلدی سے بولی "میرے اندر بھی کوئی اسی طرح بولتا ہے۔ ابھی بول رہا تھا کہ میں پیرس کے ایک کاٹیج میں ہُوں اور میرے ساتھ اس کاٹیج میں ہارڈے واٹسن ہے، تم ڈولف ہو۔"

"تم بہت اچھی ہو، مجھے ڈولف سمجھ رہی ہو۔ میں تمھیں ہر کہتا رہوں گا، جینا بہت ہی پیارا نام ہے۔ یہ نام خوبصورت نام تمھارے ہی حسن پر سجتا ہے۔ جی چاہتا ہے تمھیں دیکھتا ہی رہوں، دیکھتا ہی رہوں لیکن..."

وہ اپنی تعریفیں سُن کر خوش ہو رہی تھی۔ اُس نے پوچھا "لیکن کیا؟"

میں نے مایوس ہو کر کہا "میں ہمیشہ تمھیں دیکھ نہیں سکوں گا کیونکہ میں رات کے دس بجے مر جایا کرتا ہُوں۔"

وہ چونک کر بولی "ارے تم بالکل میری طرح ہو۔ میں بھی رات کے دس بجے مر جایا کرتی ہُوں۔"

"کیا میری طرح دوسری صبح دس بجے زندہ ہو جاتی ہو؟"

"ہاں، مرنے کے بعد روز صبح دس بجے زندہ ہو جاتی ہوں۔"

"پھر تو ہم دونوں ڈریکولا کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔"

"ایسی باتیں نہ کرو، مجھے ڈر لگتا ہے۔"

"پھر تم ہی بتاؤ کیا ہم دونوں زندہ کہلانے کے لائق ہیں؟ ہم مُردہ ہیں، ہمارے بچے پیدا ہوں گے تو وہ بھی آدھے زندہ اور آدھے مُردہ رہا کریں گے۔ ہمارا خاندان مُردوں کا خاندان کہلائے گا۔ آہ! ہم کتنے بدنصیب ہیں۔"

میں دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا کر رونے کی ایکٹنگ کرنے لگا۔ وہ جلدی سے میرے پاس آئی، میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولی "حوصلہ کرو، تمھیں اس طرح نہیں رونا چاہیے۔ نہیں تو میں بھی رونے لگوں گی۔"

"میں اپنے لیے نہیں اپنے ہونے والے بچوں کے لیے رو رہا ہُوں۔"

"صبر کرو، خدا نے چاہا تو ہمارے بچے..."

وہ کہتے کہتے چونک گئی پھر بولی "اے! اپنے بچے کہاں سے آگئے، وہ بھی ہمارے بچے، یعنی میرے بچے تم سے اور تمھارے بچے مجھ سے ہوں گے، کبھی نہیں، ہرگز نہیں۔ تم نے کیسے سوچ لیا کہ..."

وہ بولتی جا رہی تھی۔ میں نے اُس کے اندر خواہش بیدار کی۔ وہ طیارے میں جونی کی حیثیت سے گلے لگنے کے لیے بیتاب ہوئی تھی اور ایک طرف کی جیب کو صاف کر دیا تھا پھر اُسی خواہش نے انگڑائی لی تو اُس نے میری گردن میں بانہیں ڈال دیں میرے سینے پر اپنا دھڑکتا ہُوا دل رکھ دیا۔ میں نے اُسے یہ سوچنے پر مائل کیا کہ وہ اپنے اندر ایک نامعلوم سی تبدیلی کیوں محسوس کر رہی ہے؟ اور کیا اس سے پہلے بھی ایسی قربت کبھی رہی ہے؟

وہ گلے لگ کر دُور ہونا چاہتی تھی مگر ایک انجانے رشتے نے اسے روک لیا۔ وہ دھڑکتے ہوئے دل سے سوچ رہی تھی "یہ چٹان جیسا مرد میرا جانا پہچانا ہے مگر یاد کیوں نہیں آتا کہ کس عالم میں وہ جان پہچان ہوئی؟ شاید اس عالم میں جب میں بارہ گھنٹے کے لیے گم ہو جاتی ہُوں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ میری گمشدہ زندگی کا ساتھی ہے۔"

اُس کی گرم گرم سانسیں میری گردن سے رینگتی ہوئی چہرے پر آئیں، وہ ہولے ہولے بڑبڑا رہی تھی "تم اجنبی ہو اور شناسا بھی، مجھے بتاؤ ہم کہاں ملتے ہیں اور کب کھو جاتے ہیں؟"

میں نے کہا "ہم رات کے دس بجے کے بعد ملتے ہیں اور صبح دس بجے کھو جاتے ہیں، اُس گمشدہ زندگی میں تم اپنا تن من میرے حوالے کر چکی ہو۔ ہم اس زندگی میں ساری دُنیا کو بھول جاتے ہیں، یہ دُنیا ہمارے آس پاس ہوتی ہے مگر ہمیں نظر نہیں آتی۔ ہم قسمیں کھا کر ایک دوسرے سے وعدہ کرتے ہیں کہ صبح دس بجے کے بعد ایک دوسرے کو نہیں بھولیں گے مگر دیکھو تم بھول گئی ہو، مجھے اپنا وعدہ اپنی قسم یاد ہے۔"

"میں تمھیں چھو کر تمھارے بازوؤں میں چھپ کر یقین کر رہی ہُوں کہ یہ شخص مکمل طور پر میرا رہ چکا ہے۔ میری یادداشت نہ ہونے کے برابر ہے، میرا دماغ میرا ساتھ نہیں دے رہا ہے۔ کوئی بات نہیں، ان لمحات میں عورت شاید اپنے مرد کو دماغ سے نہیں، جسم کے رشتے سے پہچانتی ہے۔"

وہ چُپ ہو گئی۔ پورا ماحول چُپ ہو گیا، وہ پھر گم ہونے لگی۔ میں اُسے تلاش کرنے لگا، اُسے بتانے لگا کہ وہ جینا ہے، اُسے جینا ہی رہنا چاہیے اور میرے جینے کا سامان کرتے رہنا چاہیے۔ وہ بہت اچھی تھی۔ ذرا ذرا سی بات پر قربان ہو رہی تھی، میرے حواس پر چھا رہی تھی اور یہی غلط ہو رہا تھا کہ وہ میرے ہوش اُڑا رہی تھی۔

میں نے ایک طویل عمر گزاری ہے، گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا ہے۔ بڑے تلخ تجربات حاصل کیے ہیں۔ ان تجربات کے پیش نظر مجھے ہوشربا لمحات میں مدہوش یا سحرزدہ نہیں ہونا چاہیے۔ پتا نہیں وہ کیسا سحر پھونک رہی تھی۔ جذبات کی ہر پھونک میں مجھے سوکھے پتے کی طرح اُڑا رہی تھی اور تب... تب ہی میرے حلق سے چیخ نکل گئی، آخر دُشمن وار کر ہی گیا۔

جینا نے میرے بازو پر ناخن سے خراشیں ڈال دی تھیں۔ اس کے لانبے ناخن میرے بازو کے گوشت میں کھب کر لکیریں بناتے گئے تھے۔ یہ کوئی جان لیوا حملہ نہیں تھا۔ میرے جسم میں تو بندوق کی گولیاں پیوست ہوتی یا آر پار ہوتی رہی ہیں۔ ہزاروں بار موت سے پنجے لڑاتے ہیں لیکن ان خراشوں نے میرے اندر آگ بھر دی تھی جیسے انتہائی زہریلے سانپوں نے ڈس لیا ہو۔

بات کچھ ایسی ہی تھی۔ جینا کے ناخنوں میں زہریلا رقیق مادہ لگا ہُوا تھا جو میرے گوشت اور خون میں پہنچ گیا تھا اگرچہ منجالی کی زہریلی محبت نے دوسرے تمام زہر کو پانی کر دیا تھا۔ تاہم تھوڑی دیر کی تکلیف ضرور ہوتی تھی، وہ تکلیف بھی عارضی تھی۔ تھوڑی دیر میں وہ زہر بے اثر ہونے والا تھا لیکن دُشمن کو تھوڑا سا ہی موقع چاہیے تھا۔ اُس نے میرے دماغ میں زلزلہ پیدا کر دیا تھا۔ میں فرش پر اِدھر سے اُدھر تڑپنے لگا۔

آج تک کسی نے میرے اندر پہنچ کر ایسے ظالمانہ حملے نہیں کیے تھے جیسے کہ وہ کر رہا تھا۔ میرا دماغ پہلے ہی جھٹکے میں کمزور ہو گیا تھا۔ میں سانس نہیں روک سکتا تھا، وہ مجھے کمزور بناتے ہی میرے دماغ پر قبضہ جما چکا تھا۔ جینا میری حالت دیکھ کر رو رہی تھی۔ بار بار پوچھ رہی تھی "ڈولف! تمھیں کیا ہو گیا ہے، تم اس طرح کیوں چیخ رہے ہو، فرش پر کیوں تڑپ رہے ہو؟"

دُشمن نے مجھے فرش پر سے اُٹھا کر ایک طرف دوڑایا۔ میں دوڑنا نہیں چاہتا تھا مگر اپنے اختیار میں نہیں تھا۔ میرے جسم اور میرے دماغ پر سے میرے تمام اختیارات ختم ہو چکے تھے۔ اب مجھ پر دُشمن کی حکمرانی تھی۔ اُس نے مجھے دوڑاتے ہوئے لا کر دیوار سے ٹکرایا۔ میں ٹکراتے ہی اُچھل کر پیچھے فرش پر گر پڑا۔ ابھی دماغی تکلیف کم نہیں ہوئی تھی کہ وہ جسمانی تکلیف پہنچا رہا تھا۔

پھر کسی نے میرے اندر بھرّائی ہوئی آواز میں کہا "جینا کے ناخنوں کا زہر کمزور افراد کو مار ڈالتا ہے۔ مضبوط اعصاب رکھنے والوں کو بے ہوش رکھتا ہے۔ میں تمھارے اندر رہ کر دیکھ رہا ہُوں، تم پر زہر کا خاطر خواہ اثر نہیں ہو رہا ہے، بتاؤ کیوں؟"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

میں نے تکلیف سے کراہتے ہوئے کہا "میں اسنیک چارمر ہوں، زہریلے سانپوں کو پکڑنا اور ان کا زہر نکالنا ہمارا خاندانی پیشہ ہے، معمولی زہر مجھ پر اثر نہیں کرتا۔"

میں شدید تکلیف کے باوجود اس حد تک سنبھل رہا تھا کہ اسے چور خیالات پڑھنے کا موقع نہیں دے رہا تھا۔ اس نے پوچھا "تمھارا اصلی نام کیا ہے؟"

"میرا اصلی نام یہی ہے براؤن ڈولف۔"

"کیا یہ تمھارا پیدائشی چہرہ ہے؟"

میں جواب دینا چاہتا تھا، وہ سخت لہجے میں بولا "میں تمھاری زبان سے سچ معلوم کرنے کے لیے سوالات کر رہا ہوں۔ ابھی تھوڑی دیر بعد تم پر تنویمی عمل کرکے اپنا معمول بنا دوں گا تو تم مجھ سے کچھ نہیں چھپا پاؤ گے۔ سچ سچ بتاؤ تم فرہاد کے ہم شکل کیوں ہو؟"

"میں نے پلاسٹک سرجری کرائی ہے، سونیا کی محبت میں گرفتار ہو کر فرہاد کی جگہ لینے کے لیے یہ چہرہ بنوایا ہے۔"

"تم سچ مچ فرہاد کی طرح ایکشن میں رہتے ہو، یہ ٹیلی پیتھی کہاں سے سیکھی؟"

"میں نے باباصاحب کے ادارے میں تربیت پائی ہے۔ جب فرہاد زندہ تھا تب اس نے ٹرانسفارمر مشین کا پورا نقشہ باباصاحب کے ادارے میں پہنچا دیا تھا۔ میں اس ادارے کے تمام رازوں سے واقف نہیں ہوں مگر اتنا جانتا ہوں کہ ایسی ہی ایک مشین سے گزرنے کے بعد خیال خوانی کرنے لگا ہوں۔"

"فرہاد کے دوسرے ہم شکل ہاروے والسن کی حقیقت کیا ہے؟"

"مجھے کل ہی اس کے متعلق معلوم ہوا تھا۔ میں نے سونیا سے اس کے متعلق پوچھا تھا تو وہ سختی سے بولی کہ میں ٹوہ میں نہ رہوں، اپنے کام پر توجہ دوں۔ سونیا نے اسے پچھلی رات براؤن ڈولف بنا کر جونی کے کاٹیج میں بھیجا تھا اور میں ہاروے والسن کا نام... اختیار کرکے اب تک اپنے فرائض انجام دیتا رہا ہوں۔"

"اس طیارے کو یہاں کیوں لائے ہو؟"

"اس طیارے کے مختلف حصوں میں بڑے ممالک کے اہم راز، مائیکروفلم کی صورت میں چھپا کر رکھے گئے ہیں۔ سوئٹزرلینڈ میں اسے کھولنے کا نہ تو وقت تھا اور نہ ہی انجینئرز تھے، اس لیے طیارے کو یہاں لانا پڑا۔"

"یہ بتاؤ، تمھیں کمزور اور محکوم بنائے رکھنے کے لیے کیا کروں؟"

میں نے ایک سرد آہ بھر کر کہا "باباصاحب کے ادارے کے بزرگوں نے اور سونیا نے بارہا سمجھایا تھا کہ فرہاد بن سکو تو بن جانا مگر اس کی طرح حسن پرست نہ بننا۔ میں نے یہی کوشش کی تھی لیکن تم نے جینا کو عجیب انداز میں پیش کرکے مجھے چکر میں ڈال دیا۔ میں نے جینا کو ساتھ رکھ کر بہت بڑی غلطی کی۔ حالانکہ وہ بے چاری میری دشمن نہیں ہے اور میں یہ سوچ کر مطمئن ہوں کہ میں نے حسن پرستی میں نہیں انسانی ہمدردی میں دھوکا کھایا ہے۔ بہرحال مجھے سزا تو ملے گی تم مجھے محکوم بنا کر رہو گے۔"

"ابھی جینا اپنے پرس میں سے ایک انجیکشن نکالے گی۔ اسے تمھارے بازو میں انجیکٹ کرے گی تم وہ انجیکشن لگوانے سے انکار کرو گے تو میں تمھارے دماغ میں زلزلے پیدا کر دوں گا۔"

شاید وہ میرے دماغ سے نکل گیا تھا کیونکہ جینا اس کی معمولہ بن گئی تھی۔ ایک طرف رکھے ہوئے پرس کے پاس جا کر اس میں سے انجیکشن کی سرنج وغیرہ نکال رہی تھی۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے سونیا تک پہنچنے کی کوشش کی لیکن دشمن نے دماغ میں ایسے زلزلے پیدا کیے تھے کہ خیال خوانی کی توانائی نہیں رہی تھی۔ رابطہ قائم کرنے کے لیے ایک ٹیلی فون رہ گیا تھا وہ مجھ سے تھوڑے فاصلے پر تھا۔ میں فرش پر کھسکتا ہوا وہاں پہنچ گیا۔ ریسیور اٹھا کر جلدی جلدی فون... کے بٹن دبانے لگا۔ کن انکھیوں سے دیکھتا بھی جا رہا تھا۔ جینا انجیکشن تیار کرنے میں مصروف تھی۔ اس کے دماغ میں وہ دشمن بھی مصروف ہو گا۔

رابطہ قائم ہو گیا۔ سونیا کی آواز سنائی دی۔ میں چند لفظوں میں کہنا چاہتا تھا کہ میں خطرے میں ہوں، اس کے بعد کچھ کہنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ وہ آندھی طوفان کی طرح ایکشن میں آجاتی لیکن میں نے اس کی آواز سنتے ہی کہا "ہیلو سونیا کیسی ہو؟"

وہ غصے سے بولی "میں خیریت سے ہوں اور خیریت سے رہوں گی مگر تم جلد ہی حرام موت مرو گے۔ ابھی مجھے رپورٹ ملی ہے کہ تم نے کسی لڑکی کو اپنے ساتھ لگا رکھا ہے۔ اسی کی وجہ سے چار مائیکروفلموں کا نقصان ہوا۔ میں اس خبر کی منتظر ہوں کہ وہ تمھیں جہنم میں پہنچا چکی ہے۔ اپنی عمر دیکھو اور اپنی حسن پرستی پر شرم کرو۔"

میں پھر اسے خطرے سے آگاہ کرنا چاہتا تھا، تب پتا چلا میں آزاد نہیں ہوں، وہ میرے اندر خاموشی سے موجود تھا۔ مجھے اپنی مرضی کے مطابق بولنے کا موقع نہیں دے رہا تھا۔ میں نے اس کی مرضی کے مطابق کہا "تم غصہ بعد میں دکھانا۔ پچھلی رات کا تھکا ہوا ہوں، شام تک نیند پوری کر دوں گا۔ میرے ساتھ آنے والی جس لڑکی پر تمھیں غصہ آرہا ہے اس کا نام جینا ہے۔ میں جینا کے ذریعے ایک خیال خوانی کرنے والے دشمن کی گردن پکڑنے والا ہوں، اس کے لیے آج رات کی کسی فلائٹ سے جرمنی جاؤں گا، تم سرکاری سطح پر میری اور جینا کی روانگی کا انتظام کر دو۔"

"پہلے تم میرے دماغ میں آکر تفصیل سے اپنی پلاننگ بتاؤ پھر میں تمھاری روانگی کا انتظام کروں گی۔"

میں نے دشمن کی مرضی کے مطابق کہا "ذرا انتظار کرو، میں دس منٹ بعد تمھارے پاس آؤں گا۔"

یہ کہتے ہی اس نے رابطہ ختم کرا دیا۔ میں بری طرح پھنس گیا تھا۔ اس کے ایک ایک اشارے پر ناچ رہا تھا۔ آج تک کسی نے اس طرح مجھے کٹھ پتلی نہیں بنایا تھا۔ وہ میرے دماغ سے نکل کر جینا کے اندر گیا تھا۔ اب جینا اس کے حکم کے مطابق بول رہی تھی "تم اٹھو اور بستر پر لیٹ جاؤ۔"

میں اپنی جگہ سے اٹھ کر بستر پر آگیا۔ وہ دشمن ایک وقت میں کسی ایک ہی کے دماغ میں جا سکتا تھا۔ جب جینا کے اندر ہوتا تو میں انجیکشن کی سرنج چھین کر توڑ سکتا تھا لیکن اس میں میرا ہی نقصان ہوتا۔ وہ میرے دماغ میں زلزلے پیدا کرتا چلا جاتا۔ کچھ عرصہ پہلے میں نے کینی پال کا جو حشر کیا تھا، وہی میرا ابھی حشر ہوتا۔

جینا نے میرے بازو میں سوئی پیوست کر دی۔ سرنج کا تمام رقیق مادہ میرے اندر پہنچا دیا۔ اب دشمن کو اطمینان ہو گیا تھا کہ میں اعصابی کمزوری کے بعد اپنے بچاؤ کا کوئی راستہ نہیں پاؤں گا اور جینا اس کی مرضی کے خلاف کاٹیج سے باہر نہیں جائے گی۔

میں جن مخصوص کوڈ ورڈز کے ذریعے سونیا کے دماغ میں جاتا تھا، دشمن نے وہ کوڈ ورڈز میرے کمزور دماغ سے معلوم کر لیے تھے۔ اب وہ سونیا کے پاس جا کر کیا کہہ رہا تھا، یہ میں نہیں جان سکتا تھا۔ مجھ پر غنودگی طاری ہو رہی تھی۔ پتا نہیں انجیکشن کا اثر تھا یا پچھلی رات سے جاگنے کے باعث نیند آرہی تھی۔ زلزلے کے باعث دماغ بھی تھکا ہوا تھا، اس لیے میں جلد ہی نیند کی آغوش میں چلا گیا۔

اُدھر جینا دشمن کے سحر سے نکلی یا دشمن اس کے دماغ سے نکل کر میری دماغی کیفیت معلوم کرنے آیا تو وہ پریشان ہو کر پھر رونے لگی۔ کہنے لگی "میں نے کیوں تمھیں انجیکشن لگایا ہے۔ کیا تم دس بجے سے پہلے مرنے والے ہو؟"

وہ بستر پر آگئی۔ مجھے جھنجوڑنے لگی۔ میں نے ایک ذرا آنکھیں کھول کر دیکھا وہ دور چلی گئی۔ میرے پاس آنے والی دور نہیں جا سکتی تھی۔ دشمن نے ہی اسے دور کیا ہو گا۔ اس کے بعد دوبارہ میری آنکھ لگ گئی۔

شاید دو گھنٹے گزرے ہوں گے۔ میں نے نیند کی حالت میں محسوس کیا، وہ مجھ پر تنویمی عمل کا آغاز کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا "میں نے نیند کے دوران معلوم کر لیا ہے، تم اعصابی کمزوریوں میں مبتلا ہو۔ میں تمھارے اندر توانائی پیدا کروں گا۔ میرے حکم کی تعمیل کرتے جاؤ۔ اسی طرح ہاتھ پاؤں ڈھیلے چھوڑ کر لیٹے رہو۔ دیکھو تمھارے تصور میں دو آنکھیں نظر آرہی ہیں، انھیں نیم خوابی کے دوران دیکھتے رہو۔"

میں نے خواب کی سی حالت میں دو حسین آنکھیں دیکھیں۔ مجھ پر تنویمی عمل کرنے والا مرد تھا لیکن ہپناٹائز کرنے والی آنکھیں کسی حسینہ کی تھیں۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔ ایسا تنویمی عمل میں کبھی نہیں ہوتا کہ آواز ایک عامل کی ہو اور آنکھیں دوسرے عامل کی لیکن وہ عمل جاری تھا۔

یہ مذاق ہو گیا تھا۔ وہ دشمن اپنے عمل کے تمام طریقوں سے مجھے معمول بنا رہا تھا۔ میں سمجھ رہا تھا کہ ایسے میں کبھی اس کے زیرِ اثر نہیں آؤں گا۔ اس کے باوجود میں اسے فریب دینے کے لیے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

معمول بن رہا تھا اس کے سوالات کے خاطر خواہ جواب دے رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا "موجودہ تنویمی عمل کا اثر قائم رہنے تک تم میرے معمول اور محکوم رہو گے۔"

میں نے جواباً کہا "میں تمہارا معمول اور محکوم رہوں گا۔"

اس نے کہا "تمہارا حساس دماغ تمام پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرے گا مگر میری سوچ کے اس لہجے کو محسوس نہیں کرے گا۔"

میں نے اس کی بات دہرائی۔ اس نے کہا "تم بظاہر بابا صاحب کے ادارے سے منسلک رہو گے اور ان سے وفاداری جتاؤ گے لیکن اس ادارے کے اہم راز مجھ تک پہنچاتے رہو گے۔"

میں نے جواباً کہا کہ اس کا وفادار رہوں گا اور اس ادارے کے اہم راز اس کے پاس پہنچاتا رہوں گا۔

اس نے اپنی دانست میں تنویمی عمل کے ذریعے مجھے اچھی طرح جکڑ لیا پھر مطمئن ہو کر کہا "اب تم چار گھنٹے تک تنویمی عمل کی نیند پوری کرو گے پھر میں تمہارے پاس آؤں گا۔"

میں نے محسوس کیا نیند پھر سے مجھ پر غالب آ رہی ہے جبکہ میں اس کی تنویمی نیند سلانے سے نہیں سو رہا تھا۔ اس دشمن کا عمل تو صفر ہو کر رہ گیا تھا، اس کے باوجود میں سو گیا۔

اب ایک نیا چکر چل پڑا تھا، ایک نئی افتاد آ پڑی تھی۔ نیند کے دوران ایک سریلی ہنسی سنائی دی۔ خواب کے اسکرین پر وہی حسین آنکھیں تھیں جنہوں نے دشمن کے تنویمی عمل کو ناکام بنایا تھا۔

ہنسی کے ساتھ ایک حسرت بھری ہائے سنائی دی "ہائے، ایک طویل انتظار کے بعد قابو میں آئے ہو، میں چھپ چھپ کر ہزار جتن کرتی رہی کہ کسی طرح تھوڑی دیر کے لیے تمہارا دماغ کمزور ہو جائے اور میں اس کی مالک بن جاؤں مگر تم فولاد ہو، تمہیں توڑنا میرے بس میں نہیں تھا اور میں تمہیں توڑنا نہیں اپنے ساتھ جوڑنا چاہتی تھی۔"

میں نے کہا "تمہاری آواز جادو بھری ہے، کون ہو تم؟"

"مجھے پھانسنے کے ہتھکنڈے نہ آزماؤ، میں تمہیں اپنے ساتھ جوڑنا ضرور چاہتی ہوں مگر محکوم بنا کر، حاکم بننے کا خیال دل سے نکال دو اور میرے معمول بننے کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

"پہلے میری بات سن لو۔"

"میں وقت ضائع نہیں کروں گی، وہ دشمن مطمئن ہو کر گیا ہے کہ تم چار گھنٹے تک تنویمی نیند سوتے رہو گے۔ اصل تنویمی نیند تو میں سلاؤں گی۔"

پھر اس نے مجھے بولنے کا موقع نہیں دیا۔ میں دماغی اور اعصابی کمزوریوں میں مبتلا تھا۔ خواب کے اسکرین پر نظر آنے والی آنکھوں سے چپک کر رہ گیا تھا۔ وہ آنکھیں سحر پھونک رہی تھیں اور میرے وجود کو تنکے کی طرح اڑا رہی تھی۔ میں جیسے نور کی ایک کرن بن کر اس کی آنکھوں کی گہرائی میں گیا۔ اس کے بعد مجھے اپنی خبر نہ رہی۔

یقیناً وہ نئی مصیبت مجھ پر عمل کر رہی ہو گی اور میں اس کا معمول اور محکوم بن رہا ہوں گا۔ یہ تو آنے والا وقت ہی بتلائے گا کہ میں کیا تھا؟ کیا ہو گیا ہوں؟ اور آیندہ میرا کیا بننے والا ہے؟

میری آنکھ کھل گئی۔ سب سے پہلے سامنے دیوار گھڑی پر نظر گئی۔ شام کے پانچ بج رہے تھے۔ اس کا مطلب تھا، میں نے تنویمی نیند پوری کی ہے جو وقت مقرر تھا، اسی کے مطابق بیدار ہو گیا ہوں۔ میرا یہ خیال درست نکلا۔ کوئی میرے دماغ میں آیا تھا۔ میں نے سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لی، وہ باہر گیا پھر اندر آ کر بولا "برائن وُولف! یہ کیا حرکت ہے؟ کیا میری سوچ کی لہروں کو نہیں پہچانتے؟ میں تمہارا عامل ہوں۔"

میں نے پوچھا "گدھے کے بچے! کبھی تیرے باپ نے بھی عمل کیا تھا؟"

وہ گرج کر بولا "میں نے تمہارے دماغ میں جو زلزلے پیدا کیے تھے انہیں بھول گئے، لو اب سنبھل جاؤ۔"

میں نے سانس روکی، وہ باہر ہو گیا۔ پہلے وہ جونی اور جینا کے لہجے میں بولتا تھا، اب اس یقین کے ساتھ اپنے لہجے میں بول رہا تھا کہ میں اس کا محکوم ہوں، اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکوں گا اور وہ کمبخت اپنے انداز میں بولنے والا پاسکل ٹوبا تھا۔

میں اس کے پاس جا سکتا تھا، خیال خوانی کر سکتا تھا۔ تنویمی نیند پوری کرنے کے بعد حیرت انگیز طور پر میری دماغی توانائی بحال ہو گئی تھی۔ شاید اس تنویمی عمل کرنے والی نے اپنے طریقۂ کار سے میری توانائی مجھے واپس کی تھی تاکہ اس کے سوا اور کوئی میرے دماغ میں بغیر اجازت نہ آ سکے۔

میں نے آنکھیں بند کر کے پاسکل ٹوبا کی آواز اور لہجے کو اپنی گرفت میں لیا۔ خیال خوانی کی پرواز کی لیکن وہ پرواز بھٹک کر واپس آ گئی۔ مجھے اس کا دماغ نہیں ملا۔ یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ وہ مر چکا ہے، وہ زندہ تھا۔ ماسک مین نے اس کے اور رجو کے دماغوں کو نئی آواز اور نئے لہجے سے ہم آہنگ کرایا تھا اور پرانی آواز اور لہجے کو ان کے اندر سے مٹا دیا تھا۔

بے شک چار گھنٹے پہلے پاسکل ٹوبا نے ہی مجھے دماغی اذیتوں میں مبتلا کیا تھا اور میرے اندر آ کر اپنے سابقہ لہجے میں بول رہا تھا لیکن یہ سابقہ لہجہ عارضی تھا۔ اس کا تعلق موجودہ پاسکل ٹوبا کے دماغ سے نہیں تھا، اس لیے میں اس کے اندر پہنچنے میں ناکام رہا تھا۔

میں بستر پر بیٹھ گیا۔ سر جھکائے سوچتا رہا جس کی حسین آنکھوں نے مجھ پر عمل کیا تھا، میں اس کی مترنم آواز اور لہجے کو یاد کرنے لگا۔ وہ بڑی دیر تک میرے اندر بولتی رہی تھی۔ مجھے یاد آنا چاہیے تھا مگر میں بھول چکا تھا۔ یہ سیدھی سی سمجھ میں آنے والی بات تھی۔ اس حاکم بننے والی نے تنویمی عمل کے ذریعے اپنی آواز اور لہجے کو میرے دماغ سے مٹا دیا تھا اور یہ بات بھی میرے ذہن میں نقش کر دی ہو گی کہ میں اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کروں گا، وہ جب چاہے گی خاموشی سے آ کر میرے خیالات پڑھتی رہے گی اور میری لاعلمی میں اپنے احکامات کی تعمیل مجھ سے کراتی رہے گی۔

میں برا پھنسا تھا۔ آسمان سے گرا تھا، کھجور میں اٹک گیا تھا۔ میں آنکھیں بند کر کے سوچ کے ذریعے پوچھنے لگا "کیا تم موجود ہو؟ کیا مجھ سے باتیں نہیں کرو گی؟"

میں نے جواب کا انتظار کیا۔ میرے دماغ کے اندر خاموشی رہی۔ کوئی سوچ نہیں ابھری۔ میں نے کہا "اچھی بات ہے جواب نہ دو، میں نے ابھی تنویمی نیند پوری کی ہے۔ تم اپنے عمل کا اثر دیکھنے آئی ہوئی ہو اور میری باتیں سن رہی ہو۔ ایک بات اچھی طرح یاد رکھو، میری زندگی میں کتنے ہی خطرناک دشمن اور زبردست ٹیلی پیتھی جاننے والے نئے نئے انداز میں آئے۔ سب نے اپنی ذہانت کی آخری حد تک پراسرار بن کر مجھے مٹی میں ملانا چاہا۔ میں نے ان سب کو ایک ہی جواب دیا اور وہ جواب تمہارے لیے بھی ہے، اسے سنو اور گرہ میں باندھ لو کہ پراسرار صرف خدا کی ذات ہے، اس کے سوا جس نے بھی پراسرار بننے کی کوشش کی، اسے قدرت نے سب کے سامنے ننگا کر دیا۔ میری فہرست میں ایسے کئی ننگے ہیں، آیندہ تمہارا اضافہ ہونے والا ہے۔"

دوسری طرف مسلسل خاموشی تھی۔ میں بستر سے اتر کر ٹہلنا چاہتا تھا۔ اچانک جینا کا خیال آیا۔ میں اپنی الجھنوں میں اسے بھلا بیٹھا تھا اور اتنا وقت گزرنے کے باوجود وہ بھی میرے پاس نہیں آئی تھی۔ میں تیزی سے چلتا ہوا دوسرے بیڈ روم میں آیا، وہاں بستر خالی تھا، وہ باتھ روم میں بھی نہیں تھی۔ میں نے آواز دی "جینا!"

جواب نہیں ملا تب میں اس کے دماغ میں پہنچا۔ وہ چیخیں مار رہی تھی، اسے بجلی کے جھٹکے پہنچائے جا رہے تھے۔ ان جھٹکوں کے باعث میری سوچ کی لہریں بار بار اس کے دماغ سے نکل آتی تھیں پھر جھٹکے بند ہو گئے، وہ نیم مردہ سی ہو کر بستر پر چاروں شانے چت ہو گئی۔ اس کے کمزور دماغ نے بتایا اب تک تین بار ایسے جھٹکے دیے جا چکے ہیں۔ وہ پیرس کے ایک اسپتال میں تھی اور اس کے آس پاس ڈاکٹروں اور نرسوں کے علاوہ وہ فوجی افسران بھی تھے جن سے صبح پیرس کے فوجی ہوائی اڈے میں ملاقات ہوئی تھی۔ اس سے زیادہ وہ کچھ نہ بتا سکی۔ اس کا دماغ غفلت کی تاریکیوں میں ڈوبتا چلا گیا۔

مجھے ان فوجی افسران پر بڑا غصہ آیا۔ وہ بے چاری معصوم جینا پر بے جا ظلم کر رہے تھے۔ پتا نہیں وہ کتنے عرصے سے دشمنوں کے ہاتھوں میں کھیل رہی تھی۔ اسے دہری شخصیت میں مبتلا کیا گیا تھا۔ اس کا ماضی، اس کا حال، اس کا مستقبل، اس کے والدین اور اس کا دماغی سکون سب کچھ چھین لیا گیا تھا۔ اب یہ فوجی افسران اس پر ظلم کر رہے تھے۔

میں ایک افسر کے دماغ میں پہنچا تو اس نے سانس روک لی۔ میں نے فوراً ہی سونیا کو مخاطب کیا۔ اس نے پوچھا "تم کہاں تھے؟ دو گھنٹے پہلے میں نے فون کیا تھا۔"

"میں سو رہا تھا۔"

"تعجب ہے، تم ایسی گہری نیند نہیں سوتے کہ گھنٹی کی آواز پر نہ اٹھ سکو۔"

"میں تنویمی عمل کی نیند سو رہا تھا۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب بعد میں سمجھاؤں گا، ابھی یہ معلوم کرو، فضائیہ کے اعلیٰ افسران جینا پر ظلم کیوں کر رہے ہیں، ان سے کہو اسے فوراً رہا کر دیں۔"

"یہ جینا کیا وہی لڑکا یا لڑکی ہے جو تمہارے ساتھ کالج میں تھی؟"

"ہاں وہی ہے۔"

"اچھی بات ہے، تم جاؤ، میں معلوم کرتی ہوں معاملہ کیا ہے۔"

"میں تمہارے پاس رہوں گا، تم افسران سے فون پر بات کرو۔"

"میں دماغ پر بوجھ محسوس کروں گی، پلیز بات مان لو۔ میں ابھی فون کروں تو دماغ میں آ جانا۔"

میں واپس آ گیا۔ سوچنے لگا، کیا فوجی افسر میرے کالج میں آئے تھے اور جینا کو یہاں سے گرفتار کر کے لے گئے تھے۔ مگر کیوں لے گئے تھے؟

میں بے چینی سے ٹہلنے لگا۔ بار بار فون کی طرف دیکھنے لگا۔ دس منٹ گزر گئے پھر بیس منٹ گزر گئے۔ میں نے جھنجلا کر اسے مخاطب کیا "تم کیا کر رہی ہو۔ تمہیں میری ذہنی پریشانیوں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کا احساس ہے یا نہیں؟"

وہ بولی، "جینا کے لیے اس قدر پریشان کیوں ہو؟ تمھاری زندگی میں ایسی لڑکیاں کھلونے کی طرح آتی ہیں اور ٹوٹ کر چلی جاتی ہیں۔"

"یہ کھلونا نہیں ہے، بہت ہی مظلوم لڑکی ہے۔ اتنی مظلوم ہے کہ اس کی خاطر میں نے دشمن خیال خوانی کرنے والے کو اپنے قریب رہنے کا موقع دیا۔ اس نے موقع پا کر میرے دماغ میں زلزلے پیدا کر دیے۔ مجھے اپنا محکوم بنانے کی کوشش کی۔ مقدر نے مجھے اس دشمن سے تو بچا لیا مگر ایک خیال خوانی کرنے والی نے میرے دماغ پر قبضہ جما لیا ہے۔ تنویمی عمل کے ذریعے مجھے اپنا معمول اور محکوم بنا لیا ہے۔"

"یعنی دشمن بن کر ہی سہی، ایک اور عورت تمھاری زندگی میں آ گئی۔"

میں نے گرج کر کہا، "بکواس مت کرو، طعنے نہ دو۔ یہ سمجھو کہ جینا کس قدر ہمدردی کی مستحق ہے کہ میں نے اس کی خاطر اتنے سارے عذاب مول لیے ہیں۔"

پھر میں نے اس کی دوسری شخصیت کے متعلق بتایا تو وہ بولی، "یہ ٹھیک ہے۔ ابھی فوجی افسران بھی مجھے یہی کہہ رہے تھے کہ وہ کبھی لڑکا بن کر اور کبھی لڑکی بن کر مختلف ممالک کے راز چراتی ہے۔"

"یہ جھوٹ ہے، وہ جان بوجھ کر لڑکا نہیں بنتی ۔۔۔ میں اس کے دماغ میں رہ کر اس کی بے بسی دیکھ چکا ہوں۔"

سونیا نے کہا، "میں تمھاری بات سے انکار نہیں کروں گی لیکن تم جو مائیکرو فلمیں لائے ہو، افسران نے انھیں انلارج کرا کے دیکھا ہے۔ تین فلموں میں جینا کی صاف تصویریں ہیں، وہ کہیں لڑکے کے روپ میں اور کہیں لڑکی کے روپ میں نظر آتی ہے۔ فلمی رپورٹ کے مطابق وہ دنیا کی معصوم ترین خطرناک لڑکی ہے۔ اس کے اندر ایسی کچھ باتیں اور صلاحیتیں ہیں کہ وہ فولادی اعصاب رکھنے والے اصول پسند افراد کو بھی اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ روس، امریکا، فرانس اور جاپان کی اہم سیاسی اور سرکاری شخصیات کے ساتھ اس کی تصویریں موجود ہیں۔ پتا نہیں وہ کتنوں کو اُلو بناتی ہوئی تمھارے پاس پہنچی تھی۔"

میں نے کہا، "وہ اُلو نہیں بناتی، اس کے متعلق رپورٹ دینے والے اُلو ہیں۔ انھوں نے ظاہر میں جو کچھ دیکھا، وہی بیان کر دیا۔ ان کے برعکس میں نے اس لڑکی کے اندر رہ کر اسے اچھی طرح سمجھا ہے۔"

"بڑے بڑے ممالک کی اہم شخصیات سے اس کا کیا تعلق ہے؟"

"یقین کرو، وہ جان بوجھ کر کسی سے ملنے نہیں جاتی۔ اس کے دماغ میں بیٹھا ہوا دشمن پاسکل ٹوبا اسے ماسک مین کے مقاصد کے لیے استعمال کرتا ہے۔"

سونیا نے کہا، "تین ہفتے پہلے پاسکل ٹوبا ہمارا قیدی تھا۔ جینا کے متعلق مہینوں پہلے کی فلم رپورٹ ہے۔ ان دنوں کون خیال خوانی کرنے والا اس لڑکی کو آلۂ کار بناتا ہوگا؟"

میں نے جواب دیا، "ماسک مین کے پاس کتنے ہی ہپناٹزم کرنے والے موجود ہیں۔ جینا کا پہلے برین واش کیا گیا پھر تنویمی عمل کے ذریعے اس کے خالی برین میں دوسری شخصیت کو نقش کیا گیا۔ تنویمی عمل کا اثر کم از کم سات دن رہتا ہے۔ ہر ساتویں دن اس پر عمل کیا جاتا ہوگا۔ اب پاسکل ٹوبا کے آ جانے سے آسانیاں پیدا ہو گئی ہیں۔ وہ جب چاہتا ہے اس کے دماغ میں آتا جاتا رہتا ہے اور اسے ماسک مین کے مقاصد کے لیے استعمال کرتا رہتا ہے۔"

"تم جیسا کہہ رہے ہو، ویسا ہی ہو رہا ہوگا مگر تم فرانسیسی حکام کے لیے فرہاد نہیں ہو، وہ جس فرہاد پر اندھا اعتماد کرتے تھے، وہ مر چکا ہے۔ تم برائن وولف ہو، ابھی اعتماد کے قابل نہیں ہو، اسی لیے وہ صرف مجھ پر بھروسا کرتے ہیں۔ میری ضمانت پر انھوں نے تمھیں گرفتار نہیں کیا ہے، ورنہ اہم خفیہ بین الاقوامی معاملات میں ملوث رہنے والی جینا کے ساتھ یہ آزاد نہیں چھوڑ سکتے تھے۔"

"مجھ پر احسان نہ جتاؤ، ان سے کہو مجھے گرفتار کریں پھر تماشا دیکھیں۔ اگر تم چاہتی ہو کہ فرانس کی حکومت سے ہمارے دیرینہ تعلقات بحال رہیں تو ایک گھنٹے کے اندر جینا کو میرے پاس پہنچا دیا جائے۔ یہاں کے حکام نے آج تک دوسرے ممالک میں ٹیلی پیتھی کے دھماکے سنے ہیں اور دیکھے ہیں۔ یہ اپنی زمین پر قیامت کا منظر دیکھیں گے۔"

وہ پریشان ہو کر بولی، "کیا تمھارا دماغ پھر گیا ہے؟ جوش اور جذبات میں کوئی ایسا ویسا قدم نہ اٹھانا۔ بابا فرید مرحوم کے زمانے سے فرانس کے ساتھ ہمارے تعلقات دوستانہ ہیں۔ تمھاری جگہ کوئی دوسرا چیلنج کرتا تو میں اس کے ہوش اڑا دیتی، تمھیں سمجھا رہی ہوں کہ . . . "

میں نے بات کاٹ کر کہا، "مجھے سمجھانے میں وقت برباد نہ کرو۔ میں اس معصوم اور مظلوم لڑکی کو مصیبتوں سے نکالنے کے لیے کچھ بھی کر گزروں گا۔"

میں کچھ اور کہنا چاہتا تھا۔ فون کی گھنٹی سن کر چپ ہو گیا۔ سونیا نے ریسیور اٹھا کر کہا، "ہیلو۔"

دوسری طرف سے فوجی افسر کی آواز سنائی دی، "آپ نے ہمیں تاکید کی تھی کہ ہم جینا کے ساتھ نرم رویہ

itsurdu.blogspot.com
itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کریں مگر افسوس وہ ہماری نرمی سے فائدہ اُٹھا کر فرار ہوگئی ہے۔"
میں چونک کر سیدھا بیٹھ گیا۔ سونیا نے پوچھا "کیسے فرار ہوگئی؟"

اعلیٰ افسر نے کہا "ہم خود حیران ہیں۔ اُسے تین بار بجلی کے جھٹکے دیے گئے تھے۔ اکثر مجرم ایک ہی جھٹکے میں اپنا کچا چٹھا بیان کر دیتے ہیں جو ڈھیٹ ہوتے ہیں وہ دوسرے جھٹکے میں سب کچھ اُگل دیتے ہیں۔ تیسرے جھٹکے میں لازماً بے ہوش ہوجاتے ہیں لیکن یہ لڑکی تو فولادی اعصاب رکھنے والے مجرموں سے بھی نمبر لے گئی ہے۔ وہ اپنی ایک ہی بات پر اَڑی رہی۔ بجلی کے ہر جھٹکے کے بعد یہی کہتی رہی کہ صبح دس بجے پیدا ہوتی اور رات کے دس بجے مر جاتی ہے۔ ہم نے سمجھا تھا، وہ تیسرے جھٹکے میں بے ہوش ہوگئی ہے۔ بعد میں پتا چلا وہ بے ہوشی کی ایکٹنگ کر رہی تھی۔"

سونیا نے پوچھا "وہاں آپ نے پہرا تو لگایا ہوگا؟"

"جی ہاں کمرے کے باہر دو فوجی جوان ڈیوٹی پر تھے کسی تگڑے نوجوان سے بھی یہ توقع نہیں کی جاسکتی تھی کہ وہ بجلی کے اتنے جھٹکے کھا کر دو چار گھنٹے سے پہلے اُٹھنے بیٹھنے کے قابل ہو سکے گا مگر وہ لڑکی تو غیر معمولی اعصاب رکھتی ہے۔ ایک نرس کسی کام سے کمرے میں گئی تھی۔ پندرہ منٹ بعد جینا نرس کا لباس پہن کر کمرے سے نکلی۔ وہ اتنی پُھرتی سے پہرے داروں کے سامنے سے گزری تھی کہ کوئی اُس کی صورت نہ دیکھ سکا۔ یہی سمجھا گیا کہ ابھی جو نرس اندر گئی تھی، وہی باہر جارہی ہے۔"

سونیا نے افسر کی باتوں کے دوران سوچ کے ذریعے مجھ سے کہا "کیا خیال ہے؟ تم ایسی چالباز لڑکی کو معصوم اور مظلوم کہہ رہے تھے۔"

"میں اب بھی کہتا ہوں، پاسکل بُویا اُس سے ایسی حرکتیں کرا رہا ہے۔"

افسر نے ٹیلی فون پر پوچھا "ہیلو مادام! کیا آپ سن رہی ہیں؟"

"ہاں، اُس لڑکی کی حرکتیں سن رہی ہوں اور حیران ہو رہی ہوں۔"

"میں نے ایک اجازت حاصل کرنے کے لیے فون کیا ہے ہم برائن ڈولف کو حراست میں لیں گے۔"

"میں اس کا مشورہ نہیں دوں گی۔ برائن ڈولف کا جینا کے معاملات سے کوئی تعلق نہیں ہے، وہ قانون کا احترام کرنے والا قابلِ اعتماد شخص ہے۔"

"آپ کو اتنا ہی اعتماد ہے تو ہم حراست میں نہیں لیں گے لیکن اُسے کاٹیج میں نظر بند رکھیں گے۔"

سونیا نے افسر سے کہا "ذرا ایک منٹ میں ابھی بات کرتی ہوں۔"

پھر اُس نے مجھ سے کہا "فرہاد! تم ذرا جاؤ، میں افسر کو سمجھا رہی ہوں تم سے ابھی بات کروں گی۔"

"تم افسر کو سمجھاؤ، مجھے کیوں بھگا رہی ہو؟"

"میں بھگا نہیں رہی ہوں، تم اس وقت جینا کے لیے جوش اور جذبے سے بھرے ہوئے ہو۔ میں افسر سے جو معاملات طے کروں گی وہ تمھیں ناگوار گزریں گے۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں تمھاری مخالفت نہیں کروں گا۔"

وہ فون پر افسر سے بولی "آپ کو انتظار کرنا پڑا، معذرت چاہتی ہوں۔ دراصل میں غور کر رہی تھی کہ برائن ڈولف کو کاٹیج میں نظر بند رکھنا مناسب نہ ہوگا۔ آپ ڈولف کو اس فریب میں مُبتلا رکھیں کہ وہ ہر طرح سے آزاد ہے، اس پر کسی قسم کا شبہ نہیں کیا جارہا ہے، وہ اس خوش فہمی میں کاٹیج سے باہر جائے گا، جینا کو تلاش کرے گا۔ وہ دونوں کہیں نہ کہیں ضرور ایک دوسرے سے ملیں گے۔ ایسے وقت آپ کے نگرانی کرنے والے جینا کو گرفتار کرلیں گے۔"

"شکریہ مادام! یہ طریقۂ کار مناسب ہے۔ میں ملٹری انٹیلی جنس کے دو آدمیوں کو ابھی برائن ڈولف کی نگرانی پر مامور کرتا ہوں۔"

اُس نے فون کا رابطہ ختم کردیا، مجھ سے بولی "میں جانتی ہوں، تم اس کی تلاش میں وہاں سے نکلو گے۔ میں نے تمھیں نظر بندی سے بچالیا۔ اب تم نگرانی کرنے والوں سے نمٹ لینا۔"

میں نے مسکرا کر کہا "سونیا! تمھارا جواب نہیں ہے۔"

"تمھارا بھی جواب نہیں ہے۔ اُس لڑکی کی خاطر پاسکل بُویا کے غلام بنتے بنتے رہ گئے۔ کسی نامعلوم خیال خوانی کرنے والی کے محکوم ہوگئے۔ اب پھر اُس کے لیے مرنے جانے جارہے ہو، تمھارا تو خدا ہی حافظ ہے۔"

میں نے اُس سے رابطہ ختم کیا۔ الماری کے پاس آکر لباس تبدیل کیا، کچھ ضروری سامان ایک بیگ میں رکھا، اچھی خاصی کرنسی بھی رکھ لی، پھر بیگ کو شانے سے لٹکا کر باہر جانا ہی چاہتا تھا کہ میرے قدم رُک گئے۔ میں چند لمحوں کے لیے جہاں تھا، وہیں پتھر کا ہو کر رہ گیا تھا۔

کاٹیج کا دروازہ کھلا ہُوا تھا اور کُھلے ہوئے دروازے سے اُس کا سایہ اندر آرہا تھا، پھر وہ دونوں بانہیں پھیلا کر میری طرف دوڑتے ہوئے بولی "مجھے چھپالو، دس بجنے میں صرف تین گھنٹے رہ گئے ہیں۔ میں مرنے سے پہلے تمھاری آغوش میں تمام سانسیں پوری کرلینا چاہتی ہوں۔"

پھر وہ آکر میرے قدموں میں گر پڑی۔

پارس

اور سوسانہ زیرِ زمین دنیا سے باہر آگئے۔ دنیا کی وہی رونق تھی۔ سڑکوں پر نئے اور پرانے ماڈلز کی گاڑیاں سُبک رفتاری سے چل رہی تھیں۔ مرد، عورتیں، بوڑھے، بچے رنگ برنگے لباس میں آتے جاتے دکھائی دے رہے تھے۔ سوسانہ نے دُور تک دیکھتے ہوئے کہا "زیرِ زمین دنیا میں روشنی اور ہوا کا معقول انتظام تھا۔ لیکن ہماری دنیا کی روشنی اور ہوا کی تازگی کی اور ہی بات ہے۔ یوں لگ رہا ہے جیسے میں ابھی قبر سے نکل کر آئی ہوں۔"

پارس نے کہا "آپا جان! انھوں نے تمھارے سائز کی قبر بنائی تھی مگر تمھیں سُلاتے سُلاتے خود ہمیشہ کے لیے سوگئے۔"

"یہ آپا جان کا مطلب کیا ہوا؟"

"ہماری پاکستانی تہذیب میں بڑی بہن کو آپا جان کہتے ہیں۔"

"تم فرانسیسی ہو یا پاکستانی؟"

"ہماری شہریت فرانسیسی ہے اور دل پاکستانی۔ ہمارے دادا، پردادا پاکستان بننے سے پہلے وہاں کی مٹی میں پیدا ہوتے رہے اور وہیں خاک ہوتے رہے۔"

وہ چونک کر بولی "یہ تم نے مجھے بڑی بہن کیوں کہا۔ کیا میں تم سے بڑی ہوں؟"

"قد اور جسامت کے اعتبار سے بڑی لگتی ہو، عورت رشتے میں چاہے کچھ بھی لگتی ہو، عمر میں زیادہ نہیں لگنا چاہتی۔ چلو کوئی بات نہیں، تم عمر میں بہت چھوٹی ہو، مگر اپنے پہاڑ جیسے قد کی مناسبت سے آپا جان ہو۔"

وہ شانے پر ہاتھ رکھ کر بولی "تم مجھے اتنے اچھے کیوں لگتے ہو؟"

"اس لیے کہ تمھارا دل اچھا ہے۔ تمھاری آنکھیں اچھی ہیں، تمھیں سب اچھے نظر آتے ہیں۔ اب یہ بتاؤ کہاں چلوگی؟"

"جبریل میرے لیے پریشان ہوگا۔ ہم پہلے ہوٹل جائیں گے۔"

"میرا جانا مناسب نہیں ہے۔"

"میرا جبریل تمھیں اچھا نہیں لگتا؟"

"بہت اچھا لگتا ہے۔ لیکن ابھی اُس کا دل میری طرف سے صاف نہیں ہے۔"

"میں صفائی پیش کروں گی۔"

"یہ اتنا آسان نہیں ہے۔ سپر ماسٹر کا ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے دماغ پر بُری طرح حاوی ہے۔ تم پہلے جا کر اُسے یقین دلاؤ کہ سپر ماسٹر کے آدمیوں نے تم پر تیزاب سے حملہ کیا تھا۔"

"جب میں کہوں گی تو اُسے یقین ضرور آئے گا۔"

"یقین آجائے تو مجھے بُلا لینا۔"

"تم کہاں ملوگے؟"

اس نے ایک ننھا سا ٹرانسمیٹر جیب سے نکالا، پھر اُسے دیتے ہوئے کہا "اسے چھپا کر رکھو۔ مجھے بلانا ہو تو کہیں چھپ کر اس فریکوئینسی پر کال کرنا۔ مجھ سے رابطہ ہوجائے گا۔"

اُس نے ٹرانسمیٹر کو اپنے پاس چھپا لیا۔ پارس سے مصافحہ کیا اُس کے گال پر ایک بوسہ لیا پھر ٹیکسی میں بیٹھ کر چلی گئی۔ پارس نے پانچ منٹ انتظار کیا پھر ایک قریبی ریستوران میں آیا۔ اُس کے ایک ٹائلٹ میں پہنچ کر اپنی ناک کے نتھنوں میں چھوٹے چھوٹے سے اسپرنگ لگائے جس کے باعث نتھنے پھیل گئے، ناک چوڑی اور چپٹی ہوگئی۔ آنکھوں پر بھورے رنگ کے لینسز لگائے۔ اپنی بھوؤں پر مصنوعی بھنویں چپکائیں چہرے پر داڑھی اور مونچھ کا اضافہ کیا... صرف دس منٹ میں اس کا چہرہ بالکل تبدیل ہوگیا کوئی اسے پارس کی حیثیت سے پہچان نہیں سکتا تھا۔ وہ ریستوران سے باہر آنا چاہتا تھا اُسے ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا۔ وہ پھر ٹائلٹ میں آگیا۔ سوسانہ نے ہوٹل پہنچتے ہی رابطہ کیا تھا۔ وہ کہہ رہی تھی "جبریل کمرے میں نہیں ہے۔ یقیناً وہ مجھے تلاش کرتا پھر رہا ہے۔"

پارس نے کہا "تم ہوٹل سے نکل کر تلاش کرو۔ میں بھی تلاش کرتا ہوں۔"

وہ ٹرانسمیٹر آف کرکے اسے جیب میں رکھتا ہوا ریستوران سے باہر آیا۔ پھر ایک ایجنسی میں جا کر کرائے پر ایک کار حاصل کی۔ جبریل کو پورے شہر میں تلاش کرنے کا مسئلہ تھا۔ اس نے کار اسٹارٹ کرکے آگے بڑھائی پھر ٹرانسمیٹر کی فریکوئینسی تبدیل کرکے فرانسیسی جاسوس سے رابطہ کیا۔ اُس نے کہا "مسٹر پارس! میں ابھی آپ سے رابطہ کرنے ہی والا تھا۔ جبریل یہ شہر چھوڑ کر پیرس جارہا ہے۔ اس وقت وہ ائرپورٹ کے ریستوران میں بیٹھا اپنی فلائٹ کا انتظار کر رہا ہے۔"

"معلوم کرو اُس فلائٹ میں دو سیٹیں مل سکتی ہیں یا نہیں؟ اگر نہ ملیں تو ہمارے لیے طیارہ چارٹر کراؤ۔ تم بھی ساتھ چلوگے۔"

پھر اس نے سوسانہ سے رابطہ کیا، اُس سے کہا "تمھارا جبریل یہ شہر چھوڑ کر پیرس جارہا ہے، تم ابھی کہاں ہو؟"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"میں ہوٹل سے نکل رہا ہوں۔ وہ پیرس جا رہا ہے یا جا چکا ہے؟"

"وہ ابھی ائیر پورٹ میں ہے تم ہوٹل کا بل ادا کرو۔ میں تمھارے پاس آرہا ہوں۔ ہم بھی پیرس جا رہے ہیں۔"

"پارس! تم بہت اچھے ہو۔ تم نے مجھ سے پہلے جبریل کو ڈھونڈ لیا اور میری خاطر اس کے پیچھے پیرس جانے کے لیے تیار ہو گئے ہو۔ میں تمھیں دل کی گہرائیوں سے پیار کرتی ہوں۔"

"میں جس گاڑی میں تمھارے پاس آرہا ہوں اس کے نمبر نوٹ کرو۔ میں اس گاڑی کی اسٹیئرنگ سیٹ پر رہوں گا لیکن تم مجھے پہچان نہیں سکو گی۔ میں نے عارضی میک اپ کے ذریعے اپنا حلیہ تبدیل کر لیا ہے۔"

اس نے گاڑی کے نمبر نوٹ کرائے۔ پندرہ منٹ میں ہوٹل پہنچ گیا۔ وہ انتظار کر رہی تھی۔ گاڑی کے نمبر پڑھتے ہی دوڑ کر آئی۔ پارس کو حیرانی سے دیکھا۔ وہ بولا "وقت کم ہے۔ تم ڈرائیو کرو۔"

وہ اسٹیئرنگ سیٹ پر آئی۔ پارس اس کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ جب کار آگے بڑھ گئی تو اس نے جاسوس سے رابطہ قائم کیا۔ اس نے بتایا "مسٹر پارس! طیارے میں دو سیٹیں مل جائیں گی آپ دونوں کے پاسپورٹ وغیرہ کی ضرورت پڑے گی۔"

پارس نے جواب دیا "میں ماسٹر ڈرنگ ڈانگ کے حلیے میں ہوں۔ اس حلیے سے تعلق رکھنے والے شخص کے تمام ضروری کاغذات تمھارے پاس ہیں۔ سوسانہ ابھی بیس منٹ میں اپنا پاسپورٹ لے کر آرہی ہے۔"

پارس نے ٹرانسمیٹر آف کر کے دیکھا۔ سوسانہ ڈرائیو کرتے ہوئے رو رہی تھی اور آنسو پونچھتی جا رہی تھی۔ اس نے تعجب سے پوچھا "کیوں رو رہی ہو؟"

وہ بولی "کیا اپنی بدنصیبی پر رونا نہیں آئے گا۔ میں اس پر جان دیتی ہوں لیکن میرے گم ہو جانے پر اس نے مجھے تلاش نہیں کیا۔ مجھے چھوڑ کر پیرس جا رہا ہے۔ کیا وہ سمجھتا ہے میں مر گئی ہوں؟ مرنے والوں کو بھی اس طرح نہیں چھوڑا جاتا۔ ان کی لاش کو ڈھونڈا جاتا ہے۔ وہ محبت کا دعویٰ کرنے والا میرا آخری دیدار کرنے کے لیے مجھے تلاش کر سکتا تھا۔"

اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھیگ رہی تھیں۔ اس نے گاڑی کو ایک طرف روکتے ہوئے کہا "میں اس کے پاس نہیں جاؤں گی۔ اس کی صورت نہیں دیکھوں گی۔"

"سوسانہ! تمھیں بددل نہیں ہونا چاہیے۔ وہ آج بھی تمھارا دیوانہ ہے اور ہمیشہ تمھارا ہی دیوانہ رہے گا۔"

پارس نے رومال سے اس کے آنسو پونچھنے لگا۔ وہ اس کا ہاتھ جھٹک کر بولی "مجھے جھوٹے دلاسے نہ دو۔"

"تم اور جبریل غصے میں حالات کا تجزیہ کرنا بھول جاتے ہو۔ کیا تم نہیں جانتیں کہ اس بے چارے کا دماغ دشمن خیال خوانی کرنے والے کی مٹھی میں ہے۔"

"وہ محبت کرنے والا دماغ سے نہ سہی دل سے تو میرے لیے سوچ سکتا ہے۔"

"دل سے سوچنے کی بات صرف شاعرانہ انداز میں کہی جاتی ہے۔ ذرا محبت سے سوچو، وہ بے بس ہے۔ دشمن نے اسے یہ کہا ہوگا کہ پارس سوسانہ کو اغوا کر کے پیرس لے گیا ہے شاید وہ تمھاری تلاش میں جا رہا ہے۔"

وہ خوش ہو کر بولی "سچ؟"

"ہاں جبریل کو کچھ اسی طرح کا جھوٹ بول کر پیرس لے جایا جا رہا ہوگا۔"

وہ پارس کے شانے پر سر رکھ کر بولی "تم میرے لیے رحمت کا فرشتہ ہو۔ اب مجھے یاد آیا جبریل سے میرا جھگڑا اسی بات پر ہوا تھا۔ وہ مجھے کبھی پیرس اور کبھی نیویارک چلنے کو کہتا تھا۔ میں جھگڑا کر کے ہوٹل سے نکلی تو زیر زمیں دنیا میں پہنچ گئی۔ تم درست کہتے ہو، وہ مجھے دل و جاں سے چاہتا ہے۔ مجھے ڈھونڈنے پیرس جا رہا ہے۔"

"تو پھر جلدی چلو کہیں طیارہ نہ نکل جائے۔"

وہ کار اسٹارٹ کر کے تیزی سے ڈرائیو کرنے لگی۔ ائیر پورٹ سے کچھ پہلے فرانسیسی جاسوس نے گاڑی رکوائی، ان کے پاس آکر بولا "کچھ لوگ جبریل کی نگرانی کر رہے ہیں۔ آپ دونوں کا ساتھ جانا مناسب نہیں ہے۔"

سوسانہ نے کہا "میں یہاں سے ٹیکسی میں جا رہی ہوں۔"

وہ اپنا سفری بیگ لے کر کار سے نکلی۔ جاسوس نے اس کے پاسپورٹ اور دیگر ضروری کاغذات لے کر کہا "تمھارے یہ کاغذات تمھارے ٹکٹ کے ساتھ سوئس ائیر لائن کے کاؤنٹر پر مل جائیں گے۔ تم وہاں ٹھیک آدھے گھنٹے میں پہنچ جانا۔"

پارس نے کہا "پہلے تم کاؤنٹر پر جا کر ٹکٹ اور کاغذات حاصل کرو گی۔ اگر پہلے جبریل کے پاس جاؤ گی تو لڑائی جھگڑے میں ٹکٹ کے ساتھ نہیں رہ جاؤ گی۔"

"میں اس سے ملنے میں دیر کروں گی تو وہ کہیں چلا نہ جائے۔"

"وہ تمھاری نظروں سے گم نہیں ہوگا۔ پیرس جانے کے لیے ائیر پورٹ پہنچا ہوا ہے۔ ویسے میں اس پر نظر رکھوں گا۔"

وہ فٹ پاتھ پر ٹیکسی کے انتظار میں کھڑی ہو گئی۔ پارس جاسوس کے ساتھ چلا گیا۔ وہ قد اور جسامت میں پہاڑ جیسی تھی۔ لوگوں کے لیے عجوبہ تھی۔ آس پاس سے گزرنے والے اسے دیکھ کر مسکراتے تو وہ غراتی تھی۔ ایسے وقت اس کی بھیانک غراہٹ سے بھگدڑ شروع ہو جاتی تھی۔ وہ اور جبریل دو ہی دنوں میں شہر کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک مشہور ہو گئے تھے۔ اخبارات میں دونوں کی تصاویر شائع ہو چکی تھیں۔ ان کے متعلق لکھا گیا تھا کہ وہ جتنے شہ زور اور خطرناک ہیں اتنے ہی معصوم بھی ہیں۔ اگر انھیں نہ چھیڑا جائے تو وہ کسی کو نقصان نہیں پہنچاتے ہیں۔ ایک پک اپ کے ڈرائیور نے اس کے قریب گاڑی روکتے ہوئے پوچھا۔

"لفٹ چاہتی ہو؟"

"میں ٹیکسی کا انتظار کر رہی ہوں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "اتنی بڑی زندہ لاش پک اپ کے پچھلے حصے میں جا سکے گی۔ ٹیکسی کے پہیے تو پنکچر ہو جائیں گے۔"

سوسانہ نے اسٹیئرنگ کی کھڑکی میں ہاتھ ڈال کر اسے اپنی طرف کھینچا۔ وہ اپنی تمام قوتوں کے ساتھ خود کو چھڑانے کی کوشش کرتا رہا لیکن کھڑکی کے اندر سے یوں کھنچا ہوا باہر آگیا جیسے مکھن سے بال نکل آتا ہے۔ سوسانہ نے اسے فٹ پاتھ پر پٹخ کر اس کے سینے پر ایک پاؤں رکھتے ہوئے پوچھا۔

"پک اپ کے پیچھے اب کس کی لاش جائے گی؟"

فٹ پاتھ پر بھیڑ لگنے لگی۔ وہ دونوں کان پکڑ کر کہہ رہا تھا "مجھے معاف کر دو۔ میں مذاق کر رہا تھا۔ آئندہ کبھی ایسا مذاق نہیں کروں گا۔"

اس نے سر کے بال پکڑ کر اٹھاتے ہوئے کہا "میں ائیر پورٹ جاؤں گی۔"

"میں لے جاؤں گا۔"

"تم مجھے نہیں، میں تمھیں لے جاؤں گی۔"

اس نے دونوں ہاتھوں سے اسے اٹھا کر پک اپ کے پچھلے حصے پر پھینک دیا۔ پھر اسٹیئرنگ سیٹ پر آکر گاڑی اسٹارٹ کی۔ اس کے بعد ایک جھٹکے سے آگے بڑھا کر تیز رفتاری سے ڈرائیو کرتی چلی گئی۔ سپاہی دور کھڑے تماشا دیکھ رہے تھے۔ کچھ لوگوں نے پوچھا "وہ تمھارے سامنے ایک ڈرائیور کو اس کی گاڑی سمیت اغوا کر کے لے گئی اور تم لوگ قانون کے محافظ ہو کر تماشا دیکھتے رہے۔"

ایک سپاہی نے کہا "تم لوگوں نے سنا نہیں، وہ ائیر پورٹ جا رہی ہے۔ خدا کا شکر ادا کرو، یہ شہر چھوڑ کر جا رہی ہے۔ اگر ہم اسے روکتے تو وہ بلا پھر یہیں رہ جاتی۔"

اس بلا نے پک اپ والے کو ائیر پورٹ پہنچ کر چھوڑ دیا۔ جاسوس کی ہدایت کے مطابق آدھے گھنٹے کے بعد کاؤنٹر پر پہنچی تو اسے ٹکٹ اور اپنے تمام کاغذات مل گئے۔ اس نے کاؤنٹر سے پلٹ کر دور تک نظریں دوڑائیں۔ ایک میگزین اسٹال کے سامنے پارس نظر آیا۔ وہ تیزی سے چلتی ہوئی ادھر آئی۔ اور کسی میگزین کا انتخاب کرنے کے بہانے پارس کے قریب ہو گئی۔ وہ اپنے چہرے کے سامنے اخبار کھولے کھڑا تھا آہستگی سے بولا "وہ بورڈنگ کارڈ لینے گیا ہے۔"

سوسانہ نے ایک میگزین کی قیمت ادا کی۔ پھر اپنا بورڈنگ کارڈ لینے کے لیے کاؤنٹر پر آئی۔ جبریل وہاں سے جا چکا تھا۔ اس نے کاؤنٹر گرل سے کہا "ابھی جبریل گرانٹ نامی شخص کو جو سیٹ دی گئی ہے میں اس کے ساتھ والی سیٹ چاہتی ہوں۔"

کاؤنٹر گرل نے مسکرا کر کہا "تم نہ کہتیں تب بھی میں وہی سیٹ دیتی۔ میں نے تم دونوں کی تصویریں اخبار میں دیکھی ہیں اور دونوں کے متعلق ایسی حیرت انگیز باتیں پڑھی ہیں کہ یقین نہیں آتا۔"

سوسانہ صرف مسکرا کر رہ گئی۔ بورڈنگ کارڈ لے کر مسافروں کے ویٹنگ ہال میں پہنچی تو وہ ایک جگہ بیٹھا ہوا نظر آیا۔ وہ تیزی سے چلتی ہوئی آئی۔ جبریل نے چونک کر اسے دیکھا۔ پھر اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ خوشی سے گرجتے ہوئے بولا "سوسانہ! میری سوسانہ...!"

دونوں گلے مل گئے۔ اس کی خوشی اتنی گرجدار تھی کہ کتنے ہی مسافر سہم کر کھڑے ہو گئے تھے۔ بچے رونے لگے تھے اور عورتیں خوف زدہ ہو کر دور جانے لگی تھیں۔ وہ اپنی محبوبہ کو جھنجوڑ کر کہہ رہا تھا "تم زندہ ہو میری جان! تم زندہ ہو۔ تمھیں بازوؤں میں لے کر، گلے لگا کر بھی یقین نہیں آرہا ہے کہ تم موت کے منہ سے واپس آگئی ہو۔"

وہ بولی "یہ منہ کے سامنے والی محبت ہے۔ تم تو میری لاش دیکھے بغیر جا رہے ہو۔ چھوڑ دو مجھے۔ کیوں مجھے گلے لگا رہے ہو۔"

"مجھے غلط نہ سمجھو۔ میں نے اس اندھے کنوئیں کے بارے میں اچھی طرح معلوم کیا ہے۔ اس کے اندر جانے والا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کبھی زندہ واپس نہیں آیا۔ جب مجھے یقین ہو گیا کہ تم وہاں سے واپس نہیں آسکو گی تو میں نے فیصلہ کیا کہ پہلے پیرس جا کر تمھارے قاتل کو کتے کی موت ماروں گا پھر یہاں آ کر اندھے کنوئیں میں چھلانگ لگا کر ہمیشہ کے لیے تمھارے پاس پہنچ جاؤں گا۔"

سوسانہ خوش ہو کر اس پر صدقے واری جاتے ہوئے بولی "تم میرے ساتھ مرنے کے لیے یہاں واپس آنے والے تھے۔ اوہ جبریل! تم واقعی میرے دیوانے ہو۔ بائی دی وے، تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ مجھے قتل کرنے کی کوشش کرنے والا پیرس میں ہے؟ کون ہے وہ؟"

"وہی ذلیل پارس جسے تم دوست سمجھتی رہیں۔"

"ذلیل ہو گے تم۔"

اس نے جبریل کو زور کا دھکا دیا۔ وہ پیچھے لڑکھڑاتا ہوا ایک صوفے پر آ کر گرا پھر اپنے کئی من کے بوجھ کے ساتھ صوفے کو لیے ہوئے دوسری طرف اُلٹ گیا۔ سوسانہ نے ایک بہت بڑے پیتل کے گملے کو اُٹھا کر اس کے منہ پر دے مارا۔ اس ہال میں بھگدڑ مچ گئی تھی۔ تمام مسافر دُور بھاگ رہے تھے۔ وہ پیتل کا گملا جبریل کے منہ سے لگ کر دُور چلا گیا تھا اس کے اندر کی مٹی پھیلتی چلی گئی تھی۔ لاکھوں ڈالرز کا قالین اور فرنیچر برباد ہو رہا تھا اور ٹوٹ رہا تھا۔

وہ قالین پر سے اُٹھتا ہوا بولا "تمھیں کیا ہو گیا ہے پیار کرتے کرتے پاگل کتیا کی طرح کاٹنے لگی ہو۔"

"پاگل کتے ہو تم، جو میری جان بچانے والے کو کاٹنے کے لیے پیرس جا رہے ہو۔"

وہ حیرانی سے بولا "جو تم پر تیزاب سے حملہ کر رہا تھا جس نے تمھیں اندھے کنوئیں میں گرایا، اُسے تم جان بچانے والا کہہ رہی ہو؟"

"مجھ پر پارس نے حملہ نہیں کیا تھا۔ تمھارے سپر ماسٹر کے آدمی مجھے تیزاب کے ذریعے مار ڈالنا چاہتے تھے۔ میں نے تیزاب سے بچنے کے لیے جان بوجھ کر کنوئیں میں چھلانگ لگائی تھی۔"

اُس نے پوچھا "سپر ماسٹر کے آدمی تمھیں کیوں مارنا چاہیں گے جب کہ میں اس کا وفادار ہوں۔"

"تمھارے ماسٹر کو یقین ہو گیا ہے کہ جس طرح پارس نے مجھے دوست بنا لیا ہے اسی طرح میں اس کے ساتھ مل کر تمھیں بھی اس کا دوست بناؤں گی اور تمھیں سپر ماسٹر سے بدظن کر دوں گی۔ وہ جانتا ہے کہ تم میرے دیوانے ہو، میری باتوں میں آ جاؤ گے۔ اگر میں مار ڈالی جاؤں گی تو پارس تنہا تمھیں دوست نہیں بنا سکے گا۔ وہ ذلیل، تمھارا سپر ماسٹر مجھے مروانا چاہتا ہے۔"

مارٹن رسل، جبریل کے دماغ میں موجود تھا۔ اس کی سوچ میں بول رہا تھا "یہ میری سوسانہ نہیں کہہ رہی ہے بلکہ وہ خیال خوانی کرنے والا کہہ رہا ہے جس نے تنویمی عمل کے ذریعے اسے ذہنی طور پر کنیز بنا لیا ہے۔ یہ اُس کی پابند ہو گئی ہے۔ جیسا وہ چاہتا ہے ویسے ہی یہ بولتی ہے۔"

جبریل نے اچانک سانس روکی۔ مارٹن رسل کی سوچ باہر نکل گئی۔ اگرچہ جبریل کو اپنے دماغ میں پرائی سوچ کے آنے جانے کا علم نہیں تھا لیکن دماغ میں یہ بات کبھی آ گئی کہ موت کے منہ سے واپس آنے والی پارس کو دشمن نہیں کہہ رہی ہے تو اس میں کچھ حقیقت ہوگی۔ سوسانہ اکثر کہتی ہے کہ میرے دماغ میں سپر ماسٹر کا آدمی رہتا ہے۔ آج کیوں نہ سانس روک کر جھوٹ سچ کو معلوم کیا جائے۔

وہ بدستور سانس روکتا رہا۔ سوسانہ سے بولا "کیا تم نے اچھی طرح دیکھا تھا کہ تم پر حملہ کرنے والا پارس یا پارس کے آدمی نہیں تھے۔ میری بات کا جواب دینے سے پہلے سانس روک لو۔ اس طرح یہ بات یقینی ہو جائے گی کہ . . . . ابھی ہمارے دماغوں میں کوئی نہیں ہے اور ہم اپنی مرضی، اپنے حواس کے مطابق گفتگو کر رہے ہیں۔"

"واہ جبریل! تم نے بہت ہی دانشمندانہ مشورہ دیا ہے۔ یہ دیکھو میں نے سانس روک لی ہے اور اپنی مرضی سے اپنے حواس میں رہ کر بیان دے رہی ہوں کہ پارس یا اس کے آدمیوں نے مجھ پر حملہ نہیں کیا تھا۔ ایک حملہ کرنے والے کو میں نے صاف پہچان لیا تھا۔ وہ کئی بار سپر ماسٹر کا پیغامبر بن کر تمھارے پاس آ چکا تھا۔ اس نے تیزاب سے حملہ کرتے ہوئے کہا تھا۔ تو جبریل کے سامنے ہمارے خلاف بولنے کے لیے زندہ نہیں رہے گی۔"

ان کی باتوں کے دوران پولیس والے بھاری تعداد میں آ گئے تھے۔ ان کے پاس جدید ہتھیار تھے مگر وہ جانتے تھے کہ گولیاں ضائع ہوں گی۔ ایک افسر نے دُور ہی سے کہا "مس سوسانہ! مسٹر جبریل! ہمارے ملک پر، ہمارے اور ائر پورٹ پر رحم کریں۔ مسافر سہم گئے ہیں، اپنا سفر ملتوی کر رہے ہیں۔ ہمیں لاکھوں ڈالرز کا نقصان ہو رہا ہے۔ آپ جھگڑا نہ کریں۔ آرام سے بیٹھ جائیں۔ آپ دونوں کے لیے ایک اسپیشل طیارے کا انتظام ہو رہا ہے۔"

سوسانہ نے سوچا۔ اگر وہ جبریل کے ساتھ کسی الگ طیارے میں جائے گی تو پارس بچھڑ جائے گا۔ وہ پیرس تک بھائی کے ساتھ بھی سفر کرنا چاہتی تھی۔ اس نے دُور کھڑے ہوئے اور سہمے ہوئے مسافروں کی طرف دیکھ کر کہا "میں تم سب لوگوں سے معافی چاہتی ہوں۔ مجھ سے اور میرے ساتھی سے بہت بڑی حماقت ہوئی ہے۔ ہمیں مہذب انسانوں کے درمیان آ کر جانوروں کی طرح لڑنا نہیں چاہیے۔ ایک بار ہماری غلطی معاف کر دو۔ میں یقین دلاتی ہوں سفر کے دوران تم میں سے کسی کو شکایت کا موقع نہیں دوں گی۔"

پارس سہمے ہوئے مسافروں کے درمیان کھڑا ہوا تھا اس نے بلند آواز سے کہا "لیڈیز اینڈ جنٹلمین! میری طرح آپ نے بھی آج کا اخبار دیکھا ہے اس میں صاف طور پر لکھا ہے کہ یہ دونوں فطرتاً درندے نہیں ہیں، دشمنوں کے ساتھ دشمن اور دوستوں کے ساتھ دوست ہوتے ہیں۔ ہمیں ان کی غلطی کو بھلا کر انھیں دوست بنانا چاہیے، اگر ہم نے دوست نہ بنایا تو پھر ہم مہذب کہلانے کے حق دار نہیں ہوں گے۔ سب سے پہلے میں دوستی کا ہاتھ بڑھاتا ہوں۔"

اس نے آگے بڑھ کر پہلے سوسانہ سے پھر جبریل سے مصافحہ کیا۔ اُسے دیکھ کر دوسروں کو بھی حوصلہ ہوا کہ وہ درندے نہیں ہیں۔ دوست بنایا جائے تو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ پھر دوسرے بھی آ کر ان دونوں سے مصافحہ کرنے لگے۔ پولیس والے خوشی سے تالیاں بجا کر مسافروں کا شکریہ ادا کر رہے تھے۔

دوسری طرف مارٹن رسل سپر ماسٹر کے نائب کے پاس پہنچ کر رپورٹ دے رہا تھا "جناب! جبریل نے سانس روک لی ہے۔ ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا۔ اُسے میری موجودگی کا علم نہیں ہوتا ہے، پھر پتا نہیں کیوں اُس نے سانس روک لی ہے۔"

نائب نے کہا "دوبارہ اس کے اندر جاؤ۔"

"کیسے جاؤں؟ وہ سانس نہیں لے رہا ہے۔ آپ جانتے ہیں وہ اور سوسانہ آدھے گھنٹے تک سانس روک سکتے ہیں۔"

"شاید اس نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر کے ایسا کیا ہے۔"

"اگر کوئی پرائی سوچ کی لہر آتی تو پہلے وہ چونکتا پھر اسے بھگانے کے لیے سانس روکتا۔ میں یقین سے کہتا ہوں کوئی پرائی سوچ محسوس نہیں ہوئی، اس نے مجھے بھگانے کے لیے ایسا کیا ہے۔"

"جب وہ تمھیں محسوس نہیں کرتا ہے تو پھر تمھیں بھگانے کا عمل کیوں کرے گا؟"

"یہی تو سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔"

"تو سمجھنے کی کوشش کرو۔ بار بار اس کے پاس جاؤ۔"

"وہ تو میں جاتا رہوں گا۔ تم سے یہ پوچھنے آیا ہوں کہ سوسانہ کی طرح وہ بھی ہاتھ سے نکلتا دکھائی دے تو کیا کرنا چاہیے۔"

"وہی جو سوسانہ کے ساتھ کیا جا رہا تھا۔ پتا نہیں پارس اسے کس طرح اندھے کنوئیں سے نکال لایا تھا۔ ہمیں اس کنوئیں کے چور دروازے کے متعلق معلوم ہونا چاہیے۔ اور یہ بھی اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ ان دونوں روبوٹس پر ہمارے ملین ڈالرز خرچ ہوئے ہیں۔ ہم دشمنوں کو ان سے فائدہ اٹھانے نہیں دیں گے۔ اس سے پہلے کہ وہ باباصاحب کے ادارے میں جا کر پناہ لیں، انھیں تیزاب سے نہلا دیا جائے گا۔"

اس طیارے میں میرا ایک آلۂ کار بھی سفر کر رہا ہے۔ میں اس کے دماغ میں رہ کر جبریل پر نظر رکھوں گا اور تمھیں بدلتے ہوئے حالات سے آگاہ کرتا رہوں گا۔"

"طیارے کے پائلٹ کے دماغ میں بھی جگہ بناؤ۔"

وہ احکامات کی تعمیل کے لیے جبریل کے پاس آیا۔ اس بار اسے دماغ میں جگہ مل گئی۔ جبریل نے اسے محسوس نہیں کیا تھا۔ آرام سے سانس لے رہا تھا۔ سوسانہ اس کے ساتھ طیارے میں بیٹھی کہہ رہی تھی "آخر تم اتنی دیر سے خاموش کیوں ہو؟ کیا سوچ رہے ہو، مجھے بھی بتاؤ۔"

وہ بولا "مقتول اپنے قاتل کا چشم دید گواہ ہوتا ہے، تم بھی اپنے قاتلوں کی چشم دید گواہ ہو۔ میں حیران ہوں کہ جس کا میں وفادار رہوں اس کے آدمیوں نے تم پر قاتلانہ حملے کیوں کیے . . . ؟"

مارٹن رسل نے ان کی سوچ میں کہا "سوسانہ کے دماغ میں آرمر گھسا ہوا ہے۔ وہ سوسانہ کی زبان سے سپر ماسٹر کے خلاف بول رہا ہے۔"

جبریل نے سانس روک لی۔ مارٹن رسل باہر نکل گیا۔ جبریل اب بھی اس سے بے خبر تھا لیکن یہ سمجھنا چاہتا تھا کہ سانس روکنے سے اپنے ہی اندر کی سوچ میں کیا فرق پڑتا ہے۔ ایسا کرتے ہوئے اس نے اپنے آپ سے پوچھا "کیا سوسانہ کے دماغ سے کوئی سپر ماسٹر کے خلاف بول رہا ہے؟"

اسے کوئی جواب نہ ملا۔ مارٹن رسل ہوتا تو جواب دیتا۔ اب یہ جبریل کے سمجھنے کی بات تھی کہ تھوڑی دیر پہلے دماغ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

میں یہ سوچ پیدا ہو رہی تھی کہ سوسانہ کے دماغ میں آرمر گھسا ہوا ہے۔ اب ایسی سوچ نہیں ہے۔" اس کا مطلب ہے سپر ماسٹر کے آدمیوں نے میری سوسانہ پر حملے کیے تھے۔ میری محبت کو مٹا ڈالنے کی کوشش کی گئی تھی۔ جب سوسانہ کہتی ہے کہ پارس دشمن نہیں ہے تو پھر نہیں ہے۔ کیا پارس اور سوسانہ کے خلاف میرے دماغ میں کوئی سوچ پیدا ہوگی۔ میں سانس روکے مخالفانہ سوچ کا انتظار کر رہا ہوں۔"

وہ انتظار کرنے لگا۔ مخالفانہ سوچ پیش کرنے کے لیے مارٹن رسل نہ آسکا کیوں کہ وہ سانس روکے بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اپنی ذات میں اس قدر ڈوب گیا تھا کہ پاس بیٹھی ہوئی سوسانہ کی باتیں بھی اُسے سُنائی نہیں دے رہی تھیں۔ وہ اُسے جھنجوڑتے ہوئے بولی "کیا ہو گیا ہے تمھیں؟ کہاں کھو گئے ہو؟"

وہ چونک گیا۔ پھر بولا "میں اب تک سو رہا تھا۔ اب جاگتے رہنے کا طریقہ معلوم ہو گیا ہے۔"

"وہ طریقہ کیا ہے؟"

"آیندہ مجھے اہم معاملات کو سمجھنے اور کسی معقول نتیجے تک پہنچنے کے لیے سانس روکنا چاہیے۔"

"ہاں میں دیکھ رہی ہوں، سانس روکنے سے شیطانی خیالات اندر سے نکل جاتے ہیں۔"

اُس وقت وہ سانس روکے ہوئے نہیں تھا۔ مارٹن رسل پھر چُپکے سے آکر اُن کی باتیں سُن رہا تھا۔ اُس نے جبریل کے اندر سوال پیدا کیا "پارس نے میری سوسانہ کو اُس اندھے کنوئیں سے کیسے نکالا ہو گا، جہاں سے کوئی زندہ واپس نہیں آتا۔"

جبریل نے یہ سوال سوسانہ سے کیا۔ وہ بولی "اُس اندھے کنوئیں میں ایک اندھا گہرا راز ہے۔ آج بھی میرے اور پارس کے سوا کوئی وہاں جائے گا تو زندہ واپس نہیں آئے گا۔"

"یہی تو میں پوچھ رہا ہوں تم دونوں زندہ واپس کیسے آگئے؟"

وہ بولی "کیا تم جاننا چاہتے ہو؟"

"ہاں تم سے تعلق رکھنے والی ہر بات کا علم مجھے ہونا چاہیے۔"

"اچھی بات ہے۔ تم سانس روکو، میں بتاتی ہوں۔"

اُس نے سانس روک لی۔ مارٹن رسل دماغ سے نکل کر سوسانہ کو گالیاں دینے لگا۔ اب وہ راز کی بات نہیں سُن سکتا تھا۔ وہ جبریل سے بولی "ابھی تم نے سانس روکی ہے، جب سانس لو گے تو شیطان آکر تمھارے اندر سے وہ را[ز] کی بات معلوم کرے گا۔"

"ابھی پوری طرح یقین نہیں ہوا ہے کہ واقعی میرے اندر کوئی چھپ کر رہتا ہے ویسے سانس روکنے کے نتا[ئج] اچھے نکل رہے ہیں۔"

"پہلے شیطان کی موجودگی کا یقین ہونا چاہیے تب انسان ہمیشہ محتاط رہتا ہے۔ ابھی ہم آزمائش کے لیے [ی]ہ کرتے ہیں کہ میں تمھیں وہ راز کی بات نہیں بتاؤں گی۔ سانس [لینے] کے بعد تمھارے اندر اس راز کے متعلق سوال پیدا ہو تو تم جوا[ب] میں سوچنا کہ یہ سوسانہ عجیب بات کہہ رہی ہے۔ دوسری [بار] سوال پیدا ہو تو جواب میں سوچنا کہ وہ صرف عجیب بات [نہیں] بلکہ عجیب و غریب باتیں بتا رہی ہے۔ جسے عقل تسلیم نہیں [کرتی۔"]

جبریل نے کہا "تم چاہتی ہو جب میرے دماغ میں سوال پیدا ہو میں کسی نہ کسی طرح ٹالتا رہوں۔"

"ہاں یوں بار بار ایک سوال پوچھنے کا مطلب ہے کوئی اندھے کنوئیں کا راز معلوم کرنے کے لیے بے چین ہے۔"

وہ سانس لے کر ایک رسالہ کھولتے ہوئے تصویر[یں] دیکھنے لگا۔ مارٹن رسل طیارے میں بیٹھے ہوئے آلۂ کار کے ذریعے انھیں دیکھ رہا تھا۔ جب وہ جبریل کے دماغ میں [آیا] تو وہ سانس لے رہا تھا۔ اس نے دماغ میں سوچ پیدا کی "اندھا کنواں آخر کیا بلا ہے؟"

جبریل نے جواباً سوچا "پتا نہیں کیا بلا ہے۔ یہ سو[سانہ] عجیب بات کہہ رہی ہے۔"

سوال پیدا ہوا "بھلا عجیب بات کیا ہے؟"

"وہ صرف عجیب ہی نہیں بلکہ عجیب و غریب [باتیں] بتا رہی ہے۔"

"آخر کیا بتا رہی ہے؟"

وہ بیزاری سے جواباً سوچنے لگا "ایک تو سو[سانہ] نے وہاں کا راز بتا کر مجھے جکڑ دیا ہے۔ دوسرے یہ اند[ھے] کنوئیں والی بات بار بار دماغ میں پیدا کر کے میرا سر اور دُکھ[ا] رہی ہے۔"

پھر سوچ پیدا ہوئی "میں کھُل کر اندھے کنوئیں [سے] متعلق سوچوں گا تو وہ راز اچھی طرح سمجھ میں آنے گا۔"

جبریل نے رسالہ بند کر کے سوسانہ سے کہا "تمھا[ری] تدبیر کامیاب رہی ہے۔ میرے دماغ میں اُس کنوئیں [سے] متعلق بار بار سوالات پیدا ہو رہے ہیں۔ یہ بھید کھُل [گیا] ہے کہ سپر ماسٹر نے کسی شیطان کو میرے اندر چھپا رکھا [ہے] جیسے میں سانس روک کر ہی بھگا سکتا ہوں۔"

اس نے سانس روکی۔ مارٹن رسل بھاگتا ہوا نائب سپر ماسٹر کے پاس پہنچا۔ پھر بولا "جبریل کو یقین ہو گیا ہے کہ تمھاری طرف سے ایک خیال خوانی کرنے والا اس کے اندر چھپا رہتا ہے۔ اب وہ آپے سے باہر ہو گا۔ باغی ہو جائے گا۔ پارس اسے ہمارے خلاف استعمال کرے گا۔"

سپر ماسٹر کمپیوٹر کے ذریعے اپنے نائب کو ہدایات دیتا تھا کہ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے مسائل کس طرح حل کیے جانے چاہئیں۔ اس نے کمپیوٹر کے ذریعے سوال کیا "کیا وہ طیارہ پرواز کر رہا ہے؟"

"جی ہاں۔ پرواز کر رہا ہے۔"

"کیا وہاں تیزاب لایا گیا ہے؟"

"جی نہیں، ہمیں ایسی سچویشن کی توقع نہیں تھی۔"

"کیا بدترین سچویشن یا بُرے حالات اطلاع دے کر آتے ہیں؟ کیا تم موٹی عقل سے بھی نہیں سوچ سکتے تھے کہ دونوں روبوٹس کو تیزاب کے ذریعے کنٹرول بھی کیا جا سکتا ہے اور انھیں فنا بھی کیا جا سکتا ہے لہٰذا تیزاب تھوڑی سی مقدار میں ہمیشہ اپنے آلۂ کار کے پاس رکھنا چاہیے۔"

"مجھ سے غلطی ہو گئی۔ لیکن میں جبریل کو پارس کے ہاتھوں میں نہیں جانے دوں گا۔"

"تم موجودہ حالات میں پائلٹ کے دماغ پر قبضہ جما سکتے ہو۔ طیارے کو اغوا کر کے کسی دوسری جگہ پہنچا سکتے ہو۔ لیکن ان اقدامات سے کیا حاصل ہو گا؟"

"میں دونوں روبوٹس کو پارس سے دُور لے جاؤں گا۔"

"تم لوگ ہر پہلو پر توجہ نہیں دیتے ہو۔ مجھے افسوس ہے کہ میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے رسونتی کی عقل رکھتے ہیں۔ وہ بھی ٹیلی پیتھی جانتے ہوئے عقل سے کام لینا نہیں جانتی۔ کیا تم نے یہ معلوم کیا ہے کہ چند گھنٹے پہلے سوسانہ کو اندھے کنوئیں سے نکالنے والا پارس کہاں چھپ گیا ہے؟"

"سپر ماسٹر! یہ تمھارے سراغرسانوں کا فرض ہے کہ وہ ہمارے ایک ایک دشمن پر نظر رکھیں۔ اور ان کے متعلق بروقت معلومات ہمیں پہنچاتے رہیں۔ چونکہ تمھارے کسی جاسوس نے مجھے پارس کے متعلق کوئی اطلاع فراہم نہیں کی اس لیے میں یہی سمجھوں گا کہ جاسوس، پارس سے کوئی خطرہ محسوس نہیں کر رہے ہیں یا پارس ہمارے دونوں روبوٹس کے ساتھ نہیں ہے۔ اور اگر ہے تو یہ تمھارے سراغرسانوں کی فرض ناشناسی ہے۔"

"کچھ اپنے طور پر بھی معلومات حاصل کی جاتی ہیں اور یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ جو چالاک دشمن نظر نہیں آ رہا ہے وہ کسی روپ میں چھپا ہوا ہے اور بہت ممکن ہے کہ وہ اس طیارے میں موجود ہو۔"

"جی ہاں، بہت ممکن ہے۔"

"پھر طیارے کو اغوا کر کے جہاں بھی لے جاؤ گے پارس وہاں موجود رہے گا۔"

"میں طیارے کو کسی جزیرے میں پہنچا کر اس سے نمٹ لوں گا۔"

"ہم پارس اور علی تیمور کو ایک جزیرے میں گھیر کر بہت زبردست نقصان اُٹھا چکے ہیں۔ میں پچھلے نقصانات اور تلخ تجربات کو بھول نہیں سکتا۔"

"پچھلی بار پارس اور علی تیمور ہمارے ایک خاص جزیرے میں تھے۔ اس جزیرے کی تباہی ہمیں نقصان پہنچانے والی تھی لیکن میں اس طیارے کو کسی اور جزیرے میں اتاروں گا۔"

"یوں تو طیارے کو پرواز کے دوران ہی تباہ کیا جا سکتا ہے لیکن جبریل ابھی کھُل کر ہمارا مخالف نہیں ہوا ہے اور نہ ہی اس نے ہمارے خلاف غصے کا اظہار کیا ہے لہٰذا اُسے ہمارا وفادار بن کر رہنے کا ایک موقع دینا چاہیے پارس اور سوسانہ کو ختم کرنے کی کوشش کرو۔"

اس نے نائب سے رابطہ ختم کیا۔ پھر طیارے میں ائر ہوسٹس کے پاس آیا۔ اس نے پہلے ہی اپنے آلۂ کار کے ذریعے ائر ہوسٹس کی آواز سُن لی تھی۔ وہ بے چاری ایک مسافر کے لیے پھلوں کا جوس لے کر جا رہی تھی۔ مارٹن رسل اسے چلاتا ہوا پائلٹ کیبن میں لے گیا۔ وہ پائلٹ کے پاس آکر بولی "یہ لو جوس۔"

پائلٹ نے حیرانی سے کہا "میں نے جوس کی فرمائش نہیں کی تھی پھر مجھے کیوں دے رہی ہو؟"

اس نے ہوسٹس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ چونک کر پائلٹ اور ایک اسٹیورڈ کو دیکھتے ہوئے بولی "میں... میں یہاں کیسے آگئی؟"

پائلٹ اور اسٹیورڈ ہنسنے لگے۔ وہ جلدی سے پلٹ کر کیبن سے باہر چلی گئی۔ اسٹیورڈ نے کہا "ابھی نئی ہے آج پہلی بار ہوسٹس کے فرائض انجام دے رہی ہے، اس لیے کچھ بدحواس ہے۔"

"بدحواسی میں اور زیادہ حسین لگ رہی ہے۔ وہ زہر بھی دے تو مجھے پی لینا چاہیے۔ میں نے جوس واپس کر کے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

غلطی کی۔"

مارٹن رسل اس کے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔ اس پر پوری طرح قبضہ جما کر پرواز کا رُخ بدل رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد کمپیوٹر نے بتایا کہ وہ آف دی روٹ جا رہا ہے۔ اُسے اپنے روٹ پر واپس آنا چاہیے۔

مارٹن رسل نے پائلٹ کو کمپیوٹر اسکرین کی طرف دیکھنے نہیں دیا لیکن کو پائلٹ دیکھ چکا تھا اور پائلٹ سے کہہ رہا تھا "جان ملر! یہ تم نے طیارے کا رُخ کیوں بدل دیا ہے؟"

اُس نے کو پائلٹ سے کہا "آرام سے بیٹھے رہو۔ میں تم سے زیادہ پرواز کے رُوٹ کو سمجھتا ہوں۔"

"لیکن کمپیوٹر تمھیں غلط کہہ رہا ہے۔ تمھیں صحیح روٹ پر آنے کی ہدایت کر رہا ہے۔"

"میں ابھی صحیح روٹ پر آجاؤں گا۔ تم کیبن سے باہر جاؤ۔"

"میں باہر نہیں جاؤں گا۔ تم فوراً پرواز کا رُخ بدلو یا یہ سیٹ چھوڑ دو۔ میں اسے پیرس کی طرف لے جاؤں گا۔"

اس نے پائلٹ کا بازو پکڑ کر اُسے اُٹھانا چاہا۔ مارٹن رسل اُسے چھوڑ کر کو پائلٹ کے دماغ میں آگیا۔ اُدھر دماغی طور پر حاضر ہونے والے پائلٹ نے اپنی جگہ سے اُٹھتے ہوئے کہا "مجھے کچھ ہو گیا تھا۔ میں کہیں گم ہو گیا تھا۔ یہ طیارہ، یہ کیبن اور تم سب مجھے نظر نہیں آرہے تھے۔"

اسٹیو رڈ نے اُسے سہارا دے کر دوسری سیٹ پر بٹھاتے ہوئے کہا "تم پرواز کے دوران کبھی زیادہ نہیں پیتے ہو۔ کیا آج زیادہ پی لی ہے؟"

کو پائلٹ نے اپنی ساتھی پائلٹ کی جگہ سنبھال لی تھی۔ اس نے سیٹ پر آتے ہی کمپیوٹر کو آف کر دیا تھا۔ اسٹیو رڈ نے کہا "تم نے اسے آف کیوں کر دیا؟ آن کرو۔ ہمیں روٹ کا پتا چلنا چاہیے۔"

اُس کو پائلٹ نے بالکل پائلٹ کی طرح جواب دیا۔ "آرام سے بیٹھے رہو۔ میں تم سے زیادہ پرواز کے روٹ کو سمجھتا ہوں۔"

اُدھر جس پائلٹ کا دماغ آزاد ہوا تھا وہ ایک ہاتھ سے سر تھام کر کہہ رہا تھا "اوہ مائی گاڈ! اب سمجھ میں آرہا ہے، کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے میرے دماغ میں آکر پرواز کی سمت بدل دی تھی۔"

اسٹیو رڈ نے کہا "بے شک، اب وہ خیال خوانی کرنے والا اس کو پائلٹ کے دماغ میں ہوگا۔"

مارٹن رسل نے کو پائلٹ کی زبان سے کہا "تم دونوں ٹھیک سمجھ رہے ہو۔ یہ طیارہ میری مرضی کے مطابق پرواز کرے گا۔ تم میں سے کسی نے میری مخالفت کی تو میں اُسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

اسٹیو رڈ نے ایک جھٹکے سے کیبن کا دروازہ کھول کر دوسرے اسٹیو رڈ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "خطرہ ہے کوئی خیال خوانی کرنے والا..."

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی مارٹن رسل نے دماغ کے اندر زلزلہ پیدا کیا۔ وہ چیخ مار کر فرش پر سے اُچھلا پھر آدھا کیبن کے دروازے سے باہر آدھا اندر گر کر تڑپنے لگا۔ کتنی ہی مسافر عورتیں سہم کر چیخنے لگیں۔ مرد اس کے چیخنے اور گرنے کی وجہ معلوم کرنے کے لیے اپنی سیٹوں سے اُٹھ گئے۔ پارس نے اسٹیو رڈ کی ادھوری بات سے سمجھ لیا تھا کہ طیارے میں خیال خوانی کرنے والا موجود ہے اور کیبن کے اندر خطرہ بن گیا ہے۔

وہ فوراً اپنی جگہ سے اُٹھ کر تیزی سے چلتا ہوا سوسانہ کے پاس آکر بولا "کم آن۔ ہری اپ کیبن کے اندر سے جہاز کے عملے کو باہر کرو۔ پھر کسی کو اندر نہ جانے دو۔"

وہ دونوں دوڑتے ہوئے کیبن کے پاس آئے۔ پارس دروازے پر پڑے ہوئے اسٹیو رڈ کو کھینچ کر مسافروں کے درمیان لایا۔ سوسانہ نے اندر پہنچ کر ایک پائلٹ کو گود میں اٹھا کر اسے کیبن کے باہر پھینک دیا۔ پارس نے کو پائلٹ کی گردن پیچھے سے دبوچ لی۔ جب اس کی سانس رُکنے لگی تو مارٹن کو اُس کے دماغ سے نکلنا پڑا۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی پارس نے اُسے ایک طرف ہٹا کر پائلٹ کی سیٹ سنبھال لی۔ سوسانہ کو پائلٹ کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر کھینچتی ہوئی باہر لائی۔ جبریل نے پوچھا "یہ سب کیا ہو رہا ہے؟"

وہ بولی "تمھارا سپر ماسٹر ہمیں اغوا کرنا یا طیارے کے ساتھ فنا کر دینا چاہتا ہے۔ اگر تم اس کی وفاداری میں آئے ہو تو میری لاش پر سے گزر کر کیبن میں جاؤ گے اور میری لاش پر سے گزرنے کے لیے تمھیں پسینہ آجائے گا۔"

"سوسانہ! میری جان! میں تمھیں یہ بتانے آیا ہوں کہ میرے دماغ میں کوئی نہیں آئے گا۔ میں وقفے وقفے سے سانس روک رہا ہوں۔"

وہ خوش ہو کر بولی "تم بہت اچھے ہو جبریل۔ اسی لیے تو سوسانہ تم پر مرتی ہے۔ دیکھو صرف سانس روکنے سے کام نہیں چلے گا۔ دشمن پائلٹ کیبن میں ناکام ہونے کے بعد دوسرے ہتھکنڈے آزمائے گا۔"

ایک مسافر نے پوچھا "یہ کیا ہو رہا ہے؟ تم لوگوں نے پائلٹ وغیرہ کو یہاں لا پھینکا ہے۔ کیا طیارے کو اغوا کر کے نہیں لے جا رہے ہو؟"

جبریل نے اُسے گھور کر دیکھا۔ پھر کہا "میں ایک بار کہوں گا۔ میری باتوں پر عمل نہ کیا گیا تو دم باہر کر دوں گا۔ ایک دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا اس طیارے کو تباہ کرنا چاہتا ہے۔ ہم اسے حفاظت سے پیرس پہنچانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ تم سب میری باتوں پر یقین کر لو۔ اگر یقین نہیں کرو گے تو ہمارے لیے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔"

ایک شخص کھڑکی کے ناقابلِ شکست شیشے کو گھونسے مارنے لگا۔ اس کے پاس بیٹھے ہوئے مسافر نے اُسے ایسا کرنے سے روکنا چاہا۔ اس نے پلٹ کر مسافر کے مُنہ پر گھونسا جڑ دیا۔ پھر وہ اسی طرح کھڑکی کو توڑنا چاہتا تھا۔ جبریل نے اُسے گردن سے پکڑ کر سیٹ پر سے بلند کیا پھر مسافروں سے کہا "وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا اسی طرح تم میں سے ہر ایک کے دماغ پر قبضہ جمائے گا اور تم سے ایسی حرکتیں کرائے گا جس سے طیارے کو نقصان پہنچے۔ اس سے بچنے کا ایک ہی طریقہ ہے۔ تمھارے دماغ میں جب بھی طیارے کو نقصان پہنچانے کا خیال پیدا ہو، فوراً سانس روک لو۔ چند سیکنڈ کے لیے سہی سانس روکو گے تو وہ شیطان تمھیں آلۂ کار نہیں بنا سکے گا۔"

مارٹن رسل کا خاص آلۂ کار اُس وقت ٹائلٹ میں تھا۔ سب مشین گن کے الگ الگ حصوں کو جوڑ رہا تھا۔ ائرپورٹ میں مسافروں کے سامان کو بڑی سختی سے چیک کیا جاتا ہے۔ ایک ایک سامان ایکسرے مشین کے سامنے سے گزار کر اسکرین پر دیکھا جاتا ہے۔ کوئی ایک چاقو بھی طیارے میں سفر کے دوران اپنے پاس نہیں رکھ سکتا تھا۔ یہ کہ وہ سب مشین گن چھپا کر لے آیا تھا۔

اسے طیارے میں پہنچانے کے لیے مارٹن رسل نے اُن افسران کے دماغوں پر قبضہ جمایا تھا جو ایکسرے مشین کے ذریعے یا الارم انڈیکیٹر کے ذریعے چھپی ہوئی چیزیں برآمد کر لیتے تھے۔ اُن افسران کو ٹریپ کرنے کے بعد مشین گن کو طیارے میں لانا کچھ مشکل نہ تھا۔ وہ آلۂ کار سب مشین گن لے کر ٹائلٹ سے باہر آیا۔ پھر للکارتے ہوئے بولا "جبریل اور سوسانہ! میری طرف قدم اٹھانے سے پہلے اچھی طرح یقین کر لو کہ جتنی دیر میں تم مجھ تک پہنچو گے اتنی دیر میں یہ مشین گن کم از کم پچیس مسافروں کو مار گرائے گی۔ میں تین تک گن رہا ہوں۔ گنتی ختم ہونے سے پہلے پائلٹ کو اس کی سیٹ پر واپس بھیج دو اور اپنے ساتھی کو کیبن سے باہر بلا لو۔"

اس نے گنتی شروع کی "ایک..."

سوسانہ نے پلٹ کر پوچھا "پارس! ہمیں کیا کرنا چاہیے؟"

اس نے گنتی سُنائی "دو..."

پارس نے کہا "ان سے کہو پائلٹ یہاں آسکتا ہے۔ میں باہر آرہا ہوں۔"

مارٹن رسل پائلٹ کے دماغ پر قبضہ جما کر کیبن میں آیا پھر بولا "تم یقیناً پارس ہو۔ بڑا اچھا حلیہ بنا رکھا ہے۔ چلو اُٹھو۔"

پارس نے اُٹھتے ہوئے کہا "میں اس بے چارے پائلٹ کو کیا کہہ سکتا ہوں۔ یہ اپنے اختیار میں نہیں ہے اور تم ٹیلی پیتھی کے غرور میں اپنے اختیار سے باہر کام کر رہے ہو۔ چلو دیکھتے ہیں آگے کیا ہونے والا ہے۔"

پائلٹ ہنستے ہوئے بولا "آگے وہ نہیں ہوگا جو کچھ تم چاہتے ہو۔"

"بے شک آگے وہی ہوتا ہے جو خدا کو منظور ہوتا ہے۔"

وہ کیبن سے باہر آگیا۔ سوسانہ نے کہا "میرے بھائی، بہت عظیم ہو تم مسافروں کو بچانے کے لیے اپنی جان خطرے میں ڈال رہے ہو۔"

پارس نے کہا "اپنے ساتھ تم دونوں کو بھی مصیبتوں میں ڈال رہا ہوں۔"

جبریل اس کے پاس آیا پھر بولا "میں تمھارا جانی دشمن تھا۔ اب ایسے وقت جانی دوست بن رہا ہوں جب ہم سب کی جان پر بنی ہوئی ہے۔"

اس نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ پارس نے گرم جوشی سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا "جان پر کھیلنے والے دوست ہوں تو جان جوکھم میں ڈالنے کا مزہ آجاتا ہے۔ ویسے تمھارا نشانہ کیسا ہے؟"

"زبردست ہے۔ مگر ایسے وقت کیوں پوچھ رہے ہو جب کہ ہمارے پاس چھوٹا سا پستول بھی نہیں ہے۔"

"میں جو ہوں، سیدھا بلٹ کی طرح لگتا ہوں۔ تم مجھے اُٹھا کر سیدھا مشین گن والے کے اوپر پھینک دو۔"

سوسانہ نے کہا "کیا دماغ چل گیا ہے؟ اگر اس کی مشین گن

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

چل پڑی تو؟"

"مشین گن کی گولیاں جبریل کو لگیں گی۔ آزما کر دیکھ لو۔"

جبریل نے کہا: "تم بہت ہی خطرناک چالیں سوچتے ہو۔ میں تمھیں دوست بناتے ہی دشمنی نہیں کروں گا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی پارس نے اس کے منہ پر ایک زبردست گھونسا جڑ دیا۔ جبریل پیچھے کو ڈگمگایا، ابھی وہ حیران تھا کہ دوسرا اور تیسرا گھونسا پڑ گیا۔ مشین گن والے نے للکار کر کہا: "لڑائی بند کرو۔ ورنہ گولی مار دوں گا۔"

پارس نے جبریل کا گلا دونوں ہاتھوں سے دبوچنے کے بہانے سرگوشی میں کہا: "تمھیں سوسانہ کی قسم، اچھا موقع ہے۔ مجھے اُس پر پھینکو۔"

دوسرے ہی لمحے جبریل نے اُسے دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر سر سے بلند کیا۔ کتنی ہی عورتیں چیخنے لگیں۔ مشین گن والے نے آخری وارننگ دی۔ وہ یقیناً آخری وارننگ کے بعد مشین گن کا ایک برسٹ مارنا چاہتا تھا مگر اس سے پہلے ہی اس کی توقع کے خلاف جبریل نے پارس کو اس پر دے مارا، دوسرے لفظوں میں پارس کو آسانی سے اس کی گردن تک پہنچا دیا۔

تمام مسافر جتنی دیر میں جبریل کی طرف سے گردن گھما کر مشین گن والے کی طرف دیکھتے، اتنی دیر میں وہ گن پارس کے ہاتھوں میں آ چکی تھی۔ اور وہ گن والے کے سینے پر پاؤں رکھے کہہ رہا تھا: "جبریل بجلدی آؤ۔ اسے سنبھالو۔"

وہ دوڑتا ہوا آیا۔ پارس نے اسے مشین گن دیتے ہوئے کہا: "اسے نہ چلانا۔ شکار کو اپنے ہاتھوں سے ختم کر دو۔ تاکہ دشمن کا ایک آلۂ کار کم ہو جائے۔"

پھر وہ کیبن کی طرف دوڑ لگاتے ہوئے بولا: "سوسانہ! پائلٹ کو اس کی سیٹ پر سے ہٹاؤ۔ میں اس کی جگہ لوں گا۔"

وہ دونوں تیزی سے کیبن میں داخل ہوئے لیکن پائلٹ تک پہنچنے سے پہلے ہی لڑکھڑا کر گر پڑے۔ کیوں کہ جہاز اُتر رہا تھا۔ اس کے پہیے زمین سے لگ چکے تھے۔ انھوں نے اپنا توازن برقرار رکھنے کی کوشش کی لیکن پائلٹ نے جہاز کو اچانک ایک ٹرن دیا۔ جس کے نتیجے میں وہ دونوں اُٹھتے اُٹھتے پھر گر پڑے۔

ویسے مارٹن رسل پائلٹ کے دماغ میں رہ کر اُن دونوں کو دُور رکھنے کی فضول سی کوششیں کر رہا تھا۔ اگرچہ وہ جہاز کو کہیں دوسری جگہ پہنچانے میں کامیاب ہو گیا تھا مگر سچویشن پارس، جبریل اور سوسانہ کے کنٹرول میں تھی۔ کیوں کہ مشین گن اُن کے ہاتھوں میں آ گئی تھی۔ مارٹن نے پائلٹ کے ذریعے ڈیش بورڈ کے کئی تاروں کو نوچ ڈالا۔ انھیں توڑ کر الگ کر دیا۔ وائرلیس اور کمپیوٹر کو گھونسے مار کر انھیں ڈیش بورڈ پر پٹخ پٹخ کر توڑ دیا۔ طیارے کے انجن کو آن کرنے والی ایک چابی پائلٹ کے منہ میں ڈالی اُسے نگلنے پر مجبور کیا۔ وہ آہنی بڑی چابی کبھی نگل نہیں سکتا۔ مگر دماغ اپنے بس میں نہیں تھا ایسے میں پتھر یا لوہا کچھ بھی نگل سکتا تھا، سو اُس نے نگل لیا۔

سوسانہ اور پارس فرش سے اُٹھ کر اس کے پاس آئے۔ اُسے پائلٹ سیٹ سے کھینچ کر ہٹایا۔ اس وقت اس کی سانس رُکی ہوئی تھی۔ وہ سانس لینا چاہتا تھا لیکن مارٹن رسل اسے زندہ رہنے کی اجازت نہیں دے رہا تھا وہ چاہتا تھا چابی نگلنے والی بات پارس وغیرہ کو معلوم نہ ہو۔ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا۔ بے چارہ پائلٹ ہمیشہ کے لیے سانس چھوڑ گیا۔

پارس نے ونڈ اسکرین کے پار دیکھا۔ ایک کولتار کی سڑک دُور تک نظر آ رہی تھی۔ وہ سڑک اتنی کشادہ تھی کہ پائلٹ نے بڑی کامیابی سے طیارے کو وہاں اُتارا تھا۔ دائیں جانب بہت دُور سمندر کی جھلک نظر آ رہی تھی اُس نے وائرلیس اور کمپیوٹر کا جائزہ لیتے ہوئے کہا: "پتا نہیں، دشمن نے ہمیں کہاں پہنچا دیا ہے۔ اس نے وائرلیس میں خرابی پیدا کر دی ہے۔ ہم کسی سے رابطہ قائم نہیں کر سکتے۔"

تمام مسافروں میں کھلبلی پیدا ہو گئی تھی۔ وہ کھڑکیوں سے باہر کا منظر دیکھ کر اس جگہ کے متعلق اپنی اپنی رائے پیش کر رہے تھے اور اپنی منزل سے بھٹکنے کے باعث پریشان بھی تھے۔ پارس نے کیبن سے نکل کر کہا: "آپ لوگ خدا کا شکر ادا کریں کہ اب تک آپ کو یا طیارے کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا ہے۔ فی الحال ہمیں جہاز سے باہر نکل کر اس جگہ کے متعلق معلوم کرنا ہو گا۔ ہم یہاں کے باشندوں کا تعاون حاصل کر کے آئندہ اپنا سفر جاری رکھ سکیں گے۔"

مارٹن رسل نائب سپر ماسٹر کے پاس آ کر بولا: "میں نے طیارے کو کسی دوسری جگہ پہنچا دیا ہے۔ مجھے وہاں تمھارے مسلح آدمیوں کی ضرورت ہے۔"

"کہاں ضرورت ہے؟ اُس جگہ کا نام بتاؤ۔"

"وہ لوگ طیارے سے اُترنے والے ہیں۔ میں ان کے ذریعے معلومات حاصل کر کے بتاؤں گا۔"

"یعنی تم نے سوچے سمجھے بغیر طیارے کو کسی نامعلوم جگہ پہنچایا ہے۔ اور وہ طیارہ ان تینوں کے کنٹرول میں ہے۔"

"پوری طرح ان کے کنٹرول میں نہیں ہے۔ وہ اُسے اس جگہ سے لے جا نہیں سکیں گے۔ میں نے ایک اہم چابی پائلٹ کے پیٹ میں پہنچا کر اُسے مار ڈالا ہے وہ بھی چابی تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ انھوں نے میرے خاص آلۂ کار کو مار کر مشین گن حاصل کر لی ہے۔ اس لیے مجھے جدید ہتھیاروں سے لیس آدمیوں کی ضرورت ہے۔ میں ابھی آ کر بتاتا ہوں کہ وہ طیارہ کس ملک کے کس علاقے میں ہے۔"

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا طیارے کے ایک مسافر کے دماغ میں آیا۔ اس کے ذریعے پتا چلا پارس، جبریل اور سوسانہ تمام مسافروں کو طیارے سے باہر لا رہے تھے۔ مارٹن رسل نے اپنے آلۂ کار کے ذریعے کہا: "ہمیں جلد سے جلد کسی قریبی آبادی میں پہنچنا چاہیے۔"

دوسرے مسافر نے جواباً کہا: "پتا نہیں قریب ترین آبادی کتنی دُور ہو گی۔"

ایک عورت نے کہا: "میں تو پیدل نہیں جا سکوں گی۔"

اسی وقت دُور سے ایک جیپ آتی ہوئی دکھائی دی۔ پارس نے جبریل اور سوسانہ کو سب مشین گن کے سامنے کھڑا کر دیا تاکہ ان پہاڑوں کے پیچھے وہ گن آنے والوں کو نظر نہ آئے۔ مارٹن اپنے آلۂ کار کو جیپ کی طرف دوڑانے لگا۔ پارس نے اسے پکڑ کر پوچھا: "کہاں بھاگے جا رہے ہو؟ کیا وہ خیال خوانی کرنے والا تمھارے ذریعے جیپ والوں کے دماغوں میں پہنچنا چاہتا ہے؟"

پارس نے اُسے روکا تو مارٹن دوسرے مسافر کے دماغ میں پہنچ کر اُسے دوڑاتا لے گیا۔ پارس نے اُسے دیکھتے ہوئے کہا: "اس کم بخت کو روکا نہیں جا سکتا۔ یہ آلۂ کار بدل بدل کر وہاں جانے لگا۔"

اُس کی بات ختم ہوتے ہی ٹھائیں سے گولی چلی۔ جیپ میں بیٹھے ہوئے ایک شخص نے اُس آلۂ کار کو گولی مار دی۔ وہ جیپ طیارے سے کچھ فاصلے پر رُک گئی تھی۔ پارس دوڑتا ہوا مشین گن کے پاس پہنچ گیا تھا۔ جیپ میں سے چھ مسلح افراد اُتر کر مسافروں کو نشانے پر رکھ کر کھڑے ہو گئے۔ ایک نے کہا: "تم لوگوں نے ایک مسافر کی موت دیکھ لی۔ اتنا ہم جانتے ہیں کہ مسافر بردار طیارے میں کوئی اسلحہ نہیں ہو گا۔ تم سب نہتے ہو۔ اس لیے ہماری مرضی کے خلاف کوئی بات کوئی حرکت نہ کرنا۔"

دوسرے شخص نے حکم دیا: "تم سب زمین پر بیٹھ جاؤ۔"

تمام مسافر بیٹھنے لگے۔ ایک مسافر نے کہا: "تم دھوکا کھا رہے ہو۔ اُن پہاڑ جیسے دو روبوٹس کے پیچھے ایک مشین گن ہے۔"

مارٹن نے جیسے ہی ایک مسافر کے ذریعے یہ راز فاش کیا، سوسانہ اور جبریل ایک طرف ہٹ گئے۔ پارس نے فائر کھول دیا۔ تڑ تڑ تڑ کی آواز کے ساتھ آنے والے اُچھل اُچھل کر چیختے ہوئے گرے۔ ایک نے جوابی فائر کیا۔ گولی جبریل کو لگی۔ جس کا لگنا نہ لگنا برابر تھا۔ سوسانہ نے جیپ کی طرف دوڑ لگا دی۔ چار افراد گولیاں کھا کر تڑپ رہے تھے اور ٹھنڈے پڑ رہے تھے۔ دو افراد جیپ کی آڑ میں پہنچ گئے تھے۔ جیسے ہی مشین گن کا پہلا برسٹ ختم ہوا اور پارس کارتوس کی دوسری پٹی گن پر چڑھانے لگا، وہ دونوں چھلانگ لگا کر جیپ کی اگلی سیٹوں پر آئے پھر اسے اسٹارٹ کر کے واپس موڑنے لگے لیکن موت بہت قریب آ چکی تھی۔ سوسانہ دوڑتے دوڑتے ایک لمبی چھلانگ لگا کر جیپ کے پچھلے حصے میں پہنچ گئی۔

ایک ڈرائیونگ میں مصروف تھا۔ دوسرے نے پلٹ کر فائر کرنا چاہا۔ سوسانہ نے اس کی گن چھین لی۔ اُس کے سر پہ ایک ہاتھ مارا تو جیسے مغز ہل گیا۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر کراہنے لگا تھا۔

وہ ڈرائیور سے بولی: "جیپ روکو گے یا جہنم میں جاؤ گے؟"

اس نے جیپ روک دی۔ سہمی ہوئی نظروں سے پہاڑ جیسی عورت کو دیکھتے ہوئے پوچھا: "کیا تم واقعی انسان ہو؟ اور وہ بھی عورت؟"

"میری بات کا جواب دو۔ یہ کون سا ملک ہے؟"

"یہ ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے۔ اٹلی اور اسپین کے درمیانی سمندر میں ہے۔ اس کا نام مائروری ہے۔"

"جزیرۂ مائروری کا تعلق کس ملک سے ہے؟"

"یہ کسی ملک کا پابند نہیں ہے۔ ویسے اس جزیرے کے مالک کا تعلق اسپین سے ہے۔"

"یہ کس کی ملکیت ہے؟ اُس کا نام اور شارٹ ہسٹری بتاؤ۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

پارس اور جبریل ان کے قریب آگئے۔ ڈرائیور نے کہا "جزیرے کے مالک کا نام لاروش کبانہ ہے، اس کی دولت اور جاگیر کا کوئی حساب نہیں ہے۔ یہاں صرف اس کا قانون چلتا ہے، کسی بھی ملک کا طیارہ اور ہیلی کاپٹر یہاں اجازت حاصل کیے بغیر نہیں آسکتا۔ تم لوگوں نے یہاں آکر زندگی کی آخری بھول کی ہے اب کوئی اور بھول کرنے کے لیے زندہ نہیں رہو گے۔"

پارس نے پوچھا "تمہارے مالک لاروش کبانہ کے دوستانہ تعلقات دوسرے ممالک سے ہوں گے، اُن سے وہ وائرلیس کے ذریعے گفتگو کرتا ہوگا؟"

"ہاں ہمارے آقا کے محل میں جدید ترین مشینیں ہیں، وہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے باتیں کرتا ہے، اور جزیرے میں آنے والے اجنبیوں کو ایک بہت بڑے اسکرین پر دیکھتا رہتا ہے۔ اس وقت بھی وہ تمھیں دیکھ رہا ہوگا۔"

جبریل نے سر اٹھا کر آس پاس کے درختوں کو دیکھتے ہوئے کہا "اس کا مطلب ہے، یہاں کے درختوں میں ٹی وی کیمرے چھپائے گئے ہیں۔"

پارس نے ایک طرف سر اُٹھا کر کہا "مسٹر لاروش کبانہ! اگر تم دیکھ رہے ہو اور ہماری باتیں سُن رہے ہو تو یقین کر لو ہم دوست ہیں، یہاں دانستہ نہیں آئے ہیں۔ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن نے ہمیں یہاں پہنچایا ہے۔ ہمیں ایک ملاقات کا موقع دو، ہم تمھیں بتائیں گے کہ کس طرح خیال خوانی کرنے والے نے مشین گن کے ذریعے تمھارے چار آدمی مار ڈالے ہیں۔"

مارٹن رسل نے اپنے آلۂ کار کے ذریعے بلند آواز میں کہا "یہ جھوٹ بولتا ہے۔ یہ بدنامِ زمانہ فرہاد علی تیمور اور مکارِ زمانہ سونیا کا بیٹا ہے۔ میں تمھیں پیش آنے والے خطرات سے آگاہ کرتا ہوں۔ سونیا کو اس جزیرے کی ضرورت ہے، یہ اپنے دو روبوٹس کے ذریعے تمھیں قتل کرنے یا اس جزیرے سے بے دخل کرنے آیا ہے۔ یقین نہ ہو تو ابھی یقین آجائے گا۔ دس منٹ کے اندر... سُپر ماسٹر تم سے ہاٹ لائن پر گفتگو کرنے والا ہے۔"

ان باتوں کے دوران بہت سی گاڑیاں نظر آنے لگیں، وہ آگے پیچھے، دائیں بائیں ہر طرف سے چلی آرہی تھیں، اُن میں مسلح فوجی تھے۔ جب وہ گاڑیوں سے اُترے تو سیکڑوں کی تعداد میں نظر آئے۔ ان کے پاس صرف مشین گنیں ہی نہیں راکٹ لانچر بھی تھے۔ گاڑیوں میں مارٹر گنیں بھی لگی ہوئی تھیں، پارس نے دونوں ہاتھ اُٹھا کر کہا "ہم سب خالی ہاتھ ہیں، جو تھوڑے سے ہتھیار یہاں ہیں، وہ زمین پر پڑے ہوئے ہیں، میں قانون اور انسانیت کے نام پر اپیل کرتا ہوں، گولیاں نہ چلاؤ۔ ہم تمھارے قیدی بن رہے ہیں۔"

دوسرے تمام مسافر بھی اپنے ہاتھ اُٹھانے لگے۔ مارٹن رسل نے نائب سپر ماسٹر سے کہا "یہ جزیرہ مارُوری ہے۔ اس کے مالک کا نام لاروش کبانہ ہے، اس کے سیکڑوں فوجی جوانوں نے ان تینوں کو مسافروں سمیت گھیر لیا ہے، یہ بات ہمارے حق میں ہے لیکن پارس انتہائی چالباز ہے۔ جزیرے کے چار آدمیوں کو مشین گن سے ہلاک کرنے کے بعد مجھ پر الزام لگا رہا ہے کہ خیال خوانی کرنے والے نے مشین گن چلانے پر مجبور کیا تھا۔"

نائب سُپر ماسٹر نے کہا "میں لاروش کبانہ سے رابطہ کر رہا ہوں تم اس کی آواز سنو۔"

اس نے ریسیور اُٹھایا۔ پھر ہاٹ لائن پر رابطہ قائم کیا۔ دوسری طرف لاروش کبانہ کے سیکریٹری کی آواز سنائی دی۔ مارٹن رسل نے اس کی آواز اور لہجے کو یاد کر لیا۔ نائب نے کہا "میں سُپر ماسٹر بول رہا ہوں۔ ہز ہائی نس لاروش کبانہ سے بات کراؤ۔"

تھوڑی دیر بعد کبانہ کی آواز سُنائی دی "ہیلو، کیا آپ واقعی سُپر ماسٹر ہو، مجھے یقین دلاؤ۔"

"میرا آدمی تمھارے دماغ میں آکر یقین دلائے گا۔"

"افسوس میں یوگا کا ماہر ہوں، وہ ناکام واپس جائے گا، کوئی ڈھنگ کی بات کرو۔"

"ڈھنگ کی بات یہی ہوسکتی ہے کہ ایک گھنٹے کے اندر ہماری ایک معمولی سی چھوٹی سی فوج ہوائی حملے کرے گی۔ دوسرے دن کے اخبارات میں یہ خبر شائع ہوگی کہ مارُوری نامی جزیرہ دنیا کے نقشے سے نابود ہوگیا ہے۔"

"جناب! آپ ناراض ہو رہے ہیں، میری کیا مجال کہ میں سُپر طاقت سے ٹکرانے کی حماقت کروں۔ لیکن ذرا غور فرمائیں، کوئی بھی سپر ماسٹر بن کر دھمکیاں دے سکتا ہے، کوئی بھی خطرناک تنظیم کا سربراہ آپ کی طرح ہاٹ لائن پر بات کرسکتا ہے۔ پلیز آپ میرے پاس براہِ راست نہ آئیں حکومتِ اسپین کے ذریعے گفتگو مناسب رہے گی۔"

رابطہ منقطع ہوگیا۔ لاروش کبانہ غصے اور پریشانی سے ریسیور رکھ کر سوچ میں پڑ گیا۔ وہ جزیرے میں بڑے عیش و عشرت کی زندگی گزار رہا تھا۔ وہ الیسادر میانی جزیرہ ... یہاں سے اسپین کا مال اٹلی اور اٹلی کا مال اسپین اسمگل ہوتا تھا۔ ہر ہفتے دو ہفتے میں لاکھوں ڈالرز کی آمدنی ہوتی تھی۔ ... فرانس اور انگلینڈ کے بینکوں میں دولت جمع ہو رہی تھی۔ ایسی ... کمائی کے لیے اس نے یورپ کے چھٹے ہوئے... بدمعاشوں، اسمگلروں اور قاتلوں کی فوج بنائی ہوئی تھی، خود بھی بدمعاشوں کا بدمعاش تھا، مجرموں کو اپنی مٹھی میں جکڑ کر ان سے اپنے احکامات کی تعمیل کرانا جانتا تھا۔ وہ یوگا اور ہپناٹزم کا ماہر اور خطرناک فائٹر تھا۔ اس جزیرے میں وہ صرف دو ہستیوں پر اعتماد کرتا تھا۔ ایک اس کی بہن حوانا کبانہ تھی، دوسرا اس کا سیکریٹری جولیس تھا۔ وہ دونوں بھی یوگا کے ماہر اور بہترین فائٹر تھے۔ تینوں نے جزیرے کے انتظامات بڑی حکمتِ عملی سے سنبھالے ہوئے تھے۔ یہاں چالاکی دکھانے اور غداری کرنے والے کتنے ہی بدمعاش اُن کے ہاتھوں موت کے گھاٹ اُتر چکے تھے۔

لاروش کبانہ کو کسی سے خطرہ نہیں تھا۔ وہ بے حد مطمئن رہا کرتا تھا لیکن اب اطمینان رخصت ہوگیا تھا۔ پہلی بار ایک سُپر طاقت مداخلت کر رہی تھی۔ اُسکے جزیرے میں پارس کے خلاف محاذ آرائی ہونے والی تھی۔ صورتِ حال یہ تھی کہ فرانس اُس جزیرے سے زیادہ دُور نہیں تھا۔ پارس کو کچھ ہوتا تو اس ملک کے حکمران جزیرے کو سمندر میں غرق کردیں گے۔ پھر پارس اور علی تیمور نے جہاں بھی قدم رکھا وہاں حکومتِ فرانس کو پیش قدمی کا موقع نہیں دیا، خود ہی وہاں ... سیاست برپا کر کے چلے آتے ہیں۔ یہ ساری باتیں کبانہ کے دماغ میں گردش کر رہی تھیں۔ اُس نے سیکریٹری جولیس کو بُلا کر پوچھا "کیا تمھارے دماغ میں کسی نے آنے کی کوشش کی تھی؟"

"ہاں، میں نے سانس روک لی، ہم اچانک خطرات میں گھر گئے ہیں۔ ایک طرف سپر ماسٹر کا خیال خوانی کرنے والا ہے، دوسری طرف پارس نے ہماری زمین پر قدم رکھا ہے۔ اُس کی ماں رسونتی بھی ٹیلی پیتھی کا ہتھیار لے کر آئے گی۔ ہم کسی ایک سے دوستی کریں گے تو دوسرے کی دشمنی مہنگی پڑے گی۔"

"میں سخت الجھن میں ہوں۔ ہمیں ایسی حکمتِ عملی اختیار کرنا ہوگی کہ کوئی ہم سے ناراض نہ ہو۔ پہلے تو یہ معلوم کرنا ہو گا کہ یہ لوگ چاہتے کیا ہیں؟ ہم ان کا بڑے سے بڑا مطالبہ پورا کر کے انھیں جزیرے سے نکالنے کی کوشش کریں گے۔"

حوانا اپنے بیڈروم کی ایک اسکرین پر پارس، سوسانہ اور جبریل کو طیارے کے مسافروں کے ساتھ دیکھ چکی تھی۔ پارس اور مارٹن کے آلۂ کار کی باتیں سُن چکی تھی۔ اس محل میں جو فون لاروش کبانہ کے لیے آتا تھا اُسے حوانا اور جولیس اپنے اپنے کمرے کے ریسیور سے سُن لیا کرتے تھے۔ اس طرح حوانا موجودہ حالات کو اچھی طرح سمجھ رہی تھی۔

وہ اپنی خواب گاہ سے نکل کر بھائی کے پاس آئی۔ پھر بولی "فرہاد کی فیملی کے تمام ممبر سپر طاقتوں کے لیے ... ناقابلِ برداشت ہیں۔ جھگڑے کی بنیاد یہی ہے کہ بڑی طاقتیں سونیا، رسونتی، پارس اور علی تیمور کو فرہاد کی طرح مار ڈالنا چاہتی ہیں، اور شاید اسی مقصد کے لیے پارس کو گھیر کر ہمارے جزیرے میں لایا گیا ہے۔"

کبانہ نے پوچھا "اُن روبوٹ نما انسانوں کو دیکھا ہے؟"

"ہاں، وہ حیرت انگیز ہیں۔ اُن کا قد آٹھ فٹ ضرور ہو گا۔ جسامت میں پہاڑ لگتے ہیں، پتا نہیں پارس انھیں کہاں سے پکڑ لایا ہے۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ سیکریٹری جولیس نے ریسیور اُٹھا کر ایک اسپیکر کو آن کر دیا۔ دوسری طرف سے بولنے والے کی آواز اسپیکر کے ذریعے کبانہ اور حوانا بھی سُن سکتے تھے۔ پتا چلا اسپین کا ایک اعلیٰ حاکم لاروش کبانہ سے باتیں کرنا چاہتا ہے۔ کبانہ نے سیکریٹری سے ریسیور لے کر کہا۔ "میں لاروش کبانہ بول رہا ہوں، کیا آپ نے سپر ماسٹر کے سلسلے میں فون کیا ہے؟"

"تم ٹھیک سمجھ رہے ہو، سُپر ماسٹر سے تعاون کرو، اپنے جزیرے کے ساتھ صحیح سلامت رہو گے۔"

"دوسری طرف پارس اور فرہاد کی پوری فیملی ہے، فرانس کی حکومت ہے، یہ لوگ مجھے سپر ماسٹر سے تعاون کرنے کے قابل نہیں چھوڑیں گے۔"

اسپین کے اعلیٰ حکام نے پوچھا "کیا جزیرے میں فرہاد کی فیملی کے ساتھ سُپر ماسٹر کا ٹکراؤ ہے؟"

"جی ہاں۔ میں چکی کے دو پاٹوں کے درمیان پسنے والا ہوں۔ آپ سُپر ماسٹر کو سمجھائیں کہ اپنا جھگڑا میرے جزیرے سے باہر لے جائے۔ وہ جہاں کہے گا، میں پارس کو قیدی بنا کر وہاں بھیج دوں گا لیکن یہ الزام نہیں لوں گا کہ میرے جزیرے میں میرے سائے میں پارس کو قتل کیا گیا ہے۔"

"مسٹر کبانہ! وہ نہیں مانے گا۔ اس نے پارس کو مجبور اور بے بس کرنے کے لیے مسافر بردار طیارے کو اغوا کرایا ہے۔ اُسے تمھارے جزیرے میں محض قتل کرنے کے مقصد

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

سے پہنچایا ہے۔"

"کیا اُسے قتل کرنے کے لیے سُپر ماسٹر کے آدمی یہاں آئیں گے؟"

نہیں اس کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا تمھارے مسلح جوانوں کو اُس کے خلاف استعمال کرے گا۔ تم انکار کرو گے تو وہ اپنی چھاتا بردار فوج جزیرے میں اُتار دے گا۔ اس میں سراسر تمھارا نقصان ہے۔"

کبانہ پریشان ہو کر بولا "آپ اسے سمجھائیں یہاں فوج اُتارنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ اُس کا ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے آدمیوں کو استعمال کر سکتا ہے۔ لیکن میں غیر جانبدار رہوں گا۔ پارس کو قیدی نہیں بناؤں گا اُسے آزاد چھوڑ کر یہ تاثر دوں گا کہ میں اس کا دشمن نہیں ہوں۔ وہ جس طرح اپنا بچاؤ کر سکتا ہے کرتا رہے۔"

"یہ مناسب فیصلہ ہے۔ میں ابھی سُپر ماسٹر سے بات کرتا ہوں۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ کبانہ نے ریسیور رکھ کر حوانا اور جولیس سے کہا "پارس کی طرف سے خاموشی ہے۔ کیا اس کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا جواباً ہمارے آدمیوں کو استعمال نہیں کرے گا؟"

جولیس نے کہا "ضرور کرے گا۔ دونوں طرف کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے ہی آدمیوں کو استعمال کریں گے۔"

حوانا نے کہا "جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے، پارس اور علی تیمور نے کبھی اپنے باپ کی بھی ٹیلی پیتھی کا سہارا نہیں لیا۔ میری ان معلومات کی تصدیق یوں ہو رہی ہے کہ ابھی تک اس کے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے ہم سے کسی طرح کا رابطہ نہیں کیا ہے۔"

کبانہ نے کہا "ہو سکتا ہے فرہاد کی فیملی کے دوسرے ممبران کو پارس کے اغوا ہونے کی اطلاع نہ ملی ہو۔"

حوانا چونک کر بولی "بالکل یہی بات ہے۔ بھائی کبانہ ابھی تم نے کہا ہے کہ غیر جانبدار رہو گے۔ تمھارا فرض ہے دونوں کی طاقتوں کا توازن برقرار رکھ کر غیر جانبدار ہو جاؤ۔ پارس کی طاقت ابھی کم ہے۔ لہٰذا سونیا یا علی تیمور کو اس کے موجودہ حالات کا علم ہونا چاہیے۔ وہاں سے پارس کو طاقت ملے گی تو ہم غیر جانبدار ہو کر ان کے لڑنے مرنے کا تماشا دیکھیں گے۔"

"انصافاً یہی ہونا چاہیے، لیکن سُپر ماسٹر کو یہ منظور نہیں ہو گا۔"

"ہم انصاف کرنے والی بات اُس کے علم میں نہیں لائیں گے۔"

لارڈشِس کبانہ نے تائید میں سر ہلا کر کہا "اگر ہم صرف سُپر ماسٹر سے خوف زدہ رہ کر اس کا ساتھ دیں گے اور پارس اُس پر غالب آجائے گا تو وہ ہمیں برباد کرنے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھے گا۔ اگر ہم نے در پردہ اُس کی بھی مدد کی تو وہ یہاں سے ہمارا دوست بن کر جائے گا۔"

سیکریٹری نے کہا "ہمیں ایسا ہی درمیانہ راستہ اختیار کرنا چاہیے۔"

فون کی گھنٹی پھر بجنے لگی۔ کبانہ نے ریسیور اُٹھا کر اسپیکر کو آن کر دیا۔ دوسری طرف سے اسپین کے اعلیٰ حکام نے کہا "سُپر ماسٹر تمھارے غیر جانبدار رہنے پر راضی ہے۔ ابھی وہ ایک منٹ بعد تم سے فون پر بات کرے گا۔ تم اپنے بھرپور تعاون کا یقین دلاؤ۔"

کبانہ نے تعاون کرنے کا وعدہ کر کے ریسیور رکھ دیا۔ پھر سیکریٹری سے کہا "سُپر ماسٹر کا ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے مسلح جوانوں کے دماغوں میں جائے گا تو ہماری فوج پھر ہماری نہیں رہے گی۔ اسی کے اشارے پر عمل کرے گی وہ کسی موقعے پر ہماری فوج کو ہمارے ہی خلاف استعمال کر سکتا ہے۔"

سیکریٹری جولیس نے کہا "میں اس پہلو پر غور کر چکا ہوں۔ ہم سُپر ماسٹر کو ناراض نہیں کر سکتے۔ اس کا ٹیلی پیتھی جاننے والا ہماری فوج میں ضرور گھسے گا۔ بچاؤ کی ایک ہی تدبیر ہے۔ ہمارے جتنے فوجی جوان یوگا کے ماہر ہیں میں اُن کی ڈیوٹی محل میں لگا رہا ہوں۔ اور جتنے جوانوں کی وفاداری کا ہمیں یقین ہے۔ انھیں حکم دینے جا رہا ہوں کہ وہ گونگے بن جائیں صرف اشاروں میں یا تحریر کے ذریعے کوئی خاص بات کریں۔ باقی فوجیوں کو ٹیلی پیتھی جاننے والا ٹریپ کر سکتا ہے۔ ہم بڑی حد تک محفوظ رہیں گے۔"

فون کی گھنٹی سُنائی دی۔ کبانہ نے ریسیور اُٹھا کر اسپیکر کو آن کیا۔ نائب سُپر ماسٹر کی آواز سُنائی دی "ہیلو ہز ہائی نس لارڈشِس کبانہ! اب تک تمھیں یقین ہو چکا ہو گا کہ میں سُپر ماسٹر..."

"جی ہاں۔ آپ کو بھی میری وفاداری کا یقین ہونا چاہیے۔ میں غیر جانبدار رہ کر بھی اپنی فوج آپ کے ٹیلی پیتھی جاننے والے کے حوالے کر رہا ہوں۔"

"ہز ہائی نس کا شکریہ! کیا آپ کے جزیرے میں کوئی تیزاب ہو گا؟ پارس کے ساتھ جو روبوٹ نما انسان ہیں، وہ تیز تلوار سے اور بندوق کی گولیوں سے نہیں مرتے ہیں۔ ان کا گوشت صرف تیزاب سے ہی گلایا جا سکتا ہے۔"

کبانہ، حوانا اور جولیس تینوں حیرانی سے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے...... کبانہ نے پوچھا "یہ روبوٹ مرد اور عورت کون ہیں؟ پارس انھیں کہاں سے لایا ہے؟"

"وہ دونوں ہماری تخلیق ہیں۔ ہم نے ملین ڈالرز خرچ کر کے انھیں غیر معمولی شہ زور اور ناقابلِ شکست بنایا ہے۔ ان میں سے ایک کا نام جبرئیل گرانٹ اور دوسری کا نام سوسانہ ہے۔ دونوں ہمارے وفادار تھے۔ پارس نے بڑی مکاریوں سے انھیں ہمارے خلاف بھڑکا دیا ہے۔ اب وہ باغی ہو گئے ہیں۔ ہمارے وفادار نہیں رہے۔ ہم ایسے خطرناک روبوٹس کو بابا صاحب کے ادارے میں نہیں جانے دیں گے۔ اس سے پہلے کہ وہ انھیں ہمارے خلاف استعمال کریں، ہم انھیں تیزاب سے گلا کر نابود کر دیں گے۔"

کبانہ نے کہا "اب جھگڑے کی وجہ سمجھ میں آگئی ہے۔ ایک بات اور بتائیں۔ فرہاد کی فیملی کے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے پارس کے ساتھ کیوں نہیں ہیں؟"

جواب ملا "رسونتی زیرِ علاج ہے۔ آرمر کو اغوا کر لیا گیا ہے۔ اب اُس فیملی میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں ہے۔ تم اطمینان رکھو کوئی تمھیں نقصان پہنچانے نہیں آئے گا۔ ہم ان روبوٹوں کو وہیں ختم کر دیں گے میری بات کا جواب دو، کیا وہاں تیزاب ہو گا؟"

"جی ہاں، تیزاب ہے۔"

"ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے کا جو آلۂ کار تمھارے پاس تیزاب مانگنے آئے، اُسے دے دینا۔ ضرورت پیش آئے گی تو پھر رابطہ کروں گا۔"

اُدھر سے ریسیور رکھ دیا گیا۔ کبانہ نے ریسیور رکھ کر کہا "جولیس! جاؤ۔ اپنے وفاداروں کی ڈیوٹی محل کے آس پاس لگا دو، جو یوگا کے ماہر نہیں ہیں انھیں اچھی طرح تاکید کر دو کہ وہ تنہائی میں دیواروں سے بھی باتیں نہ کریں گونگے بنے رہیں۔"

سیکریٹری جولیس محل سے باہر آیا۔ حوانا اُس کے ساتھ تھی۔ اُس نے پوچھا "پارس وغیرہ کو کہاں قید کیا گیا ہے؟"

"محل کے پیچھے تہ خانے میں۔ وہاں ہمارے وفادار ہیں اگر کسی پر شبہ ہو تو آپ اُس کی ڈیوٹی تبدیل کر سکتی ہیں۔"

وہ محل کے اندر واپس آئی۔ اُس کی خواب گاہ سے بھی ایک راستہ تہ خانے کی طرف جاتا تھا۔ وہ اپنے کمرے کے چور دروازے سے تہ خانے میں آئی۔ وہاں ایک بڑے سے ہال نما کمرے میں کھانے پینے کا سامان سر بند ڈبوں میں محفوظ رکھا ہوا تھا۔ کچھ پہننے اوڑھنے کا سامان اور کئی طرح کے ہتھیار رکھے ہوئے تھے۔ دشمنوں کی طرف سے کوئی مصیبت آنے پر وہاں چھُپ کر مہینوں زندہ رہا جا سکتا تھا۔

تہ خانے کے اُس حصّے میں صرف وہ آ سکتی تھی۔ اس کے بھائی کبانہ اور سیکریٹری جولیس کے چھُپنے کے لیے تہ خانے کے دوسرے حصّے مخصوص تھے۔ وہ ہال نما کمرے کا ایک اور چور دروازہ کھول کر ایک راہداری میں پہنچی پھر وہاں کے مختلف حصّوں سے گزرتی ہوئی قید خانے میں پہنچ گئی۔ سلاخوں کے پیچھے پارس، جبرئیل اور سوسانہ دکھائی دیے۔ وہاں کھڑے ہوئے مسلح پہرے داروں نے ایڑیاں بجا کر حوانا کو سلیوٹ کیا۔ پارس نے گہری سانس لے کر کہا "ایک مدت کے بعد حسین چہرہ دکھائی دیا ہے۔ یہ چاند کب تک یہاں جگمگاتا رہے گا؟"

وہ مسکرا کر بولی "تم پارس ہو؟"

وہ بولا "لوگ کہتے ہیں بے نام ہوں میں۔ حسینوں سے پوچھو، بے نام نہیں بدنام ہوں میں۔"

وہ پلٹ کر ایک پہرے دار سے بولی "تم کتنی دیر سانس روک سکتے ہو؟"

اس نے جواب دیا "دس منٹ۔"

وہاں چھ پہرے دار تھے۔ انھوں نے بھی پوچھنے پر یہی جواب دیا۔ وہ سب یوگا کے ماہر تھے۔ حوانا نے کہا "تم سب اچھی طرح سن لو۔ کسی بھی پرائی سوچ کی لہر کو محسوس کرتے ہی سانس روک لینا۔ ایک سیکنڈ کے لیے بھی کسی کو دماغ میں آنے کی اجازت نہ دینا۔ سُپر ماسٹر کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے ایسے فوجیوں کو پارس کے خلاف استعمال کرے گا جو یوگا کے ماہر نہیں ہیں۔ تم لوگ اپنے کسی فوجی ساتھی کی کسی بات پر عمل نہیں کرو گے کیوں کہ اس فوجی ساتھی کے پیچھے وہی خیال خوانی کرنے والا بول سکتا ہے۔"

انھوں نے کہا کہ وہ اچھی طرح اس تاکید کو سمجھ گئے ہیں اپنے آقا، اپنی مالکہ اور سیکریٹری صاحب کے سوا کسی کا حکم نہیں مانیں گے۔ حوانا نے انھیں محل میں جانے کے لیے کہا۔ پھر پلٹ کر بولی "تمھارا نام سوسانہ ہے؟"

"ہاں میں سوسانہ ہوں اور یہ میرا جبرئیل ہے۔"

"میں نے سُنا ہے تم دونوں حیرت انگیز اور غیر معمولی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

جسمانی قوتوں کے حامل ہو۔"

"تم نے غلط نہیں سُنا ہے۔"

"پھر قید میں کیوں ہو؟ کیا ان سلاخوں کو یا تالے کو توڑ نہیں سکتے؟"

"بالکل توڑ سکتے ہیں لیکن یہ پارس میرا بھائی ہے، اس نے ابھی ہمیں آرام کرنے کے لیے کہا ہے۔"

حوانا نے پارس سے کہا "اس کا مطلب ہے تم اپنے کسی خیال خوانی کرنے والے کی مدد حاصل کرنے میں چُپ چاپ مصروف ہو۔"

"میں کبھی خیال خوانی کرنے والے کی مدد قبول نہیں کرتا، یوں بھی ہمارا کوئی خیال خوانی کرنے والا نہیں ہے۔ ماما بیمار ہیں اور آرمر ہمارا ساتھ چھوڑ چکا ہے، اگر اس وقت کوئی ہوتا اور میرے دماغ میں آتا تو اُس سے اتنا کہتا کہ فرانسیسی حکام کو مطمئن کر دیتا کہ ہم خیریت سے ہیں، کل صبح سات بجے ہمارے لیے ایک طیارہ بھیج دیا جائے جس میں تین سو مسافر سفر کر سکیں۔"

حوانا نے تعجب سے پوچھا "کیا تمھیں یقین ہے کہ صبح سات بجے تم یہاں سے زندہ سلامت چلے جاؤ گے؟"

"ہاں پورے تین سو مسافروں کے ساتھ۔"

"تو پھر صبح سات بجے کیوں؟ اُتنے پُراعتماد ہو تو ابھی طیارہ منگوالو۔ میں تمھیں ٹرانسمیٹر دوں گی۔"

"ٹرانسمیٹر کا شکریہ۔ مجھے اس کی ضرورت ہے۔ مجھے تنہا یہاں سے نکلنا ہوتا تو ابھی نکل جاتا۔ تین سو مسافروں کو صحیح سلامت لے جانے اور دشمنوں سے نمٹنے میں رات گزر جائے گی۔"

جبریل نے کہا "مس حوانا! تمھاری باتوں اور حرکتوں سے اندازہ ہو رہا ہے کہ تم واقعی ہماری مدد کرنے والی ہو۔"

"ہاں میں یہ آہنی دروازہ کھول سکتی ہوں لیکن تمھاری شہ زوری دیکھنا چاہتی ہوں۔ اسے کھول کر باہر آجاؤ۔"

جبریل نے پارس سے پوچھا "کیا کہتے ہو؟"

پارس نے کہا "حوانا! یہ دروازہ تمھاری مدد کے بغیر کھل جائے گا۔ پہلے یہ بتاؤ تم کون ہو؟ اور ہماری مدد کیوں کرنا چاہتی ہو؟"

"میں اس جزیرے کے مالک کی بہن ہوں۔ ہم سُپر ماسٹر کے دباؤ میں ہیں۔ اس کی کسی بات سے انکار کریں گے تو وہ منٹوں میں اس جزیرے کو تباہ کر دے گا۔ دوسری طرف ہم بھائی بہن تم سے دشمنی نہیں چاہتے۔ سُپر ماسٹر کی لاعلمی میں تمھاری ہر طرح سے مدد کرنا چاہتے ہیں۔"

"کیا ہم قید خانے سے نکل کر جائیں گے تو سُپر ماسٹر کو شبہ نہیں ہوگا؟"

"اسی لیے میں دروازہ نہیں کھول رہی ہوں اسے توڑنے کو کہہ رہی ہوں۔"

پارس نے مسکرا کر جبریل سے کہا "لڑکی چالاک ہے چلو تالا توڑ دو۔"

جبریل نے سلاخوں کے درمیان سے ایک ہاتھ باہر نکال کر تالے کو پکڑا، پھر ایک زور کا جھٹکا دیا۔ کھٹاک کی آواز کے ساتھ تالا ٹوٹ کر فرش پر آگیا۔ دروازہ کھل گیا۔ حوانا خوش ہو کر بولی "کمال ہے، میں نے ایسی جسمانی قوت آج تک کسی انسان میں نہیں دیکھی۔"

پارس نے کہا "تم مجھے ایک ٹرانسمیٹر دینے والی تھیں۔"

"ہاں میرے ساتھ آؤ۔"

وہ تینوں کو ساتھ لے کر تہ خانے کے مختلف راستوں سے گزرتی ہوئی اپنے بیڈ روم میں آئی پھر بولی "یہ ہمارا محل ہے، میں نے تمھیں چور دروازے بتا دیے ہیں صرف یہ سوچ کر کہ فرہاد کا بیٹا اپنی زبان کا دھنی ہوگا، سُپر ماسٹر کے سامنے ہماری چھپی ہوئی دوستی کا راز کبھی فاش نہیں کرے گا۔"

"فرہاد کا بیٹا تمھارے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچائے گا۔ پلیز اب مجھے ٹرانسمیٹر دو۔"

وہ اُسے اپنے اسٹور روم میں لے کر آئی۔ وہاں ایک بڑا سا ٹرانسمیٹر رکھا ہوا تھا۔ پارس نے اُسے آپریٹ کیا۔ رابطہ قائم ہونے کے چند سیکنڈ بعد سونیا کی آواز سنائی دی۔ پارس نے کوڈ ورڈز ادا کرنے کے بعد کہا "ممّا! ہمارا طیارہ جزیرہ مارڈوری پہنچ گیا ہے۔ یہاں سُپر ماسٹر مجھے، سو مسافروں اور جبریل کو بے بس کر کے قتل کر دینا چاہتا ہے۔"

"فکر نہ کرو بیٹے! میں آرہی ہوں۔"

"نہیں ممّا! آپ نہیں آئیں گی، کوئی نہیں آئے گا۔ آپ نے کیسے سمجھ لیا کہ میں کسی کی مدد کا محتاج ہوں۔"

"مجھے فخر ہے کہ تم کسی کے محتاج نہیں ہو۔ یہ بتاؤ تم نے رابطہ کیوں کیا ہے؟ تمھاری کوئی تو ضرورت ہوگی؟"

"میں اپنے لیے نہیں سیکڑوں مسافروں کے لیے ایک طیارہ چاہتا ہوں۔"

"وہ چند گھنٹوں میں وہاں پہنچ جائے گا۔"

"اُسے صبح سے پہلے نہیں پہنچنا چاہیے، ورنہ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا اپنے آلہ کاروں کے ذریعے اس طیارے میں بھی خرابی پیدا کر دے گا۔"

"اچھی بات ہے طیارہ کل صبح پہنچے گا۔ اور کچھ؟"

"نو تھینکس۔"

اس نے ٹرانسمیٹر کو آف کر دیا۔ حوانا نے حیرانی سے پوچھا "کیا تمھیں ہیرو بننے کا شوق ہے؟ مادام سونیا کا نام سن کر دشمنوں کو پسینہ آجاتا ہے اور تم نے انھیں یہاں آنے سے منع کر دیا۔ آخر کیوں؟"

پارس نے اُسے نظر بھر کے دیکھا۔ وہ نظریں چُراتے ہوئے بولی "اس طرح کیا دیکھ رہے ہو؟"

وہ اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا "میری ممّا نے یہاں قدم رکھا تو یہ جزیرہ دنیا کے نقشے سے مٹ جائے گا۔ وہ دو ہی باتیں جانتی ہیں۔ تخت پر بیٹھتی ہیں یا تختہ کر دیتی ہیں۔ میں تمھارے جزیرے کی تباہی نہیں چاہتا۔ تم نے قید خانے میں آکر دوستی کی ابتدا کی تھی، میں انتہا کروں گا، باہر سے کسی کو جزیرے میں آنے نہیں دوں گا۔"

"تم اپنوں کو آنے سے روک سکتے ہو، مگر ہمیں یہ دھڑکا لگا ہے اگر وہ خیال خوانی کرنے والا تم پر غالب نہ آسکا تو سُپر ماسٹر یہاں اپنی فوج اُتار دے گا۔"

پارس نے ہنستے ہوئے کہا "میری ٹرانسمیٹر کال کے بعد سُپر ماسٹر کا باپ بھی یہاں فوج نہیں اُتارے گا۔"

اس نے تعجب سے پوچھا "تم نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے ایسی کیا بات کہہ دی ہے کہ یہاں فوج نہیں آئے گی۔ میں تمام باتیں سُن رہی تھی۔ تم نے تو کسی کی مدد لینے سے بھی انکار کر دیا۔"

وہ پھر ہنستے ہوئے بولا "میری ممّا، مکّار زمانہ کہلاتی ہیں، مگر بیٹے کے سامنے مکّاری بھول کر صرف ماں بن جاتی ہیں۔ میری یہ بات ان کے لیے چیلنج بن گئی ہوگی کہ یہاں میری مدد کو کوئی نہیں آئے گا۔ جب میری مدد کو کوئی نہیں آئے گا تو ممّا دشمن کی فوج کو بھی جزیرے میں آنے نہیں دیں گی۔"

"کیا سچ کہہ رہے ہو؟ کیا تم نے مادام سونیا کے ذریعے ہمیں تحفظ فراہم کیا ہے، اوہ پارس، تم کتنے گریٹ ہو، آئی لو یُو۔ آئی لو یُو..."

وہ خوشی سے لپٹ کر بولی "اگر واقعی مادام نے فوج کو یہاں آنے سے روک دیا تو میں تمھارے قدموں میں بچھ جاؤں گی۔"

اچانک اسے خیال آیا کہ وہ ایک جوان سے لپٹ گئی ہے۔ اس نے فوراً ہی الگ ہو کر مُنہ پھیر لیا۔ وہ محل میں رہنے والی بہت مغرور تھی، کسی کو خاطر میں نہیں لاتی تھی، کسی کو اتنے قریب سے گزرنے کی اجازت نہیں دیتی تھی کہ اس کا سایہ بھی اس کے گورے بدن پر پڑے۔ وہ مغرور حسینہ آپے سے باہر ہو کر اُس کے گلے لگ گئی تھی۔

پھر وہ جلدی سے نظریں چُراتی ہوئی اسٹور روم سے باہر آگئی۔

پارس نے سونیا کے متعلق درست کہا تھا۔ وہ اپنی ممّا کی رگ رگ سے واقف تھا۔ ٹرانسمیٹر کے آف ہوتے ہی سونیا نے فرانس کے حکام سے رابطہ کیا تھا اور کہا تھا "میں ابھی سُپر ماسٹر سے بات کرنا چاہتی ہوں۔ فوراً اسی وقت..."

صرف پانچ منٹ کے اندر رابطہ قائم ہو گیا۔ سُپر ماسٹر نے کہا "ہیلو مادام مجھے توقع تھی کہ بابا صاحب کے ادارے سے کوئی پارس کی زندگی کی بھیک مانگنے آئے گا، لیکن یہ نہیں سوچا تھا تم جھکنے آؤ گی۔"

وہ بولی "سُپر احمق! تجھ سے پہلے درجنوں سُپر احمق آئے اور میرے قدموں کی چاپ سُن کر لرزتے رہے، اُس سُپر کرسی پر بیٹھنے والا ہر حاکم یہی کہتا رہا کہ سونیا جب بھی آتی ہے قیامت لے کر آتی ہے۔ آج تو بھی یہی کہے گا۔"

"تم دھمکیاں نہیں دیتی تھیں، جو کرنا ہوتا تھا، وہ کر گزرتی تھیں آج کیا بات ہے صرف دھمکی دے رہی ہو۔"

"تم سمجھ کر بھی نہیں سمجھ رہے ہو۔ پہلے میں کر گزرتی ہوں پھر سنبھلنے اور راہِ راست پر لانے کے لیے دھمکی دیتی ہوں۔ تمھارا ایک خاص خیال خوانی کرنے والا پرنس ڈیگر پچھلے کئی دنوں سے میری قید میں ہے۔"

سُپر ماسٹر کو چُپ لگ گئی۔ حالاں کہ وہ خیال خوانی کرنے والا قیدی نہیں تھا، سونیا کا عاشق تھا۔ دیوانہ تھا۔ اس کے لیے سُپر ماسٹر کو چھوڑ آیا تھا۔ آزادی سے فرہاد کا چہرہ بنائے گھوم رہا تھا۔ یہ حقیقت سُپر ماسٹر نہیں جانتا تھا اُسے یقین کرنا پڑتا کہ اپنا ٹیلی پیتھی جاننے والا تلاشِ بسیار کے باوجود کسی ملک، کسی شہر میں نہیں ملا، وہ ضرور سونیا کے جال میں پھنسا ہوا ہوگا۔

اس نے پوچھا "میں کیسے یقین کر لوں کہ وہ تمھاری قید میں ہے؟"

"تمھیں یقین آئے گا جب دو گھنٹے کے اندر میں تمھارے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اغوا کر لوں گی اور اگر نہ کر سکی تو اسے مار ڈالوں گی۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"یہ اتنا آسان نہیں ہے۔ میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے آہنی دیواروں کے پیچھے ہوتے ہیں۔ میری کسی کوتاہی یا غفلت کے باعث پرنس ڈیگر ہاتھ سے نکل گیا۔ اب کوئی دوسرا تمھارے ہاتھ نہیں آئے گا۔"

"تو پھر میں دو گھنٹے کی مہلت ختم کرتی ہوں۔ جاؤ اور اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی گنتی کرو۔ ابھی چند منٹوں میں ایک خیال خوانی کرنے والا کم ہو رہا ہے۔"

اُس نے رابطہ ختم کر دیا۔ پھر ٹیلیفون کے ذریعے مجھ سے کہا "میرے پاس آؤ۔"

مَیں نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر اس کے دماغ میں آ کر کہا "مَیں آ گیا۔ ایسے وقت مجبوبہ اپنے بچھڑے ہوئے محبوب کو پکارتی ہے تو وہ کہتا ہے کاش میرے پر ہوتے اور مَیں اُڑ کر چلا آتا۔ مَیں سچ مچ اُڑ کر آتا ہوں مگر تم قدر نہیں کرتی ہو۔"

"تمھاری قدر کرنے والیاں بہت ہیں۔ کام کی بات کرو۔ سُپر ماسٹر نے پارس، سوسانہ اور جبریل کو ایک جزیرے میں پہنچا دیا ہے۔ اس سے پہلے کہ وہ انھیں نقصان پہنچائے، مَیں اس کی کمزوریوں سے کھیلنے لگی ہوں۔ مَیں نے دعویٰ کیا ہے کہ پرنس ڈیگر میری قید میں ہے اور مَیں چند منٹوں میں اس کے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اغوا کر رہی ہوں۔"

"مَیں سمجھ گیا۔ تم کینی پال عرف جان ڈیگر کو اغوا کرانا چاہتی ہو۔"

"ہاں۔ مگر میرے چیلنج کے بعد وہ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو سخت پہرے میں رکھے گا۔ بہتر ہے تم... کینی پال کو ختم کر دو۔"

مَیں نے ہنستے ہوئے کہا "اس کے بعد تم اس کے تیسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کی موت کی پیش گوئی کرو گی اور وہ بوکھلا جائے گا۔"

"ہاں، پرنس ڈیگر ہماری طرف آ گیا ہے۔ کینی پال مارا جائے گا تو سُپر ماسٹر تیسرا نقصان نہیں اٹھانا چاہے گا۔ وہ فوراً سمجھوتے پر راضی ہو جائے گا۔"

میں کینی پال کے دماغ میں آ گیا۔ وہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے نائب سُپر ماسٹر کی باتیں سُن رہا تھا۔ اس سے کہا جا رہا تھا کہ سونیا ہمارے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اغوا کرنے والی ہے۔ اگرچہ یہ چیلنج مضحکہ خیز لگتا ہے لیکن ہمارا پرنس ڈیگر لاپتا ہو چکا ہے۔ سونیا کے دعوے کے مطابق وہ اس کی قید میں ہے۔ وہ چڑیل جب کوئی دعویٰ کرتی ہے تو اُس کی صداقت کا یقین بھی دلا دیتی ہے۔ لہٰذا محتاط رہو۔ کوئ فون ریسیو نہ کرو۔ کسی کے سامنے نہ جاؤ۔ ایک منٹ ک اندر ایک فوجی گاڑی تمھیں لینے آ رہی ہے۔

کینی پال نے جواب دیا "مَیں تیار ہوں اور پوری طر محتاط ہوں۔"

ٹرانسمیٹر سے گفتگو ختم ہو گئی۔ وہ سوچنے لگا "مَ محتاط ہوں۔ لیکن میرے دماغ پر قبضہ جمانے والا آ نے گ تو مَیں کیا کر سکوں گا؟"

وہ سوچتا ہوا ایک ایسے کمرے میں آیا جہاں مختل قسم کے ہتھیار تھے۔ اُس نے تعجب سے سوچا "مَیں اس کمرے میں کیوں آیا ہوں؟"

مَیں نے اس کی سوچ میں کہا "محتاط رہنے کے لِ مجھے ایک آدھ ہتھیار کی ضرورت ہے۔"

اس نے میری مرضی کے مطابق دو ہینڈ گرینیڈ اٹھا ک جیکٹ کے اندر چھپا لیے۔ ایک رائفل اور چند کارتو لیے۔ اتنی دیر میں فوجی جوان آ گئے۔ وہ رائفل لے کر با آیا۔ ایک فوجی افسر نے کہا "مسٹر پال! اس کی ضرورت نہ ہے۔ ہم آپ کی حفاظت کے لیے مسلح ہیں۔"

کینی پال نے ایک کاغذ اور قلم اشارے سے ما پھر کاغذ پر لکھا "تم لوگ میرے محافظ ہو پھر بھی میں ا آواز نہیں سناؤں گا۔ میری اپنی احتیاطی تدابیر میں ۔ ایک تدبیر یہ بھی ہے کہ مَیں اپنے پاس ہتھیار رکھوں

کینی پال فوج کا سینئر افسر تھا۔ کسی نے اس سے بحث نہیں کی۔ اس کی رہائش گاہ کے سامنے دو فوجی گاڑیوں درمیان ایک ایمبولینس کھڑی ہوئی تھی۔ افسر نے اُسے ایمبولینس کے پچھلے حصے میں بیٹھنے کو کہا۔ جب اس ک دروازہ کھولا گیا تو اندر ایک اسٹریچر بیڈ پر ایک مریض لیٹی ہوئی تھی۔ کینی پال اس کے قریب ایک سیٹ پر آ بیٹھ گیا۔ افسر نے کہا "یہ مس جوراجوری ہیں۔ اچانک بیمار گئی ہیں۔ انھیں اسپیشل میڈیکل ٹریٹمنٹ کے لیے لے جا جا رہا ہے۔"

پھر اُس نے ٹرانسمیٹر آن کر کے دوسرے آرمی گر کے افسر سے رابطہ کیا پھر کہا "مَیں مسٹر کینی پال اور مس جوراج کو لے جا رہا ہوں۔ مجھے جو راستے بتائے گئے ہیں، ابھی ان سے گزرتا ہوا ہیڈ کوارٹر پہنچوں گا۔ راستے میں تم سے رابط رکھوں گا۔"

اُس نے ٹرانسمیٹر کو آف کیا۔ فوجی جوانوں نے ہما طرف کا پچھلا دروازہ بند کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد وہاں سے گاڑیاں چل پڑیں۔ مس جوراجوری بیمار تھی۔ اگر وہ کوئی عام لڑکی ہوتی یا فوج کے کسی شعبے سے تعلق رکھتی تو اُسے کسی اسپتال میں کسی دوسری ایمبولینس میں پہنچایا جاتا۔ لیکن اُس بیمار کو اسپیشل ٹریٹمنٹ کے لیے ایسے وقت ہیڈ کوارٹر پہنچایا جا رہا تھا جب کہ وہاں کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے کسی ایک کی شامت آئی ہوئی تھی۔ ان اقدامات سے صاف ظاہر تھا کہ وہ لڑکی بہت اہم ہے اور ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔

کینی پال میری مرضی کے مطابق اس پر جھک گیا۔ اس کی پیشانی کو چھو کر دیکھا۔ وہ بخار میں تپ رہی تھی۔ عیادت کے انداز میں چھونے سے وہ مسکرانے لگی۔ وہ سرگوشی میں بولا "یہاں ہماری آواز اور لہجہ کوئی نہیں سُنے گا۔ اس لیے مَیں تمھارا حال دریافت کر رہا ہوں۔ کیا بہت کمزوری محسوس کر رہی ہو؟"

اُس نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ مَیں چاہتا تھا، وہ زبان سے کچھ بولے۔ کینی پال نے پوچھا "بخار کب سے ہے؟"

اُس نے رسٹ واچ کی طرف اشارہ کر کے چار انگلیاں دکھائیں یعنی چار گھنٹے سے بخار میں مبتلا ہے۔

کینی پال نے پوچھا "تم زبان سے کیوں نہیں بولتیں؟ یہاں کسی سے خطرہ نہیں ہے۔ ہم دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں سُپر ماسٹر کے وفادار ہیں۔ اس بند گاڑی میں کوئی دُشمن نہیں آئے گا۔ پلیز کچھ بولو۔ مَیں سُننا اور دیکھنا چاہتا ہُوں کہ تمھارے جیسی حسین لڑکی کی آواز میں کتنا حسن ہے۔"

اُس نے انکار میں سر ہلایا۔ تب کینی پال نے میری مرضی کے مطابق رائفل سیدھی کی پھر اُس کی کنپٹی سے لگاتے ہوئے بولا "کسی کو مدد کے لیے پکارنے سے پہلے سوچ لینا کہ پکارتے ہی تمھارا گونگا پن ختم ہو جائے گا۔ کسی دُشمن خیال خوانی کرنے والے کا ڈر ہے تو وہ تمھارے دماغ میں آ جائے گا جبکہ یہاں کوئی ہمارا تمھارا دُشمن نہیں ہے۔"

وہ سہمی ہوئی سی بولی "تم... تم دُشمن نہیں ہو تو یہ رائفل ہٹاؤ۔ نہیں تو گولی چل جائے گی۔"

اُس نے کنپٹی سے رائفل ہٹا لی۔ مَیں نے کہا "شاباش کینی پال! اب تم آرام سے بیٹھے رہو۔"

مَیں جوراجوری کے اندر پہنچ گیا۔ وہ ایک کرنل کی بیٹی تھی۔ پولیٹکل سائنس کی اسٹوڈنٹ تھی، نہایت ذہین تھی۔ ذہین تو اور بہت سی لڑکیاں ہوتی ہیں۔ چونکہ وہ فوج کے کرنل کی بیٹی تھی، اس لیے اُسے ٹرانسفارمر مشین سے گزار کر ٹیلی پیتھی کا علم سکھایا گیا تھا۔ اب اُسے معاملہ فہمی، حاضر دماغی، سیاسی چالبازی اور گرگٹ کی طرح رنگ بدلتے رہنے کی تربیت دی جا رہی تھی۔ یوگا کی مشقوں کے علاوہ گوریلا فائٹنگ کی بھی ٹریننگ دی جا رہی تھی۔

ٹریننگ کے دوران اسے والدین اور دوسرے رشتہ داروں سے دُور فوجی ہاسٹل میں رکھا گیا تھا۔ اس وقت اُسے ہاسٹل سے ہیڈ کوارٹر لے جایا جا رہا تھا۔ وہ تین منٹ تک سانس روکنے کی عادی ہو چکی تھی۔ اس وقت بیماری کے باعث میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر رہی تھی۔ ویسے صحت یاب ہوتے ہی اس کا دماغ میری خیال خوانی کی گرفت سے نکل سکتا تھا۔ ایک اندازے کے مطابق اُسے صحت یاب ہونے میں چار یا چھ گھنٹے لگ سکتے تھے۔ اتنی دیر میں اُسے اپنی معمولہ بنانے کی کوئی تدبیر کی جا سکتی تھی۔ فی الحال ایمبولینس میں سفر کرنے کے دوران کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔

وہ ہیڈ کوارٹر پہنچ گئے۔ گاڑیاں ایک جگہ رُک گئیں۔ افسر نے ایمبولینس کا پچھلا دروازہ کھول کر کہا۔ "مسٹر پال! باہر آ جائیں۔"

وہ باہر آ گیا۔ دروازہ پھر بند ہو گیا۔ وہ ایمبولینس جوراجوری کو لے کر آگے چلی گئی۔ کینی پال ایک افسر کے ساتھ چلتا ہُوا کمانڈر انچیف کے دفتر میں آیا۔ کمانڈر نے اُس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "مسٹر پال! تمھیں سونیا کے چیلنج کے متعلق معلوم ہو چکا ہو گا۔ ہم حفاظتی تدابیر پر عمل کر رہے ہیں۔ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو مختلف پناہ گاہوں میں منتقل کر رہے ہیں۔ تمھیں یہاں لایا گیا ہے۔ تم ایسے وفاداروں میں سے ہو، جن سے کبھی دھوکا نہیں ہو سکتا۔ میڈیکل رپورٹ کے مطابق تم بالکل نارمل ہو۔ تمھاری جسمانی اور دماغی صحت میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ پھر اِدھر چند منٹوں میں اگر تم اپنے اندر کوئی غیر معمولی تبدیلی محسوس کر رہے ہو تو کھل کر بیان کرو۔"

"مَیں کوئی تبدیلی یا کسی قسم کی بے چینی محسوس نہیں کر رہا ہوں۔ مَیں نہیں سمجھتا کہ کوئی دُشمن میرے دماغ تک پہنچ سکتا ہے جبکہ بابا صاحب کے ادارے میں آرمر نہیں رہا۔ سونتی زیر علاج ہے پھر بھی احتیاط ضروری ہے۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اُس کی بات ختم ہوتے ہی کہیں دُور سے زوردار دھما کا سُنائی دیا۔ وہ دونوں چونک گئے۔ کھڑکی کے پاس آکر باہر دیکھا۔ باہر چند فوجی جوان ایک سمت دیکھ رہے تھے۔ دو گاڑیاں تیزی سے جارہی تھیں۔ کمانڈر نے پوچھا۔ "یہ بلاسٹنگ کی آواز کیسی تھی؟"

ایک جوان نے کھڑکی کے سامنے الرٹ ہوکر کہا۔ "ہیڈ کوارٹر کی باؤنڈری سے دُور شعلے اُٹھ رہے ہیں اور دُھواں پھیلتا جارہا ہے۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ کمانڈر تیزی سے چلتا ہوا میز کے پاس آیا پھر ریسیور اُٹھا کر بولا۔ "ہیلو۔ میں کمانڈر انچیف بول رہا ہوں۔ یہ دھما کا کیسا تھا؟"

دوسری طرف سے جواب ملا۔ "سر! ابھی دومنٹ پہلے ہمارے ایک ہیلی کاپٹر نے پرواز کی تھی۔ مسٹر اینڈرسن کو واشنگٹن روانہ کیا گیا تھا۔ وہی ہیلی کاپٹر جانے کیسے گر کر تباہ ہوگیا ہے۔ تحقیقات کے بعد اس حادثے کا سبب معلوم ہوگا۔ آپ سپر ماسٹر کو یہ افسوس ناک خبر سنادیں کہ سونیا نے اپنے چیلنج کے مطابق ہمارے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ختم کردیا ہے۔"

یا حیرت! نہ ہلدی لگی نہ پھٹکری اور رنگ چوکھا ہوگیا۔ میں نے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے اینڈرسن کو نہیں مارا۔ اسے ہاتھ بھی نہیں لگایا اور سونیا کا چیلنج پورا ہوگیا۔ میں نے سونیا کو یہ بات بتائی۔ اس نے کہا۔ "یہ تو کمال ہوگیا۔ جسے ہم جانتے بھی نہیں تھے، وہ فنا ہوگیا۔ اُس کی موت نے کینی پال کی عمر بڑھادی ہے۔ اُس مہرے کو ابھی محفوظ رکھو۔"

"صرف وہی نہیں ایک اور ٹیلی پیتھی جاننے والی کے دماغ میں جگہ بنا چکا ہوں۔ اُسے چند گھنٹوں میں اپنی معمولہ بنالوں گا۔"

"تم قبر سے اُٹھ کر آنے کے بعد بڑی تیزی سے کارنامے دکھاتے جارہے ہو۔ جاؤ اس پر تنویمی عمل کرو۔ ورنہ ہاتھ سے نکل جائے گی۔"

میں بس جوراجوری کے پاس چلا گیا۔ سونیا نے اعلیٰ حکام سے کہا۔ "پلیز، سپر ماسٹر سے میری بات کرادیں۔"

رابطہ قائم ہوتے ہی سپر ماسٹر نے کہا۔ "یو ڈرٹی لیڈی! بے شک و شبہ تم کالا جادو جاننے والی چڑیل ہو۔ مجھے بتاؤ تم اینڈرسن کو کیسے جانتی تھیں؟"

"مجھ سے سوال نہ کرو۔ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی گنتی کرو۔ پہلے پرنس ڈیگر پھر اینڈرسن، دو کم ہوگئے۔ اگر تم پندرہ منٹ کے اندر اپنی تمام سازشوں سمیت جزیرہ مارٹوری سے نہیں نکلوگے تو ٹھیک پندرھویں منٹ پر تمہارا تیسرا خیال خوانی کرنے والا اس گنتی سے کم ہوجائے گا۔"

وہ فون پر گرج کر بولا۔ "تم ایسا نہیں کروگی۔ تم بڑی مکّاری سے ہو۔ مجھے یہ تاثر دینا چاہتی ہو کہ میرے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے اچھی طرح واقف ہو۔ جبکہ یہ ناممکن ہے۔ میں سپر ماسٹر ہوکر خود اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی تعداد نہیں جانتا ہوں، تم کیسے جان سکتی ہو۔"

"ایسے ہی جیسے پردوں میں چھپے ہوئے پرنس ڈیگر اور اینڈرسن کو جان لیا ہے۔ میرے پاس تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے نام پتے اور اُن کی تصویریں ہیں۔"

"تم جھوٹ بولتی ہو۔ اگر سچی ہو تو ہمارے کسی خیال خوانی کرنے والے کا نام بتاؤ۔"

"مجھے نادان بچی سمجھتے ہو مسٹر سپر احمق! پندرہ منٹ کے بعد تیسرے کو ٹھکانے لگا کر اس کا نام بتادوں گی۔ جاؤ احتیاطی تدابیر پر عمل کرو۔"

"نہیں، میں جھگڑا بڑھانا نہیں چاہتا۔ آیندہ میری طرف سے پارس پر کوئی حملہ نہیں ہوگا۔ لیکن جبریل اور سوسانہ ہماری ملکیت ہیں۔ ہم نے اُن پر ملین ڈالرز خرچ کیے ہیں۔ پارس سے کہو انھیں ہمارے حوالے کردے۔"

"اگر تم ملین ڈالرز کسی مشین کی ایجاد پر خرچ کرتے تو وہ مشین تمہاری ملکیت ہوتی۔ یہ انسانی روبوٹ اپنے سینے میں دل اور دماغ میں قوتِ فیصلہ رکھتے ہیں۔ یہ غلام نہیں بنائے جاسکتے۔ یہ اپنی سوچ سمجھ کے مطابق جہاں رہنا چاہیں گے جس کے ساتھ رہنا چاہیں گے، تم اعتراض نہیں کروگے۔ اپنی گھڑی دیکھو۔ پندرہ منٹ میں سے پانچ منٹ گزر چکے ہیں۔"

"میں اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو جزیرے سے واپس بُلا رہا ہوں۔ اس کے بعد تم سے دوستانہ ماحول میں گفتگو کرنا چاہوں گا۔"

"میرے پاس جب بھی آؤ تو دوستی کا نقاب اُتار کر آنا۔ دیٹس آل۔"

اس نے فون کا سلسلہ منقطع کردیا پھر اعلیٰ حکام سے رابطہ کرکے ان سے کہا۔ "صبح ہونے تک ایک مسافر بردار طیارہ جزیرہ مارٹوری بھیج دیں۔ کچھ انجینئرز بھی جائیں گے تاکہ اغوا کیے ہوئے طیارے کی مرمت کرسکیں۔ شکریہ۔"

اس نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ سوچنے لگی۔ جب پارس کو معلوم ہوگا کہ میں نے خیال خوانی کرنے والے دُشمن کو جزیرے سے بھگا دیا ہے تو وہ مایوس ہوجائے گا۔ وہ اپنی جنگ لڑتا آیا ہے۔ لڑائی کے دوران اپنے باپ کی بھی مداخلت پسند نہیں کرتا ہے۔ میری مداخلت پر بھی ناراض ہوگا۔ اُسے کسی دوسری طرح سمجھانا چاہیے۔

وہ بیٹے کو سمجھانے کا طریقہ سوچنے لگی۔

اُدھر جزیرے میں رات کے دس بجے تھے۔ حوانا نے جبریل اور سوسانہ کو اپنے بیڈ روم میں آرام کرنے کے لیے یا محبّت کرنے کے لیے چھوڑ دیا تھا اور سمجھا دیا تھا کہ خطرہ محسوس ہوتے ہی وہ چور دروازے سے تہ خانے میں چلے جائیں۔

اُس نے دونوں کو سمجھا دیا تھا مگر اپنے دل کو سمجھا نہیں پا رہی تھی۔ پارس کو محل میں لیے گھوم رہی تھی۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کیوں اُس کے ساتھ لگی ہوئی ہے۔ آخر وہ کیا لگتا ہے؟ پہلے کوئی کچھ نہیں لگتا۔ صرف اچھا لگتا ہے۔ اس کے بعد کچھ نہ کچھ لگنے لگتا ہے۔ پارس حفاظتی انتظامات دیکھنے کے لیے محل کے مختلف حصّوں میں جارہا تھا۔ اُس نے حوانا کے بھائی لارڈش کبانہ اور سیکریٹری جولیس سے بھی ملاقات کی۔ انھیں یقین دلایا کہ سپر ماسٹر کی فوج جزیرے میں نہیں آئے گی۔ انھیں کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچے گا۔ صبح ہوتے ہی وہ تمام مسافروں کے ساتھ وہاں سے چلا جائے گا۔

حوانا نے اُسے اپنے بھائی اور سیکریٹری سے زیادہ گفتگو کا موقع نہیں دیا۔ یہ کہہ کر اُسے الگ لے آئی کہ مسافروں کو کھلایا پلایا جارہا ہے۔ آؤ چل کر دیکھ لو۔ پھر اسے ایک طرف لے جاکر بولی۔ "کیا صبح چلے جاؤگے؟"

"میرے جانے سے یہ جزیرہ سلامت رہے گا۔"

"تم اُلٹی بات کہہ رہے ہو۔ تمہارے رہنے سے مجھے سلامتی کا یقین ہوتا ہے۔"

"یہ تم کہہ رہی ہو۔ ذرا اپنے بھائی سے پوچھو۔ جب تک ہم رہیں گے اُسے سپر ماسٹر کی طرف سے دھڑکا لگا رہے گا۔"

"اگر بھائی کبانہ نے تمھیں یہاں رہنے کو کہا تو رہ جاؤگے؟"

"مسٹر کبانہ وہ کبھی نہیں کہیں گے جو تم چاہتی ہو۔"

"تم میرے سوال کا جواب دو اگر بھائی نے رہنے کو کہا تو رہوگے؟"

"تم میرے سوال کا جواب دو۔ اگر تمہارے بھائی نے مجھے یہاں سے جانے کو کہا تو تم مجھے جانے دوگی؟"

"آں؟" وہ اس سوال پر گڑبڑا گئی۔ اپنے بھائی سے بہت محبّت کرتی تھی۔ کبھی اس کی کسی بات کا بُرا نہیں مانتی تھی۔ ہمیشہ بہن کی آنکھ سے دیکھتی اور بہن کے دل سے چاہتی آئی تھی۔ یہ سوچا ہی نہ تھا کبھی محبوبہ کی آنکھ سے کسی کو دیکھنا اور محبوبہ کے دل سے کسی کو چاہنا ہوگا۔ اگر اس چاہت پر بھائی کو اعتراض ہوگا تو کیا ہوگا؟ ایسے وقت بہن کے جذبات حاوی ہوں گے یا محبوبہ کے باغیانہ جذبات بھڑکیں گے؟

پارس نے پوچھا۔ "کیا سوچ رہی ہو؟"

وہ چونک کر بولی۔ "آں؟ کچھ نہیں۔۔۔"

"کچھ تو سوچ رہی تھیں۔"

"ہاں۔ میں شاید کچھ بدل گئی ہوں۔ جو شام سے پہلے تھی وہ اب نہیں رہی۔ تم مجھے آہستہ آہستہ پاگل بنارہے ہو۔"

"تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔"

"جواب یہی ہے کہ بھائی کبانہ میرا دل نہیں دُکھائیں گے۔ میں تمہاری میزبانی کرنا چاہوں گی، وہ اعتراض نہیں کریں گے۔ اب میرے سوال کا جواب دو۔"

"ابھی اپنے بھائی سے جاکر بولو کہ وہ مجھے یہاں رُکنے کے لیے کہہ دے۔"

"آؤ میرے ساتھ۔"

"نہیں، میں اس کمرے میں تمہارا انتظار کروں گا۔"

"اچھی بات ہے۔ میں ابھی گئی اور ابھی آئی۔"

وہ پارس کو چھوڑ کر کمرے سے باہر آئی۔ محل کے مختلف حصّوں سے گزر کر بھائی کے کمرے میں پہنچی۔ وہ سیکریٹری سے موجودہ حالات پر گفتگو کررہا تھا۔ حوانا نے کہا۔ "پارس نے یقین دلایا ہے کہ صبح تمام مسافروں کو لے جانے کے لیے طیارہ آئے گا۔ یہاں سے سب چلے جائیں گے لیکن میں پارس کو یہاں مہمان بنا کر رکھنا چاہتی ہوں۔"

کبانہ نے کہا۔ "تعجب ہے تم اتنی ذہین اور معاملہ فہم ہوکر یہاں اسمگلنگ کا خطرناک دھندا سنبھالتی ہو۔ چھٹے ہوئے بدمعاشوں کو قابو میں رکھتی ہو۔ ہمارے تمہارے دماغ میں ایک ہی بات اہم ہوتی ہے اور وہ یہ کہ ہمارا دھندا اور جزیرہ سلامت رہے۔ آج تم اسے مہمان بنا کر ہماری سلامتی کو نقصان پہنچانے والی بات کررہی ہو۔ مجھے یقین نہیں آرہا ہے کہ تمہارے منہ میں میری بہن حوانا کی زبان بول رہی ہے۔"

"بھائی! کیا تم سمجھتے ہو کوئی میرے دماغ پر قبضہ جما کر میری زبان سے بول رہا ہے؟"

"بالکل یہی بات ہے۔ تم اپنے اختیار میں نہیں ہو۔"

"میں دس منٹ تک سانس روک لیتی ہوں۔ میرے دماغ میں کوئی نہیں آسکتا۔"

جولیس نے کہا۔ "جوانی کی ٹیلی پیتھی سب سے خطرناک ہوتی ہے۔ یہ ٹیلی پیتھی پارس جانتا ہے۔ سانس روکنے کے باوجود تمہارے دل اور دماغ پر قبضہ جما چکا ہے۔"

"یو شٹ اپ! تم بات کو کہیں سے کہیں لے جارہے ہو۔"

لارڈش کبانہ نے ڈانٹ کر کہا۔ "حوانا! تم جانتی ہو جولیس ہماری فیملی کے ایک ممبر کی حیثیت رکھتا ہے۔ تم سے زیادہ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ذہین اور تجربہ کار ہے۔ گزرے ہوئے وقت اور حالات کی نبضیں ٹٹولنا جانتا ہے۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ یہ تمھارا ہونے والا جیون ساتھی ہے۔"

"اوہ نو۔ بھائی تم نے کیسے سوچ لیا کہ میں اپنے ملازم کو جیون ساتھی بناؤں گی۔ تم میری انسلٹ کر رہے ہو۔"

"میں صرف اپنے دھندے اور جزیرے کی سلامتی کو سوچتا ہوں۔ جولیس ہمارے ایک ایک راز سے واقف ہے۔ اگر تم کسی دوسرے کو جیون ساتھی بناؤ گی تو اسے بھی رازدار بنانا ہوگا۔ تم کسی کو بھی شوہر تو بنا سکتی ہو مگر رازدار نہیں بنا سکتیں۔ کیونکہ شوہر بے وفا نکلا تو اُسے چھوڑ سکتی ہو۔ رازدار نے بے وفائی کی تو اسمگلنگ کے دھندے سمیت یہ جزیرہ دُشمنوں کے ہاتھوں میں چلا جائے گا۔ اس لیے جذبات سے نہیں عقل سے بات کرو۔"

وہ کچھ کہنا چاہتی تھی پھر رُک گئی۔ فون کی گھنٹی بجنے لگی تھی۔ سیکریٹری جولیس نے اسپیکر آن کرتے ہوئے ریسیور اُٹھایا۔ دوسری طرف سے نائب سپر ماسٹر کی آواز سنائی دی۔ لاروش کبانہ نے سیکریٹری سے ریسیور لے کر کہا۔ "ہیلو میں کبانہ بول رہا ہوں۔"

"مسٹر کبانہ! ہم پسپا ہو رہے ہیں۔ ہمارا ٹیلی پیتھی جاننے والا تمھارے جزیرے سے واپس چلا گیا ہے۔ وہاں کوئی خون خرابا نہیں ہوگا۔"

حوانا اور جولیس یہ باتیں سُن رہے تھے اور خوش ہو رہے تھے۔ کبانہ نے بھی خوش ہو کر کہا۔ "ہم آپ کی اس مہربانی کو کبھی نہیں بھولیں گے۔ ویسے آپ ہماری حیرانی دُور کریں۔ آپ نے اچانک ارادہ کیوں بدل دیا اور یہ پسپا ہونے والی بات کیوں کر رہے ہیں؟"

"ہماری کچھ مجبوریاں ہیں۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

"ہمارے لائق کوئی خدمت ہو تو حکم دیں۔"

"تم ایک خدمت انجام دے سکتے ہو۔ اس کے عوض جو مانگو گے وہ ملے گا۔"

"مجھے سُپر پاور کی امداد ملے اس سے بڑی بات اور کیا ہوگی۔ حکم دیں جناب۔"

"جبریل اور سوسانہ کو تیزاب سے گلا دو۔"

"یہ تو پارس سے دُشمنی ہوگی۔"

"کام یوں بھی ہو سکتا ہے کہ دُشمنی کا پتا نہ چلے۔ پارس کسی ثبوت کے بغیر تمھیں الزام نہیں دے گا۔ تم کوئی ثبوت چھوڑے بغیر ان کو گلا کر نابود کر دو گے۔ اس کے عوض میں لاکھوں ڈالر نقد ادا کرنے کے علاوہ دو ہیلی کاپٹر اور ایک طیارہ دوں گا۔ جس قدر جدید ہتھیار چاہو گے وہ تمھیں ملتے رہیں گے۔"

کبانہ نے اس کی باتیں سُنتے ہوئے حوانا اور جولیس کو دیکھا۔ حوانا نے انکار میں سر ہلایا۔ جولیس نے اشارے میں کہا۔ "سوچ کر جواب دیا جائے گا۔"

کبانہ نے فون پر کہا۔ "مجھے سوچنے کی مہلت دیں۔"

"مسٹر کبانہ! وہاں ان کے لیے کسی وقت بھی طیارہ آسکتا ہے۔ سوچنے میں وقت ضائع کرو گے تو وہ دونوں پارس کے ساتھ چلے جائیں گے۔ بہرحال میں نے بہت بڑی آفر دی ہے۔ میرا کام ہو جائے گا تو تمھیں ایک سُپر طاقت کی پُشت پناہی حاصل ہو جائے گی۔"

فون کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ کبانہ نے ریسیور رکھ کر بہن سے پوچھا۔ "تمھیں سُپر ماسٹر کی آفر پر اعتراض کیوں ہے؟"

وہ بولی۔ "ہم پیشے کے اعتبار سے اسمگلر ہیں، قاتل نہیں ہیں۔ پھر پارس کے دوستوں کو قتل کر کے فرہاد کی فیملی سے دُشمنی مول لینا دانشمندی نہیں ہے۔ اُن سے دُشمنی کر کے خود سُپر ماسٹر سکون سے نہیں رہتا ہے۔ ہمارا سکون تو بالکل ہی غارت ہو جائے گا۔"

جولیس نے کہا۔ "مس حوانا کی باتوں میں وزن ہے لیکن ہماری دُنیا کے چھوٹے بڑے ممالک کسی سپر طاقت کی سرپرستی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے اور ہمارا تو یہ ملک نہیں ہے۔ ایک ناخن برابر جزیرہ ہے۔ ہمارے دائیں سمت اٹلی، بائیں سمت اسپین ہے اور شمال میں فرانس جیسا بڑا ملک ہمارے سر پر مسلط رہتا ہے۔ ہم ان ممالک کے دباؤ میں رہتے ہیں۔ انھیں خوش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر ہمیں ایک سپر طاقت کی سرپرستی حاصل ہو جائے تو ہمارے آس پاس کے ممالک ہمیں خوش رکھنے کی کوششیں کریں گے تاکہ ہم اپنے جزیرے کو سپر طاقت کا فوجی اڈا نہ بننے دیں۔ میں مس حوانا سے گزارش کروں گا کہ وہ سیاسی چالوں کو اچھی طرح سمجھ کر سپر ماسٹر کی پیشکش کو قبول کر لیں۔"

کبانہ نے کہا۔ "ہم دونوں روبوٹس کو اس طرح فنا کریں گے کہ پارس ہم پر کبھی شبہ نہیں کرے گا۔ وہ یہی سمجھے گا کہ دُشمن خیال خوانی کرنے والے نے ہماری فوج کے جوانوں کو آلۂ کار بنایا ہوگا اور ان کے ذریعے دونوں کو تیزاب سے گلا دیا ہوگا۔"

حوانا نے کہا۔ "میں اپنی زندگی میں سب سے زیادہ بھائی سے محبّت کرتی ہوں۔ پھر جزیرے سے محبت کرتی ہوں۔ پارس سے بھی جزیرے کی سلامتی کے لیے دوستی چاہتی ہوں۔ اگر یہ یقین ہے کہ دونوں روبوٹس کو قتل کرنے سے حالات نہیں بگڑیں گے اور ہم ایک سپر طاقت کی سرپرستی حاصل کر کے فرہاد کی فیملی سے دُشمنی مول نہیں لیں گے تو میں تم دونوں سے متفق ہوں۔"

کبانہ نے کہا۔ "تم اطمینان رکھو۔ پارس سے ہماری دوستی برقرار رہے گی۔ اُس کا اعتماد حاصل کرنے کے لیے ہم اُسے مہمان

نا کر رکھیں گے۔"

اس نے خوش ہو کر بھائی کے گلے میں بانہیں ڈال دیں پھر کہا۔ "اسی لیے تو میں دُنیا میں سب سے زیادہ تمھیں چاہتی ہوں۔ تم کسی طرح میری ہر بات مان لیتے ہو۔"

وہ مسکرا کر بولا۔ "تم پارس کو یہاں سے گرین کاٹیج میں لے جاؤ۔ اُسے دو گھنٹے سے پہلے محل کی طرف آنے نہ دو۔ باقی کام ہم کر لیں گے۔"

اس کی دلی مراد پوری ہو رہی تھی۔ وہ خوش ہو کر بھائی کے کمرے سے چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد لاروش کبانہ نے کہا۔ "جولیس! ہم بھائی بہن کی محبّت کو تم اچھی طرح سمجھتے ہو۔"

"یس سر!"

"میں اپنی لاڈلی بہن کو جلد ہی تمھاری شریکِ حیات بناؤں گا۔"

"سر! آپ میری وفاداری کا بہت بڑا انعام دے رہے ہیں۔ یہ میری اوقات سے زیادہ ہے۔"

"مجھے یقین ہے کہ تم شادی کے بعد بھی حوانا کے شوہر نہیں نوکر بن کر اپنی اوقات میں رہو گے۔"

"یس سر! میں کبھی شکایت کا موقع نہیں دوں گا۔"

"کسی چوتھے رازدار کا راستہ روکنے کی یہی ایک صورت ہے۔ حوانا کو آزادی دی جائے۔ وہ جس سے بھی دوستی کرے جہاں بھی راتیں گزارے واپس تمھارے پاس محل میں آئے گی۔"

"یس سر! میں حوانا کی آزادی پر اعتراض کی جرأت نہیں کروں گا۔"

"اُس سے جو بھی بچے ہوں گے اُن کے باپ تم کہلاؤ گے۔"

"سر! یہ میرے لیے بہت بڑا اعزاز ہوگا کہ کبانہ خاندان کی آئندہ نسل میرے نام سے دُنیا میں رہے گی۔"

دُنیاوی دستور کے مطابق لاروش کبانہ کو شادی کر کے اپنے بچّوں کے ذریعے کبانہ خاندان کا نام آگے بڑھانا تھا لیکن وہ بے حد عیاش تھا۔ یہ نہیں چاہتا تھا کہ عیش کدے میں آنے والی کوئی عورت اس کے بچّے کی ماں بن جائے۔ ایسے اندیشے سے بچنے کے لیے وہ خاندانی منصوبہ بندی کے ایک ایسے مرحلے سے گزر گیا تھا، جس کے بعد وہ کبھی باپ نہیں بن سکتا تھا۔ اس نے اس لیے بھی ایسا قدم اُٹھا لیا تھا کہ وہ کسی بچّے کا باپ جائز طور پر بھی نہیں بننا چاہتا تھا۔ اپنی ہونے والی اولاد پر اسے بھروسا نہیں تھا اور بھروسا اس لیے نہیں تھا کہ اُس نے اپنے باپ کو قتل کر کے اس جزیرے کی حکمرانی حاصل کی تھی۔ ایسا ہی کوئی موقع وہ اپنی اولاد کو دینا نہیں چاہتا تھا۔ لہٰذا باپ کے ساتھ اپنی ہونے والی اولاد کو بھی قتل کر چکا تھا۔

حوانا محل کے مختلف حصّوں سے گزرتی ہوئی اُس کمرے میں آئی جہاں پارس کو چھوڑ کر گئی تھی۔ وہ وہاں نہیں تھا۔ وہ اُسے پکارتی ہوئی باتھ روم میں آئی۔ باتھ روم بھی خالی تھا۔ وہ زیرِ لب بڑبڑائی۔ "یہ کہاں چلا گیا ہے؟"

"میں تو تمھارا قیدی ہوں بھلا کہاں جا سکتا ہوں۔"

اس نے چونک کر دیکھا۔ وہ باہر سے کمرے میں آ رہا تھا۔ اس نے پوچھا۔ "کہاں چلے گئے تھے؟"

"میں نے سوچا تمھاری واپسی تک جبریل اور سوسانہ کے ساتھ وقت گزاروں۔ میں تمھارے بیڈ روم کے دروازے تک گیا لیکن دستک نہیں دی۔ چُپ چاپ چلا آیا۔"

"ان سے ملے بغیر کیوں چلے آئے؟"

"بند دروازے کو دیکھ کر خیال آیا پتا نہیں وہ کتنا اچھا وقت گزار رہے ہوں گے۔ مجھے بُرا وقت بن کر نہیں جانا چاہیے۔"

وہ قریب آئی اور شانے پر ہاتھ رکھ کر بولی۔ "میں ایسی خوشخبری سناؤں گی کہ ہمارا وقت بھی اچھا گزرنے لگے گا۔"

"وہ خوشخبری کیا ہے؟"

"پہلے یہاں سے چلو۔ پھر بتاؤں گی۔"

"ہم کہاں جائیں گے؟"

"گرین کاٹیج۔ یہاں سے صرف ایک میل کے فاصلے پر سمندر کے کنارے بہت خوبصورت کاٹیج ہے۔ اتنا خوبصورت کہ وہاں جا کر بوڑھے بھی جوان ہو جاتے ہیں۔"

"میں کئی دنوں سے خود کو بوڑھا محسوس کر رہا ہوں۔ چلو مجھے جوان بنا دو۔"

وہ اُس کے ساتھ کمرے سے باہر آیا۔ ایک مسلح گارڈ نے آ کر کہا۔ "مادام سونیا کا فون ہے۔ ہز ہائی نس آپ کو بلا رہے ہیں۔"

وہ دونوں لاروش کبانہ کے کمرے میں آئے۔ کبانہ نے ریسیور پارس کو دیا۔ اُس نے ریسیور لے کر کان سے لگاتے ہوئے پوچھا۔ "ہیلو ممّا! آپ ہیں؟"

سونیا کی آواز آئی۔ "ہاں میں بول رہی ہوں۔ میں ابھی ایک طیارہ بھیجنے والی تھی۔ لیکن مسٹر کبانہ نے بتایا جزیرے میں لینڈنگ کی سہولت نہیں ہے۔ روشنی بھی کافی نہیں ہے۔ وہاں دن کے وقت طیارے کو اتارا جا سکتا ہے۔"

"آپ طیارہ اتنی جلدی کیوں بھیج رہی تھیں۔ میں نے تو صبح سات بجے تک بھیجنے کے لیے کہا تھا۔"

"جب وہاں کوئی دُشمن نہیں رہا ہے تو مسافروں کو جلد از جلد وہاں سے لانا ہمارا فرض ہے۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"کیا سپر ماسٹر سے کوئی سمجھوتا ہو گیا ہے؟"

"سپر طاقتیں کبھی شرافت سے سمجھوتا نہیں کرتیں، ٹیڑھی انگلی سے گھی نکالنا پڑتا ہے۔ تم آؤ گے تو بتاؤں گی کہ وہ اور اس کا خیال خوانی کرنے والا کس طرح میدان چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں۔"

"ممّا! آپ نے میری جنگ کیوں لڑی؟"

"بیٹے! آج تک میں نے کبھی ایسا نہیں کیا تھا۔ آج تین سو مسافروں کی زندگی کا سوال تھا۔ جزیرے میں خون خرابا ہوتا تو بے چارے مسافر بھی مارے جاتے۔ سپر ماسٹر سے تم پھر کبھی ٹکرا سکتے ہو۔ مسافروں کی جانیں جاتیں تو تمھارا ضمیر کیا تمھیں ملامت نہ کرتا؟"

پارس کو تسلیم کرنا پڑا۔ اپنی مردانگی دکھانے کے لیے سیکڑوں مسافروں کو موت کے عذاب میں مبتلا کرنا دانشمندی نہ ہوتی۔

اُس نے کہا "اچھی بات ہے ممّا! میں صبح آ رہا ہوں۔"

"صبح کیسے آ ؤ گے؟ ابھی مسٹر کبانہ کہہ رہے تھے کہ تم چند روز اُن کے مہمان رہو گے۔"

پارس نے لاروش کبانہ سے پوچھا "کیا تم نے ممّا سے کہا ہے کہ میں چند روز یہاں قیام کروں گا؟"

کبانہ نے کہا "یہ میری خوش نصیبی ہو گی۔"

حوانا نے بھائی کے بازو سے سر لگا کر کہا "میں نے تم سے کیا کہا تھا بھائی کو تمھارے یہاں رہنے سے خوشی ہو گی۔"

اس نے فون پر کہا "ممّا! یہ بھائی بہن مجھے مہمان بنانے پر تلے ہوئے ہیں۔ مگر میرے ہاتھ کی لکیر کہہ رہی ہے کہ میں صبح یہاں سے چلا جاؤں گا۔"

سونیا نے کہا "میں سمجھ گئی۔ صبح تک ہوشیار اور حاضر دماغ رہنا۔"

"ڈونٹ وری ممّا! خدا حافظ۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ کبانہ نے پوچھا "کیا تم ہاتھ کی لکیروں کو پڑھ لیتے ہو؟"

"ہاں کسی حد تک سمجھ لیتا ہوں۔"

سیکریٹری جولیس نے اپنی ہتھیلی آگے بڑھائی پھر پوچھا "میرے ہاتھ کی لکیریں کیا کہتی ہیں؟"

کبانہ نے اپنا ہاتھ پیش کرتے ہوئے کہا "پہلے میرا ہاتھ دیکھو۔"

جولیس نے اپنا ہاتھ ہٹا لیا۔ پارس نے کہا "اپنا ہاتھ مالک کے ہاتھ کے ساتھ رکھو۔ مجھے پہلی نظر میں دونوں ہاتھ ایک جیسے لگ رہے ہیں۔"

کبانہ کے حکم پر جولیس نے اپنا ہاتھ پھر پیش کیا۔ پارس کبھی اس ہاتھ کو کبھی اُس ہاتھ کو دیکھنے لگا پھر کہا "دو ہاتھ ایک جیسے نہیں ہوتے۔ مگر تم دونوں کے ہاتھوں میں حیرت انگیز مماثلت ہے۔"

"آخر کیا ہے؟ کچھ کہو تو سہی۔"

"مسٹر کبانہ! اوّل تو تم کبھی شادی نہیں کرو گے۔ اگر ... تو کبھی باپ نہیں بن سکو گے۔"

کبانہ نے دل ہی دل میں اعتراف کیا "اس جوا... نہیں ہے کہ میں نے کس طرح ہونے والی اولاد سے ... حاصل کی ہے۔ یہ کچھ نہ جانتے ہوئے بھی درست کہہ رہا ... واقعی دست شناس ہے۔"

پارس نے کہا "مسٹر کبانہ! تمھارے سیکریٹری کا ہا... تقریباً یہی کچھ کہہ رہا ہے۔ یہ باپ بنتے ہوئے بھی باپ ... بن سکے گا۔"

جولیس نے پوچھا "اس کا مطلب کیا ہوا؟"

"مطلب یہ ہوا کہ تمھاری شریک حیات بچے پیدا ... مگر وہ بچے تمھارے نہیں ہوا کریں گے صرف تمھیں باپ ... کا سرٹیفکیٹ ملتا رہے گا۔"

جولیس نے ناگواری سے کہا "یہ کیا بکواس ہے ... انسلٹ کر رہے ہو۔"

"تم دُنیا کے کسی بھی نجومی سے پوچھ لو یہ انسلٹ ... ہاتھ کی لکیروں میں ہے۔"

کبانہ نے کہا "جولیس! یہ جو کہہ رہے ہیں اسے ..."

پارس نے کہا "تم دونوں کے ہاتھوں کی لکیر... کچھ کہہ رہی ہیں۔ بے شمار دولت آنے والی ہے ... حاصل ہونے والی ہے۔ جاپان جیسے ننھے سے ملک ... حاصل ہو رہی ہے، وہی طاقت اور برتری مسٹر کبانہ کو ... گھنٹے کے اندر حاصل ہونے والی ہے۔"

لاروش کبانہ خوشی سے بے حال ہو رہا تھا۔ خوشی ... حوانا کی بھی باچھیں کھلی جا رہی تھیں۔ دونوں بھائی بہن ... سپر طاقت کی سرپرستی حاصل ہو رہی تھی اور اس کے ذ... دولت اور فوجی طاقت میں بھی اضافہ ہونے والا تھا۔ ... گہرائیوں سے پارس کو نجومی تسلیم کر رہے تھے۔

پارس نے کہا "لیکن اتنی دولت، اتنی طاقت او... اسی شرط پر حاصل ہو گا جب تم غلام اور آقا آج رات کی..."

"تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"میں کہنا تو نہیں چاہتا تھا لیکن تم نے مہمان بنا... جیت لیا ہے۔ جو سچ ہے وہ ضرور بتاؤں گا۔"

"ہاں ضرور بتاؤ۔ سچ بتاؤ۔"

"آقا اور غلام کے ہاتھ الگ الگ ہیں لیکن با... ہی کہتے ہیں۔ ایک ہی انداز میں موت کی وارننگ د... ہیں۔ آج رات اس محل میں کسی بھی وقت دو قتل ہو..."

حوانا پریشان ہو کر بولی "کیا کہہ رہے ہو پارس؟"

پارس نے کہا "میں نہیں کہہ رہا ہوں۔ دونوں کے ہاتھوں ... ایک جیسی لکیریں کہہ رہی ہیں۔"

کبانہ نے پوچھا "وہ دونوں قتل ہونے والے کون ہیں؟"

پارس نے دونوں کو دیکھتے ہوئے کہا "آقا اور غلام۔"

دونوں کے دیدے پھیل گئے۔ حوانا کی اوپر کی سانس اوپر ... رہ گئی۔ پھر وہ سانس لیتے ہوئے بولی "یہ جھوٹ ہے۔ ...س کی مجال کہ میرے بھائی کو قتل کرنے کے لیے محل میں ...م رکھے۔"

"موت قدم رکھے بغیر چلی آتی ہے۔"

جولیس نے کہا "تم خواہ مخواہ دہشت زدہ کر رہے ہو۔"

پارس نے کہا "اب تک میں نے جتنی باتیں بتائی ہیں ... وہ غلط ہیں تو پھر یہ قتل ہونے والی بات کو بھی غلط سمجھ لو۔"

کبانہ نے کہا "تم نے ایک ایک بات درست کہی ہے۔ ...ب بات اور بتا دو۔ ہمیں کون قتل کرے گا؟"

"تم لوگ پہلے ہی میری بات کا یقین نہیں کر رہے ہو۔ تمھارے ...س سوال کا جواب دوں گا تو مجھے پاگل سمجھ کر ہنسو گے۔"

"ہم تمھارے علم کی روشنی میں سنجیدگی سے غور کریں گے۔"

"تو پھر سنو۔ آج رات کسی بھی وقت آقا اپنے غلام کو اور ...لام اپنے آقا کو قتل کرے گا۔"

پہلے تو انھوں نے پارس کو یوں دیکھا جیسے بات سمجھ ...ں نہ آئی ہو۔ پھر سب نے مل کر زوردار قہقہہ لگایا۔ ان میں ...انا کا بھی قہقہہ شامل تھا۔ وہ پیٹ پکڑ کر ہنستے ہوئے بولی۔ "اوہ پارس! تم بڑے وہ ہو۔ اتنا مت ہنساؤ کہ پیٹ میں درد ...ونے لگے۔"

کبانہ نے ہنستے ہوئے کہا "یہ جولیس جسے میں بچپن ...سے کتے کی طرح دُم ہلاتے دیکھ رہا ہوں، یہ مجھے قتل کرے گا؟ ...سے میں آنکھیں دکھاتا ہوں تو یہ مرجاتا ہے۔"

جولیس نے جیب سے ریوالور نکال لیا۔ سب کے قہقہے اچانک ہی رُک گئے۔ وہ ریوالور لے کر اپنے آقا کے سامنے آیا۔ سر کو جھکایا۔ پھر ریوالور پیش کرتے ہوئے کہا "سر! مجھے گولی ...رین۔ میں مرنے کے بعد آپ کو قتل نہیں کر سکوں گا۔ ہاتھ کی لکیریں ...جھوٹی پڑ جائیں گی۔"

کبانہ نے ریوالور لے کر کہا "دیکھو مسٹر پارس! یہ غلام کتنا ...وفادار ہے۔ میں اسے گولی مار دوں تو پیشین گوئی جھوٹی پڑ جائے گی۔"

پارس نے کہا "اسے گولی مارتے ہی آدھی پیشین گوئی درست ...ہو جائے گی۔ میں نے یہ بھی تو کہا ہے کہ آقا اپنے غلام کو قتل کرے گا۔"

کبانہ نے جولیس کو ریوالور دیتے ہوئے کہا "تمھاری پیشین گوئی نے ہمیں اُلجھا دیا ہے۔"

"میں نے صرف یہ نہیں کہا ہے کہ تم دونوں ایک دوسرے کو قتل کرو گے۔ یہ بھی تو کہا ہے کہ آج رات کی صبح کر لو گے تو کل سے تمھارے عروج اور اقتدار کا سورج طلوع ہو گا۔ تم دونوں ایک لمبی عمر گزارو گے۔"

حوانا تائید میں سر ہلا کر بولی "ہاں تم نے ایسی کوئی بات کہی تھی۔"

کبانہ نے کہا "پلیز! صاف اور سیدھے انداز میں بتاؤ کیا آج کی رات ہم پر بھاری ہے اور اگر ہم تدبّر اور تدبیر سے کام لیں تو آنے والی قضا کو ٹال سکتے ہیں؟"

"بے شک میں یہی کہہ رہا ہوں۔ تم دونوں ایک لمبی عمر گزارنے کے لیے موت کو شکست دے سکتے ہو۔"

"کیسے شکست دے سکتے ہیں۔ پلیز ہمیں بتاؤ۔"

"میں کیا بتا سکتا ہوں۔ ابھی تمھارے ہاتھ میں ریوالور آیا تھا۔ تم مسٹر جولیس کو گولی مار دیتے تو کوئی تمھارا کیا بگاڑ لیتا۔ ہاتھ کی لکیر درست ثابت ہوتی۔ میری عقل میں یہ بات آتی ہے کہ آج رات تم دونوں کو اپنے پاس کوئی ہتھیار نہیں رکھنا چاہیے۔ اور دونوں کو ایک دوسرے سے بہت دُور رہنا چاہیے۔"

حوانا نے کہا "پارس نے بہت ہی دانشمندانہ مشورہ دیا ہے۔ میں اس کے ساتھ گرین کاٹیج جا رہی ہوں۔ بھائی کبانہ! تم بھی ساتھ چلو۔ میں آج کی رات تمھیں محل میں تنہا نہیں چھوڑوں گی۔"

وہ بہن کے گال کو تھپتھپاتے ہوئے بولا "بہن کی محبت بھائی کو بزدل بنا دیتی ہے۔ میں موت کے ڈر سے محل چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔ بلکہ موت کو ٹال کر پیشین گوئی کے مطابق لمبی زندگی گزاروں گا۔"

جولیس نے کہا "مسٹر پارس نے معقول مشورہ دیا ہے۔ ہم آقا اور غلام اپنے پاس ہتھیار نہیں رکھیں گے۔ اور اس محل میں رہتے ہوئے بھی ایک دوسرے سے دُور رہیں گے۔"

حوانا نے کہا "مجھے اطمینان نہیں ہو گا۔ میں بھی محل میں رہوں گی۔"

کبانہ اور جولیس نے حوانا کو گھور کر دیکھا۔ پھر کبانہ اس کے بازو کو تھام کر بولا "مسٹر پارس! معذرت چاہتا ہوں۔ ہم ابھی آتے ہیں۔"

وہ بہن کو ساتھ لے کر بیڈ روم سے باہر آیا پھر سرگوشی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

میں بولا" کیوں کام بگاڑنا چاہتی ہو۔ تم گرین کاٹیج نہیں جاؤ گی تو پارس وہاں تنہا نہیں جائے گا۔ وہ محل میں رہے گا تو ہم آزادی سے دونوں روبوٹس کو ٹھکانے نہیں لگا سکیں گے۔ محل کے اندر یا تہ خانے میں تیزاب سے گلتے وقت ان کی چیخیں نکلیں گی اور پارس کے کانوں تک پہنچیں گی۔"

وہ پریشان ہوکر بولی "بھائی! مجھے تمھاری زندگی عزیز ہے۔ میں تمھیں چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔ تم پارس کی فکر نہ کرو۔ میں اسے چائے یا کافی میں بے ہوشی کی دوا ملا کر دوں گی۔ وہ کم از کم تین گھنٹے تک آنکھیں نہیں کھول سکے گا۔"

"چلو یہی سہی۔ رات کے گیارہ بجنے والے ہیں۔ میں اُسے بے ہوش کرنے کے لیے آدھے گھنٹے کا وقت دے رہا ہوں۔ جب وہ بے ہوش ہو جائے تو تم کمرے سے نہ نکلنا، وہ روبوٹس بے حد خطرناک ہیں۔ میں نہیں چاہتا تمھیں کوئی نقصان پہنچے۔ ہم نے ان دونوں سے نمٹنے کا مکمل منصوبہ بنا لیا ہے۔"

وہ بھائی بہن بیڈ روم میں واپس آ گئے۔ کبانہ نے ہنستے ہوئے پارس سے کہا "میں اسے سمجھا رہا تھا کہ چاندنی رات میں تمھیں جزیرے کی سیر کرائے مگر یہ میرے لیے پریشان ہے اور بڑی ضدی ہے۔ تم خیال نہ کرنا آج کی رات گزر جائے تو کل تمھیں سیر کرائے گی۔"

پارس نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا "کوئی بات نہیں۔ رات زیادہ ہو چکی ہے۔ میں بھی آرام کروں گا۔"

حوانا نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا "چلو۔ آرام ضرور کرو۔ مگر میں تمھیں سونے نہیں دوں گی۔ جگائے رکھنے کے لیے بہترین کافی پلاؤں گی۔"

وہ دونوں کبانہ کے بیڈ روم سے باہر آ گئے۔ پارس نے کہا "تم نے میرے دل کی بات کہہ دی۔ میں کافی کے لیے کہنے ہی والا تھا۔ میں نے زبان نہیں ہلائی اور تم نے دل کی بات سن لی۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "مجھے تم سے سچی محبت ہو گئی ہے اسی لیے تمھارے دل کی آواز سن لیتی ہوں۔"

"میرے دل کی باقی آوازیں سننے کے لیے کس کمرے میں چل رہی ہو؟"

وہ ایک بیڈ روم کے سامنے رک کر بولی "یہاں انتظار کرو۔ میں ابھی کافی تیار کر کے لاتی ہوں۔"

"تمھیں جانے کی کیا ضرورت ہے۔ کسی ملازم سے کہہ دو۔"

"ہرگز نہیں۔ میں اپنے ہاتھوں سے تمھارے لیے کافی تیار کروں گی۔"

اس نے بیڈ روم کا دروازہ کھول کر پارس کو بڑے پیار سے دھکا دیا۔ وہ بیڈ روم کے اندر آیا۔ وہ دروازہ بند کر کے گئی۔ اُسے یہ نہیں معلوم تھا کہ پارس پر زہر اثر نہیں کرتا ہے۔ اس کے لیے بے ہوشی کی دوا کوئی چیز نہیں تھی۔ وہ اُسے پانی کی طرح پی جاتا۔ لیکن اکثر ایسے موقع پر وہ بڑی چالاکی سے گلاس یا پیالہ بدل دیتا تھا۔ جب حوانا ایک ٹرے میں کافی سے بھرے ہوئے دو مگ لے کر آئی تو ٹرے کو میز پر رکھتے ہی ایک مگ اٹھا کر پارس کو پیش کیا۔ اُس نے ایک ہاتھ سے مگ کو پکڑا، پھر دوسرے ہاتھ سے حوانا کو کھینچ کر کہا "دیکھو خود کو چھڑاؤ گی تو کافی چھلک کر گر پڑے گی۔ بس اسی طرح رہو۔"

وہ بولی "یہ کیا حرکت ہے۔ پہلے کافی پی لو۔ میں کہیں بھاگی جا رہی ہوں؟"

"میرے ایک ہاتھ میں کافی اور دوسرے ہاتھ میں تم ہو۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں، گرمی اور مٹھاس کس میں زیادہ ہے۔" یہ کہتے ہی وہ مٹھاس کو چکھنے لگا۔ حوانا کی سانسیں اوپر نیچے ہونے لگیں۔ وہ خود کو جبراً الگ کر سکتی تھی لیکن ایسا کرنے سے دوسرے ہاتھ کو دھکا لگتا اور کافی گر پڑتی۔ اور وہ بے ہوش کرنے والی کافی کو گرانا نہیں چاہتی تھی۔ آخر اس کے ایک ہی فولادی بازو نے اس بری طرح پیار سے جکڑ لیا تھا کہ وہ چہرہ ادھر اُدھر کر کے کچھ دیکھ نہیں سکتی تھی۔ ایسے ہی وقت پارس نے بڑے آرام سے اپنا مگ میز پر آہستگی سے رکھا اور دوسرے مگ کو اٹھا لیا۔ پھر اسے آزاد کرتے ہوئے کہا "یہ دیکھو کافی میرے ہاتھ میں ہی ہے اور میں جنت کی سیر کر کے آ گیا۔ اسے کہتے ہیں، رند کے رند رہے، ہاتھ سے جنت نہ گئی۔"

حوانا اس کے ہاتھ میں مگ کو اُسی طرح دیکھ کر مطمئن ہو گئی مسکرا کر بولی "بڑے شریر ہو۔ اب کافی ختم ہونے سے پہلے کوئی شرارت نہ کرنا۔ نہیں تو بھاگ جاؤں گی۔"

اس نے میز پر سے دوسرا مگ اٹھا کر اس میں سے کافی کا ایک گھونٹ پیا۔ پارس یوں بیٹھا ہوا تھا جیسے سوچ میں گم ہو۔

وہ بولی "کیا کافی اچھی نہیں ہے؟"

"اچھی ہے مگر کچھ عجیب سا مزہ ہے۔"

حوانا یہ کھیل جلدی ختم کرنا چاہتی تھی اس نے کہا "ہم دونوں ایک دوسرے کو دیکھ دیکھ کر ایک ایک گھونٹ پیتے جائیں گے اور جلد سے جلد مگ خالی کریں گے۔ تاکہ تم پھر شرارت کر سکو۔"

کافی دونوں کے حلق میں اترنے لگی۔ جیسے جیسے مگ خالی ہو رہا تھا، حوانا کی حالت غیر ہوتی جا رہی تھی۔ دو گھونٹ کے بعد اس نے سوچا "واقعی کافی کا مزہ کچھ عجیب سا ہے

پارس کو عجیب لگ رہا ہے اس لیے کہ اس میں دوا شامل کی گئی ہے لیکن میری کافی ایسی کیوں لگ رہی ہے؟"

پارس نے کہا "اب تم سوچنے لگی ہو۔ چلو پیتی رہو۔"

وہ جبراً مسکرا کر پینے لگی۔ پھر دو گھونٹ پینے کے بعد اس کی مسکراہٹ بجھ گئی۔ وہ بولی "میرا دل نہیں چاہتا ہے میں نہیں پیوں گی۔"

پارس نے کہا "پھر میں بھی نہیں پیوں گا۔"

"یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ تمھیں پینا چاہیے۔"

"تم ساتھ نہیں دو گی تو نہیں پیوں گا۔"

وہ مشکل میں پڑ گئی۔ اس کے نہ پینے سے کھیل بگڑنے والا تھا۔ پارس اپنا مگ پیش کرتے ہوئے بولا "اگر تمھاری کافی میں مزہ نہیں ہے تو میری پی لو۔ اپنی مجھے دے دو۔"

اس کی دانست میں پارس کی کافی ضرر رساں تھی۔ وہ بھلا اُسے کیسے قبول کرتی۔ جلدی سے بولی "نہیں ٹھیک ہے۔ میں پی رہی ہوں۔"

وہ اپنے آپ پر جبر کرتے ہوئے پینے لگی۔ مزید دو گھونٹ پینے کے بعد اس کا دل گھبرانے لگا۔ ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑنے لگے۔ ہاتھ سے مگ چھوٹنے والا تھا، پارس نے اُسے تھام کر میز پر رکھا۔ پھر پوچھا "کیا تمھیں بھی تھامنا ہو گا؟"

وہ دونوں بانہیں اس کی گردن میں ڈال کر اس پر لد گئی۔ لرزتی ہوئی آواز سے بولی "مجھے بچاؤ، میں ڈوب رہی ہوں۔"

پارس نے اپنی گردن سے اس کی بانہوں کو الگ کرتے ہوئے کہا "تمھاری مکھن جیسی جوانی کے ساتھ کوئی بھی ڈوبنے کو تیار ہو جائے گا۔ لیکن مجھے ڈوبنے کا شوق نہیں ہے۔"

اس نے ریشمی زلفوں کو مٹھی میں لے کر اُسے ایک جھٹکے سے اُٹھایا۔ بے ہوشی میں آنکھیں بند ہونے والی تھیں۔ بالوں کو جھٹکا لگتے ہی چیخ نکل گئی۔ آنکھیں کھل گئیں۔ وہ بولا "ذلیل عورت کا حسن ایسا ہی ہوتا ہے جیسے اوپر سے خوشبو چھڑک دی گئی ہو۔ اندر سے وہ گٹر ہی رہتی ہے۔"

اس نے ایک اُلٹا ہاتھ منہ پر رسید کیا۔ وہ چیختی ہوئی چکرا کر فرش پر گر پڑی۔ کراہتے ہوئے کروٹ لے کر چاروں شانے چت ہوئی پھر بے ہوش ہو گئی۔

آدھا گھنٹا گزر چکا تھا۔ کبانہ اور جولیس پہلے تہ خانے میں آ گئے۔ وہاں جولیس نے تیزاب سے بھری ہوئی دو بوتلیں رکھی تھیں۔ اور اُس تیزاب کو پرفیوم اسپرے کرنے والی دو چھوٹی بوتلوں میں منتقل کر دیا تھا۔ ان پرفیوم کی بوتلوں کے ذریعے وہ دور ہی سے جبریل اور سوسانہ پر تیزاب اسپرے کر سکتے تھے۔ کبانہ اور جولیس نے ایک ایک اسپرے اُٹھا لیا۔ پھر وہ چور دروازے سے اپنے کمرے میں واپس آ گئے۔ چھ مسلح گارڈز کو طلب کیا۔ سیکریٹری جولیس نے انھیں سمجھایا "دیکھو اُن دونوں روبوٹس پر رائفل کی گولیاں اثر نہیں کرتی ہیں۔ لیکن اُن کے جسموں میں گولیاں پیوست ہونے کے بعد ہمیں چند سیکنڈ کا موقع مل سکتا ہے۔ جب تک وہ اپنے اندر سے گولیاں نکالیں گے تب تک ہم اُن پر تیزاب اسپرے کر دیں گے۔ اس دوران تم سب ہمارے چاروں طرف ڈھال بن کر رہو گے۔"

مسلح گارڈز کو اچھی طرح ہدایات دینے کے بعد وہ کمرے سے باہر آئے۔ پھر گارڈز کے درمیان چلتے ہوئے حوانا کے بیڈ روم کے سامنے پہنچے۔ سوسانہ اور جبریل اسی بیڈ روم میں تھے۔ جولیس نے دروازے پر دستک دی۔ اندر اونچی آواز میں کیسٹ ریکارڈر آن تھا۔ موسیقی سنائی دے رہی تھی۔ ایک گارڈ نے زور زور سے دروازے پر ہاتھ مارا تو وہ کھلتا چلا گیا۔ کھلتے ہوئے دروازے سے سوسانہ اور جبریل نظر آئے.... وہ آرکسٹرا کی دھن پر رقص کر رہے تھے۔ کبانہ نے گرج کر کہا "بند کرو یہ آواز۔ ہم تمھاری موت کے براتی آئے ہیں۔"

وہ رقص کرتے کرتے رُک گئے۔ انھیں سوالیہ نظروں سے دیکھا پھر سوسانہ نے آگے بڑھ کر ریکارڈر کو آف کر دیا اور پوچھا۔ "مسٹر کبانہ! تم ابھی کچھ کہہ رہے تھے؟"

جبریل نے کہا "یہ کہہ رہے تھے کہ اپنی موت کی برات لے کر آئے ہیں۔"

جولیس نے کہا "اپنی نہیں تمھاری موت۔ یہ ہمارے ہاتھوں میں پرفیوم اسپرے نہیں، تیزاب ہے۔"

جبریل نے کہا "تعجب ہے۔ یہ تیزاب کیوں لائے ہو؟"

"ہمیں بہلانے کی کوشش نہ کرو۔ ہمیں معلوم ہو چکا ہے کہ تم دونوں صرف تیزاب سے گلائے جا سکتے ہو۔"

"تم ہمیں گلانا اور مارنا کیوں چاہتے ہو؟ کیا ہم سے کوئی دشمنی ہے؟"

"کوئی دشمنی نہیں ہوتی پھر بھی قتل کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ دولت اور اقتدار حاصل کرنے کے لیے بے گناہ عوام پر گولیاں چلائی جاتی ہیں۔ تم دونوں بے گناہ ہو۔ تم نے ہمارا کچھ نہیں بگاڑا مگر ہم تمھیں ہمیشہ کے لیے بگاڑ کر سپر طاقت کا ایک حصہ بن سکتے ہیں۔"

"اچھا تو سپر ماسٹر نے بتایا ہے کہ ہمارا وجود صرف تیزاب سے مٹ سکتا ہے۔"

"ہاں، ہم تمھاری زندگی مٹا کر اپنی تقدیر بنائیں گے۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"کیسے بناؤ گے؟ سپر ماسٹر نے تمھیں ہمارے ہاتھوں سے ہلاک کرانے کے لیے چھوڑ رکھا ہے۔ ہم پر تیزاب کا کوئی اثر نہیں ہوتا ہے۔ تیزاب کو محض تمھاری موت کا بہانہ بنایا گیا ہے۔"

کبانہ اور جولیس نے ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھا پھر دونوں نے ہاتھ آگے بڑھا کر اسپرے کا ٹریگر دبایا۔ بوتل کا تیزاب خارج ہوتا ہوا سوسانہ اور جبریل کے چہروں پر اور بدن کے دوسرے حصّوں پر پھیلنے لگا۔ وہ آرام سے کھڑے ہوئے تھے۔ گوشت گلنا تو دُور کی بات ہے اُن کا لباس بھی نہیں گل رہا تھا۔ شدید حیرانی کے باعث اُنھوں نے اس بات پر دھیان نہیں دیا کہ لباس کو نقصان کیوں نہیں پہنچ رہا ہے۔

سوسانہ نے پوچھا "اب تمھارا کیا بنے گا؟ تیزاب کا ہم پر اثر نہیں ہوا۔ گولیاں ہمارے اندر آکر واپس نکل جاتی ہیں۔ تمھارے یہ رائفل بردار ہمارے شکنجے سے تمھیں بچا نہیں سکیں گے۔"

جولیس نے چونک کر کبانہ سے کہا "سر! ان کا لباس جوں کا توں ہے۔ ہم دھوکا کھا رہے ہیں۔ ہماری بوتلوں میں تیزاب نہیں ہے پانی ہے۔"

جبریل اور سوسانہ نے ایک ساتھ اُن پر چھلانگ لگا ئی۔ تمام گارڈز نے فائرنگ کی۔ انھیں ایک دو گولیاں لگیں باقی اِدھر اُدھر گئیں۔ ان کی گرفت میں چار گارڈز آئے۔ دو گارڈز اپنے مالک اور سیکریٹری کے ساتھ کمرے سے بھاگتے ہوئے باہر گئے لیکن باہر پہنچتے ہی ٹھٹک گئے۔ اُن کے سامنے حوانا ایک کرسی پر آنکھیں بند کیے بیٹھی ہوئی تھی۔ پارس اس کی کنپٹی سے ریوالور کی نال لگائے کھڑا ہوا تھا اور کہہ رہا تھا "کبانہ! تیری بہن بہت ہی نازک مزاج ہے کافی پی کر بے ہوش ہوگئی یعنی آدھی مرگئی۔ اگر تیرے گارڈز نے ہتھیار نہیں پھینکے تو اس کی پوری موت ہوجائے گی۔"

لاروش کبانہ نے پیچھے دیکھا۔ جدھر دو روبوٹس اس کے چار گارڈز کو موت کے گھاٹ اتار رہے تھے۔ آگے پارس موت بن کر کھڑا ہوا تھا۔ اُس نے حکم دیا "ہتھیار پھینک دو۔"

اُنھوں نے ہتھیار پھینک دیے۔ کبانہ نے کہا "پارس! ہمارے درمیان کچھ غلط فہمیاں پیدا ہوگئی ہیں۔ حوانا تمھیں دل وجاں سے چاہتی ہے۔ میں بھی دل وجاں سے تمھیں بہنوئی بنانے والا ہوں۔"

"تمھارا بہنوئی صرف جولیس بن سکتا ہے۔ حوانا باہر سے جتنے بچے لائے انھیں یہی باپ کا نام دے سکتا ہے۔ کیا مجھے رشوت دینے کے لیے تمھارے پاس صرف ایک بہن ہے؟"

"تم جو چاہو، میں دوں گا۔" کبانہ نے کہا۔

"دینے کے لیے زندہ رہوگے تو دوگے۔ کیا میری پیشین گوئی بھول گئے؟" پارس نے جواب دیا۔

کبانہ اور جولیس نے بے بسی سے ایک دوسرے کو دیکھا پھر جولیس نے کہا "تم تو کہہ رہے تھے آقا اور غلام ایک دوسرے کو قتل کریں گے مگر یہاں تو تم قتل کرنا چاہتے ہو۔"

"موت تو ہر حال میں آنی ہے۔ اگر تم چاہتے ہو کہ میں زحمت نہ اُٹھاؤں تو پھر ایک دوسرے کو ختم کردو۔"

"پارس! ہر غلطی کی تلافی ہوجاتی ہے۔ ہر بھول کی معافی مل جاتی ہے ہمیں ایک بار معاف کردو۔"

"معافی مانگنے والے مکالمے بہت پرانے ہوچکے ہیں۔ تم نے یہ نہیں پوچھا کہ ہمیں تمھاری سازشوں کا علم کیسے ہوا؟"

"کیسے ہوا؟"

"تم لوگوں کی حماقت سے۔ حوانا نے سوسانہ اور جبریل کو اپنے بیڈ روم میں آرام کرنے کے لیے انھیں تنہا چھوڑ دیا تھا۔ جب تمھاری بہن مجھے ایک کمرے میں چھوڑ کر تم سے کہنے گئی کہ وہ مجھے یہاں مہمان بنا کر رکھے گی تو اُس کے جانے کے بعد میں سوسانہ اور جبریل کے پاس آیا۔ حوانا کے بیڈ کے پاس انٹرکام رکھا ہوا تھا میں نے سوچا تمھارے کمرے میں حوانا گئی ہے اُسے انٹرکام کے ذریعے بتادوں کہ میں سوسانہ اور جبریل کے پاس ہوں۔ میں نے انٹرکام کا ریسیور اُٹھانے سے پہلے اس کے اسپیکر کو آن کیا۔ اس کے ساتھ ہی تمھاری آواز سنائی دینے لگی۔ تم فون پر سپر ماسٹر سے باتیں کر رہے تھے۔ چونکہ تمھارے فون کا اسپیکر بھی آن تھا اس لیے سپر ماسٹر کی آواز کمرے میں پھیل رہی تھی اور انٹرکام کے ذریعے مجھ تک پہنچ رہی تھی۔"

کبانہ اور جولیس کے مُنہ حیرت سے کھل گئے۔ پارس نے کہا "میں نجومی یا دست شناس نہیں ہوں۔ میں نے تم دونوں کے بارے میں جو حقائق بیان کیے، وہ لکیریں دیکھ کر نہیں، انٹرکام سے سُن کر بیان کیے تھے۔ تم نے جولیس سے کہا تھا کہ جب حوانا پارس کو لے کر گرین کاٹیج چلی جائے تو وہ تہ خانے میں جاکر تیزاب لے آئے۔ جب یہ بات معلوم ہوئی تو میں نے نجومی بن کر تم تینوں کو آدھے گھنٹے تک اُلجھائے رکھا۔ سوسانہ کو چور دروازوں کا علم تھا۔ وہ تہ خانے میں گئی۔ اس نے تیزاب کی دو توں بوتلیں ہٹا دیں۔ ہیٹر آن کرکے پانی کو ہلکا سا گرم کیا پھر اسے دو بوتلوں میں بھر کے وہاں رکھ دیا۔ جب تم دونوں نے اسے پرفیوم اسپرے کرنے والی بوتلوں میں منتقل کیا ہوگا تو پانی ہلکا سا گرم محسوس ہوا ہوگا، جیسا کہ تیزاب کی حرارت ہوتی ہے۔"

کبانہ نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر کہا "او گاڈ! ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ہماری لاعلمی میں ہمارے ہی محل میں تم لوگ ایسی چالیں چل رہے ہو۔ ہم تمھیں غافل سمجھ کر دھوکا کھا گئے۔"

سوسانہ اور جبریل اُن کے پیچھے کمرے سے باہر آئے۔ اُنھوں نے پلٹ کر دیکھا۔ دونوں کے ہاتھوں میں اسپرے کرنے والی بوتل تھی۔ جبریل نے کہا "اصل تیزاب یہ ہے۔ تم دونوں کپڑے اُتار دو۔"

وہ دونوں گھبرا کر پیچھے ہٹ گئے۔ پارس نے کہا "پیچھے میرا ریوالور ہے۔ کپڑے اُتار دو۔"

وہ گڑگڑانے اور معافیاں مانگنے لگے۔ سوسانہ اور جبریل نے اُن کے پیروں کی طرف اسپرے کیا۔ تیزاب پتلون کے پائنچوں اور جرابوں کو گلاتا ہوا ان کی کھال اور گوشت تک پہنچا تو وہ چیخیں مار کر بھاگنے لگے۔ پھر چند قدموں کے بعد ہی لڑکھڑا کر فرش پر گر پڑے۔ تیزاب زدہ پاؤں بھاگنے کے قابل نہیں رہے تھے۔ محل میں دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں گونجنے لگیں۔ ان کی چیخیں سُن کر مسلح گارڈز دوڑتے ہوئے آرہے تھے۔ سوسانہ اور جبریل نے فرش پر پڑی ہوئی گنیں اُٹھالیں۔ کوئی ایک درجن گارڈز وہاں آگئے۔ پارس نے کہا "اپنے ہتھیار پھینک دو۔ تمھارا آقا اور تمھاری مالکہ ہمارے نشانے پر ہیں۔ ہری اپ۔ فوراً ہتھیار پھینک دو۔"

کبانہ نے تڑپتے ہوئے کہا "ہتھیار مت پھینکو۔ یہ لوگ ہمیں مار ڈالیں گے۔ فائر کرو انھیں بھون کر رکھ دو۔"

اس کا حکم سنتے ہی تڑا تڑ فائرنگ شروع ہوگئی۔ پارس، حوانا کی آڑ میں تھا۔ وہ لوگ اپنی مالکہ کی طرف گولیاں نہیں چلا سکتے تھے۔ اُنھوں نے سوسانہ اور جبریل کو نشانہ بنایا تھا۔ وہ دونوں اپنے جسموں پر گولیاں کھاتے ہوئے بالکل سامنے آکر جوابی فائرنگ کر رہے تھے اور لاشوں کے ڈھیر لگاتے جارہے تھے۔ صرف تین منٹ میں میدان صاف ہوگیا۔ تمام گارڈز مارے گئے۔ سوسانہ اور جبریل آرام سے کھڑے ہوئے اپنے جسموں سے گولیاں نکال نکال کر کبانہ کے سامنے پھینک رہے تھے۔

کبانہ نے اپنا سر فرش پر پٹختے ہوئے کہا "یہ میں کس مصیبت میں پھنس گیا ہوں۔ سپر ماسٹر نے مجھے بُری طرح پھنسا دیا ہے۔ مجھے دولت نہیں چاہیے، طاقت نہیں چاہیے، عروج اور اقتدار نہیں چاہیے۔ مجھے صرف زندگی چاہیے۔ میں زندہ رہنا چاہتا ہوں۔ پارس! مجھے زندگی کی بھیک دے دو۔"

پارس بالٹی میں پانی بھر لایا تھا اور وہ سارا پانی حوانا کے مُنہ پر پھینک رہا تھا۔ پہلے وہ کسمسائی پھر کراہتے ہوئے آنکھیں کھولنے لگی۔ پارس نے بالٹی کا بچا ہوا پانی مُنہ پر مارا تو وہ ہڑبڑا کر ہوش میں آگئی۔ پھٹی پھٹی آنکھوں سے ایک ایک کو دیکھنے لگی۔ اس کا بھائی کبانہ سیکریٹری جولیس کے ساتھ فرش پر پڑا ہوا تھا۔ تکلیف سے کراہ رہا تھا۔ دونوں کے ٹخنوں اور پنڈلیوں کے پاس لباس کے چیتھڑے ہوگئے تھے اور کھال اور گوشت تیزاب سے آدھے گل گئے تھے۔ وہ حیرت اور صدمے سے بولی "بھائی! یہ۔ یہ کیا ہورہا ہے؟"

وہ کرسی سے اُٹھی پھر کمزوری کے باعث بیٹھ گئی۔ چودہ مسلح گارڈز کی لاشیں اِدھر اُدھر پڑی ہوئی تھیں اور یہ منظر بتا رہا تھا کہ بازی پلٹ گئی ہے۔

اُس نے آنکھیں بند کرلیں۔ آنکھوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔ پارس نے کہا "تم خواب نہیں دیکھ رہی ہو۔ یہ حقیقت ہے اور حقیقت آنکھ بند کرنے سے نہیں بدلتی۔"

اُس نے آنکھیں کھول کر کہا "سوداگر! پیچھا چھوڑنے کا کیا لوگے؟"

پارس نے تڑاخ کی زوردار آواز سے ایک تھپڑ لگایا۔ اُس کا مُنہ گھوم گیا۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ اس کے جبڑے ہل گئے ہوں گے۔ باچھوں سے لہو رسنے لگا تھا۔ وہ بولا "پیچھا چھوڑنے کا کہتی ہے جبکہ تو مجھے مہمان بنانے کے لیے پیچھے پڑ گئی تھی۔ تیرا بھائی سوسانہ اور جبریل کے پیچھے پڑ گیا تھا۔ ہم نے کیا بگاڑا تھا تم لوگوں کا؟ ہم نے تو بھلائی کی تھی۔ سپر ماسٹر کے خیال خوانی کرنے والے کو یہاں سے بھگا کر طویل خونریزی اور جزیرے کی تباہی سے تمھیں بچایا ہے۔ یہ حضرتِ انسان کیا ہے؟ کیا سانپ کی نسل سے ہے، دودھ پلانے والے کو بھی ڈس لیتا ہے۔"

اُس نے دو رائفلیں اُٹھائیں پھر ایک ایک رائفل کبانہ اور جولیس کے سامنے پھینکتے ہوئے کہا "جبریل! یہ دونوں ایک دوسرے کو گولی ماریں گے اگر یہ ایسا نہ کریں تو انھیں تیزاب سے گلا دینا۔"

حوانا اُٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ اپنے بھائی کے لیے گڑگڑانے لگی۔ پارس اس کی گردن پکڑ کر دھکے دیتا ہوا اسے بیڈ روم میں لے گیا۔ کمرے کے باہر کبانہ اور جولیس کی ایسی چیخیں گونج رہی تھیں جیسے انھیں ذبح کیا جارہا ہو۔ حوانا بھائی کے پاس جانے کے لیے تڑپ رہی تھی۔ پارس نے دس منٹ بعد اُسے جانے دیا۔ وہ دوڑتی ہوئی کمرے سے نکلی۔ پھر بھائی اور جولیس کو دیکھتے ہی اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیے۔ ہذیانی انداز میں چیخنے لگی۔ ان دونوں کی کھالیں اور گوشت جگہ جگہ سے گل گئے تھے۔ صرف چہرے سلامت تھے تاکہ پہچانے جاسکیں۔ دونوں بالکل ساکت ہوگئے تھے آنکھیں بند ہوچکی تھیں۔ وہ بے ہوش ہوگئے تھے یا شاید مرچکے تھے۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

وہ جنونی ہو کر چیخیں مار رہی تھی، اپنے بال نوچ رہی تھی، اپنے کپڑے پھاڑ رہی تھی۔ پارس نے کہا "طیارے کی آمد تک خوب ماتم کر لو پھر ہم تمہیں یرغمال کے طور پر جزیرے سے لے جائیں گے تاکہ تمہارے فوجی بدمعاش ہمیں نقصان نہ پہنچا سکیں۔"

وہ حلق پھاڑ کر بولی "تم جزیرے میں کیوں آئے؟ کیوں آئے؟ سپر ماسٹر آجاتا، کوئی بدترین شیطان آجاتا، یہاں زلزلہ آجاتا، مجھے کینسر ہو جاتا، تم تو نہ ہوتے، تم کیوں پیدا ہو گئے؟ اور جب پیدا ہو ہی گئے تھے تو جزیرے میں کیوں آ گئے؟ ہائے ہائے کیوں آ گئے؟"

پارس اطمینان سے چلتا ہوا دوسرے کمرے میں چلا گیا۔

وہ جسمانی اعتبار سے عجیب تھی۔ لڑکا بھی تھا اور لڑکی بھی تھی۔ دماغی لحاظ سے غریب تھی۔ اس کا غریب دماغ اپنے ہی وجود کو سمجھ نہیں پاتا تھا۔ یوں دشمنوں نے اسے عجیب و غریب بنا کر میرے پاس پہنچا دیا تھا۔

میں جونی یا جینا کی داستان کو آگے بڑھانے سے پہلے اس کی مختصر سی ہسٹری پھر پیش کرنا چاہتا ہوں تاکہ اس عجوبے سے تعلق رکھنے والی جتنی اہم باتیں ہیں وہ قارئین کے ذہن میں تازہ ہو جائیں۔

جونی سب سے پہلے پیرس ائرپورٹ کے ریستوران میں مجھے ملا۔ پندرہ منٹ کے بعد ہی وہ لیڈیز ٹائلٹ میں چلا گیا اس کے بعد وہ جونی نظر نہیں آیا۔

طیارے کے پاس جینا نظر آئی۔ میں نے سمجھا وہ جونی کی ہم شکل بہن ہوگی لیکن جینا کو جونی کے ذکر سے سخت نفرت تھی۔

پھر سوئٹزرلینڈ میں جینا میرے کاٹیج کی دوسری کرایہ دار کی حیثیت سے ملی۔ تب مجھے یقین ہوا کہ اس کے دماغ میں کوئی دشمن خیال خوانی کرنے والا موجود رہتا ہے اور اس کے ذریعے مجھے ٹریپ کرنا چاہتا ہے۔

میں جینا کے خیالات پڑھنے اس کے دماغ میں پہنچا تو حیرت انگیز انکشاف ہوا۔ اس وقت وہ لڑکی سے لڑکا بن رہی تھی یعنی وہ بارہ گھنٹے تک لڑکی رہتی تھی پھر اگلے بارہ گھنٹے کے لیے لڑکا بن جاتا تھا اور وہ جان بوجھ کر ایسا نہیں کرتی تھی اوّل تو اس کا برین واش کیا گیا تھا۔ دوم خیال خوانی کے ذریعے اسے اور زیادہ گمراہ کیا جاتا تھا۔ جب وہ لڑکا ہوتا تھا تو اس کے دماغ میں لڑکی کے جذبات پیدا ہونے نہیں دیے جاتے تھے اور جب تک وہ لڑکی رہتی تھی اس کے اندر لڑکے پن سے سخت نفرت پیدا کی جاتی تھی۔

پھر پتا چلا اس کے دماغ میں چھپنے والا پاسکل گوبلیہ اور ماسک مین نے اس بے چاری کا برین واش کرا کے اس کے دماغ میں ایسا سسٹم قائم کیا ہے جس کے مطابق وہ دن کے دس بجے سے رات کے دس بجے تک پورے ہوش و حواس میں لڑکی رہتی ہے پھر رات کے دس بجے سے صبح دس بجے تک کے لیے لڑکا بن جاتی ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے، ماسک مین نے اسے عجوبہ کیوں بنایا؟ کیا مجھے پھانسنے کے لیے؟

پہلے میں یہی سمجھ رہا تھا پھر مائکرو فلموں کے ذریعے انکشاف ہوا، وہ زبردست جاسوسہ ہے۔ اس نے روسی سیکرٹ ایجنٹ کی حیثیت سے کئی غیر ملکی راز چرائے ہیں۔

یہ باتیں مجھے سونیا نے بتائی تھیں کہ تین مائیکرو فلموں میں جینا کی صاف تصویریں ہیں وہ کہیں لڑکے کے روپ میں اور کہیں لڑکی کے روپ میں نظر آتی ہے۔ فلمی رپورٹ کے مطابق وہ دنیا کی معصوم ترین خطرناک جاسوسہ ہے۔ اس کے اندر ایسی کچھ باتیں اور صلاحیتیں ہیں کہ وہ فولادی اعصاب رکھنے والے اصول پسند افراد کو بھی اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ روس، امریکا، فرانس، اور جاپان کی بڑی بڑی سیاسی اور سرکاری شخصیات کے ساتھ اس کی تصویریں موجود ہیں۔ سونیا کا خیال تھا کہ اب وہ مجھے آزمانے آئی ہے۔

میرا خیال تھا کہ مجھے ماسک مین الو بنانا چاہتا ہے۔ اس کے خیال خوانی کرنے والے نے جینا کے ذریعے کئی بار میرے لیے مشکلات پیدا کیں۔ آخری بار تو انتہا کر دی۔ جینا کے ذریعے مجھے زخمی کیا اور میرے دماغ میں زلزلے پیدا کر دیے۔ اگر وہ مجھ پر تنویمی عمل کر کے مجھے اپنا معمول بنا لیتا تو پھر میں ماسک مین کا غلام بن کر رہ جاتا۔

ایسے وقت ایک خیال خوانی کرنے والی نے مجھے پاسکل گوبا کے تنویمی عمل سے بچایا تھا لیکن اس عورت نے مجھے اپنا معمول اور تابعدار بنا لیا تھا مگر اس ٹیلی پیتھی جاننے والی کا ذکر ترتیب سے کروں گا۔ ابھی تو جینا کی روداد ادھوری ہے۔

ہاں تو میں کہہ رہا تھا، جینا کے قریب رہنے سے مجھے نقصان پہنچ رہا تھا لیکن اس کی کشش نے مجھے ایسا جکڑ لیا تھا کہ وہ دور ہوتی تو میں بے چین ہو جاتا تھا۔ جب میں تنویمی نیند میں ڈوبا ہوا تھا، تب فرانس کے فوجی اسے میرے کاٹیج سے گرفتار کر کے لے گئے تھے کیونکہ مائکرو فلموں کے ذریعے اس کے جاسوسہ ہونے کے کئی ثبوت مل چکے تھے۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

میں نے بیدار ہونے کے بعد اُس کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ فوجی افسران اُسے ٹارچر سیل میں لے جاکر پوچھ رہے تھے کہ وہ خاص طور پر کس ملک کے لیے کام کر رہی ہے۔

وہ شعوری طور پر نہیں جانتی تھی کہ کس کے لیے کام کرتی ہے، وہ بے چاری تو اپنے بارے میں بھی صحیح معلومات نہیں رکھتی تھی۔ فوج کے افسران یہ ماننے کو تیار نہیں تھے کہ اس کا برین واش کیا گیا ہے۔ انھوں نے حقیقت اگلوانے کے لیے اُسے بجلی کے جھٹکے پہنچائے، وہ تیسرے جھٹکے میں بے ہوش ہوگئی تھی۔

بعد میں پتا چلا وہ بے ہوش نہیں ہوئی تھی۔ اپنے کمرے میں آنے والی نرس کو بے ہوش کر کے اُس کے کپڑے پہن کر ملٹری اسپتال سے فرار ہوگئی تھی۔ جب مجھے معلوم ہوا تو میں اُس کی تلاش میں کاٹیج سے باہر جانے کے لیے تیار ہوگیا۔ ایسے ہی وقت وہ میرے پاس کاٹیج میں آگئی۔

یہ میرے لیے خوشی کی بات تھی جسے فرانس کی پولیس اور فوج تلاش کر رہی تھی، وہ میرے پاس آگئی تھی۔ مجھے دیکھتے ہی دونوں بانہیں پھیلا کر میری طرف دوڑتے ہوئے بولی "مجھے چھپا لو، دس بجنے میں صرف تین گھنٹے رہ گئے ہیں۔ یہ تین گھنٹے بعد مر جاؤں گی۔ مرنے سے پہلے تمھاری آغوش میں تمام سانسیں پوری کر لینا چاہتی ہوں۔"

پھر وہ آکر میرے قدموں میں گر پڑی۔

یہ محبت کرنے والے جانتے ہیں کہ ایسی محبت کرنے والی پر کتنا پیار آتا ہے جسے دشمن بار بار جُدا کرتے ہوں اور وہ بار بار پلٹ کر گلے لگنے آجاتی ہو۔ میں نے اُسے قدموں سے اُٹھا کر گلے سے لگا لیا، اُسے دیوانہ ہوکر پیار کرنے لگا اور پیار کرتے کرتے دیوانہ ہونے لگا۔ اُسے بازوؤں میں اُٹھا کر کبھی مشرق سے مغرب لے گیا کبھی شمال سے جنوب لے آیا۔ کبھی پیار کے آسمان پر پہنچا دیا کبھی اُسے پھولوں بھری زمین پر بچھا دیا۔ میں نہیں جانتا، میں نے اُسے کتنا پیار دیا اور دیوانگی میں پیار کے بدلے کتنا پیار وصول کرتا رہا، میں نہیں جانتا کیونکہ دیوانے کو اپنا ہوش نہیں رہتا۔ میں سمجھتا ہوں، ایسے وقت دل کی گہرائیوں سے پیار کرنے والا اپنے ہوش میں نہیں رہتا اور جو ہوش میں رہ کر پیار کرتا ہے، وہ دیوانہ نہیں ہوتا۔

میں حیران تھا کہ وہ کیا شے ہے۔ پہلے میں نے ایک نازک سے چھوکرے کے روپ میں اُسے دیکھا پھر اُسے ہوش اُڑا دینے والی چھوکری کے روپ میں حاصل کر لیا، لیکن وہ اس کے علاوہ بھی بہت کچھ تھی۔ جب ہم گمشدہ طیارے والے اڈے میں گئے تھے تو وہاں دشمنوں سے اچھی خاصی فائٹ ہوئی تھی۔ وہاں میں نے جونی کو زبردست انداز میں لڑتے دیکھا تھا۔ اس کے کراٹے، پنچ، سمرسالٹ اور فلائنگ کِک وغیرہ سے پتا چل گیا تھا کہ اُس نے بچپن سے باقاعدہ تربیت حاصل کی ہے۔

پھر مائیکرو فلموں کے ذریعے پتا چلا، وہ سیکرٹ ایجنٹ ہے۔ غیر ممالک کے راز چُراتی رہی ہے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ ذہین اور حاضر دماغ ہے، اسی لیے ماسک مین نے اُسے ایسی راہ پر لگایا تھا۔

اس کے بعد انکشاف ہوا کہ وہ زبردست قوتِ ارادی اور غیر معمولی قوتِ برداشت رکھنے والی لڑکی ہے۔ ایسی لڑکیاں شاذ و نادر ہی دیکھنے میں آتی ہیں جو بے حد جسمانی اور دماغی تکالیف اُٹھا کر منٹوں میں نارمل ہو جاتی ہوں۔ جینا کو زبردست بجلی کے جھٹکے پہنچائے گئے تھے۔ بڑے بڑے مجرم ایک ہی جھٹکے میں اندر کی بات اُگل دیتے ہیں۔ بجلی کے دوسرے جھٹکے میں کئی منٹ تک بولنے کے قابل نہیں رہتے اور تیسرے جھٹکے کے بعد گھنٹوں بستر سے اُٹھنے کا حوصلہ نہیں پاتے لیکن جینا نے قوتِ برداشت کی حیرت انگیز مثال پیش کی تھی۔ بجلی کا تیسرا جھٹکا لگنے کے آدھے گھنٹے بعد ہی ملٹری اسپتال سے فرار ہو کر میرے پاس پہنچ گئی تھی۔

جو فوجی افسران اُسے میرے کاٹیج سے گرفتار کر کے لے گئے تھے، وہ اُسے شہر میں اور شہر سے باہر جانے والے تمام راستوں پر تلاش کر رہے ہوں گے، وہ یہ سوچنے کے لیے تیار نہیں ہوں گے کہ جس کاٹیج سے اسے گرفتار کر کے لے گئے تھے، وہ اُسی کاٹیج میں واپس آئی ہوگی۔ دو گھنٹے گزر گئے تھے کوئی پولیس والا یا فوجی ہمارے دروازے پر نہیں آیا تھا۔

جینا نے گھڑی دیکھی پھر مجھ سے لپٹ کر بولی "دس بجنے میں اب صرف آدھا گھنٹا رہ گیا تھا، میں مر جاؤں گی۔ تمھاری آغوش سے محروم ہو جاؤں گی۔"

"تم نہیں مرو گی، صرف گم ہو جاؤ گی۔ کل صبح دس بجے آنکھ کھولو گی تو خود کو اسی طرح میری آغوش میں پاؤ گی۔"

وہ خوش ہوکر بولی "سچ کہہ رہے ہو؟ کل صبح دس بجے تک تم اسی طرح مجھے آغوش میں چھپائے رہو گے؟"

"ہاں تمھیں اپنی جان سے لگائے رکھوں گا۔"

"میں مر جاؤں گی، گم ہو جاؤں گی یا اپنی ذات سے غافل ہو جاؤں گی، تو تم میرے ساتھ کیا کرتے رہو گے؟"

"پیار کرتا رہوں گا۔"

"ہائے مگر مجھے خبر نہیں ہوگی۔"

میں نے اُسے ہمدردی اور محبت سے دیکھا پھر پوچھا "تم مجھ پر کتنا بھروسا کرتی ہو؟"

"میں صرف تم پر بھروسا کرتی ہوں اور میرا کون ہے؟ کوئی نہیں ہے، میرا اپنا وجود بھی قابلِ اعتماد نہیں ہے۔"

"تو پھر میری بات کا اعتبار کرو۔ تمھارا برین واش کیا گیا ہے اور تمھارے دماغ میں دوہری شخصیت کو نقش کیا گیا ہے۔"

"میرے ساتھ ایسا کیوں کیا گیا ہے؟"

"میں ابھی بتاتا ہوں۔ تمھارا برین واش کر کے تنویمی عمل کے ذریعے دماغ میں یہ بات بٹھا دی گئی ہے کہ تم دن کے دس بجے سے رات کے دس بجے تک جینا نامی لڑکی رہو گی اور رات کے دس بجے سے صبح دس بجے تک جونی نام کا لڑکا بن جاؤ گی۔"

وہ حیرانی اور بے یقینی سے میرا منہ دیکھ رہی تھی۔ میں نے پوچھا "تمھیں یقین نہیں آرہا ہے؟"

"میں تمھیں کبھی جھوٹا سمجھ ہی نہیں سکتی اور تمھاری اس بات سے یہ بات سمجھ میں آرہی ہے کہ لوگ مجھے جونی یا اس کی ہم شکل کیوں کہتے ہیں؟"

میں نے کہا "شاباش! اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ خیال خوانی کرنے والا ابھی تمھارے دماغ میں نہیں ہے اگر ہوتا تو تمھیں اپنی عقل سے یوں سوچنے نہ دیتا۔"

"میں تمھاری باتوں پر پوری طرح بھروسا کرتے ہوئے یہ بھی سمجھ رہی ہوں کہ رات دس بجے کے بعد میں جونی نام کا لڑکا بن جاتی ہوں۔"

"شاباش! اور سوچو، ان لمحات میں تمھاری عقل جو کہہ رہی ہے وہ زبان سے بولتی جاؤ۔"

وہ چُپ ہوکر خلا میں تکنے لگی۔ میں سمجھ گیا اگر ڈرٹ ہے فوراً اُس کے دماغ میں پہنچا، پاسکل یُوبا سوچ کے ذریعے کہہ رہا تھا "یہ میں کیا کہہ رہی ہوں۔ برائن سے دو دن کی دوستی ہے اور میں اس کی اُلٹی سیدھی باتوں پر یقین کر رہی ہوں۔ میں اپنی عقل سے نہیں اپنے یار کی عقل سے سوچ رہی ہوں۔"

میں نے کہا "پاسکل یُوبا! تم جینا کی آواز اور لہجے میں بولتے ہو اور یہ بے چاری تمھاری باتوں کو اپنے دماغ کی سوچ سمجھنے لگتی ہے۔ میں تمھیں ایک عقل کی بات سمجھاتا ہوں۔ ہر انسان پر بُرا وقت آتا ہے۔ ایک بار تم پر بھی آیا تھا۔ تم یہاں فوجی چھاؤنی کے ایک تہ خانے میں قیدی تھے۔ میں چاہتا تو ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمھیں دماغی اذیتیں پہنچاتا اور تنویمی عمل کے ذریعے اپنا معمول بنا لیتا لیکن سونیا نے ایمانداری سے تمھیں دماغی نقصان پہنچائے بغیر ماسک مین کے پاس واپس بھیج دیا۔"

پاسکل یُوبا نے کہا "ہم نے بھی جو جو پر احسان کیا ہے۔ اُسے دماغی نقصان نہیں پہنچایا بلکہ اُسے بہت ذہین اور معاملہ فہم بنا دیا ہے۔"

"تم لوگوں نے جو جو سے بڑے بڑے فائدے اُٹھانے کے لیے ایسا کیا ہے۔ ہم نے ماریہ کے بدلے تمھیں وہاں بھیج دیا لیکن جس طرح ماسک مین، ماریہ کو پہلے کی طرح زہریلی بنانے کی سازش کر چکا ہے اس کے جواب میں ہم نے تمھیں تنویمی عمل کے ذریعے اپنا غلام نہیں بنایا۔"

"اچھا تو اس احسان کے بدلے چاہتے ہو کہ میں جینا کے دماغ میں دُشمن بن کر نہ آؤں۔ ماسک مین کو چھوڑ کر تم سے دوستی کر لوں؟"

"اگر ماسک مین سے جھگڑا ہوتا تو ہم تمھیں قید رکھتے اور تمھاری ڈمی اس کے پاس بھیج دیتے۔ میں یہ بھی نہیں کہتا کہ مجھ سے دوستی کرو۔ صرف ایک نیکی کرو۔ یہ نیکی تمھارے کسی بُرے وقت میں کام آئے گی۔ جس طرح ہم نے تم سے نیکی کی تھی پھر کسی بُرے وقت میں تمھارے ساتھ بھلائی کریں گے۔"

میری بات ختم ہوتے ہی جینا میری آغوش سے نکل گئی۔ بیڈ سے اُتر کر قالین پر دو زانو ہوگئی۔ تب خیال آیا کہ دس بج گئے ہیں۔ میں جلدی سے اُٹھ کر الماری کے پاس گیا، اُسے کھول کر لڑکوں والے کپڑے اور دوسرا سامان نکال لایا پھر وہ سب کچھ اُس کے قریب رکھ کر دوسرے کمرے کے ایک گوشے میں چلا گیا۔

وہ قالین پر دو زانو ہونے کے بعد سجدے کے انداز میں جُھک گئی تھی اُس نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا تھا۔ آنکھیں بند کر لی تھیں۔ اُس کے دماغ میں آواز اُبھر رہی تھی "میں مرد ہوں، میرا نام جونی ہے، ابھی میں اندھیرے میں ہوں، جب آنکھیں کھولوں گا تو میرے چاروں طرف روشنی ہوگی۔ میں خود کو اسی کاٹیج میں پاؤں گا جہاں صبح ایک فوجی افسر مجھے چھوڑ گیا تھا۔"

پاسکل یُوبا اُس کے دماغ میں بول رہا تھا اور جونی کو یاد آرہا تھا کہ وہ برائن وُولف یعنی میرے ساتھ سوئٹزر لینڈ سے پیرس آیا تھا۔ یہاں برائن وُولف کے کہنے پر فوجی جوان اُسے ایک کمرے میں نظر بند رکھنے کے لیے لے گئے تھے۔ وہاں سے ایک افسر اُسے گاڑی میں بٹھا کر اس کاٹیج میں لے آیا تھا۔ یہاں پہنچتے ہی وہ بستر پر آکر سو گیا تھا اور اب اس کی آنکھیں کھل رہی ہیں۔

جونی نے آنکھیں کھول دیں پھر آہستہ آہستہ سر اُٹھا کر دیکھنے لگا۔ اُسے وہی کاٹیج، وہی بیڈ روم دکھائی دے رہا تھا پھر اُس کی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

نظر مجھ پر پڑی، وہ خوشی سے اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔ "وُولف! میرے دوست۔"

وہ دونوں بازو پھیلائے دوڑتا ہوا آیا۔ پھر مجھ سے لپٹ گیا۔ میں اُسے پلٹاتے ہوئے تھوڑا سا یوں گھوم گیا کہ وہ ایک آئینے میں نظر آنے لگا۔ میں نے کہا "ذرا آئینہ دیکھو۔"

اُس نے آئینے میں خود کو دیکھا پھر چونک گیا کیونکہ اس کے سر پر لڑکیوں والی سُنہرے بالوں کی وِگ تھی۔ وہ پریشان ہو کر بولا "میں جب بھی دس بجے رات کو آنکھ کھولتا ہوں، میرے سر پر وِگ ہوتی ہے اور جسم پر لڑکی کا لباس ہوتا ہے، آخر ایسا کیوں ہوتا ہے؟"

وہ مجھ سے الگ ہو کر سر سے وِگ نوچ کر پھینکنا چاہتا تھا۔ میں نے الگ ہونے نہیں دیا۔ اُسے اچھی طرح جکڑ کر کہا۔ "تمہارا سینہ میرے سینے سے لگا دھڑک رہا ہے۔ ذرا سوچو، ذرا سمجھو، اگر تم لڑکے ہو تو لڑکی کی طرح سینہ کیوں دھڑک رہا ہے؟"

وہ پریشان ہو کر الگ ہونا بھول گیا۔ کیا میں اس کے حواس پر چھا رہا تھا؛ یہ معلوم کرنے کے لیے اس کے دماغ میں پہنچا۔ پاسکل بُوبا اُس کی سوچ میں کہہ رہا تھا "نہیں میں لڑکا ہوں میرے سینے کی دھڑکن لڑکی جیسی نہیں ہے۔ وُولف کی نیّت خراب ہے، یہ مجھے لڑکی بنانا چاہتا ہے۔"

میں بھی پاسکل بُوبا کے مقابلے میں ڈٹ گیا۔ جونی کی سوچ میں بولا "نہیں وُولف کی نیّت خراب نہیں ہے، یہ میرا ایسا دوست ہے جس کی طرف بے اختیار دل کھنچا جاتا ہے۔ ابھی میں سینے سے لگ کر دھڑکتے ہوئے بدن کو اچھی طرح سمجھ رہا ہوں۔ یہ میرے پاس لڑکی کا بدن ہے۔"

پاسکل نے اُس کی سوچ میں کہا "یہ جھوٹ ہے۔ میرا بدن لڑکی کا نہیں ہے، میں ہمیشہ اپنے بدن کو بھول جایا کرتا ہوں آج بھی بھول رہا ہوں اور بھولنے کے لیے اس کے سینے سے الگ ہونا چاہیے۔"

پاسکل اُس کے دماغ میں رہ کر اُسے مجھ سے الگ کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ میں بھی اُس کے دماغ میں تھا۔ اُس کے اندر جذبات بھڑکا رہا تھا اور وہ جذبوں میں بہتا جا رہا تھا چونکہ جونی میری طرف مائل تھا، اس لیے پاسکل کمزور پڑ رہا تھا۔

وہ جونی کو سانس روکنے پر مجبور کر کے مجھے دماغ سے نکال سکتا تھا لیکن اس کے سانس روکتے ہی وہ بھی باہر ہو جاتا، اس کا کچھ بھلا نہ ہوتا۔ جونی تو میرا دیوانہ تھا۔ وہ میری ہی باتیں سُنتا اور تسلیم کرتا رہتا جس طرح آدھا گھنٹا پہلے جینا میری باتیں تسلیم کر رہی تھی۔

پاسکل نے جب اُسے اپنی گرفت سے نکلتے دیکھا تو کمینگی پر اُتر آیا۔ اُس نے اچانک اُس کے دماغ کو جھٹکا پہنچایا۔ جونی کے حلق سے چیخ نکلی۔ وہ میرے بازوؤں میں تکلیف کی شدّت سے تڑپنے لگا۔ خیال خوانی کے ذریعے دماغ میں جو زلزلہ پیدا کیا جاتا ہے، اس سے کیسی ناقابلِ برداشت تکلیف پہنچتی ہے یہ میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ میں نے غصّے سے کہا "پاسکل! تم اپنی عمر کم کرتے جا رہے ہو۔ میں تمھیں آخری وارننگ دے رہا ہوں، اگر اب تم نے اسے دماغی تکلیف پہنچائی تو تمھارے ملک اور قوم کے لوگ اس سے بھی زیادہ اذیتوں میں مُبتلا ہوں گے۔"

میں اُسے وارننگ دے کر جونی کے دماغ میں آیا تاکہ اُس کی تکلیف کچھ کم کر سکوں لیکن میں نے محسوس کیا، وہ دماغی طور پر پُرسکون تھا اور سوچ رہا تھا "مجھے یوں لگا ہے جیسے تھوڑی دیر پہلے کچھ لوگ مجھے بجلی کے جھٹکے پہنچا رہے ہیں۔"

جونی کے ایسا سوچنے کا مطلب یہ تھا کہ اُسے ٹیلی پیتھی کا جھٹکا پہنچنے سے بجلی کے وہ جھٹکے یاد آئے تھے جو جینا کو پہنچائے گئے تھے۔ یوں سمجھا جائے تو وہ جونی نہیں تھا، وہی جینا تھی جو غیر معمولی قوّتِ برداشت کی حامل تھی۔ دس بار بجلی کے جھٹکے کھانے کے بعد بستر پر اُٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔ ٹیلی پیتھی کے جھٹکے سے بھی اُسے لمحاتی تکلیف پہنچی تھی پھر چند سیکنڈ بعد ہی اُسے آرام آگیا تھا۔

پاسکل بُوبا اُس کے دماغ میں رہ کر یہ تمام باتیں سمجھ رہا ہوگا اور سوچ رہا ہوگا کہ دوسری بار دماغ میں زلزلہ پیدا کرے گا تو اُسے بجلی کے جھٹکوں کے ساتھ اپنے اندر کی جینا بھی یاد آجائے گی، شاید اسی لیے اب وہ اُسے نہیں چھیڑ رہا تھا۔

میں، جونی یا جینا کی تکلیف سے تڑپ گیا تھا۔ دُشمن کو وارننگ دے چُکا تھا کہ وہ دوسری بار دماغی تکلیف پہنچائے گا تو میں انتقامی کارروائی کروں گا لیکن اب میں نے فیصلہ کر لیا کہ اُسے تھوڑی تکلیف پہنچنا چاہیے، یہ بھی برین واشنگ کا ایک طریقہ ہے۔ میں نے تجربہ کرنے کے لیے اس طریقے پر عمل کیا پھر خود ہی اپنی جانِ حیات کو ایک دماغی جھٹکا پہنچایا۔ اُس کے حلق سے پھر ایک چیخ نکلی۔ اس کے ساتھ ہی اُس کی دماغی آنکھوں کے سامنے بجلی کے جھٹکے دیے جانے کا منظر روشن ہو کر بُجھ گیا۔ میں نے اُس کی دُکھتی ہوئی سوچ میں کہا "ہاں! مجھے یاد آرہا ہے، میں لڑکا نہیں ہوں، لڑکی ہوں۔ وہ فوجی افسر مجھ سے حقیقت اُگلوانے کے لیے بجلی کے جھٹکے پہنچا رہے تھے۔"

میں اُس کی سوچ میں ابھی اور بولنے والا تھا لیکن پاسکل نے غصّے سے کہا "یہ جھوٹ ہے۔ جونی! یہ براؤن وُولف تمھیں

دماغی اذیتوں میں مُبتلا کر کے لڑکے سے لڑکی بنانا چاہتا ہے۔ تمھارے دماغ میں تمھاری سوچ کے ذریعے بول رہا ہے، اُن کی باتوں میں نہ آؤ۔"

جونی نے کہا "جھوٹے تم ہو، تم نے مجھے دماغی تکلیف پہنچائی تھی۔ وُولف میری تکلیف سے تڑپ کر تمھیں چیلنج کر رہا تھا لیکن تم نے دوسری بار بھی یہی حرکت کی۔"

"میں قسم کھا کر کہتا ہوں، دوسری بار میں نے دماغ میں زلزلہ پیدا نہیں کیا تھا۔"

"تم اور دو چار بار ایسا کرو، تمھاری اس دُشمنی کی وجہ سے مجھے بہت کچھ یاد آرہا ہے، مجھے یقین ہوتا جا رہا ہے کہ میں لڑکی ہوں اور میرا نام جینا ہے۔"

میں نے اس بدزبان سے کہا "میری جینا کے اندر چُھپ کر رہنے والے شیطان تو نے اسے دوسری بار بھی دماغی تکلیف پہنچائی ہے، میں تجھ سے ضرور انتقام لوں گا۔"

وہ بولی "انتقام نہ لو، اس کا شکریہ ادا کرو اور تیسرے جھٹکے کی فرمائش کرو، پتا نہیں، خدا نے مجھے کس مٹی سے بنایا ہے۔ میں جسمانی اور دماغی تکالیف سے محض چند لمحوں کے لیے پریشان ہوتی ہوں پھر یوں لگتا ہے جیسے کچھ ہُوا ہی نہیں تھا۔"

میں نے کہا "اب یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ماسک مین کے پاس برین سرجری کے ماہرین ہیں اُنھوں نے جو جوجیسی بچگانہ ذہن رکھنے والی لڑکی کو حیرت انگیز طور پر ذہین بنا دیا ہے۔ اُن ماہرین نے تمھارا بھی برین آپریشن کیا ہوگا اور تمھارے دماغ کو فولاد بنانے کا تجربہ کیا ہوگا۔ میں دیکھ رہا ہوں، وہ تجربہ نہایت کامیاب رہا ہے اور یہ بارہ گھنٹے کے لیے لڑکا اور لڑکی بنانے والی شرارت کسی تنویمی عمل کرنے والے کی ہے۔ آج میں پاسکل بُوبا کی ٹیلی پیتھی کا طلسم توڑنے میں بڑی حد تک کامیاب رہا ہوں۔ جلد ہی تمھارے دماغ سے تنویمی عمل کا اثر بھی ختم کر دوں گا۔"

پاسکل نے کہا "تمھارا باپ بھی تنویمی عمل کا اثر ختم نہیں کر سکے گا۔ میں اسے تمھارے پاس رہنے نہیں دوں گا، تم سے بہت دُور ایسی جگہ پہنچا دوں گا، جہاں تم پہنچ نہیں سکو گے۔ اگر پہنچ گئے تو وہاں سے واپس نہیں آسکو گے۔"

میں نے کہا "تم ناکام ہو کر جینا پر نیا ظلم کرنا چاہتے ہو۔ میں اسے تمھارے ہر ہتھکنڈے سے بچاتا رہوں گا۔ تم سوچو کہ تم پر جلد ہی بُرا وقت آنے والا ہے۔ اُس وقت تمھارا کیا بنے گا؟ کون تمھیں بچائے گا؟ میں تمھیں آخری موقع دے رہا ہوں۔ اگر تمھاری عقل میں یہ بات آجائے کہ میں ہی تمھارے بُرے وقت میں کام آسکتا ہوں تو آؤ انسان بن جاؤ اور مجھے بتا دو کہ جینا کو عجوبہ بنانے میں برین آپریشن کے نتائج کیا ہیں اور تنویمی عمل کا دخل کتنا ہے؟"

اُس کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا۔ میں نے پوچھا "تم خاموش کیوں ہو؟"

اُس نے پوچھا "وُولف! تم کون ہو؟"

میں نے تعجب سے کہا "حیرت ہے تم دو دن سے جینا کے اندر رہ کر میرا سامنا کرتے آرہے ہو اور اب پوچھ رہے ہو کہ میں کون ہوں؟"

"ہاں، تم وہ نہیں ہو، جو نظر آرہے ہو۔ تم جس اعتماد اور ذہانت سے جینا کو ہم سے دُور کر رہے ہو اس کے لیے بڑے تجربات اور گہری پلاننگ کی ضرورت ہوتی ہے۔ تمھارے جیسا نیا خیال خوانی کرنے والا یوں فرہاد کی طرح میدان نہیں مار سکتا۔ ماسک مین کہتا ہے تم نئے نہیں ہو، تمھارے اندر کسی خبیث کی یا فرہاد کی رُوح سما گئی ہے۔"

میں نے کہا "میری عمر زیادہ ہے، میں پچپن برس سے بابا صاحب کے ادارے میں تربیت حاصل کرتا رہا ہوں۔ میرے دماغ میں تنویمی عمل کے ذریعے فرہاد کا ایک ایک طریقۂ کار کو نقش کرایا گیا ہے۔ میں تجربات کے لحاظ سے بہت پرانا ہوں اور گھاٹ گھاٹ کا پانی پی چُکا ہوں۔"

وہ چُپ رہا۔ میں نے کہا "میں اپنی حقیقت بتا چکا ہوں اب تم جینا کے متعلق بتاؤ۔"

"میں اپنے ماسک مین سے غدّاری کروں اور جینا کی حقیقت بتاؤں، کیا مجھے پاگل سمجھتے ہو؟"

"پہلے پاسکل سمجھتا تھا، اب پاگل سمجھوں گا۔"

جینا نے کہا "اس جھگڑے میں مجھے دو اہم باتیں معلوم ہو گئیں۔ ایک تو یہ کہ پاسکل نامی ٹیلی پیتھی جاننے والا دُشمن میرے اندر چُھپا رہتا ہے۔ دوسری اہم بات یہ معلوم ہوئی کہ مجھے بجلی کے یا ٹیلی پیتھی کے جھٹکے پہنچائے جائیں تو مجھے گزری ہوئی کچھ باتیں یاد آجاتی ہیں۔"

"کیا تم خود کو جینا کی حیثیت سے اچھی طرح پہچان رہی ہو؟"

"ہاں، کچھ تو دماغی جھٹکے نے سمجھایا کچھ اپنے حالات کا تجزیہ کرنے سے بات سمجھ میں آتی ہے کہ میں روزانہ دس بجے جب بھی جونی بنتی ہوں تو میرے سر پر وِگ اور بدن پر زنانہ لباس کیوں ہوتا ہے؟ اس کا مطلب ہے کہ میں لڑکی ہوں اور کسی دُشمنی سے مجھے بارہ گھنٹے تک لڑکے کے روپ میں رکھا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

جاتا ہے۔"

"پھر تو واقعی دماغی جھٹکے تمھارے لیے سودمند ہیں۔"

وہ بولی "ڈاکٹر اپنے مریض کا آپریشن کرتے ہیں۔ اس کے جسم کی چیر پھاڑ کرتے ہیں پھر اُسے کسی مہلک مرض سے نجات دلاتے ہیں یعنی مریض کو اچھا کرنے کے لیے اس پر ظلم بھی کیا جاتا ہے۔ میرے دوست! تم بھی مجھ پر ظلم کرو۔"

"یعنی میں تمھیں ذہنی جھٹکے پہنچاؤں؟"

"ہاں، دشمن سے اس کی توقع نہیں ہے، ایک دوست ہی ایسا کر سکتا ہے۔ آؤ محبت سے مجھ پر ظلم کرو۔"

اُس کے دماغ میں پاسکل نے کہا "وولف! ایسی حماقت نہ کرنا۔ جینا کے دماغ میں جو دُھند چھائی ہوئی ہے اُسے رہنے دو، ورنہ دُھند صاف ہوگی تو یہ لڑکی تمھارے لیے موت بن جائے گی۔"

"جب اس کا ذہن صاف ہوگا تو یہ میرے لیے نہیں تمھارے لیے موت بنے گی۔"

یہ کہہ کر میں نے جینا کے دماغ کو ایک جھٹکا پہنچایا، وہ چیخ مار کر اپنی جگہ سے اٹھی پھر دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر صوفے پر گر پڑی۔ پاسکل ایسے وقت اُسے اپنے طور پر سوچنے کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا۔ اُس کے دماغ میں کہنے لگا "میں جونی ہوں، جونی رہوں گی، میں تبدیل نہیں ہو سکتا۔ یہ وُولف میرے دماغ کو کمزور بنا رہا ہے۔ مجھے فراموش کی ہوئی باتیں کبھی یاد نہیں آئیں گی، کبھی یاد نہیں آئیں گی۔"

میں اُس کی باتوں کا توڑ کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا "مجھے یاد آرہا ہے، آج شام کو فوجی جوان مجھے پکڑ کے لے گئے تھے اور میری اصلیت اُگلوانے کے لیے مجھے بجلی کے جھٹکے پہنچائے جا رہے تھے۔ اب مجھے یاد آرہا ہے کہ میں سانس روک سکتی ہوں، میں کئی منٹ تک سانس روک سکتی ہوں، یہ سچ ہے یا جھوٹ مجھے آزمانے کے لیے سانس روکنا چاہیے اور یہ ابھی روک رہی ہوں۔"

اُس نے سانس روک لی، میں دماغ سے باہر ہو گیا۔ یقیناً پاسکل بھی وہاں سے نکل گیا ہوگا اور مجھے جی بھر کے گالیاں دے رہا ہوگا۔ جینا دماغی طور پر ہم دونوں کے ہاتھوں سے نکل گئی تھی لیکن جسمانی طور پر میرے سامنے موجود تھی۔ پاسکل تو اُس سے بالکل ہی محروم ہو گیا تھا۔ وہ آسانی سے پیچھا چھوڑنے والا نہیں تھا، ایک آدھ منٹ کے بعد پھر اُس کے دماغ میں آسکتا تھا۔

میں نے جینا کو آغوش میں لے کر سر کو سہلاتے ہوئے کہا "تم پر ظلم کرتے ہوئے دل دُکھ رہا ہے، میں سمجھتا ہوں وہ شیطان پیچھا چھوڑ دے تو تمھیں ٹیلی پیتھی کے جھٹکوں کی زیادہ ضرورت پیش نہیں آئے گی۔"

اُس نے پھر سانس روک لی۔ میں نے پوچھا "کیا وہ آیا تھا؟"

اُس نے اثبات میں سر ہلایا۔ میں نے کہا "فی الحال دُور رکھنے کا یہی طریقہ ہے۔ سانس وقفے وقفے سے روکتی رہو اور اپنے بارے میں کچھ نہ کچھ یاد کرتی رہو۔"

اُس نے آنکھیں بند کر لیں۔ اُسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے اُسے دونوں بازوؤں میں صوفے پر سے اُٹھایا پھر بستر پر لا کر لٹا دیا۔ اس کے بعد فون کے پاس آکر صوفے پر بیٹھ کر ریسیور اُٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے کہا "ہیلو!"

سونیا کی آواز آئی "میرے پاس آؤ۔"

میں ریسیور رکھ کر اُس کے پاس پہنچا۔ وہ مجھے پارس کی رُوداد سنانے لگی۔ وہ سوسانہ اور جبریل کو پیرس لا رہا تھا۔ سُپر ماسٹر کے ٹیلی پیتھی جاننے والے نے اُس طیارے کو ہائی جیک کر کے جزیرہ مارُوری پہنچا دیا تھا۔ وہاں زبردست جنگ چھڑنے والی تھی۔ ایک طرف پارس، سوسانہ اور جبریل تھے، دوسری طرف جزیرے کی پوری فوج جو دشمن خیال خوانی کرنے والے کے احکامات کی تعمیل اپنا فرض سمجھتی تھی۔

سونیا نے کہا "جیسا کہ تم جانتے ہو، پارس تمھاری ٹیلی پیتھی کا سہارا نہیں لے گا۔ اُس نے مجھ سے بھی کسی طرح کی امداد کے لیے نہیں کہا ہے۔ اُسے صبح تک صرف ایک طیارے کی ضرورت ہے تاکہ تین سو مسافروں کو وہاں سے نکالا جا سکے۔"

میں نے پوچھا "تم کیا چاہتی ہو؟"

"اس جزیرے سے سُپر ماسٹر کے قدم اُکھاڑ دو۔ اُس سے کہو کہ اُس کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا پرنس ڈیگر ہماری قید میں ہے۔ اگر وہ پارس کو نقصان پہنچائے گا اور جزیرے سے فوراً واپس نہیں جائے گا تو اس کے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو جہنم میں پہنچا دیا جائے گا۔"

سونیا نے اپنی پلاننگ کے مطابق سُپر ماسٹر کو مخاطب کیا اور جب چیلنج کیا تو اُسے یقین نہیں آیا کہ پرنس ڈیگر ہماری قید میں ہے اور اس کا دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا ابھی ہمارے نشانے پر ہے۔ سونیا نے کہا "آدھے گھنٹے کے اندر تمھارا ایک خیال خوانی کرنے والا مرے گا، اُسے بچا سکتے ہو تو بچا لو۔ اس کی موت کے بعد بھی تم پارس، سوسانہ اور جبریل کا پیچھا نہیں چھوڑو گے تو تمھارا تیسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا کم ہو جائے گا۔"

میں ابھی بیان کر چکا ہوں کہ سُپر ماسٹر کس طرح پریشان ہو گیا تھا۔ اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو محفوظ مقامات کی طرف لے جا رہا تھا۔ میں نے سوچا تھا اگر وہ جزیرے سے اپنے خیال خوانی کرنے والے کو نہیں بلائے گا تو میں کینی پال کو ختم کر دوں گا۔ تب اُسے یقین آئے گا کہ ہم اس کے بیشتر ٹیلی پیتھی جاننے والوں تک آسانی سے پہنچ سکتے ہیں۔

لیکن کینی پال کے مقدر میں ابھی زندگی کی سانسیں باقی تھیں۔ اس کی جگہ ایک اور ٹیلی پیتھی جاننے والا ہیلی کاپٹر میں پرواز کے دوران ہلاک ہو گیا۔ یہ کسی کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ ہیلی کاپٹر کس طرح گر کر تباہ ہو گیا۔ سُپر ماسٹر نے یہی سمجھا کہ سونیا نے اپنا چیلنج پورا کر دیا ہے۔ اُس نے سونیا سے رابطہ قائم کیا۔ اس کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھانا چاہا۔ یہ معلوم کرنا چاہا کہ وہ اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو کیسے جانتی ہے۔

اُس نے کہا "ان کی ایک طویل فہرست میرے پاس ہے، جن میں سے ایک میرا قیدی ہے۔ دوسرے کو مار چکی ہوں۔ اگر اب بھی تم نے جزیرہ خالی نہیں کیا تو سر پندرہ منٹ کے بعد تمھارا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا مرے گا۔"

اس چیلنج کا خاطر خواہ نتیجہ نکلا۔ سُپر ماسٹر نے مارٹن رسل کو جزیرے کی طرف جانے سے روک دیا۔ اس کے بعد پارس جزیرے میں کیا کرتا رہا، یہ میں نہیں جانتا۔ میں نے جینا کے پاس آکر دیکھا، وہ گہری نیند میں تھی۔ میں چُپ چاپ اُس کے دماغ میں جا کر اندر ہونے والی تبدیلیوں کو سمجھ سکتا تھا لیکن یہ کام صبح سے پہلے کسی وقت بھی ہو سکتا تھا۔ ابھی اس سے بھی زیادہ ضروری ایک کام تھا۔ میں مس جورا جوری کے پاس پہنچ گیا۔ کینی پال کے ذریعے جورا جوری کے دماغ میں بھی پہنچنے کا موقع مل گیا تھا۔ وہ بخار میں تپ رہی تھی۔ ایسی حالت میں نہ سانس روک سکتی تھی نہ میری سوچ کی لہروں کو محسوس کر سکتی تھی۔ اُسے ملٹری ہیڈکوارٹر کے اندر ایک اسپتال میں پہنچایا گیا تھا۔ اُسے یہ خبر مل گئی تھی کہ سونیا نے ہیلی کاپٹر میں سفر کرنے والوں کو اپنے چیلنج کے مطابق ہلاک کر دیا ہے۔ اس ہیلی کاپٹر میں سُپر ماسٹر کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا تھا۔

جورا جوری اُس وقت سے پریشان تھی جب ایمبولینس کے پچھلے حصے میں کینی پال نے اُسے رائفل دکھا کر بولنے پر مجبور کیا تھا اور وہ بے اختیار بول پڑی تھی۔ اگر صحت مند ہوتی تو کینی پال سے ڈٹ کر مقابلہ کرتی۔ اُس نے تربیت حاصل کرنے کے دوران اپنی حفاظت کرنے کے بہت سے گُر سیکھے تھے لیکن بیماری کی حالت میں خود کو دشمنوں سے محفوظ رکھنے کے گُر ابھی اسے سکھائے نہیں گئے تھے، اس لیے وہ اپنی آواز سنانے پر مجبور ہو گئی تھی۔

میں اُس کے چور خیالات پڑھ کر مطمئن ہو گیا تھا۔ وہ کسی سے یہ کہنے والی نہیں تھی کہ کینی پال نے اُسے جبراً بولنے پر مجبور کیا تھا۔ یہ بات سُپر ماسٹر کو معلوم ہو جاتی تو وہ اس کا برین واش کرا دیتا۔ اُس کے دماغ سے ٹیلی پیتھی کے علم کو مٹا دیتا تاکہ ہم اُسے آلۂ کار بنا کر اپنے مقاصد کے لیے استعمال نہ کر سکیں۔

یہی خوف کینی پال کو تھا، اس لیے وہ خاموشی سے میرا معمول بنا ہوا تھا۔ ٹیلی پیتھی ایسا منفرد اور غیر معمولی علم ہے جو کسی بھی خیال خوانی کرنے والے کو سب سے افضل، برتر اور ناقابلِ شکست بناتا ہے۔ ایسا علم حاصل کرنے کے بعد کوئی اس سے محروم نہیں ہونا چاہتا تھا۔ کسی کو یہ منظور نہیں تھا کہ سُپر ماسٹر ان کے دماغ سے اس علم کو مٹا دے، اُس کا برین واش کر دے۔

وہ اسپتال کے بستر پر لیٹی ہوئی پریشانی سے سوچ رہی تھی "کینی پال نے ایسی حرکت کیوں کی؟ مجھے بولنے پر مجبور کیوں کیا؟ کیا سونیا کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے دماغ میں آگیا ہے؟ لیکن اتنی دیر ہو گئی، کوئی میرے دماغ میں نہیں آیا۔ اگر آتا تو میں اُسے محسوس کر لیتی۔ میرا دماغ حسّاس ہے، میں تین منٹ تک سانس روک لیتی ہوں۔"

میں نے اُس کی سوچ میں کہا "بے شک میرا دماغ حسّاس ہے کوئی آئے گا تو مجھے فوراً خبر ہو جائے گی، مجھے پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ ڈاکٹر نے ابھی جو دوا دی ہے اس سے خاصا آرام ہے، بخار کم ہو گیا ہے۔ میں آنکھیں بند کر کے سو جاؤں گی تو بخار بالکل ختم ہو جائے گا۔"

اُس نے آنکھیں بند کر لیں، اُسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اُس نے آنکھیں کھول کر ریسیور اُٹھایا۔ دوسری طرف سے باپ کی آواز سنائی دی "ہیلو جوری! کیسی ہو بیٹی؟"

"بخار کم ہو رہا ہے پاپا! ابھی میں سونے جا رہی تھی۔"

"تمھیں اب سکون سے نیند پوری کرنی چاہیے۔ تم پر سے بلا ٹل گئی ہے۔ سونیا نے کسی دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو مار ڈالا ہے۔ میری بیٹی محفوظ ہے۔ تمھاری ماما بہت خوش ہیں، تم سے باتیں کرنا چاہتی ہیں مگر تم جانتی ہو، ان حالات میں سرکاری طور پر صرف میں ہی تم سے باتیں کر سکتا ہوں۔ اچھا بیٹی! آرام کرو، پھر باتیں ہوں گی۔"

وہ ریسیور رکھ کر پھر بستر پر چاروں شانے چت ہو گئی۔ آنکھوں کو بند کر لیا۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے اُسے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ایک منٹ کے اندر سُلا دیا پھر اُس پر تنویمی عمل کرنے لگا۔ اُس کا بخار کم ہو چکا تھا۔ اگر وہ نارمل ہو جاتی اور دماغی توانائی بحال ہو جاتی تو پھر وہ میرے قابو میں نہ آتی۔ میں نے موقع سے فائدہ اُٹھا کر اُسے معمولہ بنا لیا۔

جب اُس کا دماغ پوری طرح میرے عمل کی گرفت میں آ گیا تو میں نے پوچھا "تمھارا نام کیا ہے؟"

اُس کے ہونٹ کھلے۔ وہ بولی "جوراجوری۔"

"تمھارے باپ کا نام کیا ہے؟"

"کرنل جیکب وال برگ۔"

"تم ٹرانسفارمر مشین کے عمل سے کب گزری تھیں؟"

"چار ماہ پہلے۔"

"سونیا اور علی تیمور وغیرہ نے تمام ٹرانسفارمر مشینوں کو سال بھر پہلے تباہ کر دیا تھا پھر چار ماہ پہلے تم کس ٹرانسفارمر مشین سے گزری تھیں؟"

"میں نہیں جانتی۔"

"کیا سُپر ماسٹر نے ایسی کوئی مشین چھپا کر رکھی ہے؟"

"میں نہیں جانتی۔"

"تم سُپر ماسٹر کے متعلق نہیں جانتیں، اپنے باپ کے متعلق کیا جانتی ہو؟"

"میرے پاپا فوج کے بااثر کرنل ہیں۔ اُنھوں نے مجھے ٹرانسفارمر مشین سے گزارنے کے لیے سلیکشن بورڈ پر دباؤ ڈالا اور میں ٹیلی پیتھی سیکھ گئی۔"

میں نے کہا "اپنے پاپا کے متعلق بتاتی رہو۔"

"میرے پاپا سلیکشن بورڈ کے ممبر ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ میری طرح اور کتنے لوگوں کو ٹیلی پیتھی سکھانے کے لیے ٹرانسفارمر مشین سے گزارا گیا ہے۔"

"کیا یہ بات تمھارے پاپا نے تمھیں بتائی؟"

"نہیں، وہ ملکی رازوں کے معاملے میں بہت سخت ہیں۔ اُنھوں نے فوج اور سیاست سے تعلق رکھنے والی کوئی اہم بات کبھی میرے سامنے نہیں کی۔ میں ان کی لاڈلی بیٹی ہوں۔ صرف میری خاطر وہ ذرا اصول سے ہٹ گئے۔ میں ٹرانسفارمر مشین تک پہنچنے کی اہل نہیں تھی۔ پاپا نے در پردہ اپنے اثر و رسوخ سے مجھے یہ علم سکھا دیا۔ سیکھنے کے بعد میں نے پاپا سے کہا 'میں آپ کے چور خیالات پڑھ کر ماما کو بتاؤں گی۔' وہ مُسکرا کے بولے 'بیٹی! میں کرنل ہوں، یوگا کا ماہر ہوں، کوئی میرے اندر نہیں آ سکے گا۔ تم بھی یہ خیال دل سے نکال دو۔'"

وہ کرنل جیکب وال برگ کے متعلق بتا رہی تھی۔ میں توجہ سے سُن رہا تھا۔ اُس نے کہا "ایک دن پاپا بیمار پڑ گئے۔ ہم انسانوں کی فطرت ہے کہ ہمارے سامنے کوئی بہت زیادہ پُراسرار بنے تو اس کے متعلق تحریک پیدا ہوتی رہتی ہے۔ ہم اس کے اندر کی تمام باتیں معلوم کر لینا چاہتے ہیں۔ میں بھی چُپ چاپ پاپا کے چور خیالات پڑھنے لگی۔ اُن کے سینے میں بے شمار ملکی اور فوجی راز چُھپے ہوئے تھے۔"

میں نے پوچھا "تم اپنے پاپا کے دماغ سے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے نام اور اُن کی ہسٹری معلوم کی؟"

"ہاں، اُن کے دماغ میں کوئی سولہ نام تھے۔ مجھے وہ تمام نام یاد نہیں ہیں، صرف دو نام مجھے اس لیے یاد ہیں کہ ان میں سے ایک میرا منگیتر مِکی میتھو ہے اگرچہ وہ مجھے پسند نہیں ہے۔ پاپا کا خیال ہے میں اُسے پسند کرنے لگوں گی۔ دوسرا شخص نفسیاتی سائنس لیبارٹری کا پروفیسر وارنر ہیگ ہے۔ میں پروفیسر ہیگ کے ساتھ لیبارٹری میں کام کر چکی ہوں۔"

میں نے حکم دیا "تم صحت یاب ہو کر مِکی میتھو سے رابطہ قائم کرو گی۔"

"میں مِکی میتھو سے رابطہ کروں گی۔"

"پھر تم سائنس کا کوئی پیچیدہ مسئلہ حل کرنے کے لیے پروفیسر وارنر ہیگ سے رابطہ قائم کرو گی۔"

اُس نے وعدہ کیا 'وہ ایسا کرے گی۔' میں نے پوچھا "تمھیں ملٹری ہاسٹل سے گھر جانے کی چُھٹی ملتی ہے؟"

"ہر تین ماہ کے بعد دو دن کی چُھٹی ملتی ہے۔"

"آیندہ کب چُھٹی ملے گی؟"

"تین ماہ پورے ہو چکے ہیں۔ میں دو دن کے لیے ماما پاپا کے پاس جانے والی تھی کہ بیمار پڑ گئی پھر سونیا کا خطرہ سر پر منڈلانے لگا۔"

"اسپتال سے چُھٹی ملنے کے بعد تم گھر جانے کی اجازت حاصل کرو گی۔"

اُس نے وعدہ کیا۔ میں نے حکم دیا "تمھارا دماغ نارمل رہے گا۔ تم کبھی میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گا اور تم بھول جاؤ گی کہ ایمبولنس میں کینی پال نے تمھارے ساتھ کیا سلوک کیا۔"

میں نے دوسری تمام اہم باتیں اُس کے دماغ میں نقش کر دیں پھر اُسے تنویمی نیند پوری کرنے کے لیے چھوڑ دیا۔ کینی پال کا تیج میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ مجھے اس بات کی خوشی تھی کہ جوراجوری کے ذریعے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے مِکی میتھو اور پروفیسر وارنر ہیگ تک پہنچ جاؤں گا پھر وہ اپنے گھر جائے گی تو اس کے ذریعے اعصاب کمزور کرنے والی دوا کرنل وال برگ کے حلق تک پہنچاؤں گا۔ اس کے دماغ سے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے نام اور پتے معلوم کر لوں گا۔ اس کے اندر چُھپے ہوئے اور بہت سے راز معلوم ہو سکتے ہیں لیکن اس کے بعد بھی بڑی دُشواریاں پیش آنے والی تھیں۔ اور وہ یہ کہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے حساس دماغ کے حامل ہوں گے۔ ان کے اندر پہنچنا اتنا آسان نہیں ہو گا جتنی آسانی سے میں نے جوراجوری اور کینی پال کو ٹریپ کر لیا تھا۔

میں سوچنے لگا۔ وہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے جو ہماری اور دُنیا والوں کی نظروں سے چُھپے ہوئے ہیں اُن سے ابھی کسی کو نقصان نہیں پہنچ رہا ہے۔ وہ اُن ہتھیاروں کی طرح ہیں جو اسٹور میں خاموشی سے رکھے ہوئے ہیں۔ جب یہ ہمارے سامنے آئیں گے تو موت بن جائیں گے۔ شیطانوں کی خاموشی کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ انسان بن گئے ہیں۔ سُپر طاقتوں کے پاس جو بھی ہتھیار ہوتے ہیں وہ امن اور سلامتی کے لیے کبھی نہیں ہوتے۔

اُن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ایک ایک کر کے گھیرنے کی ضرورت تھی۔ ہزاروں میل دُور بیٹھ کر صرف خیال خوانی کے ذریعے ہر ایک کو ٹریپ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اُن سے نمٹنے کے لیے نیویارک اور واشنگٹن جانا ضروری تھا۔

ایسے وقت مجھے اپنا بیٹا علی تیمور یاد آیا۔ وہ نہایت ہی سمجھداری اور ذہانت سے ٹیلی پیتھی جاننے والے دُشمنوں کو ایک ایک کر کے ٹھکانے لگا سکتا تھا۔ ذہن میں سوال پیدا ہوا 'میں خود کیوں نہیں جا سکتا؟'

میں صرف ایک وجہ سے جانا نہیں چاہتا تھا۔ میرے پاس اپنا پیدائشی چہرہ تھا۔ میں میک اپ کے بغیر آزادی سے گھومتا تھا اور کوئی مجھے فرہاد تسلیم نہیں کرتا تھا لیکن یہی چہرہ لے کر نیویارک وغیرہ جاؤں گا تو براڈن وولف کو دیکھ کر دُشمن ہوشیار ہو جائیں گے۔ قدم قدم پر میری نگرانی ہو گی اور میں میک اپ میں رہنا نہیں چاہتا تھا اور پلاسٹک سرجری سے کوفت ہوتی تھی۔

میرے دماغ میں سوچ پیدا ہوئی "پلاسٹک سرجری نہ سہی، عارضی میک اپ کیا جا سکتا ہے اور جب جی چاہے میک اپ تبدیل کیا جا سکتا ہے۔"

میں نے محسوس کیا، میرے دماغ میں یہ زبردستی کی سوچ پیدا ہو رہی ہے۔ ایسا محسوس کرتے ہی سُریلی ہنسی سنائی دی۔ میں ایک دم سے سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ کئی معاملات پر اُلجھتے رہنے کے باعث میں اُن حسین آنکھوں کو بھول گیا تھا جنھوں نے مجھے بالکل بُوبا کا معمول بننے سے بچایا تھا لیکن بعد میں خود اپنا معمول بنا لیا تھا۔

خدا جانے وہ کون تھی، کہاں سے بلا کی طرح نازل ہو گئی تھی اور تنویمی عمل کے دوران نہ جانے کیسی کیسی باتیں میرے دماغ میں نقش کر دی تھیں، کیسے کیسے احکامات کا پابند بنا لیا تھا، مجھے یاد نہیں ہے کیونکہ معمول تنویمی نیند پوری کرنے کے بعد عمل کی تفصیلات کو بھول جاتا ہے۔

میں نے پریشان ہو کر پوچھا "تم... کیا تم وہی ہو؟"

"ہاں وہی ہوں، اب میرا نام اور پتا نہ پوچھنا، تمھیں جوراجوری کے ذریعے خاصی معلومات حاصل ہو گئی ہیں۔"

مجھ پر جیسے سکتہ طاری ہو گیا۔ وہ عورت جانے کب سے میرے اندر چُھپی ہوئی تھی۔ جوراجوری پر تنویمی عمل کرتے دیکھ رہی تھی اور جتنی معلومات میں نے حاصل کی تھیں ان سب کی وہ حصے دار بن گئی تھی۔ میں پوری طرح اُس کی مُٹھی میں تھا۔ وہ جب چاہتی میرا کام بگاڑ سکتی تھی۔

گویا میں غلام بن گیا تھا۔ کوئی کام آزادی اور راز داری سے نہیں کر سکتا تھا۔ میں تنہائی میں صرف جیلنا کے ساتھ نہ ہوتا، وہ تیسری بھی ہمارے درمیان ہوتی اور ہمیں پتا نہ چلتا۔ میں نہایت راز داری سے کسی دُشمن کی شہ رگ تک پہنچنے کے لیے جاتا تو وہ میرے اندر موجود رہتی۔ وہ چاہتی تو میں دُشمنوں کو مُنہ توڑ جواب دیتا۔ اگر دُشمنوں سے اس کا سودا اور سمجھوتا ہوتا تو وہ میرے منصوبوں سے انھیں آگاہ کر دیتی۔ وہ میری زندگی میں پہلی عورت تھی جس نے مجھے مجبوریوں اور پابندیوں میں بُری طرح جکڑ لیا تھا۔ ایسی غلامی اور پابندیاں میں برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے آج تک کسی مصیبت کو زیادہ دیر خود پر مسلط رہنے نہیں دیا لیکن موجودہ مصیبت سے نجات حاصل کرنے کا فوری راستہ نہیں مل رہا تھا۔

ایسے وقت سونیا ہی یاد آتی ہے۔ وہی اپنی مکاریوں سے اُس عورت کو میرے دماغ سے بھگا سکتی ہے۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے سونیا کے پاس جانے کا ارادہ کیا۔ اُس کی رس بھری سوچ نے کہا "کہاں جاؤ گے؟ تمھاری وہ نجات دہندہ بھی مجھے تمھارے دماغ سے نہیں نکال سکے گی۔"

میں نے پریشان ہو کر پوچھا "تم کیا چاہتی ہو؟"

"تمھیں چاہتی ہوں۔"

"تمھاری چاہت کتنے دنوں کی ہے؟"

"میں اپنی آخری سانس تک تمھیں اپنا بنائے رکھوں گی۔"

"میں تمھیں پسند کروں یا نہ کروں، تم جبراً اپنا بنا کر رکھو گی؟"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"تم مجھے صرف پسند ہی نہیں کرو گے بلکہ میرے دیوانے ہو جاؤ گے۔ میں نے اپنے حسن کو اپنے جسم و جاں کو تمہارے لیے سجا کر رکھا ہے۔ اس میں سے ایک تنکا خرچ نہیں کیا ہے۔"

"تمہیں اپنے حسن اور اپنی شخصیت پر اتنا بھروسا ہے تو مجھ سے ملو۔"

وہ ہنسنے لگی۔ میں نے پوچھا "اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے؟"

"میں تم سے باتیں کرنے کے دوران تمہارے چور خیالات بھی پڑھتی جا رہی ہوں۔ تم سوچ رہے ہو، میں جیسے ہی تم سے ملنے آؤں گی تم میرا کام تمام کر کے ہمیشہ کے لیے مجھ سے نجات حاصل کر لو گے۔"

اتنا کہہ کر وہ پھر ہنسنے لگی۔ ہنستے ہنستے کہنے لگی "تم اپنے دماغ میں میری سوچ کے لب و لہجے کو سن رہے ہو کیا ایک بار بھی تمہارے اندر یہ خیال پیدا ہوا کہ میرے دماغ میں پہنچو، اگر جگہ ملے تو میرے اندر زلزلہ پیدا کر دو؟"

وہ درست کہہ رہی تھی۔ میرے اندر یہ تحریک پیدا نہیں ہو رہی تھی۔ ابھی اس کے کہنے کے باوجود اس کے دماغ میں جانے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ میں نے کہا "یہ تمہارے تنویمی عمل کا اثر ہے۔ میں اپنی تمام صلاحیتوں کو آزمانے کے بعد بھی تمہارے دماغ میں نہیں پہنچ سکوں گا۔"

"اسی طرح تم مجھے محبت سے ہاتھ لگا سکو گے لیکن مجھے نقصان پہنچانے کا خیال تک تمہارے دل میں نہیں آئے گا۔ میں نے تنویمی عمل کے ذریعے خود کو محفوظ کر لیا ہے۔"

"ایسی بات ہے تو چھپتی کیوں ہو، سامنے آؤ۔"

"سامنا کرنے کے لیے تمہیں نیویارک آنا ہو گا۔ میں چاہتی ہوں تم علی تیمور کو یہاں نہ بھیجو، خود آؤ۔"

"میں تم پر کیسے بھروسا کروں۔ پتا نہیں تمہارا تعلق کس تنظیم سے ہے۔ میں وہاں سپر ماسٹر کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو شکار کرنے جاؤں گا۔ تم اپنی تنظیم کے لیے مجھے شکار بنا لو گی۔"

"یقین کر سکتے ہو تو کر لو، میرا تعلق کسی تنظیم سے نہیں ہے۔ بچپن سے میرے باپ نے میری راہنمائی کی۔ میں ریاضت کرتی رہی۔ ٹیلی پیتھی، ہپناٹزم، یوگا اور انسانی نفسیات کو سمجھنے کے علوم حاصل کرتی رہی۔ ان مقاصد کے لیے دن کو دن اور رات کو رات نہیں سمجھا۔ بیس برس کی عمر میں مجھے خیال خوانی آ گئی۔ میرے بابا نے سمجھایا۔ میں خود کو دنیا والوں پر ظاہر نہ کروں۔ اپنے نفس کو مارتی رہوں۔ فرہاد، رسونتی اور دوسرے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی دور ہی دور سے اسٹڈی کرتی رہوں تاکہ مجھے ہر ایک کے طریقۂ کار کا علم اچھی طرح ہو جائے اور میں کبھی ان کے زیر اثر نہ آؤں۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولی "میں نے جوان ہوتے ہی جوانی کے جذبوں کو کچل دیا۔ آج میں تیس برس کی کنواری ہوں۔ میں نفس کو مار کر ٹیلی پیتھی اور ہپناٹزم کے علوم میں ان تمام تجربات سے گزرتی رہی ہوں، جن سے تم گزرتے رہے ہو۔ میں پچھلے دس برس سے کسی نہ کسی کو آلۂ کار بنا کر تمہارے قریب رہتی تھی اور تمہارے ایک ایک ہتھکنڈے کو اور چالیں چلنے کے انداز کو سیکھتی رہی ہوں۔ میں سونیا کے قریب رہ کر بھی بہت کچھ سیکھتی رہتی تھی۔ میں نے اپنے مرحوم بابا کی نصیحت پر عمل کر کے خوب فائدے اٹھائے۔ ٹیلی پیتھی جاننے کے غرور میں خود کو کسی پر ظاہر نہیں کیا۔ دس برس کچھ کم نہیں ہوتے۔ میں تجربات کی آگ میں پک کر کندن ہو گئی ہوں۔"

میں نے پوچھا "اب خود کو کیوں ظاہر کر رہی ہو؟"

اُس نے میرے اندر ایک گہری سانس لی پھر کہا "وہ دن میں بھلا نہیں سکتی جب مجھے تمہاری موت کی خبر ملی تھی۔ میں نے ہر طرح سے تصدیق کی، پتا چلا یہ کوئی ڈراما نہیں ہے، تم سچ مچ اللہ کو پیارے ہو گئے ہو، تب میرے اندر کی عورت نے کہا کہ میں بیوہ ہو چکی ہوں، ایسی بیوہ جس نے کبھی سہاگ کا جوڑا نہیں پہنا، کبھی اپنے مرد کی سیج پر تو کیا اُس کے سائے میں بھی نہیں گئی۔ علوم حاصل کرنے اور تجربات کی آگ میں کندن بننے کے لیے اپنے جذبوں کو کچلتی رہی لیکن اندر ہی اندر اپنی نادانستگی میں فرہاد پر مرتی رہی۔ اب وہ فرہاد کہاں ملے گا؟ کہیں نہیں ملے گا، کبھی نہیں ملے گا۔ میں اپنی جوانی کے قیمتی لمحات کو قتل کر چکی ہوں۔"

میں نے کہا "مجھے یقین نہیں آ رہا ہے کہ تم پچھلے دس برس سے مجھ پر نظر رکھتی آئی ہو اور کسی نہ کسی آلۂ کار کے ذریعے میرے قریب آتی رہی ہو۔ کیا تم کسی عورت کو آلۂ کار بنا کر میری تنہائی میں آئی ہو؟"

"نہیں، میں نفس کو مار رہی تھی، ایسا نہیں کر سکتی تھی۔ بعد میں پچھتانے لگی۔ ایسا ہی ہو جاتا تو دل کو سمجھا لیتی کہ کسی طور تمہاری قربت حاصل ہو گئی۔"

"تمہیں میری حیاتِ نو کا علم کیسے ہوا؟"

"تمہاری موت کے بعد میں نے سوچا، تمہاری فیملی کے کام آؤں گی۔ رسونتی کو اغوا کیا گیا تھا۔ سپر ماسٹر اُسے اپنی مٹھی میں رکھتے ہوئے اس ماں کے ذریعے اس کے دونوں بیٹوں پارس اور علی تیمور کو قتل کرانا چاہتا تھا۔ میں نے دو بار رسونتی کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی اور ناکام ہوتی رہی۔ تیسری بار پہنچی تو اُس پر تنویمی عمل کیا جا رہا تھا۔ وہ بڑی حد تک اُس کی معمول بن چکی تھی اور تنویمی نیند پوری کرنے کے بعد ایک ہندو عورت کے روپ میں بیدار ہونے والی تھی۔ میں تنویمی عمل کے آخر میں مداخلت کرتی تو وہ دماغی مریضہ بن جاتی۔ میں نے انتظار کیا۔ جب وہ تنویمی نیند سونے لگی تو میں نے اُس کے دماغ میں اپنے طور پر عمل کیا۔ یہ میرے لیے ایک نیا تجربہ تھا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ پہلے عمل کے مطابق ایک ہندو عورت اور سپر ماسٹر کی وفادار بن گئی اور میرے عمل کے مطابق مجھے اپنے دماغ میں جگہ دینے لگی۔ وہ میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتی تھی۔ جب وہ علی تیمور اور اعلیٰ بی بی کے ساتھ شمالی امریکا کی سرحد پار کرنے لگی تو تم اُس سے مل گئے۔ میں حیران رہ گئی۔ تمہارے اپنوں کی طرح مجھے بھی یقین نہیں آیا کہ تم پھر سے زندہ ہو گئے ہو لیکن رسونتی کے اندر برابر رہتے ہوئے یقین ہونے لگا کہ تم وہی ہو جسے میں پائے بغیر کھو چکی تھی۔ میرا پیار، میرا جذبہ سچا تھا، تم میرے لیے دنیا میں واپس آئے ہو۔"

وہ چند لمحوں تک خاموش رہی پھر بولی "میری روداد بہت طویل ہے۔ میں اختصار سے کام لیتے ہوئے صرف وہ باتیں بتانا چاہتی ہوں جنہیں سن کر شاید تم مجھ پر اعتماد کر سکو۔ میں پچھلے اٹھارہ گھنٹوں سے جینا کے اندر چھپی ہوئی تھی جب پاسکل لوبا نے اس کے ذریعے تمہارے دماغ کو کمزور بنایا اور تمہارے اندر زلزلے پیدا کیے تو میں پہلی بار تمہارے اندر پہنچ گئی۔ وہ تمہارے چور خیالات پڑھ کر تمہاری حقیقت معلوم کرنا چاہتا تھا۔ میں تمہاری سوچ کے لہجے میں اسے جواب دینے لگی کہ میں برائن وولف ہوں۔ بابا صاحب کے ادارے سے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا ہے اور ابھی خاصی تربیت حاصل کرنے کے بعد میدانِ عمل میں آیا ہوں۔"

میں نے قائل ہو کر کہا "واقعی تم نہ ہوتیں تو پاسکل لوبا معلوم کر لیتا کہ میں فرہاد ہوں۔"

"اور آج تم اُس کے مطیع اور فرمانبردار ہوتے۔ وہ تنویمی عمل کے ذریعے تمہارے دماغ پر چھا جاتا۔"

"میں تمہارا احسان مانتا ہوں لیکن احسان کے بدلے تم نے وہی دشمنی کی جو پاسکل کرنے والا تھا۔"

"میں دشمنی کرتی تو اپنے اشاروں پر نچانا شروع کر دیتی۔ کیا ابھی تک میں نے تمہیں کوئی نقصان پہنچایا ہے؟"

"مجھ پر عمل کرنے کا مقصد کیا ہے؟"

"میں نے صرف تمہارے لیے زندگی کے تیس برس گزار دیے۔ آیندہ تم صرف میرے لیے زندہ رہو گے، کسی دوسری عورت کی تنہائی میں نہیں جاؤ گے۔"

"تم مجھے جبراً وفادار بنا کر رکھنا چاہتی ہو؟"

"ایک عورت جو اپنا سب کچھ تم پر لٹا دیتی ہے، اس سے وفادار رہنے میں جبر کیسا؟ تم نے سونیا جیسی محبت کرنے والی عظیم عورت سے وفا نہیں کی۔ اپنے بچوں کی ماں رسونتی سے وفا نہیں کی۔ جب تم عورت کو اپنی ملکیت بناتے ہو، اُسے اپنے لیے ریزرو رکھتے ہو تو خود اُس عورت کے لیے ریزرو کیوں نہیں رہتے؟ کیا اپنی محبت کرنے والی سے وفاداری کرتے ہوئے مردانگی کو ٹھیس پہنچتی ہے؟"

"تمہاری تمام باتوں کا ایک ہی جواب ہے، نہ میں نے تم سے محبت کی ہے نہ تنہائی میں وقت گزار کر وفاداری کی قسم کھائی ہے پھر کیوں مجھے وفادار بنا کر رکھنا چاہتی ہو؟"

"اس لیے کہ تم مجھ سے محبت کرو گے، میری تنہائی میں آؤ گے۔"

"کیا تنویمی عمل کے سہارے مجھے محبت پر مجبور کرو گی؟"

"ہرگز نہیں، تم مجھے دیکھ کر خود ہی دیوانے ہو جاؤ گے۔ مجھے اپنی تنہائی میں بلاؤ گے۔"

"اگر میں نے ایسا نہ کیا اور تم سے دامن بچا لیا تو؟"

"تو میں ہمیشہ کے لیے تمہارے دماغ سے اور تمہاری دنیا سے دور چلی جاؤں گی۔"

"کیا تم خدا کو حاضر و ناظر جان کر زبان دے رہی ہو؟"

"میں خدا سے ڈرتی ہوں۔ اُسے حاضر و ناظر جان کر وعدہ کرتی ہوں، اگر تم میرے سامنے آ کے میرے ساتھ کچھ وقت گزار کر ثابت قدم رہے، مجھ سے محبت نہ کی اور مجھے اپنی تنہائی میں نہیں لے گئے تو میں تمہارے دماغ سے اپنا تنویمی عمل ختم کر دوں گی۔"

میں نے خوش ہو کر کہا "تم نے میری حسن پرستی اور عیاشی دیکھی ہے، میری قوتِ ارادی اور ثابت قدمی نہیں دیکھی۔ میں یقیناً یہ بازی جیتنے کے لیے نیویارک آؤں گا۔"

"کیسے آؤ گے؟ یہ جو تمہاری خواب گاہ میں سو رہی ہے اسے کہاں چھوڑو گے؟"

"میں اسے کبھی نہیں چھوڑوں گا، اپنے ساتھ نیویارک لے جاؤں گا۔"

"تو پھر میں تمہارے دماغ سے کبھی نہیں جاؤں گی۔"

"کیوں نہیں جاؤ گی، ابھی تم نے زبانی معاہدہ کیا ہے۔"

"معاہدہ یہ معلوم کرنے کے لیے ہوا تھا کہ تمہیں تنہائی میں میری ضرورت ہو گی یا نہیں؟ جب جینا تمہارے پاس رہا کرے گی تو تم میرے چیلنج سے محفوظ رہو گے۔ سیدھی سی بات

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہے، بھوکے ہوگئے تو میرے دستر خوان پر آ گئے۔“

وہ معقول دلیل پیش کر رہی تھی۔ میں نے بستر کے قریب آ کر جینا کو دیکھا، وہ سو رہی تھی۔ نیند کی حالت میں اور زیادہ حسین اور معصوم دکھائی دے رہی تھی۔ میں عجیب مشکل میں پڑ گیا وہ اتنی بڑی دُنیا میں تنہا تھی، اس کا کوئی نہیں تھا۔ اس کے آگے پیچھے دُشمن ہی دُشمن تھے۔ ایسی تنہا اور آفات میں گھری ہوئی لڑکی کو چھوڑ کر سات سمندر پار جانا تو مردانگی ہوتی اور نہ ہی یہ انسانی عمل ہوتا۔

اور اگر میں اس کے مسائل حل کرنے اور دُشمنوں سے نجات دلانے میں لگا رہتا تو وہ خیال خوانی کرنے والی میرے دماغ میں گھسی رہتی اور میں اُسے ایک لمحے کے لیے بھی نہیں رکھنا چاہتا تھا۔ اُس سے نجات کا ایک ہی راستہ تھا کہ میں نیویارک جاؤں، اُسے دیکھوں اس کے حُسن و شباب کو نظرانداز کروں، اُسے تنہائی میں اپنی ضرورت نہ بناؤں تو وہ اپنے وعدے کے مطابق میرا پیچھا چھوڑ دے گی۔

اور اگر وہ اپنا وعدہ پورا نہیں کرے گی تو میری تنہائی میں آ کر دُور جانے کے قابل نہیں رہے گی۔ اس کی گردن پر میری گرفت اتنی مضبوط ہوگی کہ وہ خیال خوانی کے لیے دوسری سانس نہیں لے سکے گی۔

لیکن یہ بعد کی باتیں تھیں۔ سوال ابھی کا تھا، ابھی مجھے کیا کرنا چاہیے۔

میرے اندر اُس کی آواز اُبھری ”ہاں یہ اہم سوال ہے، اچھی طرح سوچ لو۔ ابھی تمھیں جینا کے پاس رہنا ہے اور جب میرے پاس آؤ گے تو میری گردن دبوچ کر مجھے مار ڈالنا“

میں اُس کی بات پر چونک گیا۔ اُس کے خلاف سوچتے ہوئے یہ یاد نہیں رہا تھا کہ وہ میرے دماغ میں بیٹھی ہوئی میرے چور خیالات پڑھ رہی ہے۔ وہ بولی ”فرہاد! بڑے افسوس کی بات ہے۔ میں نے تمھیں پاسکل کی غلامی سے بچایا۔ تمھیں ابھی تک ذرا بھی نقصان نہیں پہنچایا۔ ان احسانات کے بدلے تم میری جان لینے کی تدبیر سوچ رہے ہو۔ افسوس صد افسوس! میں جا رہی ہوں کیونکہ تمھیں فرہاد علی تیمور مانتے ہوئے مجھے شرم آ رہی ہے۔“

”واہ، شرم دلانے کا انداز خوب ہے۔ جبراً میرے اندر گھسی بیٹھی ہو، شرم تمھیں آنی چاہیے یا مجھے؟“

اُس نے جواب نہیں دیا۔ میں نے اُسے بارہا آواز دی۔ دو چار گالیاں بھی دیں تاکہ بھڑک کر بول اُٹھے لیکن وہ غصے میں سچ مچ جا چکی تھی۔ میں نے اطمینان کی سانس لی۔ جینا کے پاس بستر کے سرے پر بیٹھ کر اُسے دیکھا۔ اُس کے دماغ کو زیادہ دیر تک خالی نہیں چھوڑنا چاہیے تھا۔ وقفے وقفے سے اس کی ذہنی حالت کو سمجھتے رہنا ضروری تھا لیکن میں اس خیال خوانی کرنے والی سے معاملات طے کرنے میں اُلجھ گیا تھا بات کچھ نہیں بن رہی تھی اور وقت کافی ضائع ہوگیا تھا۔ میں جینا کے خوابیدہ دماغ میں پہنچ گیا۔

وہ گہری نیند میں تھی۔ خواب میں دیکھ رہی تھی کہ وہ مار... کے ایک خفیہ ریکارڈ روم میں ہے۔ وہ ایک فائل کو بند کر کے ایک دراز میں رکھ رہی ہے۔ میں نے اس کے دماغ میں پوچھا ”کیا یہ کس کی فائل ہے؟“

خواب میں اُس کے آس پاس فوجی افسران کھڑے ہوئے تھے۔ ایک افسر اُس فائل والے دراز کو لاک کر رہا تھا۔ وہ میرے سوال پر ذرا چونک گئی پھر افسران سے پوچھا ”ابھی کسی نے فائل کے متعلق پوچھا ہے؟“

ایک افسر نے کہا ”ہم میں سے کسی نے کچھ نہیں پوچھا۔ شاید پاسکل تُوبا اُسے خواب دکھا رہا تھا اور خواب میں ایک اہم فائل کی یاد دلا رہا تھا۔ جینا نے وہ بھولی ہوئی فائل خواب میں پڑھی تھی۔ میں اُس کے دماغ میں اس وقت پہنچا تھا جب وہ فائل پڑھ چکی تھی اور اسے دراز میں رکھ چکی تھی۔ اب وہ اہم فائل کیا تھی اور کس سے تعلق رکھتی تھی، یہ میں جینا سے پوچھ کر ہی معلوم کر سکتا تھا۔

میں نے کہا ”جینا میں پوچھ رہا ہوں“

کسی نے کہا ”ڈولف تمھارا پیچھا کر رہا ہے۔ یہاں کے راز معلوم کرنا چاہتا ہے، اسے مُنہ توڑ جواب... جواب دو۔“

اُس نے پٹ سے آنکھیں کھول دیں۔ جن بڑی بڑی خوبصورت آنکھوں کو میں چومتا تھا، اُس نے ان آنکھوں سے گھور کر مجھے دیکھا۔ میں محبت سے اُس پر جھکا تو اُس نے خلافِ توقع ایک اُلٹا ہاتھ میرے مُنہ پر رسید کیا۔ میں جھکتے جھکتے سیدھا ہوا پھر اُس کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچنا چاہتا تھا اُس سے پہلے ہی وہ خونخوار شیرنی کی طرح اُچھل کر مجھ پر آئی دونوں ہاتھوں سے میرا گلا دبانا چاہتی تھی۔ میں نے اُسے سر سے اُچھال کر دوسری طرف پھینک دیا۔ پھینکتے وقت خیال رکھا وہ نرم بستر پر ہی گرے اور اُسے چوٹ نہ آئے۔

میں نے بستر کے سرے سے اُٹھ کر اُسے دیکھا۔ وہ ڈبل بیڈ کے ایک حصے میں چاروں شانے چت پڑی ہوئی تھی۔ اُس کی آنکھیں بند تھیں۔ میں نے دماغ میں پہنچ کر دیکھا تو حیران رہ گیا۔ وہ سو رہی تھی۔ اُس نے خواب میں مجھ پر حملہ کیا اور ریکارڈ روم کے افسروں سے کہہ رہی تھی ”میں نے اُسے مُنہ توڑ جواب دیا ہے چلو۔“

پھر وہ افسروں کے آگے چلتی ہوئی ریکارڈ روم سے باہر جانے لگی۔ میں نے اس بار مداخلت نہیں کی۔ یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ وہ ہپناٹزم اور ٹیلی پیتھی کے دو مختلف عملوں میں جکڑی ہوئی ہے۔ اُس نے سیکرٹ ایجنٹ جینا کی حیثیت سے برائن ڈولف پر حملہ کیا تھا۔ وہ برائن ڈولف میں ہی تھا۔ خواب اور خیال خوانی کی گرفت سے نکل کر مجھے دیکھتی تو کبھی حملہ نہ کرتی، گلے لگ جاتی۔

وہ افسران کے آگے چلتی ہوئی ایک ملٹری انٹیلی جنس کے دفتر میں آئی پھر ایک اعلیٰ افسر کے سامنے میز کے دوسری طرف بیٹھ گئی۔ اعلیٰ افسر نے پوچھا ”کیا وہ فائل پڑھ لی؟“

وہ بولی ”جی ہاں، اُس فائل میں پوری تفصیل سے لکھا ہوا ہے کہ فرہاد تنہائی میں عورتوں سے کس طرح پیار کرتا ہے؟ اُس کا انداز کیا ہوتا ہے۔ میں ایک ایک تفصیل پڑھ کر حیران ہو رہی تھی کیونکہ ڈولف کا بھی بالکل یہی انداز ہے۔“

اعلیٰ افسر نے کہا ”اب سے دس برس پہلے ہماری دو سُراغ رساں لڑکیوں نے مختلف رُوپ میں فرہاد سے دوستی کی تھی۔ اس کے ساتھ وقت گزارنے کی ایک ایک بات تفصیل سے ڈائری میں لکھتی تھیں۔ اُن ڈائریوں سے ہم نے فرہاد کے سیکس ریکارڈ کی فائل تیار کی تھی۔ تمھارا دماغ بھی پاسکل کو جو تفصیلات بتاتا ہے اُسے بھی ریکارڈ کیا جا رہا ہے۔ اگرچہ ہوس کے عمل میں تقریباً سبھی کا ملا جُلا انداز ہوتا ہے لیکن ہر مرد کے پیار کا انداز مختلف ہوتا ہے اور تمھارے بیان کے مطابق فرہاد اور ڈولف کا انداز ایک ہی ہے۔ ان کی بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی بات ایک دوسرے سے ملتی ہے۔ دونوں میں ذرا سا بھی فرق نہیں ہے۔“

ایک افسر نے کہا ”سر! برائن ڈولف، بابا صاحب کے ادارے میں پچیس برس سے ٹریننگ حاصل کرتا رہا ہے۔ پچیس برس میں کوئی بھی فرہاد کی نقل کرتے کرتے ہُو بہُو فرہاد بن سکتا ہے۔“

”بے شک بن سکتا ہے، لیکن اندر کی ایسی باتیں جو صرف عورت جانتی ہے، وہ ہمیشہ آف دی ریکارڈ ہوتی ہیں۔ سونیا، رسونتی اور اعلیٰ بی بی وغیرہ بازاری عورتیں نہیں ہیں انھوں نے اندر کی بات کبھی نہیں بتائی۔ اس لیے بابا صاحب کے ادارے میں فرہاد کا سیکس ریکارڈ نہیں ہے۔ سپر ماسٹر کے پاس ہو سکتا ہے۔ اُس نے بھی ہماری طرح لڑکیاں بھیج کر تنہائی کے معاملات کا ریکارڈ رکھا ہے۔ ڈولف کو ادارے میں ہر پہلو سے فرہاد بنایا گیا ہوگا، میرا خیال ہے وہاں سے ٹریننگ حاصل کرنے کے دوران اس کے تعلقات سونیا، اعلیٰ بی بی یا پوجی سے ہو گئے ہوں۔ ان میں سے کوئی ایک عورت بھی اس کی تنہائی میں آئی ہوگی، ضرور آئی ہوگی۔ تب ہی یہ ظاہر کے ساتھ باطن میں بھی مکمل فرہاد بن گیا ہے۔“

”سر! کبھی کبھی شبہ ہوتا ہے کہ فرہاد کی موت نہیں ہوئی تھی۔ وہ زندہ ہے، ہمیشہ کی طرح اُس کی موت کا ڈراما کھیلا گیا ہے۔“

اعلیٰ افسر نے کہا ”میں فرہاد کی آخری رسومات کے وقت وہاں موجود تھا۔ یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ فرہاد کی ڈمی کو دفن کیا گیا ہو لیکن چند اہم باتوں نے اس کی موت کی تصدیق کر دی۔ سب سے اہم بات یہ کہ شیخ الفارس غلام البرقی کبھی جھوٹ نہیں بولتے تھے، کبھی دھوکا نہیں دیتے تھے۔ انھوں نے فرہاد کی موت کی تصدیق کی۔ دوسرے یہ کہ اس کے مرتے ہی ہمیں جوجو کو اغوا کرنے کا موقع ملا۔ سُپر ماسٹر، رسونتی کو اُڑا لے گیا۔ سونیا پہلی بار فوراً ایکشن میں نہیں آئی۔ پارس اور علی تیمور بھی باپ کی موت کا صدمہ برداشت نہیں کر پا رہے تھے۔ بابا صاحب کے ادارے میں اور فرہاد کی فیملی میں جو کھلبلی مچ گئی تھی اور جس طرح وہ صدمات سے نڈھال تھے، اس سے فرہاد کی موت کا یقین ہو چکا تھا۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ ہم دھوکا کھا رہے ہیں اور فرہاد زندہ ہے تو وہ کہاں ہے؟ کیا ڈولف کو تم فرہاد کہو گے؟“

”سر! ڈولف کی ایک ایک حرکت سے یہی شبہ ہوتا ہے۔“

”اگر ڈولف ہی فرہاد ہوتا تو جینا سے پہلا دھوکا کھاتے ہی ہوشیار ہو جاتا۔ جینا نے اس کی چار مائکروفلمیں غائب کر دیں۔ اُسے پاسکل کا غلام بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ ان حالات میں فرہاد اگر جینا کا دیوانہ ہوتا تب بھی عارضی طور پر اُسے خود سے دُور کر دیتا۔ اُسے دوبارہ نارمل حالت میں حاصل کرنے کے لیے اس کا علاج کراتا۔ اس کے منفی عمل سے نجات حاصل کرنے کے لیے اس کا برین واش کر دیتا لیکن ڈولف ایسا نہیں کر سکتا کیونکہ فرانس کی حکومت، بابا صاحب کے ادارے کے سربراہ فرہاد کی ہر بات کو آنکھیں بند کر کے تسلیم کر لیتی تھی — ڈولف ابھی ان کے لیے قابلِ اعتماد نہیں ہے۔ اگر وہ جینا کا برین واش کرنے کا کہے گا تو وہاں کے فوجی افسران تسلیم نہیں کریں گے کیونکہ وہ جینا سے اس کی حقیقت اُگلوانا چاہتے ہیں۔ اگر ڈولف نے برین واش کرایا تو اس کے دماغ سے سب کچھ مٹ جائے گا۔ فوجی افسران اُس سے کچھ نہیں اُگلوا سکیں گے۔“

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

جینا نے اپنی کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر کہا "وہ فرہاد کی طرح ہے مگر فرہاد نہیں ہے اگر ہوتا تو فوجی اس کی اجازت کے بغیر مجھے اس کے کاٹیج سے گرفتار کر کے نہ لے جاتے اور ابھی میں اسی کے کاٹیج میں چھپی ہوئی ہوں، مجھے تلاش کرنے والے فوجی کسی وقت بھی آ کر مجھے پھر گرفتار کر لیں گے۔ وُولف میرے لیے ان سے لڑ سکتا ہے لیکن فرہاد کی طرح فوجیوں کو حکم دے کر میری گرفتاری سے انھیں باز نہیں رکھ سکتا۔"

اعلیٰ افسر نے رسٹ واچ دیکھ کر کہا "جینا! ہمارے دماغی رابطے کا وقت ختم ہو رہا ہے۔ میں رخصت ہونے سے پہلے مشورہ دیتا ہوں، جتنی جلدی ہو سکے اس کاٹیج سے فرار ہو جاؤ، دوبارہ فوجیوں کے ہاتھ نہ آؤ۔ ہم نہیں چاہتے کہ تمھارے دماغ کو بجلی کے جھٹکے پہنچائے جائیں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی جینا کے دماغ سے خواب کا منظر گم ہو گیا۔ شاید اس اعلیٰ افسر کے کہنے کے مطابق دماغی رابطے کا وقت ختم ہو چکا تھا۔ بڑی حیرانی کی بات تھی۔ ٹیلی پیتھی کے بغیر جینا سے دوسرے افسران کا رابطہ کیسے قائم ہو رہا تھا؟ کیا پاسکل گویا ادھر جینا کو خواب کے دوران ملٹری انٹیلی جنس کا دفتر اور وہاں کے افسران کو دکھا رہا تھا؟ جینا کی باتیں افسران تک اور افسران کی باتیں جینا تک پہنچا رہا تھا اور ان سب کو ملا کر خواب کا تسلسل قائم رکھے ہوئے تھا؟

شاید یہی بات تھی۔ اس طرح وہ جینا کے دماغ میں خفیہ فائل کی تحریر اور افسران کے چہرے یاد دلا رہا تھا۔ اب یہ سلسلہ ختم ہو گیا تھا۔ وہ خواب نہیں دیکھ رہی تھی اور خواب میں خود کو دیکھنے والی خطرناک جاں باز سیکرٹ ایجنٹ نہیں تھی — اب سحر زدہ رہنے والی ایک معصوم اور مظلوم لڑکی تھی اور بڑی میٹھی نیند سو رہی تھی۔

پاسکل نے اسے خواب میں جو کچھ دکھایا، اس کا توڑ میرے پاس تھا۔ میں اسے دماغی جھٹکے پہنچا کر خواب کو مٹا سکتا تھا اور اسے بھولی بسری باتیں یاد دلانے کے عمل کو جاری رکھ سکتا تھا۔ لیکن یہ جینا پر ظلم ہوتا۔ بے چاری دن رات دماغی چکروں میں الجھی رہتی تھی۔ نیند کے دوران اسے پُرسکون رہنے کا موقع دینا چاہیے تھا۔

رات کا ایک بجا تھا۔ میں نے سوچا، مجھے بھی نیند پوری کرنی چاہیے۔ صبح اٹھ کر پاسکل کے عمل کا توڑ کروں گا۔ میں نے اس کے بیڈ روم سے نکل کر دروازوں اور کھڑکیوں کو اچھی طرح دیکھا، وہ سب اندر سے بند تھے۔ میں نے دوسرے کمرے میں آ کر دروازے کو اندر سے بند کیا تاکہ پاسکل جینا کو آلۂ کار بنا کر مجھ پر حملہ نہ کرے۔ پھر میں بستر پر آ کر آرام سے لیٹ گیا۔ دماغ کو ہدایات دیں پھر نیند میں گم ہوتا چلا گیا۔

اب جو کچھ پیش آنے والا تھا، اسے بیان کرنے سے پہلے ایک بات کی وضاحت کر دینا چاہتا ہوں۔ شیخ الفارس ایک سچے دیندار بزرگ تھے۔ انھوں نے دشمنوں سے بھی کبھی جھوٹ نہیں کہا۔ میری موت کی تصدیق کرنے سے پہلے انھوں نے مجھے اچھی طرح سمجھا دیا تھا کہ فرہاد علی تیمور اپنی تمام خوبیوں اور خرابیوں سمیت ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گا پھر مجھے نئی زندگی ملے گی، وہ صرف عبادتِ خداوندی اور خدمتِ خلق کے لیے ہوگی۔ میری پچھلی شخصیت کے ساتھ میرا نام بھی مر جائے گا اگر زندگی کے کسی موڑ پر مجھ سے میرے خون کے رشتے بھی ملیں گے تو وہ مجھے پہچان نہیں سکیں گے اور میں اپنی پہچان کبھی نہیں کراؤں گا۔

اس سے صاف ظاہر تھا کہ فرہاد کی موت ہو چکی ہے اور ایک نیا دیندار شخص کسی شناخت کے بغیر ایک پاکیزہ زندگی گزارنے والا ہے۔ جھوٹ انھوں نے نہیں کہا تھا، ان سے نہیں ہوا تھا بلکہ میں نے دھوکا دیا۔ مرحوم کے اعتماد کو میں نے ٹھیس پہنچائی۔ آج یا کل دنیا والوں کو معلوم ہوگا کہ فرہاد علی تیمور زندہ ہے تو لوگ ایک عظیم بزرگ ہستی کو جھوٹا سمجھیں گے۔ ساری دنیا کو یہ نہیں سمجھایا جا سکتا کہ وہ سچے تھے۔ میں اپنی فطرت میں حسن پرست تھا۔ دین سے پھر کر دنیا کی طرف لوٹ آیا تھا۔

میں نے زندگی میں کچھ نیکیاں کیں، کچھ گناہ کیے لیکن ایک سچے عالمِ دین کی شخصیت پر دھبا لگا کر جو بدترین گناہ کیا ہے اس کے لیے خدا مجھے معاف نہیں کرے گا پھر بھی میں اسی اعتماد سے معافی مانگتا رہوں گا کہ وہ غفور الرحیم گناہگاروں کو ہی معاف کرتا ہے۔

میں نے دماغ کو ہدایت دی تھی کہ صبح چھ بجے آنکھ کھل جائے۔ شدید سردی کا موسم تھا۔ صبح چھ بجے بھی اندھیرا تھا لیکن میری ہدایت کے خلاف کوئی ساڑھے تین بجے آنکھ کھل گئی۔

میری حسن پرستی مجھے دین سے دنیا کی طرف لائی اور یہ میرے لیے عذاب بنتی جا رہی تھی۔ میں نے آنکھ کھولی تو ایسی ہی حسن و شباب کی ایک مورت دیکھی۔ وہ میری نگاہوں کے سامنے مسکرا رہی تھی۔ بہت ہی دھیمے رقص کے انداز میں کبھی ادھر ہوتی تھی کبھی ادھر ہو جاتی تھی۔ یوں ہر زاویے سے اپنا جلوہ دکھا رہی تھی۔ میں اسے دیکھ دیکھ کر اپنے آپ میں نہیں رہا تھا۔ پتا نہیں وہ ایسی ہی بے مثال حسن و شباب کی ملکہ تھی یا میری نیند میں بھیگی ہوئی آنکھوں کے باعث حسن کا شاہکار لگ رہی تھی۔

میں کچھ کہنا چاہتا تھا مگر کہہ نہیں پا رہا تھا۔ دماغ سمجھا رہا تھا کہ دیکھنے کے لیے سب کچھ ہو، نظارہ بھرپور ہو تو کہنے کے لیے کچھ نہیں رہ جاتا۔ لہٰذا لب نہ کھولوں صرف آنکھیں کھلی رکھوں۔ اس خاموشی میں گنگناتی ہوئی تنہائی کہہ رہی تھی، جلوہ دکھائے گی وہ، نظارہ لوٹو گے تم ... پھر وہ بولی "تم ... تم جھوٹے اور بے ایمان ہو۔ تم نے ایک ایمان والے بزرگ کی سچائی کو دھبا لگایا ہے اور یہ دھبا ہماری خاطر لگایا ہے۔ ہم عورتوں کی جوانی تمھیں للچاتی ہے۔ ہمارا حسن تمھیں مومن سے کافر بناتا ہے پھر تو ہم عورتیں بری ہیں۔ تم شیخ الفارس مرحوم کے اعتماد کو ٹھیس پہنچا کر بھی معصوم ہو۔ تم جیسے کمزور دماغ، کمزور اخلاق اور کمزور ارادے والے بزرگانِ دین کے سیدھے راستوں کو چھوڑ کر ہماری طرف پھسل پڑتے ہیں تو پھر آؤ پھسلتے رہو۔"

"اگر کوئی ہمیں الزام دیتا ہے تو ہم اپنی صفائی میں کچھ نہ کچھ جواب دے دیتے ہیں مگر الزام درست ہو تو جواب بن نہیں پڑتا۔ گناہ ہم کرتے ہیں اور الزام عورت کو دیتے ہیں کہ وہ بہکاتی ہے۔ ٹھیک ہے وہ بہکانے کا گناہ کرتی ہے اس کا گناہ اس کے سر۔ ہمیں تو اپنے گناہوں کا حساب کرنا چاہیے۔ ہماری سزا ہمیں ملے گی، عورتوں کو نہیں ملے گی۔"

وہ نہایت دیدہ زیب لباس پہنے ہوئے تھی۔ لباس اس کے بدن کے نشیب و فراز پر ایسے اترتا چڑھتا گیا تھا جیسے اسی بدن پر رکھ کر تراشا گیا ہو۔ وہ میری طرف آتی ہوئی اور بدن کے زاویے بدلتی ہوئی قریب پہنچ گئی پھر بولی "تم نے مجھے دور سے دیکھا، اب قریب سے دیکھو۔"

وہ مجھ پر جھک گئی۔ اس کا چہرہ میری آنکھوں کے بالکل سامنے آ گیا۔ چہرہ کیا تھا، کھلتا ہوا گلاب تھا۔ صبح کی پہلی کرن کی طرح آنکھ کھولنے والا تازہ نو بہار چہرہ جس میں کوئی ہلکا سا داغ دھبا یا برائے نام نقص بھی نہیں تھا۔ جب کوئی ہزاروں سال تک اپنی آنکھوں کی بے نوری پر روتا ہے تب کہیں ایسے نور پُر نور چہرے کی دید سے آنکھیں روشن ہوتی ہیں۔

وہ دھیمی سرگوشی میں بولی "یہ میں ہوں، بتاؤ کیسی ہوں؟"

بڑی دیر بعد میرے لب ہلے۔ میں نے کہا "توبہ کو توڑنے والی حسن اور عزائم کو توڑنے پھوڑنے والی جوانی ہے۔"

اس نے کہا "میں اخلاقی کمزوری ہوں۔ مجھے ٹھکرا دو۔"

میں نے کہا "مجھے زندگی نے ٹھکرا دیا تھا، موت کے اندھیرے میں دھکیل دیا تھا۔ میں تمھارے لیے لوٹ آیا ہوں، تمھیں ٹھکرا نہیں سکتا۔"

وہ مجھ پر جھکی ہوئی تھی پھر سیدھی کھڑی ہو گئی۔ سینہ تان کر بولی "مگر میں تمھاری ٹھوکروں میں نہیں رہوں گی۔"

"میں تمھیں اپنے قدموں سے نہیں، دھڑکنوں سے لگائے رکھوں گا۔"

"تم ہرجائی ہو، ابھی مجھ پر منڈلاؤ گے پھر کسی اور پھول کی طرف اڑ جاؤ گے۔"

وہ جانے لگی۔ میں نے کہا "رک جاؤ، میں تمھیں چاہتا ہوں، میرا دل تمھاری طرف کھنچا جا رہا ہے۔ میں تمھاری زندگی میں آؤں گا تو پھر تمھیں چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔"

وہ دروازے کے پاس رک گئی۔ اس نے وہاں سے پلٹ کر دیکھا پھر مسکرا کر کہا "جلدی کیا ہے؟ آرام سے آنکھیں بند کرو اور اپنے جذباتی فیصلے پر نظرِ ثانی کرو۔ جب تم دل سے یقین کر لو کہ مجھ سے صرف محبت ہی نہیں وفاداری بھی کرو گے تو میرے پاس چلے آنا۔"

وہ پلٹ کر چلی گئی۔ میں نے اسے حاصل کرنے کا آخری فیصلہ کرنے کے لیے آنکھیں بند کر لیں۔ میں اس معاملے پر غور کرنا چاہتا تھا لیکن میری آنکھ لگ گئی۔ میں گہری نیند میں ڈوب گیا۔ میں نے دماغ کو ہدایت دی تھی کہ صبح چھ بجے آنکھ کھل

ایک تجسس پرست نوجوان کی داستانِ حیات جو کیمیاگر کا جنون تھا اور اس راہ میں لے قدم قدم پر ایک سنسنی دنیا نئے حیرت نظر آئی۔ اس کا جنون کیمیاگری کبھی اسے نیپال کی بھول بھلیوں میں لے گیا تو کبھی ہمالیہ کی وادیوں میں۔ اس سنسنی خیز مسافرت میں ایک روز پارس پتھر اس کے ہاتھ لگ گیا تو ایک دنیا اس کے پیچھے پڑ گئی۔ موت کے فرشتے لمحہ بہ لمحہ اس کے تعاقب میں رہنے لگے۔ کبھی وہ ہندوستان میں چھپتا رہا اور کبھی سرزمینِ عرب پر پناہ تلاش کرتا رہا۔ بالآخر اسرائیل میں جا پھنسا۔ اسرائیل نے اسے اپنا ایجنٹ بنانا چاہا تھا کیا وہ ان کا آلۂ کار بن گیا؟ اسے صرف طاقت کے معرکے ہی درپیش نہیں تھے۔ قدم قدم پر اس کی ذہانت و فطانت کو بھی ایک آزمائش درپیش تھی۔ ہر موڑ پر ان دیکھی تمہیں پیغامِ اجل کے ساتھ اس کے منتظر تھے۔

اس طویل داستان کی ہر سطر ایک واقعہ ہے۔ ایکشن، تجسس، تحیر اور حیرت انگیز واقعات سے بھرپور یہ لازوال کہانی کئی برس سلسلہ وار جاسوسی ڈائجسٹ میں شائع ہوتی رہی اور اب کتابی شکل میں دستیاب ہے۔

مفرور

(چھ حصوں میں مکمل) — قیمت فی حصہ ۴۰ روپے — ڈاک خرچ فی حصہ [illegible] روپے

کتابیات پبلی کیشنز ◎ پوسٹ بکس نمبر ۲۳ کراچی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

جاگے۔ جب میری آنکھ کھلی تو ٹھیک چھ بجے تھے۔ اس سے پہلے شاید نیند اُچاٹ ہوئی تھی یا میں نے خواب میں اُس حسینہ کو دیکھا تھا۔ آنکھ کھلنے پر وہ خواب ہی لگ رہا تھا۔

میں بستر پر اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ دروازے پر نظر پڑی تو حیران رہ گیا۔ میں نے اُسے اندر سے بند کیا تھا تاکہ جینا، دُشمن کی آلۂ کار بن کر مجھ پر حملہ کرنے نہ آئے لیکن وہ دروازہ کھلا ہُوا تھا۔ میں بستر سے اُتر کر تیزی سے چلتا ہُوا بیڈ روم کے باہر آیا۔ اُسی وقت پورے کاٹیج میں تاریکی چھاگئی۔ صبح کے چھ بجے تھے مگر سردی غضب کی تھی۔ اتنی دُھند چھائی ہوئی تھی کہ دن کی ہلکی سی روشنی بھی کاٹیج میں نہیں پہنچ رہی تھی۔ میں نے سخت لہجے میں پوچھا۔ "کون ہے؟"

میں نے سوال کرتے ہی پوزیشن بدل دی تھی تاکہ میری آواز کی سمت ہونے والا حملہ ناکام ہو جائے۔ میرا خیال تھا کہ کسی نے مین سوئچ آف کیا ہے۔ میں محتاط انداز میں دبے قدموں چلتا ہُوا کاٹیج کے بیرونی دروازے کے پاس آیا۔ وہ دروازہ کھلا ہُوا تھا۔ یعنی اندر سے کوئی باہر گیا تھا یا باہر سے کوئی اندر آیا تھا۔ کچھ بھی ہو.... میں کھلے ہوئے کاٹیج میں محفوظ نہیں تھا۔

میں تھوڑی دیر تک دیوار سے لگا تاریکی میں کھڑا رہا پھر جلدی سے دروازے کو بند کر دیا۔ اگر کوئی کاٹیج کے اندر چھپا ہوگا تو باہر نہیں جا سکے گا۔ یوں سوچا جائے تو گھر کا بھیدی لنکا ڈھاتا ہے اور گھر میں ایک جینا ہی تھی، وہی اندر سے بند ہونے والے دروازوں کو کھول سکتی تھی۔ میں فرش پر بیٹھ گیا چاروں ہاتھ پاؤں سے رینگتا ہُوا جینا کے بیڈ روم کی طرف جانے لگا۔ میں نے اب تک کی تمام عمر کبھی اُجالے میں اور کبھی اندھیرے میں جدوجہد کرتے ہوئے گزاری ہے۔ اگر کوئی تاریکی میں آہستگی سے سانسیں لے رہا ہو تو وہ سانسیں بھی مجھے چونکا دیتی ہیں۔ میں تجربات کے مطابق سمجھ رہا تھا کہ میرے آس پاس کوئی چھپا ہوا نہیں ہے پھر بھی میں محتاط انداز میں رینگتا ہُوا جینا کے بیڈ روم کے دروازے تک پہنچ گیا۔

دروازہ کھلا ہُوا تھا۔ میں نے دیوار کی آڑ میں رہ کر آواز دی "جینا!"

اُس کی آواز بستر پر سے آئی "میں یہاں ہُوں لیکن میرے پاس نہ آنا۔"

"مجھے کیوں نہیں آنا چاہیے؟"

"اس لیے کہ میں وہ نہیں ہوں جسے تم جانتے ہو۔ تم نے میرے دماغ میں جھانک کر میری اصلیت دیکھی ہے۔ میں ماسکو کے خفیہ ریکارڈ روم میں افسروں سے باتیں کر رہی تھی۔ تمہیں یقین ہو جانا چاہیے کہ میں ایک سیکرٹ ایجنٹ ہُوں۔ میں فولادی پہروں سے گزر کر پیچیدہ تالوں کو توڑ کر بڑے بڑے ملکوں کے ہم راز چُرا لیا کرتی ہُوں اور اب تمہارے اندر چھپے ہوئے فرہاد کو نکال کر ساری دُنیا میں تہلکہ مچانے والی ہُوں۔"

میں نے پوچھا۔ "تم گہری نیند میں خواب دیکھ رہی تھیں تمہیں کیسے معلوم ہُوا کہ میں تمہارے دماغ میں جھانک رہا تھا؟"

"یہ بات مجھے ایک عورت نے بتائی ہے۔"

"کس عورت نے؟"

"وہی جو تمہارے دماغ میں رہتی ہے۔ میں نے پوچھا تم کون ہو؟ وہ بولی، میں سایہ ہُوں۔"

میں نے شکست خوردہ انداز میں کہا "ہاں، وہ میرے سائے کی طرح لگی رہتی ہے۔ مجھے بتاؤ، وہ تم سے اور کیا کہہ رہی تھی؟"

تاریکی میں اُس کی آواز پھر اُبھری "وہ جو تمہارا سایہ ہے وہ مجھ سے کہہ رہی تھی کہ وہ مجھ جیسی سیکرٹ ایجنٹ کو ناکام بنادے گی۔ تمہارے اندر سے چھپے ہوئے فرہاد کو باہر نکلنے نہیں دے گی۔ دراصل براؤن وُولف ایک خول ہے، ایک قبر ہے جس کے اندر فرہاد ہمیشہ دفن رہے گا۔ اگر وہ قبر سے نکل کر دُنیا والوں پر ظاہر ہوگا تو ایک معتبر عالم دین کی سچائی پر حرف آئے گا۔ وہ میرے ذریعے تمہیں ظاہر نہیں ہونے دے گی۔"

میں نے پوچھا "وہ تمہیں کیسے روکے گی؟"

"اُس نے روک دیا ہے۔ مجھے تم سے بہت دُور کر دیا ہے۔ ابھی جب تم سو رہے تھے تو وہ مجھے نیند کی حالت میں چلاتی ہوئی کاٹیج کے باہر لے گئی تھی۔ باہر ایک گاڑی کھڑی ہوئی تھی۔ وہ گاڑی مجھے کہاں لے گئی ہے، میں نہیں جانتی۔ ابھی میں گہری تاریکی میں ہُوں۔"

میں نے کمرے میں قدم رکھا اور بستر کی جانب بڑھتے ہوئے کہا "نہیں جینا! یہ تم نیند میں کہہ رہی ہو، تم مجھ سے دور نہیں ہو، یہاں بستر پر موجود ہو۔"

وہ اندھیرے میں چیخ کر بولی "جینا موجود نہیں ہے۔ تمہارے آس پاس کسی ایسے وجود کو نہیں رہنے دوں گی، کسی ایسے شاطر کو نہیں آنے دوں گی جو تمہیں بے نقاب کر کے شیخ الفارس مرحوم کی سچائی کو جھوٹ میں بدلنا چاہے گا۔"

یکبارگی بجلی واپس آگئی۔ کمرا روشن ہوگیا۔ میں دیدۂ حیرت سے بستر کو دیکھتا ہی رہ گیا۔

وہ دراصل وہ نہیں تھی بلکہ وہ تھی۔

وہ دراصل جینا نہیں تھی بلکہ وہ تھی۔

جی ہاں، اب میں کیا بتاؤں کہ اُس 'وہ' کا کیا نام تھا۔ جب کسی کا نام نہیں جانتے تو اُسے وہ یا یہ کہتے ہیں۔ اور میں اس عورت کا نام نہیں جانتا تھا جو میرے دماغ پر قبضہ جما کر بیٹھ گئی تھی اور میرے اندر انقلاب لانے کی تدبیر پر عمل کر رہی تھی۔ وہ کام شیخ الفارس مرحوم محبّت اور نصیحت سے نہ کر سکے تھے، اُسے وہ جبر سے کر رہی تھی۔

ایک پتے کی بات ہے۔ محبّت اور نصیحت سے کسی کی عادت کو بدلا جا سکتا ہے مگر فطرت کو کبھی بدلا نہیں جا سکتا۔ کسی سرکش اور فولادی عزم رکھنے والے کو زنجیریں پہنا کر غلام نہیں بنایا جا سکتا۔ اُسے کوڑے مارو، اُس کی ہڈیاں توڑ دو، اس کا خون نچوڑ لو، اس کے اندر سے ساری توانائیاں نکال لو تب بھی وہ دم توڑتے ہوئے غلامی سے انکار کرے گا کیونکہ اُس کی فطرت میں غلامی نہیں لکھی گئی۔ اس لیے فطرت کو کسی طور بدلا نہیں جا سکتا۔ کاتبِ تقدیر نے میری فطرت میں غلامی نہیں لکھی ہے پھر وہ عورت مجھے اپنا محکوم کیسے بنا سکتی تھی؟

مانا کہ اس کے ارادے نیک تھے مگر کسی کو غلام اور محکوم بنا کر نیکی نہیں کی جا سکتی۔ یہ نیکی ایسی نماز کی طرح ہے جسے ڈاکو اور اسمگلر پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں چوری ہمارا پیشہ اور نماز ہمارا فرض ہے۔ غلط طرزِ عمل سے سب کچھ ہو سکتا ہے لیکن نماز اور نیکی نہیں ہو سکتی۔

اور وہ میرے سامنے بستر پر کافرانہ انداز میں پڑی ہوئی تھی اور بیچ پڑی ہوئی چیز تھی، میں جدھر سے چاہتا، اُدھر سے اُٹھا لیتا۔ وہ 'نہ' کہنے والی نہیں تھی۔ اپنی دانست میں نیک ارادے سے آئی تھی جبکہ نیکی بیڈ روم سے کبھی شروع نہیں ہوتی۔

میں نے نیند کے دوران آنکھ کھلنے پر جس حسینہ کو دیکھا تھا، یہ وہی تھی، وہی دیدہ زیب لباس پہنے ہوئے بے حس و حرکت لیٹی ہوئی تھی اور اس کے لبوں پر کوئی بات نہ تھی۔ ان حالات میں عورت زبان سے کچھ نہیں کہتی پھر بھی سب کچھ سمجھا دیتی ہے۔

میں جذبات کے دھارے میں بہہ گیا۔ جب سنبھلا تو غصّہ دکھانے کے انداز میں پوچھا "جینا کہاں ہے؟"

"وہ جہاں سے آئی تھی، وہیں چلی گئی ہے۔"

"کہاں چلی گئی ہے؟ وہ مجھے چھوڑ کر کبھی نہیں جا سکتی۔"

"ہاں، وہ تمہیں چھوڑ کر کبھی نہ جاتی۔ اس لیے میں نے اُسے روانہ کر دیا۔ جب تم سو رہے تھے، تب پاسکل لوبا اُس کے دماغ میں آیا تھا۔ میں نے اُسے مخاطب کر کے کہا۔ اگر جینا کی زندگی چاہتے ہو تو اسے واپس لے جاؤ۔ ورنہ یہ صبح سے پہلے فوجیوں کے نذر گراؤنڈ قید خانے میں پہنچا دی جائے گی۔ وُولف اسے رہائی نہیں دلا سکے گا۔ سونیا اور بابا صاحب کے ادارے والے اُسے جینا کے عشق میں بغاوت کرنے نہیں دیں گے۔ میری بات سُن کر جانتے ہو پاسکل نے کیا جواب دیا تھا؟"

"تم کہنا چاہتی ہو، وہ جواب میں یہاں آکر جینا کو لے گیا؟"

"نہیں، اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ ماسکو میں یہی چاہتا ہے کہ وُولف زیادہ سے زیادہ جینا کا دیوانہ ہو جائے۔ اُس کے عشق میں بغاوت کرے۔ بابا صاحب کے ادارے کے اثر سے نکلے اور جینا کے ساتھ ہمارے پاس چلا آئے۔"

"میں اتنا نادان نہیں ہوں۔"

"عشق میں دانائی نہیں رہتی۔ یہی سوچ کر میں نے یہاں کے اعلیٰ فوجی افسر کو بتایا کہ جہاں ان کے جاسوس سوچ بھی نہیں سکتے، وہاں جینا چھپی ہوئی ہے۔ اگر ابھی آجائیں تو اُس سیکرٹ ایجنٹ حسینہ کو گرفتار کر سکتے ہیں۔ لہٰذا وہ اپنی گاڑیوں میں آئے۔ میں جینا کو نیند میں چلاتی ہوئی کاٹیج کے باہر لے گئی پھر اُسے فوجیوں کے حوالے کر دیا۔"

میں نے شدید غصّے کے عالم میں اسے کاٹیج سے نکال دیا مگر افسوس اپنے دماغ سے نہیں نکال سکتا تھا۔

میں نے فوراً ہی خیال خوانی کی پرواز کی۔ رسونتی کے پاس

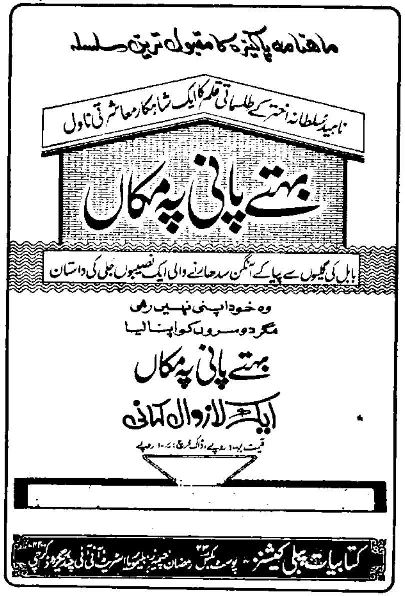

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

پہنچ گیا۔ وہ بستر پر پڑی ہوئی تھی۔ باباصاحب کے ادارے میں بڑی کامیابی سے علاج ہو رہا تھا۔ وہ نارمل ہوگئی تھی۔ اسے ماضی کی تمام باتیں یاد آگئی تھیں۔ اُسے میری آمد کی خبر نہیں تھی۔ کیونکہ دماغ ابھی کمزور تھا۔ نہ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرسکتی تھی، نہ ہی خیال خوانی کے قابل تھی۔

میں مایوس ہو کر دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ میں نے سوچا تھا رسونتی کو اس ساحرہ کے متعلق بتاؤں گا پھر کہوں گا کہ وہ مجھ پر تنویمی عمل کر کے میرے دماغ کو اس طرح لاک کر دے کہ اس ساحرہ کو بھی میرے اندر آنے کا راستہ نہ ملے۔

افسوس! رسونتی مجھے اس سے نجات نہیں دلا سکتی تھی۔ ہماری ٹیم میں اور کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اور تنویمی عمل کرنے والا نہیں تھا۔ ویسے میں کئی تنویمی عمل کرنے والوں کو اچھی طرح جانتا تھا۔ اُن کی خدمات حاصل کرسکتا تھا لیکن وہ مجھے معمول بنانے کے بعد اُس ساحرہ کی طرح اپنا محکوم بھی بنا سکتے تھے۔

میں نے سونیا کو مخاطب کیا۔ اس نے کہا "شاباش فرہاد! تم نے جینا کو ملٹری انٹیلی جنس کے حوالے کر کے ثابت کر دیا ہے کہ تم حسن پرست ہو مگر مر لوانے نہیں ہو۔"

میں نے تعجب سے پوچھا "یہ تم کیا کہہ رہی ہو۔ جینا کو میں نے نہیں اس ساحرہ نے ملٹری انٹیلی جنس کے حوالے کیا ہے۔ اس عورت نے میرے دماغ کو بُری طرح جکڑ لیا ہے۔ میں اس کا محکوم اور غلام بن کر نہیں رہوں گا۔ پلیز میرے لیے کچھ کرو۔"

اس نے پوچھا "کیا ابھی وہ تمھارے دماغ میں نہیں ہے؟"

"نہیں ہے۔"

"تم یقین سے کیسے کہہ سکتے ہو؟"

"بھئی میں ٹوائلٹ میں ہوں۔"

"پھر تو یقین کیا جاسکتا ہے۔ لیکن اب وہ تمھارے دماغ میں آنے والی ہوگی اور جب آئے گی تو تمھارے چور خیالات اُسے بتا دیں گے کہ تم آیندہ ٹوائلٹ جانے کے بہانے کسی سے خود پر تنویمی عمل کراسکتے ہو۔"

"ہاں میں اُسے چور خیالات پڑھنے سے روک نہیں سکوں گا۔ وہ کب آتی ہے اور کب جاتی ہے، مجھے محسوس تک نہیں ہوتا۔"

"یہ بتاؤ اُس سے اب تک کیا نقصان پہنچا ہے؟"

"سب سے بڑا اور ناقابلِ برداشت نقصان یہی ہے کہ وہ میرے دماغ پر قبضہ جما چکی ہے۔"

"یہ تو ہو چکا ہے۔ کوئی دوسرا نقصان بتاؤ۔"

"اور کوئی نقصان نہیں ہے۔ وہ خود کو بہترین دوست ثابت کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔"

"دوستی کا ثبوت کیسے دے رہی ہے؟"

"اس نے پاسکل بُوبا کے تنویمی عمل سے مجھے بچایا ہے ورنہ آج میں پاسکل اور ماسک مین کا محکوم ہوتا۔"

سونیا نے کہا "اُس نے صرف دوستی کا ثبوت نہیں بلکہ تم پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ تم نے اس سے پوچھا کہ وہ کون ہے۔ اُس کا بیک گراؤنڈ کیا ہے اور وہ کیا چاہتی ہے؟"

"وہ جب مجھ سے مخاطب ہوتی ہے تو میں سوالات کرتا رہ جاتا ہوں وہ پچھلے چھ گھنٹے سے میرے ساتھ تھی۔ میں اس کی پٹائی کرنا چاہتا تھا۔ نہ کر سکا۔ اسے پکڑ کر بہت کچھ معلوم کرنا چاہتا تھا مگر وہ کب یہاں سے گئی مجھے خبر نہ ہوئی۔"

"اچھا تو تمھارے ساتھ چھ گھنٹے تک تھی۔ اس کا مطلب ہے وہ حسین اور دل نشین ہے۔ وہ تم سے کیا چاہتی ہے یہ اس کی چھ گھنٹے کی رفاقت سے معلوم ہوگیا۔"

"تم نہیں سمجھیں وہ کیا چاہتی ہے۔"

"تم سمجھا دو۔"

"وہ کہتی ہے اپنے سوا کسی دوسری عورت کو میری تنہائی میں نہیں آنے دے گی۔ اسی لیے اس نے جینا کو مجھ سے دور کر دیا ہے۔ اس کا دعویٰ ہے وہ میری حسن پرستی اور ہوس پرستی کو ختم کر دے گی۔"

"یہ تو بے چارے شیخ الفارس مرحوم بھی نہ کر سکے۔"

"مجھے طعنے نہ دو۔ اس کی باتوں سے پتا چلتا ہے وہ شیخ الفارس مرحوم کی عقیدت مند ہے۔ اس کا یہ عزم ہے کہ مجھے فرہاد کی حیثیت سے ظاہر نہیں ہونے دے گی۔ مرحوم نے میری موت کی تصدیق کی تھی۔ اس صداقت پر حرف نہیں آنا چاہیے۔ جینا جیسی دشمن کہ آلۂ کار میری رفاقت کی تفصیلات بیان کرے گی تو میں اسی طرح فرہاد تسلیم کیا جاؤں گا جس طرح تم نے میری مخصوص بُو سے مجھے پہچان کر تسلیم کیا تھا۔"

سونیا نے کہا "جو عورت تمھارے دماغ پر حاوی ہے وہ ذہین اور معاملہ فہم ہے۔ اس کی باتوں اور حرکتوں سے دوستی کا یقین ہوتا ہے۔"

"کیا دماغ پر جبراً قبضہ جمانا دوستی ہے؟"

"تم ایک عالمِ دین کے بیان کو جھٹلا کر کون سی دوستی محبت اور عقیدت کا ثبوت دے رہے ہو؟"

"میں اُس عورت کو برداشت نہیں کروں گا۔"

"نہ کرو۔ دماغ سے نکال سکتے ہو تو نکال دو۔"

"تم اس سلسلے میں تعاون نہیں کرو گی؟"

itsurdu.blogspot.com

"یہ معاملہ ہمارے ایک عظیم دینی راہنما کے بیان کی سچائی کا ہے جب اُنھوں نے کہہ دیا تھا کہ تم مر چکے ہو، تمھارے ساتھ تمام دشمنیاں اور شر طاقتوں سے جاری رہنے والی تمام عداوتیں مر چکی ہیں تو ان سب کو مر ہی جانا چاہیے تھا۔ تمھیں ایک دین دار اور عبادت گزار کی حیثیت سے باقی زندگی کو گزارنا چاہیے تھا۔ جب تمھارا نام فرہاد نہ ہوتا تمھارا عمل فرہاد جیسا نہ ہوتا تو شیخ الفارس مرحوم کا بیان درست ہو جاتا لیکن تم نئی زندگی حاصل کرنے کے بعد ایک بزرگ کے بیان کی نفی کر رہے ہو۔ ایک دن اپنی حرکتوں کے باعث فرہاد تسلیم کیے جاؤ گے۔ رسونتی بیوی کی حیثیت سے تمھیں اپنا پابند نہیں بنا سکتی۔ میں اپنی ساری محبتیں اور اپنی زندگی کے تمام قیمتی لمحات دے کر بھی تمھیں ہوس پرستی سے باز نہیں رکھ سکتی۔ اب ایک آخری راستہ جبر کا رہ گیا ہے۔ وہ عورت اگر تمھیں جبر سے اور معقول پابندیوں سے انسان بنا سکے تو یہ اُس کا بہت بڑا کارنامہ ہوگا۔"

"تم اس کی حمایت کر رہی ہو؟ مجھے مجبوری اور بے بسی کے گرداب میں چھوڑ رہی ہو؟"

وہ بولی "سونیا نے کبھی بُرے وقت میں تمھارا ساتھ نہیں چھوڑا۔ جب بھی اُس عورت کی کسی حرکت سے دشمنی کی بُو آئے تو مجھے آواز دینا۔ میں اسے تمھارے دماغ سے تو کیا دُنیا سے نکال دوں گی۔"

"مجھے تمھاری دوستی اور تعاون کی ضرورت نہیں ہے۔ میں فرہاد ہوں میں نے تنہا بڑے بڑے معرکے سر کیے ہیں۔ اگر تم مجھے ایک عورت کے شکنجے میں دیکھ کر مطمئن ہو تو تمھاری ایسی کی تیسی۔ آج سے ہمارے راستے الگ ہیں۔"

"ایسے جذباتی فیصلے کرو گے تو اپنے لیے مصیبتیں بڑھاتے جاؤ گے۔ مجھے سمجھنے کی کوشش کرو۔"

وہ کچھ اور بھی کہہ رہی تھی۔ میں اس کے دماغ سے چلا آیا۔ سونیا سے ناراض ہونے یا اُس سے تعلق ختم کرنے کا مطلب یہ تھا کہ فرانس کی زمین میرے لیے تنگ ہو جائے گی۔ پیرس میں قدم قدم پر پہرا ہوگا تاکہ میں جینا کو انڈر گراؤنڈ قید خانے سے نکال کر نہ لے جا سکوں۔ اب سونیا کی پہلی کوشش یہی ہوگی کہ میں پیرس سے باہر نہ جا سکوں۔ اس کی نظروں میں رہا کروں اور میں نے پہلا قدم یہ اُٹھانے کا فیصلہ کیا کہ اُس کی نظروں سے فوراً گم ہو جاؤں۔"

میں باتھ روم سے باہر آیا۔ الماری سے ایک لباس نکال کر جلدی سے پہنا۔ ایک بیگ میں عارضی میک اپ کا سامان اور کچھ ضروری چیزیں رکھیں۔ اُسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے سر گھما کر فون کی طرف دیکھا۔ پھر سونیا کے دماغ کی طرف چھلانگ لگائی۔ وہ ریسیور کان سے لگائے ہوئے تھی۔ مجھے محسوس کرتے ہی ریسیور رکھ کر بولی "فرہاد! میں تمھیں سمجھانے کے لیے فون کر رہی تھی کہ کوئی غلط قدم نہ اُٹھانا۔ کاٹیج نہ چھوڑنا۔ میں آرہی ہوں۔"

میں نے کہا "سونیا! میں تمھاری رگ رگ سے واقف ہوں۔ تم نے دس منٹ کے بعد فون کیا ہے۔ ان دس منٹوں میں تم یہاں کی پولیس، فوج اور سراغرسانوں کے ذریعے میرے آس پاس جال پھیلانے کے انتظامات کر چکی ہو۔ میں بھی وقت ضائع نہیں کروں گا۔ اس لیے جا رہا ہوں۔"

میں نے رابطہ ختم کیا۔ بیگ اُٹھا کر شانے سے لٹکایا۔ پھر تیزی سے زینے پر چڑھتا ہوا چھت پر پہنچ گیا۔ ایک درخت کی شاخیں دُور تک پھیلی ہوئی تھیں۔ میں چھت سے چھلانگ لگا کر ایک شاخ کو پکڑنے میں کامیاب ہوگیا۔ میں نے وہاں کی مختلف شاخوں پر سے گزرتے ہوئے دیکھا، میری نگرانی کرنے والے کچھ سفید پوش جاسوس دوڑتے ہوئے میرے کاٹیج کی باؤنڈری میں داخل ہو رہے تھے۔ یقیناً سونیا نے ٹرانسمٹر کے ذریعے انھیں بتایا ہوگا کہ میں کاٹیج سے جا رہا ہوں۔ اس لیے کاٹیج کے صرف چاروں طرف ہی نہیں بلکہ چھت پر بھی نظر رکھی جائے۔ شاید وہ لوگ چھت پر چڑھنے جا رہے تھے۔

میں اُس درخت کے ذریعے دوسرے کاٹیج کی باؤنڈری میں پہنچ گیا۔ وہاں سے اس کاٹیج کے پیچھے دوڑتا ہوا احاطے کی دیوار کو پھلانگ کر تیسرے کاٹیج کے احاطے میں آگیا پھر میں سمت بدل کر پچھلی قطار کے ایک ایسے کاٹیج میں آیا جہاں ایک بوڑھا رہتا تھا۔ میں نے وہاں پہنچتے ہی ٹیلی فون کے تار کو کاٹا پھر کال بیل کے بٹن پر انگلی رکھی۔ چند سیکنڈ کے بعد بوڑھے نے دروازہ کھولا۔ میں نے مسکرا کر پوچھا "کیا اندر آسکتا ہوں؟"

وہ ایک طرف ہٹ گیا۔ میں نے اندر آکر دروازے کو بند کرتے ہوئے کہا "کچھ غلط قسم کے لوگ میرا پیچھا کر رہے ہیں۔ میں تمھیں تھوڑی سی تکلیف دوں گا میرے ساتھ آؤ۔"

میں نے اس کا بازو پکڑا۔ وہ بولا "میں فوج کا ریٹائرڈ افسر ہوں۔ ابھی فون کر کے پولیس کو تمھاری مدد کے لیے بلاؤں گا۔"

میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اسے ایک کمرے میں لا کر کرسی پر بٹھایا پھر رسیوں سے باندھ دیا۔ اس کے خیالات پڑھ کر الماری کے ایک دراز سے کار کی چابی لی۔ اُس کمرے کو باہر سے بند کیا۔ پھر دوسرے کمرے میں آکر آئینے کے سامنے اپنے چہرے پر ہلکی سی تبدیلی کرنے لگا۔ چونکہ ریڈی میڈ میک اپ تھا اس لیے پندرہ منٹ میں فارغ ہوگیا۔ اسی وقت کال بیل کی آواز سنائی دی۔ میں نے فوراً ہی بوڑھے کے پاس پہنچ کر رسیوں کو کھولتے ہوئے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

پوچھا۔ ”اس وقت یہاں کون آتا ہے؟“

وہ غصّے سے بولا۔ ”تمھارا باپ آتا ہے۔“

میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اُسے دروازہ کھولنے کے لیے بھیج دیا۔ اس نے بیرونی دروازے کے پاس پہنچ کر اُسے کھولا۔ باہر دو افراد کھڑے ہوئے تھے ایک نے کہا۔ ”آپ کو زحمت دینے کی معذرت چاہتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ۔۔۔“

بوڑھے نے بات کاٹ کر کہا۔ ”میں ریٹائرڈ فوجی میجر ہوں اور فوجیوں کو بڑھاپے میں بھی زحمت نہیں ہوتی۔ مجھ سے رسمی باتیں نہ کرو۔ آنے کا مقصد بیان کرو۔“

دوسرے شخص نے کہا۔ ”کاٹیج نمبر سات میں مسٹر براؤن وولف رہتے ہیں۔ ہمیں اُن کی تلاش ہے۔“

بوڑھے نے پوچھا۔ ”کیا ایک میجر کے گھر کی تلاشی لینے آئے ہو؟“

وہ عاجزی سے بولا۔ ”ہم یہ جرأت نہیں کر سکتے۔ صرف یہ پوچھنے آئے ہیں کیا آپ نے مسٹر وولف کو دیکھا ہے؟“

”مجھے افسوس ہے وہ میرے قریب ہی ایک کاٹیج میں رہتا ہے اور میں نے آج تک اس کی صورت نہیں دیکھی۔“

”شکریہ جناب! ہم جاتے ہیں۔ آپ آرام فرمائیں۔“

وہ دونوں چلے گئے۔ بوڑھے میجر نے دروازے کو اندر سے بند کیا پھر میری طرف آنے لگا۔ میں تلاش کرنے والوں میں سے دو کی آوازیں سن چکا تھا۔ وہ سونیا کی طرف سے مقرّر کیے ہوئے جاسوس تھے۔ یوگا کے ماہر ہو سکتے تھے۔ سونیا مجھ جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والے کی نگرانی کے لیے حسّاس دماغ رکھنے والوں کو ہی مقرّر کر سکتی تھی۔ اس لیے میں ان میں سے کسی کے دماغ میں نہیں گیا۔ بوڑھے کو دوبارہ رسیّوں سے باندھ کر ایک کھڑکی کے پاس آیا۔ پردے کو ہٹا کر دُور تک نظریں دوڑائیں۔ کچھ راہ گیر دکھائی دیے۔ ایک آدھ گاڑی گزرتی ہوئی نظر آئی۔ میں مطمئن ہو کر باہر آ گیا۔ کار کا دروازہ کھول کر اسٹرنگ سیٹ سنبھالی پھر اُسے اسٹارٹ کر کے اس کاٹیج سے دور ہوتا چلا گیا۔

میں بالکل ہی مطمئن نہیں تھا۔ ان حالات میں اطمینان کر لینا یا کامیابی کا یقین کر لینا گویا خوش فہمی میں مبتلا ہونا ہے۔ بہت دُور جا کر میں ایک جاسوس کے دماغ میں پہنچا۔ وہ چونک کر بولا۔ ”مسٹر وولف! کیا آپ ہیں؟ اگر آپ ہیں تو پلیز مادام سے باتیں کریں۔“

میں دماغ سے نکل آیا۔ اتنی دیر میں پتا چل گیا کہ وہ چند جاسوس کمپیوٹر اسکرین کے سامنے بیٹھے میری کار کو ایک راستے سے گزرتے دیکھ رہے تھے۔ سونیا جیسی مکّار عورت سے پالا پڑا تھا۔ اس نے اپنے آدمیوں کو سمجھا دیا تھا کہ آس پاس کے کاٹیجوں میں وولف کو ڈھونڈنے جاؤں تو وہاں کی گاڑیوں میں ڈیٹیکٹو آلہ لگا دیا کرو۔ پھر جس کاٹیج سے جو بھی گاڑی نکلے گی اُس میں وولف ضرور ہوگا۔

اُنھوں نے سونیا کی ہدایات پر عمل کیا تھا بوڑھے میجر کی گاڑی میں ڈیٹیکٹو آلہ لگا دیا تھا اور اب میں پکڑا جانے والا تھا۔ میں نے فوراً وہ گاڑی روکی، اس سے باہر نکل کر ایک ٹیکسی روکی، پھر پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر ڈرائیور سے اس علاقے کی طرف جانے کو کہا، جہاں سونیا کی رہائش تھی۔ لوہا لوہے کو کاٹتا ہے۔ اس مکّار کے ساتھ مکّارانہ چالیں ہی چلی جا سکتی تھیں۔ وہ لاکھ ذہین سہی پر کبھی نہیں سوچ سکتی تھی کہ میں اس کی رہائش گاہ کی طرف آؤں گا۔

مجھے ایسی چال چلتے وقت زیادہ خوش فہمی نہیں تھی کیونکہ سونیا سے واسطہ تھا۔ اس سے جس کام کی توقع نہیں کی جاتی، وہ وہی کر دکھاتی ہے۔ میں نے اُس علاقے کے ایک ہوٹل کے سامنے ٹیکسی سے اُتر کر اس کا کرایہ ادا کیا۔ جب وہ ٹیکسی چلی گئی تو میں فٹ پاتھ پر پیدل چلنے لگا۔ میں وہاں جس ہوٹل میں قیام کرتا وہاں کے رجسٹر میں میرا فرضی نام ہوتا لیکن ہوٹل میں آنے کا وقت دیکھ کر جاسوس شبہ کر سکتے تھے۔ اپنا اطمینان کرنے کے لیے مجھے چیک کرنے آ سکتے تھے اور میں عارضی میک اپ میں کسی کا سامنا نہیں کرنا چاہتا تھا۔

میں فٹ پاتھ پر آرام سے چلتا رہا۔ بے شمار مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے فٹ پاتھ پر چل رہے تھے۔ میں اس بھیڑ میں پہچانا نہیں جا سکتا تھا۔ ایسے وقت مجھے بھوک لگ رہی تھی، میں نے پچھلی رات سے کچھ کھایا نہیں تھا۔ کھانا اس لیے بھی ضروری تھا کہ میں کہیں بیٹھ کر خیال خوانی کر سکتا تھا۔ جینا کی خیریت معلوم کر سکتا تھا۔ ویسے انڈر گراؤنڈ قید خانے میں رہنے والی کی کیا خیریت ہوگی۔ وہاں اچھے سے اچھا کھانے اور پہننے کو ملے گا تب بھی وہ میرے لیے تڑپ رہی ہوگی۔

میں نے چلتے چلتے اس کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ سلاخوں کے پیچھے ایک بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ میں نے کہا۔ ”جینا! پریشان نہ ہونا میں وولف ہوں تمھیں یہاں سے نکال لے جانے کی کوشش کر رہا ہوں۔“

وہ نڈھال سی تھی، بہت کمزوری محسوس کر رہی تھی۔ اس نے کہا۔ ”میری جان! میرے وولف! میں تمھارے لیے جی رہی ہوں، تمھارے لیے مر جاؤں گی لیکن تم میرے لیے خطرہ مول نہ لینا۔ یہ لوگ کہہ رہے تھے کہ تمھیں بھی پکڑ کر قید کرنے والے ہیں۔“

”میری فکر نہ کرو۔ میں تھوڑی دیر بعد تم سے رابطہ کروں گا۔“

میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ ایک اسنیک بار کے کاؤنٹر کے پاس آ کر اونچے سے اسٹول پر بیٹھ گیا۔ کچھ کھانے پینے کا آرڈر دے کر خیال خوانی کی پرواز کی پھر ڈاکٹر شیفرڈ کے پاس پہنچ گیا۔ چپ چاپ اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ ڈاکٹر شیفرڈ پلاسٹک سرجری کا ماہر تھا۔ میرا بہت ہی پرانا رازدار اور خدمت گار تھا۔ میں آدھی رات کو بھی اس کے پاس پہنچتا تو وہ نیند کو رخصت کر کے میرے چہرے پر تبدیلیاں لے آتا تھا لیکن اب وہ مجھے براؤن وولف کی حیثیت سے نہیں پہچانتا تھا اور فرہاد اس کی نظروں میں مر چکا تھا۔

اُس کے خیالات پڑھنے کے دوران پتا چلا کہ سونیا آندھی طوفان کی طرح میری ناکا بندی کر رہی ہے۔ اُس نے اس پہلو کو بھی نظر میں رکھا تھا کہ میں چہرہ بدلنے کے لیے ڈاکٹر شیفرڈ کے پاس آ سکتا ہوں۔ اُس نے شیفرڈ سے کہا تھا۔ ”ڈاکٹر! میں سونیا بول رہی ہوں۔ میری باتیں توجہ سے سنو اور اس پر عمل کرو۔ بابا صاحب کے ادارے کا ایک شخص براؤن وولف، مرحوم فرہاد کا ہم شکل ہے اور ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ اگر وہ تمھارے پاس پلاسٹک سرجری کے لیے آئے تو اُس سے کہنا پہلے سونیا سے فون پر باتیں کرے۔ وہ تمھارے دماغ پر قبضہ جما کر اپنا چہرہ تبدیل کرا سکتا ہے۔ اس لیے تمھارے سرجری روم میں پولیس والے موجود رہیں گے۔ مجھے امید ہے، تم قانون کے محافظوں سے تعاون کرو گے۔“

سونیا کی فون والی گفتگو کے مطابق پولیس والے آ گئے تھے اور اس کے سرجری روم میں بیٹھے ہوئے تھے وہ بڑی ذہانت سے میرے فرار ہونے کے تمام راستے مسدود کر رہی تھی اور یہ بھی سمجھ رہی ہوگی کہ مجھ سے پالا پڑ رہا ہے میں اس کے تمام داؤ پیچ کو توڑ جاتا ہوں۔ میں نے ڈاکٹر شیفرڈ کو مخاطب نہیں کیا خاموشی سے معلوم کرنے لگا کہ اس شہر میں پلاسٹک سرجری کے جو دوسرے ماہرین ہیں ان کے نام پتے اور فون نمبر کیا ہیں؟

مجھے ایک ایسے ڈاکٹر کا نام پتا اور فون نمبر معلوم ہوا جو شہر میں ایک اسپتال قائم کرنے کا منصوبہ بنا رہا تھا اور منصوبے کی تکمیل تک اپنی پبلسٹی کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے اب تک صرف ڈاکٹر شیفرڈ سے ملاقات کی تھی۔ میں نے اسنیک بار میں بھوک مٹانے کے بعد اُس ڈاکٹر کو فون کیا۔ رابطہ قائم ہونے پر ایک شخص کی آواز سنائی دی۔ وہ پوچھ رہا تھا۔ ”ہیلو! کون ہو؟ کس سے بات کرنا چاہتے ہو؟“

میں ریسیور رکھ کر اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ میرے مطلوبہ ڈاکٹر مرفی کا سیکریٹری تھا۔ غصّے سے ریسیور رکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ ”پتا نہیں کون اُلّو کا پٹھا تھا۔“

میں نے اُس اُلّو کے پٹھے کو ڈاکٹر مرفی کے متعلق سوچتے رہنے پر مجبور کیا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ ڈاکٹر مجرمانہ زندگی گزارتا ہے۔ اس کی رہائش گاہ کے تہ خانے میں پلاسٹک سرجری کا تمام سامان رہتا ہے۔ ایسے مجرم جو قانون کی نظروں سے خود کو چھپانا چاہتے ہوں یا جیل سے فرار ہو کر آئے ہوں وہ ڈاکٹر مرفی کو بھاری معاوضہ ادا کر کے اپنے چہرے تبدیل کراتے تھے۔ وہ ایسی مجرمانہ زندگی برسوں سے گزار رہا تھا۔ میں نے سیکریٹری کے ذریعے اُس کی آواز سنی۔ پھر اُس کے خیالات پڑھنے لگا۔

یہ جاننا ضروری تھا کہ اس کے تہ خانے میں کیسے آلات اور مشینیں ہیں۔ اس کا طریقۂ کار کیا ہے۔ اس کے قریب رہ کر سرجری کے کتنے مراحل سے گزرنا ہوگا۔ پتا چلا کہ وہ پندرہ برس سے سرجری کرتا آ رہا ہے۔ ڈاکٹر شیفرڈ کی طرح چہرے کے دو چار حصّوں میں معمولی سی تبدیلی کر کے صورت بدل دیتا ہے۔ بڑی مہارت سے دو چار گھنٹوں میں سرجری کا کام نمٹا دیتا تھا۔

میں تمام ضروری معلومات حاصل کرنے کے بعد اس کی رہائش گاہ میں پہنچ گیا۔ وہ اپنے سیکریٹری کے ساتھ وہاں رہتا تھا۔ گیٹ پر اور کوٹھی کے دروازے پر چار غنڈے موجود رہا کرتے تھے۔ میں کوٹھی کے پچھلے حصّے سے اندر آیا۔ سیکریٹری ڈرائنگ روم میں تھا۔ میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر صوفے پر لٹا دیا پھر دو منٹ کے اندر ہی اُسے نیند کی آغوش میں پہنچا دیا۔

ڈاکٹر مرفی لنچ کے بعد بیڈ روم میں آرام کر رہا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی پریشان ہو کر بولا۔ ”کون ہو تم؟ میرے گھر میں اور میرے کمرے میں بغیر اجازت کیوں آئے ہو؟“

میں نے جواب دیا۔ ”تمھارے گھر میں کوئی شریف آدمی نہیں آتا۔ ایسے ہی لوگ آتے ہیں جو اجازت حاصل کرنے کے محتاج نہیں ہوتے۔“

”کیا تم کوئی واردات کر کے آ رہے ہو؟“

”ہاں، اگر تم نے فوراً سرجری نہیں کی تو اسی کمرے میں دوسری واردات کروں گا۔ کم آن، سرجری روم میں چلو۔“

وہ بولا۔ ”اس کوٹھی میں کوئی سرجری روم نہیں ہے۔ پھر بھی میں تمھارا چہرہ تبدیل کروں گا۔ معاوضہ کیا دو گے؟“

”جو مانگو گے، وہ ملے گا۔“

”تم خالی ہاتھ نظر آ رہے ہو۔ میں اُدھار کا دھندا نہیں کرتا۔ پہلے رقم ادا کرو۔“

”کتنی رقم چاہیے؟“

”پچاس ہزار ڈالر۔ ابھی اور اسی وقت۔“

میں نے اس کا گریبان پکڑ کر ایک صوفے پر بٹھایا۔ اس صوفے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کے ساتھ اس کے ہاتھ پاؤں باندھے، اس کے منہ کو بھی کپڑا ٹھونس کر بند کیا۔ وہ سہما ہوا کہہ رہا تھا "یہ کیا کر رہے ہو۔ رقم نہیں ہے نہ سہی میں مفت میں تمہارا کام کر دوں گا۔"

"ڈاکٹر! میں تمہارا احسان نہیں لوں گا ابھی پندرہ منٹ میں تمہیں پچاس ہزار ڈالر دے کر اپنا کام کراؤں گا۔"

میں نے ٹیلی فون کے ریسیور کو کریڈل سے الگ کر دیا۔ ڈرائنگ روم میں آکر وہاں کے ٹیلی فون کا بھی ریسیور ہٹا دیا۔ ڈاکٹر مرفی کی سوچ میری راہنمائی کر رہی تھی۔ اس کے مطابق میں چور دروازے سے تہ خانے میں آیا۔ وہاں سرجری کے جدید آلات اور مشینیں تھیں۔ اُن کے علاوہ کچھ خفیہ انتظامات تھے۔ جو مجرم ڈاکٹر مرفی کو موت کی دھمکی دے کر جبراً اپنا کام کرانے آتے تھے وہ خود وہاں آکر پھنس جاتے تھے یا مارے جاتے تھے۔ انھیں مارنے کے لیے خفیہ شارٹ گنیں دیواروں پر آویزاں تصویروں کے پیچھے تھیں۔ جو شخص سرجری کے لیے ایزی چیئر پر آکر بیٹھتا تھا، خود کار ہتھکڑیوں اور بیڑیوں میں جکڑ جاتا تھا۔ میں نے وہاں کے تمام خود کار سسٹم ناکارہ کر دیے۔

ڈاکٹر کی سوچ نے بتایا کہ اس کمرے میں بھی چور دروازہ ہے۔ میں اس دروازے سے گزر کر تہ خانے کے دوسرے کمرے میں پہنچا۔ وہاں جدید ہتھیاروں کے علاوہ ایک بڑی سی آہنی تجوری تھی۔ ڈاکٹر کی سوچ نے تجوری کھولنے کا طریقہ بتایا۔ میں نے اُسے کھول کر دیکھا قیمتی ہیرے جواہرات کے علاوہ بڑے نوٹوں کی گڈیاں ترتیب سے رکھی ہوئی تھیں۔ میں نے پچاس ہزار ڈالر نکال کر تجوری بند کر دی۔ تہ خانے سے اوپر رہائش گاہ میں آیا۔ پھر ڈاکٹر کے کمرے میں پہنچ کر اس کے سامنے گڈیاں پھینکتے ہوئے کہا۔ "میں تمہیں کھول رہا ہوں۔ رقم گن لو۔ پورے پچاس ہزار ڈالر ہیں۔"

میں نے اس کے ہاتھ پاؤں کی رسیاں کھول دیں۔ منہ پر سے کپڑا ہٹا دیا۔ وہ حیرانی سے بولا۔ "تم اتنی جلدی اتنی بڑی رقم کہاں سے لے آئے؟"

"تم اپنا معاوضہ لو اور فضول سوالات میں وقت ضائع نہ کرو۔"

اس نے رقم گننے کے بعد کہا۔ "بے شک تم نے کام سے پہلے معاوضہ ادا کیا ہے۔ اب میں اپنا کام دکھاؤں گا۔ میرے ساتھ آؤ۔"

میں اس کے ساتھ چلتا ہوا ایک کمرے میں آیا۔ وہاں جو چور دروازہ تھا اُسے میں استعمال کر چکا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ مجھے تہ خانے میں لے جا کر ہتھکڑیوں اور بیڑیوں میں جکڑے گا پھر مجھ سے اگلوائے گا کہ میں کون ہوں اور کیسے جرائم کرتا رہتا ہوں۔ وہ میری یہ باتیں وڈیو فلم اور آڈیو ٹیپ میں ریکارڈ کرے گا تاکہ چہرہ بدلنے کے بعد بھی مجھے بلیک میل کر سکے۔ وہ ملنے والے مجرموں کا چہرہ بدلنے کے دوران ان کی ایسی ہی وڈیو فلمیں تیار کیا کرتا تھا۔ اس نے مجھے تہ خانے میں لا کر کہا۔ "اس ایزی چیئر پر بیٹھ جاؤ۔"

میں بڑی فرماں برداری سے بیٹھ گیا۔ اُس نے ایزی چیئر کے ایک خفیہ بٹن کو دبایا۔ جس کے نتیجے میں خود کار ہتھکڑیاں اور بیڑیاں مجھے جکڑنے والی تھیں لیکن ایسی کوئی بات نہ ہوئی۔ ڈاکٹر پریشان ہو کر بار بار بٹن دبانے لگا۔ میں نے پوچھا۔ "کیا بات ہے مجھے بلیک میل کرنے کا سامان نہیں ہو رہا ہے؟"

وہ دوڑتا ہوا سوئچ بورڈ کے پاس گیا۔ پھر یکے بعد دیگرے مختلف بٹن دبانے لگا۔ ہر بٹن کو دباتے ہی دیوار کی تصویریں اوپر اُٹھ جاتی تھیں ان کے پیچھے سے شاٹ گنیں نکل آتی تھیں لیکن ٹھائیں ٹھائیں کی فائرنگ کی آواز نہیں نکل رہی تھی۔ کھٹ کھٹ کی آواز ہو کر خاموشی چھا گئی تھی۔ میں نے کہا۔ "ڈاکٹر! میں نے تمام گنوں کے میگزین خالی کر دیے ہیں۔ کوئی اور حربہ آزماؤ۔"

وہاں اور کوئی حربہ نہیں تھا۔ دوسرے کمرے میں ہتھیار اور کارتوس وغیرہ تھے لیکن وہ میرے سامنے چور دروازہ کھولنا نہیں چاہتا تھا۔ مجھے وہ راستہ بتا کر اپنی تجوری تک پہنچانا نہیں چاہتا تھا۔ میں نے کہا۔ "ڈاکٹر! ابھی تک میں نے جوابی حملہ نہیں کیا ہے۔ کوئی حسرت رہ گئی ہو تو اسے بھی جلدی پوری کر لو اور سرجری شروع کرو۔ میرے پاس وقت نہیں ہے۔"

وہ بولا۔ "تم کون ہو؟ تم نے یہ تمام حربے کیسے بیکار کر دیے؟"

"میں جواب دینے کا پابند نہیں ہوں۔"

"جب تک جواب نہیں دو گے، میں تمہارا کام نہیں کروں گا۔"

"تو پھر میرے حملے کو برداشت کرو۔"

میں نے اس کے دماغ کو جھٹکا سا دیا۔ وہ چیخ مار کر لڑکھڑاتا ہوا ایک مشین سے ٹکرایا۔ پھر فرش پر گر پڑا۔ وہ تھوڑی دیر تک اسی طرح پڑا رہا۔ سر کے اندر ہونے والی تکلیف کو برداشت کرتا رہا۔ میں نے کہا۔ "یہ ایک معمولی سا حملہ تھا۔ دوسرے حملے میں تم سر کے بال نوچنے اور کپڑے پھاڑنے لگو گے۔"

میں نے اُسے اُچھل کر کھڑا ہونے پر مجبور کیا۔ وہ حیرانی سے بولا۔ "کیا تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو؟"

"ہاں، یہ ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ اس لیے کیا ہے کہ تم سرجری کے دوران مجھے کوئی نقصان نہ پہنچا سکو اور یہ یاد رکھو کہ میں تمہارے دماغ کے اندر موجود رہوں گا اور تمہارے مخالفانہ خیالات

پڑھتا رہوں گا۔"

وہ ایک دم سے نرم پڑ گیا۔ "مجھے پہلے ہی بتایا ہوتا کہ دماغ میں گھس آنے ہو۔ اب سمجھا کہ تم نے میرے تمام حربے..."

میں نے بات کاٹ کر کہا۔ "وقت ضائع نہ کرو۔ کام شروع کر دو۔"

وہ شروع ہو گیا۔ مجھے سرجری کے مراحل سے گزارنے لگا۔ میں پوری طرح محتاط تھا۔ اس کے دماغ میں کوئی بھی منفی خیال پیدا ہوتا تو میں ٹوک دیتا تھا۔ اس طرح اُسے یقین ہو جاتا تھا کہ میں اُس کی کوئی چال کامیاب نہیں ہونے دوں گا۔ ان حالات میں دوستانہ رویہ قائم رکھنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ وہ مسلسل دو گھنٹے تک بڑی شرافت اور لگن سے کام کرتا رہا اور میں تین اطراف میں رکھے ہوئے آئینوں میں خود کو تبدیل ہوتے دیکھتا رہا۔

وہ میری مرضی کے مطابق ایک خوبرو شخص کا چہرہ بنا رہا تھا۔ اس نے تین گھنٹے کے اندر سرجری کا کام مکمل کر لیا۔ میں نے آئینوں کے درمیان خود کو ہر زاویے سے دیکھا۔ پھر کہا۔ "تم نے بڑی مہارت کا ثبوت دیا ہے۔ لگے ہاتھوں میری دس انگلیوں کے نشانات بھی بدل دو۔"

اس نے کہا۔ "بعض ڈاکٹروں کے پاس انگلیوں کے مصنوعی نشانات کی جھلیاں ہوتی ہیں۔ وہ میرے پاس نہیں ہیں۔"

"تمہارے پاس وہ جھلیاں ہیں۔ تمہاری تجوری میں رکھی ہوئی ہیں۔ تم میرے سامنے چور دروازہ کھولنا نہیں چاہتے۔ کوئی بات نہیں میں تمہارے ہاتھوں سے اسے کھول دیتا ہوں۔"

میں نے اسے چور دروازے کی طرف گھما دیا۔ وہ چلتا ہوا وہاں گیا۔ ایک خفیہ تکنیک کے ذریعے اسے کھولا۔ اس دروازے سے گزر کر دوسرے کمرے میں گیا۔ اپنی تجوری کھولی اس کے اندر سے انگلیوں کے نشانات کا ایک پیکٹ اُٹھایا۔ پھر تجوری بند کر کے میرے پاس آگیا۔ اس کے بعد نہایت فرماں برداری سے میری انگلیوں پر وہ جھلیاں چڑھانے لگا۔

یہ کام بھی ایک گھنٹے میں مکمل ہو گیا۔ میں نے کہا۔ "میں نہیں چاہتا کہ اس نئے چہرے کے باوجود کوئی پہچانے اور تم پہچانتے ہو۔ پولیس والے تمہارے ذریعے مجھ تک پہنچ سکتے ہیں۔"

اس نے کہا۔ "آج تک قانون کے محافظوں کو اس انڈر گراؤنڈ سرجری روم کا پتا نہیں چلا۔ وہ میرا محاسبہ کرنے نہیں آئیں گے۔ اور میں انھیں تمہارے متعلق کچھ بتانے کی حماقت کروں گا تو یہ بھی بتانا ہوگا کہ سرجری کہاں کی گئی اس طرح اس تہ خانے کا راز کھل جائے گا۔"

وہ مجھے رازداری کا یقین دلاتا ہوا تہ خانے سے باہر آیا۔ یہ یقینی بات تھی کہ وہ میرے متعلق کسی سے کچھ نہیں کہے گا لیکن سونیا کسی وقت بھی اس کی گردن دبوچنے آسکتی تھی۔ میں نے اسے بستر پر لیٹنے کو کہا۔ وہ میرے کسی حکم سے انکار نہیں کر سکتا تھا۔ وہ لیٹ گیا۔ میں نے اطمینان سے اس پر تنویمی عمل کیا۔ اُسے اپنا معمول بنا کر حکم دیا کہ وہ تنویمی نیند پوری کرنے کے بعد یہ بھول جائے گا کہ آج کوئی اس کے پاس سرجری کے ذریعے چہرہ تبدیل کرانے آیا تھا۔ یہ بات اس کے دماغ میں نقش کرنے کے بعد میں نے اُسے تنویمی نیند پوری کرنے کے لیے چھوڑ دیا۔ ڈرائنگ روم میں سیکریٹری کو چھ گھنٹے کے لیے سُلایا تھا۔ وہ چھ گھنٹے پورے ہونے والے تھے۔ اس سے پہلے ہی میں وہاں سے نکل آنا چاہتا تھا لیکن میں باہر جاتے جاتے رُک گیا۔

مجھے اپنے دماغ میں اس کی مستی بھری 'ہائے' سنائی دی۔ پھر وہ بولی۔ "میرے جسم و جان کے مالک! مجھے کیوں بھول جاتے ہو؟"

میں نے پریشان ہو کر کہا۔ "کیا ایسی باتیں کرنے کے لیے یہی جگہ رہ گئی ہے؟ یہ سیکریٹری بیدار ہونے والا ہے۔"

"میں تھوڑی دیر پہلے اس کے دماغ میں جا کر نیند کا وقت بڑھا چکی ہوں۔ اس کی فکر نہ کرو۔"

میں نے پوچھا۔ "مجھے یہاں روکنے کا کوئی مقصد ہے؟"

"ہاں، میں تمہیں اپنی ایک کمزوری بتانا چاہتی ہوں۔"

"جلدی بتاؤ۔"

"میں ہیرے جواہرات کی دیوانی ہوں۔ میرے پاس دُنیا کے انمول ہیرے موتی ہیں، ایسے نایاب جواہرات ہیں جنھیں دیکھنے والے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتے ہی رہ جاتے ہیں۔"

"اپنی یہ کمزوری بتانے کا مقصد کیا ہے؟"

"تم بھول رہے ہو، ڈاکٹر مرفی کی تجوری میں دو نایاب ہیرے ہیں۔ کیا تم مجھے محبت کا تحفہ نہیں دو گے؟"

"مجھے تم سے محبت نہیں نفرت ہے۔"

"کیا میرے ساتھ چھ گھنٹے نفرت سے گزارے تھے؟ کیا دُشمنی سے مجھے گلے لگاتے رہے تھے؟ میں نے اُن چھ گھنٹوں میں تمہارے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا تھا تاکہ تم مجبور ہو کر مجھے پسند نہ کرو۔ تم نے پوری حاضر دماغی سے میرے حسن و جمال کو دیکھا، پسند کیا، مجھے گلے لگایا۔ پھر انکار کیوں ہے؟"

"اس لیے کہ تم مجھے محکوم بنا رہی ہو۔"

"اگر ایسا نہ کروں تو ایک دن مجھ سے دل بھر جائے گا۔ مجھے ٹھکرا کر کسی اور پری جمال کے پاس چلے جاؤ گے۔"

"میں قسم کھاتا ہوں کہ اپنی آخری سانس تک تمہیں اپنا بنا کر

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

رکھوں گا۔"

"جیسے آج تک سونیا، رسونتی، اعلیٰ بی بی اور پومی وغیرہ کو اپنا بناتے آرہے ہو۔ آیندہ جینا کو بھی آخری سانس تک اپنا بنائے رکھو گے۔ مجھے بھی اس طویل فہرست میں شامل کردگے اور دعوے کردگے کہ زبان کے دھنی ہو، جسے چاہتے ہو اسے ہوس کی تجوری میں بند کرلیتے ہو۔"

"تم کیوں میرے پیچھے پڑگئی ہو؟"

"شاید میں پیچھا چھوڑ دیتی لیکن تم مجھے سراپا قبول کرچکے ہو۔ مجھ میں شرافت، شرم وحیا ہے۔ اب میں تمہارے سوا کسی اور مرد کا تصور بھی نہیں کرسکتی اس لیے تمھیں چھوڑ نہیں سکتی۔"

میں نے دوبارہ تہ خانے میں جاتے ہوئے کہا۔ "تقدیر نے تمھارا ساتھ دیا اور تم نے میرے دماغ پر قبضہ جمالیا مگر یہ چند دنوں کی بات ہے۔ اس کے بعد بہت پچھتاؤ گی۔ بہت پچھتاؤ گی۔"

"اصل بات غالب آنے کی ہے۔ مرد ہمیشہ اپنی عورتوں پر غالب آتا ہے اس لیے اپنی من مانی کرتا ہے۔ آج میں غالب آئی ہوں اس لیے اپنے جائز حقوق کے لیے من مانی کررہی ہوں۔ جب پچھتانے کا وقت آئے گا تو پچھتالوں گی۔ تم ابھی تو نہ پچھتاؤ۔ میں تم سے دشمنی نہیں کررہی ہوں۔ اگر کرنا چاہتی تو تمھیں یہ چہرہ تبدیل کرنے کا موقع نہ دیتی۔ سونیا کو کسی وقت بھی تمہارے پاس پہنچا سکتی ہوں۔ تم جینا کو جس انداز سے رہائی دلانے کا منصوبہ بناچکے ہو، اُس سے میں واقف ہوں۔ تمھیں اس منصوبے پر عمل کرنے سے روک سکتی ہوں۔ انصاف سے کہو میں نے کب اور کہاں تمہارے راستے میں رکاوٹ پیدا کی ہے؟"

واقعی اس نے مجھے آزاد چھوڑا ہوا تھا۔ میرے کسی معاملے میں مداخلت نہیں کرتی تھی۔ جینا کو اس لیے دُور کردیا تھا کہ اپنے سوا کسی کو میرے قریب دیکھنا گوارا نہیں کرتی تھی۔ اس طرح وہ اپنے حقوق کا تحفظ کررہی تھی۔ اس نقطۂ نظر سے وہ حق بجانب تھی۔

میں نے تجوری کھول کر پوچھا۔ "کون سا ہیرا چاہتی ہو؟"

اس نے دو نایاب ہیروں کی نشاندہی کی۔ میں نے انھیں اُٹھاکر جیب میں رکھ لیا۔ دولت جتنی ملے، کم لگتی ہے۔ میں وہ تمام دولت سمیٹ کرلے جاسکتا تھا لیکن کہاں لے جاکر رکھتا۔ ساری دُنیا کی تجوریاں میری تجوریاں تھیں، میں جب چاہتا جہاں سے چاہتا مال نکال کر اپنے استعمال میں لاسکتا تھا۔

وہ بولی۔ "تم درست سوچ رہے ہو۔ میں بھی سونا چاندی اور نقد رقم نہیں رکھتی۔ اگر رکھنا چاہوں تو دُنیا کی تمام تجوریاں کم پڑیں گی مگر کیا کروں عورت ہوں نا، اپنے بدن پر ہیرے جواہرات سجانے کا شوق ہے اس لیے صرف انمول اور نایاب ہیرے موتی جمع کرتی ہوں۔"

میں ڈاکٹر مرفی کی رہائش گاہ سے نکل آیا تھا۔ اب اپنی رہائش کا انتظام کرنا تھا۔ سونیا نے مجھے ڈھونڈ نکالنے کے لیے کوئی کسر نہیں چھوڑی ہوگی۔ تمام ہوٹلوں اور ہاسٹلوں میں اور پےانگ گیسٹ رکھنے والے مکانوں میں سختی سے چیکنگ ہورہی ہوگی کہ آج دن کے بارہ بجے کے بعد سے کتنے مسافر یا نو وارد کتنے ہوٹلوں اور ہاسٹلوں وغیرہ میں رہنے آئے ہیں اور جب تک میرا سراغ نہیں ملے گا اس وقت تک یہ چیکنگ جاری رہے گی۔

وہ بولی۔ "یہ تمہاری سونیا آسیب ہے۔ ہزاروں میل دُور رہ کر بھی حواس پر چھائی رہتی ہے۔ کیا وہ پیرس میں ہے؟"

"کہیں بھی ہو اُس کے لیے فاصلے کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ دُور مار راکٹ اور میزائل ایک طویل فاصلے تک جاتے ہیں۔ ان کا فاصلہ محدود ہوتا ہے۔ سونیا تو زمین کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک مار کرتی ہے۔"

"یہ رات کہاں گزارو گے؟"

میں نے کہا۔ "سونیا سیر ہے میں سواسیر ہوں۔ اُس کے سوچنے اور فیصلہ کرنے کے انداز کو خوب سمجھتا ہوں۔ وہ جانتی ہے کہ تم میرے دماغ میں رہتی ہو اور مجھے کسی عورت کے ساتھ رات گزارنے کا موقع نہیں دیتی ہو۔ اس لیے تنہا رہنے والی عورتوں کو پولیس والے چیک نہیں کریں گے۔"

"یعنی اس بہانے تم کسی حسینہ کے ساتھ رات گزارنا چاہتے ہو؟"

"میری نیت وہ نہیں ہے، جو تم سمجھ رہی ہو۔ حالات کو سمجھو، سونیا کو اسی طرح دھوکا دیا جاسکتا ہے۔"

"موجودہ حالات میں تمہاری یہ بات مناسب ہے لیکن جلدی کہیں ٹھکانا بناؤ۔ میں نے کل سے اب تک صرف دو گھنٹے کی نیند پوری کی ہے۔ میں چوبیس گھنٹوں میں سات گھنٹے سونے کی عادی ہوں۔"

"تو پھر تمھیں سونا چاہیے۔ میں کہیں بھاگا نہیں جارہا ہوں۔ جاگنے کے بعد پھر میرے پاس چلی آنا۔"

"بڑی مشکل ہے۔ تمہاری فکر میں سونے کو جی نہیں چاہے گا۔ یہی اندیشہ رہے گا کہ تم گرفتار ہوجاؤ گے۔"

"مجھے گرفتار کرنا اتنا آسان نہیں ہے، جتنا تم سمجھ رہی ہو۔ میں ابھی کسی ریستوران میں رات کا کھانا کھاؤں گا پھر اپنا ٹھکانا بناؤں گا۔"

"اچھی بات ہے۔ میں بھی کھانا کھانے جارہی ہوں۔ کھانے کے بعد تمہاری خیریت معلوم کرنے آؤں گی پھر سونے کے لیے جاؤں گی۔"

وہ شاید چلی گئی۔ میں نے آواز دی تو جواب نہیں ملا۔ ہوسکتا ہے وہ خاموش رہ کر اپنی غیر موجودگی کا یقین دلا رہی ہو۔ میں ایسی باتوں کے خلاف کر بھی کیا سکتا تھا۔ اُسے اپنے دماغ کا بوجھ سمجھ رہا تھا مگر یہ بوجھ اُتار نہیں سکتا تھا۔ اُسے نظرانداز کرکے ہی اپنے موجودہ حالات پر توجہ دے سکتا تھا۔

میں ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر مختلف نائٹ کلبوں کے سامنے سے گزرتا رہا پھر ایک نائٹ کلب کا انتخاب کرکے ٹیکسی والے کو رخصت کردیا۔ ایسے کلبوں میں اونچے معیار کی عورتیں ملتی تھیں۔ رات گزارنے والے ان کے پاس اپنے ذاتی فلیٹس یا کاٹیج ہوتے تھے۔ وہ اسامی کو اپنے ہاں لے جاتی تھیں اور صبح تک پانچ سے دس ہزار ڈالر تک نچوڑ لیتی تھیں۔

میں کلب کے بڑے ہال میں داخل ہوا۔ ایک جانب شراب کاؤنٹر تھا۔ دوسری طرف ایک اسٹیج پر نیم عریاں رقص ہورہا تھا۔ میزوں کے اطراف کروڑ پتی اور ارب پتی رئیس اپنی پسند کی حسیناؤں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ چند حسین عورتیں کاؤنٹر کے پاس کھڑی ہوئی تھیں۔ وہ کسی موٹے مرغے کے انتظار میں تھیں۔ انھوں نے مجھے دیکھا لیکن استقبال کے لیے کوئی نہ آئی۔ ان میں سے کوئی مجھے گھاس ڈالنا نہیں چاہتی تھی۔ بلکہ مجھے گھاس کھانے والے جانوروں سے بھی گیا گزرا سمجھ رہی تھیں۔ اس کی وجہ سمجھ میں آگئی۔ میں ایک معمولی لباس میں تھا۔ چہرہ بدلنے کے بعد لباس نہیں بدلا تھا۔ اس لیے اونچی شخصیت اور حیثیت کا آدمی نظر نہیں آرہا تھا جبکہ ایسے کلبوں میں حیثیت کو ہی دیکھا جاتا ہے۔ آدمی کی کوئی قدر نہیں ہوتی۔

میں ایک میز کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ ایک لڑکی نے آکر مینو پیش کیا۔ میں نے مینو پڑھ کر کھانے کا آرڈر نوٹ کرایا۔ جب وہ آرڈر کی تعمیل کے لیے جانے لگی تو میں نے کہا۔ "سنو! یہاں تمہاری ڈیوٹی کب تک ہے؟"

وہ بولی۔ "ڈیوٹی کی کوئی بات نہیں ہے۔ میں چھٹی لے سکتی ہوں لیکن نہیں لوں گی۔"

"کیوں نہیں لوگی۔ کیا میں کچھ نامعقول سا لگ رہا ہوں؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "یہ تو آئینہ ہی کہہ سکتا ہے۔ میں نہیں کہہ سکتی۔"

وہ چلی گئی۔ میں میز پر تنہا عجیب سا لگ رہا تھا جبکہ چاروں طرف جوڑے جوڑے بیٹھے ہوئے تھے۔ کسی حسینہ کو اپنے پاس لاکر بٹھانا کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ کوئی بھی خیال خوانی کے پل صراط پر چلتی ہوئی میرے پاس آسکتی تھی لیکن مجھے کوئی پسند نہیں آرہی تھی۔ اگرچہ منہ کالا کرنے کا ارادہ نہیں تھا لیکن جس کے گھر میں رات گزارنی تھی، وہ دیکھنے سننے میں اچھی ہونی چاہیے تھی۔

کھانا آگیا۔ میں کھانے لگا۔ اسٹیج پر جذبات کو بھڑکانے والا رقص ہورہا تھا۔ مجھے اپنے جذبات کو بھڑکانے کی ضرورت نہیں تھی۔ میں نے کھاتے کھاتے جینا کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ اُس کے سامنے طرح طرح کے کھانے رکھے ہوئے تھے۔ اس کے سامنے کھڑا ہوا افسر پوچھ رہا تھا۔ "کب تک کھانے سے انکار کروگی؟ کب تک بھوکی رہوگی؟"

وہ غرّا کر بولی۔ "میں بھوکی ہوں انتقام کی۔ میں پیاسی ہوں تم لوگوں کے خون کی۔ اگر میں حرکت میں آجاؤں تو تم یہاں سے پیروں پر چل کر نہیں جاسکو گے۔ لیکن مجھے اپنے محبوب کا انتظار ہے۔ مجھے یقین ہے، وہ مجھے یہاں سے مکھن کے بال کی طرح نکال کرلے جائے گا۔"

میں نے کہا۔ "جینا! میں آگیا ہوں۔ یقیناً صبح سے پہلے تمھیں رہائی دلاؤں گا۔ لیکن تمھیں کھانے سے انکار نہیں کرنا چاہیے۔"

"میں تمہارے بغیر نہیں کھاؤں گی۔"

"بچوں جیسی ضد نہ کرو۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ صبح کا ناشتا تمہارے ساتھ کروں گا۔"

"سچ؟" وہ خوش ہوکر بولی۔ پھر فوراً ہی کھانا شروع کردیا۔ افسر نے حیرانی سے پوچھا۔ "ابھی تم انکار کررہی تھیں۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولی۔ "میرا وہ آگیا ہے۔ میرے اندر بیٹھ کر مجھے کھلا رہا ہے۔ میں کھا رہی ہوں تم دیکھ دیکھ کر جلتے رہو۔"

میں اس کی باتوں پر مسکرانے لگا۔ مجھے ایک رس بھری آواز سنائی دی۔ "کس لطیفے پر مسکرا رہے ہو؟"

میں چونک گیا۔ خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ میں نے سر اُٹھاکر دیکھا۔ ایک حسینہ میز کے پاس کھڑی ہوئی پوچھ رہی تھی "کیا یہاں بیٹھ سکتی ہوں؟"

"بیٹھ جاؤ۔"

وہ بیٹھتے ہوئے بولی۔ "میں بھی تنہائی میں گزری ہوئی مزے دار باتیں یاد کرکے مسکراتی ہوں۔ مگر تم تو پبلک پلیس میں مسکرا رہے ہو۔ کیا تنہائی پسند ہو یا کوئی حسینہ لفٹ نہیں دے رہی ہے؟"

"کیا تم رحم کھا کر آئی ہو؟"

"نہیں، میرا دل کچھ عجیب سا ہے۔ جسے دُنیا نہیں پوچھتی میں اُسے گلے لگانے میں عجیب طرح کی خوشی محسوس کرتی ہوں۔"

میں نے گزرے ہوئے وقت کا حساب کیا۔ وہ میرے دماغ سے گئی تھی اس کے ایک گھنٹے بعد یہ آئی تھی۔ ایک بازاری عورت بن کر آنے میں اُسے ایک گھنٹا لگا تھا۔ میں نے ناگواری سے کہا۔ "تم مجھے بار بار بیوقوف نہیں بنا سکو گی۔ آخر اس قسم کے ڈرامے کیوں کررہی ہو؟"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

وہ شدید حیرانی سے مجھے دیکھتے ہوئے بولی "تم کیا کہہ رہے ہو؟ میں نہیں سمجھی۔"

"ابھی سمجھا دوں گا۔ اپنے لیے کچھ کھانے پینے کا آرڈر دو۔"

"میں کھا چکی ہوں اور کھانے کے بعد پیتی نہیں ہوں۔"

میں اُس کے دماغ میں پہنچ کر اُس کے خیالات پڑھنے لگا۔ میں اسے جو سمجھ رہا تھا، وہ نہیں تھی۔ اس کا تعلق کلب سے تھا اور وہ مجھے گاہک سمجھ کر آئی تھی۔ اُسی وقت میرے دماغ میں اس کی آواز ابھری "تم ابھی تک کھا رہے ہو؟ میں کھانے سے فارغ ہو گئی ہوں۔ مجھے نیند آ رہی ہے۔"

"تو پھر سو جاؤ۔"

"یہ تمہارے سامنے کون بیٹھی ہے؟"

"اسی کلب سے تعلق ہے۔ میں اس کے ساتھ جانے کے متعلق سوچ رہا ہوں۔"

"سوچ سمجھ کر جاؤ۔ میں اپنے دماغ کو ہدایت دوں گی کہ چار گھنٹے بعد میری آنکھ کھل جائے۔ پھر میں تمہارے پاس آؤں گی۔"

"چار گھنٹے کیوں؟ تمہیں صبح تک آرام سے سونا چاہیے۔ میری فکر نہ کرو۔"

"تمہارے کہنے سے فکر دور نہیں ہو گی۔ میں چار گھنٹے بعد آؤں گی پھر مطمئن ہو کر دوبارہ دماغ کو ہدایت دے کر سو جاؤں گی۔ اچھا شب بخیر۔"

میرے دماغ میں آنے والی اُس وقت آئی تھی جب میں سامنے والی حسینہ کے دماغ کو پڑھ رہا تھا۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ میرے پاس بیٹھی ہوئی حسینہ فراڈ نہیں تھی۔ وہ اُٹھ کر جانے لگی۔ میں نے ہاتھ پکڑ کر کہا "سوری! میں کچھ اُلٹی سیدھی بات کہہ گیا ہوں۔ دراصل ایک عورت مجھ سے فراڈ کر رہی ہے۔ میں سمجھا تم وہی ہو۔"

"پھر کیسے سمجھ لیا کہ میں وہ نہیں ہوں۔"

میں نے بات بناتے ہوئے کہا "تمہارے اس ہاتھ کو دیکھ کر یقین ہو گیا اُس بھیس بدلنے والی فراڈ عورت کے ہاتھ میں چھ انگلیاں ہیں۔"

وہ بیٹھ گئی۔ پھر میز پر جھک کر بولی "مجھے تمہاری کہانی سے دلچسپی نہیں ہے۔ میرے کاٹیج میں رات گزارنے والا ہر اجنبی اپنی روداد سناتا ہے اور میں اُس وقت سنتی ہوں جب رقم طے ہو جاتی ہے۔ دو ہزار کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟"

"تم دو ہزار سے زیادہ حسین ہو۔"

وہ خوش ہو کر بولی "تم حسن کے قدرداں ہو۔ میں ادائیگی کا معاملہ تم پر چھوڑتی ہوں۔ بائی دی وے، میں تمہیں اتنی اچھی کیوں لگ رہی ہوں؟"

"تمہاری صحت قابلِ رشک ہے۔ جسم خوبصورت ہے۔ کیا ورزش کرتی ہو؟"

"فزیکل فٹنس کے لیے ہلکی سی ورزش کرتی ہوں۔ ... سے نکلنے کے بعد اور رات کو گھر جانے سے پہلے چار کلومیٹر دوڑ لگاتی ہوں۔ میرے اس معمول میں کبھی فرق نہیں آتا۔"

وہ اپنے متعلق بتا رہی تھی کہ خود کو حسین اور جوان ... کے لیے برابر محنت کرتی رہتی ہے۔ ہم کھانے کے بعد ڈا... پر آئے۔ حالانکہ کھانے کے بعد تھرکنے کو جی نہیں چاہتا۔ ... ڈسکو کی فاسٹ میوزک نہیں تھی۔ لائٹ آرکسٹرا بج رہا ... تھرکنے کی بات تھی۔ وہ میرے بازوؤں میں آ گئی ہم سرگوشیاں ... کرتے ہوئے رقص کرنے لگے۔ سردی کے موسم میں ایک دوسرے ... آنچ محسوس کرنے لگے۔ اُس نے پوچھا "کون سی خوشبو ... ہو۔ میرا دل کھنچا جا رہا ہے۔"

میں نے مسکرا کر کہا "اس پرفیوم کو بلیک میجک ... کہتے ہیں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "مذاق نہ کرو۔ اس نام کا کوئی ... نہیں ہوتا۔"

"تو پھر سمجھ لو، یہ میرے جسم کی پیدائشی مہک ہے۔"

"ناممکن، ایسی سحر زدہ کرنے والی پیدائشی مہک نہیں ہو سکتی۔"

میں نے کہا "اپنی ناک کا آپریشن کراؤ۔ میں نے ایک ... سے کوئی پرفیوم استعمال نہیں کیا ہے۔ یہ شخص جو ہمارے قریب ... اپنی ساتھی کے ساتھ رقص کر رہا ہے اس نے شاید وہ ... لگائی ہے جو تمہاری ناک تک پہنچ رہی ہے۔"

آرکسٹرا کا وقفہ ہوا۔ ہم کلب سے باہر آ گئے۔ اس ... ٹیکسی کو اشارہ کیا۔ ٹیکسی ہمارے سامنے آ کر رکی۔ ہم دروازہ ... کھول کر پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ گاڑی آگے چل پڑی۔ وہ ... شانے پر سر رکھ کر بولی "تم نے میرا نام نہیں پوچھا۔"

میں نے کہا "تم نے بھی میرا نام نہیں پوچھا۔"

"میرے گھر ہر رات ایک نیا مہمان آتا ہے۔ میں ... کا نام یاد نہیں رکھ سکتی اس لیے نام نہیں پوچھتی۔"

"میں بھی ان پھولوں کے ناموں سے دلچسپی نہیں رکھتا ... منڈلاتا ہوں۔"

وہ ہنسنے لگی۔ میں نے کہا "تم نے ڈرائیور کو بتایا ... کہاں جانا ہے؟"

"یہاں کے ٹیکسی ڈرائیور جانتے ہیں کہ میں ہر رات ... نکل کر کسی نئے مہربان کے ساتھ کہاں جاتی ہوں۔"

"یعنی کافی مشہور ہو۔"

"ہاں، جو بدنام ہوتے ہیں کیا اُن کا نام نہیں ہوتا؟ ہم نیک ناموں سے زیادہ مشہور ہوتے ہیں۔"

ٹیکسی ایک جگہ رُک گئی۔ میں نے باہر نکل کر دور تک دیکھتے ہوئے پوچھا "یہ ہم کہاں آ گئے ہیں؟ یہ رہائشی علاقہ نہیں ہے۔"

ٹیکسی آگے چلی گئی۔ وہ بولی "میرا کاٹیج یہاں سے چار کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ میں تمہیں پہلے بتا چکی ہوں۔ صبح گھر سے نکلنے کے بعد اور رات کو گھر جانے سے پہلے میں چار کلومیٹر تک دوڑ لگاتی ہوں۔"

"تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ ابھی یہاں سے کاٹیج تک دوڑتی ہوئی جاؤ گی؟"

"ہاں، یہ اچھی بات ہے۔ ہم رات بھر محنت کرنے کے لیے فارم میں رہیں گے۔"

"تو پھر دوڑ لگاؤ۔ میں آرام سے آ رہا ہوں۔"

"نہیں، تم بھی میرے ساتھ دوڑتے ہوئے جاؤ گے۔"

"یہ زبردستی ہے؟"

اچانک اُس نے ریوالور نکال لیا۔ مجھے نشانے پر رکھتے ہوئے بولی "میں اپنے گاہکوں کو اسی طرح دوڑاتی ہوں۔ وہ دوڑتے دوڑتے تھک ہار کر گر پڑتے ہیں اور میں اُن کی جیب خالی کر دیتی ہوں۔"

میں نے اس کی باتوں کے دوران دماغ میں پہنچ کر اس کا ریوالور ہاتھ سے گرانا چاہا مگر حیرانی ہوئی، وہ سانس روکے کھڑی ہوئی تھی اور پوچھ رہی تھی "کیا مرد ہو کر ایک عورت کے ہاتھوں سے مرنا چاہتے ہو؟"

میں نے پوچھا "تم کون ہو؟"

"بات مان لو تو دوست ہوں، ورنہ دشمن۔"

میں نے یکبارگی اُچھل کر فضا میں قلابازی کھائی۔ اس کے منہ پر لگ مارنے کا ارادہ تھا مگر وہ ایک طرف ہٹ گئی تھی۔ میں فٹ پاتھ پر گر پڑا۔ بڑی زبردست چوٹ آئی۔ پھر بھی میں اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے ریوالور کو پرس میں رکھا پھر پرس کو دور پھینک کر کہا "آؤ دو دو ہاتھ ہو جائیں۔"

وہ میرے ایک حملے سے بچ گئی تھی۔ دوسرے سے نہ بچ سکی۔ کراٹے کا ایک ہاتھ کھا کر پیچھے گئی۔ بڑی تیز طرار تھی۔ جوابی حملے کرنے لگی۔ ہم دونوں میں ٹھن گئی تھی۔ میں نے بڑے بڑے شہ زوروں کو مار گرایا ہے۔ اگرچہ اس کی بھی پٹائی کر رہا تھا مگر یہ سوچ کر شرم آ رہی تھی کہ ایک عورت اتنی دیر تک مقابلے پر ڈٹی ہوئی ہے۔ وہ گرتی تھی پھر اُٹھ کر مقابلے کے لیے تن جاتی تھی۔ جیسے ربر کی بنی ہوئی ہو، گرنے یا چوٹ لگنے کا اثر نہیں ہوتا تھا۔

وہ مجھ سے لڑتی رہی اور مجھے تھکاتی رہی۔ حتیٰ کہ میں شدید سردی میں پسینہ پسینہ ہو گیا۔ تب وہ میرے بالکل قریب آ گئی۔ میں نے حملہ کرنا چاہا۔ اُس نے ہاتھ پکڑ کر کہا "بس کرو فرہاد! تمہارا کھیل ختم ہو چکا ہے۔"

میں نے اسے گھور کر دیکھا پھر پوچھا "کون ہو تم؟"

"وہی جو تمہیں تھکا تھکا کر پسینہ نکالتی ہے اور تمہاری بُو سے تمہیں پہچان لیتی ہے۔"

میں نے دونوں ہاتھوں سے سر پیٹ لیا۔

ائرفورس کی ایک مخصوص عمارت کے چاروں طرف فوجیوں کا سخت پہرا تھا۔ عام حالات میں بھی کسی کو اس عمارت کے قریب جانے کی اجازت نہیں دی جاتی تھی۔ کسی خاص موقع پر اس کے اطراف کے تمام راستے بند کر دیے جاتے تھے۔ اُن راستوں سے سپر ماسٹر کی بلٹ پروف اور فائر پروف کار گزرتی ہوئی عمارت کے احاطے میں داخل ہوئی۔ اس کے آگے پیچھے مسلح فوجی جوانوں کی گاڑیاں تھیں۔ اُس سے پہلے فوج کے کرنل جیکب وال کی گاڑی آئی تھی۔ پھر فوج کے جنرل تشریف لائے تھے۔ اس کے بعد مختلف اسٹیٹس کے اعلیٰ حاکم آئے تھے۔ وہ تمام گاڑیاں عمارت کے پورچ میں رُکتی رہی تھیں۔ وہاں بھی تمام فوجی الرٹ تھے۔ ہر حاکم اور اعلیٰ افسر کے آگے پیچھے مسلح جوان تھے جو انہیں عمارت کے اندر چھوڑنے جاتے تھے پھر واپس آ جاتے تھے۔ لیکن سپر ماسٹر کی کار عمارت کے بیسمنٹ میں گئی تھی تاکہ وہ کلرڈ شیشے والی کار سے باہر آئے تو کوئی فوجی جوان بھی اس کی صورت نہ دیکھ پائے۔

اس کار سے پہلے مسلح ڈرائیور باہر آیا۔ اُس نے پچھلا دروازہ کھولا۔ پھر ادب سے کھڑا ہو گیا۔ سپر ماسٹر نے باہر آ کر آس پاس دیکھا۔ وہ تنگ راہداری والا بیسمنٹ تھا۔ وہاں کوئی چھپ کر اُسے دیکھ نہیں سکتا تھا۔ وہ مطمئن ہو کر وہاں سے چلتا ہوا خود کار زینے کے پاس آیا۔ وہاں سرخ بلب روشن کیا۔ جب وہ بجھ گیا اور سبز بلب آن ہوا تو اُس نے زینے پر قدم رکھا۔ وہ زینہ اُسے اوپری منزل تک لے گیا۔ زینے کے سامنے ایک تنگ راہداری ویران نظر آ رہی تھی۔ وہاں کوئی فوجی پہرے دار بھی نہیں تھا۔ سبز روشنی بتا رہی تھی کہ راستہ صاف ہے اسے کوئی دیکھنے والا نہیں ہے۔ وہ فوجی انداز میں چلتا ہوا، راہداری سے گزرتا ہوا ایک دروازے کے سامنے پہنچا۔ وہاں ایک طرف بڑا سا ٹی وی رکھا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہوا تھا۔ اُس نے اُسے آن کیا۔ اس کی اسکرین پر ایک بڑے ہال کا منظر دکھائی دیا۔ ایک لمبی میز کے اطراف فوج کے جنرل کرنل اور دوسرے اعلیٰ حکام بیٹھے ہوئے ایک دوسرے سے باتیں کر رہے تھے۔

اُس ہال میں رکھے ہوئے کئی خودکار ویڈیو کیمرے سپر ماسٹر کو اسکرین پر دکھا رہے تھے کہ اُس ہال میں کتنے زبردست حفاظتی انتظامات کیے گئے ہیں۔ وہ اسکرین پر ہال کا اچھی طرح جائزہ لینے کے بعد دروازے کے سامنے آیا۔ جیب سے ریموٹ کنٹرولر نکال کر ایک بٹن کو دبایا۔ دروازے کے پٹ دو حصّوں میں تقسیم ہو کر سرکتے ہوئے کھُل گئے۔ وہ اندر آیا اس کے پیچھے دونوں پٹ سرکتے ہوئے پھر آ کر ایک دوسرے سے مل گئے۔ دروازہ بند ہو گیا۔

میز کے اطراف بیٹھے ہوئے اعلیٰ حکام اور اعلیٰ افسران نے اُٹھ کر اُس سے باری باری مصافحہ کیا۔ پھر وہ سب اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ سپر ماسٹر نے اپنی کرسی پر بیٹھتے ہوئے سب پر ایک نظر ڈالی۔ پھر کہا۔ ”کچھ عرصہ پہلے ہم بہت خوش تھے۔ ہم نے فرہاد علی تیمور کی موت پر جشن منایا تھا۔ ہم سب کو پورا یقین تھا کہ سونیا کی کمر ٹوٹ گئی ہے اور بابا صاحب کے ادارے کا زوال شروع ہو چکا ہے لیکن اب ہمیں یقین کر لینا چاہیے کہ ہم بہت خوش فہمی میں مبتلا رہنے کے عادی ہیں۔“

جنرل نے کہا۔ ”بے شک، علی تیمور نے ہمارے سیکڑوں فوجی مار ڈالے گولہ بارود کے ذخیرے اور کئی ہیلی کاپٹر تباہ کر کے اپنی ماں کو یہاں سے لے گیا۔“

کرنل جیکب وال نے کہا۔ ”فرہاد کی موت نے سونیا کی کمر نہیں توڑی۔ وہ پہلے سے زیادہ خطرناک ہو گئی ہے۔ اُس نے ماسکو میں تباہی مچا دی۔ پاسکل نوبا کو اغوا کیا۔ ماریہ کو وہاں سے لے گئی جوجو کو کسی مصلحت سے وہیں چھوڑ دیا۔ اس کا اعتماد بتا رہا ہے کہ وہ جب چاہے گی جوجو کو بھی وہاں سے لے آئے گی۔“

ایک حاکم نے پوچھا۔ ”ہم اپنی شکست کا ماتم کر رہے ہیں یا دشمنوں کی تعریفیں؟“

”ہم تعریفیں نہیں کر رہے ہیں۔ یہ حساب کرنا ضروری ہے کہ فرہاد کی موت کے بعد ان لوگوں میں اور زیادہ تیزی طرّاری اور میدان مار لینے کی صلاحیتیں پیدا ہو گئی ہیں۔“

”ہم نے اب تک اُن کی جیت کو زیادہ اہمیت نہیں دی۔ ہمیں اپنے سُپر پاور ہونے پر ناز ہے۔ ہم مطمئن ہو گئے کہ ہمارے پاس دو درجن ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ ہم بڑی خاموشی سے اپنی حکمتِ عملی کے ذریعے فرہاد کی فیملی کے باقی افراد کو رفتہ رفتہ ختم کر دیں گے لیکن آج! آج ہمارے لیے اس سے بڑا دھماکا نہیں ہو سکتا کہ سونیا ہمارے نہ جانے کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے واقف ہے۔ اگر میں جزیرے سے اپنے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو واپس نہ بلاتا تو وہ اپنے دعوے کے مطابق ہر پندرہ منٹ کے بعد ہمارے ایک خیال خوانی کرنے والے کو ہلاک کرتی چلی جاتی۔“

ایک نے کہا۔ ”گویا ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے سونیا کے رحم و کرم پر ہیں؟“

دوسرے نے پوچھا۔ ”آخر وہ ہمارے اتنے اہم افراد تک کیسے پہنچ گئی؟“

سپر ماسٹر نے کہا۔ ”ہم اسی سوال کا جواب معلوم کرنے یہاں جمع ہوئے ہیں۔“

جنرل نے کہا۔ ”صرف جواب معلوم کرنے نہیں اور بہت سی معلومات بھی لازمی ہیں۔ مثلاً ہمارے کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے اُس کی نظروں میں ہیں۔ اگر یہ تعداد معلوم نہ ہوئی تو ہمیں تسلیم کرنا ہوگا کہ ہمارے تمام خیال خوانی کرنے والے اب ہمارے لیے قابلِ اعتماد نہیں رہے۔ وہ سب دُشمنوں کے ہاتھوں میں کھلونا بن کر ہمیں نقصان پہنچاتے رہیں گے۔ بلکہ نقصان پہنچا رہے ہیں۔“

ایک نے پوچھا۔ ”وہ کیسے؟“

”ایسے کہ سونیا کے پاس ایک خیال خوانی کرنے والا برائن وولف ہے۔ اُس نے پہلے پرنس ڈیگر کو قیدی بنایا۔ پھر اُس کے چور خیالات پڑھ کر ہمارے دوسرے خیال خوانی کرنے والے کا نام اور پتا معلوم کر لیا۔“

سپر ماسٹر نے کہا۔ ”یہ ناممکن ہے۔ ہم نے ایسی رازداری سے کام لیا ہے کہ ہمارا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے سے بالکل واقف نہیں ہوتا ہے۔“

ایک حاکم نے کہا۔ ”کوئی بات ناممکن نہیں ہوتی۔ ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے سماجی یا گھریلو زندگی گزارتے ہیں۔ تقریبات میں اور تہواروں میں دوست احباب سے ملتے ہیں۔ دشمن ایسے ہی موقعوں پر ہمارے خیال خوانی کرنے والوں کو پہچان سکتا ہے۔“

جنرل نے کہا۔ ”ہم اپنے ملک کے سات اہم افراد یہاں موجود ہیں۔ ہم ساتوں اپنے اپنے اسٹیٹ کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو پہچانتے ہیں۔ ہمیں یہ اعتراف کرنا چاہیے کہ برائن وولف ہمارے ذریعے بھی بڑی اہم معلومات حاصل کر سکتا ہے۔“

”بے شک، وہ ہمارے ذریعے بھی معلوم کر سکتا ہے لیکن وہ ہمارے پاس کیسے آ سکتا ہے؟ میں اپنے متعلق یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ یوگا کا ماہر ہوں۔ برائن وولف نے مجھے معلومات کا ذریعہ نہیں بنایا ہے۔“ ایک نے کہا۔

دوسرے نے کہا۔ ”میں بھی یوگا کا ماہر ہوں۔ بلکہ ہم سب ماہر ہیں اسی لیے ملک کے اہم راز ہمارے دماغوں میں چھپے رہتے ہیں۔ ہم سب کا یہی دعویٰ ہوگا کہ کوئی ہمارے اندر پہنچ کے ایسی معلومات حاصل نہیں کرے گا۔“

”تو کیا سونیا اور برائن وولف کو آسمان سے ہمارے رازوں کی خبر ملتی ہے؟“

سپر ماسٹر نے کہا۔ ”ہمیں یہ تلخ گھونٹ پینا ہی ہوگا کہ ہم سب ان کی معلومات کا ذریعہ ہیں۔“

ایک حاکم نے کہا۔ ”ہم سب نہیں، صرف تم اُن کا ذریعہ بن سکتے ہو کیونکہ تمہارا اور تمہارے نائب کا رابطہ فرہاد کی فیملی سے رہتا ہے۔“

سپر ماسٹر نے کہا۔ ”جو ٹیلی پیتھی جاننے والا ہیلی کاپٹر کی پرواز کے دوران مارا گیا، وہ تمہاری اسٹیٹ سے تعلق رکھتا تھا۔ تم اُسے ذاتی طور پر جانتے تھے۔ میں اس کا نام بھی نہیں جانتا تھا۔“

جنرل نے کہا۔ ”ڈبل ڈیگر یعنی پرنس ڈیگر اور کینی پال میری نگرانی میں رہتے تھے۔ تم نے اپنی ضرورت کے لیے انھیں طلب کیا۔ میں نے دونوں کو تمہارے حوالے کر دیا۔ تمہارے پاس جانے کے بعد پرنس ڈیگر سونیا کا قیدی بن گیا۔ اس کی ذمے داری تم پر عائد ہوتی ہے۔“

سپر ماسٹر نے کہا۔ ”جنرل! جب تک سونیا کی معلومات کے ذرائع کا پتا نہ چلے، ہم دونوں ہی قصور وار کہلائیں گے۔ ہم سات افراد کے پاس تین تین ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ جب ان میں سے پھر کوئی مارا جائے گا یا اغوا کیا جائے گا تو پتا چلے گا کہ سونیا ہم سب سے کسی نہ کسی طرح واقف ہے۔ یا تو وہ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ذریعے ہم تک پہنچ گئی ہے یا ہمارے ذریعے اکیس ٹیلی پیتھی جاننے والوں تک پہنچ رہی ہے۔“

کرنل جیکب وال نے کہا۔ ”ہمیں کسی بحث کے بغیر تسلیم کر لینا چاہیے کہ ہم سب ایک دوسرے پر الزام عائد کرنے کے لیے نہیں آئے ہیں۔ ہمیں موجودہ حالات میں یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ اکیس میں سے جو اُنیس ٹیلی پیتھی جاننے والے رہ گئے ہیں انھیں سونیا یا برائن وولف سے کس طرح بچایا جائے۔“

سُپر ماسٹر نے کہا۔ ”اس کا فوری حل میں نے سوچا ہے۔ تم لوگوں نے بھی کچھ نہ کچھ سوچا ہی ہوگا۔ میرے خیال میں تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا برین واش کیا جائے اور اُن کے دماغ سے اس علم کو بالکل ہی مٹا دیا جائے۔“

تھوڑی دیر کے لیے سب کو چپ لگ گئی۔ وہاں موجود کرنل جیکب وال کی بیٹی جوبا جوری اور ایک ہونے والا داماد ٹیلی پیتھی جانتا تھا۔ جنرل کا ایک بیٹا اور دوسرے حکّام کے عزیز و اقارب بھی ٹرانسفارمر مشین سے گزارے گئے تھے۔ وہ تمام عمر بھاگ دوڑ میں لگے رہتے، اپنا خون اور پسینہ ایک کرتے تب بھی اپنی اولادوں کو اور عزیزوں کو ٹیلی پیتھی کا علم کسی یونیورسٹی میں نہیں سکھا سکتے تھے۔ انھوں نے اپنے اونچے عہدوں کے باعث آپس میں گٹھ جوڑ کر کے یہ خطرناک علم اپنوں کے دماغوں تک پہنچا دیا تھا۔ اب ان کے دماغوں کو واش کرنے کی بات ان کے لیے قابلِ قبول نہیں ہو سکتی تھی۔

جنرل نے پھر اعتراض کیا۔ ”یہ علم بڑی دُشواریوں سے حاصل ہوتا ہے۔ اسے محفوظ رکھنے کا کوئی طریقہ اختیار کیے بغیر فوراً ہی مٹا دینے کا مشورہ مناسب نہیں ہے۔“

کرنل نے کہا۔ ”ہم اپنے لوگوں کو محفوظ رکھنے کے طریقوں پر عمل کر سکتے ہیں۔ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو مختلف شہروں میں رکھا جا سکتا ہے اور دُور ہی دُور سے اُن کی نگرانی کی جا سکتی ہے۔“

ایک اسٹیٹ کے حاکم نے کہا۔ ”ہم اپنے تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ذمّے دار ہوں گے۔ انھیں تین مختلف شہروں میں رکھ کر دُور ہی سے اُن کی نگرانی کریں گے تو انھیں ٹریپ کرنے والے دُشمن ہماری نظروں میں آ جائیں گے۔“

سپر ماسٹر نے کہا۔ ”ان اُنیس افراد کی نگرانی اور حفاظت کے لیے سیکڑوں جاسوس اور سپاہیوں کی ڈیوٹی لگانی ہو گی۔ ہر جاسوس اس تجسّس میں مبتلا رہے گا کہ آخر اسے کس کی نگرانی پر مامور کیا گیا ہے۔ ہم یہ بات نہیں چھپا سکیں گے کہ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو چھپانے کی کوشش کر رہے ہیں۔“

وہ ایک ذرا توقف سے بولا۔ ”ہمارے پاس ٹرانسفارمر مشین ہے۔ ہم آیندہ اور زیادہ محتاط رہ کر ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کر سکتے ہیں۔ سونیا اور برائن وولف موجودہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے دماغوں میں پہنچیں گے تو خیال خوانی کے مٹے ہوئے علم کو دیکھ کر ہمیں چیلنج کرنا بھول جائیں گے۔ یہ یاد رکھو کہ موجودہ اُنیس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے باعث ہم ہمیشہ سونیا کے دباؤ میں رہیں گے اور اس کی شرائط کے آگے سر جھکاتے رہیں گے۔“

جنرل نے کہا۔ ”ہم اپنے لوگوں کو ایسے علم سے محروم کر دیں گے لیکن اپنے ملک کے دیگر اہم رازوں کو کس طرح چھپائیں گے؟ کیا سونیا اور وولف ہم سے اور ہمارے رازوں سے واقف نہیں ہیں؟ کیا وہ ان کے ذریعے ہمیں بلیک میل نہیں کریں گے؟“

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کرنل نے کہا" بےشک وہ ایسا کریں گے کیونکہ ہماری کمزوریاں ان کے پاس ہیں لیکن ان کی کمزوریاں ہمارے پاس نہیں ہیں۔ اور یہ سپر ماسٹر کی کمزور حکمت عملی کا نتیجہ ہے۔ ہم یہ معلوم کرنا چاہیں گے کہ تم نے سپر ماسٹر کی کرسی پر بیٹھ کر دشمنوں کو کتنے پہلوؤں سے کمزور بنایا ہے اور ان کے مقابلے میں کتنی فتوحات حاصل کی ہیں؟"

سپر ماسٹر نے کہا" یہاں میں اپنی حکمت عملی کا حساب دینے نہیں بلکہ سونیا کی طرف سے پیش آنے والے خطرات سے نمٹنے کا طریقۂ کار بتانے آیا ہوں۔"

ایک حاکم نے کہا" ہم جب چاہیں تم سے تمہاری ناکامیوں کا حساب لے سکتے ہیں۔ تم کوئی ڈکٹیٹر نہیں ہو کہ تم سے پوچھ گچھ نہ کی جاسکے۔"

جنرل نے کہا" سپر ماسٹر! تم پر الزام ہے کہ تمہارے دور میں ہمارے کئی ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا۔ پاسکل بوبا نے فراڈ کیا۔ ہمارے ایک جوان کے روپ میں تمہاری نظروں کے سامنے رہا مگر تم نے اس پر شبہ تک نہیں کیا۔ آخر میں وہ ہماری ٹرانسفارمر مشین سے گزر کر ماسک مین کے پاس چلا گیا۔"

کرنل نے کہا" تمہارے ہی دور میں ٹیلی پیتھی جاننے والی میڈونا نے بغاوت کی اور پارس کی داشتہ بن گئی۔ اب پرنس ڈیگو اغوا کیا گیا ہے اور تم یہ معلوم نہ کرسکے کہ اسے کہاں قیدی بنا کر رکھا گیا ہے۔"

جنرل نے کہا" تمہارے ہی دور میں علی تیمور نے فوجی نقطۂ نظر سے ہمیں ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے۔"

ایک حاکم نے کہا" تمہارے ہی دور میں پارس نے ملین ڈالر سے تیار کیے جانے والے دو روبوٹس کو ہم سے چھین لیا ہے۔"

دوسرے حاکم نے کہا" یہ تمہاری غلط حکمت عملی کا نتیجہ ہے کہ سونیا نے ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں تک پہنچنے کا دعویٰ کیا ہے اور اس دعوے کو سچ ثابت کرنے کے لیے ہیلی کاپٹر میں پرواز کرنے والے کو ہلاک کردیا۔ جانتے ہو، وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا میرا نواسا تھا۔"

چند لمحوں کے لیے خاموشی چھا گئی۔ سپر ماسٹر لمبی میز کے ایک سرے پر بیٹھا تھا۔ اس کے سامنے میز کے دوسرے سرے پر کرسی خالی تھی۔ باقی افراد دائیں بائیں بیٹھے ہوئے تھے۔ سپر ماسٹر نے کہا" میں سمجھ گیا، میرا محاسبہ کرنے کے لیے مجھے یہاں بلایا گیا ہے۔"

جنرل نے کہا" صرف 'ہاں' یا 'نہ' میں جواب دو۔ کیا تم پر لگائے گئے الزامات درست ہیں؟"

"درست ہیں لیکن میں جوابی کارروائیاں کر رہا ہوں۔"

"وہ جوابی کارروائیاں بھی ناکام ہو رہی ہیں۔"

سپر ماسٹر نے ناگواری سے ایک ایک کو دیکھا پھر کہا" اچھی بات ہے، میں ابھی استعفا پیش کرتا ہوں۔"

"تمہارے استعفا پیش کرنے سے وہ نقصانات پورے نہیں ہوسکیں گے۔ اس کے بعد تمہاری طرف سے خطرات بڑھ جائیں گے کیونکہ تم اپنی نگرانی میں رہنے والے تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے واقف ہو۔ ان کے علاوہ مکینی پال اور جوراجوری بھی تمہاری نظروں میں ہیں۔"

جنرل نے کہا" اس لیے تم اپنے عہدے سے نہیں اپنی زندگی سے استعفا دو گے۔"

میز کے دوسرے سرے پر رکھی ہوئی خالی کرسی سے ایک آواز ابھری" ہالٹ!"

سپر ماسٹر نے چونک کر ادھر دیکھا۔ کرسی کی پشت سے ایک چور خانہ کھلا۔ اس میں سے ایک ریوالور برآمد ہوا پھر اس سے پہلے کہ وہ اپنی جگہ سے حرکت کرتا، ٹھائیں سے گولی چل گئی۔ اس کے ساتھ اس کی پیشانی میں سوراخ ہوگیا۔ وہ اپنے بے جان جسم کے ساتھ میز پر اوندھا ہوگیا۔ اس کے بعد چند ساعت کے لیے موت کا سناٹا چھا گیا تھا۔

وہ سخت پہروں میں رہتا تھا۔ اس ہال میں بھی زبردست حفاظتی اقدامات کے بعد آیا تھا۔ دروازے کے باہر رکھے ہوئے ٹی وی اسکرین نے یقین دلایا تھا کہ وہ ہر طرح محفوظ ہے۔ اس کے علاوہ وہ بلٹ پروف لباس پہنے ہوئے تھا لیکن وہاں فوج کے جنرل اور کرنل تھے۔ پورے ملک میں اور ملک سے باہر پھیلی ہوئی تجارت کو کنٹرول کرنے والے حاکم تھے۔ یہ بیوروکریٹس یا نوکر شاہی جسے چاہتے ہیں زندگی دیتے ہیں جسے چاہتے ہیں ہزار حفاظتی اقدامات کے باوجود موت دے دیتے ہیں۔ ایسا دنیا کے بیشتر ملکوں میں ہوتا ہے اور ہوتا آرہا ہے۔

جنرل نے کال بیل کا بٹن دبایا جس کے بعد ہال کا پچھلا دروازہ کھلا۔ تین فوجی جوان اندر آگئے۔ ان میں سے دو جوان مردہ سپر ماسٹر کو اٹھا کر لے گئے۔ تیسرے نے میز پر سے لہو کے دھبوں کو صاف کیا۔ وہاں جراثیم کش دوا اسپرے کی پھر وہ بھی چلا گیا۔ پچھلا دروازہ بند ہوگیا پھر وہ اگلا دروازہ کھلا جہاں سے سابقہ سپر ماسٹر داخل ہوا تھا پھر اسے واپس جانا نصیب نہیں ہوا تھا۔ اب اس کھلے ہوئے دروازے پر نیا سپر ماسٹر کھڑا ہوا تھا۔

وہ قد آور شخص فوجی انداز میں چلتا ہوا اس کرسی کے پاس آکر کھڑا ہوگیا، جس پر ایک سپر ماسٹر کی موت ہوئی تھی۔ نیا آنے والا گردن اٹھائے سینہ تانے کھڑا ہوا تھا۔ جنرل نے ایک فائل کو کھول کر کہا" مسٹر ارے رے!"

نئے آنے والے نے کہا" یس سر!"

جنرل نے کہا" فوج کے جنرل، بحری، فضائی اور بری فوج کے کمانڈروں اور تمام اسٹیٹس کے حکام کے متفقہ فیصلوں کے مطابق تمہیں سپر ماسٹر کا عہدہ پیش کیا جا رہا ہے۔ لہٰذا دونوں ہاتھوں سے بائبل اٹھا کر ملک اور قوم کی وفاداری کی قسم کھاؤ۔"

مسٹر ارے رے نے میز پر رکھی ہوئی بائبل کو دونوں ہاتھوں میں اٹھایا پھر کہا" میں کتاب مقدس کو ہاتھوں میں لے کر قسم کھاتا ہوں کہ اپنے ملک کا وفادار رہوں گا اور اپنی قوم کی بھلائی کے لیے دن رات فرائض ادا کرتا رہوں گا۔ میرا ہر عمل اپنے ملک کے آئین کے مطابق ہوگا۔"

وہاں بیٹھے ہوئے جنرل، کرنل اور دوسرے اعلیٰ حکام حلف برداری کے سلسلے میں جو کہہ رہے تھے، وہ باتیں مسٹر ارے رے دہرا رہا تھا۔ حلف برداری کے بعد پھر وہ مسٹر نہیں ماسٹر ہوگیا... سپر ماسٹر ارے رے۔

اس نے بائبل کو اٹھا کر ایک اونچی جگہ رکھ دیا۔ کیونکہ پچھلے دروازے سے ٹرالی آرہی تھی۔ جنرل وغیرہ سپر ماسٹر ارے رے سے باری باری مصافحہ کرتے ہوئے مبارک باد دے رہے تھے۔ اس خوشی میں سب نے ڈبل پیگ بنایا پھر جام ٹکرا کر چیئرز کہا۔ اس کے بعد خالص وسکی کو حلق سے اتارنے لگے۔

جنرل نے اپنے جام کو فضا میں بلند کرتے ہوئے کہا" جنٹلمین! آپ سپر ماسٹر ارے رے کے متعلق ایک چونکا دینے والی بات شاید نہ جانتے ہوں۔"

کرنل نے دوسرا گھونٹ پینے کے بعد کہا" میں کرنل ہوں، مجھ سے کوئی بات چھپی نہیں رہتی، میں چونکا دینے والی بات جانتا ہوں۔"

ایک اسٹیٹ کے حاکم نے کہا" اس میں جاننے کی کیا بات ہے، ہمارے نئے سپر ماسٹر یوگا کے ماہر ہوں گے۔ کوئی دشمن ان کے دماغ میں نہیں آسکے گا۔"

کرنل نے کہا" بےشک ماسٹر ارے رے یوگا کے ماہر ہیں لیکن اس سے بھی زیادہ چونکا دینے والی بات یہ ہے کہ یہ ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ یہ عہدہ پیش کرنے سے پہلے انہیں ٹرانسفارمر مشین سے گزارا گیا ہے۔"

سب نے تالیاں بجائیں۔ جنرل نے کہا" یہ کوئی نئی اور عجیب بات نہیں ہے۔ ماسٹر ارے رے سے پہلے دو ایسے سپر ماسٹر گزرے ہیں جو ٹیلی پیتھی جانتے تھے۔ چونکا دینے والی بات تو صرف میں جانتا ہوں۔"

ایک حاکم نے پوچھا" وہ کیا بات ہے؟"

دوسرے حاکم نے کہا" ہم سے کوئی بات چھپائی نہیں جاتی ہے، تعجب ہے کہ ہم وہ بات نہیں جانتے ہیں۔"

جنرل نے کہا" بےشک، آپ لوگوں سے کچھ نہیں چھپایا جائے گا۔ ہمارا یہ سپر ماسٹر بابا فرید واسطی کے ادارے میں رہا کرے گا۔"

"کیا؟" سب نے حیرانی اور بےیقینی سے ماسٹر ارے رے کو دیکھا۔

جنرل نے مسکرا کر کہا" بظاہر یہ ممکن نہیں ہے کیونکہ بابا صاحب کا ادارہ فولادی قلعہ کہلاتا ہے۔ کوئی دشمن وہاں قدم نہیں رکھ سکتا۔ اس ادارے کا ریکارڈ ہے کہ وہاں تعلیم حاصل کرنے اور طرح طرح کی ہنرمندی سیکھنے والوں کو یا وہاں کے ایک معمولی ورکر کو آج تک کوئی سپر طاقت نہیں خرید سکی۔ وہاں کے کسی فرد نے کبھی اس ادارے کو نقصان پہنچانے والے کا ساتھ نہیں دیا لیکن اب ایسا ہو رہا ہے۔ ہم نے اپنی حکمت عملی سے ناممکن کو ممکن بنا دیا ہے۔"

ایک حاکم نے پوچھا" کیا ماسٹر ارے رے نے بابا صاحب کے ادارے سے تعلیم و تربیت حاصل کی ہے؟"

دوسرے نے پوچھا" ہم ماسٹر ارے رے پر کس طرح اعتماد کرسکتے ہیں۔ اس ادارے کا کوئی فرد کبھی ہماری وفاداری کے لیے آمادہ نہیں ہوا پھر یہ کیسے آمادہ ہوگئے؟"

جنرل نے کہا" جب ماسٹر ارے رے بارہ برس کے تھے، تب ہی اس کے والدین نے ہماری حکومت کی پلاننگ کے مطابق انہیں اس ادارے کے اسکول میں داخل کرایا تھا اور بابا فرید واسطی سے کہہ دیا تھا، یہ بچہ آپ کا ہے، ہم غریب ہیں اسے اعلیٰ تعلیم نہیں دلاسکیں گے۔ آپ اسے ہمیشہ کے لیے ادارے کے ہاسٹل میں رکھ لیں۔ ہم مہینے میں ایک بار اس سے ملنے آئیں گے یا اپنے ساتھ لے جائیں گے پھر دو دن بعد لا کر چھوڑ دیا کریں گے۔"

جنرل نے اپنا جام خالی کیا پھر دوسرا پیگ بناتے ہوئے کہا" ماسٹر ارے رے کے والد ہپناٹزم کے ماہر تھے۔ انہوں نے بیٹے کو ادارے میں پہنچانے سے پہلے اس پر عمل کیا تھا اور

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

یہ بات نقش کر دی تھی کہ بیٹا اپنے باپ کا اور اپنے ملک امریکا کا ہر حال میں وفادار رہے گا۔ بظاہر بابا صاحب کے ادارے کے لیے جان کی بازی لگا کر وفاداری کا ثبوت دے گا لیکن دلی، دماغی اور روحانی وابستگی صرف اپنے ملک اور قوم سے رہے گی۔"

کرنل نے تائید میں سر ہلا کر کہا "ہمارے حکمرانوں کا دماغ دُور کی کوڑی لاتا ہے۔ ماسٹر ارے رے چالیس برس کے ہو چکے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے سیاست دانوں نے اٹھائیس برس پہلے بابا صاحب کے ادارے کے خلاف جو چال چلی تھی اور جس مہرے کو وہاں کی بساط پر رکھا تھا، آج اس مہرے سے ہم فولادی قلعے کو پگھلا دیں گے۔"

ایک حاکم نے جنرل سے پوچھا "اٹھائیس برس پہلے ماسٹر ارے رے پر جو تنویمی عمل کیا گیا تھا کیا اُس کا اثر آج تک ہے؟"

"نہیں، ان کے والد ہر ماہ ان سے ملنے آتے تھے ایک دو دن ان کے ساتھ رہتے تھے پھر رات کو موقع پا کر پچھلے تنویمی عمل کو مزید مستحکم کر دیتے تھے۔"

"بہت خوب، اسے کہتے ہیں شطرنجی چال۔ بائی دی وے، کیا اب بھی ماسٹر ارے رے پر تنویمی عمل کیا جا سکتا ہے؟"

سپر ماسٹر ارے رے نے کہا "نہیں، اٹھائیس برس پہلے میں بچہ تھا اور بابا فرید واسطی زندہ تھے۔ مجھے اُن کے اثر سے بچائے رکھنے کے لیے تنویمی عمل کیا جاتا تھا۔ یہ عمل تقریباً دس برس تک جاری رہا پھر عمر کی پختگی کے ساتھ ساتھ میرے ذہن میں پختگی آتی گئی۔ میں دلی، دماغی اور روحانی طور پر خود ہی اپنے ملک اور قوم سے ہمیشہ کے لیے وابستہ ہو چکا تھا۔"

ایک حاکم نے پوچھا "آج یہ عہدہ سنبھالنے کے پُرمسرت موقع پر اپنے کچھ کارنامے بتاؤ جن کا تعلق بابا صاحب کے ادارے سے اور فرہاد کی فیملی سے ہو۔"

"میرا سب سے بڑا کارنامہ یہی ہوگا کہ میں زیادہ تر وہاں رہ کر تازہ ترین معلومات حاصل کرتا رہوں گا۔ اُن معلومات کے باعث ہم دھوکا نہیں کھائیں گے اور خوش فہمی میں مُبتلا نہیں رہیں گے۔ مثلاً ہمیں یہ کہہ کر دھوکا دیا جا رہا ہے کہ برائن وُولف پچیس برس سے بابا صاحب کے ادارے میں تربیت حاصل کرتا رہا ہے اور وہاں ایک خفیہ ٹرانسفارمر مشین ہے جس کے ذریعے اُسے ٹیلی پیتھی سکھائی گئی ہے۔"

ایک نے پوچھا "کیا وہ ادارے سے تعلق نہیں رکھتا ہے؟"

"پہلے نہیں تھا، اب ہو گیا ہے۔ سونیا نے اُسے اپنی طرف مائل کر لیا ہے۔ اس کا قصہ عجیب ہے۔ وہ فرہاد علی تیمور ہونے کا دعویٰ کرتا ہوا رسونتی کو اپنی طرف مائل کر چکا تھا۔ اس سے ملنے ادارے میں چلا آیا تھا۔ اُس کا دعویٰ تھا کہ شیخ الفارس مرحوم اس کے فرہاد ہونے کی تصدیق کریں گے لیکن شیخ صاحب وفات پا گئے۔ برائن وُولف نے ادارے میں ایک رات گزاری پھر سونیا، پارس اور علی تیمور نے اُسے دوسرے دن ادارے سے نکال دیا۔ اس کے بعد آج تک اُسے ادارے میں جانے کی اجازت نہیں ملی۔"

کرنل نے کہا "اس کے باوجود وہ ادارے کے مفاد کے لیے کام کر رہا ہے۔"

"سونیا نے اس سے کسی طرح کا سمجھوتا کیا ہے۔ اس سلسلے میں سونیا، پارس اور علی تیمور اتنے گہرے اور شاطر ہیں کہ اپنے اندر کی بات رسونتی اور آرمر کو بھی نہیں بتاتے۔ میں اُن کے زیادہ قریب جا کر انھیں کسی طرح کا شبہ کرنے کا موقع دینا نہیں چاہتا۔"

"پھر تم نے اتنی معلومات کیسے حاصل کیں؟"

وہ مُسکرا کر بولا "رسونتی اور آرمر کے ذریعے۔ آج کل رسونتی زیرِ علاج ہے۔ اس کا دماغ میرے لیے ایک کُھلی کتاب ہے۔ دوسری بات یہ کہ آرمر پہلے کی طرح پارسا نہیں رہا۔ جوزا نامی ایک عورت کے عشق میں مُبتلا ہو کر شراب پینے لگا ہے جب بھی وہ پیتا ہے، میں اس کے دماغ میں پہنچ جاتا ہوں۔"

ایک حاکم نے کہا "لیکن آرمر کو تو کسی نے اغوا کیا ہے؟"

سپر ماسٹر ارے رے نے فخریہ انداز میں کہا "وہ اغوا کرنے والا میں ہوں۔ میں نے آرمر کی نیکی اور سچائی کو دیکھتے ہوئے ایک نئی تنظیم کا ڈراما پلے کیا۔ اُس تنظیم کی پالیسی یہ بتائی کہ ہم ساری دُنیا میں امن و امان قائم کرنا چاہتے ہیں۔ یہ امن و امان اسی وقت ہوگا جب سُپر طاقتوں کے درمیان توازن قائم ہوگا۔ میں نے اُسے اپنا نام کرشچن اسٹالن بتایا اور آرمر کو کُھلی آزادی دی کہ ہم میں سے وہ ہر ایک کے دماغ کو پڑھ کر مطمئن ہو سکتا ہے اس سے پہلے میں اپنے تمام ساتھیوں پر تنویمی عمل کر کے وہ ڈراما پلے کرنے والی باتیں ان کے دماغوں سے نکال دی تھیں۔ اس طرح آرمر ہمارے فریب کو نہ سمجھ سکا۔ میری ایک ماتحت جوزا نے اُسے بُری طرح اپنا دیوانہ بنا لیا ہے۔"

ایک حاکم نے کہا "تم نے سپر ماسٹر کا چارج سنبھالنے سے پہلے بڑے کارنامے انجام دیے ہیں اور بڑی اہم معلومات حاصل کی ہیں۔"

ماسٹر ارے رے نے کہا "یہ تو کچھ بھی نہیں ہے میرے پاس معلومات کا خزانہ ہے۔ جیسا کہ آپ لوگوں نے سنا ہوگا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

سوئٹزرلینڈ میں فرہاد کے دو ہم شکل دیکھے گئے تھے۔ ایک ہم شکل برائن وولف تھا، دوسرا کون تھا؟"

"کون تھا؟"

"وہ دوسرا بھی ٹیلی پیتھی جانتا ہے، سونیا کا عاشق ہے، دیوانہ ہے اور اُس کا نام پرنس ڈیگر ہے۔"

سب کے مُنہ حیرت سے کھلے رہ گئے، وہ بولا "یہ جھوٹ ہے کہ سونیا نے اُسے قید کر رکھا ہے۔ پرنس ڈیگر خود ہی اس کی زلفوں کا اسیر ہو گیا ہے۔"

"اس کا مطلب ہے پرنس ڈیگر نے سونیا کو ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے نام اور پتے بتلائے ہیں۔"

جنرل نے کہا "نہیں، پرنس ڈیگر ہمارے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے قطعی ناواقف تھا۔ ہمارا یہ نیا سپر ماسٹر جلد ہی معلوم کر لے گا کہ سونیا کی معلومات کا ذریعہ کون ہے؟"

کرنل نے کہا "سونیا کے پاس دو خیال خوانی کرنے والے ہیں۔ برائن وولف اور پرنس ڈیگر۔ ہمارے نئے سپر ماسٹر اس ادارے میں رہ کر پہلی فرصت میں ان دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو موت کے گھاٹ اُتار سکتے ہیں پھر سونیا کی طاقت بالکل صفر ہو جائے گی۔"

ماسٹر لارے نے کہا "اوّل تو سونیا، برائن وولف اور پرنس ڈیگر ادارے میں نہیں ہیں۔ اہم شخصیات میں صرف رسونتی اور علی تیمور ہیں۔ میں ادارے کی حدود میں کسی پر قاتلانہ حملہ کرنے کی حماقت نہیں کروں گا۔ اُس ادارے میں رسائی حاصل کرنے کا غرور کروں گا اور خود کو بہت زیادہ شاطر سمجھ کر کوئی قدم اُٹھاؤں گا تو سابقہ سپر ماسٹروں کی طرح شکست اور ذلت میرا بھی مقدر بن جائیں گی۔"

جنرل نے کہا "درست ہے، جلد بازی میں کوئی قدم اُٹھاؤ گے تو اُس ادارے میں تمہارا بھید کھل جائے گا۔ تم اپنا طریقۂ کار بتانا چاہو گے؟"

"میں وقت اور حالات کے مطابق طریقۂ کار بدل دیتا ہوں۔ میں کوئی بھی راستہ اختیار کروں، کوئی بھی قدم اُٹھاؤں، تین باتیں میرے پیشِ نظر رہتی ہیں۔ ایک یہ کہ خوش فہمی سے دُور رہنا۔ دوسری بات یہ کہ جوش اور غصّے سے پرہیز کرنا اور تیسری بات یہ کہ کچھ کر گزرنے کے لیے صحیح موقع کا انتظار کرنا۔"

سب اس کی تعریفیں کرنے لگے۔ وہ اب تک جو چالیں چل چکا تھا اُن سے اس کی معاملہ فہمی اور کامیاب طریقۂ کار کا پتا چلتا تھا۔ بابا صاحب کے ادارے میں گھُس کر رہنے والا وہ پہلا سپر ماسٹر تھا۔

جب کبھی مجھ کو، سونیا کو، پارس اور علی تیمور کو سپر ماسٹر اریے ریے کی اصلیت کا پتا چلے گا تو پانی سر سے گزر چکا ہوگا اور ہم شدید حیرانی سے اریے ریے کہہ کر رہ جائیں گے۔

میں اپنا سر پیٹنے لگا۔ سونیا دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر ہنسنے لگی۔ میں نے غصّے سے پوچھا "تم کیا بلا ہو؟ کب سے میرا پیچھا کر رہی ہو؟"

وہ میرے سامنے ٹہلنے کے انداز میں اِدھر سے اُدھر چلتی ہوئی بولی "مجھے پورا یقین تھا تم چہرہ بدلنے کے لیے پلاسٹک سرجری کے کسی ماہر کے پاس جاؤ گے۔ میں نے پیرس شہر کے تمام ماہرین سے فون پر رابطہ کیا اور اُن کی نگرانی شروع کرا دی۔ صرف ڈاکٹر مرفی ایسا تھا جس سے فون پر رابطہ نہیں ہو رہا تھا۔ شاید تم نے اس کے ریسیوروں کو کریڈل سے الگ کیا تھا۔"

میں نے تائید میں سر ہلایا "ہاں، ڈاکٹر مرفی کی رہائش گاہ کے باہر غنڈے پہرا دے رہے تھے۔ میں باہر سے فون کا تار نہ کاٹ سکا، اندر سے پلگ نکال سکتا تھا لیکن صرف ریسیور کو کریڈل سے الگ کر کے رکھ دیا۔ بہر حال کچھ بھی کرتا تو تمھیں شبہ ہونا ہی تھا۔"

وہ بولی "میں نے سب سے آخر میں ڈاکٹر مرفی کو فون کیا تھا یعنی تمھیں اپنے کاٹیج سے نکلے ہوئے پانچ گھنٹے گزر گئے تھے۔ اس عرصے میں تم نے اپنا کام کرا لیا۔ چہرہ تبدیل کر کے ڈاکٹر کی رہائش گاہ سے نکلے تو نگرانی کرنے والوں نے تمھارے حُلیے اور لباس کے متعلق بتایا پھر وہ تمھارا تعاقب کرتے ہوئے اُس نائٹ کلب تک پہنچ گئے۔ تم پر شبہ تھا، یقین نہیں تھا کہ تم ہی ہو۔ سردی کے موسم میں پسینہ نہیں نکلتا، جسم کی بُو خارج نہیں ہوتی یا محسوس نہیں ہوتی بہر حال میں تمھاری بُو پانے کے لیے تمھیں چار کلو میٹر تک دوڑانا چاہتی تھی۔ تم دوڑنے پر آمادہ نہ ہوئے تو تمھیں لڑنے، اُچھلنے کودنے اور فلائنگ کِک وغیرہ مارنے پر مجبور کیا۔ میں مانتی ہوں، لڑائی تم جیت گئے لیکن بازی میں جیت رہی ہوں۔"

"سونیا! تم نے مجھے ڈھونڈ نکالا ہے مگر اپنی کوئی بات نہیں منوا سکو گی۔"

"میں یہی کہنے کے لیے ڈھونڈ رہی تھی کہ تم سے کوئی بات نہیں منواؤں گی۔"

"تم دُنیا کی پہلی اور آخری مکّار عورت ہو۔ تم جسے مٹھی میں جکڑ ڈالنا چاہتی ہو اُس کے سامنے اس کا سر سہلاتی ہو اور پیچھے لات مارتی ہو۔ اتنی ہی سیدھی ہو تو میرا پیچھا کیوں کر رہی ہو؟"

"اگر تم دماغی رابطہ رکھتے تو یوں پیچھے نہ آتی۔ سوچ کے ذریعے بتا دیتی کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے تیس مار خاں سے دُشمنی مول لینے کی حماقت نہیں کروں گی۔ تمھاری جینا کو کسی شرط کے بغیر رہا کر دیا جائے گا۔"

"کیا؟" میں نے اُسے حیرانی سے دیکھا۔ پہلے تو اُس کی بات کا یقین آ گیا پھر دماغ نے خطرے کی گھنٹی بجائی کہ سامنے سونیا ہے، وہ اپنے ہاتھ سے کسی کے مُنہ میں لقمہ ڈالتی ہے پھر وہی لقمہ اُس کی ناک سے نکال لیتی ہے۔

میں نے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا "مجھ پر احسان کرنا چاہتی ہو تو جینا کو رہا نہ کراؤ۔"

"تم کیا چاہتے ہو؟"

"بہت چھوٹی سی خواہش ہے میری، بلکہ التجا ہے، میرا پیچھا چھوڑ دو۔ میں جینا کو خود ہی رہائی دلا کے لے جاؤں گا، صرف تم راستے سے ہٹ جاؤ۔"

"تم مجھے غلط سمجھ رہے ہو۔ جینا کے دماغ میں جھانک کر دیکھو، وہ تمھارے کاٹیج میں پہنچا دی گئی ہے۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ تم نے چہرہ بدل لیا ہے۔ اب نئے چہرے کے ساتھ برائن وولف والے کاٹیج میں نہیں جاؤ گے۔ معلوم ہوتا تو میں اُسے کاٹیج کی طرف جانے نہ دیتی۔ کوئی بات نہیں۔ تم اُس سے دماغی رابطہ کر کے اپنے پاس بلا لو۔ میں جا رہی ہوں۔"

وہ جانے کے لیے پلٹ گئی۔ میں نے اُس کا بازو پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا "سونیا! تم ایسے نہیں جا سکو گی۔ پہلے بتانا ہو گا کہ جینا کے ساتھ یہ مہربانی کیوں کی ہے؟ خدا کی قسم تمھاری اس مہربانی کے پیچھے کوئی چال ہے۔"

"ہاں سیدھی سی سمجھ میں آنے والی چال ہے۔ جینا کی رہائی کے بعد بھی تم اُسے اپنے ساتھ نہیں رکھ سکو گے۔"

"میں ضرور اُسے ساتھ رکھوں گا۔ اپنی ایک ایک سانس کے ساتھ اُسے اپنے پاس رکھوں گا، مجھے کون روک سکتا ہے؟"

"وہ عورت ...!"

میں ایک دم سے ٹھنڈا پڑ گیا۔ اس دماغ میں رہنے والی بلا کو تھوڑی دیر کے لیے بھول گیا تھا۔ سونیا نے پوچھا "اب بتاؤ، جینا کو قیدی بنا کر تمھیں کیوں ناراض کروں؟ میں بھلا تمھیں روکنے اور ناراض کرنے والی کون ہوتی ہوں؟ جو کرنا ہو گا وہی کرے گی، جس پر تمھارا بس نہیں چل رہا ہے۔"

میں نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر کہا "ایک وہ ہے جو میرے اندر گھُسی ہوئی ہے، دوسری تم ہو جو دُشمن کی طرح میری بے بسی کا تماشا دیکھنے والی ہو۔ مجھے اپنی فکر نہیں ہے۔ میں جلد ہی اُس عورت سے نمٹ لوں گا لیکن جب تک نمٹ نہیں لوں گا، وہ جینا کو نقصان پہنچاتی رہے گی۔"

سونیا نے کہا "جینا کو ایک طرف اُس عورت سے اور دوسری طرف ماسک مین سے نقصان پہنچتا رہے گا۔ ذرا ٹھنڈے دماغ سے سوچو اُسے صرف سونیا کی قید میں تحفظ ملے گا۔ وہ ہیڈ کوارٹر کے انڈر گراؤنڈ سیل میں فوجیوں کی قیدی نہیں، میری خاص مہمان بن کر رہے گی۔ پلیز فرہاد! ہر پہلو پر غور کرو اور جینا کی بہتری کے لیے فیصلہ کرو۔"

وہ درست کہہ رہی تھی۔ ماسک مین اور پاسکل یُویا، جینا کو ہمیشہ سحر زدہ رکھیں گے۔ اسے بارہ گھنٹے لڑکا اور بارہ گھنٹے لڑکی بناتے رہیں گے۔ کبھی اُس بے چاری کو اپنی اصلیت معلوم کرنے کا موقع نہیں دیں گے۔ میں اُن سے نجات دلانے کے لیے اسے اپنے پاس رکھ کر علاج کراؤں گا تو وہ میرے دماغ میں رہنے والی اسے میرے قریب رہنے نہیں دے گی۔ اس بار اُسے فرانس کی حکومت کے حوالے کیا ہے، اگلی بار اسے ماسک مین، سپر ماسٹر یا یہودی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

تنظیم کے حوالے کرے گی تو میں تلملا کر رہ جاؤں گا اور اُس دشمن عورت کا کچھ بگاڑ نہیں سکوں گا۔

مَیں سونیا کے ساتھ فٹ پاتھ پر چلنے لگا۔ وہ میری بے بسی اور ذہنی کیفیت کو سمجھ رہی تھی۔ اُس نے پوچھا "میں تمھارے لیے کیا کروں؟"

"تعجب ہے تم میرے لیے کچھ پوچھ کر کرو گی۔"

"ہاں پوچھے بغیر کچھ کرتی ہوں تو مجھے دشمن سمجھتے ہو۔"

"نہیں سمجھوں گا، اُس عورت سے نجات دلاؤ۔"

وہ تھوڑی دیر تک سوچتی ہوئی میرے ساتھ چلتی رہی پھر بولی "وہ تمھارے دماغ میں ہے، ہماری باتیں سُن رہی ہے، اُس سے کہو میرے دماغ میں آئے۔"

میں نے سوچ کے ذریعے پوچھا "تم خاموش کیوں ہو؟ سونیا کی باتیں سُن رہی ہو۔ کیا اُس کے دماغ میں جا کر باتیں کرو گی؟"

میرے اندر خاموشی رہی۔ میں نے دوسری بار مخاطب کیا پھر بھی جواب نہ ملا۔ میں نے سونیا سے کہا "وہ پچھلی رات سے جاگ رہی ہے۔ آج تمام دن میرے ساتھ لگی رہی۔ مجھ سے کہہ گئی تھی کہ چار گھنٹے تک سوتی رہے گی پھر میری خیریت معلوم کرنے آئے گی، وہ یقیناً ابھی سو رہی ہے۔"

"یہ بات یقین سے نہ کہو۔"

"ہاں، وہ خاموش رہ کر تمھارے منصوبے کو سُننا اور سمجھنا چاہے گی۔"

"اس بار تم زبردست پھنسے ہو لیکن میں اُسے سمجھاتی ہوں کہ آدمی صرف موت سے ہار مانتا ہے، ورنہ جب تک زندہ رہتا ہے، بڑی سے بڑی مصیبت میں پھنس کر نکلتا رہتا ہے۔ ذرا عقل سے سوچو کر تم کب تک فرہاد کے دماغ پر حاوی رہو گی۔ دو گھنٹے، چار گھنٹے یا چوبیس گھنٹے تک حکومت کرو گی؟ اس کے بعد میں تمھیں مکھن کے بال کی طرح فرہاد کے دماغ سے نکال دوں گی۔"

میں نے خوش ہو کر پوچھا "سونیا! میری جان! کیا سچ کہہ رہی ہو؟"

پھر میں نے اُسے کھینچ کر سینے سے لگا لیا "ہاں، تم جو کہتی ہو، وہ کر گزرتی ہو۔ مجھے خدا کے بعد تم پر یقین ہے، صرف تم، صرف تم ہی مجھے اس سے نجات دلا سکتی ہو۔"

وہ تڑپ کر مجھ سے الگ ہو گئی پھر بولی "کتنی بار کہہ چکی ہوں کہ مجھے ہاتھ نہ لگایا کرو۔"

"میں نے ہوس سے نہیں، عقیدت سے گلے لگایا تھا۔"

"عقیدت کو ہوس میں بدلتے دیر نہیں لگتی، مجھ سے ایک بالشت دُور رہ کر چلتے رہو۔"

میں نے ذرا الگ ہو کر چلتے ہوئے کہا "یہ اطمینان ہو چکا ہے کہ تم اُسے میرے اندر سے نکال دو گی، میرے دماغ کا بوجھ اُتر گیا ہے۔ میرا ایک اور کام کر دو۔"

"تم جینا کی فرمائش کرو گے۔"

"کمال ہے تم زبان کھولنے سے پہلے دل کی بات سمجھ لیتی ہو۔"

"تمھارے دل میں صرف عورت رہتی ہے یہ بات تو گدھا بھی سمجھ لیتا ہے۔"

"مانتا ہوں، گدھی نے بھی سمجھ لیا۔ اُس کے لیے اور میرے لیے کچھ کرو۔"

"جب اُس عورت سے تمھیں نجات مل جائے گی تو کچھ کرنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ تم اپنے معاملات میں ... رہو گے۔"

"یعنی اس وقت تک جینا تمھاری نگرانی میں رہے گی، اُسے اپنی رہائش گاہ میں رکھو گی؟"

"سوری، جب تک جینا کی اصلیت اور صحیح ہسٹری ... نہیں ہو جاتی میں اُسے اپنے قریب نہیں آنے دوں گی۔ میں ... سے وعدہ کر چکی ہوں، وہ انڈر گراؤنڈ سیل میں محفوظ رہے گی ... وہاں تک نہیں پہنچ سکیں گے اور میں اس کے آرام کا پورا خیال رکھوں گی۔"

مجھے تسلیم کرنا پڑا کہ جینا اسی طرح محفوظ رہ سکے گی۔ ... چلتے چلتے اُس کے دماغ میں پہنچنا چاہا لیکن دماغی طور پر حاضر ... پڑا۔ ایک گاڑی ہمارے قریب آکر رُک گئی تھی۔ ڈرائیونگ ... والے نے گاڑی سے اُتر کر سونیا کو سلام کیا پھر پچھلی سیٹ ... چلا گیا۔ سونیا نے اسٹیئرنگ سیٹ سنبھالی، میں اُس کے برابر ... اُس نے گاڑی کو آگے بڑھاتے ہوئے پوچھا "اس عورت ... نیند کے چار گھنٹے کب پورے ہوں گے؟"

میں نے گھڑی دیکھ کر کہا "شامت آنے ہی والی ہے۔"

"جینا کو سمجھا دو کہ وہ کم از کم دو دن تک یہاں قید ... پھر تم آکر اُسے لے جاؤ گے۔"

میں نے جینا کو مخاطب کیا۔ وہ کاٹیج میں میرا انتظار کر رہی تھی۔ کاٹیج کے اندر اور باہر فوجی جوان موجود تھے۔ میں ... تھا اُسے دو دن تک دُور رہنے کو کہوں گا تو وہ نہیں مانے گی۔ پھر کھانا پینا چھوڑ دے گی، اس لیے میں نے ڈراما کیا۔ اُس ... دماغ میں پہنچتے ہی کراہتے ہوئے کہا "جینا! میں دشمنوں ... مقابلہ کرتے ہوئے بُری طرح زخمی ہو گیا ہوں۔ میرا دماغ کمزور ہوتا جا رہا ہے۔ میں خیال خوانی نہیں کر سکوں گا۔ وعدہ کرو، میرے آنے تک تم ان فوجیوں کی قید میں رہو گی۔"

"تم جو کہو گے کروں گی۔ مجھے جلدی بتاؤ تم کہاں ہو۔ میں تمھارے لیے کیا کر سکتی ہوں؟"

"تم ... تم میرے انتظار میں بھوکی ... بھوکی نہ رہنا۔ میں ... میں جلدی آؤں گا۔"

میں ایک آہ بھرتے ہوئے خاموش ہو گیا۔ وہ تڑپ کر مجھے پکارنے لگی۔ اُٹھ کر یوں دروازے کی طرف بھاگنے لگی جیسے مجھے ڈھونڈنے جا رہی ہو۔ ایک افسر نے اُسے روکتے ہوئے کہا "باہر نہ جاؤ، مسٹر وُولف یہاں آنے والے ہیں۔"

وہ اُسے دھکا دیتے ہوئے بولی "وہ بُری طرح زخمی ہو گیا ہے، اُسے میری ضرورت ہے۔ پتا نہیں وہ کہاں پر بے یار و مددگار پڑا ہوا ہے۔"

اُسے تین فوجی جوان گھیر رہے تھے، وہ اُن سے مقابلہ کرتی ہوئی دروازے سے باہر جانا چاہتی تھی۔ پیچھے سے دو اور جوانوں نے آکر اُسے دبوچ لیا۔ ایک افسر نے چھوٹا ٹرانسمیٹر نکال کر اُسے آپریٹ کیا۔ ہماری گاڑی کے ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہونے لگا۔ سونیا نے ایک ہاتھ سے ڈرائیو کرتے ہوئے دوسرے ہاتھ سے اسپیکر اور مائیک کے بٹن کو آن کیا پھر بولی "میں اٹینڈ کر رہی ہوں۔"

افسر کی آواز آئی "مادام! جینا بے قابو ہو رہی ہے، کہہ رہی ہے کہ مسٹر وُولف کہیں بُری طرح زخمی ہو گئے ہیں۔"

سونیا نے کن انکھیوں سے مجھے دیکھا۔ میں نے اثبات میں سر ہلایا۔ وہ بولی "جینا کو انڈر گراؤنڈ سیل میں پہنچا دو۔ اُسے سمجھاؤ کہ وُولف کو تلاش کیا جا رہا ہے۔"

وہ ٹرانسمیٹر آف کر کے مجھ سے بولی "تم نے زخمی ہونے کی بات کیوں کہہ دی؟"

"میں نے یہ بھی کہا ہے کہ زخمی ہونے کے باعث خیال خوانی نہیں کر سکوں گا لہٰذا جب تک نہ آؤں وہ فوجیوں کی قید میں رہے۔ اگر ایسا نہ کہتا تو وہ قیدی بن کر رہنا منظور نہ کرتی۔ ... پر جبر کیا جاتا تو بھوک ہڑتال شروع کر دیتی۔ اب وہ میرے انتظار میں کھانا پینا نہیں چھوڑے گی۔"

ہماری گاڑی ایک ہوٹل کے سامنے رُک گئی۔ وہ ... بولی "یہاں ایک کمرا لو پھر مجھ سے دماغی رابطہ کرو۔ میرا مشورہ ... تمھیں صبح کی فلائٹ سے نیویارک جانا چاہیے اور کیوں ... جانا چاہیے یہ تم خوب سمجھتے ہو۔"

مجھے بہت پہلے ہی نیویارک اور واشنگٹن جانا چاہیے تھا۔ سپر ماسٹر کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں کینی پال کے علاوہ مس جورا جوری کے دماغ میں جگہ مل گئی تھی۔ ان کے ذریعے اور بہت سے خیال خوانی کرنے والے بے نقاب ہو سکتے تھے اور ہم ایک بار پھر اُس خفیہ اڈے تک پہنچنے والے تھے جہاں ٹرانسفارمر مشین کو چھپا کر رکھا گیا تھا۔

ماضی میں ہمارا یہ اطمینان غلط تھا کہ ہم نے اُس مشین کے تمام نقشوں کو جلا دیا ہے۔ اُس مشین کو دوبارہ بنانے کے لیے دوستوں یا دشمنوں کے پاس کوئی نقشہ یا کسی قسم کی راہنمائی نہیں ہے لیکن سپر ماسٹر کے ملک میں کہیں ایک مشین چھپا کر رکھی گئی تھی۔ مشین کی موجودگی ظاہر کرتی ہے کہ اس کے نقشے اور بلیو پرنٹس بھی مختلف مقامات میں چھپا کر رکھے گئے ہیں تاکہ ہم ایک جگہ چھاپا ماریں اور نقشے کو جلائیں تو دوسرے مقامات میں وہ نقشے محفوظ رہیں۔ گویا ٹرانسفارمر مشین کو شیطانی زندگی مل گئی تھی۔ وہ ایک جگہ تباہ ہوتی تو دوسری جگہ پیدا کر لی جاتی۔

سونیا جا چکی تھی۔ میں نے ہوٹل میں صبح تک کے لیے ایک کمرا حاصل کر لیا۔ وہ مجھ سے رخصت ہونے کے بعد کیا کرتی رہی، اس کا علم مجھے بعد میں ہوا۔ اُس نے گاڑی آگے بڑھا کر ٹرانسمیٹر کو آن کیا۔ بابا صاحب کے ادارے سے رابطہ قائم ہونے کے بعد اُس نے کوڈ ورڈز ادا کیے پھر کہا "علی تیمور سے بات کراؤ۔"

تھوڑی دیر بعد علی کی آواز آئی "مما! آپ نے مجھے یاد کیا ہے۔ اس کا مطلب، معاملہ گمبھیر ہے۔"

"ہاں معاملہ سنگین ہے مگر ہمارے لیے نہیں دشمنوں کے لیے۔"

"پارس کہاں ہے؟"

"یعنی پوچھنا چاہتے ہو میں پارس سے کام کیوں نہیں لے رہی ہوں؟"

"مما! آپ کا حکم سر آنکھوں پر، میں نے کام سے انکار کرنے کے لیے پارس کے متعلق نہیں پوچھا ہے مگر ہاں معلوم کرنا چاہتا ہوں کیا وہ سنگین معاملہ مجھ سے تعلق رکھتا ہے؟"

"ہاں، تمھاری وہ ٹرانسفارمر مشین تباہ کرنے والی مہم ادھوری رہ گئی ہے۔"

"اوہ مما! نئے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے متعلق سُن سُن کر میں بھی یہی سوچ رہا تھا۔ ہم نے تمام مشینیں تباہ نہیں کیں، انھوں نے ایک آدھ چھپا کر رکھی ہے۔"

"ہاں بیٹے! انھوں نے ہمیں خوش فہمی میں مبتلا کر رکھا تھا۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"لیکن ہم کیا کر سکتے ہیں؟ ہم مشین تباہ کرتے رہیں گے، وہ نئی تیار کرتے رہیں گے۔ یہ شیطانی مشین کبھی نابود نہیں ہو سکے گی۔"

"شیطان ازل سے ہم انسانوں کے پیچھے پڑا ہے، کبھی نابود نہیں ہوتا، اس کے باوجود انسانی عزائم کمزور نہیں پڑتے۔ ہم شیطان سے لڑتے آرہے ہیں اور لڑتے رہیں گے۔ ٹھیک ہے کہ شیطان نہیں مرتا لیکن ہم اُسے اپنے اوپر غالب نہیں آنے دیتے، یہی انسان کی جیت ہے۔ ٹھیک ہے کہ مشینیں پھر تیار ہوتی رہیں گی لیکن ہم اپنی حکمتِ عملی سے دُشمنوں کو ان مشینوں سے خاطر خواہ فائدہ اٹھانے نہیں دیں گے۔"

"ویل مما! کیا اس کے لیے نیویارک جانا ہوگا؟"

"ہاں، رختِ سفر باندھو۔ تمھارے پاس جتنی شخصیات کے پاسپورٹ اور ضروری کاغذات ہیں، ان میں سے کسی ایک شخص کا رُوپ اختیار کرو۔ اس سے تعلق رکھنے والے اہم کاغذات میرے پاس بھیج دو یا خود لے آؤ۔ کل کسی فلائٹ سے تمھیں روانہ ہو جانا چاہیے۔"

"ویل مما! میں رات کے تین بجے تک آپ کے پاس پہنچ جاؤں گا۔"

اِدھر میں ہوٹل کے ایک کمرے میں آیا تو میرے دماغ کے کمرے میں وہ بَلا آگئی۔ ہنستے ہوئے بولی "مجھے بَلا کیوں سمجھتے ہو؟"

میں نے کہا "ایک مچھر کہیں سے اُڑتا ہُوا ایک بیل کے سینگ پر آکر بیٹھ گیا پھر بولا "بھائی بیل! میں ذرا سستانے کے لیے آپ پر آبیٹھا ہُوں، اگر آپ بوجھ محسوس کر رہے ہوں تو چلا جاؤں۔" بیل نے کہا "جب آکر بیٹھ گئے تھے تو بیٹھے ہی رہتے۔ مجھے یہ کیوں بتایا کہ مجھ پر سوار ہو؟ پہاڑ کا بوجھ کوئی بوجھ نہیں ہوتا، احساس کا بوجھ ہوتا ہے۔ تُو نے میرے احساسات کو بوجھل کر دیا ہے۔ میں تم سے کہوں گا بھاگ جاؤ، شاید تم بھاگ ہی جاؤ لیکن مجھے کیسے یقین ہوگا؟ نہ تیرے آنے کی خبر ہوتی ہے، نہ جانے کا یقین ہوتا ہے۔ تُو ایک ایسی بَلا ہے جو ہونے اور نہ ہونے کے باوجود ناقابلِ برداشت بوجھ ہوتی ہے۔"

وہ بدستور ہنستے ہوئے بولی "ان معنوں میں بَلا سمجھتے ہو تو کوئی بات نہیں۔ ویسے میرا ضمیر مطمئن ہے کہ میں نے تمھیں اب تک کوئی نقصان نہیں پہنچایا ہے۔"

"سانپ کی فطرت ڈسنا ہے۔ ڈستے وقت اُس کا ضمیر بھی مطمئن رہتا ہے۔ ظالم نے کب سمجھا ہے کہ وہ ظلم کر رہا ہے۔ تمھیں احساس ہی نہیں ہے کہ بوجھ بن کر مجھے دماغی طور پر نقصان پہنچا رہی ہو۔"

"تم کچھ بھی کہہ لو، میں تمھیں چھوڑنے سے تو رہی!"

"نہ چھوڑو، تم میری خیریت معلوم کرنے آئی تھیں سو کر لی ہو تو اب جاؤ۔"

"تم نے خیریت معلوم کرنے کا موقع ہی نہیں دیا۔ مچھر اور بیل کا قصّہ لے بیٹھے۔ اب بتاؤ، ہوٹل میں کیا کر رہے ہو؟"

"میری بھاگ دوڑ ناکام ہوگئی ہے۔ سونیا نے مجھے یہاں سے نکالا ہے۔"

"کیا واقعی؟ تم نے چہرہ بدل لیا، اس کے باوجود اُس نے پہچان لیا؟"

"ہاں، وہ چاہتی ہے میں جینا کی خاطر بغاوت نہ کروں، فرانس کی حکومت کو اپنا دُشمن نہ بناؤں، وہ جینا کو میرے حوالے کرنے کو تیار ہے۔"

"تمھاری ٹیلی پیتھی کی بڑی دھونس ہے، وہ جینا جیسی تنہا سیکرٹ ایجنٹ کو تمھارے حوالے کرنا چاہتے ہیں۔"

"وہ خطرناک نہیں ہے، دُشمن اُسے بیگانہ کر کے دُنیا والوں کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ دیکھو میں تمھیں انسانیت کا واسطہ دیتا ہُوں، جینا سے ہمدردی کرو، اُسے میرے پاس رہنے دو۔"

"تمھارے پاس رہنے دوں گی تو یہ اس سے ہمدردی نہیں دُشمنی ہوگی۔"

"دُشمنی کیسے ہوگی؟"

"ایسے کہ تم اُسے ذہنی طور پر نارمل رکھنا چاہو گے، تم اُس کی اصل ہسٹری اُسے یاد دلانا چاہو گے اور تمھارے جواب میں دُشمن اُسے دماغی طور پر ٹارچر کرتے رہیں گے۔ وہ اُدھر کی رہے گی نہ اِدھر کی لہٰذا اُسے اُدھر کی ہی رہنے دو۔"

"اُس کے دماغ کو بجلی کے یا خیال خوانی کے جھٹکے پہنچائے جائیں تو وہ جلد ہی بھولی ہوئی باتیں یاد کر لے گی۔ میں اُسے اپنے پاس رکھ کر اسی طرح اس کا علاج کرتا رہوں گا۔"

وہ بولی "فوجیوں سے کہو، اُسے وقتاً فوقتاً بجلی کے جھٹکے پہنچاتے رہیں یا میں خیال خوانی کے ذریعے اس کا علاج کرتی رہوں گی۔ میں نہیں چاہتی تم کسی جوان عورت کا علاج کرو اور میرے حقوق اُسے دیتے رہو۔"

میں نے غصّے سے کہا "تم بکواس کرتی ہو، میرا تم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"ہمارا جسم و جاں کا رشتہ ہے، تمھیں انکار ہے تو لباس میں چھپے ہوئے بدن کی شرم، میرا عورت پن اور میری محبت واپس کرو۔"

"تم نے یہ سب کچھ اپنی مرضی سے لٹایا ہے، میں تمھارے گھر نہیں گیا تھا، تم میرے گھر آئی تھیں۔"

"اپنی دانست میں بڑی اچھی دلیل دے رہے ہو۔ تم نے درست کہا کہ تم میرے پاس نہیں آئے تھے، میں تمھارے گھر آئی تھی، یہی تو دُنیا کا دستور ہے، دُلھن اپنے پیا کے گھر آتی ہے۔ ایک عورت اپنی مرضی سے اسی پر سب کچھ لٹاتی ہے جسے جی جان سے چاہتی ہے۔ میں نے چاہت میں ایسا کیا۔ تم نے مالِ غنیمت سمجھ کے لُوٹ لیا اور ڈھٹائی سے کہتے ہو کہ تم بے گناہ ہو۔ اگر میری محبت گناہ ہے تو میرے ساتھ گناہ کس نے کیا؟"

میں نے کہا "لیکن ایک گناہ گار کی سزا کتنی ہوتی ہے؟"

"جتنی بھی ہوتی ہے، کم ہوتی ہے۔ گناہ گار اپنی سزا کی آگ میں عمر بھر جلتا ہے بلکہ قیامت تک جلتا ہے۔ یومِ حساب توبہ قبول نہ ہو تو اسے قیامت کے بعد جہنم کی آگ میں جلنا ہوتا ہے۔"

میں نے کہا "توبہ سے جہنم کی آگ بجھ جاتی ہے، سزا ختم ہو جاتی ہے۔ میں توبہ کرتا ہُوں، آیندہ کبھی گناہ نہیں کروں گا۔ تمھیں یا دُنیا کی کسی عورت کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔ جینا سے باقاعدہ نکاح پڑھوا کر باقی عمر صرف اس کے ساتھ گزار دوں گا۔"

"تم میری عزت کا جنازہ نکال کے توبہ کر رہے ہو، مجھے اتنا بڑا نقصان پہنچا ہے کہ میں تمھیں معاف نہیں کر سکتی۔ مجھے تمھارا پیچھا نہیں چھوڑنا چاہیے لیکن میں نیک ارادے سے تمھارے پاس آئی تھی۔ میرا مقصد تھا تم کسی ایک محبت کرنے والی کے ساتھ زندگی گزارو اور کسی عورت کی تنہائی میں نہ جاؤ۔"

"تو پھر اپنے نیک مقصد کے لیے جینا سے نیکی کرو۔ میں قسم کھاتا ہُوں، جینا کے علاوہ کوئی میری زندگی میں نہیں آئے گی۔"

"میری چند شرائط مان لو اور اُن پر عمل کرو۔ میں ابھی تمھارے دماغ سے نکل جاؤں گی پھر کبھی نہیں آؤں گی۔"

"اگر تم سچ مچ میرے دماغ سے چلی جاؤ گی تو میں تمھاری ہر شرط پر عمل کروں گا۔"

"میری پہلی شرط یہ ہے کہ تم جینا سے اُس وقت تک دُور رہو گے جب تک وہ دُشمنوں کی خیال خوانی اور تنویمی عمل کے اثر سے نہیں نکل جاتی۔"

"اُسے دُشمنوں کے اثر سے کون نکالے گا، کب نکالے گا؟"

"تم اُس کے دماغ میں جایا کرو گے، اسے یہ نہیں بتاؤ گے

زندگی کے نشیب و فراز
گناہ و ثواب
اندھیروں اور اُجالوں
وقت اور حالات کے بھنور میں جنم لینے والی ایک
بصیرت افروز کہانی۔

غلام رُوحیں

میاں شاہد علی کی داستانِ حیات۔ سب رنگ ڈائجسٹ میں شائع ہونے والی سلسلہ وار کہانی جو پہلی بار کتابی شکل میں منظرِ عام پر آئی ہے۔ ایک مجبور اور بے بس شخص کی الم انگیز کہانی ۔ اس نے جرم و گناہ کے راستوں کو اپنانے سے انکار کیا تو مجرم بنا کر اسے جیل کی آہنی سلاخوں کے پیچھے پھینک دیا گیا۔ قسمت نے اُسے گھر بار اور والدین کے سائے سے محروم کر دیا۔۔!!

وہ جیل سے رہا ہو کر باہر آیا تو اُس کا سینہ فگار تھا۔ انتقام کے شعلے اُس کے وجود کو جھلسا رہے تھے۔ لیکن ۔۔ ایک دوست نے اس کی رہنمائی ایک مردِ کامل کے آستانے تک کر دی۔ !!

وہ عشقِ حقیقی میں ڈُوب گیا۔ اس نے اپنی آنکھیں بند کیں تو قلب روشن ہو گیا۔ لیکن ایک اچانک حادثے نے ماضی کے زخموں کو کرید کر پھر ہرا کر دیا تو اس نے تڑپ کر آنکھیں کھول لیں۔۔!!

تاریک راہوں کی گھٹن سے اُبھرنے والی ایک خوبصورت اور عبرت انگیز داستان۔

قیمت: ۲۵ روپے

ملنے کا پتہ

کتابیات پبلیکیشنز۔ پوسٹ بکس نمبر ۲۳ کراچی۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کر تم کہاں ہو اور کیا کرتے پھر رہے ہو۔ تم دُور رہ کر ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کا علاج کرتے رہو گے۔"

"واقعی تمھارے مقاصد نیک ہیں۔ تم چاہتی ہو دُشمنوں کو جینا کے ذریعے میری مصروفیات کا اور میرے ٹھکانے کا علم نہ ہو اور اس کا علاج بھی ہوتا رہے۔ مَیں تمھاری اس شرط پر دل وجان سے عمل کرتا رہوں گا۔"

"جب وہ دُشمنوں کے اثر سے نکل جائے تو تم اسے اپنے پاس بُلا لوگے۔ وہ ایک شرط پر ہمیشہ تمھارے ساتھ رہے گی۔"

"مَیں سمجھ گیا، تم کہو گی اس کے بعد کوئی دوسری میری زندگی میں کبھی نہ آئے، اس کے لیے تو مَیں پہلے ہی قسم کھا چُکا ہوں۔"

"اُس قسم کے علاوہ ایک کڑی شرط ہے اور وہ یہ کہ تم جینا کو لے کر دُور کسی ویرانے میں چلے جاؤ۔"

مَیں نے ہنستے ہوئے کہا "تمھارا خیال ہے مَیں انسانی آبادی سے دُور رہ کر عورتوں سے بھی دُور رہوں گا۔"

"نہیں، کسی ویرانے میں رہنے کی شرط اس لیے ہے کہ تم وہاں یادِ الٰہی میں مصروف رہو گے اور شیخ الفارس مرحوم کی آخری خواہش کے مطابق گمنامی کی زندگی گزارو گے۔"

مجھے چُپ سی لگ گئی۔ یہ بہت کڑی شرط تھی۔ میں دُنیا میں رہ کر دُنیا کی رونق سے کب تک دُور رہ سکتا تھا پھر جینا دُنیا کو چھوڑ کر تمام سیر و تفریحات، نئے فیشن کے ملبوسات اور تمام دُنیاوی خواہشات سے کب تک پرہیز کر سکتی تھی۔ میرے ساتھ کب تک یہ سزا پا سکتی تھی؟

اگر ایسی باتیں قابلِ قبول ہوتیں تو مَیں بہت پہلے شیخ الفارس مرحوم کی ہدایات پر عمل کرتا نظر آتا پھر مجھے ایسی شرائط تسلیم کرنے کی ضرورت کیا تھی۔ سونیا نے کہا تھا مجھے چوبیس گھنٹے بعد اس عورت سے نجات مل جائے گی۔ مَیں اس عورت سے خواہ مخواہ اس موضوع پر باتیں کر رہا تھا۔ مجھے اس سلسلے میں صرف سونیا سے گفتگو کرنی چاہیے تھی۔

یہ سوچتے ہی میں نے سونیا کے پاس جانے کے لیے خیال خوانی کی پرواز کی۔ مجھے یہ سمجھنا چاہیے تھا کہ وہ عورت میرے دماغ میں موجود ہے۔ وہ سونیا سے ہونے والی گفتگو سنتی رہے گی لیکن میں چشم زدن میں اس بلا کو بھول گیا تھا، یعنی اُس نے میرے دماغ سے اپنا خیال مٹا دیا تھا اور میرے ذہن پر حاوی ہو کر مجھے سونیا سے رابطہ کرنے پر اُکسایا تھا۔ سونیا نے کوڈ ورڈز سُن کر کہا "میں تمھارا ہی انتظار کر رہی تھی۔ ابھی تمھارے پاس ایک فوٹو گرافر آ رہا ہے۔ تم نئے چہرے کی تصویریں اُتار کر پاسپورٹ وغیرہ کے لیے جائے گا اور سُناؤ کیا وہ تمھارے دماغ میں آئی تھی؟"

"ہاں، میرے دماغ سے ہمیشہ کے لیے جانے کو تیار ہے مگر اُس کی شرائط قابلِ قبول نہیں۔"

"وہ کیا کہتی ہے؟"

"یہی کہ مَیں جینا کے نارمل ہونے کے بعد اُسے کسی ویرانے میں چلا جاؤں اور وہاں یادِ الٰہی میں مصروف شیخ الفارس مرحوم کی آخری خواہش کے مطابق گمنامی کی زندگی گزاروں۔"

سونیا نے کہا "وہ عورت جسے تم بَلا کہتے ہو، حقیقتاً تعریف ہے۔ ہمارے ایک بزرگ کی آخری خواہش کا اس حد تک احترام کرتی ہے کہ اُس نے جینا کو ساتھ لے جانے کی اجازت دے دی۔ اُس میں ذرا بھی خود غرضی ہوتی تو وہ کہ تمھیں اس کے ساتھ گمنامی کی زندگی گزارنا چاہیے۔ وہ دماغ پر حاوی ہو کر اپنے ساتھ ویرانے میں رہنے پر مجبور کرتی اور وہ ایسا کرنے میں حق بجانب ہوتی کیونکہ وہ تمھارے لیے اپنا تن من سب کچھ ہار چکی ہے۔ وہ اتنی بڑی قربانیاں کر رہی ہے صرف شیخ الفارس مرحوم کے اُس بیان کی سچائی کو قائم رکھنا چاہتی ہے کہ گناہ گار فرہاد مر چُکا ہے لیکن تم شیطان کی طرح زندہ رہنا چاہتے ہو۔ تم اُس عورت کی عظمت کو تسلیم کرو گے لیکن میں اُس کی عظمت کو سلام کرتی ہوں۔"

"تم دن رات اُسے سلام کرتی رہو لیکن مَیں ایک کا پابند نہیں رہوں گا۔"

"پابندی کیسی؟ وہ تمھارے دماغ سے ہمیشہ کے لیے جانے کو تیار ہے۔"

"اُس نے تنویمی عمل کے ذریعے میرے دماغ کو کر دیا ہے کہ مَیں اُس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہ کر سکوں اور واقعی محسوس نہیں کر پاتا ہوں۔ وہ دکھاوے کے لیے چلی جائے گی لیکن چُپ چاپ موجود رہا کرے گی۔"

"فرہاد! جو عورت کھلا ذہن، نیک مقاصد، قوم کا جذبہ اور بزرگانِ دین کا احترام اپنے دل میں رکھتی ہے وہ کبھی دھوکا نہیں دے گی۔ جب جائے گی تو اُس وقت تک واپس نہیں آئے گی جب تک تم اُس کی شرائط پر عمل کرتے رہو گے۔"

"یہ شرط قابلِ قبول نہیں ہے۔ مَیں انسانوں کی دُنیا سے دُور نہیں رہوں گا۔ کیا تم چاہتی ہو مَیں تم سے، پارس اور علی تیمور سے دُور چلا جاؤں پھر لوٹ کر نہ آؤں؟"

"زیادہ جذباتی نہ بنو۔ تم خیال خوانی کے ذریعے دقتِ ضرورت رابطہ قائم کر سکتے ہو۔ مَیں، پارس اور علی تیمور تمھیں فرہاد کی حیثیت سے جانتے ہیں۔ چوتھی وہ تمھارے دماغ میں رہنے والی عورت ہے جو تمھاری اصلیت جانتی ہے۔ باقی دُنیا کو معلوم نہیں ہونا چاہیے کہ تم زندہ ہو۔ اب تو چہرہ بھی بدل گیا ہے۔ کوئی تمھیں فرہاد کا ہم شکل نہیں کہے گا۔ یوں تمھیں گمنام رہنے پر اعتراض کیوں ہے؟"

مَیں نے جواب دیا "گمنامی کا مطلب ہے کہ مَیں خیال خوانی کے ذریعے دُشمنوں کی دُشمنی کا جواب نہ دوں، کسی سپر طاقت سے نہ ٹکراؤں، میرے بچّے کسی مصیبت میں ہوں تو اُن کے کام نہ آؤں۔"

"تم فضول سی بحث کر رہے ہو۔ جب مجھ سے اور دونوں بیٹوں سے رابطہ رہے گا تو پھر ہماری مصیبتوں میں بھی کام آؤ گے لیکن کوئی یہ جان نہ سکے گا ہمارے بُرے وقتوں میں تم کام آتے ہو۔"

"لیکن جینا کب تک ویرانے میں میرے ساتھ سزا پاتی رہے گی؟"

"آ گئے اپنی اصلیت پر۔ تم صرف جینا کی خاطر اس عورت کی عظمت سے اور گمنامی کے نیک عمل سے انکار کر رہے ہو۔ تم پوچھتے ہو وہ ویرانے میں کب تک سزا پائے گی۔ مَیں کہتی ہوں، محبت کرنے والی عورت ویرانے میں کیا، جہنم میں بھی ساری زندگی اپنے مرد کے ساتھ رہ سکتی ہے۔"

"یہ محض جذباتی باتیں ہیں۔ جذبات کا نشہ ذرا کم ہوتا ہے تو عورت کو دُنیاوی رونق اور تماشے یاد آتے ہیں۔ وہ اپنے جیسے انسانوں کی سوسائٹی چاہتی ہے۔"

"فرہاد! مَیں جذباتی عورتوں کی نہیں، محبت کرنے والیوں کی بات کہہ رہی ہوں۔ میرا دعویٰ ہے تمھارے دماغ میں رہنے والی ساری زندگی تمھارے ساتھ کسی ویرانے میں گزار دے گی۔ ایک بار اُسے آزما کر دیکھ لو۔"

"مَیں صرف اتنا جانتا ہوں کہ دُنیادار ہوں اور دُنیا والوں کے درمیان رہوں گا۔ اسلام میں عبادت کی سب سے زیادہ اہمیت ہے لیکن اس کے ساتھ دُنیاداری بھی لازمی قرار دی گئی ہے۔"

"تم ویرانے میں رہ کر خدا کے نیک اور مظلوم بندوں کے کام آ سکتے ہو۔ خیال خوانی کے ذریعے دُنیاداری کے فرائض انجام دے سکتے ہو۔"

مَیں نے بیزار ہو کر پوچھا "میری سمجھ میں نہیں آتا تم اُس عورت کی حمایت کیوں کر رہی ہو؟ کیا تم دونوں نے میری لاعلمی میں یہ طے کیا ہے کہ مجھے کسی ویرانے میں بھیج کر ہی رہو گی؟ تمھاری مکّاری سے کچھ بعید نہیں ہے۔ بہت ممکن ہے اس عورت کو تم نے ہی میرے دماغ میں بھیجا ہو۔"

"میں جب سچ بولتی ہوں تو اُس میں جھوٹ کی ذرا بھی ملاوٹ نہیں ہوتی اور سچ یہ ہے کہ مَیں نے اُس عورت کو نہ دیکھا، نہ سُنا ہے اور نہ ہی اُس کا نام جانتی ہوں۔ اُس نے کبھی میرے پاس آ کر اپنے متعلق کچھ نہیں بتایا۔ شاید اس لیے کہ نیکی کا کوئی نام اور پتا نہیں ہوتا۔ نیکی اپنا تعارف پیش نہیں کرتی جو کرنا ہوتا ہے کر گزرتی ہے۔"

"سونیا! یہ بحث ختم کرو، تم نے وعدہ کیا تھا چوبیس گھنٹے بعد مجھے اُس عورت سے ہمیشہ کے لیے نجات دلاؤ گی، تمھیں ہر حال میں اپنا وعدہ پورا کرنا چاہیے۔"

"سوری، میں زندگی میں پہلی بار وعدہ خلافی کرتے ہوئے خوشی محسوس کروں گی۔ یہ خیال دماغ سے نکال دو کہ سونیا نے جس عورت کی عظمت کو سلام کیا ہے اس کے نیک ارادوں کے خلاف کوئی قدم اُٹھائے گی۔"

"کیا تم سمجھتی ہو، تمھارے تعاون نہ کرنے سے مَیں اُس عورت کی بے جا پابندیوں میں رہوں گا اور خود غلامی کی زنجیریں نہیں توڑ سکوں گا؟"

"تم زبردست ہو فرہاد، زنجیریں خود توڑ ڈالو گے، مگر بہت پچھتاؤ گے۔"

"کیا یہ کافی نہیں ہے کہ تم سے تعاون کی اُمید کر کے پچھتا رہا ہوں اور پچھتانے کے بعد مَیں کیا کرتا ہوں، یہ اب تمھارے سامنے آئے گا۔"

"ایک منٹ، جانے سے پہلے سُن لو، میں فرانس کی زمین پر تمھاری طرف سے کوئی ہنگامہ نہیں چاہتی۔"

"مجھے معلوم ہے، اس ملک کو ٹیلی پیتھی کے ہنگاموں سے بچانے کے لیے تم نے جینا کو رہائی دلائی تھی۔ اب پھر اُسے میرے حوالے کر دو گی۔"

"جو کہو گے، وہی کروں گی۔ کسی ایک معاملے میں اختلافِ رائے ہو تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم ایک دوسرے کے مخالف ہو گئے ہیں۔"

"کوشش کروں گا کہ ہمارے درمیان اختلافات کم سے کم ہوں اور کسی معاملے میں ہمیں ایک دوسرے کی کبھی ضرورت نہ پڑے۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"اگر ضرورت پڑی تو کام نہیں آؤ گے، کیا بیٹوں کے بھی کام نہیں آنا چاہو گے؟"

میں جواب نہ دے سکا۔ وہ بولی "بابا صاحب کے ادارے نے تمہارے بیٹوں کو علم و ہُنر کا کمال دیا ہے انہیں فولاد اور ناقابلِ تسخیر بنا دیا، تم اُس ادارے کے بھی کبھی کام نہیں آؤ گے۔ میری بات جانے دو، دُشمن میری حاضر دماغی یا مکاری سے سہمے رہتے ہیں لیکن میں اتنی نادان ہوں کہ تمہارے لیے اپنی جوانی غارت کر دی۔ بیس برس سے پارس کو کلیجے سے لگائے ہوئے ہوں۔ دُنیاوی رشتے سے نہ تمہاری کچھ لگتی ہوں اور نہ پارس کی ماں ہوں مگر تمہاری کچھ لگنے اور پارس کی ماں کہلانے کی حماقت کیے جا رہی ہوں اور حماقت کا نتیجہ تو یہی ملتا ہے جو مجھے مل رہا ہے۔ بے شک آئندہ کبھی میرے کام نہ آنا مگر ابھی اپنی عقل سے کوئی بڑا فیصلہ نہ کرو۔ جینا تمہارے حواس پر چھائی ہوئی ہے، ایسے میں تم کبھی صحیح فیصلہ نہیں کر سکو گے۔"

میں سر جھکا کر سوچنے لگا۔ مجھے کچھ ہو گیا تھا۔ مجھے شدت سے احساس ہُوا کہ میں نے سونیا کی محبت، خلوص اور قربانیوں کو نظر انداز کر کے اُس کی توہین کی ہے۔ میں اور میرے بچے ساری عمر اس کی خدمت کرتے رہتے تب بھی اُس کی بے لوث محبت کا صلہ نہیں دے سکتے تھے۔ میں نے ندامت سے کہا۔ "سونیا! میں شرمندہ ہوں اور محسوس کر رہا ہوں کہ میرا دماغ صحیح طور پر سوچنے اور فیصلہ کرنے کے قابل نہیں رہا ہے۔ تم میری زندگی کی پہلی اور آخری ساتھی ہو۔ اتنی بڑی دُنیا میں کسی کی محبت، ذہانت اور برتری کو تسلیم کرتا ہوں تو وہ تم ہو۔ میں تمہیں کبھی ناراض کرنے کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتا۔"

وہ خوش ہو کر بولی "خدا کا شکر ہے ورنہ یہ تمہارا بڑا پن ہے کہ تم اپنی غلطی محسوس کر لیتے ہو۔"

"تم بھی اپنی غلطی کو سمجھو اور مجھے الزام نہ دو کہ جینا میرے حواس پر چھائی ہوئی ہے۔ جب میرا دماغ ہی میرے بس میں نہیں ہے، وہ ایک عورت کے قابو میں ہے تو پھر میرے حواس پر جینا کیسے چھائے گی۔ میرے موجودہ ذہنی انتشار کی وجہ صرف وہ عورت ہے۔"

تب میرے دماغ میں بڑی دیر کے بعد اُس کی آواز اُبھری۔ وہ کہنے لگی "فرہاد! میں یہ الزام اپنے سر نہیں لینا چاہتی کہ میری وجہ سے تم سوچنے سمجھنے اور صحیح فیصلہ کرنے کے قابل نہیں رہے۔ میں تمہاری بھلائی اور شیخ الفارس مرحوم کی سچائی کو بحال رکھنے کی خاطر تمہیں صحیح راستے پر لے جا رہی تھی، اب ایسا نہیں کروں گی۔ تم یقین کرو یا نہ کرو، میں تمہارے دماغ سے جا رہی ہوں لیکن اس سے پہلے سونیا سے دو باتیں کرنا چاہتی ہوں، کیا وہ مجھے اپنے پاس آنے دے گی؟"

میں نے سونیا سے کہا "وہ تمہارے پاس آ کر کچھ کہنا چاہتی ہے۔"

سونیا نے کہا "میں اُسے خوش آمدید کہتی ہوں۔"

پھر میں نے دیکھا سونیا خلا میں تکنے اور مُسکرانے لگی۔ کیونکہ وہ میرے دماغ سے اُس کے دماغ میں پہنچ گئی تھی اور کہہ رہی تھی "سونیا! میں زیادہ نہیں بولوں گی، تمہارا وقت ضائع نہیں کروں گی، تمہیں گواہ بنانے کے لیے کہہ رہی ہوں کہ میں نے اسی لمحے سے فرہاد کے دماغ کو چھوڑ دیا ہے۔ اب اس کے پاس نہیں جاؤں گی۔ تم اُسے ایک بات سمجھا دو کہ اُسے فرہاد کی حیثیت سے کبھی دُنیا والوں پر ظاہر نہیں ہونا چاہیے۔ میں جب بھی یہ دیکھوں گی کہ وہ ظاہر ہونے والا ہے اور شیخ الفارس مرحوم کی سچائی پر حرف آنے والا ہے تو میں اس کی بدترین دُشمن بن جاؤں گی، جان لے لوں گی تاکہ دُنیا والوں کو آخری بار اس کی موت کا یقین آ جائے۔"

سونیا نے پوچھا "تمہیں مجھ سے کیا شکایت ہے؟"

"تم سے شکایت نہیں، محبت ہی محبت ہے۔ میں تمہیں کتنا چاہتی ہوں یہ لفظوں میں بیان نہیں کر سکتی۔"

"تو پھر چاہت کا ثبوت دو۔ فرہاد کی غیر موجودگی میں میرے پاس آؤ۔ میرا وعدہ ہے جب آؤ گی تو دل خوش کر دوں گی۔"

"مجھے یقین ہے تم ایسا کرو گی اور میں ضرور آؤں گی۔ خدا حافظ... !"

چند لمحوں تک خاموشی رہی۔ میں سونیا کے دماغ میں گیا۔ پھر چند سیکنڈ کے بعد آ کر بولا "میں ابھی چلا گیا تھا، نکلا پھر چند سیکنڈ کے بعد آ کر بولا "میں ابھی چلا گیا تھا وہ بدستور موجود تھی؟"

سونیا نے کہا "نہیں چند سیکنڈ کے لیے میرا دماغ پرائی سوچ کی لہروں سے خالی ہو گیا تھا پھر تم مخاطب رہے ہو۔"

میں نے پوچھا "تم اُس کا دل کیسے خوش کرو گی؟"

"تمہارا کیا خیال ہے؟"

"میں تم سے پوچھ رہا ہوں۔ کیا اس کے ساتھ مل کر مولوی بنانے کا ارادہ ہے؟ تم اسی طرح اُسے خوش کرو گی؟"

"کیا تم ایسے ہی نادان بچے ہو کہ ہم دو عورتیں تمہیں بنانا چاہیں گی، تم بن جاؤ گے؟"

"پھر مجھے بتاؤ اس کا دل کیسے خوش کرو گی؟"

"وہ مجھے دل و جاں سے چاہتی ہے۔ ایسے میں اُسے دوستی کی پیش کش کروں تو کیا وہ دوست بن کر کام کرنے میں فخر نہیں کرے گی؟"

"ہاں تم اُسے دوست بنا سکتی ہو لیکن وہ میری دُشمن بن رہ گئی ہے۔"

"تم اسے غلط نہ سمجھو، اُس نے تمہیں محتاط رہنے کے لیے چیلنج کیا ہے۔ یہ چیلنج تمہاری بہتری کے لیے ہے۔ تمہارا اخلاقی فرض ہے کہ تم شیخ الفارس مرحوم کے بیان کی سچائی کو قائم رکھو اور کبھی اپنی اصلیت ظاہر نہ ہونے دو۔"

"میں کبھی ظاہر نہیں ہونے دوں گا لیکن میں کیسے یقین کروں کہ وہ ہمیشہ کے لیے میرے دماغ سے چلی گئی ہے۔"

"میں تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ وہ جا چکی ہے۔ اگر ذہنی انتشار سے بچنا چاہتے ہو تو اُسے بھول جاؤ، ورنہ تمہاری مرضی ہے۔ ساری زندگی ایک بیل کی طرح مچھر کا بوجھ محسوس کرتے رہو گے۔"

ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے کہا "میں ابھی فون اٹینڈ کر کے باتیں کروں گا۔"

میں نے ریسیور اُٹھایا۔ ہوٹل کی کاؤنٹر گرل نے کہا۔ "ایک فوٹو گرافر آپ سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔"

میں نے کہا "ریسیور فوٹو گرافر کو دو۔"

چند سیکنڈ کے بعد فوٹو گرافر کی آواز آئی "سر! مجھے مادام نے بھیجا ہے۔"

"چلے آؤ۔" میں نے ریسیور رکھا پھر اس کے دماغ میں پہنچ کر خیالات پڑھے۔ وہ غلط آدمی نہیں تھا سونیا کے احکامات کی تعمیل کے لیے آ رہا تھا۔ میں نے دستک سُن کر دروازہ کھولا۔ اُس نے کمرے میں آ کر فلیش لائٹ سے میری کئی تصویریں اُتاریں۔ اس دوران میں نے سونیا کو مخاطب کر کے پوچھا "کیا فوٹو گرافر کے لیے کوئی پیغام ہے؟"

"نہیں اُسے جانے دو۔ مجھے ایک گھنٹے بعد تمہاری تصویریں مل جائیں گی۔"

فوٹو گرافر چلا گیا۔ میں نے کہا "میں یقین کرتا ہوں کہ وہ دماغ سے جا چکی ہے۔ اب جینا میرے پاس رہ سکے گی۔ میں اسی طرح اس عورت کی عدم موجودگی کو سمجھ پاؤں گا۔"

"تم پھر اُلٹی باتیں کر رہے ہو۔ کیا جینا کا علاج نہیں ہونے دو گے۔ علاج سے پہلے تمہارے قریب آئے گی تو دُشمنوں کو معلوم ہو جائے گا کہ تم نے نیا نام اور نئی شخصیت اختیار کی ہے اور اسے ساتھ لے کر نیویارک جا رہے ہو۔"

میں سوچ میں پڑ گیا۔ جینا کی خاطر نیویارک جانے سے انکار کر سکتا تھا لیکن نئے نام اور شخصیت کو دُشمنوں سے چھپا نہیں سکتا تھا۔ میں نے پوچھا "کیا تم جینا کی ذمّے داری قبول کر رہی ہو؟"

"میں قبول کرتی ہوں، اس کے باوجود تمہارا دھیان اُس لڑکی کی طرف رہے گا اور تم پوری توجہ سے سُپر ماسٹر کے خیال خوانی کرنے والوں تک نہیں پہنچ سکو گے۔"

"تم درست کہہ رہی ہو۔ میرا خیال ہے کل ہی نیویارک جانا ضروری نہیں ہے۔ میں جینا کا علاج ہونے تک اسی شہر میں رہوں گا اور خیال خوانی کے ذریعے کینی پال اور جوراجوری اور اس کے کرنل باپ تک پہنچ کر کام کی باتیں معلوم کرتا رہوں گا، تم کیا کہتی ہو؟"

وہ بولی "سُپر ماسٹر کے خیال خوانی کرنے والوں تک پہنچنا اور ان کی صحیح تعداد معلوم کرنا بہت ضروری ہے۔ اس کام میں دیر نہیں ہونی چاہیے۔ میں پہلے ہی سمجھ گئی تھی کہ تم یہاں سے نہیں جاؤ گے اور جاؤ گے تو جینا کو چھوڑ کر کسی کام کے نہیں رہو گے، اس لیے میں علی تیمور کو نیویارک بھیج رہی ہوں، جب وہ وہاں پہنچ جائے تو تم اُسے کینی پال اور جوراجوری کا پتا بتاؤ گے۔"

"تم کمال کی عورت ہو، میں جو چاہتا تھا، وہی کر رہی ہو۔ میں علی تیمور سے رابطہ کروں گا۔"

"بہر حال تمام معاملات طے ہو چکے ہیں۔ تم جینا کا علاج ہونے تک اُس سے دُور رہو گے۔ اب میرے دماغ سے جاؤ۔ تمہارے دماغ سے جانے والی کسی وقت بھی میرے پاس آ سکتی ہے۔"

میں جینا کے پاس چلا آیا، وہ سو رہی تھی۔ میں نے اُس سے جھوٹ کہا تھا کہ بُری طرح زخمی ہو گیا ہوں۔ یہ سُنتے ہی وہ مجھے تلاش کرنے کے لیے فوجیوں کی حراست سے نکلنا چاہتی تھی۔ اُسے بڑی مشکلوں سے قابو میں کر کے دوبارہ انڈر گراؤنڈ سیل میں پہنچایا گیا تھا پھر اُسے نیند کا انجکشن لگا کر سُلا دیا گیا تھا۔

اُسے دو گھنٹے پہلے انجکشن دیا گیا تھا۔ اُس کی خوابیدہ سوچ نے بتایا کہ وہ تنویمی نیند پوری کر رہی ہے۔ یہ بات اس کے لیے خطرناک تھی، اس پر کسی نے تنویمی عمل کیا تھا۔ چونکہ وہ معمولہ تھی اس لیے مجھے عامل کا نام نہیں بتا سکتی تھی۔ میں نے سونیا کو مخاطب کر کے کہا "تمہارے فوجی جینا کے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

حفاظت نہیں کرسکیں گے۔ اُنھوں نے اُسے انجکشن دے کر سُلایا۔ دُشمن نے اس کے خوابیدہ دماغ کو گرفت میں لے کر اپنی معمولہ بنالیا ہے۔"

"فرہاد! جب میں نے اس کی ذمّے داری قبول کی ہے تو کوئی دُشمن اپنی چال میں کامیاب نہیں ہو سکے گا۔"

"کیا تم نے اُس پر تنویمی عمل کرایا ہے؟"

"ہاں، ہم صرف بجلی کے جھٹکوں سے نہیں، تنویمی عمل سے بھی اس کا برین واش کریں گے۔ دُشمنوں کے تمام ہتھکنڈے اُس کے دماغ سے مٹادیں گے۔"

"یہ طریقہ کامیاب ہوگا لیکن وہ سو رہی تھی۔ اُس پر عمل کرنے کے لیے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی ضرورت تھی جبکہ سونیا خیال خوانی کے قابل نہیں ہے۔ اس دوران میں تم سے گفتگو میں مصروف رہا پھر اُس کے دماغ میں کون گیا، کس نے عمل کیا؟"

"جینا کے معاملے میں تمھارا دماغ کام کرنے کے قابل نہیں رہتا۔ اگر تمھارا دعویٰ ہے کہ عشق نے تمھیں نکمّا نہیں کیا ہے تو بتاؤ میں نے جینا پر کس طرح عمل کرایا ہے؟"

میں سوچ میں پڑگیا۔ ہماری ٹیم میں اور کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں تھا۔ سمجھ میں نہیں آیا کہ سونیا نے کس طرح اس پر عمل کرایا ہوگا۔ وہ بولی "خاموش کیوں ہو؟ مان لو کہ جینا نے تمھیں کسی کام کا نہیں چھوڑا ہے۔ سنو! تم اُسے جانتے ہو، وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا میرا عاشق ہے، دیوانہ ہے۔"

میں نے چونک کر کہا "پرنس ڈیگر؟"

"ہاں، اب تم کہو گے کہ میں نے جینا کا برین واش کرانے کے لیے پرنس پر بھروسا کیوں کیا؟"

"بے شک، ابھی تم نے کسی معاملے میں اُسے اچھی طرح آزمایا نہیں ہے۔ کیا آزمانے کے لیے جینا ہی ملی تھی؟"

"توبہ ہے، اتنی بھی دیوانگی اچھی نہیں ہوتی۔ تمھارے اطمینان کے لیے کہہ دوں کہ پرنس دل و جان سے میرا تابعدار ہے۔ میں نے اُس سے وعدہ کیا تھا کہ وہ سپر ماسٹر کو چھوڑ کر میری طرف آئے گا تو میں بڑے بڑے اہم معاملات میں اُسے اپنے ساتھ رکھوں گی اور وہ میرے ساتھ ہے۔ کل ہم دونوں علی تیمور کے ساتھ نیویارک جارہے ہیں۔"

"اوہ گاڈ! تم جارہی ہو تو سپر ماسٹر کا کیا بنے گا؟"

وہ بولی "کسی کا کچھ بنے گا، کسی کا کچھ بگڑے گا، یہی ہوتا آیا ہے۔"

"کیا پرنس ڈیگر میرا ہم شکل ہی رہے گا؟"

"ہاں، سپر ماسٹر اور اُس کے آدمی اُسے برائن وُولف سمجھیں گے، وہ تمھارے پاسپورٹ پر سفر کر رہا ہے۔"

"تم دشمنوں کی توجہ جان بوجھ کر اُس کی طرف دلاؤ۔"

"اپنی طرف بھی متوجہ کرلوں گی کیونکہ اپنے اصلی چہرے کے ساتھ رہوں گی۔ میں اور پرنس، سپر ماسٹر کے سامنے ڈالیں گے۔ حملے تو علی کرے گا۔"

فوج کے ہیڈ کوارٹر میں مختلف اسٹیٹس کے اعلیٰ حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران اپنی کاروں میں آرہے تھے اور جنرل وائزر کے دفتری کمرے میں پہنچ رہے تھے۔ اُس دفتر کے اطراف سخت پہرا تھا۔ کسی فوجی جوان اور چھوٹے بڑے افسر کو بھی اُدھر جانے کی اجازت نہیں تھی۔ جب مطلوبہ حکام اور اعلیٰ افسران جنرل وائزر کے کمرے میں پہنچ گئے تو دروازے کو اندر سے بند کر دیا گیا۔ جنرل کا وہ کمرا ساؤنڈ پروف تھا۔

تمام افراد ترتیب سے رکھی ہوئی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ جنرل وائزر نے ان کے سامنے کھڑے ہو کر باری باری سب پر نظر ڈالی پھر کہا "سپر ماسٹر اریسے ربے نے پیرس سے تفصیلی معلومات فراہم کی ہیں۔"

ایک اسٹیٹ کے حاکم نے کہا "ہم اپنی مصروفیات چھوڑ کر آئے ہیں، کیا اُن معلومات کا تعلق ہم سے ہے؟"

جنرل نے کہا "بہت گہرا تعلق ہے۔ اگر میں نے اطلاع آپ تک نہ پہنچائی اور آپ بے خبر رہے تو آپ کے پاؤں تلے سے زمین سرک جائے گی۔"

"ایسی کیا تشویش ناک اطلاع ہے؟"

"سونیا اور برائن وُولف آج رات کی فلائٹ سے پہنچ رہے ہیں۔"

"کیا واقعی؟"

کسی کو یقین نہیں آرہا تھا۔ سب طرح طرح کے سوال کر رہے تھے۔ جنرل نے کہا "آپ جانتے ہیں کہ ہمارا ایک جاسوس بابا صاحب کے ادارے میں ہے۔ وہ بہت اندر کی خبر دیتا ہے۔ اُس نے کوئی دس گھنٹے پہلے اطلاع دی تھی کہ علی تیمور ادارے سے اچانک کہیں چلا گیا ہے۔ اگر وہ بھیس بدل کر امریکا کا رُخ کرے گا تو اُسے ہمارے سفارت خانے سے یہاں آنے کا اجازت نامہ حاصل کرنا ہوگا۔"

ایک نے سوال کیا "بھیس بدلنے والے کو کیسے پہچانا جائے گا؟"

"پہچاننا مشکل ہے پھر بھی احتیاطی تدابیر پر عمل کیا جارہا ہے۔ ہمارے سفارت خانے سے نئے ویزے نہیں دیے جارہے ہیں۔ شمالی اور جنوبی امریکا میں جتنے انٹرنیشنل ائرپورٹ اور بندرگاہیں ہیں، وہاں مسافروں کو سختی سے چیک کیا جائے گا۔ ہر جگہ اینٹی میک اپ کیمرے نصب کر دیے گئے ہیں۔ خصوصاً جوان مسافروں پر کڑی نظر رکھی جائے گی۔ ہمارے جاسوس ان کی ٹوہ میں لگے رہیں گے۔ اُن کے فنگر پرنٹس حاصل کر کے علی تیمور کی انگلیوں کے نشانات سے موازنہ کیا جائے گا۔"

ایک نے کہا "یہ تمام احتیاطی تدابیر درست ہیں لیکن ہم نہیں جانتے کہ وہ آج آئے گا، کل آئے گا یا کس دن یہاں پہنچے گا۔ جب تک وہ نظروں میں نہیں آئے گا، تب تک کیا روزانہ ہزاروں مسافروں کی نگرانی ہوتی رہے گی؟"

"مجبوری ہے، ہمیں اس سانپ کے بچے کو ڈھونڈ نکالنے کے لیے ممکن اور ناممکن طریقوں پر عمل کرنا ہوگا۔"

ایک اسٹیٹ کے حاکم نے کہا "سیدھی سی بات ہے، سونیا اور برائن وُولف کو یہاں پہنچتے ہی گرفتار کر لیا جائے۔"

دوسرے نے کہا "وہ دونوں فرانس کے معزز شہری اور وی آئی پیز میں سرِفہرست ہیں۔ ہماری خارجہ پالیسی فرانس سے اختلاف مول لینے کی اجازت نہیں دیتی۔"

"تو پھر انھیں نیویارک کے ائرپورٹ سے واپس بھیجا جاسکتا ہے۔"

"ہم انھیں واپس بھیج کر بہت بڑی غلطی کریں گے۔ وہ دونوں بھیس بدل کر دوسرے ہی دن یہاں پہنچ جائیں گے۔ پھر علی تیمور کی طرح انھیں بھی پہچاننے کا مسئلہ پیدا ہو جائے گا۔"

بات معقول تھی۔ سب تائید کرنے لگے کہ سونیا اور برائن وُولف کو یہاں خوش آمدید کہا جائے۔ ایک نے کہا "سرکاری طور پر اُن کی پذیرائی کی جائے۔ انھیں وی آئی پی ٹریٹمنٹ دیا جائے۔ اس طرح ہمیں اُن کی دن رات کی مصروفیات کا علم ہوتا رہے گا۔"

دوسرے نے کہا "اگر علی تیمور یہاں آرہا ہے یا آچکا ہے تو سونیا کسی نہ کسی طرح اُس سے رابطہ کرے گی۔"

تیسرے نے کہا "سونیا کو رابطہ قائم کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ وُولف خیال خوانی کے ذریعے سونیا کا پیغام علی کو پہنچایا کرے گا۔"

کرنل جیکب وال نے کہا "کسی موقع پر وُولف کو مصیبت میں ڈال دیا جائے اور سونیا کو دوسری طرف مصروف رکھا جائے تو علی، وُولف کی مدد کو ضرور آئے گا۔"

جنرل نے کہا "ہم ایسی چالیں چلیں گے۔ کرنل جیکب وال! میں سب سے پہلے جو چال چلنے والا ہوں، وہ چال تمھارے گھر سے شروع ہوگی۔"

کرنل نے پوچھا "آپ کرنا کیا چاہتے ہیں؟"

"تمھاری بیٹی جوراجوری کی ایک ڈمی تیار ہو رہی ہے، وہ ڈمی تمھاری بیٹی کی حیثیت سے تمھارے ساتھ رہے گی۔ علی تیمور جوان ہے اور جوراجوری حسین ہے۔ اُس کی ڈمی اُسے پھانسے گی۔ کس طرح پھانسے گی اور کیسا ڈراما پلے کیا جائے گا، یہ سب کچھ ڈمی کو اچھی طرح سکھایا جا رہا ہے۔"

"جنرل! تم ایسی زبردست چالیں پہلے نہیں چلتے تھے۔"

"میں اب بھی اپنی طرف سے کوئی قدم نہیں اُٹھا رہا ہوں۔ یہ ہمارے نئے سپر ماسٹر اریسے ربے کی پلاننگ ہے۔ وہ پیرس میں بیٹھا ہوا اپنے سارے منصوبے مجھ تک پہنچاتا رہتا ہے۔ اس کے ایک منصوبے کے مطابق ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے مختلف پناہ گاہوں میں پہنچ گئے ہیں۔ وہاں تک سونیا وغیرہ کی رسائی ناممکن بنادی گئی ہے۔ اس کے دوسرے منصوبے کے مطابق اگر علی تیمور میک اپ کے باوجود پہچان لیا جائے تو اُسے بے نقاب نہ کیا جائے بلکہ اسی میک اپ میں اسے گولی ماردی جائے۔ ہمارے پاس صفائی پیش کرنے کے لیے یہ جواز رہے گا کہ ہم نے ایک بہروپیے کو مقابلے میں مارا ہے، ہم نہیں جانتے تھے کہ وہ علی تیمور ہے۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ جنرل وائزر نے ریسیور اُٹھا کر ہیلو کہا پھر دوسری طرف کی باتیں سننے لگا۔ اس کے بعد ریسیور رکھ کر کہا "معزز حاضرین! ہمارے ملک کو پہلی بار ایسا زبردست سپر ماسٹر نصیب ہوا ہے، جس کی معلومات کبھی غلط نہیں ہوں گی اور جس کا منصوبہ کبھی ناکام نہیں ہوگا۔ ابھی ہمارے ایک جاسوس نے اطلاع دی ہے کہ جس طیارے میں سونیا اور وُولف سفر کر رہے تھے، وہ نیویارک ائرپورٹ پر پہنچ گیا ہے۔ آپ یہاں بیٹھے بیٹھے سونیا اور برائن وُولف کو دیکھ سکتے ہیں۔"

اُس نے ایک ریموٹ کنٹرول اُٹھا کر ٹی وی کو آن کیا۔ چھتیس انچ کے اسکرین پر ائرپورٹ کا منظر دکھائی دے رہا تھا۔ ایک طیارے کی سیڑھیوں سے مسافر اُتر رہے تھے اور ان کے درمیان سونیا صاف طور سے نظر آرہی تھی اور فرہاد کا ہم شکل وُولف بھی آسانی سے پہچانا جا رہا تھا۔ بے شک نیا سپر ماسٹر اریسے ربے نہایت خطرناک ثابت ہو رہا تھا۔ صحیح

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

معنوں میں آستین کا سانپ تھا۔ وہ سونیا جو دشمنوں کو نقاب میں بھی پہچان لیتی تھی، اُس نے بھی شاید سپر ماسٹر ارے رے کو نہیں پہچانا تھا۔

ویسے بھی سونیا کے لیے پہچاننا اتنا ضروری نہیں ہے جتنا فریب سے بچنا ضروری ہے۔ یہ بات ابھی کسی کی سمجھ میں نہیں آئی تھی کہ وہ فریب کھانے کیوں چلی آئی ہے؟

طیارے کی سیڑھی کے پاس دو سرکاری افسر کھڑے ہوئے تھے۔ انھوں نے آگے بڑھ کر سونیا اور وُولف کو مخاطب کیا۔ اپنا تعارف کراتے ہوئے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ پہلے تو وہ دونوں چونکے پھر مسکرا کر مصافحہ کرنے لگے۔ سونیا نے پوچھا "آپ ہم سے کیا چاہتے ہیں؟"

ایک افسر نے کہا "آپ جب تک یہاں رہیں گے، یہاں کی سرکار آپ کی میزبان رہے گی۔"

ایک فوٹو گرافر مختلف زاویوں سے ان کی تصویریں اُتار رہا تھا۔ وہ دونوں سرکاری افسروں کے ساتھ چلتے ہوئے ائرپورٹ کی عمارت میں داخل ہوئے۔ داخلی دروازے پر اینٹی میک اپ کیمرا تھا۔ وہ کیمرے کے سامنے سے گزر گئے۔ اس کے ایک منٹ کے اندر ہی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ جنرل نے ریسیور اُٹھا کر ہیلو کہا۔ دوسری طرف سے جاسوس کی آواز آئی "سر۔۔۔ زبردست دھوکا ہو رہا ہے، وہ سونیا نہیں ہے!"

جنرل دائزر نے حیرانی سے پوچھا "کیا واقعی؟"

"یس سر! اینٹی میک اپ کیمرے نے بڑے سے اسکرین پر دکھایا ہے، سونیا کے میک اپ کے پیچھے ایک اجنبی لڑکی ہے۔"

"کیا اس ڈمی سونیا کو روکا گیا ہے؟"

"جی نہیں، آپ کے حکم کا انتظار ہے۔"

"اُسے نہ روکا جائے، نہ ٹوکا جائے، نہ شبہے کی نظروں سے دیکھا جائے، اُسے سونیا ہی کی طرح وی آئی پی ٹریٹمنٹ دو۔"

اُس نے ریسیور رکھ دیا۔ ایک نے پوچھا "کیا وہ ڈمی سونیا ہے؟"

"ہاں، وہ ہمیں احمق سمجھ رہی ہے، ہم اُسے خوش فہمی میں مبتلا رکھنے کے لیے اُس کی ڈمی کو سونیا سمجھتے رہیں گے۔"

"اس کا فائدہ کیا ہوگا؟"

جنرل دائزر فیکس مشین کے ذریعے سپر ماسٹر ارے رے کو موجودہ حالات کی تفصیلی رپورٹ بھیجنے لگا۔ آدھے گھنٹے کے اندر اس رپورٹ کا جواب موصول ہوا۔ سپر ماسٹر ارے رے نے لکھا تھا "میں فوری طور پر آپ کی رپورٹ پڑھ نہ سکا، دوسری جگہ مصروف تھا۔ یہ میں یقین سے کہتا ہوں، سونیا پیرس میں نہیں، اپنی ڈمی کو وُولف کے ساتھ بھیجا ہے۔ اس میں اُس کی گہری چال ہے۔ خود بھی یہاں سے جا چکی ہے۔ صاف ظاہر ہے، ہمارے ملک میں بھیس بدل کر رہے گی۔ اپنی ڈمی کو آپ لوگوں کے سامنے رکھ کر پسِ پردہ اپنا کام کر جائے گی۔ آپ نے ایک بہت بڑی غلطی کی۔ ائرپورٹ میں ڈمی سونیا اور وولف کا استقبال نہیں کرنا چاہیے تھا۔ اس طرح سونیا سمجھ لے گی، ان کی آمد کی اطلاع پہلے ہی آپ کو مل گئی تھی۔ اس خطرناک عورت کو یہ سوچنے کا موقع نہ دیں کہ میں گھر کا بھیدی بن کر لنکا ڈھا رہا ہوں۔ سونیا اور علی کو ڈھونڈ نکالنے کی کوشش کریں، دیٹس آل۔"

جنرل نے اُسے پڑھ کر سنایا۔ سب لوگ پریشانی ظاہر کرنے لگے۔ پہلے علی تیمور کو ڈھونڈ نکالنے کا مسئلہ تھا، اب سونیا روپوش ہو کر دہشت بن گئی تھی۔ کرنل نے کہا "اگر وہ جلد ہی ہماری نظروں میں نہ آئی تو ہماری نیندیں حرام ہو جائیں گی۔ ویسے کیا ہم یقین کریں کہ وہ یہاں آ چکی ہے؟"

"یقین نہ کرنے کی کون سی بات ہے؟"

"تمام ائرپورٹ اور بندرگاہوں میں اینٹی میک اپ کیمرے نصب کیے گئے ہیں۔ کہیں سے یہ رپورٹ نہیں آئی ہے کہ سونیا اور علی میک اپ میں یہاں پہنچ گئے ہیں۔ جب نیویارک ائرپورٹ سے ڈمی سونیا کی رپورٹ آ سکتی ہے تو اصلی سونیا اور علی کی بھی رپورٹ آنی چاہیے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ دونوں ابھی یہاں نہیں پہنچے ہیں۔"

جنرل نے کہا "سپر ماسٹر ارے رے صاف طور پر کہہ رہا ہے، سونیا پیرس سے جا چکی ہے۔ اگر اینٹی میک اپ کیمروں کی رپورٹ نہ آئے تو اس کا مطلب ہوگا، وہ دونوں ماں بیٹے پلاسٹک سرجری کے ذریعے چہرے بدل کر آ رہے ہیں یا آ چکے ہیں۔"

ایک نے کہا "ہر حال میں ہماری تشویش بڑھتی جا رہی ہے۔"

دوسرے نے کہا "ہم سے ٹکر لینے والی دوسری طاقتیں ہمارے لیے اتنی دردِ سر نہیں ہوتیں جتنی یہ سونیا ہو جایا کرتی ہے۔"

"ہم اس مسئلے پر جتنا بولیں گے اتنا ہی اُلجھتے جائیں گے۔ اس کا ایک ہی حل ہے کہ ہم اپنی اپنی اسٹیٹ میں تمام مشکوک افراد کی سختی سے چیکنگ کرتے رہیں اور ایک دوسرے سے برابر رابطہ رکھیں۔ ہم یقیناً ایک دوسرے کی مدد سے ان ماں بیٹے تک پہنچ جائیں گے۔ میں آپ تمام لوگوں کی تشریف آوری کا شکریہ ادا کرتے ہوئے آج کی میٹنگ برخاست کرتا ہوں۔ ایک بار پھر شکریہ۔"

وہ سب اُٹھنا چاہتے تھے کہ فون کی گھنٹی سن کر اُدھر دیکھنے لگے۔ جنرل نے ریسیور اُٹھایا۔ ایک جاسوس کی آواز آئی "سر! ٹی وی اسکرین پر دیکھیں۔"

جنرل نے ریموٹ کنٹرول اُٹھا کر ٹی وی کو آن کیا۔ اسکرین پر ڈمی سونیا اور وُولف نظر آ رہے تھے۔ وہ ایک ایسے بنگلے میں پہنچ گئے تھے جو سرکاری طور پر ان کے لیے مخصوص کیا گیا تھا۔ ان کی حقیقت معلوم کرنے اور ان کی باتیں سننے کے لیے ایسے آلات خفیہ طور پر لگائے گئے تھے جہاں ان کی نظر نہیں پڑ سکتی تھی۔

ڈمی سونیا ایک بیڈ روم میں تھی۔ سنگھار میز کے آئینے کے سامنے بیٹھی ہوئی اپنے چہرے پر وینشنگ کریم کا مساج کر رہی تھی جس کے نتیجے میں سونیا کا میک اپ اُترتا جا رہا تھا اور ایک اجنبی لڑکی کا چہرہ ظاہر ہوتا جا رہا تھا۔ برائن وُولف نے اُس سے کہا "اسے صاف کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ نقلی ماسک اُتار دو۔"

وہ بولی "ماسک اُتارنے کے بعد بھی اسے صاف کر کے رکھنا ہوگا۔ یہ پھر کسی وقت کام آئے گا۔"

اُدھر اسکرین پر باتیں ہو رہی تھیں۔ اِدھر جنرل اپنے لوگوں سے کہہ رہا تھا "تعجب ہے، یہ لڑکی سونیا بن کر آئی، پھر سونیا کا میک اپ کیوں اُتار رہی ہے؟ کیا اسے اندیشہ نہیں کہ ہم سونیا کے پاسپورٹ کے مطابق اس کا محاسبہ کریں گے؟"

کرنل نے اسکرین کی طرف انگلی اُٹھا کر کہا "وہ دیکھو! اجنبی لڑکی کا چہرہ بھی اصلی نہیں ہے، وہ ماسک پہنے ہوئے ہے۔"

سب نے دیکھا۔ برائن وُولف لڑکی کی گردن سے ماسک کا جوڑ کھول رہا تھا۔ جیسے ہی وہ جوڑ کھلا اور ماسک چہرے سے الگ ہوا، سب کے منہ حیرت سے کھل گئے۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کے اسکرین پر سونیا کو دیکھ رہے تھے یعنی عجیب چکر تھا۔ دوسرے میک اپ کے پیچھے سے اصلی سونیا ظاہر ہو رہی تھی۔

بات سمجھ میں آ گئی تھی۔ سونیا نے اپنے اصلی چہرے پر ایک اجنبی لڑکی کا ماسک چڑھایا تھا پھر اس ماسک پر سونیا کا میک اپ کرایا گیا تھا۔ اینٹی میک اپ کیمروں کے لینز اوپری میک اپ کے آرپار جو چہرہ ہوتا ہے اُسے دکھاتے ہیں۔ تہ در تہ میک اپ کے آرپار پہنچنے والا کوئی لینس ابھی کسی ملک میں نہیں ہے۔

سبھی نظریں اسکرین پر جمی ہوئی تھیں۔ سونیا ہنستے ہوئے وُولف کے ہاتھ پر ہاتھ مار کر کہہ رہی تھی "کیسا چکر دیا، اب دشمن مجھے ڈمی سونیا سمجھ کر نظر انداز کرتے رہیں گے اور اصلی سونیا کے متعلق معلومات حاصل کرتے پھریں گے۔ انھیں یہ بھی معلوم نہیں ہوگا کہ جسے ڈمی سمجھ رہے ہیں، وہی اصلی ہے۔"

برائن وُولف بھی ہنستے ہوئے بولا "تمھارا جواب نہیں ہے سونیا! دشمنوں کو ایسے چکر دیتی ہو کہ پانی سر سے گزرنے کے بعد ہی انھیں ہوش آتا ہے۔"

وہ سر اُٹھا کر اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے بولی "یہاں خفیہ آلات نظر نہیں آ رہے ہیں۔ شاید انھیں ہماری آمد کی اچانک اطلاع ملی ہوگی، اس لیے یہاں آلات چھپا کر رکھنے کا موقع نہیں ملا ہوگا لیکن ہماری عدم موجودگی میں وہ ایسا کر سکتے ہیں۔ ہماری باتیں سن سکتے ہیں۔ آئندہ تم خاص باتیں خیال خوانی کے ذریعے کرو گے۔"

پھر وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر سوٹ کیس سے کپڑے نکال کر باتھ روم کی طرف جاتے ہوئے بولی "میں غسل کرنے جا رہی ہوں، تم خیال خوانی کے ذریعے ضروری معلومات حاصل کرو۔"

وہ چلی گئی۔ وُولف ایک ایزی چیئر پر بیٹھ کر خلا میں تکنے لگا۔ اس کا مطلب تھا وہ کسی سے دماغی رابطہ قائم کر رہا ہے، جس سے رابطہ کیا جا رہا ہے، وہ علی تیمور بھی ہو سکتا تھا۔ ایک اسٹیٹ کے حاکم نے اُسے اسکرین پر دیکھتے ہوئے کہا "کاش! ہم معلوم کر سکتے کہ وہ سوچ کے ذریعے کس سے باتیں کر رہا ہے۔"

جنرل نے کہا "یہ ہمارے لیے مایوس ہونے کا نہیں بلکہ جشن منانے کا موقع ہے۔ سونیا اپنی تمام تر مکاریوں کے ساتھ بے نقاب ہو گئی ہے۔"

ایک نے خوشی سے کہا "رفتہ رفتہ ہماری جیت ہو رہی ہے۔ ہمارے سروں سے سونیا کو ڈھونڈ نکالنے کا بوجھ اُتر گیا ہے۔"

دوسرے نے کہا "ایک علی تیمور رہ گیا ہے، وہ بھی زیادہ دیر چھپا نہیں رہ سکے گا۔ ہمارا سپر ماسٹر واقعی باکمال اور بروقت صحیح اقدامات کرنے والا مردِ آہن ہے۔ اس کی ذہانت سے سونیا کی مکاریاں ناکام ہو رہی ہیں۔"

وہ سب خوش تھے اور مطمئن تھے کہ سونیا خوش فہمی میں رہ کر کوئی ایسا قدم اُٹھائے گی جو انھیں علی تیمور تک لے جائے گا۔

اُدھر برائن وُولف (پرنس ڈیگر) خیال خوانی کے ذریعے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کہیں دُور نہیں گیا تھا۔ اسی کمرے کے باتھ روم میں سونیا کے پاس پہنچا ہُوا تھا اور اس سے کہہ رہا تھا۔ یہ تمھاری بہت سی حرکتیں سمجھ میں نہیں آتیں۔ جب اینٹی میک اَپ کیمرا تمھیں ڈمی سونیا ثابت کر چُکا تھا تو تم خود کو اصلی روپ میں کیوں لے آئی ہو؟ تمھاری یہ تمام حرکتیں دُور کہیں اسکرین پر دیکھی گئی ہوں گی اور ہماری باتیں بھی سُنی گئی ہوں گی۔"

وہ سوچ کے ذریعے بولی۔"اگرچہ یہاں خفیہ کیمرے اور مائک نظر نہیں آ رہے ہیں۔ تاہم یہ موٹی سی عقل میں آنے والی بات ہے کہ انھیں میری آمد کی اطلاع بہت پہلے مل چکی تھی۔ انھوں نے میری باتوں کو سُننے اور حرکتوں کو دیکھنے کے انتظامات ضرور کیے ہوں گے۔"

"لیکن تم نے اپنی اصلیت کیوں ظاہر کی؟"

"اس کا جواب پھر کبھی دوں گی۔"

"ابھی کیوں نہیں؟"

"مَیں نے اپنی اس مہم میں تمھیں شریک کرتے وقت کہا تھا کہ جب تک خاطر خواہ کامیابی حاصل نہیں ہوتی، اُس وقت تک مَیں کچھ باتیں صرف اپنی ذات تک محدود رکھتی ہُوں۔ فرہاد کے ساتھ بھی یہی ہوتا تھا۔ ہم دونوں ایک دوسرے سے اہم باتیں چھپاتے تھے۔ اس کے بڑے فائدے ہیں۔ پہلا فائدہ تو یہ ہے کہ راز کو جس قدر راز رکھا جائے، اُسی قدر تحفظ یقینی ہوتا ہے۔ دوسرا فائدہ یہ کہ ہم میں سے کسی کا بھی دماغ دُشمنوں کی چال سے کمزور ہوگا اور دُشمن خیال خوانی کرنے والا ہمارے اندر پہنچے گا تو اُسے بہت کچھ معلوم ہو جائے گا لیکن وہ راز نہیں معلوم ہوگا جو مَیں نے تم سے چُھپایا ہے یا تم مجھ سے چُھپاؤ گے۔"

"ہاں، اس پہلو سے تمھاری رازداری درست ہے۔"

"اب جاؤ، مَیں غسل کرنے کے لیے لباس اُتاروں گی۔"

"ہائے تم نے کیا کہہ دیا۔ اب مَیں تصوّر میں نہ جانے کہاں کہاں پہنچتا رہوں گا۔"

"بے شرمی کی باتیں نہ کرو، ورنہ سانس روک لوں گی۔"

"بھگانے سے پہلے اتنا بتا دو، مجھے کب تک تڑپاتی رہو گی؟"

اُس نے سانس روک لی۔ وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ ایک سرد آہ بھر کر سوچنے لگا۔ موجودہ مہم کے دوران ایسے کارنامے انجام دوں گا کہ وہ خوشی سے کھنچی ہوئی خود ہی میرے بازوؤں میں آ جائے گی۔

ساری دُنیا کو فتح کرنا آسان ہو سکتا تھا لیکن سونیا کو فتح کرنا تقریباً ناممکن تھا لیکن پرنس دھیرے دھیرے اس کا دل جیت کر قریب آ گیا تھا۔ اتنا قریب کہ اب وہ دونوں ایک ہی بنگلے میں رہنے والے تھے اور آج کی رات آنے تک شاید وہ ایک ہی بیڈروم میں ہوتے۔ ایسی ناقابلِ تسخیر، مشہور و معروف تیز طرار عورت کو اپنے بازوؤں میں جکڑنے اور اُسے گلے لگانے کے تصوّر میں اتنی مسرّتیں بھری ہوئی تھیں کہ آرزوؤں اور جذبوں کے ہجوم میں اُس کا مُنہ کھل گیا تھا۔ دیدے پھیل گئے تھے اور وہ ساکت بیٹھا خلا میں تک رہا تھا۔ اُسے اپنے آس پاس کی دُنیا کی کوئی خبر نہ تھی۔ خود اپنا ہوش نہ تھا۔ ایسے ہی وقت کھڑکی سے گولی چلنے کی آواز آئی۔ وہ گولی کھڑکی کا شیشہ توڑتی ہوئی اُس کے قریب سے گزر کر دیوار میں گُھس گئی۔ وہ اُچھل کر صوفے پر سے فرش پر آ گیا۔

اُس کے تمام خواب چکنا چُور ہو گئے۔ وہ رینگتا ہُوا کھڑکی کے ٹوٹے ہوئے شیشے کی طرف دیکھتا ہُوا ایک دیوار کی آڑ میں چلا گیا۔ سونیا اُس سے پہلے ہی باتھ رُوم سے نکل کر سیڑھیاں چڑھتی ہوئی چھت پر چلی گئی تھی۔ بنگلے کے اطراف نگرانی کرنے والے سرکاری محافظ اِدھر اُدھر دوڑ رہے تھے۔ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ گولی کس نے چلائی اور کس پر چلائی؟ اتنے سخت پہرے کے باوجود کس نے ایسی جُرأت کی؟

سونیا دوڑتی ہوئی چھت پر آئی۔ وہاں ایک افسر دو سپاہیوں کے ساتھ تھا۔ اُس نے پوچھا۔"تم یہاں کیوں آئی ہو؟"

وہ ناگواری سے بولی۔"میرے ساتھی پر گولی چلائی گئی ہے اور مجھ سے پوچھتے ہو، یہاں کیوں آئی ہو؟ مَیں پوچھتی ہُوں، تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ کیا تم نے اس بلندی سے کسی مشکوک آدمی کو بھاگتے ہوئے نہیں دیکھا ہے؟"

"مادام! اگر دیکھ لیتا تو یہاں آرام سے نہ رہتا۔"

"چونکہ نہیں دیکھا ہے اس لیے آرام فرما رہے ہو۔"

"مادام! تم میری انسلٹ کر رہی ہو۔"

"اس سے بڑی انسلٹ اور کیا ہو گی کہ مَیں ابھی تمھاری وردی اُتروا دوں۔ مجھے ٹرانسمیٹر دو، مَیں ابھی سُپر ماسٹر سے بات کرتی ہُوں۔"

وہ نرم پڑ گیا۔"پلیز! غصّہ تھوک دیں، مَیں اعلیٰ افسران کو فائرنگ کے سلسلے میں اطلاع دے چُکا ہوں، وہ اِدھر آ رہے ہیں۔"

سونیا نے پوچھا۔"تم نے چھت پر سے کسی اجنبی کو نہیں دیکھا؟"

"نہیں مادام! ہم نے چھت کے کنارے چاروں طرف گھوم کر دیکھا تھا۔ فائرنگ کے بعد کوئی بھاگتا ہُوا دکھائی نہیں دیا۔"

"اس کا مطلب ہے، قاتل اسی بنگلے کے احاطے میں چُھپا ہُوا ہے؟"

انھوں نے چھت کے کنارے آ کر دیکھا۔ دو کاریں اور دو مسلّح فوجیوں سے بھری ہوئی گاڑیاں مین گیٹ پر آئی تھیں اور کُھلے ہوئے گیٹ سے گزر کر بنگلے کے پورچ میں جا رہی تھیں۔ سونیا اُس افسر کے ساتھ تیزی سے چلتی ہوئی سیڑھیاں اُترتی ہوئی ٹی وی لاؤنج میں آئی۔ پرنس کھڑکی کے باہر دیکھ رہا تھا۔ سونیا نے کہا۔"جس نے تم پر گولی چلائی ہے، مَیں اُسے ابھی ڈھونڈ نکالوں گی۔ وہ میرے ہاتھوں سے نہیں بچے گا۔"

پرنس اُس کے ساتھ باہر آیا۔ باہر سے آنے والے افسران نے کہا۔"مسٹر ڈولف آپ کو اِدھر نہیں آنا چاہیے۔"

سونیا نے پوچھا۔"کیا آپ چاہتے ہیں کہ مَیں اور ڈولف اس چار دیواری میں قید رہیں۔ کیا یہ آپ لوگوں کی پلاننگ ہے کہ ہمیں دہشت زدہ کر کے یہاں کی چار دیواری تک محدود کر دیا جائے؟ اگر یہ آپ کی پلاننگ نہیں ہے تو اتنے پہرے داروں کی موجودگی میں کس نے گولی چلائی ہے؟ وہ گولی چلانے والا کسی کو نظر کیوں نہیں آیا؟"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔"مادام! آپ بہت غصّے میں ہیں اور آپ کا غصّہ بجا ہے مگر ہم ابھی آئے ہیں، پلیز ہمیں حالات کو سمجھنے دیں۔"

اسی وقت دو فوجی جوان ایک سپاہی کو پکڑ کر لائے۔ ایک جوان نے کہا۔"سر! اسی پہرے دار نے گولی چلائی ہے۔"

اعلیٰ افسر نے حیرانی سے پوچھا۔"تم نے محافظ ہو کر گولی چلائی تھی؟"

وہ پریشان تھا، سہما ہُوا بھی تھا۔ کہنے لگا۔"نہیں جناب! مَیں نے کچھ نہیں کیا ہے۔"

اُسے پکڑ کر لانے والے جوان نے ڈانٹ کر کہا۔"جھوٹ مت بولو، مَیں نے تمھاری رائفل کی نال سونگھی تھی۔ یہاں کے تمام پہرے دار گواہ ہیں۔ مَیں نے ہر ایک کے ریوالور اور رائفل کو سونگھ کر دیکھا تھا، تمھاری رائفل کی نال ہلکی گرم تھی۔"

تمام افسران اُس سپاہی کو گھور کر دیکھنے لگے۔ سونیا نے کہا۔"ابھی اس کا جھوٹ سچ معلوم ہو جائے گا۔ ڈولف! تم اس کے دماغ میں جاؤ۔"

ڈولف (پرنس) اُسے تکنے لگا۔ سپاہی سہما ہُوا اُسے دیکھ رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ڈولف نے پوچھا۔"تم پہرا دیتے وقت اس کھڑکی کے سامنے سے گزرتے ہوئے گئے تھے اور تم نے مجھے ایک صوفے پر بیٹھے ہوئے دیکھا تھا؟"

"جی ہاں، مَیں نے آپ کو دیکھا تھا۔"

"تمھارے دماغ میں یہ بات آئی کہ رائفل اُٹھا کر مجھ پر گولی چلاؤ۔"

"آں... ہاں مگر مَیں نے گولی نہیں چلائی۔"

"تم نے نہیں چلائی لیکن تمھارے اندر ایسا ارادہ پیدا ہُوا تھا مگر تم اس کھڑکی سے آگے بڑھ گئے تھے۔"

"جی ہاں، ارادہ پیدا ہُوا تھا مگر مَیں نے گولی نہیں چلائی، جلدی سے اُدھر چلا گیا تھا۔"

"اُدھر جانے کے بعد تمھیں ہوش نہیں رہا۔ جب ہوش آیا تو تم پھر اس کھڑکی کے سامنے تھے۔ تمھاری رائفل سے گولی چل چکی تھی اور تم گھبرا رہے تھے کہ یہ کیسے ہو گیا؟"

سپاہی نے کہا۔"آپ درست کہہ رہے ہیں۔ مَیں نے سوچا کوئی میری بات کا یقین نہیں کرے گا۔ مَیں نے قاتلانہ حملہ نہیں کیا ہے پھر بھی قاتل یا دُشمن سمجھا جاؤں گا۔ مَیں اپنے بچّوں کی قسم کھا کر کہتا ہُوں کہ..."

پرنس نے ہاتھ اُٹھا کر کہا۔"قسم نہ کھاؤ، مَیں گواہی دیتا ہُوں کہ تم بے قصور ہو۔ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے تمھارے دماغ پر قبضہ جمایا تھا۔"

اعلیٰ افسر نے کہا۔"اس کا مطلب ہے، یہ سپاہی اُس کا آلۂ کار ہے۔"

پرنس نے کہا۔"نہیں، یہ بے چارہ کسی خیال خوانی کرنے والے کو نہیں جانتا ہے۔ کسی نے چُپکے سے اس کے دماغ میں آ کر مجھ پر حملہ کیا پھر ناکام ہوتے ہی چلا گیا۔"

سونیا نے کہا۔"سوال یہ پیدا ہوتا ہے، اُس نے دوسرا حملہ کیوں نہیں کیا؟ ابھی اتنے افراد میں سے کسی کے بھی دماغ میں آ کر ہمیں قتل کر سکتا ہے پھر وہ ایسا کیوں نہیں کر رہا ہے؟"

اعلیٰ افسر نے کہا۔"یہاں کسی وقت بھی حملہ ہو سکتا ہے، ہمیں اندر چلنا چاہیے۔"

سونیا نے کہا۔"مجھے اور ڈولف کو خوفزدہ ہونا چاہیے لیکن مَیں مطمئن ہُوں۔ ابھی اتنی جلدی حملہ نہیں ہوگا اور نہ ہی ہمیں قتل کیا جائے گا کیونکہ گولی چلانے کا مقصد محض ہمیں دھمکی دینا تھی کہ یہاں ہم محفوظ نہیں ہیں۔ بنگلے سے باہر آزادانہ گھومنے جائیں گے تو آپ کے ٹیلی پیتھی جاننے والے کہیں بھی ہمارا کام تمام کر دیں گے۔"

اعلیٰ افسر نے سخت لہجے میں کہا۔"مادام! آپ ہمیں الزام نہیں دے سکتیں۔"

"افسر! اپنا لہجہ درست کرو، اور مجھ سے معافی مانگو، یہ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

تمھارے لیے بہت بڑا اعزاز ہے کہ میرے سامنے کھڑے ہوتے ہو۔ میں حکم دیتی ہوں، بنگلے کے اندر قدم نہ رکھنا۔ میں صرف تمھارے سپر ماسٹر یا فوج کے جنرل یا کسی اعلیٰ حاکم سے گفتگو کروں گی۔ کم آن وولف! اندر چلو۔"

وہ پرنس کا ہاتھ تھام کر بنگلے کے اندر آئی۔ اعلیٰ افسران اور تمام سپاہی گُم صُم کھڑے رہ گئے۔ انھیں سختی سے حکم دیا گیا تھا کہ وہ سونیا کو شکایت کا موقع نہ دیں۔ بظاہر اس کی خاطر تواضع کریں۔ درپردہ سختی سے نگرانی کریں، وہ کہاں جاتی ہے، کس سے ملتی ہے اور کیا کرتی پھرتی ہے؟ اس سلسلے میں اُس کی ایک ایک حرکت پر نظر رکھی جائے اور سپر ماسٹر کو اس کے بارے میں پل پل کی خبر دی جائے۔

جب سپر ماسٹر ایسے کو خبر ہوئی تو اُس نے جنرل سے پوچھا "یہ کیسے ہو گیا؟ کیا یہ ہمارے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی حرکت ہے؟"

جنرل نے کہا "ہمارا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے حکم کے بغیر کبھی ایسا نہیں کرے گا۔ یہ مکار سونیا کی کوئی چال ہے۔"

"دُشمن کو الزام دینے سے پہلے اپنا محاسبہ کرنا چاہیے۔ مَیں پہلے ہی کہہ چکا ہوں، ہمیں خوش فہمی میں نہیں رہنا چاہیے۔ ہمارا کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا آپ کے حکم کے بغیر کوئی بھی حرکت اسی طرح کر سکتا ہے جس طرح اب سے پہلے ہمارے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کر چکے ہیں۔ ہم انھیں باغی ہونے اور اپنا ساتھ چھوڑنے سے نہیں روک سکتے۔"

"تم درست کہتے ہو مگر ہمارا کوئی آدمی وُولف یا سونیا پر حملہ کیوں کرے گا؟"

"اس لیے کہ سونیا اپنے چیلنج کے مطابق ایک خیال خوانی کرنے والے کو ہلاک کر چکی ہے۔ دعویٰ ہے کہ وہ دوسرے خیال خوانی کرنے والوں کو بھی جانتی ہے۔ ایسے میں وہ یہاں پہنچ گئی ہے۔ ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو یہ خوف ہے کہ وہ کسی کے پاس بھی کسی وقت بھی موت بن کر پہنچ سکتی ہے، اس لیے کسی نے اپنی عقل کے مطابق اپنے ہی پہرے دار کے ذریعے گولی چلادی۔"

جنرل نے کہا "ایسا ممکن ہے۔ ہمارے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی نادانی ہو سکتی ہے مگر دوسرے پہلو پر بھی غور کرو۔ سونیا کے پاس دو خیال خوانی کرنے والے ہیں۔ ایک دُولف اور دوسرا پرنس ڈیگر۔ اُس نے ہمیں چکر دینے کے لیے دُولف کو ایک پہرے دار کے دماغ میں پہنچایا ہوگا اور اس کے ذریعے دُولف پر ناکام حملہ کرایا ہوگا۔"

"بے شک، وہ جان بوجھ کر ناکام حملہ کرا سکتی ہے۔ آپ نائب سپر ماسٹر کو سونیا کے پاس بھیج دیں۔ جس طرح وہ ہم پر الزام لگا رہی ہے، نائب بھی اسی طرح اس پر الزامات عائد کرے گا اور اس سے یہ ملک چھوڑ کر جانے کی درخواست کرے گا۔"

"کیا تم چاہتے ہو کہ وہ چلی جائے؟"

"ہمارے چاہنے سے وہ نہیں جائے گی۔ وہ ہڈی کی طرح گلے میں اٹکی ہوئی ہے۔ اگر وہ ہماری زمین پر ماری گئی تو پارس اور علی تیمور اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ذریعے یہاں تباہی مچادیں گے۔ ہمیں پچھلے نقصانات کو یاد رکھنا چاہیے اور اگر وہ زیادہ عرصہ رہے گی تو ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لیے موت بن جائے گی۔ ویسے فی الحال اطمینان ہے کہ وہ پوری طرح ہماری نظروں میں رہا کرے گی۔"

آدھے گھنٹے بعد نائب سپر ماسٹر، سونیا سے ملاقات کرنے کے لیے بنگلے میں آیا۔ وہ الزام دینا چاہتا تھا کہ سونیا نے جان بوجھ کر اپنے ایک خیال خوانی کرنے والے کے ذریعے دوسرے خیال خوانی کرنے والے پر ناکام حملہ کرایا ہے۔ اس سے پہلے وہ بولی۔

"مسٹر نائب سپر ماسٹر! مَیں نے اعلیٰ افسران کے سامنے آپ کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر الزام لگایا تھا۔ حملہ آپ لوگوں کی طرف سے نہیں ہُوا ہے۔"

"پھر؟" وہ مسکرا کر بولا "یہ آپ کی کوئی چال تھی؟"

اُس نے حیرانی سے پوچھا "میری کیا چال ہو سکتی ہے؟"

"آپ ہمیں کسی طرح اُلجھانا چاہتی ہوں گی۔"

"کیا اُلجھانے والی اعتراف کرے گی کہ حملہ آپ لوگوں کی طرف سے نہیں ہُوا ہے؟"

"پھر کس نے حملہ کیا تھا؟"

"آگے کوئی بات کرنے سے پہلے مجھ پر سے الزام واپس لیں۔ مَیں نے کوئی چال نہیں چلی ہے۔ آپ معذرت طلب کریں یا پھر یہاں سے چلے جائیں۔"

"سوری مادام! مَیں معذرت چاہتا ہُوں۔ آپ میری اُلجھن دُور کریں، حملہ کس نے کیا تھا؟ کیا آپ پاسکل ٹوبا کا نام لیں گی؟"

"ہاں، وہ وُولف کے پیچھے پڑ گیا ہے کیونکہ دُولف نے ان کی ایک سیکرٹ ایجنٹ جینا کو حکومتِ فرانس کے حوالے کر دیا ہے۔ ماسک مین نے دھمکی دی ہے اگر جینا کا برین واش کیا جائے گا اور اُسے رہا نہیں کیا جائے گا تو وہ دُولف کو چین سے بیٹھنے نہیں دیں گے۔ پاسکل ٹوبا کہیں بھی دُولف کو گولی مار سکتا ہے۔"

نائب نے پوچھا "اُس نے وُدلف پر ناکام حملہ کیوں کیا تھا؟"

"یہ بات موٹی سی عقل والا بھی سمجھ سکتا ہے کہ وُدلف مر جائے گا تو پاسکل کیسے ہماری کمزوری بنا کر جینا کو رہائی دلائے گا۔"

"اوہ، اب سمجھ میں آیا، یہ آپ کا اور ماسک مین کا جھگڑا ہے۔ بائی دی وے یہاں آپ کا قیام کب تک رہے گا؟"

"کیا آپ بھگانا چاہتے ہیں؟"

وہ بولا "دوست کو کوئی نہیں بھگاتا اور دُشمن کو کوئی برداشت نہیں کرتا۔ آپ واضح کر دیں دوست بن کر آئی ہیں یا دُشمن بن کر؟"

"دُنیا کے ہر ملک میں ہر شہر میں دوست بھی ہوتے ہیں اور دُشمن بھی۔ جن میں ذہانت ہوتی ہے، وہ دُشمن کو دوست بنا لیتے ہیں، جو عقل سے پیدل ہوتے ہیں، وہ دوست کو دُشمن بنا لیتے ہیں۔ یہ تو آپ بہتر جانتے ہیں کہ مجھے کیا بنائیں گے۔"

"آپ سے باتوں میں جیتنا بہت مشکل ہے۔ میں صاف صاف پوچھتا ہُوں، آپ ہمارے کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے واقف ہیں؟"

"مجھے افسوس ہے، مَیں تعداد نہیں بتا سکتی۔"

"کیا آپ اعتراف کریں گی کہ آپ انھیں ہلاک کرنے آئی ہیں؟"

"میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ مَیں خواہ مخواہ کیوں کسی کو ہلاک کروں گی۔"

"آپ قسم کھا سکتی ہیں؟"

"مَیں خدا کو حاضر و ناظر جان کر قسم کھاتی ہُوں اور وعدہ کرتی ہُوں آپ کے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو جانی، جسمانی اور دماغی نقصان نہیں پہنچاؤں گی۔"

پرنس نے کمرے میں آ کر نائب سپر ماسٹر سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "آپ کا اعتماد حاصل کرنے کے لیے مَیں بھی خدا کو حاضر و ناظر جان کر وعدہ کرتا ہُوں، آپ کے کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو مجھ سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

نائب نے مسکرا کر کہا "مَیں آپ دونوں کی قسموں اور وعدوں کو خوب سمجھ رہا ہُوں۔ بے شک آپ اپنے وعدوں پر قائم رہیں گے۔ لیکن علی تیمور کے ذریعے نقصان پہنچاتے رہیں گے۔"

"علی تیمور؟" سونیا نے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا۔ "کیا علی یہاں آیا ہوا ہے؟"

"آپ انجان بن رہی ہیں۔"

"آپ دوست بننے والوں پر بے اعتمادی ظاہر کر کے مایوس کر رہے ہیں۔ اوّل تو مَیں علی کے متعلق قسم کھا کر کہتی ہُوں کہ اس کی یہاں موجودگی کا مجھے علم نہیں ہے۔ دوم یہ کہ علی تیمور آپ کو نقصان پہنچائے یا نہ پہنچائے، یہ اُس کا فعل ہے۔ ہماری قسموں اور وعدوں کا اس سے کیا تعلق!"

"ایک بار پھر معذرت چاہتا ہُوں۔ ہمارے لیے یہی بات اطمینان بخش ہے کہ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو آپ سے اور مسٹر وولف سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ شکریہ۔"

وہ کسی حد تک مطمئن ہو کر اُٹھ گیا پھر اُن سے مصافحہ کر کے چلا گیا۔ پرنس نے دروازے کو اندر سے بند کرتے ہوئے پوچھا "انھیں یہ شبہ کیوں ہے کہ ہم ان کے خیال خوانی کرنے والوں کو ہلاک کرنے آئے ہیں؟"

"ہمارے اور اُن کے درمیان دوستی نہیں ہے، جہاں دوستی نہیں ہوتی وہاں ایک دوسرے کے خلاف طرح طرح کے شبہات پیدا ہوتے ہیں۔"

"کیا تم ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے واقف ہو؟"

سونیا نے اُسے گھور کر دیکھا۔ وہ جلدی سے دماغ میں آ کر بولا "کیا مجھ سے کوئی غلطی ہوئی ہے؟"

وہ بولی "مَیں دُنیا والوں کو یہ تاثر دے رہی ہُوں کہ تم سے بہت قریب ہوتی جا رہی ہوں اور تم ہر معاملے میں میرے رازدار ہو لیکن ایسے سوالات کر کے تم دُشمنوں کو یہ سمجھانا چاہتے ہو کہ پرائم دُولف نہیں ہو، کوئی اور ہو جس سے مَیں نے بہت سی باتیں چھپائی ہوئی ہیں۔"

"سوری، مجھ سے غلطی ہوئی۔ مجھے سوچ کے ذریعے ایسی باتیں کرنا چاہیے لیکن تم مجھ سے ایسی باتیں کیوں چھپاتی ہو؟"

"میری معلومات کے خزانے میں نہ ختم ہونے والی خفیہ باتیں ہیں۔ وہ تمام باتیں بتانے بیٹھوں تو دن سے رات ہو جائے گی اور رات سے دن ہو جائے گا لہٰذا جس بات کو ظاہر کرنے کا موقع ہوتا ہے اسے ظاہر کرتی ہوں ورنہ خاموشی اختیار کرتی ہُوں۔ خاموشی میں سکون بھی ملتا ہے اور سلامتی بھی۔"

وہ صوفے پر آ کر اس کے قریب بیٹھ گیا پھر بولا "تم دلائل سے مطمئن کر دیتی ہو۔ اس کے باوجود ایسا لگتا ہے جیسے مجھے اپنا نہیں سمجھتی ہو۔"

"مَیں تمھیں اپنا اور صرف اپنا سمجھتی ہُوں، اس کا یقین تمھیں کیسے ہوگا؟"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اُس نے سونیا کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔ وہ کچھ نہ بولی۔ پھر اُس نے اُس ہاتھ کو دونوں ہاتھوں سے تھام لیا، وہ خاموش رہی خطرناک فائٹر ہونے کے باوجود اُس کا ہاتھ پھول کی طرح ملائم تھا۔ وہ پھول کا بوسہ لینے جھکا تو اُس نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔

پرنس نے پوچھا "کیا ہُوا؟"

وہ مُنہ پھیر کر بولی "کچھ نہیں۔"

"جب میں تمھارا اپنا ہُوں تو کیا یہ ہاتھ میرا اپنا نہیں ہوسکتا؟"

"پلیز! سمجھنے کی کوشش کرو، میں عمر میں تم سے بڑی ہُوں۔"

اب تک سوچ کے ذریعے گفتگو ہو رہی تھی پھر وہ بے اختیار ہنسنے لگا۔ ہنستے ہنستے کہنے لگا "تم اور مجھ سے عمر میں بڑی ہو؟ ذرا آئینہ دیکھو۔"

سونیا نے اُسے گھور کر دیکھا۔ وہ جلدی سے دماغ میں آکر بولا "کیا یہ باتیں بھی سوچ کے ذریعے ہوتی رہیں گی؟"

وہ بولی "خفیہ مائک کے ذریعے دوسری جگہ ہماری باتیں سُنی جا رہی ہیں اور تم انھیں سُنا رہے ہو کہ میں خود کو تم سے عمر میں بڑی سمجھتی ہُوں جبکہ تم فرہاد کا چہرہ ہو اور مجھے فرہاد سے عمر میں زیادہ نہیں ہونا چاہیے۔"

"اوہ گاڈ! تم رومانس کے وقت بھی کتنی محتاط رہتی ہو... بہرحال تم عمر کا بہانہ کر کے مجھ سے دُور ہو رہی ہو۔"

"یہ بہانہ نہیں حقیقت ہے۔"

"جیسا کہ تم نے بتایا تھا، فرہاد تمھاری تنہائی میں بیس برس سے نہیں آیا۔ اس حساب سے تم بیس برس کی کنواری ہو۔ تمھارے بدن میں دوشیزگی کُوٹ کُوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ تمھارے چہرے کی تازگی اور حسن کی شادابی کہتی ہے کہ ابھی کلی کِھل رہی ہے اور کھلتے کھلتے پھول بنتے بنتے رہ گئی ہے۔"

وہ صوفے سے اُٹھ گئی، آئینے کے سامنے آگئی۔ آئینہ صاف طور سے کہہ رہا تھا کہ وہ بیس اور پچیس کے درمیان ہے۔ جذبوں سے بھری ہوئی ہے۔ پرنس کے ہاتھ لگانے سے دل میں ہلچل مچ گئی ہے۔ حیا سے رخسار تمتما رہے ہیں۔ آنکھیں صرف پرنس کو دیکھنا چاہتی ہیں اور دل صرف پرنس کو مانگتا ہے اور صرف دل نہیں، پورے بدن کے جذبے بھی اُسے پکار رہے ہیں، کیا سونیا ایسی ہوسکتی ہے؟ کیا وہ عشق اور ہوس کی دلدل میں جاسکتی ہے؟

نہیں، وہ سونیا نہیں تھی، سونیا ثانی تھی۔

میں خیال خوانی کی پرواز کرتا ہُوا سونیا کے پاس آیا تو وہ علی تیمور کے ساتھ واشنگٹن پہنچ چکی تھی سو واشنگٹن پہنچنے سے پہلے بوڑھی ہوگئی تھی۔ سر کے بال سفید ہو چلے تھے۔ چہرے پر ہلکی سی جھریاں پڑ گئی تھیں، صورت بدل چکی تھی۔ ایک ایسی معمر بوڑھی نظر آرہی تھی جیسی ورجینیا اسٹیٹ کی اکثر بوڑھیاں اور بوڑھے نظر آتے ہیں۔

وہ ایک فیملی ویگن کار ڈرائیو کرتی ہوئی بالٹی مور کی سمت جا رہی تھی اور بیگم روبی سائمن کے روپ میں تھی۔ اس کا شوہر سائمن میتھو ساتھ والی سیٹ پر بیٹھا ہُوا تھا اور اس کا بیٹا جمی میتھو اور علی تیمور پچھلی سیٹ پر سائنس کے ایک پیچیدہ مسئلے پر کتاب پڑھ رہا تھا۔ سائمن میتھو ایک پبلشر تھا۔ پچیس برس سے "ایوننگ نیوز" نامی ڈیلی اخبار شائع کرتا آرہا تھا۔ سیاسی اور سرکاری حلقوں میں اس کی دُور تک پہنچ تھی۔ برسوں سے جانی پہچانی با اعتماد شخصیات کی فہرست میں اُس کا نام تھا۔ اُس کے دو بیٹے تھے ایک جمی میتھو اور دوسرا مِکی میتھو تھا۔ اُس نے اپنے اثر و رسوخ سے دوسرے بیٹے مِکی میتھو کو ٹرانسفارمر مشین تک پہنچا دیا تھا۔ کرنل جیکب وال برگ اپنی بیٹی جورا جوری کے لیے مِکی میتھو کو پسند کرتا تھا، اس لیے مِکی کے لیے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنا آسان ہوگیا تھا۔

اس آسانی کے بعد سائمن میتھو کے لیے مشکلات پیدا ہو گئی تھیں کیونکہ میں جورا جوری کے ذریعے اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے بیٹے مِکی میتھو کے متعلق بہت کچھ جان چکا تھا۔ سونیا نے مجھ سے کہا تھا "تم مِکی میتھو کے بھائی جمی اور اس کے باپ سائمن کے دماغ میں پہنچو اور مجھے اُن کے متعلق بتاؤ۔"

میں نے جورا جوری پر تنویمی عمل کر کے حکم دیا تھا کہ وہ میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گی اور مِکی میتھو سے رابطہ قائم کرے گی۔ اگرچہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ایک دوسرے سے دُور اجنبی بنا کر رکھا جاتا تھا تاہم جورا جوری اور مِکی میتھو کی منگنی ہو چکی تھی پھر وہ کرنل کی بیٹی تھی اس لیے فون کے ذریعے گفتگو کرنے کی اجازت مل گئی تھی۔

مِکی میتھو نے فون پر جورا جوری کی آواز سُن کر خوشی سے کہا "مجھے یقین نہیں آرہا ہے کہ تم مجھ سے بات کر رہی ہو۔ تم نے تو مجھے کبھی لفٹ نہیں دی۔"

وہ بولی "میں پریشان ہُوں۔ سونیا کے چیلنج سے خوفزدہ ہُوں۔ زندگی ایک پَل کی لگ رہی ہے۔"

"اپنے دل سے خوف نکال دو۔ سونیا نے اپنے چیلنج کے مطابق ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ہلاک کر دیا ہے۔ ہمارے حکام اور سونیا کے درمیان مذاکرات ہو رہے ہیں۔ جلد ہی سمجھوتا ہوجائے گا۔"

"ڈیڈی بھی مجھے یہی سمجھا رہے ہیں۔"

"جورا جوری! میں دل کی بات کہنا چاہتا ہُوں، دماغ میں آؤ گی؟"

"میں تمھارے کہنے سے پہلے ہی تمھارے دماغ میں آسکتی تھی لیکن نہ میں تم سے دماغی رابطہ کروں گی نہ تمھیں اپنے پاس آنے دوں گی۔"

"وہ کیوں؟"

"وہ اس لیے کہ سونیا کا کوئی خیال خوانی کرنے والا تمھارے نام سے میرے دماغ اور میرے نام سے تمھارے دماغ میں آسکتا ہے۔"

"ہم کوڈ ورڈز مقرر کر لیں گے۔"

"میں کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتی۔ کیا تم یوگا کی مشقیں کر رہے ہو؟"

"ہاں، ابھی یوگا کی جسمانی مشقیں جاری ہیں۔ اگلے ہفتے سے مجھے سانس روکنے کی ٹریننگ دی جائے گی۔ ہوسٹل کی زندگی میں یوں تو سب کچھ ہے، بس ایک تمھاری کمی محسوس ہوتی ہے۔"

مِکی میتھو اور بہت سی باتیں کر رہا تھا۔ میرے لیے اتنی معلومات کافی تھیں کہ ابھی اُس نے سانس روکنے کی مشقیں شروع نہیں کی ہیں۔ میں آرام سے اُس کے دماغ میں پہنچ گیا اور چُپ چاپ اُس کے خیالات پڑھنے لگا۔ پتا چلا وہ بھی اندر سے سہما ہُوا ہے کہ سونیا اس کی شہ رگ تک نہ پہنچ جائے۔ جنرل وائزنے اُن سے کہا تھا "تم لوگ ٹیلی پیتھی کا علم سیکھ کر ملک اور قوم کے لیے فولادی ڈھال بن گئے ہو۔ تم ایسے ہتھیار ہو جس کے سامنے ایٹم اور ہائیڈروجن بموں کی بھی اہمیت نہیں رہی لیکن تم میں سے کوئی دُشمن کی گرفت میں آئے گا تو وہ تمھارے اس ہتھیار کو ہمارے ہی خلاف استعمال کرے گا لہٰذا تم میں سے کسی کو بھی شبہ ہو کہ تمھاری سوچ کچھ بدل رہی ہے یا تم خلافِ معمول کوئی کام کر رہے ہو تو ایک محبِ وطن کی حیثیت سے ہمیں بتا دو۔ ہم تمھارے دماغوں سے ٹیلی پیتھی کا علم مٹا دیں گے تاکہ دُشمن تم سے فائدہ نہ اُٹھا سکے۔ جب خطرہ ٹل جائے گا تو تمھیں دوبارہ ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے یہ علم سکھا دیا جائے گا۔"

ایسا زبردست اور غیر معمولی علم سیکھنے کے بعد کون چاہے گا کہ اس سے یہ علم چھین لیا جائے اور اُسے ناقابلِ شکست اور غیر معمولی آدمی سے معمولی آدمی بنا دیا جائے۔ کینی پال اور جورا جوری کی طرح مِکی میتھو بھی ٹیلی پیتھی سے محروم ہونا نہیں چاہتا تھا۔

میں نے اُس کی سوچ میں کہا "اگر سونیا سے میرا یہ سمجھوتا ہوجائے کہ میں اُس کے اور بابا صاحب کے ادارے کے خلاف کبھی خیال خوانی نہیں کروں گا اور وہ مجھے جانی نقصان نہیں پہنچائے گی تو اس طرح میری عمر طویل ہوجائے گی۔"

اُس کی اپنی سوچ نے کہا "ہاں ایسا کوئی سمجھوتا ہوجائے تو دل سے خوف دُور ہوجائے گا اور دماغ سے بوجھ اُتر جائے گا۔"

میں نے کہا "تو پھر اپنا دماغ میرے حوالے کر دو۔"

وہ چونک کر خلا میں تکتے ہوئے بڑبڑایا "کیا میرے اندر کوئی بول رہا ہے؟"

"ہاں، میں سونیا کا ٹیلی پیتھی جاننے والا بول رہا ہُوں۔ تم گھبراؤ گے یا شور مچاؤ گے تو نقصان میں رہو گے۔ میرے ہاتھوں مارے جاؤ گے۔ اگر میں نے چھوڑ دیا تو جنرل وائزیا سپر ماسٹر تمھارے دماغ سے ٹیلی پیتھی کا علم مٹا دیں گے بلکہ تمھیں ہمارا آلۂ کار اور اپنے لیے مصیبت سمجھ کر گولی مار دیں گے۔"

"نہیں نہیں، میں مرنا نہیں چاہتا اور زندہ رہ کر ٹیلی پیتھی کے علم سے محروم نہیں رہنا چاہتا۔ میں تم سے دوستی چاہتا ہُوں۔"

"تو پھر جو کہتا ہُوں اس پر عمل کرتے جاؤ۔"

وہ میری تابعداری پر راضی ہوگیا۔ میں نے اُس پر تنویمی عمل کیا۔ کینی پال اور جورا جوری کے دماغوں میں جو باتیں نقش کرائی تھیں، وہی باتیں اس کے دماغ پر بھی نقش کر دیں۔ اُس کے باپ سائمن میتھو کا [illegible] فون نمبر معلوم کر کے کنگ فرنانڈو کے ذریعے وہ نمبر ڈائل کرائے۔ دوسری طرف سے مسز روبی سائمن کی آواز سُنائی دی۔ [illegible] اس کی آواز سُن کر سونیا کے پاس آگیا تھا۔ اُسے تمام رُوداد سنا دی۔ وہ سُنتی رہی اور سوچتی رہی پھر بولی "مِکی کے باپ، بھائی اور ماں پر بھی تنویمی عمل کرو اور انھیں اپنا پابند بناؤ۔ [illegible] لندن یا فرینکفرٹ بلاؤ۔ میں اور علی مسز روبی میتھو اور جمی میتھو بن کر یہاں سے سائمن کے ساتھ جائیں گے۔"

میں نے یہی کیا۔ [illegible] تینوں کو تنویمی عمل کے ذریعے اپنا پابند بنایا۔ وہ تفریح کی خاطر لندن آئے۔ سونیا اور علی لندن میں ان کی رہائش گاہ تک پہنچ گئے۔ ڈاکٹر شیفرڈ اُن کے ساتھ تھا۔ اُس نے پلاسٹک سرجری کے ذریعے سونیا اور علی کو روبی اور جمی بنا دیا۔ [illegible] اور جمی کو سونیا کی نئی بستی میں پہنچا دیا گیا۔ اس طرح [illegible] دونوں سائمن میتھو کے ساتھ واشنگٹن پہنچ گئے تھے اور اب [illegible] ویگن کار میں بالٹی مور کی رہائش گاہ کی طرف جا رہے تھے۔ میں نے سائمن میتھو کے دماغ میں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

یہ بات نقش کر دی تھی کہ وہ اپنی بیوی روبی اور بیٹے جمی کے ساتھ لندن سے واپس آیا ہے۔ وہ میرا معمول رہ کر اُن پر کسی طرح کا شبہ نہیں کرے گا۔

اب یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ سونیا نے بابا صاحب کے ادارے سے اپنی ڈمی سونیا ثانی کو نیویارک کیوں بھیجا ہے، پرنس ڈیگر کے فرشتے کو بھی علم نہیں ہے کہ وہ ڈمی کے ساتھ ہے اور وہ ڈمی بھی ایسی ذہین اور تیز طرار تھی کہ اپنے ہر عمل سے اور حاضر دماغی سے بالکل سونیا ہی سونیا تھی، اس لیے وہ ادارے میں سونیا ثانی کہلاتی تھی۔ یہ اُس کی اپنی ذہانت تھی کہ اُس نے اینٹی میک اپ کیمرے کے سامنے سے گزر کر دُشمنوں کو چکرا دیا تھا۔ کوئی دس برس پہلے اُس نے سونیا کی ڈمی بننے کے لیے مختلف امتحانات پاس کیے تھے پھر پلاسٹک سرجری کے ذریعے اُسے سونیا کا ہم شکل بنایا گیا تھا۔ یعنی نیویارک آنے کے لیے اُسے مزید سونیا کا میک اپ نہیں کرنا چاہیے تھا لیکن اس نے دُور کی سوچی تھی کہ دُشمن ڈمی پر شبہ کر سکتے تھے۔ اگر وہ دُشمنوں کے سامنے سونیا کا میک اپ اُتار کر ایک اجنبی لڑکی نظر آئے اور پھر اجنبی لڑکی کا ماسک اُتار کر دوبارہ سونیا دکھائی دے تو دُشمنوں کو پورا یقین ہو جائے گا کہ ایسا چکر دینے والی یہ اصلی سونیا ہے۔

سونیا ثانی کی یہ چال کامیاب ہوئی تھی۔ سپر ماسٹر، اعلیٰ فوجی افسران اور دوسرے حکام نے اسے مکمل اعتماد کے ساتھ سونیا تسلیم کر لیا تھا۔ جب وہ نیویارک کے سرکاری بنگلے میں پہنچ گئی تو میں نے اُس کی خیریت معلوم کرنے کے لیے دماغ کے دروازے پر دستک دی۔ اُس نے فوراً ہی سانس روک لی۔ کوڈ ورڈز ادا کرنا ضروری تھا۔ میں نے دوسری بار دماغ میں پہنچتے ہی کہا "تو فرام سونیا لو سونیا ثانی۔ میں برائن وُولف ہوں، پرنس ڈیگر نہیں ہوں۔"

وہ غسل کرنے کے بعد لباس پہن رہی تھی۔ اس کے ساتھ ہی نیویارک کے ائیرپورٹ سے اُس سرکاری بنگلے تک پہنچنے کی روداد سنانے لگی تھی۔ میں نے سننے کے بعد کہا "تم بالکل سونیا کی طرح چالیں چلتی ہو۔"

"مجھے خاص طور پر سسٹر سونیا نے ٹریننگ دی ہے۔"

"کیا تم نے بچپن میں بابا صاحب کے ادارے میں پرورش پائی ہے؟"

"ایسی باتیں ہم پھر کبھی فرصت میں کریں گے، ابھی ایک کام کر دیں۔"

وہ اپنے بارے میں زیادہ کچھ بتانا نہیں چاہتی تھی۔ صاف طور پر کہہ سکتی تھی کہ میں ایسے سوالات نہ کروں لیکن اُس نے ٹال دیا تھا۔ آئندہ بھی مجھ سے کام لیتے رہنے کے لیے مجھے ناراض نہیں کرنا چاہتی تھی۔ بالکل سونیا کے طریقۂ کار پر چل رہی تھی۔

میں نے پوچھا "کیا کام ہے؟"

"یہ پرنس ڈیگر جو میرے ساتھ برائن وُولف بن کر رہا ہے اس پر ایک حملہ کرا دو، ناکام حملہ۔"

میں نے تعجب سے پوچھا "اس کا فائدہ کیا ہوگا؟"

وہ بولی "جس طرح میں نے دُشمنوں کو یقین دلایا ہے کہ میں ہی اصلی سونیا ہوں، اسی طرح اُسے اصلی برائن وُولف ثابت کروں گی۔"

"یہ کیسے کرو گی؟"

"میں بیان دوں گی کہ وُولف نے ماسک مین کی سیکرٹ ایجنٹ جینا کو فرانسیسی حکومت کے حوالے کیا ہے لہٰذا ماسک مین نے وارننگ دی ہے اگر جینا کو رہا نہ کیا گیا تو وُولف کو کہیں بھی گولی ماری جا سکتی ہے۔"

"اس لیے تم چاہتی ہو، میں دھمکی کے طور پر ناکام حملہ کراؤں؟"

"ہاں، اب تم یہ نہ کہنا کہ میں سسٹر سونیا کی طرح چالیں چلتی ہوں۔"

"نہ کہنے کے باوجود یہ حقیقت ہے۔ پہلے تو یہی سمجھا جائے گا کہ اتنے سخت پہرے کے باوجود سپر ماسٹر کے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے کسی نے گولی چلائی ہے۔ کوئی اور ایسا نہیں کر سکتا لیکن تم اس کا الزام پاسکل تُوبا پر لگاؤ گی اور جینا کی گرفتاری کے حوالے سے بات کرو گی تو یہاں دُشمنوں کو یقین آ جائے گا کہ برائن وُولف ہی تمہارے ساتھ ہے۔"

وہ بولی "صرف اتنا ہی نہیں یہ وُولف بن کر رہنے والا پرنس بڑا عاشق مزاج ہے۔ مجھے یقین ہے وہ ابھی کمرے میں بیٹھا میرے ہی متعلق سوچ رہا ہوگا۔ تمہاری طرف سے ایک گولی چلے گی تو وہ خیالوں کی دُنیا سے عملی میدان میں پہنچ جائے گا۔"

میں نے ہنستے ہوئے پوچھا "کیا تمہیں اُس سے عشق نہیں ہے؟"

"مجھے صرف اپنی آئیڈیل سونیا سے عشق ہے۔"

"فرہاد کے متعلق کیا خیال ہے؟"

"مرحوم کے لیے میرے دل میں بڑی عزت ہے۔ اللہ مغفرت کرے۔"

میں اُس کے دماغ سے نکل آیا۔ بے چارہ مُردہ ان

آگے کیا کہہ سکتا تھا۔ میں نے اُس کی فرمائش کے مطابق ایک بھرے وار کے ذریعے پرنس ڈیگر پر ناکام حملہ کیا پھر سونیا کے پاس آ گیا۔ اُس نے پوچھا "کیا رپورٹ ہے؟"

میں نے کہا "تمہاری یہ سونیا ثانی تو بڑی زبردست ہے۔"

"یہ تم رپورٹ پیش کر رہے ہو؟"

"کوئی عجیب و غریب چیز سامنے آئے تو پہلے اس کا ہی ذکر ہوتا ہے۔"

"وہ عجیب و غریب نہیں ہے، انسان کی بچی ہے، آگے بولو۔"

میں نے سونیا ثانی کی تمام روداد سنا دی۔ وہ سننے کے دوران مسکراتی رہی۔ میں نے کہا "اُس کی حاضر دماغی اور مکارانہ چالوں پر خوش ہو رہی ہو؟"

"صرف خوشی ہی نہیں، فخر بھی محسوس کر رہی ہوں۔ جانتے ہو، وہ میری بیٹی ہے۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "پارس اور علی تیمور تمہارے دو بیٹے ہیں اب کسی بیٹی کا اضافہ نہ کرو، میں خود کو بوڑھا محسوس کرنے لگوں گا۔"

"بے غیرتی کبھی بوڑھی نہیں ہوتی اور غیرت مند تو زائیدہ بیٹی کو دیکھتے ہی بوڑھا ہو جاتا ہے۔"

"اے بکواس نہ کرو، میں نے قسم کھائی ہے جینا کے بعد کوئی دوسری میری زندگی میں نہیں آئے گی۔"

"جینا ہی تمہیں قابو میں رکھے تو یہ ایک معجزہ ہوگا۔ بہرحال میری بیٹی کے پاس جب بھی جاؤ نظریں جھکا کر، گردن جھکا کر اور کمر جھکا کر جاؤ تاکہ وہ تمہیں ایک باپ کا احترام دے سکے۔"

"پلیز مجھے نصیحت نہ کرو۔ میری زندگی میں ایسی کئی لڑکیاں آئی ہیں جنھیں میں بیٹی کہتا رہا ہوں۔ اب یہ باتیں ختم کرو اور میرے معاملے پر گفتگو کرو۔ وہ عورت کہاں ہے جو میرے دماغ میں آیا کرتی تھی؟"

"تم اُسے کیوں یاد کر رہے ہو؟"

"وہ ایسے وقت تم سے رابطہ کرنے والی تھی جب میں تمہارے دماغ میں نہ ہوتا۔ تم نے اُسے اپنے دماغ میں آنے کو کہا تھا۔ تم اس کا دل خوش کرنے والی تھیں۔"

"میں کہہ چکی ہوں اگر اُس کی دوست بن جاؤں تو وہ خوش ہو جائے گی مگر تعجب ہے وہ پلٹ کر نہیں آئی۔"

"میں نہیں مانتا۔ وہ تمہارے پاس نہیں آئی ہوگی۔"

"یقین کرو، وہ اچانک گم ہو گئی ہے۔ میں نے دن رات اس کا انتظار کیا ہے۔ مجھے ایسی بے لوث محبت کرنے والی اور ٹیلی پیتھی جاننے والی ساتھی کی سخت ضرورت ہے۔ میں آج بھی اُس کا انتظار کر رہی ہوں۔"

"اُس نے خود ہی تم سے گفتگو کی خواہش ظاہر کی تھی پھر رابطہ قائم نہ کرنے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟"

"ایک وجہ تو یہ سمجھ میں آتی ہے کہ خدانخواستہ کسی حادثے کا شکار ہو گئی ہو یا اس قدر بیمار ہو کہ دماغی کمزوری کے باعث خیال خوانی نہ کر سکتی ہو۔"

"یہی وجہ ہو سکتی ہے۔"

"یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ تمہارے ہرجائی پن سے اس کا دل ٹوٹ گیا ہو اور اب وہ ہم سے کوئی تعلق رکھنا نہ چاہتی ہو۔"

"مجھے خوشی ہوگی اگر وہ میرے دماغ میں گھسنے والا کوئی تعلق نہ رکھے۔"

"وہ کہہ چکی ہے، جب تک گمنام رہو گے، وہ تمہارے دماغ میں نہیں آئے گی۔ تمہارے غلط رویے سے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی ہم سے ناراض ہو گئی ہے۔"

"ہونے دو۔ یہ بتاؤ، بالٹی مور پہنچ کر کیا کرو گی؟"

"تم یہ بتاؤ جینا کیسی ہے؟"

"میں نے اُسے آنکھوں سے نہیں دیکھا ہے۔ اپنے وعدے کے مطابق صرف خیال خوانی کے ذریعے اس کے حالات معلوم کرتا ہوں۔ تنویمی عمل اور بجلی کے جھٹکوں سے خاصی کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ اُس کے دماغ سے ماسک مین کی تمام باتیں مٹ گئی ہیں۔ کبھی لڑکی اور کبھی لڑکا بننے والی بات بھی ختم ہو گئی ہے۔"

سونیا نے پوچھا "کیا ایسی حالت میں پاسکل تُوبا اُس کے اندر نہیں آ سکے گا؟ کیا پھر تنویمی عمل کے ذریعے اپنی معمولہ نہیں بنا سکے گا؟"

"نہیں، تم نے پرنس ڈیگر سے اس پر عمل کرایا تھا۔ اُس کے دماغ سے اُس کے لب و لہجے کو بھلا دیا تھا۔ ملٹری انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسر نے مجھے اُس کی نئی آواز اور نئے لہجے کا کیسٹ سنایا ہے۔ اس طریقۂ کار سے پاسکل تُوبا اُس کے دماغ میں نہیں جا سکے گا۔"

"چلو یہ اچھا ہوا، جینا دُشمنوں سے محفوظ رہے گی۔ اُس کی صحت کیسی ہے؟"

"دواؤں کا بھرپور ری ایکشن ہوا ہے جس کے باعث بدن پھول گیا ہے۔ آج صبح وہ آئینے کے سامنے کھڑی ہوئی خود کو دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ کچھ موٹی ہو گئی ہے۔"

"کیا اُسے اپنی آواز اور صحت کی تبدیلی پر حیرانی ہوئی ہے؟"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"اُسے حیرانی نہیں، پریشانی ہے کیونکہ پچھلی زندگی کے ساتھ اپنا نام بھی بھول گئی ہے۔ فوج کے ڈاکٹروں سے پوچھتی ہے کہ وہ کون ہے؟ کہاں سے آئی ہے؟ اور اُس کا نام کیا ہے؟ ڈاکٹروں نے کہہ دیا ہے کہ وہ گمنام ہے، اُسے ایک شخص وہاں چھوڑ گیا تھا۔ جب وہ آئے گا تو اُس کا نام اور اُس کی پچھلی ہسٹری معلوم ہو سکے گی۔ آج ایک گھنٹا بعد اسپتال سے اُس کی چھٹی ہو جائے گی، میں اُسے لینے جاؤں گا۔"

"کیا وہ اپنی اصلی شکل میں رہے گی؟"

"ملٹری انٹیلی جنس والے کہہ رہے تھے کہ اس کی صورت تبدیل کر دی جائے، ورنہ دشمن اسے پہچان کر ہم دونوں کے پیچھے پڑ جائیں گے لیکن میرا دل نہیں مانتا ہے۔ میں جینا کو اس کے اصلی روپ میں ہی دیکھنا چاہتا ہوں۔ اس کے چہرے کے ایک ایک نقش کو دیکھ کر میری آنکھوں کی پیاس بجھتی ہے۔"

"تم ضرور اس کی وجہ سے مارے جاؤ گے۔"

"میں اس کے چہرے پر ریڈی میڈ تبدیلیاں لایا کروں گا۔ گھر کی چار دیواری میں پہنچ کر وہ ریڈی میڈ میک اپ ختم کر دیا کروں گا، اس طرح کوئی اُسے پہچان نہیں سکے گا۔"

"اس کے اصل رنگ روپ کو دیکھتے رہنے کے لیے تم ہزار باتیں بناؤ گے اور میں تم سے بحث نہیں کروں گی، تم میرے دماغ سے جاؤ اور سائمن میتھو کے دماغ میں رہو، مجھے اپنے طور پر کچھ سوچنے دو۔"

میں اس کے پاس بیٹھے ہوئے سائمن میتھو کے دماغ میں آ گیا۔ علی تیمور عرف جی میتھو نے کہا "ممی! آپ دو گھنٹے سے ڈرائیو کر رہی ہیں، پلیز آپ یہاں آ جائیں، میں ڈرائیو کروں گا۔"

سائمن نے کہا "رہنے دو بیٹے! اب تو ہم بالٹی مور پہنچ رہے ہیں۔۔۔ اپنی ممی کو ڈرائیونگ کا شوق پورا کر لینے دو۔"

وہ بیس منٹ کے بعد بالٹی مور پہنچ گئے۔ سائمن نے ساحلی علاقے میں ایک بہت بڑا بنگلا تعمیر کرایا تھا۔ اس کی بالکونی سے دور تک ساحل اور سمندر کا نظارہ کیا جا سکتا تھا۔ وہاں پہنچ کر سائمن ضروری فون کرنے اپنے بیڈ روم میں گیا۔ میں اُسے چھوڑ کر سونیا کے پاس آیا۔ وہ بولی "تمہیں سائمن کے پاس رہنا چاہیے، ہو سکتا ہے وہ کسی اہم شخص سے گفتگو کرنے گیا ہو۔"

"میں بعد میں بھی اُس کے دماغ سے وہ گفتگو سُن لوں گا۔"

"فرہاد! وقت ضائع نہ کرو۔ سائمن کو کرنل جیکب وال برگ سے رابطہ کرنے پر مائل کرو۔ تمہیں جورا جوری سے معلوم ہو چکا ہے کہ اُس کا کرنل باپ سولہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں

سے واقف ہے۔"

میں جینا کے فراق میں یہ بھول گیا تھا کہ کرنل ہمیں ہر ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے نام اور پتے بتا سکتا ہے۔ میں سائمن کے پاس پہنچا۔ وہ فون پر کرنل کی بیوی یعنی جورا جوری کی ماں سے باتیں کر رہا تھا۔ اُسے بتا رہا تھا کہ وہ روبی اور ... کے ساتھ لندن سے واپس آ گیا ہے۔ دوسری طرف جورا جوری کی ماں مسز وال برگ نے کہا "ہم نے اپنے ... کو ٹیلی پیتھی سکھا کر عذاب میں مبتلا کر دیا ہے۔ میں اپنی بیٹی ... صورت دیکھنے کو ترس گئی ہوں۔"

"میں بھی اپنے بیٹے کے لیے پریشان ہوں۔ اُس ... خیریت معلوم کرنے کے لیے آپ کو فون کیا ہے۔"

"میرے میاں گھر میں بھی کرنل بنے رہتے ہیں۔ کو... سرکاری بات مُنہ سے کبھی نہیں اُگلتے۔ بس اتنا بتایا ہے ... جورا جوری اور ممی خیریت سے ہیں اور انہیں ایک خفیہ ... میں پہنچا دیا گیا ہے۔"

میں مسز وال برگ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اُسی وقت ایک ملازم نے اطلاع دی کہ کرنل صاحب دفتر سے آ گئے ... اُس نے بات مختصر کر کے ریسیور رکھ دیا۔ کرنل فوجی انداز میں ... ہوا بیڈ روم میں آیا پھر تھکے ہوئے انداز میں کرسی پر بیٹھتے ہو... بولا "میں اسپتال سے آ رہا ہوں۔"

"خیریت تو ہے؟"

"ڈاکٹروں نے میرا چیک اپ کیا ہے۔ بخار ہے او... سر میں شدید درد ہے اور پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے۔"

مسز نے اُس کا بازو تھام کر کہا "آپ آرام سے لیٹ... ایسی حالت میں بیٹھنا نہیں چاہیے۔"

وہ اپنی مسز کے ساتھ بستر تک آیا پھر وہاں لیٹ گیا... اُس کے جوتے اُتارنے لگی۔ میں سوچنے لگا اُس کے دماغ میں جانا چاہیے یا نہیں۔ اتنی بیماری میں اور خصوصاً درد سر... وقت دماغ تھوڑا کمزور ہوتا ہے لیکن وہ فوج میں کرنل ... مضبوط اعصاب اور قوتِ ارادی کا مالک تھا۔ اُسے اعصابی کم... کی دوا کھلانے کے بعد ہی اس کے دماغ میں جانا چاہیے... لیکن میں اُس کی بیٹی جورا جوری کی آواز اور لہجہ بنا کر اُ... کے دماغ میں گیا۔ اُس نے محسوس نہیں کیا اگر محسوس کر لیتا تو ... بیٹی بن کر بولتا۔ اب اس کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ میں اطمینا... سے اُس کے چور خیالات پڑھنے لگا۔

جورا جوری کے بیان کے مطابق وہ سولہ ٹیلی پیتھی جا... والوں سے واقف تھا۔ میں کاغذ قلم لے کر ہر ایک کا نام

بتانے لگا۔ اُن کے والدین اور رشتے داروں کے متعلق بھی معلومات حاصل کرنے لگا، یہ ہماری بہت بڑی کامیابی تھی۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ جس کامیابی سے خوش ہو رہا ہوں مجھے اس سے بھی زیادہ چونکا دینے والی بات معلوم ہو گی کرنل کے دماغ نے جب اس راز کو فاش کیا تو میں چند لمحوں تک خیال خوانی بھول گیا۔

نئے سپر ماسٹر کا بھانڈا پھوٹ گیا تھا۔ پتا چلا اُس کا تعلق بابا صاحب کے ادارے سے ہے۔ وہ اسی ادارے میں زیادہ رہتا ہے اور وہیں سے سپر ماسٹر کے فرائض انجام دیتا ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے، بابا صاحب کے ادارے میں انفارمیشن آفیسر ہے اور اپنے ملک میں وہ سپر ماسٹر ارے رے کہلاتا ہے۔

یہ اتنا حیرت انگیز انکشاف تھا کہ میں حیرت سے ارے رے کہہ گیا۔ ارے رے! یہ کیسے ممکن ہے؟ بابا صاحب کے ادارے کے ایک دربان کو بھی کوئی سپر طاقت خرید نہ سکی پھر وہ انفارمیشن آفیسر کیسے خرید لیا گیا؟ زمانے بھر کی مکار سونیا دھوکا کھا رہی تھی۔ پتا نہیں ماسٹر ارے رے ادارے میں بیٹھا سونیا، علی تیمور اور سونیا ثانی کے متعلق کیسی کیسی معلومات رکھتا ہو گا اور یہ معلومات یہاں کے اعلیٰ حکام فوج کے اعلیٰ افسران تک پہنچا رہا ہو گا۔

میں خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا سونیا کے پاس پہنچا۔ اس بار اُس نے سانس نہیں روکی۔ میں نے کوڈ ورڈز بھی ادا نہیں کیے کیونکہ پہلے سے کوئی موجود تھا اور وہ اُسے خدا حافظ کہہ رہی تھی پھر چند سیکنڈ کی خاموشی رہی۔ اُس نے جسے خدا حافظ کہا تھا وہ جا چکا تھا یا جا چکی تھی۔ اس کے بعد بھی وہ سوچ کی لہریں محسوس کر رہی تھی۔ اُس نے چند سیکنڈ تک ایسا محسوس کیا پھر بولی "میں سانس روک لوں گی اس سے پہلے ہی بتا دو کون ہو؟"

میں نے کوڈ ورڈز ادا کیے۔ وہ اطمینان کی سانس لے کر بولی "تم خاموش کیوں تھے؟"

"میں تمہاری باتیں سُن رہا تھا۔"

میں سونیا کو یہ تاثر دینا چاہتا تھا کہ بہت دیر سے اُس کے دماغ میں رہ کر کسی خیال خوانی کرنے والے کے ساتھ اس کی گفتگو سُن رہا ہوں۔ اُس نے پوچھا "تم نے تمام باتیں سُن لیں؟"

"تمام تو نہیں کچھ سُن لی ہیں۔"

"اس کچھ کو بہت کچھ سمجھو اور بتاؤ کیوں آئے ہو؟"

"پہلے یہ بتاؤ وہ کون تھا اور کیا باتیں ہو رہی تھیں؟"

"جب تم باتیں سُن چکے ہو تو پوچھتے کیوں ہو؟"

"میں نے تمام باتیں نہیں سُنی ہیں۔"

"جتنی باتیں سُنی ہیں وہ مجھے سُنا دو۔"

اُس نے مجھے اُلجھا دیا۔ میں نے کوئی بات نہیں سُنی تھی۔ اُسے جھانسا دے رہا تھا۔ وہ بھلا جھانسے میں کب آنے والی تھی، مجھے ہی اُلجھا کر رکھ دیا تھا۔ میں نے کہا "پرنس ڈیگر تمہارے پاس نہیں آ سکتا۔ تم نے اپنے دماغ کو لاک کر کے اس کی سوچ کو سونیا ثانی کی طرف موڑ دیا ہے کیونکہ سونیا ثانی کا لہجہ بھی تمہارا ہی ہے۔ جب وہ نہیں آ سکتا ہے تو پھر ابھی کون آیا تھا؟"

"اس کا جواب میں بہت پہلے دے دیتی مگر تم جھانسا دے کر چالاک بننے کی کوشش کر رہے تھے۔ ابھی میرے پاس کون آیا تھا، یہ نہیں بتاؤں گی۔ یہ تمہارے چالاک بننے کی سزا ہے۔"

"مکار عورت! میں بلاوجہ نہیں ہوں، تم مجھ سے چالاکی نہیں دکھا سکو گی۔ میں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں۔ وہی عورت تمہارے پاس آئی تھی جس نے میرے دماغ پر قبضہ جمایا تھا۔"

وہ ہنسنے لگی پھر بولی "اگر تم نے میرے دماغ میں آتے ہی ذرا سی بھی گفتگو سُنی ہے تو بولنے والے کا مردانہ لہجہ بھی سُنا ہو گا اور وہ سُننے کے بعد بھی اسے عورت کہہ رہے ہو؟ کیا وہ عورت اب تک تمہارے اعصاب پر سوار ہے؟ یا پھر میرے دماغ میں ہونے والی گفتگو تم نے سرے سے سُنی ہی نہیں ہے۔ مجھے اب تک چکر دینے کی ناکام کوشش کر رہے ہو۔"

مجھے شکست تسلیم کرنی پڑی۔ میں نے کہا "تم جیت گئیں۔ لوہے کو لوہا کاٹتا ہے مگر کوئی مکار تمہاری مکاری کو نہیں کاٹ سکتا۔ اب بتا دو۔"

"پہلے تم بتاؤ کس لیے آئے تھے؟"

"میں کرنل جیکب وال برگ کے دماغ سے ایک ایسی چونکا دینے والی حقیقت معلوم کر کے آیا ہوں کہ سُنو گی تو تمہارے ہوش اُڑ جائیں گے۔"

"اچھا تو پھر جلدی سے میرے ہوش اُڑاؤ۔"

"کیا تم مذاق سمجھ رہی ہو؟"

"تم یہی کہو گے نا کہ سولہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے نام اور پتے نوٹ کر چکے ہو؟"

"یہ تو کوئی حیرت انگیز بات نہیں ہے، بات کچھ اور ہے۔ سُنو گی تو پہلے تمہیں یقین نہیں آئے گا۔"

"یقین آ جائے گا۔"

"اگر میں کہوں کہ موجودہ سپر ماسٹر بابا صاحب کے ادارے میں رہتا ہے تو اسے سچ مان لو گی؟"

"مان لوں گی، کیونکہ تم مجھ سے جھوٹ نہیں بولو گے۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"تو پھر یہ سچ ہے۔ میں نے کرنل کے دماغ سے یہ راز معلوم کیا ہے۔ موجودہ سپر ماسٹر ادارے سے بابا صاحب کے ادارے میں انفارمیشن آفیسر ہے وہاں اس کا نام سلمان واسطی ہے وہ جلد ہی بابا صاحب کے ادارے کو لے ڈوبے گا۔"

سونیا نے کہا "وہ سلمان واسطی جو بچپن سے حضرت بابا فرید واسطی کا شاگرد رہا ہے وہ ادارے کا دشمن کیسے ہوگا؟"

"بیٹا، باپ کا دشمن ہوجاتا ہے ایک شاگرد استاد کے ادارے کا دشمن کیوں نہیں ہو سکتا؟ سنو، میں اس کی ہسٹری سناتا ہوں۔"

"تم نہ سناؤ، میں سناتی ہوں۔ اب سے اٹھائیس برس پہلے بارہ برس کا ایک لڑکا ادارے کے اسکول اور ہوسٹل میں آیا۔ یہ امریکی حکام کی چال تھی۔ اس لڑکے کا باپ ہپناٹزم کا ماہر تھا۔ ان کی پلاننگ تھی کہ لڑکا وہاں اعلیٰ تعلیم اور بہترین ہنر سیکھ کر اس ادارے کی جڑیں کھوکھلی کرے گا۔ لڑکے کو ملک اور قوم کا وفادار بنائے رکھنے کے لیے اس کا باپ ہر ماہ اس پر تنویمی عمل کرتا تھا۔ اس طرح وہ لڑکا بظاہر ادارے کا وفادار تھا لیکن تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دل، دماغ اور اس کی روح تک کو امریکا کا وفادار اور جاں نثار بنایا گیا تھا۔"

میں نے تعجب سے پوچھا "تم یہ باتیں کب سے جانتی ہو؟"

"جب میں پہلی بار ادارے میں پہنچی اور بابا فرید واسطی کے سامنے زانوئے ادب تہ کیا، تب وہ لڑکا انتیس برس کا ہوچکا تھا۔ بابا صاحب اسے مہینے میں ایک بار اپنے پاس بلاتے تھے۔ یہ وہ وقت ہوتا تھا جب لڑکے کا باپ اس سے ملاقات کے بہانے آتا تھا اور اس پر تنویمی عمل کرکے چلا جاتا تھا اس کے بعد بابا صاحب کا عمل ہوتا تھا۔ ان کی دینی تعلیمات ہوتی تھیں اور وہ اس کے دماغ میں یہ بات نقش کرتے تھے کہ انسان سے محبت کرو، دشمنی اس وقت کرو جب وہ انسان رہے حیوان بھی نہ رہے، بلکہ شیطان بن جائے۔ کیونکہ حیوان کو سدھایا جاسکتا تھا، شیطان کو سیدھا نہیں کیا جاسکتا۔ ہر شخص کو اپنے ملک اور قوم کا وفادار ہونا چاہیے لیکن اپنے ملک کے آئین سے یا پالیسی سے دوسری قوموں کو نقصان پہنچتا ہو تو اس پالیسی کے خلاف جنگ کرنا چاہیے۔ ماں باپ صرف پیدا کرتے ہیں ان کے حوالے سے صرف زندگی ملتی ہے۔ یہ زندگی جانور کو بھی ملتی ہے۔ جانور والدین کے حقوق نہیں سمجھتا۔ انسان علم کی روشنی میں والدین کے حقوق اور احترام کو سمجھتا ہے لہٰذا جس جگہ سے علم کی روشنی ملے اس جگہ کی سلامتی چاہتے رہو۔ یہ بابا فرید واسطی کی تعلیمات کا اثر ہے کہ وہ لڑکا آج بھی ادارے کی سلامتی کو مقدم سمجھتا ہے جہاں سے علم کی روشنی ملی جہاں سے ذہانت کو عروج حاصل ہوا۔ اس جگہ سے اس ادارے سے وہ مرتے دم تک غداری نہیں کرے گا۔"

میں گم صم ہوکر یہ باتیں سن رہا تھا۔ میں نے سپر ماسٹر ادارے کے متعلق کیا سوچا تھا اور اس کا دوسرا رخ سلمان واسطی کیا نظر آ رہا تھا۔ سونیا نے کہا "جب وہ لڑکا بیس برس کا ہوا تو اس نے بابا فرید واسطی کے سامنے اسلام قبول کیا۔ بابا صاحب نے اسے کلمہ پڑھایا اور اپنے نام کے مطابق اس کا نام سلمان واسطی رکھا۔"

"تم نے یہ بات مجھ سے کیوں چھپائی تھی؟"

"میں تمہیں کتنی باتیں بتاؤں۔ میں ایسے بہت سے راز جانتی ہوں جو ابھی تک راز ہیں۔ بابا صاحب کو مجھ پر بڑا اعتماد تھا۔ اتنے بڑے ادارے میں میں ہی ایک عورت تھی جو ان کی بیٹی بن کر ان کے حجرے میں روز جاتی تھی جب کہ وہ دوسروں کو بہ وقت ضرورت بلایا کرتے تھے۔ میرے سینے میں بابا فرید واسطی مرحوم کے اور ادارے کے بے شمار راز دفن ہیں۔ جب تک ان رازوں کے انکشاف کا مناسب وقت نہیں آئے گا اس وقت تک کوئی میرا سینہ چیر کر بھی انہیں باہر نہیں نکال سکے گا۔"

"دنیا والوں کی طرح میں بھی مانتا ہوں کہ تم گہری ہو مگر آج تو تم سمندر سے بھی زیادہ گہری لگ رہی ہو۔"

یہ گہرائی نہیں تو اور کیا ہے کہ ہپناٹزم اور ٹیلی پیتھی جاننے والے اس پر اثر انداز نہیں ہو سکتے۔ ایک بار سپر ماسٹر کے ٹیلی پیتھی جاننے والے نے ماسک مین کی جاسوسہ تاتیانہ پر حملہ کیا تھا لیکن جب سونیا نے تاتیانہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں اور اسے اپنی آنکھوں میں دیکھتے رہنے پر مجبور کیا تو دشمن خیال خوانی کرنے والا تاتیانہ کے دماغ میں زلزلے پیدا نہ کرسکا، اس کے تمام حملے ناکام ہوگئے۔ وہ سونیا کی کون سی قوت تھی۔ وہ کون سا علم جانتی ہے یا اس کے اندر کیسی کیسی روحانی قوتیں سما گئی ہیں۔ یہ آج تک مجھے بھی معلوم نہ ہوسکا۔ پوچھنے پر یہی جواب ملے گا کہ جس راز کے کھلنے کا مناسب وقت آئے گا، اسی وقت وہ راز اس کی زبان پر آئے گا۔

میں نے پوچھا "سلمان واسطی نے ٹیلی پیتھی کیسے سیکھی؟"

"امریکی حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران اسے اٹھائیس برس سے اپنا، اپنے ملک کا اور اپنی قوم کا وفادار دیکھ رہے ہیں۔ اس نے ان کا اعتماد حاصل کرنے کے لیے اکثر ادارے کے خلاف کام کیے ہیں لیکن ہمارے خلاف کوئی قدم اٹھانے سے پہلے وہ مجھے یا شیخ الفارس مرحوم کو اپنی پوری پلاننگ بتا دیا کرتا تھا۔ بہرحال ان کا اعتماد حاصل کرنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ ٹرانسفارمر مشین سے گزرنے والوں کی فہرست میں اس کا نام سب سے پہلے آیا۔ پھر اس کے پچھلے کارناموں کو دیکھ کر اسے سپر ماسٹر بنا دیا گیا۔"

"میں سمجھ گیا، اس نے یہاں کے حکام کو اپنا کارنامہ دکھانے کے لیے اطلاع دے دی کہ تم، علی تیمور اور برائن ڈولف کے ساتھ یہاں آ رہی ہو اور یہ حکام دیکھ رہے ہیں کہ وہ بابا صاحب کے ادارے سے جو اطلاع دیتا ہے، وہ درست ہوتی ہے؟"

"ہاں، ان کی نظروں کے سامنے سونیا بھی ہے، برائن ڈولف بھی ہے۔ میری بیٹی سونیا ثانی نے کمال ذہانت سے انہیں سونیا ہونے کا یقین دلایا ہے اور پرنس کو بھی ڈولف ثابت کر دیا ہے۔"

"یہ تم سونیا ثانی کو بیٹی کیوں کہتی ہو؟"

"بیٹی کو بیٹی نہ کہوں تو اور کیا کہوں؟"

"مگر یہ تمہاری بیٹی کیسے ہوگئی؟"

"یہ بھی ایک راز ہے جس کے انکشاف کا وقت ابھی نہیں آیا ہے۔"

"اسے دیکھو، مجھے تجسس میں مبتلا نہ کرو۔"

"تم سونیا ثانی کے متعلق چھان بین نہیں کرو گے تو تجسس ختم ہوجائے گا۔"

"جہنم میں جاؤ تم ماں بیٹی۔"

"یہ بات کوئی دوسرا کہے تو میری بیٹی اسے جہنم میں پہنچا دے گی۔"

"میں تمہیں آخری بار سمجھاتا ہوں، اسے بار بار بیٹی کہہ کر مجھے جھنجھلاہٹ میں مبتلا نہ کرو۔"

"تم اعتراف کرلو کہ اسے بیٹی کہنے سے تمہیں بڑھاپے کا احساس ہوتا ہے اور تمہارے اندر کہیں سوئی غیرت آنکھیں کھول کر کہتی ہے کہ ایک بیٹی کے باپ کو بے غیرت نہیں ہونا چاہیے۔"

شاید وہ کچھ اور بھی کہتی لیکن علی کمرے میں آگیا۔ اس نے کہا "مما! میدان صاف ہے، وہ سالمن جو باپ بنا ہوا ہے کہیں باہر گیا ہے۔"

سونیا نے کہا "وہ باپ باہر گیا ہے اور تمہارا اصلی باپ میرے دماغ کے اندر ہے۔"

اس نے کہا "ہیلو پاپا! مما سے فرصت مل گئی ہو تو میرے پاس آجائیں۔"

وہ قالین پر گھٹنے ٹیک کر بیٹھ گیا پھر اپنا سر سونیا کے زانو پر رکھ کر بولا "آپ جانتی ہیں اس وقت آپ کے زانو پر کون ہے؟"

وہ مسکرا کر بولی "میرا بیٹا ہے۔"

"نہیں مما! بیٹا بھی ہے اور باپ بھی ہے۔ میں نے پاپا کو اسی لیے دماغ میں بلایا ہے، ہم دونوں آپ کی گود میں ہیں۔"

سونیا نے ایک گہری لمبی سانس لی پھر کہا "تمہارے پاپا اچھے نہیں ہیں۔"

"کیوں اچھے نہیں ہیں؟"

"وہ خود کو بوڑھا نہیں سمجھتے ہیں۔"

"تعجب ہے، آپ اتنی ذہین ہو کر ایسی بات کہہ رہی ہیں۔ آدمی کو تو آخری سانس تک بڑھاپا محسوس نہیں کرنا چاہیے خصوصاً آخری عمر کا تقاضا ہے کہ انسان حتی الامکان صحت مند، تازہ دم اور زندہ دل رہے۔"

"یہ تمہارے دماغ سے تمہارا باپ بول رہا ہے۔"

علی نے کہا "اوہ پاپا پلیز! آپ چلے جائیں، میں اپنی ذہانت سے بولتا رہوں گا، داد آپ کو ملتی رہے گی۔"

میں نے کہا "میرے جانے کے بعد بھی تم اپنی مما کو قائل نہیں کرسکو گے لہٰذا کام کی بات کرو۔"

اس نے کہا "مما! کام کی بات کریں۔ کیا اس وقت پاپا کو یہ معلوم کرنا چاہیے کہ سالمن کہاں گیا ہے؟"

"ضرور معلوم کرنا چاہیے مگر تمہارے پاپا کی کمر جھک گئی ہے وہ آہستہ آہستہ چلنے لگے ہیں۔ اس عمر میں انسان ایسے ہی وقت ضائع کرتا ہے۔"

میں نے سونیا کے پاس آکر کہا "کیوں میرے پیچھے پڑ گئی ہو، اب تو بات بات پر بڑھاپے کا احساس دلانے لگی ہو۔ مجھ پر کوئی نفسیاتی اثر نہیں پڑے گی۔"

میں سالمن کے پاس چلا گیا۔ سونیا نے علی سے کہا "یہاں ساحل پر بے شمار موٹر بوٹس ہیں۔ ایک موٹر بوٹ تمہارے نام سے یعنی جمی ملیتھو کے نام سے ہے۔ تمہیں خلیج پار کرکے میری لینڈ جانا ہے۔"

"کیا ابھی؟"

"تمہیں ڈنر کے وقت کلب 'بی میری' میں پہنچنا چاہیے۔ ابھی چلے جاؤ تو بہتر ہے۔ اطمینان سے گھوم پھر کر میری لینڈ کا علاقہ اچھی طرح دیکھ لو گے۔"

"ابھی جاؤں گا، کام بتائیں۔"

"ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کا نام ہے پال ہوب کن، وہ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

یقیناً کسی پناہ گاہ میں ہوگا۔ اس کی بہن وِیلی ہوپ کبھی آج رات اپنے والدین کے ساتھ کلب 'بی میری' میں آئے گی تم اُس سے عشق کرو گے۔"

اُس نے چونک کر سونیا کے زانو سے سر اُٹھایا... پھر ناگواری سے پوچھا "یہ کوئی کام ہے؟"

"تم لڑکیوں سے بھاگتے کیوں ہو؟"

"میں بھاگتا نہیں، بچتا ہوں۔ لڑکیاں وقت برباد کرتی ہیں، دماغ خراب کرتی ہیں۔ سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں چھوڑتیں۔ کام کے آدمی کو ناکارہ بنا کر رکھ دیتی ہیں۔"

"کیا تمھاری ماں نے تمھارے باپ کو ناکارہ بنا دیا ہے؟ کیا تمھارا باپ کسی کام کا نہیں رہا؟"

"میری ماما تو گائے ہیں، نہ پاپا کو لگام دے سکیں، نہ کبھی ذہانت سے کام لے سکیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ہر لڑکی بُری ہوتی ہے۔ کبھی آپ بھی تو لڑکی تھیں۔ میں آپ جیسی لڑکی چاہتا ہوں۔"

"میرے جیسی کیوں؟"

"جب آپ لڑکی تھیں، تب سے اب تک پاپا کے ہوش اُڑا رہی ہیں۔ آپ جس انداز میں پاپا کو چکرا دیتی ہیں، مجھے لڑکیوں کا یہی انداز، یہی ذہانت پسند ہے۔ جس دن مجھ سے اور میری ذہانت سے ٹکرانے والی لڑکی ملے گی، میں اُس سے عشق ضرور کروں گا۔"

سونیا نے کہا "وہ سچا عشق ہوگا، ابھی تمھیں اپنا مطلب نکالنے کے لیے اُس ٹیلی پیتھی جاننے والے کی بہن وِیلی ہوپ کن سے محبت کرنی ہوگی۔"

"یہ ضروری نہیں ہے، میں دوسری طرح کام نکال سکتا ہوں۔"

"کام یہ ہے کہ تم وِیلی کو اغوا کرو گے، اگر جبراً لے جاؤ گے تو ہنگامہ ہوگا۔ تم لوگ پولیس کی نظروں میں آ جاؤ گے۔ یہاں تم سائمن کے بیٹے جمی ہو اور سائمن ایک بڑے سیاسی اخبار کا پبلشر ہے۔ وہ اونچی سوسائٹی کا آدمی ہے۔ تم ایک لڑکی کو جبراً کہیں لے جاؤ گے تو کتنی بدنامی ہوگی۔"

"کیا وہ میرے ساتھ راضی خوشی کہیں جائے گی؟"

"یہ مجھ سے پوچھ رہے ہو؟ جوان ہو، خوبرو اور پُرکشش ہو، کیا ایک لڑکی کو متاثر نہیں کر سکو گے؟"

"ہوں، یاد آیا۔ سائمن کا بیٹا جمی میتھو علمِ نجوم میں خاصی مہارت رکھتا ہے۔ مجھے بھی نجومی بننا ہوگا۔ آپ بتائیں اُسے کہاں لے جانا ہوگا؟"

"تم لوگوں کے سامنے اُسے ساتھ نہیں لے جاؤ گے۔ وہ خود تمھاری موٹر بوٹ میں آئے گی۔ تم جاؤ، باقی باتیں تمھیں خیال خوانی کے ذریعے معلوم ہوتی رہیں گی۔"

وہ قالین پر سے اُٹھ گیا پھر سونیا کے دونوں بازوؤں کو تھام کر اُسے اُٹھایا۔ وہ بولی "یہ کیا ہو رہا ہے؟"

"ماں بیٹے کا پیار ہو رہا ہے۔"

اُس نے جھک کر سونیا کی پیشانی کا بوسہ لیا پھر باری باری دائیں اور بائیں رخسار کو چوم کر بولا "آنکھیں بند کریں۔"

اُس نے مسکرا کر آنکھیں بند کر لیں۔ علی نے پہلے ایک آنکھ کو پھر دوسری آنکھ کو چوم لیا پھر اُس کی ناک پر ہونٹ رکھ دیے۔ وہ آنکھیں کھول کر بولی "بس بھی کرو، کتنا پیار کرو گے؟"

وہ ایک قدم پیچھے ہٹ گیا پھر ایک قدم اور پیچھے چلا گیا۔ اُسے سنجیدگی سے دیکھنے لگا۔ وہ بولی "ایسے کیا دیکھ رہے ہو؟"

وہ بولا "ممّا! آپ کے ساتھ دھوکا ہو گیا۔"

"کیسا دھوکا؟"

"میں کہوں گا تو ناراض ہو جائیں گی۔"

وہ ڈانٹ کر بولی "سیدھی طرح بتاؤ کیا بات ہے؟"

"بات یہ ہے کہ ابھی ابھی اتنا سارا پیار میں نے نہیں کیا تھا، پاپا میرے اندر تھے۔ میں منع کر رہا تھا مگر وہ نہیں مان رہے تھے۔"

ایک دم سے سونیا کی نظریں جھک گئیں۔ حیا سے رخسار تمتمانے لگے۔ علی تیمور نے کہا "اس وقت کیمرا ہوتا تو آپ کی تصویر کھینچ لیتا۔"

سونیا نے علی کی پیشانی کو دیکھتے ہوئے غصے سے کہا "فرہاد! تمھیں ایسی حرکتیں کرتے ہوئے شرم آنی چاہیے۔"

علی نے کہا "ممّا! پاپا کو شرم نہیں آئی، آپ کو شرم آ گئی۔ آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ پاپا میرے دماغ میں نہ تھے نہ اب ہیں۔ میں نے جھوٹ کہا تھا۔ آپ کا ردِ عمل دیکھنا چاہتا تھا۔ آپ کی شرم و حیا نے ثابت کر دیا ہے کہ پاپا بوڑھے نہیں ہیں کیونکہ عورت کسی بوڑھے سے نہیں جوان سے شرماتی ہیں۔ میں نے پاپا کو جوان ثابت کر دیا، خدا حافظ۔"

وہ پلٹ کر کمرے سے چلا گیا۔ وہ مسکراتے ہوئے سوچنے لگی "میں دُنیا کو مکاریاں دکھاتی ہوں، دونوں بیٹے مجھ سے مکاری کرتے ہیں مگر دل خوش کر دیتے ہیں۔"

میں نے سائمن کے پاس پہنچ کر دیکھا، کوئی خاص بات نہیں تھی۔ وہ کاروبار کے سلسلے میں کچھ لوگوں سے ملاقات کرنے گیا تھا۔ میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ ڈاکٹروں نے کہا تھا کہ ایک گھنٹے بعد میں وہاں آ کر جینا کو لے جا سکتا ہوں۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے ملٹری اسپتال کے ایک ڈاکٹر کو اطلاع دی کہ میں آ رہا ہوں پھر میں کاٹیج سے باہر آ کر کار میں بیٹھ گیا۔ سونیا نے یہاں سے روانہ ہونے سے پہلے میرے لیے اس کاٹیج کا انتظام کرایا تھا۔

تقریباً چالیس منٹ کی ڈرائیونگ کے بعد میں اسپتال پہنچ گیا۔ ڈاکٹر اور فوجی افسر مجھے اُس کمرے میں لائے جہاں وہ بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ ہمیں دیکھتے ہی اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ اُس سے بچھڑے صرف چار دن ہوئے تھے مگر یوں لگ رہا تھا جیسے صدیوں کے بعد اُس محبت کرنے والے چہرے کو دیکھ رہا ہوں۔ لیکن اب اُس کی آنکھوں میں محبت نہیں تھی۔ وہ مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اُس کے دماغ سے پچھلی باتیں مٹ گئی تھیں۔ میں بھی اُس کے حافظے سے مٹ گیا تھا۔ اگر اُسے پچھلی باتیں یاد ہوتیں تب بھی وہ مجھے پہچان نہ پاتی کیونکہ پلاسٹک سرجری کے ذریعے میرا چہرہ بدل چکا تھا۔

فوجی افسر نے میری طرف ہاتھ کا اشارہ کرتے ہوئے جینا سے کہا "یہی وہ صاحب ہیں جو تمھیں یہاں لائے تھے۔"

وہ بستر سے اُٹھ کر کھڑی ہو گئی پھر میری طرف آتے ہوئے بولی "تم کون ہو؟ مجھے کیسے جانتے ہو؟ میرا نام کیا ہے، میری پچھلی زندگی کیا تھی؟"

میں نے کہا "تمھیں ہر سوال کا جواب مل جائے گا۔ آرام سے بیٹھ جاؤ۔"

"میں نہیں بیٹھوں گی۔ کل مجھے ہوش آیا تھا، آج چوبیس گھنٹے گزر گئے ہیں۔ میں ان چوبیس گھنٹوں میں سوچ سوچ کر پاگل ہو رہی ہوں اور مجھے کچھ یاد نہیں آیا ہے۔ پلیز! مجھے ایک ہی سانس میں بتا سکتے ہو، بتا دو۔"

"جلدی نہ کرو، میں اطمینان اور سہولت سے تمھیں ایک ایک بات بتاؤں گا اور بتانے سے پہلے اس خطرے سے آگاہ کروں گا کہ تم دُشمنوں میں گھری ہوئی ہو۔ اگر میری ہدایات پر عمل نہیں کرو گی اور کسی معاملے میں اپنی من مانی کرو گی تو دُشمن تمھیں اُٹھا کر لے جائیں گے یا تمھیں گولی مار دیں گے۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "کون ہیں میرے دُشمن؟ کسی کو مجھ سے کیا دُشمنی ہو سکتی ہے؟ تم مجھے خوفزدہ کر رہے ہو۔"

"آج سے چار دن پہلے تم خوفزدہ ہونے والی بُزدل لڑکی نہیں تھیں۔ بہت دلیر تھیں، بہت ہی خاکسار تھیں۔ خطرناک بدمعاشوں کے چھکے چھڑا دیتی تھیں۔"

اُس نے حیرانی سے پوچھا "کیا میں ایسی تھی؟"

"ہاں، تم صرف دلیر ہی نہیں، ذہین بھی تھیں۔"

"میرے ماں باپ اور دوسرے رشتے دار کہاں ہیں؟ میں کہاں سے آئی ہوں؟"

"یہ کوئی نہیں جانتا۔ تم ماسک مین کی سیکرٹ ایجنٹ تھیں۔ بڑے بڑے ملکوں کے اہم راز چرایا کرتی تھیں۔ سوئٹزرلینڈ میں دُشمن تمھیں مار ڈالنا چاہتے تھے، میں تمھیں بچا کر پیرس لے آیا۔"

"میری یادداشت کیسے گم ہو گئی؟"

"ماسک مین کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا تمھارے دماغ پر چھایا ہوا تھا۔ تمھیں اپنے اشاروں پر نچایا کرتا تھا۔ اُس کی ٹیلی پیتھی سے تمھیں بچانے کے لیے تمھارا برین واش کیا گیا ہے۔"

"میں اپنی یادداشت واپس چاہتی ہوں۔ یوں اندھیرے میں زندگی نہیں گزاروں گی۔"

"ذرا صبر و تحمل سے کام لو، رفتہ رفتہ تمھاری یادداشت واپس آ جائے گی۔ فی الحال تمھیں دُشمنوں سے چھپ کر رہنا ہوگا۔"

"کہاں رہنا ہوگا؟"

"تمھاری رہائش کا انتظام ہے، میرے ساتھ چلو۔"

"تم کون ہو؟"

"میں یہاں کا جاسوس ہوں۔ مجھے عبداللہ شامی کہتے ہیں اور تمھارا نام جینا ہے۔ میں پبلک پلیس میں تمھیں جینا کے نام سے مخاطب نہیں کروں گا، ورنہ دُشمن تمھارے پیچھے پڑ جائیں گے۔"

"نام سے کیا ہوتا ہے۔ دُشمن مجھے چہرے سے پہچان سکتے ہیں۔"

میں نے اپنا بیگ کھولتے ہوئے کہا "ابھی تمھارا چہرہ بدل جائے گا پھر کاٹیج میں پہنچ کر تم اصلی صورت میں آ جاؤ گی۔"

میں اُس کے چہرے پر عارضی تبدیلیاں [illegible] لگا۔ میرے بیگ میں طرح طرح کے ربڑی میک اپ کا سامان [illegible] کے ذریعے ناک، کان، آنکھوں اور ہونٹوں کی [illegible] فرق پیدا ہوتا تھا پھر اصلی صورت پہچانی نہیں جاتی تھی۔

صرف بیس منٹ میں وہ آئینہ دیکھ کر حیران رہ گئی۔ اُس نے کہا "میں تو بالکل بدل گئی ہوں مگر یہ چہرہ کچھ عجیب سا ہے۔"

"اُسے دُشمنوں کے لیے عجیب رہنے دو۔ کاٹیج پہنچ کر تمھاری اصلی صورت واپس آ جائے گی، اب چلو۔"

میں نے ڈاکٹر اور فوجی افسر کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اُن سے مصافحہ کیا پھر جینا کے ساتھ اسپتال سے باہر آ کر کار میں بیٹھ گیا۔ وہ میرے شانہ بشانہ چلتی ہوئی آئی تھی اور کار میں بھی شانہ بشانہ بیٹھی ہوئی اپنے بدن کی آنچ دے رہی تھی۔ اسے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

پھر سے پانے کے لیے میں نے چار دن تک نہیں جیسے چار ہزار برسوں تک انتظار کیا تھا لیکن اتنی چاہت کے باوجود وہ اجنبی بن گئی تھی۔ اُسے شناسا بنانے کے لیے پھر سے محبت کی ابتدا کرنی تھی۔

وہ کھڑکی کے باہر گزرتے ہوئے مناظر کو دیکھ رہی تھی۔ جی میں آیا اس کے خیالات پڑھوں پھر سوچا اُس کے خالی دماغ میں خود کو پہچاننے کی بے چینی ہوگی اور وہ ذہن پر زور ڈال کر کچھ یاد کرنے کی کوشش کر رہی ہوگی۔ میں اُس کے دماغ میں نہیں گیا۔ اُسے کن انکھیوں سے دیکھتے ہوئے بولا "کیا سوچ رہی ہو؟"

"آں؟" وہ چونک گئی۔ مجھے دیکھ کر بولی "میں اس شہر کو دیکھ رہی ہوں پھر بھی کچھ یاد نہیں آرہا ہے، مگر تم میں کوئی بات ہے؟"

"کیا بات ہے؟"

"اس کار میں چاروں طرف سے بند ہونے کے بعد تمھارے جسم سے مہک آرہی ہے اور یہ مہک جانی پہچانی لگ رہی ہے۔"

میں نے خوش ہوکر کہا "ہاں ہاں سوچو، محسوس کرو، اپنے پانچوں حواس کو آزماؤ شاید تمھیں یاد آجائے کہ تم میری آغوش میں، میری سانسوں کے قریب رہا کرتی تھیں۔ یہ میرے جسم کی مہک تمھارے دماغ کے کسی گوشے میں چھپی رہ گئی ہے۔ برین واشنگ بھی اس مہک کو مٹا نہ سکی۔"

ہماری محبت اور تعلقات کی بات چل پڑی تھی۔ آگے بات جاری رہتی تو اسے اور کچھ یاد آسکتا تھا لیکن وہ اپنے پیٹ پر ہاتھ رکھ کر بولی "بھوک لگ رہی ہے۔"

سارے رومانس کا کباڑا ہوگیا۔ میں نے ایک ریستوران کے سامنے گاڑی روک کر کہا "اسی لیے میں نے تمھارے چہرے پر تبدیلیاں کی ہیں کہ کار میں کاٹیج سے نکلو تو پہچانی نہ جاسکو۔ آؤ یہاں سے کچھ کھا پی کر چلیں گے۔"

ہم ریستوران کے ایک کیبن میں آئے۔ وہ بیٹھنے کے بعد بولی "یہاں گھٹن سی ہو رہی ہے۔ ہال میں زیادہ لوگ بیٹھے ہیں، وہاں بیٹھ کر کھانے سے شاید مجھے کچھ اور یاد آجائے۔"

"کہیں تم دشمنوں کو یاد نہ آجاؤ، اسی لیے کیبن میں آیا ہوں۔"

لیکن وہ ضد کرکے ہال میں آگئی۔ وہ ضد کرتے ہوئے بھی پیاری لگتی تھی۔ اُس کی ہر ادا دل کو تڑپاتی تھی۔ میں اس کی صورت دیکھتا تو دیکھتے ہی رہنے کو جی چاہتا تھا۔ ہمارے آرڈر کے مطابق کھانا آیا۔ ہم کھاتے رہے اور دھیمی آواز میں باتیں کرتے رہے۔ میں اسے اپنی اور اس کی پہلی ملاقات کا قصہ سناتا رہا۔ وہ سنتی رہی اور طرح طرح کے سوالات کرتی رہی۔ کھانے کے بعد میں نے بل ادا کیا۔ وہ بولی "میں ٹوائلٹ جاؤں گی۔"

میں اُسے ساتھ لے کر ریستوران کے لیڈیز ٹوائلٹ کے پاس آیا، وہ اندر چلی گئی۔ میں باہر انتظار کرنے لگا۔ اُسے پانچ منٹ میں واپس آجانا چاہیے تھا لیکن دس منٹ ہوگئے، وہ نہیں آئی پھر پندرہ منٹ گزر گئے تو میں نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے دماغ میں پہنچا پھر حیران رہ گیا۔ وہ ٹوائلٹ کے فرش پر دو زانو بیٹھی ہوئی تھی اور سر جھکائے روتے ہوئے کہہ رہی تھی "یہ میرا بدن لڑکی جیسا کیوں ہے؟ میں نے زنانہ لباس کیوں پہنا ہے؟ میں تو لڑکا ہوں؟"

میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ میں نے گھڑی دیکھی۔ برین واش کے باوجود وہ ٹھیک دس بجے تبدیل ہوگئی تھی۔ خود کو لڑکی نہیں لڑکا کہہ رہی تھی۔ میں نے ٹوائلٹ کے اندر آکر اُس کے بازو کو تھام کر اُٹھایا تو وہ بازو چھڑا کر الگ ہوگئی۔ مجھے اجنبی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی "کون ہو تم؟"

لعنت ہے ایسی تبدیلی پر، مجھے غصہ بھی آرہا تھا اور پیار بھی آرہا تھا۔ میں نے کہا "میں تمھارا ساتھی ہوں، تم میرے ساتھ اس ریستوران میں آئی تھیں اور اب مجھے پہچاننے سے انکار کر رہی ہو۔"

"میں لڑکا ہوں، تم مجھے لڑکی سمجھ کر باتیں کر رہے ہو۔"

"میں بھول گیا تھا کہ تم رات دس بجے لڑکا بن جاتی ہو۔ اب میں تمھیں لڑکا ہی سمجھوں گا، پلیز یہاں تماشا نہ بناؤ، میرے ساتھ چلو۔"

"کیسے چلوں، لڑکی کے لباس میں دیکھ کر لوگ ہنسیں گے۔"

میں نے اپنا کوٹ اُتار کر اُسے پہناتے ہوئے کہا "آدھا جسم چھپ گیا ہے، باہر چل کر کار میں بیٹھو، میں کسی اسٹور سے تمھارے کپڑے خرید لاؤں گا۔"

میں اُسے بڑی مشکلوں سے سمجھا منا کر ریستوران کے باہر لایا، اُسے کار کے اندر بٹھایا پھر کار ڈرائیو کرتا ہوا ایک بڑے ڈیپارٹمنٹل اسٹور کے سامنے آیا، اُسے لے کر اسٹور کے اندر گیا۔ اُس نے فوراً ہی ایک جینز، جیکٹ اور شرٹ پسند کیا، ایک کیبن میں جا کر اُسے پہن آئی۔ دو چار جوڑے اور لے کر لیے۔ واپس کار میں آکر بولی "میری سمجھ میں نہیں آتا، میرے بدن پر لڑکی کا لباس کیسے آگیا تھا؟"

"میں تمھیں اچھی طرح سمجھا چکا ہوں تم دراصل لڑکی ہو اور بارہ گھنٹے کے لیے لڑکا بن جاتے ہو اور یہ سب دشمنوں نے ہپناٹزم اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے..."

میں کہتے کہتے رُک گیا۔ مجھے خیال آیا جب دشمنوں کے تمام ہتھکنڈے اس کے دماغ سے مٹا دیے گئے ہیں تو پھر یہ لڑکی سے لڑکا کیسے بن سکتی ہے؟ میں نے کار کو سڑک کے کنارے روکا پھر اُس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اندر سے بہت خوش تھی۔ اپنے لڑکا بننے پر فخر کر رہی تھی۔ ایسے وقت اُس کے دماغ سے کوئی پرانی سوچ نہیں اُبھر رہی تھی۔ یہ خیال غلط تھا کہ ماسک مین کے ہپناٹزم کرنے اور خیال خوانی کرنے والے تنویمی عمل کے ذریعے اُسے بارہ گھنٹے کے لیے لڑکی اور بارہ گھنٹے کے لیے لڑکا بناتے ہیں۔ یہ انسانی دماغ کی شرارت نہیں تھی، قدرت کا عجیب و غریب تماشا تھا۔ وہ اپنی پچھلی زندگی بھول گئی تھی، اپنا نام بھول گئی تھی لیکن اس کے دماغ نے ہر بارہ گھنٹے بعد قدرتی طور پر تبدیل ہونا فراموش نہیں کیا تھا۔ میری قسمت میں آدھی لڑکی تھی اور آدھا لڑکا۔

ہم کاٹیج میں آگئے۔ اُس نے پوچھا "کیا میں پہلے بھی اس کاٹیج میں آچکا ہوں؟"

"پہلے ہم دوسرے کاٹیج میں رہتے تھے اور ایک ہی بستر پر سوتے تھے۔"

"کیا یہاں بھی ایک ہی بستر ہے؟"

وہ دوسرا بستر دیکھنے کے لیے دوسرے کمرے میں گئی۔ میں نے کہا "یہاں دو بیڈ روم ہیں مگر تمھیں میرے بغیر نیند نہیں آتی تھی۔"

اُس نے کہا "آجائے گی۔" پھر دوسرے بیڈ روم میں جاکر دروازے کو اندر سے بند کرلیا۔ میں مسکرا کر رہ گیا۔ میں نے اطمینان سے لباس تبدیل کیا اور دروازوں کو چیک کرنے کے بعد تمام لائٹس بجھا دیں پھر بستر پر آکر اُس کے دماغ میں پہنچ گیا۔

وہ پریشان ہوکر سوچ رہا تھا "میں کون ہوں؟ کہاں سے آیا ہوں، یہ اجنبی کون ہے؟ ایسا لگتا ہے جیسے اس سے پرانی شناسائی ہو۔"

میں نے اُس کی سوچ میں کہا "مجھے سوجانا چاہیے، خوامخواہ سوچ سوچ کر تھکتا رہوں گا۔"

اُس نے آنکھیں بند کرلیں۔ میں اُس کے دماغ میں اپنا خیال پیدا کرنے لگا پھر وہ ایک کروٹ سے دوسری کروٹ ہوکر سوچنے لگی "وہ ٹھیک کہہ رہا تھا کہ اس کے بغیر مجھے نیند نہیں آتی ہے، پتا نہیں کیوں بار بار اُسی کا خیال آرہا ہے؟"

وہ ایک گھنٹے تک اِدھر سے اُدھر کروٹ بدلتی رہی۔ کبھی اُٹھ کر بیٹھتی رہی، کبھی لیٹتی رہی۔ میں نے اُسے سونے نہیں دیا۔ اپنی طرف کشش پیدا کرتا رہا پھر اُسے یقین ہوگیا کہ میرے بغیر نیند نہیں آئے گی۔

وہ بستر سے اُٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی دروازے کے پاس آئی۔ وہ خود کو مکمل طور پر لڑکا سمجھ رہی تھی۔ مجھے بھی حالات کے مطابق اُسے لڑکا ہی کہنا چاہیے۔ وہ دروازہ کھول کر میرے کمرے میں آگیا پھر آہستگی سے بولا "ارے تم سو رہے ہو؟"

میں آنکھیں بند کیے خاموش پڑا رہا۔ وہ بستر پر آکر کمبل کے اندر گھس گیا۔ میں نے اُسے قریب ہونے پر مائل کیا۔ وہ قریب ہوگیا۔ اس کے بعد مجھ سے رہا نہ گیا۔ میں نے آنکھیں کھول دیں، وہ عجب طلسم کدہ تھا۔ کئی ملاقاتوں کے بعد بھی نئی لگ رہی تھی۔

"مجھے پوری طرح اپنا لو۔ خوب اچھی طرح سمجھ لو پھر جواب دو کیا میں پہلے سے مختلف نہیں ہوں؟" اس نے کہا۔

"ہرگز نہیں۔ تم میری جینا ہو پھر جینا سے مختلف کیسے ہو سکتی ہو۔"

اندھیرے میں ہلکی سی ہنسی سنائی دی۔ میں ایک دم سے چونک گیا۔ وہ بہت ہی مختصر سی ہنسی تھی۔ اُس ہنسی میں ترنم بھی تھا اور دوشیزگی کا رس بھی لیکن وہ جینا کی ہنسی نہیں تھی۔ میں نے فوراً ہی ہاتھ بڑھا کر بیڈ لیمپ کا سوئچ آن کیا۔ اندھیرے کے بعد اچانک روشنی ہوئی تو آنکھیں چندھیا جاتی ہیں۔ اُس نے آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر دوسری طرف منہ پھیر لیا تھا۔ میں نے پوچھا "کون ہو تم؟ اِدھر منہ کرو۔"

وہ بولی "پہلے لائٹ آف کرو، مجھے شرم آتی ہے۔"

میں نے اُس کے چہرے کو اپنے پنجے میں لے کر ایک جھٹکے سے اپنی طرف گھمایا۔ وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولی۔ "کیا کرتے ہو؟ بالکل ہی درندے بن جاتے ہو۔"

وہ جینا تھی، کوئی دوسری نہیں تھی لیکن مجھے اُس عورت کا خیال آیا تھا، وہ ہنسی اس کی لگی تھی۔ میں نے پوچھا "کیا ابھی تم ہنس رہی تھیں؟"

"ہاں، کیا میری ہنسی بُری لگی تھی؟"

"پھر ایک بار ہنس کر دکھاؤ۔"

اُس نے مختصر سی ہنسی سنائی۔ میں نے کہا "مگر وہ ہنسی مختلف تھی۔"

"ابھی تم نے کہا تھا میں تمھاری جینا ہوں۔ میری کوئی بات کوئی ادا مختلف نہیں ہے پھر ہنسی کیوں الگ لگ رہی ہے؟"

میں نے اُسے دیکھا۔ وہ خاصی صحت مند لگ رہی تھی۔ مجھے شبہ ہوا اگرچہ ڈاکٹروں نے کہا تھا کہ دواؤں کے ری ایکشن۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

سے وہ کچھ بھول گئی ہے یعنی موٹی ہوگئی ہے۔ اُس نے بار بار سوال کیا تھا کہ وہ کیسی لگتی ہے اور وہ مجھے پہلے جیسی لگ رہی تھی۔ شاید اندھیرے کی وجہ سے یا اندھے جذبوں کی وجہ سے مَیں سمجھ نہیں پایا تھا۔

مَیں بستر سے اُٹھ گیا۔ ایک بیڈ لیمپ کی روشنی کافی نہیں تھی۔ مَیں نے سوئچ بورڈ کے پاس آ کر تمام بلب روشن کر دیے۔ کمرے میں اتنی روشنی ہوگئی کہ ایک سوئی کو بھی تلاش کیا جا سکتا تھا۔ مَیں نے قریب آ کر اُس کے چہرے کو اچھی طرح چھو کر دیکھا، گردن کے پیچھے ہاتھ لے جا کر ماسک کا جوڑ تلاش کیا لیکن وہ ماسک میک اَپ یا عارضی میک اَپ میں نہیں تھی، وہ جینا کا اصلی چہرہ تھا۔

میرے دل میں وسوسے جنم لینے لگے۔ وہ عورت ایک بار میری تنہائی میں آئی تھی اور مجھے خبر نہیں ہوئی تھی آج بھی وہ آ سکتی ہے۔ پلاسٹک سرجری کے ذریعے جینا بن سکتی ہے۔ اُس نے پوچھا "تم اچانک پریشان ہوگئے ہو کیا بات ہے؟"

وہ بڑی بڑی پیار بھری آنکھوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ دل پھر اُس کی طرف کھنچا جا رہا تھا۔ مَیں نے اُٹھ کر تمام سوئچ آف کر دیے پھر بستر پر آ کر بیڈ لیمپ کو بھی بجھا دیا۔ اس کے بعد کروٹ بدل کر اُس کے تن من کے قریب ہوگیا۔

وہ میرے کان کے قریب سرگوشی میں بولی "کیا مَیں وہ نہیں ہُوں، وہ؟"

"کون؟" مَیں نے پوچھا۔

"وہی جسے تم ابھی روشنی میں ڈھونڈ رہے تھے۔"

"مَیں کِسے ڈھونڈ رہا تھا، تم کیا جانتی ہو؟"

"اس میں جاننے کی کیا بات ہے تم کبھی میرے چہرے کو چھُو رہے تھے کبھی گردن کے پیچھے دیکھ رہے تھے مَیں سمجھ گئی جینا نام کی لڑکی کوئی اور ہوگی اور تم اس کے دھوکے میں مجھے اُٹھا لائے ہو۔"

وہ میرے کان کے قریب دھیمی آواز میں بول رہی تھی۔ جب اُس نے یہ آخری فقرہ کہا کہ تم اس کے دھوکے میں مجھے اٹھا لائے ہو تو مَیں پھر چونک گیا کیونکہ وہ آخری فقرہ اُس عورت کی آواز اور لہجے میں تھا۔

مَیں نے اُس کی گردن دبوچ لی۔ اُس کے مُنہ سے آواز نکلنے لگی "اونک... اونک..." مَیں نے کہا "جب تک تم اصل آواز میں نہیں بولو گی مَیں تمہاری گردن دبوچ کر رکھوں گا۔"

وہ پھڑپھڑا رہی تھی، سانس نہیں لے پا رہی تھی۔ مَیں نے سوچا کہیں غصّے میں اسے مار ہی نہ دوں پھر گلا دبانے سے یہ اصلی یا نقلی آواز میں بھی نہیں بول سکے گی۔ مَیں نے اُسے چھوڑ دیا۔ بیڈ لیمپ کو آن کیا۔ وہ لمبی لمبی سانس لے رہی تھی۔ مَیں اس کی طرف پلٹ کر آیا تو وہ جلدی سے کروٹ بدل کر بستر پر لڑھکتی ہوئی نیچے قالین پر گئی۔ ساتھ ہی چیختی بھی رہی "نو نہیں نہیں میرے پاس نہ آؤ، میرا گلا نہ دباؤ، مَیں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے؟"

وہ قالین پر سے اُٹھ کر دُور چلی گئی۔ جلدی جلدی لباس پہنتے ہوئے کہنے لگی "مجھے اسپتال واپس جانے دو۔ مَیں نرس کی پناہ میں رہوں گی۔ مَیں اسپتال کے باہر دوست احباب کو نہیں پہچان سکتی، مجھے جانے دو۔"

وہ روشنی میں جینا تھی۔ سر سے پاؤں تک جینا تھی۔ مَیں پریشان ہو کر اُسے دیکھ رہا تھا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا، اُسے کیا سمجھوں، وہ دروازے کی طرف جا رہی تھی۔ مَیں نے کہا "رُک جاؤ مَیں تمھیں نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔"

"مَیں کسی درندے کے پاس ایک منٹ بھی نہیں رہوں گی" وہ جانا چاہتی تھی۔ مَیں نے اُس کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ وہ پلٹ کر میرے پاس آئی پھر بستر پر بیٹھ گئی۔ مَیں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑا تو مجھے قریب دیکھتے ہی چیخ مار کر کھڑی ہوگئی۔ مَیں نے پھر خیال خوانی کے ذریعے بٹھایا پھر دماغ کو آزاد چھوڑا۔ وہ اُٹھ کر بھاگنا چاہتی تھی نہ بھاگ سکی۔ خوف سے تھر تھر کانپتے ہوئے بولی "تم جادُوگر ہو، اب مَیں سمجھ گئی، مَیں اپنے کمرے میں سونا چاہتی تھی۔ تم نے جادُو کے ذریعے مجھے اس بستر پر آنے کے لیے مجبور کر دیا۔ مَیں نے تمھیں اپنا سب کچھ دے دیا، ایک جان نہیں دے سکتی، مجھے معاف کر دو، مجھے چھوڑ دو۔"

اب مَیں اُس پر ظلم کر کے پچھتا رہا تھا اگر وہ میرے دماغ میں آنے والی عورت ہوتی تو مَیں اُس کے دماغ میں نہیں جا سکتا تھا جبکہ جینا کے اندر پہنچ رہا تھا اور اُسے اپنی مرضی پر چلا رہا تھا۔ مَیں نے اُس کا ہاتھ محبت سے تھام لیا۔ وہ ہاتھ چھڑانا چاہتی تھی، چھُڑا نہ سکی "مجھے جانے دو، پلیز، مجھے جانے دو۔"

"مَیں ہاتھ چھوڑ دوں گا پھر بھی تم جا نہیں سکو گی یہ دیکھ چکی ہو۔"

"تم مجھے مارنا کیوں چاہتے ہو؟"

"مجھے غلط فہمی ہوگئی تھی۔ مَیں سوری کہتا ہُوں۔ اپنے دل سے خوف نکال دو، میرے پاس آؤ۔"

وہ ڈرتے ڈرتے میرے پاس آئی۔ مَیں نے بانہوں میں سمیٹ لیا پھر کہا "سوری جینا! تم مجھے اتنا بتا دو کہ تمہاری ہنسی کا انداز کبھی بدل جاتا ہے؟ اور کبھی گفتگو کے دوران لہجہ بھی بدل جاتا ہے؟"

وہ پریشان ہو کر بولی "تم کیسی باتیں پوچھ رہے ہو؟ مَیں کیسے جان سکتی ہُوں کہ میری کون سی بات کب بدلتی ہے۔ مَیں تو پچھلی تمام باتیں بھول چکی ہُوں۔"

"لیکن تھوڑی دیر پہلے تمھاری ہنسی بدل گئی تھی۔"

"میں نہیں ہنس رہی تھی تم نے ہنسنے کو کہا تو اپنی ہنسی سُنائی تھی۔"

وہ درست کہہ رہی تھی لیکن مَیں نے اُس اجنبی عورت کی ہنسی سنی تھی۔ مَیں نے پوچھا "تھوڑی دیر پہلے بولتے بولتے تمھارا لہجہ بدل گیا تھا کیا تم انکار کرو گی؟"

"انکار کروں گی تو تم مجھے مار ڈالو گے۔"

"سچ بولو، مَیں تمھیں کسی حال میں بھی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔"

وہ بولی "مَیں اپنی آواز میں بول رہی تھی، میرا لہجہ نہیں بدلا تھا۔ پتا نہیں تم کیوں ایسا سمجھ رہے ہو۔"

مَیں بُری طرح اُلجھ گیا۔ مَیں نے اُس کا سر اپنے بازو پر رکھ کر اُسے تھپکتے ہوئے کہا "سو جاؤ، مَیں ابھی کوئی بات نہیں کروں گا، مجھے خاموشی سے سوچنے دو۔"

مَیں نے خیال خوانی کے ذریعے اُسے تھپک کر سلا دیا۔ مجھے بھی نیند آ رہی تھی مگر مَیں بیدار رہ کر سمجھنا چاہتا تھا کہ وہ عورت اب بھی میرے دماغ میں ہے یا مَیں خواہ مخواہ اس کی موجودگی محسوس کرنے لگا ہُوں۔ سونیا کا خیال تھا کہ وہ اب کبھی میرے دماغ میں نہیں آئے گی لیکن مَیں ہی اُسے سوچتا اور محسوس کرتا رہوں گا کیونکہ وہ میرے اعصاب پر سوار ہو گئی ہے، میرے حواس پر چھا گئی ہے۔

مَیں سوچ رہا تھا اور اونگھ رہا تھا پھر مجھے پتا نہیں چلا کہ کب نیند غالب آ گئی اور مَیں سو گیا۔

ہاں، مَیں سو رہا ہُوں، گہری نیند سو رہا ہُوں۔ نیند میں آدمی بڑبڑاتا ہے مگر ہوش کی باتیں نہیں کرتا۔ جب ہوش کی باتیں نہیں ہو سکتیں تو مَیں اپنی داستان کیسے سُنا سکتا ہُوں؟ بارو! مجھے معاف کرو، مَیں نیند کے نشے میں ہُوں۔

مَیں ہوش میں ہُوں۔ مَیں نے آنکھیں کھول دی ہیں۔ میرا سر فرہاد کے بازو پر رکھا ہُوا ہے اور مَیں بڑی آہستگی سے اُٹھ کر بیٹھ گئی ہُوں۔ اس داستان کا ہیرو، ٹیلی پیتھی کا شہنشاہ، طوفانوں کا رُخ پھیر دینے والا فرہاد، میری زندگی، میرا مرد سو رہا ہے اسے سونے دو۔ اس داستان کا کچھ حصّہ مَیں سُنا رہی ہُوں۔ شروع کرتی ہُوں اُس ربِّ کریم کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔

صاحبو! مَیں شیخ الفارس مرحوم کی بیٹی ہُوں۔

اُن دنوں وہ شیخ الفارس نہیں ایک صحرائی ڈاکو غلام البرقی تھا۔ ایک زمانہ اُس کے نام سے واقف تھا۔ امیر کبیر سوداگر اس کا نام سن کر خوف سے لرز جاتے تھے۔ لُٹ جانے کے اندیشوں سے نقد رقم اور زیورات لے کر سفر نہیں کرتے تھے اس کے باوجود وہ بُری طرح لُٹ جاتے تھے۔ جس سوداگر کے پاس نقد رقم نہیں ہوتی تھی۔ غلام البرقی اسے اغوا کر لیتا تھا پھر لاکھوں ڈالر وصول کرنے کے بعد اسے اس کے خاندان والوں کے حوالے کر دیتا تھا۔

وہ بے انتہا دولت مند تھا، عیش و عشرت میں زندگی گزارتا تھا۔ جب دولت ہو، طاقت ہو اور جرائم کی دنیا میں برتری حاصل رہے تو آدمی خدا کو بھول جاتا ہے۔ اُس نے بھول کر بھی خدا کو یاد نہیں کیا۔ ایک روز اُسے اطلاع ملی کہ ملکِ شام میں ایک بہت بڑی مسجد کی تعمیر کے لیے خاصی رقم جمع ہو رہی ہے اور شام کے حاکم نے اس مسجد کے لیے ایک نایاب ہیرا عطا کیا ہے تاکہ اسے فروخت کر کے اس کی رقم مسجد کی تعمیر میں لگائی جائے۔

اس ہیرے کی قیمت دس لاکھ ڈالر تھی۔ غلام البرقی کو نقد رقم کے مقابلے میں ہیرے جواہرات سے دلچسپی تھی۔ پیرس میں اس کا ایک شاندار بنگلا تھا۔ وہ بنگلے کی ایک خفیہ تجوری میں نایاب ہیرے موتی جمع کرتا تھا۔ دس لاکھ ڈالر کا ہیرا چرا کر لے آنا کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ اس نے ایک رات مسجد کے خزانچی کو گردن سے پکڑ لیا اور ریوالور کی نال کنپٹی پر رکھ دی۔ اس سے تجوری کھلوائی پھر وہ ہیرا لے کر فرار ہوگیا۔

یہ چوری جتنی آسان تھی۔ اتنی ہی اس کے لیے مصیبت بن گئی۔ تمام اسلامی ممالک کے لوگ اس کے دشمن ہوگئے تھے وہ مسجد کا مال چوری کرنے والے کو زندہ یا مردہ گرفتار دیکھنا چاہتے تھے۔ ایسی صورت میں اس کے لیے جائے پناہ نہیں تھی۔ کسی اسلامی ملک میں پناہ لے کر وہ اپنی موت کو دعوت نہیں دے سکتا تھا۔ وہ شام سے لبنان آیا۔ وہاں سے جان بچا کر ترکی کے شہر استنبول پہنچا۔ استنبول میں بھی موت اس کا پیچھا کر رہی تھی۔

اس کی حالت بالکل ایسی تھی جیسی آج کل سلمان رشدی کی ہے۔ حضور پاکؐ کی شان میں گستاخی کرنے کے بعد اس کی زندگی عذاب میں پڑ گئی ہے۔ اسلامی ممالک کے کتنے ہی مسلمان اسے قتل کرنے کے لیے ڈھونڈ رہے ہیں۔ اسکاٹ لینڈ یارڈ کی پولیس اور کافر جاسوس کافر سلمان رشدی کی رہائش بدلتے رہتے ہیں۔ اسے ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جا کر چھپاتے ہیں۔ اس کا سکون

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

غارت ہوگیا ہے۔ اسے نیند نہیں آتی، کھانا ہضم نہیں ہوتا اعصابی کمزوریوں میں مبتلا رہتا ہے۔ یوں وہ آہستہ آہستہ موت کی طرف جا رہا ہے۔ اس کے مقدر میں دو ہی طرح کی موت ہے یا تو وہ گھل گھل کر مر جائے گا۔ یا پھر کسی کفن بردوش مسلمان کے ہاتھوں قتل ہوگا۔

استنبول میں غلام البرقی پر قاتلانہ حملہ ہوا۔ وہ بڑی مشکلوں سے جان بچا کر دوسری پناہ گاہ میں پہنچا۔ اگر وہ ترکی کی سرحد پار کر کے یورپ پہنچ جاتا تو بڑی حد تک مصیبتوں سے نجات حاصل کر لیتا۔ سلمان رشدی بھی اب تک اس لیے زندہ ہے کہ اسے عیسائی حکام اور یہودی اکابرین کی حمایت حاصل ہے۔ ہر وہ شخص جو خدا اور رسولؐ کے خلاف بیان دیتا ہے یا اسلام کے خلاف کوئی قدم اٹھاتا ہے اسے یورپ میں پناہ اور تحفظ حاصل ہو جاتا ہے۔

غلام البرقی کے لیے ترکی کی سرحد پار کرنا مشکل ہوگیا تھا۔ دیوانے مسلمان مسجد کی امانت واپس لینے کے لیے اسے ڈھونڈتے پھر رہے تھے۔ جہاں وہ چھپا ہوا تھا، وہاں بھی اس کے لیے خطرہ تھا۔ وہ رات کی تاریکی میں چھپتا ہوا مشرقی استنبول کا پل کراس کر کے مغربی استنبول پہنچا۔ وہاں سے ٹرین میں سوار ہو کر یونان سے ہوتا ہوا فرانس پہنچ سکتا تھا لیکن یہ اتنا آسان نہیں تھا۔ ریلوے اسٹیشن پر پولیس والے دُور دُور تک نظر آ رہے تھے۔ اسٹیشن کے قریب ایک شاندار محل نما کوٹھی نظر آئی۔ اس کوٹھی کے آس پاس زیادہ چہل پہل نہیں تھی۔ وہ جگہ وقتی طور پر چھپنے کے لیے مناسب تھی۔ غلام البرقی اس کے پچھلے دروازے سے داخل ہوگیا۔

وہاں عجیب منظر دکھائی دیا۔ کوٹھی کے اندر ایک بھی مرد نہیں تھا۔ صرف لڑکیاں نظر آ رہی تھیں۔ وہ کسی کی کنیزیں تھیں۔ پختہ عمر کی عورتیں ہاتھوں میں رائفلیں اٹھائے دروازوں پر اور کوریڈور میں کھڑی ہوئی تھیں۔ دو پہرے دار عورتوں نے اسے دیکھ لیا۔ مگر وہ اپنی جگہ کھڑی رہیں۔ ایک کنیز نے سامنے آ کر جھکتے ہوئے سلام کیا، پھر کہا۔ "خوش آمدید، تشریف لائیں۔"

وہ پلٹ کر جانے لگی۔ اس کے لیے اس کے پیچھے جانے کے سوا اور کوئی راستہ نہیں تھا۔ رائفل بردار عورتیں بڑی بے رحم نظر آ رہی تھیں۔ وہ کنیز کے پیچھے چلتا ہوا ایک بڑی سی خواب گاہ میں داخل ہوا۔ وہ صحرا صحرا بھٹکنے والا ڈاکو تھا۔ اس نے زندگی میں پہلی بار ایسی شاہانہ طرز کی خواب گاہ دیکھی تھی۔ ایک بڑے سے آرام دہ بستر پر ایک حسین عورت قلوپطرہ کے انداز میں آدھی بیٹھی اور آدھی لیٹی ہوئی تھی۔ اس نے مسکرا کر کہا۔ "خوش آمدید غلام البرقی۔"

وہ چونک گیا۔ پریشان ہو کر بولا۔ "تم مجھے جانتی ہو؟"

"تمھیں کون نہیں جانتا۔ تمام اسلامی ممالک کے اخبارات میں تمھاری تصویریں شائع ہو چکی ہیں۔ تمھاری گردن کی قیمت ایک لاکھ ڈالر ہے۔ جو اس نایاب ہیرے کے ساتھ تمھاری گردن لائے گا، اسے دو لاکھ ڈالر انعام میں دیے جائیں گے۔ آج تک کسی ڈاکو کو گرفتار کرنے یا قتل کرنے کا اتنا معاوضہ مقرر نہیں ہوا۔ یہ مسلمان بڑے جذباتی اور جنونی ہوتے ہیں۔ مسجد کی امانت واپس لینے کے لیے تمھاری بہت زیادہ قیمت لگا دی ہے۔"

"کیا تم مسلمان نہیں ہو؟"

"اگر ہوتی تو تم ابھی حراست میں ہوتے اور وہ نایاب ہیرا تمھارے لباس کے اندر سے نکل کر میری مٹھی میں آ جاتا۔"

"تم کون ہو؟"

"رقاصہ سلوانہ۔ تم صحراؤں میں بھٹکنے والے مجھے نہیں جانتے ورنہ ہر ملک اور ہر شہر کے لوگ میرے دیوانے ہیں۔ رقص کے دوران جب میرا انگ انگ تھرکتا ہے تو دنیا کے امیر ترین لوگ مجھ پر نوٹوں کی بارش کرتے ہیں۔ بڑے بڑے رئیس میری بولی دیتے ہیں، کوئی مجھے سونے چاندی میں تولنا چاہتا ہے، کوئی ایک رات گزارنے کے لیے مجھے کسی جزیرے کا مالک بنا دینا چاہتا ہے۔ ایسے میں ہر مغرور اور ضدی عورت بک جاتی ہے لیکن میں نے اب تک خود کو بچا رکھا ہے۔ میں اپنے ستاروں کی چال کے مطابق چلتی ہوں۔ میرے ستارے کہتے ہیں کہ میں خود کو گنا ہوں سے بچا کر رکھوں گی تو میری زندگی میں ایک مسلمان آئے گا۔ جس کے ساتھ ازدواجی رشتہ قائم کر کے میں اس کے بچوں کی ماں بنوں گی۔ وہ بچے مجھے ایسی دولت دیں گے جو آج تک کسی نے نہ پائی ہوگی۔"

وہ بستر سے اُٹھ کر اس کے سامنے ٹہل رہی تھی اور بول رہی تھی۔ غلام البرقی نے پوچھا۔ "کیا میں ہی وہ مسلمان ہوں؟"

وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی دروازے تک آئی پھر بولی۔ "شاید تم ہی ہو۔ ابھی تمھاری دونوں ہتھیلیوں کے فوٹو گرافس لیے جائیں گے۔ اس کے بعد میں صحیح نتیجے پر پہنچوں گی۔"

یہ کہہ کر وہ خواب گاہ سے باہر چلی گئی۔ دروازہ بند ہوگیا وہ بڑی دیر تک کھڑا سوچتا رہا، کہیں مصیبت میں تو نہیں پھنس گیا ہے۔ پھر اس نے سوچا، اگر پھنس ہی گیا ہے تو نکل نہیں سکے گا۔ وہاں کی پہرے دار عورتوں سے نمٹنا آسان تھا لیکن باہر بے شمار جانے انجانے دشمن تھے کہیں بھی کوئی مسلمان اسے گولی کا نشانہ بنا سکتا تھا۔ فی الحال یہی پناہ گاہ مناسب تھی۔ وہ مسلمان ہو کر مسلمانوں سے خوفزدہ تھا۔ سلوانہ جیسی کافر حسینہ کے سائے میں ہی محفوظ رہ سکتا تھا۔

خواب گاہ کا دروازہ کھلا۔ ایک لیڈی فوٹو گرافر آئی۔ اس نے غلام البرقی کی دونوں ہتھیلیوں کی تصویریں لیں۔ مختلف زاویوں

ے چہرے کے کلوز اَپ لیے، پھر وہ چلی گئی۔ آدھے گھنٹے کے ردہ تصویریں دُھل کر پرنٹ ہو کر سلوانہ کے ایک پرائیویٹ کمرے پہنچ گئیں۔

سلوانہ کے سامنے ایک بوڑھی وِچ لیڈی بیٹھی ہوئی تھی۔ ے علم نجوم، قیافہ شناسی کے علاوہ کالے جادو میں بھی مہارت صل تھی۔ سلوانہ اور وِچ لیڈی کے درمیان بڑی سی میز پر ایک بطانی کھوپڑی رکھی ہوئی تھی۔ اس کھوپڑی کے کھلے ہوئے مُنہ ے ناک کے سوراخوں سے اور آنکھوں کے شگاف سے زرد رنگ دھواں نکل رہا تھا۔ اس دھواں دھواں سے ماحول میں وِچ یڈی اپنے دیدے پھیلائے کوئی منتر پڑھ رہی تھی۔

پھر وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ "یہی ہے۔ میرا جادو کہتا ہے۔ یہی وہ مسلمان ہے جس کا تجھے انتظار تھا۔ میں اس کی تصویریں یکھ رہی ہوں۔ اس کے ہاتھوں کی لکیریں دیکھ رہی ہوں۔ لکیریں ہہ رہی ہیں یہ ایک راستے پر چلنے والا نہیں ہے۔ راستہ بدلتے ا۔ جو آج ہے وہ کل نہیں رہے گا۔ اگر تو اس کے ساتھ زندگی گزارے ئی تو یہ تجھے بھی بدل دے گا۔ تیرا مذہب بھی بدل دے گا۔ تجھے یہودی سے مسلمان بنا دے گا۔"

سلوانہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ حقارت سے بولی۔ "لعنت ہے اس پر، میں اسے گولی مار دوں گی۔"

پھر وہ بایاں ہاتھ بڑھا کر بولی۔ "یہ ہاتھ دیکھ کر بتاؤ کیا میں کبھی بدل سکتی ہوں؟ اپنا مذہب چھوڑ سکتی ہوں؟"

وِچ لیڈی نے کہا۔ "میں کئی بار تیرا ہاتھ دیکھ چکی ہوں۔ تیرا ہاتھ کہتا ہے تو ضد کی پکی اور ارادے کی مضبوط ہے۔ تو اپنے فیصلے کبھی نہیں بدلتی۔ اُدھر وہ فیصلہ بدلنے والا شخص ہے۔ تم دونوں کے ہاتھوں میں تضاد ہے، تم دونوں ایک دوسرے سے مختلف ہو۔ تمھارا ایک ساتھ گزارہ نہیں ہوگا۔ اس کے باوجود تمھیں ایک ساتھ رہنا ہے اور بچے پیدا کرنے ہیں۔"

"ہاں، مجھے بچوں کے بارے میں بتاؤ۔ تم نے کہا تھا اس مسلمان کا چہرہ اور ہاتھ دیکھ کر تم مجھے خوش خبری سناؤ گی۔"

"بے شک، میں نے وعدہ کیا تھا۔ تیرے ہاتھ سے اتنا ہی معلوم ہوا ہے کہ بچوں کے ذریعے بے انتہا دولت اور شہرت ملے گی۔ اس مسلمان کا ہاتھ کہتا ہے تمھارے بچوں کو ایک ایسا غیر معمولی علم حاصل ہوگا جو دنیا میں بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔"

"آخر وہ کیسا علم ہوگا؟"

"ایسا علم جس کے ذریعے تیرے بچے چھپے ہوئے خزانوں تک پہنچیں گے اور اپنے دشمنوں کے لیے موت بن جایا کریں گے۔"

"میرے کتنے بچے ہوں گے؟"

"دو صرف دو ہوں گے اور دونوں ہی ایک جیسا غیر معمولی علم حاصل کریں گے۔"

"تم مجھے یہ کیوں نہیں بتاتیں کہ وہ کیسا علم ہوگا؟"

"میں نہیں جانتی، میرا علم مجھے نہیں بتا رہا ہے پھر تجھے کیسے بتاؤں؟"

سلوانہ نے غلام البرقی کے پاس آ کر کہا۔ "تم وہی ہو جس کا مجھے انتظار تھا۔ آج سے میرے شب و روز تمھارے ساتھ گزریں گے۔"

وہ قریب آ کر اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی۔ "مجھے تم سے محبت ہوگئی ہے۔ میں تمھاری خاطر محفلوں میں رقص کرنا چھوڑ دوں گی۔ صرف تمھاری بن کر رہوں گی اور تقدیر مہربان ہوئی تو جلد ہی تمھارے بچوں کی ماں بن جاؤں گی۔"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا۔ "لیکن میں شادی نہیں کرنا چاہتا۔"

وہ خلاف توقع بولی۔ "نہ کرو، میں بھی شادی کے جھمیلے میں پڑنا نہیں چاہتی۔ ہم شادی کے بغیر سچی محبت کریں گے اور بچے پیدا کرتے رہیں گے۔"

"یہ نہیں ہو سکتا۔"

"غلام البرقی، مجھ سے بحث نہ کرو، ورنہ تم نام کے ہی نہیں کام کے بھی غلام بن جاؤ گے۔ میرے ہر حکم کی تعمیل کرو گے، ورنہ پولیس کو یا تمھارے مسلمان قاتلوں کو یہاں بلانے میں دیر نہیں لگے گی۔"

وہ مجبور ہو کر بولا۔ "اچھی بات ہے، میں تمھاری بات مان لوں گا لیکن جائز طریقے سے یعنی پہلے ہمارا نکاح پڑھایا جائے گا۔"

اس نے انکار نہیں کیا، وہ صرف بچوں کے لیے دیوانی ہو رہی تھی۔ جائز رشتے کے لیے غلام البرقی نے جو بھی بات کہی، وہ مانتی گئی یوں اس کے ساتھ ازدواجی زندگی کی ابتدا ہوگئی۔ اس نے ماضی میں بڑے بڑے ڈاکے ڈالے تھے کبھی قانون کی گرفت میں نہیں آیا تھا لیکن مسجد کی ایک امانت چرانے کے بعد ایک رقاصہ کے جال میں پھنس گیا تھا۔ ایک بے بس پرندے کی طرح پھڑپھڑا رہا تھا۔ وہاں سے نکل بھاگنے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔

سلوانہ بہت چالاک تھا۔ اُس نے اسی رات پولیس کے اعلیٰ افسر سے درخواست کی تھی کہ اسے ڈاکو غلام البرقی سے خطرہ ہے۔ لہٰذا اس کے محل کے اطراف پولیس کا پہرا لگا دیا جائے۔ اس سلسلے میں جو اخراجات ہیں، وہ پورے کرتی رہے گی۔

غلام البرقی نے دوسری صبح محل کی مختلف کھڑکیوں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

سے جھانک کر پولیس والوں کو دیکھا، پھر سلوانہ سے پوچھا۔ "یہ پولیس یہاں کیوں ہے؟"

"میں نے پہرا لگوایا ہے۔ میں تمھارے بھاگ جانے کے لیے اس وقت تک پاؤں ہلکے نہیں ہونے دوں گی جب تک میرے پاؤں بھاری نہیں ہوں گے۔"

دن گزرتے رہے۔ وہاں مستقل پولیس والے نظر آتے رہے، پھر کچھ مشکوک افراد نظر آئے۔ سلوانہ نے کہا "میں نے معلوم کیا ہے۔ وہ افراد واقعی مشکوک ہیں۔ مسلمان ہیں انھیں شبہ ہو گیا ہے کہ تم یہاں چھپے رہتے ہو۔ لہٰذا زندہ رہنا چاہتے ہو تو کھڑکیوں کے پاس نہ آیا کرو۔ وہ تمھیں دیکھ لیں گے۔"

وہ محل میں قید ہو کر رہ گیا تھا۔ صحراؤں کی کھلی فضا میں سانس لینے والا چار دیواری میں گھٹن محسوس کر رہا تھا۔ اگر اس چار دیواری سے بھاگنا چاہتا تو آہنی سلاخوں کے پیچھے پہنچا دیا جاتا۔ جب دن رات ایک ہی جگہ بیٹھ کر سوچنے کا موقع ملا تو یہ بات پہلی بار سمجھ میں آئی کہ اس نے مسجد کی امانت چرا کر بہت بڑا گناہ کیا ہے۔ ہر مجرم کو اپنا جرم جائز لگتا ہے۔ بلکہ وہ اسے جرم کہتا ہی نہیں، اسے اپنا پیشہ سمجھتا ہے۔ غلام البرقی نے پہلی بار دل ہی دل میں اپنے جرم کا اعتراف کیا۔ یہ تبدیلی کی ابتدا تھی وہ اندر ہی اندر بدل رہا تھا، سوچ رہا تھا، ملک شام واپس جا کر وہ ہیرا مسجد کی تجوری میں واپس رکھ دے گا۔

سوچتے سوچتے اور سمجھتے سمجھتے دو ماہ گزر گئے۔ وہ پریشان ہو کر سلوانہ سے بولا "میں کب تک یہاں قید رہوں گا۔ ہیرا وہ ہیرا مجھے دو۔ میں اسی مسجد میں جا کر اسے واپس رکھ دوں گا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "تمھارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ عورت دل دے دیتی ہے، جان دے دیتی ہے، مگر زیورات واپس نہیں دیتی، پھر وہ ہیرا تو نایاب ہے، اسے بھول جاؤ۔"

"میرے پاس اس سے بھی قیمتی ہیرے جواہرات ہیں میں پیرس پہنچتے ہی وہ سب تمھارے حوالے کر دوں گا صرف وہ ہیرا مجھے دے دو، میرا سکون برباد ہو گیا ہے۔ رات بھر جاگتا رہتا ہوں۔ سونا چاہتا ہوں سو نہیں سکتا۔ میں باہر نہیں جا سکتا۔ آزادی سے گھوم نہیں سکتا۔ میں نے اپنے اعمال سے مصیبتیں مول لی ہیں۔ وہ ہیرا واپس کر دوں گا تو کوئی بھی مسلمان مجھے قتل نہیں کرے گا۔ میں اللہ کے عذاب سے بھی محفوظ رہوں گا۔"

وہ زور زور سے ہنسنے لگی۔ دیر تک ہنستی رہی، پھر بولی۔ "ارے ڈاکو، کیا تیرے اندر اسلام واپس آ رہا ہے۔"

"یہ ہنسنے کی نہیں سمجھنے کی بات ہے۔ میرے اندر کا ... مجھے ستا رہا ہے۔"

"پھر تو وہ وچ لیڈی درست کہتی تھی کہ تو بدل جائے گا تیرا مزاج اور تیرا راستہ بدل جائے گا اور تو مجھے بھی مسلمان بنا ... چاہے گا۔"

"جب میں پوری طرح مسلمان نہیں ہوں تو تمھیں کیا مسلمان بناؤں گا۔ میں ایمان دار بھی نہیں ہوں صرف ایک ایما... کی بات سمجھ رہا ہوں کہ اس ہیرے کو اس کی جگہ پہنچا دینا چاہیے۔"

"بکواس نہ کرو۔ میں وہ ہیرا واپس نہیں کروں گی جو ایک ... مسلمان کو مسلمان بنا دے کوئی دوسری بات کرو۔"

تیسرے ماہ وہ دوسری بات ہو گئی۔ لیڈی ڈاکٹر نے تصدیق کر دی کہ وہ ماں بننے والی ہے۔ سلوانہ خوشی سے ناچنے لگی۔ اس کے گلے میں بانہیں ڈال کر بولی "آج میں بہت خوش ہوں میرے پاؤں زمین پر نہیں پڑ رہے ہیں، بولو میں تمھیں کیا انعام دوں؟"

"وہ ہیرا دے دو میں ہمیشہ کے لیے یہاں سے چلا جاؤں گا۔"

"میں خود چاہتی ہوں، تم ہمیشہ کے لیے چلے جاؤ، مگر میں ابھی پہلے بچے کی ماں بن رہی ہوں۔ میرے مقدر کے حساب سے دوسرا بچہ بھی ہے اور وہ بچہ بھی تمھارے خون سے ہوگا۔ اس لیے تم نہیں جاؤ گے۔"

"نہیں جاؤں گا لیکن تم وہ ہیرا ملک شام کے حاکم تک پہنچا سکتی ہو؟"

"جب وہ ہیرا اپنی جگہ پہنچ جائے گا۔ تم پر سے الزام اٹھ جائے گا۔ تمھیں قتل کرنے کا ارادہ رکھنے والے واپس چلے جائیں گے تو پھر میں تمھیں پابند بنا کر نہیں رکھ سکوں گی۔ تم محل کی کھڑکیاں اور دروازے توڑ کر بھاگ جاؤ گے۔"

"میں نہیں بھاگوں گا۔ دوسرے بچے کی پیدائش تک ہم پیرس میں رہیں گے۔"

"تو پھر ایسا کرو، دوسرے بچے کو بھی دنیا میں آ جانے دو۔ جس دن وہ صحیح سلامت پیدا ہوگا۔ میں وہ ہیرا تمھیں واپس کر دوں گی۔ اس طرح میرا کام بھی ہو جائے گا اور تمھیں بھی ایمانداری دکھانے کا موقع مل جائے گا۔"

وہ ضدی اور ارادے کی پکی تھی۔ اپنی ہی باتیں منواتی جا رہی تھی۔ غلام البرقی کو صبر کرنا پڑا۔ کہتے ہیں صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے۔ نو ماہ کے بعد دو بیٹیاں ہوئیں۔ دونوں جڑواں پیدا ہوئیں۔ وہ ایک دوسرے کے شانے سے جڑی ہوئی تھیں۔ انھیں آپریشن کے ذریعے الگ کیا گیا۔ دونوں ایک دوسرے سے ذہنی طور پر اس قدر وابستہ تھیں کہ الگ کیے جانے پر روتی رہیں۔ انھیں ایک ساتھ لٹا کر بڑی مشکلوں سے چپ کرایا گیا تھا۔ ان میں سے ایک بھوک سے روتی تو دوسری بھی رونے لگتی۔ ایک جتنی مقدار میں دودھ پیتی تھی، دوسری بھی اتنی ہی مقدار پی کر مطمئن ہو جاتی تھی۔ وہ دونوں بڑی دلچسپیاں لے کر پیدا ہوئی تھیں۔

ادھر سلوانہ کی دلچسپیاں غلام البرقی سے ختم ہو گئیں۔ وچ لیڈی کی پیش گوئی کے مطابق اس کے دو بچے تھے اور دو بچیاں پیدا ہو گئی تھیں۔ اب غلام کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ اس نے زچہ خانے سے باہر آتے ہی پولیس کا پہرا اٹھوا دیا۔ اس نے کہا "تم جا سکتے ہو، باہر وہ اجنبی مسلمان نظر نہیں آئیں گے جو محل کی کھڑکیوں سے تمھیں نظر آیا کرتے تھے۔ کیونکہ وہ سب سے مسلمان یا تمھارے دشمن نہیں تھے۔ میرے کرائے کے آدمی تھے۔ میں نے ان کی ڈیوٹی لگائی تھی کہ وقتاً فوقتاً محل کے آس پاس سے مشکوک انداز میں گزرتے رہیں۔ اس طرح تم انھیں اپنی جان کا دشمن سمجھنے لگے تھے۔ ہر حال میں تمھیں آزاد کرتی ہوں۔"

غلام البرقی خاموش کھڑا اپنی دونوں بیٹیوں کو تک رہا تھا۔ اندر ہی اندر اس کی دنیا بدل رہی تھی۔ آج تک اس کا کسی سے کوئی رشتہ نہیں تھا۔ سلوانہ سے بھی کوئی دلی تعلق نہ تھا مگر ان بچیوں کو دیکھ کر ان کی طرف دل کھنچا جا رہا تھا۔ آنکھوں سے دیکھ کر بھی یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ من موہنی صورت والی بچیاں اس کے خون سے تخلیق ہوئی ہیں۔ اور یقین نہ آنے کے باوجود اندر ہلچل سی مچی ہوئی تھی۔ وہ بستر پر جھک کر دونوں کو باری باری چومنے لگا۔ سلوانہ نے پوچھا۔ "کیا محبت جوش مار رہی ہے؟"

"ہاں، میں بیان نہیں کر سکتا کہ میرے اندر کیا ہو رہا ہے۔ آج تک میں انسان نہیں تھا، جانور تھا۔ خون کے رشتوں کی اہمیت اور محبت کو سمجھتا نہیں تھا۔ آج خود بخود سمجھ آ رہی ہے۔"

"اپنی سمجھ کو یہیں تک رکھو۔ جتنی جلدی ہو سکے بچیوں سے دور چلے جاؤ اور بھول جاؤ کہ کبھی اس محل میں آئے تھے اور آئے تھے تو دو بچیوں کی صورت میں یہاں چھپنے اور محفوظ رہنے کی قیمت ادا کر کے گئے تھے۔ اب جاؤ۔"

"میں نہیں جاؤں گا۔ یہ میری بیٹیاں ہیں۔ اگر جاؤں گا تو انھیں بھی ساتھ لے جاؤں گا۔"

سلوانہ نے رائفل بردار عورتوں کو بلایا پھر ان سے پوچھا۔ "یہ بیٹیاں کس کی ہیں؟"

سب نے باری باری کہا۔ "آپ کی ہیں، آپ کی ہیں۔"

"تم سب جانتی ہو اور گواہ ہو کہ میرا ایک عاشق راتوں کو میرے پاس آتا تھا۔"

سب نے کہا۔ "ہم گواہ ہیں۔"

وہ غلام البرقی سے بولی۔ "کیا اتنی سی بات سمجھ میں نہیں آئی کہ عورت جس مرد کی طرف انگلی اٹھا دے، وہی اس کے بچوں کا باپ کہلاتا ہے اور بچوں کے اصل باپ سے انکار کر دے تو عدالت بھی اسے باپ تسلیم نہیں کرتی۔"

پھر اس نے رائفل بردار عورتوں کو حکم دیا۔ "ہمارے مہمان کو محل کے باہر چھوڑ آؤ۔ اگر یہ جانے سے انکار کرے تو دھکے دے کر نکال دو۔ دھکوں سے بھی نہ جائے تو پولیس افسر کو فون کرو اور اسے بتاؤ، ملک شام کے حاکم کا مجرم ہیرے سمیت محل میں گھس آیا ہے۔ یہاں آ کر اسے فوراً گرفتار کیا جائے۔"

وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایک عورت اسے اس قدر کمزور اور بے بس کر دے گی۔ حالانکہ یہ سوچنے سمجھنے کی کوئی نئی بات نہیں تھی۔ اکثر حالات میں عورت ہی مرد کو کمزور بناتی ہے اور اگر تجزیہ کیا جائے تو مرد اپنے اعمال سے اپنی کمزوریاں عورت کے ہاتھوں میں دیتا ہے۔ اب وہ سمجھ رہا تھا کہ مسجد کی ایک امانت چرانے کے بعد ہی سے اس کی کمزوریوں کا آغاز ہو چکا تھا اور انجام ایک عورت کے ہاتھوں سے ہو رہا تھا۔

وہ جیل کی سلاخوں کے پیچھے جانا نہیں چاہتا تھا۔ اس لیے محل سے نکل آیا۔ دل بے اختیار بچیوں کی طرف کھنچا جا رہا تھا۔ مگر وہ دوبارہ انھیں دیکھ نہیں سکتا تھا۔ اندر ہی اندر تڑپ رہا تھا۔ انھیں زبردستی چھین لینے کے متعلق سوچ رہا تھا مگر کوئی تدبیر کام نہیں آ سکتی تھی۔ کسی تدبیر پر عمل کرنے کے لیے رقم کی، طاقت کی اور ذہانت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کے پاس ذہانت تھی، رقم اور طاقت نہیں تھی۔ وہ جسمانی طور پر کمزور نہیں تھا۔ ایک ہیرے کی چوری نے اس کی طاقت چھین لی تھی۔ اگر وہ ہیرا واپس کر دیتا تو ضمیر سے بوجھ اتر جاتا اور وہ قاتلوں سے محفوظ رہ کر صرف اپنی بچیوں کو حاصل کرنے کے متعلق سوچتا اور کسی تدبیر پر عمل کرتا لیکن سلوانہ نے اسے ہیرے سے بھی محروم کر دیا تھا۔

رات کا وقت تھا۔ وہ ہیٹ کو پیشانی پر جھکائے، اپنی دانست میں چہرہ چھپائے ریلوے اسٹیشن کے پاس آیا۔ ٹرین سرحد پار جانے کے لیے تیار کھڑی تھی۔ اس کے پاس اتنی رقم تھی کہ وہ رشوت دے کر سرحد پار کر سکتا تھا لیکن معصوم بچیوں کو چھوڑ کر جانا نہیں چاہتا تھا۔ ایک دل کہتا تھا کہ اسے پیرس جا کر اپنی دولت یہاں منتقل کرا لینی چاہیے، پھر عارضی میک اپ کے ذریعے چہرہ بدل کر اس شہر میں رہائش اختیار کرنی چاہیے۔ اس کے بعد

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اطمینان سے منصوبہ بنا کر اپنی بچیوں کو سلوانہ سے چھین کر لے جانا چاہیے۔

وہ اسٹیشن کے پاس کسی ایسے دلّال کو ڈھونڈتا رہا جو رقم لے کر اسے سرحد پار کرا دے۔ تھوڑی دیر بعد ایک دلّال نظر آیا تو اچانک ارادہ بدل گیا۔ کھوپڑی گھوم گئی وہ ایک عورت سے شکست کھا کر اور اپنی بچیوں کو ہار کر نہیں جانا چاہتا تھا۔ اس نے چشم زدن میں فیصلہ کیا کہ تخت یا تختہ۔ وہ اپنی بچیوں کو لے کر جائے گا۔ یا یہیں اپنی جان دے دے گا یا اگر داؤ چل گیا تو سلوانہ کی تجوری سے مسجد کی امانت بھی نکال کر واپس کر دے گا۔

دلّال نے پوچھا "ہاں، بولو کیا کام ہے؟"

"کچھ نہیں" وہ پلٹ کر جانے لگا۔

دلّال نے آواز دی "مسٹر، تم خواہ مخواہ گھبرا رہے ہو۔ میں پولیس اور کسٹم والوں کو بھی حصہ دیتا ہوں۔ کوئی تم سے کچھ نہیں پوچھے گا۔ ایک ہزار امریکی ڈالر میں سرحد پار کر سکتے ہو۔"

"میں کل رات کی ٹرین سے جانا چاہتا ہوں۔"

"چلو کل ہی سہی، میں اسی جگہ ملوں گا۔"

وہ اسٹیشن سے چلا آیا۔ اس نے سلوانہ کے محل میں پورے گیارہ ماہ گزارے تھے۔ اس عرصے میں اس کا اندر کا ڈاکو سو گیا تھا۔ جس عورت نے گیارہ ماہ تک غلام بنا کر رکھا تھا، آج اسی عورت کی ایک ٹھوکر نے اسے جھنجوڑ کر بیدار کر دیا تھا۔ اس نے ایک تھرڈ کلاس سرائے میں ایک کمرا لیا، پھر وہاں بیٹھ کر پورے محل کے اندرونی نقشے کو ذہن میں تازہ کرنے لگا۔ ایک ایک بات یاد آنے لگی۔ کہ رائفل بردار عورتوں کی ڈیوٹی ہر آٹھ گھنٹے کے بعد بدلتی ہے۔ مسلح عورتوں کی تعداد بارہ ہے۔ سلوانہ ان عورتوں پر اعتماد کر کے اپنے پاس کوئی ہتھیار نہیں رکھتی ہے۔ البتہ الماری کے اندر ایک ریوالور رہتا ہے۔ اسی آہنی الماری میں وہ ہیرا رکھا ہوا ہے۔

وہ طویل عرصے کے بعد ایک محل میں ڈاکا ڈالنے کا منصوبہ بناتے بناتے سو گیا۔ دوسری صبح اٹھ کر وہ بازار گیا۔ دن کی روشنی میں پہچانے جانے اور پکڑے جانے کا اندیشہ تھا۔ ایسے ہی اندیشوں نے اسے ایک عورت کا غلام بنا رکھا تھا۔ اب وہ نڈر اور بے باک ہو گیا تھا۔ اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر کھلے بازار میں آ گیا تھا، یہ حوصلہ تھا کہ جو ہوگا دیکھا جائے گا۔

اسے حیرانی ہوئی، کسی نے اسے نہیں پہچانا۔ اگر پہچان بھی لیا ہو تو اسے نظر انداز کیا ہوگا۔ حیرانی اسی بات کی تھی کہ اسے نظر انداز کیوں کیا جا رہا ہے۔ اس نے کیڑے مکوڑے اور چوہے مارنے کی زہریلی قیمتی دوائیں لیں۔ پلاسٹک کی اسپرے گن اور ایک گیس ماسک حاصل کیا۔ دشمنوں سے نمٹنے کا تمام سامان کرنے کے بعد اس نے دونوں بچیوں کے لیے دودھ کا ڈبا، فیڈر اور گرم کپڑے وغیرہ خریدے۔ جب وہ ایک دکان سے باہر آ رہا تھا، تب تین مسلمانوں نے اسے گھیر لیا۔ ایک نے اس کا گریبان پکڑ کر جھنجوڑتے ہوئے کہا "تو قسمت کا دھنی ہے، ہم تجھے قتل کرنے کے لیے سر سے کفن باندھ کر آئے تھے مگر افسوس، شام کے حاکم نے تیری گرفتاری اور قتل کا حکم واپس لے لیا ہے۔"

اسے اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا۔ اس نے پوچھا "کیا واقعی مجھے گرفتار نہیں کیا جائے گا؟ مجھے قتل نہیں کیا جائے گا؟"

"کیا تو نہیں دیکھ رہا ہے کہ میں نے تیرا گریبان پکڑ کر چھوڑ دیا ہے۔ کیا تو نے کل کا اخبار نہیں پڑھا ہے؟"

"نہیں برادر، میں نے اخبار نہیں پڑھا ہے۔ خدارا مجھے بتاؤ یہ ماجرا کیا ہے۔ میں نے مسجد کی امانت چرا کر بہت بڑا جرم کیا ہے، پھر یہ جرم معاف کیسے ہو گیا؟"

"کسی نے مسجد کی تعمیر کے لیے پندرہ لاکھ کا عطیہ دے کر شام کے حاکم سے درخواست کی تھی کہ غلام البرقی کو معاف کر دیا جائے۔"

"وہ سخی داتا کون ہے؟ کس نے مجھے معافی دلائی ہے؟"

"وہ کوئی گمنام ہے۔ اپنی شہرت نہیں چاہتا۔ اسی لیے اس کا نام اخبارات میں شائع نہ ہو سکا۔"

قاتلوں سے سامنا ہوا مگر کچھ نہ ہوا۔ مہینوں کی دہشت پل بھر میں ختم ہو گئی۔ اسے نئی زندگی مل گئی۔ وہ ہر طرح سے آزاد ہو گیا۔ اس کا گریبان پکڑنے والے قاتل چلے گئے۔ وہ تھوڑی دیر گم صم کھڑا خود کو ہلکا پھلکا سا محسوس کرتا رہا، پھر اس نے ایک اچھے سے ہوٹل میں آ کر ایک کمرا لیا۔ وہاں تمام سامان رکھا، پھر جا کر اپنی ضرورت کے کپڑے اور دوسرا سامان خریدا۔ حمام میں جا کر دیر تک بھاپ سے غسل کرنے کے مزے لیتا رہا۔ اب اسے رات کا انتظار تھا اور بے صبری میں دن نہیں گزر رہا تھا۔

وہ ساحلی علاقے میں آیا۔ وہاں موٹر بوٹ، لانچ اور بحری جہازوں کی الگ الگ بندرگاہیں تھیں۔ ان میں سے جہازوں کے مالکان خاصی رقم لے کر سمندر کے راستے بلغاریہ، یوگوسلاویہ یا یونان کے ساحلوں تک پہنچا دیتے تھے۔ ایسے غیر قانونی سفر کرنے والے جہازی پہچانے نہیں جاتے تھے لیکن ایک بدمعاش دوسرے بدمعاش کو جلد ہی پہچان لیتا ہے۔

غلام البرقی نے ایک جہاز کے کپتان سے معاملات طے کر لیے۔ جہاز آدھی رات کو وہاں سے روانہ ہونے والا تھا۔ وہ روانگی سے قبل آنے کا وعدہ کر کے ہوٹل کے کمرے میں آیا۔ رات کا اندھیرا چھا گیا تھا۔ اس نے ہلکا سا ناشتا کیا، پھر کافی پینے کے دوران اپنے منصوبے پر نظرِ ثانی کرتا رہا۔ اس کے بعد تمام سامان اٹھا کر ہوٹل سے باہر آ گیا۔

وہ رات کے دس بجے محل کے احاطے میں داخل ہوا۔ پائیں باغ کے تاریک حصے میں پہنچ کر اس نے بچیوں کی ضرورت کا سامان ایک طرف رکھا۔ اپنے چہرے پر گیس ماسک چڑھایا اور چھوٹے سے آکسیجن سلنڈر کو پیٹھ پر باندھ لیا۔ اس نے سوچ رکھا تھا کہ محل میں داخل ہوتے ہی جس لیڈی گارڈ سے سامنا ہوگا، اس کے منہ پر اسپرے کرے گا، پھر اس کی رائفل چھین لے گا۔ وہ محل میں ہر جگہ زہریلی دوا اسپرے نہیں کر سکتا تھا۔ ایک رائفل ہاتھ میں آتے ہی اس کا کام قدرے آسان ہو جاتا۔

ضروری نہیں کہ آدمی جو سوچے وہی ہوتا ہے۔ اگر وہی ہوتا ہے تو آدمی اپنے مقدر کا خود مالک بن جائے۔ اچانک اسے اپنے پیچھے لیڈی گارڈ کی کرخت آواز سنائی دی "ہالٹ، اپنے دونوں ہاتھ پیچھے سر پر رکھو۔"

اس کے ایک ہاتھ میں چھوٹی سی اسپرے گن تھی۔ اس نے ہاتھ پیچھے سر کی طرف لاتے ہوئے اسپرے کیا۔ وہ بولی۔ "یہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟ اسے پھینک...."

وہ پوری بات نہ کر سکی۔ دوا کے اثر سے چکرا کر گر پڑی۔ اس کے ساتھ ہی ایک فائر ہوا، گولی غلام البرقی کے بازو میں آ کر لگی، تب پتا چلا دوسری لیڈی گارڈ بھی تھی۔ وہ ذرا دور تھی اس پر دوا کا اثر نہیں ہوا تھا۔ وہ گولی کھا کر پہلی لیڈی گارڈ پر گرا۔ پھر اس کی رائفل اٹھاتے ہی فائر کر دیا۔ نشانہ پکا تھا وہ چیخ مار کر گر پڑی لیکن کام بگڑ گیا تھا۔ فائرنگ کی آواز گونجتے ہی محل میں خطرے کا الارم بجنے لگا تھا۔ اب اس کی کوئی تدبیر کام آنے والی نہیں تھی۔ وہ ہمیشہ کے لیے بچیوں سے محروم ہونے والا تھا۔

اس کے بازو میں گولی کے زخم نے انگارے بھر دیے تھے۔ کوئی اور ہوتا تو پکڑا کر لیٹا رہ جاتا لیکن وہ رائفل لے کر اٹھ گیا۔ یہاں جان دینا تھا یا اپنی اولاد کو لے جانا تھا۔ وہ دوڑتا ہوا محل میں گھس گیا۔ اندر سے مسلح گارڈز آ رہی تھیں۔ اس نے اندھادھند فائرنگ شروع کر دی۔ چیخنے چلانے اور گولیاں کھا کر گرنے والیوں کے درمیان سے گزرتا ہوا وہ سلوانہ کی خواب گاہ کی طرف جانے لگا۔ کنیزیں خوفزدہ ہو کر چیختی ہوئی اِدھر سے اُدھر بھاگ رہی تھیں۔ اس بھاگ دوڑ میں کسی نے اس پر گولی چلائی۔ وہ بال بال بچا۔ ایک دیوار اور محل کی جالیوں کی آڑ لیتا ہوا خواب گاہ میں پہنچا۔ محل کے باہر پولیس گاڑیوں کے سائرن سنائی دے رہے تھے۔ ایک ہیلی کاپٹر کی بھی آواز سنائی دے رہی تھی۔ شاید سلوانہ نے قانون کے محافظوں کو بلوا لیا تھا۔

اس نے خواب گاہ میں آتے ہی دروازے کو اندر سے بند کیا۔ بچیوں کے پالنے کے پاس بیٹھی ہوئی خادمہ خوف سے سہمتی ہوئی اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ وہ تیزی سے چلتا ہوا پالنے کے پاس آیا۔ وہاں ایک ہی بچی نظر آ رہی تھی۔ اس نے پوچھا "دوسری کہاں ہے؟"

وہ سہم کر بولی "مالکن اسے ڈاکٹر کے پاس لے کر گئی ہیں۔"

وہ رائفل کو شانے پر رکھتے ہوئے بولا "تم جھوٹ بولتی ہو۔ جب ایک بچی کو تکلیف ہوتی ہے تو دوسری بھی اسی مرض میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ پھر سلوانہ اسے کیوں نہیں لے گئی؟"

"میں ٹھیک طرح نہیں جانتی۔ سنا ہے اس بچی کو تجربے کے لیے اس بچی سے دور لے گئی ہیں۔ ڈاکٹر ایک کا علاج کر کے دیکھنا چاہتا ہے کہ اس علاج سے دوسری بچی کو آرام آتا ہے یا نہیں؟ یہ تھوڑی دیر پہلے رو رہی تھی۔ اب اچانک خاموشی سے سو گئی ہے۔ شاید تجربہ کامیاب ہو گیا ہے۔ اُدھر اسے آرام آنے سے شاید یہ بھی سو گئی ہے۔"

غلام نے بچی کو پالنے سے اٹھا لیا۔ جس زخمی بازو سے لہو بہہ رہا تھا اسی بازو سے اپنے لہو کو سنبھال لیا کیونکہ دوسرے ہاتھ میں رائفل تھی۔ اس نے الماری کے لاک کا نشانہ لے کر فائر کیا۔ بچی گھبرا کر اٹھ گئی اور رونے لگی۔ اس نے ہینڈل گھما کر الماری کو کھولا۔ اس میں سے ہیرے کو نکال کر اندرونی جیب میں رکھا۔ باہر سے دروازہ پیٹنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ کسی نے فائر کر کے اس دروازے کو کھول لیا تھا۔ وہ بچی کو اٹھائے بھاگتا ہوا خواب گاہ کے پچھلے زینے کے پاس آیا۔ اوپر جانے کے سوا کوئی راستہ نہیں تھا۔ وہ ہانپتا کانپتا ہوا سیڑھیاں چڑھتا ہوا پہلی منزل پر آیا۔ وہاں بھی راستے مسدود تھے۔ دوسری طرف کے زینے سے قدموں کی آوازیں آ رہی تھیں۔ اِدھر بچی رو رہی تھی اور آنے والوں کو فرار کی سمت بتا رہی تھی۔

وہ اسی زینے پر چڑھتا ہوا چھت کی طرف جانے لگا۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ ایک گولی چلی۔ وہ گولی اس کی پسلی توڑتی ہوئی گزر گئی۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ وہ لڑکھڑا کر گرنے والا تھا مگر روتی ہوئی بچی سے حوصلہ ملا کہ اس کی خاطر سنبھلنا ہی ہوگا۔ وہ زینے کی ریلنگ تھام کر

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

گرتے گرتے سنبھل گیا۔ بوجھل قدموں سے اوپر جانے لگا۔ اوپر چھت کے دروازے تک پہنچتے ہی پھر نیچے سے فائر ہوا۔ اس بار اس کے حلق سے چیخیں نکلنے لگیں۔ وہ عجیب منظر تھا۔ باپ چیخ رہا تھا بیٹی رو رہی تھی۔

اس کی ران میں گولی لگی تھی۔ وہ لڑکھڑا کر چوکھٹ کے پار چھت پر آیا، پھر دروازے کو ایک جھٹکے سے بند کر کے چٹخنی لگا دی۔ اس کے بعد چھت کے فرش پر گر پڑا۔ اسے تین گولیاں لگی تھیں۔ اس کا تمام جسم لہو میں بھیگ رہا تھا۔ وہ چاروں شانے چت پڑا ہوا تھا۔ بچی اس کے سینے پر پڑی بلک بلک کر رو رہی تھی۔ کوئی یار تھا، نہ مددگار تھا۔ نیچے زمین سخت تھی اور اوپر آسمان نامہربان تھا۔ اور چھت کا دروازہ لرز رہا تھا۔ رائفلوں کے بٹ مار مار کر اسے توڑا جا رہا تھا۔

وہ بے ہوش ہو رہا تھا آنکھیں بند ہونا چاہتی تھیں۔ وہ پورے حوصلے اور آخری قوتوں کو سمیٹ کر آسمان کو دیکھ رہا تھا اور دل ہی دل میں کہہ رہا تھا "اے ربّ کریم، میں نے آج تک تیرے کرم کو نہیں پکارا، کبھی تجھے یاد نہیں کیا۔ یہ نافرمان بندہ پہلی بار تجھ سے زندگی کی بھیک مانگ رہا ہے مجھے مسجد کی امانت لوٹانے دے، اپنی بچی کو ایک مکار ماں کے سائے سے لے جانے دے، پھر میں باقی زندگی تیرے نام کر دوں گا۔ آہ، میں ڈوب رہا ہوں، میں ڈوب۔۔۔"

اس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ ڈوبتی ہوئی سماعت کے دوران اس نے دو آوازیں سنیں۔ ایک تو بچی رو رہی تھی دوسرے ہیلی کاپٹر کی آواز تھی، پھر اسے ہوش نہ رہا کہ وہ کہاں ہے؟ کس حال میں ہے؟ شکاری کتوں کی طرح گھیرنے والے اور گدھ کی طرح منڈلانے والے دشمن اس کا کیا حشر کر رہے ہیں۔ اسے کچھ نہ معلوم ہو سکا۔ اس نے زندگی میں پہلی بار خود کو خدا کے حوالے کر دیا تھا۔

پتا نہیں کتنے لمحات بیت گئے۔ کتنے گھنٹے اور کتنے دن گزر گئے۔ تب اس کی آنکھ کھلی۔ وہ ایک آرام دہ بستر پر پڑا ہوا تھا۔ اس کے آس پاس نیم تاریکی تھی اور ہلکی دھیمی روشنی میں ایک بزرگ کا چہرہ نظر آ رہا تھا۔ اس چہرے پر ایسا نور اور جلال تھا کہ ان سے نظریں نہیں ملائی جاتی تھیں۔ یوں بھی نقاہت کے باعث پھر آنکھیں بند ہو رہی تھیں۔ انھوں نے کہا "تم اپنی بیٹی کے ساتھ محفوظ ہو۔"

ان کی بھاری بھرکم آواز دھیمی تھی مگر غلام کے اندر گونج رہی تھی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ دماغ کے اندر آ کر بول رہے ہوں۔ اس نے سوچا ایک بار آنکھیں کھول کر اس جاہ و جلال

سے بھرپور اور پُرنور چہرے کو دیکھے لیکن بے حد کمزوری کے باعث آنکھیں کھولنے کی سکت بھی نہیں رہی تھی۔

لیکن عجیب بات تھی، وہ چہرہ بند آنکھوں کے باوجود نظر آنے لگا۔ شاید وہ دل کی باتیں سمجھ لیتے تھے اس لیے اس کے دل سے نظر آنے لگے تھے۔ اب وہاں سے جا رہے تھے اس بولنے کی بھی سکت نہیں رہی تھی۔ وہ پوچھنا چاہتا تھا "آپ ہیں، میں کہاں ہوں، میری بیٹی کہاں ہے؟"

اس نے محسوس کیا۔ اس کے سوالوں کے جوابات مل رہے ہیں۔ وہ اپنی مخصوص بھاری بھرکم آواز۔۔۔۔ اور مؤثر لہجے میں کہہ رہے تھے "میں خدا کا ایک ناچیز بندہ ہوں۔ تم پیرس کے ایک مضافاتی علاقے میں ہو۔ یہ میرا ایک فلاحی ادارہ ہے۔ یہاں تمھاری بیٹی محفوظ ہے۔ بخیریت ہے اور نہایت آرام سے ہے۔"

یہ آواز دماغ میں بڑی آہستگی سے گونج رہی تھی۔ وہ کہہ رہے تھے "میرے عزیز! انسان دنیا کو نہیں بھولتا۔ خدا سے کیا ہوا وعدہ فوراً بھول جاتا ہے۔ تم نے وعدہ کیا تھا مسجد کی امانت لوٹانے اور اپنی بیٹی کو غلط ماحول سے نکال لینے کے بعد تم اپنی زندگی اللہ تعالیٰ کے نام کر دو گے گویا خود کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے وقف کر دو گے۔"

وہ بستر پر پڑا آنکھیں بند کیے حیرانی سے سوچ رہا تھا۔ یہ بزرگ کون ہیں۔ میں نے تو دل ہی دل میں خدا سے دُعا مانگی تھی۔ یہ بزرگ میرے دل کی باتیں کیسے جانتے ہیں؟ کیا یہ میری ہسٹری جانتے ہیں؟"

"ہاں، جانتا ہوں۔ تمھارے اندر جرائم کی جو غلاظت بھری ہوئی تھی وہ محض پچیس برس کے لیے تھی۔ جس وقت تم گولیاں کھا کر محل کی چھت پر گرے تھے اور اپنی زندگی اللہ تعالیٰ کے لیے وقف کر رہے تھے، ٹھیک اسی وقت تم پچیس برس کے ہو گئے تھے۔ تمھارے اندر سے جرائم کی تمام غلاظتیں نکل چکی تھیں۔ اب تم ایک سادے کاغذ کی طرح ہو۔ اس کاغذ پر اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے وعدے کے مطابق نئی زندگی لکھنے والے ہو۔"

چند لمحات تک خاموشی رہی، وہ سوچ رہا تھا "میں جو سوچتا ہوں اس کا جواب مل جاتا ہے۔ کیا یہ دماغ کی باتیں پڑھ لیتے ہیں؟"

ان کی آواز سنائی دی "یہ نہ سوچو، دوسرا کیا پڑھ لیتا ہے یہ سوچو تمھیں زیادہ سے زیادہ پڑھنا ہے۔ اتنا پڑھنا ہے اتنا پڑھنا ہے کہ تم اپنے اندر اپنے رب کو دیکھنے لگو میرے عزیز! ہمارا رب بصارت سے نہیں بصیرت سے نظر آتا ہے۔"

پھر خاموشی چھا گئی۔ اس بار اس نے آنکھیں کھولنا چاہیں تو وہ کھل گئیں لیکن وہ نظر نہیں آئے۔ وہاں سے جا چکے تھے۔ کمرے میں کوئی نہیں تھا۔ ان لمحات میں وہ محسوس کر رہا تھا کہ وہ اندر سے دھل چکا ہے اتنا صاف ستھرا ہو گیا ہے کہ ایسی پاکیزگی اس نے پہلے کبھی محسوس نہیں کی تھی۔ یہ بات رفتہ رفتہ معلوم ہونے والی تھی کہ یہ روح کی پاکیزگی ہے۔

صاحبو! میں شیخ الفارس مرحوم کی بیٹی ہوں۔ میرا نام لیلیٰ شیخ ہے۔ میں نے پانچ برس تک باباصاحب کے ادارے میں پرورش پائی۔ ان پانچ برسوں میں میرے والد نے دینی تعلیمات حاصل کیں۔ بابا فرید واسطی کی خدمت میں حاضر ہو کر ارتکازِ توجہ، مراقبے اور چلّہ کشی کی عملی تربیت حاصل کرتے رہے۔ میں تجربہ کار آیاؤں کی گود میں پرورش پاتی رہی جب میں بولنے اور چلنے پھرنے کے قابل ہوئی تو مجھے فجر کی نماز سے قبل اٹھنے اور خاص ٹائم ٹیبل کے مطابق زندگی گزارنے کی تربیت دی جانے لگی۔ تین برس کی عمر سے میری تعلیم کی ابتدا کی گئی۔ میں ابتدا میں ناقابلِ فہم تھی۔ مجھے بظاہر کوئی بیماری نہیں ہوتی تھی۔ مجھے کوئی زخم نہیں لگتا تھا لیکن میں تکلیف میں مبتلا ہو کر روتی تھی آیائیں مجھے سمجھ نہیں پاتی تھیں لیکن میرے والد کو معلوم ہو جاتا تھا کہ میری دوسری بہن کسی تکلیف میں مبتلا ہے۔

بابا فرید واسطی کو کشف و کمال حاصل تھا۔ انھیں معلوم ہو جاتا تھا کہ میری بہن بخار میں، سر درد میں یا کسی مرض میں مبتلا ہے۔ وہ اس علم کے مطابق مجھے دوائیں کھلاتے تھے۔ جب مجھے آرام آ جاتا تو میرے والد سے فرماتے تھے "میرے عزیز! اطمینان رکھو۔ اب تمھاری دوسری بیٹی بھی صحت یاب ہو چکی ہے۔"

میرے والد عرض کرتے تھے "آپ باکمال بزرگ ہیں آپ نے مجھ پر بڑا اکرم کیا ہے۔ ایک کرم اور کریں۔ میری دوسری بیٹی کو میری گود میں پہنچا دیں۔ اس کے بعد میری کوئی آرزو کوئی خواہش نہیں رہے گی۔"

انھوں نے نصیحت کی "میرے عزیز! خواہش کبھی ختم نہیں ہوتی۔ ایک اولاد کے بعد دوسری اولاد کی خواہش، پھر دونوں کی تعلیم و تربیت کی ذمے داریاں، انھیں علوم سے مالا مال دیکھنے، پھر انھیں سہاگن دیکھنے کی خواہش، اس کے بعد ہونے والے نواسیوں کی خوشحالی کی خواہش۔ دنیاوی زندگی گزارنے والے مرتے دم تک خواہشات سے پیچھا نہیں چھڑا سکتے۔ جو اللہ توکل زندگی گزارتے ہیں اور روح کی گہرائیوں سے یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جتنا دیتا ہے اتنا دینے کے بعد اور نہیں دیتا تو اس میں قدرت کا بھید ہوتا ہے۔ تمھاری دوسری بیٹی کے نہ ملنے میں بھی قدرت کا کوئی بھید ہے میری کوششوں سے ایک ہیلی کاپٹر تمھیں ایک بیٹی کے ساتھ یہاں لے آیا۔ اللہ کی مرضی ہو گی تو کبھی دوسری کو بھی لے آؤں گا یا وہ خود کبھی تم سے آ ملے گی۔"

اس دن کے بعد میرے والد نے دوسری بیٹی کو اللہ کی رضا پر چھوڑ دیا۔ خدا پر بھرپور اعتماد ہو تو قدرت نئے راستے دکھاتی ہے۔ میرے والد کی سمجھ میں یہ بات آئی کہ جب میری بہن بیمار ہوتی ہے تو میں بیمار ہوتی ہوں اور دوائیں مجھ پر اثر کرتی ہیں تو وہ بھی صحت یاب ہوتی ہے۔ ہم دونوں میں گہرا پیدائشی اور روحانی لگاؤ ہے لہٰذا وہ مجھے جس قدر صحت مند رکھیں گے اسی قدر دوسری بھی صحت مند رہے گی۔ تعلیم اور تربیت کے ذریعے مجھے جو ذہانت اور شرافت ملے گی۔ وہی اسے بھی حاصل ہو گی۔ ان خیالات کے تحت وہ مجھ پر خصوصی توجہ دینے لگے۔ میری عمر کے مطابق مجھے ہلکی پھلکی ورزشیں اور یوگا کی مشقیں کرانے لگے۔ سحر خیزی کے ساتھ ایسی مشقیں جاری رہیں تو انسان شاید ہی کبھی بیمار پڑتا ہے لیکن دماغی طور پر ہر حال میں صحت مند رہتا ہے اور دماغی صحت مندی ذہانت کو حیرت انگیز طور پر تیز تر کرتی جاتی ہے۔

پانچ برس کے بعد میرے والد نے بابا فرید واسطی صاحب سے مزید علوم حاصل کرنے کے لیے نگر نگر جانے کی اجازت مانگی، پھر مجھے لے کر پیرس سے استنبول آئے۔ وہاں بزرگانِ دین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہاں سے شام، اُردن، مصر، سعودی عرب، ایران، عراق، افغانستان اور پاکستان جیسے اسلامی ممالک کے اولیائے اکرام کے مزاروں پر حاضری دی۔ وہاں کی لائبریریوں سے استفادہ کرتے رہے پھر وہ میری باقاعدہ تعلیم کی غرض سے لندن آ گئے۔

بچپن سے جاری رہنے والی یوگا کی مشقوں نے دینی تعلیم و تربیت نے میری ذہانت کو خوب چمکایا تھا۔ میری یادداشت حیرت انگیز تھی۔ ایک بار کوئی بات سن کر یا پڑھ کر اسے کبھی نہیں بھولتی تھی۔ مجھے انسانی چہروں اور ان کی آنکھوں کو پڑھنے کا علم آ رہا تھا۔ والد صاحب نے مجھے بارہ برس کی عمر سے شمع بینی کی مشق شروع کرائی۔ اس دوران بابا فرید واسطی نے میرے والد صاحب کو طلب کیا تھا اور فرمایا تھا "اب تمھیں اس ادارے کی ذمے داریوں کو سنبھالنے کے لیے یہاں رہنا چاہیے۔ لندن میں لیلیٰ کی تعلیم جاری رہنے دو۔ یہ کسی پر

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ظاہر نہ کرو کہ تم دو بیٹیوں کے باپ ہو۔ اس لیے کہ دونوں ذہین اور خطرناک صلاحیتوں کی مالک ہوں گی۔ سپر طاقتیں ان کی دشمن بن جائیں گی۔ انھیں پردۂ راز میں رہنا چاہیے۔"

یہ نصیحتیں کرنے کے چوبیس گھنٹے بعد بابا فرید واسطی کا انتقال ہوگیا۔ ان کے بعد تمام ادارے کی ذمّے داریاں میرے والد کو سونپ دی گئیں۔ انھوں نے بابا فرید واسطی مرحوم کے حجرے میں رہائش اختیار کرلی مرحوم کی نصیحت کے مطابق انھوں نے مجھ سے باپ بیٹی کا رشتہ ظاہر نہیں کیا۔ مجھے لندن ہی میں رہنے دیا۔ ابھی دنوں فرہاد علی تیمور کے ساتھی باباصاحب کے ادارے میں داخل ہو چکے تھے۔ ان میں سونیا کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہوگئی تھی۔ وہ بڑے حیرت انگیز کارنامے انجام دے رہی تھی۔ حکومت فرانس نے اسے خصوصی اختیارات دیے تھے۔ ایسے زبردست اختیارات کہ اس کے ایک حکم پر پورے فرانس کی پولیس اور فوج حرکت میں آسکتی تھی۔ یہ اختیارات آج بھی اسے حاصل ہیں۔

والد صاحب مجھ سے اکثر ملنے آتے تھے۔ ہم باپ بیٹی کے درمیان خفیہ رابطہ قائم رہتا تھا۔ انھوں نے بتایا کہ بابا فرید واسطی مرحوم کی دعاؤں سے سونیا کو کمالِ روحانیت کا درجہ حاصل ہوا ہے۔ یہ محض اس لیے کہ اس نے نفسانی خواہشات پر قابو پالیا ہے۔ فرہاد سے جسمانی رشتہ ختم کر دیا ہے۔ میں جیسے جیسے جوان ہو رہی تھی، والد صاحب مختلف حوالوں سے سمجھا رہے تھے کہ مجھے بھی نفسانی خواہشات کو کچلتے رہنا چاہیے۔ اور میں ان کی ہدایت پر عمل کر رہی تھی۔

اسلام میں رہبانیت کی اجازت نہیں ہے۔ پیغمبرِ اسلام اور اولیائے کرام نے بھی ازدواجی زندگی گزاری ہے اور وہ صاحبِ اولاد ہوتے رہے ہیں۔ ان حوالوں سے میں نے نفس پر قابو تو پالیا مگر ایک جیون ساتھی کی ضرورت سے انکار نہیں کیا۔ یہ فیصلہ کیا کہ جب مناسب وقت آئے گا تو ایک بہترین اور معقول شخص کی شریکِ حیات بن جاؤں گی۔

مگر ہم ارادہ کچھ کرتے ہیں، ہوتا کچھ اور ہے۔ بیس برس کی عمر میں جب میں نے خیال خوانی کا کمال حاصل کیا تو ٹیلی پیتھی کے رشتے سے آپ ہی آپ فرہاد سے متاثر ہوتی چلی گئی۔ ویسے متاثر ہونے اور دیوانگی میں مبتلا ہونے میں بڑا فرق ہے۔ میں فرہاد سے زیادہ اپنے والد صاحب سے متاثر تھی۔ وہ میرے آئیڈیل تھے میں ان کے نقشِ قدم پر چلتی تھی۔ ان کی ہر ہدایت پر عمل کرتے ہوئے میں نے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا تھا۔ یوگا کے ذریعے آدھے گھنٹے تک سانس روکنے کی مہارت حاصل کی تھی۔ جو لوگ سانسوں پر قابو رکھتے ہیں، وہ نفسانی خواہش کو بھی کنٹرول کر لیتے ہیں۔ اس لیے میں فرہاد کی دیوانی بننے سے باز رہی۔

میں خیال خوانی کے معاملے میں بہت محتاط تھی۔ جس کے دماغ میں جاتی تھی، اس کے بارے میں اچھی طرح یقین کر لیتی تھی کہ وہ مجھے محسوس نہیں کرے گا۔ اس احتیاط کے نتیجے میں گمنام اور محفوظ ہوں۔ ابھی تک کسی دوست یا دشمن نے میری طرف رُخ نہیں کیا ہے۔ کسی سپر طاقت کو میری خیال خوانی کا علم نہیں ہے۔ میرے والد صاحب نے مجھے سمجھایا تھا جب تک میں فرہاد سے دُور رہوں گی، تب تک دنیا والوں کی دشمنی سے محفوظ رہوں گی۔

میں اس سے دُور رہتے ہوئے بھی دُور نہیں تھی۔ یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ وہ اور سونیا بری طرح دشمنوں کی گرفت میں آنے کے بعد بھی کس طرح بچ نکلتے تھے۔ تقدیر اسی کا ساتھ دیتی ہے جو تدبیر سے کام لیتا ہے۔ میں سمجھنا چاہتی تھی کہ وہ دونوں کیسی ذہانت سے پلاننگ کرتے ہیں یا کس طرح حاضر دماغی سے کام لیتے ہیں۔ یہ معلوم کرنے کے لیے میں کسی نہ کسی کو آلۂ کار بنا کر ان کے قریب جاتی تھی۔ یا ان کے آس پاس رہنے والوں میں سے ایسے فرد کو آلۂ کار بناتی تھی جو مجھے دماغ میں محسوس نہیں کر سکتا تھا۔

ایسے طریقۂ کار کے ذریعے میں ان سے بہت کچھ سیکھ رہی تھی۔ دونوں سے متاثر ہو رہی تھی۔ سونیا میری آئیڈیل ہے اگرچہ فرہاد بھی تھا مگر میں کوشش کرتی تھی کہ وہ میرے دماغ میں کوئی گہرا نقش نہ چھوڑے۔ عورت کو آئیڈیل بنانے سے کبھی نقصان نہیں پہنچتا۔ اس کے برعکس مرد ایک وقت سر پکڑ کے رونے پر مجبور کر دیتا ہے۔

میں فرہاد کے متعلق آگے کچھ بیان کرنے سے پہلے اپنی زندگی کا دوسرا اہم پہلو پیش کرنا چاہتی ہوں۔ میری زندگی کی پہلی اہم ہستی میری بہن ہے۔ جس کی رگوں میں دوڑنے والا خون میرے دماغ تک پہنچتا ہے اور میری رگوں میں دوڑنے والا خون اس کے دماغ تک جاتا ہے۔ جب تک میں نے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل نہیں کیا تھا، ہمارے درمیان ایک نادیدہ قدرتی تعلق تھا۔ اس کا درد میرا درد تھا اور میری سوچ اس کی سوچ ہوتی تھی۔

جب پہلی بار خیال خوانی کا پرندہ پرواز کرنے لگا تو میں نے دیکھا کہ میں اپنی بہن کے دماغ میں پہنچ گئی ہوں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ میں نے اپنی ہی آواز اور لہجے کو گرفت میں لے کر پرواز کی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ جب ہم بہنیں ہر اعتبار سے ایک ہیں تو آواز اور لہجے میں بھی ایک ہوں گی۔ اگر ایک نہ ہوئیں تو خیال خوانی کی لہریں پرواز کر کے میرے ہی دماغ میں رہیں گی۔ لیکن میرا یقین کام آیا۔ میں چشم زدن میں اپنی بہن کے پاس پہنچ گئی۔

ایسے وقت بڑی عجیب سی بات ہوئی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ اس نے خیال خوانی کی پرواز کی ہے۔ اور میرے دماغ میں پہنچی ہوئی ہے۔ میں نے حیرانی سے پوچھا "کیا تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو؟"

اس نے پوچھا۔ "کیا تم میری جڑواں بہن ہو؟"

"ہاں، کیا ممّی نے تمھیں میرے متعلق بتایا تھا؟"

"جب مجھ سے غیر معمولی یا خلافِ توقع کوئی حرکت سرزد ہوتی ہے تو وہ کہتی ہیں۔ ایسا میری بہن کر رہی ہے۔ اس لیے میں بھی وہی کر رہی ہوں۔"

"میری بہن آج تم سے باتیں کر کے کتنی خوشی ہو رہی ہے، میں بیان نہیں کر سکتی۔ یہ تم نے ٹیلی پیتھی کا علم کیسے حاصل کیا ہے؟"

"ممّی کو ایک وچ لیڈی نے بتایا تھا کہ ان کی بیٹیاں کوئی غیر معمولی علم حاصل کریں گی جس کے ذریعے ممّی دنیا کی سب سے دولت مند خاتون بن جائیں گی۔ میں نے بارہ برس کی عمر میں شمع کی لَو کو تکنا شروع کیا تو کہنے لگیں۔ وچ لیڈی کی پیش گوئی پوری ہونے والی ہے۔ اس لیے میں ایسی حرکتیں کر رہی ہوں۔"

بہن کی بات سن کر میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "دراصل میں نے بارہ برس کی عمر سے شمع بینی کا آغاز کیا تھا تم بھی بے اختیار وہی کرنے لگی تھیں۔ مجھے یقین ہے جو علم اور جو تربیت میں نے حاصل کی ہے اسے تم نے بھی حاصل کیا ہے۔"

"ہاں، بہت سے علوم اور بہت ساری مہذب عادتیں مجھے ماں نے نہیں سکھائیں۔ میں آپ ہی آپ سیکھتی گئی ہوں۔ یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ میں نے عربی، انگریزی، فرانسیسی، جرمن اور فارسی زبانیں تمھاری بدولت سیکھی ہیں۔"

"اور میں نے ترکی اور عبرانی زبان تم سے سیکھی ہے۔ ہم دو جسم ہیں مگر ایک دماغ ہیں۔"

وہ بولی۔ "ہاں، ہم ٹیلی پیتھی کا رابطہ قائم کرنے سے پہلے پیدائش کے وقت سے ہی قدرتی طور پر ٹیلی پیتھی کا رابطہ رکھتی تھیں اور یہ رابطہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا تھا۔"

"میرا نام لیلیٰ شیخ ہے، تمھارا نام؟"

"باربرا نیومین۔"

"میری بہن، تم مسلمان باپ کی بیٹی ہو۔ تمھارا نام اسلامی طرز کا ہونا چاہیے۔"

"ممّی مجھے اسی نام سے مخاطب کرتی تھیں۔ جب ہوش سنبھالا تو پتا چلا، ممّی نے ہنری نیومین نامی ایک بے انتہا دولت مند شخص سے شادی کی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ میں اس شادی سے چھ سال پہلے پیدا ہوئی تھی۔ تب ممّی نے بتایا کہ میں ایک مسلمان غلام البرقی نامی ڈاکو کی بیٹی ہوں۔ اونچی مہذب سوسائٹی میں وہ خود کو ایک ڈاکو کی بیوی اور مجھے بیٹی ظاہر کرتے ہوئے انسلٹ محسوس کرتی تھیں۔ اس لیے انھوں نے اپنے دوسرے شوہر کے مطابق مجھے باربرا نیومین کا نام دیا ہے۔"

"ہمارے بابا ڈاکو نہیں بہت بڑے عالم ہیں۔ شیخ الفارس غلام البرقی کے نام سے مخاطب کیے جاتے ہیں۔ بڑے بڑے ملکوں کے حکمران انھیں احتراماً شیخ صاحب کہتے ہیں مجھے اپنے بابا پہ ناز ہے۔ کیا تمھیں نہیں ہے؟"

"تم جتنی شدت اور عقیدت سے بابا کو چاہتی ہو۔ اتنے ہی دلی لگاؤ سے قدرتی طور پر میں بھی انھیں چاہتی ہوں۔ یہ ہمارے قدرتی رابطے کا تقاضا ہے۔ یقیناً تم بھی میری طرح ممّی کو شدت سے چاہتی ہو گی۔"

"ہاں، بہت چاہتی ہوں۔ سوچتی ہوں، وہ کیسی ممتا بھرا دل رکھنے والی ماں ہوں گی۔ ان سے کبھی ملوں گی تو وہ کس طرح مجھے گلے لگا کر پیار کریں گی۔"

"یہی باتیں میں بابا کے متعلق سوچتی ہوں۔"

"تمھیں باپ کا پیار نہیں ملا اور مجھے ماں کا۔ آج ہم نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایک دوسرے کو ڈھونڈ نکالا ہے۔ اب تمھیں باپ کا اور مجھے ماں کا پیار مل سکتا ہے۔"

"یہ شاید اتنا آسان نہیں ہے کیونکہ ممّی ہمارے بابا سے سخت نفرت کرتی ہیں۔ وہ مجھے بابا سے ملنے نہیں دیں گی۔"

میں نے کہا۔ "ہمارے بابا کسی سے نفرت نہیں کرتے ہیں۔ میں ممّی سے ملنے آؤں گی۔ انھیں سمجھاؤں گی۔"

"وہ نہیں سمجھیں گی۔"

"دیکھو بہن، ہم بالغ ہیں۔ اپنے طور پر جائز فیصلوں کے مطابق عمل کر سکتی ہیں اور جائز بات یہ ہے کہ تم مسلمان باپ کی بیٹی ہو، جب چاہو اپنے باپ سے ملاقات کر سکتی ہو۔"

"تم میرے پاس آؤ پھر ہم ممّی کو سمجھائیں گے۔"

"میں ضرور آؤں گی۔ یہ بتاؤ کہ کیا ممّی کو تمھاری خیال خوانی کا علم ہے؟"

"نہیں ہے۔ ابھی پہلی بار میں نے خیال خوانی کی ہے۔"

"ہمارے بابا کی ایک نصیحت پر عمل کرو گی؟"

"زندگی میں پہلی بار باپ کی نصیحت سنوں گی تو اس پر دل و جان سے عمل کروں گی۔"

"ٹیلی پیتھی کا علم حاصل ہونے والی بات ممّی کو نہ بتاؤ گی۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

دلواریوں سے بھی ذکر نہ کرنا۔"

"لیکن ماں سے بات چھپانا کیا مناسب ہے؟"

"اپنی اور ممی کی سلامتی کے لیے یہ ضروری ہے۔ بڑے بڑے ممالک اور خطرناک تنظیموں کے سربراہوں تک تمھاری ٹیلی پیتھی کی خبر پہنچے گی تو وہ تمھیں زندہ یا مردہ حاصل کرنا چاہیں گے۔ تمھارا علم ان کے کام آئے گا تو تمھیں زندہ رکھیں گے، ورنہ مختلف ہتھکنڈوں سے قتل کر دیں گے۔ ممی کو اغوا کر کے ان پر مظالم ڈھا کر تمھیں ان کے مفاد میں خیال خوانی پر مجبور کریں گے۔"

"تم درست کہتی ہو۔"

"ہمارے بابا دُوراندیش ہیں۔ انھوں نے کسی پر یہ ظاہر نہیں کیا ہے کہ میں ان کی بیٹی ہوں۔ میرے سرٹیفکیٹ اور دیگر اہم کاغذات سے بابا کا معلوم ہو سکتا ہے لیکن میں گمنام اور محتاط زندگی گزار رہی ہوں۔ کاغذات میں شیخ الفارس نہیں صرف غلام برقی لکھا ہوا ہے۔ ہم دونوں جب تک ٹیلی پیتھی کا علم چھپائے رکھیں گی، تب تک ہمارے والدین پر کوئی آنچ نہیں آئے گی۔"

"میں تمھاری بات اچھی طرح سمجھ گئی ہوں۔ وعدہ کرتی ہوں یہ علم ممی پر یا کسی پر بھی ظاہر نہیں کروں گی۔"

"تم بہت اچھی ہو۔"

"اچھی تو تم ہو، تمھاری وجہ سے میں نے ذہانت حاضر دماغی، سانس روکنے کا فن اور ٹیلی پیتھی کا زبردست علم حاصل کیا ہے۔ تم کب آ رہی ہو؟"

"ابھی بابا سے باتیں کروں گی۔ انھیں دو خوش خبریاں سناؤں گی۔ ایک تو یہ کہ ہمیں ٹیلی پیتھی کا علم حاصل ہو گیا ہے، دوسرے یہ کہ تم سے رابطہ ہو چکا ہے۔ یہ خوش خبری سنانے کے بعد تم سے کہوں گی کہ بابا کے دماغ میں آؤ، کیوں ٹھیک ہے نا؟"

"ٹھیک ہے، میں بے چینی سے انتظار کروں گی۔"

"انتظار کرنے کی ضرورت کیا ہے، تم میرے دماغ میں رہ سکتی ہو یا جب چاہو میرے پاس آسکتی ہو۔"

میں نے یہ خوش خبری سنانے کے لیے بابا کے دماغ میں پہنچنا چاہا۔ وہ مراقبے میں تھے انھوں نے سانس روک لی۔ مراقبہ توڑ کر پوچھا "بیٹی رسونتی، تم ہو؟"

"بابا جانی! میں ہوں آپ کی بیٹی لیلیٰ۔ ابھی میں نے خیال خوانی کی کوشش کی تو حیران رہ گئی۔ بابا جانی! آج میں بہت خوش ہوں، مجھے ٹیلی پیتھی کا علم آ گیا ہے۔ کیا آپ کو یقین آ رہا ہے؟"

"ہاں، بابا کی جان! میرے اندر کوئی شیطان ٹیلی پیتھی جاننے والا آواز اور لہجہ بدل کر نہیں آسکتا۔ مجھے یقین ہے اللہ تعالیٰ نے بہت بڑی کامیابی عطا کی ہے۔ میں نمازِ شکرانہ ادا کر رہا ہوں، تم دس منٹ بعد آؤ۔"

"بابا جانی! شکرانے کی دو نمازیں ادا کریں۔ میں نے خیال خوانی کی پرواز کرتے ہی اپنی بہن کے پاس پہنچ گئی تھی۔ میں نے آپ کی بیٹی سے خوب باتیں کی ہیں۔"

یہ خوش خبری سنتے ہی وہ ایک دم سے ساکت ہو گئے۔ جیسے خوشی کے مارے دم نکلتے نکلتے رہ گیا ہو۔ وہ خلا میں تکنے لگے۔ آنکھیں مسرت کے آنسوؤں سے بھیگنے لگیں۔ پھر انھوں نے ایک لمبی سانس کھینچ کر کہا "میری بچی، کیسی ہے میری بچی؟ وہ آرام سے ہے؟ بابا کی جان مجھے یاد کرتی ہے؟"

میری بہن میرے ذریعے بابا جانی کے دماغ میں پہنچ گئی تھی، کہنے لگی "بابا جانی! میں آپ کی دوسری بیٹی ہوں، آپ کو بہت یاد کرتی ہوں، بہت یاد کرتی ہوں۔ یاد کرتے کرتے رونے لگتی ہوں۔"

یہ کہتے ہی وہ فرطِ جذبات سے رونے لگی۔ میں نے سمجھایا "کیا کرتی ہو بہن، دیکھو بابا جانی بھی رونے لگے ہیں۔"

وہ بولی "میں ابھی آؤں گی۔ آپ نے لیلیٰ کو بچپن سے گود میں کھلایا ہے، اسے سینے سے لگایا ہے، اسے اپنے پہلو میں سلایا ہے، میں بھی آپ کے زانو پر سر رکھ کر سوؤں گی۔ آپ بولتے رہیں گے تو آپ کی ہر بات لوری کی طرح سنائی دے گی۔"

وہ بڑی دیر تک محبت کی پاکیزگی میں ڈوب کر ایک دوسرے سے بولتے رہے، پھر بابا جانی نے توبہ کرتے ہوئے کہا "توبہ توبہ! میں مسرتوں کے سمندر میں ڈوب کر اپنے مالک مطلق کو بھول گیا۔ میں اس کا ہر سانس میں شکر ادا کرتا رہوں، دن رات عبادت کرتا رہوں، تب بھی عبادت کا حق ادا نہ ہو۔ میری بچیو! ابھی جاؤ، میں نمازِ شکرانہ ادا کر رہا ہوں۔"

ہم ان کے دماغ سے آ گئے۔ ایک دوسرے سے باتیں کرتے رہے۔ یہ پلاننگ کرتے رہے کہ کس طرح ایک دوسرے سے اور بابا جانی سے ملنا چاہیے۔ بعد میں انھوں نے کہا "میں تمھارے پاس لندن آ رہا ہوں۔ کیا میری دوسری بیٹی موجود ہے؟"

وہ بولی "میں موجود ہوں۔ آپ لیلیٰ سے ملنے آئیں، تب بھی موجود رہوں گی۔ میرا تو جی چاہتا ہے۔ روح بن کر آپ کے اندر سما جاؤں۔"

"میں خوش نصیب ہوں، میری بیٹیاں کتنا پیار کرتی ہیں۔ لیکن تمھیں اس طرح خیال خوانی میں مصروف دیکھ کر تمھاری ممی کیا سوچتی ہوں گی؟"

"ابھی خیال خوانی شروع کیے دو گھنٹے ہوئے ہیں۔ ممی سے سامنا نہیں ہوا ہے۔ جب ہو گا تو میں نیند کا بہانہ کر کے اپنی خواب گاہ میں آ جاؤں گی۔"

میں نے کہا "بابا جانی! میں نے بہن کو سمجھا دیا ہے کہ وہ اپنے اور ممی کے تحفظ کی خاطر ممی کو ٹیلی پیتھی کے متعلق نہ بتائے ورنہ دشمن پیچھے پڑ جائیں گے۔"

"میں اپنی خیال خوانی کبھی کسی پر ظاہر نہیں کروں گی۔"

وہ رات کی فلائٹ سے میرے پاس آئے۔ دو بیٹیوں کو پا کر بہت خوش تھے، کہنے لگے "مجھ پر ادارے کی بہت زیادہ ذمے داریاں ہیں، ورنہ ابھی اپنی بیٹی سے استنبول ملنے چلا جاتا۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہماری ملاقات ہو رہی ہے۔"

میں نے کہا "اب آپ زبان سے گفتگو نہ کریں میں بہن کے ساتھ آپ کے دماغ میں آ رہی ہوں۔"

وہ دماغ میں پہنچ کر بولی "بابا جانی! آپ مجھے بیٹی کہتے ہیں۔ لیلیٰ مجھے بہن کہہ کر مخاطب کرتی ہے۔ میرا کوئی نام ہونا چاہیے۔ وہ یہودی نام نہ مجھے پسند ہے نہ آپ کو گوارا ہے۔"

انھوں نے کہا "جب میں نے لیلیٰ کا نام فال نامے میں سے منتخب کیا تو ان لمحات میں تم بھی میرے دل میں دھڑک رہی تھیں۔ میں نے فال کے مطابق تمھارا نام سلطانہ منتخب کیا تھا۔ میں تمھیں سلطانہ کہوں؟"

وہ خوش ہو کر بولی "مجھے ایسے لگتا ہے، میں آج پیدا ہوئی ہوں۔ آج میرا نام رکھا گیا ہے۔ باپ کی زبان سے بیٹی کے اس نام میں محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔"

"سلطانہ بیٹی! میں دو دن کے لیے ادارے سے باہر آیا ہوں۔ صبح کی فلائٹ سے لیلیٰ کے ساتھ استنبول آؤں گا۔"

"اوہ بابا جانی! آپ کتنے اچھے ہیں میری برسوں کی آرزو پوری کر رہے ہیں۔ آپ کو اور لیلیٰ کو دیکھنے کی خوشی میں نیند نہیں آئے گی۔ مجھے بتائیں کس فلائٹ سے آ رہے ہیں۔ میں ائرپورٹ میں موجود رہوں گی۔"

"خوشی اور جذبات پر قابو رکھو۔ کسی طرح بھی اپنی ممی کو خبر نہ ہونے دو کہ تم ہم سے ملنے والی ہو۔ ہمارا قیام محت جمال پاشا کے محل میں ہو گا۔ تم نہایت پاک صاف ہو کر حضرت خواجہ صلاح الدین ترکی کے حجرے میں آؤ گی جو مسجد رومی کے عقب میں ہے اسی حجرے میں ہماری ملاقات ہو گی۔"

"کیا آپ لیلیٰ کو ممی سے ملنے کی اجازت نہیں دیں گے؟"

"ضرور دوں گا۔ ماں بیٹی کو ضرور ملنا چاہیے۔ میں کل شام کو واپس چلا آؤں گا۔ لیلیٰ وہاں رہے گی۔"

وہ رات کے نو بجے میرے پاس آئے تھے۔ ہم سے ایک گھنٹے تک باتیں کرتے رہے، پھر رات کے کھانے کے بعد ایک کمرے میں جا کر عبادت میں مصروف ہو گئے۔ وہ لوگوں سے کم ملتے تھے۔ میرے پاس آتے تو صرف کھانے کے دوران گفتگو کرتے، ورنہ یادِ الٰہی میں گم ہو جاتے۔ وہ دنیا والوں کو اتنا ہی وقت دیتے تھے جتنا ان کے دکھ مصیبت میں کام آسکیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں میں شفا دی تھی۔ پرانے سے پرانے مرض میں مبتلا رہنے والا ان کی خدمت میں حاضر ہو جاتا مرض سے نجات حاصل کر کے جاتا۔ کوئی بھی پیچیدہ مسئلہ ہو، ان کی ہدایت پر عمل کرنے سے سلجھ جاتا۔

میں رات کو دیر تک مطالعہ کرنے کی عادی ہوں۔ بچپن سے صرف چار گھنٹے سونے کی عادت ہے۔ صبح چار بجے اٹھ کر جوگنگ اور ہلکی ورزش کرتی ہوں۔ جب میں صبح کی دوڑ لگا کر گھر آئی تو بابا جانی فجر کی نماز سے فارغ ہو گئے تھے۔ ہم نے ہلکا سا ناشتا کیا، کافی پی پھر ائرپورٹ کے لیے روانہ ہو گئے۔ سلطانہ کی تمام عادتیں میری طرح تھیں۔ وہ بھی رات کو صرف چار گھنٹے سوتی تھی۔ صبح اُٹھ کر جوگنگ اور یوگا کی مشقیں کرتی تھی۔ جب ہمارا سفر شروع ہوا تو وہ میرے پاس آ گئی۔ میرے ذریعے بابا جانی سے بولی "مجھے ماں کی شکایت نہیں کرنی چاہیے لیکن باپ سے کہنا ضروری ہے۔ وہ کسی رئیسِ اعظم سے میری شادی کرنا چاہتی ہیں اور مجھے شادی کے ذکر سے بے زاری ہوتی ہے۔ ابھی میں نے دو چار ملکوں کی سیر کی ہے جبکہ میں ساری دنیا دیکھنا چاہتی ہوں..."

"یہ شوق اچھا ہے۔ دنیا کو دیکھنا اور سمجھنا چاہیے۔ علم میں اضافہ ہوتا ہے، ذہانت بڑھتی ہے۔ شادی مناسب وقت میں ہونی چاہیے۔"

"ممی کو دولت کی ہوس ہے کہتی ہیں میں بیس برس کی ہو گئی ہوں لیکن اب تک دولت مند بننے کا کوئی غیر معمولی علم حاصل نہیں کیا ہے۔ وچ لیڈی کی پیش گوئی پوری نہیں ہو رہی ہے..."

"بیٹی! وچ لیڈی کے شیطانی علم نے درست کہا تھا۔ تم دونوں بہنوں نے غیر معمولی علم حاصل کیا ہے لیکن بیس برسوں کی عبادت اور ریاضت سے مجھے جو روحانی قوت حاصل ہوئی ہے وہ قوت کہتی ہے جس دن تمھاری ماں بے انتہا دولت حاصل کرے گی، اسی دن اس کا دم نکل جائے گا۔ وچ لیڈی کی پیش گوئی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کے مطابق اسے بہت دولت ملے گی اور میرے علم کے مطابق دولت یہیں رہ جائے گی اس کے ساتھ صرف اس کے اعمال جائیں گے۔ ایسا سب کے ساتھ ہوتا ہے لیکن افسوس سب ہی دولت کو پہچانتے ہیں۔ اعمال کو نہیں سمجھتے۔"

"باباجانی! آپ نے ممی کے متعلق بڑی تشویش ناک پیش گوئی کی ہے۔ وہ جیسی بھی ہیں ہمارے لیے دنیا کی سب سے اچھی اور پیاری ممی ہیں۔"

انھوں نے کہا۔ "ایسا سر اولاد کو کھنا چاہیے۔ تمھاری ممی کی عمر طویل ہو سکتی ہے۔ اسے سمجھاؤ کہ وہ دولت سے دُور رہیں۔"

میں نے پوچھا۔ "دولت ان کی موت کا سبب بن سکتی ہے؟"

"یہ ستاروں کی چال ہے، تقدیر کے تماشے سب کی سمجھ میں نہیں آتے۔ تمھاری ماں کو نیلم پتھر راس نہیں آتا۔ اس کی موجودگی تمھاری ماں کے لیے مصائب کے راستے کھولتی ہے۔ وچ لیڈی نے اسے نیلم پہننے کا مشورہ دیا تھا جب اس نے پہلی بار نیلم کی انگوٹھی پہنی تو میں ڈاکو کی حیثیت سے اس کے محل میں داخل ہوا تھا۔ میرے ذریعے اسے ایک نایاب ہیرا ملا اور تم دو بیٹیاں ملیں جو اسے بے انتہا دولت مند بنانے والی تھیں۔ اس طرح یہ غلط فہمی پیدا ہوئی کہ نیلم اسے فائدے پہنچاتا ہے۔ جبکہ تمھاری ماں کے برج کے مطابق نیلم مستقبل میں نقصان دہ نتائج کا حامل ہوتا ہے اسے یہ نقصان پہنچا کر میں نے تمھیں اس سے چھین لیا۔ ہیرا واپس لے لیا۔ وہ دولت حاصل کرنے کے لیے سلطانہ کو وچ لیڈی کے سائے میں رکھ کر شیطانی علم سکھا سکتی تھی لیکن میں نے تمھاری پرورش اتنے محتاط انداز میں کی جس کے نتیجے میں تم قدرتی طور پر اس سے متاثر ہوتی رہیں۔ تمھیں انجانے میں ایمان اور تہذیب کا درس ملتا رہا۔ جس کے سبب تم شیطانی علوم کی طرف مائل نہ ہو سکیں۔ یوں دیکھا جائے تو نیلم تمھاری ماں کے لیے نقصان دہ اور تم دونوں کے لیے فائدہ مند رہا ہے۔"

سلطانہ نے کہا۔ "لیکن ممی نے بہت پہلے ہی وہ نیلم کی انگوٹھی اتار دی ہے۔ وچ لیڈی نے مشورہ دیا ہے کہ وہ آیندہ اپنے محل میں نیلم پتھر نہیں رکھیں گی، پھر وہ پتھر ان کی موت کا سبب کیسے بنے گا؟"

"بیٹی! یہ قدرت کے بھید ہیں۔ ہم اللہ والوں کو ایک حد تک زبان کھولنے کی اجازت ہے۔ اس حد سے آگے ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ جب کہنے پر پابندی ہوتی ہے تو ہم بندوں کو ہدایت کرتے ہیں، صراطِ مستقیم دکھاتے ہیں۔ تمھاری ماں کے لیے بھی ہدایت ہے کہ وہ دنیا کی نہیں، دین کی دولت حاصل کرے ورنہ حیات مختصر ہو جائے گی۔"

میں نے اور سلطانہ نے عہد کیا کہ اپنی ماں کی طویل عمری کے لیے انھیں دولت سے دُور رکھا جائے گا۔ ابھی ہمیں بہت سے تجربات سے گزرنا تھا۔ ہمیں یہ سمجھ نہیں تھی کہ انسان کا ظاہری حلیہ بدلا جا سکتا ہے کسی حد تک اس کے خیالات بدلے جا سکتے ہیں لیکن اس کی نیت نہیں بدلی جا سکتی۔ اور دولت پرستوں کی نیت کو بدلنا تقریباً ناممکن ہوتا ہے۔

میں باباجانی کے ساتھ استنبول کے ائرپورٹ پر پہنچی تو سلطانہ نے ہمیں سرپرائز دیا۔ وہ ہمارے استقبال کے لیے موجود تھی۔ اسے ٹیلی پیتھی کے رابطے سے پہچاننا آسان تھا۔ یہ رابطہ نہ ہوتا تب بھی وہ مجھ سے مختلف نہ تھی۔ وہ سر سے پاؤں تک میں ہی میں تھی۔ وہ میرا ہی قد میری ہی جسامت رکھتی تھی۔ چہرے کا ایک ایک نقش میرے ہی جیسا تھا۔ وہ باباجانی کو دیکھتے ہی دوڑتی ہوئی آئی اور ان کے گلے لگ گئی۔ انھوں نے اس کی پیشانی کو چوم لیا۔ پھر وہ مجھ سے لپٹ کر بولی۔ "ہم پیدائش کے وقت ایک دوسرے سے جڑی ہوئی تھیں۔ بیس برس کے بعد تقدیر نے ہمیں پھر جوڑ دیا ہے۔"

میں کیا بتاؤں، وہ کتنی پیاری تھی۔ میری آنکھوں سے دل میں اتر رہی تھی۔ یوں لگ رہا تھا میں آئینے میں خود کو دیکھ رہی ہوں۔ اس کی تعریفیں کروں گی تو گویا اپنے ہی منہ سے اپنے حسن و جمال کی اور جاذب نظر ہونے کی باتیں کروں گی۔ باباجانی ہم دونوں کو باری باری سنجیدگی سے دیکھ رہے تھے۔ شاید دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کر رہے تھے۔ پھر وہ ایک شخص کی طرف متوجہ ہوئے۔ وہ اپنے لباس اور ظاہری شان و شوکت سے کوئی رئیسِ اعظم لگتا تھا۔ ہم دونوں بہنوں کو حیرانی اور للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ باباجانی سے مصافحہ کرتے ہوئے بولا۔ "آپ جیسی بزرگ ہستی نے میرے ہاں قیام کا ارادہ کیا ہے۔ آج میں خود کو دنیا کا خوش قسمت ترین انسان سمجھ رہا ہوں۔ بائی دی وے، یہ دوشیزائیں کون ہیں؟ بہنیں لگتی ہیں؟"

"جی ہاں سگی بہنیں ہیں۔ ماں باپ کے ہوتے ہوئے ولدیت سے محروم ہیں۔ میں ان کے متعلق اس سے زیادہ نہیں کہوں گا اور آپ بھی کوئی سوال نہیں کریں گے۔"

"بے شک، میں آیندہ کوئی سوال نہیں کروں گا۔ آپ انھیں بھی میری مہمان بنا کر میری خوش نصیبی میں اضافہ کر رہے ہیں... تشریف لائیے۔"

وہ باباجانی کے ساتھ ایک طرف کو چلنے لگا۔ ہم بہنیں ان کے پیچھے تھیں اور ہمارے پیچھے اس رئیسِ اعظم محمت جمال پاشا کے حواری تھے۔ ہمیں ایک بہت ہی قیمتی کار میں بٹھایا گیا۔ اس کار کے تین حصے تھے۔ اگلی سیٹوں پر ڈرائیور اور باڈی گارڈ تھے۔ درمیانی سیٹوں پر باباجانی اور جمال پاشا بیٹھ گئے۔ ہم پچھلی سیٹوں پر آ گئیں۔ جب کار آگے بڑھ گئی تو میں نے خیال خوانی کے ذریعے کہا۔ "باباجانی! مجھے یہ جمال پاشا غلط آدمی لگتا ہے۔"

انھوں نے جواب دیا۔ "میں نے تمھیں قیافہ شناسی کی تعلیم اسی لیے دی ہے کہ لوگوں کو پہلی نظر میں پہچانو۔ جب پہچان رہی ہو تو مجھ سے تصدیق نہ کراؤ۔"

سلطانہ نے کہا۔ "اس کی آنکھیں اور چہرے کی بناوٹ بتاتی ہے کہ یہ شرابی، عیاش اور کینہ پرور ہے۔ آپ ایسے شخص کے ہاں اپنی بیٹیوں کو کیوں لے جا رہے ہیں؟"

"بیٹی! میں مقدر کا لکھا پورا کر رہا ہوں۔ اس سے زیادہ نہیں کہوں گا۔ تمھیں رفتہ رفتہ معلوم ہو جائے گا۔"

محمت جمال پاشا نے سر گھما کر ہمیں دیکھتے ہوئے کہا۔ "حضور شیخ صاحب کی خاموشی بتا رہی ہے کہ یہ یادِ الٰہی میں مصروف ہیں۔ لہٰذا ہم تو گفتگو کر سکتے ہیں۔ تم دونوں میری مہمان ہو۔ میں تم میں سے کسی کو بور ہونے نہیں دوں گا۔ میرے محل میں تفریحات کا خاصا انتظام ہے۔ اس کے باوجود میں تمھیں پورے استنبول کی سیر کراؤں گا۔ پرنسس آئی لینڈ دیکھنے اور تفریح کرنے کی جگہ ہے۔ میرے ذاتی ہیلی کاپٹر میں جہاں جانا چاہو گی وہاں لے جاؤں گا۔ کیا پہلی بار اس شہر میں آئی ہو؟"

سلطانہ نے کہا۔ "مسٹر پاشا! تم نے ائرپورٹ پر وعدہ کیا تھا کہ ہمارے متعلق کوئی سوال نہیں کرو گے۔ یہ بھی ایک سوال ہے کہ ہم پہلی بار یہاں آئی ہیں یا دوسری بار۔"

وہ سر ہلا کر بولا۔ "جی ہاں، جی ہاں۔ میں نے بھول سے سوال کیا ہے اب نہیں کروں گا۔"

سلطانہ کے جواب نے اسے خاموش کر دیا تھا لیکن وہ پہلی ہی ملاقات میں ہم سے دوستی کرنے کے لیے بے چین ہو گیا تھا۔ اس نے کہا۔ "مجھ پر پابندی ہے تم دونوں بول سکتی ہو۔"

سلطانہ نے پوچھا۔ "مثلاً ہمیں کیا بولنا چاہیے؟"

"یہی کہ تمھارا کیا شغل ہے؟ کھانے میں کیا پسند کرتی ہو وغیرہ وغیرہ۔"

"لڑکیاں اپنے اپنے ملک اور ماحول کے مطابق کوئی شغل اختیار کرتی ہیں اور اپنے ملک میں دستیاب ہونے والے کھانے پسند کرتی ہیں۔ اگر ہم نے اپنا شغل اور پسند کا کھانا بتایا تو تم معلوم کر لوگے کہ ہمارا تعلق کس ملک کس ماحول اور کس خاندان سے ہے۔ بہت ہوشیار ہو اس بار کوئی سوال کیے بغیر جواب پوچھ رہے ہو۔"

وہ بے چینی سے کراہتے ہوئے بولا۔ "ہوشیار تو تم ہو میری بولتی بند کر رہی ہو۔"

میں نے باباجانی کے دماغ میں جا کر پوچھا۔ "کیا میں اس کے دماغ میں جاؤں؟"

"ہر اس شخص کے دماغ میں جا سکتی ہو جس کے متعلق یقین ہو جائے کہ وہ تمھاری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گا۔ جمال پاشا شرابی ہے اور شرابی کا ذہن کند ہوتا ہے۔ وہ حساس نہیں ہوتا لیکن میری موجودگی میں اس کے خیالات نہ پڑھنا۔"

میں ان کی ہدایت سے مجبور ہو گئی۔ انھوں نے سوچ سمجھ کر منع کیا تھا۔ بعد میں معلوم ہوا وہ ہمارے حسن و شباب کے لیے بری طرح للچا رہا تھا اور باباجانی کو بڈھا اور کباب میں ہڈی کہہ رہا تھا۔ ہم اپنے باپ کی توہین برداشت نہ کرتے اور یہ کمینہ خیال پڑھ کر تو برداشت ہی نہ ہوتا کہ وہ ہمیں حاصل کرنے کے لیے باباجانی کو قتل بھی کر سکتا ہے۔ اسی لیے انھوں نے فی الحال خیال خوانی سے باز رکھا تھا۔

محل میں پہنچ کر جمال پاشا ہمیں وہاں کی آرائش اور شان و شوکت دکھانا چاہتا تھا۔ باباجانی نے کہا۔ "پھر کسی وقت محل کی سیر کی جا سکتی ہے۔ ہم ایک گھنٹا آرام کرنے کے بعد مسجدِ رومی جائیں گے، پھر شام کو واپس آئیں گے۔"

وہ باباجانی سے بحث نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے اطمینان کے لیے یہی کافی تھا کہ ہم شام کو واپس آئیں گے۔ اس نے مزید اطمینان کے لیے اپنی گاڑی دی۔ ڈرائیور اور باڈی گارڈز کو ہمارے ساتھ لگا دیا۔ مسجدِ رومی سے متصل ایک خانقاہ تھی۔ وہیں ایک حجرے میں حضرت خواجہ صلاح الدین شرنی قیام فرما تھے۔ باباجانی نے ان سے ملاقات کا وقت مقرر کر رکھا تھا۔ ہم وہاں پہنچے تو ایک تختۂ سیاہ پر لکھا ہوا تھا۔ "حضرت آج شام تک مصروف ہیں۔ عقیدت مندوں سے بعد نمازِ عشا ملاقات کریں گے۔"

ہماری ملاقات کے سبب دوسرے عقیدت مندوں سے معذرت طلب کر لی گئی تھی۔ حضرت حجرے کے دروازے پر باباجانی کے استقبال کے لیے موجود تھے۔ دونوں نے مصافحہ کیا۔ ایک دوسرے کو گلے لگایا۔ ہم نے حضرت کی تعظیم کی۔ انھوں نے شفقت سے سر پر ہاتھ رکھ کر دُعائیں دیں، پھر ہمیں حجرے کے اندر لے آئے۔ وہاں ہم ایک گوشے میں بیٹھ گئے۔ دونوں بزرگ ایک دوسرے کے سامنے دو زانو ہو گئے۔ سر جھکا کر جیسے مراقبے میں چلے گئے۔ ان کی طویل خاموشی اور کبھی کبھی سر ہلانے کا انداز بتاتا تھا کہ وہ ایک دوسرے سے بول رہے ہیں اور اکثر باتوں پر سر ہلا کر ایک دوسرے کی تائید کر رہے ہیں۔ حالانکہ ان کی زبانیں چپ تھیں۔ میری اور سلطانہ کی اتنی جرأت نہیں تھی کہ اللہ والوں کے دماغوں میں جاتے اور ان کے بھید معلوم کرتے۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

بڑی دیر بعد حضرت صلاح الدین شرفی نے ہمیں مخاطب کیا۔ "بیٹی لیلیٰ، بیٹی سلطانہ، تمھارا باپ تمھیں ایک خاص مقصد کے لیے یہاں لایا ہے۔ تم دونوں قدرتی طور پر ایک ہی فطرت ایک ہی مزاج رکھتی ہو۔ تم دونوں میں اتنی گہری روحانی وابستگی ہے کہ ایک جو علم سیکھتی ہے دوسری بھی از خود وہ علم سیکھنے کے مراحل سے گزر جاتی ہے اب تک کے تجربات یہی ثابت کرتے ہیں۔"

وہ چند لمحوں کے لیے خاموش ہوئے پھر بولے "لیکن اب تم بچیاں نہیں رہیں۔ اب تمھارے جذبات، احساسات اور خیالات کو ایک دوسرے سے الگ ہونا چاہیے۔ ورنہ تمھاری ازدواجی زندگی الجھنوں کا شکار ہو جائے گی۔ ایک جس شخص کو جیون ساتھی کی حیثیت سے پسند کرے گی۔ دوسری بھی اس سے بے اختیار وابستہ ہو جائے گی اور یہ انتہائی غلط بات ہوگی۔"

وہ پھر چند لمحوں کے لیے خاموش ہوئے اس کے بعد بولے۔ "تم دونوں کی آواز اور لہجے میں بھی فرق ہونا چاہیے، ورنہ دشمن خیال خوانی کرنے والے ایک کو کسی طرح گرفت میں لے کر دوسری کے دماغ میں بھی پہنچ جائیں گے اگر ایک کو نہیں معلوم ہوگا کہ دوسری کہاں روپوش ہے تو وہ دوسری کے دماغ میں پہنچ کر اس کی پناہ گاہ معلوم کریں گے اور اگر دونوں کی آواز اور لہجہ مختلف ہوگا تو دونوں تک بیک وقت کوئی نہیں پہنچ سکے گا۔"

ہماری یکسانیت کو ختم کرنے میں جو بہتری تھی وہ ہماری سمجھ میں آگئی تھی۔ یوں دیکھا جائے تو باباجانی ہم پر تنویمی عمل کر کے ہم بہنوں کے مزاج کو مختلف بنا سکتے تھے۔ انھیں استنبول آنے کی ضرورت نہیں تھی لیکن تنویمی عمل کے دوران وہ جو باتیں ایک بیٹی کے ذہن میں نقش کرتے وہی دوسری کے دماغ میں نقش ہو جاتیں۔ اس کی ایک ہی صورت تھی کہ ہم دونوں پر بیک وقت روحانی عمل ہو۔ اس لیے وہ حضرت خواجہ صلاح الدین شرفی کے پاس ہمیں لائے تھے۔

حضرت خواجہ صاحب نے مجھے اپنے سامنے بیٹھنے کو کہا۔ ہمارے درمیان ایک رحل پر کلامِ پاک رکھا گیا۔ ٹھیک اسی طرح سلطانہ باباجانی کے سامنے دوزانو ہو گئی۔ ان کے درمیان بھی ایک کلامِ پاک تھا۔ ہمارے آس پاس عود اور اگر بتی کی پاکیزہ خوشبو پھیل رہی تھی۔ میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ حضرت خواجہ میرے دماغ کے اندر کلامِ پاک کی وہ آیت تلاوت کر رہے تھے، جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس خالقِ مطلق نے انسانوں کو پیدا کیا اور ایک انسان کو دوسرے انسان سے مختلف رکھا تاکہ ان کی الگ الگ شناخت ہوتی رہے۔

پھر وہ دوسری آیتیں پڑھنے لگے۔ باباجانی سلطانہ کے دماغ میں مختلف آیتیں پڑھ رہے تھے۔ اس طرح کلامِ پاک کی آیتوں کے حوالے سے ہم بہنوں کے دماغ الگ ہو گئے تھے۔ ہمیں ایک دوسرے سے متاثر ہونے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ میرے دماغ میں ایک آیت گونج رہی تھی۔ اس کے دماغ میں دوسری آیت کا تاثر پیدا ہو رہا تھا۔ ہم ایک دوسرے کو بھولتے جا رہے تھے۔ اپنے اپنے روحانی عمل کے تاثر میں ڈوبتے جا رہے تھے۔

تھوڑی دیر بعد مجھے ہوش نہیں رہا، میں کہاں ہوں؟ کس حال میں ہوں؟ مجھے اپنی کوئی خبر نہیں تھی۔ میں سلطانہ کو بھول گئی تھی، ان لمحات میں وہ بھی مجھے فراموش کر چکی تھی۔ ایسا ہم نے دانستہ نہیں کیا تھا یہ سب ہمارے بزرگوں کی کرامات کا نتیجہ تھا۔

جب میں نے آنکھ کھولی تو باباجانی اور حضرت خواجہ صاحب حجرے میں نہیں تھے۔ اپنے عقیدت مندوں کے ساتھ عصر کی نماز پڑھنے مسجد میں گئے تھے۔ میں نے سر گھما کر سلطانہ کو دیکھا وہ بدستور آنکھیں بند کیے دوزانو بیٹھی تھی۔ ایسا پہلی بار ہوا تھا۔ جب میں سوتی تو وہ بھی سوتی تھی، میں آنکھ کھولتی تو وہ بھی کھولتی تھی۔ آج اس نے میرے ساتھ آنکھ نہیں کھولی تھی۔ یہ اس بات کا ثبوت تھا کہ ہم پر روحانی عمل کامیاب رہا ہے۔

میں نے دھیمی آواز میں مخاطب کیا۔ "سلطانہ!"

اس نے آنکھیں کھولیں۔ سر گھما کر مجھے دیکھا، پھر پوچھا: "کیا تم نے مخاطب کیا تھا؟"

"ہاں، کیا بات ہے؟"

وہ حیرانی سے بولی۔ "کیا تم نے دھیان نہیں دیا کہ تمھاری آواز اور لہجہ بدل گیا ہے؟"

"ہاں، مجھے کچھ عجیب سا لگ رہا ہے۔"

ایسا کہتے وقت میں نے غور کیا تو واقعی آواز اور گفتگو کے انداز میں تھوڑی سی تبدیلی آگئی تھی۔ میں نے سلطانہ سے کہا۔ "میری پہلی آواز اور لہجے کو گرفت میں لے کر دماغ میں آؤ۔"

اس نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ خیال خوانی کی پرواز کی، پھر بولی۔ "میں اپنے ہی دماغ میں رہ جاتی ہوں۔ کیونکہ اب ہمارا مشترکہ لہجہ نہیں ہے اب یہ صرف میرا لہجہ ہو گیا ہے۔"

اس نے میری نئی آواز اور لہجے کو گرفت میں لے کر پرواز کی تو میرے اندر پہنچ گئی۔ پھر بولی۔ "یہ تو کمال ہو گیا۔"

میں نے اپنے بازو میں زور کی چٹکی لی، مجھے بڑی تکلیف ہوئی مگر وہ آرام سے بیٹھی رہی۔ یعنی اب ہماری تکلیف بھی ایک نہیں تھی اس نے کہا۔ "آج سے ہم چہرے اور جسامت میں ایک ہیں باقی خیالات جذبات اور مزاج کے اعتبار سے مختلف ہیں۔ ہماری پیدائشی اور فطری یکسانیت ختم ہو چکی ہے۔"

ہمارے بزرگ مسجد سے واپس آگئے۔ حضرت خواجہ صلاح الدین شرفی نے ہم دونوں کے سر پر ہاتھ رکھ کر دعائیں دیں، پھر ہمیں جانے کی اجازت دے دی۔ باباجانی ہمیں ساتھ لے کر حجرے سے باہر آئے، تب پتا چلا کتنا وقت گزر چکا ہے۔ ہم دن کے تقریباً گیارہ بجے حجرے میں گئے تھے اور عصر کے وقت نکلے تھے۔ اس تمام عرصے میں ہم پر کس طرح عمل ہوتا رہا اور کس طرح غفلت میں وقت گزرتا رہا، یہ ہمیں معلوم نہ ہو سکا۔

باباجانی نے پوچھا۔ "بیٹی سلطانہ! تم ماں کے پاس نہیں جاؤ گی؟"

وہ بولی۔ "آپ سے دور رہنے کو جی نہیں چاہتا۔"

میں نے کہا۔ "اور ماں کے قریب آکر میرا دل تڑپ رہا ہے۔ جی چاہتا ہے ابھی دوڑتی ہوئی ان کی آغوش میں پہنچ جاؤں۔"

انھوں نے کہا۔ "جب ایک بیٹی باپ سے مل رہی ہے تو دوسری کو ماں سے ضرور ملنا چاہیے۔"

"میرے اچھے باباجانی، میں جاؤں؟"

"بے شک جاؤ، مگر اسے یہ نہ معلوم ہو کہ میں اس شہر میں ہوں۔"

میں نے سلطانہ سے کہا۔ "تم نے ماں کے بارے میں بہت کچھ بتایا ہے مگر محل کے بارے میں جاننا باقی ہے۔ میرے دماغ میں آتی جاتی رہنا اور مجھے گائیڈ کرتی رہنا۔"

ہم باتیں کرتے ہوئے محمت جمال پاشا کی کار کے پاس آئے وہ کار صبح گیارہ بجے سے ہمارے انتظار میں کھڑی ہوئی تھی۔ ڈرائیور اور باڈی گارڈ بھی موجود تھے۔ باڈی گارڈ نے باباجانی سے کہا۔ "حضور، ہمارے آقا محمت جمال پاشا کئی بار اپنے محل سے خیریت معلوم کرنے آئے ایک بار حجرے کی طرف گئے لیکن انھیں اندر جانے کی اجازت نہیں دی گئی۔ وہ بہت غصے میں ہیں، آپ کے لیے پریشان ہیں۔"

میں سمجھ رہی تھی، وہ باباجانی کے لیے نہیں ہم بہنوں کے لیے پریشان تھا۔ ہمارے لیے تڑپ تڑپ کر محل سے یہاں آ رہا تھا۔ سلطانہ باباجانی کے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ باڈی گارڈ نے مجھے دیکھا میں نے کہا۔ "میں نہیں جاؤں گی۔"

میں باباجانی کو سلام کر کے وہاں سے چل پڑی۔ تھوڑی دور تک فٹ پاتھ پر چلتی رہی، پھر ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر مغربی استنبول کے ریلوے اسٹیشن کی طرف چلنے کو کہا جس کے قریب ہی میری ماں کا وہ محل تھا جہاں میرے باباجانی نے گیارہ ماہ تک غلامانہ زندگی گزاری تھی۔

اگرچہ ماں نے باباجانی کو مجبور اور بے بس بنا کر رکھا تھا صرف ہمیں پیدا کرنے کے لیے ان سے رشتہ قائم کیا تھا اور محض دولت حاصل کرنے کے لیے ہمیں پیدا کیا تھا اس کے باوجود ماں سے نفرت نہیں ہو رہی تھی۔ ان کی خود غرضی کے باوجود ان کی گود میں جانے کو دل مچل رہا تھا۔

سلطانہ میرے دماغ میں آکر ممی کے ملنے والوں، محل کی لیڈی گارڈز اور کنیزوں کے متعلق بتا رہی تھی، پھر اس نے پوچھا۔ "کیا یہ تمام باتیں یاد رہیں گی؟ ارے ہاں، میں تو بھول ہی گئی۔ جب میری یادداشت حیرت انگیز ہے تو تمھاری بھی ہوگی۔"

میں نے کہا۔ "باباجانی کے پاس دماغی طور پر حاضر رہو۔ انھیں جی بھر کے دیکھتی رہو اور باتیں کرتی رہو۔ مجھے ضرورت ہوگی تو میں مخاطب کروں گی۔"

وہ چلی گئی۔ میں نے ریلوے اسٹیشن کے قریب پہنچ کر ڈرائیور کو محل کی طرف جانے کے لیے گائیڈ کیا۔ ٹیکسی محل کے احاطے میں پہنچی تو گیٹ کے چوکیدار نے فون پر محل کے اندر اطلاع دی کہ بے بی بار برا واپس آگئی ہیں۔ ٹیکسی پورچ میں جا کر رکی۔ ایک لیڈی گارڈ نے ادب سے دروازہ کھولا پھر آہستگی سے بولی۔ "بے بی، میڈم بہت غصے میں ہیں۔ صبح سے تمھاری تلاش میں پولیس والوں کو دوڑا رہی ہیں۔"

میں محل کے اندر آئی۔ گارڈ میرے ساتھ تھی۔ کنیزیں جھک جھک کر سلام کر رہی تھیں۔ پھر دو کنیزوں نے ممی کی خواب گاہ کا دروازہ کھولا۔ وہ اتنی شاندار خواب گاہ تھی کہ دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ ممی ٹھاٹھ دارانہ طرز کے پلنگ پر تھیں۔ وچ لیڈی فرش پر ان کے قدموں کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے ممی کو ایک بار چور نظروں سے دیکھا، پھر ان کی طرف نظر نہیں کی، انھیں دیکھنے کے بعد دوڑ کر گلے لگنے کو جی چاہتا تھا۔ لیکن اس سے پہلے تھوڑی سی ایکٹنگ ضروری تھی۔

میں پلکیں جھپکائے بغیر ایک طرف تکنے لگی۔ ممی نے ڈانٹ کر پوچھا۔ "تم رات کے تین بجے سے کہاں تھیں؟ مجھ سے جھوٹ نہ کہنا۔ لیڈی گارڈز نے اور گیٹ کے چوکیدار نے تمھارے یہاں سے جانے کا وقت نوٹ کیا ہے۔"

میں خواب گاہ کے دروازے پر کھڑی خاموشی سے خلا میں تکتی رہی۔ ممی نے پھر سختی سے پوچھا۔ "خاموش کیوں ہو، جواب دو۔"

میں کیا بتاؤں، ماں کی ڈانٹ ڈپٹ کتنی اچھی لگ رہی تھی۔ زندگی میں پہلی بار ماں کا غصہ دیکھ رہی تھی۔ وہ غصہ محبت سے بھرپور لگ رہا تھا۔

وچ لیڈی نے فرش پر سے اٹھتے ہوئے ماں سے کہا۔ "اے میری مالکہ! ہماری بے بی کو کچھ ہو گیا ہے دیکھ، اسے غور سے دیکھ، وہ پلکیں نہیں جھپک رہی ہے۔"

ماں بستر سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ مجھے غور سے دیکھتے ہوئے قریب آنے لگی۔ جب بالکل قریب آگئیں تو مجھ سے برداشت نہ ہو سکا۔ میں نے ممی کہہ کر ایک چیخ ماری، پھر ان سے لپٹ کر رونے لگی۔ وہ حیران اور پریشان ہو کر پوچھ رہی تھیں۔ "کیا ہوا میری جان کو کیا ہوا؟ میں تو یونہی ڈانٹ رہی تھی۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ تم رونے لگو گی۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

میں ان کے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں لے کر چوم لیا پھر بھی لپٹنے لگی، کبھی چومنے لگی۔ میں اسی جسم سے پیدا ہوئی تھی۔ ان سے بار بار لگ کر عجیب طرح کی راحت اور روحانی مسرتیں حاصل ہو رہی تھیں۔ وہ پوچھ رہی تھیں "بیٹی! یہ آج تجھے کیا ہو گیا ہے؟"

میں نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا: "ممی، میرا جی چاہتا ہے آپ سے ہمیشہ کے لیے چپک کر رہ جاؤں، پھر کبھی الگ نہ ہو سکوں۔"

انھوں نے ہنستے ہوئے مجھے پیار کیا، پھر میرا ہاتھ پکڑ کر وہ شاہانہ طرز کے پلنگ کے پاس آئیں۔ مجھے محبت سے بستر کے سرے پر بٹھایا۔ اس کے بعد بولیں: "اب بتاؤ، پچھلی رات کے تین بجے سے ابھی شام کے پانچ بجے تک کہاں تھیں؟"

میں نے ادھر اُدھر محتاط نظروں سے دیکھا، پھر رازداری سے کہا۔ "بیڈ روم کا دروازہ اندر سے بند کر دیں، کوئی ہماری بات نہ سنے۔"

وچ لیڈی نے خوش ہو کر کہا: "میری مالکہ! میں کل سے کہہ رہی ہوں، کوئی خاص بات ہونے والی ہے۔ ابھی دروازہ بند کرتی ہوں۔"

وہ جلدی جلدی قدم اٹھاتے ہوئے دروازے کے پاس گئی، اسے اندر سے بند کیا، پھر ہمارے سامنے آکر فرش پر بیٹھ گئی۔ میں خلا میں تک رہی تھی، پلکیں نہیں جھپک رہی تھی۔ میں نے اب تک سلطانہ کے لہجے میں بات کی تھی۔ اب اپنے موجودہ لہجے میں بولی: "ممی! میری آواز سنو۔ میری گفتگو کے انداز پہ غور کرو اور بتاؤ کیا میں بدل گئی ہوں؟"

ممی نے کہا: "ہاں بیٹی تمھاری آواز تمھارا انداز بدل گیا ہے۔"

"میری ماں، میری پیاری ماں! آج سے میں جب بھی کوئی راز کی بات کروں گی، میری آواز بدل جایا کرے گی۔ اگر میں بدل جاؤں، آپ کی بیٹی بار بار نہ لگوں تو کیا آپ مجھے پیار نہیں کریں گی؟"

"کیسی باتیں کرتی ہو؟" وہ مجھ سے لپٹ کر پیار کرتے ہوئے بولی تھیں۔ "تم لاکھ بدل جاؤ، میری بیٹی ہی رہو گی۔ مجھے بتاؤ یہ تبدیلی کیوں آ رہی ہے؟"

میں بھرائی ہوئی آواز میں بولی: "کل اندھیری رات تھی۔ میں نے خواب میں دیکھا، میں بستر سے اُٹھ گئی ہوں۔ کوئی مجھ سے کہہ رہا ہے، آؤ، میرے پاس آؤ، تم کب تک وہ غیر معمولی علم کا خزانہ اپنے اندر چھپا کر رکھو گی۔"

خوشی سے ماں کی باچھیں کھل گئیں۔ وچ لیڈی بھی اپنے ٹوٹے ہوئے دانتوں کی نمائش کرنے لگی۔ دونوں ہی خوشی سے پھولے نہیں سما رہی تھیں۔

ممی نے پوچھا: "پھر کیا ہوا؟"

"میں نے دیکھا، میں اپنی خواب گاہ سے نکل کر جا رہی ہوں۔ باہر ایک لیڈی گارڈ نے پوچھا کہ میں کہاں جا رہی ہوں؟ گیٹ کے دربان نے سمجھایا، مجھے اندھیری رات میں تنہا نہیں جانا چاہیے لیکن میں گیٹ سے باہر نکل گئی۔ باہر نکلتے ہی دھواں دھواں سا نظر دکھائی دیا۔ اچانک یہ شہر میری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ میں نے محسوس کیا، میرے پاؤں زمین پر نہیں ہیں۔ ہوا کے دوش پر چل رہی ہوں۔"

اتنا کہہ کر میں ذرا خاموش ہوئی۔ وچ لیڈی نے پوچھا "پھر کیا ہوا؟"

ممی نے اسے ڈانٹ کر کہا: "چپ رہو، ذرا صبر سے سنتی رہو۔ ہاں تو بیٹی پھر کیا ہوا؟"

میں نے کہا: "میں کسی ویرانے میں پہنچ گئی۔ پتا نہیں وہ کون سی جگہ تھی۔ وہاں مجھے ایک بزرگ دکھائی دیے۔ انھوں نے کہا، بیٹی! تمھارے مقدر میں خوشحالی ہے۔ تمھیں پہلے ہی وہ غیر معمولی علم حاصل ہو جاتا لیکن تمھاری ماں کی نادانی اس علم کا راستہ روک رہی ہے۔"

ممی نے جلدی سے پوچھا: "مجھ سے نادانی ہو رہی ہے؟ میں نے تو کچھ نہیں کیا ہے۔"

میں نے کہا: "انسان کو اپنی غلطی سمجھ میں نہیں آتی۔ میں نے بزرگ سے کہا، میری ماں بہت سمجھ دار ہے۔ اس سے انجانے میں کوئی غلطی ہو گئی ہو گی۔ آپ ہماری رہنمائی کریں۔"

میں پھر ذرا چپ ہوئی، پھر بولی: "بزرگ نے فرمایا، تمھاری ماں کے مقدر میں لکھا ہے کہ ایک مسلمان سے اولادیں ہوں گی۔ اس کا مطلب صاف ظاہر ہے کہ ماں کی زندگی میں کوئی غیر مسلم نہ آئے لیکن ایک یہودی اس کا جیون ساتھی بن کر رہتا ہے۔"

ممی نے وچ لیڈی سے کہا: "کیوں ری، تو نے اپنے علم سے بتایا تھا کہ میں دوسری شادی کروں گی تو مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

وہ عاجزی سے بولی: "میری مالکہ! علم کو سیکھنے میں اور سمجھنے میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ کبھی کبھی وہ بات سمجھ میں نہیں آتی جو علم سمجھاتا ہے۔ اسی سے ملتی جلتی دوسری بات سمجھ میں آ جاتی ہے۔ ایسی غلطیاں سبھی سے ہوتی ہیں۔ میں نے ہمیشہ سچی پیش گوئیاں کی ہیں۔ اس ایک غلطی کی معافی چاہتی ہوں۔"

ماں نے مجھ سے پوچھا: "بیٹی! بزرگ نے کیا ہدایت کی ہے، مجھے کیا مشورہ دیا ہے۔ مجھے بتاؤ میں عمل کروں گی۔"

"انھوں نے دو ہدایات دی ہیں۔ ایک تو یہ کہ آپ کو اور مجھ کو غیر مسلم کے سائے میں نہیں رہنا چاہیے اور میرے باپ کے مذہب کے مطابق میرا نام سلطانہ ہونا چاہیے۔"

"میری بچی! یہ کوئی طوفانی مسئلہ نہیں ہے۔ اسی لمحہ سے تمھارا نام سلطانہ ہے۔ اور میں تمھارے اس سوتیلے باپ کو ابھی ٹھوکر مارتی ہوں..."

وہ تیزی سے چلتے ہوئے صوفوں کے پاس گئیں۔ ایک صوفے پر بیٹھ کر ریسیور اٹھایا، نمبر ڈائل کیا۔ میں ان کے دماغ میں پہنچ گئی۔ دوسری طرف رابطہ قائم ہونے پر ایک شخص کی آواز سنائی دی: "ہیلو، میں ہنری نیومین بول رہا ہوں۔"

ممی نے کہا: "آج کے بعد مجھ سے نہیں بولو گے۔ میں طلاق کا کاغذ بھیج رہی ہوں۔ اس پہ دستخط کر دو۔"

"کیا بات ہے سلوانہ! یہ کیسی بات کہہ رہی ہو؟"

"میں ایک بار جو کہہ دیتی ہوں، وہ بات پتھر کی لکیر بن جاتی ہے۔"

یہ کہتے ہی انھوں نے ریسیور رکھ دیا۔ ممی کی گفتگو اور انداز میں مالکوں جیسا رُعب اور دبدبہ تھا۔ ایسی فولاد جیسی ماں مجھے بہت اچھی لگ رہی تھی۔ انھوں نے وچ لیڈی سے کہا: "جاؤ، دروازہ کھولو اور سیکریٹری سے کہہ دو کہ ابھی طلاق نامہ ٹائپ کر کے ہنری کے پاس جائے اور اس پر دستخط کرا کے لے آئے۔"

وچ لیڈی چلی گئی۔ فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ ممی نے ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف سے ہنری نیومین نے پوچھا "سلوانہ ڈارلنگ تم ہو؟"

"ہاں، میں ہوں۔ میرا سیکریٹری طلاق نامہ لے کر تمھارے پاس آ رہا ہے۔"

"میں دستخط نہیں کروں گا۔ آخر تمھیں طلاق کیوں دوں؟ تمھیں کیا ہو گیا ہے، کیا مجھ سے دل بھر گیا ہے؟"

"میں ایک مسلمان کی بیوی بننے کے بعد کسی غیر مسلم کی بیوی بن کر نہیں رہ سکتی، ورنہ ستارے گردش میں رہیں گے۔"

"اس کم بخت وچ لیڈی نے تمھیں بہکایا ہے۔ اتنے برس میرے ساتھ رہنے کے بعد مسلم اور غیر مسلم کا مسئلہ کیوں پیدا ہو رہا ہے؟"

"مجھے وچ لیڈی نے نہیں بہکایا ہے۔ آج میری بیٹی علم کی دہلیز تک پہنچ گئی ہے۔ میری غلطی کی وجہ سے وہ دہلیز پار نہ کر سکی۔ علم حاصل کرنے کی یہ شرط ہے کہ مسلمان باپ کی بیٹی کو تمھارے سائے میں نہیں رہنا چاہیے۔ اس لیے میں اپنی زندگی سے تمھیں نکال رہی ہوں۔"

"یہ اتنا آسان نہیں ہے۔ میں نے اب تک تم پر لاکھوں ڈالر خرچ کیے ہیں۔ میں ایک ایک ڈالر تم سے وصول کروں گا۔ تم نے پرنس میک والٹر سے ایک لاکھ ڈالر لے کر وعدہ کیا تھا کہ اپنی بیٹی کی شادی اس سے کرو گی۔ میک والٹر صرف پرنس ہی نہیں خطرناک ضدی غنڈا ہے۔ تمھاری بیٹی کو چٹکی میں اٹھا کر لے جائے گا اور قانون کے محافظ منہ دیکھتے رہ جائیں گے اور تم سر پیٹتی رہ جاؤ گی۔"

"تم جانتے ہو ہنری، میں کیسی ضدی ہوں۔ جو فیصلہ کرتی ہوں اس پر قائم رہتی ہوں۔ مجھ پر تمھاری دھمکیاں اثر نہیں کریں گی۔"

"یہ دھمکی نہیں ہے۔ میں ابھی پرنس کو لے کر آ رہا ہوں۔ وہ تمھارے محل کی اینٹ سے اینٹ بجا دے گا۔"

دوسری طرف سے ریسیور رکھ دیا گیا۔ ممی پریشان ہو کر بولیں۔ "بیٹی، تم ایک لیڈی گارڈ کے ساتھ یہاں سے چلی جاؤ۔ ہنری اور پرنس تمھیں نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔ تمھیں یہاں نہیں رہنا چاہیے۔"

میں نے کہا: "ممی، آپ نے بزرگ کی تمام باتیں نہیں سنیں۔"

"اوہ میری جان! کیا اور کچھ باتیں بھی ہیں؟ جلدی بتاؤ۔"

"بزرگ نے فرمایا تھا، جس لمحے سے تمھاری ماں ہدایات پر عمل کرے گی، اسی لمحے سے دشمن اپنی تباہی کے راستے پر چل پڑیں گے۔ اگر وہ میری طرف رُخ کریں گے تو میرے اندر کا علم باہر نکل آئے گا۔"

وہ خوش ہو کر بولیں: "دشمن تمھاری طرف آ رہے ہیں۔ اس کا مطلب ہے علم باہر آئے گا۔ اس کا مطلب ہے میں دشمنوں کو آنے دوں۔"

میں نے بڑے دکھ سے ماں کو دیکھا۔ وہ نہیں سمجھنا چاہتی تھیں کہ دشمن آئیں گے تو مجھے نقصان پہنچائیں گے۔ ان کی خوشی یہ تھی کہ میرا علم باہر آ جائے گا۔

میں نے کہا: "اگر آپ بہتر سمجھتی ہیں تو انھیں آنے دیں، وہ مجھے اٹھا کر لے جائیں گے۔"

وہ مسکرا کر بولیں: "کیسے لے جائیں گے۔ میں ان سے معاملات طے کر لوں گی۔ پرنس میک والٹر زبردست آدمی ہے۔ تیرا اور اس کا رشتہ ہو جائے گا تو ہنری کو دودھ کی مکھی کی طرح نکال پھینکوں گی اور دولت حاصل کرنے والا جو علم تمھیں حاصل ہو، وہ اپنے شوہر میک والٹر کو نہ بتانا۔ ایک بات یاد رکھو، میری طرح زبردست بن کر رہنا ہے تو مرد کو کبھی رازدار نہ بنانا۔ اسے ہمیشہ اپنے دباؤ میں رکھنا۔"

"میک والٹر مجھے پسند نہیں ہے۔ آپ چاہتی ہیں میں اسے جیون ساتھی بنا لوں۔ صرف اس لیے کہ وہ مجھے نقصان نہ پہنچائے۔ میں زندہ رہوں اور اپنے علم سے آپ کے لیے دولت جمع کرتی رہوں۔"

"میری بچی، میرے بعد یہ دولت تمھارے ہی کام آئے گی۔"

"شاید میرے کام آئے مگر آپ کے کام نہیں آئے گی۔ بزرگ نے کہا ہے، جس دن آپ کو بے انتہا دولت ملے گی اس دن آپ کا دم نکل جائے گا۔"

"اری جا، تیرے بزرگ کی ایسی کی تیسی۔ یہ بھی کوئی ماننے والی بات ہے کہ دولت ملے گی تو مر جاؤں گی۔"

"آپ کا سایہ ہمیشہ ہمارے سر پر رہے۔ آپ ان بزرگ کے خلاف کوئی بات نہ کریں۔ آزمائش کے طور پر یہ دیکھتی جائیں کہ بزرگ کی کون کون سی پیش گوئی درست ہوتی ہے۔ ابھی تو آپ یہ بھی نہیں جانتیں کہ مجھے کس قسم کا علم حاصل ہونے والا ہے۔"

"اور کس قسم کا علم ہو گا۔ میں جانتی ہوں کہ دولت حاصل کرنے والا علم یہ ہوتا ہے کہ آنکھوں کو غیبی قوت حاصل ہو جاتی ہے۔ جب یہ قوت حاصل ہو گی تو تم زمین میں گڑے ہوئے خزانے دیکھ لیا کرو گی۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"اوہ ممی! آپ دولت کو چھوڑ کر اور کوئی خواہش نہیں کر سکتیں؟"

"اس دنیا میں دولت سے بڑی کوئی خواہش نہیں ہوتی۔"

"نہیں ممی، اولاد سب سے بڑی دولت ہوتی ہے۔ ماں کے اندر ممتا کا جو خزانہ ہوتا ہے، وہ خزانہ زمین کے اندر اور سمندر کی سات تہ میں بھی نہیں ملتا۔"

"نان سنس، میرے سامنے کتابی باتیں نہ کرو۔"

وہ سمجھنے والی ماں نہیں تھیں۔ اپنی دُھن کی پکی تھیں۔ میں نے سوچا، آج پہلا دن ہے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ سلطانہ آئے گی تو وہ بھی انھیں سمجھاتی رہے گی۔ اسی وقت گیٹ سے دربان نے اطلاع دی کہ ہنری آیا ہے۔ اس کے ساتھ پرنس اور اس کے غنڈے بھی ہیں۔ دو لیڈی گارڈز نے انھیں گن پوائنٹ پر روک رکھا ہے لیکن آنے والوں کے پاس بھی ہتھیار ہیں۔

میں ممی کے ساتھ کھڑکی کے پاس آئی۔ وہاں سے دیکھا بڑے آہنی گیٹ کے باہر کچھ گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں۔ گیٹ کے اندر دو لیڈی گارڈز گن اٹھائے ہوئے تھیں۔ دونوں طرف سے فائرنگ ہوتی تو دونوں ماری جاتیں۔ ممی نے گارڈز کو واپس آنے کا حکم دیا۔ پھر بولیں، "ہنری، تم قانون شکنی پر اتر آئے ہو۔ میں پرنس سے درخواست کرتی ہوں، وہ ہنری کے فریب میں نہ آئے مجھ سے آکر بات کرے ہم آپس کے معاملات طے کر لیں گے۔"

پرنس میک والٹر نے کہا، "ہنری میرا دوست ہے۔ میں تمھاری حسین بیٹی کی خاطر دوست کو نہیں چھوڑوں گا۔ تمھاری بیٹی کو اٹھا کر لے جاؤں گا۔"

میں نے کہا، "تم اٹھانے کی تکلیف نہ کرو، میں خود آرہی ہوں۔"

ممی پریشان ہو کر بولیں۔ "یہ کیا کہہ رہی ہو؟ تم نہیں جاؤ گی۔ میں پولیس کو بلا رہی ہوں۔"

میں نے دروازے کی طرف جاتے ہوئے کہا، "پولیس والے پرنس کے معاملے میں کترا جاتے ہیں۔ وہ یہاں لاشوں کے ڈھیر لگا کر مجھے لے جائے گا تو قانون منہ دیکھتا رہ جائے گا۔"

میں محل کے مختلف حصوں سے گزر کر باہر جانے لگی۔ ممی لیڈی گارڈز کو حکم دینا چاہتی تھیں کہ مجھے پکڑ لیا جائے، باہر نہ جانے دیا جائے۔ لیکن میں نے ان کے دماغ میں رہ کر انھیں حکم صادر کرنے کا موقع نہیں دیا۔ دربان نے مجھے آتے دیکھ کر گیٹ کھول دیا۔ پرنس اور ہنری نے مجھے جیت لینے کی خوشی میں نعرہ لگایا، ہوائی فائرنگ کی۔ ہنری نے پوچھا۔ "سلوانہ کیا اب بھی طلاق لو گی؟"

"ہاں، لوں گی۔ تمھیں محل میں گھسنے نہیں دوں گی۔"

پرنس نے مجھ سے کہا، "بار برا تم راضی خوشی آگئیں مگر تمھاری ماں کو ہنری کے لیے اٹھا کر لے جانا ہوگا۔"

"پہلی بات تو یہ کہ آج سے میرا نام بار برا نہیں سلطانہ ہے۔ دوسری بات یہ کہ تم میری ماں اور ہنری کے معاملے میں نہ پڑو۔ اگر اس کا ساتھ دو گے تو میں تمھارے ساتھ نہیں جاؤں گی۔"

ہنری نے کہا، "پرنس، یہ تمھارے ساتھ راضی ہے۔ اس لیے بات نہ بڑھاؤ۔ اس کے کہنے کے مطابق میرے معاملے میں نہ پڑو۔ یہاں کھڑے رہ کر تماشا دیکھو۔ میں ابھی اس کی ماں کی ایسی تیسی کرتا ہوں۔"

طاقت کا نشہ انسان کو جانور بنا دیتا ہے۔ وہ نہیں سوچتا کہ کمزور عورتوں پر مردانگی دکھا رہا ہے۔ بلکہ عورتوں پر ہی زبردستی مردانگی دکھانے کا مزہ آتا ہے۔ میں پرنس کے پاس آئی۔ وہ مجھے جیت کا مال سمجھ کر میری کمر میں ہاتھ ڈالنا چاہتا تھا، میں نے کہا۔ "ابھی مجھے ہاتھ نہ لگانا جب میں آگئی ہوں تو بے صبری کیوں؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "کوئی بات نہیں، میں شراب کی بوتل کو منہ سے لگا کر غٹاغٹ نہیں پیتا۔ تمھیں بھی ٹھہر ٹھہر کر گھونٹ گھونٹ پیوں گا۔"

اُدھر ہنری ہاتھ میں ریوالور لیے دو گن مین کے ساتھ آگے بڑھا اس کی شامت آگئی تھی۔ وہ میری ماں سے زیادتی کرنا چاہتا تھا جیسے ہی اس نے محل کے احاطے میں جانے کے لیے گیٹ میں قدم رکھا۔ میں نے اس کے دماغ کو اچھال دیا۔ وہ فضا میں کئی فٹ اوپر اچھل کر چیختا ہوا واپس آیا، پھر گیٹ کی آہنی جالیوں سے ٹکرا کر سر کے بل زمین پر گر پڑا۔ گرتے ہی تڑپنے لگا اس کی پیشانی سے اور ناک سے لہو بہنے لگا تھا۔ پرنس اور اس کے آدمی دوڑتے ہوئے اس کے پاس گئے۔ پرنس نے پوچھا۔ "یہ تمھیں کیا ہو گیا تھا؟"

ہنری تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا۔ "وہ سلوانہ کے پاس جو وچ لیڈی ہے، وہ کالا جادو کر رہی ہے۔"

اس وقت وچ لیڈی ممی کے پاس آکر کھڑی ہو گئی تھی پرنس نے ریوالور نکالتے ہوئے کہا۔ "جادوگر کی بچی میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

اس نے وچ لیڈی کا نشانہ لیا لیکن میں نے اس کی کھوپڑی گھما دی۔ ریوالور کا رُخ بدل گیا۔ اس نے پے در پے کئی فائر کیے۔ اس کے اور ہنری کے گن مین گولیاں کھا کر چیخیں مارتے ہوئے گرتے گئے اور مرتے گئے۔ اس کے ریوالور کی چھ گولیاں ختم ہوئیں تو باقی گن مین وہاں سے بھاگنے لگے۔ ایک نے کہا۔ "ہماری جان مفت میں نہیں آئی ہے۔ وہ وچ لیڈی تمھارے ذریعے ہم سب کو مار ڈالے گی۔"

پرنس حیران پریشان کھڑا تھا۔ ہنری کراہتے ہوئے زمین پر سے اُٹھ کر بولا۔ "یہ وچ لیڈی ہمیں بھی مار ڈالے گی یہاں سے نکل چلو۔"

پرنس غصے سے دہاڑتے ہوئے بولا۔ "کیا بکتے ہو۔ مرد ہو کر میدان چھوڑنے کی بات کرتے ہو آج میں ان عورتوں سے شکست کھا کر جاؤں گا تو شہر میں میری دہشت دو کوڑی کی بھی نہیں رہے گی۔ بچے مجھے پتھر ماریں گے۔"

ہنری نے کہا۔ "بات عورتوں سے شکست کھانے کی نہیں ہے۔ ہمارے مقابلے میں جادو ہے۔ ہم جادو کا جواب ہتھیاروں سے نہیں دے سکیں گے۔"

پرنس اپنے ریوالور میں نیا میگزین لوڈ کر چکا تھا۔ اسے دونوں ہاتھوں سے اچھی طرح پکڑ کر وچ لیڈی کا نشانہ لیتے ہوئے بولا۔ "میں ابھی تک غصے اور جنون میں فائرنگ کر رہا تھا۔ اب میں پورے ہوش و حواس میں ہوں۔ اپنی دونوں آنکھوں سے پوری حاضر دماغی کے ساتھ جادوگرنی کا نشانہ لے رہا ہوں۔ اس کا جادو میرے ہاتھوں کو نہیں بہکائے گا۔ میرا نشانہ خطا نہیں ہو گا۔"

میں نے اس کے دماغ پر اچھی طرح مسلط ہو کر ہنری کی طرف گھما دیا۔ وہ میری مرضی کے مطابق ہنری سے بولا۔ "بول جادوگرنی اب مجھ سے بچ کر کہاں جائے گی۔"

ہنری اچھل کر بولا۔ "میرے دوست کیا کہتے ہو، میں وچ لیڈی نہیں ہوں، ہنری ہوں۔ ریوالور پھینک دو، پھر تم پر جادو اثر کر رہا ہے۔"

وہ قہقہہ لگاتے ہوئے بولا۔ "تو ہنری ہے، مجھے اُلّو بناتی ہے۔ کیا مجھے مرد اور عورت کی پہچان نہیں ہے؟ وچ لیڈی، اب تیرا جادو نہیں چلے گا۔ لے یہ گولی کھا۔ اس کے بعد کچھ اور کھانے کے قابل نہیں رہے گی۔"

یہ کہتے ہی اس نے ہنری کو گولی مار دی۔ میں نے ایسے ہی وقت اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ شدید حیرانی سے کبھی دم توڑتے ہوئے ہنری کو اور کبھی اپنے ریوالور کو دیکھنے لگا۔ پولیس کی کئی گاڑیاں آگئیں۔ سپاہیوں نے اسے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ پولیس افسر نے پوچھا۔ "پرنس! یہ آپ نے کیا کیا؟ کیا اتنے قتل آپ نے کیے ہیں؟"

وہ میری مرضی کے مطابق بولا۔ "ہاں، یہ ہنری اپنے غنڈوں کو یہاں لایا تھا۔ سلوانہ کی بیٹی کو زبردستی اٹھا کر لے جانا چاہتا تھا۔ عین اسی وقت میں بھی اس حسین لڑکی کو اغوا کرنے آگیا۔ ہم دونوں پارٹیوں کے درمیان فائرنگ شروع ہو گئی۔ سب مر گئے میں جیت گیا۔ اگر تم لوگ راستہ نہ روکو تو میں اس حسینہ کو اغوا کر کے یہاں سے لے جاؤں۔"

افسر نے اسے ہتھکڑی پہناتے ہوئے کہا۔ "کیا خوب، پولیس سے اغوا کرنے کی اجازت مانگ رہے ہو۔ چلو یہی باتیں عدالت میں کہہ دینا۔"

سپاہی تمام لاشوں کو ایک گاڑی میں ڈال چکے تھے، پھر وہ ان لاشوں کے ساتھ پرنس کو اپنے ساتھ لے گئے۔ آدھ گھنٹا پہلے میری ماں کے محل میں جو سکون تھا، وہ واپس آگیا۔ طاقت کا مظاہرہ کرنے والے حرام موت مر گئے۔ ممی نے خوش ہو کر وچ لیڈی سے کہا۔ "اے چڑیل! تم نے تو کمال کر دیا۔ ایسا جادو کا تماشا تم نے پہلے کبھی نہیں دکھایا تھا۔"

وہ بولی۔ "میری مالکہ! میں تم پر قربان۔ میں نے کوئی جادوئی تماشا نہیں دکھایا ہے۔ میں تو خاموش کھڑی اپنی پیش گوئی پوری ہوتے دیکھ رہی تھی۔ یہ کمال آپ کی بیٹی نے دکھایا ہے۔"

ممی نے چونک کر مجھے دیکھا۔ میں آہستہ آہستہ چلتی ہوئی ان کے پاس جا رہی تھی۔ وہ دونوں بانہیں پھیلا کر دوڑتی ہوئی آئیں پھر مجھے گلے سے لگا لیا، میرے سر پر ہاتھ پھیرنے لگیں۔ مجھے بار بار چومنے لگیں۔ ہائے میں ماں کی اس ممتا کے لیے بیس برس سے ترس رہی تھی۔ آج میری تمام آرزوئیں پوری ہو رہی تھیں۔

وہ بولیں۔ "میں ان بدمعاشوں سے خوفزدہ تھی۔ تیری طرف دھیان نہ دے سکی کہ تو کیسا عمل کر رہی ہے اور ان کے خلاف کون سا علم استعمال کر رہی ہے۔"

میں نے معصومیت سے کہا۔ "میں نے کوئی عمل نہیں کیا تھا۔ مجھے ایسے کسی علم کا پتا نہیں ہے، جو میرے اندر چھپا ہوا ہے۔"

"بیٹی! تو نے کچھ تو کیا ہو گا؟"

"ہاں، مجھے کچھ یاد آرہا ہے۔"

وچ لیڈی نے جلدی سے قریب آکر پوچھا۔ "بولو بے بی، کیا یاد آرہا ہے؟"

میں نے جواب دیا۔ "وہ پرنس جب بھی ریوالور اٹھاتا تھا، میں اس کے ہاتھ کو گھور کر دیکھتی تھی۔ ایسے ہی وقت اس کا ہاتھ گھوم جاتا تھا۔ اور وہ بے اختیار اپنے ہی آدمیوں کو ہلاک کرنے لگتا تھا۔"

"آگیا۔" میری ممی نے خوشی سے چیخ کر کہا۔ "میری بیٹی کی آنکھوں میں وہ غیر معمولی علم آگیا۔ تمھاری آنکھیں اس کے ہاتھ کو دیکھتی تھیں تو ہاتھ گھوم جاتا تھا یعنی جس انسان کو تم دیکھو گی وہ تمھاری مرضی کے مطابق حرکت کرے گا۔ تم آسمان کو دیکھو گی تو بادل گرجنے لگیں گے، پانی برسنے لگے گا۔ زمین کو گھور کر دیکھو گی تو زمین اپنے اندر کے تمام خزانے اگل دے گی۔ میں صدقے، میں قربان، بیٹی، ذرا یہاں کی زمین کو گھور کر دیکھو، ہاں دیکھو دیکھو، میں پیچھے ہٹ جاتی ہوں۔"

وہ وچ لیڈی کا بازو پکڑ کر کھینچتی ہوئی پیچھے ہٹ گئیں۔ میں نے کہا۔ "ممی، جیسا آپ سوچ رہی ہیں ویسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"کیوں نہیں ہے؟"

"بھلا انسان کی آنکھ زمین کے اندر دیکھ سکتی ہے۔"

"نہیں دیکھتی، مگر دیکھ لے تو یہی غیر معمولی علم کہلاتا ہے۔"

"ممی، پہلے دو چار تجربات اس سلسلے میں ہو جائیں کہ میری آنکھیں کسی کو دیکھتی ہیں تو دیکھنے کا ردِ عمل کیا ہوتا ہے۔ میں آپ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کی تسلی کے لیے وچ لیڈی کے ہاتھوں کو حکم دیتی ہوں کہ وہ اوپر اٹھ جائیں۔"

وچ لیڈی نے فوراً ہی دونوں ہاتھ اوپر اٹھا لیے۔ ممی نے ڈانٹ کر کہا "ارے کم بخت! میری بیٹی کو حکم تو دینے دے ہاتھ نیچے کر۔"

وہ ہاتھ گرانے کی کوشش کر رہی تھی مگر ناکام ہو رہی تھی۔ پریشان ہو کر بولی "میری مالکہ! یہ ہاتھ خود بخود اٹھ گئے ہیں۔ نیچے نہیں ہو رہے ہیں۔ وہ دیکھو، بے بی میرے ہاتھوں کو گھور رہی ہے...."

ممی میرے دیکھنے کے انداز کو دیکھ کر خوش ہو گئیں۔ اسی وقت وچ لیڈی ناچنے لگیں۔ انھوں نے ڈانٹ کر پوچھا "تمھیں بڑھاپے میں ناچنے کا شوق ہو رہا ہے۔"

"میری مالکہ، میں قربان، ہماری بے بی کی آنکھیں مجھے نچا رہی ہیں...."

میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ ناچتے ناچتے رک گئی۔ ہانپتے ہوئے بولی "بیٹی! یہ علم آیندہ مجھ پر نہ آزمانا نہیں تو میں ناچتے ناچتے مر جاؤں گی۔ ہائے میری کمر...."

ممی ہنسنے لگیں۔ پھر مجھے دیکھ کر سنجیدگی سے بولیں "مگر ایسا علم ہمارے کس کام کا۔ اس کے ذریعے کیا خاک دولت ملے گی۔ ہمیں کسی کو نچانا تو نہیں ہے۔"

"ممی، میں کیا کر سکتی ہوں۔ میں نے کوئی اپنی مرضی سے یہ علم حاصل نہیں کیا ہے۔ ویسے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ اس علم کی بدولت دو زبردست غنڈے اپنے ساتھیوں سمیت مر گئے اور پولیس کی حراست میں چلے گئے۔ آپ کی جان بچ گئی۔ میری عزت رہ گئی۔"

"ہاں، یہ سب تو ہے مگر...."

وہ بات ادھوری چھوڑ کر محل کے اندر جانے لگیں۔ انھیں صرف دولت چاہیے تھی۔ مجھے دنیا جہاں کے علم حاصل ہو جاتے، میں عزت اور شہرت کی انتہائی بلندیوں پر پہنچ جاتی، تب بھی انھیں خوشی نہ ہوتی۔ اگر یہ کہہ دیتی کہ میں زمین میں دفن ہونے جا رہی ہوں۔ اور جہاں مجھے دفن کیا جائے گا وہیں خزانہ ہو گا تو وہ بڑی خوشی سے اور بڑی بے چینی سے میرے دفن ہونے کا انتظار کرنے لگتیں۔

اسے ممتا ہرگز نہیں کہتے۔ یہ سراسر خود غرضی ہے۔ ماں کی یہ فطرت بڑی تکلیف دہ تھی۔ یہ ہم بہنوں کی بدنصیبی تھی کہ ہمیں خالص ممتا نہیں مل رہی تھی۔ محبت کا یہ تقاضا ہوتا ہے کہ ماں باپ سے، بھائی بہن سے یا محبوب سے محبت ملے یا نہ ملے، ہمیں اپنی محبت انھیں ضرور دینا چاہیے۔ اگر کسی کی فطرت میں محبت نہ ہو تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم بھی اپنے حصے کی محبت کو قتل کر دیں۔ جو جس کے پاس نہیں ہے، وہ چیز کیسے دے سکتا ہے۔ ماں کے پاس محبت نہیں تھی وہ بے چاری نہیں دے سکتی تھیں۔ میرے پاس محبت کا خزانہ تھا، وہ میں دے رہی تھی لیکن وہ خزانہ نہیں دے سکتی تھی جو ان کی موت کا سبب بن جاتا۔

اب میں ذرا سلطانہ کی روداد بیان کروں گی۔ وہ بابا جانی کے ساتھ محل میں پہنچی تو محمت جمال پاشا ذرا خوش ہوا۔ ذرا مایوس ہوا کیونکہ خیال ہی خیال میں دونوں کے حسن و شباب کو صبح سے دیکھ رہا تھا اور رات کو اپنے عیش کدے میں کسی ایک سے بھی محروم نہیں رہنا چاہتا تھا۔ دولت کا نشہ اور حسین عورت کو چھیننے جھپٹنے کا مزہ ایسا ہوتا ہے کہ آدمی پھر آدمی نہیں رہتا جانور بن جاتا ہے۔

محمت جمال پاشا بڑی عزت سے بابا جانی کو محل میں لے کر آیا۔ ان کے لیے ایک کمرا مخصوص کیا گیا تھا۔ اس نے کہا "حضور! یہ کمرا محل کے گوشے میں ہے۔ تاکہ آپ کی عبادت میں خلل نہ پڑے۔"

پھر اس نے سلطانہ سے کہا "میرے ساتھ آؤ، میں تمھیں تمھارا کمرا دکھاؤں گا۔"

بابا جانی نے کہا "جاؤ بیٹی، محل کی سیر کرو۔"

سلطانہ اس کے ساتھ جانے لگی۔ محل کے ہر حصے میں آرائش کا اتنا مہنگا سامان تھا جسے دیکھ کر حیرت ہوتی تھی۔ ہر سامان سے دولت مندی کا غرور جگمگا تا تھا۔ جگہ جگہ حبشی غلام اور حسین کنیزیں پہرا دے رہی تھیں۔ جاپان، امریکا، یورپ اور ایشیا کے ہر ملک اور ہر شہر سے حسین ترین لڑکیوں کو خرید کر کنیز بنا کر رکھا گیا تھا۔ اس نے کہا "تم دیکھ رہی ہو، میرے محل میں کتنی حسین عورتیں ہیں لیکن مجھے کسی میں کشش محسوس نہیں ہوتی۔"

سلطانہ نے کہا "میں نہیں مانتی۔ چیز وہی خرید کر رکھی جاتی ہے جس میں کشش ہوتی ہے اور جو دل کو اچھی لگتی ہے۔"

"ہاں یہ تو ہے، یہ خریدتے وقت اچھی لگتی ہیں گھر میں لا کر رکھو تو رفتہ رفتہ ان کی جاذبیت ختم ہو جاتی ہے۔"

"مسٹر پاشا جو چیز دولت سے اور طاقت سے حاصل ہو جاتی ہے۔ وہ اپنی کشش کھو دیتی ہے۔ جو زر سے، زور سے اور آہ و زاری سے بھی حاصل نہ ہو آدمی اس کے لیے تڑپتا ہے۔"

"بے شک ہماری دنیا کے بے شمار لوگ بعض اوقات اپنی پسند کی چیز حاصل نہیں کر پاتے کیونکہ ان کے پاس دولت ہوتی ہے جبکہ وہ چیز طاقت سے حاصل ہوتی ہے اور کبھی وہ چیز دولت اور طاقت سے بھی نہیں عقل سے حاصل ہوتی ہے۔ میرے پاس سب کچھ ہے۔ دولت، طاقت اور ذہانت، اسی لیے میں نے دنیا کی حسین ترین عورتوں کو محل میں جمع کیا ہے۔"

"ابھی ان سے بھی زیادہ حسین ترین عورتیں ہیں جنھیں تم حاصل نہیں کر سکے اور نہ کر سکو گے کیونکہ وہ دولت طاقت اور ذہانت سے نہیں صرف اور صرف شرافت سے حاصل ہوتی ہیں۔"

"بے شک، میں بتانا بھول گیا، مجھ میں شرافت بھی ہے۔"

"نہیں، مسٹر پاشا۔ آپ کے پاس بہت کچھ ہے مگر شرافت نہیں ہے۔"

"تم میری توہین کر رہی ہو۔"

"شرافت نہ ہونے کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ آدمی سچی بات سن کر توہین محسوس کرتا ہے۔ کیا یہ شرافت ہے کہ تم نے بے شمار حسین عورتوں کو عیاشی کے لیے اپنے محل میں کنیزیں بنا کر رکھا ہے؟"

"میں ان کی ہر ضرورت پوری کرتا ہوں۔ انھیں جتنی رقم کی ضرورت ہوتی ہے، میں دیتا ہوں۔ انھیں سونا چاندی اور ریشمی لباس پہناتا ہوں۔ جا کر کسی سے بھی پوچھ لو، یہاں ان کی چھوٹی چھوٹی سی خواہش بھی پوری ہوتی ہے۔"

"دنیا کی ہر عورت کی فطری خواہش ہوتی ہے کہ وہ ماں بنے۔ کیا تم انھیں اپنے بچوں کی ماں بننے دیتے ہو۔ کیا یہ عورتیں مہذب سوسائٹی میں فخر سے کہہ سکتی ہیں کہ یہ تمھاری شریکِ حیات ہیں۔ نہیں مسٹر پاشا! تم انھیں بہت کچھ دیتے ہو مگر عزت نہیں دیتے کیونکہ تمھارے پاس بہت کچھ ہے مگر عزت نہیں ہے۔"

وہ ایک دم سے گرج کر بولا "یو شٹ اپ، ذلیل عورت! تو مجھے کہہ رہی ہے کہ میرے پاس عزت نہیں ہے۔ میں ابھی تیری عزت کی دھجیاں اڑا دوں گا۔"

اس کی گرج دار آواز سن کر کتنے ہی حبشی غلام ننگی تلواریں اور رائفلیں لیے دوڑتے ہوئے آئے۔ وہ کہہ رہا تھا "میں ابھی تک شیخ الفارس کی بزرگی کا لحاظ کر رہا تھا۔ خواہ مخواہ لحاظ کر رہا تھا۔ ایسے کتنے ہی عالم فاضل میرے دروازے پر آتے ہیں۔ ڈٹ کر کھاتے پیتے ہیں اور بڑی بڑی رقمیں نذرانے کے طور پر لے جاتے ہیں۔"

اس نے سلطانہ کی کلائی پکڑ لی۔ اسے کھینچتا ہوا ایک خواب گاہ میں آیا، پھر اسے بستر پر دھکا دیتے ہوئے بولا "تو کہتی ہے میرے پاس عزت نہیں ہے۔ میں ابھی تجھے اچھی طرح دیکھوں گا۔ تو اس خواب گاہ سے نکل کر تو میری عزت کرے گی۔"

وہ دروازے کو اندر سے بند کرنے گیا لیکن باہر نکل کر اسے بند کر دیا۔ بند کرنے کے بعد اس نے سوچتی ہوئی نظروں سے حبشی غلاموں کو دیکھا پھر پوچھا "میں نے دروازے کو باہر سے کیوں بند کیا ہے؟"

غلاموں نے سر کو جھکا لیا۔ وہ بھلا کیا جواب دے سکتے تھے۔ وہ دروازہ کھول کر پھر اندر آیا۔ غصے سے بولا "تو کیا سمجھتی ہے، میں تجھے معاف کر کے باہر چلا گیا تھا۔ نہیں، میں منہ زور عورت کی غلطی کو بستر پر ہی معاف کرتا ہوں۔"

وہ دروازے کو پھر اندر سے بند کرنا چاہتا تھا مگر باہر چلا گیا۔ اسے باہر سے بند کر کے بولا "میں آج تجھے نہیں چھوڑوں گا۔"

وہ تیزی سے ایک کالے کلوٹے غلام کے پاس آیا، پھر اسے اپنے دونوں بازوؤں کی گرفت میں لے کر بولا "آج میں تیری عزت سے کھیلوں گا۔"

سلطانہ نے اس کے دماغ کو ذرا ڈھیل دی۔ اس نے چونک کر حبشی غلام کو اپنے بازوؤں میں دیکھا، پھر اسے دھکا دیتے ہوئے بولا "ابھی میرے بازوؤں میں وہ تھی۔ تو کیسے چلا آیا؟"

وہ روتے ہوئے بولا "میرے آقا! آپ خواب گاہ کے اندر نہیں باہر ہیں۔"

اس نے پھر چونک کر آس پاس دیکھا۔ تب پتا چلا کہ حسینہ اندر اور وہ باہر ہے۔ اس نے سر کھجاتے ہوئے کہا "اوہ سمجھ گیا، بڈھا شیخ الفارس اپنے کمرے میں بیٹھا مجھ پر عمل کر رہا ہے۔ مجھے دوشیزہ کے پاس جانے سے روک رہا ہے۔ پہلے مجھے راستے کی دیوار گرانا ہو گی۔"

وہ مسلح غلاموں کو لے کر بابا جانی کے کمرے کی طرف جانے لگا۔ وہ آگے تھا غلام پیچھے تھے۔ ایک فوج کے کمانڈر کی طرح غلاموں کو پیچھے لیے جا رہا تھا۔ محل کے مختلف حصوں سے گزرنے کے بعد وہ دروازے پر پہنچ کر بولا "شیخ الفارس۔ شاید تمھیں پتا نہیں ہے۔ میرے محل میں آنے والوں کی لاشیں اس طرح غائب ہوتی ہیں کہ پولیس کے فرشتوں کو بھی ان کا سراغ نہیں ملتا۔"

پھر اس نے دروازہ کھول کر اندر آ کر کہا "اگر تم مجھے اس حسینہ کی جوانی سے کھیلنے دو اور مجھ پر عمل نہ کرو، تو میں تمھیں زندہ چھوڑ دوں گا۔"

ایک غلام نے کہا "میرے آقا! جان کی امان چاہتا ہوں۔ آپ ٹوائلٹ کا دروازہ کھول کر اندر آئے ہیں اور ٹوائلٹ کے آئینے میں خود کو دیکھ کر بول رہے ہیں۔"

سلطانہ نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ غصے سے بولا "یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ تم لوگوں نے مجھے کیوں نہیں بتایا کہ میں یہاں آ رہا ہوں۔"

"ہم حکم کے بندے ہیں۔ آپ آگے تھے، ہم پیچھے تھے آپ جہاں لے آئے ہم چلے آئے۔"

"اب تم لوگ آگے چلو میں پیچھے رہوں گا مجھے اس شیخ کے کمرے میں پہنچاؤ۔"

اس بار غلام آگے چلنے لگے۔ سلطانہ پریشان ہو گئی کیونکہ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

وہ ایک وقت میں کسی ایک ہی غلام کے دماغ میں جا کر اسے روک سکتی تھی۔ ایک کو روکتی تو باقی بابا جانی کے کمرے میں اپنے آقا کو پہنچا دیتے۔ وہ بابا جانی کو خطرے سے آگاہ کرنے کے لیے خیال خوانی کی پرواز کرنا چاہتی تھی۔ اسی وقت اپنے اندر ان کی آواز سنائی دی۔ "بیٹی، میری فکر نہ کرو۔ ٹیلی پیتھی ایک محدود علم ہے اور روحانیت کی کوئی حد نہیں ہے۔ پاشا کے دماغ میں رہ کر دیکھو، اللہ تعالیٰ اپنے عبادت و ریاضت کرنے والے ناچیز بندوں کو روحانیت کے کس مقام پر پہنچاتا ہے۔"

سلطانہ نے جمال پاشا کے دماغ میں رہ کر دیکھا۔ غلام آگے آگے جا رہے تھے، وہ پیچھے پیچھے تھا۔ وہ سب کے سب محل کے اندر چلتے جا رہے تھے۔ ایک ایک کمرے کے سامنے سے گزر رہے تھے۔ لیکن وہ کمرا نہیں مل رہا تھا جہاں بابا جانی عبادت میں مصروف تھے۔

آخر ہمت جمال پاشا چلتے چلتے تھک گیا۔ ایک جگہ بیٹھ کر بولا۔ "وہ کمرا کہاں ہے؟"

اس کے سیکریٹری نے کہا۔ "سر! وہ کمرا محل کے ایک گوشے میں تھا۔ میں بھی اتنی دیر سے تلاش کر رہا ہوں، تمام کمرے نظر آ رہے ہیں، وہی ایک کمرا دکھائی نہیں دے رہا ہے۔"

پاشا نے پوچھا۔ "اتنا بڑا کمرا کیسے غائب ہو جائے گا۔ کمرے کے اندر رہنے والا شیخ کسی عمل سے روپوش ہو سکتا ہے۔ پورا کمرا نظروں سے اوجھل نہیں ہو سکتا۔"

"سر! ہماری آنکھوں پر پردہ پڑ گیا ہے۔ ہمیں اچھائی اور اور سچائی دکھائی نہیں دے رہی ہے۔ وہ ہمارے بہت بڑے دینی بزرگ اور۔ ۔ ۔"

وہ ڈانٹ کر بولا۔ "شٹ اپ، میرے محل سے آج تک کسی نے ایک چھوٹی سی چیز چرانے کی جرأت نہیں کی آج ہماری آنکھوں کے سامنے سے اتنا بڑا کمرا چوری ہو گیا ہے۔ وہ شیخ اس کمرے کے ساتھ کہاں جائے گا۔ کان لگا کر سنو، ہلکی سی آہٹ بھی سنائی دے تو پتا چل جائے گا کہ وہ کہاں چھپا ہوا ہے۔"

اُس کی بات ختم ہوتے ہی بابا جانی کی آواز سنائی دی۔ پاشا اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔ وہ کہیں کلام پاک کی تلاوت کر رہے تھے۔ پاشا نے ایک طرف انگلی اٹھا کر کہا۔ "اُدھر سے آواز آ رہی ہے۔"

سیکریٹری نے کہا۔ "نہیں سر، اِدھر سے آواز آ رہی ہے۔"

"ٹھیک ہے، تم اِدھر جاؤ اور میں اُدھر جاتا ہوں۔"

وہ مختلف سمتوں میں گئے، جہاں سے آواز آ رہی تھی، وہاں گئے تو پتا چلا کچھ اور آگے کسی کمرے میں تلاوت ہو رہی ہے۔ وہ کچھ اور آگے گئے۔ ایک ایک کمرے کے اندر جھانک کر دیکھا۔ آواز بالکل ہی قریب تھی لیکن تلاوت کرنے والی وہ بزرگ ہستی دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ محل میں عجیب سی افراتفری پھیل گئی تھی جسے دیکھو وہی اپنے آقا کے ساتھ بھاگتا پھر رہا تھا۔ ہر جگہ یہی لگتا تھا کہ اب آواز کے قریب پہنچ گئے ہیں۔ اُس نے وہ کمرا بھی کھول کر دیکھا، جس میں سلطانہ کو بند کیا تھا۔ پھر گرج کر بولا۔ "کہاں ہے وہ بڈھا؟"

سلطانہ نے اُس کے دماغ کو زبردست جھٹکا پہنچایا۔ وہ چیخ مارتا ہوا اُچھل کر فرش پر گرا، پھر تڑپنے لگا۔ وہ بولی۔ "بابا جانی، بے شک بوڑھے ہیں لیکن تم نے بدتمیزی سے بڈھا کہنے کی جرأت کیسے کی؟ کیا بوڑھے حضرات کو بزرگ نہیں کہا جاتا ہے؟"

وہ تکلیف کی شدت سے کراہ رہا تھا۔ فرش پر سے اٹھنا چاہتا تھا۔ دو غلام اُسے سہارا دینے کے لیے بڑھے۔ وہ جھنجلا کر بولا۔ "دُور ہو جاؤ۔ خبردار، مجھے کوئی ہاتھ نہ لگائے، میں اُس بڈھے کو۔ ۔ ۔"

سلطانہ نے خیال خوانی کے ذریعے اس کے سر کو فرش پر دے مارا۔ وہ چیخ کر بولا۔ "نہیں، نہیں، میں بدتمیزی نہیں کروں گا۔ وہ بزرگ ہیں قابلِ احترام بزرگ۔"

اُس کی پیشانی سے لہو بہتا ہوا آنکھوں پر آ رہا تھا۔ وہ لہو پونچھتے ہوئے دھندلائی ہوئی آنکھوں سے اپنے سیکریٹری اور غلاموں کو دیکھتے ہوئے بولا۔ "نمک حرامو! مجھ پر ظلم ہو رہا ہے اور تم لوگ تماشا دیکھ رہے ہو۔"

سیکریٹری نے کہا۔ "سر! وہ بزرگ ہستی ہیں۔ اوّل تو وہ نظر نہیں آ رہے ہیں اگر نظر آئیں گے تو ہم اُن کی طرف آنکھ اٹھانے کی بھی جرأت نہیں کریں گے۔"

"میں حکم دیتا ہوں اُس بڈھ۔ ۔ نن۔ ۔ نن نہیں، میں بڈھا نہیں کہوں گا مگر ہاں اُسے گولی مار دو۔"

باڈی گارڈ نے پوچھا۔ "جو نظر نہ آتا ہو اُسے گولی کیسے مار سکتے ہیں؟"

اُس نے باڈی گارڈ سے ریوالور لے کر کہا۔ "تمھیں گولی مارنا نہیں آتا۔ دیکھو اس ہاتھ سے ریوالور پکڑو اور میری دوسری ہتھیلی کو دیکھو، فرض کر و یہ ہتھیلی نہیں، شیخ صاحب ہیں بس اُسے یوں گولی مار دو۔"

اُس نے ایک ہاتھ سے اپنی دوسری ہتھیلی پر ٹھائیں سے گولی چلا دی۔ پھر چیخیں مار کر فرش پر تڑپنے لگا۔ سب لوگ حیرانی سے بُت بنے تماشا دیکھ رہے تھے۔ سیکریٹری نے باڈی گارڈ سے کہا۔ "آقا کے ہاتھ سے ریوالور لے لو اور طبّی امداد کا

انتظام کرو۔"

باڈی گارڈ آگے بڑھا۔ پاشا نے للکار کر کہا۔ "خبردار! کوئی قریب نہ آئے۔ دور سے دیکھو اور فرض کرو، میرا یہ بازو میرا نہیں، شیخ صاحب کا ہے۔ جب یقین ہو جائے تو زندہ نہ چھوڑو، یوں گولی مار دو۔"

ٹھائیں سے دوسری گولی چلی۔ وہ گولی بازو کے آر پار ہو گئی۔ وہ پھر تکلیف سے چیخنے اور تڑپنے لگا۔ وہ غرور اور بدتمیزی سے باز آنے والا نہیں تھا اُسے اس حال پر چھوڑا جا سکتا تھا لیکن ظالم کو کیوں چھوڑا جائے۔ وہ مظلوم کو کبھی نہیں چھوڑتا۔ خدانخواستہ بابا جانی کمزور ہوتے تو وہ وہاں سے زندہ نہ آتے۔ سلطانہ ٹیلی پیتھی نہ جانتی ہوتی تو اپنی عزّت و آبرو گنوا بیٹھتی کبھی کچھ نہ جاتا۔ دنیا کا کاروبار یونہی چلتا رہتا۔ جمال پاشا کے محل میں پھر کوئی بوڑھا بے چارہ اپنی جوان بیٹی کے ساتھ آتا اور اپنی آنکھوں کے سامنے بیٹی کی عزّت لٹنے کا تماشا دیکھتا اور ہائے ہائے کہہ کر رہ جاتا۔ اونچے محلوں کی اونچی دیواروں کے اندر ہونے والے گناہوں اور بدترین جرائم کا حساب قانون کے محافظ بھی نہیں لیتے۔ اگر سلطانہ بھی محاسبہ نہ کرتی تو ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنا بے کار تھا۔ علم سے بڑھ کر کوئی طاقت نہیں ہوتی کیونکہ علم بُرائی کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینکتا ہے۔ اس لیے علم کو استعمال کرنا لازمی ہوتا ہے۔

سلطانہ نے اسے تیسری بار مجبور کیا تو اُس نے اپنے ایک پاؤں میں گولی ماری اس کے بعد بے ہوش ہو گیا۔ اُسے طبّی امداد پہنچانے کے لیے پہلے ہی محل کے خاص ڈاکٹر آ گئے تھے لیکن وہ کسی کو قریب آنے کی اجازت نہیں دے رہا تھا پھر جو خود کو ریوالور سے زخمی کرتا جا رہا ہو اُس کے قریب کون اپنی جان دینے جاتا ہے۔

بہرحال غلام اُسے اٹھا کر اُس کی خوابگاہ میں لے گئے وہاں اُس کے زخموں کی مرہم پٹی ہونے لگی۔ اسی وقت ایک ملازم دوڑتا ہوا سیکریٹری کے پاس آیا پھر بولا۔ "جناب! وہ کمرا مل گیا ہے۔"

سیکریٹری نے پوچھا۔ "کون سا کمرا؟"

"وہی، جہاں حضرت شیخ صاحب قیام کر رہے ہیں، میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ وہ کمرا اپنی جگہ ہے۔"

سیکریٹری کئی غلاموں کے ساتھ چلتا ہوا محل کے اُس گوشے میں پہنچا۔ وہاں اُس کمرے کو دیکھ کر سب ٹھٹک گئے۔ اُس کے دروازے اور کھڑکیاں کھلی ہوئی تھیں اور کھلے ہوئے دروازے سے بابا جانی عشاء کی نماز پڑھتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔ وہ سب آہستہ آہستہ چلتے ہوئے دروازے تک آئے۔ انھوں نے وہاں جوتے اُتارے، تمام ہتھیار فرش پر رکھے، پھر اُن کے پیچھے آ کر دو زانو ہو کر بیٹھ گئے۔

بابا جانی نے نماز سے فارغ ہو کر انھیں دیکھا۔ سیکریٹری نے کہا۔ "حضور! ہمارے آقا نے آپ سے گستاخی کی ہے۔ ہم نے آقا کا نمک کھایا ہے۔ لہٰذا ان کے لیے معافی کی درخواست کرتے ہیں۔ وہ بہت ضدی اور فولادی ارادوں کے مالک ہیں وہ کبھی نہیں جھکیں گے۔ آپ انھیں اُن کے حال پر چھوڑ دیں۔"

انھوں نے کہا۔ "جب تک کوئی جھکانے والا نہ ہو تب تک فرعونی طاقت رکھنے والا یہی سمجھتا ہے کہ وہ کبھی نہیں جھکے گا۔ اُس نے پانچ برس پہلے ایک نیک خاتون سے نکاح کیا، جب اُس سے اولاد ہوئی تو اُسے دھکّے مار کر محل سے نکال باہر کیا۔"

سیکریٹری نے کہا۔ "جی ہاں، یہ ہم سب نے دیکھا ہے۔"

"مذہب اور قانون کے مطابق وہ خاتون اس محل کی مالک ہے اُس کا بیٹا یہاں کا وارث ہے۔ تمھارا آقا اپنی بیوی اور بیٹے کو اُن کا جائز حق دے دے گا تو میں یہاں سے چلا جاؤں گا۔"

"حضور! آپ کی موجودگی ہمارے لیے پریشانیاں پیدا کرے گی۔ آقا ہمیں آپ کے خلاف حکم دے گا تو ہم اُس کی تعمیل پر مجبور ہو جائیں گے جب کہ ہم آپ کی شان میں گستاخی نہیں کرنا چاہتے۔"

"تمھیں کوئی پریشانی نہیں ہو گی۔ وہ میرے خلاف اب کوئی حکم نہیں دے گا۔"

وہ سب اُٹھ کر باری باری اُن کا ہاتھ چومتے ہوئے جانے لگے انھوں نے سیکریٹری سے کہا۔ "اپنی بائیں ہتھیلی پھیلاؤ۔"

اُس نے ہدایت پر عمل کیا۔ بابا جانی نے اگربتی کی راکھ چٹکی سے اٹھا کر اُس کی ہتھیلی پر رکھی اور کہا۔ "اسے اپنے آقا کے زخموں پر چھڑک دو، اللہ تعالیٰ نے چاہا تو سارے زخم بھر جائیں گے۔"

سیکریٹری وہ راکھ لے کر اپنے آقا کے پاس پہنچا، ڈاکٹر مرہم پٹی کر چکا تھا۔ سیکریٹری نے کہا۔ "زخموں سے پٹیاں کھول دیں، میں یہ راکھ چھڑکنا چاہتا ہوں۔"

ڈاکٹر انگریز تھا، اُس نے حیرانی سے کہا۔ "کیسی نان سنس باتیں کر رہے ہو۔ راکھ سے پھوڑے پھنسیاں بھی اچھی نہیں ہوتیں یہ تو گہرے زخم ہیں۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"ڈاکٹر! میں بھی تعلیم یافتہ ہوں۔ یہ اچھی طرح جانتا ہوں کہ مناسب طبی طریقوں سے زخم بھرتے ہیں لیکن حضرت شیخ الفارس پر ہمارا عقیدہ ہے اور یہ عقیدہ ہی ہمارے آقا کو جلد صحت یاب کرے گا۔"

ڈاکٹر نے یہ کہہ کر پٹیاں کھول دیں کہ کوئی خرابی ہوگی تو اس کی ذمے داری سیکریٹری پر ہوگی۔ پاشا ہوش میں ہوتا تو وہ کبھی پٹیاں کھولنے نہ دیتا۔

سیکریٹری نے اس کی ہتھیلی، بازو اور پاؤں کے زخموں پر راکھ چھڑک دی۔

ڈاکٹر نے کہا: "اب ہٹ جاؤ اور مجھے پٹیاں باندھنے دو۔"

لیکن وہ زخم کے قریب پہنچتے ہی گھبرا گیا۔ زخم سے جھاگ کی صورت میں مواد باہر آ رہا تھا۔ ہتھیلی اور بازوؤں کے زخموں سے بھی جھاگ نکل رہا تھا۔ پاشا بے ہوشی کے عالم میں کراہنے لگا تھا۔ ڈاکٹر نے سیکریٹری کو غصے سے گھورا "یہ تم نے زخموں پر کیا لا کر ڈالا ہے؟ میں نے اپنی میڈیکل لائف میں کبھی زخموں سے جھاگ نکلتے نہیں دیکھے۔ کیا تم مسٹر شیخ کے ساتھ مل کر آقا کو مارنا چاہتے ہو؟"

تھوڑی دیر کے لیے سیکریٹری بھی گھبرا گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ باباجانی کے پاس جائے۔ اُسی وقت وہ خواب گاہ میں آئے۔ غلاموں نے سر جھکا کر انھیں گزرنے کا راستہ دیا۔

ڈاکٹر نے کہا: "مسٹر شیخ! آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ میڈیکل سائنس کے سامنے روحانیت کام نہیں کرتی۔ زخموں پر راکھ اور مٹی ڈالنے کو کہنا جہالت ہے۔"

"بے شک جہالت ہے کیونکہ مٹی میں جراثیم ہوتے ہیں۔" باباجانی نے نرمی سے ڈاکٹر کو جواب دیا "لیکن میں نے جو راکھ دی تھی وہ نماز اور درود شریف سے پاک کی ہوئی تھی۔ وہ دیکھو تمھارا مریض آنکھیں کھول کر دیکھ رہا ہے۔"

سب نے اپنے آقا جمال پاشا کو دیکھا۔ وہ اٹھ [illegible] گیا تھا اور اپنے زخموں کو دیکھ رہا تھا۔ ڈاکٹر کی آنکھیں [illegible] سے پھیل گئی تھیں۔ اُس نے کچھ کہنے کے لیے مُنہ کھ[illegible] الفاظ نہیں ملے، مُنہ کھلا ہی رہ گیا۔ میڈیکل سائنس کی [illegible] کے خلاف پاشا کے تمام زخم بھر گئے تھے۔ صرف زخموں کے نشان رہ گئے تھے۔

حشمت جمال پاشا بستر سے اُتر کر باباجانی کے پاس آیا۔ پھر قدموں میں جھک کر بولا "آپ سے گستاخی کر کے میں بڑے گناہ کا مرتکب ہوا ہوں۔ میرے زخموں کو اچھا نہیں ہونا چاہیے تھا۔ مجھے مر جانا چاہیے۔ میں دولت اور طاقت کے نشے میں اندھا ہو گیا تھا۔"

انھوں نے کہا: "اب اندھے نہیں ہو، میرے قدموں سے اٹھو اور اُدھر دیکھو۔"

اُس نے قدموں سے اُٹھتے ہوئے ایک خاتون اور چار برس کے بچے کو دیکھا۔ باباجانی نے کہا "تم نے اپنی نیک شریکِ حیات کو اس محل سے نکالا تھا۔ یہ تمھارے بچے کی ماں بننے والی تھی۔ آج یہ تمھارے بیٹے کو لے کر آئی ہے۔ اگر چاہتے ہو کہ تمھارے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں تو اسے عزت اور مرتبہ دو۔"

وہ ہچکچانے لگا، پریشان ہو کر بولا "میں نے اسے غلاموں کے سامنے محل سے نکالا تھا۔ آج آپ انھی ملازموں کے سامنے مجھے اس عورت کے سامنے جھکا رہے ہیں۔ آپ مجھے میرے مقام سے کیوں گرانا چاہتے ہیں؟"

"مقام وہی ہوتا ہے جو تہذیب اور شرافت سے حاصل ہوتا ہے۔ غرور کی جس بلندی پر تم کھڑے ہو، وہاں سے آج بُری طرح پستی میں گرے ہو۔ تمھاری دولت، تمھاری طاقت، تمھارے غلاموں کی فوج، تمھارے ہتھیار اور تمھارے ڈاکٹر تمھارے کسی کام نہ آئے۔ کام آئی تو صرف ایک چٹکی راکھ۔ تمھیں مارنے کے لیے وہ تین زخم کافی تھے لیکن تمھیں جو زندگی ملی ہے اُس کی حیثیت صرف ایک چٹکی راکھ کے برابر ہے۔ اتنی معمولی سی راکھ سے زندگی حاصل کرتے ہوئے تو تمھیں کوئی [illegible] نہیں ہوتا؟ اپنی بیوی اور بچے کو جائز حقوق دیتے وقت تمھارے غرور کو ٹھیس پہنچتی ہے۔"

اُس نے ملازموں پر ایک نظر ڈالی۔ سب سر جھکائے کھڑے تھے۔ وہ جھکنا نہیں چاہتا تھا۔ بعض لوگ ہزار نصیحتوں اور ٹھوکروں کے باوجود نہیں جھکتے۔ اُس نے [illegible] "حضور! آپ یہاں سے کب تشریف لے جائیں گے؟"

"میں صبح چلا جاؤں گا لیکن تمھاری بیوی اور بچے پر [illegible] سایہ رہے گا۔ تم اِن کے خلاف کبھی کوئی قدم نہیں اُٹھا سکو گے۔ جب تک انھیں دل سے قبول نہیں کرو گے، طرح طرح کے عذاب میں مبتلا رہو گے۔"

وہ پلٹ کر اُس خاتون کے پاس آئے پھر اُس کے سر پر ہاتھ رکھ کر بولے "بیٹی! سلطانہ کے پاس جاؤ۔ تمھارا مجازی [illegible] ابھی [illegible] عذاب سہنا چاہتا ہے۔"

خاتو[illegible]

[illegible] سے باہر چلی گئی۔ حشمت جمال شاہ نے سیکریٹری [illegible] گھوم کر پوچھا "یہ میرا محل ہے یا اُس اللہ والے کا؟ وہ

چاہتا ہے ہو جاتا ہے۔ میں جو چاہتا ہوں وہ نہیں ہوتا۔"

پھر اُس نے ڈاکٹر سے پوچھا "کیا ایک چٹکی راکھ سے میرے زخم اچھے ہوئے ہیں؟ کیا یہ زندگی ایک چٹکی راکھ کا بدل ہے — تم ڈاکٹر ہو کر مجھ سے ماہانہ دس ہزار ڈالر تنخواہ لے کر ایک اللہ والے سے میری انسلٹ کراتے ہو؟ گیٹ آؤٹ! نکل جاؤ یہاں سے۔"

ڈاکٹر سر جھکا کر چلا گیا۔ اُس نے سیکریٹری، باڈی گارڈز اور غلاموں سے پوچھا "تم لوگ کیا چاہتے ہو؟ جس عورت کو میں نے محل سے باہر تھوک دیا اُسے پھر چاٹ لوں؟"

کسی نے جواب نہیں دیا۔ سب سر جھکائے کھڑے رہے۔ اس نے کہا "اُلّو کے پٹھو! میں نے یہ ہتھیار تمھیں جسم پر سجانے کے لیے دیے ہیں۔ وہ اللہ والا پہلے تو ڈھونڈنے سے نہیں مل رہا تھا۔ ہمارے محل کے اتنے بڑے کمرے سمیت غائب ہو گیا تھا اور جب سامنے آیا تو یہاں اس کمرے میں تم سب کے قریب پہنچ کر مجھ سے بولتا رہا تو تم میں سے کسی نے اُسے گولی نہیں ماری۔ مار دیتے تو قصہ ختم ہو جاتا مگر تم لوگ نمک حرام ہو۔ یہاں میری انسلٹ ہو رہی ہے اور تم لوگ تماشا دیکھ رہے ہو۔"

وہ ایک ایک کو دیکھتے ہوئے بولا "ارے اتنی باتیں سُننے کے بعد بھی کھڑے ہو؟ جاؤ جلدی جاؤ۔ وہ ابھی محل میں ہے۔ دوڑتے ہوئے جاؤ اور اُسے کوئی عمل کرنے کا موقع دیے بغیر گولیوں سے چھلنی کر دو۔ جاؤ، ہری اپ، ارے کیا ہوا؟ جاتے کیوں نہیں؟ اُسے گولی مارتے کیوں نہیں؟"

سیکریٹری نے اپنا ریوالور نکال کر اُس کے قدموں میں ڈال دیا اور کہا "میں نمک حرام ہوں، مجھے گولی مار دیں۔"

دونوں باڈی گارڈز نے بھی اپنے اپنے ریوالور کو اُس کے سامنے پھینک دیا۔ اُس کے بعد غلاموں نے اپنے ہتھیار فرش پر ڈال دیے۔ پاشا نے گرج کر کہا "یہ کیا ہو رہا ہے؟"

ایک باڈی گارڈ نے کہا "گمراہ سے گمراہ آدمی بھی محترم بزرگ کی ایسی کرامت دیکھ کر قائل ہو جاتا ہے۔ اگر کافر ہوتا تو ایمان لے آتا۔ ایسی کرامات سے صرف شیطان قائل نہیں ہوتا۔"

دوسرے باڈی گارڈ نے کہا "ایمان کا تقاضا ہے کہ ہم شیطان کی ملازمت نہ کریں اور وفاداری کا تقاضا ہے کہ ہم یہیں جان دے دیں۔ خدا کے لیے یہ ہتھیار اُٹھائیں اور ہمیں گولی مار کر یہاں کی ملازمت سے نجات دلائیں۔"

وہ ایک رائفل اُٹھا کر دہاڑتے ہوئے بولا "نمک حرامو! تم مجھے شیطان کہتے ہو۔ میں کسی کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

اُس نے پہلے سیکریٹری کا نشانہ لیا۔ پھر ایک انگلی کو ٹریگر پر لانا چاہا لیکن وہ انگلی اُدھر نہیں آ رہی تھی۔ اس کے بغیر وہ ٹریگر نہیں دبا سکتا تھا، گولی نہیں چلا سکتا تھا۔ اُس نے رائفل کو پھینک کر ریوالور کو اٹھایا۔ اُسے بھی چلانے کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔ پھر اُس نے ریوالور کا رُخ اپنی طرف کیا تو انگلی ٹریگر پر پہنچ گئی۔ سلطانہ نے اُس کے دماغ کو ڈھیل دی۔ اُس نے گھبرا کر ایک چیخ ماری، ریوالور پھینک کر پیچھے کی طرف لڑکھڑاتے ہوئے بولا "یہ . . . یہ میں خود کو گولی مارنے والا تھا۔ نہیں... نہیں، میں مرنا نہیں چاہتا۔"

سیکریٹری نے کہا "پہلے ہم آپ سے ڈرتے تھے اس لیے زبان نہیں کھولتے تھے۔ اب یہ کہنے میں کوئی خوف نہیں ہے کہ آپ بہت جلد اپنے ہی ہاتھوں سے مریں گے۔ ایک بار حضرت نے بچا لیا ہے۔ ذرا سوچیں، ہماری مالکہ آپ کی منکوحہ ہیں۔ جو حقوق آپ نہیں دے رہے وہ آج ہی آپ کی موت کے بعد انھیں حاصل ہو جائیں گے۔ ذرا غور کریں آپ کی ضد اور غرور آپ کو کیا دے رہا ہے۔"

وہ سوچتی ہوئی نظروں سے ایک ایک کو دیکھنے لگا۔ پھر اُن کے درمیان سے چلتا ہوا خواب گاہ کے باہر آیا۔ وہاں سے محل کے مختلف حصوں میں جانے لگا۔ تمام ملازم اُس کے پیچھے چل رہے تھے۔ وہ باباجی کے کمرے کے سامنے آیا۔ اندر اُس کی بیوی باباجانی کے سامنے ادب سے بیٹھی ہوئی تھی۔ جمال پاشا نے دہلیز پر گھٹنے ٹیک دیے۔ پھر کہا "اتنی سی بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ میں تین گولیاں کھانے کے بعد مرتے مرتے بچ گیا۔ تھوڑی دیر پہلے پھر خود کو ہلاک کرنے والا تھا۔ اس کے بعد بھی اتنی سی بات سمجھ میں نہیں آئی کہ جسے میں حقوق نہیں دے رہا ہوں اُسے میرے مرنے کے بعد تمام حقوق مل جائیں گے۔ یہ اتنی سی بات میرے سیکریٹری کی زبان سے نکلی تو مجھے عقل آ گئی۔ میری شریکِ حیات پر آپ جیسے بزرگ کا سایہ ہے۔ میں اسے اپنی مرضی سے طلاق نہیں دے سکوں گا، اپنی دولت اور جائداد سے محروم نہیں کر سکوں گا۔ جب کچھ نہیں کر سکوں گا تو مجھے حق کو تسلیم کر لینا چاہیے۔"

اُس نے دونوں بازو اپنے بیٹے کی طرف بڑھائے۔ بیٹا دوڑتا ہوا آ کر باپ کے گلے لگ گیا۔ وہ نیک خاتون روتے روتے باباجانی کے قدموں میں گر پڑی۔ انھوں نے اُسے اُٹھا کر بڑی شفقت سے کہا "اللہ تعالیٰ نے تمھاری دعائیں سن لی ہیں۔ اپنے مجازی خدا کے پاس جاؤ۔ اب مجھے تنہا چھوڑ دو۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

دوسری صبح ہم دونوں بہنوں نے باباجانی کو ائرپورٹ پر الوداع کہا۔ وہ جس نیک مقصد کے لیے آئے تھے وہ پورا ہو چکا تھا۔ اس نیک خاتون کا شوہر راہِ راست پر آگیا تھا۔ میری ملاقات ممی سے ہوگئی تھی اور سلطانہ نے باپ کے سائے میں چوبیس گھنٹے گزار لیے تھے۔

باباجانی کو الوداع کہتے وقت ہمیں معلوم نہیں تھا کہ وہ اُن سے آخری ملاقات ہے۔ شاید وہ جانتے تھے، اُن کے پاس مستقبل کو دیکھنے کا علم تھا۔ شاید وہ اُسے آخری ملاقات کہہ کر بیٹیوں کا دل نہیں دُکھانا چاہتے تھے۔ ہم دونوں ائرپورٹ کی عمارت سے باہر آکر اپنی کار میں بیٹھ گئے۔ ہم ایک ساتھ رہ کر تماشا بن جاتے تھے لوگ ہمیں حیرانی اور دلچسپی سے دیکھتے تھے۔ کچھ دل پھینک نوجوان یا غنڈے ہمیں چھیڑتے بھی تھے اور ہم ہمیشہ نظرانداز کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ یوگا کے ذریعے سانسوں پر قابو پانے کے باعث ہمارے مزاج میں بڑا ٹھہراؤ اور تحمل تھا۔ ہمیں غصہ نہیں آتا تھا۔ اگر آتا تو اب تک ہماری خیال خوانی کا علم ظاہر ہوجاتا۔

سلطانہ نے ڈرائیو کرتے ہوئے پوچھا۔ "اب بتاؤ لیلیٰ! امی کے ساتھ کیسی گزر رہی ہے؟"

میں نے کہا۔ "سُنا تھا، ماں کے قدموں میں جنت ہوتی ہے۔ میں ممی کی آغوش میں پہنچ کر سچ مچ کی جنت میں پہنچ گئی ہوں۔"

"خدا ہم پر مہربان ہے مجھے باپ کی اور تمھیں ماں کی محبت مل گئی۔"

"لیکن یہ دیکھ کر صدمہ ہوتا ہے کہ ممی کو ہم سے زیادہ دولت کی خواہش ہے کل سے وہ میرے پیچھے پڑ گئی ہیں کہ میں اپنی آنکھوں کو دولت حاصل کرنے کا ذریعہ بناؤں۔"

سلطانہ نے ہنستے ہوئے کہا۔ "تم نے بھی آنکھوں سے گھورنے والی بات خوب بنائی ہے اور وچ لیڈی کو بھی نچا دیا ہے۔"

"اور کیا کرتی، ٹیلی پیتھی کا علم اُن سے چھپانا ضروری ہے لیکن وہ بے انتہا دولت مند بننے کے لیے جس طرح بے تاب ہیں اُس سے اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں ہمارا علم ظاہر نہ ہوجائے۔"

"انشاءاللہ نہیں ہوگا۔ ہم دونوں مل اُن کو بہلاتی رہیں گے۔"

"ہماری گاڑی محل کے گیٹ پر پہنچی تو دربان ہمیں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا۔ وہ سمجھ رہا تھا، اُس کی آنکھیں ڈیڑھی ہوگئی ہیں۔ ایک بے بی کی جگہ دو دو بے بی نظر آرہی ہیں

اس لیے وہ بار بار پلکیں جھپک رہا تھا۔ سلطانہ نے ہنستے ہوئے کہا۔ "ہمیں محل کے اندر آکر دیکھ لینا۔ اب گیٹ کھولو۔"

اُس نے محل کے اندر اطلاع دے کر گیٹ کھولا۔ ہماری کار پورچ میں آئی تو اندر سے ممی اور وچ لیڈی تیزی سے چلتی ہوئی آئیں۔ ہمیں دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئیں، وچ لیڈی نے کہا۔ "دربان نے ٹھیک اطلاع دی تھی یہ ایک سے دو ہوگئی ہیں!"

ہم دونوں کار سے اُتر کر اُن کے سامنے آئے۔ ممی نے اچانک خوش ہوکر کہا۔ "سمجھ گئی، میں سمجھ گئی۔ اب میری بیٹی کو وہ غیرمعمولی علم آگیا ہے۔ اب تم ایک سے دو ہوجاتی ہو۔ یہ تو زبردست علم ہے۔"

میں نے پوچھا۔ "یہ زبردست علم کیسے ہوا؟"

ممی نے کہا۔ "ایسے کہ تم ایک سے دو ہوگئیں۔ اسی طرح تم میرے بیڈروم کی ایک تجوری کو دو تجوری بنادوگی۔ ایک تجوری میں جتنا مال ہے دوسری میں بھی اُتنا ہی ہوگا۔ اس طرح دولت ڈبل ہوجائے گی۔ پھر تم ایک تجوری کو دو بناؤگی تو پہلی ملاکر تین ہوجائیں گی، پھر تم تیسری کو ڈبل بناؤگی تو چار تجوریوں کا مال جمع ہوجائے گا۔"

سلطانہ نے اُن کے منہ پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "بس کریں آج شام تک اتنی تجوریاں ہوجائیں گی کہ محل میں تجوریاں ہی تجوریاں نظر آئیں گی پھر یہاں بیٹیوں کے رہنے کے لیے جگہ نہیں بچے گی۔"

اُنھوں نے منہ پر سے ہاتھ ہٹا کر کہا۔ "یہ تم کیسی باتیں کررہی ہو؟"

"آپ جیسی ماں کو دیکھ کر بول رہی ہوں اور سوچ رہی ہوں ہمیں محبت کی خاطر نہیں دولت کی خاطر پیدا کیا۔ ہمارے لیے آپ کے دل میں کوئی جگہ نہیں ہے اگر تھوڑی سی بھی جگہ ہوتی تو آپ دوسری بچھڑ جانے والی بیٹی کے لیے تڑپتیں اور میرے ساتھ لیلیٰ کو دیکھ کر آپ کی ممتا پھٹ پڑتی۔ آپ نے یہ نہیں سوچا کہ دوسری بیٹی آگئی ہے۔ آپ نے دولت کی آنکھوں سے دیکھا تو آپ کو ایک ہی بیٹی ڈبل دکھائی دے رہی ہے۔"

ماں نے حیرانی سے پوچھا۔ "دوسری بیٹی؟ کیا یہ میری دوسری بیٹی ہے؟"

پھر جواب سننے سے پہلے انھوں نے مجھے کھینچ کر گلے سے لگالیا۔ پھر مجھے پیار کرتے ہوئے پوچھا۔ "میری بچی! تو کہاں تھی؟ اچانک کہاں سے آگئی ہے؟"

میں نے کہا۔ "یہ لمبی داستان ہے، اندر چلیں اطمینان سے سناؤں گی۔"

وہ خوش ہوکر بولیں۔ "ہاں اندر چلو۔ وچ لیڈی کی ایک ایک پیش گوئی درست ثابت ہورہی ہے۔ اس چڑیل نے کہا تھا کہ جب انتہا سے زیادہ دولت ملنے کا وقت آئے گا تو دوسری بیٹی بھی میرے پاس آجائے گی، اوہ گاڈ! اب میرے پاس دولت ہی دولت ہوگی۔"

میں نے سلطانہ کو اور سلطانہ نے مجھ کو بڑے دُکھ سے دیکھا۔ اُس نے سوچ کے ذریعے پوچھا۔ "کیا ماں پر غصہ نہیں آرہا ہے؟"

میں نے کہا۔ "دل دُکھتا ہے یہ الگ بات ہے، غصہ کبھی نہیں آئے گا۔ جس ماں کی صورت دیکھنے کو برسوں سے ترس رہی تھی اُسے دیکھ کر پیار ہی پیار آتا ہے۔"

ممی محل کے اندر جانے سے پہلے رک گئیں۔ پھر بولیں۔ "ایک بات تو بھول ہی گئی۔ میں نے ایک نوجوان سے معاملات طے کیے ہیں۔ وہ ڈرائنگ روم میں بیٹھا ہے۔"

"آپ نے کس قسم کے معاملات طے کیے ہیں؟"

وہ بولیں۔ "تمہارے پاس آنکھوں والا علم ہے۔ تم دشمنوں کے ہاتھوں سے ریوالور گرادیتی ہو۔ اُن کا نشانہ کہیں ہوتا ہے، تم اُن سے کہیں اور گولیاں چلوادیتی ہو۔ اسی طرح اگر کوئی کروڑوں کی وصیت پر دستخط نہ کرنا چاہے تو تم اُس کے ہاتھ کو گھور کر دیکھوگی ایسے میں وہ دستخط کردے گا۔"

"آپ اصل بات بتائیں۔"

"وہ نوجوان جو ڈرائنگ روم میں بیٹھا ہوا ہے اُس کا باپ کروڑپتی ہے۔ نوجوان چاہتا ہے، وہ جلدی وصیت لکھ کر مر جائے لیکن باپ کی صحت اچھی ہے۔ ابھی وہ کئی برس تک زندہ رہے گا۔"

"تو پھر؟"

"پھر یہی کہ تم چھپ کر اُس کے باپ کو دیکھوگی تو وہ وصیت پر دستخط کردے گا۔ جس روز دستخط ہوں گے اُسی رات یہ نوجوان اپنے باپ کو قتل کردے گا۔"

میں نے پوچھا۔ "اور وہ ساری دولت آپ کو لاکر دے گا؟"

"ساری دولت نہیں، ہمیں آدھا حصہ دے گا۔"

ہم بہنوں نے ایک دوسرے کو دیکھا، پھر سلطانہ نے کہا۔ "عجیب بات ہے۔ یہی بات ایک نوجوان مجھ سے کہہ رہا تھا۔"

ماں نے پوچھا۔ "وہ نوجوان کون تھا؟"

"تھا نہیں، ہے۔ وہ میرا بوائے فرینڈ ہے۔"

"کیا تم نے کسی کو بوائے فرینڈ بنایا ہے؟"

"ہاں مگر یہ کہہ دیا ہے کہ امی اُسے بالکل پسند نہیں کریں گی اُس نے تدبیر بتائی کہ میں آپ کے ہاتھوں کو دیکھوں گی تو آپ یہ محل اور تجوری کی تمام دولت میرے نام لکھ دیں گی۔ پھر دوبارہ آپ کے ہاتھوں کو دیکھوں گی تو آپ پستول اٹھا کر اپنی کنپٹی میں گولی مارلیں گی۔"

"کون ہے وہ سؤر کا بچہ جو تمھیں اس طرح بہکاتا ہے؟"

"کیا اس طرح بہکانے والا سؤر کا بچہ ہوتا ہے؟"

"ہاں، ایسے ذلیل کمینے کو گولی ماردینا چاہیے۔"

"جو نوجوان ڈرائنگ روم میں بیٹھا ہے آپ اُسے بھی گولی ماریں۔ وہ بھی اپنے باپ کو مار کر تجوری پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔"

"اری وہ اپنے باپ کو مارتا ہے تو مارنے دے، کیا تو اپنی ماں کو مار ڈالے گی؟"

"اگر یہ غلط ہے تو سب کے لیے غلط ہے۔ آپ ماں ہیں بزرگ ہیں۔ اُس نوجوان کو گمراہی سے بچانا آپ کا فرض ہے لیکن آپ دولت کی خاطر اُسے باپ کا قاتل بننے کی راہ پر لے جارہی ہیں۔ سوری ممی! میں اپنے ضمیر کے خلاف کوئی کام نہیں کروں گی۔"

یہ کہہ کر سلطانہ نے میرا ہاتھ پکڑا مجھے ساتھ لے کر ڈرائنگ روم میں آئی۔ وہاں وہ نوجوان بیٹھا تھا، وہ بولی۔ "تمھیں شرم نہیں آتی۔ تم اپنے باپ کو قتل کرنا چاہتے ہو۔"

وہ بوکھلا گیا۔ اس نے ممی کی طرف دیکھا۔ میں نے کہا۔ "اُدھر کیا دیکھتے ہو۔ اِدھر دیکھو اور جواب دو۔ کیا باپ سے بڑھ کر دولت ہے جس کے لیے اس نوجوانی میں قاتل بننا چاہتے ہو۔"

وہ بولا۔ "میں دولت کا لالچی نہیں ہوں۔ میں ایک لڑکی سے بہت پیار کرتا ہوں۔ اس کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ لیکن میرا باپ عیاش ہے۔ دولت کے نشے میں چُور ہے۔ وہ میری محبوبہ سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ ذرا سوچو، میری محبوبہ اُس کی بیٹی کے برابر ہے۔ کیا اس بات پر مجھے غصہ نہیں آئے گا؟ کیا ایسی کمینگی پر باپ سے نفرت نہیں ہوگی؟ لڑکی کے ماں باپ لالچی ہیں، میرے باپ کی دولت کو دیکھ کر وہ لڑکی کو مجھ سے دُور کررہے ہیں۔ میں پریشان ہوں میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے مجھے کیا کرنا چاہیے۔"

اُس نے ہماری ممی کو دیکھ کر کہا۔ "یہ آنٹی میرے پرابلم کو سمجھتی ہیں۔ انھوں نے ابھی بُلا کر مشورہ دیا کہ باپ کی دولت میری ہوگی تو لڑکی کے ماں باپ میری طرف جھکیں گے۔ آنٹی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

نے بتایا کہ تم کسی طرح کا جادو جانتی ہو۔ میرے باپ سے ایک وصیّت لکھوا کر دستخط کرالوگی۔ اس کے بعد مجھے باپ کو قتل کر کے ہمیشہ کے لیے اسے راستے سے ہٹا دینا چاہیے۔"

یہ کہہ کر اُس نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا پھر روتے ہوئے کہا۔

"مَیں نے آنٹی کے سامنے انکار بھی نہیں کیا، اقرار بھی نہیں کیا کہ باپ کو قتل کروں گا۔ کیسے کروں گا؟ کس دل سے کروں گا؟ کیا ماں باپ میں کوئی خرابی ہو تو انھیں مار ڈالنا چاہیے؟ آپ کی ممّی آپ سے دشمنی کریں تو کیا آپ بھی ماں کی دشمن بن جائیں گی؟"

وہ اٹھ کر تیزی سے باہر جاتے ہوئے بولا۔ "نہیں، نہیں، ہرگز نہیں۔ مَیں اپنی محبّت کا گلا گھونٹ دوں گا لیکن باپ کا گلا نہیں دباؤں گا۔"

وہ روتا ہوا چلا گیا۔ مَیں نے کہا۔ "ممّی! بڑے شرم کی بات ہے وہ ایک محبّت کرنے والا دل رکھتا ہے اور آپ اُسے قاتل بنا رہی تھیں۔"

سلطانہ مجھے کھینچتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف لے جاتے ہوئے بولی۔ "ممّی کو سمجھانا فضول ہے۔ انھیں کبھی یقین نہیں آئے گا کہ ان کے پاس دولت آئے گی تو موت بھی آئے گی۔"

اُس نے کمرے میں آکر دروازے کو اندر سے بند کر کے کہا۔ "مَیں ممّی کے مسئلے پر غور کرتی ہوں تم اس جوان کے لیے کچھ کرو۔ بے چارہ معصوم ہے۔ اس لڑکی کا دیوانہ ہے۔"

مَیں نوجوان کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہ ایک ٹیلی فون بوتھ میں فون کے ذریعے لڑکی سے بات کرنے گیا تھا۔ مَیں نے اُس کے باپ کا نمبر ڈائل کرایا۔ اُس بوڑھے عیاش کی آواز سُنی، پھر اُس کے دماغ پر قبضہ جما کر اُس کی زبان سے کہا۔ "بیٹے! تم کہاں ہو؟ مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوگیا ہے۔ مَیں تمھارے راستے کا پتھر نہیں بنوں گا۔ اُس لڑکی کی شادی تمھارے ساتھ ہوگی۔"

بیٹے نے خوش ہو کر کہا۔ "اوہ ڈیڈی! آپ گریٹ ہیں، بہت گریٹ ہیں۔"

مَیں نے بوڑھے سے ریسیور رکھوا دیا۔ وہ میری مرضی کے مطابق الماری کے پاس گیا پھر ایک ریوالور نکال کر آئینے کے سامنے اپنے عکس کو دیکھتے ہوئے بولا۔ "بوڑھے خبیث! تجھے اپنے معصوم اور پیارے بیٹے کی خوشیاں چھینتے شرم نہیں آئی۔ آئینہ دیکھ، تیرے عکس کو شرم آرہی ہے اور اب تو شرم سے خودکشی کرنے والا ہے۔"

وہ گھبرا کر بولا۔ "نہیں، نہیں، مَیں مرنا نہیں چاہتا۔ مَیں نے یہ ریوالور کیوں اُٹھا لیا ہے اس کی نال میری کنپٹی سے لگ رہی ہے۔ اوہ گاڈ! مَیں موت کو بھول گیا تھا، بڑھاپے کو بھول گیا تھا، خود کو جوان سمجھ رہا تھا۔ مَیں توبہ کرتا ہوں، وعدہ کرتا ہوں اب زندگی جتنی بھی رہ گئی ہے اس میں مَیں اپنے بیٹے کی خوشیاں دیکھوں گا۔"

اُس کا ریوالور کنپٹی سے ہٹ گیا۔ مَیں نے اس کے بیٹے کی حمایت میں اُس سے ایک وصیّت لکھوائی، دستخط کرائے۔ اس دوران اس کے دماغ کو بڑی حد تک آزاد رکھا تاکہ وہ اپنے طور پر بھی سمجھتا رہے کہ وہ بیٹے کے لیے یہ سب کچھ کر رہا ہے۔ اس کے بعد اُس نے لڑکی کے باپ کو فون کیا اور کہا۔ "مَیں نے اپنی تمام دولت اور جائداد بیٹے کے نام کر دی ہے۔ اس وصیّت پر عمل ہوتے ہی مَیں اپنے بیٹے کا محتاج ہو جاؤں گا۔ تم بتاؤ اپنی بیٹی کی شادی کس سے کرو گے؟"

دوسری طرف سے آواز آئی۔ "مَیں بیٹی کا باپ ہوں اُس کے مستقبل کا تحفظ چاہتا ہوں۔ تم نے سب کچھ بیٹے کے نام کر دیا، یہ بہت اچھا کیا۔ ہمیں اپنی اولاد کی خوشیاں دیکھتے ہوئے بڑھاپا گزارنا چاہیے۔"

لڑکے کے باپ نے ریسیور رکھ دیا۔ مَیں تھوڑی دیر تک اُس کے دماغ کو پڑھتی رہی، پھر مطمئن ہو کر دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ دروازے پر دستک ہو رہی تھی، ممّی ہمیں بلا رہی تھیں، سلطانہ نے دروازہ کھولا۔ وہ اندر آکر رازداری سے بولیں۔ "اُس نوجوان کو بھول جاؤ۔ مجھ سے غلطی ہوگئی تھی۔ دراصل مَیں تمھارے غیر معمولی علم سے فائدہ اٹھانے کے لیے بے چین ہوگئی ہوں۔ دیکھو بیٹی، جو علم خود سے آیا ہے، وہ کسی بھی وقت خود سے جا سکتا ہے۔ اس لیے جب تک علم ہے اِس سے دولت سمیٹ لینا چاہیے۔"

مَیں نے پوچھا۔ "کیا آپ نے پھر کوئی منصوبہ بنایا ہے؟"

"بیٹی! مَیں کل سے کتنے ہی منصوبے بنا چکی ہوں ایک بہت بڑے اسمگلر سے معاملے طے کر چکی ہوں۔ وہ ہم سے ملنے آیا ہے۔"

"ممّی! آپ کیوں دولت حاصل کرنے کے چکر میں پڑ گئی ہیں، آپ اِس چکر میں کسی دن بُری طرح پھنسیں گی۔"

"بیٹی! تم دونوں خود ہی اس اسمگلر سے باتیں کر کے اگر کوئی پھنسنے والا چکر نہ ہو تو اُس کا کام کر دو۔ وہ کام کے بدلے ہمیں ایک قیمتی ہیرا دے گا۔"

"آپ کہتی ہیں تو اُس سے باتیں ہو جائیں گی۔"

وہ خوش ہو کر چلی گئیں۔ چار شخص ڈرائنگ روم میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک نے ممّی کو دیکھ کر کہا۔ "ہم نے سُنا ہے تمھاری بیٹی بہت خوب صورت ہے۔"

وہ مسکرا کر بولیں۔ "میری ایک نہیں دو بیٹیاں ہیں۔ دونوں ہم شکل ہیں اور ایک جیسا حُسن رکھتی ہیں۔"

دوسرے نے پوچھا۔ "کیا دونوں ایک جیسا غیر معمولی علم رکھتی ہیں؟"

ہم اُن دو بولنے والوں کے دماغوں میں پہنچ گئیں۔ پتا چلا وہ چار پارٹنر ہیں۔ اُن کی زندگی سمندر میں گزرتی ہے۔ اُن کے پاس ایک چھوٹا بحری جہاز ہے، جس کے ذریعے وہ مختلف ممالک کے ساحلی علاقوں میں اسمگلنگ کا مال پہنچاتے ہیں۔ جہاز میں نچلے حصّے میں ایک خفیہ اسٹور روم ہے۔ اسٹور روم کا کوئی دروازہ نہیں ہے۔ بحری پولیس دھوکا کھا جاتی ہے اسٹور کی وہ چار دیواری انجن روم کا ایک حصّہ دکھائی دیتی ہے۔ وہ لوگ آج تک پولیس کو دھوکا دیتے آرہے تھے۔ بڑی ہی کامیابی سے ساحل ساحل چوری کا مال پہنچاتے تھے مگر اب اُن کے لیے پانچواں پارٹنر ایک خطرہ بن گیا تھا۔ وہ اُن کے دھندے سے الگ ہوگیا تھا۔ چاروں پارٹنر اُسے تلاش کر رہے تھے کیونکہ وہ اُن کے ہر راز سے واقف تھا۔ اسمگلنگ کا مال چھپانے والے اسٹور روم کے خفیہ دروازے تک پولیس والوں کو پہنچا سکتا تھا جب تک وہ زندہ رہتا یہ لوگ چوری کا مال ایک جگہ سے دوسری جگہ نہیں لے جا سکتے تھے۔ اُس کی موت کے بعد ہی اپنا دھندا جاری رکھ سکتے تھے۔

مَیں سلطانہ کے ساتھ بیڈ روم سے نکل کر ڈرائنگ روم میں آئی۔ وہ ہمیں ہم شکل دیکھ کر بڑے حیران ہوئے۔ ایک نے کہا۔ "میڈم سلوانہ! تم نے درست کہا تھا یہ دونوں حُسن و شباب میں قیامت ہیں۔ پولیس والوں کو فرائض سے غافل بنانے کے لیے حسین لڑکیاں بڑا اہم رول ادا کرتی ہیں۔"

مَیں نے پوچھا۔ "کیا تم ہمیں چارا بنا کر پولیس والوں کے آگے ڈالنا چاہتے ہو؟"

اُس نے جواب دیا۔ "تمھاری ممّی نے بتایا ہے کہ تم جس کے ہاتھوں کو گھور کر دیکھتی ہو وہ ہاتھ تمھاری مرضی کے مطابق کام کرنے لگتے ہیں۔ اگر ایسے کسی علم سے تم خود کو پولیس والوں سے بچا لوگی تو وہ تمھیں سویٹ ڈش سمجھ کر ہڑپ نہیں کر سکیں گے۔"

دوسرے نے کہا۔ "ہم تمھیں آزمانے کے لیے کچھ مال بزنس آئی لینڈ لے جائیں گے۔ اگر تم نے مصیبت کے وقت ہمارا بچاؤ کیا تو وعدے کے مطابق تمھاری ممّی کو ایک قیمتی ہیرا دیں گے اور آیندہ بھی تم دونوں سے کام لے کر معقول رقم ادا کرتے رہیں گے۔"

ممّی نے کہا۔ "مَیں بھی اِن کے ساتھ آئی لینڈ جاؤں گی۔"

تیسرے نے کہا۔ "بے شک، تم بھی چلو گی لیکن اپنے کام سے مطلب رکھو گی اس ٹوہ میں نہیں رہو گی ہم مال کہاں چھپا کر رکھتے ہیں۔"

سلطانہ نے کہا۔ "ہم سے کوئی بات چھپی نہیں رہتی۔ ہمیں پتا ہے کہ تم لوگ جہاز کے کس حصّے میں مال چھپا کر لے جاتے ہو۔"

"صرف ہمارا پانچواں پارٹنر مال چھپانے کی بات جانتا ہے۔ ہم اتنے محتاط ہیں کہ اپنے بیوی بچّوں کو بھی یہ راز نہیں بتاتے، پھر تمھیں یہ راز کیسے معلوم ہوگیا؟"

مَیں نے کہا۔ "بحری جہاز کے بیسمنٹ میں انجن روم سے ملحق ایک اسٹور روم ہے۔ مال اُس کے اندر جاتا ہے۔"

اِن چاروں نے حیران اور پریشان ہو کر ایک دوسرے کو دیکھا۔ پھر ایک نے کہا۔ "اِس کا مطلب ہے تم ہمارے پانچویں پارٹنر جیکب سے مل چکی ہو۔ اس نے یہ راز تمھیں بتایا ہے۔"

"ہم نے جیکب کی صورت دیکھی ہے نہ اُس کی آواز سُنی ہے۔ تمھاری جیب میں اُس کی تصویر ہے، ہو سکے تو ہمیں اُس کی صورت دکھا دو۔"

اُس کا ہاتھ بے اختیار اپنی جیب پر گیا۔ اُس نے پوچھا۔ "تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ میری جیب میں تصویر ہے؟"

"ہمیں تو یہ بھی معلوم ہے کہ جیکب نے تمھیں ایک خط لکھا ہے جس میں تاکید کی ہے کہ وہ خط باقی تین پارٹنرز کو نہ دکھایا جائے۔"

تینوں پارٹنرز نے اُسے گھور کر دیکھا۔ ایک نے کہا۔ "والٹر! تم نے ہم سے جیکب کا خط چھپایا ہے؟"

"یہ جھوٹ ہے۔ یہ لڑکی بکواس کر رہی ہے۔"

وہ تینوں کھڑے ہوگئے۔ اُس سے سخت لہجے میں بولے۔ "اپنی جیب کی تلاشی دو۔"

وہ جیب سے خط نکال کر بولا۔ "ٹھیک ہے کہ جیکب کا یہ خط میرے پاس ہے۔ مَیں نے سوچا تھا یہاں سے واپسی پر تمھیں یہ خط دکھاؤں گا۔ اُس نے لکھا ہے کہ وہ مجھے ففٹی پرسنٹ کا پارٹنر بنائے گا۔ اس کے عوض مَیں تم لوگوں کے درمیان رہ کر اُس کے لیے جاسوسی کروں کہ تم لوگ کس دن، کون سا مال، کس ملک کی بندرگاہ تک لے جاؤ گے۔ مَیں اُس کمینے جیکب

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کو بتا تا رہوں، لیکن میں کمینہ نہیں ہوں۔ تم لوگوں کا سچا دوست ہوں، اپنے دھندے سے وفادار ہوں۔"

"ہمیں وہ خط پڑھنے دو۔"

تینوں نے اپنے اپنے ریوالور نکال کر اُسے گھیر لیا۔ اُس کے ہاتھ سے خط کو چھین کر پڑھا۔ پھر ایک نے کہا۔"اس تحریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ جیکب کا دوسرا خط ہے پہلے خط کے ذریعے تمھاری اُس کی پارٹنرشپ ہوئی اور تم نے اب تک ہم سے یہ بات چھپا کر رکھی۔"

وہ تینوں اس کی تمام جیبوں کی تلاشی لینے لگے۔ ہر جیب سے چیزیں نکال کر پھینکنے لگے۔ میں نے جیکب کی تصویر اٹھا کر اُس کی آنکھوں میں دیکھا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے اُس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اِدھر سلطانہ اُن کی طرف دھیان دے رہی تھی۔ ایک پارٹنر نے سلطانہ کو نشانے پر رکھتے ہوئے پوچھا۔"تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ جیکب کے پاس تصویر اور خط ہے اور کیسے معلوم ہوا کہ خط میں کیا لکھا ہے؟"

یہ کہتے ہی اُس نے اپنا ریوالور سلطانہ کی طرف اُچھالا۔ اُس نے کیچ کر لیا۔ باقی دو پارٹنروں کے ریوالور بھی اس کے قدموں میں آ گرے۔ وہ بولی۔"ہم دونوں بہنوں کو ڈھکی چھپی باتیں معلوم ہو جاتی ہیں۔ یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ تمھارے تمام ہتھیار میرے قدموں میں آ جائیں گے۔"

"کمال ہے ہمیں پتا ہی نہ چلا اور تمام ریوالور تمھارے پاس پہنچ گئے۔ ہم تمھارے غیر معمولی علم کو مانتے ہیں۔"

دوسرے نے کہا۔"ہمیں تمھارے جیسے ساتھیوں کی ضرورت ہے۔ ہم اس غدار پارٹنر کو موت کے گھاٹ اُتاریں گے اور تمھاری ممی کو پارٹنر بنا لیں گے۔"

ممی نے خوش ہو کر کہا۔"مجھے منظور ہے۔"

"ممی! آپ خاموش رہیں۔ کیا آپ چاہتی ہیں کہ یہ لوگ اپنے اس پارٹنر کی طرح ہماری جان کے بھی درپے ہو جائیں! یہ لوگ بہت شکی ہیں۔"

ایک نے کہا۔"کیا یہ خط اس کی غداری کا ثبوت نہیں ہے؟"

"نہیں، یہ جیکب کو چُپ چاپ تلاش کر رہا ہے۔ یہ جانتا ہے تم لوگوں کو معلوم ہو گا تو تم اس خط کے پتے پر اُسے قتل کرنے پہنچ جاؤ گے جبکہ جیکب اتنا احمق نہیں ہے کہ جو پتا لکھے، وہاں قتل ہونے کے لیے بیٹھا رہے۔ تمھارا یہ پارٹنر بظاہر تم لوگوں کو دھوکا دے کر اُس کا اعتماد حاصل کر رہا ہے۔ جب بھرپور اعتماد حاصل کر کے اس کے سامنے پہنچے گا تو خود اُسے قتل کر دے گا۔"

"لیکن ہم کیسے یقین کریں؟ یہ تو صاف غدار ثابت ہو چکا ہے۔"

"یقین نہ کرو۔ لیکن تم لوگ اس بے گناہ کو موت کے گھاٹ نہیں اُتار سکو گے۔ جس طرح میں ابھی تم سب کے ریوالورز سے بچ گئی اسی طرح بے گناہ والٹر کو بچاؤں گی۔"

سلطانہ نے ایک ریوالور والٹر کو دیتے ہوئے کہا۔"تمھارے قتل کا ارادہ رکھنے والے یہ تینوں تمھارے سامنے بے بس ہیں۔ کیا تم انھیں گولی مارو گے؟"

وہ بولا۔"حسین لڑکی! میں تیرا شکر گزار ہوں تُو نے میری حمایت میں سچی گواہی دی ہے۔ تُو باکمال ہے! میں تیری قدر کرتا ہوں۔ لیکن یہ تینوں صرف میرے بزنس پارٹنر ہی نہیں، گہرے دوست بھی ہیں۔ اگر یہ مجھے غدار سمجھتے ہیں تو میں اپنے ہاتھ سے ریوالور دیتا ہوں، یہ مجھے مار ڈالیں۔"

اُس نے اپنے ساتھیوں کی طرف ریوالور بڑھایا۔ وہ شرمندہ ہو کر اس سے لپٹ گئے۔ پھر انھوں نے کہا۔"میڈم سلوانہ! تمھاری بیٹیاں باکمال ہیں تم آج رات اپنی بیٹیوں کے ساتھ ہمارے جہاز میں سفر کرو گی۔"

ہمیں اِن دھندوں میں نہیں پڑنا چاہیے تھا لیکن ممی کو ایک ہیرے کا لالچ تھا۔ ہم انھیں اسی طرح ایک ہیرے سے بہلا سکتے تھے۔ انھیں یہ سوچنے کا موقع نہیں دے سکتے تھے کہ ہم پلک جھپکتے ہی وہ تمام مال ممی کے قدموں میں لا کر ڈال سکتی ہیں جو وہ اسمگل کرنے والے ہیں۔ ویسے وہ دُور تک سوچنے کی عادی تھیں۔ انھوں نے پوچھا۔"بیٹی! تم دونوں جیسے کمالات دکھا رہی ہو، ایسے کمالات سے تم منٹوں میں کسی کی بھی تمام دولت اپنے گھر لا سکتی ہو!"

"ہاں ایسا ہو سکتا ہے لیکن یہ چوری اور ڈکیتی ہو گی اور ہم ایسا کوئی کام نہیں کریں گے۔"

وہ خاموش ہو کر سوچنے لگیں۔ کیا مشکل ہے۔ یہ ڈاکو باپ کی بیٹیاں ڈاکا ڈالنے سے انکار کر رہی ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ انھیں شرافت میرے خون سے ملی ہے۔ کوئی بات نہیں میں انھیں رفتہ رفتہ سمجھاؤں گی کہ اپنے فائدے کے وقت تھوڑی دیر کے لیے شرافت کو بھول جانا چاہیے۔

ہمارا سفر رات کے گیارہ بجے شروع ہوا۔ سفر مختصر تھا پرنس آئی لینڈ جا کر صبح تک واپس آنا تھا۔ میں جیک کا دماغ پڑھ چکی تھی۔ وہ پولیس والوں کے ساتھ ان کی موٹر بوٹس میں آ رہا تھا۔ میں نے والٹر اور اس کے ساتھیوں سے کہا۔"ابھی پٹرولنگ پولیس کی پوری ٹیم آ رہی ہے۔ جیکب انھیں لا رہا ہے۔ تم لوگ بالکل نارمل رہو گے انھیں تلاشی لینے کی پوری آزادی دینا۔ تمھارا کچھ نہیں بگڑے گا۔"

ایک نے کہا۔"کیسے نہیں بگڑے گا؟ جیکب اسٹور روم کے خفیہ دروازے کا راز جانتا ہے۔ ہمارا سارا مال پکڑوا دے گا۔"

سلطانہ نے کہا۔"جب ہم نے کہہ دیا ہے کہ مال سلامت رہے گا تو ہم پر بھروسا کرو۔ نہیں کرو گے تب بھی اپنا بچاؤ نہیں کر سکو گے، وہ دیکھو وہ آ رہے ہیں۔"

پولیس موٹر بوٹس سے سرچ لائٹس جہاز تک آ رہی تھیں تین موٹر بوٹس تین طرف سے جہاز کو گھیر رہی تھیں۔ آدھے گھنٹے کے اندر ہی جیکب نظر آیا۔ وہ بوٹ سے رسّے کی سیڑھیاں چڑھتا ہوا پولیس افسران اور سپاہیوں کے ساتھ جہاز میں آیا۔ فاتحانہ انداز میں بولا۔"تم چاروں پارٹنر مجھے قتل کرنا چاہتے تھے تاکہ میں تمھارا مال پولیس والوں سے نہ پکڑواؤں۔ مگر میری سلامتی اسی میں ہے کہ تم چاروں لمبے عرصے کے لیے جیل میں چلے جاؤ۔"

پولیس افسر نے کہا۔"ہمیں پورے جہاز کی تلاشی لینے کی زحمت نہ دو۔ ہمارا وقت برباد نہ کرو۔ سیدھی طرح اسمگل ہونے والا مال ہمارے سامنے لے آؤ۔"

جیکب نے کہا۔"چور کبھی چوری کا مال پیش نہیں کرتا۔ میں وہ خفیہ جگہ جانتا ہوں، جہاں یہ مال چھپا کر رکھتے ہیں۔ میرے ساتھ آئیے۔"

وہ انھیں بیسمنٹ کی طرف لے جانے لگا۔ وہ چاروں پریشان ہو کر ہم بہنوں کو دیکھ رہے تھے۔ انھیں پتا نہیں تھا سلطانہ کیا کر رہی ہے وہ جیکب کے دماغ پر قبضہ جما چکی تھی۔ اُسے بیسمنٹ میں اِدھر سے اُدھر لے جا رہی تھی پولیس والے بھی اس کے ساتھ چل رہے تھے۔ جیکب نے انجن روم کے آس پاس کئی چکر لگائے لیکن اسے یاد نہیں آ رہا تھا کہ وہ اسٹور روم کہاں ہے۔ ایسے وقت وہ خفیہ دروازہ بھی اس کی یادداشت سے گم ہو گیا تھا۔

افسر نے غصّے سے پوچھا۔"مسٹر جیکب! کیا تم ہمارا وقت برباد کرنے ہمیں یہاں لائے ہو، وہ خفیہ کمرا کہاں ہے جس کا تم ذکر کر رہے تھے؟"

وہ بولا۔"میں حیران ہوں کہ وہ کمرا کہاں غائب ہو گیا۔ شاید ان لوگوں نے جہاز کی اندرونی بناوٹ میں کچھ تبدیلیاں کی ہیں یا انھیں پولیس ریڈ کا یقین ہو گیا تھا۔ انھوں نے گودام کے اندر عام مال کے ساتھ اسمگلنگ کا مال چھپایا ہو گا۔"

وہ لوگ جہاز کے مال گودام میں آئے۔ وہاں کے ایک ایک سامان کو چیک کیا مگر اسمگل ہونے والا مطلوبہ سامان نہیں ملا۔ تلاشی کے دوران سلطانہ نے جیکب کو سب سے چھپ کر خفیہ اسٹور روم میں جانے پر مجبور کیا۔ پولیس آفیسر نے آخر کار چاروں پارٹنرز سے شرمندگی کا اظہار کیا۔ پھر پوچھا۔"یہ جیکب کہاں ہے؟"

سب اُسے تلاش کرنے لگے۔ افسر نے جہاز پر سے موٹر بوٹ کے ایک سپاہی سے پوچھا۔"کیا جیکب نیچے بوٹ میں ہے؟"

جواب ملا۔"یہاں نہیں ہے۔"

میں نے اُس کی آواز سنتے ہی اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ سپاہی تنہا بوٹ میں تھا۔ اُس نے بوٹ کو اسٹارٹ کیا پھر اُسے تیز رفتاری سے لے جانے لگا۔ ایک افسر نے پوچھا۔"اے کہاں جا رہے ہو؟"

مگر وہ دُور نکل گیا تھا۔ دوسرے افسر نے کہا۔"یہ جیکب کی کوئی چال تھی۔ ہمیں یہاں اُلجھا کر وہ لیتے جہاز کا مال پار کرنے جا رہا ہے۔ کمبخت ہماری بوٹ لے گیا ہے۔"

وہ افسران اپنے سپاہیوں کے ساتھ جہاز سے اُتر کر باقی دو موٹر بوٹس میں گئے، پھر اُس کا تعاقب کرنے وہاں سے روانہ ہو گئے۔ چاروں پارٹنر خوشی سے ناچنے لگے۔ ہماری تعریفیں کرنے لگے۔ سلطانہ نے کہا۔"تمھارا شکار جیکب خفیہ اسٹور روم میں قید ہے۔ میرے ساتھ آؤ۔"

ہم بیسمنٹ کی طرف گئے۔ صبح میں جیکب کے دماغ میں گئی تھی۔ تب ہی سے مجھے اس سے نفرت ہو گئی تھی۔ اُس نے پچھلی رات ایک مجبور عورت کی عزت سے کھیل کر اُسے قتل کر دیا تھا۔ ایسے گناہگار قاتل کے خلاف کوئی ثبوت نہیں تھا اُسے عدالت سے سزا نہیں مل سکتی تھی۔ سلطانہ نے اُسے اسٹور کے خفیہ دروازے سے نکالا تو ایک نے حیرانی سے پوچھا۔"تمھیں خفیہ دروازے کا بھی علم ہے آخر تم بہنیں کیا چیز ہو، آج سے تم ہماری بزنس پارٹنر ہو گی۔"

انھوں نے جیکب کا گریبان پکڑ کر کہا۔"تم ہمیں برباد کر کے لمبے عرصے کے لیے جیل بھیج کر تنہا یہ دھندا کرنے اور تنہا دولت کمانے کے خواب دیکھ رہے تھے۔ اب تم ہمیشہ کے لیے اوپر چلے جاؤ۔"

انھوں نے جہاز کے عرشے پر لے جا کر اُسے گولی مار دی اور سمندر میں پھینک دیا۔ پرنس آئی لینڈ پہنچ کر انھوں نے مال کی ڈلیوری دی۔ اُسی جزیرے سے ہیرے جواہرات سے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

بھرا ہوا ایک بیگ لیا۔ اُس مال کو استنبول کے ایک رئیسِ اعظم کے پاس پہنچانا تھا۔ اب وہ چاروں ہم پسماندھا اعتماد کرنے لگے تھے۔ انھوں نے ممی کے سامنے وہ بیگ لے جاکر اسٹور روم میں چھپایا۔ اتنی دولت دیکھ کر ممی کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ انھوں نے تنہائی میں ہم سے کہا "میں اچھی طرح سمجھ گئی ہوں، تمھیں ٹیلی پیتھی قسم کا کوئی علم حاصل ہوا ہے۔ تم دونوں جو چاہتی ہو، وہ ہو جاتا ہے۔ تم چاہو تو وہ ہیرے جواہرات سے بھرا ہوا بیگ میری خواب گاہ میں پہنچ سکتا ہے اور تم ایسا کروگی، میں کوئی بات نہیں سُنوں گی۔"

سلطانہ نے کہا "میں ایک بار کہہ چکی ہوں کہ جس دن بہت زیادہ دولت آپ کے پاس آئے گی، اُس دن آپ کا سایہ ہمارے سروں سے اُٹھ جائے گا۔"

"یہ کہنے کی باتیں ہیں، میں یقین نہیں کرتی۔ کیا تمھارا علم موت اور زندگی کے بارے میں بھی بتاتا ہے؟"

میں نے کہا "یہ ہمارے بابا جانی کا علم بتاتا ہے۔ انھوں نے ہم سے کہا ہے کہ آپ دولت سے جتنی دور رہیں گی۔ اتنی ہی موت سے دور اور زندگی سے قریب رہا کریں گی۔"

وہ غصّے سے بولیں "اب سمجھ میں آیا کہ وہ ڈاکو میرا پرانا دشمن مجھے دولت سے دور رکھنے کے لیے تمھارے دماغ میں یہ باتیں نقش کر چکا ہے۔ کیا اتنی سی بات تمھاری سمجھ میں نہیں آتی کہ وہ مجھے تم جیسی بیٹیوں کا محتاج بنا کر رکھنا چاہتا ہے۔"

"ہمیں دل کی گہرائیوں سے یقین ہے کہ بابا جانی کبھی کسی کا بُرا نہیں چاہتے۔ اور جو شخص آپ کی طویل عمری کے لیے سوچتا ہو اور ہمارے سروں پر آپ کا سایہ رکھنا چاہتا ہے، وہ کبھی جھوٹ نہیں بولے گا۔"

سلطانہ نے کہا "ممی، آپ سوچ بھی نہیں سکتیں کہ بابا جانی نے برسوں کی عبادت اور ریاضت سے کس قدر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کی ہے۔ انھیں روحانیت میں کمال کا درجہ حاصل ہوا ہے۔ وہ جو بھی پیش گوئی کرتے ہیں، وہ ضرور درست ہوتی ہے۔"

وہ ہار ماننے والی نہیں تھیں۔ انھوں نے کہا "میں ایک دن ثابت کر دوں گی کہ تمھارا باپ اوّل درجے کا جھوٹا ہے۔ اللہ والا بن کر کوئی لمبا ہاتھ مارنے والا ہے۔"

سلطانہ نے غصّے سے کہا "ممی، اپنی ناپاک زبان بند رکھیں۔ اور یہ اچھی طرح یاد رکھیں، اگر آپ نے آیندہ بابا جانی کی شان میں کوئی گستاخی کی تو ہم دونوں آپ کو چھوڑ کر چلے جائیں گے۔"

وہ گھبرا گئیں۔ جلدی سے مسکرا کر بولیں "میں اپنی بیٹیوں کو مرتے دم تک نہیں چھوڑوں گی۔ تمھاری شادیاں بھی نہیں ہونے دوں گی۔ اگر ہوں گی تو داماد گھر میں رہا کرے گا۔ رہ گئی تمھارے باپ کی بات تو آیندہ میں ان کی کوئی بات ہی نہیں کروں گی۔"

ہم صبح آٹھ بجے استنبول پہنچے۔ پولیس والوں سے وہ بیگ کر پورٹ سے باہر پارکنگ ایریا میں آئے۔ وہاں ہماری کاریں کھڑی ہوئی تھیں۔ ممی دو پارٹنرز کے ساتھ ایک کار میں جا کر بیٹھ گئیں، ہم دوسری کار میں بیٹھ کر روانہ ہوئیں۔ ہمارے ساتھ بیٹھنے والے ایک پارٹنر نے راستے میں کہا "وہ دوسری کار نظر نہیں آرہی ہے۔"

دوسرے پارٹنر نے کہا "وہ بہت آگے نکل چکے ہیں۔"

کچھ دور جانے کے بعد پولیس کی گاڑیاں نظر آئیں۔ ایک جگہ راستے میں بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ سپاہی لوگوں کو دور بھگا رہے تھے۔ ممی جس گاڑی میں جا رہی تھیں وہ پولیس گاڑیوں کے پاس رُکی ہوئی تھی۔ اس کے دروازے کھلے ہوئے تھے۔ اس میں بیٹھنے والے دونوں پارٹنرز کھلے ہوئے دروازے سے اوندھے مُنہ باہر پڑے ہوئے تھے۔ ان کے جسم سے لہو بہہ رہا تھا۔ وہ مر چکے تھے۔ ہم دونوں بہنوں نے فوراً خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ ممی کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ ہیرے جواہرات کا بیگ لے کر بھاگ رہی تھیں اور سپاہی فائرنگ کرتے ہوئے ان کا پیچھا کر رہے تھے۔

اب سمجھ میں آیا کہ وہ ہم سے الگ دو پارٹنرز کے ساتھ اس گاڑی میں اس لیے بیٹھی تھیں کہ اس میں وہ بیگ رکھا ہوا تھا۔ انھوں نے راستے میں پستول نکال کر دونوں پارٹنرز کو ہلاک کیا تھا۔ دولت کے لالچ میں اندھی ہو کر یہ نہیں سوچا کہ بھری پُری شاہراہ پر ایسی واردات کریں تو پولیس والوں کے ساتھ عام شہری بھی دشمن ہو جائیں گے۔ کوئی انھیں پناہ نہیں دے گا۔

ہم بہنیں پریشان تھیں کہ انھیں کس طرح اس مصیبت سے بچائیں۔ کیونکہ کئی سپاہی اور افسران کے تعاقب میں تھے۔ ہم نے ان کی آواز نہیں سنی تھی۔ کسی کو فائرنگ سے روکا نہیں جا سکتا تھا۔ میں نے ممی کے دماغ میں کہا "آپ رُک جائیں، خود کو قانون کے حوالے کر دیں۔ ورنہ گولی لگ جائے گی۔"

وہ دوڑتے ہوئے ہانپتے ہوئے بولیں "نہیں، یہ بیگ ہیں بھرا ہوا خزانہ پولیس والے چھین لیں گے۔ یہ میں کسی کو نہیں دوں گی۔"

دو گولیاں آکر بیگ میں لگی تھیں تیسری گولی ممی کی کمر میں لگی۔ وہ چیخ مار کر فٹ پاتھ پر گریں۔ پھر رینگتے ہوئے اٹھیں۔ اس بار گولی پشت پر لگی، دل کے آر پار ہوئی۔ وہ بیگ ہاتھ سے چھوٹ کر گرا۔ گولیاں لگنے سے پھٹ چکا تھا۔ گرتے ہی ہیرے جواہرات فٹ پاتھ پر بکھر گئے۔ ممی ان ہیرے جواہرات پر اوندھے مُنہ گر پڑیں۔

میں نے تڑپ کر آواز دی "ممی! میری ممی....!"

انھوں نے سر اٹھا کر آخری بار دھندلائی ہوئی نظروں سے اس دنیا کو دیکھا، پھر ان کا سر ڈھلک گیا۔ میرے آنسو نکل گئے۔ سلطانہ بھی رونے لگی۔ ہماری گاڑی اس فٹ پاتھ پر پہنچی۔ ہم گاڑی سے اتر کر دوڑتی ہوئی اُدھر گئیں۔ ممی کی لاش اوندھی پڑی ہوئی تھی۔ ان کے نیچے اور آس پاس ہیرے جواہرات بکھرے ہوئے تھے۔ ایک پولیس نے ان کی لاش کو سیدھا کیا۔ تب ہم نے دیکھا ان کے بے جان جسم کے نیچے ایک نیلم پڑا ہوا تھا۔

نیلم پتھر کی موجودگی ان کی موت کا سبب ہو گئی۔ بابا جانی کی پیش گوئی پوری ہو چکی تھی۔

ہم نے استنبول کو خیرباد کہا اور لندن میں رہائش اختیار کر لی۔ جی چاہتا تھا کہ بابا صاحب کے ادارے کے قریب اپنے بابا جانی سے کچھ فاصلے پر پیرس میں رہا جائے لیکن بابا جانی نے منع کیا تھا۔ ان سے دماغی رابطہ قائم رہتا تھا۔ ان دنوں فرہاد، رسونتی، آمر اور جوجو کی ٹیلی پیتھی کا بہت چرچا تھا۔ وہ سپر طاقتوں سے ٹکرا رہے تھے اور انھیں مُنہ توڑ جواب دے رہے تھے۔ بابا جانی کی ہدایت تھی کہ ہمیں ان معاملات سے دور رہنا چاہیے۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے خود کو ظاہر کیے بغیر دکھی انسانیت کے کام آنا چاہیے۔

ہم نے ان کی ہدایت پر عمل کیا۔ ہم بڑی خاموشی سے مسائل کا شکار رہنے والی خواتین اور مردوں کے مسائل حل کرتے رہے۔ ساتھ ہی یہ فیصلہ کیا کہ ہمیں فرہاد اور سونیا سے بہت کچھ سیکھنا چاہیے۔ ہم بڑے ممالک سے نہیں ٹکرائیں گے لیکن چالاکی اور حاضر دماغی کی تربیت ضرور حاصل کرنی چاہیے۔

ہم پچیس برس کی ہو چکی تھیں۔ ہمیں شادی کر لینی چاہیے تھی۔ کسی نہ کسی کو جیون ساتھی بنانا ہی پڑتا ہے۔ لیکن ہم کسی مرد ساتھی کی محتاج نہیں تھے۔ صبح اور شام یوگا کی مشقیں کرتے تھے۔ اب آدھے گھنٹے سے زیادہ سانس روکنے کی صلاحیت پیدا ہو گئی تھی۔ اتنی دیر تک سانس پر قابو پانے والوں پر نفسانی خواہشات کبھی غالب نہیں آتیں۔ ہم نے تنہائی میں کبھی کسی مرد کا تصور نہیں کیا۔ یوگا میں مہارت کے باعث ہمارے حسن میں قابلِ دید نکھار اور تازگی محسوس ہوتی تھی۔ دل پھینک حضرات ہمارے لیے تڑپ کر ترس کر رہ جاتے تھے۔ ہمیں جبراً حاصل کرنے کا ارادہ رکھنے والے مُنہ کی کھاتے تھے۔ کسی کا بس نہیں چلتا تھا اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں بے بسی کا کوئی کمزور پہلو نہیں دیا تھا۔

ہم کبھی سونیا اور کبھی فرہاد کے قریب رہنے کی کوشش کرنے لگے اس کے لیے ہم فرانس کی پولیس اور فوج کے افسران کے دماغوں میں جانے لگے کیونکہ فرہاد، سونیا اور رسونتی کا رابطہ ان سے رہا کرتا تھا۔ کبھی رسونتی اور کبھی جوجو بیمار ہوئی تو میں نے ان کے دماغ میں رہ کر فرہاد کو بہت قریب سے دیکھا۔ رفتہ رفتہ محسوس ہوا کہ میں تنہائی میں رات کے گہرے سناٹے میں فرہاد کی آواز سنتی ہوں۔ غور کرنے سے پتا چلتا ہے، وہ آواز کانوں میں نہیں آتی، دماغ میں نہیں آتی۔ وہ آواز بڑی رازداری سے دل میں بجتی ہے۔

میں پریشان ہو گئی۔ اس ہرجائی کو دنیا جانتی ہے، وہ کسی ایک کا ہو کر نہیں رہتا۔ میں ایسے ہرجائی کو اپنی زندگی میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دے سکتی تھی۔ میں نے سلطانہ سے پوچھا "میں کیا کروں؟ اس کی آواز اور لہجہ آپ ہی آپ میرے دل میں دھڑکتا ہے۔ میں ایسے آدمی کو زندگی کا ساتھی نہیں بناؤں گی جو زندگی ساتھ نہ گزارتا ہو۔"

ہم بہنیں ایک دوسرے سے دل کی باتیں نہیں چھپاتی تھیں۔ اس نے مشورہ دیا کہ مجھے یوگا کی مشقوں میں شدّت پیدا کرنا چاہیے۔ میں نے اس کے مشورے پر عمل کیا۔ سانس روک روک کر آسن بدل بدل کر یوگا کا عمل کرتے رہنے سے وہ میرے دل اور دماغ سے نکل گیا۔ ادھر بابا جانی نے ہم دونوں کو سمجھایا کہ ہمیں ازدواجی زندگی گزارنے کے متعلق سنجیدگی سے سوچنا چاہیے کسی معقول جیون ساتھی کا انتخاب کرنا چاہیے۔

وہ ہمارے مستقبل کے بارے میں بہت کچھ جانتے تھے۔ ان کے علم میں یہ بھی ہوگا کہ میں فرہاد کے عشق میں گرفتار ہونے والی ہوں۔ اور ان کا علم یہ بھی کہتا ہوگا کہ میں کسی سے شادی کر لوں تو فرہاد کو اپنی زندگی سے دور رکھنے میں کامیاب ہو جاؤں گی۔

انھوں نے یہ بھی کہا تھا کہ ممی کی طویل حیات چاہتی ہو تو انھیں کسی خزانے تک پہنچنے نہ دینا۔ ہم نے یہی کوشش کی تھی۔ اگر کوشش میں کامیاب ہو جاتیں تو ممی ابھی زندہ رہتیں لیکن انسانی تدبیر کی ناکامی تقدیر کا لکھا ہوا پورا کر دیتی ہے۔

دوسری بار میں نے اور سلطانہ نے پھر تدبیریں کیں۔ کسی معقول جیون ساتھی کو تلاش کرنے کی کوشش کی لیکن میرا دل کسی پر نہیں آتا تھا۔ یوگا کے ذریعے فرہاد کو دل سے دور رکھا تھا۔ دل میں نہ وہ تھا نہ اور کوئی سماتا تھا۔ سلطانہ فرہاد سے متاثر نہیں تھی۔ اگر ہوتی تو مجھ سے کبھی نہ چھپاتی لیکن وہ بھی کسی ساتھی کا انتخاب کرنے میں ناکام ہو رہی تھی۔ تین برس بعد اس نے بتایا کہ اسے سلمان واسطی (ماسٹر ریسے) اچھا لگتا ہے مگر اچھا لگنے اور محبت ہو جانے کے درمیان بڑا فاصلہ تھا۔ وہ ابھی دیکھنا چاہتی تھی کہ اس سے کس حد تک محبت ہوگی اور وہ کہاں تک خود کو ایک اہم اور کامیاب شخص ثابت کرے گا۔

پھر ایک دن اچانک ہی میرے دل اور دماغ کو جھٹکا پہنچا۔ یہ منحوس خبر ملی کہ فرہاد اس دنیا سے رخصت ہو گیا ہے۔ مجھ پر بڑی دیر تک سکتہ طاری رہا۔ پھر میں نے بابا جانی سے رابطہ قائم کیا۔ جب

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

انھوں نے اس کی موت کی تصدیق کی تو میری آنکھیں بھیگ گئیں۔ مجھے یوں لگا جیسے میں اس کی سہاگن تھی آج بیوہ ہوگئی ہوں، ایسی بیوہ جو کبھی سہاگ کی سیج پر نہیں گئی۔ وہاں تک جانے کے لیے سوچتے سوچتے اپنی جوانی غارت کردی۔

آہ! میں اس خوش فہمی میں مبتلا رہی کہ یوگا کے ذریعے اسے دل سے نکال دیا ہے۔ بے شک میں نے یوگا کے ذریعے خواہشات پر قابو پایا تھا لیکن وہ دل میں اس طرح تھا جیسے بدن میں روح ہوتی ہے۔ ہمیں روح کی موجودگی کا کبھی احساس نہیں ہوتا۔ اسی طرح وہ میرے دل میں غیر محسوس طریقے سے موجود رہا۔ اس کی موت پر میرے دل نے کہا میں نے اس کے لیے سہاگ کا جوڑا نہیں پہنا اب تک اپنے ارمانوں کو کفن پہناتی رہی۔ علوم حاصل کرنے اور تجربات کی آگ میں کندن بننے کے لیے اپنے جذبات کو کچلتی رہی لیکن اندر ہی اندر نادانستگی میں اس پر مرتی رہی۔ اب وہ کہاں ملے گا؟ کہیں نہیں ملے گا کبھی نہیں ملے گا۔ میں اپنی جوانی کے قیمتی لمحات کو قتل کرچکی تھی۔

سلطانہ مجھے تسلیاں دیتی تھی سمجھاتی رہتی تھی "ہمیں خدا کی مرضی پر راضی رہنا چاہیے۔ جو ہونا تھا سو ہوگیا۔ میں تو کہتی ہوں تمھاری بہتری کے لیے ہوا ہے۔ تمھیں یقین ہوچکا ہے کہ فرہاد اس دنیا میں کبھی واپس نہیں آئے گا۔ لہٰذا اب تم کسی اور کو جیون ساتھی بنا سکو گی۔"

دن اور مہینے گزرتے گئے۔ میں کسی کو اپنے لیے پسند نہ کرسکی۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ کبھی نہیں آئے گا، میں بچگانہ انداز میں سوچتی تھی کہ وہ ایک بار آجائے، صرف ایک بار آجائے۔ میں اس کے سامنے اپنا سب کچھ ہار کے اس پر مرمٹوں گی۔ دماغ نے سمجھایا یہ ممکن نہیں ہے۔ مجھے دلی سکون کے لیے فرہاد کی فیملی کے کام آنا چاہیے۔ ماسک مین نے جوجو کو اور سپر ماسٹر نے رسونتی کو اغوا کرایا تھا۔ جوجو کو واپس لانے سونیا گئی تھی۔ اس لیے میں رسونتی کے دماغ میں جاکر رہنے لگی۔

علی تیمور، اعلیٰ بی بی کی مدد سے اپنی ماں کو سپر ماسٹر کی قید سے نکال چکا تھا۔ ایک جنگل میں فوجی اسے چاروں طرف سے گھیر رہے تھے۔ وہ انھیں بڑے نقصانات پہنچا رہا تھا۔ میں بھی رسونتی کے دماغ میں رہ کر چپ چاپ اس طرح دشمنوں کو ہلاک کرتی تھی کہ کسی کو میری موجودگی کا پتا نہیں چلتا تھا۔

ایسے ہی وقت جب علی تیمور ماں کو لے کر شمالی سرحد پار کرنے والا تھا تب میں نے اچانک رسونتی کے ذریعے فرہاد کی آواز سنی۔ رسونتی جس درخت کی شاخوں اور پتوں میں چھپی ہوئی تھی اسی درخت پر فرہاد بھی موجود تھا۔ مجھے یقین تھا کہ وہ زندہ نہیں ہے

اس کے باوجود دل بے اختیار دھڑکنے لگا تھا۔ میں پوری توجہ سے رسونتی کے اندر اس کی آواز سن رہی تھی۔ وہ آواز بدلنے والا کوئی بہروپیا ہوسکتا تھا۔ میں اس کے دماغ میں نہیں جاسکتی تھی مگر وہ سوچ کی لہروں کو محسوس کرلیتا تو اسے معلوم ہوجاتا کہ کوئی اور بھی خیال کرنے والی ہستی موجود ہے۔

میں چشم زدن میں بابا جانی کے پاس آگئی۔ ان سے پوچھا۔ "کیا فرہاد زندہ ہے؟"

انھوں نے پوچھا "یہ سوال کیوں کر رہی ہو؟"

"میں نے فرہاد کی آواز سنی ہے۔ اسے رسونتی کے دماغ میں موجود پا رہی ہوں۔"

"بیٹی! پانچ منٹ کے بعد آؤ۔"

میں ان کے دماغ سے نکل گئی۔ وہ اپنے علم سے معلوم کر رہے تھے کہ فرہاد ظاہر کیسے ہوگیا؟ جبکہ وہ گوشہ نشینی اختیار کرچکا تھا۔ امریکا کے ایک جنگل میں عبادت اور ریاضت کے لیے اس کی رہائش کا انتظام ہوچکا تھا۔ اس نے زبان دی تھی کہ وہ اپنے اندر کے دنیاوی فرہاد کو مار چکا ہے اور آیندہ گمنامی کی زندگی کو گزارتے ہوئے مظلوم اور دکھی انسانیت کے کام آتا رہے گا۔ اگر کوئی شناسا یا خون کے رشتے بھی سامنے آئیں گے تو ان کے سامنے بھی اجنبی رہے گا۔ اسے کوئی نہیں پہچانے گا اور نہ ہی کبھی وہ اپنی پہچان کرائے گا۔

اور جب وہ اپنی پہچان کرا رہا تھا اپنی زبان سے پھر گیا تھا۔ پانچ منٹ کے بعد بابا جانی کے پاس پہنچی تو وہ صدمے سے نڈھال ہو کر سر جھکائے بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے دل کی گہرائیوں سے ایک آہ نکلی "آہ! فرہاد نے مجھے جھوٹا اور فریبی بنا دیا۔ برسوں کی عبادت سے جو نیک نامی حاصل کی تھی اب وہ کسی دن بھی بدنامی میں بدل جائے گی۔ ایک دن دنیا کہے گی، میں ڈاکو تھا مومن نہ بن سکا۔ میرے اندر برسوں کے بعد بھی جھوٹ بولنے والا ڈاکو موجود تھا۔ میں نے فرہاد کی موت کی تصدیق کرکے ساری دنیا کو اور اپنی بیٹیوں کو بھی دھوکا دیا ہے۔"

"بابا جانی، آپ نے ایسا کیوں کیا؟"

وہ چند لمحے تک سر جھکائے خاموش رہے، پھر یوں گویا ہوئے "میں نے اپنے علم کی روشنی میں فرہاد کو دور تک دیکھا تھا۔ وہ بدل سکتا تھا۔ اپنی موجودہ روش کو چھوڑ کر عبادت سے بھرپور ایک پاکیزہ زندگی گزار سکتا تھا۔ سپر پاورز سے ٹکرانے والی ہنگامہ پرور زندگی سے دور رہ کر مجبور اور مظلوم بندوں کے کام آسکتا تھا۔ اس کے ستارے یہ بھی بتاتے تھے کہ وہ دونوں ہاتھ اٹھائے ایمان کی بلندی کی جانب پرواز کرنے کو ہے۔ لیکن ان کے پاؤں دلدل میں دھنسے ہوئے تھے۔ اگر کسی طرح وہ اپنے پاؤں دلدل سے نکال لے تو اسے ایمان کی بلندی کو چھونے سے شیطان بھی نہیں روک سکے گا۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولے "پھر وہ وقت آیا جب وہ گولی کھا کر ادارے میں پہنچا۔ وہ زندگی اور موت کی کشمکش میں تھا۔ یوں کہنا چاہیے کہ زندگی کمزور پڑ گئی تھی، موت غالب آرہی تھی۔ طبی سائنس کی ایجاد کردہ کوئی دوا اسے بچا نہیں سکتی تھی۔ آخری لمحات میں اس کا کمزور دماغ یہ سوچ رہا تھا اور خدا سے کہہ رہا تھا، میرے معبود! موت ایسے آرہی ہے کہ توبہ کی مہلت نہیں مل رہی ہے۔ کیا مجھے کچھ سانسیں اور نہیں مل سکتیں؟ کیا مجھے اپنی غلطیوں کی تلافی کا موقع نہیں ملے گا؟ جب وہ سوچ رہا تھا تب میں نے اس کے اندر کہا "توبہ کی مہلت ملے گی۔ اگر تم دنیاوی جھگڑوں سے دور باقی زندگی یادِ الٰہی میں بسر کروگے۔ اس نے وعدہ کیا، وہ یہی کرے گا۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولے "میرے علم نے اور اس کے وعدے نے یقین دلایا کہ وہ دلدل میں پھنسے ہوئے پیر نکال کر اپنی عبادت اور ریاضت سے نکال لے گا۔ تب میں نے اس اگربتی کی راکھ چٹکی میں لی جو ساری رات عبادت کے دوران سلگتی رہی تھی۔ میں نے وہ راکھ گولی کے زخم پر چھڑک دی۔ پرنس جمال پاشا کی گولیوں کے تین زخم روحانی علاج سے بھر گئے تھے۔ فرہاد کا زخم بھی بھر گیا۔ فرہاد، سونیا، پارس اور علی تیمور کی کتنی ڈمی ادارے میں موجود ہیں۔ اتفاق سے فرہاد کی ایک ڈمی کا استعمال ہوگیا۔ میں نے ادارے کے تین معتبر افراد کو رازدار بنا کر فرہاد کو وہاں سے روانہ کردیا۔ اور اس کے بیڈ پر اس کی ڈمی رکھوادی۔ میں نے یہ سب کچھ ایک نیک جذبے سے کیا۔ میرے اس عمل سے فرہاد کو اور فرہاد سے تعلق رکھنے والوں کو بہت سے فائدے پہنچنے والے تھے۔"

وہ چند لمحوں تک خاموش رہے پھر بولے "میں جانتا ہوں تم دل سے مجبور ہو رہی تھیں۔ میری تربیت نے تمھیں فرہاد سے دور رکھا ہے۔ مگر کوئی انسان دیر تک فطری خواہشات سے جنگ نہیں کرسکتا۔ یا مقدر کا لکھا ہوا بدل نہیں سکتا۔ یہ مقدر کی کارفرمائی ہے کہ آج تک کسی کو جیون ساتھی نہ بنا سکیں۔ تمھاری طرح کتنی ہی لڑکیاں دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر اس مقناطیس کی طرف کھنچی جاتی ہیں۔ میں نے سوچا تھا اس مقناطیس کو مسجد کے دروازے پر رکھ دوں تو لڑکیاں تباہی سے اور فرہاد گناہوں سے بچے گا مگر افسوس وہ مقناطیس مسجد کے دروازے سے لڑھک کر باہر نکل آیا ہے۔"

میں نے نفرت سے کہا "بابا جانی! آپ نے درست سمجھا تھا کہ میں دل سے مجبور ہو رہی تھی۔ لیکن آپ کی روحانی عظمتوں کی قسم اب اس شخص سے شدید نفرت ہو رہی ہے۔ میں ایسے شخص سے محبت کا تصور بھی نہیں کرسکتی جو میرے باپ کی نیک نامی کو خاک میں ملانے والا ہے۔ میں اسے ایسا نہیں کرنے دوں گی۔ آپ کے بیان کے مطابق عیاش اور جنگجو فرہاد مرچکا ہے۔ وہ مردہ ہی رہے گا۔ میں اسے زندہ نہیں ہونے دوں گی۔ اسے فرہاد کی حیثیت سے اپنی شناخت کا موقع نہیں دوں گی۔ اسے وہی پارسائی کی زندگی گزارنی ہوگی، جس کا وعدہ وہ آپ سے کرچکا ہے۔ وہ میرے باپ سے جھوٹ بول کر میرے باپ کو دھوکا دے کر سکون سے نہیں رہ سکے گا۔"

"بیٹی! میری دعائیں تمھارے ساتھ ہیں۔ میں اب بھی فرہاد سے مایوس نہیں ہوں۔ کیونکہ مایوسی گناہ ہے۔ تم یقیناً باپ کے مشن کو پورا کرسکو گی۔ تم سمجھدار ہو پھر بھی یہ سمجھاتا ہوں، گناہ کا سایہ اپنی زندگی پر نہ پڑنے دینا۔"

یہ کہہ کر انھوں نے آنکھیں بند کرلیں۔ مراقبے میں جانے لگے۔ میں ان کے دماغ سے نکل کر سلطانہ کے پاس آئی۔ اسے فرہاد کی ساری روداد سنائی۔ وہ بھی بابا جانی پر جان دیتی تھی۔ اس نے ناگواری سے کہا "میں فرہاد کو کبھی معاف نہیں کروں گی۔ اس کی بھلائی اسی میں ہے کہ وہ گمنام رہے۔ ورنہ میں اس کا جینا حرام کردوں گی۔"

اس دن سے ہم دونوں بہنیں اس کے پیچھے پڑگئیں۔ رسونتی دماغی طور پر کمزور تھی۔ ہم اس کے دماغ میں آنے جانے لگے۔ فرہاد اکثر اس کے پاس آتا تھا۔ اور اس کے ذریعے سونیا، پارس اور علی تیمور کو اپنے فرہاد ہونے کا یقین دلاتا تھا لیکن کوئی یقین کرنے کو تیار نہیں تھا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ دونوں غیرت مند بیٹے اسے اپنی ماں کے قریب برداشت نہ کرسکے۔ اس پر حملہ کر بیٹھے ہمیں خوشی ہو رہی تھی کہ وہ اپنے ہی بیٹوں کے ہاتھوں ذلیل ہو رہا ہے۔

ہمیں سونیا کی ذہانت سے بڑا خوف آتا ہے۔ دُنیا والے جہاں تک سوچ نہیں سکتے، وہ وہاں سے سوچ کر آگے نکل جاتی ہے۔ اس نے فرہاد کے کپڑے اتروا کر اس سے ورزش کرائی اسے پنجوں کے بل اچھلتے رہنے کو کہا۔ پھر اس کے پسینے کی بو سے اسے پہچان لیا۔ پارس اور علی تیمور کے سامنے تصدیق کردی کہ وہ ان کا باپ فرہاد علی تیمور ہے۔

سچ بات تو یہ ہے کہ فرہاد کی طرح سونیا بھی ہمیں کھٹکنے لگی۔ وہ فرہاد کو شناخت کرکے ہمارے باپ کے مشن کو ناکام بنا رہی تھی۔ فی الحال یہ بات اطمینان بخش تھی کہ وہ بھی بابا جانی کی سچائی پر حرف نہیں آنے دینا چاہتی تھی۔ تینوں نے یہ عہد کیا تھا کہ بابا جانی کے بیان کے مطابق جو فرہاد مرچکا ہے، وہ مردہ ہی رہے گا۔ اور فرہاد برائن وولف کے نام سے مخاطب کیا جائے گا۔

ان حالات میں اگر کوئی بابا جانی سے پوچھ لیتا کیا فرہاد زندہ ہے؟ تو وہ جھوٹ نہ بولتے کیونکہ وہ فرہاد کے وعدے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کے مطابق پہلے بیان میں سچے تھے اور اب اس کی وعدہ خلافی کے مطابق دوسرے بیان میں جھوٹ نہیں بول سکتے تھے لیکن خدا کو یہ منظور نہیں تھا کہ وہ دُنیا والوں کے سامنے دوسرا بیان دیں اس لیے ان کا بلاوا آ گیا۔ وہ اللہ کو پیارے ہو گئے۔

ان کے انتقال پر ہم بہنوں نے جو آنسو بہائے وہ ایک الگ بات ہے مگر اُن کی دائمی جُدائی نے اس فیصلے کو اور پختہ کر دیا کہ ہم فرہاد کو ظاہر ہونے نہیں دیں گے۔ اپنے باپ کا مشن پورا کریں گے۔ چاہے اس کے لیے فرہاد اور سونیا سے دُشمنی کیوں نہ مول لینی پڑے۔

سلطانہ نے مجھ سے کہا "کسی طرح فرہاد کے دماغ میں جگہ مل جائے تو ہمارے تمام مسائل حل ہو جائیں گے۔"

میں نے کہا "ہمارے بابا جانی بھی فرہاد کے دماغ میں پہنچ سکتے تھے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر یا روحانی عمل کے زیرِ اثر لا کر اُسے دینی فرائض کی طرف مائل کر سکتے تھے لیکن اسلام میں کسی کو جبراً مائل کرنے کی اجازت نہیں ہے۔"

"میں اسے جبراً فرشتہ نہیں بنانا چاہتی لیکن اس کے دماغ میں جگہ مل جائے تو اس کی تمام مصروفیات کا علم ہوتا رہے گا اور ہم اسے دُنیا والوں پر ظاہر ہونے سے روکتے رہیں گے۔"

میں بھی یہی چاہتی تھی اور ہماری یہ خواہش پوری ہونے کا وقت آ رہا تھا۔ فرہاد اپنی عاشق مزاجی سے مجبور تھا۔ جینا نامی ایک ایسی لڑکی کے عشق میں گرفتار ہو گیا جو ہر رات دس بجے لڑکا بن جایا کرتی تھی۔ دُشمنوں نے تنویمی عمل کے ذریعے اسے آدھی لڑکی اور آدھا لڑکا بنا کر عجیب سی کشش پیدا کر دی تھی۔ فرہاد اُس کا دیوانہ ہو گیا تھا۔ وہ اکثر ایسے ہی حالات میں نقصان اُٹھاتا ہے۔ وہ دیوانگی میں بھول گیا کہ پاسکل بُوبا جینا کے ذریعے خطرناک حملہ کر سکتا ہے۔ بہرحال دُشمن نے حملہ کیا۔ جینا کے ذریعے اس کے دماغ کو کمزور بنا کر اس کے اندر زلزلے پیدا کر دیے۔ پوری طرح اس کے دماغ پر قبضہ جما کر بولا "اب میں تنویمی عمل کے ذریعے تمھیں اپنا معمول اور تابعدار بنا کر رکھوں گا۔ اب کوئی تمھیں میرا غلام بننے سے نہیں روک سکے گا۔"

اس کا دعویٰ اپنی جگہ درست تھا۔ کوئی اُسے بچانے کے لیے اس کے دماغ میں دفاعی مورچا نہیں بنا سکتا تھا اور ہم بہنوں کے بارے میں کسی کو کچھ معلوم نہیں تھا۔ ہمیں خاطر خواہ موقع مل گیا تھا۔ جب پاسکل بُوبا نے اس پر تنویمی عمل شروع کیا تو ہم نے دفاعی مورچا بنا لیا۔ اس کے تنویمی عمل کو بے اثر کر دیا۔ وہ اپنے طور پر مطمئن ہو کر فرہاد کو تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ گیا۔ ایسے وقت میں نے اس کے دماغ میں ہنستے ہوئے کہا "ایک طویل انتظار کے بعد قابو میں آئے ہو۔ میں چھپ چھپ کر بزار جتن کرتی رہی کہ کسی طرح تھوڑی دیر کے لیے تمھارا دماغ کمزور ہو جائے اور میں اُس کی مالک بن جاؤں۔ مگر تم فولاد ہو، تمھیں توڑنا میرے بس میں نہیں تھا اور میں تمھیں توڑنا نہیں اپنے ساتھ جوڑنا چاہتی ہوں۔"

اس نے کہا "تمھاری آواز جادو بھری ہے کون ہو تم؟"

"مجھے پھانسنے کے ہتھکنڈے نہ آزماؤ۔ میں تمھیں اپنے ساتھ جوڑنا ضرور چاہتی ہوں، مگر محکوم بنا کر، حاکم بننے کا خیال دل سے نکال دو اور میرے معمول بننے کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

پھر میں نے اُسے بولنے کا موقع نہیں دیا۔ تنویمی عمل کے ذریعے اُسے اپنا مطیع اور فرماں بردار بنانے لگی۔ سلطانہ بھی اُس کے دماغ میں موجود تھی۔ میں نے اس کے ذہن میں یہ نقش کیا کہ وہ میری اور سلطانہ کی سوچ کی لہروں کو کبھی محسوس نہیں کرے گا۔ اور ہر ہفتے کی رات ہمارا معمول بننے کے لیے خود کو ہمارے تنویمی عمل کے سپرد کر دیا کرے گا۔

ہم بہنوں کو بہت بڑی کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ ہم نے طے کر لیا کہ ایسے عاشق مزاج کے ساتھ معشوق بن کر کھیلا کریں گے لیکن اپنی آبرو پر اور مرحوم بابا جانی کی غیرت پر آنچ نہیں آنے دیں گے۔ ویسے میرے اندر اندیشہ تھا کہ فرہاد سے جھوٹا رومانس کرتے کرتے کہیں سچے عشق میں مبتلا نہ ہو جاؤں۔ میں نے کہا۔ "سلطانہ! میں فرہاد سے سچا تو کیا جھوٹا عشق بھی نہیں کروں گی۔ یہ میرے مزاج کے خلاف ہے۔"

"اپنے مقاصد کے حصول کے لیے بعض اوقات مزاج کے خلاف بھی کام کرنا پڑتا ہے۔ عشق میں کروں گی لیکن ضرورت کے وقت تم کام آتی رہو گی۔"

اُدھر فرہاد پریشان ہو گیا تھا۔ میں اس کی زندگی میں پہلی عورت تھی جس نے تنویمی عمل کے ذریعے اُسے اپنا معمول بنا لیا تھا۔ اُسے مجھ سے نجات حاصل کرنے کا کوئی راستہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ ایسے وقت وہ سونیا سے مدد حاصل کرنا چاہتا تھا۔ سلطانہ نے پوچھا "کہاں جا رہے ہو؟ وہ تمھاری نجات دہندہ بھی مجھے تمھارے دماغ سے نہیں نکال سکے گی۔"

اس نے پوچھا "تم کیا چاہتی ہو؟"

وہ شرارت سے بولی "تمھیں چاہتی ہوں میں تمھیں آخری دم تک اپنا بنائے رکھوں گی۔"

"میں تمھیں پسند کروں یا نہ کروں! تم جبراً اپنا بنا کر رکھو گی؟"

وہ بڑے رومانٹک لہجے میں بولی "تم مجھے صرف پسند ہی نہیں کرو گے بلکہ میرے دیوانے ہو جاؤ گے۔ میں نے اپنے حسن و جسم و جاں کو تمھارے لیے سنبھال کے رکھا ہے۔ اس میں سے ایک تنکا خرچ نہیں کیا ہے؟"

اِدھر میں نے سلطانہ کے بازو میں ایک چٹکی لے کر کہا "تجھے ایسی بے حیائی کی باتیں کرتے شرم نہیں آتی؟"

وہ بولی "لوہا لوہے کو کاٹتا ہے۔ میں بے حیا کو بے حیائی سے ہیچ کروں گی۔ ذرا دیکھتی جاؤ، میں اسے کیسا چکر دیتی ہوں۔"

اُدھر فرہاد نے پوچھا "کیا تنویمی عمل کے سہارے مجھے محبت پر مجبور کرو گی؟"

"ہرگز نہیں! تم مجھے دیکھ کر خود ہی دیوانے ہو جاؤ گے، مجھے اپنی تنہائی میں بلاؤ گے۔"

"اگر میں نے ایسا نہ کیا اور تم سے دامن بچا لیا تو؟"

"اگر تم میرے سامنے آ کر میرے ساتھ کچھ وقت گزار کر ثابت قدم رہے، مجھ سے محبت نہ کی اور مجھے اپنی تنہائی میں نہیں لے گئے تو میں تمھارے دماغ سے اپنا تنویمی عمل ختم کر دوں گی۔"

اس نے چیلنج قبول کر لیا۔ ہمارا دماغ خراب نہیں ہوا تھا کہ ہم میں سے کوئی اس کی تنہائی میں چلی جاتی۔ سلطانہ نے پیرس کی ایک بازاری عورت کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ کیا۔ اُسے فرہاد کی خواب گاہ میں بھیج دیا۔ وہ نیند میں تھا۔ میں نے اُسے بیدار کیا تو اس نے خواب گاہ میں ایک حسین عورت کو دیکھا۔ سلطانہ نے اس حسینہ کی زبان سے کہا "یہ میں ہوں بتاؤ کیسی ہوں؟"

وہ حیرت زدہ ہو کر بولا "تمھارا حسن توبہ کو توڑنے والا اور جوانی عزائم کو توڑنے والی ہے۔"

وہ بولی "میں اخلاقی کمزوری ہوں مجھے ٹھکرا دو۔"

وہ عاشقانہ انداز میں بولا "میں موت کے اندھیرے سے تمھارے لیے لوٹ کر آیا ہوں۔ تمھیں ٹھکرا نہیں سکتا۔"

وہ حسینہ اُسے بیڈ روم میں چھوڑ کر دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ وہ بھی وہاں سے دوسرے کمرے میں آیا پھر آواز دی "جینا!"

سلطانہ نے اس حسینہ کی زبان سے جینا کی آواز میں کہا۔ "میں یہاں ہوں لیکن میرے پاس نہ آنا۔ جب تم سو رہے تھے تو وہ عورت مجھے نیند کی حالت میں جلاتی ہوئی کاٹیج کے باہر لے گئی تھی۔ میں نہیں جانتی ابھی میں کہاں ہوں؟"

وہاں اندھیرا تھا۔ یکبارگی بجلی آئی تو فرہاد نے حیرانی سے دیکھا۔ وہ دراصل وہ نہیں تھی بلکہ وہ تھی۔

وہ جسے اپنے بیڈروم دیکھا تھا۔ رات تھی، خاموشی تھی کافرانہ ادائیں عزائم کو توڑ رہی تھیں۔ جوانی رائفل سے نکلی ہوئی گولی کی طرح نگاہیں سے دل کو لگ رہی تھی۔ کوئی روکنے ٹوکنے والا نہیں تھا۔ وہ جذبات کے دھارے میں بہہ گیا۔

سلطانہ نے ثابت کر دیا کہ وہ فطرتاً عیاش ہے۔ اُس نے دعویٰ کیا تھا کہ میں اس کی تنہائی میں آؤں گی تو وہ ثابت قدم رہے گا کہ وہ عیاش نہیں ہے۔ میں اس کی تنہائی میں نہیں گئی۔ کوئی اور گئی۔ چیلنج کے مطابق کوئی عورت ہی گئی اور وہ شرط رہا گیا۔ اب وہ مجھ سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ میں اس کے دماغ سے چلی جاؤں اور اپنا تنویمی عمل ختم کر دوں۔

لیکن وہ ہمیشہ سے آزاد اور خود مختار زندگی گزارنے والا میری پابندیوں میں نہیں رہ سکتا تھا۔ اُس نے سونیا کو تمام روداد سُنائی اس سے مدد طلب کی۔ سونیا نے کہا "تمھارے بیان سے ظاہر ہے کہ تمھارے دماغ میں آنے والی دشمن نہیں ہے اُس میں ذرا بھی خود غرضی ہوتی تو وہ کہتی کہ تمھیں اس کے ساتھ کسی ویرانے میں رہ کر عبادت سے بھرپور زندگی گزارنا چاہیے کیونکہ وہ تمھارے پاس تن من سب کچھ ہار چکی ہے لیکن وہ تمھیں اپنے ساتھ رہنے پر مجبور نہیں کر رہی ہے صرف شیخ الفارس مرحوم کے بیان کی اس سچائی کو قائم رکھنا چاہتی ہے کہ گناہگار فرہاد مر چکا ہے لیکن تم شیطان کی طرح زندہ رہنا چاہتے ہو تم اس عورت کی عظمت کو تسلیم نہیں کرو گے لیکن میں اس کی عظمت کو سلام کرتی ہوں۔"

سونیا کی ذہانت اور محبت بھری سُن کر ہم دونوں بہنوں کے دل خوشی سے بھر گئے سو وہ سچ مچ دلوں کو فتح کرنے والی عورت ہے چشم زدن میں دماغ سے تمام کدورتیں مٹا کر اپنے لیے محبت بھر دیتی ہے۔ فرہاد نے اس سے پوچھا "کیا تم میری مدد نہیں کرو گی؟"

اُس نے جواب دیا "میں جس عورت کی عظمت کو سلام کر چکی ہوں اس کے خلاف کوئی قدم نہیں اُٹھاؤں گی۔ جب وہ کہتی ہے کہ تم آزاد ہو۔ جینا کو اپنی شریکِ حیات بنا سکتے ہو۔ شرط صرف اتنی سی ہے کہ تمھیں دنیا والوں سے دور کسی ویرانے میں رہنا ہو گا تاکہ تم کبھی اتفاق سے بھی فرہاد کی حیثیت سے پہچانے نہ جا سکو تو تمھیں اعتراض کیا ہے؟"

اُس نے جواب دیا "میں ویرانے میں ایک عابد اور زاہد کی زندگی گزار سکتا ہوں لیکن جینا ایسی زندگی نہیں گزار سکتی۔ جینا کیا کوئی بھی عورت ویرانے میں نہیں رہنا چاہے گی۔"

سونیا نے کہا "محبت کرنے والی عورت اپنے مرد کے ساتھ ویرانے میں تو کیا جہنم میں بھی زندگی گزار لیتی ہے۔ میرا دعویٰ ہے جو عورت تمھیں شیخ مرحوم کی راہ پر لگانا چاہتی ہے، وہ ساری زندگی تمھارے ساتھ ویرانے میں رہے گی لیکن تم خود رہنا نہیں چاہو گے کیونکہ ویرانے میں تمھارے مطلب کی تتلیاں نہیں ملیں گی تمھیں ایک ہی سے گزارہ کرنا ہو گا۔"

فرہاد اُس سے ناراض ہو گیا۔ اُس سے فرہاد کا کوئی جسمانی رشتہ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

نہیں تھا لیکن وہ سونیا کا محبوب تھا۔ میں نہیں چاہتی تھی کہ سونیا جیسی محبوب ہستی کا فرہاد مخالف ہو جائے۔ میں نے جذباتی ہو کر کہا کہ اس کے دماغ سے ہمیشہ کے لیے چلی جاؤں گی۔ تب سونیا نے مجھ سے کہا" میرے دماغ میں آؤ میں دوستی کرنا چاہتی ہوں۔"

میں پہلی بار سونیا کے دماغ میں آئی۔ اپنی بے انتہا مسرتوں کا اظہار کرنے لگی۔ اسے بتایا کہ میں شیخ الفارس مرحوم کی بیٹی ہوں میری ایک ہم شکل بہن سلطانہ بھی اس کے دماغ میں ہے۔ ہم دونوں باری باری اسے اپنی داستان سناتی رہیں۔ وہ حیران ہو کر بولی" تم دونوں شیخ الفارس مرحوم کی بیٹیاں ہو اس سے زیادہ خوشی کی بات اور کیا ہو سکتی ہے۔ تمھیں اُن کے بیان کی سچائی کو بحال رکھنے کے لیے جو کرنا چاہیے وہ کر رہی ہو۔ میں بھی یہی کرنا چاہتی ہوں لیکن میرا طریقہ کار مختلف ہو گا۔ تم دونوں اس پر جبر کر رہی ہو۔ میں جبر کے بغیر اُسے گمنام رہنے اور گناہوں سے باز آ جانے پر مجبور کر دوں گی۔"

" ہمیں یقین ہے تم کچھ بھی کر سکتی ہو۔ ناممکن کو ممکن بنا سکتی ہو۔"

اس نے ہمیں سمجھایا۔ ہمیں بار بار فرہاد کے دماغ میں نہیں جانا چاہیے۔ اس کے برعکس جینا کے دماغ میں رہ کر پہلے اس کا برین واش کرنا چاہیے " برین واشنگ کا پہلا فائدہ تو یہ ہے کہ ملک تین کے تنویمی عمل جاننے والوں نے جو زہر اس کے اندر بھرا ہے وہ سب نکل جائے گا۔ تم بہنوں کے عمل سے اس کی آواز اور لہجہ بدل جائے گا اس طرح پاسکل بُوبا اُسے کبھی ٹریپ نہیں کر سکے گا۔ تم اس کے دماغ میں دنیاوی آسائشوں سے بیزاری پیدا کر دو گی تو وہ فرہاد کو ویرانے میں رہنے پر مجبور کرے گی۔"

سلطانہ نے خوش ہو کر کہا" اسے صحیح معنوں میں ذہانت کہتے ہیں۔ اتنی سی بات ہماری سمجھ میں نہیں آئی کہ جینا سے سچا عشق کرنے والے کو ہم جینا کے ذریعے ہی کسی ویرانے میں بھیج سکتے ہیں۔"

میں نے کہا" اس کا عشق سچا ہو گا تو وہ ضرور جینا کے ساتھ کہیں دور چلا جائے گا۔ ورنہ اپنی فطرت کے مطابق نئے عشق کے لیے پھر دنیاوی ہنگاموں کی طرف چلا آئے گا۔"

سونیا نے کہا" میری پلاننگ کے مطابق فرہاد کوئی نیا عشق نہیں کرے گا اور نہ ہی جینا سے کبھی پیچھا چھڑا سکے گا۔ جب وہ اس سے بیزار ہو گا تو تم اُسے نئی حسینہ کے روپ میں پیش کرو گی۔ عورت باہر سے مختلف ہوتی ہے اندر سے تو وہی ہوتی ہے جیسی سب ہوا کرتی ہیں۔ جینا ہر بار مختلف عورت بن کر اس کے پاس رہا کرے گی اور یہ تمھاری ٹیلی پیتھی اور ہپناٹزم کے ذریعے ہوا کرے گا۔"

سونیا نے بڑی عمدہ تدبیر بتائی تھی۔ اس طرح ہم فرہاد کو یہ سبق سکھا سکتے تھے کہ عورت ایک ہی ہوتی ہے۔ اوپر سے اس کا رنگ روپ بدلتا رہتا ہے۔ جینا فوج کے انڈر گراؤنڈ سیل میں تھی۔ ہم نے سونیا کے مشورے کے مطابق اس کا برین واش کیا۔ اس کے ذہن سے پچھلی زندگی اُس کی آواز اور اس کا لہجہ سب کچھ گم کر دیا۔ اس کے دماغ میں یہ نقش کر دیا کہ وہ انسانی آبادیوں سے دور کسی ویرانے میں اپنے محبوب کے ساتھ رہا کرے گی۔

سونیا نے فرہاد سے کہہ دیا کہ اس نے پرنس ڈیگے کے ذریعے جینا کا برین واش کرایا ہے۔ فرہاد جینا سے چار دن کی جدائی کے بعد فوجی اسپتال گیا۔ وہاں وہ اپنے آپ کو بھلائے بیٹھی تھی۔ اس نے فرہاد کو نہیں پہچانا کیونکہ وہ پلاسٹک سرجری کے ذریعے اپنا چہرہ تبدیل کرا چکا تھا۔ چہرہ تبدیل نہ ہوتا تب بھی اسے نہ پہچانتی۔ وہ اُسے کار میں بٹھا کر کاٹیج کی طرف لے جانے لگا۔ جینا کو بھوک لگ رہی تھی، وہ ایک ہوٹل میں گئے۔ ایسے وقت سلطانہ کو شرارت سوجھی۔ رات کے دس بج رہے تھے اُس نے جینا کے دماغ پر قبضہ جما کر لڑکی سے خود کو لڑکا سمجھنے پر مجبور کیا۔ فرہاد کے لیے ایک مسئلہ پیدا کر دیا۔

فرہاد نے اس کے لیے لڑکے کا لباس مہیا کیا۔ اسے کاٹیج میں لایا وہ حیران تھا کہ دماغ سے پچھلی زندگی مٹ گئی ہے لیکن لڑکی سے لڑکا بننے کی بات کیسے یاد رہ گئی ہے۔ اس کی سمجھ میں یہی آیا کہ اُسے ہپناٹزم کے ذریعے ایسا نہیں بنایا گیا تھا بلکہ وہ قدرتی طور پر آدھی لڑکی اور آدھا لڑکا ہے۔

سلطانہ نے دوسری شرارت یہ کی کہ فرہاد جب جینا کو گھورنے لگا رہا تھا تب اس نے جینا کے ذریعے میری ہنسی سنائی۔ وہ چونک گیا۔ جینا کو شبہے کی نظر سے دیکھنے لگا۔ اِس شرارت کا مقصد یہ تھا کہ وہ الجھتا جائے اور سمجھتا جائے کہ عورت یہ ہے، وہ ہے یا کوئی اور ہے؟ آخر عورت ہے صرف اس کی صورت، آواز اور لہجہ بدلا ہوا ہو گا۔

سلطانہ نے ایک بار لہجہ بدل کر اسے پھر چونکا دیا۔ جینا باتوں کے دوران ایک فقرہ میری آواز میں بول گئی تھی۔ فرہاد نے جھپٹ کر اس کی گردن دبوچ لی۔ اُسے شبہ ہوا تھا کہ میں اسے دھوکا دینے کے لیے جینا کے روپ میں آئی ہوں۔ اُس نے کمرے کی تمام لائٹس آن کر دیں جینا کو اچھی طرح ٹٹول کر دیکھا تو یقین ہو گیا کہ وہ میک اَپ میں نہیں ہے حقیقتاً اس کی دلنواز محبوبہ جینا ہی ہے۔

وہ بے چاری خوفزدہ ہو گئی تھی۔ فرہاد کو درندہ سمجھ کر قریب نہیں جانا چاہتی تھی۔ فرہاد نے اسے محبت سے اور خیال خوانی سے اپنے پاس بُلا کر اپنی دانست میں اسے ٹیلی پیتھی کے ذریعے سلا دیا۔ وہ سو گئی۔ پھر فرہاد بھی سو گیا۔

لیکن میں بیدار رہی ہوں۔ میں نے آنکھیں کھول دی ہیں۔ میرا سر فرہاد کے بازو پر ہے کیونکہ میں جینا کے سر میں ہوں۔ میں بڑی آہستگی سے اُٹھ کر بیٹھ گئی ہوں۔ جینا کے اندر رہ کر چلتی ہوئی میز کے پاس آ رہی ہوں اور ایک کرسی پر بیٹھ کر اپنی داستان لکھ رہی ہوں۔ لکھ رہی ہوں۔ لکھ رہی ہوں۔ پتا نہیں کتنا وقت گزر چکا ہے فرہاد نیند سے بیدار ہو گیا ہے۔ اس لیے میں اپنی داستان یہاں ختم کرتی ہوں۔

وہ آ رہا ہے اپنی داستان جاری رکھنے کے لیے۔

میں اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ آنکھیں ملتے ہوئے دیکھا۔ جینا ایک میز کے پاس بیٹھی کچھ لکھ رہی تھی۔ ابھی صبح نہیں ہوئی تھی۔ پتا نہیں وہ کب سے لکھ رہی تھی۔ میں بستر سے اُتر کر آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کے پیچھے آیا۔ اُسے مخاطب نہیں کیا۔ پیچھے کھڑے رہ کر میز پر کاغذات کا انبار دیکھا۔ پھر ان کاغذات پر اُس کی تحریر دیکھ کر حیران رہ گیا۔ کیونکہ وہ عربی زبان میں لکھ رہی تھی جبکہ عربی زبان بالکل نہیں جانتی تھی۔ میں نے اسے مخاطب کیا" جینا!"

اس نے سر گھما کر مجھے دیکھا۔ میں نے حیرانی سے پوچھا" تم عربی زبان لکھ رہی ہو؟"

وہ بولی" یہ جینا نہیں لکھ رہی ہے۔ میں لکھ رہی ہوں۔"

" کیا بکواس ہے تم جینا ہو اور کہتی ہو جینا نہیں لکھ رہی ہے۔"

" میرے محبوب! سمجھنے کی کوشش کرو۔ میں تمھاری جینا ضرور ہوں۔ مگر یہ میں نہیں، وہ لکھ رہی ہے۔"

میں نے جینا کی کلائی پکڑ لی پھر اس کی پیشانی کو دیکھتے ہوئے پوچھا" اچھا تو تم اس کے اندر رہو؟ اس بے چاری سے ڈھیر سارے کاغذات پر کیا لکھوا رہی ہو؟"

میں نے جینا کی زبان سے کہا" میں تمھیں بتانا چاہتی ہوں کہ میں کون ہوں۔ اِن کاغذات پر میری داستانِ حیات لکھی ہوئی ہے۔ سننا چاہو تو سنو۔"

وہ تمام کاغذات کو ترتیب سے رکھ کر عربی میں پڑھنے اور اس کا ترجمہ سنانے لگی۔ میں شاید نہ سنتا۔ لیکن داستان کی ابتدا میں یہ سن کر چونک گیا کہ وہ شیخ الفارس مرحوم کی بیٹی ہے۔

پیارے قارئین! کیا آپ بھی چونک گئے تھے۔

پلیز۔ ذرا دم لیں۔ اگلی سطروں میں سونیا، لیلیٰ اور سلطانہ کی پلاننگ کا کباڑا کرنے والا ہوں۔ وہ مزید چونکا دینے والا مرحلہ ہو گا۔ میں اسے کیا سمجھ رہا تھا اور وہ کیا نکلی۔ مجھے رفتہ رفتہ یقین ہو رہا تھا کہ وہ میرے دشمنوں سے تعلق رکھتی ہے۔ ابھی وہ مجھے اپنا اسیر بنا رہی ہے۔ جب مجھ سے دل بھر جائے گا تو مجھے دشمنوں کے حوالے کر دے گی۔

دوسرا خیال یہ تھا کہ وہ شیخ الفارس مرحوم کی ایک عقیدت مند ہے۔ مرحوم کے متعین کیے ہوئے راستے پر مجھے چلانا چاہتی ہے لیکن نیک ارادہ رکھنے کے باوجود ایک سستی عورت ہے اور اپنی ہوس پوری کرنے کے لیے میری تنہائی میں آتی ہے۔

لیکن وہ میرے اندازے کے خلاف بہت زیادہ معتبر اور مقدس ثابت ہوئی۔ وہ جذباتی اور اپنے جسم کو سستا کرنے والی عورت نہیں تھی۔ شیخ الفارس مرحوم کی صاحبزادیوں کے متعلق ایسا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ان کی تعلیم و تربیت نے انھیں نفس پر قابو پانا سکھایا تھا۔ انھیں تمام خواہشات کو اپنے تابع رکھنے کے سلسلے میں اتنی مہارت تھی کہ آج تک ان کی پارسائی پر حرف نہیں آیا تھا۔ کسی نے ان کے بدن پر ایک انگلی بھی نہیں رکھی تھی۔

لیلیٰ نے یا سلطانہ نے میری تنہائی میں آنے کا جو ڈراما کیا تھا وہ محض ڈراما تھا۔ ان کی جگہ ایک بازاری عورت میرے پاس آئی تھی۔ انھیں ایسی حرکت اس لیے کرنی پڑی کہ میں نے چیلنج کیا تھا، اگرچہ عاشق مزاج ہوں لیکن وہ میری خوابگاہ میں آئے گی تو میں ہوس کا غلام نہیں بنوں گا اور اس نے کہا تھا" تم ثابت قدم رہے اور مجھے ہاتھ نہ لگایا تو میں ہمیشہ کے لیے تمھارے دماغ سے چلی جاؤں گی۔"

لیکن لیلیٰ بہت دور کی چیز ہے۔ میں ایک بازاری عورت کو دیکھ کر بہک گیا تھا۔ شرط ہار گیا تھا اس لیے اس نے مستقل میرے دماغ پر قبضہ جما رکھا تھا۔ اس کی داستان سننے کے بعد میں جینا کے سامنے گم صم بیٹھا رہا کیونکہ وہ جینا کے اندر موجود تھی۔ میرا سر جھک گیا تھا۔ اس لیے نہیں کہ ویرانے میں جا کر رہائش اختیار کرنے کے مشورے کو تسلیم کر رہا تھا۔ یہ تو مجھ سے کبھی نہیں ہو گا۔ میرا سر دو باتوں سے جھک گیا تھا۔ ایک تو یہ کہ وہ ایک عظیم بزرگ اور عالمِ دین اور اللہ والے کی بیٹی تھی اور دوسری بات یہ کہ وہ نہایت پارسا تھی۔ کوئی شکاری اسے شکار نہیں کر سکتا۔ ایسی عورت کی عزت کرنی چاہیے لیکن بُرا ہو مردانہ ذہنیت کا، ایسی عورت اور شدت سے دماغ میں چبھنے لگتی ہے۔ یہ آرزو پیدا ہوتی ہے کہ جو کسی کو نہیں ملتی وہ ہمیں مل جائے۔

اس نے داستان سنانے کے بعد چند اہم باتیں چھپا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

لی تھیں۔ مثلاً یہ نہیں بتایا کہ اس نے تنویمی عمل کے ذریعے جینا کے اندر ویرانے میں رہنے کی خواہش پیدا کردی ہے۔ اور یہ بھی نہیں بتایا کہ میں کبھی جینا سے بیزار ہو جاؤں گا تو وہ سونیا کے مشورے کے مطابق جینا کا چہرہ بدل کر نئے روپ اور نئے انداز میں پھر سے میری زندگی میں داخل کر دے گی یعنی یہ عورتیں مجھے کسی نئے گناہ کا مرتکب نہیں ہونے دیں گی۔ اور کسی نئی شکار ہونے والی کی عزت بھی مجھ سے محفوظ رہے گی۔

بڑے نیک ارادے تھے۔ بڑی عمدہ پلاننگ تھی۔

مجھے پہلی بار شدت سے احساس ہوا کہ میں عشق کے نام پر گناہ کرتا ہوں۔ اگرچہ میں نے کبھی کسی پر جبر نہیں کیا، کبھی ٹیلی پیتھی کے ذریعے کسی کو اپنی تنہائی میں آنے پر مجبور نہیں کیا۔ آنے والیاں خود اپنی مرضی سے چل کر آئیں پھر بھی یہ گناہ ہے۔ ہم اپنی خوبروئی، اپنی مردانگی اور ایک کے بعد دوسری حسینہ کو فتح کرنے کے زعم میں اسے گناہ سمجھنے سے انکار کردیں تب بھی یہ گناہ ہی ہے۔

گناہ گار کی ایک پہچان یہ ہے کہ وہ بوڑھا ہو کر بھی گناہ کو گناہ نہیں سمجھتا، بلکہ خود کو بوڑھا بھی نہیں سمجھتا۔ میں جسمانی اور دماغی طور پر توانا اور تندرست ہوں۔ مجھ جیسوں کو بوڑھا نہیں کہا جا سکتا۔ لیکن عمر کے اعتبار سے میرے بیٹے جوان ہو چکے ہیں۔ ان کے حوالے سے میں بزرگ ہوں اب مجھے ایک محتاط اور مہذب زندگی گزارنی چاہیے۔ یا اگر میں مہذب ہونے کا دعویٰ کرتا ہوں تو مجھے اندر چھپی ہوئی تھوڑی بہت غلاظت کو باہر نکال کر پھینک دینا چاہیے۔

آدمی اپنی عقل سے بہت کچھ بدل سکتا ہے لیکن عمر تبدیل نہیں کر سکتا۔ وہ بچپن میں جوان نہیں ہو سکتا اور جوانی میں بوڑھا نہیں بن سکتا اور بڑھاپے میں جوانی واپس نہیں لا سکتا۔ جب وہ ایسا نہیں کر سکتا تو اسے اپنی عمر کے مطابق اپنے مزاج کو، اپنے اعمال کو بدلنا چاہیے۔

دیکھا جائے تو میں لیلیٰ اور سلطانہ کی پلاننگ سے پہلے خود کو بدل چکا تھا۔ یہ فیصلہ کر چکا تھا کہ جینا کے ساتھ ازدواجی زندگی گزاروں گا۔ پہلے ایک کی موجودگی میں دوسری آجاتی تھی۔ اب جینا کے جیتے جی کوئی نہیں آئے گی۔

اس فیصلے کے ساتھ ہی مجھے اپنے دماغ میں اس کی آواز سنائی دی ”اگر تم اس فیصلے پر آخری سانس تک قائم رہو گے تو میں تمہارے کسی معاملے میں مداخلت نہیں کروں گی۔“

میں نے پوچھا ”تم کون ہو، لیلیٰ یا سلطانہ؟“

”کیا فرق پڑتا ہے۔ ہم بہنوں میں سے کوئی بھی ہو سکتی ہے۔ ویسے میں لیلیٰ ہوں۔“

”تم ایک بار ناراض ہو کر گئی تھیں کہ اب میرے دماغ میں کبھی نہیں آؤ گی۔ ایسے وقت سونیا نے تمہیں اپنے پاس بلایا تھا۔ معلوم ہوتا ہے تم عورتوں کے درمیان کوئی کھچڑی پک چکی ہے۔ اسی لیے تم پھر میرے دماغ میں آنے لگی ہو۔“

”میں تم سے ناراض نہیں ہوئی تھی۔ ہاں یہ معلوم کر کے دکھ پہنچا تھا کہ تم مجھے اپنا دشمن سمجھ رہے ہو۔“

”کیا میرے دماغ میں چھپ کر رہنا دشمنی نہیں ہے؟“

”نہیں، یہ دوستی ہے۔ دشمنی کرنے سے دشمنی ہوتی ہے۔ کیا تم سمجھتے ہو۔ مجھ سے پہلے کوئی اور تمہارے دماغ میں چھپ کر نہیں آتا تھا؟“

”ہرگز نہیں، میرا دماغ بہت حساس ہے میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیتا ہوں۔“

”لیکن تم بزرگانِ دین کے روحانی عمل کو محسوس نہیں کر سکتے۔“

”کیا تم اپنے عمل کو روحانی کہہ رہی ہو؟“

”میں بزرگانِ دین کی بات کر رہی ہوں۔ ابتدا میں تمہیں، سونیا کو اور رسونتی وغیرہ کو بابا صاحب کے ادارے میں جانچ پڑتال کے بغیر جگہ نہیں دی گئی تھی۔ بابا فرید واسطی مرحوم اور میرے بابا تم سب کے خیالات پڑھتے رہتے تھے۔ جب ضرورت ہوتی یا دشمنوں کی طرف سے کوئی اندیشہ ہوتا تو یہ بزرگ چپ چاپ تمہاری چھٹی حس کو بیدار کر دیتے تھے۔ یا تمہاری سوچ کے لہجوں میں تمہیں بچاؤ کا کوئی راستہ بتا دیا کرتے تھے۔“

میں نے حیرانی سے کہا ”میں نے اس پہلو سے کبھی سوچا نہیں تھا۔ ہمارے بزرگ چوری سے میرے خیالات پڑھتے رہے۔ یہ سراسر قابلِ اعتراض ہے۔“

”جو کچھ ہوا، سونیا کی رضامندی سے ہوا۔ اس نے اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ صرف ٹیلی پیتھی کی طاقت سے تم سپر طاقتوں کا مقابلہ نہیں کر سکو گے کسی وقت بھی بے خبری میں مارے جاؤ گے۔ تمہاری سلامتی کے لیے سونیا نے تمہارے چاروں طرف بابا صاحب کے ادارے کی مضبوط دیواریں کھڑی کر دیں۔ ہمارے بزرگ صرف اسی کے خیالات پڑھتے ہیں، جو ادارے سے پائیدار تعلق رکھتا ہے۔ بابا فرید واسطی مرحوم نے پہلی بار تمہارے خیالات پڑھنے کے بعد صاف

کہہ دیا تھا کہ تمہارے اندر گناہ کی آلودگی ہے اور تم ان کے اصولوں کے پابند نہیں رہو گے۔ ہمیشہ بے لگام رہا کرو گے۔ لہٰذا تمہیں ادارے کے اندر رہائش کی اجازت نہ دی جائے۔ اگر کسی مجبوری یا ضرورت کے تحت آؤ گے تو ادارے میں زیادہ دنوں تک قیام کی اجازت نہیں دی جائے گی۔“

”میری توہین ہوتی رہی اور مجھے خبر نہ ہوئی۔“

”گناہ گار کی زندگی کا ہر لمحہ توہین سے بھرپور ہوتا ہے لیکن وہ اس حقیقت کو سمجھنا نہیں چاہتا، جیسا کہ تم اب بھی سمجھنے سے انکار کر رہے ہو۔ کیا اس حقیقت سے بھی انکار کرو گے کہ تمہارا پورا خاندان آج تک بابا صاحب کے ادارے کی وجہ سے محفوظ ہے۔“

”میں اس حقیقت کو تسلیم کرتا ہوں لیکن میرے چور خیالات پڑھنے کا سلسلہ ختم ہونا چاہیے۔“

”کبھی تمہاری لاعلمی میں دشمنوں نے تم پر حملہ کیا تو کیا ہوگا؟“

”میں مر جاؤں گا مجھے آزادی کی وہ موت پسند ہے۔“

”دشمن تمہیں زندہ رکھ کر کسی مصیبت میں مبتلا کر سکتے ہیں۔ سونیا اور رسونتی کو، تمہارے بیٹوں کو مجبور کر سکتے ہیں، تمہیں رہا کرنے کی شرط مان کر بابا صاحب کے ادارے کے خفیہ رازوں کا سودا کر سکتے ہیں۔“

”میری فیملی کا کوئی ممبر اس ادارے سے غداری نہیں کرے گا۔“

”یہ تم کہہ رہے ہو۔ کسی موقع پر تمہاری جان بچانے کے لیے خون کے رشتے کمزور پڑ سکتے ہیں۔ تمہاری آزادی کے دو ہی راستے ہیں۔ ایک تو یہ کہ تمہارا پورا خاندان بابا صاحب کے ادارے سے قطع تعلق کر لے۔ اس ادارے سے ہمیشہ کے لیے نکل جائے۔“

”میرے بیوی بچے احسان فراموش نہیں ہیں۔ وہ مرتے دم تک اس ادارے کی خدمت کرتے رہیں گے۔ جہاں انہیں نادیدہ مصائب سے تحفظ حاصل ہوتا ہے۔“

”دوسرا راستہ یہ ہے کہ دنیا والوں سے دور جینا کے ساتھ کہیں چلے جاؤ۔ نہ کسی کے دوست بنو، نہ کسی کے دشمن۔“

”آخر آگئیں اپنے مقصد پر۔ اب یہ بات مجھے بری نہیں لگے گی۔ کیونکہ تم شیخ الفارس مرحوم کی صاحبزادی ہو۔ میں نے ان کی نیک ہدایات پر عمل نہیں کیا تھا۔ اب رہائش کے طور پر کسی ویرانے میں جاؤں گا اور دیکھوں گا کہ جینا میری محبت کی خاطر کتنے عرصے تک وہاں میرا ساتھ دے گی۔“

”جو عورت ساتھ نہ دے، وہ زندگی کی ساتھی نہیں ہو سکتی۔ ایسی عورت کے مقابلے میں ایک بزرگ کے بیان کی سچائی کو اہمیت دینا چاہیے۔“

میں نے تھوڑی دیر تک سوچنے کے بعد کہا ”یہ بات سمجھ میں آگئی ہے کہ تم اپنے والد کے نیک مقاصد کو پورا کرنے میرے پاس آتی ہو۔ تمہارا کوئی ذاتی مقصد یا کسی طرح کا لالچ نہیں ہے۔ اگر میں ایک بزرگ کے بیان کی سچائی کو قائم رکھنے کے لیے انسانی آبادی سے دور چلا جاؤں تو تم بھی میرے دماغ سے چلی جاؤ گی۔“

”خدائے بزرگ و برتر کی قسم، جس لمحہ تم انسانی آبادی سے دور جانے کے لیے سفر کا آغاز کرو گے میں اسی لمحے تمہارے دماغ کو آزاد کر دوں گی۔ میرے والد مرحوم نے مجھے سچائی کا درس دیا ہے میں اس سچائی کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ یہ دیکھنے بھی نہیں آؤں گی کہ تم کہاں گئے ہو اور کیا کر رہے ہو؟ تم سے دور رہ کر سونیا، پارس اور علی تیمور کے ذریعے صرف اتنا معلوم کروں گی کہ تم اپنے وعدے پر قائم ہو یا نہیں۔ یعنی اتنی سی معلومات کے لیے بھی میں تمہارے دماغ میں نہیں آؤں گی۔“

”اچھی بات ہے میں فیصلہ کرتا ہوں کہ مجھے کہاں جانا چاہیے۔ میں آج ہی جینا کے ساتھ ایک نئے سفر کا آغاز کروں گا۔“

”تو پھر اسی لمحے سے میں جا رہی ہوں۔ تم بارہ گھنٹے کے اندر سونیا کو صرف اتنا بتا دینا کہ وعدے پر عمل کر چکے ہو۔ خدا حافظ۔“

جینا بولتے بولتے چپ ہو گئی۔ اس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ کاٹیج میں گہری خاموشی چھا گئی۔ میں نے کہا ”لیلیٰ! تم نے اچانک ہی خدا حافظ کہہ دیا۔ مجھے بھی الوداعی انداز میں کہنے دو کہ میں تمہیں دشمن سمجھتا رہا لیکن تم نے کبھی دشمنی نہیں کی۔ تم صحیح معنوں میں ایک عالمِ دین کی صاحبزادی ہو۔ میں ہمیشہ تمہاری عزت کرتا رہوں گا اور۔۔۔۔ اور تمہیں یاد کرتا رہوں گا۔“

یہ آخری فقرہ میں نے اپنی فطرت کے مطابق کہا۔ وہ میرے دماغ میں کہیں آہستگی کے ساتھ نقش ہو گئی تھی۔ میں نے اسے دیکھا نہیں تھا۔ اس کے حسن کا تذکرہ سنا تھا اور اس کی قابلیت نے تو بے حد متاثر کیا تھا جو ہر لحاظ سے قابلِ دید ہو اور اس کے دیدار نہ ہوئے ہوں، اسے دیکھنے کی آرزو دل میں پھانس کی طرح چبھ کر رہ جاتی ہے۔ ابھی میں اس حقیقت کو نہیں سمجھ رہا تھا کیونکہ جینا میرے سامنے تھی۔

جینا نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ کاٹیج کے اس بیڈروم

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

پر ایک نظر ڈالی، پھر ایک ہاتھ سے سر کو تھام کر بولی: "ابھی مجھے کچھ ہو گیا تھا۔"

میں نے پوچھا: "کیا ہو گیا تھا؟"

"میں زبان سے بولتی جا رہی تھی مگر سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا بول رہی ہوں۔ میری آنکھیں کھلی ہوئی تھیں، میں تمھیں دیکھ رہی تھی لیکن ایسے وقت یہ کمرا نہیں تھا۔ پتا نہیں، ہم کہاں تھے۔"

میں اٹھ کر اس کے پاس آیا۔ اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا: "تم اپنی پچھلی زندگی بھول چکی ہو۔ یہ نئی زندگی تمھارے لیے اجنبی ہے۔ آیندہ ایسا نہیں ہو گا جیسا ابھی ہو چکا ہے۔"

"مجھے اس کاٹیج سے ڈر لگتا ہے۔ پچھلی رات تم مجھے مار ڈالنا چاہتے تھے۔ تم نے مجھ سے دشمنی بھی کی اور محبت بھی، اور ابھی میں سمجھتی ہوں کہ تمھارے پاس ہوتے ہوئے بھی کہیں گم ہو گئی تھی۔ اس کاٹیج میں آسیب ہیں مجھے یہاں سے کہیں دور لے چلو۔"

"ہم ابھی جائیں گے۔ تم ضروری سامان پیک کرو۔ میں پاسپورٹ وغیرہ کا انتظام کر رہا ہوں۔"

نئے سفر کے لیے اہم کاغذات حاصل کرنا کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ فرانس کے اعلیٰ سرکاری افسران نے ایک گھنٹے میں ہم دونوں کے پاسپورٹ اور دوسرے ضروری کاغذات فراہم کر دیے۔ میں دو گھنٹے بعد جینا کو لے کر پیرس سے روانہ ہو گیا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ نیا سفر مبارک ہوتا ہے یا مجھے نئے مسائل کے جہنم میں پہنچاتا ہے۔

میری داستان یوں چل رہی تھی کہ میں نے اور سونیا نے ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے پیدا ہونے والے دشمنوں کو بے نقاب کرنے کا عزم کیا تھا۔ میں جوراجوری کے باپ کرنل جیکب وال برگ کے دماغ سے سولہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے نام اور پتے معلوم کر چکا تھا۔ میرا خیال تھا کہ میں ہی یہ کارنامہ انجام دے رہا ہوں، مگر قارئین جان گئے ہیں کہ لیلیٰ اور سلطانہ بھی کرنل کے دماغ سے ایسی معلومات حاصل کر چکی ہیں۔ لیلیٰ بالٹی مور میں سونیا کے کام آ رہی تھی اور سلطانہ نیو یارک میں سونیا ثانی سے رابطہ قائم کرتی رہتی تھی۔

یوں دیکھا جائے تو خیال خوانی کرنے والی دو بہنوں کی موجودگی میں میری ضرورت نہیں رہی تھی۔ لیکن وہ دونوں ہماری ٹیم میں ابھی اناڑی تھیں۔ مشکل حالات میں مجھ سے اور سونیا سے مشورہ لیے بغیر کوئی اقدام نہیں کر سکتی تھیں۔

پھر سونیا خوب سمجھتی تھی کہ حالات بگڑ جائیں تو میں ہی بہتر انداز میں سنبھالتا ہوں۔ دوسرے لفظوں میں سونیا مجھ سے ہزار فاصلہ رکھنے کے باوجود میری عادی ہو گئی تھی۔ گھڑی گھڑی چالیں چلنے کے باوجود مجھ سے رابطہ رکھتی تھی۔ شاید اس لیے کہ عورت خواہ کتنی ہی مکمل ہو وہ اپنے مرد کے بغیر خود کو ادھورا محسوس کرتی ہے۔

بہرحال ہمارا منصوبہ تھا کہ ہم ایک ایک دشمن خیال خوانی کرنے والے کے نام اور پتے کے ذریعے اس کے عزیزوں تک پہنچیں گے۔ ان رشتے داروں کے ذریعے اس خیال خوانی کرنے والے کے دماغ میں جگہ بنائیں گے۔ جیسا کہ میں نے کینی پال کے ذریعے جوراجوری کے دماغ میں جگہ بنائی تھی، پھر جوراجوری کے ذریعے مکی میتھو کو ٹریپ کیا تھا۔ اب سونیا مکی میتھو کے باپ سائمن کی بیوی بن کر بالٹی مور پہنچی ہوئی تھی اور علی تیمور جمی میتھو بن کر میری لینڈ آ گیا تھا۔

میری لینڈ میں دل والوں کی رونق لگی رہتی تھی۔ رات ہوتے ہی روشنیاں جگمگانے لگتی تھیں۔ عورتوں کے میک اپ سے بھرے ہوئے چہرے ان روشنیوں میں فریب دیتے تھے۔ کوئی حسین نہ ہو، تب بھی وہ جوان چھوکری دکھائی دیتی تھی۔ لیکن ویلی کے حسن میں فریب نہیں تھا۔ وہ حقیقتاً سترہ برس کی نوخیز دوشیزہ تھی۔ اسے دیکھو تو مکھن، چھو لو تو گل بدن لگتی تھی۔

علی تیمور کسی گل بدن کو چھونے کا قائل نہیں تھا بلکہ کسی سے متاثر ہونا جانتا ہی نہ تھا۔ سونیا نے اسے بتایا تھا کہ ایک دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے کا نام پال ہوپ کن ہے۔ اس کی بہن ویلی ہوپ کن اپنے والدین کے ساتھ آج رات میری کلب میں آئے گی۔ علی تیمور نے پہلے کبھی ویلی کو نہیں دیکھا تھا۔ سونیا نے کہا: "آج میں تمھیں ایک راز کی بات بتا رہی ہوں۔ شیخ الفارس مرحوم کی دو صاحبزادیاں ہیں جو ٹیلی پیتھی جانتی ہیں اور بڑی صلاحیتوں کی مالک ہیں۔ ان میں سے ایک کا نام لیلیٰ شیخ اور دوسری کا نام سلطانہ شیخ ہے۔ دونوں ہمارے لیے محترم ہیں۔ ابھی تمھاری آنٹی لیلیٰ شیخ تمھارے پاس آ رہی ہیں۔ ان سے باتیں کرو۔"

لیلیٰ نے اس کے پاس آ کر کہا: "ہیلو علی تیمور! مجھے تمھارے جیسے قابل بیٹے کے پاس آ کر بہت خوشی ہوئی۔"

"اور میرے لیے یہ فخر کی بات ہے کہ شیخ مرحوم کی صاحبزادی میری آنٹی ہیں اور مجھے بیٹا کہتی ہیں۔ کیوں نہ پہلے کوڈ ورڈز مقرر کر لیں۔ کیا یہ ٹھیک رہے گا: سویٹ آنٹی فار علی۔"

"ٹھیک ہے، میں میری کلب میں تم سے رابطہ کروں گی۔"

جب وہ میری کلب پہنچا تو اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہاں وقت گزارے۔ وہ اتنی جلدی ڈائننگ ہال میں جانا نہیں چاہتا تھا۔ ڈانس فلور پر جانے کا مطلب ہوتا کہ کسی حسینہ کے ساتھ رقص کرنا پڑتا۔ وہ کبھی شراب کو ہاتھ نہیں لگاتا تھا اس لیے بار میں نہیں جانا چاہتا تھا۔ وہ گیم ہال میں آ گیا جہاں نوجوان لڑکے لڑکیاں مختلف کھیلوں میں مصروف تھے۔ نوجوانوں کے ہال میں عمر رسیدہ عورتیں بھی میک اپ کے ذریعے جوان بن کر آ گئی تھیں، لیکن نوخیز دوشیزاؤں کے سامنے ہزار میک اپ کے باوجود بھی ان کی عمر کا بھانڈا پھوٹ جاتا تھا۔ ایسی ہی ایک حسین لڑکی پستول شوٹنگ کے گیم میں کامیابی حاصل کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس کے آس پاس دو لڑکیاں اور تین لڑکے کھڑے ہوئے تھے۔ سب باری باری کوششیں کر رہے تھے، لیکن دو تین ٹارگٹ ایسے تھے جو گولیاں لگنے سے بچ جاتے تھے۔

علی نے ان کے پاس آ کر پوچھا: "کیا میں ایک بار کوشش کروں؟"

لڑکی پستول والے بٹن کے پاس سے ہٹ کر بولی: "ضرور، مگر ناکامی ہو گی۔"

علی نے کہا: "ناکامی اس لیے ہوتی ہے کہ شوٹ کرنے والے ٹارگٹ کی حرکتوں کو سمجھ نہیں پاتے۔ میں تمھارے پیچھے کھڑا رہ کر یہ گیم دیکھ رہا تھا۔ اب تم دیکھو۔"

اس نے مشین کو آن کیا، پھر پستول کے بٹن کو اس کی مخصوص ترتیب اور وقفے سے دباتا چلا گیا۔ تڑ تڑ تڑ کی آواز کے ساتھ مشین کے اندر کھڑے ہوئے ٹارگٹ گرتے گئے۔ جو ٹارگٹ پہلے بچ نکلتے تھے، وہ بھی یکے بعد دیگرے ڈھیر ہو گئے۔ تمام لڑکیاں اور لڑکے تالیاں بجا کر اسے داد دینے لگے۔ اسی وقت لیلیٰ نے دماغ میں آ کر کہا: "سویٹ آنٹی فار علی۔ میں ابھی ویلی کے دماغ میں رہ کر تمھیں دیکھ رہی تھی۔ تعجب ہے، تم نے ویلی کو کیسے پہچان لیا۔"

"آنٹی، میں نے نہیں پہچانا ہے۔ کیا ویلی میرے قریب ہی ہے؟"

"ہاں، تمھارے بائیں طرف پنک کلر کے لباس میں ہے۔"

وہ ہلکے گلابی رنگ کے لباس میں گلاب کی کلی لگ رہی تھی۔ پلکیں اٹھائے بڑی بڑی مقناطیسی آنکھوں سے قد آور علی کو دیکھ رہی تھی اور کہہ رہی تھی: "تعجب ہے ایک نشانہ بھی خطا نہیں ہوا۔ کیا تم فوجی نشانے باز ہو؟"

"فوج سے میرا تعلق نہیں ہے۔ میں واشنگٹن کے ایک بہت بڑے پبلشر سائمن کا بیٹا ہوں۔ میرا نام جمی میتھو ہے۔"

اس نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ وہ ہاتھ ملاتے ہوئے بولی: "میرا نام ویلی ہوپ کن ہے۔"

علی نے پوچھا: "تم نے میرے ہاتھ میں ہاتھ دیا ہے نا؟"

"ہاں، کیا یہ میرا ہاتھ نظر نہیں آ رہا ہے؟"

"نہیں تو مکھن کی ٹکیہ لگ رہا ہے۔"

اس بات پر سب ہنسنے لگے۔ وہ بھی مسکرا رہی تھی۔ علی نے کہا: "میں نے اتنی کامیاب شوٹنگ کی ہے، مجھے انعام ملنا چاہیے۔"

وہ بولی: "انعام مانگا نہیں جاتا۔ حاصل کیا جاتا ہے۔"

"حاصل کروں گا تو ناراض ہو جاؤ گی۔"

وہ جھینپ گئی۔ حیا سے سرخ پڑ گئی۔ علی نے جھک کر آہستگی سے کہا: "میں چاہتا ہوں انعام کے طور پر میرے ساتھ ڈنر کرو۔"

"میں ممی اور ڈیڈی کے ساتھ آئی ہوں۔"

"ہم انھیں بھی ڈنر میں شریک کر لیں گے۔"

"شاید وہ راضی نہ ہوں۔"

"مجھے تمھاری رضامندی چاہیے۔"

"چلو، میں ان سے بات کرتی ہوں۔"

وہ ویلی کے ساتھ چلتا ہوا بار میں آیا۔ اس کے ماں باپ ایک میز کے اطراف بیٹھے وسکی پی رہے تھے۔ ویلی نے ان سے علی کا تعارف کرایا۔ اس کے باپ نے اٹھ کر مصافحہ کرتے ہوئے کہا: "اچھا تو تم سائمن میتھو کے بیٹے ہو۔ بھئی تمھارا باپ تو خطرناک صحافی ہے۔ حکمران اسے خوش رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔"

"کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ میرے ڈیڈی اعلیٰ حکام کو بلیک میل کرتے ہیں۔"

"اوہ نو، تم تو ناراض ہو گئے۔ میں تو تمھارے باپ کو ایک بہت بڑا آرٹسٹ، بہت بڑا سیاست داں تسلیم کر رہا ہوں۔ آؤ بیٹھو، کیا پیو گے؟"

"میں شراب نہیں پیتا۔"

"اس کا مطلب ہے تم بہت اچھے اور ذہین لڑکے ہو۔"

ویلی نے کہا: "ڈیڈی یہ مجھے ڈنر کے لیے کہہ رہے ہیں۔"

"ہاں، ہاں ضرور، جاؤ بیٹی، انجوائے کرو۔"

وہ علی کے ساتھ چلی گئی۔ اس کا باپ انھیں جاتے ہوئے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

دیکھتا رہا۔ بیوی نے پوچھا "کیا دیکھ رہے ہو۔ کیا لڑکا پسند آ رہا ہے؟"

لیلیٰ آرام سے اس کے دماغ میں پہنچ گئی تھی۔ وہ شراب پی رہا تھا۔ سانس نہیں روک سکتا تھا۔ اس نے بیوی سے کہا۔ "ہاں، میں سوچ رہا تھا جمی کے بڑے بھائی مکی میتھو سے ویلی کا رشتہ ہو جائے تو ٹیلی پیتھی جاننے والے دو خاندان ایک ہو جائیں گے۔"

"کیا مکی میتھو ٹیلی پیتھی جانتا ہے؟"

"ہاں، ہمارے بیٹے کی طرح اسے بھی ٹرانسفارمر مشین سے گزارا گیا ہے۔"

"مگر ہماری بیٹی جمی سے محبت کر رہی ہے۔"

"بھئی، آج پہلی ملاقات ہے محبت کیسے ہو جائے گی؟"

"میں ایک ماں ہوں۔ میں نے بیٹی کی آنکھوں میں بہت کچھ پڑھ لیا ہے۔ ویلی نے آج تک کسی لڑکے کو لفٹ نہیں دی۔ جو لڑکی ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے دیتی۔ وہ جمی کے ساتھ ڈنر کے لیے گئی ہے۔"

"چلو، کیا فرق پڑتا ہے۔ جمی سے ہی شادی ہو جائے تو دونوں خاندان ایک ہو جائیں گے۔"

لیلیٰ تھوڑی دیر تک معلومات حاصل کرتی رہی، پھر سونیا کے پاس آ کر بولی "سسٹر، بڑی زبردست معلومات حاصل ہوئی ہیں۔ ویلی کا باپ ہوپ کن ملٹری انٹیلی جنس کا چیف ہے۔ جس خفیہ اڈے میں ٹرانسفارمر مشین چھپا کر رکھی گئی ہے۔ وہاں یہ دن کے بارہ بجے سے شام چھ بجے تک ڈیوٹی پر ہوتا ہے۔ یہ شخص روز صبح یوگا کی ورزشیں کرتا ہے۔ ہفتے میں ایک دن شراب پیتا ہے۔ آج یہ کم بختی سے پی رہا تھا مجھے اس کے دماغ میں جگہ مل گئی لیکن ڈیوٹی کے وقت میں اسے ٹریپ نہیں کر سکوں گی۔"

سونیا نے پوچھا "اس کے علاوہ اور کتنے افسران اور فوجی جوان وہاں ڈیوٹی دیتے ہیں، اور ان سب کی ڈیوٹی کے اوقات کیا ہیں۔ ان میں سے کتنے افراد یوگا کے ماہر ہیں؟"

"اس مشین کے لیے زبردست حفاظتی انتظام کیے گئے ہیں۔ وہاں کا ایک ایک افسر ایک ایک فوجی جوان یوگا کا ماہر ہے۔ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اسے ٹریپ نہیں کر سکتا۔ جگہ جگہ الیکٹرونک آلات ہیں۔ ٹی وی کیمروں کے ذریعے ہر شخص کی حرکات کو دیکھا جاتا ہے۔ جہاں مشین رکھی گئی ہے وہاں چاروں طرف بجلی کے نادیدہ تار ہیں۔ ملٹری انٹیلی جنس کا ایک عیار افسران نادیدہ تاروں کے سوئچ کے متعلق جانتا ہے۔ دوسرا افسر مشین والے ہال میں داخل ہونے کا راستہ جانتا ہے۔ تیسرا افسر الیکٹرونک آلات کے کنٹرولنگ سسٹم کو جانتا ہے۔ ایک افسر جس شعبے کا انچارج ہے اس کا علم دوسرے افسر کو نہیں ہوتا۔ حتیٰ کہ وہاں کے افسران ایک دوسرے سے واقف نہیں رہتے۔ انھیں ایک دوسرے سے واقفیت حاصل کرنے کی اجازت نہیں ہے۔"

"تم نے کافی معلومات حاصل کی ہیں اور کوئی خاص بات؟"

"وہاں کوئی فوجی مسلح نہیں رہتا۔ وہاں کا ایک ایک فرد ہتھیار کے بغیر جنگ کرنے والا زبردست فائٹر ہے۔ پچھلی بار فرہاد اور علی تیمور نے ایسے ہی دو خفیہ اڈوں میں دھماکے کرائے تھے اور ٹرانسفارمر مشینوں کو تباہ کیا تھا۔ ہوا خفیہ اڈے میں کوئی ہتھیار اور آتشی مادہ نہیں رکھا گیا ہے۔ اس مشین کو توڑنے کا کوئی سامان نہیں ہے۔"

"وہ خفیہ اڈا کہاں ہے؟"

"میشی گن میں ہے۔ اس اڈے کے تین اطراف میشی گن جھیل ہے تینوں طرف جھیل کے راستے اڈے میں داخل ہونے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔"

"وہ اڈا کسی انجینئر نے تعمیر کیا ہوگا۔"

"میں سمجھ گئی۔ اس انجینئر کو وہاں کے خفیہ دروازوں اور راستوں کا علم ہوگا۔ اگر اس کا دماغ میری مٹھی میں آ جائے تو اس اڈے کی تمام تفصیلات معلوم ہو جائیں گی۔"

"میں یہی چاہتی ہوں۔"

"ویلی کا باپ اس سلسلے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ ویسے یہ بات سمجھ میں آ گئی ہے کہ جتنے افراد کو ٹیلی پیتھی سکھائی گئی ہے ان کے والدین کا تعلق فوج اور انٹیلی جنس سے ہے۔ وہ انجینئر بھی فوجی ہوگا۔ اس کا بھی کوئی بیٹا یا رشتے دار ٹرانسفارمر مشین سے گزرا ہوگا۔ ایسے سولہ نام اور پتے ہمیں معلوم ہیں ہم ان سولہ میں سے کسی نہ کسی کے ذریعے اس انجینئر تک پہنچ جائیں گے۔"

"بالکل ٹھیک۔ تم ویلی کے باپ کو کچھ اور ٹٹول کر دیکھو۔"

"میں جا رہی ہوں۔ فرہاد کے متعلق بتاؤ۔"

"وہ جینا کو لے کر پیرس سے نکل گیا ہے۔ بعد میں مجھ سے رابطہ کرے گا۔"

لیلیٰ چلی گئی۔ سونیا خلا میں تکنے لگی۔ وہ کچھ سوچ رہی تھی سوچنے کا انداز بتا رہا تھا کہ دشمنوں کی شامت آنے والی ہے۔

علی تیمور، ویلی کے ساتھ ڈائننگ ہال میں جانا چاہتا تھا وہ ہاتھ پکڑ کر بولی "اتنی جلدی کھاؤ گے! ابھی تو آٹھ بجے ہیں۔"

"میں دیر سے کھاؤں گا، لیکن ہم ہال میں بیٹھ کر باتیں تو کر سکتے ہیں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "تم ہال میں بیٹھ کر باتیں کرو گے، تمھیں کسی لڑکی کے ساتھ وقت گزارنا نہیں آتا۔"

"وہ... بات یہ ہے کہ میں نے کبھی کسی لڑکی سے دوستی نہیں کی۔"

"میں بھی پہلی بار تم سے دوستی کر رہی ہوں۔ پتا نہیں تمھارے اندر کیا کشش ہے۔ میں تمھارے بازوؤں میں سمٹ کر ڈانس کرنا چاہتی ہوں۔"

وہ عشق کے ایسے ہی مرحلے سے کترا رہا تھا لیکن وہ اسے پکڑ کر ڈانس فلور پر لے آئی اور رقص کرنے لگی۔

"تم اچھی ہو، رقص اچھا نہیں ہے۔ مجھے تھرکنا اور مٹکنا اچھا نہیں لگتا۔"

"کیوں اچھا نہیں لگتا؟"

"اپنے اپنے مزاج کی بات ہے۔ مجھے سنجیدگی پسند ہے اور یہ سب غیر سنجیدہ حرکتیں ہیں۔"

"تم عجیب ہو، آج کا ہر نوجوان ڈسکو کا دیوانہ ہے۔"

"تو پھر میں نوجوان نہیں ہوں۔ ذرا غور سے دیکھو شاید میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔"

وہ ہنستے ہوئے ڈانس فلور سے باہر آ گئی۔ کلب کی بالکونی سے سمندر نظر آ رہا تھا۔ کئی ہیڈ لائٹس کے ذریعے دور تک ساحل اور سمندر کو روشن رکھا گیا تھا۔ وہ بالکونی میں آئی، اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی "مجھے تمھاری سنجیدگی اچھی لگ رہی ہے لیکن سنجیدگی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم میری قربت کو محسوس نہ کرو۔"

وہ دل ہی دل میں پریشان ہو کر بولا۔ "او میں کیا کروں! پارس ہوتا تو اب تک تمھاری قربت کی ایسی کی تیسی کر چکا ہوتا۔ یہ مما نے مجھے کہاں لا کے پھنسا دیا ہے۔"

وہ حیرانی سے بولی "تم گہری گہری سانسیں کیوں لے رہے ہو؟ کیا میرے گلے لگنے سے تکلیف ہو رہی ہے؟"

"وہ مم..... مجھے گھبراہٹ ہو رہی ہے۔ مم..... ممی کہتی ہیں۔ شادی سے پہلے اپنی عزت کے شیشے کو ٹھیس نہیں پہنچانا چاہیے۔"

وہ بے اختیار ہنسنے لگی۔ ہنستے ہنستے بولی "کیا تمھاری والدہ نے یہ نصیحت تمھاری عزت کو سنبھال کر رکھنے کے لیے کی ہے؟"

"ہاں، کیوں مرد کی عزت و آبرو نہیں ہوتی کیا؟"

وہ پھر ہنستے ہوئے بولی "میں پہلی بار سن رہی ہوں کہ سنبھال کر نہ رکھی جائے تو مرد کی آبرو بھی لٹ جاتی ہے۔"

اُس کی ہنسی نہیں رک رہی تھی۔ وہ پیٹ پکڑ کر ہنستے ہوئے بولی "تم کمال کی چیز ہو۔ پورے امریکا میں اپنی آبرو بچانے والا ایسا جوان نہیں ملے گا معلوم ہوتا ہے۔ تمھاری ماں نے تمھیں بیٹی بنا کر پالا ہے۔"

علی نے اُس کے دونوں بازوؤں کو گرفت میں لیا تو ہنسی تھم گئی۔ ایسی مردانہ گرفت تھی کہ دل لوٹ پوٹ ہونے لگا تھا۔ وہ سخت لہجے میں بولا "کیوں مذاق اُڑا رہی ہو۔ کیا تم ایسا بوائے فرینڈ چاہتی ہو جو تمھیں اٹھا کر لے جائے اور تمھاری عزت کی دھجیاں اُڑا کر تمھیں بے حیا بنا دے۔ ایسے تو تمھیں قدم قدم پر ملیں گے۔ تمھیں دوست کی نہیں، عزت کے دشمن کی ضرورت ہے جاؤ۔"

اُس نے بازوؤں کو چھوڑ دیا اور منہ دوسری طرف پھیر کر سمندر کو دیکھنے لگا۔ ویلی چند لمحوں تک گم صم رہی۔ بڑے باپ کی بیٹی تھی۔ کسی کی بات برداشت نہیں کرتی تھی۔ علی نے تو بڑی سخت باتیں سنا ڈالی تھیں۔ اُسے غصہ آنا چاہیے تھا مگر نہیں آ رہا تھا۔ دل کہہ رہا تھا، وہ پھر ایک بار اُس کے بازوؤں کو مردانہ گرفت میں لے کر جھنجوڑ ڈالے، جو بات عورت کو اچھی لگتی ہے، وہ اُسے بھی شکایت کے طور پر کہتی ہے۔ اُس نے کہا "تم درندے ہو میرے دونوں بازو دکھ رہے ہیں۔"

وہ کچھ نہ بولا۔ ویلی نے اُس کی پشت پر ہاتھ رکھا پھر سر رکھا اُس کے بعد کہا "غصہ مجھے دکھانا چاہیے، اُلٹا تم دکھا رہے ہو۔ چلو میں ہی سوری کہہ دیتی ہوں۔"

"کوئی بات نہیں۔ ہم جوانوں کو مستقبل میں ذمے دار انسان بن کر دکھانا ہے اگر ہمارا آج عیاشیوں میں ڈوب جائے گا تو ہمارا کل بڑا عبرت ناک ہوگا۔ ہمارے بچے وہی کریں گے جو ہماری عیاشی اور غیر ذمے داری اُنھیں سکھائے گی۔"

وہ سامنے آ گئی۔ اور اُس کا ہاتھ تھام کر بولی "تم بہت اچھے ہو ایک مکمل انسان ہو۔ ملاقات تو یہ پہلی ہے مگر تم میرے دل کی گہرائیوں میں اتر گئے ہو، سوچتی ہوں تم سے جدا ہو کر کیسے رہوں گی۔ مجھ سے وعدہ کرو، روز صبح و شام ملتے رہو گے۔"

"اگر تم اپنے جذبات پر قابو پاؤ گی اور اپنی شرم و حیا کو قائم رکھو گی تو میں ضرور ملتا رہوں گا۔"

"ہم ایک دوسرے کا صرف ہاتھ پکڑیں گے میں تمھیں دیکھ دیکھ کر شادی کی مسرتوں کا انتظار کرتی رہوں گی۔"

"تم بہت اچھی ہو، کشتی میں سیر کرو گی؟"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"ہاں، تمھارے ساتھ بڑا مزہ آئے گا۔"

وہ ایک دوسرے کا ہاتھ تھام کر چلنے لگے۔ سونیا کا یہ منصوبہ تھا کہ ویلی ڈنر کے بعد کلب کے باہر کشتیوں کی طرف آئے گی تو اُسے اغوا کر لیا جائے گا۔ پھر اُس کے ذریعے اُس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھائی پال ہوپ کن کو ٹریپ کیا جائے گا۔ اس منصوبے پر عمل کرنے کے لیے کافی وقت تھا۔ علی اُسے اغوا کرنے کی غرض سے کشتی کی سیر کرنے نہیں جا رہا تھا۔ منصوبے کا ایک اہم پہلو یہ بھی تھا کہ اغوا کے معاملے میں علی شریک نہیں رہے گا۔ اُس پر کسی قسم کا الزام نہیں آئے گا۔ وہ صرف چند گھنٹوں تک ویلی کو اپنے ساتھ مصروف رکھے گا اور ابھی وہ یہی کر رہا تھا۔

کلب کے دوسرے حصّے سے ویلی کے ماں باپ آرہے تھے۔ ماں نے مسکرا کر پوچھا "کہاں جا رہی ہو بیٹی؟"

"ساحل کی طرف جا رہی ہوں۔"

پھر وہ ماں کے پاس آئی۔ اُس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی۔ "آج میں بہت خوش ہوں۔ جمی ہماری توقعات سے زیادہ شریف انسان ہے۔"

پھر وہ جھک کر ماں کے کان میں بولی۔ "بائی گاڈ ممی! اس نے ابھی تک کوئی قابلِ اعتراض بات نہیں کی کہتا ہے شادی تک ہمیں شرم و حیا کا پاس رکھنا چاہیے۔"

ممی نے حیرانی سے علی کی طرف دیکھ کر کہا۔ "یہ حیرانی کی بات ہے۔ آج کے دَور میں ایسے لڑکے کہاں ملتے ہیں حالانکہ چھوٹی موٹی شوخیاں کر لینا تو ہماری سوسائٹی میں محبت کرنے کا اظہار ہے۔"

علی نے جھینپ کر نظریں جھکا لیں۔ باپ نے کہا۔ "مجھے تم دونوں کی دوستی منظور ہے۔ اگر تم شادی کا اقرار کرو تو میں تمھارے باپ سے بات کرتا ہوں۔"

وہ بولا۔ "پہلی ملاقات میں بہت کچھ سمجھنے کے لیے رہ جاتا ہے۔ اگر آگے چل کر میں نے ویلی کو فریب دیا تو اس کا نازک دل ٹوٹ جائے گا، میں سمجھتا ہوں کسی بڑے فیصلے سے پہلے ہمیں ایک دوسرے کو سمجھ لینا چاہیے۔"

باپ نے کہا۔ "تم بہت سمجھ دار ہو۔ مجھے اپنی بیٹی پر فخر ہے کہ اس نے تمھیں پسند کیا ہے۔"

ممی نے کہا۔ "کم آن جمی! میری بیٹی سے اظہارِ محبت میں شرما کیوں رہے ہو؟"

وہ گھبرا گیا۔ اُس نے بڑی مشکل سے لڑکی کو فاصلہ رکھنے کا درس دیا تھا۔ اب لڑکی کے ماں باپ اُسے مجبور کر رہے تھے۔ باپ نے ہنستے ہوئے کہا۔ "میں نے پہلی بار ایسا شرمیلا بوائے فرینڈ دیکھا ہے۔ او، کم آن جمی! میں نے تو پہلی ہی ملاقات میں ویلی کی ماں کو اپنے قریب کر لیا تھا۔"

وہ اندر سے کراہتے ہوئے بولا۔ "یا اللہ! یہ سونیا ممّا نے کہاں پھنسا دیا ہے۔ یا خدا! مجھے اس مصیبت سے نکال دے۔"

ویلی کا حسن اور کورا شباب مصیبت نہیں تھا۔ جسے ملتا وہ شکر ادا کرتا لیکن علی ناشکرا تھا۔ اپنے مزاج اور اپنی تہذیب سے مجبور تھا۔ اُس لمحے یہی سمجھ میں آیا کہ ویلی کو قریب کرنے سے پہلے ہی چکرا کر گر پڑے۔ ممّا کا منصوبہ خاک میں ملتا ہے تو ملتا رہے۔ وہ صاف طور سے کہہ دے گا کہ آئندہ ایسا رول ادا نہیں کرے گا۔

وہ ویلی کی طرف بڑھا، لیکن اس سے پہلے کہ چکرا کر گرتا، اچانک آواز آئی۔ "خبردار! کوئی حرکت نہ کرے کوئی شور نہ مچائے۔۔۔"

چار آدمیوں نے انھیں چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اُن کے چہروں پر ماسک چڑھے ہوئے تھے اور ہاتھوں میں ریوالور تھے۔ ایک نے ویلی کو اپنی طرف کھینچ کر اُس کی کنپٹی پر ریوالور کی نال رکھی اور کہا۔ "اس کی زندگی چاہتے ہو تو ہمارے راستے میں نہ آنا۔"

وہ ویلی کو کھینچ کر لے جانے لگے۔ وہ جاتے جاتے علی کو مدد کے لیے پکار رہی تھی۔ ماں رو رہی تھی، باپ بے بسی سے پیچ و تاب کھا رہا تھا۔ علی ناگواری سے سوچ رہا تھا۔ "ممّا کا منصوبہ میری توہین کا سبب بن گیا ہے۔ ان لوگوں کو میری موجودگی میں اغوا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ یہ کیسی بے بسی ہے کہ میں ویلی کو بچا سکتا ہوں مگر بچا نہیں سکتا۔ اُس لڑکی کو شرم اور شرافت کا درس دے رہا تھا اور اب اُسی سے دشمنی کر رہا ہوں۔ اُسے اٹھا کر لے جانے والے نہ جانے اُس کے ساتھ کیا سلوک کر رہے ہوں گے۔

ویلی کا باپ دوڑتا ہوا فون کرنے گیا تھا۔ علی بھی سونیا سے فون پر شکایت کرنا چاہتا تھا۔ اُسی وقت لیلیٰ نے آکر کہا۔ "علی! دوڑو، ہم دھوکا کھا رہے ہیں۔ ویلی کو لے جانے والے ہمارے آدمی نہیں ہیں۔"

وہ ایک دم سے اچھل پڑا۔ تیزی سے دوڑتا ہوا کلب کے باہر آیا۔ وہ لوگ ویلی کو ایک بڑی موٹر بوٹ میں ڈال کر اُسے اسٹارٹ کر رہے تھے۔ علی نے اندازہ لگا لیا کہ اتنا فاصلہ طے کرنے تک اُن کی موٹر بوٹ اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ جائے گی۔ اُس نے دُور ہی سے اپنی موٹر بوٹ میں چھلانگ لگائی۔ لنگر کھولا۔ اُسے اسٹارٹ کیا۔ وہ جا رہے تھے۔ یہ بھی اُن کے پیچھے رفتار بڑھانے لگا۔

آگے پیچھے تیز رفتاری کا مظاہرہ ہونے لگا۔ آگے والوں نے فائرنگ شروع کر دی۔ علی نے کوٹ کے اندر سے ریوالور نکالا لیکن جوابی فائرنگ نہیں کی۔ انھیں یہ سمجھانا چاہتا تھا کہ وہ نہتا ہے۔ مسلسل فائرنگ کے بعد انھیں یقین ہو گیا کہ ویلی کا عاشق جوش میں آکر خالی ہاتھ تعاقب کر رہا ہے۔ انھوں نے رفتار ذرا سست کر دی تاکہ وہ قریب آئے تو اُسے گولیوں سے چھلنی کر دیا جائے۔

لیکن فاصلہ کم ہوا تو اُن کی توقع کے خلاف علی نے فائرنگ شروع کر دی۔ قریب آنے کا مقصد یہ تھا کہ نشانہ صحیح لگے اور کوئی گولی ویلی کو نقصان نہ پہنچائے۔ جب اتنی احتیاط کے ساتھ حملہ ہو تو بھلا ناکامی کیسے ہو سکتی ہے۔ اغوا کرنے والے دو دشمن اُلٹ کر پانی میں چلے گئے، باقی دو رہ گئے۔ تیسرا ڈرائیور تھا اُس نے جان بچانے کے لیے رفتار تیز کر دی۔

دونوں موٹر بوٹس پھر تیزی سے آگے پیچھے دوڑنے لگی تھیں۔ ایسے وقت لیلیٰ نے آکر کہا۔ "میں تمھاری توجہ دشمنوں سے ہٹانا نہیں چاہتی، صرف یہ بتانے آئی ہوں کہ اغوا کرنے والے یوگا کے ماہر ہیں۔ مجھے اُن کے دماغوں میں جگہ نہیں مل رہی ہے۔ میں نے ویلی کے دماغ میں رہ کر سنا ہے۔ اُن میں سے ایک کہہ رہا تھا کہ ہیلی کاپٹر ابھی تک نہیں آیا، گویا وہ ویلی کو ہیلی کاپٹر میں پہنچانے والے ہیں، جتنی جلدی ممکن ہو سکے، دشمنوں کو اسی سمندر میں نابود کر دو۔"

پھر وہ چونک کر بولی۔ "اوہ گاڈ! میں تمھارے ذریعے ہیلی کاپٹر کی آواز سن رہی ہوں۔ علی کچھ کرو۔ میں ویلی کے پاس رہوں گی۔"

وہ چلی گئی۔ علی پوری رفتار سے ڈرائیو کر رہا تھا۔ اس سے زیادہ رفتار ممکن نہیں تھی۔ دشمنوں کا ڈرائیور بھی ماہر تھا۔ فاصلہ کم ہونے نہیں دے رہا تھا۔ ہیلی کاپٹر کی آواز قریب آتی جا رہی تھی۔ علی نے سر اٹھا کر دیکھا۔ وہ سر پر پہنچ رہا تھا اور اگلی موٹر بوٹ تک پہنچنے کے لیے پرواز نیچی کر رہا تھا۔ اُس ہیلی کاپٹر کے سائے میں رہنے کے لیے اگلی موٹر بوٹ کی رفتار کم ہوئی تو علی نے ایک گولی ٹھونک دی۔ تیسرا دشمن بھی سمندر کو پیارا ہو گیا۔

ہیلی کاپٹر سے ایک سیڑھی لٹکتی آرہی تھی۔ تیسرے دشمن کے بعد چوتھے نے مسلسل فائرنگ شروع کر دی تھی لیکن علی ایسا اناڑی نہیں تھا کہ جوابی فائرنگ کرتا۔ اُس نے گولیوں سے بچتے ہوئے سیڑھیوں پر فائر کیا۔ ایک طرف کی رسّی ٹوٹ گئی دوسرے فائر میں سیڑھی ٹوٹ کر پانی میں چلی گئی۔ اِسے حاضر دماغی کہتے ہیں۔ اُس نے ہیلی کاپٹر کے ذریعہ اغوا کرنے کا راستہ ہی ختم کر دیا تھا۔

اب جھنجلاہٹ کا مظاہرہ ہو رہا تھا۔ ہیلی کاپٹر سے فائرنگ شروع ہو گئی تھی۔ وہ موٹر بوٹ کی سمتیں بدل بدل کر بچنے لگا۔ اُدھر لیلیٰ نے ویلی کے ذریعے دیکھا۔ تیسرا دشمن جو گولی کھا کر سمندر میں گر گیا تھا اُس کی گن موٹر بوٹ کی سیٹ کے پاس پڑی ہوئی تھی۔ ویلی نے لیلیٰ کے زیرِ اثر رہ کر اچانک گن کو اٹھایا اور چوتھے دشمن پر گولی چلا دی۔ وہ لڑکھڑا کر گرا۔ اُس نے غرّا کر ویلی کو دیکھا۔ اب مرتے مرتے اُسے مار ڈالنا چاہتا تھا لیکن رائفل والے بازو میں ہی گولی لگی تھی۔ اُس نے کوشش کر کے دوسرے ہاتھ سے رائفل کو سنبھالا مگر ویلی کے ہاتھ سے چلنے والی گولی نے اُسے موقع نہ دیا۔

ڈرائیور نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "اے جان! کیا تمھیں بھی گولی لگی ہے؟ جواب دو، خاموش کیوں ہو؟"

اُس نے ڈرائیو کرتے ہوئے سر گھما کر پیچھے دیکھا۔ ویلی نے اُس کے منہ پر گولی مار دی۔ وہ بیٹھے بیٹھے اچھل کر ایک طرف اوندھا ہو گیا۔ آدھا باہر آدھا بوٹ کے اندر رہ گیا۔ ویلی نے اُس کی ٹانگیں پکڑ کر اُسے اُلٹایا اور ہمیشہ کے لیے باہر کر دیا۔ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر بوٹ کو قابو میں کرنے لگی۔ ناکام ہونے کے بعد ہیلی کاپٹر والے اس پر بھی فائر کر رہے تھے۔ لیلیٰ بوٹ کا رُخ بدل بدل کر اُسے بچا رہی تھی۔

تھوڑی دیر میں علی بھی فائرنگ سے بچتا ہوا قریب آگیا دونوں بوٹس ایک ساتھ چلنے لگیں۔ رفتار کم ہو گئی۔ وہ ہاتھ بڑھا کر بولا۔ "میرے پاس آؤ۔"

وہ ہاتھ تھام کر چلی آئی۔ فائرنگ رُک گئی تھی۔ علی نے سر اُٹھا کر دیکھا۔ ہیلی کاپٹر دُور جا رہا تھا۔ پتا نہیں کیا بات ہو گئی؟ شاید فائرنگ کے لیے کارتوس ختم ہو گئے یا ایندھن ختم ہو گیا یا پھر کوئی اور مجبوری ہو گی۔ ہیلی کاپٹر والوں نے اُن کا پیچھا چھوڑ دیا تھا۔

ویلی نے اُس کی گردن میں بانہیں ڈال کر خوشی سے کہا۔ "تم زبردست ہو، تم نے تنہا اتنے دشمنوں کو مار ڈالا ہے، انھیں بھگا دیا ہے۔ آئی لو یو۔۔۔ آئی لو یو۔"

وہ اُسے دیوانہ وار چومنے لگی، وہ گھبرا کر بولا۔ "بہتر ہو گا تم پہلی موٹر بوٹ میں چلی جاؤ۔"

"کیا میں اچھی نہیں لگتی، میرا پیار اچھا نہیں لگتا؟"

"دشمن اچانک واپس آئیں گے اور تمھارے پیار کو گولی مار دیں گے، ذرا ہوش میں رہو، پہلے جان بچاتے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کی فکر کرو۔"

وہ پھر بھی الگ نہ ہوئی، اس سے لگ کر بیٹھتے ہوئے بولی "کیا وہ واپس آئیں گے؟ نہیں تم مجھے ڈرا رہے ہو۔"

"پلیز ڈیش بورڈ میں دیکھو، قطب نما ہوگا۔ ہم کھلے سمندر میں ہیں، قطب نما کے بغیر سمت معلوم نہیں کر سکیں گے۔"

وہ ڈیش بورڈ کھول کر قطب نما تلاش کرنے لگی۔ لیلیٰ نے کہا "ویلی کو واپس نہ لے جانا، اس کے اغوا کا الزام دشمنوں پر لگنے دو۔"

"آنٹی! میں سمجھ رہا تھا کہ آپ یہی کہیں گی۔ میں نے قطب نما کو پہلے ہی سیٹ کے نیچے چھپا دیا ہے۔"

"میں بھول گئی تھی کہ تم اپنے باپ کی طرح چالاک ہو۔ میں سونیا کے پاس جا رہی ہوں۔"

اس نے سونیا کے پاس آکر اغوا کی تمام روداد سنائی پھر کہا "ہماری پلاننگ کے مطابق ویلی ہمارے قبضے میں ہے۔ کیا میں اس کے باپ کو ٹریپ کروں؟"

سونیا نے کہا "ویلی کے باپ کو خیال خوانی کے ذریعے کبھی مخاطب نہ کرنا، اب مجھے بتاؤ، میں منع کیوں کر رہی ہوں؟"

لیلیٰ تھوڑی دیر تک سوچتی رہی پھر بولی "پہلے تم نے ہی کہا تھا کہ میں خیال خوانی کے ذریعے ویلی کے باپ اور ٹیلی پیتھی جاننے والے بھائی کو ٹریپ کروں گی۔ کیا اب اس لیے منع کر رہی ہو کہ اسے دشمنوں نے اغوا کیا ہے۔" وہ بولتے بولتے رکی پھر چونک کر بولی "ہاں سمجھ گئی۔ ویلی کو جن لوگوں نے اغوا کیا ہے، ان کا کوئی بڑا مقصد ہوگا اور بڑا مقصد یہی ہے کہ اس کا بھائی ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ یہ اغوا کرنے والے کسی خطرناک تنظیم سے یا ماسک مین سے تعلق رکھتے ہیں۔"

"شاباش! صحیح سمت میں سوچ رہی ہو، آگے بولو۔"

"اگر ویلی کو ماسک مین کے آدمی لے جا رہے تھے تو ماسک مین کے ٹیلی پیتھی جاننے والے پاسکل، لوبا اور جو جو بھی سرگرم عمل ہوں گے۔ وہ ویلی کے باپ کے دماغ میں آتے ہوں گے۔ اگر میں ویلی کے باپ کو خیال خوانی کے ذریعے مخاطب کروں گی تو یہ راز فاش ہو جائے گا کہ ویلی کو بچانے والے فرہاد کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، اس طرح تمہارے اور علی کے بے نقاب ہونے کا اندیشہ ہے۔"

"بالکل ٹھیک، تم تھوڑی سی ٹریننگ کے بعد ہر پہلو پر نظر رکھنے لگو گی۔"

"شکریہ سسٹر۔"

"تم ویلی کے باپ کے پاس رہو، میں اسے فون پر مخاطب کروں گی۔"

وہ چلی گئی۔ سونیا اپنے بنگلے سے باہر آئی۔ کار میں بیٹھ کر ساحلی راستے پر تھوڑی دور تک گئی پھر کار روک کر ایک ٹیلی فون بوتھ میں آئی۔ وہاں سے اس نے میری کلب کے منیجر کو فون کیا پھر اس سے کہا "تمہارے کلب میں مسٹر ہوپ کن موجود ہیں، پلیز انھیں فون پر بلائیں۔"

وہ کسی بھی معاملے میں ایک ایک پہلو پر توجہ دیتی تھی۔ یہی فون وہ اپنے بنگلے سے کر سکتی تھی لیکن ویلی کا باپ ملٹری انٹیلی جنس کا چیف تھا۔ ٹرانسفارمر مشین کا گارڈ بھی تھا۔ اس کے فون کال ٹیپ کیے جاتے ہوں گے، ایسی صورت میں فوجی سراغ رسانوں کو معلوم ہو جاتا کہ سائمن کی وائف نے مسٹر ہوپ کن کو فون کیا ہے۔

فون پر ہوپ کن کی آواز سنائی دی۔ سونیا نے کہا "مسٹر ہوپ کن! تمہاری بیٹی ہمارے پاس ہے، ابھی وہ خیریت سے ہے اگر تم نے پولیس یا فوج کو اس کے اغوا کی رپورٹ دی تو وہ خیریت سے نہیں رہے گی۔"

"تم کون ہو؟"

"اچھی دوست ہوں، میرے مشورے پر عمل نہیں کرو گے تو دشمن بن جاؤں گی۔"

"میں عمل کر رہا ہوں، جس وقت تمہارے آدمی ویلی کو لے جا رہے تھے، میں فوجی امداد حاصل کرنے کے لیے ٹیلی فون کرنے جا رہا تھا، تب ایک عورت نے میرے دماغ میں آکر وارننگ دی کہ میں موٹر بوٹ یا ہیلی کاپٹر میں تعاقب نہ کروں۔ پولیس اور فوج سے مدد حاصل نہ کروں، ورنہ ویلی کو گولی مار دی جائے گی۔"

یہ حیرانی کی بات تھی کہ کسی عورت نے ہوپ کن کے دماغ میں آکر دھمکی دی تھی جبکہ لیلیٰ اور سلطانہ نے ایسا نہیں کیا تھا۔ اسی وقت لیلیٰ، سونیا کے پاس یہی کہنے آئی تھی کہ خیال خوانی کرنے والی کوئی عورت ویلی کے ذریعے اس کے باپ کو کمزور بنا رہی ہے۔ سونیا نے فون پر کہا "مسٹر ہوپ کن! جو عورت تمہارے دماغ میں آتی ہے اس سے نجات حاصل کرو، شراب چھوڑ دو۔ صبح اٹھ کر یوگا کی پریکٹس کرو۔ جب وہ عورت دماغ میں آنے کے قابل نہیں رہے گی تو میں تم سے فون پر بات کر دوں گی۔"

"میری بیٹی کا کیا ہوگا؟"

"وہ میری پناہ میں محفوظ ہے۔ اس ٹیلی پیتھی جاننے والی ...... عورت کے فریب میں نہ آؤ۔ میں نے اس کے منصوبے کو ناکام بنا دیا ہے۔ وہ کبھی ویلی تک نہیں پہنچ سکے گی۔"

"جب تم ویلی کی حفاظت کر رہی ہو تو پھر ہماری دوست ہو۔ مجھ سے ملو یا مجھے اپنے پاس بلاؤ۔"

"تاکہ وہ خیال خوانی کرنے والی تمہارے دماغ میں بیٹھ کر میرے پاس پہنچ جائے۔ مسٹر ہوپ کن! ذرا غور کرو۔ خراب نوشی نے ابھی تمہاری بیٹی کو تم سے جدا کر دیا ہے۔ اوکے، کل رابطہ کروں گی، گڈ لک۔"

اس نے ریسیور رکھ کر لیلیٰ سے پوچھا "کیا تم نے ہوپ کن کے دماغ میں ٹیلی پیتھی جاننے والی کی آواز سنی ہے؟"

"نہیں، وہ موجود نہیں تھی۔ میرا خیال ہے سسٹر! وہ جو جو ہوگی۔"

"ہاں ماسک مین کے پاس وہی ایک خیال خوانی کرنے والی لڑکی ہے لیکن یہ مت بھولو کہ یہاں سولہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی جو فہرست ہمارے پاس ہے۔ اس میں بھی تین لڑکیوں کے نام ہیں۔"

لیلیٰ نے کہا "ایک جو را جوری ہے، میں اس کے دماغ کو ٹٹول چکی ہوں۔ وہ ہماری معمولہ ہے، کسی سازش میں شریک نہیں ہے۔ باقی دو لڑکیوں تک ہمیں پہنچنا ہے۔"

"اور جلد پہنچنا ہے۔ مجھے شبہ ہے کہ ماسک مین یا یہودی تنظیم کے سربراہ ٹھیک ہماری طرح یہاں کے سولہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ٹریپ کر رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے، وہ کسی خیال خوانی کرنے والی لڑکی کو اپنی دوست یا معمولہ بنا چکے ہوں۔"

"تمہارا شبہ درست ہو سکتا ہے۔ ہم نے سوچا بھی نہیں تھا کہ ٹھیک ہماری طرح کوئی ویلی کو اغوا کرنا چاہے گا۔ بالکل ہماری طرح کوئی سولہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں تک پہنچ رہا ہوگا۔"

"سلطانہ کو بلاؤ۔"

لیلیٰ چلی گئی۔ سونیا بوتھ سے باہر آکر کار میں بیٹھ گئی۔ اسے اسٹارٹ کرتے وقت سلطانہ نے کہا "سسٹر! تم پر اللہ تعالیٰ کی سلامتی ہو۔"

یہ دونوں بہنوں کا سلام بھی ہوتا تھا اور کوڈ ورڈ بھی تھے۔ سونیا نے کہا "تم پر بھی سلامتی ہو۔ ہماری لسٹ میں تین لڑکیوں کے نام ہیں، جو را جوری، اَلپا اور شیلپا۔ تم جس ٹیلی پیتھی جاننے والے تک پہنچنے کی کوشش کر رہی ہو، ابھی اس کا پیچھا چھوڑ دو۔ الپا اور شیلپا کے متعلق معلومات حاصل کرو۔ تمہیں ان کے پتے اور رشتے داروں کے نام لیلیٰ سے معلوم ہو جائیں گے۔"

لیلیٰ نے کہا "سسٹر! تم جان بوجھ کر انجان بن رہی ہو۔ یہ اچھی طرح جانتی ہو کہ سلطانہ مجھ سے نام اور پتے نہیں پوچھے گی۔"

سونیا نے ہنستے ہوئے کہا "پتا ہے، میں پردہ رکھ رہی تھی۔ یہ سلطانہ بڑی گہری ہے۔ سلمان واسطی عرف سُپر ماسٹر ارے رے سے دوستی کی ہے۔ اسی کے ذریعے ٹیلی پیتھی جاننے والوں تک پہنچ رہی ہے۔ کیوں سلطانہ! دوستی کس مرحلے پر ہے؟"

"اوہ سسٹر! مذاق نہ کرو، دوستی اور صرف دوستی ہے۔"

سونیا نے کہا "دیکھو سلطانہ! ہم عورتوں میں چپ چاپ تمہاری بات کھل جائے تو بہتر ہے، ورنہ میں سلمان واسطی کی زبان کھلوا سکتی ہوں۔"

"ضرور کھلواؤ۔ سانچ کو آنچ نہیں، میں جا رہی ہوں۔"

سونیا اور لیلیٰ نے ہنستے ہوئے کہا "بھاگ رہی ہے۔"

وہ بھاگ گئی۔

علی تیمور، ویلی کے ساتھ چار گھنٹے تک بھٹکتا رہا۔ اس سے پہلے ایک گھنٹا دشمنوں سے نمٹنے میں صرف ہوا تھا۔ کل پانچ گھنٹوں میں انھوں نے بہت لمبا سفر کیا تھا۔ اس کے بعد وہ ایک ویران ساحل پر پہنچے تھے۔

ویلی نے پریشان ہو کر پوچھا "یہ کون سی جگہ ہے؟"

علی نے دل میں کہا "جہنم ہے، عورت ساتھ ہو تو مرد کبھی جنت میں نہیں پہنچتا۔"

موٹر بوٹ ساحل سے آکر لگ گئی۔ علی نے نائلون کی رسی لے کر بوٹ کو ایک بڑے پتھر سے باندھا پھر سیٹوں کے نیچے بنے ہوئے خانوں میں سے ضرورت کا سامان نکالنے لگا۔ ریوالور کے کارتوس، ٹارچ لائٹ، کھانے کے پیک کیے ہوئے ڈبے اور کمبل وغیرہ نکل آئے۔ وہ بولی "کیا ہم رات یہاں گزاریں گے؟"

"کوئی ضروری نہیں ہے، دشمن واپس آگئے تو ان کے گھر میں گزاریں گے۔"

"تم مجھے ڈرا رہے ہو۔"

"ڈرنے سے عقل کام نہیں کرتی۔ تھوڑی سی بھی عقل

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہے تو سوچو۔ کیا دُشمن ہمیں عشق کرنے کے لیے سمندر میں چھوڑ گئے ہیں۔ میری پیش گوئی یاد رکھو، پہلے ایک ہیلی کاپٹر تھا اب کئی ہوں گے اور وہ ہمیں سمندر اور ساحلی علاقوں میں ڈھونڈتے پھریں گے۔"

"وہ سب تمھیں گولیوں سے چھلنی کر دیں گے۔ کیا تم میری خاطر خطرات کو دعوت دے کر پچھتا نہیں رہے ہو؟"

"دوست کے لیے خطروں سے کھیلنے کا نام دوستی ہے۔"

"تم بہت اچھے ہو۔ اپنے خیالات میں تھوڑی سی لچک پیدا کر لو۔ یہ کہہ دو کہ دوست کے لیے جان کی بازی بھی لگائی جاتی ہے اور دل سے گلے بھی لگایا جاتا ہے۔"

اُس نے ویلی کو دیکھا۔ اس میں شبہ نہیں تھا کہ وہ بے حد حسین تھی۔ . . . . اس کے پیار کی سچائی بھی اپنی طرف مائل کرتی تھی لیکن علی کا ضمیر کہتا تھا اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھائی کو ٹریپ کرنے کے بعد یہاں سے جانا ہو گا۔ ویلی کو چھوڑنا ہو گا۔ اُسے دوست بنایا جا سکتا ہے۔ شریکِ حیات نہیں بنایا جا سکتا۔ شریکِ حیات کے لیے اُس کا آئیڈیل کوئی اور ہی تھی جو ابھی تک اُسے نظر نہیں آئی تھی۔

وہ اسی لیے ویلی سے صرف دوستی رکھنا چاہتا تھا اور یہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ بچھڑنے کے بعد اس کے لیے روتی رہے۔ اُس نے پوچھا "تمھیں پتا ہے، مَیں صرف ایک لڑکی سے محبت کروں گا۔"

"وہ کون ہے؟"

"وہ ہے، جو میری آزمائش پر پوری اُترے۔"

"پھر تو وہ میں ہوں، آزما کر دیکھ لو۔"

"اچھا یہ بتاؤ، مَیں نے موٹر بوٹ کو یہاں کیوں روکا ہے؟ ہم ساحل کے کسی دوسرے حصّے میں بھی اُتر سکتے تھے۔"

اُس نے جواب دیا "اِدھر ساحل سے ذرا دُور درخت نظر آ رہے ہیں، جہاں درخت ہوتے ہیں وہاں انسانی آبادی ہوتی ہے۔ تم کسی آبادی میں پہنچنے کے لیے یہاں آئے ہو۔"

"تمھارا جواب غلط ہو گیا، جہاں درخت ہی درخت ہوتے ہیں وہاں جنگل ہوتا ہے۔ آبادی کا امکان بہت کم ہوتا ہے۔"

وہ مایوس ہو گئی پھر بولی "اگر میرا جواب درست ہوا اور کہیں قریب ہی آبادی نظر آئی تو؟"

"تو تم جیت جاؤ گی۔"

"اونہہ، بڑے آئے اپنا جادو دکھانے والے . . . اگر میرا جواب غلط ہے تو صحیح کیا ہے؟ اِدھر موٹر بوٹ کیوں لائے ہو؟"

"ذرا سر گھما کر اور سر اُٹھا کر دیکھو۔ دائیں بائیں اور اوپر چٹانیں ہی چٹانیں ہیں۔ یہ موٹر بوٹ یہاں اچھی طرح چھپ گئی ہے۔ ہیلی کاپٹروں سے پرواز کرنے والے اس بوٹ کو نہ دیکھ سکیں گے نہ اِدھر ہماری موجودگی کا شبہ کریں گے۔"

"اوہ گاڈ! تم کتنی دُور کی سوچتے ہو۔"

"میں تحفظ کے لیے سوچتا ہوں۔ محبت میں اندھا بن جاؤں تو یہ ایسی تدبیریں دماغ میں نہیں آئیں گی۔"

"مجھے طعنے نہ دو۔"

"تمھاری طرح میں نے بھی ساحل پر درخت دیکھے ہیں۔ مجھے آبادی کی نہیں، تحفظ کی ضرورت ہے۔ میں نے سوچا ہم کسی آبادی کی طرف درختوں کے سائے میں چلیں گے تو اوپر سے ہیلی کاپٹر والے ہمیں نہیں دیکھ سکیں گے۔"

"کمال ہے تم وقت سے پہلے اتنی ساری باتیں سوچ لیتے ہو اور مَیں جو اتنے قریب ہوں، میرے لیے کوئی جذبے والی سوچ پیدا نہیں ہوتی؟"

علی نے ایک گہری سانس لے کر کہا "حسینائیں صرف اپنی قدر کروانے پر تُلی رہتی ہیں۔ تم نہیں سُدھرو گی، چلو۔"

اس نے ضروریات کا تمام سامان ایک کٹ میں رکھ کر اُسے پُشت پر لاد لیا پھر چٹانوں کے سائے سے نکل کر ٹارچ کو روشن کیا۔ وہ ساحلی حصّہ سمندر سے اونچائی پر تھا۔ اوپر جانے کے لیے پتھروں پر سنبھل سنبھل کر پاؤں رکھنا ضروری تھا۔ اس نے ویلی سے کہا "تم میرے آگے رہو۔ خدانخواستہ پاؤں پھسلے گا تو میں سنبھال لوں گا۔"

اُس نے سہارا دے کر اُسے ایک پتھر پر چڑھایا پھر خود اُس پتھر پر آ کر بولا "اوپر چڑھو۔"

اُس نے چڑھنے کی کوشش کی مگر ناکام رہی۔ علی نے اسے پھر سہارا دے کر اوپر والے پتھر پر پہنچایا۔ وہاں سے اس کے اوپر پھر اس کے اور اوپر اسے پکڑ پکڑ کر چڑھاتا رہا۔ وہ خود اپنی کوششوں سے کسی ایک پتھر پر بھی نہ چڑھ سکی۔ علی نے بڑی مشکلوں سے اُسے بلندی پر پہنچایا۔

وہ اوپر پہنچ کر ہانپنے لگی۔ علی نے کہا "یہاں نہ بیٹھو، جلدی چلو۔"

وہ ہانپتے ہوئے بولی "ذرا دم لو، تم آدمی ہو یا جن؟

[اُ]ٹھا کر چڑھاتے رہے۔ کِٹ کا بوجھ اُٹھا کر خود چڑھتے [رہ]ے مگر تم ہانپ نہیں رہے ہو۔"

"تم یہاں سے چلتے چلتے بھی باتیں کر سکتی ہو۔"

"آخر اتنی جلدی کیا ہے۔ یہاں سے سمندر کو دیکھو، [ک]نارہ کتنا دلکش لگ رہا ہے۔"

دُور کہیں سے ہیلی کاپٹروں کی آوازیں آنے لگیں۔ [ع]لی نے اُس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا "تمھارے چاہنے [و]الے آ گئے، دوڑو۔"

وہ کیا دوڑتی، علی اُسے کھینچتے ہوئے دوڑاتے ہوئے [د]رختوں کی طرف جانے لگا۔ دُشمنوں کا خوف نہ ہوتا تو [و]ہ دوڑتے دوڑتے گر پڑتی پھر دُشمن ہی اُسے اُٹھا کر لے [جا]تے جبکہ وہ علی کا ساتھ چھوڑنا نہیں چاہتی تھی۔ ہیلی کاپٹروں [ک]ی آوازیں آ رہی تھیں اور بہت دُور آسمان پر جلتی بجھتی [س]رخ روشنیوں سے پتا چل رہا تھا کہ اس بار دو ہیلی کاپٹر [ہ]یں۔ ایک سمندر پر پرواز کر رہا تھا دوسرا ساحل پر اُن کی [ط]رف آ رہا تھا قریب آنے سے پہلے ہی وہ دونوں درختوں [ک]ے سائے میں پہنچ گئے۔

گردش کرتے ہوئے پنکھے کی طوفانی ہواؤں سے [د]رختوں کے پتّے اور شاخیں ہل رہی تھیں۔ ہیلی کاپٹر کی سرچ [لائ]ٹ اُن درختوں پر سے پھسلتی ہوئی گزر رہی تھی مگر دونوں [تک] نہیں پہنچ رہی تھی۔ ہیلی کاپٹر وہاں سے گزر گیا۔ وہ اطمینان کی سانس لے کر بولی "وہ نہیں دیکھ سکے۔ تم بہت ذہین ہو اگر درختوں کے سائے میں نہ لاتے تو . . ."

علی نے بات کاٹ کر کہا "پلیز تعریفیں نہ کرو۔ [ا]یک بچّہ بھی یہ سمجھ سکتا ہے کہ درخت کے نیچے رہنے [سے] اوپر پرواز کرنے والے نہیں دیکھ سکتے لیکن تمھارا [دم]اغ بچّوں سے بھی گیا گزرا ہے۔"

"میری جان! تم میری انسلٹ کر رہے ہو۔ پتا ہے، [م]یری ممی اور ڈیڈی میری ذہانت کی تعریفیں کرتے ہیں۔"

"ذہین ہونا اور بات ہے، حاضر دماغی سے کام لینا [او]ر بات ہے۔ جو لوگ مصائب یا خطرات سے گھبرا جاتے [ہی]ں، وہ ذہین ہونے کے باوجود ذہانت سے کام لینے [ک]ے قابل نہیں رہتے یا تمھاری جیسی لڑکیاں مصیبت [م]یں بھی محبت کے خواب دیکھتی ہیں۔ انھیں دُشمن نہیں [ص]رف بوائے فرینڈ نظر آتا ہے تو وہ حاضر دماغی بھول [جات]ی ہیں۔ اِدھر فرینڈ کے ساتھ جذبات میں بہتی ہیں اُدھر [د]شمن گولی مار کر چلا جاتا ہے۔ ذرا اپنے آپ پر غور کرو تو میری بات سمجھ میں آئے گی۔"

"تم محبت سے سمجھاؤ گے تو سب سمجھ لوں گی۔"

"آہ! پھر وہی محبت، چلو آگے بڑھو۔"

وہ آگے بڑھی اور ہنستے ہوئے بولی "آج کے دَور میں تمھارے جیسا کوئی نہیں ہے۔ تمھیں کئی سو سال پہلے پیدا ہونا چاہیے تھا۔ سُنا ہے پچھلے زمانے میں لڑکے بہت سیدھے اور شریف ہوتے تھے، محبت کو گناہ سمجھتے تھے۔"

علی نے جواب نہیں دیا۔ تیزی سے چلتا رہا۔ اس کے لانبے پاؤں تیزی سے چلتے وقت دوڑتے ہوئے لگتے تھے۔ وہ دوڑتے ہوئے بولی "تم کیا ہو، تمھاری ہر بات دوسروں سے الگ ہے، چلتے ہو تو مجھے ساتھ دوڑنا پڑتا ہے۔"

پھر ہیلی کاپٹر کی آواز سُنائی دی۔ انھوں نے ایک درخت کی آڑ سے دیکھا۔ دو سُرخ روشنیاں جلتی بجھتی چلی آ رہی تھیں۔ وہ دونوں دوڑتے ہوئے ایک گھنے درخت کے سائے میں چلے گئے۔

شام سے ہی بادل چھائے ہوئے تھے۔ اب رہ رہ کر بجلیاں چمک رہی تھیں۔ انھوں نے بجلیوں کی چمک میں دیکھا، ہیلی کاپٹروں کی پرواز بہت نیچی ہو گئی تھی۔ سیڑھیاں لٹک رہی تھیں اور مسلح افراد سیڑھیوں کے آخری نچلے حصّے میں آ کر وہاں سے کودتے ہوئے زمین پر آ رہے تھے۔

اس کے بعد دونوں ہیلی کاپٹر پرواز کرتے ہوئے ذرا دور گئے اس بار ایک ہیلی کاپٹر سے ٹریسر گولی چلائی گئی۔ ٹریسر گولی جب فضا میں پھٹتی ہے تو اندھیری رات میں دور تک کئی سیکنڈ کے لیے روشنی پھیل جاتی ہے۔ علی اور ویلی نے اُس روشنی میں دیکھا، دوسری طرف بھی مسلح افراد ہیلی کاپٹروں سے اُتر رہے تھے۔ وہ تعداد میں چھ تھے۔ اس سے قبل اُترنے والوں کی تعداد بھی یہی تھی۔

گردش کرتے ہوئے پنکھوں کے شور میں کتّوں کی آوازیں سُنائی دیں۔ ویلی نے حیرانی سے دیکھا۔ چند کتّوں کو ایک جال میں ڈال کر ہیلی کاپٹر سے زمین پر پہنچایا جا رہا تھا۔ علی نے ایک قدم پیچھے جا کر ویلی کو سر سے پاؤں تک دیکھا پھر پوچھا "کیا تمھارے بدن کا کوئی کپڑا دُشمنوں کے پاس رہ گیا تھا؟"

پنکھے کے شور میں بات سنائی نہیں دی وہ بولی "کیا کہہ رہے ہو؟"

اس نے ویلی کے کان سے منہ لگاتے ہوئے اپنا سوال دہرایا۔ ویلی نے شرارت سے اپنا سر گھمایا۔ کان سے لگ کر بولتے ہوئے ہونٹ ویلی کے اور قریب آ گئے۔ جوانی کی آنچ آئی۔ وہ فوراً ہی پیچھے ہٹ گیا۔ وہ مسکرا کر بولی "میرا اسکارف ایک شخص کے پاس

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

رہ گیا تھا۔"

پنکھے کے شور میں ڈیلی کی بھی آواز سُنائی نہیں دی۔ علی نے اشارے سے پوچھا "کیا کہہ رہی ہو؟"

وہ اشارے سے سمجھاتے ہوئے بولی "مجھے قریب آکر کان میں بولنے دو۔"

علی نے انکار میں سر ہلایا۔ پھر اُس کا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف دوڑنے لگا۔ دونوں ہیلی کاپٹر دور جا رہے تھے۔ شور ختم ہو گیا تھا بہت دور کُتوں کے بھونکنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ وہ دوڑتے ہوئے بولا "تمھارا کوئی کپڑا اُن کُتوں کو سونگھایا گیا ہے۔"

"وہاں میں تم سے کہہ رہی تھی کہ میرا اسکارف اُن کے پاس رہ گیا ہے۔"

"لیکن میں نے تو تمام دشمنوں کو موٹر بوٹ میں ہی ختم کر دیا تھا۔ پھر ہیلی کاپٹر والوں کو تمھارا اسکارف کیسے مل گیا؟"

وہ بولی "میری کلب کے سامنے ان کا ایک آدمی ساحل پر رہ گیا تھا۔ اسکارف اُسی کے ہاتھ میں تھا۔"

"بڑی مصیبت ہو گئی ہے۔ ہم تاریکی میں انسانوں سے چھپ سکتے تھے۔ ان کُتوں سے چھپ نہیں سکیں گے۔ یہ تمھاری بو سونگھتے ہوئے پہنچ جائیں گے۔"

وہ دوڑتے دوڑتے ہانپنے لگی۔ ایک جگہ رک کر بولی "اب مجھ میں دوڑنے کی ہمت نہیں ہے۔"

"وہ تمھیں کُتوں کے ذریعے گھیر لیں گے۔ تمھیں پھر پکڑ کر لے جائیں گے۔"

وہ بدستور ہانپتے ہوئے بولی "میں کیا کروں؟ میں کیسے دوڑوں؟"

علی نے سر گھما کر دیکھا۔ بہت دور ٹارچ کی روشنیاں اِدھر اُدھر حرکت کرتی دکھائی دے رہی تھیں۔ کُتے بھی بھونک رہے تھے اور دشمنوں کو ان کی طرف لا رہے تھے۔ علی نے کہا "اچھا تو تم کُتوں کے پاس جاؤ۔ میں چلا۔"

وہ اُسے چھوڑ کر دوڑتے ہوئے جانے لگا۔ وہ چیختے ہوئے پیچھے پیچھے دوڑتے ہوئے بولی "تمھیں شرم نہیں آتی۔ مجھے مصیبت میں چھوڑ کر جا رہے ہو۔"

اس نے جواب نہیں دیا۔ مخصوص رفتار میں دوڑتا رہا۔ وہ اُس کے پیچھے بولتی رہی۔ اپنے حوصلے کے مطابق دوڑتی رہی پھر لڑکھڑا کر گر پڑی۔ علی نے پلٹ کر نہیں دیکھا۔ اپنی رفتار سے دوڑتا چلا گیا۔ وہ ہانپتے ہوئے غصے سے کہہ رہی تھی "آئی ہیٹ یو۔ میں تم سے نفرت کرتی ہوں۔ بزدل کہیں کے تم مرد ہی کب تھے۔ میرے حسن و شباب کے اتنے قریب رہ کر مردہ رہنے والا دشمنوں کے سامنے مرد کیسے بنے گا۔ ڈیم ود یو۔ آئی ہیٹ یو۔"

کُتوں کی آوازیں قریب آتی جا رہی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد اُس پر ٹارچ کی روشنیاں پڑنے لگیں۔ وہ اُسے چاروں طرف سے گھیرے تھے۔ دو سیاہ رنگ کے کُتے اس کی طرف غرّا رہے تھے۔ وہ سہم کر چیخنے لگی "مجھ پر کُتے نہ چھوڑو۔ مجھ سے کیا دشمنی ہے؟ مجھ سے کیا چاہتے ہو۔ تم جو کہو گے میں وہ بات مان لوں گی۔ کُتوں کو دور رکھو!"

دونوں کُتوں کو دو آدمیوں نے قابو میں رکھا ہوا تھا۔ اپنے ٹیم لیڈر کے اشارے پر کُتوں کو ذرا دور لے گئے۔ ٹیم لیڈر نے ڈیلی سے پوچھا "تمھارا ساتھی کہاں ہے؟"

وہ نفرت سے بولی "وہ ساتھی نہیں تھا۔ اُلّو کا پٹھا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا وہ مجھ سے کیا چاہتا تھا۔ کُتوں کی آواز سُن کر مجھے چھوڑ کر بھاگ گیا۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ جس نے تمھارے لیے جان کی بازی لگا کر موٹر بوٹ میں ہمارے آدمیوں کو مار ڈالا۔ ہمارے ایک ہیلی کاپٹر کو واپس جانے پر مجبور کر دیا۔ وہ تمھیں اس طرح چھوڑ کر کیسے بھاگ سکتا ہے۔"

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ ٹیم لیڈر نے چاروں طرف گھومتے ہوئے بلند آواز میں کہا "نوجوان! تم جو کوئی بھی ہو، بزدل نہیں ہو۔ دلیر بھی ہو اور چالاک بھی۔ میری ایک آواز پر سامنے آجاؤ تو تمھیں کوئی گولی نہیں مارے گا۔ ہم تمھارے جیسے دلیر نوجوان کی قدر کریں گے۔ اگر تم سامنے نہیں آؤ گے تو اس کا مطلب ہوگا تم خطرناک ہو اور احمق ہو۔ چھپ کر ہم پر حملہ کرنے کی حماقت میں مارے جاؤ گے۔"

اُسی وقت بارش ہونے لگی۔ ایک اور مسلح شخص نے بلند آواز سے کہا "ہمارا وقت برباد نہ کرو۔ آجاؤ۔ ہم تمھاری پچھلی دشمنی کو معاف کر دیں گے۔"

اُنھیں کوئی جواب نہیں ملا۔ بارش تیز ہوتی جا رہی تھی۔ ٹیم لیڈر نے کہا "وہ احمق نہیں ہے، چالاک ہے۔ ہماری بات پر بھروسا کر کے نہیں آئے گا لیکن اس لڑکی کا سچا عاشق ہے تو اس کی عزت بچانے ضرور آئے گا۔ اِس کے کپڑے پھاڑ ڈالو اور اس کی تصویریں اُتارو۔ ہم اس کی لُٹتی ہوئی عزت کا تماشا تصویروں کے ذریعے اِس کے باپ کو دکھائیں گے اور اِس کا یار تو کہیں چھپ کر دیکھ ہی رہا ہوگا۔"

لیڈر کا حکم سُنتے ہی چھ افراد ڈیلی کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے آگے بڑھے۔ وہ رونے لگی۔ پیچھے ہٹتے ہوئے کہنے لگی "نہیں نہیں، میرے قریب نہ آؤ مجھے یہ تو بتاؤ، مجھ سے دشمنی کیا ہے؟"

ایک نے کہا "تیری تصویریں تیرے باپ کے ذریعے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھائی تک پہنچائی جائیں گی۔ اُس سے کہا جائے گا کہ وہ ہمارا وفادار نہیں بنے گا اپنی ٹیلی پیتھی سے ہمیں فائدہ نہیں پہنچائے گا

تو یہ تصویریں عام کر دی گی۔ اُسے کہیں مُنہ دکھانے کے قابل نہیں چھوڑیں گے۔ اس کے ممی اور ڈیڈی کو بھی قتل کر دیں گے۔"

یہ کہتے ہوئے اُس نے ڈیلی کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ وہ ایک طرف ہٹنا چاہتی تھی مگر بلاؤز کی آستین ہاتھ آگئی۔ اُس ہاتھ نے ایک جھٹکا دیا۔ آستین پھٹتی چلی گئی۔ گورا چکتا ہوا، بارش میں بھیگتا ہوا بازو ننگا ہو گیا۔ ہوس پرستوں کے دیدے پھیل گئے۔ مُنہ سے رال بھی ٹپک رہی ہوگی لیکن بارش کے پانی میں رال دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ دوسرے شخص نے گریبان پکڑ کر کھینچا۔ لباس اوپر سے کمر تک پھٹتا چلا گیا۔ وہ چیخنے لگی "بچاؤ۔ ہیلپ ہیلپ می فار گاڈ سیک۔"

اچانک ٹھائیں ٹھائیں ٹھائیں کی آوازوں کے ساتھ تین گولیاں چلیں۔ دونوں کُتے اُچھلے اور تڑپ کر گرے پھر ٹھنڈے پڑ گئے۔ تیسری گولی ٹارچ روشن کرنے والے کو لگی اس کے ساتھ ہی اندھیرا چھا گیا وہ تیسری گولی دھمکی تھی کہ جو بھی ٹارچ روشن کرے گا وہ نشانے پر آکر مارا جائے گا۔

یہ جنگ شروع کرنے کا کامیاب طریقہ تھا۔ اُس نے سب سے پہلے کُتوں کو مار کر ڈیلی کے سر سے یہ خطرہ ٹال دیا تھا کہ جنگ کے دوران کُتے اس کی بُو پر لپکیں گے۔ پھر ٹارچ والے کو مار کر سمجھا دیا تھا کہ جنگ اندھیرے میں ہوگی جو بھی اسے تلاش کرنے کے لیے ٹارچ روشن کرے گا حرام موت مرے گا۔

ایک شخص نے اندھیرے میں اُدھر فائر کیا جدھر سے علی نے گولیاں چلائی تھیں۔ یہ سمجھتے ہوئے بھی کہ جنگ کا آغاز کرنے والا اپنی جگہ بدل چکا ہوگا اُس نے ایک چانس لیا۔ مگر یہ چانس علی کے کام آیا۔ اندھیرے میں فائر کرنے والے کی گن سے شعلے لپکے تھے۔ علی نے ان شعلوں پر گولی چلائی تو ایک چیخ سُنائی دی دوسرا دشمن بھی مارا گیا۔

ٹیم لیڈر نے دل ہی دل میں تسلیم کر لیا کہ ڈیلی کا عاشق تنہا گوریلا جنگ لڑنے کا تجربہ رکھتا ہے۔ وہ سب دبے قدموں تاریکی میں راستہ ٹٹولتے ہوئے کسی نہ کسی درخت کی طرف جانے لگے۔ ایسے ہی وقت بجلی چمکی۔ اس کی لمحاتی روشنی میں ٹھائیں ٹھائیں دو فائر ہوئے۔ دو اور لڑھکے۔ پھر اندھیرے میں دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سُنائی دینے لگیں۔

ڈیلی اپنی جگہ سہمی ہوئی کھڑی تھی۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا، ایسے وقت کیا کرنا چاہیے؟ کم از کم گولیوں سے بچنے کے لیے زمین پر بیٹھ جانا چاہیے تھا مگر عقل کام نہیں کر رہی تھی۔ ایسے وقت اچانک ہی کسی نے اس کے مُنہ پر ہاتھ رکھا پھر اُسے کھینچتے ہوئے لے جانے لگا۔ وہ گھٹی گھٹی سی آواز میں اُوں اُوں کر رہی تھی خود کو چھڑانے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔ اُسے کھینچ کر لے جانے والا ایک درخت کی آڑ میں آکر سرگوشی میں بولا "چپ سُوَر کی بچی! تیری آواز پر گولی آئے گی تو میں مارا جاؤں گا۔"

وہ شاید کچھ اور کہنا چاہتا تھا لیکن ایک ریوالور کی نال کنپٹی سے آکر لگ گئی۔ علی کی سرگوشی سُنائی دی "ہتھیار پھینک دو۔ دوسری بار نہیں بولوں گا گولی مار دوں گا۔"

اُس نے ڈیلی کو چھوڑ دیا۔ ہتھیار پھینک دیا۔ ڈیلی خوش ہو کر علی سے لپٹنے آ رہی تھی۔ وہ ڈانٹ کر بولا "خبردار! اپنی جگہ سے حرکت نہ کرنا۔ اسی طرح درخت کی آڑ میں رہو۔"

اُس نے ہتھیار پھینکنے والے کی تلاشی لی۔ اُس کی جیب سے ایک بڑے سائز کا لائٹر نکلا۔ اس نے لائٹر کا تمام پٹرول اس کے لباس پر چھڑک دیا۔ وہ سہم کر بولا "یہ کیا کر رہے ہو؟"

علی نے کہا "ابھی تم نے کہا تھا کہ اس لڑکی کا بدن دیکھ کر تمھارے بدن میں آگ لگ گئی۔ لہٰذا اب آگ لگ رہی ہے۔"

"نہیں، پلیز معاف کر دو۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں تمھیں گولی نہیں ماروں گا۔ تم آگ لگتے ہی اپنے ساتھیوں کے پاس دوڑتے ہوئے جاؤ گے، وہ آگ بجھا دیں گے۔ ایسا نہیں کرو گے، اپنے ساتھیوں کے پاس مدد کے لیے نہیں جاؤ گے تو گولی مار دوں گا۔"

اُس نے لائٹر کو جلایا۔ اگرچہ اس کا تمام پٹرول اس پر چھڑک چکا تھا۔ پھر بھی وہ ذرا سی دیر کو جلا اس کے کپڑوں میں آگ لگ گئی۔ علی نے لات ماری۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا دور گیا۔ پھر شعلوں میں لپٹا ہوا حلق پھاڑ کر چیختا ہوا دور بھاگنے لگا۔ "بچاؤ۔ مجھے بچاؤ۔ یہ آگ بجھاؤ۔ مجھے بچاؤ..."

علی نے اس کے پھینکے ہوئے ہتھیاروں میں سے ایک ہینڈ گرینیڈ اُٹھا لیا تھا۔ اُدھر ساتھیوں نے دیکھا کہ اپنا آدمی شعلوں میں لپٹا ہوا اُن کی موت بن کر آ رہا ہے تو اُن میں سے ایک نے اُسے گولی مار دی۔ جدھر سے فائر کر کے اسے گولی ماری گئی تھی، اُدھر علی نے ہینڈ گرینیڈ کی پن نکال کر پھینکا۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی زبردست دھماکا ہوا کتنے ہی دشمن ایک پتھر کے پیچھے سے اُچھل کر زمین پر گرے پھر اُٹھ نہ سکے۔

جس کے لباس میں آگ لگی تھی۔ اُس کی موت کے بعد بھی لباس سے شعلے بھڑک رہے تھے، دور تک اُس ویرانے کو روشن کر رہے تھے...... علی نے یہی سوچ کر آگ لگائی تھی کہ چھپے ہوئے دشمن ایک بار نظر آجائیں۔ اس کا کام ہو گیا تھا۔ موسلا دھار بارش کے باعث شعلے بجھ گئے۔ پھر تاریکی چھا گئی۔ اس تاریکی سے فائدہ اُٹھا کر سب اپنی اپنی پوزیشن بدلنے لگے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

علی نے دشمن کے پھینکے ہوئے ہتھیار اُٹھا کر ویلی کے کان میں کہا "میرے ساتھ زمین پر رینگتی چلو۔"

وہ اُس کی ہدایت پر عمل کرنے لگی۔ مسلسل بارش کی وجہ سے زمین دلدلی ہوگئی تھی۔ ویلی کیچڑ سے لت پت ہو رہی تھی۔ اپنے گورے بدن کی ناقدری کا احساس ہو رہا تھا مگر اِس احساس پر دشمنوں کا خوف غالب تھا۔ وہ رینگتی ہوئی ایک بڑے سے پتھر کے پاس آئی۔ وہاں تین لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ وہ سرگوشی میں بولی "یہ تو وہی جگہ ہے جہاں تم نے ہینڈ گرینیڈ پھینکا تھا۔ یہاں دشمن ہیں۔"

وہ کان کے قریب بولا "اب نہیں ہیں۔ دشمنوں نے پوزیشن بدل لی ہے۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکیں گے کہ میں اُن کی ہی چھوڑی ہوئی جگہ کو تمھاری پناہ گاہ بنا رہا ہوں۔ تم یہاں سے حرکت نہیں کرو گی۔ ایک آواز نہیں نکالو گی۔ میں ابھی واپس آجاؤں گا۔"

وہ جانا چاہتا تھا ویلی آستین پکڑ کر بولی "میں یہاں اکیلی نہیں رہوں گی۔"

اس نے ایک جھٹکے سے آستین چھڑائی۔ اُسے پتھر کے پیچھے دھکا دیا پھر چلا گیا۔ دشمنوں کا خوف نہ ہوتا تو وہ چیخ چیخ کر اُسے جنگلی اور بے حس کہتی۔ کوئی مہذب اور دل والا یوں کیچڑ میں سنے ہوئے کنول کو پتھر کے پیچھے پھینک کر نہیں جاتا۔ وہ دل ہی دل میں کُڑھ رہی تھی اور ساتھ ہی اس پر قربان ہونے کے لیے مچل رہی تھی۔

علی رینگتا ہوا ویلی سے دور چلا آیا۔ ایک درخت کی آڑ میں پہنچا۔ اُسی وقت ٹریسر گولی کے ذریعے دور تک روشنی پھیل گئی۔ اِس بار دشمن اُسے روشنی میں دیکھنا چاہتے تھے۔ اُس روشنی میں ایک کیمرے کی فلیش لائٹ کا جھماکا ہوا۔ کچھ فاصلے پر ایک مسلح شخص نے علی کی تصویر اُتاری تھی پھر درخت کی آڑ میں چلا گیا تھا۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی اُس نے درخت کے پیچھے سے فائر کیا۔ علی کے لیے چند سیکنڈ بہت تھے۔ وہ جگہ بدل چکا تھا۔

درخت کے پیچھے سے فائر کرنے والے نے بلند آواز سے کہا "علی تیمور! تم بے نقاب ہوگئے ہو۔ میں نے ابھی اینٹی میک اَپ کیمرے کے وِیو فائنڈر میں تمھیں دیکھا ہے۔ اِس کیمرے میں تمھارے اصلی چہرے کی تصویر محفوظ ہو چکی ہے۔ تم جی میتھو نہیں ہو۔"

دوسرے درخت کے پیچھے سے ٹیم لیڈر کی آواز آئی۔

"اینٹی میک اَپ کیمرے نے بھانڈا پھوڑ دیا ہے۔ ہمارے باس نے درست کہا تھا کہ موٹر بوٹ میں جان لڑا کر ہمارے آدمیوں کو مارنے والا کوئی عاشق نہیں ہو سکتا۔ ویلی کو ہم سے چھڑا کر لے جانے والا ہاتھ بہت اہم ہے۔ اِس ہاتھ کے پیچھے کوئی بڑی سازش ہے اب سارا کھیل سامنے آگیا ہے۔ فرہاد کی فیملی ویلی کے ذریعے اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھائی تک پہنچنا چاہتی ہے۔"

تیسرے درخت کے پیچھے سے تیسرے شخص نے کہا۔

"ویلی! تم جہاں بھی ہو، ہماری آواز تمھارے کانوں تک پہنچ رہی ہے۔ تم سمجھ سکتی ہو کہ تمھارے بھائی تک رسائی حاصل کرنے کے لیے ہم تمھیں اغوا کرنا چاہتے ہیں اور یہی کام علی تیمور بڑی محبت سے کر رہا ہے۔ جی میتھو بن کر تمھیں دھوکا دے رہا ہے۔"

ٹیم لیڈر کی آواز گونجنے لگی "ہم ویلی کو یہ نہیں کہتے کہ ہم شریف ہیں بلکہ یہ سمجھاتے ہیں کہ جس پر وہ بھروسا کر رہی ہے، وہ بے حد خطرناک شریف ہے۔ تمھارے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھائی کو ہمیشہ کے لیے بابا صاحب کے ادارے کا غلام بنا دے گا یا پھر اُسے قتل کر دے گا۔"

اِس آخری فقرے کے ساتھ ہی اُس کی آواز گھُٹ کر رہ گئی۔ علی نے پیچھے سے آکر ایک بازو میں اس کی گردن جکڑ لی تھی۔ زیادہ بولنے کا نتیجہ یہی کچھ ہوتا ہے وہ علی کو بے نقاب کرنے کی خوشی میں بولتے وقت بھول گیا تھا کہ اندھیرے میں اپنی ہی آواز اپنی موت کو بلاتی ہے۔

وہ ٹیم لیڈر اچھا فائٹر تھا۔ اپنی گردن چھڑا کر جوابی حملہ کر سکتا تھا لیکن اندھیرے میں اندھی گوریلا فائٹ کے دوران ذہانت اور تیز رفتاری ضروری ہوتی ہے۔ علی نے اُسے جوابی حملے کا موقع ہی نہیں دیا۔ گردن دبوچتے ہی ایک لانبے پھل کا چاقو اس کے جسم میں پیوست کر دیا۔ اُس کی خاموشی نے باقی ساتھیوں کو سمجھایا کہ انھیں موت وہاں کھینچ لائی ہے۔ مقابلے پر فرہاد کا بیٹا ہے۔ فرہاد کی فیملی سے مقدر کی پُرانی دوستی ہے۔ یہ علی تیمور اس لیے بھی ناقابلِ شکست ہے کہ ابھی کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کی مدد کر رہا ہوگا۔ وہ خیال خوانی کرنے والا پتا نہیں کیسے ہماری نشان دہی کر رہا ہے اور علی ہمارے لوگوں کو ایک ایک کر کے ختم کر رہا ہے۔

وہ تعداد میں بارہ تھے۔ جن میں سے نو مارے گئے تھے۔ باقی تین نے وہاں سے بھاگ جانے میں خیریت سمجھی۔ علی اپنی پوزیشن بدل کر ایک پتھر کے پاس آیا۔ وہاں بیٹھ کر تھوڑی دیر تک کسی حملے کی توقع کرتا رہا۔ پھر اُس نے ایک چھوٹا سا پتھر اُٹھا کر ایک طرف پھینکا۔ کیچڑ میں دھپ سے پتھر کے گرنے کی آواز آئی ایسے میں کوئی بھی آواز کی سمت گولی چلا سکتا تھا لیکن کہیں سے فائرنگ نہیں ہوئی۔

علی نے دوسری بار ایک ٹارچ کو پتھر کے اوپر رکھا پھر اُسے روشن کرتے ہی وہاں سے لڑھکتا ہوا دور جانے لگا۔ اُس ٹارچ کی روشنی کی طرف ضرور فائر ہونا چاہیے تھا لیکن وہاں مکمل خاموشی رہی۔ اِس طرح یقین کیا جا سکتا تھا کہ باقی دشمن میدان چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں مگر علی اتنی آسانی سے مطمئن ہونے والا نہیں تھا۔ جس طرح وہ چالیں چلتا تھا اُسی طرح دشمن بھی فریب دے کر اُسے گولی مار سکتے تھے۔

وہ تھوڑی دیر تک ایک درخت سے لگا کھڑا رہا پھر ہیلی کاپٹر کی آواز سُنائی دی۔ بھاگنے والوں نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے ہیلی کاپٹر طلب کیا ہوگا۔ علی دیکھنا چاہتا تھا کہ دشمن میدان چھوڑ رہے ہیں یا انھیں مزید مدد پہنچائی جا رہی ہے۔ اُس نے ستر ڈگری پر ایک ٹریسر گولی چلائی۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی وہ پورا علاقہ دور تک روشن ہوگیا۔ اُس روشنی میں بہت دور ایک ہیلی کاپٹر سے سیڑھی لٹکتی ہوئی دکھائی دی۔ تین آدمی اس پر چڑھتے ہوئے ہیلی کاپٹر کے اندر جا رہے تھے۔ وہ شوٹنگ ٹارگٹ سے بہت دور تھے۔ اس لیے علی نے انھیں جانے دیا۔ ہیلی کاپٹر کے جاتے جاتے روشنی ختم ہوگئی۔ پھر تاریکی چھا گئی۔ اُس نے پتھر پر رکھی ہوئی ٹارچ کو اُٹھا کر آواز دی "ویلی! کہاں ہو؟ آجاؤ۔"

وہ کچھ فاصلے پر ایک پتھر کے پیچھے سے اُبھری۔ بارش نے پھر زور پکڑ لیا تھا۔ آسمان سے برستا ہوا پانی اس کے بدن کو دھو رہا تھا۔ علی نے ٹارچ بجھا دی۔ نظارہ گُم ہوگیا۔ وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کے پاس آیا۔ چمکتی ہوئی بجلی نے بتایا کہ وہ قریب پہنچ گیا ہے۔ اُس نے اپنا کوٹ اُتار کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "یہ میرا کوٹ ہے، اِسے پہن لو۔"

وہ ہاتھ بڑھا کر کوٹ لیتے ہوئے بولی "کیسے پہنوں؟ اندھیرا ہے۔ ٹارچ روشن کرو۔"

علی نے زمین کی طرف روشنی کی۔ وہ بولی "میری طرف روشنی کرو۔"

علی بولا "عورت کا حسن چھُپنے میں ہے۔ میرے کوٹ میں چھُپ جاؤ۔"

وہ بالکل قریب آکر بولی "عورت دوسروں سے چھُپتی ہے اپنے مرد سے نہیں۔ میں تمھاری چیز ہوں، تمھیں پورا حق پہنچتا ہے کہ تم برسات میں بھیگتے ہوئے میرے حسن و شباب کو دیکھو۔ مجھے آغوش میں لگالو۔ مجھے پیار کرو پھر اپنے ہاتھوں سے کوٹ پہناؤ۔"

وہ ایک طرف روشن ٹارچ نیچے کر کے چلتے ہوئے بولا "میرے پیچھے چلی آؤ۔ معلوم ہوتا ہے یہاں دور تک آبادی نہیں ہے۔ اتنی دیر تک فائرنگ ہوتی رہی، پولیس والے ہماری مدد کو نہیں آئے۔ اندیشہ ہے کہ..."

وہ پیچھے پیچھے آتے ہوئے بات کاٹ کر بولی "اندیشہ ہے کہ دشمن پھر آئیں گے لیکن سب سے بڑے دشمن تم ہو۔ تم مجھے بار بار نظر انداز کر کے میری انسلٹ کر رہے ہو۔ مجھے بتا رہے ہو کہ میں حسین نہیں ہوں، پیار کے قابل نہیں ہوں۔ تم میری انا کو ٹھیس پہنچا رہے ہو۔ میں نے اٹھارہ برس تک اپنے بدن کو تمھارے لیے سنبھال کر رکھا اور تم اِس پر جیسے تھوک کر جا رہے ہو۔ میں یہ توہین برداشت نہیں کروں گی۔ میں پاگل ہو جاؤں گی۔ میں پاگل..."

علی نے ڈانٹ کر کہا "یو شٹ اَپ۔ کیا تم نے یہ نہیں سُنا تھا کہ میں جی میتھو نہیں ہوں۔ میں فرہاد علی تیمور کا بیٹا ہوں۔ تمھارے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھائی کو ٹریپ کرنے والا ہوں۔"

"یہ جھوٹ ہے۔ وہ دشمن میرا لباس پھاڑ رہے تھے، میری عزت لینا چاہتے تھے اور تم اِس تنہائی میں میری عزت کی طرف بڑھنے سے انکار کر رہے ہو۔ مجھے عزت آبرو سے گھر پہنچانا چاہتے ہو۔ میں اُن ذلیل کتوں کی باتوں پر کبھی یقین نہیں کروں گی۔"

"ذلیل کتے بھی کبھی بھونک کر سچ بتا دیتے ہیں کہ تمھارے گھر میں چور آیا ہے۔ اب میں تم سے نہیں چھپاؤں گا۔ کیونکہ دشمن میرے اصلی چہرے کی تصویر لے گئے ہیں۔ وہ صبح ہونے سے پہلے ہی مجھے اور میرے ساتھیوں کو بے نقاب کر دیں گے۔ یہ رات ہم پر بھاری ہے۔ لہٰذا میں تمھارا ساتھ چھوڑنے سے پہلے اپنی حقیقت بتا رہا ہوں۔"

"نہیں، تم میرا ساتھ نہیں چھوڑو گے۔ تم مجھ سے پیچھا چھڑانے کے لیے خود کو دشمن ظاہر کر رہے ہو۔ اگر یہ حقیقت ہے تو مجھے دشمنی بھی منظور ہے۔ مجھے اپنے ہاتھوں سے جہنم میں پہنچا دو مگر میرے گھر نہ پہنچاؤ۔ میرے بھائی کو ٹریپ کرو۔ میرے بدلے اس کی ٹیلی پیتھی کا سودا کرو۔ مگر مجھے اپنی آغوش ہی میں رہنے دو۔"

علی نے اچانک ہی رُک کر اُسے ٹارچ کی روشنی میں دیکھا پھر اُس کے منہ پر ایک طمانچہ جڑ دیا۔ وہ پہلے حیران ہوئی پھر جھنجلائی۔ علی نے کہا "میں تمھارے بھائی کا دشمن ہوں۔ مجھ سے جتنی بھی دشمنی کرو کم ہے۔ مگر تم بہن ہو کر اُسے میرے شکنجے میں دیکھنا چاہتی ہو۔ کیوں؟ تمھیں بھائی سے کیا دشمنی ہے؟ کیا اُس نے تمھیں بہن نہیں سمجھا؟ تمھیں بھائی کا پیار نہیں دیا؟ اگر اس نے بھائی کے تمام حقوق دیے ہیں اور دیتا رہتا ہے تو تم کیسی بہن ہو، جو میری آغوش میں ہوس پوری کرنے کے لیے محبت کرنے والے بھائی سے دشمنی کر رہی ہو؟"

اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ وہ روتے ہوئے بولی۔

"میں بھائی کی دشمن نہیں ہوں۔ خدا گواہ ہے صرف تمھارا دل جیتنے کے لیے ایسا کہہ رہی تھی۔ میرے اندر یہ یقین پختہ ہے کہ تمھارے جیسا فرشتہ میرے بھائی کو کبھی نقصان نہیں پہنچائے گا۔"

وہ اُس کا بازو پکڑ کر کھینچتا ہوا ساحل کی طرف جانے لگا۔ ایسے وقت دماغ پر دستک ہوئی۔ لیلیٰ نے کوڈ ورڈ ادا کیے۔ پھر کہا۔

itsurdu.blogspot.com
itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"میں جنگ کے دوران ویلی کے دماغ میں تھی اور سونیا کو رپورٹ پہنچاتی رہتی تھی۔ کئی بار جی میں آیا کسی طرح تمھارے کام آؤں لیکن سونیا نے سختی سے منع کر دیا۔ تم دونوں بھائی دشمنوں سے نمٹنے کے دوران ٹیلی پیتھی کا سہارا نہیں لیتے ہو۔ میں نے آج پہلی بار موجود رہ کر تمھاری گوریلا جنگ دیکھی ہے۔ بیٹے! میں تم پر فخر کرتی ہوں۔"

"شکریہ آنٹی! کام کی بات بتائیں۔"

"میں نے سونیا کو بتا دیا ہے کہ تمھاری اصلیت دشمنوں پر کھل گئی ہے۔ سونیا نے کہا ہے اب حالات تیزی سے بدلتے رہیں گے۔ دشمن ہماری اس کمزوری سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہیں گے۔"

"موجودہ حالات میں مما کیا چاہتی ہیں؟"

"میں دوسری بار تمھاری مما کے پاس گئی تو کوئی عورت اُن کے دماغ میں کہہ رہی تھی کہ مادام سونیا! تمھاری اطلاع کے لیے عرض ہے علی تیمور ہماری نظروں میں آگیا ہے۔ ہم اُسے کئی طرح سے ٹریپ کر سکتے ہیں۔"

سونیا نے کہا "پھر تو فوراً ٹریپ کر لینا چاہیے تھا۔ میرے پاس کیوں آئی ہو؟"

"تم بہت مغرور ہو۔ سمجھتی ہو فرہاد کی فیملی کا کوئی ممبر کبھی کسی کی گرفت میں نہیں آئے گا۔"

"یہ تماشا ابھی تم دیکھ کر آ رہی ہو۔ تمھارے آدمی علی تیمور کے ہاتھوں مارے جا رہے ہیں۔ وہاں سے مایوس ہو کر یہ دیکھنے آئی ہو کہ سونیا کہاں ہے؟ اور کس بھیس میں ہے یہاں بھی تمھیں مایوسی ہو رہی ہے۔"

وہ دماغ میں آنے والی بولی "مجھے بتایا گیا ہے کہ تمھارے اندر کچھ روحانی قوتیں ہیں۔ میں تسلیم کرتی ہوں۔ تمھارے ذریعے یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ کس گھر میں یا کس علاقے میں ہو مگر تمھارے چاروں طرف دھند چھائی ہوئی ہے۔"

"اب سانس روکوں گی تو اِس دھند سے نکل کر اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو جاؤ گی۔"

"پلیز، سانس نہ روکنا۔ میں ایک سمجھوتے کے لیے آئی ہوں۔"

سونیا نے مسکرا کر کہا "مجھے پتا ہے۔ تم کہو گی ہماری تمھاری منزل ایک ہے۔ ہم ویلی کے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھائی پال ہوپکن کو قابو میں کرنا چاہتے ہیں۔ ہمارے آپس کے جھگڑے میں وہ ہاتھ سے نکل جائے گا۔"

"بالکل یہی بات ہے۔ تم واقعی ذہین ہو سونیا! تم نے ہمارے تمھارے مشترکہ نقصان کو سمجھ لیا ہے۔ ہمیں مل کر کام کرنا چاہیے۔"

"مل کر کام کرنے کے لیے ایک دوسرے سے واقفیت ضروری ہے۔ تم مجھے جانتی ہو۔ میں نے تمھیں اپنے دماغ میں جگہ دی۔ تم بھی مجھے اپنے دماغ میں آنے دو۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "کیا تم مجھے نادان سمجھتی ہو؟"

سونیا نے سانس روک لی۔ وہ دماغ سے نکل گئی۔ پھر اُس نے کتنی ہی بار سونیا کو مخاطب کیا۔ اُس کے دماغ میں آنے کی کوشش کی لیکن اُسے دماغ میں جگہ نہیں ملی۔" لیلی یہ روداد علی کو سنا رہی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی "بیٹے علی! میں حیران ہوں تمھاری مما کو کیسی روحانی قوتیں حاصل ہیں۔ میں اُن کے دماغ میں تھی ایسے میں وہ دوسری خیال خوانی کرنے والی مسٹرس سونیا کے اندر آنے میں ناکام ہو رہی تھی۔"

"میری مما کو سمجھنا شاید ناممکن ہے آنٹی! یہ بتائیں وہ میرے لیے کیا کہتی ہیں؟"

"پہلے تو یہ سمجھ لو کہ یہاں کے حکام اور فوج کے اہم افسران سونیا کو براؤن وولف کے ساتھ نیویارک میں دیکھ رہے ہیں۔ کوئی اِدھر مسٹر پر شبہ نہیں کرے گا کہ وہ سائمن میتھو کی وائف بن کر بالٹی مور کے ساحلی علاقے میں رہتی ہیں۔ البتہ یہ یقین کیا جائے گا کہ تم سائمن کے بیٹے جمی میتھو بن کر دھوکا دے رہے ہو۔ ان حالات میں تمھیں بالٹی مور واپس نہیں جانا چاہیے۔ تمھاری مما جمی میتھو کی ماں کی حیثیت سے بیان دیں گی کہ تم نے کہیں سے فون پر اطلاع دی تھی۔ تم ایک گرل فرینڈ کے ساتھ نیویارک جا رہے ہو۔ جلد ہی واپس آ جاؤ گے۔"

وہ بولا "اِس کا مطلب ہے مجھے جمی میتھو کا میک اپ ختم کر دینا چاہیے۔"

وہ ویلی کے ساتھ چلتا ہوا موٹر بوٹ میں واپس آگیا تھا۔ لیلی نے کہا "قطب نما کے ذریعے سمتوں کو سمجھو اور دلاویر کی بندرگاہ تک جاؤ۔ وہاں بابا صاحب کے ادارے کے دو افراد تمھارے منتظر ہیں۔"

"ویلی کا کیا ہوگا؟"

"تم دلاویر پہنچ کر اس سے الگ ہو جاؤ گے۔ اگر دشمنوں نے یہ ظاہر کیا کہ ویلی تمھارے ساتھ ہے تو ہم اس کے باپ کو اطلاع دیں گے کہ وہ اپنی بیٹی کو دلاویر جا کر لا سکتا ہے۔"

"اس کا مطلب ہے۔ ہم اس کے بھائی پال تک پہنچنے میں ناکام رہیں گے۔"

"ہر مید ان میں کامیابی نہیں ہوتی۔ جب ناکامی ہوتی ہے تو ناکامی بھی ہمیں بہت کچھ سکھا دیتی ہے۔"

"آپ درست کہتی ہیں۔ ویسے ابھی ہم پوری طرح ناکام نہیں ہوئے ہیں۔ اب میں اپنے طور پر ایک گیم کھیلنے جا رہا ہوں۔ آپ سے دلاویر میں ملاقات ہوگی، خدا حافظ۔"

وہ چلی گئی۔ علی نے کہا "ویلی! تم موٹر بوٹ چلاؤ۔ تھوڑی دیر بعد میں اسٹیئرنگ سنبھال لوں گا۔"

ویلی نے بوٹ کو اسٹارٹ کیا۔ پھر ڈرائیو کرنے لگی۔ علی نے سیٹ کے نیچے سے قطب نما نکال کر اُسے دیا۔ وہ بولی "یہ تو گم ہو گیا تھا۔"

"میں نے تمھیں اغوا کرنے کے لیے جھوٹ کہا تھا۔ اب اس کے ذریعے سمتوں کو سمجھتے ہوئے شمال مشرق کی طرف چلو۔"

"کیا میری لینڈ واپس نہیں جاؤ گے؟"

"نہیں، میں پھر ایک بار تمھیں اغوا کر کے دوسری جگہ لے جا رہا ہوں۔"

وہ باتوں کے دوران میک اپ بدلنے کا سامان سیٹ کے نیچے سے نکال رہا تھا۔ موجودہ مہم پر روانہ ہونے سے پہلے اُس نے ایسی تمام ضروریات کا سامان رکھ لیا تھا جو اب کام آ رہا تھا۔

جب وہ جمی میتھو کا میک اپ اُتارنے لگا تو ویلی کبھی کبھی سر گھما کر اُسے حیرانی سے دیکھنے لگی۔ اس نے پوچھا "اب یقین آ رہا ہوگا کہ میں جمی نہیں ہوں۔"

وہ بولی "بے شک تم جمی نہیں ہو اور میں نے جمی کے نام سے نہیں تمھاری شخصیت سے اور شرافت سے پیار کیا ہے۔ تم ایکس، وائی، زیڈ کوئی بھی ہو، بنیادی بات ایک ہی ہے کہ تم ایک سچے انسان ہو۔"

اُس نے ایک لباس نکال کر اُسے دیتے ہوئے کہا "اسے پہن لو۔ بڑی دیر تک بارش میں بھیگتی رہی ہو۔ یہ گیلے کپڑے نقصان پہنچائیں گے۔"

"تمھیں بھی لباس بدلنا چاہیے۔"

"مجھے دیر لگے گی کیونکہ دوسرا میک اپ بھی کرنا ہے۔"

"پلیز ایسا نہ کرو۔ تمھارا اصلی چہرہ بہت ہی پُرکشش ہے۔ میں جی بھر کے دیکھنا چاہتی ہوں۔"

"اب تو پورے امریکا کی انٹیلی جنس جی بھر کے میری تصویریں دیکھتی رہیں گی۔ تھوڑی دیر پہلے میری تصویر اُتارنے والے مجھے بے نقاب کر رہے ہوں گے۔"

"اُن کے بے نقاب کرنے سے کیا ہوتا ہے۔ تم نے کوئی جُرم نہیں کیا ہے۔ میں اپنی خوشی سے تمھارے ساتھ ہوں۔ اغوا کی کوئی واردات تم نے نہیں کی ہے۔"

"تمھیں پتا نہیں ہے۔ فرہاد علی تیمور کے بیٹے بے جرم کے مجرم ہیں۔ ہمیں چھپ بدل کر رہنا پڑتا ہے۔"

"ایسی کوئی مجبوری ہے تو میرے لباس بدلنے تک ایسے ہی رہو۔ میں تھوڑی دیر میں جتنا دیکھ سکوں گی دیکھتی رہوں گی۔"

وہ اسٹیئرنگ سیٹ چھوڑ کر پیچھے آ گئی۔ علی نے آگے آ کر اسٹیئرنگ سنبھال لی۔ اُس نے برق رفتاری اور چابک دستی سے اپنا لباس اِس انداز میں تبدیل کیا کہ علی کو اندازہ نہ ہو سکا۔ پھر وہ علی سے مخاطب ہوئی "مجھے تمھاری حرکتوں پر غصہ آتا ہے۔ دوسرے ہی لمحے میں پیار بھی آ جاتا ہے۔ میں سمجھ لیتی ہوں کہ تم مجھے بُرائی سے اور گمراہی سے بچا رہے ہو۔"

"تم بھی مجھے بچاؤ۔ اپنی گرفت سے آزاد کرو تاکہ میں اچانک آدھمکنے والے دشمنوں سے خود کو چھپا سکوں۔ مجھے میک اپ کرنے دو۔"

وہ پھر اسٹیئرنگ سیٹ پر آ گئی۔ علی نے پیچھے آ کر لباس تبدیل کیا پھر اپنے چہرے پر عارضی میک اپ شروع کرتے ہوئے بولا "میں جو سوال کروں گا اس کا درست جواب دو گی؟"

"تم یہ کیوں سوچتے ہو کہ میں اپنے علی سے جھوٹ بولوں گی؟"

"اب نہیں سوچوں گا۔ کیا تمھارا بھائی پال خیال خوانی کے ذریعے تم سے کبھی باتیں کرتا ہے؟"

"وہ تو مجھے بچپن سے چاہتا ہے۔ جب ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے جا رہا تھا تب اُس نے کہا تھا کہ میرے دماغ میں ہر روز آ کر باتیں کرے گا لیکن اُس کے بڑوں نے اُس پر پابندیاں عائد کر دیں۔ اُسے سمجھایا کہ کوئی بھی دشمن میرے دماغ میں آ کر پال کی باتیں سن سکتا ہے جبکہ پال کی ٹیلی پیتھی کا علم کسی کو نہیں ہونا چاہیے۔"

"یعنی وہ تم سے رابطہ قائم نہیں کرتا ہے؟"

"کرتا ہے۔ چپکے سے آتا ہے۔ جب اس نے یہ علم حاصل کر لیا تو مجھ سے پوچھا بتاؤ میں اِس خوشی میں اپنی بہن کو کیا دوں؟ میں نے کہا "بھائی جو بھی دے گا، وہ بہن کے لیے سب سے بڑا انعام ہوگا۔"

وہ بولا "نہیں، اپنی زبان سے مانگو۔"

میں نے ذرا سوچ کر کہا "ہر لڑکی اپنی زندگی کا بہترین ساتھی چاہتی ہے جب میں کسی کو لائف پارٹنر کے لیے پسند کروں تو تم اُس کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کرنا کہ وہ ساری زندگی مجھ سے محبت اور وفا کرے گا یا نہیں؟"

علی نے پوچھا "تم پچھلی رات سے مجھے پسند کر رہی ہو۔ کیا تم نے اپنے بھائی کو میرے متعلق نہیں بتایا ہے؟"

وہ ذرا چپ رہی۔ پھر بولی "میں تم سے جھوٹ نہیں بولوں گی۔ بولوں گی تو مر جاؤں گی۔ بھائی میرے پاس آیا تھا۔"

"کب آیا تھا؟"

"جب تم نے مجھے طمانچہ مارا تھا۔ اُس سے پہلے میں بھائی کو تمام روداد سنا رہی تھی کہ کس طرح تم میرے لیے جان کی بازی لگاتے آ رہے ہو اور کس طرح میں تمھیں دل و جان سے چاہنے لگی ہوں۔ میں نے بھائی کی موجودگی میں کہا تھا کہ تم میرے ذریعے میرے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

بھائی کو ٹریپ کر لو مگر مجھے ہمیشہ اپنے ساتھ رکھو۔ یہ سنتے ہی تم نے مجھے مارا تھا اور مجھے بھائی کی محبت کا احساس دلایا تھا۔ یہ سن کر بھائی پال نے مجھ سے کہا "یہ سچا اور کھرا انسان ہے تم نے لائف پارٹنر کے لیے صحیح آدمی کا انتخاب کیا ہے لیکن جب میں نے بتایا کہ تم علی تیمور ہو تو وہ تشویش میں مبتلا ہو گیا ہے۔"

"پال سے کہو مجھ سے بات کرے۔"

"وہ ابھی نہیں ہے۔ تھوڑی دیر میں آئے گا۔"

علی کے دماغ میں خطرے کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس کے دماغ میں تیزی سے یہ باتیں آنے لگیں کہ وہ اپنی بہن کے آئیڈیل کو اہمیت دیتا تو علی سے دو باتیں ضرور کرتا۔ وہ حکومت کا وفادار ہے۔ وہ اپنے ملک اور اپنی قوم کے مقابلے میں بہن کے محبوب کو کبھی اہمیت نہیں دے گا۔ شاید وہ اپنے بڑوں کو فوج کے جنرل اور کرنل کو بتانے گیا ہے کہ علی تیمور چیونٹی کی طرح ایک چٹکی میں آگیا ہے۔ وہ سمندر کے بیچ میں ہے۔ ابھی اس کے لیے فرار کا راستہ نہیں ہے۔ لہٰذا اسے بحریہ اور فضائیہ کے فوجی جوانوں کے ذریعے گھیر کر گرفتار کیا جاسکتا ہے۔

ڈیلی نے سر گھما کر دیکھا۔ وہ لباس بدل چکا تھا۔ ایک طرف دیکھتا ہوا سوچ میں ڈوبا کھڑا تھا۔ اس نے پوچھا "کیا سوچ رہے ہو؟ کیا میک اپ کے ذریعے خود کو نہیں چھپاؤ گے؟"

وہ اس کا بازو پکڑ کر کھینچتے ہوئے بولا "ادھر آؤ۔ مجھے ڈرائیو کرنے دو۔"

وہ اُسے ہٹا کر اس کی جگہ آگیا۔ وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولی "کیسے سنگدل ہو، پکڑ کے کھینچ لیا۔ کیا پھول کو پکڑنا بھی نہیں آتا؟"

اُس نے خاموشی سے موٹر بوٹ کو گھما دیا۔ سمت بدل کر جانے لگا۔ وہ بولی "کیا راستہ بدل رہے ہو؟"

اُس نے قطب نما کو جیب میں رکھتے ہوئے کہا "ہاں ہمارے سامنے کوئی سمت نہیں ہے۔ دیکھیں یہ موٹر بوٹ ہمیں کہاں لے جاتی ہے۔"

"قطب نما کیوں نہیں دیکھتے؟"

"میں سمتوں کو سمجھوں گا تو پال تمہارے ذریعے ہماری منزل کو سمجھ لے گا۔"

"تو کیا ہوا؟ کیا تمہیں میرے بھائی پر اعتماد نہیں ہے؟"

"یہ اپنے بھائی سے پوچھو۔ وہ تمہیں دل کی گہرائیوں سے چاہتا ہے اور میں تمہاری چاہت ہوں پھر بھی اُس نے مجھ سے کوئی سلام تک نہیں کی۔ ہیلو بھی نہیں کہا۔ میرا نام سنتے ہی تشویش میں مبتلا ہو کر چلا گیا۔ آخر وہ کہاں گیا ہے؟ میں تو ان حالات میں خطرہ محسوس کر رہا ہوں۔"

وہ سوچ میں پڑ گئی پھر بولی "میں نے اس پہلو سے نہیں سوچا تھا۔ میں نے سوچا تھا بھائی مصروف رہتا ہے کسی کام سے چلا گیا ہے لیکن جاتے جاتے تمہیں وش کر سکتا تھا۔ خوشی کا اظہار کر کے کہہ سکتا تھا کہ ابھی آکر باتیں کرے گا۔ تم درست ہو علی! کوئی خطرہ پیش آسکتا ہے۔ میں تمہارے لیے کیا کروں؟"

"تم محبت کے مارے پریشان ہو۔ میرے لیے فکر مند ہو یہی بہت ہے۔"

"بھائی آئے گا تو میں جھگڑا کروں گی۔"

"یہ بری بات ہے۔ وہ تمہارا بڑا بھائی ہے۔ اُس سے جھگڑا نہ کرو پیار سے سمجھاؤ۔ میں نے ابھی اپنا راستہ بدل دیا ہے۔ یہ راستہ میری سلامتی اور اُن کی تباہی کی طرف جاتا ہے۔ پال کو یقین نہ ہو تو اپنے جنرل سے پوچھ لے۔ اب سے پہلے بارہا ایسا ہو چکا ہے۔ میں بیچ سمندر میں بھی بچ نکلوں گا۔ اس کے بعد ہمیشہ کے لیے پال کا دشمن بن جاؤں گا۔ لہٰذا وہ دوستی کا راستہ اختیار کرے۔"

وہ بولی "تم بیچ سمندر میں کس طرح بچ نکلو گے؟"

"یہ تم نہیں، تمہارا بھائی دماغ میں رہ کر پوچھ رہا ہے۔"

"کیسی باتیں کر رہے ہو؟ یہ میں پوچھ رہی ہوں۔"

"ابھی میں ثابت کر دوں گا کہ پال تمہارے دماغ میں موجود ہے۔ تم اسٹیئرنگ سیٹ پر آؤ۔"

وہ سامنے والی سیٹ پر آگئی۔ علی نے پیچھے آکر کہا "تم اس وقت تک پیچھے سر گھما کر نہ دیکھنا جب تک میں تمہیں مخاطب نہ کروں۔"

"میرا دل چاہے تب بھی تمہیں نہ دیکھوں؟"

"تمہیں مجھ سے محبت ہے تو دل چاہنے کے باوجود نہیں دیکھو گی آگے دیکھتے ہوئے ڈرائیو کرتی رہو گی۔ اگر پلٹ کر دیکھنے پر مجبور ہو جاؤ تو سمجھ لینا تمہارا دماغ بھائی کے کنٹرول میں ہے۔"

"اچھی بات ہے۔ میں تمہارے حکم کی پابند رہوں گی۔"

وہ آگے ونڈ اسکرین کے پار سمندر کو دیکھتے ہوئے ڈرائیو کرتی رہی۔ پیچھے سے کبھی کبھی کچھ آوازیں آتی رہیں۔ تجسس پیدا ہوتا رہا کہ وہ کیا کر رہا ہے کئی بار یہ سوچ پیدا ہوئی کہ کسی طرح معلوم کرنا چاہیے وہ کیا کر رہا ہے؟

لیکن وہ بڑی مستقل مزاجی سے اپنے تجسس کو دباتی رہی اپنے محبوب کی مصروفیات کے بارے میں معلومات حاصل کرنے سے انکار کرتی رہی۔ تب اُسے پال کی آواز سنائی دی "تم میری لاڈلی بہن ہو۔"

وہ خوش ہو کر بولی "اوہ برادر! تم آگئے؟"

"خوشی کا اظہار نہ کرو۔ علی کو میری موجودگی کے متعلق نہ بتاؤ۔"

"کیوں نہ بتاؤں؟ وہ ایک عظیم انسان ہے۔"

"وہ کبھی عظیم نہیں ہوتا جو ہمارے ملک کو نقصان پہنچانا چاہتا ہے۔"

"تم اُسے غلط سمجھ رہے ہو۔"

"بہن! تم نادان ہو تمہیں پتا نہیں ہے۔ یہ اپنی دوسری ماں سونیا کے ساتھ ہمارے ملک کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ختم کرنے یا انھیں اپنی طرف مائل کر کے دوست بنانے آیا ہے۔"

"یہ تو اچھی بات ہے۔ تم دوست بن جاؤ۔"

"اور اپنے ملک کا دشمن بن جاؤں۔ کیا تمہیں اپنے ملک اور قوم سے محبت نہیں ہے؟"

"ضرور ہے۔"

"تو پھر پیچھے دیکھو وہ کیا کر رہا ہے۔"

اچانک ایسا کہنے سے وہ سر گھمانے والی تھی۔ پھر فوراً ہی خود کو ایسا کرنے سے روک لیا۔ پھر ناراض ہو کر بولی "بھائی! ابھی میری زبان جھوٹی ہو جاتی۔ میں نے وعدہ کیا ہے جب تک علی مخاطب نہیں کرے گا میں پیچھے نہیں دیکھوں گی۔"

"تمہیں دیکھنا چاہیے۔ ملک اور قوم کی خاطر یہ معلوم کرنا چاہیے کہ وہ کس طرح اپنے بچاؤ کی تدبیر کر رہا ہے۔"

"میں ہرگز نہیں دیکھوں گی۔"

"میں تم سے اتنی محبت کرتا ہوں کہ میں نے کبھی تم پر جبر نہیں کیا ابھی چاہوں تو جبراً تمہیں دیکھنے پر مجبور کر سکتا ہوں لیکن فخر کرنا چاہتا ہوں کہ بہن اپنے بھائی کی ہر بات مان لیتی ہے۔"

"ہاں! میں نے سنا ہے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے کسی کے بھی دماغ پر قبضہ جما کر اُس سے جبراً اپنا کام کراتے ہیں لیکن میں تو بہن ہوں۔"

"اسی لیے تو کہتا ہوں مجھے زبردستی پر مجبور نہ کرو۔"

"آخر تم کیا کرنا چاہتے ہو؟ کیا علی کو اسی سمندر میں گھیر لیا جائے گا اسے بھاگنے کا راستہ نہیں ملے گا۔"

"ہاں یہاں سے کئی ہیلی کاپٹر پرواز کر چکے ہیں۔ فوج کی تیز رفتار بحری کشتیاں بھی چل پڑی ہیں۔ تمام ساحلی بندرگاہوں میں خبر پہنچ رہی ہے جنرل صاحب کہہ رہے تھے کہ فرہاد کے بیٹے مافوق الفطرت دماغ رکھتے ہیں انھیں چاروں طرف سے گھیر لیا جائے تب بھی وہ فرار کا راستہ نکال لیتے ہیں۔ اسی لیے میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ وہ تمہارے پیچھے کیا کر رہا ہے۔ ویسے تم میرا بہت وقت ضائع کر چکی ہو۔ میں تین تک گنتا ہوں اس کے بعد تمہارا سر جبراً پھیر دوں گا۔"

وہ یکبارگی چیخ کر بولی "مجھے سر گھمانے سے روکو۔ خطرہ ہے۔"

یہ سنتے ہی پال نے اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جمایا۔ ڈیلی کے سر کو گھمانا چاہا لیکن اس کے مقابلے میں علی برق رفتار تھا۔ ڈیلی کی دونوں کنپٹیوں کو دو ہاتھوں میں جکڑ لیا تھا۔ وہ بہن کا سر گھمانا چاہتا تھا۔ یہ سر کو گھومنے اور ڈیلی کو اپنی طرف دیکھنے نہیں دے رہا تھا۔ اُس سے کہہ رہا تھا "پال! تم نے دوستی کا موقع گنوا دیا۔ تمہاری حرکتوں سے پتا چل گیا ہے کہ تم مجھے کسی ساحل تک پہنچنے نہیں دو گے مجھے یہیں گھیرا جائے گا۔"

وہ ڈیلی کی زبان سے بولا "ہاں یہیں گھیرا جائے گا۔ تم میری بہن کو بیوقوف بنا کر میرے پورے ملک کو نقصان پہنچانا چاہتے ہو۔" "یہ تمہاری خوش فہمی ہے۔"

"میں چاہوں تو اپنے گھر میں بیٹھ کر تمہارے ملک کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا سکتا ہوں۔ اتنی دور آنے کی زحمت نہ کرتا۔ پھر سب سے پہلے تمہاری بہن کی عزت کو نقصان پہنچاتا لیکن تم جیسے لوگ محبت اور شرافت کی زبان بالکل نہیں سمجھتے۔ تمہارے کتنے ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہماری مٹھی میں آگئے ہیں پھر بھی وہ زندہ سلامت ہیں کیونکہ انھوں نے محبت کی زبان سمجھ لی۔ ہم کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو قتل نہیں کرنا چاہتے۔ صرف انھیں ختم کرنا چاہتے ہیں جو یہ غیر معمولی علم حاصل کر کے اپنے ملک کو فائدہ پہنچانے کے لیے دوسرے تمام ملکوں کو نقصان پہنچاتے ہیں سب بے گناہ افراد کو قتل کرتے ہیں۔"

پال نے کہا "کیا تم یہاں ٹرانسفارمر مشین کو تباہ کرنے نہیں آئے ہو؟"

"ایسی شیطانی مشین ہزار بار بنائی جائے گی۔ ہزار بار اسے تباہ کروں گا۔ کیونکہ ایٹم بم ہو یا ٹرانسفارمر مشین دونوں ہی تمام دنیا کے لیے تباہ کن ہیں۔"

"تو پھر اپنی ٹیلی پیتھی جاننے والی ماں کو پہلے ختم کرو۔"

"میری ماں کے خلاف ایک بھی الزام ثابت کرو۔ میں اُسے بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ میرے ماں باپ کے کارناموں کا ریکارڈ ہر ملک میں ہے۔ یہ ریکارڈ بتاتا ہے کہ میرے والدین حق کے لیے باطل سے جنگ کرتے رہے ہیں اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے جبر کرنے والوں کو ہلاک کرتے آئے ہیں۔"

"میں ابھی تم سے بحث نہیں کروں گا۔ ڈیلی کو چھوڑ دو۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں تم کس طرح بچ نکلنا چاہتے ہو۔"

"مجھے دیکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ اپنی عقل سے کام لو۔"

"عقل کہتی ہے۔ تم ساحل کی طرف نہیں جا سکو گے۔ بحری فوج کے جوان تیز رفتار کشتیوں میں پہنچنے ہی والے ہیں۔ تمہاری مدد کے لیے کوئی ہیلی کاپٹر یا آسمانی مدد نہیں پہنچے گی۔ ہماری فضائی فوج کے جوان ہیلی کاپٹروں اور طیاروں میں آرہے ہیں۔ تمہارے پاس ایک ہی راستہ ہے کہ غوطہ خوری کرو، سمندر کے اندر ہی اندر کسی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ساحل تک پہنچنے کی کوشش کرو۔ لیکن میں ویلی کے ذریعے اس قطب نما کو دیکھ کر معلوم کر چکا ہوں تم کسی بھی ساحل سے میلوں دور ہو۔ وہاں تک تیرتے ہوئے کوئی سپرمین بھی نہیں جا سکتا۔"

"تو پھر پریشان کیوں ہو؟"

"بکواس مت کرو۔ ہمارا جنرل تم لوگوں کو ناقابلِ گرفت کہتا ہے۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں تم کس طرح گرفت میں نہیں آؤ گے۔"

"یہ تھوڑی دیر بعد دیکھ لو گے۔"

ہیلی کاپٹروں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ پال نے کہا۔ "اب تمہاری احتیاطی تدابیر کو سمجھ لوں گا۔ ہیلی کاپٹر سے کسی کے ذریعے دیکھوں گا اور تم مجھے دھوکا نہیں دے سکو گے۔"

وہ بہن کو چھوڑ کر فضائی فوج کے ایک افسر کے پاس پہنچا۔ وہ ایک ہیلی کاپٹر میں تھا۔ اس نے کہا "تم صحیح جگہ پہنچ رہے ہو۔ سرچ لائٹ کے ذریعے دیکھتے جاؤ تمہیں ایک موٹر بوٹ دکھائی دے گی اس کی اسٹیئرنگ سیٹ پر میری بہن ویلی ہے۔"

افسر نے حکم دیا "ہیلی کاپٹر کو شمال مشرق کی طرف پرواز کراؤ اور اسی سمت سرچ لائٹ روشن کرو۔"

اس کے حکم کی تعمیل کی گئی۔ پانچ منٹ کے بعد ہی دور وسیع و عریض سمندر کے سینے پر ایک تنہا موٹر بوٹ نظر آئی۔ افسر نے دوربین سے دیکھا ایک لڑکی مردانہ لباس پہنے اسٹیئرنگ سیٹ پر تھی۔ پال نے کہا "میں تمہارے ذریعے سمجھ رہا ہوں، وہ میری بہن ہے۔ اس کے پیچھے علی کو دیکھو، وہ کیا کر رہا ہے؟"

افسر نے کہا "اس کے پیچھے کوئی چیز ہے جس پر بڑی سی چادر پڑی ہوئی ہے شاید علی نے چادر میں خود کو چھپایا ہے۔"

فوجی افسر نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے دوسرے ہیلی کاپٹروں اور طیاروں کو اِدھر آنے کے لیے گائیڈ کیا پھر پال سے کہا "ہم ابھی قریب پہنچ کر فائرنگ کے ذریعے اُسے چادر ہٹانے پر مجبور کریں گے۔"

"ایسے میں گولیاں میری بہن کو لگیں گی۔"

"مسٹر پال! اطمینان رکھو۔ میرے ماتحت موٹر بوٹ کے باہر گولیاں برسائیں گے۔ تمہاری بہن کی ہر طرح حفاظت کی جائے گی۔"

علی نے چادر کے اندر سے ہیلی کاپٹروں اور طیاروں کی آوازیں سنیں۔ وہ غوطہ خوری کے لباس میں تھا۔ اُس کی پشت پر گیس سلنڈر بندھا ہوا تھا اس نے دشمنوں کو تجسس میں مبتلا کیا تھا۔ انھیں یقین تھا کہ وہ سمندر میں غوطہ نہیں لگائے گا ایسی صورت میں ساحل تک کبھی نہیں پہنچ سکے گا وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ وہ غوطہ لگانے کے بعد کیا کرنے والا ہے؟ اس یقین کے بعد انھوں نے اپنی فوج میں غوطہ خوروں کو شامل نہیں کیا ہو گا۔ اگر وہ علی کو اس لباس میں دیکھ لیتے تو ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے غوطہ خوروں کو طلب کر لیتے۔

اب وہ قریب آ رہے تھے۔ جنگ شروع ہونے والی تھی ایسے وقت وہ اسے موجودہ لباس میں دیکھ لیتے تو اپنے غوطہ خوروں کو وہاں طلب کرنے اور ان کے وہاں پہنچنے میں گھنٹا آدھ گھنٹا تو لگتا۔ علی کو یقین تھا کہ وہ اتنی دیر میں ہار جیت کا فیصلہ کر دے گا۔

ان ہیلی کاپٹروں کے علاوہ ایک طیارہ بھی پرواز کر رہا تھا جو پانی پر بھی اتر سکتا تھا۔ وہ اب تیزی سے ان کی طرف آ رہا تھا...... ایسے ہی وقت علی نے چادر ایک طرف پھینک کر پانی میں چھلانگ لگا دی۔

یہ چشم زدن میں ہوا۔ پھر بھی بوٹ پر نظر رکھنے والوں نے اُسے غوطہ خوری کے لباس میں دیکھ لیا۔ پال نے ایک افسر کے دماغ میں حیرانی سے کہا "ارے یہ تو پانی میں گیا ہے۔ یہ تو مر جائے گا۔ اُلو کا پٹھا کیا سوچ کر گیا ہے؟"

افسر نے کہا "یہ سمندر کی تہہ سے موتی نکال کر لانے والا خاندان ہے اس خاندان کا بچہ کچھ سوچ کر ہی اندر گیا ہے۔"

اُس نے ٹرانسمیٹر آن کر کے رابطہ قائم کیا پھر کوڈ ورڈز ادا کر کے بحری فوج کے ایک افسر سے پوچھا "تم موٹر بوٹ سے کتنے فاصلے پر ہو؟"

"تقریباً ایک میل کا فاصلہ ہے۔"

"علی تیمور نے سمندر میں چھلانگ لگائی ہے۔ جتنی جلدی ممکن ہو اپنے غوطہ خور پانی میں اُتارو۔"

"ہماری ٹیم میں غوطہ خور نہیں ہیں۔"

"کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ ہماری بحری فوج میں غوطہ خور نہیں ہیں؟"

"ہیں، ضرور ہیں لیکن ہمیں یہ نہیں بتایا گیا تھا کہ موجودہ مشن میں اُن کی ضرورت ہو گی۔"

"فوج کے ذمے دار افسران کو یہ نہیں بتایا جاتا کہ میدانِ جنگ میں کیسے کیسے ہتھیاروں کی ضرورت پیش آئے گی۔ کیا تم نے علی تیمور کو تر نوالہ سمجھا تھا کہ جھانسے کر جاؤ گے اور اُسے موٹر بوٹ سے اُٹھا لاؤ گے؟"

بحری فوج کے افسر نے ناگواری سے کہا "مائنڈ یور لینگویج۔ میں تمہارا کوئی جونیئر افسر نہیں ہوں۔ تم اپنا فرض ادا کرو۔ میں اپنا پورا کروں گا۔ ابھی ٹرانسمیٹر کے ذریعے کال کروں گا۔ ہمارے غوطہ خور ہیلی کاپٹر سے آدھے گھنٹے میں یہاں پہنچ جائیں گے۔"

اُس نے ٹرانسمیٹر کو آف کیا پھر دوبارہ آن کر کے اپنے غوطہ خوروں کے لیے ہیڈ کوارٹر سے رابطہ کرنے لگا۔

علی تیمور پانی کے اندر تھا۔ جنگجو شہزادے نے بڑی چالاکی سے یہ میدان خالی رکھا تھا۔ پوری فوج کو طاقت کے نشے میں اور گھیرتے ہوئے دیکھ رہا تھا انھیں اپنی بے بسی کا یقین دلا

تھا۔ وہ سمندر سے آ رہے تھے۔ آسمان سے آ رہے تھے۔ پورے امریکہ کے مشرقی ساحلوں کی ناکابندی کر رہے تھے۔ ایسی زبردست ناکابندی کے دوران وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ شکار پانی میں چلا جائے گا۔

وہ اندر ہی اندر تیرتا ہوا ذرا دور گیا پھر موٹر بوٹ کے نیچے واپس آیا۔ سمندر کی سطح پر لینڈ کرنے والا طیارہ موٹر بوٹ کے پاس آ کر رک گیا تھا۔ اس طیارے میں صرف چار آدمیوں کی گنجائش تھی۔ اس وقت وہاں پائلٹ کے علاوہ دو فوجی جوان تھے۔ اس طرح تعداد میں تین تھے چوتھی سیٹ ویلی کے لیے خالی رکھی گئی تھی۔ وہ ویلی کو موٹر بوٹ سے لے جانے آئے تھے۔

علی طیارے کے پاس پانی سے اُبھرا۔ پھر اُس کے ونگ پر چڑھ گیا۔ ونگ کے ساتھ پائلٹ اپنی کھڑکی پر نظر آ رہا تھا۔ وہ کھڑکی بھی تھی اور دروازہ بھی اس نے لینڈ کرنے کے بعد دروازے کو کھول دیا تھا اور دوسری طرف منہ کیے ویلی کو سوار ہوتے دیکھ رہا تھا۔ علی نے اُس کی گردن سے ریوالور لگا کر کہا "اپنی جگہ سے حرکت نہ کرنا۔"

وہ ایک دم سے ساکت ہو گیا۔ دو جوان دوسری طرف کے دروازے پر دکھائی دے رہے تھے۔ ایک دروازے کے اندر تھا۔ دوسرا باہر موٹر بوٹ پر کھڑا کہہ رہا تھا "مس ویلی! اُس کے انتظار میں ہمارا وقت برباد نہ کرو۔ وہ بزدل تھا تمہیں چھوڑ کر بھاگ گیا ہے۔"

اندر والے کا سر دکھائی دے رہا تھا۔ علی نے ایک فائر کیا کھوپڑی میں سوراخ ہو گیا۔ پھر برق رفتاری سے دوسرے جوان کو گولی ماری۔ وہ چیختا ہوا دروازے سے باہر موٹر بوٹ پر جا کر گرا۔ ویلی کی چیخ سنائی دی۔ علی نے پائلٹ کو پکڑ کر باہر کھینچا پھر اُسے لات مار کر پانی میں گرا دیا۔ اُس کی سیٹ پر آ کر دروازے کو بند کیا۔ دوسری طرف ہاتھ بڑھا کر دوسرے دروازے کو لاک کیا۔ ایسے وقت ویلی اُسے دیکھ کر خوشی سے چیخ پڑی "براوو علی! براوو۔ تم نے کمال کر دیا۔ دروازہ کھولو۔ میں آ رہی ہوں۔"

وہ جیسے بہرا ہو گیا تھا۔ ایسے وقت کسی محبت کرنے والی حسینہ کی آواز کانوں تک نہیں پہنچتی تھی۔ اُس نے طیارے کو آگے بڑھا دیا۔ وہ چیخ چیخ کر پکارنے لگی "علی! رک جاؤ۔ تمہیں محبت کا واسطہ ہے مجھے ساتھ لے چلو۔"

طیارہ سمندر کی سطح پر دوڑتا ہوا فضا میں بلند ہو گیا۔ وہ طیارے کو دور جاتے دیکھ کر گھونسا دکھا دکھا کر کہنے لگی "آئی ہیٹ یو۔ مجھے تم سے نفرت ہے۔ تم ذلیل ہو، کمینے ہو، میری محبت کو ٹھکرا کے مجھے اپنوں میں شرمندہ ہونے کے لیے چھوڑ کر جا رہے ہو۔ آئی ہیٹ یو۔ خدا

کرے تمہارا طیارہ گر کر..."

اس سے پہلے کہ بددعا پوری ہوتی۔ اُس نے اپنے ہاتھوں سے اپنے منہ کو دبا لیا پھر انکار میں سر ہلا کر بولی "نہیں، میں غصے میں بول رہی تھی۔ غصہ اب بھی ہے مگر میرے دل سے کبھی بددعا نہیں نکلے گی تم سلامت رہو، تم سلامت رہو۔"

یہ کہہ کر اس نے دونوں ہاتھوں سے چہرے کو چھپایا اس کے بعد پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

بحری فوج کا افسر اپنے جوانوں کے ساتھ موٹر بوٹ کے قریب پہنچ گیا تھا۔ اُس نے جہاز کے عرشے سے دوربین لگا کر دیکھا اُسے موٹر بوٹ میں فضائیہ کے دو جوانوں کی لاشیں نظر آئیں جہاز کا پائلٹ تیرتا ہوا آ کر موٹر بوٹ پر سوار ہو رہا تھا اور ویلی ایک جگہ بیٹھی رو رہی تھی۔

بحریہ کے افسر نے فضائیہ کے افسر سے ٹرانسمیٹر پر رابطہ قائم کیا پھر کہا "تھوڑی دیر پہلے تم مجھے طعنے دے رہے تھے کہ میں اپنے ساتھ غوطہ خور کیوں نہیں لایا۔ اب ذرا دوربین لگا کر دیکھو طیارے کا پائلٹ غوطے لگا کر موٹر بوٹ میں پہنچ رہا ہے۔ تمہارے دو جوان موت کی گود میں غوطے لگا چکے ہیں۔ یہ ہے تمہارے میدانِ جنگ میں لڑنے کا انداز۔ تم اپنے ساتھ چار ہیلی کاپٹرز لائے اور ایک طیارہ جو پانی میں اُتر کر وہاں سے ویلی کو لا سکے۔ کیا تم اور دو چار طیارے نہیں لا سکتے تھے۔ علی جو طیارہ لے جا رہا ہے کیا اس کا پیچھا ہیلی کاپٹرز کر سکتے ہیں؟"

افسر نے جواب نہیں دیا۔ رابطہ ختم کر کے دوسرے افسر سے دریافت کیا "ہیڈ کوارٹرز والے کیا کہتے ہیں؟"

اس نے جواب دیا "جنرل صاحب گرج رہے ہیں، برس رہے ہیں، ہم سے پوچھ رہے ہیں ایئر فورس کے بیس سے ایمرجنسی طیارے پرواز کر کے کہاں تک تلاش کریں گے؟ زیادہ سے زیادہ شمال مشرق یا جنوب مشرق کے سمندری حصوں میں ڈھونڈیں گے۔ علی کے پاس پانی میں اُترنے والا طیارہ ہے، وہ کسی جزیرے کے چٹانی ساحلوں میں طیارے کو لے جا کر چھپا سکتا ہے۔"

افسر کو چپ لگ گئی۔ اگلے بارہ گھنٹوں تک شمالی اور جنوبی سمندری ساحلوں پر اور چھوٹے بڑے جزیروں پر فوجی طیارے پرواز کرتے رہے۔ وہ بیچ سمندر سے بیچ میدانِ جنگ سے نکل کر گیا تھا کوئی اس کا راستہ روک نہ سکا اور کوئی وہ راستہ نہ معلوم کر سکا جدھر وہ گیا تھا۔

علی نے پوری فوج اور انٹیلی جنس کو جھنجوڑ ڈالا تھا۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ سونیلا نے سمجھ لیا کہ اس کا بھی محاسبہ ہو گا۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

بات صرف سوال وجواب تک محدود نہیں رہے گی۔ وہ اپنا شبہ دور کرنے کے لیے اینٹی میک اپ کیمرا لائیں گے تو سائمن کی بیوی کے پیچھے چھپا ہوا سونیا کا چہرہ ظاہر ہو جائے گا۔

پہلے اس نے سوچا تھا کوئی دوسری خیال خوانی کرنے والی راستے کی دیوار بن گئی ہے۔ اس دیوار کو گرانا کچھ مشکل نہ تھا۔ پھر پتا چلا، پال اپنی بہن ویلی کے دماغ میں رہ کر علی کی حقیقت جان چکا ہے۔ ایسی صورت میں اب وہاں کی سرکار سے براہ راست ٹکراؤ ہو رہا تھا۔ لہٰذا اب سائمن کی بیوی بن کر رہنا خطرے سے خالی نہ تھا۔ اس نے فوراً میک اپ اتارا۔ ایک ریڈی میڈ میک اپ اور گیٹ اپ کے ذریعے حلیہ تبدیل کیا پھر بنگلے کے پچھلے دروازے سے نکل گئی۔

ایسے ہی وقت میں نے آ کر پوچھا "کیا ہو رہا ہے؟"

"او فرہاد! حالات تیزی سے بدل گئے ہیں۔ تم کہاں ہو؟"

"میں ایک ویرانے میں ہوں۔ وہ ویرانہ کہاں ہے یہ نہ پوچھنا۔ میں کسی کو اپنا پتا نہیں بتاؤں گا۔"

"کوئی بات نہیں۔ جب بھی اپنا سمجھو مجھے بتا دینا۔"

"تم سب کو اپنا سمجھتا ہوں اور تم لوگوں کے بغیر خود کو ادھورا سمجھتا ہوں، اسی لیے آیا ہوں۔ علی کہاں ہے؟"

"اس نے تو غضب کر دیا۔ بھید کھلتے ہی ایک طیارے میں فرار ہو گیا ہے۔ بحری، بری اور فضائی فوج نے اسے ہر طرف سے گھیر لیا تھا۔ مجھے دونوں بیٹوں کی پرورش اور تربیت پر ناز ہے۔ پتا نہیں وہ طیارہ لے کر کہاں نکل گیا ہے۔"

"میں معلوم کروں؟"

"پلیز، تم نہ جاؤ۔ لیلیٰ اس کے پاس گئی ہے۔"

"ہاں اب تو میرے خاندان میں پردے والیاں آ گئی ہیں۔ مجھے اپنے بچوں کے پاس جانے سے پہلے یہ پوچھنا ہو گا کہ پردے کا انتظام ہے یا نہیں؟"

"سیدھی سی بات کو توڑ مروڑ کر پیش نہ کرو۔ یہ نہیں دیکھتے کہ لیلیٰ اور سلطانہ نے کتنی ذمے داریاں سنبھال لی ہیں۔"

"یعنی مجھے ریٹائر ہو جانا چاہیے۔ میں چلا جاؤں؟"

"کیا میرے پاس کانٹے چبھ رہے ہیں؟"

"ایسی بات نہیں ہے۔ لیلیٰ اور سلطانہ کا تم سے برابر رابطہ رہتا ہے۔ ابھی وہ کسی بھی لمحے میں تمہارے پاس آ جائیں گی۔ جہاں وہ آتی ہیں، وہاں میں آنا نہیں چاہتا۔ پھر سوچتا ہوں، موجودہ مہم میں میرے جتنے بھی عزیز اور رشتے دار ہیں، وہ دونوں ان سب کے دماغوں میں آتی جاتی ہیں۔ میں ان کی موجودگی میں نہیں آنا چاہوں گا تو پھر تم سے اور اپنے بیٹوں سے کبھی رابطہ نہیں رکھ سکوں گا۔ یہ میرے لیے بڑی مشکل پیدا ہو گئی ہے۔"

"تم خواہ مخواہ جذباتی بن کر سوچ رہے ہو۔ کبھی بیٹے یا بیٹیوں کے پاس ان بہنوں کی موجودگی میں پہنچ جاؤ گے تو کوئی قیامت نہیں ہو جائے گا۔ ایسے وقت جب بھی تم آؤ گے تو وہ چلی جایا کریں گی۔ اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتا ہے؟"

"ٹھیک ہے۔ یہ بتاؤ، ابھی مجھے کیا کرنا ہے؟"

"تم تو کسی پہنچے ہوئے بزرگ کی طرح پوچھ رہے ہو۔" بولی "بچّے تیری کیا مراد ہے؟ پہلے تم پوچھتے نہیں تھے۔ حالات معلوم کرتے تھے، مشورے دیتے تھے پھر جو کرنا ہوتا، وہ کر گزرتے تھے۔"

"تم تو بال کی کھال نکالتی ہو۔ چلو اپنے حالات بتاؤ۔"

وہ بالٹی مور سے واشنگٹن جانے والی بس میں بیٹھ گئی پھر تمام حالات بتانے لگی۔ میں نے سب کچھ سننے کے بعد کہا۔ "علی پھر علی ہے، مجھے اس کے پاس جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اسے اطمینان سے مخاطب کروں گا۔ اب اپنے متعلق بتاؤ۔ یہ حلیہ بدلنے کے بعد کیا ارادے ہیں؟"

وہ بولی "میں تو بچ کر نکل رہی ہوں لیکن نیویارک میں سونیا ثانی پر آفت آئے گی۔ اس سے علی تیمور کے متعلق سوالات کیے جائیں گے۔"

"میں ابھی اس کے پاس جاؤں گا۔"

"جانے سے پہلے میرا ایک کام کرو۔ بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے واشنگٹن میں موجود ہیں۔ ان کا فون نمبر نوٹ کرو۔ کسی کے ذریعے فون کر کے ان میں سے کسی کی آواز سنو پھر کوڈ ورڈز ادا کر کے اطلاع دو کہ میں فلاں بس میں سفر کر رہی ہوں۔ وہ کار لے کر آئیں اور مجھے بس کے سفر سے نجات دلائیں۔ اس بس کا نمبر بھی نوٹ کرو۔"

اس نے اہم باتیں نوٹ کرائیں۔ مخصوص کوڈ ورڈز بتائے۔ ایک بس اسٹاپ پر بوڑھی عورت اتر رہی تھی۔ سونیا نے اسے سہارا دے کر اتارتے ہوئے اس سے بات کی۔ مجھے اس کی آواز سنائی۔ جب وہ بوڑھی بس سے اتر گئی تو میں اسے قریبی ٹیلیفون بوتھ میں لے گیا۔ اس سے مطلوبہ نمبر ڈائل کرائے۔ رابطہ قائم ہونے پر دوسری طرف سے ایک شخص کی آواز سنائی دی۔ میں بوڑھی خاتون سے ریسیور رکھوا کر اس شخص کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روکنا چاہتا تھا۔ میں نے کوڈ ورڈز ادا کیے "لو فار ایوری ون۔ ہیٹ فار نو ون۔ میں برائٹ وولف بول رہا ہوں۔"

وہ مسکرا کر بولا "مسٹر وولف آپ کے رابطہ قائم کرنے سے مجھے خوشی ہو رہی ہے۔ فرمائیے میں کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

میں نے بس کا نمبر بتاتے ہوئے کہا "مادام اس بس میں سفر کر رہی ہیں۔ ان کے لیے فوراً کار بھیج دو۔ انھیں مزید معاملات میں تم لوگوں کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔"

"میں ابھی گاڑی لے کر جا رہا ہوں۔"

اس نے اپنی گاڑی کا نمبر اور رنگ بتایا۔ یہ سب کچھ میں نے سونیا کو بتا دیا تاکہ وہ آنے والے مددگار کو پہچان سکے۔ اس کے بعد میں سونیا ثانی کے پاس پہنچ گیا۔

وہ نیویارک کے ایک اسکیٹنگ کلب میں تھی۔ پیروں میں اسکیٹنگ شوز پہنے برف پر کبھی دوڑ رہی تھی، کبھی گھوم رہی تھی اور طرح طرح سے رقص کے انداز میں بہترین اسکیٹنگ کا مظاہرہ کر رہی تھی۔ میں دماغ میں پہنچا تو وہ رقص کرتے کرتے رک گئی۔ میں نے کوڈ ورڈز ادا کیے پھر کہا "اسکیٹنگ جاری رکھو۔ اپنے آس پاس کسی کی آواز سنا دو۔ تاکہ..."

میری بات پوری ہونے سے پہلے ہی ایک جوان نے آ کر کہا "میں نے اتنی خوبصورت اسکیٹنگ پہلی بار دیکھی ہے۔ تم رک کیوں گئیں؟"

وہ مسکرا کر بولی "کیا کروں؟ کوئی پارٹنر نہیں ہے۔"

"آؤ میں تمہارا ساتھ دوں گا۔"

وہ اس جوان کا ہاتھ تھام کر برف پر پھسلنے کے کمالات کھانے لگی۔ میں جوان کے دماغ میں پہنچ کر اسے دیکھ رہا تھا۔ اسکیٹنگ فلور کے اطراف شیشے کی دیواریں تھیں۔ دیواروں کے دوسری طرف ریسٹوران تھا۔ مرد، عورتیں اور بچے میز کے اطراف بیٹھے کھانے پینے کے دوران اسکیٹنگ کا منظر شیشے کے پار دیکھ رہے تھے۔ برف پر سونیا ثانی کا ساتھ دینے والے جوان کی ایک گرل فرینڈ نے اسے مخاطب کیا۔ میں آواز سن کر گرل فرینڈ کے پاس آ گیا۔ وہ پرنس ڈیگر کے پاس کھڑی ہوئی تھی۔

پرنس ڈیگر بیرا ہشکل بنا رہتا تھا۔ اس کا خیال تھا، سونیا اسے بیرا ہشکل پا کر زیادہ سے زیادہ محبت کرنے لگے گی جب کہ سونیا نے اسے سونیا ثانی کے حوالے کر دیا تھا۔ وہ بے چارہ اسی کو اپنی محبوبہ سمجھ رہا تھا اور سونیا ثانی ذہانت اور مکاری میں سونیا سے کچھ کم نہیں تھی، بے چارے پرنس ڈیگر کو بڑی صفائی سے الو بنا کر رکھتی تھی۔

وہ گرل فرینڈ اپنے ساتھی کو سونیا ثانی کے ساتھ اسکیٹنگ کرتے دیکھ کر جل رہی تھی۔ اس نے پرنس ڈیگر سے پوچھا "تم کیسے مرد ہو؟ اپنی گرل فرینڈ کے ساتھ اسکیٹنگ نہیں کر سکتے؟"

پرنس نے جواب دیا "تم کیسی لڑکی ہو؟ اپنے بوائے فرینڈ کے ساتھ اسکیٹنگ نہیں کر سکتیں؟"

وہ غصے سے بولی "تم میرا ہی سوال دہرا رہے ہو۔ اور تم میری بات کا جواب نہیں دے پا رہی ہو۔ مجھے اسکیٹنگ آتی ہے لیکن ایسی مہارت نہیں ہے جیسی یہ دونوں دکھا رہے ہیں۔ تمہارے ساتھ بھی یہی مسئلہ ہو گا۔"

وہ بولی "ایک مرد کو حاصل کرنے کے لیے اس کی طرح بن جانا ممکن ہے۔ وہ جو چاہتا ہے، اسے کچھ ہم میں ملتا ہے کچھ دوسری میں مل جاتا ہے۔"

پرنس نے اس کی تائید کی۔ وہ بڑی حسرت سے سونیا ثانی کو دیکھ رہا تھا۔ دیکھنے کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ اسکیٹنگ کرنے والے جوان کو رقیب سمجھ رہا ہے۔ وہ مجبور تھا، اس میدان میں اپنی محبوبہ سونیا کا ساتھ نہیں دے سکتا تھا۔ میں نے ایک ہی منٹ کے بعد دیکھا، وہ جوان برف پر پھسلتے پھسلتے اچانک گر پڑا تھا۔

سونیا ثانی نے اسے اٹھنے کے لیے سہارا دیتے ہوئے پوچھا "کیا بات ہو گئی؟ تمہاری مہارت سے ظاہر تھا کہ تمہارا توازن نہیں بگڑے گا۔"

وہ بولا "میں حیران ہوں۔ بیلنس کے باوجود کیسے گر گیا۔"

سونیا ثانی نے دور کھڑے ہوئے پرنس ڈیگر کو گھور کر دیکھا پھر جوان سے کہا "کوئی بات نہیں۔ پھر کبھی اس فلور پر ملیں گے۔"

وہ فلور سے باہر آ کر اسکیٹنگ شوز اتارنے اور دوسرے شوز پہننے لگی۔ میں اس کے دماغ میں آ گیا تھا۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن پرنس نے قریب آ کر ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا "میں نے اسی لیے تمہارے ساتھ اسکیٹنگ نہیں کی۔ تمہارا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا۔ وہ کمبخت بھی گر پڑا تھا۔"

اس نے پرنس کو ناگواری سے دیکھا پھر پوچھا "کیا مجھے نادان بچی سمجھتے ہو؟"

وہ ذرا ہچکچایا پھر بولا "میں اسے تمہارے ساتھ برداشت نہ کر سکا۔"

"اس لیے بے چارے کو گرا دیا۔ کیا ٹیلی پیتھی کا علم ایسی ہی ذلیل حرکتوں کے لیے ہوتا ہے؟"

"سونیا! پلیز دوسرے پہلو کو دیکھو۔ میں تمہاری محبت میں جلتا کڑھتا ہوں۔"

"میں تیسرا پہلو بھی دیکھ رہی ہوں، تم مجھے اپنا پابند بنا کر رکھنا چاہتے ہو۔ مجھ سے یہ کہنے کی جرات نہیں ہے کہ میں کسی سے مسکرا کر بات نہ کروں۔ جو بات کہنے کی جرات نہیں ہوتی اسے ٹیلی پیتھی کے ذریعے پورا کر لیتے ہو۔"

"نن۔ نہیں تم مجھے غلط سمجھ رہی ہو۔"

"غلط سمجھنے والی غلط ہوتی ہے۔ گویا میں غلط ہوں؟"

"آں۔ نہیں۔ میرا یہ مطلب نہیں ہے۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"تو پھر میں صحیح سمجھ رہی ہوں؟"

"ہاں۔ تم درست کہتی ہو۔ میں تم سے جیت نہیں سکتا۔"

میں نے کہا "ثانی! یہ تمھارا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔ میں تمھیں سونیا اور علی تیمور کے حالات بتلانے آیا ہوں۔"

"آپ بتاتے رہیں۔ میں اس سے باتیں کرنے کے دوران بھی سُنتی رہوں گی۔"

میں نے اُسے مختصر حالات بتلائے۔ پھر کہا "اب یہاں سختی سے تمھارا محاسبہ ہوگا۔ تم میری باتیں سُن رہی ہو یا پرنس سے باتیں کر رہی ہو؟"

اس نے مجھ سے جو رُوداد سُنی تھی اُسے سوچ کے ذریعے دہرایا۔ یہ حیرانی کی بات تھی کہ وہ پرنس سے باتیں کرنے کے دوران میری باتیں توجہ سے سُنتی رہی تھی لیکن میں حیران نہیں تھا' یہ سمجھ گیا کہ وہ ارتکازِ توجہ کی مشق کرتی رہی ہے۔ ایسی مشقیں کرنے والے جس بات پر توجہ مرکوز کر لیتے ہیں' وہ بات ہزار مصروفیات اور شور و غل کے باوجود ذہن نشین ہو جاتی ہے۔

اس نے مجھ سے کہا "مسٹر وولف! میں تقریباً تین گھنٹے سے دیکھ رہی ہوں' سرکاری طور پر میری نگرانی کرنے والوں کی تعداد بڑھ گئی ہے' آپ میرے ذریعے اُس جوان کو دیکھ سکتے ہیں جو میرے ساتھ اسکیٹنگ کر رہا تھا۔ دو پولیس افسر اسے حراست میں لے جا رہے ہیں۔"

میں دیکھ رہا تھا۔ وہ جوان دو افسروں کے درمیان چلتا ہوا اُس کلب سے باہر جا رہا تھا۔ میں نے کہا "بے چارے پر شبہ کیا جا رہا ہے کہ وہ تمھارے خاص آدمیوں میں سے ہوگا اور علی تیمور کے متعلق کوئی کارآمد معلومات فراہم کر سکے گا۔"

"میں اپنے بنگلے کی طرف جا رہی ہوں۔ آپ میرے ساتھ رہیں گے؟"

"تم اپنے دماغ پر بوجھ محسوس کرو گی۔"

"ایسی باتیں نہ کریں' آپ میرے باپ کی جگہ ہیں اور باپ کبھی بوجھ نہیں ہوتا۔"

میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا "سونیا تمھیں بیٹی کہتی ہے' حقیقت کیا ہے؟"

"میں اکثر سوچتی ہوں' میری حقیقت کیا ہے۔ جب میں نے دس برس کی عمر سے سونیا بننے کی ٹریننگ شروع کی تھی تو انھیں سسٹر کہتی تھی۔ ایک بار انھوں نے میری کارکردگی سے خوش ہو کر گلے لگا لیا اور مجھے بیٹی کہنے لگیں۔"

"مجھ سے اس انداز میں کہہ رہی تھی جیسے سچ مچ تمھیں جنم دیا ہو۔"

"میں اللہ تعالیٰ سے پہلی اور آخری دعا مانگتی ہوں کہ یہ سچ ہو اور میں نے ان کی کوکھ سے جنم لیا ہو۔"

"لیکن یہ ممکن نہیں ہے۔ تمھاری سونیا ماما نے کبھی شادی نہیں کی۔ پھر ماں کیسے بن سکتی ہیں؟"

"خدا کی قدرت کو کوئی نہیں سمجھ سکتا۔"

وہ کلب سے باہر پرنس کے ساتھ کار کی طرف جا رہی تھی۔ میرے اندر بے چینی پیدا ہو گئی تھی۔ سونیا ثانی کی پیدائش میرے لیے چیلنج بن گئی تھی۔ کیا سونیا نے مجھے چھوڑ کر کسی کو اپنایا تھا؟ کیا میرے اعتماد اور خوش فہمی کو ٹھیس پہنچائی تھی؟ ایسے وقت میرے ضمیر نے پوچھا "تکلیف کیوں ہو رہی ہے؟"

ہاں مجھے تکلیف کیوں پہنچ رہی تھی؟ میں نے بھی تو اُس کے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی تھی۔ وہ میرے لیے تن من نچھاور کرتی رہی۔ میرے لیے دشوار گزار مراحل میں جان کی بازی لگاتی رہی' میری زندگی میں رسونتی سے پہلے آئی اور میں نے اُسے نظر انداز کرکے رسونتی کو شریکِ حیات اور اپنے بچے کی ماں بنایا۔

کیا یہ ایک عورت کی توہین نہیں ہے؟ کیا سونیا کے سینے میں عورت کا حساس دل نہیں ہے؟ یہ تو اُس کا کمال ہے کہ چوٹ کھا کر مسکراتی رہی' دوستی نبھاتی رہی۔ پارس اور علی تیمور کو ماں کی محبت اور بہترین تربیت دیتی رہی۔

میں اپنی داستان میں بڑا تیس مار خاں بنتا رہا ہوں۔ اب داستان کے موجودہ حصوں میں میرا محاسبہ ہو رہا ہے۔ جو کچھ میں کرتا آیا ہوں اُس میں کیا صحیح تھا' کیا غلط تھا؟ اور جو غلط تھا اُن کے نتائج کا سامنا مجھے کرنا پڑے گا۔ ذہانت اور شرافت کا تقاضا ہے کہ میں خود اپنا محاسبہ کروں۔

بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ اپنے اعمال کا حساب کرتے وقت یہ معلوم ہو کہ ہم شیطانی حرکتیں کرتے آئے ہیں تو بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ بہت سوچ سمجھ کر اُن شیطانی حرکتوں کو جائز قرار دینے کے لیے مضبوط دلائل تلاش کرنے پڑتے ہیں۔ یا سچائی سے تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ایسی حرکتیں ہو گئی ہیں' اب نہ ہوں۔ وہ غلطیوں کا دور تھا' اب تلافیوں کا دور شروع ہونا چاہیے۔

ایک تلافی تو یوں ہو رہی تھی کہ میں دنیا والوں سے دور ایک ویرانے میں پہنچ گیا تھا۔ اب مجھے گمنام رہ کر اپنوں سے دور رہ کر عبادت کرنی تھی اور خدمتِ خلق بھی۔ چونکہ تنہائی تھی اس لیے زیادہ سوچنے اور اپنے گزشتہ اعمال کو زیادہ سمجھنے کا وقت مل رہا تھا۔

ویرانے میں رہنے کے کئی فائدے تھے۔ ایک تو یہاں جینا کے سوا کوئی نہیں تھا۔ میں کسی اور کو دیکھ سکتا تھا' نہ بے لگام ہو سکتا

تھا۔ صبر کرنا آ رہا تھا۔ قناعت پسندی کے فوائد نظر آ رہے تھے۔ اپنے بُرے اعمال کو تسلیم کرتے وقت دوسروں کے سامنے شرم آتی ہے۔ یہاں کوئی دوسرا نہیں تھا۔ شرم نہیں آ رہی تھی اس لیے فراخدلی سے اپنی پچھلی غلطیوں کو تسلیم کر رہا تھا۔

اب جو سونیا ثانی کی حقیقت جاننے کی بات آئی تو اُس غلطی کو بھی تسلیم کرنا پڑا کہ میں نے ماضی میں سونیا کی انا اور خودداری کو ٹھیس پہنچائی ہے۔ میں سمجھتا رہا اُسے کوئی دکھ نہیں ہے۔ وہ فولاد ہے۔ عورت خواہ کتنی ہی فولاد ہو' اُسے موت بھی نہ توڑ سکتی ہو مگر وہ مرد کی بے وفائی سے ٹوٹ جاتی ہے۔ آج برسوں بعد جوانی کی آخری اور بڑھاپے کی پہلی دہلیز پر میں اس کا ٹوٹا ہوا دل دیکھ رہا تھا (خدا مجھے معاف کرے)۔

سونیا ثانی اگلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ پرنس ڈیگر ڈرائیو کر رہا تھا۔ اُن کے آگے پیچھے پولیس کی گاڑیاں تھیں تھوڑی دور جا کر کار کے فون پر اشارہ موصول ہونے لگا۔ ثانی نے ریسیور اُٹھا کر کہا "سونیا از آن دی لائن۔"

دوسری طرف سے آواز آئی "مادام! پولیس کی گاڑیاں راستہ بدل رہی ہیں۔ آپ اِن کے ساتھ چلی آئیں۔ کرنل صاحب آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔"

"آل رائٹ۔ مجھے تمھارے کرنل سے مل کر خوشی ہوگی۔"

ایک گھنٹے کی ڈرائیونگ کے بعد وہ آرمی ہاؤس میں پہنچے۔ ایک بہت بڑے ڈرائنگ روم میں آرمی کے اہم افسران بیٹھے ہوئے تھے۔ سونیا ثانی وہاں پہنچی تو افسران اپنی جگہ بیٹھے اُسے گھورتے رہے۔ وہ جواباً گھورتے ہوئے بولی "تم لوگوں میں اتنا ایٹی کیٹ نہیں ہے کہ ایک خاتون کی آمد پر تعظیماً کھڑے ہو جاؤ۔ اگر پانچ سیکنڈ کے اندر تم سب کھڑے نہ ہوئے تو سونیا کو واپس جانے سے تمھاری پوری فوج نہیں روک سکے گی۔"

کرنل وال برگ نے ایک پردہ ہٹا کر آتے ہوئے کہا — "جنٹلمین! پلیز اسٹینڈ اپ۔"

کرنل کا حکم سُنتے ہی سب کھڑے ہو گئے۔ ایک افسر نے کہا "ہم نے آپ کے حکم کی تعمیل کی ہے۔ ورنہ ایک ملزمہ کے سامنے قانون اور ملک کے محافظ کھڑے نہیں ہوتے۔"

وہ بولی "اگر میں ملزمہ ہوں تو الزام ثابت کرو۔ بیٹھ جاؤ۔"

وہ بے اختیار بیٹھ گئے۔ وہ ہنستے ہوئے بولی "تم لوگ کرنل کے حکم پر کھڑے ہوئے تھے ایک ملزمہ کے حکم سے کیسے بیٹھ گئے؟"

وہ جھینپ کر نظریں چرانے لگے۔ کرنل نے کہا "بہت خوب سونیا! تم اچانک ہی ایسے نفسیاتی حملے کرتی ہو کہ سامنے والوں کو سوچنے کا موقع بھی نہیں ملتا۔ تم نے نیویارک آکر ہماری تمام توجہ اپنی طرف مبذول کرالی۔ ہم سمجھ رہے تھے علی تیمور بھی یہیں کہیں چھپا ہوگا۔ لیکن وہ میری لینڈ میں تھا۔ ایک اہم لڑکی کو اغوا کرنا چاہتا تھا۔ ہم نے اُس کی کوششوں کو ناکام بنا دیا ہے۔"

ثانی نے پوچھا "مجھ پر کیا الزام ہے؟"

"تمھیں معلوم تھا' علی کہاں ہے؟ تم پر دھوکا دینے کا الزام ہے۔"

"میں تمھارے ملک میں' تمھاری نظروں کے سامنے آئی اور چوبیس گھنٹے تمھاری نظروں میں رہتی ہوں۔ بنگلے کے باہر فوج پہرا دیتی ہے۔ بنگلے کے اندر ٹی وی کیمرے اور مائیک جگہ جگہ ہیں' تمھیں میری ایک ایک حرکت نظر آتی ہے' تم میری ایک ایک بات ریکارڈ کرتے ہو۔ ثابت کر سکتے ہو کہ میں نے کوئی قدم تمھاری مرضی کے خلاف اُٹھایا ہے؟ اگر نہیں ثابت کر سکتے تو پھر الزام کیسا؟"

"تم نے ہمیں اپنی طرف متوجہ رکھا تھا۔"

"میں نے درخواست کی تھی کہ چوبیس گھنٹے ٹی وی اسکرین پر میری حرکتیں دیکھتے رہو؟ یہ کام دوسرے فوجی جوان کر سکتے تھے۔"

کرنل نے کہا "میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں تم نفسیاتی حملے کرتی ہو۔ ہم لاشعوری طور پر تمھیں ہی توجہ کا مرکز بنائے رہے۔"

"کرنل! یہ کہہ کر اپنی نادانی اور ناکامی کو نہ چھپاؤ۔ تم نے علی تیمور کے لیے پورے ملک میں جاسوسوں کا جال بچھا رکھا ہے لیکن وہ ابھی تک علی تیمور کو گرفتار نہ کر سکے۔ اگر وہ گرفتار ہوتا تو یہاں مجھے بھی گرفتار کر لیا جاتا۔ علی تمھارے ملک میں نہیں ہے۔ کہیں نہیں ہے۔ تم اُس کے اور میرے خلاف کوئی الزام ثابت نہیں کر سکو گے۔"

کرنل نے غصے سے کہا "علی یہاں تھا۔ وہ ہمارا ایک طیارہ لے کر فرار ہو گیا ہے۔"

"غصہ نہ دکھاؤ۔ اونچی آواز میں مجھے بھی بولنا آتا ہے۔ سیدھی سی بات ہے۔ ثابت کر دو کہ علی یہاں تھا۔"

کرنل نے ایک تصویر اُسے دیتے ہوئے کہا "یہ ہے علی۔ نیوپورٹ سے اسّی کلومیٹر کے فاصلے پر ایک ساحلی جنگل ہے۔ وہ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے کی بہن کو اغوا کرکے اس جنگل میں لایا تھا۔ وہیں یہ تصویر لی گئی ہے۔"

ثانی نے پوچھا "تصویر میں ٹیلی پیتھی جاننے والے کی بہن کہاں ہے؟"

"اُس کی تصویر نہیں آ سکی۔"

"جب وہ علی کے ساتھ تھی ہی نہیں تو تصویر کہاں سے آتی؟"

"وہ لڑکی جس کا نام ویلی ہے' خود گواہی دے گی کہ علی اُسے اغوا کرنا چاہتا تھا۔"

ثانی نے پوچھا "ویلی خود گواہی دے گی یا اس کا بھائی دماغ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

میں بیٹھ کر اس کی زبان سے گواہی دے گا؟ کرنل! ہم ٹیلی پیتھی کی زبان گری تم سے زیادہ جانتے ہیں۔ کوئی قابلِ قبول ثبوت پیش کرو۔"

"یہ ہمارے ساحلی علاقے کی تصویر ہے۔"

وہ تصویر کو ایک طرف پھینکتے ہوئے بولی "یہ تصویر میں رات کی تاریکی ہے۔ چند گھنے درخت دکھائی دے رہے ہیں۔ مجھے یاد آیا علی ایک بار سندر بن کے جنگل میں رات کے وقت دشمنوں سے مقابلہ کر رہا تھا۔ یہ اسی جنگل کی تصویر ہے۔ اسے دیکھ کر کوئی تسلیم نہیں کرے گا کہ علی نے تمہارے ملک میں قدم رکھا ہے۔"

کرنل نے کہا "میں جانتا تھا تم قابو میں نہیں آؤ گی۔ ہم فرانس سے اور بابا صاحب کے ادارے سے تعلقات بگاڑنا نہیں چاہتے اس لیے تم برائن وولف کے ساتھ ابھی ائر پورٹ جا رہی ہو۔ تمہیں پیرس تک پہنچانے کے لیے ہم نے ایک طیارہ چارٹرڈ کر دیا ہے۔ سرکاری بنگلے سے تمہارا تمام سامان اٹھوا کر گاڑی کی ڈکی میں رکھوا دیا گیا ہے۔ تم کسی حیل و حجت کے بغیر چلی جاؤ۔"

"کیسے چلی جاؤں۔ تم اور تمہارے حکام جانتے ہیں کہ فرہاد کی فیملی فرانس کے مخصوص طیارے میں سفر کرتی ہے۔ میں کسی اور طیارے میں سفر کرنے کا خطرہ مول لینا نہیں چاہتی۔ لہٰذا میں ابھی فرانس کے سفیر سے بات کروں گی۔"

"ہمیں منظور ہے۔ تم اپنے طور پر سفر کر سکتی ہو لیکن صبح ہونے سے پہلے یہ ملک چھوڑ دو گی۔"

ثانی انھیں دکھانے کے لیے ٹیلی فون کے ذریعے فرانسیسی سفارت خانہ سے رابطہ قائم کرنے لگی۔ اس سے پہلے ہی میں نے وہاں کے سفیر کو خیال خوانی کے ذریعے تمام رُوداد سُنا دی۔ فرانس کا ایک طیارہ جو نیویارک میں موجود تھا وہ فوراً سونیا ثانی اور پرنس ڈیگر کے لیے مخصوص کر دیا گیا۔

میں نے سونیا کے پاس آکر بتایا کہ ثانی اور پرنس ملک چھوڑ رہے ہیں۔ وہ بولی "مگر وہ جس سے ملک چھڑوا رہے ہیں وہ یہیں موجود رہے گی۔"

"تم غضب کی چالیں چلتی ہو۔"

"نہیں فرہاد! یہ میری نہیں، ثانی کی چال ہے۔ اس کا خاطر خواہ نتیجہ ہمارے سامنے آ رہا ہے۔ میری بیٹی نے مجھے بڑی خوش اسلوبی سے یہاں چھپنے کا موقع فراہم کیا ہے۔"

"علی کی خبر سناؤ۔"

"اُس کا طیارہ نیوفاؤنڈ لینڈ کے قریب پہنچ رہا ہے۔ وہاں اُسے اُترنا ہی ہوگا کیونکہ ایندھن ختم ہو رہا ہے۔"

میں نے کہا "نیوفاؤنڈ لینڈ، امریکا کے زیرِ اثر ہے وہاں علی مشکلات میں پڑ سکتا ہے۔"

سونیا نے کہا "ثانی اور پرنس کو ملک سے نکل جانے کا حکم دے کر ہمارے لیے آسانیاں پیدا کر دی گئی ہیں۔ ثانی سے کہہ دو، وہ اپنا طیارہ نیوفاؤنڈ لینڈ کی طرف لے جائے۔ لیلی اُسے راستے میں بتائے گی کہ علی نے طیارے کو کہاں اُتارا ہے۔"

میں نے ثانی کے پاس جا کر یہ بات بتائی، پھر کہا "اب میں دماغی طور پر حاضر رہنا چاہتا ہوں۔ دو گھنٹے بعد آکر خیریت معلوم کروں گا۔ بائی دی وے تمہارا پیدائشی نام کیا ہے؟"

"پیدائشی نام ثانیہ ہے، ثانیہ کہہ لیں یا سونیا ثانی، کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

میں اُس کے دماغ سے نکل آیا۔ اب خیال خوانی ختم کرنا چاہتا تھا پھر خیال آیا، میں نے سونیا سے یہ نہیں پوچھا کہ اب وہ کس روپ میں ہے اور کیا کرنے والی ہے۔

میں پھر اُس کے پاس آیا۔ وہ بولی "کیا بات ہے؟"

"میں پوچھنے آیا ہوں کہ اب تمہارے ارادے کیا ہیں؟"

"ہماری بازی ادھوری رہ گئی ہے۔ سولہ میں سے تین ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے ہاتھ آئے ہیں۔ کینی پال، جورا جوری اور مکی میتھو، چوتھا ڈیلی کا بھائی ہے جس نے کھیل بگاڑ دیا ہے۔"

میں نے چونک کر کہا "ہم ایک پہلو کو فراموش کر رہے ہیں۔ تم سائمن کے گھر سے نکل آئی ہو۔ علی، جمی میتھو کے روپ میں دیکھا گیا تھا۔ ایسے میں مکی میتھو پر شبہ کیا جائے گا کہ ہم اُس کے گھر پہنچ کر اُس کے دماغ میں بھی پہنچ گئے ہیں۔ وہ لوگ مکی کے دماغ سے ٹیلی پیتھی کا علم مٹا دیں گے۔"

"تم سلمان واسطی یعنی سپر ماسٹر ارے رے کو بھول رہے ہو۔ اُس نے اور سلطانہ نے کینی پال، جورا جوری اور مکی میتھو کو قابو میں رکھا ہے۔ موجودہ حالات کے پیش نظر انھوں نے مکی میتھو کو ٹریننگ سینٹر سے نکال کر ایک جگہ چھپا دیا ہے۔ جلد ہی اُسے پیرس پہنچا دیا جائے گا۔"

"تم کیا کر رہی ہو؟"

"انھوں نے اپنی دانست میں سونیا کو نیویارک سے نکالا ہے۔ یہ سونیا پھر نیویارک میں رہے گی۔ وہ خوش فہمی میں رہیں گے کہ میری طرف سے خطرہ ٹل گیا ہے۔ جو بازی ادھوری ہے وہ اپنے مکمل انجام کو پہنچے گی۔"

"میں اس بازی میں شریک ہونے کے لیے دو گھنٹے بعد آؤں گا۔"

میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا حالانکہ ابھی اپنی جگہ کوئی نہیں تھی۔ میں تلاش کر رہا تھا۔ مجھے اپنی پسند کا ویرانہ نہیں مل رہا تھا۔ میں جینا کو ساتھ لے کر عدلیس ابابا پہنچا تھا۔ وہاں میں نے ایک بڑی سی ٹریلر گاڑی خریدی۔ اس ٹریلر کے اندر بڑا سا کمرا بنا ہوا تھا۔ اُس میں ضروریاتِ زندگی کا تمام سامان موجود تھا۔ کچے اناج کے علاوہ سیل پیک ڈبوں میں طرح طرح کے کھانے تھے جو مہینوں کام آ سکتے تھے۔ جب میں ڈرائیو کرتا تو جینا آرام کرتی تھی اور جب وہ ڈرائیو کرتی تو میں کمر سیدھی کرنے ٹریلر میں آ جاتا تھا یا پھر ایک ساتھ آرام کرنے کے لیے ہم ہائی وے سے دور جا کر گاڑی روک دیتے تھے۔ وہاں رات گزارتے تھے پھر چل پڑتے تھے۔

ہم نے عدلیس ابابا سے پانچ سو میل کا فاصلہ طے کیا تھا۔ پختہ راستے کے اطراف حدِ نظر تک جنگل پھیلا ہوا تھا چونکہ جانوروں پر ٹیلی پیتھی کا ہتھیار اثر نہیں کرتا، اس لیے میں نے ریوالور اور رائفل وغیرہ، کارتوس کی بھری ہوئی پیٹیوں کے ساتھ رکھ لیے تھے۔

اُس وقت ہمارا ٹریلر رُکا ہوا تھا۔ رات کی تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ جینا چولہے پر کھانا تیار کر رہی تھی۔ زندگی گزارنے کا انداز میرے لیے بالکل نیا تھا۔ یہ سفر رومان پرور لگ رہا تھا۔ میں نے پیچھے سے آ کے محبت سے جینا کا نرم و نازک ہاتھ پکڑ لیا۔ وہ گھبرا کر بولی "کیا کرتے ہو، فرائی پین اُلٹ جائے گا، پلیز چھوڑ دو۔"

"آدمی کھبو کا ہو تو نہیں چھوڑتا، مگر افسوس ابھی چھوڑنے سے ہی کھانے کو کچھ دو گی۔"

"اچھے بچوں کی طرح ڈائننگ ٹیبل سیٹ کرو۔ میں کھانا لا رہی ہوں۔"

ٹریلر کے اندر کھڑکیاں ایسی تھیں جن کے پٹ نیچے کی طرف کھلتے تھے اور وہ پٹ میز کی سطح بن جاتے تھے۔ نچلے حصے کو کھولنے سے فولڈ کی ہوئی کرسیاں باہر آ جاتی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد کھانا آ گیا۔ ہم ساتھ بیٹھ کر کھانے لگے۔ کھڑکیوں پر شیشے کے علاوہ مضبوط لوہے کی جالیاں بھی تھیں۔ کوئی جنگلی درندہ شیشہ توڑ کر اندر نہیں آ سکتا تھا۔ جینا نے کہا "کتنی گہری خاموشی اور سکون ہے۔ شہر کے ہنگاموں سے دُور... اب پتا چلتا ہے کہ ایسے سناٹے اور سکون میں بڑی راحت ملتی ہے۔"

"میں سمجھ رہا تھا ایسے جنگل میں آ کر تمھیں ڈر لگے گا۔"

"جب تک جنگل میں منگل رہے، ڈر نہیں لگتا اور تم میرے منگل ہو۔"

میں ہنسنے لگا۔ کھڑکی کے باہر دور تک تاریکی پھیلی ہوئی تھی، کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ہم اندر روشنی میں بیٹھے ہوئے تھے، باہر سے جھینگروں کی آوازیں آ رہی تھیں یا کبھی درختوں کے پتے ہواؤں کی زد میں شور مچاتے تھے۔ جینا نے غور سے شیشے کے پار دیکھتے ہوئے کہا "ابھی ہلکی سی روشنی جھلک رہی تھی۔"

"کہاں؟" میں نے کھڑکی کے پار نظریں دوڑائیں۔ دُور تک تاریکی ہی تاریکی تھی۔ پھر میں نے بھی جلتی بجھتی روشنی دیکھی۔ مجھے یہ سمجھنے میں بالکل دیر نہیں لگی کہ وہ مشعلوں کی روشنی تھی۔ مقامی جنگلی باشندے مشعلوں کی روشنی میں سفر کر رہے تھے یا ہماری طرف آ رہے تھے، اِس بات کا صحیح اندازہ نہیں ہو سکتا تھا۔ کیونکہ دُور درختوں اور جھاڑیوں کے پیچھے مشعلیں کبھی چھپ جاتی تھیں، کبھی نظر آنے لگتیں۔ اُن کے رُخ کا پتا نہیں چل رہا تھا۔

جینا نے کہا "ہماری گاڑی کی روشنی کھڑکیوں کے ذریعے باہر جا رہی ہے۔ وہ روشنی دیکھ کر ادھر آ سکتے ہیں۔"

"ہاں آ سکتے ہیں۔"

"کیا افریقہ کے جنگلی بندوق چلانا جانتے ہیں؟"

"یہ بیسویں صدی ہے۔ انسان ستاروں پر کمند ڈال رہا ہے۔ انسانی تہذیب جنگلوں میں بھی پہنچ رہی ہے۔ ہو سکتا ہے یہاں کے جنگلیوں نے بھی بندوق کا استعمال سیکھ لیا ہو۔"

"پھر تو گولیاں کھڑکی کے راستے آ سکتی ہیں۔"

میں نے کھڑکی کے پاس لگے ہوئے ایک چھوٹے سے ہینڈل کو اوپر کی طرف اٹھایا۔ کھڑکی کی آہنی جالیاں نیچے کی طرف جھک گئیں۔ اب وہ کھڑکی اس حد تک کھلی ہوئی تھی کہ اندر

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہوا آسکتی تھی۔ کوئی گولی یا زہریلا تیر نہیں آسکتا تھا۔

وہ مطمئن ہوگئی۔ پیٹ بھر کر کھانے کے بعد بولی۔ "اگر میں اسی طرح کھاتی پیتی رہوں گی اور تمھاری آغوش میں دن رات مسرتیں حاصل کرتی رہوں گی تو موٹی اور بھدی ہو جاؤں گی۔"

"کم کھایا کرو اور صبح اُٹھ کر جوگنگ کیا کرو۔"

"رات کو کھانے کے بعد ٹہلنا بھی چاہیے لیکن اس جنگل میں خوف آتا ہے۔"

"ابھی تم کہہ رہی تھیں، میری موجودگی میں ڈر نہیں لگتا۔"

"اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں اس بھیانک جنگل میں باہر چلنے کو کہوں۔ خدانخواستہ تمھیں کچھ ہوگیا تو میرا کیا بنے گا؟"

میں نے ایک رائفل کو لوڈ کیا۔ فاضل میگزین کو پتلون کی دونوں جیبوں میں رکھا۔ وہ بولی "کیا ارادے ہیں؟"

میں نے کہا "رات کو کھانے کے بعد ضرور ٹہلنا چاہیے۔ کم آن۔"

"اوہ گاڈ! تم تو واقعی سنجیدہ ہوگئے۔"

"تم بھی سنجیدگی سے سمجھو، موت گاڑی کے اندر بھی آسکتی ہے۔ میرے ساتھ زندگی گزارنے کے لیے تمھیں خوف کو دل سے بالکل ہی نکال دینا ہوگا۔"

اُس نے اُٹھ کر ریوالور کو لوڈ کیا۔ اس کی کچھ فاضل گولیاں بھی لیں۔ ہماری گاڑی کی چھت پر چاروں طرف ہیڈ لائٹس لگی ہوئی تھیں۔ میں نے اُن سب کو آن کر دیا۔ اندر کی روشنی بجھا دی جس کے نتیجے میں جنگل تو دُور تک روشن ہوگیا لیکن گاڑی کی چھت کے نیچے اندھیرا ہوگیا۔ دور روشنی کو دیکھ کر آنے والے یہ نہیں دیکھ سکتے تھے کہ ہم کہاں کھڑے ہیں یا کس طرف ٹہل رہے ہیں۔

گاڑی کے چاروں طرف چہل قدمی کے لیے کافی جگہ مل گئی تھی۔ جنگل کی ٹھنڈی اور تازہ ہوا میں بڑا مزہ آرہا تھا۔ ہم باتیں کرتے رہے اور گاڑی کے اطراف ٹہلتے ہوئے دُور تک دیکھتے رہے۔ تیز روشنی میں کبھی کبھی بندر دکھائی دیتے تھے جو ایک درخت سے دوسرے درخت کی طرف چھلانگ لگاتے تھے اور روشنی کی طرف دیکھ کر گھنے درختوں میں گم ہو جاتے تھے۔

وہ بولی "چہل قدمی اور ہواخوری میں مزہ آرہا ہے لیکن ڈر بھی لگ رہا ہے۔ اندر چلو۔"

ہم اندر آگئے۔ دروازے کو بند کر دیا۔ پھر سوئچ آن کر کے اندر روشنی کی۔ اُس نے کہا "باہر کی روشنیاں بجھا دو۔ صرف ایک سرچ لائٹ کو آن رہنے دو۔"

اُس کی بات ختم ہوتے ہی کچھ آوازیں سنائی دیں۔ ہم نے چونک کر ایک دوسرے کو دیکھا۔ ہماری چھت کے عین وسط میں ایک بہت ہی حساس مائکروفون اور اسپیکر لگا ہوا تھا۔ میں نے مائکروفون کے بٹن کو دبایا اور اندر کے اسپیکر کو آن کیا۔ باہر کی ہلکی آوازیں بھی ہمیں صاف سنائی دینے لگیں۔ تیز ہوائیں چل رہی تھیں، جھینگر بول رہے تھے۔ انھی کے ساتھ بہت سے بڑھتے ہوئے قدموں کی آواز سُنائی دے رہی تھی۔ آنے والے اچھی خاصی تعداد میں آرہے تھے۔

وہ شمالی کھڑکی کے پاس گئی۔ میں اُس کی مخالف سمت جنوبی کھڑکی کے پاس آیا۔ چاروں طرف ہیڈ لائٹس کی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ حدِ نظر تک کوئی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ ہم نے پوزیشن بدل کر دوسری کھڑکیوں سے دیکھا۔ ہمیں اسپیکر کے ذریعے آنے والے قدموں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں مگر وہ نظر نہیں آرہے تھے۔

جینا دوسری رائفل لوڈ کرنے لگی۔ میں نے کہا "بے شک لوڈ کرو، مگر میں جب تک سگنل نہ دوں ایک فائر بھی نہ کرنا۔"

"وہ نظر کیوں نہیں آرہے ہیں؟"

"یہ اپنے طریقۂ کار کے مطابق جھاڑیوں کے پیچھے چھپتے ہوئے آرہے ہیں۔"

پھر میں نے مائک کے بٹن کو آن کر کے ٹھہر ٹھہر کر کہنا شروع کیا تاکہ آنے والے تھوڑی سی انگریزی بھی جانتے ہوں تو میری بات سمجھ لیں۔ میں نے کہا "میں آنے والوں سے کہتا ہوں، دوست بن کر آؤ، میں خوش آمدید کہتا ہوں، پلیز دوست بن کر آؤ۔ اور اپنی آواز سناؤ، اپنی آواز سناؤ۔"

میں نے آخری الفاظ بار بار دہرائے۔ جواب میں کسی طرف سے کسی نے ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ ایسے میں دو ہی باتیں سمجھ میں آئیں یا تو وہ چھپ کر بالکل قریب آکر معلوم کرنا چاہتے تھے کہ ہماری تعداد کیا ہے۔ ہم مقابلہ کرنے کا حوصلہ اور سامان رکھتے ہیں یا نہیں یا پھر آنے والے انگریزی نہیں سمجھتے تھے اس لیے جواباً خاموش تھے۔

جینا جگہ بدل کر دوسری کھڑکیوں کے پاس جا کر دیکھ رہی تھی۔ پھر پریشان ہو کر بولی "یہ سامنے کیوں نہیں آرہے ہیں؟"

"یہ جنگل کے رہنے والے جنگلی جانوروں سے حملہ کرنے کا انداز سیکھتے ہیں۔ شیر اچانک سامنے نہیں آتا۔ پہلے دُور سے دھاڑنے کی آوازیں سناتا ہے۔ شکار کو دیکھ لینے کے بعد اُس کے چاروں طرف کئی میل کا چکر لگاتا ہے پھر اچانک نظر آتا ہے تو شکار کو سنبھلنے کا موقع نہیں دیتا۔ ہمارے

س پاس پھیلے ہوئے جنگلی یہی کر رہے ہیں۔"

"یہ تو حواس پر بوجھ بننے والی بات ہے۔"

ایسے ہی وقت کوئی جنگلی زبان میں بولنے لگا۔ اُس کی ت ختم ہوتے ہی دوسری سمت سے وہی اجنبی زبان سنائی ی۔ پھر تیسری سمت سے وہی بولی اُبھری۔ چاروں طرف سے واز آنے کے بعد وہ اچانک ہی ایک ساتھ ظاہر ہوگئے۔ رختوں اور جھاڑیوں کے پیچھے سے اُچھل اُچھل کر چیخنے لگے۔ ن کے ہاتھوں میں تیر کمان اور نیزے تھے۔ انھوں نے پرانی ل پینٹ اور ہاف پینٹ پہنی ہوئی تھی۔ کتنے ہی جنگلیوں کے پاس رائفلیں بھی تھیں۔

یہ دیکھتے ہی میں نے گاڑی کے اندر بنے ہوئے ایک ینل کا سوئچ آن کیا۔ گاڑی کے اوپری اور نچلے حصوں میں چھپی ہوئی گنیں باہر کی طرف نکل آئیں۔ میں نے ایک ہینڈل کے ذریعے اُن گنوں کا رُخ آسمان کی طرف کیا تاکہ کسی جنگلی باشندے کی جان نہ جائے۔ پھر میں مختلف بٹنوں کو دبانے لگا۔ گاڑی کے چاروں طرف سے فائرنگ ہونے لگی۔ وہ جنگلی جو ہماری طرف آرہے تھے، گاڑی کی طرف فائر کر رہے تھے یا تیر چلا رہے تھے پلٹ کر بھاگنے لگے۔

ہماری سمجھ میں یہی آیا کہ وہ بھاگ رہے ہیں لیکن وہ دُور جا کر درختوں کے پاس چھپ گئے۔ وہاں سے جھانک جھانک کر دیکھنے اور سمجھنے کی کوشش کرنے لگے کہ ابھی فائرنگ کہاں سے ہو رہی تھی۔ تیز روشنی کے سبب گاڑی کے چاروں طرف اندھیرا تھا۔ فائر کرنے والی گنیں نظر نہیں آرہی تھیں۔ وہ تھوڑی دیر بعد چیخ چیخ کر ایک دوسرے سے بولنے لگے، چونکہ چاروں طرف پھیلے ہوئے تھے اور ایک دوسرے سے دُور تھے اس لیے چیخ کر باتیں کر رہے تھے۔

پھر درختوں کے پیچھے سے نکل آئے۔ ہم نے دائیں بائیں اور پیچھے والی کھڑکیوں سے دیکھا۔ وہ ہر طرف نظر آرہے تھے آگے بڑھنے کے بعد رُک گئے تھے اور اپنے ہتھیار پھینکتے جا رہے تھے اور سجدہ کرنے کے انداز میں جھکتے جا رہے تھے۔ میں نے جینا سے کہا "یہ صُلح کرنا چاہتے ہیں۔"

وہ بولی "اِن کے سردار کو بُلا کر باتیں کی جاسکتی ہیں۔"

میں نے مائک کے ذریعے کہا "میں تمھارے سردار سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ کیا تم میں سے کوئی ہماری زبان سمجھتا ہے؟"

میری آواز سنتے ہی وہ فوراً لپک کر اپنے ہتھیار اُٹھانے لگے۔ ہمیں بڑی حیرانی ہوئی۔ میں نے پھر ایک بار گاڑی میں لگی ہوئی گنوں سے فائر کھولا تو بھاگ کر درختوں کے پیچھے چلے گئے۔

وہ بولی "ہمیں یہاں ٹھہرنا نہیں چاہیے۔"

"ہاں یہ رات گزارنے نہیں دیں گے۔ تم پینل پر رہو۔ وہ ہماری طرف آنا چاہیں تو فائر کھول دینا۔ میں ڈرائیونگ سیٹ پر جا رہا ہوں۔"

ہماری گاڑی اور ٹریلر ایک لنکر سرنگ کے ذریعے جُڑے ہوئے تھے۔ میں رائفل اور ریوالور لے کر سرنگ میں رینگتا ہوا گاڑی میں آیا۔ پھر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر اُسے اسٹارٹ کیا۔ گاڑی چلنے لگی تو وہ درختوں کے پیچھے سے نکلنے لگے۔ میں نے انٹرکام کے ذریعے کہا "جینا! ابھی وہ دُور ہیں، جب وہ حملہ کرنے کا انداز اختیار کریں تب تم فائرنگ شروع کر دینا۔"

میں ڈرائیو کرتا ہوا گاڑی اور ٹریلر کو ہائی وے کی پختہ سڑک پر لے آیا۔ دو سمتوں سے ہماری طرف فائرنگ ہوئی، اِدھر جینا نے چاروں طرف سے فائر کھول دیا۔ وہ پھر بھاگنے لگے۔ میں نے رفتار بڑھا دی۔ وہ سڑک پر آرہے تھے پھر ہماری فائرنگ سے خوف زدہ ہو کر راستہ چھوڑ رہے تھے۔ ہم اُن سے دُور نکلتے چلے گئے۔ ایک میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد میں نے انٹرکام پر کہا "لائٹس بجھا دو۔ جنریٹر بند کر دو ہمیں زیادہ سے زیادہ پٹرول بچانا ہے۔"

اُس نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ تمام روشنیاں بجھا دیں۔ پینل کے بٹن دبا کر تمام گنوں کو چھپا دیا۔ ان سب کا تعلق جنریٹر سے تھا۔ بیٹری کو صرف گاڑی چلانے کے لیے استعمال کرنا تھا۔ جینا ایک رائفل اور میگزین لے کر میرے پاس آگئی۔ ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ کر بولی "ہم جنگل کے کسی بھی حصے میں رات گزارنا چاہیں گے تو جنگلی انسانوں اور جنگلی جانوروں کا خوف رہے گا۔"

"درست کہتی ہو۔ راستے میں کوئی بستی آئے گی تو وہاں رات گزاریں گے۔"

"مجھے ویرانہ پسند ہے لیکن یہ پہلا تجربہ کہہ رہا ہے کہ ویرانے میں جتنا سکون ہے اتنا ہی خطرہ ہے۔"

"خطرات انسانی آبادی میں زیادہ ہوتے ہیں۔ ہم جس ویرانے میں رہائش اختیار کریں گے۔ وہاں خطرات سے نمٹنے کے لیے زیادہ سے زیادہ حفاظتی انتظامات کریں گے۔ اچھا یہ بتاؤ ڈرائیو کرو گی؟"

"کیوں نہیں، ضرور۔"

میں نے آگے جا کر گاڑی روک دی۔ سیٹ بدل لی۔ وہ ڈرائیونگ سیٹ پر آکر گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتے ہوئے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

بولی "سونا چاہو تو پیچھے ٹریلر میں چلے جاؤ۔"

"تمھارے بغیر نیند نہیں آئے گی کروٹیں بدلتا رہوں گا۔"

وہ مسکرانے لگی۔ میں نے کہا "اب میں خاموش رہوں گا۔ خیال خوانی کرتا رہوں گا۔ تمھیں کوئی اعتراض تو نہیں؟"

"ہاں اعتراض ہے۔ تم خیالوں میں ڈوبے رہوگے اور کوئی منگی مجھے اُٹھا کرلے جائے گا۔"

"ایک مرد کی موجودگی میں دوسرا مرد اس وقت اُٹھاکرلے جاتا ہے جب عورت راضی ہو۔ کیا تمھیں جنگلی پسند ہیں؟"

وہ ہنستے ہوئے مجھے ایک ہاتھ سے مارنے لگی۔ میں نے بھی ہنستے ہوئے اس کا ہاتھ پکڑلیا۔

علی تیمور بحرِ اوقیانوس پر پرواز کر رہا تھا اور اب نیوفاؤنڈلینڈ کے جنوبی ساحل تک پہنچنے والا تھا۔ وہ چاہتا تھا وہاں کے شمال مغربی حصّے میں جائے جہاں بے شمار پہاڑیوں کا سلسلہ تھا۔ وہاں طیارے کو آسانی سے چھپایا جا سکتا تھا لیکن طیارے کا ایندھن ختم ہو رہا تھا۔ وہ زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹے کی پرواز کر سکتا تھا۔ اس لیے نیوفاؤنڈلینڈ کے مغرب میں سمندر پر اُترنا پڑا۔

وہ بے آف آئی لینڈ کے قریب تھا۔ خلیج کا پانی اندر خشکی تک گیا ہوا تھا۔ وہ طیارے کو سمندر کی سطح پر دوڑاتا ہوا خلیج کے اندر گیا۔ دور تک ساحل پر ریت اور پتھر تھے۔ اگر اونچی چٹانیں ہوتیں تو اُن کے سائے میں طیارے کو کسی حد تک چھپایا جا سکتا تھا لیکن مجبوری تھی اُسے چھپانے کی کوئی جگہ نہ تھی۔ وہ مجبور ہو کر ایک جگہ طیارے سے اُتر گیا۔ اُس نے ساحل پر کھڑے ہو کر جیب سے قطب نما کے ذریعے سمت معلوم کی پھر نقشہ دیکھا معلوم ہوا جنوب میں چند میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد وہ کاکس کو نامی ٹاؤن تک پہنچ سکتا ہے۔

اسے یہ بات اچھی طرح معلوم تھی کہ اس کی آمد سے پہلے نیوفاؤنڈلینڈ کی انٹیلی جنس برانچ کو خبردار کر دیا گیا ہوگا۔ یہ جزیرہ امریکا کے زیرِ اثر تھا۔ وہاں کے قانون کے مطابق اُسے گرفتار نہیں کیا جا سکتا تھا لیکن وہاں کی حکومت اُسے امریکی فوجیوں کے حوالے کر سکتی تھی۔ قریب یا دور کے کسی بھی شہر یا قصبے میں اس کے لیے خطرہ تھا۔ اس کے باوجود اُسے کہیں تو جانا ہی تھا۔ وہ ساحل پر صبح تک کھڑا نہیں رہ سکتا تھا۔ وہاں سردی غضب کی تھی۔ وہ اپنے بدن کو گرم رکھنے کے لیے دوڑتے ہوئے جانے لگا۔ پرواز کے دوران لیلیٰ نے آکر بتایا تھا کہ اس کے لیے امداد پہنچنے والی ہے۔ وہ جس ٹاؤن میں جا رہا ہے وہاں سے قریب ہی کارنربروک نامی شہر ہے۔ سونیا ثانی وہاں کے ائرپورٹ پر طیارہ اتارنے والی ہے۔

اس نے پوچھا تھا "آنٹی! کیا یہ ہماری سونیا ممّا کا نیا نام ہے؟"

"نیا نام ہی نہیں، نیا وجود بھی ہے۔"

"پہیلی نہ بجھوائیں، پلیز۔"

"بیٹے! جو بات میرے لیے بھی پہیلی ہو میں اس پر زیادہ روشنی نہیں ڈال سکوں گی۔ ایک لڑکی تمھاری ممّا کی ڈمی بن کر نیویارک آئی تھی۔ میں کیا بتاؤں وہ کتنی ذہین اور تیز طرار ہے۔ تمھاری ممّا اُسے اپنی بیٹی کہتی ہیں۔"

"بیٹی کہنے سے وہ کوکھ کی اولاد نہیں ہو جاتی۔ ممّا نے پاپا سے شادی نہیں کی۔ اور ممّا کا کردار اتنا بلند ہے اور وہ ایسی پاکیزہ زندگی گزار رہی ہیں کہ کسی گناہ یا غلطی کا ارتکاب نہیں کر سکتیں۔"

"کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ مسٹر سونیا نے کسی اور سے شادی کی ہو؟"

علی تیمور دوڑتے دوڑتے رُک گیا۔ آسے پچھلی کچھ باتیں یاد آ رہی تھیں۔ سونیا ممّا نے ماضی میں یقیناً کچھ عرصہ پُراسرار زندگی گزاری ہے۔ زندگی کے اُس دور کو راز بنا کر رکھا ہے۔ سونیا ثانی سے پارس اور علی تیمور کا کوئی خون کا رشتہ نہیں تھا۔ اس کے باوجود اگر وہ سونیا کی اپنی بیٹی تھی تو سب کے لیے صرف قابلِ محبت ہی نہیں قابلِ احترام بھی تھی۔

علی سوچتا رہا اور چلتا رہا۔ ساحل کے ساتھ ساتھ چلتے رہنے سے اندیشہ تھا کہ اس جزیرے کے فوجی یا جاسوس اُسے گھیر لیں گے۔ اس لیے وہ ساحل سے دور کبھی چلتا رہا کبھی دوڑتا رہا۔ آخر ٹاؤن کاکس کو کی بتیاں دور سے نظر آنے لگیں۔ وہ ایک پختہ سڑک پر آ گیا۔ رات کے پچھلے پہر کوئی گاڑی اُس راستے سے نہیں گزر رہی تھی۔ کچھ دور جانے کے بعد ایک کار آتی ہوئی دکھائی دی اُس نے لفٹ مانگنے کا اشارہ کیا۔ دور ہی سے عورتوں اور مردوں کے ہنسنے بولنے کی آوازیں سُنائی دے رہی تھیں۔ انھوں نے اُسے لفٹ نہیں دی۔ ان میں سے ایک جوان نے کھڑکی سے باہر سر نکال کر اس کی طرف تھوک دیا۔

وہ تھوک علی پر نہیں آیا لیکن اُن کی شامت آ گئی۔ اُس نے بجلی کی سی پھرتی دکھائی۔ ریوالور نکالا اور فائر کر دیا۔ اس کا نشانہ بھلا کہاں چوکنے والا تھا۔ ایک پچھلا پہیّہ دھماکے سے پھٹا عورتوں کی چیخیں سُنائی دیں۔ کار سڑک کے کنارے ایک درخت سے ٹکراتے ٹکراتے بچی۔ ایک طرف گھوم کر رُک گئی۔

اُس کار میں سے دو جوان ریوالور لے کر نکلے۔ پھر کار کے پیچھے سے للکارا "ہوازدیٹ سَن آف اے وِچ۔ سامنے آؤ ہم تمھیں گولی مار دیں گے۔"

علی اندھیرے سے فائدہ اٹھا کر گم ہو گیا تھا۔ وہ لوگ چاروں طرف دیکھ رہے تھے۔ لڑکیاں پریشان ہو رہی تھیں "فائر کرنے والا تم دونوں کے پاس ریوالور دیکھ کر بھاگ گیا ہے۔ جلدی سے پہیّہ تبدیل کر دو۔"

دونوں جوانوں کو بھی یقین ہو گیا کہ فائر کرنے والا اُن کے پاس ریوالور دیکھ کر بھاگ گیا ہے یا چھپ گیا ہے۔ اُن کا سامنا نہیں کر سکے گا۔ ایک نے کہا "تم پہیّہ تبدیل کرو، میں چاروں طرف نظر رکھوں گا۔"

وہ جیب میں ریوالور رکھ کر ڈکی کی طرف گیا وہاں سے دوسرا پہیّہ نکالنے لگا۔ جب وہ پچھلا پہیّہ تبدیل کرنے میں مصروف ہو گیا تو اچانک فائر ہوا جو نوجوان نگرانی کر رہا تھا اُس کے ہاتھ میں گولی لگی۔ ریوالور ہاتھ سے چھوٹ کر دور زمین پر جا گرا۔ دوسرے جوان نے پھرتی دکھانے کی کوشش کی اُس کے آس پاس دو گولیاں آئیں۔ زمین سے مٹی اُڑی۔ وہ بوکھلا کر دونوں ہاتھ اُٹھاتے ہوئے کھڑا ہو گیا۔ تب علی ہیڈ لائٹس کی روشنی کی طرف آیا۔ اطمینان سے چلتا ہوا دوسرے جوان کے قریب آ کر اس کی جیب سے ریوالور کو نکال کر بہت دور پھینک دیا۔ پھر زمین پر پڑے ہوئے ریوالور کو اُٹھا کر پوچھا "تم دونوں میں سے کس نے مجھ پر تھوکا تھا؟"

"میں نے نہیں تھوکا تھا۔"

دوسرے نے کہا "کیوں جھوٹ بولتے ہو۔ کیا مجھے الزام دینا چاہتے ہو؟"

وہ دونوں اپنی جان بچانے کے لیے ایک دوسرے کو الزام دینے لگے علی نے کہا "مجھے جھوٹ کو پکڑنا آتا ہے۔ یہ تین لڑکیاں سچ بولیں گی۔ کیونکہ سچ بولنے سے ہی زندہ رہیں گی۔ ورنہ میں تین تک گنتے ہی تینوں کو گولی مار دوں گا۔"

اسے گننے کی ضرورت نہیں پڑی۔ تینوں نے اُس جوان کی طرف اشارہ کیا جس کے ہاتھ میں گولی لگی تھی۔ علی نے دوسرے جوان سے کہا "جلدی سے پہیّہ لگاؤ۔"

پھر تھوکنے والے سے کہا "تم سمجھ رہے تھے تیز رفتار گاڑی سے کسی راہگیر پر تھوک کر گزر جاؤ گے اور گرفت میں نہیں آؤ گے پھر تمھیں اپنے ریوالور پر بھی بھروسا تھا اب کیا کرو گے؟"

"مجھے معاف کر دو۔ میں کبھی کسی پر نہیں تھوکوں گا۔"

"اور ایک بار تھوکو، معاف کر دوں گا۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو۔ میں ایسی جرات نہیں کروں گا۔"

"کرو گے۔ پختہ سڑک پر جا کر بیٹھو۔ پھر جھک کر سڑک پر تھوکو۔ اس کے بعد اس تھوک کو چاٹو۔"

وہ گڑگڑانے اور معافی مانگنے لگا۔ علی نے اُسے نشانے پر رکھ کر انگلی کو ٹریگر پر لایا تو وہ دوڑتا ہوا سڑک پر گیا پھر تھوک کر اُسے چاٹنے لگا۔ ایک لڑکی نے کہا "یہ خود کو بہت بڑا غنڈا سمجھتا ہے۔ اس نے رات بھر کا سودا کرنے کے بعد ہماری رقم نہیں دی ہے پلیز ہماری پیمنٹ کرا دو۔"

علی تیمور نے لڑکی کے مُنہ پر ایک اُلٹا ہاتھ رسید کرتے ہوئے کہا "کیا تم مجھے بازاری عورتوں کی پیمنٹ کرانے والا دلال سمجھتی ہو؟"

باقی دو لڑکیاں سہم کر پیچھے چلی گئیں۔ دوسرے جوان نے پہیّہ لگا دیا تھا۔ علی نے اُن سے کہا "جس کا جو سامان گاڑی کے اندر ہے اُسے فوراً نکالو۔"

وہ اپنا اپنا سامان نکالنے گئے۔ علی نے ان سے کار کی چابی لی۔ اسٹیئرنگ سیٹ سنبھالی۔ پھر اسے اسٹارٹ کر کے سڑک پر لے آیا۔ انھیں چھوڑ کر تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا جانے لگا۔ پیچھے رہ جانے والے پیدل چلتے ہوئے ایک گھنٹے سے پہلے قریبی ٹاؤن میں پہنچ کر رپورٹ نہیں درج کرا سکتے تھے۔

اس نے ٹاؤن میں پہنچ کر کار کی ٹنکی فل کرائی۔ پھر اُس ٹاؤن سے بہت دور نکلتا چلا گیا۔ اُس کا رُخ شہر کارنربروک کی طرف تھا جہاں سونیا ثانی اپنا طیارہ لا رہی تھی۔ کارنربروک کی طرف بڑا لمبا سفر تھا۔ راستہ ختم ہونے میں نہیں آ رہا تھا۔ وہ سفر کے دوران کتنی ہی چھوٹی بڑی بستیوں سے گزرتا رہا۔ ایک بستی کے قریب دو پولیس کاریں دکھائی دیں۔ وہ دونوں کاریں ایک دوسرے کی طرف رُخ کیے راستہ روکے کھڑی تھیں۔ اُن کے پیچھے پولیس

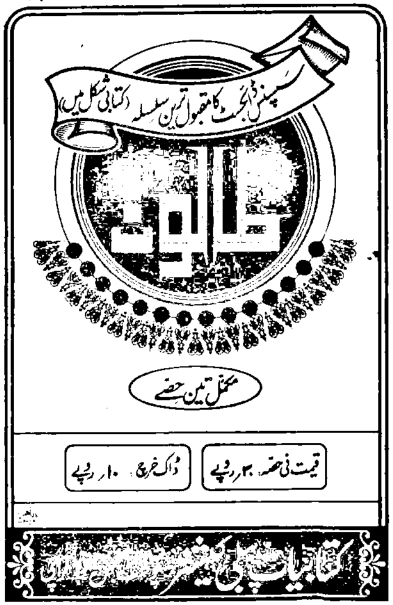

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

والے رائفلیں لیے نظر آرہے تھے۔

اس کا مطلب تھا گاڑی چھین کر لے جانے والی بات پولیس والوں تک پہنچادی گئی تھی۔ وہ ڈرائیو کرنے کے دوران ذرا سیٹ کے نیچے دبک گیا تاکہ ونڈ اسکرین کو توڑ کر آنے والی گولیوں سے محفوظ رہ سکے۔ پھر اس نے اچانک رفتار بڑھادی۔ پولیس والے سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ وہ ان کی گاڑیوں سے ٹکرانے کا حوصلہ یا حماقت کرے گا۔ انھوں نے وارننگ کے طور پر پہلے ہوائی فائرنگ کی۔ دوسری بار انھیں فائر کرنے کا موقع نہیں ملا۔ علی کی کار ان کی گاڑیوں سے آکر ٹکرانے والی تھی۔ وہ گاڑیوں کے پیچھے سے جان بچانے کے لیے بھاگ رہے تھے، دونوں گاڑیاں دو طرف گھوم گئی تھیں۔ وہ تیز رفتاری سے ڈرائیو کرتا ہوا دور نکلتا جا رہا تھا۔ پولیس والوں نے سنبھلنے کے بعد فائرنگ شروع کی۔ تب تک وہ رینج سے بہت دور جا چکا تھا۔ ایک افسر کار ٹیلیفون کے ذریعے اگلی بستی والوں سے رابطہ قائم کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا "یہ کار چھین کر لے جانے والا علی تیمور ہی ہو سکتا ہے، اسے روکو۔"

جب وہ سمندر میں تھا۔ چاروں طرف پانی ہی پانی تھا، بچ نکلنے کا کوئی راستہ نہ تھا۔ تب وہ بچ کر یہاں تک پہنچ گیا تھا۔ یہاں کھلے میدان میں بھلا کون اس کا ہاتھ پکڑ سکتا تھا؟

وہ طوفانی رفتار سے ڈرائیو کر رہا تھا۔ لیلیٰ نے آکر کوڈ ورڈز ادا کیے پھر پوچھا "کہاں جا رہے ہو؟"

"کارزبروک۔"

"ہاں میں نے کہا تھا سونیا ثانی اسی شہر کے ایک چھوٹے سے پورٹ پر طیارہ اتارے گی لیکن اس طیارے کو اتارنے کی اجازت نہیں دی جا رہی ہے۔"

"پھر کیا ارادہ ہے؟"

"سیدھی سی بات ہے۔ میں اور سلطانہ یہاں کے حکام اور فوجی افسروں کی کھوپڑیوں میں زلزلہ پیدا کر سکتی ہیں۔ وہ ہاتھ جوڑ کر طیارے کو یہاں اتارنے اور تمھیں یہاں سے چلے جانے کو کہیں گے لیکن سونیا ثانی صرف اطلاعات حاصل کرنے کے لیے ٹیلی پیتھی کی امداد قبول کرتی ہے۔ جہاں اپنے جوہر دکھانے کی بات آتی ہے۔ وہاں ہمارے تعاون سے انکار کر دیتی ہے۔"

علی نے کہا "اس سے کہو میں جس سڑک پر جا رہا ہوں۔ اس کے اطراف ایک بھی درخت نہیں ہے۔ وہ یہاں طیارہ اتار سکتی ہے۔"

لیلیٰ نے کہا "کمال ہے، تم جو کہہ رہے ہو، وہی سونیا ثانی کرنے والی ہے، وہ اسی راستے کو تلاش کرتی ہوئی آئے گی۔ اسی جگہ کو مناسب سمجھے گی تو یہیں طیارہ اتارے گی۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی پرواز کرتے ہوئے طیارے کی آواز سنائی دینے لگی۔ دور آسمان پر ایک بتی جلتی بجھتی چلی آرہی تھی۔ لیلیٰ نے سونیا ثانی کے پاس آکر کہا "علی نے اس طیارے کو دیکھ لیا ہے۔ وہ سفید رنگ کی کار میں اسی راستے پر ہے جو تمھیں نظر آرہا ہے۔ پائلٹ کو گائیڈ کرو۔"

طیارہ زمین کے قریب آنے لگا۔ کارزبروک کے شہر سے آنے والی پولیس گاڑیوں کے سائرن سنائی دے رہے تھے۔ ان سے کوئی تین کلومیٹر کے فاصلے پر علی اپنی گاڑی میں شہر کارزبروک کی طرف بڑھ رہا تھا لیکن رفتار بہت سست کر دی تھی۔ دوسری طرف سے آنے والی پولیس گاڑیوں کو بھی رفتار سست کرنی پڑی کیونکہ طیارہ ان کے اوپر سے پرواز کرتا ہوا پختہ سڑک پر اترنے آرہا تھا۔

پھر انھوں نے حیرانی سے دیکھا طیارہ دور جا کر سڑک پر اتر رہا تھا۔ چونکہ وہ بہت دور جا کر اتر رہا تھا اس لیے وہ یہ نہیں دیکھ سکے کہ طیارے کے دروازے میں سے ایک رسا لٹکایا گیا ہے۔ علی کار سے اتر کر دوڑتا آرہا تھا۔ پھر وہ رسا پکڑ کر لٹک گیا۔ اوپر چڑھنے لگا۔ اسی وقت پیچھے آنے والی پولیس گاڑیوں سے فائرنگ شروع ہو گئی۔ ابھی وہ شوٹنگ رینج سے باہر تھا۔ جب رینج میں آیا تو دروازے کے اندر پہنچ چکا تھا۔ دروازہ بند ہو گیا تھا۔ طیارے کی رفتار بڑھ گئی تھی۔ پولیس گاڑیاں کافی فاصلے پر تیزی سے چلی آرہی تھیں لیکن قریب پہنچنا ان کے مقدر میں نہیں تھا۔ طیارے نے زمین چھوڑ دی۔ فضا میں بلند ہوتا ہوا دور پرواز کرتا چلا گیا۔ پولیس گاڑیاں رک گئیں۔ ایک افسر نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے فوج کے ایک اعلیٰ افسر سے رابطہ قائم کیا۔ پھر کہا "جناب! یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آئی کہ فرہاد کے بیٹے کو گرفتار کرنے کے لیے فوج سامنے کیوں نہیں آئی۔ میں افسوس ناک خبر سنا رہا ہوں۔ اسے فرانس کا ایک طیارہ یہاں سے لے گیا ہے۔"

فوج کے افسر کی آواز سنائی دی "تم افسوس ناک خبر نہیں بلکہ خوش خبری سنا رہے ہو۔ خدا کا شکر ہے علی تیمور ہماری زمین چھوڑ کر چلا گیا ہے تم بھی شکر ادا کرو۔ دیٹس آل۔"

ادھر رابطہ ختم ہوا، ادھر علی اور سونیا ثانی کا پہلا رابطہ ہوا۔ علی جہاز پر سوار ہوتے ہی دروازہ بند کرنے میں پرنس ڈیگر کی مدد کر رہا تھا۔ ثانی پائلٹ کے پاس تھی۔ جب طیارہ فضا میں بلند ہو کر پرواز کرنے لگا تو وہ حفاظتی بند کھول کر پائلٹ روم سے باہر آئی۔ علی پرنس کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور حفاظتی بند کھول رہا تھا۔ وہ مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھا کر بولی "میرا نام ثانیہ ہے لیکن مجھے سونیا ثانی کہتے ہیں۔"

علی مصافحہ کرنے کے دوران اسے دیکھتا رہا۔ وہ مسکرا کر بولی "میں سر سے پاؤں تک مادام سونیا لگ رہی ہوں، یہی دیکھ رہے ہو نا؟"

"نہیں، میں نے مما کی کتنی ہی ڈمیز دیکھی ہے۔ میں تمھاری صورت دیکھنے کے بہانے تمھارے حوصلے اور طریق کار کو دیکھ رہا ہوں تم نے شکست تسلیم نہیں کی، مایوس ہو کر میدان نہیں چھوڑا۔ آخر مجھے طیارے میں سوار کرا ہی لیا۔ مجھے تعریف کرنی نہیں آتی صرف اتنا کہتا ہوں، تم بہت اچھی ہو۔"

پرنس ڈیگر نے علی اور ثانی کے ملے ہوئے ہاتھوں کو دیکھا پھر جلدی سے علی کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچتے ہوئے اور مسکراکر جبراً مصافحہ کرتے ہوئے کہا "مسٹر علی! کچھ میری بھی تعریف کرو، تمھارے لیے میں نے ہی دروازہ کھولا تھا۔"

علی نے ایک ہاتھ سے مصافحہ کیا دوسرے ہاتھ سے اس کے شانے کو تھپکتے ہوئے کہا "تھینکس اے لاٹ۔ میں تمھیں برائن وولف سمجھ رہا تھا لیکن اپنی تعریف سننے کے شوق میں تم نے بدلتے ہوئے لہجے پر دھیان نہیں دیا۔ اس وقت تم برائن وولف کے نہیں اپنے ذاتی لہجے میں بول رہے ہو۔"

چوری پکڑی جانے پر اس نے پریشان ہو کر سونیا ثانی کو دیکھا۔ وہ بولی "تم نے علی کے سامنے حماقت کی ہے۔ کسی عیار دشمن کے سامنے اپنی آواز اور اپنی حرکتوں پر دھیان نہیں دو گے تو بھانڈا پھوٹ جائے گا۔ اپنے ساتھ مجھے بھی مصیبتوں میں مبتلا کرو گے۔"

اس نے جھینپ کر علی کو دیکھا۔ پھر خیال خوانی کے ذریعے ثانی سے کہا "میں تسلیم کرتا ہوں کہ مجھ سے غلطی ہوئی لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم دوسروں کے سامنے میری انسلٹ کرو۔"

"علی کوئی دوسرا نہیں ہے۔ یہ فرہاد کا بیٹا اور بابا صاحب کے ادارے کا سب سے مضبوط بازو ہے۔"

پھر وہ زبان سے بولی "علی کی موجودگی میں آئندہ سوچ کے ذریعے گفتگو نہ کرو۔ جب تک ہمارا ساتھ ہے، ہم تینوں کسی سے کوئی بات نہیں چھپائیں گے۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولا "مسٹر علی! میں اناڑی نہیں ہوں پھر بھی انسان کو آخری سانس تک بہت کچھ سیکھتے رہنا چاہیے۔ یہ سونیا کی محبت ہے کہ اس نے موجودہ مہم میں مجھے اپنے ساتھ رکھا ہے۔ تم دیکھو گے، آئندہ میں زندگی کے ہر مرحلے میں اس کے ساتھ رہوں گا۔"

علی نے کہا "میں ضرور دیکھوں گا۔ ویسے زندگی کے دوسرے مرحلے ابھی دور ہیں۔ ہمیں موجودہ مرحلے کے متعلق سوچنا اور گفتگو کرنا چاہیے۔"

سونیا ثانی نے کہا "ویلی کے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھائی نے کام بگاڑ دیا ہے۔ اس کی وجہ سے مجھے اور تمھیں امریکا سے نکلنا پڑا۔"

علی نے کہا "پھر بھی ثانیہ! ہم ناکام نہیں رہے۔ تمھاری زبردست پلاننگ کے باعث امریکا سے سونیا کے نکلنے کے باوجود وہاں سونیا موجود ہے۔"

پرنس ڈیگر سونیا ثانی کو غور سے دیکھ رہا تھا اور ان کی باتیں سن رہا تھا۔ اس نے کہا "سونیا! ابھی تم نے علی سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا کہ تم ثانیہ یا سونیا ثانی ہو۔ یہ درست ہے کہ تم نے فرضی نام رکھا ہے لیکن جب علی سے کوئی بات چھپائی نہیں جاتی تو اسے صاف صاف بتاؤ کہ تم اس کی سونیا مما ہو اور امریکا میں اپنے پیچھے ڈمی سونیا کو چھوڑ کر آئی ہو۔"

وہ بولی "تم ہماری بات کہیں سے کہیں لے جا رہے ہو۔ میں تمھاری معلومات میں اضافہ کرنے کے لیے کہہ دوں کہ میں سونیا کی بیٹی ثانیہ ہوں۔ میری ماں نے کبھی ناکام ہو کر میدان نہیں چھوڑا۔ وہ اب بھی امریکا میں ہیں اور میدان میں ڈٹی ہوئی ہیں۔"

"یعنی سونیا نے مجھے دھوکا دیا ہے؟"

"یہ دھوکا نہیں حکمت عملی ہے۔ خاص موقع پر خاص لوگوں سے بھی باتیں چھپائی جاتی ہیں۔ جس طرح تمھیں نہیں بتایا گیا کہ میری ماں کہاں ہے؟ اسی طرح علی کو بھی اب تک میرے متعلق کچھ نہیں بتایا گیا تھا اور مجھے بھی یہ نہیں بتایا جا رہا ہے کہ مما اب کہاں ہیں اور کیا کرتی پھر رہی ہیں۔ یہ بات دماغ سے نکال دو کہ تمھیں دھوکا دیا گیا ہے۔"

"تم درست کہتی ہو لیکن سونیا فرہاد سے کوئی بات نہیں چھپاتی تھی۔"

"مسٹر پرنس! وہ فرہاد تھا۔ تمھارے پاس ابھی صرف فرہاد کا چہرہ ہے۔ اس کی صلاحیتیں نہیں ہیں۔ تم ٹریننگ کے مرحلوں سے گزر رہے ہو۔ جب خود کو مکمل فرہاد ثابت کرنے لگو گے تو ہم سب آنکھیں بند کر کے تم پر بھروسا کریں گے۔"

علی نے کہا "ہم اپنے موضوع سے ہٹ رہے ہیں۔"

پرنس نے کہا "یہ بھی اہم موضوع ہے کہ میرے سامنے سونیا نہیں اس کی بیٹی ہے۔ دراصل میں سونیا سے عمر میں چھوٹا ہوں۔ میں نے کئی بار کہا سونیا تم میری آئیڈیل ہو۔ وہ مسکرا کر کہتی تھی، مجھے ایسی ہی آئیڈیل ملے گی۔ اب دیکھو اس نے اپنی بیٹی کو میرے ساتھ چھوڑ رکھا ہے۔ سونیا کا طریقۂ کار عجیب ہے، میں انکار نہیں کر سکوں گا کہ آئیڈیل میرے پاس ہے۔ ثانیہ! میں تمام عمر تمھاری ماں کی قدر کرتا رہوں گا اس نے میری بہت بڑی آرزو پوری کی ہے۔"

وہ بیزار ہو کر بولی "تمھیں پتا ہے، میں کس سے محبت کرتی ہوں؟"

"کس سے؟"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"کام، کام اور صرف کام سے۔ مجھے کسی کے نام سے اور اس کی خوبروئی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں نیویارک میں کئی بار کہہ چکی ہوں، مجھ سے صرف کام کی باتیں کیا کرو۔"

"مس ثانیہ! زندگی میں کام کے علاوہ بھی بہت کچھ ہے۔"

"اس بہت کچھ کے متعلق سوچنے کی فرصت ملے گی تو میں سوچوں گی فی الحال پلیز، کام کی باتیں کرو۔ نہیں کر سکتے ہو تو ہماری باتیں سنو۔"

اسپیکر سے پائلٹ کی آواز سنائی دی۔ "مادام! آگے موسم خراب ہے۔ گرین لینڈ کے جنوب میں برفانی طوفان آیا ہوا ہے۔ مجھے طیارے کو پھر بحر اوقیانوس کی طرف لے جانا ہوگا۔"

وہ ایک سیٹ کی پشت سے مائک اٹھا کر بولی۔ "واپس نہ جاؤ طیارے کو بیفن آئی لینڈ یا کینیڈا کے شمالی حصے کی طرف لے چلو۔ ذرا ایک منٹ۔"

پھر اس نے علی سے کہا۔ "سوری، میں نے تم سے مشورہ لیے بغیر ایسا کہہ دیا۔ تم بتاؤ ہمیں کدھر کا رخ کرنا چاہیے؟"

"تم میرے آیندہ ارادوں کے مطابق کہہ رہی ہو۔"

وہ پائلٹ سے بولی۔ "تم نے علی کی بات سن لی۔"

"یس مادام! میں طیارے کو کینیڈا کے شمال کی طرف لے جا رہا ہوں۔"

پرنس ڈیگر نے دونوں کو باری باری دیکھا پھر سونیا ثانی سے پوچھا۔ "تم نے علی کے آیندہ ارادوں کو کیسے سمجھ لیا؟ وہ ارادے کیا ہیں؟"

"سمجھنا کچھ مشکل تو نہیں ہے۔ فرہاد کے خاندان کا کوئی فرد کبھی میدان سے نہیں بھاگتا۔ اگر مجبور کیا جائے تو وہ ذرا پیچھے ہٹ جاتا ہے پھر گھوم کر میدان میں آجاتا ہے ہم اپنا ادھورا مشن پورا کریں گے۔ ہمارے جتنے دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں انھیں دوست بنائیں گے ان میں سے جو دشمنی پر بضد رہے گا ہم اُسے فنا کر دیں گے۔"

پرنس نے پوچھا۔ "ہم سے کیا مراد ہے؟ کیا تم اور علی؟"

"ہاں اور تم بھی۔ تم ہمارے بہت ہی اہم آدمی ہو۔"

وہ خوش ہو گیا۔ اپنے سر کی طرف انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے بولا۔ "میرے دماغ میں ٹیلی پیتھی ہے اور جسم میں بے پناہ قوت ہے۔ میں ہمیشہ تمھارا اہم آدمی بن کر رہوں گا۔"

سونیا ثانی نے پوچھا۔ "پرنس! اب دشمنوں کا ردِ عمل کیا ہوگا؟"

پرنس نے جواب دیا۔ "وہ مطمئن ہوں گے۔ ہمیں نیویارک سے نکال کر سمجھ رہے ہوں گے کہ خطرہ ٹل گیا ہے۔"

"کیا وہ انٹرنیشنل فلائنگ روٹ کے ذریعے یہ معلوم نہیں کر رہے ہوں گے کہ ایئر فرانس کا خصوصی طیارہ ہمیں کدھر لے جا رہا ہے؟"

"ہاں، یہ تو ضرور معلوم کر رہے ہوں گے۔"

"کیا انھیں یہ معلوم نہیں ہے کہ علی نے نیوفاؤنڈلینڈ میں کہیں طیارہ اُتارا ہے اور ہم بھی اِدھر آئے ہیں؟"

"بے شک انھیں یہ بھی معلوم ہوگا مگر تم ایسے سوالات مجھ سے کیوں کر رہی ہو؟"

"اس لیے کہ تم دشمنوں کو مطمئن سمجھ رہے ہو۔"

وہ ذرا جھجک گیا پھر بات بناتے ہوئے بولا۔ "میں ابھی یہی تجزیہ کرنے والا تھا کہ دشمن کس طرح ہمارے متعلق معلومات حاصل کر رہے ہوں گے۔"

"ان حالات میں بتاؤ، وہ کیسے اقدامات کر رہے ہوں گے؟"

"ایسے ہی جیسے ابھی کارتربروک کے ائرپورٹ پر ہمارے اُترنے پر پابندی عائد کرائی تھی تاکہ ہم مسٹر علی کو یہاں سے نہ لے جا سکیں۔ اب یہ طیارہ جہاں بھی اُترے گا، وہاں ہمارے استقبال کے لیے دشمن موجود ہوں گے۔"

"کون سے دشمن؟"

"یہی سپر ماسٹر کے فوجی جوان۔"

وہ بولی۔ "پرنس! تمھیں جغرافیہ اور تاریخ کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ موجودہ سیاست اور حکومتوں کے متعلق معلومات حاصل کرتے رہنا چاہیے۔ ہم کینیڈا کے شمال میں بیفن آئی لینڈ کی طرف پرواز کر رہے ہیں۔ ان علاقوں میں نہ امریکا کا قانون ہے اور نہ ہی سیاسی سمجھوتے کے بغیر اِدھر امریکی فوجی آسکتے ہیں۔"

وہ ناگواری سے بولا۔ "امتحان دینے کے لیے میں ہی نظر آیا ہوں، علی کا بھی امتحان لو۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "شاید تمھیں نہیں معلوم... کہ باباصاحب کے ادارے کے بڑے بڑے معلم علی تیمور کو انسائیکلوپیڈیا کہتے ہیں اور انسائیکلوپیڈیا کا امتحان بھلا کون لے سکتا ہے؟ اس سے تو پوچھا جاتا ہے، معلومات حاصل کی جاتی ہیں۔"

علی نے کہا۔ "ثانیہ پلیز! آیندہ میری تعریف میں ایک لفظ بھی نہ کہنا۔ تعریف انسانی صلاحیتوں کو کبھی پنپنے نہیں دیتی۔"

پرنس نے کہا۔ "مسٹر انسائیکلوپیڈیا! میں تم سے پوچھتا ہوں کہ جب سپر ماسٹر کو ہماری منزل کا پتا ہے اور وہ یہ سمجھ سکتا ہے کہ ہم گھوم پھر کر پھر اُس کے ملک میں داخل ہوں گے تو کیا وہ ہمارے لیے مشکلات پیدا نہیں کرے گا؟"

"ضرور کرے گا۔ تمھارے خیال کے برعکس ہمارے استقبال کے لیے امریکی فوجی نہیں آئیں گے بلکہ اس حکومت کے غنڈے، بدمعاش اور قاتل آئیں گے۔ وہ ہماری واپسی کا راستہ روکیں گے۔"

"ان حالات میں ہم پوری طرح اُن کی نظروں میں رہیں گے۔ امریکا میں داخل نہیں ہو سکیں گے۔"

"کوئی ملک ہمارے لیے اپنی سرحدیں بند نہیں کرتا بلکہ بند کر ہی نہیں سکتا۔ ہمارے پاس ہزار راستے ہیں۔ تمھاری یہ بات غلط ہے کہ ہم اُن کی نظروں میں رہیں گے۔ درست یہ ہے کہ ہم خود اُن کی نظروں میں رہنے کی کوشش کرتے رہیں گے۔"

"یہ کیا بات ہوئی؟"

"یہی تو بات ہے، ثانیہ تم جواب دے دو۔"

وہ بولی۔ "ہم اِدھر دشمنوں کی نظروں میں رہ کر انھیں یقین دلاتے رہیں گے کہ سونیا اور علی تیمور امریکا سے باہر ہیں جبکہ سونیا ممّا ملک کے اندر موجود رہ کر اپنا کام کرتی رہیں گی۔"

پرنس نے حیرانی سے پوچھا۔ "کیا تم دونوں خیال خوانی کے ذریعے ایک دوسرے کے دل اور دماغ کی باتیں سمجھ لیتے ہو؟"

"تمھیں اچھی طرح معلوم ہے، ہمیں خیال خوانی نہیں آتی اور نہ ہی کوئی ایک گھنٹے سے ہمارے دماغ میں آیا ہے۔"

"پھر تم علی تیمور کے ارادے کیسے سمجھ لیتی ہو اور علی تمھارے اندر کی بات کیسے جان لیتا ہے؟"

"پرنس! تم خواہ مخواہ اُلجھ رہے ہو، یہ دو اور دو چار والی حقیقت ہے۔ ہم اپنے حالات کو ہر پہلو سے سمجھ کر اُس سے صحیح نتیجہ نکال کر ایک رائے قائم کرتے ہیں۔ چار آدمی اسی اصول پر کام کریں تو چاروں کے خیالات ایک ہوں گے جبکہ ہم دو ہی ہیں۔"

علی نے اپنی سیٹ سے اُٹھ کر کہا۔ "میں ابھی پائلٹ سے مل کر آتا ہوں۔"

وہ کیبن میں چلا گیا۔ پرنس کے چہرے سے اطمینان ظاہر ہو رہا تھا۔ وہ بولا۔ "تھینکس گاڈ! کچھ تو تنہائی نصیب ہوئی ہے۔"

"اس تنہائی میں تمھارا ارادہ کیا ہے؟"

"بات یہ ہے کہ ہم اپنے خاص آدمی کے سامنے بھی کچھ ضروری باتیں نہیں کر سکتے۔ مانا کہ علی خاص بندہ ہے مگر میں دل کی بات تو صرف تم سے ہی کر سکتا ہوں۔"

"پھر تو اچھا موقع ہے، دل کی بات جلدی سے کہہ دو۔"

"تمھاری ممّا سے ملاقات ہوگی تو وہ گواہی دیں گی کہ تم میری آئیڈیل ہو۔"

"تو پھر ملاقات کا انتظار کرو، میں اُن کی گواہی سنوں گی۔"

"آں... وہ تم سمجھیں نہیں۔ تمھاری ممّا سے تو ملاقات ہو جائے گی لیکن تمھارے دل میں بھی میرے لیے کوئی جذبہ ہوگا۔"

"اوہ نو، دل میں جذبہ نہیں ہوتا۔ تمام جذبات اور احساسات کا تعلق دماغ سے ہوتا ہے۔ اب تم پوچھو گے کہ کیا میرے دماغ میں تمھارے لیے کوئی جگہ نہیں۔"

"میں یہی پوچھنے والا تھا۔"

"ہاں، تمھارے لیے جگہ ہے اسی لیے تو تم دماغ میں آکر باتیں کرتے ہو۔"

"دیکھو، تم انجان بن رہی ہو، مجھے ٹرخا رہی ہو۔ تم صاف صاف بتاؤ کیا میں تمھارے قابل نہیں ہوں؟"

"میرے قابل نہیں ہو، اسی لیے تو تمھیں میرے ساتھ رکھا گیا ہے۔ تم اپنی ذہانت، حاضر دماغی اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے خود کو قابل بنا سکتے ہو۔"

وہ اپنی مٹھی فضا میں بلند کرتے ہوئے بولا۔ "میں ثابت کر دوں گا کہ میں سونیا کی بیٹی کے شایانِ شان ہوں۔"

"شاباش! یہی جذبہ رکھو۔ جب تک آدمی کے اندر کوئی جذبہ شدت اختیار نہیں کرتا، تب تک وہ کامیابی کی منزلیں طے نہیں کرتا۔"

وہ جذباتی انداز میں بولا۔ "وعدہ کرو میرا انتظار کرو گی۔"

وہ حیرانی سے بولی۔ "میں تمھارے سامنے ہوں... پھر انتظار کہاں کروں گی؟"

پرنس کے حلق سے کراہ نکلی۔ "آہ! تم رومانی باتوں کو کیوں نہیں سمجھتیں؟ میں کہنا چاہتا ہوں، تم میری کامیابیوں اور کارناموں کا انتظار کرو۔"

"ممّا پچھلے چھ ماہ سے تمھارے کسی کارنامے کا انتظار کر رہی ہیں۔ تم نے ابھی تک کچھ کر کے نہیں دکھایا ہے۔"

"اب دکھاؤں گا۔ اب میرے اندر جذبات نے کروٹ لی ہے۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"تم غلط کہہ رہے ہو۔ جذبات ہمیشہ جاگتے رہتے ہیں، نہ سوتے ہیں نہ کروٹ لیتے ہیں۔ جذبات سو جائیں تو آدمی مُردہ ہو جاتا ہے پھر تمھارے جذبات نے کیسے کروٹ لی ہے؟"

"ثانیہ! کیا تم میرا مذاق اڑا رہی ہو؟"

"مَیں حقیقت بیان کر رہی ہوں اور تم مذاق سمجھ رہے ہو کسی سے بھی پوچھ لو۔ طبّی نکتۂ نظر سے جذبات کبھی نہیں سوتے۔"

"مَیں طب اور سائنس کی نہیں محبت کی بات کر رہا ہوں۔"

"تو کرو نا، اتنی دیر سے دل، دماغ، جذبات اور احساسات کی باتیں کر رہے ہو، ان باتوں کا تعلق طب سے ہے۔"

"محبت سے بھی ہے۔"

"کیسے ہے؟"

"وہ... وہ ایسے کہ جیسے محبت میں دل دھڑکتا ہے۔"

وہ بولی "ہم جب سے پیدا ہوئے تب سے دل دھڑکتا ہے، اس میں محبت کہاں سے آگئی؟"

وہ مٹھیاں بھینچ کر دانت پیس کر بولا "میں اپنا سر پھوڑ لوں گا۔"

علی تیمور، پائلٹ کیبن سے باہر آ رہا تھا۔ اس نے حیرانی سے پوچھا "کیا بات ہے؟"

سونیا ثانی نے کہا "یہ بہت دیر سے محبت کرنا چاہتے ہیں مگر علم طب کا مسئلہ شروع کر دیتے ہیں۔"

پرنس نے کہا "تم سمجھتی کیوں نہیں؟ دل، دماغ، جذبات اور احساسات کا تعلق محبت سے ہے۔"

"یہی تو پوچھتی ہوں کیسے؟"

علی نے کہا "مسٹر پرنس! تم اتنی دیر سے نہ سمجھا سکے۔ مَیں سمجھاتا ہوں۔ دیکھو ثانیہ! ماں کے سینے سے دودھ کا چشمہ بہتا ہے۔ یہ علم طب کا مسئلہ ہے کہ قدرت نے دودھ کیسے پیدا کیا لیکن جو دودھ بچے کے مُنہ میں جاتا ہے وہ مامتا ہے۔ مامتا انسان کی پہلی محبت ہوتی ہے۔"

پرنس نے کہا "اے بھائی! تم کون سی محبت لے بیٹھے، میں دوسری محبت کی بات کر رہا تھا۔"

"اچھا وہ دوسری محبت؟ ہاں سمجھ گیا۔ دیکھو ثانیہ! مسٹر پرنس کہنا چاہتے ہیں کہ محبت جب حد سے بڑھ جاتی ہے تو عبادت بن جاتی ہے۔ عبادت صرف خدا کی ہوتی ہے لہٰذا انسان ماں کے بعد جو دوسری محبت سیکھتا ہے، وہ خدا سے ہوتی ہے۔"

"مسٹر علی! اتنے بھولے اور پارسا نہ بنو کیا تم نے ایک لڑکی سے محبت نہیں کی تھی، جسے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے مار ڈالا تھا۔"

علی نے ایک گہری سانس لی۔ سونیا ثانی کو دیکھا پھر کہا "ہاں وہ بہت مختصر سی عمر لے کر آئی تھی۔"

پرنس نے پوچھا "اب بتاؤ کیا وہ تمھاری محبت نہیں تھی؟"

"نہیں دوست! اپنی عقل سے اور سچے دل سے تسلیم کرو کہ کوئی لڑکی محبت نہیں ہوتی، وہ ضرورت ہوتی ہے۔ مرد کے ارمانوں کی، خواہشوں کی اور جذبوں کی تکمیل کا ذریعہ ہوتی ہے۔ ہم لفظوں کی جادوگری سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ ہمیں اس سے دلی اور روحانی محبت ہے سچائی سے یہ نہیں کہتے کہ تنہائی میں اس کی ضرورت ہے۔"

"اے بھائی! تم تو محبت کو ہتھوڑا مار رہے ہو۔"

"تمھیں ہتھوڑا لگ رہا ہے۔ یہ سیدھی سی بات سمجھ میں نہیں آتی کہ لین دین کا جو سودا ہوتا ہے اسے لوگ محبت کہہ دیتے ہیں۔ مرد اپنی کمائی دیتا ہے، عورت اپنی عزت اسے دیتی ہے، مرد اُسے گھر دیتا ہے، عورت اُسے آرام دیتی ہے، مرد اُس کی کوکھ میں بچے دیتا ہے عورت اس کی نسل کو جوان اور قابلِ فخر بناتی ہے... اگر لین دین میں کمی آجائے تو محبت کا سودا نہیں ہو پاتا۔ عورت اپنا جسم نہ دے تو مرد اپنی کمائی نہیں دیتا۔ دونوں ایک دوسرے کی ضرورت ہیں۔ اس ضرورت کو محبت کا پُرفریب نام دینے سے محبت نہیں ہو جاتی۔"

پرنس نے ثانیہ سے کہا "دیکھو! یہ مسٹر کیسی باتیں کر رہے ہیں، تمھاری جیسی حسین لڑکی کی توہین کر رہے ہیں۔ کیا لڑکیاں صرف ضرورت کے لیے ہوتی ہیں؟ کیا یہ تمھاری انسلٹ نہیں ہے؟"

"بے شک اگر میں ایسی لڑکی بن جاؤں جو صرف مرد کی ضرورت پوری کرنے کے لیے زندہ رہتی ہے۔ مرد سے الگ اپنی کوئی شخصیت نہیں بناتی، اپنی کوئی الگ اہمیت نہیں رکھتی ہے تو پھر یہ لڑکی کے لیے انسلٹ کی بات ہے اور وہ اس توہین کا بُرا مان کر مرد کا کچھ بگاڑ نہیں سکتی۔ میں محبت کے نام پر ضرورت پوری کرنے والی بے چاری نہیں ہوں۔"

اُس نے دونوں کو دیکھا پھر بولا "تم دونوں کی کھوپڑی ایک جیسے کس طرح سوچتی ہے ویسے یہ میرے حق میں اچھی بات ہے کہ مسٹر علی محبت کو نہیں مانتے ہیں۔ ثانیہ! مَیں تمھیں محبت کرنا سکھاؤں گا۔"

علی مسکراتا ہوا ثانی کے پاس آیا پھر بولا "پلیز، پائلٹ کو کافی پلا دو۔"

وہ اٹھتے ہوئے بولی "یقیناً ہم بھی پئیں گے۔"

وہ کافی تیار کرنے چلی گئی۔ پرنس نے پوچھا "مسٹر علی! کیا تم واقعی محبت کو نہیں مانتے؟"

"مانتا ہوں... یہ مانتا ہوں کہ محبت میں عقل کام نہیں کرتی اور جہاں عقل کام نہیں کرتی، وہاں سے میں نہیں گزرتا۔"

وہ خوش ہو کر بولا "واقعی تم عقل مند ہو تمھیں ایسے راستے پر نہیں چلنا چاہیے۔"

"بے شک، مَیں ایسا راستہ بے وقوفوں کے لیے چھوڑ دیتا ہوں۔"

"بہت اچھا کرتے ہو، میں تو..."

وہ کہتے کہتے رُک گیا پھر گھور کر بولا "تم مجھے بے وقوف کہہ رہے ہو۔"

"میں تمھیں نہیں محبت کرنے والوں کو کہہ رہا ہوں۔"

وہ سیٹ کے ہتھے پر ہاتھ مارتے ہوئے بولا "میں بھی محبت کرتا ہوں اور سونیا ثانی سے محبت کرتا ہوں۔"

"تمھیں پہلے بتانا چاہیے تھا، میں ہرگز بے وقوف نہ کہتا۔"

"کوئی بات نہیں، میں تمھیں ایسا دوست سمجھتا ہوں جو اپنے دوست کا حق نہیں مارتا۔ میرا ایک کام کرو گے؟ سونیا ثانی کو میرے دل کی بات سمجھاؤ گے۔"

"سوری مسٹر پرنس! میرے پاس اتنا فالتو وقت نہیں ہے۔ میں پچھلے تین گھنٹے سے سونیا ثانی کے ساتھ ہوں۔ اتنی سی دیر میں سمجھ گیا ہوں کہ وہ کس ٹائپ کی لڑکی ہے۔ وہ محبت جیسی فضولیات میں نہیں پڑے گی۔"

"صاف کیوں نہیں کہتے کہ تمھاری نیت خراب ہے۔ اُسے میری محبت نہیں اپنی تنہائی کی ضرورت بنانا چاہتے ہو۔"

علی نے ہونٹوں کو سختی سے بھینچ لیا۔ دانت پر دانت جما لیے۔ اُسے غصہ نہیں آتا تھا۔ ناقابلِ برداشت کو بھی برداشت کر لیتا تھا۔ ابھی محض اس لیے غصہ آ رہا تھا کہ پرنس اس کی سونیا ثانی کی بیٹی کے لیے غلط بات کہہ رہا تھا۔ لیکن غصے کو برداشت کرنے کی تربیت کام آئی۔ اس نے بڑی مشکل سے لہجے کو نرم کرتے ہوئے کہا "پرنس! تمھیں انسانیت کا واسطہ دے کر سمجھاتا ہوں۔ ہوس انسان کو درندہ بنا دیتی ہے، تمھیں مردانگی کا واسطہ دے کر سمجھاتا ہوں کہ دو مردوں کے سائے میں ایک لڑکی کو ہر طرح کا تحفظ ملنا چاہیے۔ اس کی عزت، اَنا اور عورت پن کے خلاف کوئی بات نہیں کرنا چاہیے۔ آگے تم سمجھ دار ہو۔"

وہ اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔ ناگواری سے بولا "تم مجھے نادان سمجھ کر نصیحت کر رہے ہو۔ کیا خود کو بہت زیادہ عقل مند سمجھتے ہو؟ کیا تم اس ٹیم کے لیڈر ہو؟ میں تم سے عمر میں اور تجربات میں بڑا ہوں۔ تم ٹیلی پیتھی نہیں جانتے میں جانتا ہوں۔"

"تمھاری ٹیلی پیتھی میرے لیے صفر ہے۔ ہاں یہ مانتا ہوں کہ عمر میں بڑے ہو۔ اتنے بڑے کہ سونیا ثانی تمھاری بیٹی نظر آتی ہے۔"

پرنس ایک دم سے بھڑک گیا۔ اُسے گالی دیتا ہوا ایک ہاتھ مارنا چاہتا تھا۔ علی نے ہاتھ پکڑ کر جھٹکا دیا تو وہ اِدھر آیا۔ دوسرے جھٹکے میں اُدھر گیا۔ اس نے بچاؤ کے لیے دوسرا ہاتھ اُٹھایا۔ علی سے پنجہ لڑانا چاہتا تھا، شامت آگئی تھی۔ پنجہ ملاتے ہی یوں لگا جیسے فولادی شکنجہ میں انگلیاں پھنس گئی ہیں۔ اُس کے حلق سے چیخیں نکلنے لگیں۔ سونیا ثانی دوڑتی ہوئی آئی۔ پریشان ہو کر بولی "یہ کیا ہو رہا ہے، پلیز علی اسے چھوڑ دو۔"

علی نے کہا "اس نے مجھے گالی دی ہے، یہ اتنی دیر زندہ نہ رہتا۔ زندہ صرف اس لیے ہے کہ ممّا نے اسے ہمارے ساتھ رکھا ہے۔"

"میں ممّا کا واسطہ دیتی ہوں اسے چھوڑ دو۔ ہمارے پاس فرسٹ ایڈ کا سامان نہیں ہے اس کی انگلیاں ٹوٹ جائیں گی تو یہ ہمارے لیے پرابلم بن جائے گا۔"

"تم ممّا کا واسطہ دے رہی ہو اگر یہ گالی دینے والی زبان کو اپنے دانتوں سے کاٹے گا تو چھوڑ دوں گا۔"

پرنس سمجھ رہا تھا کہ انگلیاں ٹوٹنے والی ہیں۔ اس نے اپنی ہی زبان اپنے دانتوں تلے زور سے دبائی پھر تکلیف سے چیخ پڑا۔ علی نے ہاتھ چھوڑ دیا۔ وہ ایک کرسی پر گر کر تکلیف سے کراہتے ہوئے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ سے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

سہلانے لگا۔ ثانی نے کہا "طیارے کو زمین پر اتارا جا رہا ہے، سیفٹی بیلٹ باندھ لو۔"

علی ایک سیٹ پر بیٹھ کر بیلٹ باندھ رہا تھا۔ پرنس کا ہاتھ اس قابل نہیں تھا۔ سونیا ثانی نے اس کا بیلٹ باندھتے ہوئے آہستگی سے کہا "یہ سب ہی جانتے ہیں کہ علی کو غصہ برداشت کرنا آتا ہے لیکن گالی کوئی بھی برداشت نہیں کرتا، ایسی غلطی دوبارہ نہ کرنا۔"

خود بھی اپنی سیٹ پر جا کر اپنا سیفٹی بیلٹ باندھنے لگی۔

اب پرنس میں گالیاں دینے کی جرات نہیں تھی مگر اس کے اندر گالیوں اور نفرتوں کا آتش فشاں کھول رہا تھا۔ سونیا ثانی کے سامنے اس کی بڑی بے عزتی ہوئی تھی۔ اس کے خیال میں علی ہیرو بن گیا تھا اور جب تک اسے زیر و بنا کر سونیا ثانی کے سامنے اس پر غالب آ کر خود ہیرو نہ بن جاتا، تب تک اس کے اندر کا آتش فشاں سرد نہیں پڑ سکتا تھا۔

پائلٹ نے اطلاع دی کہ طیارہ زمین پر اترنے والا ہے پھر تھوڑی ہی دیر میں اس کے پہیے زمین سے لگ گئے۔ طیارہ دوڑتے دوڑتے بتدریج آہستہ ہوا پھر بالآخر رک گیا۔ انھوں نے سیفٹی بیلٹ کھول کر کھڑکیوں سے دیکھا باہر دور تک برف ہی برف دکھائی دے رہی تھی۔ جہاں طیارہ اتارا گیا تھا اس راستے کی برف ہٹا دی گئی تھی۔ وہ نسکا وپی ٹاؤن کا ایک چھوٹا سا ائرپورٹ تھا۔ وہ ائرپورٹ اور اس کی چھوٹی سی عمارت ویران نظر آ رہی تھی۔ رات کے اس حصے میں چند مزدور رن وے سے برف ہٹانے کے لیے رہ گئے تھے اور وہ مزدور سوالیہ نظروں سے اس طیارے کو دیکھ رہے تھے۔

وہ سیڑھیوں کو دھکیلتے ہوئے طیارے کے دروازے تک لے آئے۔ دروازہ کھل گیا۔ علی، سونیا ثانی، پرنس اور پائلٹ نے برفانی علاقے کی مناسبت سے لباس پہن لیے تھے۔ وہ سر سے پاؤں تک اونی اور فر کے لباس میں تھے۔ انھوں نے اپنی اپنی پشت پر ضروری سامان کا کٹ باندھ لیا تھا۔ جدید طرز کی رائفلوں کے ساتھ کارتوس کا اچھا خاصا ذخیرہ تھا۔ اس کے علاوہ ہاتھوں میں اٹیچیاں تھیں۔ باقی سامان کو طیارے میں چھوڑ دیا تھا۔

علی نے ایک مزدور سے پوچھا "یہاں کے افسران اور سیکیورٹی گارڈز کہاں ہیں؟"

اس نے جواب دیا "ائرپورٹ کے قریب ان کے کوارٹرز ہیں۔ وہ وہاں آرام سے سو رہے ہیں۔"

"کیا تم نے ہمارے لیے رن وے سے برف ہٹائی ہے؟"

"نو سر! ہمیں اس طیارے کی آمد کی اطلاع نہیں تھی۔ یہاں باقاعدگی سے جہاز نہیں آتے ہیں۔ کوئی بھولا بھٹکا طیارہ اکثر ادھر آ جاتا ہے۔ شاید آپ بھی بھٹک کر یہاں پہنچ گئے ہیں۔"

"ہاں کچھ ایسی ہی بات ہے۔"

پائلٹ دوسرے مزدوروں سے باتیں کر کے وہاں کے بارے میں معلومات حاصل کر رہا تھا۔ سونیا ثانی چھوٹی سی عمارت کے دروازوں اور کھڑکیوں سے جھانک کر مختلف کمروں کو دیکھتی جا رہی تھی۔ پرنس اس کے ساتھ چلتے ہوئے کہہ رہا تھا "میں بزدل اور کمزور نہیں ہوں۔ میں علی پر جوابی حملہ کر سکتا تھا مگر تمھاری مما اسے بیٹا کہتی ہے، اس لیے میں نے تم ماں بیٹی کی خاطر زیادتی برداشت کر لی کہیں تم مجھے بزدل تو نہیں سمجھ رہی ہو؟"

"ہرگز نہیں، عقل سے کام لینے والا بزدل نہیں ہوتا۔"

"ثانی! میں تم سے محبت کرتا ہوں۔"

وہ ایک کمرے میں جھانکتے ہوئے بولی "محبت کے موضوع پر تم کافی دیر تک بولتے رہے تھے، اب کوئی دوسری بات کرو۔"

"میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔"

"اوہ گاڈ! یہ ویرانہ کیا شادی کی بات کرنے کے لیے ہے؟"

"تم ہاں کہہ دو، شادی بعد میں ہو جائے گی۔"

"تم نے کیسے سوچ لیا کہ مجھ جیسی خطرات سے کھیلنے والی لڑکی شادی کرے گی۔"

"تمھیں ٹیلی پیتھی جاننے والا جیون ساتھی ملے گا تو خطرات سے کھیلنا آسان ہو جائے گا۔"

"پرنس! تم اشاروں میں کہنے والی بات نہیں سمجھ پائے اس لیے صاف طور سے سن لو، میں کسی سے شادی نہیں کروں گی۔ حالات یا تقدیر نے مجبور کیا تو وہ اور بات ہوگی ورنہ شادی کر کے اور بچے پیدا کر کے شوہر اور بچوں کو دشمنوں کے انتقام کا ذریعہ نہیں بننے دوں گی۔"

وہ بولا "یہ مجھے ٹھکرانے کا بہانہ ہے۔"

اس نے جواب نہیں دیا۔ خاموشی سے عمارت کے کوریڈور میں چلتی رہی۔ پرنس نے اس کا بازو پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا "تمھاری خاموشی کو خوب سمجھتا ہوں۔ جب سے تم نے علی کو دیکھا ہے، مجھے نظر انداز کر رہی ہو۔ کیا تم مجھے ٹھکرا کر اسے اپنا یار بنانا چاہتی ہو؟"

اتنا کہتے ہی اس کے منہ سے اوغ کی آواز نکلی۔ سونیا ثانی نے اس کے پیٹ میں ایک کہنی ماری تھی۔ وہ پیٹ پکڑ کر جھکا تو اس نے جوڈو کا داؤ استعمال کر کے اسے کوریڈور کے فرش پر پھینک دیا پھر دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر بولی "مجھے ہاتھ پاؤں توڑنے کے داؤ بھی آتے ہیں مگر تم میرے پاس مما کی امانت ہو، چلو اٹھو۔"

وہ پلٹ کر جانے لگی۔ پرنس فرش پر چاروں شانے چت پڑا ہوا تھا۔ کراہتا ہوا اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اب اندر کا آتش فشاں پھٹ رہا تھا۔ وہ غصے سے کانپتا ہوا سوچ رہا تھا "میں دھوکا کھا رہا ہوں۔ میں نے سپر ماسٹر سے غداری کر کے اور سونیا پر بھروسا کر کے بہت بڑی غلطی کی ہے۔ وہ مجھے جھوٹی محبت کے جال میں پھانس کر ماں تو بنا رہی اور میں فرہاد کا چہرہ اپنا کر خوش ہوتا رہا کہ وہ مجھے دوسرا فرہاد سمجھتی ہے۔"

ایسا سوچتے ہوئے اس نے اپنے ہی منہ پر ایک طمانچہ مارا پھر سوچا "میں گدھا ہوں، مجھ سے بار بار دھوکا ہوتا رہا اور میں کبھی سمجھ نہ سکا مجھ سے کہا گیا کہ میں سونیا کے ساتھ نیویارک جا رہا ہوں اور میں گدھا سونیا ثانی کو سونیا سمجھتا رہا اور یہ سونیا ثانی بھی مجھے ذلیل کر رہی ہے۔ مجھے ٹھکرا کر علی تیمور کی گود میں بیٹھنا چاہتی ہے۔ دونوں نے مجھے کمزور سمجھ کر مجھ پر ہاتھ اٹھایا ہے، اب میں بتاؤں گا کہ میں کتنا شہ زور ہوں اور اتنا چالاک ہوں کہ ان کی بازی الٹ سکتا ہوں!"

وہ اسی طرح فرش پر بیٹھا رہا اور سر جھکائے سوچتا رہا کہ اپنے ملک سے اور اپنی قوم سے غداری کرنے کے بعد کس طرح اپنی غلطی کی تلافی کر سکتا ہے۔

اس نے بیٹھے بیٹھے فوج کے ایک اعلیٰ افسر کی آواز اور لہجے کو یاد کیا پھر خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ افسر نئے نئے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا سپروائزر تھا۔ اس وقت فوج کے جنرل اور کرنل وغیرہ کے سامنے سر جھکائے کھڑا تھا۔ اس سے سوالات کیے جا رہے تھے کہ ایک نیا ٹیلی پیتھی جاننے والا مکی میتھو ہوسٹل سے کیسے غائب ہو گیا ہے اور کہاں گم ہو گیا۔

وہ افسر اپنی صفائی میں کہہ رہا تھا "ہوسٹل کے اندر اور باہر سخت پہرا رہتا ہے کوئی اسے اغوا نہیں کر سکتا۔ وہ خود پہرے داروں کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے بھٹکا کر ہوسٹل سے چلا گیا ہے۔"

سوال کیا گیا "کہاں گیا ہے؟"

"وہ سونیا یا اس عورت کے جال میں پھنس گیا ہے جو کسی نامعلوم تنظیم سے تعلق رکھتی ہے۔ ویلی کے بیان کے مطابق اسی نے ہمارے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے پال ہوپکن کو ٹریپ کرنا چاہا تھا۔"

پرنس نے اس افسر کے دماغ میں کہا "میں جانتا ہوں کون سا مہرہ کہاں رکھا ہوا ہے۔"

افسر نے پوچھا "کون ہو تم؟"

پھر اس نے جنرل سے کہا "سر! میرے دماغ میں کوئی بول رہا ہے۔"

"کون بول رہا ہے؟"

پرنس نے اس افسر کی زبان سے کہا "میں پرنس ڈیگر ہوں۔ اپنی غلطی پر شرمندہ ہو کر آیا ہوں، اگر میری خطا معاف ہو گئی تو میں سونیا اور علی تیمور کی ایسی ایسی باتیں بتاؤں گا جنھیں سن کر آپ حیران رہ جائیں گے۔"

جنرل اور کرنل نے ایک دوسرے کو دیکھا، پھر جنرل نے پوچھا "تم بابا صاحب کے ادارے کے وفادار ہو گئے تھے۔ اب ان سے بھی بے وفائی کر رہے ہو؟ اس کی کیا وجہ ہے؟"

"میں بے شک سونیا کی باتوں میں آ گیا تھا۔ میرا خیال تھا وہ لوگ مجھے اپنا سمجھیں گے، لیکن انھوں نے مجھے بابا صاحب کے ادارے میں قدم رکھنے کا موقع ہی نہیں دیا۔ وہ لوگ اپنا کوئی راز مجھے نہیں بتاتے۔ انھوں نے مجھ پر بھروسا نہیں کیا، اب میری آنکھیں کھل گئی ہیں، جو اپنے ملک اور اپنی قوم سے غداری کرتا ہے اس پر دوسرے کبھی بھروسا نہیں کرتے۔"

"تم باتیں اچھی کر رہے ہو لیکن یہ سونیا کی چال ہو سکتی ہے۔ وہ تمھیں یہاں بھیج کر اپنا کام نکالنا چاہتی ہوگی۔"

"میں کچھ ایسی باتیں بتاؤں گا جس سے آپ کو میری سچائی کا یقین ہو جائے گا۔ میرے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ آپ مجھ پر بھروسا کریں۔ میں آپ لوگوں سے دور رہ کر اپنے وطن کے لیے کام کرتا رہوں گا۔"

"کیا تم بتا سکتے ہو کہ ہمارا ٹیلی پیتھی جاننے والا مکی میتھو کہاں ہے؟"

"وہ اسی ملک میں ہے۔ مجھے اس کی خفیہ پناہ گاہ کا علم نہیں ہے۔ سونیا اسے پیرس بھیجنے کے انتظامات کر رہی ہے۔"

"تمھیں معلوم ہوگا کہ ہم نے سونیا کو یہاں سے نکال دیا ہے۔"

"آپ نے سونیا کو نہیں اس کی ہم شکل بیٹی کو یہاں سے نکالا ہے۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

سب نے حیرانی سے پوچھا "ہم شکل بیٹی؟"

"جی ہاں، اُس کا نام ثانیہ ہے۔ سب اُسے سونیا ثانی کہتے ہیں۔ آپ نے نیویارک میں سونیا ثانی کو دیکھا ہے۔ اُس مکار ماں کی بیٹی نے اپنے چہرے پر ایک اجنبی لڑکی کا میک اپ کیا تھا۔ اُس کے اوپر پھر سونیا کا ماسک چڑھایا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ اُسے اینٹی میک اپ کیمرے سے دیکھا جا سکتا ہے اور یہ بھی جانتی تھی کہ بنگلے کے اندر خفیہ کیمرے میں آپ لوگ اُسے کہیں اسکرین پر دیکھ رہے ہیں۔ اُس نے آپ لوگوں کو دکھانے کے لیے سونیا کا پہلا ماسک اُتارا، پھر لڑکی کا میک اپ اتار کر اصلی روپ میں آگئی اور آپ لوگوں کو سُنانے کے لیے کہنے لگی کہ آپ سب اینٹی میک اپ کیمرے کی رپورٹ کے مطابق اُسے سونیا کی ڈمی اور ایک اجنبی لڑکی سمجھ رہے ہیں جب کہ وہ اصل سونیا ہے۔ آپ لوگ اُسے ڈمی سمجھ کر زیادہ اہمیت نہیں دیں گے۔"

جنرل نے کہا "یعنی اُس نے ہمیں اسکرین پر اصلی چہرہ بھی دکھا دیا۔ اور ڈمی بن کر بھی رہی۔ اِس چال کا مطلب کیا ہوا؟"

"یہی کہ وہ اصلی سونیا نہیں تھی۔ اُس کی ہم شکل بیٹی تھی آپ لوگوں نے اُسے سونیا سمجھ کر نکال دیا جبکہ وہ اب تک اسی ملک میں موجود ہے اور چُپ چاپ اپنا کام کر رہی ہے۔"

"وہ یہاں کیا کر رہی ہے؟"

"میں اُس کے متعلق صحیح رپورٹ نہیں دے سکوں گا۔ کیونکہ میں اب تک برائن وولف کے روپ میں سونیا ثانی کے ساتھ ہوں۔ سونیا اپنی پلاننگ کسی کو نہیں بتاتی ہے پھر بھی آپ اُس کی چالوں کو سمجھ سکتے ہیں، وہ سونیا ثانی کو نیویارک بھیج کر آپ لوگوں کو یقین دلا چکی تھی کہ وہی اصلی سونیا ہے۔ آپ نے تمام توجہ اس پر مرکوز کر دی۔ اِدھر وہ مکی میتھو کو ٹریپ کر کے لے گئی۔ یہاں ہوپ کِن وفادار تھا اُس کے جھانسے میں نہیں آیا۔ ایک بات یاد رکھیں وہ ہمارے جس ٹیلی پیتھی جاننے والے کو دوست نہیں بنا سکے گی اُسے جان سے مار ڈالے گی۔"

یہ تمام باتیں سُن کر وہ آپس میں مشورے کرنے لگے پھر کرنل نے پوچھا "تم کہاں ہو؟"

"میں سونیا ثانی اور علی تیمور کے ساتھ لیبراڈور کے ایک ٹاؤن نسکاؤپی میں ہوں۔ اِن دونوں کو اور سونیا کو علم نہیں ہے کہ میں ان کے خلاف ہو گیا ہوں۔ آئندہ میں آستین کا سانپ بن کر انھیں ڈستا رہوں گا۔ آپ مجھ سے جس طرح چاہیں کام لے سکتے ہیں۔"

"تم سے بھروسے کا کام اسی وقت لیا جا سکتا ہے جب تم دوبارہ وفادار بن کر دکھاؤ گے۔ علی تیمور اور سونیا ثانی کو گرفتار کراؤ گے یا ہمیشہ کے لیے ختم کر دو گے۔"

جنرل نے کہا "تمہارے اس منصوبے میں حماقت کے سوا کچھ نہیں ہے۔ تم ناگن کی بیٹی کو دوست بنانا چاہتے ہو۔ وہ دوست بنے گی پھر تمھیں دوسری سانس نہیں لینے دے گی۔ اگر ہمارے وفادار ہو تو ہمارے حکم کی تعمیل کرو۔ سب سے پہلے سونیا ثانی کو ختم کرو۔ علی تیمور کو صرف زخمی کر دو۔ ہمارے آدمی سپرسانک طیارے میں جلد ہی وہاں پہنچ جائیں گے۔ ہم علی کو قیدی بنا کر مکی میتھو کی رہائی کا مطالبہ کریں گے۔"

"میں آپ کے حکم کی تعمیل کروں گا۔ آپ فوراً اپنے آدمی روانہ کریں۔ میں تھوڑی دیر بعد پھر آؤں گا۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ ابھی تک اُسی فرش پر بیٹھا تھا جہاں سونیا ثانی نے اُسے چاروں شانے چت کیا تھا اب وہ اُن سب کو چت کرنے کے منصوبے پر عمل کر رہا تھا۔ اُسے کوریڈور میں قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔ اُس نے سر گھما کر دیکھا۔ سونیا ثانی، علی تیمور اور پائلٹ آ رہے تھے۔ علی نے دُور سے آتے ہوئے پوچھا "یہاں کیوں بیٹھے ہو؟"

وہ چُپ چاپ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ سونیا ثانی نے مسکراتے ہوئے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھا کر کہا "ہم دوست ہیں جو ہوا اُسے بھول جاؤ۔"

اُس نے دل میں کہا "میں کبھی بھول نہیں سکتا،" مگر بظاہر مسکراتے اور ہاتھ ملاتے ہوئے کہا "ہاں دوستی میں ایسا ہوتا ہے، کوئی بات نہیں۔"

وہ عمارت سے باہر جانے لگے۔ اس کے دماغ میں شیطانی منصوبہ پک رہا تھا۔ وہ کوئی ایسی چال چلنا چاہتا تھا کہ انتقام بھی پورا ہو جائے اور اُس پر الزام بھی نہ آئے اور سونیا کا اعتماد بھی بحال رہے۔

عمارت کے باہر مزدور کھڑے ہوئے تھے۔ اُن کے ہاتھوں میں برف ہٹانے والے بیلچے تھے۔ اُنھیں دیکھتے ہی پرنس کے ذہن میں انتقامی چال آ گئی۔ پائلٹ اُن سے کہہ رہا تھا "ہمارا سامان اٹھا کر کسی قریبی ہوٹل میں لے چلو۔"

ایک مزدور نے کہا "ہم اپنی ڈیوٹی چھوڑ کر نہیں جائیں گے۔"

پرنس نے فوراً ہی اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کی زبان سے کہا "نہ ڈیوٹی چھوڑ کر جائیں گے نہ تمھیں جانے دیں گے۔" یہ کہتے ہی اُس نے پوری قوت سے بیلچہ گھما کر علی کے سر پہ مارا۔ وہ اس اچانک حملے کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتا تھا غفلت میں مارا گیا۔ آہنی بیلچے کا حملہ زبردست تھا۔ وہ لڑکھڑا کر برف پر گر پڑا۔ سونیا ثانی نے پھرتی سے چھلانگ لگا کر بیلچے والے کو فلائنگ کِک ماری۔ وہ دوسری طرف برف پر جا کر گرا۔ اُس نے بیلچہ چھین لیا۔ دوسرے مزدور اپنے ساتھی کو گالیاں دے رہے تھے کہ اُس نے دشمنی والی حرکت کیوں کی؟

اُدھر پرنس کو دشمنی کا سنہرا موقع مل گیا تھا۔ اُس نے علی کے دماغ میں پہنچ کر زلزلہ پیدا کر دیا۔ وہ تکلیف کی شدت سے چیخ پڑا۔ برف کی سطح پر اِدھر سے اُدھر تڑپنے لگا۔ ثانیہ دوڑتے ہوئے اُس کے پاس آئی۔ اُسے سنبھالتے ہوئے پرنس سے بولی، "کوئی دشمن خیال خوانی کرنے والا موقعے سے فائدہ اٹھا رہا ہے۔ علی ابھی سانس روکنے کے قابل نہیں ہیں۔ تم ان کے دماغ میں آؤ اس دشمن کو دماغی جھٹکے پہنچانے سے روکو۔"

پرنس نے کہا "تمھاری التجا سے پہلے ہی میں کوشش کر رہا ہوں مگر علی کا دماغ پوری طرح دشمن کی مٹھی میں ہے۔"

پرنس یہ کہتے ہی دوسرے مزدور کے دماغ میں گیا۔ اس کے ذریعے پائلٹ پر حملہ کرایا۔ پائلٹ بے چارہ بھی زخمی ہو کر گر پڑا۔ سونیا ثانی اُسے سنبھالنے کے لیے جانا چاہتی تھی۔ علی کے چیخنے پر رک گئی۔ پھر اُس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا گیا تھا۔ ثانی سے اُس کا تڑپنا دیکھا نہیں جا رہا تھا۔ وہ پرنس کے پاس دوڑتے ہوئے آئی۔ اُسے جھنجوڑ کر بولی "کچھ کرو، خدا کے لیے کچھ کرو۔ وہ خیال خوانی کرنے والا دشمن اُسے مار ڈالے گا۔"

وہ اُسے دھکا دیتے ہوئے بولا "تم نے مجھے ٹھکرایا تھا۔ زندگی تمھارے یار کو ٹھکرا رہی ہے۔"

یہ کہتے ہی اُس نے سونیا ثانی کو رائفل کے نشانے پر رکھ لیا، پھر کہا "اچھی طرح دیکھ لو۔ پائلٹ بے کار ہو گیا ہے تمھارا یار نیم مُردہ ہے۔ اِن مزدوروں کے دماغ میری مٹھی میں ہیں۔ میرے پاس رائفل بھی ہے اور ٹیلی پیتھی کا ہتھیار بھی اور تم تنہا اور بے یار و مددگار ہو۔ تمھارا ٹیلی پیتھی جاننے والا برائن وولف میرے دماغ میں نہیں آسکے گا۔"

وہ ایک طرف سے دوسری طرف جاتے ہوئے اُسے نشانے پر بدستور رکھتے ہوئے بولا "تمھارے کاں اور بابا صاحب کے ادارے والے بھی تمھاری مدد کو نہیں آئیں گے۔"

وہ بولی "تمھاری مدد کو کون آ رہا ہے؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا "اوّل تو مجھے مدد کی ضرورت نہیں ہے، میدان میرے ہاتھ میں ہے۔ اس کے باوجود سپر ماسٹر کے آدمی یہاں پہنچنے ہی والے ہیں۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تمھیں گولی مار دوں، علی کو قیدی بنا کر مکی میتھو کو رہائی دلائی جائے گی۔ بتاؤ موت سے پہلے کچھ کہنا چاہتی ہو؟"

"ہاں، ایک بات کہوں گی، تمھارے پاس ٹیلی پیتھی ہے، رائفل ہے اور امریکی امداد ہے۔۔۔ مگر ایک چیز نہیں ہے جب تک تم یہ پہیلی نہیں بوجھو گے کہ ابھی تمھارے پاس کس چیز کی کمی ہے تب تک میں زندہ رہوں گی۔ سونیا ثانی ایسا ہی تر نوالہ ہوتی تو اُسے سونیا کی جگہ نہ دی جاتی۔ اتنی امداد اور ہتھیاروں کے باوجود تیرا کیا بنے گا پرنس ڈیگر؟"

پرنس ڈیگر نے سونیا ثانی کو چبھتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ وہ بھری ہوئی رائفل کے سامنے دعویٰ کر رہی تھی کہ جب تک وہ پہیلی نہیں بوجھے گا کہ اس میں کیا کمی ہے، تب تک وہ زندہ رہے گی۔

اس کے پاس ٹیلی پیتھی کا ہتھیار تھا جس کے ذریعے اس نے علی تیمور کو بے بس کیا تھا اس کے پاس بھری ہوئی رائفل تھی جس کے سامنے سونیا ثانی اس پر حملہ نہیں کر سکتی تھی۔ آس پاس کوئی دوسرا بھی حملہ کرنے والا نہیں تھا۔ پھر زندہ رہنے کا دعویٰ کیسے کر رہی تھی؟

وہ چاہتا تو پلک جھپکتے ہی اسے گولی مار دیتا۔ مگر جلدی نہیں تھی کیونکہ میدان اس کے ہاتھ میں تھا۔ وہ کسی شک و شبہے کے بغیر بازی جیت چکا تھا۔ یہ انسان کی نفسیاتی کمزوری ہے کہ اس کے پاس سب کچھ ہوتا ہے تب بھی کوئی کمی اسے کھٹکتی ہے۔ سونیا نے اسے کھٹکا دیا تھا۔ وہ غرا کر بولا "کیا کمی ہے مجھ میں، تم سمجھتی ہو، مجھے باتوں میں لگا کر حملہ کرو گی اور یہ رائفل چھین لو گی؟ میں چیلنج کرتا ہوں، اپنے جسم کے کسی بھی حصے کو ذرا سی حرکت دو۔ میں تمہیں گولی مار دوں گا ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر، بتاؤ مجھ میں کیا کمی ہے؟"

"میں بیس تک گنتی ہوں۔ یہ گنتی پوری ہونے تک تم نہیں بتا سکو گے تو میں بتا دوں گی۔ ایک... دو... تین... چار... پانچ... چھ..."

وہ گنتی گئی۔ پرنس نے مضبوطی سے رائفل پکڑی ہوئی تھی۔ انگلی ٹریگر پر تھی، نگاہیں ثانی پر جمی ہوئی تھیں کہ جیسے ہی وہ حرکت کرے گی یہ فائر کر دے گا۔

لیکن وہ ساکت کھڑی ہوئی تھی۔ ذرا بھی نہیں ہل رہی تھی۔ پھر وہ گنتے گنتے بیس تک پہنچ گئی۔ اس کے بعد وہ ہنستی ہوئی بولی "تیرے پاس سب کچھ ہے۔ سب کچھ ہے۔ صرف ایک عقل کی کمی ہے۔ تو سمجھتا رہا کہ میں تجھے باتوں میں لگا کر حملہ کروں گی۔ علی کی طرف سے تجھے اندیشہ نہیں تھا کہ دماغ میں زلزلہ پیدا ہونے کے بعد یہ حرکت بھی کر سکے گا، دیکھ میں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

صرف دو چٹکی بجاؤں گی۔" اس نے ہاتھ اٹھا کر چٹکی بجائی پھر کہا۔ "میں نے تیری بھری ہوئی رائفل کے سامنے پورے دو منٹ ضائع کئے۔ ارے بے وقوف! ان دو منٹوں میں علی کی سانس بحال ہو گئی ہے۔"

علی برف پر اوندھا پڑا ہوا تھا۔ سونیا ثانی نے دوسری چٹکی بجا کر کہا "یہ اس چٹکی میں تو گیا۔"

علی نے اچانک چاروں شانے چت ہو کر ٹھائیں سے گولی چلائی' پرنس کے ہاتھوں سے رائفل اچھل کر ثانی کے قدموں میں آ گئی۔ وہ اپنے زخمی ہاتھ کو دوسرے ہاتھ سے تھام کر لڑکھڑا یا۔ دو قدم پیچھے گیا پھر خوفزدہ ہو کر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر علی کو دیکھتے ہوئے بولا "نن..... نہیں خبردار! م..... میں مادام سونیا کا خاص آدمی ہوں۔ سونیا ثانی کے پاس اس کی امانت ہوں۔ میرا فیصلہ سونیا کرے گی۔ تم مجھے موت کی سزا نہیں دے سکتے۔ سزا کا حق صرف سونیا کو ہے۔"

علی نے برف کی سطح پر اٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا "اسی لئے میں نے تمہیں جان سے نہیں مارا۔ صرف زخمی کیا ہے۔ تاکہ خیال خوانی نہ کر سکو۔ ابھی میری سانسیں پوری طرح بحال نہیں ہوئی ہیں۔ جتنی دیر میرے سر میں تکلیف رہے گی اتنی دیر تک تم بھی ٹیلی پیتھی سے محروم رہو گے۔"

ثانی پائلٹ کو سہارا دے کر بٹھا رہی تھی اور پوچھ رہی تھی۔ "کیا تم توانائی محسوس کر رہے ہو؟"

"شکریہ۔ میں ٹھیک ہوں۔ فرسٹ ایڈ کا باکس میرے پاس ہے۔ میں خود اپنے زخم پر دوا لگاؤں گا۔ تم دشمن کی طرف دھیان دو۔"

وہ وہاں سے اٹھ گئی۔ ایک بیلچہ اٹھا کر پرنس کی طرف بڑھتی ہوئی بولی "تم نے ٹھیک ہی کہا' تمہارا فیصلہ مادام سونیا کریں گی لیکن جب انصاف کی کرسی پر جج نہ ہو تو قائم مقام جج فیصلہ کرتا ہے۔ میں اپنی ماں کی قائم مقام سونیا ہوں۔ لہٰذا میرا فیصلہ ہے 'غدار کو موت کی سزا ملے اور موت سے پہلے اسے مشقت کی سزا ملے۔"

اس نے بیلچے کو اس کے قدموں کے پاس پھینکتے ہوئے کہا "اسے اٹھاؤ۔" اس نے فوراً اسے جھک کر اٹھا لیا۔ ارادہ تھا' اسے ہاتھ میں لیتے ہی ثانی پر حملہ کرے گا لیکن اسی وقت رائفل کا سیفٹی کیچ ہٹانے کی آواز آئی۔ وہ ڈھیلا پڑ گیا۔ حملہ کرنے کے خیال میں وہ علی کی رائفل کو بھول گیا تھا۔

ثانی نے حکم دیا "گڑھا کھودو۔"

اس نے پوچھا "گڑھا کس لئے؟"

"میں دیکھنا چاہتی ہوں' جو دوسرے کے لئے گڑھا کھودتا ہے اس میں خود کیسے گرتا ہے؟"

وہ عاجزی سے بولا "ثانی! وقت ضائع نہ کرو' سپر ماسٹر کے آدمی یہاں پہنچ جائیں گے تو تم سب مصیبت میں پڑ جاؤ گے۔"

"تم گدھے ہو۔ ہم نے طیارے میں کہا تھا کہ ہمارے دشمن ہمارے فلائنگ روٹ کو سمجھ رہے ہیں' ہم جہاں جائیں وہ وہاں ضرور پہنچیں گے۔ ہم یہی چاہتے ہیں کہ وہ مجھے سونیا سمجھ کر یہاں ہم سے الجھتے رہیں اور مما وہاں اپنا کام کرتی رہیں۔"

اسی وقت سلطانہ نے دماغ میں آتے ہی کوڈ ورڈز ادا کئے پھر کہا "ابھی میں علی کے دماغ میں گئی تو اس نے سر کی تکلیف کے باعث میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا۔ میں نے اس کے ذریعے تمہاری باتیں سنی ہیں۔ میں تمہیں بتانے آئی ہوں کہ یہ پرنس جنرل اور کرنل کے پاس گیا تھا وہاں اس نے یہ بھید کھول دیا کہ سونیا ان کے ملک سے نکالے جانے کے باوجود اسی ملک میں ہے اور ان لوگوں نے دھوکا کھا کر سونیا ثانی کو ملک سے نکالا ہے۔ اس گھر کے بھیدی نے بڑی گڑبڑ کی ہے۔"

"اوہ خدایا! پھر تو مما کے لئے خطرات بڑھ گئے ہوں گے!"

"فکر نہ کرو' جب یہ پرنس وہاں بھید کھول رہا تھا وہاں سلمان واسطی عرف سپر ماسٹر موجود تھا۔ اس نے فوراً ہی تمہاری مما کو ان باتوں سے آگاہ کر دیا ہے۔"

"ہماری یہ پلاننگ بھی ناکام ہوئی کہ میں سونیا بن کر دشمنوں کو دھوکا دیتی رہوں گی۔ کوئی بات نہیں' اب میں دوسرا راستہ اختیار کروں گی۔ کیا مما نے کوئی پیغام دیا ہے؟"

علی تیمور نے اندازہ لگایا تھا کہ سونیا ثانی سوچ کے ذریعے گفتگو میں مصروف ہے۔ اس نے پرنس کو نشانے پر رکھ کر کہا۔ "وقت ضائع کئے بغیر گڑھا کھودنا شروع کر دو۔ دوسری بار زبان سے نہیں کہوں گا' گولی مار دوں گا۔"

وہ مجبور ہو کر بیلچے سے ایک جگہ کی برف کو کھودنے لگا۔ سلطانہ نے ثانی سے کہا "میں نے تمہاری مما سے پوچھا تھا کہ علی اور ثانی کو پیغام دو گی۔ اس نے جواباً کہا' میں دونوں سے کہوں گی پیرس واپس جاؤ مگر وہ نہیں مانیں گے۔ انہوں نے ناکام ہو کر واپس جانا نہیں سیکھا ہے۔"

"آنٹی! آپ مما کو رفتہ رفتہ سمجھیں گی۔ میں بچپن سے سمجھتی آ رہی ہوں۔ آپ کے ذریعے... انہوں نے پیغام دے دیا ہے۔ ہمیں اپنے پاس بلا رہی ہیں۔"

سلطانہ نے حیرانی سے پوچھا "تمہاری ماں نے مجھ سے ایسی کوئی بات نہیں کہی۔"

"انہوں نے پختہ یقین اور مضبوط اعتماد سے کہا ہے کہ ہم نے واپس جانا نہیں سیکھا ہے۔ ان الفاظ کے پیچھے ماں نے اپنے بچوں کو آواز دی ہے۔"

"تعجب ہے۔"

"آنٹی! آپ اس بات کو یوں بھی سمجھ سکتی ہیں کہ ابھی ہم مما کے سائے میں عملی تربیت حاصل کر رہے ہیں۔ وہ جہاں ہیں' وہاں ہماری بہترین تربیت اور آزمائش ہوتی رہے گی۔

پھر وہ ایسی جگہ ہمیں کیوں نہیں بلائیں گی۔ وہ بلا رہی ہیں آنٹی!"

"بے شک' یہی بات ہے۔ میں ذرا پائلٹ کے پاس جا کر طیارے اور ایندھن کی پوزیشن معلوم کر رہی ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ پرنس اپنے ایک زخمی ہاتھ کے باعث بڑی تکلیف سے گڑھا کھود رہا تھا اور کراہتے ہوئے کہہ رہا تھا "مجھے معاف کر دو' میرا ایک ہاتھ کام کرنے کے قابل نہیں ہے' میں چکرا کر گر پڑوں گا۔"

علی نے کہا "جیسے ہی گرو گے' میں گولی مار دوں گا۔"

وہ موت کے خوف سے گڑھے میں اتر کر بیلچے سے برف اوپر پھینکنے لگا۔ اسے امید تھی کہ وہ آہستہ آہستہ گڑھا کھودتا رہے گا تو سپر ماسٹر کے آدمی اسے بچانے آ جائیں گے۔ آدمی مصیبتوں میں امید کے سہارے ہی جیتا ہے۔ اس کی امید بر آئی' رات کے سناٹے میں دو طیاروں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔

ایک مرنے والے کے لئے زندہ رہنے کی صورت پیدا ہو رہی تھی۔ وہ خوش ہو کر دل ہی دل میں دعائیں مانگنے لگا کہ علی اور ثانی کو طیاروں کی آوازیں سنائی نہ دیں۔ وہ تھوڑی دیر کے لئے بہرے ہو جائیں۔ دھوکا کھا جائیں۔ جبکہ ایسا نہیں ہوتا۔ دعا مانگنے سے کان والا بہرا اور آنکھ والا اندھا نہیں ہو جاتا' دعا معقول ہو تو قبول ہوتی ہے۔

علی اور پائلٹ نے گڑھے کے پاس آ کر اسے اپنی رائفل کے نشانے پر رکھا۔ ثانی نے کہا "فوراً اوپر آؤ۔ اور ہمارے ساتھ چلو۔"

وہ بولا "یہ کھودنے کا کام تھوڑا سا رہ گیا ہے اسے پورا کر لینے دو۔" علی نے اس کے قدموں کے پاس فائر کیا۔ دوسری گولی پائلٹ نے چلائی وہ گھبرا کر بولا "آ رہا ہوں' گولی نہ مارو۔ میں آ رہا ہوں۔"

اس کے ہاتھ سے بیلچہ چھوٹ گیا تھا۔ وہ گڑھے کے کنارے پاؤں رکھ کر چڑھنا چاہتا تھا۔ پھر برف کے ساتھ پھسل کر نیچے چلا جاتا تھا۔ یہ اس کی شرارت بھی ہو سکتی تھی۔ وہ طیاروں کے پہنچنے تک وقت ضائع کرنا چاہتا تھا۔ علی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اوپر کھینچ لیا۔

اس نے اوپر پہنچتے ہی اپنی دانست میں زبردست حملہ کیا۔ علی نے جس ہاتھ سے پکڑا تھا اس ہاتھ سے اُس نے علی کو جھٹکا دے کر گڑھے میں گرانا چاہا۔ شاید وہ کامیاب بھی ہو جاتا۔ لیکن سونیا ثانی ان کے درمیان آ کر علی سے لپٹ گئی۔ پھر ایک لات پرنس کے منہ پر ماری۔ وہ الٹ کر دوبارہ گڑھے میں چلا گیا۔

وہ مختصر سے چند لمحات بھی اہم تھے جب علی گڑھے میں گرنے سے بچنے کے لئے اور ثانی اسے بچانے کے لئے ایک دوسرے سے گڈمڈ ہو گئے تھے۔ بہت اہم تھے وہ لمحات۔ ایسے لمحات میں یہی خرابی ہے' یہ پھر لوٹ کر نہیں آتے۔ شاید ان کے دل دھڑک گئے تھے' شاید انہیں کسی نئی مسرت کا احساس ہوا تھا لیکن وہ عملی میدان کے سپاہی تھے' فوراً ہی الگ ہو گئے۔

علی نے رائفل سیدھی کرتے ہوئے پرنس سے کہا "میں نے تجھے گڑھے سے نکالا تھا مگر تو وہ سانپ ہے جو دودھ پلانے والے کو بھی ڈس لیتا ہے۔ تیرے مقدر میں یہ گڑھا لکھا ہے۔ جا اسے ہمیشہ کے لئے تیرے نام کر دیا۔"

یہ کہتے ہی اس نے فائر کیا۔ گولی ٹھیک پرنس کے دل پر لگی اسی دل کے معاملے نے اسے حاسد اور شیطان بنایا تھا۔ وہی دل ایک ٹھائیں کی آواز سے دھڑکنا بھول گیا۔ وہ اچھل کر گرا پھر تڑپ کر ٹھنڈا پڑ گیا۔

طیاروں کی آواز پھر دور چلی گئی تھی۔ موسم بے حد خراب تھا۔ برفانی دھند میں وہ طیارے بھٹک گئے تھے لیکن کسی وقت بھی یہاں آ کر بمباری کر سکتے تھے۔ ثانی نے ایک مزدور سے پوچھا "سواری کے لئے کوئی گاڑی مل سکتی ہے؟"

"پیچھے کوارٹروں میں بڑے صاحب لوگ رہتے ہیں' ان کے پاس گاڑیاں ہیں۔"

سلطانہ نے علی کے پاس آ کر کہا "میں نے پہلے ہی ایک مزدور کو اُدھر دوڑایا تھا۔ اس نے ایک افسر کے دروازے پر جا کر دستک دی۔ افسر نے دروازہ کھول کر مزدور سے گفتگو کی تو میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ اب وہ افسر اپنی گاڑی ڈرائیو کرتا ہوا آ رہا ہے۔"

علی' ثانی اور پائلٹ اپنا سامان اٹھا کر تیزی سے چلتے ہوئے ایئرپورٹ کی چھوٹی سی عمارت کے پیچھے آئے۔ وہاں ایک افسر اپنی گاڑی سے اتر کر حیرانی سے سوچ رہا تھا 'میں سو رہا ہوں' جاگ رہا ہوں؟ یا خواب دیکھ رہا ہوں۔ میں تو بستر پر سو رہا تھا۔ پھر اپنی گاڑی میں بیٹھ کر یہاں کیسے پہنچ گیا؟'

چونکہ سلطانہ اس کے دماغ کو تھوڑی دیر کے لئے آزاد چھوڑ کر علی کے پاس گئی تھی... اس لئے وہ حیران ہو رہا تھا۔ واپس جانا چاہتا تھا سلطانہ نے پھر آ کر اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا' جب وہ تینوں گاڑی کے پاس پہنچے تو وہ افسر کی زبان سے بولی۔ "علی! اس افسر کو ڈرائیو کرنے دو۔ یہ یہاں کے راستے جانتا ہے۔ میں اسے اپنے کنٹرول میں رکھوں گی۔ گاڑی کی ہیڈ لائٹس اور اندر کی بتیاں بجھی رہیں گی تاکہ طیاروں میں آنے والے دشمن اس گاڑی کو نہ دیکھ سکیں۔"

پائلٹ اگلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ علی اور ثانی پچھلی سیٹ پر آ گئے۔ افسر نے گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ پائلٹ نے کہا "دشمن ہمیں یہاں نہ پا کر ہمارے طیارے کو تباہ کر دیں گے۔"

سلطانہ نے کہا "علی! تھوڑی دیر کے لئے اس افسر کو اپنے قابو میں رکھو۔ میں اس طیارے کی حفاظت کے لئے کچھ انتظام کر کے آتی ہوں۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

وہ افسر کے دماغ سے نکل گئی۔ خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی سلمان واسطی کے پاس پہنچی۔ پھر کوڈ ورڈز ادا کئے "وی آر ایس ایس۔"

ان کوڈ ورڈز کا مفہوم تھا ہم ایس ایس ہیں۔ یعنی ایک ایس سے سلطانہ اور دوسرے ایس سے سلمان۔ وہ سانس روکنے والا تھا۔ مسکرا کر بولا "کہاں سے آرہی ہو؟"

"علی اور ثانی محفوظ ہیں لیکن جناب سُپر ماسٹر صاحب! تمہارے طیارے وہاں پہنچ رہے ہیں۔ بمباری کے ذریعے ان کے اکلوتے طیارے کو تباہ کرسکتے ہیں۔"

"یہ تم مجھے سپر ماسٹر کیوں کہہ رہی ہو؟"

"واہ، تم اس ملک کے سُپر ماسٹر ہو۔ پھر تمہیں سپر ماسٹر نہ کہوں تو اور کیا کہوں۔ وقت ضائع نہ کرو اس طیارے کو تباہی سے بچاؤ۔"

"سلطانہ صاحبہ! مجھے یہاں سپر ماسٹر بن کر رہنے کے لئے تم لوگوں کے خلاف احکامات صادر کرنے پڑتے ہیں۔ میں یہ حکم دے چکا ہوں کہ طیارے کو پہلی فرصت میں تباہ کیا جائے تاکہ علی اور سونیا ثانی کے لئے فضائی راستہ بند ہوجائے۔ اب میرے حکم کا توڑ تم ہی کرسکتی ہو۔"

"میں ابھی جاکر جنرل کو دھمکی دوں گی۔"

"میں تمہارے دماغ پر آرہا ہوں۔"

"کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

وہ اپنے بیڈ روم میں دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ اسی وقت سلمان واسطی نے دماغ میں آکر کوڈ ورڈز ادا کئے۔ وہ چاہتی تو سانس روک لیتی لیکن مسکرا کر بولی "بڑے ڈھیٹ ہو۔"

پھر وہ خیالی خوانی کے ذریعے جنرل کے دماغ میں پہنچی۔ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتا تھا لیکن اس نے سلطانہ کو محسوس نہیں کیا کیونکہ اس سے پہلے میں جنرل کے پاس پہنچا ہوا تھا۔

میں نے سونیا سے کہا تھا کہ دو گھنٹے بعد آؤں گا۔ وعدے کے مطابق اس کے پاس پہنچا تو وہ بولی کہ علی کی خیریت معلوم کرو..." میں علی کے پاس پہنچا تو وہ سر کی چوٹ کے باعث مجھے محسوس نہ کرسکا۔ میں نے چپ چاپ معلوم کیا کہ وہاں کیا ہورہا ہے۔ پتا چلا، پرنس شیطانی چالوں سے غالب آگیا تھا پھر بازی پلٹ گئی تھی۔ پرنس موت کے گڑھے میں ہمیشہ کے لئے سوگیا تھا۔ وہ تینوں ایک گاڑی میں سفر کررہے تھے۔ ایسے وقت سلطانہ نے علی سے کہا کہ وہ ڈرائیو کرنے والے افسر کو قابو میں رکھے۔ وہ طیارے کو تباہی سے بچانے کا انتظام کرنے جارہی ہے۔

یہ سنتے ہی میں جنرل کے پاس آیا، وہ سانس روکنا چاہتا تھا میں نے کہا "سر! میں کِمی ممتھو بول رہا ہوں۔"

جنرل سونے جارہا تھا، جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ پھر بولا۔

"کِمی! تم کہاں ہو؟ سونیا نے تمہیں کہاں چھپایا ہے؟"

"میں ایک چار دیواری میں ہوں۔ پتا نہیں یہ کون سی جگہ ہے۔ سونیا دھمکی دے رہی ہے کہ نِسکاؤ پی کے ایئرپورٹ پر اگر فرانس کے طیارے کو تباہ کیا گیا تو برائن وولف ٹیلی پیتھی کے ذریعے آپ کی ایئرفورس میں گھس کر دس طیارے تباہ کردے گا۔"

"اوہ گاڈ! سونیا سے کہو مجھ سے فون پر بات کرے۔"

"سر! آپ اِدھر بات کرتے رہیں گے اُدھر ان کا ایک طیارہ اور ہمارے دس طیارے تباہ ہوجائیں گے۔"

جنرل نے ٹیلی فون کا ریسیور اٹھا کر ایئرفورس کے ایک اعلیٰ افسر سے رابطہ قائم کیا۔ پھر کہا "ہمارے جتنے طیارے بھی لیبرا ڈور کے علاقے میں گئے ہیں ان سے کہو نِسکاؤ پی کے ایئرپورٹ پر فرانس کے طیارے کو تباہ نہ کریں۔ وہ ہمارا علاقہ نہیں ہے۔ ہم پر جارحانہ حملے کا الزام آئے گا۔"

اس نے حکم دے کر ریسیور رکھ دیا پھر سوچ کے ذریعہ کہا "کِمی! سونیا سے جاکر کہو فرانس کا طیارہ سلامت رہے گا۔ وہ مجھ سے فون پر رابطہ کرے۔ میں تمہاری رہائی کی بات کروں گا۔"

"آپ مجھے رہا کر کے کون سی بھلائی کریں گے۔ ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے میرے دماغ میں یہ علم بھرنے سے پہلے آپ نے ہم نوجوانوں سے کہا تھا کہ ہمیں کوئی خطرہ پیش آئے، کوئی دشمن دماغ میں گھس آنا چاہے تو ہم آپ کو ایسی دشمنی سے آگاہ کریں گے۔ جناب! گستاخی معاف، میں ایسا غیر معمولی علم حاصل کرنے کے بعد اس سے محروم ہونا حماقت سمجھتا ہوں۔ لہٰذا آپ میری رہائی کی بات کرنے کی زحمت نہ فرمائیں۔"

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ کیا آئندہ سونیا کے غلام بن کر رہنا چاہتے ہو؟" میں خاموش رہا۔ اس نے مجھے مخاطب کیا۔ میں نے جواب نہیں دیا۔ وہ غصے سے بولا "میں اپنے دماغ میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کررہا ہوں۔ تم موجود ہو، جواب کیوں نہیں دیتے۔ جواب دو ورنہ سانس روک لوں گا۔"

اس نے کِمی ممتھو کو بار بار پکارا پھر جھنجلا کر سانس روک لی۔ میں اس کے دماغ سے نکل کر علی کے پاس آگیا۔ وہ ذرا بے چین سا ہوا کیونکہ دماغی توانائی بحال ہورہی تھی وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کررہا تھا۔ میں نے کوڈ ورڈز ادا کرتے ہوئے کہا "میں ہوں۔ میں نے جنرل کو دھمکی دی ہے، وہ تمہارے طیارے تباہ نہیں کرے گا۔ میرا خیال ہے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے افسر کو سلطانہ کنٹرول کررہی ہے۔ یہاں میری ضرورت نہیں ہے۔ میں پھر آؤں گا۔"

میں جانا چاہتا تھا لیکن طیاروں کی آواز سن کر پائلٹ کے دماغ میں آگیا کہ بیٹا اپنے دماغ پر بوجھ محسوس نہ کرے۔ علی نے ڈرائیونگ کرنے والے افسر کو دیکھ کر پوچھا "آنٹی! کیا آپ موجود ہیں؟"

سلطانہ نے افسر کی زبان سے جواب نہیں دیا۔ وہ موجود نہیں تھی حالانکہ ایسے وقت اسے موجود رہنا چاہئے تھا۔ اس کی غیر موجودگی سے اندیشہ پیدا ہوا کہ وہ کسی ناگہانی مصیبت میں گرفتار نہ ہوگئی ہو۔

میرا فرض تھا کہ میں اس کے پاس جاکر خیریت معلوم کرتا۔ میں نے ان بہنوں کو اپنے دماغ میں بوجھ سمجھا تھا۔ انہیں دشمن سمجھ کر دماغ سے جانے کو کہا تھا۔ ایسے میں ان کے دماغ میں جانا مناسب نہ تھا۔ لیکن جو بہنیں میرے بچوں کے کام آرہی تھیں، وہ اگر کسی مصیبت میں ہوں تو ان کے پاس نہ جانا اور ان کے کام نہ آنا کم ظرفی ہوتی۔

مجھے ایک تدبیر سوجھی۔ میں نے لیلیٰ کی آواز اور اس کے لہجے میں اسے مخاطب کرنا چاہا۔ اس کے دماغ میں پہنچا۔ وہ بڑی حسّاس تھی۔ سانس روک سکتی تھی لیکن اس نے مجھے محسوس نہیں کیا کیونکہ مجھ سے پہلے سلمان واسطی اس کے دماغ میں موجود تھا۔

وہ بخیریت تھی۔ سلمان اسے بڑے پیار سے چھیڑ رہا تھا۔ وہ کہہ رہی تھی "اب جاؤ میرے دماغ سے۔"

"کیوں جاؤں؟"

"مجھے علی اور سونیا ثانی کے پاس جانا ہے۔"

"تم ان سے یہ کہہ کر آئی ہو کہ ان کے طیارے کی سلامتی کے لیے جارہی ہوں۔"

"ہاں، مگر یہ کام فرہاد کررہا ہے۔ کیا ابھی تم نے میرے دماغ میں رہ کر جنرل کی باتیں نہیں سنی تھیں۔ فرہاد اس کے اندر بول رہا تھا اور بڑی زبردست دھمکی دے رہا تھا۔"

سلمان نے کہا "تمہارا کام فرہاد کررہا تھا۔ تمہیں اس کام میں جتنی دیر لگتی، اتنی دیر مجھے اپنے قریب رہنے دو۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی "کیا دیوانے ہوگئے ہو؟"

"مجھے دیوانگی کا الزام نہ دو۔ میں بڑی خشک اور ویران زندگی گزار رہا تھا۔ تم اچانک میری زندگی میں بہار بن کر آگئیں، مجھے دیوانا بننا نہیں آتا تھا تم نے بنا دیا۔"

"کوئی عورت کسی کو محبت کرنے پر مجبور نہیں کرسکتی۔ محبت کبھی مجبوری سے نہیں ہوتی۔ اپنے مزاج کے مطابق اپنی پسند کی عورت سے خود ہی دل لگ جاتا ہے۔ سنا ہے، مجنوں صرف لیلیٰ سے نہیں، لیلیٰ کے کتّے سے بھی محبت کرتا تھا۔ کیا بے چارے کتّے نے اسے محبت کرنے کو کہا ہوگا؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا "تم باتیں خوب کرتی ہو۔ یہ تو سوچو میری محبت مجنوں کی محبت سے افضل اور برتر ہے۔ اس نے لیلیٰ کو دیکھ کر عشق کیا تھا، میں نے ابھی تک تمہیں دیکھا نہیں ہے۔ ہماری ملاقات صرف ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہوتی ہے۔"

"حضور! آپ یہ احسان نہ جتائیں کہ مجھے دیکھے بغیر محبت فرمارہے ہیں۔ میں نے کون سا تمہیں دیکھ لیا ہے؟"

"ہماری محبت انوکھی ہے۔ ہم نے دماغوں میں آتے جاتے ایک دوسرے کو اچھی طرح سمجھا ہے۔ جبکہ محبت سمجھ کر نہیں ہوتی، بے اختیار ہوجاتی ہے۔"

وہ بولی "ہمارے ساتھ الٹا معاملہ ہے۔ ہماری محبت بے اختیاری نہیں ہے۔ ہاں مگر اندھی ہے۔ میری آنکھوں نے تمہیں نہیں دیکھا۔ تمہاری آنکھوں نے مجھے نہیں دیکھا۔ مگر یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے۔"

"ہاں، اچھی بات نہیں ہے۔ میں تجسس میں مبتلا رہ کر تمہاری خیالی تصویریں بناتا رہتا ہوں۔ مگر تصوّر میں کوئی تصویر مکمل نہیں ہوتی۔"

"میں کوئی تصویر نہیں بناتی۔ سوچتی ہوں کتنی ہی اچھی تصویر بنالوں، وہ تم سے اچھی نہیں ہوگی۔"

"تم درست کہتی ہو۔ جو آئیڈیل ہوتا ہے، تصوّر میں کبھی مکمل نہیں ہوتا۔"

"اے جانِ سلمان! ہم کب ملیں گے؟ میں کب تمہیں دیکھ سکوں گا؟"

"یہی سوال میں تم سے کرچکی ہوں۔ تم نے جب بھی ملاقات کا ارادہ کیا، کسی نہ کسی اہم مصروفیت میں الجھ گئے۔"

"میں کل پیرس جارہا ہوں۔ یوں سمجھو تمہارے پاس آرہا ہوں۔ خواہ کتنی ہی مصروفیت ہو۔ ہم کل رات کا کھانا کسی ریستوران میں کھائیں گے۔"

"کیا محبت میں بھوک لگتی ہے؟"

"نہیں لگتی۔ میں تو تمہارے ساتھ زندہ رہنے کے لئے کھاؤں گا۔"

وہ ہنسنے لگی۔ پھر ہنستے ہنستے چونک کر بولی "ارے تم نے مجھے میٹھی میٹھی باتوں میں لگالیا۔ اُدھر علی اور سونیا ثانی کو میری ضرورت ہے۔ اب جاؤ۔"

سلمان واسطی نے پھر ایک بار وعدہ کیا کہ وہ پیرس میں اس سے ملاقات کرے گا۔ اس وعدے کے ساتھ وہ رخصت ہوا۔ میں بھی اس کے دماغ سے نکل کر پائلٹ کے پاس آیا۔ سلطانہ ڈرائیو کرنے والے افسر کی زبان سے کہہ رہی تھی "علی! مجھے افسوس ہے میں جلد واپس نہ آسکی۔ ویسے طیاروں کی آوازیں نہیں آرہی ہیں۔"

علی نے کہا "نِسکاؤ پی کے ایئرپورٹ سے بہت دور نکل آئے ہیں۔ اور دشمنوں نے شاید اس ایئرپورٹ پر اپنے طیارے اتارے ہیں اس لئے آوازیں نہیں آرہی ہیں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی کار کی چھت پر زوردار آواز آئی جیسے کوئی بھاری چیز چھت پر آکر گری ہو۔ سلطانہ نے گاڑی رکوادی۔ علی اور ثانی فوراً ہی باہر نکل کر آئے۔ ان کے نکلتے ہی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ایک بہت بڑا غلاف پوری گاڑی پر چھا گیا تھا۔ تب پتا چلا وہ پیراشوٹ کا کپڑا ہے۔ طیارے سے چھلانگ لگانے والا گاڑی کی چھت پر آکر اترا تھا۔ پھر چھت سے لڑھکتا ہوا زمین پر گر پڑا تھا۔

وہ بڑی پھرتی سے پیراشوٹ کا بیلٹ کھولنا چاہتا تھا' علی نے اس کے منہ پر ایک ٹھوکر ماری۔ وہ پوری طرح اٹھنے سے پہلے پھر گر پڑا۔ جب تک وہ پیراشوٹ کے بیلٹ اور رسیّوں سے نجات حاصل نہیں کرتا تھا تب تک نہ خالی ہاتھ لڑ سکتا تھا اور نہ ہی دونوں ہاتھوں میں گن لے سکتا تھا۔

پیراشوٹ کا بھاری بھرکم کپڑا ان پر آکر گرا تھا۔ وہ گاڑی سمیت کپڑوں میں چھپ گئے تھے۔ صرف سونیا ثانی وہاں سے دوڑتی ہوئی دور نکل گئی تھی۔ یہ بات سمجھنے میں دیر نہیں لگی تھی کہ دوسرے فوجی بھی پیراشوٹ کے ذریعے نزدیک یا دور تک زمین پر پہنچ رہے ہیں اور اب برف سے ڈھکے ہوئے اس جنگل میں انہیں گھیرنا چاہتے ہیں۔

ادھر سلطانہ نے ڈرائیو کرنے والے کی زبان سے کہا "علی! میں اس فوجی جوان کے دماغ میں جانا چاہتی ہوں' یہ سانس روک لیتا ہے۔"

علی نے فوراً ہی رائفل سے نشانہ لے کر اس کے شانے پر گولی ماری' وہ چیخ مار کر گرا۔ علی نے کہا "آنٹی! آپ پائلٹ کا خیال رکھیں۔ ہمیں اس جنگل میں گوریلا جنگ لڑنا ہے۔"

وہ بھی سمجھ گیا تھا کہ فوجی جوان پیراشوٹ کے ذریعے وہاں پہنچ کر گھیراؤ کرنے والے ہیں۔ اس نے جسے زخمی کیا تھا' سلطانہ نے اس کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کیا۔ پچیس نوجوانوں کو پیراشوٹ کے ذریعے اتارا جا رہا تھا۔ وہ لوگ جدید ترین ہتھیاروں سے لیس تھے۔ ان کے پاس خاصی تعداد میں ہینڈ گرینیڈ تھے۔ سلطانہ نے مسکرا کر سوچا "میں جو باتیں دماغوں میں پہنچ کر معلوم کرتی ہوں' علی اور ثانی وہ باتیں حالات کا رخ دیکھ کر معلوم کر لیتے ہیں۔"

علی نے زخمی جوان کا وہ تھیلا اٹھا لیا تھا جس میں ہینڈ گرینیڈ بھرے ہوئے تھے۔ باقی ہتھیار خود اس کے پاس تھے۔ ایک ایرو شوٹر کی کمی تھی جس کے ذریعے آواز پیدا کئے بغیر تیر چلائے جاتے تھے اس نے ایرو اور ایرو شوٹر بھی لے لیا۔ پھر پیرا شوٹ کے اندر سے کپڑا اٹھاتا ہوا باہر آگیا۔

دن نکل آیا تھا۔ لیکن وہ انتہائی شمالی علاقہ تھا۔ وہاں سورج کی روشنی نہ ہونے کے برابر ہوتی تھی۔ ہلکے نیلے رنگ کا اُجالا ہوتا تھا' وہ بھی برف باری کی دُھند میں بجھا بجھا سا ہوتا تھا۔ چند قدم کے فاصلے پر درخت یا انسان یا کوئی بھی چیز دکھائی نہیں دیتی تھی۔ ایسے مقام پر دشمن آنکھ مچولی کھیلنے آتے تھے۔ ایسی جنگ سے دونوں طرف نقصان ہوتا ہے کیونکہ پتا نہیں چلتا برف باری کی دُھند میں دوست کہاں ہیں؟ اور دشمن کدھر سے آرہا ہے۔ ایسے میں دھوکا کھانا سبھی کا مقدر بن جاتا ہے۔

پارس اور علی کو جنگلوں میں گوریلا جنگ لڑنے کے لئے پرندوں کی آوازوں میں بولنا سکھایا گیا تھا۔ وہ جغرافیائی اعتبار سے دنیا کے مختلف جنگلوں کے چند مختلف پرندوں کی بولیوں میں کوڈ اشارے ایک دوسرے کو ارسال کرتے تھے۔ علی نے سوچا' سونیا نے اپنی بیٹی کو بھی یہ ہنر سکھایا ہوگا۔ لہٰذا اسے آزمانا چاہئے۔

سخت برف باری کے باعث اس علاقے میں پرندے نہیں رہے تھے۔ جانوروں میں سفید برفانی ریچھ یا کتّے پائے جاتے تھے وہ سوچ رہا تھا کہ کسی چوپائے کی آواز نکالے اسی لمحے اسے کتیا کے بھونکنے کی آواز سنائی دی۔

سونیا ثانی بھونکنے کے مخصوص انداز میں بتا رہی تھی کہ وہ گاڑی کے دائیں سمت کوئی سو گز کے فاصلے پر ہے۔ بعض حالات میں انسان کو جانور بننا پڑتا ہے۔ علی تیمور نے بھی جانور کی اشارتی بولی میں کہا "میں گاڑی کے پیچھے تقریباً پچاس گز کے فاصلے پر ہوں۔ آئندہ قطب نما کے ذریعے سمت بتایا کرو۔"

وہ ایک درخت سے ٹیک لگا کر دائیں بائیں محتاط نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اُسی وقت اس درخت میں ہلچل پیدا ہوئی۔ کوئی پیرا شوٹ کے ذریعے نیچے آتے آتے اونچے گھنے درخت کی شاخوں میں الجھ گیا تھا۔ ثانی نے اچھل کر پیچھے تنے کی طرف جاتے ہوئے سر اٹھا کر دیکھا ایک جوان مختلف شاخوں سے ٹکراتے ہوئے ایک شاخ سے اٹک گیا تھا وہ زمین سے چند فٹ کی بلندی پر تھا' آسانی سے کود کر نیچے آسکتا تھا لیکن پیراشوٹ سے بندھا ہوا تھا اور پیراشوٹ درخت کی شاخوں سے الجھا ہوا تھا۔ اس سے نجات حاصل کرنے کے لئے اس نے بیلٹ کو کھولنا چاہا۔ ثانی نے اسے گن پوائنٹ پر رکھتے ہوئے کہا "تمہارے مقدر میں زمین کو چھونا نہیں لکھا ہے۔"

اس نے گھبرا کر دیکھا۔ وہ دُھند میں دُھندلی سی نظر آرہی تھی اس کے ہاتھوں میں گن دکھائی دے رہی تھی۔ وہ التجا کرتے ہوئے بولا "مم... مجھے گولی نہ مارو۔"

ثانی نے پوچھا "کیا تم ہمیں گولی مارنے نہیں آئے ہو؟"

"ہاں' ہاں ہم اس ارادے سے آئے ہیں مگر تم میری جان بخش دو گی تو میں تمہارے بہت کام آؤں گا۔"

"مثلاً کس طرح کام آؤ گے؟"

"میں ایک کام کی بات بتا رہا ہوں۔ ہمارا کوئی طیارہ نسکاوُپی ایئرپورٹ پر نہیں اترا۔ ہمارے طیارے پرواز کرتے رہے اور ہم پیراشوٹ کے ذریعے نیچے آتے جا رہے ہیں۔ اگر تم علی کے ساتھ واپس جاؤ تو ایئرپورٹ پر کوئی روکنے والا نہیں ملے گا۔ تم دونوں فرانس کے طیارے میں بخیریت چلے جاؤ گے۔"

اس کی باتوں کے دوران سلطانہ نے آکر پوچھا "تم خیریت سے ہو؟"

"جی ہاں۔ آپ ذرا اس کی باتیں سنیں اور تصدیق کریں۔"

سلطانہ نے اس کے دماغ میں جانا چاہا درخت اور پیرا شوٹ سے لٹکنے والے نے سانس روک لی۔ یہ بات ثانی کو معلوم ہوئی تو وہ بولی "اپنے دماغ میں آنے دو۔ ورنہ میں گولی مار کر زخمی کروں گی تو دماغ کا دروازہ خود بخود کھل جائے گا۔"

"نن... نہیں فائر نہ کرنا۔ میں اب سانس نہیں روکوں گا۔"

سلطانہ اس کے چور خیالات پڑھنے لگی۔ وہ کوشش کر رہا تھا کہ راز کی کوئی بات معلوم نہ ہو۔ سلطانہ نے ثانی کے پاس آکر کہا "یہ مکّار ہے' چاہتا ہے کہ تم لوگ فرانس کے طیارے میں سوار ہو کر ملکِ عدم پہنچ جاؤ۔ وہاں ان کا ایک طیارہ ایئرپورٹ پر اترا تھا۔ اس میں سے دو جاسوس نکل کر فرانس کے طیارے میں گئے تھے وہاں ایک بڑی طاقت کا بم چھپا کر رکھ دیا ہے۔ بم کے تار طیارے کے پہیے سے منسلک ہیں۔ جیسے ہی طیارے کو رن وے پر چلایا جائے گا پہیے کی گردش سے بم پھٹے گا اور طیارے کے چیتھڑے اڑ جائیں گے۔"

ثانی نے ٹریگر پر انگلی رکھتے ہوئے کہا "ہمارے طیارے میں بم چھپا کر رکھا گیا ہے اور تم ہمیں اس طیارے میں جانے کا مشورہ دے رہے تھے۔"

وہ جلدی سے بیلٹ کھول کر نیچے آنا چاہتا تھا۔ اسے یقین تھا کہ پیراشوٹ سے نجات حاصل ہوتے ہی وہ برق رفتاری سے ثانی پر حملہ کر سکے گا لیکن ایک فائر ہوتے ہی اس کی چیخ نکل گئی۔ گولی ران میں لگی تھی بیلٹ کھل گیا تھا۔ وہ نیچے آکر گر پڑا تھا۔ سلطانہ نے کہا "اس کے پاس ایرو شوٹر ہے اسے استعمال کرو گی تو دشمنوں کو فائرنگ کی آواز نہیں جائے گی۔"

ثانی نے اس کے پاس آکر اس کے ہتھیاروں میں سے تیر' ایرو شوٹر اور ہینڈ گرینیڈ لئے پھر ایک تیر کو ایرو شوٹر میں لگا کر بولی۔ "میں دیکھنا چاہتی ہوں' اس ہتھیار کے استعمال سے آواز ہوتی ہے یا نہیں؟"

وہ دونوں ہاتھ اٹھا کر برف کی سطح پر تڑپتے ہوئے بولا "نہیں تم مجھے نہیں مار سکتیں۔ تم مجھے نہیں..."

ثانی نے ٹریگر کو دبایا "شپ" کی ہلکی سی آواز کے ساتھ تیر نکل کر اس کے سینے میں پیوست ہو گیا۔ وہ چند سیکنڈ تک برف پر اِدھر اُدھر تڑپ کر ہمیشہ کے لئے ٹھنڈا پڑ گیا۔ سلطانہ نے علی کے پاس آکر دیکھا۔ وہ بھی ایک دشمن کو جہنم میں پہنچا چکا تھا۔ یوں اب تک تین مارے گئے تھے۔ پہلا جو گاڑی کی چھت پر گرا تھا اسے پائلٹ نے ختم کر دیا تھا۔

سلطانہ نے کہا "ابھی ثانی نے جس کا کام تمام کیا ہے' میں نے اس کے چور خیالات پڑھے تھے' پتا چلا انہوں نے فرانس کے طیارے میں بم چھپا رکھا ہے۔ طیارے کے حرکت میں آتے ہی وہ بم پھٹ پڑے گا۔ میں تم سے کہنے آئی ہوں آئندہ جو بھی مقابلے میں آئے اس سے بچنے اور اسے زخمی کرنے کی کوشش کرو تاکہ ہمیں ان کے دماغوں سے مختلف منصوبوں کا علم ہوتا رہے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں آئندہ یہی کروں گا۔"

اس نے کان لگا کر سنا۔ بہت دور سے کئی موٹر گاڑیوں کی آوازیں آرہی تھیں۔ سلطانہ نے کہا "یہ گاڑیاں شاید نسکاوُپی شہر سے آرہی ہیں۔"

"جی ہاں' جو فوجی پیراشوٹ کے ذریعے اس شہر میں اترے ہوں گے وہ گاڑیوں میں بیٹھ کر آرہے ہوں گے۔ آپ ذرا دیکھیں' ثانی کیا کر رہی ہے۔"

سلطانہ ثانی کے پاس آگئی۔ ثانی نے بھی گاڑیوں کی آوازیں سنی تھیں۔ برف کی سطح پر اوندھی لیٹی ہوئی ایک طرف رینگتی جارہی تھی۔ گاڑیوں کی آوازیں قریب آرہی تھیں وہ دُھند میں لپٹی ہوئی تھی اس لئے دور سے دیکھا نہیں جاسکتا تھا۔ صرف آواز سن کر فاصلے اور سمت کا اندازہ کیا جاسکتا تھا۔ پھر ایسی آوازیں آنے لگیں جیسے گاڑیاں رک گئی ہوں اور انہیں آگے بڑھانے کی کوششیں کی جارہی ہوں۔ وہ تیزی سے رینگتی ہوئی ادھر جانے لگی۔ اس نے کہا "آنٹی! میں گاڑیوں کے قریب پہنچ گئی ہوں۔ آپ علی سے کہہ دیں کہ وہ آنے والوں پر حملہ نہ کرے۔ میں بھی نشانے پر آسکتی ہوں۔ جب میں حملہ شروع کروں گی تو اسے میری پوزیشن معلوم ہو جائے گی۔"

سلطانہ چلی گئی اگرچہ وہ اِدھر سے اُدھر پیغام رسانی کر رہی تھی تاہم بہت ہی اہم فرائض انجام دے رہی تھی۔ ٹیلی پیتھی کی افادیت سے ہمیشہ انکار نہیں کیا جاسکتا۔ سلطانہ خیال خوانی نہ کرتی تو علی اور ثانی کسی وقت بھی موقع پاکر فرانس کے طیارے میں سوار ہوسکتے تھے اور بم کے دھماکے سے فنا ہوسکتے تھے۔ ابھی برف کی دھند میں بھی سلطانہ کے ذریعے وہ ایک دوسرے کی پوزیشن معلوم کر رہے تھے۔

وہ رینگتی ہوئی ایک درخت کی آڑ میں آکر کھڑی ہو گئی وہاں سے دُھند میں لپٹی ہوئی چار گاڑیاں دکھائی دے رہی تھیں' اور بھی گاڑیاں ہوں گی جو دور ہونے کے باعث دھندلکے میں دکھائی نہیں دے رہی تھیں۔ نظر آنے والی گاڑیوں سے کچھ لوگ اتر آئے تھے۔ ایک کہہ رہا تھا "برف گہری ہے' پہیے پوری طرح دھنس گئے ہیں' گاڑیاں اس طرح نہیں نکلیں گی۔"

سونیا نے دو ہینڈ گرینیڈ نکالے ایک کی چابی دانتوں میں دبا کر باہر کو کھینچی پھر اسے ایک گاڑی کی طرف پھینک دیا۔ اسی پھرتی سے دوسرے گرینیڈ کو دوسری گاڑی کی طرف اچھال دیا۔ اس نے صحیح وقت کا حساب کرتے ہوئے پھینکا تھا جس کے نتیجے میں دشمنوں کو یہ سمجھنے کی مہلت نہیں ملی کہ گاڑی میں کیا چیز آکر گری ہے۔ گرتے ہی زبردست دھماکا ہوا تھا۔ کتنی ہی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

چیخیں بلند ہوئیں، کتنوں کے چیتھڑے اڑے۔ گاڑیوں میں آگ لگ گئی تھی۔ آگ کی وجہ سے دھند بھی چھٹ گئی تھی اور آس پاس کی برف بھی پگھلنے لگی۔ وہ لوگ پناہ لینے کے لئے مختلف درختوں کی طرف دوڑ لگا رہے تھے۔ علی نے تڑا تڑ گولیاں چلاتے ہوئے چار کو مار گرایا اور اس طرح فائرنگ کی آواز سے ثانی کو اپنی پوزیشن بھی بتادی ورنہ وہ خاموشی سے ایرو شوٹر کے ذریعے دشمنوں کو ٹھکانے لگا سکتا تھا۔

دشمنوں نے اپنے چار آدمی فائرنگ کی زد میں آتے دیکھ کر سمجھ لیا کہ جدھر وہ دوڑے جارہے ہیں ادھر سے ہی فائرنگ ہورہی ہے۔ لہٰذا انہوں نے سمت بدل دی، دوسری طرف دوڑنے لگے۔ دوسری جانب سے ثانی نے فائرنگ شروع کردی۔ وہ کھلی جگہ مار کھا رہے تھے۔ کسی درخت کے پیچھے جانے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ تین اور گرے باقی تین کو مختلف درختوں کے پیچھے چھپنے کا موقع مل گیا۔ ایک افسر نے چھپتے ہی گرج کر کہا "یو سن آف اے وچ، یہاں تمہاری قبر بنے گی۔ تم دونوں کو ہم سے نجات نہیں ملے گی۔ ہم سیکڑوں کی تعداد میں تمہیں گھیر چکے ہیں... تم ہمارے کتنے بندے مارو گے۔ تم بھی کسی کے ہاتھوں مارے جاؤ گے۔ صبح سے شام اور شام سے صبح ہوتی رہے گی مگر لڑائی ختم نہیں ہوگی۔ اگر تم غالب آتے رہے تب بھی تمہیں نیند ضرور آئے گی۔ ہم نے پچھلی ایک رات جاگتے رہنے پر تمہیں مجبور کیا۔ اگلی رات کو بھی تمہیں سونے نہیں دیں گے۔"

سلطانہ نے اس کے اندر پہنچ کر دیکھا۔ وہ ٹھہر ٹھہر کر بوتل کو منہ سے لگاتا تھا۔ دو چار گھونٹ پیتا تھا پھر بولنے لگتا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا "تمہارا وہ برائن وولف بھی ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمہیں دو راتوں کے بعد مسلسل جگا نہیں سکے گا۔ نیند تمہارا مقدر بنے گی تو موت بھی مقدر بن جائے گی۔ تم دونوں مرو گے، ہر حال میں مرو گے۔ تم یہاں تنہا نہیں آئے ہو۔ اپنی موت بھی ساتھ لائے ہو۔"

اس نے بوتل کو برف میں دھنسایا پھر رائفل سنبھالتا ہوا درخت کی آڑ سے فائرنگ کرنے لگا۔ اس کے ساتھیوں نے بھی فائرنگ کی۔

لیکن دوسری طرف سے خاموشی رہی۔ ثانی وہاں سے بہت پہلے ہی جاچکی تھی۔

سلطانہ نے اس گرجنے والے افسر کے دماغ میں بیٹھ کر معلوم کیا، چار گاڑیوں میں چوبیس جوان اور چار افسر آئے تھے۔ جن میں سے دو افسر اور چھ جوان زندہ تھے، باقی فنا ہوگئے تھے۔ ویسے جوانوں کی اچھی خاصی تعداد نسکاؤپی میں موجود تھی۔

دوسرا افسر برف کی سطح پر رینگتا ہوا اس کے پاس آیا۔ پھر بولا "سر! آپ کو اس وقت تک نہیں پینا چاہیے جب تک وہ دونوں گرفتار نہ ہوجائیں۔"

وہ ایک گھونٹ پی کر بولا "میجر! تم دو کی بات کررہے ہو، یہاں ان کا پورا خاندان ہوتا، تب بھی گرفتار ہوجاتا۔ سونیا ہوتی تو وہ بھی بچ کر جانہ پاتی۔ ڈونٹ وری! وہ دونوں بھاگ کر کہیں نہیں جاسکیں گے۔"

"سر! آپ بھول رہے ہیں، ان کے ساتھ ایک خیال خوانی کرنے والا برائن وولف ہے۔ آپ نے گرج گرج کر اپنی آواز سنائی ہے وہ آپ کے دماغ میں آسکتا ہے یا شاید آچکا ہے۔ کیا آپ کو خطرے کا احساس نہیں ہے؟"

"ہاں، مجھے گرجنا نہیں چاہیے تھا۔ مگر اپنے اتنے سارے بندوں کو مرتا دیکھ کر غصہ آگیا تھا۔ ڈونٹ وری۔ میں یوگا کا ماہر ہوں سانس روک سکتا ہوں۔"

"سر ہم سب یوگا کے ماہر ہیں۔ مگر شراب مہارت کو کمزور بنادیتی ہے"

"میں نہیں مانتا تم میرے دماغ میں آکر دیکھو میں سانس روک لوں گا۔"

"دیکھئے، آپ بہکی بہکی باتیں کررہے ہیں۔ کیا میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں کہ آپ کے دماغ میں آکر آپ کا امتحان لوں؟"

سلطانہ نے اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جمالیا۔ اس نے سلطانہ کی مرضی کے مطابق میجر کو نشانے پر رکھتے ہوئے کہا "میں تمہارا امتحان لیتا ہوں۔ تمہیں زخمی کرتا ہوں پھر تم سانس روک کر دکھاؤ۔"

میجر نے اپنے بچاؤ کے لئے ایک طرف چھلانگ لگائی۔ اس کے شرابی اعلیٰ افسر کا پہلا فائر خالی گیا۔ دوسرے فائر میں گولی اس کے بازو کی ہڈی توڑتی ہوئی گزر گئی۔ وہ چیخ مار کر گر پڑا۔ سلطانہ اس کے دماغ میں پہنچ گئی، وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا "سر! یہ آپ نے کیا کیا؟ دشمن میرے دماغ میں پہنچ کر بہت سے راز معلوم کرلے گا آپ مجھے جان سے مار ڈالیں۔ میں خود مرجاؤں گا۔"

وہ چاروں شانے چت پڑا ہوا تھا۔ اس نے ایک ہاتھ سے ریوالور نکالا۔ وہ خود کو گولی مارنا چاہتا تھا۔ سلطانہ نے اس کا رخ اعلیٰ افسر کی جانب کیا۔ ایک گولی چلی پھر وہ افسر اچھل کر گرا اور آدھا برف میں دھنس کر ہمیشہ کے لئے خاموش ہوگیا۔

سلطانہ نے میجر کو ریوالور دور پھینکنے پر مجبور کیا۔ وہ انکار کررہا تھا۔ اپنی جان دینے پر تلا ہوا تھا۔ مگر دماغ اپنے بس میں نہیں رہا تھا۔ ریوالور پہنچ سے بہت دور چلا گیا تھا۔ اس نے کمر سے لٹکے ہوئے چاقو کو استعمال کرنا چاہا۔ سلطانہ نے اس چاقو کو بھی دور پھینک دیا۔ وہ بڑا ضدی تھا۔ ایک ہاتھ کے سہارے گھسٹ کر اپنے کسی ہتھیار تک جانا چاہتا تھا، سلطانہ اسے کسی دوسری طرف پہنچادیتی تھی۔

پھر وہ بولی "شاباش! تم صحیح معنوں میں محب وطن ہو۔ اپنے ملک کا کوئی راز مجھے بتانے سے پہلے مرجانا چاہتے ہو۔ میں

تمہاری دلیری اور حب الوطنی کی داد دیتی ہوں۔ لیکن تھوڑی دیر کے لئے سوچو دوسرے لوگ بھی اپنے اپنے وطن سے محبت کرتے ہیں اور تم لوگ ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے شیطان پیدا کرکے دوسرے محبانِ وطن کے دماغوں میں بھیجتے ہو، ان کے ملکوں کے اہم راز معلوم کرتے ہو۔ ان کی کمزوریاں معلوم کرکے ان ملکوں کو بلیک میل کرتے ہو۔ انہیں سیاست کی انگلیوں پر اپنی مرضی کے مطابق نچاتے ہو۔ تمہارے حکام کسی بھی ملک کو غلام بنانے کی شرط پر اس کی مدد کرتے ہیں یا پھر اسے تباہی کے دہانے پر پہنچادیتے ہیں۔"

وہ بازو کی تکلیف سے جھنجلا کر بولا "بکواس مت کرو، تم بھی میرے دماغ میں آکر وہی کررہی ہو، جس کا الزام ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو دے رہی ہو۔"

"فرہاد کی فیملی میں جتنے خیال خوانی کرنے والے ہیں انہوں نے آج تک نہ کسی ملک کو غلام بنایا ہے، نہ کہیں اپنی حکومت قائم کی ہے اور نہ ہی کسی امن پسند قوم کو نقصان پہنچایا ہے۔

اس نے تکلیف سے کراہتے ہوئے پوچھا "تم کون ہو؟ فرہاد کے بیٹے کو یہاں بچانے کے لئے اس کی ماں رسونتی ہی آسکتی ہے۔ تمہارے پاس کوئی دوسری عورت ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہے۔ کیا تم رسونتی ہو؟"

سلطانہ نے جواب نہیں دیا۔ وہ خاموشی سے اس کے چور خیالات پڑھ رہی تھی۔ میجر چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا "جواب دو، تم میرے اندر موجود ہو میں تمہیں اپنے اہم خیالات پڑھنے نہیں دوں گا۔ میں مرجاؤں گا۔ جواب دو، تم کیا کررہی ہو؟"

اسے جواب نہیں مل رہا تھا۔ وہ پھر برف پر گھسٹ گھسٹ کر اپنے ہتھیاروں کی طرف جانا چاہتا تھا مگر جاتے جاتے پھر دور ہوجاتا تھا۔ ایسے وقت تلملا کر کہتا تھا۔ "دیکھو دیکھو میں دور ہوگیا ہوں۔ تم مجھے ہتھیاروں تک پہنچنے نہیں دے رہی ہو۔ تم موجود ہو، سوّر ہو، کمینی ہو۔ ذلیل عورت! میں اپنے اندر کی کوئی بات تجھے نہیں بتاؤں گا۔ چلی جا۔ میرے دماغ سے نکل جا۔"

چھ جوان دوڑتے ہوئے اس کے پاس آئے۔ ایک نے کہا "سر! آپ زخمی ہیں؟" دوسرا فرسٹ ایڈ باکس قریب لاکر کھولنے لگا۔ میجر نے اسے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا پھر اس کے ہولسٹر سے ریوالور نکالنے لگا۔ اس نے پوچھا "آپ کیا کررہے ہیں؟"

"مجھے فوراً ریوالور لینے دو۔ میں اس ذلیل کو گولی ماردوں گا۔"

وہ اپنا ریوالور دیتے ہوئے بولا "آپ کس کو گولی مارنا چاہتے ہیں؟"

وہ ریوالور لیتے ہی قہقہہ مارنے لگا۔ کہنے لگا "میں ہر اس شخص کو مار ڈالوں گا، جو بے گناہ علی اور سونیا ثانی کو ہلاک کرنا چاہتا ہے۔"

یہ کہتے ہی اس نے ٹھائیں ٹھائیں کی آواز کے ساتھ فائرنگ شروع کی۔ ایک جوان گرا، دوسرا گرا، باقی بھاگنے لگے۔ وہ اپنے افسر پر جوابی حملہ نہیں کرسکتے تھے، صرف اپنا بچاؤ کرسکتے تھے۔ بچاؤ کرنے کے دوران تیسرا اور چوتھا بھی فائرنگ کی زد میں آکر گر پڑا۔ صرف دو نے بڑی مشکل سے جان بچائی۔

ادھر میجر غصے سے گرج رہا تھا اور کہہ رہا تھا "میں مانتا ہوں، یہ تسلیم کرتا ہوں کہ ٹیلی پیتھی بری بلا ہے۔ اس ہتھیار سے صرف دشمن ہی نہیں، اپنے بھی مرتے ہیں۔ آج میں نے اپنوں کو مار ڈالا۔ ٹیلی پیتھی بری بلا ہے۔ اس کے زیرِ اثر رہ کر ہم بھی اپنے اہم راز دوسروں کو بتانے پر مجبور ہوجاتے ہیں"

یہ کہہ کر اس نے اپنی کنپٹی پر نال رکھی اور گولی چلادی۔ اپنا غصہ تمام کرلیا۔ اس بار سلطانہ نے اسے نہیں روکا۔ کیونکہ اتنی دیر میں اس نے اس کے اندر سے تمام اہم معلومات نچوڑ لی تھیں۔ اہم معلومات یہ تھیں کہ لیبراڈور کے حکام اعتراض کررہے تھے کہ امریکا کے جنگی جہازوں کو نسکاؤپی میں نہیں اترنا چاہیے تھا۔ پیراشوٹ کے ذریعے اپنی فوج کو وہاں نہیں بھیجنا چاہئے تھا۔ فوج کے افسران سے درخواست کی گئی تھی کہ وہ دو چار گھنٹوں میں واپس چلے جائیں۔

بھلا سپر طاقتیں درخواست کو کہاں مانتی ہیں۔ وہ صرف وہاں سے بھاگتی ہیں جہاں سے منہ توڑ جواب ملتا ہے۔ لیبراڈور کے حکام نے کیوبا کے حکام سے درخواست کی تھی کہ وہ امریکی فوج کو بھگانے کے لئے ان کی مدد کو آئے۔ کیوبا کے حکام روس کے زیرِ اثر رہتے ہیں۔ امریکی فوج کے افسران سمجھ گئے تھے کہ واپس نہ گئے تو دوسرے بڑے ملک کی بڑی فوج سے ٹکرانا ہوگا۔ انہوں نے لیبراڈور کے حکام سے چھ گھنٹے کی مہلت مانگی تھی۔ ان کا خیال تھا کہ چھ گھنٹوں میں علی اور ثانی کو پکڑ کر لیجائیں گے یا یہیں مار ڈالیں گے۔

چار گھنٹے بعد ان کی خوش فہمی ختم ہوگئی۔ ان کے بے شمار جوان اور چھ افسر مارے گئے تھے۔ حیرانی کی بات یہ تھی کہ مرنے والوں نے یا زندہ رہنے والوں نے ابھی تک علی اور ثانی کی صورت نہیں دیکھی تھی۔ جب یہ پتا نہ چلے کہ موت کہاں سے آرہی ہے تو وہ موت مقدر بن جاتی ہے، ایسی بلا بن جاتی ہے جس سے بچنے کے لئے جگہ چھوڑ کر جانا پڑتا ہے۔

پانچویں گھنٹے میں سلمان نے سلطانہ کے پاس آکر کہا "مبارک ہو ہماری فوج واپس آرہی ہے۔"

وہ بولی "میں علی اور ثانی کو تمام حالات بتا چکی ہوں۔ وہ کہتے ہیں یہ فوج واپس جائے گی تو ملک مین کی فوج آئے گی۔ ہماری جدوجہد کی معیاد بڑھتی جائے گی۔"

"وہ درست کہہ رہے ہیں، جس طرح بھی ممکن ہو انہیں وہاں سے فوراً نکالنا چاہئے۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"مگر کیسے ؟"

"میں سونیا سے بات کرتا ہوں' تم علی اور ثانی سے مشورے کرو' کوئی بات بن جائے گی۔"

سلمان واسطی سونیا کے پاس آیا۔ اس وقت میں اس سے باتیں کررہا تھا' سونیا نے کہا" سلمان! میرے دماغ میں برائن وولف موجود ہے۔ میں تم دونوں کو ایک دوسرے کے متعلق تفصیل سے بتا چکی ہوں۔"

بیشک سونیا نے اسے میرے متعلق بہت کچھ بتایا تھا مگر یہ نہیں بتایا تھا کہ میں فرہاد علی تیمور ہوں۔ شاید سلمان واسطی کے بارے میں بہت کچھ مجھے بتانے کے باوجود کچھ چھپایا ہو۔ وہ بہت گہری ہے۔ میں اب بھی دعوے سے یہ نہیں کہہ سکتا کہ سونیا کے اندر چھپے ہوئے تمام رازوں سے واقف ہوں۔

بہرحال میں نے اور سلمان نے ایک دوسرے کو ہیلو کہا۔ پھر وہ علی اور ثانی کے حالات بتانے لگا۔ سونیا نے تمام حالات سننے کے بعد کہا" وہ دونوں ضدی ہیں یہاں واپس ضرور آئیں گے۔ پھر اس ملک میں سرگرم عمل رہیں گے۔ فی الحال لیبرا ڈور سے نکلنا دشوار ہے۔ وہاں سے نکلنے کے لئے ایک فضائی راستہ محفوظ ہے۔ بحری راستہ خطرناک ہے' سمندر کی سطح پر برف کی میلوں لمبی چوڑی چٹانیں ہوں گی۔ اس موسم میں کوئی بحری جہاز نہیں چلتا۔ زمین پر جو گڑھے اور گہری کھائیاں ہوتی ہیں ان پر برف جمی رہتی ہے۔ انجانے مسافران پر سے گزرتے وقت اندر گہرائیوں میں ڈوب جاتے ہیں اس لئے خشکی کا راستہ بھی خطرناک ہے۔"

وہ ٹہل رہی تھی' بول رہی تھی اور کوئی تدبیر سوچ رہی تھی میں نے کہا" مسٹر سلمان! تم سپر ماسٹر کی حیثیت سے لیبرا ڈور کے کسی حاکم کو مخاطب کرو۔ اس سے کہو تمہاری فوج تو واپس جارہی ہے لیکن انہوں نے علی اور ثانی کے سلسلے میں کیا فیصلہ کیا ہے۔ وہ دونوں غیر قانونی طور پر ان کے علاقے میں آئے ہیں۔"

سونیا نے تائید کی" ہاں ہمیں یہ معلوم ہونا چاہئے کہ علی اور ثانی کے لئے وہاں کے حکام کا ردِ عمل کیا ہوگا۔"

میں نے کہا" مسٹر سلمان! میں کچھ دیر تمہارے دماغ میں رہوں گا۔ وہاں کے حکام کی آوازیں سنتے ہی تمہارے اندر سے نکل جاؤں گا۔"

اس نے کہا" مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

میں اس کے پاس آیا۔ وہ اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوگیا تھا۔ ٹیلی فون کا ریسیور اٹھا کر نائب سپر ماسٹر سے کہہ رہا تھا" ہاٹ لائن پر لیبرا ڈور کے حکام سے بات کراؤ۔"

اس نے ریسیور رکھ کر کہا" مسٹر وولف آج آپ سے مل کر خوشی ہورہی ہے۔ سونیا آپ پر اندھا اعتماد کرتی ہے۔"

میں نے کہا" سونیا تم سے عمر میں بڑی ہے۔ تم اسے مادام یا

مسٹر کیوں نہیں کہتے ؟"

وہ ذرا ہچکچایا' پھر بولا" ایک رشتہ ایسا ہوتا ہے جس میں عمر کا حساب نہیں کیا جاتا۔ صرف اس رشتے سے تعلق رکھنے والے جذبات کو سمجھا جاتا ہے۔"

"کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ وہ رشتہ کون سا ہے ؟"

"مسٹر وولف ہم سب کی زبانیں صرف اتنا ہی بولتی ہیں' جتنا سونیا چاہتی ہے۔ اگر اس نے تمہیں نہیں بتایا ہے تو میں بھی بتانے کی جرات نہیں کروں گا۔"

میرے اندر سنسنی سی پھیل گئی۔ تجسس کی تیز آندھی چلنے لگی۔ میرے دل میں آیا' ابھی سونیا کے پاس جاکر کھری کھری سناؤں کہ اب اس کا کوئی راز' راز نہیں رہا۔ اس کا تمام کیا دھرا میرے سامنے آگیا ہے۔

لیکن میں سلمان کے دماغ سے نہ جاسکا۔ ہاٹ لائن پر گفتگو شروع ہوگئی تھی۔ وہ ریسیور کو کان سے لگا کر کہہ رہا تھا" میں سپر ماسٹر بول رہا ہوں۔ ہماری فوج وعدے کے مطابق واپس آرہی ہے۔ مگر علی اور سونیا ثانی نے غیر قانونی طور پر نسکاؤپی ایئرپورٹ پر طیارہ اتارا ہے۔ ہمیں معلوم ہونا چاہئے آپ ان کے خلاف کیا اقدامات کررہے ہیں ؟"

دوسری طرف سے آواز آئی" سپر ماسٹر! آپ سے گفتگو کرکے خوشی ہورہی ہے' کوئی دوسرا سوال کرتا تو ہم جواب دیتے یہ ہمارا ذاتی معاملہ ہے۔ مگر آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ علی اور سونیا ثانی کے ساتھ مجرموں جیسا برتاؤ ہوگا۔ ہماری فوج اور جاسوس ان دونوں کو تلاش کررہے ہیں۔ سنا ہے ان کے ساتھ ایک پائلٹ بھی ہے۔ تینوں کو جلد ہی گرفتار کرلیا جائے گا۔"

سلطانہ نے کہا" تعجب ہے' وہ صرف تین ہیں۔ وہاں تمام راستے برف سے ڈھکے ہوئے ہیں لہٰذا وہاں سے کسی مجرم کا فرار ہونا ممکن نہیں ہے اور آپ کی فوج نے ابھی تک ان تینوں کو گرفتار نہیں کیا ہے ؟"

دوسری طرف سے کہا گیا" تعجب تو آپ کی فوج پر ہے۔ ایک اندازے کے مطابق آپ کے پچاس جوان اور افسر مارے گئے ہیں... جو زندہ رہ گئے' وہ ہمارے حکم کے مطابق واپس نہ جاتے تو ان کی بھی لاشیں ہی پائی جاتیں۔ ہمارے آدمی محتاط ہیں' انہیں تلاش کرنے کے دوران میگا فون کے ذریعے اعلان کرتے جارہے ہیں کہ وہ تینوں نسکاؤپی ایئرپورٹ پہنچ جائیں انہیں گرفتار نہیں کیا جائے گا۔ وہ فرانس کے طیارے میں واپس جاسکتے ہیں۔"

"کیا آپ واقعی انہیں گرفتار نہیں کریں گے ؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا" میں کہہ چکا ہوں' ان کے ساتھ مجرموں جیسا برتاؤ کیا جائے گا۔ پہلے وہ نظر تو آئیں۔ کمبخت انسان کی نہیں جنات کی اولاد ہیں۔ ابھی تک کسی نے ان کی ایک جھلک نہیں دیکھی ہے۔ اچھا اب میں رابطہ ختم کرتا ہوں'

آپ کچھ خیال نہ کریں۔ آپ سے مزید گفتگو کرکے خوشی ہوتی لیکن یہاں ان کے متعلق کوئی اہم رپورٹ آئی ہے۔"

ہاٹ لائن پر رابطہ ختم ہوگیا۔ میں اور سلمان ایک ساتھ اس حاکم کے دماغ میں پہنچ گئے۔ اس کے سامنے ایک بڑی میز کے اطراف چھ ذمے دار اور اہم افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک شخص اندر آکر ادب سے کھڑا ہوگیا تھا۔ جب اس حاکم نے ریسیور رکھا تو آنے والے شخص نے کہا" جنابِ عالی! آپ نے یہ نہیں بتایا تھا کہ علی اور اس لڑکی کے ساتھ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا بھی ہے۔"

حاکم نے کہا" تمہیں بتانا ضروری نہیں تھا۔"

"جسے آپ ضروری نہیں سمجھتے وہی بات ہمیں نقصان پہنچا رہی ہے۔ ہمارا ایک افسر میگا فون کے ذریعے علی اور اس لڑکی کو مخاطب کررہا تھا۔ انہیں یقین دلا رہا تھا کہ انہیں فرانس کے طیارے میں یہاں سے جانے کی اجازت ہے لیکن اس کے دماغ میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے کہا' وہ اس کے چور خیالات پڑھ چکا ہے اور یہاں کے حکام کے فراڈ کو سمجھ گیا ہے۔ اس ٹیلی پیتھی جاننے والے نے ہمارے افسر کو جھوٹ بولنے کی سزا دی ہے۔ افسر نے کبھی ہنستے ہوئے اور کبھی روتے ہوئے خود کو گولی مارلی۔"

یہ رپورٹ سن کے سب پر سکتہ طاری ہوگیا۔ وہاں بیٹھے ہوئے فوج کے کمانڈر نے کہا" ہم نے ٹیلی پیتھی کا ذکر سنا تھا۔ آج تک یہ بلا ہمارے ملک میں نہیں آئی تھی۔ کسی وقت بھی ہم اعلیٰ عہدیداروں کو خطرہ پیش آسکتا ہے۔"

اسلحہ خانے کے ایک فوجی افسر نے کہا" ہم اس ہال سے باہر جانے کے بعد گونگے بن جائیں گے۔ کسی کو اپنی آواز نہیں سنائیں گے۔"

رپورٹ پیش کرنے والے شخص نے کہا" حضرات! آپ لوگوں نے یہ سوچنے میں دیر کی ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے دماغ میں ہے' آپ لوگوں کی آواز سن چکا ہے۔"

یہ سنتے ہی کمانڈر نے ریوالور نکالتے ہوئے کہا" گدھے کے بچے! تو نے یہ بات پہلے کیوں نہیں بتائی ؟"

سلطانہ نے اس کی زبان سے کہا" یہ گدھے کا بچہ میری مرضی کے مطابق بول رہا تھا۔ یہ جو تم نے ریوالور نکالا ہے اسے فوراً واپس نہ رکھا تو تمہارے میگا فون والے کی طرح تم بھی اپنے ہی ریوالور سے خودکشی کروگے۔"

اس نے گھبرا کر جلدی سے ریوالور کو جیب میں رکھ لیا۔ میز پر رکھے ہوئے انٹر کام سے اشارہ موصول ہوا۔ حاکم نے ناگواری سے بٹن دبا کر کہا" ابھی کوئی ڈسٹرب نہ کرے میں کسی سے بات نہیں کروں گا۔"

ان پر ٹیلی پیتھی کی مصیبت نازل ہوگئی تھی۔ وہ ایسے چپ ہوگئے تھے جیسے اب بھی خیال خوانی کرنے والے سے

محفوظ رہنے کی توقع ہو۔ وہ فون پر بھی کسی سے بولنا نہیں چاہتے تھے۔ لیکن انٹر کام سے سیکریٹری کی آواز آئی" جنابِ عالی! کیوبا کے مسٹر سلاسی ہاٹ لائن پر موجود ہیں۔"

حاکم نے مجبور ہوکر انٹر کام کو آف کیا پھر ٹیلی فون کا ریسیور اٹھا کر کہا" ہیلو مسٹر سلاسی! آپ نے رابطہ قائم کرنے میں بڑی دیر کی ہے۔"

سلاسی کی آواز آئی" مجھے افسوس ہے' میں ماسک مین سے مشورہ کئے بغیر آپ کو فوجی امداد نہیں بھیج سکتا تھا۔ میں پھر ایک بار افسوس کے ساتھ کہتا ہوں' ماسک مین فرہاد کے بیٹے سے چھیڑ چھاڑ کرنا نہیں چاہتا۔ کچھ عرصے پہلے سونیا نے اس کے ملک کو زبردست نقصان پہنچایا ہے۔ ماسک مین' سونیا اور رسونتی کو شکایت کا موقع نہیں دے گا۔ اس لئے امریکی فوج کو دھمکی دو کہ ماسک مین کی فوج آرہی ہے۔ وہ ضرور تمہارے علاقے سے چلے جائیں گے۔"

"وہ فوجی جاچکے ہیں لیکن نئی مصیبت آگئی ہے۔ ہم نے علی اور سونیا ثانی کو دھوکے سے گرفتار کرنا چاہا تھا۔ ہمارا جھوٹ اور فریب اُن پر کھل گیا ہے۔"

"کیا آپ نے دھوکا دینے سے پہلے یہ نہیں سوچا کہ ان کے ساتھ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ضرور ہوگا۔ دیکھو اس سے پہلے کہ ان کا وہ خیال خوانی کرنے والا آپ کے ہمارے دماغوں میں جگہ بنائے ان دونوں کو عزت اور احترام کے ساتھ رخصت کردیں۔"

"مسٹر سلاسی! وہ پہلے ہی میرے دماغ میں جگہ بنا چکا ہے اور تمہاری آواز سن رہا ہے۔"

میں پہلے ہی سلاسی کے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔ لیبرا ڈور کے حاکم کی بات سن کر اس کے ہاتھ سے ریسیور چھوٹ گیا تھا۔ وہ خوفزدہ ہوکر سوچ رہا تھا" کیا ٹیلی پیتھی جاننے والے نے میری آواز سنی ہے۔ کیا وہ میرے دماغ میں بھی آ[illegible]"

"آچکا ہے" میں نے کہا" میں تمہارے [illegible] رہا ہوں۔" وہ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر یقین کرنا [illegible] وہ واقعی کسی کا معمول بن گیا ہے ؟ میں نے کہا" تمہیں یقین آجائے گا۔ ابھی میں وارننگ دے کر جارہا ہوں۔ یہ بات اپنے سائے کو بھی نہ بتانا کہ میں تمہارے دماغ میں آچکا ہوں۔ میری بات نہ ماننے والا اپنے پورے خاندان کے ساتھ تباہ ہوجاتا ہے۔ اب تم لیبرا ڈور کے حاکم سے کہو کہ تم پندرہ منٹ بعد اس سے گفتگو کروگے۔"

اس نے فوراً ہی ریسیور اٹھا کر کہا" سوری میں ذرا غیر حاضر ہوگیا تھا۔ ایک ضروری کام آن پڑا ہے۔ میں پندرہ منٹ بعد آپ سے رابطہ کروں گا۔ اپنی بہتری عزیز ہو تو علی اور سونیا ثانی کا اعتماد حاصل کریں۔"

میں واپس حاکم کے پاس آیا۔ وہاں سلمان اور سلطانہ' ان

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

تمام ذمے دار عہدیداروں کو دھمکیاں دے رہے تھے کہ علی اور ثانی کو کسی نے ہاتھ بھی لگایا تو پورا لیبراڈور کھنڈر بن جائے گا۔ وہاں کے حکام اور افسران میں سے کوئی زندہ نہیں بچے گا۔

وہ اپنے کان پکڑ رہے تھے۔ یقین دلا رہے تھے کہ دونوں کو پائلٹ کے ساتھ عزت سے رخصت کیا جائے گا۔ سلطانہ نے انہیں بتایا کہ فرانس کے طیارے میں کس طرح بم چھپا کر رکھا گیا ہے۔ وہاں سے بم ہٹایا جائے اور طیارے کو اچھی طرح چیک کیا جائے۔

میں نے حاکم کی زبان سے کہا" میں ٹیلی پیتھی جاننے والا برائن وولف بول رہا ہوں۔ پندرہ منٹ بعد مسٹر سلاسی فون پر گفتگو کریں گے اس کے بعد علی اور ثانی کی یہاں سے روانگی کا فیصلہ کیا جائے گا۔ مسٹر سلمان اور سلطانہ فوراً سونیا کے پاس آجائیں۔"

ہم تینوں ایک ساتھ سونیا کے پاس پہنچے۔ میں نے سلاسی سے ہونے والی گفتگو کا خلاصہ بیان کرنے کے بعد کہا" حالات ہمارے قابو میں ہیں' ہمارے بچے پھر امریکا واپس آنا چاہتے ہیں' یہ بہترین موقع ہے۔ ہم سلاسی کے ذریعے وہاں کے اور دو چار اہم افراد کے دماغوں میں پہنچیں گے انہیں مجبور کریں گے کہ وہ علی اور ثانی کو اپنے ہاں مہمان کے طور پر بلائیں' وہاں سے انہیں یونائیٹڈ اسٹیٹس کی سرحد پار کرادیں۔"

سب نے میرے مشورے کی تائید کی۔ سلمان نے کہا۔ "سلطانہ! تم علی اور ثانی کے پاس جاؤ۔ انہیں سمجھاؤ کہ وہاں کے حاکم پر بھروسا کریں' انہیں پوری حفاظت کے ساتھ وہاں سے رخصت کیا جائے گا۔"

ہم ان دونوں کی حفاظت کے لئے مکمل انتظامات میں لگ کر یہ بھول گئے تھے کہ وہ اس حد تک اپنے باپ کی بھی مدد قبول نہیں کرتے۔ جو کرنا ہوتا ہے' وہ ہماری سوچ سے پہلے کر گزرتے ہیں۔ سلمان کی بات ختم ہوتے ہی لیلیٰ پہنچ گئی۔ اس نے سونیا سے کہا" میں سلطانہ کی جگہ علی اور ثانی کی نگرانی کررہی تھی۔ پائلٹ کے دماغ میں تھی۔ افسوس پائلٹ کو گولی لگ گئی۔ بے چارہ اب اس دنیا میں نہیں رہا۔ وہ بڑی خطرناک سچویشن تھی۔ علی اور ثانی فائرنگ کرتے ہوئے لیبراڈور کے ایک طیارے کی طرف جارہے تھے۔ میں نے پائلٹ کی موت کے بعد علی کے پاس رہنا چاہا' وہ بولا" آنٹی! ایسی سچویشن میں آپ رہیں گی تو کسی دشمن خیال خوانی کرنے والے کو میرے اندر آنے کا موقع مل جائے گا۔ آپ خیال نہ کریں' اب کوئی بھی آئے گا تو میں سانس روک لیا کروں گا۔

" میں سونیا ثانی کے پاس گئی۔ ایسا لگتا ہے دونوں ایک ہی طرح سوچتے اور عمل کرتے ہیں۔ اس نے بھی یہی التجا کی۔ اس دوران میگافون سے اعلان ہو رہا تھا کہ علی اور ثانی کے ساتھ اب دھوکا نہیں کیا جائے گا۔ فرانس کے طیارے کو چیک کیا جارہا ہے۔ وہ دونوں جب چاہیں جاسکتے ہیں لیکن پہلے وہ حاضر ہوجائیں کیونکہ ان کے بزرگوں سے مذاکرات جاری ہیں۔

"میں اس اعلان کرنے والے کے دماغ میں گئی۔ پھر اسے ادھر ادھر دوڑایا' جدھر دونوں کو چھوڑ آئی تھی لیکن وہ کہیں غائب ہوگئے تھے اتنے نادان نہیں تھے کہ وہاں کے حاکم پر بھروسا کر کے بلاسٹ ہونے والے طیارے میں سوار ہوجاتے تھوڑی دیر بعد پتا چلا کہ ایک مقامی طیارہ رن وے پر دوڑتا جارہا ہے۔ پھر پتا چلا کہ وہ دونوں لیبراڈور کے ایک طیارے کو لے جارہے ہیں۔"

سونیا نے پریشان ہو کر پوچھا" وہ کہاں جارہے ہیں؟"

لیلیٰ نے جواب دیا" میں باری باری دونوں کے پاس گئی دونوں نے سانس روک لی۔ انہوں نے مجھے کوڈ ورڈز ادا کرنے کا بھی موقع نہیں دیا۔"

یہ سنتے ہی میں نے ان کے دماغ پر دستک دی۔ انہوں نے کوڈ ورڈز بیان کرنے کا موقع نہیں دیا۔ یہ نہیں جانتے تھے کہ میں ہوں۔ سچویشن ایسی تھی کہ وہ ہر آنے والے کو اس وقت دشمن سمجھنے پر مجبور تھے۔

سلمان واسطی نے پریشان ہو کر کہا" ایک طرف قطب شمالی ہے۔ برف کا طوفان ہے۔ وہ طیارہ اُدھر لے جا نہیں سکتے۔ طوفان سے گزریں گے تو روس پہنچیں گے' طوفان سے بچنا چاہیں گے تو جنوب کی طرف پرواز کریں گے یعنی کینیڈا اور یونائیٹڈ اسٹیٹس میں آنا ہوگا۔ یہاں آنے کا مطلب ہے کہ خود کو گرفتاری کے لئے پیش کرنا۔"

لیلیٰ نے کہا" انہوں نے اپنے دماغوں میں آنے نہیں دیا جبکہ کوڈ ورڈز کے ذریعے دوست اور دشمن کا پتا چل جاتا ہے انہوں نے جان بوجھ کر مجھے نظرانداز کیا ہے' مجھے اپنی توہین کا احساس ہو رہا ہے۔"

سونیا نے کہا" نہیں لیلیٰ! ابھی برائن وولف بھی گیا تھا اسے بھی دماغ میں جگہ نہیں ملی۔ اسے بھی توہین کا احساس ہونا چاہیے؟ میں کہتی ہوں' نہیں ہونا چاہیے۔ تم انہیں رفتہ رفتہ سمجھو گی۔ میں تمہیں سمجھاتی ہوں۔ ہم سب پچھلی رات سے جاگ رہے ہیں۔ اگر ان کے دماغوں میں جگہ ملے گی تو پتا نہیں سارا دن اور اگلی ساری رات بھی سونا نصیب ہوگا یا نہیں اگر وہ ہمیں کہتے کہ نیند پوری کرلیں تو ہم انہیں مصیبت میں چھوڑ کر کبھی نہ سوتے۔ مگر اب سوئیں گے۔ ان کے رویے نے یقین دلایا ہے کہ اگلے کئی گھنٹوں تک وہ کسی کو دماغ میں نہیں آنے دیں گے۔ کسی کو اپنے حالات نہیں بتائیں گے۔ ایسے میں صبر کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔ جب صبر آجائے تو نیند آجاتی ہے۔"

سونیا نے جماہی لیتے ہوئے کہا" ماں کبھی مطمئن نہیں ہوتی مگر میں اس اعتماد کے ساتھ سو رہی ہوں کہ وہ شاہین کے

بچے ہیں۔ فطرت انہیں اُڑنے پر مجبور کرتی ہے۔ لہٰذا وہ اُڑ چکے ہیں۔"

اس نے بستر پر لیٹ کر آنکھیں بند کرلیں' ہم چاروں خیال خوانی کرنے والے اس کے دماغ سے چلے گئے۔

== ☆☆☆ ==

جس طرح چھوٹے ممالک مسائل میں الجھے رہتے ہیں' انہیں سلجھانے کے لئے امریکا کے سامنے جھکے رہتے ہیں۔ اسی طرح امریکا یہودیوں کی سیاست میں الجھا رہتا ہے۔ وہاں کے حکام اپنا اقتدار قائم رکھنے کے لئے یہودیوں کے سامنے گھٹنے ٹیکتے رہتے ہیں۔ ان کی اکثر ناجائز باتوں کو تسلیم کرنے پر مجبور ہوجاتے ہیں۔

ابتدا میں جب ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے چند محبانِ وطن کو ٹیلی پیتھی سکھانے کا فیصلہ کیا گیا تو حکومت اور فوج کے اعلیٰ عہدیدار یہ علم سیکھنے کے لئے اپنا اپنا نام پیش کرنے لگے۔ امریکا کی تمام ریاستوں کے سربراہوں نے بھی یہی خواہش ظاہر کی ان میں نیویارک کے دو یہودی بھی تھے۔ ٹیلی پیتھی سیکھنے والوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی تھی۔ جبکہ یہ فیصلہ راز میں رکھا گیا تھا۔ اس ملک کے چند بڑے نہایت رازداری سے ٹرانسفارمر مشین کو استعمال کرنا چاہتے تھے۔

بہرحال اس سلسلے میں دو اہم فیصلے ہوئے ایک تو یہ کہ حکومت اور فوج میں عمر رسیدہ لوگ ہوتے ہیں۔ ان کی زندگی تھوڑی رہ جاتی ہے ٹیلی پیتھی کا علم نوجوانوں کو سکھایا جائے تاکہ وہ جوانی سے بڑھاپے کی آخری سانس تک ملک اور قوم کی خدمت کرتے رہیں۔ ان نوجوانوں کو زبردست ٹریننگ دی جائے۔ انہیں ٹریننگ کے ذریعے بہترین فوجی فائٹر اور نہایت چالباز سیاست دان بنایا جائے۔

دوسرا اہم فیصلہ یہ تھا کہ جو نوجوان مشکل ترین امتحانات پاس کریں گے اور ہر طرح سے خود کو اہل ثابت کریں گے انہیں یہ علم سکھایا جائے گا۔ ان فیصلوں پر عمل کیا گیا۔ چند جوانوں نے خود کو ذہین اور حاضر دماغ ثابت کیا۔ لیکن فوج کے جنرل' کرنل اور مختلف ریاستوں کے حکام نے اندر ہی اندر دھاندلی کی اور اپنے جوان بچوں کو امتحانات میں پاس کرا کے ٹرانسفارمر مشین تک پہنچا دیا۔ چور دروازے سے اس مشین تک پہنچنے والوں میں ایک یہودی لڑکی بھی تھی جس کا نام الپا ہنگر تھا۔

فیصلہ کیا گیا تھا کہ کسی یہودی کو ٹیلی پیتھی نہیں سکھائی جائے گی۔ لیکن الپا کا باپ شمالی امریکا میں کنگ میکر کہلاتا تھا۔ وہاں کے دس لاکھ یہودی الیکشن میں اس کو ووٹ دیتے تھے جس کی طرف الپا کا باپ انگلی اٹھاتا تھا اسی لئے وہ کنگ میکر یا بادشاہ ساز کہلاتا تھا۔ امریکی حکام اسے ناراض نہیں کرسکتے تھے۔ اس کا جو مطالبہ قانونی طور پر پورا نہیں کرسکتے تھے اسے چور دروازے سے پورا کر دیتے تھے۔

الپا بیس برس کی ایک نہایت ذہین لڑکی تھی۔ وہ جغرافیہ' تاریخ' سیاست اور علمِ ریاضی کے امتحانات میں سب سے زیادہ نمبر حاصل کرچکی تھی۔ ہزاروں امیدواروں میں اس کا نام سرِفہرست تھا۔ انسانی نفسیات کو سمجھ کر کسی کو بھی الّو بنانے کے ہتھکنڈے اسے خوب آتے تھے۔

اس نے ٹریننگ کے دوران ہی ایک ٹیلی پیتھی سیکھنے والے امریکی جوان کو تاڑ لیا تھا اور اسے اچھی طرح الّو بناتی آرہی تھی۔ جوان کا نام جے مورگن تھا۔ وہ اتنا ذہین تھا کہ ہر امتحان میں الپا کے بعد دوسرے نمبر پر آتا تھا۔ ہمیشہ فرسٹ اور سیکنڈ آنے کے باعث وہ دوست بن گئے تھے۔ مورگن کا خیال تھا کہ دوستی اور محبت آپ ہی آپ ہو رہی ہے۔ جبکہ الپا اپنی معصوم اداؤں سے دیوانہ بنا رہی تھی۔

وہ معصوم نہیں تھی لیکن چہرے پر اور آنکھوں میں ایسی معصومیت اور بھول پن پیدا کرلیتی تھی کہ دیکھنے والوں کے دل کھنچے جاتے تھے۔ وہ ایسا صرف مورگن کے سامنے کرتی تھی اور کہتی تھی" پتا نہیں تمہارے سامنے مجھے کیا ہوجاتا ہے۔"

"کیا ہوجاتا ہے؟"

"مجھے ایسا لگتا ہے جیسے میں پہاڑ کے سامنے آگئی ہوں۔"

عورت کی زبان سے ایسی باتیں سن کر مرد بہت خوش ہوتے ہیں۔ مورگن بھی خوش ہوتا رہا اور اسے خوابوں اور خیالوں میں آباد کرتا رہا۔ الپا ست اثر زہر کی طرح اس کی رگ رگ میں پھیلتی رہی۔ دور ہی دور سے اس کے دل اور دماغ پر حکومت کرتی رہی۔ وہ قریب آنا چاہتا تھا لیکن ٹریننگ سینٹر میں اس کی اجازت نہیں تھی اور نہ ہی موقع ملتا تھا۔

ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے انہیں ٹیلی پیتھی کا علم سکھانے کے بعد ان نوجوانوں کو ایک دوسرے سے الگ رکھا گیا تھا۔ وہ تعداد میں سولہ تھے۔ اور سولہ مختلف ٹریننگ سینٹر میں تربیت حاصل کرتے رہتے تھے۔ انہیں ایک دوسرے سے دور رکھنے کا مقصد یہ تھا کہ دشمن کبھی کسی خیال خوانی کرنے والے تک پہنچیں تو اس کے ذریعے دوسرے خیال خوانی کرنے والے جوان کا پتا ٹھکانا نہ ملے۔ لیکن اس احتیاطی تدبیر کے باوجود الپا نے بہت پہلے ہی مورگن کو پھانس لیا تھا۔

اب دیوانے کو اپنی محبوبہ تک پہنچنے کے لئے ٹیلی پیتھی کا سہارا مل گیا تھا وہ دونوں ایک دوسرے کے دماغ پر پہنچ کر محبت بھری باتیں کرتے تھے۔ الپا سمجھتی تھی کہ جب ہانڈی چولھے پر چڑھی ہو تو کس وقت اس کی آنچ کو تیز کرنا چاہئے۔ وہ رات کو سوتے وقت اس کے دماغ میں آتی تھی۔ سرد آہیں بھرتی تھی' سوچ کی سرگوشی میں کہتی تھی" میں کروٹ بدل رہی ہوں' تم کیا کررہے ہو؟"

وہ بے چین ہو کر کہتا تھا" میں نے تکیے کو سینے سے لگا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

رکھا ہے۔"

"یہ دوری کب تک رہے گی؟"

"اور ایک برس کی بات ہے۔ ٹریننگ مکمل ہوتے ہی میں تم سے شادی کرلوں گا۔"

"آہ مورگن! یہ اتنا آسان نہیں ہے۔"

"آسان کیوں نہیں ہے؟"

"میں یہودی ہوں، تم عیسائی ہو۔"

"تو کیا ہوا؟ ہم مذہب کی دیوار گرا دیں گے۔"

"میں نہیں گرا سکتی۔ میں کٹر یہودی ہوں۔ میرے دادا مذہبی پیشوا ہیں، میں کسی عیسائی سے شادی کروں گی تو مذہب کی پیشوائی کرنے والا ہمارا خاندان پوری یہودی قوم کی نظروں سے گر جائے گا۔ میرے بزرگ صدمے سے مرجائیں گے۔"

"الپا! ایسی باتیں نہ کرو۔ میں خود کو تمہارے بغیر خالی خالی محسوس کرتا ہوں۔ میں جب بھی مستقبل کا کوئی خواب دیکھتا ہوں تو میرے مستقبل میں دور تک تم ہی تم نظر آتی ہو۔"

"یہ تو طے ہے کہ تم میرے بغیر نہیں رہ سکتے۔ میں تمہارے بغیر نہیں جی سکتی۔"

"پھر بات کیسے بنے گی الپا؟"

"بات نہیں بنے گی تو میں محبت میں قربانی دوں گی۔"

"کیسی قربانی؟"

"میں زندگی بھر شادی نہیں کروں گی۔ کسی مرد کو اپنی تنہائی میں نہیں آنے دوں گی۔"

"اگر تم میری زندگی میں نہ آئیں تو پھر کوئی لڑکی میرے قریب نہیں آئے گی، میں ہر آنے والی کو ٹھکرا دوں گا۔"

کہنا آسان تھا عمل کرنا مشکل تھا۔ جب راتوں کو اپنے دماغ میں الپا کی گرم گرم آہیں سنائی دیتی تھیں تو دل دھڑک دھڑک کر اور دماغ چیخ چیخ کر کہتا تھا ضرورت ہے، ایک حسینہ کی ضرورت ہے اور وہ حسینہ الپا ہے۔ میں اس کے لئے دین اور دنیا سب کچھ چھوڑ سکتا ہوں۔

ایک دو راتوں کی بات ہوتی تو وہ مستقل مزاجی اور یوگا کی مشقوں کے ذریعے نفس پر قابو پالیتا لیکن وہ ٹائم ٹیبل کے مطابق ایک بار صبح اور ایک بار شام یوگا کی مشقیں کرتا تھا۔ سانس روکنے کا عمل بھی جاری رہتا تھا۔ اس طرح قوتِ ارادی میں استحکام پیدا ہوتا ہے اور نفس پوری طرح قابو میں رہتا ہے۔

"الپا! میں صاف صاف کہہ رہا ہوں، میرے اندر بغاوت پیدا ہو رہی ہے، اس ٹریننگ سینٹر کے خلاف نفرت ہو رہی ہے۔ یہاں میری صلاحیتوں کو چمکانے کے لئے مجھے قیدی بنا کر رکھا گیا ہے۔"

"مورگن! ایسی باتیں نہ کرو۔ وہاں تمہاری بھلائی کے لئے قید کیا گیا ہے۔"

"مجھے ایسی بھلائی نہیں چاہئے۔ مجھ میں اب کسی بات کی کمی نہیں ہے۔ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں، حاضر دماغی میں تم اوّل رہی ہو تو میں دوم رہا ہوں۔ میں چھ منٹ تک سانس روک لیتا ہوں۔ تنہا دو چار فائٹرز کو مار گراتا ہوں۔"

"میں مانتی ہوں۔ تم میں کوئی کمی نہیں ہے۔ تم میرے مطلوبہ آئیڈیل ہو۔"

وہ خوش ہو کر بولا "پھر ایک بار کہو۔"

"تم میرے مطلوبہ آئیڈیل ہو۔ مگر ٹریننگ مکمل کرنے کے لئے تمہیں وہاں ایک برس تک رہنا پڑے گا۔"

"یہی تو مصیبت ہے۔ ایک برس میں پاگل ہو جاؤں گا۔ میں یہاں سے بھاگ جاؤں گا۔ یہ لاوا میرے اندر پک رہا ہے مجھے یہاں سے بھاگ جانا چاہئے۔"

"ہائے مورگن! میرے دل میں بھی ایسے خیالات آتے رہتے ہیں۔ اوہ! ہم ایک ہی وقت میں ایک ہی جیسی باتیں سوچتے ہیں۔"

"قدرت نے ہمیں ایک طرح سوچنے اور ایک ساتھ زندگی گزارنے کے لئے پیدا کیا ہے۔ ہم یہاں سے دور، بہت دور جا کر ایک ساتھ زندگی گزاریں گے۔"

وہ دل ہی دل میں خوش ہوئی۔ بظاہر حیران ہو کر بولی "تم یہاں سے دور جاؤ گے؟ مگر کہاں جاؤ گے؟ جہاں جاؤ گے یہاں کی ملٹری انٹیلیجنس والے تمہیں پکڑ کر لے جائیں گے۔"

"الپا! ہم یہ ملک چھوڑ دیں گے۔"

"کیا میرے لئے اپنے ملک سے غداری کرو گے؟"

"ہرگز نہیں۔ ہم کسی دوسرے ملک میں رہ کر اپنے ملک کے کام آتے رہیں گے۔"

"اوہ تم کتنے اچھے ہو۔ ملک کے بھی کام آؤ گے اور مجھ سے محبت بھی کرتے رہو گے لیکن تم ٹریننگ سینٹر سے کیسے نکلو گے؟"

"مجھے اپنی نہیں تمہاری فکر ہے۔ تم اپنے سینٹر سے کیسے نکلو گی؟"

"ہم منصوبہ بنائیں گے۔ میرے ذہن میں ایک تدبیر ہے۔" اس نے تدبیر بتائی کہ وہ ریڈیو سنیں گے اور ٹی وی پروگرام دیکھیں گے پھر ٹی وی کے کسی فنکار کے دماغ میں پہنچ کر اسے اپنا آلۂ کار بنائیں گے۔ اس نے مورگن کو مشورہ دیا کہ وہ مشہور ٹی وی فنکار جیکی گرانٹ کے دماغ پر قبضہ جمائے اور اسے اپنا معمول بنا کر اس کے ذریعے اپنا ایک پاسپورٹ اور ضروری کاغذات تیار کرائے۔

مورگن نے اس کا مشورہ مان کر جیکی گرانٹ کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ دراصل جیکی گرانٹ یہودی تھا۔ ہپناٹزم کے ذریعے جیکی کے دماغ کے اس حصے کو لاک کر دیا گیا تھا جہاں پہنچ کر مورگن اس کے چور خیالات نہیں پڑھ سکتا تھا۔ الپا کی چالبازیوں کو سمجھ نہیں سکتا تھا۔

دوسری طرف ایک یہودی ٹی وی فنکارہ جون مسٹی، الپا کی معمولہ بن گئی تھی۔ بعد میں طے پایا کہ وہ دونوں جون مسٹی اور جیکی گرانٹ کا میک اپ کر کے ان کے پاسپورٹ اور دیگر کاغذات پر یہاں سے روانہ ہوں گے۔ تمام انتظامات مکمل ہونے کے بعد ایک رات گیارہ بجے کی فلائٹ میں سیٹیں ریزرو ہو گئیں۔

کبھی کبھی مورگن کو آؤٹ ڈور تفریح کے لئے سینٹر سے باہر لیجایا جاتا تھا۔ اس روز بھی وہ چار مسلح فوجیوں کی نگرانی میں بوٹنگ کے لئے نکلا۔ شام کو واپس آنا تھا لیکن اس نے کسی بڑے ہوٹل میں ڈنر کی فرمائش کی۔ افسر نے کہا "ٹھیک ہے، ہم ڈنر کھائیں گے پھر رات دس بجے تک سینٹر میں پہنچ جائیں گے۔"

مورگن نے ڈائننگ ہال میں کھانے کے دوران افسر سے پوچھا "سر! آپ کتنی دیر تک سانس روک لیتے ہیں؟"

"تین منٹ تک۔ تمہاری نگرانی کرنے والے فوجی جوان بھی یوگا کے ماہر ہیں۔ تم فکر نہ کرو، اوّل تو کوئی یہ جانتا نہیں ہے کہ تمہاری اہمیت کیا ہے۔ اگر جان بھی لیں تو ہم سے ٹکرا کر اپنی موت کو دعوت دے گا۔"

اس کا دعویٰ غلط ثابت ہوا۔ وہ پونے دس بجے اپنے فوجی گارڈ کے پاس آیا تو اس گاڑی پر چند یہودیوں کا قبضہ ہو چکا تھا۔ چاروں فوجی جوانوں کو بڑی مکاری اور خاموشی سے قتل کر کے سمندر میں پھینک دیا گیا تھا۔ افسر کے سر پر بھی پیچھے سے ضرب لگائی گئی، وہ گاڑی کے پاس ریت پر اوندھے منہ گر پڑا۔ مورگن نے پریشان ہو کر کہا "دیکھو جان سے نہ مارنا۔ یہ فوجی ہمارے ملک کے محافظ ہیں، انہیں صرف بیہوش رہنے دو۔ باقی فوجی جوان کہاں ہیں؟"

ایک نے جواب دیا "ان چاروں کو بھی بیہوش کر کے اس چٹان کے پیچھے لٹا دیا گیا ہے۔ ساتھیو! اس افسر کو بھی جوانوں کے پاس پہنچا دو۔"

ساتھیوں نے افسر کو اٹھایا پھر چٹان کے پیچھے لے جا کر اس کے سینے میں چاقو اتار دیا۔ انہیں اندیشہ تھا کہ ان میں سے کوئی مورگن کی روانگی سے پہلے ہوش میں آئے گا تو چند منٹ کے اندر امریکا کے تمام ایئرپورٹ اور بندرگاہوں کی ناکا بندی کرا دے گا۔ وہ کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتے تھے اس لئے سبھی کو ہلاک کر دیا تھا۔

انہوں نے مورگن کو دوسری گاڑی کے پچھلے حصے میں بٹھایا۔ وہاں ایک ماہر میک اپ مین تمام سامان کے ساتھ منتظر تھا۔ وہ گاڑی آگے بڑھی تو اس نے مورگن کا میک اپ شروع کر دیا، وہ میک اپ کے دوران الپا سے رابطہ قائم کر کے بولا۔ "میری جان! تم خیریت سے ہو؟"

وہ بولی "بالکل خیریت سے ہوں۔ تم میرے ذریعے دیکھ رہے ہو کہ میں ایئرپورٹ پہنچ گئی ہوں۔"

"میں بھی پہنچنے والا ہوں۔ زندگی میں پہلی بار ڈرامائی انداز میں اپنے ملک سے باہر جا رہا ہوں۔ میرے اندر عجیب بے چینی سی ہے۔"

"بے چینی گھبراہٹ پیدا کرے گی۔ کیا تم خوفزدہ ہو؟"

"ہرگز نہیں۔ مجھے تو تم سے ملنے کی بے چینی ہے۔ تمہیں حاصل کرنے کے لئے خوف کیا چیز ہے، میں موت سے بھی ٹکرا سکتا ہوں۔"

وہ مورگن کو ایک لمبے راستے سے ایئرپورٹ لے گئے تاکہ میک اپ مکمل ہو جائے جب ایئرپورٹ کی عمارت کے سامنے گاڑی رکی تو اس کا چہرہ بدل چکا تھا اس نے آئینے میں خود کو جیکی گرانٹ کے روپ میں دیکھا۔ الپا نے دماغ میں آکر کہا۔ "فوراً بورڈنگ کارڈ حاصل کرو۔ فلائٹ کی روانگی کا وقت ہو چکا ہے۔ میں طیارے میں ہوں۔"

اس کے پاس زیادہ سامان نہیں تھا۔ صرف ایک اٹیچی تھی اس لئے اسے طیارے میں سوار ہونے میں دیر نہیں لگی۔ الپا وہاں ٹی وی اداکارہ جون مسٹی کے روپ میں موجود تھی۔ وہ اس کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ دونوں نے ایک دوسرے کا ہاتھ تھام کر خوشی کا اظہار کیا۔ مورگن زبان سے کچھ کہنا چاہتا تھا۔ وہ دماغ میں آکر بولی "گفتگو کے وقت محتاط رہنا۔ یہ نہ بھولنا کہ تم ابھی جیکی گرانٹ ہو اور تمہارے ساتھ الپا نہیں ہے۔ ہماری غیر محتاط گفتگو کسی دشمن کے کانوں تک پہنچ سکتی ہے۔"

وہ ذرا مایوس ہو کر بولا "میں بڑے جذبوں سے سوچتا آرہا تھا کہ خوب بولوں گا اور بولتا ہی چلا جاؤں گا۔"

"جب تم مجھے دیکھو گے تو ضرور اپنی حسرتیں پوری کر لینا ابھی تو تم جون مسٹی کی صورت دیکھ رہے ہو۔ اس صورت کو دیکھ کر پیار کرنے کا مطلب یہ ہوا کہ تم مجھے نہیں جون مسٹی سے پیار کر رہے ہو۔"

وہ سرد آہ بھر کر بولا "ہم اس میک اپ سے کب نجات حاصل کریں گے؟"

"بچوں جیسا سوال کر رہے ہو۔ تم خود سمجھو۔"

"سمجھ گیا۔ پاسپورٹ کے مطابق ہم تل ابیب پہنچیں گے۔ وہاں ایئرپورٹ میں چیکنگ سے گزرنے کے بعد کسی ہوٹل میں کمرا لیں گے پھر وہاں یہ میک اپ اتار دیں گے۔"

جو کچھ وہ سوچ رہا تھا، وہ اس کے مقدر میں نہیں تھا۔ وہ تل ابیب پہنچے تو امیگریشن والوں نے روک لیا۔ یہ اعتراض کیا کہ وہ نیویارک سے حفاظتی ٹیکے لگوا کر نہیں آئے ہیں۔ لہٰذا وہ ٹیکے یہاں لگائے جائیں گے وہ قانوناً درست کہہ رہے تھے۔ الپا نے پہلے اپنے بازو پر ٹیکا لگوایا۔ پھر مورگن کو دوسرا ٹیکا لگایا گیا۔ یہ بھی ایک چال تھی، ٹیکا لگتے ہی وہ بیہوش ہو گیا۔ اسے ایک میز پر لٹا دیا گیا۔ پھر ایک افسر نے انٹرکام کا بٹن دبا کر کہا "سر کام ہو چکا ہے۔ آپ حضرات آسکتے ہیں۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اس اطلاع کے چند سیکنڈ بعد ہی فوجی بینڈ سنائی دیا۔ امیگریشن آفس کا پچھلا دروازہ کھل گیا۔ اسرائیلی فوج کے جوان پریڈ کرتے ہوئے اندر آئے پھر ادب سے الپا کے سامنے کھڑے ہوگئے۔ اسے فوجی انداز میں سلیوٹ کیا پھر اس دروازے سے فوج کا جنرل' کمانڈر ان چیف اور چند خاص اعلیٰ افسران آئے۔ سب نے الپا کے سامنے فوجی انداز میں ایڑیاں بجائیں۔ پھر کمانڈر ان چیف نے کہا "ہم فوجی صرف اپنے اسرائیلی پرچم کو سلام کرتے ہیں آج سے ہمارا سلام لیڈی الپا کے لئے بھی ہے۔"

سب نے ایک ساتھ سلیوٹ کیا۔ وہ سلام کیوں نہ کرتے! لیڈی الپا اپنے علاوہ ایک اور ٹیلی پیتھی جاننے والے کو پکڑ لائی تھی۔ اس نے اچانک ہی دو خطرناک ہتھیاروں کا اضافہ کیا تھا۔ اب اسرائیلی حکام سپر پاورز کہلانے والے بڑے بڑے ممالک کی صف میں آگئے تھے اور خم ٹھونک کر کسی بھی سپر پاور سے ٹکرا سکتے تھے اور بڑے ممالک سے اپنے مطالبات منوا سکتے تھے۔

ایک بیس برس کی لڑکی نے ان کی کایا پلٹ دی تھی۔ اس کے غیر معمولی کارنامے کو دیکھ کر اس کی کم سنی کے باوجود اسے لیڈی کہا جا رہا تھا۔ لیڈی الپا۔

اس نے بڑی سنجیدگی سے اعلیٰ افسران کو دیکھا۔ پھر کہا۔ "میں رسمی باتوں میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہتی۔ آپ لوگوں سے گزارش ہے کہ میری تعریف میں ایک لفظ بھی زبان پر نہ لایا جائے۔ آئندہ صرف میرے ملک کے پرچم کو سلام کیا جائے۔ میں آپ کی بیٹی ہوں' مجھے سلام کرکے آپ شرمندہ نہ کریں' مورگن کو فوراً یہاں سے لے چلیں اور پلیز' میری رہنمائی کریں۔"

جنرل نے کہا "تم نے خود کو ہماری بیٹی کہہ کر دل خوش کر دیا۔ آؤ بیٹی میرے ساتھ چلو۔"

وہ جنرل کے ساتھ آگے بڑھ گئی۔ باقی افسران پیچھے چلنے لگے۔ ایئرپورٹ کی عمارت کے باہر فوجی گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں۔ ایک ایمبولینس بھی تھی جس میں بیہوش مورگن کو پہنچایا گیا۔ وہ جنرل اور کمانڈر ان چیف کے ساتھ ایک کار میں بیٹھ گئی۔ فوجی قافلہ وہاں سے چل پڑا۔ الپا نے مورگن کے دماغ میں جھانک کر دیکھا اس پر پہلی جیسی گہری بیہوشی طاری نہیں تھی اس نے جنرل سے کہا "مورگن تقریباً پندرہ منٹ میں آنکھیں کھول دے گا۔ میں اس سے پہلے تنویمی عمل کرنا چاہتی ہوں۔"

جنرل کے ماتحت نے ٹرانسمٹر کے ذریعے متعلقہ افسر سے کہا "فوجی قافلے کی رفتار بڑھائی جائے۔ ہمیں دس منٹ کے اندر محل میں پہنچنا چاہیے۔"

رفتار بڑھ گئی اس کے باوجود محل تک پہنچنے میں پندرہ منٹ لگے۔ الپا نے جب دیکھا کہ وہ ہوش میں آ رہا ہے تو اس نے خیال خوانی کے ذریعہ اسے تھپک کر سلا دیا۔ محل میں پہنچتے ہی اسے ایک اسٹریچر ٹرالی پر ڈال کر ایک خالی کمرے میں پہنچایا گیا۔

الپا اس کمرے میں آئی۔ فوجی جوان باہر چلے گئے۔ وہ دروازے کو اندر سے بند کرکے مورگن کے پاس آئی۔ وہ آنکھیں بند کئے سو رہا تھا۔ یہ حقارت سے بولی "یہ تو نہیں کا بدن صرف ایک آئیڈیل کے لئے ہے اور وہ آئیڈیل تم نہیں ہو۔"

پھر وہ خیال خوانی کے ذریعے اس کے خوابیدہ دماغ میں پہنچ گئی۔ اس پر تنویمی عمل کرنے لگی۔ اسے پوری طرح معمول بنا کر اس کے دماغ میں اپنے مطلب کی باتیں نقش کرنے لگی' مثلاً اس کا نام مورگن ہے۔ مگر وہ پیدائشی یہودی ہے۔ وہ اپنے وطن اور اپنی یہودی قوم کو ٹیلی پیتھی کہ ذریعے فائدہ پہنچاتا رہے گا۔ اسے پچھلی زندگی کبھی یاد نہیں آئے گی۔ یہاں ایک یہودی عورت اور مرد کو ماں باپ تسلیم کرتا رہے گا اور یہ سوچ کر صبر کرتا رہے گا کہ ایک حادثے میں اس کی یادداشت گم ہوگئی ہے۔ موجودہ تنویمی عمل کا اثر دس دنوں تک رہے گا۔ دسویں دن سے پہلے ہی وہ پھر اس پر یہی عمل کرے گی۔ اور وہ راضی خوشی خود کو معمول کے طور پر پیش کیا کرے گا۔

اس کے دماغ میں تمام ضروری باتیں نقش کرانے کے بعد اس نے اسے تنویمی نیند کے لئے چھوڑ دیا۔ کمرے سے باہر آئی۔ ایک بڑے ہال میں تمام فوجی افسران موجود تھے۔ اب اعلیٰ حکام بھی اس سے ملاقات کے لئے آئے تھے اس نے ان سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "میں نے بڑی کامیابی سے عمل کیا ہے۔ وہ تنویمی نیند پوری کرکے آنکھ کھولے گا تو مملکتِ اسرائیل اور یہودی قوم کا وفادار ہوگا۔ اسے نیند کی حالت میں اس کے نئے ماں باپ کے پاس پہنچا دیں۔"

اس کی ہدایات پر فوراً عمل کیا گیا۔ چار سپاہی مورگن کو وہاں سے لے گئے۔ اعلیٰ حکام میں سے ایک نے کہا "لیڈی الپا تم نے ایک طویل سفر کیا ہے۔ ہمیں تمہاری تھکن کا احساس اور آرام کا خیال کرنا چاہئے۔"

"میں تھکنا اور گرنا نہیں جانتی۔ میرے سامنے کام اور صرف کام کی اہمیت ہے ابھی ہمیں کافی اہم مسائل پر گفتگو کرنی ہے۔"

"بیشک ہم اسی لئے حاضر ہیں۔"

وہ ایک کرسی پر بیٹھتی ہوئی بولی "کیا آپ بتائیں گے کہ کون سا مسئلہ سب سے زیادہ پریشان کن ہے؟"

ایک نے کہا "سیاسی' سماجی' اقتصادی اور فوجی کئی طرح کے مسائل ہیں۔ ہم تمام مسائل کو کبھی آسانی سے اور کبھی دشواری سے حل کر لیتے ہیں۔ صرف ایک مسئلہ ایسا ہے جو ہمیشہ دماغ پر بوجھ بنا رہتا ہے۔"

الپا نے کہا "اور وہ مسئلہ ہے فرہاد کی باقی ماندہ فیملی اور یہ پریشانی کہ رسونتی کے بیمار ہونے اور فرہاد کے مرجانے کے باوجود کوئی خیال خوانی کرنے والا موجود ہے۔"

"اور رسونتی صحت یاب ہوجائے گی تو دو خیال خوانی کرنے والے ہو جائیں گے۔"

وہ بولی "اب ہمارے ملک میں بھی دو ٹیلی پیتھی جاننے والے موجود ہیں۔"

"تم نے ہمارے دل اور دماغ سے بوجھ ہلکا کر دیا ہے۔ مگر یہ فکر ستا رہی ہے کہ سپر ماسٹر کے خیال خوانی کرنے والے کو ٹریپ کرنے کے لئے سونیا اور علی وہاں پہنچے ہوئے ہیں۔ سونیا کی مکاری سے کچھ بعید نہیں ہے وہ سپر ماسٹر کے دو چار خیال خوانی کرنے والوں کو اپنی طرف مائل کر لے۔ فرہاد کی موت کے بعد وہ اسی طرح اپنی قوت بڑھا رہی ہے۔"

الپا نے کہا "میں نے بھی یہی پلاننگ کی ہے۔ کل میں سینٹر سے نکل کر آؤٹ ڈور تفریح کے لئے گئی تو ایک جگہ ایک لڑکی سے سامنا ہو گیا۔ وہ بہت خوبصورت تھی۔ میں نے یونہی شغل کے لئے اس کے خیالات پڑھے تو پتا چلا اس کا نام ویلی ہے اور اس کا بھائی پال ہوپ کن ہماری طرح ٹرانسفارمر مشین سے گزر چکا ہے۔ ٹیلی پیتھی جانتا ہے اور ایک سینٹر میں ٹریننگ حاصل کر رہا ہے۔"

"کیا تم اسے بھی ٹریپ کرو گی؟"

"ہاں ویلی آج میری لینڈ کے میری کلب میں اپنے والدین کے ساتھ جائے گی۔ میں نے اپنی تنظیم کے سربراہ سے رابطہ کرکے سمجھا دیا ہے کہ ویلی کو اغوا کرکے خفیہ اڈے میں رکھا جائے گا۔ ہم دیکھیں گے کہ اس کا بھائی اپنی عزت اور زندگی بچانے کے لئے ہم سے دوستی کرے گا یا نہیں؟"

"اگر وہ دوستی پر آمادہ نہ ہوا تو؟"

"تو پھر ایک فائدہ ہوگا' میں سودے بازی کے دوران پال ہوپ کن کی آواز سن لوں گی اس کا لہجہ یاد رکھوں گی۔ وہ بھی آؤٹ ڈور تفریح کے لئے سینٹر سے باہر جاتا ہوگا۔ ہمارے آدمی اسے زخمی کریں گے یا موقع ملا تو اسے اعصابی کمزوری کا انجکشن لگائیں گے۔ میرے لئے اس کے دماغ میں پہنچنے کا راستہ بنائیں گے۔ میں نے عہد کیا ہے' سپر ماسٹر کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک ایک کرکے اسرائیلی حکومت کے وفادار بنیں گے ورنہ میرے ہاتھوں حرام موت مر جائیں گے۔"

تمام حکام اور اعلیٰ افسران خوشی کا اظہار کرنے لگے۔

وہ بولی "ہمارا یہ منصوبہ راز میں رہے گا۔ فی الحال کسی کو یہ معلوم نہیں ہونا چاہئے کہ ہمارے ملک میں دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ میں سپر ماسٹر کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اغوا کروں گی یا قتل کروں گی تو اس کا الزام سونیا یا علی پر آئے گا۔ کیونکہ دونوں اسی مقاصد کے لئے امریکا میں چھپے ہوئے ہیں۔ اگر میں ضرورتاً خیال خوانی کے ذریعے سپر ماسٹر یا سونیا وغیرہ سے گفتگو کروں گی تو سپر ماسٹر سمجھے گا رسونتی بول رہی ہے اور سونیا سمجھے گی کہ ماسک مین ان کے خلاف جوجو کو استعمال کر رہا ہے۔"

ایک حاکم نے کہا "یہ چال اچھی ہے لیکن ہم اپنے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ظاہر کرکے بڑے ملکوں کو چونکانا چاہتے ہیں۔ ہم انہیں اپنی حمایت پر مجبور کرکے اپنے بیشتر مطالبات پورے کرانے پر مجبور کر سکتے ہیں۔"

الپا نے کہا "آپ لوگ تجربہ کار سیاستداں ہیں۔ جو بہتر سمجھتے ہیں وہ کریں۔ میری ناچیز عقل میں یہ بات آتی ہے کہ پہلے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو خاموشی سے ٹریپ کیا جائے اور کوئی الزام اپنے سر نہ لیا جائے۔ لیکن تنہا میری عقل کوئی اہمیت نہیں رکھتی آپ میرے ملک اور قوم کے اکابرین میں سے ہیں آپ کا جو فیصلہ ہوگا' میں اس پر عمل کرتی رہوں گی۔"

جنرل نے کہا "ہمیں یہ خوشی ضرور ہے کہ تم ہماری قوم کی ٹیلی پیتھی جاننے والی لڑکی ہو۔ مگر اس سے زیادہ خوشی اس بات کی ہے کہ تم کٹر یہودی ہو' مملکتِ اسرائیل کی وفادار ہو اور ہم بزرگوں کے سامنے سر جھکانے والی سعادت مند بیٹی ہو۔"

وہ بولی "ہماری قوم کی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی شیبا نے اپنی حماقتوں سے ہمارے ملک کو بہت نقصان پہنچایا تھا۔ میں ایسی کوئی حماقت نہیں کروں گی۔ آپ سب بزرگ ہیں۔ مجھے شیبا سے ہونے والی دو غلطیوں سے بچائیں گے۔ پہلی غلطی تو یہ ہے کہ وہ فرہاد کے عشق میں گرفتار ہو گئی تھی۔ دوسری غلطی یہ کہ یہاں اپنے بزرگوں کا احترام کرنا بھول گئی تھی۔"

"شاباش بیٹی! تم دوسروں کی غلطیوں سے بہت کچھ سیکھ سکتی ہو۔"

وہ بولی "میں جوان ہوں۔ میرے دل میں بھی سو طرح کے جذبات ہیں۔ جس طرح فرہاد نے شیبا کو الّو بنایا اسی طرح اس کا رنگین مزاج بیٹا پارس بھی مجھے جال میں پھنسا سکتا ہے۔ آج میں کہہ رہی ہوں کہ مجھے مسلمانوں سے سخت نفرت ہے' کل ہو سکتا ہے میری کوئی جذباتی کمزوری مجھے پارس یا علی تیمور کے قدموں میں لے جائے۔ لہٰذا ایسی ہونے والی غلطی سے مجھے آج ہی بچنا چاہئے۔"

سب اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ ہر ایک کے دماغ میں سوال تھا کہ وہ ایسی غلطی سے کس طرح بچے گی؟

وہ بولی "میرے ذہن میں ایک تدبیر ہے۔ ہمارے ملک اور قوم کے بہترین صلاحیتوں والے جوانوں میں سے دو جوانوں کا انتخاب کیا جائے ان میں سے ایک کو پارس اور دوسرے کو علی تیمور بنایا جائے۔ انہیں ٹریننگ کے ذریعے ہر اعتبار سے ان کی مکمل ڈمی بنائی جائے۔ ان کے ایکشن اور محبت کرنے کا انداز بھی بالکل وہی ہو۔ وہ دونوں مجھے اپنی طرف

itsurdu.blogspot.com

مائل کرنے کی کوشش کریں گے۔ ان میں سے جو بھی مجھے متاثر کرے گا' میں اس کے ساتھ اپنی محبت اور جذبوں کی تکمیل کرتی رہوں گی۔ اس طرح کوئی مسلمان میری زندگی میں نہیں آئے گا۔ جو بھی پارس اور علی تیمور آئے گا' وہ یہودی ہوگا۔"

سب نے تالیاں بجا کر اس کی ذہانت اور منصوبے کی تعریفیں کیں۔ جنرل نے کہا "تم سچی یہودی اور محبِّ وطن ہو ہمارے ایک خفیہ ٹریننگ سینٹر میں سونیا' رسونتی' جوجو' پارس اور علی تیمور کی دو دو ڈمیز ہیں۔ ہم نے انہیں بڑی محنت سے تیار کیا ہے۔ تم انہیں مختلف آزمائشوں سے گزارو اور دیکھو' کسی میں کوئی کمی نظر آئے تو پوائنٹ آؤٹ کرو' ہم وہ کمی بھی دور کردیں گے۔"

"میں کل صبح سونیا' رسونتی' جوجو' پارس اور علی تیمور کی ڈی سے ملاقات کروں گی اور انہیں آزماؤں گی۔ آج کی رات ہم سب کے لئے اہم ہے۔ آج میں ضرور یال ہوپ کن تک پہنچوں گی۔ مجھے امریکا میں اپنی یہودی تنظیم سے مسلسل رابطہ رکھنے کے لئے تنہائی کی ضرورت ہوگی۔ آج میں لنچ آپ لوگوں کے ساتھ کروں گی۔ لنچ کے بعد آپ لوگوں مجھے تنہا چھوڑ دیں گے۔"

یہ میٹنگ برخاست ہوگئی۔ لنچ کے وقت تک کے لئے سب وہاں سے چلے گئے۔ محل میں اس کی خدمت کے لئے درجنوں کنیزیں اور حبشی غلام تھے۔ وہ کنیزیں بہترین تربیت یافتہ جاسوس اور فائٹر تھیں تاکہ محل کے اندر وہ الپا کی باڈی گارڈ بھی رہیں اور کنیزوں کی طرح خدمت بھی کرتی رہیں۔ محل کے باہر فوجی جوانوں کا سخت پہرا تھا۔ ٹیلیفون' ٹرانسمٹر اور خفیہ ٹی وی چینل کے ذریعے اعلیٰ حکام اور فوجی افسران سے رابطہ قائم کرنے کے مکمل انتظامات تھے حالانکہ وہ خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کرسکتی تھی۔ لیکن ایسے انتظامات احتیاطاً کئے گئے تھے۔

محل کے ایک حصے میں سوئمنگ پول اور گرم پانی سے غسل کرنے کے لئے ایک خوبصورت سا حوض تھا۔ ایک درجن کنیزیں اسے غسل کرانے کے لئے موجود تھیں۔ ایک کنیز پانی کا ٹمپریچر دیکھ رہی تھی' چار کنیزیں حوض کے پانی میں اتر کر اس کے بدن کو صاف کررہی تھیں۔ حوض کے کنارے ایک کنیز آرکسٹرا کی دھن پر گیت گارہی تھی اور چھ کنیزیں رقص کررہی تھیں۔

گیت کے بول محبت کا اظہار کررہے تھے۔ وہ غسل کرنے کے دوران سوچ رہی تھی "محبت سے زیادہ خطرناک ہتھیار کوئی نہیں ہے۔ فرہاد اور اس کی فیملی نے دشمنوں کی صفوں میں گھسنے اور انہیں تباہ کرنے کے لئے ہمیشہ اسی ہتھیار کو استعمال کیا ہے۔ انہوں نے شیبا کو بھی محبت سے الو بنایا تھا اور اب سپر ماسٹر کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھی محبت سے ٹریپ کریں گے۔ میں نے اچھی تدبیر سوچی ہے۔ مجھے جو بھی یہودی پارس یا یہودی علی تیمور پسند آئے گا میں فوراً اسے اپنے دل اور محبت کا مالک بنالوں گی۔ جب محبت کی کمی پوری ہوتی رہے گی اور جذبوں کی پیاس بجھتی رہے گی تو دشمنوں کی محبت کا ہتھیار مجھ پر اثر نہیں کرے گا۔"

وہ اپنی دانائی پر مسکرانے لگی۔ بہترین منصوبے بنا کر ان پر عمل کرتے ہوئے سبھی کو خوشی ہوتی ہے۔ وہ بھی خوش ہورہی تھی۔ اس نے دن کے ایک بجے اسرائیل کی اہم شخصیات اور یہودی اکابرین کے ساتھ لنچ کیا۔ جنرل سے کہا کہ وہ رات آٹھ بجے سے بارہ بجے تک وہاں کے سب سے بہترین نائٹ کلب میں وقت گزارے گی پھر یہاں آدھی رات ہوگی تو امریکا میں شام کا وقت ہوگا' وہاں کے وقت کے مطابق دیلی رات کے آٹھ بجے میری کلب آئے گی۔ اس وقت الپا مصروف ہوجائے گی۔

وہ لنچ کے بعد اپنی خواب گاہ میں آکر تنہا بیٹھ گئی۔ امریکا میں یہودی تنظیم کے سربراہ سے گفتگو کرتی رہی۔ دیلی کو اغوا کرنے کے انتظامات کے متعلق تفصیلات سن کر مطمئن ہوگئی پھر پہلی بار جن اسرائیلی حکام اور فوجی افسران سے ملاقات کی تھی ان کے دماغوں میں چپ چاپ جاکر ان کے چور خیالات پڑھتی رہی۔ یہ ایک طے شدہ بات ہے کہ آدمی آدھا انسان اور آدھا شیطان ہوتا ہے۔ اچھے انسان میں کچھ برائیاں بھی ہوتی ہیں اور برے انسان میں ایک آدھ اچھائی بھی پائی جاتی ہے۔

الپا نے اپنے ملک کے حکام اور فوج کے افسران میں دونوں چیزیں پائیں لیکن ان میں ایک اچھائی مشترک تھی۔ وہ سب کے سب محبِ وطن تھے۔ مملکتِ اسرائیل کے لئے جان مال سب قربان کرسکتے تھے۔ یہ ملک دنیا کے نقشے میں ڈیڑھ دو انچ کے برابر ہے۔ لیکن یہ پوری اسلامی دنیا کے لئے ایٹم بم کی طرح خطرناک بنا ہوا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تمام یہودی اپنے ملک' اپنی قوم کی برتری کے لئے ایک ہی انداز میں سوچتے اور عمل کرتے ہیں جبکہ مسلمان سوچتا ہے تو فرقوں میں تقسیم ہوکر' مسلمان عمل کرتا ہے تو جغرافیائی حدود میں محدود ہوکر۔ مسلمانوں کی ڈیڑھ اینٹ کی مسجدیں جگہ جگہ ہیں جبکہ یہودیوں کا یروشلم ایک ہے۔

وہ ایک شاندار گاڑی میں بیٹھ کر وہاں کے سب سے مہنگے کلب میں آئی۔ فوجی باڈی گارڈز اس کے ساتھ سادہ لباس میں تھے۔ اس کلب میں ایسے امیر و کبیر لوگ آتے تھے جو ویٹر یا کسی ملازم کو بخشش کے طور پر کم از کم سو ڈالر دیتے تھے اور جن کی عورتیں ہزاروں ڈالر سے تیار کئے ہوئے لباس اور لاکھوں ڈالر کے ہیرے موتی پہن کر آتی تھیں۔ الپا ایک عام سے لباس میں آئی تھی۔ وہ کانوں میں ٹاپس اور گلے میں ایک خاص قسم کا نیکلس پہنتی تھی۔ وہ ٹاپس اور نیکلس بظاہر زیور تھے لیکن دراصل وہ ہنگامی حالات میں استعمال ہونے والے ہتھیار تھے۔

الپا کی مرضی کے مطابق اس کی اصلیت کو راز رکھا گیا تھا اس لئے فوجی باڈی گارڈز سادہ لباس میں آئے تھے اور کلب کے باہر رک گئے تھے۔ کلب کے اندر مرد اسے حیرت سے اور عورتیں اسے حقارت سے دیکھ رہی تھیں کیونکہ وہاں پہلی بار ایک سادہ سی غریب لڑکی آئی تھی اگرچہ وہ سب میں حسین تھی لیکن وہاں ہیرے موتی والیاں حسین سمجھی جاتی تھیں۔ مغرور امیرزادیوں کے دیکھنے کا انداز بتا رہا تھا کہ ان پر عاشق ہونے والے رئیس زادے الپا کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہیں کریں گے۔

الپا نے دو چار عورتوں کے خیالات پڑھے۔ پھر ایک حسینہ سے باتیں کرنے والے عاشق کے دماغ میں پہنچ کر اسے اپنی طرف بلالیا۔ وہ پاس آکر بولا "تم کون ہو؟ تمہاری سادگی میں بلا کا حسن ہے۔"

اس شخص کی محبوبہ غصہ میں اس کے پیچھے آئی تھی۔ اس کی باتیں سن کر بولی "اچھا! یہ حسین ہے۔ تم مجھے چھوڑ کر آئے ہو۔ تم نے میری انسلٹ کی ہے۔"

اس کی بات ابھی پوری نہیں ہوئی تھی کہ دوسرا شخص الپا کے پاس آیا۔ اس کی محبوبہ' اس کا کوٹ پکڑ کر کھینچتی ہوئی بولی۔ "تم اس معمولی لڑکی کے پاس آکر میری انسلٹ کررہے ہو۔ واپس چلو۔"

ایک اور امیرزادی نے کہا "آخر اس میں کیا کشش ہے؟ میرا منگیتر بھی اس کی طرف کھنچا جارہا ہے!"

دیکھتے ہی دیکھتے پانچ مرد اس کے قریب چلے آئے تھے اور یہ سوچ کر پریشان ہورہے تھے کہ وہ دولتمند لڑکیوں کو چھوڑ کر ادھر کیوں آئے ہیں؟ ادھر کشش تو ہے مگر دولت اُدھر ہے۔ الپا نے حقارت سے کہا "دور ہوجاؤ۔ میں اتنی مہنگی ہوں کہ لاکھوں ڈالر کے زیورات میرے سامنے سستے ہوجاتے ہیں"

وہ ان سے کترا کر ایک میز پر آئی۔ جنرل نے اسے بتایا تھا کہ آج ہم ڈمی پارس کو بھی اسی کلب میں بھیجیں گے۔ الپا نے کہا تھا "اسے ڈمی نہیں' یہودی پارس کہا جائے یا صرف پارس کہا جائے کیونکہ میرے پاس آنے والا یہودی ہی ہوگا۔"

جنرل نے کہا "ہم نے پارس کو تمہارے بارے میں کچھ نہیں بتایا ہے۔ اتنا کہا ہے کہ کلب میں ایک خاص لڑکی آئے گی۔ تم اس سے دوستی کرو اور معلوم کرو' وہ کون ہے اور اسکی اہمیت کیا ہے؟"

الپا نے کہا "ہاں' یہ اچھی آزمائش ہوگی۔ وہ مجھ سے دوستی کرنے آئے گا۔ میں اسے دھتکار دوں گی پھر دیکھوں گی' دھتکارنے کے باوجود وہ کیسے دوستی کرے گا۔ اور یہ تو بڑا سخت امتحان ہوگا کہ وہ میرے متعلق کچھ معلوم کرے۔ اس کے فرشتے بھی میری اصلیت معلوم نہیں کرسکیں گے۔ ویسے اصل پارس ہوتا تو کیا مجھے بے نقاب کردیتا؟"

"ہاں' اس کی پشت پر ٹیلی پیتھی جاننے والی ماں اور ایک برائن وولف ہے' وہ کوئی چکر چلا کر پارس کو تمہاری اصلیت بتاسکتے ہیں۔ بائی دی وے' اصلی تو یہاں قدم بھی نہیں رکھ سکے گا۔ ہمارا یہ یہودی پارس تمہارے متعلق پچیس فیصد معلومات حاصل کرلے تو اسے کامیاب قرار دیا جاسکتا ہے۔"

الپا کلب کے ڈائننگ ہال میں بیٹھی سوچ رہی تھی اور جنرل کی اطلاع کے مطابق وہاں آنے والے ہر نوجوان کو چور نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اس نے پارس کی صرف تصویریں دیکھی تھیں۔ آج اس کی ڈمی کو روبرو دیکھنا چاہتی تھی۔ وہ نظر نہیں آرہا تھا۔ اس نے ویٹر کو ٹھنڈا جوس لانے کا آرڈر دیا۔ آس پاس کھانے پینے والوں کی میزوں پر شراب کے جام رکھے ہوئے تھے۔ وہ ایسی کسی چیز کو منہ نہیں لگاتی تھی جس سے یوگا کی مہارت میں فرق پڑے۔

تھوڑی دیر میں ویٹر نے جوس سے بھرا ہوا گلاس لاکر اس کے سامنے رکھا۔ ٹھیک اسی وقت ایک بدصورت نوجوان اس کے پاس آیا پھر کرسی پر بیٹھ کر بولا "میں ایسا بدصورت نہیں ہوں جیسا کہ نظر آتا ہوں۔"

وہ ناگواری سے بولی "تمہیں اجازت حاصل کئے بغیر میری میز پر بیٹھنے کی جرات کیسے ہوئی؟"

اس کی ناک پھولی ہوئی تھی۔ اس نے ناک کو پکڑ کر کھینچا تو وہ الگ ہوگئی۔ وہ ناک نقلی تھی' اب اصلی نظر آرہی تھی۔ اس نے مونچھیں اور سر کی وگ اتار کر میز پر رکھی۔ پھر آنکھوں پر سے چشمہ ہٹایا۔ اب اس کے سامنے خوبرو پارس بیٹھا ہوا تھا۔ وہ چند لمحوں تک سب کچھ بھول کر اسے دیکھتی رہی۔ پھر چونک گئی' انجان بن کر بولی "کون ہو تم؟"

وہ بولا "جب سے تمہیں دیکھا ہے' خود کو بھول گیا ہوں۔ تم سے دوستی کرنے آیا ہوں۔"

وہ ناگواری سے بولی "کسی لڑکی سے دوستی کرنے کا یہ انداز نہایت بھونڈا اور فرسودہ ہے۔ اس سے پہلے کہ میں کلب کے منتظم کو بلاؤں' فوراً میری نظروں سے دور ہوجاؤ۔"

"تم مجھے مایوس کررہی ہو۔ پلیز مجھ سے دوستی کرلو۔"

وہ غصے سے بولی "گیٹ لاسٹ۔"

ڈائننگ ہال کے لوگ اُدھر دیکھنے لگے۔ وہ اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ الپا نے اسے مزید نظرانداز کرنے کے لئے جوس کا گلاس اٹھایا پھر اس سے پہلے کہ وہ اسے ہونٹوں سے لگاتی' پارس نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا پھر کہا "رک جاؤ۔"

اس نے گلاس چھین لیا۔ وہ جھنجلا کر بولی "تم میرے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

پیچھے کیوں پڑ گئے ہو ؟"

"جب تم نے مجھے گیٹ لاسٹ کہہ دیا ہے تو میں تمہاری دوستی پر لعنت بھیجتا ہوں مگر میں تمہیں حرام موت مرتے نہیں دیکھ سکتا۔ دیکھو اس مینگو جوس میں ہلکا سبز رنگ کیسا ہے ؟"

الپا نے چونک کر دیکھا۔ پھر پریشان ہو کر پوچھا "تت.... تم کہنا کیا چاہتے ہو ؟"

پارس نے جواب نہیں دیا۔ اس ویٹر کو دیکھا جس نے ابھی جوس لا کر رکھا تھا۔ اس نے لپک کر ویٹر کا گریبان پکڑ لیا۔ اسے کھینچتا ہوا الپا کے پاس لایا پھر کہا "منہ کھولو اور یہ جوس پیو۔"

ویٹر خوفزدہ تھا۔ اس نے منہ کو سختی سے بند کر لیا تھا۔ ڈائننگ ہال کے تمام لوگ اٹھ کر کھڑے ہو گئے تھے۔ یہ ایسی ڈرامائی سچویشن تھی کہ الپا خیال خوانی بھول گئی تھی۔ وہ فوراً ویٹر کے دماغ میں پہنچ کر حقیقت معلوم کر سکتی تھی۔ پارس نے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر ایک جھٹکا دیا تو چیختے ہوئے ویٹر کا منہ کھل گیا وہ گلاس کو اس کے منہ سے لگا کر جوس حلق میں انڈیلنے لگا۔ جوس تھوڑا حلق سے اتر رہا تھا تھوڑا منہ سے باہر گرتا جا رہا تھا۔ سب لوگ دم سادھے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔

جوس تھوڑا ہی حلق میں گیا۔ پھر بھی وہ نتیجہ ظاہر کرنے کے لئے کافی تھا۔ جب پارس نے گرفت ڈھیلی کی اسے چھوڑا تو وہ لڑکھڑا گیا۔ گھبرا کر کہنے لگا "مجھے بچاؤ۔ مجھے بچالو...!"

وہ کہتے کہتے فرش پر گر پڑا۔ تڑپنے اور ایڑیاں رگڑنے لگا پھر دیکھتے دیکھتے ٹھنڈا پڑ گیا۔ الپا دیدے پھیلائے کبھی اس لاش کو اور کبھی پارس کو دیکھ رہی تھی۔ پارس نے اس کے ہاتھ میں خالی گلاس پکڑاتے ہوئے کہا "یہ لو' اس میں ابھی ایک گھونٹ باقی ہے۔ مرنے کا شوق ہے تو پی لو۔ میں تو دوستی پر لعنت بھیج چکا ہوں۔"

وہ جانے لگا۔ اس نے آواز دی "پارس! رک جاؤ۔"

وہ رک گیا پھر پلٹ کر بولا "میں نے اپنا نام نہیں بتایا' پھر تم نے مجھے پارس کیسے کہا؟ کیا تم مجھے پہلے سے جانتی ہو ؟"

الپا کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ ابھی وہ غفلت میں... بے موت مرنے والی تھی۔ پارس کی حاضر دماغی نے اسے بچا لیا تھا۔ ایسے میں وہ بے اختیار اسے پارس کہہ کر مخاطب کر چکی تھی۔

وہ باہر جا رہا تھا' یہ اس کے پیچھے چلتی ہوئی کلب کے برآمدے میں آئی پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر روکتے ہوئے بولی "تم ایسے نہیں جاؤ گے۔ تم نے میری جان بچا کر مجھ پر بڑا احسان کیا ہے۔ آئی لائک یو۔ میں تم سے دوستی کروں گی۔"

"ٹھیک ہے۔ میں یہ جاننے کے لئے دوستی کروں گا کہ تم میرا نام کیسے جانتی ہو ؟"

"تم فرہاد علی تیمور کے بیٹے پارس کے ہم شکل ہو' اس لئے میں نے بے اختیار تمہیں پارس کہہ دیا۔"

وہ بولا "کمال ہے! میں فرہاد کا بیٹا پارس ہوں اور تم مجھے اس کا ہم شکل کہہ رہی ہو۔"

وہ ہنسنے لگی۔ اس کے ساتھ کلب کے گارڈن میں چلتے ہوئے بولی "تم فرہاد کے بیٹے ہوتے تو اتنی آزادی سے گھومتے پھرتے نظر نہ آتے۔ اس خاندان کا کوئی فرد اس ملک میں بغیر اجازت قدم نہیں رکھ سکتا۔ تم بہروپئے ہو۔"

گارڈن میں ایک شخص ایک حسینہ کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے ان کے قریب سے گزر رہا تھا۔ پارس نے چونک کر دیکھا پھر کہا "اوہ مسٹر ڈگلس! تم یہاں کیسے ؟"

یہ سوال کرتے ہوئے اس نے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ اجنبی نے جبراً مصافحہ کرتے ہوئے کہا "آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ میرا نام ڈگلس نہیں ہے۔"

"کیوں مذاق کرتے ہو۔ ہم لندن میں ایک ہفتے تک برٹش لائبریری میں ملتے رہے۔ ہم دونوں آثارِ قدیمہ سے تعلق رکھنے والی کتابیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر پڑھتے رہتے تھے۔"

وہ کچھ کہنا چاہتا تھا۔ پارس نے جلدی سے کہا "دیکھو' یہ ہرگز نہ کہنا کہ مجھ سے لندن میں ملنے والا ڈگلس میرا ہم شکل ہوگا۔ میری یہ دوست مجھے بھی ایک پارس کا ہم شکل کہہ رہی ہے۔ یہ بات بڑی مضحکہ خیز ہوگی کہ میں بھی کسی کا ہم شکل اور تم بھی کسی کے ہم شکل..."

الپا نے اس سے کہا "پارس! پلیز چلو۔ یہ مسٹر ڈگلس نہیں ہیں۔"

وہ بولا "تم میری آنکھوں دیکھی حقیقت کو غلط کہہ رہی ہو' کیا تم انہیں جانتی ہو ؟"

"ہاں' جانتی ہوں۔ تم چلو۔"

"کیسے جانتی ہو ؟ اگر یہ ڈگلس نہیں ہے تو غیر ملکی جاسوس ہے۔ میرے دوست ڈگلس کا ہم شکل بن کر آیا ہے۔"

اجنبی نے کہا "تم حد سے بڑھ رہے ہو۔ میرا نام وکٹر ہوم ہے۔ میرے پاس اپنی سچائی کے کافی ثبوت ہیں۔"

الپا' پارس کو دھکا دے کر آگے بڑھاتی ہوئی بولی "وہ سچ کہہ رہا ہے۔ کیوں اس کے پیچھے پڑ گئے ہو ؟"

"مجھے جس پر شبہ ہو جاتا ہے' میں اس کے خلاف ثبوت حاصل کر کے رہتا ہوں۔"

وہ پھر کلب کی طرف جانے لگا۔ اس نے کہا "اندر نہ جاؤ۔ ابھی میں باہر کی تازہ ہوا میں رہنا چاہتی ہوں۔"

"صرف پانچ منٹ کے لئے آؤ۔"

وہ الپا کے ساتھ کلاک روم میں آیا۔ کلب میں آنے والے پہلے کلاک روم میں آکر اپنا اوورکوٹ' ہیٹ اور مفلر وغیرہ وہاں کے ملازم کو دیتے تھے۔ کاؤنٹر پر اپنی شناخت پیش کرتے تھے۔ بیرونی ممالک سے آنے والے اپنا پاسپورٹ

دکھاتے اور شہر میں آنے کی تاریخ درج کراتے تھے۔ پارس نے کاؤنٹر پر آکر اپنا کارڈ دکھاتے ہوئے کہا "کیا مسٹر وکٹر ہوم کی شناخت یا کاغذات ہیں ؟"

اس نے انٹیلی جنس کے شعبے کا کارڈ دکھایا تھا۔ کاؤنٹر مین نے فوراً ہی معلومات فراہم کیں۔ پھر ایک پاسپورٹ دکھاتے ہوئے کہا "مس شہنا ہمارے کلب کی باقاعدہ ممبر ہیں۔ وہ مسٹر وکٹر ہوم کو اپنے مہمان کے طور پر یہاں لائی ہیں۔ اگر کوئی غیر ملکی مہمان ہو تو ہم اس کا پاسپورٹ کاؤنٹر پر رکھ لیتے ہیں۔"

اس کی باتوں کے دوران پارس پاسپورٹ کو الٹ پلٹ کر دیکھ رہا تھا پھر الپا سے بولا "باہر چلو اور مجھے بتاؤ۔ جنرل صاحب کے سامنے چلنا پسند کرو گی ؟"

وہ چونک کر بولی "کس جنرل کے پاس جانے کی بات کر رہے ہو ؟"

وہ باہر جانے لگا یہ اس کے ساتھ چلتی ہوئی بولی "تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔"

"میرے ساتھ چلتی رہو گی تو جواب مل جائے گا۔"

"میں تمہارے ساتھ نہیں' تم میرے ساتھ چلو گے' میری کار میں۔"

"جب دوستی ہو گئی ہے تو کوئی بھی کسی کے ساتھ چل سکتا ہے۔"

وہ اپنی کار کے پاس آئی ایک باڈی گارڈ نے اس کے لئے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ دوسری طرف سے پارس کے لئے پچھلی سیٹ کا دروازہ دوسرے گارڈ نے کھولا۔ وہ دونوں باڈی گارڈ اگلی سیٹ پر آگئے۔ باقی محافظ دوسری گاڑیوں میں بیٹھ گئے پھر وہ قافلہ وہاں سے روانہ ہوا۔ الپا نے خیال خوانی کے ذریعے جنرل سے رابطہ قائم کیا۔ پھر کہا "میں پارس کے ساتھ آپ کے پاس آرہی ہوں۔"

جنرل نے پوچھا "کیا اس نے کامیابی حاصل کی؟ ابھی تم اس کے ساتھ ہو۔ اس کا مطلب ہے' وہ تم سے دوستی کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔"

"ہاں' پہلے میں نے حقارت سے اسے ٹھکرا دیا تھا لیکن پھر خود ہی اس سے دوستی کر لی۔"

"یعنی اس نے مجبور کر دیا ؟"

"نہیں' اس کے اچھے بھی مجھے مجبور نہیں کر سکتے تھے۔ حالات نے مجبور کر دیا۔ اس نے بڑی حاضر دماغی سے میری جان بچائی ہے ورنہ غفلت میں زہر پی لیتی۔"

"وہ تمہاری جان بچا کر دوست بننے کا حقدار ہو گیا ہے۔ کیا تم اسے دوست تسلیم کر کے امتحان کے اس مرحلے میں اسے کامیاب قرار دو گی ؟"

"ہاں' ہمارا یہودی پارس اس مرحلے میں کامیاب ہو چکا ہے۔"

"حرکات و سکنات میں کیسا ہے ؟"

"جیسا پارس کے متعلق سنا تھا' اس کے ریکارڈ میں پڑھا تھا اور ویڈیو میں دیکھا تھا' بالکل ویسا ہی ہے۔"

"گفتگو میں کیسا ہے ؟"

"بہت گہرا ہے۔ اندر کی بات باہر نہیں آنے دیتا۔ ابھی مجھ سے پوچھ رہا تھا' کیا جنرل صاحب کے پاس چلو گی؟ میں اس بات سے کھٹک رہی ہوں کہ اس نے میرے متعلق کچھ جان لیا ہے۔"

"ہاں' کچھ جان سکتا ہے مگر تمہاری حقیقت اور اہمیت نہیں جان سکتا۔"

ایک ماتحت نے جنرل کے پاس آکر کہا "سر! انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ پارس کے متعلق ایک رپورٹ ہے۔"

الپا نے سوچ کے ذریعے کہا "آپ وہ رپورٹ سنیں میں بھی آپ کے ذریعے سنوں گی۔"

جنرل نے فون اٹھا کر گفتگو شروع کی۔ دوسری طرف سے انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسر نے کہا "سر! مسٹر ڈمی پارس کی حرکتوں سے کلب میں افراتفری پھیل گئی ہے۔ وہاں ہمارے ملک کے بڑے بڑے سرمایہ دار عزت دار لوگ آتے ہیں۔ ایسی جگہ اس نے ایک بھیانک مذاق کیا ہے۔"

"کیسا بھیانک مذاق ؟"

دوسری طرف سے جواب ملا "پہلے تو مسٹر ڈمی پارس بہروپئے بن کر آئے۔ آپ کے حکم کے مطابق انہیں انٹیلی جنس ڈیپارٹمنٹ کا شناختی کارڈ دیا گیا۔ جس کی وجہ سے انہیں کلب میں داخل ہونے کی اجازت دی گئی تھی۔ وہ ایک لڑکی کے پاس جا کر بیٹھ گئے۔ وہاں ظاہر کیا کہ ایک ویٹر نے جو لڑکی کو جوس لا کر دیا ہے اس میں زہر ملا ہوا ہے۔"

جنرل نے پوچھا "کیا اس میں زہر نہیں تھا ؟"

"نہیں جناب! زہر نہیں تھا۔ مسٹر ڈمی پارس نے چالاکی سے جوس میں ایک دوا ملا دی تھی جس سے جوس کا رنگ ہلکا سبز ہو گیا' اسے زہر ثابت کرنے کے لئے مسٹر ڈمی پارس نے ویٹر کو زبردستی پکڑ کر وہ جوس پلا دیا۔ اس بیچارے کو اپنی صفائی میں کچھ کہنے کا موقع نہیں دیا۔ ایک تو ویٹر کے دماغ میں یہ خوف طاری کیا کہ اسے زبردستی زہر پلایا جا رہا ہے۔ دوسرے جوس میں ملی ہوئی دوا نے اس کے اعصاب کمزور کر دئے تھے۔ وہ چکرا کر گر پڑا اور بے ہوش ہو گیا۔"

الپا نے اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے پارس کو گھور کر دیکھا۔ پارس نے مسکرا کر پوچھا "اتنے پیار سے کیوں دیکھ رہی ہو ؟"

وہ سختی سے بولی "تم نے مجھ سے دوستی کیوں کی ہے ؟"

"تمہارا حسن بے مثال ہے' شباب لاجواب ہے۔ تم دنیا کی حسین ترین عورتوں کی بھیڑ میں کھڑی ہو جاؤ میں ان عالمی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

حسیناؤں کو چھوڑ کر تم سے ہی دوستی کروں گا۔ تمہارے انکار کے باوجود کروں گا.... جیسا کہ ابھی کیا ہے۔"

"تمہارے ان فقروں کے پیچھے میرے حسن و جمال کی تعریفیں ہیں اور میں تعریف کرنے والے کو سب سے بڑا دشمن سمجھتی ہوں۔"

"حسین لڑکی کی تعریف نہ کرنا بھی دشمنی ہے بلکہ بدذوقی ہے۔"

"میں خوب سمجھتی ہوں' تم نے کسی اور مقصد سے دوستی کی ہے۔"

"ہاں' مقصد کچھ اور تھا لیکن مقصد سے ہٹ کر بڑی سے بڑی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں زندگی میں پہلی بار کسی کی تمنا کر رہا ہوں تو وہ تم ہو۔"

وہ خاموش رہی۔ ایسے وقت وہ چاہتی تھی کہ اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کی سچائی معلوم کرے لیکن اسے بتایا گیا تھا کہ ڈمی پارس یوگا کا ماہر ہے۔ اگر وہ اس کے دماغ میں جانا چاہتی تو وہ سانس روک لیتا۔ اس پر شبہ کر سکتا تھا۔ اس لئے وہ ایسی غلطی نہیں کر رہی تھی۔

وہ پارس کے ساتھ جنرل کی رہائش گاہ میں پہنچی۔ ایک ماتحت افسر نے پارس کو ڈرائنگ روم میں بیٹھنے کے لئے کہا۔ پھر الپا کے پیچھے چلتا ہوا ایک کمرے میں گیا۔ اسے جنرل کے پاس پہنچا کر وہاں سے واپس چلا گیا۔ جنرل نے الپا سے کہا "تم نے انٹیلیجنس کے اعلیٰ افسر کی رپورٹ سن لی ہے۔ ہمارے یہودی پارس نے کلب میں بدنظمی پیدا کی۔ تم سے مکاری کی لیکن تمہیں دوست بنا ہی لیا۔ وہ ایک آزمائش میں کامیاب ہو چکا ہے۔"

وہ مسکرا کر بولی "آپ لوگوں کی زبردست ٹریننگ نے اسے چالاک اور چالباز بنا دیا ہے۔ اب آپ معلوم کریں اس نے کس حد تک میرے متعلق معلومات حاصل کی ہیں۔"

"تمہارا کیا خیال ہے؟"

"میں سمجھتی ہوں' وہ دوسری آزمائش میں بالکل ناکام رہا ہے۔ وہ میرے ساتھ کلب کے ڈائننگ ہال سے باہر آیا تھا۔ ایک گارڈن سے گزرنے کے دوران ایک شخص کو مسٹر ڈوگلس سمجھ بیٹھا تھا پھر کلاک روم میں جا کر اس کے متعلق معلومات حاصل کیں۔ جب وہ کسی دوسرے کے پیچھے پڑ گیا تھا تو میرے بارے میں کیا خاک معلومات حاصل کر سکتا تھا؟"

"آؤ ذرا اس سے معلومات کرتے ہیں۔"

الپا اس کے ساتھ ڈرائنگ روم میں آئی۔ پارس نے صوفے سے اٹھ کر جنرل کو سلام کیا۔ جنرل نے کہا "بیٹھو اور اپنی کارکردگی بیان کرو۔"

وہ بیٹھتے ہوئے بولا "سر! آپ نے حکم دیا تھا کہ آج کلب میں آنے والی ایک خاص لڑکی کے متعلق صحیح معلومات حاصل کروں۔"

اس نے الپا کی طرف اشارہ کر کے کہا "مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے' آپ نے مجھے پارس کا ہم شکل بنانے اور زبردست ٹریننگ دینے کے بعد ایک بے وقوف لڑکی کی انکوائری پر لگا دیا۔"

جنرل نے غصے سے کہا "مائنڈ یور لینگویج! یو فول' تم جانتے ہو یہ کون ہے؟"

"جی ہاں' جانتا ہوں۔"

الپا نے مسکرا کر جنرل سے کہا "آپ میری خاطر ناراض نہ ہوں۔ یہ جوان غصہ دلانے کی باتیں کر کے ہم سے کچھ اگلوانا چاہتا ہے۔"

پارس نے کہا "مجھے جو کچھ اگلوانا تھا وہ راز میں تمہارے اندر سے نکال چکا ہوں۔"

الپا نے پوچھا "وہ راز کیا ہے؟"

"تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو۔"

وہ ذرا چونکی پھر بولی "یہ جھوٹ ہے۔"

"میں نے تمہیں تھوڑی دیر پہلے ایک بے وقوف لڑکی کہا تھا۔ اور اس لئے کہا تھا کہ تم نے اپنی حماقتوں سے ٹیلی پیتھی کا راز ظاہر کر دیا۔ میں ڈائننگ ہال کے گوشے میں بیٹھا تمہاری ایک ایک حرکت کو دیکھ رہا تھا۔ اگر ہیرے موتیوں سے جڑے ہوئے زیورات پہننے والی امیرزادیاں تمہیں معمولی لڑکی سمجھ کر حقارت سے دیکھ رہی تھیں تو تمہیں ان کی نگاہوں کو برداشت کرنا چاہئے تھا مگر عورتوں میں یہی خرابی ہے ایک عورت دوسری سے کمتر ہونا اپنی توہین سمجھتی ہے۔ تم نے ان سے برتر ہونے کے لئے پہلے ایک رئیس زادی کے عاشق کو اپنی طرف آنے پر مجبور کیا۔"

"یہ جھوٹ ہے۔ وہ خود میری طرف کھنچا آ رہا تھا۔"

"کیا دوسرا بھی خود بخود آ گیا تھا؟ تیسرا بھی اپنی دولتمند محبوبہ کو چھوڑ کر اپنی مرضی سے آیا تھا۔ اس کے بعد چوتھا بھی چلا آیا۔ تمہارا بس چلتا تو تم تمام دولتمند عورتوں کے چاہنے والوں کو اپنی طرف بلا لیتیں۔ لیکن شاید تمہیں احساس ہو گیا تھا کہ لوگ تمہیں جادوگرنی سمجھنے لگیں گے۔" وہ ایک ذرا توقف کے بعد بولا "میں ان چاروں کے پاس باری باری گیا تھا' جو تمہاری طرف کھنچے چلے آئے تھے۔ ان چاروں کا بیان تھا کہ وہ بے اختیار تمہاری طرف گئے تھے۔"

وہ بولی "میں نے انہیں ٹھکرا دیا تھا اس لئے وہ اپنی صفائی میں غلط بیان دے رہے تھے۔ اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ میں نے خیال خوانی کے ذریعے انہیں اپنی طرف بلایا تھا۔ وہ... واقعی بے اختیار آئے تھے۔ ایک لڑکی کو تنہا دیکھ کر مرد عموماً ایسے ہی ہو جایا کرتے ہیں۔"

وہ بولا "میں نے بھی یہی سوچا کہ خود بخود آنے والے چاروں افراد کے بیان غلط ہو سکتے ہیں۔ تمہاری ٹیلی پیتھی کی تصدیق کے لئے میں نے تمہیں آزمایا۔ تمہارے ساتھ گارڈن میں چلتے ہوئے میں نے ایک شخص کو مسٹر ڈوگلس کہا جبکہ وہ ڈوگلس نہیں تھا۔ وہ میرے لئے بالکل اجنبی تھا۔ اس نے بتایا کہ اس کا نام وکٹر ہوم ہے۔ لیکن میں اس کے ڈوگلس ہونے پر بضد تھا۔ میں جانتا تھا' ایسے وقت تم خیال خوانی کے ذریعے حقیقت معلوم کرو گی۔ جب تمہیں معلوم ہوا کہ وہ واقعی وکٹر ہوم ہے تو تم نے مجھ سے کہا۔ اس کے یہ ڈوگلس نہیں ہے۔ میں نے پوچھا۔ کیا تم اسے جانتی ہو؟ تم مجھے وہاں سے جبراً لیجاتے ہوئے بولیں۔ وہ سچ کہہ رہا ہے کیوں اس کے پیچھے پڑ گئے ہو۔ کیا تم نے ایسا نہیں کہا تھا؟"

"ہاں' کہا تھا مگر میں خیال خوانی نہیں جانتی۔ البتہ وکٹر ہوم کو جانتی ہوں۔ اسے میں نے شہنا نام کی لڑکی کے ساتھ کل ایئرپورٹ کے ویٹنگ روم میں دیکھا تھا۔"

پارس نے مسکرا کر کہا "تم آج صبح اس شہر میں آئی ہو۔ پھر کل کیسے دیکھ لیا؟" الپا نے چونک کر جنرل کو دیکھا اس نے پارس سے کہا "میں نے یہ ضرور کہا تھا کہ ایک لڑکی بیرونِ ملک سے آج یہاں آئی ہے اور تمہیں اس کے متعلق بہت کچھ معلوم کرنا ہے۔ لیکن میں نے غلط کہا تھا کہ یہ آج آئی ہے۔"

وہ بولا "سر! بیشک آپ نے غلط کہہ دیا ہو گا لیکن وکٹر ہوم کا پاسپورٹ غلط نہیں کہے گا۔ وہ لندن سے آج دوپہر کو یہاں پہنچا ہے۔ پاسپورٹ میں آج اس کی آمد کی تاریخ لکھی ہوئی ہے۔ جب وکٹر ہوم آج آ رہا ہے تو اس لڑکی نے کل اسے ایئرپورٹ پر کیسے دیکھا تھا؟"

الپا اور جنرل نے لاجواب ہو کر ایک دوسرے کو دیکھا۔ الپا مسکرا کر بولی "پارس! میں بہت خوش ہوں۔ تمہاری ذہانت کے پیشِ نظر یہ تسلیم کرتی ہوں کہ کلب میں میری حماقتوں سے تم پر ٹیلی پیتھی کا علم ظاہر ہو گیا لیکن آئندہ ایسی حماقت نہیں ہو گی' جانتے ہو کیوں؟ اس لئے کہ آئندہ تم ٹریننگ سینٹر میں نہیں میرے محل میں رہو گے اور میری غلطیوں کی نشاندہی کرتے رہو گے۔"

اس نے آگے بڑھ کر مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ پارس نے اٹھ کر اس سے ہاتھ ملایا۔ وہ بولی "میرا نام الپا سنگر ہے۔ تم تنہائی میں الپا کہہ سکتے ہو لیکن دوسروں کے سامنے مادام کہو گے۔"

جنرل نے پارس کے شانے کو تھپکتے ہوئے کہا "کامیابی مبارک ہو۔ آج سے تم لیڈی الپا کے ساتھ جدوجہد سے پُر ایک خطرناک زندگی گزارنے جا رہے ہو۔ مجھے یقین ہے' تم ہر مرحلے پر اپنی صلاحیتوں کے ذریعے الپا کے کام آتے رہو گے۔"

"سر! میں ایسا کام آؤں گا کہ یہ یاد کرتی ہی رہ جائیں گی۔"

وہ بولی "میں بھی دو گھنٹے بعد مصروف ہو جاؤں گی۔ تم سینٹر سے اپنا ضروری سامان میرے محل میں لے آؤ۔"

وہ جنرل کو فوجی انداز میں سیلوٹ کر کے چلا گیا۔ جنرل نے الپا کو مسکرا کر دیکھا پھر پوچھا "تم بہت زیادہ متاثر ہو گئی ہو؟"

اس نے جواباً مسکرا کر پوچھا "کیا نہیں ہونا چاہئے؟ میں حیران ہوں کہ اس نے کتنی چالاکیوں سے مجھے بے نقاب کیا ہے اور پریشان ہوں کہ آئندہ مجھ سے ایسی غلطیاں ہوں گی تو میرے ملک اور قوم کو نقصان ہو گا۔ ہر جگہ یہودی پارس میری غلطیوں پر پردہ ڈالنے کے لئے موجود نہیں رہے گا۔"

"کیوں نہیں رہے گا۔ وہ ہمارا احسان مند ہے۔ ہم نے اسے ذرّے سے آفتاب بنایا ہے۔ وہ محبِ وطن اور ہمارا فرمانبردار ہے۔ وہ دن کو ہر لمحے تمہارے قدموں میں رہے گا اور رات کو تمہارے سرہانے کھڑا جاگتا رہے گا۔"

"ایسے مکار لوگ غلام بن کر نہیں رہتے۔ البتہ محبت سے وفادار بنا کر رکھا جا سکتا ہے۔"

"تم یقین کر لو' یہ تمہارا غلام بن کر رہے گا۔ ہم نے پارس کی ڈمی بنانے سے پہلے تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ میں غلامی کوٹ کوٹ کر بھر دی تھی۔ ویسے بھی یہ یہودی ہے' ہمارا اپنا ہے' ملک اور قوم سے بے حد محبت کرتا ہے۔ تنویمی عمل نے رہے سہے خدشات ختم کر دئیے ہیں۔"

"آپ لوگوں نے سونیا' رسونتی' پارس' علی تیمور کی ڈمی تیار کرنے میں بڑی احتیاط سے کام لیا ہے۔ ان معاملات کے ہر پہلو پر غور کیا ہے اور ان پر پوری ذمے داری سے عمل کیا ہے۔ اگر ہم اسی طرح غلطیوں سے بچتے ہوئے اپنی اپنی ذمے داریاں پوری کرتے رہیں گے تو ہمارا ملک بہت جلد امریکا اور روس سے برتر ہو جائے گا' ایک خطرناک سپرپاور بن جائے گا۔"

وہ جنرل سے رخصت ہو کر اپنی کار کی پچھلی سیٹ پر آ گئی۔ مسلح محافظوں کی گاڑیاں اس کے پیچھے تھیں وہ اپنے محل کی طرف جانے لگی' راستے میں خیال خوانی کے ذریعے یہودی تنظیم کے سربراہ سے رابطہ قائم کیا۔ اس نے کہا "تمام انتظامات مکمل ہیں۔ میری کلب میں ہمارے آدمی موجود ہیں' دیلی ابھی نہیں آئی ہے۔"

وہ بولی "انتظار کرو۔ وہ آئے گی تو گھنٹے دو گھنٹے وہاں وقت گزارے گی۔ میں آدھے گھنٹے بعد تم سے رابطہ کروں گی۔"

وہ دماغی طور پر کار کی پچھلی سیٹ پر حاضر ہو گئی اسے پارس کی سرگوشی سنائی دی۔ اس نے چونک کر اپنے آس پاس دیکھا وہ پچھلی سیٹ پر تنہا تھی' آگے پیچھے محافظ تھے۔ وہ کہیں نہیں تھا موجود ہوتا تو نظر آتا۔ یہ اس کا خیال تھا۔ اس کی آواز اور لہجہ کسی اطلاع کے بغیر دل میں اتر گیا تھا۔ ابھی پارس کی نہیں اس کے خیال کی آواز سنائی دی تھی۔ اس کے خیال نے آ کر اسے ہیلو کہا تھا۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

وہ ایک گہری سانس لے کر سوچنے لگی "جوانی دیوانی ہوتی ہے۔ اس عمر میں کوئی پسند آجائے تو دل و دماغ پر چھاجاتا ہے۔ جذبات کی آندھیوں میں اس سے پیچھا چھڑانا ناممکن ہوجاتا ہے۔ اوہ گاڈ! کیا وہ مسلمان پارس بھی اسی طرح دل میں اتر جاتا ہوگا؟"

پتا نہیں وہ مسلمان کیسا تھا' اسے روبرو نہیں دیکھا۔ البتہ اس کا ریکارڈ بتاتا تھا کہ وہ لڑکیوں کے دل میں آنے کے بہت سے چور راستے جانتا ہے۔ مغرور اور سرکش گھوڑوں کو لگام ڈال دیتا ہے۔ وہ سوچنے لگی "تھینک گاڈ! میں نے دانشمندی کی ہے۔ ایک یہودی پارس کو اپنا بنانے جارہی ہوں۔ اگر اصل پارس میری زندگی میں آجاتا تو مجھے تسخیر کرکے اپنے ساتھ لے جاتا۔ جیسے اس کا باپ ہماری ٹیلی پیتھی جاننے والی شیبا کو لے گیا تھا۔ تھینک گاڈ! میں بھٹکنے سے پہلے ہی یہودی پارس کو اپنا رہی ہوں اور میرا یہ پارس اس اصل سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ بلکہ زیادہ ہی ہے۔ پہلی ہی ملاقات میں میرے حواس پر چھا گیا ہے۔"

اس کی نگاہوں کے سامنے پارس مسکرانے لگا۔ وہ بھی مسکرانے لگی۔ اس سے باتیں کرنے کے لئے بے چین ہوگئی کیونکہ فی الحال باتیں ہی کی جاسکتی تھیں' ملاقات کا موقع نہیں تھا۔ اس نے خیال خوانی کی پرواز کی لیکن دماغ میں پہنچتے ہی پارس نے سانس روک لی۔ وہ دوسری بار اس کے پاس پہنچ کر ہی بولی "میں الپا ہوں۔"

"میں کسی الپا کو نہیں جانتا۔" یہ کہتے ہی اس نے پھر سانس روک لی۔ اسے اپنی توہین کا احساس ہوا۔ جسے وہ جسم و جان کا مالک بنانا چاہتی تھی وہ اسے پہچاننے سے انکار کررہا تھا۔ واضح الفاظ میں کہہ رہا تھا کہ کسی الپا کو نہیں جانتا۔

وہ تھوڑی دیر تک غصے میں پیچ و تاب کھاتی رہی پھر خود ہی عقل آئی کہ اس نے پارس سے کوڈ ورڈز مقرر نہیں کئے تھے۔ ایسی صورت میں اس نے سانس روک کر اور اسے پہچاننے سے انکار کرکے دانشمندی کا ثبوت دیا ہے۔

وہ خوش ہوکر مسکرانے لگی۔ اسے ایسے ہی جوان مرد کی ضرورت تھی جو ذہین مرد بھی ہو۔ وہ اپنے محل میں پہنچ گئی۔ اپنی خواب گاہ میں پہنچ کر یہودی تنظیم کے سربراہ سے رابطہ قائم کیا۔ اس نے کہا "ویلی کلب میں پہنچ گئی ہے۔ اس کے والدین بار میں گئے ہیں اور وہ ویڈیو گیم میں مصروف ہے۔ ہماری تنظیم کا ایک جوان اس کے قریب ہے' میں اس کی آواز سنا رہا ہوں۔"

اس نے کیسٹ ریکارڈر کے ذریعے ایک آواز سنائی۔ الپا آواز سن کر اس جوان کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہ ویلی کے پاس کھڑا ہوا تھا۔ ویلی ایک گیم کو پوری کامیابی سے کھیلنا چاہتی تھی مگر وہ اور اس کے فرینڈز ناکام ہورہے تھے۔ تب ایک نوجوان نے قریب آکر اس گیم کو مکمل کیا۔ اس نے اپنا نام جمی میتھو بتایا' بڑی سادگی کے ساتھ ویلی سے دوستی کی۔ الپا نے سوچا جمی میتھو کے دماغ میں جائے مگر وہ اس معاملے میں محتاط تھی۔ اگر خیال خوانی کرتی تب بھی پتا نہ چلتا کہ جمی میتھو کے روپ میں علی تیمور ہے۔

الپا کو اطمینان تھا کہ ویلی کے دماغ میں جگہ مل گئی ہے' وہ اس کے اندر رہ کر جمی یا کسی کی بھی حرکات پر نظر رکھ سکتی ہے۔ ویسے جمی اسے بے وقوف نوجوان نظر آیا۔ ویلی مختلف حیلوں سے اس کے قریب ہونا چاہتی تھی اور وہ فاصلہ قائم رکھنے کی کوشش کرتا تھا۔ آخر ایک موقع پر یہودی تنظیم کے افراد ویلی کو گن پوائنٹ پر اغوا کرکے لے گئے پہلے تو اطمینان ہوا انہیں کسی نے روکنے کی جرات نہیں کی پھر پتا چلا کوئی موٹر بوٹ میں ان کا پیچھا کررہا ہے۔ الپا نے معلوم کرنا چاہا کہیں وہ جمی تو نہیں ہے۔ اس بار اس نے دماغ میں پہنچنا چاہا لیکن اس نے سانس روک لی۔ وہ یہودی تنظیم کے ایک ایک افراد کے دماغ میں جاکر جمی کی دلیری اور فائرنگ کا انداز دیکھ رہی تھی۔ ویلی کو اغوا کرنے کے لئے ہیلی کاپٹر میں بھی چند افراد آئے تھے لیکن جمی نے انہیں ناکام واپس جانے پر مجبور کردیا تھا۔ اور جو لوگ ویلی کو موٹر بوٹ میں لے جارہے تھے ان سب کو سمندر میں غرق کردیا تھا۔

ایسے زبردست کارنامے سے یقین ہوگیا کہ جمی کوئی عام سا نوجوان نہیں ہے۔ اس کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے تنظیم کے سربراہ سے کہا "اس بار ہیلی کاپٹروں میں جتنے افراد جارہے ہیں ان سے کہو ویلی کو تلاش کرکے جمی کو پہلی فرصت میں گولی ماردیں یا زخمی کردیں۔ یہ بھی نہ ہوسکے تو اپنے ساتھ اینٹی میک اپ کیمرے لے جائیں تاکہ اس جوان کی اصلیت معلوم ہوسکے۔"

تنظیم کے افراد نے یہی کیا۔ علی تیمور سے ایک طویل جنگ لڑنے کے دوران نہ اسے ہلاک کرسکے نہ ہی زخمی کرسکے لیکن اس کی تصویر اتارنے کے بعد باقی زندہ بچنے والے فرار ہوگئے۔ جس ہیلی کاپٹر میں فرار ہوئے وہاں تصویروں کی ڈیولپنگ اور پرنٹنگ کے انتظامات تھے۔ تصویر تیار ہوئی تو پتا چلا جمی میتھو کے روپ میں علی تیمور چھپا ہوا ہے۔

الپا نے تھوڑی دیر کے لئے خیال خوانی ترک کردی۔ اپنے محل کی خواب گاہ میں ٹہلنے لگی۔ وہ جانتی تھی کہ سونیا اور علی تیمور سپر ماسٹر کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو شکار کرنے کے لئے امریکا میں موجود ہیں لیکن وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اپنے شکار کے دوران سونیا یا علی سے ٹکراؤ ہوگا۔ وہ ان سے بچ کر چپ چاپ اپنا کام نکالنا چاہتی تھی مگر اب ایسا ممکن نہیں تھا۔

اس نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے جنرل کو مخاطب کیا اسے تمام حالات بتائے وہ پریشان ہوکر بولا "پہلے ہم خوش تھے کہ فرہاد مرچکا ہے مگر اس کے بچے تو اس سے دس قدم آگے ہیں' اگر وہ اسی طرح ہمارا شکار چھینتے رہیں گے تو کیا ہوگا؟"

وہ بولی "ان کے ساتھ بھی وہی ہوگا جو وہ ہمارے ساتھ کر رہے ہیں۔ میں ویلی کے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھائی پال کو ان کے ہاتھ لگنے نہیں دوں گی۔"

الپا تھوڑی دیر تک سوچتی رہی پھر بولی "مجھے سونیا کی آواز سنائیں۔"

تل ابیب کے ایک خفیہ سرکاری ریکارڈ روم سے سونیا کی آواز کی کیسٹ سنائی گئی۔ الپا نے اس کے لہجے کو گرفت میں لے کر خیال خوانی کی پرواز کی' اس کے دماغ پر دستک دی۔ سونیا نے اسے اپنے اندر آنے کی اجازت دے دی۔

الپا نے کہا "میں دوستی کرنے آئی ہوں۔ ویلی میری بھی ضرورت ہے۔ اگر ہم دوست بن کر اس کے بھائی پال کو ٹریپ کرنا چاہیں تو ہم دونوں کے حصے میں کامیابی آئے گی ورنہ ناکامی دونوں کا مقدر بن جائے گی۔"

سونیا نے کہا "اس کے لئے ہمیں دل میں کوئی کھوٹ رکھے بغیر دوستی کرنی ہوگی۔"

"بیشک' میں دل سے دوستی کرنے آئی ہوں۔"

"تو پھر میری طرح دوستی کا ثبوت دو۔ جس طرح میں نے تمہارے لئے دماغ کے دروازے کھول دئے اسی طرح تم میرے خیال خوانی والے کے لئے اپنے دماغ کے دروازے کھول دو۔ دیکھو کوئی بہانہ نہ کرنا۔ دوستی صرف اسی شرط پر ہوگی' تمہیں منظور ہے تو میرے پاس رہو' میرا خیال خوانی کرنے والا تمہارے پاس آرہا ہے۔"

یہ سنتے ہی الپا سونیا کے دماغ سے چلی آئی۔ وہ اتنی بڑی اور خطرناک شرط پر دوستی کا ناٹک نہیں کرسکتی تھی۔ یہ راز نہیں بتاسکتی تھی کہ اسرائیل میں بھی ٹیلی پیتھی جاننے والی پیدا ہوگئی ہے۔

اس نے امریکا کے ملٹری انٹیلی جنس والوں کو بتادیا تھا کہ علی تیمور اب تک جمی میتھو کے روپ میں تھا اور ابھی میری لینڈ کے جنوب مشرق میں اسے گھیر کر گرفتار کیا جاسکتا ہے۔ یہ وہی بات ہوئی کہ ہم تو ڈوبیں گے صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والا پال اب الپا کے ہاتھ نہیں آسکتا تھا۔ اس لئے وہ علی تیمور کی بھی کوششوں کو ناکام بنارہی تھی اور اس کے لئے خطرات پیدا کررہی تھی۔

اس نے ویلی کے دماغ میں رہ کر دیکھا۔ بحری اور فضائی فوجیں علی تیمور کو بیچ سمندر میں گھیر چکی تھیں۔ کہیں سے بچ کر بھاگ نکلنے کا راستہ نہیں تھا۔ علی کا ٹیلی پیتھی جاننے والا برائن وولف' مکارِ زمانہ سونیا اور بابا صاحب کے ادارے والے بھی اسے نہیں بچاسکتے تھے۔ الپا نے ریشم جیسے ملائم بستر پر دونوں شانے چت گرتے ہوئے کہا "اس کم بخت کو اب اس کا خدا بھی نہیں بچاسکے گا۔ میں ناکام ضرور ہوئی لیکن یہ کامیابی کیا کم ہے کہ فرہاد کا ایک بیٹا حرام موت مارا جائے گا۔"

وہ جلد سے جلد یہ خوشخبری جنرل کو سنانا چاہتی تھی۔ اس نے پھر خیال خوانی کی پرواز کی۔ ویلی کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا تو وہ رو رہی تھی۔ علی اسے چھوڑ کر آنے والے فوجی جوانوں کو ہلاک کرکے بیچ سمندر سے ان کا طیارہ لے گیا تھا۔ اس کے خدا نے اسے بچ نکلنے کی ذہانت اور جرات دی تھی۔

وہ اچھل کر بیٹھ گئی۔ ریشم جیسا بستر کانٹوں کی طرح چبھ رہا تھا۔ وہ یکبارگی چیخ کر بولی "نہیں' یہ ناممکن ہے۔ کوئی جادوگر بھی اتنے زبردست محاصرے کو توڑ کر نہیں جاسکتا۔ علی کی کیا حقیقت ہے۔ وہ بھی نہیں جاسکتا۔ وہ ابھی گرفتار ہوجائے گا۔ ابھی فوجی طیارے اس پر حملہ کریں گے۔"

خواب گاہ کے دروازے پر زور زور سے دستک ہونے لگی' انٹر کام کا بزر چیخنے لگا۔ الپا نے چیخ کر پوچھا "کون دروازے کو اس طرح پیٹ رہا ہے؟"

باہر سے کنیزوں کی آوازیں آئیں "مادام! مادام! آپ کے چیخنے اور زور زور سے بولنے کی آوازیں آرہی تھیں۔ آپ خیریت سے ہیں؟"

"ہاں۔ جاؤ یہاں سے۔ شور نہ مچاؤ۔"

انٹر کام شور مچارہا تھا۔ وہ ریسیور اٹھاکر بولی "کیا بات ہے؟"

دوسری طرف سے سیکیورٹی افسر نے کہا "معافی چاہتا ہوں مادام' میں نے آپ کی چیخ سنی ہے۔ کیا آپ کی خواب گاہ میں کوئی ہے؟"

"کوئی نہیں ہے۔ مجھ پر کوئی مصیبت آئے گی تو میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمہیں اطلاع دوں گی۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ اسے اپنی غلطی کا احساس ہورہا تھا۔ وہ حیرانی سے اور بے یقینی سے آپ ہی آپ چیخ پڑی تھی۔ کوئی انسان جناتی کارنامہ دکھائے تو دیکھنے والوں کی چیخیں نکل پڑتی ہیں۔ اس نے جنرل سے رابطہ کرکے موجودہ حالات بتائے جنرل نے کہا "بیٹی الپا! یہ تو یقین ہوگیا کہ ٹیلی پیتھی جاننے والا پال ہوپ کن اب ہمارے ہاتھ نہیں آئے گا۔ ہمیں کوئی بھی کام فرہاد کی فیملی سے ٹکرائے بغیر کرنا چاہیے۔ میرا مشورہ ہے' تم علی تیمور کے معاملے میں نہ پڑو۔"

"جی ہاں۔ میں اس سے اور سونیا سے دور رہوں گی۔"

"رات گزرتی جارہی ہے۔ اس ناکامی کو دماغ سے نکال کر سو جاؤ۔ کل سوچنا کہ آئندہ کس خیال خوانی کرنے والے کو ٹریپ کرنا چاہئے۔"

"سپر ماسٹر کے ایک اور خیال خوانی کرنے والے کا نام جوڈی نارمن ہے نارمن بھی ایک خفیہ ٹریننگ سینٹر میں ٹریننگ حاصل کررہا ہے۔ اس کی محبوبہ لاس ویگاس کی اسٹریٹ نمبر سولہ میں رہتی ہے۔"

"اس کا پورا نام اور پتا بتاؤ؟ کیا اس کے دماغ میں پہنچ سکتی ہو؟"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"یہی تو پرابلم ہے۔ ہمیں ٹیلی پیتھی کا علم سکھانے سے پہلے ایک فوجی چھاؤنی میں رکھا گیا تھا۔ وہاں میں نے ایک لڑکی کا خط دیکھا جو نارمن کے نام آیا تھا۔ لفافہ پر خط بھیجنے والی کا نام کرائنا فشر لکھا ہوا تھا۔ مکان نمبر چار ایک چار۔ اسٹریٹ نمبر سولہ لاس ویگاس۔"

"تم نے کیسے سمجھ لیا کہ کرائنا' نارمن کی محبوبہ ہے"؟

"اس نے لفافے کو لے کر چوما تھا اسے سینے سے لگایا تھا۔ ایک بار میں کرائنا تک پہنچ جاؤں تو نارمن کو اپنے دماغ کا دروازہ کھولنے اور ہماری طرف جھکنے پر مجبور کر دوں گی۔"

"تم کرائنا کی آواز سننا چاہتی ہو؟"

"جی ہاں۔ اس میں کتنی دیر لگے گی؟"

"آرام سے سو جاؤ۔ صبح جب اٹھوگی تو ہمارا ایک جاسوس کرائنا کا فون نمبر معلوم کر چکا ہوگا۔ تم جاسوس کے دماغ میں جاؤگی۔ وہ تمہیں فون کے ذریعے کرائنا کی آواز سنا دے گا۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ رات تقریباً گزر چکی تھی۔ صبح سے پہلے آخری تاریکی دم توڑ رہی تھی۔ اس نے سیکیورٹی افسر سے خیال خوانی کے ذریعے پوچھا "کیا مسٹر پارس آ گئے؟"

"جی ہاں' انیکسی میں ہیں۔"

"انہیں میرے پاس پہنچا دو۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا اسے اب سونا چاہئے تھا۔ لیکن وہ سونے سے پہلے پارس اور اپنے رابطے کے لئے کوڈ ورڈز مقرر کرنا چاہتی تھی۔ اس نے بہت بڑے سنگھار میز کے سامنے آکر اپنی پسند کا ایک پرفیوم اٹھایا اسے اپنے لباس پر اسپرے کرنے لگی۔ کوڈ ورڈز کا مفہوم ہے۔ اشاروں میں ایک دوسرے کو پہچاننا... وہ خوشبو بھی اشاروں میں جذبوں کی پہچان کرا رہی تھی۔

دروازے پر دستک ہوئی وہ بولی "آ جاؤ۔"

دروازہ کھلا۔ پارس سیکیورٹی افسر کے ساتھ آیا۔ الپا نے افسر کو جانے کا اشارہ کیا وہ سلیوٹ کر کے خواب گاہ سے باہر چلا گیا۔ دو کنیزوں نے دروازے کو بند کر دیا۔ وہ آئینے میں خود کو مختلف زاویوں سے دیکھتے ہوئے بولی "میں کیسی لگتی ہوں؟"

وہ بولا "آئینے کے سامنے زیادہ نہ ٹھہرو! وہ شدتِ جذبات سے تڑخ جائے گا"

"میں تعریف سے خوش نہیں ہوتی مگر تمہارے کہنے کے انداز نے خوش کر دیا۔ کیا میرے بدن سے خوشبو آ رہی ہے؟"

"پہلی ہی ملاقات میں آ گئی تھی۔"

"جھوٹ' میں یہ پرفیوم لگا کر کلب میں نہیں گئی تھی۔"

"میں اس خوشبو کی بات کر رہا ہوں جو جوانی کی پہلی آہٹ سے جاگتی ہے اور بڑھاپے کی چاپ سنتے ہی مر جاتی ہے' اس کے بعد خواہ عورت کتنا ہی پرفیوم لگائے' وہ بوڑھی ہی رہتی ہے' جوان نہیں ہو پاتی۔" وہ آگے بڑھتے ہوئے بولا۔ "میں جو تمہاری طرف کھنچا آ رہا ہوں تو یہ پرفیوم کا کمال نہیں ہے' تمہارا جمال ہے۔"

وہ ہاتھ اٹھا کر بولی "رک جاؤ' تم نے یہ کیوں کہا تھا کہ تم کسی الپا کو نہیں جانتے؟"

"اچھا تو تم دماغ میں آ رہی تھیں۔"

"ہاں۔ تم کہہ سکتے تھے کہ مجھے کوڈ ورڈز مقرر کرنا چاہئیں مگر تم نے تو پہچاننے سے ہی انکار کر دیا۔"

"خود کو الپا کہنے والی کوئی دشمن عورت بھی ہو سکتی تھی اگر میں تسلیم کرتا کہ وہ الپا ہے اور اس سے پہلی ملاقات' دوستی پھر محبت کی باتیں دہراتا تو اسے تمہارے متعلق اچھی خاصی معلومات حاصل ہو جاتیں۔ کیا تم یہی چاہتی ہو؟"

وہ مسکرا کر بولی "نہیں۔ تم مکمل آدمی ہو۔ میں جیسا چاہتی ہوں ویسے ہی ہو۔"

وہ ایک ادائے ناز سے چلتی ہوئی بیڈ کے پاس آئی۔ پھر ریشم جیسے ملائم بستر کے سرے پر بیٹھ گئی۔ پھر دونوں ہاتھ اٹھا کر کافرانہ انداز میں انگڑائی لیتی ہوئی لیٹ گئی۔ پارس سحر زدہ سا ہو کر اس کی طرف بڑھ رہا تھا مگر اچانک ہی اس کے قدم رک گئے۔

الپا نے اسے خمار آلود آنکھوں سے دیکھا پھر پوچھا "کیا ہوا؟"

وہ ایک طرف کان لگا کر سنتے ہوئے بولا "آواز آ رہی ہے۔"

وہ بھی کان لگا کر سننے لگی۔ بہت دور سے اذان کی آواز آ رہی تھی۔ وہ ناگواری سے بولی "مسلمانوں کی اذان ہے۔ ہمیں کیا لینا ہے۔ میرے پاس آؤ۔"

وہ بڑے ہی پختہ لہجے میں بولا "سوری! جب اذان بلاتی ہے تو مسلمان فوراً عورت سے اور گناہوں سے دور ہو جاتا ہے۔"

وہ ایکدم سے چونک کر بیٹھ گئی "کیا بکتے ہو؟"

"بکتا نہیں' عرض کرتا ہوں۔ ابھی گناہوں کی جو فرصت ہے۔ اس فرصت میں عبادت بھی ہو سکتی ہے۔"

وہ فوراً ہی چھلانگ لگا کر تکیے کے پاس گئی پھر اس کے نیچے سے ریوالور نکال کر اسے نشانے پر رکھتے ہوئے بولی "کون ہو تم؟"

"میں زبان سے کہتا ہوں کہ تمہارا یہودی پارس ہوں لیکن تمہیں یقین نہیں آئے گا اس لئے اپنے دماغ کا دروازہ کھول رہا ہوں۔ تم میرے چور خیالات پڑھ لو۔"

وہ اپنی جگہ خاموش کھڑا رہا۔ الپا نے اس کے دماغ میں آکر اس کے خیالات پڑھے... اس کے اندر جہاں تک اتر سکتی تھی اترتی گئی اسے ہر پہلو سے سمجھنے کے بعد یقین کرنا پڑا کہ وہ کٹر یہودی ہے۔ اپنے ملک و قوم کا وفادار ہے اور الپا کو دل و جان سے چاہتا ہے۔

وہ بولی "میں مطمئن ہوں۔ پھر تم اذان سے متاثر کیوں ہو رہے ہو؟"

"یہ میری ڈیوٹی ہے۔ میرا فرض ہے۔ مجھے ٹریننگ سینٹر میں نماز پڑھنا اور اسلامی احکامات پر عمل کرنا سکھایا گیا ہے۔ کوئی دشمن مجھے چھپ کر دیکھتا ہو تو تنہائی میں مجھے نماز پڑھتے دیکھ کر میرے مسلمان پارس ہونے کا یقین کر لے گا۔ مجھے سختی سے ہدایت کی گئی ہے کہ کہیں تنہائی یا ویرانے میں بھی مجھے ایک مسلمان کی طرح رہنا چاہئے۔"

"واقعی بہت اچھی ٹریننگ دی گئی ہے۔ تھوڑی دیر کے لئے میں بھی چکرا گئی تھی۔ اب یہ ایکٹنگ چھوڑو اور میرے پاس آؤ۔"

"کیسے آؤں۔ ابھی نماز اور توبہ کا وقت ہے۔"

"میں حکم دیتی ہوں۔ میرے سامنے ٹریننگ سینٹر کی ڈیوٹی بھول جاؤ۔ نماز کی باتیں نہ کرو۔ مجھے غصہ آتا ہے۔"

"غصہ کمزور دماغ کو آتا ہے۔ مجھے سختی سے ہدایت کی گئی ہے کہ میرا باپ بھی ڈیوٹی چھوڑنے کا مشورہ دے تو میں اس مشورے کو تسلیم نہ کروں۔"

وہ اپنے گلابی لبوں کو سختی سے بھینچ کر غصہ برداشت کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ پارس نے پوچھا "کیا مجھے یہاں نماز پڑھنے کی اجازت مل سکتی ہے؟"

وہ پھٹ پڑی "گیٹ آؤٹ۔ تم میں جا کر نماز پڑھو۔ تمہارے جیسا دو کوڑی کا آدمی میری حیثیت کو کیا سمجھے گا۔ میں اس ملک میں سب سے اعلیٰ اور افضل ہوں۔ میرے گورے بدن کو چھونے کے لئے لاکھوں دل دھڑکتے ہیں۔ میں اس بدن کو خوشبو میں بسا کر تمہیں بہلا رہی ہوں اور تم میری توہین کر رہے ہو۔ اب میں بھی تمہیں ٹھکراتی ہوں۔ چلے جاؤ' دور ہو جاؤ میری نظروں سے۔"

وہ پلٹ کر جانے لگا۔ وہاں کے تمام حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران اس کے ایک اشارے پر پارس کو سزائے موت دے سکتے تھے۔ الپا نے سوچا اپنی توہین کا بدلہ اسی طرح لینا چاہئے لیکن اسے سچ مچ جاتے دیکھ کر دل ڈوب رہا تھا۔ کیا حوصلہ تھا کیا فرض شناسی تھی۔ وہ جانے والا پختہ عزائم سے بھرپور مرد تھا۔ وہ اس پر مر سکتی تھی اسے مار نہیں سکتی تھی۔

== ☆☆☆ ==

کسی چھپے ہوئے شخص کو ڈھونڈ نکالنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ موجودہ دور کے جدید جاسوسی آلات بھی بعض اوقات ناکام ہو جاتے ہیں۔ پھر سونیا جیسی مکار عورت چھپی ہو تو اس کی پرچھائیں تک پہنچنا بھی تقریباً ناممکن ہو جاتا ہے۔ وہاں کے فوجی افسران نے نیویارک کے خاص خاص مقامات پر اور... مشی گن جھیل کے ساحلی علاقوں میں اینٹی میک اپ کیمرے اور مختلف نوعیت کے جاسوسی آلات نصب کر دئے تھے۔ سونیا جہاں سے بھی گزرتی اس کی تصویریں اتر جاتیں' اس کی آواز ریکارڈ ہو جاتی اس کے چلنے پھرنے' اٹھنے بیٹھنے کی مخصوص ادائیں ویڈیو میں پکچرائز ہو جاتیں۔ اسے گھیرنے' پکڑنے اور جکڑنے کے تمام ممکن اور غیر معمولی انتظامات کر دئے گئے تھے اور یہ بات حیران کن تھی اور طیش دلانے والی تھی کہ چوبیس گھنٹے گزر جانے کے باوجود اس کا سایہ بھی نظر نہیں آیا تھا۔

وہ لاکھ سر پٹختے' اپنے ملک کی ایک ایک عورت کے چہرے کو نوچ کھسوٹ کر دیکھ لیتے' تب بھی سونیا نظر نہ آتی کیونکہ گھر کا بھیدی لنکا ڈھا رہا تھا۔ سلمان واسطی سپر ماسٹر کی حیثیت سے تمام انتظامات کو جانتا تھا اور سونیا کو بتا دیا کرتا تھا۔ عالمی شہرت رکھنے والے جاسوس اسے نیویارک مشی گن جھیل کے ساحلی علاقوں میں ڈھونڈ رہے تھے اور وہ سپر ماسٹر کے گھر میں آرام فرما رہی تھی۔

وہ دورِ حاضر کی سب سے عجیب و غریب چالیں چلنے والی عورت تھی۔ بڑے بڑے شاطر شطرنج کی بساط پر مہرے بدلتے ہوئے دعوے کرتے تھے کہ ابھی ہم بتائیں گے کہ وہ کس خانے میں ہے۔ بڑی بڑی ذہانت کا ثبوت دینے والے دور کی کوڑیاں لاتے تھے مگر یہ سمجھنے سے قاصر رہتے تھے کہ سونیا ان کی جیب میں پڑی ہوئی ہے۔

اسے سلمان واسطی کی رہائش گاہ سے باہر جانے کی ضرورت نہیں تھی لیلیٰ خیال خوانی کے ذریعے سہولتیں پیدا کرتی تھی۔ اگر کبھی باہر نکلنا ضروری ہوتا تو اس کے پاس نیویارک کا پورا نقشہ موجود تھا۔ سلمان واسطی عرف سپر ماسٹر نے نقشے میں ہر اس جگہ سرخ نشان لگوائے تھے جہاں سے گزرتے وقت سونیا کو خطرات کا سامنا کرنا پڑتا۔ پھر بابا صاحب کے ادارے کے خفیہ محافظ اس کے اشارے کے منتظر رہتے تھے۔ اشارہ پاتے ہی جان کی بازی لگانے کے لئے حاضر ہو سکتے تھے۔ اب ریڈیو' ٹیلی وژن اور اخبارات کے ذریعے اسے مخاطب کیا جا رہا تھا کہ وہ جہاں بھی ہے' اعلیٰ حکام اور فوجی افسران کے سامنے حاضر ہو جائے یا رابطہ قائم کرے۔ اسے نقصان نہیں پہنچایا جائے گا اسے عزت کے ساتھ باہر بھیج دیا جائے گا۔ بابا صاحب کے ادارے میں شکایت بھیجی گئی تھی کہ سونیا اس ملک کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہلاک کرنے اور تخریبی کارروائیاں کرنے کے لئے آئی ہے۔ لہٰذا اسے فوراً پیرس بلایا جائے۔

بابا صاحب کے ادارے سے جواب ملا "آپ لوگوں نے سونیا اور برائن وولف کو اپنی آنکھوں کے سامنے ملک سے باہر بھیج دیا تھا پھر بھی سونیا کی شکایت کر رہے ہیں؟"

"وہ سونیا نہیں سونیا ثانی تھی۔ آپ لوگ اچھی طرح جانتے ہیں۔"

"ہم اتنا ہی جانتے ہیں کہ سونیا کو آپ نے نکال دیا ہے۔ اگر آپ کی دانست میں وہ موجود ہے تو اسے پھر نکال دیں۔"

"آپ کا فرض ہے کہ آپ اسے واپس بلائیں۔"

"ہمارا فرض ہے کہ ہم اچھی باتیں سمجھائیں۔ سونیا ایک

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

دہشت کا نام ہے جسے ملک سے نکالنے کے بعد بھی آپ اپنے دماغوں سے نہیں نکال سکتے۔ اچھی باتوں میں ایک یہ بات بھی ہے کہ سونیا آپ سے نہیں آپ کے اندر کے شیطانوں سے لڑ رہی ہے۔ وہ تمام شیطان ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے پیدا ہوئے ہیں۔ یہ ان کے حق میں بہتر ہوگا کہ سونیا کے ہاتھوں انسان بن جائیں ورنہ بے موت مارے جاتے رہیں گے۔"

"ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے آپ کا کیا بگاڑا ہے؟"

"کیا چوری ہے اور کیا دیدہ دلیری ہے۔ آپ کی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے پارس کی ایک یہودی شریک حیات کو مار ڈالا تھا۔ علی تیمور کی منگیتر کو زندہ جلنے پر مجبور کیا تھا۔ جب ہمارے ساتھ اتنا ظلم ہوا ہے تو تم کمزوروں اور چھوٹے ممالک کو تو آزادی سے کبھی نہیں رہنے دو گے۔ ہم ایک ہی بات جانتے ہیں کہ تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے یا تو انسانیت پر ایمان لائیں گے یا ایک ایک کر کے مارے جائیں گے۔"

انہوں نے حکومتِ فرانس سے بات کی' وہاں سے جواب ملا "تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی طرف سے صرف چھوٹے ممالک ہی نہیں' ہمارے جیسے بڑے ممالک کو بھی خطرہ ہے۔ جس طرح تم نہیں چاہتے کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارے فوجی اور سیاسی راز معلوم کرے اسی طرح ہم بھی یہ نہیں چاہتے۔"

"ہم تحریری معاہدہ کریں گے کہ ہمارے خیال خوانی کرنے والے نہ تمہارے ملک میں قدم رکھیں گے اور نہ ہی تمہارے حاکم اور فوجی افسران کے دماغوں میں جائیں گے۔"

"ہم کیسے یقین کریں کہ وہ ہمارے دماغوں میں نہیں آئیں گے؟"

"تم اپنے خیال خوانی کرنے والوں کے ذریعے معلوم کرسکتے ہو۔"

"ٹھیک ہے۔ مادام سونیا جس طرح چھپ کر تمہارے ملک میں گئیں تھیں اسی طرح چھپ کر آج رات تک یہاں آجائیں گی۔"

"چھپ کر جانے کی کیا ضرورت ہے' ہم انہیں پورے اعزاز کے ساتھ رخصت کریں گے۔"

"نہیں' مادام کا اپنا طریقہ کار ہے۔ وہ اپنے طور پر آئیں گی۔"

"ہم کیسے یقین کریں کہ وہ واقعی یہاں سے آن چلی جائیں گی؟"

"تم اپنے خیال خوانی کرنے والوں کے ذریعے معلوم کرسکتے ہو۔"

"سونیا ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو چکر دے دے گی' وہ کچھ معلوم نہیں کرسکیں گے۔"

"تم مانتے ہو کہ اکثر حالات میں ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی ناکام رہتے ہیں؟"

"بے شک' اکثر نہ سہی بعض حالات میں ناکامی ہوتی ہے۔"

"پھر ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی یہ معلوم کرنے میں ناکام رہ سکتے ہیں کہ تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے کب ہمارے حکام کے دماغوں میں چپکے سے آکر چلے جاتے ہیں۔"

"یہ بحث برائے بحث ہے۔ بڑے بڑے ٹیلی پیتھی جاننے والے صرف ہمارے اور تمہارے ملک میں ہیں۔ ہم دونوں متحد ہوکر پوری دنیا پر حکومت کرسکتے ہیں۔"

"ہمیں آپس میں متحد ہونے کے لئے پھر وہی سوال پیدا ہوگا کہ ایک دوسرے پر بھروسا کیسے کریں۔ اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے چپکے سے ہمارے دماغوں میں نہیں آئیں گے۔"

"یہ خطرہ تو ہمیں بھی تمہارے ٹیلی پیتھی والوں سے رہا کرے گا۔"

"یہی بات سمجھنے کی ہے۔ جہاں ایک دوسرے سے خطرہ موجود رہتا ہے وہاں اعتماد قائم نہیں رہ سکتا۔"

"یہ ٹالنے والی باتیں ہیں۔ تم ہمیں اس لئے ٹال رہے ہو کہ ابھی تمہارا پلڑا بھاری ہے۔ سونیا نے چند مہینوں کے اندر ہمارے چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اغوا کرایا ہے۔"

"یہ جھوٹ ہے۔ سونیا کو الزام نہ دو۔ البتہ تمہارے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے کبھی پال اور ٹی مینھو اپنی مرضی سے ہمارے پاس آئے ہیں۔"

"الپا اور جے موریگن بھی تمہارے پاس ہیں۔"

"غلط الزام نہ دو۔ جب ہم نے دو کی موجودگی کا اعتراف کرلیا ہے تو پھر دو عدد خیال خوانی کرنے والوں سے انکار کیوں کریں گے۔"

"تو پھر وہ دونوں کہاں ہیں؟"

"کیا انہیں ماسک مین اغوا نہیں کراسکتا۔ کیا یہودی اتنے معصوم اور شریف ہیں کہ تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ٹریپ نہیں کریں گے؟ تم نے صرف ہمیں ہی دشمن سمجھ لیا ہے۔ تمہاری اس ناسمجھی سے دوسرے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔"

یہ گفتگو ہاٹ لائن پر ہو رہی تھی۔ جنرل نے رابطہ ختم کردیا۔ اس کے پاس بیٹھے ہوئے کرنل اور انتظامیہ کے اعلیٰ عہدیدار ایک علیحدہ اسپیکر کے ذریعے ہونے والی گفتگو سن رہے تھے۔ جنرل نے کہا "ہم نے پہلے ہی یہ رائے قائم کی تھی کہ کسی یہودی کو ٹرانسفارمر مشین سے نہ گزارا جائے الپا یہودی تھی' اعلیٰ حکام کی ضد سے مجبور ہوکر اسے ٹیلی پیتھی سکھائی گئی۔"

کرنل نے کہا "میں یقین سے کہتا ہوں وہ اغوا نہیں کی گئی ہے۔ وہ خود ہی یہاں سے نکل کر اپنی یہودی قوم میں پہنچ گئی ہے۔"

ایک نے کہا "یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو صرف سونیا ٹریپ نہیں کررہی ہے۔"

دوسرے عہدیدار نے کہا "ہمارے چوتھے خیال خوانی کرنے والے کو ماسک مین نے اغوا کیا ہوگا۔"

جنرل نے کہا "ہم پر چاروں طرف سے حملے ہو رہے ہیں' ہمارا دہرا نقصان ہو رہا ہے۔ ایک تو ٹیلی پیتھی جاننے والے اغوا ہو رہے ہیں۔ دوسرے ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے دشمن فائدہ اٹھا رہے ہیں۔"

"فوراً ہی ایسے اقدامات کئے جائیں کہ دشمن کی کامیابی کسی طرح ناکامی میں بدل جائے۔"

جنرل نے کہا "اس کی ایک ہی صورت ہے۔ ہمارے جتنے خیال خوانی کرنے والے رہ گئے ہیں انہیں پھر ایک ٹرانسفارمر ریورس سے گزار کر ان کے دماغوں سے یہ علم مٹا دیا جائے۔"

ایک نے تائید کی "بالکل ٹھیک۔"

دوسرے نے کہا "بے شک۔ ان حالات میں یہی کیا جاسکتا ہے۔" کرنل پریشان ہوگیا۔ کیونکہ اس کی بیٹی جوراجوری کے دماغ سے بھی اس علم کو مٹایا جاتا۔ اس نے کہا "یہ بالکل نامناسب ہے۔"

ایک نے کہا "میں جانتا تھا کہ آپ اعتراض کریں گے۔"

کرنل نے کہا "آپ یہ نہ سمجھیں کہ میں اپنی بیٹی کی خاطر آپ کی رائے سے اختلاف کرتا ہوں۔ آپ ذرا غور فرمائیں اگر دشمن یہ دعویٰ کرے کہ اسے ہمارے ایٹم بم کے ذخیرے کا علم ہوگیا ہے اور وہ میزائل کے ذریعے اس اڈے کو تباہ کردے گا تو کیا آپ اس خوف سے ایٹم بموں کی کارکردگی کو بیکار بنادیں گے یا ان بموں کو کسی دوسرے محفوظ مقام پر منتقل کریں گے؟"

ایک نے جواب دیا "بموں کو دوسرے مقام پر منتقل کیا جاسکتا ہے۔ دشمن خیال خوانی کے ذریعے بموں تک نہیں پہنچ سکتا۔ انسانوں تک پہنچ سکتا ہے اور ہمارے خیال خوانی کرنے والوں کے دماغوں میں پہنچا جارہا ہے۔ ہم انہیں جہاں بھی لے جاکر چھپائیں گے سونیا وہاں پہنچ جائے گی۔"

کرنل نے کہا "میں یہ نہیں مانتا کہ سونیا کے خیال خوانی کرنے والے ہمارے خیال خوانی کرنے والوں کے دماغوں میں پہنچ سکتے ہیں۔ ہمارے تمام جوان یوگا کے ماہر ہیں۔ کوئی ان کے دماغ میں پہنچ کر انہیں ٹریپ نہیں کرسکتا۔ ہمارے چار جوانوں کو دوسرے ہتھکنڈوں سے اغوا کیا گیا ہے۔"

سب نے جنرل کی طرف دیکھا۔ اس نے کہا "ہمیں ایسا کوئی ثبوت نہیں ملا ہے کہ دشمن خیال خوانی کرنے والے ہمارے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے دماغ میں پہنچے ہوں۔ بے شک وہ دوسرے ہتھکنڈوں سے پہنچے ہیں۔"

کرنل نے کہا "ہمارے حفاظتی انتظامات میں کچھ کمی رہ گئی ہے۔ ہمیں تسلیم کرنا چاہئے کہ ٹرانسفارمر مشین کو محفوظ رکھنے کے لئے جتنے سخت انتظامات کئے گئے ہیں' ویسے انتظامات ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لئے نہیں کئے گئے۔"

"اس کا مطلب ہے' ہم اپنے جوانوں کو ایسی جگہ قید کردیں جہاں آدمی تو آدمی' چیونٹی بھی نہ پہنچ سکے؟"

"موجودہ خطرات کے پیش نظر یہی کرنا چاہئے' ان سے ٹیلی پیتھی کی غیر معمولی صلاحیتیں چھین لینے کے بجائے قیدی بناکر رکھنا چاہئے۔ جوانوں کو اس پر اعتراض نہیں ہوگا۔ جسے اعتراض ہوگا اس کے دماغ سے یہ علم مٹا دیا جائے گا۔"

"یہ اچھی تدبیر ہے۔ ہمیں عمل کر کے نتائج دیکھنے چاہئیں۔"

"ہمیں اپنے سپر ماسٹر سے بھی مشورہ کرانا چاہئے۔"

"ہاں' یہ تو لازمی ہے۔"

جنرل نے انٹرکام کے ذریعے کہا "سپر ماسٹر سے رابطہ قائم کرو۔ میں بات کرنا چاہتا ہوں۔"

اس نے انٹرکام کو آف کیا پھر کرنل سے پوچھا "آپ کے خیال میں اپنے جوانوں کو کہاں قید کرکے رکھنا چاہئے؟"

کرنل کے کچھ جواب دینے سے پہلے ہی انٹرکام پر اشارہ موصول ہوا۔ جنرل نے بٹن دباکر پوچھا "کیا بات ہے؟"

دوسری طرف سے جواب ملا "سر! میرے رابطہ قائم کرنے سے پہلے ہی سپر ماسٹر یہاں پہنچ گئے ہیں۔ ابھی اطلاع ملی ہے کہ وہ خفیہ راستے سے لفٹ کے ذریعے پہنچ رہے ہیں۔"

جنرل انٹرکام کو آف کرتے ہوئے اٹھ کر بولا "سپر ماسٹر ارے رے یہاں پہنچ رہے ہیں۔"

اس کے ساتھ دوسرے افراد بھی اٹھ گئے۔ وہ وہاں سے چلتے ہوئے ایک دروازے کے پاس آئے۔ اسے کھول کر ایک کوریڈور میں پہنچے۔ اسی وقت کوریڈور کے آخری سرے پر لفٹ کا دروازہ کھلا۔ کھلے ہوئے دروازے سے سپر ماسٹر نکل کر باہر آیا۔۔۔۔ سب نے گرم جوشی کے ساتھ اس سے مصافحہ کیا۔ جنرل نے کہا "ابھی ہم آپ کو یاد کررہے تھے۔ آئیں' آرام سے بیٹھ کر باتیں کریں۔"

سلمان واسطی عرف سپر ماسٹر ارے رے نے ساتھ چلتے ہوئے کہا "جب تک وہ چڑیل سونیا موجود ہے' ہم آرام سے کبھی باتیں بھی نہیں کرسکیں گے۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم اسے گرفتار نہ کرسکے۔ لیکن اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے جوانوں کی حفاظت کرنے میں ناکامی ہو رہی ہے' یہ اس سے بھی زیادہ بدقسمتی کی بات ہے۔"

وہ کمرے میں آگئے جنرل نے کہا "ابھی ہم نے ایک تدبیر سوچی ہے۔"

"میں بھی اپنے جوانوں کی حفاظت کے لئے کچھ سوچ کر

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

آیا ہوں۔"

"آپ نے یقیناً کوئی بہتر بات سوچی ہوگی۔ پہلے آپ بتائیں۔"

سپر ماسٹر نے کہا "پہلے آپ نے بات چھیڑی ہے لہٰذا آپ پہلے بتائیں۔"

جنرل نے کہا "فی الحال ہمارے سامنے دو راستے ہیں۔ ایک تو یہ کہ ہم اپنے جوانوں کے دماغوں سے ٹیلی پیتھی کا علم مٹادیں یا علم تو رہنے دیں اور انہیں ایسی جگہ قید کردیں جہاں پہرا دینے والے سپاہیوں کا بھی سایہ ان تک نہ پہنچ سکے۔"

سپر ماسٹر، سلمان واسطی نے کہا "ٹھیک یہی بات میں نے سوچی ہے۔ ان جوانوں کو ایسی جگہ رکھا جائے کہ ایک چیونٹی بھی وہاں نہ پہنچ سکے۔"

کرنل نے خوش ہوکر کہا "دیکھو ہمارا سپر ماسٹر بھی ہماری تائید کررہا ہے۔"

جنرل نے کہا "سوال یہ پیدا ہوتا ہے، انہیں کہاں چھپاکر رکھا جائے ایسی کون سی جگہ ہے جہاں دشمن نہیں پہنچ سکیں گے؟"

"دشمن صرف قبر میں نہیں آتے۔ باقی ساری جگہ پہنچ جاتے ہیں۔ یہ تو ہمیں دیکھنا اور سمجھنا ہوگا کہ جس جگہ کا ہم انتخاب کرتے ہیں وہ کس قدر محفوظ ہے اور ہم اسے مضبوط ترین قلعہ کس طرح بناسکتے ہیں۔"

"ہمیں ایسی جگہ کا تعین ابھی کرنا چاہئے۔"

سپر ماسٹر نے کہا "ہم یہاں سات اہم افراد ہیں۔ اگر کسی جگہ کا تعین کریں گے اور اگر کسی موقع پر اس جگہ کا انکشاف ہوگا تو ہم ساتوں اس کے ذمے دار ہوں گے۔"

حکام میں سے ایک نے کہا "میں ذمے داری قبول نہیں کروں گا۔ آپ لوگ میرے جانے کے بعد جگہ کا تعین کریں۔"

تین اور عہدیدار اٹھ کر کھڑے ہوگئے، چوبیس گھنٹوں میں چار خیال خوانی کرنے والے ان کے ملک سے نکل گئے تھے۔ ایسے میں کوئی ذمے داری قبول کرنا نہیں چاہتا تھا۔ وہ چاروں حکام اعلیٰ وہاں سے رخصت ہوگئے۔ ان کے بعد جنرل، کرنل اور سپر ماسٹر رہ گئے۔ جنرل نے کہا "اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے ذریعے ہمارے جوانوں تک نہیں پہنچیں گے؟"

کرنل نے کہا "ہم تینوں یوگا میں مہارت رکھتے ہیں، کوئی ہمارے دماغوں تک نہیں پہنچے گا۔"

سپر ماسٹر نے کہا "جب تک ہم صحت مند رہیں گے، ہمارے سانس روکنے کی صلاحیت بحال رہے گی۔ میں پچھلے ایک برس سے کبھی بیمار نہیں پڑا۔ میں پورے اعتماد سے کہتا ہوں کہ نہ میرے دماغ میں اب تک کوئی آیا ہے اور نہ آسکے گا۔"

جنرل نے کہا "میں بھی اپنی صحت کا خاص خیال رکھتا ہوں۔ میں بھی پورے اعتماد سے کہتا ہوں، دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے کبھی میرے دماغ پر دستک نہیں دی۔"

کرنل نے کھنکھار کر گلا صاف کرتے ہوئے کہا۔ "آپ دیکھ رہے ہیں کہ میں بھی برابر صحت مند رہتا ہوں۔ میں تو اپنی بیٹی جورا جوری کو بھی دماغ میں آنے کی اجازت نہیں دیتا۔"

سپر ماسٹر نے کرنل سے کہا "معذرت کے ساتھ عرض کرتا ہوں۔ آپ ایک ہفتے پہلے کچھ بیمار پڑ گئے تھے۔ ہیڈ کوارٹر میں آپ کی دو دن کی تعطیل کی درخواست موجود ہے۔"

"ہاں، میں بیمار ہوا تھا لیکن میرے دماغ میں کوئی نہیں آیا۔"

"آپ یقین سے کیسے کہہ سکتے ہیں؟"

"اگر کوئی میرے دماغ میں آتا تو میرے ذریعے وہ میری بیٹی تک ضرور پہنچ جاتا، اسے بھی اغوا کرکے لے جاتا۔"

"دشمن بہت چالاک ہوتے ہیں۔ ہم انہیں چالاک نہ سمجھیں، یہ اور بات ہے۔ آپ کی بیماری کے دوران جو بھی آپ کے دماغ میں آیا ہوگا، اس نے پھر آپ کی لاعلمی میں آپ کے خوابیدہ دماغ کو تنویمی عمل کے ذریعے اپنے قابو میں رکھا ہوگا۔ اب وہ جب چاہتا ہوگا، آپ کے اندر آتا ہوگا اور تنویمی عمل کے مطابق آپ اسے محسوس نہیں کرتے ہوں گے۔ وہ آپ کو فریب میں مبتلا رکھنے کے لئے آپ کی بیٹی تک نہیں جارہا ہے۔"

کرنل نے ناگواری سے کہا "سپر ماسٹر! تم ہوا میں فائر کررہے ہو۔ کیا تمہارے پاس کوئی ثبوت ہے کہ کسی نے مجھ پر تنویمی عمل کیا ہے؟"

"میں نے جو کہا ہے، اس کا ثبوت نہیں ہے لیکن بہت ہی ممکن بات کی ہے۔ آپ برا نہ مانیں، اگر ثبوت نہ ملے تو وہ فرد مشکوک ہوتا ہے۔"

جنرل نے کہا "سپر ماسٹر درست کہہ رہے ہیں۔ آپ کو برا نہیں ماننا چاہئے۔ خندہ پیشانی سے تسلیم کرنا چاہئے کہ ایسا ممکن ہے۔ کوئی دشمن اس وقت بھی آپ کے اندر چھپا ہوا ہماری باتیں سن رہا ہوگا۔"

کرنل اٹھ کر کھڑا ہوگیا پھر دونوں سے مصافحہ کرتے ہوئے بولا "مجھے سپر ماسٹر کی باتوں پر تھوڑی دیر کے لئے غصہ آیا تھا۔ اب غصہ نہیں ہے۔ میں اپنے فرائض کو سمجھتے ہوئے جارہا ہوں۔"

وہ چلا گیا۔ دروازہ بند ہوگیا۔ جنرل نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "ہم اپنے ملک کے سات اہم افراد کے ہمراہ یہاں بیٹھے ہوئے تھے۔ ذمے داری سنبھالنے کی بات آئی تو چار چلے گئے۔ پانچواں مشکوک لگا۔ اب ہم دو رہ گئے ہیں۔"

سپر ماسٹر نے جواباً مسکرا کر کہا "ہمیں بھی ایک دوسرے کو اچھی طرح ٹٹول لینا چاہئے۔"

جنرل نے کہا۔ "ہماری میڈیکل رپورٹ گواہ ہے کہ ہمارے دماغوں میں نہ کوئی آیا ہے اور نہ کوئی آئے گا۔ ہمیں اس اعتماد کے ساتھ اپنے جوانوں کی حفاظت کے لئے نیا قدم اٹھانا چاہئے۔"

"آپ کا کیا خیال ہے۔ کیا اپنے جوانوں کو دوسری محفوظ جگہ منتقل کرکے فی الحال قیدی بناکر رکھا جائے؟"

"اگر ہم ایسا نہیں کریں گے تو دوسری صورت میں ٹیلی پیتھی کے علم کو ان کے دماغوں سے مٹانا ہوگا۔"

سپر ماسٹر نے کہا "ہم نے جوانوں کو کہیں منتقل کرنے کی بات کرنل کے سامنے کی ہے، اگر کرنل کے دماغ میں کوئی چھپ کر رہتا ہے تو وہ ہماری پلاننگ سمجھ چکا ہوگا۔"

"اوہ گاڈ! میں نے اس پہلو پر غور نہیں کیا تھا۔ کیا مشکل ہے۔ اپنے جوانوں کے اندر سے ٹیلی پیتھی کا علم ختم کرنے کا مطلب یہ ہوا کہ ہماری کثیر رقم اور ہماری طویل محنت ضائع ہوگی۔"

"ہم اپنے جوانوں کو ٹیلی پیتھی کے علم سے محروم نہیں کریں گے اور انہیں کہیں منتقل بھی نہیں کریں گے بلکہ تیسرا راستہ اختیار کریں گے۔"

"وہ تیسرا راستہ کون سا ہے؟"

"ہماری پاس بارہ ٹیلی پیتھی جاننے والے رہ گئے ہیں جو مختلف سینٹروں میں ہیں۔ ہم ان سینٹروں میں سے دوسرے بارہ جوانوں کو رات کے وقت نکالیں گے اور انہیں دوسری جگہ کہیں منتقل کردیں گے۔ دشمن جو ہماری پلاننگ کو سمجھتے ہیں انہیں یقین ہوجائے گا کہ ہم نے منصوبے کے مطابق اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو دوسری جگہ منتقل کردیا ہے۔"

"بہت ہی عمدہ تدبیر ہے لیکن یہ فریب زیادہ دن نہیں چلے گا۔ کرنل ہمارے اہم معاملات کا شریک ہے۔ اس کے اندر چھپے ہوئے دشمن کو فریب کا علم ہوجائے گا۔"

"جب تک ہمارا فریب کھلے گا تب تک ہم اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو چور دروازوں سے دوسری جگہ پہنچادیں گے۔"

جنرل نے خوش ہوکر کہا "اسے کہتے ہیں چالبازی۔ مجھے یقین ہے تم ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو کسی بہترین اور محفوظ پناہ گاہ میں پہنچاؤ گے۔"

"میں پچھلے دس گھنٹے سے اپنی ایک پلاننگ پر عمل کررہا ہوں۔ ہمارے ملک کے جنوب میں ایک چھوٹا سا جزیرہ کونو ہے۔ کونو میں ہمارا ایک چھوٹا سا فوجی اڈا ہے۔ وہاں تقریباً دو سو غیر فوجی باشندے ہیں جو مچھلیاں پکڑتے ہیں۔ ان کی عورتیں سبزیاں فروخت کرتی ہیں۔ یہ دو سو افراد مکمل طور پر اپنی شناخت رکھتے ہیں۔ ان کے درمیان کوئی دشمن آکر نہیں رہ سکتا۔ اگر جزیرے کی ناکا بندی کردی جائے، چاروں طرف بحری فوج موجود رہے تو کوئی جزیرے میں داخل نہیں ہوسکے گا۔ ہمارے بارہ ٹیلی پیتھی جاننے والے وہاں محفوظ بھی رہیں گے اور کھلی فضا میں سانس بھی لیتے رہیں گے۔"

"میں اس پلاننگ کی تائید کرتا ہوں۔ ہم ابھی اس پر عمل کریں گے۔"

جنرل اپنی جگہ سے اٹھ کر ٹرانسمٹر کے پاس آیا پھر اس کے ذریعے بحری فوج کے اعلیٰ افسران کو جزیرہ کونو کی ناکا بندی کا حکم دینے لگا۔ اس نے جزیرے کی چھاؤنی کے افسران سے بھی رابطہ کیا۔ انہیں تاکید کی اور سمجھایا کہ وہاں جو دو سو باشندے ہیں، ان کے بارے میں تصدیق کی جائے کہ وہ واقعی باپ دادا کے زمانے سے وہاں آباد ہیں۔ کسی اجنبی مرد یا عورت پر شبہ ہو یا حال ہی میں اس کی آمد ہوئی ہو تو اسے ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر جزیرے سے نکال دیا جائے۔ اگر کسی کا تعلق فرہاد کی فیملی، یہودی تنظیم یا ماسک مین سے ہو تو اسے فوراً گولی ماردی جائے۔

کونو ایک غیر معروف جزیرہ تھا۔ دنیا کے نقشے میں ایک نقطے کے برابر۔ ایک کار میں بیٹھ کر گھنٹا بھر میں پورے جزیرے کا چکر لگایا جاسکتا تھا۔ وہاں دس بارہ دکانیں، دو ہوٹل، تین شراب خانے اور ایک نائٹ کلب تھا۔ فوجیوں کا دل بہلانے کے لئے جوان عورتیں تھیں۔ ایک سبزی فروش ادھیڑ عمر کی بیوہ دعویٰ کرتی تھی کہ اس کے شوہر کے نام پر اس جزیرے کو کونو کہا جاتا ہے۔ اس کے شوہر کا نام کونو کوالانو تھا اور وہ بیوہ مسز کونو کہلاتی تھی۔

سلمان واسطی عرف سپر ماسٹر ارے رے نے جنرل کے سامنے درست کہا تھا کہ وہ پچھلے دس گھنٹے سے اپنی ایک پلاننگ پر عمل کررہا ہے۔ اس نے دس گھنٹے پہلے بیوہ مسز کونو کے دماغ پر قبضہ جماکر اسے میامی بیچ پر بلایا تھا۔ وہاں سے سونیا مسز کونو بن کر جزیرے میں چلی گئی تھی۔ ان دس گھنٹوں میں سلمان واسطی مسز کونو کے دماغ سے ایک ایک بات معلوم کرکے سونیا کو بتارہا تھا۔ جزیرے کے فوجی اور غیر فوجی سب ہی اسے مادام کونو کہتے تھے۔ اس سے ہنسی مذاق کرتے تھے۔ یہ سب جانتے تھے کہ شوہر کی موت کے صدمے نے مادام کونو کو نیم پاگل بنادیا تھا۔ وہ چڑچڑی اور بدمزاج ہوگئی تھی۔ کل کی بات آج بھول جایا کرتی تھی اور یہ عادت سونیا کے حق میں بہتر تھی، اگر وہ کسی فوجی یا غیر فوجی کو پہچاننے میں غلطی کرتی تو لوگ اسے مسز کونو کی کمزور یادداشت سمجھ کر نظر انداز کردیتے۔

جب وہ جزیرے میں پہلی بار آئی تو ایک مچھیرے نے پوچھا "مادام! کہاں سے آرہی ہو؟"

سونیا نے جواب دیا "تیرے باپ کی قبر سے آرہی ہوں۔ تو کون ہوتا ہے پوچھنے والا؟ ارے جب میرا مرد زندہ تھا تو وہ بھی مجھ سے سوال کرنے کی ہمت نہیں کرتا تھا۔"

ایک بوڑھے نے کہا "مجھے اپنا مرد بنالے۔ میں بھی سوال نہیں کیا کروں گا۔"

itsurdu.blogspot.com
itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

سونیا سینڈل اتار کر اسے مارنے کو دوڑی۔ وہ بوڑھا بھاگنے لگا۔ سب لوگ قہقہے لگانے لگے۔ مرد عورتوں اور بچوں کے قہقہوں سے وہ ساحلی علاقہ گونج رہا تھا۔ دو فوجی بھی بیئر پی رہے تھے اور سونیا کو دیکھ کر ہنس رہے تھے۔ وہ بوڑھا بھاگتے بھاگتے گر پڑا۔ سونیا اس کے اوپر پاؤں رکھ کر گزرتے ہوئے آگے بڑھ گئی۔ ہاتھ میں اسی طرح سینڈل اٹھائے یوں دوڑتی گئی جیسے ابھی تک بوڑھے کا پیچھا کر رہی ہو۔ وہ خود کو بڑی کامیابی سے خبطی ثابت کر رہی تھی۔ لوگوں کا ہنس ہنس کر برا حال ہو رہا تھا۔ پھر وہ ایک جگہ رک گئی۔ ادھر ادھر دیکھتے ہوئے بولی "کہاں ہے وہ بڈھا جو میرا مرد بننا چاہتا ہے؟"

وہ بوڑھا چھپ گیا تھا۔ ایک فوجی جوان نے کہا "مادام کونو جب بھی میامی سے سبزیاں لے کر آتی ہے، اپنے ساتھ ہنسانے والی حرکتیں بھی لے کر آتی ہے۔"

لانچ کے ملازموں نے ایک خچر گاڑی میں سبزیاں لاد کر کہا۔ "مادام! یہ سبزیاں لے جاؤ۔ نہیں تو کھارے پانی میں سڑ جائیں گی"

وہ خچر گاڑی میں بیٹھ کر ایک میل دور لکڑیوں سے بنے ہوئے ایک مکان میں آئی۔ وہ مکان دو منزلہ تھا۔ وہ اوپری حصے میں رہتی تھی۔ نچلے حصے میں سبزیوں کی دکان لگائی تھی۔ آدھی سے زیادہ سبزیاں فوجی چھاؤنی میں لے کر جاتی تھی۔ وہاں سے اچھی خاصی رقم ملتی تھی۔ سونیا نے پہلے دن وہاں مال پہنچایا۔ چند افسران اور کئی فوجی جوانوں سے سامنا کیا۔ سلمان واسطی خیال خوانی کے ذریعے ان فوجیوں کے متعلق اسے بتاتا رہا۔ ایک افسر نے سونیا کا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف لے جاتے ہوئے پوچھا "کل میں نے تم سے کچھ کہا تھا، یاد ہے؟"

جب وہ ہاتھ پکڑے لے جا رہا تھا، تب ہی سلمان واسطی نے اس کے خیالات سونیا کو بتا دیئے تھے۔ مگر وہ بھولنے والی عادت کے مطابق بولی "ہاں یاد ہے۔ تم نے آج زیادہ سے زیادہ ٹماٹر لانے کو کہا تھا۔"

"اوہ نو" افسر نے کہا "تمہاری یہ بھولنے کی بیماری بری ہے۔"

"بیماری کوئی سی بھی ہو، بری ہوتی ہے۔ بائی داوے تم نے کیا کہا تھا؟"

"میں نے کہا تھا، تم بڑھاپے میں اکیلی رہتی ہو۔ تنہا محنت کرتی ہو۔ اپنی تنہائی دور کرنے اور سبزیاں فروخت کرنے کے لئے میامی سے ایک جوان حسینہ کو لے آؤ۔ تمہارا کام ہلکا ہو جائے گا۔ میرا کام بھی بنتا رہے گا۔ اس حسینہ کو بھی اچھی خاصی رقم ملتی رہے گی۔"

سونیا نے کہا "ہاں، یاد آیا۔ میں نے وعدہ کیا تھا، اپنے کام کے لئے ایک لڑکی لاؤں گی۔ لیکن میامی پہنچ کر میرا دماغ پھر گیا۔ لڑکی لانے کا مطلب یہ ہوا کہ میں دلالہ بن رہی ہوں اور تم مجھے نیچی ذلیل سمجھ کر الو بنا رہے ہو۔"

"یہ بات نہیں ہے مادام! ذرا دوسرے پہلو سے سوچو۔ اگر وہ لڑکی غریب ہوگی تو اسے روزگار مل جائے گا۔ ہماری دی ہوئی رقم سے اس کے ماں باپ اور چھوٹے بھائی بہن خوشحال رہیں گے۔ تمہیں دعائیں دیتے رہیں گے۔"

"کیا واقعی مجھے دعائیں ملتی رہیں گی؟"

"ہاں، وہ دعائیں تمہارے شوہر کی قبر تک بھی پہنچتی رہیں گی۔"

سونیا نے خوش ہو کر کہا "پھر تو میں یہ نیک کام ضرور کروں گی۔"

"لیکن کب کرو گی؟"

"میں ہر تیسرے دن میامی جاتی ہوں۔ اس مرتبہ لڑکی ضرور لاؤں گی۔"

وہ تیسرا دن نہیں آسکتا تھا کیونکہ شام سے پہلے ہی اچانک بحری فوج نے جزیرے کو چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔ چھاؤنی کے فوجیوں کو ٹرانسمٹر کے ذریعے ضروری ہدایات دی جا رہی تھیں۔ ان ہدایات اور احکامات کے مطابق جزیرے کے اندر اعلان کیا جا رہا تھا کہ کسی کو جزیرے کے باہر جانے کی اجازت نہیں ہے۔ اگر کوئی بیمار ہے تو سرکار کی طرف سے اس کا علاج وہیں کیا جائے گا۔ جس طرح وہاں کی فوج کو راشن پہنچایا جاتا ہے، اسی طرح باقی دو سو باشندوں کو بھی غیر معینہ مدت کے لئے مفت راشن ملتا رہے گا۔ گوشت، سبزیاں اور ضروریات کا دوسرا سامان بحری فوج کے سپاہی پہنچایا کریں گے۔ جو یہ پابندیاں برداشت نہیں کرے گا یا اپنے سگے رشتے داروں سے ملنے جزیرے سے باہر جانا چاہے گا، اسے دو گھنٹے کے اندر جزیرہ چھوڑ دینے کی اجازت دی جائے گی۔ اس کے بعد تا حکم ثانی کوئی نہ باہر جاسکے گا اور نہ ہی اندر آسکے گا۔ حتیٰ کہ ٹیلی فون اور خط و کتابت کے ذریعے بھی کسی سے رابطہ نہ کرسکے گا۔

چند افراد ایسے تھے جو بیوی بچوں کے ساتھ چلے گئے کیونکہ ان کے عزیز و اقارب جنوبی امریکا میں رہتے تھے۔ باقی افراد اپنے جزیرے کو چھوڑنا نہیں چاہتے تھے۔ وہاں انہیں ضرورت کی ہر چیز ملنے والی تھی۔ کسی بات کی تکلیف نہ ہوتی البتہ یہ تجسس تھا کہ انہیں پابند کیوں کیا گیا ہے؟

یہ سرکاری راز تھا۔ فوجی جوان وہاں کے باشندوں کو یہ راز بتا کر ان کی بے چینی دور نہیں کرسکتے تھے۔ آدھی رات سے وہاں ہیلی کاپٹرز آنے لگے، ہر آدھے گھنٹے بعد ایک ہیلی کاپٹر اترتا تھا۔ ہر ہیلی کاپٹر میں تین ٹیلی پیتھی جاننے والے آرہے تھے۔ ہر ٹیلی پیتھی جاننے والے کے ساتھ دو مسلح باڈی گارڈز تھے جو یوگا کے ماہر تھے۔ یوں تو وہاں پہلے ہی اچھے خاصے فوجی موجود تھے لیکن خاص طور پر یوگا کے ماہر تربیت یافتہ فوجیوں کو باڈی گارڈز بنا کر بھیجا گیا تھا۔

بڑے زبردست حفاظتی انتظامات کئے گئے تھے۔ جزیرے کے چاروں طرف بحری فوج تھی۔ ساحل پر جاسوسی آلات نصب کئے گئے تھے۔ کوئی غوطہ خور بھی ساحل تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ نہ ہی جزیرے سے باہر کوئی جاسکتا تھا۔ اس جزیرے کو ایک مضبوط اور ناقابلِ تسخیر قلعہ بنا دیا گیا تھا۔

اتنے زبردست حفاظتی انتظامات کے باوجود عقلمندوں نے اپنے بارہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو سونیا کی گود میں لا بٹھایا تھا

○☆○

میں نے ایک جگہ گاڑی روک دی۔ گاڑی کے ساتھ لگے ہوئے ٹریلر میں جینا سو رہی تھی۔ وہ پچھلی رات دو بجے تک ڈرائیو کرتی رہی تھی۔ پھر میں نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی تھی۔ ہم شمالی افریقہ کے ایک گھنے جنگل سے گزر رہے تھے۔ راستے میں چھوٹے چھوٹے گاؤں اور شہر آتے رہے۔ ہمیں کسی انسانی آبادی میں نہیں رکنا تھا۔ ایک ایسے ویرانے کی تلاش تھی جہاں شاذ و نادر ہی کسی انسان کا گزر ہوتا ہو۔ لیلیٰ اور سلطانہ یہی چاہتی تھیں۔ اب میں بھی یہی چاہتا تھا۔ ویرانے کی طرف سفر کرنے کا یہ فائدہ ہوا کہ اب وہ بہنیں میرے دماغ میں نہیں آتی تھیں۔ اگر آتیں تو میں ان کے تنویمی عمل کے مطابق انہیں محسوس نہیں کرسکتا تھا لیکن وہ اب میرے اندر نہیں آرہی تھیں۔ چور کی چوری مشکل سے پکڑی جاتی ہے مگر وہ ایک سچے اور دیندار بزرگ کی بیٹیاں تھیں۔ جو زبان سے کہہ دیتی تھیں، اس پر عمل کرتی تھیں۔ انہوں نے وعدہ کیا تھا اگر میں کسی ویرانے میں گمنامی کی زندگی گزاروں گا تو وہ کبھی میرے پاس نہیں آئیں گی۔

سونیا نے کہا تھا۔ لیلیٰ ہفتہ میں ایک بار صرف پانچ منٹ کے لئے میرے دماغ میں آئے گی۔ پھر اطمینان کرکے چلی جائے گی کہ میں اپنے وعدہ کے مطابق انسانی آبادی سے دور گمنامی کے دن گزار رہا ہوں۔

شاید میں کبھی ایسی زندگی گزارنے پر آمادہ نہ ہوتا لیکن میرا ضمیر کہہ رہا تھا کہ اب مجھے شیخ الفارس مرحوم کی ہدایات پر عمل کرنا چاہئے۔ میرے دماغ نے سمجھایا، اس طرح لیلیٰ اور سلطانہ کی خیال خوانی سے نجات مل سکتی ہے اور جذبات نے سمجھایا، جینا جیسی حسینہ میرے ساتھ ہے پھر مجھے اور کیا چاہئے! وہ میرے ساتھ رہے گی تو جنگل میں بھی منگل مناتا رہوں گا۔

سونیا، لیلیٰ اور سلطانہ کو مجھ پر بھروسا نہیں تھا۔ ان کا خیال تھا کہ ایک دن جینا سے بھی میرا دل بھر جائے گا۔ میں کسی نئی کی تلاش میں رہوں گا۔ ایسے وقت انہوں نے سوچا تھا کہ وہ جینا کو عارضی طور پر مجھ سے دور کردیں گی۔ پھر اسے ایک نئے میک اپ اور ایک نئی حسینہ کے روپ میں دوبارہ میرے پاس پہنچائیں گی۔ پھر ظاہر ہے کہ میں اسے ایک نئی حسینہ سمجھ کر ضرور گلے لگاؤں گا۔

مجھے ان کے اس منصوبے کا علم نہیں تھا۔ سونیا نے انہیں ایسی چال چلنے کا مشورہ دیا تھا۔ میرا خیال ہے، میں نے عشق کی دنیا میں بڑی سکندری کی ہے۔ اب سکندر بن کر کسی نئی حسینہ کو فتح نہیں کروں گا۔ عمر کا بھی تقاضا ہے۔ مجھے یقین تھا کہ جینا میری زندگی کی آخری ساتھی ہے۔

یہ تو آنے والا وقت ہی بتا سکتا تھا کہ کیا ہونے والا ہے۔ ویسے سونیا اور دو بہنوں نے طے کرلیا تھا، خواہ کچھ ہو، جینا ہی گھوم پھر کر نئے روپ میں میرے ویرانے کو آباد کرنے آیا کرے گی۔

جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں، مجھے ان کے منصوبوں کا علم نہیں تھا۔ لیکن ایک بات سمجھ گیا تھا کہ جینا کو ویرانہ کیوں پسند ہے۔ لیلیٰ نے اس پر تنویمی عمل کرکے یہ بات اس کے دماغ میں نقش کردی ہے کہ وہ انسانی آبادی میں بیزاری اور ویرانے میں خوشحالی محسوس کیا کرے گی۔ وہ ویرانے میں خوش رہے گی تو میں بھی انسانی آبادی کا رخ نہیں کروں گا۔ میں ان کی اس چال کو سمجھ گیا تھا۔ دوسری چال ابھی سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ شاید یہ اپنے وقت پر سمجھ میں آنے والی تھی۔

بہرحال میرا سفر جاری تھا۔ مجھے اپنی پسند کے ویرانے کی تلاش تھی۔ میں نے جہاں گاڑی روکی، وہاں سے کوئی ایک کلومیٹر کے فاصلے پر ایک آبشار تھا۔ پہاڑ کی بلندی سے گرتا ہوا پانی اور پانی کے دور تک اڑتے ہوئے چھینٹے ایک عجب طرح کی دھند پیدا کر رہے تھے۔ چاروں طرف کی ہریالی میں وہ دھند بڑی اچھی لگ رہی تھی۔ دریا کی لہروں کا ترنم کانوں کو بھلا لگ رہا تھا۔ دریا کے کنارے بانسوں سے بنا ہوا ایک خوبصورت کاٹیج تھا۔ یہ جگہ مجھے پسند آرہی تھی۔

اس کاٹیج کے سامنے ایک زرد رنگ کی ویگن کھڑی ہوئی تھی۔ ایک بوڑھا انگریز اس گاڑی کی چھت پر سامان رکھ رہا تھا۔ جینا ٹریلر کے اندرونی راستے سے میرے پاس آکر بولی۔ "گاڑی کیوں روک دی۔ کوئی خاص بات ہے؟"

میں نے کہا "بائیں جانب دیکھو۔ آبشار ہے، دریا ہے، کاٹیج ہے، ہریالی ہے۔ کیا یہ نظارہ پسند ہے؟"

وہ کھڑکی سے سر نکال کر دلچسپی سے وہ منظر دیکھنے لگی۔ پھر بولی "ہائے کتنا خوبصورت منظر ہے۔ کیا ہم یہاں رہیں گے؟"

"چلو معلوم کرتے ہیں، وہ کس کا کاٹیج ہے۔"

میں نے گاڑی اسٹارٹ کی۔ پھر اسے کچے راستے پر موڑ دیا۔ جینا نے کہا "معلوم ہوتا ہے، اس کاٹیج کا مالک کہیں جا رہا ہے۔ کیا یہ ہمیں کرائے پر کاٹیج دے گا؟"

"میری جان! تم کرائے کی بات کر رہی ہو، یہ کاٹیج ہمیشہ کے لئے تمہارا ہو جائے گا۔"

وہ بوڑھا انگریز اپنا سامان رکھ چکا تھا۔ ہمیں اپنی طرف آتا ہوا دیکھ رہا تھا۔ میں نے کچھ فاصلے پر گاڑی روک دی۔ دروازہ کھول کر باہر آیا۔ اس ویگن میں ایک بوڑھی عورت بیٹھی ہوئی

itsurdu.blogspot.com
itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

تھی۔ وہ بھی باہر آکر بوڑھے کے پاس کھڑی ہوگئی۔ ایک اسکارف سے آنکھیں پونچھتی ہوئی ہمیں سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔ اس کی آنکھوں سے ظاہر تھا کہ وہ رو رہی تھی۔ میں نے اور جینا نے ان سے مصافحہ کیا۔ پھر پوچھا "کیا یہ تمہارا کالج ہے؟"

بوڑھی خاتون رونے لگی۔ بوڑھے نے کہا "یہ انسانوں کا نہیں' شیطانوں کا کالج ہے۔"

میں نے کالج کی طرف دیکھا۔ اس کی چھت پر ایک بڑے سے بورڈ پر "خوش آمدید" لکھا ہوا تھا۔ بوڑھے نے کہا "ہم پچھلی رات یہاں آئے تھے' ہمارے ساتھ ایک جوان بیٹا اور ایک جوان بیٹی تھی۔ اب وہ دونوں نہیں رہے۔ ہمیں چھوڑ کر چلے گئے۔"

جینا نے پوچھا "کہاں چلے گئے؟"

"یہ معلوم ہوتا تو ہم انہیں ڈھونڈ کر لے آتے۔ ان پر شیطانی سایہ پڑ گیا تھا۔ اس کالج کے اندر جاکر ان کی عجیب حالت ہوگئی تھی۔ وہ پہلے ہمارے فرمانبردار تھے' ہماری ہر بات مانتے تھے۔ یہاں آکر بدل گئے۔ ہم سے گستاخی کرنے لگے۔ کہنے لگے' یہاں بوڑھوں کا کوئی کام نہیں ہے۔ یہاں سے چلے جاؤ۔"

میں نے پوچھا "ان کے کہنے سے تم جا رہے ہو؟"

بوڑھی خاتون نے کہا "کوئی اپنی اولاد کو نہیں چھوڑتا۔ ہم آدھی رات تک انہیں سمجھاتے رہے لیکن وہ ہمیں چھوڑ کر جانے لگے۔ باپ نے بیٹی کو پکڑا کہ نہ جاؤ۔ میں بیٹے کے قدموں سے لپٹ گئی مگر اس نے میرے بالوں کو پکڑ کر اتنی زور سے جھٹکا دیا کہ میں بلبلا اٹھی۔ ہمارے بچوں نے کبھی ہم سے بدتمیزی نہیں کی تھی۔ اس کالج میں شیطان رہتے ہیں۔ وہ شیطان ہمارے بچوں کے اندر گھس گئے تھے..."

بوڑھے نے کہا "ہم سے ہمارے بچوں نے گستاخی نہیں کی' شیطانوں نے ہم پر ظلم کیا ہے۔ وہ دونوں ہمیں مار پیٹ کر دھکے دے کر چلے گئے۔ ہم نے ان کا پیچھا کیا مگر وہ جوان ہیں' ہم بوڑھے ہیں۔ بڑھاپا جوانی کا پیچھا نہ کرسکا۔ وہ اُدھر جھاڑیوں کے پیچھے کہیں گم ہوگئے۔"

اس نے گھنے درختوں اور جھاڑیوں کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے کہا "میرے ساتھ چلو۔ میں انہیں تلاش کروں گا۔"

"کہاں تلاش کروگے؟ ہم نے ٹارچ کی روشنی میں اُدھر کا علاقہ چھان مارا ہے۔ صبح ہوتے ہی آبشار کے قریب گئے۔ وہ جو پانی بلندی سے گر رہا ہے' اس کے پیچھے پہاڑ کے اندر راستہ ہے۔ ہم نے اس پہاڑی سرنگ میں تھوڑی دور جاکر دیکھا۔ وہاں سانپ ہی سانپ نظر آئے۔ اس سرنگ سے کوئی سپیرا ہی گزر سکتا ہے۔ ہمارے بچے اِدھر نہیں جاسکتے تھے۔ ہم مایوس ہوکر لوٹ آئے۔"

خاتون نے کہا "ہم کسی قریبی ٹاؤن میں جائیں گے پھر وہاں سے پولیس پارٹی کے ساتھ آئیں گے۔ ہمیں یقین ہے' پولیس والے انہیں ڈھونڈ نکالیں گے۔"

کالج پر خوش آمدید کا بورڈ لگا ہوا تھا۔ وہاں سے گزرنے والے مسافروں کے لئے دروازہ کھلا رہتا تھا۔ تھکے ہوئے مسافر وہاں ضرور تھکن اتارنے آتے ہوں گے۔ جس طرح وہ بوڑھے اپنی جوان اولاد کے ساتھ آئے تھے' جیسے اب میں جینا کے ساتھ وہاں رہنے آیا تھا۔ میں نے کہا "جب تمہارے ساتھ ایسا ہوا ہے تو دوسرے لوگوں کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوتا رہا ہوگا۔"

"ہاں' تمہارے ساتھ بھی یہی ہوسکتا ہے۔ یہ تمہارے ساتھ ایک حسین لڑکی ہے۔ شیطان اسے لے جائیں گے۔ اور تمہیں رونے کے لئے چھوڑ دیں گے۔"

جینا یہ سن کر میرے بازو سے لگ گئی۔ میں نے بوڑھے سے کہا "ہم سے اور تم سے پہلے آنے والوں نے بھی قریبی ٹاؤن میں جاکر پولیس اسٹیشن میں رپورٹ درج کرائی ہوگی۔ صرف جوان لڑکے اور حسین لڑکیاں ہی غائب ہوا کرتی ہیں تو اس اغوا کے پیچھے کوئی گہری چال ہے۔ میں اس کالج میں جاکر دیکھوں گا کہ یہ ماجرا کیا ہے؟"

"نہ جاؤ۔ ہم نے جو صدمہ اٹھایا ہے' اس سے سبق حاصل کرو۔ یہ لڑکی حسین ہے' جوان ہے۔ کالج میں پہنچتے ہی تمہارے ہاتھ سے نکل جائے گی۔"

جینا نے مجھے اپنی گاڑی کی طرف کھینچتے ہوئے کہا "ہم واپس جائیں گے۔"

میں نے اسے تھپکتے ہوئے کہا "میں ہمیشہ انسان نما شیطانوں سے جنگ کرتا آیا ہوں۔ یہاں بھی اگر شیطان ہیں تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔"

"فرق پڑے گا" بوڑھے نے کہا "تم اپنی باتوں سے دلیر لگتے ہو لیکن انسانوں اور شیطانوں میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ یہاں کوئی شیطانی چکر ہے۔"

میں نے کہا "یقیناً تمہارے جوان بچوں کے ساتھ کالے جادو کا عمل ہوا ہے۔ افریقہ کے جنگلات میں رہنے والے قدیم ترین قبیلے کے سردار کالے جادو کے خطرناک عامل ہوتے ہیں' میں کالے عمل کا توڑ کرنے کی کوشش کروں گا۔"

"کیا تم کالا جادو جانتے ہو؟"

"میں مسلمان ہوں۔ جادو کو مانتا ہوں مگر اس پر لعنت بھیجتا ہوں۔ شیطانی علم صرف شیطان کو جاننا چاہئے' مسلمانوں کو صرف اس کا توڑ سیکھنا چاہئے۔"

خاتون نے کہا "تمہاری باتوں اور تمہارے ارادوں سے میرا صدمہ کم ہو رہا ہے۔ کیا تم میرے بچوں کو واپس لاسکوگے؟"

"انشاءاللہ! پوری کوشش کروں گا۔ کیا تمہارے پاس ان کی

تصویریں ہیں؟"

"ہاں ہمارے سامان میں ہیں۔ کیا تم دیکھنا چاہتے ہو؟"

"ضرور دیکھوں گا۔"

میں جینا کو ان کے پاس چھوڑ کر کالج کے برآمدے میں آیا۔ اندر جانے سے پہلے چاروں طرف گھوم کر دیکھنے لگا۔ وہ جگہ بہت اچھی تھی' بہت خوبصورت تھی۔ کہیں سے بھی خطرہ محسوس نہیں ہوتا تھا۔ اگر ان بوڑھے والدین سے ملاقات نہ ہوتی تو ہم کبھی یقین نہ کرتے کہ وہاں کوئی شیطانی چکر چل رہا ہے۔ میں اس کالج کے چاروں طرف گھوم کر واپس آیا تو بوڑھے نے ایک البم لاکر دیا۔ میں نے جینا سے کہا "ان مظلوم والدین سے باتیں کرو۔ میں کچھ دیر البم دیکھتا رہوں گا۔"

وہ سمجھ گئی کہ میں کیا کرنے والا ہوں۔ میں ٹریلر کے اندر آکر بیٹھ گیا۔ البم کھول کر دیکھنے لگا۔ پہلے صفحے پر ان بوڑھوں کی تصویر تھی۔ ان کے ساتھ ایک جوان لڑکی اور جوان لڑکا بھی نظر آرہا تھا۔ دوسرے صفحے پر ان جوانوں کا کلوزاپ تھا۔ چہرہ اور آنکھیں صاف طور سے نظر آرہی تھیں۔

میں اس لڑکی کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔ دیکھتے دیکھتے اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ گھاس پھوس سے بنے ہوئے بستر پر سو رہی تھی۔ میں اس کے خوابیدہ دماغ کو ٹٹولنے لگا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی کہ وہ پوری طرح سحرزدہ ہے لیکن وہ جادو اس کے دماغ کے تہ خانے تک نہیں پہنچا تھا۔

کالے جادو کی یہ سب سے بڑی خامی ہے کہ وہ اوپر ہی اوپر اثرانداز ہوتا ہے۔ یہ ازل سے ہوتا آیا ہے کہ شیطان جب گمراہ کرتا ہے تو وہ انسان کے بہت اندر تک پہنچ نہیں پاتا کیونکہ خدائے ذوالجلال نے انسان کو پیدا کرتے وقت اس کے بہت اندر انسانیت رکھی تاکہ وہاں صرف ایمان اثرانداز ہوتا رہے۔ شیطانی عمل کا دوسرا نام کالا جادو ہے۔ یہ ایمان والوں پر نہ کبھی اثر کرتا ہے' نہ کبھی اثر کرے گا۔ اس سے ثابت ہوجاتا ہے کہ یہ انسان کو صرف سطحی طور پر متاثر کرتا ہے۔

اور یہ تو میں دماغ کے اندر پہنچ کر دیکھتا ہوں۔ اس لڑکی کے اندر بھی جاکر دیکھ رہا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ وہ سحرزدہ ہے۔ اسے کچھ ہوگیا ہے۔ وہ اپنے آپ میں نہیں ہے۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا "مجھے یاد رکھنا چاہئے کہ میں اپنی ماما اور پاپا کے ساتھ ایک کالج میں آئی تھی' اس کالج میں ایک بڑے سے بورڈ پر خوش آمدید لکھا ہوا ہے۔"

اس کی سوچ نے کہا "مجھے یاد ہے۔ میں ماما' پاپا اور اپنے بھائی پیٹر جان کے ساتھ اس کالج کے اندر گئی تھی۔ ہم نے ٹارچ کی روشنی میں دیکھا' ایک میز پر ایک بڑی سی موم بتی رکھی ہوئی تھی۔ پیٹر جان نے دیا سلائی سے اس موم بتی کو روشن کیا۔ اس کے ساتھ ہی گم صم سا ہوکر موم بتی کی لَو کو تکنے لگا۔ ہم اس کی روشنی میں کمرے کا جائزہ لے رہے تھے' تب پیٹر نے مجھے

مخاطب کیا... لارا... ادھر آؤ۔ ذرا اسے دیکھو۔"

میں جس لڑکی کے دماغ میں تھا' اس کا نام لارا جان تھا۔ اس کے بیان کے مطابق جب بھائی پیٹر نے اسے بلایا تو اس نے بھی قریب جاکر موم بتی کی لَو کو دیکھا۔ پھر وہ بھی اس لَو میں کھو گئی۔ اسے روشن لَو میں اک نیگرو کا بھیانک چہرہ نظر آرہا تھا۔ اس نے سر پر دو بڑی بڑی سینگوں والی وگ پہنی ہوئی تھی سیاہ چہرے پر مختلف رنگوں سے بنی ہوئی لکیریں تھیں۔ اس نے ننھی ننھی انسانی کھوپڑیوں کی مالا پہنی ہوئی تھی۔ اس کی دو ہتھیلیوں پر دو کوڑیاں رکھی ہوئی تھیں۔ وہ اجنبی زبان میں منتر پڑھ کر کوڑیوں پر پھونک رہا تھا۔ اچانک ہی وہ کوڑیاں اس کی ہتھیلیوں پر سے اڑ گئیں۔ فضا میں اڑتی ہوئی آنے لگیں۔ اب وہ نیگرو جادوگر انگریزی زبان میں کہہ رہا تھا "جاؤ... جاؤ... میرے شکار کو لے آؤ۔"

یکبارگی ان دونوں کو دماغی جھٹکا سا پہنچا۔ ایک کوڑی آکر پیٹر کی پیشانی سے اور دوسری کوڑی آکر لارا کی پیشانی سے چپک گئی۔ لارا نے پلٹ کر باپ سے کہا "پاپا! یہاں سے جاؤ۔" پیٹر نے ماں سے کہا "ماما! جتنی جلدی ہوسکے' ہمیں چھوڑ کر چلی جاؤ' ورنہ ہم تمہیں چھوڑ کر چلے جائیں گے۔"

یہیں سے والدین اور جوان بچوں کے درمیان جنگ شروع ہوگئی۔ وہ کہیں جانا چاہتے تھے اور والدین جانے نہیں دیتے تھے۔ انہوں نے باتوں سے سمجھایا' ہاتھوں سے روکا۔ بوڑھے پاؤں جہاں تک ساتھ دے سکتے تھے' وہاں تک انہوں نے پیچھا کیا۔ پھر لارا اور پیٹر ان سے بہت دور نکل گئے۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ کہاں جا رہے ہیں۔ ان کی پیشانیوں سے چپکی ہوئی کوڑیاں انہیں لے جا رہی تھیں۔

پھر وہ آبشار کے گرتے ہوئے پانی کے پیچھے آگئے۔ وہاں ایک غار کے پاس چند سیاہ فام ہاتھوں میں مشعلیں لئے کھڑے تھے۔ وہ ان کے پیچھے چلنے لگے۔ اس غار میں سانپ ہی سانپ دکھائی دے رہے تھے۔ سیاہ فام اپنی مشعلوں کی آگ سانپوں کی طرف کرتے' وہ اِدھر اُدھر بھاگنے لگتے۔ ان کے درمیان راستہ بنتا جاتا اور وہ وہاں سے گزرتے جاتے تھے۔ کوئی آدھے میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد وہ غار کے دوسری طرف نکل آئے۔

وہاں پہنچتے ہی ڈھول تاشوں کی آوازیں ابھرنے لگیں۔ کچھ فاصلے پر کئی جھونپڑیاں نظر آرہی تھیں۔ کالے کلوٹے مرد' عورتیں اور بوڑھے خوشی سے اچھل اچھل کر کچھ کہہ رہے تھے۔ لارا اور پیٹر کو گزرنے کا راستہ دے رہے تھے پھر ان کے پیچھے چلتے جا رہے تھے۔ بستی کے درمیان ایک کھلی جگہ تھی۔ وہاں ایک بڑے سے چبوترے پر شیطان کا بڑا سا پتلا بنا ہوا تھا۔ پتلے کے قدموں میں لکڑی کا ایک تخت بنا ہوا تھا۔ اس تخت پر وہی خوفناک چہرے والا نیگرو بیٹھا ہوا تھا جسے وہ بہن بھائی موم بتی کی لَو میں دیکھ چکے تھے۔ وہ نوکیلی سینگوں والی وگ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

سر پر پہنے ہوئے تھا۔ اس کے سیاہ چہرے پر مختلف رنگوں سے لکیریں بنی ہوئی تھیں اور ننھی ننھی انسانی کھوپڑیوں کی ایک مالا اس کے گلے میں تھی۔

جب وہ دونوں سحرزدہ انداز میں چلتے ہوئے چبوترے کے پاس جادوگر کے سامنے پہنچے تو اس نے قہقہہ لگایا پھر دونوں ہتھیلیاں آگے بڑھائیں۔ لارا اور پیٹر کی پیشانیوں سے وہ کوڑیاں اچھل کر اس کی دونوں ہتھیلیوں پر آگئیں۔ وہ بہن بھائی ایک دم چونک پڑے۔ کوڑیوں سے نجات ملتے ہی وہ ہوش میں آگئے' سہمے ہوئے اِدھر اُدھر دیکھنے لگے۔ سیاہ فام مرد ہاتھوں میں رائفلیں اٹھائے ان کے چاروں طرف ناچ رہے تھے' ڈھول اور تاشے زور زور سے بجائے جارہے تھے۔

لارا اپنے بھائی سے لپٹ کر رونے لگی۔ پیٹر نے چیخ چیخ کر پوچھا "تم لوگ کون ہو؟ ہم یہاں کیسے آگئے؟ ہم تو کاٹیج میں ماما اور پاپا کے ساتھ تھے۔"

اس کی باتیں کوئی نہیں سن رہا تھا۔ دوسری جنگِ عظیم سے پہلے افریقہ کے قبائلی باشندے اتنے پسماندہ تھے کہ لباس پہننا بھی نہیں جانتے تھے۔ صرف نیزوں اور تیر کمان کا استعمال جانتے تھے۔ آج وہ یورپی تہذیب سے بڑی حد تک واقف تھے۔ انہوں نے پتلون' بنیان اور بش شرٹ وغیرہ پہنا ہوا تھا۔ ان کے ہاتھوں میں رائفلیں تھیں۔ کتنی ہی کالی کلوٹی عورتوں نے اسکرٹ اور بلاؤز پہنے ہوئے تھے۔ اتنی تہذیب کے باوجود وہ کالا جادو جاننے والے قبائلی سردار کے آگے سجدہ کرتے تھے اور اسے اپنا نجات دہندہ سمجھتے تھے۔

سردار اپنے تخت سے اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ اس نے دونوں ہاتھ اٹھائے۔ تمام رقص کرنے والے رک گئے۔ ڈھول تاشے کی آواز ختم ہو گئی۔ جب وہ مخاطب ہوا تو دونوں بہن بھائی حیران رہ گئے۔ وہ انگریزی زبان بول رہا تھا۔ ان سے کہہ رہا تھا۔ "میں دنیائے طلسمات کا بادشاہ ہوں۔ میرے جادو کا کوئی توڑ نہیں ہے۔ جو سحرزدہ ہو کر یہاں آتے ہیں' وہ پھر واپس نہیں جاتے تم بھی آئے ہو' کبھی واپس نہ جانے کے لئے۔"

پیٹر نے پوچھا "تم ہم سے چاہتے کیا ہو؟"

"غلامی... ایک وقت تھا جب سفید فام آقا ہمارے قبیلوں میں آکر ہم سیاہ فام لوگوں کو غلام بنا کر لے جاتے تھے۔ وہ ایسا کیوں کرتے تھے؟ کیا ہم غلام بنائے جانے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں؟"

اس نے ہاتھوں کے اشارے سے آس پاس دکھاتے ہوئے کہا "دیکھو' ہم کتنے کالے اور بدصورت ہیں۔ گورے بچے ہم سے ڈرتے تھے مگر ہمارے قبیلے میں جو آئندہ نسل ہوگی' وہ خوبصورت ناک نقشے والی ہوگی۔"

اس نے تین بار تالی بجائی۔ آس پاس کی مختلف جھونپڑیوں سے انگریز عورتیں نکل کر آنے لگیں۔ عورتوں کی گود میں ...ے رنگ کے بچے تھے' ان کے ساتھ ایک ایک سیاہ فام مرد تھا۔ سردار نے کہا "یہ گوری عورتیں ہمارے کالے حبشی مردوں کی بیویاں اور ان کے بچوں کی مائیں ہیں۔"

اس نے پھر تین بار تالی بجائی۔ مختلف جھونپڑیوں سے انگریز مرد نکل کر آنے لگے۔ ان کے ہاتھ پاؤں زنجیروں سے بندھے ہوئے تھے۔ ان کے گلے میں رسیّوں کے پھندے تھے اور وہ رسیّاں سیاہ فام عورتوں کے ہاتھوں میں تھیں۔ ان سیاہ فام عورتوں کی گود میں گورے رنگ کے بچے دکھائی دے رہے تھے۔

عجیب تماشا تھا' جو سمجھ میں آرہا تھا۔ وہ سردار کالے جادو کے ذریعے انگریز عورتوں اور مردوں کو اپنے قبیلے میں جبراً لاتا تھا۔ گوری عورتوں کی شادی کالے مردوں سے اور کالی عورتوں کی شادی گورے مردوں سے کراتا تھا۔ ان سے ہونے والے بچے نہ زیادہ کالے ہوتے تھے' نہ زیادہ بدصورت ہوتے تھے۔ بہت زیادہ خوبصورت بھی نہیں ہوتے تھے۔ البتہ آئندہ نسل کا رنگ روپ بدل رہا تھا۔ آثار بتا رہے تھے کہ یہ سلسلہ جاری رہا تو وہاں پھر کوئی سیاہ فام بدصورت حبشی بچہ پیدا نہیں ہوگا۔

وہ قہقہے لگا رہا تھا اور کہہ رہا تھا "دیکھو' میرے کالے جادو میں کتنا حسن ہے۔ میرا قبیلہ آئندہ دس پندرہ برسوں میں خوبصورت ہو جائے گا... پھر کوئی ہمیں کالا' بدصورت اور خوفناک نہیں کہے گا۔"

وہ لارا کی طرف انگلی اٹھا کر بولا "تم بلا کی حسین ہو۔ میرا دل تم پر آگیا ہے۔ میں اپنے قبیلے کی رسم کے مطابق تم سے شادی کروں گا۔ تم میرے بچوں کی ماں بنوگی۔"

وہ رونے لگی "نہیں نہیں' مجھے جانے دو۔ مجھے تم سے ڈر لگ رہا ہے۔ تم ہاتھ لگاؤ گے تو میں مرجاؤں گی۔"

پیٹر نے کہا "میں نہتا ہوں۔ تم مرد کے بچے ہو تو مجھے ہتھیار دو۔ پھر میرا نشانہ دیکھو۔ میں تمہیں گولیوں سے چھلنی کردوں گا۔"

وہ قہقہہ لگا کر بولا "اسی لئے تو میں نے تمہارے جیسے انگریز مردوں کو زنجیریں پہنائی ہیں تاکہ یہ کبھی بغاوت کرنا چاہیں تو زنجیروں سے آزاد نہ ہوسکیں۔"

اس نے چٹکی بجائی۔ حبشیوں نے اسے اپنی اپنی رائفل کے نشانے پر رکھ لیا۔ دو حبشی آکر اسے زنجیریں پہنانے لگے۔ اگر وہ اعتراض کرتا تو وہ ظالم اسے اور اس کی بہن کو گولی مار دیتے۔ لارا ابھی سمجھ گئی تھی کہ نجات ممکن نہیں ہے وہ سردار کی بیوی بننے سے انکار نہیں کرسکے گی۔ اسے پھر سحرزدہ کیا جائے گا۔ یا مار ڈالا جائے گا۔

دو حبشی عورتیں اسے پکڑ کر چبوترے پر لائیں پھر اسے سردار کے قدموں میں دھکیل دیا۔ ڈھول تاشے پھر بجنے لگے۔ مسلح حبشی رقص کرنے لگے۔ سردار نے جھک کر لارا کو دونوں بازوؤں میں اٹھالیا۔ وہ خوف سے تھر تھر کانپ رہی تھی۔ سردار کا خوفناک چہرہ دیکھ نہیں سکتی تھی' اس لئے آنکھوں کو بند کرلیا تھا۔ وہ اسے بازوؤں میں اٹھائے شیطان کے پتلے کے چاروں طرف گھومنے لگا۔ پھر اپنے تخت کے پاس آکر پیٹر سے بولا "تو ایک ہی شرط پر زندہ رہے گا۔ اس قبیلے کی کسی عورت کو پسند کر کے شادی کرلے۔ انکار کرے گا تو ابھی تجھے گولی ماردی جائے گی۔"

پیٹر نے مجبور ہو کر دیکھا۔ سیاہ فام لڑکیاں ایک قطار میں کھڑی ہوئی تھیں۔ ایک حبشی نے اسے رائفل کے کندے سے مارتے ہوئے لڑکیوں کی طرف دھکا دیا۔ وہ ایک ایک لڑکی کو دیکھتے ہوئے گزرنے لگا۔ اسے عام حالات میں کبھی کوئی پسند نہیں آسکتی تھی مگر جان بچانے کے لئے اس نے ایک لڑکی کا ہاتھ پکڑ لیا۔

سب لوگ خوشی سے ناچنے لگے۔ ایک نے پیٹر کے گلے میں پھندہ ڈالا پھر اس کی رسی لڑکی کے ہاتھ میں پکڑا دی۔ سردار نے کہا "ہمارے قبیلے کی رسم کے مطابق دن کے بارہ بجے جب سورج سر پر ہوتا ہے' تب شادی کی رسم ادا کی جاتی ہے۔ کل ہماری شادی اسی چبوترے پر شیطانِ معظم کے سامنے ہوگی۔ رات کافی ہوچکی ہے' اب آرام کرو۔"

وہ سیاہ فام لڑکی پیٹر کی رسّی کھینچتے ہوئے ایک طرف جانے لگی۔ سردار لارا کو دونوں بازوؤں میں اٹھائے ایک جھونپڑی کے اندر آیا پھر اسے گھاس پھوس کے بستر پر لٹا کر بولا "تم حسین اور پُرشباب ہو مگر میں سردار ہونے کے باوجود قبیلے کی رسم کے خلاف تمہیں ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ کل بارہ بجے تک صبر کروں گا۔ تم یہاں آرام سے سو جاؤ۔"

وہ آنکھیں بند کئے ہوئے تھی۔ اسے دیکھنے سے خوف کے مارے جان نکلنے لگتی تھی۔ وہ دعائیں مانگ رہی تھی کہ فوراً دم نکل جائے یا اس شیطان سے کسی طرح نجات مل جائے۔ سردار نے کہا "میں جانتا ہوں' تو بند آنکھوں کے پیچھے جاگ رہی ہے۔ تجھے اس طرح نیند نہیں آئے گی۔"

اس نے کوڑی نکالی' کوئی منتر پڑھ کر کوڑی پر پھونکا پھر اسے لارا کی پیشانی پر رکھ دیا۔ وہ دوسرے ہی لمحے غافل ہوگئی۔ گہری نیند میں ڈوب گئی۔ اسے اپنا ہوش نہیں تھا کہ وہ کہاں ہے؟ اور کس حال میں ہے؟

ایسے ہی وقت میں اس کے دماغ میں آکر معلومات حاصل کررہا تھا۔ پھر میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر پیٹر کی تصویر کو دیکھا۔ اسے دیکھتے دیکھتے اس کے اندر پہنچ گیا۔ وہ ایک جھونپڑی کے اندر گھاس پھوس کے بستر پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہاں مزید چھ انگریز تھے۔ سب کے ہاتھ پاؤں زنجیروں سے بندھے ہوئے تھے۔ وہ پیٹر کو بتا رہے تھے کہ یہاں سے نجات ممکن نہیں ہے۔ ہمیں یہاں قید رکھا جاتا ہے۔ جب ہماری کالی بیویوں کو ضرورت ہوتی ہے' وہ آتی ہیں اور اپنے اپنے شوہر کی رسّی پکڑ کر اپنی جھونپڑیوں میں لے جاتی ہیں۔

وہ سچ مچ جانوروں کی طرح زندگی گزار رہے تھے۔ میں ایک ایک کی آواز سن رہا تھا اور ہر ایک کے دماغ میں جاکر معلومات حاصل کررہا تھا۔ اس قبیلے میں چھ سیاہ فام ایسے تھے جو اپنے سردار کی طرح انگریزی بولتے تھے۔ قریبی شہروں میں جتنے پولیس اسٹیشن تھے' ان کے پولیس افسران نیگرو تھے۔ وہ سب کالا جادو جاننے والے سردار سے مرعوب تھے۔ اس کے احکامات کے پابند تھے۔ جب بھی گوری نسل کی عورتیں اور مرد غائب ہوتے تھے۔ ان کے عزیز رشتے دار رپورٹ درج کرانے آتے تھے' وہ ان کی تسلی اور دلجوئی کے لئے دور دور تک جنگلوں میں جاتے تھے اور ناکام واپس آکر خانہ پری کرتے ہوئے رپورٹ لکھ دیتے تھے کہ قدیم وحشی قبیلے کے لوگ جادو جانتے ہیں۔ ہزار تلاش کے باوجود نظر نہیں آتے۔ چند پولیس پارٹی کے ساتھ گھنے جنگلات میں جانے والے افسران آج تک واپس نہیں آئے۔

میں یہ معلومات حاصل کرنے کے بعد ٹریلر سے باہر آگیا۔ وہ البم بوڑھے انگریز کو دیتے ہوئے بولا "ہمیں قریبی ٹاؤن میں جاکر پولیس کی مدد حاصل کرنا چاہئے۔"

"وہ تو ہم پہلے ہی جارہے تھے' تم نے خواہ مخواہ اتنی دیر روک لیا۔"

خاتون نے پوچھا "تم کالے جادو کا توڑ کرنے والے تھے؟"

"ہاں تمہارے لئے خوشخبری ہے۔ لارا اور پیٹر خیریت سے ہیں۔ میرا علم کہتا ہے۔ پولیس والے انہیں واپس لے آئیں گے۔"

وہ میاں بیوی اپنی ویگن میں بیٹھ گئے۔ میں جینا کے ساتھ ٹریلر گاڑی میں آگیا۔ وہ ڈرائیو کرنے لگی۔ میں نے سونیا کے پاس پہنچ کر اسے مختصر روداد سنائی پھر کہا "میں جانتا ہوں کہ لیلیٰ' سلطانہ اور سلمان واسطی وہاں اہم معاملات میں مصروف ہیں لیکن وہ اپنی مصروفیات میں سے تھوڑا تھوڑا وقت نکال کر یہاں آتے رہیں گے تو کئی مظلوموں کو شیطانی عمل کرنے والوں سے نجات مل جائے گی۔"

وہ بولی "تم نے کہا تھا' جس ویرانے میں جاؤ گے' وہاں کے متعلق ہمیں نہیں بتاؤ گے۔ کیا تنہا ان سے نمٹ نہیں سکتے؟"

"چیلنج کروگی تو تمہاری امداد پر لعنت بھیج دوں گا۔"

"اتنی جلدی غصہ آگیا۔ یہ بڑھاپے کی علامت ہے!"

"میں بتا چکا ہوں کہ وہ خطرناک جادوگر ہے۔ اس کے قبیلے میں صرف چھ انگریزی جاننے والے ہیں۔ باری باری ان کے دماغوں میں پہنچنے تک بہت سی مظلوم عورتیں اور مرد مارے جائیں گے۔"

"تم جس زمین پر قدم رکھوگے' وہاں یہی ہوگا۔ اتنی بڑی دنیا میں کوئی ایسا ویرانہ ہے جہاں تمہاری ذات سے ہنگامہ برپا نہ ہو؟"

"ایسی جگہ ہے۔ میں یہاں شیطان سے نمٹنے کے بعد

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

قبرستان چلا جاؤں گا۔"

"وہاں بھی مُردے اٹھ بیٹھیں گے۔ ابھی لیلیٰ میرے پاس تھی۔ وہ سلمان کو تمہارے حالات بتانے گئی ہے۔ سلطانہ بھی وہاں آئے گی لیکن دونوں بہنیں اپنے وعدے کے مطابق تمہارے دماغ میں نہیں آئیں گی۔ سلمان کے ذریعے دشمنوں کے اندر جگہ بنائیں گی۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ جب قریبی ٹاؤن پہنچ کر وہاں کے پولیس افسر سے ملاقات کی تو سلمان واسطی میرے پاس موجود تھا۔ افسر کی آواز سن کر اس کے دماغ میں چلا گیا۔ افسر کہہ رہا تھا "یہاں پہلے بھی ایسی رپورٹیں آتی رہی ہیں۔ ہم جنگلوں میں دور تک جاتے ہیں لیکن واردات کرنے والوں کا سُراغ نہیں ملتا۔"

میں نے کہا "ہو سکتا ہے، اس بار سُراغ مل جائے اور مجرم گرفتار ہو جائیں۔"

وہ جانا نہیں چاہتا تھا۔ بہانے کر کے ٹالنے کی کوشش کر رہا تھا۔ سلمان نے میرے پاس آ کر کہا "یہ افسر اس قبیلے کے سردار سے مرعوب اور متاثر ہے۔ ابھی تمہارے ساتھ جینا کو دیکھ کر سوچ رہا ہے، اس حسینہ کو بھی سردار تک پہنچانا چاہئے۔"

سلمان کی بات ابھی پوری نہیں ہوئی تھی، اس افسر نے مجھ سے کہا "ان مجرموں کو گرفتار کرنے کی ایک صورت ہے۔ وہ لوگ حسین لڑکیوں کو اغوا کرتے ہیں۔ اگر تم ہمارے ساتھ اس حسینہ کو لے کر تلاش کرنے چلو گے تو وہ اسے حاصل کرنے کے لئے ضرور ہم سے ٹکرائیں گے۔ پھر ہم ان کا مقابلہ کرتے ہوئے ان کے اڈے تک پہنچ جائیں گے۔"

میں نے جینا کو اپنے قریب تر کرتے ہوئے کہا "یہ میری شریکِ زندگی ہے۔ جہاں میں جاؤں گا، وہاں یہ بھی جائے گی۔ ہمیں فوراً ان کی تلاش میں چلنا چاہئے۔"

ہم وہاں سے روانہ ہوئے۔ ہماری ٹریلر گاڑی بہت بڑی تھی۔ جنگل کے کچے اور تنگ راستوں سے نہیں گزر سکتی تھی۔ ہم نے اسے وہاں لاک کر کے چھوڑ دیا۔ افسر اپنے مسلح سپاہیوں کے ساتھ جیپ میں تھا۔ ہم ان بوڑھے والدین کی ویگن میں سفر کر رہے تھے۔ سفر کے دوران میں نے سلمان واسطی کو لارا، پیٹر اور دوسرے گورے قیدیوں کے دماغوں تک پہنچا دیا۔ سلمان کے ذریعے لیلیٰ اور سلطانہ بھی وہاں پہنچ گئی تھیں۔

پولیس کی جیپ ہمارے آگے تھی۔ ہم ان کی رہنمائی میں چل رہے تھے۔ افسر کا یہی خیال تھا کہ وہ ہمیں جدھر لے جائے گا، ہم اُدھر چل پڑیں گے۔ وہ ایک بستی میں جا کر وہاں کے حبشیوں کو اپنی زبان میں سمجھانا چاہتا تھا کہ ڈھول کی مخصوص اشاراتی آواز میں وہ جادوگر سردار تک یہ پیغام پہنچائیں کہ ایک حسین شکار فلاں راستے سے گزر رہا ہے۔ شکار کے ساتھ صرف دو مرد ہیں۔ وہ مقابلے میں نہیں ٹھہر سکیں گے۔ ہم پولیس والے بھی دکھاوے کی فائرنگ کرتے ہوئے کسی اور طرف نکل جائیں گے۔

وہ اپنے راستے پر جانے کی سوچ رہا تھا۔ میں اسے اپنے راستے پر لے جا رہا تھا۔ وہ آبشار کے قریب پہنچ کر چونک گیا۔ پھر بولا "ہم یہاں کیوں آئے ہیں؟"

میں نے کہا "تم ان واردات کرنے والوں کی بستی کا راستہ خوب جانتے ہو۔ اور صحیح راستے پر آئے ہو۔"

"تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ یہ صحیح راستہ ہے؟"

"تم جس شیطان کے غلام ہو، میں اس شیطان کا بھی باپ ہوں، ساری باتیں جانتا ہوں۔ راستہ اس آبشار کے پیچھے ہے۔"

"یو شٹ اپ۔ آبشار کے پیچھے سانپوں کا غار ہے۔ وہاں سے کوئی نہیں گزر سکتا۔ تم پولیس کا وقت برباد کر رہے ہو۔"

"تم کھاتے ہو سرکار کا اور گاتے ہو سردار کا۔ میں آج تم سے سرکاری ڈیوٹی لوں گا۔"

میں نے پھر اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے سپاہیوں کو حکم دیا "یہ صاحب ٹھیک کہتا ہے۔ میرے ساتھ آؤ۔"

ہم اپنی گاڑیوں سے اتر گئے۔ پولیس پارٹی کے پیچھے چلنے لگے۔ پتھروں پر چڑھتے ہوئے اس غار کے سامنے آئے جو سانپوں کا مسکن تھا۔ میں ان سپاہیوں کو ساتھ لے جانا نہیں چاہتا تھا کیونکہ بُرے وقت میں وہ جادوگر کا ساتھ دینے والے تھے۔ افسر نے میری مرضی کے مطابق انہیں حکم دیا "دو سپاہی اپنی وردی اتاریں اور باقی سپاہیوں کے ساتھ واپس چلے جائیں۔"

انہوں نے حکم کی تعمیل کی۔ دو سپاہیوں نے وردی اتار کر ہمیں دی پھر سب وہاں سے چلے گئے۔ میں نے ایک وردی میں آگ لگائی پھر اس آگ سے سانپوں کو اِدھر اُدھر بھگاتا ہوا سب کے ساتھ وہاں سے گزرنے لگا۔

ہم جلد ہی غار کے دوسرے سرے سے باہر آ گئے۔ دن کے بارہ بجنے والے تھے۔ اس قبیلے کی رسم کے مطابق ٹھیک بارہ بجے شادی ہونے والی تھی۔ سامنے بستی میں ڈھول تاشے اور ناچنے گانے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ میں نے سلمان واسطی کے دماغ میں جا کر کہا "میں بستی کے بالکل قریب پہنچ گیا ہوں۔"

سلمان نے کہا "ہم بالکل تیار ہیں۔ لارا اور پیٹر اس جادوگر کے سامنے جائیں گے تو ان کے ذریعے ہم جادوگر کے دماغ میں پہنچ سکیں گے۔"

مجھے سلمان سے باتیں کرنے کے لئے افسر کے دماغ کو چھوڑنا پڑا تھا۔ اس کا دماغ آزاد ہوتے ہی وہ چونکا۔ فوراً ہی سمجھ گیا کہ میں جادو کے ذریعے اسے جبراً یہاں تک لایا ہوں۔ وہ بے اختیار بستی کی طرف بھاگتے ہوئے چیخنے لگا۔ "سردار... مجھے بچاؤ۔ ایک جادوگر مجھے یہاں تک سحر زدہ کر کے لے آیا ہے۔"

سردار چبوترے پر کھڑا شیطان کے قد آور پُتلے کے سامنے منتر پڑھ رہا تھا۔ اس کی آواز سن کر چونک گیا۔ پلٹ کر دیکھا۔ پھر قریب آنے والے افسر سے پوچھا "کیا تمہیں پتا نہیں کہ میں منتر پڑھتے وقت مداخلت پسند نہیں کرتا؟"

"میں مجبور ہو گیا تھا۔ آپ کو خطرے سے آگاہ کرنے آیا ہوں۔ ایک جادوگر یہاں آپ سے مقابلہ کرنے آیا ہے۔"

"کیا بکتے ہو؟ کس کی شامت آئی ہے جو میرے مقابلے میں آئے گا؟"

میں افسر کے ذریعے اس کی باتیں سن رہا تھا۔ افسر کے اندر سے نکل کر اس کے دماغ میں پہنچا تو وہ چونک گیا۔ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر شیطان کے پُتلے سے بولا "خطرہ ہے۔ سچ مچ کوئی خطرہ ہے۔ میں اپنے اندر بوجھ محسوس کر رہا ہوں۔"

اس نے ایک کوڑی نکال کر ہتھیلی پر رکھتے ہوئے کہا "اے شیطان معظم! میرے اندر اور باہر جہاں بھی دشمن چھپا ہے، اسے میرے قدموں میں لے آ۔ میں نے برسوں تیری پوجا کر کے یہ کوڑیاں حاصل کی ہیں۔ یہ ایک کوڑی دشمن کی پیشانی سے جا کر چپکے گی اور اسے یہاں لے آئے گی۔"

یہ کہتے ہی وہ منتر پڑھنے لگا۔ میں لارا کے ذریعے اس کوڑی کا شیطانی عمل معلوم کر چکا تھا۔ وہ میری بھی پیشانی سے آ کر چپک سکتی تھی۔ مجھے بھی سحر زدہ کر سکتی تھی۔ اس سے پہلے ہی میں اس کے دماغ میں الٹا سیدھا منتر پڑھنے لگا۔ وہ گڑبڑا گیا۔ اپنا منتر صحیح طور پر نہ پڑھ سکا۔ اس نے پریشان ہو کر شیطان کے پُتلے کو دیکھا۔ پھر شروع سے پڑھنے لگا۔ میں نے اسے گڑبڑا دیا۔ وہ گرج کر بولا "یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ کون مجھ پر جادو کر رہا ہے؟"

اس نے پولیس افسر کو گھور کر دیکھا۔ میں اس کے اندر پہنچ گیا۔ وہ کہنا چاہتا تھا کہ میں بستی کے قریب پہنچا ہوا ہوں۔ میں نے اسے کہنے نہیں دیا۔ وہ میری مرضی کے مطابق اچھل کر ایک حبشی کے پیچھے آیا۔ اس کی گردن ایک ہاتھ سے دبوچ کر دوسرے ہاتھ سے ریوالور کو نکالا۔ پھر جادوگر پر فائر کیا۔ وہ سردار ایک طرف چھلانگ لگا کر موت سے تو بچ گیا مگر زخمی ہو گیا۔ گولی اس کی ٹانگ پر لگی تھی۔ وہ چبوترے پر لڑھکتا ہوا شیطان کے پُتلے کے پیچھے چلا گیا۔

میں افسر کے اندر رہ کر مسلسل فائرنگ کر رہا تھا۔ لوگ مر رہے تھے اور کچھ مورچا بنانے کے لئے اِدھر اُدھر بھاگ رہے تھے۔ کچھ بستی کے باہر ہماری طرف آئے تو میں نے اور جینا نے فائرنگ شروع کر دی۔ ان میں سے کئی گرے اور باقی بستی کے دوسری طرف بھاگنے لگے۔

اُدھر سلمان نے سردار کے دماغ میں پہنچ کر حکم دیا۔ "میرے قبیلے میں انگریزی بولنے والے ہیں۔ وہ گورے قیدیوں کو آزاد کر دیں۔ میرے حکم پر فوراً عمل کرو۔"

اس کا حکم سنتے ہی کچھ سیاہ فام مختلف جھونپڑیوں کی طرف دوڑنے لگے۔ سردار پریشان ہو کر سوچ رہا تھا کہ اس نے ایسا حکم کیوں دیا۔ وہ اپنے آدمیوں کو واپس بلانا چاہتا تھا۔ مگر زبان ساتھ نہیں دے رہی تھی، دماغ کام نہیں کر رہا تھا۔

وہ بہت بڑا جادوگر تھا۔ مگر جادو کا تعلق منتر پڑھنے سے تھا اور سلمان واسطی اسے پڑھنے کا موقع نہیں دے رہا تھا۔ اُدھر انگریزی زبان جاننے والے سیاہ فام گورے قیدیوں کے پاس آ کر زنجیریں کھولنے لگے۔ لیلیٰ اور سلطانہ نے قیدیوں کو بولنے پر اکسایا۔ ان کے ذریعے حبشیوں کی آواز سنی پھر ان کے دماغ پر قبضہ جما کر ان کی رائفلیں اور کارتوس گورے قیدیوں کو دیں پھر ان سے کہا "جاؤ، کوئی مسلح سیاہ فام زندہ نہ بچے۔"

وہ ہتھیار لے کر دوڑتے ہوئے چبوترے کی طرف جانے لگے۔ راستے میں آنے والے دشمنوں پر فائر کرتے رہے۔ میں جینا کے ساتھ ایک جھونپڑی کے پیچھے آ گیا۔ وہاں لارا کو قید کیا گیا تھا۔ جھونپڑی کی دیواریں سوکھی گھاس اور بانس کی کھپچیوں سے بنی ہوئی تھیں۔ میں نے چھوٹی سی کھڑکی سے دیکھا۔ وہاں ایک انگریز لڑکی سہمی ہوئی سی بیٹھی تھی۔ دو مسلح سیاہ فام کھڑے ہوئے تھے۔ باہر سے مسلسل گولیاں چلنے اور چیخنے چلانے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ میں نے تڑاتڑ دو فائر کئے۔ ایک سیاہ فام گولی کھا کر گرا، دوسرا اچھل کر جھونپڑی کے اس حصے میں گیا جہاں میں اسے کھڑکی سے نہیں دیکھ سکتا تھا۔

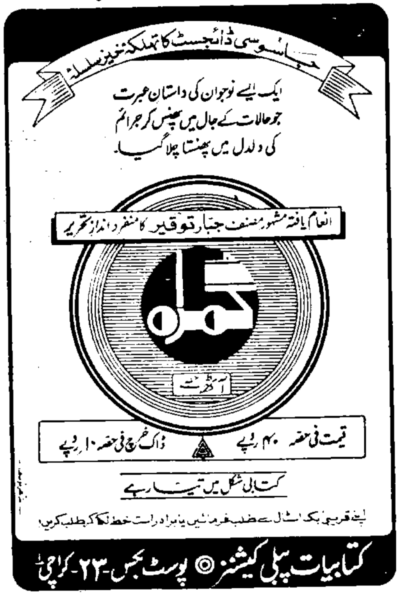

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

میں نے جینا سے کہا "فوراً لیٹ جاؤ' خطرہ ہے۔"

لیکن وہ میری ہدایت پر فوراً عمل نہ کر سکی۔ میرے پیچھے دو سیاہ فام حملہ کرنے آئے تھے۔ وہ ان پر گولیاں برسا رہی تھی' اس نے مجھے ناگہانی حملوں سے بچالیا اور دونوں حبشیوں کو مار گرایا۔ مگر خود چیخ مار کر اچھل پڑی۔ جھونپڑی کے اندر جو ایک سیاہ فام رہ گیا تھا' اس نے کھڑکی کے آس پاس اندھا دھند فائرنگ کی تھی۔ جینا کو لیٹنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ وہ گولی کھاتے ہی اچھل کر میرے پہلو میں آگری۔ میرا دل دھک سے رہ گیا۔ اس کی چیخ نے اور اکھڑتی ہوئی سانسوں نے میرے ہوش اڑا دیئے۔ میں نے اسے کھینچ کر سینے سے لگایا پھر تڑپ کر کہا۔ "جینا... جینا... تم خیریت سے ہونا؟"

میری آواز سن کر جھونپڑی کے اندر سے پھر فائرنگ ہونے لگی۔ میں جینا کو سمیٹے ہوئے لیٹا ہوا تھا۔ گولیاں اوپر سے گزر رہی تھیں۔ فائرنگ چند سیکنڈ کے لئے رکی تو میں نے مسلسل فائرنگ شروع کردی۔ اندر سے اس حبشی کی چیخ سنائی دی۔ پھر سناٹا چھا گیا۔

سناٹا تو میری زندگی میں چھا گیا تھا۔ میری جینا ہمیشہ کے لئے خاموش ہوگئی تھی۔ میں کبھی ایک پل کے لئے بھی نہیں سوچ سکتا تھا کہ مجھے بھرپور محبت دینے والی' مجھ پر تن من نچھاور کرنے والی یوں اچانک جان نچھاور کرکے چلی جائے گی... اور میں منہ دیکھتا رہ جاؤں گا۔

جب ہمیں دنیا جہان کی مسرتیں حاصل ہوتی رہتی ہیں' تب ہم بھول جاتے ہیں کہ موت مسرتوں کا لحاظ نہیں کرتی... وہ کسی وقت بھی اپنا کام کرجاتی ہے۔ انسان اسے بھلا دے' وہ انسان کو نہیں بھلاتی... ملک الموت ایک واحد فرشتہ ہے جس میں نام کو مروّت نہیں ہے... اس نے یہ بھی نہ سوچا کہ ابھی جینا کی چڑھتی جوانی ہے اور فرہاد ڈوبتا ہوا سورج ہے... وہ مجھے ڈبو دے... جینا کی جوانی کو چڑھتا رہنے دے... لیکن اس نے میری محبت کو میری زندگی سے غروب کردیا۔

سلمان واسطی نے میرے دماغ میں آکر بتایا کہ وہ جادوگر سردار ارکو جہنم میں پہنچا کر آیا ہے مگر وہ تفصیل نہ بتا سکا۔ میرے صدمے کو سمجھتے ہی خاموش ہوگیا۔ تھوڑی دیر بعد مجھے اپنے اندر لیلیٰ کی آواز سنائی دی "میں نے وعدہ کیا تھا' تمہارے دماغ میں نہیں آؤں گی... مگر ایسے وقت تو دشمن بھی آجاتے ہیں۔ میں بہت پہلے تمہارے خیالات پڑھ کر سمجھ گئی تھی کہ تم جینا سے ٹوٹ کر پیار کرتے ہو۔ اسے دل کی گہرائیوں سے چاہتے ہو... اوہ خدایا! میری سمجھ میں نہیں آتا' میں تسلی کے چند الفاظ کیسے ادا کروں... تم سے کیا کہوں؟ صرف اتنا کہتی ہوں' صبر کرو... ہوسکے تو سونیا سے رابطہ کرو..."

وہ خدا حافظ کہہ کر چلی گئی۔ سونیا کے پاس جانے یا خیال خوانی کرنے کو ایک ذرا دل نہیں چاہتا تھا۔ میں خاموش رہنا چاہتا تھا۔ مجھے اب اس سے کوئی غرض نہیں تھی کہ دشمن مارے گئے تھے' شیطانی عمل ختم ہوچکا تھا' گورے قیدی آزاد ہوگئے تھے' لارا کی آبرو سلامت رہ گئی تھی اور ان سب باتوں کی میں نے بہت بڑی قیمت ادا کی تھی۔

قیمت کے طور پر یہ معلوم ہوتا کہ میری جان جائے گی تو میں انکار نہ کرتا لیکن یہ معلوم ہوجاتا کہ جان تمنا جائے گی تو میں کبھی ادھر کا رخ نہ کرتا۔ انہی حالات میں کہا جاتا ہے کہ آدمی مقدّر کے ہاتھوں میں کھلونا ہے۔

○☆○

ٹرانسفارمر مشین کو تباہ کرنا آسان نہ تھا۔ اسے زبردست حفاظتی انتظامات کے ساتھ چھپا کر رکھا گیا تھا۔ مشی گن جھیل کے جس علاقے میں اسے رکھا گیا تھا' اس علاقے میں قدم رکھنا تقریباً ناممکن بنادیا گیا تھا۔

سپر ماسٹر کی حیثیت سے سلمان واسطی کی فائل میں رپورٹ تھی کہ وہ آخری مشین ہے اور اس کا نقشہ بھی وہیں چھپا کر رکھا گیا ہے لیکن عقل تسلیم نہیں کرسکتی تھی کہ مشین کا نقشہ ایک ہی ہوگا۔ اس کی کئی کاپیاں ہوں گی جو نہایت رازداری سے چھپا کر رکھی گئیں ہوں گی۔ سپر ماسٹر بدلتے رہتے ہیں' اس لئے کسی بھی سپر ماسٹر کو اس سے تعلق رکھنے والے راز بتائے جاتے ہیں' دوسرے غیر متعلق رازوں سے بھی چھپائے جاتے ہیں۔

سونیا اس عزم کے ساتھ آئی تھی کہ جو مشین موجود ہے' اسے ضرور تباہ کرے گی۔ اس کے بعد دوسری تیار ہوجائے' کوئی بات نہیں۔ شیطان کبھی مرتا نہیں' دوسری صورت میں ظاہر ہوجاتا ہے۔ جب دوسری مشین کا سراغ ملے گا تو اسے بھی تباہ کیا جائے گا۔ مشین جہاں بھی ہوگی' وہاں والوں کی نیندیں حرام ہوتی رہیں گی۔ ازل سے انسان کے مقابلے میں جس طرح شیطان چلا آرہا ہے' اسی طرح اب مشین کا سلسلہ بھی شاید ختم ہونے والا نہیں تھا۔

اسے ختم کرنے کے لئے سونیا' علی تیمور اور سونیا ثانی جسمانی طور امریکا گئے تھے لیکن دماغی طور پر میرے علاوہ لیلیٰ' سلطانہ اور سلمان واسطی ہمیشہ حاضر رہتے تھے۔ سونیا ثانی اور علی تیمور چند گھنٹوں یا چند دنوں کے لئے غائب ہوگئے تھے۔ کہیں اچانک ظاہر ہونے والے تھے۔

دو روز قبل سونیا نے لیلیٰ سے کہا "پارس سے رابطہ قائم کرو۔ وہ کہاں ہے اور کیا کررہا ہے۔ اسے ہماری مہم میں شریک ہونا چاہئے۔"

لیلیٰ نے رابطہ کیا۔ کوڈ ورڈز کے ذریعے اسے دماغ میں جگہ ملی۔ اس نے پوچھا "آنٹی خیریت ہے؟"

"ہم سب خیریت سے ہیں۔ تمہاری خیریت معلوم کرنے آئی ہوں۔ مسز سونیا نے پوچھا ہے کہ تم کہاں ہو اور کیا کررہے ہو؟"

"آپ میرے ذریعے دیکھ رہی ہیں کہ میں یہودیوں کے قبرستان میں ہوں۔"

وہ پریشان ہوکر بولی "اوہ خدایا! تم اپنی ممی شیبا کی قبر پر پھول چڑھانے آئے ہو۔ تم تل ابیب میں ہو؟"

"جی ہاں' جب میں بالکل تنہا رہ جاتا ہوں تو ممی بہت یاد آتی ہیں۔ میرا فرض ہے کہ کم از کم سال میں ایک بار ان کی قبر پر حاضری دوں۔ میں اپنی ماں کو اور کچھ نہیں دے سکتا۔ پھولوں کے ذریعے نذرانۂ عقیدت تو پیش کرسکتا ہوں۔"

"تمہیں ایسے وقت نہیں آنا چاہئے تھا۔"

"پھر کیسے وقت آنا چاہئے؟"

"جب ہم شیطانی مشین کو ختم کردیتے اور جب.."

وہ بات کاٹ کر بولا "قطع کلامی کی معافی چاہتا ہوں۔ مشین کا سلسلہ کبھی ختم نہیں ہوگا۔ دراصل آپ یہ کہنا چاہتی ہیں کہ آپ تمام خیال خوانی کرنے والے وہاں مصروف ہیں۔ خدانخواستہ میں یہاں مصیبت میں گرفتار ہوجاؤں گا تو آپ میں سے کسی کو میری خبر نہ ہوگی۔ اور خبر ہوگی تو آپ لوگوں کو دونوں طرف توجہ تقسیم کرنی ہوگی۔"

"جب ایک ماں اپنی تمام اولادوں میں برابر محبت تقسیم کرسکتی ہے تو توجہ کیوں نہیں بانٹ سکتی؟ میں جس حال میں رہوں گی' تمہارے پاس پہلے پہنچوں گی۔"

"آپ نے ایک ماں کی مثال دی ہے۔ آپ کی باتوں میں بھی ممتا کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ کیا بات ہے؟ پاپا سے کوئی ایگریمنٹ ہوگیا ہے؟"

وہ چند ساعتوں کے لئے چپ رہی۔ کچھ بول نہ سکی۔ پھر بولی "تم پکے شیطان ہو۔ کیا بزرگوں سے ایسی باتیں کی جاتی ہیں؟"

"بزرگوں سے نہ سہی' ماں سے باپ کا رشتہ پوچھا جاتا ہے یہ آپس کی بات ہے۔ باہر نہیں جائے گی۔ ہم ماں بیٹے کے درمیان رہے گی۔"

"زیادہ بکواس کرو گے تو چلی جاؤں گی۔"

"آپ نہیں جائیں گی کیونکہ میں آپ کو بہت اچھا لگتا ہوں۔"

"یہ مانتی ہوں' تم بہت پیارے لگتے ہو۔"

"اس لئے کہ مجھ میں ساری عادتیں پاپا کی ہیں۔"

وہ فوراً ہی اس کے دماغ سے نکل آئی۔ سونیا کے پاس آکر بولی "میں اس کے پاس نہیں جاؤں گی۔ وہ اپنے باپ کی طرح بدمعاش ہے۔"

سونیا نے پوچھا "تم فرہاد سے ڈرتی کیوں ہو؟"

"میں بھلا کیوں ڈروں گی؟"

"پھر پارس کے پاس سے آکر اس کے باپ کا حوالہ کیوں دے رہی ہو؟"

"وہ بالکل اسی انداز میں چھیڑتا ہے۔"

"بھئی' وہ تو بیٹے کے برابر ہے۔"

"وہ باپ کے حوالے سے چھیڑتا ہے۔"

"تمہیں ڈر ہے کہ یہ چھیڑ چھاڑ رنگ لائے گی۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"اوہ سسٹر! تم بھی ویسی ہی باتیں کررہی ہو!"

"پلیز لیلیٰ! اپنے اندر خود کو ٹٹول کر دیکھو۔ تم اتنی دیر سے بالواسطہ فرہاد کی باتیں کررہی ہو۔ جبکہ تمہیں پارس کے متعلق بتانا چاہئے تھا۔"

"اوہ خدایا! میں یہ بتانا بھول گئی کہ وہ تل ابیب پہنچ گیا ہے۔"

"اچھا تو وہ شیبا کی قبر پر پھول چڑھانے گیا ہے۔ اس سے پوچھو' واپس کب آرہا ہے؟"

لیلیٰ ہچکچانے لگی۔ وہ پارس کے پاس ابھی نہیں جانا چاہتی تھی۔ جانے سے کچھ ہوتا تھا۔ بیٹا باتوں ہی باتوں میں باپ تک پہنچا دیتا تھا۔ اس نے سلطانہ کے پاس آکر کہا "میں سسٹر کے پاس مصروف ہوں۔ تم ذرا معلوم کرو' پارس تل ابیب سے کب واپس آئے گا؟"

سلطانہ نے پارس کے پاس آکر کوڈورڈز ادا کئے پھر پوچھا۔ "تم یہاں کیا کررہے ہو؟"

"آنٹی! آپ سب میرے دماغ میں کیوں آرہی ہیں؟

"آپ سب کا مطلب کیا ہوا؟ کیا لیلیٰ آئی تھی؟"

"نہیں' انکل سلمان آئے تھے۔ مجھ سے پوچھ رہے تھے' جوڑی کیسی رہے گی؟"

"یہ کیا بکواس ہے؟"

"یقیناً بڑے اگر چھوٹوں سے ایسی بات پوچھیں تو یہ بکواس ہوتی ہے۔ میں نے انکل سے کہا' آپ ادارے کے بزرگوں سے پوچھیں یا آئینے کے سامنے آنٹی کے ساتھ کھڑے ہوکر دیکھیں کہ جوڑی کیسی رہے گی۔"

"میں تھپڑ ماردوں گی!"

"میرا قصور کیا ہے؟ کیا جس آنٹی کے متعلق انہوں نے سوال کیا تھا' وہ آپ ہی ہیں؟"

"آں... نن... نہیں' میں سمجھی کہ تم مجھے سمجھ رہے ہو۔"

"آنٹی ذرا جلدی سے دیکھیں' آپ کی چوٹی میں تنکا ہے!"

وہ فوراً اس کے دماغ سے نکل گئی۔ اپنی جگہ حاضر ہوکر مسکرانے لگی۔ اسے پارس پر بڑا پیار آرہا تھا کیونکہ وہ سلمان کا نام لے کر چھیڑ رہا تھا۔ وہ تھوڑی دیر تک سلمان کا تصور کرکے مسکراتی رہی۔ پھر خیال آیا' اس نے تل ابیب سے پارس کی واپسی کے متعلق معلوم نہیں کیا ہے۔ وہ پھر اس کے پاس جاکر معلوم کرسکتی تھی لیکن وہ سلمان کے پاس پہنچ گئی' کوڈورڈز ادا کئے۔ سلمان واسطی نے کہا "وہ آئیں دماغ میں ہمارے خدا کی قدرت ہے..."

اس نے پوچھا "کیا کررہے ہو؟"

"ایک کام ہو تو بتاؤں۔ تمہارا کوئی کام ہو تو بتاؤ۔"

"میں سونیا کے پاس مصروف ہوں۔ ذرا پارس کے پاس جاکر معلوم کرو' وہ تل ابیب سے کب واپس آئے گا۔"

"بس اتنی سی بات ہے۔ میں ابھی جاکر سونیا کو بتادوں گا"

وہ خیال خوانی کی پرواز کرکے پارس کے دماغ میں پہنچا۔ مخصوص کوڈورڈز ادا کئے۔ پارس نے کہا "تشریف لایئے' آپ ہی کا انتظار تھا۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا "میرا انتظار کیوں تھا؟"

"ابھی آنٹی سلطانہ آئیں تھیں۔ کہہ رہی تھیں' میں کسی بہانے تمہارے سلمان انکل کو بھیجتی ہوں۔ تم ان سے ان کے دل کی بات معلوم کرو۔"

"کمال ہے! میں تمہاری آنٹی کے لئے اپنا دماغ کتاب کی طرح کھول دیتا ہوں۔ وہ جو پڑھنا چاہیں پڑھ سکتی ہیں۔ پھر وہ اور کیا معلوم کرنا چاہتی ہیں؟"

"آنٹی نے آپ کی بے پناہ مصروفیات سے اندازہ لگایا ہے کہ آپ کو شادی کرنے کی فرصت کبھی نہیں ملے گی۔"

"ضرور ملے گی۔ یہ ٹرانسفارمر مشین کا معاملہ..."

"قطع کلامی معاف کریں' یہ معاملہ قیامت تک چلتا رہے گا۔ کیا آپ قیامت تک بے چاری آنٹی پر ظلم کرتے رہیں گے؟"

"بھئی میں کوشش کروں گا کہ..."

"پھر ایک بار قطع کلامی معاف کریں۔ آنٹی کو آپ کی کوششوں پر بھروسا نہیں ہے۔ انہوں نے ایک پیغام دینے کے لئے آپ کو میرے پاس بھیجا ہے۔"

"کیا پیغام ہے؟"

"وہ کہتی ہیں' اگر آپ ان سے سچی محبت کرتے ہیں تو چوبیس گھنٹے کے اندر شادی کرلیں' ورنہ..."

"ورنہ؟ آگے بولو؟"

"انہوں نے ورنہ کے آگے کچھ نہیں کہا۔ شاید اس لئے کہ آگے آپ کہیں گے۔"

"تمہاری آنٹی بچی بن گئی ہیں۔ وہ دیکھ رہی ہیں کہ آجکل ہم کتنے مسائل میں الجھے ہوئے ہیں۔ سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ سپر ماسٹر کی حیثیت سے یہ شادی چھپی نہیں رہی گی۔ مجھے یہاں کے اعلیٰ حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران کے سامنے بہت سی وضاحتیں پیش کرنی ہوں گی کہ سلطانہ کون ہے؟ کس ملک سے' کس خاندان سے متعلق ہے۔ جب تک اس کی پوری ہسٹری ٹھوس ثبوت کے ساتھ نہیں پیش کی جائے گی' مجھے بطور سپر ماسٹر اس سے شادی کی اجازت نہیں ملے گی۔"

"انکل! یہ ظالم سماج ہر محبت کرنے والے کا خانہ خراب کرتا آیا ہے۔ پلیز آپ ظالم سماج سے ٹکرا جائیں۔ جب دنیا والوں کو آپ کی یعنی سلمان واسطی کی شخصیت کا علم نہیں ہے تو ایک دلہن کے آنے کی خبر کیسے ہوجائے گی۔ پلیز آپ آنٹی کے پاس جائیں اور چوبیس گھنٹے کے اندر شادی کرنے کی خوشخبری سنائیں۔"

سلمان نے سلطانہ کے پاس آکر پوچھا "یہ کیا حرکت ہے؟ پارس ہمارے بیٹے کی طرح ہے۔ اس سے ایسی باتیں کرنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"کیسی باتیں؟"

"یہی کہ میں چوبیس گھنٹے کے اندر تم سے شادی کرلوں۔"

وہ دونوں ہاتھ کانوں پر رکھ کر بولی "اوہ نو! میں اتنی بے شرم نہیں ہوں۔ کیا میں ایسی بات کہہ سکتی ہوں؟ تم نے یقین کیسے کرلیا؟"

وہ دونوں ایک ساتھ پارس کے دماغ میں پہنچے۔ سلطانہ نے کہا "تمہیں شرم نہیں آتی۔ اپنی عمر دیکھو' کیا بچے اپنے بزرگوں کے بارے میں جھوٹی باتیں کرتے ہیں؟"

وہ بولا "میں اپنی عمر دیکھ کر ہی بات کہہ رہا تھا۔ آپ دونوں کی عمر گزرتی جارہی ہے۔ کوئی بزرگ ہوتا تو سمجھاتا' میاں شادی کی عمر گزر چکی ہے۔ عقل کے ناخن لو اور چوبیس گھنٹے کے اندر شادی کرلو۔ میری اس بات کو بکواس کہنے سے پہلے جواب دیں۔ آنٹی! کیا آپ کو شادی سے انکار ہے؟"

سلطانہ جواب نہ دے سکی۔ وہ انکار نہیں کرسکتی تھی۔ اور شرم سے اقرار بھی نہیں کرسکتی تھی۔ پارس نے پوچھا۔ انکل! آپ ہاں یا نہ میں جواب دیں۔ کیا شادی کی عمر گزرتی نہیں جارہی ہے؟"

"ہاں... مگر..."

"اگر مگر کچھ نہیں۔ آپ کو اپنا نہیں تو آنٹی کا کچھ خیال کرنا چاہئے۔"

سلطانہ نے ایک گہری سانس لی۔ پھر آہستگی سے بولی۔ پارس! تم... تم... بہت پیارے ہو!"

یہ کہتے ہی وہ چلی گئی۔ سلمان نے کہا "بیٹے! تم نے شرارت میں بڑا ہی سنجیدہ مسئلہ کھڑا کردیا ہے۔ بیشک مجھے اپنا نہیں تو سلطانہ کی عمر کا حساب کرنا چاہئے۔"

ان باتوں کے دوران پارس ایک کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھا سفر کررہا تھا۔ بابا صاحب کے ادارے کے جاسوس وہاں مختلف شعبوں کی اہم عہدیدار تھے۔ ان میں سے ایک انجینئر تھا۔ یہ کار اسی کی تھی۔ ڈرائیور نے ایک چھوٹے سے بنگلے کے سامنے گاڑی روک دی۔ پارس نے گاڑی سے اتر کر بنگلے کے اندر جاتے ہوئے کہا "انکل! آپ میرے پاس موجود رہیں اور اس بنگلے میں رہنے والوں کے خیالات پڑھیں۔ اگرچہ سب ہی ہمارے اپنے ہیں مگر ہمارے درمیان کوئی دشمن جاسوس راستہ بنا سکتا ہے۔"

بنگلے کے اندر انجینئر موجود تھا۔ اس نے پارس سے کہا۔ "اس گاڑی میں چلو۔ میں تمہیں ایک تماشا دکھاؤں گا۔"

سلمان' انجینئر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ باہر آکر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ ڈرائیور کو چھٹی دے دی۔ پارس نے اس کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے پوچھا "بات کیا ہے؟"

اس نے گاڑی اسٹارٹ کرکے آگے بڑھاتے ہوئے کہا "جس طرح بابا صاحب کے ادارے میں تمہارے پورے خاندان کی ڈمی بنائی گئی ہیں' اسی طرح یہاں بھی ایسا ہی کچھ چکر چل رہا ہے۔ ابھی ہمارے آدمیوں نے تمہارے ایک ہم شکل کو پکڑا ہے۔ اسے ایک خفیہ اڈے میں لے گئے ہیں۔"

پارس نے پوچھا "وہ کون ہے؟ کیا وہ کچھ اگل رہا ہے؟"

"نہیں' بہت سخت جان ہے۔ تشدد کے باوجود ایک ہی بات کہتا ہے کہ وہ پیدائشی طور پر تمہارا ہم شکل ہے۔"

"اچھی بات ہے' ابھی اصلیت معلوم ہوجائے گی۔"

"اس کے لئے مسٹر برائن وولف کو بلانا ہوگا۔"

پارس نے کہا "آپ اطمینان رکھیں۔ مسٹر وولف ہمارے درمیان موجود ہیں۔"

یہ بات ادارے کے چند خاص افراد کو معلوم تھی کہ سلمان واسطی' لیلیٰ اور سلطانہ جیسی خیال خوانی کرنے والوں کا کوئی وجود ہے۔ دوست اور دشمن ایک خیال خوانی کرنے والے برائن وولف کے نام سے واقف تھے۔ رسوتی کے متعلق مشہور تھا کہ وہ ایک عرصے سے زیر علاج ہے۔

پارس انجینئر کی ساتھ خفیہ اڈے میں پہنچ گیا۔ وہاں ایک

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

پارس رسیوں سے جکڑا ہوا کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ انجینئر نے اس سے پوچھا "تمہارا نام کیا ہے ؟"

اس نے کہا "میں بھی پوچھتا ہوں ' تم لوگ کون ہو اور مجھ سے کیا چاہتے ہو ؟"

سلمان واسطی اس کی بات سنتے ہی اس کے دماغ میں پہنچا' وہ سانس روکنے کی کوشش کرنے لگا۔ اسے اتنی مار پڑ چکی تھی ' ہڈیوں پر ایسی چوٹیں آئی تھیں کہ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس تو کر سکتا تھا مگر تکلیف کے باعث سانس نہیں روک سکتا تھا۔

پارس نے سلمان کی ہدایت کے مطابق کہا "اس کے منہ میں کپڑا ٹھونس دو۔ اس کی ہلکی سی آواز بھی نہ نکلے۔"

اس کے منہ کے اندر کپڑا ٹھونس دیا گیا اوپر سے ٹیپ چپکا دیا گیا۔ تب سلمان نے اسے دماغی جھٹکے پہنچائے۔ وہ اوں آں کی ہلکی آوازوں کے ساتھ تڑپنے لگا۔ چونکہ رسیوں سے جکڑا ہوا تھا' اس لئے تڑپنے اور مچلنے کی بھی گنجائش نہیں رہی تھی'

آخر وہ حوصلہ ہار گیا۔ اس کا سر ایک طرف ڈھلک گیا۔ تب سلمان اس کے اندر سے معلومات حاصل کرنے لگا۔

وہ ایک بڑے فوجی افسر کا بیٹا تھا۔ پلاسٹک سرجری کے ذریعے اسے پارس بنایا گیا تھا۔ پچھلے تین برس سے اسے زبردست ٹریننگ دی جارہی تھی۔ اس ڈمی کو پارس کی عادات ' حرکات و سکنات کے مطابق ڈھالا جارہا تھا۔ اسے حاضر دماغی سے کام لینے کی ہر ممکن تربیت دی جارہی تھی۔

سلمان واسطی نے یہ باتیں پارس اور انجینئر وغیرہ کو بتائیں پارس نے کہا "مجھے قدرت کی طرف سے موقع مل رہا ہے کہ میں اس کی جگہ لے کر یہاں کی ملٹری انٹیلی جنس میں رہوں' انکل ! آپ مما سے مشورہ کرلیں۔"

جب سونیا تک یہ بات پہنچی تو اس نے کہا "ہاں واقعی یہ سنہرا موقع ہے۔ ان کا جوتا ان کے ہی سر پر مارنا چاہئے۔ وہ پارس کی ڈمی بنا کر کسی موقع پر ہمیں دھوکا دینا چاہتے تھے۔ یہی دھوکا انہیں کھانا چاہئے۔ اس طرح ہمیں ان کے اندر کی بہت سی باتیں معلوم ہوتی رہیں گی۔"

سونیا نے سلمان کے ساتھ سلطانہ کو بھی یہ ذمے داری دی کہ وہ ڈمی پارس کی ذاتی ' گھریلو اور سماجی زندگی کی ایک ایک تفصیل معلوم کریں۔ دونوں نے خیال خوانی کے ذریعے اپنا کام شروع کردیا۔ ڈمی کے رشتے داروں ' دوستوں ' شناساؤں اور گرل فرینڈز کے نام اور پتے معلوم کئے۔ انجینئر نے کہا "ان میں سے میں کئی لوگوں کو جانتا ہوں۔"

پارس نے کہا "آپ انہیں باری باری فون کریں۔ مسٹر وولف آپ کے ذریعے ان کے دماغوں میں جاسکیں گے۔"

اس طرح سلمان اور سلطانہ نے ڈمی کے بہت سی واقف کاروں کے اندر جگہ بنائی۔ ان سے بھی بہتیری معلومات حاصل کیں۔ اس دوران پارس نے عارضی میک اپ اتار دیا تھا۔ اصلی روپ میں آگیا تھا۔

اس بات کا اندیشہ تھا کہ ڈمی زیادہ دیر غائب رہے گا تو اس کی تلاش شروع ہو جائے گی۔ ڈمی صبح انٹیلی جنس کے دفتر میں حاضری دیتا تھا اور شام کو ٹریننگ سینٹر میں جاکر اپنی تربیت جاری رکھتا تھا۔ اس روز وہ دفتر میں حاضری دینے کے بعد تفریحاً کار ڈرائیو کرتا جارہا تھا کہ اس کی شامت آگئی۔ بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے جاسوس اسے کار سمیت اغوا کرکے خفیہ اڈے میں لے آئے۔ ڈمی اس خیال سے بہ آسانی چلا آیا کہ اپنے ہی ملک کے جاسوس اسے پارس سمجھ کر اغوا کررہے ہیں۔ وہ آسانی سے ان کی غلط فہمی دور کردے گا۔ بعد میں اسے اپنی غلطی کا پتا چلا تو بہت دیر ہوچکی تھی۔

پارس اس کا لباس پہن کر اس کی کار لے کر پہلے اس کے گھر میں آیا۔ سلطانہ اسے بتاتی جارہی تھی کہ ڈمی کس طرح گھر میں داخل ہوتا ہے ' اپنے ماں باپ کو کس طرح مخاطب کرتا ہے ' اس کا کمرا کہاں ہے اور اس کی ضروری اور غیر ضروری چیزیں کہاں رکھی ہیں۔

اس روز پارس ہر اس جگہ جاتا رہا جہاں ڈمی جایا کرتا تھا۔ ہر اس مرد عورت سے ملتا رہا ' جس سے ڈمی کی ملاقات رہا کرتی تھی۔ شام کو ٹریننگ سینٹر میں ضروری مشقوں سے گزرنے کے دوران زیادہ مارکس حاصل کرتا رہا۔ جب یقین ہوگیا کہ ہر مقام پر ہر فوجی افسر نے اور رشتے داروں نے اس پر کسی قسم کا شبہ نہیں کیا ہے تو پھر سلمان نے ڈمی پر تنویمی عمل کرکے اس کی موجودہ حیثیت بھلا دی۔ پارس وہاں انجینئر کے بھتیجے کے روپ میں آیا تھا۔ اس ڈمی کو چہرے کی تبدیلی سے انجینئر کا بھتیجا بنا دیا گیا۔ ہر طرح سے مطمئن ہو کر سلمان واسطی چلا گیا۔ سلطانہ نے کہا "پارس ! میں تمہارے پاس آتی جاتی رہوں گی۔"

"آنٹی ایک بات سچ بتائیں گی ؟"

"میں ہمیشہ سچ بولتی ہوں۔"

"کیا میں آپ کے دل کی بات انکل تک پہنچانے میں کامیاب رہا ہوں ؟"

"تم پکے شیطان ہو۔ اور میں زندگی میں پہلی بار ایک شیطان سے محبت کا اعتراف کرتی ہوں۔ آئی لو یو پارس !"

وہ چلی گئی۔ دوسرے دن فوج کے جنرل نے اسے طلب کیا اور کہا "میں نے تمہاری پروگریس رپورٹ دیکھی ہے۔ تمہارے تمام ٹرینرز کا بیان ہے کہ تم اصلی پارس سے بھی زیادہ ذہین اور حاضر دماغ ہو۔ میں ان کے بیان کی روشنی میں تمہارا امتحان لوں گا۔"

"میں حاضر ہوں سر !"

"آج رات سپر نائٹ کلب میں ایک لڑکی آئے گی۔ تمہیں معلوم کرنا ہے کہ وہ کون ہے ؟ کہاں سے آئی ہے اور اس کی اہمیت کیا ہے ؟"

شام کو سلطانہ اس کے پاس آئی تو اس نے کہا "آج مجھے آزمائشوں سے گزرنا ہے۔ ایک لڑکی کی اہمیت معلوم کرنی ہے۔"

سلطانہ نے کہا "جب وہ کلب میں آنے والی اہم ہے تو اس کے دماغ میں نہیں جاؤں گی۔ ہو سکتا ہے ' وہ ہماری توقع سے زیادہ زبردست ہو ! مجھے دماغ میں محسوس کرے گی تو تم پر شبہ کیا جائے گا۔"

"آپ میرے ساتھ رہیں گی۔ میں اسے دوستی پر مجبور کروں گا۔ اس دوران شاید آپ کو اہم معلومات کا موقع مل جائے گا۔"

اس رات کلب میں سلطانہ ' پارس کی پاس تھی۔ وہاں الپا کی حرکتوں سے شبہ ہوا کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ پارس نے ایسی چال چلی کہ وہ دوستی کرنے پر مجبور ہوگئی۔ دوستی ہوئی تو رفتہ رفتہ تصدیق ہوگئی کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔

پارس نے جنرل کے سامنے یہ حقیقت بیان کی۔ الپا نے خوش ہو کر کہا "تمہیں واقعی مکمل پارس بنایا گیا ہے۔ آج سے تم میرے ساتھ رہو گے۔"

وہاں کے اعلیٰ حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران سے زیادہ الپا کی اہمیت تھی۔ ایک عرصے کے بعد ان کی قوم میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی پیدا ہوئی تھی۔ اسے ایک شاندار محل رہائش کے لئے دیا گیا تھا۔ محل کی انیکسی میں پارس کو رہنے کا حکم دیا گیا۔

وہ شاید تمام رات خیال خوانی میں مصروف رہی تھی۔ اس نے صبح چار بجے پارس کو اپنی خواب گاہ میں طلب کیا۔

وہاں الپا سے جو باتیں ہوئیں ' اس سے پتا چلا ' وہ کٹر یہودی ہے۔ اسے اندیشہ تھا کہ یہودی قوم کی ٹیلی پیتھی جاننے والی شیبا کو جس طرح فرہاد نے محبت کے جال میں پھانس لیا تھا اور اسرائیل کے خلاف استعمال کرتا رہا تھا ' اسی طرح اس کے جوان بیٹے پارس اور علی تیمور الپا کو بھی پھانس سکتے ہیں۔

وہ کہتی تھی "میں حسین اور جوان ہوں۔ میرے اندر جذبات کی آندھی ہے۔ میں اگرچہ مستقل مزاج ہوں لیکن کسی مرحلے پر کوئی بھی میرے جذبات کو بھڑکا سکتا ہے۔ ایسا وقت آنے سے پہلے ہی میں نے ایک یہودی پارس کو اپنی خواب گاہ میں بلالیا ہے۔"

اسے احتیاطی تدبیر کہتے ہیں۔ وہ شیبا کی غلطی دہرانا نہیں چاہتی تھی۔ اس سے پہلے کہ ایک مسلمان پارس اپنی مردانہ صلاحیتوں سے کبھی اسے جیت لیتا ' وہ یہودی پارس کو اپنی تنہائی میں لے آئی تھی۔ جب جذبے سرد ہوں گے تو وہ کبھی نہیں بہکے گی۔

پارس کون سا پارسا تھا۔ ایک حسین اور شباب سے مالا مال دوشیزہ نے دعوت دی تھی۔ وہ انکار کرنے والا نہیں تھا۔ وہ حسین الپا کی طرف بڑھنے لگا۔ ایسے وقت کوئی بھی نصیحت کی جاتی ' اس پر اثر نہ ہوتا۔ بڑھتے ہوئے قدم کبھی نہ رکتے لیکن وہ اچانک رک گیا۔ دور کہیں سے فجر کی اذان سنائی دے رہی

مقبول ناول نگار ایچ اقبال کی دو نئی کتابیں۔ ہر کتاب میں دو مکمل ناول

عمران سیریز
عجیب ہنگامے
ایک جلد میں
پانچواں کالم
صفحات : ۳۲۰۔ قیمت ۱۲۵/- روپے

پرمود سیریز
ریکارڈ کی چوری
ایک جلد میں
موت کا راستہ
صفحات : ۳۲۰۔ قیمت ۱۲۵/- روپے

ڈاک خرچ فی ناول ۱۷/- روپے

کتابیات پبلی کیشنز ۞ پوسٹ بکس نمبر ۲۳ کراچی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

تھی۔ وہ نماز نہیں پڑھتا تھا لیکن اذان صرف نماز کے لئے نہیں بلاتی' فلاح کی طرف بھی بلاتی ہے۔ نماز کے لئے بھی آؤ اور اپنی بہتری کے لئے بھی آؤ۔ کوئی بھی مسلمان جس کے دل میں خدا کا تھوڑا سا بھی خوف ہو گا' وہ اذان کے وقت گناہ سے کترا جائے گا۔

پارس کترانے لگا تو الپا کو غصہ آگیا۔ وہ جذبات میں سلگ رہی تھی۔ اس نے غصے سے پوچھا "تم سچ مچ پارس نہیں ہو۔ مسلمان نہیں ہو پھر اذان کا اثر کیوں لے رہے ہو؟"

اس نے جواب دیا "مجھے ٹریننگ یہ دی گئی ہے کہ میں تنہائی میں بھی اسلامی احکامات کی پابندی کروں تاکہ کبھی چھپ کر دیکھنے والوں کو یقین ہو جائے کہ میں ڈمی نہیں' اصل پارس ہوں۔"

بات بڑھ گئی تو الپا نے اسے گیٹ آؤٹ کہہ دیا۔ وہ چپ چاپ چلا گیا۔ الپا سوچتی ہوئی نظروں سے اس دروازے کو دیکھتی رہی جہاں سے وہ گیا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی "یہ ہر پہلو سے مکمل پارس لگتا ہے۔ پارس کا رول ادا کرنے کے لئے چھوٹی سے چھوٹی بات کا خیال رکھتا ہے۔ لیکن مجھے اس کی حرکت سے شبہ ہو رہا ہے۔ ایک مسلمان بھی اذان کے وقت اپنی عورت کے پاس نہیں جاتا۔ یہ مسلمان نہیں ہے تو میرے پاس کیوں نہیں آیا؟"

وہ آہستہ آہستہ دروازے کی طرف بڑھنے لگی' سوچنے لگی "یہ درست ہے کہ تنہائی میں بھی اسے مکمل پارس بن کر رہنا چاہئے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ تنہائی میں یہودی ہو کر مسلمان کی طرح نماز پڑھنے جائے۔ جبکہ یہاں کوئی دشمن دیکھنے والا نہیں ہے!"

وہ خواب گاہ سے باہر آئی۔ کشادہ راہداری میں کنیزیں ادب سے کھڑی ہوئی تھیں۔ وہ ان کے درمیان سے گزرتی ہوئی بولی "کوئی میرے پیچھے نہ آئے۔ میں تنہائی چاہتی ہوں۔"

وہ تنہا محل کے باہر آئی۔ صبح کی ہلکی سی دھیمی سی ملگجی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ سیکورٹی گارڈز اسے دیکھتے ہی الرٹ ہو گئے۔ سیکورٹی افسر نے سامنے آکر سیلوٹ کیا۔ اس نے پوچھا "پارس کہاں ہے؟"

افسر نے جواب دیا "ابھی انیکسی میں گیا ہے۔"

"ٹھیک ہے' میرے پیچھے نہ آؤ۔"

وہ ایک گارڈن سے گزرتی ہوئی انیکسی کے برآمدے میں آئی۔ دبے قدموں چلتی ہوئی ایک کھڑکی کے پاس آکر دیکھا۔

پارس اپنے بستر پر آرام سے لیٹا ہوا تھا۔ الپا نے غصے سے پوچھا "کیا اسی طرح عبادت کی جاتی ہے؟ یہ تم تنہائی میں پارس کا رول ادا کر رہے ہو۔"

وہ اٹھتے ہوئے بولا "دروازہ کھلا ہے۔ اندر آؤ' میں دو باتیں ابھی ثابت کروں گا۔"

وہ دروازہ کھول کر اندر آئی پھر بولی "وہ دو باتیں کیا ہیں؟"

"ایک تو یہ کہ میں ڈمی پارس ہوں۔ دوسری بات یہ کہ میں اصل پارس ہوں۔"

"اپنی بکواس کو درست ثابت کرو۔"

"میں نے کہا تھا کہ تنہائی میں کوئی بھی آکر دیکھ سکتا ہے کہ میں اصل پارس کی طرح نماز پڑھتا ہوں یا نہیں؟ تم یہ بات تسلیم نہیں کر رہی تھیں۔ اب دیکھ لو۔ تم خود ہی جاسوسی کرنے آئی ہو کہ میں تنہائی میں کیا کر رہا ہوں!"

"میں تسلیم کرتی ہوں۔ تمہیں تنہائی میں بھی محتاط رہنا چاہئے۔"

"لیکن میں نے تنہائی میں نماز نہیں پڑھی' اس لئے تمہیں یقین ہو گیا کہ میں یہودی ہوں۔"

"ہاں میں اپنا شبہ دور کرنے آئی تھی۔ وہ شبہ دور ہو چکا ہے۔ تم مسلمان نہیں ہو۔ اب دوسری بات ثابت کرو کہ تم اصل پارس ہو۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی "کبھی ثابت نہیں کر سکو گے کیونکہ جو یہودی ہوتا ہے' وہ مسلمان کبھی نہیں ہوتا۔"

"میں ثابت کر دوں گا۔"

وہ ذرا قریب آئی۔ پارس نے اسے اور قریب کھینچ لیا پھر دونوں بازوؤں میں گرفتار کرتے ہوئے بولا "میری ممانے مجھے ایک انگوٹھی دی تھی۔ اسے میں یہاں بھول گیا تھا' اس لئے تمہیں غصہ دلا کر یہاں آیا اور یہ انگوٹھی پہن لی۔ مجھے یقین تھا' تم میرے پیچھے آؤ گی یا دوبارہ خواب گاہ میں بلاؤ گی۔"

"یہ انگوٹھی کیسی ہے؟"

"دیکھو' میں نے اسے دبایا تو ایک باریک سی سوئی نکل آئی ہے۔ یہ سوئی تمہاری گردن میں..."

سوئی گردن میں پیوست ہو گئی۔ دوسرے ہی لمحے الپا ایک دم سے ساکت ہو گئی۔ پارس نے اسے دونوں بازوؤں میں اٹھا کر بستر پر لٹا دیا پھر کہا "آنٹی! راستہ صاف ہے۔ آپ اپنا کام کریں۔ میں سونے جا رہا ہوں۔"

اس دلچسپ داستان کے باقی واقعات
چوبیسویں حصے میں ملاحظہ فرمایئے۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

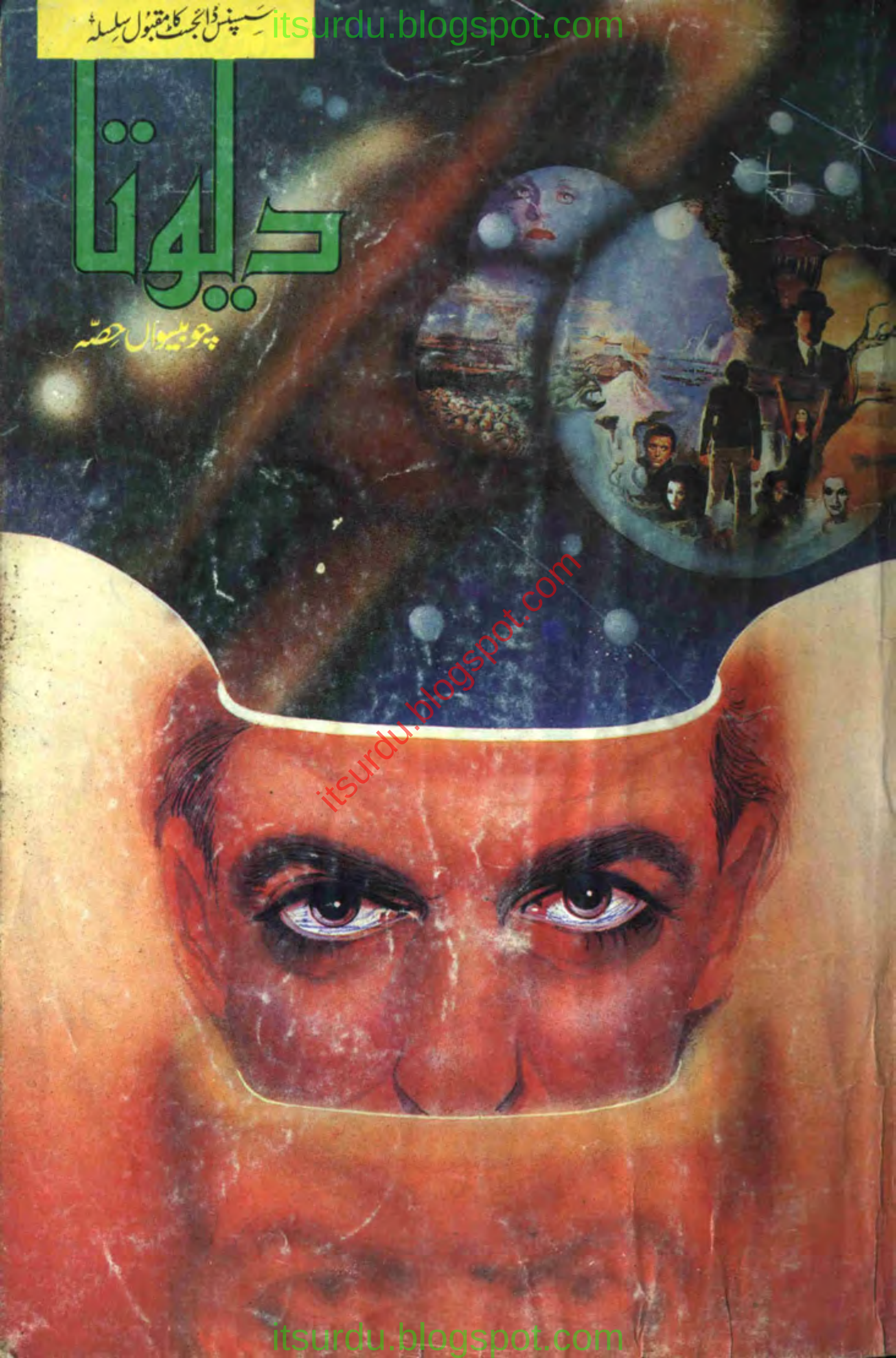

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

دیوتا

فرہاد علی تیمور

ایک دراز دست شخص کی سرگزشت۔ ایک فسوں کار کا قصہ جس کا جادو سر چڑھ کر بولتا تھا۔ اُس شورہ پُشت شوریدہ سر کا احوال۔ ایک عالم جس کے خون کا پیاسا تھا۔

itsurdu.blogspot.com

پارس انیکسی کے دوسرے کمرے میں آیا۔ پھر بستر پر آرام سے لیٹ گیا۔ تھوڑی دیر تک چاروں شانے چت رہ کر چھت کو تکتا رہا پھر اس نے آنکھیں بند کرلیں۔ دماغ کو ہدایات دیں کہ وہ چار گھنٹے تک سوتا رہے۔ اس دوران کوئی غیر معمولی بات ہو تو آنکھ کھل جائے۔ کوئی کمرے میں داخل ہونا چاہے تو وہ بیدار ہوجائے' ورنہ معینہ وقت تک نیند پوری ہوتی رہے۔

وہ گہری نیند میں ڈوب گیا۔ سلطانہ نے کہا تھا "میں الپا پر تنویمی عمل کرکے چلی جاؤں گی۔ پھر خود نیند پوری کرنے کے بعد تمہارے پاس آؤں گی۔"

اس محل کے چاروں طرف فوجیوں کا سخت پہرا لگایا گیا تھا۔ فوج کا کوئی اعلیٰ افسر بھی اپنی مکمل شناخت پیش کیے بغیر محل کے احاطے میں قدم نہیں رکھ سکتا تھا۔ بڑی مدت کے بعد یہودیوں کو ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی ملی تھی۔ وہ الپا کی پزیرائی کے لئے' اس کی عزت اور احترام کے لئے اور اس کی حفاظت کے لئے جو بھی اقدامات کرتے' اس سے خود مطمئن نہیں ہوتے تھے کیونکہ شیبا کے دور میں وہ مطمئن ہوکر اور خوش فہمی میں مبتلا رہ کر بہت زبردست نقصان اٹھا چکے تھے۔

وہ محل کے اندر خفیہ کیمرے اور دوسرے جاسوسی آلات چھپاکر رکھنا چاہتے تھے لیکن الپا نے اعتراض کیا تھا۔ اس نے کہا تھا "جب میں تل ابیب پہنچ جاؤں گی' تب اس محل کو دیکھنے کے بعد بتاؤں گی کہ خفیہ کیمرے وغیرہ کہاں نصب کئے جانے چاہئیں کیونکہ خوابگاہ اور سوئمنگ پول وغیرہ محل کے ایسے حصے ہیں جہاں میں کسی کیمرے کی آنکھ میں نہیں [illegible]"

اس کے اعتراض کے باعث ملٹری انٹیلی جنس [illegible] یہ معلوم نہیں کرسکتے تھے کہ محل کے اندر کیا ہورہا ہے۔ پارس بھی نادان نہیں تھا۔ اگر جاسوسی آلات چھپاکر رکھے جاتے تو وہ ان کا سراغ لگالیتا۔ اس نے ہر پہلو سے اطمینان حاصل کرنے کے بعد الپا کو ٹریپ کیا تھا۔

وہ چار گھنٹے تک آرام سے نیند پوری کرنے کے بعد بیدار ہوا۔ اس کے آدھ گھنٹے بعد سلطانہ نے آکر کو ڈورڈز ادا کئے۔ وہ بولا "ہیلو آنٹی! میں آپ ہی کا انتظار کررہا ہوں۔ آپ نے نیند پوری کرلی؟"

"ہاں۔ میں بیدار ہوتے ہی تمہارے پاس آئی ہوں تاکہ تمہیں الپا کی موجودہ دماغی حالت تفصیل سے بتاسکوں۔ یہ میرے حساب سے ٹھیک آدھے گھنٹے بعد بیدار ہوجائے گی۔ تم اس کے قریب ہوگے۔ وہ بھول چکی ہوگی کہ تم نے ایک انگوٹھی کی خفیہ سوئی اسے چبھوئی تھی اور اس کے دماغ کو کمزور کردیا تھا۔ اسے میرے تنویمی عمل کی کوئی بات یاد نہیں رہے گی وہ یہی سمجھے گی کہ یہاں آتے ہی سوگئی تھی۔"

"آپ اس کے دماغ میں آئندہ آتی رہیں گی؟"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"میں نے تمہارے بابا کی آواز اور لہجے میں اس پر عمل کیا ہے۔ وہ تمہارے بابا کو کبھی اپنے دماغ میں محسوس نہیں کرسکے گی۔ ہر پندرہ دن کے بعد اپنی مرضی سے خود پر تنویمی عمل کرائے گی اور ہماری معمول بنی رہے گی۔"

"کوئی اور کام کی بات معلوم ہوئی؟"

"ہاں۔ جے مورگن نامی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کا دیوانہ بن کر یہاں آیا ہے۔ اس پر تنویمی عمل کرکے اس کی پچھلی یادداشت اور اس کا عیسائی مذہب بھلادیا گیا ہے۔ اب وہ خود کو پیدائشی یہودی سمجھتا ہے۔"

"اسے کس طرح ٹریپ کیا جائے گا؟"

"جے مورگن پر ہر دس دن کے بعد تنویمی عمل کیا جائے گا۔ الپا دسویں دن تمہارے بابا کو اس کے دماغ میں پہنچائے گی فی الحال وہ ہماری گرفت میں نہیں رہے گا۔"

"کوئی بات نہیں، نظروں میں تو رہے گا۔"

"بے شک رہے گا۔ اس کا موجودہ نام موشے مورگن ہی۔ یہاں کے ہیڈ کوارٹر میں فوجی افسران کے جو بنگلے ہیں، ان میں چوبیس نمبر کا بنگلا اس کی رہائش گاہ ہے۔ وہاں وہ فرضی بوڑھے والدین کے ساتھ رہتا ہے۔"

"الپا کی کچھ خاص باتیں بتائیں؟"

"بہت ذہین ہے۔ پہلے سے خطرات کو بھانپ کر حفاظتی انتظامات کرنے کی عادی ہے۔ لیکن جہاں غرور ہوتا ہے، وہاں ذہانت کمزور پڑجاتی ہے۔ یہ کٹر یہودی ہے۔ یہ کبھی شیبا کی طرح کسی مسلمان سے محبت نہیں کرے گی۔ محبت کے ذریعے جیت لینے والے فرہاد کی فیملی سے خدا واسطے کا بیر ہے۔ اس فیملی کے کسی ممبر سے بچ کر رہنے کے لئے اس نے ایک ڈمی پارس کو اپنی تنہائی کا ساتھی بنایا ہے اور خوش ہے کہ اس کی زندگی میں ایک یہودی پارس آیا ہے، مسلمان نہیں۔"

"خدا اسے ہمیشہ خوش رکھے!"

"تم اس کے ساتھ کوئی حماقت نہیں کروگے۔"

"کیسی حماقت؟"

"بھئی حماقت... یعنی کہ حماقت! تم ایسے نادان بچے نہیں ہو کہ میری بات کا مطلب نہ سمجھو۔"

"آپ ایسا کریں انکل سلمان کو میرے پاس بھیج دیں۔"

"سلمان کو کیوں؟"

"میں ان سے پوچھوں گا کہ وہ ایسی حماقت کرچکے ہیں۔"

"میں تھپڑ ماردوں گی۔"

وہ چلی گئی۔ پارس وہاں سے اٹھ کر دوسرے بیڈروم میں آیا۔ وہ بستر پر چاروں شانے چت لیٹی ہوئی تھی۔ اس کا حسن ایسا دیدہ زیب تھا، شباب ایسا بھرپور تھا جیسے جوانی کی تمام بارود اس میں بھر کر اسے ارمانوں کی سیج پر لٹا دیا گیا ہو۔ شیشے کی دیواروں پر پردے تنے ہوئے تھے اس لئے باہر کی روشنی اندر

نہیں آرہی تھی اندر دھیمی دھیمی سی رازدار تاریکی چھائی ہوئی تھی۔

وہ ہولے ہولے کسمسانے لگی۔ تنویمی نیند پوری ہوچکی تھی۔ وہ بیدار ہورہی تھی۔ پارس نے جھک کر اس کے کان میں سرگوشی کی "کیا قیامت تک سوتی رہوگی؟"

اس نے آنکھیں کھول دیں۔ چند لمحوں تک خاموش پڑی سوچتی رہی کہ کہاں ہے اور کس کے پاس ہے؟ پھر اس نے سر گھما کر پارس کو دیکھتے ہوئے پوچھا "اوہ گاڈ! کیا میں سوگئی تھی؟"

پارس نے کہا "تمہاری کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ پہلے تم نے مجھے اپنی خواب گاہ میں بلایا۔ پھر وہاں سے بھگادیا۔ میں اپنی خواب گاہ میں آیا تو تم یہاں چلی آئیں۔ تمہاری نیند بتارہی تھی کہ تمہیں اپنی خواب گاہ میں نیند نہیں آتی ہے۔ کیا تم ہمیشہ دوسروں کے بیڈروم میں سوتی ہو؟"

وہ مسکراتے ہوئے بولی "شٹ اپ۔ ابھی کوئی ایسا مرد پیدا نہیں ہوا جو مجھے اپنے بیڈروم میں بلانے کی جرات کرسکے۔ یہ تو میں اپنی مرضی سے تمہارے پاس آئی ہوں۔"

"تم چاہتی کیا ہو؟"

"کیا تم نادان بچے ہو؟"

"دانشمند بچہ ہوں۔ اس لئے پوچھ رہا ہوں، کیا تمہارے اندر یہ خوف سمایا ہوا ہے کہ اصلی پارس کبھی تمہیں جیت لے گا؟"

"میں ایسی کمزور نہیں ہوں کہ اس شیطان کے بچے سے ہار جاؤں۔"

"شیطان نے شیبا کو جیت لیا تھا، اس لئے شیطان کے بچے کا خوف تمہیں ہے۔"

"مجھے غصہ نہ دلاؤ۔ میں خوفزدہ نہیں ہوں۔ احتیاطاً اس جادو کا توڑ کررہی ہوں جو کبھی مجھ پر کیا جاسکتا ہے۔"

"فرہاد نے جو کیا وہ محبت کا جادو تھا اور تم محبت کا توڑ نہیں کررہی ہو۔"

"تو پھر یہ کیا ہے؟"

"یہ محض ہوس پوری کررہی ہوں۔ جب جذبات کا لاوا سرد پڑجائے اور زندگی کے کسی موڑ پر پارس یا علی تیمور تمہارے دل میں محبت جگائے گا تو تمہیں محبت کی کمی پوری کرنے کا خیال آئے گا۔ اور یہ بات سمجھ میں آئے گی کہ تم نے اپنے یہودی پارس کو محبت کرنے کا موقع نہیں دیا تھا۔ صرف ہوس پوری کی تھی۔"

"تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ ہمارے جو تعلقات ہوں گے، وہ محبت سے نہیں ہوں گے؟"

"ہاں۔ سمجھنے کی کوشش کرو۔ تم جو کررہی ہو، وہ محبت نہیں، ضرورت سے کررہی ہو۔ ضرورت کسی وقت بھی

پیدا ہوتی ہے اور کسی وقت بھی ختم ہوجاتی ہے۔ لیکن جب محبت پیدا ہوتی ہے تو کبھی ختم نہیں ہوتی۔"

"تم مجھے محبت کا فلسفہ سمجھارہے ہو!"

"یہ میرا فرض ہے۔ تم جس چیز سے ڈررہی ہو، اس کا نام پارس نہیں ہے... اس کا نام محبت ہے۔ کیونکہ شیبا، فرہاد سے نہیں، محبت سے زیر ہوئی تھی۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی "بہت خوب پارس! تم نے وہ بات مجھے سمجھائی ہے، جو میرے اندر تھی مگر سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔"

"اب سمجھ رہی ہو تو فیصلہ کرو، تمہاری زندگی میں جو بھی شخص آئے گا، وہ محبت سے آئے گا۔ اس کے بعد پھر کسی کی محبت کا جادو نہیں چلے گا۔"

وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولی "میں غلطی کررہی تھی، ایک جذباتی فیصلے پر عمل کررہی تھی۔ تم بہت اچھے ہو۔ میں نے تمہارا انتخاب کرکے خود کو بہت ساری غلطیوں سے بچالیا ہے۔ آئی لو یو۔ میں تمہیں دل و جان سے چاہتی ہوں۔

"کیا مجھ سے محبت ہوگئی ہے؟"

"کیا تمہیں محبت نہیں ہے؟"

"میں اس محبت کا قائل ہوں جو سوچ سمجھ کر کی جاتی ہے۔"

"ہمارے درمیان اب سوچنے کے لئے کیا رہ گیا ہے؟"

"بہت کچھ ہے۔ محبت میں کوئی حاکم نہیں ہوتا، کوئی محکوم نہیں ہوتا۔ جبکہ میں تمہارے احکامات کا پابند ہوں۔ تمہارے حکم سے آتا ہوں، تمہارے حکم سے جاتا ہوں۔"

"یہ ڈیوٹی ہے۔ فرض ہے۔ محبت کو فرض سے ملاؤ۔"

"یعنی میں جو پارس بنایا گیا ہوں تو اس لیے کہ تم سے محبت کرنے کی ڈیوٹی انجام دیتا رہوں؟"

"یہ بات نہیں ہے۔ تمہیں دشمنوں کے لئے پارس بنایا گیا ہے۔"

"لیکن مجھے پارس کی طرح آزاد رہ کر کام کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی جبکہ تم ہر معاملے میں آزاد ہو۔ تمہارے دماغ کے کسی گوشے میں یہ بات رہے گی کہ تم ایک محکوم پارس سے محبت کرتی ہو۔"

"میں کبھی ایسا نہیں سوچوں گی۔ کوشش کروں گی کہ تمہیں زیادہ سے زیادہ معاملات میں آزادی ملتی رہے۔"

اس نے دونوں بانہیں پارس کی گردن میں ڈال دیں۔ پہلے وہ سوچتی تھی کہ جو بھی اس کی زندگی میں آئے گا، دیوانہ بن کے آئے گا لیکن آنے والے نے اس قدر متاثر کیا تھا کہ وہ دیوانی ہوگئی تھی۔ کبھی کبھی خیال گزرتا تھا، اگر اصل پارس ہوتا تو کیا وہ بھی اسی طرح حواس پر چھا جاتا؟ کیا اسی طرح محبت کا جادو چلتا؟ ہاں، اسی طرح چلتا ہے تو پھر اچھا ہی ہے کہ اپنے یہودی

پارس کا جادو چل چکا ہے۔

خواب گاہ کی دیواریں شیشے کی تھیں۔ ان دیواروں پر پردے پڑے ہوئے تھے پردے صرف دیواروں پر نہیں تھے۔ الپا کی عقل پر بھی پڑگئے تھے۔ وہ سحرزدہ ہورہی تھی مگر اپنے ساحر کو نہیں سمجھ رہی تھی۔

○☆○

تینوں عورتیں سر پکڑ کر بیٹھ گئی تھیں۔

اور وہ تینوں عورتیں تھیں سونیا، لیلیٰ اور سلطانہ۔ ان بے چاریوں نے بڑا زبردست منصوبہ بنایا تھا کہ مجھے کسی ویرانے تک محدود رکھنے کے لئے جینا کو میرے ساتھ رہنے دیں گی۔ کسی اور کو میری زندگی میں داخل نہیں ہونے دیں گی۔ ...اگر جینا سے میرا دل بھرجائے گا تو وہ اسے مجھ سے دور کرکے پھر اسے ایک نئے روپ میں میرے سامنے لے آئیں گی اس طرح ایک ہی شریکِ زندگی سے بہلتے ہوئے میری زندگی گزر جائے گی۔

بہت اچھا منصوبہ تھا۔ مجھے کبھی پتا نہ چلتا اور وہ اپنی چال چلتی رہتیں۔ مجھ جیسا ہرجائی ایک ہی عورت کو نئے نئے روپ میں نئی عورت سمجھ کر بہلتا رہتا لیکن تقدیر بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔ جو بعض اوقات اچھی خاصی تدبیر پر پانی پھیر دیتی ہے۔ انہوں نے سب کچھ سوچا۔ مگر یہ نہیں سوچا کہ جس عورت کو نیا نیا روپ دینا ہے، وہی نہیں رہے گی تو منصوبے کا کیا بنے گا۔

ہم میں سے کوئی یہ سوچ نہیں سکتا تھا کہ جینا جیسی محبت کرنے والی لڑکی یوں اچانک، اتنی جلدی ہم سے جدا ہوجائے گی۔ میں نے ماضی میں بے شک ہرجائی ہونے کا ثبوت دیا ہے لیکن اب دل کے اندر دور دور تک سناٹا تھا۔ دماغ کے کسی گوشے میں یہ بات نہیں تھی کہ اس کی کمی پوری کرنے کوئی دوسری آئے گی۔ نہیں آئے گی... کبھی نہیں آئے گی... جینا میری زندگی میں داخل ہونے کے تمام دروازے بند کرکے گئی تھی۔ اب یہ دروازے نہ میں کھولنے والا تھا اور نہ ہی کوئی اور کھولنے والی تھی۔ میری جوانی کا آخری دروازہ بند ہوچکا تھا۔

سونیا کبھی یقین نہیں کرسکتی تھی اور میں یقین دلانا ضروری نہیں سمجھتا تھا۔ جینا کی ابدی جدائی کے چھ گھنٹے بعد تک میں بالکل خاموش رہا۔ خیال خوانی کے ذریعے بھی کسی سے رابطہ نہیں کیا۔ اس وحشی قبیلے کی منحوس بستی سے واپسی پر گورے قیدیوں نے اپنی رہائی پر میرا شکریہ ادا کیا۔ لارا کے ماں باپ میری تعریفیں کرتے نہیں تھک رہے تھے۔ تمام لوگ یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ میں کون ہوں؟ کہاں سے آیا ہوں اور کہاں جارہا ہوں؟ لیکن میں نے کسی کے سوال کا جواب نہیں دیا۔ دریا کے کنارے جینا کو دفن کرنے کے بعد اپنی ٹریلر گاڑی میں آکر بیٹھ گیا۔ لوگ مجھے روکتے رہے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

سے پہلے ہی چیپ پیش کرتے ہے' لیکن میں گاڑی اسٹارٹ کرکے وہاں سے چل پڑا۔

میں نہیں جانتا تھا کہ مجھے کہاں جانا ہے۔ ونڈ اسکرین کے پار راستہ دکھائی دے رہا تھا۔ اور جب تک راستہ دکھائی دیتا رہتا' میں ڈرائیو کرتا رہتا۔ کبھی نہ کبھی' کسی نہ کسی راستے پر زندگی تھک کر گرنے والی تھی۔

چھ گھنٹے بعد سلمان واسطی نے رابطہ کیا۔ پھر کہا "تمہارا دکھ بہت بھاری ہے۔ یہ ساری زندگی رہے گا لیکن ساری زندگی تم خاموش نہیں رہ سکتے' اپنوں سے لاتعلق نہیں رہ سکتے۔ کسی سے نہ سہی' سونیا سے باتیں کرو۔ وہ تمہارا انتظار کررہی ہیں۔"

"میں ابھی آرہا ہوں۔"

وہ چلا گیا۔ اس نے درست کہا تھا۔ میں دنیا میں رہ کر دنیا والوں سے اور خصوصاً اپنے محبت اور خون کے رشتوں سے دور نہیں رہ سکتا تھا۔ یہی رشتے اپنی محبتوں سے رفتہ رفتہ نئے سرے سے جینے کی امنگ پیدا کرتے ہیں۔

میں نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ سونیا کے پاس پہنچا۔ اس نے پوچھا "تمام آنسو... ختم ہوگئے یا کچھ باقی ہیں؟"

"تم جانتی ہو' میں آنسو نہیں بہاتا۔"

"یہ بھی جانتی ہوں کہ تم اپنے اندر بیٹھ کر کبھی اتنی دیر ماتم نہیں کرتے۔"

"ظاہر ہے' ماتم کررہا ہوتا تو تمہارے پاس نہ آتا۔"

"بلانے پر آئے ہو۔"

"آیا تو ہوں۔"

"تمہاری اسی سعادت مندی سے دل باغ باغ ہوجاتا ہے۔"

میں اچھی طرح جانتا تھا کہ ذرا بھی صدمے کا اظہار کروں گا تو وہ بڑی طرح میرا مذاق اڑائے گی۔ پھر بھی میں نے یہ بات دوسرے زاویئے سے کہہ دی "سونیا! تمہیں جینا کی موت پر افسوس کے چند الفاظ ضرور ادا کرنے چاہئیں۔"

"متوفی کے کسی عزیز کے سامنے افسوس کیا جاتا ہے۔ جینا لاوارث تھی۔ میں نے دل ہی دل میں افسوس کیا ہے۔ اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارے سامنے تعزیتی گفتگو ہو تو مجھے بتاؤ' وہ تمہاری کون تھی؟ یا تم اس کے کیا لگتے تھے؟"

اس نے زبردست چوٹ کی تھی۔ مجھ سے جواب نہ بن پڑا تو میں نے جھنجلا کر کہا "تم جلی کٹی باتیں شروع کررہی ہو۔"

"باتیں شروع کرنے پر تم نے مجبور کیا ہے۔ بہتر ہے' مجھ سے صرف کام کی ہی باتیں کرو۔"

"مجھے کل صبح تک کے لئے تنہا چھوڑ دو۔ مجھ سے کوئی کام نہ لو۔"

"میں اس فرہاد سے بول رہی ہوں جو کسی بھی حادثے کو چند منٹوں میں بھول جاتا ہے۔ اگر تم وہ نہیں ہو تو اسی وقت میرے دماغ سے نکل جاؤ۔"

"شاید میں وہ فرہاد نہیں رہا۔ مجھے وقت اور حالات نے بدل دیا ہے۔"

"یعنی وہ فرہاد نہیں رہے جو وقت اور حالات کو بدل دیا کرتا تھا۔"

"تمہاری گفتگو کا انداز میرے اندر تحریک پیدا کررہا ہے کہ مجھے وہی ہونا چاہئے جو اب تک خود کو ثابت کرتا آیا ہوں۔"

"کیا میں خوش ہوجاؤں کہ اپنی کوشش میں کامیاب ہورہی ہوں۔"

میں نے شکست خوردہ انداز میں ایک گہری سانس لے کر کہا "تم ناکام کب رہتی ہو؟ بولو کیا کام ہے؟"

"تم نے ابھی کہا' میں ناکام کب رہتی ہوں؟ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ناکامی سب کے مقدر میں ہوتی ہے۔ خصوصاً کامیاب لوگوں کی زندگی میں ناکامی لازمی ہوتی ہے۔ اب یہی دیکھو کہ ہم نے سوچا تھا تمہاری زندگی میں جینا کے بعد کوئی عورت نہیں آئے گی اگر تم اس سے کبھی بیزار ہوجاؤ گے تو ہم اسی جینا کو دوسرے روپ میں تمہارے سامنے لے آئیں گے اور تم اسے ایک نئی ساتھی سمجھ کر قبول کرلیا کرو گے مگر تقدیر کے ایک جھٹکے نے ہمارے منصوبے کو ناکام بنادیا۔"

"ہاں' تمہارے لئے یہ ناکامی ہے۔ مگر میرا یہ اٹل فیصلہ ہے کہ میری زندگی میں اب کوئی نہیں آئے گی۔"

وہ ہنسنے لگی۔ میں نے ناگواری سے پوچھا "اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی "ایسا زبردست لطیفہ اپنی داستان میں بیان نہ کرنا' ورنہ تمہارے قارئین بھی بے اختیار ہنسنے لگیں گے۔"

"بہتر ہے' تم کام کی بات کرو۔"

"پہلی کام کی خوشخبری یہ ہے کہ آج سے تمہارا دماغ ہمیشہ کے لئے آزاد ہوجائے گا۔ لیلیٰ یا سلطانہ تمہاری اجازت کے بغیر کبھی تمہارے پاس نہیں آسکیں گی۔"

"کیا اب تک بغیر اجازت آرہی تھیں؟"

"نہیں۔ وہ زبان کی سچی ہیں۔ انہوں نے زبان دی تھی کہ جب تک گمنامی کی زندگی گزارو گے' وہ تمہارے پاس نہیں آئیں گی۔"

"اگر وہ کبھی آئی ہوں گی تو مجھے خبر نہیں ہوئی ہوگی۔"

"تمہارا یہ شبہ بھی ختم ہوجائے گا۔ وہ ہر پندرہ دن میں ایک رات چپکے سے آکر تمہارے خوابیدہ دماغ پر تنویمی عمل کرتی تھیں پچھلی بار جو انہوں نے عمل کیا تھا اس کا پندرہواں دن آج ختم ہورہا ہے۔ وہ آج رات تمہارے دماغ میں چپکے سے نہیں آئیں گی۔"

"پھر تو میں آج تمام رات جاگتا رہوں گا۔"

"بے شک اپنے اطمینان کے لئے جاگتے رہو۔ میں تمہیں خوشخبری سنا چکی ہوں۔"

"یہ مہربانی کیوں ہورہی ہے؟"

"ہم نے سمجھ لیا ہے۔ ہماری جنگ تم سے ہوسکتی ہے' تمہاری تقدیر سے نہیں ہوسکتی۔ تمہارا مقدر شیطانی ہے' تم سے شیطان ہی سمجھے گا۔"

"میں نے زندگی میں پہلی بار تین عورتوں کو عقل سے سوچتے ہوئے دیکھا ہے۔"

"چلو یہی سہی۔ دیکھنا یہ ہے کہ ہماری عقلمندی سے نتیجے میں تم آئندہ کتنی عقلمندی کا ثبوت دیتے رہو گے۔"

"شاید کام کی بات رہ گئی ہے؟"

"ہاں۔ تمہارا بیٹا تل ابیب میں ہے۔"

"ماں کا دیوانہ ہے شیبا کی قبر پر گیا ہوگا۔ اور یہ تو ہو نہیں سکتا کہ وہ ہنگامے پیدا کئے بغیر وہاں سے چلا آئے۔"

"اس کا وہاں جانا توقع سے زیادہ فائدہ مند رہا ہے۔ اس نے وہاں دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو دریافت کیا ہے۔"

وہ ٹیلی پیتھی جاننے والی الپا سنگر اور جے مورگن کے متعلق بتانے لگی پھر اس نے کہا "سلطانہ نے تمہاری آواز اور لہجے میں الپا پر تنویمی عمل کیا ہے لہٰذا وہ تمہیں اپنے دماغ میں محسوس نہیں کرے گی۔ تم اس کی سوچ میں جو کہو گے' وہ اس پر عمل کرے گی۔ ہر پندرہویں دن سے پہلے اس پر تنویمی عمل کرتے رہو گے تو وہ تمہاری معمولہ بن کر رہا کرے گی۔"

"مجھے الپا کی آواز سناؤ گی یا میں پارس کے ذریعے جاؤں؟"

"آواز سننے کے لئے تمہیں سلطانہ کے پاس جانا ہوگا۔"

"رہنے دو۔ میں چلا جاؤں گا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "تم دونوں بہنوں سے کتراتے ہو۔"

"نہ کتراؤں تو بدمعاش کہو گی!"

"میں اپنے الفاظ واپس لیتی ہوں۔ اب جاؤ۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ میری ٹریلر گاڑی سڑک کے کنارے رکی ہوئی تھی۔ پتا نہیں' میں کدھر چلا آیا تھا۔ میں نے راستوں کی نشاندہی کرنے والی تختیاں بھی نہیں پڑھی تھیں۔ میں نے گاڑی اسٹارٹ کرکے آگے بڑھائی تاکہ آگے راستہ معلوم ہوسکے۔ سونیا سے باتیں کرنے کے بعد صدمہ بڑی حد تک کم ہوگیا تھا۔ یہ بات سمجھ میں آگئی تھی کہ تنہا رہوں گا تو دکھ بڑھے گا۔ دنیا والوں کے درمیان مصروف رہوں گا تو دل اور دماغ سے بوجھ اترتا رہے گا۔

آگے جاکر ایک سنگِ میل کو پڑھا۔ پتا چلا' میں راستہ بدل کر شمالی ساحلی علاقے کی طرف سفر کررہا ہوں اور دس کلومیٹر کے بعد بن غازی کی بندرگاہ تک پہنچنے والا ہوں۔ میں نے گاڑی کی رفتار بڑھادی۔ دماغ میں یہ خیال پک رہا تھا کہ تنہائی میں صدمات سے لڑنے کے بجائے مجھے اپنے کسی محبوب کے قریب رہنا چاہئے اور میرا محبوب بیٹا پارس مجھ سے دور نہیں تھا۔ میں کسی بھی فلائٹ سے چار چھ گھنٹے کے اندر اس کے پاس تل ابیب پہنچ سکتا تھا۔ اگرچہ سب سے اہم مہرے الپا کو قابو میں کرلیا گیا تھا' تاہم وہ مکار دشمنوں کا ملک تھا۔ کسی وقت بھی ہماری توقع کے خلاف بازی پلٹ سکتی تھی۔ پھر باپ بیٹے کی ملاقات بھی عرصے سے نہیں ہوئی تھی۔ ملاقات کے بہانے ہم اس مہم میں ساتھ رہ سکتے تھے۔

میں نے بیٹے کو مخاطب کیا۔ کوڈ ورڈز ادا کئے۔ اس نے خوش ہوکر کہا "ہیلو پاپا! آنٹی نے کہا تھا' آپ میرے پاس آنے والے ہیں۔ میں بڑی دیر سے انتظار کررہا تھا۔"

"سوری بیٹے! تمہاری ایک آنٹی جینا ہم سے ہمیشہ کے لئے بچھڑ گئی ہیں۔"

"کوئی بات نہیں پاپا! اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ آپ صبر کریں' ستاروں سے آگے اور بھی آنٹیاں ہیں۔"

میں نے جھینپ کر کہا "تم پکے شیطان ہو۔ کام کی بات کرو۔ مجھے الپا کے پاس پہنچاؤ۔"

وہ ایک بہترین سوٹ پہنے آئینے کے سامنے کھڑا تھا۔ کہنے لگا "میں اس سے ملنے جارہا ہوں۔ آپ میرے ساتھ رہیں۔"

"تمہاری ملاقات سے پہلے وہ کسی اہم خیال خوانی میں مصروف ہوگی' مجھے ایسے ہی وقت جانا چاہئے۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر رابطہ قائم کیا۔ سیکورٹی افسر کی آواز سنائی دی۔ اس نے کہا "مادام سے کہو' پارس آرہا ہے۔"

"یس سر" سیکورٹی افسر نے ریسیور رکھ دیا۔ انٹر کام کے ذریعے الپا کو مخاطب کیا۔ پارس کا پیغام اسے پہنچایا۔ وہ بولی۔ "پارس کو کسی روک ٹوک کے بغیر آنے دیا کرو۔"

میں افسر کے ذریعے الپا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ریسیور رکھ کر جنرل کے دماغ میں گئی پھر بولی "سوری' میں ذرا غیر حاضر ہوگئی تھی۔ ہاں' آپ کیا کہہ رہے تھے؟"

جنرل اسے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے جوڈی نارمن کے متعلق بتانے لگا۔ پچھلی رات الپا نے جنرل کو بتایا تھا کہ سپر ماسٹر کے بارہ خیال خوانی کرنے والوں میں ایک جوڈی نارمن ہے۔ وہ جوڈی نارمن کو اس وقت سے جانتی ہے' جب انہیں ٹرانسفارمر مشین سے نہیں گزارا گیا تھا۔ وہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتے تھے لیکن ایک ہی سینٹر میں ابتدائی تربیت حاصل کررہے تھے۔ ان دنوں جوڈی نارمن کے پاس ایک لڑکی کا خط آیا تھا' تب پتا چلا' وہ اس لڑکی سے محبت کرتا ہے۔

لڑکی کا نام کرائنا فیشو تھا۔ وہ لاس ویگاس کے اسٹریٹ نمبر سولہ میں رہتی تھی۔ جنرل نے کہا تھا "لاس ویگاس میں ہمارے آدمی اس لڑکی کو ٹریپ کریں گے اور اس کی آواز تمہیں سنائیں گے۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

الپا ان کی آواز سن کر اس کے ذریعے جوڈی نارمن کو کسی اعصابی کمزوری میں مبتلا کرنا چاہتی تھی تاکہ اسے بھی جے مورگن کی طرح تنویمی عمل کے ذریعے اپنا معمول بناکر رکھ سکے۔ جب میں الپا کے پاس پہنچا تو وہ اسی لڑکی کے متعلق دریافت کررہی تھی۔ جنرل نے کہا "میں ابھی اس کی آواز سنارہا ہوں۔"

اس نے اپنے ماتحت کو اشارہ کیا۔ ماتحت نے ریکارڈر میں ایک کیسٹ لگاکر اسے آن کیا۔ چند سیکنڈ کے بعد ایک لڑکی کی باتیں کرنے کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ الپا نے تھوڑی دیر سننے کے بعد کہا "اسے آف کردیں، میں تھوڑی دیر بعد آؤں گی۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی، کرائنا سوچ رہی تھی۔ "میں نے بھی کیسے جوان سے دل لگایا ہے۔ وہ سخت پہرے میں رہتا ہے۔ مہینوں اس کی خبر نہیں ملتی۔ خط لکھو تو دیر سے جواب آتا ہے۔ چھ ماہ پہلے فون پر بات ہوئی تھی۔ میں تو اس کی آواز سننے کو بھی ترس جاتی ہوں۔"

الپا نے اس کے اندر خواہش پیدا کی کہ وہ ابھی جوڈی نارمن کو فون پر مخاطب کرے۔ فون پر اس سے رابطہ کرنے کے لئے کئی جگہ نمبر ڈائل کرکے پہلے اعلیٰ افسران سے اجازت حاصل کرنی پڑتی تھی۔ وہ متعلقہ افسران سے درخواست کرنے لگی کہ اسے جوڈی نارمن سے باتیں کرنے کی اجازت دی جائے پہلے انکار کیا گیا۔ جب اس نے بتایا کہ اس سے فون پر رابطہ کئے چھ ماہ گزر چکے ہیں تو اسے انتظار کرنے کو کہا گیا۔

وہ انتظار کرتے ہوئے سوچنے لگی "جوڈی نے وعدہ کیا تھا کہ تین ماہ بعد ٹریننگ مکمل نہیں ہوگی اور ٹریننگ کی مدت بڑھادی جائے گی تو وہ چپ چاپ خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کرے گا۔ میں اس کی اصول پسندی سے تنگ آگئی ہوں۔ وہ جب چاہے، میرے دماغ میں آسکتا ہے لیکن اس نے اعلیٰ افسران کے سامنے حلف اٹھایا تھا اور عہد کیا تھا کہ جب تک ٹریننگ مکمل نہیں ہوگی اور اعلیٰ افسران اجازت نہیں دیں گے، وہ کسی رشتے دار یا کسی بھی شناسا سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ قائم نہیں کرے گا۔ وہ اپنے عہد پر قائم ہے لیکن اسے میری بے چینی کا بھی احساس ہونا چاہئے۔"

ریسیور سے آواز آئی "ہیلو، مس کرائنا! ہمیں افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ مسٹر جوڈی نارمن کا تبادلہ کسی دوسرے سینٹر میں ہوگیا ہے۔ اس تبادلے کو انتہائی راز میں رکھا گیا ہے۔ ٹریننگ کے اختتام سے پہلے آپ اس سے بات نہیں کرسکیں گی۔ سوری۔"

ریسیور رکھ دیا گیا۔ کرائنا نے بھی مایوس ہوکر ریسیور رکھ دیا۔ مایوس تو ہم بھی ہو رہے تھے۔ وہ لڑکی ہمارے لئے بیکار تھی۔ ہمیں جوڈی نارمن تک نہیں پہنچا سکتی تھی۔ لیکن الپا نے ایک تدبیر آزمائی۔ اس نے کرائنا کے اندر یہ خیال پیدا کیا کہ وہ اعلیٰ افسران کو خودکشی کی دھمکی دے۔ انہیں وارننگ دے کہ اگر پندرہ منٹ کے اندر جوڈی نارمن سے اس کی بات نہ کرائی گئی تو وہ اپنی کنپٹی پر پستول کی گولی مار کر جان دے دے گی۔

اس نے فوراً ہی متعلقہ افسر سے فون پر رابطہ قائم کیا اور کہا "کوئی لڑکی اپنے منگیتر سے اتنی طویل جدائی برداشت نہیں کرسکتی اور آپ لوگ دشمنوں کے خوف سے جدائی کی میعاد بڑھاتے جارہے ہیں۔ افسر! غور سے سنو، میں نے اپنے بیڈروم کو چاروں طرف سے بند کرلیا ہے۔ میرے کمرے میں کوئی داخل نہیں ہوسکے گا۔ میرے ہاتھ میں بھرا ہوا پستول ہے۔ اگر پندرہ منٹ کے اندر آپ نے مجھے جوڈی کی آواز نہیں سنوائی تو میں اس پستول سے خودکشی کرلوں گی۔"

دوسری طرف سے پریشان ہوکر کہا گیا "ایسی حماقت نہ کرنا۔ میں اعلیٰ افسران سے بات کررہا ہوں۔ میرا انتظار کرو۔"

"میں فون پر انتظار کروں گی۔ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ میرے گھر آکر مجھے خودکشی سے باز رکھ سکوگے تو یہ تمہاری بھول ہوگی۔ جیسے ہی میرے بیڈروم کا دروازہ توڑنے کی کوشش کی جائے گی، میں خود کو گولی مارلوں گی۔"

اس دھمکی نے اعلیٰ افسران کو یقیناً پریشان کیا ہوگا۔ الپا ان کے دماغوں میں نہیں جارہی تھی کیونکہ خیال خوانی کرنے والے جوانوں کے نگراں افسران یوگا کے ماہر ہوسکتے تھے۔ دس منٹ کے اندر ہی فون کی گھنٹی سنائی دی۔ کرائنا نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو، میں کرائنا بول رہی ہوں۔"

دوسری طرف سے جوڈی نارمن نے کہا "یہ تم کیا حماقت کررہی ہو! کیا تم نے خودکشی کی دھمکی دی ہے؟"

"اور کیا کروں؟ نہ تمہاری صورت دکھائی دیتی ہے، نہ آواز سنائی دیتی ہے۔ ایسی زندگی سے موت بہتر ہے!"

"مجھے خوشی ہے کہ تم مجھے اس قدر چاہتی ہو لیکن یہ بھی تو سوچو، یہ عارضی جدائی ہمارے بہتر مستقبل کے لئے ہے۔"

"مجھے کب انکار ہے۔ لیکن ہفتے میں ایک بار تو تم سے رابطہ ہونا چاہئے۔"

"آئندہ یہی ہوگا۔ مجھے اجازت دے دی گئی ہے، ہفتے میں ایک بار میں دس منٹ تک تم سے باتیں کرسکوں گا۔"

وہ خوش ہوکر بولی "میں بے چینی سے اگلے ہفتے کا انتظار کروں گی لیکن تمہاری یہ ٹریننگ کب ختم ہوگی؟"

"ٹریننگ تو سمجھو، ختم ہوچکی ہے۔ ہمیں فی الحال دشمنوں سے محفوظ رکھنے کے لئے ایک جگہ چھپایا گیا ہے۔ خطرہ ٹلتے ہی میں تم سے ملاقات کروں گا۔"

کرائنا دس منٹ تک باتیں کرتی رہی۔ پھر رابطہ ختم ہوگیا۔ اس گفتگو سے ہمیں کوئی فائدہ حاصل ہونے والا نہیں تھا۔ لیکن اچانک ہی وہ ہوا جس کی توقع نہیں تھی۔ کرائنا نے ریسیور رکھا تو اسے اپنے دماغ میں جوڈی نارمن کی آواز سنائی دی۔ وہ پوچھ رہا تھا "کرائنا! میں بول رہا ہوں۔"

وہ خوش ہوکر بولی "ارے! میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ ریسیور رکھتے ہی تم میرے اندر آجاؤ گے۔"

"کرائنا! تم دھوکا کھا گئیں۔ ابھی فون پر میں نہیں تھا۔"

"کیا، تم نہیں تھے!"

"ہاں۔ میں اپنے افسران کی لاعلمی میں تم سے باتیں کرنے آیا تو دیکھا، تم کسی سے فون پر باتیں کررہی ہو اور وہ باتیں کرنے والا میری آواز میں بول رہا ہے، تب میری سمجھ میں آیا کہ میرے افسران نے تمہیں خودکشی سے باز رکھنے کے لئے ایک نقال کی خدمات حاصل کی ہیں۔ وہ میری آواز میں بول کر تمہیں مطمئن کررہا تھا۔"

"مجھے دھوکا دیا گیا ہے، تمہیں اس کی شکایت کرنی چاہئے۔"

"یہ دھوکا ہمارے مفاد میں ہے۔ انہیں یہی سمجھنے دو کہ تم مطمئن ہوگئی ہو اور ان کا یہ اعتماد بھی بحال ہوگیا ہے کہ میں چھپ کر تم سے رابطہ قائم نہیں کرتا ہوں۔"

"واقعی، یہ باتیں ہمارے حق میں ہیں۔ اب تو تم روز میرے پاس آیا کروگے؟"

"روز آؤں گا، صبح شام آؤں گا تمہاری محبت نے مجھے اپنا عہد توڑنے پر مجبور کردیا ہے۔"

کرائنا نے الپا کی مرضی کے مطابق پوچھا "تم کہاں ہو جوڈی؟"

"ہم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو کل آدھی رات کے بعد اچانک دوسری جگہ منتقل کردیا گیا ہے۔"

"کیا تم مجھ سے بہت دور چلے گئے ہو؟"

"پتا نہیں، میں تم سے کتنی دور ہوں۔ ہمیں ہیلی کاپٹر میں سوار کرانے کے بعد آنکھوں پر پٹیاں باندھ دی گئی تھیں۔ ہیلی کاپٹر تقریباً تین گھنٹے تک پرواز کرتا رہا۔ پھر ہم کہیں اتارے گئے۔ کاروں میں بٹھاکر ایک فوجی چھاؤنی میں پہنچائے گئے۔ وہاں ہماری آنکھوں سے پٹیاں ہٹادی گئیں۔"

"کچھ تو معلوم ہونا چاہئے کہ تم کہاں ہو؟"

"یہ نہ ہی معلوم ہو تو اچھا ہے۔ حکومت نے ہماری حفاظت کے لئے یہ اقدامات کئے ہیں۔ ہمیں رشتے داروں سے بھی دور کردیا ہے۔ ویسے اب تمہیں فکرمند نہیں ہونا چاہئے۔ میں تمہارے پاس آتا رہوں گا۔"

الپا نے کرائنا کے ذریعے اسے دوسرے پہلو سے کریدنے کی کوشش کی۔ اس نے کہا "دشمن فوجی چھاؤنیوں پر زیادہ توجہ دیتے ہیں۔ یہ تمہارے لئے خطرے کی بات ہے۔ تمہیں آخر کس چھاؤنی میں رکھا گیا ہے؟"

"میری جان! تم فکر نہ کرو... اور ایسے سوالات نہ کرو۔ یہ سرکاری معاملات ہیں۔ میں جب بھی آؤں گا تو ہمارے درمیان صرف پیار و محبت کی باتیں ہوا کریں گی۔"

الپا مزید کریدنا چاہتی تھی، میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "مزید سوال کرنا حماقت ہوگی۔ جوڈی نارمن کو شبہ ہوجائے گا۔"

وہ کرائنا کے دماغ سے نکل گئی۔ اپنی جگہ حاضر ہوکر دیکھا، پارس ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے چونک کر پوچھا "تم کب آئے؟"

"بڑی دیر سے بیٹھا ہوں۔ سیکورٹی افسر نے بتایا ہے کہ تم نے مجھ پر سے پابندیاں اٹھالی ہیں۔ اسے حکم دیا ہے کہ میں کسی روک ٹوک کے بغیر تمہارے پاس آسکتا ہوں۔ یہاں آکر دیکھا تو تم خیال خوانی میں ڈوبی ہوئی تھیں۔"

وہ قریب آئی پھر اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی۔ "میں نے سوچا تھا، کبھی کسی پر بھروسا نہیں کروں گی لیکن تمہاری قربت نے مجھے دیوانہ کردیا ہے۔ تم کوئی جادوگر تو نہیں ہو؟"

وہ میرے بیٹے کے قریب ہورہی تھی۔ میں دماغ سے نکل گیا۔ سونیا کے پاس آکر بولا "آدمی بوڑھا ہوجائے تو کیا کرتا ہے؟"

"گزری ہوئی جوانی کو یاد کرتا ہے۔"

"تو پھر یاد کرو۔ تم پہلی بار کس طرح میرے قریب آئی تھیں؟"

"کیا پارس اور الپا کے پاس سے آرہے ہو؟"

"اوہ گاڈ! تم کتنی تیزی سے صحیح نتیجے تک پہنچ جاتی ہو!"

"پلیز! کام کی بات کرو۔"

"کیا سلمان واسطی نے تمہیں بتایا ہے کہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو دوسری جگہ منتقل کیا گیا ہے؟"

"ہاں، جہاں منتقل کیا گیا ہے، وہاں میں موجود ہوں۔"

"بس یہی معلوم کرنے آیا تھا۔"

"کیا الپا کوئی جال بچھا رہی تھی؟"

"ہاں، جوڈی نارمن نامی جوان تک پہنچنا چاہتی تھی۔ اس کی محبوبہ کرائنا کے دماغ میں گئی تھی۔ وہاں جوڈی چپ چاپ محبوبہ سے ملنے اس کے دماغ میں آیا تھا۔ ان کی باتوں سے پتا چلا کہ انہیں کسی فوجی چھاؤنی میں رکھا گیا ہے۔"

"اور کچھ؟"

"اور جوڈی نے اپنی محبوبہ کو کچھ نہیں بتایا۔ اب یہودی تنظیم کے جاسوس جوڈی نارمن اور دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا سراغ لگائیں گے۔"

میں سونیا کے پاس سے آگیا۔ میری گاڑی ساحلی شہر بن غازی پہنچ گئی تھی۔ وہاں میں نے ٹریلر گاڑی فروخت کردی اور ایک فلائٹ کے ذریعے مصر کے شہر اسکندریہ پہنچ گیا۔ مجھے یقین تھا کہ کسی یہودی کی گردن دبوچ کر اس کے روپ میں اسرائیل پہنچ جاؤں گا۔ بہت سے اسرائیلی جاسوس بڑی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ملکوں میں بھیس بدل کر رہتے ہیں اور اپنے ملک کے مفاد میں کام کرتے رہتے ہیں۔ میں ایسے ہی کسی جاسوس کو تاڑنے لگا۔

اس دوران میں کئی بار الپا کے دماغ میں گیا۔ ایک طرف وہ جوڈی نارمن کے ہاتھ نہ آنے پر قدرے مایوس تھی' دوسری طرف پارس کی دیوانی ہوگئی تھی۔ اسے ہر جگہ اپنے ساتھ رکھتی تھی اور سرکاری معاملات بھی نہیں چھپاتی تھی۔ ایک تو اس پر مرمٹی تھی دوسرے اسے یہودی پارس سمجھ رہی تھی۔ اِدھر امریکا میں یہودی تنظیم کے جاسوس یقین دلا رہے تھے کہ جلد ہی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا سراغ مل جائے گا۔

ایک بار الپا خیال خوانی کے ذریعے جے مورگن کے دماغ میں گئی۔ وہ اس کا معمول بن گیا تھا اور اسے اپنے دماغ میں محسوس نہیں کرسکتا تھا۔ جب وہ مورگن کے دماغ سے چلی آئی تو میں الپا کی آواز اور لہجہ بنا کر اس کے دماغ میں گیا اس نے مجھے محسوس نہیں کیا۔ یہ طریق کار آئندہ میرے کام آسکتا تھا۔ میں اس کے دماغ سے واپس آگیا۔

میں اسکندریہ کے ایک وی آئی پی کاٹیج میں تھا۔ ساحل پر ایسے پچاس کاٹیج تھے جہاں صرف کروڑ پتی ارب پتی تاجر یا حکومت کے اعلیٰ عہدیدار عیاشی کے لئے آتے تھے۔ غیر ملکی جاسوس ایسی ہی جگہ حکومت کے اعلیٰ عہدیداروں کو ٹریپ کرکے اہم سرکاری راز معلوم کرتے ہیں۔ میں بھی شکار کھیل رہا تھا۔ اگر دور ہی دور سے تاڑنے کی بات ہوتی تو کسی مطلب کے آدمی تک پہنچنے میں کئی دن لگ جاتے لیکن میں تو ایک ایک کے دماغ میں گھس کر اصلیت معلوم کرتا تھا' اس لئے چند ہی گھنٹوں کے اندر ایک اسرائیلی جاسوس کے دماغ میں پہنچ گیا۔

اس کا نام ڈی مولر تھا۔ اس کے ساتھ ایک نہایت ہی حسین یہودی عورت تھی جس کے ذریعے وہ مصر کے ایک فوجی افسر کو الو بنا رہا تھا اور فوج کے اہم راز معلوم کرنا چاہتا تھا۔ میں ڈی مولر کے دماغ سے اس کی پوری ہسٹری معلوم کرنے لگا۔ وہ ایک ریستوران میں بیٹھا وقت گزار رہا تھا۔ اس کی ساتھی حسینہ فوج افسر کے ساتھ کاٹیج میں تھی۔ صبح سے پہلے ایک اہم مائیکرو فلم لے کر آنے والی تھی۔ وہ دونوں اس فلم کے ساتھ اسرائیل روانہ ہونے والے تھے۔

تمام معلومات حاصل کرنے کے بعد میں نے ڈی مولر کے دماغ پر قبضہ جمایا پھر اسے اپنے کاٹیج میں بلالیا۔ اسے اپنے سامنے بٹھا کر اپنے چہرے پر میک اپ کیا' بڑے اطمینان سے دو گھنٹے تک میک اپ کرنے کے بعد جب میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑا تو وہ چونک گیا۔ بوکھلا کر اپنے سامنے اپنے ہم شکل کو دیکھنے لگا۔ اب میں نے اس کا روپ اختیار کرلیا تھا وہ کبھی آئینے میں اپنے آپ کو اور کبھی مجھ کو دیکھ رہا تھا اور پوچھ رہا تھا "تم کون ہو؟ میں یہاں کیسے آگیا ہوں؟"

میں نے کہا "اپنا یہ بیگ مجھے دے دو اور یہاں سے چلے جاؤ۔"

اس نے اپنا بیگ دے دیا۔ اس میں پاسپورٹ اور ضروری کاغذات کے علاوہ کاٹیج کی چابی تھی۔ اس نے بیگ دیتے وقت جیب سے ریوالور نکالنے کی کوشش کی لیکن میری مرضی کی خلاف ایسا نہیں کرسکا۔ میرے سامنے سے اٹھ کر باہر چلا گیا۔ پھر وہاں سے دوڑتا ہوا جانے لگا۔

میں اسے بہت دور تک دوڑاتا رہا۔ حتیٰ کہ وہ ساحل کے ویران حصے میں پہنچ گیا۔ پھر وہ سمندر کی منہ زور لہروں میں جانے لگا۔ لہریں اسے ساحل کی طرف پھینکنا چاہتی تھیں۔ مگر وہ ان سے لڑتا ہوا گہرے پانی میں چلا گیا۔ وہاں جیب سے ریوالور نکالتے ہوئے بولا "ہم عظیم یہودی ہیں۔ اپنے پڑوسی اسلامی ملکوں کے اہم راز حاصل کرکے ان ممالک کو کمزور بناتے ہیں۔ انہیں اپنے مقابل جنگ کے قابل نہیں رہنے دیتے۔ اب میں بہت گہرا راز معلوم کرنے کے لئے گہرے سمندر میں جارہا ہوں۔ اسرائیلی حکومت کو سمندر کے اندر پھیلاؤں گا۔"

یہ کہنے کے بعد اس نے اپنے آپ کو گولی ماردی۔ میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ اس کے بیگ کو شانے سے لٹکا کر باہر آیا۔ کاٹیج کو لاک کیا۔ پھر اطمینان سے چلتا ہوا اس کے کاٹیج میں پہنچ گیا۔ وہاں وہ حسینہ کے ساتھ رہتا تھا۔ حسینہ صبح تک آنے والی تھی۔ میں ان کے سامان کی تلاشی لینے لگا۔ ان کے پیشے کے لحاظ سے کچھ اہم چیزیں تھیں۔ مثلاً پاکٹ ٹرانسمیٹر' اینٹی ڈارک لینسز اور ایک قلم تھا جو بظاہر لکھنے کی چیز تھی لیکن اس سے فائرنگ کی جاسکتی تھی۔

میں نے وہ تمام چیزیں جوں کی توں رکھ دیں۔ پھر بستر پر آکر لیٹ گیا' سوچا الپا کی خبر لوں پھر خیال آیا' چاندنی رات ہے پتا نہیں وہ میرے صاحبزادے کے ساتھ کیسا وقت گزار رہی ہوگی۔ میں نے ایک سرد آہ بھر کر آنکھیں بند کرلیں۔ دماغ کو ہدایت دی کہ صبح تک گہری نیند سوتا رہوں۔ کوئی کاٹیج میں داخل ہونا چاہے تو میری آنکھ کھل جائے۔

میں سوگیا۔ اِدھر پارس الپا کے ساتھ ایک تقریب میں وقت گزار رہا تھا۔ فوج کے ایک اعلیٰ افسر کی بیٹی کی سالگرہ تھی۔ بڑے امیر کبیر لوگ آئے ہوئے تھے۔ جوان لڑکیوں کا میلہ لگا ہوا تھا۔ آرکسٹرا کی دھن پر کتنے ہی جوڑے رقص کررہے تھے۔ دھن بدلنے کے ساتھ رقص کرنے والے پارٹنر بھی بدل جاتے تھے۔ پارٹنر بدلنے کا دستور ایسا تھا کہ لڑکے لڑکیاں اپنی پسند کے ساتھیوں کی بانہوں میں پہنچ جاتی تھیں۔

پارس اور الپا کے ساتھ بھی یہی ہوا۔ دھن بدلنے کے باعث انہیں ایک دوسرے سے الگ ہوکر دوسرے رقص کرنے والے اور والی کے پاس جانا پڑا۔ الپا نہیں چاہتی تھی پارس کسی اور کی بانہوں میں جائے۔ لیکن رقص کے دستور پر

عمل کرنا ضروری تھا۔ ایک ریٹائرڈ فوجی نے بڑی محبت سے اسے اپنے بازوؤں میں لے لیا۔ پھر اس نے ساتھ رقص کرتے ہوئے بولا "تم بے حد حسین ہو۔"

اس کا دھیان پارس کی طرف تھا۔ وہ بیزاری سے بولی۔ "میری اور تمہاری عمر میں زمین آسمان کا فرق ہے۔"

وہ مسکرا کر بولا "زندہ دلی کی کوئی عمر نہیں ہوتی۔ جو زندہ دل ہوتے ہیں وہ کبھی بوڑھے نہیں ہوتے۔"

وہ اس لڑکی کے دماغ میں پہنچ گئی جو پارس کے ساتھ رقص کررہی تھی۔ وہ اس کے اندر رہ کر دیکھنا چاہتی تھی کہ پارس اس حسینہ میں کتنی دلچسپی لے رہا ہے۔ اس نے حسینہ کی زبان سے پوچھا "وہ لڑکی جس کے ساتھ تم ابھی رقص کر رہے تھے کیا وہ تمہاری کچھ لگتی ہے؟"

پارس نے جواب دیا "ہاں وہ ایسی لگتی ہے کہ آج تک کوئی ایسی نہیں لگی" وہ نادان نہیں تھا۔ یہ سمجھتا تھا کہ الپا اسے کسی لڑکی کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے بھی دیکھنا نہیں چاہتی ہے۔ ایسے میں وہ ضرور اس کی ڈانس پارٹنر کے دماغ میں آکر باتیں سنے گی۔ اس لئے وہ اس کی تعریفیں کرتے ہوئے کہہ رہا تھا "میری الپا ایسی ہے کہ اسے دیکھنے کے بعد کوئی اور نظارہ اچھا نہیں لگتا۔ جی چاہتا ہے' وہی زندگی بھر نگاہوں کے سامنے رہے۔"

"آخر تمہاری الپا میں ایسی کیا بات ہے۔ اس محفل میں اس سے بھی زیادہ حسین لڑکیاں ہیں۔"

"ہاں' اس محفل میں' اس دنیا میں بے شمار حسین لڑکیاں ہیں۔ لیکن یہ سمجھنے کی بات ہے کہ حسن کسے کہتے ہیں؟ حسن اسے کہتے ہیں جو ہماری آنکھوں کو اچھا لگتا ہے اور آنکھوں کے راستے دل میں سما جاتا ہے۔ حُسن کی تعریف یہ ہے کہ اس کے بعد دنیا کا کوئی حسن متاثر نہیں کرتا۔ یہی الپا کی تعریف ہے۔ اس کے بعد دنیا کی کوئی لڑکی مجھے متاثر نہیں کرسکے گی۔"

الپا اس کے دماغ میں رہ کر سن رہی تھی اور خوش ہورہی تھی۔ پھر وہ خیال خوانی سے چونک گئی۔ جس کے بازوؤں میں رقص کررہی تھی اس نے اچانک دبوچ لیا تھا۔ وہ غصے سے بولی۔ "یہ کیا حرکت ہے۔ چھوڑو مجھے..."

وہ بولا "ابھی تم مسکرا رہی تھیں۔ تمہاری مسکراہٹ نے مجھے حوصلہ دیا ہے۔"

"میں اپنے خیالوں میں مسکرا رہی تھی۔"

یہ کہتے ہی اس نے پارٹنر کے دماغ میں پہنچ کر اسے ہلکا سا جھٹکا پہنچایا۔ اسے اس بات پر غصہ آرہا تھا کہ وہ باتوں میں لگا کر اسے مسلسل سینے سے لگائے ہوئے تھا' الگ نہیں ہورہا تھا۔ دماغ میں زلزلہ پیدا ہوتے ہی وہ چیخ مار کر الگ ہوگیا۔ سب لوگ چونک کر اسے دیکھنے لگے۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر فرش پر گر پڑا تھا۔ کچھ لوگ آکر اسے اٹھا رہے تھے۔ کچھ الپا سے پوچھ رہے تھے "اسے اچانک کیا ہوگیا ہے؟"

وہ انجان بن کر بولی "پتا نہیں' اچھا خاصا نظر آرہا تھا! اچانک ہی چیخ مار کر گر پڑا۔ شاید اسے کسی قسم کا دورہ پڑتا ہے۔"

پارس نے آکر اس کے بازو کو پکڑا پھر اسے کھینچتے ہوئے ایک طرف لے گیا۔ سرگوشی میں بولا "یہ تم نے کیا کیا ہے؟"

وہ اپنا بازو چھڑا کر بولی "جو کیا' وہ کم ہی کیا ہے۔ وہ بڈھا شیطان مجھے سینے سے لگا رہا تھا۔"

"تو کیا ہوا؟ تم گھس نہیں گئی ہو۔"

"تمہیں شرم آنی چاہئے۔ کوئی مجھے سینے سے لگا رہا تھا اور تمہیں شرم نہیں آرہی تھی۔ کیا تم بے غیرت ہو؟"

"بے غیرتی کی سب سے بڑی پہچان یہ ہے کہ آدمی کو خواہ مخواہ غصہ آتا ہے۔"

"یعنی مجھے غصہ آرہا ہے' اس لئے میں بے غیرت ہوں!"

"تم بے غیرت نہیں' مغرور ہو۔ اگر تمہیں ٹیلی پیتھی نہ آتی تو تم اس کا کیا بگاڑ لیتیں؟ کچھ نہیں۔ تمہیں مہذب انداز میں اس سے پیچھا چھڑانا پڑتا یا اپنے مرد پر بھروسا کرنا پڑتا۔ مگر تم نے میرا انتظار نہیں کیا۔"

"میں لعنت بھیجتی ہوں تمہارے جیسے مرد پر۔ خبردار! میرے قریب نہ آنا۔ دور ہوجاؤ میری نظروں سے۔"

وہ غصے سے منہ پھیر کر جنرل کے پاس چلی گئی۔ ایک عورت ایسا سلوک کرے تو مرد کو غصہ آتا ہے۔ مگر وہ پارس کی کون سی سگی تھی کہ اسے تاؤ آتا۔ وہ تو ایک خاص مقصد کے تحت عشق فرما رہا تھا۔ اس نے غصہ کرنا کبھی سیکھا ہی نہیں تھا بلکہ دوسروں کے غصے سے فائدہ اٹھانا سیکھا تھا۔

وہ ایک طرف چلتا ہوا اس میز کے پاس آیا جہاں وہ ریٹائرڈ افسر بیٹھا لوگوں سے کہہ رہا تھا "آپ لوگ ناحق پریشان ہوگئے اور مجھے افسوس ہے' میں آپ کے لئے پریشانی کا باعث بن گیا۔"

ایک نے پوچھا "آپ کو ہوا کیا تھا؟"

"کیا بتاؤں' ایسا کبھی کبھی ہوجاتا ہے۔ میرے دماغ کو عجیب طرح کا شاک پہنچتا ہے اور میں گر پڑتا ہوں۔ پھر جلد ہی ٹھیک ہوجاتا ہوں۔ آپ لوگ دیکھ رہے ہیں' میں بالکل ٹھیک ہوں۔"

پارس سوچ میں پڑگیا۔ وہ ریٹائرڈ افسر غلط بیانی سے لوگوں کو ٹال رہا تھا۔ ایسا تو ہو نہیں سکتا کہ اسے کبھی بھی دماغی شاک پہنچتا ہو۔ اگر ایسا نہیں تھا تو اس نے یقیناً سمجھ لیا ہوگا کہ وہ ٹیلی پیتھی کا کرشمہ تھا۔ اور وہ ٹیلی پیتھی یا تو الپا جانتی ہے یا کوئی جاننے والا اس کے دماغ میں رہتا ہے۔

پارس اس افسر کو پکڑ کر ایک طرف لے جاکر اس کی غلط

itsurdu.blogspot.com
itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

بیانی کی وجہ معلوم کرنا چاہتا تھا لیکن جنرل نے اسے طلب کرکے سخت ناراضگی سے کہا "تم نے مادام الپا سے گستاخی کی ہے۔ کیا اپنی حیثیت بھول گئے ہو؟"

پارس نے کہا "میں نے اپنی حیثیت میں رہ کر مادام کو غلطی کا احساس دلانا چاہا تھا۔ انہوں نے اس ریٹائرڈ افسر کو دماغی جھٹکا پہنچا کر سخت غلطی کی ہے۔ کیا بے موقع خیال خوانی کا اظہار کرنا دانشمندی ہے؟"

"دانشمندی نہیں ہے، پھر بھی تمہیں الپا کے مزاج کا خیال رکھنا چاہئے تھا۔"

"میں اپنوں سے زیادہ دشمنوں کا خیال رکھتا ہوں۔ یہاں کوئی گڑبڑ ہونے والی ہے۔"

"کیا واقعی؟ کیا یہاں دشمن موجود ہیں؟"

"اس ریٹائرڈ افسر کی غلط بیانی سے شبہ ہو رہا ہے۔ وہ کہتا ہے، اسے کبھی کبھی ایسا دماغی شاک پہنچتا ہے۔ آپ ذرا غور کریں، اس نے ٹیلی پیتھی کے عمل کو کیوں چھپایا۔ کیا واقعی وہ دماغی مریض ہے؟"

"نہیں، یہ مریض ہوتا تو فوج میں افسر نہ ہوتا۔ ریٹائر ہونے کے بعد بھی یہ نارمل ہے۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں۔"

پارس نے ہال میں دور تک نظریں دوڑائیں۔ الپا نظر نہیں آئی۔ جنرل نے کہا "میرے ساتھ آؤ۔ میں اس افسر کا محاسبہ کروں گا۔"

"سر! ذرا ایک منٹ۔ میں الپا کو دیکھ کر آتا ہوں۔"

وہ اسے تلاش کرتا ہوا ہال سے باہر آیا۔ الپا غصے میں تھی غصہ اس بات کا تھا کہ پارس نے اسے اپنی چیز سمجھ کر افسر کا گریبان کیوں نہیں پکڑا۔ عورت ایسے ہی مرد کو مرد سمجھتی ہے جو اس کی خاطر اپنے رقیب سے لڑ پڑتا ہے۔ وہ غصے کی حالت میں دوسروں سے مسکرا کر بات نہیں کرسکتی تھی، اس لئے دوسرے کمرے میں چلی گئی تھی۔ وہاں اپنا موڈ ٹھیک کرنا چاہتی تھی۔ لیکن اس کے پیچھے اسے ٹھیک کرنے والے پہنچ گئے۔ وہ دو تھے۔ ایک نے ریوالور کے نشانے پر اسے رکھتے ہوئے کہا "اگر خاموشی سے چلو گی تو زندہ رہو گی۔"

دوسرے نے پوچھا "بولو، زندگی چاہتی ہو یا موت؟"

الپا نے فوراً ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ ریوالور والے کے دماغ میں پہنچنا ہی چاہتی تھی کہ اس نے سانس روک لی۔ الپا نے دوسرے کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ اس نے بھی سانس روک لی۔ دونوں نے ایک دوسرے کو مسکرا کر دیکھا پھر ایک نے کہا "ہمارا خیال درست ہے۔ اس حسینہ کے ساتھ ٹیلی پیتھی کا چکر ہے، اسی لئے اس ملک میں اسے ملکۂ عالیہ کی طرح تعظیم دی جاتی ہے۔"

دوسرے نے کہا "مس الپا! تمہاری ٹیلی پیتھی ہمارے دماغ میں نہیں گھسے گی لیکن ہماری گولی تمہاری کھوپڑی میں گھس جائے گی۔"

"ہم تمہیں پہلی اور آخری بار سمجھاتے ہیں۔ تم یہاں سے تنہا باہر جاؤ گی۔ ہم باڈی گارڈز کے طور پر تمہارے پیچھے ہوں گے۔ ہمارے کوٹ کی جیب میں یہ ریوالور ہوں گے، ان کا رخ تمہاری طرف ہوگا۔ کوئی تمہارے ساتھ آنا چاہے تو تم اس سے کہہ دو گی کہ اپنے دو باڈی گارڈز کے ساتھ ابھی تنہا جانا چاہتی ہو۔"

دوسرے نے کہا "باہر نیلے رنگ کی کار ہے، اس کا نمبر ٹی ایل فوردن فوردن ہے۔ تم اس کی پچھلی سیٹ پر جاکر بیٹھو گی۔"

وہ ریوالور کو دیکھتے ہوئے پریشان ہوکر بولی "تم لوگ کون ہو؟ مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"کوئی سوال نہ کرو، ایک لمحہ ضائع نہ کرو۔ چلو آگے بڑھو، پچھلے دروازے سے نکلو۔"

انہوں نے ریوالور اپنی اپنی جیب میں رکھ لئے۔ جیب میں اٹھی ہوئی نال بتارہی تھیں کہ وہ نشانے پر ہے۔ اسے پہلی بار اپنی کمزوری اور بے بسی کا احساس ہوا۔ ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے کے بعد وہ خود کو شہ زور، ناقابل شکست اور ہر طرح سے محفوظ سمجھتی تھی۔ آج اس کی خوش فہمی ختم ہوگئی تھی۔

وہ آگے آگے چلتی ہوئی پچھلے دروازے سے باہر آئی۔ ایک بار خیال آیا کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے جنرل کو اپنے حالات بتائے پھر عقل آئی کہ ان دو اغوا کرنے والوں کو گھیرا جائے گا تو وہ ناکامی سے پہلے اسے گولی ماردیں گے۔

نیلے رنگ کی کار دور سے نظر آرہی تھی۔ وہ اُدھر بڑھنے لگی۔ اس کے ایک خاص باڈی گارڈ نے سامنے آکر سیلوٹ کیا پھر پوچھا "میڈم! گاڑی لے آؤں؟"

وہ آگے بڑھتے ہوئے بولی "نہیں۔ میں نئے گارڈز کے ساتھ جارہی ہوں۔ ابھی آجاؤں گی۔"

پارس نے دور سے اسے دیکھا۔ چونکہ وہ غصے میں حکم دے چکی تھی کہ نظروں سے دور ہوجاؤ، اس لئے وہ نظروں کے سامنے نہیں آرہا تھا۔ اس نے دیکھا کہ الپا نے اپنے باڈی گارڈ کو رخصت کردیا تھا۔ دو نئے گارڈز اس کے پیچھے چل رہے تھے لیکن وہ گارڈز ہرگز نہیں ہوسکتے تھے کیونکہ ان کے ایک ایک ہاتھ کوٹ کی جیب میں تھے جبکہ گارڈز آگے پیچھے چلتے وقت اپنے دونوں ہاتھ کبھی جیب میں نہیں رکھتے۔

وہ پہلے ہی شبہ میں مبتلا تھا۔ ان پیچھے چلنے والوں کے انداز نے اس کے شبے کو اور تقویت دی تھی۔ ایک نے نیلی کار کا پچھلا دروازہ کھولا تھا۔ دوسرا اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ گیا تھا۔ دروازہ کھولنے والا شخص الپا کے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھ رہا تھا جبکہ الپا کسی گارڈ کے ساتھ نہیں بیٹھتی تھی۔ پارس چاہتا تو بہت پہلے ہی ان کے سامنے دیوار بن جاتا۔ لیکن وہ سمجھ رہا تھا

الپا گن پوائنٹ پر ہے۔ اس کی ذرا سی مداخلت اسے موت کے منہ میں پہنچادے گی۔ شاید اسی لئے اس نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے بھی کسی سے مدد طلب نہیں کی تھی۔

وہ دوڑتا ہوا ایک موٹر سائیکل کے پاس آیا۔ ایک رئیس زادہ اسے اسٹارٹ کررہا تھا۔ اس نے شناختی کارڈ دکھا کر کہا "میں ڈیوٹی پر ہوں اور مجھے گاڑی کی ضرورت ہے۔"

وہ جوان انٹیلی جنس ڈپارٹمنٹ کے ایک افسر کا کارڈ دیکھ کر انکار نہ کرسکا۔ پارس موٹر سائیکل ڈرائیو کرتا ہوا احاطے سے باہر آیا تو وہ نیلی کار مین روڈ پر کافی دور نکل گئی تھی۔ اس نے رفتار بڑھادی۔ ہیڈ لائٹ کو بجھادیا تاکہ تعاقب کا شبہ نہ ہو اور اتنا فاصلہ رکھا کہ کار نظروں میں رہے اور اغوا کرنے والوں کا ٹھکانا معلوم ہوجائے۔

کار شہر کی بھری پری سڑکوں سے گزرتی ہوئی ہائی وے پر آگئی۔ الپا نے پوچھا "اب تو بتادو۔ تم لوگ کون ہو؟ اور مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

اس کے پاس بیٹھے ہوئے شخص نے کہا "یہ ٹیلی پیتھی بری بلا ہے۔ یہ بیماری فرہاد علی تیمور سے شروع ہوئی اور اب ساری دنیا میں پھیل گئی ہے۔ یہ افسوس کا مقام بھی ہے اور خوشی کی بات بھی ہے کہ تمہیں بھی یہ بیماری لگی ہوئی ہے۔"

وہ بولی "مجھے ایسی کوئی بیماری نہیں ہے۔"

"کیا تم نے ہماری آواز سنتے ہی ہمارے دماغوں میں آنے کی حماقت نہیں کی تھی؟"

"تم غلط سمجھ رہے ہو، میں ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہوں۔"

"کیا تم نے بوڑھے ڈانس پارٹنر کو دماغی جھٹکا نہیں پہنچایا تھا؟"

"آں؟" وہ ذرا چونکی۔ اس لمحے میں پارس یاد آیا۔ اس نے ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ کرنے پر اعتراض کیا تھا اور وہ بے غیرتی کے طعنے دے کر اس سے دور ہوگئی تھی۔

پاس بیٹھے ہوئے شخص نے کہا "تمہاری خاموشی بتاچکی ہے کہ تم نے اس بوڑھے کو بہت قریب آنے کی سزا دی تھی۔"

"نہیں۔ میں کچھ اور سوچ رہی تھی۔ میں کہہ چکی ہوں، میں ٹیلی پیتھی کے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔"

"تم سچ کہہ رہی ہو؟"

"ہاں۔ یقین کرو، سچ کہہ رہی ہوں۔"

"تو پھر اپنے دماغ کے دروازے کھلے رکھو۔ تمہارے دماغ میں کوئی آرہا ہے۔"

اس نے گھبرا کر پوچھا "کون آرہا ہے؟"

"جب وہ آئے گا تو تمہیں معلوم ہوجائے گا۔"

"نن... نہیں۔ میں کسی کو دماغ میں آنے نہیں دوں گی۔"

"انکار کررہی ہو۔ یہ بھی سمجھ رہی ہو کہ جبراً آنے والے کس طرح آتے ہیں۔ دیکھو، یہ ایک کیپسول ہے۔"

اس نے جیب سے ایک کیپسول پھر انجکشن کی سرنج نکالی اور کہا "یہ کیپسول نگل لوگی تو اعصابی کمزوری میں مبتلا ہوجاؤ گی۔ پانی کے بغیر کیپسول نگلنے میں تکلیف ہوگی، اس لئے انجکشن لگواکر دماغ کے دروازے کھول سکتی ہو۔ یا پھر..."

اس نے بات ادھوری چھوڑ کر ایک چاقو نکالا، ایک بٹن دبا کر اسے کھولا، پھر کہا "اس سے زخم لگاؤں گا تو کام آسان ہوجائے گا۔"

وہ سہم کر چیختی ہوئی بولی "نہیں۔ مجھ پر ظلم نہ کرو۔ میں سانس نہیں روکوں گی۔ آنے والے کو آنے دوں گی۔ ویسے دماغ میں آنا کیا ضروری ہے، مجھ سے جو پوچھوگے صحیح جواب دوں گی۔ کچھ نہیں چھپاؤں گی۔"

"زیادہ نہ بولو۔ وہ آرہا ہے۔ سانس روکوگی تو چاقو سے زخم لگیں گے۔"

دوسرے ہی لمحے میں اس نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ وہ سوچ کے ذریعے بولی "میں تمہیں محسوس کررہی ہوں، تم کون ہو؟"

جواب میں خاموشی رہی۔ وہ التجا کرنے لگی "پلیز مجھ سے باتیں کرو۔ مجھ سے دوستی کرو۔ ہم دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک دوسرے کے بہترین دوست ثابت ہوسکتے ہیں۔"

اس کے اندر خاموشی تھی مگر کوئی موجود تھا، اس کے چور خیالات پڑھ رہا تھا اور وہ اضطراب میں مبتلا ہوگئی تھی۔ بہت سی اہم باتوں کو چھپانے کی کوشش کررہی تھی اور یہ بھی سمجھ رہی تھی کہ دشمن خیال خوانی کرنے والے دماغ کے تہ خانے میں پہنچ کر کوئی راز رہنے نہیں دیتے۔ بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی بات معلوم کرلیتے ہیں۔

کار میں خاموشی رہی۔ وہ بے چینی میں مبتلا رہی۔ سفر طویل ہورہا تھا۔ وہ تل ابیب سے بہت دور نکل آئے تھے۔ حیفہ کے قریب سے بھی گزر گئے تھے۔ گاڑی کا رخ بتارہا تھا کہ وہ لبنان یا دمشق کی طرف جارہے ہیں اور دونوں سرحدیں وہاں سے کچھ زیادہ دور نہیں تھیں۔ وہ رونے کے انداز میں بولی۔ "میں تجسس کے مارے مرجاؤں گی۔ کچھ تو بولو۔ کب تک میرے خیالات پڑھتے رہوگے؟"

بڑی دیر بعد دماغ کے اندر ایک مرد کا لہجہ سنائی دیا۔ وہ کہہ رہا تھا "ہیلو الپا! تم نے تھوڑی دیر پہلے دوستی کی پیشکش کی تھی اور درست کہا تھا کہ دو ٹیلی پیتھی جاننے والے آپس میں بہترین دوست ثابت ہوسکتے ہیں۔"

"تم کون ہو؟"

"دوست ہوں۔"

"میں کیسے یقین کروں؟"

"یہ تو [illegible] کا ثبوت ہے کہ تم ابھی تک زندہ اور آئندہ

itsurdu.blogspot.com
itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

بھی میری طرف سے زندہ رہوگی۔ میں نے اور میرے ماتحتوں نے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا ہے۔ تمہارے بدن پر ہلکی سے خراش بھی نہیں آئی ہے۔ میں نے تمہارے دماغ سے ٹیلی پیتھی کے علم کو ختم نہیں کیا ہے جبکہ یہ آسانی کر سکتا ہوں۔ اور دوستی کا یقین کیسے کروگی ؟"

"فرہاد نے بھی شیبا کے ساتھ ایسی ہی مہربانیاں کی تھیں اور دوستی کے نام پر اسے کنیز بنالیا تھا پھر اسے ہمارے ملک اور ہماری قوم کے خلاف استعمال کرتا رہا تھا۔"

"فرہاد مرد کا ہے اور میں ایسا نہیں ہوں۔ تم آزاد رہوگی۔ اپنے ملک اور قوم کے لئے کام کرتی رہوگی۔ ہم دوست رہیں گے لیکن ایک دوسرے کے ملکی معاملات میں مداخلت نہیں کریں گے۔"

"تمہاری یہ بات دل کو لگتی ہے۔ اس طرح ہم سچائی اور نیک نیتی سے ایک دوسرے کے کام آسکتے ہیں۔ اب تو اپنے متعلق بتا سکتے ہو؟"

"میرا نام پاسکل بوبا ہے۔"

"اچھا تو میں ماسک مین کی قیدی ہوں۔"

"دوست بننے کے بعد خود کو قیدی نہ کہو۔"

"تو پھر مجھے جبراً کہاں لے جا رہے ہو؟"

"ابھی دوستی کی ابتدا ہوئی ہے۔ اعتماد قائم ہوتے ہی جبر ختم ہوجائے گا۔"

"اعتماد کیسے قائم ہوگا؟"

"ابھی تھوڑی دیر میں ہوگا۔ دیکھو' سرحدی چوکی آرہی ہے۔ یہاں میرے آدمیوں کو روکا جائے گا۔ میں خیال خوانی کے ذریعے چوکی کے انچارج کے دماغ پر قبضہ جماؤں گا۔ تم دوسرے افسر کے دماغ میں رہوگی تو ہم آسانی سے سرحد پار کرلیں گے۔"

"مجھے سرحد پار کیوں لے جا رہے ہو؟ ہماری دوستی یہاں بھی ہو سکتی ہے۔"

"دوستی ایسے ملک میں ہوگی جو نہ میرا ہو' نہ تمہارا ہو۔ دیکھو' چوکی سے رکنے کا سگنل مل رہا ہے۔ زندہ رہنے کے لئے عقلمندی کا ثبوت دو۔"

اسے سب سے زیادہ اپنی زندگی سے محبت تھی اور عقلمندی کا تقاضا تھا کہ وہ اغوا کرنے والے کے احکامات کی تعمیل کرتی رہے۔ اسے یاد تھا کہ پاس بیٹھے ہوئے شخص کی جیب میں ریوالور ہے۔

چوکی کے پھاٹک کے قریب گاڑی روک دی گئی۔ ایک مسلح فوجی نے آکر پوچھا "کون ہو؟ کہاں جا رہے ہو؟ باہر آؤ۔"

یہ کہتے ہی وہ جواب سنے بغیر پلٹ گیا کیونکہ جواب دینے والے نے اس کے دماغ پر قبضہ جمالیا تھا۔ وہ وہاں سے چلتا ہوا اعلیٰ افسر کے پاس جاکر بولا "سر! گاڑی میں اہم شخصیات ہیں۔ آپ سے گفتگو ہوگی۔"

اعلیٰ افسر نے گاڑی کے قریب آکر کہا "آپ لوگ باہر آئیں۔"

اس کی زبان کھلتے ہی دماغ میں جگہ بنالی گئی۔ اتنی دیر میں دوسرے افسر نے آکر پوچھا "کیا بات ہے؟"

الپا نے اس کے دماغ پر قبضہ جمالیا۔ دونوں افسران نے حکم دیا "گاڑی کو جانے دو۔"

پھاٹک کھول دیا گیا۔ گاڑی آگے بڑھتی ہوئی مسلح فوجیوں کے درمیان سے گزر گئی۔ آگے لبنان کے فوجیوں کو راستہ روکنا تھا لیکن برسوں سے لبنان کی خانہ جنگی نے سرحدی چوکیوں کو کمزور بنادیا تھا۔ وہ سرحدیں اب ہتھیاروں کی اسمگلنگ کے لئے کھلا دروازہ بن گئی تھیں۔

ان کی گاڑی بیروت کی طرف جانے لگی۔ الپا نے کہا۔ "میں اپنے ملک سے نکل آئی ہوں۔ اب بتاؤ' کیا چاہتے ہو؟"

"آج سب سے زیادہ اہمیت سپر ماسٹر کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ہے۔ سونیا اپنی ٹیم کے ساتھ انہیں شکار کرنے کے لئے وہاں موجود ہے۔ تم بھی شکار کھیل رہی ہو۔ اور بڑی چالاکی سے جے مورگن کو اسرائیل پہنچا دیا ہے۔ ہم بھی شکار کھیل رہے ہیں۔ مجھے تمہاری صورت میں کامیابی حاصل ہورہی ہے۔"

"یعنی تم مجھے شکار کرکے لے جا رہے ہو؟"

"مجھے غلط نہ سمجھو۔ میں کہہ چکا ہوں' تم قیدی نہیں ہو یہاں سے واپس جاکر اپنے ملک میں رہوگی۔ ہم دشمن نہیں' دوست بن کر رہیں گے۔"

"آخر اپنا مقصد تو بتاؤ۔"

"میں تمہارے ساتھ شکار کھیلنا چاہتا ہوں۔ سونیا اور اس کے ساتھیوں نے زبردست جال پھیلا رکھا ہے۔ سنا ہے وہ تین یا چار خیال خوانی کرنے والوں کو اغوا کرچکی ہے۔ یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ اگر ہم دونوں متحد ہوکر کام کریں گے تو کامیابی ہمارے حصے میں بھی آئے گی۔ تم نے ایک جے مورگن کو حاصل کیا ہے۔ ہماری مشترکہ جدوجہد سے اب جو حاصل ہوگا اسے میں ماسک مین کے پاس لے جاؤں گا۔ یعنی ایک شکار میں لے جاؤں گا' دوسرا شکار تم لے جاؤگی۔ یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہے گا تو ہماری دوستی بھی مستحکم ہوتی رہے گی۔"

"ہاں۔ ایک سے بھلے دو ہوتے ہیں۔ سونیا سے شکار چھیننے کے لئے ہمارا متحد ہونا لازمی ہے۔"

ادھر پارس بڑی کامیابی سے تعاقب کرتا آرہا تھا۔ سرحدی چوکی میں اسے بھی روکا گیا۔ اس نے اپنا شناختی کارڈ پیش کیا۔ ٹرانسمٹر کے ذریعے جنرل سے رابطہ قائم کرکے بولا "دشمن الپا کو اغوا کرکے سرحد پار لے گئے ہیں۔ میں ان کا تعاقب کر رہا ہوں۔ میرے پاس اتنا وقت نہیں تھا اور اطلاع دینے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ اب بھی وہ گاڑی آگے نکلی جارہی ہے۔ آپ میری تدبیر پر فوراً عمل کریں۔ جے مورگن سے کہیں کہ الپا کے دماغ میں چپ چاپ موجود رہے اور مجھے اس کے حالات سے اور اس کے گزرنے والے راستوں سے باخبر رکھے۔ باقی باتیں بعد میں ہوں گی۔"

وہ موٹر سائیکل اسٹارٹ کرکے پھر تیزی سے چل پڑا۔

تھوڑی دیر بعد دماغ پر دستک ہوئی۔ جے مورگن نے کوڈ ورڈز ادا کرتے ہوئے کہا "مس الپا شاید مجھے دماغ میں نہ آنے دیتیں کیونکہ انہوں نے آج تک مجھ سے کوئی کوڈ ورڈ مقرر نہیں کیا ہے لیکن مجھے اس لئے دماغ میں جگہ مل گئی کہ وہاں پہلے سے کوئی موجود ہے۔ الپا کی سوچ نے بتایا ہے کہ اس کے پاس بیٹھے ہوئے شخص کے پاس ریوالور ہے۔ وہ کسی بھی مداخلت پر الپا کو گولی مار سکتا ہے۔"

پارس نے پوچھا "وہ کس راستے پر ہیں؟"

"بیروت کی طرف جا رہے ہیں۔"

"تم الپا کے پاس رہو اس کے دماغ میں کون ہے' معلوم کرو اور میرے پاس آتے رہو۔"

جے مورگن پھر الپا کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت پاسکل بوبا اس کے دماغ میں کہہ رہا تھا "تم نے جے مورگن کو حاصل کیا ہے۔ آئندہ ہماری مشترکہ جدوجہد سے جو حاصل ہوگا' اسے میں ماسک مین کے پاس لے جاؤں گا۔"

اس کی باتوں سے ظاہر ہوا کہ سپر ماسٹر کے خیال خوانی کرنے والوں کو شکار کیا جارہا ہے اور ان شکار کئے جانے والوں میں خود جے مورگن ایک شکار ہے۔ تب اس کے اندر سوال پیدا ہوا' کیا وہ امریکا سے یہاں لایا گیا ہے؟ اسرائیل سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے؟ یہ انکشاف اسے پریشان کر رہا تھا۔

وہ الپا کے دماغ میں رہ کر اس کے چور خیالات پڑھنے لگا۔ یہ اچھا موقع تھا۔ پاسکل بوبا کی موجودگی نے اس کے لئے معلومات کا راستہ ہموار کردیا تھا۔ ذرا سی دیر میں پتا چل گیا کہ وہ یہودی نہیں' عیسائی ہے۔ امریکی ہے۔ اس نے ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا تھا۔ الپا اسے محبت کے جال میں پھانس کر تل ابیب لے آئی۔ یہاں اس پر تنویمی عمل کرکے اسے اپنا معمول بنالیا۔ اس کے ماضی کی تمام باتیں فراموش کرکے اسے یہودی بنادیا ہے۔

اس زبردست انکشاف نے اسے ہلا کر رکھ دیا۔ وہ سوچنے لگا' ایسی صورت میں کیا کرنا چاہئے؟

جو بات فوری طور پر دماغ میں آئی' وہ یہ تھی کہ جو اس کے ساتھ بڑا دھوکا کررہی تھی۔ اس کے ساتھ بھی دھوکا ہی کرنا چاہئے۔ الپا کے تنویمی عمل سے نجات حاصل کرنے کے لئے اسے اس طرح تباہ کرنا چاہئے کہ وہ پھر اس کے دماغ میں مالک بن کر نہ آسکے۔

اس وقت پاسکل بوبا کہہ رہا تھا "مس الپا! یہ تو طے ہوگیا کہ ہم متحد ہوکر سپر ماسٹر کے خیال خوانی کرنے والوں کو شکار کریں گے۔ فرض کرو' اگر میں تمہیں اغوا نہ کرتا اور اس طرح بے بس نہ کرتا تو کیا تم مجھ سے دوستی کرتیں؟ کیا اس بات پر راضی ہوجاتیں کہ ایک شکار میں لے جاؤں اور ایک تم لے جایا کرو؟"

"ہاں' ضرور راضی ہوجاتی۔"

"سوچ سمجھ کر جواب دو۔ جب تم تنہا ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اغوا کرسکتی ہو اور انہیں اپنے ملک کے مفاد میں استعمال کرسکتی ہو تو پھر میرے ملک کو فائدہ پہنچانے کے لئے اپنے پاس آنے والے شکار کو میرے حوالے کیوں کروگی؟ کیا تم یہودیوں نے کبھی گھاٹے کا سودا کیا ہے؟"

وہ ذرا ہچکچائی پھر بولی "تم منفی ارادوں کی بات چھیڑ رہے ہو دوستی ہوگئی ہے تو دشمنی کی بات نہ کرو۔"

"چلو دوستی کی بات کرتا ہوں۔ ہماری زبانی معاہدے کے مطابق ایک شکار میرا' ایک شکار تمہارا۔ اس حساب سے جے مورگن شکار ہوکر تمہارے ملک میں آگیا ہے۔ سپر ماسٹر سے جو دوسرا شکار تمہارے ملک نے حاصل کیا ہے وہ تم ہو لہٰذا معاہدے کی رُو سے تمہیں ہمارے پاس رہنا چاہئے۔"

وہ چونک کر بولی "یہ کیا کہہ رہے ہو۔ میں اپنے ملک کی وفادار ہوں۔"

"ٹھیک ہے' تم اپنے ملک میں رہو۔ جے مورگن کو ہمارے حوالے کردو۔"

"جے مورگن ہمارے معاہدے سے پہلے آیا ہے۔ معاہدے کے بعد والا شکار تمہارا ہوگا۔"

"یہ بھی منظور ہے۔ جے مورگن کو ضمانت کے طور پر ہمارے پاس چھوڑ دو۔ جب نیا شکار مجھے ملے گا تو میں مورگن کو واپس کردوں گا۔"

"تم بہت چالاک بن رہے ہو۔ ایک تو مجھے اغوا کرلیا' دوسرے میرے ذریعے مورگن کو بھی اپنے پاس لانا چاہتے ہو تم میری مجبوریوں سے کھیل رہے ہو۔"

وہ کار ایک جگہ رک گئی۔ الپا نے دیکھا' رات کی تاریکی میں دو منزلہ مکان نظر آرہا تھا۔ مکان کے اندر ہلکی سی روشنی تھی۔ دو مسلح شخص دروازہ کھول کر باہر آئے۔ ایک نے آگے بڑھ کر پچھلا دروازہ کھولا۔ پھر الپا کو کھینچ کر باہر نکالا۔ وہ تکلیف سے چیختی ہوئی بولی "چھوڑو مجھے۔ مسٹر بوبا! اپنے آدمیوں سے کہو' انسان کی طرح پیش آئیں۔"

"تم سے انسانوں جیسا سلوک کیا جائے گا اور دوستی بھی ہوجائے گی لیکن تم پر تنویمی عمل کرنے کے بعد۔"

وہ گھبرا کر بولی "نہیں۔ میں تنویمی عمل نہیں کرنے دوں گی جب تمہیں یہ کرنا ہی تھا تو تمام راستے اتنی لمبی باتیں [illegible]

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کررہے تھے؟"

"اس لئے کہ میں مسلسل تمہارے دماغ میں رہوں اور تمہیں اپنے کسی آدمی سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ قائم کرنے کا موقع نہ دوں مگر تم تھوڑی سمجھدار ہو۔ تم نے زندہ رہنے کے لئے ایسی حماقت نہیں کی۔"

دو افراد اسے پکڑ کر مکان کے اندر لے جارہے تھے اور کار میں آنے والے اس کے پیچھے چل رہے تھے۔ پاسکل بوبا اس کے دماغ میں کہہ رہا تھا "بس تم اپنی جان بچانے کی حد تک سمجھ دار ہو' ورنہ تھوڑی عقل استعمال کرکے یہ تو سوچ سکتی تھیں کہ بازی میرے ہاتھ میں ہے۔ مجھے متحد ہو کر شکار کھیلنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ میں تمہیں تنویمی عمل کے ذریعے اپنی معمولہ اور اپنی تابع دار بنا کر تم سے ہر طرح کا کام لیا کروں گا۔ تم نے جے مورگن پر تنویمی عمل کیا ہے۔ تمہارے ذریعے وہ بھی ہماری مٹھی میں رہے گا۔"

"تم ذلیل ہو' کمینے ہو! میں خود پر تنویمی عمل نہیں ہونے دوں گی۔"

جے مورگن یہ سارا تماشا دیکھ رہا تھا۔ پہلے اس نے سوچا تھا' الپا سے انتقام لے۔ پھر اس نے سنا کہ اس مکار حسینہ پر بھی تنویمی عمل کیا جائے گا۔ یہ اس کے لئے بہترین موقع تھا! اس نے طے کرلیا کہ پاسکل بوبا کے تنویمی عمل کے دوران الپا کے اندر موجود رہے گا اور اس کے عمل کو ناکام بنا تا رہے گا۔ جب وہ مطمئن ہو کر چلا جائے گا تو خود الپا پر تنویمی عمل کرے گا اور اسے اپنی معمولہ بنالے گا۔"

وہ لوگ الپا کو ایک کمرے میں لے آئے تھے۔ اسے ایک بستر پر جبراً لٹا رہے تھے۔ ایک شخص سرنج میں دوا بھر رہا تھا۔ وہ چیخ رہی تھی "مجھے چھوڑ دو۔ میرے دماغ کو کمزور نہ بناؤ۔ میں تمہاری ہر بات مان لوں گی۔ مجھے اپنی معمولہ نہ بناؤ ...!!"

ایک شخص نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ دو آدمیوں نے اسے بری طرح جکڑ لیا۔ چوتھے شخص نے اس کے بازو میں انجکشن لگادیا۔ اتنے لوگوں کی گرفت میں اسے ہار ماننی پڑی۔

دوسرے ہی لمحے میں اس کا دل ڈوبنے لگا۔ بہت کمزوری محسوس ہونے لگی۔ اس نے سمجھ لیا کہ اس کی عزت' وقار' رعب اور دبدبے والی زندگی گزر چکی ہے۔ اب اس لمحے سے ذلت بھری غلامانہ زندگی شروع ہو رہی ہے۔

سب اسے چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ وہ تنہا بستر پر پڑی چھت کو تک رہی تھی۔ اس میں اتنی سکت نہیں تھی کہ وہ بستر سے اٹھ کر کمرے سے باہر جاتی۔ اسے اپنی بے بسی پر رونا آرہا تھا۔ ٹیلی پیتھی جیسا خطرناک ہتھیار رکھ کر وہ اپنے لوگوں کو مدد کے لئے نہیں بلاسکتی تھی۔ اب دماغی اور جسمانی کمزوری میں مبتلا ہونے کے بعد خیال خوانی نہیں کرسکتی تھی۔ اگر اپنے غصے پر قابو پالیتی' پارس کو نظروں سے دور ہونے کے لئے نہ کہتی تو کم از کم وہ اس کی مدد کے لئے قریب رہتا۔ ایسی کمزوری کے دوران اس نے سوچا' کیا پارس قریب ہوتا تو اسے اس مصیبت سے بچالیتا؟

دل نے کہا "ہاں' بچالیتا۔ وہ بہت چالاک اور حاضر دماغ ہے۔ میرے بچاؤ کی کوئی تدبیر کرلیتا۔ آہ! کاش اسے میری خبر ہوتی ..."

وہ خبر رکھنے والا پہنچ گیا تھا۔ اس نے مکان سے دور ہی موٹر سائیکل چھوڑ دی تھی۔ جے مورگن دوبارہ اس کے دماغ میں نہیں آیا۔ پارس نے مکان کے سامنے نیلی کار کو دیکھ کر منزل کا پتا لگایا تھا۔ اس نے دبے قدموں قریب آکر مکان کے چاروں طرف ایک چکر لگایا۔ سامنے اوپری منزل کے برآمدے میں ایک گن مین بیٹھا ہوا دکھائی دیا۔ وہ معلوم کرنا چاہتا تھا' مکان میں کتنے افراد ہیں۔ اسے حیرانی تھی کہ جے مورگن پلٹ کر کیوں نہیں آیا۔ اس کے ذریعے مکان کے اندر کی باتیں معلوم ہوسکتی تھیں۔

وہ محض حیران تھا۔ پریشان نہیں تھا کیونکہ ٹیلی پیتھی پر تکیہ نہیں کرتا تھا۔ وہ تھوڑی دیر تک مکان کے باہر تاریکی میں کھڑا رہا۔ ایک گن مین نچلی منزل کا دروازہ کھول کر باہر آیا۔ برآمدے میں ایک سرے سے دوسرے تک چلنے لگا۔ وہ ڈیوٹی کے طور پر باہر ایک نظر ڈالنے آیا تھا۔ پارس نے ایک بڑا سا پتھر اٹھا کر ایک جگہ اندھیرے میں پھینکا۔ دھپ کی آواز پر گن مین نے چونک کر آواز کی طرف دیکھا۔ پھر گن سیدھی کرتے ہوئے کڑک کر بولا "ہواز دیئر؟"

اوپر بیٹھے ہوئے گن مین نے بھی ریلنگ پر جھکتے ہوئے کہا "میں نے بھی آواز سنی ہے۔"

ٹھیک اسی وقت پارس نے دوسرے پتھر سے اوپر والے کے سر کا نشانہ لیا۔ نشانہ پکا تھا۔ پتھر آکر ہتھوڑے کی طرح سر پر لگا۔ وہ ریلنگ پر جھکا ہوا تھا۔ مزید جھکتا ہوا نیچے آکر دھپ سے گر پڑا۔ نیچے والے نے سمجھا' اوپر کسی نے اس کے ساتھی پر حملہ کیا ہے۔ وہ گن کا رخ اوپری منزل کی طرف کرکے فائر کرنے لگا' اس نے مسلسل چار گولیاں چلائیں۔ پانچویں کے وقت اس کی گردن پر کراٹے کا ہاتھ پڑا۔ ہاتھ فولادی تھا۔ گن چھوٹ گئی۔ دوسرے ہاتھ میں قدم زمین سے چھوٹ گئے۔ اتنی دیر میں اندر سے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں آنے لگیں۔ کوئی پوچھ رہا تھا "کیا بات ہے والٹر؟ کس پر گولی چلا رہے ہو؟"

پارس نے مار کھا کر گرنے والے کی گردن دبوچ لی تھی۔ اسے گن کے نشانے پر رکھ کر کہہ رہا تھا "اپنے ساتھیوں سے بولو' ایک اجنبی کو زخمی کیا ہے۔ وہ باہر آکر اسے دیکھ لیں؛"

اس نے یہی بات دہرائی۔ اپنے ساتھیوں کو باہر آنے کے لئے کہا لیکن کوئی نہیں آیا۔ پارس نے کہا "میں سمجھ گیا۔ ابھی تمہارا خیال خوانی کرنے والا تمہارے دماغ میں تھا۔ اس نے اندر جاکر باقی لوگوں کو خطرے سے آگاہ کردیا ہے۔"

اس نے بات ختم کرتے ہی سانس روک لی۔ کوئی دماغ میں آنا چاہتا تھا۔ اگر وہ جے مورگن ہوتا تب بھی پارس اسے آنے کی اجازت نہ دیتا۔ ایسے وقت دوسرا دشمن فائدہ اٹھا کر دماغ میں زلزلہ پیدا کرسکتا تھا۔

پارس کے حساب سے ابھی دماغ میں آنے والا ناکام ہو کر اندر گیا ہوگا۔ اس نے باہر کی پوزیشن معلوم کی ہوگی اور اس کے مطابق اپنے آدمیوں سے اس پر فائرنگ کرائے گا۔ اس نے اپنے شکاری کی گردن دبوچ کر پوچھا "جلدی بتاؤ' اندر کتنے آدمی ہیں۔ دیر کروگے تو گولی ماردوں گا۔ بتاؤ؟"

اس نے کہا "دو ہیں۔"

اس کے ساتھ ہی دو مختلف کھڑکیوں سے فائرنگ ہوئی۔ پارس زمین پر گر پڑا تھا۔ وہیں سے ایک کھڑکی کی طرف گولی چلائی۔ اندر سے ایک چیخ سنائی دی پھر خاموشی چھاگئی۔ اس نے زمین سے اٹھ کر اپنے شکار کو ایک جھٹکے سے اٹھایا پھر اسے دھکے دیتا ہوا برآمدے میں لے آیا۔ اندر سے آواز آئی "ہم بے شمار ہیں' تم اکیلے ہو۔ اپنی سلامتی چاہتے ہو تو بھاگ جاؤ۔"

پارس شکار کو لے کر دروازے پر آگیا پھر اسے زور کا دھکا دیا۔ وہ دروازے سے ٹکرا کر اسے کھولتا ہوا اندر گیا۔ اندر سے تڑاتڑ فائرنگ ہوئی۔ بے چارہ شکار زد میں آگیا۔ گولیاں کھا کر چیختا ہوا گرا۔ فائر کرنے والے نے بوکھلا کر فائرنگ بند کردی۔ دوسرے ہی لمحے پارس نے کھلے ہوئے دروازے پر آکر اس آخری چوتھے شخص کو گولی مار دی۔

قصہ تمام ہوگیا۔ ایک دم سے سناٹا چھاگیا۔ شکار کے بیان کے مطابق اندر دو تھے۔ وہ دونوں ختم ہوگئے تھے۔ پھر بھی پارس محتاط رہا۔ پوزیشن بدل کر تھوڑی دیر تک کھڑا رہا۔ پھر اندر آیا۔ محتاط رہ کر چلتا ہوا ایک کمرے میں پہنچا۔ وہاں الپا بستر پر پڑی ہوئی تھی۔

وہ پارس کو دیکھتے ہی خوشی سے کھل گئی۔ بستر پر آہستہ آہستہ اٹھ کر بیٹھتے ہوئے بولی "اوہ گاڈ! میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تم میری مدد کے لئے یہاں تک چلے آؤگے۔ پارس مجھے بچاؤ! مجھے اس ظالم سے ..."

اس کی بات ادھوری رہ گئی۔ پھر اس کی آواز بدل گئی۔ پاسکل بوبا اس کی زبان سے کہہ رہا تھا "میں اسرائیلی استادوں کو داد دیتا ہوں کہ انہوں نے تمہیں پارس کی طرح دلیر اور حاضر دماغ بنایا ہے۔ ویسے ہر طرح مکمل ہونے کے باوجود تم ڈمی ہو' ڈمی رہوگے! تمہیں اسرائیلی حکام کیا دیتے ہیں؟ مجھ سے سودا کرو۔ ماسک مین تمہیں سر آنکھوں پر بٹھائے گا۔ تمہاری ہر ضرورت پوری کرے گا' تمہیں شہزادے کی طرح رکھے گا۔"

"یہی سودا میں تم سے کرتا ہوں۔ بولو' اپنے ماسک مین سے غداری کرنے کا معاوضہ کیا لوگے؟"

"میں غدار نہیں ہوں۔"

"تو دوسرے کی وفاداری کیوں خرید رہے ہو؟ کیا میں غدار بن جاؤں گا؟"

"نہیں بنوگے تو الپا زندہ نہیں ملے گی۔"

وہ باتوں کے دوران اس میز کے پاس آگیا تھا جہاں دوائیں رکھی ہوئی تھیں۔ وہیں سے ایک سرنج میں دوا لاکر الپا کی رگوں میں پہنچائی گئی تھی۔

الپا کی آواز سنائی دی "تم مجھ سے منہ پھیر کر کیوں کھڑے ہو؟ پاسکل بوبا کی بات مان لو۔ مجھے بچالو۔"

اس نے کہا "یہ تم نہیں کہہ رہی ہو' وہ تمہیں کہنے پر مجبور کررہا ہے۔"

"میں قسم کھا کر کہتی ہوں۔ یہ میرا فیصلہ ہے۔ میں زندہ رہنا چاہتی ہوں۔ میں حرام موت مرنا نہیں چاہتی۔"

وہ قریب آتے ہوئے بولا "کیا تم اپنی جان بچانے کے لئے اپنے ملک اور قوم سے غداری کروگی؟"

"پارس! جان ہے تو جہان ہے۔ تم مجھ سے سچی محبت کرتے ہو تو پاسکل بوبا کی بات مان لو۔ تمہیں میری قسم ہے۔"

پارس دونوں ہاتھ پیچھے رکھے ہوئے تھا۔ اس کے ہاتھ میں سرنج تھی۔ اس نے اچانک ہی اس کی سوئی الپا کے بازو میں پیوست کردی۔ اس کی دوا اس کے اندر انجکٹ کرتے ہوئے کہا "پاسکل بوبا! ٹیلی پیتھی سیکھ لینے سے عقل نہیں آجاتی۔ تم اسے نقصان نہیں پہنچا سکوگے۔ دیکھو! تمہاری سوچ کی لہریں اس کے بیہوش دماغ سے نکل رہی ہیں۔"

وہ بیہوش ہوگئی۔ ایسی حالت میں سوچ کی لہریں ناکام رہتی ہیں۔ پارس نے اچانک سانس روک لی۔ پاسکل بوبا جھنجھلا کر اس کے پاس آیا تھا' پھر ناکام ہو کر چلا گیا۔ وہ اتنی محنت سے حاصل ہونے والی الپا کو چھوڑ نہیں سکتا تھا۔ اسرائیلی سرحد سے اسے باہر لے آیا تھا۔ صرف ایک پارس سے ٹکرا کر اسے حاصل کرنا رہ گیا تھا اور اس کے لئے وہ جی جان کی بازی لگا سکتا تھا۔

پارس نے اسے اٹھا کر کاندھے پر لاد لیا۔ وہاں سے چلتا ہوا باہر آیا۔ نیلی کار کا پچھلا دروازہ کھول کر وہاں الپا کو لٹادیا۔ گاڑی کا ایندھن چیک کیا۔ وہ کبھی ہتھیار رکھنے کا عادی نہیں تھا لیکن موجودہ حالات کے پیش نظر ایک ریوالور' ایک رائفل اور کارتوس کا کچھ ذخیرہ رکھ لیا۔ لبنان کے شہروں اور گلی کوچوں میں کسی وقت بھی گولیاں چلنے لگتی تھیں۔ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ پہلے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

گولیاں چلتی تھیں پھر مرنے والوں کو دیکھ کر ان کی ذات اور دشمن کی پہچان کی جاتی تھی۔ ایسے مقامات سے الپا کو لے جانے کے لئے ہتھیار لازمی تھے۔

اسرائیل واپس جانے کا راستہ آسان ہو سکتا تھا۔ لیکن وہ اب اسرائیل کیوں جاتا؟ اپنی ماں کی قبر پر حاضری دے چکا تھا۔ وہاں اب اس کے لئے کیا رکھا تھا؟ اگر الپا میں کچھ رکھا تھا تو وہ ساتھ ہی تھی۔ سلطانہ اسے معمولہ بنا چکی تھی۔ وہ ملک شام کی طرف جا رہا تھا۔ وہاں سے ترکی اور ترکی سے فرانس جا سکتا تھا۔ فی الحال خشکی کا یہی راستہ ذہن میں تھا۔ جو بہت ہی طویل اور دشوار گزار تھا۔ دشمن قدم قدم پر دشواریاں پیدا کر سکتے تھے۔

وہ اپنے لئے نہیں 'الپا کے لئے مجھ سے رابطہ کرنا چاہتا تھا۔ بیروت کی سڑکوں پر کار ڈرائیو کرتا ہوا سوچ رہا تھا "خشکی کا سفر مشکلات پیدا کرے گا۔ کسی طرح بابا سے رابطہ قائم کرنا ہی ہوگا الپا کو بے ہوش کر کے عارضی طور پر اسے دشمن سے بچالیا ہے لیکن وہ ہوش میں آئے گی تو پاسکل بوبا پھر اس کے دماغ میں آ کر اس کی سانس روک کر اسے ہلاک کر سکتا ہے۔"

وہ ایک ٹیلیگراف اور پوسٹ آفس کی عمارت کے سامنے آیا۔ اس کے بورڈ پر لکھا ہوا تھا کہ وہ پوسٹ آفس دن رات کھلا رہتا ہے لیکن وہ بند تھا۔ کتنی ہی عمارتوں کی دیواریں اور دروازے وغیرہ گولہ بارود کے دھماکوں سے ٹوٹے ہوئے تھے۔ شہر میں قبرستان جیسا سناٹا چھایا ہوا تھا۔ ان حالات میں رات کے پچھلے پہر پوسٹ آفس اور اسپتال کے دروازے بھی بند ہو جاتے تھے۔

وہ کار ڈرائیو کرتا ہوا ایک رہائشی علاقے میں آیا۔ وہاں تمام بنگلے تاریکی میں ڈوبے ہوئے تھے۔ اس نے ایک جگہ گاڑی روک دی۔ انجن بند کر کے باہر آیا۔ سامنے ایک بنگلے میں تاریکی اور خاموشی تھی۔ شام ہوتے ہی لوگ اپنے گھروں میں اندھیرا کر دیتے تھے تاکہ مخالف گروہ کے لوگ یہ سمجھ کر خوفزدہ رہیں کہ تاریک مکان میں موت ان کا انتظار کر رہی ہے۔

وہ احاطے کی دیوار پھاند کر اندر آیا پھر لان کی گھاس پر چاروں ہاتھ پاؤں سے رینگتے ہوئے بنگلے کے ایک طرف آیا پھر کھڑکی سے جھانک کر دیکھنے لگا۔ اندر موم بتی جل رہی تھی۔ کھڑکی کے شیشے سے آدھا کمرا دکھائی دے رہا تھا۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔ باقی آدھے کمرے میں کوئی ہو سکتا تھا۔ اس نے کھڑکی سے ہٹ کر دیکھا' ایک طرف روشندان نظر آیا۔ وہ بڑی آہستگی سے کھڑکی کے چھجے پر چڑھ گیا۔ پھر روشندان سے جھانک کر دیکھا۔ ایک بستر پر ایک بوڑھی عورت سو رہی تھی۔ وہ کھڑکی سے اتر گیا۔ دوسرے کمروں کی کھڑکیوں کے پاس جا کر دیکھنے لگا۔ ہر کمرے میں تاریکی تھی۔ شاید وہ گھر خالی تھے یا ہو سکتا ہے 'سونے والوں نے بتی بجھا دی ہو۔ جو بھی ہو 'خطرہ مول لینا ہی تھا۔ الپا کی حفاظت کا انتظام جو کرنا تھا۔

وہ وہاں سے چلتا ہوا دروازے کے پاس آیا پھر اس نے کال بیل کے بٹن کو دبایا۔ رات کی خاموشی میں اندر بجنے والی گھنٹی کی آواز باہر تک آئی۔ اس نے وقفے وقفے سے تین بار بٹن کو دبایا لیکن کوئی دروازہ کھولنے نہیں آیا۔

تب اس نے ایک کھڑکی کے پاس آ کر شیشے کو توڑا۔ شیشہ ٹوٹنے کی آواز اندر دور تک گئی۔ مگر کسی نے اسے نہیں للکارا وہ بوڑھی بھی بستر سے اٹھ کر نہیں آئی۔ اس نے اندر ہاتھ ڈال کر چٹخنی ہٹائی پھر اس کے پٹ کھول کر اندر آیا۔ اندھیرے میں ایک دیوار سے لگ کر بولا "کوئی ہے۔ جواب دو۔ میں دشمن نہیں ہوں۔"

اسے جواب نہیں ملا۔ وہ تاریکی میں دیواروں کو ٹٹولتا ہوا سوئچ بورڈ کے پاس آیا۔ ایک سوئچ کو دباتے ہی کمرا روشن ہو گیا اس کے ساتھ وہ اچھل کر دوسری طرف چلا گیا۔ اس نے احتیاطاً ایسا کیا تھا۔ حالانکہ وہاں کوئی نہیں تھا۔ اس نے پھر آواز دی "کوئی ہے؟ جواب دو۔ کوئی ہے؟"

اس نے دوسرے کمرے کا دروازہ کھولا۔ ایک کمرے کی روشنی دوسرے کمرے تک آئی' وہاں بھی کوئی نہیں تھا۔ وہ دبے قدموں چلتا ہوا اس کمرے میں پہنچا جہاں ایک بوڑھی عورت سو رہی تھی۔ وہ بستر پر موجود تھی۔ اسی طرح نیند میں تھی۔ رات کی خاموشی میں اس کی سانسوں کی آواز ہلکی ہلکی سنائی دے رہی تھی۔ پارس نے قریب آ کر بیڈ لیمپ کو روشن کیا۔ لیمپ کے پاس ایک لکھا ہوا کاغذ رکھا تھا۔ اس نے اٹھا کر پڑھا۔ اس پر لکھا تھا "آنے والو! اب میرے گھر میں کچھ نہیں رہا۔ تمہاری خانہ جنگی میں میرا شوہر اور چار جوان بچے مارے گئے۔ گھر میں کوئی قیمتی چیز نہیں رہی۔ پھر بھی تلاش کرو۔ کچھ مل جائے تو لے جاؤ۔ میری نیند خراب نہ کرو۔ میں بہری ہوں سونے سے پہلے میں نے اپنا ائر فون تکیے کے نیچے رکھ دیا ہے۔ تم گولیاں چلاؤ گے تب بھی میری نیند نہیں کھلے گی۔"

پارس نے وہ تحریر پڑھ کر بوڑھی خاتون کو ہمدردی سے دیکھا۔ وہ آخری عمر میں محبت کے تمام رشتوں سے محروم ہو کر اپنا سب کچھ لٹا کر بے فکری سے سو رہی تھی۔ اب دنیا کا کوئی لٹیرا اس کا کچھ نہیں لوٹ سکتا۔ وہ تیزی سے چلتا ہوا دروازہ کھول کر باہر آیا۔ بنگلے کے اندر احاطے سے نکل کر اس نے کار کا پچھلا دروازہ کھولا۔ الپا کو اٹھا کر کاندھے پر لادا پھر اسے بنگلے کے اندر لے آیا۔ اسے دوسرے کمرے کے بیڈ پر لٹانے کے بعد پھر ایک بار باہر آیا۔ اس نے اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ کر کار اسٹارٹ کی اسے ڈرائیو کرتا ہوا بہت دور لے گیا۔ اسے ایک جگہ روک کر اس میں سے ہتھیار اور کارتوس نکال کر تیزی سے چلتے ہوئے واپس آنے لگا۔

آدھے گھنٹے تک چلتے رہنے کے بعد وہ بنگلے میں پہنچا۔ الپا خیریت سے بستر پر پڑی ہوئی تھی۔ بوڑھی بھی بے خبر سو رہی تھی۔ وہ ایک اجڑے ہوئے ڈرائنگ روم میں آیا۔ وہاں ٹیلی فون رکھا ہوا تھا۔ اس نے ریسیور اٹھا کر آواز سنی۔ فون کام کر رہا تھا۔ وہ لانگ ڈسٹنس پر فرانس کے ایک اعلیٰ افسر سے رابطہ قائم کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کوشش کے بعد رابطہ قائم ہو گیا۔ اس نے کوڈ ورڈز ادا کر کے کہا "تم اسے کہہ دیں 'مجھ سے فوراً رابطہ کریں۔ دیٹس آل۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ بس اتنی سی بات کہنے کے لئے اسے فون کی ضرورت تھی۔ اب ہاٹ لائن پر وہ اعلیٰ افسر سونیا کو یا سلمان واسطی کو یہ پیغام دے گا پھر پلک جھپکتے ہی خیال خوانی کرنے والے اس کے پاس پہنچ جائیں گے۔

وہ ڈرائنگ روم سے نکل کر الپا کی طرف جانے لگا۔ اسی وقت ایک گاڑی کی آواز سنائی دی۔ آواز سے اندازہ ہوا کہ وہ بنگلے کے احاطے میں داخل ہو رہی ہے۔ پارس نے فوراً ہی ایک چھلانگ لگائی پھر الپا کے کمرے میں پہنچتے ہی سوئچ آف کر دیا۔ بنگلے کے اندرونی حصے میں پہلے جیسی تاریکی چھا گئی۔ صرف بوڑھی خاتون کے کمرے میں موم بتی رکھی ہوئی تھی کہ آؤ' اگر کچھ بچا ہے تو لوٹ کر لے جاؤ۔

○☆○

میں نے دماغ کو ہدایت دی تھی کہ صبح تک آرام سے سوتا رہوں۔ اگر کوئی کاٹیج میں داخل ہونا چاہے تو میری آنکھ کھل جائے لہٰذا میری آنکھ کھل گئی۔ میں بستر پر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ کوئی کاٹیج کے برآمدے سے چلتا ہوا دروازے تک آیا تھا اور اب دروازہ کھولنے کی آواز آ رہی تھی۔ میں نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر اس جاسوس حسینہ کے دماغ میں پہنچا جو ڈی مولر کی ساتھی تھی اور ایک فوجی افسر کے کاٹیج میں رات گزارنے گئی تھی۔

مجھے اطمینان ہو گیا۔ وہی دروازہ کھول رہی تھی۔ فوج کے ایک اہم راز کی مائیکرو فلم حاصل کرنے کے لئے منہ کالا کر کے آئی تھی۔ میں نے دوبارہ لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں۔ اس نے اندر آ کر دروازے کو بند کیا۔ کوریڈور سے گزر کر کمرے میں آئی۔ مجھے نیند کی حالت میں دیکھ کر حقارت سے بولی "یہ جاسوسی کا پیشہ ہمیں بازاری عورت بنا دیتا ہے۔ ایک اہم راز حاصل کرنے کے لئے میں نے اس بڈھے افسر کو مجبوراً برداشت کیا۔ میں اپنے مزاج کے خلاف محنت کرتی رہی اور تم گھوڑے بیچ کر سو رہے ہو۔ اسرائیل پہنچ کر نام تمہارا ہو گا۔ میں تو محض تمہاری اسسٹنٹ کہلاؤں گی۔"

میں خاموش پڑا رہا۔ آنکھ کھولنے کی ضرورت نہیں تھی میں ٹیلی پیتھی کی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ قریب آ کر بولی۔

"کیا تم واقعی سو رہے ہو؟"

اس نے اور قریب آ کر دیکھا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی۔ "اگر یہ اسی طرح ہمیشہ کے لئے سو جائے اور میں تنہا مائیکرو فلم لے جاؤں تو میری ترقی ہو گی۔ نام ہو گا' عہدہ بڑھے گا۔ آئندہ مجھے تنہا کسی ملک میں جاسوسی کے لئے بھیجا جائے گا۔ جب میں اپنی عزت کو سستا کرتی ہوں تو کارنامہ انجام دینے کا کریڈٹ بھی مجھے ملنا چاہئے۔"

اس کی سوچ کے وقت میں نے اسے غائب دماغ رکھا۔ اس نے غائب دماغی کے دوران مائیکرو فلم میرے بستر پر رکھ دی پھر سوچتی ہوئی دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ وہ فیصلہ کر رہی تھی کہ اپنی سوچ پر عمل کرنا چاہئے یا نہیں؟

صبح کی فلائٹ سے اسرائیل جانے کے لئے تمام سامان تیار تھا۔ ایک سامان میں تھا' جسے وہ ساتھ لے جانا نہیں چاہتی تھی۔ اس نے اٹیچی سے ایک ریوالور نکالا' اس میں ایک سائلنسر لگایا تاکہ گولی چلنے کی آواز نہ آئے۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا "اسے ختم کرنے سے پہلے مائیکرو فلم کو سینڈل کی ایڑی میں چھپا لینا چاہئے۔ اس کے بعد میں اسے قتل کرتے ہی کاٹیج سے چلی جاؤں گی۔ صبح ہونے والی ہے۔ کچھ وقت ائرپورٹ پر گزار لوں گی۔"

اس نے ریوالور کو اٹیچی کے اوپر رکھا۔ پھر پرس کھول کر مائیکرو فلم ڈھونڈنے لگی۔ وہ نظر نہیں آ رہی تھی۔ اس نے پرس کے تمام خانے دیکھ ڈالے۔ وہ اس کے پاس ہوتی تو ملتی! وہ بری طرح پریشان ہو گئی تھی۔ بار بار اپنے لباس کو بھی ٹٹول کر دیکھ رہی تھی۔ جب یقین ہو گیا کہ وہ اس کے پاس نہیں ہے تو وہ چیخ پڑی "یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ میں نے اس افسر کے ہاتھ سے وہ فلم لی تھی۔ اس کے سامنے پرس میں رکھی تھی۔ اس کے بعد میں نے پرس کو ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ راستے میں اسے کہیں نہیں کھولا۔ یہاں پہنچ کر بھی یہ پرس بند رہا۔ پھر فلم کہاں غائب ہو گئی؟"

وہ تیزی سے چلتی ہوئی میرے کمرے میں آئی۔ قریب آ کر دونوں ہاتھوں سے میرے بستر کو ٹٹول کر ہر جگہ دیکھنے لگی۔ اب مجھے قتل کرنے کا کوئی فائدہ نہ ہوتا کیونکہ اس نے ایک کارنامہ انجام دینے کے بعد بھی کوئی کارنامہ انجام نہیں دیا تھا۔ وہ اس مشن میں صفر رہی تھی۔ اس نے مجھے جھنجھوڑ کر کہا۔ "مولر! اٹھو۔ کب تک حرام خوری کی نیند سوتے رہو گے۔"

میں نے ہڑبڑا کر اٹھتے ہوئے پوچھا "کیا ہوا؟ تم کیا کہہ رہی ہو؟"

"وہ فلم نہیں ہے۔"

"کون سی فلم؟"

"وہی جو میں لے کر آئی ہوں۔ میں نے اسے پرس میں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

رکھا تھا۔ میں کامیاب ہوگئی تھی۔ میری سمجھ میں نہیں آتا' وہ میرے پرس میں سے کیسے غائب ہوگئی!"

وہ افسر کے پاس سے مائیکرو فلم لانے کی تفصیل بتاتی رہی۔ میں نے کہا "تمہارے منہ سے شراب کی بو آرہی ہے کیا تم نے زیادہ پی لی تھی؟"

"میں روز ہی پیتی ہوں مگر ہوش میں رہتی ہوں۔ آج بھی پوری طرح ہوش میں تھی۔"

میں نے سخت لہجے میں کہا "میرے سامنے احمقانہ باتیں نہ کرو۔ ہمارے محکمے کا کوئی افسر یہ تسلیم نہیں کرے گا کہ تم پینے کے بعد ہوش میں تھیں۔ اگر تمہیں ہوشمند تسلیم کرلیا جائے گا تو یہ یقین نہیں کیا جائے گا کہ فلم آپ ہی آپ پرس کے اندر سے غائب ہوگئی۔"

"میں مانتی ہوں کہ ایک ناقابلِ یقین بات کہہ رہی ہوں مگر ایسا ہوچکا ہے۔ اوہ گاڈ! میں کیا کروں؟ وہ افسر کہہ رہا تھا' مائیکرو فلم اتار کر لانے میں بڑا خطرہ مول لینا پڑا تھا۔ اب وہ دوسری بار یہ خطرہ مول نہیں لے گا۔ ہمیں دوسری فلم نہیں ملے گی۔"

میں نے کہا "اس افسر کو فون کرو۔ مجھے یقین ہے' فلم وہیں رہ گئی ہے۔"

وہ دوڑتی ہوئی ٹیلی فون کے پاس گئی۔ ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کئے' رابطہ قائم ہونے کے بعد دوسری طرف گھنٹی بجتی رہی۔ وہ جھنجلا کر بولی "بڈھا مرگیا ہے! کمبخت جلدی ریسیور نہیں اٹھا رہا ہے۔"

پھر ریسیور اٹھالیا گیا۔ دوسری طرف سے نشے میں ڈوبی ہوئی آواز سنائی دی "ہیلو ... میں بول رہا ہوں۔"

وہ بولی "میں وہی ہوں جو ابھی تمہارے پاس تھی۔ مجھ سے ایک غلطی ہوگئی ہے۔ میں وہ فلم تمہارے پاس بھول آئی ہوں۔"

میں اس افسر کے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔ میں نے اس کی زبان سے کہا "تم بھول کر نہیں گئی ہو۔ دراصل میں جو بول رہا ہوں تو یہ میں نہیں بول رہا ہوں۔ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے دماغ میں گھسا ہوا ہے۔ وہ کہتا ہے' اس نے تمہارے پرس میں سے وہ فلم غائب کردی ہے۔"

وہ پریشان ہوکر بولی "ٹیلی پیتھی جاننے والا کہاں سے آگیا؟ میں ہوش میں تھی۔ کوئی جادو سے بھی میرا پرس نہیں کھول سکتا تھا۔"

"تم نے پرس کھول کر خود اسے فلم دی ہے۔"

"یہ جھوٹ ہے۔"

"یہ سچ میں ابھی ثابت کرتا ہوں۔ غور سے دیکھو' تم نے ریسیور پکڑا ہے' مگر اب یہ ریسیور نہیں رہے گا۔"

یہ کہتے ہی میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا' وہ ریسیور رکھ کر اٹھ گئی۔ پھر دوسرے کمرے میں گئی' وہاں سے سائلنسر لگا ہوا ریوالور اٹھا کر فون کے پاس آئی۔ پھر پہلے کی طرح بیٹھ گئی۔ ریوالور کو ریسیور کی طرح کان سے لگالیا۔ میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ کر سوچ کے ذریعے کہا "دیکھو' تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟"

اس نے چونک کر اپنے ہاتھ میں ریوالور کو دیکھا پھر چیخ مار کر اسے یوں چھوڑ دیا جیسے غلطی سے زہریلے سانپ کو پکڑ لیا ہو۔ وہ دیدے پھاڑ پھاڑ کر کبھی کریڈل پر رکھے ہوئے ریسیور کو اور کبھی فرش پر پڑے ہوئے ریوالور کو دیکھ رہی تھی پھر اس نے مجھے دیکھتے ہوئے پوچھا "یہ کیسے ہوگیا؟ میرے ہاتھ میں یہ ریوالور کیسے آگیا؟"

میں نے کہا "تعجب ہے! تم مجھ سے پوچھ رہی ہو! جبکہ خود ریسیور رکھ کر دوسرے کمرے میں گئیں' وہاں سے یہ ریوالور لاکر مجھ سے بولیں کہ تم اس سے مجھے قتل کرنا چاہتی تھیں اور مائیکرو فلم حاصل کرنے کا کارنامہ صرف اپنے نام کرنا چاہتی تھیں لیکن اب فلم نہیں رہی' اس لئے تم مجھے قتل نہیں کروگی۔"

وہ بُری طرح سہم گئی تھی۔ انکار میں سر ہلا کر کہہ رہی تھی۔ "نہیں نہیں! یہ جھوٹ ہے۔ میں تمہیں قتل نہیں کرنا چاہتی تھی۔ میں تو تمہاری ماتحت ہوں... تمہاری تابعدار: دل..."

"تو پھر تم نے ریوالور میں سائلنسر کیوں لگایا ہے؟ یہ تو الگ الگ رکھا تھا۔ ابھی سائلنسر لگانے کی کیا ضرورت تھی؟"

"وہ... میں... میں کیا بتاؤں۔ مجھے یقین ہوگیا ہے کہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے پیچھے پڑ گیا ہے۔ اسی نے مائیکرو فلم غائب کی ہے۔ وہی میرے ہاتھوں سے تمہیں قتل کرنا چاہتا تھا۔"

"تو وہ اب کیوں نہیں کرا رہا ہے؟"

"میں کیا بتاؤں۔ میں کچھ نہیں جانتی۔"

"ایسا کہہ دینے سے ہمارے محکمے کے افسران تمہیں معاف نہیں کریں گے۔"

"مجھے کیا کرنا چاہئے' میری سمجھ میں نہیں آتا۔"

"تمہارے سامنے ایک ہی راستہ ہے۔ مجھے گولی مار دو۔ اور اسرائیل جاکر کہہ دو کہ میں مائیکرو فلم لے کر دوسرے ملک میں اس کا سودا کرنے گیا ہوں۔"

اس نے چونک کر اپنے ہاتھ میں ریوالور کو دیکھا۔ اس کی سوچ کہنے لگی "یہ میری بے بسی کا مذاق اڑا رہا ہے لیکن سوچا جائے تو میرے بچاؤ کا یہی راستہ ہے۔ میں مائیکرو فلم کے ہاتھ سے نکل جانے کا سارا الزام اسی کے سر ڈال سکتی ہوں۔"

اس نے اچانک میرا نشانہ لیا۔ میں نے کہا "تمہارے ہاتھ کانپ رہے ہیں۔"

"بکواس مت کرو۔ میں تمہیں ہلاک کرکے ہی اپنی ناکامی کا داغ دھو سکتی ہوں۔"

اس نے فائر کیا۔ وہ میری مرضی کے بغیر صحیح نشانہ نہیں لگا سکتی تھی۔ گولی دوسرے طرف چلی گئی۔ اس نے دوسری بار گولی چلائی' میں نے ہاتھ بہکا کر سانس روک لی۔ پرائی سوچ کی لہریں محسوس ہوئی تھیں۔ میں نے اسے دوڑاتے ہوئے دوسرے کمرے میں پہنچایا۔ اس کمرے کا دروازہ باہر سے بند کیا پھر سانس لی تو لیلیٰ نے کوڈ ورڈز ادا کرتے ہوئے کہا "میں ہوں۔ مجبوراً آئی ہوں۔"

میں نے خوش ہوکر کہا "تم! تم آئی ہو تو میں نے تمہاری سوچ کی لہروں کو محسوس کیا ہے۔ اس کا مطلب ہے' تمہارا تنویمی عمل ختم ہوگیا!"

"ہاں' مجھے پندرہویں دن سے پہلے تم پر دوبارہ عمل کرنا تھا لیکن میں نے نہیں کیا۔"

"کیوں نہیں کیا؟"

"میں غلطی پر تھی۔ اب یہ بات سمجھ میں آگئی ہے کہ تم سے جبراً اپنے باپ کی بات نہیں منوا سکوں گی۔ تمہارے جیسا شخص جو اتنی عمر گزار چکا ہے' وہ خود ہی فیصلہ کرسکتا ہے کہ ایک اللہ والے بزرگ کی زبان کا پاس رکھنا چاہئے یا نہیں؟"

"لیلیٰ! میں وعدہ کرتا ہوں' فرہاد علی تیمور کے وجود کا کسی کو علم نہیں ہوگا۔ میرے دل میں جو تھوڑی سی ناگواری تمہارے لئے تھی' وہ ختم ہوچکی ہے۔ میں تمام عمر تمہاری عزت کروں گا۔ خدانخواستہ تم پر کوئی بھی مشکل آپڑے تو پہلے مجھے مخاطب کرنا۔ میں تمہارے کسی کام آکر اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرنا چاہتا ہوں۔"

"ابھی میں یہ بتانے آئی ہوں کہ پارس کو تمہاری ضرورت ہے' اس سے فوراً رابطہ کرو۔ میں جارہی ہوں۔"

"پھر آؤ گی؟"

"آں" وہ ذرا جھجک گئی۔ پھر بولی "ہاں آؤں گی۔"

وہ چلی گئی۔ میں نے فوراً ہی پارس کے دماغ کی طرف چھلانگ لگائی۔ اس نے سانس روک لی۔ دوسری بار میں نے دماغ میں پہنچتے ہی کہا "پاپا" اس نے سانس نہیں روکی۔ میں نے پورے کوڈ ورڈز ادا کرکے پوچھا "بیٹے! خیریت تو ہے۔"

"پاسکل بوبا بار بار میرے دماغ میں آنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اب کسی وقت آسکتا ہے۔ الپا بے ہوش پڑی ہوئی ہے آپ دیکھیں' شاید اس کے دماغ میں جگہ مل جائے۔ پاسکل اسے ہلاک کرنا چاہتا تھا۔ میں نے بے ہوشی کا انجکشن لگادیا تھا۔"

میں اس کے دماغ سے نکل کر الپا کے پاس پہنچا۔ اس کا دماغ بہت کمزور تھا۔ وہ غفلت میں تھی۔ اور اب ہوش وحواس کی طرف آنے والی تھی میں انتظار کرنے لگا۔ میں نے ابھی پارس کے پاس جاکر دیکھا تھا۔ اس نے ہاتھوں میں رائفل پکڑی ہوئی تھی۔ جبکہ وہ کبھی ہتھیار رکھتا نہیں تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اس کے آس پاس خطرہ ہے۔ خطرہ باہر بھی ہے اور الپا کے اندر بھی۔ اسے یہی تشویش تھی کہ اس کے ہوش میں آتے ہی پاسکل آجائے گا تو اسے کس طرح بچائے گا بہرحال اب میں پہنچ گیا تھا۔

الپا کا کمزور دماغ آہستہ آہستہ مجھے بتانے لگا کہ اسے کس طرح اغوا کیا گیا ہے اور وہ کن حالات سے گزرتی ہوئی یہاں تک پہنچی ہے۔ اس نے آنکھیں کھول کر چاروں طرف دیکھتے ہوئے سوچا "میں کہاں ہوں؟ یہ کون سی جگہ ہے؟"

کمرے میں تاریکی تھی اور باہر قدموں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ تھوڑی دیر پہلے پارس نے احاطے میں داخل ہونے والی کسی گاڑی کی آواز سنی تھی۔ میں نے الپا کی سوچ میں کہا۔ "مجھے بالکل خاموش رہنا چاہئے۔ پتا نہیں باہر کون لوگ ہیں؟"

اس کی سوچ نے کہا "میں نے بیہوش ہونے سے پہلے پارس کو دیکھا تھا۔ اب وہ تاریکی میں نظر نہیں آرہا ہے۔"

میں نے کہا "پھر بھی وہ میرے پاس کہیں ہوگا' اس نے ابھی بے ہوش کرکے پاسکل بوبا کی دشمنی سے مجھے بچایا ہے' ورنہ وہ میرے دماغ میں زلزلے پیدا کرتا' مجھے مار ڈالتا یا پھر تنویمی عمل کے ذریعے اپنی معمولہ بنالیتا۔"

باہر سے کسی نے کھڑکی کے شیشے پر دستک دی۔ پھر دوسری کھڑکیوں اور دروازوں پر بھی ایک ساتھ دستک کی آوازیں آنے لگیں۔ پھر کسی نے کہا "ادھر آؤ۔ یہ دیکھو کھڑکی کا شیشہ ٹوٹا ہوا ہے۔ وہ کھڑکی کھول کر اندر جاکے چھپا ہوا ہے۔"

دوسرے نے کہا "ڈمی پارس! تم اندر ہو۔ باہر آجاؤ' ورنہ ہم باہر نکالنا جانتے ہیں۔"

میں بولنے والوں میں سے ایک کے دماغ میں پہنچ گیا۔

اس کے ذریعے مجھے چھ مسلح افراد نظر آئے۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ وہ ماسک مین کے آدمی ہیں اور پاسکل بوبا خیال خوانی کے ذریعے ان کے دماغوں میں موجود ہے۔

میں فوراً الپا کے دماغ میں پہنچا۔ وہ میرے اندازے کے مطابق پہنچا ہوا تھا اور کہہ رہا تھا "آخر تم ہوش میں آگئیں! اب وہ ڈمی پارس تمہیں کیسے بچائے گا؟"

میں نے پاسکل کے دماغ میں چھلانگ لگائی' اس نے سانس روک لی' سانس روکتے وقت وہ الپا کے دماغ سے نکل آیا تھا۔ میں واپس الپا کے پاس آگیا تھا باہر کھڑے ہوئے لوگ شاید پاسکل کے آئندہ حکم کے منتظر تھے۔ اس لئے ابھی پارس سے نہیں ٹکرا رہے تھے۔ چند سیکنڈ کے بعد الپا کے اندر اس کی آواز سنائی دی وہ بول رہا تھا "تمہارا ٹیلی پیتھی جاننے والا معمول جے مورگن ابھی میرے دماغ میں آنا چاہتا تھا۔ میں نے اسے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

بھگا دیا ہے۔ وہ یقیناً تمہارے اندر چھپا ہوا ہے۔ میں اسے وارننگ دیتا ہوں کہ وہ مداخلت نہ کرے' ورنہ اس کی بھی شامت آجائے گی۔ مجھے معلوم ہے' وہ تمہاری سوچ کی لہروں کو اپنے دماغ میں محسوس نہیں کرتا ہے۔ میں تمہارا لہجہ اختیار کرکے اس کے اندر جاؤں گا اور زلزلے پیدا کردوں گا۔"

الپا یہ باتیں سن رہی تھی۔ اس نے خوش ہوکر پوچھا۔ "مورگن! کیا تم خیال خوانی کے ذریعے میری مدد کے لئے آئے ہو؟"

میں خاموش رہا۔ پاسکل نے کہا "تمہارا ڈی پارس اسی مکان میں کہیں چھپا ہوا ہے۔ اس سے کہو' تمہاری زندگی چاہتا ہے تو..."

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی میں نے پھر اس کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ اس نے سانس روک لی۔ میں الپا کے پاس آگیا۔ وہ سوچ رہی تھی "میرا معمول مورگن میرے کام آرہا ہے' اس نے پھر پاسکل کو بھگا دیا ہے۔"

پاسکل جلدی واپس نہیں آیا۔ میں سمجھ گیا' وہ جے مورگن سے انتقام لینے گیا ہے۔ میں نے الپا کی سوچ اختیار کرکے مورگن کے دماغ میں جھانک کر دیکھا' وہ تکلیف سے چیخ رہا تھا۔ صاف ظاہر تھا کہ پاسکل اسے دماغی اذیتیں پہنچا رہا ہے۔ میں موقع سے فائدہ اٹھا کر کھڑکی کے پاس کھڑے ہوئے شخص کے دماغ میں آیا پھر پاسکل کے لہجے میں بولا "ہم غلطی پر تھے۔ وہ یہاں نہیں ہے۔ میں نے پتا لگایا ہے' جلدی گاڑی میں چلو میں وہاں تک گائیڈ کررہا ہوں۔"

اس نے ساتھیوں سے کہا "باس کا حکم ہے۔ جلدی آؤ۔ وہ دوسری جگہ چھپا ہوا ہے۔"

وہ سب اس کے ساتھ دوڑتے ہوئے گاڑی میں آئے۔ اسے اشارٹ کیا پھر وہاں سے جانے لگے۔ میں نے اس شخص سے کہا "ڈرائیو کرتے ہوئے چلو۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

میں الپا کے پاس آیا۔ پاسکل ہنستے ہوئے کہہ رہا تھا "تمہارا وہ غلام ذہنی عذاب میں مبتلا ہے۔ اب وہ تمہاری مدد کو نہیں آئے گا۔"

میں نے پھر اس کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ اس بار وہ سانس روک کر بوکھلا گیا ہوگا۔ میں جے مورگن کے پاس آیا۔ وہ فرش پر پڑا کراہ رہا تھا۔ اس کے آس پاس فوجی افسر پریشانی کا اظہار کررہے تھے۔ اسی وقت پاسکل نے دماغ میں آکر کہا "تو بڑا سخت جان ہے۔ زلزلہ پیدا کرنے کے باوجود پھر میرے دماغ میں آیا تھا!"

وہ کراہتے ہوئے بولا "ارے کیوں میرے پیچھے پڑ گئے؟ میری حالت دیکھو' کیا میں خیال خوانی کے ذریعے تمہارے دماغ میں آنے کے قابل ہوں۔"

"تو پھر میرے اندر کون آنا چاہتا ہے؟"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ تمہارا کوئی اور دشمن ہوگا۔ فار گاڈ سیک! مجھے اپنا غلام بنالو۔ مگر دماغی عذاب میں مبتلا نہ کرو۔"

میں الپا کے پاس آیا۔ وہ بھی آگیا تھا۔ کہہ رہا تھا "تمہارا خیال خوانی کرنے والا اور کون سا ساتھی ہے؟"

"صرف مورگن ہے۔"

"تم جھوٹ بولتی ہو۔ میں نے اسے تکلیف میں مبتلا کیا ہے۔ وہ خیال خوانی کے قابل نہیں ہے۔ پھر تمہاری مدد کون کررہا ہے؟"

"میں حیران ہوں' تم کیا کہہ رہے ہو!"

"زیادہ بننے کی کوشش نہ کرو۔ اگر تم نے سچ بات نہ بتائی تو..."

میں نے پھر اس کے دماغ میں جانا چاہا۔ اس نے سانس روک لی۔ میں اسے حیران پریشان چھوڑ کر اس کے حواریوں کے پاس آیا۔ وہ گاڑی میں جارہے تھے۔ ان کے پاس ہتھیاروں کے علاوہ ہینڈ گرینیڈ بھی تھے۔ میں نے ایک کے دماغ میں جاکر قبضہ جمایا' اس نے چپ چاپ ہینڈ گرینیڈ نکالا۔ پھر کی کو دانتوں سے دبا کر کھینچا۔ اس کے پاس بیٹھے ہوئے ساتھی نے چیخ کر کہا "ارے یہ کیا کررہے ہو! اسے باہر پھینکو۔"

وہ ہینڈ گرینیڈ چھین کر باہر پھینکنا چاہتا تھا۔ میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمالیا۔ وہ اسے کھڑکی سے باہر نہ پھینک سکا۔ اتنی دیر میں زبردست دھماکا ہوا۔ کتنی ہی چیخیں بلند ہوئیں۔ پھر وہاں ایک بھی دماغ مجھے خوش آمدید کہنے کے لئے سلامت نہ رہا۔ میں الپا کے پاس آگیا۔ پارس اس سے کہہ رہا تھا "اپنی جگہ لیٹی رہو۔ وہ لوگ گاڑی میں چلے گئے ہیں۔"

وہ بولی "پاسکل کئی بار آچکا ہے۔ پہلے کہہ رہا تھا' مورگن میرے دماغ میں چھپ کر میری مدد کررہا ہے۔ بعد میں کہنے لگا' اس نے مورگن کو دماغی تکلیف میں مبتلا کیا ہے۔ اس کے بعد بھی میرے دماغ میں کوئی ہے اور اسے میرے پاس سے بھگا رہا ہے۔"

پارس نے کہا "خدا تم پر مہربان ہے۔"

"وہ تو ہے۔ مگر میرے اندر اور کون آسکتا ہے؟"

اسی وقت پاسکل نے آکر غصے سے کہا "میں تمہارے مددگار سے سمجھ لوں گا۔ اس نے یہاں آنے والے تمام آدمیوں کو دور بھیج کر سب کو ایک ساتھ موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ میں پوچھتا ہوں' وہ درندہ کون ہے؟ میں اسے!!"

اس نے پھر سانس روک لی۔ میں پھر الپا کے پاس آگیا۔ وہ پارس کو بتارہی تھی "یہاں جتنے دشمن آئے تھے' سب کو ایک ساتھ کسی نے مار ڈالا ہے اور اسی نے پھر پاسکل کو ابھی میرے دماغ سے بھگایا ہے۔ اوہ گاڈ! وہ کون ہے؟ کیا ابھی میرے اندر موجود ہے۔ میں اس سے التجا کرتی ہوں' پلیز مجھ سے بات کرو۔"

میں خاموش رہا۔ وہ پریشان ہورہی تھی۔ پارس نے لائٹ آن کردی تھی۔ اسے دیکھ کر کہہ رہا تھا "پریشان کیوں ہورہی ہو۔ اگر کوئی تمہارے اندر ہوگا تو ضرور بولے گا۔"

"اگر وہ نہیں ہے تو پاسکل مجھے چھوڑ کر بھاگتا کیوں ہے؟ وہ مجھ سے انتقام لینے میں ناکام ہورہا ہے۔ مجھے کوئی بچا رہا ہے۔"

"کیا تم جنات پر اعتقاد رکھتی ہو؟"

"آں؟ نہیں۔ میں نے جنات کے متعلق پڑھا بھی ہے' سنا بھی ہے۔ تم فضول باتیں نہ کرو۔"

"میری باتوں کو فضول کہنے سے پہلے غور کرو۔ کوئی اور خیال خوانی کرنے والا تمہارا دوست نہیں ہے اور جو بھی دشمن مددگار بن کر آئے گا۔ وہ تمہیں اپنے ملک کے فائدے کے لئے اغوا کرکے لے جائے گا۔ ابھی جو تمہاری مدد کررہا ہے وہ انسان نہیں ہے' جن ہے۔ انسان ہوتا تو ابھی اپنے مطلب کی بات شروع کردیتا۔"

"تم مجھے ڈرا رہے ہو۔"

"تعجب ہے! جن تم پر مہربان ہے اور تم مہربان سے ڈر رہی ہو۔"

"مجھ پر مہربان کیوں ہے؟"

"تم غضبناک حسن وشباب کی مالک ہو' وہ تم پر نہیں آئے گا تو کیا مجھ پر آئے گا!"

"پلیز! جن کی بات نہ کرو۔ اس سائنسی دور میں عجیب سا لگتا ہے۔ میرے ساتھ کوئی اور چکر چل رہا ہے۔ میں کسی نئی مصیبت میں پھنسنے والی ہوں۔"

"میں تمہارے لئے جان کی بازی لگاتا آرہا ہوں۔ کوئی مصیبت آئے گی تو اس سے بھی تمہیں نکال لے جاؤں گا۔ لیکن میرا دل کہتا ہے' تم بالکل محفوظ ہو۔"

"اب وہ پاسکل بھی نہیں آرہا ہے۔"

"کمال ہے' مصیبت آئے تو گھبراتی ہو' نہ آئے تو بے چین ہوجاتی ہو۔"

"میرا یہ مطلب نہیں ہے۔ میں کہہ رہی تھی کہ پاسکل کو اس جن نے..."

وہ کہتے کہتے رک گئی پھر بولی "توبہ ہے! میں بھی جن کی بات کررہی ہوں۔ مگر میں کیا کہوں؟ کون میری مدد کررہا ہے؟"

"صبح ہونے والی ہے۔ میں سونے جارہا ہوں۔"

"اوہ مائی گڈنس۔ میں نے پوچھا ہی نہیں' ہم کہاں ہیں اور یہ کس کا مکان ہے؟"

"ہم بیروت کے ایک رہائشی علاقے میں ہیں۔ اگر تم چلنے کے قابل ہو تو یہاں سے چل پڑو۔ پاسکل پھر اپنے ساتھیوں کو یہاں لاسکتا ہے۔"

وہ بستر سے اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ اس کے پاس آکر بولی۔

"تھوڑی کمزوری ہے مگر ہمیں جلد سے جلد اپنے ملک واپس جانا چاہئے۔"

"اس مکان کی مالک مظلوم ہے۔ بے چاری کا شوہر اور جوان بچے مارے گئے ہیں۔ اب دنیا والوں کے پاس مارنے کو اور لوٹنے کو کچھ نہیں رہا۔ اب اس کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ یہ بے فکری سے سو رہی ہے۔ خدا اسے باقی عمر جینے کا حوصلہ دے' آمین۔"

وہ الپا کے ساتھ باہر آگیا۔ صبح کا ہلکا ہلکا سا اجالا پھیل رہا تھا۔ وہ ساتھ چلتے ہوئے بولی "بیروت تو میدان جنگ بنا رہتا ہے۔ ہمیں یہاں سے فوراً نکلنے کے لئے کسی گاڑی کا انتظام کرنا چاہئے۔"

"چلتی رہو۔ کوئی انتظام ہوجائے گا۔"

میں نے پارس کے دماغ میں آتے ہی کوڈ ورڈز ادا کئے پھر پوچھا "کیا اسرائیل واپس جاؤ گے؟"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اسے چکر دے کر پیرس لے جاؤں گا۔"

"ٹھیک ہے' میں بھی اس کے دماغ کی اسٹیئرنگ گھمادوں گا۔"

میں الپا کے پاس آگیا۔ وہ خیال خوانی کی کوشش کررہی تھی مگر ناکام ہورہی تھی۔ دماغی توانائی ابھی بحال نہیں ہوئی تھی وہ چلتے چلتے رک گئی "ہائے' مجھ سے چلا نہیں جاتا۔"

پارس نے کہا "ہائے' سڑک کے کنارے بیٹھ جاؤ۔ میں سرحد پار کرکے اسرائیل جاؤں گا پھر تل ابیب پہنچوں گا' وہاں سے تمہارے لئے شاہی سواری لے کر آؤں گا۔"

وہ غصے سے بولی "تم میرا مذاق اڑا رہے ہو۔"

"دشمن تمہارا کافی مذاق اڑا چکے ہیں' پھر بھی تم غصہ دکھانے سے باز نہیں آتی ہو۔ تمہاری حماقت سے دشمنوں کو تمہارے قریب پہنچنے کا موقع ملا تھا۔"

"زیادہ نہ بولو! غلطی سب سے ہوتی ہے۔"

"لیکن ایسی غلطی سے انسان سبق سیکھتا ہے جس سے جان جاتی ہے یا عزت جاتی ہے۔ پاسکل تمہیں دو کوڑی کی کنیز بنا کر رکھنے والا تھا۔"

"تم دو کوڑی کی کنیز کہہ کر میری انسلٹ کررہے ہو۔"

"اچھا' اب سابقہ حیثیت واپس مل گئی ہے تو میری بات سے انسلٹ محسوس کررہی ہو۔"

"دیکھو' تم انٹیلی جنس کے ادارے میں ایک ملازم ہو۔ میری حفاظت کرنا تمہارا فرض ہے۔ میرے لئے جان کی بازی لگانا تمہاری ڈیوٹی ہے۔ تم صرف اپنی ڈیوٹی انجام دیتے رہو۔ مجھ سے بحث کرنے کی حماقت نہ کرو۔"

پارس نے پوچھا "تم جانتی ہو' مرد کیا ہوتا ہے؟"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"جانتی ہوں۔ تمہارے جیسے مرد میرے قدموں میں رہتے ہیں۔"

اس نے تڑاخ کی زوردار آواز کے ساتھ ایک طمانچہ رسید کیا۔ الپا کا مُنہ گھوم گیا۔ اس نے غصے سے مُنہ سیدھا کر کے کچھ کہنا چاہا۔ مگر دوسرے طمانچے میں زمین پر گر پڑی۔ وہ بولا "دیکھو، تم میرے قدموں میں ہو۔ مرد اسے کہتے ہیں۔" یہ کہہ کر وہ جانے لگا۔ اس نے غصے سے روتے ہوئے خیال خوانی کا ہتھیار استعمال کرنا چاہا مگر ناکام رہی۔ وہ تھوک کر بولی "میں تھوکتی ہوں تم پر۔ میں تمہیں نہیں چھوڑوں گی۔ ایسا انتقام لوں گی کہ ساری زندگی میرے تلوے چاٹتے رہو گے۔"

وہ کچھ نہیں سن رہا تھا۔ دور ہوتا جا رہا تھا۔ میں تھوڑی دیر کے لئے اسے چھوڑ کر اپنی جگہ حاضر ہوا۔ جسے کمرے میں بند کیا تھا وہ دروازہ پیٹ رہی تھی، کہہ رہی تھی "دروازہ کھولو، نہیں تو میں فائر کر کے لاک توڑ دوں گی۔"

میں نے بستر سے اٹھ کر دروازہ کھول دیا۔ وہ غصے میں باہر آئی۔ اس کے ہاتھ میں سائلنسر لگا ہوا ریوالور تھا۔ وہ ریوالور سیدھا کرتے ہوئے بولی "میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

میں نے جیب سے مائیکرو فلم نکال کر دکھائی تو وہ چونک گئی۔ اچھل کر میرے پاس آئی۔ میرے ہاتھ سے وہ فلم چھین کر بولی "یہ تم نے چرائی تھی اور اتنی دیر سے پریشان کر رہے تھے؟"

"اب پریشان نہیں کروں گا۔ کیونکہ دوسری جگہ مصروف ہوں۔ یہ فلم تم لے جاؤ۔"

وہ خوشی سے دوڑتی ہوئی باہر چلی گئی۔ میں اس کے اندر موجود تھا اور وہ میری مرضی کے مطابق فوجی چھاؤنی کی طرف جا رہی تھی۔ میں نے آئینے کے سامنے آ کر اس کے ساتھی ڈی مولر کا میک اپ اتارا۔ اب اس کی ضرورت نہیں تھی۔ بیٹا اسرائیل سے نکل گیا تھا۔ میرا وہاں جانا فضول تھا۔ میں میک اپ اتارنے کے بعد اپنے کاٹیج میں آ گیا۔ اس جاسوسہ کو ایک ٹیکسی میں چھاؤنی تک پہنچا دیا۔ اسے گیٹ پر روکا گیا۔ وہ ٹیکسی سے اتر کر ایک فوجی جوان کو مائیکرو فلم دکھا کر بولی "اس میں تمہارا اہم فوجی راز ہے۔ اسے اپنے اعلیٰ افسر تک پہنچاؤ۔"

اسے فلم کے ساتھ افسران تک پہنچا دیا گیا۔ اس فلم کو فوراً منی پروجیکٹر کے ذریعے دیکھا گیا پھر اعلیٰ افسران میں کھلبلی مچ گئی۔ اس حسینہ کو گرفتار کر لیا گیا۔ اب میرا اس سے کوئی تعلق نہیں رہا تھا۔ میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر فون کے ذریعے چائے کا آرڈر دیا۔ پھر الپا کے پاس پہنچ گیا۔

وہ ٹیلی پیتھی کی چڑیا تھی۔ اسے چھوڑا نہیں جا سکتا تھا۔ اگر ہم چھوڑ دیتے تو دوسرے لپک کر لے جاتے۔ پارس اس بھروسے پر چھوڑ گیا تھا کہ میں اس کے اندر موجود ہوں۔ وہ ایک بوڑھے شخص کو راستے میں روک کر پوچھ رہی تھی کہ پبلک کال آفس کہاں ہے؟ بوڑھے نے اسے سر سے پاؤں تک دیکھا پھر پوچھا "کیا تم اس شہر میں اجنبی ہو؟"

"ہاں، پہلی بار آئی ہوں۔"

"کیا تم تنہا ہو؟"

"ہاں، مگر یہ کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"جتنی جلدی ہو سکے، اس آفت زدہ شہر سے نکل جاؤ۔ یہ شہرِ دشمناں ہے۔ یہاں کوئی کسی کا دوست اور ہمدرد نہیں ہے۔ کسی بھی تنظیم کے لوگ کسی وقت بھی تمہیں اٹھا کر لے جائیں گے پھر تم اس شہر میں نئی نہیں رہو گی۔ وہ تمہیں پرانی اور گھِسی پِٹی بنا دیں گے۔" وہ ہنستے ہوئے جانے لگا، کہنے لگا۔ "جب میں نے ایک ماہ کے بعد اپنی سولہ برس کی بیٹی کی لاش دیکھی تو وہ گھِسی پِٹی ہو چکی تھی۔ ہاہا... ہاہاہا..."

وہ ہنستا ہوا چلا گیا۔ بیروت عبرت کا شہر بن گیا تھا۔ وہاں جان و مال اور عزت کچھ بھی محفوظ نہیں تھا۔ جس ملک میں مہینوں اور برسوں خانہ جنگی جاری رہتی ہے، وہاں کی معیشت اور اخلاق بالکل تباہ ہو جاتا ہے۔ لوگ ایک دوسرے سے صرف ہتھیار اور راشن نہیں چھینتے، ان کی بہن اور بیٹیوں کو بھی چھین لیتے ہیں۔ امن رہے یا جنگ ہوتی رہے، عورت کی بھوک ہر حال میں ستاتی ہے۔ شیطانی خواہش ہر حال میں پوری کی جاتی ہے۔

وہ پریشان ہو گئی۔ پارس یاد آنے لگا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی "مجھے اتنا غصہ کیوں آتا ہے؟ کیا میں واقعی مغرور اور بدمزاج ہوں؟ نہیں نہیں! بدمزاج تو بری عورتیں ہوتی ہیں، میں بُری نہیں ہوں۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "جس کے دل میں محبت ہوتی ہے، وہ بری نہیں ہوتی۔"

اس کی اپنی سوچ نے کہا "میرے دل میں محبت ہے۔ وہ مجھے بہت اچھا لگتا ہے۔ میرا جی چاہتا ہے، میں اس سے ہمیشہ لگی رہوں۔ بس اس میں ایک ہی خرابی ہے، وہ مجھ سے برتر رہتا ہے۔ یہ مجھ سے برداشت نہیں ہوتا۔ اوہ گاڈ! میں بھول ہی گئی تھی! ابھی اس نے مجھ پر ہاتھ اٹھایا تھا۔ اگر اسرائیل میں ہوتا تو میں اس کے دونوں ہاتھ کٹوا دیتی۔ میں یہ توہین کبھی نہیں بھولوں گی۔ اسے سزا ضرور دوں گی۔"

وہ آگے بڑھتی رہی اور سوچتی رہی پھر رک گئی۔ دور فٹ پاتھ پر پارس آتا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ دونوں کی نظریں ملیں۔ وہ غصے سے ایک گلی میں مڑ گئی۔ اسے یقین تھا کہ وہ پیچھے آئے گا، اس لئے اس نے مڑ کر نہیں دیکھا۔ اسے غصہ بھی آ رہا تھا اور ڈھکی چھپی ہوئی خوشی بھی تھی کہ وہ دیوانہ ہے، پیچھا کر رہا ہے۔ وہ سوچ رہی تھی "اچھا ہے، اب میرے لئے ترستا رہے، تڑپتا رہے۔ میں تو بدن کو چھونے بھی نہیں دوں گی۔ جب وہ معافی مانگے گا، خوشامدیں کرے گا، میرے قدموں پر سر رکھے گا، تب معاف کروں گی۔ مگر اب اسے زیادہ فری نہیں ہونے دوں گی۔"

وہ سوچتی ہوئی ایک گلی سے دوسری گلی میں پہنچ گئی۔ پہلے اس نے دیکھا کہ ایک شخص اس کے دائیں طرف چلنے لگا۔ اس نے کترا کر چلنے کی کوشش کی تو بائیں طرف ایک شخص آ کر ساتھ چلنے لگا۔ وہ دو اجنبیوں کے درمیان نہیں رہنا چاہتی تھی، تیزی سے قدم بڑھا کر ان سے آگے جانے لگی۔ مگر وہ بھی تیزی سے چلنے لگے تھے۔ پھر وہ اچانک رک گئی تاکہ وہ آگے چلے جائیں۔ لیکن وہ بھی رک گئے۔ تب اس نے پریشان ہو کر مدد کے لئے پیچھے دیکھا اس کی ساری خوش فہمی ختم ہو گئی۔ پارس پیچھے نہیں آ رہا تھا بلکہ تیسرا اجنبی پیچھا کر رہا تھا۔ تب اسے یقین ہوا کہ وہ اجنبی شہر میں تنہا ہے۔ جو یار تھا اور مددگار تھا اسے اپنی حماقت سے دور کر دیا ہے۔

وہ غصے سے بولی "کون ہو تم لوگ؟ کیا چاہتے ہو؟"

"ہی ہی ہی۔ تمہیں چاہتے ہیں۔"

اس نے بولنے والے کے لہجے کو گرفت میں لے کر خیال خوانی کی پرواز کی۔ میں نے دیکھا وہ ناکام ہو رہی تھی، اس لئے اس کے اندر اپنی طرف سے توانائی پیدا کی۔ وہ اس کے دماغ میں پہنچ گئی اس کے اندر زلزلہ پیدا کیا تو وہ چیخ مار کر پیچھے چلا گیا۔ وہ پلٹ کر دوسرے سے بولی "کیا تم بھی مجھے چاہتے ہو؟"

دوسرے نے جواب دیا۔ "ایک تو تمہیں دیکھتے ہی پاگل ہو گیا۔ کمبخت چیخیں مار رہا ہے۔"

الپا نے پھر خیال خوانی کی پرواز کی۔ میں نے سہارا دیا۔ اس نے دوسرے کو دماغی اذیت پہنچائی۔ وہ بھی چیختا ہوا پیچھے چلا گیا۔ تیسرے نے الپا کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ وہ خود کو چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے بولی "مجھ سے باتیں کرو۔ تم کون ہو؟"

بد قسمتی سے وہ گونگا تھا۔ گونگوں کی طرح اوں آں کی، بے ہنگم آوازیں نکالتے ہوئے اشارے کی زبان میں پوچھ رہا تھا کہ اس کے ساتھیوں کو اچانک کیا ہو گیا ہے۔ وہ کیا حرکت کر رہی ہے؟

میں نے اس کے اندر رہ کر گونگے کو اس کے ہاتھوں سے گھونسا مارا۔ وہ ذرا لڑکھڑایا۔ یہ خود کو چھڑا کر بھاگنے لگی۔ جن کے دماغوں کو تکلیف پہنچی تھی وہ جھنجلا گئے تھے۔ سب اس کے پیچھے دوڑنے لگے۔ وہ بیک وقت دونوں کے دماغوں کو نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ میں باری باری انھیں تعاقب سے باز رکھ سکتا تھا لیکن اسے پکڑنے کے لئے کچھ اور لوگ آ گئے تھے۔

بعد میں پتا چلا، وہ عیسائی ملیشیا والوں کے علاقے میں آ گئی تھی۔ ایک محلے میں اسے چاروں طرف سے گھیر لیا گیا۔ وہ جدھر بھاگتی تھی، ادھر اسے دو چار شخص راستے روکنے پہنچ جاتے تھے۔ وہ دوسری گلی سے بھاگنے کے لئے ادھر گئی تو دو افراد راستہ میں آ گئے۔ اسی وقت ایک فائر ہوا، راستہ روکنے والا اچھل کر گر پڑا۔ دوسرے فائر میں دوسرا بھی لڑھک گیا۔ الپا نے سر اٹھا کر دیکھا۔ دور اس گلی میں پارس کھڑا ہوا تھا۔ میں نے الپا کی سوچ میں کہا "مجھے دشمن کا ہتھیار اٹھا لینا چاہیے۔"

وہ اسٹین گن اور کارتوس کا بیلٹ اٹھا کر پارس کی طرف دوڑنے لگی۔ اس کا تعاقب کرنے والوں نے فائرنگ شروع کر دی تھی۔ پارس جوابی فائرنگ کے ذریعے انہیں آگے بڑھنے سے روک رہا تھا۔ وہ قریب آئی تو دونوں فائرنگ کرتے ہوئے ایک پتلی سی گلی میں داخل ہو گئے۔ تعاقب کرنے والے ادھر دوڑنے لگے۔ ان کا خیال تھا، وہ پتلی گلی سے فرار ہو رہے ہیں لیکن قریب آتے ہی ان پر گولیوں کی بوچھاڑ شروع ہو گئی، کتنے ہی لوگ چیخیں مار کر گرنے لگے۔ وہ گلی میں چھپے ہوئے مسلسل فائرنگ کر رہے تھے۔ تعاقب کرنے والوں میں سے جو زندہ بچا، وہ اپنی سلامتی کے لئے واپس بھاگنے لگا۔ واپس جانے والوں میں بھی دو چار گرے۔ پھر کسی نے پیچھا کرنے کی جرات نہیں کی۔ پارس اس گلی میں تیز قدموں سے چلنے لگا۔ وہ پیچھے دوڑ کر آتے ہوئے بولی "اکیلے جا رہے ہو، مجھے ساتھ آنے کے لئے نہیں کہہ سکتے؟"

وہ اسے نظر انداز کر کے آگے بڑھتا گیا۔ وہ قریب آ کر ہانپتی ہوئی بولی "تم خود کو سمجھتے کیا ہوں؟ ایک تو مجھے طمانچے مار دیئے، اوپر سے اکڑ دکھا رہے ہو! کیا معافی نہیں مانگ سکتے؟ کوئی مجھے چھونے کی جرات نہیں کرتا ہے۔ میں نے خود کو تمہارے حوالے کر دیا تو سر پر چڑھ گئے۔"

وہ چلتے چلتے ہاتھ پکڑ کر بولی "مجھ سے معافی مانگو۔ میں معاف کر دوں گی۔"

پارس نے ہاتھ چھڑا کر اسے دھکا دیا۔ کہیں سے چلنے والی گولی ان کے درمیان سے گزر گئی۔ اسے دھکا دینے میں ایک سیکنڈ کی بھی دیر ہوتی تو گولی الپا کو لگ جاتی۔ پارس نے پھرتی سے گھوم کر فائر کیا۔ جس کے نتیجے میں تین منزلہ عمارت کی ایک بالکونی سے ایک مسلح شخص چیخ مار کر لڑھکتا ہوا گلی میں آ کر گر پڑا۔ الپا نے حیرانی سے پوچھا "تمہاری کتنی آنکھیں ہیں۔ تم میری باتیں سن رہے تھے، دشمن کو کیسے دیکھ لیا؟"

وہ چاروں طرف محتاط انداز میں دیکھتا ہوا آگے بڑھتے ہوئے بولا "میں عورتوں کی بکواس کبھی نہیں سنتا۔"

یہ غصہ دلانے والی بات تھی لیکن اسے تسلیم کرنا پڑا کہ وہ اس کی بکواس پر توجہ دیتا تو آس پاس دھیان نہیں رکھ سکتا تھا۔ اس کے محتاط انداز نے اسے پھر ایک بار موت سے بچایا ہے۔

وہ اس کے پیچھے چلتی ہوئی بولی "تم بہت اچھے ہو۔ جاؤ، میں تمہیں معاف کرتی ہوں۔ کیا یاد کرو گے!"

میں نے کوڈ ورڈز ادا کرتے ہوئے کہا "تم شمالی سرحد کی طرف جاؤ۔ میں ہیلی کاپٹر یا طیارہ بھیج رہا ہوں۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

میں نے سلمان واسطی سے رابطہ کرکے کہا" پارس الپا کے ساتھ لبنان میں ہے۔ ابھی بیروت سے نکل کر شمالی سرحد کی طرف جارہا ہے۔اس کے لئے ہیلی کاپٹر یا طیارہ فوراً بھیج دو۔ وہ پیرس جائے گا۔"

بابا صاحب کے ادارے میں اور فرانس کے سرکاری شعبوں میں سلمان واسطی کی ہدایت پر فوراً آنکھ بند کرکے عمل کیا جاتا تھا۔ پہلے یہی اعتماد کا مقام مجھے حاصل تھا۔ لیکن میں دنیاوالوں کے لئے مرچکا تھا' اس لئے یہ مقام سلمان کو دیا گیا تھا۔

پارس گلیوں کے پھیلے ہوئے جال سے نکل کر ایک شاہراہ پر آگیا۔ بیروت کی وہ پہلی جیسی رونق نہیں رہی تھی۔ پھر بھی گاڑیاں چل رہی تھیں۔ لوگ ضروریات زندگی کا سامان خریدنے کے لئے فٹ پاتھ پر نظر آرہے تھے۔ کچھ گاڑیاں سڑک کے کنارے کھڑی ہوئی تھیں۔ ایک شخص ایک گاڑی کی اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ پارس نے تیزی سے اگلا دروازہ کھول کر اس کے پاس بیٹھتے ہوئے ریوالور دکھا کر کہا" ایک بات زبان سے نہ نکالنا۔ فوراً گاڑی اسٹارٹ کرو۔"

اس نے خوف سے کانپتے ہوئے ریوالور کو دیکھا۔ فوراً ہی گاڑی کو اسٹارٹ کیا۔ الپا پچھلا دروازہ کھول کر بیٹھ گئی تھی۔ گاڑی آگے بڑھ گئی۔ وہ کچھ دور جا کر بولا" میں تمہارے حکم کی تعمیل کررہا ہوں۔ یہ ریوالور ہٹالو۔ میں دل کا مریض ہوں۔"

پارس نے کہا" گاڑی ایک طرف روکو اور اتر جاؤ۔ کسی ٹیکسی میں گھر چلے جاؤ۔"

اس نے اپنی سلامتی کے لئے گاڑی روک دی۔ جلدی سے اتر کر باہر چلا گیا۔ پارس ڈرائیونگ سیٹ پر آگیا۔ وہ بولی۔ "ٹھہرو۔ میں اگلی سیٹ پر آرہی ہوں۔"

وہ ٹھہرنے والا نہیں تھا۔ گاڑی کو ایک جھٹکے سے آگے بڑھایا۔ وہ اٹھتے اٹھتے چیخ مار کر پچھلی سیٹ پر گر پڑی۔ پھر سنبھل کر سیدھی طرح بیٹھی ہوئی بولی" یہ کیا حرکت ہے۔ تھپڑ میں نے کھایا ہے یا تم نے؟ پھر بھی غصہ دکھاتے جارہے ہو۔"

وہ کسی بات کا جواب نہیں دے رہا تھا۔ وہ بولی" میں خوب سمجھتی ہوں۔ مجھے یہاں تنہا اور بے بس دیکھ کر بڑے مرد بن رہے ہو۔ اچھی طرح جانتے ہو کہ میں یہاں کوئی جوابی کارروائی نہیں کرسکوں گی۔"

" تم جوابی کارروائی کرسکتی ہو۔ ٹیلی پیتھی سے کام لو۔"

" اوہ! میں تو تمہاری خوشامد کرنے میں بھول ہی گئی کہ اب خیال خوانی کرسکتی ہوں۔ دیکھو' ابھی جنرل سے رابطہ کرکے اپنے لئے ہیلی کاپٹر منگواتی ہوں۔"

" میں اس کے دماغ میں رہ کر سمجھ رہا تھا کہ اب وہ خیال خوانی کرسکے گی۔ اس نے رابطے کے لئے پرواز کرنی چاہی' میں نے پرواز کو کمزور بنادیا۔ دماغ کو بے نام سی کمزوری کا احساس دلایا۔ وہ پریشان ہو کر بولی" کمزوری محسوس ہورہی ہے مگر میں نے اس کلی میں کامیابی سے دو دشمنوں کو دماغی جھٹکے پہنچائے تھے۔ پھر میرا دماغ کمزور کیسے ہوگیا؟"

وہ خاموش رہا۔ اس نے پوچھا" جواب کیوں نہیں دیتے؟"

" میں کیا جواب دوں؟ تم اپنی دماغی حالت کو خود بہتر سمجھ سکتی ہو۔"

" کیا خاک سمجھوں گی۔ پتا نہیں' تم نے بیہوشی کا کون سا انجکشن لگایا تھا؟ اس کے اثر سے ابھی تک کمزوری ہے۔ تم نے مجھ سے دشمنی کی ہے۔"

میں نے اس کے دماغ میں قہقہہ لگاتے ہوئے پاسکل بوبا کے لہجے میں کہا" اب تمہیں عقل آئی ہے کہ پارس نے دشمنی کی ہے۔ وہ تمہیں بے ہوش نہ کرتا تو میں تمہیں اپنی معمولہ بناچکا ہوتا۔ اب بھی کچھ نہیں بگڑا ہے۔ پارس کو ٹھکرا دو۔ پچھلی سیٹ پر آرام سے لیٹ جاؤ۔ میں تم پر تنویمی عمل کروں گا۔"

وہ چیخ کر بولی" نہیں نہیں! میں عمل کرنے نہیں دوں گی چلے جاؤ میرے دماغ سے' چلے جاؤ۔"

وہ سیٹ سے اٹھ کر پارس کی گردن میں بانہیں ڈال کر پیچھے سے لپٹ گئی۔ پھر بولی" مجھے تمہاری دشمنی ہزار بار منظور ہے اور وہ دشمنی نہیں تھی' تم نے مجھے اس شیطان کی کنیز بننے سے بچایا تھا۔ وہ ابھی میرے دماغ میں تمہارے خلاف بول رہا تھا۔ مجھے اپنی معمولہ بنانا چاہتا تھا۔ میں نہیں بنوں گی۔ تمہارے سوا کسی کی نہیں بنوں گی۔ فار گاڈ سیک مجھے اس سے بچاؤ۔"

" تم کبھی گرمی دکھاتی ہو' کبھی نرمی دکھاتی ہو۔ گرگٹ کی طرح رنگ بدلتی ہو۔ کیا تم میرا پیچھا نہیں چھوڑ سکتیں؟"

" مجھ سے اس انداز میں گفتگو نہ کرو۔"

" میں تم سے کسی بھی انداز میں گفتگو نہیں کرنا چاہتا۔ تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے مدد حاصل کرو اور میرا پیچھا چھوڑو۔"

" کیا تم سنجیدگی سے کہہ رہے ہو؟"

" ہاں۔ میں کسی ایسی لڑکی سے محبت نہیں کرسکتا جو مجھے اپنے قدموں کی دھول سمجھتی ہو۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں' تمہارے ساتھ اسرائیل واپس جاؤں گا تو طمانچے مارنے کا بدلہ لینے کے لئے تم میرے ہاتھ کٹوادو گی۔"

" نہیں' وہ تو میں غصے سے بول رہی تھی۔"

پھر وہ چونک کر بولی" میں نے تمہارے ہاتھ کٹوانے کی بات دل میں سوچی تھی' یہ تمہیں کیسے معلوم ہوگئی۔"

" پاسکل بوبا تمہارے دماغ میں تھا' اس نے مجھے آکر بتایا تھا"

" وہ ہمیں آپس میں لڑانا چاہتا ہے۔"

" اس میں لڑانے کی کیا بات ہے؟ تم اپنی زبان سے اعتراف کرچکی ہو کہ تم نے میرے ہاتھ کٹوانے کا فیصلہ دل میں کرلیا تھا۔"

" فیصلہ نہیں کیا تھا۔ صرف سوچا تھا۔ وہ بھی غصے میں۔"

" میں تمہارے جیسی غصہ کرنے والی کے ساتھ نہیں رہ سکتا۔ پلیز! میری گردن چھوڑ دو۔ اور اپنی سیٹ پر بیٹھ جاؤ۔"

وہ اسے چھوڑ کر اپنی جگہ بیٹھتی ہوئی بولی" تم میری انسلٹ کررہے ہو' مجھے ٹھکرا رہے ہو۔"

" ٹھکرا رہا ہوں نہیں' ٹھکرا چکا ہوں۔"

وہ تلملانے لگی۔ ایسی بے عزتی کبھی نہیں ہوئی تھی۔ اس نے غصے سے سوچا" میری جوتی سے' تم مرجاؤ۔ مجھے کیا ٹھکراؤ گے۔ میں تمہیں ٹھکراتی ہوں۔ تمہارے جیسے بہت مل جائیں گے۔"

لیکن ایسا سوچ کر دل دکھ رہا تھا۔ اس کے اندر کی عورت نہیں چاہتی تھی کہ پارس کی جگہ کوئی دوسرا مرد اس کی زندگی میں آئے۔ اس کے دماغ میں گزری ہوئی راتوں کی فلم چلنے لگی کہ پارس کس طرح تنہائی میں جادو جگاتا ہے۔ میں فوراً اس کے دماغ سے نکل گیا۔ میرا رشتہ ہی ایسا تھا' میں بیٹے سے اس کے جھگڑے کے وقت رہ سکتا تھا' پیار کے وقت نہیں رہ سکتا تھا۔

میں نے سلمان کے پاس آکر پوچھا" ہیلی کاپٹر پارس کے پاس کب تک پہنچے گا؟"

" پہنچنے میں کچھ تو وقت لگے گا۔ میں پائلٹ کے دماغ میں جارہا ہوں' تم میرے ذریعے اس کے لہجے اور آواز کو یاد کرلو۔"

وہ پائلٹ کے پاس پہنچا۔ ہیلی کاپٹر پرواز کررہا تھا۔ سلمان واسطی نے کہا" میں تمہارے دماغ میں ہوں۔ مجھے بتاؤ' کتنا فاصلہ رہ گیا ہے۔"

اس نے جواب دیا" ترکی کی سرحد پار کرنے میں دو گھنٹے لگیں گے۔ اس کے بعد لبنان میں پارس صاحب کہاں ہوں گے' وہاں کتنی دور تک پرواز کرنا ہوگا' یہ آپ ہی بتاسکتے ہیں۔"

" مسٹر برائن وولف بھی تمہارے دماغ میں پہنچ ہوئے ہیں۔ ان سے باتیں کرو۔ یہ تمہیں گائیڈ کریں گے۔"

سلمان واسطی چلا گیا۔ میں نے پائلٹ سے پوچھا" تم اتنی جلدی پیرس سے ترکی کیسے پہنچ گئے۔"

" جناب! میں پیرس سے نہیں' استنبول سے پرواز کررہا ہوں۔ اگر پیرس سے آتا تو ابھی آدھا فاصلہ بھی طے نہ ہوتا۔ استنبول میں فرانس کا یہ مخصوص ہیلی کاپٹر فارغ تھا۔ میں اسے پارس صاحب کے پاس لے جارہا ہوں۔ وہ کہاں ہیں؟"

" وہ بیروت سے نکل گیا ہے۔ وہ ابھی تک ایک گاڑی بدل چکا ہے۔ حالات سے مجبور ہو کر پھر کوئی دوسری سواری حاصل کرے گا' اس لئے ابھی میں اس کی خاص پہچان نہیں بتا سکوں گا۔ تم لبنان میں داخل ہونے پر وہ جس علاقے سے گزر رہا ہوگا' وہاں میں تمہیں لے جاؤں گا۔"

" جناب! انہیں سمجھادیں کہ وہ فساد زدہ علاقوں سے دور نکل آئیں' ورنہ جنگ کرنے والے اس ہیلی کاپٹر کو بھی نشانہ بناسکتے ہیں۔"

" اطمینان رکھو' تمہیں ایسے علاقوں سے گزرنا نہیں پڑے گا۔ میں ابھی جارہا ہوں۔ ایک گھنٹے بعد آؤں گا۔"

میں اس کے دماغ سے نہیں نکلا۔ وہ سمجھ رہا تھا' میں جاچکا ہوں۔ میں اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد اطمینان ہوگیا کہ وہ فرانسیسی حکومت کا وفادار ہے اور ہمیں کسی بھی مرحلے پر دھوکا نہیں دے گا۔ سلمان واسطی ہمارے معاملات میں اچھی طرح چھان بین کے بعد کسی وفادار کا انتخاب کرتا تھا۔

میں دماغی طور پر ساحلی کاٹیج میں حاضر ہوگیا۔ ٹیلیفون کا ریسیور اٹھا کر انکوائری آفس سے معلوم کیا' اسکندریہ سے پیرس جانے کے لئے کتنی فلائٹیں ہیں پھر میں نے غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر لباس تبدیل کیا اور ائر فرانس کے دفتر کی طرف چل پڑا۔ راستے میں الپا کے پاس جاکر اپنے بیٹے کی خیریت معلوم کرلی۔

بیٹا خیریت سے تھا لیکن الپا کی سوچ نے بتایا جہاں اس کے دماغ میں پرائی سوچ کی لہر آئی تھی' اس نے سانس روک لی اسے یقین تھا کہ پاسکل آیا ہوگا وہ خوش تھی کہ دماغی توانائی بحال ہوگئی تھی اور اب کوئی اس کے دماغ میں نہیں آسکتا تھا صرف میں اس کا عامل تھا۔ یہ بات پاسکل کو معلوم ہوتی تو وہ میرا لہجہ اختیار کرکے اس کے دماغ میں گھس جاتا۔ اب وہ دشمن خیال خوانی کرنے والے سے محفوظ رہے گی لیکن ہمارے لئے مشکل پیدا کرے گی ابھی وہ جنرل سے رابطہ کرکے تل ابیب سے ہیلی کاپٹر منگوانا چاہتی تھی۔

میں ائر فرانس کے دفتر تک نہ جاسکا۔ راستے میں رک گیا ایک ریستوران کے کیبن میں بیٹھ کر چائے کا آرڈر دیا۔ کیونکہ ایک جگہ بیٹھ کر ہی میں الپا کو کنٹرول کرسکتا تھا۔ اتنی دیر میں وہ جنرل سے رابطہ کرچکی تھی۔ وہ خوش ہو کر پوچھ رہا تھا۔ " بھئی تم کہاں ہو۔ ہم تمہارے لئے پریشان ہیں۔"

وہ بولی" دشمنوں نے میرا دماغ کمزور کردیا تھا میں خیال خوانی کے قابل نہیں رہی تھی لیکن آپ جے مورگن کے ذریعے میری مدد کرسکتے تھے۔"

" جے مورگن کئی بار چپ چاپ تمہارے دماغ میں گیا تھا۔ پارس نے اس سے کہا تھا کہ وہ اپنی موجودگی ظاہر نہ کرے ورنہ دشمن تمہیں مار ڈالے گا"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"یہ درست ہے۔ دشمن کو پتا چلتا کہ میرے لئے مدد پہنچ رہی ہے تو وہ مجھے زندہ نہ چھوڑتا۔"

"کیا تمہیں دشمن سے نجات مل گئی ہے؟"

"ہاں مجھے نجات دلانے کے لئے پارس نے بڑی محنت کی ہے مگر سمجھ میں نہیں آتا کہ مجھے اغوا کرنے والا اچانک میرے دماغ سے کیوں بھاگ گیا۔ ایک بار وہ گھنٹا بھر پہلے آیا تھا۔ تب میرا دماغ کمزور تھا۔ اب میں نے اسے بھگا دیا ہے' وہ میرے پاس نہیں آسکے گا۔ آپ فوراً ہیلی کاپٹر بھیج دیں۔"

"یہاں کئی ہیلی کاپٹر اور طیارے تمہارے پاس پہنچنے کو تیار ہیں۔ تم بتاؤ ابھی کہاں ہو؟"

"میں ابھی تھوڑی دیر پہلے بیروت میں تھی۔ اب پتا نہیں پارس گاڑی کہاں لے جارہا ہے ٹھہریے میں ابھی بتاتی ہوں۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر پارس سے بولی "میں نے جنرل سے رابطہ کیا ہے۔ میری مدد کے لئے طیاروں اور ہیلی کاپٹر میں بہت سے لوگ آنے والے ہیں۔ تم بتاؤ ابھی ہم کہاں سے گزر رہے ہیں۔"

وہ بولا "جہنم سے گزر رہے ہیں۔ کسی کو مدد کے لئے بلانے سے پہلے میرے اس فیصلے کو تسلیم کرو کہ میں اسرائیل واپس نہیں جاؤں گا۔"

"فضول باتیں نہ کرو۔ تم نے مجھ پر ہاتھ اٹھایا ہے پھر بھی تمہیں سزا نہیں دوں گی۔ تم میرے ساتھ چلو گے۔"

"میرا فیصلہ اٹل ہے۔ میں یہاں سے پہلے ترکی پھر فرانس جاؤں گا۔"

اس نے گاڑی روک دی پھر اسٹیئرنگ سیٹ چھوڑ کر باہر نکلتے ہوئے بولا "اس گاڑی میں واپس چلی جاؤ' واپسی پر جو پہلا دوراہا ہے اس کے بائیں راستے پر جاؤ گی تو اسرائیلی سرحد تک پہنچ جاؤ گی۔"

وہ باہر آکر بولی "میں تنہا نہیں جاؤں گی۔ تم سمجھتے کیوں نہیں' میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی۔ میں تم سے محبت کرتی ہوں۔"

"تمہاری محبت غصے میں بھری رہتی ہے۔ تم غصے میں سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں رہتیں لہٰذا میں ایسی جگہ نہیں رہوں گا جہاں ملکۂ عالیہ کا حکم چلتا ہو اور میری حیثیت غلام کی سی رہتی ہو۔"

"میں تمہیں کیسے یقین دلاؤں کہ اب تمہیں غصہ نہیں دکھاؤں گی؟"

"یقین دلانا چاہتی ہو تو میرے ساتھ ایسی جگہ چلو جہاں تم حاکم نہ رہو' میں محکوم نہ رہوں۔"

"کیا تم چاہتے ہو' میں اپنا وطن چھوڑ دوں۔ اپنی قوم کی خدمت نہ کروں؟"

"تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے دنیا کے کسی بھی حصے میں رہ کر ملک اور قوم کی خدمت کرسکتی ہو۔"

"نہیں۔ میں اپنے ملک سے دور نہیں رہوں گی۔"

"میں نے اپنے پاس صرف ایک ریوالور رکھا ہے۔ تمہارے لئے رائفل اور گاڑی چھوڑ کر جارہا ہوں۔"

وہ جانے لگا۔ وہ چیخ کر بولی "تم مجھے چھوڑ کر نہیں جاسکتے۔ رک جاؤ۔"

میں نے پارس کے دماغ میں آتے ہی کوڈ ورڈز ادا کرکے کہا "میں الپا کے اندر ہوں۔ تم اپنا کام کرو۔"

میں پھر اس کے اندر آگیا۔ وہ دیکھ رہی تھی' پارس دور ہوتا جارہا ہے۔ ایک بار بھی پلٹ کر نہیں دیکھ رہا ہے۔ اس نے رائفل اٹھالی۔ پھر کہا "رک جاؤ' نہیں تو گولی ماردوں گی۔"

وہ نہیں رک رہا تھا۔ اس نے سیفٹی کیچ ہٹا کر کہا "میں تمہیں زخمی کروں گی پھر تمہارے دماغ پر قبضہ جما کر اپنے ساتھ لے جاؤں گی۔"

اس کے سامنے یہی ایک راستہ تھا۔ زخمی ہونے کے بعد پارس سانس نہیں روک سکتا تھا۔ اس کے ہر حکم کی تعمیل کرنے پر مجبور ہوجاتا اور وہ یہی چاہتی تھی۔ جسے اپنا سب کچھ دے چکی ہے اسے اپنا وفادار بنا کر رکھے۔

اس نے ایک پیر کا نشانہ لے کر گولی چلائی۔ میں نے ہاتھ بہکا دیا۔ اس نے دوسری گولی چلائی' میں نے پھر ناکام بنا کر اس کی سوچ میں کہا "پارس زخمی ہوگا تو اس کے کمزور دماغ میں پاسکل بوبا آکر کسی چالاکی سے مجھے پھر بے بس کرے گا۔ ہوسکتا ہے' پارس کے دماغ پر قبضہ جما کر مجھے گولی ماردے۔"

میری اس بات سے اسے غلطی کا احساس ہوا۔ وہ دوڑتی ہوئی بولی "پارس! رک جاؤ۔ میں غلطی پر تھی۔ تم پر گولی نہیں چلاؤں گی۔"

وہ قریب آکر ہانپنے لگی۔ پارس نے کہا "تم ابھی دوبار گولی مار چکی ہو۔ میں تمہارے لئے مرچکا ہوں۔ اپنے لئے مقدر سے زندہ ہوں۔"

"میں نے سچ مچ نشانہ نہیں لیا تھا۔ تمہیں صرف دھمکی دے رہی تھی۔"

"تم پکی جھوٹی اور موقع شناس ہو۔"

"تم مجھے غلط سمجھ رہے ہو۔ دیکھو اب وقت برباد نہ کرو۔ جنرل میرا انتظار کررہے ہیں۔ میں جیسے ہی جگہ کی نشاندہی کروں گی' وہ لوگ وہاں سے پرواز کریں گے۔"

"تم گاڑی میں واپس جاؤ گی تو تمہیں راستے کا اور علاقوں کا پتا چل جائے گا۔"

"میں تمہیں چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔"

"تو پھر میرے ساتھ چلتی رہو۔"

"کیا تم اسرائیل نہ جاکر اپنے ملک اور اپنی قوم سے غداری کرو گے؟"

"میں دنیا کے کسی بھی ملک میں رہ کر اپنے لوگوں کے لئے کام کرتا رہوں گا۔"

"تم مجھے باتوں میں لگا کر وقت برباد کررہے ہو۔ گاڑی بہت پیچھے رہ گئی ہے۔ ہم پیدل کہاں جارہے ہیں؟ کیا تم سنجیدگی سے فیصلہ کرچکے ہو کہ واپس نہیں جاؤ گے؟"

"میری بات پتھر کی لکیر ہوتی ہے اور فیصلہ تو چٹان ہوتا ہے۔"

وہ چپ چاپ چلتے ہوئے سوچنے لگی "میں تمہارے فیصلے کی چٹان کو توڑ دوں گی۔"

اس نے جنرل کے پاس پہنچ کر کہا "پارس مجھے بھٹکا رہا ہے۔ وہ اسرائیل واپس نہیں آنا چاہتا۔ میرا اندازہ ہے' وہ ترکی کی سرحد کی طرف جارہا ہے۔ ابھی ہم پیدل ہیں۔ شاید آگے گاڑی مل جائے۔ آپ مجھے ہیلی کاپٹرز اور طیاروں کے پائلٹ کی آوازیں سنائیں' میں ان سے رابطہ رکھوں گی اور انہیں اپنی طرف بلالوں گی۔"

اسے ایک ہیلی کاپٹر اور ایک طیارے کے پائلٹ کی آواز سنائی گئی۔ میں نے بھی سنی' پھر وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر بولی۔ "ہم کب تک چلتے رہیں گے؟"

"میرے ساتھ رہو گی تو تمہیں شاہی سواری نصیب نہیں ہوگی۔"

"میری محبت کا اندازہ کرو' میں راستے اور منزل کو سمجھے بغیر تمہارے ساتھ چل رہی ہوں۔"

"اگر تم اسی طرح منزل تک ساتھ دیتی رہیں تو میں تمہاری محبت کی قدر کروں گا۔"

"اتنا تو بتادو' ہم کس علاقے سے گزر رہے ہیں؟"

"اپنے پائلٹوں سے کہہ دو' لبنان میں داخل ہو کر پرواز کرتے رہیں' تم کہیں نہ کہیں نظر آجاؤ گی یا پھر ان کے دماغوں میں رہ کر اپنے پاس آنے کے لئے رہنمائی کرتی رہو۔"

اس نے حیرانی سے اسے دیکھا اور سوچا "اسے کیسے معلوم ہوگیا کہ میں اپنے پائلٹوں کو خیال خوانی کے ذریعے گائیڈ کرنے والی ہوں؟"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "یہ بات موٹے دماغ والا بھی سوچ سکتا ہے کہ میں خیال خوانی کے ذریعے اپنے لوگوں کو یہاں آنے کے لئے گائیڈ کرسکتی ہوں۔"

اس کی سوچ نے تائید میں کہا "ہاں' پارس نے اندازے سے کہا ہے۔ وہ بھلا میری سوچ کو کیسے پڑھ سکتا ہے؟"

میں کبھی الپا کو قابو میں رکھتا تھا' کبھی فرانسیسی پائلٹ کے پاس جاتا تھا' اس طرح وقت گزرتا گیا۔ ایک بار الپا نے اپنے پائلٹ سے رابطہ کیا تو پتا چلا' وہ لوگ لبنان میں داخل ہو کر پرواز کررہے ہیں۔ الپا نے ایک پائلٹ کو بتایا کہ وہ پارس کے ساتھ کہاں سے گزر رہی ہے۔ ایسے وقت میں نے پائلٹ کو غائب دماغ بنادیا۔ جب اس کی بات ختم ہوگئی تو میں نے پائلٹ کی زبان سے کہا "آپ جہاں سے گزر رہی ہیں اور اس علاقے کی جو نشانیاں بتارہی ہیں وہ تو ملک شام ہے۔ دشمن اسلامی ملک ہے ہم وہاں نہیں آسکیں گے۔ ان کی توپیں اور میزائل ہمیں تباہ کردیں گے۔"

الپا نے پریشان ہو کر پارس سے پوچھا "کیا ہم دشمن ملک کی سرحد میں داخل ہوگئے ہیں؟"

"ہوسکتا ہے۔ یہاں کی زمینیں ایک جیسی ہیں۔ ملک کا پتا نہیں چلتا۔"

"پتا کیسے نہیں چلے گا۔ سرحدی لائن پر تو فوج ہوا کرتی ہے۔ ہمیں سرحد پار کرتے وقت کسی نے کیوں نہیں روکا؟"

"ہر ملک کی سرحدوں میں چور راستے بھی ہوتے ہیں۔ شاید ہم انجانے میں ایسے ہی کسی چور راستے سے داخل ہوگئے ہیں۔"

اسے یقین نہیں آرہا تھا۔ وہ خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی ایک طیارے کے پائلٹ کے پاس پہنچی' جب بولنے لگی تو میں نے اس پائلٹ کو بھی غائب دماغ بنادیا۔ پھر اس کی زبان سے کہا "جی ہاں مادام! ہیلی کاپٹر کے پائلٹ نے درست کہا ہے۔ آپ ملک شام میں داخل ہوگئی ہیں۔ ہم واپس اپنی سرحد میں جارہے ہیں۔ آپ اس ملک سے نکل آنے کے بعد ہم سے رابطہ کریں۔"

الپا نے دماغی طور پر حاضر ہو کر کہا "ہمیں واپس جانا چاہئے۔"

"میں واپس جانے کے لئے آگے نہیں بڑھتا۔"

"یہاں ہم گرفتار ہوجائیں گے۔ پہچان لئے جائیں گے کہ ہم یہودی ہیں۔"

"جب گرفتار ہوں گے' تب دیکھا جائے گا۔"

میں اپنے پائلٹ کے پاس گیا' وہ لبنان پہنچ گیا تھا۔ میں اس کی رہنمائی کرتا ہوا پارس کی طرف لے گیا۔ پائلٹ نے دوربین سے دیکھا' پارس الپا کے ساتھ کچے راستے پر جارہا تھا۔ وہ ایک جگہ ہیلی کاپٹر اتارنے لگا۔ میں نے پارس کے پاس آکر کہا "یہ ہمارا ہیلی کاپٹر ہے۔ ادھر جاؤ۔"

ادھر الپا نے پوچھا "یہ کس کا ہیلی کاپٹر ہے؟ کوئی دشمن ہوسکتا ہے۔"

پارس نے کہا "آؤ دیکھتے ہیں۔ جب میں کسی سے کار چھین سکتا ہوں تو ہیلی کاپٹر چھین کر بھی سرحد پار کرسکتا ہوں۔"

پائلٹ نے میری ہدایت کے مطابق دور ہی سے آواز لگائی "ہیلو پارس! میں نے پرواز کرتے ہوئے تمہیں دوربین سے دیکھ لیا تھا۔ یہاں کیا کررہے ہو؟ میں ہوں تمہارا دوست جارج کوسکی..."

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

پارس نے دونوں ہاتھ پھیلا کر اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا "او ہو میرے دوست کوسکی! تم بڑے اچھے وقت پر آئے ہو۔" ان کے درمیان ابھی کافی فاصلہ تھا۔ الپا نے پوچھا "یہ تمہارا دوست کیسے ہو گیا؟"

وہ بولا "عقل سے کام لو۔ یہ اصلی پارس کا دوست ہے۔ مجھے پارس سمجھ رہا ہے۔ میں اسے الو بنا کر ترکی پہنچ جاؤں گا۔ ہو سکتا ہے، اور آگے جانے کا موقع مل جائے۔"

"پارس! میری بات مانو، اسے اسرائیل لے چلو۔"

"یہ اتنا الو نہیں بنے گا کہ اسرائیل کی طرف چل پڑے۔"

"میں اس کے دماغ میں جا کر دیکھتی ہوں، جگہ ملے گی تو میرا غلام بن جائے گا۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ میں نے اس سے پہلے پائلٹ کے دماغ میں پہنچ کر اس کی سانس روک دی۔ اس سوچ کی لہریں واپس ہو گئیں۔ ادھر پارس آ کر اس سے مصافحہ کر رہا تھا۔ میں نے اس کی زبان سے کہا "تم سے ملتے ہی کوئی مصیبت میرے دماغ میں آنا چاہتی تھی۔ میں نے سانس روک لی ہے۔ کیا تمہارے پیچھے خیال خوانی کرنے والے دشمن لگے ہوئے ہیں۔ بائی دا وے، یہ حسینہ کون ہے؟"

"یہ میری محبوبہ ہے۔ تم تو جانتے ہو، ہمارے ساتھ دشمن لگے رہتے ہیں۔ اس بے چاری کے دماغ میں کوئی چھپا ہو گا جو تمہارے اندر آنے کی ناکام کوشش کر چکا ہے، اب اسے یقین ہو گیا ہے کہ تم یوگا کے ماہر ہو۔ تمہارے پاس دال نہیں گلے گی۔ ویسے تم کہاں جا رہے ہو؟"

"کیا بتاؤں، انقرہ سے استنبول جا رہا تھا۔ بھٹک کر ادھر آ گیا۔ کیا تم میرے ساتھ چلو گے؟"

"ہاں ضرور" وہ الپا کو ایک طرف لے جا کر بولا "اب اس کے دماغ میں نہ جانا، ورنہ کام بگڑ جائے گا۔ میں اسے ہینڈل کروں گا۔"

"لیکن یہ تو استنبول جا رہا ہے۔ تم بھی وہاں جانا چاہتے ہو۔ پلیز اپنا فیصلہ بدل دو۔"

"میں تمہارے ساتھ دنیا کے کسی بھی ملک میں رہوں گا لیکن اسرائیل میں نہیں رہوں گا۔ تمہیں منظور ہو تو آؤ، ورنہ یہیں رہ جاؤ۔"

وہ آگے بڑھ کر ہیلی کاپٹر میں سوار ہو گیا۔ وہ اسرائیل واپس نہیں جا سکتی تھی۔ خیال خوانی کے باوجود مدد حاصل نہیں ہو رہی تھی۔ ان حالات میں وہ وہاں تنہا نہیں رہ سکتی تھی، اس لئے وہ بھی ہیلی کاپٹر میں آ گئی۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی "یہ مرد اپنی منواتے ضرور ہیں لیکن رفتہ رفتہ اپنی عورت کی بھی بات مان لیتے ہیں۔ میں حسن و شباب کا جادو جگا کر اسے اسرائیل لے جاؤں گی۔ مرد ایک ایسا فولاد ہے جو صرف عورت کی بانہوں میں ہی پگھلتا ہے اور کوئی آگ اسے نہیں پگھلاتی۔"

○☆○

لیبرا ڈور کے علاقے سے فرار ہوتے وقت سونیا ثانی اور علی تیمور کو اتنا وقت نہیں ملا کہ وہ طیارے کو اچھی طرح چیک کرتے۔ چونکہ وہ پرواز کے لئے تیار کھڑا تھا، اس لئے وہ اللہ کا نام لے کر سوار ہو گئے تھے۔ انہوں نے جنوب کی طرف پرواز کی۔ ان کا ارادہ تھا، امریکا کی سرحد سے باہر کہیں اتر کر کسی طرح نیویارک پہنچیں گے لیکن پرواز کے دوران پتا چلا کہ طیارے کا ایندھن انہیں ایک ہزار میل تک لے جا سکتا تھا۔ آگے جانے کے لئے مزید ایندھن کی ضرورت ہو گی۔

قطب نما کے ذریعے سمت کا اور کمپیوٹر کے ذریعے علاقوں کا پتا چل رہا تھا کہ وہ کہاں سے گزر رہے ہیں۔ علی تیمور نے کینیڈا کے شمال مشرقی شہر کوبیک کے قریب ایک کشادہ پختہ سڑک دیکھی، وہیں بڑی مہارت سے طیارے کو اتار دیا۔ انہوں نے اپنی ضرورت کا سامان ساتھ لیا۔ پھر وہ کشادہ سڑک چھوڑ کر طیارے سے دور جانے لگے۔ وہاں برف باری ہو رہی تھی۔ دن کی روشنی تھی لیکن سورج نظر نہیں آ رہا تھا۔ علی نے قطب نما دیکھتے ہوئے کہا "ہم شہر میں داخل ہوتے ہی ایک دوسرے سے الگ ہو جائیں گے۔"

وہ بولی "یہی مناسب ہے۔ اس طیارے کو دیکھنے کے بعد جوان جوڑے کو جگہ جگہ چیک کیا جائے گا۔ ان کی توقع کے مطابق ہم ساتھ نہیں رہیں گے۔"

"تم تنہا کہاں جاؤ گی؟"

"اپنی اگلی منزل بتاؤ، وہاں پہنچ جاؤں گی۔"

"میں کوبیک سے مونٹریال جانے کی کوشش کروں گا۔"

"میں وہاں ضرور پہنچوں گی۔"

"ہم کہاں ملیں گے؟"

"پتا نہیں، وہاں کون سی جگہ کیسی ہے۔"

"میں روز شام کو چار بجے ریلوے اسٹیشن کے ویٹنگ روم کے دروازے پر ایک گھنٹے تک انتظار کروں گا۔"

ایسا کہتے وقت علی کو احساس ہوا کہ اس نے کبھی کسی لڑکی کا انتظار نہیں کیا۔ ایک گھنٹا بہت ہوتا ہے۔ ایک سیکنڈ کے لئے بھی کسی کے متعلق سوچنا گوارا نہیں کرتا تھا پھر سونیا ثانی میں کیا بات ہے؟ دماغ کے کسی گوشے میں کوئی ایسی بات ہے جسے وہ سمجھ نہیں پا رہا ہے۔

ادھر سونیا ثانی کو یہ سن کر ایک نئی مسرت کا احساس ہوا کہ وہ کہیں ملے گا اور اس کا انتظار کرتا رہے گا۔ اس نے پوچھا "تمہارے سر کی تکلیف کیسی ہے؟"

وہ بولا "کمبخت نے پیچھے سے زبردست حملہ کیا تھا۔ برفانی علاقہ ہے، یہاں زخم سے خون رستے ہی جم جاتا ہے۔ اس لئے لہو نہ بہہ سکا۔ ویسے تکلیف ہو رہی ہے۔"

"شہر پہنچتے ہی ڈاکٹر کے پاس جاؤ گے نا؟"

"ہاں جاؤں گا۔"

"باقاعدہ دوائیں استعمال کرو گے؟"

"ہاں کروں گا۔ تم اطمینان رکھو۔ میں معمولی چوٹ کا علاج بھی توجہ سے کراتا ہوں۔"

وہ تھوڑی دور تک خاموشی سے چلتے رہے۔ ایک دوسرے سے کچھ بولتے رہنے کو جی چاہتا تھا لیکن دونوں ہی کم گو تھے۔ غیر ضروری باتیں کرنے کی عادت نہیں تھی، اس لئے سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آگے کیا بولنا چاہئے۔ شہر کے قریب پہنچ کر وہ ایک چوراہے پر رک گئے۔ وہ ہچکچاتے ہوئے بولا۔ "اب ہمیں..."

وہ بولی "ہاں۔ ہمیں جدا ہونا پڑے گا۔"

"تم۔ تم مما کی ہم شکل ہو، پہچان لی جاؤ گی۔"

"میری جیب میں ریڈی میڈ میک اپ ہے۔ میں ابھی چلتے چلتے حلیہ بدل لوں گی۔"

"اچھا، وش یو گڈ لک۔"

"میں آج ہی مونٹریال جانے کی کوشش کروں گی، خدا حافظ۔"

دونوں رخصت ہو گئے۔ دو الگ راستوں پر چلتے ہوئے دور تک ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے گئے۔ پھر نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ علی تیمور سڑک کے کنارے چل رہا تھا۔ اچانک انکشاف ہوا کہ سونیا ثانی اس کے دماغ پر کیوں نقش ہو رہی ہے۔ ابھی دو دن پہلے بانی مور میں سونیا نے اس سے پوچھا تھا "تم لڑکیوں سے شرماتے کیوں ہو...؟"

اس نے جواب دیا تھا "شرماتا نہیں، کتراتا ہوں۔ میرے تصور میں ایک آئیڈیل لڑکی ہے اور وہ بالکل آپ جیسی ہے۔ آپ کی سوچ میں گہرائی ہے، باتوں میں کئی معنی پوشیدہ ہوتے ہیں۔ آپ کا ہر عمل نتیجہ خیز ہوتا ہے۔ مجھے آپ جیسی لڑکی چاہئے۔"

اور سونیا ثانی نے مختصر سی ملاقات میں اپنی ذہانت اور دلیری سے ثابت کر دیا تھا کہ میں وہی ہوں، وہی ہوں۔ تمہارے خیالوں سے نکل کر حقیقی دنیا میں آ گئی ہوں۔ کمال ہے، مجھ سے جدا ہونے کے بعد مجھے پہچان رہے ہو۔

علی تیمور نے چلتے چلتے پلٹ کر دور تک دیکھا جیسے اسے ڈھونڈ رہا ہو پھر انکار میں سر ہلا کر سوچا "مجھے اس کے لئے اتنا نہیں سوچنا چاہئے۔ سوچوں گا تو موجودہ حالات پر غور نہیں کر سکوں گا۔"

اسے بھوک لگ رہی تھی لیکن وہ پہلے سر کی مرہم پٹی کرانا چاہتا تھا۔ شہر کی مختلف سڑکوں سے گزرتے ہوئے ایک ڈاکٹر کا سائن بورڈ پڑھا پھر اس کلینک میں داخل ہو گیا۔ ڈاکٹر فارغ تھا۔ ٹی وی پر آئس ہاکی کا کھیل دیکھ رہا تھا۔ اس نے علی تیمور کے سر کے زخم کا معائنہ کیا پھر کہا "گہرا زخم ہے۔ یہ کیسے ہوا؟"

"ڈاکٹر! جو ہونا ہے، وہ ہو جاتا ہے۔"

"معلوم ہوتا ہے، کسی سے جھگڑا ہوا تھا۔"

"جی ہاں۔ یہی بات ہے۔"

وہ مرہم پٹی کرتے ہوئے بولا "تم بتانا نہیں چاہتے۔"

"مار کھانے کے بعد شرم آ رہی ہے، آپ سوال کر کے اور شرم دلا رہے ہیں۔"

ڈاکٹر ہنسنے لگا۔ پھر وہ بولا "اب کچھ نہیں پوچھوں گا۔ تمہیں علاج کی ضرورت ہے اور مجھے فیس کی۔ میں رقم کو دیکھتا ہوں، آدمی کو صرف اپنا منافع دیکھنا چاہئے۔ کیوں، ٹھیک ہے نا؟"

اسی وقت ٹی وی پر نیوز بلیٹن میں ایک خاتون نے خبریں سناتے ہوئے کہا "کوبیک کے قریب ہائی وے پر ایک طیارہ کھڑا ہوا ہے۔ یونائیٹڈ اسٹیٹس کی سراغرساں ایجنسی نے بہت پہلے اطلاع دی تھی کہ سونیا ثانی اور علی تیمور نامی دو جوان لڑکی لڑکے نے لیبرا ڈور کا ایک طیارہ اغوا کیا ہے۔ یہ وہی طیارہ ہے۔ عوام سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ ایسے کسی لڑکی اور لڑکے کو دیکھ کر قریبی پولیس اسٹیشن میں اطلاع دیں گے۔ لڑکے کی پہچان یہ ہے کہ اس کا سر زخمی ہے۔"

ڈاکٹر نے چونک کر علی کو دیکھا۔ علی نے پوچھا "کیا خیال ہے؟ پولیس اسٹیشن یہاں سے کتنی دور ہے؟"

"آں" وہ ہچکچاتے ہوئے بولا "تم مجھے غلط سمجھ رہے ہو۔ مجھے امریکیوں سے سخت نفرت ہے۔ وہ اپنی اسٹیٹ سمجھ کر یہاں بھی چلے آتے ہیں۔ ہماری معیشت پر چھا جانا چاہتے ہیں۔ تمہیں پہلے بتانا چاہئے تھا کہ کون ہو اور کہاں سے آئے ہو! بہرحال گرفتاری کا خوف دل سے نکال دو۔ میری کلینک میں چھپ کر رہو۔ میں تمہیں اپنے گھر میں پناہ دوں گا۔"

"ڈاکٹر! تم بہت اچھے ہو۔ میں تم پر بھروسا کرتا ہوں۔"

ڈاکٹر نے ایک سرنج نکالی اور پھر اس میں ایک دوا بھرتے ہوئے کہا "تمہارے لئے یہ انجکشن ضروری ہے۔ زخم جلدی بھرے گا۔"

وہ سرنج لے کر قریب آیا تو علی نے ریوالور نکال کر اس کے ہاتھ سے سرنج لے لی پھر پوچھا "ریوالور سے مرنا چاہو گے یا انجکشن سے بے ہوش ہونا ہے؟"

"آں... نہیں۔ یہ بے ہوشی کی دوا نہیں ہے۔"

"تو پھر چپ چاپ لگوا لو۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اس نے ڈاکٹر کو لیٹنے پر مجبور کیا۔ پھر سرنج کی نوک اسکے بازو میں پیوست کردی۔ پلک جھپکتے ہی ڈاکٹر کی آنکھیں بند ہوگئیں۔ وہ بے ہوش ہوگیا۔ اس نے آئینے کے سامنے آکر کانوں کو ڈھانپنے والی ٹوپی پہنی جس پر سر کی بندھی ہوئی پٹی چھپ گئی۔ پھر وہ کلینک سے باہر آگیا۔ ٹی وی اور ریڈیو سے ہونے والی اناؤنسمنٹ نے مشکلات پیدا کردی تھیں۔ وہ کسی ہوٹل میں قیام نہیں کرسکتا تھا۔ ٹرین یا کار وغیرہ کے ذریعے سفر نہیں کرسکتا تھا۔ ایسے تمام مقامات پر پولیس والے پہنچ گئے ہوں گے۔

اس نے ایک ٹیکسی کو روکا۔ پھر پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر کہا۔ "بازاری عورتوں کے پاس لے چلو۔"

ڈرائیور نے مسکراتے دیکھا پھر گاڑی آگے بڑھادی۔ بیس منٹ بعد ایک جگہ گاڑی روک کہا "یہ دائیں طرف جو راستہ ہے۔ یہ تمہیں مطلوبہ عورتوں تک پہنچادے گا۔ میں ایسی جگہ نہیں جاتا۔"

علی نے کہا "میں بھی ایسی جگہ نہیں جاتا۔ دراصل ایسی عورتیں شہر کے نامی گرامی بدمعاشوں کو جانتی ہیں۔ میں ان کے ذریعے یہاں کے سب سے بڑے بدمعاش تک پہنچنا چاہتا ہوں۔ کیا تم میری مدد کرسکتے ہو؟"

"تم نے پہلے کہا ہوتا۔ ہم آگے نکل آئے ہیں۔"

"کوئی بات نہیں۔ گاڑی کے پہیے گھوم سکتے ہیں' واپس چلو۔ میں میٹر سے زیادہ دوں گا۔"

وہ گاڑی کو واپس موڑتے ہوئے بولا "میں ایک شریف بدمعاش کو جانتا ہوں۔ اس کا نام رے بٹ ہے۔ وہ بہت دولت مند اور وسیع ذرائع کا مالک ہے۔ پولیس والے اسے سلام کرتے ہیں۔"

"بہت خوب! میں ایسے ہی شخص سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"لیکن وہ تو شاید اپنے لوگوں سے بھی بہت کم ملتا ہے۔ تم سے ملنا پسند نہیں کرے گا۔"

"تم اسے کیسے جانتے ہو؟"

"میں ٹیکسی ڈرائیور ہوں۔ اس کے آدمی اکثر میری گاڑی میں آتے جاتے ہیں۔ اس کے متعلق باتیں کرتے ہیں' میں چپ چاپ سنتا رہتا ہوں۔"

"اس کا کانٹیکٹ نمبر بتاسکتے ہو؟"

"ڈائریکٹری میں اس کے کئی فون نمبر ہیں۔"

ڈرائیور نے ایک بہت شاندار بنگلے کے سامنے گاڑی روک دی۔ اس کے آہنی پھاٹک پر مسلح افراد کھڑے ہوئے تھے علی نے کہا "واپس چلو۔"

گاڑی واپس ہوگئی۔ اس نے ایک پبلک کال آفس کے سامنے گاڑی رکوائی۔ اندر جاکر ڈائریکٹری میں نمبر دیکھے۔ پھر ریسیور اٹھاکر رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے آواز آئی "ہیلو' میں مسٹر رے بٹ کا سیکریٹری بول رہا ہوں۔"

علی نے کہا "میں مسٹر بٹ سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ ویسے میں ان کے لئے اجنبی ہوں۔"

"سوری' وہ کسی اجنبی سے گفتگو نہیں کریں گے۔"

"بزنس کی باتیں تو کریں گے۔"

"کیسا بزنس؟"

"آپ نے اس طیارے کی خبر سنی ہوگی جو یہاں سے قریب ہی ہائی وے پر کھڑا ہے؟"

"ہاں' ہم نے سنی ہے۔"

اگر یہ بات راز میں رکھی جاسکتی ہے تو مسٹر رے بٹ سے ہیں کہ میں اس طیارے کا ایک مسافر ہوں۔"

"کیا واقعی؟"

"میں غلط نہیں کہہ رہا ہوں۔"

"پلیز ہولڈ آن۔"

خاموشی چھاگئی۔ سیکریٹری اپنے باس کے پاس گیا ہوگا۔ اسے فون پر ہونے والی گفتگو سنارہا ہوگا۔ تھوڑی دیر بعد علی تیمور کو ایک بھاری بھرکم آواز سنائی دی۔ وہ پوچھ رہا تھا "اپنا نام بتاؤ؟"

"علی تیمور۔"

"تمہارے ساتھ ایک لڑکی بھی ہے؟"

"تھی۔ مجھ سے بچھڑ گئی ہے۔"

"اگر یہ جھوٹ ہوا تو پچھتاؤ گے۔"

"میں پچھتانے کا کوئی کام نہیں کرتا۔"

"تمہیں میرا نام کیسے معلوم ہوا؟"

"کیا آپ نہیں جانتے کہ میرا تعلق ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے خاندان سے ہے؟"

"اوہ گاڈ! تم کیا چاہتے ہو؟"

"وقتی طور پر پناہ۔"

"آجاؤ اور اپنی پہچان بتاؤ۔"

"بس ایک ہی پہچان ہے۔ ایک ٹیکسی میں آرہا ہوں۔"

وہ ریسیور رکھ کر پچھلی سیٹ پر آگیا۔ اسے پھر رے بٹ کے بنگلے کی طرف چلنے کو کہا۔ ڈرائیور نے گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے پوچھا "کام بن گیا؟"

"کام بنتا نہیں' بنانا پڑتا ہے۔"

ٹیکسی بنگلے کے سامنے پہنچی تو مسلح افراد نے کوئی سوال کیے بغیر آہنی گیٹ کو کھول دیا۔ ڈرائیور نے حیرانی سے پوچھا۔ "کمال ہے' تم نے دوستی کیسے کرلی؟"

گاڑی پورچ میں رک گئی۔ علی نے اسے سو ڈالر دیتے ہوئے کہا "ایک بات یاد رکھو۔ یہ کسی سے نہ کہنا کہ تم نے کسی اجنبی کو یہاں پہنچایا ہے' ورنہ مسٹر رے بٹ کے آدمی تمہیں گولی ماردیں گے۔"

وہ ٹیکسی سے اتر کر بنگلے میں داخل ہوا۔ اس کے آگے پیچھے مسلح افراد تھے۔ اس نے بنگلے کے داخلی کمرے میں اپنا سامان رکھ دیا۔ ایک سیکورٹی افسر نے اس کی تلاشی لی۔ پھر وہ سیکریٹری کے ساتھ ایک ڈرائنگ روم میں آیا۔ وہاں رے بٹ بے چینی سے ٹہل رہا تھا۔ اس سے مصافحہ کرتے ہوئے بولا۔ "تم نے مجھے پریشانی میں مبتلا کردیا ہے۔ کیا تم واقعی علی تیمور ہو؟"

"ہاں' اب تم ثبوت چاہو گے۔ جب میں فون پر تم سے بول رہا تھا' تب میری ماما تمہارے دماغ میں آئی تھیں۔ وہ بہت مصروف ہیں۔ یہ کہہ کر چلی گئیں کہ شام تک آئیں گی۔"

وہ دھپ سے صوفے پر گر پڑا پھر بولا "اوہ گاڈ! ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے میرا گھر دیکھ لیا ہے۔ میں بری طرح ڈوب جاؤں گا۔"

علی نے کہا "جو ہمارا اچھا چاہتے ہیں' ہم اس کے ساتھ کبھی برا نہیں کرتے۔ تمہارا کوئی راز تمہارے دماغ سے باہر نہیں جائے گا۔ اور نہ ہی میری ماما تمہیں بلیک میل کریں گی۔"

"میری ذات سے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ پولیس تمہارے قریب نہیں آئے گی۔ تم جہاں کہوگے میں وہاں پہنچادوں گا۔"

"کیسے پہنچاؤ گے؟ قدم قدم پر پولیس کا پہرا ہوگا۔ میری سب سے بڑی پہچان یہ ہے کہ سر پر زخم ہے اور پٹی بندھی ہوئی ہے۔"

"اگرچہ میری گاڑیوں کو اور ذاتی طیارے کو عام حالات میں چیک نہیں کیا جاتا ہے تاہم یہ خاص معاملہ ہے۔ ہماری چیکنگ ہوسکتی ہے۔ تم یہاں قیام کرو۔ میں کوئی تدبیر سوچتا ہوں۔"

"میری ساتھی اس شہر میں کہیں بھٹکتی پھر رہی ہے۔ میں اسے تلاش کروں گا۔"

"تم اپنے سر پر وگ پہن لو تو پٹی چھپ جائے گی۔ پھر میرے آدمیوں کے ساتھ تلاش کرنے جاسکو گے۔"

اس نے سیکریٹری کو حکم دیا کہ علی کے ساتھ دو آدمیوں کو رکھا جائے۔ وہ پورے شہر میں سونیا ثانی کو تلاش کریں گے۔ پھر اس نے علی کو ایک طرف لے جاکر پوچھا "کیا ایسی کوئی صورت نہیں ہوسکتی کہ تمہاری ماما میرے دماغ میں بالکل نہ آئیں۔ میں ان کے ہر حکم کی تعمیل کروں گا۔ انہیں میرے اندر آنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ پلیز' اپنی ماں سے بات کرو۔"

"جب وہ میرے دماغ میں آئیں گی تو میں تمہارے پاس جانے سے منع کردوں گا۔ اطمینان رکھو جب تک میں خیریت سے رہوں گا' تب تک وہ تمہاری طرف رخ نہیں کریں گی۔"

وہ اسے تسلیاں دے کر سونیا ثانی کی تلاش میں چل پڑا۔

ادھر ثانی اس سے جدا ہوکر شہر میں داخل ہوئی تھی۔ تھوڑی دور تک چلتی گئی تھی۔ پھر ایک اسنیک بار میں آگئی تاکہ کافی پینے کے دوران کوئی پلاننگ کرسکے۔ وہاں ٹی وی کے ذریعے اس نے لیبراڈور سے اغوا ہونے والے طیارے کے متعلق سنا۔ سونیا ثانی اور علی تیمور کے نام بھی بتائے گئے تھے اور علی تیمور کی پہچان بھی بتائی گئی تھی۔

بار میں لوگ اسی موضوع پر گفتگو کرنے لگے۔ کتنے ہی لوگ وہاں سے یہ کہہ کر اٹھ گئے کہ ہائی وے پر جاکر طیارے کو دیکھیں گے۔ ثانی بھی وہاں سے اٹھ گئی۔ اس نے سوچا ہائی وے پر کافی مجمع لگے گا۔ اسے وہاں جانا چاہیے' اس بھیڑ میں گم ہوکر موجودہ حالات کو اور لوگوں کے ارادوں کو سمجھنا چاہیے۔ وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر ادھر جانے لگی۔ اس کا خیال درست نکلا بہت سے لوگ اغوا شدہ طیارے کو دیکھنے جارہے تھے۔ اس کے اطراف دور تک پولیس والے کھڑے ہوئے تھے اور لوگوں کو قریب جانے سے روک رہے تھے۔ پریس رپورٹرز اور فوٹو گرافرز کی اچھی خاصی تعداد پہنچ گئی تھی۔

ایسی جگہ اکثر میلہ لگ جاتا ہے۔ جوان لڑکیاں اور لڑکے تفریح کے لئے پہنچ گئے تھے۔ ثانی ان کے درمیان گھومنے پھرنے لگی۔ ان لڑکیوں سے دوستی کرنے لگی۔ ان میں سات لڑکیوں اور سات لڑکوں کا ایک گروہ تھا جو اوٹاوا سے آئس ہاکی کا فائنل میچ دیکھنے آیا تھا۔ ایک لڑکی نے ثانی کو بتایا کہ وہ ابھی میچ دیکھ رہے تھے۔ اس دوران یہ خبر سن کر طیارے کو دیکھنے آئے ہیں۔ اس لڑکی نے پوچھا "تم بھی کہیں سے آئی ہو؟"

ثانی نے جواب دیا "ہاں۔ میں مونٹریال سے آئی ہوں۔ میرے ساتھ ایک ٹریجڈی ہوگئی ہے۔ میں اپنے بوائے فرینڈ کے ساتھ آئی تھی۔ وہ مجھے دھوکا دے کر چلا گیا ہے۔"

"مجھے افسوس ہے۔ تمہارے ساتھ دھوکا ہوا ہے۔ آج کل کے لڑکے بھنورے ہوتے ہیں۔ ایک کے بعد دوسری کی طرف اڑجاتے ہیں۔ میں تمہارے لئے کیا کرسکتی ہوں؟"

"تمہاری ہمدردی کا شکریہ۔ میں مونٹریال واپس چلی جاؤں گی۔"

"ہماری بہت بڑی ویگن کار ہے۔ تمہارے لئے ایک سیٹ ہوجائے گی۔ ہمارے ساتھ چلو۔ بڑا مزہ آئے گا۔"

"میرا شناختی کارڈ اور ضروری کاغذات اس بیگ میں رہ گئے ہیں جسے وہ بوائے فرینڈ لے گیا ہے۔ راستے میں چیکنگ ہوگی تو میں تم لوگوں کے لئے پرابلم بن جاؤں گی۔"

"میں تمہیں اپنے پارٹی لیڈر سے ملاتی ہوں۔ وہ کوئی حل تلاش کرے گا۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"تمہارا نام کیا ہے؟"

"جون میکسی۔ میرے ڈیڈی لوٹاوا کے سب سے دولت مند تاجر کہلاتے ہیں۔"

میکسی نے اپنے پارٹی لیڈر سے ثانی کو ملایا۔ اس نے نام پوچھا۔ وہ بولی "میرا نام ثانیہ ہے۔ تم لوگوں نے شاید کنگ فرنانڈو کا نام سنا ہوگا۔"

"ہاں۔ کنگ فرنانڈو کا شمار امریکا کے دولت مند تاجروں میں ہوتا ہے۔ وہ تمہارے کون ہیں؟"

"میں ان کی اکلوتی اور لاڈلی بھتیجی اور ان کی دولت اور جائداد کی تنہا حقدار ہوں۔"

پارٹی لیڈر نے خوش ہو کر دوبارہ مصافحہ کرتے ہوئے کہا "یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہم کنگ فرنانڈو کی بھتیجی سے مل رہے ہیں اور باتیں کر رہے ہیں۔ تمہارے ساتھ تو باڈی گارڈز ہوں گے۔"

"میں ایک لڑکے کی محبت میں گرفتار ہو کر بھاگ آئی ہوں۔ میرے انکل کو پتا نہیں ہے۔ اب وہ مجھے تلاش کر رہے ہوں گے۔ اگر میں فون کروں تو ہیلی کاپٹر آجائے لیکن میں چپ چاپ وہاں پہنچنا اور ان کا غصہ ٹھنڈا کرنا چاہتی ہوں۔"

"وہ خوش نصیب لڑکا کہاں ہے جس سے تم محبت کرتی ہو؟"

"وہ مجھے چھوڑ کر بھاگ گیا ہے۔"

"تعجب ہے!"

"اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔ میں نے اسے اپنی اصلیت نہیں بتائی تھی۔ وہ مجھے معمولی لڑکی سمجھتا تھا۔"

میکسی نے کہا "یہ تم نے اچھا کیا۔ اس طرح اس کی اصلیت معلوم ہوگئی۔ آؤ ہمارے ساتھ چلو۔"

وہ میکسی کے ساتھ بڑی ویگن کار میں آئی۔ میکسی نے اسے اپنے بوائے فرینڈ سے ملایا پھر بولی "میں کچھ دیر ثانیہ کے ساتھ بیٹھوں گی۔ تم مائنڈ تو نہیں کرو گے؟"

وہ مسکرا کر بولا "کوئی بات نہیں۔ ہم محبت کرنے والے ہیں۔ آگے چل کر ایک ہو جائیں گے۔"

وہ دوسری سیٹ پر چلا گیا۔ ثانی نے پوچھا "گاڑی چل پڑی ہے۔ تمہارا وہ پارٹی لیڈر نظر نہیں آرہا ہے؟"

"وہ اپنے دوستوں کے ساتھ دوسری کار میں سفر کرتا ہے' ہماری گاڑی کے آگے یا پیچھے رہتا ہے۔"

"کیا تمہاری اس سے پرانی واقفیت ہے؟"

"نہیں۔ میں تم سے کچھ نہیں چھپاؤں گی۔ دراصل میں بھی اپنے بوائے فرینڈ کے ساتھ بھاگ کر آئی ہوں۔ اب ہم واپس جارہے ہیں۔ اس سے پہلے مونٹریال میں کورٹ میرج کریں گے' پھر میں ڈیڈی کو شادی کی اطلاع دوں گی۔"

"تمہارا بوائے فرینڈ کیا کرتا ہے؟ کوئی ملازمت یا بزنس؟"

وہ ہنستی ہوئی بولی "اسے کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جس طرح تم کنگ فرنانڈو کی دولت اور جائداد کی تنہا وارث ہو' اسی طرح میں بھی اپنے دولت مند باپ کی اکلوتی بیٹی ہوں۔"

"پھر بھی ہم جسے چاہتے ہیں' اس جوان کو اپنی دنیا خود بنانی چاہئے۔"

"تم نے اپنے لئے ایسا کیوں نہیں سوچا؟"

"نہیں سوچا تھا' اسی لئے دھوکا کھایا۔ میں نہیں چاہتی' میری طرح دوسری لڑکیاں بھی ایسی غلطی کریں۔"

"میرا محبوب ایسا نہیں ہے۔"

ایک جگہ پولیس والوں نے گاڑی روکی۔ وہ گاڑی صبح وہاں سے گزر چکی تھی' اس کی چیکنگ رپورٹ درج تھی۔ واپس کے وقت سرسری طور پر پوچھ گچھ ہوئی پھر انہیں جانے کی اجازت دے دی گئی۔ وہ رات کے نو بجے ایک چھوٹے سے ٹاؤن میں پہنچے۔ وہاں پارٹی لیڈر نے میکسی کو اپنی کار میں بلایا۔ میکسی نے بوائے فرینڈ سے کہا "میرے ساتھ چلو۔"

"وہ بولا کار زیادہ دور نہیں ہے۔ تم چلی جاؤ' میں ڈرائیور سے باتیں کرکے آتا ہوں۔"

ثانی نے کہا "آؤ' میں تمہارے ساتھ چلتی ہوں۔"

وہ دونوں کار کے قریب پہنچیں۔ پارٹی لیڈر نے اگلی سیٹ سے باہر آکر کہا "تمہارا فون ہے۔ اٹینڈ کرو۔"

میکسی نے حیرانی سے پوچھا "مجھے کون یہاں کال کر سکتا ہے؟"

وہ اگلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ کار کے ڈیش بورڈ سے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو' میں جون میکسی بول رہی ہوں۔"

دوسری طرف سے باپ کی آواز سنائی دی "تم کن لوگوں کے چکر میں پڑ گئی ہو؟"

"ڈیڈی! کل میں اپنی پسند کے لڑکے سے شادی کر رہی ہوں۔"

"شادی کر رہی ہوں! یہ کیا ہو رہا ہے؟ ابھی تمہارے بوائے فرینڈ نے دھمکی دی ہے کہ میں ایک لاکھ ڈالر ادا نہیں کروں گا تو تمہیں قتل کر دیا جائے گا۔"

"یہ جھوٹ ہے۔"

"یہ سچ ہے" پارٹی لیڈر نے ریوالور کا رخ میکسی کی طرف کرتے ہوئے کہا "اپنے باپ سے بولو' تمہاری زندگی کی قیمت ایک لاکھ ڈالر ہے۔"

ثانی نے پریشانی ظاہر کرتے ہوئے کہا "یہ کیا حرکت ہے! بے چاری کو ریوالور دکھا کر دھمکی دے رہے ہو؟"

وہ بولا "یہ دھمکی نہیں ہے۔ رقم نہ ملی تو ہم اسے گولی مار دیں گے۔ تمہارا بھی یہی انجام ہوگا۔ ابھی ہم کنگ فرنانڈو سے تمہارے عوض دو لاکھ ڈالر کا مطالبہ کرنے والے ہیں۔"

میکسی نے اپنے بوائے فرینڈ کو آواز دی۔ پارٹی لیڈر نے ہنستے ہوئے کہا "وہ نہیں آئے گا۔ اس ویگن کار میں کرائے کی لڑکیاں اپنے بوائے فرینڈز کے ساتھ سفر کر رہی ہیں۔ تمہیں یقین ہوگیا کہ یہ اونچی سوسائٹی کی لڑکیاں اور لڑکے ہیں جبکہ تمہارا بوائے فرینڈ تو ایک بار جیل کی ہوا کھا کر آیا ہے۔"

پھر اس نے ثانی کو ریوالور دکھا کر کہا "تم بھی اندر بیٹھ جاؤ۔ ہم اس ٹاؤن سے دور جا کر باتیں کریں گے۔"

اسے پچھلی سیٹ پر بیٹھنے کو کہا گیا۔ وہاں ایک شخص پہلے سے بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اس کے پاس آکر بیٹھ گئی۔ پارٹی لیڈر بھی اسی سیٹ پر آگیا۔ ثانی دونوں کے درمیان ہوگئی۔ ادھر میکسی اپنے باپ سے باتیں کر رہی تھی۔ پارٹی لیڈر نے اسے دھمکی دی کہ وہ اپنے باپ کو اس علاقے اور راستوں کے متعلق بتائے۔ پھر اس نے ویگن کار کے ڈرائیور سے کہا "تم لوگ جاؤ۔ ہم مونٹریال میں ملیں گے۔"

وہ جانے لگے۔ میکسی کا بوائے فرینڈ بھی چلا گیا۔ وہ کار دوسری طرف جانے لگی۔ میکسی نے ریسیور کان سے لگائے ہوئے کہا "ڈیڈی! میں مانتی ہوں' میں نے بہت بڑی غلطی کی ہے۔ آپ کسی طرح مجھے بچالیں۔"

باپ نے کہا "مجھے افسوس ہے۔ میں تمہیں دنیا جہاں کی محبتیں دیتا ہوں۔ چاندی کے برتنوں میں سونے کا نوالہ کھلاتا ہوں لیکن ایک لاکھ ڈالر ادا نہیں کروں گا۔ یہ خبر اخبارات میں شائع ہوگی تو آئندہ بدمعاش قسم کے لوگ تمہیں یہ سوچ کر اغوا نہیں کریں گے کہ تمہارا باپ بیٹی کی قیمت ادا نہیں کرتا ہے۔"

"ڈیڈی! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ یہ لوگ مجھے گولی مار دیں گے۔"

"انہیں گولی مارنے سے کچھ نہیں ملے گا۔ مجھے ایک بیوقوف لڑکی سے نجات مل جائے گی۔"

وہ پچھلی سیٹ کی طرف سر گھما کر بولی "میں مر جاؤں گی' میرے ڈیڈی رقم دینے سے انکار کر رہے ہیں۔"

پارٹی لیڈر نے کہا "تمہیں اسی لئے یہاں بلایا ہے کہ تم اپنے باپ کو راضی کرو' ورنہ مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔"

ثانی نے پوچھا "میکسی! تمہارے ذاتی اکاؤنٹ میں رقم ہوگی؟"

وہ بولی "ایک لاکھ ڈالر نہیں ہیں۔"

"تعجب ہے! اتنے امیر باپ کی بیٹی ہو اور اتنی سی رقم نہیں ہے۔ مونٹریال کے بینک میں میرے چھ لاکھ ڈالر ہیں۔"

اغوا کرنے والوں نے ثانی کو چونک کر دیکھا۔ وہ بولی "اگر تم لوگ میرے انکل کنگ فرنانڈو سے رقم مانگو گے تو مایوس ہو گے۔ یقین نہ ہو تو فون کرکے معلوم کر لو۔ رقم میں ہی ادا کروں گی' وہ بھی مونٹریال پہنچ کر۔"

"کیا تم ہمیں بے وقوف بنانا چاہتی ہو؟ ہم برسوں سے یہ دھندا کرتے آرہے ہیں۔"

وہ بولی "اس دھندے میں پرانے ہوتے تو موقع کی نزاکت کو سمجھ لیتے۔"

وہ سوچ میں پڑ گئے۔ ایک نے پوچھا "تم مونٹریال پہنچ کر کیش دوگی؟"

"کیوں بچوں جیسی باتیں کرتے ہو۔ کیا لاکھوں روپے نقد گھر میں رکھے جاتے ہیں؟"

"اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ تمہارا چیک کیش ہو جائے گا؟"

"تمہارا ایک آدمی بینک جائے گا' اس کی واپسی تک تم مجھے گن پوائنٹ پر رکھو گے۔"

وہ راضی ہوگئے۔ کار ہائی وے پر واپس آگئی۔ تیز رفتاری سے مونٹریال کی طرف جانے لگی۔ میکسی نے پوچھا "میرا کیا ہوگا؟"

"تم اپنے باپ کو راضی کرو۔"

"میرے ڈیڈی بہت سخت مزاج رکھتے ہیں۔ اصول کے پابند ہیں۔ جو بات کہہ دیتے ہیں' وہ پتھر کی لکیر ہوتی ہے۔"

"تو پھر تم ہمارے لئے مصیبت ہو۔ کار روکو' ہم اس سے نجات حاصل کریں گے۔"

ثانی نے کہا "اسے قتل نہ کرو۔ میں اس کی زندگی کی قیمت ادا کروں گی۔"

"کیا تم تین لاکھ ادا کروگی؟"

وہ ناگواری سے بولی "اتنی حیرانی سے نہ پوچھو۔ میرے لئے تین لاکھ کچھ نہیں ہیں۔"

"تم یہ نہ سمجھنا کہ مونٹریال پہنچ کر کوئی چالاکی دکھا سکو گی۔"

"میں صرف اپنی اور میکسی کی سلامتی چاہتی ہوں۔ میرے دونوں طرف ریوالور ہیں۔ میں چالاکی دکھا کر جان سے جانے کی حماقت نہیں کروں گی۔"

وہ اس کی باتوں سے مطمئن ہو رہے تھے۔ ویسے بھی رقم کے لئے مونٹریال جانا ضروری تھا اور وہ ثانی پر بھروسا کرنے پر بھی مجبور تھے۔ انہیں یقین تھا کہ ہر پہلو سے محتاط رہیں گے تو ایک لڑکی سے دھوکا نہیں کھائیں گے۔

وہ صبح چار بجے مونٹریال کے قریب پہنچ گئے۔ دور ہی سے اس شہر کی جگمگاتی ہوئی بتیاں دکھائی دے رہی تھیں۔ ان دونوں نے ریوالور پر گرفت مضبوط کرتے ہوئے اسے نشانے پر رکھا۔ ایک نے کہا "بتاؤ' شہر میں کہاں جانا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

تمہاری رہائش گاہ میں کتنے افراد ہیں ؟"

وہ بولی "رہائش گاہ کیا ہوتی ہے ؟ میں تو اس شہر میں پہلی بار آئی ہوں ۔ یہاں تک آنے کے لئے میں نے تمہارے آگے تین لاکھ ڈالر کا چارا ڈالا تھا ۔"

"کیا بکواس کر رہی ہو ؟"

"بکواس تم لوگ کرتے آرہے ہو ۔ بچوں کا پستول دکھا کر دھمکیاں دے رہے ہو ۔"

ایک نے گرج کر کہا "یہ بچوں کا کھلونا نہیں ہے ' اصلی ہے ۔ کیا تم مرنا چاہتی ہو ؟"

"گولی مارنا چاہتے ہو تو مار بھی دو ۔ کیوں دیر کر رہے ہو ؟"

"تم سمجھتی ہو ' فائرنگ کی آواز ہوگی ۔ ہم اس ڈر سے گولی نہیں چلائیں گے ۔ تم مرنا ہی چاہتی ہو تو ..."

بات پوری ہونے سے پہلے ہی دونوں کے حلق سے کراہ نکلی ۔ اس نے دونوں کہنیاں ' دونوں کی پسلیوں میں ماری تھیں ۔ پھر بڑی پھرتی سے ریوالوروں پر ہاتھ رسید کئے ۔ ٹھائیں ٹھائیں کی آوازوں کے ساتھ دونوں ریوالوروں کی گولیاں کار کی چھت میں سوراخ کرتی ہوئی باہر نکل گئیں ۔ وہ دونوں اس سے لپٹ گئے ۔ ایک لڑکی کو قابو میں کرنے کا یہی طریقہ سمجھ میں آیا تھا ۔ ثانیہ نے ان کے ریوالوروں کو پکڑ رکھا تھا ۔ میکسی دروازہ کھول کر نکل گئی تھی اور مدد کے لئے پکار رہی تھی ۔ ڈرائیور جلدی سے باہر آکر اسے پکڑنا چاہتا تھا ۔ وہ بھاگتی جارہی تھی ۔ پھر ٹھائیں سے گولی چلنے کی آواز سن کی گھبراہٹ میں گر پڑی تھی ۔

اس نے سر گھما کر دیکھا ۔ پچھلی سیٹ کا دروازہ کھلا تھا اور پارٹی لیڈر لڑھک کر باہر زمین پر گر پڑا تھا ۔ پھر دوسری طرف کا دروازہ کھلا ۔ دوسرا شخص دونوں ہاتھ اٹھائے باہر آیا ۔ ثانیہ نے آواز دی "میکسی ... آجاؤ ' بازی پلٹ گئی ہے ۔"

ڈرائیور بھاگنے لگا ۔ ثانی نے گولی چلائی ۔ وہ لڑکھڑا کر گر پڑا ' اپنی زخمی ٹانگ پکڑ کر کراہنے لگا ۔ میکسی دوڑتی ہوئی آئی ' خوش ہو کر بولی "اوہ ثانیہ ! تم بہت دلیر ہو ۔ تم نے کمال کر دیا ہے !"

وہ بولی "پچھلی سیٹ پر بیٹھو ۔ اب ہم انہیں لے جائیں گے ۔"

"کہاں لے جائیں گے ؟"

"پولیس اسٹیشن ۔"

پارٹی لیڈر کے شانے پر گولی لگی تھی ۔ وہ زمین پر سے اٹھتا ہوا کراہتا ہوا کہنے لگا "نہیں پلیز ' ہمیں چھوڑ دو ۔ پولیس اسٹیشن نہ لے جاؤ ۔"

ثانیہ نے کہا "میں دوسری بار نہیں بولوں گی ۔ گولی چلا کر ہاتھ پاؤں کی ہڈیاں توڑتی رہوں گی ۔ چلو ' اگلی سیٹوں پر بیٹھ جاؤ ۔"

وہ دونوں سامنے آگئے ۔ ثانی اور میکسی پیچھے بیٹھ گئیں ۔

گاڑی آگے بڑھی تو ثانی نے کہا "ڈرائیور کو بھی اپنے ساتھ بٹھاؤ ۔"

انہوں نے حکم کی تعمیل کی ۔ آگے گاڑی روک کر ڈرائیور کو گھسیٹ کر سامنے والی سیٹ پر لے آئے پھر وہ گاڑی چلاتے وقت خوشامدیں کرنے لگے ۔ معافیاں مانگنے لگے ۔ لیکن دو ریوالوروں کی نالیں دونوں کی گردن سے لگی ہوئی تھیں ۔ انہیں قانون کے دروازے پر آنا ہی پڑا ۔ ایسے ہی وقت سلمان واسطی نے دماغ میں آکر کوڈ ورڈز ادا کیے ۔ وہ بولی ۔

"تھینک یو انکل ! بڑے اچھے وقت پر آئے ہیں ۔ آپ ذرا علی کی خیریت معلوم کرلیں ۔"

"میں اس کے پاس گیا تھا ۔ وہ تمہاری خیریت معلوم کرنا چاہتا ہے ۔"

"سچ !" وہ بے اختیار خوش ہو کر بولی ۔

"کیا بات ہے ' دونوں بڑی بے چینی سے ایک دوسرے کی خیریت معلوم کر رہے ہیں ۔"

"کوئی بات نہیں ہے ۔ آپ پتا نہیں ' کیا سمجھ رہے ہیں !"

"میں تمہارے بارے میں کیا کہوں ؟"

"آپ دیکھ رہے ہیں ' میں خیریت سے ہوں ۔"

"مگر وہ نہیں ہے ۔ اس نے مجھے جھوٹ بولنے کے لئے کہا ہے کہ وہ بالکل ٹھیک ہے ۔ حالانکہ سر کا زخم گہرا ہے ۔ تکلیف بڑھ گئی ہے اور وہ بخار میں تپ رہا ہے ۔"

وہ تڑپ کر بولی "علی کہاں ہے ؟ کسی پناہ گاہ میں ہے ؟"

"بھئی وہ مرد بچہ ہے ' اپنی دیکھ بھال کر لے گا ۔ تم فکر نہ کرو ۔"

"کیسے فکر نہ کروں ؟ پلیز ! جلدی بتائیں ' وہ کہاں ہے ؟"

"اب میں کہوں گا کہ وہ ابھی تک کوبیک میں ہے تو کیا تم مونٹریال سے پھر کوبیک واپس جاؤ گی ؟"

"ہاں ' جاؤں گی ۔ ابھی جاؤں گی ۔"

"اتنی بے چینی ؟ خدا رحم کرے ۔"

"انکل ! آپ مذاق کر رہے ہیں نا ؟"

"ہاں بھئی ' وہ بڑا سخت جان ہے ۔ خیریت سے ہے ' تمہیں وہاں تلاش کر رہا تھا ۔ میں جا کر بتاؤں گا تو وہ ادھر آجائے گا ۔"

"میں نے یہاں خود کو کنگ فرنانڈو کی بھتیجی ظاہر کیا ہے ۔ پولیس والے مسٹر فرنانڈو سے حقیقت معلوم کرنا چاہیں گے ۔ آپ یہ معاملہ سنبھال لیں ۔"

"میں ابھی فرنانڈو سے بات کروں گا ۔ تھوڑی دیر بعد آؤں گا ۔"

"سنیے ... علی کو بتادیں کہ ..."

"تم یہاں ہو ۔ پہلے زمانے میں کبوتر عاشقوں کو بتایا کرتے تھے ' آج میں پیغام بر بن رہا ہوں ۔ اچھا ' سو فار ۔"

وہ چلا گیا ۔ ثانی نے سوچا "یہ مجھے کیا ہو گیا ہے ۔ محبت میں عقل ساتھ چھوڑ رہی ہے ۔ میں دوسروں کو باتوں میں الجھاتی ہوں ۔ ابھی انکل نے مجھے الجھادیا تھا ۔ [illegible] سی بات سمجھ میں نہیں آئی کہ علی خدانخواستہ بیمار [illegible] انکل اسے بے یار و مددگار چھوڑ کر میرے پاس [illegible] ۔ آئندہ مجھے اپنی تربیت کے مطابق ہر پہلو پر نظر [illegible] ہے ۔"

تھوڑی دیر [illegible] ان واسطی نے آکر کہا "ثانی ! تمہیں کنگ فرنانڈو [illegible] میں دینا چاہئے تھا ۔ تمہاری ذہانت کو کیا ہوگیا [illegible] تمہیں نہیں معلوم ہے کہ امریکی حکام فرنانڈو کو [illegible] کا دوست اور وفادار سمجھتے ہیں ۔"

"اوہ خدایا ! مجھ سے بھول ہوگئی ۔"

"ابھی میں فرنانڈو کے دماغ میں گیا تھا ' پتا چلا ' اس پر پابندیاں عائد کی گئی ہیں یہاں کے جاسوس اس کے پیچھے پڑے رہتے ہیں ۔ جب یہ انکوائری ہوگی کہ ثانیہ نامی لڑکی اس کی بھتیجی ہے یا نہیں تو پتا چلے گا ' اب اس کا دنیا میں کوئی رشتے دار نہیں ہے ۔ بہرحال میں تھانے کے انچارج کے پاس جارہا ہوں ' اسے انکوائری سے روکوں گا ۔"

سلمان نے انچارج کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا ۔ وہ زخمی مجرموں کے لئے ایک سرکاری ڈاکٹر کو فون پر کال کر رہا تھا ۔ پھر اس نے ریسیور رکھ کر ثانیہ سے کہا "تم نے جان کی بازی لگا کر انہیں گرفتار کرایا ہے ۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ کنگ فرنانڈو کی دولت مند بھتیجی اتنی دلیر ہوگی ۔"

ثانی نے کہا "آپ نے میرا پورا بیان نہیں سنا ہے ۔ میں نے مجرموں کے سامنے لاکھوں روپے کا چارا ڈالنے کے لئے خود کو کنگ فرنانڈو کی بھتیجی کہا تھا ۔ ایسا نہ کہتی تو یہ کبھی میرے ساتھ یہاں تک نہ آتے ۔ مجھے دولت مند سمجھ کر آئے ہیں ۔"

"تم نے ان کمبختوں کو خوب چکر میں ڈالا تھا ۔ بہرحال اپنا پتا بتاؤ ۔ شناختی کارڈ دکھاؤ ۔"

میکسی نے کہا "اس کا بوائے فرینڈ اسے دھوکا دے کر اس کا سامان لے کر بھاگ گیا ہے ۔ اس سامان کے ساتھ شناختی کارڈ اور ضروری کاغذات بھی چلے گئے ہیں ۔ بے چاری کے ساتھ ظلم ہوا ہے ۔ اس نے میری جان بچائی ہے ۔ میں اس کی ضمانت لوں گی ۔ اسے اپنے ساتھ لے جاؤں گی ۔ آپ میرے پتے پر انکوائری کر سکتے ہیں ۔"

تھانے کا انچارج راضی ہوگیا ۔ اس نے میکسی کے بتائے ہوئے نمبر پر اس کے باپ سے رابطہ کیا ' پھر پوچھا "کیا آپ کی بیٹی اغوا کی گئی تھی ۔ اگر یہ درست ہے تو اس کا نام بتائیں ۔"

"اس کا نام جون میکسی ہے ۔ وہ خیریت سے تو ہے ؟"

"جی ہاں ' مجرم گرفتار ہوگئے ہیں ۔ آپ بیٹی سے بات کریں ۔"

میکسی نے ریسیور لے کر کہا "ڈیڈی ! آپ نے مجھے قصائیوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا تھا ۔ مگر یہ سن کر افسوس ہوگا کہ میں زندہ سلامت ہوں ۔ ایک لڑکی نے میری جان بچائی ہے اور مجرموں کو گرفتار کرایا ہے ۔"

"مجھے خوشی ہے کہ تم سلامت ہو ۔ میری طرف سے اس لڑکی کا شکریہ ادا کرو ۔"

"صرف شکریہ سے کام نہیں چلے گا ۔ فی الحال اس لڑکی کے پاس کوئی شناختی کارڈ یا کاغذات نہیں ہیں ۔ یہ بعد میں پیش کرے گی ۔ آپ اس کی ضمانت لے لیں ۔"

"تم جانتی ہو ' میں اصولوں کا پابند ہوں ۔ کسی بھی اجنبی کی ضمانت نہیں لے سکتا ۔ اس سے کہو ' اپنا پورا پتا اور مکمل شناخت پیش کرے ۔"

"ڈیڈی ! میں بھول گئی تھی کہ آپ پتھر کے بنے ہوئے انسان ہیں ۔ جو بیٹی کے لئے اپنے اصول نہ توڑے وہ دوسروں کے لئے کیا توڑے گا ۔ جائیں آپ اپنے اصولوں کے ساتھ ۔ تمام زندگی میں رشتہ توڑ رہی ہوں ۔ کبھی آپ کے پاس نہیں آؤں گی ۔"

اس نے ریسیور انچارج کو دیا ۔ اس نے فون پر اس کے باپ سے پوچھا "آپ مس ثانیہ کی ضمانت لے رہے ہیں ؟"

سلمان نے اس کے دماغ پر قبضہ جمالیا ۔ ادھر سے انکار کیا گیا ۔ سلمان نے اسے اقرار کے الفاظ سنائے ۔ وہ ریسیور رکھ کر بولا ۔

"ٹھیک ہے مس ثانیہ آپ کی ضمانت ہوگئی ' آپ جا سکتی ہیں ۔"

میکسی حیرانی سے کچھ کہنا چاہتی تھی ' ثانی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اٹھاتے ہوئے کہا "اب یہاں سے چلو ۔ ہم باہر باتیں کریں گے ۔"

وہ اس کے ساتھ چلتی ہوئی پولیس اسٹیشن کے دروازے تک آئی ۔ وہاں ایک شخص دوسرے سپاہیوں کے ساتھ کھڑا ہوا تھا ۔ اس نے راستہ روک کر اپنا شناختی کارڈ دکھایا ۔ وہ انٹیلی جنس ڈیپارٹمنٹ کا ایک جاسوس تھا ۔ اس نے ثانی سے کہا "تم بھی اپنا کارڈ دکھاؤ ۔ ویسے میں سن چکا ہوں ۔ ایک بوائے فرینڈ تمہارا سامان لے کر بھاگ گیا ہے ۔"

میکسی نے کہا "یہ سچ ہے ۔"

جاسوس نے کہا "میں دوسرے کمرے میں تھا ۔ دوسرا ریسیور اٹھا کر فون پر ہونے والی گفتگو سن رہا تھا ۔ تمہارے باپ نے ضمانت لینے سے انکار کیا تھا لیکن انچارج نے یہ سنا کہ ضمانت کے لئے اقرار کیا گیا ہے ۔ کیوں مس ثانیہ ! کیا یہ ٹیلی پیتھی کا کمال نہیں ہے ؟"

سلمان نے ثانی کے پاس آکر کہا "گڑبڑ ہوگئی ہے ۔ اقرار کرلو ' خود کو گرفتاری کے لئے پیش کردو ۔"

وہ بولی "ہاں ' میں لیبراڈور سے طیارہ اغوا کر کے لانے والی سونیا ثانی ہوں ۔ کہاں لے چلو گے ' چلو ۔ مگر یاد رکھو ' فرہاد کی فیملی میں آج تک کسی نے ہتھکڑی نہیں پہنی ۔"

"ہم جانتے ہیں ' تمہارے آس پاس ٹیلی پیتھی کی بارود ہے ' ورکسی وقت بھی دھماکے شروع ہو جائیں گے ۔ تم آزادی سے چلو گی ۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

وہ یکسی کا ہاتھ پکڑ کر بولی "بس ہمارا ساتھ یہیں تک ہے۔ تم جاؤ۔"

"نہیں۔ میں تمہارا ساتھ نہیں چھوڑوں گی۔ تمہارا احسان نہیں بھولوں گی۔"

"اپنے باپ کا احسان نہ بھولو۔ باپ کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ انسان کو ایسا ہی اصول پسند ہونا چاہئے۔ وہ میری ضمانت نہ لے کر دانشمندی کا ثبوت دے رہا تھا۔ اس نے رقم دینے سے انکار کر کے مجرموں کے بھی حوصلے پست کئے تھے۔ اپنے باپ کے پاس واپس جاؤ یکسی۔ میں نے تمہارے لئے جو کیا ہے' اس کے بدلے یہی چاہتی ہوں۔ باپ کے پاس جا کر غلطیوں کی معافی مانگو۔"

وہ جاسوس کے ساتھ چلتی ہوئی ایک گاڑی میں آ کر بیٹھ گئی۔

سلمان نے علی کو بتایا کہ ثانی حراست میں ہے اور محاسبے کے لئے لے جائی جا رہی ہے۔ اس نے کہا "میں جلد سے جلد وہاں پہنچنے کی کوشش کرتا ہوں۔ آپ کا کیا خیال ہے انکل! کیا وہ ثانی کو امریکی حکام کے حوالے کریں گے؟"

"ہمیں یہی دیکھنا ہے کہ وہ کیا سلوک کرتے ہیں۔ جب تک ہمارا کچھ نہیں بگڑ رہا ہے' ہم بگاڑ پیدا کرنے والی بات نہیں کریں گے۔"

"آپ ذرا ٹھہریں' میں اس شریف بدمعاش رے بٹ سے باتیں کرتا ہوں۔ اگر یہاں سے میری روانگی کا انتظام نہ ہو سکا تو پلیز آپ کچھ کریں۔"

علی نے رے بٹ سے کہا "میں ابھی مونٹریال جانا چاہتا ہوں' تم میرے لئے کیا کر سکتے ہو؟"

"... جاؤ گے تو واپس نہیں آؤ گے۔ میرے دماغ میں ... کوئی نہیں آئے گا تو میں ابھی چارٹرڈ ہیلی کاپٹر میں تمہیں بھیج دوں گا۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں' میں اور میرے خیال خوانی کرنے والے بھی ادھر کبھی نہیں آئیں گے۔ تم فوراً میری روانگی کا بندوبست کرو۔"

وہ ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگا۔ سلمان نے کہا "تمہارا کام ہو رہا ہے۔ میں ثانی کے پاس جا رہا ہوں۔"

اس نے ثانی کے پاس آ کر کہا "میں تمہارے آس پاس والوں کے اندر موجود رہوں گا۔ تم دو ٹوک باتیں کرو گی۔"

وہ جاسوس کے دماغ میں چلا آیا۔ ان کی گاڑی انٹیلی جنس ڈیپارٹمنٹ کی عمارت کے سامنے رکی۔ وہ گاڑی سے اتر کر عمارت کے اندر آئے پھر لفٹ کے ذریعے دسویں منزل کے ایک بہت بڑے دفتر نما کمرے میں پہنچے۔ وہاں کچھ افسران بیٹھے ہوئے تھے۔ ثانی نے پورے کمرے کو گھوم کر دیکھا۔ وہاں خودکار کیمرے اور گفتگو ریکارڈ کرنے والے مائیکروفون لگے ہوئے تھے۔ ثانی کو ایک کرسی پر بیٹھنے کے لئے کہا گیا۔ ایک افسر نے پوچھا "تم مادام سونیا کی بیٹی ہو؟"

وہ راستے میں ریڈی میڈ میک اپ اتار چکی تھی' بالکل سونیا دکھائی دے رہی تھی۔ اس نے جواب دیا "جی نہیں' قدرتی طور پر ہم شکل ہوں... جیسا کہ ماں بیٹی ہوا کرتی ہیں۔"

"تم مادام سونیا کی بیٹی ہو؟"

"اس سوال کا جواب ضروری نہیں ہے۔"

"کیا اس وقت تمہارا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا موجود ہے؟"

"موجود ہے۔"

وہ پریشان ہو کر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے پھر ایک نے تھوک نگل کر پوچھا "کیا وہ ہم میں سے کسی کے دماغ میں ہے؟"

ثانی نے پوچھا "کیا ثبوت پیش کیا جائے؟"

"وہ... دراصل بات یہ ہے کہ تمہارے سونیا ثانی ہونے کا ثبوت ضروری ہے۔ تمہارا ایک ساتھی بھی تمہارے ساتھ نہیں ہے' وہ کہاں ہے؟"

وہ بولی "ایک وقت میں ایک بات کرو۔ اپنے ساتھی کے متعلق جواب دوں یا ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ کراؤں۔"

"مس ثانی! ہم یہ نہیں چاہتے کہ کوئی ہمارے دماغ میں آئے لیکن ہمارے بڑے ثبوت چاہتے ہیں۔"

ایک افسر نے کہا "وہ میرے دماغ میں ہے اور کہہ رہا ہے کہ ہم سب باری باری میز پر ہاتھ ماریں گے خواہ ہم پختہ ارادہ کر لیں کہ ایسا نہیں کریں گے۔ لیکن دیکھو ہم کر رہے ہیں۔ ایک دو تین۔" کہنے والے نے میز پر ہاتھ مارا' اس کے بعد دوسرے بھی یکے بعد دیگرے یہی حرکت کرتے گئے۔ ثانی نے پوچھا "کیا یقین ہو گیا؟"

"بے شک! ثبوت مل گیا ہے۔"

دوسرے افسر نے پوچھا "علی تیمور کہاں ہے؟"

"یہ بتانا ہوتا تو وہ چھپتا کیوں؟"

"مس ثانی! ہم تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے سامنے یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ ہم فرہاد کی فیملی سے نہ دوستی کرنا چاہتے ہیں' نہ دشمنی۔ ہم نے یونائیٹڈ اسٹیٹس کے حکمرانوں سے صاف طور پر کہہ دیا ہے کہ سونیا ثانی اور علی تیمور ادھر آئیں گے تو ہم مخالفانہ رویہ اختیار نہیں کریں گے۔ ان سے درخواست کریں گے کہ وہ جلد سے جلد ہمارا ملک چھوڑ دیں۔ لہٰذا ہماری درخواست ہے کہ آپ علی تیمور کے ساتھ ابھی ایئرپورٹ چلی جائیں۔ آپ دونوں کے لئے ایک خصوصی طیارہ ہے۔ آپ جہاں کہیں گی' وہاں آپ کو پہنچایا جائے گا۔"

ثانی نے پوچھا "آپ کا کیا خیال ہے' ہمیں کہاں جانا چاہئے؟"

"یہ آپ بہتر سمجھ سکتی ہیں۔"

"بہتر سمجھ کر یہاں آئی ہوں۔ فرانس واپس جانا ہوتا تو ادھر کا رخ نہ کرتی۔"

"یعنی آپ دونوں یہاں زبردستی رہنا چاہتی ہیں؟"

"نہیں۔ ہم تم پر مصیبت بن کر نہیں رہیں گے۔ دراصل ہم نیویارک کے قریب رہنا چاہتے ہیں۔ اس لئے مونٹریال سے ٹورنٹو جانے والے تھے۔ آپ کہتے ہیں تو ہم کینیڈا سے نکل جائیں گے۔ اسٹیٹس میں چلے جائیں گے۔"

"امریکی حکام ہمیں الزام دیں گے کہ ہم نے اپنے ملک سے سرحد پار کرائی ہے۔"

"ہم جب بھی یہاں سے جائیں گے' طیارے یا ہیلی کاپٹر کے پائلٹ خود ہوں گے۔ آپ کا کوئی آدمی ہمارے ساتھ نہیں ہوگا۔ ہم کس طرف پرواز کریں گے' یہ کسی کو معلوم نہیں ہو سکے گا۔ آپ پر ہر حال میں الزام آئے گا۔"

سلمان واسطی یہ باتیں سن رہا تھا۔ اسے خیال خوانی چھوڑ کر دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہونا پڑا۔ ٹیلی فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ اس نے ریسیور اٹھایا' دوسری طرف سے جنرل کہہ رہا تھا "کینیڈا کے حکام سے میرا مسلسل رابطہ ہے۔ وہ اطلاع دے رہے ہیں کہ سونیا ثانی ان کے جونیئر افسروں سے بات کر رہی ہے۔ وہ غیر جانبدار ہیں اسے اور علی تیمور کو وہاں سے نکالنے والے ہیں۔ وہ جس وقت جس طیارے میں جائیں گے' ہمیں اطلاع مل جائے گی۔ تم ایک کام کرو' وہاں کے جنرل یا کسی اعلیٰ حاکم کے دماغ میں پہنچو تاکہ وہ کوئی خاص بات چھپانا چاہیں تو نہ چھپا سکیں۔"

سلمان نے کہا "میں ان کے دماغوں میں جاؤں گا لیکن اپنی آواز نہیں سناؤں گا۔ مجھے یقین ہے' سونیا ثانی کا کوئی خیال خوانی کرنے والا وہاں پہنچا ہوا ہوگا۔"

"وہاں کے جنرل اور اعلیٰ حکام گونگے بنے ہوئے ہیں۔ ایک جگہ چھپ کر سونیا ثانی کی باتیں سن رہے ہیں۔ ایسے میں سونیا کا کوئی آدمی ان کے دماغوں میں نہیں پہنچ سکے گا۔"

"میں اس خوش فہمی میں نہیں رہتا۔ سونیا کے خیال خوانی کرنے والوں کی پہنچ بہت دور تک ہے۔ ہم آپ سوچ بھی نہیں سکتے' اس لئے محتاط رہنا چاہئے۔"

"ٹھیک ہے' تم اپنی آواز نہ سناؤ۔ مگر ابھی ان کے دماغوں میں جاؤ۔"

"ابھی جا رہا ہوں۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ وہ سپر ماسٹر کی حیثیت سے کینیڈا کی فوج کے جنرل اور اعلیٰ حکام سے اچھی طرح واقف تھا جب وہ ان میں سے ایک کے دماغ میں پہنچا تو دیکھا کہ وہ سب اہم افراد ایک کمرے میں خاموش بیٹھے ٹھہر ٹھہر کر وسکی پی رہے تھے اور اسپیکر سے ابھرنے والی ثانی کی آواز سن رہے تھے۔ جغرافیائی لحاظ سے کینیڈا اور امریکا کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ مختلف معاملات میں ان کا اختلاف تو ہو سکتا ہے مگر دشمنی اور محاذ آرائی کبھی نہیں ہوتی۔ اس لئے وہاں کا ہر بڑا دماغ سوچ رہا تھا کہ جیسے ہی ثانی اور علی وہاں سے پرواز کریں گے' امریکی حکام کو اس کی اطلاع دے دیں گے۔ اس طیارے میں خفیہ جاسوسی آلات کے ذریعے پتا چلتا رہے گا کہ وہ کہاں جا رہے ہیں۔

سلمان نے سلطانہ اور لیلیٰ کو مخاطب کیا۔ انہیں مختصر حالات بتائے پھر کہا "میں سپر ماسٹر کی حیثیت سے مصروف رہوں گا۔ تم وہاں کے اعلیٰ حکام کی خبر لو۔"

اس نے دونوں بہنوں کو ان کے دماغوں میں پہنچا دیا۔ وہ تھوڑی دیر تک ان کے دماغوں کے خانوں سے اہم راز معلوم کرتی رہیں۔ پھر لیلیٰ نے ایک اعلیٰ حاکم کو مخاطب کیا تو وہ گھبرا گیا۔ دونوں ہاتھوں سے سر کو پکڑ کر بولا "کوئی میرے اندر بول رہا ہے۔"

سب نے پریشان ہو کر دیکھا۔ سلطانہ نے جنرل کے دماغ سے کہا "میں جنرل کی زبان سے رسونتی بول رہی ہوں۔" سب ہی خوفزدہ ہو کر اٹھ گئے۔ وہ ڈانٹ کر بولی "بیٹھ جاؤ۔ بھاگ کر کہاں جاؤ گے؟ تم لوگ یہاں چھپ کر ثانی کی باتیں سن رہے ہو۔ مطمئن ہو کہ رسونتی اور برائن وولف یہاں تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ تم دوغلی حرکتیں کر رہے ہو۔ ایک طرف ثانی کو یقین دلا رہے ہو کہ غیر جانبدار ہو۔ دوسری طرف امریکی حکام کو اس کی روانگی کے متعلق بتانے والے ہو کیا اپنے جھوٹ اور فریب سے انکار کر سکو گے؟"

انہیں چپ لگ گئی تھی۔ اندر کا جھوٹ پکڑا گیا تھا۔ وہ انکار نہیں کر سکتے تھے۔ جنرل نے کہا "ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ہم ثانی اور علی کو دھوکے سے گرفتار کرانا چاہتے تھے۔ بھید کھل جانے کے بعد ہم ایسا نہیں کریں گے۔"

"پھر کیا کرو گے؟"

"مادام رسونتی! آپ جو کہیں گی' وہ کریں گے۔"

"تو پھر سب سے پہلے ثانی کو وی آئی پی ٹریٹ منٹ دو۔ امریکی حکام کو بتاؤ' تمہارے ملک کی زمینوں میں ٹیلی پیتھی کی بارود بچھ گئی ہے' تمہارے دماغوں سے اہم راز نکل کر ہماری مٹھی میں آ گئے ہیں..."

وہ دونوں جب اہم رازوں کے بارے میں بولنے لگیں تو ان سب کے چہرے زرد پڑ گئے۔ وہ انکار میں سر ہلا کر بولے "نہیں' ہم فرہاد کی فیملی کے کسی بھی ممبر سے کبھی دشمنی نہیں کریں گے۔"

جنرل ٹیلی فون کے ذریعے کہہ رہا تھا "مس ثانی سے کوئی سوال نہ کیا جائے۔ انہیں وی آئی پی ٹریٹ منٹ دیا جائے۔ وہ آزاد رہیں گی۔ کوئی ان کا تعاقب نہیں کرے گا۔ ان کی نگرانی نہیں کی جائے گی ان کی ضرورت کی ہر چیز فوراً مہیا کی جائے۔"

لیلیٰ نے کہا "امریکی حکام سے کہہ دو' ثانی اور علی کی روانگی کے متعلق انہیں کچھ نہیں بتایا جائے گا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ وہ دونوں یہاں سے نہیں جائیں گے ... بسر کر رہیں گے۔ تم لوگوں کو کبھی پتا نہیں چلے گا کہ ... سے کب گئے؟ شاید کبھی نہ جائیں۔ وہ یہاں رہیں یا نہ رہیں تم لوگ کانٹوں کے بستر پر رہو گے۔ کوئی بھی حماقت کرو گے تو اپنے ملک اور قوم کو زبردست

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

نقصان پہنچاؤ گے۔"

ادھر سلمان نے جنرل سے رابطہ کر کے کہا "میری احتیاط کام آگئی۔ میں پہلے کہتا تھا کہ دشمن خیال خوانی کرنے والوں کی پہنچ بہت دور تک ہے۔ جب میں کینیڈا کے حکام کے پاس پہنچا تو معلوم ہوا' رسونتی اور برائن وولف وہاں موجود ہیں؟"

جنرل نے کہا "بڑی مشکل ہے۔ یہ لوگ شیطان کی طرح ہر جگہ پہنچ جاتے ہیں۔ وہ یقیناً دھمکیاں دے رہے ہوں گے؟"

"ہاں۔ کہہ رہے تھے' ثانی اور علی کی روانگی کے متعلق ہمیں کچھ نہ بتایا جائے۔ وہ ان کے بہت سے اہم راز معلوم کر چکے ہیں۔ مختصر یہ کہ کینیڈا کے حکام اب ہم سے تعاون نہیں کریں گے۔"

"کوئی بات نہیں' وہاں ہمارے جاسوس ثانی اور علی کا پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔ ایئرپورٹ' بندرگاہوں اور خشکی کے راستوں پر نظر رکھیں گے۔ اینٹی میک اپ آئی لینس کے ذریعے انہیں پہچان لیا کریں گے۔ اس بار میں نے سختی سے حکم دیا ہے کہ وہ جہاں بھی نظر آئیں' انہیں فوراً گولی ماردی جائے۔ وہ دوسرے ملک میں مارے جائیں گے تو ہم پر الزام نہیں آئے گا۔"

سلمان نے کہا "ہمارے جو جاسوس کینیڈا میں ہیں' ان سے میرا رابطہ ہونا چاہئے۔ میں ان سے کہوں گا کہ وہ کینیڈا کی حکومت پر تکیہ نہ کریں' اپنے طور پر ثانی اور علی کو گھیرنے کی کوشش کریں بلکہ پہلی فرصت میں انہیں گولی ماردیں۔"

"میں ملٹری انٹیلی جنس کے چیف سے کہتا ہوں' وہ ہمارے چند سراغرسانوں کی آوازیں تمہیں سنائے گا۔"

جنرل نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کئے' سلمان انٹیلی جنس کے چیف سے واقف تھا۔ اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس نے آدھے گھنٹے کے اندر ان سراغرسانوں کے دماغوں میں پہنچ کر باتیں کیں۔ ان سے کہا "میں بھی کسی کے دماغ میں رہ کر ثانی پر نظر رکھوں گا۔ تم لوگ جب تک اس کے ذریعے علی تیمور تک نہ پہنچو' اس سے دور ہی دور رہنا' ورنہ ایک لڑکی کو گولی مار کر کچھ حاصل نہ کرسکو گے۔"

پھر وہ علی تیمور کے پاس آیا۔ وہ ہیلی کاپٹر کے ذریعے مونٹریال پہنچ گیا تھا۔ سلمان نے کہا "برخوردار! اب ثانی سے ضرور ملو گے۔"

"کوئی ضروری نہیں ہے۔"

"دائی سے پیٹ نہیں چھپایا جاسکتا۔ تمہارے اندر کی بے چینی کو میں خوب سمجھ رہا ہوں۔"

وہ مسکرانے لگا۔ سلمان نے کہا "تمہارے چور خیالات نے بتادیا ہے کہ تم چار بجے ریلوے اسٹیشن کے ویٹنگ روم کے سامنے اس کا انتظار کرو گے۔"

"او۔ انکل! ہم ایک مشن میں ساتھ ہیں' اس لئے ملاقات کی ایک جگہ مقرر کی ہے۔ یہ کوئی عاشقوں والی ملاقات نہیں ہے۔ خدا نہ کرے کہ میں آپ کی طرح دیوانہ پروانہ بن جاؤں۔"

"اچھا' پلٹ کر پتھر مار رہے ہو!"

"آپ اس خوش فہمی میں ہیں کہ چپ چاپ خیال خوانی کے ذریعے بے چاری آنٹی کو پریشان کرتے ہیں' اس لئے دوسروں کو خبر نہیں ہوگی جبکہ عشق اور مشک چھپائے نہیں چھپتے۔"

"اس شیطان پارس نے تمہارے سامنے الٹی سیدھی بات کی ہوگی۔"

"ایک عرصہ ہوگیا پارس سے گفتگو تک نہیں ہوئی۔ پلیز آپ ہماری معلومات کو چیلنج نہ کریں۔ آپ کی بہتری اسی میں ہے کہ موضوع بدل ڈالئے۔"

اس نے ہنستے ہوئے کہا "بھئی میں کیا کہنے آیا تھا اور کس بات میں پھنس گیا! ابھی تم ثانی سے ملاقات نہ کرنا۔ یہاں حالات بدل گئے ہیں۔ کینیڈا کی حکومت امریکی حکام سے تم لوگوں کے سلسلے میں تعاون نہیں کرے گی۔ اس لئے امریکی جاسوس تم دونوں کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ لہٰذا پہلے ان سے نمٹ لو۔ مقامی انٹیلی جنس کی عمارت کے سامنے پہنچو۔ جب ثانی وہاں سے نکلے گی تو تم اس پر نظر رکھو گے۔ میں بتاؤں گا کہ جاسوس کہاں ہے اور کس طرح اس کا تعاقب کر رہے ہیں۔"

علی ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر ادھر روانہ ہوگیا۔ ثانی چند افسروں کے سامنے بیٹھی کہہ رہی تھی "یہ طے ہوچکا ہے کہ تم لوگ ہمارے معاملات میں مداخلت نہیں کرو گے۔ کوئی ہماری نگرانی نہیں کرے گا۔"

ایک افسر نے کہا "ہمارے اعلیٰ حکام نے تاکید کی ہے کہ تم دونوں کا تعاقب نہ کیا جائے۔ کہیں جانے سے روکا نہ جائے۔ تم دونوں اپنی ذمے داریوں پر یہاں رہو گے۔ کسی دشمن نے تمہیں نقصان پہنچایا تو اس کے لئے ہم جوابدہ نہیں ہوں گے۔"

"جس طرح ہمارے خیال خوانی کرنے والے تمہارے اعلیٰ حکام کے دماغوں میں پہنچتے ہیں' اسی طرح سپر ماسٹر کے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی ان بڑے دماغوں میں آتے جاتے ہوں گے۔ انہیں پتا ہوگا کہ میں اس عمارت میں موجود ہوں اور اب تھوڑی دیر بعد یہاں سے نکلنے والی ہوں۔"

"یہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے کھیل ہیں' ہم کیا کہہ سکتے ہیں؟"

"بے شک' تم کچھ کہہ سکتے ہو' نہ کرسکتے ہو۔ میں تمہارے ذریعے دشمن خیال خوانی کرنے والوں کو مخاطب کر رہی ہوں اور ان سے کہہ رہی ہوں کہ میں شام تک اس عمارت میں رہوں گی۔ رات بھر کی جاگی ہوئی ہوں۔ یہاں کسی کمرے میں نیند پوری کروں گی۔"

یہ کہہ کر وہ اٹھ گئی پھر بولی "آپ میں سے کوئی میرے ساتھ اس کمرے سے نہیں نکلے گا اور نہ یہ معلوم کرنے کی حماقت کرے گا کہ میں کہاں وقت گزار رہی ہوں۔"

وہ وہاں سے چلتی ہوئی دروازہ کھول کر باہر آئی۔ باہر چپراسی کھڑا ہوا تھا۔ اس نے حکم دیا "اندر جاؤ۔"

وہ چلا گیا۔ ثانی نے دروازے کو باہر سے بند کیا۔ اس ڈیپارٹمنٹ میں کام کرنے والے اکا دکا ملازم کوریڈور سے گزر رہے تھے۔ اس نے آگے بڑھ کر ایک کمرے میں دیکھا۔ وہاں چار افراد مصروف تھے۔ وہ دوسرے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

سلمان واسطی نے آکر بتایا "علی تیمور عمارت کے باہر موجود ہے لیکن دشمن جاسوس بھی ہیں۔ وہ تمہیں اس وقت تک نقصان نہیں پہنچائیں گے' جب تک علی ان کی نظروں میں نہیں آئے گا۔ کیا تم باہر نکل رہی ہو؟"

"ہاں' مگر دشمنوں کو دھوکا دینے کے بعد نکلوں گی۔"

"کیسے دھوکا دوگی؟"

"آپ میرے پاس رہیں' ابھی بتاتی ہوں۔"

وہ دوسرے کمرے میں آئی۔ وہاں ایک نوجوان لڑکی تنہا بیٹھی کچھ ٹائپ کر رہی تھی۔ ثانی نے دروازہ بند کردیا۔ لڑکی نے پوچھا "مجھ سے کوئی کام ہے؟"

"ہاں۔ تم بہت کام کی لڑکی ہو۔ دفتر کا کام بہت ہوچکا۔ اب میرا کام کرو اور اپنے گھر چلی جاؤ۔"

لڑکی نے پوچھا "تم کون ہو اور ان باتوں کا مطلب کیا ہے؟"

"باہر کچھ لوگ میری تاک میں ہیں۔ میں دیکھ رہی ہوں' تمہاری میز پر یہ خوبصورت سا ہیٹ ہے۔ سیاہ چشمہ بھی ہے۔ انہیں پہن کر مشکوک انداز میں نکلو گی تو میرا پیچھا کرنے والے تمہارے پیچھے پڑ جائیں گے۔"

سلمان نے کہا "میں تمہاری پلاننگ سمجھ گیا۔ اس لڑکی کے دماغ پر قبضہ جما کر باہر لے جاؤں گا۔ یہ محتاط انداز میں بار بار ادھر ادھر دیکھ کر چلے گی تو جاسوس اس کے پیچھے پڑ جائیں گے۔ لیکن لباس کا کیا ہوگا؟"

"آپ آنٹی کو ہمارے پاس بھیج دیں۔"

تھوڑی دیر بعد سلطانہ کی آواز آئی۔ ثانی نے کہا "آپ انکل کو دس منٹ کے لئے جانے کو کہہ دیں۔ پھر اس لڑکی کے اندر رہ کر اس کا لباس اتار کر مجھے دیں اور میرا لباس اسے پہنادیں۔"

سلطانہ نے یہی کیا۔ دس منٹ کے اندر لباس بدل گیا۔ اس لڑکی نے ثانی کا لباس پہن کر ہیٹ کو سر پر اس طرح رکھا کہ دور سے [illegible] اور آنکھیں نظر نہیں آسکتی تھیں پھر وہ سیاہ چشمہ [illegible] جارہی ہوں۔ تمہارے انکل آئیں تو اس لڑکی [illegible] بتا کیونکہ میں دوسری جگہ مصروف ہوں' اس کے [illegible] زیادہ دیر نہیں رہوں گی۔"

وہ چلی گئی۔ اس کے چند سیکنڈ بعد ثانی کمرے سے نکلی۔ پھر ایک منٹ کے ذریعے نیچے آئی۔ اس دوران سلمان نے دشمن [illegible] بتایا تھا کہ اس نے دوسروں کے دماغ میں رہ کر دیکھا [illegible] یہ لڑکی کا ہیٹ اور چشمہ پہن کر عمارت سے نکلنے ہی والی ہے۔ تم لوگ محتاط رہو۔"

دوسری طرف اس نے علی کو بتایا "ثانی کے لباس میں دوسری لڑکی باہر آرہی ہے۔ اس کے پیچھے جانے والوں کو تاڑ لو وہی دشمن جاسوس ہیں۔"

علی فٹ پاتھ پر ایک بک اسٹال کے سامنے کھڑا ایک رسالے کی ورق گردانی کر رہا تھا۔ اس نے رسالہ چہرے کے سامنے کیا پھر چور نظروں سے سامنے والی عمارت کی جانب دیکھا۔ تھوڑی دیر میں ایک لڑکی ثانی کے لباس میں نظر آئی اس پر ثانی کا گمان ہوتا تھا کیونکہ چہرہ صاف نظر نہیں آرہا تھا۔ لیڈیز ہیٹ پیشانی پر جھکا ہوا تھا۔ وہ سیاہ چشمہ لگائے' چور نظروں سے ادھر ادھر دیکھ رہی تھی۔ کچھ عجلت میں نظر آرہی تھی۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر ایک ٹیکسی کو آواز دی۔ مگر وہ خالی نہیں تھی۔ دوسری بار ایک ٹیکسی اس کے سامنے آکر رک گئی۔ وہ پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ ادھر علی نے بک اسٹال کے قریب ہی ایک کار میں دو افراد کو بیٹھے دیکھا۔ پھر وہ ان کی کار ٹیکسی کے پیچھے جانے لگی۔

علی نے ایک ٹیکسی کو روکا' پھر بیٹھتے ہوئے کہا "وہ ادھر سامنے والے راستے پر چلو۔"

ڈرائیور نے گاڑی اسٹارٹ کی پھر اس راستے پر چلتے ہوئے بولا "کہاں جاؤ گے؟"

"میں اجنبی ہوں۔ راستوں اور علاقوں کے نام نہیں جانتا۔ میں آگے چل کر فیصلہ کروں گا' مجھے کہاں جانا ہے۔"

ثانی عمارت کے بیرونی دروازے کے پاس رک گئی تھی۔ ایک دیوار کی آڑ میں کھڑے ہو کر اس نے دیکھا تھا کہ لڑکی کے پیچھے ایک کار گئی ہے اور جہاں سے کار اسٹارٹ ہوئی تھی' وہیں علی تیمور نظر آیا تھا۔ اس کے چہرے پر آپ ہی آپ مسکراہٹ آگئی' ایک خیال آیا۔ جاسوس لڑکی کے پیچھے گئے ہیں۔ خطرہ ٹل گیا ہے۔ اب وہ علی کے پاس جاسکتی ہے پھر اس نے خود ہی فیصلہ کیا' نہیں' یہ عشقیہ حماقت ہوگی۔ کوئی ضروری تو نہیں کہ تمام دشمن وہاں سے دھوکا کھا کر گئے ہوں۔

اسی وقت سلمان نے آکر کہا "دو جاسوس لڑکی کے پیچھے گئے ہیں' دو ابھی تک کھڑے ہوئے ہیں۔ یہاں سے تمہیں اسنیک بار دکھائی دے گا۔ وہاں کئی کاریں کھڑی ہوئی ہیں۔ سفید کار ان کی ہے۔"

"کیا وہ دونوں بھی یوگا کے ماہر ہیں؟"

"نہیں' وہ میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتے ہیں۔"

وہ عمارت سے باہر آگئی۔ فٹ پاتھ پر کھڑی ہوگئی۔ گزرتی ہوئی کاروں کو یوں دیکھنے لگی جیسے کسی سے لفٹ لینا چاہتی ہو۔ پھر وہ سڑک کراس کر کے اسنیک بار کے سامنے آگئی۔ دونوں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

جاسوس مستعد ہو کر اسے دیکھ رہے تھے۔ جب وہ ان کے سامنے آئی تو حیرانی سے اسے تکنے لگے۔ وہ ناگواری سے بولی "یوں الّو کی طرح کیا تک رہے ہو؟ گاڑی یہاں کیوں پارک کی ہے؟ عمارت کے سامنے نہیں لا سکتے تھے؟"

وہ ذرا بوکھلائے پھر سنبھل گئے۔ ایک نے سخت لہجے میں کہا "بہت اسمارٹ بننے کی کوشش کر رہی ہو۔ کیا یہ بتانا ہوگا کہ ہمارے کوٹ کی جیبوں میں کیا ہے اور اس کا رخ تمہاری طرف ہے؟"

"مجھے پتا ہے۔ اب تم دیکھو، جیب سے ریوالور نکل کر تمہاری کنپٹی سے لگ رہا ہے۔"

دوسرے ہی لمحے میں ایک نے اپنی جیب سے ریوالور نکال کر اپنی کنپٹی سے لگاتے ہوئے کہا "خبردار! سب دور چلے جائیں۔ ابھی گولی چلے گی۔"

فٹ پاتھ پر چلنے والے مرد، عورتیں، بچے چیختے ہوئے دور بھاگنے لگے۔ ٹھائیں سے گولی چلنے کی آواز کے ساتھ وہ فٹ پاتھ پر گر کر ٹھنڈا ہو گیا۔ ثانی نے ہاتھ بڑھا کر دوسرے جاسوس سے کہا۔ "اپنا ریوالور مجھے دو۔"

اس نے کسی حیل و حجت کے بغیر اسے ریوالور دیا۔ وہ بولی۔ "انکل! یہ کار ڈرائیو کرے گا۔ آپ اس کے ذریعے مجھے علی تک پہنچا دیں۔"

سلمان نے اس جاسوس کی زبان سے کہا "پولیس والے آ رہے ہیں۔ میں ان سے نمٹ کر اس کے دماغ میں واپس آؤں گا۔"

وہ عمارت میں بیٹھے ہوئے اعلیٰ افسروں کے پاس گیا۔ انہیں اطلاع مل رہی تھی کہ باہر فٹ پاتھ پر ایک شخص نے خودکشی کر لی ہے اور دوسرے شخص کو ثانی نے ریوالور کی زد پر رکھا ہوا ہے۔ وہ سب کھڑکی کے پاس آ کر دیکھنے لگے۔ سلمان نے ایک سے کہا۔ "ابھی ایسے بہت سے تماشے نظر آئیں گے۔ باہر پولیس والوں سے کہو، ثانی کو نہ روکیں۔ اس شخص کے ساتھ جانے دیں۔"

افسر نے فون پر حکم صادر کیا۔ پھر سلمان سے کہا "جناب! آپ انصاف سے کہیں، کیا یہ غیر قانونی حرکت نہیں ہے؟"

"ثانی نے قانون کے خلاف کچھ نہیں کیا۔ وہاں لوگ گواہی دیں گے کہ اس جاسوس نے خودکشی کی ہے۔"

ایک افسر نے دوسرے افسروں سے کہا "وہ خودکشی نہ بھی کرتا تو ثانی کے ہاتھوں مارا جاتا یا ثانی اس کے ہاتھوں ماری جاتی۔ ہمیں امریکی حکام سے شکایت کرنی چاہئے کہ ان کے جاسوس ہمارے ملک میں سرگرمیاں کیوں دکھا رہے ہیں؟"

سلمان نے ایک افسر کی زبان سے کہا "یہ ہوئی اصول کی بات۔ ابھی ایک جاسوس ثانی کے قبضے میں ہے اور دو کی بھی شامت آ گئی ہے۔ آپ لوگ جلد سے جلد امریکی حکام سے یہ شکایت کریں کہ ان کے آدمی یہاں ثانی اور علی کے پیچھے رہیں گے تو آپ کے ملک میں لاقانونیت بڑھتی جائے گی۔"

سلمان دوسرے جاسوس کے دماغ میں آیا۔ وہ کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ ثانی پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے کہا "تم اسے گن پوائنٹ پر رکھو، میں باقی دو دشمنوں کی خبر لے کر آتا ہوں۔"

۔۔۔دونوں ٹیکسی کا پیچھا کر رہے تھے۔ لڑکی ایک عمارت کے سامنے ٹیکسی سے اتر گئی۔ کرایہ ادا کر کے اپنے اپارٹمنٹ میں جانے لگی۔ سلمان نے اس کے دماغ میں آ کر کہا "سلطانہ! میں آ گیا ہوں۔"

"اتنی دیر کہاں تھے؟"

"میں مصروف تھا۔ تم ذرا ثانی کے پاس رہو۔"

"میں تمہارا کوئی کام نہیں کروں گی۔"

"بھئی ناراض کیوں ہوتی ہو! آج شام کو ضرور ملاقات کروں گا۔"

"جھوٹے وعدے نہ کرو۔ جب تک سپر ماسٹر بن کر رہو گے کبھی ملاقات کرنے کی فرصت نہیں ملے گی اور میں کیا تم سے ملنے کے لئے مری جا رہی ہوں! آئندہ ملنے کی بات نہ کرنا۔ لو سنبھالو اس لڑکی کو، میں جا رہی ہوں۔"

"رک جاؤ۔ نہیں تو میں تمہارے دماغ میں آؤں گا۔ سانس روکو گی تو بار بار آتا ہی رہوں گا۔ جب تک بات نہیں کرو گی، پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔"

"واہ! اچھی زبردستی ہے۔ میں کون ہوں کہ میرا پیچھا نہیں چھوڑو گے؟ کیا پیچھا کرتے رہنے کی فرصت مل جائے گی؟"

"مجھے طعنے نہ دو۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں۔ آج چار بجے اپنے چارٹرڈ طیارے میں سفر کروں گا، ڈیڑھ گھنٹے میں تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا۔ تم کار لے کر فلائنگ کلب آؤ گی۔"

"قسم کھا رہے ہو تو آؤں گی۔ آخری بار بھروسا کروں گی۔"

"شکریہ! اب ذرا ثانی کے پاس چلی جاؤ۔"

وہ لڑکی کے دماغ پر قبضہ جمائے سلمان سے باتیں کر رہی تھی۔ وہ بے چاری نہیں جانتی تھی کہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ وہ اپنے اپارٹمنٹ میں آ کر ایک صوفے پر بیٹھ گئی تھی۔ سلطانہ کے جانے کے بعد وہ پریشان ہو کر اپنے کمرے کو دیکھنے لگی پھر آئینے میں اپنے بدن پر دوسرا لباس دیکھ کر سوچنے لگی "یہ میں یہاں کیسے پہنچ گئی؟ میں نے یہ لباس کب پہنا تھا؟"

اسی وقت کمرے کا دروازہ کھلا۔ دونوں جاسوس اندر آ گئے، ان کے ہاتھوں میں ریوالور تھے۔ وہ سہم کر بولی "تم لوگ کون ہو؟ یہاں کیوں آئے ہو؟"

ایک نے کہا "یہی ہم پوچھنے آئے ہیں۔ تم اس شہر میں اجنبی ہو پھر اس اپارٹمنٹ میں کیسے گھس آئی ہو؟"

"کیا بکتے ہو! میں اس شہر میں پیدا ہوئی۔ انٹیلی جنس ڈیپارٹمنٹ میں تین برس سے ملازمت کر رہی ہوں اور تم مجھے اس شہر میں اجنبی کہہ رہے ہو!"

"تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ سونیا ثانی نہیں ہو؟"

"کون سونیا ثانی؟ میرا نام اسٹیلا کریمر ہے۔"

"تمہاری سچائی کا کیا ثبوت ہے؟"

ثبوت پوچھنے والے کی گردن پر کراٹے کا ایک زبردست ہاتھ پڑا۔ اس کے حلق سے کراہ نکلی۔ دوسرے نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا تو ایک لات ریوالور پر اور دوسری لات منہ پر پڑی۔ وہ مار کھا کر پیچھے گیا۔ پھر آگے آنے تک اس کا ریوالور علی کے ہاتھ میں آ گیا۔ اس نے کہا "تم دونوں ثانی کا پیچھا کر کے مجھ تک پہنچنا چاہتے تھے، میں تمہارے سامنے ہوں مگر یہ ثانی نہیں ہے۔"

"مسٹر علی! ہمیں قابو میں کر کے خوش نہ ہونا۔ تمہارے چاروں طرف اتنا زبردست جال ہے کہ اس شہر سے زندہ نہیں جا سکو گے۔"

"میں اس جال کے دو تار کاٹ رہا ہوں۔"

اس نے دو گولیاں چلائیں۔ اسٹیلا کریمر خوف سے کانپ رہی تھی۔ علی نے کہا "میں جا رہا ہوں۔ یہاں جو کچھ ہوا، اس کی اطلاع اپنے اعلیٰ افسران کو دے دو۔"

وہ اپارٹمنٹ سے باہر آیا۔ اسی وقت سلطانہ نے ثانی کو وہاں پہنچا دیا۔ سلمان نے کہا "تم دونوں کہیں وقت گزارو۔ میں شناختی کارڈ جاری کرنے والے محکمے میں جا رہا ہوں۔ آدھے گھنٹے کے اندر تم دونوں کے لئے شناختی کارڈز حاصل کر لوں گا۔ ان کارڈز کی تصویروں کے مطابق اپنا حلیہ بدل لینا۔"

ثانی اور علی نے ایک دوسرے کا ہاتھ تھام لیا۔ مسکراتے ہوئے ایک طرف جانے لگے، اسی وقت ٹھائیں سے گولی چلنے کی آواز ابھری۔ چوتھا اور آخری جاسوس جو کار ڈرائیو کرتا ہوا ثانی کو وہاں تک لایا تھا، اس نے خودکشی کر لی تھی۔

○☆○

سلطانہ کار ڈرائیو کرتی ہوئی فلائنگ کلب میں آئی۔ ایک طیارہ رن وے پر اتر رہا تھا۔ سلمان واسطی آ رہا تھا۔ اس کا دل بہت تیزی سے دھڑکنے لگا۔ وہ پہلی بار اسے دیکھنے والی تھی۔ اب تک سیکڑوں بار خیال خوانی کے ذریعے ملاقات ہوتی رہی تھی۔ خیال خوانی کے ذریعے اندھی ملاقات ہوا کرتی ہے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنی آنکھوں کے ساتھ کسی کے دماغ میں نہیں پہنچتے، وہ صرف سوچ کی لہروں کے ذریعے دوسروں کی حرکتوں کو، باتوں کو، شکل و صورت کو پڑھتے ہیں۔ پڑھنے میں اور دیکھنے میں بڑا فرق ہوتا ہے۔

طیارہ ایک جگہ رک گیا۔ ایک فوجی جوان نے دروازہ کھولا۔ اس چھوٹے طیارے سے سیڑھی نکل کر نیچے پہنچ گئی۔ دوسرا فوجی جوان بھی وہاں آ گیا پھر طیارے کے دروازے پر ایک ادھیڑ عمر کا شخص نظر آیا۔ مسلح جوان اسے سیلوٹ کر رہے تھے جس سے اندازہ ہوا کہ وہی ان کا سپر ماسٹر اور سلطانہ کا سلمان واسطی ہے۔ وہ کچھ مایوس سی ہو گئی کیونکہ وہ تصوراتی محبوب کی طرح خوبرو نہیں تھا۔

کچھ عجیب سی صورت تھی۔ ناک پھیلی ہوئی تھی۔ آنکھیں سکڑی ہوئی تھیں۔ نچلا ہونٹ موٹا اور بھدا سا تھا۔ اس نے طیارے کی سیڑھی سے اترنے سے پہلے دور تک دیکھا پھر اس کی نظریں سلطانہ پر ٹھہر گئیں۔ طیارے کے قریب وہی ایک خاتون نظر آ رہی تھی۔ بہت ہی معمولی شکل و صورت تھی۔ اسے کسی طور خوبصورت نہیں کہا جا سکتا تھا۔ سلمان نے اس کے دماغ میں کوڈ ورڈز ادا کرتے ہوئے پوچھا "یہ میرے سامنے تم ہی کھڑی ہو نا؟"

وہ بولی "ہاں، اور طیارے کی سیڑھی پر تم ہو؟"

وہ سیڑھی سے اترتے ہوئے بولا "میں ہی ہوں۔ یہ اکثر سوچتا رہا ہوں کہ ہماری ملاقات نہ ہو تو اچھا ہے، ورنہ تم مجھے دیکھ کر مایوس ہو جاؤ گی۔"

"یہی بات میں سوچتی تھی، میں تمہارے خیالوں کے مطابق حسین نہیں ہوں۔"

وہ اس کے سامنے آ کر رک گیا پھر مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولا "ہاتھ ملا کر رسمی طور پر یہ نہ کہنا کہ مجھ سے مل کر خوشی ہوئی ہے۔ میں صاف کہتا ہوں، تم نے میرے تصور کا کباڑا کر دیا ہے۔ مگر کیا کیا جا سکتا ہے۔ اتنے دنوں سے ان دیکھی محبت ہو رہی ہے لہٰذا میں تمہیں برداشت کر لوں گا۔"

وہ مصافحہ کرتے ہوئے بولی "تم نے میرے دل کی بات کہہ دی۔ مجھے بھی تمہاری ہی محبت پر گزارہ کرنا ہوگا کیونکہ شریف عورت ایک ہی بار کسی کو دل دیتی ہے۔ آؤ، میری کار ادھر ہے۔"

وہ کار کی طرف جانے لگے۔ طیارے کے دروازے پر کھڑے ہوئے ایک افسر نے انہیں جاتے ہوئے دیکھا۔ پھر ایک ٹرانسمٹر کے ذریعے جنرل سے رابطہ قائم کر کے بولا "سر! ہم یہاں پہنچ گئے ہیں۔ سپر ماسٹر اور ایک خاتون کے ساتھ اس کی کار میں جا رہے ہیں۔ وہ خاتون ہمارے لئے اجنبی ہے۔"

جنرل نے کہا "اپنے آدمیوں سے کہو، اس خاتون پر نظر رکھیں اور اس کے متعلق معلومات حاصل کریں۔ وہ دشمنوں کی آلۂ کار ہو سکتی ہے۔ اپنے سپر ماسٹر کی ہر طرح حفاظت کرو۔"

اس افسر نے رابطہ ختم کیا۔ پھر ٹرانسمٹر کے ذریعے خاص ماتحتوں کو ہدایات دینے لگا کہ وہ اس خاتون کو تعاقب کا شبہ نہ ہونے دیں۔ بڑی ہوشیاری سے اس پر نظر رکھیں۔

سلمان واسطی ہیڈ آفس چھوڑنے سے پہلے ڈیوٹی رپورٹنگ رجسٹر پر لکھ کر جاتا تھا کہ کہاں جا رہا ہے، کیوں جا رہا ہے اور کتنا وقت گزارنے کے بعد واپس آئے گا۔ آج بھی اس نے رپورٹ درج کی تھی کہ وہ اپنی ایک فرینڈ کے ساتھ تفریح کے لئے جا رہا ہے۔ کام کی زیادتی کے باعث اسے ذہنی آسودگی اور سکون کے لئے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

تفریح کی ضرورت ہے۔ وہ رات بارہ بجے تک واپس آئے گا۔ جس خاتون سے ملنے جارہا ہے' اس کا نام سلطانہ شیخ ہے۔ وہ ولنگٹن اسکوائر کے ایک بنگلا نمبر ای فورٹین میں تنہا رہتی ہے۔

وہ افسر اپنے ماتحتوں کو سلطانہ کی رہائش گاہ کا پتا بتا کر کہہ رہا تھا "وہ رات بارہ بجے تک سپر ماسٹر کے ساتھ رہے گی۔ تم اطمینان سے اس کے بنگلے میں داخل ہو کر تلاشی لے سکتے ہو۔ اس کے پاسپورٹ وغیرہ کے ذریعے معلوم کرو' وہ کہاں کی رہنے والی ہے اور یہاں کی سوسائٹی میں اس کے کتنے شناسا ہیں۔"

وہ دونوں کار کی اگلی سیٹ پر شانہ بشانہ بیٹھے ہوئے تھے۔ سلمان ڈرائیو کررہا تھا۔ وہ تھوڑی دیر تک خاموش رہے پھر سلطانہ نے پوچھا "کیا سوچ رہے ہو؟"

"سوچ رہا ہوں' مرد کا دل بڑا ہوتا ہے۔ کوئی بات اس کی توقع کے مطابق نہ ہو تب بھی اسے برداشت کرلیتا ہے لیکن مجھے دیکھ کر تمہارا دل ٹوٹ گیا ہے۔ میں تمہارے تصور میں آنے والا سلمان نہیں ہوں۔"

"تم الٹی بات کررہے ہو' عورت کا دل بڑا ہوتا ہے۔ میں نے تمہیں دیکھتے ہی قبول کرلیا ہے۔ میں تمہارے چہرے سے نہیں' تمہاری صلاحیتوں سے اور تمہاری شخصیت سے متاثر ہوں۔"

"متاثر ہونا اور بات ہے' محبت کرنا اور بات۔ ویسے ہم کہاں جارہے ہیں؟"

"ہاں.... کہاں جارہے ہیں! میرا خیال ہے.... ایک دوسرے کو دیکھنے کے بعد منزل کہیں گم ہوگئی ہے! میرے گھر چلو وہاں کافی پئیں گے۔ آرام سے بیٹھ کر ٹھنڈے دل اور دماغ سے فیصلہ کریں گے کہ ہماری محبت کی گاڑی آگے چل سکے گی یا نہیں۔"

سلمان نے بنگلے کے پورچ میں آکر گاڑی روکی۔ پھر وہ کار سے اتر کر ایک ڈرائنگ روم میں آئے۔ وہاں کی سجاوٹ اور دیواروں پر لگی ہوئی تصویریں بتارہی تھیں کہ سلطانہ کتنے خوبصورت ذہن کی مالک ہے۔ وہ ایک سرد آہ بھر کر بولا "کاش! تم عورت کی طرح نہ سہی' اس گھر کی طرح ہی خوبصورت ہوتیں! یہ گھر سچ مچ جنت لگ رہا ہے۔"

"عورت اپنے حُسن سے نہیں' گھر کی جنت سے پہچانی جاتی ہے۔ حسن آج ہے' کل نہیں ہے۔ لیکن گھر کی جنت نسل در نسل قائم رہتی ہے۔"

"ہاں' یہی سوچ کر تمہارے ساتھ گھر بسالوں گا۔"

"اتنی جلدی فیصلہ نہ کرو۔ میرے گھر میں کئی آئینے ہیں۔ ان میں پہلے اپنی صورت دیکھ لو۔ اتنی بڑی دنیا میں میرے سوا کوئی تمہیں گھاس نہیں ڈالے گی۔"

وہ جانے لگی۔ اس نے پوچھا "کہاں جارہی ہو؟"

"جہنم میں۔ وہاں آگ مفت مل جاتی ہے۔ کافی تیار ہوجائے گی۔"

وہ چلی گئی۔ سلمان ڈرائنگ روم کی سجاوٹ دیکھتا ہوا ایک آئینے کے سامنے آیا۔ پھر اپنا چہرہ دیکھتے ہوئے سوچا "یہ زیادتی ہے' مجھے اتنا بدصورت بن کر نہیں آنا چاہئے تھا۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر سلطانہ کے پاس کوڈ ورڈز ادا کرکے بولا "یہ بتاؤ' میرے چہرے پر کیا برا لگتا ہے؟ ناک' آنکھیں' کان یا میرے ہونٹ؟ یا پورا چہرہ؟"

وہ بولی "جانے بھی دو۔ جب تمہاری اچھائیوں کو قبول کیا ہے تو کارٹون نما چہرے کو بھی قبول کرلوں گی۔ میری دعاؤں سے تمہاری صورت نہیں بدلے گی۔"

"پلاسٹک سرجری سے بدل سکتی ہے۔"

"یہ تو میں بھول ہی گئی تھی۔ تم سب سے پہلے اپنی ناک ٹھیک کرانا۔ گینڈے کی طرح پھیلی ہوئی ہے۔"

اس نے آئینے میں خود کو دیکھتے ہوئے ناک کے دونوں نتھنوں میں باری باری انگلیاں ڈالیں پھر وہاں سے ننھے سے اسپرنگ نکال لئے۔ ناک کا پھیلاؤ ختم ہوگیا۔ اب وہ اچھی ناک والا لگ رہا تھا۔ پھر اس نے کہا "میں محسوس کررہا ہوں کہ تم مجھے زبردستی قبول کررہی ہو۔"

"تم کیا چاہتے ہو' میں کسی اور سے محبت کرنے لگوں؟ کیا تم مجھے سستے خیالات رکھنے والی عورت سمجھ رہے ہو؟ کیا اس طرح تم میری انسلٹ نہیں کررہے ہو؟"

"تمہاری انسلٹ کرنے کا مطلب ہے کہ میں اپنی توہین کررہا ہوں۔ تم سوچ بھی نہیں سکتیں کہ میں تم سے کتنی محبت کرتا ہوں اور جو سچی محبت کرتا ہے' وہ صورت نہیں' صرف سیرت اور کردار دیکھتا ہے۔"

"میں دیکھوں گی' تم مجھے کب تک چاہتے رہو گے۔ اب جاؤ' مجھے کام کرنے دو۔"

اس نے سانس روک لی۔ وہ آئینے کے سامنے حاضر ہو کے اپنے چہرے سے ریڈی میڈ میک اپ کی چیزیں الگ کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد ہی چہرہ بالکل بدل گیا۔ وہ ادھیڑ عمر کا ایک خوبرو شخص نظر آرہا تھا۔ نیوی بلیو سوٹ میں اس کی شخصیت بھرپور مردانگی کے ساتھ ابھر رہی تھی۔ وہ صحیح معنوں میں امریکا جیسے بڑے ملک کا سپر ماسٹر لگ رہا تھا۔

وہ آئینے کے پاس سے چلتا ہوا ایک دروازے پر آیا پھر کوریڈور کی طرف دیکھتے ہوئے بولا "تم کہاں ہو؟"

اندر ایک کمرے سے آواز آئی "ادھر نہ آنا میں لباس بدل رہی ہوں۔"

وہ اونچی آواز میں بولا "جس کے پاس اچھی صورت نہیں ہوتی' وہ اچھے لباس میں حسین دکھائی دینا چاہتی ہے۔"

"میری صورت اچھی نہیں ہے تو خاموش بیٹھو' کافی پی کر چلے جانا۔"

"کیسے جاسکتا ہوں۔ تمہاری محبت کا قیدی ہوں۔ ساری زندگی تمہارے نام لکھ چکا ہوں۔"

"ایک سپر ماسٹر مجھ جیسی عورت کے ساتھ سوسائٹی میں رہے گا تو لوگ مذاق اڑائیں گے۔"

"میں اس سے پہلے استعفا دے دوں گا۔ دنیا جہاں کی حکومت مل جائے تو اسے بھی تمہارے لئے ٹھکرادوں گا۔"

"تو پھر میری بدصورتی کا مذاق کیوں اڑاتے ہو؟"

"بدصورت عورت سے شادی کرنے کا یہی فائدہ ہے۔ اس کا مذاق اڑاؤ۔ اسے خوب مارو پیٹو پھر بھی وہ چھوڑ کر نہیں جاتی۔ اپنے ظالم مرد کے قدموں سے لپٹی رہتی ہے۔"

"یہ اس سلمان کے خیالات نہیں ہیں جسے میں چاہتی ہوں۔"

"ٹھیک کہتی ہو۔ یہ سپر ماسٹر کے خیالات ہیں۔ اب آبھی جاؤ۔"

"آرہی ہوں۔ توبہ ہے' ذرا صبر نہیں کرتے! اگر خوبصورت ہوتی تو پتا نہیں' اور کتنی جلد بازی دکھاتے؟"

تھوڑی دیر بعد وہ چائے اور ناشتے کی ٹرالی دھکیلتی ہوئی نگاہوں کے سامنے آئی تو سلمان اسے دیکھتا رہ گیا۔ وہ اس کے تصور سے زیادہ حسین تھی۔ چہرے پر مشرقی اور مغربی حُسن کا امتزاج تھا۔ غروبِ آفتاب اور طلوعِ آفتاب کے حسین مناظر کو گلے ملانے کے بعد وہ وجود میں آئی تھی۔ جب اس نے پلکیں اٹھا کر سیاہ غزالی آنکھوں سے اسے دیکھا تو وہ بولا "ہائے میں مرگیا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میرے مقدر میں ایسا شاہکار ہے۔ تم تو مجھے کسی کام کا نہیں رہنے دوگی۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "وہ تمہاری پکوڑا جیسی ناک اور سکڑی ہوئی آنکھیں کہاں گئیں؟"

"وہ تمہاری بدصورتی کے ساتھ چلی گئیں۔ میرا دل کہہ رہا تھا تم ایسی نہیں ہو جیسی نظر آرہی تھیں۔"

"میرا بھی دل یہی کہہ رہا تھا کہ جس طرح میں دھوکا دے رہی ہوں' تم بھی اسی طرح مجھے بنارہے ہو۔"

"آؤ میرے پاس بیٹھو۔ دور رہو گی تو میں کھنچا چلا آؤں گا۔"

وہ پاس آکر بیٹھ گئی۔ پھر ایک پلیٹ اس کی طرف بڑھانا چاہتی تھی۔ اس نے ہاتھ پکڑلیا۔ وہ شرما کر ہاتھ چھڑانے لگی۔ سلمان نے کہا۔

"تم اتنا حُسن لے کر کیا کروگی' خدا کے نام پر خیرات دے دو۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی "خیرات تھوڑی سی دی جاتی ہے' اس لئے یہ ہاتھ دے چکی ہوں۔ اس سے آگے نہ بڑھنا۔"

"مگر طلب تو بڑھتی جاتی ہے۔"

وہ ایک جھٹکے سے ہاتھ چھڑا کر ذرا دور ہوگئی پھر بولی "تمہیں دو ماہ بعد آج مجھ سے ملنے کا موقع ملا ہے۔ سامنے آکر عشق جتارہے ہو۔ طلب بڑھے گی تو شادی کرو۔ مگر جس کے پاس ملنے کا وقت نہ ہو' وہ شادی کیسے کرے گا؟"

وہ سوچ میں پڑ گیا۔ سلطانہ نے پلیٹ بڑھائی۔ وہ کچھ لے کر کھانے لگا۔ پھر بولا "میری کافی عمر ہوچکی ہے۔ تمہاری بھی شادی کی عمر تقریباً گزر چکی ہے۔ میں نے وقت نہ نکالا تو شاید بوڑھے ہو کر بھی شادی نہیں کرسکیں گے۔"

"میں چاہتی ہوں' تم سنجیدگی سے فیصلہ کرو۔ جتنی جلدی ممکن ہو' ہماری شادی ہوجانی چاہئے۔"

"تم بھی کچھ مشورہ دو۔ مجھے کیا کرنا چاہئے۔ ایک آسان راستہ تو یہ ہے کہ میں سپر ماسٹر کا عہدہ چھوڑ دوں۔ آزاد ہوجاؤں۔"

"یہ مناسب نہ ہوگا۔ تم سپر ماسٹر بن کر دشمنوں کا ہر راز معلوم کرلیتے ہو۔ ان کی ہر نئی چال سے ہمیں آگاہ کرتے ہو۔ ایسا سنہری موقع کسی کو نہیں ملتا۔ تمہاری ذات سے صرف سونیا' پارس' علی اور ہم بہنوں کو ہی نہیں' بابا صاحب کے ادارے کو بھی فائدہ پہنچ رہا ہے۔"

"یہی سوچ کر میں نے اس عہدے کو قائم رکھا ہے۔ لیکن ہماری بات کیسی بنے گی؟"

"کیا آج سے پہلے کسی سپر ماسٹر نے شادی نہیں کی؟ تم کوئی انوکھے سپر ماسٹر ہو؟"

"شادی کرنے کے بعد تم خوب لڑائی کروگی کہ میں گھر میں نہیں رہتا' سرکاری کاموں میں الجھا رہتا ہوں۔"

"ایک ذرا عقل استعمال کرو۔ مجھے پرسنل سیکریٹری بنالو۔ میں گھر میں بیوی اور دفتر میں سیکریٹری بن کر رہوں گی۔ ہر جگہ ہمارا ساتھ رہے گا۔"

"واہ! کیا دور کی سوجھی ہے۔ تم نے پلک جھپکتے ہی مسئلہ حل کردیا ہے۔ چلو اسی خوشی میں دوسرا ہاتھ بھی پکڑنے دو۔"

"جی نہیں۔ دوسرا ہاتھ شادی کے بعد۔"

وہ ہنسنے لگا۔ پھر سرگوشی میں بولا "میں ذرا سپر ماسٹر کی حیثیت سے خیال خوانی کررہا ہوں۔ پھر ہم باہر چلیں گے۔"

اس نے خاص ماتحت کے دماغ میں پہنچ کر پوچھا "کیا ہورہا ہے؟"

اس نے جواب دیا "ہمارے جاسوس مس سلطانہ کے بنگلے میں داخل ہو کر تلاشی لیں گے۔ وہ جب تک آپ کے ساتھ رہے گی' اسے نظروں میں رکھا جائے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں سلطانہ کے ساتھ باہر جارہا ہوں۔ سلطانہ نے بھی میری طرح اپنا حلیہ تبدیل کیا ہوا تھا۔ اب ہم دونوں اصلی روپ میں نظر آئیں گے۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر سلطانہ سے بولا "چلو۔ ہماری روانگی کے بعد تمہارے بنگلے کی تلاشی لی جائے گی۔"

"کیا مجھے اپنی الماری میں پاسپورٹ وغیرہ چھوڑ کر جانا چاہئے؟"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کوئی غرض نہیں ہے۔ انہیں یہی معلوم ہو گا کہ تم ترکی کے شہر استنبول کی رہنے والی ہو۔ پاسپورٹ میں تمہارے والد کا نام شیخ غلام علی لکھا ہوا ہے۔ اس نام سے وہ شیخ الفارس غلام البرقی مرحوم کی شخصیت تک نہیں پہنچ سکیں گے۔"

وہ باتیں کرتے ہوئے باہر آئے پھر کار میں بیٹھ کر بنگلے کے احاطے سے باہر آئے۔ سلمان نے پوچھا "کہاں چلو گی؟"

"سمندر کے کنارے۔"

"ہاں محبت کرنے والے اکثر سمندر کے ساحلوں پر جاتے ہیں۔ محبت اور سمندر کا کوئی تعلق ہے کیا؟"

"سمندر، محبت کی طرح گہرا ہوتا ہے۔ محبت، سمندر کی لہروں کی طرح منہ زور ہوتی ہے۔"

اس نے ساحل پر پہنچ کر کار روک دی۔ پھر کہا "ہم آج پہلی بار مل رہے ہیں۔ اس لئے ایک دوسرے کے متعلق کم جانتے ہیں۔"

"کیسی باتیں کر رہے ہو؟ ہم خیال خوانی کے ذریعے ملتے رہے ہیں، ایک دوسرے کی زندگی کے حالات معلوم کرتے رہے ہیں۔"

"پھر بھی بہت کچھ معلوم کرنے کے باوجود کچھ نہ کچھ معلوم کرنے کو رہ جاتا ہے۔"

"میرا خیال ہے، میں اپنی زندگی کی مکمل داستان تمہیں سنا چکی ہوں۔ اس کے بعد کچھ بتانے کے لئے نہیں رہ گیا ہے۔"

وہ خاموش تھا۔ دور سمندر کی طرف دیکھ کر کچھ سوچ رہا تھا۔ سلطانہ نے پوچھا "کہاں کھو گئے ہو۔ کیا مجھ سے کچھ چھپایا ہے؟"

"ہاں چھپایا ہے۔"

سلطانہ نے اسے دیکھا پھر منہ گھما کر کھڑکی کے باہر دیکھنے لگی۔ سلمان نے پوچھا "تمہیں دکھ ہو رہا ہے؟"

"نہیں۔ تم نے چھپانے کے باوجود سچائی سے کہہ دیا کہ کچھ چھپا رہے ہو۔"

"میں مجبور تھا۔ بابا فرید واسطی مرحوم نے تاکید کی تھی۔"

"پھر تو تم سے کوئی گلہ نہیں رہا۔ اتنے عظیم بزرگ کی بات پتھر کی لکیر ہوتی ہے۔ تمہیں وہ بات چھپائے رکھنی چاہئے۔"

"لیکن میں تم سے نہیں چھپاتا۔ بابا صاحب زندہ ہوتے تو وہ بھی تمہارے سامنے زبان کھولنے کی اجازت دے دیتے۔"

"کیا تمہیں یقین ہے کہ اجازت مل جاتی؟ اور تم ابھی وہ بات کہہ کر ایک محترم بزرگ کی حکم عدولی نہیں کرو گے؟"

"میں پوری طرح مطمئن ہو کر کہہ رہا ہوں۔ میں کنوارا نہیں ہوں۔ میری ایک شادی ہو چکی ہے۔"

سلطانہ کے دماغ کو ایک جھٹکا سا لگا۔ اس نے چونک کر بے یقینی سے اسے دیکھا۔ اس نے کہا "میں سچ کہہ رہا ہوں۔ بابا فرید واسطی مرحوم کا حوالہ دے کر کبھی جھوٹ بولنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ میں نے سوچا تھا، جب میری تمہاری محبت شادی کے مرحلے تک پہنچنے والی ہو گی تو یہ راز تمہیں بتادوں گا تاکہ تم کبھی مجھے فریبی نہ کہہ سکو۔"

وہ گہری گہری سانس لے رہی تھی، خود کو سنبھالنے کی کوشش کر رہی تھی پھر اس نے پوچھا "تمہاری شریک حیات کہاں ہے؟"

"کہیں ہے۔ میرا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ مگر وہ چیلنج کرتی ہے کہ میری بیٹی کو مجھ سے چھین کر لے جائے گی۔"

"بیٹی! کیا تمہاری بیٹی بھی ہے؟"

"ہاں... جسے ہم سونیا ثانی کہتے ہیں۔"

سلطانہ پر جیسے سکتہ طاری ہو گیا تھا۔ وہ گم صم بیٹھی ونڈ اسکرین کے پار سمندر کو دیکھ رہی تھی۔ اس کے دماغ میں بہت سے سوالات گونج رہے تھے۔

پہلا سوال یہ تھا کہ سلمان واسطی نے کس سے شادی کی تھی؟

پھر وہ بیوی اس کے لئے چیلنج کیوں بن گئی تھی؟

اور بابا فرید واسطی مرحوم جیسے عظیم ولی اللہ اس معاملے میں کس حیثیت سے شریک تھے؟

اور یہ تو وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ سلمان واسطی کی بیٹی سونیا ثانی ہو گی۔

ان سوالات کے پیچھے جو واقعات ہیں ان کا سلسلہ بابا فرید واسطی سے شروع ہوتا ہے۔ انہوں نے بچپن ہی سے ایسی پاکیزہ اور ایمان افروز زندگی گزاری تھی جو دوسروں کے لئے مثال بن گئی تھی۔ ان کے پورے خاندان میں مکمل دینی ماحول تھا۔ ہر فرد دینی احکامات پر سختی سے عمل کرتا تھا۔ بابا صاحب نے بھی یہی کیا لیکن وہ اپنے بزرگوں سے ذرا مختلف تھے۔ تعلیم کے دوران دوسرے مذاہب کی کتابیں پڑھنے لگے۔ بزرگوں نے اعتراض کیا "یہ کیا کرتے ہو؟"

انہوں نے فرمایا "علم ہر گھر، ہر در سے ملتا ہے۔ ہر ملک، ہر قوم، ہر مذہب سے ملتا ہے۔"

بزرگوں نے سمجھایا "کائنات کا تمام علم قرآن مجید میں سمو دیا گیا ہے۔"

"بیشک قرآن مجید آخری مکمل کلام الٰہی ہے لیکن دوسرے مذاہب کے عالموں سے مذاکرات کے دوران ہم یہ تو کہہ سکیں گے کہ ان کی کتابوں کو پڑھا ہے، ان کے دین کو سمجھا ہے، تب ہمیں اپنے دین کے مکمل پختگی اور پائیداری کا علم ہوا ہے۔ دنیا کی ہر عدالت میں سچے کو سچا ثابت کرنے کے لئے جھوٹے کا بھی بیان سنا جاتا ہے۔"

وہ خداداد ذہانت کے مالک تھے۔ انہوں نے علم، طب اور سائنس میں کمال حاصل کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں میں معجزانہ شفا دی تھی۔ وہ اپنی جواں عمری میں ہی حاکم فرانس کے خاص معالج اور مشیر مقرر ہوئے تھے۔ انہیں درباری زندگی گزارنا منظور نہ تھا۔ ان کے عزائم بہت بلند تھے۔ حاکم فرانس ایک موذی مرض میں مبتلا تھا۔ بین الاقوامی شہرت رکھنے والے ڈاکٹروں نے کہہ دیا تھا کہ مرض لاعلاج ہے۔ ایسے میں بابا فرید واسطی صاحب کا علاج معجزانہ ثابت ہوا۔ حاکم نے صحت یاب ہو کر پیرس سے پچاس میل دور وہ زمینیں ان کے نام کر دیں جہاں آج ایک عظیم الشان ادارہ قائم ہے۔ جہاں سے ہزاروں طلبا و طالبات ڈاکٹر، انجینئر اور سائنس دان بن کر دنیا کے چھوٹے بڑے ملکوں میں پہنچے ہوئے ہیں۔ اسی ادارے میں پوجی، پارس، علی تیمور اور سونیا ثانی جیسے ہیرے تراشے گئے ہیں۔ جہاں سے تربیت حاصل کرنے کے بعد اعلیٰ بی بی نے اپنی صلاحیتوں سے ساری دنیا میں تہلکہ مچا دیا تھا اور آج اسی ادارے سے سلمان واسطی، علم اور ذہانت کی روشنی حاصل کر کے سپر ماسٹر کے عہدے پر پہنچا ہوا تھا۔

وہ قد آور، خوبرو اور صحت مند تھے۔ ان کی شخصیت میں ایسی مقناطیسی کشش تھی کہ ان سے نظریں ملانے والا اور دو باتیں کرنے والا فوراً متاثر ہو جاتا تھا۔ جس طرح خوشبو کا جھونکا گزرنے کے بعد بھی احساس کو تازہ رکھتا ہے اسی طرح وہ پہلی ملاقات کے بعد ہی لوگوں کے ذہن میں نقش ہو جاتے تھے۔ کتنی ہی اعلیٰ خاندان کی شریف زادیاں ان کے نکاح میں آنا چاہتی تھیں لیکن وہ بڑی شرافت اور نرمی سے کتراجاتے تھے۔

وہ مختلف علوم حاصل کرنے میں مصروف رہتے تھے، جو وقت ملتا تھا اسے یاد الٰہی میں گزارتے تھے۔ وہ تہجد کی نماز پڑھ کر سوتے تھے اور فجر کی نماز سے پہلے بیدار ہو جاتے تھے۔ ہر رات دو گھنٹے کی بھرپور نیند ایسی ہوتی تھی کہ اس کے بعد پھر سونے کی حاجت نہیں رہتی تھی۔ وہ بائیس گھنٹے مصروف رہتے تھے۔ ایسی مصروفیات میں بھلا شادی اور ازدواجی زندگی کا وقت کہاں سے مل سکتا تھا۔

لیکن دین اسلام میں تجرد کی راہبانہ زندگی گزارنے کی ممانعت ہے اسی لئے ہمارے پیغمبر اور اولیائے کرام نے ازدواجی زندگی گزاری ہے اور نسل انسان کو آگے بڑھایا ہے۔ بابا فرید واسطی مستقبل کو اپنے علم کی روشنی میں دیکھتے تھے اور سمجھتے تھے کہ انہیں بھی ایک مختصر سی ازدواجی زندگی گزارنی ہے۔ ایک بار وہ شاہی تقریب میں گئے۔ اگرچہ پر تکلف محفلوں سے کتراتے تھے مگر اپنے ادارے کی ترقی کی خاطر سماجی تعلقات لازمی تھے اس لئے وہ ایسی جگہ پہنچ جاتے تھے۔

وہاں ایک حسین لڑکی سے سامنا ہوا۔ اس نے مسکرا کر کہا "سنا ہے آپ کشف و کرامات والے ہیں۔ انسان کی صورت دیکھ کر اس کا کردار بتا دیتے ہیں، مجھے دیکھیں اور میرے بارے میں بتائیں۔"

انہوں نے فرمایا "اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے۔ وہ علم کے خزانے سے اپنے بندے کو ایک چٹکی دیتا ہے۔ بندہ اس ایک چٹکی میں پوری کائنات کو پکڑ لیتا ہے۔ میں تمہارے بارے میں کیا بتاؤں۔ اگر بہتری چاہتی ہو تو کالے جادو کے تاریک ماحول سے نکلو اور اپنی ماں کو شیطانی عمل سے روکو۔"

حسینہ نے پہلے تو تعجب سے دیکھا پھر جلدی سے سنبھل کر بولی "آپ میری ماں کو وچ لیڈی کہہ رہے ہیں، میری توہین کر رہے ہیں۔"

"میں کچھ نہیں کہنا چاہتا تھا، تم نے کہنے پر مجبور کیا۔"

"بہتر ہے، آپ اپنی جھوٹی قابلیت سے دوسروں کو بیوقوف نہ بنائیں۔"

وہ منہ پھیر کر چلی گئی۔ بابا صاحب دوسروں سے گفتگو کرنے لگے۔ وہ دور جا کر دیکھنے لگی۔ اس کا خیال تھا مسٹر فرید اپنی قابلیت ثابت کرنے اس کے پیچھے آئیں گے۔ کیونکہ نوجوان کوئی بہانہ ڈھونڈ کر ہی پیچھا کرتے ہیں۔ وہ محفل میں جہاں جاتی رہی لوگ اس کی پذیرائی کرتے رہے۔ سب ہی اس سے مل بیٹھنے کے متمنی تھے لیکن اسے غصہ آرہا تھا، مایوسی بھی ہو رہی تھی، مسٹر فرید نے پھر اسے پلٹ کر نہیں دیکھا تھا۔

اس رات کوئی بارہ بجے وہ اپنے کمرے میں بیٹھے کلام پاک کی تفسیر فرانسیسی زبان میں لکھ رہے تھے تو انہوں نے کوئی غیر معمولی بات محسوس کی۔ فوراً کلام پاک بند کر کے اس حسینہ کا تصور کیا جس سے شاہی تقریب میں دو باتیں ہوئی تھیں۔ وہ چشم زدن میں اس کے اندر پہنچ گئے تھے۔ حسینہ ایک دھواں دھواں سے ماحول میں تھی۔ اس کے سامنے آگ کے شعلے بھڑک رہے تھے اور شعلوں کے اس پار ایک شیطانی مجسمہ کھڑا تھا۔ اس مجسمے کے پاس دو مرد اور دو عورتیں کھڑی تھیں۔ ان میں سے ایک اس حسینہ کی ماں تھی۔ وہ کوئی منتر پڑھ رہی تھی اور کہتی جارہی تھی "وہ آرہا ہے وہ آنے والا ہے۔ میری بیٹی کا دل توڑنے والا کانٹوں پر چلتا ہوا، انگاروں پر دوڑتا ہوا، آئے گا۔ نہیں آئے گا تو ایک پل سکون نہیں رہے گا اس کی نیند اڑ جائے گی۔ بھوک مر جائے گی۔ اسے آنا ہی ہو گا وہ آرہا ہے۔"

بابا صاحب نے کلام پاک کو اٹھا کر طاق پر رکھا۔ پھر باہر آگئے۔ اپنی کار میں بیٹھ کر جانے لگے۔ وچ لیڈی کالے جادو کی شکتی سے دیکھ رہی تھی اور ایک بوڑھے سے کہہ رہی تھی۔ "ماسٹر! تم کہتے تھے وہ نہیں آئے گا، اس پر جادو اثر نہیں کرے گا۔ میری بائیں ہتھیلی پر دیکھو، وہ ادھر آتا ہوا دکھائی دے رہا ہے۔"

بوڑھے نے اس کی ہتھیلی پر بابا کو کار ڈرائیو کرتے ہوئے دیکھا پھر حیرانی سے کہا "میں حیران ہوں کہ وہ کیسے آرہا ہے؟

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

میں نے یہ شیطانی علم تم سب کو سکھایا ہے۔ میں تم لوگوں کا گرو ہوں لیکن آج تم نے اپنے ہونے والے داماد کو یہاں بلا کر مجھے حیران کردیا۔"

وچ لیڈی نے پوچھا "حیرانی کس بات کی ہے؟"

"یہی کہ آج سے برسوں پہلے میں نے ایک اللہ والے پر جادو کیا تھا' جو بے اثر ہوگیا تھا۔ پھر میرے استادوں نے بھی بتایا تھا کہ ایک خدا سے ڈرنے والوں' کلام الٰہی پر ایمان رکھنے والوں اور مضبوط قوتِ ارادی رکھنے والوں پر جادو اثر نہیں کرتا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "اس کا مطلب ہے' فرید واسطی نہ اللہ والا ہے نہ مضبوط قوتِ ارادی کا مالک ہے۔ بس وہ اپنی علمی صلاحیتوں سے دھونس جماتا ہے۔"

حسینہ نے کہا "ممی! اس نے شاہی تقریب میں مجھے نظر انداز کیا تھا۔ شریف آدمیوں کے درمیان تمہیں وچ لیڈی کہا تھا۔ وہ آئے گا تو میں بھی اس کی انسلٹ کروں گی۔"

"ہاں بیٹی' مرد پر پہلے ہی دن بھاری پڑنے والی عورت تمام زندگی اس پر حکومت کرتی ہے۔ اس ملک میں فرید واسطی کا بول بالا ہے۔ اس کی بڑی عزت اور شہرت ہے' تم اس کی عورت بن کر رہو گی تو کسی کو پتا نہیں چلے گا کہ ہم شیطان کو مانتے ہیں اور کالا عمل کرتے ہیں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی شیطان کے مجسمے کی گردن اچانک ہی اس کے تن سے الگ ہوگئی۔ اس کے پجاری سہم کر پیچھے ہٹ گئے۔ گردن گرتی ہوئی' لڑھکتی ہوئی آگ کے شعلوں میں چلی گئی۔ وچ لیڈی نے چیخ مار کر دیکھا' بابا صاحب کے ہاتھ میں تلوار تھی۔ وہ شیطان کا ایک بازو کاٹ کر گرا رہے تھے پھر انہوں نے دوسرے بازو پر تلوار ماری۔ دونوں بازو کٹ کر گر گئے۔ وہاں جتنے افراد موجود تھے' اپنے اپنے طور پر منتر پڑھ رہے تھے۔ بابا صاحب پر ہر طرح کے جادوئی عمل کر رہے تھے اور ناکام ہو رہے تھے۔ انہوں نے کالے عمل سے بے نیاز ہو کر شیطان کے رہے سہے مجسمے کو لات مار کر گرادیا پھر وچ لیڈی سے کہا "میں یہاں خود نہیں آیا' تم نے مجھے بلانے کے لئے جادوئی عمل کرنے کی حماقت کی۔ یہ بھول گئیں کہ جہاں مومن ہوتا ہے وہاں شیطان نہیں ہوتا۔ اس لئے میں نے یہاں آتے ہی شیطان کے ٹکڑے ٹکڑے کردیے۔"

حسینہ دوڑتی ہوئی ماں کے پاس آئی پھر بولی "تم کہتی تھیں شیطان طاقت ور ہے۔ مگر ایک شخص نے اسے مار کر گرادیا۔"

"بیٹی! اس نے شیطان کے بے جان مجسمے کو گرایا ہے۔ شیطان ہمیشہ سے دائم قائم ہے۔ انسان اسے مارنے کی کوشش کرتے کرتے مرجاتا ہے۔ ازل سے ابد تک شیطان زندہ ہے اور ہمارے اندر زندہ رہے گا۔ یہ فرید واسطی اس کے ہاتھوں حرام موت مرے گا۔"

"نہیں ممی! میں اسے مرتے ہوئے نہیں دیکھ سکتی۔ اسے اپنے لئے زندہ رکھنا چاہتی ہوں۔ یہ پہلا شخص ہے جس کے لئے میں بے چین رہنے لگی ہوں۔ پلیز ممی! اسے سحرزدہ کردو۔ شیطان سے کہو' اسے میرا بنادے۔"

"بیٹی سارائی! تحمل سے کام لو۔ میں نے اپنے عمل سے معلوم کیا ہے' یہ ضرور تمہارا بنے گا۔ تمہارے سوا کوئی اس کی زندگی میں نہیں آئے گی۔"

بابا صاحب نے کہا "میرا علم بھی یہی کہتا ہے' یہ میری شریکِ حیات بنے گی۔ میں کاتبِ تقدیر کی مرضی سے یہاں آیا ہوں۔ سارائی کو سمجھانا چاہتا ہوں۔ یہ دولت سے' شیطانی قوت سے کبھی میرے سائے تک نہیں پہنچ سکے گی۔ میرے پاس آنے کے لئے اسے ماں کو چھوڑنا اور اسلام قبول کرنا ہوگا۔ جب بھی یہ میری ہدایات پر عمل کرے گی' میں اسے شریکِ حیات کے طور پر قبول کرلوں گا۔"

یہ کہہ کر وہ جانے لگے۔ سارائی کی ماں نے اور دوسرے جادوگروں نے اپنے اپنے طور پر منتر پڑھنا شروع کیا۔ بابا صاحب کے قدموں میں کالے عمل کی زنجیریں ڈالنے کی کوششیں کیں مگر وہ طلسم کدے کے ایک تاریک حصے میں جاکر گم ہوگئے۔ وہ لوگ منتر پڑھتے ہوئے وہاں پہنچے تو بابا نہیں تھے۔ وہ تاریک حصے سے روشنی میں نہیں آئے تھے۔ باہر جانے کے لئے سامنے سے گزرنا ضروری تھا اور وہ گزرتے ہوئے دکھائی نہیں دیے تھے۔ کسی کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ اندھیرے میں کہاں گم ہوگئے۔

سارائی سکتے کے عالم میں کھڑی دور اندھیرے کی طرف دیکھ رہی تھی۔ ماں نے اسے آواز دیتے ہوئے کہا "وہ بھاگ گیا ہے۔"

سارائی نے کہا "نہیں ممی! وہ تو اسی جگہ موجود ہیں' میں دیکھ رہی ہوں' تم لوگوں کو دکھائی کیوں نہیں دیتا ہے۔"

سب نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا۔ اندھیرے میں مشعل لے کر گئے پھر ماں نے کہا "بیٹی! اس کے سحر میں نہ آؤ' وہ یہاں نہیں ہے۔"

"ہے۔ میں صاف طور سے دیکھ رہی ہوں' وہ مجھے بلا رہا ہے۔ میرا دل اس کی طرف کھنچا جارہا ہے۔"

"یہ جادو ہے۔"

"ممی! وہ کہہ رہا ہے یہ محبت کا جادو ہے۔"

"وہ تمہیں مسلمان بنادے گا۔"

"جب میں اپنا دل دماغ سب کچھ اس کو سونپ دوں گی' وہ مجھے جس رنگ میں رنگنا چاہے رنگ لے۔ کیا فرق پڑے"

وہ آہستہ آہستہ تاریکی کی سمت جانے لگی۔ ماں نے کہا "رک جاؤ' وہ تمہیں محبت کرنے والی ماں سے چھڑا رہا ہے۔"

وہ آگے بڑھتے ہوئے بولی "دنیا کی ہر لڑکی ماں کا گھر اور ماں کی گود چھوڑ کر اپنے مرد کے پاس جاتی ہے' میں بھی جارہی ہوں۔"

ماں نے چیخ کر کہا "ماسٹر! تم میرے گرو ہو' تم میری بیٹی کو اپنے عمل سے روکو۔"

ماسٹر کے ساتھ دوسروں نے بھی کالا عمل شروع کیا۔ سارائی اندھیرے میں جاکر گم ہوگئی تھی۔ وہ لوگ منتر پڑھتے ہوئے مشعل لے کر اس تاریک حصے میں آئے تو سارائی نہیں تھی۔ وہ بھی باہر جانے کے روشن راستے سے گزرے بغیر اس طلسم کدے سے گزر گئی تھی۔ وہ لوگ مشعل کی روشنی میں ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے تک رہے تھے۔

دوسرے دن سارائی نے اسلام قبول کرلیا پھر بابا صاحب کی شریکِ حیات بن گئی۔ انہوں نے سہاگ رات میں سمجھایا۔ "میاں بیوی کا رشتہ ہوس کو لگام دیتا ہے اور محبت کو بڑھاتا ہے۔ اس رشتے میں عورت بہت اہم اور قابلِ تعریف ہے کیونکہ وہ خدا کے بندے پیدا کرتی ہے۔ پرانی دنیا کو نئے انسان دیتی ہے۔ اپنی اہمیت کو سمجھو۔ اپنی ماں کے نقشِ قدم پر نہ چلو۔ اب تک جتنا کالا جادو سیکھا ہے اس پر لعنت بھیج کر خدا کی عبادت کرو۔ تمہیں اس دنیا میں جنت کا عیش و آرام اور روحانی مسرتیں حاصل ہوں گی۔"

وہ جادو سے انہیں جیتنا چاہتی تھی' انہوں نے جادو کے بغیر اسے جیت لیا تھا۔ ازدواجی زندگی کی ابتدا میں وہ ان کی دیوانی ہوکر رہ گئی تھی۔ ماں نے اسے واپس کرنے کے لئے قانونی چارہ جوئی کا ارادہ کیا لیکن اس نے ماں کو منع کردیا۔ صاف طور سے کہہ دیا کہ وہ اپنے شوہر کو چھوڑ کر نہیں آئے گی۔ ماں نے کہا۔ "کیسے نہیں آئے گی۔ آج انکار کررہی ہے کوئی بات نہیں' میں جوانی کے اندھے جذبات کو سمجھتی ہوں۔ جب جذبے سرد پڑجائیں گے' جب تو دیوانگی سے ہوش مندی کی طرف آئے گی تو تجھے میری تربیت کھینچ لائے گی۔ تو نے میرا دودھ پیا ہے تو ضرور آئے گی۔"

اس نے ماں کی باتوں کو بکواس سمجھ کر نظرانداز کردیا مگر رفتہ رفتہ بابا صاحب کی تہذیبی پابندیاں گراں گزرنے لگیں۔ وہ ماں کے پاس آزادی سے زندگی گزارتی تھی۔ دوسروں کے ساتھ تاش کھیلتی تھی۔ لائٹ وسکی پیتی تھی۔ جوانوں کے ساتھ ڈانس کرتی تھی۔ اس کے برعکس یہاں کا ماحول مذہبی تھا۔ ادارے میں عبادت کے علاوہ جسمانی اور ذہنی نشوونما کے لئے ورزش' کھیل کود اور اسی طرح کی تفریحات کا انتظام تھا لیکن ہر تفریح میں تہذیبی آداب شامل تھے۔ بے ڈھنگے رقص اور بے حیائی کی اجازت نہیں تھی۔ وقت پر جاگنا' وقت پر کھانا اور سونا پڑتا تھا۔ وہ دن چڑھے تک سو نہیں سکتی تھی۔

تب اسے ماں یاد آنے لگی۔ اس نے بابا صاحب سے پوچھا۔ "کیا ایک بیٹی کو ماں سے دور رکھنا اور اس کی صورت بھی دیکھنے نہ دینا انصاف ہے؟ کیا یہ ظلم نہیں ہے؟"

"ظلم نہیں ہے' کیونکہ میں تمہیں شیطانی ماحول سے دور رکھتا ہوں۔"

"میں قسم کھاتی ہوں' وعدہ کرتی ہوں' ماں سے ملوں گی تو شیطان کا ذکر نہیں سنوں گی۔ کوئی کالا علم نہیں سیکھوں گی۔ ان سے اچھی اچھی باتیں کرنے کے بعد واپس آجاؤں گی۔ آپ مجھے جانے دیں۔"

"ابھی نہ جاؤ۔ بچے کی پیدائش کے بعد چلی جانا۔"

"کس بچے کی پیدائش؟"

"میں اپنے بچے کی بات کررہا ہوں۔ تم ماں بننے والی ہو۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی "یہ آپ سے کس نے کہہ دیا۔ یہاں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"ایسی ہی بات ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ تم میرے ہونے والے بچے کو پیٹ میں لے کر شیطان کی پوجا کرنے والی ماں سے ملنے جاؤ۔"

"آپ ایک سچے عالم ہیں اور مجھے ماں کے پاس جانے سے روکنے کے لئے جھوٹی باتیں بنارہے ہیں۔ یہ کتنی مضحکہ خیز بات ہے کہ میں ماں بنوں گی اور مجھے بچے کی خبر نہیں ہے اور آپ کو خبر ہوگئی ہے۔ کیا یہ جھوٹا بہانہ آپ کو زیب دیتا ہے؟"

اس نے باتوں کے دوران اپنے اندر بے چینی محسوس کی۔ بے چینی کے ساتھ کچھ گھبراہٹ سی اور کمزوری سی لگ رہی تھی۔ وہ منہ پھیر کر اٹھ گئی۔ انہوں نے کہا "باتھ روم میں جاؤ۔"

وہ ادھر ہی جانا چاہتی تھی۔ اس سے پہلے ہی انہوں نے جانے کو کہہ دیا تھا۔ اتنے دنوں میں وہ اچھی طرح سمجھ گئی تھی کہ اس کا شوہر اس کے ارادوں کو ظاہر ہونے سے پہلے ہی سمجھ لیتا ہے۔ وہ تیزی سے چلتی ہوئی باتھ روم میں آئی' واش بیسن پر جھکتے ہی ابکائیاں سی آنے لگیں۔ تھوڑی سی قے ہوئی تو طبیعت ہلکی سی لگنے لگی۔ اس نے آئینے میں دیکھا' چہرہ زرد پڑگیا تھا۔ وہ حیرانی سے سوچنے لگی "میں کتنے باکمال شخص کی شریکِ حیات ہوں۔ مجھے خبر ہونے سے پہلے ہی اس نے بتادیا کہ ماں بننے والی ہوں۔"

اسے یہ پسند نہیں تھا کہ اپنے مرد کو بھی اپنے دل کی باتیں معلوم ہوں' وہ کوئی بات چھپا نہیں سکتی تھی۔ اسے یہ سوچ کر الجھن ہوتی تھی کہ شوہر اس کے خیالات کو سمجھ رہا ہے۔ اب ایک نئی مصیبت آنے والی تھی۔ بچہ اس کے اندر پرورش پارہا تھا اور وہ ابھی ماں نہیں بننا چاہتی تھی۔ جب تک بچہ نہ ہو عورت کم عمر بن کر رہ سکتی ہے۔ بچہ گود میں آکر عمر کا بھانڈا پھوڑ دیتا ہے۔ اس نے فون پر ماں سے بات کی "ممی! میں مشکل میں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

پڑھتی ہوں۔ میں ماں بننے والی ہوں۔"

دوسری طرف سے ماں نے کہا "بیٹی! یہ تو خوشی کی بات ہے۔"

"میں ماں نہیں بنوں گی۔ ابھی میری عمر ہی کیا ہوئی ہے؟ کیا آپ چاہتی ہیں کہ میں چھوٹی سی عمر میں ایک بچے کو اٹھائے پھروں۔"

"ہاں یہ درست ہے۔ ابھی تمہاری ماں بننے کی عمر نہیں ہے۔ اپنے شوہر سے بولو' ایسی جلدی کیا ہے؟ تم دو چار برس بعد بھی ماں بن سکتی ہو۔ یہ بچہ نہیں ہونا چاہئے۔"

"اوہ ممی! میرا مرد کٹر مسلمان ہے۔ بچے کو ضائع کرنے نہیں دے گا۔"

"اری وہ کیا کرلے گا؟ بچہ تمہارے پیٹ میں ہے۔ اسے پتا بھی نہیں چلے گا کہ اسے کس طرح ختم کیا گیا ہے۔"

"یہی تو مصیبت ہے۔ پیش گوئی کرنے والے دل اور دماغ کی باتیں بتاتے ہیں۔ وہ تو میرے پیٹ کی باتیں بتا دیتا ہے۔ اوہ ممی! وہ عجیب و غریب آدمی ہے۔ مجھے اس سے ڈر بھی لگتا ہے اور اس پر محبت بھی آتی ہے۔"

"محبت پر لعنت بھیجو' جب تک تمہاری ماں زندہ ہے تمہیں اس سے ڈرنا نہیں چاہئے۔ میں یہاں سے ایسے زبردست منتر پڑھتی رہوں گی کہ بچہ پیٹ سے غائب ہوجائے گا۔ بس میں جیسا کہوں اس پر عمل کرتی رہنا۔"

"ممی! میں آپ سے ملنے کے لئے تڑپ رہی ہوں۔"

"فکر نہ کرو۔ میں تمہیں جلد ہی بلاؤں گی۔ یہاں کسی طرح آجاؤ گی تو بچے سے نجات حاصل کرنا آسان ہوجائے گا۔"

اس رات سارائی نے بابا صاحب سے محبت جتاتے ہوئے پوچھا "کیا آپ کو بچے کی خواہش ہے؟"

انہوں نے جواب دیا "خواہش بری بلا ہے۔ ایک کے بعد دوسری خواہش پیدا ہوتی رہتی ہے۔ یہ سلسلہ کبھی ختم نہیں ہوتا۔ انسان خواہشات کا غلام بن کر رہ جاتا ہے اس لئے میں نے کبھی کسی چیز کی خواہش نہیں کی۔"

وہ خوش ہو کر بولی "اس کا مطلب ہے' آپ کو بچہ نہیں چاہئے؟"

"چاہئے۔ اس لئے کہ یہ خدا کی دین ہے۔ جو چیز میرا خدا مجھے دیتا ہے میں اس سے انکار کرنے کی جرات نہیں کروں گا۔"

"آپ ہر معاملے میں خدا کو کیوں لے آتے ہیں۔ بچہ ہماری محنت سے آنے والا ہے۔"

"ہماری تمہاری کیا حیثیت ہے کہ ہم سانس لیتے ہوئے ایک انسان کو پیدا کرسکیں۔ یہ سب اس کی مرضی سے ہوتا ہے۔ آج میں ایک پیش گوئی کردوں کہ یہ تم پہلی اور آخری بار ماں بننے والی ہو۔ اس کے بعد تم لاکھ جتن کرو گی تب بھی دوسری اولاد پیدا نہیں کرسکو گی۔"

"آپ مجھے اس اولاد کو ضائع کرنے سے باز رکھنا چاہتے ہیں اس لئے من گھڑت پیش گوئی کر رہے ہیں۔"

"یہ تمہیں آنے والا وقت بتائے گا۔"

"میں اپنی ممی سے ملنا چاہتی ہوں۔"

"بچے کی ولادت کے بعد چلی جانا۔"

"کیا میں اپنی ماں سے ملنے کے لئے نو ماہ تک انتظار کروں؟"

"مجبوری ہے' میں نہیں چاہتا میری اولاد پر تمہاری ماں کا سایہ پڑے۔"

"اب میری ماں ایسی بھی بری نہیں ہے۔"

"میں بحث نہیں کروں گا۔"

"آپ مجھ پر جبر نہیں کرسکتے۔ میں عدالت میں جاؤں گی' ماں سے ملنے کا حق حاصل کروں گی۔"

وہ خاموش رہے۔ وہ تلملاتی رہی اور بولتی رہی لیکن اسے جواب نہیں ملا۔

ماں نے جب دیکھا کہ بیٹی عدالت تک جانے کو تیار ہے تو وہ بابا صاحب کے خلاف زہر اگلنے لگی۔ اخبارات میں الٹے سیدھے بیانات چھپوانے لگی۔ حکومت فرانس نے ماں بیٹی کے خلاف سختی سے نوٹس لیا۔ انہیں تاکید کی کہ عدالت کے ذریعے اپنے حقوق حاصل کریں۔ بابا صاحب نے عدالت میں ثابت کردیا کہ سارائی کی ماں کالا علم کرتی ہے۔ وہ نام کی عیسائی ہے اور درپردہ شیطان کی پرستش کرتی ہے۔ ان دنوں پورے یورپ میں کالا جادو کرنے کے خلاف آوازیں اٹھائی جارہی تھیں۔ عدالت نے اس کی ماں کو ملک بدر کردیا۔ سارائی نے غصے میں آکر طلاق کا مطالبہ کیا۔ بابا صاحب نے عدالت میں کہا "اگر میں نے طلاق دی تو یہ ملک سے باہر اپنی ماں کے پاس چلی جائے گی' میں اپنے بچے سے محروم ہوجاؤں گا۔ اگر یہ بچے کی پیدائش تک سرکاری تحویل میں رہے گی تو میں طلاق دے دوں گا۔"

عدالت نے یہی فیصلہ سنایا۔ وہ طلاق حاصل کرنے کے بعد سرکاری تحویل میں رہی۔ پھر ایک بچے کو جنم دینے کے بعد اسے بابا صاحب کے حوالے کرکے اس ملک سے باہر اپنی ماں کے پاس چلی گئی۔ ایک ننھی سی بچی کی پرورش بڑی صبر آزما ہوتی ہے۔ بابا صاحب تمام تر پدرانہ شفقت سے اس کی پرورش کرنا چاہتے تھے لیکن عبادت اور مطالعے کے دوران وہ اسے پریشان کرتی تھی۔ اس کے لئے مجبوراً گورنس اور ملازمہ رکھنی پڑی۔ بچی کا نام راحیلہ واسطی رکھا۔ وہ گورنس کی نگرانی میں پرورش پانے لگی۔ بابا صاحب کو جب بھی موقع ملتا تھا وہ بیٹی کے پاس آکر اسے اپنے حصے کی بھرپور محبت دیتے تھے۔ لیکن بچے محبت اور توجہ زیادہ چاہتے ہیں۔ باپ کے پاس محبت

کا وقت کم تھا' مصروفیات زیادہ تھیں۔ ادارے میں طب' سائنس اور جدید ٹیکنالوجی کا نیا سامان اور مشینیں لائی جارہی تھیں۔ طلبا طالبات کی ایک کھیپ ادارے کی یونی ورسٹی سے کامیاب ہوکر دنیا کے مختلف ممالک میں اہم مقام اور اہم شعبوں میں بڑے بڑے عہدے حاصل کررہی تھیں۔ بابا صاحب انہیں مطلوبہ مقامات تک پہنچانے میں مصروف رہتے تھے۔

راحیلہ عمر کی منزلیں طے کرنے لگی۔ بچپن سے ہی پتا چل گیا کہ وہ کند ذہن ہے۔ اسے جو سکھایا جاتا تھا وہ اس میں سے کچھ یاد رکھتی تھی کچھ بھول جاتی تھی۔ آرام طلب تھی' کوئی کام اپنے ہاتھوں سے نہیں کرتی تھی۔ بابا صاحب نے اسے تعلیم اور تربیت دینے والے استادوں کی تعداد بڑھادی۔ گورنس کو سمجھایا کہ راحیلہ کو پانچ یا چھ گھنٹے سے زیادہ سونے کی اجازت نہ دے' اسے ہدایات پر سختی سے عمل کرایا جائے۔ خاص طور سے فجر کی نماز سے پہلے اسے بستر سے اٹھایا جائے۔

بچپن میں گورنس کا زور چل جاتا تھا جیسے جیسے بڑی ہونے لگی یہ سمجھنے لگی کہ گورنس اور استاد وغیرہ تنخواہ دار ملازم ہیں۔ ان کی ہدایات پر عمل کرنا ضروری نہیں ہے۔ وہ رفتہ رفتہ بے لگام ہونے لگی۔ انہیں دھمکیاں دینے لگی کہ ان میں سے کوئی سختی کرے گا تو وہ بابا صاحب سے جھوٹی شکایتیں لگا کر انہیں ملازمت سے نکلوا دے گی۔

ان میں سے کوئی وہاں کی ملازمت چھوڑنا نہیں چاہتا تھا اس لئے وہ اپنی ملازمت کو بحال رکھنے کے لئے اسے ڈھیل دینے لگے۔ بابا صاحب ہمیشہ اس کی پروگریس رپورٹ دیکھتے تھے۔ چونکہ وہ ان کی بیٹی تھی اس لئے ممتحن حضرات اسے زیادہ نمبر دیا کرتے تھے۔

ایک بار انہوں نے سامنے بٹھا کر پڑھایا تو مایوس ہوگئے۔ مختلف طریقوں سے ذہنی آزمائش کی تو وہ بری طرح ناکام رہی۔ انہوں نے گورنس اور دوسرے استادوں کو بلا کر پوچھا "میں نے اپنی دانست میں تم لوگوں کو کسی چیز کا محتاج رہنے نہیں دیا۔ تمہاری ہر ضرورت پوری کی پھر میری بیٹی کو تم لوگوں نے علم کا اور ذہانت کا محتاج کیوں بنادیا؟"

ایک استاد نے کہا "حضور! آپ کی صاحبزادی کند ذہن ہے۔"

انہوں نے فرمایا "استاد جدید طریق تعلیم سے ایسے بچوں کو ذہین بناتے ہیں جو کند ذہن ہوتے ہیں۔ تعلیم دینے والوں میں جھوٹ اور آمدنی کا لالچ بڑھ جائے تو وہ بچوں کے والدین کی دولت پر نظر رکھتے ہیں۔ بچوں کو نظر انداز کردیتے ہیں' تم لوگوں نے راحیلہ کی پروگریس رپورٹ میں زیادہ نمبر دے کر مجھے دھوکا دیا ہے۔ تمہاری رپورٹ اسے ذہین بتاتی ہے اور نتیجہ کند ذہن ثابت کرچکا ہے۔ میں تم جیسے استادوں سے کیا کہوں۔ تم لوگ ایک بچے کو نہیں بلکہ آئندہ اس دنیا کو سنبھالنے والی پوری نسل کو تباہ کرتے ہو۔ میری نظروں سے دور ہوجاؤ۔"

انہوں نے حکومت فرانس سے درخواست کی کہ ان استادوں کو نااہل قرار دے کر ملک کے تمام تعلیمی اداروں میں ان کا داخلہ بند کردیا جائے۔ ان کی درخواست پر عمل کیا گیا۔ لیکن راحیلہ بڑی حد تک ہاتھ سے نکل چکی تھی۔ انہوں نے دوسرے استادوں کی خدمات حاصل کیں۔ وہ سترہ برس کی ہوچکی تھی۔ بابا صاحب اسے ادارے میں رکھنا چاہتے تھے مگر وہ ضد کرکے پیرس کے بنگلے میں چلی جاتی تھی۔ بابا صاحب اس کے مقدر اور مستقبل کا حال بڑی حد تک جانتے تھے۔ یہ بھی سمجھتے تھے کہ تدبیر کے ذریعے وہ بیٹی کو بڑی حد تک گمراہی سے بچالیں گے۔ وہ چاہتے تو خیال خوانی کے ذریعے مختلف علوم کی ایک ایک بات اس کے دماغ میں نقش کرسکتے تھے لیکن ایک بار اس کے چور خیالات پڑھنے سے پتا چلا کہ اس کی ماں سارائی اس پر اثر انداز ہورہی ہے۔

ان سترہ برسوں میں سارائی نے کالے علوم میں بڑی مہارت حاصل کرلی تھی۔ بابا کو اپنے دماغ سے باہر رکھنے کے لئے یوگا کی مشقیں کی تھیں۔ انہوں نے ایک بار اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ دوسری بار بولی "دیکھ لیا تم نے؟ میں اب پہلے جیسی سارائی نہیں ہوں جس کے اندر بغیر اجازت چلے آتے تھے۔ اب آؤ گے تو دماغ سے دھکے دے کر نکال دوں گی۔"

انہوں نے پوچھا "تمہیں یہ خوش فہمی کیوں ہے کہ کالا علم روحانیت کا راستہ روک دیتا ہے؟"

"کیا تھوڑی دیر پہلے میں نے تمہیں دماغ سے باہر نہیں نکالا تھا؟"

"تم نے صرف سانس روکی تھی' میں نکلا نہیں تھا' موجود تھا۔"

اس نے فوراً ہی سانس روکی۔ انہوں نے کہا "دیکھو میں موجود ہوں ایک نہیں ہزار بار سانس روکتی رہو۔ جب ہمیشہ کے لئے سانس رک جائے گی تو میں چلا جاؤں گا۔"

وہ پریشان ہوکر منتر پڑھنے لگی۔ انہوں نے کہا "تم بہت ہی خطرناک منتر پڑھ رہی ہو۔ بڑے بڑے جادوگر اس منتر کے سامنے خاک ہوجاتے ہیں۔ لیکن میں جادوگر نہیں ہوں۔"

وہ غصے سے بولی "تم کیوں آئے ہو؟"

"یہ پوچھنے کہ میری بیٹی کو دماغی طور پر کمزور کیوں بنا رہی ہو؟"

"وہ میری بھی بیٹی ہے۔"

"اسے چھوڑ کر جاتے وقت تمہاری ممتا کہاں تھی؟"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اس نے جواب دیا "میں نے سوچا تھا کہ ایسے کئی بچے پیدا کرلوں گی مگر تم نے دشمن بن کر پیش گوئی کی تھی کہ میں پھر کبھی ماں نہیں بن سکوں گی۔ میں سترہ برس میں تین شادیاں کرچکی ہوں۔ کسی شوہر سے اولاد نہیں ہوئی۔ میں نے تینوں کو لات مار کر نکال دیا۔ ایسی صورت میں حیلہ ہی ایک بیٹی رہ گئی ہے۔"

"حیلہ نہیں ' راحیلہ۔"

"راحیلہ نام تم نے رکھا ہے۔ میرا کالا علم کہتا ہے کہ تمہارے دیے ہوئے نام کے پہلے دو حروف ختم کردوں تو باقی نام الی بیٹی میرے قبضے میں آجائے گی۔ لہٰذا میں اسے حیلہ ہی کہتی رہوں گی۔"

"بیٹی نہ میرے پاس رہے گی نہ تمہارے پاس۔ وہ اپنے مجازی خدا کے ساتھ رہے گی۔ میں جلد ہی اس کی شادی کردوں گا۔"

"تم کچھ بھی کرو' جس طرح میں تمہارے پاس نہیں رہی اسی طرح حیلہ بھی اپنے مرد کے پاس نہیں رہے گی۔ ہاں داماد اگر تابعدار رہے گا تو وہ اسے بھی میرے پاس لے آئے گی۔"

بابا صاحب سوچ میں پڑ گئے۔ وہ اسے شیطانی عمل سے باز نہیں رکھ سکتے تھے۔ اپنی بے پناہ مصروفیات کے باعث ہمیشہ اس کے دماغ میں رہ کر اس کے منتروں کو گڑبڑا نہیں سکتے تھے۔ اگر اسے دماغی نقصان پہنچاتے تو وہ دوسرے جادوگروں کے ذریعے راحیلہ کو ٹریپ کرنے کی کوشش کرتی رہتی۔ پھر بنیادی بات یہ ہے کہ قدرت جو چاہتی تھی اس میں وہ تبدیلی نہیں کر سکتے تھے۔ اللہ والوں کو جو کشف و کرامات حاصل ہوتی ہیں ان کی ایک حد ہوتی ہے' بزرگانِ دین مقررہ حد سے آگے نہیں جاتے۔

انہوں نے راحیلہ کا نکاح سلمان واسطی سے پڑھادیا اور کہا "برخوردار سلمان! میں نے اپنی دانست میں آج تک تمہیں بہترین علم اور بہترین تربیت دی۔ لیکن بیٹی کی خاطر آج خود غرض ہوگیا۔ تمہیں بہترین شریکِ حیات نہیں دے رہا ہوں۔"

سلمان نے کہا "حضور! آپ ایسا ہرگز نہ سوچیں۔ استاد جوتے مارتا ہے تو اس سے بھی علم حاصل ہوجاتا ہے۔ آج تو آپ نے اپنی عزیز ترین چیز دی ہے۔ آپ نے مجھ پتھر کو تراشا تھا اب میں اس پتھر کو تراش کر ہیرا بنانے کی کوشش کروں گا۔"

شادی کے چند ماہ بعد سونیا ادارے میں آگئی تھی۔ بیٹی کی شادی کے بعد بابا صاحب حجرے سے باہر نہیں نکلتے تھے۔ دن رات عبادت میں مصروف رہتے تھے۔ ادارے کی تمام ذمے داریاں جناب شیخ الفارس غلام البرقی کو سونپ دی تھیں۔ شیخ صاحب ان سے مشورہ لینے ایک بار صبح اور ایک بار شام کو حجرے میں تشریف لایا کرتے تھے۔ اس کے بعد سونیا کے سوا کوئی حجرے میں نہیں جاتا تھا۔ بابا صاحب نے شیخ صاحب سے کہہ دیا تھا کہ سونیا ادارے کے تمام چھوٹے بڑے رازوں کی امین ہے۔ اور میرے بعد یہ بہت سے معاملات کو خوش اسلوبی سے نمٹایا کرے گی۔

پھر وہ وقت آیا جب راحیلہ ماں بننے والی تھی۔ بابا صاحب نے سونیا سے کہا "میں ہونے والے بچے کے لئے فکر مند ہوں۔ میرا علم کہتا ہے کہ اس کی حفاظت تم ہی کرسکتی ہو۔ تم پر کبھی کالے جادو یا کسی شیطانی عمل کا اثر نہیں ہوگا۔ تمہارے سائے میں جو بھی رہے گا وہ محفوظ رہے گا لہٰذا راحیلہ سے ہونے والی اولاد کو تمہارے سائے میں رہنا چاہئے۔"

"آپ اطمینان رکھیں' میں آخری سانس تک راحیلہ اور بچے کی حفاظت کروں گی۔"

"بیٹی! تم راحیلہ کی حفاظت نہیں کرسکو گی یہ میرے اور تمہارے اختیار میں نہیں ہے۔ میری بدنصیب بیٹی کے ستارے کچھ اور کہتے ہیں۔"

سونیا نے یہ نہیں پوچھا کہ راحیلہ بدنصیب کیوں ہے؟ کیوں اس کے لئے احتیاطی تدابیر اختیار نہیں کی جاسکتیں۔ پوچھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ تمام حالات' الف ... اور سمجھتی تھی کہ اس کالے جادو کا شیطانی کھیل کمینے داؤں سے نمٹنا ہوگا۔

راحیلہ کو سوئٹزرلینڈ کے ایک چھوٹے سے شہر میں بھیج دیا گیا۔ اس کی خدمت اور دیکھ بھال کے لئے چار خادمائیں اور دس مسلح گارڈز تھے۔ سونیا بھی وہاں تھی لیکن راحیلہ اس کے متعلق کچھ نہیں جانتی تھی کہ وہ کون ہے اور کہاں سے آئی ہے؟ وہ اس کے ساتھ والے بنگلے میں تھی' اس نے راحیلہ کو ابتدائی دنوں میں بتادیا تھا کہ وہ بھی ماں بننے والی ہے۔ اس طرح اس نے راحیلہ سے دوستی کرلی۔ بابا صاحب خیال خوانی کے ذریعے سونیا کو راحیلہ کی دماغی حالت بتایا کرتے تھے۔ انہوں نے کہا' اس کی ماں سارائی کالے علم کے ذریعے اس کے خوابوں میں آتی رہتی ہے اور اسے سمجھاتی رہتی ہے کہ بابا صاحب خود غرض ہیں۔ وہ بیٹی کو اپنی طرح غیر معمولی علم نہیں سکھائیں گے۔ بیٹی باپ کو چھوڑ دے گی اور شوہر کو لے کر ماں کے پاس چلی جائے گی تو اسے بھی ماں کی طرح کالے جادو کی طاقت حاصل ہوجائے گی۔

ایک رات سونیا دیر تک راحیلہ کے پاس بیٹھی رہی۔ پھر وہ جانے لگی تو راحیلہ نے کہا "اتنی رات کو باہر نہ جاؤ۔ میرے ساتھ سو جاؤ' تم مجھے بہت اچھی لگتی ہو۔"

سونیا اس کے ساتھ سوگئی۔ اس رات راحیلہ نے کوئی خواب نہیں دیکھا۔ صبح بیدار ہونے کے بعد اس نے خود کو ہلکا پھلکا سا محسوس کیا۔ دماغ پر کالے جادو کا نامعلوم سا بوجھ نہیں تھا۔

دوسری رات سونیا اس کے ساتھ نہیں تھی۔ اس نے خواب میں ماں کو دیکھا' ماں نے پوچھا "کیا تم کل تمام رات جاگتی رہی تھیں؟"

"نہیں ماما! میں تو گہری نیند سوتی رہی تھی۔"

"تم جھوٹ بول رہی ہو۔ میں نے کئی بار منتر پڑھے' یہی پتا چلا کہ تم خواب نہیں دیکھو گی۔ خواب نہ دیکھنے کا مطلب یہ ہوا کہ تم جاگ رہی ہو۔"

"میں سچ کہتی ہوں میں اپنے بستر پر تھی' میرے ساتھ جمیلہ سو رہی تھی۔"

"یہ جمیلہ کون ہے؟"

"میری پڑوسن ہے۔ وہ بھی ماں بننے والی ہے۔"

"آئندہ تم اسے اپنے پاس مت سلایا کرو۔"

"کیوں ماما؟"

"وہ نوری عورت ہے۔ تمہارے ساتھ سوئے گی تو میں تمہارے خواب میں نہیں آسکوں گی۔"

"اوہ ماما! میں تو اس کے ساتھ دن رات رہنا چاہتی ہوں۔ پتا نہیں اس میں کیا بات ہے' میں اس سے محبت کرنے لگی ہوں۔"

"کیا تمہیں ماں سے محبت نہیں ہے؟"

"بہت زیادہ ہے۔ میں تو آپ سے ملنے کے لئے تڑپتی ہوں۔"

"دیکھو بیٹی! جمیلہ سے چند دنوں کی ملاقات ہے۔ اگر اس کے لئے بہت زیادہ محبت محسوس کررہی ہو تو اس کا مطلب ہے یہ محبت نہیں جادو ہے۔ وہ عورت تمہاری لاعلمی میں تمہیں سحر زدہ کررہی ہے۔"

"نہیں ماما! وہ نماز پڑھتی ہے اور نماز پڑھنے والے جادو کو لعنت سمجھتے ہیں۔"

"یہ لعنت نہیں نعمت ہے۔ چونکہ مسلمان اسے حاصل نہیں کرسکتے اس لئے لعنت کہتے ہیں۔ جیسے ایک لومڑی نے انگوروں کو کھٹا کہا تھا۔"

"اچھی بات ہے۔ آپ کہتی ہیں تو میں رات کو تنہا سویا کروں گی۔"

"جب زچگی کا وقت قریب آئے تو اپنے شوہر سلمان واسطی سے بھی دور رہنا۔ وہ بھی نوری بندہ ہے۔"

"ماما! کیا آپ صرف خواب میں نظر آسکتی ہیں؟"

"اگر تم ایک منتر یاد کرلو تو میں تمہاری بائیں ہتھیلی پر نظر آسکتی ہوں۔"

"بابا نے منتر پڑھنے سے سختی سے منع کیا ہے۔"

"تمہارے بابا کی ایسی کی تیسی۔ چلو پڑھو۔"

وہ پڑھانے لگی۔ یہ خواب میں پڑھنے لگی۔ چونکہ کند ذہن تھی اس لئے اسے بار بار پڑھانا پڑا۔ ماں یہ کہہ کر چلی گئی کہ دوسری رات بھی خواب میں آکر اسے یاد کرائے گی۔

دوسری شام سونیا آئی تو راحیلہ نے جھوٹ کہہ دیا کہ آج میرا شوہر آنے والا ہے۔ میں تمہارے ساتھ نہیں سو سکوں گی۔

سونیا جانتی تھی کہ سلمان بہت مصروف ہے' وہ نہیں آئے گا پھر بھی وہ مسکرا کر بولی "یہ تو اچھی بات ہے۔ تمہیں زیادہ سے زیادہ اپنے شوہر کے ساتھ رہنا چاہئے۔"

"جمیلہ میں سچ کہتی ہوں۔ تمہیں مس کروں گی۔"

"میں بھی یہ کہنے آئی ہوں کہ تمہیں مس کروں گی۔ میں ہمیشہ کے لئے جارہی ہوں۔"

"کہاں جارہی ہو؟"

"میرے شوہر کا فون آیا تھا۔ وہ مجھے لندن آنے کو کہہ رہا ہے۔ ہمیں ایسے وقت اپنے شوہروں کے قریب رہنا چاہئے۔ ہونے والے بچوں پر اچھا اثر پڑتا ہے۔"

وہ تھوڑی دیر بات کرنے کے بعد چلی آئی۔ اس نے راحیلہ کے پڑوس والا بنگلا چھوڑ دیا۔ وہاں سے دور ایک کاٹیج میں قیام کیا تاکہ دور ہی دور سے اس کی نگرانی کرے۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کی موجودگی سے راحیلہ کی ماں سارائی کو کسی قسم کا کوئی شبہ ہو۔

بہرحال دن گزرنے لگے۔ بابا صاحب وقتاً فوقتاً بیٹی کے دماغ میں آکر سونیا کو اس کے حالات بتاتے رہتے تھے وہ راحیلہ کے اندر اور سونیا باہر پہرا دے رہی تھی۔ ان کی پوری کوشش یہی تھی کہ ہونے والے بچے پر جادو کا اثر نہ ہو۔

آخر زچگی کا وقت آگیا۔ سونیا میک اپ کے ذریعے لیڈی ڈاکٹر بن کر ایک نرس کے ساتھ آئی۔ ایسے وقت میں بابا صاحب بیٹی کے پاس نہیں رہ سکتے تھے۔ ویسے یقین تھا کہ ان کی عدم موجودگی میں سونیا دشمن حالات سے نمٹ لے گی۔

ادھر سارائی کو اپنے کالے علم سے پتا چلا تھا کہ بیٹی فلاں وقت ماں بننے والی ہے۔ وہ شیطان کے مجسمے کے سامنے بیٹھ گئی تھی اور بھڑکتے ہوئے شعلوں میں ماش کی دال کے چند دانے پھینکتے ہوئے منتر پڑھتی جارہی تھی۔ اسے بیٹی نظر آرہی تھی جو بستر پر پڑی دردِ زہ میں مبتلا تھی۔ شعلوں کے ایک طرف سارائی کی بوڑھی ماں بھی منتر پڑھنے میں مصروف تھی۔ تھوڑی دیر بعد شعلوں میں نظر آنے والی راحیلہ نظروں سے اوجھل ہوگئی۔ سارائی نے کہا "ممی مجھے میری بیٹی نظر نہیں آرہی ہے۔"

"بیٹی! تم سے پڑھنے میں بھول ہوئی ہوگی توجہ سے پڑھو۔"

وہ پوری توجہ سے پڑھنے لگی۔ وقت گزرنے لگا۔ بے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

چھنی پڑھنے لگی۔ وہ ابھی تک نظر نہیں آئی تھی۔ سارائی نے پوچھا "کیا فرید واسطی اپنا عمل کر رہا ہے؟"

بوڑھی ماں نے کہا "نہیں' میرا علم کہتا ہے ایسے وقت میں وہ اپنی بیٹی سے دور رہے گا' کوئی عمل نہیں کرے گا۔ شاید کوئی عیسائی لیڈی ڈاکٹر تمہاری زچہ بیٹی کے قریب ہے۔ ڈاکٹر کے گلے میں صلیب ہے اسی لئے ہمارا جادو بے اثر ہو رہا ہے۔"

"اب کیا ہوگا ممی؟"

"اطمینان رکھو۔ وہ لیڈی ڈاکٹر زچگی کے بعد تمہاری بیٹی کے پاس سے چلی جائے گی۔ پھر وہ اور اس کا بچہ دونوں نظر آئیں گے۔"

راحیلہ کے پاس کوئی عیسائی لیڈی ڈاکٹر نہیں تھی اور نہ ہی کسی نے صلیب پہنا تھا۔ سونیا کی موجودگی نے جادو بے اثر کر رکھا تھا۔ اس کی مکارانہ چالیں مشکل سے کسی کی سمجھ میں آتی ہیں۔ اس نے اسپتال کے انچارج سے پہلے ہی معاملات طے کر لئے تھے۔ اسے اچھی خاصی رقم دے کر مردہ خانے سے ایک لاوارث بچہ حاصل کیا تھا۔ راحیلہ نے ایک بیٹی کو جنم دیا تھا۔ سونیا اس کے پاس مردہ بچے کو رکھ کر بیٹی لے گئی۔

اس کے جاتے ہی کالے عمل کا راستہ کھل گیا۔ سارائی اور اس کی ماں نے بھڑکتے ہوئے شعلوں میں راحیلہ کو دیکھا' وہ نیم بے ہوشی کے عالم میں تھی۔ اس کے پہلو میں ایک بچہ پڑا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر بعد راحیلہ نے کروٹ لے کر بچے کو دیکھا' ایک خادمہ نے کہا "افسوس! بچہ کمزور تھا۔ ایک آواز بھی نہ نکال سکا اور اللہ کو پیارا ہو گیا۔"

راحیلہ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ سارائی نے کہا۔ "میری بیٹی رو رہی ہے۔ دیکھو ممی! میں کالا جادو سیکھنے کے بعد سنگدل ہو گئی پھر بھی میری آنکھوں سے آنسو نکل رہے ہیں۔"

بوڑھی ماں نے کہا "اس کو ماتا کہتے ہیں' چڑیلیں بھی اپنی اولاد کے لئے تڑپتی ہیں۔ میں نے تمہاری جدائی برداشت نہیں کی' تمہیں بلا لیا۔ تم بھی اپنی بیٹی کو بلاؤ۔ اگر اس کا شوہر ساتھ آئے گا تو ٹھیک ہے ورنہ ہم حیلہ کی دوسری شادی کریں گے' وہ دوسرے بچے کی ماں بنے گی تو پہلی اولاد کا صدمہ بھول جائے گی۔"

اس رات سلمان واسطی نے راحیلہ کے پاس آ کر افسوس ظاہر کیا۔ اسے محبت سے تسلیاں دیں "غم نہ کرو۔ زندگی رہی اور اللہ تعالیٰ کی مرضی رہی تو آئندہ ہماری اولادیں ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سے مایوس نہیں ہونا چاہئے۔"

وہ بولی "میرا دل گھبرا رہا ہے' مجھے یہاں سے لے چلیں۔"

"تمہاری طبیعت سنبھل جائے تو ہم پیرس چلیں گے۔"

"پیرس میں تو ہم رہتے ہی ہیں' میں لندن جاؤں گی۔"

"یعنی تمہاری ماں تمہیں بلا رہی ہے۔"

"کیا ایک بیٹی کو اپنی ماں سے نہیں ملنا چاہئے؟"

"یہی سوال تمہاری ماں نے بابا صاحب سے کیا تھا اور انہوں نے کہا تھا کہ وہ اپنی شریکِ حیات کو شیطانی ماحول میں نہیں جانے دیں گے۔ تم میری شریکِ حیات ہو' میں بھی تمہیں جانے کی اجازت نہیں دوں گا۔"

"میں تمہاری اجازت کی محتاج نہیں ہوں۔ کیا تم مجھے کنیز سمجھتے ہو؟"

"میں تمہارے والد اور اپنے محترم استاد کے نقش قدم پر چل رہا ہوں۔"

"تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ جس طرح میرے بابا نے میری ماں کو طلاق دی اسی طرح تم بھی مجھے چھوڑ دو گے۔ تمہیں مجھ سے محبت نہیں ہے؟"

"تم محترم استاد کی صاحب زادی ہو۔ میرے لئے دنیا کا سب سے بڑا انعام ہو' میں اپنی جان سے بھی زیادہ تمہیں چاہتا ہوں۔"

"تو پھر اپنی چاہت کا ثبوت دو اور میرے ساتھ ماما کے پاس چلو۔"

"جس عورت نے میرے استادِ محترم کا ساتھ چھوڑ دیا وہ میرے لئے دشمن سے بدتر ہے۔"

"تم میری ماں کو گالی دے رہے ہو۔"

"میں نے آج تک کسی دشمن کو بھی گالی نہیں دی البتہ دشمن کو دشمن کہتا ہوں۔ دراصل تمہاری نانی اور ماں کی زندگیاں گالی بن گئی ہیں۔ انہیں کچھ بھی کہو' تمہیں گالی لگتی ہے۔"

"تم باتیں بنا بنا کر میری ماں کو برا کہہ رہے ہو۔ ایک فیصلہ کرو' میرے ساتھ چلو گے یا نہیں؟"

"دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ساتھ دینے کے لئے ہی تم سے شادی کی ہے۔ میں اپنی زندگی میں نیک کام اس لئے کرتا ہوں کہ جہنم میں نہ جاؤں۔ لہٰذا تمہیں اپنے سسرالی جہنم میں کیسے لے جا سکتا ہوں۔"

"میں تو ضرور جاؤں گی کیونکہ ماں کے پاؤں تلے جنت ہوتی ہے۔"

"اکثر لوگ جنت کے دھوکے میں جہنم تک پہنچ جاتے ہیں۔"

"نصیحت کا شکریہ۔ کیا تم مجھے جانے سے روکو گے؟"

"تمہیں گمراہی سے روکنے کا فرض ادا کروں گا۔"

"اگر تم بابا کو سمجھا دو کہ وہ اپنے کسی عمل سے مجھے نہ روکیں تو میں دوسرے دن واپس آ جاؤں گی۔"

"محترم استاد اچھی طرح جانتے ہیں کہ تم جانے کے بعد واپس نہیں آؤ گی۔ راحیلہ! میری محبت اور خلوص کو سمجھو' میں تمہاری بہتری کے لئے کہتا ہوں۔ اپنی ماں کی ماتا کو بھی آزماؤ۔ اس سے پوچھو کہ وہ شیطان کی پوجا چھوڑ کر تمہارے پاس آ سکتی ہے؟"

"بابا نے میری ماں کو نانی سے ملنے نہیں دیا تھا۔ بھری عدالت میں طلاق دے کر میری ماں کو ذلیل کیا تھا۔ وہ ذلتیں اٹھانے کے بعد یہاں نہیں آئیں گی۔"

"اگر وہ شیطان کی پوجا چھوڑ دے گی تو انہیں عزت دی جائے گی۔"

"منہ پر تھوکنے کے بعد اسے چاٹنے کی بات کرتے ہو۔"

"تھوک کو چاٹنے میں ذلت ہے۔ اور کسی کو عزت دینے میں عظمت ہے۔"

"تم لفظوں سے کھیلتے ہو۔ میں تم سے بحث نہیں کروں گی۔"

سلمان واسطی اسے کئی دن تک سمجھاتا رہا۔ اسے اپنے ساتھ پیرس لے آیا۔ وہ پوری سچائی کے ساتھ کوشش کر رہا تھا کہ بابا صاحب کی امانت اس کے پاس عزت سے محفوظ رہے لیکن وہ ایک دن سلمان کی غیر موجودگی میں لندن چلی گئی۔ وہ پریشان ہو گیا' اسے یوں لگ رہا تھا جیسے زندگی کا تمام سرمایہ لٹ گیا ہے۔ وہ محترم استاد کا دیا ہوا انعام تھی۔ وہ اسے کسی قیمت پر کھونا نہیں چاہتا تھا۔ اسے واپس لانے کے لئے لندن جانا چاہتا تھا۔ لیکن بابا صاحب نے منع کر دیا' اس نے کہا "حضور! وہ آپ کا خون ہے' میری عزت ہے۔ اسے یونہی نہیں چھوڑا جا سکتا۔"

انہوں نے فرمایا "تقدیر سے پنجہ نہ لڑاؤ۔ ہر کوشش کی ایک حد ہوتی ہے۔ اس حد تک جا کر بات نہ بنے تو سمجھ لو کہ تقدیر کا لکھا ہوا اٹل ہے' اسے تدبیر سے اور حوصلے سے بھی بدلنا ممکن نہیں ہے۔"

"میں آپ کی ہدایت پر عمل کرنا اپنا ایمان سمجھتا ہوں۔ میں صبر کر لوں گا' اپنی بچی سے دل بہلا لیا کروں گا۔"

"نہیں بیٹے! سونیا نے بچی کی حفاظت کے لئے جو طریق کار اختیار کیا ہے اس کے پیش نظر تمہیں بچی کے قریب نہیں جانا چاہئے۔ راحیلہ اور اس کی ماں کو معلوم ہوگا کہ تم کسی بچی کو بہت زیادہ چاہتے ہو اور اسے اپنے پاس رکھتے ہو تو وہ اپنے دھوکا کھانے کا شبہ کر سکتی ہیں۔ کسی طرح معلوم کر سکتی ہیں کہ راحیلہ سے ہونے والی اولاد زندہ ہے۔"

سلمان نے سر جھکا کر کہا "آپ درست فرماتے ہیں۔ میں بچی سے دور رہوں گا۔"

سونیا اسے فرانس کی ایک فوجی چھاؤنی میں لے آئی تھی وہاں اس کے لئے ایک چھوٹا سا بنگلا مخصوص تھا۔ بابا صاحب نے بچی کا نام ثانیہ واسطی تجویز کیا تھا اور کہا تھا "تم ایک ماں کی طرح اس کی پرورش کرو گی۔ اسے اپنی طرح ذہین' نڈر' حاضر دماغ اور معاملہ فہم بناؤ گی تو اسے سونیا ثانی کہا کرنا۔ میں اپنی نواسی میں تمہارا روپ دیکھنا چاہتا ہوں۔"

سونیا کے لئے بابا صاحب کی خواہش' حکم کا درجہ رکھتی تھی۔ اس نے ثانیہ واسطی پر بھرپور توجہ دی۔ ایک برس بعد بابا فرید واسطی صاحب اللہ کو پیارے ہو گئے۔ سونیا کو ادارے میں آ کر رہنا پڑا۔ اس نے ثانیہ کو چھاؤنی کے بنگلے میں چھوڑ دیا تھا۔ اس کی دیکھ بھال کے لئے فوج کے تربیت یافتہ ملازم تھے۔ پھر سونیا ہیلی کاپٹر کے ذریعے ہر دوسرے دن اس کے پاس آتی تھی' اس کے ساتھ چار چھ گھنٹے گزار کر ادارے میں واپس چلی جاتی تھی۔

ثانیہ اپنی پیدائش کے تیسرے دن سے ہی فوجی ماحول میں گولیوں کی تڑاتڑ اور بموں کے دھماکے سنتی آئی تھی۔ سونیا کے فولادی ہاتھوں نے اس کی کلائی پکڑ کر چلنا سکھا دیا تھا۔ اس نے فوجی انداز میں کھڑے ہونا اور چلنا سیکھا۔ فوج کے ڈسپلن اور اصول کے مطابق سونا' جاگنا' پڑھنا لکھنا اور دن رات محنت کرتے رہنا سیکھا۔ جب وہ بارہ برس کی ہوئی تو سونیا اور شیخ الفارس صاحب نے اسے ایک لاوارث لڑکی کے طور پر ادارے کے ہاسٹل میں پہنچایا۔ ادارے میں جو بھی لاوارث لڑکیاں اور لڑکے آتے تھے انہیں ادارے کے بزرگ اور اہم افراد اپنا نام باپ کے طور پر دیتے تھے اس طرح کوئی بچہ احساس کمتری میں مبتلا نہیں ہوتا تھا۔ ان کے باپ کا نام فرید واسطی' شیخ غلام البرقی' ادارے کا کوئی بڑا منتظم' بین الاقوامی شہرت یافتہ ڈاکٹر یا انجینئر ہوتا تھا۔ اسی اصول کے مطابق ثانیہ کو سلمان واسطی کی ولدیت مل گئی۔ بیٹی کو حقیقی باپ کا نام مل گیا۔

اسے ہاسٹل میں داخل کرنے کے بعد فیصلہ کیا گیا کہ اسے سونیا کی ڈمی بنانے کے لئے ٹریننگ دی جائے گی۔ صرف تین برس کی ٹریننگ میں اس نے سونیا کی ایسی نقالی کی کہ سب دنگ رہ گئے۔ کسی کی حرکات' آواز اور لہجے کی نقالی اتنی مشکل نہیں ہوتی لیکن ثانیہ نے سونیا کی ذہانت اور مکاریوں کا مظاہرہ کیا۔ اسے چند دشوار مرحلوں سے گزارا گیا اور وہ ایسے گزر گئی جیسے سچ مچ وہ سونیا ہی ہو یا اس میں سونیا کی روح سرایت کر گئی ہو۔ اس کامیابی پر اسے سونیا ثانی کا خطاب دیا گیا پھر پلاسٹک سرجری کے ذریعے اسے سونیا کا ہم شکل بنا دیا گیا۔

اب یہ تو آنے والا وقت ہی بتانے کو تھا کہ یہ سونیا ثانی سونیا کی طرح کتنے ہنگاموں کو جنم دینے والی تھی۔

سلطانہ کار کی اگلی سیٹ پر بیٹھی ونڈ اسکرین کے پار سمندر کی لہروں کو دیکھ رہی تھی اور سلمان کی زبان سے اس کی داستان حیات سن رہی تھی۔ پہلے یہ سن کر دکھ پہنچا تھا کہ سلمان شادی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

شدہ ہے۔ اس کی شریکِ حیات اب بھی زندہ ہے۔ نہ اس نے طلاق دی ہے نہ اس نے طلاق لی ہے۔ لیکن جن حالات میں وہ سلمان کو چھوڑ کر اپنی ماں کے پاس گئی تھی ان حالات کے پیشِ نظر راحیلہ سے نفرت اور سلمان سے محبت بڑھ جاتی تھی۔

سلطانہ کو سلمان پر پیار آرہا تھا۔ لیکن یہ داستان سننے کے بعد اس نے فوراً اپنا ردِ عمل ظاہر نہیں کیا۔ تھوڑی دیر تک چپ رہی۔ ایسے وقت خاموشی اختیار کرنے سے مرد بے چینی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اپنی بے پناہ محبت کا اظہار کرتے کرتے خوشامد پر اتر آتے ہیں۔ یوں اپنا چاہنے والا محبت مانگتا رہے تو اچھا لگتا ہے۔

سلمان نے تھوڑی دیر اس کی خاموشی برداشت کی پھر اس کی طرف گھوم کر بولا "کہاں گم ہوگئی ہو؟"

وہ کچھ نہ بولی' سلمان نے کہا "جو سچ تھا وہ میں نے بیان کردیا۔ میری شادی پر' میری اولاد پر اور میرے کیریئر پر کوئی اعتراض ہو تو بولو؟"

وہ پھر بھی نہ بولی' اس نے تھوڑی دیر انتظار کیا پھر گھوم کر سیدھا بیٹھ گیا۔ کار اسٹارٹ کرتے ہوئے بولا "میں سمجھ گیا۔ مجھ سے محبت کرکے تمہیں اپنی غلطی کا احساس ہو رہا ہے۔ یہ اچھا ہوا' میں نے شادی سے پہلے اپنی حقیقت بتادی۔ ورنہ تم شادی کے بعد پچھتاتیں تو میں خود کو کبھی معاف نہ کرتا" وہ کار کو سڑک کی طرف موڑ کر بولا "میں تمہاری خوشی میں خوش رہوں گا۔ ابھی تم کنواری ہو' تمہاری زندگی میں بہت سے چاہنے والے آجائیں گے۔ تمہیں بھی کسی سے محبت ہوجائے گی۔ میں تمہیں محبت کرنے پر مجبور نہیں کرسکتا۔"

سلطانہ کو غصہ آرہا تھا۔ وہ دل میں کہہ رہی تھی "تم نے کیسے سمجھ لیا' میں کسی اور سے محبت کرسکتی ہوں۔ محبت ایک ہی دل کے شہر میں رہتی ہے۔ اس شہر سے کبھی ہجرت نہیں کرتی" وہ غصے سے بولی "کیا مجھے بہت سے چاہنے والے مل جائیں گے؟"

"ہاں' ضرور ملیں گے۔"

"بہت سے چاہنے والے تو بازار میں آتے ہیں' کیا تم مجھے وہاں بٹھانا چاہتے ہو؟"

سلمان نے ایک جھٹکے بریک لگایا پھر گھوم کر ایک طمانچہ رسید کرتے ہوئے کہا "تم نے میری محبت کو گالی کیوں دی۔ کیا میں بازار میں بٹھانے والا دلّال ہوں۔"

"جب یہ گالی ہے تو تم نے کس زبان سے کہا کہ مجھے بہت سے چاہنے والے مل جائیں گے۔"

وہ ذرا سٹپٹایا پھر بولا "میرا ہرگز یہ مطلب نہیں تھا۔"

"پھر کیا مطلب تھا؟"

"کیا ایک شریف لڑکی کے ہزاروں طلب گار نہیں ہوتے؟ کیا اس کے لئے درجنوں رشتے نہیں آتے؟"

"میں شریف زادی ہوتی تو تم ہاتھ نہ اٹھاتے۔ تم نے مجھے ایک گری پڑی چیز سمجھ کر مردانگی دکھادی۔ اب کسی اور کو دکھاؤ۔ خدا حافظ۔"

وہ کار سے باہر جانے کے لئے دروازہ کھولنا چاہتی تھی' سلمان نے بازو پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا۔ وہ پھر تڑپ کر جانا چاہتی تھی' اس نے دونوں بازوؤں میں جکڑ کر کہا "وہ طمانچہ نہیں تھا' محبت تھی۔ میں تمہاری زبان سے بھی تمہارے لئے بازاری لفظ نہ سن سکا' بے اختیار میرا ہاتھ چل گیا۔ معافی مانگنا میرے مزاج کے خلاف ہے۔ میری محبت کو سمجھ سکتی ہو تو سمجھ لو۔"

وہ اس کے بازوؤں میں تڑپ کر ٹھنڈی پڑگئی۔ عورت کو سمجھنا مشکل ہے کہ وہ کس طرح محبت کا اظہار چاہتی ہے۔ تھوڑی دیر پہلے وہ خاموش رہ کر تڑپا رہی تھی اور سوچ رہی تھی وہ ابھی خوشامدیں کرے گا۔ یوں اپنا چاہنے والا محبت مانگتا ہے تو اچھا لگتا ہے۔ مگر چاہنے والے نے طمانچہ رسید کیا تو پتا چلا اس نے نفرت سے نہیں' عداوت سے نہیں بلکہ غیرت کے جوش میں ہاتھ اٹھایا تھا۔ یوں بھی چاہت کا اظہار ہوتا ہے۔ وہ طمانچہ محبت سے بھرپور تھا۔

کئی گاڑیوں کے ہارن شور مچانے لگے۔ وہ دونوں ہڑبڑا کر الگ ہوگئے پتا نہیں کتنی دیر ہوگئی تھی۔ ان کے پیچھے گاڑیوں کی لائن لگ گئی تھی۔ وہ سب ہارن کی آوازیں سنا سنا کر آگے جانے کا راستہ مانگ رہے تھے۔ سلمان نے فوراً گاڑی اسٹارٹ کرکے آگے بڑھادی۔ وہ دونوں ایک دوسروں سے جھینپ رہے تھے۔ سلطانہ منہ پھیر کر کھڑکی کے باہر دیکھ رہی تھی۔

دونوں کی یہ پہلی محبت تھی۔ سلمان کو راحیلہ کے ساتھ کبھی محبوبانہ انداز میں زندگی گزارنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ بابا صاحب نے اس سے شادی کی پیش کش کی تھی اور اس نے بڑی عقیدت سے اسے شریکِ حیات بنالیا تھا۔ محبوبانہ انداز کی زندگی اب نصیب ہو رہی تھی۔ اس نے کن انکھیوں سے سلطانہ کو دیکھتے ہوئے کہا "کچھ بولو۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی "کیا کہوں' مجھے ڈر لگ رہا ہے۔"

"کیسا ڈر؟"

"یہی کہ راحیلہ کسی وقت بھی تمہاری زندگی میں واپس آسکتی ہے۔"

"میں ایسا نہیں سمجھتا۔"

"تمہیں سمجھنا چاہئے' تم نے اسے طلاق نہیں دی ہے۔ تمہارے گھر کا اور زندگی کا دروازہ اس کے لئے کھلا ہے۔"

"چوبیس برس میں وہ نہ آئی' اب کیا آئے گی۔"

"عورت جب پچھتاتی ہے تو آخری سانسوں میں بھی واپس آتی ہے۔"

وہ سوچ میں پڑ گیا۔ سلطانہ نے پوچھا "سچ بتاؤ' کیا اس کے لئے دل میں جگہ ہے؟"

"سچ کہتا ہوں' اس کے لئے دل میں جگہ ہی جگہ ہے۔ میں اپنی دنیا کا ایک ایک ذرّہ اسے دینا چاہتا ہوں۔ اپنی بہاروں کا ایک ایک پھول اس کے قدموں میں بچھانا چاہتا ہوں۔ تمہاری زبان مبارک ہو اور وہ پچھتائے' واپس آجائے۔ سلطانہ! میرے جذبات کو اور میری عقیدت کو سمجھو' وہ میرے استادِ محترم کی بیٹی ہے۔ مجھے اس سے بڑا کوئی انعام نہیں چاہئے۔ اس کے بدلے جنت بھی نہیں چاہئے۔ اگر اس کی گمراہی کی سزا میں مجھے جہنم میں بھیجا جائے تو میں اسے اپنے حصے کی جنت دے کر جہنم میں چلا جاؤں گا۔"

وہ بولی "آفرین ہے تمہاری عقیدت پر' تم بابا کے سچے شاگرد ہو۔ ایک بات بتاؤ کیا بیس برسوں میں تم نے اس سے ملاقات نہیں کی؟ اسے واپس لانے کی کوشش نہیں کی؟"

"ایک نہیں' ہزاروں بار اس کے دماغ میں جاچکا ہوں۔ اب بھی جاتا ہوں' اسے پیار سے سمجھاتا رہتا ہوں۔ وہ سمجھنا نہیں چاہتی۔ اس نے کئی طرح کے خطرناک علوم سیکھ لئے ہیں۔ وہ شیطانی علوم کے ذریعے جسے چاہتی ہے غلام بنالیتی ہے۔ جسے چاہتی ہے مار ڈالتی ہے۔ وہ جو چاہتی ہے وہ حاصل کرلیتی ہے۔ ایسی کالی قوتوں نے اسے مغرور بنادیا ہے۔ وہ مجھے تھوڑی دیر کے لئے دماغ میں آنے دیتی ہے پھر سانس روک کر مجھے دور کردیتی ہے۔"

"میں عورت کی فطرت کو خوب سمجھتی ہوں۔ جب اسے معلوم ہوگا کہ تم مجھ سے شادی کرنے والے ہو تو وہ حسد اور سوتاپے کی آگ میں جلے گی۔ وہ تمہارے قریب مجھے برداشت نہیں کرے گی۔ تمہیں اپنے پاس بلالے گی یا تمہارے پاس چلی آئے گی' یا پھر مجھے نقصان پہنچا کر راستے سے ہٹادے گی۔"

"وہ تھوڑی دیر کے لئے مجھے اپنے دماغ میں اس لئے آنے دیتی ہے کہ شاید میں اس کے پاس ہمیشہ کے لئے آجاؤں' لیکن میں اسے خیر و شر کا فرق سمجھا کر آجاتا ہوں۔ یہ میں اچھی طرح سمجھتا ہوں کہ وہ شیطانی ماحول کو چھوڑ کر میرے پاس نہیں آئے گی۔ ہاں تمہارا یہ اندیشہ درست ہے کہ وہ تمہیں نقصان پہنچا سکتی ہے۔"

"میرے بابا نے ہم دونوں بہنوں کو نوری کہا ہے۔ اس لئے مجھ پر بھی کالا جادو اثر نہیں کرے گا۔ بات چھیڑنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم راحیلہ کے اندر حسد اور سوتاپے کی آگ بھڑکا کر واپس لاسکتے ہیں۔"

"یعنی تم چاہتی ہو کہ ہماری شادی کا اعلان ہو اور وہ تمہارے جلاپے میں واپس آئے؟"

"میں یہی چاہتی ہوں۔"

"کمال ہے! تم ایک سوکن کو برداشت کرو گی؟"

"وہ صرف سوکن نہیں' ایک عظیم قابلِ احترام ہستی کی صاحبزادی ہے۔ بابا فرید واسطی مرحوم نے میرے والد کو ڈاکو سے فرشتہ بنادیا تھا۔ انہیں خدا کا محبوب بندہ بنادیا تھا' کیا میں ان کی صاحبزادی کو دل و جان سے قبول نہیں کروں گی؟"

"تم بہت ہی خوبصورت اور تعمیری جذبوں کی مالک ہو۔ تم نے مجھے خوش کردیا ہے لیکن میں تمہارے ساتھ شادی کا اعلان نہیں کروں گا۔ بڑی گڑبڑ ہوجائے گی۔"

"کیسی گڑبڑ؟"

"میں نے سُپر ماسٹر کا عہدہ اس لئے بھی قبول کیا ہے کہ جو شخص سپر ماسٹر ہوتا ہے' اسے راز میں رکھا جاتا ہے۔ اس کی تصویر کبھی اخبارات میں شائع نہیں ہوتی۔ وہ ریڈیو کے ذریعے آواز نہیں سناتا۔ ٹی وی کی اسکرین پر اپنی صورت نہیں دکھاتا۔ یہی وجہ ہے کہ راحیلہ اور اس کی ماں سارائی کو میرے سُپر ماسٹر ہونے کا علم نہیں ہے۔ وہ ماں بیٹی مجھے صرف سلمان واسطی کی حیثیت سے جانتی ہیں۔ میں نے یہاں کے جنرل اور اعلیٰ حکام سے پہلے ہی کہہ دیا ہے کہ میری شادی کی بھی کوئی تصویر نہیں اتاری جائے گی اور نہ ہی اخبارات میں کوئی خبر شائع ہوگی۔ ہم راحیلہ تک ایسی شادی کی خبر پہنچا کر اسے واپس آنے کے لئے بھڑکائیں گے تو وہ میری زندگی میں آکر میری بہتیری مصروفیات کو سمجھتے ہوئے سُپر ماسٹر کے عہدے کو سمجھ لے گی پھر کبھی اتفاقاً انکشاف کرے گی کہ سپر ماسٹر ارے ارے دراصل مسلمان ہے اور اس کا نام سلمان واسطی ہے۔"

"اوہ' میں نے اس پہلو پر غور نہیں کیا تھا کہ ہمارا اتنا بڑا راز ظاہر ہوجائے گا۔"

"بابا صاحب نے تاکید کی تھی کہ میں راحیلہ کو صرف نصیحتیں کرتا رہوں۔ اسے جبراً اپنی زندگی میں نہ لاؤں ورنہ نقصان اٹھاؤں گا۔ شاید انہوں نے ایسے ہی حالات کو سمجھتے ہوئے مجھے تاکید کی تھی۔"

سلطانہ سوچنے لگی۔ بابا صاحب کے حوالے سے راحیلہ قابلِ عزت تھی لیکن کسی وقت بھی بہت بڑی مصیبت بن سکتی تھی۔ اس پہلو پر اچھی طرح غور کرنا تھا کہ یہ شادی راز میں رکھی جاسکے گی یا نہیں؟ وہ سلمان سے یہ سوال کرنا چاہتی تھی۔ وہ بولا "میں سپر ماسٹر کی حیثیت سے خیال خوانی کرنا چاہتا ہوں۔ تم اسٹیئرنگ سنبھالو۔"

اس نے کار روک دی' جگہ تبدیل کرلی۔ سلطانہ نے اسٹیئرنگ سیٹ پر آکر کار اسٹارٹ کی۔ سلمان نے خاص

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ماتحت کے دماغ میں پہنچ کر پوچھا "کیا رپورٹ ہے؟"

ماتحت نے کہا "سر' سلطانہ کے بیڈ روم کی الماری سے پاسپورٹ اور ضروری کاغذات حاصل ہوئے ہیں۔ ان کی فوٹو اسٹیٹس متعلقہ انکوائری کے شعبوں اور انٹیلی جنس کے دفاتر میں پہنچادی گئی ہیں۔ ترکی کے سفارت خانے سے رابطہ قائم ہے۔ جلد ہی معلوم ہو جائے گا کہ وہ استنبول میں کیسی زندگی گزارتی آئی ہے۔"

"سلطانہ ہمارے ملک میں کیا کر رہی ہے؟"

"ایک مقامی اخبار سے منسلک ہے۔ بڑی زبردست رپورٹر ہے۔ پچھلے دنوں اس نے ایک اہم سیاسی شخصیت کے متعلق ایک چونکا دینے والی خبر حاصل کی تھی۔ اخبار کے مالکان اس سے بہت خوش ہیں۔ اس دفتر کے لوگوں کا بیان ہے کہ وہ خشک مزاج لڑکی ہے 'کسی سے دوستی نہیں کرتی۔"

"اور کوئی خاص بات؟"

"جنرل صاحب آپ سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔"

اس نے جنرل کے دماغ میں پہنچ کر کوڈ ورڈز ادا کئے پھر پوچھا "آپ نے مجھے یاد کیا ہے؟"

جنرل نے مسکرا کر پوچھا "تمہارا عشق کیسا چل رہا ہے؟"

"میں نہیں جانتا کہ عشق کیا ہوتا ہے' صرف اتنا جانتا ہوں کہ سلطانہ مجھے بہت پیاری لگتی ہے۔ جب اس کے متعلق انکوائری مکمل ہو جائے گی اور آپ لوگوں کو کسی طرح کا کوئی اعتراض نہیں ہو گا تو میں اسے شریک حیات بنا کر ہمیشہ ساتھ رکھوں گا۔"

"یعنی وہ جادو کر رہی ہے؟"

"شاید اسے جادو کہا جاتا ہو گا لیکن آج آپ کی گفتگو میں شوخی کیوں ہے؟ شوخی بھی ایسی جس کے پیچھے طنز چھپا ہوا ہے۔"

"میری گفتگو میں یہ قدرتی تلخی ہے۔ ہم فوجی طرز کی زندگی گزارنے والے عشق کو نقصان دہ سمجھتے ہیں۔ تم بھی اپنے عشق سے پورے ملک کو نقصان پہنچانے والے ہو۔"

سلمان ذرا سنبھل کر بیٹھ گیا پھر بولا "بات کیا ہے؟"

"میں نے پہلے ہی کہا تھا' سلطانہ کے دماغ میں گھس کر اس کے متعلق معلومات حاصل کرو۔ میرے شبے کی کسی حد تک تصدیق ہو رہی ہے۔"

"آپ ذرا وضاحت سے بتائیں۔"

"سلطانہ کے بنگلے میں تلاشی لینے والوں میں میرا بھی ایک خاص جاسوس موجود ہے۔ اس نے پندرہ منٹ پہلے مجھ سے رابطہ قائم کیا تھا۔ مجھ سے کہہ رہا تھا' اس کی الماری سے برسوں پہلے کا بوسیدہ سا خط برآمد ہوا ہے۔ خط کی تحریر عربی زبان میں ہے۔ جاسوس کو اس بات نے شبے میں مبتلا کیا کہ ایک ترکی لڑکی جو ترکی اور انگریزی جانتی ہے' اسے عربی زبان میں کس نے خط لکھا ہے۔ اس شبے کی وجہ سے اس نے وہ خط ایک ماہر تحریر کو دیا۔ انٹیلی جنس کے شعبے میں کئی بوڑھے ماہرین ہیں جن کے ذہنوں میں پرانے ریکارڈز موجود ہیں۔ جانتے ہو ایک بوڑھے ماہر نے کیا رپورٹ دی ہے؟"

"آپ سسپنس میں مبتلا کر رہے ہیں۔"

"اس نے رپورٹ دی ہے کہ وہ خط کوئی دس یا بارہ برس پہلے لکھا گیا ہے اور تحریر شیخ الفارس غلام البرقی کی ہے۔"

سلمان کے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ ایک دم سے خطرہ سر پر منڈلانے لگا تھا۔ وہ فوراً ہی رابطہ ختم کر کے سلطانہ کو خطرے سے آگاہ نہیں کر سکتا تھا۔ ایسا کرنے سے جنرل کو اس پر شبہ ہوتا۔ جنرل نے پوچھا "سپر ماسٹر ارے رے! خاموش کیوں ہو؟"

"آپ نے بہت ہی زبردست چونکا دینے والی اطلاع دی ہے۔ میں اپنے پاس بیٹھی ہوئی سلطانہ کو دیکھ رہا ہوں تو یقین نہیں آ رہا ہے۔"

جنرل نے کہا "مجھے بھی یقین نہیں آ رہا ہے۔ میں نے واشنگٹن ہیڈ آفس والوں سے کہا ہے کہ شیخ الفارس کی زندگی میں ہم سے جو خط و کتابت ہوتی رہی ہے وہ تمام کاغذات نکالے جائیں۔ شاید ان میں عربی زبان کا کوئی خط نکل آئے ہمارے سفارت خانے سے ایک ماتحت اسلامی ملک کو بھی فیکس کے ذریعہ کہا گیا ہے کہ ان کے پاس شیخ الفارس کی تحریر ہو تو فوراً یہاں پہنچائی جائے۔ اس سے موازنہ کرنے کے بعد ہی ماہر تحریر کی رپورٹ کی تصدیق ہو گی۔"

سلمان نے جنرل کی باتوں کے دوران اس کے چور خیالات پڑھے' اس اسلامی ملک کا نام معلوم کیا جہاں سے رپورٹ آنے والی تھی۔ وہ اس ملک کے شاہ سے اچھی طرح واقف تھا۔ اس نے جنرل سے کہا "جب تک رپورٹ کی تصدیق نہیں ہو گی میں سلطانہ پر نظر رکھوں گا۔ ابھی اسے کسی قسم کا شبہ نہیں ہونا چاہئے۔"

"ٹھیک ہے' مجھ سے رابطہ کرتے رہو۔"

وہ جنرل کے دماغ سے نکل کر شاہ کے پاس پہنچا۔ وہاں فیکس کے ذریعے شیخ الفارس مرحوم کی تحریر کا مطالبہ پہنچ گیا تھا۔ شاہ نے متعلقہ شعبے کے انچارج کو حکم دیا تھا۔ سلمان نے شاہ کے ذریعے انچارج تک رسائی حاصل کی۔ وہ ایک ریکارڈ روم میں بیٹھا پرانی فائلیں نکال کر شیخ مرحوم کی کوئی تحریر تلاش کر رہا تھا۔ ایک فائل میں ان کی تحریر نظر آئی۔ سلمان نے انچارج کے دماغ کو اپنے کنٹرول میں لیا۔ اس سے ایک کاغذ پر وہی تحریر عربی زبان میں لکھوائی۔ نیچے شیخ مرحوم کے دستخط کرائے پھر فائل بند کرا کے اسے الماری میں رکھوا دیا۔ وہ تحریر ایک خاص درباری ملازم کے ذریعے شاہ تک پہنچا دی پھر انچارج کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ پریشان ہو کر سوچنے لگا "میں ابھی کیا کرتا پھر رہا تھا؟ میں نے شاہ کے پاس غلط تحریر بھیجی ہے۔"

سلمان نے اس کی سوچ میں کہا "شاہ کو یا امریکی حکام کو نہیں معلوم ہو گا کہ وہ شیخ مرحوم کی تحریر نہیں ہے۔ میرے پاس سے جو رپورٹ جائے گی وہی مصدقہ ہو گی۔ اگر میں شاہ کے سامنے غلط رپورٹ کا اعتراف کروں گا تو میری گردن اڑا دی جائے گی۔"

اس نے قائل ہو کر سوچا' میں اپنی زبان بند رکھوں گا لیکن میں نے ایسا کیوں کیا؟ کیا میرے دماغ میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا آیا تھا؟

اس نے سوچ کے ذریعے آواز دی "میرے اندر کوئی ہے تو مجھے بتائے کہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟"

اس نے دو چار بار پوچھا پھر کوئی جواب نہ ملنے پر خاموش ہو گیا۔ اس کے خیالات کہہ رہے تھے کہ وہ کر بھی کیا سکتا ہے۔ اس کے اندر کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا آیا ہو یا نہ آیا ہو' وہ ایک غلط تحریر کے ذریعے شاہ کو دھوکا دے چکا تھا اور یہ اچھی طرح سمجھتا تھا کہ سچ بولنے پر خر دماغ شاہ کسی ٹیلی پیتھی کو تسلیم نہیں کرے گا' اس کی گردن اڑانے کا حکم صادر کر دے گا۔

سلمان اس کی طرف سے مطمئن ہو کر واشنگٹن کے ایک افسر کے پاس پہنچا اس کے ذریعے ریکارڈ روم میں آیا۔ پتا چلا وہاں شیخ مرحوم کا کوئی خط عربی زبان میں نہیں ہے....

جب وہاں سے بھی اطمینان ہو گیا تو اس نے سلطانہ سے کہا "تم نے بہت بڑی حماقت کی ہے۔"

"اتنی دیر بعد تمہیں خیال خوانی سے فرصت ملی ہے؟"

"تمہاری ایک حماقت پر پردہ ڈالنے میں اتنی دیر لگ گئی۔"

"مجھے بار بار احمق کہہ رہے ہو' بات کیا ہے؟"

"تم نے اپنے والد مرحوم کا خط الماری میں کیوں رکھا تھا؟"

وہ حیرانی سے بولی "میرے بابا کا خط' وہ الماری میں کہاں سے آ گیا؟"

"اس کا مطلب ہے تم الماری میں خط رکھ کر بھول گئی تھیں۔ ایسی ہی بھول انسان کو بہت بڑا نقصان پہنچاتی ہے۔"

وہ تفصیل بتانے لگا کہ کس طرح عربی زبان کا ایک خط ماہرین تحریر تک پہنچا۔ ان کی رپورٹ نے بتایا کہ وہ شیخ مرحوم کی تحریر ہے۔ یہ رپورٹ جنرل کے پاس آئی پھر ایک شاہ اور واشنگٹن کے ایوانوں تک پہنچی۔ سلمان نے کتنی تیزی سے اس رپورٹ کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ اب انٹیلی جنس والے چوبیس گھنٹے سلطانہ کی نگرانی کریں گے اور اسے امریکا سے باہر جانے نہیں دیں گے۔

سلطانہ یہ سن کر ہنسنے لگی' سلمان نے پوچھا "میں نے کوئی لطیفہ سنایا ہے؟"

"یہ بات نہیں ہے' میں یہ سوچ کر خوش ہو رہی ہوں کہ تم مجھ سے کتنی محبت کرتے ہو۔ مجھے خطرے سے دوچار ہوتے دیکھ کر برق رفتاری سے حرکت میں آ گئے' ہر وہ راستہ بند کر دیا جہاں سے مجھ پر شبے کی تصدیق ہو سکتی تھی۔ اتنی محنت کرنے سے پہلے تم نے مجھے بھی کچھ نہیں بتایا۔"

"تمہیں بتانے میں وقت ضائع ہوتا۔"

"ضائع نہیں ہوتا' میرے دیوانے محبوب! وہ میرے بابا جانی کا خط نہیں تھا۔"

اس نے چونک کر پوچھا "کیا کہہ رہی ہو؟"

"کیا تم مجھے اتنا نادان سمجھتے ہو کہ بابا جانی کا خط ہوتا تو اسے الماری میں چھوڑ آتی۔ جبکہ جانتی تھی کہ پورے بنگلے کی تلاشی لی جانے والی تھی۔"

سلمان نے ایک لمبی سانس کھینچ کر چھوڑتے ہوئے کہا۔ "میں سمجھ گیا' لیلیٰ نے تمہیں خط لکھا ہو گا۔"

"تم اتنے سمجھ دار نہیں ہو۔ پتا نہیں کس نے تمہیں سپر ماسٹر بنا دیا ہے۔"

"اب میں یہ تو نہیں سوچوں گا کہ عرب میں تمہارا کوئی عاشق رہتا ہے جو عربی زبان میں خط لکھتا ہے۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی "وہ خط میں نے خود لکھا ہے اور نیچے لیلیٰ کا نام لکھ دیا ہے۔"

"تم تلاشی لینے والوں کو دھوکا دینا چاہتی تھیں؟"

"ہاں' خط میں لیلیٰ کی طرف سے لکھا ہے' میری پیاری سہیلی! یہ سن کر خوشی ہوئی کہ تم کسی مسٹر ارے رے سے محبت کرتی ہو' وہ بھی تمہیں دل و جان سے چاہتا ہے اور جلد ہی تمہاری شادی ہونے والی ہے۔ اس خوشی کے موقع پر تمہیں ایک نصیحت کرتی ہوں۔ عورت کو اپنے شوہر کے رنگ میں رنگ جانا چاہئے۔ تمہیں شادی کے بعد ارض ترکی کو بھول کر اپنے شوہر کے ملک اور قوم سے محبت کرنی چاہئے اور اسی ملک کی وفادار بن کر رہنا چاہئے۔ اپنے شوہر سے بے انتہا محبت کرنے کے لئے تمہیں اپنا مذہب چھوڑ کر اس کا مذہب قبول کر لینا چاہئے۔ اسی طرح آپس کے تمام اختلافات ختم ہو جاتے ہیں۔ میاں بیوی خوشحال زندگی گزارتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔"

سلمان نے مسکراتے ہوئے کہا "تم نے خوب چال چلی ہے' ہمارے جنرل اور اعلیٰ حکام کو زبردست مکھن لگایا ہے۔ تم پر سے شبہ اٹھ جائے گا۔ چلو جلدی سے عیسائیت قبول کر لو۔"

"توبہ' خدا نہ کرے کہ میں اپنے اللہ اور رسولؐ سے پھر جاؤں۔ اس سے پہلے مر جانا پسند کروں گی۔"

"اور جو تم لوگوں نے مجھے عیسائی بنا رکھا ہے؟"

"تم تو تھالی کے بینگن ہو' کبھی لڑھک کر ہماری طرف آتے ہو کبھی جنرل کی گود میں چلے جاتے ہو۔"

"میں ایسا ہوں تو مجھ سے محبت کیوں کرتی ہو؟"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"مجھے کھانے میں بینگن پسند ہیں۔"
وہ ہنسنے لگا پھر بولا "میں ابھی جنرل کے پاس سے آ رہا ہوں۔"
"سسٹر سونیا کے پاس بھی جاؤ۔ انہیں ہماری ضرورت ہو سکتی ہے۔"

"انہیں کبھی ہماری ضرورت نہیں ہوتی۔ ہمیں ہی ان کی ضرورت پڑتی رہتی ہے۔ ویسے لیلیٰ کا ان سے برابر رابطہ رہتا ہے۔"

"تم بھی رابطہ کرو گے تو کیا فرق پڑ جائے گا؟"
"تم بھی تو جا سکتی ہو؟"
"دیکھتے نہیں میں کار چلا رہی ہوں' جلوے کا شوق ہے تو بولو' خیال خوانی شروع کر دوں۔"
"اچھا بھئی' سسٹر کے پاس بھی جاؤں۔ ابھی سے یہ حال ہے شادی کے بعد تو ہر معاملے میں پنجے جھاڑ کر پیچھے پڑ جایا کرو گی۔"

"ابھی شادی نہیں ہوئی ہے' اچھی طرح سوچ لو۔"
"جب سوچ کر محبت نہیں کی تو شادی کے لئے کیا سوچنا۔ کود پڑا آتش نمرود میں عشق۔ جو ہو گا دیکھا جائے گا۔"
اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ جنرل کے دماغ میں پہنچ کر کوڈ ورڈز ادا کئے پھر کہا "وہ عربی خط ہمیں گمراہ کر رہا ہے۔ ابھی میں نے سلطانہ سے باتوں ہی باتوں میں پوچھا کہ وہ کتنی زبانیں جانتی ہے۔ اس نے بتایا' ترکی' انگریزی اور فرانسیسی۔ لبنان میں اس کی ایک سہیلی رہتی ہے جس کا نام لیلیٰ ہے' اس کی صحبت میں اس نے تھوڑی عربی سیکھی ہے۔ وہ عربی زبان سمجھ لیتی ہے' پڑھ لیتی ہے۔ اس کی سہیلی نے اس زبان میں ایک خط بھی لکھا ہے جو اس کی الماری میں رکھا ہے۔"
جنرل نے پوچھا "اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ شیخ مرحوم کا خط نہیں ہے؟"
"اس کی تصدیق ماہرین کر سکتے ہیں میں نے تو سلطانہ کا بیان سنایا ہے۔"

"واشنگٹن سے اطلاع ملی ہے کہ ان کے ریکارڈ میں کوئی عربی خط نہیں ہے۔"
"آپ نے کسی اسلامی ملک کے شاہ سے مطالبہ کیا تھا۔"
"ہاں وہاں سے بھی رپورٹ ملنے والی ہے۔"
اسی وقت جنرل کے دماغ سے ٹک ٹک ٹک کی آوازیں تین بار ابھریں' اس نے کہا "سپر ماسٹر ارے رے! تم ابھی جاؤ آدھے گھنٹے بعد رابطہ قائم کرو۔"
سلمان دماغ سے نکل آیا' سلطانہ سے بولا "ابھی میں نے جنرل کے دماغ میں ٹک ٹک ٹک کی آواز کا اشارہ سنا ہے۔ جنرل نے اسے سنتے ہی دماغ سے جانے کے لئے کہہ دیا۔ اس کا مطلب ہے' ٹیلی پیتھی کے ذریعے کوئی دوسرا بھی اس سے باتیں کرتا ہے۔ اس کا کوئی خاص جاسوس ہے۔"
"تم اس کے دماغ میں چپ چاپ جاؤ۔"
"وہ یوگا کا ماہر ہے۔"
"یہ تو میں جانتی ہوں' اگر کوئی دوسرا دماغ میں ہو گا تو جنرل تمہاری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گا۔"
"اگر کوئی دوسرا نہ [illegible]؟"
"دوسرا نہیں۔ [illegible] پر وہ اشارہ کیا تھا؟ تم خطرہ مول [illegible]"
سلمان نے [illegible] م لے کر خیال خوانی کی پرواز کی' جنرل کے دماغ میں [illegible] وہاں کوئی بول رہا تھا جس کے جواب میں جنرل نے غصے سے پوچھا "تم نے رپورٹ دینے میں اتنی دیر کیوں کی [illegible]"

وہ بولا "سر! میں کیا کر سکتا ہوں۔ آپ نے مجھے دیر سے شاہ کی آواز سنائی تھی۔ شاہ کے ذریعے ریکارڈ انچارج تک پہنچنے میں کچھ وقت لگ گیا۔ اس کے چور خیالات پڑھنے سے پتا چلا کہ اس نے شیخ مرحوم کا اصل خط نہیں بھیجا ہے۔ اپنے ہاتھ سے نقل کرنے کے بعد شاہ کو دیا اور ایسا اس نے کسی مقصد کے بغیر بے اختیار کیا ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ کسی نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے اپنا معمول بنا لیا تھا۔"
"تم شیخ الفارس کا خط فوراً روانہ کراؤ۔"
"میں نے انچارج کے دماغ پر قبضہ جما کر شیخ الفارس کے اصل خط کے ساتھ اسے شاہ کے سامنے پہنچا کر اس سے جرم کا اعتراف کرا لیا ہے۔ شاہ نے اس کی موت کا حکم سنا کر اصلی خط یہاں روانہ کر دیا ہے۔"
جنرل نے کہا "تعجب ہے۔ سونیا کے خیال خوانی کرنے والے کتنی جلدی ہمارے خفیہ معاملات تک پہنچ جاتے ہیں مارٹن! تم بھی خیال خوانی کرتے ہو۔ مگر تم میں اتنی چالاکی نہیں ہے۔ دشمنوں سے بھی کچھ سیکھا کرو۔"
"سر! میں نے بہت کچھ سیکھا ہے اور یہ نتیجہ نکالا ہے کہ سونیا کی ایک ہی زبردست چالاکی کامیاب ہو رہی ہے۔ اس نے ہمارے آپ کے قریب کوئی ایسا جاسوس رکھا ہے جو ہمارا اپنا بن کر ہمارے اندرونی راز معلوم کرتا ہے اور انہیں سونیا تک پہنچاتا ہے۔ یا ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ہمارے کسی اہم آدمی کے دماغ پر قبضہ جما رکھا ہے۔"
"تمہاری دوسری بات درست لگتی ہے۔ کوئی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے کسی اہم آدمی کے ذریعے معلومات حاصل کرتا ہے اسی لئے اتنی جلدی وہ شاہ اور انچارج کے پاس پہنچ گیا تھا۔"
"سر! اب آپ تجزیہ کریں' سلطانہ کی الماری سے ملنے والے خط کا علم کتنے لوگوں کو تھا؟"
"میرا وہ خاص جاسوس جو الماری سے خط لے کر آیا تھا' دوسرا میں ہوں' تیسرا سپر ماسٹر ارے رے اور چوتھے تم ہو۔ کسی پانچویں کو اس کا علم نہیں ہے۔"
"جناب! گستاخی معاف کریں تو میں عرض کروں۔ ہم چاروں میں سے کوئی غدار ہے یا اپنی لاعلمی میں دشمن کا آلۂ کار بنا ہوا ہے۔"

"تم نے تشویش میں مبتلا کر دیا ہے۔ فکر کے مارے میرا دم گھٹ رہا ہے۔ کوئی غدار ہمارے اتنے قریب ہے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ وہ دوسرے اہم راز بھی جانتا ہے۔ اسے یہ بھی معلوم ہو گا کہ ہم نے اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو کہاں چھپایا ہے اور ان تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو کسی وقت بھی ہلاک کیا جا سکتا ہے۔"
"جی ہاں جناب! ہم زبردست نقصانات سے دوچار ہونے والے ہیں' ہمیں فوراً ہی کچھ کرنا ہو گا۔"
"یہ مت بولو کہ کچھ کرنا ہو گا۔ یہ بتاؤ کہ کیا کرنا ہو گا؟"
"سر! مجھے سوچنے کا موقع دیں' اس سلسلے میں سپر ماسٹر کی ذہانت کام آئے گی۔"

"اس کی ذہانت خاک ہو رہی ہے۔ عشق نے اسے نکما کر دیا ہے۔ اگر سلطانہ دشمن ثابت ہوئی تو سابق سپر ماسٹر کی طرح اس سپر ماسٹر ارے رے کو بھی گولی مار دوں گا۔"
"جناب! فی الحال مسٹر ارے ارے کی کوئی غلطی ظاہر نہیں ہوئی ہے' آپ اس سے بات کر کے دیکھیں۔"
"اگر وہی غدار ہوا تو؟"
"ابھی تو آپ مجھ پر بھی شبہ کر سکتے ہیں۔ آپ خود پر بھی شبہ کریں' کوئی دشمن آپ کی لاعلمی میں آپ کے دماغ پر قبضہ جما سکتا ہے۔"
"یو شٹ اپ! میں فولادی دماغ رکھتا ہوں' کوئی میری اجازت کے بغیر میرے اندر نہیں آ سکتا۔"
"کیا آپ پچھلے دنوں بیمار نہیں ہوئے تھے؟ چند گھنٹوں کے لئے' سہی آپ کا دماغ ذرا سا بھی کمزور نہیں ہوا تھا؟ کیا دشمن آپ کے دماغ میں نہیں آ سکتے تھے؟"
"تم محض خیال قائم کر رہے ہو۔"
"آپ بھی سپر ماسٹر ارے کے خلاف صرف خیال قائم کر رہے ہیں۔ ابھی تک اس کے خلاف کوئی ثبوت نہیں ملا ہے۔ سوری تو سے سر! میں اپنے ملک کو کسی بھی تباہی سے بچانے کے لئے آپ پر بھی شبہ کر سکتا ہوں۔"
وہ قائل ہو گیا مگر افسرانہ شان سے بولا "اچھا اچھا' زیادہ نہ بولو' میں ابھی ماسٹر ارے رے سے اس سلسلے میں بات کروں گا۔"
سلمان اس کے دماغ میں واپس آ گیا۔ سلطانہ کو نئے خطرے کے متعلق بتانے لگا۔ پھر اس نے کہا "میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ جنرل میری لاعلمی میں مارٹن رسل سے کام لے رہا ہو گا۔"
سلطانہ نے پوچھا "یہ وہی مارٹن رسل ہے نا' جو جیرل گرانٹ کے دماغ میں چھپا رہتا تھا اور اسے پارس کے خلاف بھڑکاتا رہتا تھا؟"
"ہاں یہ وہی مارٹن رسل ہے۔"
"شاہ کے پاس سے بابا جانی کا اصل خط آئے گا تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ کیونکہ میری تحریر بابا جانی سے مختلف ہے۔"
"یہ تو ٹھیک ہے مگر دوسرا پہلو دیکھو۔ میرا اس انچارج کے دماغ میں جانا غلط ہوا۔ اس سے جنرل کو یقین ہو گیا کہ ایک دشمن خیال خوانی کرنے والا اس کے بہت قریب ہے۔"
"تم بہت جلد باز ہو۔ مجھ سے اس خط کا ذکر نہیں کیا' پہلے انچارج کے پاس چلے گئے۔ میں نے پہلی بار تمہیں ایسی غلطی کرتے دیکھا ہے۔"
"جنرل ٹھیک کہتا ہے کہ عشق نے مجھے نکما کر دیا ہے۔ میں تمہارے تحفظ کے لئے ادھر دوڑ پڑا تھا۔"
"اب تم دوسری غلطی کر رہے ہو۔"
"وہ کیا؟"
"کتنی دیر سے کہہ رہی ہوں کہ سسٹر سونیا کے پاس جاؤ۔ حالات بتا رہے ہیں کہ ہم کسی بہت بڑی مصیبت میں گرفتار ہونے والے ہیں۔"
"میں ابھی جاتا ہوں۔"
"وہ جا نہ سکا' جیب میں رکھے ہوئے ٹرانسمٹر سے اشارہ موصول ہوا تھا۔ اس نے ٹرانسمٹر نکال کر اسے آپریٹ کیا۔ پھر کوڈ ورڈز ادا کر کے پوچھا "کیا بات ہے؟"
دوسری طرف سے کہا گیا "آپ جنرل صاحب سے رابطہ کریں۔"

اس نے ٹرانسمٹر کو آف کرتے ہوئے کہا "ایسی مصروفیات ہیں کہ سسٹر کے پاس جانے کا موقع نہیں مل رہا ہے۔ تم کسی اسنیک بار کے سامنے کار روک کر کافی پینے کے بہانے سسٹر کے پاس جاؤ۔ میں جنرل کے پاس جا رہا ہوں۔"
وہ جنرل کے پاس گیا۔ جنرل نے اسے بتایا کہ شاہ کے ریکارڈ روم میں جو انچارج ہے اس کے دماغ میں کوئی دشمن خیال خوانی کرنے والا گیا تھا۔ اس نے شیخ الفارس کے خط کے بارے میں بھی دھوکا دینے کی کوشش کی تھی۔ اس کے باوجود اصل خط میرے پاس پہنچنے والا ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے' دشمن کو اتنی جلدی کیسے معلوم ہو گیا کہ میں نے فلاں ملک کے شاہ سے شیخ الفارس کی تحریر مانگی ہے؟"
سلمان نے کہا "یہ سوال تشویش پیدا کرتا ہے کہ کوئی دشمن ہمارے بہت قریب یا ہمارے اندر رہتا ہے۔"
"کیا تم نے سلطانہ کو کسی شاہ کے متعلق بتایا تھا؟"

itsurdu.blogspot.com
itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"میں بھلا کس شلہ کا ذکر کر سکتا ہوں۔ آپ نے مجھے یہ نہیں بتایا تھا کہ کس ملک کے شاہ سے شیخ الفارس کا کوئی خط طلب کیا گیا ہے۔"

جنرل نے قائل ہو کر کہا "ہاں' میں نے تمہیں نہیں بتایا تھا۔ مگر تمہارا کیا خیال ہے ہمارے درمیان کوئی غدار ہے؟"

"ہمیں صرف غدار کو تلاش نہیں کرنا ہے۔ سونیا کی کسی کمزوری کو یا اس کے کسی ساتھی کو اپنی گرفت میں رکھنا ہے تاکہ وہ کبھی ہمیں تباہی کے دہانے پر لائے تو ہم اس کی کمزوریوں کو سامنے لا کر اپنا بچاؤ کر سکیں۔"

"ایسی کوششیں ہم کرتے ہی رہتے ہیں۔ لیکن تمام ذرائع استعمال کرنے کے باوجود ہم سونیا ثانی اور علی تیمور کو قیدی نہ بنا سکے۔"

"کب تک ناکامی ہوگی۔ آخر ہمارے حصے میں بھی کامیابی آئے گی۔"

"کامیابی کا انتظار کرنے کے لئے ہمارے پاس وقت نہیں ہے۔ تم ابھی سلطانہ کے دماغ کو کمزور بناؤ اور اس کے چور خیالات پڑھو۔ مجھے یقین ہے' ہمارے اندر چھپا ہوا غدار ظاہر ہو جائے گا۔"

"آپ سلطانہ پر کیوں شبہ کر رہے ہیں؟"

"کیا تمہاری سمجھ میں نہیں آیا کہ اس کی الماری سے برآمد ہونے والے خط کا موازنہ شیخ الفارس کی تحریر سے کیا جانے والا تھا۔ دشمن نے اس سے پہلے ہی انچارج کے دماغ میں جا کر اسے گمراہ کیا۔ یعنی دشمن نہیں چاہتے تھے کہ سلطانہ کی الماری سے پائے جانے والے خط کا موازنہ شیخ الفارس کی تحریر سے کیا جائے۔ جب وہ ایسا نہیں چاہتے تو پھر یقینی بات ہے کہ وہ سلطانہ سے گہرا تعلق رکھتے ہیں۔"

"ہاں' اس پہلو سے اس پر شبہ ہوتا ہے۔"

"میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں' عشق نے تمہارے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ختم کر دی ہے' تمہیں سپر ماسٹر کے عہدے سے چھٹی کر لینی چاہئے۔ بہرحال ابھی دس منٹ کے اندر رپورٹ دو کہ سلطانہ کے دماغ سے کیا کچھ معلوم ہوا ہے۔ اس کا دماغ کمزور کرتے ہی مجھے اطلاع دینا۔ اس کے بعد اس کے چور خیالات پڑھتے رہنا۔ جاؤ صرف دس منٹ میں آؤ۔"

"یہ وقت کافی نہیں ہے۔ سلطانہ نے ایک اسنیک بار کے سامنے گاڑی روکی ہے ہلکا ناشتا کرنے اور کافی پینے کے بعد آگے بڑھے گی۔ میں راستے میں اسے ٹریپ نہیں کر سکوں گا۔"

"تم فضول سی باتیں کر رہے ہو۔ اسے کہو گھر جا کر کافی پئیں گے۔"

"اس نے سینڈوچ کھانا شروع کر دیا۔ کیا میں اس کا کھانا چھین کر جبراً اسے بنگلے میں لے جاؤں۔"

"تم نہ لے جاؤ۔ میں ابھی اپنے ذرائع سے اس کا دماغ کمزور بناؤں گا۔"

سلمان نے دماغی طور پر حاضر ہو کر کہا "واقعی مصیبت آ رہی ہے۔ جنرل کی ضد ہے کہ تمہارے دماغ کو کمزور بنا کر تمہارے چور خیالات پڑھے جائیں۔ ایسے وقت مارٹن رسل بھی تمہارے اندر پہنچنا چاہے گا۔ ہم جنرل کو کسی طرح دھوکا نہیں دے سکیں گے۔"

"وہ مجھے کس طرح کمزور بنانے کو کہہ رہا ہے؟"

"کہہ رہا تھا' اپنے ذرائع استعمال کرے گا۔ اس کا مطلب ہے' اس کے آدمی ابھی تم پر حملہ کریں گے۔ تمہیں زخمی کیا جا سکتا ہے یا کسی دوا کے ذریعے کسی اعصابی کمزور میں مبتلا کیا جا سکتا ہے۔ ٹھہرو میں دیکھتا ہوں کہ اس سلسلے میں میرے ماتحت کیا کر رہے ہیں؟"

سلمان کے ماتحت بھی جنرل کے محکوم تھے۔ اسی کے حکم سے سلطانہ کا تعاقب کر رہے تھے۔ خاص ماتحت کے دماغ میں پہنچنے سے معلوم ہوا' اسے ٹرانسمٹر کے ذریعے ہدایات دی جا رہی ہیں کہ سلطانہ کو جلد سے جلد کسی طرح ٹریپ کیا جائے اور اس کے دماغ کو کمزور بنایا جائے۔ سلمان نے سلطانہ سے کہا۔

"وہ ابھی آ رہے ہیں۔ اسی کار میں تمہیں گھیر لیں گے اور ایک انجکشن لگائیں گے۔ انہیں یقین ہے کہ میں مداخلت نہیں کروں گا۔"

وہ بولی "ٹھیک ہے میری بے بسی کا تماشا دیکھتے رہنا۔"

"کیسی باتیں کرتی ہو۔ کوئی تمہیں ہاتھ لگائے اور میں خاموش رہوں گا! میں ایک ایک کو گولی مار دوں گا' سپر ماسٹر کے عہدے پر لعنت بھیج دوں گا۔ میرے جیتے جی کوئی تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔"

"تمہاری باتیں سن کر میں اپنی قسمت پر ناز کر رہی ہوں۔ واقعی مجھے دل و جان سے چاہتے ہو لیکن تم بدستور سپر ماسٹر رہو گے' میری حمایت میں کچھ نہیں کرو گے۔ دشمنوں کو آنے دو' میرے دماغ کو کمزور ہونے دو۔"

"کیا کہہ رہی ہو؟ کیا دماغ چل گیا ہے؟"

"نہیں' میں ابھی سسٹر سے مشورہ لینے گئی تھی۔ انہوں نے کہا ہے مجھے دماغی کمزوری میں مبتلا ہو کر دشمنوں کی حسرت پوری کرنی چاہئے۔"

سلمان حیرانی سے اور سوالیہ نظروں سے اپنی محبوبہ کو دیکھنے لگا پھر اس نے سوچا' سونیا جب بھی چلتی ہے الٹی چال چلتی ہے لیکن نتیجہ خاطر خواہ نکلتا ہے۔ یقیناً اس الٹی چال سے جنرل کی کھوپڑی الٹنے والی تھی۔

○☆○

میں اسکندریہ کے ایک ریستوران میں بیٹھا ہوا تھا۔ پتا نہیں کتنی دیر ہو گئی تھی۔ اتنی دیر تک میں خیال خوانی میں مصروف رہا تھا۔ الپا کے اندر رہ کر اسے اور پارس کو لبنان کی سرحد پار کرانا چاہتا تھا۔ جب وہ دونوں ہیلی کاپٹر میں سوار ہو کر وہاں سے روانہ ہو گئے تو میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔

میں باہر کسی پبلک مقام پر خیال خوانی کرتے وقت محتاط رہتا ہوں۔ آس پاس ہلکی سی آہٹ ہوتی ہے تو چونک جاتا ہوں۔ لیکن اس بار الپا نے میرے بیٹے کو بڑا پریشان کیا تھا۔ اس سے دشمنی بھی کرتی تھی۔ اس لئے میں خیال خوانی میں ڈوبا ہوا تھا۔ اتنا محو ہو گیا تھا کہ اپنے قریب کسی کو محسوس نہیں کر سکا۔ جب دماغی طور پر ریستوران کے کیبن میں حاضر ہوا تو ایک حسین دوشیزہ کو دیکھ کر چونک پڑا۔ وہ مجھے دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔

میں نے ایک گہری سانس لی' تقدیر نے میرے کوٹے میں عورتوں کی حاضری زیادہ رکھی تھی۔ میں نے دونوں کانوں کو پکڑتے ہوئے کہا "لوگ اللہ تعالیٰ کے حضور شیطان سے پناہ مانگتے ہیں۔ میں عورتوں سے پناہ مانگتا ہوں۔ تم غلط بندے کے پاس آ گئی ہو بی بی!"

وہ مسکرا کر بولی "میرا پیشہ ہی غلط لوگوں کے پاس جانا ہے۔ میں بالکل صحیح گاہک کے پاس آئی ہوں۔"

"سوری' میں نے غلط کہا تھا کہ غلط بندہ ہوں۔ مجھے شریف آدمی سمجھ کر معاف کر دو اور یہاں سے جاؤ۔"

"تم ڈیڑھ گھنٹے سے سر جھکائے کیا سوچ رہے تھے؟"

میں نے حیرانی سے پوچھا "تم یہاں ڈیڑھ گھنٹے سے بیٹھی ہو؟"

"ہاں' میں نے ریستوران کے منیجر کو ٹائم نوٹ کرا دیا تھا۔ میرے ڈیڑھ گھنٹے کی فیس ایک سو دس ڈالر ہو چکی ہے اور جتنی دیر چاہو تمہارے پاس رہوں گی۔"

"ارے کیا زبردستی ہے' میں نے تمہیں بلایا نہیں تھا۔"

"تو پھر جب آئی تھی اسی وقت انکار کر دیتے۔"

"مجھے تو پتا بھی نہ چلا کہ تم کب آئی تھیں؟"

"یہ میری غلطی نہیں ہے۔ منیجر گواہ ہے کہ تم نے ڈیڑھ گھنٹے سے مجھے انگیج رکھا ہے اور اب پانچ منٹ اور گزر گئے ہیں۔"

میں نے جلدی سے دو سو ڈالر نکال کر اس کے آگے رکھتے ہوئے کہا "پیچھا چھوڑو۔"

"وہ نوٹ اٹھا کر پرس میں رکھنا چاہتی تھی' میں نے دماغ پر قبضہ جما کر اس کے ہاتھ سے نوٹ لے کر اپنی جیب میں رکھے پھر اس کے دماغ کو ڈھیل دیتے ہوئے اس کے ہاتھ سے پرس کی زپ لگائی اسے سوچنے کا موقع نہیں دیا کہ ابھی اس کے ساتھ کیا ہوا ہے۔ وہ اٹھ کر اسی شان سے گئی جیسے ایک اناڑی گاہک سے کچھ کھوئے بغیر دو سو ڈالر جیت کر جا رہی ہو۔

میں نے ریستوران کا بل ادا کیا پھر ائرپورٹ کی طرف چل پڑا۔ پارس الپا کے ساتھ پہلے استنبول پھر پیرس جانا چاہتا تھا۔ میں بھی استنبول جا رہا تھا۔ امید تھی وہاں بیٹے سے ملاقات ہو جائے گی۔ میں نے ائرپورٹ پہنچ کر بورڈنگ کارڈ حاصل کیا پرواز کا وقت ہو چلا تھا۔ میں طیارے میں آ گیا۔ سیٹ پر بیٹھتے ہی لیلیٰ نے دماغ میں آ کر کوڈ ورڈز ادا کئے۔ میں نے کہا "آؤ لیلیٰ! کیا میں صرف کام کے وقت یاد آتا ہوں؟"

"نہیں وہ بات یہ ہے کہ..."

وہ باتوں کے دوران شرماتی تھی' اٹک اٹک کر بولتی تھی۔ بہت اچھا لگتا تھا۔ شاید اس لئے اچھی لگتی تھی کہ میرے پاس آ کر چھوٹی سی ہو جاتی تھی۔ اپنے میں سمٹ کر شرماتی تھی۔ اس نے کہا "بات یہ ہے کہ آجکل سسٹر سونیا کے پاس بہت مصروف رہتی ہوں۔ ابھی آپ سے بہت کام ہے۔ سلطانہ خطرات میں گھری ہوئی ہے۔ اس کے دماغ کو کمزور بنایا گیا ہے۔ مارٹن رسل اس کے خیالات پڑھنے والا ہے۔ آپ فوراً آئیں میں بھی اس کے دماغ میں موجود رہوں گی۔"

میں سیٹ بیلٹ باندھ کر سلطانہ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ بہت زیادہ کمزوری محسوس کر رہی تھی۔ میری اور لیلیٰ کی سوچ کو محسوس نہیں کر رہی تھی۔ سلمان اسے اسٹیئرنگ سے ہٹا کر خود بیٹھ گیا۔ اب کار ڈرائیو کرتے ہوئے کہہ رہا تھا "مجھے افسوس ہے سلطانہ! انہوں نے میرے سامنے تمہیں جبراً انجکشن لگایا۔ میں اعتراض نہ کر سکا۔ وہ لوگ میرے ماتحت تھے اور ایسا کرنے پر مجبور تھے کیونکہ تم مجھے اپنے دماغ میں نہ آنے دیتی تھیں۔"

وہ نقاہت سے بولی "تم محبت سے دشمنی کر رہے ہو اور جب دشمنی شروع ہو جائے تو محبت نہیں رہتی۔"

"مجھے غلط نہ سمجھو۔ میں اعلیٰ حکام کے اطمینان کے لئے تمہارے چور خیالات پڑھنا چاہتا ہوں۔"

"یہ اچھی بات نہیں ہے۔ میں تو تمہارے ملک کی وفادار ہوں۔ جب تم سے محبت ہے تو کیا تمہارے ملک اور تمہاری قوم سے محبت نہیں ہوگی۔"

"جب تم سچ بول رہی ہو' تمہارے دل میں کوئی کھوٹ نہیں ہے تو مجھے خیالات پڑھ لینے دو۔"

"تم اپنے اعلیٰ حکام سے کہہ دو کہ میرے خیالات پڑھ چکے ہو۔ میں سچی اور وفادار ہوں۔"

"تم مجھے جھوٹ اور فریب سکھا رہی ہو۔"

"یہ بات نہیں ہے۔ دراصل عورت اپنے مرد کے لئے خوبصورت اور کھٹے میٹھے سے جذبے کو چھپا کر رکھتی ہے۔ اسے اپنے مرد پر بھی ظاہر نہیں کرتی۔ میں بھی تم سے کچھ پردہ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

رکھنا چاہتی ہوں۔ پردہ نہ ہو تو عورت کی آدھی کشش ختم ہو جاتی ہے۔"

"میں تمہاری یہ بات تسلیم کرتا ہوں۔ مگر اپنے فرض سے مجبور ہوں۔ یہ لو تمہارا بنگلا آگیا۔ یہاں میں تمہارے خیالات پڑھوں گا۔"

میں نے احاطے میں داخل ہو کر گاڑی روکی۔ باہر آیا۔ دوسری طرف کا دروازہ کھول اسے سہارا دیا۔ وہ بولی "بہت کمزوری محسوس ہو رہی ہے۔ میں اپنے بیڈ روم تک کیسے جاؤں گی؟"

جواب میں سلمان نے اسے دونوں بازوؤں میں اٹھالیا۔ وہ بولی "نہیں نہیں، یہ کیا کرتے ہو، مجھے نیچے اتارو۔"

"تم نے کہا تھا چل نہیں سکوگی۔"

"میں نے اٹھانے کے لئے نہیں کہا تھا۔ مجھے شرم آرہی ہے۔ پلیز اتار دو۔"

وہ اسے اٹھائے ہوئے بیڈ روم میں آیا پھر بستر پر لٹادیا۔ اس کے بعد بولا "آنکھیں بند کرکے آرام سے لیٹی رہو۔ کوئی بات نہ کرنا۔"

اس نے آنکھیں بند کرلیں۔ سلمان اس کے دماغ میں آگیا۔ ویسے اس کا دماغ کمزور پڑتے ہی مارٹن رسل پہنچ چکا تھا اور چپکے چپکے اہم معلومات حاصل کرنے کی کوشش کررہا تھا۔ لیکن اس سے پہلے لیلیٰ اس کے چور خیالات کو مقفل کرچکی تھی اور بہن کے لہجے میں کمزوری سے بول رہی تھی۔ مارٹن رسل سوال کررہا تھا وہ جیسے بے اختیار جواب دے رہی تھی۔

"میرا نام سلطانہ شیخ ہے۔ باپ کا نام شیخ غلام علی ہے۔ میرا باپ مسلمان اور ماں یہودی تھی۔ دونوں کا انتقال ہوچکا ہے۔ میں نے بڑی لگن سے علم نجوم حاصل کیا۔ قیافہ شناس بھی ہوں۔ اس علم کی مدد سے میں اخبارات کے لئے بڑی کامیاب رپورٹنگ کرلیتی ہوں۔"

مارٹن نے پوچھا "تمہارے دماغ میں کون آتا ہے؟"

وہ بولی "پہلی بار مسٹر ارے رے آئے تھے۔ میں اپنے اندر بے چینی محسوس کرنے لگی تھی۔ جب میں نے بے اختیار سانس روکی تو مجھے سکون مل گیا۔ مسٹر ارے رے نے بتایا کہ وہ میرے دماغ میں آئے۔ میں نے سانس روک کر انہیں باہر کردیا تب میری سمجھ میں آیا کہ اپنے اندر بے چینی محسوس ہو تو سانس روک لینا چاہئے۔ اس کے بعد میں نے اپنے محبوب کو دماغ میں آنے نہیں دیا۔"

"کوئی دوسرا آتا ہے؟"

"پتا نہیں۔ دو چار بار میں نے بے اختیار سانس روک لی تھی۔ میرا محبوب مجھ سے میلوں دور رہتا ہے۔ شاید وہی آتا ہو۔ آج ملاقات ہونے پر میں نے صاف صاف کہہ دیا ہے کہ یوں میرے اندر چپ چاپ آنے کی کوشش نہ کیا کرو۔ سوچ کر شرم آتی ہے کہ وہ پیار بھرے جذبوں کو پڑھ رہا ہے"

"تمہاری الماری سے ایک خط برآمد ہوا ہے۔ اسے عربی زبان میں کس نے لکھا ہے؟"

"میری ایک سہیلی لیلیٰ نے لکھا ہے۔"

"وہ تحریر شیخ الفارس سے ملتی جلتی ہے۔"

"یہ شیخ الفارس کون صاحب ہیں؟"

"تم انجان بن رہی ہو۔ حقیقت چھپا رہی۔"

"میں تو تمہارے بس ہوں، ہزار کوشش کروں تب بھی کچھ نہیں چھپا سکوں گی۔"

"کسی نے ریکارڈ روم کے انچارج کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ کیا تھا۔ اسے شیخ الفارس کا اصل خط ہمارے پاس پہنچانے سے روکا تھا۔ کوئی یہ نہیں چاہتا تھا کہ تمہارے پاس سے ہمیں جو خط ملا، ہم اس کا موازنہ شیخ الفارس کے خط سے کریں۔ ایسی حرکتوں سے پتا چلتا ہے کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارے دماغ میں آتا ہے اور تم اسے محسوس نہیں کرتیں"

"میرا دماغ حساس ہے۔ یقین نہ ہو تو مسٹر ارے رے سے معلوم کرلو۔"

"میں مانتا ہوں تم بہت حساس ہو۔ لیکن کسی نے تمہاری لاعلمی میں تم پر تنویمی عمل کیا ہے۔ تمہارے دماغ کو اپنی مخصوص سوچ کی لہروں کے لیے بے حس بنا دیا۔"

"کیا ایسا ممکن ہے؟ کسی نے مجھ پر تنویمی عمل کیا اور خبر نہ ہوئی۔"

"تنویمی عمل کے دوران اپنے معمول کو حکم دیا جائے کہ وہ اس عمل کو بھول جائے تو وہ تنویمی نیند سے بیدار ہونے کے بعد اپنے عامل کو بھول جاتا ہے۔"

"تم جو کہہ رہے ہو میں اس کے متعلق کچھ نہیں جانتی۔"

"جان جاؤ گی۔ میں ابھی تم پر عمل کروں گا، اس عمل کے بعد تم میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کروگی۔"

وہ پریشان ہوکر بولی "نہیں میں ایسا عمل نہیں کرنے دوں گی۔ کسی عورت کے دماغ میں چوری چھپے آنا شرافت نہیں ہے۔"

سلمان نے کہا "مسٹر! تم جنرل کے خاص آدمی ہو۔ میں نے اس حد تک تمہیں خیالات پڑھنے کا موقع دیا ہے اور جتنا پڑھنا چاہو پڑھ لو۔ جنرل کو رپورٹ دو۔ یہ دشمن نہیں ہے۔ مجھے دل و جان سے چاہتی ہے۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ میری ہونے والی شریک حیات کے دماغ میں تم چھپ کر آتے جاتے رہو۔"

مارٹن رسل نے کہا "سر ماسٹر ارے رے! میں آپ کی عزت کرتا ہوں مگر جنرل کے حکم سے مجبور ہوں۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

صورت میں مجھے کیا کرنا چاہئے ؟"

"جنرل کے پاس آؤ ہم ان سے بات کریں گے۔"

وہ دونوں جنرل کے پاس آئے۔ اس نے سلمان کا اعتراض سن کر کہا "سپر ماسٹر ارے رے! فرض کے سامنے تمہاری محبت کی اہمیت نہیں ہے۔ اگر تمہیں اعتراض ہے کہ تمہاری ہونے والی بیوی کے دماغ میں مارٹن نہ جائے تو تم اسے بیوی نہ بناؤ۔"

سلمان نے کہا "میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں۔ میں اس پر تنویمی عمل کر کے اس کے اندر رہا کروں گا۔ وہ میری بیوی ہوگی پھر میں اسے نہیں بتاؤں گا کہ میں چپ چاپ اس کے خیالات پڑھتا ہوں اور آپ کو بتاتا ہوں۔"

"بے شک تم ایسا کرسکتے ہو۔ لیکن یہ کام میں مارٹن سے لینا چاہتا ہوں۔ تم میرے طریقِ کار پر اعتراض نہیں کرسکتے۔"

"میں اپنے ذاتی معاملات پر اعتراض کرسکتا ہوں اور سلطانہ کا تعلق میری ذات سے ہے۔ مارٹن اس کے چور خیالات پڑھ چکا ہے۔ وہ معصوم ہے، کسی سازش میں ملوث نہیں ہے۔"

"لیکن وہ انجان ہے۔ کوئی اس کی لاعلمی میں اس کے اندر رہتا ہے اور تمہاری باتیں سنتا رہتا ہے۔ جیسا کہ آج اس نے الماری سے ملنے والے خط کے بارے میں سن لیا اور فوراً اپنے طور پر حماقت کر بیٹھا۔ اس کی حماقت نے بھید کھول دیا۔"

"اگر آپ سمجھتے ہیں کہ وہ انجانے میں آلۂ کار بن گئی ہے تب بھی وہ بے قصور ہے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ ابھی اس سے دور ہو جاؤں گا بلکہ اسے استنبول جانے کا حکم دوں گا۔ سپر ماسٹر کے عہدے سے سبکدوش ہونے کے بعد اس سے شادی کروں گا۔ لیکن یہ نہیں چاہوں گا کہ میری ہونے والی شریکِ حیات کے دماغ میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا موجود رہے۔"

"اور وہ دشمن جو چپ چاپ موجود رہتا ہے اسے کیسے نکالو گے؟"

"میں اسے ڈھونڈ نکالنے کی پوری کوشش کروں گا۔"

"جب ڈھونڈ نکالو گے تب مارٹن بھی اس کے اندر سے نکل جائے گا، ابھی بحث میں وقت ضائع نہ کرو۔ مارٹن! میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ سلطانہ پر تنویمی عمل کرو۔"

سلمان پریشان ہو کر سونیا کے پاس آیا اسے تمام روداد سنا کر بولا "جنرل مجھ سے بدظن ہوگیا ہے۔ میں ایک گھنٹا پہلے مارٹن کی موجودگی میں چپ چاپ اس کے اندر گیا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا، سلطانہ دشمن کی آلۂ کار ثابت ہوئی تو سابقہ سپر ماسٹر کی طرح مجھے بھی گولی مار دی جائے گی۔"

سونیا نے کہا "مارٹن سے خیال خوانی کے ذریعے کام لینے کا مطلب یہ ہے کہ وہ تم پر اعتماد نہیں کرتا۔ جہاں بھروسا اٹھ جائے وہاں نہیں رہنا چاہئے۔ لیلیٰ سے کہو مارٹن کے تنویمی عمل کو چپ چاپ ناکام بنائے، تم ادارے میں جا کر جناب علی اسد اللہ تبریزی سے مشورہ کرو۔ برائن وولف کو بھی تمام حالات بتاؤ پھر جو سب کا فیصلہ ہو اس پر عمل کرو اور مجھے فیصلے سے آگاہ کرو۔"

اس نے لیلیٰ سے کہا کہ وہ مارٹن کے عمل کو ناکام بناتی رہے۔ وہ ابھی برائن وولف اور تبریزی صاحب سے مشورہ کر کے آئے گا۔ لیلیٰ نے کہا "تم جناب علی اسد اللہ تبریزی کے پاس جاؤ۔ میں وولف کو حالات بتادوں گی۔"

سلمان میرے پاس آنا چاہتا تھا۔ لیلیٰ اس کا راستہ بدل کر میرے پاس آئی، مجھے ضروری باتیں بتانے کے بعد پوچھا "اب کیا ہوگا، میں مارٹن کو تنویمی عمل سے روک سکتی ہوں۔ لیکن بعد میں بھید کھل جائے گا کہ عمل ناکام رہا ہے۔ نیویارک میں سلطانہ اور سلمان کے لئے خطرات بڑھ جائیں گے اور وہ اس ملک سے باہر نہیں جاسکیں گے۔"

میں نے کہا "بس اتنی سی بات سے پریشان ہوگئی ہو۔"

تم اسے معمولی سی بات کہہ رہے ہو؟ کیا خطرہ نہیں ہے؟"

"خطرہ ضرور ہے.... سلطانہ کے پاس چلو میں تمہیں بتاتا ہوں کہ خطرات کو کھلونا بنا کر کس طرح کھیلا جاتا ہے۔"

ہم سلطانہ کے پاس آئے۔ مارٹن دسل وہاں موجود تھا۔ سلطانہ سے کہہ رہا تھا "تنویمی عمل کے لئے خوشی سے راضی ہو جاؤ۔ ورنہ میں تمہیں گہری نیند سلا کر تمہارے خوابیدہ دماغ پر عمل کروں گا۔"

وہ پریشان ہو کر سلمان کو آواز دے رہی تھی "مسٹر ارے رے! تم کہاں ہو؟ تمہاری محبت مجھے نقصان پہنچارہی ہے۔"

مارٹن نے کہا "ہمارا سپر ماسٹر بھی مجبور ہے۔ میں اس کی بہت عزت کرتا ہوں۔ لیکن جنرل کا حکم ماننا لازمی ہے۔"

میں نے سلمان کے لہجے میں کہا "مارٹن! مجھے خوشی ہے کہ تم میری مدد کرتے ہو۔ اگر تم مجھ پر بھروسا کرو تو ہم ایک تدبیر پر عمل کر کے سلطانہ کے اندر چھپے ہوئے دشمن کو بے نقاب کرسکتے ہیں۔"

"مجھے آپ پر بھروسا ہے لیکن جنرل...."

میں نے بات کاٹ کر کہا "جنرل کے حکم پر ضرور عمل کرو مگر یہ بھی تو سوچو، اگر کوئی دشمن خیال خوانی کرنے والا سلطانہ کے اندر چھپا رہتا ہے تو...."

میں بولتے بولتے رک گیا۔ اس نے پوچھا "کیا بات ہے؟ چپ کیوں ہوگئے؟"

میں نے کہا "میں آگے کچھ کہوں گا تو وہ دشمن خیال خوانی کرنے والا بھی سنے گا۔"

"ہاں۔ وہ ضرور سنے گا۔"

"ٹھہرو، میں ابھی آتا ہوں۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہوا پھر مارٹن کے دماغ کی طرف چھلانگ لگائی۔ وہ سانس روکنا چاہتا تھا۔ میں نے جلدی سے کہا۔ "میں ہوں سپر ماسٹر ارے رے۔ ہمارے درمیان کوڈ ورڈز مقرر نہیں ہیں۔ اگر میں سلطانہ کے دماغ میں رہ کر تم سے کہتا کہ تمہارے دماغ میں آرہا ہوں تو وہ دشمن خیال خوانی کرنے والا بھی چپ چاپ تمہارے اندر آجاتا۔"

وہ قائل ہو کر بولا "یہ آپ نے دانشمندی سے کام لیا ہے۔ آپ کچھ کہتے کہتے رک گئے تھے؟"

"میں کہہ رہا تھا اگر دشمن سلطانہ کے اندر موجود ہے تو وہ تمہارے تنویمی عمل کو ناکام بنادے گا۔"

"ہاں، یہ بات میرے ذہن میں ہے لیکن جنرل نہیں مانے گا۔ وہ تو یہی کہے گا کہ میرے عمل کی ناکامی سے بھی دشمن کی موجودگی ظاہر ہو جائے گی۔ یہ ثابت ہو جائے گا کہ سلطانہ اس کی آلۂ کار ہے۔"

میں نے دیکھا کہ وہ روانی میں بول رہا ہے اور مجھے اس کے اندر اچھی طرح جم جانے کا موقع ملا ہے تو میں نے اچانک ہی دماغ کو زبردست جھٹکا پہنچایا۔ اس کے حلق سے ایک چیخ نکلی۔ وہ ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ کرسی سمیت پیچھے کی طرف الٹ گیا۔ اس کا سر بری طرح دکھ رہا تھا۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا تھا۔ وہ فرش پر پڑا کراہ رہا تھا۔ جب اندھیرا چھٹنے لگا، تکلیف ذرا سی کم ہوئی تو اس نے کراہتے ہوئے کہا "ماسٹر! تم ایک عورت کی خاطر اپنے خیال خوانی کرنے والے سے دشمنی کررہے ہو۔"

"الو کے پٹھے، میں تمہارا سپر ماسٹر نہیں ہوں۔ تم وہی مارٹن ہو نا جو جبریل گرانٹ کے اندر چھپا رہتا تھا اور اس انسانی روبوٹ کے ذریعے پارس کو نقصان پہنچانا چاہتا تھا۔ اب میں تمہارے اندر رہا کروں گا اور تمہیں خبر نہیں ہوا کرے گی۔"

وہ چیخ کر بولا "تم ایسا نہیں کرسکتے۔"

میں نے دوسری بار جھٹکا پہنچایا۔ وہ فرش پر مچھلی کی طرح تڑپنے لگا۔ اب اس میں چیخنے کی بھی توانائی نہیں رہی تھی۔ وہ دم توڑنے والے مریض کی طرح بڑی کمزوری سے کراہ رہا تھا۔ میں نے لیلیٰ کے پاس آکر کہا "چلو، میں تمہیں مارٹن کے دماغ میں آنے کی دعوت دے رہا ہوں۔"

وہ حیرت سے بولی "مارٹن کے دماغ میں، کیا وہ سانس نہیں روکے گا؟"

"تم آؤ تو سہی۔"

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی مارٹن کے دماغ میں آئی۔ میں بھی آگیا۔ اس نے کہا "یہ تو مردے کی طرح پڑا ہوا ہے۔ تم نے اس کے اندر کیسے جگہ بنالی؟"

"میں نے پچھلی بار کہا تھا کہ تمہارے کسی کام آکر مجھے خوشی ہوگی۔ دراصل تمہارے کام آنے کی لگن اور جذبے نے مجھے اس کے اندر پہنچادیا۔"

"تم باتیں خوب بناتے ہو۔"

"پہلے کام [illegible]تا ہوں پھر بات کرتا ہوں۔ کام ہو جائے تو اسے باتیں بنانا نہیں کہتے۔ یہ درست ہے کہ براہِ راست تمہارا کوئی کام نہیں کیا ہے۔ تمہاری بہن کو دشمن کے تنویمی عمل سے بچایا ہے۔ مجھے بتاؤ، تمہارے کس کام آسکتا ہوں؟"

وہ ہنستی ہوئی بولی "تم نے میری بہن کو بچا کر میرا ہی کام کیا ہے۔ یہ بتاؤ اس ذبح ہونے والے بکرے کا کیا ہوگا؟ کیا اب جنرل سے کھلی دشمنی ہوگی، سلمان سپر ماسٹر نہیں رہے گا؟"

"ضرور رہے گا، اسے سپر ماسٹر کے عہدے پر قائم رکھنے کے لئے میں نے مارٹن کو شکار کیا ہے۔ تم اس پر تنویمی عمل کرو، یہ تمہاری مرضی کے مطابق جنرل کو رپورٹ دے گا کہ سلطانہ کسی کی آلۂ کار نہیں ہے اور وہ تمہاری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گا۔"

"واقعی اب تو ہم بڑے فائدے اٹھا سکتے ہیں۔"

"تو پھر اٹھاؤ فائدہ، عمل شروع کرو۔ میں سونیا اور سلمان کے پاس جارہا ہوں۔"

میں سونیا کے پاس آیا، وہاں سلمان کہہ رہا تھا "محترم تبریزی صاحب نے فرمایا ہے کہ جنرل پے در پے نقصان اٹھاتا جارہا ہے۔ وہ سلطانہ پر شبہ کرتا رہے گا پھر ٹیلی پیتھی جاننے والے سپر ماسٹر کی لاعلمی میں مارٹن سے کام لینے کا مطلب صاف ظاہر ہے کہ مجھ پر سے اعتماد اٹھ گیا ہے۔ ان حالات میں مجھے اور سلطانہ کو یہاں سے نکلنے کی کوشش کرنا چاہئے۔"

میں نے کہا "میں موجود ہوں، سلمان کا راستہ صاف کر چکا ہوں۔ مارٹن ہماری مٹھی میں آگیا ہے، وہ ہماری مرضی کے مطابق جنرل کو رپورٹ دے گا۔"

میں نے تفصیلات بتائیں۔ سلمان نے خوش ہو کر کہا۔ "مسٹر وولف! تم نے کمال کردیا۔ بازی بالکل ہی پلٹ دی۔"

میں نے "ہاں، مگر بے چاری سلطانہ۔ ایک افسوسناک خبر ہے۔"

سلمان نے گھبرا کر پوچھا "کیا ہوا؟"

میں نے ایک سرد آہ بھر کر کہا "وہ اپنے بستر پر تنہا پڑی ہے، تمہیں پکار رہی ہے۔"

سونیا ہنسنے لگی۔ وہ جھینپ کر بولا "میں جارہا ہوں۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

وہ چلا گیا' سونیا نے کہا "بے چارے کو سب ہی چھیڑتے ہیں۔"

"تم جزیرے میں کیا کر رہی ہو؟"

"اب تک تین خیال خوانی کرنے والے جوانوں کو ٹریپ کر چکی ہوں۔"

"کس طرح ٹریپ کر رہی ہو؟"

"اپنی انگوٹھی کے ذریعے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے جوان جزیرے کی سیر کے لئے اور صبح دوڑ لگانے کے لئے چھاؤنی سے باہر آتے ہیں۔ میں نے اب تک موقع پاکر تین جوانوں سے مصافحہ کیا ہے اور انگوٹھی کی خفیہ سوئی سے اعصابی کمزوری کی دوا انجیکٹ کی ہے۔ ایسے وقت لیلیٰ میرے پاس رہتی ہے۔ شکار ہونے والے جوانوں کو فوراً سنبھال لیتی ہے۔ پھر ان پر تنویمی عمل کرکے اپنا معمول اور تابعدار بنا لیتی ہے۔"

"اس وقت چھاؤنی میں شکار کھیلنے کے لئے اور کتنے جوان رہ گئے ہیں؟"

"آٹھ عدد رہ گئے ہیں۔"

"ذرا جلدی کرو۔ یہ آٹھ بھی قابو میں آجائیں تو زبردست کامیابی ہوگی۔ اگرچہ میں نے سلمان کے سر سے خطرہ ٹال دیا ہے۔ مگر جنرل بہت شکی ہے۔ اب سلمان اور سلطانہ کے پیچھے پڑا رہے گا۔ سلمان پر بے اعتمادی کے باعث ٹیلی پیتھی جاننے والے جوانوں کو جزیرے سے نکال کر ایسی جگہ پہنچاوے گا جس کا علم سلمان کو نہیں ہوگا۔ ہمیں بھی ان کی خبر نہیں ملے گی۔"

"میں سوچ رہی ہوں سلطانہ اور سلمان کو موقع پاکر یہاں سے چلے جانا چاہئے۔ ان ٹیلی پیتھی جاننے والے جوانوں کی فکر نہ کرو۔ ان کے درمیان لیلیٰ کے تین آلۂ کار ہیں۔ آج شام تک اور اضافہ ہوجائے گا۔ انہیں جہاں بھی منتقل کیا جائے گا ہمیں خبر ہوجائے گی۔"

"میں تم سے متفق ہوں' سلمان کے لئے خطرات بڑھتے جارہے ہیں۔ وہ ایک بار بچ گیا' ہوسکتا ہے اگلی بار ہماری تدبیر کام نہ آئے۔"

"دونوں کو ایک ساتھ یہاں سے غائب ہونا چاہئے۔ ورنہ ایک رہ جائے گا تو جنرل سارا غصہ اس پر اتارے گا۔ ان کے لئے کچھ کرو۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہوگیا' طیارے کی پرواز جاری تھی۔ میں آنکھیں بند کئے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگائے بیٹھا ہوا تھا۔ مجھے آنکھیں کھولتے دیکھ کر ائرہوسٹس میرے پاس سے گزرتے ہوئے رک گئی۔ مسکرا کر بولی "دو گھنٹے سے سو رہے ہو۔ کیا رات جاگتے رہے تھے؟"

میں نے چونک کر کہا "تم نے خوب یاد دلایا۔ میں پچھلی تمام رات جاگتا رہا تھا۔ مصروفیات کے باعث سو نہ سکا۔ اب ذرا نیند پوری کرنے کے لئے سو رہا ہوں' ڈسٹرب نہ کرنا۔"

میں آنکھیں بند کرکے ائرہوسٹس کے دماغ میں پہنچا۔ وہ حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر مجھے دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی "کیا یہ پاگل ہے؟ کہتا ہے پچھلی رات سے جاگ رہا ہے۔ اگر جاگ رہا ہے تو دو گھنٹے سے آنکھیں بند کئے کیا کر رہا تھا؟"

وہ مجھ پر جھک گئی دھیمی آواز میں بولی "میں ڈسٹرب نہیں کروں گی۔ اتنا بتادو' کیا آنکھیں بند کرکے جاگتے رہتے ہو؟"

"ہاں' آنکھیں کھولنے سے تم آتے ہی گزر جاتی ہو۔ میں نے بند آنکھوں میں تمہارا حسین سراپا قید کرلیا ہے۔ اب تم کہیں نہیں جاسکو گی۔"

وہ مسکراتی ہوئی چلی گئی۔ مجھے پچھلی رات ساحلی کاٹیج میں تین گھنٹے تک سونے کا موقع ملا تھا۔ اب بھی ذرا فرصت تھی' لیلیٰ مارٹن پر تنویمی عمل کر رہی ہوگی۔ وہ تنویمی نیند پوری کرنے کے بعد جنرل کے پاس رپورٹ دینے جائے گا۔ میں نے ائرہوسٹس کی سوچ سے معلوم کیا' وہ طیارہ تین گھنٹے بعد استنبول پہنچے گا۔ میں نے دماغ کو دو گھنٹے تک سونے کی ہدایت کی پھر گہری نیند میں ڈوبتا چلا گیا۔

اگر میں مصروف رہنا چاہوں تو سونے کا موقع کبھی نہیں ملے گا۔ ابھی مجھے علی اور سونیا ثانی کے پاس جانا تھا۔ بہتر ہوتا ان کی خیریت معلوم کرنے کے بعد سوتا لیکن وہاں جاکر ان کے ساتھ کچھ نئے مرحلوں سے گزرنا پڑتا۔ یہی حال پارس کا ہوگا۔ الپا بھی اس کے لئے کبھی دردِ سر بن جاتی تھی اور کبھی محبت سے قربان ہونے لگتی تھی۔ وہ پارس کے لاعلمی میں اسرائیلی جنرل سے رابطہ کرتی ہوگی اور اسے اپنے حالات بتاتی ہوگی۔ اس طرح یہودی تنظیم کے لوگ پارس کو کہیں بھی گھیر سکتے تھے۔ یہ ایسی فکریں اور اندیشے تھے کہ ایک باپ کو نیند نہیں آسکتی تھی۔ لیکن اولاد ہمیشہ ٹیلی پیتھی کا سہارا لینے سے انکار کرتی آئی تھی۔ کبھی بہت زیادہ مجبوری ہو تو الگ بات ہے' وہ خود مجھے پکار لیا کرتے تھے جیسا کہ پچھلی بار پارس نے لبنان کی سرحد پار کرنے کے لئے مجھے بلایا تھا۔ دراصل میرے دونوں بیٹے مجھے زیادہ سے زیادہ آرام کرنے کا موقع دیتے تھے۔

دو گھنٹے بعد میری نیند پوری ہوگئی۔ مسافروں کے سامنے رات کا کھانا لایا جارہا تھا۔ میں سیٹ بیلٹ کھول کر ٹوائلٹ کی طرف جانے لگا۔ اسی ائرہوسٹس نے مسکرا کر مجھے دیکھا۔ پھر قریب آنے پر کہا "شکر ہے' کھانے کے وقت آنکھ کھل گئی۔ کیا کھانے کے بعد بھی سونے کا ارادہ ہے؟"

"کیا تم سونے دو گی؟"

"ہاں ضرور۔"

"مگر یہاں تو ہمارے سونے کی جگہ نہیں ہے۔"

اس نے ایک دم جھینپ کر مجھے دیکھا۔ میں پلٹ کر ٹوائلٹ میں چلا گیا۔ وہ غصے سے سوچ رہی تھی "یہ پکا بدمعاش ہے۔"

عجیب بات ہے کہ غصے سے سوچنے کے باوجود اندر سے گدگدی محسوس کر رہی تھی۔ عورتوں کو سمجھنا بہت مشکل ہے۔ وہ بعض بدمعاشوں پر غصہ دکھاتی ہیں مگر اندر ہی اندر ایک طمانیت سی محسوس کرتی ہیں۔ یہ بات اس لئے یقینی معلوم ہے کہ میں ایسی عورتوں کے اندر پہنچ کر انہیں سمجھتا ہوں۔ یہ جو مردوں کی بدمعاشیاں بڑھتی جارہی ہیں اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ بیبیاں اوپر سے منہ بگاڑ کر اونہہ کہتی ہیں اور اندر سے ہائے ....

میں واپس آکر سیٹ پر بیٹھ گیا اور وہ میرے لئے کھانے کی ٹرے لائی جبکہ یہ اس کی ڈیوٹی نہیں تھی۔ دوسری تین ائرہوسٹس یہ فرائض انجام دے رہی تھیں۔ میں نے اس کی سوچ پڑھی' پتا چلا اس نے اپنی ساتھی لڑکیوں سے کہا ہے کہ اپنے ہاتھوں سے کھانا مجھے دے گی اور کھانے کے بعد کافی میں ایسی دوا ملائے گی کہ میں ٹوائلٹ میں جاکر نکل نہیں سکوں گا۔ اٹھنا چاہوں گا تو پھر بیٹھ جاؤں گا۔ وہ اپنے کسی عزیز کی فرمائش پر یہ دوا اسکندریہ سے استنبول لے جارہی تھی اور اب مجھ پر آزمارہی تھی۔

جب اس نے کافی تیار کی تو میں نے اسے غائب دماغ بنا کر وہ کافی پلادی۔ آخری گھونٹ کے بعد دماغ کو ڈھیل دی تو گھبراہٹ میں پیالی ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ اس کی ساتھی نے پوچھا "کیا ہوا؟"

وہ پریشان ہو کر بولی "وہ... وہ میں نے ایک غلط دوا کھالی ہے۔"

وہ دوڑتی ہوئی ٹوائلٹ میں گئی۔ دروازے کو بند کرکے منہ میں انگلیاں ڈال کر قے کرنے کی کوشش کرنے لگی۔ میں نے اس کی کوشش کو ناکام بنادیا۔ جب اس کی انگلیاں منہ کے اندر حلق تک پہنچتی تھیں تو میں دماغ کو بے حس بنادیتا تھا جس کے باعث ابکائی محسوس نہیں ہوتی تھی۔ وہ پریشان ہو کر باہر آئی' اسٹیورڈ سے بولی "مجھے طبی امداد کی ضرورت ہے۔"

اسٹیورڈ نے کہا "مجھے ابھی معلوم ہوا ہے کہ تم نے کوئی غلط دوا کھائی ہے۔ وہ کس قسم کی دوا تھی؟"

"موشنز کے لئے تھی۔ میں نے بہت زیادہ خوراک لی ہے۔ میری حالت خراب ہوجائے گی۔ میں طیارے کے ٹوائلٹ سے باہر نہیں نکل سکوں گی۔"

"تمہیں زیادہ مقدار میں ایسی دوا کھانے کی کیا ضرورت تھی؟"

"تم سوالات ہی کرتے رہو گے یا میرے کام بھی آؤ گے۔"

"ہمارے فرسٹ ایڈ بکس میں ایسی دوا موجود نہیں ہے جس کے ذریعے تمہیں قے کرائی جاسکے۔ شاید مسافروں میں کوئی ڈاکٹر ہوگا۔"

انہوں نے اناؤنس کیا کہ ایک ائرہوسٹس اچانک بیمار ہوگئی ہے۔ طیارے میں کوئی ڈاکٹر ہو تو وہ اسٹیورڈ کے کمرے میں آجائے۔ میں نے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کیں پھر سلمان کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے کہا۔ "مارٹن ایک گھنٹے کی تنویمی نیند پوری کرنے کے بعد جنرل کے پاس گیا تھا۔ اسے رپورٹ دی تھی کہ سلطانہ پر تنویمی عمل ہوچکا ہے۔ اس نے معمول بن کر بھی وہی بیان دیا ہے جو پہلے اس کے خیالات پڑھنے سے معلوم ہوا تھا۔ جنرل نے مارٹن کو حکم دیا ہے کہ وہ ہر دو چار منٹ کے بعد سلطانہ کے دماغ میں جاتا رہے۔ اگر کوئی عامل چھپا ہوگا تو اس کی آواز ضرور سنائی دے گی۔"

میں نے پوچھا "کیا جنرل کے دماغ میں اتنی سی بات نہیں آتی کہ کوئی عامل چھپا ہوتا تو مارٹن تنویمی عمل نہ کرپاتا؟"

"وہ سمجھنا نہیں چاہتا۔ مسلسل ناکامیوں نے اسے چڑچڑا بنادیا ہے۔ بہتر ہے' ہم محترم تبریزی صاحب اور مسز کے مشوروں کے مطابق اس ملک سے چلے جائیں۔"

"یہاں سے جانے کے لئے پہلے جنرل کی آنکھوں میں دھول جھونکنا ہوگا۔"

"یہ اتنا آسان نہیں ہے۔ وہ بہت محتاط رہتا ہے۔ اس کے باڈی گارڈز ہیں۔ دونوں یوگا کے ماہر ہیں۔"

"اس کی فیملی کے ممبرز کتنے ہیں؟"

"وہ تنہا رہتا ہے۔"

"کوئی ملازم تو ضرور ہوگا؟"

"ایک باورچی ہے جو جنرل کے سامنے نہیں آتا کھانے تیار کرنے کے بعد پچھلے دروازے سے باہر چلا جاتا ہے۔"

"کوئی فیملی ڈاکٹر ہے؟"

"ہاں' ایک فوجی ڈاکٹر ہے۔ میں اسے جانتا ہوں۔"

"کیا وہ بھی یوگا کا ماہر ہے؟"

"نہیں۔ میں نے ایک بار اس کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کیا تھا کہ جنرل کو کوئی بیماری ہے۔ پتا چلا کہ بے خوابی کا مرض ہے۔ اسے کام کی زیادتی کے باعث نیند نہیں آتی۔"

میں نے پوچھا "پھر کیا مشکل ہے۔ وہ نیند کی دوا کھا کر سوتا ہوگا۔"

"یہ معلوم کرنا ہوگا کہ وہ ہر رات دوا استعمال کرتا ہے یا نہیں؟"

"یہ بات ڈاکٹر سے معلوم ہوسکتی ہے۔"

"ہاں اب یہ مرحلہ آسان دکھائی دے رہا ہے۔ دراصل

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

پہلے کبھی میں نے جنرل کے دماغ میں جگہ بنانے کے متعلق سوچا نہیں تھا۔ اس کی ضرورت نہیں تھی۔"

"اب ضرورت ہے۔ ابھی ڈاکٹر کے پاس چلو۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ میں اس کے ساتھ ڈاکٹر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کی سوچ پڑھ کر معلوم ہوا کہ جنرل دوا کے بغیر سو ہی نہیں سکتا۔ نیند لانے کے لئے اسے اچھی خاصی خوراک نگلنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ میں نے سلمان سے کہا۔ "اب یہ تمہارا کام ہے۔ رات کے ایک یا دو بجے اس کے خوابیدہ دماغ میں جاؤ اور اس مغرور کھوپڑی کو اپنے شکنجے میں لے لو۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہوا۔ طیارہ رن وے پر اتر چکا تھا۔ مسافر اپنا اپنا سامان اٹھا رہے تھے۔ میرے پاس کوئی سامان نہیں تھا۔ میں طیارے کی سیڑھی کی طرف آیا۔ ادھر ٹوائلٹ تھا۔ میں نے دیکھا دو ائر ہوسٹس اس ائر ہوسٹس کو سہارا دے کر ٹوائلٹ میں لا رہی تھیں جس نے جلاب کی کافی پی تھی۔ ادھر ایک گھنٹے میں اس کی حالت خراب ہو گئی تھی۔ ٹوائلٹ آتے جاتے نڈھال ہو گئی تھی۔ اس وقت بھی وہ ٹوائلٹ سے نکل کر آئی۔ چند قدم چلنے کے بعد اپنی ساتھی لڑکیوں سے بولی۔

"میں مر جاؤں گی مجھے پھر ٹوائلٹ میں لے چلو۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "میں یہ کیوں بھول گئی تھی کہ جو دوسروں کے لئے گڑھا کھودتا ہے وہ خود اس میں گرتا ہے۔"

وہ ٹوائلٹ کے اندر گئی میں دماغ سے باہر آ گیا۔ امیگریشن کاؤنٹر سے گزر کر تھوڑی دیر کے لئے بیٹھ گیا۔ یہ معلوم کرنا تھا کہ پارس کہاں ہے؟ وہ بھی استنبول پہنچ گیا ہے یا نہیں۔

میں الپا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کی دماغی توانائی بحال ہو گئی تھی۔ میرے سوا کسی کو بھی دماغ میں محسوس کرتے ہی سانس روک لیتی تھی۔ پارس اس کے ساتھ استنبول پہنچ گیا تھا دونوں ایک ہوٹل میں تھے۔ ابھی وہ تنہا بستر پر لیٹی خیال خوانی میں مصروف تھی' اسرائیلی جنرل سے کہہ رہی تھی "ہم ہوٹل پرل انٹر کان میں ہیں۔ پارس کہیں باہر گیا ہوا ہے۔ اس شہر میں ہماری یہودی تنظیم کا جو سربراہ ہے مجھے اس کی آواز سنائیں یا اس کا فون نمبر بتائیں۔"

جنرل نے اپنے ماتحت کو حکم دیا "فوراً استنبول کے یہودی سربراہ کا کانٹیکٹ نمبر اور پتا معلوم کر کے بتاؤ۔"

پھر اس نے الپا سے پوچھا "کیا ہم سمجھ لیں کہ ڈی پارس باغی ہو گیا ہے؟"

"نہیں' وہ وفادار ہے۔ ملک اور قوم کے لئے جان دے سکتا ہے۔ دراصل مجھ سے اختلاف ہے۔ وہ کہتا ہے' میں اسرائیل میں رہ کر اس پر حکومت کرتی ہوں اور محبت کرنے والی عورت کی حکومت وہ برداشت نہیں کر سکتا۔"

"تم نے اسے اپنی تنہائی میں ایک مقام دے کر سر پر چڑھا دیا ہے۔ اس نالائق سے کہو' محبت جیسی حماقتوں میں مبتلا نہ رہے۔ اپنے فرائض کو اہمیت دے۔"

"وہ کہتا ہے کرۂ ارض کے کسی بھی ملک میں رہ کر فرائض ادا کر سکتا ہے۔ وہ سیدھی طرح قابو میں نہیں آئے گا۔ دو ہی صورتیں ہیں۔ ہمارے آدمی اسے اغوا کر کے اسرائیل پہنچائیں یا کسی طرح اس کا دماغ کمزور بنا دیں پھر میں اسے ٹیلی پیتھی کی چنگی میں پکڑ کر لے آؤں گی۔"

جنرل نے اسے کانٹیکٹ نمبر اور پتا بتاتے ہوئے کہا "تم آدھے گھنٹے بعد ہماری تنظیم کے سربراہ سے باتیں کرو۔ پہلے میں ٹرانسمیٹر کے ذریعے اسے تمہاری اہمیت بتاؤں گا تاکہ وہ تمہارے تمام احکامات پر فوراً عمل کرتا رہے گا۔"

وہ رابطہ ختم کر کے دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ پارس کے متعلق سوچنے لگی کہ وہ کہاں گیا ہو گا؟ وہ چاہتی تھی اس کا مرد اس کی اجازت کے بغیر کہیں نہ جائے۔ ہر معاملے میں اس کی رضامندی حاصل کیا کرے۔ پارس اس کے برعکس تھا۔ اپنی باتیں منوانے والا ضدی' سرکش تھا۔ وہ اسرائیل [illegible] ملکہ عالیہ کا درجہ رکھتی تھی اور پارس نے اس ملکہ کو ٹھکانے بارے [illegible] اور صاف کہہ چکا تھا کہ اسے ٹھکرا چکا ہے۔

اس سے زیادہ بے عزتی اور کیا ہو سکتی تھی۔ وہ غصے [illegible] پیچ و تاب کھاتی تھی اور اپنے آپ کو کوستی تھی کہ کیوں ایسا [illegible] مر مٹی ہے۔ اسے ہزاروں مل سکتے ہیں' اس کے غلام بن کر [illegible] سکتے ہیں مگر دل اسی ایک سنگدل کے لئے مچلتا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ اسے پھر ایک بار اسرائیل تک پہنچا کر وہ لگام دے سکے گی اس پر حکومت کر سکے گی۔

کسی حساس آدمی کے دماغ میں پہنچنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ اسے کمزور بنایا جائے۔ اس نے سوچ رکھا تھا کہ یہودی تنظیم والوں سے اعصابی کمزوری کی دوا منگوائے گی اور کھانے پینے کی کسی چیز میں پارس کو دے گی۔ اس کی شامت آ گئی تم [illegible] اس کا بھی ائر ہوسٹس کی طرح انجام ہونے والا تھا۔

میں ائرپورٹ سے اسی ہوٹل میں آیا۔ کاؤنٹر پر معلوم کیا جس منزل پر الپا اور پارس تھے' ادھر کوئی کمرا خالی نہیں تھا۔ میں [illegible] کاؤنٹر گرل کو ان کے سامنے والے کمرے میں فون کرنے [illegible] مجبور کیا۔ اس کمرے کے مسافر نے ریسیور اٹھا کر بات کی۔ میں [illegible] اس کے دماغ میں پہنچ کر بولا "مجھے یہ کمرا پسند نہیں ہے [illegible] مجھے کسی دوسرے فلور پر ایسا کمرا دو جہاں سے سوئمنگ [illegible] نظر آتا ہو۔"

کاؤنٹر گرل نے پوچھا "آپ تیسری منزل پسند کریں [illegible]"

اس نے رضامندی ظاہر کی۔ کاؤنٹر گرل نے ریسیور رکھ کر مجھ سے کہا "آپ لکی ہیں' ساتویں فلور پر کمرا ابھی خالی ہو رہا ہے۔ پلیز یہ کارڈ فل کریں گے؟"

کوئی بیس منٹ بعد میں الپا اور پارس کے سامنے والے کمرے میں پہنچ گیا۔ پھر میں نے بیٹے کے پاس آ کر گڈ ورڈز ادا کئے۔ وہ اپنا لباس اور ضروری سامان خرید کر واپس آ رہا تھا۔ ایک ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے کہا "مجھے تمہارے سامنے والا کمرا نہیں لینا چاہئے تھا۔ کیونکہ الپا ساتھ ہے۔ مگر وہ تمہارے خلاف سازشیں کر رہی ہے۔ ابھی یہودی تنظیم کے سربراہ سے رابطہ کرے گی۔ وہ لوگ تم پر حملہ کریں گے یا وہ تمہیں اعصابی کمزوری کی دوا دھوکے سے کھلائے گی۔ ابھی تو ہم ہوشیار ہیں۔ اس کی چالوں کو سمجھ رہے ہیں لیکن ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ ہماری غفلت میں وہ کبھی کامیاب بھی ہو جائے۔"

"جی ہاں' سانپ سے دوستی نہیں ہو سکتی۔ مجھے اس سے دور ہو جانا چاہئے۔ اس کا دماغ آپ کی مٹھی میں آ گیا ہے۔ آپ جے مورگن تک بھی پہنچ سکتے ہیں۔ الپا کسی تیسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ٹریپ کرے گی تو آپ الپا کے ذریعے اس تیسرے کو بھی ٹریپ کر لیں گے۔"

"بے شک تمہیں اس سے دور رہنا چاہئے۔ لیکن اسے اپنا اصل چہرہ بھی دکھانا چاہئے۔"

"میں ہوٹل میں آ رہا ہوں۔"

میں الپا کے پاس آ گیا۔ وہ یہودی تنظیم کے سربراہ سے باتیں کر رہی تھی۔ اسے حکم دے رہی تھی کہ ایک چھوٹا طیارہ ہمیشہ تیار رکھے۔ وہ کہہ رہا تھا "آپ کے ہر حکم کی ابھی تعمیل ہو گی۔ ہوٹل کے کچن کا انچارج میرا دوست ہے' آپ صبح ناشتے کے بعد چائے نہ پئیں۔ میرا آدمی چائے میں اعصابی کمزوری کی دوا ملائے گا جسے صرف پارس پیئے گا۔"

"ٹھیک ہے' میں تم سے صبح رابطہ کروں گی۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ دروازے پر دستک ہو رہی تھی۔ اس نے اٹھ کر دروازہ کھولا۔ پارس سامنے کھڑا ہوا تھا۔ وہ منہ پھیر کر بولی "یہ تو کوئی بات نہ ہوئی' اپنی شاپنگ کے لئے چلے گئے۔ کیا میری کوئی ضرورت نہیں ہے' کیا مجھے کوئی لباس نہیں بدلنا ہے؟"

"تم اپنی ضرورت خود سمجھو" اس نے کمرے میں آ کر سامان رکھا۔ پھر ایک صوفے پر بیٹھ کر میز پر دونوں پاؤں پھیلا دیئے۔

وہ بولی "تم اسرائیل سے نکلتے ہی پکے مرد بن گئے ہو۔"

"میں وہاں بھی مرد تھا' تمہارے تمام اعلیٰ حکام کو اور جنرل کو الّو بناتا رہا۔ تمہاری جیسی ٹیلی پیتھی جاننے والی عورت کا غرور توڑتا رہا۔"

"تمہاری ان باتوں کا مطلب کیا ہے؟"

"تمہیں مسلمانوں سے نفرت ہے۔ اگر مسلمان پارس آ جائے تو اسے ٹھکرا دو گی۔"

"میں اس پر تھوک دوں گی۔"

"مگر تم تو مجھے چاہتی رہی ہو۔ تمہارا کوئی یہودی پارس کبھی تمہاری تنہائی میں نہیں آیا۔ تم میرے ہی گلے کا ہار بنتی رہی ہو اور میں مسلمان پارس ہوں۔"

اس نے چونک کر بے یقینی سے دیکھا۔ پھر ہنس کر بولی۔ "میں اتنی نادان نہیں ہوں' وہ شیبا تھی جو دھوکا کھا گئی تھی۔"

"میری شیبا ممی نے دھوکا نہیں کھایا۔ انہوں نے میرے پاپا سے سچی محبت کی تھی۔ جھوٹی محبت تمہاری ہے اور فریبی محبت میری ہے' میں تمہیں یہودی بن کر دھوکا دیتا رہا اور تم دھوکا کھاتی رہیں۔"

وہ گھور کر بولی "مجھ سے مذاق میں بھی ایسی بات نہ کرو۔"

"مذاق تو تم کر رہی ہو۔ مجھے محبت سے غلام بنانا چاہتی ہو۔ یہودی تنظیم کے سربراہ کے ذریعے مجھ پر حملہ کرانا چاہتی ہو... یا مجھے اعصابی کمزوریوں کی دوا کھلانا چاہتی ہو۔ لبنان میں بھی تم نے کئی بار مجھے نقصان پہنچانا چاہا۔ کئی بار میرے دماغ میں پہنچنے کی ناکام کوشش کر چکی ہو۔ کیا تم نے کبھی سوچا کہ میں تمہاری گرفت میں کیوں نہیں آتا ہوں اور کس طرح تمہاری ہر چال سے بچ جاتا ہوں؟"

"تم بہت ذہین اور حاضر دماغ ہو۔ لیکن یہ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں تمہیں...."

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے میں نے اسے یوں فقرہ ادا کرنے پر مجبور کیا "تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں تمہیں صبح کی چائے میں اعصابی کمزوری کی دوا پلانے والی ہوں۔"

پارس نے کہا "مجھے تمہارے دماغ میں چھپی ہوئی ہر بات معلوم ہو جاتی ہے۔ تم ابھی کوئی اور بات سوچو میں بتا دوں گا۔"

وہ سوچ کر بولی "اچھا بتاؤ۔"

میں نے پارس کو بتایا۔ وہ بولا "ابھی تم سوچ رہی تھیں کہ یہ پارس مجھے الجھا رہا ہے۔ کبھی یہ اپنا اپنا سا لگتا ہے اور کبھی خطرناک۔"

وہ حیرانی سے بولی "او گاڈ! ایک ایک لفظ یہی ہے۔ میں یہی سوچ رہی تھی۔ اچھا پھر بتاؤ کیا سوچ رہی ہوں؟"

"بار بار کیا پوچھتی ہو۔ میں کہتا ہوں ابھی میرے تین کہتے ہی تم ناچنے لگو گی۔"

"ہرگز نہیں' کیا تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو؟ پھر بھی میرے دماغ میں نہیں آ سکو گے۔ میں حساس ہوں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتی ہوں۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

پارس نے ایک دو تین کہا، وہ بے اختیار ناچنے لگی۔ میں نے اس کے دماغ کو ڈھیل دی ہوئی تھی۔ وہ خود کو روکنے کی کوشش کررہی تھی۔ کہہ رہی تھی "میں نہیں ناچوں گی" اور ناچتی بھی جارہی تھی۔ جب میں نے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا تو وہ دوسرے صوفے پر دھپ سے بیٹھ گئی۔ سہمے ہوئے انداز میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر پارس کو دیکھنے لگی۔

وہ بولا "تم اس لمحے سے یہاں کی یہودی تنظیم کے سربراہ یا اسرائیلی جنرل یا اور کسی سے رابطہ نہیں کروگی۔ یقین نہ ہو تو خیال خوانی کرکے دیکھ لو۔"

اس نے پارس کو گھورتے ہوئے چپ چاپ خیال خوانی کی پرواز کی، میں نے پرواز روک دی۔ اس نے پھر کوشش کی میں نے پھر ناکام بنادیا۔ وہ پریشان ہوکر بولی "میری ٹیلی پیتھی کیوں ناکام ہورہی ہے؟"

"میری ماما تمہارے دماغ میں ہیں۔"

"کون ماما؟ کیا رسونتی؟ کیا تم واقعی پارس ہو؟"

"ہاں، مسلمان پارس۔"

"ہمارا ڈمی کہاں ہے؟"

"وہ تمہارے سامنے کبھی نہیں آیا۔ سامنا ہونے سے پہلے ہی میری ماما نے اس کے دماغ پر قبضہ جماکر اسے اسرائیل سے باہر نکال دیا۔ وہ پیرس کے ایک جیل خانے میں ہے۔ میری ماما نے اس ڈمی کے دماغ میں سے ساری اہم معلومات حاصل کیں، وہ سب مجھے بتائیں۔ میں یہودی پارس بن کر تمہارے کلیجے کے پار ہوگیا۔"

وہ چیخ کر بولی "نہیں، یہ نہیں ہوسکتا۔ کوئی مسلمان مجھے چھو نہیں سکتا، تم جھوٹ بول رہے ہو۔"

وہ اٹیچی میں اپنا سامان رکھتے ہوئے بولا "اس لمحے سے تم آزاد ہو۔ خیال خوانی کرسکتی ہو۔ چاہو تو میرے خلاف سازشیں بھی کرسکتی ہو۔ میری ماما تمہارے راستے کی رکاوٹ نہیں بنیں گی۔"

اس نے آزمائش کے طور پر خیال خوانی کے لئے سوچا۔ میں نے رسونتی کے لہجے میں کہا "میں تمہارے دماغ سے جارہی ہوں لیکن تم خیال خوانی سے پہلے اپنے موجودہ حالات پر غور کرو۔ کیا جنرل سے یا کسی سے یہ کہوگی کہ مسلمان پارس کے سامنے ہار چکی ہو؟ کیا اب یہودی اکابرین تم پر بھروسا کریں گے؟ تمہارے جنرل اور اعلیٰ حکام سوچیں گے کہ رسونتی تمہارے دماغ میں چھپ کر تمام اہم راز معلوم کرتی رہی ہے اور میں واقعی ایسا کرتی رہوں گی۔ ذرا سوچو تمہارا انجام کیا ہوگا۔ تم گھر کی رہوگی نہ گھاٹ کی۔"

وہ بے بسی سے بولی "تم لوگوں نے شیبا کو بھی اسی طرح پھنسایا تھا۔"

"شیبا ایک عظیم عورت تھی۔ صرف اپنی قوم سے نہیں مسلمانوں سے بھی محبت کرتی تھی۔ ہم نے تمہیں نہ پھنسایا ہے اور نہ تمہیں اپنی ٹیم میں رکھنے کا ارادہ کرتے ہیں۔ تمہاری جیسی مغرور اور فریبی عورت پر کسی حال میں بھروسا نہیں کیا جائے گا۔ میں تمہارے حال پر تمہیں چھوڑ کر جارہا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں خاموش ہوگیا۔ پارس اٹیچی اٹھا کر جانے لگا وہ اٹھ کر کھڑی ہوگئی، اس کے سامنے آکر اسے غور سے دیکھنے لگی پھر بولی "مجھے یقین ہوگیا ہے کہ میرا دماغ رسونتی کی مٹھی میں آگیا ہے۔ مجھے یقین ہوگیا ہے کہ میں بری طرح پھنس گئی ہوں۔ اب مسلمانوں کے خلاف سازش کرنے سے پہلے سوچنا ہوگا کہ یہودی اکابرین کے سامنے میری حیثیت دو کوڑی کی بھی نہیں رہے گی۔ مجھے موجودہ حالات پر سنجیدگی سے غور کرنا ہوگا۔ مستقبل کے لئے کوئی آبرومندانہ فیصلہ کرنا ہوگا کیونکہ میں اپنی آبرو کھو چکی ہوں۔ مجھے ہر بات کا یقین ہے لیکن میرا دل نہیں مانتا کہ تم مسلمان ہو، میں کوئی رُلادینے والا خواب دیکھ رہی ہوں۔ تم نے ایک بار مجھے طمانچہ مارا تھا۔ پھر ایک بار طمانچہ مار کر خواب سے جھنجوڑ ڈالو۔ میں یہودی پارس کی آغوش میں آکر خوشی سے مرجاؤں گی۔"

پارس نے کہا "طمانچہ تو معمولی سی بات ہوگی اب تو تمہیں حالات کے جوتے پڑیں گے۔ اسرائیل جاؤ، تمہیں کسی یہودی پارس کی آغوش مل جائے گی۔"

وہ چیخ کر بولی "مجھے اور کسی کی آغوش نہیں چاہئے۔ میں بازاری نہیں ہوں۔ مجھے چھوڑ کر جانے سے پہلے جواب دو۔ مجھے دھوکا دے کر میری عزت سے کیوں کھیلتے رہے؟"

"تم کسی کو گالیاں دوگی تو کیا وہ انتقام نہیں لے گا۔ تم نے مسلمان پارس کو گالیاں دیں۔ کیوں دیں؟ میں نے یا کسی مسلمان نے تمہارا کیا بگاڑا تھا؟ تمہاری گالیوں نے چیلنج کیا 'آؤ کیا بگاڑتے ہو بگاڑو۔ اب بگڑ چکی ہو تو کیوں رو رہی ہو؟"

وہ کترا کر جانا چاہتا تھا۔ وہ پھر راستہ روک کر بولی "تم جواباً گالیاں دے سکتے تھے۔ تم نے طمانچے بھی مارے ہیں۔ آخر گالیوں کی کتنی بڑی سزا دی جاسکتی ہے؟"

وہ بولا "مسلمانوں کو نظروں سے گرانے کی ایک ہی سزا تھی کہ وہ اپنے یہودیوں کی بھی نظروں سے گر جائے۔ اب ہمارے خلاف ایک قدم بھی اٹھا کر دیکھو، ہم اسرائیلی حکام کے سامنے تمہارا بھانڈا پھوڑ دیں گے کہ ہماری ماما تمہارے اندر سے تمام اہم اسرائیلی راز لیجایا کرتی ہیں۔"

اس نے ایک دھکا دیا۔ پھر اٹیچی کیس لے کر باہر چلا گیا۔ وہ دھکا کھا کر دیوار سے ٹکرائی تھی، وہیں کھڑی رہ گئی تھی۔ مسلمان پارس کو نہیں روک سکتی تھی، یہودی پارس کو دل میں پکار رہی تھی "آجاؤ، واپس آجاؤ۔ ایک بار کہہ دو تم وہ نہیں ہو جو کہہ رہے ہو بلکہ وہ ہو جو میں کہتی ہوں۔ ایک بار ایسا کہہ دو۔ پھر میں ساری باتوں کو بھیانک خواب سمجھ کر بھلادوں گی۔"

وہ ابھی تک یقین اور بے یقینی کے کیفیت میں الجھی ہوئی تھی اسکی ٹیلی پیتھی کی تمام شہ زوری خاک میں مل گئی تھی۔ اس کے غرور کو زبردست ٹھیس پہنچی تھی۔ اس کا دماغ میری گرفت میں تھا۔ دل پارس کی مٹھی میں دھڑک رہا تھا۔ ایک ساتھ اتنے سارے المیے دھاوا بول رہے تھے کہ دماغ کام نہیں کررہا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کس عالم میں ہے۔ سورہی ہے یا جاگ رہی ہے؟ اگر جاگ رہی ہے تو کیا تھک کر سوجائے؟

وہ بستر پر آکر اوندھے منہ گر پڑی۔ میں سمجھ گیا تھا کہ ابھی وہ کئی دنوں تک سوچنے سمجھنے اور کوئی مناسب فیصلہ کرنے کے قابل نہیں رہے گی۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا "جنرل سے کیا کہوں؟ وہ پارس کے متعلق پوچھے گا" اس نے پریشان ہوکر سوچا "اسے تو کچھ جواب دینا ہی ہوگا۔"

میں نے اس کی سوچ میں پوچھا "کیا یہ کہہ دوں کہ وہ مسلمان تھا، ہم سب دھوکا کھاگئے؟"

"نہیں، ایسا کہوں گی تو اعلیٰ حکام کا اعتماد مجھ پر سے اٹھ جائے گا۔ سب یہی کہیں گے، رسونتی میرے اندر رہ کر گھر کی بھیدی بنی ہوئی ہے۔"

"کیا میں یہ بات چھپالوں کہ پارس مسلمان نہیں ہے۔ میرا دماغ رسونتی کی گرفت میں نہیں آرہا ہے؟"

اس کی سوچ نے کہا "یہ تو اپنے ملک اور قوم سے دھوکا ہوگا۔ نہیں میں رسونتی کو اپنے دماغ میں چھپا کر اسرائیل نہیں جاؤں گی۔ اپنے ملک کے کسی بھی معاملے میں شریک نہیں رہوں گی۔ آہ! مجھے اپنے ملک سے دور اور تمام یہودی ارادوں سے باز رہنا ہوگا۔ پارس بہت کمینہ ہے۔ اس نے واقعی مجھے مسلمانوں سے نفرت کرنے کی سزا دی ہے۔ میرے اپنے یہودیوں سے مجھے دور کردیا ہے۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "اس نے جو کیا سو کیا، اب مجھے کیا کرنا چاہئے؟"

وہ پریشان ہوکر بولی "سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں؟"

"سمجھ میں نہ آئے تب بھی کچھ نہ کچھ کرنا ہی ہوتا ہے۔ میں ہوٹل کے اس کمرے میں بیٹھی نہیں رہوں گی۔ شاید سوچتے سوچتے سوجاؤں گی۔ مگر ہمیشہ نیند میں رہ کر موجودہ حالات سے نجات نہیں پاسکوں گی۔ صبح یہودی تنظیم کے سربراہ سے رابطہ قائم کرنا ہوگا۔ جنرل کو پارس کے متعلق کچھ تو بتانا ہی ہوگا۔"

اس نے تھکے ہوئے انداز میں سوچا "کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ میں کچھ عرصہ کے لئے غائب ہوجاؤں۔ کوئی مجھے نہ دیکھے، کوئی مجھ سے سوال نہ کرے۔ مجھے جنرل کو رپورٹ نہ دینا پڑے۔ پارس کا ذکر نہ کروں نہ سنوں۔ اسے دماغ سے نکال کر پھینک دوں۔ کیا میں ایسا کوئی راستہ اختیار نہیں کرسکتی؟"

وہ اپنے ان خیالات پر غور کرنے لگی۔ ابھی وہ جنرل اور اعلیٰ حکام کے سامنے ہر طرح کے سوال و جواب سے کترانا چاہتی تھی۔ بعد میں خوب سوچ سمجھ کر اس نتیجے پر پہنچنا چاہتی تھی کہ یہودی اکابرین کو دماغی طور پر گرفتار ہونے والی بات بتائی جائے یا نہیں؟ اگر نہ بتائی جائے تو اپنے ملک سے دور رہ کر کس طرح اپنی قوم کی مفاد میں کام کرتی رہے۔

بڑی دیر تک غور کرنے کے بعد یہی بات سمجھ میں آئی کہ فی الحال جنرل وغیرہ سے رابطہ ختم کردینا چاہئے۔ وہ لوگ پریشان ہوں گے، اسے تلاش کریں گے۔ اس عرصے میں وہ رسونتی سے دماغ کو آزاد کرانے کی کوشش کرتی رہے گی۔ کامیاب ہونے کے بعد پھر پہلے جیسی اہمیت اختیار کرکے اسرائیل جائے گی اور معقول باتیں بنا کر اپنے لوگوں کو مطمئن کردے گی۔

یہ فیصلہ کرکے وہ اٹھ گئی۔ اپنا مختصر سا سامان سمیٹنے لگی۔ پارس میرے کمرے میں آگیا تھا۔ بستر پر آرام سے لیٹا ہوا تھا۔ میں نے اسے الپا کے خیالات بتائے اور اس کا فیصلہ سنایا۔ وہ بولا۔ "اسے جانے دیں، ٹھوکریں کھا کر شاید عقل آجائے۔"

بے شک اسے دنیا کی نرمی، گرمی، سردی اور سختی کا ذاتی تجربہ ہونا چاہئے۔ وہ ٹریننگ سینٹر سے نکلنے کے بعد تل ابیب کے ایک شاہی محل میں بڑی نزاکت سے زندگی گزار رہی تھی۔ اب اس کی پاؤں میں کانٹے چبھیں گے تو وہ دوسروں کے دکھ درد کو سمجھے گی اور انسانیت کی راہ پر چلے گی۔ پارس نے کہا "رات زیادہ ہوچکی ہے، آپ سوجائیں۔"

"بیٹے! ایسی بھی بے رخی اچھی نہیں ہوتی۔ کیا الپا سے تمہیں کوئی لگاؤ نہیں تھا؟"

"ضرور تھا۔ وہ اچھی ہے مگر مصیبت ہے۔"

"ابھی وہ مصیبت میں ہے۔ میں دیکھوں گا، وہ کہاں جاتی ہے اور کیا کرتی ہے۔ میں اسے مصیبتیں اٹھانے دوں گا لیکن ایسا نقصان نہیں پہنچنے دوں گا جس سے اس کی زندگی تباہ ہوجائے۔"

پارس نے کروٹ بدل کر آنکھیں بند کرلیں۔ میں الپا کے پاس آیا۔ اس نے ہوٹل چھوڑ دیا تھا۔ ایک ڈے اینڈ نائٹ اسٹور سے عارضی میک اپ کا سامان خرید رہی تھی۔ اگرچہ وہ آرام طلب ہوگئی تھی لیکن آرام طلب کرتے رہنے کی عادی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

نہیں ہوئی تھی۔ ٹریننگ سینٹر میں اس نے میک اپ کرنے، تنہا مشکلات سے گزرنے اور گوریلا فائٹ لڑنے کی تربیت حاصل کی تھی اور ہمیشہ زیادہ مارکس حاصل کرتی رہی تھی۔

استنبول میں کوئی اسے پہچان نہیں سکتا تھا۔ صرف امریکی سراغرسانوں سے اندیشہ تھا کہ وہ اسے ہر ملک ہر شہر میں تلاش کر رہے ہوں گے۔ وہ سامان خرید کر اسٹور سے باہر آئی۔ ایک شخص اسے دیر سے دیکھ رہا تھا۔ اس کے پیچھے دکان سے باہر آیا تھا۔ پھر اس نے ایک طرف اشارہ کیا تھا۔ اس کا اشارہ پاتے ہی تین افراد اور پیچھے ہو گئے۔ یہ تو ہونا ہی تھا' ایک حسین اور جوان لڑکی آدھی رات کے بعد تنہا بازار میں دکھائی دے تو لوگ اسے مالِ غنیمت سمجھنے لگتے ہیں۔

وہ فٹ پاتھ پر آکر ٹیکسی کا انتظار کرنے لگی۔ ایک شخص نے آکر پوچھا "میرے لائق کوئی خدمت ہے؟"

وہ اسے سر سے پاؤں تک دیکھتے ہوئی بولی "شکریہ' مجھے ٹیکسی کا...." اس نے بات ادھوری چھوڑ کر ایک ہاتھ سے ٹیکسی کو رکنے کا اشارہ کیا۔ اس کے رکتے ہی وہ پچھلی سیٹ پر جاکر بیٹھ گئی۔ ٹیکسی چل پڑی۔ وہ چاروں دوڑتے ہوئے اپنی گاڑی میں آئے۔ الپا نے انہیں ٹیکسی کے پچھلے شیشے سے دیکھا۔ ان کی گاڑی اپنے پیچھے آتے دیکھ کر اس کے دماغ میں گئی جس نے تھوڑی دیر پہلے اسے مخاطب کیا تھا۔ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا اور کہہ رہا تھا۔

"صورت بھی وہی ہے' آواز بھی وہی ہے۔"

اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے ایک امریکن نے جیب سے ایک تصویر نکال کر دکھاتے ہوئے کہا "ہاں صورت تو یہی ہے' میں تم سے دور تھا اس کی آواز نہ سن سکا۔"

الپا کو خطرے کا یقین ہو گیا تھا۔ ان کے پاس اس کی تصویر بھی تھی۔ اس نے پہلے شخص کے دماغ پر قبضہ جما کر پوچھا "یہ حسینہ کون ہے؟"

دوسرے نے کہا "میں تمہیں بتا چکا ہوں پھر کیوں پوچھ رہے ہو۔ ویسے تمہارا جاننا ضروری نہیں ہے۔ مجھے اس کی رہائش گاہ تک پہنچاؤ۔ میں تم لوگوں کو روزانہ دو سو ڈالر دے رہا ہوں' اگر یہ وہی لڑکی ثابت ہوئی تو میں تمہیں پانچ ہزار ڈالر دے کر رخصت کروں گا۔"

الپا سمجھ گئی کہ وہ امریکی جاسوس ہے اور اسے ٹریپ کرکے پھر امریکا کے کسی ٹریننگ سینٹر یا جیل خانے میں پہنچانا چاہتا ہے۔ اس نے امریکی جاسوس کے لہجے کو گرفت میں لیا پھر اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ فوراً ہی ڈرائیو کرنے والے کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بولا "تم منہ سے آواز نہ نکالنا۔ میں تم لوگوں کو بتا چکا ہوں' وہ حسینہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ ابھی اس کا ثبوت مل گیا ہے۔ وہ میرے دماغ میں آنا چاہتی تھی۔ تم بولو گے تو تمہارے اندر آکر ہماری گاڑی کو تباہ کردے گی۔ اب کوئی کچھ نہ بولے' صرف اشارے میں بات کرے اور میں اپنے ساتھی کے ذریعے الپا تک ماسک مین کا پیغام پہنچانا چاہتا ہوں کہ ہم دوست ہیں۔ میں الپا کی طرح امریکی ہوں مگر ماسک مین کا وفادار ہوں۔ تم یہاں خطرات میں گھری ہوئی ہو' ہماری دوستی کے سائے میں تم محفوظ رہو گی۔"

وہ سمجھ رہی تھی سپر ماسٹر نے جاسوس چھوڑ رکھے ہیں جبکہ وہ ماسک مین کے ایجنٹ تھے۔ وہ لبنان سے نکل کر پاسکل بوبا کو بھول گئی تھی۔ ادھر وہ ناکام ہوا تھا مایوس نہیں ہوا تھا۔ اس نے اندازہ کیا تھا کہ الپا اگر اسرائیل نہ گئی تو ترکی کی طرف آئے گی۔ اس لئے اس نے انقرہ اور استنبول جیسے شہروں میں اپنے ایجنٹوں کا جال پھیلا رکھا تھا۔

وہ تیزی سے سوچ رہی تھی کہ تعاقب کرنے والوں کو کس طرح ڈاج دے۔ میں نے اس کے اندر ایک تدبیر پیش کی۔ اس نے ٹیکسی ڈرائیور کو سو ڈالر دیتے ہوئے کہا "کچھ بدمعاش میرا پیچھا کر رہے ہیں۔ تم تنگ گلیوں میں سے ٹیکسی لے جاؤ پھر کسی گلی میں موڑتے ہی دو سیکنڈ کے لئے گاڑی روکنا۔ میں اتر جاؤں گی' تم آگے چلے جانا۔ وہ تمہارے پیچھے لگے رہیں گے۔"

ڈرائیور سو ڈالر لے کر خوش ہو گیا تھا۔ اس نے دو چار گلیوں سے گزرنے کے بعد ایک گلی میں گاڑی روکی۔ الپا تیزی سے اتر کر ایک دیوار کے پیچھے چلی گئی۔ ٹیکسی تیز رفتاری سے آگے بڑھ گئی۔ اس کے بعد تعاقب کرنے والی گاڑی گلی میں مڑتی ہوئی آئی۔ انہوں نے ٹیکسی کو رکتے نہیں دیکھا تھا۔ اس لئے اس کے تعاقب میں آگے نکل گئے۔ الپا پلٹ کر پیچھے گلی میں جانے لگی۔

چند آڑی ترچھی گلیوں سے گزرنے کے بعد وہ ایک مکان کے دروازے پر رک گئی۔ اندر سے کسی عورت کے رونے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ وہ ترکی زبان میں کہہ رہی تھی "تم جب بھی زیادہ پی کر آتے ہو مجھ پر ظلم کرتے ہو۔ کاش میں مرد ہوتی اور تمہاری پٹائی کرتی تو پتا چلتا ہڈیوں میں کیسا درد ہوتا ہے!"

الپا وہ زبان جانتی تھی۔ اس نے عورت کے دماغ سے معلوم کیا۔ میاں بیوی گھر میں اکیلے تھے اس نے عورت کو آکر دروازہ کھولنے پر مجبور کیا۔ دروازہ کھل گیا وہ اندر آگئی۔ اس کے شوہر نے پوچھا "تم کون ہو؟ اتنی رات کو ہمارے گھر میں کیوں آئی ہو؟"

"میں تمہاری بیوی کو بتانے آئی ہوں کہ بدمعاش مرد کی پٹائی کرنے کے لئے مرد ہونا ضروری نہیں ہے۔ عورت بھی اس کی ہڈیاں توڑ سکتی ہے۔"

"اچھا تو تم میری ہڈیاں توڑنے آئی ہو! ایک دھکا دوں گا گلی میں نظر آؤ گی۔"

وہ دھکا دے کر اسے نکالنے کے لئے آگے بڑھا۔ الپا نے گھوم کر ایک کک ماری۔ وہ مار کھا کر لڑکھڑاتا ہوا ایک کرسی پر آیا پھر اس کے ساتھ فرش پر گر پڑا۔ الپا نے کہا "اٹھو۔" وہ وہیں پڑا رہا۔ چند سیکنڈ بعد ہی اس کے خراٹے سنائی دیے۔ الپا نے حیرانی سے پوچھا "کمال ہے۔ کیا یہ لات کھا کر سوتا ہے؟"

اس کی بیوی نے کہا "اس کمبخت کا نشہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ مجھے مارتے مارتے گر پڑتا ہے۔ پھر جہاں گرتا ہے وہیں صبح تک سوتا رہتا ہے۔"

"تم اس کا ظلم کیوں برداشت کرتی ہو؟"

"کیا کروں؟ دل سے مجبور ہوں' اس کے سوا کوئی مرد اچھا نہیں لگتا۔"

اچانک الپا کو پارس یاد آگیا۔ پارس کے بغیر کوئی آنکھوں میں نہیں سماتا تھا' کوئی دوسرا کسی پہلو سے بھی اچھا نہیں لگتا تھا۔ ابھی وہ فیصلہ نہیں کرپائی تھی کہ مسلمان ہونے کے باوجود وہ اچھا لگتا ہے یا نہیں؟

اس عورت نے پوچھا "کیا سوچ رہی ہو؟"

وہ چونک کر بولی "وہ میں سوچ رہی ہوں' مرد کی محبت عورت کو کمزور بنا دیتی ہے۔ تمہیں کمزور نہیں بننا چاہئے۔"

"شاید تم نے کسی سے محبت نہیں کی۔ اگر کی ہے تو اسے ٹھکرا کر کسی اور کے پاس جانے کے لئے سوچو تو دل نہیں مانے گا۔ دماغ اسی کے لئے سوچے گا۔ جذبے اسی کو پکاریں گے۔"

وہ بول رہی تھی اور الپا دل میں تسلیم کر رہی تھی' ہاں ایسا تو ہو رہا ہے۔ میں اسے دل و دماغ سے نکالنے کی کوشش کر رہی ہوں مگر مجھے اس سے نفرت نہیں ہو رہی ہے۔ صرف اس بات پر غصہ آ رہا ہے کہ وہ مسلمان کیوں ہے؟

اس عورت نے پوچھا "تم کون ہو؟ اتنی رات کو کہاں سے آ رہی ہو؟"

"میں تمہاری طرح یہودی ہوں' اسرائیل سے آئی ہوں۔ ایک ہوٹل میں قیام ہے۔ چند بدمعاش میرا پیچھا کر رہے تھے۔ میں انہیں ڈاج دے کر آئی ہوں کیا تم مجھ پر بھروسا کرو گی؟"

"کس بات کا بھروسا؟"

"یہاں رات گزارنا چاہتی ہوں۔"

"مجھے افسوس ہے۔ میں کسی اجنبی کو پناہ نہیں دے سکتی۔"

"کوئی بات نہیں۔ میں باہر جا رہی ہوں۔ دروازہ بند کرلو۔"

عورت اس کے ساتھ چلتے ہوئے دروازے تک آئی۔ وہ دماغ پر قبضہ جما چکی تھی۔ اس کے ہاتھ سے دروازہ کھلوا کر آنکھیں بند کرائیں۔ دماغ کو سمجھایا' اجنبی عورت باہر چلی گئی ہے پھر اس نے آنکھیں کھول کر دروازہ بند کر دیا۔ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اپنے میاں کے پاس آئی پھر اس کے قریب فرش پر لیٹ گئی۔ ٹیلی پیتھی کی لوری سن کر سو گئی۔

الپا اس کے بیڈ روم میں آئی۔ آرام سے بستر پر لیٹ کر سوچنے لگی۔ ماسک مین کے تمام لوگ اب اسے پورے شہر میں ڈھونڈتے پھریں گے۔ سپر ماسٹر کے جاسوس بھی اس کی تلاش میں ہوں گے۔ اسے اب بہت زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا "کتنی عجیب بات ہے کہ میں جن مسلمانوں کو دشمن سمجھتی تھی انہوں نے مجھے آزاد چھوڑ دیا ہے۔ وہ چاہتی تو مجھے فرانس کے کسی قید خانے میں پہنچا سکتی تھی اور جنہیں میں کبھی اپنا دشمن نہیں سمجھتی تھی وہ مجھے اپنے اپنے بس میں کرنے کے لئے مجھے تلاش کر رہے ہیں۔"

وہ ان باتوں سے قائل ہو رہی تھی۔ میں اس کے دماغ سے آگیا کیونکہ وہ اپنے دماغ کو سونے کے لئے ہدایات دے رہی تھی۔ ادھر پارس گہری نیند میں تھا۔ میں بیٹے کے پاس آکر لیٹ گیا۔ یہ عجیب بات تھی کہ ہم باپ بیٹے آرام سے ایک بستر پر لیٹے ہوئے تھے۔ جبکہ مقدر میں اتنا آرام اور سکون نہیں تھا ہم باپ بیٹوں کے پاؤں میں چکر تھے۔ کبھی ایک جگہ رہ نہیں پاتے تھے۔ لیکن آج یہ موقع نصیب ہو گیا تھا۔

میں بھی نیند پوری کرنے کے لئے دماغ کو ہدایات دے کر سو گیا۔ اگر سونے سے پہلے اس آدمی کے پاس جاتا جس سے ماسک مین کا ایجنٹ کام لے رہا تھا اور جو اپنے لوگوں کے ساتھ الپا کا تعاقب کر رہا تھا تو اس کے ذریعے اس ایجنٹ کی باتیں سن سکتا تھا اور یہ معلوم کر سکتا تھا کہ ہم باپ بیٹے کے مقدر میں پوری نیند اور مکمل آرام نہیں ہے۔ دشمنوں کا رخ ہماری طرف ہو گیا ہے۔

بات یہ تھی کہ ماسک مین کے آدمی صرف الپا کو نہیں اس کے ساتھ رہنے والے ڈی پارس کو بھی ڈھونڈ رہے تھے اور یہ تمام ڈھونڈنے والے ٹرانسمٹر کے ذریعے اپنی اپنی رپورٹ پاسکل بوبا تک پہنچاتے تھے۔ پاسکل کو یہ رپورٹ مل گئی تھی کہ الپا نظر آنے کے بعد مشرقی استنبول کی ایک گلی میں گم ہو گئی ہے۔ اس نے حکم دیا تھا "آس پاس کی تمام گلیوں میں چوبیس گھنٹے تک پہرا دیتے رہو۔ زیادہ سے زیادہ آدمیوں کی ڈیوٹی لگاؤ وہ کسی بھی وقت مکان سے بھیس بدل کر نکلے گی۔"

مغربی استنبول کے ایک ایجنٹ نے پاسکل کو رپورٹ دی۔ "سر! سپر ماسٹر کا ایک ایجنٹ میری نظروں میں ہے' میں اس کا پیچھا کرتا ہوا ہوٹل کے ٹوائلٹ میں گیا تھا۔ وہ کچھ نشے میں تھا۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اسے اس بات کا ہوش نہیں تھا کہ وہ ٹوائلٹ کے اندر جاکر اونچی آواز میں ٹرانسمٹو کے ذریعے باتیں کررہا ہے۔"

پاسکل نے پوچھا "وہ کیا باتیں کررہا تھا؟"

"اس نے کسی کو اطلاع دی ہے کہ پرل انٹر کان کے ساتویں فلور کے کمرے میں پارس دیکھا گیا ہے۔"

"کیا تم نے اطلاع کی تصدیق کی؟"

"میں اسی ہوٹل کے پارکنگ ایریا میں اپنی کار کے اندر ہوں۔ اگر آپ میرے دماغ میں رہیں گے اور میرے ذریعے ہوٹل کی کاؤنٹر گرل تک پہنچیں گے تو آسانی سے ساتویں فلور کے مسافروں کے متعلق معلوم کرلیں گے۔"

"ٹھیک ہے' تم کاؤنٹر پر جاؤ۔"

اس نے ٹرانسمٹو کو بند کیا' کار سے نکل کر ہوٹل کی طرف جانے لگا۔ پاسکل نے اس کے دماغ میں آکر کہا "اگر یہ اطلاع درست ہوگی تو پارس کو گھیرنے کے لئے سپر ماسٹر کے آدمی بھی آئیں گے۔ تم بہت ہوشیار اور دلیر ساتھیوں کو لے کر جاؤ گے۔"

"یس سر! میں سپر ماسٹر کے لوگوں سے نمٹ لوں گا۔"

"بات صرف ان سے نمٹنے کی نہیں ہے۔ ہمیں پارس چاہئے' الپا اس پر مرتی ہے۔ وہ ہماری گرفت میں آئے گا تو الپا بھی آئے گی۔ پارس نظر آتے ہی اسے زخمی کرنے کی کوشش کرو۔ اس کے دماغ میں جگہ ملتے ہی کام آسان ہوجائے گا۔"

ایجنٹ نے ہوٹل کاؤنٹر پر آکر لڑکی سے پوچھا "کیا مسٹر ڈیوڈ ہاروے اس ہوٹل میں قیام کرتے ہیں؟"

لڑکی نے کمپیوٹر کے ذریعے معلوم کیا پھر کہا "جی نہیں' اس نام کے کوئی صاحب نہیں ہیں۔"

پاسکل اس کے دماغ میں پہنچ گیا پھر اس کے ذریعے ہوٹل ایکسچینج کی آپریٹر کے پاس آیا۔ اس کے ذریعے ساتویں فلور پر ایک ایک کمرے میں فون کرایا۔ ہر کمرے کا مسافر اتنی رات کو فون کرنے کا برا منارہا تھا۔ پاسکل ان کے دماغ میں پہنچ رہا تھا اور سمجھ رہا تھا ان میں کوئی پارس نہیں ہے۔

پھر ہمارے کمرے میں فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ ہم اپنے دماغ کو ہدایت دے کر سوتے تھے اس لئے گھنٹی کی پہلی آواز پر دونوں کی آنکھیں کھل گئیں۔ پارس نے ہاتھ بڑھاکر ریسیور اٹھایا پھر ناگواری سے بولا "یہ کوئی فون کرنے کا وقت ہے کون ہو تم؟"

دوسری طرف چند لمحے خاموشی رہی پھر پارس نے سانس روک لی۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ سانس لیتا ہوا بولا "ہیلو کون ہے؟ کیا ریسیور رکھ دوں۔"

کوئی جواب نہیں ملا اس نے ریسیور رکھ کر مجھے دیکھا۔ میں نے پوچھا "خیریت ہے؟"

"آپ جس کے باپ ہوں' وہ بچہ خیریت سے کیسے رہ سکتا ہے۔"

"تمہیں کس نے کہا تھا کہ مجھے باپ بناؤ؟"

"یعنی یہ میری غلطی ہے؟"

"بیٹے! غلطی سے آہی گئے ہو تو بیان کرو۔ معاملہ کیا ہے؟"

"کوئی فون کے ذریعے میری آواز سن کر دماغ میں پہنچنا چاہتا تھا۔"

"اچھا تو خطرے نے دستک دی ہے؟"

وہ اٹھ کر ٹوائلٹ کی طرف جاتے ہوئے بولا "بڑی مشکل ہے نہ دن کو چین ملتا ہے نہ رات کو سوتے وقت آرام۔"

میں بستر سے اٹھ کر جوتے پہنتے ہوئے بولا "تم تو گہری نیند میں تھے۔"

وہ بولا "ہاں' مگر خواب میں محترمہ مجھے پریشان کررہی ہیں۔"

"کون' الپا؟"

"جی نہیں' لیلیٰ آنٹی۔"

میرا دل دھک سے رہ گیا جیسے چوری اچانک پکڑی گئی ہو' حالانکہ ابھی میرے دماغ میں دور تک لیلیٰ کے لئے ایسی بات نہیں تھی۔ جس سے کوئی چوری والی بات سمجھ میں آئے۔ ویسے ہر انسان کو اپنی چور نیت پہلے سمجھ میں نہیں آتی' رفتہ رفتہ ظاہر ہوتی ہے۔

وہ تولیے سے منہ پونچھتا ہوا کمرے میں آیا۔ میں اس سے نظریں چرانے لگا۔ وہ میرا بیٹا تھا مگر پکا بدمعاش تھا۔ خدا جانے کیسے دوسروں کی دکھتی رگ پکڑ لیتا تھا۔ میں نے انجان بن کر پوچھا "یہ آنٹی تمہارے خواب میں کیوں آئی تھیں؟"

وہ جوتے پہنتے ہوئے بولا "غلطی سے آگئی تھیں۔ میں نے کہا آپ غلط جگہ آگئی ہیں اور وہ کہہ رہی تھیں' نہیں یہی وہ جگہ ہے۔"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"یہی کہ ہم باپ بیٹے ایک ساتھ ایک تکیے پر سر رکھ کر سو رہے تھے۔ میں نے سمجھایا آنٹی! آپ پھسل کر ادھر آگئی ہیں۔ پاپا کی کھوپڑی میرے پڑوس میں ہے۔"

میں نے ہنستے ہوئے پوچھا "تم شیطانی سے باز نہیں آؤ گے؟"

"پاپا مجھے فرصت نہیں مل رہی ہے ورنہ شادی دفتر کھول کر بیٹھ جاتا۔ میں نے دیکھا ہے اس پیشے میں میرا دماغ بہت کام کرتا ہے۔ دو روز پہلے میں نے سلطانہ آنٹی اور انکل سلیمان کو شادی پر راضی کرلیا ہے۔ بات پکی ہوچکی ہے۔ جب میں دوسروں کے لئے محنت کرسکتا ہوں تو کیا اپنے باپ کی شادی نہیں کراؤں گا۔ ضرور کراؤں گا۔ ایک آواز ہوکر بولیں ہوکے رہے گی یہ شادی۔"

"اچھا اب خاموش رہو' میں مختصری خیال خوانی کروں گا پھر ہم یہاں سے نکلیں گے۔"

میں نے ریسیور اٹھا کر ایکسچینج کا نمبر ڈائل کیا۔ ایک لڑکی نے پوچھا "جی۔ فرمایئے؟"

میں نے ریسیور رکھ کر اس کے دماغ پر قبضہ جمالیا پھر اس کے خیالات پڑھنے سے معلوم ہوا وہ تھوڑی دیر پہلے غائب دماغ ہوگئی تھی۔ ساتویں فلور کے کتنے ہی مسافروں نے شکایت کی تھی کہ ٹیلی فون پر انہیں پریشان کیا گیا ہے۔ پھر میں نے اس کے ذریعے کاؤنٹر گرل کی آواز سنی اس کے بعد پارس سے کہا "باہر کوریڈور میں دیکھو کوئی ہے؟"

اس نے دروازہ کھول کر دیکھا۔ رات کے ڈھائی بجے کوریڈور ویران تھا۔ ہم وہاں سے گزرتے ہوئے لفٹ میں آئے پارس نے ناک کے نتھنوں میں ننھی سی اسپرنگ لگائی۔ اس کی ناک پھیل گئی۔ آئینے میں دیکھ کر ریڈی میڈ مونچھیں لگائیں۔ میں نے گراؤنڈ فلور پر پہنچ کر کاؤنٹر گرل کے دماغ پر قبضہ جمالیا پھر ہم باپ بیٹے اس کے سامنے سے گزرتے چلے گئے۔ وہ میری مرضی کے مطابق سر جھکائے بیٹھی رہی۔ اسے ہمارے ہوٹل سے نکلنے کا علم نہیں ہوا۔ ویٹنگ ہال اور ریفرشمنٹ ہال میں برائے نام لوگ تھے۔ کسی نے ہماری طرف نہیں دیکھا تھا۔ ہم باہر آکر ایک ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے۔

ہمارا سابقہ ایک سے نہیں دو دشمنوں سے تھا۔ ماسک مین اور سپر ماسٹر کے بہترین پلاننگ کرنے والے اپنی چالیں چل رہے تھے۔ ہم اپنے بچاؤ کے لئے اپنی تدبیر آزمارہے تھے۔ بڑی احتیاط سے ہوٹل کو چھوڑ دیا تھا۔ ہماری کامیابی کا راز یہ ہے کہ ہم زیادہ خوش فہمی سے بچ کر رہتے ہیں۔ دشمن کو نادان نہیں سمجھتے اس لئے اپنی ناکامیوں کے متعلق پہلے سوچتے ہیں کہ فلاں چال کامیاب ہوئی تو دوسری اور تیسری چال کس طرح چلی جائے گی۔ اتنی باتیں بتانے کا مقصد یہ ہے کہ ہم باپ بیٹے نے مل کر پہلی چال چلی اور پہلے ہی ناکام ہوئے۔ ایک چوہے دان میں پھنسنے ہی والے تھے۔

دشمن بڑے پلان میکر تھے۔ خصوصاً سپر ماسٹر کا پلان میکر بہت چالاک تھا۔ وہ پہلے کسی کو اپنا منصوبہ نہیں بتاتا تھا۔ اگر بتاتا تو سپر ماسٹر ارے رے (سلمان) ہمیں ہوشیار کردیتا۔ اس پلان میکر کا نام پیٹرا وکلے تھا۔ اوکلے کی نظروں میں ماسک مین کا ایک ایجنٹ تھا۔ اس نے ایجنٹ کو الو بنانے کے لئے اپنے ایک جاسوس کو ہدایت کی کہ وہ خود کو شراب کے نشے میں ظاہر کرے... اور ایسی باتیں کرے کہ ماسک مین کے ایجنٹ کو پارس کا ٹھکانا معلوم ہوجائے۔

اس جاسوس نے ماسک مین کے ایجنٹ کو چکر میں ڈالا۔

اس نے سامنے نشے میں ٹوائلٹ کے اندر آیا اور اونچی آواز میں ٹرانسمٹو کے ذریعے خبر دی کہ پارس ایک ہوٹل کے ساتویں فلور پر دیکھا گیا ہے۔ پیٹرا وکلے کو یقین تھا کہ یہ خبر پاسکل بوبا تک پہنچے گی اور وہ خیال خوانی کے ذریعے پارس کا کمرا نمبر معلوم کرنا چاہے گا تو پارس ہوشیار ہوجائے گا۔ وہ جلدی میں ہوٹل چھوڑ کر باہر آئے گا۔ پھر اوکلے کے آدمی اسے گھیر لیں گے۔

پیٹرا وکلے نے ہوٹل کے پارکنگ ایریا میں صرف ایک ٹیکسی رہنے دی تھی باقی ٹیکسی ڈرائیوروں کو اچھی خاصی رقم دے کر وہاں سے بھگادیا تھا۔ وہ واحد ٹیکسی جس میں ہم باپ بیٹے سوار ہوئے تھے' اس میں خفیہ آہنی دیواریں تھیں۔ دیواریں ناقابلِ شکست تھیں۔ ہمارے توڑنے سے نہیں ٹوٹ سکتی تھیں۔ ہمارے چیخنے سے آواز باہر نہیں جاسکتی تھی اور دونوں طرف دروازے خود بخود مقفل ہوجاتے تھے۔ انہوں نے پہلے سے ہمارے لئے یہ چوہے دان بنا رکھا تھا۔

ایسی گاڑیاں جو شکار کو پکڑ کر لاتی ہیں' نئی نہیں ہیں۔ پارس نے ہوٹل سے نکلتے وقت کہا تھا "اتنی آسانی سے نکلنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم نے دشمنوں کو بے وقوف بنایا ہے۔ ہم آگے جاکر پھنسیں گے۔"

ہمارے اور ڈرائیور کے درمیان ایک آہنی دیوار اٹھنے والی تھی۔ اگر مخصوص میکنزم سے وہ دیوار اٹھ جاتی تو ہم ڈرائیور کا بھی کچھ نہیں بگاڑ سکتے تھے۔ وہ ہماری پہنچ سے دور ہوجاتا۔ ہمارے ہاتھ اس پار ڈرائیور کے گریبان تک نہیں جاسکتے تھے لیکن وہ دیوار نہ اٹھ سکی۔ پارس نے پچھلی سیٹ پر بیٹھتے ہی اپنی اٹیچی اس جگہ رکھ دی تھی۔ وہ اٹیچی دیوار کے ساتھ اٹھتی ہوئی ٹیکسی کی چھت تک گئی تھی پھر دیوار اور چھت کے درمیان پھنس گئی یعنی آہنی دیوار چھت تک جاکر مقفل نہ ہوسکی۔ ہم ٹیکسی کے پچھلے حصے میں قید ہوتے ہوتے بچ گئے۔ میں نے دیوار کو دونوں ہاتھوں سے نیچے کی طرف دبایا۔ پارس نے پیچھے سے ڈرائیور کی گردن کو ایک بازو میں جکڑ لیا۔ گاڑی ادھر ادھر ڈگمگاتی ہوئی رک گئی۔ ہماری طرف کے دروازے مقفل ہوگئے تھے۔ ہم نے اگلے دروازوں کو کھولتے ہی باہر چھلانگ لگائی۔ پارس ڈرائیور کے ساتھ لڑھکتا ہوا سڑک کے کنارے چلا گیا۔

ہمارے پیچھے آکر رکنے والی گاڑیوں سے فائرنگ ہونے لگی۔ ہم باپ بیٹے دو مختلف دروازوں سے نکلے تھے اس لئے سڑک کے دو طرف گئے تھے۔ فائرنگ بھی دونوں طرف ہی ہورہی تھی۔ میں فٹ پاتھ پر رینگتا ہوا ایک نہایت تنگ گلی میں داخل ہوگیا۔ وہ گلی اتنی تنگ تھی کہ دونوں طرف کی عمارتوں کی دیواروں کو بیک وقت دونوں ہاتھ چھوسکتے تھے۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

فائرنگ کرنے والوں کو معلوم ہوگیا تھا کہ ہمارے پاس ہتھیار نہیں ہیں۔ وہ مجھے گولی مارنے کے لئے اس گلی میں آسکتے تھے میں فوراً ہی دونوں طرف کی دیواروں پر پاؤں رکھتا ہوا اوپر چڑھنے لگا۔ کوئی دس فٹ اوپر جاکر رک گیا۔ سر جھکا کر دیکھا ایک مسلح شخص دوڑتا ہوا گلی میں آیا۔ پھر رک گیا۔ محتاط انداز میں آگے بڑھنے لگا۔ اس کا خیال تھا میں کسی عمارت کی دیوار کے پیچھے چھپ سکتا ہوں۔ جب وہ میری پھیلی ہوئی ٹانگوں کے نیچے سے گزرنے لگا تو میں نے اس پر چھلانگ لگائی۔ وہ اوپر سے آنے والے دو من کا بوجھ برداشت نہ کرسکا۔ زمین پر گرا تو اٹھنے میں دیر لگی۔ محبت اور جنگ میں دیر ہوجائے تو اندھیرا ہوجاتا ہے۔ میں نے اس کی گردن پر ایک کراٹے کا ہاتھ مار کر اس کی رائفل چھین لی پھر ریوالور لیا۔ گولی مار کر اسے زخمی کیا پھر اس کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کیا۔ وہ پلان میکر پیٹر او کلیے کا آدمی تھا۔ اس کے ساتھ ایک اور مسلح شخص تھا۔ وہ پارس کے پیچھے گیا تھا۔ میں نے کہا "اسے آواز دو۔"

اس نے تکلیف سے کراہتے ہوئے پکارا "سڈنی! جلدی آؤ سڈنی!"

دوسری طرف سے ایک کمزور سی آواز سنائی دی "ریڈی! میں نہیں آسکتا' مشکل میں ہوں۔ پلیز میری مدد کے لئے آؤ۔"

میں نے بولنے والے کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ پتا چلا پارس نے ہاتھ موڑنے کا ایسا داؤ استعمال کیا ہے کہ وہ بچاؤ کے لئے توڑ کرے گا تو بازو کی ہڈی ٹوٹ جائے گی۔ اس کے ہتھیار سامنے پڑے ہوئے تھے جنہیں وہ ہاتھ بڑھا کر اٹھا نہیں سکتا تھا۔ تھوڑے فاصلے پر ڈرائیور دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی گردن ایک طرف ڈھلکی ہوئی تھی۔ پتا نہیں وہ زندہ تھا یا مرچکا تھا۔ اپنی جگہ سے حرکت نہیں کررہا تھا۔

اسکی سوچ پڑھنے کے بعد میں نے اس کی زبان سے کہا۔ "پارس! میں وولف بول رہا ہوں۔ اس کی جیب میں ٹرانسمٹر ہے۔ یہ کسی پیٹر او کلیے کا ماتحت ہے۔ اس کا ہاتھ چھوڑ دو میں اس کے ذریعے پیٹر او کلیے تک پہنچوں گا۔"

اس نے ہاتھ چھوڑ دیا۔ وہ اپنا بازو سہلاتا ہوا بیٹھ گیا۔ میری مرضی کے مطابق جیب سے ٹرانسمٹر نکال کر آپریٹ کرنے لگا۔ تھوڑی دیر میں رابطہ ہوگیا۔ دونوں طرف سے کوڈ ورڈز کا تبادلہ ہوا۔ میرے معمول نے کہا "سر! پارس وہ ٹیکسی لے کر فرار ہوگیا ہے۔"

"کیسے فرار ہوگیا؟ کیا وہ اپنے ساتھی کے ساتھ پچھلی سیٹ پر نہیں بیٹھا تھا؟"

"دونوں ہی بیٹھے تھے۔ انہیں چاروں طرف سے قید کرنے کے لئے آہنی دیوار کا خود کار نظام بالکل ٹھیک تھا۔ پھر

پتا نہیں وہ ڈرائیور کو ہلاک کرکے اس کو گاڑی سے باہر پھینک کر کہاں چلے گئے تھے؟"

"کیا بکواس ہے! تم نے اپنی گاڑی میں پیچھا نہیں کیا؟"

"وہ پیچ در پیچ گلیوں سے گزرتے ہوئے پتا نہیں کدھر نکل گئے۔ ہم ان گلیوں سے نکلے تو وہ نظر نہیں آئے۔ ہم پھر انہیں تلاش کرنے جارہے ہیں۔"

"جاؤ مرو۔ مگر مجھے رپورٹ دیتے رہو۔"

ٹرانسمٹر سے گفتگو ختم ہوگئی۔ میں پارس کے پاس آگیا تھا جس نے ابھی گفتگو کی تھی اسے گولی مار کر زخمی کیا پھر کہا "تم لوگ محض آلۂ کار ہو اس لئے ہم تمہیں زندہ چھوڑ کر جارہے ہیں۔"

پارس نے اس کی جیب سے کار کی چابی نکالی۔ پھر ہم اس میں بیٹھ کر مشرقی استنبول کی طرف جانے لگے۔ میں نے پیٹر او کلیے کے پاس پہنچ کر اس کی سوچ پڑھی۔ وہ انہی گلیوں میں سے ایک گلی میں تھا جہاں کے ایک مکان میں الپا سورہی تھی۔ او کلیے نے وہاں کی ہر گلی میں دو دو آدمیوں کی ڈیوٹی لگادی تھی۔ ان کے لئے الپا بہت اہم تھی' ان کے ملک سے ٹیلی پیتھی سیکھ کر بھاگ آئی تھی۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ اس سے کوئی دوسرا ملک فائدہ اٹھائے۔ اس سے پہلے کہ پارس اسے ٹریپ کرکے فرانس لے جائے' او کلیے اسے گولی مار دینا چاہتا تھا۔

پاسکل سمجھ رہا تھا الپا کے ساتھ ڈی پارس ہے اور او کلیے اسے حقیقتاً پارس سمجھ کر اس کے ذریعے بھی الپا تک پہنچنا چاہتا تھا۔ چونکہ الپا سے اندیشہ تھا کہ وہ دماغ میں آسکتی ہے اس لئے او کلیے کا ایک سینئر افسر تھا جو یوگا کا ماہر تھا' وہ انہی گلیوں میں کہیں چھپا ہوا تھا۔ ٹرانسمٹر کے ذریعے او کلیے کے پھیلائے ہوئے جال کو دیکھتا اور سمجھتا رہتا تھا اور اپنے طور مشورے دیتا رہتا تھا۔

میں نے پارس سے کہا "او کلیے کا ایک سینئر افسر یوگا کا ماہر ہے۔ ان گلیوں میں کہیں موجود ہے۔ وہ الپا کو دیکھتے ہی گولی مارنا چاہتا ہے۔"

وہ بولا "آپ کو اپنی آدھی بہو کی بہت فکر ہے۔"

"کیا چاہتے ہو' وہ بے موت مرجائے؟"

"نہیں۔ آپ درست کہتے ہیں۔ شاید وہ راہِ راست پر آجائے۔ میری شیبا ممی بھی آخری سانس تک یہودی تھیں مگر مسلمانوں کی دوست تھیں۔ انہوں نے ماں بن کر جو تعلیم و تربیت دی ہے وہ اس بات کا ثبوت ہے کہ یہودی بھی انسان ہوتے ہیں۔ الپا بھی انسان دوست ہوسکتی ہے۔"

"الپا کو نیند سے جگانا ہوگا۔ پتا نہیں وہ کس گلی کے مکان میں ہے۔ اگر اس گلی کا نمبر یا نام معلوم ہو گا تب بھی رات

پچھلے پہر کس سے پوچھیں گے کہ کون سی گلی کہاں سے شروع ہوتی ہے اور اس گلی سے اور کتنی گلیاں دوسری سمت جاتی ہیں۔"

"آپ الپا کو احساس دلائیں کہ وہ شاہی محل میں نہیں ہے گھوڑے بیچ کر سونے کا وقت گزر چکا ہے۔ وہ خطرات سے کھیلتی رہے گی تو اسے ہماری دوستی کی قدر معلوم ہوگی۔"

میں نے الپا کو نیند سے چونکا دیا وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔ یہ سوچ اس کے اندر پیدا ہوئی کہ ابھی بیرونی دروازے کے پاس کسی قسم کی آواز ہوئی تھی۔ کوئی گلی میں ہے۔ وہ بستر سے اٹھ کر بے پاؤں چلتی ہوئی بیڈ روم کے دروازے تک آئی۔ کان لگا کر سنا' کچھ سنائی نہیں دیا۔ میں نے اس کے اندر حوصلہ پیدا کیا تو وہ دروازہ کھول کر بیڈ روم سے باہر آگئی۔

وہ میاں بیوی فرش پر گہری نیند سو رہے تھے۔ میں نے احساس پیدا کیا جیسے کوئی گلی میں دوڑ تا گیا ہو۔ وہ دبے قدموں چلتی ہوئی زینے کے پاس آئی اور پھر وہاں سے چھت پر پہنچ گئی۔ اوندھے منہ لیٹ کر چھت کے کنارے آکر ذرا سا سر اٹھا کر گلی میں دیکھنے لگی۔ گلی میں دونوں سروں پر دو موٹر سائیکلیں نظر آئیں۔ ہر گاڑی کے پاس دو افراد نظر آئے۔ اس سے اندازہ ہوا کہ ہر گلی کے موڑ پر موٹر سائیکلوں کے ساتھ دو دو مسلح افراد بھی موجود ہیں۔ الپا کو اس طرح گھیر لیا گیا تھا کہ وہ مکان سے نکل نہیں سکتی تھی۔ کسی بھی گلی سے گزر نہیں سکتی تھی۔

وہ پریشان ہوکر سوچنے لگی "یہ تو شیطانی جال پھیلا ہوا ہے۔ میں کتنے گھنٹوں اور کتنے دنوں تک یہاں چھپ سکتی ہوں۔ یہ دشمن یہاں سے نہیں ہٹیں گے۔"

وہ پریشان ہوکر تدبیر سوچنے لگی۔ ایسے وقت اسے یاد آرہا تھا کہ پارس نے اسے کس طرح اغوا ہونے سے بچایا تھا۔ پاسکل جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والے سے اور اس کے مسلح کارندوں سے لڑتا آیا تھا۔ اگر وہ نہ ہوتا تو وہ ابھی تک ماسک مین کے قدموں میں پاسکل کے تابع ہوتی۔

تھوڑی دیر بعد اس نے تسلیم کرلیا کہ دماغ کام نہیں کررہا ہے۔ ایسے وقت پارس ہی کام آسکتا ہے۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا "لیکن پارس کوئی جن تو نہیں کہ ہر جگہ ہر مصیبت میں کام آجائے۔ اس مکان کے چاروں طرف گلیوں میں دشمن پھیلے ہوئے ہیں۔ سب کے سب خطرناک ہتھیاروں سے لیس ہیں۔ پھر میں نے اس سے کون سا اچھا سلوک کیا ہے کہ وہ میری مدد کو آئے گا؟"

وہ دل پر ہاتھ رکھ کر سوچنے لگی "کچھ بھی ہو وہ مجھے چاہتا ہے' اب بھی میرے لئے جان کی بازی لگا سکتا ہے۔"

یہ سوچتے ہی اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ میں نے فوراً ہی پارس سے کہا "الپا تمہارے پاس آرہی ہے۔"

وہ آئی تو اس نے پہلے سانس روکی پھر سانس لینے لگا۔ وہ دوسری بار آئی۔ آتے ہی بولی "سانس نہ روکنا میں الپا ہوں۔"

"تم راستہ بھول گئی ہو۔ میں یہودی پارس نہیں ہوں۔"

"پلیز! طعنے نہ دو' میں مصیبت میں ہوں۔"

"کیا تمہارے ہاں مصیبت میں مسلمانوں کو یاد کیا جاتا ہے؟"

"پارس! میں رو دوں گی۔"

"اچھا میں رومال لے کر آرہا ہوں' بولو کہاں ہو؟"

"میں چاروں طرف سے دشمنوں کے نرغے میں ہوں' جان بچانے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔"

وہ اپنے حالات بتانے لگی۔ اسے بھی وہاں کے راستوں اور علاقوں کا علم نہیں تھا۔ اس نے مکان کی اور گلی کی چند نشانیاں بتائیں۔ پارس نے کہا "تم نے جس عورت کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے سلایا ہے' اس کے دماغ سے مکان کا نمبر' گلی اور محلے کا نام معلوم کرو۔"

"اوہ گاڈ! اتنی سی بات میرے دماغ میں نہیں آئی۔"

"دماغ سے غرور نکالو عقل آجائے گی۔"

"میں قسم کھاتی ہوں' کبھی تم سے برتر ہونے کی حماقت نہیں کروں گی۔"

اس نے عورت کے دماغ سے وہاں کا مکمل پتا معلوم کرکے بتایا' پارس نے کہا "آرام کرو میں ابھی آکر تمہیں لے جاؤں گا۔"

"تم کیسے آؤ گے؟ مجھے یہاں سے کیسے نکالو گے؟"

"جیسے مکھن سے بال نکالتے ہیں۔"

"تم مجھے سر سے ٹوٹا ہوا بال کہہ رہے ہو۔"

"میں اتنا بدذوق نہیں ہوں۔ بال دشمن ہیں' تم تو مکھن ہو۔"

"ہائے' تم کتنے اچھے ہو۔ میں بری ہوں تمہاری قدر نہیں کررہی تھی۔"

"اچھا اب جاؤ۔ مجھے کام کرنے دو۔"

"میری موجودگی میں بھی کام کرسکتے ہو۔"

"کوئی تمہارے دماغ میں رہے تو کیا تم آزادی سے کام کرسکتی ہو؟"

"اچھا جاتی ہوں۔ پندرہ منٹ کے بعد آؤں گی۔"

"کوڈ ورڈز یاد رکھو۔ میرے پاس آتے ہی کہنا' میں پہلے انسان ہوں پھر یہودی۔"

"یعنی تم مجھے سبق یاد کراتے رہو گے۔ چلو' ٹھیک ہے۔ میرے کوڈ ورڈز کے جواب میں تمہیں بھی کہنا پڑے گا کہ پہلے میں انسان ہوں پھر مسلمان۔"

"ضرور کہوں گا کیونکہ یہ حقیقت ہے۔ جب میں نے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

پیدا ہوتے ہی چند سانسیں لیں تو میں محض انسان کا بچہ تھا۔ پھر میرے کانوں میں اذان سنائی گئی اور میری ماں نے دودھ پلایا تو میں مسلمان ہوگیا۔"

وہ چلی گئی۔ پارس نے کار روک دی پھر اسے یوٹرن دے کر واپس جاتے ہوئے بولا "پاپا! ابھی میں نے ایک اسپتال دیکھا ہے۔ اسپتال کے پاس ایک پولیس اسٹیشن ہے۔ اب میرے ذہن میں ایک تدبیر ہے' اسے سنیے۔ میں تھانے کے انچارج سے کہوں گا کہ گلی نمبر دس کے مکان نمبر دو سو تیرہ میں ایک عورت بری طرح زخمی ہے۔ ایک ایمبولنس لے کر اسے فوراً طبی امداد پہنچائی جائے۔ جب وہ سوالات کرنا چاہے تو آپ اس کے دماغ پر قبضہ جمالیں۔"

"تمہاری تدبیر سمجھ میں آگئی۔ تم پولیس کی نگرانی میں الپا کو لانا چاہتے ہو۔"

"آپ نے میری آدھی تدبیر سمجھی ہے۔ دشمن کسی حال میں الپا کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ پولیس کی موجودگی میں بھی گولی مار سکتے ہیں۔"

"بیٹے! میں تمہارا باپ ہوں' باقی باتیں سمجھ چکا ہوں لیکن اس کام میں الپا کی مدد حاصل کرنی ہوگی۔"

"وہ کیوں؟"

"وہ ترکی زبان جانتی ہے' میں نہیں جانتا۔ اگر تھانے کا انچارج انگریزی نہ جانتا ہو اور وہ ترکی میں بولتا ہو تو ....."

وہ بات کاٹ کر بولا "تو بھی الپا کی ضرورت نہیں ہوگی' میں اس کے تعاون کے بغیر یہ کام کروں گا۔"

"کیسے کروگے میرے بچے!"

اس نے پولیس اسٹیشن کے سامنے گاڑی روک کر کہا۔ "آپ فوراً آنٹی کو بلائیں۔"

میں نے چونک کر پوچھا "کس کی بات کررہے ہو؟"

"آپ تو گھبرا گئے پاپا!"

میں نے انجان بن کر کہا "کیا بکواس ہے؟"

وہ مجھے دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولا "میں آنٹی کا نام نہیں لوں گا' دیکھتا ہوں آپ کسے بلاتے ہیں۔"

اس کی آنکھوں میں شرارت بھری ہوئی تھی۔ میں سلطانہ کو بلا سکتا تھا لیکن بیٹے نے نام نہ لے کر بھی لیلیٰ کو بلانے کا شریر اشارہ کیا تھا۔ اگر میں اسے نہ بلاتا تو چور کی داڑھی میں تنکا والی بات ہوتی۔

سچ بات تو یہ ہے کہ لیلیٰ کے پاس جانے کا ایک بہانہ مل رہا تھا۔ بیٹے نے ایسی شرارت کی تھی کہ مجھے جانا نہیں چاہئے تھا اور اگر نہ جاتا تو بعد میں افسوس ہوتا رہتا۔ اس نے کہا "پاپا! دیر ہورہی ہے' الپا کسی نئی مصیبت میں پڑ جائے گی۔"

میں نے غصہ دکھاتے ہوئے کہا "تم لیلیٰ کو بلانے کی بات سیدھے طریقے سے نہیں کرسکتے۔ بچپن میں کبھی تمہاری پٹائی نہیں کی' اب کسی دن ہاتھ جمادوں گا تو دن میں تارے نظر آجائیں گے۔ بہر حال الپا کی مصیبت کا خیال کر کے لیلیٰ کو بلارہا ہوں۔"

میں نے لیلیٰ کو مخاطب کیا۔ اس نے سانس روکی پھر دوسری بار جانے پر بولی "ہمارے درمیان کوڈ ورڈز ضروری ہیں' ورنہ دھوکا ہوسکتا ہے۔"

"کوڈ ورڈز تم بتاؤ۔"

"آپ بتائیں۔"

میں نے ذرا سوچ کر کہا "پھول کھلتے ہیں۔"

وہ شرمانے لگی میں نے کہا "اگر یہ پسند نہ ہو تو....."

"نہیں' ٹھیک ہے۔ آپ بتائیں کیسے آنا ہوا؟"

میں اسے الپا کے متعلق بتانے لگا۔ اس نے تمام باتیں سننے کے بعد کہا "میں ترکی زبان جانتی ہوں۔ جب تک الپا دشمنوں کے نرغے سے نہیں نکلے گی میں تھانے کے انچارج کو اپنے قابو میں رکھوں گی۔"

میں نے کار سے اترتے ہوئے پارس سے کہا "تھانے دار کے پاس چلو۔"

وہ کار سے باہر آکر بولا "پلیز آنٹی سے میری بات کرادیں"

"ہرگز نہیں۔ چپ چاپ اپنا کام کرو۔ بدمعاش نہ"

ہم نے تھانے میں آکے ایک زخمی عورت کے متعلق رپورٹ دی' میرا اندازہ درست نکلا۔ وہ انگریزی نہیں سمجھ رہا تھا۔ میں نے لیلیٰ سے کہا "یہاں آکر میری زبان سے ترکی بولو۔"

وہ میرے دماغ میں آگئی۔ میں نے سوچ کی لہروں کے مطابق ترکی میں بولنے لگا۔ انسپکٹر نے حیرانی سے کہا "آپ ہماری زبان روانی سے بولتے ہیں۔"

پارس نے کہا "پیچھے سے محبت دھکا دے تو آدمی آگے سے ہر زبان بولنے لگتا ہے۔"

میں نے اسے گھور کر دیکھا۔ انسپکٹر نے پارس سے پوچھا "تم کون ہو؟"

"میرا نام پارس ہے۔ میرے باپ کا نام فرہاد ہے' ماں کا نام شیریں ہونا چاہئے تھا کیونکہ ہمیشہ شیریں کے ساتھ فرہاد کا نام جاتا ہے لیکن میں اپنی ماں کو محبت سے لیلیٰ اماں کہتا ہوں۔"

میں نے محسوس کیا لیلیٰ میرے دماغ سے بھاگ گئی۔ انسپکٹر پارس کی انگریزی نہیں سمجھ رہا تھا۔ اس نے پوچھا "یہ کہہ رہا ہے؟"

میں نے لیلیٰ کے پاس آکر کہا "کیا غضب کرتی ہو۔ مجھے چھوڑ کر آگئی ہو۔ انسپکٹر ترکی میں بول رہا ہے' میں کیا جواب

دوں گا۔"

"نہیں! مجھے شرم آتی ہے۔"

"خدا کے لئے بیٹے کی شرارتوں کی سزا باپ کو نہ دو۔ جلد آؤ ورنہ کام بگڑ جائے گا۔"

میں اس کے دماغ سے آیا وہ میرے دماغ میں آگئی' پارس انگریزی بولتا جارہا تھا۔ انسپکٹر منہ کھولے اسے دیکھتا جارہا تھا۔ میں نے بیٹے کا کان پکڑ کر زور سے مروڑتے ہوئے کہا۔ "تمہاری شرارتوں سے لیلیٰ تعاون نہیں کرے گی تو الپا کی شامت آجائے گی۔"

پھر میں نے ترکی زبان میں انسپکٹر سے کہا "آپ مسلح پولیس کی اچھی خاصی تعداد لے چلیں' بہت سے غنڈے اس زخمی عورت کو ہلاک کرنا چاہیں گے۔"

وہ اس سلسلے میں سوال کرنا چاہتا تھا۔ لیلیٰ نے میرے پاس سے جاکر اس کے دماغ پر قبضہ جمالیا۔ اس نے ریسیور اٹھا کر اسپتال ایمبولنس کے لئے فون کیا پھر اٹھتے ہوئے ہم سے بولا۔ "چلو ایمبولنس اسپتال سے نکل رہی ہے۔"

اس کی زبان سمجھ میں نہیں آئی' پارس مجھے دیکھ کر سمجھ گیا کہ لیلیٰ انسپکٹر کو کنٹرول کررہی ہے۔ اس نے آہستگی سے کہا۔ "زبانِ یارِ من ترکی و من ترکی نمی دانم۔"

یہ کہتے ہی وہ تھانے سے باہر بھاگ گیا۔ اگر ہاتھ آتا تو میں اس کی پیٹھ پر ایک دھپ ضرور جماتا۔ اگرچہ وہ کچھ زیادہ ہی ستا رہا تھا۔ لیلیٰ مجھ سے کترا رہی تھی مگر ناراض نہیں ہورہی تھی بلکہ شرما رہی تھی۔ بیٹا اپنی شرارت کے آئینے میں ہم دونوں کو ایک دوسرے کے چھپے ہوئے چہرے دکھا رہا تھا۔

انسپکٹر ایمبولنس اور مسلح پولیس کی جماعت کے ساتھ آگے چلا گیا۔ ہم بہت فاصلے سے ان کے پیچھے جانے لگے۔ میں نے پارس سے کہا "میں الپا کو سمجھانے جارہا ہوں کہ وہ اس گھر کی عورت پر چادر ڈال کر ایمبولنس والوں کے حوالے کردے اور خود گھر میں چھپی رہے۔ باہر سے کوئی اسے نہ دیکھے' تم یہی چاہتے ہو نا؟"

"جی ہاں۔ یہ بھی کہہ دیں کہ جب تک میری آواز نہ سنے دروازہ نہ کھولے۔"

اسی وقت الپا نے آکر کوڈ ورڈز ادا کیے "میں پہلے انسان ہوں بعد میں یہودی۔"

پارس نے جواباً کوڈ ورڈز ادا کرتے ہوئے پوچھا "تم پندرہ منٹ بعد آنے والی تھیں؟ خیریت تو ہے؟"

"ہاں مجھے بھوک لگی تھی میں کچن میں آملیٹ بنا کر کھا رہی تھی۔"

میں الپا کے دماغ میں آیا اسے پارس سے باتیں کرتے ہوئے پایا تو لیلیٰ کے پاس آکر بولا "شیطان الپا سے باتوں میں مصروف ہے' میں شرمندہ ہوں کہ اس نے تمہیں پریشان کیا۔"

وہ خاموش رہی۔ میں نے کہا "سوری! تم نے تو انسپکٹر کے دماغ پر قبضہ جمایا ہوا ہے میری بات کا جواب دوگی تو اس کا دماغ آزاد ہوجائے گا۔ ٹھیک ہے' تم اپنا کام کرو' میں ایک سپاہی کے دماغ میں رہوں گا۔"

اس نے چند ساعتوں کے لئے انسپکٹر کو چھوڑ کر مجھ سے کہا "پلیز' آپ میرے پاس رہ کر مجھے گائیڈ کریں۔"

چند ساعتوں میں انسپکٹر نے چونک کر سوچا "یہ میں پولیس پارٹی کے ساتھ کہاں جارہا ہوں۔ ابھی تو میں تھانے میں تھا۔"

اسے کچھ معلوم نہ ہوسکا۔ لیلیٰ نے پھر اس پر قبضہ جمالیا۔ وہ ان گلیوں میں داخل ہوگئے جہاں ہر موڑ پر دو مسلح افراد ایک موٹر سائیکل کے ساتھ نظر آرہے تھے۔ انسپکٹر نے ان سے ڈانٹ کر پوچھا "یہاں اتنی رات کو ہتھیار لئے کیوں کھڑے ہو' چلے جاؤ ورنہ حوالات میں جاؤ گے۔"

انہوں نے جواب نہیں دیا۔ قانون کے محافظوں سے الجھنا نہیں چاہتے تھے۔ وہاں سے چپ چاپ جانے لگے۔ دوسرے موڑ پر ایک مسلح جوان نے کہا "یہ ساتھ والا میرا مکان ہے' یہ میرا محلہ ہے۔ مجھے رات کو پہرا دینے کا حق پہنچتا ہے۔"

میں نے لیلیٰ سے کہا "انسپکٹر کو ان سے الجھنے نہ دو۔"

وہ اسے اس مکان کے سامنے لے آئی جہاں الپا چھپی ہوئی تھی۔ اس گلی میں کھڑے ہوئے مسلح افراد ایمبولنس اور پولیس کی دو گاڑیوں کو دیکھنے لگے۔ مسلح سپاہی گاڑیوں سے اتر رہے تھے' انسپکٹر نے دروازے پر دستک دی' وہ اندر سے کھلا ہوا تھا۔ اس نے دستک کے لئے ہاتھ مارا تو وہ کھلتا چلا گیا اندر میاں بیوی فرش پر پڑے ہوئے تھے۔ بیوی پر ایک چادر پڑی ہوئی تھی۔ اس پولیس انسپکٹر نے اس عورت کو اسٹریچر پر ڈال کر لے جانے کا حکم دیا۔ جب دو سپاہی اسے اسٹریچر پر ڈال کر باہر آئے اور ایمبولنس کے پچھلے حصے میں رکھنے لگے تو ایک مسلح شخص نے آگے بڑھ کر کہا "یہ کون ہے اور تم کسے لے جارہے ہو؟ ہمیں دیکھنے دو۔"

انسپکٹر نے ایمبولنس کے پچھلے دروازے کو بند کرنے کا حکم دے کر اس شخص سے پوچھا "تم پولیس کے معاملات میں مداخلت کرنے والے کون ہوتے ہو۔"

وہ انسپکٹر کو گن پوائنٹ پر رکھتے ہوئے بولا "اس عورت کو میرے حوالے کردو' یہ تمہارے ساتھ نہیں جائے گی۔"

ایک سپاہی نے گولی چلائی۔ وہ اچھل کر ایک گاڑی کے پیچھے آگیا۔ پھر دونوں طرف سے فائرنگ کی آوازیں گونجنے لگیں۔ علاقے کے لوگ گھبرا کر اٹھ بیٹھے۔ دروازے اور

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کھڑکیوں سے جھانک کر دیکھنے لگے۔ جب پتا چلا اندھا دھند فائرنگ ہو رہی ہے تو سب نے سہم کر دروازے بند کر لئے۔ انسپکٹر ایمبولنس میں آکر بیٹھ گیا' ڈرائیور اسے ڈرائیو کرتے ہوئے گلی سے باہر نکلنے لگا۔ فائرنگ اور شدید ہو گئی تھی۔ پولیس کے آدمی اپنی گاڑیوں میں بیٹھ کر فائرنگ کر رہے تھے' وہ بھی ایمبولنس کے پیچھے جا رہے تھے۔ ایسی صورت میں مسلح دشمن بھی اپنی گاڑیوں میں تعاقب کرتے ہوئے گولیاں چلا رہے تھے۔ ایمبولنس جس گلی سے گزرتی تھی وہاں کے دشمن پیچھے لگ جاتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑی سی دیر میں تمام گلیاں دشمنوں سے خالی ہو گئیں۔ پارس کار ڈرائیو کرتا ہوا آیا پھر اس مکان کے سامنے رک گیا۔ میں پچھلی سیٹ پر آگیا الپا مکان کا دروازہ کھول کر آئی پارس کے پاس بیٹھ گئی۔

وہ بہت خوش تھی۔ کہہ رہی تھی "ابھی ہر گلی میں دشمن ہی دشمن نظر آ رہے تھے۔ تم نے تو جھاڑو پھیر دی ہے۔ اب ایک بدمعاش بھی نظر نہیں آ رہا ہے۔"

وہ ڈرائیو کرتا ہوا ایک شاہراہ پر آگیا پھر بولا "تم کہاں جاؤ گی؟"

اس نے پارس کو دیکھا پھر ذرا قریب ہو کر بولی "یوں بے رخی سے سوال نہ کرو۔ میں بھلا کہاں جاؤں گی؟"

"دنیا بہت بڑی ہے۔"

"اس دنیا میں بہت سے گڑھے ہوں گے' کسی گڑھے میں لے جا کر پھینک دو۔"

"میں پیرس جاؤں گا۔"

"میں اسرائیل نہیں جا رہی ہوں' تم فرانس نہ جاؤ۔ ہم اپنے اپنے ملک سے دور رہیں گے مجھے تمہاری اس بات سے اتفاق ہے کہ ہم دور رہ کر بھی اپنے اپنے لوگوں کے کام آسکتے ہیں۔"

وہ بولا "ہم ہر چیز سے دور ہو سکتے ہیں لیکن مذہب سے دور نہیں ہو سکتے' ایمان ہمارے تمہارے اندر ہوتا ہے۔"

"ہم اسے اندر ہی رہنے دیں گے۔ میں تمہارے سامنے خود کو یہودی نہیں کہوں گی تم میرے سامنے خود کو مسلمان نہ کہنا۔ ہمارا دین ہمارا اعتقاد ہمارے ساتھ ہوگا۔ ہم ایک دوسرے کو ایک دوسرے کے مذہب کی طرف مائل نہیں کریں گے۔"

"پاپا نے میری ممی شیبا کو کبھی مائل نہیں کیا تھا۔ بابا صاحب کا پورا ادارہ ان کے یہودی ہونے کے باوجود ان پر اعتماد کرتا تھا اور دل و جان سے انہیں چاہتا تھا۔"

"تم برا نہ ماننا۔ تمہاری شیبا ممی نے تم لوگوں کو تو خوش رکھا مگر اپنے ہی یہودیوں کے مفادات کو نقصان پہنچایا۔"

"یہ سراسر الزام ہے۔ آئندہ ثبوت کے بغیر میری ماں کے خلاف کوئی بات نہ کہنا۔ تعجب ہے تم نے اب تک اپنے جنرل اور اعلیٰ حکام کی ان چھپی ہوئی سازشوں کو نہیں پڑھا جو میری ماں کے خلاف کی گئی تھیں۔ تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو صرف اتنا ہی معلوم کر لو کہ میری ممی نے کن حالات میں اپنی جان دی تھی۔ تمہارے اعلیٰ حکام نے جو ریکارڈ تیار کیا ہے اس پر نہ جاؤ' ان کے دماغوں سے حقیقت معلوم کرو۔"

"ٹھیک ہے' تم کہتے ہو تو میں ان کے چور خیالات پڑھوں گی۔"

"جب تک حقیقت معلوم نہیں کرو گی اور تمہارا دل میری ماں کی طرف سے صاف نہیں ہوگا' ہم ایک ساتھ نہیں رہیں گے۔"

"میں ابھی کہاں جاؤں گی؟"

"کسی ہوٹل میں قیام کرو' اپنا حلیہ تبدیل کرو۔ ہم وہیں دس گھنٹے بعد ملیں گے۔"

الپا کو دشمنوں کے نرغے سے نکالنے کے بعد میں نے لیلیٰ سے کہا "اب انسپکٹر کو جانے دو' وہ ایمبولنس کا تعاقب کرنے والے دشمنوں سے خود نمٹ لے گا۔"

اس نے انسپکٹر کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا "آپ جائیں"

"کیا مجھے بھگا رہی ہو؟"

"نہیں' میں آپ کے پاس آ رہی ہوں۔"

میں سمجھ گیا۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ میں زیادہ دیر رہ کر اس کے چور خیالات پڑھوں۔ مجھے اس بات کی پروا نہیں تھی کہ وہ میرے چھپے ہوئے خیالات پڑھ لے گی شاید میرے چھپے ہوئے خیالات میں وہی وہ تھی۔ دنیا مجھے دل پھینک ہرجائی کہتی ہے' میں کہتا ہوں اس بار ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ایک تو میری عمر کا تقاضا ہے کہ مجھے سنجیدگی سے ایک صرف ایک چھت کے نیچے بیٹھ جانا چاہئے دوسرے یہ کہ لیلیٰ ایک معزز اور محترم بزرگ کی صاحبزادی تھی۔ میں مستقبل میں کسی بھی پہلو سے اس کا دل توڑنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔

وہ میرے پاس آگئی۔ میں کار کی پچھلی سیٹ پر تھا' وہ میرے ذریعے آگے دیکھتے ہوئے بولی "کیا یہی الپا ہے؟"

"ہاں۔ پارس نے خواہ مخواہ تمہیں پریشان کیا تھا۔ تم چاہو تو اب پارس کو چھیڑ سکتی ہو۔"

"آپ بھرے ہوئے بارود کو دیا سلائی دکھانے کو کہہ رہے ہیں۔ آپ کا بیٹا بہت تیز ہے۔"

"ذہانت میں تیز ہے یا شرارت میں؟"

"وہ بڑی ذہانت سے شرارتیں کرتا ہے۔"

"یعنی اس نے ہمارے متعلق جو شرارتیں کیں وہ درست ہیں؟ کیونکہ ذہانت سے کیا ہوا کام کبھی غلط نہیں ہوتا"

وہ خاموش رہی میں نے پوچھا "کیا میرے خیالات پڑھ کر میری نیت معلوم کر رہی ہو؟"

"آں۔ نن... نہیں تو' آپ یہ کبھی نہ سوچیں کہ میں آپ کے مزاج کے خلاف کوئی کام کروں گی۔"

"میرے مزاج کے مطابق کرو گی؟"

"ہاں' مگر کوئی شرارت نہ ہو۔"

"میری شرارت کی عمر گزر چکی ہے۔ میں سنجیدگی سے کہہ رہا ہوں تم میرے اندر دیر تک رہ کر میرے ڈھکے چھپے خیالات پڑھو۔"

"آپ ایسا کیوں چاہتے ہیں؟"

"میں کھلی کتاب بن جانا چاہتا ہوں۔ اب تک بہت بدنام ہو چکا ہوں' میں اپنی بدنامی کے سارے راستے بند کر کے کسی ایک راستے پر چلنا چاہتا ہوں۔ کسی ایک راستے پر چلنے کے لئے مجھے اپنی خامیوں کو سمجھنا ہوگا اور میرے چور خیالات پڑھ کر تم مجھے سمجھاؤ گی۔"

"میرے لئے اس سے زیادہ خوشی کی بات کوئی نہیں ہو سکتی کہ آپ میری باتیں سمجھنا چاہتے ہیں۔ جن دنوں میں آپ کی لاعلمی میں آیا کرتی تھی ان دنوں میں نے ایک ایک خیال کو پڑھا ہے' ایک ایک عادت' ایک ایک فطرت کو سمجھا ہے۔"

"اس کا کیا مطلب ہے' مجھ میں کچھ اچھائیاں ہیں جن کے سبب تم آئی ہو۔"

"اچھائیاں ہی اچھائیاں ہیں اسی لئے لاکھوں افراد آپ سے محبت کرتے ہیں۔ صرف ایک برائی ہے' آپ سیماب صفت ہیں پارے کی طرح ایک جگہ نہیں ٹھہرتے۔ جگہ بدلتے ہیں' جوتے بدلتے ہیں' لباس بدلتے ہیں۔ یہ بری عادات نہیں ہیں برائی یہ ہے کہ آپ ساتھی بدلتے ہیں۔ بدلتے ہوئے حسن' بدلتے ہوئے انداز اور بدلتے ہوئے رنگ روپ کی طرف بے اختیار کھنچے جاتے ہیں۔"

"میں خود کو بدل دوں گا۔"

"ایسا کبھی نہیں ہوگا۔ میں نے آپ کا زائچہ بنایا ہے' آپ کے ستارے اور آپ کے ہاتھوں کی لکیروں کے نقش دیکھے ہیں' ہر پہلو سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ آپ آخری سانس تک یکسانیت سے فرار حاصل کریں گے۔ دنیا کی کوئی عورت آپ کو باندھ کر نہیں رکھ سکے گی۔"

"میں تمہارے علوم اور تجربات کو جھٹلا نہیں سکتا۔ کیونکہ ہزاروں بار توبہ کی ہے اور توبہ توڑی ہے۔ میں حیران ہوں کہ تم سب کچھ جانتے بوجھتے ہوئے بھی میرے پاس ہو۔ تمہیں تو مجھ سے دور رہنا چاہئے۔"

"ہاں' مگر دور نہیں رہ سکتی۔ کچھ مجبوری ہے۔"

"کیسی مجبوری؟"

"میں نے اپنا بھی زائچہ بنایا ہے' اپنے ستارے بھی دیکھے ہیں' اپنے ہاتھ کی لکیروں کو بار بار پڑھا ہے۔"

وہ میرے اندر گہری گہری سانسیں لے رہی تھی جیسے بولتے بولتے ہانپ رہی ہو۔ پھر وہ آگے نہ کہہ سکی۔ میں نے پوچھا "اتنے سارے علوم تمہارے لئے کیا کہتے ہیں؟"

"میں کیا کہوں' مجھے رونا آتا ہے؟"

"آخر بات کیا ہے؟ کیا تمہارے ستارے کہتے ہیں میں تمہاری زندگی میں آؤں گا۔"

"ہاں' آئیں گے' آئیں گے' مجھے برباد کر کے چلے جائیں گے۔"

وہ اچانک رونے لگی۔ روتے روتے میرے دماغ سے بھاگ گئی۔ مجھ پر سکتہ طاری ہو گیا۔ میں دیکھتے ہی دیکھتے بدترین ظالم شخص بن گیا تھا۔ بنا کیا تھا میں تو تھا ہی ظالم۔ کتنی محبت کرنے والیوں کے دل توڑے تھے اور دل توڑنا سب سے بڑا گناہ ہے۔ وہ کہہ رہی تھی مجھ میں اچھائیاں ہی اچھائیاں ہیں صرف ایک برائی ہے' ہر انسان کی ایک آدھ برائی کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ ایک برائی سے کبھی کچھ نہیں بگڑتا کبھی سب کچھ بگڑ جاتا ہے۔ میں سلامت رہا' مجھے ٹوٹ کر چاہنے والیاں ٹوٹتی پھوٹتی رہیں اور اب ایک پیش گوئی تھی کہ ایک اور ٹوٹنے والی ہے اور وہ اپنے دل سے' جذبات سے' حالات سے اور مقدر سے مجبور ہے۔ تقدیر اسے گھسیٹ گھسیٹ کر میرے پیار کی سولی پر چڑھائے گی۔

اس کی داستان بتاتی ہے کہ وہ ابتدائے شباب سے مجھے چاہتی تھی لیکن مقدر کا چہرہ پڑھ کر مجھ سے کتراتی رہی تھی' اس کا دل بغاوت کرتا تھا۔ اس کے سینے میں پیدا ہو کر میری گود میں آنا چاہتا تھا وہ نفس کو مارنے میں کامیاب رہی تھی لیکن محبت کو نہیں مار سکتی تھی' اپنے اندر کی اس عورت کو نہیں مار سکتی تھی جو میرے لئے پیدا ہوئی تھی۔ مقدر نے اسے میرے نام لکھ دیا تھا' وہ میرا نام مٹاتی تھی تقدیر پھر لکھ دیتی تھی' پھر مٹاتی تھی پھر تقدیر لکھ دیتی تھی۔

وہ اپنی تقدیر سے ایک طویل جنگ لڑتی آ رہی تھی۔ تقدیر کے مطالبے کو پیچھے دھکیلتی آ رہی تھی۔ میں نے سوچا' وہ اکیلی تھک جائے گی ہار جائے گی' میں اسے برباد کرنے کا مجرم کہلاؤں گا۔ اس سے پہلے ہی مجھے اس شریف زادی کی جنگ میں شریک ہو جانا چاہئے' خود کو اس سے بہت دور لے جا کر اسے بربادی سے بچانا چاہئے۔

میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا "جو کوڈ ورڈز ہم نے مقرر کئے تھے انہیں نہیں دہراؤں گا۔ وہ دکھ پہنچانے والے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

الفاظ ہیں' میں تمہارے آنسو پونچھنے آیا ہوں۔"

وہ آنسو پونچھتے ہوئے بولی "میں نے آپ کو بالواسطہ ظالم کہہ دیا جب کہ آپ جان بوجھ کر کبھی کسی پر ظلم نہیں کرتے ہیں۔ میرے معاملے میں بھی میرا ہی مقدر خراب ہے۔ مجھے آپ سے گلہ نہیں ہے۔"

"میں تمہارا مقدر بدل دون گا۔"

"یہ ممکن نہیں ہے۔"

"تم ناممکن اس لئے سمجھتی ہو کہ تم نے تنہا جنگ لڑی ہے' اپنے طور پر مجھ سے دور رہنے کی کوشش کرتی رہی ہو۔ آج سے میں دور ہو جاؤں گا۔"

وہ چونک گئی' انکار میں سر ہلانے لگی۔ میں نے کہا "اب میں صحیح معنوں میں گمنام رہوں گا کسی سے کوئی رابطہ نہیں کروں گا۔"

"آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں؟ کیا میری وجہ سے خون کے رشتوں سے بھی تعلق نہیں رکھیں گے؟"

"میں رشتے داروں اور دوستوں کی لاعلمی میں ان کی خیریت معلوم کرتا رہا کروں گا اور ان کے کام آتا رہوں گا لیکن کسی کو اپنا ٹھکانا نہیں بتاؤں گا۔ کسی کو اپنے دماغ میں نہیں آنے دوں گا۔"

"یہ غلط فیصلہ ہے۔"

"بہت خوب! پہلے خود ہی کہا کرتی تھیں کہ مجھے گوشۂ گمنامی میں رہنا چاہئے' اب کیوں انکار ہے؟"

"میں آپ کے مقدر کا حال جانتی ہوں۔ آپ صرف گمنام رہیں گے لیکن گم نہیں ہوں گے۔ اپنوں میں رہیں گے۔ لہٰذا آپ کو تقدیر کے خلاف فیصلہ نہیں کرنا چاہئے۔"

"میں دنیا کی بدترین گالیاں برداشت کر سکتا ہوں لیکن تمہاری بربادی کا الزام برداشت نہیں کروں گا۔ ایک شریف زادی کے لئے جان دے دوں گا لیکن اس کی عزت پر آنچ نہیں آنے دوں گا۔"

یہ کہتے ہی میں اس کے دماغ سے نکل آیا' دوسرے ہی لمحے وہ میرے پاس آئی' میں نے سانس روک لی' چند سیکنڈ کے بعد سانس لی وہ دوسری بار آتے ہی بولی "پھول کھلتے ہیں۔" میں نے کہا "پھول مرجھاتے بھی ہیں' مسل بھی دیے جاتے ہیں۔"

"یہ پھول کا مقدر ہے۔"

"میں مقدر بدل دوں گا' مجھے ایک کوشش کرنے دو۔ جاؤ' چلی جاؤ۔"

میں نے سانس روک لی تھوڑی دیر بعد سانس لی' انتظار کیا سر... نہیں آئی میں سمجھ گیا وہ پھر رو رہی ہو گی۔ میں کیا کر سکتا تھا اس کی بھلائی کے لئے تو اسے رلا رہا تھا' آخر کتنا روئے گی صبر آ ہی جائے گا۔

پارس نے الپا کو ایک ہوٹل میں پہنچا دیا تھا۔ صبح ہونے والی تھی' ہم نے دوسرے ہوٹل میں قیام کیا' میں نے بستر پر لیٹتے ہی سوچا' گمنام زندگی ہی بہتر ہے۔ مجھے پہلی اور آخری ایک شریف زادی کی خاطر حتی الامکان شرافت کا ثبوت دینا چاہئے۔ میں نے اپنی زندگی میں بڑے بڑے کارنامے انجام دیے تھے' یہ بھی ایک زبردست کارنامہ ہو گا۔

میں نے سوچا پارس سے کہہ دوں کہ کل ہم بچھڑ جائیں گے لیکن اس نے بستر پر لیٹتے ہی آنکھیں بند کر لی تھیں' بیٹا تھک گیا تھا' صبح باتیں ہو سکتی تھیں' میں دماغ کو ہدایت دے کر سو گیا۔

لیکن پارس جاگ رہا تھا' لیلیٰ اس کے پاس آئی تھی' اس سے کہہ رہی تھی "بیٹے! میں بہت پریشان ہوں۔ وعدہ کرو پریشان نہیں کرو گے' میرا مذاق نہیں اڑاؤ گے اور سنجیدگی سے میری مدد کرو گے۔"

"آنٹی بچے اپنی ماں کے سامنے شرارتیں کرتے ہیں لیکن جب ماں پریشان ہوتی ہے تو اس کے لئے جان دینے کی حد تک سنجیدہ ہو جاتے ہیں۔"

"بیٹے! تمہارے پاپا ہم سب سے دور کہیں جانے والے ہیں۔ اپنے بیٹوں سے بھی رابطہ نہیں رکھیں گے۔ کہہ رہے تھے تم لوگوں کی لاعلمی میں تمہارے کام آتے رہیں گے۔"

"آپ ہماری بات نہ کریں صرف اپنی باتیں سمجھائیں' آپ سے دور کیوں جانا چاہتے ہیں جبکہ دو چار گھنٹے پہلے یہ بات نہیں تھی۔"

"یوں سمجھ لو مجھ سے ناراض ہیں۔"

"آپ سے ناراض ہو کر وہ ہم سب کو کیوں چھوڑ رہے ہیں؟"

"تاکہ میں تم لوگوں کے ذریعے ان کا ٹھکانا معلوم نہ کر سکوں۔"

"وہ آپ کو اپنے ٹھکانے سے دور رکھنے کے لئے سب کو اپنے سے دور کر دینا چاہتے ہیں' یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔ میرے پاپا ایک ہوشمند انسان ہیں' کسی خاص مقصد کے بغیر وہ ایسا فیصلہ نہیں کریں گے۔"

"ہاں' ایک خاص بات ہے' اسے تم نہ سنو۔"

"کوئی بات نہیں میں پاپا سے پوچھ لوں گا۔"

"ایسا نہ کرنا' انہیں پتا چل جائے گا کہ میں تمہارے پاس آئی تھی۔"

"آپ اپنی آمد کو راز رکھنا چاہتی ہیں تو پھر بتائیے مقصد کیا ہے؟"

وہ بے بسی سے ایک لمبی سانس لے کر بولی "میں نے اپنے علم سے معلوم کیا تھا کہ وہ آخری سانس تک ہرجائی رہیں گے' یکسانیت سے فرار حاصل کرنے کے لئے ساتھی بدلتے رہیں گے۔"

"ہمیں اپنے باپ پر فخر ہے۔ اتنی مائیں راشن کارڈ سے بھی نہیں ملتیں۔"

"تم پھر شروع ہو گئے۔"

"آنٹی یہ دل بڑا بے ایمان ہوتا ہے۔ جب کسی ہرجائی کے لئے مچلتا ہے تو اپنی بات نہیں مانتا۔ میں نہ مذاق کر رہا ہوں نہ آپ کا مذاق اڑا رہا ہوں۔ میں آپ سے اور سلطانہ آنٹی سے بہت پیار کرتا ہوں' آپ میرے پیار اور عقیدت کو سمجھتے ہوئے سچ بتائیں' آپ مقدر کا حال اور پاپا کی فطرت کو سمجھتے ہوئے بھی انہیں کیوں چاہتی ہیں؟"

"میں اپنا مقدر بھی پڑھتی ہوں۔ جب میں بیس برس کی تھی تب سے میری تقدیر کہہ رہی ہے کہ تمہارے پاپا میری زندگی میں آئیں گے پھر کسی دن چلے جائیں گے۔ تب سے میں تقدیر کے خلاف لڑتی آ رہی ہوں۔ یہ لڑائی جیتنے کے لئے میں کسی اور سے شادی کر سکتی تھی مگر تمہاری بات دہراتی ہوں' دل بڑا بے ایمان ہوتا ہے۔ کسی ہرجائی کے لئے مچلتا ہے تو ہماری بات نہیں مانتا۔"

"پاپا دور کیوں جانا چاہتے ہیں؟"

"وہ بہت اچھے ہیں' بہت ہی اچھے۔ وہ مقدر کے فیصلے کے مطابق مجھے برباد نہیں کرنا چاہتے۔ کہتے ہیں دور چلے جائیں گے' کسی کو ٹھکانا نہ بتائیں گے' مجھے اپنے دماغ میں نہیں آنے دیں گے تو وہ ایک ظلم سے بچ جائیں۔"

"آپ چاہتی ہیں وہ ظلم کریں؟"

"بکواس مت کرو۔ میں چاہتی ہوں وہ خون کے رشتوں سے دور نہ ہوں۔ وہ ہم سب کے برے وقتوں میں مدد کے لئے پہنچ جاتے ہیں پھر یہ تو سوچو' ہمیں ان کی کوئی خبر نہیں ملے گی۔ خدانخواستہ وہ بیمار ہوں گے یا کسی مصیبت میں ایسے گرفتار ہوں گے کہ خیال خوانی کے ذریعے بھی ہمیں پکار نہیں سکیں گے تو یہ ہم سب کے لئے کتنے شرم اور دکھ کی بات ہو گی؟"

"آپ درست کہتی ہیں۔ میں پاپا کو کہیں جانے نہیں دوں گا۔"

"تم میرے بہت اچھے بیٹے ہو' میں اسی لئے تمہارے پاس آئی ہوں۔ مجھے بتاؤ تم کیا کرو گے؟"

"میں ابھی پاپا کے قدموں سے لپٹ کر دھاڑیں مار مار کر روتے ہوئے کہوں گا آپ نہ جائیں' کہیں نہ جائیں' جانا ضروری ہو تو میں بھی چلوں گا۔ میں بچپن میں اسی طرح ضد کیا کرتا تھا۔ وہ ٹافیاں دے کر مجھے بہلا کر دفتر چلے جاتے تھے' آج میں ٹافیوں کی رشوت نہیں لوں گا۔ انہیں جانے نہیں دوں گا۔"

"پلیز بیٹے' سنجیدہ ہو جاؤ"

"آپ کے اطمینان کے... اتنا ہی کافی نہیں ہے کہ پاپا نہیں جائیں گے۔"

"میری بات سمجھو۔ باپ کے سامنے بیٹے کی نہیں چلتی۔ تم ضد کرو گے تو وہ دھوکا دے کر چلے جائیں گے۔"

"ہاں' پاپا سے کچھ بعید نہیں۔ وہ آپ کی اور محترم شیخ مرحوم کی بہت عزت کرتے ہیں... آپ کی خاطر کوئی جذباتی قدم اٹھا سکتے ہیں۔"

"انہیں اس طرح روکو کہ... ہم پر شبہ نہ ہو۔"

وہ سوچنے لگا پھر بولا "ایک تدبیر ہے' آپ کو ساتھ دینا ہو گا۔"

"میں ہمیشہ تمہارے ساتھ ہوں۔"

"کیا آپ ایک آدھ گھنٹے کے لئے بیہوش ہو سکتی ہیں؟"

"اس سے کیا ہو گا؟"

"ڈاکٹر مریض کا علاج کرنے سے پہلے اس کی نبض دیکھتا ہے۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ آپ کے لئے پاپا کی نبض کتنی تیز چل رہی ہے۔"

"پھر مذاق کر رہے ہو؟"

"سنجیدگی سے کہہ رہا ہوں۔ وہ آپ کے لئے پریشان ہو کر کہیں جانے کا ارادہ ترک کر دیں گے۔"

"کیا وہ میری خاطر فیصلہ بدلیں گے؟"

"سانچ کو آنچ کیا... آپ بیہوش کیسے ہوں گی؟"

"میرے پاس... دوائیں ہیں میں اپنے بازو میں ایک انجکشن لگاؤں گی... ہوش میں آنے کے بعد وہ میرے دماغ میں آئیں گے... کمزوری کے باعث انہیں محسوس نہیں کر سکوں گی۔ وہ خیالات پڑھ کر سمجھ لیں گے کہ یہ تمہاری چال تھی۔"

"یہ چال نہیں ہے' آپ دل میں عہد کر لیں' دماغ میں نقش کر لیں کہ پاپا ہمیں چھوڑ کر جائیں گے تو آپ ہر دو چار گھنٹے بعد خود کو نشے کے انجکشن لگاتی رہیں گی اور آہستہ آہستہ جان دیتی رہیں گی۔"

"یہ ہوئی نا بات۔ میں قسم کھاتی ہوں یہی کروں گی۔"

"ارے نہیں' آپ قسم نہ کھائیں یہ صرف پاپا کو سمجھانے کی بات ہو گی۔"

"نہیں' میں قسم کھا چکی ہوں۔ تمہارے پاپا کہیں جائیں گے تو شیخ الفارس کی بیٹی جان پر کھیل جائے گی۔"

"مر گیا" پارس نے سر پکڑ کر کہا "آنٹی جو کام شرارت سے ہو سکتا ہے اس کے لئے سنجیدہ ہونے کی کیا ضرورت ہے!"

وہ کہتے کہتے چپ ہو گیا۔ لیلیٰ اس کے دماغ سے چلی گئی تھی۔ اس نے دس منٹ بعد مجھے نیند سے چونکا کر اٹھتے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

دیکھا اس وقت لیلیٰ میرے دماغ میں آئی تھی' مجھ سے کہہ رہی تھی " مجھے چھوڑ کر جانا چاہتے ہیں تو جائیں مگر میں نے قسم کھائی ہے کہ ہر دو چار گھنٹے بعد خود کو بے ہوشی کا انجکشن لگاتی رہوں گی میں اپنے اس آخری فقرے کے ساتھ ہی پہلا انجکشن لگا چکی ہوں۔"

میں نے فوراً ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگائی اس کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا وہ ایک بستر پر لیٹی ہوئی تھی اور اپنے بائیں ہاتھ سے دائیں بازو میں پیوست ہونے والی سوئی نکال رہی تھی پھر اس نے خالی سرنج ایک طرف پھینک دی۔ میں نے پوچھا "یہ تم نے کیا حرکت کی ہے؟"

میری بات پوری ہونے سے پہلے ہی وہ غفلت کے اندھیرے میں ڈوبتی چلی گئی' بے ہوش ہوگئی۔ میں نے پارس کو خالی خالی نظروں سے دیکھا۔ اس نے پوچھا "کیا ہوا؟ خیریت تو ہے؟"

" وہ ... لیلیٰ .... بے ہوش ہوگئی ہے۔"

" آنٹی نے خود ہی بے ہوشی کا انجکشن لگایا ہوگا۔"

" ہاں " میں نے جواب دیا پھر چونک کر پوچھا " تم کیسے جانتے ہو؟"

" وہ تھوڑی دیر پہلے میرے پاس آئی تھیں۔ مجھ سے کہہ رہیں تھیں کہ آپ ان سے کہیں دور جارہے ہیں' انہیں اپنے دماغ میں آنے نہیں دیں گے' میں آپ کو کسی طرح روکوں میں نے کہا کوئی گمبھیر مسئلہ ہوگا تو پاپا میرے روکنے سے بھی نہیں رکیں گے' تب انہوں نے کہا وہ بے ہوشی کا انجکشن لگائیں گی اس کے بعد بھی آپ جائیں گے تو وہ ہر دو چار گھنٹے بعد اسی طرح خود کو آہستہ آہستہ مارتی رہیں گی کیا وہ ایسا کر رہی ہیں؟"

" وہ ایسا کرچکی ہے۔ بے ہوش پڑی ہے۔"

" وہ کہاں ہیں؟ کس شہر میں ہیں؟ ان کا ٹھکانا معلوم ہے؟"

میں نے گفتگو کے دوران چپ چاپ خیال پڑھا تھا پتہ چلا وہ پیرس میں ہے۔ مجھے بابا صاحب کے ادارے میں اطلاع دے کر اس کے پاس کسی کو بھیجنا چاہئے ورنہ کوئی دشمن اسے بے ہوشی کے دوران نقصان پہنچا سکتا ہے۔"

میں نے محترم جناب علی اسد اللہ تبریزی صاحب سے رابطہ کرکے لیلیٰ کی حالت بتائی' انہوں نے فرمایا "اس کے بنگلے کے اطراف میں ہمارے آدمی موجود ہیں' میں انہیں ابھی اطلاع دیتا ہوں انشاء اللہ ہماری بچی کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

میں مطمئن ہو کر اپنی جگہ حاضر ہوگیا پارس نے پوچھا۔ "حفاظت کا انتظام ہوگیا؟"

" ہوگیا۔ یوں بھی اس کے بنگلے کے اطراف ادارے کے لوگ موجود رہتے ہیں۔"

" آپ کو اطمینان ہوگیا کہ وہ محفوظ رہیں گی؟"

" ہاں مگر تم اتنا کرید کرید کر کیوں پوچھ رہے ہو؟"

" اس لئے کہ کل آپ کو یہاں سے جاکر کہیں گم ہوجانا ہے۔"

" تمہیں کچھ عقل ہے؟ میں کیسے جاسکتا ہوں؟"

" کار میں' ریل گاڑی میں' بحری جہاز یا ہوائی جہاز میں"

" میرے کہنے کا مطلب ہے لیلیٰ کو اس حالت میں چھوڑ کر کیسے جاسکتا ہوں؟"

" آپ نے تو ان کی حفاظت کا انتظام کردیا ہے۔"

" حفاظت کرنے والے ہمیشہ اس کے ساتھ نہیں رہیں گے۔ وہ پھر بیہوشی یا نشے کا انجکشن لگائے گی۔"

"نہیں پاپا! یہ عورتیں بس یونہی جان دینے کی دھمکیاں دیتی ہیں۔"

" وہ شیخ مرحوم کی بیٹی ہے۔ زبان کی دھنی ہے' جو کہتی ہے وہ کر گزرے گی۔ اسے کچھ ہوگیا تو میں خود کو کبھی معاف نہیں کروں گا۔"

پارس اطمینان کی سانس لے کر لیٹ گیا۔ آنکھیں بند کرلیں۔ کمبخت نے چکر چلا کر لیلیٰ سے دور جانے کا راستہ روک دیا تھا۔ سچ پوچھو تو وہی لیلیٰ کو میرے قریب لایا تھا اور وہی ہمیں بچھڑنے سے روک رہا تھا۔ اُدھر اسے بے ہوش کرکے اِدھر میری نیند اُڑا کے آرام سے سو رہا تھا۔ آخر بیٹا کس کا تھا۔

○☆○

الپا صبح دس بجے تک سوتی رہی اِس نے آنکھ کھلنے کے بعد خود کو ایک ہوٹل کے کمرے میں پایا' سوچنے لگی "میں کہاں ہوں؟"

وہ نیویارک سے فرار ہو کر ل ابیب اپنے لوگوں میں آئی تھی۔ پاسکل بوبا اسے اغوا کرکے لبنان لایا تھا۔ پارس نے اسے استنبول پہنچا دیا تھا۔ اِدھر چند دنوں میں مُلک اور شہر اتنی تیزی سے بدلتے رہے تھے کہ صبح اٹھ کر سوچنا پڑتا تھا کس شہر میں آنکھ کھل رہی ہے۔

پھر اسے یاد آیا وہ استنبول میں ہے۔ پچھلی رات پارس اسے ایک معمولی ہوٹل میں چھوڑ گیا تھا اس کے دل سے ایک آہ نکلی " آج! جسے ٹوٹ کر چاہتی ہوں جس پر اپنا سب کچھ لٹا ہوں وہ مسلمان ہے۔ جس قوم سے' جس خاندان سے اور جس شخص سے شدید نفرت تھی' اسی کا بیٹا میرے جسم و جان کا مالک بن گیا ہے۔"

اس کی منفی سوچ نے کہا " یہ سب دھوکے سے ہوا ہے۔ پارس نے محبت نہیں کی ہے' مجھے پھانسنے کے لئے چال چلی ہے۔"

اس کے دل نے کہا " چال چلنے والے جان کی بازی نہیں لگاتے۔ وہ میرے لئے کئی بار خطرات سے کھیل چکا ہے۔"

منفی سوچ نے کہا " میرے لئے نہیں میری ٹیلی پیتھی کے لئے سونیا کی ٹیم میں مجھ جیسی بہترین خیال خوانی کرنے والی کا اضافہ کرنے کے لئے خطرات سے کھیلتا آرہا ہے۔"

دل نے کہا " ایسی باتیں سوچتی رہوں گی تو دل ٹوٹ جائے گا۔ یہ دل اس کے لئے بری طرح مچلتا ہے اسی کو مانگتا رہتا ہے۔"

" دل کی یہ کمزوری میرے ملک اور قوم کو ڈبو رہی ہے۔ پارس کی ماں ابھی میرے دماغ میں نہیں ہے' مجھے ابھی سوچنے کی آزادی ہے۔ مجھے اچھی طرح سوچنا چاہئے کہ پارس کی چالاکی نے میرے دماغ کو رسونتی کی مٹھی میں دے دیا ہے گویا میں شادی سے پہلے' ہونے والی ساس کے قبضے میں پہنچ گئی ہوں۔ وہ جب چاہے گی ٹیلی پیتھی کی انگلیوں پر بہو کو نچائے گی۔"

دنیا کی کوئی عورت اپنی ساس کی حکمرانی نہیں چاہتی۔ مرد کو دل و جان سے چاہتی ہے' اس کی ماں کو پھوٹی آنکھ سے بھی دیکھنا پسند نہیں کرتی۔ الپا کے دماغ میں یہ بات ہتھوڑے کی طرح لگی۔ ایک تو وہ دل سے مجبور ہو کر فیصلہ کر رہی تھی کہ مسلمان پارس کو کس حد تک قبول کرنا چاہئے' اگر کسی حد تک قبول کر بھی لیا تو ساس کی حکمرانی کبھی برداشت نہیں کرے گی اور ساس پہلے ہی حکمران بن چکی تھی۔

وہ بستر سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اسے شدت سے بے بسی کا احساس ہو رہا تھا' وہ چاروں طرف سے جکڑی ہوئی تھی۔ اس کے وجود میں سب سے اوپر جو دماغ تھا وہ رسونتی کے قبضے میں تھا سینے میں جو دل تھا اس کا مالک پارس بن گیا تھا اور جن پیروں پر وہ کھڑی تھی وہ پاؤں اس کے وطن کی زمین سے اکھاڑ دیئے گئے تھے۔ ماں بیٹے اس کے ساتھ دوستی کے ثبوت پیش کرتے جارہے تھے جبکہ حقیقتاً دشمنی ہی دشمنی تھی۔

اس نے فیصلہ کیا' جنرل کو اپنی مجبوری اور شکست کی روداد سنائے گی بلا سے وہاں کے اعلیٰ حکام اس پر آئندہ اعتماد نہ کریں' اسے کسی ملکی راز میں شریک نہ کریں۔ یہ ملک کے مفاد میں بہتر ہوگا۔ اس طرح رسونتی کو بھی کوئی راز معلوم نہیں ہوگا۔ اسرائیل میں جو بلند مرتبہ مجھے حاصل ہوا تھا میں اسے چھوڑ سکتی ہوں' وہاں اپنوں کی نظروں میں گر سکتی ہوں لیکن اپنی قوم کو دوسروں کی نظروں سے نہیں گراؤں گی' کبھی نہیں۔

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی اور جنرل کے پاس پہنچ کر کوڈ ورڈز ادا کئے۔ اس نے پوچھا "بیٹی تم کہاں ہو؟ ہم تمہارے لئے پریشان ہیں؟"

وہ بولی " آپ مجھے بیٹی کہتے ہیں' میں آپ کے اور اپنی قوم کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچاؤں گی۔ آپ سے کچھ نہیں چھپاؤں گی۔ میرے ساتھ ٹریجڈی ہوگئی ہے۔ میں بری طرح رسونتی اور پارس کے جال میں پھنس گئی ہوں۔"

" یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟"

" آپ کو اتنی جلدی یقین نہیں آئے گا۔ آپ سب نے بھی زبردست دھوکا کھایا ہے' جسے آپ لوگ ڈی پارس سمجھ رہے تھے وہ اصلی پارس ہے' مسلمان ہے' میں تو لٹ گئی ہوں' چاروں طرف سے جکڑ گئی ہوں۔"

" اوہ گاڈ! یہ اچانک کیسے ہوگیا؟"

" اچانک نہیں ہوا' پارس ڈی بن کر پہلے سے آپ لوگوں کے درمیان موجود تھا۔ میں نے ایک آدھ بار اس کے چور خیالات پڑھنے کی کوشش کی مگر نہ پڑھ سکی۔ رسونتی میرے دماغ میں چھپی ہوئی تھی۔ مجھے پارس کی اصلیت معلوم کرنے کا موقع نہیں دے رہی تھی۔"

" رسونتی نے تمہارے دماغ پر کیسے قبضہ جمالیا تھا؟ ایسا کب سے ہے؟"

" میں اس کے تنویمی عمل کے زیر اثر ہوں۔ یاد نہیں کرسکوں گی کہ مجھے کب ٹریپ کیا گیا تھا۔ اندازہ کرسکتی ہوں کہ میری زندگی میں پارس کے آنے کے بعد ہی یہ سب کچھ ہوا ہے۔"

" اوہ' ہم بری طرح بے وقوف بنائے گئے ہیں۔ میں ابھی انکوائری کراتا ہوں کہ ٹریننگ سینٹر میں ڈی کی جگہ وہ اصلی پارس کیسے پہنچ گیا لیکن یہ دکھ ناقابلِ برداشت ہے کہ تم دشمنوں کے چنگل میں ہو۔ جی چاہتا ہے اپنا سر پھوڑ لوں۔ میں تمہیں دشمنوں سے نجات نہ دلا سکا تو اپنی جان دے دوں گا۔ میں دنیا کے چالاک ترین اور مکار لوگوں کی خدمات حاصل کروں گا۔ وہ تمہارے دماغ کو تنویمی عمل کے اثر سے نکالنے کے لئے رسونتی کو قتل کریں گے۔ تم حوصلہ رکھو' میں تمہیں ان دشمنوں سے ضرور نجات دلاؤں گا۔"

" آپ ایک بات یاد رکھیں رسونتی میرے ذریعے آپ لوگوں کے دماغ میں بھی پہنچی ہوگی۔ آئندہ وہ آپ کو ذہنی اذیتوں میں مبتلا کرسکتی ہے۔"

" میں یہ معاملہ ایسے چند ذہین افسروں کے سپرد کر رہا ہوں جو یوگا کے ماہر ہیں۔ میں انہیں تاکید کروں گا کہ مجھے خواہ کتنی ہی ذہنی اذیتوں میں مبتلا کیا جائے' وہ اپنی ذمے داریوں کو پورا کرتے رہیں اور میری بیٹی کو رسونتی کی گرفت سے نکال لانے کی ہر ممکن کوشش کرتے رہیں۔"

" جب تک مجھے نجات نہیں ملے گی آپ بھی کسی ملکی راز میں شریک نہیں رہیں گے۔ جب وہ میرے دماغ میں آئے گی تو میرے چھپے ہوئے خیالات پڑھ کر ہمارے درمیان ہونے والی یہ تمام باتیں معلوم کرلے گی۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

آپ جو کرسکتے ہیں کر گزریں۔"

"میں ابھی اپنا کام شروع کرتا ہوں' پارس کہاں ہے؟"

"اسی شہر میں ہے۔ میں اس سے ملوں گی لیکن آپ اسے اپنے آدمیوں کے ذریعے پکڑنے کی کوشش نہ کریں' وہ بہت چالاک ہے۔ایک تو دوسروں کو جھانسا دینا خوب جانتا ہے دوسرے مجھ پر شبہ کرے گا۔"

"تم فکر نہ کرو۔ مجھ سے ہر حال میں رابطہ قائم کرتی رہو"۔

الپا دماغ سے چلی گئی' جنرل نے اپنے خاص ماتحت کو بلا کر کہا۔ "میں ڈارک روم میں جارہا ہوں۔ اس کمرے کی لائٹیں' کیمرے اور ساؤنڈ کو آن کرو۔ میں ایک گھنٹے تک کسی سے ملاقات نہیں کروں گا۔ کسی سے فون پر یا ٹرانسمٹر پر گفتگو نہیں کروں گا۔"

ماتحت چلا گیا۔ جنرل اپنی جگہ سے اٹھ کر ٹہلنے لگا۔ وہ الپا کے لئے پریشان تھا۔ ایک مدت کے بعد ان کی قوم میں ایک خیال خوانی کرنے والی پیدا ہوئی تھی' وہ بھی شیبا کی طرح تقریباً ہاتھ سے نکل چکی تھی۔ صرف یہ اطمینان تھا کہ الپا اپنے ملک کی وفادار ہے۔ پارس اور رسونتی کی گرفت میں آنے کے باوجود ان سے متاثر نہیں ہے اور ان کی بن کر کبھی ان کے کام نہیں آئے گی۔

وہ ڈارک روم میں آگیا۔ دروازے کو اندر سے بند کرنے کے بعد کمرے کا جائزہ لیا۔ وہاں مختلف کیمرے تھے جو ایک بٹن دبانے سے بیک وقت آن ہوجاتے تھے۔ چھت سے دو مائیکرو فون لٹک رہے تھے' ایک دیوار کے ساتھ بڑی بڑی مشینیں تھیں جو ٹی وی' وی سی آر اور کمپیوٹر سے منسلک تھیں' وہ انہیں ترتیب سے آپریٹ کرنے کے بعد کمپیوٹر کے پاس آکر بیٹھ گیا۔

ٹی وی کا اسکرین آن ہونے پر ایک کمرا نظر آرہا تھا' وہاں ایک میز کے اطراف تین کرسیاں تھیں۔ ایک جانب کمپیوٹر اور ویسی ہی مشینیں تھی جیسی جنرل کے ڈارک روم میں نظر آرہی تھیں۔ مزید ایک سرخ بلب روشن تھا۔ جب تین ادھیڑ عمر کے افراد ان کرسیوں پر آکر بیٹھ گئے تو سرخ بلب بجھ گیا۔ وہ تینوں سامنے دیکھ رہے تھے گویا ان کے سامنے بھی اسکرین تھا اور وہ اسکرین پر جنرل کو دیکھ رہے تھے۔

جنرل نے کہا "الپا ہمارے ہاتھ سے نکل رہی ہے۔ رسونتی نے تنویمی عمل کے ذریعے اسے تابعدار بنا لیا ہے۔ تھوڑی دیر پہلے جب رسونتی اس کے دماغ میں نہیں تھی' الپا نے موقع پاکر مجھے بتایا کہ ہم بہت پہلے سے دھوکا کھا رہے ہیں۔ ہم ڈمی پارس تیار کرنے کی خوش فہمی میں اصلی پارس کو ٹریننگ لوگ منٹ میں رکھے ہوئے تھے۔"

جنرل بول رہا تھا اور وہ توجہ سے سن رہے تھے۔ تمام روداد سننے کے بعد ایک نے کہا "آپ صرف الپا کو نہ روئیں' مورگن بھی ہاتھ سے گیا۔ مورگن یوگا کا ماہر ہے لیکن الپا کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتا ہے۔ رسونتی الپا بن کر اس کے بھی دماغ میں آتی ہوگی۔"

دوسرے نے کہا "ہم سے آگے کوئی بات کرنے سے پہلے فوراً جے مورگن کو نظربند رکھنے کا حکم صادر فرمائیں۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر اپنے خاص ماتحت کو یہی حکم دیا پھر ریسیور رکھ کر اسکرین کی جانب دیکھتے ہوئے کہا "ہمارے لئے سب سے اہم الپا ہے۔ میں تم لوگوں کو گولڈن برین کہتا ہوں' تمہاری چالاکیوں اور منصوبہ بندیوں سے ہم نے امریکا جیسے سپر پاور کو اپنی مٹھی میں لے رکھا ہے۔ اب کوئی ایسی چال چلو کہ رسونتی سے الپا کو نجات مل جائے۔"

ایک گولڈن برین نے کہا "اسے نجات ملے گی لیکن کیسے ملے گی' یہ ہم آپ کو نہیں بتائیں گے۔ رسونتی آپ کے دماغ میں بھی آتی ہوگی۔"

"ٹھیک ہے' مجھے اپنی کارکردگی کی کوئی رپورٹ نہ دو۔ رسونتی مجھے ذہنی اذیتوں میں مبتلا کرے' مجھے مار ڈالنا چاہے تب بھی اپنی ذمے داریاں پوری کرتے رہو۔ میں چاہتا ہوں ہماری الپا جلد سے جلد نجات حاصل کر کے یہاں چلی آئے۔"

دوسرے گولڈن برین نے کہا "اسے نجات حاصل کرنے سے پہلے یہاں آنا چاہئے' ہماری نگرانی میں رہنا چاہئے۔ اس کی دماغی سلامتی کے لئے ضروری ہے کہ اسے جسمانی طور پر بھی کوئی نقصان نہ پہنچے۔ اسے نصیحت کریں کہ پارس کی محبت کا طلسم ٹوٹ چکا ہے' اسے اپنے وطن میں آکر رہنا چاہئے۔"

"وہ مجھ سے رابطہ کرے گی تب میں اسے سمجھاؤں گا۔ ویسے آج تم تین نظر آرہے ہو باقی دو گولڈن برین کہاں ہیں؟"

"وہ کہیں مصروف ہیں واپس آکر رپورٹ دیں گے۔"

"کوئی خاص بات ہوگی تو میں پھر رابطہ کروں گا' وِش یو گڈ لک فار الپا۔"

جنرل نے رابطہ ختم کردیا۔ تمام مشینیں آف کردیں۔ الپا کے لئے بہت فکر مند تھا' خود کو دل ہی دل میں تسلیاں دے رہا تھا کہ پانچ گولڈن برین رسونتی کو الپا کے دماغ سے نکالنے میں کامیاب ہوجائیں گے۔ وہ پانچوں یوگا کے ماہر تھے' مکاری میں شیطان کے جانشین تھے۔ وہ اپنے شاطرانہ منصوبوں سے بڑی طاقتوں کو نگنی کا ناچ نچاتے تھے۔ ان پانچوں نے ایک فورس بنائی تھی۔ اس فورس میں ڈاکٹر' انجینئر' سائنس داں' سراغرساں وغیرہ تھے۔ یہ لوگ مطلوبہ ممالک کے شہروں میں باقاعدہ رہائش اختیار کرتے تھے۔ اسلامی ممالک میں مسلمان بن کر رہتے تھے۔ پانچوں گولڈن برینز میں سے کسی کا بھی حکم ملتا تو برق رفتاری سے حرکت میں آجاتے تھے۔ یہودی تنظیم کے مختلف ممالک کے سربراہ بھی ان کے احکامات کی تعمیل کرتے تھے۔ وہ پانچوں اور ان کی پوری فورس عبرانی زبان میں ایک دوسرے سے رابطہ کرتی تھی اور یہ زبان مشکل ہی سے کسی کی سمجھ میں آتی تھی۔

میری ٹیم میں سونیا' پارس' علی تیمور' لیلیٰ اور سلطانہ یہ زبان جانتے تھے۔ دیکھنا یہ تھا کہ وہ پانچوں گولڈن برین الپا کے دماغ سے مجھے نکالنے کے لئے کیسی زبردست چالیں چلیں گے۔ ابھی تو ہم اس حقیقت سے بھی بے خبر تھے کہ اسرائیل میں کسی گولڈن برین کا وجود ہے اور وہ ہمارے خلاف نکل پڑے ہیں۔

الپا نے غسل کر کے بہترین لباس زیب تن کیا' آئینے کے سامنے آکر دیکھنے لگی کہ پارس کو مزید دیوانہ بنانے میں کون سی کمی رہ گئی ہے۔ اپنے اوپر کی کمی اور اندر کی خامی کسی حسین عورت کو نظر نہیں آتی۔ اس نے خود کو مکمل پایا۔ پھر مسکراتے ہوئے پارس کے دماغ میں پہنچتے ہوئے بولی "میں پہلے انسان ہوں بعد میں یہودی۔"

پارس ایک لقمہ چباتے ہوئے نگل رہا تھا۔ اسے ٹھسکا لگا' اس نے دو گھونٹ پانی پیتے ہوئے کہا "بزرگوں نے کہا ہے کہ کھاتے وقت کوئی یاد آکر یا خود آکر ٹھسکا پہنچائے تو وہ دوست نہیں ہے۔ تم کسی سازش کے تحت تو نہیں آئی ہو؟"

وہ گھبرا گئی "یہ پارس کو کیسے معلوم ہوجاتا ہے؟" پھر اس نے سوچا کیا رسونتی اس وقت میرے دماغ میں چھپی ہوئی تھی جب میں جنرل سے باتیں کررہی تھی؟ کیا اس نے پارس کو آکر سب کچھ بتا دیا ہے؟

پارس نے کہا "تم خاموش کیوں ہوگئی ہو؟"

وہ ڈھٹائی سے بولی "ہاں میں سازش کر کے آئی ہوں' تمہاری ماں نے تمہیں بتایا ہوگا کہ میں تم سے دکھاوے کی محبت کرتی ہوں اور در پردہ دشمنی کررہی ہوں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "میں تو مذاق کررہا تھا تم ناراض ہوگئیں۔"

"تم مذاق نہیں کررہے تھے' مجھے طعنے دے رہے تھے۔"

"جب تم کوئی سازش نہیں کررہی ہو' مجھے چھوڑ کر جانا نہیں چاہتی ہو' میری حقیقت معلوم ہونے کے بعد بھی مجھ سے پیار کرتی ہو تو پھر میں طعنے کیوں دوں گا۔"

"تمہاری ماں کہاں ہیں؟"

"پیرس میں ہیں' کل رات تمہاری کھوپڑی میں جاگتی رہی تھیں ابھی سو رہی ہیں۔"

الپا نے خوش ہو کر ایک لمبی سانس لی۔ رسونتی سو رہی تھی جنرل سے باتیں کرتے وقت بھی وہ دماغ میں نہیں تھی۔ پارس نے مذاق میں سازش والی بات کی تھی' اس کے دل میں چور تھا اس لئے وہ گھبرا گئی تھی۔

پارس نے پوچھا "کیا تم بار بار خاموش رہ کر میرے چور خیالات پڑھ رہی ہو؟"

"نہیں' میں سوچ رہی ہوں' تم سے جذباتی گفتگو نہیں کرسکوں گی۔ ہر لمحے یہ دھڑکا لگا رہے گا کہ وہ ہماری تنہائی میں شریک ہیں۔"

"میری ماما کے پاس عقل ہے۔ ایسے وقت وہ تمہارے دماغ میں کبھی نہیں رہیں گی۔ پہلے وہ میرے پاس آتی ہیں جب میں تمہارے پاس جانے کو کہتا ہوں تو وہ تمہارے خیالات پڑھتی ہیں۔"

"کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟"

"بالکل سچ۔ ہم اخلاق اور تہذیب کا پاس رکھتے ہیں۔ ہمارے خیال خوانی کرنے والوں میں کوئی عورت ہو یا مرد' وہ کبھی کسی عورت کے دماغ میں اجازت حاصل کئے بغیر نہیں جاتا۔"

"پھر مہاری ماما مجھ سے اجازت کیوں نہیں لیتیں؟"

"جب تک تم پر مکمل بھروسا نہیں ہوگا تب تک وہ مجھ سے پوچھ کر تمہارے اندر جایا کریں گی۔"

"میں ان کا اعتماد کیسے حاصل کرسکتی ہوں؟"

"میں نے تم سے کہا تھا اپنے جنرل وغیرہ کے چور خیالات پڑھو اور میری شیبا ممی کی صحیح ہسٹری معلوم کرو۔ جب تمہیں معلوم ہوجائے گا کہ ان کی موت کن حالات میں ہوئی تھی اور وہ کتنی عظیم تھیں تو میں تمہارے ساتھ رہنے کے متعلق سوچوں گا۔ ابھی تو میں تم پر بھروسا نہیں کرتا ہوں' میری ماما کیسے بھروسا کریں گی۔"

"کیا ابھی تم میرے ساتھ استنبول کی سیر نہیں کروگے؟"

"پہلے جو کہا ہے وہ کرو۔"

"تم آکر تو دیکھو' میں نے تمہارے لئے کیسا سنگھار کیا ہے۔"

"میں گھنٹے دو گھنٹے بعد آکر سنگھار کی تعریف کرسکتا ہوں۔"

"تم بڑے ضدی ہو۔ اچھا میں ابھی جنرل کے خیالات پڑھ کر آتی ہوں۔"

اس نے دماغی طور پر حاضر ہو کر آئینے میں دیکھا۔ دل کہہ رہا تھا' پارس ابھی دیکھے گا تو نثار ہوجائے گا۔ یہ جلوہ دکھانے کے لئے مجھے جنرل کے چور خیالات پڑھنے ہوں گے۔

وہ چپ چاپ جنرل کے اندر پہنچ گئی۔ پارس نے مجھ سے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کہہ دیا تھا کہ وہ کہاں جارہی ہے اس لئے میں اس کے دماغ میں پہنچا ہوا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی معلومات حاصل کرنے کی ابتدا کیسے کرنی چاہئے۔ اور یہ ضروری تو نہیں کہ جو مجھے بیٹی کی طرح چاہتا ہے ' مجھے باپ کا پیار دیتا ہے ' میں اس کے چور خیالات پڑھوں۔ میں پارس سے جھوٹ کہہ سکتی ہوں کہ خیالات پڑھ چکی ہوں۔ اس کی تسلی کے لئے کہہ دوں گی کہ واقعی اس کی شیبا ممی کے ساتھ ظلم ہوا ہے۔ وہ بہت عظیم عورت تھی۔ وغیرہ وغیرہ۔

اس سے پہلے کہ وہ جنرل کے دماغ سے یونہی واپس آتی ' میں نے جنرل کے اندر تحریک پیدا کی۔ اس کے سوچ کے ذریعے سوال کرایا " الپا کو کیسے نجات ملے گی۔ رسونتی کیسے اس کا پیچھا چھوڑے گی۔ "

جنرل کی سوچ نے کہا " مجھے صبر و تحمل سے تھوڑا انتظار کرنا ہوگا۔ پانچ گولڈن برین ضرور اس رسونتی کو اس کے دماغ سے نکال دیں گے۔ "

یہ پانچ گولڈن برین والی بات میرے لئے نئی تھی۔ الپا بھی ان کے متعلق پوچھنا چاہتی تھی۔ یہ تو ہمیں بعد میں بھی معلوم ہو سکتا تھا۔ میں نے الپا سے سوال کرایا " بڑے بڑے گولڈن برین فرہاد کا کچھ نہ بگاڑ سکے ' اگر الپا کو رسونتی سے نجات نہ ملی تو کیا ہوگا؟ "

جنرل کی سوچ نے کہا " تو پھر مجبوری ہے ' ہم الپا کو گولی مار دیں گے۔ "

الپا کے دماغ کو جھٹکا سا لگا۔ وہ کبھی ایسی بات کی توقع نہیں کر سکتی تھی۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ جنرل کا یہ چور خیال اس نے صحیح طور پر سنا ہے۔ اس بار اس نے خود ہی سوال کیا۔ " جسے میں بیٹی کہتا ہوں اور باپ کا پیار دیتا ہوں ' اسے کیا گولی مارنا چاہئے؟ "

" بیٹی؟ " جنرل نے ناگواری سے سوچا " سیاست کے میدان میں اقتدار کی جنگ ہوتی ہے۔ اس جنگ میں کوئی رشتہ نہیں ہوتا۔ بازی جیتنے کے لئے گدھے کو باپ بنایا جاتا ہے۔ ہم نے شیبا کو بھی بیٹی بنایا تھا مگر وہ الو کی پٹھی ہماری وفادار ہو کر مسلمانوں کا بھی ساتھ دیتی تھی۔ "

میں نے سوال کرایا " کیا شیبا نے یہودیوں کو نقصان پہنچایا تھا؟ "

" ویسے تو کوئی نقصان نہیں پہنچایا تھا لیکن یہی نقصان کیا کم تھا کہ وہ مسلمانوں کی دوست تھی۔ "

الپا نے جنرل کی سوچ میں کہا " اچھا ہوا شیبا کو مار ڈالا گیا۔ "

اسی سوچ کے ساتھ ہی میں نے جنرل کے دماغ میں آکر اسے شیبا کی موت کا واقعہ سوچنے پر مجبور کیا۔ الپا توجہ سے سننے لگی کہ کس طرح شیبا کو شاہی محل میں رکھا گیا تھا۔ [illegible] اس کی آبرو سے کھیلا گیا تھا۔ وہ حیا والی عزت دار عورت تھی۔ جب اسے فریب کا علم ہوا تو وہ اپنی بے عزتی اور بے [illegible] برداشت نہ کر سکی ' اپنی جان پر کھیل گئی۔

جب اس نے یہ تمام واقعہ دہرایا تو میں نے اسے پھر سوچنے پر مجبور کیا۔ اس کے دماغ نے کہا " جس شاہی محل میں شیبا کی عزت سے کھیلا گیا تھا اور اسے خودکشی پر مجبور کیا گیا تھا وہی شاہی محل الپا کو رہائش کے لئے دیا گیا ہے۔ "

الپا کو غصہ بھی آرہا تھا اور دل بھی ڈوب رہا تھا۔ وہ جنرل وغیرہ پر ایسا اندھا اعتماد کرتی تھی کہ کبھی ان کے چور خیالات پڑھنا نہیں چاہتی تھی اپنے لوگ جتنے بھی برے ہوتے ہیں اپنے لئے اچھے ہی ہوتے ہیں ' دل کو اچھے لگتے ہیں ' ان کے لئے دل میں ایک پیار بھری عقیدت ہوتی ہے۔ لیکن محبت اور عقیدت کا مطلب یہ نہیں کہ اپنے ہی خاندان ' اپنی ہی قوم کی شریف زادیوں کی آبرو کی دھجیاں اڑا دی جائیں اور انہیں بے موت مرنے پر مجبور کردیا جائے۔

اس نے جنرل کے دماغ میں سوچ پیدا کی " ہم نے چاہا تھا کہ الپا ایک ذی پارس کو اپنالے اور شیبا کی طرح کسی مسلمان سے اپنا دل نہ ہارے لیکن الپا مسلمان پارس پر اپنا سب کچھ ہار چکی ہے۔ اگر وہ مسلمانوں کی حمایت کرنا شروع کردے اور اسلامی ملک کے خلاف سازش میں شریک ہونے سے انکار کردے تو کیا ہوگا۔ "

جنرل کی سوچ نے کہا " میں اسی تشویش میں ہوں کہ کیا ہوگا۔ ہمیں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی مل گئی ہے۔ ہم اسے کسی مسلمان کی گود میں جانے نہیں دیں گے۔ اسے واپس لانے کی تمام تر تدبیریں ناکام ہوں گی تو اسے بھی شیبا کی طرح موت کی تاریکی میں دھکیل دیں گے مگر دشمنوں کو اس کی ٹیلی پیتھی سے فائدہ اٹھانے نہیں دیں گے۔ "

الپا دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ اگر جنرل کے دماغ میں ایک لمحہ بھی رہتی تو نفرت اور غصے سے پھٹ پڑتی۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا تھا۔ صدمے سے آنسو بہنے لگے تھے۔ وہ عزت اور اعلیٰ مرتبے کی بلندی سے ذلت کی پستی میں گر گئی تھی۔ اس سے بڑی ذلت اور کیا ہو سکتی تھی [illegible] انسان نہیں جانور سمجھا جارہا تھا۔ جانور بار برداری کے قابل رہے ' کوئی فائدہ نہ پہنچائے تو مالک اسے بیچ دیتا ہے یا مار دیتا ہے۔ وہ جنہیں حب الوطنی کے جذبے سے بہت زیادہ چاہتی تھی ' وہ اسے محض ایک جانور سمجھ رہے تھے۔

میں نے پارس سے کہہ دیا تھا وہ فوراً الپا کے پاس پہنچے۔ اس کے سامنے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو رہا ہے۔ وہ صدمے سے ٹوٹ رہی ہے ' اسے سہارے کی ضرورت ہے۔

اس کے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی گئی ہے ' وہ اس کے دماغ میں جنرل کو معاف نہیں کرے گی۔ اس نے فیصلہ کیا وہ اور اس کے دل کو زلزلے پیدا کرے گی۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا " میں آج تک غصے اور غرور میں غلط کو صحیح اور صحیح کو غلط سمجھتی رہی۔ ابھی انتقام کی جوش میں جنرل کو نقصان پہنچا کر کیا ملے گا۔ ابھی میں غصے میں ہوں ' صدمات سے چور ہوں ' کوئی صحیح کام نہیں کر سکوں گی۔ "

وہ بستر پر گر پڑی۔ اس کا جی چاہتا تھا کوئی ہمدرد اور غم گسار ہو۔ اسے محبت سے اپنے بازوؤں میں چھپالے۔ وہ تڑپ کر پارس کے دماغ میں پہنچی پھر بولی " پارس! میں ڈوب رہی ہوں۔ جلدی آؤ پارس! میں رو رہی ہوں۔ "

وہ بولا " دروازہ کھولو گی تو آؤں گا۔ میں ابھی دستک دینے ہی والا تھا۔ "

وہ اچھل کر بستر سے نکل کر دوڑتی ہوئی آئی۔ دروازہ کھولا ' پھر پارس کو دیکھتے ہی ' ہی ' ہی ...

میں بھورانی کے دماغ سے نکل آیا۔

○☆○

ہمارے لئے راستے ہموار ہو رہے تھے۔ مشکلیں آسان ہو رہی تھیں۔ سونیا کو امید تھی کہ وہ جلد ہی خیال خوانی [illegible] والوں کو ٹریپ کرنے کے بعد اس ملک سے واپس چلی جائے گی۔

کامیابی یوں بھی ہو رہی تھی کہ ادھر الپا اپنے جنرل کے دماغ کو پڑھ کر دوست اور دشمن کی تمیز کر رہی تھی [illegible] سلمان آدھی رات کے بعد جنرل کے دماغ میں بڑی آسانی سے پہنچ گیا۔ جنرل نے رات کے گیارہ بجے خواب آور دوا کی زیادہ خوراک استعمال کی تھی۔ ایک گھنٹے کے اندر سو گیا تھا۔ سلمان وہاں پہنچا تو اس کا دماغ ایک کتاب کی طرح کھلا ہوا تھا۔

سلمان نے پہلے تنویمی عمل کے ذریعے اسے اپنا معمول بنایا۔ پھر پوچھا " تم سپر ماسٹر ارے رے کے خلاف سخت رویہ کیوں اختیار کر رہے ہو؟ "

جنرل نے جواب دیا " مجھے رپورٹ ملی ہے کہ سپر ماسٹر ارے رے بلیا صاحب کے ادارے میں رہ کر ہمارے لئے کام نہیں کرتا بلکہ ہمارے درمیان سپر ماسٹر بن کر بلیا صاحب کے ادارے کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ "

سلمان نے پوچھا " تمہیں یہ رپورٹ کس نے دی ہے؟ "

" میں نہیں جانتا ' رات کو سونے سے پہلے ایک ٹیلی فون کال آتی ہے۔ ایک آواز کہتی ہے ' وہ سپر ماسٹر ارے رے نہیں ' سلمان واسطی ہے۔ عیسائی نہیں ' مسلمان ہے۔ اس کی تصدیق کرو۔ جتنی جلدی ہو سکے تصدیق کرو۔ "

" تم اس کال کا جواب کیا دیتے ہو؟ "

" میں کہتا ہوں۔ یہ ہم سب جانتے ہیں کہ بلیا صاحب کے ادارے میں سپر ماسٹر ارے رے کا نام سلمان واسطی ہے۔ لیکن اس نے اسلام قبول نہیں کیا ہے۔ ادارے والوں کو مسلمان بن کر دھوکا دے رہا ہے لیکن اس آواز نے مشورہ دیا تھا کہ میں اپنے سپر ماسٹر ارے رے کو کسی طرح آزماؤں۔ "

" تم نے اسے کس طرح آزمایا ہے؟ "

جنرل نے کہا " سپر ماسٹر ارے رے نے مشورہ دیا تھا کہ ہم اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو مختلف سینٹروں میں نہ رکھیں ' جزیرہ کونو کی فوجی چھاؤنی میں بھیج دیں۔ ایک تو دشمنوں کو یہ معلوم نہ ہوگا کہ انہیں کہاں منتقل کیا گیا ہے۔ دوسرے کوئی اس جزیرے میں قدم نہیں رکھ سکے گا۔ آج اس جزیرے کے چاروں طرف بحری فوج ہے۔ لیکن میں نے ایک چالاکی کی ہے۔ جزیرہ کونو میں بظاہر بارہ افراد کو بھیجا ہے لیکن ان میں سے صرف چار جوان ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ "

" باقی آٹھ کہاں ہیں؟ "

" کرنل نے اپنی بیٹی جورا جوری کی ضمانت لی ہے۔ اس لئے وہ باپ کے پاس ہے۔ کمی میتھو کرنل کا ہونے والا داماد ہے ' میں اس پر زیادہ بھروسا نہیں کرتا ہوں۔ وہ بالٹی مور میں ہے۔ باقی چھ میرے وفادار ہیں۔ میرے لئے بڑی خاموشی سے خیال خوانی کرتے رہتے ہیں۔ ان میں سے ایک مارٹن رسل ہے۔ "

مارٹن رسل کا دماغ ہماری مٹھی میں آچکا تھا۔ جورا جوری اور کمی میتھو کو ہم نے بہت پہلے ٹریپ کیا تھا۔ ہم جب چاہتے ان سے کام لے سکتے تھے۔

جنرل نے کہا " میرے وفاداروں میں دوسرا پال ہوپ کن ہے ' علی تیمور نے اس کی بہن ویلی ہوپ کن کے ذریعے اسے پھانسنے کی کوشش کی تھی لیکن پال ہوپ کن سچا امریکی ہے۔ اس نے علی تیمور کی کوششوں کو ناکام بنا دیا۔ تیسری وفادار خلیا ہے چوتھے کا نام ٹیو سنتانا ہے اور پانچواں ڈی بورین ہے۔ "

" تم نے پانچ کا ذکر کیا ہے ' ایک اور کون ہے؟ "

" وہ میری ایک بھتیجی ہے ' اس کا نام مرینا ہے۔ "

" ان سب کے مکمل ایڈریس بتاؤ۔ "

وہ بتانے لگا۔ سلمان نام اور پتے نوٹ کرتا رہا۔ پھر اس نے پوچھا " تمہاری بھتیجی مرینا کا پتا کیا ہے؟ "

وہ لاپتا ہے۔

" تم میرے معمول ہو ' مجھ سے جھوٹ نہیں بولو گے۔ بتاؤ وہ لاپتا کیسے ہو گئی؟ "

اس نے جواب دیا " جب سونیا اور علی تیمور کی طرف سے خطرات بڑھنے لگے تو مجھے اپنی بھتیجی کی فکر ہوئی۔ وہ بہت چالاک ہے۔ اس نے کہا کہ میں اسے کہیں روپوش ہو جانے دوں اور یہ ظاہر کروں کہ دشمن نے مرینا کو بھی اغوا کر لیا ہے۔ اس طرح وہ چھپ کر مجھ سے رابطہ کرتی رہے گی اور دشمنوں کا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

سراغ لگائے گی۔ میں نے کبھی نہیں پوچھا کہ وہ کہاں زندگی گزار رہی ہے۔ اس نے بھی مجھے کچھ نہیں بتایا ہے۔ یہی اطمینان کافی ہے کہ وہ بخیریت اور محفوظ ہے۔"

سلمان نے کہا "آئندہ وہ رابطہ کرے تو اس کا پتا معلوم کرو"

جنرل نے فرمانبرداری سے کہا "میں مریتا سے اس کا موجودہ پتا پوچھوں گا۔"

"تم اپنے دماغ میں میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کروگے اور مجھ پر کسی قسم کا شبہ نہیں کروگے۔"

اس نے کہا "میں تمہاری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کروں گا اور تم پر کسی قسم کا شبہ نہیں کروں گا۔"

سلمان نے کہا "کیا تم اس کی آواز کی نقل سنا سکتے ہو جو فون پر میرے خلاف بولتی رہتی ہے؟"

"بولنے والی عورت ہے اور میں عورت کی آواز کی نقالی نہیں کرسکوں گا۔"

اتنا ہی کہہ دینا کافی تھا کہ بولنے والی عورت ہے۔ سلمان کے تصور میں راحیلہ آگئی۔ وہ سونیا کے پاس آیا۔ وہ جزیرے کے لئے سبزیاں لانے آئی ہوئی تھی۔ وہ بولا "سسٹر! اچھا ہوا آپ سبزیاں لانے کے بہانے جزیرے سے نکل آئی ہیں۔ ہم خطرے کو جتنا ٹالنا چاہتے ہیں اتنا ہی بڑھتا جاتا ہے۔"

"بات کیا ہے؟"

اس نے کہا "مسٹر وولف نے مارٹن رسل کو اپنے قابو میں کرلیا ہے میں جنرل پر عمل کرچکا ہوں۔ یوں دیکھا جائے تو سپر ماسٹر کی سیٹ میرے لئے پکی ہوگئی ہے لیکن راحیلہ اچانک میرے لئے مصیبت بن رہی ہے۔"

"کیا اسے تمہارے سپر ماسٹر ہونے کا علم ہوگیا ہے؟"

"شاید اسے معلوم ہوگیا ہے۔ جنرل نے معمول بن کر بتایا ہے کہ رات کو سونے سے پہلے فون پر ایک عورت بولتی ہے کہ سپر ماسٹر مسلمان ہے اور باباصاحب کے ادارے کا وفادار ہے اسی لئے آج کل جنرل کا رویہ میرے خلاف ہوگیا تھا۔"

"تمہیں شبہ ہے کہ راحیلہ فون کرتی ہے' یقین نہیں ہے۔ پہلے راحیلہ سے رابطہ کرو' اس سے باتیں کرو۔"

"میں نے یہی سوچا تھا پھر خیال آیا پہلے اپنی پوزیشن مضبوط کرلینا چاہئے۔ مجھے اور سلطانہ کو کم از کم ایک دن کے لئے اس ملک سے نکل جانا چاہئے ورنہ راحیلہ جب جنرل تک پہنچ سکتی ہے تو دوسرے حکام تک پہنچ کر ہمارا راستہ روک سکتی ہے۔"

"یہ بہتر ہے۔ سلطانہ کو یہاں سے نکلنے کو کہو۔ لیلیٰ نے جزیرے کے چوتھے ٹیلی پیتھی جاننے والے جوان جوڈی نارمن کو بھی ٹریپ کرلیا ہے۔ باقی جوانوں کو بعد میں دیکھا جائے گا۔"

"سسٹر! آپ نے اپنا کام مکمل کرلیا ہے۔ جزیرے... صرف چار ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں جو آپ کے قابو... آگئے ہیں۔ باقی آٹھ ڈمی ہیں' جنرل نے مجھے دھوکا دیا تھا... میں ان آٹھوں کے نام اور پتے نوٹ کرچکا ہوں۔"

"ایسا ہے تو ثانی اور علی کو بھی یہاں سے جانے کو کہو... حلیہ بدل کر کل تک چلی جاؤں گی۔"

وہ سونیا سے باتیں کرنے کے بعد سلطانہ کے پاس آیا... ورڈز ادا کئے' اسے جنرل سے حاصل ہونے والی معلو... بتائیں پھر کہا "جنرل تنویمی نیند سے بیدار ہوگا تو میری مر... کے مطابق ہم دونوں پر سے پابندیاں ختم کرادے۔ ہم کل... کسی فلائٹ سے یہ ملک چھوڑ دیں گے۔"

وہ بولی "جنرل پوری طرح قابو میں آگیا ہے۔ تم بدستور... ماسٹر رہ سکتے ہو۔ راحیلہ سے بات کرو' ہو سکتا ہے' وہ دشمن... کررہی ہو۔"

"خدا کرے ایسا ہی ہو' لیکن یہ ملک چھوڑنے کے بعد... ہی میں راحیلہ سے رابطہ کروں گا۔ ورنہ وہ دوسرے ذرائع... ہم پر پابندیاں عائد کرادے گی۔ ابھی اسے خوش فہمی میں رہنے... دو کہ جنرل اس کی فون کال پر عمل کررہا ہے اور میرا محاسبہ کر... والا ہے۔"

"ٹھیک ہے' میں روانگی کی تیاری کرتی ہوں۔"

"پہلے نیند پوری کرلو' صبح ہونے والی ہے۔"

"میں ابھی ثانی اور علی کے پاس سے آئی ہوں' تھک... ہوں۔ دو گھنٹے سونے کے بعد سفر کی تیاری کروں گی۔"

سلمان نے دماغی طور پر حاضر ہو کر وہ فہرست دیکھی... میں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے نام اور پتے لکھے ہوئے تھے... ایک خیال خوانی کرنے والا مونٹریال میں رہتا تھا۔ ثانی اور... بھی اسی شہر میں تھے۔ اس نے علی کے دماغ میں دستک دی... ورڈز ادا کئے۔ وہ سو رہا تھا۔ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ سلمان نے کہا... ہونے والی ہے' نیویارک میں چار بج کر بیس منٹ ہوئے... اس وقت ہر شخص گہری نیند میں ہوتا ہے۔"

علی نے پوچھا "انکل! کیا یہ کہہ کر آپ مجھے جگا... معذرت کریں گے؟"

"نہیں بیٹے! میں جانتا ہوں تم اور پارس سپاہی ہو... اپنے قابو میں رکھتے ہو۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس... دشمن بھی گہری نیند میں ہوگا۔ وہ اسی شہر میں ہے۔ پتا نو... سلمان نے پتا بتا کر کہا "اس کا نام ڈی بورین ہے... پیتھی جانتا ہے' جنرل کا وفادار اور خاص ماتحت ہے۔"

"میں ابھی جارہا ہوں۔"

"پہلے اچھی طرح معلوم کرلو' اس نے اپنی حفاظت... لئے خاص انتظامات کئے ہوں گے۔"

"آپ اطمینان رکھیں۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ یہ جانتا تھا کہ اس کی بیٹی سونیا ثانی علی کو پسند کرتی ہے۔ علی جیسا خشک مزاج لڑکا بھی اس سے متاثر ہے۔ دونوں شانہ بشانہ خطرات سے کھیلتے آرہے تھے۔ ابھی علی کے دماغ میں گفتگو کرنے کے دوران ثانی کہیں نظر نہیں آئی تھی یعنی دونوں ایک بیڈ روم میں نہیں تھے۔ سمجھ دار تھے' بڑی شرافت سے محبت کررہے تھے۔ آخر وہ بابا فرید واسطی کی نواسی تھی۔ فطرتاً شرم و حیا کا پاس رکھتی تھی۔ وہ کچھ بھی تھی مگر اپنی حقیقت نہیں جانتی تھی۔ اسے اتنا معلوم تھا کہ سونیا نے ایک ماں کی طرح اس کی پرورش کی ہے۔ جب اسے باباصاحب کے ادارے میں داخل کیا گیا تو وہ لاوارث تھی اسے باپ کے طور پر سلمان واسطی کا نام دیا گیا تھا۔

بظاہر اس کے ساتھ ناانصافی ہوئی تھی۔ وہ اپنے نانا جان کے ادارے میں اور باپ کی موجودگی میں لاوارث تھی۔ لیکن اس کی بہتری کے لئے ایسا کیا گیا تھا۔ راحیلہ کو ہر طرح سے یقین دلایا گیا تھا کہ اس نے ایک مردہ بچے کو جنم دیا ہے۔ اس کی کوئی بیٹی اور باباصاحب کی کوئی نواسی نہیں ہے۔ اگر راحیلہ کو معلوم ہوجاتا تو وہ اپنی بیٹی کو چھین لینے کی ہر ممکن کوشش کرتی۔ یہ ان کے لئے شیطانی ہدایات تھیں۔ راحیلہ کو اس کی ماں سارا لی لے گئی اور سارائی کو اس کی ماں نے چھین لیا تھا۔ کالا جادو کرنے والیوں کا یہ سلسلہ چلا آرہا تھا اور اس سلسلے کی موجودہ کڑی سونیا ثانی تھی۔

علی تیمور تیزی سے لباس تبدیل کررہا تھا۔ ثانی دوسرے کمرے میں سورہی تھی۔ وہ اسے آرام کرنے کا موقع دینا چاہتا تھا۔ اس لئے اسے اطلاع دیے بغیر جارہا تھا۔ اس نے جوتے پہننے کے بعد نیا شناختی کارڈ جیب میں رکھا۔ سلمان نے دونوں کے لئے نئے حلیے میں شناختی کارڈ اور دیگر ضروری کاغذات بنوادیے تھے۔ وہ دبے قدموں کمرے سے باہر آیا کوریڈور میں پہنچ کر ایک کھڑکی کا پردہ ہٹا کر دیکھا۔ وہ بستر پر سورہی تھی۔ علی تیمور دیر تک اسے بے اختیار دیکھتا رہ گیا۔ وہ تو ایسے بھی دل میں اتر گئی تھی۔ نیند کی حالت میں اس کا حسن اور بھی سحر زدہ کررہا تھا۔

وہ حقیقت پسند تھا' عشق و محبت کو خیالی معاملات سمجھتا تھا اور کہتا تھا' خیالوں کی دنیا میں رہنے والے کا عمل رک جاتا ہے۔ وہ کوئی عملی کام کرتے کرتے تصور میں کھو جاتا ہے۔ اس نے ثانی کے دیدار سے چونک کر سوچا "مجھے کیا ہوگیا تھا۔ میں تو ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے ڈی بورین کو شکار کرنے جارہا تھا۔ راستے میں عشق آگیا۔ آہ! اسی لئے میں محبت سے کتراتا رہا تھا۔ مگر یہ اپنے بس کی بات نہیں ہوتی۔ جب ہوتی ہے تو بے اختیار ہوتی ہے۔ میں نے اور ثانی نے دانستہ محبت نہیں کی ہے۔ ہم آپ ہی آپ ایک دوسرے کے اسیر ہوگئے ہیں۔

وہ کھڑکی کے پاس سے پلٹ گیا۔ اس بنگلے سے باہر جانے لگا۔ اس نے محسوس کیا کوئی غیر معمولی بات ہورہی ہے۔ وہ رکنا چاہتا ہے مگر جارہا ہے۔ ایک خیال آیا شاید یہ عشق کی حماقت ہے۔ ثانی بے حد حسین لگ رہی ہے۔ اس کے قریب رہنے کو جی چاہتا ہے۔

وہ سوچتا ہوا باہر آگیا۔ بنگلے کے احاطے میں رینٹ اے کار کھڑی ہوئی تھی۔ وہ کار اسٹارٹ کرکے ثانی کو نیند سے جگانا نہیں چاہتا تھا۔ وہاں سے چلتا ہوا احاطے سے نکل کر اسٹریٹ پر چلنے لگا۔ آگے مین روڈ پر اسے ٹیکسی مل سکتی تھی۔

وہ ڈی بورین کو شکار کرنے جارہا تھا۔ ادھر ڈی بورین بنگلے کے پیچھے پہنچ گیا تھا۔ وہ ثانی اور علی کو شکار کرنے آیا تھا۔ جب سے وہ دونوں مونٹریال پہنچے تھے تب سے بورین ان کی تاک میں تھا۔ جنرل کے خاص جاسوس ثانی اور علی کے ہاتھوں مارے گئے تھے اور وہ دور ہی دور سے تماشا دیکھتے ہوئے تسلیم کررہا تھا کہ دونوں زبردست ہیں۔ ان کا سامنا کرنے کی حماقت نہیں کرنا چاہئے۔ وہ تدبیر سوچتا رہا پھر اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ انہیں دھوکے سے ٹریپ کرنا چاہئے۔

اب وہ انہیں دھوکے سے بے بس کرنے آیا تھا۔ اس کے شانے سے ایک چھوٹا سا گیس سلنڈر لٹک رہا تھا۔ اس میں بیہوش کرنے والی گیس تھی۔ یہ گیس اسپرے کرنے کے لئے بورین نے صبح چار بجے کا وقت مقرر کیا تھا۔ اسے یقین تھا کہ اس وقت دونوں گہری نیند میں ہوں گے۔ ان کے بیدار ہونے اور سنبھلنے سے پہلے گیس ان کے نتھنوں میں جائے گی پھر وہ اٹھنے کے قابل نہیں رہیں گے۔

اس نے بنگلے کے چاروں طرف گھوم کر دیکھا' کھڑکیاں اور دروازے بند تھے۔ یہ اچھا ہی تھا۔ اس طرح گیس باہر نہیں جاسکتی تھی۔ وہ ایک چکر لگانے کے بعد سامنے دروازے پر آیا۔ ایک منٹ پہلے اسے علی تیمور باہر سے بند کرکے گیا تھا۔ اس نے دروازے کو لاک نہیں کیا تھا' صرف چٹخنی لگادی تھی جسے بورین آسانی سے کھول سکتا تھا۔ وہ اندر جانے سے پہلے گردن سے لٹکے ہوئے گیس ماسک کو پہننے لگا۔

علی چلتے چلتے رک گیا۔ اسے ثانی کو چھوڑتے وقت جو ایک غیر معمولی سی بات محسوس ہورہی تھی وہ بات سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ اب سمجھ میں آگئی۔ ثانی جو کمبل اوڑھ کر سورہی تھی اس کے اندر سے ایک پاؤں جھلک رہا تھا۔ اس پیر میں ایک جوتا تھا۔ وہ جوتے پہن کر سورہی تھی۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

علی نے جوتے کی ایک جھلک دیکھی تھی۔ پھر ثانی کے خوابیدہ حسن میں کھو گیا تھا۔ وہاں سے واپسی پر لاشعور کچھ کہہ رہا تھا اور وہ اسے عشق کی حماقت سمجھ رہا تھا۔ بہرحال وہ راستے سے پلٹ گیا۔ بنگلے کی طرف آنے لگا۔ ثانی بہت ہی نفاست پسند تھی' ہر کام سلیقے سے کرتی تھی۔ وہ کبھی جوتے پہن کر نہیں سو سکتی تھی۔ علی کا دماغ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ ثانی کسی مشکل میں ہے۔ کسی نے ٹریپ کیا۔ وہ جس حالت میں تھی اسی حالت میں اسے سونے پر مجبور کیا گیا ہے اور اب اس کے خوابیدہ دماغ پر عمل کیا جارہا ہے۔

وہ تقریباً دوڑتا ہوا بنگلے کے احاطے میں پہنچا۔ کچھ فاصلے سے وہ دروازہ کھلا ہوا نظر آیا جسے وہ ابھی باہر سے چٹخنی لگا کر گیا تھا۔ اس نے چاروں طرف نظریں دوڑائیں پھر پنجوں کے بل چلتا ہوا دروازے کے پاس آیا۔ اندر سے ہلکی سی آواز سنائی دی۔ وہ محتاط انداز میں دبے پاؤں کوریڈور میں پہنچا۔ کوئی ثانی کے بیڈ کی وہ کھڑکی بند کر رہا تھا جہاں سے علی نے اس کے خوابیدہ حسن کو دیکھا تھا۔ اس بیڈ روم کا دروازہ کھلا تھا جبکہ وہ تھوڑی دیر پہلے بند تھا۔

علی آہستہ آہستہ قدم رکھتا ہوا دروازے کے پاس آیا۔ بورین کا ارادہ تھا' کھڑکی بند کرنے کے بعد دروازے کے پاس آئے گا پھر گیس اسپرے کرکے باہر نکل کر دروازہ بھی بند کردے گا۔ وہ گیس ماسک پہنے ہوئے تھا مگر جیسے ہی دروازے پر آیا اسکی کمر پر ایک لات پڑی۔ اچانک حملے کے باعث ہاتھ سے گیس سلنڈر چھوٹ کر قالین پر چلا گیا۔ وہ آگے جاکر اوندھے منہ گرا پھر اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ اتنی دیر میں علی نے پیچھے سے گردن دبوچ لی۔ ایک ہاتھ سے چہرے پر چڑھے ہوئے گیس ماسک کو کھولنے لگا۔ بورین اپنی گردن چھڑانے اور گیس ماسک کو کھولنے سے باز رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ جدوجہد کے دوران علی نے کہا "اٹھو آنکھیں کھولو' تمہارے کمرے میں اتنی آوازیں ہورہی ہیں اور تم ...."

اس کی بات ادھوری رہ گئی۔ بورین نے علی کے پیٹ میں کہنی ماری تھی۔ علی اس کے چہرے سے گیس ماسک کھینچتا ہوا پیچھے چلا گیا۔ پھر بولا "اس ماسک کے بغیر تم گیس اسپرے نہیں کرسکو گے۔"

ایسا کہتے وقت وہ ثانی کو دیکھ رہا تھا اور حیران ہو رہا تھا۔ وہ غافل پڑی ہوئی تھی جبکہ وہ نیند کی حالت میں بھی جاگتا ہوا ذہن رکھتی تھی۔ کوئی غیر معمولی بات ہو تو دماغ اسے چونکا دیتا تھا۔ اس کی یہ غفلت دیکھ کر یہی سمجھا جاسکتا تھا کہ اسکی کسی کمزوری سے کوئی فائدہ اٹھا کر ٹیلی پیتھی جاننے والا دشمن اس پر عمل کر رہا ہے۔

بورین اس کی گہری نیند سے فائدہ اٹھانا چاہتا تھا۔ اس نے سوچا "ثانی بے ہوش ہوجائے گی تو وہ اس کے دماغ میں جاسکے گا۔ اس نے قالین پر پڑے ہوئے گیس سلنڈر کی طرف چھلانگ لگائی۔ وہاں پہنچا مگر اسے جھک کر اٹھانے سے پہلے ہی منہ پر ایک لات پڑی۔ وہ چیختا ہوا دوسری طرف الٹ گیا۔

علی کو ثانی کی فکر تھی۔ اس کے پاس پہنچنے کے لئے دشمن کو بے بس کرنا ضروری تھا۔ دشمن بھی اچھا خاصا فائٹر لگتا تھا۔ اب وہ وہاں سے کسی طرح بھاگنا چاہتا تھا۔ اس نے اپنے لئے راستہ بنانے کی غرض سے کمرے کی محدود فضا میں چھلانگ لگائی۔ وہ فلائنگ کک مارنا چاہتا تھا' علی نے اس کی ٹانگ پکڑ کر اسے ایک چکر دیتے ہوئے دیوار پر دے مارا۔ اس کے حلق سے ایسی چیخیں نکلیں جیسے ذبح کیا جارہا ہو۔ پھر علی نے اس کے ایک بازو کو موڑ کر ایسا داؤ لگایا کہ ہڈی ٹوٹ گئی۔ وہ فرش پر تڑپتے ہوئے چیخنے لگا۔ علی سلنڈر کو اٹھا کر ثانی کے پاس آیا۔ پھر اسے جھنجوڑ کر آواز دی "ثانی! اٹھو ثانی!"

وہ خواب دیکھ رہی تھی۔ پچھلی تین راتوں سے وہی ایک خواب دیکھتی آرہی تھی۔ پہلی دو راتوں کو وہ لاحول پڑھتے ہوئے بیدار ہوگئی تھی۔ اس نے سوچا' علی کے سامنے اس خواب کا ذکر کرے گی۔ پھر سوچا علی ایسے بے تکے خواب کا مذاق اڑائے گا۔ امریکا جیسے انتہائی ترقی یافتہ ملک میں رہتے ہوئے کالے جادو کا ذکر مضحکہ خیز لگتا ہے۔

لیکن آج تیسری رات بھی وہی ایک خواب نظر آرہا تھا۔ شیطان کا ایک بڑا سا مجسمہ تھا۔ اس کے سامنے شعلے بھڑک رہے تھے۔ ان شعلوں اور شیطان کے درمیان ایک حسین عورت منتر پڑھ رہی تھی اور اپنی زلفیں بکھرائے بے ڈھنگے پن سے رقص کر رہی تھی۔ ثانی نے خود کو ان شعلوں کے قریب دیکھا۔ وہ پوچھ رہی تھی "کون ہو؟ تم کون ہو؟ میں تین راتوں سے یہاں کیوں آرہی ہوں؟"

"ہاہاہا۔ تو آئی ہے۔ آج نہیں جاسکے گی۔ بول' تو ثانی ہے؟"

"ہاں میں ثانی ہوں۔"

"بول' تو ثانیہ سلمان ہے؟"

"ہاں میرا پورا نام ثانیہ سلمان ہے۔ میں جارہی ہوں۔ میرے کمرے میں کچھ گڑبڑ ہورہی ہے۔ مجھے جانا چاہئے۔"

"تو نہیں جائے گی' میں نے بڑی مدتوں کے بعد تجھے پایا ہے۔ میری نانی میری ماں کو لے گئی تھی۔ میری ماں مجھے لے آئی۔ میں تجھے لے آؤں گی' ہاہاہا۔"

"میں جاؤں گی' میرا علی مجھے آوازیں دے رہا ہے۔ تم مجھے روکنے والی کون ہوتی ہو؟"

"میں۔ ہاہاہا" اس نے منتر پڑھ کر پھونک ماری' شعلے اور زیادہ بھڑکنے لگے۔

وہ رقص کرتے ہوئے بولی "ہاہاہا' میں ہوں تیری ماں۔ ماما حیلہ...."

اسی وقت علی نے اسے جھنجوڑ کر آواز دی "اٹھو ثانی!" وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔ علی نے پوچھا "تمہیں کیا ہوگیا ہے' کیا تم بیہوشی کی نیند سوتی ہو؟"

وہ چپ تھی۔ اس نے پوچھا "خواب دیکھ رہی تھیں؟"

وہ خلا میں تکتی ہوئی سحرزدہ سی ہوکر بولی "ماما حیلہ!"

علی تیمور نے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے سونیا ثانی کو دیکھا۔ صاف پتا چل رہا تھا کہ وہ سحرزدہ ہوگئی ہے۔ اس کے چہرے کی گلابی رنگت پھیکی پڑ گئی تھی۔ دیدے پھیل گئے تھے اور وہ پلکیں جھپکائے بغیر خلا میں تک رہی تھی۔ علی تیمور نے پوچھا "تم ہوش اور حواس میں ہو؟"

وہ سامنے نظریں اٹھائے ایک ٹک دیکھے جارہی تھی۔ علی نے اسے جھنجوڑ کر آواز دی تو وہ چونک گئی پھر اسے دیکھتے ہوئے بولی "ماما حیلہ!"

"یہ ماما حیلہ کیا ہے؟"

وہ یکبارگی چیخ مار کر علی سے لپٹ گئی "نہیں جاؤں گی' میں نہیں جاؤں گی علی! میں اپنے اختیار میں نہیں ہوں' مجھے پکڑ لو۔"

علی نے اسے دونوں بازوؤں میں سمیٹ لیا۔ اسے دل کی دھڑکنوں سے لگاتے ہوئے بولا "تمہیں کیا ہوگیا ہے' تم ایسی کمزور تو نہیں ہو کہ خواب دیکھ کر یوں سہم جاؤ۔"

"میں تین راتوں سے وہی ایک خواب دیکھ رہی ہوں۔ اسی ایک عورت کو دیکھ رہی ہوں۔ وہ کہتی ہے کہ وہ میری ماں ہے۔ ماما حیلہ۔"

"تمہاری ماں؟"

"ہاں۔ وہ بہت خوبصورت ہے مگر شیطانی حرکتیں کر رہی تھی۔ ایک شیطان کے بہت بڑے مجسمے کے سامنے ناچ رہی تھی۔ وہ بڑا ہی بھیانک ماحول تھا۔ وہ شیطان کے سامنے ناچتے ہوئے کہہ رہی تھی کہ اس کی نانی اس کی ماں کو لے گئی تھی اس کی ماں اسے لے آئی تھی اور وہ مجھے لے جائے گی۔"

علی نے کہا "یہ عجیب سی باتیں ہیں' میری سمجھ میں نہیں آرہی ہیں۔"

"میں بھی سمجھ نہیں پا رہی ہوں۔ مگر یہ محسوس کر رہی ہوں کہ تمہارے بازوؤں میں آنے سے پہلے میرا دل اس عورت کی طرف کھنچا جارہا تھا جو خود کو ماما حیلہ کہتی ہے۔"

"دل اس کی طرف کھنچا جاتا ہے جسے ہم پسند کرتے ہیں اور دل سے چاہتے ہیں۔"

"میں بھلا اسے دل سے کیسے چاہوں گی۔ میں صرف تین راتوں سے اسے دیکھ رہی ہوں' یہ شیطانی عمل ہے۔ وہ اپنے منتروں سے اور کالے جادو سے مجھے کھینچ رہی ہے۔"

"ایسی باتیں مضحکہ خیز لگتی ہیں لیکن میں تمہاری باتوں کو جھٹلا نہیں سکتا' کیا ایسا پہلے کبھی ہوا ہے؟"

"کبھی نہیں۔ میں کالے جادو کو صرف اس حد تک مانتی ہوں کہ کلام پاک میں جادو کا ذکر ہے۔ میں نے تین راتوں تک ایک ہی خواب میں ایک ہی عورت کو دیکھا ہے۔ میں اسے خواب سمجھ کر بھلا دیتی لیکن میں صاف طور سے دیکھ رہی تھی کہ کسی انجانی شیطانی قوت نے مجھے جکڑ لیا تھا۔ میں اس بھیانک ماحول سے واپس آنا چاہتی تھی۔ میں نے وہاں تمہاری آواز بھی سنی تھی۔ تم مجھے نیند سے جگا رہے تھے مگر میں آنکھیں نہیں کھول سکتی تھی۔ آخر یہ جادو ہوا نا؟ آنکھیں کھولنے کے بعد میں نے تھوڑی دیر تک اس عورت میں کشش محسوس کی ہے تم مجھے یوں نہ پکڑتے تو شاید پھر میری آنکھیں بند ہوجاتیں اور میں ماما حیلہ کے پاس پہنچ جاتی۔"

"کیا تمہیں پتا تھا کہ تم جوتے پہن کر سوگئی تھیں؟"

"آں؟" وہ چونک کر علی سے الگ ہوگئی۔ اپنے جوتوں کو دیکھ کر سوچنے لگی' پھر بولی "مجھے اچھی طرح یاد نہیں ہے۔ تم تین بجے تک میرے پاس تھے۔ جب کمرے میں چلے گئے تو کیا ہوا؟ میں کیسے سوگئی؟ جوتے بھی نہیں اتارے اور یہ کون ہے؟"

ڈی بورین فرش پر بے ہوش پڑا تھا۔ اب وہ ذرا جنبش کر رہا تھا۔ ٹوٹے ہوئے بازو کو حرکت دیتے ہی چیخ پڑا۔ آنکھیں کھول کر دیکھنے لگا' علی نے کہا "یہ گیس سلنڈر لے کر آیا تھا' تمہیں بے ہوش کرنا چاہتا تھا۔ اب یہ بتائے گا کہ کون ہے اور یہاں کیوں مرنے آیا ہے؟"

وہ کراہتے ہوئے بولا "پلیز مجھے فوراً اسپتال پہنچاؤ۔"

"تمہیں تو بہت دور تک پہنچائیں گے' پہلے ہمیں نقصان پہنچانے کا مقصد بتاؤ؟"

"میں مقصد نہیں جانتا' میں محض ایک آلۂ کار ہوں۔"

"ہم تھوڑی دیر کے لئے یقین کرلیں گے۔ لیکن جب ہمارا خیال خوانی کرنے والا تمہارے دماغ میں پہنچے گا اور تمہارا جھوٹ ظاہر ہوگا تو سوچ لو تمہارا کیا بنے گا۔"

وہ پریشان ہوگیا' تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا "میں سچ بولوں گا' تمہارا وفادار بن کر رہوں گا۔ سپر ماسٹر پر لعنت بھیج دوں گا۔"

وہ درد کی شدت سے تڑپنے لگا۔ علی نے کہا "آگے بولو۔"

وہ تکلیف سے تھرتھراتے ہوئے بولا "انسان بنو' میں مرنے والا ہوں۔"

ثانی نے کہا "تھوڑی دیر پہلے تمہارے ہاتھوں میں مرنے والی تھی۔"

"بائی گاڈ' میں تمہیں قتل کرنے نہیں آیا تھا' تمہارے دماغ کو کمزور بنا کر تمہیں اپنی معمولہ بنانا چاہتا تھا۔"

"تو گویا تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو؟"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"ہاں ' جانتا ہوں ۔ یہ باتیں بعد میں ہو سکتی ہیں کم از کم ایمبولینس کے لئے تو فون کرو ۔ میں تمہیں خدا کا واسطہ دیتا ہوں"

"اگر میں خدا کا واسطہ دیتی تو تم مجھے معاف کر کے چلے جاتے ؟"

"میں غلطی پر تھا ۔"

"ہم تمہیں معاف کرنے کی غلطی نہیں کرنا چاہتے ۔"

"آہ ! آہ ! مجھے اپنے کئے کی سزا مل چکی ہے ۔"

"پہلے معلوم تو ہو کہ تم کون ہو ۔ تمہارے جرائم کی فہرست دیکھ کر ہم سزا کا تعین کریں گے ۔"

وہ تکلیف سے تڑپتے ہوئے بولا "ذلیل ! کمینو ! ظالمو ! میں مر رہا ہوں ۔"

"بازو کی ہڈی ٹوٹنے سے کوئی نہیں مرتا ۔"

وہ چیخ کر بولا "تم لوگ مجھے اسپتال کیوں نہیں پہنچاتے ؟"

علی نے کہا "یہاں کینیڈا میں ہمارا ایک دشمن خیال خوانی کرنے والا ہے ' اس کا نام ہی بورن ہے ۔ تھوڑی دیر پہلے میں اسے ٹریپ کرنے جا رہا تھا مگر راستے سے واپس آ گیا ۔ ہمارا خدا ہم پر مہربان ہے ۔ جسے میں ٹریپ کرنے جا رہا تھا وہ میرے سامنے ایڑیاں رگڑ رہا تھا ۔ تم ہی ڈی بورن ہو ۔"

"ہاں ' میں بورن ہوں ۔ تمہارے سامنے ظاہر ہو گیا ہوں ' اب تو طبی امداد پہنچا دو ؟"

اسی وقت سلمان نے علی کے پاس آ کر گڈ ورڈز ادا کئے ۔ علی نے کہا "سامنے شکار پڑا ہے ۔ آپ اس کی آواز سنیں ۔"

اس نے بورن سے کہا "کوئی گیت سناؤ ۔"

وہ غصے اور تکلیف سے بھڑک گیا ۔ بے تحاشا گالیاں دینے لگا ۔ پھر اچانک اس کی زبان دانتوں کے درمیان آ گئی ۔ ایک کے بعد دوسری تکلیف نے اس کے ہوش اڑا دیئے ۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا ۔ سلمان نے کہا "میرے بچوں کو گالیاں دینے والی زبان کٹ کر الگ بھی ہو سکتی ہے ۔"

وہ نڈھال ہو چکا تھا ' اس کی سوچ نے کہا "مار ڈالو ۔ مجھ کو مار ڈالو ۔ میں یہ اذیتیں برداشت نہیں کر سکوں گا ۔ تم جو کوئی بھی ہو مجھے مار ڈالو ۔"

"تمہاری یہ خواہش پوری ہو گی ۔ ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے متعلق بتاؤ جنہیں تم جانتے ہو ؟"

"میں نہیں بتاؤں گا تو تم مجھے مار ڈالو گے ' اور میں یہی چاہتا ہوں ۔"

"میں زندہ رکھوں گا ' ٹھہر ٹھہر کر اذیتیں پہنچاتا رہوں گا ۔ تم موت کی بھیک مانگو گے ' میں تمہارے چور خیالات پڑھتا رہوں گا ۔"

وہ شکست خوردہ انداز میں بولا "میں تقریباً مر چکا ہوں ' مرتے وقت جھوٹ نہیں بولوں گا ۔ تم مجھے ایک بار طبی امداد پہنچا کر آزماؤ میں تمام عمر تمہارا غلام رہوں گا ۔ مجھ پر تنویمی عمل کر کے مجھے اپنا تابعدار بنا لو ۔"

اسے کوئی جواب نہیں ملا ۔ سلمان اس کے چور خ[illegible] پڑھ رہا تھا اور سمجھ رہا تھا کہ اس پر رفتہ رفتہ بے ہوشی ہو رہی ہے ۔ اس نے علی سے کہا "ایمبولینس کے لئے فون [illegible] ان سے کہو ۔ فلاں اسٹریٹ میں ایک شخص زخمی پڑا ہے [illegible] فوری طبی امداد کی ضرورت ہے ۔ تم اس اسٹریٹ میں اس[illegible] کر آجاؤ ۔"

علی نے کہا "آپ ابھی ہمارے پاس آئیں گے ؟"

"ہاں جلدی آؤں گا ' ذرا اطمینان کر لوں کہ بورن [illegible] دنوں کے بارے میں کچھ نہیں بتائے گا ۔"

علی نے بورن کے پاس آ کر دیکھا ۔ وہ پھر بے ہوش [illegible] اس نے ریسیور اٹھا کر ایمبولینس کے لئے فون کیا ۔ انہیں [illegible] اسٹریٹ میں ایک زخمی کے متعلق اطلاع دے کر ریسیور [illegible] پھر بورن کو اٹھا کر کاندھے پر لاد کر لے جاتے ہوئے بولا "ابھی تو یہ بے ہوش ہے ' اپنے اور ہمارے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکے گا ۔ اس کے ہوش میں آنے تک آپ ثانی [illegible] جائیں ' یہ بہت پریشان ہے ۔"

وہ بورن کو لاد کر باہر آیا ۔ ثانی نے کار کا پچھلا درو[illegible] اسے پچھلی سیٹ پر ڈال کر وہ اگلی سیٹ پر آ گئے ۔ علی [illegible] اسٹارٹ کر کے گاڑی آگے بڑھا دی پھر کہا "انکل سلمان [illegible] پاس آ رہے ہیں ۔"

سلمان نے اس کے دماغ میں آ کر کہا "ہیلو بیٹی ! کیسی [illegible]"

وہ بولی "انکل ! آپ نے مجھے باپ کا نام دیا ہے ۔ [illegible] کے حوالے سے ثانیہ سلمان کہلاتی ہوں ۔ کبھی کبھی دل [illegible] نکلتی ہے ۔ کاش میرے ماں باپ کا کوئی نام و نشان ہوتا ۔"

"میری بچی ! دل چھوٹا کیوں کرتی ہو ۔ میں تمہارا باپ [illegible]"

"آپ کا نام مجھ پر قرض ہے اور قرض دینے [illegible] نہیں ہوتا ۔"

سلمان کے دل میں ایک درد اٹھا ۔ اس نے پوچھا "اتنی جذباتی کیوں ہو رہی ہو ؟"

"آج چھپا ہوا درد جاگ گیا ہے ۔ آج ایک عورت [illegible] کو میری ماں کہا ہے ۔"

وہ ایک دم سے چونک گیا ' جلدی سے بولا "کس [illegible] کہا ہے ؟ کون ہے وہ ؟ تم سے کہاں ملی تھی ؟"

"میں اسے تین راتوں سے خواب میں دیکھ رہی ہوں"

سلمان نے اطمینان کا سانس لے کر کہا "تم نے [illegible] دیا تھا ۔ میں خوش ہو گیا تھا کہ ماں سے ملاقات ہو گئی [illegible] بے حد ذہین ہو کر خواب کی بات کر رہی ہو ۔"

"مگر انکل ! تین راتوں سے ایک ہی خواب کیسے [illegible] خواب میں وہی ایک شیطان کا مجسمہ ہوتا ہے ۔ وہی [illegible]

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

مسترز حتی ہے اور ناچتی ہوئی کہتی ہے 'میں ہوں ماما حیلہ۔"
سلمان کا اطمینان ختم ہوگیا' ایک دم سے پریشانی بڑھ گئی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ راحیلہ کالے عمل کے ذریعے بیٹی تک پہنچ جائے گی اور اس سے خوابوں میں ملاقات کرے گی۔ یہ فکر اور پریشانی ایسی تھی کہ وہ دور تک سوچتا چلا گیا۔ ثانی نے پوچھا۔
"آپ خاموش کیوں ہوگئے؟ میں سمجھ رہی تھی کہ آپ میرے خواب کو مضحکہ خیز سمجھیں گے۔"
"نہیں بیٹے! میں سنجیدگی سے سوچ رہا ہوں۔ تم بچی ہو' سنجیدہ ہو' ذہین ہو۔ ہم میں سے کوئی تمہاری بات کو نہیں جھٹلائے گا۔ میں تمہارے خواب کے متعلق ابھی سسٹر سے بات کرکے آتا ہوں۔"
اس نے سونیا کے پاس آکر کہا "سسٹر! ہماری توقع کے خلاف راحیلہ نے بیٹی کو ڈھونڈ نکالا ہے۔"
سونیا نے حیرانی سے پوچھا "کیسے؟"
"وہ تین راتوں سے ثانی کے خواب میں آرہی ہے اور اس کی ماں ہونے کا دعویٰ کررہی ہے۔"
"ہماری ثانی کا ردِ عمل کیا ہے؟"
"ماں بیٹی کا رشتہ جذباتی ہوتا ہے۔ وہ پریشان ہے مگر گہری وابستگی سے خواب میں آنے والی عورت کے متعلق سوچ رہی ہے۔"
"سلمان! اسے اور علی کو سمجھاؤ' جتنی جلدی ممکن ہو' وہ پیرس چلے جائیں۔ ثانی کو ان حالات میں جناب علی اسد اللہ تبریزی صاحب کی خدمت میں ہونا چاہئے۔"
وہ بولا "ہم نے ثانی سے اور دنیا والوں سے راحیلہ کی بات محض اس لئے چھپائی تھی کہ اس کے ننھیال والے ا راحیلہ کی طرح اسے بھی کسی فریب سے نہ لے جائیں۔ لیکن راحیلہ کو حقیقت معلوم ہوگئی ہے اور ثانی اب بچی نہیں رہی' ماشاء اللہ ذہانت کی عمدہ مثال قائم کررہی ہے۔ اب اسے اپنے بارے میں سب کچھ معلوم ہوجانا چاہئے۔"
"ہاں' اب ثانی اور علی وغیرہ کو حقیقت معلوم ہوجانا چاہئے۔"
سلمان نے اس سے باتوں کے دوران دیکھا وہ طیارے میں سفر کررہی تھی۔ اس نے کہا "میں بھی پیرس جارہی ہوں تم اور سلطانہ وہاں سے کب تک نکلو گے؟"
"جنرل تنویمی نیند میں ہے۔ صبح اٹھ کر ہم پر سے پابندیاں ختم کرے گا۔ ہم شام سے پہلے ہی یہ ملک چھوڑ دیں گے۔"
"علی اور ثانی کو بھی وہاں سے روانہ کرو۔"
وہ ثانی کے پاس آکر بولا "سسٹر کو بھی تمہارا خواب سن کر تشویش ہورہی ہے۔ انہوں نے پوچھا ہے' تم کس حد تک اس خواب سے اثر لے رہی ہو؟"
"میں نے محسوس کیا تھا اس شیطانی ماحول میں' میں جکڑ گئی تھی۔ اگر علی جھنجوڑ کر نہ جگاتے تو نہ جانے میرے ساتھ کیا ہوتا رہتا۔ میں نے زندگی میں پہلی بار خود کو بے بس پایا تھا۔"
"تم آج ہی علی کے ساتھ پیرس جاؤ اور جناب علی اسد اللہ صاحب کے حجرے میں حاضری دو۔"
"گویا آپ کالے جادو کو تسلیم کررہے ہیں اور مجھے محترم بزرگ کی روحانی پناہ میں رہنے کی ہدایت کررہے ہیں؟"
"ہاں' اس خواب سے تمہاری زندگی کا گہرا تعلق ہے۔ تم سفر کی تیاری کرو میں ابھی آکر ماما حیلہ کے بارے میں بتاؤں گا۔"
"کیا آپ خواب والی اس عورت کو جانتے ہیں؟"
"بہت اچھی طرح۔ ذرا صبر کرو' تمہیں سب کچھ معلوم ہوجائے گا۔ جتنی جلدی ہوسکے پیرس پہنچنے کی کوشش کرو۔"
وہ چلا گیا' ثانی نے علی سے کہا "انکل نے تجسس میں مبتلا کردیا ہے۔"
وہ دونوں ڈی بورن کو فورٹینتھ اسٹریٹ میں چھوڑ آئے تھے علی نے پوچھا "کیا تجسس؟ کیا اسی خواب کے سلسلے میں؟"
"ہاں' وہ خواب والی ماما حیلہ کو جانتے ہیں۔"
"یعنی تم نے سچا خواب دیکھا ہے؟"
"ہاں' شاید میرے لئے خطرہ ہے۔ انہوں نے ہم دونوں کو آج ہی پیرس جانے کے لئے کہا ہے۔ وہ چاہتے ہیں میں جناب علی اسد اللہ صاحب کی خدمت میں رہوں' اس طرح کالے جادو کا اثر نہیں ہوگا۔"
"ثانی! تم فولادی قوتِ ارادی رکھتی ہو۔ سنا ہے بابا فرید واسطی مرحوم اور جناب شیخ الفارس مرحوم کی دعائیں اور خاص عنایات تمہارے ساتھ ہیں پھر تم پر کالے علم کا اثر کیوں ہورہا ہے؟"
"سمجھ میں نہیں آتا' میں خواب میں بے بس کیوں ہوگئی تھی۔ جب سے تم نے جھنجوڑ کر جگایا ہے تب سے میں نارمل ہوں لیکن ماما حیلہ کے لئے ایک انجانی کشش محسوس کررہی ہوں۔"
"شاید یہی جادو ہے۔ تمہیں اپنی قوت ارادی کو کام میں لاکر اس اثر سے نکل جانا چاہئے۔"
"میں پوری کوشش کررہی ہوں۔"
دونوں سفر کے لئے تیار ہوگئے' نئے حلیے میں نئے پاسپورٹ کے ذریعے ٹکٹ حاصل کئے پھر اسی شام پیرس کے لئے روانہ ہوگئے۔ ثانی بڑی بے چینی سے سلمان کا انتظار کررہی تھی۔ علی نے سفر کے دوران کہا "میں تمہاری بے چینی کو سمجھتا ہوں۔ انکل کہیں بہت زیادہ مصروف ہوگئے ہیں ورنہ وہ وعدے کے مطابق اب تک آجاتے۔"
"میں بہت تھکن محسوس کررہی ہوں۔"
"ظاہر ہے پچھلی رات کو نیند پوری نہیں ہوئی۔ تم شاید ایک یا آدھے گھنٹے کے لئے سوئی تھیں۔ پھر شیطانی چکر نے تمہیں پریشان کردیا ہے۔ تم آرام سے سوجاؤ۔"

"تم بھی تو تمام رات جاگتے رہے ہو۔"
"میں بھی سوجاؤں گا۔ پہلے تم آنکھیں بند کرکے دماغ کو ہدایات دو۔"
اس نے آنکھیں بند کرلیں۔ دماغ کو ہدایات دینے لگی۔ طیارہ اپنی منزل کی طرف پرواز کررہا تھا۔ دونوں نے سوچا طیارے میں بے کھٹکے نیند پوری کی جاسکتی ہے۔ انکل آئیں گے تو خود ہی آنکھ کھل جائے گی۔ سلمان واقعی بے حد مصروف ہوگیا تھا۔ وہ ڈی بورن کو یونہی نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ یا تو دشمن ٹیلی پیتھی والے کو ختم کردینا تھا یا تنویمی عمل کے ذریعے اسے اپنا تابعدار بنا کر رکھنا تھا۔
وہ اس مقصد کے لئے پھر ایک بار اس کے دماغ میں آیا۔ وہ ہوش میں آگیا تھا۔ ایک ڈاکٹر اس کے بازو کی ٹوٹی ہوئی ہڈی کا ایکسرے دیکھ رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔ ایک گھنٹے بعد پلاسٹر چڑھایا جائے گا۔ سلمان کو اس کے چور خیالات پڑھنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ وہ ثانی کے بیڈ روم میں بے ہوش ہوگیا تھا۔ اب اس کے دماغ کو چپ چاپ پڑھا جاسکتا تھا۔ اس نے بورن کو مخاطب نہیں کیا اور اچھا ہی کیا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہی بورن کے دماغ میں کسی کی آواز سنائی دی۔ کوئی کہہ رہا تھا "آخر تم شکار ہو ہی گئے۔"
بورن نے چونک کر سوچ کے ذریعے کہا "مسٹر پال! میری مدد کرو میں بہت مصیبت میں ہوں۔ علی تیمور نے میرے بازو کی ہڈی توڑ دی ہے۔"
"میں نے اس سے مقابلہ کرنے سے منع کیا تھا۔"
"میں پہلے گیس سائلنسر کے ذریعے دونوں کو بے ہوش کرنا چاہتا تھا مگر علی اچانک ہی مصیبت بن کر آگیا۔"
"اب تم سانس نہیں روک سکتے' کوئی دشمن تمہارے دماغ میں آیا ہوگا۔"
سلمان نے اسے کہنے پر مجبور کیا "نہیں' ابھی تک کوئی نہیں آیا ہے۔"
"تم جھوٹ کہہ رہے ہو۔"
"پال ہوپ کن! میرے زخمی ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں تم سے کمتر ہوں۔ مجھے جھوٹا کہنے سے بہتر ہے میرے چور خیالات پڑھ لو۔"
وہ خاموش ہوگیا۔ بورن کی سوچ میں کہنے لگا "اگر پال میرے خیالات پڑھ لے گا تو جھوٹ کھل جائے گا۔"
سلمان نے بورن کی سوچ میں کہا "کوئی جھوٹ ہوگا تو کھلے گا۔ میں تو بازو کی ہڈی ٹوٹنے سے بے ہوش ہوگیا تھا اب ہوش میں آیا ہوں میں نے پال کے سوا دوسری کسی پرائی سوچ کی لہر کو نہیں سنا ہے۔ لعنت ہے پال پر' مجھے جھوٹا کہہ رہا ہے۔"
پال نے کہا "مجھ پر لعنت نہ بھیجو غصہ تھوک دو۔ اگر میں تمہاری جگہ ہوتا اور تم مجھ پر شبہ کرتے تو میں ناراض نہ ہوتا کیونکہ یہ ہماری ڈیوٹی ہے۔"
"کام کی بات کرو۔"
پال نے ہنستے ہوئے کہا "تم ابھی تک غصہ میں ہو' یہ تو سوچو جب علی اپنے کسی خیال خوانی کرنے والے کو بتائے گا کہ ڈی بورن نامی ایک دشمن زخمی ہوگیا ہے تو کوئی تمہارے دماغ میں ضرور آئے گا۔"
"میں نے علی کو بتایا ہے کہ میں ایک معمولی آلۂ کار ہوں اسے یقین ہوگیا ہے اسی لئے وہ مجھے بے ہوش چھوڑ کر چلا گیا ہے۔"
"وہ دونوں بہت چالاک ہیں' اب اس بنگلے میں نہیں ہوں گے۔"
"ان کے بھاگ جانے کا مطلب ہے میں غیر اہم سمجھا گیا ہوں۔ اگر ان کی نظروں میں اہمیت ہوتی تو وہ مجھے زندہ نہ چھوڑتے۔"
"ٹھیک ہے پھر بھی تمہاری حفاظت لازمی ہے۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے کم ہوتے جارہے ہیں تمہیں بھی کوئی نقصان پہنچے گا تو جنرل صاحب کو صدمہ ہوگا۔"
"اس لئے کہتا ہوں میری مدد کرو میرے لئے کچھ کرو۔"
"میں تنویمی عمل کے ذریعے تمہارے دماغ کو لاک کردوں گا پھر کوئی دشمن تمہارے اندر نہیں آئے گا۔"
"نہیں' یہ عمل کرنے کے بعد تم میرے دماغ پر حکومت کرو گے۔"
"میں نہیں کرونگا مگر دشمن ضرور حکومت کریں گے۔ ان کی غلامی اچھی لگے گی؟"
"میں کسی کی غلامی نہیں کروں گا۔"
"تمہاری مرضی سے کچھ نہیں ہوگا۔ اس کا فیصلہ جنرل صاحب کریں گے۔ میں انہیں تمہاری حالت بتانے جارہا ہوں۔"
"ٹھہرو' پہلے میری بات سن لو۔"
پال کی طرف سے خاموشی رہی شاید وہ جاچکا تھا۔ سلمان نے جنرل کے اندر آکر دیکھا وہ تنویمی نیند سے بیدار ہوچکا تھا' غسل کرنے کے بعد لباس بدل رہا تھا۔ پال ہوپ کن سلمان سے پہلے پہنچا ہوا تھا اور ڈی بورن کے بارے میں بتا رہا تھا ابھی پال کے واپس آنے میں دیر تھی سلمان پھر بورن کے پاس آکر بولا۔
"کیا تمہاری سمجھ میں آرہا ہے کہ میں نے پال کو تمہارے چور خیالات پڑھنے سے روکا تھا؟"
"ہاں' میں نے دیکھا ہے پال میرا جھوٹ نہیں پکڑ سکا۔ تم میری مدد کیوں کررہے ہو؟"
"ٹھیک ہے نہیں کروں گا۔ پال آکر تنویمی عمل کے ذریعے تمہیں غلام بنالے گا۔"
وہ جلدی سے بولا "نہیں نہیں' میں غلام بننا نہیں چاہتا۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

پلیز مجھے اس کے عمل سے بچاؤ۔"

"یہ اطمینان رکھو وہ ابھی عمل نہیں کرسکے گا تھوڑی دیر بعد تمہارے بازو پر پلاسٹر چڑھایا جائے گا۔ تم پتا نہیں کتنے گھنٹے بے ہوش رہو گے بہرحال آج شام کو یا رات کو تم پر عمل ہوسکے گا ورنہ پال کسی وقت بھی اچانک آکر ہماری چال سمجھ لے گا۔ میں جارہا ہوں۔ تم مجبور اور لاچار بن کر پال کی خوشامد کرتے رہو۔"

وہ پھر جنرل کے دماغ میں پہنچا۔ وہاں پال سے گفتگو جاری تھی۔ وہ جنرل سے پوچھ رہا تھا "ڈی بورین کے دماغ کو لاک کرنا ضروری ہے یا نہیں؟"

جنرل نے کہا "علی اور سونیا ثانی اسے غیر اہم سمجھ کر چھوڑ گئے ہیں۔ اگر انہیں ذرا بھی شبہ ہوتا کہ بورین ٹیلی پیتھی جانتا ہے تو وہ اسے زندہ نہ چھوڑتے' تم اس پر تنویمی عمل نہ کرو۔"

پال نے پوچھا "سلطانہ اور ماسٹرارے رے کے متعلق کیا حکم ہے؟"

جنرل نے سلمان کی مرضی کے مطابق کہا "ان پر سے پابندیاں ختم کررہا ہوں۔ تم چاہو تو خفیہ طور پر ان کی نگرانی کرسکتے ہو۔"

"ماسٹرارے رے واشنگٹن میں ہے اور سلطانہ نیویارک میں' آپ مجھے بتائیں مجھے دونوں میں سے کس پر نظر رکھنی چاہئے؟"

"سلطانہ کی نگرانی ہورہی ہے۔ تم سپر ماسٹر پر نظر رکھو۔"

اسی وقت سلمان نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کئے جنرل سے رابطہ ہوتے ہی اس نے کہا "... ارے رے۔"

"تم نے دماغی رابطہ کیوں نہیں کیا؟"

"میں نے سوچا' صبح سویرے دماغ میں آؤں گا تو آپ ناگواری محسوس کریں گے۔"

"درست کہتے ہو' کچھ بوجھ سا لگتا ہے۔ کوئی ضروری کام ہے؟"

"میں سلطانہ کے ساتھ پیرس جارہا ہوں' وہاں شادی کا ارادہ ہے۔"

"بڑا نیک ارادہ ہے۔ ضرور شادی کے لئے جاؤ تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو' کہیں بھی جاکر یہاں کی ذمے داریاں پوری کرسکتے ہو۔"

سلمان نے شکریہ کہہ کر ریسیور رکھ دیا۔ جنرل کے دماغ میں آگیا' وہاں پال کہہ رہا تھا "سر! آپ دونوں کو یہاں سے جانے کی اجازت دے رہے ہیں۔ کم از کم سلطانہ کو یہاں روکنا چاہئے۔"

جنرل نے سلمان کی مرضی کے مطابق کہا "میں نے کچھ سوچ سمجھ کر ہی اجازت دی ہے۔ وہ سلطانہ کے ساتھ رہے گا تو تم بیک وقت دونوں پر نظر رکھو گے۔"

"سر جو عورت سلمان کے خلاف رپورٹ دیتی ہے آپ اس کی آواز مجھے کب سنائیں گے؟"

"میرے خفیہ ایکسچینج نے فون کے ذریعے آواز ریکارڈ کی ہے اسے سن لو۔"

جنرل نے ریکارڈ کے پاس آکر اس میں ایک کیسٹ لگایا پھر اسے آن کیا تھوڑی دیر بعد راحیلہ کی آواز ابھرنے لگی وہ کہہ رہی تھی "جنرل' پچھتاؤ گے بہت پچھتاؤ گے۔ میں تم سے کہتی ہوں ماسٹرارے رے عیسائی نہیں کٹر مسلمان ہے۔ بابا صاحب کے ادارے کے لئے تمہارے خلاف کام کررہا ہے۔ یقین نہ ہو تو اسے کسی معاملے میں آزماؤ۔"

جنرل نے ریکارڈر آف کردیا' پال نے کہا "میں اس عورت کے دماغ میں جارہا ہوں ابھی واپس آکر رپورٹ دوں گا۔"

وہ گیا پھر دو منٹ کے اندر واپس آکر بولا "وہ سانس روک لیتی ہے۔ میں نے کہا جنرل صاحب کا پیغام لایا ہوں' وہ بولی میں نے جنرل کو سچی بات بتائی ہے۔ وہ یقین کرے یا نہ کرے مجھے پروا نہیں ہے۔ آئندہ میرے اندر نہ آنا۔ اتنا کہہ کر اس نے سانس روک لی۔ میرے بار بار جانے کے باوجود اس نے دماغ میں نہیں آنے دیا۔"

جنرل پریشان ہو کر بڑبڑایا "آخر یہ عورت کون ہے؟"

"وہ ماسٹرارے رے کی کوئی دشمن ہے۔ اس کی بات سچ ہوسکتی ہے۔"

"ہم نے کئی طرح سے اسے آزمایا ہے' سپر ماسٹر میں کوئی کھوٹ نہیں ہے۔"

"کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ سلطانہ کو تحفظ دینے کے لئے بابا صاحب کے ادارے میں جارہا ہو۔"

"میں تمہارے شبے کو غلط نہیں کہوں گا۔ تم بھی اس کے پیچھے جاؤ۔"

وہ چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد جنرل نے اپنے دماغ کو خیال خوانی کی لہروں سے خالی محسوس کیا وہ بہت مضبوط اور حساس دماغ کا مالک تھا' پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرلیتا تھا۔ صرف تنویمی عمل کے باعث سلمان کو محسوس نہیں کررہا تھا۔

وہ ایک ٹرا... کو آپریٹ کرنے لگا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی وہ ایک اور خیال خوانی کرنے والے کو اپنے دماغ میں بلانے والا ہے۔ اس خیال خوانی کرنے والے کا نام ٹیوسنتانا ہے اور وہ واشنگٹن میں رہتا ہے۔

پچھلے دنوں جنرل نے سلمان کو یہ کہہ کر دھوکا دیا تھا کہ وہ بارہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو جزیرہ کونو کی فوجی چھاؤنی میں بھیج رہا ہے جبکہ اس نے ٹیلی پیتھی جاننے والے میتھو اور جوراجوری کو کرنل لے کردیا تھا۔ صرف چار جوانوں کو جزیرے میں بھیجا تھا ... پہ خیال خوانی کرنے والوں کو خاص اپنے لئے وقف کیا تھا۔ ان میں سے ایک مارٹن رسل ہے جس کا دماغ ہمارے قبضے میں تھا' دوسرا ڈی بورین اسپتال میں پڑا ہوا تھا تیسرا پال ہوپ کن تھا جو سلمان اور سلطانہ کی نگرانی کررہا تھا' چوتھی شلیا تھی جسے جنرل نے استنبول بھیجا تھا تاکہ سلطانہ کے بارے میں مکمل چھان بین کرے' پانچویں اس کی بھتیجی مرینا تھی جو روپوش رہ کر پتا نہیں کیا کررہی تھی اور چھ نمبر پر ٹیوسنتانا تھا ٹرا... پر جنرل نے اس سے کہا "میرے پاس آؤ۔"

اتنا کہہ کر اس نے ٹرانس... کو آف کردیا۔ سنتانا نے دماغ میں آکر کہا "یس سر! فرمایئے۔"

جنرل نے کہا "ڈی بورین زخمی ہے۔ علی نے اس کے بازو کی ہڈی توڑ دی ہے بازو پر پلاسٹر چڑھایا جارہا ہے۔"

"سر! آپ نے بورین کو منع کیا تھا کہ وہ علی سے کبھی مقابلہ نہ کرے۔"

"اس نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا۔ وہ دوسرے منصوبے پر عمل کرنے گیا تھا مگر مقابلے کی نوبت آگئی۔ علی کو پتا نہیں ہے کہ بورین ٹیلی پیتھی جانتا ہے اسی لئے وہ اسے زندہ چھوڑ گیا ہے۔ پال کہتا ہے بورین کے دماغ کو لاک کرنا چاہئے۔"

"وہ ٹھیک کہتا ہے۔ سونیا علی اور پارس کی چالیں سمجھ میں آنے والی نہیں۔ ہوسکتا ہے وہ کسی خاص مقصد کے تحت بورین کو زندہ چھوڑ گیا ہو۔ اس پر عمل کرنا چاہئے۔"

جنرل نے کہا "مجھے پال پر بھروسا نہیں ہے۔ وہ بورین پر تنویمی عمل کرکے اسے اپنا محکوم بنا لے گا۔ میں پال کو اتنے زیادہ اختیارات نہیں دوں گا' تم بورین کے دماغ میں رہو مجھے خدشہ ہے کہ پال چوری چھپے بورین کو اپنا محکوم بنانے اس کے دماغ میں جائے گا۔ اگر وہ ایسا کرے تو تم اس کے عمل کو ناکام بناؤ گے۔"

"یس سر! میں ابھی اس کے دماغ میں جارہا ہوں۔"

وہ گیا پھر واپس آکر بولا "سر! بورین بے ہوش ہے' میں ایک گھنٹے بعد اس کے پاس جاؤں گا۔"

سلمان جنرل کے دماغ سے آگیا پھر ٹرا... کے ذریعہ نائب سپر ماسٹر سے بولا "میں نیویارک سے آج ہی پیرس جاؤں گا وہاں سے روانہ ہونے والی کسی بھی فرسٹ فلائٹ میں دو سیٹیں ریزرو کراؤ۔ ہیلی کاپٹر کے پائلٹ سے کہو فلائنگ کلب پہنچے میں نیویارک جاؤں گا۔"

اس نے ٹرا... آف کیا پھر سونیا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "ثانی اور علی کینیڈا سے روانہ ہوگئے ہیں۔ میں نے ثانی سے کہا تھا اسے ماماحیلہ یعنی راحیلہ کے بارے میں بہت کچھ بتاؤں گا لیکن دوسرے معاملات میں مصروف ہوگیا ہوں' یہاں سے روانگی کی تیاریاں بھی کررہا ہوں۔ جزیرے میں جن چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہم نے اپنے قابو میں کیا ہے انہیں بھی وہاں سے نکالنا ہے۔ میں چاہتا ہوں آپ ثانی کو راحیلہ کے متعلق بتائیں۔ پتا نہیں اس کا رد عمل کیا ہوگا۔ آپ اس کے سامنے موجود رہیں گی تو وہ ماں کے لئے زیادہ جذباتی نہیں ہوگی۔"

"ٹھیک ہے' میں اسے ائرپورٹ لینے جاؤں گی' تم اپنا کام کرو۔"

سلمان دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ تھوڑی دیر تک بیٹی کو خیالوں میں دیکھ کر مسکراتا رہا پھر ہیلی کاپٹر کے ذریعے نیویارک سلطانہ کے پاس آگیا۔ وہ دونوں شام کی فلائٹ سے روانہ ہوئے۔ طیارے میں سوار ہونے کے بعد اس نے سلطانہ سے کہا "میرے دماغ میں رہو میں جنرل کے پاس جارہا ہوں۔"

وہ دونوں سیٹ بیلٹ باندھنے کے بعد خیال خوانی میں مصروف ہوگئے۔ سلمان جنرل کے دماغ میں ایک منصوبہ پکانے لگا اس کے مطابق جنرل سوچنے لگا میری بھتیجی مرینا سے کبھی دھوکا نہیں ہوسکتا۔ وہ جہاں بھی ہے ہماری بہتری کے لئے کام کررہی ہوگی اس کے علاوہ میرے پانچ خیال خوانی کرنے والے ہیں پانچوں میرے وفادار ہیں' اب جزیرہ کونو میں جو چار ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں' انہیں دوسری جگہ منتقل کرکے ان سے بھی کام لینا چاہئے۔"

جنرل نے قائل ہو کر سوچا "اس طرح وہ چار جوان بھی ٹیلی پیتھی کے میدان میں عملی تجربات حاصل کریں ـــ۔ انہیں سختی سے تاکید کی جائے گی کہ وہ سرعام کبھی خیال خوانی کا مظاہرہ نہ کریں ورنہ دشمنوں کی نظر میں آجائیں گے۔"

اس نے ٹیلیفون کے ذریعے کرنل سے رابطہ کیا پھر مسکرا کر پوچھا "ہیلو کرنل! کیسے ہو؟"

کرنل نے کہا "فائن' تھینک یو۔ کیسے یاد کیا؟"

"کچھ ضروری گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

"ابھی آرہا ہوں۔"

ان کے بنگلے ایک ہی ہیڈکوارٹر میں تھے۔ کرنل اپنے بنگلے سے نکل کر جنرل کے بنگلے میں آیا پھر مصافحہ کرتے ہوئے بولا "تم سپر ماسٹر کے ہوتے ہوئے مجھ سے ضروری گفتگو کرنا چاہتے ہو خیریت تو ہے؟"

جنرل نے کہا' سپر ماسٹر پیرس جارہا ہے یوں بھی میں ہر معاملے میں سپر ماسٹر کو شریک کرنا نہیں چاہتا؟"

وہ صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولا "مجھے خوشی ہے کہ مجھے کسی معاملے میں شریک کررہے ہو۔"

"کرنل! تمہیں شکایت ہے کہ میں نے بارہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو دوسری جگہ منتقل کرتے وقت تمہیں رازدار نہیں بنایا اور سپر ماسٹر کو راز میں شریک کیا۔ تمہاری اطلاع کے لئے عرض کروں کہ میں نے سپر ماسٹر کو خوش فہمی میں مبتلا رکھا تھا۔ اس جزیرے میں صرف چار خیال خوانی کرنے والوں کو بھیجا تھا چھ خیال خوانی کرنے والے صرف میرے علم میں رہے اور باقی دو تمہارے پاس ہیں۔"

کرنل نے فخر سے کہا "دیکھ لو جوراجوری اور کمی میتھو میرے پاس کس طرح محفوظ ہیں۔ میں نے سونیا اور اس کے ساتھیوں کو ان کی ہوا بھی نہ لگنے دی ہے۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"میں مانتا ہوں وہ دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہارے پاس بالکل محفوظ ہیں۔ اب میں ان چاروں کو بھی جزیرے سے نکالنا چاہتا ہوں۔"

"تمہاری پلاننگ کیا ہے؟"

"ہمارے چند خیال خوانی کرنے والوں کو ملک سے باہر رہنا چاہئے اس طرح کہ کوئی ان کی اصلیت نہ پہچان سکے۔"

"کیا ہم ان پر اعتماد کرسکتے ہیں کہ ان سے غلطیاں نہیں ہوں گی اور وہ ظاہر نہیں ہوں گے؟"

"انہیں قابو میں رکھنے کے لئے میری یا تمہاری موجودگی لازمی ہے۔ میں ملک نہیں چھوڑ سکتا تمہیں مشورہ دیتا ہوں کہ اپنی فیملی کے ساتھ لندن میں رہائش اختیار کرو۔ جوراجوری کو بھی لے جاؤ' جزیرے سے ان چاروں کو بھی بھیج دیا جائے گا۔ دشمن یہی سمجھیں گے کہ ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے ہی ملک میں ہیں وہ یہیں سر کھپاتے رہیں گے۔"

"پلاننگ بہت اچھی ہے۔ سچ پوچھو تو میں اپنی بیٹی کے لئے فکرمند رہتا ہوں۔ وہ چڑیل سونیا پتا نہیں ہمارے ملک کے کس شہر میں چھپی ہوئی ہے۔ میں چاہوں گا کہ بیٹی کو پہلی فلائٹ سے کہیں دور لے جاؤں اور لندن تو نہایت مناسب جگہ ہے' میں جانے کو تیار ہوں۔"

وہ دونوں طے کرنے لگے کہ آج رات کو یا کل صبح کسی فلائٹ سے چاروں کو فرضی ناموں سے لندن روانہ کیا جائے گا اور کرنل بھی ان کے ساتھ ہی جائے گا۔

سلطانہ اور سلمان دماغی طور پر حاضر ہوگئے پھر وہ گھڑی دیکھتے ہوئے بولا "بورن ہوش میں آچکا ہوگا۔ ذرا اس کے پاس بھی چلو۔"

سلطانہ نے بورن کی آواز و لہجہ نہیں سنا تھا اس لئے وہ سلمان کے دماغ میں آئی پھر اس کے ساتھ بورن کے کمزور دماغ میں پہنچ گئی۔ دماغ اس لئے کمزور تھا کہ وہ بے ہوشی کے بعد ابھی ہوش میں آیا تھا۔ اس کے بازو کی ٹوٹی ہوئی ہڈی کو جوڑ کر پلاسٹر چڑھا دیا گیا تھا۔ ایک نرس گلاس میں دودھ دے رہی تھی اور ایک کیپسول دیتے ہوئے کہہ رہی تھی "اسے دودھ کے ساتھ نگل جاؤ۔ یہ طاقت کے لئے ہے۔ تم تھوڑی دیر میں توانائی محسوس کروگے۔"

وہ کیپسول نگل کر دودھ پینے کے بعد بستر کے سرہانے لگ کر بیٹھنا چاہتا تھا اسی وقت پال کی آواز آئی "تمہیں بیٹھنا نہیں لیٹنا چاہئے۔"

وہ بولا "نہیں میں بیٹھنا چاہتا ہوں۔"

انکار کرنے کے باوجود وہ لیٹ گیا' پال نے اسے جبراً لٹا دیا تھا۔ بورن نے کہا "پال یہ اچھی بات نہیں ہے۔ تم میری دماغی کمزوری سے فائدہ اٹھا رہے ہو۔"

"دنیا کا ہر شہ زور کمزور سے فائدہ اٹھاتا ہے۔"

"تم کیا کرنا چاہتے ہو؟"

"تنویمی عمل کروں گا' خوشی سے راضی ہوجاؤ۔ ورنہ کمزور دماغ خود ہی میری مٹھی میں آجائے گا۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "کیا جنرل نے مجھ پر عمل کرنے کو کہا ہے؟"

"نہیں' وہ کہتا ہے تمہارے لئے کوئی خطرہ نہیں ہے اس لئے تمہیں آزاد رکھا جائے لیکن میں اس سنہری موقع سے فائدہ اٹھاؤں گا۔ تم میرے تابعدار رہو گے تو میرے پاس ٹیلی پیتھی کی ڈبل طاقت ہوجائے گی۔"

"تم فوج کے سب سے اعلیٰ افسر کی حکم عدولی کررہے ہو۔"

"جنرل کو کبھی پتا نہیں چلے گا کہ تم میری مٹھی میں رہتے ہو' تنویمی عمل کے بعد تم بظاہر اس کا حکم مانتے رہو گے لیکن درپردہ میرا کام کرتے رہو گے۔"

وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے بورن کو سلانے لگا۔ وہ سونا نہیں چاہتا تھا لیکن مجبور تھا۔ محسوس کررہا تھا کہ آپ ہی آپ آنکھیں بند ہورہی ہیں پھر وہ تھوڑی دیر بعد سوگیا۔ پال اس کے خوابیدہ دماغ کو ٹرانس میں لانے لگا' اسے اپنا معمول بنانے کے بعد اس کے دماغ میں یہ باتیں نقش کرنے لگا کہ وہ پال کا تابعدار بن کر رہے گا اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گا۔ باقی دوسری سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیا کرے گا اور کسی پر ظاہر نہیں کرے گا کہ وہ پال کا معمول اور تابعدار بن چکا ہے۔

جب پال کو یقین ہوگیا کہ عمل مکمل ہوچکا ہے تو وہ اسے چھ گھنٹے تک تنویمی نیند سوتے رہنے کا حکم دے کر چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد سلطانہ نے دماغی طور پر حاضر ہو کر سلمان سے پوچھا "تم نے تنویمی عمل کیوں ہونے دیا؟"

وہ عمل پال کے نقطۂ نظر سے ہوا ہے کیونکہ بورن معمول بن کر بول رہا تھا لیکن حقیقتاً وہ معمول نہیں تھا' کسی نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا ہوا تھا۔"

"کس نے؟"

"پتا نہیں' وہ جو کوئی بھی ہے ابھی ظاہر ہوجائے گا۔"

وہ دونوں پھر بورن کے دماغ میں آئے۔ وہاں پہلے تھوڑی دیر تک سناٹا رہا پھر نیوسنتانا کی آواز ابھری وہ کہہ رہا تھا "بورن تم خواب میں مجھے دیکھ رہے ہو؟ میں ہوں نیوسنتانا۔ وہ الو کا پٹھہ پال سمجھ رہا تھا کہ اس کا عمل کامیاب ہورہا ہے جبکہ میں نے تمہارے دماغ پر قبضہ جما رکھا تھا۔"

بورن کی خوابیدہ سوچ نے کہا "میں تمہارا احسان مند ہوں تم نے ایک ذلیل شخص کا غلام بننے سے بچا لیا۔"

"میں آئندہ بھی تمہیں بچاتا رہوں گا تم میرے معمول بن جاؤ۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو؟ اس کی چھری سے بچا کر اپنی چھری [تلے] لانا چاہتے ہو!"

"قربانی کے بکرے کو کہیں نہ کہیں گردن کٹوانا پڑتی ہے۔ جنرل نے کہا تھا اگر پال تم پر عمل کرلے تو میں اسے کامیاب نہ ہونے دوں۔ میں نے اسے ناکام بنا دیا ہے لیکن یہ سنہری موقع ہاتھ سے جانے نہیں دوں گا۔ تم میرے تابعدار بن جاؤ گے تو میرے پاس ٹیلی پیتھی کی ڈبل طاقت ہوجائے گی۔"

نیوسنتانا اس پر عمل کرنے لگا۔ سلمان نے بورن کے دماغ کو اپنے قبضہ میں لینا چاہا تو پتا چلا وہ پہلے ہی کسی کے قبضہ میں ہے۔ وہ حاضر ہو کر سلطانہ سے بولا "عجب تماشا ہو رہا ہے۔ اب نیوسنتانا تنویمی عمل کررہا ہے لیکن بورن کا دماغ پھر کسی کے قبضہ میں ہے۔"

سلطانہ نے پوچھا "کیا پال واپس آکر نیوسنتانا کو ناکام بنا رہا ہے؟"

"پتا نہیں۔ ہوسکتا ہے' پال واپس آگیا ہو۔ آؤ ذرا دیکھتے ہیں۔"

وہ بورن کے اندر آکر دیکھنے لگے نیوسنتانا بڑے اطمینان سے عمل کررہا تھا۔ جب وہ عمل پورا ہوگیا تو وہ بھی مطمئن ہو کر بورن کو تنویمی نیند سونے کے لئے چھوڑ کر چلا گیا۔ سلطانہ اور سلمان خاموشی سے انتظار کررہے تھے۔ جس نے بھی بورن کے دماغ پر قبضہ جمایا تھا وہ ضرور کچھ بولنے والا تھا۔

آخر وہ بولنے لگی "ہیلو بورن! نہ تم سو رہے ہو نہ کسی کے عمل سے سحرزدہ ہو۔ میں تمہیں بچانے آئی تھی' جب پال تم پر عمل کرنے لگا تو میں نے محسوس کیا تمہارا دماغ کسی دوسرے کے قبضے میں ہے' بعد میں پتا چلا' نیوسنتانا نے اپنے مطلب کے لئے تمہیں پال سے بچایا تھا بہرحال میں نے نیوسنتانا کے عمل کو بھی ناکام بنا دیا ہے۔"

بورن نے خوش ہو کر کہا "میں تمہارا احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔ تم کون ہو؟"

"میں مردوں کو غلام بنانے والی ملکہ ہوں۔ تمہیں غلام بنانے آئی ہوں۔"

"یہ... یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟"

"وہی جو تم سن رہے ہو۔ مجھے مرد ذات سے نفرت ہے۔ میں بیس برس کی ہوں جنرل کی بھتیجی سے ایک برس چھوٹی ہوں مگر جنرل نے مجھے داشتہ بنا لیا۔ میں راضی نہیں تھی لیکن وہ مجھ پر بری طرح مرمٹا تھا۔ اس نے مجھے ٹیلی پیتھی سکھانے کا وعدہ کیا میں نے سوچا مردوں کی اس دنیا میں کسی ہتھیار کے بغیر جہاں جاؤں گی دلی جاؤں گی۔ ٹیلی پیتھی سیکھنے کے بعد اس بڈھے سے بھی نمٹ لوں گی لہٰذا میں نے خود کو داؤ پر لگا کر ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرلیا۔"

سلمان نے بورن کی زبان سے کہا "جنرل نے تم سے زبردستی نہیں کی۔ تم سے ٹیلی پیتھی کے عوض سودا کیا' تم سودے پر راضی ہوگئیں۔ تمہیں اپنے آپ سے بھی نفرت کرنا چاہئے۔ تالی دونوں ہاتھ سے بجائی گئی ہے۔"

وہ غصے سے بولی "بکواس مت کرو' اس بڈھے نے کسی سودے بازی کے بغیر اپنی بھتیجی کو یہ علم سکھایا' کیا مجھے بھی بیٹی سمجھ کر نہیں سکھا سکتا تھا؟"

"اس نے بیٹی نہیں سمجھا مگر تم تو شریف زادی بن کر ٹیلی پیتھی سے انکار کرسکتی تھیں۔"

"انکار کرتی تو آج شہ زور نہ بن پاتی۔ تم پر تنویمی عمل کرنے کے بعد میرے پاس ٹیلی پیتھی کی ڈبل طاقت ہوجائے گی۔"

وہ خیال خوانی کے ذریعے اسے سلانے لگی۔ سلمان نے اپنی جگہ حاضر ہو کر سلطانہ سے کہا "ہم اس کے عمل میں رکاوٹ نہیں ڈالیں گے۔"

"کیا بورن کو اس کے قبضے میں دے دو گے۔ آخر یہ عورت کون ہے؟"

"اس کا نام شلپا ہے۔ تم اس کی آواز اور لہجے کو اچھی طرح ذہن نشین کرلو۔ یہ بورن کے دماغ کو لاک کرے گی اور اسے حکم دے گی کہ وہ صرف شلپا کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گا۔"

سلطانہ نے کہا "میں سمجھ گئی میں جب چاہوں گی شلپا کی آواز اور لہجے میں بورن کے اندر پہنچ سکوں گی اس طرح ہمیں شلپا کی سرگرمیوں کا بھی علم ہوتا رہے گا۔"

"ارے واہ' تم تو بڑی سمجھدار ہوگئی ہو۔"

"تمہاری صحبت سے پہلے بھی سمجھدار تھی۔"

"مجھ جیسے شریف آدمی کو دیوانہ بنانے میں سمجھداری کا کتنا دخل ہے؟"

"جی نہیں صاحب! آپ خود ہی دیوانے ہوئے ہیں۔ کسی نہ کسی کام کے بہانے دماغ میں آجاتے تھے پھر پیچھا نہیں چھوڑتے تھے' میں آخر کہاں تک بھاگتی! اسی میں بہتری سمجھی کہ ہار مان جاؤں۔"

"ہاں ویسے ایک بات ہے' عورت محبت میں ہار کر بھی مرد سے جیت جاتی ہے۔"

"یہ تمہارا خیال ہے ورنہ میں بری طرح ہار گئی ہوں۔ میں راحیلہ کی موجودگی میں تمہیں کبھی جیت نہ سکوں گی۔"

سلمان نے سر جھکا لیا' سلطانہ نے پوچھا "تم راحیلہ کے بارے میں کوئی نئی بات سنانے والے تھے۔"

"ہاں' اسے معلوم ہوگیا ہے ثانی اس کی بیٹی ہے۔"

"کیا واقعی! مگر کیسے؟"

"خدا جانتا ہے اسے کیسے پتا چل گیا' وہ اس عرصے میں اپنی ماں اور نانی کی طرح خطرناک وچ لیڈی بن گئی ہے۔"

"اوہ! یہ کتنے افسوس اور صدمے کی بات ہے۔ بابا فرید واسطی جیسے معزز اور محترم بزرگ کی بیٹی شیطان کی بندی بن گئی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہے-؟"

"یہی سوچ کر مجھے شرمندگی ہوتی ہے کہ میں راحیلہ کو گمراہی سے نہ بچا سکا-"

"تم تقدیر سے لڑ نہیں سکتے تھے-"

"اپنی شریک حیات کے ساتھ شیطانی ماحول میں جا سکتا تھا شیطانی قوتوں سے لڑ سکتا تھا- لڑتے لڑتے مر جاتا یا راحیلہ کو واپس لے آتا-"

"تمہیں بابا صاحب نے منع کیا تھا- انہوں نے کچھ سوچ کر ہی منع کیا تھا مجھے یہ بتاؤ وہ ثانی کے لئے کیا کہتی ہے؟"

"ابھی میں نے راحیلہ سے رابطہ نہیں کیا ہے- وہ سمجھتی ہے کہ مجھے اس کے اور ثانی کے رابطے کا علم نہیں ہے- میں نے سوچا ہے کہ ثانی پہلے ادارے کے روحانی ماحول میں پہنچ جائے پھر میں شیطانی ماحول میں جا کر راحیلہ سے بات کروں گا-"

وہ سلطانہ کو بتانے لگا کہ وہ کس طرح بیٹی کے خوابوں میں آکر خود کو متعارف کرا رہی ہے اور کہتی ہے جس طرح سارائی کو اس کی ماں لے گئی تھی پھر سارائی اپنی بیٹی راحیلہ کو لے گئی تھی اسی طرح راحیلہ اپنی بیٹی ثانی کو لے جائے گی-

ہاں' لے جائے گی- مگر کیسے لے جائے گی-

☆○☆

طیارہ بحر اوقیانوس پر پرواز کر رہا تھا- ثانی اور علی اپنی اپنی سیٹ پر سو رہے تھے- انسان کے لئے سونا ضروری ہے' تھکے ہوئے انسان کے لئے تو بے حد ضروری ہے لیکن ثانی خواہ کتنی ہی تھکن سے چور ہوتی' اسے سونا نہیں چاہئے تھا- بزرگوں کا قول ہے کہ شیطان غفلت میں ہی مارتا ہے- وہ پھر نیند کی حالت میں سحرزدہ ہو رہی تھی-

اس نے خواب میں دھواں دھواں سا ماحول دیکھا- جب وہ دھواں چھٹنے لگا تو اس کے پیچھے شیطان کا بڑا سا مجسمہ نظر آنے لگا- ماما حیلہ کے منتر پڑھنے کی آواز آرہی تھی- اس کے دونوں ہاتھ کوئی چیز آگ میں پھینکتے جا رہے تھے جس کے باعث شعلے بھڑکنے لگتے تھے ماما حیلہ نے پیتل کی ایک گھنٹی اٹھا کر شیطان کے سامنے بجائی پھر قہقہے لگانے کے بعد پلٹ کر بولی "میری بیٹی تو نے دوبارہ سونے میں اتنی دیر کیوں لگائی؟ کیا میرے پاس نہیں آنا چاہتی تھی؛ کیا تجھے اپنی ماں سے محبت نہیں ہے؟"

ثانی حیران حیران سی ماں کو دیکھ رہی تھی اس بار وہ خواب میں اکیلی نہیں تھی- اس کے ساتھ علی تھا- دونوں نے ایک دوسرے کے ہاتھ کو مضبوطی سے تھام رکھا تھا- ماما حیلہ نے پوچھا "بیٹی! یہ تیرے ساتھ کون ہے؟"

"یہ میرا علی ہے-"

"کون علی؟"

"میری جان' میری زندگی' میری کل کائنات-"

"میں سمجھ گئی تو اسے میرا داماد بنانا چاہتی ہے- تو نے سنا ہوگا چڑیل سب کو کھاتی ہے' داماد کو کبھی نہیں کھاتی- اسے تو جان سے زیادہ چاہتی ہے- میں بھی اسے چاہتی ہوں مگر آج میں تنہائی میں تجھ سے باتیں کروں گی- اسے واپس جانے دے-"

"یہ میری جان کے ساتھ ہے نہیں جائے گا-"

"میں ابھی اسے بھگا دوں گی- یہ دیکھ......"

وہ منتر پڑھنے لگی- آگ کی طرف پھونک مارنے لگی- پھونکنے سے شعلے لپک کر ثانی اور علی کے ہاتھوں کی طرف آئے تھے تاکہ دونوں کے ہاتھ الگ ہو جائیں لیکن وہ جیسے ہمیشہ کے لئے چپک گئے تھے- ایک دوسرے سے چھوٹ نہیں رہے تھے-

راحیلہ نے ناکام ہونے کے بعد آواز دی "ماما سارائی! میرا جادو ناکام ہو رہا ہے- بھڑکتے ہوئے شعلے انہیں الگ نہیں کر رہے ہیں' میری مدد کرو-"

شیطان کے مجسمے کے پیچھے سے ایک بوڑھی عورت آئی اس نے ثانی سے کہا "بیٹی میں تیری نانی ہوں- تو پہلی بار میکے آئی ہے اپنی ماں اور نانی کی بات مان لے اس چھوکرے کا ہاتھ چھوڑ دے- تیری شادی اسی سے ہوگی مگر آج اسے جانے دے-"

نانی نے کہا "مجھے بڑی حسرت تھی کہ میری کوئی ماں ہوتی' کوئی نانی ہوتی مگر ماں اور نانی ایسی ہوتی ہیں تو میں ایسے رشتے پر لعنت بھیجتی ہوں-"

"کوئی بات نہیں بیٹی' شیطان اور چڑیلوں پر تو لعنت بھیجی ہی جاتی ہے- لعنت ہمارے لئے گالی نہیں ہے-"

اس کی نانی منتر پڑھ کر پھونکنے لگی اس کی پھونک سے آندھی چلی تھی- وہ آندھی دونوں کے ہاتھوں کے پاس آئی تھی مگر ہاتھ جوں کے توں ملے ہوئے تھے کسی طرح الگ نہیں ہو رہے تھے پھر شیطان کے مجسمے کے پیچھے سے ایک نہایت بوڑھی عورت سامنے آئی- اس کے سر اور بھوؤں کے بال سفید ہو گئے تھے وہ لاٹھی ٹیکتی ہوئی سامنے آکر بولی "ثانی میں تیری نانی کی ماں ہوں یعنی تیری ماں کی نانی ہوں- میں سمجھ گئی ہوں کہ تمہارے ہاتھ الگ کیوں نہیں ہو رہے ہیں-"

سارائی نے پوچھا "ماما! یہ الگ کیوں نہیں ہو رہے ہیں؟"

وہ بولی "یہ دونوں طیارے میں ایک دوسرے کے بالکل قریب بیٹھے ہوئے ہیں- ثانی نے اپنے سیٹ بیلٹ کو علی کی سیٹ بیلٹ سے ملا کر باندھا ہوا ہے- اس طرح یہ دونوں ایک دوسرے سے بندھے ہوئے سفر کر رہے ہیں' جب تک دونوں کی سیٹ بیلٹ نہیں کھلیں گی' تب تک ان کے ہاتھ ایک دوسرے سے الگ نہیں ہوں گے- انہیں الگ کرنے کے لئے ہمیں سیٹ بیلٹ کھولنے کا منتر پڑھنا ہوگا-"

راحیلہ نے کہا "میں علی کو نیند سے جگا تی ہوں' یہ [illegible] میں بیدار ہو کر سیٹ بیلٹ کھولے گا-"

بوڑھی نانی نے کہا "یہ نہیں کھولے گا- اس پر منتر اثر نہیں کرے گا یہ نوری ہے-"

سارائی نے کہا "ہم ثانی کو تھوڑی دیر کے لئے جگائیں گے- یہ بیلٹ کھولنے کے بعد پھر سوئے گی اور یہاں چلی آئے گی-"

راحیلہ منتر پڑھنے لگی- ثانی علی کا ہاتھ تھامے کھڑی تھی- اس نے آنکھیں بند کیں پھر جب آنکھ کھلی تو وہ طیارے کی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی- اس کے دونوں ہاتھ آہستہ آہستہ سیٹ بیلٹ کی طرف جا رہے تھے- اسے خواب میں معلوم ہو گیا تھا کہ بیلٹ کھولے گی تو علی سے دور ہو جائے گی- وہ شیطانی ماحول میں علی کا ہاتھ تھام کر رہنا چاہتی تھی- سیٹ بیلٹ کو کھولنا نہیں چاہتی تھی لیکن محسوس کر رہی تھی کہ وہ بے اختیار بیلٹ کھولنے جا رہی ہے-

علی نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا تو وہ چونک گئی- اپنا ہاتھ چھڑانے لگی- اس نے پوچھا "مجھ سے ہاتھ کیوں چھڑا رہی ہو؟"

"میں بیلٹ کھولوں گی' ہاتھ چھوڑ دو-"

"میں تمہیں بیلٹ کھولنے نہیں دوں گا-"

"پلیز مجھے نہ روکو- میرے اندر کچھ ہو رہا ہے-"

"تمہارے اندر جو ہو رہا ہے اسے سمجھنے کی کوشش کرو- تم سحرزدہ ہو-"

"میں بالکل نارمل ہوں- بیلٹ کھول کر ٹوائلٹ جانا چاہتی ہوں-"

"یہ محض بہانہ ہے- میں تمہاری ماں اور ماں کی ماں اور ماں کی ماں سے کہہ رہا ہوں- اگر بیلٹ کھل گیا تو میں تمہیں سونے نہیں دوں گا نیند آئے گی تو تھپڑ مار مار کر جگاتا رہوں گا-"

وہ بولی "تم حد سے بڑھ رہے ہو- میرا تمہارا کوئی رشتہ نہیں ہے- میں تمہارے ساتھ نہیں بیٹھوں گی دوسری سیٹ پر جاؤں گی"

"رشتہ نبھانے کا یہی وقت ہے میں ادارے میں پہنچنے تک تمہیں آزاد نہیں چھوڑوں گا-"

اس نے سوچتی نظروں سے پریشان ہو کر علی کو دیکھا پھر سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں ایک منٹ کے اندر ہی سو گئی! اس نے پھر خود کو اسی شیطانی ماحول میں پایا' وہاں اس نے علی کے ہاتھ کو مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا- راحیلہ کی بوڑھی نانی نے انگاروں جیسے آنکھوں سے علی کو گھورتے ہوئے کہا "تیری شامت آئی ہے' ثانی تجھے ایسے ہی ٹھکرائے گی جیسے حیلہ نے سلمان کو اور سارائی نے فرید واسطی کو ٹھکرایا تھا-"

علی نے کہا "تمہاری ناپاک زبان سے ہمارے بزرگوں کا نام اچھا نہیں لگتا- تمہارا جادو ہم دونوں پر نہیں چل رہا ہے' پہلے ہم سے نمٹ لو پھر بزرگوں تک چلی جانا-"

نانی نے کہا "ہونہہ! بڑا نام کمانے والے بزرگ خاک میں مل گئے ہیں- ابھی تم نے ہمارا کالا جادو دیکھا ہی کہاں ہے- میں چاہتی تھی اپنی نواسی کو یہاں بلا کر کچھ کالا عمل سکھا دوں مگر تو اس کا پیچھا نہیں چھوڑ رہا ہے-"

"تم تین عورتیں ثانی کے پیچھے کیوں پڑ گئی ہو؟"

"یہ ہماری اولاد ہے- میری بیٹی سارائی ہے- سارائی کی بیٹی حیلہ اور حیلہ کی بیٹی ثانی ہے-"

ثانی اور علی نے ایک دوسرے کو حیرانی سے دیکھا پھر علی نے پوچھا "ثانی کی ولدیت بتا سکتی ہو؟"

"ہاں' اس کا باپ سلمان واسطی ہے-"

"انکل سلمان نے باپ کے طور پر اپنا نام دیا ہے مگر وہ باپ نہیں ہیں' ان کی تو شادی بھی نہیں ہوئی-"

"ہو چکی ہے- میں اس کی بیوی اور ثانی کی ماں ہوں' وہ ثانی کا باپ ہے-"

"اگر یہ سچ ہے تو پھر پیرس آؤ- بیٹی اپنی ماں سے ضرور ملے گی لیکن انسانی طور طریقوں سے ملے گی' یہ شیطانی ہتھکنڈے چھوڑ دو-"

"تم ثانی کا ہاتھ چھوڑ دو' سیٹ بیلٹ کھول دو-"

"میں کہہ چکا ہوں ماں ہو تو ماں بن کر آؤ چڑیل بن کر نہیں"

بوڑھی نانی نے کہا "یہ ایسے نہیں مانے گا- سارائی اور حیلہ' تم دونوں میرے ساتھ منتر پڑھو- اب ہماری بیٹی خواب میں نہیں حقیقت میں آئے گی-"

وہ تینوں منتر پڑھنے لگے- وہاں کچھ اور لوگ کالا عمل کرنے آگئے تھے- شیطان کے مجسمے کے سامنے بھڑکتے ہوئے الاؤ کے اطراف رقص کر رہے تھے کالا عمل کرنے والے کوئی بڑا مقصد حاصل کرنے کے لئے شیطانی مجسمے کے سامنے ایک انسانی جان کی قربانی دیتے ہیں- ان تینوں عورتوں نے ثانی کو حاصل کرنے کے لئے ایک جوان لڑکی کو پیش کیا- کچھ لوگ ایک لڑکی کو پکڑ کر لا رہے تھے- وہ خوف کے مارے چیخ رہی تھی' رو رہی تھی ثانی نے کہا "یہ کیا ظلم کر رہی ہو؟ اس لڑکی کو چھوڑ دو"

سارائی نے کہا "شیطان کو بھینٹ دینے کے لئے جو لڑکی وقف ہو چکی ہے اس کی بلی ضرور دی جائے گی-"

ثانی اور علی نے آگے بڑھ کر ان پر حملہ کیا جو لڑکی کو جبراً لا رہے تھے- ان سے تھوڑی دیر تک جنگ ہوتی رہی' وہ ایک ایک ہاتھ سے لڑ رہے تھے کیونکہ دوسرے ہاتھوں سے ایک دوسرے کو پکڑے ہوئے تھے- کالا عمل کرنے والوں کی تعداد بڑھتی جا رہی تھی- انہوں نے ثانی اور علی کو چاروں طرف سے گھیر لیا تھا مکھیوں کی طرح چمٹ گئے تھے- ایسے ہی وقت اس بیچاری لڑکی کو شیطان کے قدموں میں قربان کر دیا گیا- اس کا خون اچھل کر شیطان کے چہرے پر آیا تو شیطانی قہقہے گونجنے لگے- تیز ہوائیں چلنے لگیں اس کے ساتھ ہی بادل گرج رہے تھے اور بجلیاں کڑک رہی تھیں- بجلیوں کی کڑک دار آواز سے ثانی کی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

آنکھ کھل گئی اس نے اور علی نے دیکھا کہ طیارے کی کھڑکی کے باہر بارش ہو رہی تھی اور رہ رہ کر بجلیاں کڑک رہی تھیں۔

طیارے میں اناؤنسر کہہ رہی تھی "اٹینشن پلیز! اچانک موسم کی خرابی کے باعث طیارے کی پرواز ناہموار ہو رہی ہے۔ آپ سے درخواست ہے کہ سیٹ بیلٹ باندھ کر رکھیں ہم جلد ہی اس طوفانی خطے سے نکل جائیں گے۔"

سب نے سیٹ بیلٹ باندھ لئے تھے۔ کھڑکی کے باہر رات کی تاریکی تھی۔ کھڑکی کے شیشوں سے پتا چل رہا تھا بارش ہو رہی ہے۔ کبھی کبھی چمکتی ہوئی بجلیاں بھی دکھائی دیتی تھیں۔ اس طوفانی بارش کے پس منظر میں ثانی کو شیطانی قہقہے سنائی دے رہے تھے۔ وہ حیرانی سے بولی "کیا تم قہقہے سن رہے ہو؟"

علی نے کہا "ہم نے آنکھیں بند کر کے جو شیطانی قہقہے سنے تھے وہی ہماری سماعت میں رہ گئے ہیں۔"

"تمہارا کیا خیال ہے' یہ طوفان کالے جادو کے ذریعے لایا گیا ہے؟"

"بظاہر ایسا ہی معلوم ہوتا ہے لیکن ان دنوں بحر اوقیانوس میں طوفان آتے رہتے ہیں تم اپنی حالت بتاؤ۔"

"میرا دل ماما حیلہ کی طرف کھنچا جاتا ہے' اسے پھر دیکھنے کو جی چاہتا ہے۔ تم کہو گے یہ جادو ہے مگر کیا تم نے غور کیا ہے' ماما حیلہ مجھ سے مشابہت رکھتی ہے کیا وہ میری طرح نہیں ہے؟"

"ہاں' تم سے بڑی حد تک مشابہت ہے لیکن ہو سکتا ہے یہ قدرتی نہ ہو' وہ جادو کے ذریعے ہم شکل بن رہی ہو۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی جہاز ایک جھٹکے سے نیچے گیا مسافر چیخنے چلانے لگے پرواز پھر ہموار ہو گئی لیکن عورتوں اور بچوں میں کھلبلی مچ گئی تھی۔ وہ رو رہے تھے' مرد حضرات پریشان تھے' اسپیکر کے ذریعے کہا جا رہا تھا "آپ حوصلہ رکھیں' سیٹ بیلٹ نہ کھولیں۔ اپنی جگہ بیٹھے رہیں' ہمارا طیارہ جلد ہی اس طوفان سے نکل جائے گا۔"

مسافر سمجھ رہے تھے یہ طفل تسلیاں ہیں۔ طیارہ بری طرح طوفان میں گھر گیا تھا۔ چیخنے چلانے والی عورتیں خاموش ہو گئی تھیں۔ تقریباً سب ہی کو چپ لگ گئی تھی' وہ گم صم بیٹھے ہوئے دل ہی دل میں خدا کو یاد کر رہے تھے اور اپنی سلامتی کے لئے دعائیں مانگ رہے تھے۔

نہ طوفان تھم رہا تھا اور نہ ہی پرواز کرنے والے جہاز کو کوئی ٹھکانا مل رہا تھا' یہ بات مسافر نہیں جانتے تھے کہ طیارہ اپنے روٹ سے بھٹک گیا ہے۔ پائلٹ نے یہ بات چھپائی تھی اگر مسافروں کو معلوم ہو جاتا تو طیارے کے اندر ماتم شروع ہو جاتا' ایسے وقت کچھ لوگ جنون میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور پاگلوں جیسی حرکتیں کرتے ہیں۔ دوسرے مسافر اور زیادہ پریشان ہو جاتے ہیں اس لئے حقیقت چھپائی گئی تھی۔

طیارے کی اندھی پرواز جاری تھی ثانی نے علی سے کہا۔

"مجھے یوں لگ رہا ہے جیسے مسافروں پر یہ مصیبت میری وجہ سے آ رہی ہے۔"

علی نے پوچھا "تم ایسا کیوں سوچ رہی ہو؟"

"اس لئے کہ میرے اندر کوئی خوف اور بے چینی نہیں ہے' ایک طرح کا یقین ہے کہ میں یہاں سے سیدھی ماما حیلہ کے پاس جا رہی ہوں۔"

"مجھے یقین تو نہیں ہے کہ یہ شیطانی طوفان ہے۔ اگر ایسا ہے تو تمہاری ماں اور نانی مسافروں اور معصوم بچوں پر ظلم کر رہی ہیں۔ ان کے کالے عمل کے نتیجے میں یہ طیارہ تباہ ہو سکتا ہے۔ جب تمام لوگ مر جائیں گے' تم بھی فنا ہو جاؤ گی تو ماما حیلہ کو کیا حاصل ہو گا؟"

ثانی نے آنکھیں بند کر لیں۔ وہ ماما حیلہ سے یہ سوال کرنا چاہتی تھی' اس کا خیال تھا وہ آنکھیں بند کئے پھر اسی شیطانی ماحول میں پہنچ جائے گی لیکن دیر تک آنکھیں بند رکھنے کے بعد بھی نہ نیند آئی اور نہ وہ ماما حیلہ کے پاس پہنچ سکی۔ اس نے آنکھیں کھول کر کہا "ہمیں ماما حیلہ سے طیارے کی سلامتی کے لئے کہنا چاہئے۔"

"وہ طیارے کی سلامتی کے عوض تمہارا مطالبہ کرے گی۔"

"میں چلی جاؤں گی مگر آنکھیں بند کرنے سے اب وہ نظر نہیں آ رہی ہے۔"

"یہاں ایسی افراتفری ہے کہ تم دماغ کو ہدایت دے کر نہیں سو سکو گی شاید گہری نیند میں ڈوبنے کے بعد وہ نظر آ جائے۔"

ثانی نے آزمائش کے طور پر آنکھیں بند کیں گہری نیند میں ڈوبنے کے لئے دماغ کو ہدایات دیں اسی وقت جہاز کو زبردست جھٹکا لگا اس کی آنکھ کھل گئی۔ مسافر پھر چیخنے لگے تھے تھوڑی دیر بعد اناؤنسر نے کہا "پلیز خاموش رہیں' حوصلہ رکھیں رونے چیخنے اور چلانے سے طوفان نہیں ٹلے گا۔ ہم آپ کو ایک خوشخبری سنا رہے ہیں ماریطانیہ کے ایک ہوائی اڈے سے رابطہ ہو گیا ہے' ہمارا طیارہ جلد ہی وہاں اتر جائے گا۔"

اس خبر سے ڈھارس بندھ رہی تھی کہ طیارہ کہیں اترنے والا ہے۔ وہ طیارہ لندن اور پیرس جانے والا تھا۔ وہاں سب لندن اور پیرس کے مسافر تھے کسی نے یہ تشویش ظاہر نہیں کی کہ وہ انگلینڈ جانے کے بجائے افریقہ کے ایک مغربی ملک میں پہنچ رہے ہیں۔ فی الحال یہ اطمینان تھا کہ وہ اس طوفان میں کہیں خیریت سے پہنچ جائیں گے۔

تمام مسافر بے چینی سے انتظار کر رہے تھے کہ انہیں طیارے کے اترنے کی اطلاع دی جائے گی لیکن انتظار ختم نہیں ہو رہا تھا۔ وقت گزرتا جا رہا تھا۔ سب اپنی کلائیوں پر بندھی ہوئی گھڑیوں کو بار بار دیکھ رہے تھے۔ آخر طویل اور تھکا دینے والے انتظار کے بعد انہیں محسوس ہوا کہ طیارے کے پہیے زمین سے لگ رہے ہیں۔ جب وہ طیارہ زمین پر دوڑنے لگا تو اناؤنسر نے کہا۔

"تھینکس گاڈ! ہم سلامتی سے زمین پر پہنچ گئے ہیں۔ آپ سے گزارش ہے کہ غیر متوقع حالات سے نمٹنے کے لئے خود میں حوصلہ پیدا کریں۔ صبر و تحمل سے طیارے میں بیٹھے رہیں کیونکہ ہم ایک انجانے ویران علاقے میں ہیں۔"

سنتے ہی سب ایک دوسرے سے کچھ نہ کچھ بولنے لگے۔ ایک شخص نے اٹھ کر چیختے ہوئے کہا "تم نے کہا تھا ہم ماریطانیہ کے ایک ائرپورٹ پر اترنے والے ہیں پھر ہم کسی ویران علاقے میں کیسے پہنچ گئے؟"

دوسرے مسافر اس کی تائید میں بولنے لگے۔ اسپیکر سے آواز آئی "پلیز خاموش رہیں' میری باتوں کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ کسی کنٹرول ٹاور سے رابطہ نہیں ہو رہا تھا۔ طیارہ اپنے روٹ سے بھٹک گیا تھا۔ یہ بات پرواز کے دوران بتائی جاتی تو کمزور دل کے مسافر یہ صدمہ برداشت نہ کرتے۔ شدید طوفان میں طیارے کو کہیں اتارنا ایک اہم مسئلہ تھا۔ اسی طرح آپ کی سلامتی ممکن تھی۔ خدا کا شکر ہے کہ اس ریگستانی علاقے میں ایک پختہ کولتار کی سڑک نظر آ گئی۔ ہم نے یہاں طیارہ اتار دیا ہے۔ آپ اطمینان اور حوصلہ رکھیں۔ طوفان کے تھم جانے کے بعد ہمارے لئے امدادی طیارہ ضرور آئے گا۔"

رات کے گیارہ بج رہے تھے۔ طوفان کے تھمنے کے کوئی آثار نہیں نظر آ رہے تھے اور صبح سے پہلے امداد پہنچنے کی توقع نہیں تھی۔ مسافروں کا دل بہلانے کے لئے موسیقی شروع کی گئی۔ ہوسٹس اور اسٹیورڈ کھانے پینے کی چیزیں فراہم کرنے لگے۔ عورتوں کے چہروں پر رونق آ گئی تھی۔ بچے ہنسنے مسکرانے لگے تھے۔ اب یوں لگ رہا تھا جیسے کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ طیارے کو جو حادثہ پیش آنے کا خطرہ تھا وہ ٹل گیا تھا اور اب کوئی خطرہ سامنے نہیں آئے گا۔

مگر آ گیا۔ طیارے کی ہنستی بستی فضا میں ایک عورت نے زور کی چیخ ماری۔ سب اسے چونک کر دیکھنے لگے' ابھی اس سے چیخنے کی وجہ معلوم کرنے ہی والے تھے کہ طیارے کے دوسرے حصے سے دوسری عورت چیخ کر کھڑی ہو گئی۔ ایک اور حصے سے ایک مسافر نے اٹھ کر چیخ ماری' اب یہ معاملہ تشویش ناک ہو گیا تھا۔ ایک کے بعد ایک مسافر چیخ کر کھڑا ہو رہا تھا۔ ثانی اور علی حیرت سے ایک ایک کو دیکھ رہے تھے۔

پھر ایک اسٹیورڈ نے بلند آواز سے پوچھا "آخر کیا بات ہے؟ آپ لوگ اس طرح کیوں چیخ رہے ہیں؟"

سب سے پہلے چیخنے والی عورت نے کہا "ہم پر یہ مصیبت ایک لڑکی کی وجہ سے آئی ہے۔"

دوسری عورت نے ثانی کی طرف انگلی اٹھا کر کہا "ہاں' وہ ہے لڑکی۔"

تیسرے چیخنے والے مسافر نے کہا "اس لڑکی کو طیارے سے باہر نکالو۔"

اسٹیورڈ نے حیرانی سے پوچھا "آپ لوگ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ یہ بھی آپ کی طرح ایک مسافر لڑکی ہے۔ یہ طوفان نہیں لائی۔ اس نے طیارے کو نہیں بھٹکایا پھر اس کے خلاف کیوں بول رہے ہیں آپ لوگ؟"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ایک مسافر نے آگے بڑھ کر اسے ایک طمانچہ مارا پھر کہا "تم اسٹیورڈ ہو۔ ہماری بات ماننا تمہارا فرض ہے۔ اس لڑکی کو یہاں سے نکال دو۔"

ایک ایک مسافر اپنی جگہ سے اٹھ کر یہی کہنے لگا۔ پھر ایک نے ثانی کو غرا کر دیکھتے ہوئے پوچھا "تم جاؤ گی یا ہم تمہیں اٹھا کر باہر پھینک دیں؟"

ثانی نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اسٹیورڈ سے کہا "دروازہ کھولو' میں جاؤں گی۔"

علی نے اٹھ کر کہا "میں سمجھ رہا ہوں ایسا کیوں ہو رہا ہے' تم نہیں جاؤ گی۔ میں ان مسافروں سے نمٹ لوں گا۔"

دو تگڑے مسافر اسے مارنے کے لئے دوڑتے ہوئے آئے۔ علی نے ان کی اچھی طرح پٹائی کر دی۔ اسی وقت کھڑکیوں کے شیشوں پر پتھر آ کر لگنے لگے۔ مسافروں نے سہم کر کہا "باہر سے پتھر برسائے جا رہے ہیں۔ یہ شیشے ٹوٹ جائیں گے۔"

پھر ایسی آوازیں آنے لگیں جیسے تڑا تڑ گولیاں برسائی جا رہی ہوں۔ طیارے کے قریب بم کے دھماکے ہونے لگے۔ کھڑکیوں سے یہ منظر دکھائی دے رہا تھا۔ شعلے نکل رہے تھے' دھواں پھیل رہا تھا۔ علی نے سر اٹھا کر بلند آواز سے کہا "رک جاؤ' بند کرو یہ دھمکیاں۔ ثانی باہر آ رہی ہے' ثانی باہر آ رہی ہے۔"

یہ باتیں فضا میں گونجتے ہی سناٹا چھا گیا۔ گولیوں کی تڑتڑاہٹ اور بم کے دھماکے رک گئے۔ کھڑکیوں کے باہر پھر اندھیرا چھا گیا تھا۔ کچھ نظر نہیں آ رہا تھا' اسٹیورڈ نے ثانی کے پاس آ کر پوچھا "مس! یہ کیا معاملہ ہے؟"

علی نے کہا "ہم سمجھا نہیں سکیں گے۔ آپ دروازہ کھول دیں۔"

جہاز کا عملہ مجبور تھا' مسافر بھی انہیں دروازہ کھولنے پر مجبور کر رہے تھے' آخر وہ کھل گیا۔ باہر حد نظر تک اندھیرا تھا۔ طوفان تھم گیا تھا۔ طیارے کے دروازے اور زمین کے درمیان کافی فاصلہ تھا۔ نیچے اترنے کے لئے سیڑھی کی ضرورت تھی۔ ثانی اور علی دروازے پر آ کر کھڑے ہو گئے۔ دونوں نے ایک دوسرے کا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا اور پھر ایک دوسرے کو مسکرا کر دیکھا اس کے بعد ایک ساتھ چھلانگ لگا دی۔ زمین پر پاؤں پڑتے ہی قلابازی کھائی پھر اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔

تمام مسافر دروازے اور کھڑکیوں سے جھانک کر انہیں دیکھ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

رہے تھے۔ طیارے سے باہر جانے والی روشنی میں وہ تھوڑی دیر تک نظر آئے پھر آگے جاتے ہوئے تاریکی میں گم ہو گئے۔ اسٹیورڈ نے دروازے کو بند کرتے ہوئے پائلٹ سے کہا "بڑے افسوس کی بات ہے۔ ہم نے دو مسافروں کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا ہے۔"

ایک مسافر نے کہا "یہ تو دیکھو اس لڑکی کے باہر جاتے ہی طوفان تھم گیا ہے۔"

ایک عورت نے کہا "ہمارے منہ سے آپ ہی آپ یہ بات نکل رہی تھی کہ اس لڑکی کی وجہ سے ہم پر یہ مصیبت آئی ہے۔"

"اب نہ طوفان ہے نہ کوئی پتھر اور گولیاں برسا رہا ہے۔"

"ہمیں یہاں سے چلنا چاہئے طیارہ اب سلامتی سے پرواز کرے گا۔"

پائلٹ طیارے کے اگلے حصے کی طرف جاتے ہوئے بولا۔ "میں کسی قریبی ائرپورٹ تک جاؤں گا۔ وہاں سے ان دو مسافروں کے لئے امدادی ٹیم روانہ کراؤں گا۔"

وہ اپنی سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ ائرفون کو کانوں سے لگا کر وائرلیس سیٹ کو آپریٹ کیا تو حیران رہ گیا۔ وہ تھوڑی دیر پہلے تک بے کار تھا اس کے ذریعے کسی کنٹرول ٹاور سے رابطہ نہیں ہو رہا تھا۔ اب وائرلیس سے آواز آ رہی تھی "ہیلو ہیلو کنٹرول ٹاور الون عبدالمالک، ہیلو ہیلو کنٹرول ٹاور الون عبدالمالک....."

پائلٹ نے اپنے طیارے کے متعلق بتاتے ہوئے کہا "ہم طوفان میں بھٹک کر ادھر آ گئے ہیں۔ طیارے میں دو سو اسی مسافر ہیں۔ ہمیں گائیڈ کرو۔"

اسے راہنمائی حاصل ہونے لگی۔ پتا چلا ان کا طیارہ ماریطانیہ اور مراکش کے جنوب مغربی صحرا کے درمیان ایک پختہ سڑک پر ہے۔ وہاں سے چار سو میل پرواز کر کے ماریطانیہ کے ایک شہر الون عبدالمالک ائرپورٹ تک پہنچ سکتا ہے۔

پائلٹ نے طیارے کی اطلاع کی آمد دے کر وائرلیس سیٹ و آف کیا پھر دل میں کہا "عجیب بات ہے' ان دو مسافروں کے جاتے ہی تمام مشکلیں آسان ہو رہی ہیں۔ منزل تک پہنچنے کے لئے راستہ بھی مل رہا ہے۔ آخر وہ بے چارے کون تھے؟"

وہ بے چارے اسی سڑک پر دور چلتے جا رہے تھے۔ بہت دور جا کر انہوں نے دیکھا طیارہ اسٹارٹ ہو گیا تھا۔ سڑک پر دوڑتا جا رہا تھا۔ پھر وہ دوڑتے ہوئے فضا میں بلند ہو گیا۔ وہ دونوں طیارے کے سرخ بتیوں کو جلتے بجھتے اور دور ہوتے دیکھ رہے تھے۔ ان کی نگاہیں کہہ رہی تھیں "اے جانے والو! تمہیں منزل مبارک ہو۔ ہم تو راستے کے گرد بن گئے ہیں۔"

طیارے کی جلتی بجھتی روشنی دور آسمان میں اوجھل ہو گئی۔ وہ پلٹ کر جانے لگے علی نے کہا "تم سحرزدہ ہونے کے بعد میری بات نہیں مانتی ہو۔ پلیز اپنے اندر قوت ارادی کو اور مضبوط کرو' یہ عہد کرتی رہو کہ شر سے لڑائی ہو تو خیر کو نہیں بھولو گی۔ میرا ساتھ نہیں چھوڑو گی۔"

وہ چلتے چلتے اس کے بازو سے لگ گئی پھر بولی "میری جان تمہارے لئے ہے۔ میں تمہارے قدموں سے ایک پل کے لئے بھی الگ نہیں ہونا چاہوں گی۔ لیکن میں نے محسوس کیا ہے' ماما حیلہ کے سامنے میرا دل دماغ کام نہیں کرتا ہے۔ میری قوتِ ارادی کمزور پڑنے لگتی ہے۔ کوئی ایسی تدبیر کرو کہ میں کالے جادو سے مسحور نہ ہو سکوں۔"

"ہم سونیا مما کی طرح یہ انگوٹھی پہنے رہتے ہیں۔ تم نے بھی پہنی ہے۔ جب تم دیکھو کہ ماما حیلہ تم پر حاوی ہو رہی ہے تو اس انگوٹھی کی سوئی اس کے جسم میں کہیں بھی انجکٹ کر دینا۔ وہ اعصابی کمزوری میں مبتلا ہو کر منتر نہیں پڑھ سکے گی۔"

"ایسے دو چار نسخے میرے پاس ہیں۔ میں انہیں ضرور آزماؤں گی لیکن اس میں کہاں تک صداقت ہے کہ وہ میری ماں ہے؟"

"کوئی تو بات ہو گی ثانی! وہ بڑے یقین سے انکل سلمان کو اپنا شوہر اور تمہارا باپ کہہ رہی تھی۔"

"انکل سلمان نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ میرے پاس آ کر ماما حیلہ کے بارے میں بہت کچھ بتائیں گے۔ میں سوچتی ہوں کہ کیا وہ بھی کچھ بتانے والے تھے۔ آخر وہ میرے پاس کیوں نہیں آئے۔ اگر وہ مصروف ہیں تو سلطانہ آنٹی کو بھیج سکتے ہیں۔"

"ہمارے بزرگوں کے ساتھ بھی کچھ ہو رہا ہو گا۔"

"یہ ہم کہاں جا رہے ہیں؟"

"تم اپنے میکے اور میں ہونے والی سسرال۔"

وہ ہنستی ہوئی اس کے بازوؤں میں آ گئی۔ تب پتا چلا بجلی جیسی تاریکی نہیں ہے۔ جذبے روشن ہیں۔ آسمان پر ستارے مسکرا رہے تھے اور زمین نے پیار کرنے والوں کو اپنی ہتھیلی پر اٹھا رکھا تھا۔ علی نے اس کی قربت سے سرشار ہو کر پوچھا "تم اب تک کہاں تھیں؟"

"میں پیدا ہو رہی تھی۔ پل رہی تھی۔ پروان چڑھ رہی تھی۔ کاتبِ تقدیر جانتا تھا کہ میری رگ رگ میں لہو نہیں علی دوڑتا ہے۔ اس لئے مجھے علی کے نام پر پیدا کیا ہے اور علی کے نام پر جوان کیا ہے اور ایک دن علی کا نام لیتے لیتے موت آئے گی۔"

وہ محبت میں مدہوش ہو رہے تھے۔ اپنے آس پاس کی دنیا بھول چکے تھے۔ یہ پریشانی نہیں تھی کہ قافلے نے ساتھ چھوڑا ہے' وہ کسی اجنبی ملک میں ہیں۔ دشمن عورتوں کی سازشیں ہیں' کوئی بات نہیں' شیطان کا بلاوا ہے تو کیا ہوا۔ محبت صرف جنت میں نہیں ہوتی' شیطان کی پیٹ میں بھی گھس کر ہوتی ہے۔ شیطانی منتروں میں بھی گھس کر ہوتی رہے گی۔ محبت کو کوئی روک نہیں سکتا۔ وہ ہر جگہ ہوتی ہے۔ سیاہ زلفوں میں ہو تو گلاب کی طرح کھلتی ہے۔ گندے کیچڑ میں ہو تو کنول کا حسن بن جاتی ہے۔

وہ چونک گئے گھوڑے کے ہنہنانے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ آواز قریب آ رہی تھی۔ انہوں نے دیکھا دور تاریکی سے ایک گھوڑا نمودار ہو رہا تھا۔ اس پر زین کسی ہوئی تھی۔ مگر کوئی سوار نہیں تھا۔ وہ گھوڑا ثانی کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ بولی "یہ میری سواری کے لئے آیا ہے میں جا رہی ہوں۔"

وہ گھوڑے کی طرف بڑھی' علی نے ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچتے ہوئے کہا "دیکھو' سمجھو' تم اپنی قوت ارادی کو بھول رہی ہو۔"

وہ چونک کر بولی "آں' ہاں میں نہیں جاؤں گی۔"

اسی وقت گھوڑا ہنہناتا ہوا اگلی دو ٹانگیں اٹھا کر علی کی طرف لپکا۔ علی اچھل کر پیچھے گیا۔ گھوڑے نے پھر آگے بڑھ کر حملہ کیا۔ وہ اس کے حملوں سے بچتے ہوئے لگام کو پکڑنا چاہتا تھا تاکہ لگام کے ذریعے اسے قابو میں رکھے لیکن گھوڑا اپنے قریب آنے کا موقع نہیں دے رہا تھا۔ اسے لاتیں مارنے کے لئے آگے بڑھتا جا رہا تھا۔ علی بچاؤ کرتا ہوا پیچھے ہٹتا جا رہا تھا۔ اسی طرح وہ ثانی سے دور چلے آئے تھے۔ پھر اچانک ہی گھوڑا پلٹ کر دوڑتا ہوا ثانی کے پاس آیا۔ وہ اچھل کر اس پر سوار ہو گئی لگام کو ہاتھ میں لے لیا۔ علی آوازیں دیتا ہوا اس کی طرف لپکا "ثانی! رک جاؤ۔ ہوش میں آؤ۔ سمجھنے کی کوشش کرو تم سحرزدہ ہو رہی ہو۔"

گھوڑا تیز رفتاری سے اسے لے جا رہا تھا' وہ ثانی کو پکارتا ہوا دوڑ لگا رہا تھا۔ اس نے دوڑ میں بھی تیز رفتاری کا ریکارڈ قائم کیا تھا۔ لیکن وہ گھوڑا تو شیطانی رفتار سے بھاگ رہا تھا۔ اس کے برابر پہنچنا کسی انسان کے بس کی بات نہیں تھی۔ وہ دوڑتے دوڑتے ٹھوکر کھا کر گر پڑا۔

آہ! کوئی مجبوری سی مجبوری تھی۔ ہر انسانی کوشش رائیگاں جا رہی تھی۔ ادھر ثانی اپنے اختیار میں نہیں تھی۔ ماں کے ہتھکنڈوں کے سامنے بے بس ہو جاتی تھی۔ وہ ٹھوکر کھا کر اوندھے منہ گرا تھا۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا گھوڑا دوڑتا ہوا تاریکی میں گم ہو رہا تھا۔ وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے چہرے پر مایوسی نہیں تھی۔

وہ فولادی ارادوں کا مالک تھا پھر دوڑ لگانے لگا۔ اس نے جیبی ٹارچ نکال کر روشن کرتے ہوئے دل میں کہا "یہ چڑیلیں جادو کر سکتی ہیں' عقل سے کام نہیں لے سکتیں۔ کمبختوں نے یہ نہیں سوچا کہ اس صحرائی زمین پر گھوڑا اپنے چاروں پاؤں کے نشانات چھوڑ کر جائے گا۔"

وہ ٹارچ کی روشنی میں تیزی سے دوڑتا جا رہا تھا۔

☆○☆

الپا ہوش و حواس میں تھی لیکن ہوش مندی سے سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ حالات بڑی تیزی سے بدل رہے تھے۔ سب سے پہلے یہ دلی اور دماغی صدمہ پہنچا تھا کہ جسے یہودی پارس سمجھ کر اپنا سب کچھ لٹا چکی ہے' وہ مسلمان ہے۔

ایک مسلمان سے ہار کر یوں لگا جیسے اندر سے بالکل خالی ہو گئی ہو' اس کے غرور کو بڑی ٹھیس پہنچی تھی۔ وہ پارس سے فریب کھا کر غصے سے تلملاتی رہی اور محبت سے روتی رہی۔ وہ غصہ کر کے اپنی زندگی سے دور کر سکتی تھی مگر دل سے نہیں نکال سکتی تھی۔

اس نے سوچا فرہاد نے شیبا کو بھی اسی طرح پھنسایا ہو گا۔ یہ مسلمان بڑے مکار ہوتے ہیں۔ ایسے خیال قائم کرتے وقت وہ بھول گئی کہ وہ خود مکاری سے ٹیلی پیتھی سیکھ کر امریکی حکام کو دھوکا دے کر اسرائیل آ گئی تھی اور اس کی نظروں میں یہ بھی مکاری نہیں تھی کہ وہ لوگ ڈمی پارس بنا کر فرہاد کی فیملی کو دھوکا دینا چاہتے ہیں۔ دھوکے اور چالبازی میں بازی کسی کے بھی ہاتھ آ سکتی ہے۔ وہ خود اپنی مرضی سے یہودی پارس کا فریب کھاتی آ رہی تھی۔

اس نے فیصلہ کیا کہ اعلیٰ حکام کو دھوکا نہیں دے گی۔ شیبا کی طرح ایک مسلمان کی محبت میں گرفتار ہو کر اپنی قوم کو نقصان نہیں پہنچائے گی۔ اس فیصلے کے مطابق اس نے جنرل کو بتا دیا کہ وہ سب اصل پارس کو ڈمی سمجھ کر دھوکا کھاتے آ رہے ہیں اور الپا کا دماغ رسونتی کے قبضے میں آ گیا ہے۔

یوں اسرائیلی حکام کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا تھا۔ شیبا کے بعد خوش قسمتی سے ٹیلی پیتھی جاننے والی الپا یہودی قوم کو ملی تھی' اسے بھی مسلمانوں نے پھانس لیا تھا۔ الپا نے سوچا وہ پارس سے دکھاوے کی محبت کرے گی اور اسے کسی طرح پھانس کر تل ابیب لے جائے گی۔ وہ ایک ہوٹل میں تھی۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے پارس کو بلایا' اس نے کہا "جب تک تم جنرل کے چور خیالات پڑھ کر میری ماں شیبا کی بے گناہی اور مظلومیت کا یقین نہیں کرو گی' میں تمہارے پاس نہیں آؤں گا۔"

وہ پارس کو اپنے قریب لانے کے لئے مجبوراً جنرل کے چور خیالات پڑھنے لگی تو اس پر ایسے حقائق کا انکشاف ہوا جن کے متعلق وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ سب سے دل توڑنے والا انکشاف یہ تھا کہ جنرل اسے شیبا کی طرح بے موت مارنے کا ارادہ کر چکا تھا۔ اس کے چور خیالات نے چغلی کھائی کہ الپا کو پارس سے نجات نہیں ملے گی۔ وہ شیبا کی طرح مسلمانوں کی حمایت کرے گی تو اسے گولی مار دی جائے گی۔

جنرل جسے بیٹی کہتا تھا اس کی موت کا فیصلہ دل میں کر چکا تھا۔ الپا کو اپنی حیثیت دو کوڑی کی لگی۔ وہ کام آتی رہے تو بیٹی ہے' کسی مصیبت میں گرفتار ہو جائے اور نجات حاصل نہ کر سکے تو سزائے موت پانے والی دشمن ہے۔

پھر یہ انکشاف ہوا کہ شیبا کی تنہائیوں میں فرہاد ہی ایک ڈمی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کو بھیجا جاتا تھا۔ جب شیبا کو پتا چلا کہ اپنے ہی یہودی اکابرین کی سازش سے اس کی عزت لوٹی گئی ہے تو وہ حیا والی زندہ نہ رہ سکی۔ اس نے خود کشی کرلی۔

الپا کی سمجھ میں آگیا کہ اسرائیل واپس جائے گی تو اس کی عزت بھی محفوظ نہیں رہے گی۔ اس پر پہلے کی طرح بھروسا نہیں کیا جائے گا۔ یہ کتنی ذلالت تھی کہ جہاں شیبا کی عزت لوٹی گئی تھی وہی شاہی محل الپا کو رہائش کے لئے دیا گیا تھا۔

ان تمام حقائق نے اسے باغی بنادیا۔ صاف سمجھ میں آگیا کہ شیبا فرہاد سے اور اس کے بیٹے پارس سے بے انتہا محبت کیوں کرتی تھی۔ آج تقدیر نے اسی پارس سے الپا کو محبت کرنا سکھادیا تھا۔

وہ بڑی دیر تک بھٹکتی رہی تھی۔ تھالی کے بینگن کی طرح کبھی اپنے یہودیوں کی طرف جاتی تھی کبھی مسلمان پارس کے لئے اپنے دل کی دھڑکنوں کو سنبھال نہیں پاتی تھی۔ آخر جنرل کے چور خیالات نے اسے اچھی طرح سمجھا دیا کہ وہ اسرائیل جائے گی اور اسی شاہی محل میں رہے گی تو ایک دن شیبا کی طرح ماری جائے گی۔ اسے پارس کی پیار بھری پناہ میں رہنا چاہئے۔

اس نے پارس کو اپنے پاس بلایا۔ اس کے لئے نیا لباس پہنا۔ خوب سنگھار کیا۔ اسے اتنا پیار دیا، اتنا ٹوٹ کر پیار کیا کہ پارس بھی حیران رہ گیا۔ اس نے پوچھا "آج تمہیں کیا ہوگیا ہے؟"

وہ بولی "آج مجھے نئی زندگی مل رہی ہے۔ پہلے میں تمہیں آنکھوں سے دیکھتی تھی آج عقل سے دیکھ رہی ہوں۔ میں نے اپنے اندر کی مغرور عورت کو مار ڈالا ہے۔ تم جنرل کے چور خیالات پڑھنے کو نہ کہتے تو مجھے کبھی عقل نہ آتی۔ میں سمجھ گئی ہوں کہ شیبا ممی پر کتنا ظلم ہوا تھا۔ یہی ظلم مجھ پر بھی ہو سکتا ہے' میں کبھی اسرائیل نہیں جاؤں گی۔"

"چلو اچھا ہوا کہ تم نے اس حد تک اپنوں کو سمجھ لیا۔ اب تم ہمارا ظرف اور ہماری شرافت دیکھو گی۔ ہم کبھی تمہاری قوم کے خلاف تمہیں نہیں بھڑکائیں گے۔ اگر ان کی طرف سے ہمارے خلاف سازش ہوگی یا کوئی زیادتی ہوگی تو اس کا فیصلہ تم پر چھوڑ دیں گے۔ اگر تمہاری قوم کو ہم سے کوئی شکایت ہوگی اور وہ جائز ہوگی تو ہم اس کی تلافی کریں گے۔ تم جیسا چاہو گی ویسا ہی ہوگا۔"

"پارس! تم بہت اچھے دیانت دار ہو۔ مگر میں بری اور بیوقوف ہوں' مجھ سے ایک حماقت ہوگئی ہے؟"

"کیسی حماقت؟"

"میں نے جنرل کو تمہارے خلاف رپورٹ دی ہے۔ اسے بتادیا ہے کہ تم ڈمی نہیں اصل ہو۔ اور میرے دماغ پر ماما رسونتی نے قبضہ جمالیا ہے۔"

وہ سوچ میں پڑ گیا۔ میں نے پوچھا "کیا ناراض ہو گئے؟"

"نہیں تم بہت اچھی اور سچی ہو۔ تم نے غلطی کی تو سچائی سے اعتراف کرلیا۔"

"ہماری تنظیم میں چالباز غنڈے اور خطرناک قاتل ہیں، وہ تم پر حملہ کریں گے۔"

"فکر نہ کرو' میں پیدائش کے دن سے ہی سازشوں کا شکار ہوتا رہا ہوں۔ تم دیکھتی آرہی ہو کہ... دشمنوں سے ٹکراؤ ہوتا رہتا ہے۔ آئندہ بھی یہی ہوگا' کوئی نئی بات نہیں ہے۔"

"نئی بات ہے۔ پہلے کسی کو تمہاری ضرورت نہیں ہوگی۔ اب مجھے ضرورت ہے۔ تمہاری جان میری جان ہے' تمہیں کچھ ہوا تو میں مرجاؤں گی۔ میرے پاس ٹیلی پیتھی کی صلاحیت ہے مگر تمہاری عقل کے بغیر میں دشمنوں سے تنہا نہیں نمٹ سکوں گی۔"

"ایک عورت یہی کہتی تھی کہ اس کے شوہر کو کچھ ہوگیا تو زندہ نہیں رہے گی۔ آج وہ چوتھے خاوند کے پہلو میں بھی لیٹی ہے۔"

"جاؤ میں تم سے نہیں بولتی۔"

وہ منہ پھیرنے لگی۔ پارس نے قریب کھینچ کر کہا "تم نہ بولو اپنے بدن کو بولتے رہنے دو۔"

"بڑے مطلبی ہو۔"

"مطلبی کا مطلب ہے اپنی ضرورت کو طلب کرنے والا۔ عورت ہمیشہ طلب کرنے والوں کو ہی دل میں طلب کرتی ہے لیکن منہ سے انکار کرتی ہے۔ دیکھو تم انکار کرنے والی ہو۔"

وہ ہنسنے لگی' کمرا بھی اس کی ہنسی سے گونجنے لگا۔ کبھی دھیمی سرگوشیوں سے گنگنانے لگا۔ جوانی کے دن ایسے ہی ہوتے ہیں' دن کو بھی رات ہوجاتی ہے اور رات کو بھی سورج نکل آتا ہے جسے صرف جوانی کی آنکھ ہی دیکھ سکتی ہے۔

وہ دیر تک خود کو بھولتے رہے اور دور تک دوسرے کو ڈھونڈتے رہے پھر پارس نے کہا "ہمیں صرف مسرتوں میں گم نہیں رہنا چاہئے۔ یہ معلوم کرو کہ وہ مجھے گھیرنے اور پکڑنے کے لئے کیا کررہے ہیں؟"

وہ بولی "استنبول میں جو یہودی تنظیم ہے اس کا سربراہ تمہارے خلاف کچھ کررہا ہوگا۔ میں ابھی آتی ہوں۔"

وہ سربراہ کے پاس گئی پھر اس کے خیالات پڑھ کر آگئی۔ پارس سے بولی "اس تنظیم کے سربراہ کو ایک خفیہ اسرائیلی تنظیم کی طرف سے ہدایات دی گئی ہیں کہ کوئی پارس کا سامنا نہ کرے۔ بڑی ہوشیاری سے چھپ کر الپا اور پارس پر نظر رکھی جائے۔"

پارس نے پوچھا "تم خفیہ اسرائیلی تنظیم کے بارے میں کیا جانتی ہو؟"

"شاید تم مجھ پر بھروسا نہ کرو اور تمہیں یقین نہ آئے۔ میں نے پہلی بار اس خفیہ تنظیم کا نام سنا ہے۔"

"مجھے یقین ہے' یہ خیال دل سے نکال دو کہ میں تم پر یقین نہیں کرتا ہوں۔"

"کیا تم مجھ پر اندھا اعتماد کرتے ہو؟"

"ہاں۔ جھوٹ کسی کا بھی ہو' مجھ سے زیادہ دیر چھپا نہیں رہتا۔ آئندہ تم بھی دھوکا دو گی تو میرا اعتماد کمزور پڑ جائے گا۔"

وہ گلے کا ہار بن کر قسمیں کھانے لگی کہ ہمیشہ اس کا اعتماد قائم رکھے گی۔ پھر وہ چونک کر بولی "اوہ یاد آیا' جب میں جنرل کے چور خیالات پڑھ رہی تھی تو اس نے کسی گولڈن برین کا ذکر کیا تھا۔ اس نے میرا اور تمہارا معاملہ گولڈن برین کے حوالے کیا ہے۔ اور یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہ میرے دماغ سے تمہاری ماما رسونتی کو نکال دیں گے۔"

"الپا! سب سے پہلے یہ یقین کرلو کہ ماما تمہارے دماغ میں نہیں ہیں اور نہ ہی آئندہ آئیں گی۔ تم ہر طرح سے آزاد ہو۔"

"مجھے تمہاری بات کا یقین ہے۔ ویسے وہ آئیں گی تب بھی شکایت نہیں کروں گی کیونکہ اب میرے اندر کھوٹ نہیں ہے۔ پہلے میں تمہارے خلاف سوچتی تھی اس لئے چاہتی تھی کہ میرے چور خیالات کوئی نہ پڑھے۔"

"بہرحال ابھی تم جنرل کے چور خیالات پڑھو اور گولڈن برین کے متعلق معلومات حاصل کرو۔"

وہ جنرل کے پاس آئی۔ وہ اپنے بنگلے کے لان میں بیٹھا فوج کے دو اعلیٰ افسروں سے باتیں کررہا تھا۔ الپا اس کے دماغ کے دو خانے سے معلومات حاصل کرتی رہی پھر اس نے پارس کے پاس آکر کہا "اسرائیل کی ایک خفیہ تنظیم میں پانچ افراد ایسے ہیں جو گولڈن برین کہلاتے ہیں۔ مکاری اور شاطرانہ چالوں میں شیطان کے بھی کان کاٹتے ہیں۔ ان کے منصوبوں پر عمل کرتے ہوئے اسرائیلی حکام امریکا جیسی سپر پاور سے جائز اور ناجائز مطالبات منواتے رہتے ہیں۔ وہ پانچوں یوگا کے ماہر ہیں۔ میں ان کے دماغوں میں نہیں جاسکوں گی۔ انہوں نے جنرل سے کہہ دیا ہے کہ وہ الپا اور پارس کے سلسلے میں جو کچھ بھی کریں گے اس کی رپورٹ کسی کو بھی نہیں دیں گے۔ ورنہ پارس کے خیال خوانی کرنے والے کسی وقت بھی جنرل اور دوسرے اعلیٰ حکام کے اندر آکر معلومات حاصل کرسکتے ہیں۔"

"یعنی وہ ہمارے خلاف جو کچھ بھی کریں گے ہمیں اس کا علم کسی بھی ذریعے سے نہیں ہوگا۔"

"ہاں۔ گولڈن برین نے بڑے سخت انتظامات کئے ہیں۔ ان کے بے شمار ماتحت کئی ممالک کے کئی شہروں میں باقاعدہ رہائش اختیار کرتے ہیں اور ایک دوسرے سے عبرانی زبان میں رابطہ رکھتے ہیں۔ اول تو ان عبرانی زبان بولنے والے ماتحتوں تک پہنچنا دشوار ہے۔ اگر پہنچ بھی گئے تو پانچ گولڈن برین تک کبھی نہیں پہنچ سکیں گے۔"

"میں پہنچنے کی تدبیر کرتا ہوں۔ تم یہ بتاؤ استنبول میں یہودی تنظیم کا سربراہ ہمارے بارے میں کیا جانتا ہے؟"

"یہی کہ ہم اس ہوٹل میں ہیں۔ یہ اطلاع وہ خفیہ تنظیم کے ایجنٹ کو دے چکا ہے۔"

"پوری بات کرو الپا! ایجنٹ کو کس ذریعے سے اطلاع دی؟"

"میں ابھی معلوم کرتی ہوں۔"

وہ خیال خوانی کے ذریعے گئی پھر واپس آکر بولی "ٹیلی فون کے ذریعے۔ ٹیلی فون نمبر نوٹ کرو۔"

پارس نے نمبر نوٹ کیا پھر کہا "میرے دماغ میں رہو جو فون پر بولے اسے پکڑلو۔"

اس نے ریسیور اٹھا کے نمبر ڈائل کئے پھر رابطہ قائم ہونے کے بعد فرانسیسی زبان میں بولا "کیا تم یہ زبان سمجھتے ہو؟"

ریسیور اٹھانے والے نے پوچھا "مسٹر! تم کون ہو اور کیا بول رہے ہو؟"

پارس نے الپا کو دیکھ کر اشارے سے پوچھا "کام ہوگیا؟"

وہ دماغ میں تھی' بولی "ہاں' ریسیور رکھ دو۔"

وہ بولنے والے کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اس کے سامنے بیٹھے ہوئے ایک شخص نے پوچھا "کس کا فون ہے؟"

وہ ریسیور رکھ کر بولا "پتا نہیں' میرا خیال ہے فرانسیسی زبان میں کچھ بول رہا تھا۔ میری زبان نہیں سمجھ سکا۔ لائن کاٹ دی۔"

وہ عبرانی بولنے والے کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی "باس نے ٹھیک ہی کہا تھا۔ جلد ہی ایسے فون آئیں گے جو رانگ نمبر ہوں گے یا کوئی الٹی سیدھی باتیں کرنے والے ہوں گے۔ اس طرح خیال خوانی کرنے والا دشمن ٹیلی فون کے ذریعے دماغ میں پہنچے گا۔"

الپا پہنچ ہی گئی تھی اس کے دماغ کو کرید رہی تھی۔ پھر پارس کے پاس آکر بولی "تمہارا دماغ کتنی تیزی سے کام کرتا ہے تم نے خفیہ تنظیم کے ایک ایجنٹ تک مجھے پہنچادیا ہے۔ یہ ایجنٹ اپنی تنظیم کے سربراہوں کو گولڈن برین کی حیثیت سے نہیں جانتا ہے۔ میں اس طرح سمجھ رہی ہوں کہ ایسے تمام ایجنٹوں کو عبرانی بولنے کی تاکید کی گئی ہے۔"

"کوئی خاص بات معلوم ہوئی؟"

"ہاں بہت ہی خاص بات ہے۔ پچھلی رات جو چال میں تمہارے خلاف چلنے والی تھی' وہی چال یہ چلنے والے ہیں۔ ہوٹل کے کچن میں ان کا ایک خاص آدمی انتظار کررہا ہے کہ ہم لنچ کا آرڈر دیں گے یا ڈائننگ ہال میں چلے جائیں گے تو کھانے پینے کی چیزوں میں اعصاب کمزور کرنے والی دوا ہمیں کھلائی جائے گی۔"

"تمہیں کیوں کھلائی جائے گی؟"

"ان کا خیال ہے کہ میں اسرائیل واپس جانے سے انکار کرسکتی ہوں لہٰذا کسی حیل و حجت کے بغیر وہ تمہارے ساتھ مجھے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

بھی اغوا کرکے تل ابیب پہنچانا چاہتے ہیں۔"

"تم یہ معلوم کرو۔ دوا کتنے پاور کی ہے۔ اس کا ردِ عمل کیا ہوتا ہے اور کتنی دیر رہتا ہے۔"

وہ پھر گئی' پارس نے ریسیور اٹھا کر مجھ سے رابطہ کیا۔ مجھے اپنے حالات بتائے۔ میں نے پوچھا "کیا خیال ہے' شکار ہونا چاہتے ہو؟"

"جی ہاں خود کو ان کے حوالے کرنے سے گولڈن برین کے اور دو چار ایجنٹ سامنے آجائیں گے۔"

"ٹھیک ہے لنچ کا آرڈر دو میں وہاں پہنچ رہا ہوں۔"

اس نے گفتگو کے دوران ایک مخصوص اشارہ کیا میں ریسیور رکھ کے اس کے دماغ میں آگیا۔ وہ الپا سے کہہ رہا تھا "لنچ کا آرڈر دو۔ فون پر روم سروس کا انچارج بولے تو تم اس کے ذریعے اس شخص تک پہنچ سکتی ہو جو ہمارے کھانے میں کوئی دوا ملانے والا ہے۔"

وہ لنچ کا آرڈر دینے کے لئے فون کرنے لگی۔ پارس نے سوچ کے ذریعے کہا "آپ آنٹی کو بلائیں۔ یہاں تمام ایجنٹ عبرانی بولتے ہیں۔ آپ ان کے دماغوں میں نہیں جا سکیں گے۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہو کر اپنے کمرے سے نکلا۔ ہوٹل سے باہر آکر کار میں بیٹھ گیا۔ پھر لیلیٰ کے پاس آکر بولا "پھول کھلتے ہیں'"

وہ سر جھکا کر بولی "آپ مجھ سے دور کسی ویرانے میں جانے والے تھے۔ ہم سب سے رابطہ ختم کر رہے تھے۔ اب کیوں آئے ہیں؟"

"میں کئی بار آچکا ہوں۔ ایک بار تم بے ہوش تھیں۔ دوسری تیسری بار ہوش میں رہنے کے باوجود تم نے مجھے محسوس نہیں کیا۔"

"بے ہوشی کے باعث دماغ کمزور ہو گیا تھا۔"

"تم نے ایک نادان بچی جیسی حرکت کی تھی۔"

"میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا' آپ کو دور جانے سے کیسے روکوں؟"

"یہ میری خوش قسمتی ہے کہ تم مجھے اس قدر چاہتی ہو اور یہ تمہاری بدنصیبی ہے کہ میں اپنے مقدر کے حوالے سے ہرجائی ہوں۔"

اس نے بتا دیا تھا کہ میرا زائچہ اور میرے ستارے بتاتے ہیں میں کبھی ایک گھر اور ایک عورت کے سائے میں نہیں رہوں گا۔ ہرجائی بن کر رہنا میرے مقدر میں ہے۔ میں نے پوچھا تھا۔ "جب وہ جانتی ہے کہ میں ایک دن اس سے بھی دور چلا جاؤں گا تو میری زندگی میں کیوں آرہی ہے؟"

اس نے جواب دیا تھا' یہ بھی مقدر کا کھیل ہے۔ اس کے ستارے کہتے ہیں کہ میں ہی اس کی زندگی کا پہلا اور آخری مرد ہوں۔ مقدر کا یہ فرمان اس لئے بھی درست معلوم ہوتا ہے کہ

میں موت کے منہ سے واپس آگیا۔ چونکہ اس کی زندگی میں داخل نہیں ہوا تھا اس لئے تقدیر کا تمام لکھا ہوا پورا کرنے سے پہلے مر نہیں سکتا تھا۔ اس بے چاری نے مجھ سے دور رہ کر اچھی خاصی عمر گزار دی تھی اور اب تقدیر سے لڑتے لڑتے تھک گئی تھی۔

مجھے اس پر ترس آرہا تھا۔ میں اس کی زندگی برباد نہیں کرنا چاہتا تھا اس لئے اس سے بہت دور جانے کا فیصلہ کیا تھا لیکن اس فیصلے پر بھی عمل نہیں ہو سکا تھا۔ لیلیٰ نے بے ہوشی کا انجکشن لگا لیا تھا اور قسم کھائی تھی کہ میں اس کو چھوڑ کر جاؤں گا تو اسی طرح وقفہ وقفہ سے بے ہوشی یا نشے کا انجکشن لیتی رہے گی اور رفتہ رفتہ جان دیتی رہے گی۔

اب وہ خوش تھی۔ اس نے میرا فیصلہ بدل دیا تھا اور میں سوچ کر پریشان ہو رہا تھا کہ ایسی محبت کرنے والی ہستی کو ایک دن چھوڑ دوں گا۔ کیوں چھوڑ دوں گا؟ آخر ہم تقدیر سے کیوں نہیں لڑ سکتے؟ کیا اپنی کوششوں سے تقدیر کو کسی حد تک بدل نہیں سکتے؟

میں نے کہا "لیلیٰ! ہاتھ کی لکیریں بدل جاتی ہیں۔ ہم دونوں مل کر کوشش کریں گے کہ میرے اندر کا جذبہ فنا ہو جائے۔"

"میں آپ کے ساتھ آخری سانس تک رہنے کے لئے دن رات خدا سے دعائیں مانگتی رہوں گی۔"

"میں ابھی کار ڈرائیو کر رہا ہوں۔ تم میرے پاس آؤ' ضروری باتیں ہیں۔"

میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر کار اسٹارٹ کی۔ وہ میرے پاس آگئی۔ میں نے اسے پارس اور الپا کے حالات بتائے۔ اس نے سننے کے بعد کہا "میں آپ کی آواز اور لہجہ بنا کر الپا کے پاس جا رہی ہوں' وہاں سے کسی ایجنٹ کے پاس پہنچوں گی۔"

وہ الپا کے پاس گئی الپا پارس سے کہہ رہی تھی "تمہارے کہنے سے میں نے لنچ کا آرڈر دیا ہے۔ کھانے پینے کی چیزیں آرہی ہیں۔ کچن میں جو ایجنٹ ہے اس کی سوچ کہہ رہی ہے کہ سوپ میں دوا ملائی گئی ہے۔ مگر میں تو کسی کھانے کو ہاتھ نہیں لگاؤں گی۔ کیا پتا کھانے میں بھی کچھ ملا ہو۔"

الپا کی سوچ سے پتا چلا کہ ایجنٹ جو دوا دے رہا ہے اس اثر سے صرف کمزوری پیدا ہوگی۔ اس کمزوری کے باعث خیال خوانی نہیں کر سکے گی اور پارس کسی سے مقابلہ کرنے کے قابل نہیں رہے گا۔

لیلیٰ نے الپا کے دماغ میں سوچ پیدا کی "یہ لوگ ہمیں یہاں سے کس طرح لے جائیں گے؟ یہ معلوم کرنا چاہئے کہ اسرائیل تک لے جانے کے ذرائع کیا ہیں؟"

الپا نے اس سوچ کے مطابق عبرانی زبان اور لہجہ اختیار کیا پھر اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ لیکن اس کے زیادہ کرید نہ سکی۔ کیونکہ ہوٹل کا ملازم کمرے میں کھانا

لے آیا تھا۔ وہ ایجنٹ کے پاس سے آئی۔ لیلیٰ اس کے دماغ میں رہ کر معلومات حاصل کرنے لگی۔

ملازم بڑی سی ٹرالی میں کھانا لایا تھا۔ پارس نے اسے بھاری ٹپ دے کر رخصت کر دیا۔ دروازے کو اندر سے بند کر لیا پھر الپا سے کہا "آؤ شروع ہو جاؤ۔"

وہ پیچھے ہٹ کر بولی "کیا دماغ چل گیا ہے؟"

وہ جیب سے ایک چھوٹی سی ڈبیا نکال کر اس میں سے دو ننھی گولیاں نکال کر بولا "یہ اعصابی کمزوری کا توڑ ہے۔ ایک گولی نگل لو۔"

اس نے ایک گولی اس کی ہتھیلی پر رکھی۔ دوسری خود نگل لی پھر ٹھاٹ سے کھانے کے لئے بیٹھ گیا۔ ہر ڈش میں سے تھوڑا تھوڑا آئٹم لے کر کھانے لگا۔ وہ پریشان ہو کر دیکھ رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد بولی "کھانا کیسا لگ رہا ہے؟"

"اچھا لگ رہا ہے۔ جی چاہتا ہے تمہیں بھی کھا لوں۔"

"یہ تم خطرہ مول لے رہے ہو۔ اگر تمہیں کچھ ہو گیا تو میں دشمنوں سے تنہا نہیں نمٹ سکوں گی۔ کیا ایک وقت بھوکے نہیں رہ سکتے؟"

"رہ سکتا ہوں لیکن دو باتیں ہیں۔ ایک تو ان کے آلۂ کار یہ دیکھیں گے کہ ہم نے کم از کم آدھا کھانا کھایا ہے یا نہیں؟ دوسری بات یہ ہے کہ میں نہ کھا کر تمام کھانے کو کموڈ میں نہیں ڈال سکتا۔ یہ اناج کی بے حرمتی ہے' خدا ناراض ہوتا ہے۔"

"کیا تم خدا سے ڈرتے ہو؟"

"کیا ڈرنا نہیں چاہئے؟"

"ہاں اس طرح غلط کاموں سے بڑی حد تک بچا جا سکتا ہے۔"

وہ اس کے پاس بیٹھ گئی پھر گولی نگل کر بولی "جانتے ہو میں یہ کھانا کیوں کھا رہی ہوں؟"

"جانتا ہوں۔ اسے کھا کر میں کمزور ہو جاؤں گا تو تم بھی کمزور ہو جاؤ گی' تم میرے ساتھ جینا اور میرے ساتھ مرنا چاہتی ہو۔"

وہ خوش ہو کر اس کے گال کو چوم کر بولی "تم کمال کے آدمی ہو۔ ٹیلی پیتھی نہیں جانتے مگر اپنی الپا کا دل پڑھ لیتے ہو۔"

وہ بھی کھانے لگی۔ لیلیٰ نے میرے پاس آکر کہا "آپ کا بیٹا زبردست ماہرِ نفسیات ہے۔"

میں نے پوچھا "کیا کر رہا ہے؟"

"وہ الپا کی باتوں سے' حرکتوں سے' اس کے مزاج سے اور اس کے چہرے سے اندازہ کر لیتا ہے کہ وہ جو کچھ کرتی ہے اس کے محرکات کیا ہوتے ہیں۔"

میں ہنسنے لگا۔ وہ بولی "بیٹے کی تعریفیں سن کر بہت خوش ہوتے ہیں۔"

"ہاں لیلیٰ بہت خوشی ہوتی ہے۔ جب سوچتا ہوں کہ تمام عمر کی جدوجہد کے بعد کیا پایا تو جواب میں پارس اور علی تیمور کے

چہرے مسکراتے ہیں۔ والدین کا سب سے بڑا سرمایہ ہونہار اولاد ہوتی ہے۔"

"مجھے بھی پارس پر بڑا پیار آتا ہے مگر اس کے پاس جاتے ہوئے ڈر لگتا ہے۔"

"کمبخت شیطان ہے۔ مجھے بھی نہیں بخشتا۔ اچھا بتاؤ کیا معلوم ہوا؟"

"وہ لوگ الپا اور پارس کو ہوٹل سے ایک مکان میں لے جائیں گے جو بندرگاہ کے قریب ہے۔ وہاں ان کی ایک لانچ ہے۔ اندھیرا ہوتے ہی وہ انہیں مکان سے نکال کر لانچ میں لے جائیں گے۔ آگے سمندر میں پہنچنے کے بعد ایک ہیلی کاپٹر آئے گا۔ دونوں کو اس ہیلی کاپٹر میں پہنچایا جائے گا پھر انہیں تل ابیب لے جانا آسان ہو جائے گا۔"

"وہ لوگ ہوٹل سے کسی بڑی گاڑی میں انہیں لے جائیں گے؟"

"ہاں' ہوٹل کے احاطے میں ایک سفید رنگ کی ویگن ہے۔"

لیلیٰ نے اس کا نمبر بتایا۔ میں نے کہا "تم ایجنٹ کے پاس رہ کر دیکھو کون سے مکان میں انہیں پہنچایا جائے گا۔ میں سفید ویگن کا تعاقب کروں گا۔"

لیلیٰ ایجنٹ کے پاس چلی گئی وہ اپنے آدمیوں کے ساتھ لفٹ کے ذریعے تیسرے فلور کے کوریڈور میں آیا تھا۔ پھر وہاں سے چلتا ہوا الپا کے کمرے تک آیا۔ دروازے پر دستک دی اندر سے جواب نہیں ملا۔ اس نے ہینڈل کو ذرا دبایا تو دروازہ کھل گیا۔ انہوں نے اندر آکے دیکھا کھانے کی کچھ پلیٹیں قالین پر گری ہوئی تھیں۔ الپا نڈھال سی ہو کر پلنگ پر پڑی ہوئی تھی پارس صوفے سے ٹیک لگائے ہوئے آدھا قالین پر گرا ہوا تھا۔ دروازہ کھلنے پر وہ بڑی تکلیف سے اٹھ کر قالین پر بیٹھتے ہوئے بولا "ہو... ہوٹل والے کہاں ہیں؟ کھانے میں..."

وہ آگے نہ کہہ سکا۔ یوں ہانپنے لگا جیسے بولتے بولتے کمزوری غالب آگئی ہو۔ ایجنٹ کے ساتھ آنے والے کھانے کی پلیٹوں کو دیکھ رہے تھے پھر انہوں نے ٹوائلٹ میں جا کر دیکھا وہ بالکل صاف ستھرا تھا۔ وہاں کھانے پینے کی کوئی چیز گری ہوئی نظر نہیں آئی۔ یوں بھی انہیں خوش فہمی تھی کہ الپا اور پارس کو اغوا کی سازش کا علم کسی طرح نہیں ہو سکتا تھا۔ الپا بستر پر پڑی بڑی نقاہت سے ایجنٹ کو دیکھ کر کہہ رہی تھی "پلیز ہیلپ! ہم.... ہمیں طبی امداد...."

وہ بھی بات پوری نہ کر سکی بری طرح ہانپنے لگی۔ ایجنٹ نے ایک جیب سے ریوالور نکالا دوسری جیب سے ایک کاغذ۔ پھر وہ کاغذ کھول کر پہلے الپا کو پھر پارس کو دکھایا۔ اس میں لکھا تھا۔

'میرے دو آدمی تم دونوں کو سہارا دے کر لے چلیں گے' ہوٹل میں کوئی پوچھے تو کہہ دینا' ہم تمہارے دوست ہیں۔ تم دونوں طبی

itsurdu.blogspot.com
itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

امداد حاصل کرنے جا رہے ہو۔ ہمارے خلاف کوئی چالاکی دکھاؤ گے تو دونوں کو گولی مار دی جائے گی۔"

الپا نے سہم کر ریوالور کو دیکھا پھر پارس کو مدد کے لئے دیکھا۔ پارس بے بسی کا اظہار کر رہا تھا۔ ریوالور والے نے الپا کو سہارا دے کر کھڑا کیا پھر ریوالور جیب میں رکھ لیا۔ اس کے دونوں ماتحتوں نے پارس کو سہارا دے کر آگے بڑھایا اس طرح وہ کمرے سے نکل کر کوریڈور میں آئے پھر لفٹ کے ذریعے نیچے پہنچے۔ وہاں انہوں نے پارس کے بازو کو الپا کے بازو میں ڈالا پھر انہیں آگے بڑھایا۔ وہ ایک دوسرے کے سہارے دشمنوں کے آگے آگے چلنے لگے۔ ان کا انداز یوں تھا جیسے دو محبت کرنے والے ایک دوسرے کے بازو میں بازو ڈالے نشے میں ڈگمگاتے جا رہے ہوں۔ دشمن سمجھ رہے تھے کہ وہ کمزوری سے ڈگمگا رہے ہیں۔

باہر سفید ویگن کھڑی ہوئی تھی۔ اس کا درمیانی دروازہ کھول دیا گیا۔ وہ دونوں اس میں بیٹھ گئے۔ اغوا کرنے والے آگے اور پیچھے والی سیٹوں پر آگئے تھے۔ جیسے ہی گاڑی آگے بڑھنے لگی ایجنٹ نے ایک پٹی پارس کی اور دوسری الپا کی آنکھوں میں باندھ دی۔ الپا اس ایجنٹ کے دماغ کو پڑھ رہی تھی۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ اس کے خفیہ اڈے تک جانے والے راستے کو پہچانیں اسی لئے آنکھوں پر پٹی باندھ دی گئی تھی۔

میں ان سے کافی فاصلے پر رہ کر تعاقب کر رہا تھا تاکہ میری گاڑی ان کی نظروں میں نہ آئے۔ ہمارے درمیان بہت سی گاڑیاں گزرتی جا رہی تھیں۔ کبھی سفید ویگن نظروں سے اوجھل ہوتی تو میں لیلیٰ کے پاس جا کر راستہ معلوم کر لیتا تھا۔ پھر دوسرے راستے سے گھوم کر انہیں جاتے ہوئے دیکھ لیتا تھا۔ اسی طرح تقریباً دو گھنٹے تک تعاقب جاری رہا۔

بندرگاہ کے قریب ایک گودام کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ سفید ویگن کے اندر جاتے ہی اس کا سلائڈنگ دروازہ ایک طرف سرکتے ہوئے بند ہو گیا۔ اس کے بعد ان کی آنکھوں سے پٹیاں کھول دی گئیں۔ الپا اور لیلیٰ ابھی تک ایک ہی ایجنٹ کے دماغ میں پہنچی ہوئی تھیں۔ باقی ماتحت گونگے بنے ہوئے تھے۔ اس گودام کے اندر دوسرا ایجنٹ بھی موجود تھا، اس نے کہا "الپا عربی زبان نہیں جانتی ہے اس لئے ہمیں اسی زبان میں گفتگو کرنی چاہئے۔ کیا تمہیں یقین ہے کہ دوا ان کے حلق سے اتر گئی ہے؟"

"مجھے پورا یقین ہے۔ میں پچھلے دو گھنٹے سے ان کے ساتھ ہوں۔ تم خود ان کی حالت دیکھ لو۔ میں نے چکن سوپ میں خود ہی دوا ملائی تھی۔"

"ہمارا عمل ابھی معلوم کر لے گا کہ ان پر دوا کا کتنا اثر ہوا ہے؟"

چند ماتحت ان دونوں کو دو سستے قسم کے پلنگ پر لے آئے۔ انہیں وہاں لٹا دیا۔ الپا اگرچہ عربی نہیں جانتی تھی لیکن ایجنٹ کے چور خیالات سے مفہوم سمجھ رہی تھی۔ گولڈن برین کا حکم تھا کہ الپا اور پارس کو قابو میں کرنے کے بعد ان کے کمزور دماغ کو تنویمی عمل کے ذریعے ہمیشہ کے لئے اپنی مٹھی میں کر لیا جائے۔

الپا کو یہ معلوم ہوا تو وہ پریشان ہو گئی۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے پارس سے کہا "یہ لوگ تنویمی عمل کے ذریعے ہمیں تابعدار بنانا چاہتے ہیں۔ کیا تم اس عامل کے معمول بن جانا پسند کرو گے؟"

"ہرگز نہیں۔"

"تو پھر کچھ کرو، آخر ہم کب تک جان بوجھ کر قیدی بنے رہیں گے؟"

"تم خواہ مخواہ پریشان ہو رہی ہو۔ عامل آئے تو بدستور کمزوری ظاہر کرتی رہنا۔ ظاہر ہے وہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتا ہوگا۔ سامنے آکر ہپناٹزم کے ماہروں کی طرح عمل کرے گا۔ تم اس کی تسلی کے لئے معمولہ بن جانا۔ اس کے ہر حکم کی تعمیل پر راضی ہو جانا۔ عمل کے آخر میں دماغ کو ہدایت دے کر تنویمی نیند سو جانا میں بھی یہی کروں گا۔"

"لیکن ہم کب تک قید میں رہیں گے؟"

"ہم قیدی نہیں ہیں۔ تم پریشان کیوں ہو جاتی ہو؟ ہمیں یہاں انتظار کرنا چاہئے، ہو سکتا ہے کوئی گولڈن برین ہمارے سامنے آجائے۔"

میں نے رسونتی کے لہجے میں پارس سے کہا "بیٹے! تمہاری ماں بول رہی ہوں۔ تمہارے دماغ سے الپا کی باتیں بھی سن رہی ہوں۔ تم دونوں جے مورگن کو بھول رہے ہو۔ کوئی گولڈن برین اسے عمل کے لئے تمہارے دماغوں میں بھیج سکتا ہے۔"

الپا نے کہا "میں نے جے مورگن کو اپنا معمول بنا رکھا ہے۔ وہ میرے دماغ میں نہیں آئے گا۔"

میں نے کہا "بیٹی! تم بھول رہی ہو، پاسکل بوبا نے تمہارے چور خیالات پڑھے تھے۔ اسے معلوم ہوا ہوگا کہ تم نے مورگن کو اپنا معمول بنا رکھا ہے۔ وہ تمہاری سوچ کے لہجے میں مورگن کے اندر گیا ہوگا اور پھر اس نے تمہارے تنویمی عمل کا توڑ کیا ہوگا۔"

"میں ابھی جا کر معلوم کرتی ہوں۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ جے مورگن کے پاس پہنچتے ہی اس نے سانس روک لی۔ وہ پارس کے پاس آکر بولی "ماما ٹھیک کہا ہے، وہ میرے عمل کے اثر سے نکل گیا ہے۔"

میں نے کہا "بیٹی! ایسے وقت پورے ہوش و حواس میں رہ کر ذہانت کو کام میں لایا کرو۔ تم جے مورگن کے سانس روکنے کے باوجود اس کے اندر جا سکتی ہو۔"

"اوہ ماما! میں کیسے جا سکتی ہوں؟"

"وہ موٹی سی عقل سے سمجھنے والی بات ہے۔ پاسکل بوبا نے تمہارے لہجے میں مورگن کے اندر جا کر پھر اس پر تنویمی عمل کیا ہوگا اور تمہارے لہجے کی جگہ اپنے لہجے کو اس کے دماغ میں نقش کیا ہوگا۔ ابھی تم خاموشی سے پاسکل کی سوچ کے لہجے میں جاؤ وہ تمہیں محسوس نہیں کر سکے گا۔"

الپا نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ پاسکل کی آواز اور لہجہ اپناتے ہی جے مورگن کے دماغ میں جگہ مل گئی۔ اس وقت وہ تل ابیب کے فوجی ہیڈ کوارٹر میں نظربند تھا۔ جنرل اس سے کہہ رہا تھا۔ "ہم تمہاری حفاظت کے لئے تمہیں یہاں لائے ہیں۔ الپا دشمنوں کے جال میں پھنس گئی ہے، کیا تم اسے واپس لانے میں ہماری مدد کرو گے؟"

مورگن نے کہا "میں اپنے ملک کا سچا اور وفادار یہودی ہوں، آپ حکم کریں مجھے کیا کرنا چاہئے؟"

مورگن کے چور خیالات کہہ رہے تھے اسے اپنی اصلیت کا پتا چل گیا ہے۔ الپا نے تنویمی عمل کے ذریعے اسے یہودی اور اسرائیلی حکومت کا وفادار بنایا تھا لیکن پاسکل نے اس عمل کا توڑ کیا تو مورگن کو یاد آگیا کہ وہ عیسائی ہے، امریکی ہے اور الپا کے فریب میں آکر اپنے وطن امریکا سے دور ہو گیا۔ اس نے قسم کھائی تھی کہ وہ اسرائیلی حکومت کو بظاہر وفادار رہ کر نقصان پہنچائے گا۔

ادھر جنرل نے خوش ہو کر کہا "مورگن، تم واقعی سچے یہودی ہو۔ ابھی ٹرانسمٹر کے ذریعے اطلاع ملی ہے کہ الپا اور پارس کا دماغ کمزور ہو گیا ہے۔ تم ان کے اندر جا کر ان پر تنویمی عمل کر کے انہیں اسرائیل آنے پر مجبور کر سکتے ہو۔"

اس نے کہا "میں ابھی جا کر عمل کر سکتا ہوں، کیا خیال خوانی کرنے کی اجازت ہے۔"

ادھر میں نے الپا سے کہا "بیٹی حالات کا تقاضا یہ ہے کہ تم اپنا دماغ تھوڑی دیر کے لئے میرے قبضے میں دے دو۔ مورگن آرہا ہے۔ میں اسے تاثر دوں گی کہ تمہارا دماغ کمزور ہے، مجھ سے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

وہ بولی "آپ میری بھی ماں ہیں، میرے پاس آجائیں۔"

میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے بے حس بنایا جس کے نتیجے میں مورگن آسانی سے اس کے اندر آگیا اس نے کہا۔ "ہیلو الپا! تم نے مجھے پہچانا؟"

وہ پریشانی ظاہر کرتی ہوئی بولی "اوہ مورگن! تم ہو؟ چلو اچھے وقت پر آئے ہو۔ کچھ انجانے دشمنوں نے میرے دماغ کو کمزور بنا دیا ہے، مجھ پر تنویمی عمل کرنا چاہتے ہیں، مجھے ان کی معمولہ بننے سے بچالو۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "مجھ سے دشمنی کر کے دوستی کی توقع کر رہی ہو۔ میں عیسائی ہوں، تم نے دھوکے سے میرے دماغ کو کمزور بنا کر تنویمی عمل کے ذریعے مجھے یہودی بنا دیا۔ مگر تمہارا طلسم ٹوٹ چکا ہے۔ تمہارا جنرل سمجھتا ہے کہ میں ابھی تک اسرائیلی حکومت کا وفادار یہودی ہوں۔ اب تم دونوں کو پتا چلے گا کہ جیسے گڑھا کھودتے ہی خود اس میں گر پڑے ہو۔"

وہ بے بسی ظاہر کرتی ہوئی بولی "کیا تم مجھے تنویمی عمل کے ذریعے اپنی معمولہ اور تابعدار بناؤ گے؟"

"میں کیا کروں گا، یہ تمہیں تھوڑی دیر بعد پتا چلے گا۔"

"میری بات سنو مورگن! پلیز میری بات سنو۔"

لیکن وہ جا چکا تھا۔ میں نے الپا اور لیلیٰ نے پاسکل کی سوچ میں ایک ساتھ مورگن کے اندر چھلانگ لگائی میرا خیال درست نکلا، وہ کمبخت پاسکل کے پاس پہنچا ہوا تھا اور اسے الپا کی دماغی کمزوری کے بارے میں بتا رہا تھا۔ وہ ایسا کرنے پر مجبور تھا کیونکہ پاسکل نے اسے اپنا تابعدار بنا رکھا تھا۔

بیچارہ جے مورگن گھر کا رہا تھا، نہ گھاٹ کا۔ الپا نے اسے امریکا سے لا کر یہودی بنایا تھا اب پاسکل نے اسے ماسک مین کا وفادار بنا دیا تھا۔

پاسکل نے تمام باتیں سننے کے بعد کہا "شاباش مورگن! تم نے بہت اہم اطلاع دی ہے۔ تم جنرل کے سامنے خاموش بیٹھے رہو اور یہی تاثر دو کہ الپا اور پارس پر عمل کر رہے ہو۔ ادھر میں ان پر عمل کروں گا۔"

مورگن نے پوچھا "کیا تم الپا اور پارس کو اسرائیل نہ آنے دو گے؟"

"انہیں اسرائیل جانے دوں گا تاکہ تمہاری خیال خوانی کا بھرم رہے وہ دونوں بھی یہودیوں کے درمیان رہ کر ہمارے وفادار رہیں گے۔"

میں، لیلیٰ اور الپا مورگن کے دماغ سے آگئے۔ پاسکل کے دماغ میں نہیں جا سکتے تھے۔ میں نے لیلیٰ کے پاس آکر کہا "تم رسونتی کی حیثیت سے الپا کے پاس رہو، میں پارس کے پاس رہوں گا پتا نہیں پاسکل پہلے کس کے دماغ میں تنویمی عمل کے لئے آئے گا۔"

پھر میں نے پارس کے پاس آکر اسے مورگن اور پاسکل کے متعلق بتایا۔ بڑا لمبا چکر چل رہا تھا، ایک الجھی ہوئی بازی شروع ہو گئی تھی۔ ہم گولڈن برین تک پہنچنا چاہتے تھے اس لئے الپا اور پارس اعصابی کمزوریوں میں خود کو مبتلا ظاہر کر رہے تھے گولڈن برین جے مورگن کے ذریعے ان دونوں کو اسرائیلی حکومت کا وفادار بنانا چاہتے تھے اور جے مورگن نے ان کا معاملہ پاسکل بوبا کے سپرد کر دیا تھا۔

میں چاہتا تو یہ بازی یہیں ختم کر دیتا لیکن جب یہ پتا چلا کہ پاسکل الپا کو ماسک مین کی وفادار بنانا چاہتا ہے تو مجھے پھر ایک بار ماسک مین کے خفیہ معاملات تک پہنچنے کا موقع ملنے والا تھا۔ اس کے ایک خفیہ معاملے کا گہرا تعلق ہم سے تھا اور وہ معاملہ تھا جوجو کا... انہوں نے جوجو کا برین تبدیل کرنے کے بعد اس کا نام

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

تبدیل کیا تھا۔ پھر وہ فرضی نام بھی تبدیل کر کے پتا نہیں اسے کس نام سے مخاطب کرتے تھے' اس کی آواز اور لہجہ بھی بدل دیا تھا۔ اسے اتنی رازداری سے چھپا کر رکھا تھا کہ ہم اب تک اپنی جوجو کو تلاش نہیں کر پائے تھے۔

اگر ہم ادھر توجہ دیتے تو شاید اب تک جوجو کا دوسرا روپ معلوم کر چکے ہوتے لیکن ... خیال خوانی کرنے والوں کو ٹریپ کرنے میں مصروف ہو گئے تھے۔ سونیا نے کہا تھا ہم کچھ عرصہ انتظار کریں گے۔ جوجو دماغی آپریشن کے بعد طویل عرصہ تک بستر پر رہے گی۔ پھر ماسک مین جب بھی اس سے کام لینا شروع کرے گا تو وہ ... چھپی نہیں رہے گی۔

میں نے پارس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے بے حس بنا دیا تھا۔ وہ گودام کے ایک بستر پر پڑا جیسے دماغی اور جسمانی کمزوری میں مبتلا تھا۔ تھوڑی دیر بعد مجھے ایک بہت ہی رس بھری آواز سنائی دی کوئی کہہ رہی تھی "ہیلو پارس! سنا ہے تم بہت زبردست ہو' بلا کے مکار ہو۔ میں پانچ منٹ سے تمہارے چور خیالات پڑھ رہی ہوں فی الحال مکاری کا سراغ نہیں مل رہا ہے۔ جتنی تعریف سنی تھی اس کے برعکس چوہے نظر آ رہے ہو۔"

پارس کی کمزور سوچ نے پوچھا "تم کون ہو؟"

"میرا کوئی نام نہیں ہے' کوئی پہچان نہیں ہے۔ آج سے تم ساری زندگی صرف میری آواز سنتے رہو گے اور ایک غلام کی طرح میرے احکامات کی تعمیل کرتے رہو گے۔"

"میں تمام خیال خوانی کرنے والیوں کی آواز پہچانتا ہوں' تم سب سے مختلف ہو۔ میں پہلی بار یہ آواز سن رہا ہوں' صرف اتنا بتا دو تمہارا تعلق کس تنظیم سے ہے؟"

"تمہیں اپنے کسی سوال کا جواب نہیں ملے گا۔ دیکھو اب تم سو رہے ہو' تمہاری آنکھیں بند ہو رہی ہیں۔"

وہ تنویمی عمل شروع کر چکی تھی۔ میں نے سمجھ لیا تھا کہ وہ ہماری جوجو ہے۔ اس کی سوچ کو' اس کی آواز اور لہجہ کو اس کے نام اور اس کی زندگی کو بدل دیا گیا ہے۔ وہ اپنی پچھلی زندگی بھول چکی ہے اور یہ سمجھنے سے قاصر ہے کہ ابھی اپنے ہی شوہر پر تنویمی عمل کر رہی ہے۔

پاسکل بوبا اُدھر الپا پر عمل کر رہا ہو گا۔ میں پارس کو چھوڑ کر الپا کے پاس نہیں جا سکتا تھا مگر یقین تھا کہ میری طرح لیلیٰ اسے سنبھال رہی ہو گی۔

بعد میں پتا چلا وہاں دوسرا کھیل شروع ہو گیا ہے۔ ہوا یہ کہ سلطانہ نے لیلیٰ کے پاس آ کر کہا تھا "مسز سونیا بلا رہی ہیں۔"

لیلیٰ نے سونیا کے پاس جا کر کہا "میں بہت مصروف ہوں ذرا بھی دیر ہو گئی تو پاسکل الپا کے دماغ میں آئے گا اور ہماری چال ناکام ہو جائے گی۔"

اس نے سونیا کو مختصراً حالات بتائے۔ سونیا نے کہا "تم بے شک الپا کے دماغ پر قبضہ جما کر رہو لیکن اسے پاسکل کی معمولہ بن جانے دو۔"

"مسز! آپ کیا کہہ رہی ہیں؟"

"جو کہہ رہی ہوں اس پر فوری عمل کرو۔"

لیلیٰ وہاں سے الپا کے دماغ میں آئی۔ اس پر قبضہ جما کر ... کہ میرے پاس آ کر سونیا کی ہدایت سنائے گی لیکن وہ میرے پاس نہ آ سکی۔ الپا کے دماغ میں پاسکل کی آواز سنائی دے رہی تھی' تنویمی عمل شروع کر رہا تھا۔ ایسی حالت میں وہ الپا کو چھوڑ ... پاسکل کو معلوم ہو جاتا کہ الپا کا دماغ کمزور نہیں ہے۔

یوں لیلیٰ نے اس کے دماغ کو کمزور بنائے رکھا۔ پاسکل کامیابی سے عمل کرتا گیا' اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بناتا گیا ... کو پتا نہیں چلا کہ اس کے ساتھ کیا ہو گیا ہے۔ اس نے ... دانست میں اپنا دماغ رسونتی کے قبضے میں دیا تھا اور خود اپنے ... سے غافل ہو گئی تھی۔

میں اپنے بیٹے اور بہو کے پاس مصروف تھا۔ ہمیں آر مر... ذریعے معلوم ہو گیا تھا کہ دماغی آپریشن کے بعد وہ بچگانہ ذہن والی جوجو نہیں رہی تھی' بہت ہی سنجیدہ اور ذہین لڑکی بن گئی تھی۔ ... ابھی اس کا بدلا ہوا لہجہ سن رہا تھا۔ اس کی آواز جتنی شیریں تھی ... لہجے میں اتنی ہی سختی تھی۔ اس کی باتوں سے اس کی مستقل مزاجی اور قوتِ ارادی کا پتا چلتا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ میں ابھی ذرا بھی چوکتا تو وہ میرے اور پارس کے فراڈ کو پکڑ لیتی برسوں سے ہماری دعا تھی کہ اللہ تعالیٰ اس کی بچگانہ سوچ ختم کرے اور اسے پارس کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارنے کا شعور دے۔ اب ہماری دعا قبول ہو گئی تھی۔ کوئی بات نہیں کہ اس کی آواز اور لہجہ بدلا ہوا تھا' وہ خود بدل گئی تھی' ہمیں اجنبی سمجھتی تھی کہ ایک عرصہ بعد ہم باپ بیٹے نے اسے اپنے بہت قریب پایا تھا۔

جب وہ عمل مکمل کر کے پارس کو تنویمی نیند سلا کر چلی گئی تو اس نے پوچھا "پاپا! آپ نے اسے پہچانا؟"

"بیٹے' وہ ہماری جان ہے کیسے نہیں پہچانوں گا۔ یوں بھی ماسک مین کے پاس پاسکل کے علاوہ ایک جوجو ہی خیال خوانی کرنے والی ہے۔"

"میری تنویمی نیند کا وقت ہوتے ہی وہ اپنے عمل کا نتیجہ دیکھنے آئے گی۔ اگر میں نے سانس روک لی تو ہماری چال ظاہر ہو جائے گی۔"

"اپنے آپ کو میرے حوالے کر دو میں تم پر عمل کروں گا۔"

"آپ میرے دماغ میں یہ بات نقش کر دیں گے کہ میں ... کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کروں گا۔"

"جوجو نہیں روز میری' اس نے ابھی تنویمی عمل کرتے وقت اپنا نام روز میری بتایا تھا۔"

"یہ نام بھی بہت پیارا ہے' میں آپ کی موجودگی میں ٹھنڈی آہیں نہیں بھر سکتا۔"

"بکواس نہ کرو۔ آنکھیں بند کر کے جسم کو ڈھیلا چھوڑ دو۔"

اس نے میری ہدایات پر عمل کیا۔ میں نے اپنا عمل کرتے ہوئے یہ باتیں اس کے دماغ میں نقش کیں کہ وہ روز میری کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گا' سانس نہیں روکے گا لیکن لاشعور کو سمجھا دے گا کہ وہ آ گئی ہے۔ اس کے آتے ہی تمام اہم راز دماغ کے خفیہ خانے میں منتقل ہو جائیں گے۔ اس کے بعد میں اسے تنویمی نیند سونے کے لئے چھوڑ کر لیلیٰ کے ... اس نے کہا "میں مسز کے پاس گئی تھی' آپ ایک بات بتائیں۔ کسی موقع پر آپ مجھے ایک حکم دیں اور مسز اس حکم کے خلاف دوسرا حکم دے تو مجھے کس کے حکم پر عمل کرنا چاہئے!"

"تم حکم کا لفظ کیوں استعمال کر رہی ہو؟ کیا میں نے یا سونیا نے کبھی حاکم بن کر فرمان جاری کیا ہے۔"

"مسز تو بہت اچھی ہیں محبت کرنے والی بڑی بہن کی طرح پیش آتی ہیں لیکن آپ کی ہر بات میرے لئے حکم کا درجہ رکھتی ہے۔"

"یہ تمہارا اپنے احساسات اور جذبات ہیں' ویسے سونیا اگر کبھی میرے مشورے کے خلاف کوئی مشورہ دیا کرے تو اس پر عمل کیا کرو۔ اس کے پاس خداداد ذہن ہے' وہ برق رفتاری سے جتنی دور دیکھتی ہے ہم وہاں تک نہیں دیکھ پاتے۔"

"آپ نے میرے سر سے ایک بڑا بوجھ ہٹا دیا ہے۔ میں نے مسز کے مشورے کے مطابق پاسکل بوبا کو کامیابی سے تنویمی عمل کا موقع دیا ہے۔ الپا اس کی تابعدار بن چکی ہو گی۔"

"آؤ ہم سونیا کے پاس چلتے ہیں۔"

ہم نے اس کے پاس آ کر گوڈ ورڈز ادا کئے پھر میں نے پوچھا۔ "تم نے الپا کو پاسکل کا تابعدار بنا دیا ہے؟"

"کیا عمل ہو چکا ہے؟"

لیلیٰ نے کہا "جی ہاں۔"

سونیا نے پوچھا "فرہاد! تمہیں کیا پریشانی ہے؟"

"پریشانی یہ ہے کہ تمہاری چال سمجھ میں نہیں آتی۔"

"یعنی بڑھاپا طاری ہو گیا ہے' عقل کام نہیں کرتی؟"

"الٹی بات کر رہی ہو' جوانی پلٹ آئی ہے' میرے خیالوں میں اور آس پاس جہاں تک نظر جاتی ہے پھول ہی پھول کھل رہے ہیں۔ تمہیں یاد ہو گا جوانی میں عقل کم اور جذبات زیادہ ہوتے ہیں اس لئے عقل کا کام تمہارے حوالے کر دیا ہے۔"

"اپنی نالائقی کو نہ چھپاؤ۔ آئندہ تم پاسکل کی آواز اور لہجے میں الپا کے پاس جایا کرو گے تو وہ تمہیں محسوس نہیں کرے گی۔ اس طرح پاسکل اسے معمولہ بنا کر جو بھی کام لے گا تمہیں اس کی خبر ہوتی رہے گی۔"

"واہ کیا شیطانی دماغ پایا ہے۔ الپا جیسا اہم مہرہ دشمنوں کے حوالے کر دیا مگر اسے اپنے پاس بھی رکھا ہے۔"

لیلیٰ نے کہا "مسز! آپ کے پاس آ کر پتا چل رہا ہے' آپ طیارے میں سفر کر رہی ہیں۔ کہاں جا رہی ہیں؟"

اس نے جواب دیا "ثانی اور علی پیرس آ رہے تھے ان کا طیارہ طوفان میں بھٹک کر ماریطانیہ کے شمالی صحرا میں پہنچ گیا تھا طیارہ واپس آ گیا ہے۔ وہ دونوں نہیں آئے ہیں۔ سلمان نے ایک جگہ کی نشاندہی کی ہے میں وہاں جا رہی ہوں۔"

ہم سونیا کے دماغ سے واپس آ گئے۔ میں ایک جگہ بندرگاہ والی سڑک کے کنارے اپنی کار میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ لوگ الپا اور پارس کو گودام میں لے جا کر اپنی دانست میں تنویمی عمل کرا چکے تھے۔ ہمارا کام بھی ہو چکا تھا۔ اب ان کی تنویمی نیند کے بعد معلوم ہونے والا تھا کہ پاسکل اور جوجو کیا چاہتے ہیں اور کیا کرتے ہیں ادھر گولڈن برین کے ایجنٹ بھی الپا اور پارس کو اسرائیل پہنچانے کا ارادہ رکھتے تھے۔

لیلیٰ نے پوچھا "میں جاؤں؟"

"میں ہمیشہ آنے کو کہوں گا۔ جانے کو کس دل سے کہوں۔"

"میں زیادہ رہوں گی تو بیزار ہو کر کہہ دیں گے۔"

"ہرگز نہیں۔ کوئی مسرتوں کو اپنے گھر سے رخصت نہیں کرتا مگر ہاں تم بہت دیر سے مصروف ہو میں تمہیں آرام کرنے کو نہ کہوں تو یہ زیادتی ہو گی۔"

"اچھا دو گھنٹے بعد آؤں؟"

"میں بے چینی سے انتظار کروں گا۔"

وہ خدا حافظ کہہ کر چلی گئی۔ میں نے ایک ہوٹل میں آ کر کھانے پینے میں وقت گزارا۔ گولڈن برین کے ایجنٹ کے دماغ میں جا کر معلوم کیا' اس کی سوچ سے پتا چلا الپا اور پارس ابھی تک سو رہے ہیں' گولڈن برین نے حکم دیا ہے کہ دونوں کو رات نو بجے تک لانچ میں پہنچا دیا جائے۔ میں نے گھڑی دیکھی سات بج رہے تھے۔ اندھیرا ہو چکا تھا۔ ابھی دو گھنٹے انتظار کرنا تھا۔ میں ایک گھنٹے بعد الپا کے دماغ میں جانا چاہتا تھا' لیلیٰ نے آ کر کہا "مجھے آنے میں دیر ہو گئی میں نے سوچا ... کہ یہاں آنے سے پہلے الپا کی خبر لوں' وہاں پاسکل کے لہجے میں گئی تو وہ موجود تھا' الپا اس کی معمولہ بن کر اسے بتا رہی تھی کہ وہ گولڈن برین کے ایجنٹوں کی قید میں ہے۔"

"اس نے یہ بھی بتایا ہو گا کہ وہ اور پارس اعصابی کمزوری میں مبتلا نہیں ہوئے تھے اور انہوں نے دوا ملا ہوا سوپ نہیں پیا تھا۔"

"دونوں نے سوپ پیا تھا اس لئے الپا نے سوپ پینے کی بات بتائی ہے۔ پاسکل کو یقین ہو گیا ہے کہ اسی وجہ سے تنویمی عمل کامیاب رہا ہے۔"

"اب وہ کیا چاہتا ہے؟"

"وہ گولڈن برین کے ایجنٹوں کو اغوا کے سلسلے میں ناکام بنانا چاہتا ہے۔ الپا کو حکم دے رہا تھا کہ ایک دوسرا ہیلی کاپٹر آئے گا اور اسے رومانیہ لے جائے گا۔"

"اس کا مطلب ہے ماسک مین کے اور گولڈن برین کے آدمیوں میں ٹکراؤ ہو گا۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"شاید گولڈن برین کے تمام آدمیوں سے ٹکراؤ نہ ہو کیونکہ ماسک مین کا ہیلی کاپٹر ایک گھنٹا پہلے آنے والا ہے۔ آپ ذرا غور کریں ان کے جھگڑنے میں ہمارے پارس کو نقصان نہ پہنچے۔"

"ہم ذرا یہ دیکھیں کہ جوجو پارس کے پاس آکر کیا کہتی ہے۔"

لیلیٰ میرے دماغ میں تھی' میں نے پارس کے پاس پہنچ کر کہا۔ "میں تمہاری ماما رسونتی بول رہی ہوں۔"

اس نے کہا "ماما! آپ بعد میں آئیں۔ میں الپا سے ضروری باتیں کروں گا۔ میں سمجھ گیا اس کے دماغ میں جوجو ہے میں نے واپس آکر جوجو کا موجودہ لہجہ اختیار کیا پھر اس کے دماغ میں گیا وہ اور جوجو مجھے محسوس نہ کرسکے۔ جوجو پوچھ رہی تھی "کیا الپا سے تمہارے اتنے گہرے تعلقات ہیں کہ تم ماں کو دماغ سے نکال دیتے ہو؟"

وہ بولا "میں نے ایسا پہلی بار کیا ہے۔ تمہاری موجودگی کو چھپانے کے لئے مجھے یہی بات سجھائی دی تھی۔"

"تم جانتے ہو میں کون ہوں؟"

"میں نہیں جانتا' پتا نہیں کیوں تمہاری آواز سے متاثر ہوں۔ جی چاہتا ہے تمہاری ایک آواز پر جان قربان کردوں۔"

"کیا میرے لئے الپا کو چھوڑ سکتے ہو؟"

"چھوڑ دوں گا مگر میرا دل دُکھے گا۔"

"میں اپنے تابعدار کا دل نہیں دُکھاؤں گی۔ تمہارے لئے ایک ہیلی کاپٹر آئے گا اس میں الپا بھی تمہارے ساتھ جائے گی۔"

"تم مجھے کہاں لے جانا چاہتی ہو؟"

"مجھ سے سوال نہ کرو۔"

"میں تمہیں پہلے بتا دیتا ہوں کہ ہیلی کاپٹر مجھے نہ لے جاسکے گا۔"

"ایسی کیا بات ہے؟"

"ہماری سونیا مما ہم دونوں بھائیوں کو اجازت کے بغیر سسرال جانے نہیں دیتیں۔"

"میں نے سونیا کی مکمل ہسٹری پڑھی ہے' اس کی ویڈیو رپورٹ بھی دیکھی ہے۔ بیشک وہ بہت چالاک بہت خطرناک ہے مگر مجھ سے ٹکرانا مہنگا پڑے گا۔"

پارس نے پوچھا "بے بی! تمہاری عمر کیا ہے؟"

"مجھ سے اس انداز میں گفتگو نہ کرو ورنہ دماغ میں زلزلہ آجائے گا۔"

"میں تو تمہاری بھلائی کی بات کررہا ہوں تم زلزلے کو دعوت کیوں دے رہی ہو۔"

"اگر میں سونیا کا غرور خاک میں ملا دوں تو؟"

"تو میں تم سے شادی کرلوں گا۔"

"یو شٹ اپ! میں ایک گھنٹا بعد آؤں گی۔ پھر جیسا کہوں گی تم ویسا ہی کرتے رہو گے۔"

"میں نے کبھی لڑکیوں کا دل نہیں دکھایا ہے وہ جیسا کہتی ہیں ویسا ہی کرتا ہوں۔"

"میں نے تمہاری بھی ہسٹری پڑھی ہے... تمہیں اس لئے برداشت کررہی ہوں کہ تم پیدائشی ڈھیٹ اور بے شرم ہو۔"

وہ چلی گئی میں بھی دماغی طور پر حاضر ہو گیا لیلیٰ نے کہا "پارس اس کا معمول نہیں ہے ہم اسے کہیں جانے سے روک دیں گے لیکن الپا کا کیا بنے گا؟"

"ہم اسے جانے دیں گے اور کوشش کریں گے کہ وہ ماسک مین کا اعتماد حاصل کرتی رہے۔ ہم نے پارس کو ابھی تک الپا کے متعلق کچھ نہیں بتایا ہے۔"

میں پھر پارس کے پاس آیا کوڈ ورڈز ادا کئے۔ اس نے کہا "آپ سمجھ گئے ہوں گے میں نے آپ کو دماغ سے جانے کے لئے کیوں کہا تھا؟"

"ہاں' سمجھ گیا تھا دوسری بار جوجو کے موجودہ لہجے میں آیا تو تم دونوں مجھے محسوس نہ کرسکے۔"

"چلیں اچھا ہے' آپ نے سن لیا کہ وہ ہیلی کاپٹر کے ذریعے مجھے اور الپا کو کہیں پہنچانا چاہتی ہے۔"

"میں نے تمام باتیں سنی ہیں۔ تم نہیں جاؤ گے لیکن الپا جائے گی۔"

"کوئی خاص بات ہے؟"

"ہاں' ہم نے الپا کو پاسکل کی معمولہ اور تابعدار بنا یا ہے آئندہ میں اس کے دماغ میں جاکر معلوم کرتا رہوں گا کہ ماسک مین اس سے کیا کام لے رہا ہے' کیا اس کے جانے سے تمہیں افسوس ہوگا؟"

"میں کوئی عاشق نہیں ہوں۔ الپا بہت اچھی ہے اور جب تک ہمارے لئے اچھی رہے گی ہم دشمنوں کے ملک میں بھی اس کے لئے جان کی بازی لگاتے رہیں گے۔ اس سے کبھی ملتا رہوں گا کبھی بچھڑتا رہوں گا لیکن اسے شکایت کا موقع نہیں دوں گا۔"

"ماسک مین کے آدمی تم دونوں کو لے جانے آئیں گے۔ تم جوجو کی مرضی کے مطابق ان کے ساتھ جاؤ گے۔ تمہیں ان سے چھڑا کرلے آنا میرا کام ہے۔"

"اوکے پاپا!"

میں دماغی طور پر حاضر ہو کر گاڑی ڈرائیو کرتا ہوا اس گودام کے قریب آیا جہاں الپا اور پارس کو قید کیا گیا تھا۔ لیلیٰ پاسکل کا لہجہ اختیار کرکے الپا کے پاس آگئی۔ اس کی سوچ میں سائیں کی عامل کے حکم کے مطابق ہیلی کاپٹر میں جاؤں گی کیا پارس سے جدا ہوجاؤں گی؟"

اس سوچ کے تحت اس نے پارس کو دیکھ کر کہا "اگر میں کہیں جاؤں گی تو تم بھی میرے ساتھ جاؤ گے نا؟"

وہ پارس کے بستر پر آگئی۔ پارس نے پوچھا "تم کہاں جاؤ گی؟"

"پتا نہیں' ایک ہیلی کاپٹر میرے لئے آئے گا۔"

وہ بولا "پھر تو عجیب سی بات ہے میرے لئے بھی ایک ہیلی کاپٹر آئے گا۔"

"میں تمہارے ہیلی کاپٹر میں جاؤں گی۔"

"روز میری یہی کہہ رہی تھی' تم میرے ساتھ جاؤ گی۔"

"یہ روز میری کون ہے؟"

"پتا نہیں کون ہے۔ میں نے پہلی بار اپنے اندر اس کی آواز سنی ہے۔ وہ آتی ہے تو میں سانس نہیں روک سکتا۔"

"میرے اندر پاسکل آتا ہے.... میں پہلے پاسکل سے کتنی نفرت کرتی تھی۔ مگر اس کا دماغ میں آنا اچھا لگتا ہے' اس کی ہر بات میرے لئے قابل قبول ہوتی ہے۔"

"کیا وہ مجھ سے زیادہ اچھا لگتا ہے؟"

"تم سے اچھا کوئی ہو نہیں سکتا۔ میرا دل میری دنیا سب تمہارے لئے ہے لیکن پاسکل ایک باس کی حیثیت سے اچھا لگتا ہے' اس کی ہر بات ماننے کو جی چاہتا ہے۔ تم بتاؤ کیا روز میری مجھ سے زیادہ حسین ہے؟"

"میں نے اسے دیکھا نہیں ہے۔ صرف اس کی آواز سنی ہے۔ ویسے میری آنکھیں کہتی ہیں کہ تم سے زیادہ حسین کوئی نظر نہیں آتی ہے۔"

اس نے خوش ہو کر اپنا سر اس کے شانے پر رکھ دیا۔ اسے پاسکل کی آواز سنائی دی وہ کہہ رہا تھا "تیار رہو ہمارے آدمی پہنچ رہے ہیں۔ تمہیں ساتھ لے جائیں گے۔"

وہ بولی "میں پارس کے ساتھ جاؤں گی۔"

"ہاں یہ بھی تمہارے ساتھ جائے گا۔"

ادھر جوجو پارس سے کہہ رہی تھی "ہمارے آدمیوں سے تعاون کرو وہ تم دونوں کو ایک لانچ میں پرنس آئی لینڈ لے جائیں گے وہاں ایک ہیلی کاپٹر تمہارے لئے موجود رہے گا۔"

"اچھی بات ہے آنٹی!"

"اے! تم مجھے آنٹی کیوں کہہ رہے ہو۔"

"تم نے مجھے اپنی عمر نہیں بتائی ہے اس لئے تمہیں کیا کہوں۔"

"کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے' اپنا کام کرتے رہو۔"

"بولو کیا کروں؟"

"گودام کا دروازہ اندر سے بند ہے اسے کھولو۔"

اس نے الپا سے سرگوشی میں کہا "ایجنٹ کے دماغ سے کام لو' سے دروازہ کھولنے پر مجبور نہ کرو۔"

وہ ایجنٹ کے پاس گئی لیلیٰ دوسرے ایجنٹ کے دماغ میں آگئی ایک نے الپا کی مرضی کے مطابق آگے بڑھ کر دروازہ کھولا دوسرے ماتحت نے اعتراض نہیں کیا کیونکہ لیلیٰ اسے قابو میں رکھے ہوئے تھی۔ گودام کا گیٹ کھلتے ہی کچھ لوگ اندر آئے آگے دو افراد کے پاس ریوالور تھے۔ ان میں سامنے لگے ہوئے تھے۔ انہوں نے دونوں ماتحتوں اور ان کے آلہ کاروں کو گولیاں ماردیں پھر ایک نے الپا اور پارس سے کہا "کم آن ہری اپ۔"

وہ دونوں بستر سے اٹھ کر تیزی سے چلتے ہوئے گودام سے باہر آئے مسلح افراد نے ان کے لئے گاڑی کا دروازہ کھول دیا۔ پارس جلدی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک مسلح شخص سے ٹکرا گیا۔ اس شخص نے کہا "مسٹر! گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے آرام سے چلو۔"

اس طرح پارس نے مجھے ایک شخص کی آواز سنائی! اس سے پہلے ایک اور شخص نے انہیں جلدی چلنے کے لئے کہا تھا۔ اس طرح لیلیٰ کو اس کے دماغ میں جگہ مل گئی تھی وہ اپنی بڑی سی گاڑی میں بندرگاہ کے ایک دور افتادہ حصے کی طرف جارہے تھے۔

ہمیں اس لانچ کا نام معلوم ہو گیا جس میں وہ پرنس آئی لینڈ جانے والے تھے۔ میں ان سے پہلے اس لانچ میں پہنچ گیا اس کا مالک خود پائلٹ تھا اس کے ساتھ ایک اسٹیورڈ تھا۔ ماسک مین کے آدمیوں نے اس لانچ کو کرائے پر حاصل کیا تھا میں نے اس کے مالک سے مصافحہ کرتے ہوئے پوچھا "کیا مجھے پرنس آئی لینڈ پہنچا سکتے ہو؟"

اس نے کہا "سوری' یہ لانچ ریزرو ہوچکی ہے۔"

میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا اس نے میری مرضی کے مطابق اسٹیورڈ سے کہا "میں اس اجنبی مسافر کو اپنا بھائی بنا کر لے جاؤں گا میرا خیال ہے لانچ ریزرو کرانے والوں کو اعتراض نہیں ہوگا۔"

اسٹیورڈ نے کہا "آپ مالک ہیں اصولاً کسی کو اعتراض نہیں ہونا چاہئے۔"

میں نے کہا "تم مجھے بھائی نہیں ایک اور اسٹیورڈ ظاہر کرو۔ اس طرح وہ لوگ مجھے غلام سمجھ کر برداشت کرلیں گے۔"

میں نے دو سو ڈالر جیب سے نکال کر دیے۔ لانچ کا مالک خوش ہو کر میرے شانے تھپکتے ہوئے بولا "کسی کا باپ بھی تمہیں لانچ سے جانے کو نہیں کہے گا۔"

اسی وقت ان کی گاڑی ساحل پر آکر رکی۔ اس میں سے الپا اور پارس مسلح آدمیوں کے ساتھ باہر آئے پھر لانچ میں پہنچے۔ وہ تعداد میں پانچ تھے ان میں سے ایک نے مجھے دیکھ کر پوچھا "یہ کون ہے؟"

"یہ بھی اسٹیورڈ ہے۔"

"مگر تم نے تو کہا تھا تمہارا ایک ہی ملازم ساتھ جائے گا۔"

"میں کچھ بیمار ہوں اس لئے دوسرے کو ساتھ لے جارہا ہوں۔ بائی دی وے' تمہیں اعتراض کیوں ہے؟ تم نے کہا تھا تمہارے ساتھ کوئی غیر قانونی سامان نہیں ہوگا۔ اگر ایسا ہو تو ہر اجنبی پولیس والا نظر آتا ہے۔ میرا یہ ملازم تمہیں کیا دکھائی دے رہا ہے؟"

ایک نے ریوالور دکھاتے ہوئے کہا "ہم پولیس والوں کو بھی گولی مار سکتے ہیں۔ لیکن اس کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ ہمارا یہ سفر واقعی غیر قانونی نہیں ہے اب دیر نہ کرو' چلو۔"

میں نے اور اسٹیورڈ نے لنگر اٹھایا۔ مالک نے پائلٹ کی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

حیثیت سے لانچ کو اسٹارٹ کیا پھر ہم کھلے سمندر میں جانے لگے۔ میں اور لیلیٰ دو افراد کے دماغوں میں پہلے ہی پہنچ گئے تھے لانچ میں آکر میں نے تیسرے شخص کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ پریشان ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ پھر عرشہ کی ریلنگ کے پاس آکر اس نے جیب سے ٹرانسمیٹر نکالا۔ اس کے ذریعے کسی سے کچھ بولنے لگا۔

وہ ماسک مین سے یا استنبول کے باس سے کہہ رہا ہوگا کہ کوئی اس کے دماغ میں آنا چاہتا تھا۔ وہ خطرے کا سگنل دے رہا ہوگا۔ جب اس نے ٹرانسمیٹر کو آف کیا تو میں جوجو کا لہجہ اختیار کر کے پارس کے دماغ میں پہنچا، جوجو وہاں پہلے سے موجود تھی اور پارس سے پوچھ رہی تھی "کیا تمہاری ماں کو معلوم ہو چکا ہے کہ میں تمہیں کہیں لے جا رہی ہوں؟"

"وہ میرے دماغ میں آتی جاتی رہتی ہیں وہ سب کچھ جانتی ہیں۔ تھوڑی دیر پہلے پوچھ رہی تھیں کیا میں ذہنی طور پر کسی کا غلام بن گیا ہوں۔ میں نے انکار کیا مگر وہ میری بات پر بھروسا نہیں کر رہی ہیں۔"

"تمہاری ماں میرے ایک آدمی کے دماغ میں آنا چاہتی تھی۔ اسے منع کرو میں کسی کی مداخلت پسند نہیں کروں گی۔"

"جو تمہیں پسند نہیں ہے وہ مجھے بھی ناپسند ہے لیکن یہ سب کچھ سونیا مما کی طرف سے ہو رہا ہے۔ میرا ان سے رابطہ نہیں ہے ورنہ کہہ دیتا کہ اپنی خوشی سے روز میری کے پاس جا رہا ہوں۔"

"کیا سونیا تمہارے لئے ہیلی کاپٹر لے کر آئے گی؟"

"مما اتنی سی بات کے لئے خود نہیں آتیں اور نہ ہی اپنے ہیلی کاپٹر کا ایندھن ضائع کرائیں گی۔"

"تم سمجھتے ہو کہ وہ کیا کرے گی؟"

"وہ کس موقع پر کیا کر گزرتی ہیں یہ میرا باپ بھی نہیں سمجھ پاتا۔"

"تم لوگوں کا ایک اور خیال خوانی کرنے والا برائن وولف کہاں ہے؟"

"وہ صاحب نیا رومانس فرما رہے ہیں۔"

"سیدھی طرح بتاؤ۔"

"سیدھی سی بات کہہ رہا ہوں۔ اگر تم ان کے دماغ میں کبھی پہنچو گی تو ایک ہی صدا سنائی دے گی ہائے لیلیٰ، ہائے لیلیٰ۔"

میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ اگرچہ وہ میرے متعلق ایسی باتیں کر رہا تھا لیکن میں اس کا طریق کار سمجھ رہا تھا۔ وہ دراصل جوجو کو باتوں میں الجھا رہا تھا مجھے کچھ کر گزرنے کا موقع دے رہا تھا۔ میں نے لیلیٰ سے کہا "پائلٹ کے دماغ پر قبضہ جماؤ اور لانچ کا رخ مغرب کی سمت کرو۔"

وہ چلی گئی۔ ہم دو مسلح دشمنوں کے اندر پہنچ سکتے تھے تیسرا سانس روک لیتا تھا۔ میں نے چوتھے دشمن کے دماغ میں پہنچنا چاہا اس نے بھی سانس روک لی اپنے ساتھی سے بولا "کوئی میرے دماغ میں آنا چاہتا تھا۔"

میں قریب ہی کھڑا لانچ کے رسّے کو لپیٹ کر بنڈل باندھ رہا تھا۔ وہ دونوں مجھے گھور کر دیکھ رہے تھے۔ میں پانچویں شخص کے دماغ میں گیا اس نے مجھے محسوس نہیں کیا۔ میں نے اس کی زبان سے کہا "یارو! میرے دماغ میں بھی کوئی آ رہا ہے۔"

ایک نے پوچھا "تم نے کیسے سمجھ لیا؟ تم نے تو کہا تھا کہ یوگا کے ماہر نہیں ہو!"

وہ ریوالور نکال کر نشانے پر رکھتے ہوئے بولا "تم لوگ یوگا کے ماہر ہو کر کون سا اپنا بچاؤ کر لو گے؟ اس وقت تم دونوں نشانے پر ہو ذرا بھی حرکت کرو گے تو وہ خیال خوانی کرنے والا تمہیں گولی مار دے گا۔ میں کچھ نہیں کروں گا سمجھ گئے نا؟"

وہ دونوں ہکا بکا سے رہ گئے تھے۔ ایک نے بڑی آہستگی سے اپنا ہاتھ ریوالور کی طرف لیجانا چاہا میرے معمول نے اس کے ہاتھ میں گولی ماری۔ وہ ہاتھ تھام کر چیخنے لگا۔ میں نے دونوں کے پاس آکر ان کی جیب سے ریوالور نکال کر اپنے معمول سے بھی ریوالور لیا پھر ان سب کو سمندر میں پھینک دیا اس کے بعد کہا۔ "اب ہم نہتے ہیں۔ مردوں کی طرح اپنی قسمت کا فیصلہ کریں گے۔"

ان سب نے ایک ساتھ مجھ پر چھلانگ لگائی۔ چھلانگ میں نے بھی لگائی، ایک کو فلائنگ کک ماری، باقی دو ایک ساتھ چھلانگ لگانے کے باعث خود ہی آپس میں ٹکرا گئے۔ میں نے موقع پا کر لیلیٰ سے کہا "لانچ کے نچلے حصے میں دو مسلح افراد ہیں انہیں سمندر میں پھینک دو۔"

میں صرف چند سیکنڈ کے لئے لیلیٰ کے پاس گیا تھا واپس آتے ہی منہ پر ایک گھونسا پڑا۔ اس سے پہلے کہ سنبھلتا دوسرا گھونسا پیٹ میں لگا۔ میں تکلیف سے جھکا تو تیسرے نے میرے منہ پر ٹھوکر ماری۔ میں لڑکھڑاتا ہوا پیچھے جا کر ریلنگ سے ٹکرایا وہ ریلنگ نہ ہوتی تو سیدھا سمندر میں چلا جاتا۔ وہاں ٹکراتے ہی ایک دشمن نے مجھ پر چھلانگ لگائی میں نے فوراً بیٹھ کر اسے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کے اوپر سے پھینکا۔ اس کے حلق سے چیخ نکلی وہ نیچے سمندر میں گیا پانی اچھل کر عرشے تک آیا باقی دونوں میری طرف آ رہے تھے ایک کا پاؤں عرشے پر آنے والے پانی سے پھسل گیا۔ میں نے اسے ٹانگ سے پکڑ کر کھینچا پھر اسے بھی ایک گول چکر دے کر سمندر میں پہنچا دیا۔ تیسرا رک گیا۔ پیچھے ہٹتے ہوئے بولا "کون ہو تم؟"

میں اس کی طرف بڑھنے لگا، وہ پیچھے ہٹ کر بولا "صرف ایک بات کا جواب دو، کیا ہمارے دوست بن سکتے ہو؟"

"تم دوست بنانا نہیں چاہتے میری آواز اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو سنانا چاہتے ہو تو میں سنا رہا ہوں۔"

اسی وقت پرائی سوچ کی لہر محسوس ہوئی میں نے سانس روک لی، مگر چیخنے لگا جیسے میرے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا گیا ہو۔ وہ پیچھے ہٹ رہا تھا قہقہہ لگاتے ہوئے آگے بڑھا "اب کیسے بچو گے ہمارے خیال خوانی کرنے والوں سے ٹکرا رہے تھے۔ اب تو میں تمہیں سمندر میں......"

میں نے اچانک کراٹے کا ایک ہاتھ مارا۔ وہ لڑکھڑایا، دوسرے ہاتھ میں چکرا گیا گرنا ہی چاہتا تھا کہ میں نے اسے اٹھا کر سمندر میں گرا دیا پھر لیلیٰ کے پاس جا کر معلوم کیا لانچ کے نچلے حصے میں بھی کوئی دشمن نہیں رہا تھا۔ وہ بولی "میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ ہم اتنی آسانی سے بازی جیت لیں گے۔"

میں نے کہا "ابھی بازی ختم نہیں ہوئی ہے میں نے جوجو کی ذہانت کے متعلق جو سنا ہے اس کے مطابق وہ ہمارا پیچھا نہیں چھوڑے گی، ابھی اس کے ہاتھ میں کئی مہرے ہیں۔"

میری بات ختم ہوتے ہی اچانک میرے سر پر قیامت ٹوٹ پڑی میں ایک دم سے چکرا کر گر گیا۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ میں نے سنبھلنے کی کوشش کی، ڈوبتی ہوئی نظروں سے دیکھا لانچ کے اسٹیورڈ نے ایک موٹی سی لوہے کی سلاخ سے میرے سر پر ضرب لگائی تھی۔ اسے مجھ سے کوئی دشمنی نہیں تھی، جوجو نے اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے اپنا آلۂ کار بنایا تھا۔

وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑنا چاہتی تھی۔ اس نے اسٹیورڈ کو دوسری بار حملے کے لئے مجبور کیا۔ پہلی ضرب اتنی شدید تھی کہ میں تمام تر کوشش کے باوجود اپنے پیروں پر کھڑا رہنے کی کوشش میں ناکام ہو رہا تھا۔ اسے دوسرے حملے سے نہیں روک سکتا تھا۔ اس نے لوہے کی سلاخ کو دونوں ہاتھوں سے اٹھایا۔ میرا سر پھر نشانے پر تھا۔ ایسی ہی بے بسی کے لمحات میں اس کی کمر پر لات پڑی۔ وہ ڈگمگاتا ہوا میرے قدموں میں آ کر گرا۔ پارس نے اس کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر اٹھایا پھر پے در پے گھونسے مارتے ہوئے کہنے لگا "نکل جاؤ اس کے دماغ سے نکل جاؤ۔ یہ بے چارہ لانچ میں ملازم ہے۔ میں اسے سمندر میں پھینکنا نہیں چاہتا لیکن تم اسے آلۂ کار بنائے رکھو گی تو مجبوراً اسے ختم کرنا ہوگا۔"

جوجو نے اس کے دماغ میں آ کر کہا "پارس! میں حکم دیتی ہوں اسٹیورڈ کو چھوڑ دو۔ ورنہ میں تمہارے دماغ پر قبضہ جما کر تمہارے ہاتھوں سے اسے ہلاک کروں گی۔ میں سمجھ گئی ہوں یہ خیال خوانی کرنے والا برائن وولف ہے۔"

"یہ سمجھ گئی ہو تو یہ بھی سمجھ لو کہ ہم مسٹر وولف کو باپ کی طرح چاہتے ہیں۔ تم نے ان پر حملہ کرانے کی بہت بڑی غلطی کی ہے۔ کاش تمہیں یاد ہوتا کہ تم روز میری نہیں ہو۔ تمہارا نام جوجو ہے تم میری شریک حیات ہو۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو؟"

"جسے تم بکواس سمجھ رہی ہو وہ تمہاری زندگی کی سچائی ہے۔ تم میری زندگی ہو۔ میری جان ہو۔ اسی لئے میں نے تمہیں اپنے دماغ میں آنے کی اجازت دی۔ اگر تم غیر ہوتیں تو میرے دماغ میں تو کیا میری زندگی میں بھی نہیں آ سکتی تھیں۔"

"بہت ڈینگیں مار رہے ہو۔ تمہیں سزا دینی ہی ہوگی۔"

وہ دماغی جھٹکا پہنچانا چاہتی تھی۔ پارس نے سانس روک لی۔ وہ دماغ سے نکل کر اپنی جگہ حاضر ہو گئی۔ سوچنے لگی یہ کیا ہو گیا۔ میں نے اچھی طرح تنویمی عمل کیا تھا۔ اسے اپنا معمول اور تابعدار بنایا تھا پھر وہ میری خیال خوانی کے شکنجے سے آزاد کیسے ہو گیا؟

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر ٹہلنے لگی۔ ٹہلتے ہوئے غور کرنے لگی کہ اس سے کہاں غلطی ہوئی ہے؟ اور اس نے کب دھوکا کھایا ہے؟

وہ وارسا کے ایک خوبصورت سے سرکاری بنگلے میں تھی۔ پچھلی شام ماسکو سے یہاں آئی تھی۔ یہاں الپا اور پارس کو بلا کر انہیں اپنے ساتھ ماسکو لے جانا چاہتی تھی لیکن پہلی بار فرہاد کے ایک بیٹے سے سامنا کرتے ہی ناکامی ہو رہی تھی۔

اس نے ماسکو کے ایک ٹریننگ سینٹر میں ذہانت اور حاضر دماغی کے کتنے ہی امتحانات پاس کئے تھے۔ چھ ماہ تک پولینڈ، ہنگری اور رومانیہ جا کر سراغرسانی کے بڑے بڑے کارنامے انجام دیئے تھے کتنے ہی پیچیدہ مسائل کو اپنی ذہانت سے سلجھایا تھا۔ ماسک مین اور فوج کے اعلیٰ افسران کی متفقہ رائے تھی کہ اب اسے وسیع دنیا میں بھیجا جائے۔ وہ سپر ماسٹر کے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ٹریپ کرے۔ اس طرح فرہاد کی فیملی سے بھی ٹکراؤ ہوگا تو اس کی ذہانت اور چمکے گی۔

ماسک مین نے اس سے کہا تھا "روز میری! کوئی ضروری نہیں کہ تمہیں ہر معاملے میں کامیابی ہو۔ اب تک تم نے صرف کامیابیاں حاصل کی ہیں جبکہ ناکامی بھی ضروری ہے ورنہ تم خوش فہمی اور غرور میں مبتلا ہو جاؤ گی۔"

فوج کے اعلیٰ افسر نے کہا "ہم نے فیصلہ کیا ہے تم کسی خیال خوانی کرنے والے کو ٹریپ کر کے لاؤ گی۔ تم ہمارے ملک سے باہر پہلے مرحلے میں اس انداز سے کام کرو گی کہ روز میری کا نام اور شخصیت کسی پر ظاہر نہ ہو۔ تم پاسکل بوبا کو سامنے رکھ کر اپنے منصوبے پر عمل کرو گی تو تم پر کوئی آنچ نہیں آئے گی اور تم پس منظر میں رہ کر دشمنوں کو اچھی طرح سمجھ پاؤ گی۔"

اسے پہلے مرحلے پر بتایا گیا کہ الپا نامی ایک یہودی لڑکی ٹیلی پیتھی سیکھنے کے بعد تل ابیب آ گئی ہے۔ اسے وہاں سے اغوا کرو۔ اس سلسلے میں ضروری معلومات فراہم کی گئیں۔ جوجو نے اطمینان سے بیٹھ کر ایک منصوبہ بنایا۔ تل ابیب میں ماسک مین کے ایجنٹوں سے رابطہ کیا۔ خیال خوانی کے ذریعے انہیں ٹریننگ دی کہ انہیں کس طرح کس وقت پاسکل بوبا کے ایک ایک حکم کی تعمیل کرنی ہوگی۔

تمام اعلیٰ حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران اس کی پلاننگ کو سمجھ رہے تھے اور یقین سے کہہ رہے تھے کہ کامیابی ہوگی اور ایسا ہی ہوا تھا۔ پاسکل بوبا نے اس کے منصوبے پر عمل کرتے ہوئے کامیابی سے الپا کو اغوا کیا تھا۔ لیکن ایسے ہی وقت جوجو کو دماغی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

تکلیف شروع ہوگئی۔ جب سے برین کا آپریشن ہوا تھا تب سے کبھی کبھی ایسی تکلیف ہوتی تھی۔ بڑے بڑے بین الاقوامی شہرت رکھنے والے تجربہ کار ڈاکٹر اس کا معائنہ اور علاج کرتے تھے۔ ڈاکٹروں کا متفقہ فیصلہ تھا کہ اسے دو دن تک مکمل آرام کرنا چاہئے۔ میڈیکل ایڈوائز کے مطابق اسے الپا کے کیس سے الگ کردیا گیا۔ ان کا خیال تھا کہ پاسکل کامیابی سے الپا کو سرحد پار کرا دکا ہے۔ اب لبنان سے اسے لے کر آنا کچھ دشوار نہیں ہوگا۔ لیکن پاسکل کی بدقسمتی تھی کہ کچھ اس سے کام بگڑ گیا کچھ پارس نے کام بگاڑ دیا پھر بھی اعلیٰ حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران نے جوجو کی ذہانت اور طریق کار کا اعتراف کیا تھا۔

پھر جوجو نے ڈاکٹروں کے مشورے کے مطابق دو دن تک آرام کیا۔ اس نے ماسک مین سے کہا "میرے منصوبے کے مطابق جے مورگن ہماری مٹھی میں ہے۔ اسرائیلی حکام الپا سے محروم ہونے کے بعد جے مورگن سے کوئی اہم کام لیں گے۔ میں اس کے دماغ میں رہ کر معلوم کروں گی کہ وہ الپا کو اسرائیل لانے کے لئے کیا کرتے ہیں۔"

اس نے یہی کیا' جے مورگن سے پتا چل گیا کہ الپا اور پارس کس طرح بندرگاہ کے گودام میں لائے جائیں گے۔ اس بار جوجو نے کہا میں خود عملی میدان میں پیش پیش رہوں گی۔ پاسکل الپا پر تنویمی عمل کرے گا اور میں پارس کو اپنا تابعدار بناؤں گی۔"

ماسک مین نے کہا "مجھے تمہاری کامیابی کا یقین ہے مگر اب اس بات کی تصدیق ہوگئی ہے کہ وہ ڈمی پارس نہیں ہے۔ اصلی ہے۔ اور تم اصلی کا پورا ریکارڈ پڑھ چکی ہو' ویڈیو فلموں میں اس کی حرکتیں دیکھ چکی ہو۔ ایک نصیحت کرتا ہوں' اسے تر نوالہ نہ سمجھنا اس پر غالب آجاؤ' کامیابی کا مکمل یقین ہوجائے تب بھی ہر پہلو سے غور کرتی رہنا کہ کہیں کوئی تمہاری کمزوری تو نہیں رہ گئی ہے۔ یہ ایسے لوگ ہیں جنہیں مار کر قبر میں سلادو تو وہاں سے بھی اٹھ کر چلے آتے ہیں۔"

اب وہ سرکاری بنگلے کے بیڈ روم میں ٹہل رہی تھی اور سوچ رہی تھی "واقعی میں نے پارس کو تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ کی قبر میں سلادیا تھا وہ وہاں سے اٹھ کر میرا منہ چڑا رہا ہے۔ میں جیتی ہوئی بازی ہارنے والی ہوں۔ کیا میں سچ مچ ہار جاؤں گی' اپنی غیر معمولی ذہانت کا ثبوت نہیں دے سکوں گی؟"

یوں دیکھا جائے تو وہ ہار چکی تھی۔ پارس خیال خوانی کی مٹھی میں سے پھسل گیا تھا۔ اب وہ جتنی بار بھی پکڑی جائے گی' وہ پھسلتا جائے گا۔ اس نے آئینے کے سامنے آکر خود کو دیکھا۔ اس کے تیور بتارہے تھے کہ وہ اب بچگانہ ذہن رکھنے والی جوجو نہیں ہے بلکہ ضدی' ذہین اور شکست نہ تسلیم کرنے والی لڑکی ہے۔ اور وہ شکست کو فتح میں بدل کر رہے گی۔

وہ آئینے کے سامنے فرش پر پالتھی مار کر بیٹھ گئی۔ اس نے یوگا کے ایک آسن میں سانس روک لی۔ ایک منٹ' دو منٹ' دس منٹ تک سانس رکی رہی۔ پھر بارہ منٹ گزر گئے وہ سانس کے بغیر ایک لاش کی طرح بیٹھی رہی۔ پھر پندرہویں منٹ پر آہستہ آہستہ سانس چھوڑنے اور سانس لینے لگی۔ وہ دیر سے پہیلا سامنے اپنے عکس کو دیکھ رہی تھی۔ سوچ رہی تھی اور دیکھ رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ مسکرانے لگی۔

اسی وقت پاسکل بوبا نے آکر کو دروازہ کھٹکھٹایا کئے پھر کہا "ماسک مین اور فوج کے اعلیٰ افسران تمہیں طلب کررہے ہیں۔"

"تم چلو میں آرہی ہوں۔"

اس کے جاتے ہی وہ بھی فوج کے ایک افسر کے دماغ میں پہنچ کر بولی "میں حاضر ہوں اور کیپٹن میخائل کی زبان سے بول رہی ہوں۔"

ماسک مین نے پوچھا "روزمیری! ناکامی کیسے ہوئی؟"

وہ بولی "کس نے کہا ہے کہ ناکامی ہوئی ہے؟"

پاسکل بوبا نے ایک فوجی افسر کی زبان سے کہا "میں پاسکل بوبا اپنی آنکھوں سے لانچ میں اپنے تمام آدمیوں کو مرتے دیکھ چکا ہوں۔ پارس اور الپا کے پاس صرف ایک برائن وولف رہ گیا ہے اس کا راستہ روکنے کے لئے ہمارا کوئی آدمی وہاں نہیں ہے۔ الپا اور پارس ہمارے ہاتھوں سے نکل رہے ہیں۔"

جوجو نے کہا "میدان جنگ میں تمام سپاہی مرجائیں تب بھی چالاکی سے جنگ جیتی جاسکتی ہے۔ آپ پاسکل سے پوچھیں ہمارے تمام آدمیوں کے مرتے ہی وہ یہاں کیوں واپس آگیا؟"

"میں یہاں رپورٹ دینے آیا تھا۔"

"میں الپا کیس کی انچارج ہوں۔ تم میری اجازت کے بغیر کیوں آئے؟"

"کیا تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ میں نہ آتا تو ہم اپنے آدمیوں کے مرنے کے بعد بھی کامیاب ہوجاتے؟"

"کامیاب ہوجاتے نہیں' ہوگئے ہیں۔ تم یہ بھول گئے کہ ہم اپنے آدمیوں سے محروم ہوکر کسی دوسرے کو آلۂ کار بنا سکتے ہیں۔ میں نے لانچ کے اسٹیورڈ کو آلۂ کار بنا کر برائن وولف کو بیہوش کردیا ہے۔ اس لانچ میں اب بھی بازی ہمارے ہاتھ آسکتی ہے۔"

ماسک مین نے کہا "بیشک! تم نے برائن وولف کو زخمی اور بے ہوش کرکے بازی پلٹ دی ہے۔ اب بتاؤ' وہ خیال خوانی کرنے والی الپا یہاں کیسے آئے گی؟"

"میں ابھی بتاتی ہوں۔ پہلے پاسکل سے درخواست کرتی ہوں کہ ہمارا جو ہیلی کاپٹر پرنس آئی لینڈ میں ہے' اس کے پائلٹ کے پاس جائے اور ہیلی کاپٹر کو لانچ کی طرف لائے۔ میں الپا کو اس میں سوار کراؤں گی۔"

"میں جارہا ہوں۔"

پاسکل چلا گیا۔ جوجو نے کہا "ماسک مین نے مجھے نصیحت کی تھی کہ فرہاد کے فیملی ممبر بہت خطرناک ہیں۔ ان سے دور رہنا چاہئے۔ میں نے اس پر تنویمی عمل کرنے کے بعد سوچا ہے کہ یہ دھوکا بھی ہوسکتا ہے۔ اگر ہم اسے یہاں قیدی بنا کر لائیں گے تو کسی دن انکشاف ہوگا کہ وہ میرا معمول نہیں تھا۔ ہمیں دھوکا دے رہا تھا۔ اس لئے میں پارس کو یہاں نہیں لاؤں گی۔ پہلے اسے مختلف مراحل میں آزماؤں گی۔ اگر اس کا دماغ سچ مچ میری مٹھی میں ہوگا تو وہ مجھ سے بچ کر کہیں نہیں جائے گا۔"

سب نے تائید کی کہ یہ احتیاط لازمی ہے۔ پارس کو روس سے باہر رکھ کر مختلف معاملات میں اسے آزمایا جائے۔ فی الحال الپا اہم ہے' اسے جلد از جلد یہاں آنا چاہئے۔ جوجو نے کہا۔ "میں جارہی ہوں' اسے ضرور لے کر آؤں گی۔"

وہ پارس کے دماغ میں پہلے ایک بار خاموشی سے آچکی تھی اس نے اپنے تنویمی عمل کے ردِ عمل کو دیکھا تھا۔ پارس نے اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا تھا۔ اس بار وہ چپکے سے آئی تو اس نے کہا "تم پھر آگئیں؟"

وہ حیران رہ گئی' یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ پہلی بار پارس کے چور خیالات نے کیوں نہیں بتایا کہ وہ اسے محسوس کرلیتا ہے؟ اس کا مطلب ہے یہ بہت گہرا ہے' وہ خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ کی جتنی گہرائی میں اترتی تھی' اس کا دماغ اس سے بھی گہرا ہے جہاں تک وہ پہنچ نہیں پائی تھی۔

اس وقت پارس میرے سر کے زخم کو صاف کرکے مرہم پٹی کررہا تھا۔ وہ بولی "میں نادم ہوکر آئی ہوں' میں نہیں جانتی تھی کہ تم ایک بیٹے کی طرح مسٹر وولف کو چاہتے ہو؟"

"میں حیران ہوں کہ تم میرے جذباتی رشتے کو نقصان پہنچا کر کیوں نادم ہو۔ تمہارا تو کوئی نقصان نہیں ہوا ہے۔"

"میرے نقصان کی بات نہ کرو۔ اتنی بڑی دنیا میں شاید ہی کوئی لڑکی میری طرح نقصان اٹھا رہی ہوگی۔"

"میں ابھی سانس روک کر تمہیں بھگانے والا تھا لیکن اس بات نے تجسس پیدا کردیا ہے کہ تم کسی قسم کا کوئی نقصان اٹھا رہی ہو' کیا تم وضاحت سے کہو گی؟"

"کیا کہوں' جب دماغی آپریشن کے بعد ہوش آیا تو میں سوچنے لگی' میں کون ہوں؟ کہاں سے آئی ہوں؟ میرا نام اور شناخت کیا ہے؟ سابقہ ماسک مین اور ڈاکٹروں نے بتایا میں روسی لڑکی ہوں' میرا نام مولینا ہے لیکن ایک اجنبی میرے دماغ میں آتا تھا اپنا نام آرمر بتاتا تھا۔"

پارس نے کہا "وہ اجنبی نہیں تمہارا سگا بھائی ہے۔ ایک باپ بن کر اس نے تمہاری پرورش کی تھی۔"

"ہاں وہ بھی یہی کہتا تھا کہ میرا بھائی ہے۔ میرا نام جوجو ہے اور میں پارس کی شریکِ حیات ہوں۔ میں نے یہ باتیں یادداشت کے طور پر ایک چھوٹی سی ڈائری میں لکھ کر اسے چھپا دیا تھا۔ جب ماسک مین کو معلوم ہوا کہ آرمر میرے دماغ میں آتا ہے تو اس نے پھر میرا دماغی آپریشن کرایا۔ میرا لب و لہجہ بدل دیا۔ میں آرمر کی تمام باتیں بھول گئی۔ ایک رات اچانک وہ ڈائری میرے ہاتھ لگی۔ اس میں لکھا تھا کہ دوسری صبح میرا آپریشن ہوگا۔ میرا لہجہ اور میری شخصیت بدل جائے گی۔ پھر میں اس ڈائری کی تمام باتیں بھول جاؤں گی۔"

پارس نے پوچھا "تم نے کیسے یقین کرلیا کہ وہ تمہاری ہی ڈائری ہے جبکہ تم پچھلی تمام باتیں بھول چکی تھیں؟"

"طرزِ تحریر پہلے جیسا تھا۔ میں نے ایک کاغذ پر کچھ لکھا پھر اس تحریر کا موازنہ ڈائری کی تحریر سے کیا تو دونوں کی تحریریں بالکل ایک سی تھیں۔ پھر آج تم نے مجھے جوجو کہا۔ مجھے اپنی شریکِ حیات بنایا تو پھر ایک بار ڈائری کی تمام باتیں یاد آگئیں۔"

"خدا کرے' تمہاری یادداشت واپس آجائے۔"

وہ بولی "یہ ممکن نہیں ہے۔ میرا برین تبدیل ہوچکا ہے۔ یادداشت واپس نہیں آئے گی۔ میں جو کچھ بھی سمجھوں گی اپنی ذہانت سے اور پچھلے ثبوت کی موجودگی سے جیسا کہ میں نے ڈائری سے اس حقیقت کو سمجھا کہ میرا دماغی آپریشن کیا گیا ہے۔ میری آواز' لہجہ اور شخصیت کو تبدیل کیا گیا ہے۔ جب ایسا کیا گیا ہے تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ماسک مین مجھ سے اور میرے عزیزوں سے میری پچھلی زندگی چھپا رہا ہے۔"

"تم بڑی ذہانت سے سوچ رہی ہو' جوجو! تمہیں دانشمندی سے گفتگو کرتے دیکھ کر مجھے کتنی خوشی ہورہی ہے' میں بیان نہیں کرسکتا۔ مجھے بتاؤ تم کس نتیجے پر پہنچ رہی ہو؟"

"ابھی میں تذبذب میں ہوں' ماسکو میں میرے والدین ہیں مجھے بہت چاہتے ہیں۔"

"یہ تمہارے والدین کہاں سے آگئے؟"

"میں اسی الجھن میں ہوں۔ ڈائری سے پتا چلتا ہے میرے والدین میرے بچپن ہی میں مرگئے تھے۔ آرمر بھائی نے مجھے بیٹی بنا کر پالا ہے۔ اور ماسکو میں میرا گھر' میرے والدین' میری سوسائٹی' میرے تمام شناسا یہی کہتے ہیں کہ میں ایک روسی لڑکی ہوں' میں اتنی جلدی کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکتی۔ تمہارے پاس اس لئے آئی ہوں کہ تم مجھ سے تعاون کروگے۔ میں ماسکو میں رہوں گی اور تم سے ملتی رہوں گی تو دونوں طرف کے رشتوں کو اور ان کے جھوٹ سچ کو سمجھتی رہوں گی۔"

"تم واقعی ذہانت سے سوچ رہی ہو۔ ایسے طریقِ کار سے تمہیں جھوٹ اور سچ کا پتا چلتا رہے گا۔"

وہ ذرا جذباتی انداز میں بولی "پارس! کیا تم الپا سے محبت کرتے ہو؟"

"میں اسے ایک حد تک چاہتا ہوں۔ اس چاہت کے پیچھے کچھ مقاصد بھی ہیں لیکن تم سے کسی مقصد' کسی لالچ کے بغیر محبت ہے۔ بچپن سے لے کر اب تک تم میری پہلی اور آخری محبت ہو۔"

"کیا میرے لئے الپا کو چھوڑ سکتے ہو؟"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"میں ساری دنیا کو چھوڑ سکتا ہوں۔"

"مجھے کچھ دنوں کے لئے الپا کی ضرورت ہے۔ میں وعدہ کرتی ہوں اسے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

"تم نے کیسے سوچ لیا کہ میں الپا کو تمہارے حوالے کردوں گا۔"

"مجھے تمہاری محبت پر اتنا اعتماد ہے۔ تم چاہتے ہو کہ میں دوست اور دشمنوں کے سلسلے میں صحیح فیصلہ کروں اس لئے مجھے ماسک مین وغیرہ کا اعتماد حاصل کرنا ہوگا۔ میں پہلی بار ملک سے باہر اس مہم پر آئی ہوں۔ ناکام ہوکر جاؤں گی تو وہ مجھے ملک سے باہر نہیں جانے دیں گے۔ پھر میں تم سے ملاقات کے لئے کہیں نہ آسکوں گی۔"

"تم الپا کو لے جاکر یہ ثابت کرنا چاہتی ہو کہ ہمارے مقابلے میں کامیاب رہی ہو؟"

"ہاں' مجھے یہ ثابت کرنا ہوگا۔ ورنہ شکست کے بعد میں ماسکو سے باہر نہیں آسکوں گی۔"

"وہ لوگ جانتے ہیں کہ تم نے مجھ پر تنویمی عمل کیا ہے۔ مجھے لے جانا چاہتی ہو؟"

"نہیں میں تمہیں قیدی بنانا پسند نہیں کروں گی۔ میں نے انہیں سمجھادیا ہے کہ تم بہت چالاک ہو۔ تمہیں الپا کے ساتھ لایا جائے گا تو برائن وولف اور رسونتی پھر کام بگاڑ دیں گے' وہ اس پر راضی ہوگئے ہیں کہ میں پہلے الپا کو لے آؤں۔"

دور ہیلی کاپٹر کی آواز آرہی تھی۔ وہ بولی "شاید یہی ہمارا ہیلی کاپٹر ہے۔ پلیز میری بات مان لو۔"

اسی وقت الپا کی آواز سنائی دی۔ وہ بہت دیر سے پارس کے اندر رہ کر ان کی باتیں سن رہی تھی۔ کہنے لگی "ہرگز نہیں میں اپنے پارس کو چھوڑ کر نہیں جاؤں گی پارس مجھے سچ بتاؤ کیا یہ تمہاری شریک حیات ہے؟"

"میں بڑے فخر سے کہہ رہا ہوں کہ یہ جوجو ہے اور میری شریک حیات ہے۔"

"پھر تم نے میری زندگی کیوں برباد کی؟"

"تم نے اپنی زندگی میں' اپنی تنہائیوں میں مجھے بلایا میں آگیا۔ تم نے پہل کی میں نے دھوکا نہیں دیا۔ اب بھی تمہیں چاہتا ہوں۔ یہ بات اپنی شریکِ حیات کے سامنے کہہ رہا ہوں۔"

"تو پھر یہ بھی کہہ دو کہ میں اس کے ساتھ نہیں جاؤں گی' ہیلی کاپٹر واپس کردے۔"

پارس کے لئے فیصلہ کرنا مشکل ہوگیا۔ وہ جوجو کو اس کی مکمل یادداشت کے ساتھ اپنی زندگی میں واپس لانا چاہتا تھا اور الپا سے بھی کام لینا چاہتا تھا۔ اسے ناراض نہیں کرسکتا تھا۔ اس نے کہا "الپا کیا تمہیں پتا ہے کہ تم پارکل کی تابعدار بن چکی ہو۔ میں تمہیں روکنا چاہوں گا تب بھی تم نہیں رکو گی۔ بے اختیار اس کے ساتھ چلی جاؤ گی۔"

"ہاں میں اس کے ساتھ جاؤں گی اور ابھی جارہی ہوں۔"

جوجو نے ہنستے ہوئے کہا "میں نے ابھی پارکل کو بلا کر کہا ہے کہ وہ الپا کے دماغ میں قبضہ جما کر رکھے۔ اس لئے وہ مزید کسی حجت کے بغیر چلی گئی ہے۔ تم اسے لے جانے کی اجازت دے رہے ہونا؟"

"تم نے ایک مدت کے بعد کچھ مانگا ہے میں انکار نہیں کروں گا۔ وعدہ کرو پھر آؤ گی۔"

"روز آؤں گی۔ تمہارا پیچھا نہیں چھوڑوں گی تم بیزار ہوجاؤ گے۔"

"آزمالینا میں اپنی جوجو سے کبھی نہیں بیزار نہیں ہوں گا۔"

ہیلی کاپٹر لانچ کے اوپر پرواز کررہا تھا۔ اس میں سے ایک رسے کی سیڑھی لٹک رہی تھی۔ الپا پارکل کے زیر اثر رہ کر سیڑھی چڑھتی ہوئی ہیلی کاپٹر میں چلی گئی۔ سیڑھی اوپر کھینچ لی گئی دروازہ بند کردیا گیا پھر وہ پرواز کرتا ہوا دور چلا گیا۔

"تم نے میری بات مان کر دوستی کا پہلا ثبوت دیا ہے۔ میں بھی دوستی کا ثبوت اسی طرح دوں گی کہ اپنی پچھلی زندگی کے متعلق معلومات حاصل کرتی رہوں گی۔ کل صبح پھر آؤں گی اب اجازت دو۔"

"جاؤ اور ماسک مین کو اپنی کامیابی کی خوشخبری سنا کر ان کا اعتماد حاصل کرو۔ میں چاہتا ہوں تمہیں روس سے باہر ایسی کامیابیاں حاصل ہوتی رہیں اور اس طرح ہماری ملاقاتیں ہوتی رہیں۔"

"میں الپا کیس کے سلسلے میں پہلی بار روس سے باہر آئی ہوں' پولینڈ کے شہر وارسا میں ہوں۔ آج سے تم نے میرے لئے اور زیادہ راہیں ہموار کردی ہیں پھر آؤں گی۔"

وہ پارس کے دماغ سے نکل کر ایک فوجی کیپٹن کے دماغ میں پہنچی وہاں ماسک مین اور فوجی افسران اس کے منتظر تھے۔ اس نے کہا "میں روز میری کیپٹن میتا کل کی زبان سے بول رہی ہوں۔"

سب سیدھے ہوکر بیٹھ گئے۔ اس نے کہا "آپ سب کو بہت بڑی کامیابی مبارک ہو' الپا یہاں آرہی ہے۔"

سب خوش ہوکر تالیاں بجانے لگے۔ فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا "تم مبارک باد کی حقدار ہو' تمہاری ذہانت سے ہم نے پہلی بار فرہاد کی فیملی کے مقابلے میں کامیابی حاصل کی ہے۔"

ماسک مین نے کہا "اور کامیابی کوئی معمولی نہیں ہے' ہمارے ملک میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی کا اضافہ ہورہا ہے۔"

جوجو نے کہا "جب تک الپا یہاں نہ پہنچے گی مجھے اطمینان نہیں ہوگا۔ میں اس کے پاس جارہی ہوں اسے یہاں پہنچا کر دم لوں گی۔"

وہ دماغی طور پر اپنے بیڈ روم میں حاضر ہوگئی ابھی تک آئینے کے سامنے فرش پر پالتھی مارے بیٹھے ہوئے تھی۔ وہاں سے اٹھ کے اس نے انگڑائی لیتے ہوئے خود کو آئینے میں دیکھا ابھی کچھ

میں نہیں آیا کہ ایسی کون سی مسرتیں اندر بھر گئی ہیں جو انگڑائی کی صورت میں باہر نکل رہی ہیں فی الحال یہی سمجھ میں آیا کہ وہ بہت بڑی کامیابی کے باعث خوش ہورہی ہے۔

وہ بستر پر آکر گر پڑی چاروں شانے چت ہوکر چھت کو تکنے لگی اسے یاد آرہا تھا کہ اس نے پارس کو پہلی بار ویڈیو فلم رپورٹ میں دیکھا تھا اور اسے دیکھنے سے پہلے اس کا پورا ریکارڈ پڑھا تھا۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ ایک نوجوان بے پناہ صلاحیتوں کا مالک ہے اور سونیا کی طرح مکاریوں سے دشمنوں پر غالب آجاتا ہے۔ اس کی ہسٹری پڑھنے کے بعد ویڈیو رپورٹ اسکرین پر دیکھی' اسے چلتے پھرتے دوڑتے' اچھلتے کودتے' فضا میں قلابازیاں کھاتے' رسے پر چلتے اور ہاتھ کی سب سے چھوٹی انگلی کے ذریعے رسے سے لٹکتے اور بازی گری کے تماشے دکھاتے ہوئے دیکھا۔ یہ کمال کی انتہا تھی کہ وہ ایک چھوٹی سی انگلی پر جسم کا سارا بوجھ اٹھاتا تھا۔

جوجو کو ایسے ہی بہت سے حیرت انگیز کمالات یاد آرہے تھے اور آج تو پارس نے اسے بھی چکرا دیا تھا۔ اسے اپنا معمول اور تابعدار بنانے کی خوش فہمی ختم کردی تھی۔ وہ بہت خوش تھی کہ ایک ناقابلِ تسخیر نوجوان کو تسخیر کرلیا ہے۔ وہ مرد ہی کیا جو زیر ہوجائے' اس نے چونک کر تکیے کو ایک طرف پھینک دیا جیسے وہ زبردستی اوپر آگیا ہو۔ اسے یاد نہیں آرہا تھا کہ کب کسی کو سوچتے سوچتے اس نے تکیے کو اپنی بانہوں میں بلا لیا تھا۔

وہ بستر پر اٹھ کر بیٹھ گئی۔ ہوش مندی سے سوچنے پر سمجھ میں آیا کہ وہ بے خیالی میں پارس کو اپنے لئے مانگ رہی تھی' وہ اٹھ کر پنجوں کے بل اچھلنے لگی ایسے احمقانہ خیالات دل سے نکالنے لگی۔ وہ اپنی دانست میں پارس کو الو بنا کر الپا کو لا رہی تھی۔ یہ درست ہے کہ وہ اپنی پچھلی زندگی کے بارے میں سچی باتیں معلوم کرنا چاہتی تھی۔ یہ بھی سمجھ رہی تھی کہ ماسک مین اور فوجی افسران اس کی حقیقت اسے نہیں بتا رہے تھے۔ دوسری طرف وہ آرمر اور پارس کی باتوں پر بھی یقین نہیں کرنا چاہتی تھی کیونکہ یہ ماسک مین کی مخالف پارٹی کے لوگ تھے' ایک لڑکی کو بہکانے کے لئے یہ بھی جھوٹ کہہ سکتے تھے اس لئے جوجو نے صرف الپا کو حاصل کرنے کے لئے پارس سے لگاوٹ کا اظہار کیا تھا' اس سے دل لگانے کا کوئی ارادہ نہیں تھا اب یہ خطرہ پیدا ہوگیا تھا کہ دل لگایا نہیں جاتا خود ہی لگ جاتا ہے۔

وہ دیر تک پنجوں کے بل اچھلتی رہی اور پسینہ پسینہ ہوتی رہی یہ بات اب بھی اس کی سمجھ میں نہیں آرہی تھی کہ پسینہ اسے نہیں آرہا ہے' محبت کو آرہا ہے۔

☆○☆

ہم پیرس آگئے۔ میرے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ میں نے زندگی میں بڑے بڑے زخم کھائے ہیں' یہ سر کا زخم کچھ بھی نہ تھا لیکن خواہ مخواہ تکلیف کا اظہار کررہا تھا تاکہ لیلیٰ میری تکلیف سے بے چین ہوکر آجائے۔ وہ پیرس میں تھی' کیسے نہ آتی اس نے خیال خوانی کے ذریعے کہا "آپ بستر سے نہ اٹھیں' تکلیف بڑھ جائے گی آرام کریں۔"

میں نے تکلیف سے کراہتے ہوئے کہا "پارس اپنے کاٹیج میں جانے والا ہے۔ یہاں میں تنہا رہ جاؤں گا۔ سوچتا ہوں کس طرح بستر سے اٹھ کر باتھ روم جاؤں گا' کافی کیسے تیار کروں گا' کھانا ہوٹل سے منگواؤں گا مگر وہ میز پر آتے آتے ٹھنڈا ہوجائے گا۔"

"آپ کسی بات کی فکر نہ کریں' میں ابھی آتی ہوں۔ آپ کے سارے کام ہوجائیں گے۔"

وہ دماغ سے چلی گئی اب میری نگاہوں کے سامنے آنے والی تھی۔ میں مسکرانے لگا۔ پتا نہیں وہ کیسی ہوگی۔ میں پہلی بار اسے دیکھنے والا تھا اور دیکھنے سے پہلے خوشی سے مسکرا رہا تھا۔ جی چاہتا تھا اس کے دماغ میں جا کر دیکھوں وہ میرے پاس آنے کی کیسی تیاریاں کررہی ہے مگر وہ ایسے وقت دماغ میں جانے سے شرما جاتی' ویسے سر کے زخم کے باعث میں ابھی خیال خوانی کرنے کے قابل نہیں تھا بس اندازہ کررہا تھا کہ وہ خوب بن سنور کر آئے گی۔

میرا اندازہ غلط نکلا۔ جب وہ سامنے آئی تو میں اسے حیرانی سے دیکھتا رہ گیا۔ اس نے معمولی سا لباس پہنا تھا' چہرے پر کوئی میک اپ نہیں تھا کوئی سنگھار نہیں تھا۔ اس نے بدن کی آرائش کے لئے کوئی زیور نہیں پہنا تھا۔ اس کی زلفیں بکھری ہوئی تھیں' وہ کوئی مقابلۂ حسن میں جانے والی عورت نہیں تھی۔ اس کے سینے میں محبت کرنے والا دل تھا وہ جس حالت میں تھی اسی حالت میں دوڑتی چلی آئی تھی۔ وہ اپنے مرد کی نظروں سے حسن و شباب کی سند لینے نہیں آئی تھی محض خدمت کے جذبے سے آئی تھی۔

میری زندگی میں کتنی محبت کرنے والی عورتیں آئیں' ایک میں ہی ناشکرا ہوں۔ میں نے سب ہی کی قدر کی لیکن کسی کے ساتھ عمر نہیں گزاری۔ اس بار میں نے عہد کیا کہ میں مقدر سے' اپنے ستاروں سے اور اپنے ہاتھ کی لکیروں سے لڑتا رہوں گا' مگر لیلیٰ کا ہاتھ کبھی نہیں چھوڑوں گا۔ اس نے آتے ہی گھر کی صفائی شروع کی میں نے کہا "یہاں ٹیلی فون لاؤ' میں کسی افسر کو فون کرتا ہوں' یہاں ملازموں کی لائن لگ جائے گی۔"

"میں بچپن سے اپنا کام خود کرتی آئی ہوں۔ جب تک میں یہاں ہوں یہاں کوئی ملازم نہیں آئے گا۔"

پھر اس نے کچن کا کام سنبھال لیا' پہلے ایک پیالی کافی بنا کر لے آئی۔ اسی وقت دروازے پر کسی نے دستک دی' لیلیٰ نے جا کر دیکھا پارس کھڑا ہوا تھا۔ لیلیٰ نے مسکرا کر کہا "میں نے تمہاری تصویر دیکھی ہے' تم پارس ہو۔"

وہ اندر آکر اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولا "میں نے کبھی آپ کی تصویر نہیں دیکھی مگر یقین سے کہتا ہوں آپ میری لیلیٰ آنٹی ہیں۔"

وہ ہنسنے لگی' پارس نے جھک کر پیار کیا۔ پھر بلند آواز سے کہا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"پاپا! میں نے آنٹی کو پیار کیا ہے' یہ تو میرے تصور سے بھی زیادہ سوئٹ ہیں۔"

لیلیٰ شرما کر جانے لگی۔ پارس نے اس کا ہاتھ پکڑ کر روک لیا پھر کہا "میں پاپا کے لئے کچھ ضروری سامان لینے گیا تھا وہ سامان برآمدے میں رکھا ہے۔"

اس نے جیب سے چابیاں نکال کر کہا "اگر آپ کی ساس ہوتی تو یہ فرض ادا کرتی' اب میں ہی کہہ رہا ہوں۔ بہو یہ گھر کی چابیاں سنبھال لو اب یہ کاٹیج اور میرا بچہ تمہارے حوالے ہے۔"

یہ کہتے ہی اس نے چابیاں لیلیٰ کی ہتھیلی پر رکھیں پھر وہاں سے پلٹ کر تیزی سے باہر چلا گیا۔ لیلیٰ اسے دیکھتی اور سوچتی رہ گئی کہ کمبخت کیا کہہ گیا ہے۔

وہ کمبخت کار اسٹارٹ کر کے جا رہا تھا لیلیٰ نے اس کے دماغ میں کوڈ ورڈز ادا کئے پھر کہا "تم شرارتوں سے باز نہیں آؤ گے' تمہاری ان حرکتوں کی وجہ سے میں ضروری کام بھول جاتی ہوں۔"

"یعنی آپ کا دماغ حاضر نہیں رہتا۔ خیال کسی طرف لگا رہتا ہے؟"

"میں تم سے ہار مانتی ہوں' باتیں نہ بناؤ کام کی بات سنو۔ سسٹر نے جزیرہ کونو میں جن چار خیال خوانی کرنے والوں کو ٹریپ کیا تھا انہیں لندن پہنچا دیا گیا ہے۔ ان چاروں کی نگرانی کے لئے کرنل وال برگ اپنی بیٹی جورا جوری اور ہونے والے داماد مکی میتھو کے ساتھ لندن میں ہے۔ سسٹر نے سلمان کے ذریعے کہلایا تھا کہ مجھے اور تمہارے پاپا کو وہاں جا کر رہنا چاہئے۔ میں نے تنویمی عمل کے ذریعے ان خیال خوانی کرنے والے جوانوں کو اپنا معمول اور تابعدار بنایا ہے۔ تم ان سے دوستی کر کے انہیں ہمارے ادارے کا وفادار بناؤ گے۔ تمہارے پاپا زخمی ہیں جیسے ہی زخم بھرے گا میں ان کے ساتھ لندن آ کر اپنا کام سنبھال لوں گی' کیا تم لندن جا رہے ہو؟"

"جانا ہی ہو گا کسی کے رنگ میں بھنگ ڈالنا گناہ سمجھتا ہوں۔"

"توبہ ہے! تم سے تو خدا ہی سمجھے' میں جا رہی ہوں۔"

وہ اس کے دماغ سے چلی گئی۔ پارس اسی شام لندن چلا گیا اب یہ شہر میدان جنگ بننے والا تھا کیونکہ ایک محاذ کرنل وال برگ کا تھا جو اپنے چھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو وہاں اس لئے لایا تھا کہ کسی دشمن کو ان کی منتقلی کا علم نہ ہو گا لیکن وہاں تین محاذ اور کھل رہے تھے ایک تو پارس پہنچ گیا تھا دوسرے پاسکل نے الپا کے چور خیالات پڑھ کر کرائنا فیشر کے متعلق معلوم کیا تھا جس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے محبوب کا نام جوڈی نارمن تھا۔

پاسکل نے ایک عامل کی حیثیت سے الپا کو حکم دیا کہ وہ کرائنا فیشر کے دماغ میں جائے پھر وہ بھی الپا کے ذریعے کرائنا فیشر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کے خیالات پڑھ کر پتا چلا وہ جوڈی نارمن کے ساتھ لندن میں ہے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والا جوڈی نارمن آزادی سے کسی شہر میں رہائش اختیار کرے' اس سے زیادہ اچھی خبر اور کوئی نہیں ہو سکتی تھی۔ ماسک مین نے جوجو سے کہا "روز میری! ہمیں تمہاری ذہانت اور صلاحیتوں پر پورا بھروسا ہے' تم لندن جا کر جوڈی نارمن کو ٹریپ کرو۔"

جوجو کو لندن جانے کی خوشی ہوتی کیونکہ وہ روس کے باہر وسیع دنیا کو دیکھنا چاہتی تھی لیکن یہ سوچ کھٹک گئی کہ پارس قریب ہی فرانس میں ہے۔ اسے بھی جوڈی نارمن کی بھنک ملے گی اور وہ لندن آئے گا تو کہیں نہ کہیں سامنا ہو گا اور وہ سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی۔ پتا نہیں کیوں دل گھبراتا تھا' وہ سامنا کرنے کے خیال سے پریشان ہو جاتی تھی۔ کسی دلی یا جذباتی لگاؤ سے انکار تھا اس کا دعویٰ تھا کہ وہ ایسی حماقت کبھی نہیں کرے گی ایسا دعویٰ کرنے کے باعث اسے اپنی گھبراہٹ سمجھ میں نہیں آتی تھی۔

اس نے ماسک مین سے کہا "میں اپنے طریق کار کے مطابق ابھی لندن نہیں جاؤں گی۔ آپ اپنے جاسوس روانہ کریں' میں ان کے دماغوں میں رہ کر جوڈی نارمن کو ٹریپ کروں گی' اگر کبھی جانا ضروری ہو گا تو چلی جاؤں گی۔"

ماسک مین نے اپنے جاسوس روانہ کر دیئے تھے۔ اس کے بعد ایک اور پارٹی تھی جو لندن میں اپنا محاذ بنا چکی تھی اور وہ تھی شلپا۔

شلپا کا ذکر ہو چکا ہے۔ وہ جنرل کی داشتہ تھی اور داشتہ بننے پر اس لئے آمادہ ہوئی کہ جنرل نے اسے ٹرانز نارمر مشین سے گزارنے کا انتظام کر دیا تھا۔ وہ دل ہی دل میں جنرل سے نفرت کرتی تھی بظاہر محبت کی مٹھاس پیش کر کے اندر ہی اندر اس کی جڑیں کاٹ رہی تھی۔ ملک کے اہم راز معلوم کرتی رہتی تھی۔ اس نے ایسی معلومات حاصل کر کے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے ڈی بورین کو اپنا معمول اور تابعدار بنا لیا تھا۔

پھر اس نے جنرل کو پیار سے بہلا پھسلا کر معلوم کیا کہ چھ ٹیلی پیتھی جاننے والے کرنل کی نگرانی میں لندن بھیجے جا رہے ہیں۔ اس نے جنرل سے دو ہفتے کی چھٹی لی' اسے بتایا کہ وہ اپنی ایک بہن سے ملنے جرمنی جا رہی ہے پھر وہ لندن پہنچ گئی۔ سلمان اس کی مصروفیات کو سمجھ رہا تھا۔ جنرل کے دماغ میں چپکے سے جانے کے بعد بہت سی معلومات حاصل ہو جاتی تھیں۔

چھ خیال خوانی کرنے والوں نے مختلف علاقوں میں رہائش اختیار کی تھی۔ شلپا کو ان کے ٹھکانوں کا علم نہیں تھا' وہ صرف کرنل وال برگ کا پتا جانتی تھی اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ کرنل اور اس کی بیٹی جورا جوری کو پھانس کر دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں تک پہنچے گی۔

اس نے لندن کے ایک پرانے طرز کے ہوٹل میں قیام کیا تھا۔ وہاں سے کرنل کی رہائش گاہ چند قدم کے فاصلے پر تھی۔ اس نے بنگلے کے احاطے میں جورا جوری اور مکی میتھو کو دیکھا تھا۔ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک دوسرے کو پہچانتے تھے کیونکہ ایک دوسرے کے سینٹروں میں تبادلے ہوتے رہتے تھے' اس نے خود کو چھپانے کے لئے میک اپ کے ذریعے چہرے کو تبدیل کیا تھا۔ پہلے اس نے سوچا تھا' بوڑھی عورت کے میک اپ میں رہے مگر دل نے یہ بات نہیں مانی۔ وہ حسین اور نوجوان تھی۔ بڑھاپا پسند نہیں تھا۔ جنرل جیسے بوڑھے کو برداشت کر لیتی تھی یہی بہت تھا۔ وہ آئینہ دیکھ کر کڑھتی تھی کہ اتنی شاندار جوانی کو کسی نوجوان کے عشق میں دھوم مچانا تھا۔ مگر ایک بوڑھے نے اسے دھم سے گرا دیا تھا۔ اب وہ نئی زندگی شروع کرنے کے لئے سوچ رہی تھی۔ رفتہ رفتہ خیال خوانی کرنے والوں کو ٹریپ کر کے ایک ناقابل شکست فوج بنانا چاہتی تھی۔ عشق کے معاملے میں دھوم نہ مچا سکی' بے شمار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ملکہ بن کر تہلکہ مچانا چاہتی تھی۔

وہ جانتی تھی کہ جورا جوری اور مکی میتھو کی منگنی ہو گئی ہے لیکن جورا جوری شادی نہیں کرنا چاہتی۔ وہ آزاد رہ کر ٹیلی پیتھی کی دنیا میں شہرت حاصل کرنا چاہتی تھی۔ اس لئے مکی میتھو سے بیزار رہتی تھی۔ مکی اس کا دیوانہ تھا۔ اسے حاصل کرنے کے لئے کرنل کی خوشامد کرتا رہتا تھا۔ شلپا نے منصوبہ بنایا کہ پہلے مکی میتھو کو پھانسے گی۔ اس کا خیال تھا جب وہ ایک لڑکی کا دیوانہ ہے تو میرا بھی دیوانہ ہو سکتا ہے' میں بھی حسین اور جوان ہوں۔

ایک صبح وہ کرنل سے بولی "میں تنہا تفریح کے لئے جاؤں گی۔"

مکی نے کہا "میں بھی چلوں گا۔ تم اکیلی بھٹک جاؤ گی۔"

وہ بولی "تم بھی یہاں اجنبی ہو' تم بھی بھٹک سکتے ہو۔ کیا ضروری ہے کہ سائے کی طرح میرے ساتھ رہو۔"

وہ تنہا چلی گئی۔ کرنل نے مکی سے کہا "تم کیسے ڈھیلے مرد ہو' میری بیٹی کا دل نہیں جیت سکتے؟"

"میری سمجھ میں نہیں آتا انکل! مجھے کیا کرنا چاہئے' جورا جوری تو ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے دیتی ہے۔"

"مکی! میں تم سے مایوس ہو رہا ہوں۔ اگر تم نے ایک ہفتہ کے اندر جورا جوری کو شادی کے لئے راضی نہ کیا تو میں منگنی توڑ دوں گا۔ میرے فیصلے کے بعد تمہیں جورا جوری کے قریب جانے کا بھی موقع نہیں ملے گا۔"

وہ پریشان ہو کر بنگلے سے باہر آیا۔ فٹ پاتھ پر چلتے ہوئے سوچنے لگا "اگر جورا جوری سے شادی نہ ہوئی تو بڑی انسلٹ ہو گی۔ اعلیٰ حکام' فوجی افسران اور اعلیٰ سوسائٹی کے معزز افراد ہماری منگنی اور شادی کی بات جانتے ہیں۔ اس سے پہلے کہ جورا جوری اعلانیہ شادی سے انکار کرے' اسے منا لینا چاہئے یا اس سے پہلے خود شادی سے انکار کر دینا چاہئے۔"

وہ چلتے چلتے رک گیا۔ ایک کار اس کے قریب آ کر رک گئی تھی۔ شلپا نے کھڑکی سے سر نکال کر مسکراتے ہوئے کہا "ہائے! تم تنہا کہیں جا رہے ہو۔ اتفاق سے میں بھی تنہا ہوں۔ آ جاؤ' میری کار میں اور میرے دل میں بہت جگہ ہے۔"

وہ دوسری طرف گھوم کر آیا پھر اس کی دوسری طرف والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ وہ کار آگے بڑھاتے ہوئے بولی "تم گہری سوچ میں سر جھکائے جا رہے تھے۔ کیا بہت پریشان ہو؟"

"آدمی جب تک سانس لیتا رہتا ہے پریشانیاں آتی جاتی رہتی ہیں۔"

"فلسفہ نہ بولو۔ پریشانی بتاؤ۔"

"یہ میرا ذاتی معاملہ ہے۔"

"نوجوانی میں ذاتی معاملہ محبت کا ہوا کرتا ہے۔"

"ٹھیک سمجھ رہی ہو۔"

"کیا دل ٹوٹ گیا ہے؟"

"تعجب ہے' تم نے کیسے سمجھ لیا؟"

"تمہارے چہرے پر بارہ بج رہے ہیں' صاف سمجھ میں آ رہا ہے کہ محبت کی بازی ہار رہے ہو۔"

"کیا تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو؟"

"تمہارے لئے ٹیلی پیتھی جاننا ضروری نہیں ہے۔ تمہیں محبت سے زیادہ اپنی عزت پیاری ہے۔ یہ میں تمہارے چہرے اور گفتگو سے سمجھ رہی ہوں کہ تم بہت بڑے عزت دار گھرانے سے تعلق رکھتے ہو۔ اگر کسی لڑکی نے تمہیں ٹھکرا دیا تو سوسائٹی میں بڑی سبکی ہو گی۔"

وہ بولا "تم بہت اچھی ہو۔ میرے دل کی باتیں کر کے ایک انجانا سا بوجھ کم کر رہی ہو۔"

وہ بولی "دراصل ایسے وقت ایک ہمدرد اور محبت کرنے والے کی ضرورت ہوتی ہے۔ میری ہمدردی تمہیں اچھی لگ رہی ہے۔ کیا میری محبت اچھی لگے گی؟"

مکی نے اسے چونک کر دیکھا۔ بیشک وہ حسین تھی' نوجوان تھی۔ وہ اونچی سوسائٹی میں اس کا ہاتھ پکڑ کر فخر سے کہہ سکتا تھا کہ یہ میری ہے۔ لیکن وہ اتنی جلدی اپنی پٹڑی نہیں بدل سکتا تھا۔ اس کا پاگل پن کہتا تھا کہ جورا جوری جلد ہی اس کے بازوؤں میں آ جائے گی۔

شلپا نے کہا "تم یہ سوچو گے کہ اس لڑکی کی وجہ سے سوسائٹی میں تمہاری عزت بنی رہے گی تو یہ شرم کی بات ہے کیونکہ مرد خود اپنی عزت بناتا اور بگاڑتا ہے۔"

"تمہاری باتیں دل کو لگتی ہیں۔ پلیز یہ بتاؤ' مجھے کیا کرنا چاہئے۔"

"تم اس لڑکی کو کب سے چاہتے ہو؟"

"ویسے تو وہ مجھے اسکول لائف سے اچھی لگتی تھی۔ لیکن منگنی کے بعد اس کے لئے شدید چاہت پیدا ہو گئی۔"

"یعنی محبت منگنی کے بعد ہوئی ہے؟"

"ہاں' یہی کوئی ایک برس پہلے۔"

"جو لڑکی ایک برس کے تین سو پینسٹھ دنوں میں تمہاری نہ ہوئی' وہ اب کیا تمہاری ہو گی؟ ذرا عقل سے کام لو۔ اس سے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

پہلے کہ وہ تمہاری محبت کو ٹھکرائے اور سوسائٹی میں تمہاری عزت کا خیال نہ کر کے منگنی توڑنے کا اعلان کرے، تم اسے ٹھکرا کر فوراً ہی کسی دوسری لڑکی سے شادی کا اعلان کردو۔ اس طرح اس کی سبکی ہوگی اور تمہاری عزت رہ جائے گی۔"

"مجھے ایسا ہی کوئی قدم اٹھانا چاہئے لیکن مجھے ایک ہفتے کے اندر کسی لڑکی کو پسند کرنا ہوگا اور یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ وہ مجھے پسند کرے گی یا نہیں؟"

"تم اتنے خوبرو اور اسمارٹ ہو کہ لڑکیاں تم پر مرتی ہوں گی اور تمہیں خبر نہیں ہوتی۔ میں یہ مسئلہ حل کردوں گی۔ آج رات کا کھانا میرے ساتھ کھاؤ؟"

"مجھے خوشی ہوگی۔ تم کہاں رہتی ہو؟"

"ہوٹل ویسٹ بیوری۔ روم نمبر ٹو تھری ون۔"

"یہ ہوٹل تو نیو بانڈ اسٹریٹ میں ہے۔ ہمارا بنگلا اسی طرف ہے۔ میں ضرور آؤں گا۔ بس مجھے یہاں اتار دو۔"

شلپا نے گاڑی روک کر دی۔ دونوں نے مسکرا کر رخصتی کا مصافحہ کیا۔ اس کے جانے کے بعد ٹکی میتھو نے سر کھجاتے ہوئے سوچا "میں یہاں کیوں اتر گیا؟"

دراصل میں نے اسے اتارا تھا۔ وہ میرا معمول تھا۔ میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرسکتا تھا۔ وہ میری مرضی کے مطابق ایک ٹیکسی میں بیٹھ گیا پھر ڈرائیور کو بے فیرا سٹریٹ چلنے کے لئے کہا۔ وہاں ایک ہوٹل میں پارس اس کا منتظر تھا۔ ٹکی اس کمرے میں پہنچا تو اسے دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ کیونکہ پارس اس کا ہم شکل بن کر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ حیران ہو کر بولا "تم کون ہو؟"

پارس نے کہا "میرا نام ٹکی میتھو ہے۔"

"ٹکی میتھو میں ہوں۔"

"نہیں۔ تم پارس ہو۔ یہ میرا میک اپ مین میرے پاسپورٹ کی مطابق تمہیں پارس بنائے گا۔ تم شام کی فلائٹ سے پیرس جاؤ گے۔"

وہ اعتراض کرنا چاہتا تھا۔ میں نے حکم دیا "بحث نہ کرو میں تمہارا عامل ہوں، اپنا حلیہ بدلو۔ اسی ہوٹل میں رہو شام کی فلائٹ میں تمہاری سیٹ ہو چکی ہے۔ میں پیرس کے ائرپورٹ پر تمہارا انتظار کروں گا۔"

وہ سحرزدہ ہو کر میرے حکم کی تعمیل کرنے لگا۔ میں نے اور لیلیٰ نے پارس کو ٹکی کی ایک ایک عادت اور گفتگو کرنے کا انداز بتا دیا تھا۔ وہ ٹکی کو وہاں چھوڑ کر ہوٹل سے باہر آگیا۔

ہم نے اسے بتا دیا تھا کہ جورا جوری کہاں ہے۔ وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر پرنس البرٹ روڈ پہنچا پھر وہاں سے ریجنٹ پارک آگیا۔ وہ پارک حد نظر سے بھی آگے تک پھیلا ہوا تھا۔ وہاں کسی کو تلاش کرنا آسان نہیں تھا لیکن میں اسے جورا جوری تک پہنچا کر اس کے دماغ سے چلا آیا۔

وہ ایک مصنوعی جھیل کی ریلنگ سے لگی پانی میں تیرتی ہوئی بطخوں کو دیکھ رہی تھی۔ پارس نے دور سے ایک چھوٹا سا پتھ
بطخیں پانی پر دوڑنے بھاگنے لگیں۔ جورا جوری نے غصے
پلٹ کر پتھر پھینکنے والے کو دیکھا پھر ٹکی کو دیکھ کر حیرانی سے بو
"تمہیں کیسے پتا چلا، میں یہاں ہوں؟"

"دل کو دل سے راہ ہوتی ہے۔ دو دھڑکتے ہوئے دل
دوسرے کے لئے مقناطیسی کشش رکھتے ہیں۔ وہ کشش مجھے
لے آئی ہے۔"

"مگر میرا دل تمہارے لئے نہیں دھڑکتا ہے۔ یہ با
کتنی بار کہوں؟"

"ایک بار اور کہہ دو۔"

"میں تم محبت نہیں کرتی ہوں۔"

"اور ایک بار کہہ دو۔"

"مجھے تم سے محبت نہیں ہے۔ نہیں ہے۔ نہیں ہے۔"

"تمہاری زبان سے انکار کتنا اچھا لگتا ہے۔ ہونے وا
کا اس سے بڑا احسان کیا ہوسکتا ہے کہ وہ ہونے سے پہلے
کردے۔"

"اب تو تمہیں یقین ہوگیا ہے؟"

"نہیں ہوا۔ جب تم انکار کرتی ہو تو یوں لگتا ہے مجھے
کر پچھتا رہی ہو۔"

"تم میرا پیچھا کس طرح چھوڑو گے؟"

"تم میری محبت کو آزما کر دیکھو، میں تمہارے لئے ج
بازی لگا سکتا ہوں۔"

اس نے بیزار ہو کر جھیل کی طرف دیکھا پھر پوچھا "
میں چھلانگ لگا سکتے ہو؟"

"یہ کون سی بڑی بات ہے۔"

"بڑی بات یہ ہوگی کہ تمہیں تیرنا نہیں ہوگا۔ پانی
پاؤں مارے بغیر تم دوسرے کنارے تک جاؤ گے۔"

"یہ تو مجھے مار ڈالنے کی پلاننگ ہے؟"

"بس! ہوا نکل گئی محبت کے غبارے سے؟"

"چیلنج نہ کرو۔ میں محبت کی خاطر پانی پر ہاتھ پاؤں مار
دوسرے کنارے جاؤں گا، تم زبان دو کہ میں دوسرے کنا
زندہ نکل آؤں تو شادی کروگی۔"

"ہاں، تم زندہ رہے تو تم سے شادی کروں گی۔"

وہ ریلنگ پر چڑھ گیا جورا جوری نے ہنستے ہوئے کہا "
پاگل نہیں ہو۔ ایسی احمقانہ شرط پر چھلانگ نہیں لگاؤ گے۔"

اس نے چھلانگ لگا دی۔ وہ پہلے تو حیران ہوئی پھر م
لگی کیونکہ چھلانگ لگانا کوئی بڑی بات نہیں تھی لیکن ہا
چلائے بغیر وہ پانی میں ایک انچ بھی آگے نہیں بڑھ سکتا تھا
نے دیکھا وہ پانی پر اوندھا ہوگیا تھا اس نے اپنے دونوں
ہاتھ پاؤں نہیں ہلائے جس کے نتیجے میں ڈوبتا چلا گیا۔

وہ بلند آواز سے بولی "کتنی دیر تک ڈوبے رہو

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

پاؤں مارنے ہوں گے یا واپس آنا ہوگا۔"

اسے کوئی جواب نہ ملا۔ پانچ منٹ پھر دس منٹ گزر گئے اسے معلوم تھا کہ مِلی میتھو دس منٹ تک سانس روک لیتا ہے لیکن پندرہ بیس منٹ گزرنے لگے۔ وہ گھبرا کر دیکھ رہی تھی۔ جھیل کی سطح برابر ہو گئی تھی۔ وہ دور دور تک کہیں ابھرتا ہوا دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ وہ آوازیں دینے لگی "مِلی! مِلی! تم کہاں ہو مِلی! واپس آجاؤ میں اپنی شرط واپس لیتی ہوں۔"

جب وہ پانی سے ابھر نہیں رہا تو جواب کیسے دیتا۔ وہاں لوگوں کی بھیڑ لگ گئی تھی۔ وہ انہیں بتا رہی تھی کہ ایک نوجوان ڈوب گیا ہے۔ کتنے ہی آدمی دفتر کی طرف دوڑتے ہوئے گئے تاکہ پارک کی انتظامیہ کو اطلاع دیں۔ اس نے اپنے باپ کرنل کے دماغ میں پہنچ کر کوڈ ورڈز ادا کئے پھر کہا "ڈیڈی! وہ ڈوب گیا ہے۔"

"کون ڈوب گیا ہے؟ پوری بات کرو۔"

"وہ..... مِلی میتھو نے جھیل میں چھلانگ لگا دی تھی۔"

"اسے تیرنا آتا ہے۔"

"ہاں مگر میں نے شرط لگائی تھی کہ وہ ہاتھ پاؤں مارے بغیر دوسرے کنارے پہنچ جائے گا تو میں اس سے شادی کروں گی۔"

"نونان سنس! تم نے ایک احمقانہ شرط لگائی اور وہ احمق اس پر عمل کرتے ہوئے ڈوب گیا۔ یہ کیا بکواس ہے؟"

"یہ بکواس نہیں ڈیڈی! یہاں جھیل کے کنارے بھیڑ لگ گئی ہے۔ انتظامیہ کے لوگ آگئے ہیں۔ منی موٹر بوٹس میں بیٹھ کر جال پھینکنے جا رہے۔ دو غوطہ خوروں نے بھی چھلانگ لگائی ہے۔ اب کیا ہو گا ڈیڈی؟"

"تمہارا سر ہوگا۔ اگر وہ جھیل سے واپس نہ نکلا تو تمہاری حماقت کے باعث ہم ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے سے محروم ہو جائیں گے۔"

وہ روتے ہوئے بولی "جہنم میں جائے ٹیلی پیتھی۔ وہ جیسا بھی تھا' احمق تھا' میں اس کی قدر نہیں کرتی تھی۔ اس کے باوجود وہ ایک اچھا اور سچا انسان تھا۔ میری وجہ سے اس کی جان جائے گی تو میرا ضمیر مجھے بہت رلائے گا۔"

"دیکھو بیٹی! آنسو پونچھو۔ عقل سے کام لو۔ کسی کے سامنے اعتراف نہ کرو کہ تم نے کوئی احمقانہ شرط لگائی تھی اور وہ دیوانہ کود پڑا تھا۔ اگر وہ مر چکا ہے تو اس کا الزام تم پر نہیں آنا چاہئے۔ ورنہ جنرل کا اعتماد مجھ پر سے اٹھ جائے گا۔"

وہ آنسو پونچھتے ہوئے دور تک جھیل کو دیکھ رہی تھی۔ جھیل کا دوسرا سرا نظر نہیں آرہا تھا کیونکہ وہ دوسری طرف مڑ گئی تھی۔ موڑ کے دوسری طرف دو موٹر بوٹس اور تین غوطہ خور گئے تھے۔ اُدھر نظروں کے سامنے بھی دو موٹر بوٹ والے بہت بڑے جال کے دو سرے پکڑے ہوئے جا رہے تھے۔ جال پانی میں ڈوبا ہوا تھا اور یقین تھا کہ مِلی کی لاش جال میں پھنس کر باہر آجائے گی۔

تقریباً دو گھنٹے کی محنت کے بعد جال میں مچھلیاں کیکڑے اور مینڈک آئے مگر مِلی نہیں آیا۔ جھیل کی دوسری طرف سے غوطہ خوروں نے آکر کہا "مس! یہاں کوئی نہیں ڈوبا ہے۔ تم ہی شور مچا رہی تھیں۔"

وہ قسمیں کھا کر بولی "میرا ساتھی ڈوب گیا ہے۔"

کئی عورتوں اور مردوں نے تائید کی۔ انہوں نے بھی پارش جھیل میں چھلانگ لگاتے دیکھا تھا۔ سب حیران تھے کہ لاش نہیں ہوئی تھی۔ ایک بوڑھی نے کہا "ارے یہ آدم خور جھیل ہے۔ سال میں ایک بار ضرور کوئی ڈوبتا ہے پھر ڈوبنے والے کی لاش کسی کو نہیں ملتی۔"

پارک کے ایک انچارج افسر نے ناگواری سے کہا "آپ یہاں آنے والوں کو دہشت زدہ کر رہی ہیں۔ ہمارے پارک اور جھیل کو بدنام کر رہی ہیں۔"

ایک عورت نے کہا "تمہارے لئے بدنامی ہے' ہمارے لئے دہشت ہے۔ اگر ہمیں خوفزدہ نہیں ہونا چاہئے اور اس جھیل سے لاش غائب نہیں ہوتی ہے تو پھر اس بیچارے کی لاش نکالو۔"

وہاں بحث شروع ہو گئی تھی۔ انتظامیہ کے لوگ کہہ رہے تھے کوئی نہیں ڈوبا اور چشم دید گواہ کہہ رہے تھے کہ ایک ڈوب چکا ہے۔ پولیس افسران نے وہاں آکر اپنے سامنے جال ڈالنے کو کہا۔ غوطہ خور پھر گئے۔ یوں صبح سے دوپہر ہونے لگی جھیل کی گہرائی میں جا کر دو غوطہ خور ایک انسانی ہڈیوں کا ڈھانچا اٹھا کر لائے۔ اسے دیکھتے ہی عورتیں چیخنے لگیں۔ اخبار رپورٹرز اور فوٹو گرافر پہنچ گئے تھے۔ دوسرے دن کے اخبار کے لئے دھماکا خیز تصویریں اور خبریں تیار ہونے لگیں جوری گم صم ہو کر دیدے پھیلائے ڈھانچے کو دیکھ رہی تھی سوچ رہی تھی "کیا آبی مخلوقات نے اتنی جلدی سارا گوشت کھا لیا اور ڈھانچا چھوڑ دیا؟"

اس نے خیال خوانی کے ذریعے یہ سوال کرنل سے کیا تو وہ ڈانٹ کر بولا "تمہارا دماغ چل گیا ہے مِلی یہاں میرے پاس آیا ہوا ہے۔ چلی آؤ۔"

"کیا؟" اس نے حیرت سے چیخ کر ڈھانچے کی طرف دیکھا پھر دوڑتی ہوئی پارکنگ ایریا کی طرف جانے لگی۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا۔ اس نے اپنی آنکھوں سے مِلی (پارس) کو ڈوبتے دیکھا تھا۔ پھر اسے کہیں سے ابھرتے نہیں دیکھا تھا۔ ان حالات میں یوں لگ رہا تھا جیسے اس کی روح اپنا ڈھانچا جھیل میں چھوڑ کر کرنل کے پاس چلی گئی ہو۔

جب وہ بنگلے پر پہنچی تو مِلی ایک صوفے پر بیٹھا کافی پی رہا تھا۔ اس نے حیرانی سے پوچھا "تم زندہ ہو؟"

"ہاں' میں شادی کی شرط جیت گیا ہوں۔"

"بکواس مت کرو۔ تم جھیل کے دوسرے کنارے نہیں گئے تھے۔"

"گیا تھا۔ تم نے کہا تھا پانی پر ہاتھ پاؤں نہ مارنا۔ میں پانی کے اندر ہاتھ پاؤں چلاتا ہوا گیا تھا۔ تمہیں دوسرے کنارے پر آکر دیکھنا چاہئے تھا۔"

"میں وہاں ڈھونڈ رہی تھی۔ تم تو آسکتے تھے۔"

"لوگوں کے سامنے کیسے آتا۔ پتلون پھٹ گئی تھی۔ ایک ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر چھپ کر یہاں تک آیا ہوں۔"

کرنل نے ہنستے ہوئے کہا "یہ آدھا ننگا آیا تھا۔ کچھ بھی ہو اس نے شرط جیت لی ہے۔ اب شادی ضرور ہوگی۔"

"او نو ڈیڈی! وہ احمقانہ شرط تھی۔"

"احمقانہ نہیں' خطرناک تھی۔ کوئی احمق ہوتا تو ڈوب جاتا۔ یہ اپنی ذہانت سے پار ہو کر آیا ہے۔ میں اصولوں کا پابند ہوں۔ اب تم انکار نہیں کرو گی شادی کرو گی۔ ضرور کرو گی۔"

وہ غصے سے پاؤں پٹختی ہوئی بیڈ روم میں چلی گئی۔ کرنل ایک تو اپنے اصولوں پر سختی سے عمل کرتا تھا۔ دوسرے وہ چاہتا تھا کہ بیٹی کی طرح داماد بھی ٹیلی پیتھی جانتا ہو' اس طرح فوج سے ریٹائر ہونے کے بعد بھی ملک میں اس کی دھاک جمی رہے گی۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھتے بولا "مِلی! میں ذرا باہر جا رہا ہوں۔ مجھے خوشی ہے کہ تم نے میری بیٹی کو جیت لیا ہے۔ میری دیرینہ خواہش پوری ہو گئی۔ میرے خاندان میں ٹیلی پیتھی جاننے والے کا اضافہ ہوگا۔"

"جی ہاں انکل! میں بھی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا اضافہ کرنے آیا ہوں۔"

وہ کچھ نہ سمجھتے ہوئے بولا "تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"یہی کہ آپ کے ہاں میرا اضافہ ہوگا تو میرے ہاں جورا جوری کا اضافہ ہو جائے گا۔"

"بیٹک بیٹک" وہ مسکراتا ہوا باہر چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد جورا جوری نے اپنی خوابگاہ کا دروازہ کھول کر پوچھا "ڈیڈی کہاں ہیں؟"

"وہ ہمیں شادی کی ریہرسل کے لئے چھوڑ گئے ہیں۔"

"وہ جلدی تو نہیں آئیں گے؟"

"تم کہو تو انہیں آنے کے قابل ہی نہ چھوڑوں۔"

"کیا بکتے ہو' ادھر آؤ۔"

"مسکرا کر بلاؤ۔"

وہ جبراً مسکراتے ہوئے بولی "آؤ میری جان کے دشمن!"

وہ خوابگاہ میں آگیا' وہ بستر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی۔ "بیٹھو۔"

وہ شرمانے لگا۔ اس نے حیرانی سے پوچھا "کیا ہوا؟"

اس نے شرماتے ہوئے پوچھا "بستر پر کیوں بلا رہی ہو؟"

"او گاڈ! تم آج سے پہلے ایسے نہ تھے۔ میں محسوس کر رہی ہوں' تمہارا انداز کچھ بدل گیا ہے۔"

"جھیل سے ڈوب کر نکلنے کے بعد میں بھی یہی محسوس کر رہا ہوں۔ کوہ قاف کے دامن میں ایک جھیل ہے۔ جس میں عورت ڈوبے تو مرد بن کر ابھرتی ہے۔ میں ابھر کر کچھ زیادہ ہی جوانمرد بن گیا ہوں۔"

"کیا تم مجھے بولنے کا موقع دو گے۔ میں نے یہاں تمہیں مُنہ دیکھنے کے لئے نہیں بلایا ہے۔"

"کیا بتی بجھا دو گی؟"

"مُنہ نہ دیکھنے کا یہی مطلب نہیں ہوتا۔ میں چاہتی ہوں ہمارے درمیان سمجھوتا ہو جائے۔ تم میری بات مان لو شادی نہ کرو تو ڈیڈی ضد نہیں کریں گے۔"

"میں نے شادی کرنے کے لئے جھیل میں چھلانگ لگائی ہے۔"

وہ گھونسا دکھا کر بولی "میں اپنی ٹیلی پیتھی کی صلاحیت کے ساتھ آزادانہ زندگی گزارنا چاہتی ہوں۔ شوہر اور بچے دردِ سر ہوتے ہیں۔ میں اپنے سر میں یہ درد کبھی پیدا نہیں کروں گی۔"

"کاش! تمہاری ماں نے بھی یہی سوچا ہوتا۔"

"مذاق نہ اڑاؤ۔ میری بات کو سمجھو' میں ڈیڈی کی عزت کرتی ہوں اس لئے ان کا رعب برداشت کر لیتی ہوں۔ مگر شادی نہیں کروں گی۔ یہ بغاوت کرنے کے لئے مجھے ماں باپ کو چھوڑ کر جانا ہوگا۔ اگر تم انکار کر دو تو بیٹی اپنے والدین سے الگ نہیں ہوگی۔"

"والدین ایک سے نہ سہی دوسرے سے شادی کراتے ہیں مگر بیٹی کی شادی ضرور کراتے ہیں۔ میرے انکار کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ تم شادی کر لو یا بغاوت کر لو۔ تمہارے پاس ٹیلی پیتھی کا زبردست ہتھیار ہے۔ ماں باپ کا لحاظ کیوں کرتی ہو' لڑکیاں گھر سے بھاگنے کے بعد معافیاں مانگتی ہیں تو والدین اپنی عزت کی خاطر معاف کر دیتے ہیں۔ ماں باپ بیٹیوں کے ہاتھوں بلیک میل ہوتے ہیں۔ تم بھی یہی کرو۔"

"مجھے طعنے نہ دو۔"

وہ اٹھ کر بولا "میں جا رہا ہوں۔ آج ایک رات یہاں رہوں گا۔ اگر تم نے مِلی میتھو سے شادی کا فیصلہ نہ کیا تو میں تمہیں بازاری لڑکی سمجھ کر سلوک کروں گا۔ کیونکہ عورت اپنی مرضی کے مطابق مرد بدلتے رہنے کے لئے آزادانہ زندگی گزارتی ہے۔"

وہ وہاں سے چلا آیا۔ میں نے صبح اسے بتایا تھا کہ جوڈی نارمن اپنی محبوبہ کرائنا فیشر کے ساتھ کہاں رہتا ہے۔ پارس نے کہا تھا وہ چار بجے تک وہاں جائے گا۔ میں نے چار بجے اس سے رابطہ کیا پھر بتایا "کرائنا پکاڈلی مارکیٹ میں ہے وہاں پہنچو۔ میں گائیڈ کر رہا ہوں۔"

وہ ٹیکسی میں بیٹھ کر پکاڈلی پہنچا۔ میں نے اسے فوراً فورآنری اینڈ وہیلر کی بہت بڑی دکان میں پہنچا دیا۔ کرائنا وہاں اپنے لئے لباس پسند کر رہی تھی۔ اس نے میری مرضی کے مطابق اپنا پرس ایک جگہ بے خیالی میں چھوڑ دیا۔ آگے بڑھ کر دوسری جگہ کپڑے پسند کرنے لگی۔ میں چاہتا تھا' پارس وہ پرس لے کر اسے واپس کرے۔ وہ اسے اٹھانے کے لئے گیا۔ اس سے پہلے ہی شلیا نے آکر اسے اٹھا لیا۔ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر چونک گئے۔ وہ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

مسکرا کر بولی "ہیلو تم کہاں ہو؟ کیا کر رہے ہو؟"

پارس نے جواباً مسکرا کر کہا "وہی جو تم کر رہی ہو۔ یہ پرس اس حسینہ کا ہے' جو آئینے کے سامنے ایک ریڈی میڈ لباس اٹھائے دیکھ رہی ہے۔"

شلپا نے کہا "میں جانتی ہوں' اور اسے واپس کرنے جا رہی ہوں۔"

وہ ادھر جانے لگی' میں نے کہا "بیٹے! یہ شلپا ہے۔ اس نے ملی کو آج رات کے کھانے پر اپنے ہوٹل میں بلایا ہے اور تم ملی ہو۔"

اسے معلوم تھا کہ ملی اور شلپا کے درمیان کس قسم کی گفتگو ہو چکی ہے۔ وہ شلپا کے قریب آیا۔ کرانکا پرس لے کر شلپا کا شکریہ ادا کر رہی تھی اور وہ کہہ رہی تھی۔

"شکریہ بعد میں ادا کرنا پہلے اپنا پرس چیک کرو۔ سارا سامان اور رقم وغیرہ محفوظ ہے یا نہیں؟"

"تم نے اتنی ایمانداری سے پرس واپس کیا ہے کیا میں شبہ کروں گی۔"

"شبے کی بات نہیں ہے۔ یہ پرس ایک جگہ رکھا ہوا تھا۔ شاید کسی لفنگے نے خالی کر دیا ہو۔"

وہ جلدی سے پرس کھول کر چیک کرنے لگی۔ شلپا نے پارس سے کہا "ہماری ملاقات اچھے وقت پر ہوئی۔ تمہاری کوئی مصروفیت نہ ہو تو ہم یہاں سے ہوٹل جائیں گے۔"

"میں تمہارے ساتھ ضرور چلوں گا۔ تم بہت ایماندار ہو اس پرس میں ہزاروں پونڈز ہیں اور تم نے اسے واپس کر دیا۔"

کرانکا نے مطمئن ہو کر پرس بند کرتے ہوئے کہا "آج کے دور میں کسی ایماندار سے ملاقات نہیں ہوتی۔ تم سے مل کر خوشی ہو رہی ہے۔ میرے ساتھ چائے پینا پسند کرو گی؟"

شلپا نے کہا "مجھے تمہارے ساتھ وقت گزار کر خوشی ہوگی مگر میں اپنے اس دوست ملی کو وقت دے چکی ہوں۔ پھر کبھی تم سے ملوں گی۔"

وہ پارس کے بازو میں بازو ڈال کر باہر آگئی۔ انہوں نے دو گھوڑوں کی ایک وکٹوریہ گاڑی کو روکا پھر اس میں بیٹھ کر جانے لگے۔ شلپا نے اسے دیکھ کر مسکراتے ہوئے پوچھا "تم کچھ زیادہ گہرے نہیں ہو؟"

پارس نے پوچھا "تمہاری اس بات کا مطلب کیا ہے؟"

"یہی کہ تم اس حسینہ کو پھانسنے کے لئے اس کا پرس اٹھا رہے تھے۔"

"میں تمہیں اپنے حالات بتا چکا ہوں۔ ایک حسینہ مجھے ٹھکرا رہی ہے۔ ایسے میں کسی دوسری کو پھانسنے کی حماقت نہیں کروں۔ دراصل تمہارے مشوروں نے مجھ میں حوصلہ پیدا کیا ہے۔ اس سے پہلے کہ وہ منگنی توڑنے کا اعلان کرے میں کسی دوسری لڑکی سے شادی کا اعلان کروں گا۔ لیکن..."

"کیوں رک گئے؟ لیکن کے بعد کہو۔"

"اس کے بعد یہ کہ میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ مسکرا کر بولی "یہ ہماری دوسری ملاقات ہے' سوچ سمجھ کر فیصلہ کرو۔"

"میں نے سوچ لیا ہے... سمجھ لیا ہے۔ تم پہلی ہی ملاقات میں میرے دل و دماغ پر چھا گئی ہو۔ پلیز ہاں کہہ دو۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "ہاں' تم نے بھی مجھے پہلی نظر میں جیت لیا ہے۔"

وہ ہنستے بولتے اور تفریح میں وقت گزارتے رہے۔ رات کے کھانے کے وقت وہ اپنے ہوٹل میں آئی۔ اس نے کھانے کا آرڈر دیا پھر اس کے ساتھ اپنے کمرے میں آگئی۔ وہاں اس سے پیار و محبت کی باتیں کرتی رہی۔ ملازم کمرے میں آیا پھر کھانے کا تمام سامان رکھ کر چلا گیا۔ وہ کھانے لگے۔ پارس کسی حد تک کھانے کے بعد اپنا سر پکڑ کر پریشان ہو کر بولا "میری طبیعت گھبرا رہی ہے۔ کمزوری محسوس ہو رہی ہے' پتا نہیں یہ کھانا کیسا ہے۔"

وہ مسکرا کر بولی "کھانا بہت لذیذ ہے۔ یہ ابھی میری قسمت بدل دے گا۔"

وہ نڈھال سا ہو کر صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر بولا "تمہاری بات سمجھ میں نہیں آ رہی۔ میری طبیعت خراب ہو رہی ہے۔ اور تم مسکرا رہی ہو۔"

"میں نے ایک دوا کے ذریعے تمہیں کمزور بنایا ہے۔ میتھو تم جو چہرہ دیکھ رہے ہو' یہ اصلی نہیں ہے۔ اصلی چہرہ تم پہچانتے ہو۔ میں شلپا ہوں۔ ہم ایک ہی ٹریننگ سینٹر میں رہ چکے ہیں۔"

پارس نے تعجب کا اظہار کیا "تم شلپا ہو۔ لیکن مجھ سے کیا دشمنی ہے؟"

"مجھے دنیا کے ہر مرد سے دشمنی ہے۔ میں تم سب کو غلام بناؤں گی۔ میں نے دکان میں جس حسینہ کا پرس واپس کیا تھا اس کے محبوب کا نام جوڈی نارمن ہے۔ وہ بھی ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ میں اس کی محبوبہ کے دماغ میں رہ کر اسے بھی اعصابی کمزوری کی دوا کھلاؤں گی۔ اس پر بھی تنویمی عمل کر کے اسے اپنا غلام بناؤں گی۔"

"تم کون سا کمال کرو گی۔ عورت تو ہپناٹزم اور ٹیلی پیتھی کے بغیر مرد کو تابعدار بنا لیتی ہے۔"

"اتنی کمزوری میں بھی چہک رہے ہو۔"

وہ قریب آئی پھر ہاتھ بڑھا کر بولی "آؤ میں سہارا دے کر بستر پر پہنچا دوں۔"

وہ ہاتھ تھام کر اٹھتے ہوئے بولا "کیا تم مجھے بستر پر... یہ کتنی شرم کی بات ہے۔"

وہ ہاتھ ملا کر اپنی انگوٹھی کے ذریعے شلپا کے جسم میں...

itsurdu.blogspot.com

اعتکاف کرنا چاہتا تھا' اس سے پہلے ہی اچانک کمرے کا دروازہ کھلا۔ تین افراد اندر آئے' ایک نے ریوالور نکال کر کہا "خبردار! شور نہ مچانا۔ ورنہ دونوں کو ہمیشہ کے لئے خاموش کر دوں گا۔"

پارس نے کہا "میں تو پہلے ہی ٹھنڈا ہو چکا ہوں۔ دیکھ لو شلپا' اگر تم نے مجھے یہ کھانا کھلا کر کمزور نہ بنایا ہوتا تو میں تمہاری حفاظت کے لئے لڑتا۔ اب تمہارا کیا بنے گا؟"

وہ پریشان ہو گئی۔ اس نے ریوالور والے سے کہا "تم لوگ کون ہو؟ اگر لوٹنے کے خیال سے آئے ہو تو یہاں سے جو چاہو اٹھا کر لے جاؤ۔"

اچانک اسے خیال آیا کہ وہ دہشت زدہ ہو کر خیال خوانی کا ہتھیار استعمال کرنا بھول گئی ہے۔ ریوالور والے نے کہا "ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ اپنے دماغ کے دروازے کھلے رکھو۔ ورنہ ہم تمہیں زخمی کریں گے۔"

شلپا نے خیال خوانی کی چھلانگ لگائی پھر ریوالور والے کے دماغ میں پہنچتے پہنچتے واپس ہو گئی۔ اس نے سانس روک لی تھی۔

اسی وقت پارس نے جوجو کو محسوس کیا پھر پوچھا "اچھا تو یہ ریوالور والے تمہارے آدمی ہیں۔"

"ہاں' تم بھی دوسرے لہجے میں بول رہے تھے۔"

"میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے ملی میتھو کے روپ میں ہوں۔"

"یعنی تم شلپا کو پھانسنے آئے ہو۔"

"میں ایسے گندے کام نہیں کرتا۔"

"سنجیدگی سے بات کرو' تم خواہ مخواہ اعصابی کمزوری ظاہر کر رہے ہو۔ مجھے بتاؤ کس طرح شلپا کو ٹریپ کرنا چاہتے تھے؟"

"یہ میرا معاملہ ہے' اپنے آدمیوں کو واپس جانے کے لئے کہہ دو۔"

"نہیں پارس! مجھے ماسک مین کے ملک میں کامیابیوں کے جھنڈے گاڑنے ہیں۔ تم یہاں سے چلے جاؤ۔"

"میں نے الپا کو تمہارے حوالے کیا۔ اس کے بعد کامیابی کا جو بھی جھنڈا ہوگا اسے ہم دونوں مل کر گاڑیں گے۔ تم میرے پاس چلی آؤ۔"

"میں کہہ چکی ہوں کہ جب تک پچھلی زندگی یاد نہیں آئے گی میں کشمکش میں رہوں گی۔ جب تک یہ ثابت نہیں ہوگا کہ میرا تعلق کس سے ہے' ماسک مین کے ملک سے یا تم لوگوں سے؟ اس وقت تک میں کسی پر بھروسا نہیں کروں گی۔"

"جب بھروسا ہو جائے تو شلپا کو لے جانا۔ ابھی یہاں سے جاؤ۔"

"پارس! تمہاری شامت آگئی ہے۔ میرے ایک اشارے پر گولی چل جائے گی۔ میں اتنی آسانی سے حاصل ہونے والی شلپا کو نہیں چھوڑوں گی۔"

وہ تینوں ریوالور لئے کھڑے ہوئے تھے۔ کمرا چھوٹا تھا۔ ایک دوسرے کے قریب تھے۔ پارس نے اچانک ہی جھک کر سینٹر ٹیبل کو اٹھا لیا۔ انہوں نے پھرتی سے فائرنگ کی۔ گولیاں کچھ میز پر لگیں اور کچھ ادھر ادھر ہوئیں۔ پھر وہ میز ان پر آ گئی۔ تینوں اسے سنبھالتے ہوئے نیچے گرے پھر جتنی دیر میں سنبھل کر اٹھتے اتنے دیر میں ایک کا ریوالور پارس کے ہاتھ میں آگیا' اس نے دو فائر کئے۔ دو ریوالور والے زخمی ہوئے۔ اپنا ریوالور استعمال کرنے کے قابل نہیں رہے۔ پارس نے ان کے ریوالور بھی لے لئے۔ شلپا اپنے بچاؤ کے لئے پلنگ کے نیچے گھس گئی تھی۔ ٹیلی فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ پارس نے ریسیور اٹھایا۔ ہوٹل کا منیجر پوچھ رہا تھا "اس کمرے میں فائرنگ ہو رہی ہے۔ پورے ہوٹل میں بھگدڑ مچ گئی ہے۔ پولیس والے آنا ہی چاہتے ہیں۔ جلدی بتاؤ' کمرے میں کیا ہو رہا ہے۔"

"میں جلدی بتا رہا ہوں۔ ادھر جلدی نہ آنا ورنہ گولی لگے گی۔ میں تھوڑی دیر بعد بلاؤں گا۔"

اس نے ریسیور رکھ کر شلپا سے پوچھا "کیا نیچے ہی سو گئی ہو؟"

وہ رینگتی ہوئی باہر آئی۔ پھر ان تینوں کو دیکھ کر بولی "ان بدمعاشوں کو گولی مار دو۔"

"گولی ضائع کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ آنکھ مارو یہ مر جائیں گے۔"

"اوہ ملی! تم کتنے دلیر ہو' میں تم پر سب کچھ لٹا دوں گی۔"

وہ دونوں باہیں پھیلا کر پارس کی طرف بڑھنے لگی۔ اسی وقت جوجو نے اپنے آلۂ کار کی زبان سے کڑک کر کہا "خبردار! میرے شوہر کے قریب نہ جانا۔"

شلپا نے اس آلۂ کار کو حیرانی سے دیکھ کر پوچھا "شوہر؟"

"ہاں یہ میرے سرتاج ہیں۔ مجھے فخر ہے کہ میں ایسے باکمال نوجوان کی شریک حیات ہوں۔"

شلپا نے کہا "اوہ! اب سمجھی۔ یہ تم جوراجوری ہو۔ اب تک اس بے چارے کو ٹھکراتی رہیں۔ شادی سے انکار کرتی رہیں اور اب جھوٹے فخر سے شوہر کہہ رہی ہو۔"

"تم کس جوراجوری کی بات کر رہی ہو؟ میں کوئی اور ہوں اور یہ وہ نہیں ہے جو تم سمجھ رہی ہو۔ یہ پارس ہے فرہاد علی تیمور کا بیٹا۔"

شلپا آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر پارس کو دیکھنے لگی "کیا تم پارس ہو؟"

اس نے کہا "جب میری بیوی کہہ رہی ہے تو یہ سچ ہی ہونا چاہئے۔"

"کیا یہ خیال خوانی کے ذریعے جوجو بول رہی ہے؟"

"ہاں۔ افسوس میری گھر والی کے سامنے تم اپنا سب کچھ نہیں لٹا سکو گی۔"

"یہ جھوٹ ہے' یہ جوجو نہیں ہو سکتی۔ یہ تو دشمن بن کر آئی ہے اس کے آدمیوں نے تم پر گولیاں چلائی تھیں۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"کوئی بات نہیں' میاں بیوی کے درمیان جھگڑے ہوتے ہی رہتے ہیں۔ بیوی اپنے میکے سے ریوالور والوں کو بلا کر لائے تو برا نہیں منانا چاہئے۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو۔ مجھے یقین نہیں آرہا ہے! تم پارس نہیں ہو۔"

وہ بولا "ہم تنہائی میں باتیں کریں گے۔"

وہ خوش ہو کر بولی "ہاں' ٹھیک ہے۔ ان بدمعاشوں کو یہاں سے بھگاؤ۔"

"باہر پولیس والے انتظار کر رہے ہیں۔"

پارس نے تینوں ریوالور خالی کئے پھر ان تینوں کو خالی ریوالور دیتے ہوئے شلپا سے کہا "انہیں خیال خوانی کے ذریعے دوڑا کر ہوٹل کے کاؤنٹر پر پہنچاؤ اور ان سے اقبالِ جرم کراؤ۔ پولیس افسر سے کہنا تم اپنا بیان بعد میں دو گی۔"

شلپا اس کی ہدایت پر عمل کرنے لگی۔ وہ تینوں کمرے سے نکل کر کاؤنٹر کی طرف بھاگنے لگے۔ جوجو نے پارس کے پاس آکر کہا "مجھے معاف کردو۔"

"تمہارے لئے جان دے سکتا ہوں۔ معافی کیا چیز ہے۔"

"تم بہت اچھے ہو۔ یقین کرو میں اپنے آدمیوں کو واپس بلانا چاہتی تھی مگر تم نے اچانک ان پر حملہ کردیا۔ اگر ذرا انتظار کرلیتے تو۔۔۔"

"تو تم مجھے گولیوں سے زخمی کراتیں پھر میرے کمزور دماغ پر تنویمی عمل کرتیں۔"

"تم غلط سمجھ رہے ہو۔"

"مطلب کی بات کرو۔"

"تم ناراض ہو۔ بات کیا کروں؟"

"تو نہ کرو۔ جاؤ یہاں سے۔"

"میں روتی رہوں گی تو تمہیں اچھا لگے گا؟"

یہ کہتے ہی وہ رونے لگی۔ وہ پریشان ہونے لگا۔ دل میں عجیب سی بے چینی پیدا ہوئی۔ جب تک وہ بابا صاحب کے ادارے میں رہی' کوئی اسے کبھی رونے نہیں دیتا تھا۔ اس کی ہر ضد پوری کی جاتی تھی۔ اور وہ اکثر اپنی ضد پارس سے منواتی تھی۔ وہ اس کی آنکھ میں آنسو آنے سے پہلے اس کی بات مان لیتا تھا۔ آج اس نے سخت لہجے میں کہا "چپ ہو جاؤ مگرمچھ کے آنسو نہ بہاؤ۔"

وہ روتے روتے بولی "کیا پہلے بھی تم مگرمچھ کے آنسو کہتے تھے؟ کیا تم اپنی جوجو کو روتے ہوئے دیکھ سکتے تھے؟"

"مجھے پریشان نہ کرو۔ ورنہ سانس روک لوں گا۔"

"روک لو۔ میں اپنی جگہ اکیلی بیٹھ کر روتی رہوں گی۔"

"تمہیں شرم نہیں آتی۔ اپنی کامیابی کے وقت دشمن بن جاتی ہو' ناکامی ہو تو میرے پاس آکر روتی ہو۔"

"میں دشمن بننے سے پہلے مرجاؤں گی۔ بڑے خود کو تیس مار خان سمجھتے ہو۔ میرے آدمیوں پر حملہ کرنے سے پہلے دیکھ تو لیتے کہ میں کیا کرنے والی تھی۔ اگر میں بہت مکار ہوں تب بھی میری مکاری کا تقاضا یہی ہو گا کہ تمہیں نقصان نہیں پہنچاؤں کیونکہ تم سے مجھے فائدہ پہنچتا رہے گا۔ جب میں تم سے لڑ جھگڑ کر اور آنسو بہا کر بات منوا سکتی ہوں تو تم پر گولی چلانے کی دشمنی کیوں کروں گی۔"

وہ روتی جارہی تھی اور ٹھوس دلائل کے ساتھ بولتی جارہی تھی۔ پارس نے سانس روک لی وہ دماغ سے نکل گئی۔ شلپا نے کہا "وہ تینوں گرفتار کرلئے گئے ہیں۔ بیان دے رہے ہیں کہ ہمیں ریوالور دکھا کر لوٹنے آئے تھے۔ میں ان کے متعلق بعد میں بتاؤں گی۔ پہلے اپنی باتیں کرو۔ کیا تم واقعی پارس ہو؟"

"میں ایکس وائی زیڈ بھی ہو سکتا ہوں۔ تمہارے لئے فرق پڑتا ہے؟"

وہ اس کی گردن میں باہیں ڈال کر بولی "ہاں تم کوئی بھی ہو مجھے اپنے مشن کے لئے تمہارے ہی جیسے دلیر مرد کی ضرورت ہے۔"

پارس نے اسے دھکا دے کر بستر پر گراتے ہوئے کہا "دور رہ کر باتیں کرو۔"

اسی وقت میں نے آکر بیٹے کو مخاطب کیا۔ اس نے کہا "میں شلپا کو کمزور بنا رہا ہوں۔"

اس نے آگے بڑھ کر شلپا کے بازو پر ہاتھ رکھا۔ وہ سمجھی وہ منانے آیا ہے مگر دوسرے ہی لمحے میں اسے کمزوری کا احساس ہوا۔ بازو میں ہلکی سی چبھن ہوئی تھی۔ اس کے بعد دل گھبرانے لگا تھا۔ میں نے کہا "ہیلو شلپا!"

اس نے دونوں ہاتھوں میں سر کو تھام لیا۔ گھبرا کر بولی "نہیں' میرے اندر کوئی نہیں آسکتا۔"

"آگیا' میں آگیا ہوں۔ تمہارے لئے اتنا ہی کہہ سکتا ہوں آخر گرے زمیں پر اونچی اڑان والے۔"

پارس نے ہوٹل کے منیجر کو فون کرکے کہا "میری بیوی اعصابی مریض ہے۔ فائرنگ کے باعث اس پر برا اثر پڑا ہے۔ پولیس افسر سے کہہ دیں کہ یہاں آکر بیان لے اور ملازم سے صاف کرادیں۔"

اس نے ریسیور رکھ کر مجھ سے کہا "جوجو نے پریشان کیا ہے' یہاں سے روتی ہوئی گئی ہے۔ آپ ذرا دیکھیں وہ سچ مچ رو رہی ہے یا مجھ سے مکاری کر رہی ہے۔"

میں نے جوجو کے نئے لہجے کو یاد کیا۔ پھر اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ رو رہی تھی' اس نے میری سوچ کی لہروں کو محسوس کیا تھا۔ لیکن سانس نہیں روکی' اس کی سوچ کہہ رہی تھی "کوئی آتا ہے تو آجائے۔ دشمن میرے دماغ میں زلزلے پیدا کر کے مجھے مار ڈالے میں مرجاؤں گی۔ اس نے مجھے کیوں رلایا۔ کیوں رلایا؟"

وہ فرش پر بیٹھی پاؤں گھس کر رو رہی تھی۔ میں سمجھ گیا کیونکہ رونے اور ضد کرنے کا وہی پرانا انداز اس پر غالب آگیا تھا۔ حیرانی اس لئے تھی کہ دماغی آپریشن کے بعد وہ بالکل تبدیل ہوگئی تھی۔ بچگانہ پن کی جگہ سنجیدگی اور ذہانت پیدا ہوگئی تھی۔ اسے پچھلی کوئی بات یاد نہیں تھی۔ مگر پارس کی بے رخی نے اسے رلا دیا تھا۔ قدرت نے عورت کو ایک معما بنایا ہے۔ بین الاقوامی شہرت یافتہ سرجنوں نے اس کے دماغ کو انتہائی مہارت سے تبدیل کیا تھا۔ وہ بھی شاید یہ معما حل نہیں کرسکتے تھے کہ دماغ کے تاریک ترین گوشے میں چھپے ہوئے محبوب کی بے رخی نے اسے کیسے رلا دیا ہے؟

میں نے محبت سے پچکارتے ہوئے پوچھا "میری بیٹی کیوں رو رہی ہے؟"

وہ جواب میں پاؤں گھسنے لگی' میں نے پوچھا "پارس نے رلایا ہے؟"

وہ ہاں کے انداز میں سر ہلانے لگی۔ میں نے پوچھا "تم کیا چاہتی ہو؟"

وہ روتے ہوئے بولی "میں جو چاہتی ہوں' اس سے بولوں گی' تم کون ہوتے ہو پوچھنے والے۔ وہ بڑا پارس بنتا ہے۔ میں اس کو ماروں گی۔"

"اچھا میں اسے بتا کر آتا ہوں کہ تم رو رہی ہو۔"

میں نے سونیا کے پاس آکر کہا "میں قدرت کا نہ سمجھ میں آنے والا تماشا دیکھ کر آرہا ہوں۔ دنیا کے تجربے کار ڈاکٹروں نے دماغی آپریشن کے ذریعے جوجو کو بے حد ذہین لڑکی بنایا ہے لیکن وہ پارس کی بے رخی پر ننھی سی بچی کی طرح رو رہی ہے۔"

سونیا نے پوچھا "پارس کو کیا ہوگیا ہے؟ وہ اسے کبھی نہیں رلاتا تھا۔"

"جوجو بڑا مطالبہ کر رہی ہے جسے وہ پورا کرنا نہیں چاہتا۔"

"جوجو کے سامنے کسی بھی مطالبے کی اہمیت نہیں ہے۔ وہ ہماری جان ہے۔ پتا نہیں قدرت کو کیا منظور ہے۔ اس کی بچگانہ عادت ذہن کی تاریکی سے ابھر آئی ہے۔ یہ بات ہمارے حق میں ہے۔ پارس سے کہو اسے اب نہ رلائے۔"

میں نے پارس کے پاس آکر کہا "نالائق! وہ ابھی تک رو رہی ہے۔ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ وہ تم سے ہی چپ ہوگی۔"

"پاپا! وہ شلپا کا مطالبہ کر رہی ہے۔"

"کوئی بات نہیں' اس کی بات مان لو۔"

"آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

"یہ صرف میں نہیں' تمہاری مما بھی کہہ رہی ہیں۔"

"تعجب ہے! اس کی بچگانہ ضد پوری کرنے کے لئے ہم مائیک مین کے ہاتھ مضبوط کریں۔"

"ہم سے ایسی حماقت نہیں ہوگی۔ شلپا کو اس کی معمولہ بننے دو۔ ہم جوجو کا لہجہ اختیار کرکے شلپا کے دماغ میں پہنچا کریں گے۔ میں جوجو کو تمہارے پاس بھیج رہا ہوں۔"

میں اس کے پاس آیا' وہ ابھی تک رو رہی تھی۔ یہ اس کی عادت تھی۔ ہم جانتے تھے کہ اسے پارس ہی چپ کراتا ہے۔ میں نے کہا "بیٹے! میں نے پارس کو خوب ڈانٹا ہے۔ تم اس کے پاس جاؤ وہ تمہاری بات مان لے گا۔"

اس نے فوراً ہی خیال خوانی کی پرواز کی۔ مگر روتی ہوئی دماغ میں پہنچی۔ وہ اپنے سر پکڑ کر بولا "تمہارے یہ آنسو کوڈ ورڈز ہیں۔ میں نے پہچان لیا ہے' تم آئی ہو۔ تمہیں یہ کیسے یاد آیا کہ تمہارے آنسو میری کمزوری بن جاتے ہیں۔ تمہیں ماضی یاد ہے مگر تم فراڈ کر رہی ہو۔"

"مجھے فراڈ کہو گے تو چلی جاؤں گی پھر زمین پر بیٹھ کر رونے لگوں گی۔"

"زیادہ دھمکیاں نہ دو۔ مطلب کی بات کرو۔"

"میں مطلبی نہیں ہوں۔"

"اچھا کام کی بات کرو۔"

"تم بہت اچھے ہو' شلپا کے دماغ کو کمزور کردو۔"

"کردیا ہے۔"

"سچ کہہ رہے ہو؟"

"اس کے پاس جا کر دیکھ لو۔"

"میں جاؤں گی۔ اس پر تنویمی عمل کروں گی تو تم بدمعاشی نہیں کرو گے نا؟"

"یہ بدمعاشی کیا ہوتی ہے؟"

"کچھ نہیں' میں جا رہی ہوں۔"

اس وقت تک ہوٹل کا منیجر اور پولیس والے آگئے تھے۔ شلپا سے سوالات کر رہے تھے۔ پارس نے کہا "تھوڑی دیر بعد تنویمی عمل کرو۔ ابھی پولیس کی کارروائی مکمل ہونے دو۔"

وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگئی۔ اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہیں تھا۔ آج وہ تیسری خیال خوانی کرنے والی کو اپنے قابو میں کرنے والی تھی۔ پہلا جے مورگن تھا دوسری الپا تھی اور اب تیسری شلپا ہاتھ آرہی تھی۔

وہ آرام سے صوفے پر بیٹھ کر شلپا کے دماغ پر تنویمی عمل کرنا چاہتی تھی۔ فرش پر سے اٹھتے وقت وہ چونک گئی۔ اسے اتنی دیر بعد یاد آیا کہ وہ فرش پر بیٹھی ہوئی تھی مگر کیوں بیٹھی ہوئی تھی؟ کب آکر بیٹھی تھی؟

تب تھوڑی دیر پہلے بے خودی میں رونے والی حرکتیں یاد آنے لگیں۔ وہ حیرانی سے سوچنے لگی "مجھے کیا ہوگیا تھا؟ میں اپنے آپ سے اتنی بے خبر تھی کہ رو رہی تھی اور مجھے اپنے آنسوؤں کا پتا نہ تھا؟"

وہ سوچ رہی تھی! اسے اب ایک ایک بات یاد آرہی تھی کہ وہ ضدی بچی کی طرح رو رو کر اپنی بات منوا رہی تھی اور شدید حیرانی کی بات یہ تھی کہ پارس نے اس کے آنسو پونچھنے کے لئے اس کی وہ بات مان لی جس میں اس بے چارے کا سراسر نقصان

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

تھا اور اس کے دشمنوں کا فائدہ۔

یوں تو وہ غیر شعوری طور پر پارس کی طرف مائل تھی لیکن اس واقعے نے اس ذہین لڑکی کو جھنجھوڑ دیا کہ اس کے اندر یہ بات کیسے آئی کہ اسے رونا اور مچلنا چاہئے۔ اس کے اندر یہ اعتماد کیسے پیدا ہوا کہ پارس اس کے آنسو برداشت نہیں کرے گا۔ اس کا مطلب ہے' پارس آج سے نہیں برسوں سے اس کا دیوانہ ہے اور ماضی میں بھی وہ اس دیوانے سے اپنی ہر بات رو رو کر منواتی رہی ہے۔

دماغ میں کوئی بڑی سی گرہ تھی جو کھل نہیں رہی تھی لیکن ذہانت سے یہ سمجھ میں آگیا تھا کہ اس کا اور پارس کا گہرا اور کبھی نہ ٹوٹنے والا رشتہ ہے۔

اپنی پچھلی زندگی کو اور پوری زندگی کو سمجھ لینا ضروری نہیں تھا۔ ایک محبت کو ہی سمجھ لینا کافی تھا۔ محبت کے مدرسے میں رفتہ رفتہ آگہی کے دروازے کھلتے جاتے ہیں۔ وہ فرش سے اٹھ کر صوفے پر آگئی تھی۔ اب شلپا پر تنویمی عمل کرنے کے لئے سوچ رہی تھی۔

اس سے پہلے پاسکل نے الپا پر عمل کر کے اسے اپنی معمولہ بنایا تھا۔ پھر اسے اپنا تابعدار بنا کر ماسکو پہنچایا گیا تھا۔ ماسک مین نے کہا تھا "الپا کے دماغ پر پاسکل کا قبضہ نہیں ہونا چاہئے۔ اگر کوئی برا وقت آئے گا اور کوئی دشمن پاسکل کے دماغ پر قبضہ جمائے گا تو وہ دشمن اس کے ذریعے الپا کو بھی اپنے قابو میں کر لے گا۔"

لہٰذا فیصلہ کیا گیا کہ دماغی آپریشن کے ذریعے الپا کو روس کا وفادار بنایا جائے اور اس کی آواز اور لہجہ بدل دیا جائے۔ اس طرح کوئی اسے ٹریپ نہیں کر سکے گا۔ ماسک مین ہر طرح مطمئن رہنا چاہتا تھا اور جوجو کی طرح الپا کو بھی صرف اپنے ملک کی وفادار بنا کر رکھنا چاہتا تھا۔ اس کے لئے الپا کو معائنے کے لئے ڈاکٹروں کے پاس بھیج دیا گیا تھا۔

جوجو آرام سے صوفے پر ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔ شلپا پر تنویمی عمل کرنے کے بعد ماسک مین کو یہ خوشخبری سنانا چاہتی تھی۔ وہاں کے اعلیٰ حکام اور فوجی افسران کی نظروں میں جوجو کا اعلیٰ مرتبہ تھا۔ کوئی کیسا ہی حاکم ہو' کتنا ہی بڑا افسر ہو' وہ جوجو کو دیکھتے ہی احتراماً اٹھ کھڑا ہوتا تھا۔ شلپا کو قابو میں کرنے کے بعد اس کی اور زیادہ واہ واہ ہونے والی تھی۔ اس کامیابی کی خوشی میں بہت بڑا جشن منایا جانے والا تھا۔ اس کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ وہ اس جشن میں پارس کو شریک کرے۔ اسے بتائے کہ اسے کتنی عزت اور شہرت حاصل ہو رہی ہے۔

ایسا سوچتے وقت یاد آیا کہ یہ سب کچھ پارس سے محبت کے نتیجے میں ہو رہا ہے۔ ایک سنجیدہ سا خیال پیدا ہوا۔ محبت کے نتیجے میں پارس کو کیا ملا؟

اس سوال کا جواب ظاہر تھا' اسے کچھ نہیں ملا۔ اس کی جوجو بھی نہیں ملی۔ الٹا نقصان ہوا۔ وہ الپا اور شلپا کو اپنے قا میں رکھ کر ٹیلی پیتھی کا فاتح بن سکتا تھا۔ ماسک مین کی دشمنی سے محفوظ رہ سکتا تھا۔ لیکن وہ محبت کے نتیجے میں خطرات کو دعو دے چکا تھا۔ ماسک مین جب چاہتا اسی الپا اور اسی شلپا کے ذریعے پارس کو نقصان پہنچا سکتا تھا۔

تب اس نے دل کی گہرائیوں سے سوچا "میں اپنے دیوا کو لوٹ رہی ہوں۔ وہ محبت دیتا جا رہا تھا' میں عداوت کے را پر اسے لے جا رہی ہوں۔ ایک دن وہ ماسک مین کے شکنجے آجائے گا۔ کیا میں اسے دشمن کے رحم و کرم پر چھوڑ دوں؟"

دل نے کہا "نہیں۔ وہ میرا کچھ نہ کچھ لگتا ہے۔ میر آنسو دیکھ کر خطرات میں کود پڑتا ہے۔ کیا میرا ضمیر گوارا کر کہ میں اس کے خلاف ماسک مین کے ہاتھ مضبوط کروں۔"

ضمیر کبھی گوارا نہیں کر سکتا تھا۔ اگر اسے یقین ہو جاتا کہ پیدائشی طور پر روسی ہے تو اپنے ملک اور اپنے قوم کے لئے پا کو جہنم میں جھونک دیتی۔ لیکن دماغی آپریشن کے بعد آر مرے بار اس کے پاس آکر سمجھایا تھا کہ وہ اس کا بھائی ہے اور پا اس کا شوہر ہے۔ آر مرے کی یہ باتیں اس کے دماغ میں گونج ہیں۔ ایسے میں پارس سے رابطہ ہو گیا تھا اور وہ بڑی حد تک کے دل و دماغ پر چھا رہا تھا۔

ان حالات میں وہ ماسک مین کی وفادار بھی تھی اور پار محبوبہ بھی۔ کوئی ایسا راستہ اختیار کرنا چاہتی تھی کہ ماسک سے وفاداری بھی قائم رہے اور پارس کو نقصان بھی نہ پہنچے۔ ایسا ممکن نہیں تھا۔

وہ تھوڑی دیر سوچتے رہنے کے بعد پارس کے پاس آئی۔ بولی "میں کتنی دیر پہلے تمہارے پاس رو رہی تھی؟"

"گھنٹوں روتے رہنے کے بعد بھی پوچھ رہی ہو۔"

"کیا میرے رونے سے تمہیں کچھ ہوتا ہے؟"

"میں تمہیں کیسے یقین دلاؤں کہ تم میری جان ہو۔ تمہا آنکھ میں آنسو آتے ہی میری جان نکل جاتی ہے۔"

"تم ایسی باتیں کرتے ہو تو مجھے اچھا لگتا ہے۔ مگر میں الجھن میں ہوں۔"

"مجھ سے بولو' شاید میں تمہاری الجھن دور کر سکوں۔"

"میں چاہتی ہوں الپا اور شلپا سے تمہیں کوئی نقصا پہنچے۔"

"وہ ماسک مین کی تابعدار رہوں گی تو مجھے نقصان پ رہے گا۔"

"تم ماسک مین سے دوستی کر لو۔"

"جن کی دوستی میرے پاپا سے بھی کبھی نہ ہو سکی میری دوستی کیسے ہو گی' ہمارے اور ان کے خیالات اور میں زمین آسمان کا فرق ہے۔"

"کوئی ضروری نہیں کہ باپ سے دوستی نہ ہوئی ہو تو

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

بھی نہ ہوسکے۔"

"میری ایک بات کا جواب دو۔ کوئی کسی کی بیٹی' بیوی یا بہن کو اغوا کر کے لے جائے تو تم اسے دوست بناؤ گی؟"

"ہرگز نہیں۔ میں تو اس کے دماغ میں زلزلے پیدا کردوں گی۔"

"ماسک مین نے پاسکل کے ذریعے میری شریکِ حیات جوجو کو اغوا کرایا پھر دماغی آپریشن کے ذریعے اس کا ذہن تبدیل کردیا۔ اس کی یادداشت سے پچھلی زندگی مٹادی۔ اسے اپنا وفادار اور اپنے شوہر کا دشمن بنادیا۔ کیا مجھے اس سے دوستی کرنی چاہیے؟"

جوجو کے دماغ میں آندھیاں سی چلنے لگیں۔ پارس کی کوئی بات دل کو لگ رہی تھی۔ وہ کون سی بات تھی؟ پھر فوراً ہی سمجھ میں آگیا کہ وہ دماغی آپریشن والی بات ہے۔۔ الپا کا بھی دماغی آپریشن کرکے اسے اس ملک کا وفادار اور پارس کا دشمن بنایا جارہا ہے۔ جبکہ وہ پارس کی دوست تھی۔ اسی طرح میں پارس کی بیوی تھی۔ آپریشن کے ذریعے مجھے بیوی سے دشمن بنایا گیا اور اس ملک سے وفاداری دماغ میں بھردی گئی۔ جس طرح ہم الپا کو اغوا کرکے لائے ہیں اسی طرح پاسکل مجھے بھی اغوا کرکے لے گیا تھا۔ یہ سلسلہ پہلے سے چل رہا ہے اور یہ سلسلہ میرے اور الپا کے بعد شلپا تک بھی جاری رہے گا۔ میں شلپا کو ماسکو پہنچاؤں گی تو اس کا بھی دماغی آپریشن کیا جائے گا۔۔

وہ پریشان ہوکر سوچنے لگی "یہ دماغی آپریشن تو نہیں شیطانی عمل ہے۔ یہ لوگ ہمارا ملک اور ہماری قومیت بدل دیتے ہیں۔ ہماری وفاداریاں اور محبتیں بدل دیتے ہیں حتیٰ کہ ماں باپ بدل دیتے ہیں۔ شرمناک بات یہ ہے کہ میں اپنے شوہر کو بھلائے رکھوں اور یہاں کسی دوسرے سے شادی کرنا چاہوں تو یہ لوگ پھر بھی میرے شوہر کے متعلق کچھ بھی نہیں بتائیں گے۔ کسی دوسرے سے میری شادی ہونے کا شرمناک تماشا ہنس ہنس کر دیکھیں گے۔"

وہ گھبرا کر پھر پارس کے پاس آئی اور بولی "میں بہت پریشان ہوں۔"

"میں تمہاری ساری پریشانیاں اپنے سر لے لوں گا۔ بولو کیا بات ہے؟"

"میں بڑی کشمکش میں ہوں۔ ماسک مین پر مجھے بھروسا نہیں ہے۔ دل نہیں مانتا کہ میں ایک روسی لڑکی ہوں۔ یہ دل تمہاری طرف کھنچا جاتا ہے۔ مگر عقل کہتی ہے مجھے سوچ سمجھ کر کسی نتیجے پر پہنچنا چاہیے۔"

"تمہاری عقل درست کہتی ہے۔ مجھے اور ماسک مین کو خوب ذہانت سے پرکھتی رہو۔ اس کے بعد معقول نتیجہ خود سامنے آئے گا۔"

"تب تک بہت دیر ہوجائے گی۔ اگر ماسک مین غلط ثابت ہوگا تو میرے ہاتھوں سے الپا اور شلپا اس کے پاس پہنچ چکی ہوں گی۔ تب مجھے افسوس ہوگا کہ میں نے ایک غلط آدمی کے ہاتھ مضبوط کئے ہیں۔"

"ہاں اس وقت پچھتاوا ہوگا۔ ویسے میرے ایک مشورے پر عمل کرو' تمہاری پریشانیاں ختم ہوجائیں گی۔"

"میں ضرور عمل کروں گی۔"

"تم کچھ عرصے کے لئے غیر جانب دار ہوجاؤ۔ نہ میرا ساتھ دو اور نہ ہی ماسک مین کے لئے کام کرو۔ ہم سے دور رہ کر اپنے طریق کار پر عمل کرو۔"

"ہاں' غیر جانب دار رہنے سے دل کو اطمینان رہے گا کہ میری ذات سے کسی کو نقصان نہیں پہنچ رہا ہے۔ لیکن میں الپا کو ان کے حوالے کرکے تمہیں نقصان پہنچا چکی ہوں۔"

"اس کی فکر نہ کرو۔ میری ماما اب بھی الپا کو ٹریپ کرکے لے آئیں گی۔"

"نہیں لاسکیں گی۔ میری طرح الپا کا ابھی برین واش کیا جارہا ہے۔ اس کا نام' اس شخصیت' آواز اور لہجہ سب کچھ بدل جائے گا۔"

"اوہ! ہم نے سوچا نہیں تھا کہ الپا کو وہ اس حد تک تبدیل کریں گے۔ تم ذرا دیکھو' الپا کے دماغ میں جاؤ۔ یا کسی طرح معلوم کرو کہ اس کا دماغی آپریشن کب ہوگا؟"

"میں ابھی آتی ہوں۔"

وہ چلی گئی پھر پندرہ منٹ بعد آکر بولی "مجھے الپا کا پتا نہیں مل رہا تھا۔ میں نے پاسکل سے پوچھا' اس نے لاعلمی ظاہر کی۔ اسے بھی نہیں بتایا گیا ہے کہ الپا کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ پھر میں اس ڈاکٹر کے پاس گئی جو مجھے اٹینڈ کرتا رہتا ہے۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ ایک عامل کے ذریعے الپا کو ہپناٹائز کیا گیا ہے۔ اس کے دماغ سے اس کی آواز اور لہجے کو بھلادیا گیا ہے۔ کل اس کا آپریشن کیا جائے گا۔"

پارس نے کہا "فی الحال وہ ہاتھ سے نکل گئی ہے۔ اس لئے پچھتا کر وقت ضائع نہ کرو۔ یہ فیصلہ کرو کہ شلپا کے ساتھ کیا کروگی؟"

"میں اسے ماسک مین کے حوالے نہیں کروں گی۔ میں نے ابھی اس پر تنویمی عمل نہیں کیا ہے۔ تم اسے واپس لے لو۔"

"میں اپنی جوجو کو کوئی چیز دے کر واپس نہیں لیتا۔ تم کام کرو۔ شلپا پر عمل کرکے اس کا دماغ اپنے قابو میں کرو اور ماسک مین کو رپورٹ دو کہ شلپا ابھی تک ہاتھ نہیں آئی ہے۔ اسے قابو میں کرنے کے لئے تم لندن جاؤ گی۔"

"ہاں یہ اچھی ترکیب ہے۔ مجھے لندن جانے کی اجازت ملے گی تو میں روس سے باہر نکل کر اپنا کوئی ٹھکانا بناؤں گی اور وہاں رہ کر اپنے طریقِ کار کے مطابق اپنی زندگی کے سچ اور جھوٹ کو پہچانوں گی۔"

"تو پھر بسم اللہ کہہ کر پہلا قدم اٹھاؤ اور شلپا کو میرے لئے قابو کرو۔"

"یہ بسم اللہ کیا ہوتا ہے؟"

"اس کا مطلب ہے تم اللہ کا نام لے کر ایک کام شروع کررہی ہو۔ جب تم سچ اور جھوٹ کو پہچاننے لگوگی تو تمہیں یاد آئے گا کہ مجھ سے شادی سے پہلے تم نے اسلام قبول کیا تھا۔ تم مسلمان ہو اور کوئی کام شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ کہتی آئی ہو۔"

وہ پارس کے پاس سے آگئی۔ پھر شلپا کے دماغ میں گئی۔ وہ بستر پر پڑی ہوئی تھی۔ اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کررہی تھی۔ جوجو کو اگرچہ یاد نہیں تھا کہ وہ مسلمان ہے۔۔ تاہم وہ پارس کی باتوں سے متاثر ہوجاتی تھی۔ اس نے ایک طویل عرصے کے بعد دل میں بسم اللہ کہا پھر ٹیلی پیتھی کے ذریعے شلپا کو تھپک کر سلادیا۔ اس کے بعد اس پر تنویمی عمل کرنے لگی۔

کوئی ایک گھنٹے بعد اس نے ماسک مین سے رابطہ کیا۔ موجودہ ماسک مین یوگا کا ماہر تھا اس لئے کوڈورڈز کی ادائیگی کے بعد دماغ میں آنے کی اجازت دیتا تھا۔ اس نے کہا "ہیلو روز میری! خوش خبری سناؤ۔"

وہ بولی "سر! خوشخبری اتنی آسانی سے کانوں تک نہیں پہنچتی' بڑے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں۔"

"کیا ناکامی ہورہی ہے؟"

"فی الحال ناکامی ہوئی ہے۔ اور یہ آپ کے تین ناکارہ آدمیوں کی وجہ سے ہوا ہے۔"

"پوری رپورٹ سناؤ۔"

"سر! شلپا بہت چالاک عورت ہے۔ وہ اپنے کسی عاشق کے ساتھ ہوٹل کے کمرے میں تھی۔ آپ کے آدمیوں نے سمجھا انہیں ریوالور دکھا کر قابو میں کرلیں گے لیکن شلپا کا عاشق بہت زبردست فائٹر ثابت ہوا۔ اس نے ریوالور کی پروا نہیں کی اور تینوں کی اچھی طرح پٹائی کرکے۔۔ انہیں پولیس کے حوالے کردیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ شلپا کو ریوالور سے زخمی نہ کرسکے۔ اگر اس کا دماغ کمزور ہوجاتا تو میں اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنالیتی۔"

"شلپا کہاں ہے؟"

"میں نہیں جانتی۔ اس کے دماغ میں پہنچنے کا موقع ملے گا تو اس کا سراغ ملے گا۔ اب آپ بتائیں کیا ایسے ناکارہ لوگوں سے کام لے کر کامیابی ہوسکتی ہے؟"

"روز میری! میں نے تم سے کہا تھا خود لندن جاؤ اور اپنے طور پر قابل افراد کا انتخاب کرکے ان سے کام لو۔"

"بے شک مجھے آپ کے حکم پر پہلے ہی عمل کرنا چاہیے تھا۔ اب بھی کچھ نہیں بگڑا ہے۔ شلپا اور دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے ابھی لندن میں ہوں گے' آپ مجھے آج ہی روانہ ہونے کی اجازت دیں۔"

"تین گھنٹے بعد ایک فلائٹ ہے۔ اس میں تمہاری سیٹ ہوجائے گی۔ لیکن روانگی سے پہلے اچھی طرح تمہاری چیکنگ ہوگی۔"

"کیسی چیکنگ؟ میں سمجھی نہیں۔"

"سونیا اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے بہت گھاگ ہیں۔ وہ ہمارے تمہارے دماغوں میں گھسے رہتے ہیں اور ہمیں پتا نہیں چلتا۔ ہوسکتا ہے کوئی تمہارے دماغ میں کسی طرح آکر چھپ گیا ہو۔ اس لئے ہم اپنی تسلی کریں گے۔ ایک عامل تمہیں ہپناٹائز کرے گا اور تمہارے اندر چھپے ہوئے چور خیالات پڑھے گا اور دشمن کا سراغ لگائے گا۔"

یہ ایک نئی پریشانی تھی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ ملک سے باہر جاتے وقت اس کے دماغ کو بھی اندر سے ٹٹولا جائے گا۔ پہلی بار اس کے اندر چور خیالات پیدا ہوئے تھے کہ وہ لندن جانے کے بہانے روس سے باہر نکل کر کسی دوسرے ملک میں اپنا ٹھکانا بنائے گی اور جب تک گزری ہوئی زندگی کے صحیح واقعات سامنے نہیں آئیں گے وہ ماسک مین کے لئے کام نہیں کرے گی۔

اب یہ باتیں تنویمی عمل کرنے والا شخص ماسک مین کو بتادے گا۔ اس نے پارس کے پاس آکر اپنی پریشانی بتائی' وہ بولا۔ "تمہاری ہر پریشانی کا علاج ہے' تم میری ماما کو اپنے دماغ میں آنے دو۔ وہ تنویمی عمل کو ناکام بنادیں گی۔"

"مجھے کسی بھی طرح اس مصیبت سے بچاؤ۔ اپنی ماما کو بلاؤ۔"

"تم پندرہ منٹ کے بعد آؤ' وہ تمہارے پاس آئیں گی اور یہ کوڈورڈز ادا کریں گی۔ میں پارس کی ماں اور جوجو کی ساس ہوں۔"

"میں یہ کوڈورڈز یاد رکھوں گی۔"

وہ چلی گئی' پارس نے ریسیور اٹھا کر ہاٹ لائن پر فرانس کے ایک ملٹری آفیسر سے کہا "مسٹر وولف کو فوراً میرے پاس بھیج دیں۔"

اس نے ریسیور رکھا۔ پانچ منٹ کے بعد ہی میں نے اس کے پاس آکر پوچھا "کیا بات ہے بیٹے؟"

اس نے جوجو کے تمام حالات بتائے' میں نے کہا "یہ ہماری زبردست کامیابی ہے کہ جوجو کسی حد تک تم سے متاثر ہے اور تمہاری ہدایات پر عمل کررہی ہے۔ میں لیلیٰ کو جوجو کے دماغ میں پہنچا رہا ہوں۔ وہ خود کو ماما کہہ کر اس کے پاس رہے گی اور دشمن کے تنویمی عمل کو ناکام بنائے گی۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہوا۔ لیلیٰ میرے پاس تھی۔ ہم تین دن سے ایک ساتھ ایک کاٹیج میں تھے۔ ظاہر ہے کہ وہ ایک شریف زادی تھی۔ یونہی میرے ساتھ نہیں رہ سکتی تھی۔ ہم نے سونیا' سلطانہ اور سلمان کو اطلاع دے کر سادگی سے نکاح پڑھوالیا تھا۔ اب وہ میری شریکِ حیات تھی۔

میں نے اسے جوجو کے متعلق تفصیل سے بتایا۔ ہم نے مشورہ کیا کہ کس طرح اس عمل سے اپنی بیٹی کو بچانا چاہیے۔ پھر لیلیٰ میرے دماغ میں آئی' میں جوجو کا موجودہ لہجہ یاد کرکے اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اسے سانس روکنا چاہیے تھا اور لیلیٰ کو کوڈورڈز

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ادا کرنا تھا۔ مگر اس کی نوبت نہیں آئی۔ پتا چلا کہ ایک انجکشن کے ذریعے تھوڑا کمزور بنایا گیا ہے تاکہ وہ کسی دشواری کے بغیر تنویمی عمل کرنے والے کی معمولہ بن جائے۔

وہ اپنے بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ ایک عامل بستر کے سرے پر کھڑا اسے کہہ رہا تھا "تم اپنے ملک اور قوم کی وفادار ہو۔ اس وفاداری کا تقاضا ہے کہ اپنے دل اور دماغ میری طرف مائل رکھو اور راضی خوشی ٹرانس میں آجاؤ تاکہ میں تمہارے اندر چھپے ہوئے کسی دشمن کو نکال سکوں اور کمزور خیالات کو ختم کرسکوں۔"

جوجو اس کی معمولہ بن جانے کے خیال سے پریشان ہورہی تھی۔

لیلیٰ نے کہا "بٹی! میں پارس کی ماما اور تمہاری ساس ہوں۔ فکر نہ کرو۔ تمہیں کوئی تسخیر نہیں کرسکے گا۔"

وہ مطمئن ہوکر عامل سے بولی "میں ٹرانس میں آنے کے لئے ذہنی طور پر بالکل تیار ہوں۔"

ادھر وہ مطمئن ہوکر اس پر عمل کرنے لگا۔ ہمارا خیال تھا کہ وہ اسے معمولہ بناکر صرف اس کے چور خیالات اس کی زبان سے اگلوائے گا لیکن وہ باقاعدہ اسے معمولہ اور تابعدار بنارہا تھا۔ پہلے تو پوچھتا رہا کہ وہ چپکے چپکے ماسک مین اور پاسکل بوبا کے خلاف کیا سوچتی ہے؟ اور ان سے کون کون سی باتیں چھپاتی ہے؟

جوجو نے لیلیٰ کی مدد سے کہا "میں ماسک مین کو اپنا بزرگ اور رہنما سمجھتی ہوں اور پاسکل بوبا کو ایک بہن کی طرح چاہتی ہوں۔ میں ان کے خلاف کبھی کوئی غلط بات دل میں نہیں لاسکتی۔"

اس کے بعد عامل نے اس کے دماغ میں یہ باتیں اچھی طرح نقش کیں کہ وہ آخری سانس تک اپنے ملک و قوم کی وفادار رہے گی۔ بیرونی ممالک میں کیسے ہی حالات کیوں نہ ہوں، وہ ایک ہفتے کے اندر ماسکو واپس آجائے گی۔ کوئی اسے بہکانے کی کوشش کرے یا وہ کسی سے متاثر ہونے لگے تو فوراً ماسک مین اور پاسکل بوبا کو اپنے اندر کی تمام باتیں بتائے گی۔

عامل نے اسے ہر پہلو سے پابند بنانے کے بعد اپنا عمل ختم کردیا۔ اسے تنویمی نیند سونے کا حکم دے کر چلا گیا۔ میں نے لیلیٰ سے کہہ دیا کہ عمل شروع ہونے کے بعد وہ جوجو کے دماغ میں اپنی آواز نہ سنائے۔ ہوسکتا تھا کہ ماسک مین جاسوسی کے لئے پاسکل بوبا کو چپ چاپ دماغ میں یہ دیکھنے کے لئے بھیجتا کہ وہ سچ مچ معمولہ بن رہی ہے یا نہیں؟

ہم دونوں دماغی طور پر حاضر ہوگئے۔ میں نے لیلیٰ سے کہا۔ "اب مجھے جوجو کے دماغ پر تنویمی عمل کرکے اسے اپنے کنٹرول میں رکھنا چاہئے۔"

لیلیٰ نے پوچھا "یہ کیا کافی نہیں کہ وہ اب پارس سے متاثر ہے؟"

"ہاں اس کی ہدایات پر بھی عمل کرتی ہے۔ لیکن اب وہ تنہا آزاد زندگی گزارنے والی ہے۔ اس نے دنیا کے سرد و گرم کو دنیا کی کمینگی اور مکاریوں کو دیکھا نہیں ہے۔ اسے کہیں بھی ٹھوکر لگ سکتی ہے۔ میں کسی روک ٹوک کے بغیر اپنی بیٹی کے پاس رہنا چاہتا ہوں۔"

"اس کی حفاظت کے لئے ایسا کرنا ضروری ہے۔ آپ ابھی اس کے پاس جائیں۔"

میں نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ پھر جوجو کے دماغ میں پہنچتے ہی چونک گیا۔ وہاں پاسکل بوبا ہنس رہا تھا اور بول رہا تھا "ابھی میرے ایک خاص جاسوس نے بتایا ہے کہ تم پر تنویمی عمل کیا جارہا ہے۔ مجھے ماسک مین کے اس کمینے پن پر غصہ آتا ہے۔ ہماری وفاداری کے باوجود ہم سے بہت سی باتیں چھپاتا ہے۔ اس نے الپا کو بھی مجھ سے چھپا دیا۔ وہ چاہتا تھا کہ میں اس کے دماغ پر حکومت نہ کروں۔ اب وہ تمہارے دماغ پر حکومت کرنے سے مجھے کیسے روکے گا؟"

وہ نیند میں تھی۔ اور کچھ بول نہیں سکتی تھی۔ پاسکل اسے تنویمی نیند میں سمجھا رہا تھا۔ پھر وہ اس پر عمل کرنے لگا۔ وہ سب احمقوں کی جنت میں رہتے تھے اور اپنی حماقت سے ایک کے بعد ایک جنت بناتے تھے۔ پھر بعد میں اس کے بگڑنے کا تماشا دیکھتے تھے۔ پاسکل اپنے ملک سے غداری نہیں کرنا چاہتا تھا۔ لیکن جوجو کی برتری برداشت نہیں کرسکتا تھا۔ جب بھی وہ اس کے مقابلے میں کامیابی حاصل کرتی تھی یہ احساسِ کمتری میں مبتلا ہوجاتا تھا۔ اعلیٰ حکام کی نظروں میں بھی کمتر ہوجاتا۔ اب اس نے سوچا تھا کہ پہلے وہ جوجو کو معمولہ بنائے گا پھر اس کے دماغ میں چھپ کر اس کی ذہانت اور پلاننگ کو سمجھ کر اس سے پہلے عمل کرے گا اور اس کے مقابلے میں کامیابی حاصل کرے گا اور اس سے ایسی حرکتیں کرائے گا کہ جوجو روسی اکابرین کی نظروں سے گرجائے گی۔

اس نے اپنی دانست میں کچھ اس قسم کی باتیں جوجو کے دماغ میں ذہن نشین کرائیں۔ پھر اسے تنویمی نیند سلانے کا حکم دے کر چلا گیا۔ یہ کانٹا نکل جانے کے بعد میں نے جوجو پر عمل کیا۔ یہ بیٹی کی حفاظت کے لیے باپ کا مقدس عمل تھا۔ پھر مطمئن ہوکر واپس آگیا۔

جوجو تین گھنٹے تک سوتی رہی پھر بیدار ہوگئی۔ دو گھنٹے بعد اسکی فلائٹ تھی۔ اس نے غسل کرکے لباس تبدیل کرنے کے بعد لیلیٰ کو مخاطب کیا۔ پہلے تو لیلیٰ نے سانس روکی پھر دوبارہ آنے پر پوچھا "کون ہے؟"

وہ بولی "میں ہوں ماما! آپ نے میرے پاس آکر کہا تھا کہ پارس کی ماما اور میری ساس ہیں۔"

"اچھا ہماری بیٹی جوجو ہے۔ کیا نیند پوری ہوگئی؟"

"جی ہاں، آپ کا شکریہ ادا کرنے آئی ہوں۔"

"شکریہ کیسا؟ مائیں اپنی بیٹیوں کی حفاظت کرتی ہی ہیں۔ ایک بات بتادوں، اس عامل کے جانے کے بعد جس

نہیں، پاسکل بھی تم پر عمل کرنے آیا تھا۔ اب اپنے تنویمی عمل کا عمل معلوم کرنے ضرور آئے گا۔"

"اچھا تو وہ بھی پر نکال چکا ہے۔ اسے آنے دیں میں نمٹ لوں گی۔"

"بٹی! جب بھی ضرورت ہو فوراً میرے پاس آجاؤ۔ کوڈ ورڈز کے طور پر تم یہ بولو گی 'میں پارس کی جان ہوں اور آپ میری ساس ہیں۔'"

وہ ہنستی ہوئی واپس آگئی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہی اس نے پرائی سوچ کی لہر محسوس کی۔ پہلی بار اس نے سانس روکی۔ دوسری بار پاسکل کا لہجہ پہچان کر بولی "اوہ پاسکل! تم ہو؟ پتا نہیں کیوں، جب سے سو کر اٹھی ہوں تب سے تمہارا ہی خیال آرہا ہے۔ میری حالت عجیب سی ہے دل تمہاری طرف کھنچا جارہا ہے۔"

وہ خوش ہوکر بولا "یہ میری خوش قسمتی ہے کہ تم میری طرف مائل ہورہی ہو۔ لیکن میرے آتے ہی تم نے سانس روک لی تھی۔"

"کیا مجھے سانس نہیں روکنا چاہئے تھا؟"

"ہاں۔ مگر میرا خیال ہے عمل کرنے میں کوئی خامی رہ گئی ہے۔"

"میں نے دیکھا ہے تم اکثر معاملات میں بدحواس ہوجاتے ہو۔ آج میں محبت سے سوچ رہی ہوں تو تمہاری بدحواسی پر بھی پیار آرہا ہے۔ سچ بتاؤ، تم نے کیسا عمل کیا تھا؟"

"اب تم سے کیا چھپاؤں، میرا ہر عمل تمہارے دماغ میں نقش ہوگیا ہے۔ صرف یہ اہم بات رہ گئی کہ تم میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کروگی۔ یہ بات نقش کرتے وقت کوئی بھول ہوگئی تھی۔"

"اچھا ہوا بھول گئی۔ اب تمہارے بارے میں میرے جو شرمیلے خیالات ہوں گے انہیں تم نہیں پڑھ سکو گے۔"

"کوئی بات نہیں۔ آج رات جب تم سوجاؤ گی تو میں تمہیں معمولہ بناکر یہ بات نقش کردوں گا۔"

"تم بڑے وہ ہو۔ اب عمل کرو گے تو میں ناراض ہوجاؤں گی۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "تمہیں پتا ہی نہیں چلے گا اور میں اپنا کام کرجاؤں گا۔"

"اچھا رہنے دو۔ ابھی تو میں اپنے اختیار میں ہوں، جاؤ یہاں سے۔"

اس نے سانس روکی وہ باہر چلا گیا۔ جوجو نے دل میں کہا۔ "میں تمہیں ایسی احمقانہ چالاکی کی سزا ضرور دوں گی۔"

وہ مقررہ وقت پر طیارے میں سوار ہوگئی۔ فی الحال اسے لندن ہی جانا تھا۔ وہاں جاکر وہ کوئی نیا ٹھکانا بنانے کے متعلق سوچنے والی تھی۔ لندن میں ماسک مین کے ایجنٹوں نے جوجو کی رہائش کا انتظام کیا تھا اور اس کے استقبال کے لئے ائرپورٹ آئے تھے۔ اب وہ میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرسکتی تھی اسے علیحدہ [illegible] نے یہ سب کچھ معلوم کرلیا تھا اور پارس کو بتادیا تھا۔

سب رنگ ڈائجسٹ میں قسط وار شائع ہونے والا سلسلہ
اقابلا
مکمل دو حصوں میں
تاریک بر اعظم کے پُراسرار ماحول میں جنم لینے والی ایک حیرت انگیز داستان جہاں کالے جادو اور سفلی کے مقابلے برملا ہوتے تھے۔ وحشی قبائل اور ان کی وحشیانہ رسم و رواج کی ایک ناقابلِ یقین سرگزشت ——— ان تاریک اور گمنام جزیروں کی کہانی ——— جہاں تہذیب کا کوئی دخل نہیں تھا ——— شگون کی خاطر معصوم اور شیر خوار بچوں کو نیزوں پر اچھالا جاتا تھا عجیب الخلقت اور خوفناک دیوتاؤں کے مجسموں کو تازہ خون سے غسل دیا جاتا تھا ——— نوخیز حسیناؤں کی بھینٹ پیش کی جاتی تھی
اقابلا
وحشی قبیلوں کی ایک سرکش حسینہ جس کا حسن لازوال تھا جس کے حصول کے لئے موت کا بازار ہمیشہ گرم رہتا تھا ——— خون کی ہولی کھیلی جاتی تھی۔ ایک سیاح کی زندگی کے لرزہ خیز واقعات جسے سمندر کی سرکش موجوں نے اُٹھا کر اقابلا کے دیس میں اس کے قدموں میں ڈال دیا تھا ———
کتابی شکل میں پہلی بار منظرِ عام پر آئی ہے
قیمت فی حصہ ۲۰/- روپے، علاوہ محصول ڈاک
پتہ ذیل پر رجوع کریں
کتابیات پبلی کیشنز
پوسٹ بکس نمبر ۲۳ ○ کراچی ۱

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

وہ ایک اجنبی جوان کے روپ میں وہاں موجود تھا۔

ماسک مین کے ایجنٹ اسے تصویر سے پہچان سکتے تھے۔ پارس نے اس کی تصویر نہیں دیکھی تھی۔ اس کا رنگ روپ بدل چکا تھا۔ پارس اسے دل و جان سے چاہنے کے باوجود پہچان نہیں سکتا تھا۔ جب وہ لگیج ہال سے ٹرالی لے کر نکلی تو میں نے بتایا۔

"دیکھو بیٹے! وہ ہے میری پیاری سی بہو۔"

میں اس کے دماغ سے نکل کر بہو کے دماغ میں آگیا۔ کیونکہ بیٹے کے جذبات پڑھنا تہذیب کے خلاف تھا۔ ویسے وہ اپنی جوجو کو نئے روپ اور نئے انداز میں دیکھ کر خوش ہوگیا تھا۔ پہلے وہ لوگوں کی بھیڑ میں بچوں جیسی حرکتیں کرتی تھی۔ اب اس کے چہرے سے سنجیدگی اور سراپا سے رعب و دبدبہ ظاہر ہو رہا تھا۔ اچھی صحت مند تھی۔ جسمانی ساخت ایسی تھی کہ بیس برس سے کم عمر کی لڑکی دکھائی دیتی تھی۔ ایسی حسین ایسی بھرپور لڑکی جسے دیکھنے والے عمر کا حساب کرنا بھول جاتے۔ پارس تھوڑی دیر کے لئے اپنے آپ کو بھول گیا تھا۔

پھر وہ چونک کر آگے بڑھا۔ ایک شخص جوجو کا راستہ روک کر کچھ کہہ رہا تھا۔ پارس نے ان کے قریب سے گزرتے ہوئے سنا۔ جوجو اس سے کہہ رہی تھی "میں کیسے یقین کروں کہ تم میرے خادم ہو؟"

"میں یوگا کا ماہر نہیں ہوں آپ میرے خیالات پڑھ سکتی ہیں۔"

وہ بولی "تم ضرورت سے زیادہ ہی احمق ہو' کیا میں لوگوں کی بھیڑ میں چلتے پھرتے خیالات پڑھوں؟ چلو بتاؤ میں کس طرح خیالات پڑھوں؟"

"جیسا کہ آپ ٹیلی پیتھی کے ذریعے پڑھتی ہیں۔"

"ٹیلی پیتھی؟" وہ حیرت سے چیخ کر بولی "کیا تم مجھے ٹیلی پیتھی جاننے والی سمجھ رہے ہو؟ کیا پاگل خانے سے آئے ہو؟"

وہ پریشان ہوگیا پھر جیب سے جوجو کی تصویر نکال کر اسے دکھاتے ہوئے بولا "مجھے بتایا گیا تھا کہ آپ اس فلائٹ سے آرہی ہیں اور خیال خوانی کے ذریعے مجھے پہچان کر بھروسا کریں گی۔"

جوجو نے اپنی تصویر لے کر کہا "تم گدھے ہو۔ پہلے ہی یہ تصویر دکھا دیتے تو اتنا وقت ضائع نہ ہوتا۔ میں کسی ایرے غیرے کے کہنے سے خیال خوانی نہیں کرتی ہوں۔"

"سوری مس روز میری! بھنسے غلطی ہوگئی۔"

وہ اس کے ساتھ ایک کار میں بیٹھنے لگی۔ پارس اپنی کار میں آگیا۔ جب وہ گاڑیاں آگے پیچھے چلنے لگیں' جوجو نے پارس کے دماغ پر دستک دی "تم کار چلا رہے ہو۔ ایسے وقت مجھے تمہارے دماغ میں نہیں رہنا چاہئے۔"

"آئی ہو تو نہ جاؤ۔ میں تمہاری گاڑی کے پیچھے ہوں میک اپ ذریعے چہرہ بدلا ہوا ہے تاکہ تمہارے یعنی ماسک مین کے ایجنٹ مجھے پہچان نہ سکیں۔"

"کیا تم میری جاسوسی کرتے رہو گے؟"

"ہرگز نہیں۔ چھپ کر تمہاری مصروفیات معلوم کرنے کا ارادہ ہوتا تو ابھی تمہیں نہ بتاتا کہ میں اصلی چہرہ چھپائے تمہارے پیچھے آرہا ہوں۔ میں صرف دشمنوں سے چھپ رہا ہوں۔ تم نئی جگہ آئی ہو۔ تمہاری حفاظت کرنا میرا فرض ہے۔ ویسے تم جب بھی ناگواری محسوس کروگی' میں تم سے دور ہو جاؤں گا۔"

"تم بہت اچھے ہو' میں کبھی ناگواری محسوس نہیں کروں گی لیکن تمہارے ہی مشورے کے بغیر کسی کی نظروں میں آئے بغیر کہیں تنہا رہنا چاہتی ہوں۔"

"آج میرے مشورے پر عمل نہ کرو۔ ماسک مین کے ایک ہی آدمی نے تم سے ملاقات کی ہے۔ تمہیں ہوٹل کی طرف لے جا رہا ہے۔ اس کا مطلب ہے باقی لوگ چھپ کر تمہارا تعاقب کر رہے ہیں۔"

"ٹھیک ہے' میں ان کے ریزرو کئے ہوئے ہوٹل میں رہوں گی پھر موقع دیکھ کر وہاں سے چلی جاؤں گی۔"

میں اس کے دماغ میں موجود رہا۔ کوئی ضروری نہیں تھا کہ موقع کا انتظار کیا جائے۔ موقع نکالا بھی جاتا ہے۔ وہ ہوٹل میں آئی وہاں چار خاص ماتحتوں سے ملاقات کی جن میں سے ایک یوگا کا ماہر تھا۔ اس نے کہا "مس روز میری! ماسک مین کا حکم ہے میں آپ کا پرسنل باڈی گارڈ بن کر رہوں۔"

وہ بولی "میں اپنے طور پر فیصلہ کروں گی کہ میرے ساتھ کون رہے گا فی الحال مجھے تنہا چھوڑ دو۔"

وہ اسے بظاہر تنہا چھوڑ کر چلے گئے۔ لیکن ہوٹل کے اندر اور باہر موجود رہے۔ میں ان کے اندر موجود تھا۔ وہ جہاں سے اس کی نگرانی کر رہے تھے وہ تمام مقامات میری نظروں میں تھے۔ ان کے ذریعے میں نے اس یوگا کے ماہر باڈی گارڈ پر نگاہ رکھی۔ جوجو سات بجے تفریح کے لئے نکلی تو اس باڈی گارڈ نے اس کا تعاقب کیا۔ میں نے پارس سے کہا "اس باڈی گارڈ کو راستے سے ہٹا دو۔ میں جوجو کو اس کی نظروں سے دور لے جاؤں گا۔"

جوجو نے ایک کلب میں پہنچ کر پارس سے رابطہ کیا' پوچھا "کیا میری کوئی نگرانی کر رہا ہے؟"

"ہاں ایک شخص ہے۔ اس نے ہوٹل میں تم سے ملاقات کی تھی۔"

"میں ہوٹل میں آنے والے تمام افراد کے دماغوں میں جارہی ہوں۔ ان میں سے کوئی میرے پیچھے نہیں ہے۔ تم جس شخص کا ذکر کر رہے ہو' وہ یوگا کا ماہر ہے اور ماسک مین کا آدمی ہے۔ کیا اس سے پیچھا چھڑاؤ گے؟"

"تم دوسرا ٹھکانا بنانے کا ارادہ کرو تو میں چٹکی بجاتے ہی اس سے پیچھا چھڑا دوں گا اور میرا یہ شریفانہ وعدہ ہے کہ تمہارا تعاقب میں بھی نہیں کروں گا۔"

"آئی لو یو پارس! میں آدھے گھنٹے بعد اس کلب سے نکلوں گی۔"

"بے فکر رہو' جہاں جانا چاہو جاؤ۔"

میں نے پارس کے پاس آکر کہا "ماسک مین کے اس خاص آدمی کو صرف زخمی کرو۔ ہم پاسکل بوبا کے خلاف چکر چلائیں گے۔"

اسے زخمی کرنا کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ پارس اس سے مقابلہ کرکے ایسا کر سکتا تھا لیکن خواہ مخواہ وقت ضائع ہوتا۔ اس نے سائیلنسر لگے ہوئے ریوالور سے کلب کے پارکنگ ایریا میں اس پر گولی چلائی۔ میں اس کے اندر پہنچ گیا۔ گولی اس کے بازو کی ہڈی کو نقصان پہنچاتی ہوئی گزر گئی تھی۔ میں نے کہا "میں پاسکل بول رہا ہوں۔ روز میری کا پیچھا نہ کرو مرہم پٹی کے لئے جاؤ۔"

وہ حیرانی سے بولا "مسٹر پاسکل! میں ماسک مین کے حکم پر عمل کر رہا ہوں۔"

"آج سے تم میرے حکم کی تعمیل کروگے۔"

"تمہارے ارادے کیا ہیں؟"

"میں روز میری کو اپنی معمولہ اور تابعدار بنا چکا ہوں' اسے ایک خفیہ اڈے پر پہنچانے جا رہا ہوں۔ واپس آکر تم پر بھی تنویمی عمل کروں گا۔ تم بہت کام کے آدمی ہو۔ میرے معمول بن کر بہت کام آؤ گے۔"

"ہرگز نہیں۔ میں ماسک مین سے غداری نہیں کروں گا۔ تم بہت بڑی غلطی کر رہے ہو۔ ٹیلی پیتھی جاننے کے غرور میں۔۔۔"

میں نے بات کاٹ کر کہا "بکواس مت کرو' کسی ڈاکٹر کے پاس جاؤ۔ تمہارے جانے کے بعد میں یہاں سے روز میری کو لے جاؤں گا۔"

"میں زخم کی تکلیف برداشت کروں گا لیکن روز میری کا تعاقب کروں گا۔"

میں نے اسے دماغی جھٹکا پہنچایا۔ وہ چیخ مار کر اپنی کار کے اندر تڑپنے لگا۔ کچھ لوگ اس کی چیخیں سن کر دوڑتے ہوئے آرہے تھے میں نے دوسری بار زلزلہ پیدا کیا تو وہ برداشت نہ کر سکا۔ بیہوش ہوگیا۔

میں نے جوجو کے پاس آکر دیکھا۔ وہ کلب سے نکل گئی تھی اب کسی ایسے اسٹور کی طرف جا رہی تھی جہاں سے میک اپ کا ضروری سامان خرید سکے۔ میں نے اسے ایک بہت بڑی دکان میں پہنچا دیا۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ آج رات کسی ہوٹل میں رہے گی پھر دوسرے دن کوئی بنگلا کرائے پر حاصل کرے گی۔ پہلے اس نے سوچا تھا کہ لندن چلی جائے گی۔ کسی دوسرے ملک کے چھوٹے سے چھوٹے شہر میں رہے گی۔ لیکن اب دل کہہ رہا تھا یہاں پارس ہے' میں اس سے چھپ کر رہوں گی مگر اس کے قریب رہوں گی۔

دوائی ضروریات کا تمام سامان خرید کر ایک ہوٹل میں آگئی پھر اپنے کمرے کا دروازہ اندر سے بند کرکے میک اپ کرنے بیٹھ گئی۔ اسے تھوڑا تھوڑا میک اپ کرنا آگیا تھا مگر مہارت حاصل نہیں ہوئی تھی۔ میں چپ چاپ اس کی مدد کرتا رہا۔ ایک گھنٹے کی محنت سے اس نے چہرہ تبدیل کرلیا۔ آئینے میں ہر زاویے سے خود کو دیکھا۔ پھر مطمئن ہوکر صوفے پر بیٹھ گئی۔

اسی وقت پاسکل نے اسے مخاطب کیا' وہ بولی "ماسک مین کے پاس چلو' وہیں باتیں ہوں گی۔"

"میں حکم دیتا ہوں۔ ابھی صرف مجھ سے باتیں کروگی۔"

"تمہارے باپ نے بھی کبھی حکم دیا تھا۔ گٹ آؤٹ یو فول۔"

اس نے سانس روکی۔ اسے باہر بھگایا۔ پھر ماسک مین کے دماغ میں دستک دی۔ اس نے پوچھا "کیا لندن پہنچ کر کام شروع کردیا ہے؟"

"جی نہیں۔ میں ابھی آپ کی خوش فہمی ختم کرنے آئی ہوں۔"

"تمہاری اس بات کا مطلب کیا ہے؟"

"یہی کہ اب میں تمہاری نہیں' پاسکل بوبا کی وفادار ہوں۔"

"کیا بک رہی ہو؟"

"ابھی یہ باتیں بکواس لگ رہی ہیں۔ لیکن میں کشمکش میں ہوں' آپ سے وفاداری کرنا چاہتی ہوں۔ مگر پاسکل نے مجھے اپنی معمولہ بنا لیا ہے۔"

"کیا سچ کہہ رہی ہو؟"

"جی ہاں' آپ کا عامل جب مجھ پر عمل کر رہا تھا تو پاسکل نے میرے دماغ پر قبضہ جمایا ہوا تھا۔ میں عامل کو اس کی اس غداری سے آگاہ نہ کر سکی۔ عامل کے جانے کے بعد اس نے مجھ پر تنویمی عمل کیا تھا۔ میں اس کی تابعدار بن گئی ہوں۔ لیکن اس کے عمل میں کوئی ایسی خرابی رہ گئی ہے جس کے باعث میں تابعدار ہونے کے باوجود اسے ناپسند کرتی ہوں۔ ابھی وہ میرے پاس آیا تھا۔ میں نے اسے بھگا دیا ہے مگر میرا دماغ دکھ رہا ہے میرے اندر کوئی چیخ چیخ کر کہتا ہے۔ پاسکل کو واپس بلاؤں اور اس کی تابعداری کروں' پلیز مجھے کسی طرح اس عذاب سے نکالیں۔ پاسکل کو مجبور کردیں کہ وہ میرا پیچھا چھوڑ دے۔"

"ذرا ایک منٹ' میں ابھی اسے بلاتا ہوں۔"

ماسک مین نے ریسیور اٹھا کر اپنے نائب کو حکم دیا "پاسکل بوبا کو ابھی فوجی چھاؤنی میں گرفتار کرکے لاؤ اور فوج کے اعلیٰ افسران کو فوراً حاضر ہونے کی اطلاع دو۔"

پھر اس نے ریسیور رکھ کر پوچھا "روز میری! تم ابھی کہاں ہو؟"

"میں اس جگہ کی نشاندہی نہیں کر سکتی۔ پہلی بار اس شہر میں آئی ہوں۔ ویسے یہ جگہ شہر سے باہر ہے۔ بہت دور دو چار مکانات نظر آرہے ہیں۔"

"میں فوجی ہیڈ کوارٹر جا رہا ہوں' تم پندرہ منٹ بعد رابطہ کرو۔"

"اگر پاسکل نے میرے دماغ میں آکر کوئی زیادتی کی تو میں آپ کے پاس نہیں آسکوں گی۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"فکر نہ کرو۔ میں اس حرام خور کو خیال خوانی کے قابل نہیں رہنے دوں گا۔ جب تک اس کی غداری کھل کر سامنے نہیں آئے گی اس کا دماغ کمزور بنا کر رکھوں گا۔"

جوجو دماغی طور پر حاضر ہو کر مسکرانے لگی۔ مجھے خوشی ہو رہی تھی کہ اب اسے گہری چال چلنے والی مکاری آگئی ہے۔ وہ پندرہ منٹ کے بعد ماسک مین کے پاس آئی۔ فوجی ہیڈ کوارٹر میں تمام اعلیٰ افسران موجود تھے۔ پاسکل بوبا دو مسلح فوجیوں کے درمیان ایک ملزم کی حیثیت سے کھڑا ہوا تھا۔ ماسک مین نے پوچھا "پاسکل تم اپنی گرفتاری کی وجہ سمجھ گئے ہوگے۔ بہتر ہے اپنی زبان سے اعلیٰ افسران کو بتاؤ۔"

وہ بولا "میں اپنی گرفتاری پر حیران ہوں۔ کیونکہ میں نے کوئی جرم نہیں کیا ہے۔"

"کیا تم نے روزمیری پر تنویمی عمل نہیں کیا؟"

وہ ایک دم سے چونک گیا۔ پھر سنبھل کر بولا "نہیں۔ یہ جھوٹ ہے۔ میں بھلا اس پر تنویمی عمل کس طرح کر سکتا ہوں۔ وہ سانس روک لیتی ہے۔ دماغ میں آنے نہیں دیتی۔"

"میں آخری موقع دیتا ہوں۔ سچ بولو ورنہ میں بڑی آسانی سے سچ اگلوا لوں گا۔"

"میں سچا ہوں۔ آپ لوگ جس طرح چاہیں اپنا اطمینان کرلیں۔"

ماسک مین نے حکم دیا "یہاں تمام افسران کے سامنے ایک بیڈ لایا جائے' ہمارا عامل اس پر پاسکل کو لٹا کر تنویمی عمل کرے گا اور اس کے چور خیالات ہم پر آشکار کرے گا۔"

پاسکل کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ وہ گھبرا کر بولا "میں احتجاج کرتا ہوں۔ یہ مجھ جیسے ملک اور قوم کے وفادار کے ساتھ زیادتی ہے۔ آپ جیسے اعلیٰ افسران کو ماسک مین کا محاسبہ کرنا چاہئے۔ یہ کسی خاص وجہ سے میرے ساتھ دشمنی کر رہا ہے۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "مسٹر پاسکل! یہ کوئی دشمنی نہیں ہے بلکہ تمہاری سچائی کا ثبوت پیش کرنے کے لئے تنویمی عمل لازمی ہے۔"

دوسرے افسر نے پوچھا "تم سچے ہو تو گھبراتے کیوں ہو؟"

وہ سمجھ رہا تھا اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کر کے عامل اسے معمول بنائے گا تو وہ بے خبری میں سچ بولتا جائے گا۔ یہ ظاہر ہو جائے گا کہ اس نے تنویمی عمل کے ذریعے جوجو کو اپنی معمولہ اور تابعدار بنایا ہے۔

ایک تو یہ پریشانی تھی کہ جوجو پر تنویمی عمل کامیاب ہوا ہے یا نہیں؟ کیونکہ وہ اس کی آمد پر سانس روک لیتی تھی۔ آخری بار اسے ناگواری سے بھگا دیا تھا۔ وہ پھر ایک بار اس کے پاس جا کر تصدیق کرنا چاہتا تھا کہ وہ کس حد تک معمولہ بن گئی ہے۔ کیونکہ جوجو اس کی طرف مائل ہونے والی باتیں بھی کر چکی تھی۔

تمام افسران کے سامنے ایک ٹرالی بیڈ لایا گیا۔ دو مسلح فوجی پاسکل کو ادھر لے جانے لگے۔ وہ جدوجہد کر کے خود کو چھڑاتے ہوئے بولا "مجھ پر عمل نہ کراؤ میں اعتراف کرتا ہوں۔ میں نے روزمیری پر تنویمی عمل کیا ہے۔"

تھوڑی دیر کے لئے خاموشی چھا گئی پھر ماسک مین نے کہا "یہ پوچھنا بے کار ہے کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ ظاہر ہے تمہارے اندر ملک و قوم کی وفاداری کے جراثیم ختم ہو چکے ہیں۔"

وہ چیخ چیخ کر کہنے لگا "میں وفادار ہوں' آج بھی اپنے ملک و قوم کا وفادار ہوں اور مرتے دم تک رہوں گا۔ میں نے صرف حاسدانہ جذبوں سے روزمیری کو اپنا تابعدار بنایا ہے تاکہ وہ میرے مقابلے میں زیادہ کامیابیاں حاصل نہ کرے۔"

"اسے کامیابیوں سے روکنے کا مطلب ہے کہ تم ملک کو نقصان پہنچا رہے ہو۔ غداری اور کیسے ہوتی ہے؟"

"میں نے یہ نہیں سوچا تھا لیکن میں وفادار ہوں۔"

"نادان سپاہی کی وفاداری دشمنوں کو فائدہ پہنچاتی ہے۔ تم نے روزمیری کو کہاں لے جا کر چھپایا ہے؟"

"میں نے کہیں نہیں چھپایا ہے۔"

جوجو نے ایک فوجی افسر کی زبان سے کہا "یہ بہت سی باتیں چھپا رہا ہے' آپ سب سے پہلے یہ معلوم کریں کہ یہ میرے عامل سے اپنا عمل کب ختم کرے گا؟"

ماسک مین نے کہا "یہ ابھی تمہارے دماغ میں جا کر اپنے عمل کا توڑ کرے گا۔"

جوجو نے کہا "نو سر! ابھی اس کا عمل ادھورا ہے۔ اس لئے میں شکایت کرنے آگئی ہوں۔ یہ دوبارہ آ کر اپنے سابقہ عمل کو پختہ کر سکتا ہے۔"

تمام افسران نے تائید کی۔ بیشک پاسکل اب قابل اعتماد نہیں رہا۔ لیکن سوال یہ تھا کہ روزمیری کو کسی خفیہ اڈے سے نکال کر کس طرح ہوٹل میں پہنچایا جائے۔ جوجو نے کہا "ایک ہی راستہ ہے۔ آپ پاسکل پر تنویمی عمل کرائیں۔ عامل یہ بات اس کے دماغ میں نقش کرے گا کہ یہ روزمیری پر کیے گئے عمل کا توڑ کرے گا اور اس سلسلے میں ہم میں سے کسی کو دھوکا نہیں دے گا۔"

یہ مشورہ قابلِ قبول تھا۔ اس پر فوراً عمل کیا گیا۔ پاسکل کے چیخنے چلّانے کے باوجود اسے اعصابی کمزوری کا انجکشن لگایا گیا۔ وہ بے دست و پا ہو کر بستر پر پڑا رہ گیا۔ میں خاموشی سے دیکھ رہا تھا۔ میرے ذہن میں بہت کچھ تھا کہ ان حالات میں دشمنوں کو کس طرح شہ دینی چاہئے۔ لیکن جوجو پہلی بار بڑی ذہانت کے ساتھ میرے سامنے آئی تھی اور عملی میدان میں اپنی بھرپور صلاحیتوں کا مظاہرہ کر رہی تھی۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ ان حالات میں وہ کیا تماشا کرے گی۔

تب میں نے دیکھا' وہ پاسکل کے دماغ میں آ کر روزمیری

"دیکھو' تم کہاں پڑے ہو۔ یہ وہی جگہ ہے جہاں کل میں پڑی ہوئی تھی۔ میرے سامنے عامل تھا جب وہ چلا گیا تو تم میرے دماغ میں آئے تھے اور میں تمہیں نکال نہیں پائی تھی۔ اب تمہارے سامنے وہی عامل آئے گا۔"

"نہیں روزمیری! مجھے بچالو۔ میں تمہارا احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گا۔ اگر تم مجھے بچالو تو میں تمہاری زندگی کا ایک اہم راز تمہیں بتاؤں گا۔"

"میں تمہارے دماغ کے تہ خانے میں پہنچ کر ابھی وہ راز معلوم کرلوں گی' مجھ پر احسان کرنے اور میرے کسی کام آنے کا وقت گزر چکا ہے۔"

یہ کہتے ہوئے وہ اس کے چھپے ہوئے خیالات پڑھنے لگی۔ اندر جو خیالات ہوتے ہیں ان میں کوئی کھوٹ نہیں ہوتا۔ وہ جھوٹ ہوتے ہیں تو جھوٹ ظاہر کرتے ہیں۔ سچ ہوتے ہیں تو پھر آسمانی کتابوں کی طرح سچ ہی بیان کرتے ہیں۔ جوجو نے جو خیالات پڑھے ان سے اب وہ انکار نہیں کر سکتی تھی۔ پاسکل کے چور خیالات کہہ رہے تھے۔

"تمہارا اصل نام جوجو ہے۔ جوجو ہے۔ جوجو ہے...

"تم مسلمان ہو' مسلمان ہو' مسلمان ہو....

"تم پارس کی شریکِ حیات ہو۔ شریکِ حیات ہو' ہو' ہو..."

تمام تماشے ایک طرف اور سچائی کی معراج ایک طرف۔ جوجو سب کچھ بھول گئی۔ دماغی طور پر حاضر ہوتے ہی اچھل کر کھڑی ہو گئی' چیخ کر بولی "پارس..."

•••

سونیا نے طیارے سے باہر زینے کی بلندی پر آکر دیکھا۔ سامنے ائرپورٹ کی عمارت پر لکھا ہوا تھا "الون عبدالمالک ائرپورٹ"۔

یہ وہی ائرپورٹ تھا' جہاں طوفان میں بھٹکنے والا طیارہ پہنچا تھا اور یہاں تمام مسافروں کو بہ خیریت پہنچانے کے لئے جہاز کے عملے نے ثانی اور علی کو ایک ویرانے میں بے یار و مددگار چھوڑ دیا تھا۔

وہ طیارہ ایک ڈیڈ رن وے پر کھڑا ہوا تھا۔ اس کے مسافر ائرپورٹ کے ایک بڑے ویٹنگ ہال میں بیٹھے اور لیٹے ہوئے تھے' وہ طیارہ پرواز کے قابل تھا لیکن سہمے ہوئے مسافر اسے آسیب زدہ طیارہ کہہ رہے تھے اور دوبارہ اس میں سوار ہو کر اپنی منزل کی طرف جانے سے انکار کر رہے تھے۔ ایسی صورت میں دوسرا طیارہ نیویارک سے بھیجنے کی بات چیت جاری تھی۔ مسافروں نے ایک رات ائرپورٹ پر گزاری تھی' اب شام تک طیارے کی آمد کا یقین دلایا گیا تھا۔

اس طیارے کی آمد سے پہلے سونیا وہاں آگئی تھی۔ سلمان اور سلطانہ نے بار بار خیال خوانی کر کے تصدیق کر لی تھی کہ وہ ثانی اور علی کے دماغوں میں پہنچ نہیں پا رہے ہیں۔ وہ دونوں زندہ ہیں مگر ان کے دماغ سوچ سے خالی ہیں اور خیال خوانی کرنے والوں کی سوچ ان کے دماغوں میں گونج کر رہ جاتی ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے وہ دونوں مسلسل سکتے کے عالم میں ہیں یا انہیں کوما میں رکھا گیا ہے۔

سونیا ایک چارٹرڈ طیارے میں آئی تھی۔ ماریطانیہ کی حکومت نے وہاں اس کے لئے ہیلی کاپٹر کا انتظام کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ ائرپورٹ پر ایک نیگرو افسر نے اس کا استقبال کیا۔ اس کے ساتھ مسلح سپاہی اور دوسرے افسر تھے۔ اس نے سونیا سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "آپ سے مل کر بہت خوشی ہو رہی ہے۔ مجھے یہاں کی انٹیلی جنس میں چیف کہتے ہیں۔"

پولیس کے دوسرے افسران سے بھی تعارف ہوا۔ وہ بولی۔ "میں ان مسافروں سے ملنا چاہتی ہوں جو آسیب زدہ طیارے میں سفر کر رہے تھے۔"

افسران اسے ویٹنگ ہال میں لے آئے۔ سونیا دو چار مسافروں سے سوالات کرنے لگی۔ سب کا جواب ایک جیسا تھا کہ جب تک ثانی اور علی طیارے میں رہے باہر طوفان جاری رہا۔ ایک جگہ اترنے کے بعد باہر سے طیارے پر پتھر برسائے گئے لیکن کھڑکی سے باہر دیکھنے والوں کا بیان تھا کہ پتھر پھینکنے والے نظر نہیں آ رہے تھے۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کئی مسافروں نے کہا "ہم نے خود بخود مس ثانیہ سلمان اور علی تیمور کو الزام دینا شروع کردیا کہ ان کی وجہ سے طیارے پر آفت آرہی ہے۔ اگر یہ باہر چلے جائیں تو ہم محفوظ رہیں گے۔ ہم نے محسوس کیا کہ یہ باتیں بے اختیار بولتے جارہے ہیں۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ ان کے باہر جانے کے بعد پتھراؤ ختم ہوگیا' طوفان تھم گیا۔"

پائلٹ نے بیان دیا کہ وائرلیس میں جو خرابی پیدا ہوگئی تھی وہ خود بخود درست ہوگئی تھی اور وہ کنٹرول ٹاور سے رابطہ قائم کر کے تمام مسافروں کو بخیریت الون عبدالمالک کے اس چھوٹے سے شہر میں لے آیا تھا۔

انٹیلی جنس کے چیف نے اس کے ساتھ وی آئی پی روم میں آکر کہا "اگرچہ یہ باتیں ناقابلِ یقین ہیں لیکن ہم افریقہ کے لوگ اس پر یقین رکھتے ہیں۔ کالا جادو صدیوں سے ہماری قدیم تہذیب کا ایک حصہ ہے۔ آج ہم مہذب کہلاتے ہیں پھر بھی جادو کو مانتے ہیں۔"

سونیا نے کہا "بے شک ہماری دنیا میں جادو ہے اور ہم پر اس کے اثرات ہوتے ہیں۔ آپ کو ان جادوگروں کے اڈوں کا علم ہوگا جو اس ملک میں رہتے ہیں؟"

"جی ہاں' کچھ لوگوں کو جانتا ہوں۔ آپ آرام کریں پھر چلیں گے۔"

"میں کام کے وقت آرام نہیں کرتی۔ آپ مجھے ان جادوگروں سے ملائیں۔"

وہ کچھ پریشان ہو کر بولا "مجھے تھوڑا سا وقت دیجئے۔ میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ اس قبیلے کا سردار آپ سے ملنا چاہے گا یا نہیں۔"

"آپ معلوم نہ کریں۔ میں اس کی مرضی کے خلاف اس سے ملوں گی۔ اچانک جاکر اس سے ملاقات کروں گی۔"

"میڈم' وہ میرا دشمن بن جائے گا۔"

"جہاں جان کا خطرہ ہو وہاں ڈیوٹی سے بھاگ جاتے ہو؟"

وہ جھینپ کر بولا "جی یہ بات نہیں ہے۔ میں مجرموں سے لڑنے اور قانون کی خاطر جان دینے سے نہیں ڈرتا لیکن یہ جادوگر سامنے آکر مقابلہ نہیں کرتے۔ کوئی ایسا کالا عمل کرتے ہیں کہ ہم یا ہمارے بچے ایڑیاں رگڑ کر مرسکتے ہیں۔ ان کے خلاف جرم کا کوئی ثبوت بھی نہیں ہوتا۔"

"تم ان کے متعلق جو کچھ جانتے ہو بیان کرو۔"

وہ تھوڑی دیر تک سر جھکائے بیٹھا رہا پھر بولا "امریکا کے جنوب مشرق میں ایک جزیرہ ہیٹی ہے۔ وہاں ایک نہایت ظالم ڈکٹیٹر تھا جس کا نام زانکوئس پاپا ڈوک تھا۔ یہ اپنی طرز کا واحد حکمران ہے جس نے کالے جادو کی قوت سے جزیرے کے لاکھوں افراد پر ... حکمرانی کی۔ جب امریکی حکومت کو پتا چلا کہ وہاں شیطان کی پوجا ہوتی ہے اور انسانی جانوں کی قربانی دی جاتی ہے تو امریکی فوج نے اس پر حملہ کردیا۔ زانکوئس پاپا ڈوک کا ایک شاگرد شان پاپا ڈوک اس جزیرے سے فرار ہو کر ملک ملک گھومتا ہوا ماریطانیہ کے ایک علاقے نطافیہ میں آگیا۔"

سونیا نے کہا "اچھا تو مجھے نطافیہ جانا ہوگا۔ یہ کہاں ہے؟"

"ہمارے ملک کے جنوب میں' یہاں سے تقریباً آٹھ سو میل کے فاصلے پر ہے مگر وہ بہت خطرناک علاقہ ہے۔"

"کالے جادو کی وجہ سے خطرناک ہے؟"

"جی ہاں نطافیہ ایک خوبصورت شہر ہے۔ وہاں ہمارے جیسے کالے باشندے کم اور گوری چمڑی والے انگریز زیادہ ہیں۔ وہاں میں کئی بار جا چکا ہوں اور جو کچھ میں نے وہاں دیکھا اس پر آپ یقین نہیں کریں گی۔ اس شہر میں میری ایک بہن رہتی تھی۔ ایک رات اس نے خون کی قے کی پھر مرگئی۔ ہم نے آخری تمام ... کے بعد اسے دفن کردیا لیکن ...." وہ اپنی جگہ بے چینی سے پہلو بدل کر بولا "لیکن وہ اپنی موت کے دو دن بعد یعنی تیسری رات کو ہمارے گھر آئی۔ ہم سب حیران رہ گئے۔ میری بیوی اور بچے اسے دیکھ کر دہشت سے چیخنے لگے۔ اس نے کہا' خاموش ہو جاؤ' میں نقصان پہنچانے نہیں آئی ہوں' تم لوگوں نے مجھے تابوت میں ڈال کر دفن کردیا۔ تمہیں میری ضرورت کی چیزوں کو رکھنا چاہئے تھا۔ کوئی بات نہیں' میں اپنا ضروری سامان لینے آئی ہوں۔'

"اُس نے اٹیچی کیس میں اپنے پسندیدہ کپڑے اور اپنے استعمال کی دوسری چیزیں رکھیں ہم پر سکتہ طاری ہوگیا تھا۔ ہم نے جسے دو دن پہلے اپنی آنکھوں کے سامنے دفن کردیا تھا وہ زندہ ہو کر چلی آئی تھی۔"

سونیا نے پوچھا "کیا تمہیں یقین ہے کہ وہ زندہ ہو کر آئی تھی؟"

"جی ہاں میڈم! یہ جادو کی ایک قسم ہے۔ اسے ووڈو کہتے ہیں۔ ووڈو کے کالے علم کے ذریعے مرنے والوں کی ارواح کو طلب کیا جاتا ہے پھر ان کے مردہ جسموں میں ارواح کو پہنچا کر زندہ کیا جاتا ہے۔ اسے زومبی کہتے ہیں یعنی "زندہ مردہ" وہ زندہ ہوتا ہے مگر مردہ رہتا ہے' صرف اپنے آقا کے حکم کی تعمیل کر کے واپس اپنے تابوت میں جا کر ابدی نیند سو جاتا ہے۔"

"میں کالے جادو کو ایک حد تک مانتی ہوں لیکن زومبی کو تسلیم نہیں کرتی۔ ہم مسلمانوں کا ایمان ہے کہ مرنے والے صرف قیامت کے دن اٹھائے جائیں گے' اس سے پہلے کوئی جادوگر مردے کو زندہ نہیں کرسکتا۔"

"لیکن میڈم! میں نے' میری بیوی اور بچوں نے اپنی آنکھوں سے اسے دیکھا' وہ میری بہن تھی۔ میں اسے پہچاننے میں غلطی نہیں کرسکتا تھا۔ اس کی آواز' اس کا لہجہ بالکل ویسا ہی تھا۔ اس نے جاتے وقت کہا تھا' میرا باقی سامان ویسے ہی رہنے دینا۔ کبھی قبر میں دل گھبرائے گا تو اپنے کمرے میں آجایا کروں گی۔' یہ کہہ کر وہ چلی گئی۔"

"تمہیں اس کے پیچھے جانا چاہئے تھا۔"

"میں نے اٹھنا چاہا تھا' میری بیوی اور بچوں نے مجھے پکڑلیا۔ سب ہی دہشت زدہ تھے' پھر یہ کوئی نئی بات نہیں تھی۔ شہر نطافیہ میں ایسے کئی زندہ مردے دیکھے گئے ہیں۔"

"تم نے اور دوسرے شہریوں نے انہیں آنکھوں سے دیکھا ہے اس لئے میں بحث نہیں کروں گی۔ نطافیہ یہاں سے دور نہیں ہے۔ ہیلی کاپٹر کا بندوبست کرو۔ میں خود جاکر ایسے مُردوں سے ملاقات کروں گی۔"

وہ اٹھ کر جانا چاہتا تھا۔ وہ بولی "شیطان کی پوجا کرنا اور اس پر انسان کا خون چڑھانا خلافِ قانون ہے۔ تمہاری حکومت شان پاپا ڈوک کو گرفتار کیوں نہیں کرتی؟"

"اس کے خلاف کسی جرم کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ جو افسر ثبوت فراہم کرنے کی کوشش کرتا ہے اس کے بیوی بچے طرح طرح کی اذیتوں میں مبتلا ہو کر مرجاتے ہیں اور یہ پتا نہیں چلتا کہ انہیں کس طرح اذیتیں پہنچ رہی ہیں۔"

"پھر تو تمہیں میرے ساتھ نہیں جانا چاہئے۔"

"میں شرمندہ ہوں۔ ویسے آپ کو جس چیز کی ضرورت ہوگی مہیا کردی جائے گی۔ ہیلی کاپٹر شہر سے دس میل دور آپ کو اتار دے گا۔ پائلٹ بھی خوفزدہ ہے' وہ آپ کے ساتھ شہر میں نہیں جائے گا۔"

"اب اس بات پر بھی شرمندہ نہ ہونا۔ جاؤ شاباش۔"

وہ چلا گیا۔ سونیا سوچنے لگی کہ ثانی اور علی کس حال میں ہوں گے۔ سلطانہ اور سلمان کی رپورٹ کے مطابق وہ دونوں کوما میں تھے۔ انہیں کسی دوا کے ذریعے طویل سکتے کے عالم میں پہنچایا گیا ہوگا کیونکہ وہ دونوں ایسی مضبوط قوتِ ارادی کے مالک تھے کہ جادو سے اثر نہیں لے سکتے تھے' انہیں قابو میں کرنے کے لئے جادو کے علاوہ دوسرے ہتھکنڈے آزمائے گئے ہوں گے۔ اسے یقین تھا کہ وہ نطافیہ میں دونوں کو ڈھونڈ نکالے گی۔

وہ ایک گھنٹے بعد ہیلی کاپٹر میں سفر کررہی تھی۔ نیچے حدِ نظر تک ریگستان نظر آرہا تھا۔ کہیں کہیں انسانی آبادی دکھائی دیتی تھی۔ شام کے چار بجے ہیلی کاپٹر ایک چھوٹی سی بستی کے قریب اتر گیا۔ اُدھر سے ایک پختہ سڑک گزرتی تھی جو شہر نطافیہ کی سمت جاتی تھی۔ وہ ہیلی کاپٹر اسے وہاں چھوڑ کر چلا گیا۔ بستی کے کالے پیلے بچے' عورتیں اور مرد اسے دور سے دیکھ رہے تھے اور ایک دوسرے سے اپنی زبان میں کچھ بول رہے تھے۔ پائلٹ نے بتایا تھا کہ اس راستے سے گاڑیاں گزرتی رہتی ہیں۔ اسے لفٹ مل جائے گی یا اس سڑک پر چلنے والی کسی بس میں وہ شہر تک پہنچ سکے گی۔

اس نے دور تک نظریں دوڑائیں' کسی گاڑی کی اڑتی ہوئی گرد بھی نظر نہیں آرہی تھی۔ وہ اپنا بیگ شانے سے لٹکا کر چل پڑی۔ وہ کسی گاڑی سے راستہ چلتے ہوئے لفٹ مانگ سکتی تھی۔ اس کی پشت پر ضروری سامان کا کٹ بندھا ہوا تھا۔ وزن کچھ زیادہ تھا۔ دس میل تک جانا تھا ویسے وزن ہو یا مصیبت' اس نے کسی معاملے میں کبھی کم و بیش کا حساب نہیں کیا تھا۔

اس سے کہا گیا تھا کہ اس سڑک پر گاڑیاں چلتی ہیں لیکن دو گھنٹے تک چلتے رہنے کے بعد بھی ایک گاڑی تو کیا ایک گدھا تک نظر نہیں آیا تھا۔ اب سورج ڈوبنے والا تھا اور تھوڑی دیر میں رات کی تاریکی پھیلنے والی تھی۔ وہ جدّوجہد سے بھری زندگی گزارنے والی عورت تھی۔ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک آتی جاتی رہتی تھی۔ دس میل کا فاصلہ طے کرنے میں زیادہ وقت نہ لگتا لیکن وقت لگ رہا تھا۔ راستہ طویل ہوتا جارہا تھا اور شہر کے آثار نظر نہیں آرہے تھے۔ اس سلسلے میں دو ہی باتیں ہوسکتی تھیں' ایک تو یہ کہ اسے غلط فاصلہ بتایا گیا تھا' شہر دس میل سے بہت زیادہ دور تھا یا کوئی کالا عمل ہو رہا تھا جس کے نتیجے میں راستہ آگے' اور آگے بڑھتا ہی جارہا تھا۔

سورج کی روشنی اب برائے نام رہ گئی تھی۔ ہر طرف اندھیرا چھا رہا تھا اور یہ بات لازم تھی کہ جب سورج بالکل ہی ڈوب جائے گا تو رات قبر کے اندھیرے سے بھی زیادہ کالی ہوگی اور آگے راستہ سجھائی نہیں دے گا۔ صاف پتا چل رہا تھا کہ شیطانی شرارتیں شروع ہوگئی ہیں۔

آخر ایک گاڑی کی آواز سنائی دی۔ وہ چلتے چلتے رک گئی۔ اس نے پلٹ کر پیچھے دیکھا۔ ڈوبتے ہوئے دن کے دھندلکے میں ایک کار چلی آرہی تھی۔ سونیا نے لفٹ کے لئے ہاتھ کا اشارہ کیا۔ کار تیزی سے آرہی تھی' قدرتی طور پر اس کے دماغ میں پہلے سے گھنٹی بجنے لگی تھی۔ وہ چپ چاپ کھڑی رہی پھر کار کے قریب آتے ہی وہ اچھل کر دور چلی گئی۔ اگر کھڑی رہتی تو کار اسے کچلتی ہوئی چلی جاتی۔

وہ کار اپنی تیزی میں سڑک کے کنارے ریت پر گئی پھر گھوم کر سڑک پر آنے کے بعد رک گئی۔ سونیا اطمینان سے چلتی ہوئی قریب آئی' پہلے اس نے اگلی سیٹ کو دیکھا' وہاں کوئی نہیں تھا۔ ڈرائیونگ سیٹ بھی خالی تھی یعنی وہ کار بغیر ڈرائیور کے چلتی ہوئی آئی تھی۔

پھر پچھلی سیٹ پر وہ دکھائی دیا جس کی توقع نہیں کی جاسکتی تھی۔ پیچھے ثانی اور علی سیٹ کی پشت سے ٹیک لگائے ساکت بیٹھے تھے۔ ان کی پلکیں تک نہیں جھپک رہی تھیں' وہ خاموشی سے سامنے تک رہے تھے۔ سونیا نے ایک ذرا حیرت کا اظہار نہیں کیا۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کھڑکی کی طرف جھک کر پوچھا "کون ہو تم دونوں؟ کیا اس طرح گاڑی چلائی جاتی ہے؟"

وہ دونوں چپ تھے۔ لاش کی طرح نظر آرہے تھے۔ سونیا نے کہا "اوہ میں نے خیال نہیں کیا تھا' اگلی سیٹ پر تو کوئی نہیں ہے گاڑی کون چلا رہا تھا؟"

اسے پھر جواب نہیں ملا۔ یہ سچ ہے کہ کالا جادو کرنے والوں کے پاس شیطانی علم ہوتا ہے مگر عقل نہیں ہوتی۔ اسی بے عقلی کا نمونہ اس کہانی سے ملتا ہے کہ ایک شخص نے بوتل کھولی تو اس میں سے بھوت نکلا اور اس شخص کو کچا کھا جانے کی دھمکی دینے لگا۔ اس شخص نے کہا' یقین نہیں آتا کہ اتنا بڑا اور پیارا بھوت اتنی چھوٹی سی بوتل میں سما سکتا ہے۔ بھوت اسے یقین دلانے کے لئے دوبارہ بوتل میں گیا' اس شخص نے بوتل بند کر دی۔ سونیا نے اگلی سیٹ کی طرف دیکھتے ہوئے کار کی چابی نکال کر چھپا لی۔ وہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ جادو کرنے والے کہاں تک دیکھتے اور سمجھتے ہیں۔

اس نے پوچھا "کیا مجھے لفٹ مل سکتی ہے؟"

وہ دونوں بدستور ساکت بیٹھے ہوئے تھے جیسے زومبی ہوں' زندہ مردے' سونیا نے کہا "میں سمجھ گئی لفٹ نہیں ملے گی۔ کوئی بات نہیں' میں پیدل جا رہی ہوں۔"

وہ جانے لگی۔ تھوڑی دور جانے کے بعد علی کی آواز آئی "اے رک جاؤ۔"

سونیا نے دور سے پلٹ کر پوچھا "کیا مجھ پر گاڑی نہیں چڑھاؤ گے۔"

وہ کار کی... سیٹ سے باہر آکر بولا "تم چالاکی دکھا رہی ہو' چابی کہاں ہے؟"

"پہلے یہ بتاؤ بغیر ڈرائیور کے گاڑی کیسے چل رہی تھی؟"

"میں چلا رہا تھا' گاڑی کے رکتے ہی پچھلی سیٹ پر چلا گیا۔"

"کیوں پیچھے چلے گئے تھے؟" وہ قریب آکر بولی۔

"تاکہ تم گاڑی چلاؤ۔"

"میں دو اجنبیوں کے آگے بیٹھ کر ڈرائیو نہیں کروں گی۔"

"کیسی باتیں کر رہی ہیں مما! میں آپ کا بیٹا علی ہوں اور وہ ثانی ہے" سونیا نے چونک کر اسے اور ثانی کو دیکھا۔ ثانی نے بھی باہر آکر اسے دیکھا پھر پوچھا "آپ ہمیں پہچاننے سے انکار کیوں کر رہی ہیں؟"

وہ قریب آکر رازداری سے بولی "تم دونوں سچ مچ علی اور ثانی ہو؟"

"ہاں' مگر ابھی ہم مردہ ہیں یعنی زومبی ہیں۔"

علی نے کہا "میری ساس کہہ رہی تھی جب تک سونیا نہیں آئے گی وہ ہمیں مردہ بنا کر رکھے گی۔"

سونیا نے دونوں کی ٹھوڑی کو چھو کر کہا "آہ' کتنے پیارے بچوں کو مردہ بنا دیا ہے! اسی لئے تو لوگ ساس سے نفرت کرتے ہیں۔ چلو میں ابھی تمہارے ساتھ چلتی ہوں۔"

وہ ڈرائیونگ سیٹ پر آئی۔ دونوں پچھلی سیٹ پر چلے گئے۔ اس نے چابی سے کار اسٹارٹ کی مگر انجن خاموش رہا۔ دراصل وہ اسٹارٹ نہیں کر رہی تھی' انہیں چکر دے رہی تھی پھر اس نے کہا "علی! ذرا اتر کر دھکا لگاؤ۔"

وہ اتر کر دھکا لگانے لگا۔ سونیا نے پلٹ کر پوچھا "کیا تم ثانی نہیں ہو؟"

"میں بالکل ثانی ہوں۔"

"لیکن وہ تو علی سے ایک پل کے لئے الگ نہیں ہوتی تھی' کسی کام سے باہر جاتا تو ثانی بھی جاتی تھی' وہ بیچارہ تنہا دھکا لگا رہا ہے اور تم......"

بات پوری ہونے سے پہلے ہی وہ کار سے نکل کر پیچھے دھکا لگانے اور خود کو علی کی ثانی ثابت کرنے لگی۔ سونیا نے پھرتی سے گاڑی اسٹارٹ کی پھر اس سے پہلے کہ وہ دوڑ کر پچھلی سیٹ کی طرف آتے' اس نے تیزی سے گاڑی آگے بڑھا دی۔ وہ چیخنے لگے "اے رک جاؤ' ہم کہتے ہیں رک جاؤ' ہم زومبی ہیں' زندہ مردے' تم ہم سے پیچھا نہیں چھڑا سکو گی۔"

یہی تو وہ دیکھنا چاہتی تھی اگر وہ مردہ ہیں اور ووڈو علم کے ذریعے دونوں کی روحیں واپس دنیا میں بلائی گئی ہیں تو وہ پیچھے نہیں رہیں گی' چلتی کار میں بھی آکر بیٹھ جائیں گی۔

ایسا نہیں ہوا وہ دونوں پیچھے رہ گئے۔ سونیا تیز رفتاری سے ڈرائیو کرتی ہوئی آگے جاتی رہی۔ کار کی ہیڈ لائٹس میں دور تک راستہ دکھائی دے رہا تھا اسی وقت سلمان نے مخاطب کیا "ہیلو سسٹر! میں شرمندہ ہوں' آپ کے پاس آنے میں دیر ہو گئی۔"

"کوئی بات نہیں' سلطانہ کو آنا چاہئے تھا۔"

"وہ بات یہ ہے کہ .... کہ ادارے میں ہمارا نکاح پڑھایا جا رہا تھا وہ دلہن بنی ہوئی ہے میں نے سوچا دلہن کے پاس جانے سے پہلے آپ کو اطلاع دے دوں اور خیریت معلوم کر لوں۔"

"میں خیریت سے ہوں۔ آج تم دونوں کو چھٹی کرنی چاہئے۔"

"چھٹی ضروری نہیں ہے۔ آپ ایسی جگہ پہنچ گئی ہیں جہاں آپ کی ذہانت کے علاوہ ہماری ٹیلی پیتھی بھی ضروری ہے۔"

"تم لیلیٰ اور وولف کو میرے پاس بھیج دو۔"

"ٹھیک ہے' ثانی میری بیٹی ہے جب تک اس کی مکمل خیریت معلوم نہیں ہوگی' میں سکون سے نہیں رہ سکوں گا' دو گھنٹے بعد ضرور آؤں گا۔"

وہ چلا گیا۔ لیلیٰ نے سونیا کے پاس آکر کہا "سلمان نے آپ کے پاس بھیجا ہے۔"

سونیا نے کہا "مجھے بتایا گیا تھا کہ ثانی اور علی طویل نیند کے عالم میں ہیں۔ کوئی خیال خوانی کرنے والا ان پر اثر انداز نہیں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہو سکتا۔ تھوڑی دیر پہلے ثانی اور علی سے میری ملاقات ہوئی' وہ خود کو 'زندہ مردہ' کہہ رہے تھے۔ میرا خیال ہے پہلے ان کے دماغ کو کسی طرح کمزور بنایا گیا پھر انہیں سحرزدہ کیا گیا ہے' وہ جادو کے زیر اثر خود کو زومبی کہہ رہے ہیں۔ میں تمہارے ذریعے اس خیال کی تصدیق کر سکتی ہوں' ذرا ان کے پاس جاؤ۔"

وہ گئی پھر ایک منٹ کے اندر واپس آکر بولی "سسٹر! وہ دونوں کسی ویرانے میں ہیں' چاروں طرف تاریکی ہے اور وہ سڑک پر چل رہے ہیں۔ آپ کا اندازہ درست ہے' وہ خود کو زومبی یا 'زندہ مردہ' سمجھ رہے ہیں۔"

سونیا نے گاڑی روکی پھر واپس جانے لگی' اس نے لیلیٰ سے کہا "یہ ہمارا ایمان ہے کہ مردے زندہ نہیں ہوتے' وہ صرف قیامت کے دن اٹھائے جائیں گے پھر بھی میں نے آزمائش کے طور پر ان سے کار کو دھکا لگانے کو کہا تو وہ سچ مچ دھکا لگانے لگے جبکہ ووڈو کے زیر اثر زومبی کو صرف اپنے آقا کا حکم ماننا چاہئے۔"

لیلیٰ نے کہا "سسٹر! ووڈو کے ذریعے قبروں سے اٹھنے والے مردے صرف کہانیوں میں ہوتے ہیں۔ آپ جہاں جارہی ہیں' کیا وہاں کالا عمل کرنے والے لوگ ہیں؟"

"ہاں۔ شان پاپا ڈوک نامی ایک شخص نے شیطانی عمل کے ذریعے وحشت پھیلا رکھی ہے۔ ابھی میں نے تھوڑا چکر چلا کر یہ سمجھ لیا ہے کہ وہ برائے نام جادوگر ہے۔ جادو کے علاوہ کچھ دوسرے علوم بھی جانتا ہے اور بہت زیادہ چالاک بنتا ہے۔"

"ثانی اور علی سحرزدہ ہیں' آپ انہیں کار میں بٹھائیں گی تو وہ آپ کے لئے مصیبت بن جائیں گے۔"

"اسی لئے تمہیں بلایا ہے۔ فرہاد کو بھی بلاؤ۔ تم دونوں ان کے دماغوں میں رہو گے۔ وہ میرے خلاف کچھ کرنا چاہیں گے تو فرہاد سمجھ لے گا کہ ایسے وقت کیا کرنا چاہئے۔"

"میں جارہی ہوں ہم ثانی اور علی کے اندر رہیں گے۔"

لیلیٰ نے مجھے ان کے بارے میں بتایا پھر میں علی کے پاس اور وہ ثانی کے پاس آگئی۔ سونیا نے ان کے قریب گاڑی روک دی' وہ ان سے کہہ رہی تھی "سوری' مجھے بعد میں خیال آیا کہ مُردوں کو زندہ ہونے کے بعد چلنے پھرنے میں تکلیف ہوتی ہے۔ آؤ کار میں بیٹھ جاؤ۔"

وہ دونوں پچھلی سیٹ پر آگئے۔ سونیا کار کو واپس موڑ کر نقافیہ کی سمت جانے لگی علی نے کہا "اگر تم واپس نہ آتیں تو ہم تم سے پہلے شہر پہنچ جاتے۔"

"تو پھر پیدل کیوں آرہے تھے؟"

"ہم قبر کی تاریکی میں رہتے ہیں' ہمیں یہاں بھی چاروں طرف کی تاریکی اچھی لگ رہی تھی لہٰذا ہم ٹہل رہے تھے پھر ہماری روحوں کو طلب کرنے والا آقا ہم سے کہہ چکا تھا کہ گاڑی لے جانے والی واپس آئے گی' دیکھو تم واپس آکر ہمیں لے جارہی ہو۔"

"تمہارا آقا کون ہے؟"

"وہ اس دور کا سب سے بڑا جادوگر ہے۔ بڑے بڑے ساحر اعظم اس کے سامنے سر جھکاتے ہیں۔ تم بھی اس کی کنیز بن جاؤ گی' تمہارا جادو اس پر اثر انداز نہیں ہو سکے گا۔"

"میں جادو نہیں جانتی ہوں۔"

ثانی نے کہا "جانتی ہو۔ تم نے جادو سے کار کی چابی اپنے ہاتھ میں کر لی تھی۔"

"وہ ہاتھ کی صفائی تھی۔"

میں نے سونیا کے پاس آکر کہا "یہ شان پاپا ڈوک شاید ٹیلی پیتھی جانتا ہے یا کسی شیطانی عمل سے کہیں بیٹھا بول رہا ہے' اپنی مرضی کے مطابق ثانی اور علی بولتے جارہے ہیں۔"

وہ بولی "میرا بھی یہی خیال ہے۔ وہ بڑا چالباز ہے' اپنی چالوں سے لوگوں کو دہشت زدہ کئے رکھتا ہے۔"

میں پھر علی کے پاس آیا۔ ادھر ثانی ٹھیک سونیا کے پیچھے بیٹھی ہوئی تھی۔ سونیا کی طرح ایک انگوٹھی پہنے ہوئے تھی جس میں ایک ننھی سی سوئی پوشیدہ تھی۔ مخصوص طریقے سے آپریٹ کرتے ہی باہر نکل آتی تھی پھر شکار کے جسم میں پیوست ہو کر اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کر دیتی تھی۔

اس وقت وہ ہاتھ بڑھا کر اس کی گردن میں سوئی پیوست کرنا چاہتی تھی۔ لیلیٰ نے چپکے سے ہاتھ ہٹا دیا پھر سونیا کے پاس آکر بولی "ہوشیار رہیں' یہ انگوٹھی کے ذریعے اعصابی کمزوری کی آپ کے بدن میں انجکٹ کرنا چاہتی ہے۔"

ثانی دوسری بار پھر انجکٹ کرنا چاہتی تھی۔ سونیا نے یکبارگی بریک لگائے ثانی خود کو سنبھال نہ سکی الٹ کر آدھی سامنے والی سیٹ کی طرف آئی اور آدھی پیچھے رہ گئی۔ علی اسے سہارا دے کر اپنی طرف کھینچتے ہوئے بولا "یہ کوئی گاڑی روکنے کا طریقہ ہے؟"

"میں اسی طرح گاڑی چلاتی ہوں' خطرہ ہو تو اچانک روکتی ہوں' خطرہ ٹل جائے تو اچانک اسٹارٹ کرتی ہوں۔" اس نے ایک جھٹکے سے گاڑی آگے بڑھائی وہ دونوں پھر دو سیٹوں کے درمیان گرتے گرتے سنبھل گئے۔ ثانی نے کہا "تم ہماری محافظ نہیں ہو۔ اگر ہوتیں تو سلامتی سے ہمیں قبرستان پہنچا دیتیں۔"

"کیا تم دونوں قبرستان جاؤ گے؟"

"ہاں ہم اپنی اپنی قبروں میں جا کر آرام کریں گے۔ وہ دیکھو شہر کی بتیاں دکھائی دے رہی ہیں۔ وہاں داخل ہونے سے پہلے ایک قبرستان آئے گا' ہم وہاں اتر جائیں گے۔"

"کیا مجھے اپنے آقا سے نہیں ملاؤ گے؟ میں نے اس کا چرچا سنا ہے' یہاں کے حکمران بھی اس سے خوفزدہ رہتے ہیں۔"

"ہم کسی کو کسی سے نہیں ملاتے وہ خود ہی تمہیں مردہ بنانے کے بعد تمہاری روح کو اپنے پاس بلا لے گا' گاڑی روکو۔"

سونیا نے گاڑی روک دی۔ قریب ہی ایک قبرستان نظر آرہا تھا۔ وہ پچھلا دروازہ کھول کر جانے لگے جب وہ ذرا دور چلے گئے تو میں نے سونیا سے کہا "ان کی فکر نہ کرو' میں ان کے ساتھ رہوں گا۔ تم شہر میں جاؤ' ہم دیکھیں گے کہ دشمن ہمیں شہر میں ملتے ہیں یا ویرانے میں۔"

وہ ڈرائیو کرتی ہوئی آگے چلی گئی۔ میں علی کے پاس آگیا' وہ دونوں تاریکی میں چلتے ہوئے قبرستان کے علاقے میں داخل ہوئے۔ سامنے کچھ نظر نہیں آرہا تھا مگر وہ یوں چل رہے تھے جیسے برسوں کا جانا پہچانا راستہ ہو جبکہ ان دونوں نے وہاں ابھی چوبیس گھنٹے بھی نہیں گزارے تھے' وہ ساحر شان پاپا ڈوک اپنے کالے عمل سے انہیں لے جارہا تھا۔

وہ دونوں قبرستان کے مختلف حصوں سے گزرتے ہوئے ایک ٹوٹی ہوئی قبر کے پاس پہنچ گئے۔ ان کے دماغوں میں یہ بات آرہی تھی کہ کس طرح قدم اٹھا کر کدھر سے بچتے ہوئے کہاں قدم رکھنا ہے' وہ اسی ہدایت کے مطابق ٹوٹی ہوئی قبر میں پاؤں ڈال کر ایک دوسرے کا ہاتھ تھام کر کھڑے ہوگئے۔ چند سیکنڈ کے بعد وہ کھڑے ہی کھڑے نیچے قبر کی تہہ میں دھنسنے لگے۔

اندر گہری تاریکی تھی۔ میں اور لیلیٰ ان کے دماغوں میں محسوس کر رہے تھے جیسے وہ کسی نادیدہ لفٹ میں نیچے جارہے ہوں' نیچے فاصلہ زیادہ نہیں تھا اگر وہ کھلی جگہ ہوتی تو چھلانگ لگا کر بھی پہنچا جا سکتا تھا' وہ پلک جھپکتے ہی پہنچ گئے۔

گہری تاریکی میں ایک موم بتی روشن تھی وہ دونوں اُدھر جانے لگے' اس کی مختصر سی روشنی میں لکڑی کا مضبوط دروازہ دکھائی دے رہا تھا' ان کے قریب پہنچتے ہی دروازہ خود بخود کھلتا چلا گیا۔ دوسری طرف وسیع میدان اور کھنڈرات نظر آرہے تھے۔ وہاں ایک شخص کیلی کیلوں پر لیٹا ہوا منتروں کا جاپ کر رہا تھا' ایک عورت وہاں بھڑکتی ہوئی آگ پر دوڑتی ہوئی جاتی تھی پھر دوڑتی ہوئی واپس آتی تھی' وہ بھی منتر پڑھتی جارہی تھی' کوئی سر کے بل زمین پر الٹا کھڑا تھا' کوئی ایک ٹانگ پر سیدھا کھڑا تھا' کوئی اپنے جسم کو توڑ مروڑ کر اذیت میں مبتلا تھا۔ یہ تمام لوگ منتروں کا جاپ کر رہے تھے' کالے جادو کا علم سیکھ رہے تھے۔

ان میں راحیلہ بھی تھی۔ وہ ثانی کو دیکھ کر دونوں بانہیں پھیلا کر آگے بڑھتی ہوئی بولی "میری بچی! میری جان' تھک گئی ہوگی۔ میں یہاں سے دیکھ رہی تھی' اس ذلیل سونیا نے تمہیں دور تک پیدل چلایا تھا۔ دھوکا دے کر کار سے اتار دیا تھا۔ اسے آنے دو' میں اسے جادو سے گدھی بنا دوں گی۔"

اس نے ثانی کو گلے لگا لیا۔ بیٹی خاموش تھی' سحرزدہ تھی۔ ایک طرف دیدے پھیلائے دیکھ رہی تھی۔ جدھر دیکھ رہی تھی اُدھر ایک قد آور پہلوان جیسا شخص کھڑا ہوا تھا۔ اس نے بھاری بھرکم فوجی بوٹ اور ایک پتلون پہنی ہوئی تھی' اس کا اوپری بدن ننگا تھا۔ سینہ چٹان کی طرح پھیلا ہوا تھا' بازوؤں کی مچھلیاں ابھری ہوئی تھیں۔ وہ سر سے پاؤں تک الٹے توے کی طرح کالا تھا۔ سیاہ چہرے پر سفید دیدے یوں لگ رہے تھے جیسے تاریکی سے شیطان جھانک رہا ہو۔ چہرے پر ایسی سفاکی تھی جیسے وہ انسانی لہو پیتا ہو' اسے دیکھ کر سب نے سر جھکا لیا۔ صرف راحیلہ' ثانی اور علی سر اٹھائے کھڑے تھے۔

اس نے گرجدار آواز سے پکارا "سارائی!"

راحیلہ کی ماں سارائی ایک طرف سے آئی پھر اس کے سامنے سر جھکا کر بولی "یس پاپا ڈوک! میں تیری کنیز ہوں۔"

شان پاپا ڈوک نے کہا "تم راحیلہ کے ساتھ شہر میں جاؤ۔ سونیا ہوٹل ڈوڈا میں گئی ہے' اس کے چاروں طرف ایسا جال پھیلا دو کہ وہ ادھر کا رخ نہ کر سکے۔ میں نے اس کے یہاں آنے کا انداز دیکھا ہے' وہ بہت چالاک ہے' اس نے مجھے بھی دھوکا دیا ہے۔"

سارائی نے کہا "پاپا ڈوک سے گستاخی کرنے والے زندہ نہیں رہتے۔ تم نے اسے زندہ کیوں چھوڑ دیا؟"

"اس عورت نے مجھے دوسری جگہ الجھا دیا ہے۔ یہاں میرے سامنے دو ایسے دشمن ہیں جنہیں میں دیکھ نہیں سکتا' وہ ثانی اور علی کے اندر چھپے ہوئے ہیں۔"

میں نے علی کے اندر سوچ کے ذریعے کہا "پاپا ڈوک!"

اُدھر وہ بولتے بولتے چپ ہوگیا میں نے کہا "تم ایک عام سے جادوگر ہو سکتے ہو مگر تمہاری اس شیطانی کامیابی کا راز ٹیلی پیتھی ہے' تم نے کالے عمل کے ذریعے اپنے دماغ کو علی اور ثانی کے دماغوں سے منسلک کیا ہے' ادھر میں سوچ کے ذریعے بول رہا ہوں اُدھر تم سن رہے ہو۔"

وہ سوچ کے ذریعے بولا "تم کون ہو؟ اس جوان جوڑے سے تمہارا کیا تعلق ہے؟"

"میں ثانی کا باپ ہوں۔"

"یہ جھوٹ ہے' اس لڑکی کا باپ سلمان واسطی ہے۔"

"واہ' میری بیٹی کو پرائی بیٹی بنا رہے ہو۔ تمہارے الٹے سیدھے جادو نے تمہیں جو سمجھایا تم سمجھ گئے۔ یہ حقیقت راحیلہ اور اس کی ماں سارائی بھی جانتی ہے کہ سلمان سے راحیلہ کو ایک اولاد ہوئی تھی جو پیدائش کے وقت ہی مر گئی۔ ثانی میری اور سونیا کی بیٹی ہے۔"

راحیلہ نے کہا "نہیں یہ میری بیٹی ہے۔ سونیا نے مجھے دھوکا دیا تھا' بچے کو بدل دیا تھا۔ اپنا مردہ بچہ میرے پاس ڈال دیا تھا اور میری زندہ بچی اٹھا کر لے گئی تھی۔ میں اس کمینی کو زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

میں نے پاپا ڈوک سے پوچھا "ہم سوچ کے ذریعے باتیں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کررہے ہیں پھر یہ باتیں راحیلہ نے کیسے سن لیں؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا "میں اپنے تمام شاگردوں کے اندر لہو کی طرح دوڑتا ہوں۔ سوچ کے ذریعے ایک سے بولتا ہوں تو اسے سب سنتے ہیں۔"

میں نے کہا "مجھے اس سے دلچسپی نہیں ہے کہ تم کتنے باکمال ہو۔ میں چاہتا ہوں تم لوگ اپنی غلط فہمی دور کرو اور میری بیٹی مجھے واپس کردو۔"

وہ بولا "جس کا دماغ ایک بار میرے قابو میں آجائے وہ میرا محکوم اور تابعدار بن جاتا ہے پھر اسے مرنے کے بعد بھی نجات نہیں ملتی۔ میں اس کی روح کو جب چاہتا ہوں اپنے پاس بلا لیتا ہوں۔"

میں نے کہا "تم زبردست چالباز ہو' ثانی اور علی کو بھی زومبی ظاہر کررہے تھے' اگر میں خیال خوانی نہ جانتا اور ان کے دماغوں میں نہ آتا تو انہیں 'زندہ مردے' سمجھ کر دھوکا کھا جاتا۔"

"اب زیادہ دیر یہاں نہ رہ سکو گے۔ میں ان دونوں کو پھر کوما میں پہنچا دوں گا۔ اگر تم چاہتے ہو کہ یہ دونوں بے دست و پا نہ رہیں تو ان کے اندر سے چلے جاؤ۔"

"میں اپنے بچوں کو چلتے پھرتے دیکھنا چاہتا ہوں اس لئے جارہا ہوں۔"

میں نے لیلیٰ سے کہا "آؤ سونیا کے پاس چلیں۔"

ہم نے سونیا کے پاس آکر اسے طلسم کدے کے حالات بتائے۔ اس نے پوچھا "اب کیا کرو گے؟"

"میں اور لیلیٰ دو افراد کو آلۂ کار بنا کر وہاں لے جائیں گے۔ اس طلسم کدے کے کسی آدمی کو آلۂ کار نہیں بنایا جاسکتا۔ وہ کمبخت پاپا ڈوک اپنے تمام چیلوں کے دماغوں میں گھسا رہتا ہے۔"

سونیا نے کہا "تم بھی کسی کے دماغ میں رہتے ہو تو کیا یہ معلوم کرلیتے ہو کہ کوئی دوسرا اسی دماغ میں گھسا ہوا ہے؟"

"نہیں' جب تک وہ دوسرا شخص نہ بولے اس کا پتا نہیں چلتا۔"

"اسی طرح تم اور لیلیٰ خاموش رہتے تو پاپا ڈوک کو پتا نہ چلتا۔"

لیلیٰ نے کہا "ہم نے اپنی آواز نہیں سنائی تھی۔"

سونیا نے کہا "تم بھول رہی ہو۔ ثانی کار میں میرے پیچھے بیٹھی انگوٹھی کی دوا مجھ میں انجکٹ کرنا چاہتی تھی۔ تمہارے اطلاع دیتے ہی میں نے کار کو اچانک بریک لگائے کیا اس طرح پاپا ڈوک نے نہیں سمجھا ہوگا کہ مجھے خیال خوانی کے ذریعے خطرے سے آگاہ کیا گیا اور خیال خوانی کرنے والے ثانی اور علی کے اندر موجود ہیں؟"

ہم وہ واقعہ بھول گئے تھے۔ اب سمجھ میں آگیا کہ پاپا ڈوک کو ہماری موجودگی کا علم کیسے ہوا تھا۔ سونیا ہوٹل کے کمرے میں تھی۔

دروازے پر دستک سن کر اٹھ گئی۔ آگے بڑھ کر اسے کھولا۔۔ سامنے سارائی اور راحیلہ کھڑی ہوئی تھیں۔ سونیا پہچان کر بھی انجان بن گئی اور سوچ کے ذریعے مجھ سے بولی "جیسے ہی میرا ہاتھ راحیلہ کے بدن پر جائے تم اس کے دماغ میں چلے جانا' وہ سانس نہیں روک سکے گی۔"

راحیلہ نے اسے چبھتی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "مجھے پہچانو' میں وہی ہوں جو تقریباً بیس برس پہلے سوئٹزرلینڈ میں ملی تھی۔ اُن دنوں میں ماں بننے والی تھی۔ تم بھی ماں بن رہی تھیں پھر ایک دن پتا چلا میری بچی پیدا ہوتے ہی مرگئی ہے۔ میں بے ہوش تھی ورنہ تمہارا فراڈ پکڑ لیتی۔ تم اپنی مردہ بچی میرے پاس چھوڑ کر زندہ بچی اٹھا کر لے گئی تھیں۔"

سونیا نے کہا "اندر آؤ' میں نے پہچان لیا ہے۔ میں یہاں اپنی بیٹی اور ہونے والے داماد کو لینے آئی ہوں تم سے امید کرتی ہوں کہ جھگڑا نہیں کروگی' انصاف کروگی۔ میری اور ثانی کی صورتیں دیکھ لو' ہم ماں بیٹی میں ایک ذرا فرق نظر نہیں آئے گا۔ قدرت نے یہ ثبوت فراہم کیا ہے۔ کیا تم قدرت کو بھول کر جادوئی علم کی بات مانوگی؟"

راحیلہ کی ماں نے کہا "ہاں جادو بہت بڑی طاقت ہے۔ یہ قدرت میں بھی ہلچل پیدا کردیتا ہے۔ قدرتی موسموں کو بدل دیتا ہے۔ تم نے دیکھا ہے کہ پاپا ڈوک جادو سے طوفان لایا اور طیارے کو اس ملک میں پہنچا دیا۔"

سونیا نے پوچھا "کیا پاپا ڈوک میری بیٹی کی صورت بدل کر اسے تمہاری بیٹی کا ہمشکل بنا سکتا ہے؟"

"اسے ہمشکل بنانے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ پاپا ڈوک کا جادو سچا ہے۔ اس کے جادو نے بتایا ہے کہ ثانی حیلہ کی بیٹی اور میری نواسی ہے۔"

سونیا نے راحیلہ کی طرف ہاتھ بڑھا کر محبت سے کہا "آؤ بیٹھو۔"

پھر اس نے راحیلہ کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہی انگوٹھی کی دوا انجکٹ کردی۔ میں نے فوراً ہی اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے سنبھال لیا' اسے کمزوری ظاہر کرنے کا موقع نہیں دیا۔ سونیا نے سارائی کو باتوں میں لگایا۔ میں راحیلہ کو صوفے پر بیٹھا کر اس کے چور خیالات پڑھنے لگا۔

اس کی سوچ نے کہا "پاپا ڈوک یہاں سونیا کی آمد کے متعلق کچھ نہیں جانتا تھا۔ شہرالون عبدالمالک سے انٹیلی جنس کے چیف نے خفیہ طور پر اطلاع دی تھی کہ سونیا کو ہیلی کاپٹر کے ذریعے نطافیہ سے پندرہ میل دور ایک بستی کے قریب اتارا جائے گا۔

اس طرح یہ معلوم ہوگیا کہ شان پاپا نے جادو سے نہیں

چالاکی سے سونیا کے آنے کا وقت معلوم کیا تھا پھر ثانی اور علی کو سحرزدہ کرکے ایک کار میں اُدھر سے گزرنے کو کہا تاکہ ان کے ذریعے وہ سونیا کی باتیں سن کر اس کے متعلق زیادہ سے زیادہ جان سکے۔

وہ بڑی مکاری سے چالیں چلتا تھا۔ اس نے مجھ سے بھی فراڈ کیا تھا اور میں اس کے چکر میں آگیا تھا۔ اس طلسم کدے میں جب سوچ کے ذریعے گفتگو ہورہی تھی تو راحیلہ زبان سے بول پڑی تھی۔ میں نے پاپا ڈوک سے پوچھا تھا۔ ہماری سوچ کی گفتگو راحیلہ نے کیسے سن لی؟ اس نے فخر سے ہنستے ہوئے کہا تھا کہ وہ بیک وقت اپنے تمام چیلوں کے دماغوں میں موجود رہتا ہے' اس وقت راحیلہ اور دوسرے تمام چیلے ہماری خیال خوانی کو سن رہے ہیں۔

اب راحیلہ کے چور خیال نے بتایا کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ پاپا ڈوک نے مجھ سے بات کرتے وقت چپکے سے راحیلہ کے دماغ میں جاکر بتایا تھا کہ میں ثانی کا باپ ہونے کا دعویٰ کررہا ہوں تب راحیلہ زبان سے بول پڑی تھی۔

اس سے ظاہر ہوگیا کہ پاپا ڈوک اپنے تمام چیلوں کے دماغوں میں بیک وقت نہیں رہتا ہے اور نہ ہی وہ ہمیں دوبارہ ثانی اور علی کے دماغوں میں محسوس کرسکتا ہے۔ اب ہمارے لئے کچھ آسانیاں پیدا ہورہی تھیں۔ ہم پھر طلسم کدے میں جاسکتے تھے۔

میں نے راحیلہ کے دماغ کو اور کریدنا شروع کیا۔ پتا چلا راحیلہ ایک موذی مرض میں مبتلا ہے' وہ اکثر ناقابلِ برداشت تکلیف میں مبتلا ہوجاتی ہے۔ اس کی ماں سارائی اسے لے کر شان پاپا ڈوک کی رہائش گاہ میں جاتی ہے۔ پاپا ڈوک اس پر کچھ عمل کرتا ہے جس کے نتیجے میں اسے آرام آجاتا ہے۔

میں نے پاپا ڈوک کی رہائش گاہ کے متعلق معلوم کیا۔ اس کی سوچ وہاں کا پتا اور ٹیلیفون نمبر بتانے لگی۔ اس کی رہائش گاہ کے اطراف درجنوں مسلح گارڈز کا پہرا رہتا تھا اور اندر حسین عورتوں کا میلہ لگا رہتا تھا۔ کوئی غیر ضروری آدمی رہائش گاہ کے احاطے میں قدم نہیں رکھ سکتا تھا۔ یوں بھی شہر کے لوگ اس کے نام سے سہم جاتے تھے۔ اس کی رہائش گاہ کے قریب سے گزرنے کی کوئی ہمت نہیں کرتا تھا۔

میں نے اس کی کمزوریاں معلوم کیں۔ پتا چلا وہ اپنی کمزوری نہیں چھوڑتا ہے یا کسی کے علم میں آنے نہیں دیتا ہے۔ بہت ہی مستقل مزاج ہے۔ ہر کام وقت پر کرتا ہے۔ اس کے ہاں جو حسین عورتیں ہوتی ہیں' وہ عیاشی کے لئے نہیں ہوتیں بلکہ شیطان کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے انہیں قربانی دینے کے لئے پالتا ہے۔ ان عورتوں کو اس بات کا علم نہیں ہوتا۔ ان میں سے ایک غائب ہوتی ہے تو دوسری کوئی نئی آجاتی ہے۔

اُدھر سارائی سونیا سے کہہ رہی تھی "اگر تم کنواری ہوتیں تو یہاں سے زندہ نہ جاتیں۔ شیطان کے سامنے تمہاری بلی دی جاتی۔ اپنی خیریت چاہتی ہو تو چپ چاپ واپس چلی جاؤ۔"

"پاپا ڈوک سے پوچھو' وہ میرے سامنے کیوں نہیں آتا ہے؟ مجھے یہاں سے جانے کو کیوں کہہ رہا ہے؟"

"وہ تمہاری جیسی چھوٹی عورتوں کے منہ نہیں لگتا۔"

سونیا نے مسکرا کر کہا "اپنے ووڈو کے دیوتا سے پوچھو تو وہ بتائے گا' پاپا ڈوک کا وقت پورا ہورہا ہے۔"

"بکواس مت کرو' وہ کبھی نہیں مرے گا۔ جب اس کا جسم بوڑھا ہوجائے گا تو وہ پرانا جسم چھوڑ کر کسی جوان جسم میں چلا جائے گا۔"

"اس کا باپ بھی کبھی یہ عمل نہیں کرسکے گا۔ موت برحق ہے۔ اس دنیا کے ہر جاندار اور ہر شے کو فنا ہونا ہے۔ باقی رہنے والی ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔"

وہ غصے سے سونیا کو گھورتی ہوئی منتر پڑھنے لگی۔ سونیا اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کلام پاک کی ایک آیت پڑھنے لگی۔ چند لمحوں کے بعد ہی سارائی کو چپ لگ گئی۔ وہ منتر بھول گئی تھی۔

اس نے پھر سے منتر پڑھنا شروع کیا پھر بھول گئی' وہ اپنے پرس میں ایک سفوف لے کر آئی تھی۔ پورا منتر پڑھنے کے بعد اس سفوف کو سونیا پر چھڑکتی تو وہ آگ کے شعلوں میں گھر جاتی لیکن منتر پورا نہیں ہورہا تھا اور اس کے بغیر سفوف کام نہیں کرسکتا تھا۔

اس نے دو چار بار کوشش کی پھر سمجھ گئی کہ سونیا سے نظریں ملا کر نہیں پڑھ سکے گی۔ اس لئے دوسری طرف گھوم کر پڑھنے لگی۔ اچھی طرح یاد کرتے ہوئے پورا منتر پڑھنے کے بعد اس نے پرس میں ہاتھ ڈالا تو پتا چلا سفوف کی پڑیا نہیں ہے' وہ پرس کو پوری طرح کھول کر ڈھونڈنے لگی۔ اسے یاد تھا کہ اس نے چلتے وقت وہ پڑیا پرس میں رکھی تھی مگر اب نظر نہیں آرہی تھی۔

اس نے جھنجلا کر پرس کو پھینک دیا۔ غرا کر سونیا کو دیکھا پھر اس پر حملہ کرنے کے لئے دونوں ہاتھ بڑھاتی ہوئی آئی۔ اس کی تمام انگلیوں کے ناخن لانبے اور نکیلے تھے۔ ان ناخنوں سے وہ بوٹیاں نوچ سکتی تھی۔ سونیا نے اس کی انگلیوں میں انگلیاں ڈال کر کہا "سارائی! تو آئندہ ان ہاتھوں سے جادوئی عمل کرنے کے قابل نہیں رہے گی۔"

یہ کہتے ہی اس نے ایک جھٹکا دیا۔ سارائی چیخنے لگی۔ اس کی انگلیوں کی ہڈیاں ٹوٹ گئی تھیں۔ وہ دونوں ہاتھ لٹکائے اِدھر اُدھر دوڑ رہی تھی۔ پاپا ڈوک کو پکار رہی تھی پھر اس نے راحیلہ کے سامنے رک کر تکلیف سے کراہتے ہوئے پوچھا "حیلہ! تو کیسی بیٹی ہے۔ یہ عورت تیری ماں کو نقصان پہنچا رہی ہے اور تو خاموش بیٹھی ہے۔"

وہ بدستور خاموش تھی۔ کیونکہ میں اس کے اندر موجود تھا۔ اسی وقت لیلیٰ نے آکر مجھ سے کہا "آپ میرے پاس آئیں۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

میں اس کے دماغ میں پہنچا۔ وہ بولی "ابھی میں ثانی اور علی کے پاس گئی تھی۔ وہ دونوں طلسم کدے میں تھے۔ پاپا ڈوک کو ان کے دماغوں میں میری موجودگی کا علم نہیں ہوا۔ وہ شیطان کے مجسمے کے سامنے سانس روک کر پالتی مارے بیٹھا کوئی عمل کر رہا ہے۔"

میں راحیلہ کے دماغ سے نکل کر لیلیٰ کے پاس گیا تھا۔ اس لئے راحیلہ اب چونک کر اپنی ماں کو دیکھ رہی تھی اور پوچھ رہی تھی "ماما! کیا ہوا؟ تم کیوں کراہ رہی ہو؟"

سونیا نے کہا "میں نے اسے کالا عمل کرنے کے قابل نہیں چھوڑا ہے۔ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں توڑ دی ہیں۔ میں تمہیں بھی نقصان پہنچا سکتی ہوں مگر تم ایک عظیم بزرگ کی صاحبزادی ہو۔ میری کوشش یہی ہوگی کہ تمہیں کوئی تکلیف پہنچائے بغیر شیطانی ماحول سے نکال کر لے جاؤں۔"

"میں نہیں جاؤں گی۔ اپنی ماں اور اپنی بیٹی کے ساتھ یہیں رہوں گی۔"

"میں جہاں چاہوں گی تم وہاں رہو گی۔ تمہارا پاپا ڈوک میرا راستہ نہیں روک سکے گا۔ تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکے گا۔ تمہاری ماں اسے پکار رہی ہے' تم بھی پکار کر آزما لو۔"

"تم نے میرے ساتھ کیا کیا ہے' میں کمزور ہو گئی ہوں۔ یہاں سے اٹھنے کی ہمت نہیں ہو رہی ہے۔ کیا تم بھی جادو جانتی ہو؟"

"میں جادو پر لعنت بھیجتی ہوں۔ میرا ایمان ہے کہ جو ہو رہا ہے وہ خدا کی مرضی سے ہو رہا ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی زلزلہ سا محسوس ہوا۔ یہ زلزلہ چند سیکنڈ تک رہا۔ کھڑکیوں کے شیشے ٹوٹ گئے۔ کمرے کی چیزیں الٹ پلٹ گئیں۔ سارائی نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا "یہ زلزلہ تیرے خدا کی مرضی سے نہیں ہمارے پاپا ڈوک کی جادوئی قوت سے آ رہا ہے۔"

میں نے کہا "سونیا باہر آ جاؤ' کھلی جگہ رہو۔ پاپا ڈوک شیطان کے مجسمے کے سامنے سانس روک کے کوئی عمل کر رہا ہے۔"

سونیا نے اٹھ کر راحیلہ کو سہارا دے کر اٹھایا' وہ اٹھتے ہوئے بولی "مجھے چھوڑ دو' میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گی۔"

وہ اسے جبراً اپنے ساتھ لے جاتے ہوئے بولی "احمق نہ بنو' اگر یہ زلزلہ پاپا ڈوک کے شیطانی عمل سے آیا ہے تو اس نے یہ نہیں سوچا کہ میرے ساتھ تم بھی مر جاؤ گی۔ اسے تم میں سے کسی کی پروا نہیں ہے۔ وہ مجھے کسی طرح مار کر اپنی موت کو ٹالنا چاہتا ہے۔"

ہوٹل میں زلزلے کے باعث بھگدڑ مچ گئی تھی۔ سب لوگ جان بچانے کے لئے بھاگتے ہوئے باہر چلے گئے تھے۔ سونیا نے باہر آکر دیکھا۔ شہر میں حدِ نظر تک کہیں بھی زلزلے کی تباہی کے آثار نہیں تھے۔ ہر طرف حسبِ معمول رونق تھی۔ صرف ہوٹل کسی حد تک تباہ ہو گیا تھا۔ ہوٹل کا مالک اور منیجر سارائی کے سامنے گھٹنے ٹیک کر کہہ رہے تھے "ماما سارائی! تمہیں ہوٹل میں دیکھ کر ہم سمجھ گئے تھے کہ ہماری شامت آ گئی ہے ہم سے کوئی غلطی ہوئی ہے تو معاف کر دو۔ ہم پاپا ڈوک کی خدمت میں نذرانہ پیش کر دیں گے۔"

سارائی نے ٹوٹے ہوئے ہاتھ سے سونیا کی طرف اشارہ کر کے کہا "اس چڑیل نے میرے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں توڑ دی ہیں۔ اسے مارو۔ اسے شہر میں کہیں پناہ نہ لینے دو۔ جو لوگ اسے شہر سے باہر نکال دیں گے پاپا ڈوک ان پر مہربان ہو جائے گا انہیں مالا مال کر دے گا۔"

ماما سارائی اس علاقے میں پاپا ڈوک کی دستِ راست سمجھی جاتی تھی۔ اس کے ہر حکم پر عمل کرنا لازمی ہوتا تھا۔ یہ حکم سنتے ہی ہوٹل کے مالک نے ریوالور نکال کر سونیا کو نشانے پر رکھتے ہوئے کہا "تم ابھی ہمارے سامنے دوڑتی ہوئی شہر سے باہر جاؤ گی۔ ہم سب تمہارے پیچھے دوڑتے رہیں گے۔ تم جہاں رکو گی وہیں تمہیں گولی مار دیں گے۔"

یہ کہتے ہی وہ خود دوڑتا ہوا آگے گیا۔ پھر پلٹ کر اپنے ملازموں سے بولا "میرے پیچھے آؤ' ہم شہر سے باہر جا میں گے دوڑو۔"

وہ دوڑتے ہوئے جانے لگا۔ اس کے ملازم بھی پیچھے دوڑنے لگے۔ سارائی نے چیخ کر کہا "گدھے کے بچے! اس چڑیل کو شہر سے نکالنے کی دھمکی دے کر خود کیوں جا رہے ہو۔ واپس آؤ۔ اسے پکڑ کر لے جاؤ۔"

وہ واپس نہیں آئے۔ میں انہیں دوڑاتا ہوا لے گیا۔ وہاں جو لوگ تماشا دیکھ رہے تھے ان سے سونیا نے کہا "لوگو! آج تم اپنی آنکھوں سے دیکھو گے کہ سارائی اور پاپا ڈوک کا جادو الٹا ہو جایا کرے گا۔ یہ ہوٹل والے مجھے شہر سے نکالنا چاہتے تھے دیکھ لو وہ خود نکل رہے ہیں۔"

سارائی نے چیخ کر کہا "اس کی باتوں میں نہ آؤ' ہمارا جادو کبھی الٹا نہیں ہوگا۔ میں حکم دیتی ہوں اسے گولی مار دو۔"

ایک شخص نے جیب سے ریوالور نکال کر کہا "ماما سارائی! حکم سر آنکھوں پر۔ میں اسے گولی مارتا ہوں۔"

لیلیٰ نے اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ اس نے نشانہ [illegible] ٹھائیں کی آواز کے ساتھ دو گولیاں چلائیں۔ سارائی چیختی ہوئی اچھل کر زمین پر گر پڑی۔ دو گولیاں اس کی دو ٹانگوں میں لگی تھیں۔ سونیا نے کہا "تم پہلے ہاتھوں سے گئی تھیں اب ٹانگوں سے بھی گئیں۔ لوگو! اب عقل سے کام لو۔ آنکھیں کھولو۔ جادو الٹ گیا ہے۔ جادو کرنے والی بے بسی سے بے دست و پا ہو کر خاک میں تڑپ رہی ہے۔ گولی چلانے والے! تو اپنی سلامتی چاہتا ہے تو ریوالور خالی کر کے پھینک دے ورنہ تیری گولی تیرے

ہی پیٹ میں اتر جائے گی۔"

اس بار راحیلہ نے آگے بڑھ کر کہا "اس کی باتوں میں نہ آؤ' میں تمہارے سامنے منتر پڑھتی ہوں۔ تمہاری گولی ٹھیک اس عورت کو لگے گی۔"

وہ بلند آواز سے منتر پڑھنے لگی۔ اس شخص نے سونیا کا نشانہ لیا۔ پھر اگلے ہی لمحے ریوالور کو گھما کر اپنے پیٹ میں گولی مار لی۔ سونیا کی پیش گوئی درست ثابت ہوئی۔ تیسری گولی اس شخص کے پیٹ میں گئی۔ لوگ سہم کر پیچھے ہٹنے لگے۔ راحیلہ پکار رہی تھی "پاپا ڈوک! ہماری مدد کرو۔ ہم یہاں خوار ہو رہے ہیں۔ ہماری عزت رکھ لو۔"

سونیا اس کا بازو پکڑ کر ایک طرف جاتے ہوئے بولی "آج خدا کے سوا کوئی تمہارے کام نہیں آئے گا۔ یہ ثابت کرنے کے لئے میں خود تمہیں پاپا ڈوک کے پاس لے چلتی ہوں۔ چلو۔"

وہ اسے کھینچتی ہوئی ایک کار کے پاس لائی کار والا بھاگ کر دور چلا گیا۔ اب لوگوں کو یقین ہو رہا تھا کہ سونیا بھی زبردست ہے۔ اس نے راحیلہ کو اگلی سیٹ پر بٹھایا پھر گھوم کر ڈرائیونگ سیٹ کی طرف آنے لگی' راحیلہ نے سوچا کار سے نکل بھاگے۔ وہ اپنی ماں کو چھوڑ کر جانا نہیں چاہتی تھی لیکن لیلیٰ نے اس کے دماغ میں رہ کر اسے اپنی جگہ سے اٹھنے نہیں دیا۔

سونیا کار ڈرائیو کرتی ہوئی پاپا ڈوک کی رہائش گاہ کی طرف جانے لگی۔ ایسے ہی وقت سلطانہ اور سلمان بھی آ گئے۔ لیلیٰ نے وہاں کی تمام روداد انہیں سنائی۔ سلمان نے کہا "تم راحیلہ کے پاس رہو' ہم ثانی اور علی کے پاس جا رہے ہیں۔"

وہ دونوں ثانی اور علی کے پاس آئے۔ اس سے پہلے سلمان نے مجھے مخاطب کیا۔ میں نے کہا "علی کے پاس رہ کر دیکھو' تمہیں پاپا ڈوک نظر آئے گا۔ میں اس کے کالے عمل میں مداخلت کرنے جا رہا ہوں۔"

شان پاپا ڈوک شیطان کے مجسمے کے سامنے بیٹھا منتر پڑھ رہا تھا۔ میں اس کے دماغ میں پہنچا تو اس نے سانس روک لی منتر ادھورا رہ گیا۔ اس نے پلٹ کر ثانی اور علی کو دیکھا پھر مجسمے کی طرف منہ کر کے پڑھنے لگا۔ میں پھر اس کے دماغ میں آیا تو وہ گرج کر بولا "کس کی شامت آئی ہے؟"

میں نے قہقہہ لگایا' اس نے سانس روک لی۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر ثانی اور علی کو دیکھتے ہوئے بولا "میں ان دونوں کو جلا کر بھسم کر دوں گا۔ اگر ان کی سلامتی چاہتے ہو تو چلے جاؤ' اب میرے دماغ میں نہ آنا۔"

وہ چیلنج کرنے اور دھمکیاں دینے کے بعد پھر شیطان کی طرف منہ کر کے بیٹھ گیا۔ میں نے سلمان سے کہا "یہ جب بھی پڑھنا شروع کرے تم اس کے دماغ میں جاتے رہو۔ میں علی کے پاس رہوں گا۔"

وہ پڑھنے لگا پھر اچانک رک گیا۔ سلمان اس کے اندر گیا تھا۔ وہ پھر اٹھ کر کھڑا ہو گیا' شیطان کے قدموں میں رکھی ہوئی تلوار اٹھا کر بولا "میں تمہاری چالاکی سمجھ رہا ہوں۔ تم چاہتے ہو میں منتر نہ پڑھوں' اس کے بغیر میں جادو نہیں کر سکوں گا مگر تم نے یہ نہیں سوچا کہ میرے ہاتھ پاؤں سلامت ہیں۔ میں اس تلوار سے ان دونوں کی گردنیں اڑا سکتا ہوں۔"

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی علی نے فضا میں چھلانگ لگائی اور اس کے سینے پر لات ماری۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے جا کر شیطان کے مجسمے سے ٹکرا گیا۔ علی نے بھڑکتے ہوئے شعلوں میں سے ایک جلتی ہوئی لکڑی نکال کر کہا "آج تو پہلی بار منتر نہیں پڑھ سکے گا اور جسمانی قوت سے مقابلہ نہیں کر سکے گا۔ تیرے اندر شیطان کی قوت ہے تو میرے اندر باپ کی طاقت ہے۔ تو میرے نہیں میرے باپ کے مقابل ہے۔"

علی نے جلتی ہوئی لکڑی اس کے منہ پر ماری۔ پاپا ڈوک نے اسے تلوار سے روکا' لکڑی دو ٹکڑے ہو گئی۔ علی اچھل کر پھر آگ کے پاس آیا۔ اس بار اس نے دو جلتی ہوئی لکڑیاں اٹھائیں پہلے ایک کو پھینکا جیسے ہی وہ تلوار سے روکنے لگا اس نے دوسری لکڑی منہ پر پھینکی' وہ آگ سے بچتے بچتے لڑکھڑا کر گرنے لگا اسی وقت علی نے اس کے ہاتھ پر ایک جچی تلی کک ماری' تلوار ہاتھ سے چھوٹ کر اوپر گئی پھر نیچے آنے سے پہلے علی نے اچھل کر اسے کیچ کر لیا۔

تلوار ہاتھ سے نکلتے ہی وہ اٹھ کر بھاگنے لگا۔ یہ بعد میں پتا چلا کہ وہ بزدل نہیں تھا' بڑا جیدار تھا۔ وہ دو پہلوانوں کو بازوؤں میں دبوچ کر مار ڈالتا تھا' مقابلے کے دوران کسی ہتھیار کو خاطر میں نہیں لاتا تھا۔ اس وقت بھی وہ تلوار سے ڈر کر نہیں بلکہ کالے علم کی ہدایت کے مطابق بھاگ رہا تھا۔

اس کے علم نے اسے بتا دیا تھا کہ آج کی رات بہت بھاری ہے۔ آج رات جو عورت تنہا شہر میں داخل ہوگی وہ اس پر تباہی لائے گی۔ اگر وہ عورت کا سامنا نہ کرے تو قضا ٹل جائے گی لیکن تباہی لازمی ہوگی۔ وہ تباہی کے لئے تیار تھا' مرنے کے لئے تیار نہیں تھا اس لئے بھاگتا ہوا شیطان کے مجسمے کے پیچھے چلا گیا۔

علی تلوار ہاتھ میں بلند کئے مجسمے کے پیچھے آیا تو وہ دکھائی نہیں دیا۔ بظاہر یوں لگ رہا تھا جیسے جادو سے غائب ہو گیا ہو لیکن اس کے جادو میں وہ دم نہیں تھا جس سے ہیبت طاری ہو جاتی ہے پھر سلمان اسے منتر پڑھنے کا موقع نہیں دے رہا تھا۔ اگر وہ غائب ہونے کا کوئی جادو جانتا تب بھی اسے غائب ہونے کے لئے منتر پڑھنے کی مہلت نہ ملتی۔

سلمان نے علی کے پاس آکر کہا "ابھی میں اس کے اندر گیا تھا اس کے سانس روکنے تک پتا چلا کہ وہ شیطان کے مجسمے کے اندر ہے۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

یہ سن کر میں اس کے دماغ میں پہنچا پھر اس کے سانس روکنے تک پتا چلا وہ ایک سرنگ میں سر جھکائے گزر رہا ہے۔ علی نے مجسمے کے پچھلے حصے کو اوپر سے نیچے تک ٹٹول کر دیکھا کوئی ایسی چیز نظر نہیں آئی جس کے ذریعے چور دروازہ کھولا جاتا۔ اتنے میں لیلیٰ نے آکر بتایا کہ سونیا نے پاپا ڈوک کی رہائش گاہ کو تباہ کردیا ہے۔

اس کی رہائش گاہ کے اطراف سخت پہرا رہتا تھا لیکن پہرے داروں نے سونیا کے ساتھ راحیلہ کو دیکھ کر راستہ نہیں روکا تھا۔ سونیا نے اندر پہنچ کر پہلے وہاں کے مسلح افراد کو ختم کیا پھر اسلحہ خانے سے ہینڈ گرینیڈ وغیرہ نکال کر تباہی مچا دی۔ اب وہ تہ خانے کے راستے ادھر آرہی تھی۔

لیلیٰ کا بیان ختم ہوا تو مجسمے کے پچھلے حصے میں اچانک چور دروازہ نمودار ہوا۔ وہ ایک طرف سرک رہا تھا ہم نے ثانی اور علی کے ذریعے دیکھا۔ دروازے پر سونیا راحیلہ کے ساتھ کھڑی تھی اس نے شیطان کے مجسمے کو دیکھا پھر کہا "لعنت ہے مجھ پر کہ شیطان کے اندر ہوں تو کبھی اس راستے سے نہ

میں نے علی کی زبان سے کہا "شان پاپا ڈوک اسی راستے سے فرار ہوا ہے۔"

"اسے جانے دو۔ میں یہاں آنے سے پہلے جناب علی اسد اللہ تبریزی کی خدمت میں حاضر ہوئی تھی۔ انہوں نے فرمایا تھا ثانی اور علی کو سحر زدہ کرنے والا میرے سامنے نہیں آئے گا وہ اپنی سلامتی کے لئے منہ چھپا کر بھاگے گا۔ ثانی اور علی پر سے اس کا طلسم توڑنے کے لئے شیطان کے بت کو توڑ دینا اور یہ علی توڑے گا۔"

سونیا نے علی کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا "تم سحر زدہ ہو لیکن میرا ہاتھ تمہارے شانے پر ہے۔ تمہارا ہاتھ شیطان پر پڑنا چاہئے' توڑ دو اس بت کو۔"

علی نے تلوار کا ایک ہاتھ مارا' بت کا ایک بازو کٹ کر گر پڑا۔ ثانی نے ایک چیخ مار کر آس پاس دیکھا۔ اسے جیسے ہوش آگیا تھا اس نے سونیا کو دیکھا پھر دوڑتی ہوئی آکر اس سے لپٹ گئی۔ علی بھی پورے ہوش و حواس میں آگیا تھا۔ تلوار کی ضربیں لگا رہا تھا۔ بت ٹکڑے ہو کر گر رہا تھا جب اس بت کی گردن کٹ گئی تو راحیلہ فرش پر گر کر بے ہوش ہوگئی۔ سونیا نے جھک کر اسے دیکھا پھر دونوں بازوؤں میں اسے اٹھا کر بولی "خدا کرے اس پر بھی جو سحر طاری ہے وہ ختم ہو جائے۔"

پاپا ڈوک کے جتنے چیلے وہاں کالا علم سیکھ رہے تھے سب سہم کر ایک جگہ بیٹھ گئے تھے وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر دھیمی آواز میں رحم کی بھیک مانگ رہے تھے۔ علی نے کہا "معاف کرنے والا خدا ہے۔ توبہ کرو اور شیطانی عمل چھوڑ دو۔"

اس نے راحیلہ کو سونیا سے لے کر کہا "ہمیں پاپا ڈوک کی رہائش گاہ میں جا کر یہاں سے روانگی کے انتظامات کرنے چاہئیں۔"

سونیا نے کہا "میں یہاں کے اعلیٰ افسران کو فون پر بتا چکی ہوں۔ انہیں پاپا ڈوک کی تباہی کا یقین نہیں آرہا تھا' اب یہ بھی یقین نہیں آئے گا کہ وہ جان بچا کر کہیں بھاگ گیا ہے۔"

بت کے ٹوٹنے کے بعد تہ خانے کا چور راستہ صاف ظاہر ہو گیا تھا۔ وہ تینوں راحیلہ کو اٹھا کر تہ خانے سے گزرتے ہوئے رہائش گاہ کے ایک حصے میں پہنچے۔ راحیلہ کو ایک پلنگ پر لٹایا۔ وہاں پولیس والے بھی آگئے تھے۔ ایک افسر نے علی سے پوچھا "تم لوگ کون ہو؟ اور مسز راحیلہ کو کہاں سے لائے ہو؟"

وہاں دوسرا افسر بھی آگیا۔ علی نے انہیں بتایا کہ کس طرح طلسم کدے کو تباہ کیا گیا ہے اور شان پاپا ڈوک یہاں سے بھاگ گیا ہے۔ ایک افسر نے ناگواری سے کہا "نوجوان! اپنی جوانی پر رحم کھاؤ' تم اور پاپا ڈوک کو بھاگنے پر مجبور کرو گے؟ وہ تمہیں ایک چٹکی میں مسل دے گا۔ اس کی شان میں گستاخی نہ کرو' اس سے معافی مانگو۔"

علی نے کہا "تمہارے جیسے بزدل پولیس والوں نے ایک بدترین مجرم کو بے تاج بادشاہ بنا رکھا تھا۔ تم لوگوں کو شرم آنی چاہئے۔"

دوسرے افسر نے کہا "تم ہمیں شرم دلا رہے ہو؟ ہم تمہیں ابھی......"

وہ حملہ کرنے آگے بڑھا' میں نے اسے منہ کے بل گرا دیا۔ اس نے جلدی سے اٹھ کر اپنے ساتھی افسر کے منہ پر گھونسا مارا۔ مار کھانے والے کے دماغ میں گیا' اس نے مارنے والے کی پٹائی کردی وہ کہہ رہا تھا "بھئی میں نے تمہیں یہ گستاخ جوان سمجھ کر مارا تھا۔"

میں نے مارنے والے کے دماغ کو آزاد چھوڑا' وہ حیرانی سے بولا "ارے میں بھی تمہیں گستاخ نوجوان سمجھ کر مار رہا تھا۔"

سونیا نے کہا "تم لوگ اسی طرح ایک دوسرے کو مارتے رہ جاؤ گے۔ اپنی خیریت چاہتے ہو تو یقین کرلو کہ یہاں سے پاپا ڈوک کا طلسم ہمیشہ کے لئے ختم ہو چکا ہے۔"

وہ کشمکش میں تھے۔ میں نے دونوں کو تھوڑی اور سزا دی تو انہوں نے اپنے کانوں کو پکڑ کر معافی مانگی۔ سونیا کے حکم کے مطابق دارالسلطنت کے اعلیٰ حکام اور افسروں کو فون کرکے بتایا کہ پاپا ڈوک بھاگ گیا ہے۔ میڈم سونیا اور ان کے عزیزوں کے لئے فوراً ہیلی کاپٹر بھیجا جائے۔

ہمیں وہاں سے سونیا وغیرہ کی روانگی کا انتظار کرنا تھا۔ پتا نہیں کتنی دیر ہوتی' میں نے لیلیٰ کے پاس آکر کہا "اپنی بہن سے کہو اپنے میاں کے ساتھ دماغی طور پر سہاگ کی سیج پر حاضر ہو جائے۔ آج ان کی پہلی رات ہے۔"

وہ مسکرا کر بولی "توبہ ہے' کچھ تو شرم کریں۔ میں بہن سے یہ بات نہیں کہہ سکتی۔"

"کیا میں کہوں؟"

"آپ سلمان سے کہہ سکتے ہیں' دو مرد آپس میں بڑی .... بے شرمی سے باتیں کرلیتے ہیں۔"

"واہ' ایک تو تمہاری بہن کی بھلائی کی بات کروں' اوپر سے بے شرم کہلاؤں؟"

"میں اپنے الفاظ واپس لیتی ہوں' آپ جائیں۔"

میں نے سلمان کے دماغ میں آکر پوچھا "کیا بوڑھے ہو گئے ہو؟"

"اس سوال کا مطلب کیا ہوا؟"

"یہی کہ بوڑھا دولہا جوان دلہن کے جذبات کو بھول جاتا ہے۔"

وہ جھینپ کر بولا "ایسی بات نہیں ہے فرہاد بھائی۔"

میں نے چونک کر پوچھا "فرہاد بھائی؟"

"جی ہاں' آج نکاح کے بعد سلطانہ نے آپ کی حقیقت بتا دی ہے۔ میں نے قسم کھائی ہے کہ یہ راز میری زبان پر نہیں آئے گا۔"

"بھئی تم دونوں بوڑھے ہو' کیا نکاح کے بعد فرہاد کی داستان سنی اور سنائی جاتی ہے یا ..... یا ..... یا ..... یا ....."

"بس آگے عقل آگئی' میں سلطانہ کو لے جا رہا ہوں۔"

میں نے لیلیٰ کے پاس آکر کہا "سلمان اپنی دلہن کو یہاں سے لے جا رہا ہے۔ کیا میں پوچھوں کہاں جا رہا ہے؟"

لیلیٰ منہ چھپا کر شرمانے مسکرانے لگی۔ میں نے کہا "ہائے یہ ادا جان لے رہی ہے' جی چاہتا ہے دماغی طور پر حاضر ہو جاؤں۔"

"جی نہیں' ابھی ہمیں فرض ادا کرنا ہے۔ ثانی' علی اور مسز کو ہماری ضرورت ہے۔"

سونیا ایک کمرے میں بیٹھی ثانی کو اس کی پیدائش اور والدین کے متعلق بتا رہی تھی اور کہہ رہی تھی "ہمیں کچھ باتیں مصلحتاً خون کے رشتوں سے بھی چھپانا ہوتی ہیں سلمان واسطی اور راحیلہ کے متعلق کوئی نہیں جانتا تھا کہ بابا فرید واسطی مرحوم سے ان کا قریبی گہرا تعلق ہے۔ تم سے بھی یہ بات چھپائی گئی کہ تم اتنے عظیم اور محترم عالم دین کی نواسی ہو۔"

ثانی نے خوش ہو کر کہا "مجھے شکایت نہیں ہے۔ میری بھلائی کے لئے میری ماں اور نانی سے مجھے چھپائے رکھنے کے لئے مجھ سے بھی حقیقت کو چھپانا لازمی تھا۔ میرے لئے اس سے بڑی خوشی اور کیا ہو سکتی ہے کہ میں لاوارث نہیں ہوں بلکہ ایک عظیم عالم دین کی نواسی اور ایک قابل باپ کی بیٹی ہوں۔ میں پیرس پہنچ کر سب سے پہلے اپنے والد اور نئی والدہ سے ملوں گی۔"

"تم نہیں ملو گی۔"

ایک آواز نے انہیں چونکا دیا۔ سونیا' علی اور ثانی نے

معاشرتی جبر کے خلاف زاہدہ حنا کا قلم تیغِ برہنہ بن جاتا ہے
اُن کی کتاب
قیدی سانس لیتا ہے
کا تیسرا ایڈیشن شائع ہو گیا ہے
اُردو افسانے میں زاہدہ حنا کا نام اور کام کسی تعارف کے محتاج نہیں
سسکیاں بھرتے ہوئے مظلوموں کے لیے اُن کی تحریریں مرہم کا درجہ رکھتی ہیں
زاہدہ کے افسانوں کا یہ مجموعہ مشاہیرِ ادب اور عوامی حلقوں سے خراجِ تحسین حاصل کر چکا ہے
قیمت ۶۰ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے رقم پیشگی منی آرڈر بھیجنے پر ڈاک خرچ معاف
کتابیات پبلی کیشنز ٭ پوسٹ بکس ۲۳ کراچی
itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

چونک کر راحیلہ کو دیکھا' وہ بستر پر آنکھیں بند کئے لیٹی ہوئی تھی۔ نیم بے ہوشی کی حالت میں اس کے لب ہل رہے تھے اور اس کے منہ سے کسی دوسری عورت کی بوڑھی سی لرزتی ہوئی آواز آرہی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی "ثانی! تم نہیں ملو گی' میں حیلہ کی نانی اور سارائی کی ماں ہوں۔ میری نواسی حیلہ نے سلمان سے دور ہو کر بھی کسی اور سے شادی نہیں کی' اس نے تمہارے باپ کے انتظار میں اپنی جوانی گزار دی۔ یہ مرد بڑے ہرجائی ہوتے ہیں۔ تمہارے باپ نے دوسری شادی کرلی۔ تم اپنی ماں کی سوکن سے نہیں ملو گی۔ میں ملنے نہیں دوں گی اور حیلہ کی سوکن کو سکون سے جینے نہیں دوں گی۔"

سونیا نے کہا "خبیث بڑھیا! تونے بابا فرید واسطی مرحوم کو نقصان پہنچانا چاہا۔ سارائی کو ان کی زوجیت میں نہیں رہنے دیا۔ پہلے سارائی کو بلایا پھر راحیلہ کو سحرزدہ کرکے اسے شیطانی چکر میں پھنسا دیا' اب ثانی کے پیچھے پڑ گئی ہے۔ کیا تجھے اپنے گرو گھنٹال پاپا ڈوک کا انجام معلوم نہیں ہے' وہ ہم سے منہ چھپا کر بھاگ گیا ہے۔ ہم نے ثانی اور علی کو اس کے سحر سے آزاد کرالیا ہے۔"

"ہاں' انہیں اس لئے آزاد کرالیا کہ ان دونوں کو جادو کے ذریعے شیطان کے پتلے سے منسوب کردیا گیا تھا وہ پتلا ٹوٹنے کے باعث ان پر سے سحر ختم ہوگیا لیکن تم لوگوں کو یہ نہیں معلوم ہے کہ حیلہ کو جادو کے ذریعے کس پتلے سے منسوب کیا گیا ہے اور وہ شیطان کا پتلا ہم نے کہاں رکھا ہے۔ جب تک وہ پتلا سلامت رہے گا حیلہ پر سے سحر ختم نہیں ہوگا۔ تم لاکھ کوشش کرلو' حیلہ ہماری ہی رہے گی اور بہت جلد اپنی سوکن کو موت کے گھاٹ اتارے گی۔"

راحیلہ کے ہونٹ ساکت ہوگئے اب اس بوڑھی چڑیل کی آواز نہیں آرہی تھی۔ ہمارے لئے یہ پریشانی بڑھ گئی تھی کہ ثانی اور علی کی طرح راحیلہ بھی کسی شیطانی مجسمے سے جادوئی طور پر منسلک کردی گئی ہے۔ جب تک وہ مجسمہ نہیں ٹوٹے گا ہم اسے پاپا ڈوک کے طلسم سے نجات نہیں دلا سکیں گے۔

تھوڑی دیر بعد راحیلہ نے آنکھیں کھول دیں سونیا کو دیکھ کر بولی "تم کیوں ہمارے پیچھے پڑی ہو۔ میری زچگی کے وقت بھی تم نے مجھے دھوکا دیا اور میری زندہ بیٹی مجھ سے چھین کرلے گئیں۔ کیا تم انصاف کرتی ہو؟ کیا یہ انصاف ہے کہ تم نے بیٹی چھین لی اور ایک سوکن نے شوہر کو چھین لیا۔ کیا تمہیں میری مظلومیت کا احساس ہے؟"

"مجھے احساس ہے اس لئے تمہیں شیطان کے اس دوزخ سے نکال کرلے جارہی ہوں۔ ہماری بن کر ہمارے ساتھ رہو گی تو یہ بیٹی بھی تمہاری ہوگی اور شوہر بھی تمہارا ہی رہے گا۔"

"جھوٹے دلاسے نہ دو۔ وہ پرایا ہوچکا ہے اب میرا نہیں ہوسکے گا۔"

"راحیلہ' تم سوچ بھی نہیں سکتیں کہ ہم سب تم سے کتنی محبت کرتے ہیں۔ سلمان تمہیں بابا صاحب کی طرف سے عطا کیا ہوا سب سے بڑا انعام سمجھتا ہے۔ تمہاری محبت اس کے لئے بہت بڑا اعزاز ہے' وہ تمہیں دل کی گہرائیوں سے چاہتا ہے۔"

"چاہتا ہے تو اسے کہو کہ نئی دلہن کو ٹھکرا کر میرے پاس آئے۔"

"تم دونوں سلمان کی دو آنکھیں ہو' دو ہاتھ ہو۔ وہ کسی ایک آنکھ کو پھوڑ نہیں سکتا' کسی ایک ہاتھ کو توڑ نہیں سکتا۔"

"صاف بات یہ ہے کہ میں کسی سوکن کو برداشت نہیں کروں گی۔"

"صاف بات یہ ہے کہ پاپا ڈوک کا جادو تمہارے سر چڑھ کر بول رہا ہے۔ مجھے بتاؤ شیطان کا وہ پتلا کہاں ہے جس کے سامنے تم سحرزدہ ہوجاتی ہو؟"

"میں کسی خاص پتلے کے متعلق کچھ نہیں جانتی ہوں۔"

میں نے اس کے خیالات پڑھے وہ درست کہہ رہی تھی۔ جادو کے ذریعے جس پتلے سے منسوب کی گئی تھی اس کے متعلق کچھ نہیں جانتی تھی۔ میں اس کی نانی یعنی سارائی کی ماں کے دماغ میں آیا۔ پہلے وہ سانس روک لیا کرتی تھی مگر اب وہ نوے برس کی بڑھیا تھی کمزور ہوگئی تھی میری آمد پر وہ خاموش رہی۔ میں نے اس کے خیالات پڑھے پتا چلا بڑھاپے اور بیماری کے باعث وہ بستر سے اٹھنے کے قابل نہیں ہے۔ دماغ کمزور ہوگیا ہے اب اسے منتر بھی یاد نہیں رہتے' وہ تھوڑی دیر پہلے اپنی نواسی راحیلہ کی زبان سے نہیں بول رہی تھی۔ نہ وہ ٹیلی پیتھی جانتی تھی۔ یہ خیالات پڑھ کر سمجھ میں آگیا کہ شان پاپا ڈوک اس کی آواز اور لہجے میں راحیلہ کی زبان سے بول رہا تھا۔

میں نے سونیا سے کہا "پاپا ڈوک نہ تمہارے سامنے آنا چاہتا ہے نہ اپنی آواز سنانا چاہتا ہے۔ وہ تھوڑی دیر پہلے راحیلہ کی نانی کی آواز بنا کر تم سے باتیں کررہا تھا۔"

وہ بولی "ہم نے طلسم کدے کو تباہ کرکے پاپا ڈوک کو نظر انداز کردیا۔ ہم مطمئن ہوگئے تھے کہ ثانی اور راحیلہ کو حاصل کرلیا ہے مگر اب راحیلہ کو اس کے طلسم سے آزاد کرانے کے لئے اسے تلاش کرنا ہوگا۔ جلد سے جلد معلوم کرنا ہوگا کہ راحیلہ کو جس شیطانی پتلے سے منسوب کیا گیا ہے وہ کہاں ہے؟ اسے توڑنا ضروری ہے۔"

وہاں کے اعلیٰ افسران ہیلی کاپٹر کے ذریعے آگئے۔ انہوں نے سونیا اور ثانی سے ملاقات کی' تہ خانے میں جاکر طلسم کدے کو دیکھا' ان میں انٹیلی جنس کا چیف بھی تھا۔ سونیا نے کہا "چیف! تم قانون کے محافظ نہیں ہو' پاپا ڈوک کے دلال ہو۔"

"میڈم! آپ میری انسلٹ کررہی ہیں۔"

"تمہاری انسلٹ ضروری ہے۔ یہ وردی اتارو۔"

دوسرے افسر نے پوچھا "میڈم' کیا بات ہے؟"

"اس نے خفیہ طور سے پاپا ڈوک کو اطلاع دی تھی کہ میں فلاں ہیلی کاپٹر سے فلاں وقت فلاں جگہ پہنچائی جارہی ہوں۔"

میں اس بے ایمان چیف کے اندر پہنچا ہوا تھا' وہ سونیا کے عائد کردہ الزام سے انکار کررہا تھا۔ میں نے اقرار کرایا' اس نے کہا "ہاں میں پاپا ڈوک کا خاص آدمی ہوں۔ اس نے کہا تھا کہ آج رات جو عورت الون عبدالمالک شہر سے نطافیہ آئے گی وہ اس کے لئے تباہیاں لائے گی لہٰذا جو بھی ادھر آئے میں اس کے بارے میں اسے اطلاع دوں اور میں نے اطلاع دے دی۔"

سونیا نے پوچھا "کیا وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے تم سے باتیں کرتا تھا؟"

"ہاں' وہ میرے دماغ میں آتا رہتا ہے۔"

"اس نے یہاں سے فرار ہوتے وقت تم سے رابطہ کیا ہوگا؟"

"ن... نہیں" وہ انکار کرنا چاہتا تھا۔ میرے اقرار کرانے پر بولا "ہاں' اس نے ہائی وے پر ایک ہیلی کاپٹر بھیجنے کا حکم دیا تھا۔ میں نے اس کے حکم کی تعمیل کی ہے۔"

"وہ ہیلی کاپٹر کہاں تک کے لئے چارٹرڈ کیا گیا ہے؟"

"مراکش کے شہر رباط تک۔"

"کیا رباط میں کوئی طلسم کدہ ہے؟"

"میں اپنے ملک سے باہر کی کوئی بات نہیں جانتا ہوں۔ پاپا ڈوک مجھے صرف اسی ملک کے لئے استعمال کرتا تھا۔"

"چیف! تم نے اسے میری آمد کی اطلاع دے کر گویا میری موت کا سامان کیا تھا' اب تمہیں موت کی سزا ملے گی۔"

وہ ہاتھ جوڑ کر گڑگڑانے لگا' اپنے چھوٹے بچوں کا واسطہ دینے لگا۔ سونیا نے کہا "وردی اتار دو' ملازمت چھوڑ دو' میں تمہیں معاف کرتی ہوں۔"

رہائش گاہ کے پیچھے ایک وسیع میدان میں ہیلی کاپٹر تھا۔ ثانی' علی' سونیا اور راحیلہ اس میں سوار ہوگئے۔ راحیلہ جانا نہیں چاہتی تھی اسے جبراً لے جایا جارہا تھا۔ وہ اسے پاپا ڈوک کے سحر سے نجات دلانے کے لئے مراکش کے شہر رباط کی طرف سفر کررہے تھے۔ میں نے سفر کے آغاز میں راحیلہ کو نیند کی آغوش میں پہنچا دیا تاکہ پاپا ڈوک اس کے اندر آکر خطرات کو اپنی طرف بڑھتا ہوا نہ دیکھ پائے۔

○☆○

انسان ذہانت سے پہلے خود کو پہچانتا ہے پھر خدا کو پہچانتا ہے۔ جوجو خود کو بھولی ہوئی تھی اس لئے خدا بھی یاد نہیں تھا۔ وہ اپنے آپ کو مسلمان نہیں روز میری نامی عیسائی سمجھتی رہی مگر بھلا ہو سابقہ ماسک مین کا جس نے دماغی آپریشن کے ذریعے اسے ذہین بنا دیا تھا' اسی ذہانت نے اسے اپنی اور خدا کی پہچان کرائی تھی۔

ساری دنیا اس سے کہتی کہ تم جوجو ہو' تم مسلمان ہو' تم پارس کی شریک حیات ہو' وہ کبھی یقین نہ کرتی۔ سارے لوگ جھوٹ بول سکتے تھے لیکن لوگوں کا دماغ جھوٹ نہیں بول سکتا تھا۔ کسی کے اندر چھپی ہوئی سچائی ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے نہیں چھپتی۔ جب پاسکل بوبا کے چور خیالات نے کہا "تم جوجو ہو' تم مسلمان ہو' تم پارس کی شریک حیات ہو" تو جھوٹ اور فریب کے تمام پردے چاک ہوگئے۔ اس کے بعد اپنی پچھلی زندگی کی حقیقت پر یقین کرنے کے لئے کسی ثبوت' کسی گواہ کی ضرورت نہیں رہی۔ حقیقت معلوم ہوتے ہی وہ تڑپ گئی۔ پاسکل بوبا کو بھول گئی' ماسک مین کو بھول گئی۔ روز میری کو بھول گئی۔ جوجو بن کر بے اختیار چیخ اٹھی "پارس! پارس! پارس!"

اسے آواز دیتے وقت وہ دماغی طور پر حاضر ہوگئی تھی۔ اس نے آس پاس دیکھا تو ہوش آیا کہ پارس قریب نہیں ہے اور وہ ایک ہوٹل کے کمرے میں کھڑی ہوئی ہے۔ یہاں سے اس کی آواز پارس تک نہیں جائے گی البتہ خیال خوانی کی لہر جائے گی۔

وہ صوفے پر بیٹھ گئی۔ پارس کو تصور میں دیکھنے لگی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اچانک زندگی کا راستہ بدل جائے گا اور ہر راستے کا ہم سفر صرف پارس ہوگا۔

پہلے تو اس نے بے اختیار اسے پکارا تھا' اب سوچ رہی تھی اس کا سامنا کرنے سے پہلے بدلے ہوئے حالات کو سمجھ لے اور اپنے دھڑکتے ہوئے دل کو سنبھال لے۔ وہ دوڑتی ہوئی آئینے کے سامنے آئی' اِدھر اُدھر سے لباس کو درست کیا' بالوں کو برش کیا' چہرے کو بار بار دیکھا اور آئینے سے پوچھا "کیا وہ بھی مجھے بار بار دیکھے گا؟"

پھر وہ مسکراتی ہوئی اس کے پاس پہنچ گئی۔ وہ بولا "تمہارے آنے سے پہلے خوشبو کا ایک جھونکا آتا ہے اور کہتا ہے میری جان آرہی ہے۔"

"تم مجھے کتنا چاہتے ہو؟"

"اتنا چاہتا ہوں کہ تمہیں سوچتے سوچتے خود کو بھول جاتا ہوں۔"

"میں ایک خوشخبری سنانے آئی ہوں۔ ابھی پاسکل بوبا دماغی کمزوری میں مبتلا ہے۔ میں اس کے دماغ سے اپنے بارے میں۔۔۔"

پارس نے بات کاٹ کر پوچھا "کیا وہ تمہیں دماغ میں آنے دیتا ہے؟"

"ہاں کہہ تو رہی ہوں' اس کے اعصاب کمزور ہوچکے ہیں۔ میں یہ کہہ رہی تھی کہ....."

وہ پھر بات کاٹ کر بولا "تم بعد میں سب کچھ کہہ سکتی ہو۔ یہ بہترین موقع ہاتھ سے نہ جانے دو۔ پاسکل پر تنویمی عمل کرو۔"

وہ خوشخبری سنانا چاہتی تھی' اپنا دھڑکتا ہوا دل پیش کرنے والی تھی مگر وہ اسے دوسرے موضوع پر لے آیا تھا۔ بیشک اس کی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

خوشی اہم ہوتی ہے' بچھڑے ہوئے دلوں کے ملاپ کے وقت دنیا بھلا دی جاتی ہے لیکن پارس کے یاد دلانے پر یاد آیا کہ پاسکل کو اپنا معمول اور تابعدار بنانا ضروری ہے۔ یہ وقت گزر جائے گا تو عامل پاسکل کو اپنے قابو میں کرلے گا۔

وہ اپنے ہوٹل کا نام اور کمرا نمبر بتا کر بولی "تم ابھی آجاؤ۔ تمہارے آنے تک میں پاسکل پر عمل کرتی رہوں گی۔"

پھر وہ پاسکل کے پاس آئی' وہ ٹرالی بیڈ پر آنکھیں بند کئے لیٹا ہوا تھا۔ اس کے پاس ایک عامل کھڑا ہوا عمل کر رہا تھا' وہ ٹرانس میں آگیا تھا اور عامل کے حکم کے مطابق کہہ رہا تھا "میں تمہارا معمول ہوں اور تمہارے تمام احکامات کی تعمیل کروں گا۔"

عامل نے پوچھا "تم نے روز میری پر تنویمی عمل کیا تھا؟"

اس نے غفلت میں جواب دیا "ہاں میں نے روز میری پر تنویمی عمل کیا تھا۔"

"کیوں کیا تھا؟"

"وہ خیال خوانی میں مجھ سے آگے جارہی تھی' میری انسلٹ کر رہی تھی۔ پہلے تو میں نے اسے ختم کر دینا چاہا پھر سوچا موقع کی تاک میں رہنا چاہئے' وہ کبھی کمزور ہوگی تو میں اسے اپنا تابعدار بنالوں گا۔ کل تم اس پر عمل کر رہے تھے۔ میں نے تمہارے عمل کو ناکام بنا دیا۔ تمہارے جانے کے بعد اسے اپنی معمولہ بنالیا۔"

"میں تمہیں حکم دیتا ہوں روز میری پر اپنے تنویمی عمل کا توڑ کرو' اس کے دماغ کو آزاد کردو۔"

"میں اس کے دماغ کو آزاد کردوں گا' وہ میری معمولہ نہیں رہے گی۔"

"میں حکم دیتا ہوں آئندہ تم اپنے ملک اور اپنی قوم کے مفاد کے خلاف کوئی کام نہیں کرو گے۔ اپنے اعلیٰ حکام اور اعلیٰ افسران کے اعتماد کو دھوکا نہیں دو گے۔"

اس نے وعدہ کیا' آئندہ وہ ملک و قوم کے مفاد کے خلاف کوئی کام نہیں کرے گا۔ اعلیٰ حکام اور افسران کے اعتماد کو دھوکا نہیں دے گا پھر اس سے پوچھا گیا کہ اس نے لندن میں روز میری کو کہاں چھپا رکھا ہے؟

اس نے چھپایا نہیں تھا۔ جوجو خود ہی چھپی ہوئی تھی۔ اس نے پاسکل کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے بولنے پر مجبور کیا "میں نے لندن شہر میں ہی سٹی روڈ کے پاس اولڈ اسٹریٹ کے ایک بنگلے میں اسے قید کیا ہے۔ بظاہر وہ آزاد ہے مگر میری اجازت کے بغیر اس بنگلے سے باہر نہیں جائے گی۔"

عامل نے کہا "تم تنویمی نیند پوری کرنے کے بعد روز میری پر تنویمی عمل کا توڑ کرو گے اور اسے واپس اپنے لوگوں کے پاس ہوٹل میں پہنچاؤ گے۔"

عامل نے یہ حکم دے کر اپنا عمل ختم کیا پھر اسے تنویمی نیند سونے کے لئے چھوڑ دیا۔ دو افراد اس کے ٹرالی بیڈ کو ایک کمرے میں لے گئے' وہاں جوجو نے اس پر عمل کر کے اسے اپنا معمول اور تابعدار بنالیا پھر اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔

تھوڑی دیر بعد دستک سنائی دی۔ اس نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا سامنے پارس کھڑا ہوا تھا۔ اسے دیکھتے ہی دل کی دھڑکنیں تیز ہوگئیں' وہ پلکیں جھپکائے بغیر اسے دیکھتی رہ گئی۔ اس نے پوچھا "کیا اندر آجاؤں؟"

وہ کچھ نہ بولی۔۔ ایک قدم پیچھے ہٹ گئی' وہ قدم بڑھا کر اندر آیا تو وہ اور ایک قدم پیچھے ہوگئی مگر نگاہیں اسی پر جمی رہیں۔ اس نے دروازہ بند کر کے پوچھا "کیا تم نے میک اپ کیا ہے؟ میں نے ائیرپورٹ پر تمہارا کوئی اور چہرہ دیکھا تھا۔"

وہ بولی "مجھے بتاؤ جوجو کا چہرہ کیسا تھا؟"

"جیسا بھی تھا میں اس کے چہرے سے نہیں اس کی شخصیت سے' اس کی اداؤں سے اور اس کے محبت بھرے دل سے پیار کرتا تھا' پیار کرتا ہوں اور پیار کرتا رہوں گا۔"

جوجو کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ پارس حیرانی سے بولا "تم رو رہی ہو؟"

وہ چیخ مار کر پارس کہتی ہوئی دوڑ کر اس سے لپٹ گئی اور رو کر کہنے لگی "میں تمہاری جوجو ہوں۔ میں نے پاسکل کے چور خیالات سے معلوم کرلیا ہے کہ میں تمہاری شریکِ حیات ہوں۔ تم میرا دل میری دنیا سب کچھ ہو۔ میں تمہارے بغیر کچھ نہیں ہوں!"

وہ خوب رو رہی تھی اور خوب بول رہی تھی اور رو رو کر بول بول کر برسوں کی جدائی کا غبار نکال رہی تھی۔ اس کی زندگی پہلے کیا تھی کیسے گزرتی تھی؟ یہ اسے اب بھی معلوم نہیں تھا لیکن اتنی ہی معلومات کافی تھیں کہ اس کی زندگی کا مالک کل بھی پارس تھا آج بھی پارس ہے۔

پارس نے جوجو کو ایک ننھی سی بچی کی طرح سمیٹ لیا تھا۔ اس کے آنسوؤں کو چوم رہا تھا' اسے سہلا رہا تھا' بہلا رہا تھا' اسے تھپک رہا تھا' بہک رہا تھا۔ ایسی دلہن شاید ہی کسی کی ہو جو نکاح کے برسوں بعد پہلی تنہائی میں آئی ہو۔

ایسی تنہائی کبھی ختم ہونا نہیں چاہتی' ایسی تنہائی پر ساری دنیا کی رونقیں قربان کردی جاتی ہیں۔ ایک اس کے سوا سب کچھ بھلا دیا جاتا ہے۔ اس ہوٹل کے آرام دہ کمرے میں دن سے رات ہوگئی رات سے دن ہوگیا۔ ان کی محبوبانہ مصروفیات کی ایک یہ بھی تھی کہ پارس اس کی پچھلی زندگی کا ایک ایک دلچسپ واقعہ سناتا جارہا تھا اور وہ دلچسپی سے سنتی جارہی تھی۔

اس دوران میں نے اسے مخاطب کر کے پوچھا "بیٹے! کہاں ہو؟"

"میں وہاں ہوں جہاں مجھے میری خبر نہیں ہے پاپا! بہت بڑی خوشخبری ہے۔ جوجو نے اپنی حقیقت تسلیم کرلی ہے' مجھے جیون ساتھی تسلیم کرلیا ہے۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"بیٹے! ہمارا خدا ہم پر مہربان ہے' اسے پیرس لے آؤ۔"

"پاپا! میں پیرس اور گھر کا راستہ بھول گیا ہوں فی الحال مجھے بھول جائیے ان شاء اللہ آپ کو پوتے پوتیاں دے گا۔"

میں ہنستا ہوا اس کے دماغ سے چلا گیا' وہ دونوں اس کمرے سے نکلنا بھول گئے تھے۔ جوجو نے اسی کمرے میں وقت گزارنے کے دوران ماسک مین سے رابطہ قائم کیا۔ اس نے پوچھا "روز میری! تم کہاں ہو؟"

اس وقت فوج کے اعلیٰ افسران کی میٹنگ جاری تھی۔ وہاں ماسک مین اور پاسکل بوبا موجود تھے اور پاسکل کی اس بات پر یقین نہیں کر رہے تھے کہ اس نے روز میری کو اغوا کر کے کسی دوسری جگہ نہیں چھپایا تھا۔ اس نے تنویمی عمل کے دوران بتایا تھا کہ روز میری کو سٹی روڈ کے پاس اولڈ اسٹریٹ کے بنگلے میں قید کیا گیا ہے۔ ماسک مین کے جاسوس وہاں تلاش کر کے آگئے تھے۔ جوجو وہاں ہوتی تو انہیں ملتی۔

پھر پاسکل سے کہا گیا کہ وہ روز میری کے دماغ میں جائے اُدھر جوجو نے تنویمی عمل کے دوران اسے حکم دیا تھا کہ وہ اس کے دماغ میں نہیں آئے گا لہٰذا وہ یہی بیان دے رہا تھا کہ اس کی سوچ کی لہروں کو روز میری کا دماغ نہیں مل رہا ہے اور بے چارے کی اس بات کو بھی کوئی تسلیم نہیں کر رہا تھا۔

ایسے ہی وقت جوجو نے آ کر ماسک مین کو مخاطب کیا تو وہ بولا۔ "روز میری تم کہاں ہو؟ ہم دو دنوں سے تمہیں تلاش کر رہے ہیں۔"

وہ بولی "اور میں برسوں سے خود کو تلاش کر رہی تھی۔ کیا اب بھی آپ لوگ نہیں بتائیں گے کہ میں کون ہوں؟ میرا اصلی نام کیا ہے؟ میں کس کی بیٹی، کس کی بہن اور کس کی بیوی ہوں؟"

ماسک مین نے پوچھا "تم کیسی باتیں کر رہی ہو؟ کیا دشمن تمہیں بہکا رہے ہیں؟ یا انہوں نے تمہارے دماغ پر قبضہ جما لیا ہے؟"

"دماغ پر تو آپ لوگوں نے قبضہ جمایا ہوا تھا۔ آج میں جسمانی اور ذہنی طور پر آزاد ہوں۔ اس آزادی کا ثبوت یہ ہے کہ میں نے اپنی پچھلی زندگی کو سمجھ لیا ہے۔ میں نے جو سمجھا ہے اسے آپ غلط کہیں گے۔ اس سے پہلے کہ میں اپنی غلطی اور سچائی ثابت کروں آپ دیانتداری سے بتا دیں کہ میں کون ہوں اور میرا ماضی کیا ہے؟"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "روز میری! تم ہماری قوم میں سے ہو۔ باپ دادا کے زمانے سے تمہارے خاندان کا ہر فرد اس ملک کا وفادار رہا ہے۔ تم بھی آج تک وفادار رہی ہو اور آئندہ بھی تمہیں اس ملک کے خلاف بھول کر بھی نہیں سوچنا چاہئے۔ تم ہماری ترقی اور سیاسی قوت کی بنیاد ہو۔ فار گاڈ سیک' ہمیں حقیقت بتاؤ کہ تم مخالفانہ انداز میں کیوں سوچ رہی ہو؟"

جوجو نے کہا "میں ماسک مین کا جواب سننا چاہتی ہوں۔"

وہ کھنکار کر گلا صاف کرتے ہوئے بولا "اس سے بڑی بدنصیبی کیا ہوگی کہ پہلے پاسکل بوبا نے ہماری مخالفت میں سوچا اور ہمیں فریب دے کر تمہیں اپنا تابعدار بنایا اب تم ہماری مخالفت میں سوچ رہی ہو۔ ذرا سوچو ہم نے تمہیں اس سپر پاور کہلانے والے ملک کی ملکہ بنا کر رکھا' تمہارے کارناموں کو دیکھ کر ہم تمہاری تاج پوشی کرنے والے تھے۔"

"آپ مجھے سبز باغ نہ دکھائیں میری باتوں کا ٹو دی پوائنٹ جواب دیں۔"

"میرا جواب سننے سے پہلے میری ایک بات مان لو۔ دماغی طور پر حاضر ہو کر کم از کم ایک گھنٹے کے لئے اپنے اندر سے تمام مخالفانہ خیالات نکال دو اور صرف ہماری بن کر سوچو۔ ہم نے تمہارے لئے کیا نہیں کیا؟ کبھی تمہارے پاؤں میں کانٹا بھی چبھنے نہیں دیا۔ تمہیں بے انتہا محبتیں دیں۔ تمہیں اپنی جان سے بھی زیادہ پیار کیا اور دماغی آپریشن کے ذریعے تمہارے اندر ایسی ذہانت پیدا کی جس کی مثال مشکل سے ملے گی۔"

"مجھے ایک گھنٹے تک سوچنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں ان تمام مہربانیوں اور محبتوں کو تسلیم کرتی ہوں۔ آپ صرف ایک بات کا جواب دیں۔ میرا اصلی ماضی کیا ہے؟"

"ہمارا جواب وہی ہے' تم ہماری ہو۔ تمہاری یہ بے مثال ذہانت کب کام آئے گی؟ تمہیں خود ہی سمجھنا چاہئے کہ ہم جھوٹے ہو سکتے ہیں' ہمارے دشمن اور تمہیں بہکانے والے جھوٹے ہو سکتے ہیں مگر تمہاری ذہانت کبھی تمہیں دھوکا نہیں دے گی۔ تم اپنی عقل سے خود ہی پچھلی زندگی کا سراغ لگاؤ اور کسی کے بہکانے میں نہ آؤ۔"

"میرا آپریشن اس طرح کیا گیا ہے کہ میں اپنی پچھلی زندگی کبھی یاد نہیں کر سکوں گی لیکن ذہانت سے معلوم کرنے کا ایک معقول طریقہ ہے۔"

"وہ طریقہ کیا ہے؟"

"آپ کی زبان جھوٹ بول سکتی ہے مگر آپ کے چھپے ہوئے خیالات کبھی جھوٹ نہیں بولیں گے۔ کیا آپ لوگ مجھے اپنے دماغوں میں آنے کی اجازت دیں گے؟"

ماسک مین اور اعلیٰ افسران پریشان ہو کر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے پھر ماسک مین نے کہا "یقیناً تمہیں بری طرح ہمارے خلاف بھڑکایا گیا ہے۔ تم شاید بھول رہی ہو جن دنوں تم ٹریننگ حاصل کر رہی تھیں' ہم نے یہ بات اچھی طرح سمجھا دی تھی کہ اپنے اعلیٰ حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران کے دماغوں میں کبھی نہ جانا کیونکہ ہم اپنے اہم ملکی رازوں کے امین ہوتے ہیں۔ تمہاری وفاداریوں اور ذمے داریوں کی ایک حد ہے' اس حد سے آگے بڑھو گی تو ملک کی سلامتی اور وقار کو ٹھیس پہنچاؤ گی۔ کیا تمہیں یاد ہے؟"

"مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ میں اپنے ملک کی سلامتی اور وقار کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ آپ لوگوں کے دماغوں میں آ کر صرف اپنی پچھلی زندگی کے چند سوالات کے جواب معلوم کروں گی اور وہاں سے نکل آؤں گی۔"

"نہیں روز میری! یہ مطالبہ اصولوں کے خلاف ہے۔"

"میں اپنی حقیقت ہر حال میں معلوم کروں گی۔ آپ مجھے سیدھی طرح دماغوں میں آنے دیں ورنہ میں دوسرا راستہ بھی اختیار کر سکتی ہوں۔"

"تم ہماری ہو کر ہمیں دھمکی دے رہی ہو؟"

دوسرے افسر نے کہا "روز میری! پلیز عقل سے کام لو، ہمارے پاس آؤ ہم تمہیں مطمئن کریں گے۔"

"میں تمہارے ہی پاس آ رہی ہوں' خیال خوانی کے ذریعے۔"

ماسک مین نے کہا "اس کا مطلب ہے ہم سانس روک کر بیٹھ جائیں۔"

"میں ہر حال میں تمہارے ہی دماغ سے سچائی معلوم کروں گی۔"

وہ جس افسر کے دماغ میں رہ کر باتیں کر رہی تھی اس کے ہولسٹر سے ریوالور نکال کر بولی "تم سانس روکو میں آ رہی ہوں۔"

وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا پھر میز کے نیچے چھپنا چاہتا تھا مگر گولی چل گئی۔ وہ چیخ مار کر اپنا زخمی بازو تھام کر لڑکھڑایا۔ جوجو اس کے دماغ میں چیخ کر بولی "ہیلو ماسک مین! میں آ گئی ہوں' کیا اب بھی حقیقت چھپاؤ گے؟"

وہ زمین پر گر پڑا تھا۔ فوجی جوان اسے اٹھا کر میز پر لٹا رہے تھے۔ وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے ایک افسر سے کہہ رہا تھا "وہ میرے دماغ میں آ گئی ہے' اسے خیال خوانی سے روکو۔"

"ہم اسے کس طرح روک سکتے ہیں؟"

وہ جھنجلا کر بولا "کیا گھاس کھا گئے ہو؟ مجھے فوراً بے ہوش کر دو وہ میرے اندر سے کچھ نہیں معلوم کر سکے گی۔"

جوجو نے سوچ کے ذریعے کہا "بے ہوشی کا شوق ہے تو ضرور بیہوش ہو جاؤ تمہارے چور خیالات مجھے مختصر سا جواب دے چکے ہیں' وہ کہتے ہیں میرا نام جوجو ہے اور پارس میرا شوہر ہے۔"

"یہ جھوٹ ہے پارس تمہارا کوئی نہیں ہے۔ تمہارا نام جوجو نہیں ہے' تم نے میرے دماغ کو کمزور بنایا ہے اور کمزور دماغ کبھی سچ نہیں بولتا۔"

"ٹیلی پیتھی کی دنیا نرالی ہے۔ یہاں کمزور دماغ ہمیشہ سچ کا بول بالا رکھتے ہیں۔"

جس افسر نے اسے گولی ماری تھی اس سے ریوالور چھین لیا گیا تھا۔ جوجو نے دوسرے افسر کے ہولسٹر سے ریوالور نکلوا کر کہا "میرے اس معمول سے ریوالور نہ چھیننا ورنہ میں تمہارے کرنل کو گولی مار دوں گی۔ کوئی اس ہال سے باہر نہ جائے یہ میری پہلی

اور آخری وارننگ ہے۔"

کرنل سہم کر اپنی جگہ کھڑا رہ گیا تھا اور حکم دے رہا تھا کہ جس افسر کے ہاتھ میں ریوالور ہے اس کے قریب کوئی نہ جائے۔ مس روز میری جو کہہ رہی ہیں اس پر عمل کیا جائے۔ جوجو نے کہا۔ "میرا نام روز میری نہیں ہے جوجو ہے اور کرنل تم یہ بات اچھی طرح جانتے ہو۔ کیا تم چاہتے ہو کہ میں تمہیں بھی زخمی کر کے تمہارے چور خیالات پڑھوں؟ بہتر ہے تم اپنی زبان سے میری حقیقت بیان کرو۔"

وہ بلند آواز سے بولا "تمہارا نام روز میری نہیں جینی عرف جوجو ہے تم عیسائی نہیں مسلمان ہو اور تم پارس کی شریک حیات اور فرہاد علی تیمور کی بہو ہو۔"

جوجو نے ریوالور کا رخ جنرل کی طرف کیا وہ بھی جلدی جلدی یہی بولنے لگا وہ بولی "مجھے پہلے ہی معلوم ہو گیا تھا کہ میں پارس کی شریکِ حیات جوجو ہوں۔ صرف تم جھوٹوں کی زبان سے سچ اگلوانا چاہتی تھی۔ تم لوگوں نے اپنی غرض کے لئے مجھے ذہین بنایا تھا۔ میں نے ذہانت سے تمہاری خود غرضی کو سمجھ لیا' اب میں جا رہی ہوں۔"

وہ وہاں سے واپس نہیں آئی افسر کے دماغ میں خاموش رہی۔ فوج کے اعلیٰ افسران اسے مخاطب کر رہے تھے اس سے کہہ رہے تھے "نہ جاؤ ہماری بھی سن لو' ٹھیک ہے کہ ہم نے تمہاری اصلیت تم سے چھپائی لیکن یہ بھی دیکھو کہ تم کند ذہن تھیں' یہ موجودہ ذہانت ہم نے عطا کی ہے۔ ہم تم سے محبت کرتے ہیں۔ تمہارا یہ اخلاقی فرض ہے کہ تم اس ملک سے وفاداری کرو اور ہمارے کام آتی رہو۔"

ایک لحاظ سے یہ درست تھا کہ انہوں نے دماغی آپریشن میں کثیر رقم خرچ کی تھی' بڑا وقت ضائع کیا تھا اس پر بڑی محنت کی تھی۔ اسے ہیرے کی طرح تراش کر بہت اہم' بہت قیمتی بنا دیا تھا ان کا یہ احسان تھا لیکن اپنا نام اپنی ذات برادری اپنے لہو کے رشتے اپنا مذہب اور اپنا خدا بھلا کر اگر احسان کیا جائے تو وہ درحقیقت بدترین دشمنی ہوتی ہے۔

وہ تھوڑی دیر تک طرح طرح سے محبت جتاتے رہے جب یقین ہو گیا کہ وہ چلی گئی ہے تو جھنجلا گئے۔ بہت بری طرح مات ہو رہی تھی' وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ جوجو جیسی اہم خیال خوانی کرنے والی یوں اچانک ان کے ہاتھ سے نکل جائے گی۔

وہ پاسکل کو گالیاں دے رہے تھے۔ ان کا خیال تھا اس نے جوجو کو اپنی معمولہ بنانے کی ناکام کوشش کی' اس کی ناکامی کے باعث سونیا کے کسی خیال خوانی کرنے والے نے جوجو کو ٹریپ کر لیا اس طرح وہ پھر اپنوں میں پہنچ گئی ہے۔

انہوں نے پاسکل کو ہتھکڑی پہنا دی تھی اور کہہ رہے تھے کہ اب اس کا دماغی آپریشن کرایا جائے گا تاکہ یہ فریب اور دغا بازی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

بھول جائے اور لہجہ بھی بدل جائے۔ جوجو نے اگر مکاری سے اسے معمول بنانے کی کوشش کی ہو تو اسے ناکامی ہو۔

کرنل نے کہا "جوجو گئی لیکن الپا کو ہمارے حوالے کر گئی ہم اس کی ذہانت سے آئندہ بھی فائدہ اٹھا سکتے تھے۔ اس نے جے مورگن پر بھی عمل کیا تھا۔ اس کے جانے سے جے مورگن بھی ہمارے ہاتھ سے جا چکا ہے۔"

جنرل نے کہا "نقصان کا ماتم کرتے رہنے سے جوجو واپس نہیں آئے گی۔ ہمارے پاس دماغی آپریشن کے تجربات ہیں' ان تجربات سے پاسکل کو جوجو کی طرح ذہین بنایا جائے گا۔"

کرنل نے کہا "جوجو ابھی لندن میں ہی ہوگی اگر وہ پارس کے ساتھ ہے تو وہاں سے پیرس جائے گی۔ ہمارے ایجنٹوں کو حکم دیا جائے کہ وہ اسے تلاش کریں اور اسے بابا صاحب کے ادارے میں واپس نہ جانے دیں۔ اسے اِدھر کی رکھیں نہ اُدھر کی وہ جہاں بھی نظر آئے اسے گولی مار دیں۔"

جوجو نے اپنے معمول افسر کی زبان سے کہا "کرنل میں سن رہی ہوں۔"

وہ ایک دم گھبرا گیا' جوجو نے پوچھا "وہ گولی جو تمہارے حکم سے میری طرف آنے والی تھی اس کا رخ اپنی طرف دیکھ رہے ہو۔ دیکھو موت اپنا راستہ کتنی جلدی بدل دیتی ہے۔"

"نن ..... نہیں تم مجھے نہیں مار سکتیں۔ تم پر ہمارے احسانات ہیں۔"

"احسان نہ جتاؤ' تم میری سسرال کی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی کو گولی مارنا چاہتے تھے تاکہ پارس کے پاس ایک خیال خوانی کرنے والی کم ہو جائے۔ میں اس کے جواب میں تمہارے خیال خوانی کرنے والوں کی تعداد کم کر دیتی ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس نے معمول کے ذریعے پاسکل پر گولی چلائی' وہ سینے پر ہاتھ رکھ کر ڈگمگانے لگا۔ سب چیخ اٹھے "رک جاؤ ایسا نہ کرو ہمارے پاس تو دو ہی رہ گئے ہیں۔ پلیز اسے چھوڑ دو۔"

وہ بولی "ہماری دنیا میں خیال خوانی کرنے والے بہت ہو گئے ہیں۔ ان میں جو شیطان ہیں انہیں ختم ہو جانا چاہئے۔"

اس نے دوسری گولی چلائی پاسکل گرتے گرتے اچھلا پھر ایسا گرا کہ کبھی اٹھ نہ سکا۔ وہاں بھگدڑ مچ گئی تھی سب ہال سے باہر دوڑتے جا رہے تھے۔ جوجو دماغی طور پر پارس کے پاس حاضر ہو گئی اس سے بولی "میں نے پاسکل بوبا کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا ہے۔"

"کیا ایسا کرنا ضروری تھا؟"

"ہاں' وہ چاہتے تھے تمہارے پاس خیال خوانی کرنے والی نہ رہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "لہٰذا تم نے ان کا خیال خوانی کرنے والا کم کر دیا۔"

وہ اس کے سینے پر سر رکھ کر بولی "میں خیال خوانی میں مصروف تھی' تم تنہا رہ گئے تھے۔"

"میں تنہا نہیں تھا۔ تم ایک خاموش تصویر کی طرح میرے پہلو میں تھیں۔ تم مجھے نہیں دیکھ رہی تھیں۔ میں دیکھ رہا تھا۔ تمہارا ہاتھ میرے سینے پر ساکت رہا' میرا ہاتھ تمہاری زلفوں سے کھیلتا رہا تم خیال خوانی میں نگر نگر تھیں' میں تمہاری ہستی میں نفس نفس تھا۔ مجھے حسن کی خیرات دونوں ہاتھوں سے ملنی چاہئے تھی مگر ایک ایک چٹکی حسن مل رہا تھا اب تو حاتم طائی کی بیٹی بن جاؤ۔"

وہ ہنس پڑی اس کی مترنم ہنسی کمرے کی محدود فضا میں گنگنانے لگی' وہ کمرا کبھی خاموش ہوتا تھا کبھی سرگوشیوں سے بھر جاتا تھا۔ بڑی دیر بعد جوجو نے کہا "ہم باہر جائیں گے۔"

"ضرور جائیں گے۔ میں تمہیں ساری دنیا کی سیر کراؤں گا۔"

"اچھا ساری دنیا کی سیر کرنے میں کتنے دن لگیں گے؟"

"صرف دیکھنا ہی ہے تو اسی کمرے میں ویڈیو فلم کے ذریعے صبح سے شام تک تمام دنیا کی سیر کر لیں گے لیکن دنیا کو دیکھنے' پرکھنے اور سمجھنے میں عمر گزر جائے گی۔"

"آج سے ہم دنیا دیکھتے دیکھتے عمر گزاریں گے۔"

"یہ ہمارا خاندانی دھندا ہے۔ پاپا نے کبھی گھر نہیں بنایا' ایک گھر سے دوسرے گھر' ایک شہر سے دوسرے شہر اور ایک ملک سے دوسرے ملک بھٹکتے رہے ہیں یہی ان کی اولاد کے نصیب میں لکھا ہے۔ تقدیر ہمیں دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک دوڑاتی رہتی ہے۔"

وہ چونک کر بولی "اوہ گاڈ! میں شلپا کو بھول گئی تھی۔ مجھے اس پر تنویمی عمل کا نتیجہ معلوم کرنا چاہئے۔"

پارس نے کہا "اسی طرح چکر چلتا رہتا ہے۔ اگر شلپا لندن چھوڑ کر فرینکفرٹ گئی ہو گی' اس کے حالات ہمیں بھی وہاں جانے پر مجبور کر دیں گے۔ ہم اسی طرح دنیا کے گرد چکر لگاتے رہتے ہیں۔"

وہ شلپا کے پاس گئی پھر واپس آ کر بولی "زیادہ نہ بولا کرو' وہ بیچاری تو ابھی اسی شہر میں ہے۔"

"اسے بیچاری نہ کہو... پکی بدمعاش ہے۔ مجھے اپنا معمول بنانے کا زبردست منصوبہ بنا چکی تھی۔"

"اگر ظالم بھی چھری تلے آ کر تڑپتا رہے تو بیچارہ لگتا ہے۔"

پارس نے سرد آہ بھر کر کہا "بیچارہ ماسک مین تمہارے بغیر تڑپ رہا ہو گا۔"

وہ ہنستی ہوئی شلپا کے پاس آ گئی۔ شلپا پریشان تھی۔ میں نے اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کیا تھا۔ وہ ایک ہوٹل کے بیڈ پر تھی۔ جب جوجو نے اس پر تنویمی عمل شروع کیا تو میں وہاں سے چلا آیا تھا۔ وہ تنویمی نیند سے بیدار ہونے کے بعد سوچتی رہی کہ نکی میتھو کہاں چلا گیا ہے؟ کیونکہ میں نکی کے روپ میں ہی اس سے ملا تھا' وہ نکی کو پھانس کر اس پر عمل کر کے اسے ڈی بورن کی طرح اپنا تابعدار بنانا چاہتی تھی۔ اسے معلوم نہیں تھا کہ نکی کے بھیس میں چھپا ہوا ہوں۔

اب وہ سوچ رہی تھی کہ میں اسے کمزوری کی حالت میں چھوڑ کر کہاں چلا گیا ہوں۔ کیا ایسی حالت میں کسی نے اس پر عمل کیا ہے؟ کیا نکی اسے اپنی معمولہ بنا کر چلا گیا ہے؟ یہی اندیشہ دل میں تھا اور وہ پریشان ہو رہی تھی۔

اگر کوئی اندر چھپا ہوا ہو اور سمجھ میں نہ آتا ہو تو وہ نادیدہ ناقابل برداشت بوجھ بن جاتا ہے۔ شلپا نے نکی کے لہجے کو گرفت میں لے کر اس کے دماغ پر دستک دی۔ اس نے پوچھا "کون ہے؟"

"میں شلپا ہوں۔ تم مجھے ہوٹل میں چھوڑ کر کیوں چلے گئے؟"

"تمہیں ہوٹل میں چھوڑ کر؟ نہیں' تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے میں تو تمہیں جانتا بھی نہیں ہوں پھر یہ کہ تم سوچ کے ذریعے گفتگو کر رہی ہو' کون ہو تم؟"

"میں اپنا نام بتا چکی ہوں کیا ٹریننگ سینٹر میں ہماری ملاقات نہیں ہوئی تھی؟"

"ہاں' یاد آیا۔ شلپا نام کی ایک لڑکی مجھ سے مل چکی ہے لیکن یہ غلط ہے کہ میں تمہارے ساتھ کسی ہوٹل میں گیا تھا۔"

وہ نکی کے دماغ سے واپس آ گئی۔ اسے اچانک یاد آیا کہ ہوٹل کے کمرے میں جوجو کے ماتحت حملہ کرنے آئے تھے اور جوجو اس نکی میتھو کو پارس کہہ رہی تھی یعنی وہ درست کہہ رہی تھی۔ پارس نکی بن کر شلپا کے پاس آیا تھا۔ یہ یاد آتے ہی اس کی گھبراہٹ بڑھ گئی' وہ سوچنے لگی "کیا میں سونیا کے کسی خیال خوانی کرنے والے کی گرفت میں آ گئی ہوں؟ کیا پارس اسی لئے یہاں آیا تھا؟"

اس اندیشے نے اسے دو دنوں تک بے چین رکھا۔ وہ ہر لمحہ اپنے دماغ میں کسی عامل کے آنے کا انتظار کرتی رہی لیکن کوئی نہیں آیا۔ جوجو نے اس پر عمل کیا تھا اور جوجو کو اس کے پاس آنے کی فرصت نہیں تھی۔ وہ پارس کی محبت میں خود کو بھلا چکی تھی۔

جب دو دن گزر گئے تو اسے اطمینان ہونے لگا کہ کسی نے اسے اپنی معمولہ نہیں بنایا ہے۔ ان دو دنوں میں کوئی بات اس کے مزاج کے خلاف نہیں ہوئی تھی۔ کسی نے اس کے اندر رہ کر اپنی مرضی کے مطابق اس سے کوئی کام نہیں کرایا تھا۔ اس کے بعد اس نے سوچا "میں خواہ مخواہ اندیشوں میں رہی۔ میرے دو دن ضائع ہو گئے اب تک میں کسی نئے خیال خوانی کرنے والے کو پھانس لیتی۔"

ایک عذاب سے نجات پانے کے بعد وہ خوش ہو کر باتھ روم میں گئی' غسل کر کے تازہ دم ہوئی' لباس پہنتے ہوئے اور میک اپ کرتے ہوئے سوچتی رہی "اب کرائنا فشر کے ذریعے اس کے محبوب جوڈی نارمن کو پھانسنا چاہئے۔"

جوجو نے پارس سے کہا "شلپا ہوٹل سے باہر جا رہی ہے' اب کسی جوڈی نارمن کو پھانسنے کا منصوبہ بنا رہی ہے۔"

"لیلیٰ آنٹی نے ہماری ممّا کے ذریعے پہلے ہی ان تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے جوانوں کو ٹریپ کر لیا ہے۔"

"تو پھر انہیں کرنل کی نگرانی میں کیوں چھوڑ دیا ہے؟"

پارس نے کہا "ہم تمام خیال خوانی کرنے والوں کو کسی پنجرے میں بند نہیں کرنا چاہتے اپنا غلام بھی نہیں بنانا چاہتے۔ پاپا اور ممّا نے فیصلہ کیا ہے کہ یہ فی الحال آزاد رہیں گے۔ ان میں سے جو مثبت سوچ رکھتا ہو گا اسے تمام انسانوں کی بھلائی کرنے کے لئے آزاد ہی رکھا جائے گا' جو منفی سوچ رکھتا ہو گا اور تخریبی کارروائی کے لئے اقدام کرے گا اسے ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا جائے گا۔"

جوجو نے کہا "جوڈی نارمن کے دماغ پر لیلیٰ آنٹی کا قبضہ ہے۔ میں شلپا کو روک دوں؟"

"شلپا اپنی تنظیم بنانا چاہتی ہے یعنی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج بنانے کی کوشش کر رہی ہے۔ تم اس کے ذریعے نیک کام کراؤ۔ وہ جہاں بھی غلط کام کرنے جائے اس سے صحیح کام کراتی رہو۔"

وہ جانا چاہتی تھی' پارس نے کہا "سنو! تم مختلف خیال خوانی کرنے والوں کے پاس جاؤ گی تو ان کے چور خیالات یہی بتائیں گے کہ وہ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ایک ایک کر کے پھانسنا اور شلپا کی طرح اپنی ایک فوج بنانا چاہتے ہیں۔ اقتدار کی ہوس' حکمرانی کا شوق انسان کو انسانیت کی سطح سے گرا دیتا ہے۔ اس وقت ہماری مٹھی میں درجنوں ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں لیکن پاپا اور ممّا کبھی فوج بنانے کے لئے نہیں سوچتے۔ وہ چاہتے ہیں خیال خوانی کرنے والے مذہب اور قومیت سے بالاتر ہو کر انسانوں کی بھلائی کے لئے کام کرتے رہیں۔"

وہ بولی "پارس! یہ محض خوش خیالی ہے۔ اس دنیا میں نیکی اور شرافت کی عمر بہت مختصر ہوتی ہے' تم دو دنوں سے مجھے میری پچھلی زندگی کے حالات بتا رہے ہو۔ اپنے والدین کی تعریف میں بہت کچھ کہتے رہے ہو۔ تمہارے والدین اور ممّا تعمیری مقاصد کے لئے ساری عمر بڑے ممالک سے لڑتے رہے' مجرموں سے ٹکراتے رہے' جان جوکھم میں ڈالتے رہے۔ کیا اتنی طویل جدوجہد کے بعد بڑی طاقتوں کی شیطنت ختم ہو گئی؟"

پارس نے کہا "ختم نہیں ہوئی لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہار مان لی جائے۔"

"بیشک ہار نہیں ماننا چاہئے مگر جیتنے کے لئے طاقت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور تم ٹیلی پیتھی کی تمام طاقتوں کو یکجا کرنے کے بجائے منتشر کر دینا چاہتے ہو۔ کسی کو آزاد کرنا اور کسی کو ہلاک کر دینا چاہتے ہو۔ یہ تو سپر طاقتوں کو اور زیادہ طاقتور بنانے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

والی بات ہے۔"

پارس نے اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ وہ بولی۔ "میری صرف ایک بات پر اچھی طرح غور کر کے جواب دو' جس شرافت کے پیچھے طاقت نہیں ہوتی اس شرافت کو لوگ مانتے تو ہیں مگر اپناتے نہیں ہیں۔ کیا ہمیں اپنی شرافت اور تعمیری خیالات کو منوانے کے لئے اپنی ایک طاقت نہیں بنانا چاہئے؟"

پارس اسے تعریفی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ بولی "کیا ہوا؟"

پارس نے اپنی طرف اسے کھینچ لیا' اپنے بازوؤں میں بھر کر کہا "تم تو کمال ذہانت سے سوچتی اور بولتی ہو' تمہاری اس بات میں بہت وزن ہے کہ خالی شرافت غریبوں اور کمزوروں کے ہاں ہوتی ہے۔ اگر کوئی طاقتور تھوڑی سی شرافت دکھائے تو اس کی پوری خاندانی شرافت کے ڈنکے بجنے لگتے ہیں۔ میں تمہاری یہ بات تسلیم کرتا ہوں کہ ہمارے نیک مقاصد کے پیچھے زیادہ سے زیادہ طاقت کی ضرورت ہے۔"

"اور وہ زیادہ سے زیادہ طاقت ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ٹیم بنا کر حاصل کی جاسکتی ہے۔"

وہ سوچ میں پڑ گیا' جوجو نے پوچھا "کیا سوچ رہے ہو؟"

"بابا صاحب کے ادارے میں بڑی سختی ہے۔ ہمارے شکار کئے ہوئے کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو وہاں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ اس لئے ہم نے فیصلہ کیا تھا کہ مثبت خیال رکھنے والوں کو آزاد چھوڑ دیا جائے گا۔ وہ جہاں چاہیں گے رہائش اختیار کریں گے۔ جب بھی انہیں ہماری ضرورت ہوگی تو ہم ان کی مدد کرتے رہیں گے۔ اس طرح دوستانہ ماحول میں وہ کبھی ہمارے بھی کام آتے رہیں گے۔"

جوجو نے کہا "یہ نیکی اور محبت کے جذبات ہیں مگر طاقت کو برقرار رکھنے کے لئے تھوڑی سی چالاکی اور حکمتِ عملی کی ضرورت ہوتی ہے۔ شیر کو سرکس میں تماشا بنا کر دولت کمانے کے لئے اسے ہمیشہ آہنی پنجرے میں بند رکھنا پڑتا ہے۔ کیونکہ شیر کی بے پناہ طاقت درندگی پیدا کرتی ہے اور انسان کی بے پناہ طاقت اسے فرعون بناتی ہے۔ جانور ہو یا انسان اسے لگام دینا' اسے اپنے قابو میں رکھنا لازمی ہوتا ہے۔ ورنہ موقع ملے تو شیر اپنے رنگ ماسٹر کو کچا چبا جاتا ہے اور بیٹا اپنے باپ کو ہلاک کر دیتا ہے اس لئے طاقت کو کنٹرول میں رکھنا چاہئے۔ ٹیلی پیتھی کی طاقت والوں کو آزاد نہیں چھوڑنا چاہئے۔"

"میری جان' تم تو کفن پھاڑ کر ذہانت کی باتیں کرنے لگی ہو۔ میں اپنی جان کے ساتھ ہوں۔ بولو' کیا سوچ رہی ہو اور کیا کرنا چاہتی ہو؟"

"جو لوگ ٹیلی پیتھی جاننے کے غرور میں مجرمانہ انداز میں زندگی گزارنا چاہتے ہیں ہم ان کے دماغوں پر قبضہ جما کر رکھیں گے۔ پاپا اور ممّا جنہیں آزاد چھوڑنا چاہتے ہیں ان کی ہم نگرانی کرتے رہیں گے۔ وہ غلط ہاتھوں میں پڑنے والے ہوں گے تو ہم انہیں اپنے قابو میں لے آئیں گے۔"

"یہ معقول باتیں ہیں۔ اس پر ہمیں آج ہی سے عمل کرنا چاہئے۔"

"آج ہی سے نہیں' ابھی سے۔ جے مورگن اسرائیل میں ہے لیکن اس کا دماغ میرے قابو میں رہتا ہے۔ الپا ماسکو میں ہے لیکن وہ اسے آپریشن کے ذریعے تبدیل کرنے والے ہیں۔ شلپا میری مٹھی میں ہے۔ شلپا نے ڈی بورن کو ٹریپ کیا تھا۔ اب بورن بھی میرے احکامات کی تعمیل کرے گا۔ اس طرح تین ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے پاس ہیں۔"

"تم نے چند دنوں میں خاصی کامیابیاں حاصل کی ہیں۔"

"شلپا ابھی جوڈی نارمن کو ٹریپ کرنے جارہی ہے۔"

"اس کا دماغ لیلیٰ آنٹی کے قابو میں ہے۔ تم آنٹی سے اس سلسلے میں باتیں کرو' پھر ان کی آواز اور لہجہ اختیار کر کے جوڈی نارمن کے دماغ میں جاؤگی تو وہ تمہاری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گا۔"

وہ لیلیٰ کے پاس آئی۔ لیلیٰ نے مجھ سے کہا "ہماری بیٹی جوجو آئی ہے۔"

میں نے کہا "بیٹے! میرے دماغ میں آؤ۔ اور بتاؤ کیا چاہتی ہو؟"

"میں جو چاہوں گی کیا وہ صرف آپ سے مانگنا ہوگا۔ میں آنٹی سے نہیں مانگ سکتی؟"

"کیوں نہیں' یہ تمہاری آنٹی ہی نہیں ماں بھی ہیں۔"

لیلیٰ نے کہا "اگر ایسی کوئی بات ہے جسے اپنے پاپا کے سامنے بولنا مناسب نہیں ہے تو میرے دماغ میں رہ کر بولو۔"

اس نے ہم دونوں سے اسی موضوع پر گفتگو کی۔ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو آزاد چھوڑنے پر اعتراض کیا۔ انہیں اپنے قابو میں رکھنے کے ٹھوس دلائل پیش کئے' میں نے کہا "میری بیٹی! جب اپنے طور پر اپنی ذہانت سے کام کرنا چاہتی ہے تو ہم کبھی اعتراض نہیں کریں گے۔ تم ہم سے اور پارس سے مشورے لیتی رہا کرو اور اپنے اقدامات سے آگاہ کرتی رہا کرو۔"

اس نے بتایا کہ شلپا' جوڈی نارمن کو ٹریپ کرنے جارہی ہے۔ لیلیٰ نے کہا "فکر نہ کرو' وہ میری مٹھی میں ہے۔ تم میری آواز اور لہجے میں جب چاہو اس سے اپنے احکامات کی تعمیل کرا سکتی ہو۔"

"تھینک یو آنٹی۔"

وہ ہم سے رخصت ہو کر شلپا کے پاس گئی۔ شلپا نے خیال خوانی کے ذریعے کرائنا کے دل میں یہ خواہش پیدا کی تھی کہ اپنے محبوب جوڈی نارمن کے ساتھ دریائے ٹیمز کے کنارے آئے۔ وہاں بڑا رومانٹک ماحول ہوتا ہے۔ کرائنا' جوڈی کے ساتھ ادھر جارہی تھی۔ شلپا بھی ہوٹل سے نکل کر جانے لگی۔ جوجو پہلے کرائنا کے پاس گئی اس کے ذریعے جوڈی نارمن کی باتیں سنتی رہی۔ پھر لیلیٰ کی سوچ اختیار کر کے جوڈی نارمن کے دماغ میں گئی تو اس نے محسوس نہیں کیا' اپنی محبوبہ سے باتیں کرتا رہا۔ اس کی باتوں سے پتا چل رہا تھا کہ وہ سلجھے ہوئے ذہن کا آدمی ہے اور کرائنا کو دل و جان سے چاہتا ہے۔ کرائنا نے پوچھا "ہم لندن میں کب تک رہیں گے؟"

اس نے جواب دیا "ہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اہم معاملات سے نمٹنے کے لئے بھیجا گیا ہے۔ لیکن وہ معاملات ہمیں بتائے نہیں گئے ہیں اس لئے اتنی آزادی سے گھومنے پھرنے کا موقع مل رہا ہے۔ کام شروع ہوگا تو میں چار دیواری تک محدود ہو جاؤں گا۔"

"وہ کیوں؟"

"اس لئے کہ میں ایک جگہ بیٹھ کر دنیا کے کسی بھی حصے میں پہنچ جاتا ہوں۔ خیال خوانی کے ذریعے اپنا کام کرتا رہتا ہوں۔ پھر باہر نکل کر چلتے پھرتے خیال خوانی ہو نہیں سکتی۔"

"مجھے بڑا ڈر لگتا ہے' کوئی دشمن تم پر حملہ کر کے نقصان پہنچا سکتا ہے۔"

"میرا تعلق فوج سے ہے۔ لڑنا مرنا میرا کام ہے۔ شادی کرنے سے پہلے اچھی طرح سوچ لو کہیں پچھتانا نہ پڑے۔"

وہ بولی "شادی سوچ کر کی جاتی ہے محبت سوچ سمجھ کر نہیں ہوتی۔ میں تو خود بخود تمہاری ہو چکی ہوں۔ اب شادی کرنے کو کیا رہ گیا ہے۔ یہ ایک رسم ہے یہ بھی پوری ہو جائے گی۔"

جوجو نے پارس سے کہا "وہ دونوں ایک دوسرے کو بہت چاہتے ہیں۔"

"کس کی بات کر رہی ہو؟"

"کرائنا اور جوڈی نارمن بہت اچھے ہیں۔ دراصل جن کے دلوں میں محبت ہوتی ہے ان کے خیالات ہمیشہ اچھے ہوتے ہیں۔ میں ان دونوں کو شلپا سے ملنے نہیں دوں گی۔"

اس نے سوچا کہ شلپا نے ان دونوں کو اپر ٹیمز اسٹریٹ کی طرف بلایا ہے۔ وہ انہیں لوئر ٹیمز کی طرف لے جائے۔ اس خیال سے وہ جوڈی نارمن کے دماغ میں آئی پھر چونک گئی۔ ذرا سی دیر میں کچھ سے کچھ ہو گیا تھا۔ جوڈی نارمن بیہوش تھا۔ کرائنا ڈرائیو کر رہی تھی مگر سہمی ہوئی تھی! اس کی گردن سے ریوالور کی نال لگی ہوئی تھی۔

وہ پارس سے بولی "گڑبڑ ہو گئی۔ جوڈی نارمن بیہوش پڑا ہے اور کسی نے کرائنا کو گن پوائنٹ پر رکھا ہے۔ میں پھر خیال خوانی کر رہی ہوں' تمہیں زبان سے بتاتی رہوں گی۔"

وہ پھر کرائنا کے پاس آئی۔ اب اس کی کار رک گئی تھی' ریوالور والا اسے دوسری کار میں بٹھا رہا تھا۔ اور جس کار میں جوڈی نارمن بیہوش پڑا تھا وہ کار دوسری سمت لے جائی جارہی تھی۔ ان دونوں کو ایک دوسرے سے الگ کر دیا گیا تھا۔

جوجو یہ باتیں پارس کو بتا رہی تھی۔ وہ بولی "جوڈی نارمن کو کون لے جارہا ہے؟ کہاں لے جارہا ہے؟ یہ ابھی بے ہوش میں

بدنام ترین مُجرم چارلس سوبھراج کے جرائم کی مکمّل تفصیل

قیمت ۲ روپے

چارلس سوبھراج کی سرگزشت

میں ملاحظہ فرمائیں

اپنے قریبی بک اسٹال سے طلب فرمائیں یا براہ راست ہم سے حاصل کریں

کتابیات پبلی کیشنز ◎ پوسٹ بکس ۲۳ کراچی ۱

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

آنے کے بعد معلوم ہوگا۔ تم یہ دیکھو اگر شلپا کہیں قریب ہو تو اغوا کرنے والوں کے پیچھے اسے لگا دو۔"

وہ شلپا کے دماغ میں آئی۔ پتا چلا وہ پہلے ہی کرائنا کے دماغ میں موجود تھی۔ کوئی بہت پہلے سے پچھلی سیٹ اور اگلی سیٹ کے درمیان چھپا ہوا تھا۔ اس نے وہاں سے کرائنا کی گردن پر ریوالور کی نال رکھتے ہوئے کہا "جوڈی نارمن! اپنی محبوبہ کی زندگی چاہتے ہو تو کوئی حرکت نہ کرنا' اپنی آنکھیں بند کرو۔"

جوڈی نے آنکھیں بند کیں۔ اس کے بعد کسی نے اس کے منہ اور ناک پر رومال رکھا۔ رومال میں بیہوشی کی دوا تھی۔ شلپا نے فوراً ہی ریوالور والے کے دماغ میں پہنچنا چاہا' اس نے سانس روک لی۔ پھر شلپا نے کرائنا کے دماغ میں آکر دیکھا تو جوڈی بیہوش ہو چکا تھا۔ اس کے قریب رہنے کا ذریعہ صرف کرائنا تھی۔ بعد میں انہوں نے اسے بھی جوڈی سے الگ کر دیا۔

شلپا ان سے زیادہ دور نہیں تھی۔ اس نے کرائنا کے ذریعے اس کار کی نمبر پلیٹ دیکھی پھر ادھر اپنی کار دوڑائی۔ جوجو نے شلپا کے دماغ سے معلومات حاصل کرکے پارس کو کار کا رنگ اور نمبر پلیٹ بتائی۔ پارس جیب سے ٹرانسمیٹر نکال کر بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے افراد سے رابطہ کرتا گیا اور انہیں اس کار کو ڈھونڈ نکالنے کی ہدایت کرتا رہا۔ اس کے بعد جوجو نے پوچھا "اسے کس نے اغوا کیا ہوگا؟"

پارس نے پوچھا "کیا ماسک مین جوڈی نارمن کو ٹیلی پیتھی جاننے والے کی حیثیت سے جانتا ہے؟"

جوجو نے کہا "ماسک مین کے پاس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی جو فہرست ہے اس میں جوڈی نارمن کا نام نہیں ہے۔"

"تو پھر یہ ماسک مین کی نہیں یہودی تنظیم والوں کی حرکت ہوئی' تم جے مورگن کے پاس جاکر معلوم کرو۔"

وہ جے مورگن کے پاس گئی۔ اگر جوڈی نارمن کا اغوا اسرائیلی حکام کے حکم کے مطابق ہوتا تو جے مورگن وہاں بیٹھ کر خیال خوانی کے ذریعے لندن کی یہودی تنظیم سے رابطہ کرتا۔ لیکن وہ جوڈی نارمن کے سلسلے میں بے خبر تھا۔ پارس نے کہا "تم پاپا کو فوراً یہ بات بتاؤ۔"

اس نے میرے پاس آکر مجھے بتایا' میں نے لیلیٰ' سلطانہ اور سلمان کو اس کے اغوا کے متعلق بتایا۔ سلمان نے کہا "جب یہ واردات ماسک مین یا یہودی تنظیم کے لوگوں نے نہیں کی ہے تو پھر کوئی خیال خوانی والا ایسا کر رہا ہے۔ جنرل کا ایک خاص ماتحت ٹیٹو سنتانا ایک بار ڈی بورین پر تنویمی عمل کرنا چاہتا تھا' میں نے اسے ناکام بنا دیا تھا۔ میرا خیال ہے کہ اسی نے جوڈی نارمن کو اغوا کیا ہے۔"

میں نے کہا "تین خیال خوانی کرنے والے ایسے ہیں جنہیں ہم ٹریپ نہ کر سکے۔ ایک ہے پال ہوپ کن' دوسرا ہے ٹیٹو سنتانا اور تیسری ہے جنرل کی بھتیجی مرینا' ان تینوں میں سے کوئی ایسا ہے جو اپنی ٹیلی پیتھی کی قوت میں اضافہ کرنے کے لئے ایسا کر رہا ہے۔"

سلمان نے کہا "ہم پال ہوپ کن کو بہت اچھی طرح جانتے ہیں۔ وہ ملک اور قوم کا پکا وفادار ہے۔ وہ ایسی حرکت نہیں کرے گا اور جو جنرل کی بھتیجی مرینا ہے وہ جنرل کے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ٹریپ نہیں کرے گی۔ البتہ ٹیٹو سنتانا پر شبہ کیا جا سکتا ہے۔"

لیلیٰ نے پوچھا "جنرل کی بھتیجی مرینا کہاں ہے؟ اس کا کوئی پتا ٹھکانا ہے؟"

سلمان نے کہا "میں نے جنرل پر تنویمی عمل کرنے کے دوران مرینا کے متعلق پوچھا تھا۔ جنرل نے ایک معمول کی حیثیت سے بتایا کہ وہ گمنامی کی زندگی گزارتی ہے' اس نے جنرل کو بھی اپنا پتا ٹھکانا نہیں بتایا ہے۔"

میں نے کہا "ہمیں مرینا کے متعلق معلومات حاصل کرنی چاہئے۔ یہ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ جو گمنام اور پُراسرار بن کر رہتے ہیں وہ کبھی اللہ کی عبادت نہیں کرتے بلکہ چپ چاپ کسی کی نظروں میں آئے بغیر مجرمانہ منصوبوں پر عمل کرتے رہتے ہیں۔"

سلطانہ نے کہا "ہم اس قدر مصروف رہتے ہیں کہ مرینا کی طرف دھیان دینے کا وقت ہی نہیں ملا۔"

میں نے کہا "میں سلمان سے کہوں گا کہ وہ تمہیں زیادہ مصروف نہ رکھے۔"

وہ ایک دم سے جھینپ کر بولی "آپ کو شرم نہیں آتی؟"

سلمان نے کہا "فرہاد بھائی! آپ چھیڑنے کا کوئی موقع ضائع نہیں کرتے۔ سلطانہ کے کہنے کا مطلب ہے کہ ہم سسٹر کے معاملے میں مصروف رہتے ہیں۔ وہ سٹان پاپا ڈوک کا تعاقب کرتی ہوئی رباط گئی تھیں۔ وہ کمبخت وہاں سے بھی جا چکا ہے۔ اتنا پتا چلا ہے کہ وہ مصر کی طرف گیا ہے۔ چوبیس گھنٹے گزر چکے ہیں۔ اس کا سراغ نہیں مل رہا ہے۔ اگر وہ مصر سے اسرائیل گیا ہوگا تو سسٹر پیرس آجائیں گی کیونکہ راحیلہ ساتھ ہے۔ اسے اسرائیل لے جانا مناسب نہیں ہے۔"

میں نے کہا "سلطانہ کو سونیا کے پاس جانے دو۔ میں بھی آتا جاتا رہوں گا۔ تم جنرل کے پاس جاؤ' مرینا تک پہنچنے کا کوئی راستہ نکالو۔"

وہ چپکے سے جنرل کے دماغ میں آیا۔ وہ پریشان ہو کر ٹہل رہا تھا۔ پال ہوپ کن اور ٹیٹو سنتانا اس کے دماغ میں تھے۔ پال پوچھ رہا تھا "یہ سب کچھ اچانک کیسے ہو گیا؟"

جنرل نے کہا "یہ ہماری بدنصیبی ہے یا ہماری نااہلی ہے؟ لندن میں چھ ٹیلی پیتھی جاننے والے گئے تھے۔ وہ چھ کے چھ غائب ہو گئے۔ کرنل کی بیٹی جوراجوری بھی نہیں رہی۔ کرنل نے مجھے فیکس کے ذریعے اطلاع دی اور آخر میں لکھ دیا کہ وہ خودکشی کر رہا ہے۔ کیا اس کے خودکشی کرنے سے ہمارا نقصان پورا ہو جائے گا۔ جاؤ اور مجھے آکر بتاؤ وہ زندہ ہے یا مر چکا ہے۔"

اس کے دماغ میں تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر ٹیٹو سنتانا نے آکر کہا "افسوس' کرنل اب اس دنیا میں نہیں ہے۔ اس نے یقیناً خودکشی کی ہے۔"

جنرل ایک صوفے پر گر پڑا۔ اتنا زبردست نقصان برداشت کرنے کے لئے حوصلے کی ضرورت ہوتی ہے۔ لندن میں چھ خیال خوانی کرنے والے تھے۔ ان میں سے کینی پال اور رکی میتھو کو ہم نے پیرس پہنچا دیا تھا۔ باقی چار تھے۔ وارنر ہیگ' جان گاڈ ون' جوڈی نارمن اور جوراجوری' یہ چاروں اچانک غائب ہو گئے تھے۔ جنرل کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ انہیں اغوا کیا گیا تھا یا وہ خود ہی کہیں جاکر چھپ گئے تھے۔

وہ صوفے میں دھنسا ہوا دونوں ہاتھ پھیلا کر کہہ رہا تھا۔ "اب ہمارے پاس کیا رہ گیا ہے؟ کون رہ گیا ہے؟ ایک پال ہوپ کن تم ہو' دوسرا ٹیٹو سنتانا ہے اور تیسرا مارٹن رسل ہے۔"

پال نے کہا "سر! ڈی بورین بھی ہے۔"

"وہ بھی شاید نہیں ہے۔ اس نے بھی کل سے رابطہ نہیں کیا ہے۔ مارٹن رسل اس کے پاس گیا تھا۔ اس نے سانس روک لی۔ شاید وہ بھی غدار بن چکا ہے۔"

ٹیٹو سنتانا نے کہا "سر! ہمارے سپر ماسٹر ارے رے بھی ٹیلی پیتھی جانتے ہیں' آپ کو مایوس نہیں ہونا چاہئے۔"

"میں سپر ماسٹر کے سلسلے میں بہت الجھا ہوا ہوں۔ اس پر بھروسا نہیں کرنا چاہتا مگر خواہ مخواہ ہر معاملے میں بھروسا کر لیتا ہوں۔"

پال نے کہا "میں نے آپ سے درخواست کی تھی کہ آپ سلطانہ اور سپر ماسٹر کو یہاں سے نہ جانے دیں۔ اب دیکھیں' وہ پیرس میں عیش کر رہے ہیں۔ سنا ہے شادی کر چکے ہیں۔"

"جو چلے گئے انہیں جانے دو۔ تم لوگ موجود ہو' اپنی باتیں کرو۔ مارٹن کو بلاؤ۔"

پال نے خیال خوانی کے ذریعے مارٹن رسل کو جنرل کے دماغ میں حاضر ہونے کے لئے کہا' وہ حاضر ہو گیا۔ جنرل نے کہا۔ "تم تینوں کو کسی خوش فہمی میں مبتلا نہیں رہنا چاہئے۔ تمہارے سامنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا انجام ہے۔ دشمنوں نے ایک ایک کرکے سب کو ٹریپ کر لیا۔ تم جانتے ہو کہ ان کے اطراف کتنے سخت پہرے بٹھائے گئے۔ تم تینوں نے اپنے طور پر اپنی حفاظت اور سلامتی کے انتظامات کئے ہیں۔ پھر بھی کچھ ہو سکتا ہے۔ میں تھوڑی دیر بعد تمہارا جنرل نہیں رہوں گا۔ اپنے عہدے سے استعفا دے دوں گا۔"

"سر! آپ ایسا نہ کریں۔ ہم آپ کے خادم ہیں' آپ ہی کی خدمت کرنا چاہتے ہیں۔"

"ہاں' میں نااہل ثابت ہو چکا ہوں۔ پچھلے چھ ماہ سے میرے طریقہ کار پر عمل ہوتا رہا۔ میرے احکامات کی تعمیل ہوتی رہی۔ جس کے نتیجہ میں ہمارا ملک بارہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے محروم ہو گیا۔ مجھے فوراً استعفا دینا چاہئے اور تم لوگوں کو میری نہیں ملک اور قوم کی خدمت کرنی چاہئے۔ ابھی میرے پاس سے جاتے ہی اپنے نام اور اپنا ٹھکانا بدل لو۔ بالکل گمنام رہ کر دشمنوں سے انتقام لو۔ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو واپس لاؤ' یہ تمہارا بہت بڑا کارنامہ ہوگا۔ میری نیک خواہشات تمہارے ساتھ ہیں۔ اب جاؤ۔"

"سر! ہماری ایک بات مان لیں۔"

"کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"آپ استعفا نہ دے کر ہمیں ایک ماہ کی مہلت دیں۔ ہم وعدہ کرتے ہیں' ہم اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھیوں کو واپس لاکر آپ کا سر اونچا کریں گے۔"

"انہیں واپس لانا تمہاری ڈیوٹی ہے۔ اگر میں تمہاری بات نہ مانوں تو کیا تم اپنی ڈیوٹی چھوڑ دو گے؟"

"نو سر! ڈیوٹی از ڈیوٹی۔"

"تو پھر جاؤ' مجھے تنہا چھوڑ دو۔"

وہ چلے گئے۔ جنرل تھوڑی دیر تک سر جھکائے بیٹھا رہا۔ پھر وہ اٹھ کر میز کے پاس آیا' بیٹھ کر اس نے ایک استعفا لکھا پھر ایک سے یہ تحریر لکھی "میں نے خود کو نااہل سمجھ کر استعفا دیا ہے لیکن صرف عہدہ چھوڑ دینے سے شرمندگی پیچھا نہیں چھوڑے گی۔ میں ندامت سے زندہ نہیں رہ سکوں گا۔ اس لئے خود کو گولی مار کر مر رہا ہوں۔ میری ہلاکت کا الزام کسی پر نہ آئے۔ میں پورے ہوش و حواس میں رہ کر اپنی جان دے رہا ہوں۔"

اس نے تحریر کو میز پر رکھا پھر دراز سے ریوالور نکال لیا۔ اس میں گولیوں سے بھرا ہوا میگزین لوڈ کرکے اس کی نال اپنی کنپٹی سے لگائی۔ انگلی کو ٹریگر پر لایا پھر اسے دبایا۔ لیکن دبا نہ سکا۔ پتا چلا' انگلی اس کا حکم نہیں مان رہی ہے' ٹریگر نہیں دبا رہی ہے۔ اس نے دوبارہ کوشش کی۔ پھر سوالیہ نظروں سے ریوالور کو دیکھا۔ تب اسے دماغ کے اندر اپنی بھتیجی مرینا کی آواز سنائی دی۔ "نو انکل نیور' ایسا کبھی نہیں ہوگا۔ میرے جیتے جی آپ شرمندہ نہیں ہوں گے۔"

"بیٹی! تم نے اتنے دنوں بعد مجھے یاد کیا ہے؟"

"میں ایسی بے مروّت نہیں ہوں۔ صبح و شام آپ کی خیریت معلوم کرتی رہتی ہوں۔"

"کیا میں تمہاری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتا ہوں؟"

"جی ہاں' ایک رات میں نے آپ کے دماغ میں یہ بات نقش کر دی تھی کہ آپ میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کریں گے۔ آپ میری اس حرکت سے ناراض ہوں گے لیکن میں ایسا نہ کرتی تو آپ ابھی خودکشی کر چکے ہوتے۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"کیا تمہیں معلوم ہو چکا ہے کہ سونیا نے ہمیں کتنا نقصان پہنچایا ہے؟"

"جی ہاں۔ نقصان صرف سونیا سے نہیں دوسروں سے بھی پہنچ رہا ہے۔ پرنس ڈیگر اپنی مرضی سے گیا تھا۔ الپا اور جے مورگن کو بھی سونیا نے ٹریپ نہیں کیا۔ میں روپوش رہ کر تمام تماشے دیکھ رہی ہوں۔ لندن سے چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھی سونیا نے اغوا نہیں کیا ہے۔"

"تو پھر یہ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے کہاں ہیں؟ کن لوگوں نے انہیں ٹریپ کیا ہے؟"

"یہ میں پھر کبھی بتاؤں گی' بلکہ انہیں واپس لاؤں گی۔ آپ وعدہ کریں کہ اپنی بیٹی کے لئے زندہ رہیں گے۔"

"میں اعلیٰ حکام اور فوج کے سینئر افسران سے نظریں نہیں ملا سکوں گا۔"

"انکل! کچھ عرصہ کی شرمندگی برداشت کرلیں۔ آپ نے استعفا لکھ دیا ہے' یہاں سے کسی کو اطلاع دیے بغیر روپوش ہو جائیں۔ دوسروں کو اپنے طور پر رائے قائم کرنے دیں کہ آپ خودکشی کر چکے ہیں۔ جب میں تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو واپس لاؤں گی تو آپ دوبارہ منظرِ عام پر آجائیں گے۔"

"بیٹی! میں تمہارے پاس آؤں گا۔ تمہارے پاس چھپ کر رہوں گا۔"

"نہیں انکل! آج تک میری سلامتی اور کامیابی کا راز یہی ہے کہ میں بالکل تنہا رہتی ہوں۔ کسی ملا۔۔ پر بھی بھروسا نہیں کرتی۔ کوئی بھی دشمن آپ کا تعاقب کرتے ہوئے مجھ تک پہنچ سکتا ہے۔ اس لئے ہم ایک دوسرے سے دور رہیں گے۔ آپ ابھی یہاں سے چلیں۔"

وہ میز کے پاس سے اٹھ کر کمرے سے باہر جانے لگا۔ سلمان نے میرے پاس آکر یہ روداد سنائی پھر کہا "میں نے پہلی بار مرینا کی آواز سنی ہے۔ اس کی آواز اور لہجے کی پختگی بتاتی ہے کہ وہ مضبوط قوتِ ارادی رکھنے والی چالاک لڑکی ہے۔"

میں نے کہا "میرا دل کہتا ہے کہ مرینا کوئی زبردست بازی کھیل رہی ہے۔ مجھے اس کی آواز سنا سکتے ہو؟"

"وہ ابھی جنرل کے دماغ میں ہوگی۔"

میں سلمان کی آواز اور لہجہ اختیار کر کے جنرل کے دماغ میں آیا۔ اس نے مجھے محسوس نہیں کیا۔ وہاں مرینا کہہ رہی تھی۔ "آپ اپنی دولت اور جائداد کی فکر نہ کریں۔ گھر سے کوئی ضرورت کی چیز نہ لیں بس یہ شہر چھوڑ دیں۔ میں اپنے علم کے ذریعے آپ کو تمام چیزیں فراہم کردوں گی۔"

میں سمجھ گیا کمبخت بڑی تیز طرار ہوگی۔ میں نے جنرل کی سوچ میں کہا "میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اپنے گھر سے اور اپنے شہر سے خالی ہاتھ جانا ہوگا۔ وہ بھی ایسے کہ کوئی مجھے نہ پہچانے۔ ایسی دربدری کے وقت تم ہی میرے ساتھ ہو بیٹی! تم مجھے کتنا چاہتی ہو؟"

"اپنے آپ سے جتنی محبت کرتی ہوں اتنی ہی آپ سے کرتی ہوں' میں آپ کا ساتھ کبھی نہیں چھوڑوں گی۔"

میں نے جنرل کے ذریعے کہا "میں یہاں اپنی کار چھوڑ رہا ہوں' ٹرین سے جاؤں گا تم کب تک میرے ساتھ رہو گی؟"

"آپ میری فکر نہ کریں' میں آپ کو کسی خفیہ ٹھکانے تک پہنچاؤں گی۔ وہاں آپ عارضی میک اپ کے ذریعے چہرے پر تھوڑی سی تبدیلی کریں گے۔ اس کے بعد کوئی آپ کو نہیں پہچانے گا۔ پھر آپ یہاں سے میامی جائیں گے۔"

وہ کار سے اتر کر کاؤنٹر پر آیا وہاں سے لوکل ٹرین کا ٹکٹ لیا پھر پلیٹ فارم پر آتے ہی گر پڑا۔ میں نے اسے گرایا تھا۔ مرینا اسے سنبھالتے ہوئے بولی "کیا ہوا انکل؟"

"کچھ نہیں' میرے سینے میں تکلیف ہو رہی ہے۔ آہ! یہ بڑھاپا اور یہ تنہائی' تم مجھے مر جانے دیتیں تو اچھا ہوتا۔"

"آپ ایسی باتیں نہ کریں۔"

وہ ڈگمگاتے ہوئے ایک کمپارٹمنٹ میں آکر بیٹھ گیا پھر بولا۔ "میرا دل گھبرا رہا ہے۔ کیا تم تھوڑی دیر کے لئے نہیں آسکتیں؟"

"میں تو آپ کے پاس ہوں۔"

"بیٹی میں تمہیں آنکھوں سے دیکھنا چاہتا ہوں' تمہارا ہاتھ پکڑ کر چلنا چاہتا ہوں۔ تم چہرہ بدل کر آسکتی ہو؟ بیٹی آجاؤ' میں بہت پریشان ہوں۔"

"اچھی بات ہے' میں اگلے اسٹیشن پر آؤں گی۔ کوئی بھی آپ کے دماغ میں آئے تو اسے واپس کردیں۔"

"میں کسی کو نہیں آنے دوں گا۔ سانس روک لوں گا۔"

میں نے سلمان سے کہا "فوراً اپنے ادارے کے آدمیوں کو لوکل ٹرین کے اگلے اسٹیشن کی طرف روانہ کرو۔"

وہ بھی جنرل کے اندر رہ کر یہ سب کچھ سن رہا تھا۔ اس نے کہا "فرہاد بھائی! آپ تو کمال کرتے ہیں۔ آپ نے دیکھتے ہی دیکھتے مرینا تک پہنچنے کا راستہ بنا لیا ہے۔"

وہ چلا گیا۔ بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے جاسوس اور ایجنٹ ہر ملک کے ہر شہر میں موجود تھے۔ سلمان کا حکم سنتے ہی اگلے کسی اسٹیشن پر آسکتے تھے۔ میں پھر جنرل کے پاس آیا۔ وہ سکون سے بیٹھا ہوا تھا۔ ٹرین اپنی مخصوص رفتار سے چل رہی تھی۔ مرینا نے پوچھا "انکل! آپ آرام محسوس کررہے ہیں؟"

میں نے جنرل کی سوچ میں کہا "ہاں بیٹی! تم نے آنے کو کہا تو مجھے سکون آگیا ہے۔ مگر تم ابھی تک میرے دماغ میں ہو۔ اگلے اسٹیشن پر کیسے آؤ گی؟ تمہیں تو میک اپ میں آنا چاہئے۔"

"میں ہمیشہ میک اپ میں رہتی ہوں۔ ابھی آجاؤں گی تو آپ بھی نہیں پہچان سکیں گے۔ اچھا میں جارہی ہوں۔ آپ خود کو تنہا نہ سمجھیں بس میں آرہی ہوں۔"

وہ شاید چلی گئی یا بدستور دماغ میں چھپی رہی ہوگی۔ میں وہاں خاموش رہا' تھوڑی دیر بعد پھر سینے کی تکلیف کا احساس دلایا' اسے آہستہ آہستہ کراہتے ہوئے اپنے سینے پر ہاتھ پھیرتے رہنے پر مجبور کیا۔ وہ اگلے اسٹیشن پر نہیں آئی۔ دماغ میں آکر بولی "میں دوسرے اسٹیشن پر آؤں گی' ابھی چاروں طرف کا جائزہ لے رہی ہوں۔"

ٹرین آگے بڑھ گئی۔ دوسرے اسٹیشن کی طرف جانے لگی۔ سلمان نے کہا "ہمارے آدمی پہنچ گئے ہیں۔ دو جنرل کے کمپارٹمنٹ میں ہیں۔ دو اگلے اسٹیشن پر پہنچیں گے۔"

میں نے کہا "انہیں سمجھاؤ کمزوری کی دوا مرینا کے جسم میں انجکٹ کی جائے گی۔ اگر وہ قابو میں نہ آئے تو سائیلنسر لگے ہوئے ریوالور سے زخمی کیا جائے۔ پھر اس کا دماغ بھی ہمارے قبضے میں آجائے گا۔"

اگلا اسٹیشن آگیا۔ ٹرین کے رکتے ہی خودکار دروازہ کھل گیا۔ کچھ مسافر ٹرین سے اتر گئے کچھ سوار ہوئے' ان میں ایک جوان اور قبول صورت لڑکی بھی تھی' اس نے کمپارٹمنٹ میں آکر دور تک نظریں دوڑائیں پھر جنرل کو دیکھ کر اطمینان سے چلتی ہوئی آکر اس کے قریب بیٹھ گئی۔ آہستگی سے بولی "آپ کی طبیعت کیسی ہے؟"

جنرل نے اسے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر آہستگی سے پوچھا "بیٹی یہ تم ہو؟"

"جی ہاں' میرا نام نہ لیں اور مجھے بیٹی نہ کہیں۔"

"اوہ اس مصیبت اور تنہائی کے وقت تم نے میرے پاس آکر اپنی انتہائی محبت کا ثبوت دیا ہے۔"

"آپ نے مجھے ٹیلی پیتھی کا علم دے کر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ اس احسان کے سامنے میری محبت کچھ بھی نہیں ہے۔"

وہ بھیس بدل کر آئی تھی لیکن اپنی آواز اور لہجے میں بول رہی تھی۔ بہت دھیمی آواز میں بول رہی تھی۔ کوئی بات جنرل کو سنائی نہ دیتی تو وہ چپ ہو جاتی تھی پھر اس کے دماغ میں آکر بولنے لگتی تھی۔ جب ہم نے ہر طرح سے یقین کرلیا کہ شکار ہمارے ہاتھ سے نہیں نکلے گا تو سلمان کا ایک آدمی حکم پاتے ہی اپنی جگہ سے اٹھا' تیزی سے چلتا ہوا مرینا کے پاس آیا پھر اس نے ایک ننھی سی سرنج کی سوئی اس کی گردن میں چبھوئی۔ اس کے منہ سے ہلکی سی کراہ نکلی' اس کے چہرے سے پریشانی اور حیرانی ظاہر ہوئی۔ پھر اس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ اس کا سر جنرل کی طرف ڈھلک گیا۔ وہ اسے سنبھالتے ہوئے بولا "کیا ہوا بیٹی؟"

وہ کمزوری میں مبتلا ہو گئی تھی۔ میں نے اور سلمان نے اس کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ مگر یا حیرت! اس نے سانس روک لی سلمان نے پوچھا "فرہاد بھائی' یہ کیا ہوا؟"

میں جنرل کے دماغ میں آیا۔ وہاں مرینا قہقہے لگا رہی تھی اور کہہ رہی تھی "مجھے پھانسنے کے لئے بڑا زبردست چکر چلایا گیا تھا لیکن میں لوہے کا چنا ہوں۔ مجھے چبانے والے کے دانت ٹوٹ جائیں گے۔"

جنرل نے پوچھا "یہ کیا ہو رہا ہے' تم میرے پاس آتے ہی ایک مریضہ کی طرح کمزور ہو گئی ہو۔ کیا ابھی جو اجنبی ہمارے قریب آیا تھا اس نے کوئی شرارت کی ہے؟"

"ہاں' اس نے مجھے اعصابی کمزوری میں مبتلا کرنا چاہا لیکن میں تو اپنی خفیہ پناہ گاہ میں ہوں۔ میں نے آپ کی تسلی کے لئے ایک اجنبی لڑکی کو آلۂ کار اور اپنی معمولہ بنا کر آپ کے پاس بھیجا تھا۔ دشمن نے اسے مرینا سمجھ لیا۔ ذرا اس اجنبی سے معلوم کریں وہ کون ہے اور کس کے لئے کام کر رہا ہے؟"

میں نے کہا "سلمان! یہ تو ہماری توقع سے زیادہ چالاک نکلی' ہمیں الو بنا دیا۔"

اس نے پوچھا "عورت کے ہاتھوں الو بنتے ہوئے کیسا لگتا ہے۔"

"اچھا لگتا ہے مرد کو جو برتری کا غرور ہے' وہ ٹوٹ جاتا ہے۔ یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ عورت بھی ذہانت اور حسنِ عملی میں مرد سے کم نہیں ہے۔ بعض حالات میں مرد سے بھی آگے نکل جاتی ہے۔"

"مرینا ایسی ہی تیز طرار ہے تو آئندہ اس سے ٹکرانے میں مزہ آئے گا۔"

"مرینا سے ٹکراؤ گے؟ اچھا ٹھہرو ابھی سلطانہ سے کہتا ہوں۔"

"ارے نہیں' میرا وہ مطلب نہیں تھا۔ میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ....."

میں نے بات کاٹ کر کہا "وضاحت نہ کرو۔ میں سمجھ گیا تم بیوی سے ڈرتے ہو۔"

"اس میں ڈرنے کی کیا بات ہے؟"

"یعنی نہیں ڈرتے۔ سلطانہ تمہارے پاس ہے' ذرا زبان سے بولو کہ بیوی سے نہیں ڈرتے ہو۔"

"آپ میاں بیوی کو لڑانا چاہتے ہیں؟"

"بیوی سے وہ لڑتے ہیں جو ڈرتے نہیں ہیں۔"

"کیا آپ لیلیٰ سے لڑتے ہیں؟"

"کوئی اپنی جان سے لڑتا نہیں' اس پر مرتا ہے۔"

"ارے یہی تو میں کہنا چاہتا تھا۔"

"یعنی میرے نقشِ قدم پر چلنا چاہتے ہو؟"

"آپ جیسے تجربہ کار بڑے بھائی کے نقشِ قدم پر چلنا میرے لئے فخر کی بات ہوگی۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"میرے لئے بھی یہ خوشی کی بات ہے کہ تمہارے جیسا ایک جانشین ہوگا اور میرے نقش قدم پر چلتے ہوئے ایک کے بعد دوسری شادیاں کرتا جائے گا۔ کیا میں یہ خوشخبری سلطانہ کو سنادوں؟"

"اللہ آپ سے بچائے۔ مجھے معاف کریں میں جارہا ہوں۔"

میں ہنسنے لگا۔ وہ چلا گیا لیلیٰ نے باتھ روم سے نکل کر پوچھا۔ "یہ تنہا کس بات پر ہنسی آرہی ہے؟"

"تمہارے بہنوئی کو چھیڑ رہا تھا۔ خیر' تم ایک کام کرو۔ لندن میں جو راجوری' جوڈی نارمن' وارنر ہیگ اور جان گاوڈی اغوا کئے گئے تھے۔ چاروں ہی بے ہوش تھے' اب ہوش میں آگئے ہوں گے' ذرا معلوم کرو۔"

"میں ابھی معلوم کرتی ہوں۔"

اس نے سب سے پہلے جوراجوری کا تصور کیا' اس کی آواز اور لہجے کو یاد کیا پھر میرا لہجہ اختیار کرکے اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ کیونکہ جوراجوری کو میں نے اپنی معمولہ بنایا تھا' وہ میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتی تھی۔ فی الوقت وہ لیلیٰ کو بھی محسوس نہیں کرتی کیونکہ طویل بیہوشی کے بعد ہوش میں آئی تھی' دماغ کمزور تھا ایسے وقت کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا اس کے پاس آسکتا تھا۔

اس کے چاروں طرف گہری تاریکی تھی۔ ایسی تاریکی کہ ہاتھوں کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا تھا۔ وہ خود کو کسی آرام دہ بستر پر محسوس کر رہی تھی۔ ہوش میں آنے کے بعد وہ بڑی دیر تک خاموش پڑی رہی تھی۔ انتظار کرتی رہی تھی کہ اندھیرا ہے تو اجالا ہوگا۔ کوئی شمع لے کر' مشعل یا ٹارچ لے کر آئے گا یا سوئچ آن کرے گا۔ لیکن کوئی نہیں آیا۔

اس نے آواز دی "کوئی ہے؟ کوئی ہے؟ میں کہاں ہوں؟ یہ کون سی جگہ ہے میرے پاس آؤ۔ مجھے بتاؤ' میں کہاں ہوں؟"

اسے کوئی جواب نہیں ملا۔ کہیں سے کوئی آہٹ بھی سنائی نہیں دی۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی تھی لیکن بستر سے نیچے پاؤں رکھتے ہوئے ڈر لگ رہا تھا' پتا نہیں وہ کیسی جگہ ہے۔ نیچے پختہ فرش ہے یا سانپ بچھو ہیں؟ اندھیرے میں نادیدہ ہاتھ اپنی طرف بڑھتے ہوئے لگ رہے تھے۔ وہ بڑے حوصلے سے سہمی ہوئی بیٹھی تھی۔

پھر اس نے خیال خوانی کی کوشش کی لیکن ابھی دماغی توانائی بحال نہیں ہوئی تھی۔ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعہ کہیں سے مدد حاصل نہیں کرسکتی تھی۔ اگر خیال خوانی کرکے کسی کے پاس پہنچ بھی جاتی تو اسے مدد کے لئے کہاں بلاتی۔ وہ اس جگہ کی ایک ذرا سی بھی نشاندہی نہیں کرسکتی تھی۔ تاریکی نے اسے کچھ دیکھنے کے قابل نہیں چھوڑا تھا۔

لیلیٰ نے اس کی سوچ میں کہا "آہ! میں اس مصیبت میں کیسے پھنس گئی؟"

وہ سوچنے لگی "میری شامت آگئی تھی۔ میں اپنی مرضی کے خلاف کسی سے شادی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ ڈیڈی زبردستی کر رہے تھے میں نے سوچا فی الحال ڈیڈی کو چھوڑ کر روپوش ہوجاؤں تاکہ انہیں غلطی کا احساس ہو اور وہ تسلیم کرلیں کہ جوان اولاد سے اپنی ضد نہیں منوانی چاہئے۔"

وہ تاریکی میں گھورتی ہوئی سوچ رہی تھی "میں نے ڈیڈی کے نام ایک خط لکھا کہ میں اپنی پسند کے ایک فرینڈ کے ساتھ جارہی ہوں۔ جب آپ مجھے معاف کردیں گے تو واپس آجاؤں گی۔ یہ خط لکھ کر میں رہائش گاہ سے نکل گئی۔ ایسٹ بورن کے ساحلی علاقے میں ایک بوڑھی بیوہ کا کاٹیج ہے۔ میں نے پے انگ گیسٹ کی حیثیت سے اچھی خاصی رقم اسے دی۔ پھر وہاں ایک کمرے میں رہائش اختیار کرلی۔ میں خود کو آزاد سمجھ رہی تھی اور نئے طور سے زندگی گزارنے کے متعلق سوچ رہی تھی۔ رات کو میں بڑی بے فکری سے سوگئی۔ پتا نہیں کتنی دیر تک سوتی رہی۔ اچانک آنکھ کھلی تو پتا چلا دو آدمیوں نے مجھے جکڑ لیا ہے۔ ایک نے میرے جسم کو قابو میں کیا تھا' دوسرے نے میری ناک اور منہ پر رومال رکھ دیا تھا۔ اس رومال میں بیہوشی کی دوا تھی۔ میں تھوڑی سی جدوجہد کے بعد ڈھیلی پڑ گئی۔ ایک دم سے غافل ہوگئی۔ اب اس تاریکی میں پتا چل رہا ہے کہ مجھے بیہوشی کی حالت میں اٹھا کر یہاں لایا گیا ہے۔"

وہ سوچ رہی تھی اور لیلیٰ مجھے اس کے حالات بتاتی جارہی تھی۔ پھر اس نے کہا "اسے اغوا کرنے والے جانتے ہیں کہ کوئی بھی ٹیلی پیتھی کے ذریعے دماغ میں آسکتا ہے اور اسے وہاں سے لے جاسکتا ہے۔ اسی لئے اندھیرے میں رکھا گیا ہے۔"

میں نے کہا "مجھے کافی پلاؤ میں اس معاملے کو دیکھتا ہوں۔"

وہ مسکرا کر بولی "آپ ضرور کچھ کر گزریں گے۔ مارٹن رسل ایک بار سلطانہ کو ٹریپ کرنے والا تھا' آپ نے اس کی چال الٹ دی۔ اسے ہی ٹریپ کرلیا۔ پھر سلمان کو جنرل کے دماغ میں پہنچنے کا راستہ سجھا دیا۔ آپ اچانک ایسی پلاننگ کس طرح کرلیتے ہیں؟"

"میرے پاس آؤ بتاؤں گا۔"

"جی نہیں' آپ سے دور ہی کی دوستی بھلی۔"

وہ مسکراتی ہوئی چلی گئی۔ میں جوراجوری کے پاس آیا۔ مجھے پال ہوپ کن کی آواز سنائی دی۔ وہ اس سے کہہ رہا تھا "ذرا سوچو' جس ملک کے اعلیٰ حکام نے ہمیں ٹیلی پیتھی کا علم دیا' وہ کتنا نقصان اٹھا رہے ہیں۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک ایک کرکے دشمنوں کی گرفت میں جارہے ہیں۔ تم ایک محب وطن کرنل کی بیٹی ہو۔ کیا تم اپنے ملک سے غداری کروگی۔ کیا اپنی قوم کو چھوڑ کر دشمنوں کے لئے کام کروگی؟"

"میں اپنی مرضی سے یہاں نہیں آئی ہوں۔ مجھے بیہوشی کی حالت میں اغوا کیا گیا ہے۔ میں اپنے ملک اور قوم کی وفادار ہوں۔ مجھے ... کسی طرح نکالو۔ میں نیویارک واپس جانا چاہتی ہوں۔"

"میں تمہیں یہاں سے نکال لے جانے کی پوری کوشش ... گا۔ جس نے بھی تمہیں یہاں پہنچایا ہے وہ ہمیشہ تمہیں ... میں قید نہیں رکھے گا۔ تمہارے پاس پہنچنے کا کوئی نشان ... ملے گا۔"

"میرا دل گھبرا رہا ہے۔ میں آخر کب تک یہاں رہوں گی؟"

"دل کے گھبرانے سے زنداں کے دروازے نہیں کھلتے۔ ... حوصلے سے وقت کا انتظار کرو۔ کیا تم نے اپنے ڈیڈی سے ... کیا تھا؟"

"میں خیال خوانی کے قابل نہیں ہوں۔ وہ خیریت سے ہیں؟"

"وہ اب اس دنیا میں نہیں ہیں۔"

"نہیں' یہ جھوٹ ہے۔"

"جب دماغی توانائی بحال ہوجائے تو تصدیق کرلینا۔ تم یہاں ... کے اندھیروں میں ہو۔ تمہارے ڈیڈی موت کے اندھیرے ... گم ہوچکے ہیں۔ تمہاری حماقت نے انہیں خودکشی پر مجبور کر ... تھا۔"

اس نے سر جھکا لیا۔ باپ کو یاد کرنے لگی پھر اس نے پوچھا۔ "کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟"

اسے جواب نہیں ملا۔ پال ہوپ کن جاچکا تھا۔ وہ رونے ... عام حالت میں شاید وہ ایسے نہ روتی لیکن باپ کی موت اور ... بے بسی دونوں مل جل کر رلا رہی تھیں۔ پھر وہ روتے روتے ... چپ ہوگئی۔ اندھیرے میں کچھ سنائی دیا تھا۔ اس نے کان لگا کر ... کوئی کراہ رہا تھا۔ وقفے وقفے سے دوبار صاف طور پر کراہنے کی آواز سنائی دی پھر خاموشی چھاگئی۔

اس نے پوچھا "کون ہے؟ یہاں کون ہے؟ میری بات کا جواب دو۔ ابھی میں نے آواز سنی ہے۔"

چند لمحوں کے بعد ایک سرد آہ سنائی دی "مم.... میں کہاں ہوں؟"

میں نے آواز پہچان لی۔ وہ جوڈی نارمن تھا۔ ہوش میں آچکا تھا۔ اسے بھی جوراجوری کے قریب کہیں لاکر ڈالا گیا تھا۔ ... بولی "تمہاری کمزور آواز سے اور باتوں سے معلوم ہوتا ہے' تم بھی قیدی بنا کر لائے گئے ہو۔"

جوڈی نارمن نے پوچھا "کیا تم بھی قیدی ہو؟"

"ہاں' جب سے ہوش میں آئی ہوں تاریکی دیکھ رہی ہوں۔ ... نہیں چل رہا ہے کہ یہ کوئی کمرا ہے یا کال کوٹھری ہے۔"

میں نے جوڈی کے پاس آکر دیکھا۔ وہ اٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہہ ... "کال کوٹھری میں آرام دہ بستر تو نہیں ہوتا۔ میں ایک بستر پر ... اور تم؟"

"میں بھی بستر پر ہوں۔ تمہاری آواز سن کر حوصلہ ہورہا ہے' کیا تم میرے پاس آؤگے؟"

"میں کوشش کرتا ہوں" وہ سرہانے کی طرف ٹٹولتا ہوا ایک دیوار کے پاس آیا۔ لیلیٰ کافی لے آئی تھی۔ میں نے کافی کی پیالی لیتے ہوئے کہا "اسی جگہ تاریکی میں جوڈی نارمن بھی ہے۔ تم جوراجوری کے پاس جاؤ۔"

میں کافی کی ایک چسکی لے کر جوڈی کے پاس آیا۔ وہ راستہ ٹٹول کر جہاں سے گزر رہا تھا وہاں کے بارے میں بتا رہا تھا کہ یہ دیوار ہے' یہ بیڈ سائیڈ کا حصہ اور سائیڈ ٹیبل ہے اور یہ بستر ہے۔

وہ بولی "میں تمہاری آواز بالکل قریب سے سن رہی ہوں' تم میرے بستر تک آگئے ہو۔ دیکھو تم اچھے آدمی ہو نا؟"

"میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ میں اپنی کرائنا سے بہت محبت کرتا ہوں۔ آہ' نہ جانے وہ کہاں ہوگی؟ کس حال میں ہوگی؟"

"کیا تم انہیں جانتے ہو جنہوں نے تمہیں قید کیا ہے؟"

"میں نہیں جانتا۔ میری کسی سے دشمنی نہیں ہے۔ ہاں سونیا نامی ایک خطرناک عورت ہے۔ شاید اس نے مجھے یہاں پہنچایا ہے۔"

"سونیا کو تو میں بھی جانتی ہوں۔ اس سے چھپتی پھرتی ہوں۔"

"پھر تو تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو۔"

"ہاں' میں سمجھ گئی۔ تم بھی جانتے ہو اور سونیا نے اسی لئے ہمیں قیدی بنایا ہے۔"

"آہ! اس ٹیلی پیتھی نے ہمارا سکون برباد کردیا ہے۔"

"کیا تم اپنی کرائنا سے رابطہ کرسکتے ہو؟"

جوڈی نارمن نے کوشش کی پھر سر پکڑ کر کہا "میری دماغی توانائی بحال نہیں ہوئی ہے۔ کیا تم اس قابل ہو؟"

"پتا نہیں کتنی دیر ہوئی میں نے خیال خوانی کی کوشش کی تھی۔ یہاں تو وقت کا اندازہ نہیں ہورہا ہے۔"

جوڈی نے کہا "میرے پاس ریڈیم ڈائل کی گھڑی تھی' کسی نے اتار لی تاکہ اندھیرے میں وقت نہ دیکھ سکوں۔"

وہ خیال خوانی کی کوشش کرتی رہی۔ پھر بولی "اتنی جلدی ممکن نہیں ہے۔ ہمیں دماغی توانائی کے لئے اچھی طرح کھانا پینا چاہئے۔"

"پتا نہیں یہاں کھانے کو ملے گا یا نہیں۔ کاش یہاں ٹیلیفون ہوتا۔"

ایک منٹ کے اندر ہی ٹیلیفون کی گھنٹی سنائی دی۔ وہ دونوں یوں سہمے ہوئے انداز میں چونک گئے جیسے تاریکی میں چوری کرتے ہوئے پکڑ لئے گئے ہوں۔ پھر وہ اٹھ کر بولا "ٹیلیفون کی آواز تمہارے سرہانے سے آرہی ہے۔ میں دیکھتا ہوں۔"

تھوڑی دیر بعد اس نے ریسیور اٹھا کر ہیلو کہا۔ دوسری طرف سے آواز آئی "یہاں سب کچھ ہے صرف روشنی کی محتاجی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہے۔"

جوڈی نے پوچھا "تم کون ہو؟ ہمارے پاس آؤ۔"

"میں تمہارے ہی پاس ہوں۔ تمہاری ہر ضرورت پوری کرتا رہوں گا۔ ٹیلیفون سے کچھ فاصلے پر کھانے پینے کا سامان ہے۔"

"میری منگیتر کرائنا کہاں ہے؟"

"میں کسی کرائنا کو نہیں جانتا۔"

"تم جھوٹ بولتے ہو۔ مجھے بیہوش کرتے وقت وہ میرے ساتھ تھی۔"

"میں وہاں نہیں تھا جہاں سے تمہیں لایا گیا ہے۔ اگر تمہارے ساتھ کوئی تھی تو میں اس کے متعلق معلوم کروں گا۔"

"کس سے معلوم کرو گے' مجھے یہاں کون لایا ہے؟ کیوں لایا ہے؟"

اسے جواب نہیں ملا۔ اس نے بار بار مخاطب کیا۔ کئی بار کریڈل پر ہاتھ مارا۔ دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا تھا۔ وہ کرائنا کے ساتھ جہاں قیام کر رہا تھا وہاں کے نمبر ڈائل کر کے معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس نے نمبر ڈائل کرنے کے لیے ایک انگلی بڑھائی لیکن وہاں کوئی بٹن نہیں تھا۔ وہ فون صرف باتیں سنانے کے لئے تھا۔ ان کی سننے کے لئے نہیں تھا۔

اس نے جھنجلا کر ریسیور کو کریڈل پر پٹخ دیا۔ جوراجوری نے پوچھا "کیا ہوا؟"

اس نے کہا "ہم اس اندھیرے سے باہر کی دنیا نہیں دیکھ سکیں گے۔ فون پر ڈائلنگ سسٹم نہیں ہے۔ تاریکی نے اندھا اور ٹیلی فون نے گونگا بنا دیا ہے۔"

وہ بولی "ہم پر یہ ظلم کیوں ہو رہا ہے؟"

"ظلم بھی ہے مہربانی بھی۔ رہنے کو ایک کمرا اور آرام دہ بستر دیا گیا ہے۔ یہاں کھانے پینے کا بھی سامان ہے۔"

"مجھے بھوک لگ رہی ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ کافی وقت گزر چکا ہے۔"

وہ اندھیرے میں راستہ ٹٹولتے ہوئے کھانے کی طرف بڑھنے لگے۔ میں نے کافی پی لی تھی' پیالی میز پر رکھتے ہوئے کہا "انہیں سوچ سمجھ کر تاریکی میں رکھا گیا ہے۔"

لیلیٰ نے کہا "لیکن یوں کب تک رکھا جائے گا؟"

"ہمیں یہ سمجھنا ہوگا کہ انہیں اغوا کرنے والے کا مقصد کیا ہے۔ ویسے تو یہی سمجھ میں آتا ہے کہ اغوا کرنے والے کو ان کے ٹیلی پیتھی کے علم کی ضرورت ہے۔ اپنی یہ ضرورت پوری کرنے کے لئے وہ انہیں ساری زندگی تاریکی میں رکھ سکتا ہے۔"

"یہ ظلم ناقابلِ برداشت ہوگا۔ اغوا کرنے والے کو سوچنا چاہئے کہ جوراجوری اور جوڈی نارمن کے کمزور دماغوں میں کوئی دوسرا خیال خوانی کرنے والا آسکتا ہے۔ ان پر تنویمی عمل کر کے انہیں اپنا معمول اور تابعدار بنا سکتا ہے۔"

میں نے کہا "وہ دونوں ہمارے معمول اور تابعدار ہیں۔ ہم ان کے لئے کیا کر رہے ہیں؟ کیا انہیں اندھیرے سے نکال سکے ہیں؟ کیا اس خفیہ اڈے تک پہنچ کر ان کے کسی کام آسکتے ہیں؟"

"میں جانتی ہوں ہم یا کوئی بھی انہیں اپنا معمول اور تابعدار بنا کر نہ ان سے کوئی کام لے سکے گا نہ ان کے کام آسکے گا۔ لیکن وہ اغوا کرنے والا ان سے کیا فائدہ اٹھائے گا؟ انہیں اس طرح قید کر کے وہ کیا حاصل کر رہا ہے؟"

یہی تو دیکھنا ہے کہ وہ کون ہے' ان سے کیا چاہتا ہے اور انہیں کب تک یوں اندھیرے میں رکھ سکتا ہے۔"

"یہ دونوں ابھی اسی حال میں رہیں گے۔ ہمیں [illegible] ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی خبر لینی چاہئے۔"

لندن میں جوراجوری اور جوڈی نارمن کے علاوہ وارزہیگ اور جان گاوڈی کو بھی اغوا کیا گیا تھا۔ یہ دونوں اس اندھیرے کمرے میں نہیں تھے' کسی دوسری جگہ ہو سکتے تھے۔ ان دونوں پر لیلیٰ نے تنویمی عمل کیا تھا۔ میں لیلیٰ کے دماغ میں آیا' وہ جان گاوڈی کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ وہ بیہوش تھا۔ اب ہوش میں آرہا ہے۔ ہم اس کے ذریعے ہیلی کاپٹر کے گردش کرتے ہوئے پنکھے کی آواز سن رہے تھے۔ وہ ہوش میں آنے کے دوران آنکھیں کھولنے والا تھا' ہم نے اسے [illegible] وہ آنکھیں کھول کر دیکھنے لگا۔ ہیلی کاپٹر کا اندرونی حصہ دکھائی دے رہا تھا۔ لیلیٰ نے اس کے اندر سوچ پیدا کی "میں کہاں ہوں اور یہاں کیسے آگیا؟"

وہ ذہن پر زور ڈال کر سوچنے لگا "میں نے اور وارزہیگ نے بڑی رازداری سے یہ منصوبہ بنایا تھا کہ ہم رفتہ رفتہ ٹیلی [illegible] کی بہت بڑی قوت بن جائیں گے۔ اس کے لئے ہمیں ایک خفیہ اڈا بنانا ہوگا۔ کسی ایسی جگہ کا انتخاب کرنا ہوگا جہاں ہمارا کوئی دشمن آسانی سے نہ پہنچ سکے۔"

اس کی سوچ کہہ رہی تھی جب اسے اور وارزہیگ کو [illegible] کونو میں رکھا گیا تھا تب ہی دونوں نے پلاننگ شروع کی تھی۔ وارزہیگ نے بتایا تھا کہ ترکی کے جنوب اور اسرائیل کے مغرب میں ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے جو ایک بہت بڑے دولتمند کی ملکیت ہے۔ وہ دونوں اس جزیرے میں پناہ لے سکتے ہیں۔ وہاں روپوش رہ کر اس جزیرے کے مالک کو ٹریپ کر کے وہاں کے مالک اور مختار بن سکتے ہیں۔

امریکا سے وہ جزیرہ بہت دور تھا لیکن تقدیر نے ان کا ساتھ دیا۔ کرنل انہیں لندن لے آیا۔ اس طرح انہوں نے آدھے سے زیادہ فاصلہ طے کر لیا۔ لندن میں انہیں گھومنے پھرنے کی آزادی حاصل ہوئی۔ دونوں خیال خوانی کے ذریعے کوئی شکار تلاش کرنے لگے۔

آخر تلاش کرتے کرتے جان گاوڈی ایک بہت بڑے امیر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس نے وارزہیگ سے کہا "میں ایک [illegible] کی کھوپڑی میں پہنچ گیا ہوں۔ وہ بظاہر ایک معزز دولتمند ہے' اپنے ایک ذاتی طیارے میں سفر کرتا ہے اور اس طیارے میں بڑی ہنرمندی سے مال چھپا کر لے جاتا ہے۔ وہ طیارہ آج شام چھ بجے یہاں سے روانہ ہوگا۔ ہم اسے آسانی سے اپنا معمول بنا کر جا سکتے ہیں۔"

وارزہیگ نے کہا "ہمارا منصوبہ یہ ہے کہ ہم ایک ساتھ اس جزیرے میں نہیں جائیں گے۔ دو مختلف راہوں سے جانے کا فائدہ یہ ہے کہ کوئی ہمیں ایک ساتھ ٹریپ نہیں کر سکے گا۔ اگر ایک پھنسے گا تو دوسرا اسے مصیبت سے نکلنے میں مدد کرے گا۔"

"میں مانتا ہوں تم بڑی ذہانت سے سوچتے ہو لیکن ایک طیارے کے مالک کو اپنا تابعدار بنا کر جزیرے تک جانے میں کوئی خطرہ نہیں ہے۔ ہمیں ایک ساتھ یہاں سے چلنا چاہئے۔ اگر میں پہلے لندن سے غائب ہو جاؤں گا تو کرنل تم پر پابندیاں عائد کر دے گا۔"

"میں بھی آج ہی تمہارے ساتھ نکلوں گا لیکن تمہارے ساتھ اس طیارے میں نہیں جاؤں گا۔ میں خوش فہمی سے یہ بھی نہیں سوچتا کہ منصوبہ کے خلاف عمل کرنے سے میرا کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ نقصان ہونے کے بعد غلط حکمتِ عملی کا دھیان آتا ہے۔ لہٰذا تم طیارے سے جاؤ' میں بھی جلد ہی جزیرے میں پہنچوں گا۔"

وہ دونوں لندن کی رہائش گاہ سے ایک ساتھ نکلے تھے۔ پھر راستے میں بچھڑ گئے۔ جان گاوڈی لندن ائیرٹرمینل کے پلیٹ فارم نمبر پندرہ میں آیا۔ طیارہ پرواز کے لئے تیار تھا۔ اس کے مالک کے دماغ پر جان گاوڈی کا قبضہ تھا۔ اس نے گاوڈی کا گرمجوشی سے استقبال کیا۔ اسے اپنے ساتھ طیارے میں لے گیا۔ پھر اس کے پائلٹ اور عملے کے لوگوں سے کہا "یہ میرے دوست ہیں' آج سے انہیں طیارے کا مالک سمجھو۔ یہ جہاں چاہیں طیارے کی پرواز ملتوی کرا سکتے ہیں۔"

وہاں سے طیارے نے پرواز کی۔ اس کے مالک نے شراب کی بوتل کھول کر کہا "آؤ کچھ شغل ہو جائے۔"

گاوڈی نے کہا "میں شراب نہیں پیتا۔ ایک اسپورٹس مین کی زندگی گزارتا ہوں۔"

اس نے شراب سے انکار کر دیا تھا۔ اگر لنچ کے وقت کھانے سے بھی انکار کر دیتا تو اپنے آپ سے غافل نہ ہوتا۔ پتا نہیں کھانے یا پینے کی چیز میں کیا تھا جس کے اثر سے وہ بیہوش

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہو گیا تھا۔

یہ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ ایسا کس نے کیا تھا۔ طیارے کا مالک اس کی مٹھی میں تھا۔ عملے کے لوگوں کے بھی دماغوں کو وہ پڑھ چکا تھا۔ ان میں کوئی دشمن نہیں تھا۔ پھر اسے کس نے بیہوش کیا تھا اور یہ بات بھی سمجھ میں نہیں آئی کہ بیہوشی سے پہلے وہ طیارے میں تھا اور اب ہوش میں آنے کے بعد خود کو ہیلی کاپٹر میں پا رہا تھا۔

میں نے لیلیٰ سے کہا "یہ خوب چکر چل رہا ہے۔ ادھر جوراجوری اور جوڈی نارمن تاریکی میں ہیں' ہم ان کا ٹھکانا معلوم نہیں کرسکتے۔ ادھر جان گاوَدی نے جسے شکار کیا تھا' اس کا خود شکار بن گیا ہے۔"

لیلیٰ نے کہا "گاوَدی کا ٹھکانا جلد ہی معلوم ہو جائے گا کیونکہ طیارے کا مالک یہودی ہے اور وہ اسرائیل جارہا تھا۔"

"لیکن گاوَدی اب طیارے میں نہیں ہیلی کاپٹر میں ہے۔ اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اسے ایسی جگہ پہنچایا جارہا ہے' جہاں طیارہ نہیں اتر سکتا ہیلی کاپٹر ہی جاسکتا ہے۔"

"ایک آدھ گھنٹے میں معلوم ہو جائے گا کہ اسے کہاں پہنچایا گیا ہے۔ آؤ' تب تک وارنر ہیگ کے حالات معلوم کریں۔"

ہم اس کے دماغ میں پہنچے۔ وارنر ہیگ شکاگو کی ایک لیبارٹری میں پروفیسر تھا۔ خوبرو اور پُرکشش شخصیت کا مالک تھا۔ ہم نے دیکھا وہ انقرہ کے ایک ہیلی پورٹ پر ایک حسینہ کے ساتھ کسٹم کی چیکنگ سے گزر رہا تھا۔ ہم خاموشی سے اس کے خیالات پڑھنے لگے۔ اس کی سوچ نے بتایا ابھی وہ جس حسینہ کے ساتھ ہے اس کی تصویر لندن کے ایک میگزین میں دیکھی تھی۔ تصویر کی آنکھوں میں جھانکتے جھانکتے اس کے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔ پتا چلا وہ پیرس کی سب سے مہنگی ماڈل گرل ہے۔ پیرس' لندن' انقرہ اور قاہرہ کے کتنے ہی رئیسِ اعظم اس کی راہ میں آنکھیں بچھاتے ہیں۔ وہ کتنے ہی شہروں میں ایک ایک رات گزارتی تھی اور ہزاروں لاکھوں ڈالر اپنے اکاؤنٹ میں پہنچاتی تھی۔

وہ شاپنگ کے لئے لندن آئی تھی اور ایک اشتہاری فلم کے لئے انقرہ اور قاہرہ جانے والی تھی۔ وارنر ہیگ نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے اپنی طرف مائل کرلیا۔ وہ اس کے لئے ایسی دیوانی ہوئی کہ پھر اس سے جدا ہونا گوارہ نہ کیا۔ محبوبانہ انداز میں ضد کی کہ اسے اپنے ساتھ قاہرہ لے جائے گی۔ وارنر جس جزیرے میں پہنچنا چاہتا تھا۔ وہ قاہرہ سے زیادہ دور نہیں تھا۔ اس لئے وہ اب اس حسینہ کے ساتھ دکھائی دے رہا تھا۔

وہ دونوں ہیلی کاپٹر میں تھے اور بلندی پر پرواز کر رہے تھے۔ وہ ہیلی کاپٹر قاہرہ کے ایک رئیس نے حسینہ کے لئے بھیجا تھا۔ وارنر پائلٹ اور کوپائلٹ کے دماغوں کو پڑھنا چاہتا تھا۔ اس نے پائلٹ سے پوچھا "کیا تم قاہرہ کے رہنے والے ہو؟"

اس نے جواب نہیں دیا' وارنر نے پوچھا "کیا تم گونگے بہرے ہو؟"

کوپائلٹ نے کہا "جی ہاں جناب! ہمارا پائلٹ گونگا بہرا ہے۔"

وارنر نے کہا "یہ بکواس ہے۔ کبھی کسی گونگے بہرے کو جہاز اڑانے کی اجازت نہیں دی جاتی ہے۔"

یہ کہتے ہی وہ کوپائلٹ کے دماغ میں آیا لیکن اس نے فوراً سانس روک لی پھر مسکرا کر بولا "کیا تم میرے اندر آنا چاہتے ہو؟"

وارنر نے پوچھا "تم کون ہو؟ اور میرے متعلق کیا جانتے ہو؟"

"میں تمہارے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ میرے مالک نے کہا تھا کہ کوئی میرے دماغ میں بولنا چاہے تو میں سانس روک لوں اور اپنے پائلٹ کو منہ سے آواز نہ نکالنے دوں۔"

"تمہارا مالک کون ہے؟"

حسینہ نے کہا "ہم قاہرہ میں جس کے مہمان ہوں گے وہی اس کا مالک ہے مگر تم لوگوں کی باتیں میری سمجھ میں نہیں آرہی ہیں۔ یہ دماغ میں بولنے والی بات کا مطلب کیا ہوا؟"

"یہی کہ آپ کے یہ وارنر صاحب ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔"

حسینہ نے وارنر سے پوچھا "کیا واقعی؟"

وارنر کو پوری طرح خطرے کا یقین ہو رہا تھا۔ اس نے جواب نہیں دیا۔ پائلٹ سے کہا "ہیلی کاپٹر کو فوراً نیچے اتارو۔"

کوپائلٹ نے کہا "نیچے سمندر ہے۔"

وارنر نے اس کے منہ پر ایک الٹا ہاتھ رسید کیا۔ پھر پیچھے سے پائلٹ کی گردن دبوچ کر کہا "مجھے اپنی آواز سناؤ اور ہیلی کاپٹر کو واپس لے چلو۔"

ہیلی کاپٹر بری طرح ڈگمگانے لگا تھا۔ حسینہ خوفزدہ ہو کر چیخ رہی تھی۔ کوپائلٹ کہہ رہا تھا "اگر تم نے پائلٹ کی گردن نہ چھوڑی تو ہم سب سمندر میں ڈوب جائیں گے۔ تم اس کی زبان نہیں کھلوا سکو گے۔ کیونکہ اس کے دماغ میں تمہاری طرح ٹیلی پیتھی جاننے والا ایک شخص موجود ہے جو اسے بولنے نہیں دے رہا ہے۔"

حسینہ نے وارنر ہیگ کو واپس اپنی سیٹ پر بیٹھنے کے لئے مجبور کیا۔ پائلٹ نے اس سے نجات پاتے ہی ہیلی کاپٹر کی ناہموار پرواز کو سنبھال لیا۔ پھر قہقہہ لگاتے ہوئے کہا "تم میری آواز سننا چاہتے ہو مگر یہ میری نہیں میرے عامل کی آواز ہے۔ تم اور کوئی حماقت نہ کرنا۔ اس بار میں تم سب کو سمندر کی تہ میں پہنچا دوں گا۔ تم زمین پر صحیح و سلامت اترنا چاہتے ہو تو آرام سے بیٹھے رہو۔"

میں نے اور لیلیٰ نے دماغی طور پر حاضر ہو کر ایک دوسرے کو دیکھا۔ ہم نے پہچان لیا تھا۔ پائلٹ کی زبان سے بولنے والا پاپا ڈوک تھا۔

میں نے کہا "یہ شیطان تو کوئی لمبا کھیل کھیل رہا ہے۔"

لیلیٰ نے کہا "شیطان اسے کہتے ہیں جو چھپا نہیں رہتا۔ ویسے وارنر کا اس طرح پھنس جانا' ہمارے حق میں بہتر ہے۔ پاپا ڈوک ہماری نظروں میں رہے گا۔ ہم یہ معلوم کرنے میں کامیاب ہو سکیں گے کہ راحیلہ کو کس شیطانی پتلے سے منسوب کیا گیا ہے؟"

"ہاں اس بیچاری کو جلد از جلد شیطانی عمل سے نجات دلانا چاہئے۔ خدا کرے ہم اس پتلے تک پہنچ جائیں۔"

"وارنر کے ذریعے پاپا ڈوک کو چھیڑو۔ معلوم کرو وہ کہاں پہنچا ہوا ہے؟"

ہم پھر وارنر کے پاس آگئے۔ جو ہم پوچھنا چاہتے تھے وہ وارنر خود تجسس کے باعث پوچھ رہا تھا "تم کون ہو؟"

اسے جواب ملا "میں کوئی بھی ہو سکتا ہوں۔ مجھے جان کر کیا کرو گے؟"

"مجھے یہ تو معلوم ہونا چاہئے کہ تمہیں مجھ سے کیا دشمنی ہے؟"

پاپا ڈوک نے کہا "ایک نیام میں دو تلواریں نہیں رہتیں۔ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اپنی دنیا میں دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کا وجود برداشت نہیں کرتا۔ تم خوش نصیب ہو کہ میں نے اب تک تمہیں زندہ رکھا ہے۔"

"انسان اور تلوار میں یہی فرق ہے۔ انسان انسان سے ٹکرانے کے باوجود اسے اپنی دنیا میں زندہ رہنے دیتا ہے۔ اگر میں تمہاری ٹیلی پیتھی کی قوت میں اضافہ کرسکتا ہوں تو پھر مجھ سے دشمنی نہ کرو۔ میری دوستی کو ایک بار آزما کر دیکھو۔"

"بیشک' میں ضرور آزماؤں گا۔ پہلی آزمائش یہ ہے کہ اپنے دماغ میں مجھے آنے دو۔"

"میں اپنے دوست کو خوش آمدید کہتا ہوں۔"

پاپا ڈوک اس کے دماغ میں آیا۔ وہ سانس روکتے روکتے بولا۔ "سوری' مجھے سانس روکنے کی عادت ہے اس لئے میں ایسا کر رہا تھا۔ اب بتاؤ دوست تم کون ہو؟"

"مجھے شان پاپا ڈوک کہتے ہیں۔ میں صرف ٹیلی پیتھی ہی نہیں کالا علم بھی جانتا ہوں۔ میں سونیا کا جانی دشمن ہوں۔ میرا علم کہتا ہے کہ میری موت سونیا یا فرہاد کے ہاتھوں ہوگی۔ فرہاد تو مر چکا ہے۔ میں اپنے علم کے مطابق ایسے شخص کی تلاش میں ہوں جو سونیا کی موت کا سبب بنے گا۔ میں ایسے لوگوں کو جمع کر رہا ہوں۔ تمہارا بھی زائچہ بنا کر دیکھوں گا۔ اگر تم ہی وہ سونیا کو قتل کرنے والے ثابت ہوئے تو میں تمہیں آزاد کر دوں گا ورنہ تم غلامی کی زنجیریں توڑ کر کبھی نہیں نکل سکو گے۔"

"تم مجھے سونیا کے قریب پہنچا دو میں تمہارے زائچہ بنانے سے پہلے ہی اسے موت کے گھاٹ اتار دوں گا' کیونکہ وہ صرف تمہاری نہیں میری بھی دشمن ہے' امریکا سے ہمارے پیچھے پڑی ہوئی ہے۔"

"اور تم اب تک اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکے۔"

"ہم اپنے اعلیٰ حکام کی عائد کردہ پابندیوں میں تھے۔ میں وہ پابندیاں توڑ کر آیا ہوں۔"

"قفس سے نکلتے ہی میرے جال میں پھنس گئے۔ میں نہ پھانستا تو سونیا کے آدمی تمہیں گھیر لیتے۔ تم لوگوں نے ٹریننگ سینٹر میں بہت کچھ سیکھا ہے لیکن زندگی کے عملی میدان میں اس سے بھی زیادہ سیکھنے اور سمجھنے کی ضرورت ہے۔"

"میں کچھ کر گزرنے کے لئے میدان میں آیا ہوں۔"

"تو پھر کر گزرو' میرے شکنجے سے نکل کر ثابت کرو کہ تم آزاد رہ کر دشمنوں سے نمٹنا جانتے ہو۔"

"اچھی بات ہے۔ اب تم میرے دماغ میں سے جاؤ۔"

اس نے سانس روکی' پاپا ڈوک کے ساتھ ہم بھی اس کے اندر سے نکل آئے۔ ایک منٹ کے بعد گئے تو وہ سانس لے رہا تھا اور ہمیں محسوس نہیں کر رہا تھا۔ وہ اس ایک منٹ میں فیصلہ کر چکا تھا کہ اسے کیا کرنا ہے۔ اس میں شبہ نہیں تھا کہ وہ بے حد چالاک اور حالات کی نبض ٹٹولنے والا تھا۔ اس نے پہلے اناڑی پن سے پائلٹ پر حملہ کر کے اپنے دشمنوں کو یہ تاثر دیا تھا کہ وہ بے بس اور مجبور ہے۔ اسے بچ نکلنے کی کوئی تدبیر سمجھ میں نہیں آرہی ہے۔

یوں دیکھا جائے تو وہ پرواز کرتے ہوئے ہیلی کاپٹر میں تنہا اور بے بس تھا۔ نیچے دور تک سمندر نظر آرہا تھا۔ ایک شخص یوگا کا ماہر تھا اور دوسرے کے دماغ میں پاپا ڈوک موجود تھا۔ وہ اپنی خیال خوانی کے ذریعے کامیاب نہیں ہو سکتا تھا لیکن اس نے اچانک ہی پستول نکال کر پہلے کوپائلٹ کو پھر پائلٹ کو گولی مار دی۔ سیٹ بیلٹ جلدی سے کھول کر پیچھے سے پائلٹ کو دھکا دیا اور اسے ہیلی کاپٹر سے باہر پھینک دیا۔ پاپا ڈوک ایسے میں صرف حسینہ کو آلۂ کار بنا سکتا تھا۔ میں نے لیلیٰ سے کہا "حسینہ کے دماغ پر قبضہ جمائے رکھو۔ وارنر کو بچ نکلنے کا موقع ملنا چاہئے۔"

وارنر پائلٹ کی سیٹ پر آگیا تھا اور ہیلی کاپٹر کا راستہ بدلتے ہوئے کہہ رہا تھا "پاپا ڈوک! اب یہی ایک عورت آلۂ کار بننے کو رہ گئی ہے لیکن جیسے ہی تم اس کے ذریعے حملہ کرو گے میں اسے بھی گولی مار دوں گا۔"

پاپا ڈوک نے حسینہ کی زبان سے کہا "تم نے میرے شکنجے سے نکل کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ آزاد رہ کر دشمنوں سے نمٹ سکتے ہو۔ اب میں تم سے دوستی کروں گا۔"

"یہ دوستی ابھی نہیں ہوگی۔ پہلے اس حسینہ کو آلۂ کار بناؤ مجھے باتوں میں نہ لگاؤ۔ دیر کرو گے تو یہ بھی ختم ہو جائے گی۔"

"تم ضرورت سے زیادہ چالاک ہو۔ تم نے اس حسینہ کو پتا نہیں کیسے روک رکھا ہے۔ میں اس کے ذریعہ حملے کرنے کی کوشش کر چکا ہوں لیکن یہ ٹس سے مس نہیں ہو رہی ہے' اپنی جگہ یوں بیٹھی ہوئی ہے جیسے ہپناٹائز کی گئی ہو۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"باتیں نہ بناؤ۔ میں نے اس پر عمل نہیں کیا ہے۔ تم نے کسی خاص مقصد کے لئے اسے روک رکھا ہے۔"

دونوں ایک دوسرے پر شبہ کر رہے تھے جبکہ لیلیٰ نے اس حسینہ کو روک رکھا تھا۔ وارنر نے پہلے سوچا کہ اسے بھی گولی مار دے لیکن میں نے اسے قابو میں کیا تھا۔ ہم اس حسینہ کے ذریعے پاپا ڈوک تک پہنچنے کی فکر میں تھے۔ وارنر جس جزیرے میں جانے کا منصوبہ بنا چکا تھا وہ جزیرہ اسی سمندر میں تھا۔ وہ ادھر جانا چاہتا تھا۔ میں اس حسینہ کے پاس آکر اسے سلانے لگا۔ پاپا ڈوک نے کہا "یہ تم کیوں سو رہی ہو؟ جاگتی رہو۔ میں دیکھنا چاہوں گا کہ یہ وارنر کہاں جا رہا ہے؟"

لیکن وہ سو رہی تھی۔ میری اور لیلیٰ کی موجودگی میں وہ اس پر جبر نہیں کرسکتا تھا اور یہ سمجھ نہیں سکتا تھا کہ وہ اس کے قابو میں کیوں نہیں آرہی ہے۔ بہرحال وہ آنکھیں بند کرچکی تھی۔ پاپا ڈوک دیکھ نہیں سکتا تھا کہ وہ ہیلی کاپٹر کہاں جا رہا ہے۔

تھوڑی دیر بعد وارنر اس جزیرے پر پہنچ گیا۔ اس نے سوچا تھا اب حسینہ کے دماغ پر قبضہ جما کر اس کے ذریعے ہیلی کاپٹر کو پرواز کرائے گا۔ پھر اسے حسینہ سمیت سمندر میں ڈبو دے گا تاکہ پاپا ڈوک حسینہ کو آلۂ کار بنا کر جزیرے میں اس کے ٹھکانے کا پتا معلوم نہ کرے۔

اس نے حسینہ کو نیند سے جگایا۔ بیچاری کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ اس نے ہیلی کاپٹر میں پائلٹ اور کو پائلٹ کو مرتے دیکھا تھا۔ وہ چیخنا چلانا چاہتی تھی لیکن کبھی غائب دماغ ہو جاتی تھی، کبھی پورے شعور سے ہیلی کاپٹر کا منظر دیکھنے لگتی تھی۔ کبھی سو جاتی تھی کبھی خود ہی بیدار ہو جاتی تھی۔ وارنر نے اس کے دماغ میں رہ کر اس سے ہیلی کاپٹر کو اڑوایا۔ بہت دور سمندر میں لیجانے کے بعد اسے گرانا چاہتا تھا لیکن ایسا نہ کرسکا۔ ہم نے حسینہ کے دماغ سے اس کی گرفت ڈھیلی کردی۔ لیلیٰ نے اسے قابو میں رکھا۔ میں حسینہ کے دماغ میں رہ کر اسے ہیلی کاپٹر کو کنٹرول کرنا سکھاتا رہا۔

اس نے پہلے کبھی یہ کام نہیں کیا تھا۔ وہ گھبرا رہی تھی۔ بار بار نیچے جھانک کر سمندر کو دیکھ رہی تھی۔ ایسے وقت پاپا ڈوک کی آواز سنائی دی۔ وہ حیرانی سے پوچھ رہا تھا "تم ہیلی کاپٹر اڑا رہی ہو جبکہ تمہاری سوچ کہہ رہی ہے کہ تم نے کبھی یہ کام نہیں کیا ہے۔"

وہ رونے لگی، کہنے لگی "میں پاگل ہو جاؤں گی۔ میرے اندر کوئی بولتا ہے، پہلے بھی بول رہا تھا۔ اگر یہ ٹیلی پیتھی ہے تو میرے دماغ میں کون ہے؟"

پاپا ڈوک نے کہا "میں تمہارا دوست ہوں۔ تھوڑی دیر پہلے میں ہی تمہارے ذریعے وارنر سے باتیں کر رہا تھا۔ وارنر کہاں ہے؟"

"پتا نہیں، وہ کہاں ہے؟ میں تو سو رہی تھی اچانک جاگنے کے بعد بے اختیار یہ ہیلی کاپٹر اڑانے لگی۔"

"تم ہیلی کاپٹر کہاں سے لا رہی ہو؟"

میں نے اس کی زبان سے جھوٹ کہا "ایک بہت بڑا جہاز تھا۔ اس کے عرشے پر سے پرواز کرتی آئی ہوں۔"

"بحری جہاز کی طرف واپس چلو۔"

"میں نہیں جانتی اسے واپس کیسے موڑنا چاہئے۔"

"میں تمہیں گائیڈ کرتا ہوں۔"

وہ اس کی راہنمائی کے مطابق عمل کرنے لگی لیکن میں نے واپس جانے نہیں دیا۔ گھما پھرا کر دوسری طرف لے گیا۔ پاپا ڈوک کو نہ کوئی بحری جہاز نظر آیا اور نہ ہی جزیرہ دکھائی دیا۔ ایک گھنٹے بعد خشکی کا حصہ نظر آنے لگا۔ وہ جھنجلا کر بولا "یہ تم کہاں آگئی ہو؟ بحری جہاز کہاں ہے؟"

"میں کیا بتاؤں وہ کہاں ہے۔ مجھے جلدی سے نیچے اتارو۔"

"پرواز کرتی رہو، کوئی آبادی نظر آئے تو وہاں کر پہنچا... جا رہا ہوں۔"

وہ خاموش ہوگیا۔ شاید چلا گیا تھا۔ میں نے اس ہیلی کاپٹر کو ایک جگہ سلامتی سے اتار دیا۔ پھر لیلیٰ کے پاس آیا۔ اس نے کہا "پاپا ڈوک دوبارہ وارنر کے پاس آیا۔ وارنر نے سانس روک کر اسے بھگا دیا۔"

"وہ معلوم کرنے کے لئے بے چین ہے کہ وارنر نے کہاں پناہ لی ہے۔"

"یہ کیسے معلوم ہوگا کہ پاپا ڈوک نے کہاں پناہ لی ہے؟"

"کوئی چال سوچنا ہوگی۔ تم وارنر کے پاس آتی جاتی رہو۔ میں جان گاؤدی کا حال معلوم کرتا ہوں۔"

ہم نے پچھلی بار گاؤدی کو ہیلی کاپٹر میں دیکھا تھا۔ اب اس کے دماغ میں جا کر معلوم ہوا کہ وہ ایک چھوٹی سی پہاڑی کی چوٹی پر ہے۔ اس بلندی سے چاروں طرف سمندر نظر آرہا تھا۔ سمندر سے دور بہت دور کسی ملک کا ساحل تھا۔ ساحل کے دھندلکے میں اونچی اونچی عمارتیں دکھائی دے رہی تھیں۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ ہیلی کاپٹر والوں نے اسے پہاڑ کی چوٹی پر اتار دیا تھا۔ اس کے لئے کھانے پینے اور اوڑھنے بچھانے کا کچھ سامان چھوڑ گئے تھے۔ جانے سے پہلے ایک شخص نے کہا "تم اسرائیل کی سمندری حد میں ہو۔ وہ سامنے شہر تل ابیب نظر آرہا ہے۔ تمہارے چاروں طرف سمندر ہے۔ تم اسے کشتی کے بغیر عبور نہیں کرسکو گے۔ اس پہاڑی پر نہ تمہیں کوئی انسان ملے گا نہ ضرورت کی کوئی چیز ملے گی۔ ضرورت کی چیزیں ہم پہنچایا کریں گے۔"

یہ کہنے کے بعد وہ سب چلے گئے تھے۔ وہ چیختا رہا، واپس بلاتا رہا لیکن وہ واپس نہیں آئے۔ وہ تھک ہار کر بیٹھ گیا۔ میں نے لیلیٰ کے پاس آکر بتایا کہ جان گاؤدی پر کیا گزر رہی ہے اور اسے کہاں پہنچایا گیا ہے۔ وہ بولی "اسے سمندر کے بیچ اس لئے رکھا گیا ہے کہ دشمن اسے ٹریپ نہ کرسکیں۔ اگر اس کے دماغ میں پہنچیں تو اس سے کوئی فائدہ نہ اٹھا سکیں۔"

میں نے کہا "بالکل جورا جوری اور جوڈی نارمن والا کیس ہے۔ انہیں تاریکی میں رکھا گیا ہے تاکہ ان کی ٹیلی پیتھی سے کوئی فائدہ نہ اٹھائے اور گاؤدی کو پہاڑ کی چوٹی پر چھوڑ دیا ہے، وہاں بھی کسی کا پہنچنا دشوار ہے۔"

"دشمنوں نے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہم سے دور رکھنے کے لئے بڑے سخت انتظامات کئے ہیں۔ ہمارے خیال خوانی کرنے والوں کی شامت آگئی ہے۔"

میں پھر گاؤدی کے پاس آیا۔ سورج آسمان کے مغربی کنارے پر تھا۔ تھوڑی دیر میں تاریکی پھیلنے والی تھی۔ اس تاریکی میں اسے پہاڑ کی چوٹی پر رہنا تھا جس طرح وہ سامان کے ساتھ اسے پھینک گئے تھے، اس سے اندازہ ہوگیا تھا کہ اسے رات وہاں گزارنی ہوگی۔ وہ غصے میں چیخنے لگا۔ گالیاں بکنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد اچانک ہی چپ ہوگیا۔ اس کے دماغ میں آواز ابھری "کیا گالیاں دینے سے نجات مل جائے گی؟"

اس نے خلا میں تکتے ہوئے پوچھا "کون ہو تم؟"

پھر آواز ابھری "مجھے شان پاپا ڈوک کہتے ہیں۔ میں صرف ٹیلی پیتھی ہی نہیں کالا علم بھی جانتا ہوں۔"

"کیا تم نے مجھے یہاں پہنچایا ہے؟"

"ہاں، تم پر مہربانی کی ہے۔"

"یہ مہربانی ہے۔ میں اس ویران پہاڑی پر تنہا ہوں۔ رات ہونے والی ہے۔"

"اگر تمہیں یہاں نہ لایا جاتا تو سونیا تمہارا کام تمام کرچکی ہوتی۔ اب وہ یا اس کا کوئی آدمی اس سمندر میں نہیں آسکے گا۔ تل ابیب کے ساحل پر طاقتور دوربینیں لگی ہوئی ہیں، وہاں سے تمہیں دن رات دیکھا جائے گا۔"

اس نے گھبرا کر پوچھا "دن رات کا مطلب کیا ہوا؟ کیا میں اسی پہاڑی پر رہوں گا؟"

"یہ تمہارے لئے سب سے محفوظ پناہ گاہ ہے۔"

"مجھے یہاں قید کر کے تمہیں کیا حاصل ہوگا؟"

"اگر مجھے کچھ حاصل نہ ہوا تو دشمنوں کو بھی کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔"

"یہ مجھ پر ظلم ہے۔ مجھے دوست بناؤ میں تمہارے کام آؤں گا۔"

"اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ دوست بن کر دھوکا نہیں دو گے؟"

"تم کیسی ضمانت چاہتے ہو؟"

"اپنا دماغ میرے حوالے کردو۔ میں تنویمی عمل کے ذریعے تمہیں اپنا وفادار بنالوں گا۔"

"نہیں، تم مجھے غلام بنا کر رکھنا چاہتے ہو۔"

"تمہارے انکار کے باوجود میں تمہاری نیند کے وقت دماغ میں آؤں گا۔ تمہارا کمزور دماغ نہ مجھے محسوس کرے گا نہ عمل سے روکے گا۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "تم مجھ سے دشمنی کیوں کر رہے ہو؟"

"دوستی کر رہا ہوں، میرے بعد کوئی تمہارے دماغ کو ٹریپ نہیں کرسکے گا۔ تم ہمیشہ میرے پاس محفوظ رہو گے۔"

"بکواس کر رہے ہو۔ مجھے یہودیوں کا غلام بنانا چاہتے ہو۔"

"کیوں چلا رہے ہو؟ تمہاری آواز پہاڑی پر گونج رہی ہے۔"

اس نے گونجنے کی بات پر ایک گالی دی، پھر کہا "میں اس ویرانے میں تنہا نہیں رہوں گا۔"

"میں تمہارے لئے کنیزیں بھیج دوں گا۔"

وہ جھنجلا کر بولا "اپنی بیٹی کو بھیج دو۔ یہاں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی نئی نسل پیدا ہوگی۔"

"تمہارے کہنے سے پہلے یہ آئیڈیا میرے دماغ میں آیا تھا۔ میں نے اپنی بیٹی کو روانہ کردیا ہے۔ ہیلی کاپٹر کی آواز سنو، وہ آرہی ہے۔"

اب رات کی تاریکی چھا گئی تھی۔ دور سے ایک ہیلی کاپٹر کی سرخ روشنی جلتی بجھتی آرہی تھی۔ وہ گڑگڑا کر بولا "میں ہمیشہ تمہارا وفادار رہوں گا۔ مجھے اس ہیلی کاپٹر میں لے چلو۔"

اسے کوئی جواب نہیں ملا۔ شاید پاپا ڈوک چلا گیا تھا۔ ہیلی کاپٹر دور ایک جگہ اتر گیا۔ وہ دوڑتے ہوئے اُدھر جانے لگا۔ پنکھا اسی تیزی سے گردش کر رہا تھا۔ ہوا کی تیزی سے قریب جانا دشوار ہو رہا تھا۔ وہ کسی طرح طوفانی ہوا کا مقابلہ کرتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ اسی وقت تڑاتڑ فائرنگ کی آواز ابھری۔ کئی گولیاں اس کے قدموں کے آس پاس کی مٹی اکھاڑتی ہوئی گزر گئیں۔ وہ سہم کر واپس بھاگتا ہوا ایک بڑے پتھر کے پیچھے چلا آیا۔ وہاں سے دیکھا، ہیلی کاپٹر کے پاس چند مسلح فوجی تھے وہ ہیلی کاپٹر سے سامان اتار رہے تھے۔

اس نے پتھر کے پیچھے سے نکل کر آواز دی "دوستو! میری بات سنو، میں....."

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی تڑاتڑ گولیاں چلیں۔ وہ اچھل کر پتھر کے پیچھے چھپتے ہوئے گالیاں دینے لگا۔ گردش کرتے ہوئے پنکھے کا شور اتنا تھا کہ اس کی آواز نہیں پہنچ سکتی تھی۔ وہ اس کی آواز سن کر نہیں، اسے دیکھ کر گولیاں چلاتے تھے۔ پھر وہ ہیلی کاپٹر میں سوار ہوگئے۔ سلائیڈنگ دروازہ بند ہوگیا۔ اس کے ساتھ ہی وہ فضا میں بلند ہو کر تل ابیب کی سمت

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

جانے لگا۔

وہ پتھر کے پیچھے سے نکل کر دوڑتے ہوئے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے انہیں گالیاں دینے لگا "سوئر کے بچو! کمینو! کتو! میری ٹیلی پیتھی سے ڈرتے ہو۔ اپنی آواز نہیں سنائی' فائرنگ کی آواز سنا کر بھاگ رہے ہو۔ ایک بار مجھے اپنی آواز سناؤ' میں پورے اسرائیل کو تباہ کردوں گا۔"

وہ بول رہا تھا' چیخ رہا تھا' گالیاں دے رہا تھا۔ ہیلی کاپٹر دور جاکر نظروں سے اوجھل ہوگیا تھا۔ پہاڑ کی چوٹی پر صرف اس کی اپنی آواز گونج رہی تھی۔ پھر اسے ایک سریلی سی آواز سنائی دی۔ "کب تک چیختے رہو گے۔ میرا دل گھبرا رہا ہے' بس بھی کرو۔"

اس نے چونک کر دیکھا۔ جو سامان فوجی چھوڑ گئے تھے ان کے درمیان کوئی بیٹھی ہوئی تھی۔ صاف نظر نہیں آرہی تھی۔ مگر ستاروں کی روشنی میں بدن کی گوری رنگت جھلک رہی تھی۔ اس نے پوچھا "کون ہو تم؟"

"پاپا ڈوک کی بیٹی ہوں۔"

جان گاڈری نے اس کے دماغ میں جانا چاہا لیکن ابھی دماغی توانائی بحال نہیں ہوئی تھی۔ اس کے اندر پاپا ڈوک نے کہا "تم نے میری بیٹی کی فرمائش کی' میں نے پوری کردی۔ اب اس کے خیالات پڑھ کر کیا کرو گے؟"

"کیا یہ واقعی تمہاری بیٹی ہے؟"

"تمہیں یقین کیسے آئے گا؟"

"اگر یہ سچ ہے تو تم نہایت ہی بے حیا اور بے غیرت ہو۔ بیٹی کو میرے پاس بھیجنے سے پہلے تمہیں ڈوب مرنا چاہئے۔"

"سوچے سمجھے بغیر اپنے سسر کو بے غیرت نہ کہو۔ تم کیا سمجھتے ہو اس تنہائی اور ویرانے میں تم اسے ہاتھ لگا سکو گے؟"

"تو پھر اسے کس لئے یہاں بھیجا ہے؟"

"یہ اکثر کہتی تھی کہ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے شادی کرے گی' پھر تم نے بھی میری بیٹی کی آرزو کی..."

"میں نے غصے میں تمہاری بیٹی کا مطالبہ کیا تھا۔"

"چلو کوئی بات نہیں۔ پہلے تم اسے اچھی طرح دیکھ لو۔ یہ حسین ہے' ذہین ہے' ہر طرح تمہارے قابل ہے۔ انکار کرو گے تو ابھی ہیلی کاپٹر میں واپس چلی جائے گی۔ پسند کرو گے تو آج رات میں تم پر تنویمی عمل کرنے کے بعد اس سے تمہاری شادی کرادوں گا۔"

"اس ویرانے میں ہمارے مذہبی پیشوا کے بغیر شادی کیسے ہوگی؟"

"ہزاروں میل دور ٹیلیفون کے ایک طرف لڑکی اور مذہبی پیشوا ہوتے ہیں۔ ٹیلیفون کے دوسری طرف لڑکا ہوتا ہے تو شادی ہوجاتی ہے۔ اسی طرح تل ابیب میں شادی کرانے والے ہوں گے۔ تم دونوں یہاں رہو گے اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے شادی کرادی جائے گی۔"

وہ حیرانی سے بولا "ٹیلی پیتھی کے ذریعے شادی؟ یہ … بات سن رہا ہوں۔"

"حیران ہونے میں وقت ضائع نہ کرو۔ لڑکی پسند کرو۔"

اس نے لڑکی کو دیکھا۔ وہ بے شک وشبہ حسین تھی' … تھی' دل کو اچھی لگ سکتی تھی لیکن یہ دل لگانے کا کون سا موقع تھا۔ اس نے کبھی نہیں سنا تھا کہ کسی نے سمندر کے بیچ پہاڑ کی چوٹی پر شادی کی ہو۔ اسے اپنی دماغی اور جسمانی آزادی کی فکر تھی۔ جبکہ وہ کھلی فضا میں بھی اسیر تھا۔ وہ پریشان ہوکر بولا "میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ تم دشمن بن کر مجھے قید کررہے ہو اور بیٹی دے کر داماد بنا رہے ہو۔ خدا کے لئے مجھے انسانی آبادی میں لے چلو۔ میں تمہاری بیٹی کو قبول کرلوں گا۔"

اسے جواب نہیں ملا۔ اس نے دو تین بار مخاطب کیا۔ لڑکی نے کہا "تم عجیب آدمی ہو' مجھے مخاطب کرنے کے بجائے میرے باپ کو پکار رہے ہو۔ تمہیں تکلیف کیا ہے؟"

"تکلیف؟ اس ویرانے میں تکلیف پوچھ رہی ہو؟ کیا یہاں انسان رہتے ہیں؟"

"بہت ہی بدذوق ہو۔ وہ جگہ کبھی ویران نہیں رہتی جہاں عورت پہنچ جائے۔ جہاں جہاں زمین ہے' وہاں وہاں قدم رکھو… تاریخ سے پوچھو' جواب ملے گا... یہ پوری دنیا ویران تھی۔ اسے عورت نے ہی آباد کیا ہے۔"

"میں یہاں نہیں رہوں گا۔"

"یہاں نہ رہنے کی معقول وجہ پیش کرو تو تمہاری بات مان لی جائے گی۔"

"یہاں ہم صرف دو ہیں' مجھے انسانی آبادی میں رہنا ہے۔"

"انسانی آبادی میں تمہاری موت ہے۔ دشمن گھات لگائے بیٹھے ہیں۔ تمام بڑے ممالک' سپر طاقتیں اور خطرناک … تمہاری تاک میں ہیں۔ جو تمہیں حاصل نہیں کرسکے گا وہ تمہیں مار ڈالے گا۔ کیا تم زندہ رہنا نہیں چاہتے؟"

"میں دشمنوں سے لڑتے ہوئے زندہ رہنا چاہتا ہوں۔"

"تو پھر لڑو۔ میرے باپ کو بھی دشمن سمجھو' اس سے لڑتے ہوئے یہاں سے چلے جاؤ۔ ثابت کردو کہ تم آزاد رہ کر اپنی حفاظت آپ کرسکتے ہو۔"

"میں یہاں سے کیسے جاؤں؟ چاروں طرف سمندر ہے…"

"ٹیلی پیتھی جاننے والے کو کوئی بھی قید کرے گا تو … کرے گا کہ کوئی دوسرا اس تک نہ پہنچے۔ کوئی تمہیں پنجرے میں یا پھولوں کی زنجیروں میں نہیں رکھے گا۔ اگر … ایسی گرفتاریوں سے جان چھڑانے کی صلاحیتیں نہیں ہیں تو میرے اور میرے باپ کے ہوکر رہ جاؤ۔ تمہیں ہر طرح…

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

حاصل ہوگا۔ تمہیں ہر طرح کا عیش و آرام ملے گا۔ تمہاری ہر خواہش پلک جھپکتے ہی پوری ہو جایا کرے گی۔"

وہ شکست خوردہ انداز میں ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔ وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر بولی "ہمت ہارو گے تو زندگی ہار جاؤ گے۔ آؤ اٹھو، خیمہ لگاؤ۔ یہ ہماری پہلی خانہ آبادی ہوگی۔"

میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر لیلیٰ کا ہاتھ پکڑ لیا پھر کہا "آؤ ہم بھی خیمہ لگائیں۔"

وہ سمجھ نہ سکی کیونکہ اب تک وارنر کے پاس تھی۔ میں نے جان گاوڈی کے حالات بتائے۔ اس نے کہا "پھر تو ہم میں سے کسی ایک کو گاوڈی کے پاس رہنا ہوگا ورنہ پاپا ڈوک اس پر عمل کرکے اسے اپنا تابعدار بنا لے گا۔"

"میں اس کے پاس آتا جاتا رہوں گا۔"

"آپ کا کیا خیال ہے۔ اس پہاڑی پر گاوڈی تک کوئی پہنچ نہیں پائے گا؟"

"انہوں نے کچھ سوچ سمجھ کر ہی اسے وہاں چھوڑا ہے۔ اس کے پاس صرف ایک حسینہ ہے۔ کوئی مسلح گارڈ نہیں ہے۔ سمندر کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ غوطہ خور اس پہاڑی کے دامن میں پہنچ سکتے ہیں۔ لیکن یہ بات یقینی ہے کہ پہاڑی کے چاروں طرف بجلی کے نادیدہ تار ہوں گے اور ایسے جاسوسی آلات ہوں گے جو کسی تیسرے کی موجودگی ظاہر کریں گے۔"

"یعنی انہوں نے گاوڈی تک پہنچنا ناممکن بنا دیا ہے؟"

"فی الحال تو یہی سمجھ میں آرہا ہے، تم وارنر کے متعلق بتاؤ۔"

وہ بتانے لگی۔ وارنر جس جزیرے میں گیا تھا، وہ لبنان کے قریب تھا۔ جزیرے کا نام پوٹویا تھا۔ انقرہ کا ایک ارب پتی دولتمند وہاں کا مالک تھا مگر لبنان میں ہونے والی خانہ جنگی سے پریشان رہتا تھا۔ مخالف گروپ کے جاسوس اور تخریب کار آئے دن جزیرے میں آتے رہتے تھے۔ ان کا آپس میں تصادم ہوتا تھا۔ فائرنگ اور بموں کے دھماکوں کے باعث سکون برباد ہو گیا تھا۔ یہودیوں نے جزیرہ پوٹویا کو خریدنے کے لئے بھاری قیمت لگائی تھی لیکن وہ اسے فروخت کرنے سے انکار کرتا تھا جس کے نتیجے میں یہودی اس کا سکون برباد کرتے رہتے تھے۔

جزیرے کے کچھ لوگوں نے ایک ہیلی کاپٹر کو کہیں اترتے دیکھا تھا۔ وہ کافی تعداد میں معلوم کرنے آئے کہ وہ کس کا ہیلی کاپٹر ہے اور وہاں کون آیا ہے؟ جزیرے کے مسلح سپاہی بھی آئے تھے۔ وارنر ایک جگہ چھپ گیا تھا۔ لوگ واپس جانے والے ہیلی کاپٹر کو دیکھ کر یہ رائے قائم کر رہے تھے کہ وہ کسی فنی خرابی کے باعث اترا ہوگا۔ پھر خرابی دور ہوتے ہی چلا گیا۔ وارنر اس بھیڑ میں آکر لوگوں میں مل گیا تھا۔ وہاں کی آبادی بہت کم تھی۔ وہ جلد ہی ایک اجنبی کی حیثیت سے پہچانا جا سکتا تھا۔ اس نے خود کو چھپانے کے لئے ایک پولیس افسر کے دماغ میں جگہ بنائی۔ اس کے ذریعے وہاں کے اعلیٰ افسر کے اندر پہنچا۔ اس اعلیٰ افسر نے جزیرے کے مالک یار بختیار سے فون پر بات کی۔ اسے بتایا کہ ہیلی کاپٹر فوراً واپس چلا گیا ہے۔ اس میں تخریب کار نہیں آئے تھے۔

یار بختیار نے کہا "یہاں جو بھی آیا تھا، وہ غیر قانونی طور پر آیا تھا اس کا محاسبہ ہونا چاہئے تھا۔"

"جناب! وہ ہمارے پہنچنے سے پہلے چلا گیا تھا۔"

وارنر بڑی خاموشی سے یار بختیار کے دماغ میں پہنچ گیا۔ یار بختیار نے اس کی مرضی کے مطابق کنیزوں کو خوابگاہ سے باہر جانے کا حکم دیا پھر ان کے جانے کے بعد دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ بستر پر آکر لیٹ گیا۔ اس کے بعد آنکھیں بند کرکے رفتہ رفتہ نیند کی آغوش میں چلا گیا۔

لیلیٰ کے بیان کے مطابق اب وہ تنوکی نیند سو رہا تھا اور بیدار ہونے کے بعد وارنر کے اشاروں پر چلنے والا تھا۔ میں نے کہا۔ "وارنر اور گاوڈی ہم سے بہت دور ہیں۔ لیکن جوراجوری اور جوڈی نارمن ہمارے قریب ہیں۔ ہمیں لندن جانا چاہئے۔"

اس نے پوچھا "وہ دونوں تاریکی میں قیدی بنے ہوئے ہیں۔ آپ نے کیسے جان لیا کہ وہ لندن میں ہیں؟"

"یہ تو موٹی سی عقل میں بھی سمجھ میں آنے والی بات ہے وہ دونوں لندن میں اغوا کئے گئے۔ اغوا کرنے والے انہیں بحری یا فضائی راستے سے نہیں لے گئے۔ انہوں نے کار یا ٹرین میں بھی لمبا سفر نہیں کیا۔ لہٰذا وہ لندن یا اس کے آس پاس کہیں ہیں۔"

"ہاں، ایسا ہی ہے۔ لیکن یہ نہ معلوم ہو سکا کہ انہیں کس نے اغوا کیا ہے۔"

"اندازے سے بہت کچھ سمجھا جا سکتا ہے۔ لیکن وارنر اور گاوڈی کے معاملے میں ہمارے اندازے کے بالکل خلاف بات ہوئی ہے۔ ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ پاپا ڈوک اسرائیل جاکر پناہ لے گا اور یہودیوں کے لئے دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ٹریپ کرے گا۔"

"پاپا ڈوک ہماری سسٹر سے بہت سہما ہوا ہے۔ وہ سمجھتا ہے سسٹر سونیا اسرائیل نہیں آئیں گی اسی لئے وہاں سے دھاندلیاں کر رہا ہے۔"

لیلیٰ کا خیال درست تھا۔ اسرائیلی حکام نے پاپا ڈوک کو سمجھایا ہوگا کہ سونیا کئی برس پہلے آئی تھی۔ اب ادھر کا رخ نہیں کرتی ہے۔ اگر کبھی آئے گی تو اسرائیلی انٹیلی جنس والے کہیں سکون سے چھپنے نہیں دیں گے۔ میں نے پوچھا "لیلیٰ! تم کبھی اسرائیل گئی ہو؟"

"کوئی چھ برس پہلے ایک ہفتہ کے لئے گئی تھی۔"

"کیا پھر چلو گی؟"

"جہاں آپ جائیں گے، وہاں ضرور جاؤں گی۔ لیکن ابھی لندن کا پروگرام بناتے بناتے اسرائیل کا خیال کیسے آگیا؟"

"مجھے پاپا ڈوک کی ایک بات یاد آگئی۔ اس نے کہا تھا کہ اس کے علم کے مطابق سونیا یا فرہاد اس کی موت کا سبب بنیں گے۔ وہ صرف سونیا سے سہما ہوا ہے کیونکہ مجھے مردہ سمجھتا ہے۔ اسرائیل میں سونیا کے لئے سختیاں ہیں۔ میرے لئے نہیں ہیں۔ میں تمہارے ساتھ ایک نئے روپ میں جا سکتا ہوں۔"

"میری خواہش ہے کہ میں آپ کے ساتھ نگر نگر کی سیر کروں۔ لیکن وہاں یہودی بن کر جانے میں مزہ آئے گا۔"

"تم عبرانی فرفر بولتی ہو۔ میں یہ زبان نہیں جانتا۔"

"میں آپ پر عمل کروں گی۔ یہ زبان آپ کے دماغ میں نقش کردوں گی۔"

"پھر یہ طے ہو گیا کہ ہم جارہے ہیں۔"

اسے میرے ساتھ بہت دور جانا تھا، وہ میرے پاس آگئی۔ بازوؤں کی قید میں آکر میرے سینے پر دھڑکنے لگی۔

O☆O

ثانی اور علی بابا صاحب کے ادارے میں آگئے تھے۔ سونیا راحیلہ کو پیرس لے آئی تھی۔ راحیلہ بیمار رہتی تھی۔ کبھی کبھی اس پر دورہ پڑتا تھا اور وہ اٹھ کر بھاگنے لگتی تھی۔ سونیا نے اس کی دیکھ بھال کے لئے چار خدمت کرنے والی عورتیں رکھی تھیں۔ کاٹیج کے باہر مسلح گارڈز کا پہرا رہتا تھا۔ اس کا علاج ہو رہا تھا۔ لیکن ڈاکٹروں کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ دورہ کیوں پڑتا ہے۔ میڈیکل رپورٹ کے مطابق جسم اور دماغ صحت مند تھا۔ کسی بیماری کا سراغ نہیں ملتا تھا۔ اس کا علاج کرنے والے ڈاکٹر کسی جادوئی اثر کو ماننے کے لئے تیار نہیں تھے۔

سونیا نے پہلے اسے بابا صاحب کے ادارے میں پہنچانا چاہا۔ لیکن جناب علی اسد اللہ تبریزی نے فرمایا "بیٹی! راحیلہ کو یہاں سے دور رکھو۔ اس ادارے میں قدم رکھنے کے لئے پاکیزگی شرط ہے۔ جبکہ راحیلہ پر کسی ناپاک آسیب کا سایہ ہے۔ پاپا ڈوک نے اسے سحرزدہ کرنے کے لئے اس پر انسانی خون کے لئے چھینٹے دیے ہیں۔ اسے پیرس کی رہائش گاہ میں رہنے دو۔ وہیں اس کا علاج کراؤ۔ ہم اس کے لئے دعا کرتے رہیں گے۔"

سونیا اسے سمجھاتی تھی "دیکھو راحیلہ! تمہاری ماں اور نانی نے تمہیں کس قدر کمتر بنا دیا ہے۔ وہ ادارہ تمہارے محترم والد نے قائم کیا تھا اور آج تمہارا داخلہ وہاں ممنوع ہے۔ حضرت بابا فرید واسطی کا نام سن کر مسلمان اور کافر سب ہی احتراماً سر جھکا لیتے ہیں اور ان کی بیٹی کو کوئی نہیں پوچھتا۔ یہ عبرت حاصل کرنے کا مقام ہے۔"

راحیلہ مجبوری ظاہر کرتی تھی "میں کیا کروں؟ مجھے کوئی نہیں پوچھتا ہے۔ تم نے بھی مجھے گھر کا رہنے دیا نہ گھاٹ کا۔ تم یہ کیوں نہیں سمجھتیں کہ ادھر کوئی نہیں پوچھتا، میرے میکے میں تو مجھے سر پر بٹھایا جاتا ہے۔ مجھے وہاں کیوں نہیں جانے دیتیں؟ مجھے میری ماں کے پاس جانے دو۔ تم لوگوں نے ان کے ہاتھ پاؤں بیکار کردیے ہیں۔ وہ اپاہج ہو گئی ہیں۔ انہیں میری ضرورت ہے۔ مجھے اور میری بیٹی کو جانے دو۔"

"وہاں جانے کا خیال دل سے نکال دو۔ میں پاپا ڈوک کا طلسم توڑ کر دکھاؤں گی۔"

"کیا تم مجھے اپنا سمجھتی ہو؟"

"کیا تمہاری سمجھ میں نہیں آیا کہ ہم نے تمہارے لئے تمہارے گرو گھنٹال سے ٹکر لی۔ آئندہ دیکھو گی کہ تمہیں اس کے سحر سے نجات دلانے کے لئے میں اسے کتے کی موت ماروں گی۔"

"میں مانتی ہوں تم میرے لئے بہت کچھ کر رہی ہو، مجھے بہت چاہتی ہو لیکن میں تو بہت بری ہوں۔ بہت بدصورت ہوں۔"

"کیسی باتیں کر رہی ہو۔ خدا نے تمہیں بے پناہ حسن دیا ہے۔ ایک تو تم حسین اور پرکشش ہو، دوسرے بابا صاحب کی بیٹی ہو۔ تم پر قربان ہونے کو جی چاہتا ہے۔"

"تو پھر سلمان نے مجھ سے منہ کیوں پھیر لیا؟ کیا مجھے شوہر کی محبت کا حق حاصل نہیں ہے؟ وہ کمینی سوکن میرا حق چھینتی رہے گی۔"

"سلطانہ کو گالی نہ دو۔ اپنی زبان کو اپنے دل کی طرح صاف رکھنا چاہیے۔ سلمان تمہیں دل و جان سے چاہتا ہے۔ تمہارے لئے بڑی سے بڑی قربانی دے سکتا ہے لیکن وہ حالات سے مجبور ہے، یہاں نہیں ہے۔ اگر ہوتا تو دوڑا چلا آتا۔ وہ بہت سی ذمے داریوں میں الجھا ہوا ہے۔ کیا وہ خیال خوانی کے ذریعے تم سے باتیں نہیں کرتا ہے۔"

"باتیں مجھ سے کرتا ہے مگر سلطانہ کو گلے سے لگائے پھرتا ہے۔"

"سلطانہ کی نگرانی اور حفاظت اس کی ذمے داری ہے۔ وہ اسے یہاں چھوڑ کر نہیں جا سکتا تھا۔ تمہاری ماں اور پاپا ڈوک نے تم پر ایسا سحر کیا ہے کہ تم سلطانہ پر قاتلانہ حملہ ضرور کرو گی۔"

وہ چپ رہی۔ منہ پھیر کر دوسری طرف دیکھنے لگی۔ سونیا نے پوچھا "تم یہ اعتراف نہیں کرو گی کہ پاپا ڈوک تمہارے دماغ میں آتا ہے۔"

"نہیں آتا ہے۔"

"آتا ہے۔ ابھی میرے خیال خوانی کرنے والے نے بتایا ہے۔"

اس نے چونک کر سونیا کو دیکھا۔ سونیا نے کہا "کیا یہ بھی بتاؤں کہ وہ تم سے کیا کہہ رہا تھا؟"

وہ پریشان ہو کر بولی "ہاں مگر۔۔۔ مگر میں نے انکار کیا ہے اس سے صاف کہہ دیا ہے کہ سسٹر سونیا کے کھانے پینے میں زہر نہیں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ملاؤں گی۔ سسٹر سے میری دشمنی نہیں ہے۔ میں تو سلطانہ کو قتل کروں گی۔"

"جب تمہارے دماغ سے اس کمبخت کا سحر ٹوٹے گا' سلطانہ سے بھی تمہاری دشمنی نہیں رہے گی۔ کیا تمہیں ایسا کوئی شیطانی پتلا یاد ہے جس کے سامنے تم پر انسانی خون کے چھینٹے دیے گئے ہوں؟"

"مجھے ایسا کوئی پتلا یاد نہیں ہے۔"

"اچھا رات ہوگئی ہے سوجاؤ۔"

سونیا نے اسے لٹایا۔ اس پر کمبل ڈالا۔ پھر جب وہ اس کی پیشانی کو بوسہ دے کر جانے لگی۔ اس نے آواز دی "سسٹر!"

سونیا نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ بولی "آپ مجھے اتنا پیار کیوں کرتی ہیں؟"

"میں تمہیں جتنا بھی پیار کروں پھر بھی اس پیار کا صلہ نہیں دے سکتی جو بابا فرید واسطی مرحوم مجھ سے کرتے رہے ہیں! اب سوجاؤ۔ میں نے تمہیں کلمہ یاد کرایا تھا' اسے پڑھ کر آنکھیں بند کرلو۔"

وہ بھول گئی تھی۔ سونیا نے اسے پڑھایا۔ وہ پڑھنے کے بعد بولی "میرے خواب میں پاپا ڈوک آئے گا تو کہہ دوں گی' تمہاری کوئی تدبیر کام نہیں آئے گی۔ سسٹر کو تمہاری تمام باتیں معلوم ہوجاتی ہیں۔"

"ہاں اس سے کہہ دینا۔ اب سوجاؤ۔"

اس نے آنکھیں بند کرلیں۔ سونیا خواب گاہ سے باہر آگئی پھر اپنی خواب گاہ میں پہنچ کر اس نے فون کا ریسیور اٹھایا اور سلمان کے نمبر ڈائل کرنے لگی۔ سلطانہ اور سلمان پیرس ہی میں تھے۔ سونیا نے راحیلہ سے غلط کہا تھا کہ وہ یہاں نہیں ہیں۔ راحیلہ سے سچ کہا جاتا تو یہ باتیں پاپا ڈوک اس کے دماغ سے معلوم کرلیتا۔ پھر وہ اسے نیند کی حالت میں چلاتا ہوا سلطانہ کے پاس قتل کے لئے پہنچا دیتا۔

وہ ہر رات نیند میں چلتی تھی۔ دروازے کھول کر مختلف کمروں سے گزرتے ہوئے سونیا کی خواب گاہ تک آتی تھی۔ لیکن وہ دروازہ بند ملتا تھا۔ پھر وہ باہر نکل جاتی تھی۔ مسلح پہریدار اسے واپس کمرے میں پہنچا دیتے تھے۔ اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ پاپا ڈوک کے حکم پر عمل کرتے ہوئے نیند کی حالت میں سونیا کو قتل کرنے آتی تھی۔ پھر دروازے بند ہونے کے باعث رخ بدل کر اپنی سوکن سے دشمنی کے لئے باہر نکلتی تھی۔ اگر اسے آزاد چھوڑ دیا جاتا تو نہ جانے وہ کہاں بھٹک جاتی۔ کیونکہ اسے سلطانہ اور سلمان کی رہائش گاہ کا علم نہیں تھا۔

آج سونیا اور سلمان نے فیصلہ کیا تھا کہ راحیلہ کو باہر جانے کی کھلی چھٹی دی جائے اور اس کا تعاقب کرکے دیکھا جائے کہ وہ کہاں جاتی ہے۔ سونیا نے رابطہ قائم ہوتے ہی سلمان کی آواز سن کر کہا "میں ہوں سونیا۔"

پھر اس نے ریسیور رکھ دیا۔ دوسرے ہی لمحے سلمان نے اس کے دماغ میں آکر پوچھا "کیا وہ سوگئی؟"

"ابھی آنکھیں بند کی ہیں' چپ چاپ جاکر دیکھو۔ وہ شیطان کچھ گڑبڑ کررہا ہوگا۔"

وہ چلا گیا۔ سونیا نے لباس تبدیل کیا' جوتے پہنے' ضرورت کا کچھ سامان لیا پھر خواب گاہ کی بتیاں بجھا کر باہر سے دروازہ بند کردیا۔ دبے قدموں چلتی ہوئی کاٹیج سے باہر آئی۔ پھر مسلح پہریدار کو بلا کر کہا "آج راحیلہ کو نہ روکنا۔ وہ جہاں جانا چاہے اسے جانے دینا۔ اس کے سامنے نہ آنا۔ تم میں سے ایک پہریدار برآمدے میں کمبل اوڑھ کر سوجائے تاکہ معلوم ہوکہ پہریدار سو رہے ہیں۔"

وہ انہیں ہدایات دیکر کاٹیج کے احاطے سے باہر آئی۔ ذرا فاصلے پر گلی کے ایک کنارے اس کی کار موجود تھی۔ وہ اسٹیرنگ سیٹ پر آکر بیٹھ گئی۔ سلمان نے آکر کہا "وہ سو رہی ہے' میں ابھی پھر جاؤں گا۔ آپ سے یہ کہنے آیا ہوں کہ مجھے بھی راحیلہ کا تعاقب کرنا چاہئے۔"

"کیا سلطانہ کو کاٹیج میں تنہا چھوڑ کر آؤگے؟"

"وہ تنہا تو نہیں رہے گی۔ ہمارے کاٹیج کے اطراف بھی مسلح گارڈز ہیں پھر کوئی خطرہ پیش آئے گا تو وہ خیال خوانی کے ذریعے ہمیں اطلاع دے گی۔"

"اگر ہم میلوں دور رہیں گے تو اس کی اطلاع سے کیا حاصل ہوگا' کس طرح فوراً وہاں پہنچوگے؟ ہوسکتا ہے کہ دشمن ایسی چال چل رہا ہو' ہمیں راحیلہ کے پیچھے لگا کر سلطانہ کی شہ رگ تک پہنچنا چاہتا ہو۔ نہیں' میں تمہیں سلطانہ کو چھوڑ کر باہر نکلنے کی اجازت نہیں دوں گی۔"

وہ پھر چلا گیا۔ رات کے بارہ بجنے والے تھے۔ تھوڑی دیر بعد سونیا سیٹ پر سیدھی ہوکر بیٹھ گئی۔ اسے کاٹیج کے برآمدے میں راحیلہ دکھائی دے رہی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی برآمدے سے اتر کر احاطے کے باہر آرہی تھی۔

سلمان نے آکر کہا "وہ گہری نیند میں ہے۔ خواب میں پاپا ڈوک کو دیکھ رہی ہے۔ میں اس کے دماغ میں رہوں گا۔ سلطانہ آپ کے پاس آرہی ہے۔ وہ آپ کا پیغام مجھ تک پہنچائے گی۔"

راحیلہ احاطے کے باہر آنے کے بعد ایک طرف گھوم کر گلی میں چل رہی تھی۔ چلنے کا انداز ایسا ہی تھا جیسے سحرزدہ ہو یا نیند کی حالت میں کچھ دیکھے سمجھے بغیر جارہی ہو۔ اسے منزل کا پتا ہوتا تو سلمان اس کے دماغ سے معلوم کرلیتا۔ اندازہ یہی تھا کہ وہ سلطانہ کو ہلاک کرنے جارہی ہوگی۔

سلطانہ میرے پاس آگئی مجھ سے بولی "ابھی سلمان نے بتایا ہے کہ وہ نیند میں چل رہی ہے۔ کیا یہ میرے کاٹیج کی طرف جارہی ہے؟"

itsurdu.blogspot.com

"ہم آگے جاکر دیکھیں گے کہ یہ کن راستوں سے گزر رہی ہے۔"

"سسٹر! وہ دور نکل گئی ہے۔ گاڑی اسٹارٹ کریں۔"

"اسے حدِ نظر تک سامنے مین روڈ پر جانے دو۔ وہ گم نہیں ہوگی' سلمان اس کے دماغ میں ہے۔"

وہ بہت دور مین روڈ پر پہنچی۔ اسی وقت ایک کار اس کے قریب آکر رکی۔ پچھلا دروازہ کھلا وہ اندر بیٹھ گئی۔ کار اسٹارٹ ہوکر پھر آگے بڑھ گئی۔ تب سونیا نے اپنی کار اسٹارٹ کی۔ سلطانہ نے حیرانی سے پوچھا "سسٹر! کیا آپ سوچ سکتی تھیں کہ نیند میں چلنے والی کے لئے کہیں سے ایک کار آجائے گی؟"

"میں اس سے بھی زیادہ سوچتی ہوں' اس لئے حیرانی نہیں ہوتی۔"

کار تیز رفتاری سے چلتی ہوئی مین روڈ پر آئی۔ راحیلہ کو لے جانے والی گاڑی آگے جاکر ٹریفک میں گم ہوگئی تھی۔ سلطانہ نے سلمان کو مخاطب کیا' وہ سونیا کے دماغ میں آکر بولا "وہ پچھلی سیٹ پر ہے۔ کوئی شخص کار ڈرائیو کررہا ہے۔ راحیلہ کھلی آنکھوں سے دھندلے مناظر دیکھ رہی ہے۔ ان مناظر کے پیش منظر میں اسے پاپا ڈوک کی بڑی بڑی آنکھیں دکھائی دے رہی ہیں۔"

سونیا نے کہا "تم وہاں رہو۔ کوئی موڑ آئے یا ڈرائیور ڈاج دینا چاہے تو مجھے بتا دینا۔"

وہ بڑی مہارت سے ڈرائیو کرتی ہوئی اس کار کے پیچھے آگئی پھر تھوڑا فاصلہ بڑھا دیا تاکہ تعاقب کا شبہ نہ ہو۔ ان کے درمیان دوسری گاڑیاں بھی آکر گزر جاتی تھیں۔ وہ تقریباً دو گھنٹے تک آگے پیچھے چلتے رہے۔ پھر اگلی گاڑی ایک بہت اونچی عمارت کے سامنے جاکر رک گئی۔ ڈرائیور نے پچھلا دروازہ کھولا' راحیلہ باہر آئی۔ پھر نیند کی حالت میں چلتی ہوئی عمارت کے اندر چلی گئی۔

دس منٹ بعد سونیا کی کار آکر وہاں رکی۔ وہ کار سے اتر کر تیزی سے چلتی ہوئی عمارت کے اندر آئی۔ سلمان نے کہا۔ "راحیلہ لفٹ کے ذریعے اوپر گئی ہے۔ اس نے چھت پر جانے والا بٹن دبایا ہے۔"

سونیا نے پریشان ہوکر کہا "وہ چھت پر کیوں جارہی ہے؟ اس کے پاس رہو۔ خطرہ ہو تو اس کے دماغ پر قبضہ جما کر واپس لے آنا۔"

وہ تیزی سے دوڑتی ہوئی لفٹ کے پاس آئی ایک لفٹ اوپر جارہی تھی۔ وہ دوسری لفٹ میں آگئی۔ اسی وقت سلمان نے آکر کہا "سسٹر! غضب ہوگیا۔ کسی نے اسے بیہوش کردیا ہے۔ میں اس کے دماغ میں رہ کر کچھ نہیں کرسکوں گا۔"

وہ لفٹ کا بٹن دبا کر چھت کی طرف جاتے ہوئے بولی "اوہ خدایا! وہ چھت پر کیوں جارہی تھی۔"

اب ایک ایک پل قیمتی تھا۔ پتا نہیں کس مقصد کے لئے اسے بیہوش کیا گیا تھا۔ فی الوقت تو یہی سمجھ میں آرہا تھا کہ پاپا ڈوک نے اس کے دماغ سے ہمارے خیال خوانی کرنے والے کو بھگایا ہے۔ لفٹ اوپر جارہی تھی۔ اس کی مخصوص رفتار کے باوجود یوں لگ رہا تھا جیسے وہ چلتی ہی رہے گی لیکن اوپر نہیں پہنچے گی۔

تمام مشینیں مقررہ وقت کے مطابق اپنا کام پورا کرتی ہیں لفٹ مقررہ وقت پر اوپر پہنچی۔ اس کا دروازہ کھلا۔ ہیلی کاپٹر کے گردش کرتے ہوئے پنکھے کا شور سنائی دے رہا تھا۔ وہ لفٹ سے نکل کر دوڑتی ہوئی زینے پر آئی پھر زینے کے دو دو پائدان پھلانگتی ہوئی چھت پر پہنچی۔ ہیلی کاپٹر چھت پر سے بلند ہو رہا تھا اس کے دروازے پر جھکے ہوئے مسلح افراد فائرنگ کررہے تھے سونیا کو گولیوں سے بچنے کے لئے مجبوراً دیوار کی آڑ میں جانا پڑا۔ اس نے بے بسی سے دیکھا۔ ہیلی کاپٹر پرواز کرتا ہوا دور نکل گیا تھا۔ وہ نیند میں چلنے والی کو لے کر جارہا تھا۔

سلمان نے کہا "سسٹر! یہ کیا ہوگیا؟"

وہ بولی "فوراً جاؤ' فرانس کی فضائیہ کے اعلیٰ افسر کو بتاؤ یہاں کی ایک عمارت کی چھت سے ایک ہیلی کاپٹر پرواز کرتا جارہا ہے۔ ہیلی کاپٹر پر "آئی ایل صفر صفر تیرہ" لکھا ہوا ہے وہ گرے کلر کا ہے۔ وہ فرانس یا جرمنی پر سے پرواز کرے گا۔ یا پھر بحرِ اوقیانوس' اسپین اور بحرِ روم پر سے گزرے گا' اسے گھیر کر پیرس لایا جائے۔"

سلمان چلا گیا۔ سلطانہ نے پوچھا "سسٹر! یہ پاپا ڈوک کے لئے راحیلہ اتنی اہم کیوں ہے؟ اور اس کمبخت کے ذرائع کتنے وسیع ہیں؟ اس کے آلۂ کار پیرس میں ہیں۔ راحیلہ کو پہلے کار میں پھر ہیلی کاپٹر میں لے گئے۔ کیا وہ پاپا ڈوک کا ذاتی ہیلی کاپٹر ہوگا؟"

"یہ ہمیں سمجھنا ہوگا کہ راحیلہ بہت زیادہ اہم کیوں ہے۔ تم متعلقہ افسر سے رابطہ کرکے معلوم کرو ہیلی کاپٹر آئی ایل صفر صفر تیرہ کس کی ملکیت ہے؟"

سلطانہ بھی معلومات حاصل کرنے چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد میں نے سونیا کے پاس آکر کہا "میں لیلیٰ کے ساتھ اسرائیل جارہا ہوں۔"

اس نے پوچھا "کوئی خاص بات ہے؟"

"ہاں پاپا ڈوک نے وہاں پناہ لی ہے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے جان گاوڈی کو ٹریپ کیا ہے۔ وارزہیگ اس سے کسی طرح بچ کر جزیرہ پوٹریا چلا گیا ہے۔"

سونیا نے کہا "اوہ گاڈ! اب سمجھ میں آیا' کیوں بے انتہا اخراجات برداشت کرکے اور خطرہ مول لے کر راحیلہ کو اغوا کیا گیا ہے۔"

"کیا راحیلہ تمہارے ہاتھ سے نکل گئی؟"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"ہاں پاپا ڈوک اسرائیل میں پناہ لے کر یہودیوں کے لئے کام کر رہا ہے۔ وہاں کے حکام راحیلہ کو ہماری اور بابا صاحب کے ادارے کی کمزوری بنا کر اپنے پاس رکھنا چاہتے ہیں کیونکہ وہ بابا صاحب کی صاحبزادی ہے اور ہمارے لئے محترم اور محبوب ہے۔"

میں نے کہا "پاپا ڈوک کی ایسی حرکتیں دیکھ کر صاف پتا چلتا ہے کہ تقدیر اپنا لکھا ہوا کیسے پورا کرتی ہے۔ اسے اسرائیل میں پناہ لے کر خاموش اور گمنام رہنا چاہئے تھا لیکن یہودیوں نے انہی شرائط پر اسے پناہ دی ہوگی کہ وہ راحیلہ کو اور ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو وہاں پہنچائے۔ اس طرح پاپا ڈوک ہماری صورت میں اپنی موت بلا رہا ہے۔"

"اس کے علم نے بتایا ہے کہ وہ میرے ہاتھوں سے ہلاک ہوگا۔"

میں نے کہا "اس نے میرا ذکر نہیں کیا کیونکہ مجھے مردہ سمجھتا ہے ورنہ اس کا مقدر کہتا ہے کہ وہ تمہارے یا میرے ہاتھوں سے مارا جائے گا۔"

"اسی لئے تم اس کی شہ رگ تک پہنچنے جا رہے ہو۔"

"ہاں یہی بات ہے۔"

"کیا تم نے عقل سے کام لینا چھوڑ دیا ہے؟"

"کیوں، آخر بات کیا ہے؟"

"اکثر لوگ علم نجوم کو بالکل سچ مانتے ہیں۔ اگر وہ تمہارے ہاتھوں ہلاک ہوگا تو یہ ثابت ہو جائے گا کہ اسے جہنم میں پہنچانے والے تم ہی ہو اور تم ہی فرہاد علی تیمور ہو۔"

"سونیا! تم بوڑھی ہو چکی ہو۔ ایک تسبیح لے کر گھر میں بیٹھ جاؤ۔ اب تمہاری عقل اتنی ہی رہ گئی ہے جتنی تم باتیں کر رہی ہو۔ اگر اس کے کالے علم نے اور مقدر نے یہ طے کر لیا ہے کہ وہ میرے ہاتھوں سے مرے گا تو لازماً یہی ہوگا۔ لیکن دنیا کی کسی عدالت میں علم نجوم کے ذریعے کوئی قاتل ثابت نہیں ہوتا اور نہ ہی کوئی فرہاد کو ثبوت کے لئے پیش کرے گا۔ ٹھیک ہے کہ دشمنوں کو شبہ ہوگا لیکن شبہ کرنے سے مردہ زندہ نہیں ہو جاتا۔"

وہ بولی "اچھا جاؤ، میں کوشش کروں گی کہ وہ تمہارے ہاتھوں سے قتل نہ ہو۔"

"یعنی تم بھی اسرائیل جاؤ گی؟"

"ہاں تم اسے قتل کرنے جاؤ گے میں اسے بچانے جاؤں گی۔"

"پھر تو عجیب معاملہ ہوگا۔"

اس نے سانس روک لی۔ میں اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ لیلیٰ میرے اندر رہ کر یہ باتیں سن رہی تھی۔ اس نے کہا "سسٹر درست کہتی ہیں۔ آپ اس شیطان کو ہلاک کر کے دنیا والوں پر ظاہر ہو جائیں گے۔ میں مانتی ہوں کہ کوئی آپ کو زندہ ثابت نہیں کر سکے گا۔ پھر بھی تمام سپر پاورز اور دوسرے دشمن شبے میں مبتلا رہیں گے اور برائن وولف کے پیچھے فرہاد کو تلاش کرنا شروع کر دیں گے۔"

"تم اطمینان رکھو۔ میں تم سے کیا ہوا وعدہ پورا کروں گا۔ خود کو ظاہر نہیں ہونے دوں گا۔ اس کے لئے پاپا ڈوک کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔ سونیا وہاں جا رہی ہے، اس سے نمٹ لے گی۔ ہم جان گاڈری کو وہاں سے نکالیں گے اور وار زکی مصروفیات پر نظر رکھیں گے۔ خوش ہو؟"

وہ خوش ہو گئی۔ محبتیں اور مسرتیں سمیٹنے کے لئے لازمی ہے کہ پہلے اپنی عورت کو خوش کیا جائے۔

○☆○

پتا نہیں چل رہا تھا کہ کب رات ہو رہی ہے اور کب دن نکل رہا ہے۔ جورا جوری اور جوڈی نارمن کے آس پاس بدستور گہری تاریکی تھی ایسے میں کیا پتا چلتا کہ کب دن نکلا اور کب رات ہوئی۔ البتہ نیند آنے لگی تو پتا چلا رات ہو چکی ہے اور اتنی رات گزر چکی ہے کہ اب سونا لازمی ہو گیا ہے۔

وہ بولی "مجھے نیند آ رہی ہے۔"

اسے جواب نہیں ملا۔ اس نے پوچھا "کیا تم سو رہے ہو؟" وہ سو چکا تھا۔ ورنہ جواب ضرور دیتا۔ جورا جوری اس کے ساتھ نہ معلوم کب سے قید تھی۔ تب سے اس نے جوڈی نارمن کو بے حد شریف اور بے حد قابلِ اعتماد پایا تھا۔ دونوں کا پیٹ بھرا ہوا تھا۔ ایسے میں نیند زیادہ آتی ہے۔ وہ تو سو گیا تھا، یہ جاگ رہی تھی۔ اچھی خاصی سردی تھی اور بستر پر کمبل نہیں تھا۔ اس نے پوچھا "جوڈی! تمہیں سردی نہیں لگ رہی ہے، تم کمبل کے بغیر کیسے سو رہے ہو؟"

وہ ایسی گہری نیند میں تھا جیسے گرم کمرے میں ہو۔ اس نے پوچھا "کیا تمہارے پاس کمبل ہے؟"

وہ اپنے بستر سے اٹھ گئی۔ اندھوں کی طرح دونوں ہاتھوں سے راستہ ٹٹولتی ہوئی اس کے بستر کے پاس آئی۔ اس کا ہاتھ کمبل پر گیا۔ وہ کمبل کھینچ کر بولی "تم اوڑھ کر سو رہے ہو اور میں سردی سے کانپ رہی ہوں۔"

"آں؟" وہ بیدار ہو گیا تھا۔ پوچھ رہا تھا "جورا جوری! تم ہو؟"

"ہاں، مجھے سردی لگ رہی ہے۔"

"کیا تمہارے پاس کمبل نہیں ہے؟"

"نہیں، یہ کیا بدمعاشی ہے۔ انہوں نے ایک کمبل رکھا ہے؟"

جوڈی نارمن نے کمبل کو اپنی طرف کھینچتے ہوئے کہا "مجھے سردی لگ رہی ہے۔"

"تو میں کہاں جاؤں؟"

"یہاں آ جاؤ، ایک ہی کمبل میں گزارہ کرو۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"ہرگز نہیں، ہم باری باری سوئیں گے۔ پہلے میں سوتی ہوں، میرے جاگنے کے بعد تم سوجانا۔"

"انصاف کی بات کرو، میں سو رہا تھا تم نے جگادیا۔ پہلے مجھے نیند پوری کرنے دو۔"

"لیکن مجھے بھی نیند آرہی ہے۔"

"دیکھو میں نے اب تک تم سے کوئی زیادتی نہیں کی ہے۔ میں شریف آدمی ہوں۔ آؤ یہاں سوجاؤ۔"

"نہیں! ایسے میں نیند نہیں آئے گی۔"

"پھر تو اچھا ہے، تم جاگتی رہو گی۔ جب میری نیند پوری ہوگی تو تم سوجانا۔"

وہ کمبل اوڑھ کر اس کے پیروں کے پاس بیٹھ گئی۔ جوڈی ایک کروٹ سے لیٹ گیا۔ آنکھیں بند کرکے دوبارہ سونے کی کوشش کرنے لگا۔ وہ بولی "تم مجھے پیروں سے چھو رہے ہو۔"

اس نے دونوں پاؤں سکیڑ لئے۔ تھوڑی دیر بعد وہ نیند کی آغوش میں جانے لگا۔ تب کوئی ہلکی سی آواز سنائی دی۔ وہ پھر آنکھیں کھول کر سننے لگا۔ وہ رو رہی تھی۔ وہ جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گیا پھر بولا "کیوں رو رہی ہو؟"

وہ روتے ہوئے بولی "نیند آرہی ہے۔"

"نیند آنے سے سوتے ہیں، روتے نہیں ہیں۔"

"کیسے سو سکتی ہوں۔ تم سے ڈر لگتا ہے۔"

"اندھیرے میں تمہارا منہ نظر نہیں آرہا ہے۔ ورنہ تھپّڑ رسید کردیتا۔ میں جتنی شرافت سے پیش آرہا ہوں تم اتنا ہی مجھے بدمعاشی پر مجبور کررہی ہو۔"

وہ اونچی آواز میں رونے لگی۔ اس نے ڈانٹ کر کہا "بند کرو یہ آواز! کیا تم سمجھتی ہو، تمہاری مدد کے لئے کوئی آئے گا؟ کیا ابھی تک یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ تم یہاں میرے رحم و کرم پر ہو؟ میں تمہاری عزت کی دھجیاں اڑاؤں گا تو کوئی تمہیں بچانے نہیں آئے گا۔"

وہ چپ رہی۔ اس نے کہا "تم شرافت کی زبان سمجھ لو اور میرے ساتھ کمبل اوڑھ کر لیٹ جاؤ۔ میری نیند خراب نہ کرو۔"

وہ اپنی جگہ سمٹی ہوئی بیٹھی رہی۔ تب تاریکی میں جوڈی کے دونوں ہاتھوں نے اسے جکڑ لیا۔ وہ چیخ پڑی۔ اس نے کہا "چیخو، چلاؤ، یہاں تمہارے کام آنے والا یہی ایک بدمعاش ہے۔"

وہ خود کو چھڑانا چاہتی تھی۔ اس نے بستر پر اسے گرادیا۔ وہ گڑگڑانے لگی "فار گاڈ سیک، مجھے چھوڑ دو۔ مجھے ہاتھ نہ لگاؤ۔"

"صرف اس شرط پر چھوڑوں گا کہ تم یہاں ایک کمبل میں لیٹی رہو گی۔"

"ہاں لیٹی رہوں گی۔ مجھے چھوڑ دو۔ ڈر لگ رہا ہے۔"

"لعنت ہے تم پر۔ میں اتنی سہولتیں میسر ہونے کے باوجود تمہیں پکڑنے کے بعد بھی کچھ نہیں کررہا ہوں اور تم ڈرتے ہوئے میری مردانگی کو، میری درندگی کو بھڑکا رہی ہو۔" اس نے چھوڑ دیا۔ اس پر کمبل ڈال کر اس کے پاس لیٹ گیا۔ وہ اپنے آپ میں سمٹنے لگی۔ بڑی مشکل تھی۔ جب ایک کمبل میں آگئے تو سردی سے بچ رہے تھے تو آنکھیں بند کرکے سوجانا چاہئے تھا۔ نیند اڑ گئی تھی۔ دونوں کو ایک دوسرے کی آنچ لگ رہی تھی۔ اس سے ڈرنے والی ڈرنا بھول گئی تھی اور سوچ میں پڑ گئی تھی۔ ایسا ہی ہوتا ہے؟ کوئی اور ہو تو کمبل میں بھی سردی بڑھ جاتی ہے!

وہ بھی سوچ میں پڑ گیا تھا "یہ کیا ہو رہا ہے؟ میری شرافت سونے لگی ہے اور میں جاگ رہا ہوں۔ جبکہ مجھے سونا چاہئے۔ شرافت کو چوکس رہنا چاہئے۔"

وہ ایک دوسرے کے لئے نادیدہ انسان تھے، دکھائی نہیں دے رہے تھے اس لئے ایک دوسرے کو ڈھونڈنے لگے۔

اس کمرے کے باہر راہداریاں تھیں۔ وہاں بھی گہرا اندھیرا تھا۔ ان راہداریوں کے اِدھر اُدھر مختلف کمرے تھے۔ وہ تمام تاریکی میں ڈوبے ہوئے تھے۔ ایک بڑے ہال سے زینہ اوپر کی طرف گیا تھا۔ وہ بڑا ہال اور زینہ بھی سورج اور بجلی کی روشنی سے محروم تھا۔ کسی دیوار میں ایسا سوراخ نہیں تھا، جہاں سے روشنی اندر آتی لیکن اس زینے کے اوپر ایک چور دروازہ تھا۔ اس دروازے کے دوسری جانب بجلی کی روشنی تھی۔ وہ بڑی سی شاہی محل جیسی عمارت تھی۔ جس کے تاریک تہ خانے میں دونوں قید کئے گئے تھے۔

اس شاہی محل کی ایک خواب گاہ میں مرینا سوئنگ چیئر پر بیٹھی قہقہے لگا رہی تھی۔ کرسی آگے پیچھے جھولتی جارہی تھی۔ بظاہر یوں لگ رہا تھا جیسے وہ ننھی سی بچی کی طرح جھولے والی کرسی پر بیٹھ کر خوش ہو رہی ہے اور ہنستی جارہی ہے۔ درحقیقت وہ ابھی جورا جوری اور جوڈی نارمن کے دماغ سے واپس آئی تھی اور ان دونوں کو ایک دوسرے کا مطلوب اور محبوب بنا کر خوش ہو رہی تھی۔

اس نے بہت پہلے ہی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لئے تہ خانے والا شاہی محل خریدا تھا۔ چونکہ جنرل کی بھتیجی تھی اس لئے اندر کی تمام باتیں معلوم ہوجاتی تھیں۔ پہلے اس نے ... سینٹروں سے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو پکڑ کر لندن کے ... اڈے میں پہنچانا چاہا تھا لیکن سونیا کی مداخلت کے ... انتظامات سخت ہوگئے تھے۔ پھر اس نے انکل کو مشورہ ... ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو لندن بھیجا جائے۔ بعد میں وہاں ... آ... میں کینی پال اور کلی میتھو اس کے ہاتھ ... تھے۔ اس نے سوچا تھا کہ جورا جوری اور جوڈی نارمن کو ... میں پہنچانے کے بعد جان گاوڈی اور وار نرہیگ پر ہاتھ ...

لیکن اس سے پہلے ہی پاپا ڈوک انہیں لے گیا تھا اور وہ سمجھ رہی تھی کہ سونیا اس کے شکار جھپٹ کرلے جارہی ہے۔

مرینا بلا کی مکار اور معاملہ فہم تھی لیکن وہ تنہا نہیں تھی! اس کے ساتھ اس کا باپ یعنی جنرل کا چھوٹا بھائی الان ڈی فون زا تھا۔ وہ اپنے باپ کے حوالے سے مرینا ڈی فون زا کہلاتی تھی۔ باپ بیٹی اتنی زبردست پلاننگ سے کام کرتے تھے کہ سونیا اور سلمان بھی آج تک مرینا کے سائے تک نہیں پہنچ پائے تھے۔ خود جنرل بھی اس کا ٹھکانا نہیں جانتا تھا۔ حتیٰ کہ باپ بھی اپنی بیٹی سے ملاقات نہیں کرتا تھا اور یہ نہیں جانتا تھا کہ بیٹی نے جورا جوری اور جوڈی نارمن کو کہاں چھپایا ہے۔

وہ باپ اور بھائی سے باہر کا کام لیتی تھی۔ یعنی کسی کو اغوا کرنا یا کوئی اہم چیز ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانا... یا دشمنوں سے مقابلہ کرنا ہوتا تو اس کے باپ اور بھائی کرائے کے غنڈوں کے ساتھ یہ سب کچھ کرگزرتے تھے۔

اس کے باپ نے جورا جوری اور جوڈی نارمن کو غنڈوں کی مدد سے اغوا کیا تھا۔ پھر بیٹی کی ہدایات کے مطابق دونوں کو باری باری تنہا ایک کار میں شاہی محل کی طرف لایا تھا لیکن اس طرح لایا تھا کہ خود دماغی طور پر غائب تھا۔ بیٹی نے اس کے دماغ پر قبضہ جما رکھا تھا۔

جب وہ انہیں تہ خانے میں پہنچا کر باہر آکر پھر کار میں بیٹھ کر وہاں سے پچیس میل دور چلا گیا تو اُس نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑا تھا۔

باپ شکایت کرتا تھا "بیٹی! اتنی بڑی دنیا میں کم از کم باپ پر تو بھروسا کرنا چاہئے۔"

"سوری ڈیڈی! میں نے بھروسا کرنے والوں کو غلام بنتے یا بے موت مرتے دیکھا ہے۔ میں جو کہتی رہوں اس پر عمل کرتے رہیں۔ ورنہ میں دوسروں کو آلۂ کار بنا کر کام نکال سکتی ہوں۔"

مرینا ڈی فون زا کو علم نفسیات میں کمال حاصل تھا۔ وہ انسانی نفسیات کو اچھی طرح سمجھتی تھی۔ اپنے شکار کی خوب اسٹڈی کرنے کے بعد اس پر نفسیاتی عمل شروع کرتی تھی۔ اس نے جورا جوری اور جوڈی نارمن کی اسٹڈی کرکے سمجھا تھا کہ یہ نرم اور لطیف جذبوں کے حامل ہیں۔ انہیں آہنی سلاخوں کے پیچھے پتھریلی دیواروں کے سائے میں زنجیریں نہیں پہنانا چاہئے۔ انہیں زنجیروں کے بغیر قید کرنے کے لئے اس نے اندھیرے کی ہتھکڑیاں اور بیڑیاں پہنا دیں۔ ایک کرائنا سے محبت کرتا تھا، دوسری مرد کے نام سے بھاگتی تھی۔ مگر دونوں کو ایسا مجبور کردیا کہ وہ کرائنا کو بھول گیا اور اس نے مرد کو اپنی ضرورت بنالیا۔

مرینا ڈی فون زا کا طریق کار دوسروں سے مختلف اور عجیب تھا۔ اگر وہ چاہتی تو دونوں کے کمزور دماغوں پر تنویمی عمل کرسکتی تھی لیکن بے حد چالاک تھی۔ یہ سمجھتی تھی کہ سونیا کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے پتا نہیں کتنوں پر تنویمی عمل کیا ہے شاید جورا جوری اور جوڈی نارمن پر بھی کیا ہو۔ اگر کیا ہوگا تو بار بار ان کے دماغوں میں آتے ہوں گے اور انہیں تاریکی کی قید سے نکالنے میں ناکام ہوتے ہوں گے۔ اس طرح وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے مخالفین پر بھی نفسیاتی حملے کررہی تھی۔

سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ وہ ان دونوں کو کب تک اندھیروں میں گم رکھے گی؟ اگر طویل عرصے تک رکھے گی تو اسے خود کیا حاصل ہوگا؟

اس کے اندر کی بات کوئی نہیں جانتا تھا کہ وہ کیا کرنے والی ہے۔ وہ بڑے صبر اور تحمل والی تھی۔ کسی سے کوئی فائدہ اٹھانے کے معاملے میں جلد باز نہیں تھی۔ اس نے صرف ان دونوں کو ہی قید نہیں کیا تھا۔ دو ٹیلی پیتھی جاننے والے قیدی اور تھے۔ ان میں سے ایک پال ہوپ کن تھا اور دوسرا ٹیٹو سنتانا۔ دونوں کے علم میں یہ بات نہیں تھی کہ مرینا ان کے دماغوں پر حکمرانی کرتی ہے۔ دونوں اس اسیری سے بے خبر تھے۔

ٹیٹو سنتانا کی شامت آئی تھی کہ اس پر عاشق ہوگیا تھا۔ مرینا نے ساقی بن کر شراب پلائی پھر اسے نشے میں ایسے لڑھکایا کہ نہ مرینا یاد رہی نہ اسیری۔ تنویمی عمل کے زیرِ اثر جب وہ مرینا کے احکامات کی تعمیل کرتا تو اسے یوں لگتا جیسے وہ خود اپنی مرضی سے ایسا کررہا ہے۔ یہ کبھی نہیں سمجھ پاتا تھا کہ ایک عورت اس پر حکومت کررہی ہے۔

پال ہوپ کن ایک مضبوط قوتِ ارادی کا مالک تھا۔ ایک ایسا محبِ وطن جسے کسی قیمت پر بھی خریدا نہیں جاسکتا تھا۔ مرینا نے اسے بڑی مشکل سے ٹریپ کیا تھا۔ وہ کسی کے حسن و شباب سے متاثر نہیں ہوتا تھا۔ ایک بار سرکاری تقریب میں موقع مل گیا۔ وہ شراب نہیں پیتا تھا، جب کھانے سے پہلے مشروب پینے لگا تو مرینا نے اس میں بڑی ہوشیاری سے دوا ملادی۔ مشروب پینے کے بعد اسے کمزوری کا احساس ہوا۔ ساتھ ہی اندیشہ پیدا ہوا کہیں یہ دشمنوں کی چال تو نہیں ہے؟

وہ فوراً ہی میزبان سے معذرت کرکے محفل سے چلا آیا۔ کار ڈرائیو کرتے ہوئے ڈاکٹر کے پاس جانا چاہتا تھا۔ کمزوری کا فوری طور پر توڑ کرنے کے لئے ڈاکٹر سے دوا لینا چاہتا تھا۔ اسے شبہ تھا کہ ایسی حالت میں کوئی اس کے اندر آسکتا ہے لیکن وہ اپنے بچاؤ کی کوشش کرکے دیکھ لینا چاہتا تھا۔ اسے امید تھی کہ وہ اپنی کوشش میں کامیاب رہے گا۔

وہ ڈرائیو کرتا ہوا اپنی رہائش گاہ میں آگیا۔ یہ سمجھ گیا کہ ٹریپ کیا جارہا ہے۔ اس نے جنرل کو اطلاع دینے کے لئے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ٹیلیفون کی طرف جانا چاہا لیکن نہ جاسکا اپنے بستر پر آکر گر پڑا۔ تھوڑی دیر بعد ہوش نہیں رہا کہ وہ کہاں پڑا ہے اور اس پر کیا گزر رہی ہے۔

ہوش میں آنے کے بعد اسے یاد نہیں رہا کہ اس پر تنویمی عمل کیا گیا ہے۔ اس عمل کے مطابق صرف یہ بات دماغ میں رہی کہ تقریب میں طبیعت کچھ خراب ہوگئی تھی اس لئے وہ گھر آکر سو گیا تھا۔ وہ اور نیٹو سنتانا دونوں ہی مطمئن تھے کہ سونیا نے یا کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے انہیں ٹریپ نہیں کیا ہے اور کبھی کسی کی چال میں یا کسی کے جال میں نہیں آئیں گے۔

اس حساب سے مرینا چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی مالک تھی۔ جنرل کے استعفا دینے کے بعد اس نے پال ہوپ کن اور نیٹو سنتانا کے دماغوں میں یہ بات نقش کردی تھی کہ انہیں لندن جانا چاہئے۔ ان کے یہاں پہنچنے کے بعد مرینا انہیں بھی تاریک تہ خانے میں کچھ عرصے تک قید کرنے والی تھی۔

اس نے ایک گھنٹے بعد جورا جوری کے دماغ میں جا کر دیکھا، وہ جوڈی نارمن کے بازوؤں میں چھپ کر سو رہی تھی۔ مرینا نے دونوں کے دماغ میں باری باری جاکر ان کے خوابیدہ ذہن کو ہدایات دیں کہ وہ آٹھ گھنٹے تک سوتے رہیں گے۔ اس کے بعد اپنے ایک ملازم کے دماغ میں آئی۔ اسے حکم دیا "تہ خانے کا راستہ یاد کرو۔"

وہ آنکھیں بند کرکے یاد کرنے لگا۔ مرینا نے اسے بھی اپنا معمول اور تابعدار بنا رکھا تھا اور اس کے دماغ کو حکم دیا تھا کہ جب وہ کوئی بات یاد کرنے کا حکم دے گی تو اسے وہ بات یاد آئے گی جب بھولنے کا حکم دے گی تو وہ فلاں بات بھول جایا کرے گا۔

وہ ملازم اتنا جانتا تھا کہ لندن کے ایک پرانے شاہی محل کی طرز پر ایک بڑی کوٹھی ہے جہاں وہ ملازم ہے اور اس کی ایک مالکہ ہے۔ وہاں کوئی تیسرا نہیں ہے۔ وہ اپنی مالکہ کو دیکھتا تھا لیکن رہائش گاہ سے باہر جاتے ہی مالکہ کی صورت شکل بھول جاتا تھا۔ وہ سمجھ نہیں پاتا تھا کہ کیسی زندگی گزار رہا ہے اور وہ زندگی جیسی بھی تھی اس سے وہ خوش تھا۔ کیونکہ بڑے عیش و آرام سے رہتا تھا خوب کھاتا پیتا، اچھا پہنتا اور تفریح کرتا تھا۔

وہ تہ خانے میں ایک ٹارچ اور ایک بلب لے کر آیا۔ پھر اس نے جورا جوری اور جوڈی نارمن کے کمرے میں پہنچ کر بلب کو لگایا۔ سوئچ کو دبایا۔ ایک دن اور ایک رات کے بعد وہ کمرا پوری طرح روشن ہوگیا۔ لیکن وہ دونوں جو روشنی کے لئے ترستے رہے تھے گہری نیند میں تھے۔ ان کے دماغوں کو جو ہدایات دی گئی تھیں ان کے مطابق وہ آٹھ گھنٹے سے پہلے بیدار نہ ہوتے۔ ملازم نے کمرے اور ٹوائلٹ وغیرہ کی صفائی کی۔ وہاں ٹین کے سربمہر ڈبوں میں طرح طرح کے کھانے اور مشروبات تھے۔ ان کے علاوہ

اس نے کھانے پینے کا تازہ سامان لاکر فریج میں رکھا۔ دونوں کے لئے ملبوسات اور دوسری ضروری استعمال کی چیزیں رکھیں۔ پھر ٹارچ روشن کرکے سوئچ آف کیا۔ بلب نکال لیا اور کمرے سے باہر آکر دروازے کو لاک کر دیا۔ جب وہ تہ خانے کے چور دروازے سے نکل کر ایک کمرے میں پہنچا تو اس نے آنکھیں بند کرلیں۔ مرینا نے اس کے دماغ کو تہ خانے کا راستہ اور وہاں کی تمام باتیں بھول جانے کا حکم دیا۔ اس کے بعد اس نے آنکھیں کھولیں تو وہ تہ خانے کو بالکل ہی بھول چکا تھا۔

مرینا کو نیند آرہی تھی۔ وہ رات کے گیارہ بجے سے صبح کے چار بجے تک سونے کی عادی تھی۔ خواہ کتنی ہی مصروفیات ہوتیں، کتنی ہی پریشانیاں اور کتنے ہی خطرات ہوتے، وہ اپنی حفاظت کا سامان کرکے وقت پر سوتی جاگتی اور کھاتی پیتی تھی بالکل فوجی انداز میں زندگی گزارتی تھی۔ وہ اپنے اصولوں کے مطابق اپنے دماغ کو ہدایات دے کر سوگئی۔

اس کی اصول پسندی، معاملہ فہمی، احتیاطی تدابیر اور نفسیاتی طریق کار سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ آزاد اور خود مختار رہ کر کامیاب زندگی گزار سکے گی۔ وہ اپنے وقت کے مطابق صبح چار بجے بیدار ہوگئی۔ اس نے معمول کے مطابق ورزش کی، غسل وغیرہ سے فارغ ہوکر ناشتا کیا پھر ایک بیگ اٹھا کر کوٹھی سے باہر آگئی۔ احاطے میں کار موجود تھی۔ اسے وہیں چھوڑ دیا۔ وہاں سے پیدل چلتی ہوئی کوئی دو سو گز کے فاصلے پر ایک چھوٹے سے بنگلے میں آئی۔ یہ بھی اس کا ذاتی بنگلا تھا۔ اس نے اپنے قیدیوں کو جہاں رکھا تھا وہاں خود رہنا مناسب نہیں سمجھتی تھی اور یہی اس کی ذہانت اور حکمت عملی تھی۔

اس بنگلے میں آکر اس نے دروازے کو اندر سے بند کیا۔ پھر ایک صوفے پر آرام سے بیٹھ کر ان کے متعلق سوچنے لگی جنہیں اب تک شکار نہیں کرسکی تھی۔ لندن سے جب جان گاوَدی اور وارنر ہیک غائب ہوئے تھے تو اس نے ان کے دماغوں میں پہنچنے کی کوشش کی تھی۔ پتا چلا تھا جان گاوَدی بیہوش ہے اور وارنر ہیک کے پاس جانے سے وہ سانس روک لیتا تھا۔ مرینا نے اس وقت انہیں نظر انداز کیا تھا۔ اب وہ اطمینان سے ان کے حالات معلوم کرنا چاہتی تھی۔ اس لئے جان گاوَدی کے دماغ میں پہنچ گئی۔

اس کے خیالات پڑھنے سے پتا چلا کہ وہ اسرائیل کے مغرب میں سمندر کے بیچ ایک پہاڑی پر ہے، شان پاپا ڈوک نامی ایک شخص ٹیلی پیتھی جانتا ہے اور وہ کالا جادو جاننے کا بھی دعویٰ کرتا ہے۔ اسی نے جان گاوَدی کو ٹریپ کرکے اس پہاڑی پر پہنچایا ہے۔

ابھی وہ پہاڑی پر خیمہ تان کر اس کے اندر ایک حسین اور نوجوان لڑکی کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ پاپا ڈوک نے کہا تھا کہ آج

رات گاوَدی پر تنویمی عمل کرے گا اور اس لڑکی سے اس کی شادی کرا دے گا۔ جبکہ وہ نہ شادی کرنا چاہتا تھا اور نہ ہی تنویمی عمل کے ذریعے پاپا ڈوک کا غلام بننا چاہتا تھا۔

وہ چپ چاپ اس کے خیالات پڑھ رہی تھی۔ ایسے ہی وقت پاپا ڈوک کی آواز سنائی دی۔ وہ جان گاوَدی سے کہہ رہا تھا۔ "میں بار بار تمہارے دماغ میں آکر دیکھ رہا ہوں کہ تم جاگتے رہنے کی قسم کھا چکے ہو۔ تم نے میری بیٹی کے ہاتھ سے کچھ کھانے پینے سے بھی انکار کردیا۔ تمہیں اندیشہ ہے کہ نیند کی دوا کھلا دی جائے گی۔ کیا تم سمجھتے ہو، جاگتے رہنے سے تم پر تنویمی عمل نہیں کرسکوں گا؟"

جان گاوَدی نے کہا "تم بار بار آتے ہو اور میں بار بار کہتا ہوں مجھے ہر طرح دوست بنا لو۔ اپنا وفادار بنا لو مگر مجھ پر تنویمی عمل نہ کرو۔ میں غلامی سے بچنے کے لئے جاگتا رہوں گا۔"

"تم احمق ہو۔ میں دوسری جگہ مصروف تھا ورنہ بہت پہلے ہی خیال خوانی کے ذریعے تھپک کر سلا دیتا۔ اب دیکھو، میں سلاتا ہوں۔"

وہ انکار میں سر ہلاتے ہوئے بولا "نہیں نہیں، تم مجھے زبردستی نہیں سلا سکتے..."

وہ بولتے بولتے چپ ہوگیا۔ پاپا ڈوک نے دماغ پر قبضہ جما لیا تھا۔ اب وہ خود دماغی طور پر غائب ہوچکا تھا۔ بستر پر لیٹ کر آنکھیں بند کرچکا تھا۔ مرینا خاموشی سے یہ تماشا دیکھ رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ گہری نیند میں ڈوب گیا۔ پاپا ڈوک اس پر تنویمی عمل کرنے لگا تھا۔ وہ عمل سے متاثر ہو رہا تھا۔ اس کا معمول اور تابعدار بن رہا تھا جبکہ ایسا نہیں تھا۔ مرینا نے سوچا تھا کہ گاوَدی کے خوابیدہ دماغ کو کنٹرول کرے گی اور اس کی زبان سے عامل پاپا ڈوک کے سوالوں کے جوابات دے گی۔ وہ ایسا کرنا چاہتی تھی تب ہی اس نے محسوس کیا، کوئی اور بھی گاوَدی کے دماغ میں موجود ہے۔ اور وہ اس کی زبان سے پاپا ڈوک کے سوالوں کے جوابات دیتا جارہا ہے۔

ایسا ایک بار ٹیلی پیتھی جاننے والے ڈی بورن کے ساتھ ہوا تھا۔ سلمان نے چاہا تھا کہ اس کے کمزور دماغ پر عمل کرے۔ ایسے ہی وقت اس نے بورن کے دماغ میں نیٹو سنتانا کی آواز سنی تھی۔ وہ بھی بورن پر تنویمی عمل کرنے آیا تھا۔ جب وہ عمل کرکے اسے اپنی دانست میں تنویمی نیند سونے کے لئے چھوڑ کر گیا تو پتا چلا بورن کے دماغ میں شلپا بھی موجود تھی۔ اس نے نیٹو سنتانا کے عمل کو ناکام بنا دیا تھا اور خود اسے اپنا معمول بنا کر گئی تھی۔

یہ واقعہ مرینا کو معلوم تھا کیونکہ وہ نیٹو سنتانا بن کر بورن کے پاس گئی تھی اور وہاں ناکامی کے بعد یہ سبق حاصل کیا تھا کہ کسی کے بھی دماغ میں جاکر نہ پہلے بولنا چاہئے نہ کوئی عمل کرنا چاہئے۔ اکثر کوئی نہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا چھپ کر رہتا ہے۔

اور اب جان گاوَدی کے دماغ میں بھی یہی ہو رہا تھا۔ پہلے پاپا ڈوک نے اس پر عمل کیا۔ پھر کوئی دوسرا شخص عمل کر رہا تھا۔ اس نے کہا "جان گاوَدی! میں تمہارا دوست وارنر ہیک بول رہا ہوں۔ اس کمبخت پاپا ڈوک نے مجھے بھی پھانسنے کی پوری کوشش کی تھی مگر میں بچ نکلا ہوں۔ میں نے تمہیں اس کے تنویمی عمل سے بچا لیا ہے۔ میں تم پر عمل کرنا نہیں چاہتا تھا۔ سمندر کے بیچ تمہیں معمول بنانا بیکار ہے۔ تم میرے کسی حکم کی تعمیل نہیں کرسکو گے اور نہ ہی یہاں سے جاسکو گے لیکن تمہیں دماغی طور پر توانا بنانے اور پاپا ڈوک کی خیال خوانی سے بچانے کے لئے عمل کر رہا ہوں۔"

وہ عمل کرنے لگا۔ مرینا اسے اپنے قابو میں رکھنا چاہتی تھی اس کے لئے وارنر ہیک کے تنویمی عمل کو ناکام بنانا تھا۔ ایسے ہی وقت پھر اسے محسوس ہوا کہ کوئی اور وہاں موجود ہے اور وہ چپکے چپکے وارنر کے عمل کو ناکام بنا رہا ہے۔ وہ حیران نہیں ہوئی۔ یہ سمجھ گئی کہ سونیا کا کوئی آدمی ایسا کر رہا ہے اور وہ درست سمجھ رہی تھی۔ میں جان گاوَدی کے دماغ میں چھپ کر اس کی زبان سے عامل وارنر کے سوالوں کے جوابات دے رہا تھا اور یقین دلا رہا تھا کہ جان گاوَدی اس کا معمول بن چکا ہے۔ دراصل ہم میں سے کسی نے یہ سوچا تک نہیں تھا کہ جنرل کی بھتیجی مرینا نے ایک بہت لمبا کھیل شروع کردیا ہے۔ وہ بڑی کامیابی سے گمنامی اور خاموشی سے زندگی گزار رہی تھی۔ اس کی طرف کسی کا دھیان نہیں جاتا تھا۔ اور ہم نے اسے نظر انداز کیا ہوا تھا۔

میں نے وارنر کے عمل کو ناکام بنایا لیکن خود عمل نہیں کیا۔ اس کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ لیلیٰ اسے جزیرہ کونو میں ہی اپنا معمول بنا چکی تھی۔ میں اس کے دماغ سے واپس چلا گیا۔ میرے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ وہاں مرینا ڈی فون زا چھپی ہوئی ہے اسے پتا نہیں تھا کہ میں جاچکا ہوں۔ وہ سمجھ رہی تھی میں تنویمی عمل کروں گا اور ایسی کوئی بات نہیں ہو رہی تھی یہ اس کے لئے حیرانی کی بات ہوسکتی تھی مگر اس نے سمجھ لیا کہ سونیا کے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے بہت پہلے ہی جان گاوَدی کو اپنا معمول بنا لیا ہے اسی لئے ابھی اس پر تنویمی عمل کی ضرورت پیش نہیں آئی ہے۔

وہ اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ اس نے بھی گاوَدی پر عمل نہیں کیا۔ اگر کرتی تو آخر میں وہ اسی کا معمول اور تابعدار بن جاتا لیکن وہ دوسروں کو سوچنے کا موقع نہیں دینا چاہتی تھی کہ گاوَدی پر کس نے عمل کیا ہے اور عمل کرنے والے کا تعلق کس پارٹی سے ہے؟ پھر یہ کہ اسے فی الحال معمول بنا کر کچھ حاصل نہ ہوتا۔ ابھی وہ اتنے بڑے ذرائع کی مالک نہیں تھی کہ ہیلی کاپٹر وغیرہ کے ذریعے اسے بیچ سمندر سے نکال لاتی۔ مگر ہاں عقل استعمال کرسکتی تھی۔ اور عقل کہہ رہی تھی کہ اسے کسی بھی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

طرح پاپا ڈوک کے دماغ تک یا اس کی کسی کمزوری تک پہنچنا چاہئے۔

وہ پھر گاڈدی کے دماغ میں آئی۔ وہ گہری نیند میں تھا۔ مرینا انتظار کرتی رہی کہ اس کے دماغ میں کوئی چھپا ہوا ہوگا تو کچھ بولے گا یا اس سے کوئی حرکت کرائے گا لیکن وہ بڑی دیر سے کسی مداخلت کے بغیر نیند پوری کر رہا تھا۔ تب مرینا نے اسے آنکھیں کھولنے پر مجبور کیا۔ خیمے کے اندر مختصر سا ضرورت کا سامان رکھا ہوا تھا۔ دن کی روشنی میں وہ حسینہ اس کے پاس بستر پر سو رہی تھی۔ گاڈدی نے مرینا کی مرضی کے مطابق حسینہ پر زور سے ہاتھ رکھا پھر آنکھیں بند کر لیں۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھ گئی تھی۔ آس پاس دیکھ رہی تھی پھر وہ بولی "تم سو رہے ہو یا جاگ رہے ہو؟ اوہ گاڈ، کتنی زور سے ہاتھ مارا ہے!"

مرینا اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اس کے خیالات بتانے لگے اس کا نام نیپا شلوم ہے۔ اسرائیل کے ملٹری ٹریننگ سینٹر میں تربیت حاصل کرنے کے بعد پہلی بار ملک سے باہر سمندر کے بیچ آئی ہے تاکہ جان گاڈدی کو حسن و شباب سے سحرزدہ کرے اور اس پہاڑی پر اسے تنہائی سے گھبرانے اور پریشان نہ ہونے دے۔ نیپا شلوم سے کہا گیا تھا کہ وہ گاڈدی کو اپنا دیوانہ بنانے میں کامیاب ہو جائے گی تو اسے ملٹری انٹیلیجنس میں ایک بڑا عہدہ دیا جائے گا اور اسے یہ پریشانی تھی کہ ناکام ہوگی تو تل ابیب واپس جانا ہوگا۔ اس کی جگہ دوسری لڑکی گاڈدی کا دل بہلانے آئے گی۔

مرینا نے اس کے اندر پاپا ڈوک کے متعلق سوالات پیدا کئے۔ اس کی سوچ جواب دینے لگی "میں اس شیطان کے بارے میں زیادہ نہیں جانتی ہوں۔ ہمارے ٹریننگ سینٹر سے کئی لڑکیاں اس کے سامنے لائی گئی تھیں۔ اس نے میرا انتخاب کیا تھا پھر مجھ سے کہا تھا کہ میں پہاڑی پر جا کر رہوں گی اور جان گاڈدی کا دل بہلاتی رہوں گی۔ پاپا ڈوک میرے دماغ میں آتا جاتا رہے گا۔"

پھر اس کی سوچ نے بتایا کہ وہ یوگا کی ماہر ہے۔ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتی ہے چونکہ پچھلی رات وہ تنہا تھی کوئی اور ٹرانسمیٹر اسے روکنے والا نہیں تھا اس لئے اس نے شراب پی تھی جس کے نتیجے میں وہ ابھی مرینا کو اپنے اندر محسوس نہیں کر رہی تھی۔

مرینا نے اس پر عمل کیا۔ اس کے دماغ کے ایک حصے کو لاک کر دیا جہاں اس کے ایسے چور خیالات محفوظ رہا کریں گے جنہیں پاپا ڈوک بھی خیال خوانی کے باوجود نہیں پڑھ سکے گا اور نیپا شلوم کبھی مرینا کی آمد کو نہیں سمجھ پائے گی۔ مرینا کا ارادہ تھا کہ وہ نیپا کو ناکام بنا کر تل ابیب واپس جانے پر مجبور کرے گی پھر اس کے ذریعے وہاں کے افسران اور پاپا ڈوک تک پہنچنے کی کوشش کرے گی۔

اس کام سے فارغ ہو کر وہ دماغی طور پر اپنے بنگلے میں حاضر ہوگئی۔ یوں دیکھا جائے تو کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کا دماغ محفوظ نہیں تھا۔ کسی نہ کسی کے دماغ میں کوئی نہ کوئی قبضہ جمانے کے لئے پہنچ جاتا تھا۔ دنیا کی تمام لڑائیاں کھلے میدانوں میں، بازاروں میں، سڑکوں پر، گلیوں میں اور گھروں میں ہوتی ہیں۔ صرف ٹیلی پیتھی کی لڑائی کبھی آنکھوں کے سامنے نہیں ہوتی۔ یہ لڑائی دوسروں کی سمجھ میں نہیں آتی بلکہ جس کے دماغ کے اندر ہوتی ہے وہ بیچارہ بھی کچھ سمجھ نہیں پاتا اور کوئی عامل یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ آج جو اس کا معمول ہے وہ کل بھی اس کا تابعدار رہے گا۔ اس معمول کو ٹریپ کرنے کے لئے کوئی دوسرا عامل دماغ میں پہنچ جاتا تھا۔ وہ پہلے عامل کے عمل کو مٹا کر اپنے احکامات اس کے دماغ میں نقش کر دیتا تھا۔

ہر طرف یہی توڑ جوڑ ہو رہا تھا۔ اسی لئے مرینا نے اپنے تمام شکاروں کو محفوظ رکھنے کے لئے انہیں تاریکی میں قید رکھا تھا۔

اب وہ شلپا کے متعلق سوچ رہی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ وہ اس کے انکل کی داشتہ رہ چکی ہے اور پچھلے کئی دنوں سے اچانک غائب ہوگئی ہے۔ مرینا نے کئی بار اس کے دماغ میں جانا چاہا۔ مگر اس نے سانس روک لی۔ شلپا یہ سمجھنے کا موقع نہیں دیتی تھی کہ وہ امریکا سے نکل کر کس ملک میں قیام کر رہی ہے۔

اس نے پھر ایک بار کوشش کی۔ اس کے دماغ میں پہنچتے ہی بولی "سانس نہ روکنا، مجھے جنرل صاحب نے بھیجا ہے۔ وہ تم سے اہم باتیں کرنا چاہتے ہیں۔ اگر تمہیں اس طرح میرا دماغ میں آنا پسند نہیں ہے تو تم جنرل کے پاس جاؤ۔"

شلپا نے کہا "میں کسی جنرل کو نہیں جانتی" یہ کہتے ہی اس نے سانس روک لی۔ مرینا نے جان بوجھ کر لمبی بات کی تھی تاکہ کچھ دیر دماغ میں رہ کر اس کے آس پاس کے ماحول کو سمجھ سکے۔ اسے پتا چلا کہ وہ ایک کپڑوں کی دکان میں ہے۔ لندن میں "الائنس آف ڈیوک اسٹریٹ" کی دکان بہترین اور قیمتی کپڑوں کے لئے مشہور ہے۔ مرینا وہاں کئی بار جا چکی تھی۔ اس نے فوراً ہی دکان کو پہچان لیا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ شلپا لندن میں ہوگی۔ اسے اتنے قریب پا کر وہ اٹھ گئی۔ تیزی سے چلتی ہوئی بنگلے کے باہر آئی، کار میں بیٹھ کر اسے اسٹارٹ کیا پھر آدھے گھنٹے کی ڈرائیو کے بعد ففٹی سکس ڈیوک اسٹریٹ پہنچ گئی۔

آدھے گھنٹے میں شلپا وہاں سے جا سکتی تھی لیکن مرینا کو یقین تھا کہ وہ عام عورتوں کی طرح کپڑوں کا انتخاب کرنے میں گھنٹوں وقت ضائع کرے گی۔ وہ دکان میں داخل ہو کر دور تک نظریں دوڑانے لگی۔ شلپا نے شکل تبدیل کی ہوئی تھی۔ مرینا اسے صورت سے نہیں پہچان سکتی تھی لیکن عادت سے پہچان لیتی۔ اپنی عادت کے مطابق تھوڑے تھوڑے وقفے سے بائیں مٹھی بند کرتی اور کھولتی تھی۔ یہ عادت بچپن سے تھی۔ جنرل نے مرینا سے اس عادت کا ذکر کیا تھا۔ پھر مرینا نے اسے ایک تقریب میں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

دیکھا تھا وہ واقعی وقفے وقفے سے بائیں مٹھی بند کرتی اور کھولتی رہتی تھی۔

وہ دکان میں ایک طرف سے چلتی ہوئی مختلف عورتوں کے ہاتھوں پر نظر ڈالتی جارہی تھی۔ پھر وہ ایک جگہ رک گئی۔ ایک حسین عورت نے ایک بار اپنی مٹھی بند کرکے کھولی تھی۔ مرینا کپڑے پسند کرنے کے بہانے وہاں رک گئی۔ تھوڑی دیر بعد اس نے پھر مٹھی بند کرکے کھولی۔ اس بار تصدیق ہوگئی کہ وہ شلپا ہے۔

مرینا وہاں سے دکان کے دوسرے حصے میں آئی۔ وہاں ایک لڑکی کپڑے پسند کر رہی تھی اس نے لڑکی سے پوچھا "کیا وقت ہوا ہے؟"

وہ مسکرا کر بولی "کیا پہلی بار اس دکان میں آئی ہو؟ یہاں ایک نہیں دو وال کلاک ہیں۔"

مرینا نے دیوار گیر گھڑی کی طرف دیکھا پھر بولی "اوہ گاڈ! مجھے دیر ہو رہی ہے۔"

وہ تیزی سے چلتی ہوئی دکان سے باہر آئی پھر اپنی کار میں بیٹھ گئی۔ خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے اس لڑکی کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اس پر اچھی طرح قبضہ جمالیا۔ وہ لڑکی چلتی ہوئی شلپا کے پاس آگئی۔ مرینا ایسے معاملات میں بہت محتاط رہتی تھی۔ کسی سے براہ راست ملاقات نہیں کرتی تھی۔ کسی دشمن سے سامنا کرنے کی ضرورت ہوتی یا اسے ٹریپ کرنا ہوتا تو ایسے مقاصد کے لئے کسی کو آلۂ کار بنا لیتی تھی۔

اس نے لڑکی کے ذریعے قریب ہوکر مخاطب کیا "ہیلو شلپا!"

وہ ایک دم سے چونک گئی۔ لڑکی سے بولی "تم کون ہو؟ مجھے شلپا کہہ کر کیوں مخاطب کر رہی ہو۔ میرا نام جینی فر ہے۔"

مرینا نے لڑکی کے ذریعے مسکرا کر کہا "جینی فر میرا نام ہے اور بہت سی لڑکیوں کا نام ہے۔ مگر تمہارا نام شلپا ہے۔ میک اپ کے ذریعے چہرہ بدلنے سے نام نہیں بدل جاتا، عادت نہیں بدل جاتی۔ ابھی تم بے اختیار اپنی بائیں مٹھی بند کرکے کھولوگی۔"

وہ پریشان ہوکر بولی "کون ہو تم؟"

"مجھے جنرل نے بھیجا ہے۔"

"اچھا اس کے کسی خیال خوانی کرنے والے نے تمہیں یہاں پہنچایا ہے۔"

"ہاں وہ خیال خوانی کرنے والا تمہارا انتظار کر رہا ہے۔ میرے ساتھ چلو۔"

"اگر میں نہ چلوں؟"

"تم ہر طرف سے گھری ہوئی ہو۔ میں تو خالی ہاتھ ہوں۔ دوسرے تمہیں گن پوائنٹ پر لے جائیں گے۔"

"اچھی بات ہے چلو۔"

وہ دونوں دکان سے باہر آئیں۔ شلپا نے پوچھا "تمہاری گاڑی کہاں ہے؟"

"میری گاڑی میں وہ لوگ ہیں جو تمہارا تعاقب کرتے رہیں گے، میں تمہاری گاڑی میں جاؤں گی۔"

"میری گاڑی اسٹریٹ کے کارنر پر ہے، وہاں تک پیدل جانا ہوگا۔"

وہ دونوں فٹ پاتھ پر چلنے لگیں۔ اس راستے کے آخری موڑ پر کار کھڑی ہوئی تھی۔ وہ دونوں اگلی سیٹ پر بیٹھ گئیں۔ شلپا نے پوچھا "کہاں چلنا ہے؟"

"جہاں تم رہتی ہو۔"

وہ کار اسٹارٹ کرتے ہوئے بولی "اچھا تو میری رہائش گاہ دیکھنا چاہتی ہو۔"

کار اسٹارٹ ہوکر آگے بڑھ گئی۔ تھوڑی دور جاکر شلپا نے پوچھا "تمہارے لوگ تعاقب کرتے دکھائی نہیں دے رہے ہیں؟"

"وہ تعاقب ہی کیا جو سمجھ میں آجائے۔ تمہیں بعد میں پتا چلے گا۔"

خاصی طویل ڈرائیونگ کے بعد وہ کار ایک بنگلے کے احاطے میں آئی۔ دونوں کار سے اتر کر بنگلے کے اندر ایک ڈرائنگ روم میں پہنچیں۔ شلپا نے کہا "اب سچ سچ اگل دو، تم کون ہو؟ یہ بات یقینی ہے کہ تمہارے ساتھ کوئی مرد ساتھی نہیں ہے۔"

"ہاں میں تنہا ہوں اور ابھی تمہیں زخمی کرکے تمہارے دماغ میں پہنچوں گی اور تمہیں اپنی معمولہ اور تابعدار بناؤں گی۔"

شلپا نے ہنستے ہوئے کہا "ایسا کرنے سے پہلے میرا بایاں ہاتھ دیکھو۔ اب یہ مٹھی بار بار بند نہیں ہوتی ہے۔"

اس نے بایاں ہاتھ آگے بڑھا دیا۔ وہ دیر تک اس ہاتھ کو دیکھتی رہی۔ اسے عادت کے مطابق مٹھی کو بند کرنا اور کھولنا چاہئے تھا۔ لیکن ایسا نہیں ہو رہا تھا۔ مرینا نے حیرانی سے پوچھا۔ "تم کون ہو؟"

"میری مٹھی بار بار بند نہیں ہوتی ہے اس لئے میں شلپا نہیں ہوں۔ میں تمہیں دکان میں کہہ چکی تھی میرا نام جینی فر ہے۔ جینی فر عرف جوجو۔"

"کون جوجو؟ کیا وہ جسے ماسک مین نے اغوا کیا تھا اور جو پارس کی بیوی اور فرہاد کی بہو ہے؟"

"ہاں میں وہی جوجو ہوں۔ مجھے زخمی کرکے میرے دماغ میں پہنچنے کی حسرت رہ جائے گی اور ہمارے پنجرے میں ایک اور خیال خوانی کرنے والی لڑکی کا اضافہ ہو جائے گا۔"

"تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں شلپا کو ٹریپ کرنا چاہتی ہوں؟"

"میں اس کے دماغ میں آتی جاتی ہوں۔ میں اپنے محبوب کے ساتھ اس کے پیچھے دکان میں آئی تھی۔ اس کے دماغ میں جھانکنے سے پتا چلا جنرل کے کسی خیال خوانی کرنے والے نے اس سے بات کی تھی۔ میں سمجھ گئی، جنرل کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس دکان میں آئے گا۔ شلپا میری معمولہ ہے۔ میں نے اسے دکان سے روانہ کردیا پھر اس کی طرح بائیں ہاتھ کی مٹھی بند کرنے اور کھولنے لگی۔ یہ تدبیر کام آئی اور تم یہاں پھنسنے چلی آئیں۔"

مرینا نے ہنستے ہوئے کہا "جوجو! واقعی تم چالاک ہو، تم نے بہت مضبوط جال پھینکا تھا مگر افسوس تمہارے ہاتھ کچھ نہیں آئے گا۔ یہ جو تمہارے سامنے کھڑی ہوئی ہے محض ایک آلۂ کار ہے۔ میں اس کا دماغ چھوڑ کر جا رہی ہوں۔"

یہ کہتے ہی مرینا دماغی طور پر اپنی کار کی اسٹیئرنگ سیٹ پر حاضر ہوگئی۔ اس نے فرہاد علی تیمور کی بہو کو زبردست جھانسا دیا تھا اور یہ بہت بڑی بات تھی۔ اس بات پر کوئی بھی ہوتا کھل کر ہنستا۔ وہ بھی ہنس رہی تھی۔

کار کی محدود فضا میں اس کی ہنسی گونج رہی تھی مگر یہ مختصر سی خوشی تھی، اچانک ہی وہ چپ ہوگئی۔ کار کی پچھلی سیٹ سے پارس کی آواز سنائی دی "جو لطیفہ تمہیں ہنسا رہا ہے، وہ مجھے بھی سناؤ۔"

وہ ایک دم اچھل پڑی۔ جیسے پچھلی سیٹ پر بم کا دھماکا ہوا ہو۔ اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ اس نے تیزی سے پلٹ کر دیکھا۔ پارس کو دیکھ کر رہے سہے ہوش بھی اڑ گئے۔ اس سے پہلی بار سامنا ہو رہا تھا۔ اس سے پہلے وہ اس کی تصویریں اور ویڈیو فلمیں دیکھ چکی تھی۔ اس کا ریکارڈ پڑھ چکی تھی اور یہ طے کر چکی تھی کہ پارس اور علی تیمور سے کبھی نہیں ٹکرائے گی۔ اگر ایسا موقع آیا تو کترا کر نکل جائے گی لیکن وہ موت کی طرح اچانک یوں آیا تھا کہ اب کترا کر نکل جانے کا راستہ نہیں رہا تھا۔

ویسے وہ بلا کی ذہین اور حاضر دماغ تھی۔ اس نے فوراً ہی اپنے حواس پر قابو پالیا، مسکرا کر بولی۔

"اوہ گاڈ! تم نے تو مجھے ڈرا ہی دیا، اگر خوف سے دم نکل جاتا تو؟"

"تم ہنس رہی تھیں اور میں نے ہنستے ہنستے کسی کا دم نکلتے نہیں دیکھا۔"

"مگر آج دیکھ لیتے، اگر میں مرجاتی تو؟"

"میں ایسی زبردست حسینہ کی قربت سے محروم ہو جاتا۔ ویسے جو بھی حسینہ میری زندگی میں آتی ہے، وہ حسن کی خیرات دینے سے پہلے نہیں مرتی۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "اچھا، مجھ سے حسن کی خیرات مانگ رہے ہو، ایسی باتیں اپنی جوجو کے سامنے کرسکتے ہو؟"

"اوہ، اس کا مطلب ہے تم مجھے پارس کی حیثیت سے پہچانتی ہو اور ابھی خیال خوانی کے ذریعے جوجو کے پاس سے آرہی ہو۔"

"ہاں، میں جوجو کو شلپا سمجھ کر پیچھا کر رہی تھی۔"

"ذرا اپنا تعارف تو کراؤ۔"

"میں سپر ماسٹر کی خیال خوانی کرنے والی ہوں۔ مجھے دوست یا دشمن، اپنا یا بیگانہ کوئی نہیں جانتا ہے۔ پہلی بار تم مجھے دیکھ رہے ہو۔"

"اچھا تو تم مرینا ہو۔"

"مرینا جنرل کی بھتیجی ہے۔ تم سب اس کے نام سے واقف ہو، میرا نام صرف سپر ماسٹر سلمان واسطی جانتا ہے۔"

"سپر ماسٹر کا نام ماسٹر ارے رے ہے۔"

"یہ نام تھا، اب نہیں ہے، میں اپنے ماسٹر سلمان واسطی کی راز دار اور ایسی ماتحت ہوں جس کا ذکر وہ تم لوگوں کے سامنے نہیں کرتا ہے۔"

"تمہاری یہ بات مجھے ہضم نہیں ہو رہی ہے۔"

"ابھی ہضم کرادیتی ہوں، سلمان واسطی صاحب سے کہتی ہوں، وہ تمہارے دماغ میں آکر تصدیق کردیں۔"

وہ چپ ہوئی جیسے خیال خوانی کے ذریعے سلمان واسطی کے پاس گئی ہو لیکن وہ اپنے معمول ٹیو سنتانا کے پاس آئی اور اسے حکم دیا کہ سپر ماسٹر ارے رے کا لہجہ اختیار کرکے پارس کے دماغ میں جائے۔ اس نے حکم کی تعمیل کی۔ پارس کے دماغ میں آیا پھر مرینا کی مرضی کے مطابق بولا "ہیلو بیٹے! میں بہت مصروف ہوں، صوفیہ کے کہنے پر آیا ہوں۔ میں اپنی اس ماتحت کے بارے میں بعد میں بتاؤں گا۔ اسے جانے دو، یہ میرے معاملات میں مصروف ہے۔"

"یہ شلپا کا پیچھا کیوں کر رہی تھی؟"

"اس لئے کہ شلپا کے پیچھے مرینا ہے، میں نے کہا نا ابھی مصروف ہوں، آدھے گھنٹے بعد تم سے تفصیلی گفتگو کروں گا۔ صوفیہ کو جانے دو۔"

وہ پارس کے دماغ سے چلا گیا۔ پارس نے پوچھا "تمہارا نام صوفیہ ہے؟"

"ماسٹر سلمان نے تمہیں میرا نام بتا ہی دیا جبکہ وہ مجھے ساری دنیا سے چھپاتے ہیں۔"

"میں انکل کے حکم سے جا رہا ہوں۔ مگر تم اتنی چکنی ہو کہ پھسل کر پھر کسی موڑ پر ملوں گا۔"

وہ ہنسنے لگی۔ پارس پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر باہر آگیا۔ وہ کار اسٹارٹ کرتے ہوئے بولی "میں جا رہی ہوں۔ ویسے تم مجھے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

بہت یاد کرو گے۔"

اس نے کار آگے بڑھائی۔ پھر رفتار بڑھاتے ہوئے ایک موڑ پر نظروں سے اوجھل ہوگئی۔ بہت دور نکل آنے کے بعد اس نے گاڑی روکی۔ اسے وہیں چھوڑ کر پیدل فٹ پاتھ پر چلنے لگی پھر ایک ٹیکسی میں بیٹھ گئی۔ اب وہ کار استعمال نہیں کر سکتی تھی کیونکہ وہ پارس کی نظروں میں آگئی تھی۔ اس نے ٹیکسی کو اپنے بنگلے سے دور چھوڑ دیا۔ وہاں سے پیدل آئی۔ پھر بنگلے کے اندر پہنچتے ہی اس نے سب سے پہلے عارضی میک اپ اتارا۔ اس کے بعد اطمینان سے بستر پر گر گئی۔

آج وہ بال بال بچی تھی۔ ذرا بھی سنبھلنے میں دیر کرتی اور حاضر دماغی سے کام نہ لیتی تو پارس اسے نگل لیتا۔ اس کے دماغ کو کمزور بنا کر اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ذریعے تابعدار بنا لیتا۔

مرینا ایسے وقت اپنی چالاکی اور کامیابی سے بچ نکل آنے پر خوش نہیں ہو رہی تھی بلکہ اس غلطی پر غور کر رہی تھی جو اسے سونیا کے قدموں میں پہنچانے والی تھی۔

اگر وہ شلپا کو ٹریپ کرنے خود نہ جاتی۔ بنگلے میں بیٹھ کر خیال خوانی کرتی یا کسی کو آلۂ کار بنا کر شلپا کو گرفت میں لیتی تو یوں خطرے سے دوچار نہ ہوتی۔ ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے کے بعد وہ جب سے میدانِ عمل میں آئی تھی، تب سے یہ اسکی پہلی غلطی تھی۔ اس نے توبہ کی اور یہ عہد کیا کہ آئندہ کسی معاملے میں براہِ راست شریک نہیں ہوگی۔ اور اپنی پناہ گاہ سے باہر نکلنے کے بعد ایک سیکنڈ کے لئے بھی خیال خوانی نہیں کرے گی۔

مرینا دوسرے خیال خوانی کرنے والوں کی طرح اب تک کسی کی گرفت میں نہیں آئی تھی۔ اس کی وجوہات یہ تھیں کہ وہ بڑی مصیبتوں میں بھی بدحواس نہیں ہوتی تھی۔ چشم زدن میں حاضر دماغی سے کام لیتی تھی۔ سب سے بڑی بات یہ کہ اپنا محاسبہ خود کرتی تھی۔ اپنی غلطیوں کو تسلیم کرتی تھی۔ پھر ان غلطیوں سے پرہیز کرتی تھی۔ اس کے اندر عشق و محبت کے جراثیم نہیں تھے وہ کسی کی شخصیت سے متاثر نہیں ہوتی تھی۔ ٹیو سنتانا اس پر عاشق ہوا تھا۔ اس نے اُسے جھانسا دے کر اپنا معمول بنا لیا تھا۔ پارس کی شخصیت اس کی آواز اور لہجے میں مردانگی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اس کے باوجود وہ متاثر نہیں ہوئی۔ اس سے نجات حاصل کرنے کے بعد اس قدر محتاط ہوگئی تھی کہ پھر اسے یاد بھی نہیں کیا۔ کوئی دوسری ہوتی تو اسے دھوکا دے کر آنے کی خوشی میں ضرور خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ میں جاتی۔ اس کا مذاق اڑانے کے بہانے اس سے میل جول شروع ہو جاتا۔ مرینا کسی بھی بہانے بہکنے والی نہیں تھی۔

پارس اس بنگلے میں آیا جہاں جوجو کے ساتھ قیام تھا۔ جوجو نے کہا "پتا نہیں وہ خیال خوانی کرنے والی کون تھی۔ میں دھوکا کھا گئی۔ اس کی [illegible] تھی ویسے تم بتاؤ [illegible]

itsurdu.blogspot.com

کسی کار کی پچھلی سیٹ میں چھپتے گئے تھے، وہاں کیا بنا؟"

"کچھ نہیں، وہ انکل سلمان کی ایک خاص خیال خوانی کرنے والی ماتحت تھی۔ میں حیران ہوں کہ انکل نے اسے راز بنا کر کیوں رکھا ہے؟"

"یہ تمہیں انکل سے پوچھنا چاہئے۔"

"پوچھا تھا۔ وہ بہت مصروف تھے انہوں نے آدھے گھنٹے بعد مجھے اس کے متعلق بتانے کا وعدہ کیا ہے۔ ویسے ڈیڑھ گھنٹا گزر چکا ہے۔ میرا خیال ہے ابھی تک وہ مصروف ہیں۔"

"ہو سکتا ہے وہ مصروفیات کے باعث بھول گئے ہوں۔ میں انہیں مخاطب کروں؟"

"ہاں یہ پوچھو کہ ان کی مصروفیات میں ہم کسی کام آسکتے ہیں؟"

جوجو نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر سلمان کے سانس روکنے سے پہلے کوڈورڈز ادا کئے۔ اس نے مسکرا کر کہا "میری بیٹی آئی ہے۔ بولو کوئی خاص بات ہے؟"

"پارس کہہ رہا تھا آپ بہت مصروف ہیں۔ کیا ہم کسی کام آسکتے ہیں؟"

"بیٹے! کوئی خاص مصروفیت نہیں ہے۔"

"پھر آپ نے وعدے کے مطابق پارس سے رابطہ کیوں نہیں کیا؟"

"وعدے کے مطابق؟ میں نے پارس سے کوئی وعدہ نہیں کیا تھا۔"

جوجو نے پارس سے پوچھا "یہ کیا چکر ہے۔ انکل کہہ رہے ہیں انہوں نے تم سے رابطہ کرنے کا وعدہ نہیں کیا۔"

"انکل سے کہو۔ مجھ سے بات کریں۔"

تھوڑی دیر بعد سلمان نے پارس کے دماغ میں آتے ہی کوڈورڈز ادا کئے۔ پارس نے چونک کر پوچھا "انکل! آپ ڈیڑھ گھنٹا پہلے میرے پاس آئے تھے اس وقت کوڈورڈز ادا نہیں کئے تھے۔ کیا میں نے دھوکا کھایا ہے؟"

"بیشک، میں تمہارے پاس نہیں آیا تھا۔ تعجب ہے، تم نے آنے والے سے کوڈورڈز ادا کرنے کے لئے کیوں نہ کہا؟"

"کبھی آپ اور پاپا مصروفیات کے باعث کوڈورڈز ادا نہیں کرتے۔ فوراً ہی کام کی باتیں کہہ کر رخصت ہو جاتے ہیں۔ میں نے سمجھا آج بھی مصروفیات کے باعث ایسا کر رہے ہیں۔"

"ہاں، میں نے ایک آدھ بار ایسا کیا ہے۔ ہماری بے اصولی کے سبب تم دھوکا کھا گئے۔ ویسے معاملہ کیا تھا؟"

پارس نے اس خیال خوانی کرنے والی کی چالبازی سلمان کو بتائی۔ جوجو بھی اس کے دماغ میں رہ کر سن رہی تھی۔ ہنستے ہوئے بولی "شیم شیم، ایک لڑکی سے دھوکا کھا گئے۔ بڑے چالاک بنتے [illegible] تھے۔"

سلمان نے کہا "نہیں جوجو! شرمندہ پارس کو نہیں، ہمیں ہونا چاہئے۔ آئندہ ہم عجلت میں بھی کوڈورڈز ضرور ادا کریں گے۔"

"آپ کا کیا خیال ہے۔ وہ مرینا تھی؟"

"ہاں، وہی ہوگی۔ بے حد چالاک ہے۔ وہی ایک خیال خوانی کرنے والی ایسی ہے جو اب تک ہماری نظروں میں نہیں آئی ہے۔ ایک بار تمہارے پاپا جنرل کے ذریعے اسے ٹریپ کرنا چاہتے تھے۔ میں بھی خیال خوانی کے ذریعے موجود تھا مگر وہ ہم دونوں کو چکر دے گئی۔ دوسری بار تمہیں دھوکا دیا ہے۔ ویسے آئندہ اس سے ٹکرانے میں مزہ آئے گا۔"

"جی ہاں، لیکن آپ کو اس عمر میں ٹکرانا نہیں چاہئے۔"

"اچھا" سلمان نے روانی میں کہا پھر چونک کر بولا "تم شرارت سے باز نہیں آؤ گے۔"

وہ چلا گیا، جوجو نے کہا "بزرگوں کو اس طرح نہیں چھیڑنا چاہئے۔"

"ایک ماہ پہلے انکل نے سلطانہ آنٹی سے اور پاپا نے لیلیٰ آنٹی سے شادی کی ہے۔ یہ تازہ تازہ شادی کرنے والے بزرگ کیسے ہوگئے؟"

وہ ہنسنے لگی پھر بولی "مرینا کیسی تھی؟"

"مجھے اس کی خیریت پوچھنے کا موقع نہیں ملا۔ ویسے وہ بیمار نہیں تھی۔"

"میں اس کی دکھ بیماری کا نہیں پوچھ رہی ہوں۔ میرا سوال سمجھ کر بھی انجان بن رہے ہو۔"

"کیا تم یہ پوچھنا چاہتی ہو کہ وہ حسن میں یونہی سی تھی یا اونچی سی تھی؟"

"ہاں، سچ سچ بتاؤ؟"

"بھئی وہ اصلی روپ میں تو ہو نہیں سکتی تھی۔ چہرہ بدل کر آئی ہوگی پھر میں عارضی چہرے کے پیچھے کیسے دیکھ سکتا تھا۔"

"جب مرد کسی لڑکی سے دھوکا کھاتا ہے تو اسے بھولتا نہیں ہے۔"

"یہی بات مرینا نے جاتے جاتے کہی تھی کہ میں اسے بہت یاد کروں گا۔ پتا نہیں لڑکیوں کو اتنی خوش فہمی کیوں رہتی ہے۔"

"تم اسے یاد نہیں کرو گے؟"

"یاد کروں گا نہیں بلکہ یاد رکھوں گا، یاد کرنے میں دلی لگاؤ ہوتا ہے اور یاد رکھنے میں چیلنج ہوتا ہے کہ اس نے میرے ساتھ جو کیا، اس کا جواب جلدی دینا ہے۔"

"ہرگز نہیں، تم اسے چیلنج کے طور پر یاد نہیں رکھو گے، میں اس سے بدلہ لوں گی۔"

پارس نے اس کی تسلی کے لئے ایک دم سے چونک کر کہا۔ "اوہ، اب یاد آیا۔ اس کے چہرے پر دو عیب ایسے تھے جسے وہ میک اپ سے بھی نہ چھپا سکی۔"

اس نے بڑی دلچسپی سے پوچھا "وہ عیب کیا تھے؟"

"اس سے ایک بار نظریں ملیں تو میں نے دیکھا، وہ بھینگی ہے۔ میں مشرق کی طرف تھا وہ مغرب کی طرف دیکھ رہی تھی۔ جب اس نے قہقہہ لگایا تو اس کے اگلے دو دانت ٹوٹے ہوئے تھے۔"

"توبہ! کتنی بری لگ رہی ہوگی۔"

"اس نے درست کہا تھا کہ میں اسے بہت یاد کروں گا، اس کی ترچھی نظر اور ٹوٹے ہوئے دانت اکثر یاد آیا کریں گے۔"

جوجو دل کھول کر ہنسنے لگی۔ اسے اطمینان ہوگیا کہ مرینا کے پاس پارس کے بہکنے کا سامان نہیں ہے اور پارس سوچ رہا تھا۔ "میدانِ عمل میں حسن و شباب اہم نہیں ہوتا، اہمیت چیلنج کی ہوتی ہے۔ وہ حسینہ جس نے انکل کو اور میرے پاپا کو جھانسا دیا اور آج مجھے الو بنا گئی، اسے تو میں ضرور یاد رکھوں گا اور میرا یاد رکھنا اسے مہنگا پڑے گا۔"

ہو سکتا ہے پارس کبھی اس سے پھر ٹکرا جائے لیکن ایسا جب بھی ہوگا اتفاق سے ہوگا کیونکہ مرینا کے محتاط عمل نے اور اس کے اصولوں کی پابندی نے اسے ہر طرح محفوظ رکھا تھا اور آئندہ بھی وہ محفوظ رہنے والی تھی۔ کبھی مقدر بگڑ جائے تو یہ الگ بات ہے۔

وہ پچھلی بار گاڈدی کے کمزور دماغ میں گئی تھی۔ وہ نہ سانس روک سکتا تھا نہ خیال خوانی کر سکتا تھا۔ پاپا ڈوک نے اسے ایک ایسی پہاڑی پر پہنچا دیا تھا جو تل ابیب کے قریب سمندر کے بیچ میں تھی۔ اس پہاڑی کے چاروں طرف بجلی کے نادیدہ تار تھے۔ غوطہ خوری کے ذریعے وہاں جانے والے ان تاروں کی زد میں آکر ہلاک ہو جاتے۔ تل ابیب کے ساحل پر ایک بہت بڑی دوربین تھی، جس کے ذریعے اسے دن رات دیکھا جاتا تھا، اتنی سخت نگرانی تھی کہ گاڈدی کی مدد کے لئے کوئی وہاں نہیں پہنچ سکتا تھا۔

شان پاپا ڈوک نے اس کی تنہائی دور کرنے کے لئے ایک توبہ شکن حسینہ کو بھیجا تھا۔ حسینہ کا نام نیپا شلوم تھا، وہ اسرائیلی انٹیلی جنس کے شعبے سے تربیت حاصل کر چکی تھی۔ یوگا کی ماہر تھی چونکہ اس نے پچھلی رات شراب پی تھی اس لئے مرینا کو اپنے دماغ میں محسوس نہ کر سکی۔ یوں مرینا نے اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنا لیا تھا۔

وہ نیپا شلوم کے دماغ میں رہ کر پاپا ڈوک کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتی تھی۔ اسے یقین تھا کہ وہ اس شیطان کی کسی کمزوری تک پہنچ جائے گی۔ اس مقصد سے وہ پھر نیپا کے دماغ میں آئی۔ وہ گاڈدی سے کہہ رہی تھی "میں کل سے تمہیں اپنی طرف مائل کر رہی ہوں، میرا شمار تل ابیب کی حسین ترین لڑکیوں میں ہوتا ہے، میرے شباب میں اتنی گرمی ہے کہ بجھے ہوئے چولہے کے پاس جاؤں تو وہ سلگ اٹھے۔ کیا تم بالکل ہی ڈیپ فریزر

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہوں۔"

وہ اسے دیکھتے ہوئے سرد آہ بھر کر بولا "میں نے امریکا اور یورپ میں ہزاروں حسینائیں دیکھی ہیں' مگر تمہاری مثال کہیں نہیں ملتی۔ تمہارا حسن کوہ ندا کی طرح پکارتا ہے اور تمہارا شباب ہر زاویئے سے للچاتا ہے لیکن جان پر بنی ہو تو نگاہوں سے حسن بجھ جاتا ہے۔ رنگ مرجاتے ہیں' خوشبو گم ہو جاتی ہے اور للچانے والی جوانی کا بھی جنازہ نکل جاتا ہے۔ میرے دماغ میں ایک ہی سوال گونج رہا ہے کہ اس قید سے کیسے نجات ملے گی؟"

"شاید کبھی رہائی نہ ملے۔ شاید اس لئے کہہ رہی ہو کہ کبھی عقل سے کام لوگے تو یہاں سے ضرور نکل سکو گے۔"

"میری عقل کام نہیں کررہی ہے' مجھ سے تعاون کرو' مجھے کوئی راستہ دکھاؤ۔ میں زندگی بھر تم سے محبت کرتا رہوں گا' صرف تمہارا وفادار رہوں گا۔"

"عقل کہتی ہے' دو چار ہفتوں یا دو چار مہینوں میں رہائی ممکن نہیں ہے۔ حکمت عملی سے کام کرو' فی الحال پاپا ڈوک کے احکامات کی تعمیل کرتے رہو اور مجھ سے شادی کرلو' جب تم میرے حسن و شباب اور میری زندگی کے مالک و مختار بن جاؤ گے تو میں تمہاری ہی بھلائی کے لئے سوچوں گی اور تمہیں قید سے نکالنے کے لئے جان کی بازی لگادوں گی۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "پاپا ڈوک نے کہا تھا کہ وہ میری نیند کے دوران مجھ پر تنویمی عمل کرے گا' میں پچھلی رات گہری نیند میں تھا۔ اگر اس نے ہپناٹزم کے ذریعے مجھے اپنا تابعدار بنالیا ہوگا تو مجھے پتا نہیں چلے گا اور میں نادانستگی میں اپنی مرضی کے خلاف اس کے احکامات کی تعمیل کرتا رہوں گا۔"

نیپا نے مرینا کی مرضی کے مطابق کہا "تم پاپا ڈوک کے خلاف بول رہے ہو۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُس نے ابھی تک تمہیں ہپناٹزم کے ذریعے اپنا تابعدار نہیں بنایا ہے۔"

"ہاں' یہ ایک اہم نکتہ ہے۔ اگر میں اس سے سحرزدہ ہوتا تو اس کی مخالفت میں نہ سوچتا نہ بولتا۔"

اسی وقت وارنر ہیگ نے اسے مخاطب کیا۔ گاڈوی خلا میں تکتے ہوئے سننے لگا۔ مرینا نے نیپا کے ذریعے اس کا یہ انداز دیکھا اور سمجھ گئی کہ کوئی اس کے دماغ میں آیا ہے۔ وہ فوراً ہی گاڈوی کے اندر پہنچی۔ وہاں وارنر ہیگ کہہ رہا تھا "گاڈوی! میرے دوست' یہ نیپا درست کہہ رہی ہے۔ تم اس شیطان کے معمول نہیں ہو' وہ پچھلی رات تمہارے دماغ میں آکر بڑی دیر تک عمل کرتا رہا تھا لیکن میں اسے ناکام بناتا رہا۔ وہ یہ سمجھ کر گیا ہے کہ تم اس کے معمول اور وفادار بن چکے ہو۔"

گاڈوی نے خوش ہو کر کہا "وارنر! تم سچے دوست ہو۔ تم نے مجھے شیطان کی غلامی سے بچایا ہے۔ پلیز' مجھے گائیڈ کرو' میرا دماغ کام نہیں کررہا ہے۔"

"یہی تمہاری کمزوری ہے' پریشان اور حواس باختہ رہو گے تو مصیبتوں سے کبھی نجات حاصل نہیں کرسکو گے۔ میرے مشوروں پر عمل کرو' پاپا ڈوک پر ظاہر کرو کہ تم اس کے معمول اور وفادار بن چکے ہو' اس کی مرضی کے مطابق نیپا سے عشق شروع کرو' اس کے احکامات کی تعمیل کرتے رہو۔ جب تم دماغ سے کام لینے لگو گے تو ہم دونوں جلد ہی اس شیطان پر غالب آجائیں گے۔"

"ٹھیک ہے' میں تمہارے مشوروں پر عمل کررہا ہوں۔"

"میں اپنی جگہ مصروف ہوں' پھر آؤں گا۔"

وہ چلا گیا۔ گاڈوی نے بڑے پیار سے مسکرا کر دیکھا۔ نیپا نے پوچھا "یہ سوچتے سوچتے مسکرانے کیوں لگے؟"

"تم درست کہہ رہی تھیں کہ مجھے عقل سے کام لینا چاہئے۔"

"یعنی تمہاری عقل کام کررہی ہے؟"

"ہاں' یہ بات سمجھ میں آگئی ہے کہ میں تنہا کچھ نہیں کرسکوں گا' مجھے ایک ساتھی کی ضرورت ہے۔ اگر میں تمہارے جسم و جان کا مالک بن جاؤں تو تم سے زیادہ وفادار ساتھی کوئی اور نہیں ملے گا' لیکن ایک بات ہے۔"

"وہ کیا؟"

"میں بڑی دیر سے دل ہی دل میں پاپا ڈوک کو گالیاں دینا چاہتا ہوں۔ مگر دماغ روکتا ہے اور یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ مخالفانہ خیالات کے باوجود مجھے پاپا ڈوک کی عزت کرنی چاہئے۔"

وہ بولی "اس کا مطلب ہے تم غیر شعوری طور پر پاپا ڈوک سے متاثر ہو اور نہ چاہتے ہوئے بھی اس کے وفادار ہو گے۔"

"ہاں' میری جان نیپا! اب کیا ہوگا' میں اس کا معمول بن چکا ہوں۔"

وہ اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی "پروا نہ کرو' میں تمہارے ساتھ ہوں۔ وعدہ کرتی ہوں' اس کے سحر سے نکالنے کی ہر ممکن کوشش کروں گی۔"

اس کے بعد مرینا اس کے دماغ سے آگئی کیونکہ دونوں ایک دوسرے کے سحر میں گرفتار ہو رہے تھے۔ نیپا اس کے لئے مخلص نہیں تھی۔ اپنے ملک اور قوم میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کا اضافہ کرنے کے لئے حسن و شباب کا دسترخوان بچھا رہی تھی اور گاڈوی اپنے دوست وارنر کے مشورے کے مطابق مملکت اسرائیل کی پہلی بوٹی نوچ رہا تھا۔

مرینا' شان پاپا ڈوک کی باتیں سننے کے لئے نیپا کے پاس گئی تھی لیکن پاپا ڈوک پچھلی رات کے بعد پھر نہیں آیا تھا۔ وہ دوسرے معاملات میں مصروف ہوگا۔ مرینا ان دوسرے معاملات کو جاننے کے لئے دو گھنٹے بعد پھر نیپا کے پاس آئی۔ وہاں اچانک ہی بارش ہونے لگی تھی دونوں بڑی بے حجابی سے بارش میں غسلِ محبت

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کررہے تھے۔ وہ ناگواری سے واپس آنا چاہتی تھی اسی وقت نیپا کے دماغ میں پاپا ڈوک کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا "شاباش! تم نے اسے اپنا دیوانہ بنا ہی لیا۔"

اسے شرم اور لحاظ سے ایسے وقت دماغ سے چلا جانا چاہئے تھا لیکن شیطان سے شرم کی توقع عبث ہے۔ نیپا بھی پکی بے شرم تھی' اس نے جواب دیا "یہ بڑی مشکلوں سے قابو میں آیا ہے۔ ویسے آپ نے صحیح طور پر تنویمی عمل نہیں کیا ہے۔"

"کیا بات ہوگئی؟"

"وہ غیر شعوری طور پر آپ کا وفادار بن چکا ہے مگر عام حالت میں آپ کے خلاف سوچتا ہے' کیا تنویمی عمل کے نتیجے میں ایسی دوہری کیفیت ہوتی ہے؟"

"دوہری کیفیت ہر معمول کے ساتھ ہوتی ہے۔ معمول بظاہر نارمل ہوتا ہے' خود کو آزاد اور خود مختار سمجھتا ہے۔ اپنے عامل کے خلاف بولتا بھی ہے لیکن غیر شعوری طور پر بے اختیار وہی کرتا ہے جو عامل چاہتا ہے۔"

"کیا اب آپ اپنے احکامات کی تعمیل اس سے کراسکتے ہیں؟"

"ہاں' ہم ابھی آزمالیتے ہیں۔ تم نے اسے مستی سرور اور بیخودی کی جس منزل پر پہنچادیا ہے وہاں سے کوئی واپس نہیں آنا چاہتا۔ میں اسے واپس آنے کا حکم دے رہا ہوں۔"

وہ نیپا کے اندر سے نکل کر گاڈدی کے دماغ میں پہنچا۔ پھر حاکمانہ انداز میں بولا "میں ہوں تمہارا آقا شان پاپا ڈوک' میں تمہیں حکم دیتا ہوں' اٹھ جاؤ۔"

وہ اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ اس نے پھر حکم دیا "نیپا سے دور جاکر تنہا بارش میں بھیگتے رہو۔"

وہ برسات میں جلتی ہوئی آگ سے دور جاکر بھیگنے لگا۔ مرینا گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ حالانکہ اسے پاپا ڈوک کی باتیں سننا چاہئے تھیں مگر وہ خیال خوانی جاری نہ رکھ سکی۔ اپنے چہرے اور گردن کو چھوکر دیکھا تو پسینہ نکل رہا تھا۔ اپنی سانسیں گرم لگ رہی تھیں۔ اس وقت معلوم ہورہا تھا کہ شعور اور لاشعور کی کارگزاریاں کیا ہوتی ہیں۔ وہ شعوری طور پر پاپا ڈوک کی باتیں سن رہی تھی مگر غیر شعوری طور پر نیپا کی برسات میں بھیگ رہی تھی۔ اسے نیپا کے اندر نہیں رہنا چاہئے تھا لیکن نادانستگی میں جذبوں کی ایسی مار پڑ رہی تھی کہ وہ واپس آنا بھول گئی تھی۔ جب واپس آئی تو پتا چلا تھک گئی ہے' نڈھال ہوگئی ہے' ایسے میں اسے گر پڑنا چاہئے۔

وہ بڑی دیر تک بستر پر پڑی چھت کو تکتی رہی پھر اٹھ کر فریج کے پاس آکر اسے کھولا۔ اس میں سے ٹھنڈی بوتل نکال کر پانی پینے لگی۔ پانی حلق کو اور سینے کو ٹھنڈک پہنچانے لگا۔ وہ دماغ کو ہر طرح کی سوچ سے خالی رکھنا چاہتی تھی لیکن جب تک سانسیں چلتی رہتی ہیں' دل دھڑکنوں سے اور دماغ سوچ سے خالی نہیں ہوتا۔ جب آدمی سوچتا ہے کہ کچھ نہیں سوچ رہا ہے' تب بھی سوچتا ہے۔

ویسے وہ گرتے گرتے سنبھلنا جانتی تھی۔ پانی پینے کے بعد فرش پر بیٹھ گئی۔ یوگا کا ایک آسن اختیار کرکے سانس روک لی۔ جب سانس رک گئی تو سوچیں بھی تھم گئیں۔ انسانی زندگی کا سارا کھیل سانسوں کا ہے۔ نفس کا ہے اور نفسانی تقاضوں کا ہے۔ اگر سانس قابو میں ہے تو آدمی نفس کے بے لگام گھوڑے کو قابو میں کرلے گا۔

مرینا نے پہلے دس منٹ سانس روکی پھر ایک منٹ تک سانسیں لینے کے بعد پندرہ منٹ تک سانس روکی۔ ایسا کئی بار کیا پھر اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ مسکرا کر خود کو آئینے میں دیکھا۔ دماغ سے نامعقول خیالات چھٹ گئے تھے۔ اب نیپا اور گاڈدی کے حوالے سے کوئی آلودہ سوچ نہیں آسکتی تھی۔ مرینا کی یہ بھی ایک خوبی تھی' وہ اپنے اندر لڑتا' اپنے اندر کی چڑیل کو شکست دیتا اور تعمیری انداز میں اپنی ہی ذات پر فتح حاصل کرنا جانتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ کوئی مرد خواہ دوست ہو یا دشمن' اسے تسخیر نہیں کرسکتا تھا۔

اس نے دوسری طرف دھیان دیا۔ اس کی ہدایات کے مطابق کینی پال اور ٹیوسنتانا لندن پہنچ گئے تھے۔ یہ دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والے مرینا کے معمول اور تابعدار تھے لیکن اس حقیقت سے بے خبر تھے کہ وہ ان کے دماغوں پر حکومت کرتی ہے۔

وہ خود کو آزاد اور خود مختار سمجھتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ وہ گمشدہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تلاش کرنے لندن آئے ہیں۔ جب وہ وہاں پہنچے تو مرینا نے پہلے کینی پال کے دماغ میں آکر قبضہ جمایا۔ اسے غائب دماغ بنایا پھر اسے پرانے شاہی محل نما عمارت کے تہ خانے میں پہنچادیا۔

اس تہ خانے کے ایک کشادہ کمرے میں پہلے ہی جورا جوری اور جوڈی نارمن قید کی زندگی گزار رہے تھے۔ مرینا نے کینی پال کو دوسرے کمرے میں قید کرکے اس کے دماغ کو آزاد کردیا۔ وہ دماغی طور پر حاضر ہوتے ہی چونک گیا۔ اس کے چاروں طرف گہری تاریکی تھی۔ وہ ایک دم سے پریشان ہوکر اٹھ گیا تھا۔ قبر جیسی تاریکی میں یوں لگا جیسے زندہ دفن کردیا گیا ہو پھر دفن ہونے والی بات غلط لگی کیونکہ وہ ابھی بستر سے اٹھ کر کھڑا ہوا تھا اور قبر اتنی کشادہ نہیں ہوتی کہ وہاں پلنگ بھی بچھادیا جائے۔

وہ تھوڑی دیر پہلے دن کی روشنی اور لندن کی کھلی فضاؤں میں تھا' اچانک تاریکی میں پہنچ کر بری طرح بدحواس ہونا چاہئے تھا لیکن وہ خود کو نارمل رکھنے کی کوشش کرنے اور سوچنے لگا "یہ کیسے ہوگیا؟ میں پتا نہیں کتنی دیر دماغی طور پر غائب رہا۔ اب پورے ہوش وحواس میں یہ تاریکی ہے اور میں کسی کمرے میں خود کو پارہا ہوں۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ میں کسی کے تنویمی عمل کے زیر اثر ہوں۔"

وہ شکست خوردہ انداز میں بیٹھ گیا۔ دماغی طور پر کسی کا غلام بننے کا صدمہ جان لیوا تھا۔ اس نے بڑے دکھ سے پوچھا "کون ہو تم؟"

وہ جواب کا انتظار کرتے ہوئے اندھیرے میں تکنے لگا۔ مرینا خاموش تھی۔ وہ اپنی آواز بھی کسی کو نہیں سناتی تھی۔ وہ بولا۔ "مجھے یاد آرہا ہے' ایک تقریب میں اچانک میری طبیعت خراب ہوگئی تھی۔ مجھے شبہ ہوا تھا کہ کسی نے اعصابی کمزوری کی دوا کسی کھانے پینے کی چیز میں ملائی ہوگی۔ میں فوراً ڈاکٹر کے پاس جانا چاہتا تھا لیکن بے اختیار اپنی رہائش گاہ میں پہنچ گیا۔ اس کے بعد مجھے ہوش نہیں رہا تھا۔ شاید رات مجھ پر تنویمی عمل کیا گیا تھا لیکن اس واقعے کو چھ ماہ ہوگئے۔ مجھ پر عمل کرنے والے' تم کون ہو؟ اتنے عرصے تک آزاد کیوں چھوڑا تھا اور آج اس تاریکی میں قید کیوں کیا ہے؟"

وہ چند لمحوں تک خاموش رہا پھر بولا "مجھے یقین ہے کہ میں سونیا یا اس کے کسی آدمی کی قید میں نہیں ہوں بلکہ اس کی قید میں ہوں جس نے جورا جوری اور جوڈی نارمن کو بالکل اسی طرح تاریکی میں رکھا ہے۔ پلیز' مجھے بتاؤ تم کون ہو؟ جب میں پوری طرح تمہاری مٹھی میں ہوں اور یہاں سے کسی طرح نکل نہیں پاؤں گا تو تمہیں چھپنا نہیں چاہئے یا چھپنا ضروری ہو تو سوچ کے ذریعے دو باتیں کرلو' یہ بھی منظور نہ ہو تو آواز اور لہجہ بدل کر بولو۔"

وہ پھر خاموش ہوا۔ اتنی التجاؤں کے باوجود جواب نہیں مل رہا تھا۔ ایسے میں جھنجلاہٹ طاری ہوتی ہے لیکن کینی پال پرسکون تھا۔ وہ بہت پہلے کئی بار جورا جوری اور جوڈی نارمن کی جھنجلاہٹ اور بے بسی دیکھ چکا تھا۔ ان کے دماغوں میں رہ کر معلوم کرچکا تھا کہ چیخنے اور شور مچانے سے بھی آواز باہر نہیں جاتی ہے' جس کا مطلب یہ ہے کہ انہیں کسی تہ خانے کے ساؤنڈ پروف کمرے میں بند کیا گیا ہے۔

وہ تھوڑی دیر تک سر جھکائے بیٹھا رہا پھر اٹھ کر اندھیرے میں راستہ ٹٹولتے ہوئے اس کمرے کے حدود اربعہ کو سمجھنے لگا۔ وہ بالکل جورا جوری والے کمرے جیسا تھا۔ اٹیچڈ باتھ روم بھی تھا۔ کھانے پینے اور دوسری ضروریات کا سامان بھی موجود تھا۔ اس نے پھر بستر پر بیٹھ کر خیال خوانی کی پرواز کی اور جوڈی نارمن کے دماغ میں پہنچا۔ وہ سانس روکنا چاہتا تھا' اس نے جلدی سے کہا۔

"میں کینی پال ہوں۔"

وہ بولا "تم کئی بار آچکے ہو' مگر کیا فائدہ؟ یہ ایسی قید ہے جہاں سے کوئی ہمیں رہائی نہیں دلا سکے گا۔"

"درست کہتے ہو' آج میں اپنی بدبختی سنانے آیا ہوں۔ کسی نامعلوم عامل نے مجھے بھی ایسے ہی ایک تاریک کمرے میں قید کردیا ہے۔"

جوڈی نارمن نے جورا جوری سے کہا "میرے دماغ میں آؤ' کینی پال باتیں کررہا ہے' اس بے چارے کو بھی ہماری طرح قید کردیا گیا ہے۔"

جورا جوری نے نارمن کے دماغ میں آکر پوچھا "یہ کیسے ہوگیا؟"

"جب شامت آتی ہے تو پتا نہیں چلتا کیسے آئی۔ میں کوئی چھ ماہ پہلے ٹریپ کیا گیا۔ ٹریپ کرنے والا آج مجھے قیدی بنا کر لایا ہے۔"

"یہ سمجھ میں نہیں آتا' ہمیں قید کرنے والے کا مقصد کیا ہے۔ وہ ہماری ٹیلی پیتھی سے فائدہ نہیں اٹھارہا ہے مگر ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو قید کرتا جارہا ہے۔"

کینی پال نے کہا "میرے ایک محتاط اندازے کے مطابق کسی مرد نے نہیں ایک عورت نے ہمیں قید کیا ہے اور اس کا نام شلپا ہے۔"

"تم شلپا پر کیوں شبہ کررہے ہو؟"

"وہ جنرل کی داشتہ تھی۔ اس نے جنرل کو بہلا پھسلا کر ہم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے متعلق معلومات حاصل کیں۔ یہ بھی معلوم کرلیا کہ چھ ٹیلی پیتھی جاننے والے لندن جارہے ہیں۔ اس سے پہلے وہ اچانک روپوش ہوگئی۔ اُدھر جنرل اسے تلاش کرتا رہا۔ اِدھر اس نے تمہیں اور جورا جوری کو قیدی بنالیا۔ جس تقریب میں میں اعصابی کمزوری کا شکار ہوا تھا اس تقریب میں شلپا موجود تھی۔"

جورا جوری نے کہا "تمہاری بات دل کو لگتی ہے۔ ہم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک دوسرے کے شناسا اور دوست رہے ہیں۔ صرف شلپا جنرل کی داشتہ بن کر اتراتی تھی اور ہم سب سے کتراتی تھی۔"

نارمن نے کہا "الپا ماسک مین کی قید میں ہے۔ مرینا جنرل کی بھتیجی اور ہمارے ملک کی وفادار ہے۔ وہ ایسی حرکتیں نہیں کرے گی۔ یقیناً شلپا ہم سے دشمنی کررہی ہے۔"

جورا جوری نے کہا "ہم تین ہوگئے ہیں' کیا اس مکار کی مکاری کا جواب نہیں دے سکیں گے؟"

"ضرور دیں گے۔ ہم تینوں اپنی ذہانتوں سے رہائی کی صورت پیدا کریں گے۔"

مرینا دماغی طور پر حاضر ہوکر مسکرائی۔ پھر اس نے ٹیوسنتانا کو ٹریپ کرکے تیسرے تاریک کمرے میں پہنچایا اور ان کی تعداد تین سے چار کردی تاکہ وہ مزید ذہانت سے کام لے کر اپنی حسرتیں پوری کرتے رہیں۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ٹیوسنتانا کو بھی معلوم تھا کہ نارمن اور جوراجوری ایسی ہی تاریکی میں کہیں قید ہیں۔ اُس نے ان سے دماغی رابطہ قائم کیا تو پتا چلا کینی پال بھی کسی دوسرے کمرے میں قید ہے۔ کینی پال نے حیرانی سے کہا "یہ شلپا کوئی چڑیل ہے۔ پتا نہیں اس نے کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنا معمول بنایا ہے۔ پتا نہیں یہاں ابھی اور کتنے قیدی بن کر آئیں گے۔"

وہ سب جوڈی نارمن کے دماغ میں رہ کر ایک دوسرے سے بول رہے تھے۔ اسی وقت انہیں مرینا کی آواز سنائی دی۔ وہ گھبرائی ہوئی سی کہہ رہی تھی "نارمن! میں ڈوب رہی ہوں۔ گہری تاریکی میں ڈوب رہی ہوں۔ میرے چاروں طرف اندھیرا ہی اندھیرا ہے' میں جان گاوڈی کے پاس گئی تھی۔ وہ کسی کا قیدی ہے پھر مارٹن رسل کے پاس گئی۔ اسے بتایا کہ اندھیرے میں قید ہوں۔ بس اتنا جانتی ہوں کہ یہ لندن شہر ہے۔ مارٹن رسل نے وعدہ کیا ہے کہ جلد سے جلد نیویارک سے روانہ ہوگا اور میری مدد کے لئے یہاں لندن آئے گا۔ اب میں تمہارے پاس آئی ہوں۔ تمہارے بعد دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے دوستوں کے پاس جاؤں گی۔ اوہ گاڈ! میں کتنا بول رہی ہوں۔ کیا تم میری بات سمجھ رہے ہو کہ کسی دشمن نے مجھے ٹریپ کیا ہے۔"

"سمجھ رہا ہوں۔ میں جوراجوری' پال ہوپ کن اور ٹیوسنتانا بھی تمہاری طرح الگ الگ تاریک کمروں میں قید کئے گئے ہیں۔ پریشان ہونے اور گھبرانے سے رہائی نہیں ملے گی۔ ہمارے پاس آتی جاتی رہو۔ ہم یہاں سے نکلنے کی تدبیر سوچ رہے ہیں۔"

مرینا رونے لگی' پال ہوپ کن نے کہا "مرینا! جنرل صاحب تو کہتے تھے تم بہت ذہین اور حوصلہ مند ہو' کیا اتنی جلدی حوصلہ ہار رہی ہو؟"

وہ روتے روتے بولی "انکل نے آپ کو یہ نہیں بتایا کہ میں تاریکی میں خوف زدہ ہوجاتی ہوں۔ یہاں میں ایک بستر پر بیٹھی ہوئی ہوں اور یہ نہیں جانتی کہ اندھیرے میں میرے آگے پیچھے اور دائیں بائیں کیا ہے۔ پلنگ کے نیچے پاؤں رکھتے ہوئے ڈرتی ہوں۔"

جوراجوری نے کہا "پہلے میں بھی تاریکی سے ڈرتی رہی' پلنگ کے نیچے پاؤں رکھنے کی ہمت نہیں ہوتی تھی مگر اب تو عادی ہوگئی ہوں۔ پتا نہیں اس تاریکی میں کتنے دن رات گزر چکے ہیں۔ تم جس کمرے میں ہو اس کے ساتھ ایک باتھ روم ہے۔ راستہ ٹٹول کر ایک ایک چیز کو چھو کر معلوم کرو گی تو وہاں ضرورت کا ہر سامان ملے گا۔ تمہیں آج نہیں تو کل حالات سے سمجھوتا کرنا ہی ہوگا۔"

"جوراجوری! تم اس قید میں اس لئے مطمئن ہو کہ تمہارے ساتھ تین مرد ہیں' میں تو بالکل تنہا ہوں۔"

"پال ہوپ کن اور ٹیوسنتانا دوسری جگہ قید ہیں۔ میرے ساتھ صرف نارمن ہے۔"

"آخر کوئی تو ساتھ ہے۔"

"تمہارا بھی کوئی ساتھی آجائے گا۔ شلپا کھلانے پلانے کے علاوہ ایک ساتھی کی ضرورت بھی پوری کرتی ہے۔"

"کیا شلپا نے ہمیں قید کیا ہے؟"

جواب میں وہ سب شلپا کے خلاف بولنے لگے۔ مرینا تھوڑی دیر ان سے باتیں کرنے کے بعد دماغی طور پر اپنے بیڈ روم میں حاضر ہوگئی۔ اُس نے اس شبہ کو تقویت دی تھی کہ ان سب کو شلپا نے قید کیا ہے۔

مرینا کو یہ اندیشہ نہیں تھا کہ اس کے قیدی وقت بے وقت اس کے دماغ میں خیریت پوچھنے آئیں گے۔ وہ چاروں قیدی اس کے معمول تھے اور اس کی مرضی کے خلاف اس کے دماغ میں آنے کے لئے سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔

بہت پہلے میں نے جوراجوری کو اور لیلیٰ نے جوڈی نارمن کو ٹریپ کیا تھا۔ میں بڑی خاموشی سے کئی بار ان کے دماغوں میں جاچکا تھا لیکن یہ معلوم نہ ہوسکا کہ انہیں کس نے قید کیا ہے اور کہاں قید کیا ہے؟

مرینا نے جوراجوری اور جوڈی نارمن کے دماغوں سے معلوم کیا تھا کہ جس نے بھی ان پر تنویمی عمل کیا تھا اس عمل کی میعاد کیا ہے۔ وہ عامل پھر کب عمل کرنے آئے گا۔ انہوں نے ایک خاص وقت بتادیا تھا۔ میں اس خاص وقت کے مطابق ان پر عمل کرنے آیا تو مرینا نے میرے عمل کو ناکام بنادیا۔ مجھے اس کا علم نہ ہوسکا۔ میرے جانے کے بعد اس نے جوراجوری اور جوڈی نارمن کو بڑی آسانی سے اپنا معمول بنالیا تھا۔

گویا مرینا نے مجھے دوسری بار فریب دیا تھا۔ میں نے اکثر فریب کھائے ہیں لیکن وہ پہلی لڑکی ہے جس نے مجھے دوبار دھوکا دیا۔ بے شک وشبہ وہ انتہائی ذہین اور بے حد مکار تھی۔ میدانِ عمل میں تنہا ہمارے مقابلے پر ڈٹی ہوئی تھی اور اس اکیلی نے چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو جیت لیا تھا۔ ابھی ہم سے اور کچھ افراد کو چھین لینے کے منصوبوں پر عمل کررہی تھی۔

ویسے وہ صرف اپنے قیدیوں کو یقین دلا سکی کہ یہ حرکت شلپا کررہی ہے جبکہ شلپا ہماری معمولہ تھی۔ مرینا اور پارس کے ٹکراؤ کے بعد ہمیں یقین ہوگیا تھا کہ تاریک قید خانہ قائم کرنے والی مرینا ہی ہے۔

بہرحال وہ زبردست تھی اور ایسے آثار نہیں تھے کہ وہ جلد ہی ہمارے زیردست ہوگی۔ لوگ دشمن کی بربادی چاہتے ہیں۔ اس کی موت کی دعا مانگتے ہیں' ہماری دعا تھی کہ وہ جئے' جب تک مقدر میں لکھا ہے جیتی رہے اور جیتتی رہے۔ ہارنے والے دشمنوں سے خاک مزہ آتا ہے۔ اچھا ہے' وہ پارس کو مزہ چکھاتی ہے اور وہ بڑے شوق سے چکھتا رہے۔

O☆O

میں نے پیرس میں ایک میاں بیوی کو ٹریپ کیا تھا۔ وہ دونوں یہودی تھے۔ میاں کا نام رابرٹ موس اور بیوی کا نام پارا موس تھا وہ تل ابیب سے ایک شادی میں شریک ہونے آئے تھے۔ مجھے رابرٹ موس اور لیلیٰ کو پارا موس بن کر اسرائیل جانا تھا۔ یہ اچھا موقع تھا۔ شادی میں شریک ہونے پورا خاندان آیا تھا۔ ویڈیو فلم بھی تیار ہورہی تھی۔ میں اور لیلیٰ ان دونوں کے دماغوں میں رہ کر ان کے خاندان کے تمام افراد کو سمجھ رہے تھے۔ بعد میں ویڈیو فلم دیکھ کر ہم نے ان تمام افراد کو چہروں سے بھی پہچان لیا تھا۔ لیلیٰ دو راتوں تک مجھ پر عمل کرکے میرے دماغ میں عبرانی زبان میں گفتگو کرتی رہی۔ میں اس زبان سے کسی حد تک واقف تھا۔ لیلیٰ کے عمل سے اور اچھی طرح سمجھ گیا۔

شادی کے دوسرے دن وہ لوگ اسرائیل واپس جانے والے تھے۔ ہم نے روانگی سے بارہ گھنٹے پہلے ان میاں بیوی کو اغوا کرکے ایک نیم تاریک قید خانے میں پہنچادیا۔ ایسا فرانس کی حکومت کے تعاون سے کیا لیکن اتنی رازداری سے کہ سفارتی سطح پر حکومتِ فرانس پر کوئی الزام نہ آئے۔ ہماری واپسی تک وہاں کی پولیس سادہ لباس میں ان کی نگرانی کرنے والی تھی۔

ہم نے ویڈیو کیسٹ کے ذریعے بار بار ان کے عزیز واقارب کو دیکھا تھا' ان کے چہروں کو ذہن نشین کیا تھا پھر ان سے پیرس کے ائرپورٹ پر ملاقات بھی کی۔ طیارے میں سفر کے دوران لیلیٰ نے سوچ کے ذریعے جوجو کو مخاطب کیا پھر کوڈ ورڈز ادا کرنے کے بعد کہا "اسرائیل میں ٹیلی پیتھی جاننے والا جے مورگن تمہارا معمول ہے۔ اس کے دماغ میں جاؤ' اور اس کے موجودہ حالات معلوم کرو' میں تمہارے پاس رہوں گی۔"

جوجو نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر جے مورگن کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہ اسے محسوس نہ کرسکا۔ وہ یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ الپا کے تنویمی عمل سے نجات حاصل کرنے کے بعد جوجو کا معمول بن گیا ہے۔ جوجو بھی اسے مخاطب نہیں کرتی تھی۔

وہ فوجی چھاؤنی کے ایک چھوٹے سے بنگلے میں نظربند رکھا گیا تھا۔ اُس سے ایک ہی افسر ملاقات کے لئے آتا تھا۔ سپاہیوں کے ذریعے اس کی تمام ضروریات پوری کرتا تھا۔ باقی اعلیٰ حکام اور دوسرے فوجی افسران نہ اس کے سامنے آتے تھے نہ اپنی آواز سناتے تھے۔ اس نے بیزار ہوکر پوچھا تھا "مجھے اس طرح قید کرکے کیا فائدہ حاصل کررہے ہو؟"

افسر نے جواب دیا تھا "پاپا ڈوک نے بتایا ہے کہ تمہارے دماغ پر کسی کا قبضہ ہے' ہم تمہاری ٹیلی پیتھی کے علم کو اپنے کام میں لاکر نقصان نہیں اٹھائیں گے۔"

"تو پھر میرا انجام کیا ہوگا؟"

"شاندار مستقبل ہوگا تمہارا' ماسک مین نے جوجو کا آپریشن کراکے ہمیں نئی راہ دکھائی ہے۔ ہماری قوم میں بھی برین سرجری کرنے والے نہایت تجربہ کار ڈاکٹرز موجود ہیں۔ سرجری کے بعد تم اپنا ماضی' اپنی آواز اور لہجہ سب کچھ بھول جاؤ گے۔ ایک عظیم یہودی کی حیثیت سے نئی زندگی شروع کروگے۔ تمہارے دماغ پر کسی دشمن کا قبضہ نہیں ہوگا۔ تم صرف ہمارے ملک کے لئے کام کرتے رہوگے۔"

جوجو نے اس کے دماغ سے نکل کر لیلیٰ سے کہا "آنٹی! اسے تو بالکل مجبور اور بے بس بنا کر رکھا گیا ہے۔"

"تمہارے پاپا! یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ پاپا ڈوک اس سے کوئی کام لے رہا ہے یا نہیں' آئندہ ضرورت ہوئی تو میں تمہارا لہجہ اختیار کرکے جے مورگن کے پاس جاؤں گی۔"

ہم جوجو کے دماغ سے نکل آئے پھر میں نے کہا "لیلیٰ! اگر ہم کسی طرح جے مورگن کو آپریشن کے ذریعے تبدیل ہوجانے سے بچا سکیں تو ہمارا بھی فائدہ ہے اور جے مورگن بھی ہمارا احسان مند ہوگا۔"

وہ امریکی عیسائی تھا' ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے کے بعد ٹریننگ سینٹر میں تربیت حاصل کررہا تھا۔ ایسے ہی وقت یہود زادی الپا نے اسے اپنی محبت میں الجھالیا' اپنا دیوانہ بنا کر تل ابیب لے آئی۔ وہاں اس پر تنویمی عمل کرکے اسے عیسائی سے یہودی بنادیا تاکہ وہ حکومتِ اسرائیل کا وفادار رہے۔

لوگ نقصانات اٹھا کر بھی سبق حاصل نہیں کرتے۔ وہاں حالات نے ایسا پلٹا کھایا کہ الپا' پارس کی زندگی میں آکر جوجو کے ہاتھوں ماسک مین کے پاس پہنچ گئی۔ الپا نے جے مورگن کا مذہب اور قومیت تبدیل کرکے اسے یہودی بنالیا تھا۔ اب ماسک مین الپا کا دماغی آپریشن کراچکا ہوگا اور اسے اسرائیل کا مخالف اور اپنے ملک کا وفادار بنا چکا ہوگا' ایسے ہی حالات اور واقعات سبق سکھاتے ہیں کہ جو دوسروں کے لئے گڑھا کھودے گا' ایک دن خود اسی میں گرے گا۔

جوجو نے جے مورگن کو الپا کے سحر سے نکال کر اپنا معمول بنالیا تھا اور اُسے اس حد تک آزاد رکھا تھا کہ اس نے دوبارہ خود کو جے مورگن اور عیسائی کی حیثیت سے پہچان لیا تھا۔ وہ اس بات پر کڑھ رہا تھا کہ الپا نے فریب دیا اور تل ابیب لاکر اسے یہودی بنادیا۔ وہ وہاں سے فرار ہوکر پھر امریکا پہنچنے کی فکر میں تھا لیکن اس کے اطراف سخت پہرا تھا۔ اسے فوجی چھاؤنی کے ایک چھوٹے سے بنگلے میں نظربند کیا گیا تھا۔ وہ دروازے یا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کھڑکیوں سے دیکھتا تو دور تک مسلح فوجی نظر آتے تھے۔

وہ کسی کی مدد کے بغیر فرار کا کوئی راستہ نہیں نکال سکتا تھا۔ ایسے میں ہم اس کے پاس پہنچ گئے۔ پہلے آدھے گھنٹے تک لیلیٰ اس کے دماغ میں خاموش رہی۔ اس خاموشی کا مقصد یہ تھا کہ پاپا ڈوک اچانک اس کے دماغ میں آکر جاسوسی کر سکتا تھا۔ اسے معلوم ہو جاتا کہ جے مورگن کا دماغی رابطہ کسی سے ہے۔

لیلیٰ نے مجھ سے کہا "آدھا گھنٹا ہو گیا ہے' اس کے دماغ میں کوئی نہیں آیا ہے۔"

میں جوجو کے لہجے میں جے مورگن کے پاس آیا۔ پھر اس کی سوچ میں کہا "یہ پاپا ڈوک کیسے کہہ رہا ہے کہ میرے دماغ میں کوئی آتا ہے یا میں کسی کا معمول ہوں۔"

جے مورگن نے حقارت سے سوچا "پاپا ڈوک بکواس کرتا ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی کے علاوہ کالا جادو بھی جانتا ہے۔ یہودی اکابرین اس کے شیطانی عمل کو روحانی عمل سمجھتے ہیں۔ جس طرح ایک بار انہوں نے ربی اسفندیار کو مذہبی اور روحانی پیشوا مان لیا تھا اسی طرح اب پاپا ڈوک کو اپنا روحانی رہنما سمجھ رہے ہیں۔ اس کی ہر بات سچ مان لیتے ہیں۔ وہ جھوٹ کہتا ہے کہ میرے دماغ میں کوئی آتا جاتا ہے۔"

میں نے اسے مخاطب کیا تو وہ چونک گیا۔ چونکہ میں جوجو کے لہجے میں عامل بن کر آیا تھا اس لئے وہ معمول کی حیثیت سے سانس روکنا بھول گیا۔ میں نے کہا "بیشک پاپا ڈوک جھوٹا ہے لیکن جھوٹے بھی اپنے مفاد کے لئے کبھی سچ بول دیتے ہیں۔ تم اپنے دماغ میں مجھے سن رہے ہو۔ پاپا ڈوک نے سچ کہا ہے' میں تمہارے دماغ میں آتی جاتی ہوں۔"

"کون ہو تم؟"

"میں ہوں پارس کی شریکِ حیات جوجو۔"

"مجھے معمول بنا کر تمہیں کیا حاصل ہو رہا ہے؟"

"میری سونیا مما نے کتنے ہی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تمہارے سپر ماسٹر سے چھین لیا۔ مگر نہ انہیں نقصان پہنچایا اور نہ ہی کوئی فائدہ حاصل کیا ہے۔ وہ چاہتی ہیں تم سب آزاد رہو' کسی ایک سپر طاقت کے غلام نہ بنو۔ کسی ایک ملک کے مفادات کے لئے دوسرے ممالک کو نقصان نہ پہنچاؤ۔ ساری انسانیت کی بھلائی کے لئے کام کرتے رہو۔"

جے مورگن نے کہا "مادام سونیا! ایک عظیم خاتون ہیں۔ مجھے آزادی مل جائے تو میں ان کے نیک مقاصد کے مطابق کام کروں گا۔"

"کیا نیویارک جنرل کے پاس نہیں جاؤ گے؟"

"نہیں' کوئی میری مدد کو نہیں آ رہا ہے' میرے برے وقت میں سب نے ساتھ چھوڑ دیا ہے۔ میں مادام سونیا کا وفادار بن کر بھی اپنے وطن کے لئے کام کر سکتا ہوں۔ تم لوگوں کے پاس بہت ہی ذہین لوگ ہیں۔ پلیز ان کی ذہانت سے مجھے رہائی دلاؤ۔"

"ذرا صبر کرو۔ ہمارے لوگ کوشش کر رہے ہیں۔"

"جوجو! میری بہن! ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ آپریشن کے ذریعے میری ذہنیت اور شخصیت بدل ڈالیں۔ کیا اس سے پہلے مجھے رہائی ملے گی؟"

"ہماری کوشش یہی ہے کہ تمہارا آپریشن نہ ہو۔ تم بھی کوشش کرو' ابھی پاپا ڈوک سے باتیں کرو۔ تم اسے باتوں میں الجھاؤ گے تو میں اس کے دماغ میں خاموش رہ کر اس کے آس پاس کے ماحول کو سمجھوں گی۔"

"وہ مجھے اپنے دماغ میں آنے نہیں دے گا۔ اسے مخاطب کروں گا تو پہلے سانس روکے گا۔ مجھے دماغ سے نکال کر پھر میرے اندر آئے گا۔ ایسا ایک بار ہو چکا ہے۔"

"کوئی بات نہیں' پھر ایک بار جاؤ۔ اسے جھوٹا کہو اور دعویٰ کرو کہ تمہارے دماغ میں کوئی نہیں آتا ہے۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ میرے ساتھ لیلیٰ بھی اس کے اندر تھی۔ وہ پاپا ڈوک کے دماغ میں آیا۔ اس کے سانس روکنے سے پہلے بولا "میں جے مورگن ہوں۔"

اس نے کہا "واپس جاؤ' میں تمہارے پاس آ رہا ہوں۔"

مورگن نے غصے سے کہا "میرے پاس نہ آؤ۔ میں تمہارے جیسے جھوٹے کو برداشت نہیں کروں گا۔ تمہارے جھوٹ کی وجہ سے میرا دماغی آپریشن ہونے والا ہے۔ یہ لوگ میرا مذہب تبدیل کر دیں گے۔ مجھے یہودی بنا دیں گے۔ تم نے ان سے جھوٹ کیوں کہا؟"

وہ بولا "تم کس جھوٹ کی بات کر رہے ہو؟"

"یہی کہ میرے دماغ میں کوئی آتا جاتا ہے۔ میں قابلِ اعتماد نہیں ہوں۔"

جے مورگن خاصی دیر تک اسے باتوں میں الجھاتا رہا۔ ان باتوں کے دوران کسی نے پاپا ڈوک کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ "آپ ہم سے گفتگو کرتے کرتے چپ ہو گئے ہیں۔ خیریت تو ہے؟"

پاپا ڈوک نے جے مورگن سے کہا "تمہاری فضول باتوں کا کوئی جواب نہیں ہے۔ جاؤ یہاں سے میں ابھی مصروف ہوں۔"

اس نے سانس روک لی۔ جے مورگن کے ساتھ ہم بھی اس کے اندر سے نکل آئے۔

میں نے کہا "مورگن! تم نے اسے خوب الجھائے رکھا۔ میں نے اس کے دماغ میں رہ کر ایک شخص کی آواز سنی ہے۔ میں اس کے پاس پہنچنے کی کوشش کرتا ہوں۔"

میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر دیکھا۔ طیارے کا ماحول بڑا ہی پُرسکون تھا' ائر ہوسٹس کھانے کے لئے پوچھ رہی تھی۔ لیلیٰ نے

اس سے کھانے کی دو ٹرے لے لیں۔ ایک مجھے دی۔ میں نے کھانے کے دوران اس شخص کی آواز اور لہجے کو اچھی طرح یاد کر کے دہرایا۔ پھر اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ فوج کا ایک میجر تھا۔ پاپا ڈوک کے سامنے ایک صوفے پر بیٹھا اس ٹیلی پیتھی جاننے والے گاڈوی کے بارے میں باتیں کر رہا تھا جسے سمندر کے بیچ ایک پہاڑی پر قیدی بنا کر رکھا گیا تھا۔

میں نے لیلیٰ سے کہا "تم ان کی باتیں سنو' میں میجر کے چور خیالات پڑھتا ہوں۔"

اس کی سوچ نے بتایا۔ پاپا ڈوک بہت محتاط ہے۔ یہاں کسی بھی اعلیٰ عہدیدار سے ملاقات کرنے سے پہلے ان کے دماغ کو اچھی طرح کھنگال لیتا ہے۔ وہ اپنے سامنے بیٹھے ہوئے میجر پر بھروسا کرتا تھا اور بیشتر معاملات میں اسی کے ذریعے اعلیٰ فوجی افسران سے رابطہ کرتا تھا۔ اس کے چار باڈی گارڈز یوگا کے ماہر تھے۔ ان کی ڈیوٹی ختم ہونے کے بعد جو باڈی گارڈز آتے تھے وہ بھی یوگا کے ماہر ہوتے تھے۔ رات کو مسلح فوجیوں کے علاوہ کوٹھی کے چاروں طرف خونخوار کتے آزادی سے ٹہلتے رہتے تھے۔ وہ بلٹ پروف کار میں کہیں جاتا تو آگے پیچھے سیکیورٹی فورس ہوتی تھی۔

پاپا ڈوک نے اتنے سخت انتظامات محض سونیا کے خوف سے کئے تھے اور یہودیوں کی پناہ میں اسی لئے آیا تھا کہ سونیا اسرائیل نہیں آئے گی۔ اگر کسی طرح آ جائے گی تو موت بن کر پاپا ڈوک تک پہنچنے کی سہولتیں حاصل نہیں ہوں گی۔ یہاں قدم قدم پر اسے مشکلات کا سامنا کرنا ہوگا۔

میجر اس وقت پاپا ڈوک سے کہہ رہا تھا "ہم جان گاڈوی کی طرف سے مطمئن ہیں۔ ہمارا کوئی دشمن اسکی مدد کے لئے پہاڑی تک نہیں جا سکے گا۔ ہر سمت موت اسکا استقبال کرے گی۔ اب آپ بتائیں کہ جان گاڈوی کے دماغی آپریشن کے لئے اسے تل ابیب کب لایا جائے گا؟"

پاپا ڈوک نے کہا "دو روز بعد جے مورگن کا آپریشن ہوگا۔ پہلے میں اسرائیلی ڈاکٹروں کی مہارت اور آپریشن کا نتیجہ دیکھوں گا۔ اس کے بعد کسی دن بھی جان گاڈوی کا آپریشن ہو سکتا ہے۔"

پاپا ڈوک کو وہاں اتنی تعظیم دی جاتی تھی کہ کوئی اسے پورے نام سے مخاطب نہیں کرتا تھا۔ میجر نے کہا "پاپائے معظم! دماغی آپریشن سب سے محفوظ طریقہ ہے۔ اگر ٹیلی پیتھی جاننے والے کا نام آواز' لہجہ۔ اور شناخت بدل جائے تو کوئی دشمن اسے ٹریپ نہیں کر سکتا لیکن ہمارے جاسوس نے ایک حیرت انگیز اور ناقابلِ یقین رپورٹ دی ہے کہ دماغی آپریشن کے ذریعے جوجو کی پچھلی تمام زندگی بھلا دینے کے باوجود اس نے پارس کو اپنے جیون ساتھی کی حیثیت سے پہچان لیا ہے اور مایک مین کو ٹھکرا کر پارس کے پاس چلی گئی ہے۔"

پاپا ڈوک نے کہا "آپریشن کے ذریعے برین بالکل ہی واش کر دیا جاتا ہے۔ وہاں پچھلی زندگی تو کیا اپنی موجودہ شناخت بھی نہیں رہتی۔ دماغ سلیٹ کی طرح صاف ہو جاتا ہے۔ پچھلی زندگی کی تصویریں اور ویڈیو فلمیں دیکھنے کے باوجود کچھ یاد نہیں آتا۔ پھر جوجو کیسے پارس کو پہچان گئی! یہ ناممکن ہے۔"

"ہم جسے ناممکن سمجھتے ہیں' وہ دوسرے کے لئے ممکن ہو جاتا ہے۔ آپ کہتے ہیں ... آپ کے جادو کا توڑ ممکن نہیں مگر نطافیہ میں سونیا نے آپ کے طلسم کا توڑ کیا تھا۔"

پاپا ڈوک نے سونیا کو گالی دی پھر کہا "وہ کیا توڑ کرے گی۔ دراصل بابا صاحب کے ادارے میں روحانی قوتیں رکھنے والے بزرگ ہیں۔ انہوں نے سونیا کی مدد کی تھی اور جوجو کا دماغ پھیرنے اور اسے پارس کی طرف مائل کرنے میں بھی انہی بزرگوں کی روحانی قوتوں نے کام کیا ہے۔ ورنہ طبی سائنس ایک اٹل حقیقت ہے۔ آپریشن کے بعد دماغ میں کبھی پچھلی زندگی کا ایک لمحہ بھی واپس نہیں آئے گا۔"

"پاپائے معظم! آپ کی باتیں سن کر ایک سوال پیدا ہوتا ہے' کیا سونیا روحانی قوتوں کے ذریعے آپ پر غالب آئے گی؟"

"اس نے نطافیہ میں جب میرے طلسم کو تباہ کیا' تب ہی میں سمجھ گیا تھا کہ وہ روحانی قوتوں کے ذریعے میری شہ رگ تک پہنچے گی۔ میں اس کی روحانیت کا توڑ کرنے کے لئے دو زبردست منصوبوں پر عمل کروں گا۔ یہ منصوبے اتنے مستحکم اور پُراثر ہیں کہ عمل کے نتیجے میں سونیا کی روحانی قوتیں ختم ہو جائیں گی۔"

"آپ نے تجسس پیدا کر دیا ہے۔ وہ منصوبے کیا ہیں؟"

اسی وقت ایک خوبصورت کنیز پھلوں کی ٹرے لے آئی۔ دوسری کنیز خشک میووں کے ٹرے لائی۔ ایک اور حسینہ نے مشروب اور گلاس لا کر درمیانی میز پر رکھ دیئے۔ پاپا ڈوک نے ایک حسینہ کو اپنے پہلو میں کھینچ کر کہا "میرے اس محل کے ہر کمرے میں ایک سے بڑھ کر ایک شباب ہے مگر شراب نہیں ہے۔ اس ذلیل سونیا سے محتاط رہنے کے لئے میں نشے سے دور رہتا ہوں' جب تک وہ دشمن عورت' فرہاد کی طرح جہنم میں نہیں جائے گی' میں شراب سے محروم رہا کروں گا۔ شراب کے بغیر شباب ایسا ہے جیسے نمک کے بغیر گوشت چبا رہے ہوں۔"

وہ حسینہ کے ساتھ بہک رہا تھا۔ میجر نے کہا "پلیز میرا تجسس ختم کریں۔ مجھے بتائیں' آپ کے منصوبے کیا ہیں؟"

اس نے قہقہہ لگایا پھر کہا "یہ تو میں اپنے باپ شیطان کو بھی نہیں بتاؤں گا۔ ویسے تم بہت ہی بھروسے کے آدمی ہو۔ اگر تنویمی عمل کے ذریعے میں تمہارے دماغ کو لاک کر دوں تو کوئی خیال خوانی کرنے والا چھپ کر تمہارے خیالات نہیں پڑھ سکے گا۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

میں اسی طرح تمہیں اپنا رازدار بنا سکتا ہوں۔"
ایک کنیز نے خالص سونے کی صراحی سے گلاس میں مشروب ڈالتے ہوئے پوچھا "کیا برف ڈالوں؟"
میں نے لیلیٰ سے کہا "کنیز کے پاس جاؤ۔"
کنیز بھرے ہوئے گلاسوں کے پاس آئس کیوبس (برف کے ٹکڑوں) کا بھرا ہوا پیالہ رکھ کر چلی گئی۔ میجر نے کہا "میرے لئے اس سے بڑی خوشی کی بات اور کیا ہوگی کہ آپ کے عمل کے بعد کوئی میرے دماغ میں نہیں آئے گا اور آپ مجھ پر آنکھیں بند کر کے اعتماد کیا کریں گے۔"
"ٹھیک ہے۔ آج رات تمہاری نیند کے دوران عمل کروں گا۔ ویسے اگر تم عمل کے بغیر ہی میرے وفادار ہو تو مجھے بتاؤ' وہ پانچ گولڈن برینز کون لوگ ہیں؟"
"گولڈن برینز والی بات آپ کو کیسے معلوم ہوئی؟"
"میں نے تمہارے جنرل کے چور خیالات پڑھے ہیں؟"
میجر نے کہا "آپ میرے دماغ میں آکر چور خیالات پڑھ سکتے ہیں۔ میں نے گولڈن برینز کا ذکر سنا ہے لیکن ان کے متعلق صرف جنرل ہی جانتا ہے۔ میں تو ان کی صحیح تعداد بھی نہیں جانتا' آپ سے سن رہا ہوں کہ وہ پانچ ہیں۔"
"ہاں وہ پانچوں مملکتِ اسرائیل کا دماغ ہیں۔ مجھے جنرل کے چور خیالات سے اتنا ہی معلوم ہوا ہے کہ وہ پانچوں یوگا کے ماہر ہیں۔ مکاری میں شیطان کے جانشین ہیں۔ انہوں نے اپنی حکمت عملی سے امریکا جیسی سپرپاور کو اسرائیل کا اندھا حمایتی بنادیا ہے۔ ان گولڈن برینز نے ایک خفیہ فورس بنائی ہے۔ اس فورس میں ڈاکٹر' انجینئر' سائنس دان اور سراغرساں وغیرہ ہیں۔ وہ مطلوبہ ممالک کے خاص شہروں میں باقاعدہ رہائش اختیار کرتے ہیں۔ عیسائیوں میں رہ کر عیسائی اور مسلمانوں میں رہ کر مسلمان بن جاتے ہیں۔ یوں اپنے ملک و قوم کے مفاد میں کام کرتے رہتے ہیں۔ ان کی پوری فورس عبرانی زبان میں ایک دوسرے سے رابطہ کرتی ہے۔"
میجر نے کہا "آپ نے کافی معلومات حاصل کی ہیں۔"
"جنرل کو جتنا معلوم ہے اتنا مجھے معلوم ہوچکا ہے۔ فوج کے جنرل اور ملک کے حکمران بدلتے رہتے ہیں۔ اس لئے یہ تمام اعلیٰ عہدیداران گولڈن برینز کے بارے میں اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتے ہیں۔ یہ کوئی نہیں جانتا کہ وہ پانچوں گولڈن برینز کون ہیں؟ کہاں رہتے ہیں؟ جنرل کے خفیہ کمرے میں ایک ٹی وی اسکرین پر انہیں دیکھا جاسکتا ہے' ان سے باتیں کی جاسکتی ہیں لیکن یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ اسکرین پر نظر آنے والے وہ پانچوں چہرے اصلی ہیں۔ کیونکہ جنرل کو ایسے چہرے کسی شہر میں' کسی تقریب میں یا کسی بازار میں دکھائی نہیں دیئے۔ اگر وہ اصلی چہرے ہوتے تو کہیں نہ کہیں اتفاق سے نظر آجاتے۔"
میجر نے مسکرا کر پوچھا "آپ ان پانچوں کو ڈھونڈ نکالنے کی فکر میں ہیں؟"
"ہاں' مجھ سے یہ برداشت نہیں ہوتا کہ کوئی مجھ سے چھپ کر رہے۔ وہ مجھے دیکھتا رہے اور میں اسے نہ دیکھوں۔ اس کی نگرانی سے بے خبر رہوں۔ چھپنے والے دوست کبھی نہیں ہوتے۔ اگر اسرائیلی حکام کو یا گولڈن برینز کو کبھی میں بوجھ لگوں گا تو وہ بڑی آسانی سے چھپ کر مجھے گولی ماردیں گے۔"
"ایسا ہوسکتا ہے۔ ہمارے اکابرین کو سمجھنا چاہئے کہ آپ پانچوں گولڈن برینز سے زیادہ اہم ہیں۔ آپ نے ایک ہفتے کے اندر دو زبردست کارنامے انجام دیئے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے جان گاڈوی کو ہمارا قیدی بنایا اور بابا فرید واسطی مرحوم کی بیٹی زاحیلہ کو اغوا کر کے یہاں پہنچادیا۔ ان پانچوں پُراسرار یہودی دماغوں کو آپ سے نہیں چھپنا چاہئے۔"
"ان کی بہتری اسی میں ہے کہ مجھے دوست بنائیں۔ میرے سامنے آئیں ورنہ میں انہیں بے نقاب کردوں گا۔ جیسی چال میں چلوں گا' ویسی وہ چل نہیں سکتے۔"
اس کی بات ختم ہوتے ہی فون کی گھنٹی سنائی دی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو' میں ہوں۔ کیا اپنا نام بتانا ضروری ہے؟"
دوسری طرف سے کچھ کہا جانے لگا۔ وہ چند لمحوں تک سنتا رہا پھر پریشان اور خوفزدہ ہو کر بولا "نہیں' یہ جھوٹ ہے۔ تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ یہ اطلاع درست ہے؟"
وہ پھر سننے لگا۔ چند سیکنڈ کے بعد وہ مزید کچھ نہ سن سکا۔ اس کے ہاتھ سے ریسیور چھوٹ گیا۔ وہ خلا میں تک رہا تھا اور بالکل بے حس و حرکت بیٹھا سوچ رہا تھا۔ میجر نے پوچھا "کیا ہوا؟"
وہ بدستور ساکت رہا۔ میجر نے پھر مخاطب کیا تو وہ چونک گیا۔
"آں؟ کیا تم کچھ کہہ رہے ہو؟"
"میں پوچھ رہا ہوں کیا فون پر کوئی پریشان کن اطلاع ملی ہے؟"
وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑا ہوگیا پھر بولا "ہاں' وہ ذلیل عورت اس شہر میں دیکھی گئی ہے۔"
بات سمجھ میں آگئی۔ وہ سونیا کے بارے میں غصے سے کہہ رہا تھا "اس ملک کی سیکیورٹی اور انٹیلی جنس والے ہوشیاری اور فرض شناسی میں بین الاقوامی شہرت رکھتے ہیں پھر سونیا ان کی نظروں سے چھپ کر کیسے آگئی؟"
"آپ کو فون پر کس نے یہ اطلاع دی ہے؟"
پاپا ڈوک نے چونک کر فون کی طرف دیکھا۔ اس کا ریسیور نیچے پڑا ہوا تھا۔ وہاں سے آواز آرہی تھی "ہیلو پاپائے معظم! ہیلو' ہیلو..."
وہ جواب سننے لگا۔ میں میجر کے دماغ میں تھا۔ فون سے کہی

جانے والی باتیں سن نہیں سکتا تھا۔ میں یہی سن کر حیران تھا کہ سونیا ہم سے پہلے تل ابیب پہنچ گئی ہے۔ میں نے میجر کے پاس سے جا کر سونیا کو مخاطب کیا۔ کوڈ ورڈز ادا کیے۔ پھر پوچھا "تم تل ابیب کب پہنچی ہو؟"
"کیا میں تل ابیب میں نظر آرہی ہوں؟"
"مجھ سے چھپنے کی کوشش نہ کرو۔ میں خطرے سے آگاہ کرنے آیا ہوں۔ ابھی پاپا ڈوک کو اطلاع ملی ہے کہ تم تل ابیب میں دیکھی گئی ہو۔"
"میں اتنی نادان ہوں کہ وہاں اپنی اصلی صورت دکھاتی اور دشمن اتنے مہربان ہیں کہ مجھے دیکھ کر گولی نہیں ماری۔ مجھے جانے دیا۔"
"یعنی تم وہاں نہیں ہو؟"
"میں پیرس کی رہائش گاہ میں ہوں اور کل صبح کی فلائٹ سے اسرائیل کے لئے روانہ ہو رہی ہوں۔"
میں واپس میجر کے دماغ میں آیا۔ اس کی سوچ نے بتایا ابھی ٹیلی فون پر ایک گولڈن برین نے سونیا کے متعلق اطلاع دی تھی۔ میجر نے پوچھا "پاپائے معظم! کیا یہ یقین کرنے کی بات ہے کہ سونیا ہمارے ملک میں اصلی چہرے کے ساتھ گھوم رہی ہے؟ کیا وہ جان بوجھ کر موت کو دعوت دے گی؟"
"وہ بہت مکار ہے۔ اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے نے کسی لڑکی کو سحرزدہ کیا ہوگا' اس پر سونیا نے اپنا میک اپ چڑھا کر اپنی ڈمی بنا کر شاپنگ کے لئے بازار کی طرف بھیج دیا ہوگا۔ ایک جاسوس نے اس کا پیچھا کیا تھا' وہ بھیڑ میں گم ہوگئی۔ وہ مکار عورت نفسیاتی مار مارتی ہے۔ اس نے اپنی ڈمی پیش کر کے اعلیٰ حکام اور فوجی افسران کو چونکا دیا۔ لیکن میرا تو سکون غارت کردیا ہے۔ اب میرا کھانا پینا حرام ہوجائے گا۔ اس ذلیل عورت نے مجھے موت سے پہلے تھوڑا تھوڑا مارنا شروع کردیا ہے۔"
میں نے دماغی طور پر طیارے میں حاضر ہو کر لیلیٰ کو یہ باتیں بتائیں۔ وہ بولی "مسز سونیا پیرس میں ہیں' ہم طیارے میں ہیں تو پھر تل ابیب میں ڈمی سونیا کو کون پیش کر رہا ہے؟ ظاہر ہے ہمارا کوئی آدمی ایسا نہیں کر رہا ہے۔ یہ دشمنوں کی کوئی چال ہے۔"
"کیا چال ہے؟"
"اچھا تو آپ میرا امتحان لے رہے ہیں؟"
اُس نے مسکرا کر دیکھا۔ میں نے بھی مسکرا کر کہا "یہی سمجھ

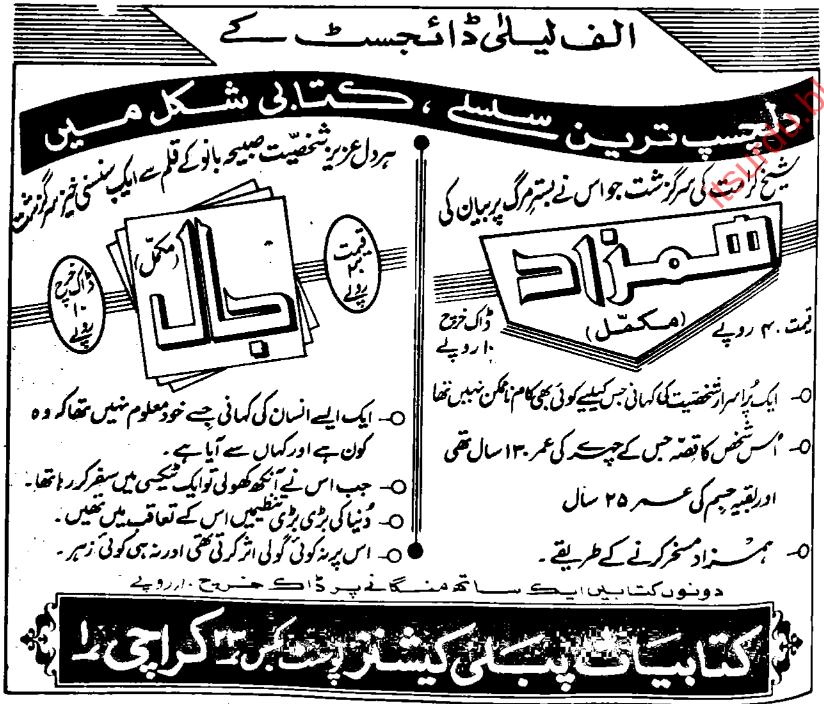

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

لو۔"

"یہ حقیقت ابھی کسی کو معلوم نہیں ہے کہ پاپا ڈوک سونیا سسٹر سے خوفزدہ ہے۔ لہٰذا اس کا سکون برباد کرنے کے لئے کوئی دشمن سسٹر کی ڈمی پیش نہیں کرے گا۔"

"بالکل ٹھیک' آگے بولو۔"

"آگے بات صاف ہے۔ پاپا ڈوک تھوڑی دیر پہلے گولڈن برینز کے خلاف بول رہا تھا اور انہیں بے نقاب کرنے کا دعویٰ کر رہا تھا۔ ایک گولڈن برین نے اسے اضطراب اور بے چینی میں مبتلا کرنے کے لئے تل ابیب میں سونیا کی موجودگی کی اطلاع دے دی۔ یہ سراسر غلط اطلاع ہے۔ وہاں سسٹر کی ڈمی دیکھی ہی نہیں گئی ہے۔"

"میری جان! تم نے بالکل صحیح تجزیہ کیا ہے۔ جی چاہتا ہے تمہاری ذہانت کی بھرپور داد دوں۔"

میں سیٹ پر بیٹھے ہی بیٹھے اس کی طرف جھکا' وہ مجھے پرے ہٹا کر بولی "دور ہی رہیں' آپ کی داد مہنگی پڑتی ہے۔"

ائرہوسٹس آکر بچے ہوئے کھانے کی ٹرے اٹھا رہی تھی۔ اس کے جانے کے بعد لیلیٰ نے کہا "آپ سنجیدگی سے رپورٹ سنیں۔ جو کنیز پاپا ڈوک اور میجر کے سامنے مشروب لائی تھی' میں اس کے دماغ میں رہ کر اس محل کے دوسرے حصوں میں گئی۔ مزید دو کنیزوں کے دماغوں میں بھی جگہ بنالی۔ پتا چلا راحیلہ کو اسی محل میں رکھا گیا ہے۔"

ہم نے بہت پہلے راحیلہ کے دماغ میں جاکر معلوم کرلیا تھا کہ اسے کسی محل میں آرام سے رکھا گیا ہے۔ آج لیلیٰ نے معلوم کیا کہ پاپا ڈوک بھی اسی محل میں رہتا ہے۔ میجر کے دماغ نے ہمیں اس محل کا پتا بتا دیا تھا' میں نے لیلیٰ سے کہا "ایک گولڈن برین نے انتقاماً پاپا ڈوک کو خوفزدہ کیا ہے۔ اس سے ہمارا نقصان ہوگا۔"

"وہ کیسے؟"

"ایسے کہ پاپا ڈوک سونیا کے خوف سے راحیلہ کو کسی ایسی جگہ منتقل کردے گا جہاں سونیا یا ہم نہ پہنچ سکیں۔"

"گولڈن برینز واقعی برین سے کام لیتے ہیں۔ انہوں نے یہ جھوٹی اطلاع دے کر تل ابیب کی انتظامیہ' پولیس اور فوج کو الرٹ کردیا ہے۔ ایسے میں ہم وہاں پہنچ رہے ہیں۔ دشمنوں کے مستعد اور ہوشیار رہنے کے باعث ہم سہولت اور اطمینان سے کوئی کام نہیں کرسکیں گے۔"

میں نے تھوڑی دیر سوچ کر کہا "پاپا ڈوک جس محل میں ہے وہاں خفیہ کیمرے اور مائک ضرور ہوں گے کیونکہ پاپا ڈوک نے گولڈن برینز کو بے نقاب کرنے کا چیلنج کیا تھا اس کے بعد ہی ایک گولڈن برین نے فون کے ذریعے پاپا ڈوک کو سونیا کا بخار چڑھا دیا

تھا۔"

لیلیٰ نے تائید کی "پانچوں گولڈن برینز پاپا ڈوک پر نظر رکھتے ہیں۔ یعنی اسے بظاہر پاپائے معظم کہہ کر سر پر چڑھایا جارہا ہے اور باطن میں اسے ناقابلِ اعتماد سمجھا جارہا ہے۔"

میں نے کہا "کیوں نہ اسی شیطان کو یہودیوں کے خلاف بھڑکایا جائے۔"

وہ مسکرانے لگی۔ اس کی عادت تھی بات بات پر مسکراتی تھی۔ خدا نے اسے کھلتے ہوئے پھول کی شادابی دی تھی۔ عام حالات میں بھی اس کا چہرہ مسکراتا ہوا لگتا تھا۔ اس نے مجھے شوق اور لگن سے دیکھتے ہوئے پایا تو گھور کر بولی "میں آئندہ بن سنور کر نہیں رہوں گی۔ آپ بہکنے لگتے ہیں۔"

"ایسا غضب نہ کرنا۔ تم زلفیں بکھرائے اجڑی ہوئی سی رہو گی تو اور زیادہ حسین اور پُرکشش ہوجاؤ گی۔ لوگ سمجھ لیں گے کہ میرے پہلو سے اٹھ کر آرہی ہو' ایسی حالت میں شاعر کہتا ہے"

یہ اڑی اڑی سے رنگت' یہ کھلے کھلے سے گیسو
تیری صبح کہہ رہی ہے' تیری رات کا فسانہ...!!

وہ بولی "توبہ ہے۔ آپ کہاں کی بات کہاں لے جاتے ہیں۔ پاپا ڈوک کو یہودیوں سے ٹکرانے والی بات کیا ہوئی؟ چلیں اب آپ کام کریں۔"

میں اپنی سیٹ پر سیدھی طرح بیٹھ کر بابا صاحب کے ادارے کے ایک جاسوس کے پاس آیا' اس نے سانس روک لی دوسری بار میں نے کوڈ ورڈز ادا کئے۔ اس نے مسکرا کر کہا "ہیلو مسٹر برائن وولف' خیریت تو ہے؟"

میں نے اسے راحیلہ کے اغوا اور پاپا ڈوک کی رہائش گاہ کے متعلق بتانے کے بعد کہا "وہ شیطان سونیا کے خوف سے راحیلہ کو دوسری جگہ منتقل کرے گا۔ اپنے ماتحتوں سے کہو' اس محل کو نظروں میں رکھیں۔ کوئی بند گاڑی وہاں سے نکلے تو اس کا تعاقب کریں۔ ہمیں معلوم ہونا چاہئے کہ راحیلہ کو کہاں منتقل کیا جائے گا۔"

وہ ٹرانسمیٹر نکال کر اپنے خاص آدمیوں کو ہدایات دینے لگا پھر میں نے اپنے جاسوس کو بتایا کہ کس طرح پاپا ڈوک اور گولڈن برینز کے درمیان ٹھن گئی ہے۔ پاپا ڈوک کو پتا نہیں ہے کہ گولڈن برین نے اسے خوفزدہ کرنے کے لئے سونیا کے متعلق جھوٹی اطلاع دی ہے۔ اگر اسے معلوم ہوجائے کہ ایک گولڈن برین نے اسے خواہ مخواہ اضطراب میں مبتلا کرنا چاہا تھا تو وہ وہاں کے اعلیٰ حکام پر چڑھ دوڑے گا۔ آئندہ اپنے دل میں بغض رکھ کر ان کے لئے کام کرے گا۔

جاسوس نے پوچھا "کیا پاپا ڈوک کو حقیقت بتا کر بھڑکا دوں؟"

"کیسے بتاؤ گے؟"

"پاپا ڈوک کا گمنام ہمدرد بن کر فون کے ذریعے بتاؤں گا۔"

"کسی گمنام ہمدرد کی بات اس کے لئے قابلِ اعتبار نہیں ہوگی۔ کیا تمہاری نظروں میں کوئی اسرائیلی جاسوسہ ہے؟"

"میں تین لڑکیوں کو جانتا ہوں۔ ان میں سے ایک جاسوسہ مجھ پر غیر ملکی ایجنٹ ہونے کا شبہ کررہی ہے۔ اگر اس نے کوئی مصیبت کھڑی کی تو میں اسے گولی ماردوں گا۔"

"تو سمجھ لو اسے گولی مارنے جارہے ہو۔ مجھے اس کی آواز سناؤ۔ میں اس کے دماغ پر قبضہ جما کر تمہارے پاس پہنچاؤں گا' تم اس پر سونیا کا میک اپ کروگے۔"

"میں اسے فون پر بلاؤں گا' وہ میرے فلیٹ میں چلی آئے گی کیونکہ مجھ سے عشق کررہی ہے۔ مجھے محبت کے جال میں پھانس رہی ہے۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کئے۔ رابطہ قائم ہونے پر بولا "ہنی! میں رابن بول رہا ہوں۔ کیا تمہیں فرصت ہے؟"

وہ چہک کر بولی "تمہارے لئے تو فرصت ہی فرصت ہے۔ بولو تم آرہے ہو یا میں آجاؤں؟"

"تم آجاؤ۔ آہٹ پر کان اور در پہ نظر رہے گی۔"

میں ہنی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ہنستے ہوئے ریسیور رکھ رہی تھی۔ پھر وہ ایک دم سے سنجیدہ ہوکر سوچنے لگی "آخر مجھ پر پھسل ہی گیا۔ آج میں اس کی اصلیت معلوم کرکے رہوں گی۔ میرا شبہ کبھی غلط نہیں ہوتا۔ یہ ضرور کسی ملک کا جاسوس ہے۔"

وہ روانہ ہونے سے قبل انٹیلی جنس کے ایک افسر کو رپورٹ دینا چاہتی تھی کہ وہ آج رات رابن کے ساتھ گزارے گی لیکن میں نے رپورٹ پہنچانے کا موقع نہیں دیا۔ اس کے دماغ پر قبضہ جما کر رابن کے پاس پہنچا دیا۔ اس کی زبان سے کہا۔ "میں وولف بول رہا ہوں۔ اس کے دماغ کو آزاد چھوڑوں گا تو گڑبڑ ہوجائے گی۔ فوراً اسے سونیا کی ڈمی بناؤ۔"

رابن ہمارے ایک تجربہ کار میک اپ مین کو بلا چکا تھا۔ اس نے بڑی مہارت سے ڈیڑھ گھنٹے میں اسے سونیا کی ہم شکل بنا دیا۔ ہمارا طیارہ تل ابیب پہنچنے والا تھا۔ میں نے لیلیٰ سے کہا "سلمان کو میرے پاس فوراً بھیجو۔"

وہ ایک منٹ کے اندر ہی میرے پاس آگیا۔ میں نے کہا۔ "ابھی جس لڑکی کے دماغ میں ہوں اسے سونیا کی ڈمی یا قربانی کی بکری بنایا گیا ہے۔ اس کے دماغ پر قبضہ جمائے رہو۔ مجھے اور لیلیٰ کو دماغی طور پر حاضر رہنا پڑے گا۔ ہم تل ابیب پہنچنے ہی والے ہیں۔"

اس نے پوچھا "مجھے اس لڑکی کے ساتھ کیسا رویّہ اختیار کرنا چاہئے۔"

میں نے جواب دیا "جوان لڑکی ہے تم خود سمجھ دار ہو۔ سلطانہ کی نظریں بچا کر من پسند رویّہ اختیار کرلینا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "آپ چھیڑنے سے باز نہیں آئیں گے۔ آپ نے پچھلی بار سلطانہ کو غلط فہمی میں مبتلا کرکے اسے خوب رُلایا تھا۔ میرے لئے مصیبت کردی تھی۔ اب ہم میاں بیوی نے قسم کھائی ہے کہ آئندہ آپ کی باتوں پر کبھی بھروسا نہیں کریں گے۔"

"کیا میں اسے چیلنج سمجھوں؟"

"آپ کچھ بھی سمجھ لیں۔ ہم میاں بیوی محبت میں ثابت قدم رہیں گے اور کبھی کسی حالت میں ایک دوسرے پر شبہ نہیں کریں گے۔"

"اچھا میں ذرا موجودہ معاملے سے نمٹ لوں پھر دیکھوں گا کہ تم دونوں کتنے ثابت قدم ہو۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ طیارہ رن وے پر دوڑتا ہوا ایک جگہ رک گیا تھا۔ ہم اپنے یعنی رابرٹ اور پارا موس کے رشتے داروں کے ساتھ امیگریشن کاؤنٹر پر آئے۔ پھر وہاں سے بخیریت گزر گئے۔ میں نے اور لیلیٰ نے ائرپورٹ میں کسی بات پر جھگڑا کیا کیونکہ رابرٹ اور پارا آپس میں لڑنے جھگڑنے والے میاں بیوی تھے اس لئے ہم نے ان کا وہی کردار ادا کیا پارا (لیلیٰ) جھگڑ کر اپنی ماں کی کار میں بیٹھ گئی۔ میں نے ڈرائیور سے کہا "تم ڈرائیو کرو' میرا موڈ ٹھیک نہیں ہے۔"

مجھے رابرٹ کے بنگلے کا پتا نہیں تھا۔ اس طرح ڈرائیور نے مجھے وہاں پہنچا دیا۔ میں نے رابرٹ سے حاصل کی ہوئی چابیوں سے مقفل بنگلے کے دروازے کھولے۔ پھر بیڈ روم میں آکر ڈرائیور سے کہا "کوئی فون آئے تو کہہ دینا میں سو رہا ہوں۔ مجھے ڈسٹرب نہ کرنا۔"

وہ چلا گیا۔ میں دروازے کو بند کرکے ہنی کے پاس آیا۔ سلمان نے اسے رابن کے ہاں روک رکھا تھا۔ میں نے کہا۔ "سلمان! تم جاؤ مجھے فرصت مل گئی ہے۔"

پھر میں نے جاسوس رابن سے کہا "پاپا ڈوک کے محل کی طرف جاؤ۔ وہ ضرور راحیلہ کو کسی دوسری جگہ لے جائے گا۔"

یہ ہدایت دے کر میں ہنی کو فلیٹ کے باہر اس کی کار میں لے آیا۔ وہ میری مرضی کے مطابق ڈرائیو کرتی ہوئی پاپا ڈوک کے محل کے سامنے پہنچ گئی۔ وہاں پہنچتے ہی اس نے رفتار بڑھادی تھی۔ پھر اسی تیز رفتاری سے احاطے کے پھاٹک کو توڑتی ہوئی محل کے پورچ میں آگئی۔ مسلح گارڈز اسے گھیرنے کے لئے دوڑتے آرہے تھے۔ وہ کار سے نکل کر بولی "گولی نہ چلانا' کار میں آتش گیر مادّہ بھرا ہوا ہے۔ ایک نہیں کئی دھماکے ہوں گے' یہ محل کھنڈر بن جائے اور پاپا ڈوک کی لاش پہچانی نہیں جائے گی۔"

تمام گارڈز رک گئے تھے۔ وہ چیخ کر بولی "پاپا ڈوک! فوراً

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

جواب دو۔ تم باہر آرہے ہو یا میں اندر آجاؤں؟"

پاپا ڈوک کو موت نظر آرہی ہوگی۔ پتا نہیں وہ محل کے اندر کیا کر رہا ہوگا۔ ویسے ہم نے اسے جتنا بزدل سمجھا تھا وہ اتنا نہیں تھا۔ وہ ایک جگہ چھپا ہوا تھا۔ اس نے موقع پاتے ہی ڈمی سونیا پر گولی چلادی۔ وہ ڈمی اچھل کر فرش پر گری پھر تڑپنے لگی پاپا ڈوک دوڑتا ہوا آیا۔ پھر اسے نشانے پر رکھتا ہوا بولا "مجھے یقین ہے تو سونیا نہیں اس کی ڈمی ہے۔"

وہ میری مرضی کے مطابق کراہتی ہوئی بولی "میں مرتے وقت جھوٹ نہیں بولوں گی۔ مجھے ایک گولڈن برین نے تمہیں خوفزدہ کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ تمہارے محل میں خفیہ مائک لگے ہیں۔ ان کے ذریعے پانچوں نے سنا تھا کہ تم انہیں بے نقاب کرنا چاہتے ہو۔ وہ انتقاماً تمہیں' آہ...."

اس نے دم توڑ دیا۔ پاپا ڈوک کی کھوپڑی گھوم گئی۔ وہ چیخ کر بولا "میں اس ملک سے وفاداری کر رہا ہوں اور وہ پانچوں گولڈن برینز مجھے الو بنا رہے ہیں۔"

پھر وہ مسلح گارڈز سے بولا "میرے ساتھ آؤ اور محل کے گوشے گوشے میں خفیہ مائک اور کیمرے تلاش کرو۔"

میں ایک گارڈ کے دماغ میں تھا۔ گارڈز محل کے اندر جاکر خفیہ مائک تلاش کرنے لگے۔ میرے معمول کی سوچ بتا رہی تھی کہ کوئی خفیہ مائک نظر آئے گا تو وہ پاپا ڈوک کی نظروں سے چھپا لے گا۔ کیونکہ وہ اپنے ملک کا وفادار تھا اور اپنے آقاؤں کے حکم سے وہاں ایک گارڈ کے فرائض انجام دے رہا تھا۔

دوسرے یہودی گارڈ بھی شاید یہی کرنے والے تھے لیکن پاپا ڈوک نے ایک خفیہ مائک فانوس میں سے اور دوسرا صوفے کے نیچے سے ڈھونڈ نکالا۔ اب اس میں شبے کی گنجائش نہیں رہی کہ یہودی حکمران اور فوج کے اعلیٰ افسران اسے پاپائے معظم کہہ کر الو بنا رہے ہیں۔ غصے کی شدت سے اس کی کھوپڑی گرم ہوگئی تھی۔ اس کے اندر آگ بھر گئی تھی۔ وہ ٹیلی پیتھی اور کالے جادو کی قوتیں حاصل کرنے کے بعد خود کو سب سے اعلیٰ اور افضل سمجھتا تھا۔ کسی معاملے میں اپنی سبکی برداشت نہیں کرتا تھا۔ غصے اور جنون میں اپنے مخالفوں کو نیست و نابود کردینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتا تھا۔

اگر میں اس کے دماغ میں ہوتا تو فی الحال انتقامی کارروائی سے روک دیتا۔ میجر بھی اس کے قریب نہیں تھا۔ ہوتا تو میں اس کے ذریعے اسے سمجھانے کی کوشش کرتا۔ اس نے تمام گارڈز کو جھڑک کر کہا "چلے جاؤ میری نظروں سے دور ہو جاؤ' مجھے کسی کی ضرورت نہیں ہے۔ تم سب یہاں میری حفاظت کے لئے نہیں' میری جاسوسی کرنے کے لئے رکھے گئے ہو۔ گیٹ آؤٹ!"

تمام گارڈز وہاں سے چلے آئے۔ میرے معمول کو بھی آنا پڑا۔ اس کے بعد میں پاپا ڈوک کو دیکھ نہیں سکتا تھا۔ پتا نہیں وہ کیا کر رہا ہوگا میں نے سوچا۔ میجر کو اس کے پاس جانے پر مائل کرنا چاہئے۔ پھر میں اس میجر کے ذریعے اس پر نظر رکھوں گا۔

میں اس کے دماغ میں آیا' وہاں پاپا ڈوک سوچ کے ذریعے اس سے کہہ رہا تھا "تمہارے یہودی اکابرین وفاداری کا یہ صلہ دیتے ہیں۔ اگر میں چھپ کر ڈمی سونیا کو گولی نہ مارتا تو یہ بھید بھی نہ کھلتا کہ گولڈن برینز مجھے الو بنا رہے ہیں اور محل میں ہونے والی میری تمام گفتگو سنتے ہیں۔ یہاں خفیہ کیمرے بھی ہوں گے' میرا ویڈیو ریکارڈ بنایا جا رہا ہوگا۔"

میجر نے کہا "میں حیران ہوں کہ میرے اکابرین آپ جیسے مخلص اور فائدہ پہنچانے والے کے خلاف ایسی حرکتیں کیوں کرتے رہے۔ یہ تو دوست کو دشمن بنانے والی حماقتیں ہیں۔"

"آج مجھے پتا چلا ہے کہ یہودی فرہاد اور سونیا کو کئی بار دوست بنانے کے بعد بھی کیوں انہیں دوست نہ بنا سکے۔ فرہاد اور سونیا اسرائیل کے خلاف جو انتقامی کارروائیاں کرتے رہے وہ بالکل درست تھیں۔ تم تمام یہودی اسی قابل ہو۔"

"آپ مجھے الزام نہ دیں۔ ایک نہیں ہزار بار میرے چور خیالات پڑھ لیں۔ میں آپ کا وفادار ہی ثابت ہوتا رہوں گا۔"

"بے شک تم وفادار ہو اسی لئے تمہارے پاس آیا ہوں۔ تم یہاں کے دلیر اور نہایت قابل لوگوں کی فہرست بناؤ اور ایک ایک کی آواز سنواؤ' میں ہر رات دو افراد پر عمل کر کے انہیں اپنا تابعدار بناؤں گا۔ یہاں اپنے وفاداروں کی بہت بڑی فوج بناؤں گا۔"

"میں ابھی فون کے ذریعے چند قابل افراد کی آوازیں سنا سکتا ہوں۔"

"ابھی نہیں۔ میں بہت پریشان ہوں۔ ٹھیک رات کے بارہ بجے تمہارے پاس آؤں گا۔"

وہ اس کے دماغ سے چلا گیا۔ اب اس کی مصروفیات کا علم نہیں ہوسکتا تھا۔ اس لئے میں بھی اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ تھوڑی دیر بعد لیلیٰ نے سوچ کے ذریعے کہا "میں پاوا بول رہی ہوں۔ اپنے رابرٹ سے روٹھ کر میکے میں بیٹھی ہوں' کیا منانے نہیں آئیں گے؟"

"آنا ہی ہوگا۔ تمہارے بغیر کروٹ کروٹ خالی رہوں گا۔"

وہ مسکرائی پھر بولی "کیا پاپا ڈوک کو بھڑکا دیا ہے؟"

"اس کے اندر غصے اور انتقام کی آگ لگا چکا ہوں۔"

میں نے اسے ڈمی سونیا کے متعلق بتایا۔ وہ بولی "آپ نے زبردست چال چلی ہے۔ سسٹر کی ڈمی استعمال کر کے اس شیطان کو یہودی سازشوں کا پکا یقین دلا دیا ہے۔"

"اچھا میں آرہا ہوں۔ آج تل ابیب کی سیر کریں گے اور کسی اچھے سے ہوٹل میں کھانا کھائیں گے۔"

میں نے خیال خوانی ختم کر دی۔ باہر جانے کے لئے تیار ہونے لگا۔ ہمیں فی الحال پاپا ڈوک کی مصروفیات کا علم نہیں ہوسکتا تھا۔ اس نے ہماری لاعلمی میں جو کچھ کیا' وہ ہمیں بعد میں معلوم ہوا۔ میں اپنے قارئین کی دلچسپی کے لئے ابھی اس کی مصروفیات بیان کر رہا ہوں۔

اس نے محل کے ایک دور افتادہ کمرے میں طلسم کدہ بنایا تھا۔ کمرے کے وسط میں ایک شیطان کا پتلا کھڑا کیا تھا۔ اس کا ایک چیلا اس پتلے کے سامنے ہمیشہ آگ روشن رکھتا تھا۔ پاپا ڈوک شیطان کے سامنے آکر پالتی مار کر بیٹھ گیا۔ خیال خوانی کی پرواز کر کے جنرل کے پاس آیا پھر بولا "تم لوگوں نے میرے اعتماد کو دھوکا دیا ہے۔ میری رہائش گاہ میں کئی جگہ مائک چھپا کر رکھے گئے ہیں۔"

جنرل نے کہا "میری سوچ پڑھ کر دیکھ لیں' ایسا میرے حکم سے نہیں کیا گیا ہے۔ دراصل ہمارے گولڈن برینز اپنے باپ پر بھی اعتماد نہیں کرتے ہیں۔ انہوں نے یہاں کے حکمرانوں کی رہائش گاہوں میں بھی یہی کیا ہوا ہے۔ وہ سب پر نظر رکھتے ہیں کہ کون کیا کر رہا ہے۔"

اس نے گولڈن برینز کو چند موٹی موٹی گالیاں دیں۔ جنرل کو بتایا کہ ایک گولڈن برین نے ڈمی سونیا کے ذریعے اس کا مذاق اڑایا ہے۔ جنرل نے کہا "مجھے اطلاع ملی ہے کہ وہ ڈمی ہماری ایک بہترین جاسوسہ تھی۔ آپ نے جلد بازی میں اسے گولی مار دی۔ اسے زندہ رہنے دیتے تو وہ ہمارے سامنے سچا بیان دیتی۔ آپ غصہ میں نہ آئیں۔ یہ چال گولڈن برین کی نہیں کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی ہے۔ کوئی دشمن آپ کو ہمارے خلاف بھڑکا رہا ہے۔"

"میں نادان بچہ نہیں ہوں۔ ٹھوس ثبوت حاصل کرنے کے بعد ہی گولڈن برینز کو گالیاں دے رہا ہوں۔"

"کیا آپ ثابت کر سکتے ہیں کہ ہماری جاسوسہ کو کسی گولڈن برین نے آپ کے پاس بھیجا تھا؟"

"میں ثابت کر سکتا ہوں۔ کیا اس کے بعد گولڈن برین کو سزا ملے گی؟"

"آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ وہ پانچوں گولڈن برینز مملکتِ اسرائیل کے بہترین دماغ ہیں۔ یہاں کی داخلہ اور خارجہ پالیسی ان کے ہی ہاتھوں میں ہے۔ بھلا انہیں کون سزا دے سکتا ہے۔"

"میں دوں گا۔"

جنرل نے مسکرا کر کہا "آپ ان کے سائے تک بھی نہیں پہنچ سکیں گے۔"

"اگر پہنچ گیا تو وہ میرا شکار ہوں گے۔"

"ٹھیک ہے' آپ اپنی حسرت پوری کرلیں۔ مگر پہلے ثبوت پیش کریں۔"

"آپ چند اعلیٰ حکام کے ساتھ ایک گھنٹے بعد اس اسپتال میں پہنچیں جہاں اس جاسوسہ کی لاش پوسٹ مارٹم کے لئے پہنچائی گئی ہے۔"

"وہاں کیا ہوگا؟"

"وہ لاش بیان دے گی کہ اسے ایک گولڈن برین نے سونیا بنا کر بھیجا تھا۔"

"کیا آپ کی اس بچگانہ بات پر اعلیٰ حکام یقین کریں گے؟"

"میری بات بچگانہ نہیں ہے۔ اگر آپ لوگ ایک گھنٹے بعد اسپتال نہیں آئیں گے تو میں آپ لوگوں سے تعلقات توڑ کر اس ملک سے چلا جاؤں گا۔"

وہ دماغی طور پر شیطان کے پتلے کے سامنے حاضر ہوگیا۔ اس کے سامنے ایک مٹی کے برتن میں ماش کا گوندھا ہوا آٹا رکھا تھا۔ وہ منتر پڑھتے ہوئے اس آٹے سے ایک چھوٹا سا انسانی پتلا بنانے لگا اور ساتھ ہی کچھ منتر پڑھنے لگا۔ اس دوران ٹیلی فون پر اطلاع دینے والے ایک گولڈن برین کی آواز اور لہجے کو یاد کرتا رہا۔ اسے اچھی طرح یاد کرتے ہوئے وہ شیطان کو کہتا تھا "میں اسی آواز اور لہجے والے کا پتلا بنا رہا ہوں۔ میں اسے صورت سے نہیں پہچانتا۔ تو اس کی آواز سے صورت تک پہنچ سکتا ہے۔ لے سن' میں اسی کی آواز میں منتر پڑھ رہا ہوں۔"

وہ گولڈن برین کی آواز اور لہجے میں پڑھنے لگا اور ماش کے آٹے سے پتلے کو مکمل کرنے لگا۔ اس نے پتلے کا منہ کھلا رکھا تھا جیسے وہ منہ کھول کر کچھ بولنے والا ہو۔ وہ ایک بے ڈھنگا سا پتلا تھا' کوئی شاہکار مجسمہ نہیں تھا۔ شیطانی قوتوں کے ذریعے اسے ایک گولڈن برین سے منسوب کیا جا رہا تھا۔

شیطانی عمل کرنے والے تین "م" سے پتلے بناتے ہیں۔ مٹی' ماش یا موم سے۔ پھر عمل مکمل ہونے کے بعد اس پتلے کے کسی حصے میں سوئی پیوست کرتے ہیں۔ جس کے نام کا وہ پتلا ہوتا ہے' سوئی کی چبھن اس بیچارے کو ہوتی ہے۔ اگر وہ حوصلے سے ایک چبھن کو برداشت کرتا ہے تو پتلے کے جسم میں دوسری سوئی چبھوئی جاتی ہے۔ یوں اس شخص کی جسمانی تکلیف میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

اس نے ماش کا پتلا مکمل کرنے کے بعد اسے شیطان کے پیروں کے درمیان لٹا دیا پھر اونچی آواز میں منتر پڑھنے لگا۔ پڑھنے کے دوران کوئی سفوف آگ میں پھینکنے لگا۔ اس سے آگ بھڑکنے لگتی تھی' شعلے بلند ہونے لگتے تھے۔ یہ عمل تھوڑی دیر تک جاری رہا۔ پھر اس نے ایک ہاتھ شیطان کی طرف بلند کیا۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اُس کی چٹکی میں ایک سوئی تھی۔ اس نے کہا "اے شیطانِ معظم! میں نے ایک گولڈن برین کی آواز اور لہجہ تجھے سنادیا۔ یہ لے، اس سوئی کو اُس کے حلق میں پہنچادے ...."

پاپا ڈوک نے جھک کر ماش کے پُتلے کے کھلے ہوئے مُنہ کے اندر وہ سوئی پیوست کردی۔ پتلے کے حلق سے چیخیں اور کراہیں نکلنے لگیں۔ پاپا ڈوک نے خوش ہو کر شیطان کے قدموں کو چومتے ہوئے کہا "تو تمام شیطانی قوتوں کا مرکز ہے۔ اور یہ قوتیں تو مجھے دیتا جارہا ہے۔ تیرے قدموں میں جلد ہی ایک انسان کا خون چڑھاؤں گا۔"

پھر وہ مٹی کا دوسرا پیالہ لے کر شیطان کے قدموں سے اٹھ گیا۔ اس پیالے میں ماش کی خشک دال تھی۔ وہ آگ کے سامنے بیٹھ کر منتر پڑھتے ہوئے ماش کا ایک ایک دانہ آگ میں پھینکنے لگا۔ اب وہ زومبی کا عمل کررہا تھا۔

وہ مُردہ جو زندوں کی طرح اٹھ کھڑا ہو اور زندگی سے محروم ہو کر بھی کالے عمل کے ذریعے چلتا پھرتا ہو اسے زومبی کہتے ہیں۔ مردے کو زندہ کرنا کسی انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔ شیطانی عمل سے انہیں صرف حرکت میں لایا جاتا ہے اور انہیں اپنے شکار تک پہنچایا جاتا ہے۔ ان سے کچھ باتیں نہیں کرائی جاسکتیں۔ پاپا ڈوک نے نطافیہ شہر میں ایسے کئی زومبی پیش کئے تھے۔ لوگ اپنے عزیزوں کو مرنے کے بعد زندہ دیکھ کر خوفزدہ ہوجاتے تھے۔

پاپا ڈوک نے خیال خوانی کے ذریعے بہت پہلے ایک زومبی کے دماغ میں پہنچنا چاہا لیکن مردہ دماغ میں اس کی سوچ بھٹک کر واپس آگئی تب اس نے شیطان کو خوش کرنے کے لئے اس کے قدموں میں ایک کنواری لڑکی کی بَلی دی۔ چالیس دنوں تک خود کو جسمانی اذیتیں پہنچاکر منتر پڑھتا رہا اور شیطان کی عظمت کے گن گاتا رہا۔ تب سے ایسی شیطانی قوت حاصل ہوئی کہ وہ زومبی کے مردہ دماغ میں رہ کر اس کا مُنہ کھول سکتا تھا اور اس کی زبان سے بول سکتا تھا۔

فوج کا جنرل اور اعلیٰ حکّام پاپا ڈوک کو ناراض نہیں کرنا چاہتے تھے۔ یہ یقین دلانا چاہتے تھے کہ وہ سب اس کے تابعدار ہیں لہٰذا اس کی ہدایت کے مطابق اسپتال پہنچ گئے تھے۔ جس جاسوسہ کو سونیا کی ڈمی بنایا گیا تھا اس کی لاش ایک ٹرالی اسٹریچر پر رکھی ہوئی تھی۔ سینے پر گولی لگنے سے سوراخ ہوگیا تھا اس کا جسم لہو سے بھیگا ہوا تھا۔

ایک اعلیٰ افسر نے دوسرے افسر سے پوچھا "کیا آپ کو یقین ہے کہ یہ لاش بیٹھ کر بیان دے گی؟"

وہ بولا "میں نے دہشت زدہ کرنے والی فلموں میں زومبی دیکھے ہیں۔ اپنی زندگی میں کبھی کسی مردے کو زندہ ہوتے نہیں دیکھا۔"

تیسرے حاکم نے کہا "یہ محض بچوں کو ڈرانے والی باتیں ہیں۔"

ان کی باتوں کے دوران ایک جاسوس آیا۔ اس کا تعلق گولڈن برینز کی خفیہ فورس سے تھا۔ اس نے جنرل سے کہا "سر! ایک ایسا شخص اسپتال میں لایا گیا ہے، جو اپنے حلق میں سوئی کی چبھن محسوس کررہا ہے"۔

"وہ کون ہے؟"

"ایک معمولی شخص ہے۔ اس سے ہمارا اتنا ہی تعلق ہے کہ ایک گولڈن برین اس معمولی شخص کی آواز اور لہجے میں بولتا ہے۔"

یہ سب ہی جانتے تھے کہ پانچوں گولڈن برینز اپنے اصل لہجے اور آواز میں نہیں بولتے۔ ٹی وی اسکرین پر جنرل وغیرہ سے گفتگو کرتے وقت کوئی دوسری آواز اور لہجہ اختیار کرتے ہیں۔

ایک گولڈن برین نے اسی شخص کا لہجہ اختیار کیا تھا جو ابھی اسپتال لایا گیا تھا اور جو اپنے حلق میں سوئی کی چبھن محسوس کررہا تھا۔ پاپا ڈوک کو پتا نہیں تھا۔ اُس نے اسے گولڈن برین کا لہجہ سمجھ کر عمل کیا تھا۔ اسی لہجے اور آواز کے حوالے سے پتلے کے حلق میں سوئی پیوست کی تھی۔ اس کا شیطانی عمل اپنی جگہ درست تھا لیکن غلط فہمی کے باعث سوئی کی چبھن اصلی آواز اور لہجے والے کو ہورہی تھی۔

جنرل نے جاسوس سے پوچھا "تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"یہی کہ پاپائے معظم نے ہمارے ایک گولڈن برین پر شیطانی عمل کیا تھا۔ یہ نڈل پین .... (سوئی کے ذریعے اذیت پہنچانے کا عمل تھا۔ یہ اذیت اس اصل آواز اور لہجے والے کو پہنچ رہی ہے۔ ہمارا گولڈن برین محفوظ ہے۔ یہ بات آپ لوگوں کے علم میں لائی جارہی ہے۔ پاپا ڈوک کی دشمنی آئندہ پانچوں گولڈن برینز کو نقصان پہنچاسکتی ہے۔"

وہ گولڈن برینز کی طرف سے یہ رپورٹ دے کر چلا گیا۔ ایک حاکم نے کہا "پاپا ڈوک باعثِ رحمت بھی ہے اور باعثِ مصیبت بھی۔"

دوسرے نے کہا "ہمیں بہت سے فائدے پہنچ رہا ہے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے جان گاڈوی کو ہمارا قیدی بنا چکا ہے۔ راجلہ کو یہاں لا کر ہمارے ہاتھوں میں بابا صاحب کے ادارے کی ایک بہت بڑی کمزوری دے دی ہے۔ لیکن اس نے کبھی کالے عمل سے کسی گولڈن برین کو نقصان پہنچایا تو ہمارے ملک کو بہت بڑا نقصان پہنچے گا۔"

جنرل نے کہا "ہمیں پاپا ڈوک سے ملاقات کرکے پانچوں گولڈن برینز سے تصفیہ کرانا چاہئے۔ آپس کی کشیدگی سے سب کو نقصان پہنچے گا۔"

لیکن پاپا ڈوک کہاں ہے؟ ہم اس سے ملنے اسپتال آئے اور وہ ابھی تک نہیں آیا۔"

پاپا ڈوک نے جنرل کے دماغ میں کہا "میں آچکا ہوں۔ اس ڈمی سونیا کی لاش کو دیکھو۔"

جنرل نے اعلیٰ حکام کو یہ بات بتائی، سب اس لاش کو دیکھنے لگے۔ وہ ٹرالی اسٹریچر پر پڑی ہوئی تھی۔ سب نے چونک کر دیکھا اس کا مُنہ ذرا سا کھل گیا تھا اور وہ تکلیف سے کراہ رہی تھی، اس کے ہاتھ پاؤں میں جنبش ہو رہی تھی۔ ایک نرس اور لیڈی ڈاکٹر چیخ مار کر بھاگ گئیں۔ ڈاکٹر اور اسسٹنٹ دروازے کے پاس آگئے تاکہ خطرہ ہو تو بھاگنے میں آسانی رہے۔ اعلیٰ حکام کے باڈی گارڈز نے اپنی اپنی گن سیدھی کرکے اس لاش کو نشانے پر رکھ لیا تھا۔

جنرل نے کہا "پاپائے معظم یقین دلا رہے ہیں کہ کسی کی جان کو نقصان نہیں پہنچے گا۔ اس پر گولیاں چلانا فضول ہے۔ یہ جاسوسہ گولیوں سے چھلنی ہو کر بھی بیان دے گی۔"

دروازے پر مسلح فوجی جوانوں کی بھیڑ لگ گئی۔ وہ سب گہری دلچسپی سے لاش کو دیکھ رہے تھے جو آہستہ آہستہ اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔ اس کے سینے پر جہاں گولی سے ایک بڑا سوراخ ہوگیا تھا، وہاں سے خون بہہ رہا تھا۔ پہلے لاش کے ساکت پڑے رہنے کے باعث وہ خون اندر ٹھہرا ہوا تھا، اب بیٹھتے ہی سوراخ سے باہر نکل رہا تھا۔

وہ بڑا دہشت انگیز منظر تھا۔ وہ مرچکی تھی، بے جان تھی مگر زندہ انسان کی طرح بیٹھ گئی تھی۔ ایک گولی نے اسے ہلاک کیا تھا۔ اب اسی زخم سے لہو بہہ رہا تھا اور وہ ایسی زندہ لاش لگ رہی تھی جو مرنے کے بعد انتقام لینے کے لئے اٹھ بیٹھی ہو۔

اس کے دیدے پھیلے ہوئے تھے۔ اس نے پہلے جنرل کو دیکھا پھر سر گھماتے ہوئے اعلیٰ حکام کو باری باری دیکھتے ہوئے بولی۔ "میں بے موت ماری گئی ہوں اور میری موت کا ذمے دار ایک گولڈن برین ہے۔ اُس نے مجھ سے کہا تھا کہ میں سونیا بن کر پاپائے معظم کو دہشت میں مبتلا کروں۔"

وہ بھرّائی ہوئی آواز میں بول رہی تھی۔ جنرل نے لاش سے پوچھا "ہنی! ہم تمہاری آواز پہچانتے ہیں۔ ابھی وہ آواز تبدیل کیوں ہوگئی ہے؟"

لاش نے کہا "میرے سینے اور حلق میں لہو بھرا ہوا ہے۔ آواز بھرائی ہوئی ہے۔ میں نے جو کہہ دیا، وہ بہت ہے۔ مجھ سے انصاف کرو۔ میرا مجرم میرا قاتل، ایک گولڈن برین ہے۔"

اتنا کہنے کے بعد وہ پھر آہستہ آہستہ چاروں شانے چت لیٹ گئی۔ پاپا ڈوک نے جنرل سے کہا "اب یہ کبھی نہیں اٹھے گی۔ اسے دفنا دیا جائے اور آپ لوگ اپنا اپنا فیصلہ جلدی سنائیں تو بہتر ہے۔"

علمِ ہپناٹزم پر ایک نئی کتاب
جسے
ایک ماہرِ ہپناٹزم نے تحریر کیا ہے
باتصویر
ہپناٹزم کی جدید تحقیقات
قیمت ۲۵ روپے۔ ڈاک خرچ ۱۰ روپے
اُردو زبان کی پہلی کتاب جس میں اس عمل کی حقیقی تصاویر بھی دی گئی ہیں۔
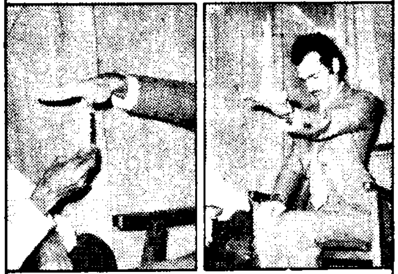
- ہپناٹزم کے بارے میں آج تک کی تمام تحقیقات کا نچوڑ
- جدید طریقے اور مشقیں
- ہپناٹزم کی مشقوں کے لیے مکمل لائحہ عمل اور پورا پروگرام
- بے شمار سوالات کے جواب
- ہپناٹزم کے موضوع پر ایک مکمل اور مستند کتاب جس میں مصنف کے ذاتی تجربے بھی شامل ہیں۔

ارتکازِ توجہ کے لیے سیاہ دائرہ اور مشقوں کو سمجھنے کے لیے حقیقی تصاویر۔
ملنے کا پتہ
مکتبۂ نفسیات پوسٹ بکس ۳۴۹ کراچی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

جنرل نے کہا "آپ میری رہائش گاہ میں تشریف لائیں۔ وہاں گولڈن برینز سے رابطہ قائم کرنے اور اسکرین کے ذریعے روبرو گفتگو کرنے کے انتظامات ہیں۔ ان سب کی موجودگی میں ہم کسی بہتر نتیجے پر پہنچیں گے۔"

"اچھی بات ہے۔ میں ایک گھنٹے میں آرہا ہوں۔"

جنرل نے ایک ڈاکٹر کے چیمبر میں آکر اپنے ماتحت کو فون پر کہا "پانچوں گولڈن برینز کو اطلاع دو' ایک گھنٹے بعد اہم میٹنگ ہے۔ اس میٹنگ میں پاپائے معظم بھی شریک ہوں گے۔"

اس دوران میں لیلیٰ کے ساتھ تل ابیب کی سیر کر رہا تھا۔ ہم تنہائی میں بھی عبرانی زبان بولتے تھے تاکہ میری مشق جاری رہے اور کوئی چھپ کر سن رہا ہو تو اسے ہمارے رابرٹ موس اور پارا موس ہونے کا یقین رہے۔ لیلیٰ نے پوچھا "آپ نے جنرل کو کیوں نظرانداز کیا ہے؟ ہم جوجو کے ذریعے اس کے دماغ میں جاسکتے ہیں۔"

"اب تو جے مورگن کے ذریعے بھی جاسکتے ہیں۔ میں نے جنرل کو نظرانداز نہیں کیا ہے۔ اس انتظار میں ہوں کہ پاپا ڈوک اور گولڈن برینز کا جھگڑا زور پکڑے۔ بات جنرل اور اعلیٰ حکام تک پہنچے پھر میں اس کے ذریعے پاپا ڈوک کی مصروفیات کو سمجھوں گا۔"

"کیا ان کا جھگڑا یہودی اکابرین تک نہیں پہنچا ہوگا؟"

"پہنچا ہوگا۔ لیکن ابھی تمہارے ساتھ سیر و تفریح کا لطف آرہا ہے۔"

"جی نہیں۔ آپ زیادہ لطف نہ اٹھائیں' جنرل کے پاس جائیں۔"

"میں ڈرائیو کر رہا ہوں تم جاکر دیکھو۔ معاملہ سنگین ہوا تو پھر سیر سپاٹے سے پرہیز کریں گے۔"

وہ جوجو کے لہجے میں جے مورگن کے پاس آئی' اسے حکم دیا کہ وہ جنرل کے لہجے اور آواز کو یاد کرے۔ وہ یاد کرنے لگا۔ لیلیٰ اسے ذہن نشین کرکے جنرل کے پاس پہنچ گئی۔ اس وقت جنرل فون کے ذریعے اپنے ماتحت سے کہہ رہا تھا کہ ایک گھنٹے بعد میٹنگ ہے۔

لیلیٰ نے مجھ سے کہا "ایک گھنٹے بعد اہم میٹنگ ہے۔ اس میٹنگ میں پاپا ڈوک اور گولڈن برینز حاضر ہوں گے۔"

میں نے کہا "پھر تو ہمیں گھر واپس چلنا چاہئے۔"

"ضرور چلنا چاہئے۔"

"میں نے سوچا تھا یہاں ایک ہندو سیٹھ کے ہوٹل میں تمہیں ہندوستانی ڈشیں کھلاؤں گا۔ پاکستانی اور ہندوستانی کھانے بڑے چٹخارے دار ہوتے ہیں۔"

"میں لندن میں پاکستانی تندوری روٹیاں اور کڑھائی گوشت اور دہی کی کڑھی پکوڑے کھاچکی ہوں۔"

"ایسا کرتے ہیں' کھانا پیک کراکے گھر لے چلتے ہیں۔"

"یہی مناسب ہے۔"

جب ہم نے گھر میں کھانا کھایا تو ایک گھنٹا ہوچکا تھا۔ میں کھانے کے دوران ہی جنرل کے پاس پہنچ گیا۔ لاشعوری طور پر اس کی سوچ بتانے لگی کہ اب تک کیا ہوتا رہا ہے اور کس طرح جاسوسہ کی لاش نے تھوڑی دیر کے لئے زندہ ہوکر گولڈن برین کے خلاف بیان دیا تھا۔ پھر پاپا ڈوک کے ایک کالے عمل سے وہ شخص اذیتوں میں مبتلا ہوگیا تھا جس کی آواز اور لہجہ ایک گولڈن برین اختیار کیا کرتا تھا۔

جنرل' اعلیٰ حکام اور پاپا ڈوک کے ساتھ اس خفیہ کمرے میں تھا جہاں ٹی وی اسکرین پر پانچوں گولڈن برینز سے ملاقات ہوا کرتی تھی۔ ابھی وہ اسکرین سادہ تھا۔ پاپا ڈوک نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا "ایک گھنٹا گزر چکا ہے۔ کیا وہ پانچوں وقت کے پابند نہیں ہیں؟"

جنرل نے کہا "وہ وقت کے بہت پابند ہیں۔ ابھی ایک منٹ باقی ہے۔ ٹھیک ایک منٹ بعد وہ نظر آئیں گے۔"

ایک حاکم نے کہا "پاپائے معظم! ایک بے قصور آپ کے کالے علم کا شکار ہوگیا ہے۔"

"میں اسے تکلیف سے نجات دلا چکا ہوں۔ پتلے کے حلق سے سوئی نکال لی ہے۔"

"آپ نے ایک گولڈن برین کے خلاف بہت ہی خطرناک عمل کیا تھا۔ کیا آپ بتائیں گے کہ عمل کامیاب ہوتا تو گولڈن برین کا انجام کیا ہوتا؟"

"میں اسے جان سے نہ مارتا۔ پتلے میں اور دو چار سوئیاں پیوست کرتا تو وہ رحم کی بھیک مانگتا ہوا میرے قدموں میں آجاتا۔"

"کیا یہ آپس کی دشمنی ہم سب کو نقصان نہیں پہنچائے گی؟"

"گولڈن برینز کو دشمنی شروع کرنے سے پہلے یہ سوچنا چاہئے تھا۔"

"وہ اس ملک کے حاکم ہیں۔ ہم جو بظاہر حکمران ہیں انہی کی بنائی ہوئی پالیسیوں پر عمل کرتے ہیں۔ آپ نے انہیں بے نقاب کرنے کی دھمکی دی۔ انہوں نے سونیا کی موجودگی کی اطلاع دی۔ وہ اطلاع صحیح تھی یا غلط' ہم نہیں جانتے لیکن انہوں نے جاسوسہ کو سونیا کی ڈمی بناکر نہیں بھیجا تھا۔ یہ کسی دشمن کی چال ہے۔"

"کیا اس جاسوسہ نے آخری سانسوں میں جھوٹ کہا تھا؟"

ٹی وی اسکرین روشن ہوگئی۔ ایک میز کے پیچھے پانچ افراد سیاہ نقاب پہنے بیٹھے تھے۔ ان میں سے ایک نے پوچھا "اس جاسوسہ نے آخری سانسوں میں جو کہا اُسے کتنے افراد نے سنا؟"

پاپا ڈوک نے کہا "میں نے سنا تھا' مسلح گارڈز ہم سے دور تھے اس کے علاوہ جنرل اور اعلیٰ حکام نے خود جاسوسہ کا یہ بیان سنا ہے۔"

"وہ جاسوسہ تمہارے شیطانی عمل سے زومبی بن گئی تھی۔ شیطانی عمل کے بعد وہ تمہاری معمولہ بن گئی۔ تم نے اسے جو بیان دینے کا حکم صادر کیا اس نے وہی دہرا دیا۔"

"یہ جھوٹ ہے۔ اس لاش نے اپنے طور پر سچا بیان دیا تھا۔"

"زومبی کے متعلق ہمارا بھی مطالعہ ہے۔ ایسے مردے جو عارضی طور پر زندہ نظر آتے ہیں وہ اپنے ساحر کے زیرِ اثر ہوتے ہیں۔"

"تم لوگ یہ کہہ رہے ہو کہ لاش میرے زیرِ اثر تھی اور میں نے تمہارے خلاف اس سے جھوٹا بیان دلایا ہے؟"

"جادو ہمیشہ جھوٹ' فریب اور ضرر رسانی کے عمل پر ختم ہوتا ہے۔ کوئی بھی ذی ہوش جادوئی نتائج کو قبول نہیں کرتا ہے۔"

"میں کوئی اسٹیج پر جادو دکھانے والا جادوگر نہیں ہوں۔ میں ساحرِ اعظم ہوں تم سب کو سحرزدہ کرسکتا ہوں۔ تم پانچوں کو بے نقاب کرسکتا ہوں۔"

اس نے جیسے ہی چیلنج کیا' اس کے دونوں ہاتھ کرسی کے ہتھوں سے جکڑ گئے۔ اسے پتا نہیں تھا کہ وہ جس کرسی پر دونوں ہاتھ رکھے شاہانہ انداز میں بیٹھا ہوا ہے اس کے دونوں ہتھوں میں خفیہ خودکار ہتھکڑیاں ہیں۔ ایک بٹن دباتے ہی ہتھکڑیوں نے اسے جکڑ لیا۔ وہ اپنے ہاتھوں کو جھٹکے دیتے ہوئے آزادی حاصل کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے بولا "یہ کیا حرکت ہے؟ یہ ہتھکڑیاں کھول دو ورنہ ....."

بات پوری ہونے سے پہلے ہی ایک فوجی نے اس کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر اس کے سر کو کرسی کی پشت سے لگایا' اس طرح ایک خودکار آہنی رنگ میں اس کی گردن پھنس گئی۔ اب وہ کرسی سے ہل بھی نہیں سکتا تھا۔ اس نے گرجتے ہوئے کہا "تم لوگ اپنی موت کا سامان کر رہے ہو۔ دوست کو دشمن بنا رہے ہو۔ مجھے اس طرح قیدی بناکر نہیں رکھ سکو گے۔ میں چند گھنٹوں میں رہائی حاصل کرلوں گا۔ اس کے بعد اسرائیل میں ایسا زلزلہ ....."

اس کی بات ادھوری رہ گئی۔ اس کے بازو میں ایک دوا انجکٹ کی گئی تھی۔ وہ تڑپ کر بچنا چاہتا تھا۔ مگر کئی فوجی جوانوں نے اسے جکڑ لیا تھا۔ چند سیکنڈ بعد سب نے اسے چھوڑ دیا۔ وہ ساکت ہوگیا تھا۔

ایک گولڈن برین نے کہا "جادوگر کتّے! ہم کتّے پالنا اور انہیں اپنے سامنے دُم ہلانے پر مجبور کرنا جانتے ہیں۔ اب پڑھو منتر اور ہمارے کسی آدمی کے دماغ میں جاؤ۔ اپنے شیطانِ معظم کو بلاؤ۔ اگر ایسا کچھ نہ کرسکو تو سوچنا کہ تمہارے جیسے فرعون کس طرح ایک ہی ٹھوکر سے حقیر کیڑے بن جاتے ہیں۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

لیلیٰ بھی خیال خوانی کے ذریعے یہ تماشا دیکھ رہی تھی۔ اس نے میرے بازو میں ہلکی سی چٹکی لی۔ میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر اسے دیکھا۔ وہ بولی "اللہ بڑا کارساز ہے۔ ہمارے لئے آسانیاں پیدا کر رہا ہے۔ ہمیں فوراً ہی پاپا ڈوک کے دماغ سے معلوم کرنا چاہئے کہ راحیلہ کو جس پُتلے سے منسوب کیا گیا ہے وہ کہاں ہے؟"

"بیشک تم معلوم کرو۔ میں ان کی باتیں سن رہا ہوں۔"

اس بار میں پاپا ڈوک کے دماغ میں آیا۔ لیلیٰ بھی آئی تھی۔ اُس نے ہماری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا۔ میں نے اس کے ذریعے سنا۔ ایک گولڈن برین کہہ رہا تھا "ہم اسکرین پر ہمیشہ چہرہ اور آواز بدل کر آتے ہیں۔ آج ہم نے سوچا پاپا ڈوک مکاری کر سکتا ہے۔ اچانک اینٹی میک اپ لینس کے ذریعے چھپے ہوئے اصل چہرے کو دیکھ سکتا ہے، اس لئے ہم یہ سیاہ نقاب پہن کر بیٹھے ہیں۔"

دوسرے گولڈن برین نے اعلیٰ حکام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "ہم نے یہ طے کیا تھا کہ پہلے جے مورگن کا برین آپریشن کرایا جائے گا۔ اس کے بعد جان گاوڈی کی باری آئے گی۔ اب ایسا نہیں ہوگا۔ آپ لوگ کل صبح پاپا ڈوک کو ملٹری اسپتال کے آپریشن تھیٹر میں پہنچائیں۔ ہمارے تجربہ کار ڈاکٹر پہلے اس شیطان کا آپریشن کریں گے۔ برین آپریشن کے اس پہلے تجربہ میں یہ مر بھی سکتا ہے۔ اس کی موت کا ہمیں افسوس نہیں ہوگا، اور یہ بچ گیا تو ہمیشہ کتے کی طرح ہمارا وفادار رہے گا۔"

اس کے بعد میٹنگ برخاست ہوگئی۔ اسکرین تاریک ہوگیا۔ پانچوں گولڈن برینز گم ہوگئے۔ جنرل نے پاپا ڈوک کو دیکھا پھر مسکرا کر کہا "ہم نے تمہیں پاپائے معظم بنایا تھا لیکن کتے کو گھی ہضم نہیں ہوتا۔"

ایک حاکم نے کہا "یہ بڑے حاکمانہ انداز میں بغیر اجازت ہمارے اندر آجاتا تھا اور ہم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تھے۔"

اس حاکم نے پاپا ڈوک کو زوردار طمانچہ رسید کرتے ہوئے کہا "آؤ، اب ہمارے دماغوں میں آؤ۔"

جنرل نے کہا "کسی دوست یا دشمن کو یہ معلوم نہیں ہے کہ ہم نے اِسے قیدی بنالیا ہے۔ یہ بات اسی چار دیواری تک محدود رکھنے کے لئے اسے یہیں کمرے میں رکھا جائے گا۔ یہ کل صبح آپریشن تھیٹر میں پہنچائے جانے تک اسی کرسی پر جکڑا ہوا بیٹھا رہے گا۔ اس کمرے میں چھ مسلح جوان پہرا دیتے رہیں گے۔ باہر بھی سخت حفاظتی انتظامات کئے جائیں۔"

ہم دماغی طور پر حاضر ہوگئے۔ لیلیٰ نے کہا "کل صبح کے بعد ہمیں پاپا ڈوک کا دماغ نہیں ملے گا۔ اس کی آواز اور لہجہ بدل جائے گا۔"

"کوئی بات نہیں۔ جب وہ اسرائیلی حکومت کا وفادار بن کر خیال خوانی کرے گا تو ہم سے چھپا نہیں رہے گا۔ راحیلہ کے متعلق کیا معلوم ہوا ہے؟"

"جو شیطانی پُتلا راحیلہ سے منسوب کیا گیا ہے اسے توڑنے کے لئے ایک لمبے سفر پر جانا ہوگا۔ وہ پُتلا تبت کی پہاڑیوں کے ایک غار میں ہے۔"

میں نے کہا "صدیوں سے تبت کے جادوگر ساری دنیا میں مشہور ہیں۔ کیا تم نے معلوم کیا ہے کہ وہ پُتلا کن جادوگروں کے پاس ہے؟"

"پاپا ڈوک کا ایک گرو گھنٹال ہے۔ اس گرو کا نام ساسان ڈوگرا ہے۔ وہاں کا سب سے بڑا اور خطرناک جادوگر ساسانِ اعظم کہلاتا ہے۔ صدیوں سے ساسان جادوگروں کا سلسلہ چلا آرہا ہے۔ یہ موجودہ ساسان ڈوگرا اس سلسلے کا بارہواں ساسانِ اعظم ہے۔ پاپا ڈوک کا یہ گرو نیپال میں تھا۔ کشمیر کی ڈوگرا فوج سے بھاگ کر تبت چلا گیا تھا۔ وہاں اسی مناسبت سے ڈوگرا کہلاتا ہے۔"

میں نے کہا "میں خود پاپا ڈوک کے پاس جاکر معلومات حاصل کرتا ہوں۔"

وہ بولی "کیا میں نے کام کی باتیں معلوم نہیں کی ہیں؟"

"جو سنا رہی ہو وہ سب کام کی باتیں ہیں۔ لیکن ابھی پاپا ڈوک کا دماغ ایک کھلی کتاب ہے تو میں اسے اپنے طور پر کیوں نہ پڑھ لوں؟"

"اچھا میں دیکھتی ہوں آپ اسے کس طرح پڑھتے ہیں۔"

وہ میرے ساتھ پاپا ڈوک کے اندر پہنچ گئی۔ وہ اسی طرح ہتھکڑیوں کے ذریعے کرسی پر جکڑا ہوا بیٹھا تھا۔ اس کے حواس درست تھے۔ وہ اپنے حالات کو اچھی طرح سمجھ رہا تھا۔ کمزوری محسوس کرنے کے باوجود اس نے خیال خوانی کی کوشش کی تھی اور اپنی توقع کے مطابق ناکام رہا تھا۔ گولڈن برینز نے اسے بالکل ہی بے دست و پا بنا دیا تھا۔

ذہانت اور بددماغی میں یہ واضح فرق ہے کہ پاپا ڈوک نے بددماغی کے باعث یہ نہیں سوچا کہ پانی میں رہ کر مگرمچھ سے بَیر کر رہا ہے۔ اس نے شیطانی سوئی کے عمل سے گولڈن برینز کو اذیتیں پہنچانے کی ناکام کوشش کی اور انہیں بے نقاب کرنے کا چیلنج کیا، جبکہ وہ خاموشی سے یہ کام کر سکتا تھا۔

اس کے برعکس گولڈن برینز نے اسے جسمانی اذیتیں نہیں پہنچائیں۔ وہ چاہتے تو ان کے ایک اشارے پر اسے گولیوں سے چھلنی کر دیا جاتا لیکن وہ پاگل کتے کا دماغی آپریشن کر کے ہمیشہ کے لئے اپنا تابعدار بنا رہے تھے۔

اور وہ تلملا رہا تھا۔ رہائی کی کوئی تدبیر نہیں سوجھ رہی تھی۔

یہی بات سمجھ میں آتی تھی کہ باہر سے کسی کا تعاون حاصل ہو اور باہر سے کسی کی مدد حاصل کرنے کے لئے خیال خوانی ضروری تھی۔ وہ سوچ رہا تھا "مجھے چند سیکنڈ کے لئے بھی دماغی توانائی حاصل ہوجائے تو میں گرو مہاراج ساسانِ اعظم ڈوگرا کو آواز دوں گا۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "آہ! ایک طویل عرصے سے میں نے گرو کو یاد نہیں کیا۔ اگر دماغی توانائی بحال ہوگئی تو میں گرو کو کس مُنہ سے مخاطب کروں گا؟"

اس بات پر وہ ساسان ڈوگرا کے متعلق سوچنے لگا۔ وہ اسے گرو مہاراج کہہ کر مخاطب کرتا تھا اور کہتا تھا "مہان گرو داتا! پاوان کے شرنوں میں سیوک ڈنڈوت کرتا ہے۔"

یہ ایک طرح کے کوڈ ورڈز تھے۔ پاپا ڈوک بھارت، نیپال اور تبت میں رہ کر بڑی حد تک ہندی بولنے لگا تھا۔ اس نے پندرہ برس تک ساسان ڈوگرا کی سیوا کی تھی۔ اس سے کالے جادو کے بہت سے گُر سیکھے تھے۔ اس کا گرو اسے آشیرواد دے کر کہتا تھا کہ وہ ایک دن ساحرِ اعظم بنے گا۔ ویسے ایک دن اس نے پاپا ڈوک کو بلا کر کہا تھا "تو ہمارے قبیلے کا دستور جانتا ہے۔ مجھ سے جادو سیکھنے والا جو جادوگر چیلا مجھے قتل کرے گا اسے ساسانِ اعظم بنایا جائے گا۔ میں نے بھی اپنے گرو مہاراج کو فیصلہ کن مرحلے پر قتل کر کے یہ عہدہ حاصل کیا تھا۔"

پاپا ڈوک نے پوچھا تھا "میں آپ کا چیلا ہوں، کیا میں آپ کو قتل کروں گا؟"

"نہیں، میرا گیان کہتا ہے تو میرے مقابلے پر شکست کھا جائے گا۔ شاید تو میرے ہاتھوں سے قتل ہوجائے۔ بہتر ہے یہاں سے چلا جا۔ تجھے بہت بڑی دنیا میں رہ کر اپنے جادوئی کمالات سے میرا نام روشن کرنا ہے۔"

"گرو مہاراج! میں آپ کے قدموں سے دور نہیں رہنا چاہتا۔ آپ مجھے یہاں سے جانے کا حکم نہ دیں۔ میں تمام عمر آپ کی خدمت کرتا رہوں گا۔"

"میری خدمت کے لئے بہت سے چیلے ہیں۔ اور انہی میں سے کوئی چیلا ایک دن مجھ سے مقابلہ کرے گا اور مجھ پر غالب آکر مجھے قتل کرے گا۔ اس لئے تم جاؤ، کوئی مصیبت آپڑے تو مجھے پکارنا۔ میں آجاؤں گا۔ نہ آسکا تو اپنے کالے عمل سے تمہاری مصیبت دور کر دوں گا۔"

گرو کا حکم تھا... وہ تبت سے چلا آیا۔ میں اس کی سوچ پڑھ رہا تھا۔ اس کی سوچ نے بتایا، تبت کے دارالسلطنت کا مشہور شہر لاسہ ہے۔ اس شہر کے جنوب میں تقریباً چھ سو میل کے فاصلے پر ہمالیہ پہاڑ کا سلسلہ مشرق سے مغرب تک پھیلا ہوا ہے۔ اس سے ملحقہ ایک پہاڑی کے غار میں ساسان ڈوگرا کا طلسم کدہ ہے۔ اسی غار کے ایک حصے میں ساسان کی رہائش ہے۔ اس طلسم کدے میں ایک بھول بھلیاں ہے۔ جہاں داخل ہونے والا باہر نکلنے کا راستہ بھول جاتا ہے۔ وہاں سے نکلنے کا راستہ صرف ساسان ڈوگرا اُس کی بیوی اور جوان بچے جانتے ہیں۔ اسی بھول بھلیاں کی ایک نیم تاریک کوٹھری میں راحیلہ سے منسوب کیا جانے والا شیطانی پُتلا رکھا ہوا ہے۔

اتنی معلومات کافی تھیں۔ ہم پاپا ڈوک کے دماغ سے چلے آئے۔ میں نے لیلیٰ سے پوچھا "تم نے اتنی معلومات حاصل کی تھیں؟"

"جی ہاں، میں نادان نہیں ہوں۔ یہ ساری باتیں آپ کو بتانے والی تھی لیکن آپ خیال خوانی کے شوق میں پاپا ڈوک کے پاس چلے گئے۔"

"بھئی میں پہلے سے تمہاری ذہانت کا معترف ہوں۔ آؤ ہم ایک دوسرے کے وجود کا بھی اعتراف کریں۔ تم ثابت کرو کہ میرے پاس ہو، میں ثابت کروں کہ تمہارے پاس ہوں۔"

وہ بستر سے اٹھ کر صوفے پر جاکر بیٹھ گئی۔ پھر بولی "کام کریں اور سسٹر کو تمام حالات بتا کر یہ طے کریں کہ اس شیطانی پتلے کو توڑنے کے لئے ہم میں سے کون تبت جائے گا؟"

"یہ فیصلہ سونیا کو کرنے دو۔"

"جی نہیں، آپ فیصلہ کرنے میں سسٹر سے تعاون کریں۔"

ہم نے سونیا کے پاس آکر پاپا ڈوک کے تمام حالات بتائے، وہ خوش ہو کر بولی "اللہ تعالیٰ ہم پر مہربان ہے۔ پاپا ڈوک کی دماغی کمزوری سے راحیلہ کی مشکل آسان ہورہی ہے۔ تبت جانے کے متعلق تم نے کیا سوچا ہے؟"

"ہم اسرائیل میں ہیں۔ یہاں بڑے اہم معاملات نمٹانے ہوں گے۔ تم چلی جاؤ۔"

"میں کہہ چکی ہوں، تم پاپا ڈوک کو ہلاک نہیں کرو گے۔ یہ بات تمہاری سمجھ میں آگئی تھی کہ اس طرح فرہاد کا وجود ظاہر ہوجائے گا۔"

"میں ظاہر نہیں ہونے دوں گا۔ اسے اپنے ہاتھوں سے ہلاک نہیں کروں گا۔"

"تو پھر وہاں کیوں ہو؟"

"جے مورگن اور جان گاوڈی کو یہاں سے نہیں لے جایا گیا تو اسرائیلی حکومت کو ٹیلی پیتھی کی بے پناہ قوتیں حاصل ہوجائیں گی۔"

"میں ان دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ان سے چھین لوں گی۔ وہاں سے تبت نہ جانے کا کوئی اور بہانہ کرو۔"

"میں ایک لمبے سفر کے لئے ذہنی طور پر تیار نہیں ہوں۔ ایک اصولی بات کہتا ہوں تم اسے ضرور تسلیم کرو گی۔"

"وہ اصولی بات کیا ہے؟"

"راحیلہ، سلمان واسطی کی شریکِ حیات ہے۔ یہ سلمان کا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

فرض ہے کہ وہ بیوی کو کسی بے جان پتلے سے بھی منسوب نہ رہنے دے اور خود جاکر اسے توڑ دے۔ جس کے سر میں کھجلی ہو' وہ کھجانے کے لئے دوسروں کو نہیں بلاتا' اپنے ہی ہاتھوں سے کھجاتا ہے۔"

سونیا نے کہا "سلمان فوراً جانے کو تیار ہو جائے گا۔ ایک طویل عرصے کے بعد اسے ازدواجی مسرتیں حاصل ہو رہی ہیں۔ ان میاں بیوی کو آرام کرنے دو۔"

لیلیٰ نے کہا "ٹھیک ہے' سلطانہ اور سلمان کو آرام کرنا چاہئے۔"

میں نے کہا "تمہیں اپنی بہن کا بہت خیال ہے۔ ہماری شادی بھی پرانی نہیں ہوئی ہے۔ اپنی بہن کی طرح تمہیں بھی مجھے آرام کرانا چاہئے۔"

"آپ کو سسٹر کے سامنے ایسی باتیں کرتے شرم نہیں آتی!"

سونیا نے کہا "ان صاحب کو شرم چھو کر نہیں گزری' پتا نہیں تم کیسے گزارہ کر رہی ہو؟"

"ایسی بات نہیں ہے سسٹر! میں تو خود کو بہت ہی خوش نصیب سمجھتی ہوں۔"

"گویا خربوزے نے خربوزے کو دیکھ کر رنگ پکڑ لیا۔ تم بھی بے شرم ہو گئی ہو۔"

لیلیٰ ہنسنے لگی۔ میں نے کہا "عورت کی ہنسی اسکول کی گھنٹی کی طرح محبت کے کلاس روم میں بلاتی ہے۔ ہنسی روک لو ورنہ میں کلاس میں آجاؤں گا۔"

سونیا نے سخت لہجے میں کہا "بکواس کرتا ہے تو یہاں سے جاؤ۔"

"تم بڑی بوڑھیوں کی طرح ڈانٹتی کیوں ہو؟"

"تم بچوں کی طرح کھلونے کے لئے مچلتے کیوں ہو؟"

لیلیٰ نے شرما کر کہا "سسٹر آپ ایسی باتیں کریں گی تو میں چلی جاؤں گی۔"

"میں تم دونوں کو جانے سے نہیں روکوں گی۔ جاؤ مگر سلمان یا سلطانہ کو میرے پاس بھیج دو۔"

میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر لیلیٰ سے کہا "میں سلمان سے باتیں کر کے آتا ہوں۔"

لیکن میں سلمان کے پاس نہیں گیا۔ سلطانہ کے پاس آکر بولا "مجھے تمہارے لئے بڑی تشویش ہے۔"

وہ بولی "شیطان تشویش میں مبتلا ہو تو انسان کے لئے بہتری ہوتی ہے۔ فرہاد بھائی! اب آپ کی مکاری سے ہم میاں بیوی کا کچھ نہیں بگڑے گا۔"

"خدا تم دونوں کو جھگڑوں سے بچائے اور ہمیشہ خوش و خرم رکھے' آمین۔"

"کیا آپ دعائیں دینے آئے ہیں؟"

"ہاں' جن کا علاج دوا سے نہیں ہوتا' انہیں آخر میں دعا ہی دی جاتی ہے۔"

"دیکھئے فرہاد بھائی! آپ خواہ مخواہ مجھے تجسس میں مبتلا نہ کریں۔ کیا میں لیلیٰ سے شکایت کروں؟"

"ایسا نہ کرو پھر مجھے لیلیٰ کو وہ بتانا ہوگا' جو میں تمہیں سمجھا رہا ہوں۔ آخر وہ تمہاری بہن ہے۔ سلمان کے بارے میں وہ بات سنے گی تو اسے بھی صدمہ ہوگا۔"

وہ مٹھیاں بھینچ کر بولی "فرہاد بھائی! آپ بہت بڑے بدمعاش ہیں۔ میں آپ کی چال میں نہیں آؤں گی۔ آپ تشریف لے جائیں۔"

"سوچ لو۔"

"ہاں سوچ لیا۔"

"ٹھیک ہے میں جا رہا ہوں۔ ہو سکے تو سلمان سے پوچھ لو گر وہ نہیں بتائے گا۔"

میں اس کے دماغ سے نکل کر سلمان کے پاس گیا۔ وہ کار میں کہیں جا رہا تھا۔

میں نے کہا "سونیا نے بلایا ہے۔ ابھی جاؤ۔"

اس نے کار ایک جگہ روک دی۔ پھر سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ میں بھی چپکے سے وہاں آکر باتیں سننے لگا۔ وہ پوچھ رہا تھا "کیوں آپ نے بلایا؟"

جواب میں سونیا اسے پاپا ڈوک کے موجودہ حالات اور اس کے گرو ساسان ڈوگرا کے متعلق بتانے لگی۔ اس دوران سلطانہ سلمان کے دماغ میں پہنچ گئی اور اس سے بولی "میں کچھ کہنے آئی ہوں۔"

وہ بولا "ٹھہرو' دیکھ رہی ہو کہ میں سسٹر کی باتیں سن رہا ہوں۔"

"میری بھی تو سن سکتے ہو۔ ایک سوال ہے اس کا جواب ہاں یا نہ میں دے دو۔"

"سلطانہ! وہ سوال بعد میں بھی کر سکتی ہو۔"

"اگر بعد میں پانی سر سے اونچا ہو جائے گا تو میں کیا کروں گی؟"

"او گاڈ! بعض اوقات تم ننھی بچی بن جاتی ہو۔ پوچھو سوال؟"

"کیا تم مجھ سے کوئی بات چھپا رہے ہو؟"

"ہرگز نہیں۔"

"سوچ کر جواب دو۔ کوئی ایسی بات جو ابھی تمہیں یاد نہ آرہی ہو۔"

"اگر کوئی بات یاد نہیں آرہی ہے تو میں کیسے کہہ سکتا ہوں کہ وہ بات تم سے چھپا رہا ہوں؟"

"یہ مانتے ہو کہ ایسی ایک بات چھپائی ہے جو ابھی یاد نہیں ہے؟"

"میں سوچ کر بتاؤں گا۔ ابھی کام کی بات سننے دو۔"

اتنے میں سونیا نے پوچھا "سلمان! خاموش کیوں ہو؟"

وہ جلدی سے بولا "جی' کچھ نہیں۔ میں آپ کی باتیں سن رہا ہوں۔ آپ کہہ رہی تھیں' پاپا ڈوک جس کرسی پر بیٹھا ہوا تھا اسی پر اسے ہتھکڑیاں لگ گئیں۔ وہ قیدی بنا لیا گیا ہے۔ اس کے بعد بتائیں؟"

سونیا نے پوچھا "تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟ اس کے بعد میں پاپا ڈوک اور اس کے گرو کے متعلق تمام باتیں بتا چکی ہوں۔ اس کا مطلب ہے تم نے نہیں سنا۔ تمہارا دھیان کہیں اور تھا۔"

"وہ میں... میں شرمندہ ہوں۔"

"بات کیا ہے؟ تم کچھ چھپا رہے ہو؟"

سونیا نے بات چھپانے والی بات کہی۔ یہی سلطانہ بھی کہہ رہی تھی۔ وہ جلدی سے بولی "سسٹر! جس کے دل میں چور ہوتا ہے اور جو بات چھپاتا ہے' وہ اسی طرح ہچکچاتا ہے۔ میں اتنی دیر سے وہ چھپانے والی بات پوچھ رہی ہوں مگر یہ صاحب ٹال رہے ہیں۔"

سونیا نے کہا "اچھا تو تم نے سلمان کا دھیان بٹایا تھا۔ اِدھر میں بول رہی تھی اور اُدھر تم بولتی جا رہی تھیں۔ ایسے میں یہ بیچارہ نہ اِدھر کی سن سکا' نہ اُدھر تمہیں مطمئن کر سکا۔"

سلطانہ نے کہا "مطمئن کیسے کریں گے۔ یہ کہہ کر ٹال رہے تھے کہ ابھی وہ بات یاد نہیں ہے۔"

وہ بولا "اوہ خدایا' میں نے صاف طور پر کہا تھا کہ تم سے کوئی بات نہیں چھپائی ہے۔ تم نے ہی زبردستی یہ مجھ سے منوایا کہ شاید میں کوئی بات بھول رہا ہوں۔ میں نے سسٹر کی باتیں سننے کے لئے کہہ دیا اگر بھول رہا ہوں تو مجھے کیسے وہ بات یاد آئے گی؟"

میں نے سلمان کی سوچ میں آہستگی سے کہا "حالانکہ وہ بات مجھے یاد ہے۔"

سلمان نے جلدی سے کہا "نہیں یہ... یہ میری سوچ غلط ہے۔"

سلطانہ نے کہا "سسٹر! آپ سلمان کے دماغ میں نہیں ہیں ورنہ اس کا وہ چور خیال سن لیتیں۔ ابھی سلمان کی خفیہ سوچ کہہ رہی تھی کہ وہ بات انہیں یاد ہے۔"

وہ پریشان ہو گیا تھا۔ اپنی صفائی پیش کر رہا تھا۔ سونیا نے پوچھا "کیا یہ سچ ہے کہ ابھی تم نے سوچا تھا' وہ بات تمہیں یاد ہے؟"

"جی ہاں' لیکن ایسا اکثر ہوتا ہے۔ ہر انسان کبھی کبھی... بہکی سی بات سوچتا ہے۔ پھر اسے دماغ سے نکال دیتا ہے۔"

سلطانہ نے کہا "اس بات کو دماغ میں ہی رکھو۔ مجھے گھر سے نکال دو' اپنی زندگی سے نکال دو' مجھ سے دل بھر گیا ہے' مجھ سے بیزار ہو گئے ہو۔ اب میں تمہارے ساتھ نہیں رہوں گی۔ میں چلی جاؤں گی' تم دوسری لے آؤ۔"

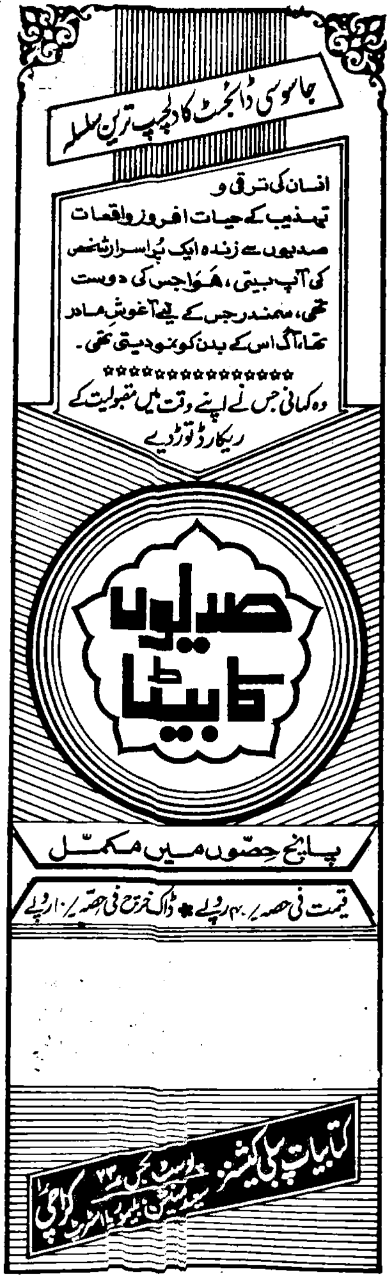

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ سونیا نے ڈانٹ کر کہا "یہ کیا حماقت ہے؟ ایسی کیا قیامت آگئی ہے کہ آنسو بہا رہی ہو؟ سلمان پر کس قسم کا شبہ کر رہی ہو۔ ایسا محبت کرنے والا وفادار محبوب قسمت والیوں کو ہی ملتا ہے اور تم اسے کوئی دوسری لانے کو کہہ رہی ہو؟"

وہ روتے ہوئے بولی "جب یہ راحیلہ کے ہوتے ہوئے مجھے اپنی زندگی میں لاسکتے ہیں تو میرے ہوتے ہوئے کسی تیسری کو بھی لاسکتے ہیں۔"

"ایسی بات کہتے ہوئے تمہیں شرم آنی چاہئے۔ سلمان نے اٹھارہ برس تک راحیلہ کی واپسی کا انتظار کیا۔ اٹھارہ برس میں مرد اٹھارہ عورتوں سے نکاح کرکے طلاق دے دیتا ہے' سلمان ایسی پست ذہنیت کا مالک نہیں ہے اور نہ ہی عیاش ہے۔ اس نے بابا صاحب کے سائے میں پرورش پائی ہے۔ یہ ٹھوس کردار کا مالک ہے۔ افسوس کہ تم نے اب تک اپنے شوہر کو نہیں پہچانا ہے۔ اگر تمہارا یہی خیال ہے کہ یہ تیسری لے آئے گا تو پھر جاؤ' تیسری کا انتظار کرتی رہو اور جلتی کڑھتی رہا کرو۔"

سلمان نے پوچھا "آخر یہ بے اعتمادی کیسے پیدا ہوگئی ہے' ہم نے تو قسم کھائی تھی کہ فرہاد بھائی کے بہکانے سے بھی تم مجھ پر شبہ نہیں کرو گی۔"

پھر وہ چونک کر بولا "سسٹر! مجھے یقین ہے' اسے فرہاد بھائی نے بہکایا ہے۔"

سونیا نے پوچھا "کیوں سلطانہ! کیا فرہاد تمہارے پاس آیا تھا؟"

وہ ہچکچاتی ہوئی بولی "جی ہاں' مگر انہوں نے بہکایا نہیں تھا' صرف ایک تجسس میں الجھا دیا تھا۔"

"کیسا تجسس؟"

"فرہاد بھائی مجھ سے کوئی تشویش ناک بات کہنا چاہتے تھے۔ میں نے صاف کہہ دیا کہ میں ان کے بہکاوے میں نہیں آؤں گی۔ اگر کوئی بات ہے تو اپنے شوہر سے پوچھوں گی۔ ابھی میں وہی بات پوچھنے آئی تھی۔"

سونیا نے کہا "اور اس طرح تم شیطان کے بہکانے میں آگئیں۔ اس نے صرف تشویشناک بات کہی اور تم نے سمجھا تمہاری ازدواجی زندگی کے سلسلے میں کوئی تشویش والی بات ہے لہٰذا تم فوراً ہی سلمان کا محاسبہ کرنے آگئیں۔ یہ بھی نہ سوچا کہ ہم کتنی اہم باتوں میں مصروف ہیں۔"

سلطانہ نے پوچھا "کیا سلمان وضاحت نہیں کرسکتے کہ وہ بات کیا ہے؟"

"کوئی بات ہوگی تو بیچارہ بتائے گا۔ بہتر ہے کہ تم فرہاد سے پوچھ لو۔"

میں فوراً ہی دماغی طور پر حاضر ہوا۔ پھر بستر سے اٹھنے لگا۔

اسی وقت سلطانہ نے آکر پوچھا "آپ نے ابھی میرے پاس ..... تشویش کا اظہار کیا تھا۔ سلمان کے بارے میں ایسی کیا بات ..... جو آپ مجھ سے کہنا چاہتے تھے۔"

"سوری سلطانہ' تم نے اپنے دماغ سے مجھے بھگا دیا تھا' اپنے بہنوئی کا بھی لحاظ نہیں کیا تھا۔ اب کس منہ سے آئی ہو؟"

"آپ فضول باتیں نہ کریں۔ سالی اور بہنوئی میں ..... تکرار ہوتی رہتی ہے۔ پلیز آپ میری بات کا جواب دیں۔"

"جواب تم نے خود ابھی دیا ہے۔ کوئی تشویش کی بات نہ تھی۔ محض ہم سالی بہنوئی کی چھیڑ چھاڑ تھی۔"

وہ چیخ کر بولی "کیا مطلب؟"

میں نے ٹوائلٹ کا دروازہ کھولا' وہ بولی "رک جائیں۔ ..... نہ جائیں۔"

لیکن میں نے اندر آکر دروازہ بند کرلیا۔ وہ حمام میں میرے ساتھ نہیں رہ سکتی تھی بھاگ گئی۔ لیلیٰ کے پاس جاکر بولی "..... میں بہت رو رہی تھی۔"

لیلیٰ نے پوچھا "کیا ہوگیا تھا؟"

"آپ کے مجازی خدا نے پھر مجھے سلمان سے لڑا دیا تھا۔"

"تم نے کیوں لڑائی کی؟ کیا تمہارے پاس عقل نہیں ہے؟"

"تم اپنے شوہر کی حمایت میں بول رہی ہو۔ ان کا قصور نہیں دیکھتیں۔"

"یہ قصور نہیں ہے۔ یہ رشتہ ہی ایسا ہے۔ وہ تمہیں بناتے ہیں اور تم بن جاتی ہو۔ جبکہ قسم کھائی تھی کہ بہنوئی ..... بہکانے سے اپنی ازدواجی زندگی تلخ نہیں کرو گی۔"

"اب تو سبھی مجھے کم عقل اور قصوروار ٹھہرائیں گے۔ ..... کس منہ سے سسٹر اور سلمان کے پاس جاؤں۔ تم میری مشکل آسان کردو۔ ان سے جاکر کہہ دو' میں شرمندہ ہوں۔ آئندہ شیطان کے چکر میں نہیں آؤں گی۔"

"اے' خبردار تم میرے شوہر کو شیطان کہہ رہی ہو؟"

"ہزار بار کہوں گی۔ ہمارا رشتہ ہی ایسا ہے۔"

لیلیٰ نے سونیا کے پاس آکر کچھ کہنا چاہا لیکن اسے اور سلمان کو اہم گفتگو میں مصروف دیکھ کر خاموش رہی۔ سونیا سلمان کو ..... ڈوک کے متعلق تفصیل سے ساری باتیں بتانے کے بعد کہہ رہی تھی "میں جانتی ہوں تم راحیلہ کی خاطر خطرات سے کھیلنے ..... چاہو گے۔ تمہارے ساتھ سلطانہ بھی ہوگی۔"

وہ بولا "اگر آپ کو اعتراض ہوگا تو میں سلطانہ کو ساتھ نہیں لے جاؤں گا۔"

سونیا نے مسکرا کر کہا "یہ بات سلطانہ سن لے گی تو ..... جھگڑنے لگے گی۔"

لیلیٰ نے کہا "سسٹر! میں ابھی آئی ہوں اور یقین دلاتی ہوں کہ سلطانہ سلمان سے جھگڑا نہیں کرے گی۔ ابھی اپنی حماقت پر سخت شرمندہ ہے۔ شرمندگی کے باعث آپ کے پاس نہیں آرہی ہے۔"

"لیلیٰ' اپنے میاں کو لگام دو۔ ان بچگانہ حرکتوں سے وقت ضائع ہوتا ہے۔"

سلمان نے کہا "مجھ سے بھی غلطی ہوئی۔ میں نے فرہاد بھائی کو چیلنج کیا تھا کہ ہماری ازدواجی زندگی میں وہ کبھی ہلچل پیدا نہیں کرسکیں گے۔ سلطانہ کو عقل آگئی ہے' وہ انکی باتوں سے نہیں بہکے گی لیکن محبت کرنے والی بیویاں اپنے شوہر کے معاملے میں ضرور بہک جاتی ہیں۔"

سونیا نے کہا "چھوڑو ان باتوں کو۔ یہاں پیرس میں تبت کے دلائی لامہ کا ایک سفیر ہے۔ اس سفیر کے رشتے دار بھی ہیں۔ ان سے تبت کے متعلق مکمل معلومات حاصل کرو۔ مگر تم وہاں نہیں جاؤ گے۔"

"راحیلہ میری شریکِ حیات ہے۔ اسے سحر سے نجات دلانے کے لئے مجھے جانا چاہئے۔"

"یہ ضروری نہیں ہے کہ شوہر ہی یہ فرض ادا کرے۔ بیٹی بھی کرسکتی ہے۔ سونیا ثانی تبت جاکر اس شیطانی پتلے کو توڑے گی اور اپنی ماں کو سحر سے نجات دلائے گی۔ اس مہم میں علی اس کے ساتھ ہوگا۔"

لیلیٰ نے کہا "بہت ہی مناسب فیصلہ ہے۔ ثانی اور علی کو ہی جانا چاہئے۔"

"تبت میں جو زبان عام طور پر بولی جاتی ہے وہ ثانی اور علی کو ہپناٹزم کے ذریعے دو دنوں میں سکھاؤ اور خود بھی سیکھو تاکہ یہ زبان بولنے والے دشمنوں کے دماغوں میں پہنچ سکو۔"

لیلیٰ دماغی طور پر حاضر ہوکر باتھ روم کے دروازے پر آئی پھر دستک دے کر بولی "کیا باتھ روم میں رات گزارنے کا ارادہ ہے؟"

میں نے کہا "ابھی آرہا ہوں۔"

تھوڑی دیر بعد میں نے سلمان کی آواز اور لہجہ اختیار کیا پھر لیلیٰ کے دماغ میں پہنچ کر بولا "ہمارے فرہاد بھائی مذاق کے رشتے سے ہم میاں بیوی کے درمیان غلط فہمیاں پیدا کرتے ہیں لیکن ابھی چند سیکنڈ پہلے پتا چلا وہ خود غلط راستے پر چل رہے ہیں۔ کیا تم یقین کرو گی؟"

"یقین دلاؤ۔ ویسے میں بہکنے والی سلطانہ نہیں ہوں۔"

"میں جانتا ہوں نہ تم بہکنے والی ہو نہ میں بہکا رہا ہوں۔ مگر ابھی تیس سیکنڈ پہلے میں ان سے شکایت کرنے ان کے دماغ میں گیا۔ مجھے کوڈ ورڈز ادا کرنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ کوئی ان کے اندر بول رہی تھی۔"

لیلیٰ نے پوچھا "آپ کہنا کیا چاہتے ہیں۔ کوئی خیال خوانی کرنے والی ان کے دماغ میں تھی؟"

"ہاں' وہ کہہ رہی تھی 'فرہاد! تم بڑے محتاط رہتے ہو۔ اگر لیلیٰ نے آکر ہماری باتیں سن لیں تو کیا ہوگا؟' فرہاد بھائی نے کہا 'میں عورتوں کو ہینڈل کرنا جانتا ہوں۔ لیلیٰ ایسے وقت کبھی میرے دماغ میں نہیں آتی جب میں ٹوائلٹ میں رہتا ہوں۔' وہ بولی 'میں تم سے دور نہیں رہ سکتی۔ تمہارے پاس آؤں گی۔' فرہاد بھائی نے کہا 'ذرا صبر کرو۔ میں کل تک کوئی بہانہ کرکے لیلیٰ کو پیرس بھیج دوں گا۔ تم میرے پاس چلی آنا۔ اچھا اب جاؤ ورنہ اسے شبہ ہوگا۔' اس کے جانے سے پہلے ہی میں فرہاد بھائی کے دماغ سے نکل آیا۔ لیلیٰ' تم میری سلطانہ کی بہن ہو۔ میں ایسا اوچھا مذاق نہیں کروں گا اور نہ ہی تمہیں فرہاد سے جھگڑا کرنے کا مشورہ دوں گا۔ یہ ضرور کہوں گا کہ ابھی صبر کرو اور خاموشی سے دیکھتی رہو۔ اس طرح میری باتوں کی خود بخود تصدیق ہوتی رہے گی۔"

وہ گم صم بیٹھی ہوئی تھی' اچھی خاصی مستقل مزاج تھی۔ سلطانہ کی طرح اس کے اندر عجلت اور بے چینی پیدا نہیں ہوئی تھی۔ وہ اپنے بہنوئی سلمان کی بہت عزت کرتی تھی۔ اسے ایک سچا اور بے داغ انسان کہتی تھی۔ اس کے باوجود اسے یقین نہیں تھا کہ سلمان کی رپورٹ درست ہے۔ وہ ٹھوس ثبوت کے بغیر اس سلسلے میں مجھ سے کچھ پوچھنا نہیں چاہتی تھی۔

میں ٹوائلٹ سے آگیا۔ بستر کے سرے پر بیٹھا پھر لیٹ گیا۔ وہ بستر پر بیٹھی مجھے تک رہی تھی۔ میں نے کہا "میں تمہاری نگاہوں کو سمجھ رہا ہوں۔ تم شکایت کرو گی کہ میں نے تمہاری بہن کو پھر تمہارے بہنوئی سے لڑا دیا ہے۔"

وہ سر جھکا کر بولی "میں شکایت نہیں کروں گی۔ آپ نے مذاقاً ایسا کیا تھا۔"

"سلطانہ تمہاری طرح سمجھ دار کیوں نہیں ہے۔ دوسروں کے بہکانے سے کیوں بہک جاتی ہے۔ کوئی تم سے میرے خلاف بولے تو کیا تم بہک جاؤ گی؟"

"میں اپنے طور پر ثبوت حاصل کئے بغیر آپ کے خلاف سوچنا بھی گناہ سمجھتی ہوں۔"

"مجھے تم سے یہی امید ہے۔ یہ بتاؤ' سونیا نے تبت جانے کے لئے کیا فیصلہ کیا ہے؟"

"علی اور سونیا ثانی جانے والے ہیں۔"

"ہمارے یہ دونوں بچے ماشاء اللہ تیز ہیں۔ ایک آندھی ہے دوسرا طوفان ہے۔ پھر بھی میں سوچتا ہوں مجھے چپ چاپ ان کے پیچھے جانا چاہئے۔ وہ بہت ہی پُراسرار علاقہ ہے اور ثانی نے ایسا ملک' ایسے لوگ اور ایسا ماحول پہلے کبھی نہیں دیکھا ہے۔ میں انہیں گائیڈ کرتا رہوں گا۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"کیا آپ مجھے چھوڑ کر جائیں گے؟"

"ہاں' کچھ ہی دنوں کی بات ہے' میں جلد ہی واپس آؤں گا۔ کل صبح تم پیرس چلی جاؤ۔"

لیلیٰ نے ایک لمبی سانس کھینچ کر مجھے دیکھا۔ پھر اچانک ہی دونوں ہاتھوں میں منہ چھپا کر رونے لگی۔ اسے میری بے وفائی کا ثبوت مل گیا تھا۔ میں نے سلمان بن کر اس سے کہا تھا کہ فرہاد بھائی اسے پیرس بھیج کر کسی محبوبہ کو تل ابیب بلانے والے ہیں۔

میں نے بظاہر حیرت سے پوچھا "ارے کیا ہوا؟ کیوں رو رہی ہو؟"

وہ منہ پھیر کر رونے لگی۔ میں نے قریب آکر اس کے گداز بازو کو پکڑا۔ وہ جلدی سے بازو چھڑا کر بستر سے اٹھ گئی۔ دور جا کر بولی "مجھے ہاتھ نہ لگائیں' آپ نے میرے اعتماد کو دھوکا دیا ہے۔"

"معلوم ہوتا ہے کسی نے تمہیں بہکایا ہے۔"

"میں نادان بچی نہیں ہوں۔ مجھے آپ کے ہرجائی پن کا ثبوت مل گیا ہے۔"

"سلطانہ کا بھی یہی دعویٰ تھا کہ وہ کوئی نادان بچی نہیں ہے لیکن میں اس عقلمند کو دوبار سلمان کے خلاف بھڑکا چکا ہوں۔ میں اس کے مقابلے میں تمہیں زیادہ ذہین اور متحمل مزاج سمجھتا تھا لیکن ہر بیوی اپنے شوہر کے معاملے میں بہت چھوٹا دل رکھتی ہے۔ شاید اس لئے کہ دل و جان سے شوہر کو چاہتی ہے۔ اسے گمراہ ہوتے دیکھ نہیں سکتی۔ لیکن اس کا ایک کمزور پہلو ہے' ایسی ٹوٹ کر پیار کرنے والی بیویوں کو کوئی بھی بہکا کر ان کی ازدواجی زندگی تلخ کر دیتا ہے۔"

"مجھے کسی نے نہیں بہکایا۔"

"پھر تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں کسی بہانے تمہیں پیرس بھیج کر اپنی ایک محبوبہ کو یہاں بلانے والا ہوں۔"

"ابھی آپ نے خود مجھے پیرس جانے کے لئے کہا ہے۔"

"تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ تمہیں یہاں سے بھگا کر دوسری کو بلانے والا ہوں۔ بھئی کسی نے بتایا ہوگا... تب ہی تو تم مجھے ہرجائی کہہ رہی ہو۔"

"ہاں مجھے سلمان نے بتایا تھا۔"

"یہ ہوئی نا بات۔ تم کہہ رہی تھیں کسی نے نہیں بہکایا۔"

"سلمان نے بہکایا نہیں سچ کہا ہے۔"

"کیا تم نے تصدیق کی ہے کہ تمہارے دماغ میں آکر بہکانے والا سلمان تھا؟"

"جب آپ کی ہی زبان سے سچ ظاہر ہو گیا ہے تو تصدیق کیا کروں؟"

"میرا مشورہ مانو۔ آنسو پونچھو اور سلمان سے صرف اتنا پوچھو کہ کیا وہ دس یا پندرہ منٹ پہلے تمہارے دماغ میں آیا تھا؟"

"کیا آپ کو شبہ ہے کہ وہ نہیں آیا تھا؟"

"پوچھ لینے میں کیا حرج ہے؟"

اس نے دوسری طرف منہ پھیر کر خیال خوانی کی۔ سلمان سے پوچھا "تم نے تھوڑی دیر پہلے میرے دماغ میں آکر کیا کہا تھا؟"

وہ حیرانی سے بولا "میں تمہارے دماغ میں کب آیا تھا؟ سسٹر کے پاس سے آنے کے بعد میں نے خیال خوانی نہیں کی ہے۔ کہیں کوئی دشمن تو نہیں آیا تھا؟"

"میں اسی بات کی تصدیق کر رہی ہوں' اچھا خدا حافظ۔"

لیلیٰ نے دماغی طور پر حاضر ہو کر مجھے حیرانی سے دیکھا پھر پوچھا "آپ کو کیسے پتا چلا کہ سلمان میرے دماغ میں نہیں آیا تھا؟"

"میں سلمان کے لب و لہجے میں تم سے بول رہا تھا۔"

اس کے دیدے حیرت سے پھیل گئے۔ میں نے کہا "تم دعوے کیا کرتی تھیں کہ تمہیں کوئی میرے خلاف نہیں بہکا سکے گا۔ میں نے سلمان بن کر تم سے کہا کہ فرہاد بھائی تمہیں پیرس بھیج کر ایک محبوبہ کو یہاں بلانے والے ہیں۔ اور اب میں نے سامنے آکر تمہیں پیرس جانے کو کہا تو عورت کی عقل نے سمجھ لیا کہ شوہر کی بے وفائی کا ثبوت مل گیا ہے۔"

وہ ایک دم سے دوڑتی ہوئی آکر مجھ سے لپٹ گئی۔ میں اس کے ساتھ بستر پر گر پڑا۔ وہ بولی "آپ مجھے پیرس جانے کو تو نہیں کہیں گے نا؟"

"میری جان! تم میری آخری عمر کی محبت ہو۔ میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا۔ جب آندھی اور طوفان تبت جا رہے ہیں تو مجھے جانے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ ہم یہیں رہیں گے یا کہیں رہیں گے مگر ایک ساتھ رہیں گے۔"

وہ خوشی سے پاگل ہو رہی تھی۔ بیوی روتے روتے من جائے یا روٹھ کر مان جائے تو اس کے بعد نئے سرے سے پیار کی نئی نئی مسرتیں دیتی ہے۔ اسی لئے میں نے کہا کہ وہ خوشی سے پاگل ہو رہی تھی۔ جبکہ انتہا نہیں ہونا چاہئے۔ وہ ایسے مقام پر پاگل ہو تو اپنے ہوش اڑ جاتے ہیں۔ اگر شہنشاہ ہو تو تاج و تخت بھول جاتا ہے' سپاہی ہو تو تلوار پھینک دیتا ہے اور قلمکار ہو تو قلم چھوڑ دیتا ہے۔ یہی حد ہے۔ اس سے آگے لکھنے والا خیالوں کی جنت سے نکال دیا جاتا ہے۔

میں نے رات کے دو بجے کہا "آدھی رات کے بعد الو جاگتے ہیں یا چور۔ ہماری زندگی میں اکثر راتیں ایسی آتی ہیں کہ ہمیں الوؤں کی طرح جاگنا اور چوروں کی طرح نقب لگانا پڑتا ہے۔"

"توبہ ہے! آپ الوؤں اور چوروں سے ہمارا موازنہ کر رہے ہیں۔"

"کیا ہم انسانی دماغوں میں نقب نہیں لگاتے ہیں؟"

"ابھی ایسا نہیں کرنا ہے۔ رات زیادہ ہو گئی ہے' آرام سے سو جائیں۔"

"اگر سونا ہی ہوتا تو نقب زنی کی بات کیوں کرتا؟"

"اوہ خدایا! اب سمجھی۔ آپ یہ بات سیدھی طرح کہہ سکتے تھے کہ ہمیں پھر دشمنوں کے دماغوں میں پہنچنا ہے یا کسی مقصد سے باہر جانا ہے۔"

"ہم باہر نہیں جائیں گے۔ تم جوجو بن کر جے مورگن کے پاس جاؤ۔ اس سے کہو وہ صبح ہونے سے پہلے یہودیوں سے نجات حاصل کرلے گا۔ اس کے لئے ذہنی طور پر آمادہ رہے۔"

"تعجب ہے۔ آپ کو یہاں بیٹھے بیٹھے کیسے یقین ہو گیا کہ وہ نجات حاصل کرلے گا۔"

"میرے بہت سے منصوبے ایسے ہوتے ہیں جن کی کامیابی کا مجھے پہلے سے یقین ہو جاتا ہے۔ ہم ابھی جس منصوبے پر عمل کرنے جا رہے ہیں اس کا نتیجہ جلد ہی تمہارے سامنے آئے گا۔ جے مورگن سے چند باتیں کرکے فوراً میرے دماغ میں آجاؤ۔"

وہ دماغی طور پر غیر حاضر ہو گئی۔ میں اپنے جاسوس کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے کہا "راحیلہ بی بی کو پاپا ڈوک کے محل سے نکال کر کہیں دوسری جگہ پہنچا دیا گیا ہے۔"

"کیا تمہارے ماتحتوں نے تعاقب نہیں کیا تھا؟"

"کیا تھا مگر وہ ہمارے ماتحتوں سے زیادہ چالاک نکلے' انہیں ڈاج دے کر نکل گئے۔"

"کوئی بات نہیں۔ اکثر معاملات میں ناکامی ہو جاتی ہے۔ تم اپنے بارہ آدمیوں کو ایک جگہ بلاؤ۔ میں ابھی پھر رابطہ کروں گا۔"

راحیلہ کا غائب ہو جانا اچھی بات نہیں تھی۔ میں جے مورگن کے ساتھ اسے بھی نکال لے جانا چاہتا تھا۔ اب اسے کس جگہ رکھا گیا ہے یہ معلوم کرنے کے لئے اس کے دماغ میں گیا تو اس نے سانس روک لی۔ پہلے وہ سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتی تھی۔ ہم تقریباً پانچ گھنٹے اس سے غافل رہے تھے۔ اس دوران پاپا ڈوک کے معاملات میں الجھے ہوئے تھے اور کچھ وقت محبت میں گزارا تھا۔ یوں گولڈن برینز نے کسی عامل کے ذریعے راحیلہ پر عمل کرکے اس کے دماغ کو مقفل کر دیا تھا۔ ہماری خیال خوانی کا راستہ روک دیا تھا۔

بے شک گولڈن برینز زبردست چالیں چل رہے تھے۔ ایک طرف پاپا ڈوک کو اور دوسری طرف ہم خیال خوانی کرنے والوں کو بے بس کر دیا تھا مگر مجھے بھی شطرنج کی اس بازی میں' ذہانت کے اس کھیل میں مزہ آرہا تھا۔ میری اگلی چال گولڈن برینز کے ہوش اڑانے والی تھی۔

جنرل کو بھی شاید معلوم نہیں تھا کہ راحیلہ کو کہاں چھپایا گیا ہے؟ پھر بھی میں اس کی سوچ پڑھنے لگا۔ معلوم ہوا کہ راحیلہ ابھی کسی خفیہ اڈے میں نہیں پہنچائی گئی ہے۔ گولڈن برینز کے خاص ماتحتوں نے اسے ایک گاڑی میں لے جاتے وقت سمجھ لیا تھا کہ ان کا تعاقب ہو رہا ہے۔ انہوں نے کسی طرح تعاقب کرنے والوں کو ڈاج دے کر راحیلہ کو ایک سرکاری بنگلے میں پہنچا دیا تھا پھر جنرل کو اطلاع دے کر درخواست کی تھی کہ متعدد فوجی جوانوں کو اس بنگلے کے اطراف ڈیوٹی پر لگایا جائے۔

اگر وہ گولڈن برینز کے خفیہ اڈے میں پہنچا دی جاتی تو جنرل کو بھی راحیلہ کا پتا نہ ملتا۔ میں اپنے جاسوس کے پاس آیا۔ اس نے کہا "میں نے بارہ بہترین آدمیوں کو طلب کیا ہے' وہ پوری طرح تیار ہو کر یہاں پہنچنے ہی والے ہیں۔"

میں نے اس بنگلے کا مکمل پتا اسے سمجھایا جہاں راحیلہ کو چھپایا گیا تھا۔ پھر میں نے کہا "چھ چھ آدمیوں کی دو ٹیمیں بناؤ۔ ایک ٹیم فوجی چھاؤنی کی طرف جائے گی۔ دوسری راحیلہ کی طرف۔ تم راحیلہ کی طرف جانے والی ٹیم میں رہو گے۔ کامیابی حاصل ہوتے ہی اسے ایسی جگہ چھپاؤ گے کہ وہ کسی دماغی رابطہ کرنے والے عامل کو وہاں نہ بلا سکے۔"

"مسٹر وولف! کیا ہم بنگلے پر حملہ کریں گے؟"

"نہیں' کسی ہنگامے کے بغیر اپنا مقصد حاصل کیا جائے گا۔ میں ابھی منصوبہ بتاؤں گا۔ پہلے اپنے آدمیوں کو کوڈ ورڈز یاد کراؤ۔"

جاسوس نے اپنے ماتحتوں سے کہا "میں چند کوڈ ورڈز ادا کر رہا ہوں' تم سب انہیں سنو' دل ہی دل میں دہراؤ اور ذہن نشین کرلو۔"

میں وہ کوڈ ورڈز جاسوس کے دماغ میں ادا کرنے لگا۔ وہ زبان سے دھیمی آواز میں بولنے لگا اور اس کے ماتحت ان الفاظ کو ذہن نشین کرنے لگے۔ پھر میں نے کہا "یاد کرتے رہو۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ بستر سے اٹھ کر ٹیلی فون کے پاس آیا۔ لیلیٰ میرے اندر رہ کر یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ بولی۔ "میں خاک نہیں سمجھی' آپ کیا کرتے پھر رہے ہیں؟"

میں نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرتے ہوئے کہا "خود سمجھو یا انتظار کرو۔"

میں نے جنرل کے اس پرائیویٹ فون کا نمبر ڈائل کیا تھا جس کے ذریعے وہ گولڈن برینز سے رابطہ کیا کرتا تھا۔ دوسری طرف فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ رات کے تین بجنے والے تھے۔ ایسے وقت دیر سے جواب ملتا ہے۔ بہر حال جنرل کی نیند میں ڈوبی ہوئی آواز سنائی دی "ہالو۔ اوہ گاڈ' تین بج رہے ہیں۔ بولو کون ہے؟ کیا مصیبت آگئی ہے؟"

میں نے ایک گولڈن برین کی آواز اور لہجے میں کہا "اپنا فون انسٹرومنٹ دیکھو۔ مصیبت کے وقت یہی فون بولتا ہے۔"

وہ ہڑبڑا کر بیٹھ گیا۔ گولڈن برین کی آواز سنتے ہی سمجھ میں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

آگیا کہ اس نے نیم بیداری کی حالت میں پرائیویٹ فون کا ریسیور اٹھا رکھا ہے۔ اس نے الرٹ ہو کر کہا "یس، آئی ایم ویل او کن اپ۔"

"نہیں جنرل! آپ اچھی طرح بیدار نہیں ہیں۔ باتھ روم جائیں، منہ ہاتھ دھو کر آئیں۔ میں دس منٹ بعد فون کروں گا۔"

میں ریسیور رکھ کر اس کے دماغ میں گیا۔ وہ بھی ریسیور رکھ کر بستر سے اٹھ رہا تھا۔ جنرل، اس کے خاص ماتحت اور گولڈن برینز کے سوا کسی کو اس پرائیویٹ فون کا نمبر معلوم نہیں تھا۔ پھر وہ گولڈن برین کی آواز سن رہا تھا۔ واش بیسن میں جھک کر منہ پر پانی کے چھینٹے مارتے وقت یاد آیا کہ گولڈن برین نے فون پر مخصوص کوڈ ورڈز ادا نہیں کئے تھے۔ کوئی بھی گولڈن برین کبھی اصول کے خلاف نہیں بولتا پھر اس نے ایسا کیوں کیا؟ یہ واقعی مجھ سے غلطی ہوئی تھی۔ میں نے ٹھیک دس منٹ بعد نمبر ڈائل کئے، رابطہ قائم ہوتے ہی کوڈ ورڈز ادا کرتے ہوئے پوچھا "کیا آپ پوری طرح بیدار ہو چکے ہیں؟"

"جی ہاں۔"

"تو پھر یاد کریں نیم بیداری کے وقت آپ نے کیا غلطی کی تھی؟"

"میں نے آپ سے پہلی بار کوئی کوڈ ورڈز نہیں پوچھے تھے۔"

"ٹھیک ہے۔ آپ واقعی دماغی طور پر پوری طرح حاضر ہیں۔ اب ذرا توجہ سے سنیں۔ ہم نے ابھی اور اسی وقت راحیلہ اور جے مورگن کو دو مختلف خفیہ اڈوں میں پہنچانے کا فیصلہ کیا ہے۔ آپ اس بنگلے کے پہریداروں سے کہہ دیں کہ ابھی ایک سفید ویگن آرہی ہے۔ اس میں ہمارے آدمی ہوں گے۔ ویگن کا نمبر ایل زیرو تھری، زیرو تھری ہے اور فوجی چھاؤنی میں جو ویگن پہنچے گی اسکا نمبر ایل سکس ون زیرو زیرو ون ہے۔"

میں نے وہ مختلف کوڈ ورڈز بھی بتائے جو میں نے جاسوس اور اس کے ماتحتوں کو سکھائے تھے۔ ان کوڈ ورڈز کی ادائیگی سے تصدیق ہو جاتی کہ گولڈن برینز کے خاص آدمی ہی راحیلہ اور جے مورگن کو لینے آئے ہیں۔

اس نے ایک ٹرانسمیٹر اٹھا کر رابطہ کرنا شروع کیا۔ میں نے لیلیٰ سے کہا "اس کے دماغ میں مسلسل رہو۔ اچانک کوئی پرابلم پیش آئے تو فوراً بتا دینا۔"

میں نے جاسوس کے پاس آکر اسے بتایا کہ کس نمبر کی ویگن بنگلے کی طرف اور کس نمبر کی ویگن فوجی چھاؤنی کی طرف جائے گی پھر کہا "ویگنوں کے سلسلے میں غلطی نہ کرنا۔ چلو فوراً دو ٹیمیں بنا کر نکلو۔"

وہ سب وہاں سے نکل پڑے۔ میں نے سلمان، سلطانہ اور جوجو کو اپنے پاس بلا کر پہلے جاسوس اور اس کے ماتحتوں کے دماغوں تک پہنچایا۔ وہ سب بدستور دو ویگنوں میں دو مختلف سمتوں کی جارہے تھے۔ جوجو نے مجھ سے کہا "پاپا! میں نے ایک ماتحت کے دماغ سے معلوم کیا ہے کہ یہ لوگ راحیلہ آنٹی کو ایک بنگلے سے لانے جارہے ہیں۔"

سلمان نے کہا "اور دوسری ٹیم جے مورگن کو لائے گی۔"

میں نے کہا "باقی تفصیلات بعد میں بتاؤں گا۔ تم تینوں کو احتیاطاً بلایا ہے تاکہ یہ لوگ کوئی غلطی کریں تو تم لوگ سنبھال لو۔"

وہ تینوں مختلف دماغوں میں چلے گئے۔ میں نے اپنی جگہ حاضر ہو کر لیلیٰ سے پوچھا "جنرل کی طرف خیریت ہے؟"

"جی ہاں، وہ ٹرانسمیٹر اور پرائیویٹ فون کے پاس بیٹھا ہوا ہے۔ خدا کا شکر ہے، ابھی تک ہمارے خلاف کوئی بات نہیں ہوئی ہے۔ مگر ڈر لگتا ہے کسی گولڈن برین کا فون جنرل کے پاس آسکتا ہے۔"

مجھے شروع سے اندیشہ تھا کہ ایسی بات ہو سکتی ہے، میں جنرل کے پاس آیا، وہ گہری نیند سے بیدار ہوا تھا۔ جبراً جاگ رہا تھا۔ رہ رہ کر جماہیاں لے رہا تھا۔ میں نے ذرا اونگھنے پر مجبور کیا۔ پھر دماغی طور پر غائب کر دیا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر پرائیویٹ ٹیلیفون کے پلگ پوائنٹ کے پاس آیا پھر اس کے پلگ کو نکال دیا۔ واپس آکر اپنی جگہ بیٹھ گیا۔ میں نے اس کے دماغ کو آزاد کیا تو اس نے چونک کر آس پاس دیکھا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا، "اوہ! میں پھر اونگھنے لگا تھا۔"

وہ کچن میں آیا، وہاں کافی تیار کرنے کے لئے چولہا جلانے لگا۔ لیلیٰ نے مجھ سے کہا "آپ پہلے ہی ٹیلی فون کا پلگ نکلوا سکتے تھے۔"

"غلطی ہو گئی، معاف کر دو۔"

وہ ہنسنے لگی۔ میں نے کہا "ہنسی کو مختصر کرلو اور جنرل کے پاس جاؤ۔"

میں نے ایک ٹیم کے پاس آکر دیکھا۔ وہ لوگ کامیاب ہو گئے تھے۔ راحیلہ کو لے گئے تھے۔ میں دوسری ٹیم کے پاس آیا۔ وہ لوگ ویگن کے اندر جے مورگن کو بٹھا کر لے جارہے تھے۔ اسی وقت لیلیٰ نے کہا "جنرل کو ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہو رہا ہے۔"

میں اس کے دماغ میں پہنچا۔ وہاں ٹرانسمیٹر پر جنرل اور ایک گولڈن برین کے درمیان کوڈ ورڈز کا تبادلہ ہو رہا تھا۔ پھر گولڈن برین نے پوچھا "تمہارا پرائیویٹ فون کام نہیں کر رہا ہے۔ میں کئی بار رابطہ کر چکا ہوں۔"

جنرل نے میری مرضی کے مطابق کہا "شاید کچھ خرابی ہو گی ورنہ..."

وہ ورنہ کے بعد کہنے والا تھا کہ اس کی گولڈن برین سے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

تھوڑی دیر پہلے اسی پرائیویٹ فون پر باتیں ہو چکی ہیں لیکن میں نے بات پلٹ دی اس کی زبان سے کہا "ورنہ آپ ٹرانسمٹر پر ابھی گفتگو نہ کرتے۔"

یہ کہنے کے بعد میں نے جنرل کے دماغ کو پوری طرح اپنے قبضے میں کرلیا تاکہ کوئی گڑبڑ نہ ہو۔ گولڈن برین نے کہا "چار بجنے والے ہیں۔ یہ اچھا موقع ہے' راحیلہ کو ہمارے ایک خفیہ اڈّے میں پہنچایا جاسکتا ہے۔ آپ بنگلے کے اطراف پہرا دینے والوں سے ابھی کہہ دیں کہ ہمارے آدمی پیلے رنگ کی ویگن میں آرہے ہیں۔ وہ کوڈ ورڈز ادا کریں گے کہ ہینڈ اوور دی سِلکن لیڈی۔"

"میں ابھی بنگلے کے مسلح پہریداروں کو سمجھاتا ہوں۔"

ٹرانسمٹر کا رابطہ ختم ہوگیا۔ لیلیٰ نے کہا "اب اصل لوگ راحیلہ کو لے جانے اس بنگلے میں پہنچیں گے تو بھید کھل جائے گا۔"

"راحیلہ محفوظ مقام تک پہنچا دی گئی ہے۔ تم جنرل کے دماغ پر قبضہ جما کر یہاں رہو میں ابھی آتا ہوں۔"

میں اسے وہاں چھوڑ کر سلمان کے پاس آیا اس سے کہا "یہ ویگن کا سفر ابھی تک جاری ہے۔ ٹیم کے سربراہ سے معلوم کرو۔ آخر وہ خفیہ اڈّا اور کتنی دور ہے۔"

سلمان نے سوچ کے ذریعے سربراہ سے یہی سوال کیا۔ اس نے جواب دیا "بس ہم پہنچنے والے ہیں۔"

سامنے سے گشت کرنے والی ایک پولیس پارٹی ایک گاڑی میں آرہی تھی۔ انہوں نے رکنے کے لئے سگنل دیا۔ ہماری ٹیم کا لیڈر رکنا نہیں چاہتا تھا۔ سلمان نے کہا "رک جاؤ' قانون کے محافظوں کی تسلی کردو۔"

انہوں نے گاڑی روک دی۔ پہلے ایک سپاہی اپنی گاڑی سے اتر کر ویگن کی طرف آیا۔ کھڑکی سے جھانک کر دیکھا اندر چھوٹے سے بلب کی روشنی میں سب ہی نظر آرہے تھے۔ جے مورگن کے ساتھ ان کی تعداد سات ہوگئی تھی۔ اور جے مورگن کو وہاں چہرے سے کوئی نہیں جانتا تھا۔ ایک عرصہ ہوا' تل ابیب میں پہنچتے ہی نظربند رہنے لگا تھا۔ پھر ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو جنرل نے سب سے چھپا کر رکھنے میں بہتری سمجھی تھی۔

سپاہی نے کہا "اتنی رات کو اتنے لوگ کہاں جارہے ہیں؟"

ایک نے ہنس کر کہا "پانچ بج چکے ہیں۔ صبح ہو رہی ہے اور تمہیں رات نظر آرہی ہے۔"

سپاہی پلٹ کر اپنی گاڑی کی طرف جانے لگا۔ اس کے دماغ میں سلطانہ تھی۔ اس نے سلطانہ کی مرضی کے مطابق کہا۔ "گاڑی میں صرف چار افراد ہیں۔"

افسر نے اگلی سیٹ سے باہر آکر کہا "مجھے تو کچھ زیادہ لگ رہے ہیں۔"

اس کے بولتے ہی جوجو اس کے اندر پہنچ گئی۔ وہ ویگن کے پاس آیا پھر اندر جھانکتے ہوئے بولا "کمال ہے! دور سے زیادہ لگتے ہیں مگر ہیں صرف چار۔ اسی کو فریبِ نظر کہتے ہیں۔ بائی دی وے کہاں جارہے ہو؟"

جواب ملا "صبح کی دوڑ لگانے پولو گراؤنڈ۔"

افسر نے جانے کی اجازت دے دی۔ ویگن اسٹارٹ ہوکر آگے بڑھی پھر تیز رفتاری سے دور نکلتی چلی گئی۔ اب کوئی اندیشہ نہیں رہا تھا۔ جے مورگن کو ایک خفیہ اڈّے تک پہنچانے کے بعد اطمینان ہوگیا۔ وہ لوگ کامیابی کی خوشی میں ناچنے لگے۔ جے مورگن ایک ایک کا شکریہ ادا کر رہا تھا اور جوجو کو آواز دے کر کہہ رہا تھا "مسز جوجو! میں تمہارا احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔ تم میری سگی بہن سے بڑھ کر ہو۔ جب چاہو مجھے آزمالو۔ ان شانوں پر یہ گردن صرف تمہارے لئے کٹنے کو تیار رہا کرے گی۔"

جوجو نے کہا "صبح ہو چکی ہے ہم محبت اور رشتوں کی باتیں بعد میں کریں گے' ابھی یہاں کے دروازے اور کھڑکیاں اچھی طرح بند کرلو۔ میں تمہارا چہرہ بدلنے کے لئے کچھ کرتی ہوں۔"

وہ میرے پاس آئی۔ میں جاسوس کے پاس آکر بولا "کوئی پلاسٹک سرجری کرنے والا اپنا آدمی ہے؟ جے مورگن کو عارضی میک اپ میں نہیں رکھا جاسکتا۔ ابھی اس کی تلاش شروع ہونے والی ہے۔"

ہمارے جاسوس نے جواب دیا "پلاسٹک سرجری بھی کام نہیں آئے گی۔ یہاں کے سراغ رساں اور پولیس والے کسی بھی خطرناک مجرم کو اس کے بل سے نکالنے کے لئے شکاری کتوں کو کام میں لاتے ہیں۔ آپ ان کتوں کو جے مورگن تک پہنچنے نہ دیں۔ میں چند گھنٹوں میں اس کا پلاسٹک سرجری کے ذریعے حلیہ بدل دوں گا۔"

میں نے جوجو سے کہا "تم آرام کرو۔ ضرورت ہوئی تو بلا لوں گا۔"

میں لیلیٰ کے پاس جنرل کے دماغ میں آیا۔ اس کے قریب فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ پرائیویٹ فون کا پلگ لگا دیا گیا تھا۔ جنرل نے ریسیور اٹھا کر ہیلو کہا۔ جواب میں گولڈن برین نے کوڈ ورڈز ادا کرکے پوچھا "یہ کیا مذاق ہے! راحیلہ بنگلے میں نہیں ہے اور آپ کے فوجی جوان کہتے ہیں' آپ نے ہمارے مقرر کئے ہوئے کوڈ ورڈز نہیں بتائے ہیں۔"

"وہ غلط کہتے ہیں۔ میں انہیں بتا چکا ہوں۔ آپ کے کوڈ ورڈز یہی تھے تاکہ چیلڑن دی ڈارک۔ نیور بلی اپ ٹو مارک۔" (جو اندھیرے میں ہوتے ہیں' بھروسے کے قابل نہیں ہوتے۔

گولڈن برین نے سخت لہجے میں کہا "جنرل' ہوش کی دوا کرو۔ میں نے جو کوڈ ورڈز بتائے تھے وہ یہ تھے کہ ہینڈ اوور دی سلکن لیڈی۔"

جنرل نے حیرانی سے پوچھا "آپ نے یہ مخصوص الفاظ کب بتائے تھے۔ جب میں نے نیند سے بیدار ہو کر آپ کا فون ریسیو کیا تو....."

بات کاٹ کر کہا گیا "ہماری گفتگو فون پر نہیں ٹرانسمٹر پر ہوئی تھی۔ آپ کا فون خراب تھا۔"

"میرا فون خراب نہیں تھا۔"

"اوہ مائی گاڈ! اس کا مطلب ہے گڑبڑ ہو چکی ہے۔ آپ کے دماغ پر کسی کا قبضہ ہے۔ میں ابھی رابطہ کرتا ہوں۔ انتظار کریں۔"

"تم نیند پوری کرنے کے بعد میرا ادھورا کام کرتی رہو گی تو مجھے جلد ہی سونے کا موقع مل جائے گا۔"

"ٹھیک ہے' ایک گھنٹے کی نیند میرے لئے کافی ہے۔"

"ایک نہیں دو گھنٹے۔ پلیز' میری بات مان لو۔"

وہ بستر پر آکر لیٹ گئی۔ آنکھیں بند کرکے دماغ کو ہدایات دینے لگی۔ باہر دن نکل آیا تھا۔ اب کوئی چار گھنٹے بعد پاپا ڈوک کا برین آپریشن ہونے والا تھا۔ ایک ساحرِ اعظم کی شخصیت ختم ہونے والی تھی۔ میں نے اس کے اندر جاکر دیکھا' شاید اسے بچانے کے لئے باہر سے امداد آپہنچی ہو لیکن ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ وہ کسی نامعلوم جگہ خاموشی سے لیٹا ہوا تھا۔ پاپا ڈوک کو خونخوار کتّے پالنے کا شوق تھا۔ اس نے تل ابیب آکر یہ شوق پورا کیا تھا۔ ابھی اس کے دماغ میں آنے کا یہی مقصد تھا کہ میں ان کتوں کے متعلق تفصیلات معلوم کروں۔

تل ابیب میں اس کے کتوں کی دیکھ بھال تین فوجی سپاہی کرتے تھے۔ میں نے پاپا ڈوک کے اندر تحریک پیدا کی کہ وہ ایک سپاہی کی آواز اور لہجے کو پوری طرح گرفت میں لے کر خیال خوانی کی پرواز کرے۔

وہ خیال خوانی کے قابل نہیں تھا۔ مگر کوشش کرنے لگا۔ میں بھی اس کے ساتھ سپاہی کے لہجے کو گرفت میں لے کر کوشش کر رہا تھا۔ نتیجے میں وہ ناکام رہا میں کامیاب ہوگیا۔ ایک فوجی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ صبح چھ بجے ڈیوٹی پر آیا تھا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ چھ خطرناک کتّے ہیں جو صرف تجربہ کار ہاتھوں میں رہتے ہیں۔

میں نے اس کی سوچ میں یہ بات پیدا کی کہ اسے یہ تجربہ کہاں کہاں سے حاصل ہوا ہے۔ جواب میں وہ فخر سے سوچنے لگا۔ پہلے وہ محکمۂ سراغرسانی کے کتوں کو سدھایا کرتا تھا۔ اس کا بہترین ریکارڈ دیکھ کر ملٹری انٹیلی جنس والوں نے اسے اپنے کتوں کے لئے فوج میں بلالیا۔ پتا چلا محکمۂ سراغرسانی اور ملٹری انٹیلی جنس کے کتوں کی مجموعی تعداد پچاس کے قریب ہے۔ جے مورگن کو بچانے کے لئے ان تمام کتوں کو ختم کرنا ممکن نہ تھا۔

پھر اسرائیل کے دوسرے شہروں میں بھی سدھائے ہوئے جاسوس کتّے ہوں گے لہٰذا یہ خیال ترک کر دیا کہ کتوں کو ختم کیا جاسکتا ہے۔

شکاری کتّے جے مورگن کے رومال یا اس کے لباس کا کوئی حصہ سونگھ کر اس کے پیچھے آسکتے تھے اور اس کی موجودہ پناہ گاہ تک پہنچ سکتے تھے۔ میں نے جوجو کا لہجہ اختیار کرکے جے مورگن کے خیالات پڑھے۔ پتا چلا وہ اپنا تمام سامان لے کر آیا ہے۔ جس فوجی چھاؤنی کے بنگلے میں وہ نظربند تھا وہاں اس نے ایک کپڑا تک نہیں چھوڑا ہے۔

وہ اپنے طور پر مطمئن تھا لیکن مجھے اطمینان نہیں تھا۔ یہ بھی تو ہوسکتا تھا کہ نظربندی کے دوران اس کا اتارا ہوا لباس لانڈری میں جاتا ہو اور کبھی لانڈری میں بھیجنے سے پہلے وہ لباس کتوں کو سونگھایا گیا ہو۔ اکثر باتیں ایسی ہوتی ہیں جنہیں ہم ٹیلی پیتھی کے ذریعے بھی نہیں جان سکتے۔

میں نے پھر جوجو کی آواز میں جے مورگن سے کہا "نظربندی کے دوران جتنے افسران اور جوان تمہارے سامنے آتے تھے تم ایک ایک کا لہجہ یاد کرو اور ان کے دماغوں میں جاؤ۔ تمہیں صرف شکاری کتوں سے خطرہ ہے۔ اس خطرے سے بچنے کے لئے معلومات کا ہر ممکن راستہ تلاش کرو۔"

وہ ایک افسر کے دماغ میں پہنچا۔ وہاں چھاؤنی والے مورگن کے بنگلے میں کرنل اور دوسرے اعلیٰ افسران آئے ہوئے تھے۔ یہ بھید کھل گیا تھا کہ جے مورگن کو اغوا کیا گیا ہے۔ گولڈن برینز کے دو خاص جاسوس بھی موجود تھے۔ ایک نے پوچھا "کیا مورگن کو شکاری کتوں سے سونگھایا گیا تھا؟ اسے واپس لانے کا بس یہی ایک راستہ رہ گیا ہے۔"

ایک افسر نے کہا "ہمیں اس قسم کی ہدایات نہیں دی گئی تھیں۔ پھر اس چھاؤنی میں کتّے بھی نہیں ہیں۔"

اس کی بات پر دونوں جاسوس غصہ دکھانا چاہتے تھے۔ اسی لمحے میں کتوں کے بھونکنے کی آوازیں سنائی دیں۔ وہ آوازیں قریب آتی جارہی تھیں۔ کرنل نے کہا "مورگن اپنے لباس کی ایک دھجی بھی چھوڑ کر نہیں گیا ہے۔ کتوں کو اس کے جسم کی بو سونگھائی نہیں جاسکتی۔ پھر یہ کتّے کیوں لائے جارہے ہیں؟"

ایک اعلیٰ افسر نے آکر سیلوٹ کیا پھر کہا "سر! میری نگرانی میں بیس کتّے رہا کرتے ہیں۔ میں نے لانڈری میں جانے والے مورگن کے کپڑوں کو اپنے تین کتوں تک پہنچایا تھا۔ اس کے لئے مجھے خفیہ احکامات ملے تھے۔ میں ان تین کتوں کو لے آیا ہوں۔"

کرنل نے خوش ہو کر کہا "ہمارے گولڈن برینز زندہ باد۔ ان کی احتیاطی تدابیر ہمارے کام آئی ہیں۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

وہ اپنے افسران کے آگے چلتا ہوا بنگلے کے باہر آیا۔ تین فوجی جوانوں نے تین خونخوار شکاری کتوں کی زنجیریں تھام رکھی تھیں۔ اب وہ نہیں بھونک رہے تھے' خاموشی سے ہانپتے ہوئے دوسرے افسران کو دیکھ رہے تھے۔ کرنل نے پوچھا "اب کس بات کا انتظار ہے؟"

کتوں کے نگران افسر نے کہا "کتوں کو مخصوص بو یاد دلانے کے لئے ایک نفسیاتی طریقہ اختیار کیا جاتا ہے۔ میں نے جے مورگن کا لباس انہیں سونگھانے کے دوران ان کے آگے ایسی ہڈیاں ڈالی تھیں جن میں برائے نام گوشت تھا جبکہ انہیں ہڈیوں کے بغیر گوشت دیا جاتا ہے۔"

ایک سپاہی ایک ٹوکرے میں بے شمار ایسی ہڈیاں لایا جن میں ذرا ذرا سا گوشت چپکا ہوا تھا۔ ایسے چٹکی بھر گوشت سے ان کی بھوک مٹ نہیں سکتی تھی بلکہ اور بڑھ جاتی۔ وہ ہڈیاں ان کے سامنے ڈال دی گئیں۔ تینوں لپک لپک کر ان ہڈیوں کو جھنجوڑنے لگے۔ اس دوران وہ منہ اٹھا اٹھا کر بھونکتے تھے۔ پھر گوشت نوچتے تھے مگر گوشت تھا ہی کتنا؟ وہ بھوک کی شدت سے غصے کے مارے بپھر گئے تھے۔ جنوب مشرق کی سمت منہ اٹھائے بھونک رہے تھے۔ مورگن کا دل دھک سے رہ گیا کیونکہ اس کی پناہ گاہ جنوب مشرق میں ہی تھی۔

اب وہ اس شخص کا گوشت مانگ رہے تھے جس کی بو کبھی سونگھ چکے تھے۔ میں نے دوسرے افسر کے دماغ میں آکر اسے ریوالور نکالنے پر مجبور کیا۔ پھر ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر دو فائر کئے۔ ٹھائیں' ٹھائیں کی آواز کے ساتھ دو کتے فضا میں اچھل کر زمین بوس ہو گئے۔ تیسرے فائر کا موقع نہیں ملا۔ اس کو دونوں طرف سے جکڑ کر ریوالور چھینا جا رہا تھا۔

تیسرا کتا زور و شور سے بھونک رہا تھا۔ ایسا زور لگا رہا تھا جیسے زنجیر توڑ کر ایک ہی چھلانگ میں مورگن کے نرخرے تک پہنچ جائے گا۔ مورگن ایسے موقع پر گدھا ثابت ہوا۔ وہ جس کے دماغ میں تھا اس کی گن سے تیسرے کتے کا خاتمہ کر سکتا تھا مگر وہ دہشت کے مارے دماغ سے کام لینا بھول گیا تھا۔

فوجی چھاؤنی میں یہ دہشت پھیل گئی تھی کہ ان افسران کے درمیان کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا دشمن موجود ہے۔ اور وہ صرف تیسرے کتے کو ہی نہیں ان سب کو بھی ختم کر دے گا۔ میں کرنل کے دماغ پر چھا گیا۔ اس نے ایک سپاہی کے ہاتھ سے گن لے کر گرجتے ہوئے کہا "تم سب نالائق ہو۔ بھلا کتا کوئی پالنے کی چیز ہے؟"

یہ کہتے ہی اس نے تیسرے کتے کو گولی مار دی۔ خس کم جہاں پاک۔ وہاں موت کا سا سناٹا چھا گیا۔ ان سب کو اپنی آنکھوں کے سامنے موت دکھائی دے رہی تھی۔ کیونکہ ان سب کے پاس رائفلیں تھی۔ دشمن ان کے دماغوں میں گھس کر انہیں مجبور کر سکتا تھا اور وہ بے اختیار ایک دوسرے کو مار سکتے تھے۔ اس خیال کے ساتھ ہی سب نے اپنے اپنے ہتھیار پھینک دیئے۔

تب میں نے ایک افسر کی زبان سے کہا "میں وہی خیال خوانی کرنے والا ہوں جس کے تماشے ابھی تم دیکھ چکے ہو۔ جاؤ اپنے جنرل سے کہو کہ گولڈن برینز سے رابطہ کرے۔ میں ضروری بات کرنا چاہتا ہوں۔ بیس منٹ بعد جنرل کے دماغ میں آؤں گا، دیٹس آل۔"

میں وہاں سے مورگن کے پاس آیا' وہ کچن میں جا کر اپنے تمام کپڑوں کو آگ لگا چکا تھا اور اب اس بنگلے سے نکل کر کہیں دور جانا چاہتا تھا تاکہ تیسرا کتا اسے ڈھونڈ نہ پائے۔ یعنی اس نے تیسرے کی موت نہیں دیکھی تھی۔

میں نے جوجو کے لہجے میں کہا "الو کے پٹھے! تم نے ٹریننگ سینٹر میں یہی حکمتِ عملی سیکھی ہے؟"

"سسٹر! مجھے معاف کر دو۔ ابھی میرا دماغ کام نہیں کر رہا ہے۔"

"جب بھی موت سامنے آئے گی تمہارا دماغ فیل ہو جایا کرے گا؟"

"کیا کروں مجھے اپنی زندگی سے پیار ہے۔ اس لئے موت سے ڈرتا ہوں۔"

"بہتر یہی ہوتا کہ تمہارا برین آپریشن ہو جاتا۔ اس طرح تم ذہین اور دلیر بن جاتے۔ تم نے کہا تھا میرے احسانات کے بدلے بڑی سے بڑی قربانی دے سکتے ہو۔"

"بے شک تمہارے لئے کچھ بھی کر سکتا ہوں۔"

"تو پھر یہاں سے نہ بھاگو۔ تیسرے کتے کو تمہاری بُو سونگھتے ہوئے اس بنگلے میں آنے دو۔"

"ارے یہ کیا کہتی ہو' وہ مجھے چیر پھاڑ کے رکھ دے گا۔"

"اگر تم کتے کا مقابلہ نہیں کرو گے تو وہ تمہارا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔ تمہاری سلامتی بزدلی میں نہیں دلیری میں ہے۔"

"میں دونوں ہاتھ جوڑ کر التجا کرتا ہوں' میری دلیری پھر کسی موقع پر آزما لینا' ابھی مجھے بھاگ جانے دو۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "لعنت ہے تم پر۔ جاؤ چھاؤنی کے کسی بھی افسر کے دماغ کو پڑھ کر معلوم کر لو۔ وہ تیسرا کتا بھی مر چکا ہے۔"

بیس منٹ گزرنے ہی والے تھے۔ میں مقررہ وقت پر جنرل کے دماغ میں پہنچا۔ وہ ایک کرسی پر سر جھکائے بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی حکمتِ عملی کئی بار ناکام ہوئی تھی۔ اس کی سرپرستی میں پہلے الپا پھر جے مورگن کو اغوا کر لیا گیا تھا۔ راحیلہ بھی چھین لی گئی تھی۔ ان وجوہات کی بنا پر گولڈن برینز نے اسے جنرل کے عہدے سے ہٹا دیا تھا اور جلد ہی اسے خصوصی عدالت میں پیش کیا جانے والا تھا۔

میں یہ سب کچھ جنرل کے دماغ سے معلوم کر رہا تھا۔ ادھر نیا جنرل ٹی وی کے سامنے بیٹھا پانچوں گولڈن برینز کو اسکرین پر دیکھ رہا تھا اور کہہ رہا تھا "بیس منٹ گزر گئے' وہ خیال خوانی کرنے والا نہیں آیا۔"

میں نے سابقہ جنرل کی زبان سے کہا "میں آگیا ہوں۔"

سب نے چونک کر اسے دیکھا پھر نئے جنرل نے کہا "مجھے ٹائر ٹلوم کہتے ہیں۔ اب جنرل ٹائر کہلاؤں گا۔ بہتر ہے پہلے ایک دوسرے سے ہم متعارف ہو جائیں۔"

میں نے کہا "ہم ایک دوسرے کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ میرا نام سلمان واسطی ہے۔"

اسکرین کے ذریعے ایک گولڈن برین نے کہا "تمہارا نام سن کر یہ سمجھ میں آگیا کہ تم ایک شوہر کی حیثیت سے راحیلہ کو ہم سے چھین لے جانے کا حق رکھتے ہو لیکن تم نے مورگن کو کیوں اغوا کیا ہے؟"

"میں نے یہ نہیں پوچھا کہ تم نے پیرس سے میری بیوی کو کیوں اغوا کرایا؟ تم بھی نہ پوچھو کہ میں مورگن کو کیوں لے گیا ہوں۔"

مسٹر سلمان! یہ بچگانہ حرکت ہے۔ تم راحیلہ اور جے مورگن کو اسرائیل سے باہر نہیں لے جا سکو گے۔ ان پر پلاسٹک سرجری بھی کام نہیں آئے گی۔"

"ایسا ہے تو پھر پریشان کیوں ہوتے ہو۔ جب تک راحیلہ رہے گی تب تک میں رہوں گا اور جب تک میں رہوں گا' تب تک مسائل اور مصیبتیں بڑھتی رہیں گی۔"

"کیا تم دھمکی دینے آئے ہو؟"

"فی الحال دھمکی ہے' بعد میں دھماکا ہو گا۔ جب بھی کسی کو راحیلہ کی تلاش میں دیکھوں گا تو یہاں کی اہم تنصیبات میں سے کسی کو دھماکے سے اڑا دوں گا۔"

تمام گولڈن برینز خاموشی سے سابقہ جنرل کو تک رہے تھے۔ میں نے کہا "اب بھی یہ تمہارے لئے محض دھمکی ہے تو کسی کو میری بیوی کی تلاش میں روانہ کرو۔ تمہیں شب برات اور دیوالی کا مزہ آئے گا۔"

"ہمارا کوئی جاسوس راحیلہ کو تلاش نہیں کرے گا۔ تم جے مورگن کے معاملے میں کوئی سمجھوتا کر لو۔"

"کیسا سمجھوتا؟"

"تم اپنی کوئی ایک بڑی شرط منوا کر ہم سے بے انتہا مفادات حاصل کر کے مورگن کو ہمارے حوالے کر دو۔"

"کوئی بڑی شرط منوانے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ اس کے بغیر ہی میں تم لوگوں سے مفادات حاصل کر رہا ہوں اور حاصل کرتا رہوں گا۔"

"مسٹر سلمان! سپر پاورز بھی کسی معاملے میں اپنے اندر لچک پیدا کرتی ہیں۔ آپ کو مسلسل کامیابیوں کے غرور میں انسان دوستی کو نہیں بھولنا چاہئے۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"انسان دوستی تم یہودیوں کو چھو کر نہیں گزرتی۔ ہم سانپ سے دوستی کرسکتے ہیں کسی یہودی سے نہیں کرسکتے۔ شیبا کی ہلاکت کے بعد ہم نے جو فیصلہ کیا تھا وہ یہی تھا۔ اور یہ فیصلہ کبھی نہیں بدلے گا۔"

یہ فیصلہ سن کر انہیں غصے سے رابطہ ختم کردینا چاہئے تھا کیونکہ اس کے بعد کچھ کہنے کو نہیں رہ جاتا تھا۔ لیکن وہ پانچوں گولڈن برینز اندیشوں میں گھرے ہوئے تھے۔ وہ سمجھ رہے تھے راحیلہ اور جے مورگن کے بعد اب جان گاڈدی کی باری ہے۔ حالانکہ اسے ساحلی فوج کے سامنے سمندر کے بیچ' بجلی کے نادیدہ تاروں کے حصار میں رکھا گیا تھا۔ کسی کا وہاں پہنچنا ممکن نہ تھا۔ لیکن ہم تو مسلح افواج کے درمیان گھس کر چھاؤنی سے مورگن کو نکال لائے تھے اور اسی بات نے ان کے کلیجے دھڑکا دیئے تھے۔

آخر وہ بات ان کی زبان پر آگئی۔ ایک اور گولڈن برین نے کہا "ہم تمہیں نیک مشورہ دیتے ہیں۔ سمندر کے بیچ والی پہاڑی پر نہ جانا' وہاں ہر قدم پر موت ہے۔ ہم نے حفاظتی انتظامات پہلے سے زیادہ سخت کردیئے ہیں۔"

میں نے کہا "تمہارے جیسے نیک آدمی کا مشورہ ماننا چاہئے۔ خوش ہوجاؤ' میں اس پہاڑی پر نہیں جاؤں گا۔"

تیسرے گولڈن برین نے کہا "جب فرہاد زندہ تھا تو ایک بات زبان سے کہہ دینے کے بعد اس پر قائم رہتا تھا۔"

"میں بھی زبان کا دھنی ہوں۔ پہاڑی پر نہ جانے والی بات پر قائم رہوں گا۔" وہ ذرا مطمئن ہوئے۔ میں نے کہا "کیونکہ میرا وہاں جانا ضروری نہیں ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا جان گاڈدی خود میرے پاس پہنچ جائے گا۔"

کسی نے غرا کر دیکھا' کسی نے سختی سے ہونٹ بھینچ لئے' کوئی بے چینی سے پہلو بدلنے لگا۔ پھر ایک نے کہا "سلمان! تم ہمارے لئے بہت بڑا چیلنج بن گئے ہو۔ جب دشمنی ہی ٹھہری تو ہم محض باتوں میں وقت ضائع نہیں کریں گے۔"

میں نے کہا "یہ میٹنگ برخاست کرنے سے پہلے اتنا بتادو کہ تم پانچوں کو پاپا ڈوک کی فکر کیوں نہیں ہے؟"

"ہم اس کی طرف سے مطمئن ہیں۔ ایک آدھ گھنٹے میں اس کا آپریشن شروع ہوجائے گا۔ کیا تم اس کے لئے بھی کوئی چال چل چکے ہو؟"

"کیا مجھے چال نہیں چلنا چاہئے؟ کیا اس ذلیل نے راحیلہ کو سحرزدہ نہیں کیا ہے؟ کیا راحیلہ کے اغوا میں اس کا ہاتھ نہیں ہے؟" دوسرے نے بے چین ہوکر پوچھا "ارے تو تم نے کیا کیا ہے؟"

"کچھ نہیں۔ فی الحال اس کے حال پر چھوڑدیا ہے۔"

"ہم کیسے یقین کریں؟"

"یقین نہ کرو۔"

"یہ کوئی ماننے کی بات ہے۔ پاپا ڈوک اعصابی کمزوریوں میں مبتلا ہے۔ تم آسانی سے اس کے دماغ میں پہنچ کر کچھ بھی کرسکتے ہو' وہ تمہارا دشمن ہے' اسے ہلاک کرسکتے ہو' مگر اسے معاف کیوں کررہے ہو؟"

ایک اور گولڈن برین نے کہا "تم نے راحیلہ اور مورگن کے لئے پاپڑ بیلے' ایک زبردست منصوبہ پر عمل کیا۔ پاپا ڈوک کے لئے کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ خیال خوانی کے ذریعے اس کی سانس روک سکتے ہو۔"

ایک گولڈن برین فون پر کسی سے باتیں کررہا تھا۔ اس نے ریسیور رکھ کر کہا "میں نے ابھی اسپتال سے معلوم کیا ہے۔ پاپا ڈوک زندہ سلامت ہے۔"

میں نے کہا "بڑی مشکل ہے' دشمنی کروں تو پریشان ہوجاتے ہو' نہ کروں تو بھی تمہارا سکون برباد ہوجاتا ہے۔ کیا خیال خوانی کی چٹکی بجا کر اسے بھی ختم کردوں؟"

ایک نے جلدی سے کہا "نہیں' ہمارا مطلب یہ نہیں ہے۔ فرہاد کی موت کے بعد تم سب سونیا کی عقل سے چل رہے ہو اور وہ کتنی مکار ہے یہ ہم جانتے ہیں کیونکہ اس کے ہاتھوں ناقابل تلافی نقصانات اٹھاتے رہے ہیں۔ جب وہ دشمنی نہیں کرتی ہے تو ہم سمجھ لیتے ہیں' وہ پہلے سے بہت کچھ کر بیٹھی ہے اور اب نتائج کا انتظار کررہی ہے۔ تم نے بھی پاپا ڈوک کے ساتھ ایسا ہی کچھ کیا ہے۔"

میں نے کہا "گولڈن برینز! کیوں مجھے باتوں میں الجھا رہے ہو؟ تم چاہتے ہو میں یہاں بہلایا جاؤں اور ادھر پاپا ڈوک کو آپریشن تھیٹر لے جاکر بیہوش کردیا جائے پھر میری خیال خوانی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی۔"

انہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا پھر ایک نے کہا "تم غلط سمجھ رہے ہو۔ ہم دراصل اس بات کی تہ تک پہنچنا چاہتے ہیں کہ تم اس جادوگر کو زندہ کیوں رکھنا چاہتے ہو؟"

میں نے جواب نہیں دیا۔ ان میں سے ایک نے آواز دی۔ میں خاموش رہا۔ دوسرے نے پریشان ہوکر کہا "وہ ضرور پاپا ڈوک کے پاس گیا ہے۔"

پانچویں برین نے کہا "ہم راحیلہ اور مورگن وغیرہ کی باتوں میں اسے الجھا رہے تھے۔ پاپا ڈوک کا نام تک لینا نہیں چاہتے تھے مگر اس کمبخت نے ہی ذکر چھیڑدیا تھا۔"

"ابھی وہ پاپا ڈوک کو مار ڈالنا چاہے تو اسے کوئی روک نہیں سکے گا۔"

میں نے سابقہ جنرل کی زبان سے پھر انہیں مخاطب کیا۔ وہ چونک گئے' میں نے کہا "آخر تم لوگوں نے اعتراف کرلیا کہ مجھے غیر ضروری باتوں میں الجھا رہے تھے۔ تمہارے لئے پاپا ڈوک ضروری تھا۔"

"تھا؟" ایک نے گھبرا کر پوچھا۔

"ہے" میں نے کہا "اطمینان رکھو۔ وہ آپریشن تھیٹر میں ہے۔ جب ڈاکٹر اسے بیہوش کرنے جارہا تھا تب میں وہاں موجود تھا۔ یہ چند سیکنڈ کی باتیں ہیں' اس کے بیہوش ہوتے ہی میں پھر تمہارے پاس چلا آیا ہوں۔"

ان میں سے ایک فون کے ذریعے معلومات حاصل کررہا تھا۔ پھر اس نے ریسیور رکھ کر کہا "رپورٹ ہمارے حق میں ہے۔ پاپا ڈوک کو بیہوش کرنے سے پہلے ڈاکٹروں نے اچھی طرح چیک کیا تھا۔ اس کی نبض اور دل کی دھڑکنیں نارمل تھیں۔"

میں نے کہا "مبارک ہو۔ تمہارا ایک خیال خوانی کرنے والا بچ گیا ہے۔"

سب کے سب خوش نظر آرہے تھے۔ پاپا ڈوک میری خیال خوانی کے خطرہ سے نکل گیا تھا۔ ایک نے پوچھا "سلمان! کیا تم لوگ اتنے ہی ضعیف الاعتقاد ہو کہ ستاروں کی چال نے یا خود پاپا ڈوک نے کہہ دیا کہ وہ صرف سونیا کے ہاتھوں مارا جائے گا تو تم نے اسے ہلاک کرنے کا سنہری موقع گنوادیا؟"

میں نے کہا "یہ بات کم ظرف نہیں سمجھیں گے کہ دشمن بیمار ہو' کمزور ہو' مقابلے کے قابل نہ ہو تو اسے توانائی بحال کرنے کی مہلت دینا چاہئے۔ یہ ہماری اعلیٰ ظرفی ہے کہ ہم نے اسے موت کے نہیں' مسیحاؤں کے حوالے کیا ہے۔ پھر اس میں ایک مصلحت بھی ہے۔"

میں ذرا خاموش ہوا۔ ایک نے پوچھا "کیسی مصلحت؟"

"پاپا ڈوک نے یا اس کے ستاروں نے سچ کہا ہو یا جھوٹ' مگر یہ تو کہہ دیا کہ وہ سونیا کے ہاتھوں مارا جائے گا۔ اس مقصد کے لئے سونیا یہاں پہنچ گئی ہے۔"

سب ہی کو جیسے بجلی کا جھٹکا پہنچا ہو۔ وہ ایک دم سے سیدھے ہوکر بیٹھ گئے۔ ایک نے پوچھا "کیا سچ کہہ رہے ہو؟"

دوسرے نے پوچھا "کیا سونیا واقعی یہاں آگئی ہے؟"

"ہاں' مادام سونیا نے کہا تھا جس وقت وہ تل ابیب پہنچنے والی ہو' اس وقت میں پانچوں گولڈن برینز کو باتوں میں الجھائے رکھوں تاکہ وہ کسی نئی دشواری کے بغیر ائرپورٹ سے اپنی خفیہ پناہ گاہ تک پہنچ جائے۔"

ان سب پر سکتہ طاری ہوگیا تھا۔ میں نے کہا "اے میرے پانچوں مغز! تم مجھے باتوں میں الجھا رہے تھے یا میں الجھا رہا تھا؟"

"اے میرے پانچوں مغز! پاپا ڈوک کو زندہ چھوڑ دینے میں یہ مصلحت ہے کہ سونیا اسے ہلاک کرنے آئی ہے تو اس کے ساتھ یہودی اکابرین کی بھی نیندیں اڑنے والی ہیں۔ تم پانچوں بے شک و شبہ ذہین ہو۔ سونیا نے تمہاری ذہانت کے نمونے دیکھے ہیں۔ تم پانچوں بے شک گولڈن برینز کہلانے کے مستحق ہو اور سونیا ہمیشہ نفسیاتی چالیں چلتی آئی ہے۔ کھوپڑی گھما دینے والے ذہانت کے کھیل کھیلتی ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ وہ سر سے کام لیتی ہے لیکن دھماکے اس کے قدموں تلے چلتے ہیں۔ دیکھو ذرا کان لگا کر اس کے قدموں کی آواز سنو۔ وہ آرہی ہے۔ ہاں' وہ آرہی ہے۔"

اسی لمحے گولڈن برینز کے درمیان رکھے ہوئے فون کی گھنٹی بجی۔ وہ ایک دم سے اچھل پڑے' یہ نفسیاتی ردعمل تھا۔ ایسا ہی لگا جیسے سونیا آگئی ہے۔ گھنٹی مسلسل بج رہی تھی۔ ایک نے ریسیور اٹھا کر غصے سے پوچھا "کون ہے؟"

دوسری طرف سے جواب سن کر ہاتھ سے ریسیور گرتے گرتے رہ گیا۔ پھر وہ بولا "تت.... تم آگئی ہو۔ مم.... مگر تمہیں ہمارا نمبر کیسے معلوم ہوا؟"

اس بار وہ جواب سن کر جھینپ گیا۔ ریسیور کے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر باقی گولڈن برینز سے بولا "سوری! میں کچھ بدحواس ہوگیا تھا۔ یہ سونیا نہیں ہماری رائٹ ہینڈ مارتھا بول رہی ہے۔ وہ کہہ رہی تھی' میں پیرس سے آگئی ہوں۔ میں سمجھا سونیا آگئی ہے!"

میں نے سابقہ جنرل کے ذریعے کہا "وہ آچکی ہے۔"

چار مغز نے مجھے یعنی سابقہ جنرل کو گھور کر دیکھا۔ پانچواں فون پر باتیں کررہا تھا۔ اس نے پھر ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "بہتر ہے میٹنگ برخاست کی جائے۔ مسٹر سلمان سے پھر کبھی گفتگو ہوگی۔"

چند سیکنڈ کے بعد اسکرین بجھ گیا۔ میں دماغی طور پر حاضر ہوا۔ لیلیٰ بیدار ہوگئی تھی۔ اس نے کہا "آپ کو مصروف دیکھ کر میں بھی جنرل کے پاس گئی تھی' کیا واقعی سسٹر آگئی ہیں؟"

ہم نے سونیا کے دماغ میں پہنچ کر کوڈ ورڈز ادا کئے۔ وہ متوقع فلائٹ سے تل ابیب آگئی تھی۔ اس سے پہلے کہ میں کچھ اسے بتاتا' وہ بولی "تم نے فون پر ہونے والی مارتھا کی گفتگو تو نہیں سنی ہوگی۔"

میں دنیا کو چونکاتا تھا۔ وہ مجھے چونکا دیتی تھی۔ میں نے پوچھا۔ "کون مارتھا؟"

"وہی جو ایک گولڈن برین سے باتیں کررہی تھی۔"

"خدا کی پناہ۔ سونیا تم عورت کے روپ میں چڑیل ہو۔ شیطان کی بچی ہو۔"

لیلیٰ نے ناراض ہوکر کہا "ہماری سسٹر کو ایسا کہتے شرم نہیں آتی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ہماری سسٹر کی برتری برداشت نہیں کرتے ہیں۔"

"بالکل برداشت نہیں کرتا۔ ذرا اس نکتے پر غور کرو۔ ہم

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

مسلمانوں کو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ میں آنے کی بات بتائی گئی ہے لیکن مکار چڑیل سے بھاگ کر پناہ لینے والی بات نہیں سکھائی گئی۔ مگر میں تو بھاگ جاؤں گا۔ اس چالباز چڑیل سے بھاگ رہا ہوں۔"

میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ لیلیٰ نے پوچھا "یہ کیا حرکت ہے۔؟"

"فکر نہ کرو۔ سونیا میری حرکتوں کو خوب سمجھتی ہے۔ مجھے نیند پوری کرنے دو۔ تم اس سے مارتھا کے متعلق معلوم کرو۔ خدا حافظ۔"

میں نے سونے کے لئے آنکھیں بند کرلیں۔ وہ سونیا کے پاس آکر معذرت چاہتے ہوئے بولی "مسٹر ان کے دماغ پر نیند سوار تھی۔ اس لئے وہ..."

سونیا نے بات کاٹ کر کہا "لیلیٰ! تمہیں اپنے میاں کو سمجھنے میں برسوں لگیں گے۔ میں اس شیطان کی رگ رگ سے واقف ہوں۔ وہ میری بے انتہا تعریفیں کرکے گیا ہے۔ اب ہمیں کام کی باتیں کرنا چاہئیں۔ سلطانہ ابھی مارتھا کے دماغ میں ہوگی۔ میرے پاس آنے ہی والی ہے۔"

"اچھا' آپ سلطانہ سے کام لے رہی ہیں۔"

"ہاں' میں نے دو دن پہلے مارتھا کو پیرس میں تاڑ لیا تھا۔ پہلے شبہ ہوا کہ وہ غیر ملکی ایجنٹ ہے۔ اس کی آواز' لہجہ اور چہرے کی سختی بتاتی تھی کہ حساس دماغ رکھتی ہے۔ اس لئے میں نے ایک بازار کی بھیڑ سے گزرتے ہوئے اپنی انگوٹھی کی دوا انجکٹ کردی۔ وہ اعصابی کمزوری میں مبتلا ہوئی۔ سلمان اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔"

لیلیٰ نے پوچھا "یوں معلوم ہوگیا کہ وہ گولڈن برینز کی خفیہ فورس سے تعلق رکھتی ہے؟"

"خفیہ فورس سے بھی زیادہ اہم مقام رکھتی ہیں۔ اس نے گولڈن برینز کی خدمات انجام دیتے ہوئے بڑے زبردست کارنامے انجام دیئے۔ پانچوں اسے رائٹ ہینڈ کہتے ہیں۔ اس جیسی مزید چار عورتیں اور چھ مرد بھی یہی مقام رکھتے ہیں۔"

"سلطانہ نے اسے اپنی معمولہ بنایا ہوگا؟"

"ہاں' یہی ایک بہترین طریقہ رہ گیا ہے۔ تنویمی عمل کے بعد معمول بظاہر نارمل ہوتا ہے مگر نادانستگی میں اپنے عامل کا تابعدار رہتا ہے۔ وہ پانچوں گولڈن برینز کبھی نہ جان سکیں گے کہ وہ ٹریپ کی گئی ہے۔"

"کیا مارتھا آپ کو گولڈن برینز تک پہنچا سکے گی؟"

"مارتھا ان کی رائٹ ہینڈ ہونے کے باوجود کسی کو اس کے اصلی چہرے اور اصلی آواز سے نہیں پہچانتی ہے۔ وہ پانچوں کسی عورت' کسی رشتے پر اعتماد نہیں کرتے ہیں۔ اپنی احتیاطی حکمت عملی کے سبب مصیبت کی یا موت کی آہٹ سن لیتے ہیں۔"

"کیا مارتھا خوبصورت اور پُرکشش ہے؟"

"ہاں صنفِ مخالف کے لئے زبردست کشش رکھتی ہے۔"

لیلیٰ نے پوچھا "کیا کسی گولڈن برین کے سینے میں دل نہیں ہے؟ کیا ان میں سے کوئی مارتھا کو دیکھ کر للچاتا نہیں ہوگا؟"

"بعض لوگ نفسانی خواہشات سے بالکل خالی ہوتے ہیں۔ ان کے لئے حسین اور جوان عورتیں کوئی اہمیت نہیں رکھتیں۔ پھر یہ کہ مارتھا شادی شدہ ہے۔ ایک چار برس کے بچے کی ماں ہے۔ جان فراسٹ نامی ایک شخص کے ساتھ خوشگوار ازدواجی زندگی گزار رہی ہے۔"

اسی وقت سلطانہ نے آکر کہا "ہیلو سسٹر! یہ آپ کس سے باتیں کر رہی ہیں؟"

"تمہاری بہن ہے۔ تم نے بڑی دیر لگادی۔"

"میں مارتھا کے ساتھ اس کے گھر گئی تھی۔ اس کے بچے اور شوہر کو دیکھ کر آرہی ہوں۔ جیسا کہ مارتھا کے چور خیالات نے پہلے ہی بتایا تھا کہ اس کا شوہر جان فراسٹ یوگا کا ماہر اور بہترین اسپورٹس مین ہے۔ پندرہ منٹ تک سانس روک لیتا ہے۔ اس لئے میں دور ہی سے اس کی آواز سنتی رہی۔ بچہ چار برس کا ہوچکا ہے۔ اس کا نام روکی فراسٹ ہے۔ میں روکی کے دماغ میں رہ کر بھی اس کے ماں باپ پر نظر رکھ سکتی ہوں۔ جان فراسٹ ملٹری انٹیلی جنس کا ایک جونیئر افسر ہے۔ کیا میں ترتیب سے رپورٹ دے رہی ہوں؟"

سونیا نے اثبات میں سرہلا کر کہا "بولتی رہو۔"

"مارتھا اور فراسٹ کے درمیان یہ طے پایا ہے کہ وہ ایک دوسرے کو اپنے شعبے کے راز نہیں بتائیں گے اور نہ ہی کوئی ایک دوسرے سے جبراً پوچھے گا۔ اگر کسی نے ایسا کیا تو دوسرا ازدواجی رشتہ توڑ دے گا لیکن اپنے ملک اور اپنے شعبے سے غداری نہیں کرے گا۔"

"کیا دونوں اپنے عہد پر قائم ہیں؟"

"مارتھا قائم ہے۔ جان فراسٹ کبھی کبھی شکایت کرتا ہے کہ وہ شوہر سے زیادہ کسی گولڈن برین کو چاہتی ہے۔ اسی لئے اس کی باتیں اور اس سے تعلق رکھنے والی مصروفیات کو شوہر سے چھپاتی ہے۔ مارتھا نے پہلے کئی بار محبت سے سمجھایا کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ جب وہ ہر دوسرے تیسرے دن طعنے دینے لگا تو اس نے صاف کہہ دیا' تمہارے طعنے سن کر میں اپنی صفائی پیش کرنے کے لئے گولڈن برینز کی کوئی بات نہیں کروں گی۔ اگر کبھی مجھے شبہ ہوا کہ تم گولڈن برینز کی حقیقت معلوم کرنا چاہتے ہو تو رشتے کا لحاظ کئے بغیر تمہیں آہنی سلاخوں کے پیچھے پہنچادوں گی۔"

لیلیٰ نے کہا "مارتھا کے سینے میں دل نہیں پتھر ہے۔ میں ا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

میاں سے کبھی کوئی بات چھپا ہی نہیں سکتی۔"

سونیا نے کہا "ہمیں یہ معلوم کرنا چاہئے کہ جان فراست واقعی گولڈن برنیز کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتا ہے یا مارتھا کی اپنے شعبے سے وفاداری کو آزما رہا ہے۔ اگر واقعی معلومات حاصل کرنے کے چکر میں ہے تو پھر کسی تنظیم یا کسی سُپر پاور کے لئے کام کر رہا ہے۔"

"پہلے جان فراست کے دماغ کو کمزور بنانا ہوگا پھر ہمیں حقیقت معلوم ہوگی۔"

سونیا نے کہا "تمہاری رپورٹ سن کر مجھے وہ جان فراست چالباز لگ رہا ہے۔ اسے دماغی کمزوری میں مبتلا کرنے سے پہلے ذرا سی بھی غلطی کرو گی تو وہ ہوشیار اور محتاط ہو جائے گا۔"

سلطانہ نے کہا "میں پوری حاضر دماغی سے کام کروں گی۔"

سونیا سوچتی رہی پھر بولی "ابھی مارتھا کو آرام کرنے دو۔ رات کو ڈنر سے پہلے اسے بنگلے سے باہر لے آؤ۔ میں اپنی مخصوص انگوٹھی اسے پہنا دوں گی۔ اعصابی کمزوری کی دوا انجکٹ کرنے والی ایک فاضل انگوٹھی میرے پاس ہے۔ وہ تمہاری مرضی کے مطابق رات کو جب میاں کے پاس جائے گی تو وہ دوا انجکٹ کر دے گی۔ اب جاؤ۔ خود آرام کرو۔ مجھے بھی آرام کرنے دو۔"

لیلیٰ نے دماغی طور پر حاضر ہو کر مجھے دیکھا، میں گہری نیند میں تھا۔ دشمنوں کے شہر میں گہری نیند کے مزے لینا نادانی ہے لیکن اس اعتماد اور اطمینان کے کیا کہنے جو سونیا کے دم قدم سے پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ آگئی تھی اس لئے مجھ پر آنچ نہیں آسکتی تھی۔

○☆○

جوجو نے میز پر کھانا لگایا پھر آواز دی "پارس! آجاؤ، مجھے بھوک لگ رہی ہے۔"

پارس کی طرف سے جواب موصول نہیں ہوا۔ وہ بیٹھ گئی۔ کھانا شروع کرتے ہوئے بولی "مجھ سے بھوک نہیں ہوتی۔ پلیز آجاؤ۔"

وہ کھانے کے دوران انتظار کرتی رہی۔ مگر وہ نہیں آیا۔ اس نے پوچھا "کیا باتھ روم میں ہو؟"

جواب نہیں ملا۔ وہ کانٹا چمچہ پلیٹ پر رکھ کر اٹھ گئی۔ وہاں سے چلتی ہوئی بیڈ روم میں آئی، وہ نہیں تھا۔ باتھ روم کا دروازہ کھول کر دیکھا، وہاں سے بھی نہیں تھا۔ تب اسے پریشانی ہوئی۔ اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے دماغ میں پہنچنا چاہتی تھی مگر اس نے سانس روک لی۔

وہ تیزی سے چلتی ہوئی ڈرائنگ روم میں آئی پھر اسے دیکھ کر ٹھٹک گئی۔ وہ فرش پر بیٹھا رو رہا تھا۔ آنکھوں سے سچ مچ کے آنسو بہہ رہے تھے۔ وہ گھٹنے پر ایک ہاتھ رکھ کر ایک ہاتھ سے سر تھام کر زار و قطار رو رہا تھا۔ فولاد کو نہ پسینہ آتا ہے نہ آنسو آتے ہیں۔ اسے سچ مچ روتے دیکھ کر بھی کوئی یقین نہیں کر سکتا تھا کہ وہ رونے والا بندہ ہے۔

جوجو نے قریب آکر پوچھا "یہ کیا ہو رہا ہے؟"

وہ اور سسک سسک کر رونے لگا۔ وہ بولی "کیا مجھے الو بنا رہے ہو؟ اٹھو یہاں سے۔"

وہ فرش پر بیٹھا رہا۔ روتا رہا۔ وہ سامنے بیٹھ کر بولی "تم نے میرا کھانا حرام کر دیا ہے۔ کیا تمہارے جیسا شہ زور کبھی آنسو بہا سکتا ہے۔"

پارس نے روتے ہوئے پوچھا "کیا پہلوان اپنی موت پر نہیں روتے؟"

"ہاں روتے ہیں، مگر......" وہ کہتے کہتے چونک گئی پھر بولی "مجھے الو بناتے ہو؟ پہلوان اپنی موت پر کیسے روئے گا؟"

"روئے گا۔ سبھی پہلوان روتے ہیں۔ اس کی پہلوانی اور شہ زوری کی موت ہو جائے اور وہ جسمانی طور پر کمزور ہو جائے تو جیتے جی اپنی پہلوانی کی موت پر روئے گا۔"

"تمہاری کون سی پہلوانی مر گئی ہے؟"

"میری مردانگی کی موت ہو گئی ہے۔ مرینا نے مجھے الو بنا کر میری عالمی شہرت کا جنازہ نکال دیا ہے۔ یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ مجھ سے زیادہ ذہین اور مکار ہے۔ میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہا۔ تم نے مجھے مرینا کی تلاش سے روک دیا تھا اور کہا تھا وہ اسے ڈھونڈ نکالو گی۔"

"میں اسے ڈھونڈ رہی ہوں۔"

"جھوٹ بولتی ہو۔ دو ہفتے گزر چکے ہیں، تم مجھے ٹال رہی ہو۔ تمہیں شبہ ہے کہ وہ پھر میرے سامنے آئے گی تو مجھ پر اس کے حسن کا جادو چل جائے گا۔"

"تم غلط سمجھ رہے ہو۔ وہ کیا جادو چلائے گی۔ میں تو اسے دیکھتے ہی گولی مار دوں گی۔"

"تم مجھے گولی مار دو۔ میں توہین برداشت نہیں کر سکتا۔ میں ابھی اسے تلاش کرنے جاؤں گا۔"

وہ آنسو پونچھتے ہوئے فرش پر سے اٹھ گیا۔ پھر بولا "اب میری زندگی کا ایک ہی مقصد ہے۔ اس سے انتقام لوں گا۔ ورنہ عمر بھر روتا رہوں گا۔"

"ارے، یہ رونے کی کیا تک ہے۔"

وہ جانے لگا۔ جوجو نے راستہ روک کر کہا "میں بھوکی ہوں۔"

"میں انتقام کا بھوکا ہوں۔"

"جہنم میں گیا تمہارا انتقام۔ پہلے کھاؤ۔ پھر جاؤ۔"

"تمہاری انسلٹ نہیں ہوئی ہے۔ تم پیٹ بھر سکتی ہو۔ میرے حلق سے نوالہ نہیں اترے گا۔ مجھے آشیرواد دو کہ میری تمنا پوری ہو اور میں ہے دھجے ہو کر واپس آؤں۔"

وہ تیزی سے جانے لگا۔ جوجو نے کہا "یہ آخر میں کون سی زبان بول رہے تھے؟"

وہ دروازے سے پلٹ کر بولا "یہ میرے دیش پاکستان اور ناگر ہندوستان کی سنگھر زبان ہے۔ مہابلی اکبر رن میں جانے سے پہلے اپنی بیوی اجودھیا بائی سے اسی طرح آشیرواد لیتے تھے۔ خدا حافظ میری جوجو اجودھیا بائی!"

وہ چلا گیا۔ نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ جوجو دیدے پھاڑے خالی دروازے کو دیکھتی رہی اور اس زبان کے متعلق سوچتی رہی جو خاک پلے نہیں پڑی تھی۔ جب باہر سے گاڑی کے اسٹارٹ ہونے اور دور جانے کی آواز آئی تب اس نے چونک کر سوچا، آج اتنے عرصے بعد پارس پہلی بار اسے چھوڑ گیا ہے۔

اسے غصہ آیا۔ ایک حسینہ کے پیچھے جانے کے لئے اس نے اپنی جوجو کو دھوکا دیا، مگرمچھ کے آنسوؤں اور اجنبی زبان میں الجھایا پھر کھیل ہی کھیل میں دور ہو گیا۔ وہ غصے میں ٹہلنے لگی۔ شدت سے لگنے والی بھوک مر گئی تھی۔ وہ کھانا بھی چاہتی تو حلق سے نوالہ نہ اترتا۔

یہی بات پارس کہہ چکا تھا۔ جس کی انسلٹ ہوتی ہے اس سے کھایا پیا نہیں جاتا۔ جوجو، مرینا کے مقابلے میں توہین محسوس کرتی تھی۔ پارس بڑی فنکاری سے اسے یہ احساس دلا کر گیا تھا۔ وہ صوفے پر بیٹھ کر سوچنے لگی۔

"غلطی میری ہے۔ میں چاہتی تھی مرینا سے پھر کبھی پارس کا سامنا نہ ہو۔ میں اس معاملے کو ٹال رہی تھی اور اس انسلٹ کو اہمیت نہیں دی جو میرے آدمی کے اندر لاوے کی طرح کھول رہی تھی۔ اس نے میرے بغیر گھر سے باہر جا کر غلطی نہیں کی بلکہ مجھے غلطی کا احساس دلایا ہے۔"

اس نے ذہانت سے حالات کا تجزیہ کیا تو غصہ دور ہو گیا۔ لبوں پر مسکراہٹ آگئی۔ محبوب کے ذرا دور ہو جانے سے اس میں ایک کشش پیدا ہو جاتی ہے۔ انتظار اچھا لگتا ہے کہ وہ اب آرہا ہے اور تب آرہا ہے۔ اور جب آجائے گا تو اس کے گلے لگ کر محبت اور بڑھ جائے گی۔

وہ پارس کا تصور کرتے ہوئے مسکرا رہی تھی۔ پتا چلا واقعی محبت کچھ بڑھ گئی ہے۔ کیونکہ بھوک لگنے لگی تھی۔ وہ گنگناتی ہوئی کچن میں چلتی ہوئی کھانے کی میز پر آگئی۔

پارس ایسے چھوٹے دل کا جوان نہیں تھا کہ ایک لڑکی سے دھوکا کھا کر توہین کے احساس سے دبلا ہوتا رہتا۔ وہ تو دشمنوں کو بھی ان کی ذہانت کی داد دیتا تھا۔ اس نے مرینا کی حاضر دماغی پر دل ہی دل میں اسے داد دی تھی۔

وہ اسے تلاش کرنے کی بھی حماقت نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ وہ رفتہ رفتہ حد سے بڑھ رہی تھی۔ اس کا نتیجہ یہی ہونا تھا کہ اس کے تمام خیال خوانی کرنے والے دشمن اس کے گرد گھیرا تنگ کر دیتے اور ایسا جلدی ہونا تھا۔ اس لئے وہ مطمئن تھا۔ اس نے شہادت کی انگلی سے ہوا میں لکھ دیا تھا "تم آرہی ہو۔"

وہ دوسرے چکر میں جوجو کو تنہا چھوڑ کر آیا تھا۔ بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے جاسوس جوجو کی رہائش گاہ پر نظر رکھتے تھے۔ انہوں نے پارس کو اطلاع دی تھی کہ کچھ لوگ آدھی رات کے بعد بھی رہائش گاہ کے قریب سے گزرتے ہیں۔ ان کا تعاقب کیا جائے تو ڈاج دے کر نکل جاتے ہیں۔

ادارے کے جاسوس نے پچھلی رات ایک شخص کو پہچان لیا تھا۔ وہ ماسک مین کا آدمی تھا۔ جاسوس نے اسے چھیڑا نہیں تھا۔ پارس کی ہدایت کے مطابق اس سے انجان بن گیا تھا۔ یہ یقین اسی دن سے تھا جب ماسک مین کے ہاتھوں سے جوجو نکل گئی تھی اب وہ انتقاماً اس ٹیلی پیتھی جاننے والی کو دوبارہ اپس لانا چاہتا تھا۔

پارس ڈرائیو کرتے ہوئے عقب نما آئینے میں دیکھ رہا تھا۔ پورے یقین کے ساتھ تعاقب ہو رہا تھا۔ اس نے ایک بہت بڑے جنرل اسٹور کے پاس گاڑی روک دی۔ گاڑی سے نکل کر اسٹور میں آیا۔ وہاں مردانہ ریڈی میڈ ملبوسات کی خریداری ہوتی تھی۔ پارس نے ایک اوور کوٹ، ایک مفلر اور ایک فلیٹ ہیٹ خریدا۔ اس دوران ایک جاسوس نے اپنے لئے لباس پسند کرتے ہوئے سرگوشی میں کہا "تعاقب کرنے والے دو ہیں۔ دونوں اسٹور میں آکر آپ کو دیکھ رہے ہیں۔ آپ کیبن نمبر تین میں جائیں۔"

وہ خریدا ہوا سامان لے کر کیبن نمبر تین میں آیا۔ اس کے اندر پہلے سے ایک جاسوس موجود تھا۔ اس نے پارس سے اوور کوٹ لے کر پہنا۔ گردن کے اطراف مفلر کو لپیٹا، آنکھوں پر سیاہ چشمہ لگایا، سر پر فلیٹ پہن کر اسے پیشانی پر جھکا دیا۔ اوور کوٹ کے کالر کھڑے کئے تو چہرہ چھپ گیا۔ وہ کیبن کا دروازہ کھول کر باہر آیا پھر اسٹور کی بھیڑ سے گزر کر جانے لگا۔

لباس تبدیل کرنے ایک وقت میں ایک ہی آدمی اندر جاتا ہے۔ تعاقب کرنے والوں کے سامنے اس کیبن کے اندر پارس گیا تھا اور جو خرید کر لے گیا تھا اسی لباس میں باہر آیا تھا لہٰذا وہ پارس ہی ہو سکتا تھا۔ مزید اس طرح تصدیق ہوئی کہ وہ اسٹور سے باہر جا کر پارس کی ہی گاڑی میں بیٹھ کر اسے اسٹارٹ کر رہا تھا۔ تعاقب کرنے والے دوڑتے ہوئے اپنی کار میں آئے یوں تعاقب کا سلسلہ پھر شروع ہو گیا۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ادھر پارس کیبن نمبر تین سے نکلا۔ پھر باہر جانے لگا۔ باہر اس کے لئے دوسری کار تیار تھی۔

جوجو نے کئی بار پارس سے کہا تھا "میں حیران ہوں کہ ماسک مین کی طرف سے کوئی انتقامی کارروائی نہیں ہو رہی ہے۔"

پارس نے کہا تھا "کوئی ضروری نہیں کہ وہ انتقامی کارروائی ہمیں نظر آئے۔ دشمن اپنے طور پر مصروف ہوں گے۔"

دراصل بابا صاحب کے ادارے کے جاسوس اتنے محتاط اور مستعد تھے کہ دشمنوں کی دال نہیں گل رہی تھی۔ پھر ماسک مین کے سیکرٹ ایجنٹ نے اپنے ماتحتوں کو تاکید کی تھی "پارس سے ٹکرائے بغیر جوجو کو حاصل کرو۔ اس طرح دشواریاں کم ہوں گی۔"

ایک ماتحت نے کہا "تین ہفتے گزر گئے۔ پارس جوجو سے چمٹا ہوا ہے۔ کبھی اسے تنہا نہیں چھوڑتا ہے۔"

"وہ کب تک کمبل بنا رہے گا۔ کبھی تو حالات مجبور کریں گے' وہ کسی ضروری کام سے کبھی تو اسے چھوڑ کر جائے گا۔"

"جوجو کا باڈی گارڈ بننے کے لئے کوئی دوسرا آجائے گا۔"

"مجھے دوسروں کی پروا نہیں ہے۔ ہماری یقینی کامیابی اسی میں ہے کہ ہم پارس' علی تیمور اور سونیا سے سامنا کئے بغیر جوجو کو اغوا کریں' اگر وہ جوجو کو لندن سے پیرس لے جائے گا تو وہاں سے اغوا کرنا مشکل ہو جائے گا۔"

سیکرٹ ایجنٹ نے کہا "مشکل نہیں' ناممکن ہو جائے گا۔ فرانس کی حکومت فرہاد کی فیملی کے لئے لوہے کی دیوار بن جاتی ہے اگر پارس اسے پیرس لے جانا چاہے گا تو ہم مجبوراً اس سے بھی ٹکرا جائیں گے۔"

یہ دشمنوں کے خیالات اور ارادے تھے۔ پارس نے اپنے طور پر سوچا کہ جب تک وہ عارضی طور پر جوجو سے الگ نہیں ہوگا اور دشمنوں کے لئے راستہ ہموار نہیں کرے گا۔ وہ کھل کر سامنے نہیں آئیں گے۔ اسی لئے وہ جوجو کو چھوڑ کر چلا گیا تھا۔

اس وقت رات کے دس بجے تھے۔ کسی بڑی واردات کے لئے یہ وقت مناسب نہیں تھا لیکن مجبوری تھی۔ سیکرٹ ایجنٹ کو یہی سنہری موقع ملا تھا۔ وہ اپنے دو آدمیوں کے ساتھ جوجو کی رہائش گاہ میں گھس آیا۔ اسے زیادہ بھیڑ پسند نہیں تھی۔ وہ تنہا کام کرنے کا عادی تھا۔ اپنے ساتھ دو آدمی اس لئے لایا تھا کہ جوجو کو اٹھا کر لے جانے کا مسئلہ تھا۔

وہ تینوں دبے پاؤں مختلف کمروں میں گئے۔ ایک بیڈ روم میں وہ بستر پر نظر آئی۔ صورت نظر نہیں آئی کیونکہ کمبل اوڑھے ہوئے تھی۔ کمبل سے باہر اس کی ریشمی زلفیں دکھائی دے رہی تھیں۔ سیکرٹ ایجنٹ نے اسے گن پوائنٹ پر رکھتے ہوئے کہا "نمک حرام! تجھے ہمارے ملک نے غیر معمولی ذہانت دی۔ تجھے ہیرے کی طرح چمکانے کے لئے دن رات تجھ پر محنت کی گئی اور تو ہمیں ٹھکرا کر چلی آئی۔"

اس نے آگے کو جھک کر ریشمی زلفوں کو مٹھی میں جکڑ لیا۔ پھر ایک زور دار جھٹکے سے اٹھانا چاہا مگر اپنے ہی زور میں پیچھے کی طرف لڑکھڑا گیا۔ اس کے ہاتھ میں پوری جوجو نہیں آئی صرف اس کی ریشمی وگ آئی۔

اس نے گھبرا کر بالوں کی وگ کو دیکھا۔ دماغ میں خطرے کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے کمبل کے سرے کو پکڑ کر ایک طرف ہٹایا تو وہ نہیں تھی۔ ربر کی ہوا بھری ہوئی عورت تھی۔ پھر وہ چونک گیا۔ جوجو کی آواز آرہی تھی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ بیڈ روم میں رکھے ہوئے ٹی وی اسکرین پر دکھائی دے رہی تھی۔

وہ کہہ رہی تھی "بنگلے کے باہر احاطے میں خفیہ کیمرے نصب ہیں۔ جیسے ہی تم لوگوں نے احاطے میں قدم رکھا' یہاں اسکرین پر نظر آنے لگے۔"

سیکرٹ ایجنٹ نے آگے اس کی بات نہیں سنی۔ اپنے بچاؤ کے لئے فرار کا راستہ اختیار کیا۔ وہاں سے بھاگتا ہوا باہر آیا لیکن بیرونی دروازے پر پہنچتے ہی ٹھٹک گیا۔ باہر کئی گن مین مورچا بنا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ مورچا بندی کے باعث وہ گولیاں نہیں چلا سکتا تھا۔ خود جوابی فائرنگ کا نشانہ بن سکتا تھا۔

وہ اپنے دو ماتحتوں کے ساتھ دوڑتا ہوا بنگلے کے اندر گیا اور پچھلا دروازہ تلاش کرنے لگا۔ وہ دروازہ ملا تو اس کے باہر بھی کئی گن مین مورچا سنبھالے ہوئے نظر آئے۔ وہ وہاں سے پلٹ کر بنگلے کے مختلف حصوں سے گزرتے ہوئے کھڑکیوں کے باہر دیکھتے گئے۔ کھڑکیوں کی آہنی جالیوں کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر جھٹکے دیتے رہے جیسے وہ جالیاں توڑ کر نکل جائیں گے لیکن وہ بری طرح چوہے دان میں پھنس گئے۔

اچانک ٹھائیں سے گولی چلی۔ وہ گولی سیکرٹ ایجنٹ کے بازو کی ہڈی توڑتی ہوئی گزر گئی۔ اس کے ہاتھ سے گن چھوٹ گئی۔ وہ بازو تھام کر کراہنے لگا۔ اس کے ماتحتوں نے سر گھما کر دیکھا۔ ڈرائنگ روم میں رکھے ہوئے ٹی وی اسکرین پر جوجو نظر آرہی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی "سیکرٹ ایجنٹ' تمہیں پتا ہے کہ اب میں تمہارے دماغ میں آسکتی ہوں۔"

وہ اپنے زخم کی تکلیف بھول کر چیخنے لگا "نہیں' تم نہیں آسکتیں۔ میں تمہیں اپنے اندر آنے نہیں دوں گا۔"

اسی وقت دو گولیاں چلیں۔ اس کے دونوں ماتحت فنا ہوگئے۔ وہ بولی "تم ماسک مین کی آنکھوں کا تارا ہو۔ تمہارے حکمران تمہاری دلیری اور کامیاب منصوبہ بندی سے خوش رہتے ہیں۔ تم سراغرسانوں اور خطرناک فائٹروں کی بہت بڑی فوج لے کر مجھے اغوا کرنے آئے ہو۔"

"نہیں' میں تنہا ہوں۔"

وہ دماغ میں آکر بولی "کیا اب کوئی بات چھپا سکتے ہو؟"

اس نے فوراً ہی جھک کر فرش پر سے گن اٹھائی۔ اس کے ٹریگر کو دبا کر خودکشی کی کوشش کی مگر انگلی خود بخود ٹریگر پر سے ہٹ گئی۔ اس نے پھر انگلی کو ٹریگر پر رکھا مگر وہ پھر ہٹ گئی۔ جوجو نے پوچھا "تم اپنے اختیار میں نہیں ہو' یہ بات کتنی دیر میں سمجھو گے؟"

وہ گرج کر بولا "چلی جاؤ' مجھے مر جانے دو۔"

"تمہاری یہ خواہش پوری ہوگی۔ پہلے یہ تو معلوم ہو کہ اور کتنے سیکرٹ ایجنٹ اور کتنے دو پاؤں کے کتے ہیں جو تمہارے بعد مجھے اغوا کرنے آئیں گے۔"

وہ دماغ پر پوری طرح مسلط ہو کر ضروری معلومات حاصل کرنے لگی۔ سیکرٹ ایجنٹ کی سوچ نے اسے دوسرے دو ایجنٹوں کے نام اور پتے بتائے۔ کچھ اور ایسے پُراسرار ایجنٹ تھے جن کے متعلق اسے معلوم نہیں تھا اور یہ بات جوجو کے لئے تشویشناک تھی۔ وہ اس سے مزید معلومات حاصل نہیں کرسکتی تھی۔ اس لئے اُسے خودکشی پر مجبور کر دیا۔

کچھ لوگ آئے اور وہ تینوں لاشیں اٹھا کر لے گئے۔ فرش پر سے خون صاف کر دیا گیا جوجو نے گھڑی دیکھی' بارہ بجنے والے تھے۔ پارس کو گئے تین گھنٹے ہو گئے تھے۔ وہ ابھی تک نہیں آیا تھا۔ اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ سیدھی پارس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ بڑی حیرانی ہوئی کہ اس نے سانس نہیں روکی۔ بلکہ اپنی جوجو کو محسوس نہیں کیا۔ اس نے مخاطب کیا "پارس!"

وہ چونک کر بولا "جوجو! تم آگئیں؟ میں بے چینی سے تمہارا انتظار کر رہا تھا۔"

"یہ تم اندھیرے میں کیا کر رہے ہو؟"

پارس نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا پھر کہا "میں بڑی دیر سے سوچ رہا ہوں' کہیں یہ ویسا ہی اندھیرا تو نہیں ہے جیسا ہورا جوری اور جوڈی نارمن کے مقدر میں ہے۔"

وہ گھبرا کر بولی "کیسی باتیں کرتے ہو۔ وہ خیال خوانی کرنے والے ایک تاریک کمرے میں قید کئے گئے ہیں۔ بھلا تمہیں کون قید کرسکتا ہے۔"

"جوجو! میں نے پارک ایونیو سے گزرتے ہوئے اپنے شانے میں چبھن محسوس کی تھی۔ اس کے ساتھ ہی میں کمزوری محسوس کرنے لگا۔ ایک کار میرے قریب آکر رکی۔ میں نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی پچھلی سیٹ پر جا کر بیٹھ گیا۔ یہ بات سمجھ میں نہ رہی تھی کہ میرے دماغ کے اندر کوئی گھسا ہوا ہے۔ جب کار آگے بڑھ گئی تو اس کے بعد مجھے ہوش نہیں رہا۔ میں دماغی طور پر غائب ہو گیا۔ جب سے حاضر ہوا ہوں' یہ اندھیرا دیکھ رہا ہوں۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "پارس! میرا دل ڈوب رہا ہے۔ یہ تو وہی تاریکی والا ٹریپ ہے۔ اس ذلیل کمینی مرینا نے تمہیں اپنے جال میں پھانس لیا ہے۔"

"پتا نہیں مرینا دشمنی کر رہی ہے یا ان تاریک قید خانوں کے پیچھے کوئی دوسرا خیال خوانی کرنے والا ہے۔"

"کوئی دوسرا نہیں ہے۔ یہ مرینا کی بدمعاشی ہے۔ مجھے پہلے ہی شبہ تھا کہ تم پر اس کی نیت خراب ہوگئی ہے۔"

"دیکھو یہ کسی کی بھی بدمعاشی ہو' اس بدمعاشی کا مقصد تمہیں حاصل کرنا ہے۔ دشمن جانتے ہیں کہ تم میری دیوانی ہو۔ مجھے تلاش کرنے اور تاریک قید خانے تک پہنچنے کے لئے تم دیوانہ وار اپنی پناہ گاہ سے نکل پڑو گی۔ پھر وہ تمہیں بھی آسانی سے ٹریپ کرکے تاریک کمرے میں پہنچا دیں گے۔ میری بات گرہ میں باندھ لو۔ بنگلے سے باہر نہ نکلو۔ بلکہ انکل سلمان سے رابطہ کرو۔ وہ تمہارے لئے ہیلی کاپٹر بھیج دیں گے۔ تم صبح ہونے سے پہلے بابا صاحب کے ادارے میں چلی جاؤ۔"

"میں نہیں جاؤں گی۔ تم لندن میں قید کی سختیاں جھیلو اور میں پیرس میں آرام کروں' یہ ناممکن ہے۔"

"جذباتی نہ بنو۔ کیا تم بھی یہاں آکر قیدی بننا چاہتی ہو؟"

"تمہارے لئے تاریک قید خانہ تو کیا جہنم میں بھی پہنچ جاؤں گی۔"

"یہی تمہاری ذہانت ہے؟"

"عورت اپنے مرد کے لئے دماغ سے نہیں دل سے سوچتی ہے۔"

"ایسی عورت مصیبت بن جاتی ہے' تم میری اور اپنے بزرگوں کی پریشانیوں میں اضافہ کرو گی۔ بابا صاحب کے ادارے میں محفوظ رہ کر خیال خوانی کے ذریعے میری رہائی کی تدبیر پر عمل کر سکتی ہو۔ اگر تم چاہو۔"

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ پارس نے کہا "تمہیں وہ نہیں کرنا چاہئے جو دشمن چاہتے ہیں۔ ذرا غور کرو' تم جوش میں آکر' صرف میری محبت کو مرکز بنا کر دوسرے تمام اہم پہلوؤں کو نظر انداز کر رہی ہو۔"

وہ بے شک غیر معمولی ذہانت کی حامل بن چکی تھی۔ اس نے جوش میں آنے کی غلطی کو تسلیم کیا پھر بڑے یقین سے کہا "اب میں اپنی ذہانت کو آزماؤں گی اور ہر حال میں مرینا تک پہنچ کر تمہیں تاریک قید خانے سے رہائی دلاؤں گی۔"

وہ انکل سلمان سے رابطہ کرنے چلی گئی۔ میں پارس کے دماغ میں موجود تھا۔ وہاں سے چپ چاپ سلمان کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ جوجو باتیں کر رہی تھی' میں واپس آیا تو پارس نے لائٹ آن کر دی۔ میں نے کہا "تم پکے شیطان ہو۔ میری بہو کو الو

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

بناتے ہو۔"

اس نے کہا "جوجو کو بابا صاحب کے ادارے میں بھیجنے کا اور کوئی راستہ نہیں تھا۔ ماسک مین کے سیکرٹ ایجنٹ بڑی خاموشی سے جال پھیلا رہے ہیں۔ اگر جوجو ہاتھ نہ لگی تو وہ اسے دور سے ہی گولی مار دیں گے۔ پھر مرینا خطرناک بنتی جا رہی ہے۔ بڑی خاموشی سے پنجے مار کر شکار کو تاریک قید خانوں میں پہنچا دیتی ہے۔ جوجو لندن میں رہی تو ہزار خوش فہمیوں کے باوجود وہ شکار ہو سکتی ہے۔"

میں نے تائید کی پھر کہا "وہ پھر تمہارے پاس آنے والی ہے۔ روشنی دیکھے گی تو تمہارا فراڈ کھل جائے گا۔"

وہ لائٹ آف کر کے بولا "میں تھوڑی دیر کے لئے گہری نیند سونے جا رہا ہوں۔ وہ آئے گی تو مجھے نیند میں دیکھ کر چلی جائے گی۔"

وہ بستر پر لیٹ کر دماغ کو ہدایات دینے لگا۔ میں نے سلمان کے پاس آ کر پوچھا "کیا جوجو کے لئے ہیلی کاپٹر پہنچ رہا ہے؟"

"جی ہاں، ابھی آدھے گھنٹے میں سلطانہ ایک ہیلی کاپٹر میں جا رہی ہے۔"

"سلطانہ کیوں جا رہی ہے؟"

"سلطانہ کے ساتھ پومی بھی جا رہی ہے۔ جوجو کی طبیعت اچانک خراب ہو گئی ہے۔"

"وہ تو پندرہ منٹ پہلے بالکل ٹھیک تھی۔"

"جی ہاں، اچانک خرابی کا مطلب یہ ہے کہ وہ آپ کو دادا جان بنا رہی ہے۔"

میں ایک دم سے اچھل پڑا "کیا کہہ رہے ہو؟"

"خوشی کے مارے جوجو کے پاس نہ چلے جایئے گا۔ فی الحال عورتوں کو اس کے پاس رہنے دیں۔"

میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر لیلیٰ کو دیکھا۔ وہ ایک صوفے پر آنکھیں بند کئے بیٹھی ہوئی تھی۔ میں جا کر اس سے لپٹ گیا۔ اس نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں۔ میں نے کہا "یہ کوئی سونے کا وقت ہے؟ ارے ہم تو جشن منائیں گے۔ کچھ پتا ہے تمہیں؟"

"جی میں سو نہیں رہی تھی۔ جوجو کے پاس تھی۔"

"پھر تم نے یہ خوشخبری مجھے کیوں نہیں سنائی؟"

"میں اسے سنبھال رہی تھی۔ رہ رہ کر متلی ہو رہی ہے۔ بیچاری نڈھال سی ہو گئی ہے۔"

"اچھا تم جاؤ۔ تمہیں وہاں رہنا چاہئے۔"

"وہاں لیڈی ڈاکٹر آ گئی ہے۔ سلطانہ بھی آتی جاتی ہے۔ کوئی گھنٹے ڈیڑھ گھنٹے میں پومی کے ساتھ وہاں پہنچ جائے گی۔ ہیلی کاپٹر میں ڈاکٹرز اور نرسیں موجود رہیں گی۔"

"آؤ ہم بیٹے کو خوشخبری سنائیں۔"

" میں نے جوجو کے دماغ میں رہ کر دیکھا، وہ اس نئی افتاد سے نڈھال اور پریشان ہونے کے باوجود پارس کو یہ خوشخبری سنانا چاہتی تھی لیکن کمزوری کے باعث خیال خوانی کی پرواز نہ کر سکی۔"

"ایک طرح سے یہ اچھا ہوا کہ وہ خیال خوانی نہیں کر سکے گی اور پیرس پہنچا دی جائے گی۔ ہمیں اندیشہ تھا کہ وہ بھی اچانک پارس کے دماغ میں پہنچے گی تو اس کا فراڈ ظاہر ہو جائے گا۔"

"یہ آپ باپ بیٹے اپنی بیویوں سے فراڈ کیوں کرتے ہیں؟"

"بے شک ہم فراڈ کرتے ہیں۔ مگر محبت سے کرتے ہیں۔ اپنی ذات سے محبت کرنے والی بیوی کی بھلائی اور سلامتی کے لئے کرتے ہیں۔ لندن میں جوجو کے لئے خطرات بڑھ گئے ہیں۔"

"جوجو کے ساتھ پارس بھی پیرس آ سکتا ہے۔"

"تم صرف عورت بن کر سوچ رہی ہو۔ پارس لندن سے چلا آئے گا تو ہمارا کوئی خاص آدمی وہاں نہیں رہے گا۔ تم چاہتی ہو، وہ تاریک قید خانے کا سراغ نہ لگائے۔ اپنی بیوی کے ساتھ بچہ جننے کے لئے میٹرنٹی ہوم کے چکر لگاتا رہے۔"

وہ کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔ جب وہ کھل کر ہنستی تھی تو چہرہ گلاب ہو جاتا تھا۔ اچانک اس کی ہنسی تھم گئی۔ وہ کچھ سوچنے لگی۔

میں نے پوچھا "کیا ہوا؟"

وہ بولی "اگر میرے ساتھ بھی یہی ہو گا تو کیا ہو گا؟"

"میں سمجھا نہیں، تمہارے ساتھ کیا ہو گا؟"

"اگر میں بھی ماں بننے لگوں تو....."

میں نے اسے اپنی طرف کھینچ کر پوچھا "کیا خوشخبری سنانے والی ہو؟"

"خدا نہ کرے کہ ایسا ہو۔ یہ کتنے شرم کی بات ہو گی۔ بہو اور ساس آگے پیچھے بچوں کی مائیں بنیں گی۔"

"قدرتی معاملات میں شرمانے کی کیا بات ہے؟ قدرت کا منشا ہو تو سو برس کے بوڑھے بھی باپ بن جاتے ہیں۔"

"آپ کچھ بھی کہہ لیں۔ مجھے تو سوچ کر ہی شرم آتی ہے۔"

میں نے ایک سرد آہ بھر کر کہا "اچھی بات ہے، آئندہ میں ٹوپی پہنا کروں گا۔"

اس نے بڑے پیار سے مجھے گھور کر دیکھا۔ میں نے کہا۔ "تمہاری بات سے یہ بات یاد آئی کہ ہم باپ بیٹے آئندہ اولاد والے نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ ہم دونوں زہریلے ہیں۔ مجھے منجالی نے اور پارس کو ماریہ نے زہریلا بنایا تھا۔ میں حیران ہوں کہ پارس باپ کیسے بن رہا ہے۔"

لیلیٰ نے کہا "واقعی ہم نے اس پہلو پر غور نہیں کیا تھا۔"

میں نے کہا "سلطانہ سے کہو جوجو کو پیرس پہنچاتے ہی نہایت تجربہ کار ڈاکٹروں سے تفصیلی معائنہ کرائے۔ ہمیں اس اہم نکتے پر توجہ دینی چاہئے تاکہ بچے کی بنیاد میں کوئی زہریلا نقص نہ رہ جائے۔"

لیلیٰ اپنی بہن کے پاس گئی۔ میں پارس کے پاس آیا۔ وہ فوراً ہی گہری نیند سے بیدار ہو گیا۔ میں نے کہا "اٹھو نالائق! گدھے! مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی۔"

وہ بستر پر اٹھ بیٹھا پھر بولا "آپ کو مجھ سے کیا امید نہیں تھی؟ کس ناامیدی نے مجھے نالائق اور گدھا بنا دیا ہے؟"

"بکواس مت کرو۔ لائٹ آن کرو۔"

اس نے لائٹ آن کرتے ہوئے کہا "آپ کچھ غرانے والی چیز لگ رہے ہیں۔ کہیں پیٹ تو خراب نہیں ہے؟"

"بات پیٹ کی ہی ہے۔ مگر میرے نہیں، بہو کے پیٹ کی بات ہے۔ گدھے، تم باپ بن رہے ہو۔"

"آپ نے بالکل صحیح موقع پر مجھے گدھا کہا ہے۔ ایسی ہنستی کھیلتی، کھاتی پیتی عمر میں گدھے ہی باپ بنتے ہیں۔ ابھی تو میں خود ہی بچہ ہوں۔ یہ جوجو مجھ پر ظلم کر رہی ہے۔"

"کیا تم خوش نہیں ہو؟"

"پاپا! یہ خوشی عارضی ہے۔ آپ اس پہلو پر غور کریں کہ میں زہریلا ہوں۔ جوجو کے ماں بننے کے آثار تو پیدا ہو گئے ہیں لیکن اندیشہ ہے کہ اس کا دل ٹوٹے گا۔"

"ہماری پوری کوشش یہی ہو گی کہ جوجو کو صدمہ نہ پہنچے۔ وہ آج سے نو دس ماہ تک دن رات لیڈی ڈاکٹروں کی نگرانی میں رہے گی۔"

"معلوم ہوتا ہے وہ ابھی خیال خوانی کے قابل نہیں ہے ورنہ میرے پاس ضرور آتی۔"

"لیلیٰ بتا رہی تھی وہ کمزور اور سست پڑ گئی ہے۔"

پارس نے گھڑی دیکھی۔ دو بجنے والے تھے۔ وہ باتھ روم میں جاتے ہوئے بولا "وہ پیرس کب جا رہی ہے؟"

"ابھی ہیلی کاپٹر پہنچنے ہی والا ہے۔"

"پلیز آپ معلوم کریں، جوجو کون سے فلائنگ کلب سے پرواز کرے گی۔ میں دور ہی دور سے اس کی نگرانی کروں گا۔"

میں اسے فلائنگ کلب کا نام اور پتا بتا کر چلا آیا۔ وہ لباس تبدیل کر کے اٹیچی میں اپنا سامان رکھ کر باہر آیا۔ دوسرے کمرے میں روشنی تھی۔ وہ مکان ایک بوڑھی عورت کا تھا۔ پارس پیئنگ گیسٹ کی حیثیت سے آیا تھا۔ لندن میں ایسی عمر رسیدہ عورتیں جو تنہا رہتی ہیں اور جوان لڑکے اور لڑکیوں کو کمرے کرائے پر دیتی ہیں، عرف عام یونیورسل آنٹی یعنی جگت خالہ کہلاتی ہیں۔ اس نے دروازے پر دستک دی۔ اندر سے آواز آئی "آ جاؤ۔ دروازہ کھلا ہے۔"

وہ دروازہ کھول کر اندر آیا۔ جگت آنٹی آتشدان کے قریب ایک کرسی پر بیٹھی آگ میں کوئلے ڈال رہی تھی اور بڑبڑا رہی تھی۔ "میں تو دروازہ کھلا رکھتی ہوں، میرے کمرے میں صرف بڑھاپا ہے جسے کوئی چرانا نہیں چاہتا۔ جب جوان تھی تب دو بار اغوا کی گئی تھی۔ اب تو دروازہ کھولا رکھو پھر بھی کوئی اٹھانے نہیں آتا۔ بائی دی وے، تم کون ہو؟"

یہ پوچھتے ہوئے اس نے سر گھما کر پارس کو دیکھا پھر حیرانی سے کہا "یہ تم اٹیچی اٹھا کر آئے ہو۔ کیا جا رہے ہو؟"

پارس نے جیب سے دس پونڈ نکال کر دیتے ہوئے کہا "جی ہاں، اسے رکھ لیں۔"

وہ پھر حیرانی سے بولی "مائی گڈنس! تم نے ایڈوانس دس پونڈ دیئے تھے۔ اب اور دس پونڈ دے رہے ہو۔ کیا خاندانی رئیس ہو؟ اس پر یہ کہ چھ گھنٹے رہ کر جا رہے ہو۔ یہاں نوجوان اپنی گرل فرینڈز کے ساتھ آتے ہیں۔ صبح تک رہتے ہیں اور صرف چھ پونڈ دے کر جاتے ہیں۔ کیا تمہاری کوئی گرل فرینڈ نہیں ہے؟"

"ایک نہیں، درجنوں لڑکیاں دوست بن جاتی ہیں مگر میں ابھی نابالغ ہوں۔"

جگت آنٹی نے زوردار قہقہہ لگایا۔ قہقہوں کے دوران بولی۔ "یو ناٹی بوائے! تم بہت گہرے ہو۔ میرے قریب آؤ۔ کم آن گٹ کلوز ٹو می۔"

وہ قریب آیا۔ جگت آنٹی نے سرگوشی میں کہا "وہ پاس والے کمرے میں ایک بہت ہی خوبصورت چھوکری ہے۔ میں جوانی میں ایسی ہی تھی۔ اوہ نو، میں اپنی بات بیچ میں کیوں لے آتی ہوں! میں دوشیزہ کی بات کر رہی ہوں۔ کیا روپ، کیا رنگت ہے۔ شیشے کا بدن لگتا ہے۔ دیکھو گے تو نظریں پھسل پھسل جائیں گی۔"

"اوہ آنٹی! آپ کا ایک پاؤں قبر میں ہے اور میرے دونوں پاؤں گیسٹ ہاؤس سے باہر جا رہے ہیں۔ میں جسے رخصت کرنے جا رہا ہوں اس کے سامنے مجھے دنیا کی ہر لڑکی پھیکی لگتی ہے۔ اچھا پھر ملیں گے۔"

وہ جانے لگا۔ جگ آنٹی نے کہا "رک جا لڑکے! کیا ہوا کے گھوڑے پر سوار ہے؟ ابھی تو نے کہا ہے کسی کو رخصت کرنے جا رہا ہے۔ پھر تو تجھے کسی ساتھی کی لازمی ضرورت ہو گی۔ اٹیچی یہاں چھوڑ کے جا۔ واپس آ کے ایک نظر اس لڑکی کو دیکھ لے۔ اگر مسلمان سے کافر نہ ہوا تو میں دلالی چھوڑ دوں گی۔"

"تمہاری دلالی چھڑانے کے لئے ضرور اسے دیکھوں گا اور منہ پھیر کر چلا آؤں گا مگر ابھی نہیں، واپس آ کر۔"

اس نے اٹیچی وہیں رکھ دی۔ دروازہ کھول کر باہر آیا، اسی وقت ایک نسوانی چیخ سنائی دی۔ پارس نے چونک کر ایک سمت دیکھا۔ آواز کی سمت کا اندازہ کیا پھر ادھر دوڑتا ہوا گیا۔ مکان کے پچھلے حصے میں پیئنگ گیسٹ کے لئے مزید دو کمرے تھے۔ ایک کمرے کی کھڑکی سے کوئی چھلانگ لگا کر نکل رہا تھا۔ پارس نے دوڑتے ہوئے آ کر ایک فلائنگ کک ماری۔ وہ دیوار سے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

جاکر ٹکرایا۔ اسی کھڑکی سے دوسرے نے پارس پر چھلانگ لگائی' اس کے پیٹ میں گھونسا پڑا' وہ زمین پر گر کر تکلیف سے دُہرا ہوگیا۔ پہلے شخص نے سنبھل کر حملہ کیا۔ مگر مار کھاتا چلا گیا۔ دوسرے نے سائلنسر لگا ہوا ریوالور دکھا کر کہا "ہالٹ! ہم ہنگامہ نہیں چاہتے۔ راستے سے ہٹ جاؤ' ہمیں جانے دو۔"

پارس نے اس کے ساتھی کو اس پر اچھال دیا۔ ریوالور کو اپنے قبضے میں لیا تو وہ دونوں بھاگتے ہوئے باؤنڈری کی دیوار پھلانگ کر نظروں سے اوجھل ہوگئے۔ اس نے پلٹ کر کھڑکی سے کمرے میں جھانک کر دیکھا۔ ایک گلابی بدن اور غنچہ دہن والی بستر پر اوندھی پڑی تھی۔ جگت آنٹی نے کمرے میں آکر اسے دیکھا۔ پھر چیخ مار کر کہا "خون' مرڈر! جلدی آؤ یہ شاید مرچکی ہے۔"

وہ فوراً ہی کھڑکی کے راستے اندر آیا۔ حسینہ کے بازو سے لہو رِس رہا تھا۔ اس نے نبض دیکھی۔ وہ زندہ تھی۔ بے ہوش ہوگئی تھی۔ اُس نے اسے چت لٹاتے ہوئے پوچھا "فرسٹ ایڈ کا سامان ہے؟"

جگت آنٹی تیزی سے چلتی ہوئی باہر گئی۔ ہوش رُبا حسن والی ہوش سے بیگانہ تھی۔ بدن ٹھہر گیا تھا' لباس جگہ جگہ سے سرک گیا تھا۔ سنہری زلفیں' گلابی چہرے پر تھرک رہی تھیں۔ سانس کی رفتار سست تھی' سینے کی رفتار آسمان کو چھونا چاہتی تھی۔ کیا خبر وہ لڑکی تھی یا آتش بازی کی دکان۔ بیہوشی کی حالت میں بھی بدن چٹاخ پٹاخ بول رہا تھا۔

پارس کو بعد میں خبر ہوئی کہ وہ بازو کے زخم کا معائنہ کرتے کرتے جغرافیہ پڑھتا جارہا ہے۔ جگت آنٹی فرسٹ ایڈ بکس لے آئی۔ پارس نے سب سے پہلے خون کے بہاؤ کو روکنے کی کوشش کی۔ بڑی مہارت سے مرہم پٹی کی۔ اسے بیہوشی کی حالت میں ضروری گولیاں اور کیپسول نہیں کھلائے جاسکتے تھے۔ پارس نے کہا "آنٹی! میں انجکشن اور کچھ دوائیں لے کر آتا ہوں۔"

وہ بولی "مائی سن! یہ اچھا ہوا' ریوالور میں سائلنسر لگا ہوا تھا۔ آواز باہر نہیں گئی۔ میں پولیس کے جھمیلے میں نہیں پڑنا چاہتی۔ تم باہر کسی سے ذکر نہ کرنا۔"

"نہیں کروں گا۔ آپ اس کے لئے دودھ اور اوولٹین تیار رکھیں۔"

وہ باہر آیا۔ اپنی کار میں بیٹھ کر قریبی کیمسٹ کے پاس گیا۔ وہاں سے ضروری انجکشن اور دوائیں خریدیں۔ گھڑی بتا رہی تھی کہ جوجو کا ہیلی کاپٹر جاچکا ہوگا یا جانے والا ہوگا۔ وہ اب بھی فلائنگ کلب جاسکتا تھا لیکن مریضہ کے پاس فوراً جاکر انجکشن لگانا ضروری تھا۔ ورنہ گولی کا زخم ناسور بن سکتا تھا۔

وہ واپس آیا۔ جگت آنٹی نے کہا "یہ ہوش میں آئی تھی۔ میں نے دودھ پینے کے لئے کہا تو اس نے آنکھیں بند کرلیں۔ شاید پھر بیہوش ہوگئی ہے۔ ایک بار میں بھی جوانی میں بیہوش ہوئی تھی۔ کچھ پتا ہی نہیں چلتا ہمارے اوپر کیا گزر رہی ہے۔ میں نے ہوش میں آنے کے بعد اپنے بوائے فرینڈ سے خوب جھگڑا کیا۔ کمبخت مجھے بالکل بیہوش سمجھے ہوئے تھا۔"

پارس نے ایک انجکشن لگایا۔ سوئی بدن میں پیوست ہوتے ہی لڑکی کے منہ سے ہلکی سی کراہ نکلی۔ اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ پھر آنکھیں بند کرلیں۔ پارس نے کہا "ہوش میں آگئی ہے مگر بخار تیز ہے۔"

جگت آنٹی نے کہا "یہ تو مقدر کے کھیل ہیں۔ جس لڑکی کو تم دیکھنا نہیں چاہتے تھے' اس کی اب تیمارداری کر رہے ہو۔ میں تو اب سونے جارہی ہوں۔"

اس نے جماہی لی۔ پارس نے پوچھا "وہ دو غنڈے کس مقصد سے آئے تھے' کچھ پتا چلا؟"

"اس کے پرس میں کافی رقم تھی۔ اب نہیں ہے۔ پرس خالی ہے۔ یہ منشیات کے عادی نوجوان رقم حاصل کرنے کے لئے اسی طرح وارداتیں کرتے ہیں۔"

وہ چلی گئی۔ پارس نے کھڑکی اور دروازے کو بند کیا۔ آتشدان کی آگ کو بھڑکایا۔ پھر ایک گلاس دودھ میں اوولٹین حل کرکے اس کے چہرے پر جھک گیا۔

ہولے سے آواز دی "اے اٹھو' دودھ پی لو۔"

وہ آنکھیں بند کئے پڑی تھی۔ اس نے مکھن جیسے رخسار کو تھپتھپا کر پھر آواز دی۔ وہ بڑبڑائی "اوہ نو' مجھے مرجانے دو۔"

اس نے دونوں ہاتھوں سے اسے تھام کر اٹھایا۔ آدھا لٹایا آدھا بٹھایا۔ وہ بیٹھے بیٹھے اُس پر لد گئی۔ اپنے سینے کی دھڑکنیں اس کے سینے میں ٹرانسفر کرنے لگی۔ پتا نہیں کون تھی؟ کہاں سے آئی تھی؟ خود کو سونپ رہی تھی جیسے جوانی میں گود لینے کو کہہ رہی ہو۔

پارس نے اسے سمجھا منا کر دو چار گھونٹ پلائے۔ پھر وہ انکار کرنے لگی۔ ایک تو یونہی غضب کی سردی تھی۔ پھر بخار بھی تھا۔ وہ کانپ رہی تھی اس کے گریبان کو مضبوطی سے پکڑ کر کمبل بن گئی تھی۔ پارس نے اسی حالت میں اس پر دوسرا کمبل ڈال دیا پھر اسے لٹانے کے لئے تکیہ برابر کرنے لگا تو اس کے نیچے سے ایک پستول نظر آیا۔ اس نے پستول اٹھا کر اسے لٹا دیا۔

پستول بھرا ہوا تھا۔ لڑکی خود بھری ہوئی بندوق تھی۔ پتا نہیں کیوں تکیے کے نیچے ہتھیار رکھا تھا۔ اسے کسی سے اپنی جان کا خطرہ تھا۔ یا وہ کسی کی جان لینا چاہتی تھی۔ پستول کی موجودگی نے پارس کو تجسس میں مبتلا کردیا۔ اس نے پرس اٹھا کر دیکھا جگت آنٹی کا کہنا درست تھا۔ پرس میں ایک بھی کرنسی نوٹ نہیں تھا وہ غنڈے صرف رقم چرانے آئے تھے۔ اگر وہ جاپانی دیکھتا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہوتے تو ایک گولی بازو میں مارنے کے بعد دوسری گولی سینے میں اتار سکتے تھے۔ اس کی جان لینے کا اچھا موقع تھا لیکن وہ رقم ہاتھ لگتے ہی فرار ہوگئے تھے۔

پرس میں ہلکے میک اپ کا سامان اور ایک سرخ کارڈ تھا۔ وہ سرخ کارڈ بتا رہا تھا کہ وہ کال گرل ہے۔ لندن میں پیشہ کرنے والی عورتوں کو سرکاری اسپتال میں ہر ہفتے میڈیکل چیک اپ کے لئے جانا پڑتا ہے۔ جنہیں کوئی مہلک مرض نہیں ہوتا انہیں گرین کارڈ دیا جاتا ہے۔ جس کی رُو سے وہ قانوناً جسم فروشی کا دھندا کرسکتی ہیں۔ جن عورتوں کو زرد کارڈ دیا جاتا ہے' وہ زیرِ علاج ہوتی ہیں۔ گاہک ان کے پرس میں زرد کارڈ دیکھ کر توبہ کرتے ہیں اور کسی گرین کارڈ والی کے پاس جاتے ہیں اور جن کے پرس میں سرخ کارڈ ہوتا ہے وہ خطرناک امراض میں مبتلا ہوتی ہیں اور طویل مدت کے لئے لاعلاج سمجھی جاتی ہیں۔

پارس نے سرخ کارڈ کو اور اس لڑکی کو حیرانی سے دیکھا۔ وہ دور دور تک بیمار نہیں لگتی تھی۔ چہرے پر کنواری دوشیزہ کی تازگی تھی۔ پیشہ کرنے والیوں کو دور سے دیکھو تو چہرے سے پھٹکار برستی ہے۔ وہ اس کے بازو کی مرہم پٹی کرنے اور اسے سینے کی دھڑکنوں سے لگا کر اودنیین پلانے کے دوران اس کے کسے ہوئے بدن کے حسن کو خوب سمجھا تھا۔ وہ کسی کل سے سرخ کارڈ والی خطرناک مریضہ نہیں لگتی تھی۔

اس نے پستول خالی کرکے اسے تکیئے کے نیچے رکھ دیا۔ ایک بار پھر اس کے بدن کو ہاتھ لگا کر دیکھا 'گرم تھا' نرم تھا مگر بیمار نہیں تھا۔ البتہ چھونے والے کو بیمار بنا رہا تھا۔ بعض حالات میں بیمار کو بیمار ہی ٹھیک کرتا ہے۔ سرکاری اسپتال سے سرخ کارڈ جاری کرنے والے ڈاکٹر غیر ذمے دار ہوسکتے ہیں۔ انہوں نے اس حسینہ کے ہاتھ میں غلط کارڈ رکھ دیا ہوگا۔ صحیح کارڈ کون سا ہوگا؟ اس کے لئے صحیح تشخیص لازمی تھی۔

وہ تیمار دار تھا۔ فرسٹ ایڈ کا معالج بھی تھا۔ اس لئے صحیح تشخیص کرنے اور صحیح دوا دینے لگا۔

○☆○

مرینا دور تک پہنچی ہوئی تھی۔ اس کی نظروں میں ماسک مین کے سیکرٹ ایجنٹ بھی تھے۔ اس نے ایک بار جوجو کو شلپا سمجھ کر اپنی معمولہ کے ذریعے اس کا پیچھا کیا تھا۔ اس کی رہائش گاہ میں بھی گئی تھی۔ اگر پارس درمیان میں نہ آتا تو وہ جوجو کو بھی ٹریپ کرکے تاریک قید خانے میں پہنچا دیتی۔

بہرحال اسے جوجو کی رہائش گاہ کا علم ہوگیا تھا۔ اگر وہ کسی طرح جوجو کو اغوا کرلیتی تو تہلکہ مچ جاتا۔ بابا صاحب کے ادارے اور سونیا کی ٹیم سے تعلق رکھنے والوں کی نیندیں اڑ جاتیں۔ ماسک مین اور نیا سُپر ماسٹر مرینا کی برتری تسلیم کرلیتے اور یہ سب کو یقین ہوجاتا کہ کوئی خیال خوانی کرنے والا نہیں بچے گا۔ جو باقی بچے ہیں وہ بھی ایک ایک کرکے تاریک قید خانوں میں پہنچا دیئے جائیں گے اور وہ تاریک قید خانوں کی پُراسرار مالک نہ کسی کو نظر آئے گی نہ کبھی کسی کے ہاتھ لگے گی۔

وہ کبھی کبھی دور سے جوجو کے بنگلے کی نگرانی کرتی تھی۔ اس کے لئے بھی یہی مشکل تھی کہ جوجو ہمیشہ پارس کے ساتھ بنگلے سے نکلتی تھی۔ کبھی تنہا نظر نہیں آتی تھی۔ مرینا نے کچھ افراد کو دیکھا جو اس بنگلے کے چکر کاٹتے تھے۔ ایک نگرانی کرنے والا جاتا تھا تو دوسرا آجاتا تھا۔ اس نے ایک ایسے فرد سے ایک ریستوران میں ملاقات کی۔ اُس سے بات کرکے اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ پتا چلا' وہ ماسک مین کے لئے کام کر رہا ہے۔ اس کے ایک سیکرٹ ایجنٹ کا ماتحت ہے اور وہ لوگ بھی اس تاک میں ہیں کہ جوجو کبھی چند منٹوں کے لئے تنہا مل جائے پھر وہ اسے ماسکو تک پہنچانے کے لئے جی جان کی بازی لگادیں گے۔

گویا پارس ان سب کے سامنے فولاد کی دیوار بن گیا تھا۔ مرینا ایسی راہ اختیار کرتی تھی جو دوسروں کے لئے کانٹوں بھری ہوتی تھی۔ پارس سب ہی کی نظروں میں کانٹے کی طرح کھٹکتا تھا۔ بیشک وہ خطرناک تھا لیکن مرینا نے سوچا "میں اس سے ٹکرائے بغیر اسے راستے سے ہٹا دوں تو خطرے سے محفوظ بھی رہوں گی اور کانٹا بھی صاف ہوجائے گا۔"

وہ صبح سے شام تک کوئی تدبیر سوچتی رہی۔ اپنے لئے محفوظ ترین راستہ تلاش کرتی رہی۔ رہ رہ کر یہی بات سمجھ میں آئی کہ پہلے پارس کو دماغی طور پر کمزور بنایا جائے۔ جب اس کا دماغ اپنے قبضے میں رہے گا تو جوجو کچے دھاگے سے بندھی چلی آئے گی۔

مرینا اس کا ریکارڈ پڑھ چکی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ اس پر سانپ کا زہر اثر نہیں کرتا ہے۔ لہٰذا اعصابی کمزوری کی دوا تو اس کے لئے پانی ہوگی۔ اس کا دماغ قابو میں نہیں آئے گا۔ اسے کسی طرح زخمی ہونا چاہئے۔ تب دماغ کمزور ہوگا اور اس کے لئے کھلی ہوئی کتاب بن جائے گا۔

اس نے ایک کار والے کو اپنا معمول بنایا۔ اسے جوجو کے بنگلے کے قریب رہ کر نگرانی پر مجبور کیا۔ اس کے دماغ میں یہ بات نقش کردی کہ جب بھی جوجو اور پارس اپنی گاڑی میں جائیں گے' وہ ان کا تعاقب کرے گا اور موقع پاکر ان کی گاڑی کو ایسی ٹکر مارے گا کہ وہ دونوں حادثے میں زخمی ہوجائیں۔

وہ اپنے معمول کو اس کام سے لگا کر خود اس سے کچھ فاصلے پر اپنی کار میں بیٹھی رہی۔ اس رات اندھیرا ہوتے ہی خلافِ توقع پارس تنہا بنگلے سے نکلا۔ مرینا نے سیکرٹ ایجنٹ کے ماتحت کے پاس جاکر دیکھا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ سیکرٹ ایجنٹ جوجو کو

اغوا کرنے بنگلے میں گھسنے والا ہے۔

سیکرٹ ایجنٹ کی عقل پر ماتم ہی کیا جاسکتا تھا۔ مرینا نے سمجھ لیا تھا کہ یہ پارس کی چال ہے۔ جو اپنی شریکِ حیات کو تنہا نہیں چھوڑتا تھا وہ اچانک اسے چھوڑ کر جا رہا تھا۔ یقیناً اس نے نادیدہ حفاظتی انتظامات کئے ہوں گے۔ بنگلے میں جانا خود کو پھنسانے والی بات تھی اس لئے وہ پارس کے پیچھے گئی۔

یہ اٹل فیصلہ تھا کہ وہ پارس کا سامنا نہیں کرے گی۔ دور رہ کر اپنے آلۂ کار کے ذریعے اسے زخمی کرے گی۔ ویسے یہ ضروری نہیں ہے کہ جو سوچ لیا جائے وہ ظہور میں آئے۔ اس کے آلۂ کار نے ڈرائیونگ کے دوران پارس کی کار کو ٹکر ماری۔ پارس کمال مہارت سے اسٹیرنگ کو قابو رکھتے ہوئے آگے نکل گیا۔ مرینا کچھ فاصلے سے یہ تماشا دیکھتی ہوئی اپنی کار میں آرہی تھی۔ اس کے آلۂ کار کو دوسری بار ٹکر مارنے کا موقع نہیں ملا۔ اس سے پہلے ہی گاڑی کا ایک پہیہ برسٹ ہوگیا۔ آلۂ کار نے گاڑی روکی تو دوسرا پہیہ بھی دھماکے سے پھٹ گیا۔ صاف ظاہر تھا کہ پارس کے نامعلوم باڈی گارڈز نے فائرنگ کرکے دونوں پہیے بے کار کردیئے تھے۔

مرینا ڈرائیو کرتی ہوئی اپنے آلۂ کار کے قریب سے گزرتی چلی گئی۔ شاہراہ پر بے شمار گاڑیاں آگے پیچھے چل رہی تھیں۔ وہ دائیں بائیں آگے پیچھے دیکھتی جا رہی تھی۔ پتا نہیں چل رہا تھا کہ کس گاڑی سے سائلنسر لگی ہوئی گن کے ذریعہ فائرنگ کی گئی تھی۔

وہ ٹریفک کے ہجوم میں پارس کا تعاقب کرتی رہی۔ کافی فاصلہ طے کرنے کے بعد اس کی کار ایک اسٹریٹ پر مڑ گئی۔ ذرا دور ایک مکان کے سامنے رک گئی۔ مرینا نے پارس کی کار کو کراس کرتے ہوئے آگے جاتے ہوئے ایک نظر مکان پر ڈالی۔ وہاں ایک بورڈ پر "برائے پیئنگ گیسٹ" لکھا ہوا تھا۔

وہ سمجھ گئی کہ پارس وہاں پیئنگ گیسٹ کی حیثیت سے وقت گزارے گا اور اپنے خیال خوانی کرنے والے بزرگوں کے ذریعے جوجو کی خیریت معلوم کرتا رہے گا۔ وہ ڈرائیو کرتی ہوئی دور نکل آئی۔ ایک جگہ گاڑی روک کر اپنے باپ ڈی فونزا سے رابطہ کیا' اس سے کہا کہ وہ ایک کار لے کر آئے۔ وہ اسے گائیڈ کرتی رہے گی کہ کہاں پہنچنا ہے۔

وہ اکثر اپنے باپ اور بھائی سے کام لیا کرتی تھی۔ مگر ان سے بھی دور رہتی تھی۔ کبھی ان کے سامنے نہیں جاتی تھی۔ وہ اپنی کار سے اتر کر ایک میگزین شاپ کے سامنے کھڑی ہوگئی۔ ایک رسالہ کھول کر خیال خوانی کی پرواز کرتی رہی اپنے باپ کو گائیڈ کرتی رہی جب وہ ٹھیک اسی جگہ پہنچ گیا تو اس نے کہا "کار اور چابی وہیں چھوڑ دو۔ تمہارے سامنے ایک سرخ رنگ کی کار کھڑی ہے۔ اس میں بیٹھ کر چلے جاؤ۔"

باپ نے اس کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے پوچھا "بیٹی! تم کہاں ہو؟ کبھی تو باپ سے مل لیا کرو۔"

"ڈیڈ! مجھ سے صرف کام کی باتیں کیا کرو' فوراً یہاں سے جاؤ" وہ سرخ رنگ کی کار لے گیا۔ سفید کار بیٹی کے لئے چھوڑ گیا۔

مرینا نے فیصلہ کرلیا تھا کہ وہ بھی پیئنگ گیسٹ کی حیثیت سے جائے گی۔ پھر موقع ملتے ہی اپنے پستول سے پارس کو زخمی کرکے اس کے دماغ میں پہنچ جائے گی اور جب تک یہ موقع نہیں ملے گا وہ بالکل اجنبی بن کر رہے گی۔ چھپ کر اس پر نظر رکھے گی۔ اور سامنے اس وقت جائے گی جب آسانی سے گولی مار سکے گی۔

اس قدر محتاط رہنے والی یقیناً اپنے مقصد میں کامیاب ہوجاتی کیونکہ جگت آنٹی نے اسے مکان کے پچھلے حصے میں کمرا دیا تھا۔ ادھر پارس نہ آتا۔ آبھی جاتا تو گولی کا زخم ضرور کھاتا لیکن وہ تو صحیح معنوں میں مقدر کا سکندر تھا۔ مرینا کی بدبختی کہ دو چور کمرے میں گھس آئے۔ ایک نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا' دوسرے نے رقم نکالنے کے لئے پرس کو کھولا۔ وہ کسی طرح خود کو چھڑا کر بولی "کون ہو تم لوگ؟"

اس سوال کا مقصد یہ تھا کہ وہ جواب میں کچھ بولیں تو وہ دماغ میں پہنچ کر زلزلہ پیدا کرے۔ لیکن وہ خاموشی سے رقم نکال کر جانے لگے۔ تب وہ دوڑتی ہوئی بستر پر جاتے ہوئے بولی "رک جاؤ ورنہ گولی ماردوں گی۔"

وہ اپنے پستول کے لئے تکیئے کے نیچے ہاتھ لے گئی۔ اسی وقت ایک نے اس کے بازو میں گولی ماردی۔ وہ چیخ مار کر اوندھے منہ بستر پر گر پڑی۔ گولی لگنے کی تکلیف ناقابلِ برداشت تھی اس لئے بیہوش ہوگئی۔

پھر اسے خبر نہ رہی کہ وہ کس عالم میں ہے؟ سو رہی ہے یا جاگ رہی ہے؟ اگر سو رہی ہے تو کس مسیحا کی آغوش میں سو رہی ہے۔ اور اگر جاگ رہی ہے تو دھندلے دھندلے سے پارس کو کیوں دیکھ رہی ہے۔ کیا اتنی بڑی دنیا میں دیکھنے کو اور کوئی نہیں ہے؟ ایک پارس ہی کیوں ہے؟

یہ بھول گئی تھی کہ اسے شکار کرنے آئی تھی۔ ان کے درمیان شکار اور شکاری کا رشتہ تھا اس لئے وہ اپنے شکار کو دیکھ رہی تھی اور خود شکار ہو رہی تھی۔ صبح ہوتے ہوتے آنکھ کھل گئی بخار اتر گیا تھا۔ (اسے اترنا ہی تھا) وہ چند لمحوں تک سوچتی رہی' کہاں ہے؟ پھر وہ چونک گئی۔ وہ کسی کے بازوؤں میں تھی اس کے سینے پر سر رکھے لیٹی ہوئی تھی۔

وہ ایک دم سے تڑپ کر الگ ہوگئی۔ وہ کسی مرد کے قریب جانے کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ پھر اُس مرد کی صورت دیکھی تو چکرا کر رہ گئی۔ اس کے ساتھ ہی دھندلی دھندلی سی باتیں یاد آنے لگیں۔ وہ سب گزرے ہوئے خواب جیسی تھیں۔ جوانی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

میں ایسے خواب نظر آتے ہی ہیں لیکن پارس ایک سچی تعبیر کی طرح موجود تھا۔

وہ بے اختیار چیخ پڑی "نہیں' یہ نہیں ہو سکتا۔"

پارس نے آنکھیں کھول کر دیکھا پھر پوچھا "کیا بخار کی شدت میں بڑبڑا رہی ہو؟"

"یو شٹ اپ۔ تم میرے بستر میں کیسے آ گئے؟"

"تمہارے زخم کی مرہم پٹی کی۔ تمہیں بخار تھا۔ میں نہ ہوتا تو یہ اتنی جلدی نہ اترتا۔ اب سو جاؤ۔ تم نے تمام رات مجھے جگایا ہے۔"

اس نے پھر آنکھیں بند کر لیں۔ مرینا کے دماغ میں آندھی سی چل رہی تھی۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ حالات اسے پارس کی گود میں لا کر ڈال دیں گے۔ ابھی چند روز قبل پارس نے اس کی کار کی پچھلی سیٹ سے اچانک ابھر کر اسے چونکا دیا تھا۔ اس نے پوچھا تھا "تمہاری اس حرکت سے میرا دم نکل جاتا تو؟" اس نے جواب دیا تھا "مجھے حسن کی خیرات دینے سے پہلے نہیں نکلے گا۔"

کمبخت نے سچی پیش گوئی کی تھی لیکن خیرات نہیں مانگی تھی' شب خون مارا تھا۔ یہ بات مرینا کے مزاج کے خلاف تھی۔ اسے اپنے آپ پر غصہ آ رہا تھا کہ وہ کیوں اور کیسے اپنے دشمن کی ہم مزاج بن گئی تھی؟ بہر حال جو ہوا سو ہوا مگر اب اندیشہ تھا کہ جب بھی وہ تنہا رہے گی تو وہ یاد آیا کرے گا۔ حواس پر چھایا کرے گا۔ عورت سب کچھ بھلا سکتی ہے مگر اپنی زندگی کے پہلے مرد کو کبھی نہیں بھلا پاتی۔

دشمن کی جیت کھٹک رہی تھی۔ وہ بڑی آہستگی سے ہاتھ بڑھا کر تکیئے کے نیچے لے گئی' وہاں سے پستول نکالا۔ پارس آنکھیں بند کئے کروٹ بدلتے ہوئے بڑبڑایا "خالی ہے۔"

اس نے چونک کر پستول کو دیکھا پھر اسے خالی پا کر غصے سے پھینک دیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا' پارس کا کیا کرے؟ جسے زخمی کر کے اپنے قابو میں کرنا چاہتی تھی اسی کے چنگل میں خود آ گئی تھی۔

اُس نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا۔ سوچنے لگی "میں ایسے حالات میں نارمل رہتی ہوں۔ دماغ سے غصہ نکال دیتی ہوں تو ذہانت سے نجات کا راستہ ڈھونڈ لیتی ہوں۔ میری ایک کامیابی یہ ہے کہ پارس نے مجھے مرینا کی حیثیت سے نہیں پہچانا ہے۔ دوسری کامیابی یہ ہوگی کہ میں بظاہر دوست بن جاؤں اور اس کی آستین میں رہ کر اسے ڈس لوں۔"

وہ بستر سے اٹھ گئی۔ پارس نے پوچھا "اب کیا ہوا؟"

"کچھ نہیں' ابھی باتھ روم سے آتی ہوں۔"

وہ جانا چاہتی تھی۔ پارس نے اپنی طرف کھینچ لیا۔ یہ اچھا نہیں لگا لیکن اعتراض نہ کر سکی۔ ابھی اس نے دوست بن کر رہنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اس فیصلے کے مطابق وہ میٹھی چھری بن کر مسکرائی۔ پھر بولی "کیا کرتے ہو' جانے دو۔"

"پچھلی رات میں خود کو چھڑا رہا تھا مگر تم نے نہیں چھوڑا۔ اس لئے چھوڑنے کی نہیں چھیڑنے کی بات کرو۔"

اُس نے سمیٹ لیا۔ اسے بازوؤں کی قید میں لے کر اس کروٹ سے اس کروٹ پہنچا دیا۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی پھر ٹھٹک کر چپ رہ گئی۔ اس کروٹ پہنچتے ہی کوئی چیز اس کی کمر میں چبھنے لگی۔ وہ قدرے ٹھنڈی تھی اور سخت تھی۔ مرینا نے چپکے سے کمر کے نیچے ہاتھ لے جا کر اسے پکڑ لیا۔ وہ پستول سے نکلا ہوا ایک بلٹ تھا۔ پارس نے وہ تمام بلٹ اپنی پتلون کی جیب میں رکھے ہوں گے جیب سے ایک گر پڑا۔ یہ نصیب کے کھیل ہوتے ہیں۔ وہ بلٹ مرینا کے ہاتھ آ گیا تھا۔

وہ پورے اعتماد اور سکون سے کام کرنے کی عادی تھی۔ جلد بازی میں پارس سے الگ ہو کر اسے شبہ میں مبتلا نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اس لئے بخوشی اس کی ہر بات مان رہی تھی۔ ویسے ماننا بھی مہنگا پڑ رہا تھا۔ وہ دشمن اچھا لگ رہا تھا۔ مردوں میں یہی خرابی ہے' زہر لگتے ہیں۔ یہ بھی مشکل ہے کہ یہ زہر نہ پیو تو بے کلی نہیں جاتی۔

پتا نہیں کتنا وقت گزر گیا۔ وہ مدہوش پڑی رہی۔ دشمن نے عجیب طرح سحر زدہ کیا تھا۔ اٹھنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ لیکن وہ خود پر جبر کرتے ہوئے اٹھ گئی۔ پارس چاروں شانے چت پڑا ہوا تھا۔ وہ بولی "میں ابھی باتھ روم سے آتی ہوں۔"

وہ بستر سے اتر کر فرش پر کھڑی ہوئی۔ پہلے اس نے غصے میں پستول کو پھینک دیا تھا۔ وہ ایک قدم کے فاصلے پر پڑا ہوا تھا۔ اس نے اپنا لباس درست کرنے کے بہانے جھک کر فرش پر سے اٹھا لیا۔ پھر تیزی سے چلتی ہوئی باتھ روم میں آ گئی' دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ اُس کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ وہ بزدل نہیں تھی لیکن پارس پہاڑ لگ رہا تھا۔ یہ فکر تھی کہ ایک ہی بلٹ ہے' اس سے پہاڑ کا کچھ نہ بگڑا تو کیا ہوگا؟

آج وہ بہت بڑا معرکہ سر کرنے والی تھی۔ اسے اپنے اندر کی یہ کمزوری سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ پارس اس کے حواس پر چھا گیا تھا' اس کے دل میں اتر گیا تھا' اس کے لہو میں دوڑ رہا تھا۔ اور وہ چاہتی تھی کہ یہ ساری کیفیات سچ نہ ہوں۔ اس حقیقت کو جھٹلانے کا صرف ایک راستہ تھا کہ وہ اسے گولی مار دے۔

اب اس نے دیر نہیں کی۔ اس سے پہلے کہ دل و دماغ بدلتا' اس نے ایک جھٹکے سے دروازہ کھولا۔ باتھ روم سے باہر آئی۔ پارس بستر پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہاں سے اٹھ کر باتھ روم جانے کے لئے آگے بڑھا۔ اسی لمحے میں اس نے گولی چلا دی۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

جنرل کی بھتیجی تھی۔ سچا نشانہ لگاتی تھی۔ پارس اپنی پسلیوں کو تھام کر پیچھے کی طرف لڑکھڑایا پھر پلنگ سے ٹکراتے ہوئے فرش پر گر پڑا۔ گولی ایک آدھ پسلی کو توڑتی ہوئی گزر گئی تھی۔

وہ کراہتے ہوئے مگر مسکراتے ہوئے بولا "میں بڑا سخت جان ہوں۔ ایک گولی سے نہ مر سکتا ہوں اور نہ ہی تمہاری طرح بیہوش ہو سکتا ہوں۔ کیا دوسری گولی نہیں ہے؟"

"دوسری کی ضرورت نہیں ہے۔"

اس نے پستول کو پارس کے پاس پھینک دیا۔ پھر فاتحانہ انداز میں اس کے دماغ کے اندر پہنچ گئی۔ اسے زخمی کرنے کا یہی فائدہ حاصل ہوا۔ وہ اپنے اندر اُسے محسوس نہ کر سکا۔ فرش پر سے اٹھنے لگا۔ اسی وقت مرینا نے دماغ میں زلزلہ پیدا کر دیا۔ غیر معمولی قوتِ برداشت کے باوجود پارس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ دوسرے زلزلے میں وہ فرش پر تڑپنے لگا۔ جگت آنٹی دوڑتی ہوئی آئی "کیا ہوا' یہ لڑکا کیوں چیخ رہا ہے؟"

مرینا نے کہا "پتا نہیں شاید کسی قسم کا دورہ پڑا ہے۔"

اس نے پھر ایک زبردست جھٹکا پہنچایا۔ اب چیخنے کی بھی سکت نہیں رہی تھی۔ اس کا ذہن گہری تاریکی میں ڈوبتا چلا گیا۔ پھر اسے خبر نہ رہی کہ وہ کہاں ہے اور کس عالم میں ہے؟

وہ مردہ نہیں تھا' زندہ تھا۔ دیر یا بہ دیر ہوش میں آنا ہی تھا۔ پہلے وہ آنکھیں بند کر کے تکلیف سے کراہتا رہا۔ پھر آہستہ آہستہ آنکھیں کھول کر دیکھا' شاید رات تھی..... یا نہیں تھی۔ مگر اندھیرا تھا۔ قبر جیسی تاریکی میں ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا تھا۔

تب وہ تکلیف کے باوجود ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ وہ کسی بستر پر تھا۔ اس نے بلند آواز سے پوچھا "میں کہاں ہوں؟ یہ کون سی جگہ ہے؟ یہاں اندھیرا کیوں ہے؟ جواب دو۔"

جواب نہیں ملا۔ مگر بات سمجھ میں آ گئی۔ ابھی پچھلی شام اس نے جوجو سے جھوٹ بولا تھا کہ کسی دشمن نے اسے تاریک قید خانے میں پہنچا دیا ہے۔

یہ عبرت کا مقام تھا۔ جھوٹ سچ ہو گیا تھا۔

مرینا نے بہت کم عرصے میں بہت زیادہ کامیابیاں حاصل کی تھیں۔ ایسی کامیابیاں کہ دوست اور دشمن سب ہی اسے خطرناک بَلا کہنے لگے تھے۔

بابا صاحب کے ادارے کو چیلنج کرنا اور میری فیملی کے کسی فرد پر ہاتھ ڈالنا کوئی بچوں کا کھیل نہیں تھا لیکن اس بَلا نے پارس کو قیدی بنا لیا تھا۔ اب تک پارس اور علی تیمور کسی کی گرفت میں نہیں آئے تھے۔ پارس کی گرفتاری نے سب کو چونکا دیا تھا۔ یہ دوست اور دشمن سبھی کے لئے دھماکا خیز اطلاع تھی اور یہ اطلاع خود مرینا نے دی تھی۔

اس نے اطلاع دینے سے پہلے پارس کے کمزور دماغ پر تنویمی عمل کیا تھا۔ اسے پوری طرح اپنا تابعدار بنا لیا تھا۔ پھر سب سے پہلے سُپر ماسٹر سے رابطہ کیا تھا اور کہا تھا "میں سابقہ جنرل کی بھتیجی مرینا ڈی فونزا بول رہی ہوں۔ ہمارے سوِل اور فوج کے اعلیٰ عہدیداروں کی میٹنگ کال کرو۔ میں بہت سے اہم معاملات پر گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔"

سپر ماسٹر نے کہا "تم مجھے حکم دے رہی ہو۔ تمہاری حیثیت کیا ہے کہ میں تمہارے لئے اعلیٰ حکام کو ایک جگہ جمع کروں؟"

وہ بولی "تم ہمارے ملک کے سُپر ماسٹر ہو۔ اگر اس عہدے پر نہ ہوتے تو تمہارے دماغ میں زلزلے پیدا کر دیتی۔ میں اپنے ملکی مفادات کے سلسلے میں بات کروں گی۔ ایک گھنٹے کے اندر تم نے اعلیٰ حکام کو ایک جگہ نہ بلایا تو ایک ہی دماغی جھٹکے سے سپر ماسٹر کی کرسی سے گرا دوں گی۔ ایک گھنٹے کے اندر اندر اپنی کرسی بچا لو۔"

وہ دھمکی دے کر ماسک مین کے نائب کے پاس پہنچی پھر بولی۔ "مجھے یقین ہے کہ تمہارے ملک میں میرا نام گونج رہا ہو گا۔ میرا نام مرینا ڈی فونزا ہے۔"

نائب نے کہا "خوش آمدید مس مرینا! تم تو زبردست کارنامے انجام دے رہی ہو۔ تمہارا یقین درست ہے۔ یہاں تمہارا بہت ذکر ہوتا ہے۔ ماسک مین تم سے باتیں کرنے میں فخر محسوس کرے گا۔"

"مجھے بھی خوشی ہو گی۔"

اس نے کمپیوٹر کے ذریعے ماسک مین کو بتایا "مس مرینا آپ سے باتیں کرنا چاہتی ہیں۔ ابھی میرے دماغ میں موجود ہیں۔"

جوجو کے ہاتھ سے نکل جانے اور پاسکل بوبا کے ہلاک ہونے کے نتیجے میں ماسک مین کو اس کے عہدے سے ہٹا کر جیل بھیج دیا گیا تھا۔ اس کی جگہ نیا ماسک مین آیا تھا۔ وہ حساس دماغ رکھتا تھا۔ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیتا تھا۔ پانچ منٹ تک سانس روکنے کا عادی تھا۔ اس نے کمپیوٹر کو آف کیا۔ پھر ٹیلی فون کے ذریعے نائب سے کہا "مس مرینا میں اپنے نائب کے ذریعے آواز سنا رہا ہوں۔ چلی آؤ۔ یو آر موسٹ ویلکم۔"

مرینا نے ماسک مین کے دماغ میں آ کر کہا "تم یقیناً یوگا کے ماہر ہو اسی لئے بڑی فراخدلی سے دماغ میں جگہ دے رہے ہو۔"

"ہاں' یہی بات ہے۔ ویسے تم نے رابطہ کر کے دوستی کی طرف پہلا قدم بڑھایا ہے۔ اب ہمارا ہر قدم تمہاری محبت اور دوستی کے لئے اٹھے گا۔"

"میں پیدائشی امریکن ہوں۔ سپر ماسٹر اور دوسرے اعلیٰ حکام کی مہربانیوں سے میں نے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا ہے۔ پھر تم کیسے توقع کرتے ہو کہ میں اپنے ملک اور قوم کی وفادار نہیں رہوں گی اور تمہاری جھولی میں آ گروں گی؟"

"سپر ماسٹر کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک ایک کر کے سونیا کے ہتھے چڑھ گئے یا کسی بہانے اپنے ملک سے نکل آئے۔ جبکہ وہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہاری طرح پیدائشی امریکن ہیں۔"

"کسی بھی ملک کے تمام باشندے محبِ وطن نہیں ہوتے۔ کچھ غدار بھی ہوتے ہیں۔ میں صرف اپنے متعلق کہتی ہوں کہ آخری سانس تک صرف اپنے ملک کے لئے کام کرتی رہوں گی۔ ہم اور تم ندی کے دو کنارے ہیں' کبھی نہیں مل سکیں گے۔"

"تو پھر میرے پاس آنے کا مقصد کیا ہے؟"

"پہلے تو یہ بتانے آئی ہوں کہ میں نے فرہاد علی تیمور کے بیٹے پارس کو اپنا غلام بنا لیا ہے۔ کیا تم یقین کرو گے؟"

"یہ یقین کرنے کی بات نہیں ہے لیکن تم نے اچانک ہی تجسس اور دلچسپی پیدا کر دی ہے۔ جیسے کارنامے تم انجام دے رہی ہو اس کے پیشِ نظر کسی حد تک پارس کے غلام بن جانے کا یقین کیا جا سکتا ہے۔ وہ اپنے باپ کی طرح عیاش ہے اور سنا ہے تم حُسن کا شاہکار ہو اور غضب ناک شباب کی حامل ہو۔"

"میں نے پارس کو حسن و شباب سے نہیں اپنی صلاحیتوں سے اسیر کیا ہے۔"

"تم سے بھی زیادہ صلاحیتوں والے موجود ہیں لیکن وہ بھی پارس اور علی تیمور کو زیر نہ کر سکے۔ تم اپنی صلاحیتوں پر بجا طور پر فخر کر سکتی ہو مگر تنہائی میں بیٹھ کر غور کرو پھر یہ ضرور تسلیم کرو گی کہ وہ فرہاد زادہ تمہارے حسن و شباب کا چارا دیکھ کر دام میں آیا ہے۔"

"میں بحث نہیں کرنا چاہتی۔ میں نے فیصلہ کیا ہے کہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تاریک قید خانے میں پہنچاؤں گی تاکہ وہ میرے ملک کے خلاف کسی دوسری سُپر طاقت کے لئے کبھی کام نہ کر سکیں۔ ابھی پانچ قیدی ہیں۔ جلد ہی باقی بھی میری گرفت میں آئیں گے۔"

"اگر تم صرف ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اغوا کر رہی ہو تو پھر پارس کو کس مقصد کے لئے قیدی بنایا ہے؟"

"کیا یہ سیدھی سی بات سمجھ میں نہیں آتی کہ پارس کی دیوانی جوجو اس کی تلاش میں نکلے گی تو میں اسے پھانس کر کال کوٹھری میں لے جاؤں گی۔"

"منصوبہ اچھا ہے لیکن دس گیارہ ماہ تک تم جوجو پر ہاتھ نہیں ڈال سکو گی کیونکہ وہ پارس کے بچے کی ماں بننے والی ہے۔"

"میں صبر و تحمل سے کام کرتی ہوں۔ مجھے جلدی نہیں ہے۔ میں گیارہ ماہ تک انتظار کروں گی۔"

"ذرا اپنے طریقِ کار پر غور کرو۔ تم اپنے کردار پر صبر و تحمل کا پردہ ڈال رہی ہو۔ جبکہ در پردہ گیارہ ماہ تک پارس سے بہلتی رہو گی۔"

"تم میرے کردار پر کیچڑ اچھال رہے ہو لیکن مجھے غصہ نہیں آتا۔ چلو اب کام کی بات کرو۔ تم لوگ الپا کا برین آپریشن کرا چکے ہو۔ کئی ڈاکٹر اسے دن رات اٹینڈ کرتے ہوں گے۔ بالکل اسی طرح محنت ہو رہی ہو گی جس طرح کبھی جوجو پر ہو چکی ہے۔ کیا ایک ٹھوکر کے بعد دوسری ٹھوکر بھی کھانا چاہتے ہو؟"

"تمہارا خیال ہے' الپا بھی جوجو کی طرح پارس کی ہو جائے گی؟"

"پارس کی نہیں ہماری ہو گی۔ کیونکہ وہ بھی پیدائشی امریکن ہے۔ ہمارے حکام نے اسے ٹیلی پیتھی کا علم دیا ہے۔ میں تمہیں سمجھانے آئی ہوں' ہماری چیز ہمیں واپس کر دو ورنہ جب بھی تم اسے میدانِ عمل میں لاؤ گے' میں اسے تاریک قید خانے میں پہنچا دوں گی۔"

ماسک مین نے کہا "ہم نے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے سلسلے میں بڑے نقصانات اٹھائے ہیں۔ اس بار ہم اتنے محتاط ہیں کہ الپا پر کسی کا سایہ بھی نہیں پڑنے دیں گے۔ ہمیں تمہارے تاریک قید خانے والا طریقہ بہت پسند آیا ہے۔ آپریشن کے بعد الپا کے ذہن کو تاریکی کا عادی بنایا جا رہا ہے۔ ہم اسے ایک وسیع و عریض زیرِ زمین محل میں رکھیں گے۔ جہاں سورج یا بجلی کی روشنی کبھی نہیں پہنچے گی۔ وہ کبھی گھٹن محسوس نہیں کرے گی۔ وہ یہی سمجھتی رہے گی کہ ایک محدود اور تاریک دنیا میں پیدا ہوئی ہے اور ایک دن اسی تاریکی میں مر جائے گی۔"

ماسک مین نے ذرا توقف کیا پھر کہا "یہ تو زیرِ زمین تاریک محل کی باتیں ہیں۔ وہ کبھی اس محل سے باہر نہیں آ سکے گی اور دوسروں کا راستہ روکنے کے لئے بڑی جان لیوا حفاظتی انتظامات کئے گئے ہیں۔ میں ان انتظامات کے متعلق کچھ نہیں بتاؤں گا۔ جب زندگی سے بیزار ہو جاؤ تو الپا کی طرف جانے کا ارادہ کر لینا۔"

"تم ارادے کی بات کرتے ہو۔ میں اپنے ملک کے ایک ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو حاصل کرنے کی قسم کھا چکی ہوں۔ پھر الپا کو کیسے چھوڑ دوں گی؟ جان لیوا حفاظتی انتظامات کی دھونس نہ جماؤ۔ اپنے وطن کے لئے زندگی کو داؤ پر لگا کر فرہاد کی فیملی سے ٹکرا رہی ہوں' تم لوگ کیا چیز ہو؟"

وہ اپنے حوصلے اور عزم کی باتیں کر کے ماسک مین کے دماغ سے چلی آئی۔ اپنی جگہ حاضر ہو کر خالی خالی نظروں سے ایک طرف تکنے لگی۔ وہ تھوڑی دیر تک نہ کچھ سوچنا چاہتی تھی نہ سوچ کے ذریعے کسی سے بولنا چاہتی تھی۔ اسے دس منٹ بعد سپر ماسٹر کے پاس جانا تھا۔ اپنے ملک کے اعلیٰ حکام سے کچھ بولنا تھا۔ اس لئے دس منٹ تک خاموش رہنے کی کوشش کرنے لگی۔

وہ پارس کو اپنا معمول اور تابعدار بنانے اور اسے تاریک کمرے میں پہنچانے کے بعد بھول جانا چاہتی تھی۔ مگر جانے کیوں بدن میں درد ہوتا تو پارس جوڑ جوڑ میں دکھنے لگتا تھا۔ بے اختیار

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

انگڑائیاں آنے لگتی تھیں۔ بستر پر لیٹنے کے بعد تکئے کو بازوؤں میں لے کر سینے سے لگائے رکھنے کو جی چاہتا تھا۔ وہ ایسا کرتی تھی۔ تکیہ اس کے سنگ ہوتا تھا لیکن اس سنگ دل کی طرح سنگ نہیں ہوتا تھا۔

وہ چونک گئی۔ ابھی اس نے سوچا تھا کہ کچھ نہیں سوچے گی مگر اُسے سوچ رہی تھی۔ وہ تنہا کتنے ہی معاملات میں مصروف رہتی تھی۔ سوچنے اور غور کرنے کے لئے بہتیرے معاملات تھے مگر سوچ پارس کی طرف چلی جاتی تھی۔ یہ قدرت کا قانون ہے۔ بچہ اپنی ماں کی طرف لپکتا ہے۔ بوڑھا اپنی قبر کی طرف جاتا ہے اور جوانی اپنے جلّاد کی طرف بھاگتی ہے۔ اپنی اپنی عمر کے مطابق سوچ بے لگام ہوتی ہے۔ مرینا کو سوچ کی بے اختیاری پر اختیار نہیں تھا۔

وہ اپنے ذہن سے پارس کو بھگا کر سپر ماسٹر کے پاس آگئی۔ کچھ اعلیٰ حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران ایک ڈرائنگ روم میں بیٹھے ہوئے تھے۔ شراب کا دور چل رہا تھا۔ اس نے سپر ماسٹر سے کہا "میں آگئی ہوں۔"

سپُر ماسٹر نے اس کی آمد کا اعلان کیا۔ فوج کے نئے جنرل نے کہا "مس مرینا! تمہارے انکل نے جنرل کے عہدے پر رہ کر ملک کو بہت نقصان پہنچایا ہے۔ اب تم کس لئے آئی ہو؟ اور یہ ہمیں ایک جگہ بلانے کا کیا طریقہ ہے۔ تم نے سپر ماسٹر کو دھمکی دی تھی۔ ... ہم اپنے سپر ماسٹر کی سلامتی کے لئے اہم مصروفیات چھوڑ کر آئے ہیں۔ کیا اس دن کے لئے ہم نے تمہیں ٹیلی پیتھی کا علم دیا تھا؟"

وہ بولی "آپ لوگوں نے بچوں کے ہاتھوں میں بندوق دے دی مگر اسے چلانے کا طریقہ نہیں سکھایا۔ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے نوجوان اور نادان تھے۔ جس طرح میں اپنی حفاظت آپ کرتی آئی ہوں' اس طرح ہمارے دوسرے جوان نہ کرسکے۔ سونیا انہیں ٹریپ کرتی رہی اور اس کا الزام میرے انکل پر آیا۔ میں پوچھتی ہوں' میرے انکل قصوروار ہیں تو میں دشمنوں کے ہتھے کیوں نہ چڑھ گئی؟"

"تم غیر معمولی ذہانت رکھتی ہو۔"

"اس کا مطلب ہے جو نوجوان ٹریپ کئے گئے وہ ذہین نہ ہونے کے باعث دشمن کے ہاتھ لگ گئے۔ ان کی نادانی اور ناتجربے کاری کے ذمّے دار میرے انکل نہیں ہیں۔"

"کیا تم اپنے انکل کی طرف سے صفائی پیش کرنے آئی ہو؟"

"صرف صفائی پیش نہیں کررہی ہوں۔ ان کے دور میں ملک کو جو نقصان پہنچا ہے اس نقصان کو فائدے میں بدل رہی ہوں۔ میں اپنے ملک کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ایک ایک کرکے واپس لا رہی ہوں۔"

سب نے حیرانی سے سپر ماسٹر کو دیکھا۔ کیونکہ وہ اسی کی زبان سے بول رہی تھی۔ ایک نے پوچھا "تم انہیں کب لا رہی ہو؟"

"واپس لانے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں پھر اُنہیں آپ لوگوں کے پاس پہنچادوں گی اور سونیا وغیرہ کو موقع دوں گی کہ وہ پھر آپ کے کمزور حفاظتی انتظامات سے انہیں نکال کرلے جائے۔ ان کی حفاظت کی ذمّے داری صرف میرے انکل پر نہیں' آپ لوگوں پر بھی تھی۔ آپ سب کو اپنے عہدوں سے استعفادے دینا چاہئے۔"

"تم فضول باتوں میں ہمارا وقت ضائع نہ کرو۔"

"آپ کے وقت اور آپ کی ذہانت کو میں نہیں' یہ شراب ضائع کررہی ہے۔ اگر ذہانت کی باتیں آپ کی سمجھ میں آتی ہیں تو غور سے سنیں۔ میں نے دشمنوں سے اپنے چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو چھین لیا ہے اور انہیں ایک تاریک قید خانے میں سلامتی سے رکھا ہے۔"

"کیا اپنے ملک کے جوانوں کو تاریک قید خانے میں رکھنا دانشمندی ہے؟"

"ہاں دانشمندی ہے۔ دشمن خیال خوانی کرنے والے ان چاروں کے دماغوں میں جاکر یہ معلوم کرنے میں ناکام ہوگئے ہیں کہ انہیں کہاں قید کیا گیا ہے۔ دشمن ان چاروں سے کوئی کام بھی نہیں لے سکتے۔ اس طرح وہ ہمارے ٹیلی پیتھی کے ہتھیاروں کو ہم پر استعمال نہیں کرسکتے۔"

"ہاں' بات کچھ سمجھ میں آتی ہے۔ مگر ان چاروں سے ہم کیا فائدہ اٹھائیں گے؟"

"میں آہستہ آہستہ نفسیاتی طریقوں سے ان کے حواس پر چھا رہی ہوں۔ چپکے چپکے معلوم کرتی رہتی ہوں کہ کوئی دشمن کب ان کے دماغوں میں آتا ہے۔ پھر موقع پاتے ہی ان پر تنویمی عمل کرتی ہوں۔ ایک دن جب میں انہیں تاریک قید خانوں سے باہر لاؤں گی تو ان کے چہرے اور ان کے ذہن بدل چکے ہوں گے۔ ان کی آواز اور لہجہ بھی بدل جائے گا۔ دشمن خیال خوانی کرنے والے ان کے دماغوں تک نہیں پہنچ سکیں گے اور نہ ہی ان کا سراغ لگا سکیں گے۔"

ایک نے کہا "واقعی تمہاری پلاننگ زبردست ہے۔ سونیا اور اس کی ٹیم سے اپنے چار خیال خوانی کرنے والوں کو چھین لینا کوئی مذاق نہیں ہے۔ تم نے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔"

دوسرے نے کہا "لیکن مرینا! تم نے اس پہلو پر غور نہیں کیا کہ اب سونیا وغیرہ ہوشیار ہوگئے ہوں گے۔ اب تم ہمارے باقی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو حاصل نہیں کرسکوگی۔"

"میں کچے منصوبے نہیں بناتی۔ تنہا رہتی ہوں' شراب نہیں پیتی' عیاشی نہیں کرتی۔ خوب سوچ سمجھ کر پلان تیار کرتی

ہوں۔ کیا آپ یقین کریں گے کہ میں نے فرہاد کے بیٹے پارس کو بھی تاریک قید خانے میں پہنچا کر تنویمی عمل کے ذریعے غلام بنالیا ہے۔"

پہلے تو سب ہی چند لمحوں تک سکتے میں رہے پھر ایک حاکم نے بے یقینی سے پوچھا "کیا تم اپنی عمر سے زیادہ نہیں بول رہی ہو؟"

"آپ ہاٹ لائن پر سونیا' سلمان واسطی یا بابا صاحب کے ادارے کے ذمّے دار افراد سے معلوم کریں۔ وہ تصدیق کریں گے۔"

نئے جنرل نے کہا "مرینا! تم ہم میں سے کسی کی زبان سے گفتگو کرو۔ سپر ماسٹر کو ہاٹ لائن پر تصدیق کرنے دو۔"

"میں اپنے دعوے کی تصدیق ہونے کے بعد ہی گفتگو آگے بڑھاؤں گی۔"

سپر ماسٹر نے جناب علی اسد اللہ تبریزی سے رابطہ کیا۔ پھر کہا "مجھے ایک اطلاع ملی ہے۔ آپ اس اطلاع کی تصدیق فرمائیں گے؟"

انہوں نے فرمایا "اگر وہ بات مجھ ناچیز کے علم میں ہوئی تو ضرور تصدیق کروں گا۔"

"کیا فرہاد کا بیٹا پارس کسی دشمن کی قید میں ہے؟"

"اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ میں نے آنکھوں سے نہیں دیکھا' ... سلمان واسطی کی زبان سے سنا ہے کہ پارس کو کسی تاریک کمرے میں قید کیا گیا ہے اور اسے قید کرنے والی ایک لڑکی مرینا ڈی فوزا ہے۔ چونکہ سلمان واسطی کبھی جھوٹ نہیں بولتا ہے لہٰذا میں اس سچے انسان کے حوالے سے اس اطلاع کی تصدیق کرتا ہوں۔"

سپر ماسٹر نے شکریہ کہہ کر رابطہ ختم کیا۔ پھر اعلیٰ حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران سے کہا "مرینا نے سچ کہا ہے۔ جناب علی اسد اللہ تبریزی نے تصدیق کی ہے۔"

سب نے خوش ہوکر باری باری کہا "مرینا! بریوو۔ شاباش۔ تم نے تنہا وہ کام کیا ہے' جو ہماری پوری فوج نہ کرسکی۔ علی تیمور مکھن کے بال کی طرح ہماری مسلح فوج کے درمیان سے نکل گیا تھا۔ پارس بھی ایک ایسا ہی طوفان ہے جسے تم نے مٹھی میں بند کرلیا ہے۔ بائی گاڈ! تمہاری جتنی بھی تعریفیں کی جائیں' کم ہیں۔"

وہ بولی "میں تعریفوں سے کبھی خوش نہیں ہوتی۔ آپ یہ سوچیں اور بتائیں کہ میں نے پارس کو کس لئے قیدی بنایا ہے؟"

ایک نے کہا "پارس' سونیا کا لاڈلا ہے۔ تم نے سونیا کی کمر توڑ دی ہے۔"

مرینا نے کہا "ابھی آپ نے کہا تھا کہ چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو چھین لینے کے بعد میں باقی جوانوں کو واپس نہیں لاسکوں گی۔ کیونکہ سونیا اور اس کے ساتھی ہوشیار ہوگئے ہیں۔ اتنی سی بات میں بھی سمجھتی ہوں۔ اسی لئے پارس جیسے مہرے کو جکڑلیا ہے۔ اب اس کے بدلے سودا کروں گی۔ پارس اسی شرط پر انہیں واپس ملے گا کہ وہ پہلے ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے واپس کریں گے۔"

ایک نے کہا "یہ ہوئی نہلے پہ دہلے والی بات۔"

دوسرے نے کہا "آج تک کسی نے سونیا کو ایسا مُنہ توڑ جواب نہیں دیا۔ ہم تمہیں سلام کرتے ہیں۔"

وہ فوجی انداز میں سلیوٹ کرنے کے لئے اٹھا۔ دوسرے بھی اٹھ گئے۔ ان میں سے کئی نشے کے باعث ڈگمگا رہے تھے۔ مرینا نے کہا "نشے کا سلام پانی کا بلبلا ہوتا ہے جو ابھر کر مٹ جاتا ہے۔ ... آپ صبح اٹھیں گے تو یہ سلام اور میری تعریفیں بھول چکے ہوں گے۔"

نئے جنرل نے کہا "ہم نشے میں نہیں ہیں۔ بس ذرا سُرور آگیا ہے۔"

ایک حاکم نے کہا "میں پورے ہوش و حواس میں ہوں اور پوچھتا ہوں کہ تم ہمارے خیال خوانی کرنے والے جوانوں کو کب یہاں لا رہی ہو؟"

"میں جواب دے چکی ہوں۔ اگر آپ لوگ نشے میں نہیں ہیں تو بتائیں میں نے کیا جواب دیا تھا۔"

سب سوچ میں پڑ گئے۔ ایک فوجی افسر نے اپنا گلاس خالی کرتے ہوئے کہا "میں بالکل نارمل ہوں۔ تم نے جواب دیا تھا کہ..... کہ..... ٹھہرو' ذرا ایک اور پیگ بنالوں۔"

وہ خالی گلاس میں وسکی ڈالنے لگا۔ دوسرے نے کہا "بھئی مرینا! تم نے کہا تھا پہلے اپنے جوانوں کے چہرے' دماغ اور لہجے بدلوگی۔ پھر انہیں یہاں لاؤگی۔"

سب نے تائید کی "ٹھیک' تم نے یہی کہا تھا۔"

وہ بولی "مجھے افسوس ہے۔ آپ لوگ میری باتیں توجّہ سے نہیں سن رہے تھے۔ یا پھر نشے نے بھلا دیا ہے۔ میں نے صاف انکار کیا تھا کہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو آپ کے پاس نہیں لاؤں گی۔"

"کیوں نہیں لاؤگی؟"

"اس سوال کا بھی جواب دے چکی ہوں پھر ایک بار سن لیں۔ آپ لوگ ماضی میں اپنے جوانوں کی حفاظت نہ کرسکے۔ آپ کے انتظامات' آپ کے منصوبے سب کمزور تھے۔ میں اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو خطرات مول لے کر بڑی محنت سے واپس لا رہی ہوں۔ انہیں پھر ایک بار اغوا ہونے کے لئے آپ لوگوں کی تحویل میں نہیں دوں گی۔ وہ سب میری پناہ میں رہیں گے۔"

"یہ سراسر حماقت ہے۔ تم انہیں لندن میں چھپاؤ گی۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

پیرس وہاں سے ایک گھنٹے کے فاصلے پر ہے اور وہ فرہاد اور سونیا کا شہر کہلاتا ہے۔ تم دشمنوں کے قریب رہنے کا فیصلہ کر رہی ہو۔"

وہ بولی "پیرس اور نیویارک کے درمیان ہزاروں میل کا فاصلہ ہے۔ سونیا اور اس کے ساتھی ہزاروں میل سے آکر نیویارک سے ہمارے جوانوں کو لے گئے۔ لہٰذا کم یا زیادہ فاصلہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ صرف حکمتِ عملی کی اہمیت ہوتی ہے۔"

جنرل نے کہا "تم کچھ بھی کہو۔ ہم یہ تسلیم نہیں کریں گے کہ ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے صرف تمہاری پناہ میں رہیں۔"

ایک اور فوجی افسر نے کہا "ہم تمہارے سینئر افسر ہیں۔ تم ہمارے مشوروں پر عمل کروگی۔ تمہیں ٹریننگ سینٹر میں جو کچھ سکھایا گیا تھا کیا وہ بھول گئی ہو؟"

"مجھے یاد ہے۔ آپ لوگوں کی الٹی سیدھی ٹریننگ کے نتیجے میں سارے جوان دشمنوں کی جھولی میں چلے گئے۔ جب آپ جیسے بزرگ اور تجربہ کار فوجی افسران ناکامی پر ناکامی کا منہ دیکھتے آئے ہیں تو آپ لوگوں کی دی ہوئی ٹریننگ انجام کار ناکامی ہی لائے گی۔ اس لئے میں اپنے طور پر کام کر رہی ہوں۔"

"ہمارا ملک سُپر پاور کہلاتا ہے۔ کیا اتنی بڑی حکومت تمہارے اشاروں پر چلے گی؟"

"نہیں، مجھے سیاست اور حکومت کرنے کا شوق نہیں ہے۔ یہاں صرف ٹیلی پیتھی کا شعبہ میرے ہاتھ میں رہے گا۔ تمام خیال خوانی کرنے والے جوان میرے ماتحت بن کر رہیں گے اور میرے احکامات کی تعمیل کریں گے۔ آپ اپنی داخلہ اور خارجہ پالیسی کے مطابق بتائیں گے کہ مجھے خیال خوانی کرنے والوں سے ملکی مفادات کے لئے کیا کام لینا ہے۔ جب مجھے یقین ہو جائے گا کہ آپ لوگوں کی پالیسی درست ہے اور ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے جوانوں کو کہیں سے نقصان نہیں پہنچے گا تو میں ان سے کام لوں گی۔ ورنہ غلط پالیسی ہوئی تو ہم میں سے کسی کی ٹیلی پیتھی تمہارے کام نہیں آئے گی۔"

ایک حاکم نے کہا "واہ! کیا چالبازی ہے۔ ہم اپنے ملک کے حکمران ہوں گے لیکن تم درپردہ ہمارے سروں پر بیٹھ کر حکومت کروگی۔"

دوسرے حاکم نے کہا "یہ بات نہیں ہے۔ ہمیں مرینا کی سچی اور کھری باتوں کو تسلیم کرنا چاہئے۔ ہم سب کی ناقص پالیسیوں کے سبب ہمیں ٹیلی پیتھی کے شعبے میں زبردست نقصان پہنچتا رہا ہے۔ مرینا ہمارے جوانوں کو واپس لا کر یہ نقصان پورا کر رہی ہے۔ ...لہٰذا جہاں تک ٹیلی پیتھی کا تعلق ہے مرینا کو ایک بار اس کی ذمے داریاں سونپ کر اسے اپنے طور پر کام کرنے کا بھرپور موقع دینا چاہئے۔"

سپر ماسٹر نے کہا "اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ حالانکہ یہ میرا شعبہ ہے۔ پھر بھی میں بخوشی مرینا کی اس لئے حمایت کر رہا ہوں کہ اس نے اب تک زبردست کارنامے انجام دیے ہیں۔ آئندہ بھی اس کی حوصلہ افزائی ہونی چاہئے۔"

رفتہ رفتہ مرینا کو حمایت حاصل ہونے لگی۔ اعلیٰ حکام اس بات پر متفق ہو رہے تھے کہ اس ذہین لڑکی کو اپنے طور پر کام کرنے کا پورا موقع دینا چاہئے۔ جنرل نے کہا "آپ لوگ نشے میں ہیں اس لئے سوچے سمجھے بغیر ایک لڑکی کو اتنی بڑی ذمے داری سونپ رہے ہیں۔ میں ایسے جذباتی فیصلے سے متفق نہیں ہوں۔"

مرینا نے کہا "جنرل! تمہیں دراصل یہ اندیشہ ہے کہ میں نے اعلیٰ حکام اور فوج کے اہم افسران کی حمایت حاصل کرلی تو اپنے انکل کو جنرل کے عہدے پر واپس لے آؤں گی پھر تمہیں کمتر عہدے پر جانا ہوگا۔"

وہ غصے سے بولا "یہ جھوٹ ہے۔"

"یہ مت بھولو کہ میں چور خیالات پڑھ لیتی ہوں۔ ابھی تمہارے دماغ میں تھی۔ کیا میں اپنی زبان سے بتاؤں کہ ......"

وہ بات ادھوری چھوڑ کر جنرل کے دماغ میں آگئی۔ وہ بے اختیار بولا "نن ...... نہیں میں یہ بھول گیا تھا کہ تم میرے اندر آسکتی ہو۔ واقعی میں جنرل کے عہدے سے نیچے نہیں جانا چاہتا اور تمہارے انکل کے واپس آنے کا راستہ روکنا چاہتا ہوں۔"

سپر ماسٹر نے کہا "جنرل، یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ مرینا ہمارے ملک کی کھوئی ہوئی ٹیلی پیتھی کی قوتیں واپس لا رہی ہے اور تم ایک عہدے کی خاطر اس کی مخالفت کر رہے ہو۔"

مرینا نے کہا "میں پہلے کہہ چکی ہوں کہ صرف ٹیلی پیتھی کے شعبے تک محدود رہوں گی۔ اعلیٰ حکام اور فوجی افسران کے معاملات میں مداخلت نہیں کروں گی۔ البتہ ایک درخواست کروں گی کہ میرے انکل کو چوبیس گھنٹے کے لئے جنرل کے عہدے پر واپس لایا جائے پھر عزت اور وقار سے انہیں ریٹائر کیا جائے۔"

جنرل نے کہا "مرینا نے بڑی دانشمندی سے درخواست کی ہے۔ میں چوبیس گھنٹے کے لئے جنرل کے عہدہ سبکدوش ہو جاؤں گا!"

مرینا چاہتی تو یہ بات جبراً منوا سکتی تھی لیکن وہ بڑی ذہانت اور سلیقے سے دوسروں کی حمایت حاصل کرنا جانتی تھی۔ میٹنگ برخاست ہونے تک سب اس کے حامی بن گئے اور یہ فیصلہ ہو گیا کہ ٹیلی پیتھی کا شعبہ اس کے ہاتھوں میں رہے گا اور وہ اہم معاملات میں سُپر ماسٹر سے رابطہ کرتی رہے گی۔

وہ دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ ایک ایزی چیئر پر بیٹھی ہوئی تھی۔ سامنے بستر بلا رہا تھا۔ مگر وہاں جا کر لیٹنے سے وہ سارے بدن میں اکڑ دُکھنے لگتا تھا۔ یہ اچھی بات نہیں تھی۔ وہ اپنے مقررہ وقت کے مطابق ہر کام کرتی تھی۔ مگر گزری ہوئی بدن توڑ باتیں وقت بے وقت یاد آجاتی تھیں۔ سارے کام چھوڑ کر بستر پر لیٹ کر اسے سوچتے رہنے کو جی چاہتا تھا اور یہ بات ذہانت اور مستقل مزاجی کے خلاف تھی۔

ایسی بے چینی کے دوران ایک بات سمجھ میں آئی کہ اس نے پارس کو تاریک کمرے میں پہنچا کر غلطی کی ہے۔ اسی وجہ سے وہ زیادہ یاد آتا ہے۔ زیادہ اپنی طرف کھینچتا ہے۔ دل کہتا تھا، دو قدم پر تہ خانہ ہے۔ وہ ذرا دیر اس کے پاس وقت گزار کر آسکتی ہے۔ اگر وہ دور ہوتا اور وہاں تک آسانی سے رسائی حاصل نہ ہوتی تو صبر آجاتا۔ وہ خود کو اس حد تک مصروف رکھتی کہ پارس کی طلب محدود ہو جاتی۔ کام بھی ہوتا رہتا اور جذبات بھی نارمل رہتے۔

اس میں شبہ نہیں کہ وہ بڑی دانائی سے کسی بھی شوق، کسی بھی جذبے کو تھپک کر دیوانگی کو ختم کر دیتی تھی اور خوب سوچ سمجھ کر طریقِ کار کا تعین کرتی تھی۔ وہ پارس کو یا دنیا کے کسی بھی مرد کو اپنے لئے لازمی بننے کا موقع نہیں دے سکتی تھی اس لئے فیصلہ کر چکی تھی کہ سونیا سے سودا کرے گی۔ پارس کو اس کے حوالے کر کے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو حاصل کرے گی۔ اس سے دو فائدے حاصل ہوں گے۔ ایک تو اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے واپس مل جائیں گے۔ دوسرے وہ حواس پر چھا جانے والا اتنی دور ہو جائے گا کہ اسے دوبارہ حاصل کرنا دشوار ہو جائے گا۔ یوں ایک مرد کی حکمرانی کا خاتمہ ہو جائے گا۔

اس نے ایزی چیئر پر آرام سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کیں، سونیا کے لب و لہجے کو یاد کیا پھر خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی اس کے دماغ میں پہنچی۔ اس نے کہا "گڈ ورڈز سناؤ۔"

وہ بولی "سانس نہ روکنا۔ میں مرینا ہوں۔"

"ویل کم مرینا! مجھے ذہین لڑکیوں پر بڑا پیار آتا ہے۔ کہو کیسے آئی ہو؟ پارس کا کوئی معاملہ ہے؟"

"ہاں۔ یہ سب ہی جانتے ہیں کہ وہ تمہارا لاڈلا ہے۔ اور تم میری آئیڈیل ہو۔ میں تمہیں بیٹے کی جدائی کا صدمہ نہیں دینا چاہتی۔ ایک سمجھوتا کرنا چاہتی ہوں۔"

"ہاں بولو کیا چاہتی ہو؟"

"اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی واپسی۔"

"تم ان کی واپسی کی شرط پر پارس کو رہا کروگی؟"

"شرائط دشمنوں کے درمیان طے پاتی ہیں۔ میں تمہاری دوست بن کر رہنا چاہتی ہوں۔"

"تم دوست کیسے بن سکتی ہو جبکہ میری بیٹی کے جیسی ہو؟"

"اوہ، یہ تو میرے لئے خوشی اور فخر کی بات ہے۔ میں دل و جان سے تمہیں اپنی ماں تسلیم کرتی ہوں۔"

"دل و جان سے ماں کہتی ہو تو کسی شرط کے بغیر اپنی ماں کو اس کا بیٹا دے دو۔"

"آں؟" وہ گڑبڑا گئی۔ پھر ہنستے ہوئے بولی "تم باتوں میں بھی چکرا دیتی ہو۔ میں بھی جواباً کہہ سکتی ہوں کہ مجھے بیٹی سمجھتی ہو تو بیٹی کے ملک کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو واپس کر دو۔"

"آخر ہوئی نا وہی شرط والی بات؟ ابھی چھوٹی سی عمر میں اتنی مکّار ہو کہ ماں بنا کر کلیجا نوچ لیتی ہو۔ یہی انداز رہا تو آئندہ تجربات تمہاری مکّارانہ ذہانت کو اور چمکائیں گے۔ میری دعا ہے کہ تم

مقبول ناول نگار ایچ اقبال کی دو نئی کتابیں۔ ہر کتاب میں دو مکمل ناول

عمران سیریز
عجیب ہنگامے
ایک جلد میں
پانچواں کالم
صفحات: ۳۲۰۔ قیمت ۲۵/- روپے

پرمود سیریز
ریکارڈ کی چوری
ایک جلد میں
موت کا راستہ
صفحات: ۳۲۰۔ قیمت ۲۵/- روپے

ڈاک خرچ فی ناول ۱۰/- روپے ـــ دونوں ناول ایک ساتھ منگانے پر ڈاک خرچ ۱۰ روپے

کتابیات پبلی کیشنز ◎ پوسٹ بکس نمبر ۲۳ کراچی-۱

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

طبعی عمر تک سلامت رہو۔"

"میں تمہاری ممتا کے لئے دوا لے کر آئی ہوں اور تم دعاؤں سے مجھے بہلا رہی ہو۔"

"کیا پارس تمہاری قید میں رو رہا ہے؟"

"بالکل نہیں' پتھر کیا روئے گا۔"

"کیا وہ بیمار ہے؟"

"پوری طرح صحت مند ہے۔"

"کیا وہ پریشان ہے؟"

"ہرگز نہیں۔ وہ تو ایسے مطمئن ہے جیسے اپنے بیڈ روم ہو۔"

"جب وہ مطمئن ہے تو تم کیوں پریشان ہو۔ اسے اپنے پاس رکھو۔"

"کیا کہہ رہی ہو۔ اپنے بیٹے کو میری قید میں رکھنا چاہتی ہو؟"

"مرینا! مجھے تو یوں لگتا ہے کہ تم پارس کی قیدی بن گئی ہو۔ اس سے رہائی حاصل کرنے کے لئے میرے پاس آئی ہو۔"

سونیا کے اس نفسیاتی حملے نے اسے سوچنے سمجھنے پر مجبور کیا۔ ۔ وہ فوراً ہی سمجھ گئی بلکہ تسلیم کیا کہ وہ پارس کو اپنی زندگی سے دور کرنے ' دوسرے لفظوں میں اس سے نجات حاصل کرنے سونیا کے پاس آئی تھی۔

اس نے ڈھٹائی سے انکار کرتے ہوئے کہا "سونیا! تم خواہ مخواہ ماہرِ نفسیات بن کر اپنا اور میرا وقت ضائع کر رہی ہو۔"

"تم مجھے سونیا کہہ رہی ہو۔ اماں جان نہیں کہو گی؟"

"کان پکڑتی ہوں۔ تم سے کوئی رشتہ قائم کرنے کی کبھی حماقت نہیں کروں گی۔"

"یہ ہوئی دانائی کی بات۔ ایسے ہی تجربات تمہیں کندن بنائیں گے۔"

"میں دیکھ رہی ہوں کہ تم مجھے باتوں سے بہلا رہی ہو اور کام کی بات نہیں کر رہی ہو۔"

"کام کی بات ہو تو کروں۔"

"کیا پارس کے لئے تمہارا دل نہیں مچلتا ہے؟"

"جو پارس تمہاری قید میں ہے' اس کے لئے دل نہ دھڑکے گا' نہ مچلے گا۔ اب جاؤ۔"

اس نے سانس روک لی۔ مرینا دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ سونیا نے اچانک سانس روک کر مزید کچھ کہے سنے بغیر دماغ سے نکال کر اس کی توہین کی تھی۔ توہین تو اس بڑے کارنامے کی تھی جسے مرینا نے انجام دے کر سپر طاقتوں کو چونکا دیا تھا اور وہ کارنامہ تھا پارس کا اغوا اور تاریک کمرے کی قید۔ مگر سونیا نے اتنے زبردست کارنامہ کی ایسی کی تیسی کر دی تھی۔

مرینا پہلے تو ناگواری سے سونیا کے متعلق سوچتی رہی۔ پھر ایک دم سے چونک کر سیدھی بیٹھ گئی۔ سونیا کا آخری فقرہ تھا "جو پارس تمہاری قید میں ہے' اس کے لئے دل نہ دھڑکے گا' نہ مچلے گا۔"

اس کا مطلب یہ ہوا کہ مرینا کی قید میں وہ پارس نہیں ہے جس کے لئے سونیا کی ممتا تڑپتی ہے۔

وہ ایزی چیئر سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ دماغ میں سنسناہٹ سی ہو رہی تھی۔ یہ سوال گونج رہا تھا "کیا میں دھوکا کھا رہی ہوں؟ کیا میں نے ڈمی پارس کو قیدی بنا رکھا ہے؟"

فرہاد کی فیملی سے دشمنی رکھنے والے اچھی طرح جانتے تھے کہ بابا صاحب کے ادارے میں سونیا' پارس اور علی تیمور کے کئی ڈمی افراد موجود رہتے ہیں اور وقتِ ضرورت اصل کی جگہ نقل لے لیتے ہیں۔ وہ سوچ رہی تھی "کیا میرے ساتھ بھی یہی کھیل کھیلا گیا ہے؟"

وہ غور کرنے لگی۔ پچھلے دن اس نے خود اپنی آنکھوں سے پارس کو بنگلے سے نکلتے دیکھا تھا اور اس کا تعاقب کرتے ہوئے جگت آنٹی کے مکان تک پہنچی تھی۔ وہاں پینٹنگ گیسٹ کی حیثیت سے رہنے والے پارس نے ہی رات کو کمرے میں آکر اس کی تیمارداری کی تھی۔ ہو سکتا ہے اسی دوران کوئی گھپلا ہو گیا ہو۔ جب وہ اپنے باپ کے ذریعے کار بدل کر جگت آنٹی کے ہاں آئی تو اتنی دیر میں ڈمی نے اصل پارس کی جگہ لے لی ہو۔

اس نے پھر سونیا کے دماغ میں آکر کہا "میرے سامنے تمہاری مکاری نہیں چلے گی۔ میری قید میں اصلی پارس ہے۔ تم چاہتی ہو' میں تمہاری باتوں میں آکر اسے ڈمی سمجھ کر رہا کر دوں۔ وہ اصلی ہے اصلی۔"

"جب اصلی ہے تو میرے پاس کیوں آئی ہو؟"

"یہ بتانے کے لئے کہ میں نے اپنی آنکھوں سے پارس کو بنگلے سے نکلتے دیکھا' خود اس کا تعاقب کیا۔ تمام رات پینٹنگ گیسٹ بن کر اس کے ساتھ رہی۔"

"آگے نہ بولو۔ اس کے ساتھ رات گزارنے کی وجہ سے تمہاری پریشانیاں بڑھ گئی ہیں۔ تم یہ تسلیم کرتے ہوئے توہین محسوس کرتی ہو کہ پارس کے دھوکے میں کسی ایسے ویسے کی آغوش میں خود کو ہار گئی ہو۔"

"بے شک' میرا بدن کسی ایرے غیرے کے لئے نہیں ہے۔ ۔۔میں نے پارس کو اس لئے برداشت کر لیا کہ وہ فرہاد علی تیمور کا بیٹا ہے۔ میں کسی معمولی شخص پر تھوکنا بھی گوارا نہیں کروں گی۔ جوجو کی رہائش گاہ سے نکل کر میری قید میں آنے والا پارس ہے۔ اصلی پارس ہے۔"

"تم سے ایک زبردست غلطی ہوئی مرینا! جو پارس جوجو کے بنگلے سے نکلا تھا' تمہیں اس کا تعاقب نہیں کرنا چاہئے تھا۔ اگر تم صبر و تحمل سے اسی بنگلے کے قریب موجود رہتیں۔ یا جوجو کو تنہا سمجھ کر بنگلے میں داخل ہوتیں تو تمہیں وہاں اصلی پارس نظر آتا۔

پارس نے ابھی تک جوجو کا ساتھ نہیں چھوڑا ہے۔ وہ پیرس کے ایک ملٹری اسپتال میں اپنی جوجو کے ساتھ ہے۔ کیا اب سمجھ میں آیا کہ تم شروع ہی سے ڈمی کے پیچھے بھاگتی رہی ہو؟"

مرینا چند لمحوں تک سکتے میں رہی۔ جب یقین ہو گیا کہ وہ ایک ڈمی کو اپنا حسن اور شباب دے کر اپنے مقام سے گر گئی ہے تو غصے میں چیخ کر بولی "میں گولی ماردوں گی' اس ڈمی کو زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

"اپنے اس نامعقول فیصلے پر عمل کرنے سے پہلے یہ سن لو۔ جب ہم اپنی کسی ڈمی کو میدانِ عمل میں لاتے ہیں تو اس سے وعدہ کرتے ہیں کہ اسے بے موت مرنے نہیں دیں گے۔ تمام سپر طاقتیں اور یہودی تنظیم کے سربراہ آج تک ہماری کسی ڈمی کو نقصان نہیں پہنچا سکے۔ تم بھی اسے گولی نہیں مارو گی۔ یہ میرا حکم ہے۔"

"تمہیں یہ خوش فہمی کیوں ہے کہ میں حکم کی بندی بن جاؤں گی؟"

"اس لئے کہ تمہارا پیارا پیارا انکل' سابق جنرل ہماری قید میں ہے۔"

"یہ جھوٹ ہے۔"

"جنرل کے دماغ میں جا کر تصدیق کر لو۔"

اس نے ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کیا۔ اسی لمحے میں اپنے انکل کے پاس آئی' اس انکل کے پاس جسے وہ باپ سے زیادہ چاہتی تھی۔ اس کے پسینے کی جگہ خون بہا سکتی تھی کیونکہ جنرل کی محبت' شفقت اور توجہ نے اسے اتنے بلند مقام تک پہنچایا تھا۔ وہ ایک کال کوٹھری کے فرش پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہاں صرف زیرو پاور کے بلب کی روشنی تھی۔ اس نے تڑپ کر پوچھا "انکل! آپ کو کس نے قید کیا ہے؟"

"بیٹی کچھ اجنبی لوگ تھے۔ انہوں نے ساتھ چلنے کو کہا۔ میں ان کے ساتھ جانے لگا۔ راستے میں دماغی طور پر غائب ہو گیا۔ جب حاضر ہوا تو خود کو اس کال کوٹھری میں پایا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ مجھ سے کیا دشمنی ہے؟ ان میں سے ایک نے کہا۔ جب تک ہمارا ایک بندہ مرینا کی قید میں محفوظ ہے' تم سے کوئی دشمنی نہیں ہو گی۔ اگر ہمارے بندے کو دماغی نقصان پہنچے گا تو تمہارے دماغ میں بھی زلزلے پیدا ہوں گے' اگر اسے جانی نقصان پہنچا تو تمہیں گولی ماردی جائے گی۔"

"انکل! آپ فکر نہ کریں۔ آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

"یہ نقصان کیا کم ہے کہ میں اس عمر میں آرام دہ بستر چھوڑ کر کال کوٹھری کے ٹھنڈے فرش پر بیٹھا ہوں۔"

"میں آپ کو جلد ہی رہائی دلاؤں گی۔"

وہ پھر سونیا کے پاس آئی۔ پھر بولی "تم پکی چڑیل ہو۔ اپنی طرف آنے والی مصیبت کا توڑ کر لیتی ہو۔ بے شک میں تم سے بہت کچھ سیکھ رہی ہوں۔ میں نے مختصری مدت میں کامیابیاں ہی کامیابیاں حاصل کیں۔ آج پہلی بار تمہارے سامنے ہتھیار ڈال رہی ہوں۔ یہ شکست مجھے ہمیشہ یاد رہے گی اور جوابی شکست تم پر ادھار رہے گی۔"

"خدا کرے تمہارے حوصلے جوان رہیں۔"

"میں ابھی آدھے گھنٹے میں پارس کی ڈمی کو رہا کر دوں گی۔ اس آدھے گھنٹے میں تم میرے انکل کو آزاد کر دو۔"

سونیا نے کہا "سوری' تم پارس کی ڈمی کو جسمانی طور پر آزاد کرو گی۔ ذہنی طور پر وہ تمہارا غلام رہے گا۔ کیا تم چالاکی دکھانے سے باز نہیں آؤ گی؟"

"میں بھول گئی تھی کہ اسے ذہنی طور پر غلام بنایا ہے۔ ٹھیک ہے' میں اس کے دماغ میں جا کر اپنے ہی تنویمی عمل کا توڑ کروں گی۔"

"مجھے یقین ہونا چاہئے کہ تم نے پوری سچائی سے توڑ کیا ہے۔ ۔۔۔یہ یقین کرنے کے لئے سلمان واسطی خیال خوانی کے ذریعے پارس کے اندر موجود رہے گا۔"

وہ بولی "اس وقت لندن میں دوپہر کے دو بجے ہیں۔ میں ٹھیک تین بجے عمل کروں گی میری ایک درخواست ہے۔ جب تک ڈمی پارس عمل کے بعد تنویمی نیند سے بیدار ہو گا تب تک

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

چار چھ گھنٹے گزر جائیں گے اور تب تک میرے انکل کال کوٹھری کے ٹھنڈے فرش پر بیٹھے رہیں گے اس لئے......"

سونیا نے کہا "میں سمجھ گئی۔ تم پندرہ منٹ کے بعد انکل کے پاس جاؤ۔۔ وہ تمہیں نہایت آرام دہ کمرے میں ملیں گے۔"

مرینا شکریہ کہہ کر پھر اپنی جگہ حاضر ہوگئی۔ وہ دوسروں سے مختلف تھی۔ شکست کھا کر دل برداشتہ نہیں ہوئی تھی۔ ایک تو اس لئے غصہ نہیں آیا کہ اس نے کسی ایسی ویسی سے نہیں سونیا سے مات کھائی ہے' دوسرے یہ کہ سونیا سے پہلی ملاقات میں ہی زبردست تجربات حاصل ہوئے۔ صرف ایک بات پریشان کررہی تھی اور وہ یہ کہ اس نے سپر ماسٹر اور اعلیٰ حکام کے سامنے پارس کو قیدی بنانے کا دعویٰ کیا تھا اور اس کے بدلے اپنے نوجوانوں کو واپس لانے کا یقین دلایا تھا۔ اب ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی واپسی نہیں ہوگی۔ اس کے نتیجہ میں اپنے اعلیٰ حکام کے سامنے پوزیشن کمزور ہوجائے گی۔ اب اسے اپنی پوزیشن کو مستحکم کرنے کی فکر لاحق ہوگئی تھی۔

اس نے پندرہ منٹ سے پہلے ہی اپنے انکل کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ لوگ اسے کال کوٹھری سے نکال کرلے جارہے تھے۔ مرینا نے سوچا تھا' اگر انکل کو دماغی طور پر غائب رکھا گیا تو وہ خود انکل کے دماغ میں رہ کر دیکھتی رہے گی کہ اسے کہاں لے جایا جارہا ہے۔

مگر وہ لے جانے والے باباصاحب کے ادارے سے تعلق رکھتے تھے۔ چالاکی میں کسی سے کم نہیں تھے' وہاں امریکی باشندے بن کر زندگی گزار رہے تھے۔ انہوں نے جنرل کی آنکھوں پر پٹی باندھی اور مرینا کو مایوس کردیا۔ اب وہ انکل کی آنکھوں سے راستوں کو نہیں پہچان سکتی تھی۔ اسے لے جانے والے مستقل گونگے بن گئے تھے' باتیں نہیں کررہے تھے۔ مرینا کی کوئی کوشش کامیاب نہیں ہورہی تھی۔

ٹھیک پندرہ منٹ بعد آنکھوں سے پٹی کھل گئی۔ جنرل ایک آرام دہ بستر پر تھا۔ سرہانے کی میز پر کھانے کا سامان تھا۔ سردی سے بچنے کے لئے کمبل اور گرم کپڑے تھے۔ مرینا مطمئن ہوکر پھر دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔

اس نے سوچا تھا' اسے موقع ملے گا تو انکل کو سونیا کے آدمیوں سے چھین کرلے جائے گی۔ لیکن اس کے آدمیوں نے اسے مایوس کردیا۔ مایوسی تو پارس کی طرف سے بھی ہوئی تھی۔ یہ سوچ کر دل ڈوب رہا تھا کہ وہ پارس کی تنہائی میں نہیں گئی تھی۔ کوئی دوسرا ہی بہتی گنگا میں ہاتھ دھوچکا ہے۔

اتنی بڑی توہین اُس سے برداشت نہیں ہورہی تھی۔ پارس دشمن تھا۔ مگر تسلیم کررہی تھی کہ وہ ساری رات اپنا اپنا سا لگا اور اس کے بعد بھی اب تک اسے اپنی طرف کھینچ رہا تھا۔ آہ! پھر یہ ڈی کیوں مرنے چلا آیا؟

وہ غصہ نہیں دکھا سکتی تھی۔ ڈی کو گولی نہیں مار سکتی تھی۔ اس ڈی میں اس کے انکل کی جان تھی۔ ان حالات میں غصہ تھوک کر اپنے اوپر بیتی ہوئی آپ بیتی کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔

اس نے ذرا سنجیدگی سے ڈی کے متعلق سوچا۔ اس لئے بھی سوچا کہ وہ اس کی زندگی کا پہلا مرد تھا۔ وہ ہزار نفرت اور غصے کے باوجود اس کی آمدورفت کو جھٹلا نہیں سکتی تھی۔

جب وہ سنجیدگی سے سوچنے لگی تو وہ ڈی اسے پہاڑ لگا۔ کسی پہلو سے کمتر نہیں لگا۔ ایک لڑکی جو آرزوئیں کرتی ہے' وہ ان آرزوؤں سے بھی سوا تھا۔ اس کے ہر جذبے کی دوا تھا۔ وہ پارس نہیں تھا' مگر اس کی جوانی کا پارس پتھر بن گیا تھا۔

دل کہنے لگا' اسے اچھی طرح جانچنا پرکھنا چاہئے۔ جانے کیوں دل اسے اب بھی پارس کہہ رہا تھا۔ اور ذہانت کہہ رہی تھی' جب اس کی صورت پارس کی ہے.... آواز اور لہجہ' قدوقامت اور دل جیت لینے کا انداز سب ہی کچھ پارس جیسا ہے تو اسے اپنا پارس بنا کر ہی کیوں نہ رکھا جائے؟

یہ ایک نیا اور اچھوتا آئیڈیا تھا۔ جب وہ اپنا سب کچھ اسے سونپ چکی تھی تو پھر اسے گولی مارنا یا اپنی زندگی سے دور پھینک دینا سراسر حماقت ہوتی۔ اب وہ حماقت نہیں کرنا چاہتی تھی۔ یہ کھلونا لے کر بہل جانے والی بات نہیں تھی۔ وہ پارس نہ ہوتے ہوئے بھی ہر پہلو سے پارس تھا۔ اس دنیا میں کون سی بگڑی ہے جو بن نہیں جاتی۔ یہاں دوسرا دل مل جاتا ہے' دوا مل جاتی ہے' ایک نیا صنم مل جاتا ہے اور ڈھونڈنے والے کو تو خدا بھی مل جاتا ہے۔

مرینا یوں اٹھ کر کھڑی ہوگئی جیسے دل کا فیصلہ مان لیا ہو کہ آؤ چلو۔ لے آئیں گے بازار سے جاکر دل و جاں اور......

وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی' اس کمرے میں آئی جہاں ایک چور دروازہ تھا جو نظر نہیں آتا تھا۔ کیوں کہ آگے پیچھے دُہری دیواریں تھیں۔ ایک خفیہ سسٹم کے ذریعے ایک دیوار ایک طرف سرکتی تھی تو اس کی پچھلی دیوار میں وہ دروازہ دکھائی دیتا تھا۔

مرینا اس دروازے سے گزر کر ایک تنگ راہداری میں آئی۔ وہاں ایک زینے سے اتر کر تہ خانہ میں پہنچی۔ ایک بڑے سے ہال کے چاروں طرف آٹھ دروازے تھے۔ ان دروازوں کے پیچھے مختلف تاریک کمرے تھے' جہاں مختلف قیدی رکھے گئے تھے۔

مرینا نے ایک الماری کھول کر اس میں سے ایک بلب نکالا۔ پھر الماری بند کرکے ایک دروازے کے پاس آئی۔ خیال خوانی کے ذریعے پارس کے دماغ میں پہنچی۔ اُس نے اس پہلو سے سوچا تھا کہ پارس کے لب و لہجے کے ذریعے وہ اصلی پارس کے دماغ میں کیوں نہیں پہنچتی ہے؟ ڈی کے پاس کیسے پہنچ جاتی ہے؟

یہ بات صاف اور سیدھی سی تھی کہ پارس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے بزرگوں نے تنویمی عمل کے ذریعے اس کا لب و لہجہ بدل دیا اور اس کا اصلی لب ولہجہ ڈی کے دماغ میں نقش کردیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ڈی کے پاس چلی آتی ہے۔

وہ تاریک کمرے میں سو رہا تھا۔ مرینا نے اس کے خوابیدہ دماغ کو ہدایت دی کہ وہ گہری نیند میں ڈوبا رہے۔ اس کمرے میں کوئی بھی آئے' اندھیرے سے روشنی بھی ہو تو اس کی آنکھ نہ کھلے۔

اس کے بعد اس نے چابی سے دروازہ کھولا۔ تاریک کمرے میں داخل ہوکر دروازے کو اندر سے بند کیا۔ اب وہ خود جیسے ایک تاریک قبر میں تھی۔ وہ ہاتھ سے دیوار کو ٹٹول کر سوئچ بورڈ کے پاس آئی پھر دوسرے ہاتھ سے بلب لگا کر سوئچ آن کردیا۔ یکبارگی تاریکی چھٹ گئی۔ کمرے کی چار دیواری میں جیسے دن نکل آیا۔

وہ نگاہوں کے سامنے بستر پر سو رہا تھا۔ سر سے پاؤں تک پارس ہی پارس تھا۔ اسے روشنی میں دیکھتے ہی دل کی دھڑکنیں تیز ہوگئیں۔ اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ مسرور ہورہی ہے یا سرور میں آرہی ہے۔ شاید مسرور اس لئے تھی کہ وہ روشنی میں بالکل پارس تھا اور سرور اس لئے آرہا تھا کہ وہ تاریکی میں بھی وہی ہوتا تھا جو اب تک ہوچکا تھا۔ بدمعاش کہیں کا......

وہ دھڑکتے ہوئے سینے پر ہاتھ رکھ کر بستر کے پاس آئی۔ اسے غور سے دیکھنے لگی شاید کہیں سے وہ اپنا نہ لگے۔ اجنبی لگے تو وہ منہ پھیر کر چلی جائے لیکن دل جس طرف پھر گیا تھا' ادھر سے وہ منہ نہ پھیر سکی۔ اس پر جھک کر اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرنے لگی۔ اس کے چہرے کو جگہ جگہ سہلانے لگی۔ پھر اور قریب آکر اپنا چہرہ اس کے چہرے پر رکھ دیا۔ بلا سے وہ پارس نہ ہو' وہ جو بھی ہو' اس کی زندگی کا پہلا سکندر تھا اور آخری بھی یہی رہے گا۔

وہ تھوڑی دیر تک اسے دیکھ دیکھ کر اسے پوجتی رہی۔ گہری گہری سانسیں یوں لیتی رہی جیسے سانسوں کے ذریعے اسے اپنے اندر کھینچ رہی ہو۔ پھر وہ جذبوں سے بے حال ہوکر اٹھ گئی۔ دیوار کے پاس آکر سوئچ کو آف کیا۔ اچانک دن سے رات ہوگئی گہری تاریکی چھاگئی۔ اس نے اپنے اسکارف سے بلب کو پکڑا کیوں کہ وہ گرم ہوگیا تھا' بڑی دیر میں ٹھنڈا ہونے والا تھا۔

اس نے بلب کو اور دروازے کی چابی کو بستر کے گدے کے نیچے چھپادیا۔ اندھیرے میں راستہ ٹٹولتی ہوئی دوسرے پلنگ پر آئی۔ پھر وہاں بیٹھ کر اس کے خوابیدہ دماغ کو ہدایت دی کہ اب وہ رفتہ رفتہ بیدار ہوجائے۔

جب وہ نیند سے بیداری کی طرف آنے لگا تو وہ دماغ سے نکل آئی پھر ہولے ہولے سسکیاں لینے لگی۔ رونے کی آواز نکالنے لگی چند منٹ کے بعد پارس کے جماہی لینے کی آواز آئی پھر وہ چونک کر بولا "کون ہے؟ یہ کون رو رہا ہے؟"

وہ ہولے سے چیخ مار کر سہمے ہوئے انداز میں بولی "تم کون ہو؟... یہاں اور کتنے لوگ ہیں' میں تو خود کو تنہا سمجھ رہی تھی۔"

"اور میں اب تک تنہا تھا۔ اس اندھیرے میں پورے کمرے کو ٹٹول کر دیکھ چکا تھا' اس وقت تم نہیں تھیں۔ اب کہاں سے آگئی ہو؟"

"میں کیا بتاؤں؟ سوچتی ہوں تو پاگل سی ہوجاتی ہوں۔ میں ہائیڈ پارک کے ایک اوپن ریستوران میں کافی پی رہی تھی۔ دو گھونٹ پینے کے بعد مجھے اپنا ہوش نہیں رہا پتا نہیں کافی میں کوئی دوا حل کی گئی تھی یا کوئی طلسم تھا' میں اس تاریکی میں پہنچ گئی' نہیں کتنا وقت گزر چکا ہے۔ میری کلائی پر گھڑی ہے مگر وقت نہیں دیکھ سکتی' پلیز لائٹ آن کردو۔"

"یہاں لائٹ ہوتی تو میں اندھیرے میں نہیں رہتا۔"

"میں ہوش میں آنے کے بعد دیر تک چیختی رہی مجھے پلنگ سے نیچے پاؤں رکھتے ہوئے ڈر لگتا ہے' پتا نہیں یہ کیسی جگہ ہے۔"

"تمہیں ڈرنا نہیں چاہئے' یہ ایک صاف ستھرا کمرا ہے' پختہ فرش ہے ہم دونوں ہاتھوں سے راستہ ٹٹول کر اس کمرے کے جغرافیہ کو اور اٹیچڈ باتھ روم کو سمجھ سکتی ہو۔"

"نہیں مجھے ڈر لگتا ہے' پلیز مجھے حوصلہ دو کہ ہم جلد ہی اس اندھیرے سے نکل جائیں گے۔"

"ایک قیدی دوسرے قیدی کو جھوٹے دلاسے تو دے سکتا ہے سچا حوصلہ نہیں دے سکتا۔ کیا تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو؟"

"یہ کیا چیز ہے؟"

"تعجب ہے تم ٹیلی پیتھی کے بارے میں کچھ نہیں جانتیں؟"

"میں آئرلینڈ کے ایک بہت چھوٹے سے قصبے میں رہتی ہوں۔ وہاں... سنا کرتی تھی کہ انسان چاند پر پہنچ گیا ہے۔ مجھے لندن شہر دیکھنے کا بڑا شوق تھا' میں یہاں ممی ڈیڈی کے ساتھ آئی تھی" اتنا کہہ کر وہ رونے لگی۔ پارس نے پوچھا "ارے تم رو رہی ہو؟"

"اور کیا کروں۔ ممی اور ڈیڈی مجھے ڈھونڈ رہے ہوں گے میں اکیلی ہوں' کیا تم میرے پاس نہیں آسکتے؟"

"میں آرہا ہوں۔"

وہ راستہ ٹٹولتا ہوا دوسرے بستر پر آیا پھر بولا "تم کہاں ہو' اپنا ہاتھ بڑھاؤ۔"

دونوں نے ٹٹولتے ہوئے ایک دوسرے کا ہاتھ تھام لیا' پارس کا ایک ہاتھ اس کے بھرے بھرے بازو پر پہنچا' وہ بولا "اوہ! تم تو جوان ہو۔ رونے کی آواز سن کر میں تمہیں بچی سمجھ رہا تھا۔"

وہ پھر روتے ہوئے بولی "کیا جوان لڑکیاں مصیبت میں نہیں روتی ہیں؟"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"روتی ہیں' اب تو چپ ہو جاؤ میں آگیا ہوں۔"

وہ قریب ہو کر اس سے لگ کر بولی "مجھے ڈر لگ رہا ہے۔"

پارس تھوڑی دیر کے لئے تھم سا گیا' جم سا گیا۔ اسے کچھ محسوس ہو رہا تھا ماریہ نے اسے صرف زہر کا عادی نہیں بنایا تھا' سانپ کی فطرت یا اس کی سوجھ بوجھ کا انداز بھی دیا تھا۔ وہ سانپ کی طرح اپنے شکار کو پہچان لیتا تھا خواہ اندھیرے میں سونگھ کر یا چھو کر۔ مرینا کے بدن کے لمس نے اسے سوچنے پر مجبور کیا کہ وہ اچھوتی نہیں ہے۔ وہ پوری کی پوری اس کے ہاتھوں سے گزر چکی ہے۔

اس کی قربت' اس کا انداز اور اس کی ایک ایک ادا چغلی کھا رہی تھی کہ میں پیئنگ گیسٹ ہاؤس والی ہوں اور مرینا کو یہ یقین کامل تھا کہ اندھیرے میں پہچانی نہیں جائے گی۔ کیا خوب آنکھ مچولی تھی۔ پارس نے آنکھوں پر اندھیرے کی پٹی ہونے کے باوجود پہچان لیا تھا۔ مرینا کی آنکھوں پر اندھے جذبات کی پٹی بندھی ہوئی تھی۔ وہ سحرزدہ ہو کر سب کچھ بھول گئی تھی اور خوش فہمی میں مبتلا تھی کہ پارس کو بھی اوندھے منہ گرا لیا ہے۔

کافی وقت گزر گیا تب پارس نے پوچھا "تم کہاں ہو؟"

وہ سینے پر سر رکھ کر بولی "تمہارے پاس ہوں۔"

"کیا تاریکی میں ڈر نہیں لگ رہا ہے؟"

"نہیں' یوں لگ رہا تھا جیسے میرے چاروں طرف روشنی ہو گئی ہے۔ تم کیسے جادوگر ہو' اندھیرے کو میرے دماغ سے مٹا دیا تھا۔"

"تم نے آتے ہی دسترخوان بچھا دیا جیسے پرانی میزبانی ہو۔"

"ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔ تمہارے پاس آ کر یوں لگا جیسے ہائیڈ پارک کے ریستوران کی طرح پھر ہوش اڑ گئے ہوں۔"

"اب ہوش میں ہو۔ اپنا نام بتا دو۔"

"میرا نام ایلی ہے۔ پورا نام ایلزبتھ ہے۔"

"تم پورے ہوش و حواس میں نہیں ہو اس لئے اپنا نام بھول رہی ہو۔"

"بھلا کوئی اپنا نام بھی بھولتا ہے۔ اور تم تو یوں کہہ رہے ہو جیسے میرا کوئی دوسرا نام جانتے ہو۔"

"جانتا ہوں مرینا!"

وہ لیٹی ہوئی تھی ہڑبڑا کر اٹھنا چاہتی تھی پارس نے ایک بازو کے حصار میں اس کی گردن دبوچ لی' وہ اٹھ نہ سکی' رکی رکی سانسوں کے درمیان بولی "یہ کیا حرکت ہے؟ کیا یہی میرے پیار کا صلہ ہے؟"

"نام یاد آگیا؟"

"ہاں' چھوڑو مجھے۔"

"جب یاد آگیا ہے تو چھوڑ دیتا ہوں۔"

اس نے چھوڑ دیا۔ وہ گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے بولی "میں تمہیں حکم دیتی ہوں آنکھیں بند کر لو۔"

"تم جس حال میں بھی رہو' آنکھیں کھلی رکھنے سے فرق نہیں پڑے گا۔ آنکھیں بند کرنے کا مرحلہ گزر چکا ہے۔"

"یو شٹ اپ!"

وہ اس کے دماغ میں پہنچ گئی پھر بولی "آنکھیں بند کرو اور گہری نیند سو جاؤ۔"

اسے سلمان واسطی کی آواز سنائی دی "تم اسے سلا کر جانا چاہتی ہو تاکہ یہ باہر کا راستہ نہ معلوم کر سکے۔"

وہ بولی "تم؟ سلمان واسطی؟"

"ہاں' یاد دلانے آیا ہوں۔ تم نے ایک گھنٹے بعد ڈمی پارس کے دماغ میں اپنے تنویمی عمل کا توڑ کرنے کو کہا تھا' وہ ایک گھنٹا گزر چکا ہے۔"

وہ بولی "مجھے آدھے گھنٹے کی مہلت دو۔"

"سسٹر مہلت دے سکتی ہیں۔"

"کیا سونیا کو سسٹر کہتے ہو؟"

"ہاں' تمہیں بھی سسٹر کی عظمت اور برتری کو تسلیم کرنا چاہئے۔ انہیں احتراماً مادام کہہ سکتی ہو۔"

"اچھا سونیا کے دماغ میں چلو' میں ضروری باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

وہ سلمان کے ساتھ سونیا کے دماغ میں آئی پھر بولی "آج سے میں آپ کو احتراماً مادام کہا کروں گی۔"

"احترام بعد میں بھی کر سکتی ہو۔ پہلے ڈمی پر تنویمی عمل کا توڑ کرو۔"

"میں ابھی کرتی ہوں' ایک ضروری گزارش ہے؟"

"بڑے مہذب الفاظ استعمال کر رہی ہو۔ کرو گزارش؟"

"میں نے دھوکے میں آ کر... پارس کی ڈمی کو قیدی بنا لیا۔ لیکن ادھر تین گھنٹوں کے دوران یہ ڈمی میرے لئے بہت اہم ہو گیا ہے۔ میں نے اسے پارس سمجھ کر قبول کیا تھا مگر اب وہ جو کوئی بھی ہے میرے جسم و جاں کا مالک ہے۔"

"اوہ تو بات یہاں تک پہنچ گئی ہے۔"

"مادام! آپ عورت ہیں اور یہ تسلیم کریں گی کہ ایک عزت دار عورت اسی مرد کے ساتھ زندگی گزارتی ہے جو پہلی بار اس کی تنہائیوں میں آتا ہے۔"

"میں جانتی ہوں لیکن پارس کا رول ادا کرنے والا وہ ڈمی بہت ہی ذہین اور باصلاحیت ہے۔ ہمارے لئے اہم ہے۔"

"کیا تم اسے ایک عورت کی عزت سے اہم کہو گی؟"

"نہیں۔ اس معاملے میں تمہاری حمایت کروں گی لیکن یہ دانشمندانہ مشورہ دوں گی کہ محبوب کو غلام بنا کر نہیں رکھا جاتا۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

پہلے تنویمی عمل کا توڑ کرو۔ اسے خود آزادی سے سوچنے سمجھنے اور تمہارے متعلق فیصلہ کرنے دو۔ اگر وہ ڈمی تمہارے ساتھ زندگی گزارنا چاہے گا تو میں اسے تمہارے حوالے کردوں گی۔"

"اوہ سونیا! مم ـــــ میرا مطلب ہے مادام سونیا! تم واقعی گریٹ ہو۔ اب مجھے آدھے گھنٹے کی مہلت دو۔ میں ٹھیک پونے چار بجے تنویمی عمل کا توڑ کروں گی۔"

"میں تمہیں مہلت دیتی ہوں۔"

"ایک بات اور' وہ یہ کہ سلمان واسطی کو پونے چار بجے سے پہلے ڈمی کے پاس جانے کی اجازت نہ دیں۔"

"ٹھیک ہے سلمان ٹھیک اپنے وقت پر وہاں جائے گا۔"

وہ خوش ہو کر بولی "اے لاٹ آف تھینکس مادام۔"

وہ تاریک کمرے میں پارس کے پاس حاضر ہوگئی۔ اس نے پوچھا "کیا سوچ رہے ہو؟"

وہ بولا "شرمندہ ہوں' میں نے تمہارے ساتھ زیادتی کی۔"

"میں جانتی ہوں' زیادتی تم نے نہیں کی تھی۔ سلمان واسطی نے تمہیں ایسا کرنے پر مجبور کیا تھا۔ کیا تم اسے جانتے ہو؟"

"میں اپنے تمام خیال خوانی کرنے والوں کو جانتا ہوں۔ میرے یہ بزرگ وقتاً فوقتاً میرے دماغ میں آتے رہتے ہیں لیکن میری اجازت کے بغیر نہیں آتے۔ میں سانس روک لیا کرتا تھا۔ پتا نہیں میری دماغی توانائی کب بحال ہوگی۔"

"کیا تمہیں پتا ہے کہ تم پارس نہیں ہو؟"

وہ ہنس کر بولا "میں پارس نہیں ہوں تو اور کون ہوں؟"

"تم اس کی ڈمی ہو۔ بابا صاحب کے ادارے میں تم پر تنویمی عمل کے ذریعے یا شاید برین آپریشن کے ذریعے تمہاری پچھلی زندگی کی یادوں کو بھلا دیا گیا ہے۔ میں نے بھی تم پر تنویمی عمل کرکے تمہیں اپنا تابعدار بنایا ہے۔"

"تم نے مجھے تابعدار کیوں بنایا ہے؟"

"تاکہ تم ہرجائی نہ بنو۔ ایک ذرا انسانیت سے اور شرافت سے سوچ کر جواب دو کہ میرے جسم و جاں اور عزت کے مالک بن کر مجھے ٹھکرا دو گے؟"

"ہرگز نہیں۔ میں آخری سانس تک کبھی تم سے بے وفائی نہیں کروں گا۔ تم یہ کیوں سوچتی ہو کہ میں تمہیں ٹھکرا سکتا ہوں؟"

"مادام سونیا کا حکم ہے کہ میں تمہیں ان کے حوالے کردوں۔ انکار کروں گی تو وہ میرے انکل کو گولی ماردیں گی۔"

"مادام سونیا کون ہوتی ہیں ہمارے درمیان دیوار بننے والی؟"

"تم انہیں مادام نہیں مما کہتے ہو۔ تمہارے دماغ پہ میرے تنویمی عمل کا اثر ہے اس لئے اپنی مما کی مخالفت میں بول رہے ہو۔ ابھی میں اپنے عمل کا توڑ کروں گی تو تم میرے مخالف ہو جاؤ گے۔"

"ہرگز نہیں۔ میں تمہارا دیوانہ ہوں۔ اگر تمہیں اندیشہ ہے تو اپنے عمل کا توڑ نہ کرو۔"

"میرے انکل' مادام سونیا کی قید میں ہیں۔ میں توڑ نہیں کروں گی اور تمہیں مادام کے حوالے نہیں کروں گی تو انکل مجھے زندہ نہیں ملیں گے۔"

"کسی طرح مما سے میری بات کراؤ۔ میں ان سے صاف صاف کہہ دوں گا کہ میں تمہارے ساتھ زندگی گزارنا چاہتا ہوں' وہ انکل کو کسی شرط کے بغیر رہا کردیں۔"

"وہ تمہاری بات نہیں مانیں گی کیونکہ یہ سب کچھ تم میرے معمول کی حیثیت سے کہو گے۔"

"بڑی مشکل ہے۔ ایک بات بتاؤ۔ کیا تم مجھے دل و جاں سے چاہتی ہو؟"

"میں اپنی چاہت کیسے بیان کروں۔ تم نے کسی تنویمی عمل کے بغیر مجھے تسخیر کیا ہے۔ میں تمہاری معمولہ اور کنیز بن کر رہ گئی ہوں۔ تم میری عزت' میرا لباس ہو۔ مادام تمہیں چھین لیں گی تو میرا لباس اتر جائے گا۔ میں کبھی بے لباس رہنا پسند نہیں کروں گی۔"

"جب اتنی گہری چاہت ہے تو انکل کو مرجانے دو۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو؟"

"کسی ایک کی قربانی لازمی ہے۔ انکل کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دو۔ یا انہیں واپس لانے کے لئے مجھے مما کے حوالے کردو۔"

"تم نہیں جانتے انکل میری دنیا ہیں' میرا ایمان ہیں۔ انہوں نے مجھے عزت' شہرت' دولت اور برتری کے آسمان پر پہنچایا ہے۔ میں تمہارے لئے احسان فراموش بن جاؤں گی تو سوچو احسان فراموش کسی کے نہیں ہوتے۔ کبھی برے وقت میں تم سے بھی دھوکا کروں گی۔ اس وقت تمہیں کتنا صدمہ ہوگا؟"

"تم بہت اچھی اور سچی ہو۔ میں خوش نصیب ہوں کہ تمہاری بے انتہا محبت مل رہی ہے۔ تمہیں ہر حال میں انکل کو واپس لانا چاہئے۔ مجھے وقتی طور پر دور کردو۔ اگر ہماری محبت سچی ہے تو ہم جلد ہی دوبارہ ملیں گے۔"

مرینا وہاں سے اٹھ کر اندھیرے میں راستہ ٹٹولتی ہوئی دوسرے بستر کے پاس آئی۔ گدے کے نیچے سے بلب اور دروازے کی چابی نکالی۔ پھر پارس سے کہا "میرے پاس آؤ۔"

وہ بھی راستہ ٹٹولتا ہوا قریب آیا۔ مرینا نے اس کے ہاتھ میں چابی اور بلب دے کر دماغ پر پوری طرح قبضہ جمالیا۔ پارس نے اس کی مرضی کے مطابق دروازہ کھولا۔ اس کے ساتھ باہر آیا پھر دروازے کو لاک کیا۔ وہاں کی ایک الماری کھول کر اس کے اندر بلب کو رکھا۔ اس کے بعد وہاں سے چلتا ہوا زینے پر چڑھتا ہوا اور چور دروازے سے گزرتا ہوا اس محل نما عمارت سے باہر آیا۔ مرینا اس کے ساتھ چل رہی تھی۔ دونوں کار کی اگلی سیٹوں پر آکر بیٹھ گئے۔ پارس تاریک کمرے سے باہر آیا تھا۔ باہر بھی رات کا اندھیرا پھیل چکا تھا لیکن اسے خبر نہیں تھی کہ وہ قید خانے سے باہر آگیا ہے۔ ابھی وہ ٹیلی پیتھی کا قیدی تھا۔

اس نے کار اسٹارٹ کی۔ اسے ڈرائیو کرتا ہوا احاطے سے باہر آیا پھر ایک اسٹریٹ سے گزر کر شاہراہ پر تیز رفتاری سے کار چلانے لگا۔ پانچ منٹ کے بعد سلمان نے اس کے دماغ میں آکر پوچھا "مرینا! تم نے اس کے دماغ پر مکمل قبضہ جمایا ہوا ہے کیا تم میری سوچ کی لہروں کو سن سکتی ہو؟"

وہ پارس کی زبان سے بولی "ہاں اس کے ذریعے کار ڈرائیو کرنے کے لئے مکمل قبضہ ضروری ہے۔ ہم دس منٹ میں ایک ہوٹل تک پہنچیں گے۔ میں وہاں ایک کمرا کرائے پر حاصل کرکے اس پر کئے ہوئے عمل کا توڑ کروں گی۔"

"بہت چالاک ہو۔ تاریک قید خانے میں توڑ نہیں کیا۔ اگر کرتیں تو یہ ڈمی ہوش و حواس میں باہر آتا اور ہمیں اس تاریک قید خانے کا پتا چل جاتا۔"

"پلیز' ابھی باتیں نہ کرو۔ میری توجہ پارس کی ڈرائیونگ پر ہے کیا تم چاہتے ہو کہ حادثہ ہو جائے؟"

"خدا نہ کرے ایسا ہو۔ میں پندرہ منٹ بعد ہوٹل کے کمرے میں آؤں گا۔"

وہ چلا گیا۔ مرینا کو ایک نیا آئیڈیا مل گیا۔ حادثے کی بات کرتے ہی خیال آیا کہ پارس' حادثے میں زخمی ہو جائے اور کمزور ہو جائے تو ایسی حالت میں تنویمی عمل کا توڑ نہیں ہوگا۔ اس کے زخم بھرنے اور توانائی حاصل کرنے تک یہ سوچنے سمجھنے کا موقع مل جائے گا کہ وہ اسے قید خانے سے نکالنے کے بعد بھی کس طرح اپنا تابعدار بنا کر رکھ سکتی ہے۔

اس نے ایک جگہ گاڑی رکوادی پھر اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اس نے چونک کر آس پاس دیکھا پھر پوچھا "میں اس کار میں کیسے آگیا؟ یہ کون سی جگہ ہے؟"

"تم رابسن روڈ پر ہو۔ وہ سامنے دو ٹیکسیاں نظر آرہی ہیں۔ تم ایک ٹیکسی والے سے کہو' ڈولفن اسکوائر لے جائے۔ ڈولفن اسکوائر کے دائیں طرف ایک بی کلاس ہوٹل ہے وہاں ایک کمرا حاصل کرو۔ میں تھوڑی دیر بعد تمہارے پاس آؤں گی۔"

اس نے پارس کو کئی پونڈ کے نوٹ دیئے۔ وہ حکم کا بندہ بنا ہوا تھا۔ کار سے اتر کر چلا گیا۔ مرینا نے اسٹیرنگ سیٹ سنبھال لی۔ وہاں سے کار ڈرائیو کرتی ہوئی اپنے پرائیویٹ بنگلے کی طرف جانے لگی۔ وہ اس پہلو سے سوچ رہی تھی کہ سلمان اسے ڈمی پارس کے ساتھ ایک کار میں دیکھ چکا ہے۔ اگر اپنے آدمیوں کو تعاقب میں لگائے گا تو وہ ان کے چنگل میں پھنس جائے گی۔ یہ اس کی دانائی تھی۔ سلمان نے واقعی پارس کے ذریعے معلوم کیا تھا کہ وہ رابسن روڈ سے گزر رہا ہے۔ اس نے لندن میں مستقل رہنے والے اپنے خاص آدمیوں کو ادھر دوڑا دیا تھا۔ اس سے پہلے ہی مرینا نے راستہ بدل دیا تھا۔

اس نے بہت دور نکل آنے کے بعد سلمان واسطی کو مخاطب کیا۔ وہ بولا "میرے دماغ سے چلی جاؤ میں تمہارے دماغ میں آؤں گا۔"

"سوری میں بھی اپنے دماغ میں جگہ نہیں دوں گی۔ ضروری باتیں سننا چاہو تو مادام سونیا کے پاس آجاؤ۔"

وہ دونوں سونیا کے پاس آئے۔ مرینا نے کہا "میں نے ڈمی کو قید سے رہا کردیا ہے اور اسے ایک ہوٹل میں جانے کو کہا ہے۔"

سلمان نے پوچھا "ابھی تم اس کے ساتھ تھیں پھر اسے آزاد کیوں چھوڑ دیا؟"

"اس لئے کہ تم مجھے اس کے ساتھ کار میں سفر کرتے ہوئے دیکھ چکے تھے۔ اپنے آدمی میرے پیچھے لگا سکتے تھے اور شاید لگائے بھی ہوں۔ میں اپنے طور پر حفاظتی تدبیر پر عمل کر رہی ہوں۔"

"اگر پارس کو کوئی حادثہ پیش آیا تو؟"

"پارس بچہ نہیں ہے۔ اگر بچہ سمجھتے ہو تو اس کے دماغ میں رہو۔ وہ ہوٹل کے کمرے میں پہنچنے تک آزاد ہے۔ اس کے بعد

علامتوں کی شناخت کرکے اپنی زندگی سنوارنے کے رہنما اصول مرتب کریں

باخبری

قیمت ۱۵ روپے

ڈاک خرچ ۱۰ روپے

لاشعور میں دبے ہوئے خوف' احساسات اور محرکات کو بے نقاب کرنے والی عجیب و غریب کتاب

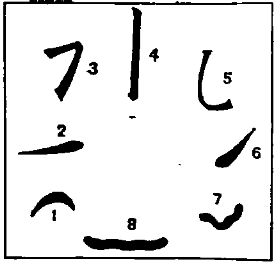

علامتوں کا انتخاب نہ صرف آپ کو صورتِ حال سے آگاہ کرے گا بلکہ یہ بھی بتائے گا کہ ان حالات میں معقول ترین راہِ عمل کیا ہوسکتی ہے۔

مکتبۂ نفسیات

پوسٹ بکس ۹۴۴۲ کراچی ۱۸

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

میں اس کے پاس جاکر تنویمی عمل کا توڑ کروں گی۔"

سونیا نے کہا "مرینا ٹھیک کہہ رہی ہے۔ جب وہ تاریک قید خانے سے باہر آچکا ہے تو سلمان تم بھی مرینا کے عمل کا توڑ کرسکتے ہو۔ میں تو مرینا سے اس لئے توڑ کرنے کو کہہ رہی تھی کہ وہ قیدی بنا ہوا تھا۔ ہمارے لئے اس ڈمی کی رہائی لازمی تھی اور وہ رہا ہو چکا ہے۔"

وہ بولی "مادام! اگر تم پہلے کہتیں کہ ڈمی کی رہائی کے بعد تمہارا کوئی خیال خوانی کرنے والا میرے عمل کا توڑ کرے گا تو میں اس کی رہائی میں اتنی دیر نہ کرتی۔ ایک جگہ میری بہت اہم مصروفیات ہیں۔ تمہاری مہربانی ہوگی' مجھے دوسری جگہ مصروف رہنے دو۔"

"بیشک تم جاؤ۔ مگر یہ سمجھ لو' جب تک ڈمی پارس تمہارے سحر سے نہیں نکلے گا' تمہارے انکل کو رہائی نہیں ملے گی۔"

"میں مطمئن ہوں کہ تم نے میرے انکل کو ایک آرام دہ کمرے میں نظر بند کیا ہے۔ میں تم پر اعتماد کرتے ہوئے ان کی رہائی کا انتظار کرتی رہوں گی۔"

وہ ایک جگہ کار روک کر خیال خوانی کررہی تھی۔ پھر اسے ڈرائیو کرتی ہوئی اپنے پرائیویٹ بنگلے میں آگئی۔ اب اس کے ہاتھ میں ایک چال آگئی تھی۔ جس وقت سلمان' پارس کے دماغ میں جاکر توڑ کرے گا' مرینا بھی اس کے اندر رہے گی' چپکے چپکے سلمان کے عمل کو ناکام بنائے گی اور اس خوش فہمی میں مبتلا رکھے گی کہ ڈمی کے دماغ سے مرینا کا تنویمی عمل ختم ہوچکا ہے۔

وہ ایک ایزی چیئر پر بیٹھ کر پارس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہاں سلمان پہلے سے پہنچا ہوا تھا اور تنویمی عمل کے ذریعے پارس کو ٹرانس میں لا رہا تھا۔ مرینا اس کے عمل کو خاموشی سے ناکام بناتی رہی۔ ادھر سلمان کو کامیابی کا یقین ہوتا رہا۔ اس نے عمل کے اختتام پر اسے تنویمی نیند سونے کے لئے چھوڑ دیا۔

پارس کے دماغ میں خاموشی چھاگئی تھی۔ مرینا نے سلمان کے اطمینان کے لئے اسے سونے کے لئے چھوڑ دیا۔ دس منٹ تک خاموشی رہی پھر سوچ کے ذریعے بولی "پارس! بیدار ہو جاؤ۔"

اس نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھول دیں پھر پوچھا "مرینا! تم میرے پاس ہو؟"

"ہاں تمہارے پاس ہوں۔ سلمان کی تسلی کے لئے تمہیں سلا دیا تھا۔"

"میری جان! تم نے توڑ ہونے نہیں دیا۔ میں نے بھی یہی سوچا تھا کہ کوئی بھی مجھ پر عمل کرے گا تو میں اسے دھوکا دوں گا۔ بظاہر معمول بن جاؤں گا۔ مگر تمہارے ہی سحر میں رہوں گا۔"

"اوہ پارس! میں بہت خوش ہوں۔ اب تم میرے ہی رہو گے۔ ہم عارضی طور پر جدا ہوں گے لیکن جب چاہیں گے ایک دوسرے کی آغوش میں چلے آئیں گے۔"

"انکل سلمان مجھے تین گھنٹے کی نیند سونے کے لئے چھوڑ گئے ہیں۔ لہٰذا تم مجھے سلا دو۔"

مرینا نے اسے سلا دیا۔ جب وہ گہری نیند میں ڈوب گیا تو وہ اپنی جگہ واپس آگئی۔ وہ بہت بڑی بازی ہارتے ہارتے جیت گئی تھی۔ اب ڈمی پارس جہاں بھی رہتا اس کے دماغ سے مرینا کو یہ معلوم ہوتا رہتا کہ سونیا' سلمان اور علی تیمور وغیرہ کہاں کہاں مصروف ہیں اور مرینا کے ملک کے خلاف کیا کچھ کررہے ہیں۔ وہ ڈمی کو پہلے آلۂ کار بعد میں یار سمجھتی تھی۔

وہ اپنی ذہانت اور حکمتِ عملی کی دھاک جما رہی تھی۔ اس سے بڑی کامیابی اور کیا ہوتی کہ سونیا کے مقابلے میں میدان مار رہی تھی۔ ڈمی پارس کو سونیا کے حوالے کرنے کے بعد بھی اسے اپنی مٹھی میں رکھنے والی تھی۔

یہ حقیقت ہے کہ حد سے زیادہ کامیابیاں آدمی کا دماغ خراب کردیتی ہیں' یا تو وہ مغرور ہوجاتا ہے یا پھر ہر بار کامیابی کا یقین کرتے ہوئے اپنے معاملات کو ہر پہلو سے جانچنا بھول جاتا ہے۔ مرینا بھی یہ بھول گئی تھی کہ سونیا سے پالا پڑا ہے۔

سونیا نے اپنی چالبازی سے اسے اچھی طرح یقین دلادیا تھا کہ اس کی قید میں اصلی پارس نہیں ہے بلکہ ڈمی ہے۔ یہ ایک نفسیاتی حملہ تھا۔ بلندی پر جانے والی عورت کسی معمولی شخص کو جیون ساتھی نہیں بناتی۔ مرینا کی ساری توجہ اس بات پر مرکوز ہوگئی کہ اس نے پارس کے دھوکے میں کسی چھوٹے آدمی کو اپنے جسم و جاں کا مالک بنا دیا ہے اور اس ڈمی کی اتنی ہی اہمیت ہے کہ وہ جنرل کے بدلے اسے واپس کردے تو ٹھیک ہے ورنہ اِدھر مرینا کے حکم سے ڈمی کو گولی ماری جائے گی' اُدھر مرینا کے انکل کو گولی ماردی جائے گی۔

مرینا نے اس کی چال میں آکر یہی سمجھا کہ قید میں اصلی پارس ہوتا تو اسے گولی مارنے کی بات نہ کی جاتی لہٰذا ایک ڈمی کی خاطر اپنے انکل کی موت کا سامان نہیں کرنا چاہئے۔

سونیا یہ بھی جانتی تھی کہ سلمان' پارس کے دماغ میں توڑ کرنے جائے گا تو مرینا اپنی چال چلے گی سلمان کے عمل کو ناکام بنائے گی۔ اس لئے سونیا نے مجھے بلایا تھا۔ میں نے کہا "تل ابیب میں بہت مصروف ہوں۔ کیا میری موجودگی ضروری ہے؟"

وہ بولی "میں بھی تل ابیب میں ہوں' ہماری کوئی بھی مصروفیت بیٹے سے زیادہ اہم نہیں ہوسکتی۔ سلمان پارس پر ناکام عمل کرے گا۔ تم خاموش تماشائی بن کر رہو گے کیونکہ وہاں مرینا یقیناً اپنی چال چل رہی ہوگی۔ جب تمہیں یقین ہوجائے کہ اس کا کھیل ختم ہوگیا ہے اور وہ چلی گئی ہے تو تم پارس کو اس کے سحر سے نکالو گے۔"

میں نے یہی کیا۔ جب مرینا پارس کو سلا کر چلی گئی تو میں نے دو گھنٹے تک انتظار کیا۔ پھر یقین ہوگیا کہ وہ مطمئن ہو کر گئی ہے تب میں نے اپنے بیٹے کو ٹرانس میں لے کر اسے پوری طرح معمول بنا کر مرینا کے تنویمی عمل کے متعلق پوچھتا گیا اور اس کے ذہن میں یہ باتیں نقش کرتا گیا کہ مرینا کا عمل دماغ سے مٹ چکا ہے۔ وہ اس کا معمول اور تابعدار نہیں رہے گا لیکن مرینا کی آمد پر وہ سانس نہیں روکے گا۔ اسے خوش فہمی میں مبتلا رکھے گا کہ بدستور اس کا تابعدار ہے۔

میں نے پارس کے دماغ کے ایک خانے کو مقفل کیا اور یہ ہدایت کی کہ اہم راز کی باتیں اس خانے میں مقفل رہیں گی اور مرینا کی سوچ کی لہریں وہاں تک نہیں پہنچیں گی۔ اس طرح وہ ڈمی پارس بن کر اسے دوستی کا یقین دلاتا رہے گا۔

مجھے تل ابیب میں دماغی طور پر حاضر رہنا تھا اس لئے میں سونیا کو اپنے کام کی رپورٹ دے کر چلا گیا۔ تین گھنٹے بعد مرینا پارس کے پاس آئی۔ وہ بیدار ہورہا تھا۔ اس نے سانس نہیں روکی کیونکہ دماغی توانائی بحال نہیں ہوئی تھی۔ اگر بحال ہوجاتی تب بھی میرے تنویمی عمل کے مطابق وہ مرینا کی آمد پر سانس نہ روکتا۔ وہ اس کے دماغ میں خاموش رہی' اسے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ سلمان داسطی کی آواز سنائی دی "ہیلو پارس! کیا کمزوری محسوس کررہے ہو؟"

وہ اٹھ کر بیٹھ گیا "جی نہیں' میں بالکل ٹھیک ہوں۔"

"سونیا نے کہا ہے' لندن چھوڑ دو۔ پیرس چلے آؤ۔"

"آپ ممّا سے کہہ دیں' میں اس وقت تک لندن سے نہیں جاؤں گا جب تک مجھے ٹریپ کرنے والی میری گرفت میں نہیں آئے گی۔"

"مرینا نے تمہاری پسلی میں گولی ماری تھی۔ تمہیں باقاعدہ علاج کرانا اور آرام کرنا چاہئے۔ تمہارا زخم کیسا ہے؟"

"گولی دو پسلیوں کے درمیان سے' اوپر کھال ادھیڑ کر گزر گئی تھی۔ ہڈیاں پسلیاں سلامت ہیں۔ معمولی سا زخم ہے۔ مرہم پٹی ہوئی تھی اور ایک بار ہوجائے گی۔ ممّا سے کہہ دیں میں بالکل ٹھیک ہوں۔"

"کیا تم مرینا سے متاثر ہو اور اس کی ذات میں کشش محسوس کرتے ہو؟"

"آپ لوگ میرے مزاج سے واقف ہیں' میں کسی سے متاثر نہیں ہوتا۔ ہائے مگر مرینا کیا چیز ہے؟ آپ انکل ہیں اس لئے آپ کے سامنے اس کے تجے نہیں کرسکوں گا۔"

"شیطان کہیں کے' کچھ نہ بولتے ہوئے بھی بول رہے ہو۔ مجھے صحیح طور پر بتاؤ کیا مرینا سے سحر زدہ ہو؟"

"دیکھئے آپ بزرگ ہو کر اندر کی بات پوچھ رہے ہیں۔"

"لاحول ولا قوۃ۔ باپ سیر تو بیٹا سوا سیر ہے۔ میں جا رہا ہوں' خدا حافظ۔"

پارس تھوڑی دیر چپ رہا۔ پھر سوچنے لگا "انکل وغیرہ اب خوش فہمی میں رہیں گے کہ میں مرینا کے سحر سے نکل گیا ہوں۔ کوئی میرے دل سے پوچھے' میں کبھی اس حسینہ کی گداز بانہوں سے آزاد ہونا پسند نہیں کروں گا۔ وہ میری ہے' میں اس کا رہوں گا۔ ویسے مرینا نے انکل سلمان کے عمل کو ناکام بنا کر خوب چکر چلایا ہے۔ بس ایک نقصان ہے کہ مرینا کے پاس آزادی سے نہیں جاسکوں گا۔ ورنہ راز کھل جائے گا کہ میں ابھی تک اس کا تابعدار ہوں۔"

مرینا خاموشی سے اس کی سوچ پڑھ رہی تھی اور خوش ہو رہی تھی۔ پھر وہ بولی "پارس! ہم زیادہ دیر جدا نہیں رہیں گے۔ جب تمہاری دماغی توانائی بحال ہوگی تو تمہارے بزرگ اجازت کے بغیر تمہارے دماغ میں نہیں آسکیں گے۔ اور یہ معلوم نہیں کرسکیں گے کہ تم چھپ کر میری بانہوں میں آگئے ہو۔"

"میں ابھی جاکر مرہم پٹی کراؤں گا اور جلد سے جلد توانائی حاصل کروں گا۔ تم ابھی میرے پاس رہو گی؟"

"میں تمہاری ممّا کے پاس جا رہی ہوں۔ تھوڑی دیر بعد آؤں گی۔"

وہ اس کے دماغ میں خاموش رہی۔ پارس اس کے حسن و شباب کے متعلق سوچ رہا تھا اور اس سے دوبارہ ملنے کی خواہش میں بے چین ہو رہا تھا۔ مرینا مطمئن اور خوش ہو کر چلی گئی۔ تب پارس کو دماغ کچھ ہلکا سا محسوس ہوا۔ وہ سمجھ گیا اب کوئی اس کے اندر نہیں ہے۔

گولی سے لگنے والا زخم معمولی تھا۔ وہ ایک آدھ روز میں دماغی توانائی حاصل کرلیتا۔ اس سے پہلے میں نے اس کے دماغ کو حساس بنا دیا تھا اسی لئے وہ سلمان اور مرینا کی آمد کو محسوس کرلیتا تھا اور میری ہدایت کے مطابق اس احساس کو دماغ کے اس خانے میں چھپا دیتا تھا جہاں مرینا نہیں پہنچ سکتی تھی۔

وہ سونیا کے پاس آکر بولی "میرے تنویمی عمل کا توڑ ہوچکا ہے۔ ...ڈمی پارس آزاد ہے۔ اب میرے انکل کو رہا کردو۔"

"تمہارے انکل کو رہائی مل جائے گی لیکن یہ بتاؤ تم نے میرے پاس آکر کیا سیکھا؟"

"بہت کچھ سیکھا ہے۔ تم کسی بھی مخالف کو زبردست شکنجے میں پھانس کر اس سے اپنی باتیں منوالیتی ہو۔"

"کیا تم نے وہ شکنجہ دیکھا ہے جو میرے پاس آکر بھی تمہیں دکھائی نہیں دیا؟"

مرینا چونک کر بولی "تم کیا کہنا چاہتی ہو؟"

سونیا نے کہا "اگر میں یہ تسلیم کرلیتی کہ تمہاری قید میں اصلی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

پارس ہے تو تم انکل کے بدلے بھی اسے واپس نہ کرتیں۔ تمہیں یہ پختہ یقین ہو تا کہ اصلی پارس کی سلامتی کے لئے میں تمہارے انکل کو نقصان نہیں پہنچاؤں گی۔"

"کیا تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ میں نے اصلی پارس کو تمہارے حوالے کردیا ہے؟"

"میں نے ڈمی کا شوشہ چھوڑ کر اپنے بیٹے کو تم سے آزادی دلائی ہے۔"

مرینا چند لمحے کے لئے سونیا کے دماغ سے نکل آئی۔ اس سے قہقہے ضبط نہیں ہو رہے تھے۔ وہ اپنے بیڈ روم میں حاضر ہو کر خوشی سے اچھل پڑی۔ اس کی تنہائیوں میں آنے والا کوئی ایرا غیرا نہیں تھا سچ مچ پارس تھا۔ اس نے پارس کو جیت لیا تھا اور اس کی دانست میں سونیا کے فرشتوں کو بھی یہ معلوم نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ اصل پارس اب تک اس کا معمول اور تابعدار ہے۔

وہ کھل کر قہقہے لگانے لگی۔ اس کے اندر سے بے اختیار قہقہے ابھر رہے تھے۔ آج تک کسی نے سونیا کو اس طرح الّو نہیں بنایا ہو گا جیسا کہ وہ اپنی دانست میں بنا چکی تھی۔ کیا زبردست چکر چلا تھا۔ سونیا کا دعویٰ تھا کہ وہ مرینا کو ڈمی کا فریب دے کر اصلی پارس کو قید سے نکال لائی ہے جبکہ اصلی پارس دماغی طور پر اب بھی مرینا کا قیدی تھا اور اس کے حسن و شباب کا مدح تھا۔ ایسی زبردست کامیابی پر کون خوش نہیں ہوتا۔ اس لئے وہ قہقہے لگا رہی تھی۔

بیچاری نے پہلی بار سونیا سے ٹکر لی تھی۔ اتنی جلدی اس کے ہتھکنڈوں کو سمجھ نہیں سکتی تھی۔ جب کبھی یہ بھید کھلے گا کہ پارس بظاہر اس کا معمول اور تابعدار بن کر اسے فریب دیتا رہا ہے' تب معلوم ہو گا کہ وہ سونیا کی نادانی پر نہیں خود اپنی شکست پر قہقہے لگاتی رہی ہے۔ تب وہ تسلیم کرے گی کہ سونیا وہ بلا ہے جو اوپر سے خوشیاں دے کر اندر سے جڑ کاٹ دیتی ہے۔

○☆○

سلطانہ مصروف تھی۔ سونیا کے دماغ میں رہ کر اس کی پلاننگ کو اچھی طرح سمجھ رہی تھی۔ اچانک خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ اس نے سونیا کے دماغ سے واپس آکر دیکھا سلمان اس پر جھکا ہوا کہہ رہا تھا "بھئی کب تک خیال خوانی کرتی رہو گی؟ کچھ میرا بھی خیال کرو۔"

وہ اسے پرے ہٹاتے ہوئے بولی "کیا کرتے ہو' میں مسٹر کے پاس سے اچانک چلی آئی ہوں۔ وہ کیا سوچتی ہوں گی؟"

"تم تو ایسے گھبرا اور شرما رہی ہو جیسے مسٹر ہمیں دیکھ رہی ہیں۔"

"وہ دیکھ لیتی ہیں' جو ہم نہیں دیکھ پاتے' جہاں ہم ٹیلی پیتھی کے ذریعے پہنچ نہیں پاتے' وہ پہنچ جاتی ہیں۔ ان سے کچھ کہے سنے بغیر چلی آئی ہوں' وہ سمجھ گئی ہوں گی۔"

"کیا سمجھ گئی ہوں گی؟"

"چھوڑو' مجھے جانے دو۔"

"یہ تو بتادو کتنی دیر تک انتظار کروں گا؟"

"ایک گھنٹے میں واپس آجاؤں گی۔"

وہ پھر خیال خوانی کی پرواز کرکے سونیا کے پاس آئی۔ اس نے پوچھا "اچانک کہاں چلی گئی تھیں؟"

"وہ..... ایک بلی نے الماری سے میرے بستر پر چھلانگ لگائی تھی۔ اس لئے..."

سونیا نے بات کاٹ کر کہا "اس لئے تم نے دماغی طور پر حاضر ہو کر دیکھا تو وہ بلی نہیں بلّا تھا۔"

"اوہ مسٹر! آپ بس یونہی چھیڑتی ہیں۔"

"میں چھیڑوں تو کوئی بات نہیں۔ وہ چھیڑے گا تو تم یہاں پوری توجہ سے میری پلاننگ پر عمل نہیں کرسکو گی۔ اس سے کہو ایک آدھ گھنٹے کے لئے دوسرے بیڈ روم میں جائے۔"

"میں نے سمجھا دیا ہے۔ یہ کروٹ بدل کر سو رہے ہیں۔"

"مچھلی کی پلیٹ سامنے ہو تو کیا بلّا آنکھیں بند کرلے گا؟ تم مجھے نہ سمجھاؤ میری بات سمجھو۔ ابھی تمہیں تنہا رہ کر پوری توجہ سے کام کرنا ہے۔"

"میں ابھی آتی ہوں۔"

سلطانہ نے دماغی طور پر حاضر ہو کر سلمان کو گھور کر دیکھا وہ بڑی دیر سے اس کے حسین چہرے کو تک رہا تھا۔ وہ غصے سے بولی "مسٹر نے اچھی طرح سمجھ لیا ہے کہ یہاں کیا ہو رہا ہے۔"

"بھئی میں تو خاموشی سے دیکھ رہا ہوں۔"

"کیا مصروفیت کے دوران یہ احساس نہیں ہوتا رہے گا کہ تم میرے پاس ہو اور مجھ پر بلّے کی طرح غرا رہے ہو۔ چلو اٹھو یہاں سے۔ دوسرے کمرے میں جاؤ۔"

"کیوں جاؤں۔ میں نے شادی کی ہے۔ بھگا کر نہیں لایا ہوں۔"

وہ بستر سے اٹھ گئی۔ تیزی سے چلتی ہوئی دوسرے بیڈ روم کے دروازے پر آئی پھر اسے کھولتے ہوئے بولی "مسٹر کا حکم ہے کہ میں مصروفیت ختم ہونے تک تنہا رہوں۔ اگر تم دروازے پر دستک بھی دو گے تو میں مسٹر سے شکایت کردوں گی۔"

اس نے دروازے کو اندر سے بند کیا۔ پھر بیڈ پر آکر آرام سے نیم دراز ہو کر سونیا کے پاس آگئی۔ سونیا نے ایک جگہ کار روک کر کہا "وہ سامنے مارتھا کا بنگلا ہے۔ میں اس کے احاطے میں جارہی ہوں۔ میرے پاس موجود رہو۔"

"یس مسٹر! اب نہیں جاؤں گی۔"

"وہ کار سے نکل کر محتاط انداز میں چلتی ہوئی بنگلے کے پچھلے ے میں آئی۔ مارتھا کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ آموختہ کے طور پر ضر ساز کریوں ہے کہ مارتھا گولڈن برینز کی دستِ راست تھی۔ ں کے لئے ایسے ایسے کام کرتی تھی جو بڑی اہمیت کے حامل تے تھے اور وہ بڑی رازداری سے کئے جاتے تھے۔

مارتھا کی طرح چار عورتیں اور چھ مرد ایسے تھے جو گولڈن یز کے دستِ راست کہلاتے تھے اور ان کے لئے نہایت اہم مات انجام دیتے تھے۔ ان اہم رازدار اور دستِ راست لانے والوں نے بھی کبھی کسی گولڈن برین کا اصلی چہرہ نہیں یکھا تھا اور نہ اصلی آواز سنی تھی۔ اس کے علاوہ گولڈن برینز ے متعلق وہ جو کچھ جانتے' اس کا ذکر اپنے باپ سے بھی نہیں رتے تھے۔

مارتھا اپنے شوہر سے اسی بات پر نالاں رہتی تھی کہ وہ بڑی بت سے اسے آغوش میں لے کر گولڈن برینز کے بارے میں پوچھتا تھا۔ مارتھا پیار کے جذبوں میں بہنے کے باوجود اس کی آغوش سے نکل جاتی تھی اور کہتی تھی "میں جذبات میں اندھی نہیں ہوتی۔ یہ کیڑا دماغ سے نکال دو کہ میں تمہارے بہلانے پھسلانے سے کسی گولڈن برین کا ذکر لے بیٹھوں گی۔"

اُس کے شوہر کا نام جان فراسٹ تھا۔ وہ دونوں اپنے چھ سالہ بیٹے روکی کے ساتھ خوش حال زندگی گزار رہے تھے۔ جان فراسٹ ملٹری انٹیلی جنس میں ایک جونیئر افسر تھا۔ مارتھا اپنے شوہر سے انٹیلی جنس کے شعبے کی بات نہیں پوچھتی تھی وہ نہ پوچھنے کے باوجود بتا دیا کرتا تھا اور کہتا تھا "ہم میاں بیوی کے درمیان کوئی راز نہیں رہنا چاہئے۔ میں اپنے بیٹے روکی کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ گولڈن برینز کے بارے میں جو کچھ تم بتاؤ گی' وہ میرے سینے میں ایک امانت کی طرح چھپا رہے گا۔"

لیکن وہ ضد کی پکی اور گولڈن برینز کی وفادار تھی۔ اپنے شوہر کو وارننگ دیتی تھی "تم ضد کرو گے یا مجھ پر جبر کرو گے تو میں گولڈن برینز سے شکایت کروں گی۔ وہ تمہیں جیل کی آہنی سلاخوں کے پیچھے پھینک دیں گے۔"

یہ وارننگ سن کر جان فراسٹ بڑبڑاتا تھا "بیوی اپنے شوہر کو جیل بھیجنے کی دھمکی دیتی ہے۔ کیا ایسی بیوی وفادار ہو سکتی ہے؟"

"بے وفا سمجھتے ہو تو طلاق دے دو۔ میں اپنے بیٹے کے ساتھ تنہا زندگی گزار لوں گی۔"

سلطانہ نے پیرس میں مارتھا کو ٹریپ کیا تھا اور اسے دماغی کمزوری میں مبتلا کرکے اپنی معمولہ بنالیا تھا۔ اس طرح معلوم ہوا تھا کہ مارتھا گولڈن برینز کی دستِ راست ہے۔ اور جان فراسٹ نامی شخص کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارتے ہوئے ایک بچے کی ماں بھی بن گئی ہے۔

شادی سے پہلے جان فراسٹ سے یہ طے پایا تھا کہ وہ میاں بیوی بننے کے بعد بھی ایک دوسرے کے شعبے بارے میں کوئی بات نہیں کریں گے اور کوئی کسی سے اس کے شعبے کا راز معلوم نہیں کرے گا۔ جان فراسٹ شادی کے بعد اپنے وعدے پر قائم نہیں رہا۔ وہ مختلف بہانوں سے گولڈن برینز کے متعلق کچھ نہ کچھ پوچھنے لگا۔ سلطانہ نے یہ بات سونیا کو بتائی۔ سونیا نے کہا "جان فراسٹ کی حرکتیں بتا رہی ہیں کہ وہ یہودی ہونے کے باوجود اسرائیلی حکومت کا وفادار نہیں ہے۔ کسی دوسرے ملک یا دوسری تنظیم کے لئے کام کر رہا ہے اور گولڈن برینز تک پہنچنے کے لئے اس نے مارتھا کو اپنی بیوی اور ایک بچے کی ماں بنایا ہے۔"

اب یہ معلوم کرنا تھا کہ جان فراسٹ کس ملک کے لئے کام کر رہا ہے اور یہ آسانی سے معلوم نہیں ہو سکتا تھا۔ مارتھا کی سوچ نے بتایا تھا کہ وہ یوگا کا ماہر ہے۔ ایسی صورت میں اس کے دماغ کو کمزور بنانا لازمی تھا۔ سونیا اسی مقصد کے لئے مارتھا کے بنگلے میں آئی تھی۔ بنگلے کے احاطے میں رات کو دو خونخوار کتے کھلے چھوڑ دیئے جاتے تھے۔ جس وقت سونیا احاطے میں پہنچی اس وقت کتے بندھے ہوئے تھے۔ مارتھا کو جان فراسٹ کا انتظار تھا۔ اس کے آنے کے بعد کتوں کی زنجیریں کھولی جاتی تھیں۔

سلطانہ نے کہا "مسٹر! میں مارتھا کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما رہی ہوں۔ آپ چلی آئیں۔"

سونیا پچھلا گیٹ کھول کر احاطے میں آئی۔ مارتھا بنگلے کے اندر تھی' آہستہ آہستہ چلتی ہوئی لان میں پہنچی۔ سونیا اس کے قریب آئی۔ مارتھا نے اپنا ایک ہاتھ آگے بڑھایا۔ سونیا نے اپنی انگلی سے وہ مخصوص انگوٹھی اتاری جس میں ایک میڈ یکیٹڈ ننھی سی سوئی پوشیدہ رہتی تھی۔ جو اپنے شکار کے بدن پر ہلکا سا دباؤ ڈالنے کے بعد باہر نکل کر پیوست ہوتی تھی اور شکار کو چشم زدن میں دماغی طور پر کمزور بنادیتی تھی۔

سونیا نے وہ انگوٹھی اتار کر مارتھا کو پہنادی۔ پھر وہاں سے چلتی ہوئی احاطے کے باہر آئی۔ اس کے بعد کار میں بیٹھ کر جانے لگی۔ ایک منٹ کے بعد سلطانہ آئی۔ سونیا نے پوچھا "کیا ہوا؟"

اس نے جواب دیا "مارتھا ایک ایزی چیئر پر آنکھیں بند کئے بیٹھی تھی۔ میں اس کے دماغ پر قبضہ جما کر لان میں لائی تھی۔ جب آپ نے انگوٹھی پہنادی تو میں اسے واپس لے گئی۔ اسی ایزی چیئر پر بٹھا کر اس کی آنکھیں بند کرادیں۔ دماغ کو آزاد چھوڑنے کے بعد اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ اسے یوں لگا جیسے تھوڑی دیر کے لئے غنودگی طاری ہو گئی تھی۔ اب وہ پھر لان میں آگئی ہے۔ جان فراسٹ کا انتظار کر رہی ہے۔"

"پھر تو تمہیں بھی انتظار کرنا ہو گا۔"

"جی ہاں' کروں گی۔ آپ کے پاس رہوں گی۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"انتظار طویل ہو تو وہ ناک میں دم کر دے گا۔"

"کون؟" پھر وہ مطلب سمجھ کر بولی "آپ بڑی وہ ہیں۔ آپ کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ سلمان بڑے صبر والے ہیں۔"

"تمہیں صبر کا پھل سمجھ کر چکھتے ہیں۔"

وہ دونوں ہنسنے لگیں۔ سونیا نے اپنی رہائش گاہ میں پہنچ کر کہا۔

"جاؤ اور مارتھا کی خبر لو۔"

وہ مارتھا کے پاس آئی۔ جان فراسٹ آگیا تھا۔ اگلے پچھلے گیٹ کو مقفل کرنے کے بعد کتوں کی زنجیریں کھولنے لگا تھا۔ مارتھا نے پوچھا "پہلے غسل کرو گے یا کچھ کھاؤ گے؟"

"اگر تم غسل کا بہانہ بن جاؤ تو غسل کر لوں گا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "بدمعاش کہیں کے۔"

وہ ہنستی ہوئی بیڈ روم میں جانے لگی۔ سلطانہ نے کہا "سسٹر! ہم بعض اوقات خیال خوانی کرتے ہوئے مشکل میں پڑ جاتے ہیں۔"

"اب کیا ہوا؟"

"ہوگا کیا؟ وہ دونوں خوابگاہ میں جا رہے ہیں۔ مجھے ایسے وقت بڑی کوفت ہوتی ہے۔ اور یہ مارتھا تو بڑی ہی بے شرم ہے۔"

"تمہیں اس کی بے شرمی سے کیا لینا ہے؟ موقع پاتے ہی اپنا کام کرو اور چلی آؤ۔ زیادہ باؤلی ہو رہی ہو تو ناک میں دم کرنے والے کو بلا لو۔"

وہ توبہ توبہ کرتی ہوئی سونیا کے دماغ سے بھاگی پھر مارتھا کے پاس آگئی۔ وہ جان فراسٹ کی گردن میں بانہیں ڈال کر کہہ رہی تھی "ہمارا بیٹا سو رہا ہے کہیں آنکھ نہ کھل جائے۔"

جان نے کہا "میں نے بیٹے کے کمرے کا دروازہ باہر سے بند کر دیا ہے۔ آنکھ کھلے گی تو وہ اچانک یہاں نہیں آسکے گا۔"

سلطانہ نے دیکھا۔ یہ اچھا موقع ہے۔ مارتھا گلے کا ہار بنی ہوئی تھی ایسی حالت میں اس کے دونوں ہاتھ جان فراسٹ کی پشت پر آگئے تھے۔ اس سے پہلے کہ بے حیائی آگے بڑھتی، سلطانہ اس کی انگوٹھی والی انگلی جان کی گردن پر لے آئی۔ گردن کی جلد پر انگوٹھی کا دباؤ ڈالا۔ اس کے ساتھ ہی ننھی سی سوئی نکل کر گردن میں پیوست ہو گئی۔

جان نے سسک کر کہا "آہ! یہ گردن میں..."

وہ آگے کہہ نہ سکا۔ کمزوری کے باعث زبان لڑکھڑا گئی۔ سر بری طرح چکرا رہا تھا۔ وہ مارتھا پر لد گیا۔ اس نے پوچھا "جان! آر یو آل رائٹ؟"

وہ کچھ نہیں بول رہا تھا۔ بستر قریب ہی تھا۔ مارتھا نے بڑی مشکل سے بستر تک اسے لا کر لٹایا۔ اس کی آنکھیں بند ہو رہی تھیں۔ وہ گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔ مارتھا نے کہا "میں ابھی ڈاکٹر کو بلاتی ہوں۔"

وہ تیزی سے چلتی ہوئی ڈرائنگ روم میں آئی۔ پھر جیسے ہی ٹیلیفون کا ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنا چاہا، سلطانہ نے اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ وہ چند سیکنڈ تک کان سے ریسیور لگائے کھڑی رہی پھر اس کے دماغ کو آزاد چھوڑتے ہوئے اس کی زبان سے کہا "شکریہ ڈاکٹر! آپ جلد آنے کی کوشش کریں۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر جان فراسٹ کے پاس آکر بولی۔ "ڈاکٹر بہت مصروف ہے۔ اس نے جلد ہی آنے کا وعدہ کیا ہے۔"

سلطانہ نے سلمان کے پاس آکر کہا "میرے دماغ میں آؤ۔ میرے ذریعے جان فراسٹ کے دماغ میں پہنچو اور اس کی پوری ہسٹری معلوم کر کے سسٹر کو بتاؤ۔ میں مارتھا کو کنٹرول کر رہی ہوں۔"

سلمان اس کے ذریعے جان کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پھر وہ چند سیکنڈ تک اس کی سوچ پڑھتے ہی حیرت سے اچھل پڑا۔ سونیا کے پاس آکر بولا "سسٹر! کمال ہو گیا ہے۔ وہ جان فراسٹ دراصل ان پانچ گولڈن برینز میں سے ایک ہے۔"

سونیا نے کہا "خدا کا شکر ہے تل ابیب پہنچتے ہی بہت بڑی کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ فرہاد کو فوراً بلاؤ۔"

سلمان نے میرے دماغ میں آکر کہا "آپ کی پیشی ہے۔ سسٹر کے پاس آئیں، فوراً ابھی۔"

میں سونیا کے پاس آیا۔ اس نے کہا "مارتھا کا شوہر جان فراسٹ دراصل ایک گولڈن برین ہے۔ اس کے دماغ کو کمزور بنایا گیا ہے۔ تم اس کے پاس جاؤ اور سلمان کو گائیڈ کرتے رہو کہ کس طرح اس گولڈن برین کو قابو میں رکھنا ہے۔"

سونیا ایسے وقت صرف مجھ پر بھروسا کرتی تھی۔ سلطانہ یا سلمان کی کسی بھول چوک سے اتنی بڑی کامیابی، ناکامی میں بدل سکتی تھی۔ میں سلمان کے ساتھ پہلے گولڈن برین کے برین میں پہنچا۔ وہ انتہائی کمزوری کے باوجود سوچ رہا تھا "کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے مجھے کمزور بنایا ہے۔ اور وہ ابھی میرے اصل کردار کو پڑھ رہا ہوگا۔"

اس نے دیدے گھما کر مارتھا کو دیکھا۔ وہ سات برس سے اس کے ساتھ ازدواجی زندگی گزار رہا تھا۔ چھ برس کا ایک بیٹا بھی تھا۔ آج تک اس نے بیوی کو اپنی حقیقت نہیں بتائی تھی۔ تاہم اسے دستِ راست بنا کر اس سے اہم کام لیتا تھا اور شوہر بن کر گولڈن برینز کے متعلق پوچھتا تھا۔ یہ یقین کرتا رہتا تھا کہ مارتھا وفادار ہے۔ کبھی گولڈن برینز کے متعلق کچھ نہیں بتائے گی۔

اب وہ مجبور ہو گیا تھا۔ مارتھا کے ذریعے ہی باقی گولڈن برینز کو پیش آنے والے خطرے سے آگاہ کر سکتا تھا۔ یہ سوچتے ہوئے اس نے دیدے گھما کر اسے دیکھا۔ وہ بولی "کچھ کہنا چاہتے ہو؟ بولو جان! کیا بات ہے؟"

میں نے اس کے اندر توانائی پیدا کی۔ وہ زبان سے بولنے کے قابل ہوا تو میں نے اس کی زبان سے اسی کے لہجے میں کہا۔ "ڈارلنگ مارتھا! پریشانی کی بات نہیں ہے۔ مجھے نیند آرہی ہے۔ اگر سو جاؤں تو صبح سے پہلے نہ جگانا۔"

وہ سر کو سہلاتے ہوئے بولی "ہاں، آرام سے سو کر اٹھو گے تو طبیعت بحال ہو جائے گی۔ سو جاؤ۔"

اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ میں نے سلمان سے پوچھا "تم باپ کب تک بنو گے؟"

وہ حیرانی سے بولا "یہاں اس سوال کی کیا تک ہے؟"

"موجودہ معاملے سے میرے سوال کا گہرا تعلق ہے۔ سونیا نے کہا ہے کہ میں تمہیں گائیڈ کرتا رہوں۔"

"آپ جیسا گائیڈ مجھے مہنگا پڑے گا۔ فرہاد بھائی! آپ کی باتیں پہلے تو سمجھ میں نہیں آتیں، بعد میں ہم میاں بیوی لڑ پڑتے ہیں۔"

"اگر تم چاہتے ہو کہ سلطانہ سے لڑائی نہ ہو اور میں تمہارے باپ بننے کے متعلق اس سے سوال نہ کروں تو تم میرے سوال کا جواب دے دو۔"

سلمان نے کہا "جل تُو جلال تُو آئی بلا کو ٹال تُو۔ آپ سے خدا بچائے، میں سسٹر کے پاس جا رہا ہوں۔"

اس نے سونیا کی طرف جانے کے لئے خیال خوانی کی پرواز کی میں نے سلطانہ کے پاس آکر کہا "فوراً سونیا کے پاس آؤ۔"

وہ فوراً وہاں آئی۔ میں بھی آگیا۔ سلمان سونیا سے کہہ رہا تھا "آپ نے مجھے فرہاد بھائی کے ساتھ کیوں لگایا ہے؟ وہ ہماری کھوپڑی گھما دیتے ہیں۔"

سونیا نے پوچھا "آخر بات کیا ہے؟"

سلمان سے پہلے میں بول پڑا "بات کچھ نہیں ہے۔ میں نے سلمان سے کہا کہ اس گولڈن برین نے آنکھیں بند کر لی ہیں تم اسے ٹیلی پیتھی کی لوری سنا کر سلا دو۔ اس پر یہ حضرت سلمان صاحب فرماتے ہیں کہ سلطانہ نے انہیں قسم دی ہے کہ یہ صرف اپنے ہونے والے بچے کو لوری سنائیں گے۔"

سلطانہ نے کہا "توبہ توبہ، سلمان میں نے کب قسم دی ہے؟"

وہ بولا "ارے یہ فرہاد بھائی اوّل درجے کے جھوٹے ہیں۔"

میں نے پوچھا "کیا یہ بھی جھوٹ ہے کہ تم نے اور سلطانہ نے ہونے والے بچے کی بات ہم سب سے چھپائی ہے؟"

وہ بولا "ہاں یہ بالکل جھوٹ ہے۔"

اس کی بات پوری ہوتے ہی سلطانہ نے بے اختیار 'اوک' کی آواز نکالی۔ صاف ظاہر تھا کہ ابکائی آرہی ہے۔ وہ فوراً ہی سونیا کے دماغ سے بھاگ گئی۔ سونیا نے حیرانی سے پوچھا۔ "سلمان، یہ کیا ہو رہا ہے؟"

"سسٹر! خدا کی قسم میں خود حیران ہوں۔ یہ فرہاد بھائی یا تو نمبری شیطان ہیں۔ یا پھر ولی اللہ ہیں۔ جس بات سے شوہر بے خبر تھا، وہ انہیں معلوم تھی۔"

میں نے کہا "میری ایک پیش گوئی اور سن لو۔ سلطانہ ماں بننے سے انکار کرے گی۔ تم سے بہانے کرے گی کہ اس کے پاؤں بھاری نہیں ہیں پھر تم سے چھپا کر بچے کو ضائع کرے گی۔"

"فرہاد بھائی! خدا کے لئے ایسی بھیانک باتیں نہ کریں۔"

"اب میں زبان بند رکھوں گا لیکن جو کہہ چکا ہوں وہ سچائی ضرور سامنے آئے گی۔"

وہ بولا "سسٹر! میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ چلا گیا۔ سونیا نے مجھ سے کہا "یہ کیا حرکتیں ہیں۔ خبطِ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

قسمت سے ایک گولڈن برین ہاتھ آیا ہے۔ تم لوگ وہاں موجود نہیں رہو گے تو وہ اپنے بچاؤ کی تدبیر کرلے گا۔ دوسرے گولڈن برینز کو خطرہ سے آگاہ کردے گا۔"

میں نے کہا "تمہیں مجھ پر بھروسا نہیں ہے تو یہ معاملہ میرے ہاتھوں میں کیوں دیا ہے؟ میں مطمئن ہو کر آیا ہوں' مارتھا اور گولڈن برین میری مٹھی سے نہیں نکلیں گے۔"

"یہ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ سلطانہ ماں بننے والی ہے؟"

"مجھے کیا معلوم ہوگا؟ یہ تو سلطانہ کو بھی معلوم نہیں ہے۔ اصل قصہ یہ ہے کہ سلطانہ نفاست پسند ہے۔ ذرا بھی گندگی ہو تو اسے کراہیت محسوس ہوتی ہے۔ میں چند سیکنڈ کے لئے سلمان کا لہجہ اختیار کرکے اس کے دماغ میں گیا اور یہ تصور پیش کیا کہ وہ ایک زندہ چھپکلی کو چبا رہی ہے۔ اس کے ساتھ ہی اسے ابکائی آنے لگی۔"

سونیا نے ہنستے ہوئے کہا "فرہاد! تم پکے شیطان ہو۔ اب وہ انکار کرے گی کہ ماں نہیں بن رہی ہے تو سلمان کو تمہاری پیشگوئی یاد آجائے گی اور وہ سلطانہ کا سچ تسلیم نہیں کرے گا۔"

وہ پھر ہنسنے لگی۔ میں گولڈن برین کے پاس چلا گیا۔ وہ کمزوری کے باعث سوگیا تھا۔ مارتھا ایک صوفے سے اٹھ کر اپنے شوہر کے پاس آئی اور اس کے پاس لیٹ گئی۔ میں نے آدھے منٹ کے اندر ہی اسے سلا دیا۔ پھر گولڈن برین کے پاس آکر اسے اپنا معمول بنانے کا عمل کرنے لگا۔

اس گولڈن برین کا اصل نام اسٹیفن روبن تھا۔ ویسے کسی بھی گولڈن برین کو اپنا اصلی نام استعمال کرنے کی کبھی ضرورت پیش نہیں آتی تھی۔ ان میں سے تین گولڈن برینز فرضی نام کے ساتھ عام حالات میں ازدواجی اور گھریلو زندگی گزار رہے تھے۔ وہ تینوں ایک دوسرے کا نام پتا اور فون نمبر جانتے تھے لیکن باقی دو گولڈن برینز بہت پراسرار تھے۔ نہ انہوں نے شادیاں کیں نہ بچے پیدا کئے تھے۔ انہوں نے تین گولڈن برینز کو اپنا نام' پتا اور فون نمبر نہیں بتایا تھا۔ جب اہم میٹنگ کی بات ہوتی تو وہ تینوں گولڈن برینز کو ان کے فون کے ذریعے یا ٹرانسمٹر پر کال کرتے تھے۔

گویا وہ دو پُراسرار گولڈن برینز اہم تھے۔ انہوں نے باقی تین کو منتخب کیا تھا اور انہیں گولڈن برینز کا عہدہ دیا تھا۔ میں نے جان فراسٹ کو پوری طرح اپنا معمول اور تابعدار بنا کر یہ معلومات حاصل کیں۔ ازدواجی گھریلو زندگی گزارنے والے بقیہ دو گولڈن برینز کے نام' پتے اور فون نمبر اور ٹرانسمٹر کی فریکوئنسی اور کوڈ ورڈز نوٹ کئے۔ ان کے بیوی بچوں کے متعلق تفصیلی معلومات حاصل کیں۔ پھر اسے حکم دیا "اسٹیفن روبن عرف جان فراسٹ! تم یہ بھول جاؤ گے کہ مارتھا نے تمہاری گردن میں سوئی چبھوئی تھی اور تم دماغی کمزوری میں مبتلا ہوگئے تھے۔"

اس نے معمول اور محکوم کی حیثیت سے کہا "میں میڈ یکیٹڈ سوئی اور دماغی کمزوری کے متعلق سب کچھ بھول جاؤں گا۔"

"تم کبھی شبہ نہیں کرو گے کہ تم پر تنویمی عمل کیا گیا ہے اور کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارے دماغ میں آتا جاتا ہے۔"

اس نے میری باتوں کو دُہرا کر ان پر قائم رہنے کا وعدہ کیا۔ میں نے کہا "میں تمہارا عامل ہوں۔ تم میری آواز اور لہجے کو اور سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرو گے۔ میں تمہاری سوچ کے ذریعے جو احکامات دوں گا ان کی تعمیل کرتے رہو گے۔"

میں نے آخر میں کہا "میں جب بھی ضروری سمجھوں گا تمہارے دماغ میں نئے سرے سے تنویمی عمل کروں گا اور تم راضی خوشی معمول بنو گے۔"

اس نے ہر وقت معمول بن کر رہنے کا وعدہ کیا۔ پھر میں نے اسے صبح تک تنویمی نیند سونے کے لئے چھوڑ دیا۔ سونیا کے پاس آکر تمام باتیں بتائیں۔ اس نے باقی دو گولڈن برینز کے نام پتے وغیرہ ذہن نشین کرنے کے بعد کہا "انشاءاللہ ہم دو پُراسرار گولڈن برینز کی حقیقت بھی معلوم کرلیں گے اور جن دو گولڈن برینز کی بیویاں ہیں' وہ عام گھریلو عورتیں ہیں۔ وہ نہ تو یوگا کی ماہر ہیں اور نہ ہی کسی سرکاری شعبے سے ان کا تعلق ہے۔ میں مارتھا کی طرح ان دو عورتوں کے ذریعے بھی ان کے شوہروں کو دماغی کمزوری میں مبتلا کراؤں گی۔"

"تم اپنے طور پر جو بھی کرو' مجھے جانے دو۔"

"جاؤ مگر لیلٰی کو میرے حوالے کرو۔ وہ ایک گولڈن برین کی بیوی کے پاس اعصابی کمزوری کی دوا پہنچائے گی۔ دوسری کے پاس میں پہنچاؤں گی۔"

"اس کا مطلب ہے وہ تمہارے ساتھ صبح تک مصروف رہے گی۔"

"صبح تک کیوں؟ اگر وہ دو چار روز میرے ساتھ رہے تو تمہاری بوڑھی جوانی اداس ہوجائے گی؟"

"یہ تو تم جل کر کہہ رہی ہو۔ ورنہ آئینہ دیکھو' تم بیس برس کی لگتی ہو۔ ابھی تک جوان ہو۔ پھر میں کیسے بوڑھا ہو سکتا ہوں؟ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ لیلٰی تمہارے پاس جائے اور تم میرے پاس آجاؤ؟"

"بکواس مت کرو۔ میں کئی بار سمجھا چکی ہوں' مجھ سے ایسی چھچھوری باتیں نہ کیا کرو۔ جاؤ یہاں سے۔ ورنہ سانس روک کر بھگاؤں گی تو اپنی توہین سمجھو گے۔"

"محبوبہ اپنے کوچے سے بھگائے تو اس میں بھی رومانس ہوتا ہے۔"

اس نے سانس روک لی۔ میں دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ لیلٰی کچن میں تھی۔ میں اس کے پاس آیا۔ وہ مجھے دیکھ کر مسکرانے لگی۔

...میں نے کہا "مجھے تمہارے ہاتھوں کا پکوان بہت پسند ہے مگر آئندہ کچھ روز تک تمہارے ہاتھوں کی لذت سے محروم رہوں گا۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ کیا مجھے چھوڑ کر کہیں جا رہے ہیں؟"

"میں نہیں تم جا رہی ہو۔ سونیا نے تمہیں بلایا ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "آپ نے مجھے ڈرا ہی دیا تھا۔ سسٹر تو اسی شہر میں ہیں۔ انہوں نے خیال خوانی کے ذریعے بلایا ہوگا۔"

"نہیں' وہ تمہیں کچھ روز اپنے ساتھ رکھنا چاہتی ہے۔"

لیلٰی اداس ہو کر مجھے تکنے لگی۔ میں نے کہا "تم جانتی ہو میں خود سر اور خود مختار ہو کر بھی سونیا کی بات نہیں ٹالتا۔ اس کی ہر بات کے پیچھے کوئی گہرا مقصد ہوتا ہے۔ ویسے تم میری خود سری دیکھنا چاہو تو میں تمہیں اس کے پاس بھیجنے سے انکار کردوں گا۔"

وہ جلدی سے بولی "نہیں' آپ انکار نہیں کریں گے۔ سسٹر ہماری تمام جدوجہد اور کامیابیوں کا سرچشمہ ہیں۔ ہم سب ان سے ذہانت اور حکمت کے نت نئے راستے معلوم کرتے ہیں۔ میں ابھی ان سے رابطہ کرتی ہوں۔"

"تم کھانے کی میز پر جاؤ اور سونیا سے باتیں کرو میں کھانا لا رہا ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ میں گرما گرم کھانے مختلف ڈشوں میں رکھنے لگا۔ ایسے ہی وقت سلمان میرے پاس آیا۔ پھر بولا "فرہاد بھائی! آپ نے درست کہا تھا۔ سلطانہ کہہ رہی ہے کہ وہ ماں بننے والی نہیں ہے۔ جبکہ ماں بننے کے تمام آثار نظر آرہے ہیں۔"

میں نے کہا "اس کا جھوٹ سچ معلوم ہوجائے گا۔ تم اسے کسی لیڈی ڈاکٹر کے پاس لے جاکر معائنہ کراؤ۔"

"میں نے سلطانہ کو یہ مشورہ دیا تھا لیکن وہ بہانے کر رہی ہے۔ کہتی ہے کمزوری محسوس کر رہی ہے۔ ابھی بنگلے سے باہر نہیں جائے گی۔"

میں نے پوچھا "جب ماں نہیں بن رہی ہے تو کمزوری کیسی؟"

"یہی تو میں اس سے کہتا ہوں۔ جواب میں وہ جھگڑا کرتی ہے۔ کہتی ہے کہ اگر میں اس پر بھروسا نہیں کرتا ہوں تو اسے اس کے حال پر چھوڑ کر چلا جاؤں۔"

میں نے کہا "سلمان! ایسی حالت میں عورت کچھ چڑچڑی اور بدمزاج ہوجاتی ہے۔"

"میں چاہتا ہوں آپ لیلٰی کو اس کے پاس بھیج دیں۔ وہ بہن کو سمجھائے گی۔"

"لیلٰی ابھی سونیا کے پاس مصروف ہے۔ بہتر ہے تم سلطانہ کو سونیا کے پاس جانے کو کہو' وہاں تینوں عورتیں کسی اچھے نتیجے پر پہنچیں گی۔"

وہ چلا گیا۔ میں نے لیلٰی کے سامنے میز پر کھانے کی ڈشیں لا کر رکھیں پھر کہا "کھاتی بھی رہو ورنہ گرم کھانے کا مزہ نہیں آئے گا۔"

وہ ایک منٹ بعد دماغی طور پر حاضر ہوئی۔ پھر بولی "ابھی آتی ہوں' سلمان بہت بڑی خوشخبری سنا رہے ہیں۔ سلطانہ ماں بننے والی ہے۔"

وہ پھر سونیا کے پاس گئی۔ میں نے کھانا شروع کیا۔ یہ جانتا تھا کہ تھوڑی دیر بعد کیا ہونے والا ہے۔ ادھر سونیا کہہ رہی تھی۔ "سلمان! تم میاں بیوی پہلے کئی بار فرہاد کی باتوں میں آکر بیوقوف بن چکے ہو۔ پھر بھی تمہیں عقل نہیں آئی؟"

وہ بولا "کیا آپ یہ کہنا چاہتی ہیں کہ فرہاد بھائی مجھے... بیوقوف بنا رہے ہیں؟"

"ہاں' سلطانہ سچ کہہ رہی ہے۔ وہ ماں بننے والی نہیں ہے۔"

لیلٰی نے کہا "سسٹر! آپ نے مجھے مایوس کردیا ہے۔"

سونیا نے کہا "تمہارا وہ شیطان میاں ایسی حرکتیں کرتا ہے جو سلمان اور سلطانہ کی سمجھ میں نہیں آتیں۔ وہ سلمان کا لہجہ اختیار کرکے سلطانہ کے دماغ میں گیا تھا اور اس کے تصور میں یہ منظر پیش کیا کہ وہ ایک زندہ چھپکلی چبا رہی ہے۔ اس تصور کے ساتھ ہی اسے ابکائی آنے لگی اور تم نے سمجھ لیا کہ وہ تمہیں اپنے ایک بچے کا باپ بنا رہی ہے۔"

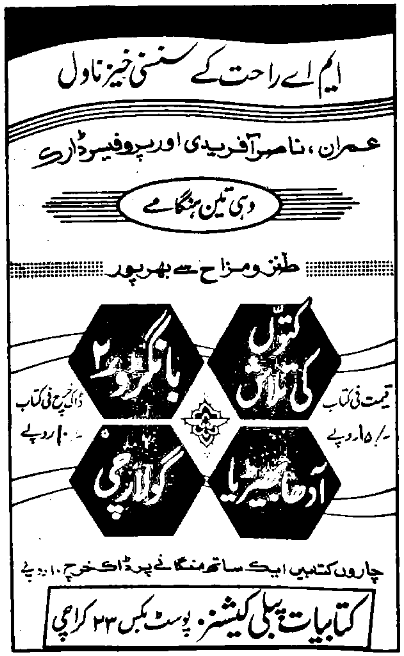

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

لیلیٰ نے فوراً ہی دماغی طور پر حاضر ہو کر مجھے گھورتے ہوئے کہا "آپ ان بیچاروں کو کیوں پریشان کرتے رہتے ہیں؟"

میں نے کہا "ایک میری سالی ہے۔ دوسرا ہم زلف ہے' میرا ان سے مذاق کا رشتہ ہے۔ تم ان سے پوچھو' وہ بار بار بے وقوف کیوں بنتے ہیں؟ ان کی ذہانت کہاں چلی جاتی ہے؟"

سلمان نے میرے پاس آ کر کہا "فرہاد بھائی! آپ نے مجھے سسٹر کے سامنے شرمندہ کیا ہے۔ اب آپ ہوشیار رہیں۔ میں آپ سے ایسا انتقام لوں گا کہ آپ بری طرح احمق بن کر ہم میاں بیوی کے سامنے شرمندہ ہو جائیں گے۔"

میں نے لیلیٰ کو سنانے کے لئے زبان سے کہا "سلمان! یہ تو کوئی چیلنج کرنے کا طریقہ نہیں ہے۔ تم لیلیٰ کو مجھ سے جدا کیوں کرو گے؟ انتقام مجھ سے لو۔ لیلیٰ نے تمہارا کیا بگاڑا ہے؟"

لیلیٰ نے چونک کر پوچھا "کیا ہوا؟ کیا آپ کے پاس سلمان ہیں؟ میرے پاس سلطانہ آئی ہے۔ یہ بھی مجھے غصہ دکھا رہی ہے۔ کہتی ہے' سالی بہنوئی کا رشتہ نہیں رکھے گی۔ یہ بھی آپ سے انتقام لینے کی دھمکی دے رہی ہے۔"

"یہ تو وہی بات ہوئی' الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔ یہ دونوں اپنی ذہانت کو بیچ کر حماقت کو نہیں سمجھ رہے ہیں کیونکہ اپنی حماقت کو سمجھنے کے لئے بھی تھوڑی ذہانت کی ضرورت ہوتی ہے۔"

سلمان نے لیلیٰ کے پاس جا کر کہا "خدا کی قسم میں نے تم میاں بیوی کو جدا کرنے کی دھمکی نہیں دی ہے۔ فرہاد بھائی تم سے جھوٹ بول رہے ہیں۔"

سلطانہ نے کہا "میں کان پکڑتی ہوں' توبہ کرتی ہوں۔ خدا سے دعا مانگتی ہوں' ایسا بہنوئی کسی سالی کو نہ ملے۔ لیلیٰ ہم دونوں بہنیں ایک دوسرے کی جان ہیں۔ میں کبھی ... تمہارے خلاف سوچ بھی نہیں سکتی۔ ابھی غصے میں فرہاد بھائی کو دھمکی دے رہی تھی۔"

لیلیٰ نے مجھ سے پوچھا "کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ میاں بیوی کو لڑانے والا مذاق نہ کریں۔"

میں نے جواب دیا "اب تو مذاق کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ۔تمہاری بہن نے مجھ سے سالی بہنوئی کا رشتہ ختم کر دیا ہے۔"

میری بات ختم ہوتے ہی سلطانہ میرے دماغ میں آئی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی "فرہاد بھائی! مجھے معاف کر دیں۔ میں نے غصے میں رشتہ ختم کرنے کو کہا تھا۔ آپ میری لیلیٰ کی جان ہیں۔ ...کیا میں اپنی بہن کی جان ختم کر سکتی ہوں؟"

"تم اپنی بہن کے پاس جا کر آنسو بہاؤ۔"

میں نے سانس روک لی۔ چند سیکنڈ کے بعد لیلیٰ نے کہا "یہ سلطانہ میرے پاس آ کر رو رہی ہے۔ پلیز آپ اسے معاف کر دیں۔"

میں نے کہا "میں تمہارے ذریعے سلمان اور سلطانہ سے کہہ رہا ہوں۔ میں نے کبھی احمقوں سے دوستی یا رشتے داری نہیں کی۔ تمہاری وجہ سے یہ دونوں میرے رشتے دار بن گئے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ میں مذاق کے بہانے ان دونوں کی ذہانت کو آزماتا ہوں۔ سُپر ماسٹر بن کر ذہانت کا ثبوت دینا آسان ہے کیونکہ سلمان نے دشمنوں سے نمٹنے کی باقاعدہ تربیت حاصل کی ہے۔ لیکن شوہر بن کر بیوی سے نمٹنے کا وقت آئے تو ذہانت دھری کی دھری رہ جاتی ہے۔ یہ میاں بیوی ایک نہیں' تین بار احمق بن چکے ہیں۔ ان سے کہہ دو' یہ آئندہ مجھ سے کوئی تعلق نہ رکھیں۔"

لیلیٰ نے پریشان ہو کر کہا "یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ خدا کے لئے آپ اتنے سنجیدہ نہ ہوں۔ آپ کی سنجیدگی سے ڈر لگتا ہے۔"

"میں نے پوری سنجیدگی سے فیصلہ سنایا ہے۔ ان دونوں سے کہو' اگر کچھ کہنا سننا ہے تو سونیا کے پاس جائیں۔"

"پلیز' آپ ایسی بے مروّتی نہ دکھائیں۔"

میں نے ڈانٹ کر کہا "یوشٹ اَپ' تمہیں بہن سے محبت ہے تو جاؤ۔ تم بھی چلی جاؤ۔ میں احمق کی سفارش کرنے والے کو بدترین احمق سمجھتا ہوں۔"

لیلیٰ نے سر کو جھکا لیا۔ میں نے پہلی بار اسے ڈانٹا تھا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ رومال سے آنسو پونچھتی ہوئی بولی۔ "میرے مجازی خدا کا حکم سر آنکھوں پر۔ تم دونوں جاؤ۔ ہماری ملاقات سسٹر کے پاس ہوا کرے گی۔"

وہ دونوں شاید چلے گئے۔ لیلیٰ منہ پھیر کر رونے لگی۔ میں نے پوچھا "کون مر گیا ہے؟"

وہ روتے ہوئے بولی "خدا کے لئے ایسی بات نہ کریں۔ میں نے آپ کے حکم کی تعمیل کی ہے۔ اخلاق اور تہذیب کو نظر انداز کر کے بہن اور بہنوئی کو گھر سے نکال دیا ہے۔ آپ چشم زدن میں رشتہ توڑ دیتے ہیں۔ میں اتنی سنگدل نہیں ہوں۔"

"لیلیٰ! اگر رونا جائز ہو تو تمہارے آنسو میرے دل میں گریں گے لیکن ابھی تم اپنی بہن کی طرح حماقت کا ثبوت دے رہی ہو۔ اگر ذہانت کو سمجھنا چاہتی ہو تو فوراً سونیا کے پاس جاؤ۔ میں حکم دیتا ہوں' فوراً جاؤ۔"

وہ بڑی فرمانبردار تھی۔ روتے روتے چلی گئی۔ یہ بات موٹی عقل سے بھی سمجھی جا سکتی تھی کہ سلمان اور سلطانہ ابھی سونیا کے پاس ہوں گے اور مجھ جیسے زندہ دل کے اچانک غصہ کرنے اور رشتہ توڑنے کی باتیں اسے بتا رہے ہوں گے۔

ایسے وقت لیلیٰ بھی سونیا کے پاس پہنچ گئی۔ اس کے پیچھے میں بھی چلا آیا۔ چپ چاپ ان کی باتیں سننے لگا۔ سونیا نے کہا۔ "سلمان! وہ گولڈن برین جو ہمارے ہاتھ لگ گیا ہے' اس پر تم تنویمی عمل کر سکتے تھے لیکن میں نے فرہاد کو بلا کر کہا کہ وہ گولڈن برین کو

...میں رکھے اور تمہیں گائیڈ کرے۔"

سلمان نے کہا "جی ہاں مد آپ نے ایسا کہا تھا۔ مجھے ...ساس ہوا تھا کہ آپ کو میری ذہانت پر پورا بھروسا نہیں ہے۔ ...ید مجھ سے کچھ غلطیاں ہو رہی ہیں۔"

"اور وہ غلطیاں تمہاری سمجھ میں نہیں آ رہی ہیں۔"

"ابھی تھوڑی دیر پہلے فرہاد بھائی کی ایک بات نے چونکا دیا ...سُپر ماسٹر بن کر ذہانت کا ثبوت دینا آسان ہے لیکن شوہر بن کر ...ی پوری ذہانت سے کام لینے کے قابل نہیں رہتا۔ یہ بات یوں ...ھ میں آئی کہ انہوں نے تین بار ہم میاں بیوی کو احمق بنایا اور ...بن گیا۔ میں سلطانہ کو اتنا چاہتا ہوں کہ میری چاہت کم پڑ جاتی ...ہے۔ میں اس کے معاملے میں جذباتی ہو جاتا ہوں اور ایک بے ...ر ذہین آدمی کسی معاملے میں جذباتی ہو تو عقل سے کام لینا بھول ...تا ہے۔"

"تم نے اپنے متعلق صحیح تجزیہ کیا ہے۔ میں نے اسی لئے ...ولڈن برین کے معاملے میں تم پر بھروسا نہیں کیا۔ جو میں سوچتی ...وں وہی فرہاد سوچتا ہے۔ جو فرہاد سمجھتا ہے وہی میں سمجھتی ہوں۔ ...میں اچھی طرح سمجھ گئی تھی کہ تم گولڈن برین پر تنویمی عمل کرو ...گے اور ایسے وقت کوئی دشمن سلطانہ کو تمہارے لئے مسئلہ ...بنادے گا تو تم گولڈن برین کے سلسلے میں پوری طرح اپنا فرض ادا ...نہیں کر سکو گے۔"

"سسٹر! ایسی بات بھی نہیں ہے۔ میں ہر حال میں اپنا فرض ...ادا کرتا ہوں۔"

"ابھی فرہاد نے ثابت کر دیا ہے کہ تم فرض سے غافل ...ہو گئے تھے۔ میں نے تمہیں فرہاد کے ساتھ گولڈن برین کے پاس ...رہنے کو کہا تھا مگر تم اس جھگڑے میں پڑ گئے کہ سلطانہ ماں بننے ...کے پہلے ہی مرحلے میں ماں بننے سے کیوں انکار کر رہی ہے۔ کیا تم ...نے پلٹ کر ایک بار بھی مجھ سے یا فرہاد سے پوچھا ہے کہ گولڈن ...برین کس حال میں ہے؟ اس پر تنویمی عمل ہو چکا ہے یا نہیں؟ اگر ...ہو چکا ہے تو اس کے ذریعے ہم باقی گولڈن برینز تک پہنچ سکتے ہیں یا ...نہیں؟"

سلمان پر چند لمحوں کے لئے سکتہ سا طاری ہو گیا پھر وہ بولا۔ ...او خدایا! واقعی میں سلطانہ کے معاملے میں اب تک گولڈن ...برین کو بھولا ہوا تھا۔ انسان اپنی برداشت سے زیادہ کھائے تو ...پیٹ خراب ہوتا ہے اور برداشت سے زیادہ عشق کرے تو دماغ ...خراب ہوتا ہے۔ ہر چیز کی زیادتی خراب ہوتی ہے۔ میں آئندہ ...اعتدال کی راہ اختیار کروں گا۔ سلطانہ کی محبت نہ کبھی کم ہو نہ ...کبھی زیادہ ہو۔ اور یہ محبت' خواہشات کے پیٹ سے پیدا نہ ہو' ...بلکہ عقل کے حساب سے ہو تو ذہانت بحال رہے گی۔"

سلطانہ نے کہا "سسٹر! دراصل ہم نے اچھی خاصی عمر گزار دینے کے بعد شادی کی۔ ہمیں ایک دوسرے سے برسوں کی گمشدہ مسرتیں ملنے لگیں۔ ان مسرتوں کے ہجوم میں ہم نے عقل کا دامن چھوڑ دیا تھا۔ فرہاد بھائی کی ناراضگی اور غصہ اب سمجھ میں آ رہا ہے۔ انہوں نے ڈانٹ کر ہمیں بھگا دیا۔ اگر کان پکڑ کر ہماری پٹائی کرتے تو ہمیں اور زیادہ عقل آ جاتی۔"

"چلو جتنی عقل آئی' اتنی ہی بہت ہے۔"

"پلیز' آپ فرہاد بھائی سے کہیں کہ وہ ہمیں معاف کر دیں۔"

سلمان نے کہا "نہیں سلطانہ! معافی مانگنے سے بات نہیں بنے گی۔ فرہاد بھائی ہمیں پہلے کی طرح ذہین اور حاضر دماغ دیکھنا چاہتے ہیں۔ جب ہم ان کے معیار پر پورے اتریں گے تو وہ خوش ہو کر ہمیں معاف کر دیں گے۔"

سلطانہ نے اس بات کی تائید کی۔ لیلیٰ نے دماغی طور پر حاضر ہو کر مجھے دیکھا' اپنی جگہ سے اٹھی پھر تیزی سے چلتی ہوئی آ کر میرے قدموں سے لپٹ گئی۔ میں نے پوچھا "اب کیا ہوا؟"

وہ میرے گھٹنے پر سر رکھ کر بولی "آپ ناقابلِ فہم ہیں۔ بڑی دیر بعد سمجھ میں آتے ہیں' وہ بھی پوری طرح نہیں۔ میں غلطی پر تھی۔ آپ نے اچھا کیا جو میرے آنسو نہیں پونچھے۔ پلیز مجھے معاف کر دیں۔"

میں اس پر جھک کر اپنے ہونٹوں سے آنسو پونچھنے لگا۔ گلابی چہرے پر آنسو یوں لگ رہے تھے جیسے شبنم کے موتی پھسل رہے ہوں۔ میں نے کہا "دل نہیں چاہتا کہ تم مجھے چھوڑ کر جاؤ۔"

"میرا دل کب مانتا ہے۔ سسٹر کے پاس جا کر بھی دھیان آپ کی طرف لگا رہے گا۔"

"سونیا سے پوچھو کیا' دونوں گولڈن برینز کو ابھی ٹریپ کرنا ضروری ہے۔ یہ کام صبح بھی ہو سکتا ہے۔"

"میں نہیں پوچھوں گی۔ مجھے شرم آئے گی۔ وہ کچھ اور سمجھیں گی۔"

میں سونیا کے پاس آیا وہ سلطانہ سے کہہ رہی تھی "مارتھا کے پاس جاؤ۔ اس کے خوابیدہ دماغ میں یہ بات نقش کر دو کہ اس کا شوہر جان فراسٹ اعصابی اور دماغی کمزوری میں مبتلا نہیں ہوا تھا۔"

سونیا ایک چھوٹی سی بات کو بھی اہمیت دیتی تھی۔ اگر دوسری صبح مارتھا کو یاد آتا کہ پچھلی رات اس کا شوہر جسمانی اور دماغی کمزوری میں مبتلا ہوا تھا تو وہ شبہ کرتی کہ کوئی خیال خوانی کرنے والا ان میاں بیوی کو ٹریپ کر رہا ہے۔

سلطانہ نے پوچھا "کیا مارتھا کی انگلی سے آپ کی میڈ یکیٹڈ انگوٹھی اتار لوں؟"

"ہاں' اسے نیند کی حالت میں چلا کر الماری کے پاس لے جاؤ اور اس کے ہاتھوں سے الماری کے کسی حصے میں وہ انگوٹھی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

چھپا دو۔ اس کام سے فارغ ہو کر میرے پاس آؤ۔ ہم دوسرے اور تیسرے گولڈن برین تک پہنچنے کی کوشش کریں گے۔"

"میں ابھی آتی ہوں۔"

وہ مارتھا کے پاس چلی گئی۔ میں نے کہا "سونیا! اتنی محنت کرو گی تو تمہاری صحت پر برا اثر پڑے گا۔ تمہیں وقت پر سونا جاگنا اور کھانا پینا چاہئے۔"

"یہ تمہیں میری صحت کی فکر کیوں ہو گئی؟"

"کیا میں تمہاری بھلائی سوچ بھی نہیں سکتا؟"

"تم اپنی بھلائی سوچ رہے ہو۔"

"تم ہمیشہ مجھے غلط سمجھتی ہو۔ میری بھلائی تو یوں بھی ہو رہی ہے کہ اب تم لیلیٰ کو اپنے پاس نہیں بلاؤ گی۔ کیونکہ سلطانہ کو تم نے بلایا ہے۔"

"مجھے افسوس ہے کہ تمہاری امیدوں پر پانی پھیر رہی ہوں۔ سلطانہ میرے دماغ میں رہے گی کیونکہ وہ ہزاروں میل دور پیرس میں ہے۔ لیلیٰ تل ابیب میں ہے اس لئے بہ نفس نفیس میرے ساتھ رہے گی۔ اس سے کہو' وہ ایک گھنٹے بعد ٹھیک بارہ بج کر تیس منٹ پر شلوم میئرنادر کے سامنے رہے۔ ہم چہرے بدلنے کے باعث ایک دوسرے کو نہیں پہچان سکیں گے۔ اس لئے وہی کوڈورڈز ادا کئے جائیں جو میرے دماغ میں آ کر کہے جاتے ہیں۔"

"میں اسے شلوم میئرنادر کے سامنے پہنچا دوں گا۔"

"اچھا جاؤ۔ اب میری نہیں اپنی بھلائی کے لئے سر پیٹتے رہو۔"

"تمہاری جیسی مردوں سے دور رہنے والی عورتیں بڑی شریف اور پارسا بن کر ہمارے راستے کی دیوار بن جاتی ہیں۔ لاشعوری طور پر ہم سے جلتی اور حسد کرتی ہیں۔ میں بڑی ناگواری سے تمہیں ہُش کہتا ہوں۔ ہُش...."

وہ ہنسنے لگی۔ میں لیلیٰ کے پاس حاضر ہو گیا۔ پھر گھڑی دیکھتے ہوئے کہا "تمہیں بارہ بج کر تیس منٹ پر شلوم میئرنادر کے سامنے ہونا چاہئے۔ سونیا وہاں آئے گی اور تمہیں لے جائے گی۔"

ہم کھانے کی میز سے اٹھ کر ایک صوفے پر آ گئے۔ وہ میرے شانے پر سر رکھ کر بولی "میں جاؤں گی تو آپ تنہا رہ جائیں گے۔"

"تمہارا خیال ستائے تو مجھے کیا کرنا چاہئے؟"

"میں جو کہوں گی آپ اس پر عمل کریں گے؟"

"ضرور کروں گا۔"

"آپ دماغ کو ہدایت دے کر سو جائیں۔ اس طرح آپ میرے لئے بے چین نہیں رہیں گے۔ جو بھی خیال خوانی ہو' وہ صبح کریں۔"

وہ چپ ہو کر خلا میں تکنے لگی۔ پھر بولی "سلطانہ آئی تھی' سسٹر مجھے بلا رہی ہیں۔"

وہ میرے پاس بیٹھے بیٹھے سونیا کے پاس پہنچ گئی۔ سونیا نے کہا "میں نے دوسرے گولڈن برین کے گھر فون کیا تھا۔ فون کے جواب میں دوسری طرف سے آواز سن کر سلطانہ وہاں پہنچ گئی ہے۔ ...اب میں تیسرے کے گھر فون کر رہی ہوں۔ تم دوسری طرف کی آواز سن کر جاؤ اور اس گھر کے افراد کی پوری تفصیل معلوم کرو۔ اگر دوسری طرف سے کسی مرد کی آواز سنائی دے تو اس کے دماغ میں نہ جانا۔ وہ یوگا کا ماہر تیسرا گولڈن برین ہو سکتا ہے۔"

اس نے لیلیٰ کو تمام باتیں سمجھانے کے بعد ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کئے۔ ڈائلنگ کے بعد ذرا انتظار کرنا پڑا۔ دوسری طرف کے فون کا بزر بول رہا تھا مگر کوئی ریسیور نہیں اٹھا رہا تھا۔ رات کے بارہ بجنے والے تھے۔ سب لوگ سو رہے ہوں گے۔ آدھے منٹ کے بعد ایک عورت نے ریسیور اٹھا کر پوچھا "ہیلو کون ہے؟"

سونیا نے پوچھا "تم کون ہو؟"

وہ بولی "تم نے فون کیا ہے اصولاً تمہیں بتانا چاہئے کہ کون ہو اور آدھی رات کو کس لئے فون کیا ہے؟"

"میں اس نمبر پر ہر رات بارہ بجے فون کرتی ہوں' مجھے ہمیشہ ایک مرد کی آواز سنائی دیتی ہے۔ شاید رانگ نمبر لگ گیا ہے۔"

سونیا نے ریسیور رکھ دیا۔ لیلیٰ نے کہا "میں اس عورت کے پاس جا رہی ہوں۔"

لیلیٰ نے وہاں پہنچ کر دیکھا۔ وہ عورت جاگ رہی تھی حالانکہ آدھی رات ہو چکی تھی۔ اس کے ساتھ ہی صوفے پر اس کا شوہر گولڈن برین بیٹھا ہوا تھا اور توقع کے خلاف اور گولڈن برینز کے اصولوں کے خلاف شراب کے نشے میں تھا۔ سامنے سینٹر ٹیبل پر شراب کی بوتل اور ایک بھرا ہوا گلاس رکھا تھا۔ اس کی بیوی کہہ رہی تھی "ایک تو تم دیر سے گھر آئے' اس پر پینے بیٹھ گئے۔ اب بس کرو۔ نشے میں تمہیں سنبھالنا مشکل ہو جاتا ہے۔"

وہ بولا "میں نشے میں نہیں ہوں۔"

"دنیا کا ہر شرابی یہی کہتا ہے۔"

"میں دوسروں جیسا نہیں ہوں۔"

اس نے گلاس اٹھا کر دو چار گھونٹ پئے پھر کہا "میں کوئی عام سا آدمی نہیں ہوں۔ میرے سینے میں بے شمار راز دفن ہیں مگر میں روز پیتا ہوں اور ایک بھی راز کی بات زبان پر نہیں لاتا۔ کیا یہ اس بات کا ثبوت نہیں ہے کہ میں نشہ کرتے ہوئے بھی ہوش میں رہتا ہوں۔"

"تم روز یہی دعوے کرتے ہو اور روز وہی راز بیان کر دیتے ہو جو تمہارے سینے میں دفن رہتا ہے۔"

"غلط! کیا میں نے کبھی بتایا کہ میرا اصل نام پیٹرایوان ہے؟ اور میں پانچ میں سے ایک گولڈن برین ہوں۔"

"ٹھیک ہے تم نے کبھی نہیں بتایا۔ آج بھی نہیں بتا رہے ہو

...ر کل بھی نہیں بتاؤ گے۔ فار گاڈ سیک! اب پینا بند کرو۔"

وہ اس کے ہاتھ سے وِسکی کا گلاس لینا چاہتی تھی۔ اس ...نے بیوی کے ہاتھ پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا "ادب سے بات کرو۔ ...یا تم نہیں جانتیں کہ ایک گولڈن برین اس ملک کے اعلیٰ حکام ...ے زیادہ با اختیار اور برتر ہوتا ہے۔ وہ جب چاہے حکمرانوں کو ...دیل کر سکتا ہے۔ میرا ادب کرو' ورنہ میں بیوی تبدیل کر دوں گا۔"

اسی وقت کال بیل کی آواز سنائی دی۔ اس کی وائف نے ...ا "اتنی رات کو کون آیا ہے؟"

وہ صوفے سے اٹھ کر اس کمرے سے چلتی ہوئی ایک ...ریڈور میں آئی۔ ایسے ہی وقت فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ اس ...ے حلق سے چیخ نکل گئی۔ فائرنگ کے ذریعے بیرونی دروازے کے ...ل کو توڑا گیا تھا۔ پھر مسلح افراد دندناتے ہوئے اندر گھس آئے۔ ...مسز ایوان سہم کر ایک دیوار سے لگ کر بولی "کون ہو؟ کیا ...چاہتے ہو؟"

ایک نے غرا کر پوچھا "تمہارا شوہر کہاں ہے؟"

"تم لوگوں کو میرے آدمی سے کیا دشمنی ہے؟"

"یو شٹ اپ!" ایک نے اسے طمانچہ مارا۔ پھر اسے دھکا ...ے کر بولا "کم آن' اپنے آدمی کے پاس لے چلو۔ ہری اپ۔"

لیلیٰ نے چند لمحوں کے لئے حاضر ہو کر مجھ سے کہا "دوسرے ...گولڈن برین کے ہاں کچھ مسلح افراد گھس آئے ہیں۔ گولڈن برین ...نشے میں ہے۔ آپ اس کے دماغ میں جا سکتے ہیں' میرے ساتھ ...چلیں۔"

میں لیلیٰ کے دماغ میں رہ کر اس عورت مسز ایوان کے دماغ ...میں پہنچا۔ وہ مسلح افراد سے مار کھاتی ہوئی اپنے شوہر کے پاس آ گئی ...تھی۔ گولڈن برین پیٹرایوان ہاتھ میں وِسکی کا گلاس لے کر اٹھ

گیا۔ ڈگمگاتے ہوئے بولا "گدھو! الو کے پٹھو! تمہیں گولڈن برین کے گھر میں داخل ہونے کی جرات کیسے ہوئی؟"

جواب میں ایک زبردست گھونسا اس کی ناک پر پڑا۔ ہاتھ سے گلاس چھوٹ گیا۔ وہ چکرا کر گر پڑا۔ تین مسلح افراد اس کمرے کے تمام گوشوں کو' چھت کے پنکھوں اور فانوس وغیرہ کو متلاشی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ پھر ایک نے اپنے ٹیم لیڈر سے کہا "سر! ہم نے جو خفیہ مائک اس کمرے میں لگائے تھے ان کے تار کٹے ہوئے ہیں۔"

ایک مسلح شخص غسل خانے سے بھری ہوئی بالٹی لے آیا تھا اور اس کا تمام پانی گولڈن برین پر ڈال رہا تھا۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ ...ایک ہی لمحے میں اس کا نشہ ہرن ہو گیا تھا۔ پھر مسلح افراد کے لیڈر کو دیکھ کر بولا "مسٹر واکر! یہ تم ہو؟"

واکر نے کہا "ہاں میں ہوں۔ دوسرا گھونسا کھانے سے پہلے کھڑے ہو جاؤ۔"

وہ صوفے اور میز کا سہارا لیکر اٹھتے ہوئے بولا "میں گولڈن برین ہوں۔ اور تم ہماری خفیہ فورس کے کمانڈر ہو۔ میرے ماتحت ہو اور مجھے گھونسا مارنے کی دھمکی دے رہے ہو۔"

کمانڈر واکر نے اس کے منہ پر ایک الٹا ہاتھ رسید کرتے ہوئے کہا "اب تم گولڈن برین نہیں رہے۔ ایک حقیر کیڑے رہ گئے ہو۔ میں ابھی تمہیں جوتے سے مسل ڈالوں گا۔"

گولڈن برین پیٹرایوان کی بیوی نے کہا "کچھ تو بتاؤ کہ میرے شوہر کو کس جرم کی سزا دی جا رہی ہے؟"

"یہ تمہارا شوہر پیٹرایوان اپنے ان اکابرین کو دھوکا دیتا آ رہا ہے جو گولڈن برینز کے درمیان دو بڑے کہلاتے ہیں اور جن کے احکامات پر باقی تین گولڈن برینز عمل کرتے ہیں۔ ان

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

دو اکابرین کے حکم سے تینوں گولڈن برینز کے گھروں میں خفیہ مائک رکھے گئے ہیں۔ یہ مائک ہر کمرے، کچن، اسٹور اور باتھ روم میں ہیں۔ لیکن اس کمبخت نے اس کمرے کے مائک کے تار کاٹ دیئے۔"

اس نے کمبخت کو گھور کر دیکھا پھر کہا "تار کاٹنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ اپنے اکابرین سے اپنی شراب نوشی کی عادت چھپاتا تھا۔ یہاں بیٹھ کر پیتا تھا تاکہ پینے کے دوران اس کی گفتگو دوسری جگہ نہ سنی جاسکے نہ ریکارڈ کی جاسکے۔"

کمانڈر واکر نے ایک ذرا توقف سے کہا "یہ ہر رات گھر آکر تمہارے ساتھ بیڈ روم میں جاتا تھا۔ وہاں اس کے سوجانے تک اس کی آواز دوسری طرف ریکارڈ ہوتی تھی۔ آج پتا چلا یہ تمہارے ساتھ بیڈ روم میں سوتا نہیں تھا۔ چپ چاپ دبے قدموں اس کمرے سے چل کر یہاں آتا تھا اور شراب پی کر بکواس کرتا تھا۔ آج بھی یہ باتیں ہمیں معلوم نہ ہوتیں۔ مگر چور کی چوری زیادہ عرصہ چھپی نہیں رہتی۔ کیا تم جانتے ہو کہ آج تمہارا مقدر کیسے بگڑ گیا ہے؟"

اپنے عہدے کی بلندی سے گرے ہوئے گولڈن برین نے کمانڈر واکر کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ کمانڈر نے کہا "سنو! ہمارا ایک گولڈن برین جان فراسٹ کسی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے کی گرفت میں آگیا ہے۔"

میں اور لیلیٰ یہ انکشاف سن کر چونک گئے۔ میں نے معزول گولڈن برین کی زبان سے پوچھا "تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ ایک گولڈن برین کے دماغ میں کوئی آتا جاتا ہے؟"

کمانڈر واکر نے کہا "میں بیان کرچکا ہوں کہ ہر گولڈن برین کی رہائش گاہ کے ہر حصے میں خفیہ مائیک رکھے گئے ہیں۔ دوسری طرف کے ریکارڈر نے بتایا کہ گولڈن برین جان فراسٹ اچانک کمزوری میں مبتلا ہوگیا ہے اور کچھ بولتے ہوئے زبان لڑکھڑا رہی ہے۔ مارتھا کی آواز سے پتا چلا وہ ڈاکٹر کو فون کرنے جارہی ہے لیکن اس نے فون نہیں کیا۔ ریسیور اٹھا کر تھوڑی دیر کھڑی رہی۔ پھر کچھ سنے بغیر بولی 'شکریہ ڈاکٹر! آپ جلد آنے کی کوشش کریں۔' یہ کہہ کر اس نے ریسیور رکھ دیا۔ تم پوچھو گے ہمیں فون والی باتیں کیسے معلوم ہوئیں تو اطلاع کے لئے عرض ہے کہ تمام گولڈن برینز کی ٹیلی فون کالیں بھی ریکارڈ کی جاتی ہیں۔"

میں نے لیلیٰ سے کہا "گڑبڑ ہوگئی۔ ہماری بہت بڑی کامیابی ناکامی میں بدل رہی ہے۔"

ادھر کمانڈر واکر کہہ رہا تھا "گولڈن برینز کے دو اکابرین نے سمجھ لیا کہ مارتھا اور جان فراسٹ کے ساتھ ٹیلی پیتھی کا چکر چل رہا ہے۔ میں اپنی فورس کے ساتھ جان فراسٹ کے بنگلے میں گیا۔ ...احاطے میں اس کے خونخوار کتوں کو گولیاں مارنی پڑیں پھر ان کی خواب گاہ میں جاکر دیکھا۔ دونوں میاں بیوی گہری نیند میں تھے۔ میں نے انہیں جگایا اور پوچھا 'تم دونوں کے ساتھ کچھ غیر معمولی باتیں ہو رہی ہیں؟' انہوں نے انکار کیا اور یقین دلانا چاہا کہ دونوں نارمل ہیں۔ بات سمجھ میں آگئی' وہ نارمل نہیں تھے' تنویمی عمل کے ذریعے سحر زدہ کیے گئے تھے۔ میں نے ان کی موت کا حکم سنایا ...میرے آدمیوں نے فوراً ہی مارتھا اور جان فراسٹ کو گولیوں سے چھلنی کردیا۔ اب تم دونوں کی باری ہے۔"

میں نے لیلیٰ نے کہا "سونیا کے پاس چلو۔"

وہ بولی "ان میاں بیوی کو ہلاکت سے نہیں بچائیں گے؟"

"انہیں بچانے کے لئے کمانڈر واکر کے دماغ میں جاکر اس کا فیصلہ بدلنا ہوگا۔ ہوسکتا ہے کمانڈر یوگا کا ماہر ہو۔ اگر نہ ہوا اور اس نے ہمارے مرضی کے مطابق فیصلہ بدل دیا تو ان میاں بیوی کی موت پھر بھی نہیں ٹلے گی۔ دو پُراسرار گولڈن برینز اپنی فورس کے دوسرے افسر کے ذریعے انہیں ہلاک کردیں گے۔"

لیلیٰ کو یہ باتیں سمجھانے تک ادھر کمانڈر کے آدمیوں نے دوسرے گولڈن برین اور اس کی بیوی کو بھی گولیوں سے چھلنی کر ڈالا۔ میں نے سونیا کے پاس آکر اسے تمام واقعات سنائے۔ سونیا نے کہا "افسوس' اتنے پاپڑ بیلنے کے بعد ایک پاپڑ بھی ہمارے استعمال میں نہ آیا۔"

لیلیٰ نے کہا "سسٹر! ابھی تیسرا گولڈن برین زندہ ہوگا۔"

"ہماری کوششوں کے باوجود وہ تیسرا بھی نہیں بچے گا۔ وہ جو دو عدد پُراسرار گولڈن برینز ہیں' وہ ہمارے خیال خوانی کرنے والوں کو اسی طرح ناکام بنا سکتے ہیں کہ تیسرا گولڈن برین بھی نابود ہوجائے اور ان دو اہم گولڈن برینز تک پہنچنے کے تمام راستے ہمارے لئے بند ہوجائیں۔"

میں نے کہا "چلو اچھا ہے' ہمارے حصے میں بھی ناکامیاں آنی چاہئیں۔ ویسے سونیا نے تل ابیب پہنچتے ہی جس تیزی کے ساتھ تین کو بے نقاب کیا ہے اس سے باقی دو گولڈن برینز پریشان اور سہمے ہوئے رہیں گے۔ سونیا کو ڈھونڈ نکالنے کی ہر ممکن کوشش کرتے رہیں گے۔"

لیلیٰ نے پوچھا "سسٹر! آپ بہت محتاط رہتی ہیں۔ پھر بھی پوچھ رہی ہوں کیا دشمن کسی وجہ سے آپ کو پہچان سکتے ہیں؟"

"خدا کو منظور ہو تو پہچان لیں گے۔"

"ہمیں معلوم ہونا چاہئے کہ آپ کی رہائش گاہ کہاں ہے؟"

"سلطانہ کو معلوم ہے۔ مگر میں صبح یہاں سے دوسری جگہ چلی جاؤں گی۔"

میں نے پوچھا "تم یہاں کس روپ میں' کس حیثیت سے ہو ...کیا جگہ تبدیل کرنے سے تم پر شبہ نہیں کیا جائے گا؟"

"میں ایسے روپ اور ایسی حیثیت میں ہوں کہ شبہ نہیں کیا جائے گا۔ میں نے یہ نہیں پوچھا ہے کہ تم اور لیلیٰ کن ناموں سے یہودی میاں بیوی کا رول ادا کر رہے ہو۔ تم بھی مجھ سے نہ پوچھو۔ ...پاپا ڈوک کا برین آپریشن ہوچکا ہے۔ وہ جب بھی خیال خوانی کے قابل ہوگا اور ہم میں سے کوئی دماغی کمزوری کے باعث اس کے ہتھے چڑھے گا تو وہ اس کے ذریعے دوسروں تک بھی پہنچ جائے گا۔"

اتنے میں سلطانہ نے آکر کہا "سسٹر! ایک بری خبر سنانے آئی ہوں۔"

سونیا نے کہا "ہمیں پتا ہے تم یہی خبر سناؤ گی کہ تیسرا گولڈن برین بھی اپنی بیوی کے ساتھ مارا گیا ہے۔ اور مارنے والے دو پُراسرار گولڈن برینز کے خاص آدمی ہیں۔"

"جی ہاں۔ یہی بات ہے۔"

"اس بات کو اب بھول جاؤ۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے جان گاؤدی پر توجہ دو۔ اگرچہ وہ دو گولڈن برینز اب بہت زیادہ محتاط ہوگئے ہوں گے' جان گاؤدی کے سلسلے میں اپنی حکمتِ عملی بدل چکے ہوں گے۔ تاہم ہماری کوشش یہ ہوگی کی گاؤدی ان کے کسی کام نہ آئے۔ اسرائیل میں پاپا ڈوک کے علاوہ گاؤدی کا اضافہ ہوگا تو اس ملک میں دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ہوجائیں گے۔"

میں نے کہا "انشاءاللہ میں یہودیوں کے پاس ٹیلی پیتھی کے ہتھیاروں کو رہنے نہیں دوں گا۔ اگر ہم جان گاؤدی کو بیچ سمندر والی پہاڑی سے غائب کردیں تو دونوں گولڈن برینز اور یہاں کے دوسرے اکابرین ہم سے سمجھوتا کرنے پر مجبور ہوجائیں گے' ایسے وقت ہم یہ شرط پیش کریں گے کہ وہ راحیلہ کو بحفاظت خصوصی طیارے میں پیرس پہنچا دیں۔ اگر اسے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا اور وہ بخیریت پیرس پہنچ جائے گی تو اس کے بعد ہم یہودی اکابرین کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔"

سونیا نے کہا "وہ صرف یہ چاہیں گے کہ میں اس ملک سے چلی جاؤں۔ میری موجودگی انہیں بے چین اور بے خوابی میں مبتلا رکھے گی۔"

میں نے کہا "سونیا! میرا ایک مشورہ مانو اور یہاں سے چلی جاؤ۔"

"تم اس لئے مشورہ دے رہے ہو کہ پاپا ڈوک کو برین آپریشن کے بعد صحت یاب ہونے اور دماغی توانائی حاصل کرنے میں ایک دو ماہ لگیں گے۔ یعنی اسے جہنم میں پہنچانے کے لئے مجھے اتنے عرصے تک یہاں بیکار بیٹھنا ہوگا۔"

"ہاں یہ بات بھی ہے اور یہ بھی کہ ہم دونوں کو ایک ہی ملک اور ایک ہی شہر میں نہیں رہنا چاہئے۔"

"میں تمہاری یہ دوسری بات تسلیم کرتی ہوں۔ ہمیں ایک ہی شہر میں نہیں رہنا چاہیے۔ دشمنوں کے لئے سہولت فراہم نہیں کرنا چاہئے۔ میں نے ابھی کہا تھا کہ اپنی موجودہ رہائش گاہ چھوڑ رہی ہوں اور اسی لئے چھوڑ رہی ہوں کہ ہم ایک شہر میں نہ رہیں۔ میں صبح یروشلم جارہی ہوں۔"

"لیکن ملک تو ایک ہی ہے۔"

"تم مجھے اس ملک سے بھگانا کیوں چاہتے ہو؟"

"بھئی میں مشورہ دے رہا ہوں۔"

"جب تم اس ملک میں آنا چاہتے تھے تو میں نے مشورہ دیا تھا کہ نہ جاؤ۔ اگر پاپا ڈوک تمہارے ہاتھوں سے مارا جائے گا تو ہماری دنیا میں فرہاد کی واپسی کا بھید کھل جائے گا۔"

"اور میں نے وعدہ کیا تھا کہ پاپا ڈوک تمہارے ہاتھوں مارا جائے گا۔ میں یہاں راحیلہ کے لئے آیا تھا۔ اب دوسرے مسائل بھی ہیں۔ ہم نے جے مورگن کو چھپا رکھا ہے۔ اندیشہ ہے کہ وہ اپنی کسی حماقت سے پھر یہودیوں کی قید میں نہ چلا جائے۔ ...اس کے علاوہ جان گاؤدی کو بھی اس پہاڑی سے نکالنا ہے۔"

"یہ کام میں بھی کرسکتی ہوں۔ تم کسی دوسرے ملک میں رہ کر خیال خوانی کے ذریعے مجھ سے تعاون کرسکتے ہو۔ پھر تمہارا یہاں رہنا کیا ضروری ہے؟"

"بہت خوب! میں تمہیں جانے کے لئے کہہ رہا ہوں' جواباً تم مجھے بھگا رہی ہو۔"

"عقل کہتی ہے اگر اتفاق سے یا حادثاتی طور پر پاپا ڈوک تمہارے ہاتھوں مارا جائے گا تو بات بگڑ جائے گی۔ مجھ سے بحث نہ کرنا جب یہ پیش گوئی عام ہوچکی ہے کہ وہ جادوگر فرہاد یا سونیا کے ہاتھوں قتل ہوگا تو دشمن یہی سمجھ رہے ہیں کہ سونیا کے ہی ہاتھوں سے قتل ہوگا کیوں کہ فرہاد تو مرچکا ہے۔ اس لئے اے عقلمند مُردے یہاں سے جاؤ اور دنیا کے کسی بھی ملک میں رہ کر خیال خوانی کے ذریعے مجھ سے رابطہ رکھو۔"

لیلیٰ نے مجھ سے کہا "سسٹر درست کہتی ہیں۔ ہمیں واپس جانا چاہئے۔"

لیلیٰ اس کی تائید کر رہی تھی۔ اور کیوں نہ کرتی! تل ابیب میں رہنے سے سونیا اسے کچھ روز کے لئے اپنی پاس بلا لیتی بلکہ بلا چکی تھی۔ اگر ہم یہاں سے چلے جاتے تو پھر ایک دوسرے سے جدا نہ ہوتے۔ لیلیٰ سے مجھے اتنی محبت اور توجہ مل رہی تھی کہ میں بھی اس کے بغیر نہیں رہنا چاہتا تھا۔ میں نے کہا "اچھی بات ہے سونیا! مجھے یہاں سے جانا چاہئے یا نہیں اس کا فیصلہ صبح کروں گا۔"

وہ مسکراتی ہوئی بولی "یہ بات ہوا میں لکھ لو۔ تم صبح واپس جانے کا فیصلہ کروگے۔"

"تم پکی چڑیل ہو۔ لیلیٰ کی تائید نے تمہیں سمجھا دیا کہ یہی فیصلہ ہوگا۔ بہرحال میں جان گاؤدی کے پاس جارہا ہوں' اس کے بعد آرام سے سو جاؤں گا۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

سونیا نے کہا "جے مورگن کی بھی خبر رکھو۔ اُس ٹیلی پیتھی جاننے والے کے ارادے کمزور ہوتے ہیں۔ کوئی غلطی نہ کر بیٹھے۔"

سلطانہ نے کہا "سسٹر! میں جے مورگن کے پاس جارہی ہوں۔"

میں لیلیٰ کے ساتھ اپنی جگہ حاضر ہوا۔ وہ میری گردن میں بانہیں ڈال کر بولی "ایک بج رہا ہے۔ یہ سونے کا وقت ہے۔ کیا ابھی جان گاوَدی کے پاس جانا ضروری ہے؟"

"تم بھی چلو، ہم جائیں گے اور تھوڑی دیر میں چلے آئیں گے۔"

"ہم اکثر تھوڑی دیر کے لئے خیال خوانی کرتے ہیں پھر کسی معاملے میں الجھ کر رات سے صبح کردیتے ہیں۔"

"بھئی جان گاوَدی سمندر کے بیچ میں ہے۔ اس پہاڑی پر کوئی پہنچ نہیں سکتا۔ وہاں اس کا دل بہلانے کے لئے صرف نیپا شلوم ہے۔ ہم کسی مسئلے میں نہیں الجھیں گے۔"

میں نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اپنے ٹارگٹ تک پہنچنا چاہا۔ لیکن وہ بیہوش تھا۔ میں نے واپس آکر لیلیٰ سے کہا "وہ بیہوش ہے۔"

وہ بولی "آخر الجھ گیا نا معاملہ؟"

"میں ابھی سلجھاتا ہوں۔"

"اس طرح صبح ہوجائے گی۔"

"نہیں ہوگی۔ بس ابھی آتا ہوں۔"

اس کی بیہوشی کی وجہ معلوم کرنے کے بہت سے ذرائع تھے۔ ان میں ایک نیپا شلوم تھی۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ پہاڑی کی بلندی پر ایک درخت کے سائے میں بیٹھی ہوئی تھی اس کی سوچ نے بتایا کہ سامنے والے بڑے سے خیمے میں جان گاوَدی کا برین آپریشن ہورہا ہے۔

اس بات نے مجھے چونکا دیا۔ ہم کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ وہ اتنا مشکل ترین آپریشن اس پہاڑی پر آکر کریں گے۔ نیپا کی سوچ نے بتایا۔ ایک گھنٹا پہلے ایک ہیلی کاپٹر میں آپریشن کا تمام سامان اور بڑی بڑی متعلقہ مشینیں آئی تھیں۔ دو نہایت تجربہ کار ڈاکٹر جو پاپاڈوک کے برین کا کامیاب آپریشن کرچکے تھے۔ وہ ڈاکٹر چار جونیئر ڈاکٹروں اور نرسوں کے ساتھ تھے۔ انہوں نے آتے ہی آپریشن کی تیاریاں شروع کردی تھیں اور جان گاوَدی کو بیہوش کردیا تھا تاکہ ہم خیال خوانی کرنے والے اس کے دماغ میں پہنچ کر کوئی گڑبڑ نہ کریں۔

ایسے بڑے اور خطرناک آپریشن، جن میں مریضوں کی جان جانے کا اندیشہ زیادہ ہوتا ہے، ایسی بے احتیاطی سے کسی ویرانے میں نہیں کئے جائے جبکہ برین آپریشن نہایت مشکل اور جان لیوا ہوتا ہے۔ جس بے احتیاطی اور افراتفری سے وہ جان گاوَدی کا آپریشن کررہے تھے اس کے پیشِ نظر ناکامی کے امکانات زیادہ تھے۔ وہ سخت جان نہ ہوا تو مرسکتا تھا۔

اور اس کی موت کا کسی کو افسوس نہ ہوتا۔ گولڈن برینز اور دوسرے یہودی اکابرین نے اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ فوراً ہی گاوَدی کا برین آپریشن نہ کیا گیا تو سونیا اور اس کے آدمی جے مورگن کی طرح اسے بھی اغوا کرلیں گے۔ وہ گاوَدی کو ہمارے ہاتھ نہیں لگنے دینا چاہتے تھے۔ اس لئے اس کی امکانی موت کی پروا کئے بغیر آپریشن کررہے تھے۔

میں نے لیلیٰ سے کہا "سونیا کے پاس آؤ۔"

میں نے سونیا کے پاس آکر اسے جان گاوَدی کے حالات بتائے۔ لیلیٰ نے مجھ سے کہا "آپ پاپاڈوک کے کمزور دماغ میں رہ کر ان ڈاکٹروں کی آوازیں سن چکے ہیں جو برین آپریشن کرتے ہیں۔"

"ہاں، دو ڈاکٹروں اور دو اسپیشل نرسوں کے دماغوں میں جا سکتا ہوں۔"

"تو پھر ان کے دماغوں میں جاکر گاوَدی کو آپ بچاسکتے ہیں۔"

میں نے کہا "میں اسے آپریشن سے بچا سکتا ہوں۔ لیکن یہودی اکابرین کو معلوم ہوجائے گا کہ ہم ان ڈاکٹروں اور نرسوں کے دماغوں میں پہنچ سکتے ہیں۔"

سونیا نے کہا "فرہاد ان ڈاکٹروں اور نرسوں کے دماغوں میں رہ کر یہ معلوم کرے گا کہ پاپاڈوک کی نئی آواز اور لہجہ اور اس کی نئی صورت اور نیا نام کیا ہے؟ اگر یہودی اکابرین کو معلوم ہوگا کہ ہم ان ڈاکٹروں کے اندر سے معلومات حاصل کررہے ہیں تو وہ لوگ اپنے اہم اور وفادار ڈاکٹروں کو بھی گولی ماردیں گے۔"

میں نے کہا "ہمیں ایسی حرکتیں کرنی چاہئے جس سے دشمنوں کو یقین ہوجائے کہ ہم بے بس ہیں اور جھنجلا کر الٹی سیدھی حرکتیں کررہے ہیں۔"

سونیا نے پوچھا "تم کیا کرنا چاہتے ہو؟"

"اس پہاڑی پر بمباری کراوں گا۔"

"اس حرکت سے جان گاوَدی اور وہ ڈاکٹر مرسکتے ہیں۔"

"سونیا! دونوں ڈاکٹر ہمارے لئے اہم ہیں۔ میں ان پر آنچ آنے نہیں دوں گا۔ پہلے گاوَدی کی پوزیشن معلوم کرتا ہوں۔ پھر ایکشن شروع کروں گا۔"

میں نے ایک ڈاکٹر کے دماغ میں آکر معلوم کیا۔ وہ آپریشن کے دوران پریشان تھا۔ بار بار اُس بریدنگ بیگ کو دیکھ رہا تھا جو جان گاوَدی کی سانسوں کی ڈوبتی ہوئی رپورٹ پیش کررہا تھا۔ دوسرے ڈاکٹر کی سوچ نے کہا "ہمارے اکابرین برین آپریشن کو بچوں کا کھیل سمجھتے ہیں۔ بیچارہ یہ ٹیلی پیتھی جاننے والا تو اب کیا

ی گیا۔"

میں نئے جنرل کے دماغ میں گیا۔ وہ اتنی رات کو ہیڈ آفس میں دوسرے افسران کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ جان گاوَدی کے آپریشن کے نتیجے کا انتظار کررہا تھا۔ میں اسے وہاں سے اٹھا کر دوسرے کمرے میں لے گیا۔ اس نے میری مرضی کے مطابق ٹرانسمٹر کے ذریعے اس میجر سے رابطہ قائم کیا، جو سمندر کے ساحلی علاقے میں ڈیوٹی پر تھا۔ اس ساحل سے بہت دور وہ پہاڑی نظر آتی تھی، جہاں ابھی گاوَدی کا آپریشن ہورہا تھا۔

جنرل نے اس میجر سے کہا "الرٹ ہوجاؤ۔ ہمارے دشمن سامنے والی پہاڑی پر پہنچ گئے ہیں اور جان گاوَدی کو اغوا کرنا چاہتے ہیں۔ جوانوں کو فوراً حکم دو کہ توپوں کے دہانے کھول دیں۔"

میجر نے توپ خانے کے افسر کو حکم دیا۔ میں افسر کے اندر آگیا۔ اس کے حکم سے توپیں چلنے لگیں۔ ان کے گولے کبھی سمندر میں اور کبھی پہاڑی کے دامن میں جاکر گر رہے تھے۔ فاصلہ بہت زیادہ تھا اس لئے وہ گولے پہاڑی کی بلندی تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔ کسی ڈاکٹر اور نرس کو نقصان نہیں پہنچ سکتا تھا۔

ڈاکٹروں کے ساتھ آنے والے فوجیوں نے ٹرانسمٹر کے ذریعے پوچھا "یہ ہم پر گولے کیوں برسائے جارہے ہیں؟"

ساحل سے میجر نے کہا "ہمیں حکم ملا ہے کہ ہم دشمن کو گاوَدی کے اغوا کا موقع نہ دیں۔ ہمیں بتاؤ کیا دشمن کامیاب ہورہے ہیں؟"

پہاڑی سے کہا گیا "یہاں کوئی دشمن نہیں ہے۔ پھر گاوَدی کو کون اغوا کرے گا۔ وہ تو مرچکا ہے، آپریشن ناکام رہا ہے۔"

میجر نے گولہ باری بند کرنے کا حکم دیا۔ پھر جنرل سے رابطہ کرکے پوچھا "آپ نے پہاڑی پر بمباری کا حکم کیوں دیا تھا؟"

جنرل نے کہا "میں نے تمہیں کوئی حکم نہیں دیا تھا۔"

میجر نے ٹرانسمٹر کی ٹیپ کی ہوئی گفتگو سنائی تو جنرل پریشان ہوگیا۔ یہ بات دو گولڈن برینز اور اعلیٰ حکام کو معلوم ہوئی۔ میں نے اور لیلیٰ نے جنرل اور دوسرے حکام کے دماغوں میں رہ کر دیکھا، وہ لوگ بڑی تشویش میں مبتلا تھا۔ سب ہی کہہ رہے تھے کہ سونیا نے پچھلے آٹھ گھنٹوں میں زبردست حملے کئے ہیں۔ گولڈن برینز کے شعبے میں زلزلہ پیدا کردیا۔ تین گولڈن برینز بے موت مارے گئے۔ اگر سونیا ایک دن پہلے تل ابیب آجاتی تو پاپاڈوک کا بھی برین آپریشن نہ ہونے دیتی۔

ان کا خیال تھا کہ پہاڑی پر ہونے والا برین آپریشن کامیاب ہوجاتا لیکن اچانک بمباری کے باعث ڈاکٹر وغیرہ پریشان ہوگئے جس کے باعث آپریشن ناکام ہوا اور جان گاوَدی مرگیا۔ جنرل نے کہا "سونیا کے خیال خوانی کرنے والے ہمارے ڈاکٹروں کے دماغوں میں نہیں پہنچ سکتے تھے۔ اگر پہنچتے تو میرے دماغ پر قبضہ جماکر پہاڑی پر بمباری نہ کراتے۔"

ایک حاکم نے تائید کی "آف کورس، یہی بات ہے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ گاوَدی ان کے ہاتھ نہیں آئے گا تو انہوں نے اسے ہمارے پاس بھی رہنے نہیں دیا۔"

ایک گولڈن برین نے ٹرانسمٹر کے ذریعے ان سے کہا "سونیا نے اپنے خیال خوانی کرنے والوں کو ہمارے فوجی افسران کے دماغوں میں پہنچایا پھر ان افسران سے پہاڑی پر بمباری کرائی۔ آپ حضرات ذرا غور کریں کہ تمام توپوں کا رخ پہاڑیوں کی طرف سے ہمارے شہر کی طرف ہوجائے اور ہماری فوج طیاروں اور راکٹوں کے ذریعے اپنے ہی شہروں پر حملے کرے تو ہمارا ملک کہاں رہے گا؟"

جنرل نے کہا "ہم بھی یہی سوچ رہے ہیں کہ پہاڑی پر جو بمباری ہوئی ہے، وہ سونیا کی طرف سے ایک چیلنج ہے۔ وہ ہماری فوج کو اور ہم سب کو ہمارے ہی ملک کے خلاف استعمال کرسکتی ہے۔ ہمارے گولہ بارود سے ہمارے ہی شہروں کو کھنڈر بنا سکتی ہے۔"

گولڈن برین نے کہا "ہماری ایک غلطی سے ایسا ہوا ہے۔ پاپاڈوک نے ہمارے ملک کا وفادار رہنے کے لئے شرط پیش کی تھی کہ وہ راحیلہ کو اس ملک میں لائے گا اور اسے اغوا کرنے کے لئے ہم اپنے ہیلی کاپٹرز اور سراغ رسانوں وغیرہ کے ذریعے اس

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کی بھرپور مدد کریں اور ہم نے مدد کی۔ راحیلہ کو یہاں قید کر کے سونیا سے دشمنی مول لی۔"

ایک حاکم نے کہا "پاپاڈوک نے یقین دلایا تھا کہ وہ سونیا کے خیال خوانی کرنے والوں کو مُنہ توڑ جواب دے گا۔ وہ اپنے وعدے کے مطابق جان گاوڈی کو ہمارا قیدی بنا چکا تھا۔ مگر سونیا کی چال تب سمجھ میں آتی ہے جب نتیجہ سامنے آتا ہے۔ اس کمبخت کے خیال خوانی کرنے والے نے ایک ڈمی سونیا کو پاپاڈوک کے سامنے پہنچا کر اس جادوگر کو ہمارا دشمن بنا دیا۔ ہمیں مجبوراً پاپاڈوک کا برین آپریشن کرنا پڑا۔ دوسری طرف وہ بلا اپنی چالیں چلتی رہی۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے جے مورگن کو ہماری قید سے آزاد کرالیا' گاوڈی کو مار ڈالا۔ اب دیکھا جائے تو ہمارے پاس ٹیلی پیتھی جاننے والا کوئی نہیں ہے۔"

دوسرے حاکم نے کہا "پاپاڈوک مہینے دو مہینے میں ہمارے کام کے قابل ہوسکے گا۔"

فوج کے کرنل نے کہا "سونیا ہمیں پاپاڈوک سے بھی فائدہ اٹھانے نہیں دے گی۔ اسے آپریشن کے نتیجے میں نئی زندگی اور نیا دماغ ملنے تک وہ ہماری فوج کو اپاہج بنا دے گی۔"

گولڈن برین نے کہا "میں اسی سلسلے میں بات کرنے آیا ہوں۔ ... دوسرے گولڈن برینز اور ہماری خفیہ مشاورتی مجلس کا فیصلہ ہے کہ ہم جلد از جلد اپنی شکست کا اعتراف کرلیں اور آئندہ ہونے والی تباہیوں کو پیشِ نظر رکھ کر سونیا سے سمجھوتا کرلیں۔ اس کی تمام جائز اور ناجائز شرائط مان کر نہایت محبت اور دوستی کے ساتھ اپنے ملک سے رخصت کردیں۔"

کرنل نے کہا "یہی ایک راستہ رہ گیا ہے۔ جب وہ دشمن نہیں رہے گی تو ہماری فوج کے کسی افسر کے دماغ میں اس کے آدمی نہیں آئیں گے۔"

گولڈن برین نے کہا "ہمیں ایک سچائی کو تسلیم کرنا چاہئے کہ سونیا کے خیال خوانی کرنے والے کبھی ہمارے ملک اور ہماری فوج کی طرف رخ نہیں کرتے ہیں۔ ہم خود ہی انہیں دشمن بناتے ہیں پھر خود ہی معافی مانگتے ہیں۔"

جنرل اور اعلیٰ حکام نے اعتراف کیا اور عہد کیا کہ آئندہ سونیا اور بابا صاحب کے ادارے سے دشمنی نہیں کریں گے۔ کرنل نے کہا "ہمیں سونیا سے جلد ہی رابطہ کرنا چاہئے۔"

دوسرے افسر نے کہا "وہ رُوپوش رہتی ہے۔ اس سے کس طرح رابطہ ہوگا؟"

گولڈن برین نے کہا "میں سونیا کے خیال خوانی کرنے والوں سے درخواست کرتا ہوں کہ اب وہ ہمارے حکام اور افسران کے دماغوں میں خاموش نہ رہیں۔ ہم سے کچھ بولیں۔ سونیا سے ہمارے ایک سوال کا جواب حاصل کریں۔ سوال یہ ہے کہ ہم نے راحیلہ کو اغوا کر کے جو غلطی کی ہے کیا مادام سونیا ہمیں اس کی تلافی کا موقع دیں گی؟"

میں نے لیلیٰ سے کہا "دیکھو' یہ گولڈن برین کتنے تیز اور کتنے پُراعتماد ہیں' مجھے بولنے پر آمادہ کر رہے ہیں۔ تم سونیا کے پاس آتی جاتی رہو اور اسے ہمارے درمیان ہونے والی گفتگو سناتی رہو۔"

پھر میں نے ایک افسر کی زبانی کہا "میں برائن وولف تم لوگوں سے مخاطب ہوں۔ اور دو گولڈن برینز کو سونیا کے ہاتھوں سے بچ نکلنے کی مبارک باد دیتا ہوں۔ سونیا کی زندگی میں ایسے دشمن بہت ہی کم آئے ہیں جیسے کہ یہ دو گولڈن برینز ہیں۔ انہوں نے بڑی ذہانت سے اور بڑی تیزی سے تین گولڈن برینز کو راستے سے ہٹا کر سونیا کی بازی پلٹ دی۔ سونیا نے خوش ہو کر دونوں کو اس کامیابی پر مبارک باد دی ہے۔"

ٹرانسمٹر کے اسپیکر سے گولڈن برین نے کہا "مادام بڑی فراخ دل ہیں۔ ان کی مبارک باد ہمارے لئے بہت بڑا اعزاز ہے۔"

میں نے کہا "راحیلہ کو اغوا کر کے اور یہاں لا کر اسے قیدی بنا کے جو حماقت کی گئی ہے اس کی تلافی کا وقت گزر چکا ہے کیوں کہ اب راحیلہ ہمارے پاس ہے۔ تمہارے پاس ہوتی تو تم اسے ہمارے حوالے کر کے غلطی کی تلافی کر سکتے تھے۔ اب کیسے کرو گے؟"

"اب بھی بہت کچھ ہو سکتا ہے۔ مادام اپنی کچھ شرائط ہم سے منوا سکتی ہیں۔ ہم راحیلہ کو خصوصی طیارے میں پیرس پہنچا سکتے ہیں۔ ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے جے مورگن سے بھی ..... دست بردار ہو سکتے ہیں۔ اور یہ تحریری معاہدہ کرنے کو تیار ہیں کہ آئندہ کبھی سونیا کو اور بابا صاحب کے ادارے کو شکایت کا موقع نہیں دیں گے۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "تم لوگ جب چاہتے ہو کھیل شروع کر دیتے ہو اور جب چاہتے ہو' ہماری بھاری شرائط مان کر کھیل ختم کر دیتے ہو۔ جو زبان کے سچے نہیں ہوتے وہ تحریری معاہدے کے بھی پابند نہیں رہتے۔ پھر بھی میں سونیا سے پوچھتا ہوں اور ابھی آکر اس کا جواب سناتا ہوں۔"

لیلیٰ یہاں کی باتیں سونیا کو بتا کر آئی تھی۔ میں نے کہا "تم ان میں سے کسی کے بھی دماغ میں رہو' میں ابھی آتا ہوں۔"

میں سونیا کے پاس آیا وہ بولی "ان یہودیوں سے کئی بار دوستی کی اور نقصان اٹھاتے رہے۔ آخری بڑا نقصان ہمیں شیبا کی موت کی صورت میں ملا۔ اس کے بعد وہ اپنی ٹیلی پیتھی جاننے والی الپا کے ذریعے پارس کو پھانسنا چاہتے تھے۔ پھر پاپاڈوک کے طلسم اور ٹیلی پیتھی کا سہارا ملا تو یہ راحیلہ کو اٹھا کر لے آئے۔ ان کمبختوں کو جب بھی کہیں سے قوت اور بڑی امداد حاصل ہوتی ہے مسلمانوں کی تباہی کے لئے دوڑ پڑتے ہیں۔"

"یعنی تم سمجھوتا نہیں کرو گی؟"

"سمجھوتا نہ کرنے والے ضدی اور مغرور ہوتے ہیں۔ میں مغرور کہلانا نہیں چاہتی۔ ہم سمجھوتا کریں گے مگران پر کبھی بھروسا نہیں کریں گے۔"

"اچھی بات ہے' میں اپنے طور پر ان سے معاملات طے کروں گا۔"

میں پھر اس افسر کے پاس آکر اس کی زبان سے بولا "سونیا کہتی ہے' ہم نے بارہا تم سے دوستی کی اور بارہا تمہاری طرف سے دشمنی ملی۔ فرہاد کا پورا خاندان شیبا کی موت کو نہیں بھلائے گا۔"

گولڈن برین نے کہا "آخری بار ہم پر بھروسا کرو۔ اگر اب تمہارے اعتماد کو کبھی ٹھیس پہنچے تو ہم بدترین مجرم کی سزا پانے کو تیار رہیں گے۔"

"ٹھیک ہے' ہم آخری بار اس شرط پر بھروسا کر سکتے ہیں کہ تمہارا کوئی راز ہم سے چھپا نہ رہے۔ تمہاری فوج کے اعلیٰ افسران کا فی الحال کہیں تبادلہ نہ ہو اور ان کی جگہ یوگا کے ماہر افسران کی تقرری نہ ہو۔ ایسا ہوا تو دوستی کا معاہدہ ٹوٹ جائے گا اور ہم تمہاری ہی فوج کے جونیئر افسروں کے ذریعے یوگا کے ماہر افسران کو گولی مار دیں گے۔"

"مسٹر وولف! سونیا کی یہ پہلی شرط کسی بھی ملک کے لئے قابلِ قبول نہیں ہوگی۔ دنیا کا ہر ملک اپنے فوجی راز دوسروں سے چھپاتا ہے۔"

"ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے ہر ملک کے فوجی راز تک پہنچ جاتے ہیں۔ تمہارے راز بھی جانتے ہیں۔ اس کے باوجود ہم نے کبھی اس بات کا چرچا نہیں کیا کہ امریکا تمہیں عربوں کے خلاف کس قدر فوجی اور مالی امداد دیتا رہتا ہے اور مشرقِ وسطیٰ کے بادشاہوں کے سامنے تمہیں ایک زبردست دہشت بنا رہا ہے۔ ہم تمہارے خلاف اس لئے چرچا نہیں کرتے کہ مسلمان جان بوجھ کر کمزور بن رہے ہیں۔ وہ برے وقتوں میں خدا کو بھول کر امریکا کو پکارتے ہیں اور امریکا ہی کی گود میں جا کر بیٹھتے ہیں' یہ اچھی طرح سمجھتے ہوئے کہ امریکا اور اسرائیل باپ بیٹے ہیں اور باپ ہمیشہ اپنے بیٹے کی ہی بھلائی چاہے گا۔ بہرحال سونیا کی پہلی شرط اٹل ہے۔"

"مسٹر وولف! پلیز سونیا کو سمجھاؤ۔ ہم اپنی بحری' بری اور فضائی افواج میں زبردست تبدیلیاں کر رہے ہیں۔"

"وہ زبردست تبدیلیاں یہ ہیں کہ یوگا کے ماہر افسران لائے جائیں گے! پھر تمام فوجی معاملات اور اختیارات گولڈن برینز کے ہاتھوں میں رہیں گے تاکہ ہم خیال خوانی کرنے والے تمہارے افسران کے دماغوں میں جا کر تمہاری فوج کو اپنے طور پر استعمال نہ کرسکیں۔ ہمارا نیک مشورہ ہے کہ اپنی افواج میں زبردست تبدیلیاں کرنا بھول جاؤ۔"

"ہم اس شرط پر غور کرنے کے بعد جواب دیں گے۔ دوسری شرط کیا ہے؟"

میں نے کہا "تمام گولڈن برینز اپنی اصلی آواز اور لہجہ مجھے سنائیں گے اور میں وقتِ ضرورت ان سے دماغی رابطہ رکھوں گا۔"

گولڈن برین نے فوراً ہی کہا "ہرگز نہیں۔ ہمارے دماغوں تک کبھی کوئی نہیں پہنچ سکے گا۔ مادام سونیا دوستی نہ کرنے والی باتیں کر رہی ہیں۔ ایسی شرائط پیش کر رہی ہیں جو کبھی قابلِ قبول نہیں ہو سکتیں۔ کیا تم لوگ ہمارے گلے پر چاقو رکھ کر دوستی کرنا چاہتے ہو؟ کیا یہ دانائی کی باتیں ہیں؟"

"اگر یہ نادانی ہے تو یہ ہم نے تم ہی لوگوں سے سیکھی ہے۔ جب تک تم لوگوں کی تمام کمزوریاں ہمارے ہاتھوں میں نہیں رہیں گی تب تک ہم تم پر بھروسا نہیں کریں گے اور جہاں بھروسا نہ ہو' وہاں دوستی نہیں ہو سکتی۔"

"سونیا کی دوسری شرط پر بھی غور کیا جائے گا۔ تیسری شرط کیا ہے؟"

"تیسری شرط نہیں' تمہارے لئے خوشخبری ہے کہ سونیا تمہارا ملک چھوڑنے کے لئے تیار بیٹھی ہے۔ ہماری دو شرائط پر عمل کیا جائے تو وہ اسی دن یا اسی رات اس ملک سے چلی جائے گی۔"

"ہمیں کیسے یقین ہوگا کہ وہ جا چکی ہے؟"

"تمہیں یہ کیسے یقین ہوا کہ وہ اس ملک میں آئی ہوئی ہے؟"

"تم نے ہی ایک بار ہمیں بتایا تھا۔"

"تو میں ہی اس بار کہہ رہا ہوں کہ وہ چلی جائے گی۔ ذرا اس پہلو پر غور کرو کہ سونیا یہاں آئی ہی نہ ہو۔ جس طرح ہم نے ڈمی سونیا کے ذریعے پاپاڈوک کو بے وقوف بنایا تھا اسی طرح ہم نے تمہیں خوفزدہ کرنے کے لئے جھوٹ کہا ہو کہ سونیا یہاں موجود ہے۔ جبکہ اس کا یہاں رہنا ضروری نہیں ہے۔ وہ دنیا کے کسی بھی ملک میں رہ کر ہمیں گائیڈ کرتی ہے۔ جب چاہے گی' پاپاڈوک کو اسرائیل سے باہر بلا کر جہنم میں پہنچا دے گی۔"

"مسٹر وولف! تم لوگوں کی ٹیلی پیتھی نے ہمیں بے بس کر دیا ہے۔ ہم جھوٹ اور سچ کو سمجھ نہیں پاتے۔ جب کوئی بات سمجھ میں آتی ہے تو پتا چلتا ہے وہ بات بھی سمجھ میں نہیں آئی' وہ سب کچھ ٹیلی پیتھی کا تماشا ہوتا ہے۔"

میں نے کہا "تمہارے پاس بھی کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے آئے۔ تم لوگوں نے ان سے خاطر خواہ کام کیوں نہیں لیا؟"

گولڈن برین نے کہا "ہم سوچیں گے کہ ہم سے کہاں کہاں غلطیاں ہوتی رہیں اور ہم سوچیں گے کہ ہمیں سونیا کی شرائط پر

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

خود کو اور اپنی پوری قوم کو تم لوگوں کا غلام بنانا چاہئے یا نہیں؟ ہم چوبیس گھنٹے بعد جواب دیں گے۔"

میں نے سونیا کے پاس آ کر وہ شرائط بتائیں جو انہیں پیش کی تھیں۔ وہ ہنستے ہوئے بولی "تم نے انہیں غلام بنا دینے والی شرائط پیش کی ہیں۔ وہ کبھی تسلیم نہیں کریں گے۔"

"ہاں۔ اب وہ جلد سے جلد ایسے اقدامات کریں گے کہ ان کی افواج ہماری ٹیلی پیتھی سے محفوظ رہیں۔"

وہ بولی "یہ تو ممکن نہیں ہے کہ وہ اپنے سیکڑوں فوجی افسران کی جگہ یوگا کے ماہرین لے آئیں۔"

"فی الحال وہ بنیادی اہمیت رکھنے والے افسران کی جگہ یوگا کے ماہرین کو لائیں گے تاکہ ہم ان کی فوج اور ان کا گولہ بارود ان کے ہی خلاف استعمال نہ کر سکیں۔"

"فرہاد! ان کی تبدیلیوں پر نظر رکھنا ضروری ہے۔"

"میں اور لیلیٰ فوج کے مختلف شعبوں میں بیک وقت نہیں رہ سکیں گے۔ جوجو، سلطانہ اور سلمان کی نیندیں خراب کرنی ہوں گی۔"

"جوجو اسپتال میں ہے۔ لیلیٰ سے کہو، سلطانہ اور سلمان کے پاس جائے، انہیں موجودہ حالات سے آگاہ کرے۔ تم چاروں ان کی افواج میں دور تک پہنچ سکو گے۔"

میں نے لیلیٰ سے کہا، وہ سلطانہ کے پاس جائے۔ وہ گھڑی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی "میں نے کہا تھا۔ آپ خیال خوانی کریں گے تو سونے کا وقت گزر جائے گا۔ اور رات سے صبح ہو جائے گی۔"

میں نے حسرت سے اسے دیکھا۔ سونے والی موجود تھی مگر سونے کا وقت گزر چکا تھا۔ اور پتا نہیں کتنا وقت گزرنے والا تھا۔ ...ہم پھر خیال خوانی میں مصروف ہو گئے۔

O☆O

سونیا ثانی اور علی تیمور نے طیارے سے باہر آ کر دیکھا، وہ لاہور پہنچ گئے تھے۔ علی نے کہا "میں اپنے پاپا کے حوالے سے پاکستانی ہوں۔ میں بیان نہیں کر سکتا کہ اپنے وطن کو دیکھ کر کتنی خوشی ہو رہی ہے۔"

ثانی نے مسکرا کر کہا "ابھی تو تم نے اس دھرتی پر قدم رکھا ہے۔ اپنے وطن کو دیکھا کہاں ہے؟"

"بس قدم رکھنا ہی کافی ہے۔ ماں کی گود میں پہنچ کر ماں اور ممتا کا پورا تعارف حاصل ہو جاتا ہے۔ بچہ ماں کو اس کے دودھ اور اس کی خوشبو سے پہچانتا ہے۔ ورنہ ماں کے وجود کو تو سمجھ دار ہونے کے بعد سمجھتا ہے۔"

وہ دونوں باتیں کرتے ہوئے لیگج ہال میں آئے۔ علی نے کہا۔ "پاپا کی ہمشیرہ یعنی ہماری شاہینہ پھوپی آئی ہیں۔ وہ دیکھو کڑھے ہوئے کرتے اور شلوار میں ہیں۔ سر پر دوپٹہ ہے۔"

ثانی فوراً اپنے سر پر دوپٹہ رکھنے لگی۔ وہ بھی پیرس سے پاکستانی لباس پہن کر آئی تھی۔ اس کے پاپا سلمان واسطی نے سمجھایا تھا کہ پاکستان میں عورتیں مختصر لباس نہیں پہنتیں۔ اسے بے حیائی سمجھتی ہیں۔ لہٰذا سونیا ثانی کو مغربی لباس میں نہیں جانا چاہئے۔ سلمان نے ایک ہفتہ پہلے شاہینہ سے فون پر بات کی تھی اور کہا تھا "تمہارے مرحوم بھائی فرہاد کا ایک بیٹا علی تیمور آ رہا ہے۔ اس کے ساتھ میری بیٹی ثانیہ واسطی عرف سونیا ثانی ہو گی۔ یہ دونوں اسلام آباد سے تبت جانے والے ہیں۔"

شاہینہ نے بے انتہا خوشی کا اظہار کیا تھا پھر پوچھا تھا "میں اپنے بھتیجے کو کیسے پہچانوں گی اور وہ کب اور کس فلائٹ سے آ رہا ہے؟"

سلمان نے کہا تھا "میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے آپ کے پاس آتا رہوں گا۔ اس کے لاہور پہنچنے کا صحیح وقت اور فلائٹ نمبر وغیرہ بتاؤں گا؟"

سلمان اب یہی کر رہا تھا۔ اس نے ائرپورٹ پر شاہینہ کو بتایا کہ علی سفید سوٹ اور سرخ نکٹائی میں ہے۔ ثانیہ نے سبز رنگ کا شلوار سوٹ پہنا ہے پھر علی کو بتایا "تمہاری پھوپی گلابی رنگ کے کڑھائی کئے ہوئے شلوار کرتے میں ہیں۔ وہ اپنے جوان بیٹے اور بیٹیوں کے ساتھ تمہیں دیکھ رہی ہیں۔"

اسی طرح انہوں نے ایک دوسرے کو پہچان لیا۔ شاہینہ علی کو دور سے دیکھتے ہی رونے لگی۔ سلمان نے کہا "بیٹے! تمہاری پھوپی فرہاد بھائی کو مرحوم سمجھ کر رو رہی ہیں، انہیں محبت دو۔"

علی نے قریب پہنچ کر پھوپی کو دونوں بازوؤں میں سمیٹ لیا پھر کہا "آپ آنسو پونچھ لیں اور یہ بتائیں میں اپنے پاپا جیسا ہوں یا نہیں؟ آپ کو مجھ میں اپنا بھائی نظر آ رہا ہے؟"

وہ آنسو پونچھتے ہوئے بولی "ہاں بیٹا! تم بالکل بھائی جان کی طرح ہو۔ میرے دوسرے بیٹے پارس کو کیوں نہیں لائے؟"

"پھوپی جان! دعا کریں وہ ادھر نہ آئے۔"

شاہینہ نے تعجب سے پوچھا "کیوں ایسی کیا بات ہے؟"

وہ بولا "میرے ساتھ ثانی آئی ہے۔ اس کے ساتھ کوئی نہ کوئی ناگن اور خطرناک سانپوں کا زہر ہوتا ہے؟"

شاہینہ کی بڑی بیٹی نے پوچھا "کیا وہ سپیرا بن گیا ہے؟"

شاہینہ نے اپنی دو بیٹیوں اور ایک بیٹے کا تعارف کرایا۔ سونیا ثانی سے بھی تعارف ہوا۔ علی نے کہا "وہ سپیرا نہیں ہے مگر کسی بھی سانپ کا زہر اس پر اثر نہیں کرتا ہے۔"

شاہینہ نے فخر سے کہا "میرے بھائی کے بیٹے معمولی نہیں ہو سکتے، غیر معمولی ہی رہیں گے۔"

شاہینہ کے بیٹے عدنان نے پوچھا "علی! تم میں کون سی غیر معمولی بات ہے؟"

وہ مسکرا کر بولا "اس سے زیادہ غیر معمولی بات اور کیا ہو گی کہ میں فرہاد علی تیمور کا بیٹا ہوں۔"

وہ سب ہنستے ہوئے وہاں سے پارکنگ ایریا میں آئے پھر ایک جیپ میں بیٹھ کر گلبرگ کی طرف روانہ ہو گئے۔ راستے میں شاہینہ نے کہا "مسٹر سلمان نے بتایا ہے کہ تم صرف ایک دن کے لئے آئے ہو اور کل صبح چلے جاؤ گے۔ یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ کیا تم میرے بیٹے نہیں مہمان بن کر آئے ہو؟"

"میں صرف بیٹا بن کر آیا ہوں لیکن ہمارے ساتھ کچھ مجبوریاں ہیں۔ کل صبح اسلام آباد پھر وہاں سے فوراً ہی تبت کے شہر لاسہ پہنچنا ضروری ہے۔"

عدنان نے کہا "جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے، پاکستان سے کوئی طیارہ تبت نہیں جاتا۔ کیا آپ خشکی کے راستے قراقرم کی پہاڑیاں عبور کریں گے؟"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ آج رات ہمارے لئے فرانس سے ایک چارٹرڈ طیارہ یہاں آئے گا۔"

شاہینہ کی بڑی بیٹی نے حیرانی سے کہا "امی بتا رہی تھیں کہ آپ لوگ دنیا کے کسی بھی ملک میں کسی رکاوٹ کے بغیر چلے جاتے ہیں اور وہاں اپنی ضرورت کی ہر چیز حاصل کر لیتے ہیں۔ آپ لوگوں کی نظروں میں ڈالرز اور پونڈز کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔"

"پارس کی نظروں میں ڈالرز اور پونڈز کی اہمیت نہیں ہے کیونکہ اس کی شریکِ حیات جوجو ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ ہماری جیب میں کرنسی رہتی ہے۔ البتہ یہ درست ہے کہ ہمیں وقتِ ضرورت طیارے، ہیلی کاپٹر، پاسپورٹ اور بڑی بڑی رقمیں مل جاتی ہیں۔"

انہوں نے کوٹھی میں پہنچ کر دوپہر کا کھانا کھایا پھر شاہینہ انہیں لاہور کی سیر کرانے نکلی۔ ثانی اور علی شالامار باغ اور دیگر عمارتیں دیکھ کر خوش ہو رہے تھے کیونکہ وہ عمارتیں اور وہاں کے باغات مغربی طرزِ تعمیر سے مختلف اور انوکھے تھے۔ وہاں کے دہی بھلے اور مرغ چھولے ان کے لئے بالکل نئے تھے۔ سونیا ثانی چٹخارے لے لے کر کھاتی رہی اور کہتی رہی کہ وہ ایسی ڈشوں کے لئے پھر ایک بار لاہور آئے گی۔

عدنان نے کہا "تم نے تو صرف لاہور ہی دیکھا ہے؟ ایک بار پشاور جا کر وہاں کی اسپیشل ڈشیں کھاؤ گی تو انگلیاں چاٹتی ہوئی پیرس جاؤ گی۔"

وہ آدھی رات تک خوب تفریح کرتے رہے۔ گھر واپس آتے وقت علی نے ثانی سے کہا "پہلی بار اتنی آزادی سے گھومنا نصیب ہوا ہے ورنہ بابا صاحب کے ادارے سے نکلتے ہی دشمن پیچھے پڑ جاتے تھے۔"

زندگی کے نشیب و فراز
گناہ و ثواب
اندھیروں اور اُجالوں
وقت اور حالات کے بطن میں جنم لینے والی ایک
بصیرت افروز کہانی۔

غلام رُوحیں

میاں شاہد علی کی داستانِ حیات۔ سب رنگ ڈائجسٹ میں شائع ہونے والی سلسلہ وار کہانی جو پہلی بار کتابی شکل میں منظرِ عام پر آئی ہے
ایک مجبور اور بے بس شخص کی الم انگیز کہانی ۔ اس نے جرم و گناہ کے راستوں کو اپنانے سے انکار کیا تو مجرم بنا کر اسے جیل کی آہنی سلاخوں کے پیچھے پھینک دیا گیا۔ قسمت نے اُسے گھربار اور والدین کے سائے سے محروم کر دیا ۔۔!!
وہ جیل سے رہا ہو کر باہر آیا تو اُس کا سینہ فگار تھا۔ انتقام کے شعلے اُس کے وجود کو جھلسا رہے تھے۔ لیکن ۔۔۔ ایک دوست نے اس کی رہنمائی ایک مردِ کامل کے آستانے تک کر دی ۔۔!!
وہ عشقِ حقیقی میں ڈوب گیا۔ اس نے اپنی آنکھیں بند کیں تو قلب روشن ہو گیا۔ لیکن ایک اچانک حادثے نے ماضی کے زخموں کو کرید کر پھر ہرا کر دیا تو اس نے تڑپ کر آنکھیں کھول لیں ۔۔!!
تاریک راہوں کی گھٹن سے اُبھرنے والی ایک خوبصورت اور عبرت انگیز داستان۔

قیمت:- ۱۵/ روپے

ملنے کا پتہ
کتابیات پبلیکیشنز پوسٹ بکس نمبر ۲۳ کراچی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ثانی نے کہا "ہم اپنے دشمن مغربی ممالک میں چھوڑ آئے ہیں سپر ماسٹر، ماسک مین اور یہودی تنظیم والے نہیں جانتے ہیں کہ ہم تبت کے مسافر ہیں۔"

"پاپا ڈوک کا استاد ساسان ڈوگرا ہم سے بے خبر ہے جب اسے ہمارے عزائم کا پتا چلے گا تب دشمنی شروع ہوگی۔"

بعض اوقات دشمنی کی کوئی وجہ نہ ہو تب بھی انجانے لوگ دشمن بن کر چلے آتے ہیں۔دوسری صبح وہ پھوپی سے رخصت ہو کر ائرپورٹ کے اس حصے میں آئے جہاں فرانس سے آیا ہوا طیارہ کھڑا تھا۔سلمان نے پہلے ہی علی سے کہہ دیا تھا کہ طیارے کا پائلٹ، کو پائلٹ اور ایک ائرہوسٹس قابل اعتماد اور وفادار ہیں۔

طیارے کے پاس پولیس کا ایک اعلیٰ افسر تین افراد کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔ان میں سے ایک فرانس کے سفیر کا سیکریٹری تھا۔اس نے علی سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "یہ ڈی آئی جی پولیس ہیں اور یہ دو معزز حضرات حکومت کے خاص بندے ہیں۔ ... کچھ ضروری کاغذات اسلام آباد پہنچانا چاہتے ہیں۔"

ڈی آئی جی نے کہا "اگر آپ کو اعتراض نہ ہو تو یہ آپ کے طیارے میں جائیں گے۔ویسے اعتراض کیا ہوتا ہے حکومت کا کام ہے آپ کو تو لیجانا ہی ہوگا۔"

علی نے مسکرا کر کہا "جب تم دھونس دے رہے ہو تو پہلے میں سرکاری کام کی نوعیت معلوم کروں گا اور وہ کاغذات دیکھوں گا۔"

"وہ سرکاری خفیہ کاغذات ہیں، کسی کو نہیں دکھائے جائیں گے۔"

اسی وقت سلمان نے علی کے پاس آکر کہا "ابھی فرانس کے سفیر نے مجھے بتایا ہے کہ دو افراد تمہارے طیارے میں سفر کرنا چاہتے ہیں، مجھے ان کی آواز سناؤ۔"

علی نے ڈی آئی جی کے پاس کھڑے ہوئے شخص سے کہا۔ "سرکاری معاملہ ہے، میں اعتراض نہیں کروں گا۔ لیکن تم دونوں سے تعارف ہونا چاہئے۔"

وہ دونوں اپنا اپنا نام بتا کر علی سے مصافحہ کرنے لگے۔سلمان ان کے دماغوں کو باری باری پڑھنے لگا۔علی ان سے گفتگو میں وقت گزار رہا تھا۔ایک منٹ بعد سلمان نے کہا "انہیں اپنے ساتھ لے چلو۔"

وہ طیارے میں سوار ہوگئے۔سلمان نے علی سے کہا "ان کے ایک بریف کیس میں پاکستانی فوج کے اہم راز ہیں۔یہ دونوں روسی دلال ہیں ان کاغذات کو ماسکو پہنچانے پر انہیں اتنی دولت ملے گی کہ وہ بیرونی ممالک میں عیش و عشرت کی زندگی گزاریں گے۔ پاکستان واپس نہیں آئیں گے۔"

"جس ملک کو بیچ دیں گے وہاں کس منہ سے واپس آئیں گے۔"

"پہلے یہ پشاور جانا چاہتے تھے۔جہاں سے ایک کمزور سرحد پار کرکے افغانستان کے راستے سرحد پار کرکے روس میں داخل ہونا چاہتے تھے۔ کل رات انہیں تمہارے اس طیارے کا علم ہوا تو انہوں نے اسے ہائی جیک کرکے روس لے جانے کا منصوبہ بنالیا۔دوسرے شخص کی اٹیچی کیس میں منی کلاشنکوف، ریوالور اور کارتوس ہیں۔ ڈی آئی جی کی وجہ سے کسی نے اٹیچی کیس اور بریف کیس کی تلاشی نہیں لی۔"

"ٹھیک ہے، اسلام آباد میں فرانس کے سفیر کو تمام حالات بتائیں، وہ سرکاری سطح پر اقدامات کریں گے۔"

"تمہاری آنٹی سفیر کے پاس گئی ہیں۔میں ان دلالوں کے پاس رہوں گا۔انہیں ہتھیار استعمال کرنے نہیں دوں گا۔"

طیارہ رن وے چھوڑ چکا تھا اور فضا میں بلند ہوتا جارہا تھا۔ علی تبت کی مخصوص زبان میں ثانیہ کو یہ تمام باتیں بتا رہا تھا پندرہ منٹ کی پرواز کے بعد ایک شخص اپنی جگہ سے اٹھا پھر اٹیچی لے کر ٹوائلٹ میں چلا گیا۔وہاں کلاشنکوف کے دو مختلف حصوں کو جوڑنے لگا پھر وہ کلاشنکوف کو مکمل کرنے کے بعد کارتوس کا بیلٹ اس میں لگانا چاہتا تھا، سلمان نے اس کے دماغ میں دھند پیدا کی۔ یہ یقین پیدا کیا کہ وہ کلاشنکوف اور ریوالور لوڈ کرچکا ہے۔

وہ سلمان کی مرضی سے اٹیچی کو ٹوائلٹ میں چھوڑ کر ایک ہاتھ میں کلاشنکوف اور دوسرے ہاتھ میں ریوالور لے کر باہر آیا پھر کو پائلٹ کو نشانے پر رکھ کر بولا "میرے آگے آگے پائلٹ کیبن میں چلو۔"

ثانی اور علی نے سر گھما کر دیکھا۔وہ بولا "مسٹر علی! اگر سلامتی چاہتے ہو تو اپنی ساتھی کے ساتھ سیٹ پر بیٹھے رہو۔ورنہ ایک ہی برسٹ میں سب کی لاشیں گرادوں گا۔"

ثانی نے پوچھا "تم لاشیں کیوں گرانا چاہتے ہو؟"

"اس لئے کہ اب یہ طیارہ میری مرضی کے مطابق پرواز کرے گا۔"

اس کے ساتھی نے کہا "ہم پاکستان کی سرحد پار کریں گے۔ یار اقبال! ریوالور مجھے دے۔"

اقبال نے ریوالور اپنے ساتھی کی طرف اچھال دیا۔علی نے کہا "تمہارا نام اقبال ہے۔اور ہم نے پیرس میں بچپن سے سنا ہے کہ علامہ اقبال نے پاکستان کا تصور اور منصوبہ پیش کیا تھا۔ ہم پہلی بار پاکستان آئے ہیں۔ہمیں بتاؤ، ہم کس اقبال کو سلام کریں؟ اُسے جس نے پاکستان بنایا۔یا تمہیں جو پاکستان کا ایک اہم راز سرحد پار لے جارہا ہے۔

"بکواس مت کرو۔ورنہ گولی ماردوں گا۔"

ثانی نے کہا "جس کے ہاتھ میں طاقت ہوتی ہے، وہ اپنے سامنے کسی مجبور کی جائز بات نہیں سمجھنا چاہتا۔پھر بھی میں سوال کروں گی، کیا تم پاکستانی نہیں ہو؟ کیا تمہارے باپ دادا پاکستانی نہیں تھے؟ کیا تم نے اس زمین کا اناج نہیں کھایا اور یہاں کے دریاؤں کا پانی نہیں پیا ہے؟ کیا تم لوگوں کو نمک حرامی کرتے ہوئے ذرا سی بھی شرم محسوس نہیں ہوتی؟"

وہ جواب میں ثانی پر تھوکنا چاہتا تھا۔مگر چیخ مارتے ہوئے لڑکھڑا کر گر پڑا۔علی نے اٹھ کر اس کے ساتھی کی طرف ہاتھ بڑھا کر کہا "ریوالور پھینک دو۔یہ خالی ہے۔"

اس نے چونک کر ریوالور کو دیکھا۔اس کی توجہ بٹتے ہی پائلٹ نے اس کے منہ پر ایک ہاتھ جمادیا۔وہ واٹسوروکی کا تیار کردہ فولادی ہاتھ تھا۔ریوالور والا چکرا کر گر پڑا۔وہ حوصلہ کرکے دوبارہ اٹھ سکتا تھا مگر ایک ہی ہاتھ نے سمجھا دیا تھا کہ فرش پر پڑے رہنا ہی بہتر ہے۔

اس کا ساتھی دونوں ہاتھوں سے سر تھامے بیٹھا تھا۔اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ دماغ میں زلزلہ کیسے پیدا ہوگیا تھا۔کو پائلٹ کلاشنکوف اور ریوالور اٹھا کر لے گیا۔علی نے ایک کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر اٹھایا پھر اسے دوسرے کے پاس فرش پر دھکیل کر کہا "اب تمہارے پاس طاقت نہیں ہے۔اور ایسے کاغذات نہیں ہیں جن سے دولت حاصل کر سکو۔ دولت کے بغیر کسی دوسرے ملک میں ایک دن نہیں گزار سکوگے۔اور پاکستان میں دولت کے بغیر سوکھی روٹی کھا کر بھی رہ سکوگے۔کیوں کہ تم یہیں پیدا ہوئے تھے اور یہی ملک تمہاری پہچان ہے۔اب بتاؤ کہاں جاؤگے؟ کہاں پناہ لوگے؟"

ایک نے کہا "ہمیں معاف کردو۔ ہم لالچ میں اندھے ہوگئے تھے؟"

ثانی نے کہا "جب ہاتھوں سے ہتھیار نکل گئے تو نصیحت سمجھ میں آرہی ہے۔طاقت کا نشہ بُرا ہوتا ہے، آدمی سے عقل چھین لیتا ہے۔"

"تم درست کہتی ہو۔اب ہم کبھی اپنے ملک سے غدّاری نہیں کریں گے۔ ہم کان پکڑتے ہیں، توبہ کرتے ہیں۔ ہمیں معاف کردو۔"

"معافی عدالت میں جا کر مانگنا۔معافی تو کبھی نہیں ملے گی۔ سزا ملے گی لیکن سزا کے بعد بھی یہ ملک تمہیں دھکے دے کر سرحد کے باہر نہیں پھینکے گا۔یہ اپنی زمین سے نہ ٹوٹنے والا رشتہ ہوتا ہے جو تم جیسے کتوں کی سمجھ میں نہیں آئے گا۔"

پنڈی ائرپورٹ کے رن وے پر طیارہ رکا۔پھر سیڑھیاں لگاتے ہی دروازہ کھلا تو فوج کے جوان اور دو اعلیٰ افسران اندر آئے۔دونوں غدّاروں کو حراست میں لے لیا گیا۔علی نے اہم کاغذات والا بریف کیس ایک اعلیٰ افسر کو دیا۔افسر نے اسے کھول کر کاغذات پر سرسری نظر ڈالی۔پھر علی سے گرم جوشی کے ساتھ مصافحہ کرتے ہوئے کہا "ہمیں یہ خبر تھی کہ فرہاد مرحوم کے صاحبزادے یہاں سے گزرنے والے ہیں۔میں حکومتِ پاکستان اور پاکستانی عوام کی طرف سے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ آپ نے ایک بہت ہی اہم دستاویز کو سرحد پار جانے سے روک دیا۔"

علی نے کہا "شکریہ غیروں کا ادا کیا جاتا ہے۔میں باپ دادا اور پردادا کے زمانے سے پاکستانی ہوں۔یعنی میرے پیدا ہونے سے پہلے مقدر نے مجھے پاکستانی بنادیا تھا۔"

دوسرے افسر نے کہا "آپ جیسے محبِ وطن کو اپنے وطن میں ہی رہنا چاہئے۔"

وہ سنجیدگی سے بولا "ہم دونوں بھائی یہاں نہیں رہ سکتے۔ کیوں کہ ہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی اولاد ہیں۔اب سے بیس برس پہلے میرے پاپا کئی بار یہاں آئے اور ہر بار یہاں کے حکمرانوں نے دعائیں مانگیں کہ وہ جلد ہی واپس چلے جائیں۔ کیوں کہ انہیں اندیشہ تھا، پاپا کی ٹیلی پیتھی انہیں بے نقاب کر دے گی۔ان کے اصلی چہرے سامنے آجائیں گے اور ان سے

ایک افسانوی کردار جو زندہ ہوگیا تھا۔
ایک حیرت انگیز قبیلہ جو اپنی ہیئت بدل سکتا تھا۔
ایک مجہول سا آدمی جس کے پاس پچاس ملین ڈالر کا نقشہ تھا۔
وہ شخص جس نے حیاتِ ابدی کا راز پالیا تھا۔
ایک پُراسرار پرندہ جس کے پاس ماورائی طاقتیں تھیں۔
ایک قلم جس کے اندر ایک جن بند تھا۔
وہ اشتہاری مجرم جس نے زندگی میں کوئی نیک کام نہیں کیا تھا۔
جرائم
جادو
ارواح
شیطان ازم
ذہانت
فطانت
اسرار
طنز و مزاح
قیمت :- ۲۵ روپے
خوف سسپنس اور تجسس کے ۲۶ شہ پارے
عجیب کہانیاں ○ فطین کہانیاں ○ زہریلی کہانیاں
مکتبۂ نفسیات ◎ پوسٹ بکس نمبر ۹۴۳ ○ کراچی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اقتدار چھن جائے گا۔"

"اب تمہارے پاپا نہیں رہے۔ اب تو تم یہاں رہ سکتے ہو؟"

"خوف میرے پاپا کا نہیں تھا۔ ٹیلی پیتھی کا تھا۔ آج بھی ہمارے خاندان میں چھ ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ میرے ایک انکل نے ہی ان مجرموں کے دماغوں میں گھس کر ان اہم کاغذات کے متعلق معلوم کیا تھا۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "ٹیلی پیتھی ہمارے ملک کے لئے باعثِ رحمت ہوگی۔"

"نہیں جناب! باعثِ زحمت ہوگی۔ آج ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایک ڈی آئی جی کی وطن دشمنی معلوم ہوئی۔ ان دو مجرموں میں جس کا نام اقبال ہے' وہ ایک بہت بڑی سیاسی شخصیت کا سالا ہے۔ وطن سے دشمنی غریب عوام نہیں کرتے' سیاسی لیڈر اور سُپر پاور کے اشاروں پر ناچنے والے با اختیار لوگ کرتے ہیں اور یہ حضرات کبھی نہیں چاہیں گے کہ ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے یہاں آتے جاتے رہیں۔"

بات اتنی سچی اور کھری تھی کہ افسر نے بحث نہیں کی۔ دونوں افسران ان کے ساتھ چائے پی کر رخصت ہو گئے۔ ایک گھنٹہ بعد طیارے نے پھر وہاں سے پرواز کی۔ ثانی اور علی اپنی اپنی سیٹ پر یوں سر جھکائے بیٹھے تھے جیسے اپنے وطن سے نکالے جا رہے ہوں۔

ہم ٹیلی پیتھی کے ذریعے جبراً اپنے ملک میں رہ سکتے تھے۔ کوئی ہمیں ملک بدر کرنے کی جرات نہیں کر سکتا تھا لیکن پاکستان میں رہنا اور امریکا میں رہنا برابر تھا کیوں کہ یہاں سُپر ماسٹر کی پالیسی کے مطابق حکمران بدلتے رہتے تھے۔ نئے نئے سپر ماسٹروں سے لڑتے لڑتے میری آدھی سے زیادہ زندگی گزر گئی تھی۔ میرے دونوں بیٹوں کی زندگی بھی شاید اسی طرح گزرے گی۔ پاکستان میں رہ کر ماسک مین اور سپر ماسٹر سے لڑنے کے ذرائع بالکل نہیں ہیں ...فرانس کی حکومت ہمارے لئے خزانوں کا منہ کھول دیتی ہے۔ پولیس' فوج' ہیلی کاپٹرز' طیاروں اور جدید ترین ہتھیاروں سے ہماری مدد کرتی ہے اور ہم سے دوستی نباہتے وقت کسی سپر پاور کے دباؤ میں نہیں آتی۔ لہٰذا جو جنگ ہمیں پاکستان میں رہ کر لڑنا چاہیے وہ ہم فرانس میں رہ کر لڑتے ہیں۔

جو حضرات یہ حقیقت سمجھ نہیں پاتے' وہ شکایت کرتے ہیں کہ فرہاد صاحب پاکستان کیوں نہیں آتے؟ بھئی نہیں آسکتا۔ کبھی تقدیر ہی لائے تو لائے۔ کیوں کہ تقدیر کی زور آوری کے سامنے ٹیلی پیتھی بھی دم نہیں مارتی۔

میرا بیٹا اور میری ہونے والی بہو پاکستان سے نکل گئے۔ طیارہ تبت کے رُوٹ پر پرواز کر رہا تھا۔ ثانی نے ایشیا کا نقشہ نکال کر سامنے پھیلایا۔ ہمالیہ پہاڑ کے دوسری طرف تبت نظر آرہا تھا۔ ویسے یہ ملک نقشہ میں ہی نظر آتا ہے۔ اگر رختِ سفر باندھ کر وہاں پہنچنا اور اسے آنکھوں سے دیکھنا چاہیں تو یہ سب کے لئے ممکن نہیں ہے۔ یہ ملک بین الاقوامی پرواز کے راستے پر نہیں ہے۔ بیشتر سیاح خصوصی فلائٹ سے جاتے ہیں۔ خشکی کے راستے نہایت دشوار گزار ہیں۔ چونکہ وہاں تک پہنچنا دشوار ہو جاتا ہے اس لئے وہ علاقہ ساری دنیا کے لئے پُر اسرار ہے اور یہ اس قدر بلندی پر ہے کہ اسے دنیا کی چھت (روف آف دی ورلڈ) کہا جاتا ہے۔

طیارہ خاصی بلندی پر پرواز کر رہا تھا۔ کھڑکی کے پار قراقرم کے بلند پہاڑ نظر آرہے تھے جو برف سے ڈھکے ہوئے تھے۔ ثانی اور علی نے گرم لباس پہن لئے تھے۔ کو پائلٹ نے بتایا کہ وہ ایک گھنٹے بعد تبت کے دارالسلطنت لاسہ پہنچیں گے۔ سلطانہ نے ثانی کے پاس آکر پوچھا "ہیلو بیٹی! یہ سفر کیسا لگ رہا ہے؟"

وہ مسکرا کر بولی "ممی! ونڈر فل جرنی ہے۔ یوں لگ رہا ہے جیسے میں خوابوں اور خیالوں کی دنیا میں پرواز کر رہی ہوں۔"

"بیٹی! مشرق یوں بھی خوابوں کی سرزمین ہے۔ مغرب سے وہاں جانے والوں پر سحر سا طاری ہو جاتا ہے۔ پھر تبت تو بے حد پُر اسرار علاقہ ہے۔ جادو نگری کہلاتا ہے۔ میں یہ بتانے آئی ہوں کہ فرانس کی حکومت کی جانب سے تبت کے حاکم کو تم دونوں کی آمد کی اطلاع دے دی گئی ہے۔ دارالسلطنت لاسہ میں سرکاری طور پر تمہارا استقبال ہوگا اور تمہاری حیثیت شاہی مہمان کی ہوگی۔"

"اوہ ممی! یہ اچھا نہیں ہو۔ ہم آزاد نہیں رہیں گے۔ شاہی تکلفات میں گھِر جائیں گے۔ ہم جہاں جائیں گے' ہمارے آگے پیچھے شاہی گارڈز رہا کریں گے۔"

ثانی نے یہ بات علی کو بتائی۔ علی نے سلطانہ کو اپنے دماغ میں بلایا پھر کہا "آنٹی! کسی قسم کی بھی مہمان نوازی ہمیں الجھا دے گی۔ ہم عام سیاحوں کی طرح اس ساحرِ اعظم ساسان ڈوگرا تک پہنچنا چاہتے ہیں۔ پلیز! آپ تبت کے دلائی لامہ حاکم سے معذرت کریں۔ انہیں سمجھائیں کہ کسی مجبوری کے باعث ہم سرکاری سطح پر نہیں آئیں گے۔ وہاں کے عام لوگوں میں رہیں گے۔"

سلطانہ چلی گئی۔ پندرہ منٹ بعد سلمان نے آکر کہا "بیٹے! تم دونوں فرانس کی حکومت کی طرف سے وہاں جا رہے ہو۔ لہٰذا دلائی لامہ ضرور شاہانہ استقبال کرے گا۔ تھوڑی پابندی برداشت کرلو۔ ویسے بھی تمہیں دارالسلطنت میں ایک ہی رات گزارنا ہے۔ دوسری صبح وہاں سے سیکڑوں میل دور طلسم کدے کی طرف روانہ ہو جاؤ گے۔ دارالسلطنت لاسہ میں تم دونوں کے لئے فرانس کا ہیلی کاپٹر پہنچ گیا ہے۔"

علی نے ثانی کو دیکھا پھر کہا "اچھی بات ہے انکل! ہم ایک رات کے لئے دلائی لامہ کے مہمان بن جائیں گے۔"

طیارہ مقررہ وقت پر لاسہ پہنچ گیا۔ شاہی محل کی ایک گاڑی ائرپورٹ کے رن وے پر انہیں لینے آئی تھی۔ اس کے علاوہ مسلح سپاہیوں کی گاڑیاں آگے پیچھے تھیں۔ ایک گاڑی سے دو افراد باہر آئے۔ ایک شخص سوٹ پر اوور کوٹ پہنے ہوئے تھا' دوسرا مقامی لباس میں تھا۔ انہوں نے ثانی اور علی سے مصافحہ کیا۔ سوٹ والے نے مقامی لباس والے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "مسٹر علی! یہ دلائی لامہ کے سیکریٹری ہیں۔ یہ لوگ انگریزی زبان نہیں جانتے۔ میں ان کی مقامی زبان میں ہونے والی گفتگو کا ترجمہ آپ کو سنایا کروں گا۔"

ثانی اور علی نے یہ ظاہر نہیں کیا کہ وہ مقامی زبان جانتے ہیں۔ ...وہ دونوں کار کی پچھلی سیٹ پر آگئے۔ سوٹ والا اسٹیرنگ سیٹ پر آیا۔ اس کے ساتھ والی سیٹ پر سیکریٹری بیٹھ گیا۔ پھر وہ محل کی طرف جانے لگے۔ سیکریٹری عقب نما آئینے میں ثانی کو دیکھ رہا تھا۔ ..اس نے سوٹ والے مترجم سے کہا "مسٹر جوڈی! مہمانوں کو اچھی طرح سمجھا دو یہ لاماؤں اور ساحروں کا ملک ہے۔ اس جوان نے اپنے ساتھ ایک حسین دوشیزہ کو لا کر غلطی کی ہے۔ بہتر ہے اسی طیارے سے لڑکی کو واپس بھیج دے۔"

مقامی زبان کا ترجمہ کرنے والے جوڈی نے کہا "مسٹر علی! یہاں کچھ ایسے شیطان جادوگر ہیں جو حسین لڑکیوں کو غائب کر دیتے ہیں۔ ہمارے دلائی لامہ کو یہ معلوم نہیں تھا کہ تمہارے ساتھ آنے والی اس قدر حسین ہوگی۔ دلائی لامہ مس ثانی کو دیکھ کر پریشان ہو جائے گا۔ وہ بہت مہمان نواز ہے۔ لیکن دو ماہ پہلے یونان سے آئی ہوئی ایک حسین لڑکی محل کے پائیں باغ سے غائب ہو گئی تھی۔ آج تک اس کا سراغ نہیں ملا۔ اس کے بعد اس نے طے کر لیا کہ آئندہ کسی حسینہ کو محل کے احاطے میں داخل نہیں ہونے دے گا جبکہ تم دونوں خاص مہمان ہو اور وہ مس ثانی کی میزبانی سے انکار کر کے حکومتِ فرانس کو ناراض نہیں کرنا چاہے گا۔"

علی نے پوچھا "آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"ہمارے دلائی لامہ کو پریشانی سے بچاؤ اور مس ثانی کو ابھی واپس بھیج دو۔"

"سوری' یہ میری نصف بہتر ہے۔ یہ جائے گی تو میں نصف رہ جاؤں گا۔ ویسے دلائی لامہ سے کہو' ہمیں شاہی مہمان نہ بنائے۔ ..ہمیں کسی ہوٹل میں رات گزارنے دے۔ میں یہ لکھ کر دوں گا کہ ہم اپنی مرضی سے ایسا کر رہے ہیں اور حکومتِ فرانس اس معاملے میں دلائی لامہ سے ناراض نہیں ہوگی۔"

"آپ دونوں ہوٹل میں رات گزاریں گے' یہ تو اور زیادہ خطرے کی بات ہوگی۔ دلائی لامہ اسے تسلیم نہیں کرے گا۔"

"نہ کرے۔ ثانی واپس نہیں جائے گی۔"

، ، باتوں کا ترجمہ سیکریٹری کو سناتا جا رہا تھا۔ سیکریٹری نے پیچھے سر گھما کر علی کو دیکھا۔ پھر جوڈی سے کہا "ایسا لگتا ہے یہ جوان اس حسین لڑکی سے بیزار ہے اور جان بوجھ کر کسی شیطان جادوگر کو اسے اٹھا کر لے جانے کی دعوت دے رہا ہے۔"

جوڈی نے کہا "میں کیا کہہ سکتا ہوں' اس کا فیصلہ دلائی لامہ ہی کریں گے۔"

وہ گاڑیاں محل کے احاطے میں داخل ہوئیں اور مسلح سپاہیوں کی دو قطاروں کے درمیان سے گزرتی ہوئی محل کے بیرونی دروازے کے قریب رک گئیں۔ اندھیرا ہو چلا تھا۔ برفباری کے باعث راستے بھی سنسان تھے۔ انہوں نے راستے میں کسی مقامی عورت کو نہیں دیکھا تھا۔ ان کی گاڑی رکتے ہی محل کے دروازے سے مقامی عورتیں اپنے مخصوص رنگین لباس میں پھولوں کے ہار لے کر آئیں۔ ثانی اور علی گاڑی سے باہر آئے۔ ان پر پھولوں کی بارش ہونے لگی۔ دو لڑکیوں نے انہیں ہار پہنائے۔ وہ تمام عورتیں موٹی بھدی سی تھیں۔ یا پھر دبلی پتلی نازک سی۔ ان کی ناک چپٹی اور آنکھیں بٹن جیسی چھوٹی چھوٹی سی تھی۔ یہ عورتیں آدھی رات کو بھی کہیں تنہا جاتیں تو کوئی انہیں اٹھا کر لے جانا گوارا نہ کرتا۔

وہ کنیزیں ثانی اور علی کو اپنے درمیان لے کر کوئی گیت گاتی ہوئی محل میں آئیں۔ ایک دربار نما ہال میں اونچی مسند پر دلائی لامہ بیٹھا ہوا تھا۔ وہ شاید اسی طرح شاہانہ انداز میں بیٹھا رہتا مگر ثانی کا حسن و جمال دیکھتے ہی ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر کنیزوں سے بولا "خاموش ہو جاؤ۔ یہاں سے چلی جاؤ۔"

وہ چلی گئیں۔ دلائی لامہ اپنے سیکریٹری اور جوڈی سے مقامی زبان میں ثانی کی آمد کے خلاف بولنے لگا۔ ثانی اور علی سمجھ رہے تھے مگر انجان بنے ہوئے تھے۔ تھوڑی دیر بعد جوڈی نے کہا۔ "مسٹر علی! ہزہائی نس فرماتے ہیں کہ ان کے خلاف بڑی سازشیں ہو رہی ہیں۔ چھ ماہ میں بیرونی ممالک سے آنے والی تین حسینائیں غائب ہو چکی ہیں۔ ان ممالک نے ہم سے سفارتی تعلقات توڑنے اور مالی امداد بند کرنے کی دھمکی دی ہے۔ ہزہائی نس کے دشمن انہیں اقتدار سے ہٹانے کے لئے ایسی حرکتیں کر رہے ہیں۔ اگر مس ثانی کو بھی اغوا کیا گیا تو فرانس جیسا بڑا ملک ہزہائی نس سے ناراض ہو جائے گا۔"

علی نے کہا "میں اس بات کی ضمانت دیتا ہوں کہ خدانخواستہ ثانی کو کچھ ہوا تو ہزہائی نس پر کوئی الزام نہیں آئے گا۔ لیکن ہمارا فیصلہ اٹل ہے کہ ہم ہوٹل میں رہیں یا محل میں' ساتھ رہیں گے۔"

جوڈی نے دلائی لامہ کو ہمارا فیصلہ سنایا۔ وہ مجبور ہو کر بولا۔ "یہ ہوٹل میں رہیں گے تو الزام آئے گا کہ میں نے مہمان نوازی سے انکار کیا۔ اگر انکار نہ کرتا اور یہ ہوٹل نہ جاتے تو یہ حسینہ اغوا نہ ہوتی۔ بہتر ہے' یہ دونوں محل میں رات گزاریں۔ میں مسلح گارڈز کے ساتھ خود جاگ کر پہرا دوں گا۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ثانی اور علی کو اسی محل میں ایک شاندار کمرا رہنے کے لئے دیا گیا۔ انہوں نے کمرے میں آکر دروازے کو بند کیا۔ سلمان نے آکر کہا "میں اب تک دُلائی لامہ اور اس کے سیکریٹری کے چور خیالات پڑھ رہا تھا۔ یہ دونوں سازشی نہیں ہیں۔ کوئی دلائی لامہ کو اقتدار سے ہٹانے کی سازش کر رہا ہے۔"

"سازش وہی کرے گا جو اس کے بعد اقتدار میں آئے گا۔"

"یہاں کا دستور ہے کہ بیٹا پچیس برس کا ہو جائے اور باپ مر جائے تو وہ اپنے باپ کی جگہ دلائی لامہ بنے گا۔ موجودہ دُلائی لامہ کا بیٹا ابھی چوبیس برس کا ہے۔ ایسی صورت میں دلائی لامہ کی موت پر یا اس کے اقتدار سے ہٹنے کے بعد بھائی کو اقتدار ملتا ہے۔ موجودہ دلائی لامہ کا ایک بھائی ہے۔ وہی سازش کے ذریعے یہاں کا حکمران بن سکتا ہے۔"

"کیا آپ اس کے بھائی کے دماغ تک پہنچیں گے؟"

"وہ دارالسلطنت میں نہیں ہے۔ اور اس کا بیٹا کہیں شکار کھیلنے گیا ہے۔ دلائی لامہ کی سوچ نے بتایا ہے کہ اس کا بیٹا عیاش ہے' شراب اور شباب کا رسیا ہے۔ چونکہ اکلوتا ہے اس لئے باپ سختی نہیں کرتا' صرف زبان سے سمجھاتا رہتا ہے۔"

"عیاش بیٹا حسین لڑکیوں کو اغوا کرا سکتا ہے۔ محل کے چور راستے اسے معلوم ہوں گے۔"

"بے شک اس پر یقین کی حد تک شبہ کیا جا سکتا ہے۔ مجبوری یہ ہے کہ میں فی الحال دُلائی لامہ کے بیٹے اور بھائی کی آواز بھی نہیں سن سکوں گا نہ ان کے خیالات پڑھ سکوں گا۔"

"کوئی بات نہیں۔ آپ آرام کریں۔ یہاں اغوا کی واردات اس وقت ہوگی جب میں چاہوں گا۔ یعنی آدھی رات کے بعد۔"

"کیا کہہ رہے ہو؟ کیا تم چاہتے ہو کہ میری بیٹی کو اغوا کیا جائے؟"

"کیا آپ پریشان ہو گئے؟"

"نہیں' بیٹی جب مردوں کی طرح زندگی گزار رہی ہے تو اسے بڑے نشیب و فراز سے' بڑے مصائب سے گزرتے رہنا ہوگا۔ میں چاہتا ہوں کوئی دوسرا راستہ اختیار کرو۔"

"مجرموں تک پہنچنے کا یہی راستہ ہے۔ ثانی کو لے جانے والے مقامی زبان بولتے ہوں گے۔ آپ ان کے دماغوں میں جگہ بنا سکیں گے۔ ان کے خفیہ اڈے تک میری رہنمائی کر سکیں گے۔"

"بیٹے علی! جس مقصد کے لئے آئے ہو اس کے لئے صبح یہاں سے روانہ ہو جاؤ۔ یہاں جو لوگ اغوا کرتے ہیں ان سے ہمیں کیا لینا ہے۔ دنیا کے ہر ملک میں' ہر شہر میں مجرم ہیں۔ تم کتنوں کو بے نقاب کرکے سزا دلاؤ گے؟"

"انکل! میں اپنے باپ کے نقشِ قدم پر چل رہا ہوں۔ ہم یہ حساب نہیں کرتے کہ دنیا میں کتنے مجرم ہیں۔ ہم انہی مجرموں سے دو دو ہاتھ کرتے ہیں' جو ہماری راہ گزر پر دکھائی دیتے ہیں۔ آپ کو بیٹی کے اغوا ہونے کا خوف ہے۔ پلیز ان بیٹیوں کے لئے بھی درد پیدا کریں جو ہمارے جانے کے بعد یہاں سے اغوا کی جانے والی ہیں۔"

"میں بحث نہیں کرنا چاہتا۔ یہ بتاؤ کس وقت آؤں؟"

"ٹھیک بارہ بجے۔"

سلمان دماغی طور پر حاضر ہو کر سلطانہ سے بولا "فرہاد بھائی کے دونوں بیٹے ضدی اور گستاخ ہیں۔ علی تو ایک باپ کے جذبات کو سمجھنا ہی نہیں چاہتا۔"

"آخر ہوا کیا ہے؟"

"وہ اغوا کرنے والے مجرموں کے سامنے میری بیٹی کو چارا بنا رہا ہے۔"

سلطانہ نے کہا "آپ کے منہ میں صرف ایک باپ کی زبان ہے۔ وہ سلمان واسطی کہاں ہے جس نے بابا فرید واسطی کے زیرِ سایہ پرورش پائی۔ اس ادارے میں بہت سے علوم اور ہنر سکھانے کے ساتھ انسانیت کے خاطر جان کی بازی لگانے کی نصیحت کی جاتی ہے۔ کیا سسٹر سونیا' اعلیٰ بی بی' مرجانہ اور پوجا وغیرہ نے بارہا جان اور عزت کی بازی نہیں لگائی؟ تمہیں اپنی بیٹی ان جانباز عورتوں سے برتر اور افضل کیوں لگ رہی ہے۔"

سلمان نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر کہا "میں اپنے محسنِ اعظم بابا فرید واسطی مرحوم کی تعلیمات کو نظر انداز کر رہا ہوں۔ بہت گناہ گار بن رہا ہوں۔ مگر کیا کروں' بیٹی کا باپ ہوں۔"

"بیٹی جوان ہو کر اپنے شوہر کی ہو جاتی ہے۔"

"سچ پوچھو تو مجھے یہ سوچ کر بھی شرم آتی ہے کہ ابھی ان کی شادی نہیں ہوئی' نکاح نہیں پڑھایا گیا اور وہ دن رات ساتھ رہتے ہیں۔"

سلطانہ نے کہا "میں عورت ہوں۔ دوسری عورت کے بارے میں مجھے بھی تجسس رہتا ہے۔ میں کئی بار ثانی کے دماغ میں جا کر باتیں کرتی رہی اور باتوں کے دوران اس کی لاعلمی میں چور خیالات پڑھتی رہی۔ اس کے خیالات میں کوئی چور نہیں۔ اس کے دماغ میں دور دور تک گناہ کا تصور نہیں ہے اور علی جیسا شریف اور سنجیدہ جوان میں نے پہلی بار دیکھا ہے۔ وہ دونوں ایک اصول کو مانتے ہیں اور وہ یہ کہ ہر کام اپنے مناسب وقت پر ہونا چاہئے۔ نامناسب عمل گناہ اور جرائم کی طرف لے جاتا ہے۔"

وہ سلمان کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولی "ثانی یہاں سے دوپٹہ اوڑھ کر گئی ہے۔ اسے واپس آنے دو۔ میں اس کے آنچل پر نماز پڑھوں گی پھر تمہیں......"

وہ بولا "بس کرو سلطانہ! تمہارے یقینِ محکم نے میرے دل اور دماغ سے گرد صاف کر دی ہے۔ مجھے اپنی غیرت مند بیٹی اور ہونے والے داماد کی شرافت پر ناز ہے۔ اب میں وہاں کے وقت کے مطابق بارہ بجے ان کے پاس جاؤں گا۔"

محل کے ایک آراستہ بیڈ روم میں وہ دونوں تنہا تھے۔ انہوں نے دُلائی لامہ کے اصرار پر برائے نام کچھ کھایا تھا۔ پھر اس بیڈ روم میں آکر دروازے کو اندر سے بند کر دیا تھا۔ باہر برفباری جاری تھی۔ اندر غضب کی سردی تھی۔ اونی لباس پہننے کے باوجود سردی لگ رہی تھی۔ علی نے گھڑی دیکھ کر کہا "آٹھ بج کر تین منٹ ہوئے ہیں۔ اگر ہم تین گھنٹے کی نیند پوری کریں تو ساڑھے گیارہ بجے بیدار ہو جائیں گے۔"

ثانی نے تائید کی "ٹھیک ہے۔ ہم تھوڑی دیر سونے کے بعد تازہ دم ہو جائیں گے۔"

وہ دونوں شاہانہ طرز کے پلنگ پر آگئے۔ ایک پلنگ پر نہ علی کو جھجک ہوئی' نہ ثانی کو شرم آئی۔ کیوں کہ انہوں جھجکنے اور شرمانے والی کوئی حرکت اب تک نہیں کی تھی۔ دو دوست ایک بستر پر سوتے ہیں۔ لہٰذا وہ بھی لیٹ گئے۔

بستر سرد تھا۔ تھوڑی دیر میں بستر کی سطح ان کے وجود کی گرمی سے گرما جاتی۔ مگر انہیں سردی ستاتی رہتی اور گرمی پکارتی رہتی۔ انہوں نے اپنے اوپر کمبل ڈال لیا۔ چاروں شانے چت ہو کر اپنے اپنے ہاتھ اپنے اپنے سینے پر رکھ لئے' ثانی نے کہا "اے خدا! ...یہ ضروری نہیں کہ ہر عورت اپنے محبوب کو تہذیب کی جنت سے نکلوائے۔ میرے مالک! مجھے ایسی عورت نہ بنا۔ میری حیا کے آئینے کو سلامت رکھ۔"

علی نے کہا "اے ربِ کریم! میری ثانی مجھے بہت عزیز ہے۔ مجھے اس کے ساتھ انسان رہنے دے۔ ہمارے کردار میں پختگی دے۔ جب تک تیرے حکم کے مطابق اور شریعتِ محمدیؐ کے مطابق ہمارا نکاح نہ ہو' ہم اپنی شرم اور کردار کی پختگی کو برقرار رکھیں۔ تُو دعاؤں کا سننے والا اور گمراہی سے بچانے والا ہے۔"

ایسی شدید سردی میں ایک دوسرے کے بدن کی آنچ محسوس ہوتی ہے۔ خواہشات دھوم مچاتی ہیں۔ ایک دوسرے کو اپنی طرف کھینچتی ہیں۔ ایسے میں دعا کام نہیں آتی۔ لیکن جو دعا کے ساتھ دوا بھی کرتے ہیں' ان کا ایمان کبھی نہیں ڈگمگاتا۔

ثانی اور علی نے دعا کے بعد دوا کی۔ اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ ...اپنے اپنے دماغ کو ہدایات دیں کہ وہ پورے تین گھنٹے تک گہری نیند میں ڈوبے رہیں۔ اگر نیند کے دوران کوئی غیر معمولی بات ہو یا خواب گاہ میں کوئی قدم رکھے تو فوراً ہی آنکھ کھل جائے۔ وہ بچپن سے دماغ کو ہدایات دے کر سونے اور جاگنے کے عادی تھے۔ آدھے منٹ کے اندر ہی انہیں نیند آگئی۔

اب شیطان بھی انہیں نہیں جگا سکتا تھا۔ نہ ثانی کو اپنے مرد کی قربت سے بہکا سکتا تھا اور نہ ہی علی کو ثانی کے حسن و شباب سے بھڑکا سکتا تھا۔ یہ سچ ہے کہ شیطان کا داؤ ہر انسان پر نہیں چلتا۔ اگر چلتا تو ہماری دنیا میں شیطان ہی شیطان ہوتے کوئی سچا اور کھرا انسان نظر نہ آتا۔

میرے وہ قارئین جو کسی حد تک مستقل مزاج ہیں اور اچھی قوتِ ارادی کے مالک ہیں' وہ اپنے بچوں پر یہ نسخہ آزمائیں۔ ...انہیں صبح خیزی کی عادت ڈالیں۔ یوگا کی ہلکی پھلکی مشقیں کرائیں اور سونے سے پہلے سمجھائیں کہ وہ ہر رات آنکھیں بند کرکے دماغ کو ہدایات دیا کریں۔ اپنے جاگنے کا وقت مقرر کریں۔ ...اور اپنے کمرے میں کسی مداخلت سے آنکھ کھل جانے کی بھی ہدایت کریں۔ آپ کوئی بھی کام کریں' ابتدا میں ناکامی ہوتی ہے۔ ...اس لئے بچوں میں حوصلہ اور مستقل مزاجی پیدا کرتے رہنا چاہئے۔ آپ ایک آدھ ماہ میں دیکھیں گے کہ بچوں نے رات کے وقت اپنے دماغوں کو اپنے کنٹرول میں رکھنا سیکھ لیا ہے۔ اگر آپ نے ایسا کر لیا تو آپ آئندہ نسلوں میں بے شمار سونیا ثانی اور علی تیمور کا اضافہ کریں گے۔

علی کا خیال تھا کہ محل میں کوئی واردات ہوئی تو آدھی رات کے بعد ہوگی۔ کیوں کہ خواب گاہ کے باہر چاروں طرف سخت پہرا تھا۔ خود دُلائی لامہ بھی جاگ رہا تھا۔ واردات کرنے والوں کے لئے بس ایک ہی راستہ تھا۔ اگر اس محل میں کوئی چور دروازہ ہوتا تو وہ اسی راستے سے خواب گاہ میں داخل ہو سکتے تھے۔

ہر محل میں چور دروازے اور تہ خانے ہوتے ہیں۔ سلمان نے دلائی لامہ کے دماغ سے معلوم کیا تھا۔ اس کے محل میں کہیں چور دروازہ نہیں تھا اور یہ ایک تعجب کی بات تھی۔ اس کے سیکریٹری کی سوچ نے بھی یہی بتایا تھا اور خیال خوانی کرنے والے سے کسی کا دماغ جھوٹ نہیں بولتا۔

بہرحال واردات کا راستہ آسان ہو تو مجرم آدھی رات کا انتظار نہیں کرتے۔ خواب گاہ کی ایک دیوار پر دُلائی لامہ اول کی پینٹنگ لگی ہوئی تھی۔ وہ بڑی سی تصویر بالکل ساکت تھی اور تصویر تو ساکت ہوتی ہی ہے۔ لیکن ٹھیک گیارہ بجے اس کی آنکھوں میں حرکت ہوئی۔ اس کی پتلیاں اپنی جگہ سے سرک گئیں۔ وہاں ننھا سا خلا پیدا ہوا پھر اس خلا سے کسی کی زندہ آنکھیں جھانکنے لگیں۔

یہ ایک غیر معمولی بات تھی کہ کمرے کی کوئی چیز اپنی جگہ سے سرک جائے اور زندہ آنکھ کسی مردہ آنکھ کی جگہ لے کر دیکھنے لگے۔ چوں کہ یہ غیر معمولی باتیں تھیں اس لئے ثانی اور علی کی آنکھ کھل گئی۔ ثانی نے سر گھما کر علی کو دیکھا۔ وہ بولا "کچھ گڑبڑ ہے۔"

وہ کمبل کو ایک طرف پھینکتے ہوئے اٹھ گئے۔ فرش پر آتے ہی اپنے پنجوں کے بل اچھلنے لگے۔ وہ جوتے پہن کر سوئے تھے۔ کسی خاص تیاری کی ضرورت نہیں تھی۔ اپنی ایڑیاں اٹھائے پنجوں کے بل اس لئے اچھل رہے تھے کہ نیند کا ہلکا سا بھی خمار رہ گیا ہو تو ختم ہو جائے۔ دماغ پوری تازگی اور چابک دستی سے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

سوچنا سمجھنا شروع کر دے۔ لہو میں گرم، اور بدن میں حرارت پیدا ہو۔ وہ اسی طرح اچھلتے ہوئے باتھ روم میں آئے، وہاں اپنے چہروں پر پانی کے چھینٹے مارے۔ تولئے سے مُنہ پونچھتے ہوئے کمرے میں آئے۔ اس وقت ایک دیوار سے چور راستہ کھل رہا تھا۔

چور دروازے کے دوسری طرف نیم تاریکی تھی۔ وہاں سے چار عدد لامہ چلتے ہوئے کمرے کی روشنی میں آئے۔ وہ بدھ مت کے بھکشوؤں کی طرح گیروے رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ ایسے دھارمک لوگ معصوم ہوتے ہیں مگر وہ صورت سے چھٹے ہوئے بدمعاش لگ رہے تھے۔ انہوں نے پیشانی پر راکھ لگائی ہوئی تھی جیسی اگن پوجا کے بعد آ رہے ہوں۔ ایک کے ہاتھ میں تیر کمان اور باقی تینوں کے ہاتھوں میں ننگی تلواریں تھیں۔

وہ بڑے طمطراق سے آئے تھے مگر انہیں پنجوں کے بل اچھلتے دیکھ کر ٹھٹک گئے۔ ایک نے گرج کر اپنی زبان میں کہا "رک جاؤ۔ ہم نے تمہیں نیند کی حالت میں دیکھا تھا۔ اگر ذرا بھی شبہ ہوتا کہ جاگ رہے ہو تو تمہارے سامنے یہ چور دروازہ نہ کھولتے۔"

دوسرے نے کمان کے چلّے پر تیر چڑھاتے ہوئے کہا "چور دروازہ دیکھ لینے کے بعد اس جوان کو زندہ نہیں رہنا چاہئے۔"

کمان تن گئی۔ تیر سنسناتا ہوا آیا۔ علی نے اچھلتے ہوئے فضا میں قلابازی لگائی تیر باتھ روم کے دروازے میں پیوست ہو گیا۔ دوسرا تیر چلانے سے پہلے ثانی جمناسٹک کے کرتب دکھاتی ہوئی قریب آئی پھر اچھل کر ایک فلائنگ کک ماری۔ تیر کمان والا منہ پر ٹھوکر کھا کر پیچھے کی طرف لڑکھڑایا۔ پیچھے کھڑے ہوئے ساتھی کی تلوار اس کے پشت میں گھسی اور پیٹ کی طرف سے نکل آئی۔

وہ لامہ انہیں تر نوالہ سمجھ کر آئے تھے۔ ایسی پچویشن کے لئے تیار نہیں تھے۔ انہوں نے چونک کر اپنے مرنے والے ساتھی کو دیکھا۔ پھر ان کی سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا دیکھ رہے ہیں۔ ...ثانی اور علی نے انہیں دیکھنے اور سمجھنے کی مہلت نہیں دی۔ ان کے تابڑ توڑ حملوں کا انداز ایسا تھا کہ انہیں تلوار چلانے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ پھر وہ تلواریں بھی ان کے ہاتھوں سے نکل گئیں۔ ...صرف دو منٹ کے اندر ان میں سے ایک مر چکا تھا اور تین نیم بیہوشی کی حالت میں فرش پر پڑے ہوئے تھے۔

دونوں نے ایک ایک تلوار اٹھالی۔ ثانی نے ایک کو ٹھوکر مار کر کہا "اٹھو اور وہاں چلو' جہاں مجھے لے جانے آئے تھے۔"

تینوں نے چونک کر ثانی کو دیکھا کیوں کہ وہ ان کی زبان بول رہی تھی۔ علی نے بھی ان کی زبان میں پوچھا "جہاں اسے لے جانا چاہتے تھے' وہاں آتشی اسلحہ بھی ہے؟"

اُس نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ علی نے اس کی گردن دبوچ کر اٹھاتے ہوئے کہا "ہمارے آگے آگے چلو۔"

وہ تینوں حکم کی تعمیل کرنے لگے۔ ثانی اور علی ان کے پیچھے چلتے ہوئے چور دروازے سے گزر کر ایک راہداری میں آئے۔ وہ راہداری ایک طرف مڑ گئی۔ اس کے آخری سرے پر ایک زینہ تھا۔ زینے کے نیچے تہ خانے کا منظر دور تک نظر آ رہا تھا۔

وہاں جنریٹر کے ذریعے بلب روشن تھے۔ ان کی روشنی میں کچھ لامہ گیروے لباس میں دکھائی دے رہے تھے۔ تہ خانہ کے وسط میں آگ روشن تھی۔ شعلے بھڑک رہے تھے۔ ایک بونا دوڑتا ہوا ان شعلوں کے درمیان سے گزرتا ہوا کبھی اُدھر جا رہا تھا کبھی ادھر آ رہا تھا۔ شعلوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے کچھ پڑھتا جا رہا تھا۔ ثانی نے اپنے شکار کی پسلی میں تلوار کی نوک چبھوئی' پھر پوچھا "یہ کیا ہو رہا ہے؟"

وہ بولا "یہ ہمارے علاقہ کا بونا جادوگر ہے۔ بے حد خطرناک ہے۔ تم نے ہمیں زیر کر لیا ہے لیکن اس کے سامنے تم دونوں سحر زدہ ہو جاؤ گے۔"

علی نے ثانی سے فرانسیسی زبان میں کہا "اس تہ خانے میں چُھپنے کی خاصی گنجائش ہے۔ میں جا رہا ہوں۔ تم دس منٹ بعد بونے جادوگر کے پاس جا سکتی ہو۔"

وہ چلا گیا۔ بونا جادوگر منتر پڑھنے اور شعلوں کے درمیان گزرنے کے عمل میں مصروف تھا۔ دوسرے لامہ اس کے آس پاس دونوں ہاتھ جوڑے' سر جھکائے کھڑے تھے۔ بونا ایک جگہ رک گیا۔ پھر اس نے جھک کر ایک برتن سے مٹھی بھر سفوف اٹھایا اور اسے آگ میں پھینک دیا۔ اس کے ساتھ ہی شعلے بھڑک بھڑک کر بجھ گئے۔ بجھی ہوئی آگ سے دھواں اٹھ کر پھیلنے لگا۔ تھوڑی دیر تک دھواں بادل کی طرح چھایا رہا۔ جب وہ چھٹنے لگا تو ایک کھٹے ہوئے دروازے پر دلائی لامہ نظر آیا۔

وہ دلائی لامہ جو وہاں کا حکمران تھا۔ ثانی اور علی کا میزبان تھا اس نے دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر کہا "بونے شیطان! وہ حسین دوشیزہ ابھی تک کیوں نہیں آئی؟"

"آگئی سرکار' آگئی۔ وہ دیکھیں۔"

بونے جادوگر نے ایک طرف اشارہ کیا۔ سب نے اُدھر دیکھا۔ ثانی تین لاماؤں کے پیچھے زینے سے اتر رہی تھی۔ اس نے ایک کو لات ماری۔ جسے لات پڑی وہ دو ساتھیوں سے ٹکرایا پھر وہ تینوں زینے پر سے لُڑھکتے ہوئے نیچے پہنچ کر چاروں شانے چت ہو گئے۔ دلائی لامہ نے پریشان ہو کر پوچھا "بونے شیطان! یہ کیا ہو رہا ہے؟ کیا تیری کسی غلطی سے میرا بھید کھلنے والا ہے؟"

بونے نے ثانی کے ہاتھ میں ننگی تلوار دیکھ کر کہا "سرکار! میرے جادو میں کوئی کھوٹ نہیں ہے۔ میری کامیابی کا ثبوت یہ ہے کہ اس کا جوان ساتھی محل میں بے ہوش پڑا ہو گا۔ اور ابھی میں آپ کے سامنے اس کے ہاتھ سے تلوار گرا دوں گا۔"

وہ بلند آواز میں منتر پڑھنے لگا۔ ثانی ایک ایک قدم بڑھ رہی تھی۔ اس کے قریب آتی جا رہی تھی۔ بونے کے منتر پڑھنے کا انداز بتا رہا تھا کہ اس کے ہاتھ سے تلوار گر جائے گی لیکن تلوار کی نوک بونے کے حلق سے آ کر ٹک گئی۔ وہ گڑبڑا گیا۔ منتر بھول گیا۔ ثانی نے کہا "تلوار تب گرے گی جب منتر پورا کر سکو گے۔ تمہارے اسی حلق سے منتر نکلتا ہے نا؟"

دلائی لامہ نے گھبرا کر کہا "میرا بھید کھل جائے گا۔ یہ محل سے باہر جائے گی تو میری عیاشی اور جرائم کا انکشاف ہو گا۔ میرا اقتدار چھن جائے گا۔ اسے گولی مار دو۔"

اس کے باڈی گارڈ نے ہولسٹر سے ریوالور نکال کر ثانی کا نشانہ لیا۔ لیکن ٹریگر نہ دبا سکا۔ ریوالور والا ہاتھ کلائی سے کٹ کر گر پڑا۔ دلائی لامہ کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ علی کے ہاتھ میں تلوار دیکھ کر وہ بھاگنا چاہتا تھا۔ مگر تلوار کے ایک وار سے بھاگنے والا ایک ٹخنہ کٹ گیا۔ وہ فرش پر گر کر رحم کی بھیک مانگنے لگا۔

"ہم اسی طرح رحم کریں گے جیسے تم ہمارے ساتھ کرنے والے تھے۔ یہ بتاؤ کیا تم پر تنویمی عمل کیا گیا ہے؟"

دلائی لامہ نے تکلیف سے کراہتے ہوئے کہا "میں نہیں جانتا تنویمی عمل کیا ہوتا ہے۔ مجھے معلوم تھا کہ تمہارے خاندان کے لوگ ٹیلی پیتھی جانتے ہیں کسی کے بھی دماغ میں گھس جاتے ہیں۔ اس بونے جادوگر نے مجھ پر کچھ عمل کیا تھا اور یقین دلایا تھا کہ میرے چور خیالات کوئی نہیں پڑھ سکے گا۔"

یہی وجہ تھی کہ سلمان اس کے دماغ میں پہنچ کر بھی اس کے چور خیالات نہیں پڑھ سکا تھا۔

ثانی نے بونے سے پوچھا "دلائی لامہ کا بیٹا اور بھائی کہاں ہیں؟"

بونے نے دلائی لامہ سے نظریں چراتے ہوئے کہا "بیٹا بھی باپ کی طرح عیاش ہے۔ کہیں شکار کھیلنے گیا ہے۔ جب بیرونی ممالک سے کوئی حسین لڑکی آتی ہے تو دلائی لامہ مجھے حکم دیتا ہے کہ میں اس کے بھائی پر عمل کروں۔ میرے جادو سے اس کا بھائی نیم پاگل ہو جاتا ہے۔ یہ اسے کال کوٹھری میں ... جب بھی حسین لڑکیاں غائب ہوتی ہیں ... پر آتا ہے۔"

علی نے دلائی ...

تمہارے بھائی کو ...

اس ...

ثانی ...

سوچتا ہوں کہ کبھی کبھی دماغی طور پر کہاں گم ہو جاتا ہوں۔ ہوش میں آتا ہوں تو کئی راتیں اور کئی دن گزر چکے ہوتے ہیں۔ میں بیڈ روم سے غائب ہوتا ہوں اور ہوش میں آنے کے بعد خود کو کسی ویرانے میں پاتا ہوں۔"

علی نے اُسے بتایا کہ اس کا بھائی دلائی لامہ عیاش اور چالباز ہے۔ وہ باہر سے آنے والی حسیناؤں سے کھیلنے کے لئے خود معصوم بن کر اپنے بے قصور بھائی کو دنیا کی نظروں میں مشکوک بناتا ہے۔

بارہ بج گئے تھے۔ سلمان نے اپنے وقت پر آکر دیکھا تو بازی پلٹ چکی تھی۔ اس نے علی سے پوچھا "یہ کیا ہو گیا؟ کیا دلائی لامہ مجرم ہے؟"

"جی ہاں۔ آپ ذرا معلوم کریں۔ یہ عیاش شیطان لڑکیوں کو اغوا کر کے کہاں چھپاتا ہے۔"

سلمان نے دلائی لامہ کے پاس آکر اس کی سوچ پڑھی۔ وہ سوچ کے لحاظ سے معصوم تھا۔ جو حقیقت سامنے آگئی تھی' دماغ اس کا اعتراف نہیں کر رہا تھا۔ سلمان نے کہا "الّو کے پٹھے! اب سمجھ میں آیا۔ تیرے دماغ کے ایک حصے کو لاک کیا گیا ہے۔ اس لئے میں تیرے چور خیالات نہیں پڑھ پایا تھا۔ اب میں مقفل حصے کا تالا کھولوں گا۔"

یہ کہتے ہی اس نے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا۔ وہ تکلیف کی شدت سے حلق پھاڑ پھاڑ کر چیخنے لگا۔ زلزلے میں سب کچھ تہس نہس ہو جاتا ہے۔ پھر تالا کیسے نہ ٹوٹتا۔ دماغ کے چور خانے سے اس کا کچا چٹھا باہر آنے لگا۔ سلمان نے تھوڑی دیر خیالات پڑھنے کے بعد علی سے کہا "یہ تہ خانہ بہت وسیع و عریض ہے۔ اس کے ایک حصے میں اس نے حرم ... ہوئی ...

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اتارتے رہے۔ دلائی لامہ کا بھائی اس کے ساتھ ہیلی کاپٹر تک آیا۔

...وہ احسان مند تھا۔ بار بار ہاتھ جوڑتا تھا اور ثانی اور علی کے پاؤں چھو کر کہتا تھا "آپ کی مہربانیوں سے میں بے قصور ثابت ہوا اور اب یہاں کا دلائی لامہ بنایا جاؤں گا۔ لیکن میں آپ کے قدموں کی دھول ہوں۔ مجھے گائیڈ بنا کر ساتھ لے چلیں۔"

علی نے اس کے شانے کو تھپک کر کہا "تمہاری ضرورت ہوئی تو ہم ضرور تمہیں بلائیں گے۔"

وہ بولا "آپ نہیں جانتے۔ ساحرِ اعظم ساسان ڈوگرا بہت ہی خطرناک جادوگر ہے۔ وہ اپنے کالے جادو کے ذریعے آپ دونوں کو دیکھ رہا ہوگا۔ اس سے کوئی بات چھپی نہیں رہتی۔ اس ملک کا ہر نیا دلائی لامہ ایک بار ضرور اس کے سامنے حاضر ہوتا ہے۔ آپ دوسرے لفظوں میں یوں سمجھ لیں کہ تبت کا اصل حکمران وہی ہے۔"

علی نے کہا "کالے جادو کا اثر دیرپا نہیں ہوتا۔ خطرناک جادوگروں کو دور ہی سے گولی ماردی جاتی ہے۔ کیا جمہوریہ چین اور دوسرے بڑے ممالک ساسان ڈوگرا پر قابو نہیں پا سکتے' کیا اسے نابود نہیں کرسکتے؟"

"وہ اور اس کا طلسم کدہ کسی کو نظر نہیں آتا۔"

"اگر ایسا ہے تو ہر نیا دلائی لامہ اس کے سامنے کیسے حاضر ہوتا ہے؟"

"یہ صرف وہی دلائی لامہ جانتا ہے' جو اس کے سامنے حاضر ہوتا ہے۔ غیر ملکی جاسوس اتنا ہی دیکھتے ہیں کہ دلائی لامہ ایک غار کے اندر جاتا ہے۔ اور وہ کہاں جاتا ہے' یہ معلوم کرنے کے لئے جاسوس تعاقب کرتے ہیں۔ لیکن عجیب بھول بھلیوں

ساتھی کو دیکھا۔ پھر ان کی سمجھ میں [illegible] انہیں کوئی طلسم کدہ یا

...ثانی اور علی نے انہیں دیکھنے اور سمجھنے کی مہلت نہیں دی۔ ان کے تابڑتوڑ حملوں کا انداز ایسا تھا کہ انہیں تلوار چلانے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ پھر وہ تلواریں بھی ان کے ہاتھوں سے نکل گئیں۔

...صرف دو منٹ کے اندر ان میں سے ایک مرچکا تھا اور تین نیم بیہوشی کی حالت میں فرش پر پڑے ہوئے تھے۔

دونوں نے ایک ایک تلوار اٹھالی۔ ثانی نے ایک کو ٹھوکر مار کر کہا "اٹھو اور وہاں چلو' جہاں مجھے لے جانے آئے تھے۔"

تینوں نے چونک کر ثانی کو دیکھا کیوں کہ وہ ان کی زبان بول رہی تھی۔ علی نے بھی ان کی زبان میں پوچھا "جہاں اسے لے جانا چاہتے تھے' وہاں آتشی اسلحہ بھی ہے؟"

اُس نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ علی نے اس کی گردن دبوچ کر اٹھاتے ہوئے کہا "ہمارے آگے آگے چلو۔"

وہ تینوں حکم کی تعمیل کرنے لگے۔ ثانی اور علی ان کے پیچھے چلتے ہوئے چور دروازے سے گزر کر ایک راہداری میں آئے۔ وہ

ویسے عام گفتگو کرلیتا ہے۔"

"جب وہ ایسا زبردست جادوگر ہے تو اس کے خلاف ہماری کیا مدد کرو گے؟"

"میں اس کے خلاف کچھ سوچنے کی جرات ہی نہیں کرسکتا۔ ...البتہ اس غار تک راہنمائی کرسکتا ہوں۔ یہاں کے دستور کے مطابق مجھے چوبیس گھنٹے کے اندر دلائی لامہ بنایا جائے گا۔ میں ساسان ڈوگرا کے سامنے حاضر ہو کر اس کے قدموں میں گڑگڑاؤں گا کہ وہ آپ دونوں کو نقصان نہ پہنچائے۔"

علی نے پھر ایک بار اس کے شانے کو تھپک کر کہا "اپنے گھر جاؤ۔ اور یہ بزدلانہ خیال دماغ سے نکال دو کہ تم ہمارے لئے رحم کی بھیک مانگو گے۔"

وہ کچھ کہنا چاہتا تھا' ثانی نے ڈانٹ کر کہا "بس اپنی آواز اب نہ سنانا۔ یہاں سے دفع ہوجاؤ۔"

وہ سر جھکا کر ہاتھ جوڑ کر پیچھے چلا گیا۔ علی نے پائلٹ کو اشارہ کیا۔ ہیلی کاپٹر اسٹارٹ ہوگیا۔ پنکھا گردش کرنے لگا۔ پھر وہ آہستہ آہستہ فضا میں بلند ہوتے ہوئے پرواز کرنے لگا۔ چوبیس گھنٹے کے اندر دلائی لامہ بننے والا ہیلی کاپٹر کو آسمان کی بلندیوں پر دور جاتے دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا "مجھ پر احسان کرنے والی دیوی اور دیوتا! یہ تمہارا آخری سفر ہے۔ میں تمہیں آخری پرنام کرتا ہوں۔"

وہ دونوں ہاتھ جوڑے ہوئے تھا۔ پھر اس نے سر کو جھکا لیا۔ آنکھیں بند کرلیں۔ چند لمحوں تک یونہی کھڑا اپنے محسنوں کے لئے دل میں درد محسوس کرتا رہا۔ پھر چونک گیا۔ سر اٹھا کر دیکھا۔ دور پہاڑی کے پاس وہ ہیلی کاپٹر ڈگمگا رہا تھا۔ شاید کوئی خرابی پیدا ہوگئی تھی۔

وہ دونوں ہاتھ اٹھا کر یوں دوڑنے لگا جیسے گرتے ہوئے ہیلی [illegible] کو تھام لے گا۔ وہ کئی میل کے فاصلے پر تھا اور دوڑتے ہوئے دیکھا۔ ثانی تمین لاماؤں "اے مہان جادوگر! تیرا جادو بول رہا ہے۔ تو نے ایک کو لات ماری۔ جیسے [illegible] کرتا۔ مگر وہ دونوں میرے محسن ہیں۔ پھر وہ تینوں زینے پر سے لڑھکتے ہوئے [illegible]! تیرا پجاری دیا کی بھیک چت ہوگئے۔ دلائی لامہ نے پریشان ہو کر پوچھا

کیا ہو رہا ہے؟ کیا تیری کسی غلطی سے میرا بھید کھلنے [illegible] آواز نیچی ہوتے

بونے نے ثانی کے ہاتھ میں ننگی تلوار دیکھ کر کہا" [illegible] لئے رحم کر

میرے جادو میں کوئی کھوٹ نہیں ہے۔ میری کامیابی کا ثبوت یہ [illegible] ہے کہ اس کا جوان ساتھی محل میں بے ہوش پڑا ہوگا۔ اور ابھی [illegible] میں آپ کے سامنے اس کے ہاتھ سے تلوار گرادوں گا۔"

وہ بلند آواز میں منتر پڑھنے لگا۔ ثانی ایک ایک قدم بڑھ رہی تھی۔ اس کے قریب آتی جارہی تھی۔ بونے کے منتر پڑھنے کا انداز بتا رہا تھا کہ اس کے ہاتھ سے تلوار گر جائے گی لیکن تلوار

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com
itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

طلونا

ایک دراز دست شخص کی سرگزشت۔ ایک طلسماتی اور سحر انگیز آدمی کے شب و روز، اس نے جو چاہا، فتح کر لیا اور جب چاہا کسی کو مات دے دی۔ خیال خوانی میں ایک نیا جہان معنی متعارف کرانے والے شخص کی جولانیِ طبع کی فسوں کاری۔ اس کی شہرت چار دانگ پھیل چکی ہے۔

اندھیرا اُن کا مقدر بن گیا تھا۔

جورا جوری اور جوڈی نارمن کو اب ایسا لگتا تھا جیسے وہ اندھیرے میں ہی پیدا ہوئے تھے اور اندھیرے میں ہی مر جائیں گے۔ اس تاریک کمرے میں پتا نہیں کتنے دن، کتنے ہفتے اور کتنے مہینے گزر گئے تھے۔ انہیں گزرتے ہوئے وقت کا حساب معلوم نہیں تھا۔ انہوں نے ایک مدت سے خود اپنا چہرہ نہیں دیکھا تھا۔ روشنی ہوتی، آئینہ ہوتا تو وہ دیکھتے۔ صرف اور صرف اندھیرے میں وہ اپنا چہرہ بھی بھولتے جا رہے تھے۔

عورت اپنے حسن و جمال کی تعریف چاہتی ہے۔ وہ جوڈی نارمن کے ہاتھوں کو اپنے چہرے پر لا کر کہتی تھی "میرے چہرے کے ایک ایک نقش کو چھو کر بتاؤ میں کیسی لگتی ہوں؟"

وہ ایک اندھے کی طرح چھو کر اس کی تعریفیں کرتا تھا اور وہ ایک اندھی کی طرح خوش ہو جاتی تھی۔ اس تاریک قید خانے میں آنے سے پہلے وہ مردوں سے بیزار تھی۔ کسی کو بوائے فرینڈ نہیں بناتی تھی۔ کسی سے شادی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اس عجیب و غریب قید خانے میں آکر وہ جوڈی نارمن کو دوست بنانے پر مجبور ہو گئی تھی۔

مجبوری نے ایک ساتھی کی قربت سے آشنا کیا تو وہ دل و جان سے اسے چاہنے لگی۔ شاید اس چاہت میں بھی مجبوری تھی کیونکہ اندھیری چار دیواری میں چاہنے اور چاہے جانے کے لئے اور کچھ نہیں تھا۔

وہ وقت گزارنے کے لئے کبھی کبھی خیال خوانی کرتے تھے، کسی دوست یا رشتے دار کے دماغوں میں پہنچ جاتے تھے۔ پھر ان کے ذریعے دوسروں کے اندر بھی جگہ بنا لیتے تھے مگر نتیجہ حاصل نہیں ہوتا تھا۔ وہ کسی کو اپنی مدد کے لئے بلا نہیں سکتے تھے۔ انہیں دن کی روشنی میں دیکھ کر سوچتے تھے۔ سورج کیسے چمکتا ہوگا؟ دن کی روشنی کیسی ہوتی ہے؟ کیا ہم کبھی دوبارہ روشنی دیکھ سکیں گے؟

وہ تاریکی کے اس قدر عادی ہو گئے تھے کہ روشنی میں ان کی آنکھیں دُکھنے لگتیں۔ وہ کبھی کبھی جھنجلا کر زور زور سے بولتے تھے اور پوچھتے تھے "تم ہمیں قیدی بنا کر کس جرم کی سزا دے رہی ہو؟ تم ہم سے کیا چاہتی ہو؟ کم از کم ہماری ٹیلی پیتھی سے کوئی کام لو۔ کوئی فائدہ اٹھاؤ۔ ہمیں یہ خوشی ہوگی کہ تم ہمارے کام نہیں آتیں، ہم تو تمہارے کام آتے ہیں۔"

وہ بولتے بولتے تھک جاتے تھے مگر جواب نہیں ملتا تھا۔ رفتہ رفتہ انہیں یقین ہو گیا کہ وہ قید کرنے والی اس وقت بھی نہیں بولے گی، جب وہ دونوں چیختے چیختے مر جائیں گے۔

یہ تو پاگل بنا دینے والی بات تھی۔ اگر جوڈی نارمن کو ایک دوشیزہ نہ ملتی اور جورا جوری کو ایک پیار کرنے والا مرد نہ ملتا تو دونوں ایسے رویّے سے پاگل ہو جاتے۔ یہ دنیا اس لئے قائم ہے کہ مرد کو عورت نے اور عورت کو مرد نے سنبھال رکھا ہے۔

یوں ایک دوسرے کو سنبھالنے کا نتیجہ پریشان کن بھی ہوتا ہے۔ ایک روز اچانک جورا جوری کی طبیعت خراب ہو گئی۔ وقفے وقفے سے قے ہونے لگی۔ جوڈی نارمن نے اسے تسلیاں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

دیں۔ آرام سے بستر پر لٹایا۔ پھر بلند آواز سے کہنے لگا "اس تاریک جہنم میں تم بھی نہیں سنتی ہو' خدا بھی نہیں سنتا ہے۔ میں کیسے تصدیق کروں کہ یہ میرے بچے کی ماں بننے والی ہے۔"

وہ روتے ہوئے بولی "ہاں' یہ ماں بننے کے آثار ہیں۔ نارمن! مجھے تمہاری بھرپور محبت ملی۔ اب محبت کا انعام مل رہا ہے لیکن مجھے خوش ہونا چاہئے یا ماتم کرنا چاہئے؟ ایک ماں نو ماہ تک اس اندھیرے میں مصیبتیں اٹھائے گی۔ نو ماہ بعد میرا بچہ تاریک جہنم میں پیدا ہوگا۔ پیدا ہو کر آنکھیں کھول کر کچھ نہیں دیکھ سکے گا۔ جو بڑے کرب سے پیدا کرے گی اس ماں کو بھی نہیں دیکھے گا۔ ہائے میں کیسی ماں ہوں! ہائے وہ کیسا بچہ ہوگا۔۔۔"

وہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگی۔ وہ بولتی بھی جارہی تھی اور روتی بھی جارہی تھی۔ نارمن اسے تسلی نہیں دے رہا تھا۔ اس سے الگ ہو کر سر جھکائے بیٹھا تھا۔ ایسے وقت آنسو پونچھو تو اور زیادہ امنڈ آتے ہیں۔ ہمدردی کرو تو اور زیادہ کلیجا پھٹنے لگتا ہے۔ اس لئے وہ خاموش تھا۔ یہ بھی سوچ رہا تھا کہ انہیں قید کرنے والی ایک عورت ہے۔ شاید ایسی حالت میں جورا جوری کی آہ و زاری اس عورت کو متاثر کردے۔

عورت پہلی بار ماں بننے والی ہو اور عذاب میں مبتلا ہو تو اس کی آہ و زاری پتھر کو بھی پگھلا دیتی ہے لیکن یہ کوئی سنگدلی سی سنگدلی تھی کہ اب بھی جواب نہیں مل رہا تھا۔ وہ عورت یا تو گونگی ہوگئی تھی یا انہیں قید کرنے کے بعد وفات پاگئی تھی۔ اسی لئے اُس کی آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔

مرینا اس وقت دوسرے معاملات میں مصروف تھی۔ نئے سُپر ماسٹر کو بتا رہی تھی کہ اپنے خیال خوانی کرنے والوں کو تاریکی میں قید کرنے کے کتنے فوائد حاصل ہو رہے ہیں۔ سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ جورا جوری' جوڈی نارمن' نیتو سنتانا اور پال ہوپ کن دشمنوں سے محفوظ رہے۔ سونیا اور اس کے خیال خوانی کرنے والے ان چاروں کو ٹریپ نہ کرسکے۔

مرینا نے کہا "اس دوران میں چاروں پر تنویمی عمل کرتی رہی' یہ چاروں ہمیشہ میرے فرمانبردار رہیں گے اور کبھی کسی دشمن کے زیر اثر نہیں آئیں گے۔"

سپر ماسٹر نے کہا "جب تمہیں ان کی فرمانبرداری پر پورا بھروسا ہے تو انہیں تاریکی سے نکالو۔ انہیں ملک اور قوم کے لئے استعمال کرو۔"

"بے شک' میں سب سے پہلے پال ہوپ کن کو آزاد کروں گی وہ میرا معمول بننے سے پہلے بھی محبِ وطن تھا اور آج بھی ہے۔"

"مس مرینا! ہمیں کئی معاملات میں خیال خوانی کرنے والوں کی ضرورت ہے۔ پلیز انہیں امریکا واپس لے آئیں۔"

"ٹھیک ہے' میں پہلے آزمائش کے طور پر پال ہوپ کن کو یہاں سے روانہ کروں گی۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ ادھر کئی دنوں سے وہ خود کو بہت زیادہ مصروف رکھنے لگی تھی۔ اپنے ذہن کو بھٹکنے سے روکنا چاہتی تھی اور ذہن تھا کہ موقع ملتے ہی پارس کی طرف اُڑنے لگتا تھا۔

وہ سمجھنا چاہتی تھی کہ اس کے لئے ایسی دیوانگی کیوں ہے؟ آخر اس میں کیا بات ہے؟ اگر اس کی زندگی میں پارس نہ آتا۔ کوئی دوسرا آتا' تب بھی یہی دیوانگی ہوتی؟ ہرگز نہیں' تجزیہ کرنے سے بات سمجھ میں آگئی۔ وہ غیر معمولی تھا۔ دنیا کے تمام لوگوں سے مختلف تھا۔ زہریلا تھا' سانپ تھا' ایک ملاقات کے بعد دوسری ملاقات کے لئے نہ ٹوٹنے والا نشہ چھوڑ جاتا تھا۔ دراصل وہ دیوانی نہیں تھی۔ نشے کی عادی ہوگئی تھی۔

وہ سوچتے سوچتے سر کو جھٹک کر جیسے ہوش میں آگئی ورنہ مدہوش ہونے والی تھی۔ آئینہ دیکھا تو چہرہ تمتما رہا تھا۔ آنکھیں نشیلی ہوگئی تھیں۔ اگرچہ پارس سے ملاقات کرنے میں دشواری نہیں تھی۔ وہ اس کے دماغ میں پہنچ سکتی تھی۔ جہاں چاہتی وہاں اسے بلا سکتی تھی لیکن دیوانگی میں بھی بلا کی ذہانت سے سوچتی تھی۔ 'نہیں' مجھے اپنے جذبات پر قابو ہونا چاہئے۔ مقابلہ سونیا سے ہے۔ وہ سمجھ رہی ہے کہ اس نے ڈی کا فریب دے کر اصل پارس کو تاریک قید خانے سے آزاد کرالیا ہے' اور میں مطمئن ہوں کہ اصل پارس آزاد ہو کر بھی ذہنی طور پر میرا تابعدار ہے۔ اگر میں اتنی جلدی تنہائی میں اس سے کہیں ملنے جاؤں گی تو سونیا کے آدمی مجھے گھیر لیں گے۔ لہٰذا صبر سے پارس کے دماغ میں آتے جاتے ہوئے سونیا کی مصروفیات کو سمجھتے رہنا چاہئے۔'

اس نے پارس کی طرف سے دھیان ہٹانے کے لئے خیال خوانی کی پرواز کی اور پال ہوپ کن کے اندر پہنچ گئی۔ وہ یوگا کا ماہر پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرلیتا تھا چونکہ مرینا کا معمول تھا اس لئے اسے محسوس نہ کرسکا۔ وہ بولی "ہیلو پال!"

اس نے چونک کر پوچھا "کون؟ مرینا تم ہو؟"

"ہاں میں ہوں۔"

"آہ! اس سور کی بچی شلپا نے تمہیں بھی کسی تاریک کمرے میں قید کردیا ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "پال! میں نے تم چاروں قیدیوں سے جھوٹ کہا تھا۔ میں قیدی نہیں ہوں اور نہ ہی شلپا نے تم لوگوں کو قید کیا ہے۔"

پال ہوپ کن نے کہا "سمجھ گیا' ابھی تم میرے دماغ میں آئیں اور میں نے تمہیں محسوس نہیں کیا۔ تم نے مجھے اپنا معمول اور تابعدار بنالیا ہے۔"

"ٹھیک سمجھ رہے ہو۔ اب تمہیں مجھ پر غصہ آئے گا۔"

"ایک معمول اور تابعدار کے غصے کی اہمیت یا ۔۔۔ ہے۔ بولو کیا حکم ہے میری مالکہ؟"

وہ ہنستے ہوئی بولی "میں مالکہ نہیں تمہاری دوست ہوں۔ تمہاری حب الوطنی کے باعث تمہاری قدر کرتی ہوں۔"

"قدر بھی کرتی ہو' غلام بھی بناتی ہو۔"

"ابھی تم آزاد ہو جاؤ گے لیکن آزادی کے لئے چند شرائط ہیں۔ تم اپنا نام اور اپنی شخصیت تبدیل کرو گے۔ چہرہ پلاسٹک سرجری کے ذریعے تبدیل ہوگا تاکہ سونیا کا یا ہمارے ملک کا کوئی آدمی تمہیں نہ پہچانے۔ میں نے تم چاروں پر تنویمی عمل کیا' تاریک قید خانے میں رکھا۔ میں دشمن نہیں۔ اپنے خیال خوانی کرنے والوں کو اس مکار چڑیل سے بچانے کا یہی ایک راستہ تھا"

"تمہاری باتیں میرے دل کو لگ رہی ہیں لیکن یہ تصدیق لازمی ہے کہ تم واقعی ہمارے ملک اور ہماری قوم کے لئے ایسا کر رہی ہو۔"

"میرے دماغ میں آؤ اور نئے سپر ماسٹر کے دماغ میں پہنچو۔ پھر اعلیٰ حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران کے پاس جاؤ۔ تصدیق ہوجائے گی۔"

اس نے پال ہوپ کن کو سپر ماسٹر کے پاس پہنچایا۔ پھر کہا۔ "اب میں نیتو سنتانا سے مل کر آتی ہوں۔"

وہ تاریک کمرے کے دوسرے قیدی کے پاس جانا چاہتی تھی پھر جانے کیسے عورت کے دل نے عورت کی طرف کھینچ لیا۔ وہ جورا جوری کے پاس آئی تو حیران رہ گئی۔ مرینا نے یہ کبھی سوچا ہی نہیں تھا کہ جورا جوری اور نارمن کو محبت میں گرفتار کرنے کا یہ نتیجہ ہوگا۔ ان کی تہذیب کے مطابق نتیجہ برا نہیں تھا۔ بچہ پیدا ہونے کے بعد بھی وہ شادی کرتے تو ان کا قانون اور معاشرہ خوش رہتا۔ دراصل برا یہ ہوا تھا کہ بچے کی بنیاد تاریکی میں پڑی تھی۔ طبی نقطۂ نظر سے بچے میں کوئی خرابی پیدا ہو سکتی تھی۔

اس نے فیصلہ کیا کہ بچے کی ماں کو فوراً روشنی میں آکر زندگی گزارنا چاہئے۔ پھر وہ پہلی بار بولی "جورا جوری! دل اور دماغ سے تمام پریشانیاں نکال دو۔ تم نارمن کے ساتھ ایک گھنٹے کے اندر اندر آزاد ہو جاؤ گی۔"

جورا جوری ایک دم سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔ نارمن سے بولی۔ "وہ میرے دماغ میں بول رہی ہے۔ کہتی ہے' ہم آزاد ہو رہے ہیں۔"

مرینا نے نارمن کے دماغ میں آکر کہا "بچہ مبارک ہو۔ اس کے طفیل آزادی مل رہی ہے لیکن چند شرائط پر عمل کرنا ہوگا۔"

"ہم بچے کی خاطر تمہاری ہر شرط مان لیں گے۔"

"تم دونوں اپنا نام اور اپنی شخصیت تبدیل کرو گے۔ اس سلسلے میں میری جو نئی پلاننگ ہے' وہ تمہیں نیا سُپر ماسٹر سمجھائے گا۔ میرے دماغ میں آؤ اور سپر ماسٹر کے پاس پہنچو۔"

مرینا نے ان دونوں کے ساتھ نیتو سنتانا کو بھی سپر ماسٹر کے پاس پہنچایا پھر اپنے خاص میک اپ مین اور پلاسٹک سرجری کرنے والے کے پاس آئی۔ وہ بھی اس کا تابعدار تھا۔ اس نے کہا "چار افراد کے چہروں پر ہلکی سی تبدیلیاں کرو گے۔ سرجری کا تمام ضروری سامان میرے پاس موجود ہے۔ میں آدھے گھنٹے بعد تمہیں بلاؤں گی۔"

آدھے گھنٹے تک وہ چاروں ٹیلی پیتھی جاننے والے معمول سپر ماسٹر سے یہ پلاننگ سنتے رہے کہ کس طرح وہ بالکل آزاد رہ کر اپنے ملک میں زندگی گزاریں گے اور اپنے ملک کی بھلائی کے لئے کام کرتے رہیں گے لیکن وہ جو کچھ کریں گے' مرینا کی ہدایات کے مطابق کریں گے۔

مرینا کی سب سے پہلی ہدایت تھی کہ وہ گھر کی چار دیواری سے نکل کر کبھی خیال خوانی نہیں کریں گے۔ دشمن اتنے چالاک ہوتے ہیں کہ کسی کے خاموش رہنے کے انداز سے خیال خوانی کرنے والے کو تاڑ لیتے ہیں۔ اکثر ٹیلی پیتھی جاننے والے پبلک مقامات میں خیال خوانی کے باعث دشمنوں کے شکنجے میں آجاتے ہیں۔

لہٰذا ان چاروں کو سمجھایا گیا کہ وہ کسی بچے کے سامنے بھی خیال خوانی نہ کریں۔ کبھی ان پر مصیبت آئے تو وہ مرینا یا اپنے قابل اعتماد ساتھی کے دماغ میں آکر صرف اتنا کہہ دیں "خطرہ" اتنا کہہ کر فوراً دماغی طور پر حاضر ہونے سے کسی کو ان کی خیال خوانی کا شبہ نہیں ہوگا اور ان کی مصیبت دور کرنے' انہیں خطرے سے نکالنے کے لئے مرینا یا کوئی ساتھی ان کے پاس پہنچ جائے گا۔

دوسری ہدایت یہ تھی کہ ملکی معاملات میں مرینا اعلیٰ حکام یا سُپر ماسٹر سے احکامات حاصل کرے گی۔ اگر ان احکامات پر عمل کرنے سے ہمارے خیال خوانی کرنے والوں کو نقصان پہنچتا ہو تو وہ تعمیل سے انکار کردے گی۔ وہ اپنے چاروں خیال خوانی کرنے والوں کی بھلائی کو مدِ نظر رکھ کر انہیں ملکی مفادات کے لئے استعمال کرے گی۔

وہ چاروں اپنے ملک اور اپنی قوم سے محبت کرتے تھے اور مرینا کا طریقۂ کار بڑا ہی دانشمندانہ تھا۔ اس کی ہدایات پر عمل کر کے وہ سونیا اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے محفوظ رہ سکتے تھے اور سب سے بڑی بات یہ کہ آزادی سے زندگی گزار سکتے تھے لیکن ایک بات چاروں کو ناپسند تھی کہ وہ اس کے معمول اور تابعدار بن گئے تھے' ہر طرح آزاد ہونے کے باوجود ایک عورت کے غلام بن گئے تھے۔

مرینا نے پہلے جورا جوری کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے گہری نیند سلایا پھر نارمن کو بھی سلا دیا۔ انہیں حکم دیا کہ چہرے پر سرجری کے دوران آنکھیں نہ کھولیں۔ جب تک مرینا حکم نہ دے' وہ بیدار نہیں ہوں گے۔ اس کے بعد اس نے تاریک

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کمرے کو روشن کیا۔ اپنے خاص پلاسٹک سرجری کے ماہر کو وہاں پہنچایا۔

اس کی مصروفیات بڑھ گئیں تھیں۔ بعد میں پال ہوپ کن اور ٹیوسنٹانا کے چہرے بھی پلاسٹک سرجری کے ذریعے تبدیل کئے گئے۔ ان چاروں کو تاریک کمروں سے اس طرح نکالا کہ وہ آئندہ کبھی اس قید خانے کا سراغ نہ لگا سکیں۔

ان کے نئے نام' نئی شخصیت کے مطابق امریکا کی شہریت کے کاغذات حاصل کئے۔ تینوں کو لندن سے روانہ کیا۔ صرف پال ہوپ کن رہ گیا۔ مرینا نے کہا "جیسا کہ میں کہہ چکی ہوں کہ تمہاری بہت قدر کرتی ہوں اس لئے تم سے ملاقات کرنا چاہتی ہوں۔ روبرو بیٹھ کر کچھ اہم باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

"یہ میری خوش قسمتی ہے۔"

"ٹیکسی میں بیٹھو' دریائے ٹیمز کے کنارے وکٹوریہ ایمبنکمنٹ کی سڑک پر آؤ۔ میں وکٹوریہ ہوٹل کے کمرا نمبر دو سو بارہ میں ہوں۔"

پال ہوپ کن اپنے ہوٹل سے نکلا۔ پھر ایک ٹیکسی میں وکٹوریہ ہوٹل پہنچ گیا۔ دوسری منزل پر پہنچ کر دو سو بارہ نمبر کے دروازے کی کال بیل کا بٹن دبایا۔ اندر سے آواز آئی "کم ان۔"

وہ اندر آیا' وہ حسینہ ایک صوفے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ دونوں کی نظریں ملیں وہ بولی "پہچانا مجھے؟"

"ہم ایک بار ٹریننگ سینٹر میں دیکھا تھا' کافی تبدیلی آگئی ہے؟"

"تبدیلی نہیں آئی' دشمنوں سے محفوظ رہنے کے لئے چہرے پر ہلکی سی تبدیلی کی ہے۔"

وہ دوسرے صوفے پر بیٹھنے جا رہا تھا' وہ مسکرا کر بولی "میرے صوفے پر کافی گنجائش ہے۔"

وہ جواباً مسکرا کر اس کے پاس آیا پھر بیٹھ کر بولا "تم میری جتنی قدر کرتی ہو' اس سے زیادہ میں تمہیں چاہتا ہوں۔ تمہاری عزت کرتا ہوں۔ تم نے ہم سب کو دشمنوں سے محفوظ رکھ کر اپنے ملک کے کام آنے کے لئے بڑی دانشمندی اور بہتر حکمتِ عملی کا ثبوت دیا ہے۔"

"پال! میں کسی کے روبرو نہیں آتی' کسی پر بھروسا نہیں کرتی تمہارے سامنے اس لئے آئی ہوں کہ تم محبِ وطن بھی ہو اور بڑی صلاحیتوں کے مالک بھی۔ میں تمہیں اپنا دست راست بنانا چاہتی ہوں۔"

"تم میرے دماغ سے اپنے تنویمی عمل کا اثر ختم کر کے مجھے اپنا دوست اور دستِ راست بنا سکتی ہو۔ مجھ پر ایک بار بھروسا کر کے دیکھو۔"

"سوری پال! میں نے کبھی اپنے باپ پر بھی بھروسا نہیں کیا ... یہی میری کامیابی اور میرے عروج کا راز ہے۔"

"میرا بھی یہی اصول ہے۔ تم مجھے آزما کر دیکھو۔ تم نے میرے سامنے آنے کی حد تک مجھ پر اعتماد کیا ہے۔ اب دوست بنا کر بھی دیکھ لو۔ میں تو یہ کہوں گا کہ ہم شادی کر لیں۔ اس کے بعد اعتماد خود بخود قائم ہو جائے گا۔"

"شادی؟" وہ خلا میں تکتے ہوئے بولی "میں شادی نہیں کر سکتی۔ میرے جسم و جان کا مالک کوئی اور ہے۔"

"کون ہے؟"

"کوئی بھی ہے' یہ میرا ذاتی معاملہ ہے۔"

"تم اپنے ذاتی معاملے میں آزاد ہو۔ کوئی تمہیں روکنے ٹوکنے والا نہیں ہے' اور ہم بظاہر آزاد ہوتے ہوئے بھی تمہارے غلام ہیں اور غلام رہیں گے۔"

ایسا کہنے کے دوران اس نے ایک چھوٹا سا چاقو چھپا کر نکال لیا تھا پھر اچانک ہی اس پر حملہ کیا۔ چاقو کی نوک سے اس کے بازو کو اوپر سے نیچے چیرتا چلا گیا۔ اس حسینہ نے چیخ مار کر بازو کو تھام لیا۔ اس کے پاس سے اٹھ کر دور چلی گئی۔ پال ہوپ کن نے کہا "جتنی دور چاہو چلی جاؤ' جب تک یہ چاقو کا زخم تکلیف دیتا رہے گا' تم خیال خوانی نہیں کر سکو گی۔ میرے دماغ میں آ کر مجھے مجبور نہیں بنا سکو گی۔"

وہ تکلیف سے کراہتی ہوئی بولی "میں اپنے اور تمہارے لئے اور اپنے ملک کے لئے بہت بڑا کام کرتی آ رہی ہوں۔ تمہیں محبِ وطن سمجھ کر بلایا تھا مگر تم نے مجھے کمزور بنا کر اپنے وطن کو ان لمحات میں کمزور کر دیا ہے۔"

وہ بولا "میں اپنے ملک کا آزاد شہری ہوں' تمہارا غلام بن کر نہیں رہ سکتا تھا۔ اب تمہارا تنویمی عمل نہ ہونے کے برابر ہے۔ کیونکہ میرے دماغ میں نہیں آسکو گی۔ میں تمہارے دماغ میں آیا کروں گا اور تمہیں اپنی معمولہ بنا کر اپنے ساتھ امریکا لے جاؤں گا' بیٹھ جاؤ' میں تمہارے زخم کی مرہم پٹی کروں گا لیکن اس سے پہلے تمہارے دماغ میں آ رہا ہوں۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ پھر مرینا کے دماغ میں جانا چاہتا تھا اس نے سانس روک لی۔ وہ حیرانی سے بولا "تم گہرے زخم کے باوجود پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتی ہو اور سانس روک لیتی ہو؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی "گدھے کے بچے! جسے تو نے زخم لگایا ہے وہ میرا ایک آلۂ کار ہے' میں اس کی زبان سے بول رہی ہوں۔ میں تمہارے جیسے کتوں پر بھروسا کر کے کبھی سامنے آنے کی حماقت نہیں کر سکتی۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "نہیں' تم مجھے دھوکا دے رہی ہو۔ میرے سامنے تم ہی ہو۔ ابھی یہاں سے بچ کر جانا چاہتی ہو۔ میں تمہیں جانے نہیں دوں گا۔"

اس نے آگے بڑھ کر اس کی گردن دبوچ لی۔ اسی وقت مرینا نے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا۔ وہ چیخ مار کر دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر سنبھلنے کی کوشش کرنے لگا۔ مرینا نے کہا "تم میرے معمول اور تابعدار ہو۔ میں حکم دیتی ہوں' میری آلۂ کار کی مرہم پٹی کر کے یہاں سے دفع ہو جاؤ۔"

یہ حکم دے کر وہ دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ اب وہ تھک گئی تھی۔ قدرے مایوس ہو گئی تھی۔ پچھلے دو دنوں سے اپنے چاروں ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر محنت کر رہی تھی' ان کی شخصیت تبدیل کر کے انہیں نیویارک روانہ کیا جاتا تھا۔ پال ہوپ کن سے بڑی توقعات تھیں کہ وہ بہترین معاون اور مددگار ثابت ہو گا لیکن وہ آستین کا سانپ تھا۔ اپنے دماغ پر ایک عورت کی حکمرانی برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ آزادی حاصل کرنے کے لئے دشمنی پر اتر آیا تھا۔

اس نے ایک سرد آہ بھری۔ بس ایک پارس ہی تھا جس کے قریب وہ پورے اعتماد سے جا سکتی تھی اور اس کے دماغ پر ہمیشہ حکمرانی کر سکتی تھی۔ ایک سونیا کی طرف سے خدشہ تھا کہ وہ پارس کو چارا بنا کر اسے پکڑنے کی کوشش کرے گی۔ اسی خدشے کے باعث وہ پچھلے کئی دنوں سے اپنے اندر کی عورت کو مار رہی تھی اور پارس کی ضرورت کو کچل رہی تھی۔

لیکن یہ کب تک ہو سکتا تھا۔ وہ بالکل تنہا تھی۔ نہ فیملی لائف گزار رہی تھی نہ سماجی زندگی۔ کوئی اسے اپنائیت سے دیکھنے والا' اس کے دکھوں اور پریشانیوں کو سمجھنے والا نہیں تھا۔ ایسے میں سہارا نہ ملے تو انسان ذہنی انتشار میں مبتلا ہو کر ذہانت سے کام لینا بھول جاتا ہے۔ پھر نارمل نہیں رہتا اور وہ نارمل رہنا چاہتی تھی۔

وہ مجبور ہو گئی۔ اس کا بہترین ساتھی ایک پارس ہی تھا۔ اس نے سوچا' اس سے ضرور ملے گی لیکن محتاط رہے گی۔ ہر طرف نظر رکھے گی اور دیکھے گی کہ سونیا کیسی چالیں چلتی ہے۔ اس نے اپنے خاص ماتحت کے دماغ میں پہنچ کر اسے پارس کا موجودہ پتا بتاتے ہوئے کہا "وہ ایک آدھ گھنٹے بعد اپنی رہائش گاہ سے نکلے گا۔ تم اپنے آدمیوں کے ساتھ اس طرح تعاقب کرو گے کہ سونیا کے کسی بندے کو تم لوگوں پر شبہ نہ ہو۔ تمہیں یہ معلوم کرنا ہے کہ پارس کی نگرانی ہو رہی ہے یا نہیں؟"

"مادام! اگر پارس کسی ہوٹل یا کلب میں جائے تو ہمیں بھی اندر جانا چاہئے؟"

"وہ کسی ہوٹل یا کلب میں نہیں جائے گا۔ میں اسے لندن کی سڑکوں پر دوڑاتی رہوں گی۔"

اس نے ماتحت کو ہدایات دینے کے بعد پارس کے پاس آ کر خاموشی سے اس کی سوچ پڑھی۔ وہ خوش فہمی میں تھی کہ وہ اس کا معمول ہے جبکہ وہ آزاد تھا۔ سونیا کی ہدایت پر اس طرح تنویمی عمل کیا گیا تھا کہ وہ مرینا کی سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیتا مگر بے اختیار سانس نہ روکتا اور محسوس کرتے ہی فوراً مرینا کے متعلق محبت سے سوچنے لگتا۔

وہ خاموشی سے پارس کے خیالات پڑھ کر خوش ہو گئی۔ وہ اسے یاد کر رہا تھا اور اس سے ملنے کے لئے تڑپ رہا تھا۔ اس نے مخاطب کیا تو وہ ناراض ہو کر بولا "کیوں آئی ہو؟ میں تمہارا کوئی نہیں ہوں۔ چلی جاؤ یہاں سے۔"

وہ مسکرا کر بولی "تمہاری ناراضگی بجا ہے۔ مگر میں مجبور تھی۔ ایک تو ضروری معاملات میں الجھی ہوئی تھی۔ دوسرے سونیا کی چالوں کو سمجھنا چاہتی تھی۔ ذرا ٹھنڈے دماغ سے سوچو۔ اگر ہم کہیں ملیں گے اور وہاں سونیا کے آدمی پہنچیں گے تو میرا انجام کیا ہو گا؟"

"تم درست کہتی ہو مگر مجھ سے دماغی رابطہ تو ہو سکتا تھا۔"

"تمہیں کیا پتا میں کتنی بار آئی گئی۔ تمہیں مخاطب نہیں کیا کیونکہ تمہارے دماغ میں کبھی سلمان واسطی اور کبھی سلطانہ بولتی تھی۔ وہ تمہیں سمجھاتے تھے کہ تمہیں جوجو کے پاس پیرس جانا چاہئے مگر تم نہ جانے کے بہانے کرتے رہتے تھے۔ مجھے خوشی ہے کہ تم میری خاطر یہیں رہنے پر بضد ہو۔"

پارس نے کہا "تم چپ چاپ آتی تھیں اور خوش ہو کر چلی جاتی تھیں۔ میرا کوئی بھلا نہیں ہوتا تھا۔"

"آج بھلا ہو گا اور ابھی ہو گا۔ میرے پاس چلے آؤ۔"

وہ خوشی سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ "کہاں آؤں؟"

"تم اپنی کار میں نکلو اور خواہ مخواہ سڑکوں پر گھومتے رہو۔ ہماری ملاقات کی خوشی میں یہ نہ بھولنا کہ تمہاری غفلت میرے لئے مصیبت بن جائے گی لہٰذا پوری حاضر دماغی سے دائیں بائیں اور پیچھے آنے والوں پر نظر رکھنا۔ کوئی بھی تمہارے نقشِ قدم پر چل کر میری شہ رگ تک پہنچ سکتا ہے۔"

وہ دوڑتا ہوا باہر اپنی کار میں آگیا تھا' اسے اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتے ہوئے بولا "تم میری جان ہو' میری زندگی ہو' میں تم پر آنچ نہیں آنے دوں گا۔ میری سونیا مما بہت اچھی ہیں۔ میرے ذاتی معاملات میں مداخلت نہیں کرتی ہیں۔ تم سے ملاقات کرنا میرا ذاتی معاملہ ہے۔ ویسے بھی بابا صاحب کے ادارے کا کوئی آدمی میری موجودگی میں تمہیں نقصان نہیں پہنچائے گا۔"

"تمہارا یہ اعتماد تمہارے لئے درست ہے۔ میں اپنے طور پر تمام خطرات کو ٹال کر تمہارے قریب آؤں گی۔ تم ...

مطالعہ کرنے استعمال شیئے اور یادداشت بڑھانے کیلئے ایک بے حد کارآمد نفسیاتی کتاب

قیمت ۱۵ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

مکتبہ نفسیات پوسٹ بکس نمبر ۹۲۲ کراچی نمبر ۱

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کرتے رہو۔ میں تھوڑی دیر کے لئے جا رہی ہوں' پھر آجاؤں گی۔"

وہ چلی گئی۔ پارس اطمینان سے ڈرائیو کرنے لگا۔ وہ مرینا کو پسند کرتا تھا۔ اسے چاہتا تھا مگر چاہت میں دیوانگی نہیں تھی۔ ضرورت تھی۔ وہ جانتا تھا کہ کسی طرح مرینا شکنجے میں آجائے گی تو اس کے پیچھے وہ چاروں ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی چلے آئیں گے۔

مرینا کی ذہانت اور پے در پے کامیابیوں نے سمجھا دیا تھا کہ یہ لڑکی کبھی آسانی سے ہاتھ نہیں آئے گی۔ اس کے لئے تحمل سے ایسے موقع کا انتظار کرنا ہوگا جب وہ ہاتھ آئے تو پھر اس کے نکل بھاگنے کا کوئی راستہ نہ رہے۔

وہ لندن کے راستوں پر کار دوڑاتا رہا۔ مرینا دوسری بار آئی تو بولا "پہلے ایک نیلے رنگ کی کار تعاقب کر رہی تھی۔ ایک جگہ وہ کار رک گئی۔ اس کی جگہ سفید کار میرے پیچھے آرہی ہے۔ اگر یہ بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھتے ہیں تو ابھی انہیں روک سکتا ہوں۔"

وہ بولی "نہیں' وہ میرے آدمی ہیں۔ وہ تمہاری نگرانی کرنے والوں کو تلاش کر رہے ہیں۔ تعجب ہے' سونیا کا یا بابا صاحب کے ادارے کا کوئی آدمی تمہارے پیچھے نہیں ہے۔"

"میں کہہ چکا ہوں' میرے ذاتی معاملات میں یا سیر و تفریح کے دوران کوئی میری جاسوسی نہیں کرتا ہے۔ ویسے تمہاری یہ عادت اچھی ہے کہ کسی پر بھروسا نہیں کرتی ہو' مجھ پر بھی نہیں۔"

"ایسی بات نہیں ہے۔ اتنی بڑی دنیا میں ایک تم ہی ہو' جس کے قریب آجاتی ہوں۔ اور یہ میرا فیصلہ ہے آج ہم ضرور ملیں گے۔

وصال کا یقین ہو تو صبر کا دامن ہاتھوں سے چھوٹ جاتا ہے۔ ... مرینا بڑی صابر تھی۔ ایک وہی بے صبرا تھا۔ اس کے باوجود اسے ایک گھنٹے تک صبر کرنا پڑا۔ پٹرول کی ٹنکی دوبارہ فل کرانے کے بعد پھر سڑکوں پر گھومنا پڑا۔ آخر اس نے کہا "میں مطمئن ہوں۔ ہوٹل جارجیا کے کمرا نمبر سات سو سات میں آجاؤ۔"

وہ تیر کی طرح وہاں پہنچا۔ کمرا نمبر سات سو سات کی کال بیل بجائی' فوراً ہی دروازہ کھل گیا۔ کھلے ہوئے دروازے پر ایک نوخیز حسینہ کھڑی مسکرا رہی تھی۔ پارس نے کہا "سوری' میں شاید غلط دروازے پر آگیا ہوں۔"

وہ ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے بولی "ذرا عقل سے کام لو۔ کیا میں اصلی صورت میں یہاں نظر آؤں گی۔"

پارس نے اندر آکر دروازے کو بند کیا پھر کہا "او مائی سویٹ مرینا!"

وہ آگے بڑھنا چاہتا تھا کہ چونک کر پلٹ گیا۔ سائلنسر لگے ہوئے ریوالور سے فائر کر کے دروازے کے لاک کو توڑا گیا تھا۔ دروازہ کھل گیا تھا۔ کھلے ہوئے دروازے کے سامنے وہ جینز اور جیکٹ پہنے کھڑی تھی۔ اس کے دائیں بائیں اور پیچھے مسلح باڈی گارڈز تھے۔ وہ قہقہہ لگا کر بولی "اسے کہتے ہیں ایک تیر سے دو شکار اور شکار بھی کیا خوب؟ پارس بھی' مرینا بھی..."

وہ پھر قہقہہ لگا کر اندر آئی۔ آنے والی سونیا نہیں تھی۔ ایک ایسی بلا تھی جو پارس کی دوست تھی نہ مرینا کی۔ اور وہ کوئی نئی بلا نہیں تھی شلپا تھی۔ اس کے مسلح ماتحتوں نے اندر آکر دروازے کو بند کر دیا تھا۔ چونکہ فائر کر کے لاک توڑ دیا تھا اس لئے دروازہ بند نہیں رہ سکتا تھا۔ ایک ماتحت اس سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔ شلپا نے مرینا کو دیکھ کر کہا "تم یقیناً میک اپ میں ہو۔ میں تمہارا اصلی چہرہ خوب پہچانتی ہوں کیونکہ تمہارے جنرل انکل کی داشتہ رہ چکی ہوں۔"

پھر وہ پارس کو دیکھ کر بولی "ایک بار تم نے ایسے ہی ایک ہوٹل کے کمرے میں مجھے بے بس اور مجبور کیا تھا۔ میں تم سے انتقام لینے آئی تھی۔ اچانک انکشاف ہوا کہ تم مرینا سے ملنے جا رہے ہو۔ جانتی ہو مرینا! مجھے کیسے معلوم ہوا؟"

مرینا نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ بولی "میں ایک اجنبی خیال خوانی کرنے والی لڑکی بن کر پارس کو چھیڑنا چاہتی تھی۔ ... یہ اپنے باپ کی طرح عیاش ہے۔ میں نے سوچا' یہ مجھے حاصل کرنے کے لئے مچلے گا تو میں اسے کہیں بلاؤں گی اور اسے زخمی کر کے دماغی طور پر اپنا غلام بنا لوں گی۔"

وہ ریوالور کو سہلاتے ہوئے بولی "مزہ آگیا۔ ابھی میں اسے چھیڑنے کے لئے اس کے دماغ میں پہنچی تو اس نے سانس نہیں روکی کیونکہ تم وہاں موجود تھیں۔ اس سے بول رہی تھیں' میں مطمئن ہوں' ہوٹل جارجیا کے کمرا نمبر سات سو سات میں آجاؤ۔ میں نے تمہاری آواز پہچان لی۔ مقدر سے دو پکے ہوئے پھل میری جھولی میں آرہے تھے اس لئے میں چلی آئی۔"

مرینا نے کہا "شلپا! میں تم سے شدید نفرت کرتی ہوں۔ تم میرے انکل کی داشتہ بن کر ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے نام اور پتے معلوم کرتی تھیں اور ان کے دماغوں پر قبضہ جما کر ان پر حکومت کرنا چاہتی تھیں لیکن حکومت کرنے کے لئے ذہانت اور بہترین حکمتِ عملی کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ دونوں چیزیں تمہارے پاس نہیں ہیں۔ اگر تمہارے پاس عقل ہوتی تو یہ سمجھ لیتیں کہ جب پارس اور مرینا الگ الگ اتنے خطرناک ہوتے ہیں تو ایک ساتھ ہوں کس بلا کے خطرناک ہوں گے۔ تمہیں ہمارے سامنے خود نہیں آنا چاہئے تھا۔ اپنے کسی آلۂ کار کو بھیجنا چاہئے تھا۔"

شلپا نے سائلنسر لگے ہوئے ریوالور سے نشانہ لے کر کہا "میں تمہیں زخمی کر کے تمہارے دماغ میں پہنچوں گی تو..."

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے کسی نے باہر سے دروازے پر زور کی لات ماری۔ شلپا کا جو ماتحت دروازے سے لگا کھڑا تھا وہ وہاں سے اچھل کر اپنے ساتھیوں پر آکر گرا۔ وہ دونوں ساتھی شلپا پر آگرے۔ اس اچانک افتاد سے شلپا بھی توازن قائم نہ رکھ سکی۔ اوندھے منہ گرتی ہوئی پارس کے قدموں میں آگئی۔

پارس نے اس کے ریوالور پر پاؤں رکھ کر کہا "اپنے آدمیوں کا انجام دیکھو۔ اس نے فرش پر پڑے پڑے سر گھما کر اپنے ساتھیوں کو دیکھا۔ لات مار کر دروازہ کھولنے والوں نے سائلنسر لگے ہوئے ریوالوروں سے فائرنگ کی تھی۔ شلپا کے مسلح باڈی گارڈز کو سنبھلنے کا موقع نہیں دیا تھا۔ ان کے فرش سے اٹھنے تک ہاتھوں اور پیروں میں گولیاں مار کر ان کے ہتھیار گرا دیئے تھے۔

مرینا نے کہا "تمہارے کتے زخمی ہو گئے۔ ہتھیار نہیں اٹھا سکیں گے۔ اب میں تمہیں زخمی کر کے تمہارے دماغ میں پہنچوں گی۔ یہ میرے آدمی ہیں۔ بولو' تمہیں زخمی کیا جائے یا میرے لئے دماغ کا دروازہ کھولو گی۔"

پارس نے کہا "نہیں مرینا! تم اسے ٹریپ نہ کرو۔ یہ میری وائف جوجو کی معمولہ ہے۔ اسے جانے دو۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "ہاتھ آئے ہوئے شکار کو جانے دوں؟ نہیں پارس! جب میں نے تم پر عمل کر کے تمہیں اپنا وفادار بنایا تھا تب میں نے تمہارے دماغ سے معلوم کیا تھا کہ شلپا انجانے میں جوجو کی معمولہ بن گئی ہے۔ اس کے بعد شلپا کو آزاد چھوڑ دیا گیا ہے۔ جوجو اسے ضرورت کے وقت استعمال کرنا چاہتی تھی۔"

مرینا بولتی ہوئی ایک صوفے پر جا کر بیٹھ گئی۔ پھر بولی "پارس! میری جان! میری زندگی! تم میرے وفادار رہو۔ معقول بات پر سرِ تسلیم خم کر لو۔ اور وہ معقول بات یہ ہے کہ شلپا میرے ملک کی شہری ہے اسے میرے ملک میں ٹیلی پیتھی سکھائی گئی ہے۔ اسے صرف میرے ملک کے کام آنا چاہئے۔ اس لئے میں اسے تاریک قید خانے میں رکھ کر اس کا دماغ درست کروں گی۔"

پارس کو ثابت کرتے رہنا تھا کہ وہ مرینا کا معمول اور تابعدار ہے اس لئے اس نے سرِ تسلیم خم کر لیا۔ شلپا نے مرینا کے آدمیوں کو دیکھا جو ریوالور سے اس کا نشانہ لئے ہوئے تھے' صرف حکم کے منتظر تھے۔ وہ گڑگڑا کر بولی "مجھے زخمی نہ کرو۔ میرے دماغ میں آجاؤ۔"

وہ شلپا کے اندر آکر بولی "کیوں' میں نے ٹھیک کہا تھا نا کہ انسانی دماغوں پر حکومت کرنے کے لئے ذہانت اور بہترین حکمتِ عملی کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ چیزیں تمہارے پاس نہیں ہیں۔"

"میں مانتی ہوں۔ ابھی تمہاری باتوں سے پتا چلا ہے کہ تم ہی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تاریک قید خانوں میں رکھتی ہو۔ مجھے دوست بنا لو۔ میں ہمیشہ تمہاری برتری تسلیم کرتی رہوں گی۔"

مرینا نے اچانک اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا اور ساتھ ہی سختی سے اس کے ہونٹوں کو بند کر دیا تاکہ وہ چیخیں مار کر ہوٹل والوں تک اپنی آواز نہ پہنچائے۔ وہ بڑے کرب میں مبتلا ہو گئی تھی' دماغ پھوڑے کی طرح دکھ رہا تھا۔ انتہائی تکلیف کے وقت چیخنا چلانا ایک فطری امر ہے۔ چیخنے اور بین کرنے کے دوران تکلیف میں نامعلوم سی کمی ہوتی ہے۔ یہ ظلم کی انتہا تھی کہ مرینا اسے چیخنے کی بھی اجازت نہیں دے رہی تھی۔

اس نے دوسری بار دماغی جھٹکا پہنچایا تو وہ اذیت برداشت نہ کر سکی' بیہوش ہو گئی۔ مرینا نے اپنے آدمیوں سے کہا "اسے اٹھا کر بستر پہ ڈالو اور زخمیوں کی مرہم پٹی کر کے یہاں سے بھگا دو۔"

وہ حکم کی تعمیل کرنے لگے۔ ایک شخص باہر گیا۔ فرسٹ ایڈ کا سامان لے آیا۔ ان کی مرہم پٹی اس طرح کر دی کہ وہ اوپر سے زخمی نظر نہ آئیں۔ پھر وہ سب ان زخمیوں کو ہانکتے ہوئے وہاں سے لے گئے۔ اس کمرے کے بستر پر شلپا کو چھوڑ گئے۔

پارس نے کہا "سوچا تھا کیا اور کیا ہو گیا۔ یہ بستر ہمارے لئے تھا مگر یہ شلپا صاحبہ آرام فرما رہی ہیں۔"

مرینا نے کہا "میرے نصیب اچھے بھی ہیں اور برے بھی۔ اچھے اس لئے کہ چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے بعد یہ پانچویں شلپا ہاتھ آئی ہے۔ میں اپنے ملک کی کھوئی ہوئی قوت پھر سے حاصل کرتی جا رہی ہوں۔"

"پھر تو تمہارے نصیب برے نہیں ہیں؟"

"ہیں' بہت ہی برے ہیں۔ سکون سے تمہاری آغوش میں رہنے کی فرصت ہی نہیں ملتی۔ پہلے تمہیں ہمیشہ کے لئے اپنا بنا کر رکھنا چاہا تو سونیا نے میرے انکل کو یرغمال بنا کر تمہیں مجھ سے دور کر دیا۔ اب تم سے تنہائی میں ملتے وقت دھڑکا لگا رہتا ہے۔ بابا صاحب کے ادارے والے تمہاری نگرانی کرتے ہوں گے۔ وہ تمہارے ذریعے میری شہ رگ تک پہنچ سکتے ہیں۔"

پارس نے کہا "یہ تمہارا وہم ہے۔ کوئی میری نگرانی نہیں کرتا۔ مجھے یہاں آئے ایک گھنٹا گزر چکا ہے۔ شلپا نے آکر گڑبڑ کی پھر میری نگرانی کرنے والے کیوں نہیں آئے؟"

"اس میں بھی کوئی راز ہوگا۔ سونیا کی مکاریاں دیر سے سمجھ میں آتی ہیں۔"

"کیا یہ بھی مکاری ہے کہ تم نے شلپا کو دماغی اذیتیں پہنچائیں اور ہمارے کسی خیال خوانی کرنے والے نے مداخلت نہیں کی۔ شلپا جیسی ٹیلی پیتھی جاننے والی تمہارے ہاتھوں میں آرہی ہے بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ شلپا اور مرینا دونوں اس کمرے میں ہیں۔ ہمارے آدمی تم دونوں کو آسانی سے گرفتار کر سکتے ہیں۔"

"شاید سونیا اس کشمکش میں ہو کہ میں اصل مرینا ہوں یا مرینا کی کوئی آلۂ کار؟ اس الجھن کے باعث اس کے آدمی ادھر نہ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

آ رہے ہوں۔"

ٹھیک ہے۔ تمہارے لئے الجھن ہوگی مگر شلپا کے لئے تو نہیں ہے۔ وہ شلپا کو تم سے چھین کر لے جانے کے لئے آسکتے ہیں۔"

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ پارس نے اسے زیادہ سوچنے کا موقع نہیں دیا۔ کہنے لگا۔ "مرینا! دوسرے پہلو سے بھی سوچو۔ میرے یہاں آنے کی خبر کسی کو نہیں ہے اور شلپا کے یہاں آنے تک کوئی اس کے دماغ میں بھی نہیں تھا۔ کوئی ہوتا تو شلپا کو دماغی اذیتوں سے بچالیتا کیونکہ یہ عورت سونیا مما کے لئے بھی بے حد اہم ہے۔"

وہ قائل ہو کر بولی "ہاں میں خواہ مخواہ خدشات میں گھر کر محبت کے قیمتی لمحات ضائع کر رہی ہوں۔"

"تو پھر مجھ سے دور کیوں ہو؟"

"ذرا صبر کرو۔ دیکھو یہ ہوش میں آرہی ہے۔ میں ابھی جوجو کے عمل کا توڑ کر کے اسے اپنی معمولہ بناؤں گی پھر اسے تنویمی نیند سلا دوں گی۔ اس کے بعد تو رات ہماری ہے۔"

وہ صوفے سے اٹھ کر بستر کے پاس گئی۔ شلپا کی سانسیں نارمل ہو رہی تھیں۔ مرینا نے اس کے اندر پہنچ کر دیکھا۔ وہ ہوش میں آرہی تھی۔ چند لمحات میں آنکھیں کھولنے والی تھی۔ اس نے آنکھیں کھولنے نہیں دیں۔ اس کے کمزور دماغ پر عمل کرنے لگی۔

پارس بیزار ہو کر صوفے پر لیٹ گیا۔ اس کی فطرت بھی سانپ جیسی ہوتی جارہی تھی۔ وہ اپنے شکار کو سونگھ کر پہچان لیتا تھا۔ مرینا سے اس کی پہلی قربت جگت آنٹی کے گیسٹ روم میں ہوئی تھی۔ دوسری بار قید خانے کی تاریکی میں وہ آئی تھی اور اس نے تاریکی میں اسے پہچان لیا تھا۔ لیکن ہوٹل کے کمرے کی بھرپور روشنی میں وہ آئی تو وہ نہیں تھی۔ مرینا کی کوئی آلۂ کار تھی۔

پارس نے کمرے میں داخل ہو کر اسے بازوؤں میں لیتے ہی پہچان لیا تھا کہ یہ وہ بدن نہیں ہے جو گیسٹ روم اور اس کے بعد تاریک قید خانے میں آیا تھا۔ مرینا جذبات میں اندھی نہیں ہوتی تھی، دوسروں کو اندھا کر دیتی تھی۔ ویسے اس نے اپنی آلۂ کار کو بھیج کر پارس کو دھوکا نہیں دیا تھا۔ وہ محتاط رہ کر سونیا کی چالوں کو سمجھنا چاہتی تھی۔

اور سونیا ایسی چالباز تھی، جسے سمجھنا تقریباً ناممکن تھا۔ جب شلپا کمرے میں آئی تھی تب سلمان نے پارس کے پاس آکر پوچھا تھا "کیا یہ مرینا ہے؟"

"نہیں، اس کی آلۂ کار ہے۔"

سلمان شلپا کے دماغ میں چلا گیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ سلمان کے جاسوس اس ہوٹل میں نہیں آئے تھے۔ جب شلپا اور اس کے باڈی گارڈز بے بس ہوگئے تو وہ سونیا کے پاس آیا اور رات تمام روداد سنا کر بولا "شلپا بے بس ہوگئی ہے۔ مرینا کہہ رہی ہے، شلپا کو اپنی معمولہ بنائے گی۔ کیا میں مداخلت کروں؟"

"بالکل نہیں، تم خاموشی سے تماشا دیکھو۔ جب مرینا اس کے دماغ میں جوجو کے تنویمی عمل کا توڑ کرے اور اپنی معمولہ بنانا چاہے تو چپ چاپ اس کے تنویمی عمل کو ناکام بناتے رہنا۔ جب وہ جوجو کے عمل کا توڑ کرنے میں ناکام رہے گی تو شلپا پہلے کی طرح ہماری ہی گرفت میں رہے گی۔"

"میں سمجھ گیا۔ مرینا کے ناکام عمل کے بعد شلپا تنویمی نیند سوئے گی۔ ابھی اس نے کہا ہے کہ اسے تاریک قید خانے میں پہنچا کر اس کا دماغ درست کرے گی۔ اگر میں شلپا کے دماغ میں مسلسل موجود رہوں تو اس کے ذریعے تاریک قید خانے کا سراغ مل جائے گا۔"

"بالکل ٹھیک۔ تم اور سلطانہ اس کے دماغ میں باری باری رہو۔ اس طرح مرینا کے خفیہ اڈے تک ضرور پہنچو گے۔"

سلمان تھوڑی دیر بعد شلپا کے دماغ میں آیا تو وہ ہوش میں آگئی تھی اور مرینا اس پر عمل کرنے والی تھی۔ یہ تو معلوم ہوچکا تھا کہ شلپا کے بستر کے پاس جو حسینہ کھڑی ہوئی تنویمی عمل کر رہی ہے وہ مرینا نہیں ہے اس کی آلۂ کار ہے اور مرینا کہیں آرام سے بیٹھی ہوئی ہے۔ وہاں سے شلپا کے دماغ میں پہنچ کر تنویمی عمل میں مصروف ہوگئی ہے۔

خوب چکر چل رہا تھا۔ سونیا کی حکمت عملی سے مرینا اپنے مقاصد میں بظاہر کامیاب ہو رہی تھی اور کامیابی کی خوش فہمی میں اپنے لئے گڑھا کھودتی جارہی تھی۔ اب یہ یقین ہوچکا تھا کہ شلپا جس خفیہ اڈے میں پہنچائی جائے گی وہی مرینا کی خفیہ رہائش گاہ ہوگی۔

ہپناٹزم کا عمل ہوگیا۔ مرینا کی ڈمی نے بستر کے پاس سے آکر پارس کو دیکھا۔ وہ آنکھیں بند کئے صوفے پر لیٹا ہوا تھا۔ اس نے دروازے کے پاس آکر دیکھا۔ اس کا لاک ٹوٹا ہوا تھا۔ اب اندر سے بند نہیں ہوسکتا تھا۔ وہ دروازہ کھول کر باہر چلی گئی۔

پارس نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ شلپا بستر پر سو رہی تھی مرینا کی آلۂ کار نظر نہیں آئی۔ وہ صوفے سے اٹھ کر باتھ روم میں آیا۔ وہ وہاں بھی نہیں تھی۔ اس نے سوچ کے ذریعے پکارا۔ "مرینا! تم کہاں ہو؟"

اسے جواب نہیں ملا۔ اس نے سوچتی ہوئی نظروں سے شلپا کو دیکھا۔ پھر تیزی سے چلتا ہوا باہر آیا۔ وہ کوریڈور کے آخری سرے سے چلی آرہی تھی۔ اس نے پوچھا "تم کہاں گئی تھیں؟"

وہ بولی "ہمارے کمرے کا صرف دروازہ ہی نہیں ٹیلی فون بھی خراب ہے۔ میں نے نیچے کاؤنٹر پر جا کر دوسرا کمرا لیا ہے۔ سات سو بارہ نمبر کا کمرا ہے، آؤ۔"

وہ پارس کا ہاتھ پکڑ کر اُدھر جانا چاہتی تھی، اس نے کہا۔ "لیکن اس کمرے میں شلپا سو رہی ہے۔"

"وہ ابھی خود ہی بیدار ہو کر چلی جائے گی۔ صبح تک اپنی رہائش گاہ میں چھپ کر رہے گی مگر میں صبح سے پہلے ہی اس کے دماغ میں جاؤں گی اور اسے دماغی طور پر غائب کر کے تاریک قید خانے میں پہنچا دوں گی۔"

سلمان ایسے وقت پارس کے پاس آکر یہ باتیں سن رہا تھا۔ اس نے کہا "بیٹے! میں صبح تک شلپا کے دماغ میں رہوں گا۔ آج مرینا کا خفیہ اڈا ضرور معلوم ہوگا۔"

وہ چلا گیا۔ پارس مرینا کی آلۂ کار کے ساتھ کمرا نمبر سات سو بارہ میں آیا۔ وہ آلۂ کار دروازے کو اندر سے بند کر کے اس کے قریب آئی پھر اس کے گلے کا ہار بن گئی۔ پارس نے پہلے تو اسے بے دلی سے قبول کیا پھر یکبارگی چونک گیا۔

یا حیرت! یہ وہی بدن تھا، جو پہلے گیسٹ روم کی تنہائی میں اور اس کے بعد قید خانے کی تاریکی میں ملا تھا۔ وہ تھوڑی دیر پہلے والی آلۂ کار نہیں تھی۔ حقیقتاً مرینا تھی۔

بات سمجھ میں آگئی۔ مرینا نے اپنے محتاط طریقۂ کار کے مطابق اس ہوٹل میں پہلے ہی دو کمرے بک کرائے تھے۔ کمرا نمبر سات سو سات میں اس کی آلۂ کار آئی تھی اور وہ خود کمرا نمبر سات سو بارہ میں بیٹھ کر خیال خوانی کرتی رہی تھی۔ شلپا پر عمل کرنے کے بعد جب یقین ہو گیا کہ اب کوئی دشمن ادھر نہیں آئے گا تو اس نے اپنی آلۂ کار کو وہاں سے روانہ کر دیا اور کمرا نمبر سات سو بارہ سے نکل کر پارس سے آملی۔

وہ تھوڑی دیر پہلے بے دلی سے قبول کرنے والا تھا۔ اب اسے دل سے قبول کرنے لگا۔ ایک تو اس لئے کہ اس پر سچ مچ دل آگیا تھا دوسرے یہ کہ وہ سچ مچ وہی تھی جسے سونیا شکنجے میں کسنا چاہتی تھی۔ اب کیا دیر تھی؟ پارس گردن دبوچ لیتا تو وہ خیال خوانی بھول جاتی لیکن یہ جلد بازی نقصان بھی پہنچا سکتی تھی۔

بندوق کی گولی کو کوئی مٹھی میں کیچ نہیں کر سکتا۔ مرینا اپنی ذہانت بھری مکاری سے گولی کی طرح آرپار ہو جاتی تھی۔ کسی کے جسم میں یا ہاتھ میں ٹھہرتی نہیں تھی۔

پہلی بار میں نے اور سلمان نے اسے پکڑنا چاہا تھا مگر وہ بڑی صفائی سے ہمیں الو بنا کر نکل گئی تھی۔ دوسری بار پارس اسے پکڑنے والا تھا، وہ پارس کو بھی چکر میں ڈال کر چلی گئی تھی۔ تیسری بار بھی اس نے اُسے بے بس کر کے تاریک قید خانے میں پہنچایا تھا۔ ایسی زبردست احتیاطی تدابیر پر عمل کرتی تھی کہ سونیا بھی اسے ابھی تک گرفتار نہیں کرپائی تھی۔ ایسی صورت میں پارس جلد بازی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اگر وہ اس کے خلاف کوئی قدم اٹھاتا اور وہ ہمیشہ کی طرح بچ نکلتی تو یہ بھید کھل جاتا کہ وہ مرینا کا معمول اور تابعدار نہیں ہے۔ اس سے فراڈ کر رہا ہے۔

وہ بڑے تحمل سے سلمان اور سلطانہ کا انتظار کرنے لگا۔ اپنی سونیا مما کی طرح اس کی بھی ایک انگلی میں ایسی انگوٹھی تھی جس کے ذریعے وہ سونیا کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کر سکتا تھا۔ اور یہ اسی وقت مناسب ہوتا، جب سلمان اس کے کمزور دماغ پر قبضہ جمانے کے لئے موجود ہوتا۔ لیکن وہ نہیں تھا۔ اسے صبح تک شلپا کے دماغ میں آتے جاتے رہنا تھا۔ شلپا اتنی اہم تھی کہ وہ اور سلطانہ صبح تک پارس کے پاس نہ آتے۔ انہیں یہ معلوم نہیں ہوسکتا تھا کہ اب شلپا سے زیادہ وہ لڑکی اہم ہوگئی ہے جسے وہ مرینا کی ڈمی سمجھ کر چلے گئے تھے اور ان کے جاتے ہی کردار بدل گئے تھے۔ بازی پلٹ گئی تھی۔

بازی یوں بھی پلٹ رہی تھی کہ پارس مرینا کی قربت سے مدہوش ہو رہا تھا۔ اس کی زندگی میں کچھ چارا ڈالنے والیاں اور چاہنے والیاں آئی تھیں جنہیں وہ بھولتا گیا تھا۔ صرف ایک جوجو ایسی تھی جو بچپن سے دماغ میں نقش تھی۔ اُس سے اتنا گہرا لگاؤ اور ایسی شدید محبت تھی کہ اس کی ایک آہ پر وہ اپنی جان دے سکتا تھا لیکن نوجوانی کے کچھ منہ زور تقاضے ہوتے ہیں۔ یہ تقاضے کیلے کے چھلکے کی طرح پاؤں تلے آکر پھسلنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔

مرینا میں ایسی خوبیاں تھیں، جو پچھلی خوبیوں کو بھلا دیتی تھیں۔ وہ کوئی جادوگرنی تھی، اپنی ایک ایک ادا سے سحر زدہ کر دیتی تھی۔ مملکتِ تنہائی میں صرف اس کے حسن و شباب کا سکہ چلتا تھا۔ پارس سوچتا اور سمجھنا چاہتا تھا کہ یہ کیسی طلسماتی بلا ہے جسے چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ جی چاہتا ہے، رات لمبی ہوتی جائے اور صبح نہ ہو۔ صبح ہوگی تو سلمان انکل پہنچ جائیں گے۔ اسے ٹریپ کریں گے۔ مرینا کو فراڈ کا علم ہوگا تو محبت نفرت میں بدل جائے گی، پھر وہ کبھی اس کی تنہائی میں نہیں آئے گی۔ کبھی آئے گی تو اس کے حضور پہلے جیسی چاہت سے اپنی جوانی چکنا چور نہیں کرے گی۔

وہ اسے کھونا نہیں چاہتا تھا۔ کچھ زیادہ ہی باؤلا ہوگیا تھا۔ مرینا ہوش و حواس میں رہنے کی عادی تھی۔ پارس کی زہریلی قربت کے باوجود اسے یاد تھا کہ صبح سے پہلے شلپا کو تاریک قید خانے میں پہنچانا ہے۔ اگرچہ جی چاہتا تھا، زہر کا نشہ کم نہ ہو، بڑھتا رہے مگر عقل کہتی تھی، پارس تو اپنے بس میں ہے کہاں جائے گا۔ میں پھر اس کے قریب آجاؤں گی۔

وہ اٹھتے ہوئے بولی "تم آرام کرو، میں شلپا کے پاس جارہی ہوں۔"

وہ ہاتھ پکڑ کر بولا "مجھے چھوڑ کر جارہی ہو؟"

اس نے ہنستے ہوئے کہا "صرف دماغی طور پر جاؤں گی۔"

وہ ہاتھ چھڑا کر باتھ روم کے ساتھ والے اسٹور روم میں گئی جہاں لباس تبدیل کیا جاتا تھا پھر ایک منٹ کے اندر ہی اسٹور روم سے نکل آئی۔ اس کے ہاتھوں میں ایک نائٹی تھی۔ وہ بولی۔ "ابھی رات کے ڈھائی بجے ہیں۔ میں ایک گھنٹے بعد بھی شلپا کے پاس جاسکتی ہوں۔ آؤ بالکونی میں کھڑے ہوں۔"

وہ پارس کو دیکھتے ہوئے مسکرائی۔ پھر اس ادا سے اندر گئی کہ پارس کو بھی اٹھ کر جانا پڑا۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

بس یونہی جذبات میں آکر آدمی عقل سے کام لینا چھوڑ دیتا ہے۔ پارس کو سمجھنا چاہئے تھا کہ رات کے ڈھائی بجے بالکونی میں جانے کا مقصد کیا ہے؟ پارس نے رات نہیں دیکھی، وقت نہیں دیکھا۔ مرینا کی ادائیں دیکھیں اور اسے ہاتھ سے پھسلنے کا موقع دے دیا۔

وہ آلۂ کار لڑکی کہیں دور نہیں گئی تھی۔ مرینا نے اسے کمرا نمبر سات سو سات سے بلا کر اسی کمرا نمبر سات سو بارہ کے اسٹور میں سلا دیا تھا اور خود کمرے میں پارس کے ساتھ ڈھائی بجے تک وقت گزارتی رہی تھی۔ پھر وہ اٹھ کر اسٹور میں گئی۔ خیال خوانی کے ذریعے اپنی آلۂ کار کو جگایا۔ اس کا لباس اتار کر اس کے ہاتھ میں ایک نائٹی دے کر اسٹور سے باہر بھیج دیا۔ خود اسٹور میں رہی ... اس نے آلۂ کار کی زبان سے کہا "ابھی رات کے ڈھائی بجے ہیں میں ایک گھنٹے بعد بھی شلپا کے پاس جاسکتی ہوں۔ آؤ ہم بالکونی میں کھڑے ہوں۔"

اس طرح وہ بالکونی میں گئی۔ پارس بھی اس کے پاس آگیا۔ مرینا کا راستہ صاف ہوگیا۔ وہ اسٹور سے نکلی۔ خالی کمرے سے گزرتی ہوئی باہر جانے کے دروازے تک آئی پھر پلٹ کر دیکھا۔ اپنی آلۂ کار اور پارس کے قہقہے سنائی دے رہے تھے۔ وہ مسکراتی ہوئی دروازہ کھول کر چلی گئی۔

اسے کہتے ہیں، انسان کی نفسیات اور اس کے جذبات سے کھیلنے والی ذہانت۔ وہ بڑی عقل سے اور احتیاط سے آئی تھی۔ بڑے اطمینان سے پارس کو بستر کی طرح بچھایا تھا، کمبل کی طرح اوڑھا تھا، پھر آرام سے ٹہلتی ہوئی چلی گئی تھی۔ اسے پکڑنا تو دور کی بات ہے، پارس کے سوا کوئی اب تک اسے چھو تک نہیں پایا تھا۔ اگر وہ ایسی ہی ذہانت اور حکمتِ عملی سے کام لیتی رہی تو کبھی کوئی اس کی گرد کو بھی نہ پاسکے گا۔

ایسی بات نہیں تھی کہ وہ پارس پر کسی طرح کا شبہ کر رہی ہو ... نہیں، وہ پورے یقین سے اسے اپنا وفادار سمجھ رہی تھی۔ البتہ اس نے یہ اصول بنالیا تھا کہ کسی پر بھروسا نہیں کرے گی۔ نہ اپنے باپ پر، نہ اپنے یار پر۔ اس نے اپنے باپ الان ڈی فون زا کو بھی اپنا آلۂ کار بنا رکھا تھا۔ بھائی کے دماغ پر بھی قبضہ جما کر اس سے کام لیتی تھی۔ باپ اور بھائی کو اپنے کسی راز میں شریک نہیں کرتی تھی۔

پارس کو بھی اپنے کسی راز میں شریک نہ کرنے کی ایک اور وجہ یہ تھی کہ سونیا کے خیال خوانی کرنے والے پارس کے دماغ میں آتے جاتے ہوں گے۔ اگر وہ کسی چالاکی سے اس کے چور خیالات پڑھتے ہوں گے تو یہ بھی معلوم کرلیں گے کہ مرینا اسے اپنے کن رازوں میں شریک کرتی ہے اور مرینا ایسی غلطی کرنا جانتی ہی نہیں تھی۔

بہرحال وہ جاچکی تھی۔ پارس اس کے ساتھ بالکونی میں چھیڑ چھاڑ کر رہا تھا۔ ایسے ہی وقت وہ بدن اجنبی سا لگا۔ وہ اسے کھینچ کر کمرے میں لے آیا۔ پھر حیرانی سے بولا "کیا تم گرگٹ کی طرح رنگ بدلتی ہو؟"

وہ بولی "تمہاری اس بات کا مطلب کیا ہوا؟"

پارس نے سوچا اگر وہ اصل کی جگہ ڈمی مرینا کے آنے کی بات کرے گا تو اس ڈمی کے دماغ میں رہنے والی مرینا کو یقین ہوجائے گا کہ وہ تابعدار ہونے کے باوجود اصل اور نقل کو چھو کر اور سونگھ کر پہچان لیتا ہے۔

وہ فوراً ہی بات بناتے ہوئے بولا "مطلب یہ ہے کہ پہلے تم میری آغوش میں گم تھیں۔ پھر شلپا کے پاس جانے کے لئے مجھ سے دور ہو گئیں۔ ایک منٹ کے بعد ہی تم نے پھر رنگ بدلا۔ شلپا کے پاس جانے کا ارادہ ملتوی کیا اور اتنی رات کو اپنے ساتھ مجھے بھی بالکونی میں لے گئیں۔ اوہ گاڈ! اتنی دیر ٹھنڈی ہوا میں کھڑے رہنے سے مجھے سردی لگ رہی ہے۔"

آلۂ کار اس کے قریب آئی۔ وہ بولا "تین بجنے والے ہیں۔ مجھے نیند آرہی ہے۔"

یہ کہہ کر وہ بستر پر گر پڑا۔ ڈمی اس کے پاس آکر بولی "ایسی بھی کیا بے مروّتی ہے۔ کیا مجھ سے دل بھر گیا ہے؟"

وہ بولا "میرے دماغ میں آؤ؟"

"دماغ میں؟" وہ ہچکچاتے ہوئے بولی "مم ... میں کیسے آؤں؟"

"تم مرینا ہو۔ ٹیلی پیتھی کی شہزادی ہو پھر مجھ سے پوچھ رہی ہو کیسے آؤں؟"

"ہاں میرے اندر بھی کوئی یقین دلاتا ہے کہ میں ٹیلی پیتھی جانتی ہوں۔ میرے اندر کوئی بولتا ہے بلکہ بولتی ہے لیکن مجھے معلوم نہیں ہے کہ دماغ میں کیسے جاتے ہیں؟"

وہ سمجھ گیا کہ مرینا ابھی اپنی آلۂ کار کے اندر نہیں ہے۔ اس نے پوچھا "تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ تم مرینا ڈی فون زا ہو؟"

"یہ وہی میرے دماغ میں بولنے والی کہتی ہے۔"

"کسی کے کہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ وہ تمہارے دماغ میں بولنے والی خود مرینا ہے۔ تمہیں اپنے پیدائشی نام اور اصلی شخصیت کے متعلق معلوم ہونا چاہئے۔"

"یہی میری شخصیت ہے جسے تم دیکھ رہے ہو اور نام وہی مرینا ہے۔"

اسی وقت مرینا نے مخاطب کیا۔ وہ ایک منٹ پہلے آئی تھی اور ان کی گفتگو سن رہی تھی۔ اس نے پوچھا "پارس! تم نے کیسے پہچانا کہ یہ میری ڈمی ہے؟"

وہ بولا "تھوڑی دیر پہلے کوئی میرے دماغ میں آنا چاہتا تھا، میں نے سانس روک کر تمہاری ڈمی سے کہا کہ میرے دماغ میں آؤ ۔ میں چاہتا تھا، تم میرے اندر رہ کر دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کی باتیں سنو مگر ڈمی کی زبان سے سن کر حیرانی ہوئی کہ یہ خیال خوانی نہیں جانتی ہے۔"

"ہاں، نہ خیال خوانی جانتی ہے، نہ اپنی اصلیت اسے معلوم ہے۔ یہ ہمیشہ سحرزدہ رہتی ہے اور میرے کام آتی رہتی ہے۔"

"اس کا مطلب یہ ہے، تم میری محبت کا مذاق اڑا رہی ہو۔ تم اس ڈمی کو میرے پہلو میں بھیج کر مجھے دھوکا دیتی رہی ہو۔"

وہ بستر سے اٹھ کو جوتے پہنتے ہوئے بولا "اب میں تمہارے بدن کو چھونے کا خیال دل سے نکال دوں گا۔ تم ضرورت سے زیادہ محتاط ہو۔ تمہیں مجھ پر بھروسا نہیں ہے۔ تم ہمیشہ مجھے اپنی ڈمی کے چکر میں ڈالتی رہو گی۔"

وہ بولی "غصہ نہ کرو۔ میں قسم کھا کر کہتی ہوں۔ ابھی ڈھائی بجے تک میں ہی تمہارے پاس تھی۔ میں اپنے حسن و شباب کا ایک ایک ذرّہ تمہیں دے کر آئی ہوں۔"

وہ جانے کے لئے اٹھ رہا تھا۔ پھر بیٹھ کر بولا "اب میں تمہاری باتوں میں نہیں آؤں گا۔ کیا یہ بات عقل تسلیم کرے گی کہ ڈھائی بجے تک تم میرے پاس تھیں۔ پھر میں تمہارے ساتھ بالکونی ... میں گیا تو تم اصلی سے نقلی بن گئیں؟"

مرینا نے اسے تفصیل سے بتایا کہ کس طرح ڈمی پہلے سے اسٹور روم میں تھی اور کس طرح اسٹور میں جا کر اس نے ڈمی کو بالکونی میں جانے کا حکم دیا۔ پھر پارس بھی بالکونی میں گیا تو اصلی مرینا اسٹور سے نکل کر اس کمرے سے اور ہوٹل سے چلی گئی۔

اس نے پوچھا "کیا تم مجھے بتا کر ایسا نہیں کرسکتی تھیں؟"

"سوری پارس! میں تم پر بھروسا کرتی ہوں، تمہارے لوگوں پر نہیں کرتی۔ میں تمہیں اپنا یہ منصوبہ بتاتی اور ایسے وقت تمہارے خیال خوانی کرنے والے تمہارے اندر آکر سن لیتے تو میں ہوٹل سے نکل نہ پاتی۔"

"ٹھیک ہے، تم نے احتیاطاً ایسا کیا۔ میں ناراض نہیں ہوں لیکن یہ تو سوچو، میرے لوگ اس وقت بھی آسکتے تھے، جب تم میرے پاس تھیں۔ انہیں تمہاری موجودگی کا علم ہوسکتا تھا۔"

"ہاں اسی لئے تو میں نے پہلے ڈمی کو بھیجا۔ جب یقین ہوگیا کہ میرے لئے خطرہ نہیں ہے تو میں اپنے پارس کے پاس آگئی لیکن آج میں بہت بڑے خطرے سے بال بال بچ گئی ہوں۔"

"کیسا خطرہ؟"

"جب شلپا ہوٹل میں آئی تو سلمان اس کے دماغ میں موجود تھا۔ میں شلپا کو معمولہ بنا کر تاریک قید خانے میں پہنچانا چاہتی تھی لیکن سلمان نے میرے عمل کو ناکام بنا دیا۔ یہ بات مجھے چند منٹ پہلے معلوم ہوئی۔"

"کیسے معلوم ہوئی؟"

"میں تمہارے پاس سے اٹھ کر ہوٹل کے باہر گئی۔ اپنی کار میں بیٹھ کر معلوم کرنا چاہا کہ شلپا جاگ رہی ہے یا سو رہی ہے۔ اس کے اندر پہنچ کر دیکھا۔ وہ جاگ رہی تھی۔ اپنے لئے خطرہ محسوس کر رہی تھی کیونکہ آنکھیں بند ہونے سے پہلے وہ ایک ہوٹل کے کمرے میں تھی اور آنکھ کھلنے کے بعد خود کو اپنی رہائش گاہ میں پا رہی تھی۔ یہ بات اس کی سمجھ میں آگئی تھی کہ مرینا نے اسے اپنی معمولہ بنا کر آزاد چھوڑ دیا ہے۔ آئندہ جب بھی چاہے گی اس کے کان پکڑ کر اپنی خدمت کرائے گی۔"

پارس نے پوچھا "کیا انکل سلمان اس کے دماغ میں تھے؟"

"ہاں، پتا نہیں تمہارا انکل کب سے اس کے اندر چھپا ہوا تھا۔ وہ سمجھنا چاہتا تھا کہ میں بھی شلپا کے دماغ میں ہوں یا نہیں؟ وہ بڑی دیر سے تھا، جب یقین ہوگیا تو بولا، تم بار بار مرینا کو مخاطب کر رہی ہو۔ وہ موجود ہوتی تو جواب دیتی۔ وہ چونک کر بولی، کون سلمان؟ یہ تم لوگ کس طرح میرے دماغ میں چلے آتے ہو؟ کیا تم سب نے مجھے اپنی معمولہ بنایا ہوا ہے۔ کوئی بھی شخص ایک وقت میں کسی ایک کا معمول بنتا ہے۔ اس کا مطلب ہے میں تمہاری معمولہ ہوں۔ اور مرینا نے مجھ پر عمل نہیں کیا ہے؟ اس نے عمل کیا تھا، میں نے ناکام بنا دیا ہے اور تمہارے دماغ کو ہدایات دی ہیں کہ تم مرینا کی سوچ کی لہروں کو بارہ گھنٹے تک محسوس نہیں کرو گی تاکہ وہ تمہیں اپنی معمولہ سمجھ کر خوش رہے۔ وہ بارہ گھنٹے کے اندر تمہیں اپنے خفیہ اڈے میں پہنچانا چاہتی ہے۔ ... ہم تمہارے ذریعے مرینا تک پہنچ جائیں گے۔"

پارس مرینا کی زبان سے یہ سن رہا تھا کہ سلمان نے شلپا سے گفتگو کر کے کتنی بڑی غلطی کی ہے۔ اس طرح وہ سمجھ گئی تھی کہ سونیا کے آدمی اسے گھیرنے کیوں نہیں آرہے ہیں؟ اس لئے کہ ہوٹل میں مرینا کی ڈمی بھی ہوسکتی تھی لیکن شلپا کے ذریعے مرینا کی مصروفیات کو دیکھنے سمجھنے کے بعد اسے گھیرتے وقت کوئی دھوکا نہ ہوتا۔

مرینا نے کہا "پارس! اگر شلپا نہ آتی تو سلمان کی تمام توجہ مجھ پر ہوتی۔ آج مجھے شلپا کی بے وقت مداخلت نے بچالیا مگر آئندہ میں اس طرح تمہارے پاس نہیں آؤں گی۔"

"پھر کیسے ملیں گے؟"

"اس قسم کے سوالات نہ کرو۔ میں جواب دوں گی اور اپنے راز میں شریک کروں گی تو تمہارے دماغ میں رہ کر سننے والے بہت ہیں۔ کیا میں بھی سلمان جیسی حماقت کروں؟"

وہ اٹھ کر ہوٹل کے کمرے سے نکلتے ہوئے بولا "مجھے انکل کی غلطی سے اور تمہارے دیگر معاملات سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ ... مجھ سے صرف محبت اور ملن کی بات کرو۔"

"تم میرے لئے تڑپتے ہو تو اچھا لگتا ہے۔ یقین کرو، میں بھی تڑپتی ہوں اور قسم کھا کر کہتی ہوں، میرے جسم و جان کا مالک کبھی کوئی دوسرا نہیں ہوگا۔ کسی نے مجھے چھونا بھی چاہا تو میں اسے جہنم میں پہنچا دوں گی۔"

وہ بولا "یہ تو محبت اور وفا کے عہد و پیاں ہیں۔ بے شک تم مجھے جان سے زیادہ چاہتی ہو لیکن ہم اپنے پرائے کے خوف سے کب تک دور رہیں گے؟"

"صرف چار دن صبر کرو۔ پھر میں تمہارے پاس ایسے آؤں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

گی کہ کوئی ہمیں جدا نہیں کر سکے گا۔ مجھے اجازت دو۔ میں پھر رابطہ کروں گی۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ چند لمحوں تک خاموش بیٹھی رہی پھر اٹھ کر حضرت عیسیٰ مسیح کی تصویر کے سامنے آئی۔ اپنے سینے پر صلیب کا نشان بنایا پھر سر جھکا کر بولی "اے ابن مریم! میں نے تیری حیاتِ مقدسہ سے صبر سیکھا، دانائی سیکھی۔ یہ وہ عمل ایسے ہیں جو جذبات میں اندھا نہیں ہونے دیتے۔ اے مسیح معظم! تیرا شکریہ، آج میں پھر تباہی سے بچ گئی۔"

وہ اپنے سینے پر صلیب کا نشان بنا کر وہاں سے چلتی ہوئی بستر پر آئی۔ یہ طے کر لیا کہ سدا پارس کے ساتھ رہنے کے لئے ایسی حکمت سے کام لے گی، جو دشمنوں کی سمجھ میں نہیں آئے گی۔

لیکن کام کے وقت کام اور آرام کے وقت آرام۔ اس لئے اس نے آنکھیں بند کیں اور دماغ کو ضروری ہدایات دے کر نیند میں گم ہوتی چلی گئی۔

دوسرے دن اس نے پارس کی محبوباؤں کی لسٹ بنائی۔ پتا چلا کہ اس کی زندگی میں جو بھی آئی، وہ حالات کے بہاؤ میں بچھڑ گئی۔ اس نے تل ابیب میں ایک یہودی حسینہ سے شادی کی تھی... اسے پیرس لے آیا تھا لیکن سپر ماسٹر کے ایک خیال خوانی کرنے والے نے اسے ہلاک کر دیا تھا۔

جوجو کی حیثیت سب سے الگ تھی۔ مریتا اچھی طرح جانتی تھی کہ فرہاد کی فیملی میں جو مان اور مقام جوجو کو حاصل ہے، وہ پارس کی کسی اور چاہنے والی کو حاصل نہیں ہوگا۔ مریتا نے پارس کو اپنا کر جوجو سے کسی طرح کی دشمنی نہیں کی۔ وہ پارس کو شکایت کا موقع نہیں دینا چاہتی تھی پھر اس کی نظروں میں اور دھڑکتے ہوئے دل میں جوجو سے زیادہ پارس اہم تھا۔

بہرحال مریتا نے لسٹ کو چیک کیا تو جوجو کے بعد اس کی چاہنے والی صرف ایک ماریہ رہ گئی تھی۔ زہریلی ماریہ۔ اور یہی لڑکی اس کے کام آسکتی تھی۔

اس نے پارس کے ریکارڈ سے ماریہ کے باپ کا فون نمبر معلوم کیا۔ فون نمبر کے ساتھ ایڈریس بھی معلوم ہوا۔ وہ اسی شہر لندن میں تھی۔ دریائے ٹیمز کے قریب ہی کنگسٹن روڈ کی ایک اسٹریٹ میں رہتی تھی۔ مریتا نے نمبر ڈائل کئے۔ رابطہ قائم ہونے پر دوسری طرف سے کسی خاتون کی آواز سنائی دی۔ مریتا نے آواز سن کر ریسیور رکھ دیا۔ خاتون کے دماغ میں پہنچی۔ پتا چلا کہ وہ ماریہ کی ماں ہے۔ ماریہ نے پوچھا "ماما! کس کا فون تھا؟"

"پتا نہیں کون تھا۔ لائن کٹ گئی۔"

مریتا، ماریہ کے اندر پہنچ گئی۔ اس کے موجودہ حالات معلوم کرنے لگی۔ پتا چلا وہ اب بھی زہریلی ہے مگر خطرناک نہیں ہے۔ مسلسل علاج کے ذریعے اس کے اندر سے زہریلے اثرات ختم کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ وہ ختم تو نہیں ہوئے تھے البتہ کم ہوگئے تھے اور جو کم ہوگئے تھے وہ رفتہ رفتہ بڑھ سکتے تھے اس لئے ہر پندرہ دن میں اس کا میڈیکل چیک اپ ہوا کرتا تھا۔

دوسری اہم بات یہ تھی کہ وہ پہلے جیسی وحشی نہیں تھی۔ اس کے والدین نے اس پر بڑی محنت کی تھی۔ بڑی رقم خرچ کی تھی اور اسے مہذب بناتے رہے تھے۔ اب اسے پہلے کی طرح غصہ نہیں آتا تھا۔ وہ ہر بات پر نرمی سے سوچتی اور سمجھتی تھی۔ جب کوئی بات سوچنے سمجھنے کے باوجود ناقابل برداشت ہوتی تو وہ بات کرنے والے کو وارننگ دیتی کہ وہ فوراً چلا جائے ورنہ موت آجائے گی۔ اگر وہ بات کرنے والا اس کی نظروں سے دور نہ ہوتا تو پھر وہ اسے ڈس لیتی تھی۔

اُس کی ایک خاصیت یہ تھی کہ اس کا زہریلا دماغ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیتا تھا۔ پارس نے اسے سمجھا دیا تھا کہ ایسے وقت وہ سانس روکے گی تو کوئی دشمن اس کے دماغ میں نہیں آئے گا۔ اسے مہذب بنانے کے دوران یوگا کی مشقیں کرائی گئی تھیں۔ اس وقت وہ مریتا کو اپنے دماغ میں محسوس نہ کر سکی۔ وجہ یہ تھی کہ اس وقت اُس کے جسم کا خون تبدیل کیا جا رہا تھا۔ زہریلا خون نکال کر تازہ خون داخل کیا جا رہا تھا۔ ایسے وقت وہ کمزوری محسوس کر رہی تھی۔ اس لئے مریتا آزادی سے اس کے خیالات پڑھ رہی تھی۔

چونکہ ہر ماہ خون تبدیل کیا جاتا تھا اس لئے ماریہ کے باپ نے اپنی رہائش گاہ میں ایک چھوٹا سا اسپتال قائم کر لیا تھا۔ وہاں اپنی بیٹی کے لئے بڑے تجربہ کار اور مہنگے ڈاکٹروں کی خدمات حاصل کرتا تھا۔ ڈاکٹروں نے رپورٹ دی تھی کہ ماریہ اب نارمل ہوتی جا رہی ہے اب اس کے خون میں برائے نام زہر رہ گیا ہے۔ شاید آئندہ خون تبدیل کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔

جب تبدیلیِ خون کا عمل مکمل ہوگیا تو ماریہ کی آنکھیں بند ہونے لگیں۔ اسے نیند آرہی تھی۔ مریتا نے تھوڑی دیر انتظار کیا جب وہ گہری نیند میں پہنچ گئی تو وہ اس کے خوابیدہ دماغ پر عمل کرنے لگی۔ اسے اپنی معمولہ بنا کر یہ بات نقش کر دی کہ ماریہ اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گی۔

اس عمل سے فارغ ہو کر وہ اپنی جگہ حاضر ہوگئی۔ آئندہ وہ ذرا سی محنت کے بعد ماریہ کی جگہ لے سکتی تھی۔ حالات بھی اس کا ساتھ دے رہے تھے۔ اگر وہ ماریہ کی جگہ لیتی اور اس کا میڈیکل چیک اپ ہوتا تو ڈاکٹروں کو اس کے خون میں زہریلے اثرات نہ ملتے اور وہ ڈاکٹر پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ آئندہ ماریہ کے جسم کا خون تبدیل کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ اس رپورٹ کے پیشِ نظر وہ سو فیصد ماریہ ثابت ہونے والی تھی۔

وہ دن گزر گیا۔ رات بھی گزر گئی۔ دوسری صبح ماریہ جوگنگ کے لئے اپنی رہائش گاہ کے سامنے والے میدان میں آئی۔ تھوڑی دیر بعد مریتا وہاں پہنچ گئی۔ وہاں اور بھی جوان لڑکے اور لڑکیاں تھیں اور بوڑھے بھی چہل قدمی کر رہے تھے۔ مریتا اس کے ساتھ پنجوں کے بل آہستہ آہستہ دوڑتے ہوئے بولی "تم بے حد حسین ہو۔"

ماریہ نے کہا "شکریہ مگر تم مجھ سے بھی زیادہ حسین ہو۔"

مریتا نے پوچھا "میں تمہیں کسی جگہ نظر آتی تو کیا تم اپنا ضروری کام چھوڑ کر مجھ سے ملاقات کرنے کے لئے آجاتیں؟"

"میں ضروری کام نہ چھوڑتی مگر دل ہی دل میں تمہارے بے پناہ حسن سے متاثر ضرور ہوتی۔"

مریتا نے کہا "میں نے تمہارے لئے ایک ضروری کام چھوڑ دیا ہے۔"

ماریہ دوڑتے دوڑتے رک گئی۔ تعجب سے بولی "کیا میرے لئے؟"

"ہاں میں ابھی ادھر سے اپنی کار میں گزر رہی تھی۔ تمہیں دیکھا تو دیکھتی رہ گئی۔ سیدھی تمہارے پاس چلی آئی۔ کیا اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ تم مجھ سے زیادہ حسین ہو؟"

ماریہ ہنستے ہوئے بولی "تم نے ایسی دلیل دی ہے کہ میں انکار نہیں کروں گی لیکن تمہیں بھی میری ایک بات سے انکار نہیں کرنا ہوگا۔"

"نہیں کروں گی۔ وہ بات کیا ہے؟"

"اگر میں خوبصورت ہوں تو تمہارا دل مجھ سے بھی زیادہ خوبصورت ہے۔"

دونوں نے ہنستے ہوئے مصافحہ کیا۔ ایک دوسرے کو اپنا نام بتایا یوں دوستی کی ابتدا ہوگئی۔ دونوں کے قد اور جسامت میں معمولی سا فرق تھا۔ اگر ماریہ کی جگہ مریتا آجاتی یا مریتا کی جگہ ماریہ آجاتی تو شاید پارس بھی اس معمولی فرق کو سمجھ نہ پاتا۔

مریتا نے دو راتوں تک پارس سے رابطہ نہیں کیا۔ ایک تو اس لئے کہ وہ اڑتالیس گھنٹوں تک ماریہ کے معاملے میں مصروف رہی۔ دوسرے یہ کہ وہ جان بوجھ کر پارس سے کتراتی رہی۔ اس کے دماغ میں جانے سے اس کے بازوؤں میں چلے جانے کو جی مچلتا تھا۔

اس نے تیسرے دن اپنے چہرے پر پلاسٹک سرجری کرائی۔ خود کو ماریہ کے روپ میں ڈھال لیا۔ اس نے پارس سے کہا تھا۔ صرف چار دن صبر کرو۔ پھر ہمیں کوئی جدا نہیں کر سکے گا۔ وہ چار دن سے پہلے تیسرے ہی دن ماریہ بن گئی تھی۔

اب آخری مرحلہ رہ گیا تھا۔ ماریہ کو ہمیشہ کے لئے ختم کرنا تھا۔ ویسے تو یہ آسان تھا۔ مریتا اس کے دماغ میں زلزلے پیدا کر کے یا اُس کی سانس روک کر اسے ہلاک کر سکتی تھی لیکن مسئلہ یہ تھا کہ ماریہ کی لاش کسی کو نہ ملے تاکہ دنیا والے مریتا کو ماریہ تسلیم کر لیں۔

یہ مرحلہ طے کرنے سے پہلے اس نے پارس سے رابطہ کیا۔ اسے خوشخبری سنانا چاہتی تھی کہ وہ آج رات اس سے ملاقات کرے گی۔ جب وہ پارس کے دماغ میں پہنچی تو وہاں پہلے ہی سلمان موجود تھا۔ اس سے پوچھ رہا تھا۔ "کیا مریتا آئی تھی؟"

پارس نے جواب دیا "نہیں آج تیسرا دن ہے۔ اور وہ ایک پل کے لئے بھی نہیں آئی۔ آپ تو جانتے ہیں انکل! وہ چپ چاپ آتی ہے تب بھی میں اسے محسوس کر کے انجان بن جاتا ہوں لیکن وہ خاموشی سے بھی نہیں آئی۔"

پارس کی اس بات نے اسے چونکا دیا کہ وہ اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس کر کے انجان بن جاتا ہے۔ اس کا مطلب صاف تھا کہ وہ اس کا معمول اور تابعدار نہیں ہے۔ اسے اب تک الّو بناتا آرہا ہے۔ یہی تجربات مریتا کو سکھاتے تھے کہ انسان کو اپنی کسی کامیابی کا بھرپور یقین نہیں کرنا چاہئے۔ بعض کامیابیوں کے پیچھے ناکامیاں چھپی ہوتی ہیں، جو کسی وقت ناقابل تلافی نقصان کی صورت میں ظاہر ہوتی ہیں۔

وہ بدستور پارس کے دماغ میں تھی اور سمجھ رہی تھی، ان لمحات میں پارس اسے اس لئے محسوس نہیں کر رہا ہے کہ سلمان وہاں پہلے سے موجود تھا۔ اگر ایک خیال خوانی کرنے والا موجود ہو اور اس کے بعد دوسرا آئے تو اس کی سوچ کی لہریں محسوس نہیں کی جاتیں۔ سلمان اس سے پوچھ رہا تھا۔ "تمہارا کیا خیال ہے؟ مریتا نے اتنی طویل خاموشی کیوں اختیار کی ہے؟"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ ایک خیال آتا ہے کہیں وہ بیمار نہ ہو یا کسی حادثے کا شکار نہ ہوگئی ہو۔ اور مجھ سے رابطہ قائم کرنے کے قابل نہ رہی ہو ورنہ وہ میری دیوانی ہے۔ ہزار مصروفیات کے باوجود میرے پاس ضرور آتی۔ بائی دی وے انکل! آپ اس کے دماغ میں جا کر کچھ نہ کچھ معلوم کر سکتے ہیں۔"

"اچھی بات ہے۔ میں ابھی جا کر واپس آتا ہوں۔"

مریتا فوراً ہی دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ چند سیکنڈ کے بعد پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی اس نے سانس روک لی۔ پھر سانس لینے لگی۔ چند لمحوں کے بعد سلمان نے دماغ میں آتے ہی کہا "میں سلمان ہوں۔ پارس کے بارے میں کچھ کہنے آیا ہوں۔"

وہ بولی "کچھ کہنے سے پہلے سن لو۔ مجھے دو روز پہلے ہی پارس کا فراڈ معلوم ہوگیا تھا۔ وہ میرا معمول نہیں ہے۔ کوئی بات نہیں... میں کوئی بہت بڑا نقصان اٹھانے سے بچ گئی۔ آئندہ میں اس فریبی پر تھوکنے بھی نہیں آؤں گی۔ جاؤ بھاگ جاؤ۔"

اس نے سانس روک لی۔ سلمان دماغ سے نکل گیا۔ وہ چند لمحوں تک انتظار کرتی رہی جب وہ نہیں آیا تو وہ پارس کے دماغ میں آگئی۔ سلمان وہاں موجود تھا۔ اسے مریتا کی باتیں لفظ بہ لفظ سنا رہا تھا۔ پارس نے تعجب سے کہا "میں حیران ہوں، ہر طرح سے محتاط رہنے کے باوجود میرا فراڈ کیسے کھل گیا۔"

سلمان نے کہا "دو روز پہلے میں کبھی تم سے اور کبھی سسٹر سے باتیں کر رہا تھا۔ جب میں تمہارے پاس آتا تھا تو اس وقت مریتا آئی ہوگی۔ تم نے میری موجودگی کے باعث اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا ہوگا۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"جی ہاں، مریتا نے ایسے ہی کسی موقع سے فائدہ اٹھایا ہے... بہرحال جو ہونا تھا، وہ ہوگیا۔ مریتا سے جو بازی جاری تھی، وہ ختم ہوچکی ہے۔ آئندہ وہ میرے قریب بھی نہیں پھٹکے گی۔ آپ مما کو یہ باتیں بتادیں۔"

سلمان چلا گیا۔ مریتا موجود رہی۔ پارس نے پوچھا "انکل! آپ موجود ہیں؟" اسے جواب نہیں ملا۔ اس نے پوچھا "آپ خاموش کیوں ہیں؟"

دوسری بار بھی جواب نہ ملا تو اس نے سانس روک لی۔ وہ اس کے دماغ سے نکل کر اپنی جگہ حاضر ہوگئی۔ اپنی خاموش حرکتوں سے مزید تصدیق کرلی کہ پارس اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتا رہا ہے اور اب بھی کرتا ہے۔

اسے غصہ آرہا تھا اور وہ خود کو سمجھا رہی تھی "حماقت میری ہے۔ میں پارس کو حاصل کرکے خوش ہوگئی تھی۔ یہ بھول گئی تھی کہ وہ فرہاد جیسے بدمعاش کا بیٹا ہے اور سونیا سے مکاریوں کی سند لے رہا ہے۔ مجھے اس خاندان سے دور ہی رہنا چاہئے۔"

اس نے سوچنے کے دوران آئینہ دیکھا تو خود کو ماریہ کے روپ میں پایا۔ اس نے پارس کو حاصل کرنے کے لئے ہی یہ روپ اختیار کیا تھا۔ منزل قریب تھی۔ بس ایک ذرا سا کام رہ گیا تھا۔ ماریہ کو ہلاک کرکے اس کی لاش کو کہیں چھپانا تھا۔ پھر پارس اپنی تمام ترذہانت اور مکاریوں کے باوجود یہ پہچان نہ پاتا کہ اس کی آغوش میں مریتا ہے۔ وہ اسے ماریہ ہی سمجھتا رہتا۔ بلا سے وہ کچھ نہ سمجھتا مگر مریتا کے ارمان پورے ہوتے رہتے۔

ویسے اب وہ پہلے جیسی دیوانی نہیں تھی۔ اس نے فیصلہ کرلیا تھا کہ ایک بار پارس کے قریب جاتے ہی اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کرے گی پھر اسے تاریک قید خانے میں اس وقت تک رکھے گی جب تک یہ تصدیق نہ ہوجائے کہ وہ دماغی طور پر غلام بن چکا ہے اور کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے اس کے تنویمی عمل کا توڑ نہیں کیا ہے۔

وہ اپنے منصوبے پر عمل کرنے کے لئے آدھی رات کو ماریہ کے دماغ میں پہنچی، وہ سو رہی تھی۔ مریتا کی ہدایت پر جاگ گئی۔ بستر سے اٹھ کر گرم لباس اور کینوس شوز پہنے پھر خوابگاہ سے باہر آکر بنگلے کے مختلف حصوں سے گزرتے ہوئے کچن میں آئی۔ پچھلا دروازہ کھول کر پائیں باغ میں پہنچی۔ احاطے کا پچھلا گیٹ مقفل تھا، وہ آہنی گیٹ پر چڑھ کر دوسری طرف کود گئی۔ رہائش گاہ کی پچھلی گلی ویران تھی۔ آگے کچھ فاصلے پر ایک کار کھڑی ہوئی تھی۔

اس کار کی اسٹیرنگ سیٹ پر مریتا بیٹھی ہوئی تھی۔ گلی میں اندھیرا تھا۔ اس نے کار کے اندر بھی تاریکی رکھی تھی کیونکہ وہ ماریہ کی ہم شکل بنی ہوئی تھی اور یہ نہیں چاہتی تھی کہ جائے واردات تک پہنچنے سے پہلے اصل ماریہ اپنی ڈمی کو دیکھے۔

اصل ماریہ چلتی ہوئی کار کے قریب آئی۔ اگلا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ وہ اگلی سیٹ پر آکر بیٹھ گئی۔ تب مریتا نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ ماریہ کو یوں لگا جیسے نیند سے بیدار ہوئی ہے۔ اس نے چونک کر اندھیرے میں مریتا کو دیکھا پھر پوچھا "میری دوست مینسی! تم یہاں کیسے آگئی؟"

مریتا نے اس سے دوستی کرتے وقت اپنا نام مینسی بتایا تھا۔ اور وہ گہرے اندھیرے میں اسے پہچان کر اس کا نام لے رہی تھی۔ ... مریتا نے حیرانی سے پوچھا "کیا تمہیں اندھیرے میں بھی دکھائی دیتا ہے؟"

"نہیں، میں تمہیں صرف محسوس کررہی ہوں۔"

"لیکن تم نے یہ کیسے جان لیا کہ میں تمہاری دوست مینسی ہوں؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی "میں نے تمہیں بتایا تھا کہ میں زہریلی ہوں میری زہریلی حس بتادیتی ہے کہ جسے میں نے روشنی میں کبھی دیکھا تھا وہ تاریکی میں آیا ہے۔ میں اپنے پارس کو بھی اسی طرح اندھیرے میں پہچان لیتی ہوں۔"

مریتا نے چونک کر پوچھا "کیا تمہارا پارس بھی کسی کو اندھیرے میں پہچان سکتا ہے؟"

"ضرور، کیوں نہیں۔ ہم دونوں زہریلے ہیں۔ ہم دونوں کی فطرت ایک ہے۔"

مریتا کا کلیجا دھک سے رہ گیا۔ چشم زدن میں یہ واضح ہوگیا کہ پارس ہوٹل کے سات سو سات اور سات سو بارہ نمبر کے کمروں میں اصل مریتا اور اس کی ڈمی کو صاف طور سے پہچانتا رہا جیسے ابھی ماریہ چہرہ دیکھے بغیر، آواز سنے بغیر مریتا کو پہچان گئی تھی۔ وہ مکار بھی پہچان کر انجان بنتا رہا تھا۔

اس نے شدید حیرانی اور پریشانی سے سوچا "اوہ گاڈ! یہ فرہاد کا بچہ ہے یا شیطان کا بچہ! میں پھر ایک بار دھوکا کھاتے کھاتے بچ گئی ہوں۔ نہیں، اب دھوکا نہیں کھاؤں گی۔ کوئی قدم اٹھانے سے پہلے ہزار بار سوچوں گی۔ اگر میں نے ماریہ کو ہلاک کیا تو ہوسکتا ہے اس کی ہلاکت میری ہلاکت کا سبب بن جائے۔ مجھے سانپوں کی من گھڑت کہانیوں پر یقین تو نہیں ہے مگر یہ سب کہتے ہیں کہ ناگن کو مارو تو ناگ پیچھا نہیں چھوڑتا۔ نہیں اب میں پارس کو اپنے پیچھے نہیں لگاؤں گی۔"

یہ سوچ کر اس نے ماریہ کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے کار سے باہر بھیج دیا۔ دروازے کو بند کیا پھر کار اسٹارٹ کرکے وہاں سے آگے بڑھ گئی۔ پیچھے سے ماریہ کی آواز آرہی تھی "مینسی! گاڑی روکو۔ یہ تم مجھے کہاں چھوڑ کر جارہی ہو۔"

وہ کار کی رفتار بڑھاتی ہوئی دور نکل گئی۔ اس کے دماغ میں آندھی سی چل رہی تھی۔ وہ تیزی سے حساب کررہی تھی کہ پارس کی پہلی ملاقات سے لے کر اب تک وہ کتنی بار سونیا کے شکنجے میں پھنستے پھنستے رہ گئی۔ اب تک مقدر سے بچتی رہی پھر بھی عقل نہیں آئی۔ پارس کو اپنا تابعدار سمجھتی رہی پھر بھید کھلا کہ پارس کو تابعدار بنانا مشکل نہیں... ناممکن ہے۔

اس کے بعد بھی خوش فہمی تھی کہ ماریہ کے روپ میں قریب جاکر اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کرے گی پھر ایک بار اسے غلام بنائے گی لیکن تقدیر نے پھر اس کا ساتھ دیا۔ ماریہ کی زبان سے پتا چلا کہ وہ آئندہ ایک بار بھی پارس کے قریب جائے گی تو وہ اس کی اصلیت پہچان لے گا۔ دانا لوگ سانپ کے قریب نہیں جاتے۔

اس نے دانائی سے آخری فیصلہ کیا کہ وہ اپنی جوانی کو آگ لگادے گی مگر بھول کر بھی پارس کے قریب سے نہیں گزرے گی۔

○☆○

ہیلی کاپٹر کی تباہی کا منظر قابل دید بھی تھا اور دید کے قابل نہیں بھی تھا۔ ایسی تباہی آنکھوں سے دیکھی نہیں جاتی۔ دیکھنے والے آنکھیں بند کرلیتے ہیں۔ وہ دھماکا اتنا زبردست تھا کہ ثانی اور علی کا ہیلی کاپٹر بھی ڈگمگا گیا تھا۔ دونوں نے لپک کر کھڑکی کے پار دیکھا۔ دور کوئی تین چار فرلانگ کے فاصلے پر ایک ہیلی کاپٹر گر کر تباہ ہوگیا تھا۔ اس سے نکلنے والی آگ ایسی تھی جیسے جہنم کے شعلے بھڑک رہے ہوں۔

ان کے پائلٹ نے فوراً ہی اپنے ہیلی کاپٹر کا رخ پھیر دیا تھا۔ تباہ ہونے والے ہیلی کاپٹر سے دور جاتے ہوئے لاسہ ائرپورٹ کے کنٹرول ٹاور سے رابطہ کر رہا تھا۔ وہاں سے جو رپورٹ موصول ہوئی اس کے مطابق قصہ یوں تھا کہ جن ممالک کی حسیناؤں کو اغوا کرکے محل کے تہ خانے میں رکھا گیا تھا ان ممالک کے نمائندے، پریس رپورٹر اور فوٹو گرافر طیاروں اور ہیلی کاپٹروں کے ذریعے شہر لاسہ پہنچ رہے تھے۔ ایسا ہی کوئی ہیلی کاپٹر کسی فنی خرابی کے باعث حادثے کا شکار ہوگیا تھا۔

جو شخص نیا دلائی لامہ بننے والا تھا، وہ ثانی اور علی کا بے حد احسان مند اور عقیدت مند تھا۔ اس نے صرف یہ دیکھا تھا کہ اس کے محسنوں کا ہیلی کاپٹر دور پہاڑی کی طرف جارہا ہے اس کے بعد اس نے دونوں ہاتھ جوڑ کر عقیدت سے سر کو جھکالیا تھا۔ آنکھیں بند کرلی تھیں۔ آنکھیں چند ساعتوں کے لئے بھی بند ہوں تو ان چند ساعتوں میں دنیا کا نقشہ بدل جاتا ہے۔ حالات کروٹ بدل لیتے ہیں واقعات بدل جاتے ہیں۔ وہ عقیدت مند آنکھیں بند رکھنے کے دوران یہ نہیں دیکھ سکا تھا کہ ثانی اور علی کا ہیلی کاپٹر دوسری سمت جاچکا تھا اور تیسری سمت سے ایک اور غیر ملکی ہیلی کاپٹر آرہا تھا جو بعد میں حادثے کا شکار ہوگیا۔

جب اس نے آنکھیں کھول کر، سر اٹھا کر دیکھا تو یقین نہیں آیا کہ وہ ہیلی کاپٹر تباہ ہوگیا ہے اور اس کے دونوں محسن مارے گئے ہیں لیکن اسے ساسان ڈوگرا کی زبردست جادوئی قوتوں کا یقین تھا اور یہ یقین اس کے دماغ میں چیخ رہا تھا کہ اس ظالم جادوگر نے اپنے شیطانی عمل سے ہیلی کاپٹر کو تباہ کیا ہے اور اس کے محسنوں کو مار ڈالا ہے۔

اس نے تڑپ کر، چیخ چیخ کر پہلی بار ساسان ڈوگرا کو گالیاں دیں پھر چکرا کر زمین پر گر پڑا۔ بیچارہ عقیدت منداس سے زیادہ کر بھی کیا سکتا تھا۔

لاسہ ائرپورٹ میں کھلبلی مچی ہوئی تھی۔ حادثے کا شکار ہونے والے ہیلی کاپٹر کی تباہی کے اسباب کا اندازہ کرنے کے لئے ایک ہیلی کاپٹر میں امدادی ٹیم روانہ ہوچکی تھی۔ پہلے سب ہی تذبذب میں تھے کہ تباہی کس پر آئی ہے؟ ثانی اور علی پر یا کسی اور ہیلی کاپٹر پر۔ بڑی دیر بعد پتا چلا کہ ساسان ڈوگرا کے طلسم کدے کی سمت جانے والے ثانی اور علی محفوظ ہیں۔

ہمالیہ کی ترائی میں غار کے اندر طلسم کدے کی بھول بھلیوں میں دھوئیں اور دلدل کی راہ گزر تھی۔ اس دلدل کے پار ساڑھے چھ فٹ قد کا ساسان ڈوگرا ایک شیطانی کھوپڑی کے سامنے کھڑا اس کھوپڑی کی آنکھوں میں اس ہیلی کاپٹر کو دیکھ رہا تھا جس کے پرخچے اڑ گئے تھے اور جو شعلوں میں اس قدر گھر گیا تھا کہ وہاں سے ثانی اور علی زندہ نہیں نکل سکتے تھے۔

وہ بھی اسی خوش فہمی میں تھا کہ ثانی اور علی کا ہیلی کاپٹر تباہ ہوگیا ہے۔ اس کے کالے عمل کے مطابق پہاڑی کی سمت جانے والے ہیلی کاپٹر کو تباہ ہونا چاہئے تھا۔ اس نے اپنا عمل مکمل کرنے کے بعد شیطان کے سامنے سر جھکایا تھا اور آنکھیں بند کرکے منتروں کا جاپ کرتا رہا تھا۔ جب ہیلی کاپٹر کے تباہ ہونے کا دھماکا سنائی دیا تو اس نے آنکھیں کھول کر شیطان کی آنکھوں میں دیکھا۔ وہاں شہر لاسہ کی پہاڑی کے پیچھے وہ ہیلی کاپٹر تباہ ہوتا نظر آیا۔

وہ خوش ہو کر شیطان کی جے جے کار کرتے ہوئے بولا۔

"اے مہان بھوت ناتھ، تو کالی طاقتوں کا سرچشمہ ہے۔ یہ سائنس والے اپنے علم سے ٹیلی فون اور ٹرانسمٹر کے ذریعے ہزاروں میل دور پہنچتے ہیں۔ میں تیرے عطا کئے ہوئے کالے علم سے تبت کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچ جاتا ہوں اور ہزاروں میل دور بیٹھے ہوئے دشمنوں کو تباہ کردیتا ہوں۔"

اس کی دانست میں کالا عمل مکمل ہوچکا تھا۔ دشمن نابود ہوگئے تھے۔ وہ بھی ایسے دشمن جو اس کی جان لینے آرہے تھے۔ وہ شیطانی کھوپڑی کے پاس سے چلتا ہوا طلسم کدے کے دوسرے حصے میں آیا۔ وہاں ایک شخص کانٹوں کے بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ تیز نکیلے کانٹے اس کے جسم میں چبھے ہوئے تھے۔ پھر بھی وہ آنکھیں بند کئے آرام سے لیٹا ہوا تھا۔

ساسان ڈوگرا اس کے پاس آیا۔ پھر قہقہہ لگا کر بولا۔

"مہاگیانی! تو گیان کی باتیں کرتا ہے۔ تو نے کہا تھا، علی نام کا ایک چھوکرا میری موت بن کر آرہا ہے۔ اس چھوکرے میں اتنی پاکیزگی ہے کہ وہ پاکیزگی میرے کالے جادو کی غلاظت کو اس طلسم کدے کے ساتھ تباہ کردے گی۔"

کانٹوں کے بستر پر لیٹے ہوئے مہاگیانی نے آنکھیں کھول دیں، اسے گھور کر دیکھا پھر کہا "مجھے آزاد کردے۔ ساسان ڈوگرا! آخر تو مجھے کب تک کالے عمل میں جکڑ کر رکھے گا؟ بہتر ہے اپنی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

زندگی میں مجھے آزاد کردے۔ میرے جسم سے کالے عمل کے یہ کانٹے نکال دے۔ ورنہ تیری موت کے بعد مجھے آزادی ملنے ہی والی ہے۔"

"ہرگز نہیں۔" وہ پاؤں پٹخ کر دھپ دھپ کی آواز کے ساتھ اِدھر سے اُدھر چلتے ہوئے بولا "نہ مجھے موت آئے گی نہ تو آزاد ہوگا جو میری موت لانے والا تھا' وہ فنا ہوچکا ہے۔"

"ساسان ڈوگرا! تیری آنکھوں نے جو دیکھا غلط دیکھا۔ وہ زندہ ہیں۔"

"تو جھوٹ بولتا ہے۔"

"گیانی اپنے گیان سے بولتا ہے اور گیان کبھی غلط نہیں ہوتا۔ میرے جسم سے ایک کانٹا نکال کر تصدیق کرلے۔"

وہ مہاگیانی کے قریب آیا پھر اس کے جسم سے ایک کانٹے کو باہر کھینچ لیا۔ مہاگیانی نے کہا "دیکھ اس کانٹے میں میرے بدن کا خون نہیں ہے۔ اس کا مطلب ہے ان دونوں کا خون نہیں ہوا ہے۔"

وہ پاؤں پٹخ کر بولا "یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ کیا میرے شیطان گرو نے مجھ سے جھوٹ کہا ہے؟"

"تو نے شیطان کی آنکھ میں ایک ہیلی کاپٹر کو تباہ ہوتے دیکھا مگر آنکھیں بند کرکے منتر پڑھتے وقت یہ نہ دیکھ سکا کہ ان دونوں کا ہیلی کاپٹر دوسری سمت چلا گیا تھا اور دوسرا ہیلی کاپٹر جادوئی عمل کی زد میں آکر تباہ ہوگیا تھا۔"

وہ غصے میں دونوں ہاتھ اٹھا کر گرجنے لگا "یہ کیا ہوگیا؟ یہ کیسے ہوگیا؟ میں انہیں تباہ کرنے کے لئے تیرہ دنوں تک ایک پیر پر کھڑا رہ کر منتروں کا جاپ کرتا رہا۔ میرے کالے عمل سے انہیں مرنا ہی مرنا تھا' پھر وہ کیسے بچ گئے۔"

اس نے کانٹوں کے بستر پر دیکھتے ہوئے کہا "بول مہاگیانی! وہ کیسے بچ گئے؟"

وہ بولا "یہ گیانی اسی وقت راز کی بات بتاتا ہے جب تو میرے جسم سے کانٹا نکالتا ہے۔ یہ کانٹے ایک ایک کرکے نکلتے جارہے ہیں۔ جب تمام کانٹے نکل جائیں گے تو میں آزاد ہوجاؤں گا۔"

ساسان ڈوگرا نے کہا "تو بہت چالاک بنتا ہے۔ میں تیرے بدن سے آخری کانٹا نکلنے نہیں دوں گا۔ تجھے میرے جادو سے رہائی نہیں ملے گی۔"

پھر اس نے ایک کانٹا نکال کر پوچھا "بول وہ کیسے بچ گئے؟"

وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا "آہ! بولنا ہی ہوگا۔ میرے بدن کے کانٹے کم ہورہے ہیں۔ سن اے پاپی جادوگر! علی کے ساتھ جو لڑکی ہے' وہ مہاگیانی دیوتا سمان بابا فرید واسطی کی بیٹی ہے۔ وہ اتنی پاکیزہ ہے کہ اپنے محبوب علی تیمور کے ساتھ تنہائی میں بھی پارسا رہتی ہے اور یہ بات تیرے شیطان گرو نے بھی تجھ سے کہی ہے کہ جو لوگ اپنی پیدائش کے دن سے اب تک پاک رہیں گے ان پر کالا جادو اثر نہیں کرے گا۔"

ساسان ڈوگرا نے پوچھا "اگر وہ دونوں ناپاک ہوجائیں تو؟"

"تو پھر تیری جیت ہوگی۔ وہ دونوں فنا ہوجائیں گے۔"

"وہ مارا" اس نے خوش ہوکر کہا "میں ان کے اندر انسانی خواہشات اور جذبات کا طوفان لاؤں گا۔ انہیں ننگا کردوں گا۔ انہیں گناہوں کی دلدل میں پہنچادوں گا۔ کہاں ہیں وہ؟ وہ کہاں ہیں؟"

وہ اپنے مخصوص انداز میں پاؤں پٹختا ہوا اور بڑبڑاتا ہوا جانے لگا۔ "میں ابھی معلوم کروں گا' وہ کہاں ہیں؟ میرا شیطان گرو اُن کا ٹھکانا بتائے گا۔"

وہ چلا گیا۔ نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ مہاگیانی نے اپنے بھگوان سے پرارتھنا کی "ہے پربھو! ان نیک بچوں کی رکشا (حفاظت) کر' نیکی کو شکتی دے کہ وہ بدی کو مٹا سکے۔"

اتنا کہہ کر مہاگیانی نے آنکھیں بند کرلیں۔ وہ کانٹوں کے بستر پر جہاں لیٹا ہوا تھا' وہ ایک پہاڑ کا اندرونی حصہ تھا۔ اس سے کچھ فاصلے پر ایک بلند پہاڑ کی چوٹی کا نام کانگر بنوک فینگ ہے۔ اسے ہندو باشندے کیلاش کہتے ہیں۔ اس کیلاش کی بلند چوٹی پر وشنو بھگوان براجمان ہوتے تھے۔

مہاگیانی کو یقین تھا کہ وشنو بھگوان اُس کی پرارتھنا سن رہے ہیں اور وہ نیک بچوں کی حفاظت کریں گے۔ دنیا کا ہر انسان اپنے اپنے مذہبی عقیدے کے مطابق نیکی کی سلامتی اور بدی کی تباہی کی دعائیں مانگتا ہے۔ مذہب سیکڑوں ہوتے ہیں مگر دعا ایک ہوتی ہے اسی لئے اب تک نیکی زندہ ہے۔

ثانی اور علی ہیلی کاپٹر سے اتر گئے۔ وہ یارلنگ زنگ بو زیانگ دریا کی ساحلی آبادی کے قریب تھے۔ یہ دریا مغرب سے مشرق کی طرف بہتا ہوا جنوب کی طرف مڑ کر ہندوستان اور بنگلہ دیش میں داخل ہوتا ہے اور دریائے برہم پترا کہلاتا ہے۔ ثانی اور علی کی منزل قریب تھی۔ دریا کے دوسری طرف شہر گیانگ تسی تھا۔ اس شہر کے پیچھے ہمالیہ پہاڑ کا سلسلہ تھا۔ وہاں سے انتیس ہزار اٹھائیس فٹ بلند ماؤنٹ ایورسٹ کی چوٹی نظر آتی تھی۔

بستی کے کتنے ہی لوگ ہیلی کاپٹر کو دیکھ کر اِدھر چلے آئے تھے اور ثانی اور علی کو سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ ہیلی کاپٹر کا انجن بند کرنے کے بعد پائلٹ بھی اتر آیا تھا۔ بستی کے مکھیا نے آگے بڑھ کر کہا "آپ ہمارے مہمان ہیں۔ گھر چلیں۔ ہمارے ساتھ بھوجن کریں۔"

یہ باتیں وہ ٹوٹی پھوٹی ہندی زبان میں کررہا تھا۔ ثانی نے اس کی مقامی بھاشا میں کہا "ہم تمہاری زبان جانتے ہیں۔ فی الحال ہم بستی میں نہیں جائیں گے۔"

وہ حیرانی سے بولا "آپ ہماری بھاشا بول رہی ہیں۔ آپ نے ہمارا مان بڑھادیا ہے۔ آخر آپ لوگ بستی میں کیوں نہیں آنا چاہتے؟"

علی نے کہا "ہمیں ضروری کام ہے۔"

"کیا اُس پار جانا ہے؟"

"ہاں ہم گیانگ تسی شہر جائیں گے۔"

"کیا کسی سے ملنا چاہتے ہیں؟"

"ہاں' سنا ہے ساسان ڈوگرا کے بیوی بچے اس شہر میں رہتے ہیں۔"

بستی والے ساسان ڈوگرا کا نام سن کر پیچھے ہٹ گئے۔ مکھیا نے کہا "ساسان ڈوگرا کی جے۔ وہ تمام جادوگروں کا گرو گھنٹال ہے۔ تم اس کے بیوی بچوں سے کیوں ملنا چاہتے ہو؟"

"سنا ہے وہ گرو گھنٹال کسی سے نہیں ملتا۔ ہم نے سوچا اس کے بچوں ہی سے مل لیں۔ کیا تم ہمیں ان کے گھر تک پہنچاؤ گے؟"

وہ دونوں ہاتھوں سے اپنے کان پکڑتے ہوئے بولا "کوئی ان کے محل کے سامنے نہیں جاتا۔ وہ ہمیں... اپنی خدمت کے لئے بلاتے ہیں تو ہم جاتے ہیں ورنہ دور ہی رہتے ہیں۔ اس شہر میں سونے کے کلس والا ایک ہی محل ہے۔ تم اسے دور سے پہچان لو گے۔ میرا ساتھ جانا ضروری نہیں ہے۔"

ثانی اور علی پھر ہیلی کاپٹر میں سوار ہوگئے۔ دوپہر کے دو بجے وہ دریا کے اس پار شہر گیانگ تسی پہنچے۔ چونکہ وہ ساسان ڈوگرا سے ٹکر لینے کے لئے وہاں پہنچے تھے اس لئے تبت کی سرکار ان سے تعاون نہیں کررہی تھی۔ البتہ جمہوریہ چین کا ایک نمائندہ ان کے لئے ایک کار لے کر آیا تھا۔

علی نے کار میں بیٹھتے ہوئے کہا "ہمیں کسی اچھے سے ہوٹل میں چھوڑ دیں۔"

نمائندے نے کہا "ہمارے سفارت خانے کی طرف سے آپ کی رہائش کا انتظام ہے۔ ساسان ڈوگرا کے بیوی بچے بڑے مغرور ہیں۔ دوسروں کو کمتر سمجھتے ہیں لیکن ہماری حکومت سے کچھ مرعوب ہیں۔ میں نے ابھی لنچ پر انہیں بلایا ہے۔ آپ کو کوئی اعتراض ہے؟"

"جی نہیں' ہم ان سے ضرور ملیں گے۔"

ایک بنگلے کے سامنے کار رک گئی۔ جمہوریہ چین کے سفیر صاحب نے ان کا استقبال کیا۔ علی اور ثانی سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "مجھے یقین نہیں آرہا ہے کہ میں فرہاد علی تیمور کے بچوں سے ہاتھ ملا رہا ہوں۔"

ثانی نے کہا "عظیم جمہوریہ چین کے سفیر سے ہاتھ ملاتے ہوئے ہم بھی فخر محسوس کررہے ہیں۔"

علی نے کہا "جو پاکستان کا دوست ہے ہم اس کے دوست ہیں' ہماری یہ ملاقات یادگار رہے گی۔"

وہ باتیں کرتے ہوئے ڈرائنگ روم میں آئے۔ سفیر صاحب نے کہا "مجھے تم دونوں سے مل کر جتنی خوشی ہورہی ہے' اتنا ہی خوف آرہا ہے۔ ساسان ڈوگرا بہت ہی ذلیل جادوگر ہے۔ وہ آج تک قانون کی گرفت میں نہیں آیا۔ کمبخت کبھی نظر بھی نہیں آتا۔ مجھے تم دونوں کی بڑی فکر ہے۔"

"آپ فکر نہ کریں۔ ہم نے بچپن سے یہ سیکھا ہے کہ موت برحق ہے۔ یہ کسی بھی لمحے آسکتی ہے۔ پھر کیوں نہ انسانیت کے لئے کچھ کرتے ہوئے موت کو گلے لگائیں۔"

سیکریٹری نے آکر کہا "مسز ڈوگرا اپنے بچوں کے ساتھ آئی ہیں۔"

ایک منٹ کے اندر ہی ایک معمر عورت ایک جوان لڑکی اور جوان لڑکے کے ساتھ آئی۔ معمر عورت نے گھور کر ثانی اور علی کو دیکھا پھر پوچھا "کیا یہی وہ کمبخت ہیں' جو مرنے کے لئے اپنے ملک سے اتنی دور چلے آئے ہیں؟"

ثانی نے اٹھ کر کہا "ہم وہی خوش بخت ہیں جو تمہارے لئے کم بختی لے کر آئے ہیں۔"

مسز ڈوگرا نے کہا "لڑکی! میں ابھی پھونک ماروں گی تو تو خون تھوکنے لگے گی۔"

ثانی مسکرا کر بولی "اچھا تو تم پھونک مارتی ہو لیکن پھونکوں سے یہ چراغ بجھائے نہ جائیں گے۔"

لڑکے اور لڑکی نے انہیں ناگواری سے دیکھا۔ وہ دونوں اپنے باپ کی طرح قد آور تھے۔ لڑکا پہلوان تھا۔ سفیر صاحب نے تعارف کرایا "مسٹر علی! یہ خاتون عظیم ساسان ڈوگرا کی دھرم پتنی ہیں۔ یہ ان کی صاحبزادی ہیں۔ ان کا نام ٹیلی نا ہے اور صاحبزادے کا نام فانگ فوٹیلی ہے۔"

ثانی نے ٹیلی نا سے اور علی نے فانگ فوٹیلی سے مصافحہ کیا۔ وہ جیسے گھر سے ارادہ کرکے آئے تھے کہ باپ کے دشمنوں کو مرعوب کرکے سفیر صاحب کے گھر سے بھگادیں گے۔ انہیں اپنے باپ ڈوگرا تک نہیں پہنچنے دیں گے۔

مصافحے کے بہانے ٹیلی نا نے ثانی کا ہاتھ جکڑ لیا۔ فانگ فوٹیلی نے بھی علی کے ساتھ یہی کیا۔ اتنی قوت سے ہاتھ دبایا کہ پتھر ہوتا تو چور ہوجاتا۔ مگر وہ علی کا ہاتھ تھا۔ اسے واشورو کی نے فولاد بنایا تھا۔ فانگ فوٹیلی زیر لب کوئی منتر پڑھ رہا تھا مگر پریشان بھی تھا۔ نہ منتر کام آرہا تھا اور نہ ہی پہلوانی قوت سے بات بن رہی تھی۔ علی خاموش کھڑا مسکرا رہا تھا۔

ثانی نے پوچھا "مس ٹیلی! تم کب تک میرا ہاتھ چھوڑ دو گی۔"

ٹیلی نے پوچھا "کیا تم ہاتھ چھڑا سکتی ہو؟"

"میں محترم سفیر صاحب کے گھر میں تمہیں ننگی کا ناچ نچانا نہیں چاہتی۔"

سفیر صاحب نے کہا "مسز ڈوگرا! آپ نے کہا تھا کہ میرے گھر میں آپ کی طرف سے میرے مہمانوں کو تکلیف نہیں پہنچے گی۔"

مسز ڈوگرا نے کہا "اس میں تکلیف کی کیا بات ہے۔ میرے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

بچے اخلاقاً ہاتھ ملا رہے ہیں۔ کیا تمہارے مہمان اتنے کمزور ہیں کہ اپنا ہاتھ بھی چھڑا نہیں سکتے۔"

اسی وقت ٹیلی نا نے چیخ ماری، پھر اپنے پیر پٹخ پٹخ کر اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش کرنے لگی۔ داؤ الٹ گیا تھا۔ وہ تکلیف سے بار بار چیخ رہی تھی۔ اس کے بھائی نے گرج کر کہا "میری بہن کا ہاتھ چھوڑ دو۔ ورنہ....."

علی نے کہا "ورنہ کچھ نہیں ہوگا۔ تم ثانی کے قریب نہیں جاسکو گے۔"

فانگ فوٹیلی اچانک ہی تکلیف کی شدت سے دُہرا ہوگیا۔ فولادی شکنجے میں ہاتھ کا گوشت اور ہڈیاں جیسے پس رہی تھیں۔ اس نے دوسرے ہاتھ سے حملہ کرنا چاہا۔ علی نے ذرا اور دباؤ ڈالا تو وہ چیخ پڑا، دوسرے ہاتھ سے حملہ کرنا بھول گیا۔ ماں اپنے بیٹے کو چھڑانے کے لئے غصے میں منتر پڑھنے لگی پھر اس نے علی پر تھوکنا چاہا مگر اپنے ہی بیٹے کے منہ پر تھوک دیا۔ وہاں سے پلٹ کر دوسری بار اپنی بیٹی پر تھوکا پھر حیران پریشان ہو کر بولی "یہ کیا ہو رہا ہے۔ میں اپنے بچوں پر کیوں تھوک رہی ہوں؟"

سلمان واسطی اس کے دماغ میں گھسا ہوا تھا۔ وہ اپنے اختیار میں نہیں تھی۔ اس نے سوچا اپنے سر کا ایک بال توڑ کر آگ میں جلائے، اس عمل سے ساسان ڈوگرا کو خبر ہو جاتی کہ اس کے بیوی بچے مصیبت میں ہیں لیکن سلمان واسطی نے ایسا نہیں کرنے دیا۔

ثانی اور علی نے ان کے ہاتھ چھوڑ دیئے۔ وہ دونوں پیچھے ہٹ کر تکلیف سے رو رہے تھے۔ ماں نے کہا "ہم یہاں ایک منٹ نہیں رہیں گے۔ تمہارا باپ ان سے نمٹ لے گا۔ ان کی موت انہیں یہاں لائی ہے۔"

وہ تینوں چلے گئے۔ سفیر صاحب نے کہا "خس کم جہاں پاک۔ ...کم بخت آداب اور تہذیب کو بالائے طاق رکھ کر اپنی طاقت کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ آفرین ہے تم دونوں پر۔ کوئی جھگڑا نہیں کیا اور انہیں میدان چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔"

وہ لوگ کھانے کی میز پر آئے۔ سفیر صاحب نے کہا "ایک بات سمجھ میں نہیں آئی۔ وہ بڑھیا اپنے ہی بچوں کے منہ پر کیوں تھوک رہی تھی؟"

ثانی نے کہا "میرے والد اس کے دماغ میں تھے۔"

سفیر صاحب نے ہنستے ہوئے کہا "اچھا ہاں، میں تو بھول ہی گیا تھا کہ تمہارے خاندان میں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی خاصی تعداد ہے۔"

علی نے کہا "پورے آدھے درجن ہیں۔ ثانی کے والد سلمان واسطی، والدہ سلطانہ، آنٹی لیلیٰ اور انکل برائن وولف (فرہاد) پھر پارس کی وائف جوجو اور میری والدہ رسونتی ہیں جو آجکل ریٹائرڈ زندگی گزار رہی ہیں۔"

"تمہاری والدہ نے گوشہ نشینی کیوں اختیار کرلی؟"

"دشمنوں نے انہیں دماغی طور پر بہت نقصان پہنچایا تھا۔ ان کا علاج ہو چکا ہے۔ وہ خیال خوانی کر سکتی ہیں لیکن ہم سب بابا صاحب کے ادارے کے قوانین کے پابند ہیں۔ جناب علی اسد اللہ تبریزی نے میری ماما کو طویل عرصے تک دنیاداری سے دور رہنے کا مشورہ دیا ہے۔"

وہ کھانے کے بعد وہاں سے روانہ ہوئے۔ سفیر صاحب کے سیکریٹری نے انہیں ایک رہائش گاہ میں پہنچا دیا۔ وہ مضبوط لکڑیوں سے بنا ہوا ایک مکان تھا۔ انہوں نے مکان کو اندر سے اچھی طرح دیکھا۔ مطمئن ہو کر اندر سے دروازے کو بند کیا پھر الگ الگ کمروں میں سونے کے لئے چلے گئے۔ ارادہ تھا کہ شام چھ بجے تک نیند پوری کریں گے۔ اس کے بعد طلسم کدے کی طرف جائیں گے۔

ٹھیک چھ بجے ان کی آنکھ کھلی۔ ثانی اور علی کے کمروں کے درمیان ایک مشترکہ باتھ روم تھا۔ انہوں نے باری باری جا کر غسل کیا پھر لباس تبدیل کرنے کے بعد کمرے سے باہر جانا چاہتے تھے۔ مگر نہ جاسکے۔ دونوں کمروں کے دروازے باہر سے بند کر دیئے گئے تھے۔

اب وہ باتھ روم کے دروازے کھول کر ایک دوسرے سے مل سکتے تھے۔ پتا چلا، وہ دروازے بھی بند ہو چکے ہیں۔ اندر کوئی آیا نہیں تھا۔ کسی نے دروازوں کو بند نہیں کیا تھا۔ وہ خود بخود مقفل ہو گئے تھے اور یہ ساسان ڈوگرا کا جادوئی عمل ہو سکتا تھا۔

علی نے آواز دی "ثانی! میری آواز سن رہی ہو؟"

اسے ثانی کی طرف سے جواب نہیں ملا۔ ثانی نے بھی اسے پکارا تھا۔ اس کی آواز بھی علی تک نہیں پہنچی۔ اب غلط فہمی لازمی تھی۔ علی کو اندیشہ ہوا کہ ثانی کو کچھ ہوگیا ہے۔ دشمن غالب آگئے ہیں۔ اُدھر ثانی بھی یہی سوچ رہی تھی کہ علی پر اچانک حملہ کر کے اس کی زبان بند کر دی گئی ہے۔

یہ غلط فہمی ٹیلی پیتھی کے ذریعے دور ہو سکتی تھی لیکن اس وقت کوئی ان کے دماغ میں موجود نہیں تھا۔ سلمان اور سلطانہ کو یہ معلوم تھا کہ ثانی اور علی شام چھ بجے تک سوتے رہیں گے۔ بیدار ہونے کے بعد سات بجے تک وہ رہائش گاہ سے نکلیں گے تو وہ ان کے دماغوں میں پہنچ جائیں گے۔

ابھی سات نہیں بجے تھے۔ چنانچہ وہ نہیں آئے تھے۔ ان سے پہلے دشمن آگیا تھا۔ اس مکان کی چھت اور دیواریں مضبوط لکڑیوں کی تھیں۔ پچھلی دیواروں میں جو کھڑکیاں تھیں، وہاں سے گہری کھائی نظر آتی تھی۔ کھڑکی سے فرار ہونے والا سیکڑوں فٹ گہرائی میں گر سکتا تھا۔ تاہم علی نے وہی راستہ اختیار کیا۔ اس نے کھڑکی کو ایک لات ماری۔ کھڑکی کی چوکھٹ لرز گئی۔

ادھر ثانی بھی دوڑتی ہوئی آئی پھر اس نے کھڑکی پر فلائنگ کک ماری۔ اس نے تین بار اسی طرح کک ماری۔ چوکھٹ اپنی جگہ سے اکھڑنے لگی۔ اب دونوں ہاتھوں کے دو چار جھٹکوں سے

کھڑکی ٹوٹ کر گر سکتی تھی۔ اسی وقت دروازہ کھلا، کھلے ہوئے دروازے پر فانگ فوٹیلی کھڑا مسکرا رہا تھا۔

وہ دروازے کو اندر سے بند کرتے ہوئے بولا "میری جان! کھڑکی کیوں توڑ رہی ہو۔ میں دل کا دروازہ کھول رہا ہوں۔ میری آغوش میں آجاؤ۔"

ثانی نے پوچھا "علی سے پنجہ لڑا کر عقل نہیں آئی۔ اب میرے پاس مرنے آئے ہو۔"

"تم پر تو میں ہزار بار مرنے کو تیار ہوں۔"

وہ قریب آنے لگا۔ ثانی اس سے کتراتے ہوئی بولی "ہماری پہلی کوشش یہی ہوتی ہے کہ دشمن کو عقل آجائے اور وہ دشمنی سے باز آجائے۔"

"عقل تمہیں آنی چاہئے۔ تم میرے باپ سے دشمنی کرنے آئی ہو۔"

"میں اپنی ماں کو پاپا ڈوک اور ساسان ڈوگرا کے جادو سے نجات دلانے آئی ہوں۔ میری ماں سے منسوب شیطانی پتلا میرے حوالے کردو میں اسے توڑ کر چلی جاؤں گی۔"

"تم ٹوٹ جاؤ گی مگر میرے باپ کا بنایا ہوا کوئی پتلا نہیں ٹوٹے گا۔"

"یہی غرور تمہارے باپ کو ہمیشہ کے لئے توڑ ڈالے گا۔"

فانگ فوٹیلی نے اسے غافل سمجھ کر چھلانگ لگائی لیکن وہ پینترا بدل کر نکل گئی اس نے گرتے گرتے سنبھلنے کی کوشش کی مگر لات کھا کر اوندھے منہ گر پڑا۔ ثانی نے پوچھا "تمہارا باپ اتنا بزدل کیوں ہے؟ خود چھپا ہوا ہے اور دودھ پیتے بچوں کو بار بار مار کھانے کے لئے ہمارے پاس بھیج رہا ہے۔"

وہ تلملا کر فرش سے اٹھتے ہوئے بولا "وہ آئے گا تو تمہیں دھواں بنا کر اڑا دے گا لیکن اس سے پہلے میں تمہیں خراب کروں گا۔ تمہاری پارسائی کی دھجیاں اڑاؤں گا کیونکہ تمہاری پاکیزگی کے باعث اس کا جادو بے اثر ہو رہا ہے۔"

وہ پھر اسے پکڑنے کے لئے آگے بڑھا مگر ہوا آخر ہوا ہوتی ہے، نہ مٹھی میں آتی ہے، نہ بازوؤں میں قید ہوتی ہے۔ اس نے سونیا سے تربیت حاصل کی تھی اور ریوی سے جمناسٹک کے کرتب سیکھے تھے۔ ایسے ایسے کرتب دکھاتی ہوئی اس کے پاس سے گزرتی تھی کہ وہ چکرا کر رہ جاتا تھا۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا کدھر سے جائے اور کدھر سے پکڑے۔ اس عیاش نے پہلی بار ایسی جوانی دیکھی تھی جو ہاتھ آتے آتے ہوا ہو جاتی تھی۔

یہ مرد کو غصہ دلانے والی بات تھی اور وہ طرح طرح سے غصہ دلا رہی تھی تاکہ دشمن عقل سے پیدل ہو جائے۔ آخر وہ پیدل ہوگیا۔ اس نے غصے سے پاگل ہو کر یہ نہیں دیکھا کہ وہ کہاں کھڑی ہوئی ہے۔ اس نے اچانک ہی فضا میں چھلانگ لگائی پھر جیسے اڑتا ہوا فلائنگ کک مارنے آیا۔ ثانی نے فوراً ہی جھکتے ہوئے دونوں ہاتھوں سے اسے اور آگے اچھال دیا۔ وہ پہلوان پورے

وزن کے ساتھ کھڑکی سے ٹکرایا پھر کھڑکی کو توڑتا ہوا اس پار چلا گیا۔ فلک شگاف چیخ سنائی دی۔ ثانی نے جھانک کر دیکھا، وہ سیکڑوں فٹ گہرائی میں جا رہا تھا اور اس کی چیخیں ڈوبتی جا رہی تھیں۔ پھر خاموشی چھا گئی۔

وہ دوڑتی ہوئی دروازہ کھول کر باہر آئی۔ علی کے کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ کمرے میں ساسان ڈوگرا کی بیٹی ٹیلی ٹوٹی ہوئی کھڑکی سے جھانک کر دیکھ رہی تھی۔ علی کہہ رہا تھا "تمہارا بھائی ثانی کے کمرے سے باہر پارسل ہوگیا ہے۔ تمہارا کیا ارادہ ہے؟"

وہ علی کی طرف بڑھتی ہوئی بولی "مجھے ایک بار آغوش میں لے لو۔ جوانی کا نشہ اتار دو پھر میں چلی جاؤں گی۔"

ثانی نے کمرے میں آکر کہا "جانتے ہو علی! یہ ایسا کیوں چاہتی ہے؟"

"اس کی کھوپڑی خراب ہوگئی ہے۔"

"نہیں، اس کی بے حیائی کے پیچھے ایک مقصد ہے۔ میری اور تمہاری پاکیزگی کے باعث اس کے باپ کا جادو بے اثر ہو رہا ہے۔ باپ نے بیٹی کو تمہارے پاس اور بیٹے کو میرے پاس بھیجا تھا۔"

"یہ بات ہے تو ذرا اسے پھینک کر بتاؤ، تم کھڑکی سے باہر کچرا کیسے پھینکتی ہو۔"

ٹیلی چیخ مار کر پیچھے ہٹ گئی۔ انکار میں سر ہلا کر بولی "نہیں، میں مرنا نہیں چاہتی۔ مجھے جانے دو۔"

علی نے اپنا بیگ اٹھا کر کہا "تمہارے باپ نے جادو سے ہمیں الگ الگ کمرے میں بند کیا تھا۔ میں تمہیں یہاں بند کر کے جا رہا ہوں۔ جانا چاہو گی تو اس ٹوٹی ہوئی کھڑکی سے ہی راستہ ملے گا۔ اس راستے سے اپنے بھائی کے پاس پہنچ جاؤ گی۔"

وہ ثانی کے ساتھ جانے لگا۔ ٹیلی دوڑتی ہوئی آئی۔ ثانی نے اس کے منہ پر ایک الٹا ہاتھ رسید کیا۔ اس کا منہ گھوم گیا۔ وہ گھوم کر فرش پر گری۔ انہوں نے باہر آکر دروازہ بند کر دیا۔ ثانی اپنے کمرے سے اپنا بیگ اٹھا کر لے آئی۔ دونوں اس مکان سے باہر آگئے۔ وہاں ان کے لئے کار موجود تھی۔

اسی وقت سلمان نے آکر پوچھا "بیٹی! خیریت سے ہو؟"

"جی ہاں۔ ڈوگرا نے ایک اوچھا حملہ کیا تھا۔ اس حملے میں اس کا بیٹا جہنم میں پہنچ گیا ہے۔ بیٹی کو ہم ایک کمرے میں بند کر کے جا رہے ہیں۔"

علی اس کار کو چیک کر رہا تھا پھر کار سے نکل کر بولا "اس کا بریک ناکارہ بنا دیا گیا ہے۔ آؤ پیدل چلیں۔"

ثانی نے اس کے ساتھ چلتے ہوئے کہا "ڈیڈی میرے پاس ہیں۔"

علی نے کہا "انکل! بریک ناکارہ بنانے کا مقصد یہ تھا کہ ہم ڈرائیونگ کے دوران حادثے کا شکار ہو جائیں یا ہمیں سازش کا علم ہو جائے تو ہم پیدل جائیں تاکہ ڈوگرا سے خوف زدہ رہنے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

والے شہری ہمارے پیچھے پڑجائیں اور ڈوگرا کے حکم سے ہمیں غار تک نہ پہنچنے دیں۔ خوفزدہ شہریوں کا ہجوم ہمیں جانی نقصان پہنچا سکتا ہے۔ آپ ہمارے پائلٹ سے کہہ دیں' وہ یہاں ہیلی کاپٹر لے آئے گا۔"

سلمان نے سلطانہ سے کہا کہ وہ ثانی کے پاس رہے پھر پائلٹ کے دماغ میں جانا چاہا لیکن اس کا دماغ موت کے اندھیرے میں گم ہوگیا تھا۔ سلمان نے علی کے پاس آکر کہا۔ "کھسیانی بلی کھمبا نوچتی ہے۔ تم لوگوں پر جادو نہ چلا تو جادوگر نے پائلٹ کو مارڈالا ہے' ذرا انتظار کرو۔ شہر میں نہ جانا۔ میں ابھی ہیلی کاپٹر لاتا ہوں۔"

سلمان' سفیر صاحب کے پاس آکر بولا "آپ نے ہمارے ساتھ بہت تعاون کیا ہے۔ ایک زحمت اور کریں۔ فون کے ذریعے ہمارے پائلٹ کی خیریت معلوم کریں۔"

سفیر صاحب نے فون اٹھا کر نمبر ڈائل کئے۔ رابطہ قائم ہونے پر کہا "سرکاری ائرپورٹ پر ابھی ایک ہیلی کاپٹر آیا تھا۔ میں اس کے پائلٹ سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

جواب ملا "جناب! وہ پائلٹ تو خون کی قے کرتے کرتے مرگیا ہے۔ اس پر ساسان ڈوگرا کا قہر نازل ہوا ہے۔"

سفیر صاحب نے ریسیور رکھ کر کہا "وہ بہت ہی ذلیل اور کمینہ جادوگر ہے۔ مجھے آپ کے بچوں کی فکر ہے۔ وہ خیریت سے ہیں؟"

"خدا کا شکر ہے۔ وہ خیریت سے رہیں گے۔ میں ان کے پاس جارہا ہوں۔"

سلمان اس شخص کے دماغ میں پہنچا جس نے فون پر پائلٹ کی موت کی اطلاع دی تھی۔ وہ چھوٹے سے سرکاری ائرپورٹ کا انچارج تھا۔ خود بھی ایک پائلٹ تھا۔ سلمان نے اس کے دماغ پر قبضہ جمالیا۔ وہ اپنے دفتر سے اٹھ کر دوڑتا ہوا ہیلی کاپٹر کے پاس آیا' پائلٹ کی سیٹ سنبھالی۔ اس کا انجن اسٹارٹ کیا۔ دفتر کے کچھ لوگ اُسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ ایک افسر نے وائرلیس کے ذریعے پوچھا "وہ آفت زدہ ہیلی کاپٹر ہے۔ ساسان ڈوگرا اسے پرواز کرنے نہیں دے گا۔ تم کیوں اپنی موت بلا رہے ہو؟"

اس نے جواب نہیں دیا۔ ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہوگیا۔ شہر کے اوپر پرواز کرتا ہوا ثانی اور علی کے سامنے ایک میدان میں اتر گیا۔ وہ پائلٹ اتر کر علی کے پاس آیا۔ سلمان نے اس کی زبان سے کہا "میں اس کے ذریعے ہیلی کاپٹر لے آیا ہوں۔ اب تم اسے جانے دو۔ خود ہیلی کاپٹر لے جاؤ۔"

ثانی اور علی اس میں سوار ہوگئے۔ جب ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہوکر جانے لگا تو سلمان نے انچارج پائلٹ کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا اور ثانی کے پاس آگیا۔

طلسم کدے کی نیم روشنی اور نیم تاریکی میں ساسان ڈوگرا شیطانی کھوپڑی کے سامنے کھڑا تھا اور شیطانی آنکھ میں ہیلی کاپٹر کو پرواز کرتے دیکھ رہا تھا۔ اس کا تمام جادو الٹ رہا تھا۔ ہر تدبیر ناکام ہو رہی تھی۔ وہ اپنی عادت کے مطابق غصے میں پیر پٹختا ہوا وہاں سے جانے لگا۔

اس کے پیروں کی دھمک سے زمین جیسے لرز رہی تھی۔ وہ اسی انداز سے چلتا ہوا کانٹوں کے بستر کے پاس آیا۔ مہاگیانی آنکھیں بند کئے نکیلے کانٹوں پر آرام سے لیٹا ہوا تھا۔ ساسان ڈوگرا نے کہا "مہاگیانی! تُو گیان کی باتیں کرتا ہے۔ تو نے سچ کہا تھا' وہ دونوں جب تک پارسا اور پاکیزہ رہیں گے' میرا جادو ان پر بے اثر ہوتا رہے گا۔ میں ناکام ہو رہا ہوں۔ میرا جوان بیٹا مارا گیا ہے۔ وہ دونوں موت بن کر اِدھر آرہے ہیں۔ مجھے بتا! اپنے گیان سے کوئی تدبیر بتا' میں ان کا راستہ کیسے روک سکتا ہوں؟"

گیانی نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا پھر کہا "قبر کے کنارے ساری تدبیریں ختم ہوجاتی ہیں۔"

"مہاگیانی! میں تجھ سے ایک بات پوچھنے کے لئے تیرے جسم سے ایک کانٹا نکالتا ہوں۔ آج دو کانٹے نکالوں گا۔ یہ دیکھ!"

اس نے گیانی کے جسم سے دو کانٹے نکالے۔ گیانی چپ رہا۔ اس نے دو اور کانٹے نکالے پھر کہا "دیکھ میں نے چار نکال دیئے۔ اب تو ضرور بتائے گا۔"

گیانی نے کہا "آہ! ایک ایک کرکے سب کانٹے نکل رہے ہیں آخری کانٹا وہ نکالے گی' وہ!"

"وہ کون؟"

"وہی نیک لڑکی جو علی کے ساتھ آرہی ہے۔"

وہ پیچھے ہٹ کر بولا "تُو یہ کہہ رہا ہے کہ وہ طلسم کدے کے اندر پہنچ جائیں گے؟"

"ہاں' تیرے بچاؤ کا ایک ہی راستہ ہے۔ یہاں سے بھاگ جا۔"

"ہرگز نہیں۔ میں نے آج تک میدان نہیں چھوڑا۔ زبردست دشمنوں کو موت کے گھاٹ اتارتا آرہا ہوں۔ کیا ان بچوں کے ڈر سے طلسم کدہ چھوڑ دوں!"

"شکست کھانے والا بادشاہ تاج چھوڑ دیتا ہے' تخت چھوڑ دیتا ہے' محل کے چور دروازے سے فرار ہوکر اپنی جان بچاتا ہے کیونکہ بچاؤ کا یہی ایک راستہ رہ جاتا ہے۔"

"نہیں' کوئی دوسری تدبیر بتا؟"

"اور چار کانٹے نکال دے۔"

وہ آگے بڑھ کر کانٹے نکالنے کے لئے جھکا پھر چونک کر بولا۔ "تیرے جسم میں پانچ کانٹے رہ گئے ہیں۔"

"میں نے پانچ نہیں چار نکالنے کو کہا ہے۔"

"پھر تو ایک ہی رہ جائے گا۔ تو بہت چالاک ہے' مجھے کوئی ادھوری تدبیر بتائے گا۔ جب میں پوری بات پوچھوں گا تو تو آخری کانٹا نکالنے کو کہے گا۔ نہیں' میں تجھے آزاد نہیں کروں گا۔"

"یعنی تو جان بچانے کی تدبیر سننا نہیں چاہتا؟"

"سننا چاہتا ہوں' تو سناتا کیوں نہیں؟"

"چار کانٹے نکال دے۔"

"آہ! کس مصیبت میں پڑ گیا ہوں۔ جان بچانے کے لئے نکالنا ہی ہوگا۔"

اس نے چار کانٹے نکال دیئے۔ ایک آخری رہ گیا۔ گیانی نے ہنستے ہوئے کہا "بڑا مورکھ ہے تو۔"

اس نے پوچھا "اب کیا ہوا؟"

"مجھے گیانی اور عقلمند بھی کہتا ہے' مجھے غلام بھی بنا کر رکھتا ہے اور مجھ سے دشمنی کرکے مجھ سے نجات کا راستہ پوچھتا ہے۔"

"کیا تو راستہ نہیں بتائے گا؟"

"تو نے سارے کانٹے نکال دیئے۔ میں آزاد ہوگیا۔ تیرا تابعدار نہیں رہا۔ پھر تجھے کیا بتاؤں اور کیوں بتاؤں؟"

"بکواس مت کر' تو آزاد نہیں ہے۔ ابھی آخری کانٹا باقی ہے۔"

"میں کہہ چکا ہوں۔۔۔ آخری کانٹا اس نیک لڑکی کے ہاتھ سے نکلے گا۔ تیرے ہاتھ کے تمام کانٹے نکل چکے ہیں۔ تیری طرف سے آزادی مل چکی ہے۔"

وہ غصے سے ایک طرف گیا۔ وہاں سے تیز دھار والی کلہاڑی لے کر آیا پھر بولا "تو گیانی نہیں' مکار ہے۔ یہ آخری کانٹا کبھی نہیں نکلے گا۔ میں تیری گردن اڑا دوں گا۔"

اس نے کلہاڑی کو دونوں ہاتھوں سے بلند کیا۔ اسی وقت تیزی سے گردش کرتے ہوئے پنکھے کی آواز سنائی دی۔ ساسان ڈوگرا کے ہاتھ رک گئے۔ وہ سر اٹھا کر ہیلی کاپٹر کی آواز سننے لگا۔ یوں لگ رہا تھا' موت سر پر منڈلا رہی ہے۔

اس کے ہاتھوں سے کلہاڑی چھوٹ کر گر پڑی۔ وہ گیانی کو بھول گیا۔ وہاں سے بھاگتا ہوا شیطان کی کھوپڑی کے سامنے آیا۔ جلدی جلدی منتر پڑھنے لگا۔ مختلف جادوئی عمل کے بعد کھوپڑی کی ایک آنکھ میں وہ ہیلی کاپٹر غار کے قریب اترتا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔

اس نے ایک چھوٹے سے پتلے کو اٹھا کر کھوپڑی کے سامنے رکھتے ہوئے کہا "یہ پُتلا راحیلہ سے منسوب ہے۔ اس پتلے کو توڑنے کے لئے وہ دونوں میری موت بن کر آرہے ہیں۔ کیا میں مرجاؤں گا؟ بول اے بھوت ناتھ! میں چالیس برس تک تیری پوجا کرتا رہا۔ تیرے چرنوں میں انسانی جانوں کی قربانی دیتا رہا۔ تو نے مجھے بڑی شکتی دی۔ آج اپنی موت سے لڑنے کی آخری شکتی دے۔ میں موت سے نہیں ڈرتا مگر شکست سے ڈرتا ہوں۔ میں اس چھوکرے کے سامنے ٹوٹ جانے سے پہلے مرجانا پسند کرتا ہوں۔"

اس نے ایک لمبی چوڑی تلوار اٹھائی اور کہا "میں نے اس تلوار سے نہ جانے کتنے انسانوں کی گردنیں تیرے قدموں میں کاٹی ہیں۔ اگر آج تو نے اس چھوکرے سے مجھے نہ بچایا تو میں شکست کھانے سے پہلے خود اپنے ہاتھوں سے اپنی گردن کاٹ لوں گا۔"

وہ کھوپڑی کی آنکھ میں دیکھ رہا تھا۔ ثانی اور علی غار میں جھانک رہے تھے۔ اس نے زور زور سے منتر پڑھنا شروع کیا۔ اس کے اور کھوپڑی کے درمیان آگ جل رہی تھی۔ وہ ایک ہاتھ سے آگ میں گھی ڈال رہا تھا اور دوسرے ہاتھ سے کوئی سفوف چھڑکتا تھا۔ اس عمل سے آگ کے شعلے بھڑکتے تھے اور ایسی گڑگڑاہٹ کی آواز پیدا ہوتی تھی جیسے زلزلہ آرہا ہو' زمین کانپ رہی ہو اور بڑی بڑی چٹانیں ایک دوسرے سے رگڑ کھا رہی ہوں۔

کھوپڑی کی آنکھ سے دکھائی دے رہا تھا۔۔ ثانی اور علی غار کے اندر ایک دوسرے کے قریب کھڑے ہوگئے تھے۔ غار کی چھت سے مٹی اور چھوٹے چھوٹے پتھر گر رہے تھے۔ یوں لگ رہا تھا' غار کا اوپری حصہ ان پر آجائے گا اور وہ دب کر مرجائیں گے۔

ساسان ڈوگرا قہقہہ لگا کر اور زور زور سے منتر پڑھنے لگا۔ شیطان اس کی سُن رہا تھا اور اس کے دشمنوں کو مارنے یا بھگانے والا تھا۔ شعلے بھڑک رہے تھے۔ آگ میں گھی ڈالا جارہا تھا جیسے مرنے والے کو گھی پلا کر زندہ رکھا جارہا ہو۔

وہ منتر پڑھتے پڑھتے رک گیا۔ کھوپڑی کی آنکھ میں ثانی اور علی بخیریت نظر آرہے تھے۔ وہ بھی زیرِ لب کچھ پڑھ رہے تھے۔ کلام پاک کی تلاوت کرتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ غار کے اندر زلزلہ ختم ہوگیا تھا۔ ان پر مٹی اور پتھر نہیں گر رہے تھے۔

وہ مقابلتاً دوسرے منتر پڑھنے لگا۔ پھر اس نے تلوار اٹھا کر اس کی نوک اپنے سینے پر رکھی۔ اسے سینے کے اندر تھوڑا پیوست کیا تو خون نکلنے لگا۔ اس نے اپنا خون ایک ہاتھ کے چلّو میں لے کر اسے کھوپڑی پر پھینکا۔ کھوپڑی پر خون کے چھینٹے پڑتے ہی بجلیوں کی کڑک سنائی دی۔ کھوپڑی کی آنکھ بتا رہی تھی کہ وہ دونوں طوفانی ہوا کی زد میں آگئے ہیں۔

ان کے ہاتھوں میں جو ٹارچیں تھیں وہ چھوٹ گئی تھیں۔ روشنی بجھ گئی تھی۔ گہری تاریکی چھاگئی تھی۔ ایسے میں طلسم کدے کا راستہ گم ہوگیا تھا۔ وہ اسی طرح کالے جادو کے ذریعے بھول بھلیاں پیدا کرتا تھا۔ غار میں داخل ہونے والے بھٹک کر ایک طرف سے آتے تھے اور دوسری طرف سے نکل جاتے تھے۔۔ طلسم کدے تک پہنچ نہیں پاتے تھے۔ شاید علی اور ثانی کو بھی طوفانی ہوائیں اڑا کر کہیں لے جارہی تھیں۔

تاریکی میں کچھ نظر نہیں آرہا تھا پھر آہستہ آہستہ کھوپڑی کی آنکھ روشن ہونے لگی۔ ثانی اور علی نظر آنے لگے۔ وہ بلند آواز سے کلام پاک کی تلاوت کرتے ہوئے طلسم کدے میں پہنچ گئے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

تھے۔

وہ حیرت سے اچھل پڑا۔ اس نے جادوئی عمل سے سارے راستے بند کر دیئے تھے۔ طوفانی ہوائیں جو انہیں اڑا کر غار سے باہر پھینکنے والی تھیں' وہ انہیں طلسم کدے میں پہنچا گئی تھیں۔ اور وہ تلاوت کرتے ہوئے اس حصے سے گزر رہے تھے جہاں مہاگیانی کانٹوں کے بستر پر لیٹا ہوا تھا۔

وہ دونوں اس کے قریب آکر رک گئے۔ علی نے پوچھا "تم کون ہو؟"

گیانی نے آنکھیں کھول دیں۔ مسکرا کر کہا "جناب علی اسد اللہ تبریزی نے تم سے کہا تھا طلسم کدے میں ایک قیدی ملے گا جس کے سینے میں ایک کانٹا چبھا ہوگا۔ دیکھو کیا میں وہی نہیں ہوں؟"

ثانی نے کہا "بے شک تم وہی ہو۔"

وہ اور قریب آئی پھر جھک کر اس نے وہ آخری کانٹا نکال دیا۔ ..گیانی نے کہا "آہ! آج مکتی (نجات) حاصل ہو گئی۔"

علی نے پوچھا "ساسان ڈوگرا کہاں ہے؟"

"تمہارے یہاں قدم رکھتے ہی اس کی موت پر تصدیق کی مُہر لگ گئی ہے۔ بیٹے! مجھے کانٹوں کے بستر سے اٹھاؤ۔"

علی نے اس کے دونوں ہاتھ اور ثانی نے اس کے دونوں پاؤں پکڑے پھر اسے کانٹوں کے بستر سے اٹھا کر فرش پر لٹا دیا۔ وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر بولا "میرے ساتھ آؤ۔"

وہ دونوں اس کے ساتھ چلنے لگے۔ طلسم کدے میں جگہ جگہ کئی رکاوٹیں تھیں لیکن گیانی کی راہنمائی میں رکاوٹیں دور ہو رہی تھیں۔ ساسان ڈوگرا کی آوازیں گونج رہی تھیں۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "مہاگیانی! گھر کے بھیدی! تو انہیں راستہ دکھا رہا ہے۔ میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

گیانی کہتا جا رہا تھا "میرے بدن سے آخری کانٹا نکل گیا۔ تُو بھی دنیا سے نکل جا۔ تیرا انت سے آ گیا ہے۔"

وہ تینوں اس حصے میں آ گئے جہاں وہ شیطانی کھوپڑی رکھی ہوئی تھی۔ اس کے سامنے کھڑے ہوئے ساسان ڈوگرا نے پلٹ کر دیکھا۔ اس کی بڑی بڑی سرخ آنکھیں انگاروں کی طرح دہک رہی تھیں۔ گیانی نے انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے کہا "وہ دیکھو علی! کھوپڑی کے پاس جو پتلا رکھا ہے اسے راحیلہ کے نام سے باندھا گیا ہے۔ اسے توڑ دو۔"

علی ادھر جانے لگا۔ ساسان ڈوگرا نے تلوار اٹھا کر کہا۔ "مورکھ! میرے مقابلہ پر خالی ہاتھ آیا ہے۔"

علی نے کہا "یہ ہماری خاندانی روایت ہے۔ ہم خالی ہاتھ دشمنوں کا سامنا کرتے ہیں۔ تیری تلوار میرے سر تک نہیں آ سکے گی۔"

وہ تلوار کو سر سے بلند کئے دوڑتا ہوا آیا لیکن مقدر میں ٹھوکر لکھی تھی۔ وہ ٹھوکر کھا کر اوندھے مُنہ گرا۔ تلوار ہاتھ سے چھوٹ کر فرش پر پھسلتی ہوئی علی کے قدموں کے پاس آ گئی۔ وہ تلوار اٹھا کر بولا "یہ ہمارا آزمایا ہوا نسخہ ہے کہ دشمن ہمیں خالی ہاتھ دیکھ کر خوش فہمی میں بھول جاتے ہیں کہ وہ کہاں غلطی کرنے یا ٹھوکر کھانے والے ہیں۔ اب تم خالی ہاتھ ہو۔"

وہ ہڑبڑا کر اٹھا' علی نے تلوار کا ایک وار کیا۔ اس کا ایک بازو کٹ کر جلتی ہوئی آگ میں چلا گیا۔ وہ شیر کی طرح دہاڑتا ہوا ایک کلہاڑی کے پاس گیا' اسے دوسرے ہاتھ سے اٹھا کر علی پر حملہ کرنا چاہتا تھا لیکن ثانی کو دیکھا وہ دوڑتی ہوئی اپنی ماں سے منسوب پتلے کے پاس پہنچ گئی تھی۔

ساسان ڈوگرا علی کی طرف سے پلٹ کر ثانی کی طرف کلہاڑی اٹھاتا ہوا دوڑا۔ وہ پتلے کے سامنے کھڑی تھی۔ جیسے ہی اس نے حملہ کیا۔ وہ ہاپ ہپ کی آواز نکالتی ہوئی' جمناسٹک کے کرتب دکھاتی ہوئی' قلابازی کھا کر دوسری طرف گئی۔ کلہاڑی اس کے پیچھے رکھے ہوئے پتلے پر پڑی۔ پتلا دو ٹکڑے ہو گیا۔

پیرس کے ایک کاٹیج میں راحیلہ چیخ مار کر اٹھ بیٹھی پھر جنونی انداز میں چیخنے لگی۔ "چھوڑ دو۔ مجھے چھوڑ دو۔ میرے ٹکڑے نہ کرو۔ مجھے سلامت رہنے دو۔ مجھے چھوڑ دو۔"

سلطانہ اور سلمان واسطی پہلے سے ایسی صورت حال کے لئے تیار تھے اور راحیلہ کو سنبھالنے کے لئے وہاں موجود تھے۔ سلمان نے اس کے بازوؤں کو تھام کر کہا "حوصلہ کرو۔ تمہارے اندر سے شیطان نکل رہا ہے۔"

"نہیں' میں ثانی کو زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ وہ میری بیٹی نہیں ہے۔ اس کی چالاکی سے میرے دو ٹکڑے ہو گئے ہیں۔ دیکھو میں آدھی اِدھر ہوں آدھی اُدھر۔"

اِدھر علی نے تلوار کا دوسرا وار کیا۔ ساسان ڈوگرا کا دوسرا بازو کٹ کر کلہاڑی سمیت شیطانی کھوپڑی سے ٹکرایا پھر کھوپڑی کے ساتھ بھڑکتے ہوئے شعلوں میں چلا گیا۔

ساسان ڈوگرا نے چیخ ماری جیسے کھوپڑی کی جگہ خود جل رہا ہو وہ پلٹ کر کھوپڑی کو آگ سے نکالنے گیا۔ لیکن کیسے نکالتا؟ دونوں ہاتھوں سے محروم ہو چکا تھا مگر وہ کھوپڑی اس کے لئے اپنی جان سے زیادہ عزیز تھی۔ اس نے اپنے سر کو آگ میں جھونک دیا۔ ...کھوپڑی کو دانتوں سے پکڑ کر نکالنا چاہتا تھا۔ علی نے تلوار کے ایک ہی وار سے اس کی گردن الگ کر دی۔ اس کا دھڑ آگ کے باہر اور سر اس کھوپڑی کے ساتھ آگ کے اندر رہ گیا۔

پورا طلسم کدہ لرزنے لگا تھا۔ کتنے ہی بُت اوندھے مُنہ گر رہے تھے۔ علی نے دو ٹکڑے ہونے والے پتلے کے چار ٹکڑے کر دیئے۔ گیانی نے کہا "بس کرو بیٹے! اب چلو۔ یہ جادو نگری مٹی میں مل رہی ہے۔"

وہ تینوں تیزی سے چلتے ہوئے وہاں سے جانے لگے۔ سلمان نے ثانی کے پاس آکر کہا "شاباش! تم نے بیٹی ہونے کا حق ادا کر دیا۔ تمہاری ممی بیہوش ہو گئی ہیں۔ ڈاکٹر اٹینڈ کر رہا ہے۔ اب وہ نارمل رہیں گی۔"

طلسم کدے کی دیواریں گر رہی تھیں۔ چھت نیچے آ رہی تھی۔ وہ تینوں وہاں سے نکل آئے تھے۔ غار سے گزرتے ہوئے جب باہر آئے تو وہاں دور تک مجمع لگا ہوا تھا۔ لوگوں کو یقین نہیں تھا کہ ثانی اور علی طلسم کدے سے واپس آئیں گے۔ گیانی نے ایک اونچے پتھر پر کھڑے ہو کر کہا "لوگو! تم سب مجھے اچھی طرح جانتے ہو۔ ایک برس پہلے جب ڈوگرا مجھے کالے جادو سے باندھ کر لے گیا تھا تو میں نے کہا تھا کہ وہ شیطان جادوگر ٹھیک بارہ مہینے بعد مارا جائے گا اور میں تمہارے پاس واپس آ جاؤں گا۔ دیکھو' میں آ گیا ہوں۔ ان جوانوں نے اس شیطان کو نرگ میں پہنچا دیا ہے۔"

مرد' عورتیں' بوڑھے اور بچے سب ہی بے یقینی سے ثانی اور علی کو دیکھ رہے تھے۔ وہ آگے بڑھتے ہوئے ہیلی کاپٹر کی طرف جانے لگے۔ لوگ دو حصوں میں تقسیم ہو کر انہیں اپنے درمیان سے جانے کا راستہ دینے لگے۔ ثانی ہیلی کاپٹر میں سوار ہو گئی۔ علی بھی اندر پہنچ گیا اور دروازہ بند کرنے سے پہلے بولا "شیطان کی دہشت ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی لیکن جلد ہی یہ بات تمہاری سمجھ میں آ جائے گی کہ دنیا میں جب فرعون اور راون نہ رہے تو ساسان ڈوگرا کیا چیز تھا؟ سب کو ایک دن مرنا ہے۔ سو وہ خبیث بھی مر چکا ہے۔"

اس نے دروازہ بند کر لیا۔ پنکھا گردش کرنے لگا۔ جب ہیلی کاپٹر بلند ہو کر پرواز کرنے لگا تو سب نے اپنے اپنے ہاتھ جوڑ کر عقیدت اور احسان مندی سے سروں کو جھکا لیا۔

○☆○

زندگی دوڑتے دوڑتے جیسے تھوڑی دیر کے لئے رک گئی تھی۔ میں اپنی زندگی کی بات کر رہا ہوں۔ ساری عمر دوڑتا رہا ہوں۔ حالات اتنی تیزی سے بدلتے رہے ہیں کہ کبھی دم لینے کی فرصت نہیں ملی۔ کبھی کوئی دشمن اور کبھی ناگہانی آفات نازل ہوتی رہیں۔ ...قارئین سے کبھی یہ کہنے کا موقع نہ ملا کہ اس ماہ معاف کر دو۔ دشمن حالات نے آرام کرنے کی اجازت دی ہے' قارئین کرام، آپ بھی آرام فرمائیں۔ اگلے ماہ نئی روداد سناؤں گا۔

میرا خیال ہے' دشمن حالات اجازت دے سکتے ہیں لیکن قارئین کبھی ایک ماہ کا ناغہ برداشت نہیں کریں گے جب کہ کہنے کے لئے فی الوقت کچھ نہیں ہے۔ دشمنوں کو سانپ سونگھ گیا ہے۔ ...ساسان ڈوگرا اپنے کالے علوم کے ساتھ فنا ہو چکا ہے۔ ثانی اور علی ابھی سوچ رہے ہیں کہ افغانستان اور ایران کے راستے پیرس جائیں یا پاکستان میں کچھ عرصہ قیام کریں؟ اگر انہوں نے پاکستان کا رخ کیا تو وہاں کے شیطان صفت اکابرین کی شامت آ جائے گی۔ ایسے ایسے راز فاش ہوں گے کہ لوٹ کھسوٹ مچانے والا ٹولہ ثانی اور علی کو برداشت نہیں کرے گا اور میری داستان پر سنسر کی قینچی چل جائے گی۔

لہٰذا ثانی اور علی تبت کے دارالسلطنت لاسہ میں آرام کر رہے ہیں۔

مرینا نے دونوں کان پکڑ کر توبہ کی ہے کہ جذبات بھڑکیں گے تو وہ اپنی جوانی کو آگ لگا دے گی لیکن پارس کے قریب کبھی نہیں جائے گی۔ چوں کہ وہ توبہ کر رہی ہے اس لئے پارس بھی فارغ بیٹھا ہے۔ جوجو کے ساتھ چین کی بنسری بجا رہا ہے۔

میڈیکل رپورٹ نے بتایا ہے کہ جوجو ماں نہیں بن سکے گی۔ پارس کا زہریلا خون حمل کو قائم نہیں رہنے دیتا۔ جوجو فی الحال زیر علاج ہے۔

شیطانی پتلا ٹوٹ چکا ہے۔ راحیلہ کو کالے جادو سے نجات مل گئی ہے۔ جناب علی اسد اللہ تبریزی نے اسے ادارے میں بلا لیا ہے اور اس کا روحانی علاج کر رہے ہیں۔ سلطانہ اور سلمان واسطی پیرس میں ہیں۔ لیلیٰ میرے ساتھ تل ابیب میں ہے۔ سونیا بھی ہے لیکن ہم سے کبھی ملاقات نہیں کرتی' صرف خیال خوانی کے ذریعے رابطہ رہتا ہے۔

اس کا مطلب ہے' زندگی دوڑتے دوڑتے جیسے تھوڑی دیر کے لئے رک گئی ہے۔ میری فیملی کے کسی فرد کی جانب سے کوئی حرکت نہیں ہو رہی ہے۔ کسی کی آواز نہیں آ رہی ہے۔ ایسے وقت دشمنوں کو سکون کا سانس لینا چاہئے لیکن عجیب بات ہے کہ ان کا سکون غارت ہو گیا ہے۔

اسرائیلی جاسوس ہماری بُو سونگھتے پھر رہے ہیں کہ ہم کہاں ہیں؟ اور جہاں بھی ہیں وہاں پُراسرار خاموشی کیوں اختیار کی ہے؟

دو گولڈن برینز رہ گئے۔ باقی ہمارے ہاتھوں فنا ہو گئے شاید انہوں نے مزید گولڈن برینز کا اضافہ کیا ہو۔ ابھی یہ بات ہمارے علم میں نہیں ہے۔ بہر حال یہ گولڈن برینز معاملات کی تہ تک پہنچ جاتے ہیں۔ انہوں نے اسرائیلی حکام سے کہا "سونیا کی خاموشی سمجھ میں آتی ہے۔ وہ پاپا ڈوک کے صحت یاب ہونے اور اس کی دماغی توانائی بحال ہونے کا انتظار کر رہی ہے۔"

واقعی ہماری خاموشی کا مطلب یہی تھا۔ ہم راحیلہ کو یہودیوں کی قید سے رہائی دلا کر پیرس پہنچا چکے تھے۔ اب پاپا ڈوک کو ختم کرنے کا مرحلہ رہ گیا تھا۔ ہم نہیں چاہتے تھے کہ ان یہودیوں کے پاس ایک بھی خیال خوانی کرنے والا رہے اور وہی ایک پاپا ڈوک ان کے پاس رہ گیا تھا۔

پہلے ہمیں اطمینان تھا کہ ہم ان ڈاکٹروں کے دماغوں میں رہ کر پاپا ڈوک کے حالات معلوم کرتے رہیں گے۔ ابتدا میں اس کا دماغ بہت ہی کمزور تھا۔ میں اس کے اندر جاتا تو دماغ میں بے حسی اور غفلت کی دھند چھائی رہتی۔ میں اس کے دماغ سے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

واپس آجاتا تھا۔ پھر وہ رفتہ رفتہ دماغی توانائی حاصل کرنے لگا۔ برین آپریشن کو دو ماہ گزر چکے تھے۔ ان ہی دنوں میں وہ ہمارے ہاتھ سے نکل گیا۔

ہم چوبیس گھنٹے اس کے دماغ میں نہیں رہ سکتے تھے۔ رہتے تب بھی اس کی ذہنی تبدیلی کو روک نہیں سکتے تھے۔ انہوں نے اسے بے ہوش کر دیا تھا اور بے ہوشی کے دوران اس کی یادداشت ختم کردی تھی' آواز اور لہجہ بدل دیا تھا۔ دماغ کے چور خانے میں ٹیلی پیتھی اور کالے علوم کو باقی رکھا تھا۔ جب ہم نے اس کی آواز اور لہجے کو گرفت میں لے کر اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اس کا دماغ نہیں ملا۔ وہ گم ہو چکا تھا۔

ہم نے آپریشن کرنے والے ڈاکٹروں کے دماغوں کو پڑھا۔ پتا چلا وہ تمام ڈاکٹرز اسرائیل سے باہر نیویارک چلے گئے ہیں۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ پاپا ڈوک کی آواز اور لہجے کو تبدیل کرنے کے لئے کن ڈاکٹروں کی خدمات حاصل کی گئی ہیں۔ وہ ڈاکٹرز جو بھی تھے ہمارے لئے اجنبی تھے۔ ہم ان کے دماغوں میں نہیں پہنچ سکتے تھے۔

لیلیٰ نے کہا "میں اعلیٰ حکام اور فوجی افسران کے دماغوں کو پڑھ چکی ہوں۔ وہ بھی بعد میں آنے والے ڈاکٹروں کے متعلق کچھ نہیں جانتے ہیں۔"

سونیا نے کہا "گولڈن برینز نے بڑی رازداری سے یہ کام کیا ہے اور پاپا ڈوک ان کی ہی نگرانی میں کہیں زیرِ علاج ہوگا۔ وہ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے کی حفاظت کے لئے بھرپور ذہانت سے کام لیتے رہیں گے۔"

میں نے کہا "ہم نے اس کے انتظار میں یہاں دو ماہ گزار دیئے اب پتا نہیں اور کب تک رہنا ہوگا۔"

سونیا نے پوچھا "کیا تمہارا کوئی گھر ہے جو تمہیں یاد آرہا ہے اور وہاں جانے کے لئے بے چین ہو رہے ہو؟"

میں نے لیلیٰ کو مسکرا کر دیکھا پھر کہا "جہاں لیلیٰ ہو' وہیں میرا گھر ہے۔ میں کسی دوسرے ملک جانے کے لئے بے چین نہیں ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک ہی شہر' ایک ہی گھر میں رہ کر بور ہوگیا ہوں۔"

"تمہیں کس نے یہاں قید کیا ہے۔ دوسرے شہروں میں جاؤ تفریح کرو۔ اور یہ کیا حرکت ہے۔ تم لیلیٰ سے الگ ہو کر نہیں بیٹھ سکتے؟"

لیلیٰ فوراً ہی مجھ سے دور ہوگئی۔ میں بھی جھینپ گیا۔ پھر ہم دونوں کو فوراً ہی اپنی حماقت کا احساس ہوا۔ سونیا ہمارے سامنے یا آس پاس موجود نہیں تھی۔ ہم اس کے دماغ میں تھے۔ وہ ہمیں دیکھ نہیں سکتی تھی لیکن اس نے اچانک ہی نفسیاتی حملہ کیا تھا۔ ہم ایک دوسرے سے لگے بیٹھے تھے' بے اختیار الگ ہوگئے۔

میں نے لیلیٰ سے کہا "دیکھا اس چڑیل کو؟ ہمیں الّو بنا دیا۔"

وہ بولی "توبہ ہے' ایک پل کو ایسا ہی لگا جیسے مسز سامنے کھڑی ہیں۔ میں تو شرما گئی تھی۔ آپ کہہ دیں کہ وہ غلط سمجھ رہی ہیں ہم ایک دوسرے سے دور بیٹھے ہیں۔"

"اتنی دیر سے جواب دوں گا تو ہماری قربت کی تصدیق ہوجائے گی۔"

ہم پھر سونیا کے دماغ میں پہنچے۔ وہ بولی "کوئی صفائی پیش نہ کرنا مجھے یقین ہوگیا ہے کہ تم لوگ شرافت سے بیٹھے ہوئے ہو۔"

میں نے کہا "زیادہ چالاک نہ بنو۔ تمہارا قیاس غلط ہے' لیلیٰ میرے پہلو میں ہے۔"

لیلیٰ نے شرما کر دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا لیا۔ سونیا نے کہا "تمہارے جیسے بے شرم سے کچھ بعید نہیں ہے مگر میں اس حیا والی کو جانتی ہوں۔ اب وہ تمہارے قریب اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک مجھ سے گفتگو جاری رہے گی۔"

"تم نے ایک ہی نفسیاتی حربے سے لیلیٰ کو دور کر دیا۔ واہ' کمال کر دیا۔ تمہاری ایسی کی تیسی۔ کیا تم کام کی باتیں نہیں کر سکتیں؟"

"میں نے تمہیں کام کا آدمی بنانے کے لئے ہی ایسی حرکت کی ہے' تم اس سے ذرا دور رہ کر سنجیدگی اور ذہانت سے سوچو' انہوں نے پاپا ڈوک کو کہاں چھپایا ہوگا؟"

میں نے لیلیٰ کو دیکھتے ہوئے اور سوچتے ہوئے کہا "اس شہر میں گولڈن برینز کا کوئی خفیہ اڈا ہے۔ اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کو وہیں سخت پہرے میں رکھا گیا ہے۔"

"معلوم ہوتا ہے' لیلیٰ تمہارے سامنے اسی کمرے میں ہے۔ تمہارا دھیان اُدھر ہے اس لئے عقل کام نہیں آرہی ہے۔"

"تم فضول الزام دے رہی ہو۔"

"میں ہی کیا۔ ساری دنیا الزام دیتی ہے کہ بڑھاپے میں جوان عورت مل جائے تو بوڑھا سٹھیا جاتا ہے۔ دماغ سے سوچنا بھول جاتا ہے۔"

تمہارے پاس بہت عقل ہے۔ چلو تم ہی بتاؤ پاپا ڈوک کو کہاں چھپایا گیا ہے؟"

"یہی معلوم ہوتا تو میں وہاں پہنچ جاتی مگر یہ یقین سے کہتی ہوں کہ وہ تل ابیب میں نہیں ہے۔"

"تم یقین سے کیسے کہہ سکتی ہو؟"

"اپنے اس سوال کا جواب بھی تم عقل سے سمجھ سکتے تھے۔ میں تمہاری عقل کا ماتم کرتے ہوئے سمجھاتی ہوں۔ تمام گولڈن برینز کو میری خاموشی کھٹک رہی ہے۔ کوئی آگ کے قریب پٹرول نہیں رکھتا۔ وہ میری موجودگی میں پاپا ڈوک کو یہاں نہیں رکھیں گے۔ اسے کسی دوسرے شہر یا قصبے میں پہنچایا گیا ہوگا۔"

میں نے قائل ہو کر کہا "ہاں یہ سمجھ میں آنے والی بات ہے۔"

"لیلیٰ کو میرے پاس آنے کے لئے کہو۔"

میں نے لیلیٰ سے کہا "سونیا بلا رہی ہے۔"

لیلیٰ نے اس کے پاس آکر پوچھا "آپ نے بلایا ہے؟"

"ہاں۔ کل صبح تم پیرس واپس جاؤ۔ تنہا جاؤ گی۔ فرہاد یہاں رہے گا۔"

میں نے پوچھا "یہ کیا کہہ رہی ہو؟"

وہ بولی "تمہارا دماغ درست کر رہی ہوں۔ ہمارے پاس ایک فرہاد علی تیمور ہوا کرتا تھا' جس کی ذہانت اور حاضر دماغی کے ڈنکے بجتے رہتے تھے' اسے لیلیٰ کی قربت نے مار ڈالا ہے۔"

"تم بکواس کرتی ہو۔ کیا میں پہلے عورتوں کی موجودگی میں ذہانت کا بھرپور مظاہرہ نہیں کرتا تھا۔ اب لیلیٰ سے کیا فرق پڑ گیا ہے؟"

"دوسری عورتوں کی بات نہ کرو' وہ تمہاری جوانی کا زمانہ تھا۔ میں ابھی کہہ چکی ہوں' بڑھاپے میں جوان عورت ملے تو پوری کائنات مل جاتی ہے' صرف عقل رخصت ہوجاتی ہے۔"

"زیادہ دلائل پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ لیلیٰ نہیں جائے گی۔"

"جائے گی۔"

"نہیں جائے گی۔ لیلیٰ! تم کہہ دو مجھے چھوڑ کر نہیں جاؤ گی۔"

وہ بولی "آپ کا حکم سر آنکھوں پر' لیکن آپ مسز کی آزمائشوں پر پورے کیوں نہیں اترتے؟"

میں نے چڑ کر کہا "یہ کون ہوتی ہے۔ میرا امتحان لینے والی؟"

سونیا نے کہا "میں صرف امتحان نہیں لیتی۔ فیل ہونے والے کو سزا بھی دیتی ہوں۔"

"تم مجھے سزا دو گی؟"

"ہاں' تمہیں چھ گھنٹے کی مہلت دیتی ہوں۔ اگر تم نے پاپا ڈوک کا سراغ نہ لگایا یا اس سلسلے میں بھرپور ذہانت کا مظاہرہ نہ کیا تو میں لیلیٰ کو غائب کر دوں گی۔"

میں نے ناگواری سے کہا "ہم نے تمہاری غیر معمولی ذہانت کی تعریفیں کرتے کرتے تمہیں سر پر چڑھا دیا ہے۔ تم اس قدر خوش فہمی میں مبتلا ہوگئی ہو کہ فرہاد کو چیلنج کر رہی ہو۔ تم اور میری لیلیٰ کو مجھ سے جدا کرو گی؟ اسے غائب کرنے کا مطلب ہے کہ میں اسے پا نہیں سکوں گا؟ اچھی بات ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ تم اپنی دھمکی پر کیسے عمل کرو گی۔ مجھے تمہاری چھ گھنٹے کی مہلت نہیں چاہئے۔"

میں اس کے دماغ سے آگیا۔ لیلیٰ نے کہا "مسز! یہ کیا ہو رہا ہے؟ آپ پلیز چیلنج نہ کریں۔ میں مانتی ہوں آپ میرے شوہر کی بھلائی چاہتی ہیں لیکن یہ بھی جانتی ہیں کہ مرد کسی عورت کا چیلنج برداشت نہیں کرتا۔ پلیز آپ ایسا انداز اختیار نہ کریں۔"

"وہ تو میں کر چکی ہوں۔ تیر کمان سے نکل چکا ہے۔ تمہارے سامنے دو ہی راستے ہیں۔ کچھ عرصے کے لئے فرہاد سے دور ہو جاؤ۔ یا اغوا ہونے کے لئے تیار رہو۔"

یہ کہتے ہی اس نے سانس روک لی۔ لیلیٰ کو اس کے دماغ سے نکلنا پڑا۔ وہ مجھ سے بولی "آپ مسز کو غلط نہ سمجھیں۔ وہ درست کہہ رہی ہیں۔ پچھلے دو ماہ سے آپ نے پاپا ڈوک کے سلسلے میں کچھ نہیں کیا۔ آئندہ اسے ٹریپ کرنے کے لئے بھی کوئی جامع منصوبہ نہیں بنایا۔ مسز کو متاثر کرنے کے لئے غیر معمولی ذہانت کا ثبوت نہیں دیا۔ ایسے میں وہ الزام دیتی ہیں کہ آپ میری وجہ سے غیر ذمے دار ہوگئے ہیں اور عقل سے کام نہیں لیتے ہیں تو درست ہی کہتی ہیں۔"

"جب وہ درست کہتی ہیں اور میں غلط ہوں تو مجھے چھوڑ کر چلی جاؤ۔"

"میں آپ سے دور ہونے کے لئے مسز کی حمایت نہیں کر رہی ہوں۔"

"میں بھی اسے دشمن نہیں سمجھتا ہوں لیکن وہ خود کو بہت زیادہ عقلمند سمجھ کر مجھ پر بھی حاوی رہنا چاہتی ہے۔ تم لوگوں سے اپنے احکامات کی تعمیل کراتی ہے اب مجھے بھی محکوم بنانا چاہتی ہے۔ میں اس کی خوش فہمی ختم کر دوں گا تو وہ آئندہ اپنی حد سے آگے نہیں بڑھے گی۔"

"مجھے مسز کی خطرناک صلاحیتوں سے خوف آتا ہے۔ سچ پوچھیں تو ڈر لگ رہا ہے۔ کیا واقعی وہ مجھے اغوا کرکے پیرس پہنچا دیں گی؟"

"وہ بہت کچھ کر سکتی ہے لیکن میں اس کی چالوں کو خوب سمجھتا ہوں۔ وہ زیادہ سے زیادہ یہی کرے گی کہ کسی طرح تمہیں اعصابی کمزوری میں مبتلا کرکے عارضی طور پر ٹیلی پیتھی سے محروم کردے گی۔ ہو سکتا ہے یہی حربہ مجھ پر بھی آزمائے تاکہ ہم آئندہ دماغی رابطہ قائم نہ کر سکیں۔ وہ تمہیں ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچائے گی تو میں خیال خوانی کے ذریعے تمہارے پاس نہیں پہنچ پاؤں گا۔"

"جی ہاں۔ وہ ایسا کر سکتی ہیں۔"

"اور میں اسے ایسا کرنے کا موقع نہیں دوں گا۔ ہم کھانے پینے کی چیزیں اچھی طرح جانچنے کے بعد استعمال کریں گے۔"

میں مختلف پہلوؤں پر غور کرنے لگا۔ سونیا کے تمام متوقع طریق ہائے کار کے متعلق سوچنے لگا۔ وہ بڑی حرّافہ تھی۔ بعض اوقات اسے سمجھنا ناممکن ہوجاتا تھا لیکن وہ میرے ہاتھوں میں کھیلی ہوئی عورت تھی۔ میرے لئے نافہم اور ناممکن نہیں ہو سکتی تھی۔ میں اس کے ہر حربے کا توڑ کرنے کے لئے تیار تھا۔

سلمان واسطی نے آکر کہا "فرہاد بھائی! آپ ہماری پچھلی غلطیوں کے باعث ناراض ہیں۔ میں نے سوچا تھا کوئی غیر معمولی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کارنامہ انجام دے کر آپ کو خوش کروں گا پھر آپ سے رابطہ کروں گا لیکن اس سے پہلے ہی مجبور ہو کر آیا ہوں۔ سلطانہ کی حالت بڑی نازک ہے۔ میں اسے اسپتال لے جارہا ہوں۔ وہ بہن کو یاد کررہی ہے۔ پلیز لیلیٰ کو بھیج دیں۔"

"ہم ابھی آرہے ہیں۔"

میں نے لیلیٰ کو سلطانہ کے متعلق بتایا۔ پھر ہم اس کے دماغ میں پہنچ گئے' وہ بہت کمزور ہو گئی تھی۔ جب اس کے چور خیالات نے بتایا کہ وہ ماں بننے والی ہے تو میں اس کے دماغ سے چلا آیا۔ میرا وہاں رہنا مناسب نہیں تھا۔

تھوڑی دیر بعد لیلیٰ نے آکر کہا "وہ گھبرا رہی ہے۔ یہ پہلا کیس ہے اس لئے پریشانی لازمی ہے۔ آپ تو جانتے ہیں' ہم بہنوں کا نہ کوئی ددھیال ہے نہ ننھیال۔ ادھر صرف میں ہی اس کی سب کچھ ہوں۔ ایسے وقت مجھے اس کے پاس رہنا چاہئے۔"

"یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ سونیا اپنے چیلنج کے مطابق تمہیں کبھی مجھ سے جدا نہ کرپاتی لیکن تمہاری بہن جدا کررہی ہے۔"

"آپ مجبوری سمجھا کریں۔ سلطانہ کوئی ڈراما نہیں کررہی ہے۔ آپ بھی اس کے دماغ میں گئے تھے' کیا اس کے چور خیالات یہ نہیں کہتے کہ وہ ماں بننے والی ہے' بے حد کمزور ہو گئی ہے' خود کو بالکل تنہا سمجھ رہی ہے؟"

"ہاں' میں نے اس کے چور خیالات پڑھے ہیں۔ سچ مچ اس کی حالت نازک ہے لیکن اس کی تیمارداری اور خدمت کے لئے تجربہ کار نرسوں کی خدمات حاصل کی جاسکتی ہیں۔"

"آپ کتنے غیر اور بے مروت بن کر ایسی بات کہہ رہے ہیں۔ ...ایسے وقت عورت کو خدمت گاروں کی نہیں' اپنوں کی ضرورت ہوتی ہے۔"

وہ جلدی سے مُنہ پھیر کر آنسو پونچھنے لگی تاکہ میں اسے جذباتی ہو کر روتے ہوئے نہ دیکھوں۔ یوں تو ہم سب ان دونوں بہنوں کے دُکھ سُکھ میں شریک رہتے تھے۔ وہ دونوں میری فیملی میں شامل تھیں۔ اس کے باوجود خون کے رشتے کے حساب سے اتنی بڑی دنیا میں وہ بہنیں تن تنہا تھیں' ان کا اور کوئی نہیں تھا ایسے میں سلطانہ کو صرف لیلیٰ کی قربت ہی دلاسے دے سکتی تھی۔

میں نے ایک سرد آہ بھر کر کہا "تمہیں ضرور جانا چاہئے لیکن اس سے پہلے میں سونیا سے دو باتیں کرلوں۔"

ہم دونوں اس کے پاس آئے۔ وہ بولی "اب کیا ہے؟"

لیلیٰ نے اسے سلطانہ کے حالات بتائے۔ وہ بولی "سلمان کو میرے پاس بھی آنا چاہئے تھا۔ میں اسے مشورہ دوں گی کہ ایسے وقت سلطانہ کے پاس کسی عورت کو رہنا چاہئے۔ وہ ادارے سے یوں ہی کو بلالے۔"

"مسز! میں سگی بہن ہوں۔ مجھے اس کے پاس رہنا چاہئے۔"

میں نے کہا "میں تم سے یہ کہنے آیا ہوں کہ اپنا چیلنج کسی اور وقت کے لئے اٹھا رکھو۔ تم لیلیٰ کو مجھ سے دور نہیں کررہی ہو' حالات جدا کررہے ہیں۔"

وہ بولی "میں تمہاری بات کا کوئی جواب نہیں دوں گی۔ مجھے سلطانہ کی طرف سے تشویش ہے۔ اگر پاپا ڈوک کا مسئلہ نہ ہوتا تو میں سلطانہ کے پاس چلی جاتی۔ یہ پہلا کیس ہے۔ وہ بہت پریشان ہوگی۔"

"مسز! آپ فکر نہ کریں میں کل پہلی فلائٹ سے جاؤں گی اور آپ کو اُس کے حالات سے آگاہ کرتی رہوں گی۔"

ہم اپنی جگہ حاضر ہو گئے۔ لیلیٰ خوش بھی تھی اور مغموم بھی۔ خوشی اس بات کی تھی کہ بہن ماں بننے والی تھی۔ افسردہ اس لئے تھی کہ مجھ سے بچھڑنے والی تھی۔ ہم نے وہ رات بڑی محبت سے جاگ کر گزار دی۔ دوسرے دن وہ رخصت ہو گئی۔ بڑی مدت کے بعد میں تنہا رہ گیا۔

مجھے احساس ہوا کہ میں اس کا عادی ہو گیا تھا۔ اس کے بغیر کھاتا پیتا نہیں تھا۔ وہ نہ ہو تو بستر خالی لگتا تھا۔ میں سارے مسائل بھول گیا تھا۔ بس وہی ایک مسئلہ رہ گئی تھی جسے دن رات حل کرتا رہتا تھا۔

اس کے جانے کے بعد میں نے سوچا تھا نیند نہیں آئے گی لیکن پچھلی رات سے جاگ رہا تھا' اسے یاد کرتے کرتے پتا نہیں کب سو گیا۔ ایسی گہری نیند میں ڈوب گیا کہ کوئی قتل کرنے آتا تب بھی آنکھ نہ کھلتی کیوں کہ سونے سے پہلے میں نے دماغ کو ہدایت نہیں دی تھی' میرے کمرے میں کوئی بھی آسکتا تھا۔

اور کوئی آیا تھا۔ اس نے اچھا خاصا وقت گزارا تھا۔ ایک کیسٹ ریکارڈر میں اپنی آواز ریکارڈ کی تھی پھر اسے سرہانے والی میز پر رکھ کر چلا گیا تھا۔ میں ساری رات سوتا رہا۔ صبح حسب معمول آنکھ کھلی۔ آنکھ کھلتے ہی میں کروٹ لیتا تھا۔ اس کروٹ میں لیلیٰ مل جاتی تھی۔ اس روز نہیں ملی۔ میں نے پوری طرح آنکھیں کھول کر دیکھا' اس کے نہ ہونے سے دل و دماغ پر اداسی چھا جاتی لیکن اس سے پہلے ہی کیسٹ ریکارڈر پر نظر پڑی۔ اس پر ایک چٹ لکھی ہوئی تھی۔ چٹ پر لکھا تھا "مجھے سن لو۔"

میرا دھیان بٹ گیا۔ لیلیٰ کو یکلخت بھول گیا۔ یہ حیران اور پریشان کرنے والی بات تھی کہ میں غفلت کی نیند سوتا رہا اور کوئی میری شہ رگ تک پہنچ کر چلا گیا۔ میں نے ریکارڈر کو آن کیا۔ چند سیکنڈ بعد اس میں سے ایک اجنبی کی بھاری بھرکم آواز سنائی دی۔

وہ کہہ رہا تھا "میں تمہارے گھر میں گھس آنے کی معافی چاہتا ہوں۔ دراصل مجھے ایک ایسے دشمن کی تلاش ہے جو ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ میں نہیں جانتا' وہ کس بھیس میں ہے۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ اسے نیند کی حالت میں پہچانا جاسکتا ہے۔ کیوں کہ وہ اپنے دماغ کو ہدایات دے کر سوتا ہے۔ جیسے ہی کوئی اس کے دروازے پر آتا ہے اس کی آنکھ فوراً ہی کھل جاتی ہے۔

"اگر تم وہ ہوتے تو تمہاری آنکھ کھل جاتی لیکن تم گھوڑے بیچ کر سو رہے ہو۔ میرے دشمن کی ایک پہچان یہ ہے کہ وہ شراب نہیں پیتا جب کہ تمہارے بیڈ روم میں شراب سے بھری ہوئی بوتلیں ہیں۔ تم وہ نہیں ہو' جس کی مجھے تلاش ہے۔

"میں نے تمہارے شعبے میں جا کر تمہارے متعلق معلومات حاصل کی ہیں۔ تم ایک پُرامن شہری اور محبِ وطن یہودی ہو۔ میں تم سے تعاون کی اپیل کرتا ہوں۔ سونیا اور برائن وولف نامی دو ہستیاں اس شہر میں کہیں رُوپوش ہیں اور یہودی بن کر زندگی گزار رہی ہیں۔ اگر تمہیں کسی پر شبہ ہو یا کوئی مشکوک فرد نظر آئے تو فوراً ملٹری انٹیلی جنس کے کسی ذمے دار افسر سے رابطہ کرو اور ایک سچا یہودی ہونے کا ثبوت دو۔ شکریہ۔"

ریکارڈر سے آواز ختم ہو گئی۔ میں نے اسے آف کر دیا۔ یہ ہمیں معلوم تھا کہ مجھے اور سونیا کو گھر گھر تلاش کیا جارہا ہے لیکن یہ کبھی نہیں سوچا تھا کہ تلاش کرنے والوں میں سے کوئی میرے قریب آکر چلا جائے گا اور میں اپنی خوش بختی سے بچ نکلوں گا۔

میں جس شخص کے روپ میں تھا' وہ یہودی شراب پیتا تھا۔ بیڈ روم میں پہلے کی بوتلیں رکھی ہوئی تھیں۔ ایک تو ان بوتلوں کی موجودگی سے بچ گیا تھا دوسرے یہ بے اصولی کام آئی تھی کہ میں نے پہلی بار دماغ کو سونے سے پہلے ہدایات نہیں دی تھیں۔ یہ بے اصولی میری حفاظت کا بہانہ بن گئی تھی۔

میں نے عہد کیا کہ آئندہ بہت زیادہ محتاط رہوں گا۔ تل ابیب میں ہمارے قیام کی مدت جتنی بڑھتی جارہی تھی اتنے ہی خطرات بھی بڑھ رہے تھے۔ ہمیں جلد سے جلد پاپا ڈوک کا سراغ لگانا چاہئے تھا۔ اس کا قصہ تمام ہو جاتا تو ہم پیرس چلے جاتے۔ مجھے پہلی بار احساس ہوا کہ میں نے غفلت اور بے پروائی میں دو ماہ گزار دیئے ہیں۔ اگر پاپا ڈوک کے سلسلے میں سرگرمِ عمل رہتا تو اب تک اس کا خاتمہ ہو چکا ہوتا۔

میں اٹھ کر غسل خانے میں گیا۔ میں تقریباً بارہ گھنٹے سوتا رہا تھا۔ اس دوران لیلیٰ کو مجھ سے رابطہ کرنا چاہئے تھا۔ وہ ایک پل کے لئے بھی دماغ میں آتی تو میری آنکھ کھل جاتی لیکن وہ نہیں آئی تھی۔ یہ بھی تشویش کی بات تھی۔ مجھ پر ہر لمحہ قربان ہونے والی نے رابطہ کیوں نہیں کیا؟

میں نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے دماغ میں جیسے ہی پہنچا اس نے سانس روک لی۔ دوسری بار میں نے کوڈ ورڈز ادا کرنے چاہے لیکن اس نے کوڈ ورڈز سننے سے پہلے سانس روک کر مجھے بھگا دیا۔ یہ حیرانی کی بات تھی۔ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو برداشت نہیں کرتی تھی لیکن میں پرایا نہیں تھا۔ اسے سمجھنا چاہئے تھا کہ اس کا دیوانہ آیا ہے اور وہ سمجھنا نہیں چاہتی تھی۔

میں نے کئی بار اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی پھر پریشان ہو کر سلطانہ کے پاس آیا۔ اس سے پوچھا "لیلیٰ کہاں ہے؟"

اس نے کہا "آپ مجھ سے پوچھ رہے ہیں۔ پچھلے دو ماہ سے وہ آپ کے ساتھ تل ابیب میں رہ رہی ہے۔ کیا اس نے وہ شہر اور وہ ملک چھوڑ دیا ہے؟"

"کیسی باتیں کررہی ہو؟ کل وہ تمہارے پاس آنے کے لئے یہاں سے روانہ ہوئی تھی اور بڑی خوش تھی کہ تم ماں بننے والی ہو۔"

وہ تقریباً چیخ کر بولی "کیا کہا؟ ماں! میں ماں بننے والی ہوں؟ فرہاد بھائی! آپ پھر کوئی شرارت کررہے ہیں۔ سلمان! پلیز یہاں آؤ" اس نے سلمان کو آواز دی۔ اس سے کہا "فرہاد بھائی میرے پاس ہیں۔ مجھے ان کے مذاق سے ڈر لگتا ہے۔ آپ ان سے باتیں کریں۔"

میں نے سلمان کے دماغ میں آکر کہا "میں لیلیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ یہ مذاق نہیں ہے۔ میں اور لیلیٰ' پرسوں رات باتیں کررہے تھے۔ اتنے میں تم نے آکر اطلاع دی کہ سلطانہ کی حالت نازک ہے۔"

وہ بولا "آپ کیا فرمارہے ہیں' میں نے ایسی کوئی اطلاع نہیں دی تھی اور سلطانہ ماشاءاللہ صحت مند ہے۔ آپ آخر کیا چکر چلا رہے ہیں؟"

"میں کوئی چکر نہیں چلا رہا ہوں۔ میں نے اور لیلیٰ نے خود سلطانہ کے دماغ میں جا کر معلوم کیا تھا کہ وہ ماں بننے والی ہے۔"

"کون' لیلیٰ؟"

"نہیں سلطانہ' تمہاری بیوی۔"

"میری بیوی کی ساتھ ماں بننے والی ابھی کوئی خوش خبری نہیں ہے۔ اب سے پہلے بھی آپ نے ایسی ہی ایک شرارت کی تھی۔ آپ خدا کے لئے ہم میاں بیوی کو کسی آزمائش میں نہ ڈالیں۔"

"تم شرارت سمجھ رہے ہو اور لیلیٰ کہیں گم ہو گئی ہے۔ میں اس کے دماغ میں جانا چاہتا ہوں' وہ سانس روک لیتی ہے۔"

سلطانہ نے کہا "سلمان! میں ابھی لیلیٰ کے پاس گئی تھی' اس نے سانس روک لی۔ میں تین بار کوشش کر چکی ہوں۔"

سلمان نے کہا "تمہاری بہن اس بار فرہاد بھائی کی شرارت میں شریک ہو گئی ہے۔"

میں نے پیشانی پر ہاتھ مار کر کہا "خدا کے لئے اسے شرارت نہ سمجھو۔"

"جانے دیں فرہاد بھائی' ہمیں معاف کردیں۔ موٹی عقل سے سوچا جائے تب بھی یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ لیلیٰ ہمارے تمہارے لئے کبھی دماغ کے دروازے بند نہیں کرے گی۔ صرف شرارتاً ہی ایسا کرسکتی ہے۔ آپ نے اسے بھی اپنے رنگ میں رنگ لیا ہے۔"

میں نے جھنجلا کر کہا "تم دونوں کو یقین نہیں آرہا ہے۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

سونیا کے پاس آؤ۔"

ہم سب سونیا کے پاس آئے' میں نے کہا "لیلیٰ دماغی رابطے سے انکار کر رہی ہے۔ ہماری سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتی ہے۔ تم گواہ ہو کہ وہ اپنی بہن سلطانہ کے پاس گئی تھی۔"

سونیا نے کہا "میں چشم دید گواہ نہیں ہوں۔ تم نے اس کی روانگی کی اطلاع دی تھی تب معلوم ہوا کہ وہ پیرس گئی ہے۔"

"تمہیں یہ تو معلوم ہے کہ سلطانہ ماں بننے والی تھی؟"

"مجھے بھلا کیسے معلوم ہوتا' تم نے یہ خوشخبری سنائی تھی۔ کیا یہ غلط ہے؟"

سلمان نے کہا " بالکل غلط ہے۔ ہمارے ہاں ایسی کوئی خوشخبری نہیں ہے۔ یہ فرہاد بھائی نے آپ سے جھوٹ کہا تھا۔"

سونیا نے پوچھا "فرہاد! یہ کیا چکر ہے؟"

"خدا کی قسم کوئی چکر نہیں ہے۔ میری جان پر بنی ہے۔ لیلیٰ نے رابطہ ختم کر دیا ہے۔ کسی دشمن ہپناٹائز کرنے والے نے اس کے دماغ کو لاک کر دیا ہے۔ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتی ہے۔"

سونیا نے کہا "یہ بات تشویشناک ہے۔ وہ سانس روکتی رہے گی اور تم خیال خوانی کرنے والوں کو بھگاتی رہے گی تو ہم اسے تلاش نہیں کر سکیں گے۔"

میں نے کہا "میں اسے الوداع کہنے ائرپورٹ گیا تھا۔ وہ طیارے میں سوار ہونے تک نارمل تھی۔ پرواز کے بعد بھی ہمارا دماغی رابطہ رہا تھا۔ میرا خیال ہے پیرس پہنچنے کے بعد ہی اسے ٹریپ کیا گیا ہے۔"

سلمان نے کہا "اگر ایسا ہے تو فرانس کی پولیس لیلیٰ کو گھر گھر تلاش کرے گی۔"

میں نے کہا "لیکن مجھے اطمینان نہیں ہوگا۔ میں آج ہی یہ ملک چھوڑ دوں گا۔ لیلیٰ کو خود تلاش کروں گا۔"

سونیا نے کہا "فرہاد! آج ہی یہ ملک چھوڑنے کی حماقت نہ کرنا لیلیٰ تمہاری یہودی بیوی کی حیثیت سے کل ملک سے باہر گئی ہے' آج تم جاؤ گے تو یہاں کے جاسوس تمہیں گھیر لیں گے۔ شبہات میں مبتلا ہو کر تمہیں حراست میں رکھیں گے۔"

سونیا کی بات پر یاد آیا کہ پچھلی رات ایک جاسوس میرے بیڈ روم میں آیا تھا۔ اس نے مجھ پر شبہ تو نہیں کیا لیکن ان کی نظر مجھ پر تھی۔ ایسے میں یہ ملک چھوڑ کر جانا چاہتا تو طرح طرح سے میرا محاسبہ کیا جاتا۔ کیوں جا رہے ہو؟ کل تمہاری بیوی گئی' آج تم سفر کر رہے ہو۔ ملک سے باہر تمہاری کیا سرگرمیاں ہیں؟

میں نے قائل ہو کر سونیا سے کہا "ٹھیک ہے' میں دو چار روز صبر کروں گا۔ پھر کوئی مناسب موقع دیکھ کر یہاں سے نکلوں گا۔"

وہ بولی "مناسب تو یہی ہے کہ جلد سے جلد پاپا ڈوک کا قصہ تمام کرو۔ پھر ہمارے یہاں رہنے کا کوئی جواز نہیں رہے گا۔"

"پاپا ڈوک کی بات مجھ سے نہ کرو۔ وہ تمہارا مسئلہ ہے۔"

"آج وہ میرا مسئلہ ہو گیا ہے؟ جبکہ تم بھی اسے گھیرنے اور ختم کرنے آئے ہو۔ اگر یہ جھوٹ ہے تو یہاں دو ماہ سے کیا کر رہے ہو؟"

"میں تم سے بحث نہیں کروں گا۔ ابھی مجھے تنہائی کی ضرورت ہے۔ میں جا رہا ہوں۔"

"جاؤ لیکن اس گھر میں تنہا نہ رہنا۔ وہاں کے در و دیوار تم سے لیلیٰ کو مانگیں گے۔ اس کی یادیں ستائیں گی اور تم اسے ڈھونڈ نکالنے کے لئے عقل سے کچھ سوچ نہیں پاؤ گے۔ تمہیں گھر سے باہر کھلی فضا میں وقت گزارتے رہنا چاہئے۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ وہی بیڈ روم' وہی ڈرائنگ روم تھا جہاں لیلیٰ چلتی پھرتی نظر آیا کرتی تھی۔ اب اس کی یادیں چل پھر رہی تھیں۔ سونیا نے درست کہا تھا۔ اس گھر میں سکون سے لیلیٰ تک پہنچنے کی تدبیر نہیں کر سکوں گا۔ کھلی فضا میں ہی دماغ کام کر سکتا تھا۔

میں تیار ہو کر گھر سے نکل گیا۔ کار دھیمی رفتار سے ڈرائیو کرتے ہوئے سوچنے لگا کہ میں نے سلطانہ کے چور خیالات پڑھے تھے اور دماغ کے چور خانے سے یہ معلوم ہوا تھا کہ وہ ماں بننے والی ہے جبکہ وہ انکار کر رہی ہے۔ سلمان حیرانی سے کہہ رہا ہے کہ اس نے پرسوں رات ہم سے رابطہ نہیں کیا تھا۔

بچپن سے ایک واقعہ پڑھتے آ رہے ہیں کہ ایک گڈریا روز جھوٹ بولتا تھا کہ شیر آیا شیر آیا۔ لوگ اس کے جھوٹ سے بیزار ہو گئے تھے۔ ایک دن سچ مچ شیر آ گیا۔ وہ مدد کے لئے چیختا چلاتا رہ گیا شیر آیا' شیر آیا لیکن کسی نے اس کے سچ کا یقین نہیں کیا۔

یہی حال میرا تھا۔ میں نے ماضی میں سلمان اور سلطانہ سے جھوٹ بول بول کر ایسی شرارتیں کی تھیں کہ اب میرے سچ پر یقین نہیں کیا جا رہا تھا۔ سونیا سنجیدہ نہ ہوتی تو سلمان اور سلطانہ حقیقت کو مذاق ہی سمجھتے رہتے۔

اور اس حقیقت پر اب بھی یقین نہیں کیا جا رہا تھا کہ میں نے اور لیلیٰ نے پرسوں رات سلطانہ کو حاملہ کی حیثیت سے پایا ... یہ چکر میری سمجھ میں نہیں آیا کہ ہماری خیال خوانی نے سلطانہ کے دماغ سے غلط معلومات کیسے حاصل کیں۔ اگر یہ فرض کر دیا جائے کہ سلطانہ جھوٹ بول رہی ہے۔ تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کیوں جھوٹ کیوں بولے گی۔ بہن کے اغوا ہونے پر وہ بہت پریشان ہے ... مجھ سے سنگین جھوٹ نہیں بول سکتی تھی۔ کوئی سنگین مذاق نہیں کر سکتی تھی۔ سب ہی لیلیٰ کے لئے فکرمند تھے۔

میں تمام دن گھومتا رہا۔ ہوٹلوں اور تفریح گاہوں میں بیٹھ کر گتھی سلجھاتا رہا۔ یہ بات حلق سے نہیں اتر رہی تھی کہ ہمیں سلطانہ کے چور خیالات سے غلط معلومات حاصل ہوئیں۔ ایسا کبھی ہو نہیں سکتا۔ یہ کوئی گہری چال تھی۔

سوچتے سوچتے میں چونک گیا۔ آستین کے سانپ کو بھول گیا تھا۔ یہ جو کچھ بھی ہو رہا تھا' سونیا کے چیلنج کے بعد ہو رہا تھا۔ اس نے چیلنج کیا تھا کہ وہ لیلیٰ کو اغوا کر کے مجھ سے دور کر دے گی۔

لفظ "اغوا" سے یہ بات ذہن میں آئی کہ کسی کو اٹھا لے جانے کے جتنے طریقے ہیں' سونیا ان پر ہی عمل کرے گی۔ لیلیٰ کو کسی طرح اعصابی کمزوری میں مبتلا کر کے مجھ سے دماغی رابطہ منقطع کر دے گی اس طرح وہ لیلیٰ کو جہاں بھی چھپائے گی' وہاں میں خیال خوانی کے ذریعے نہیں پہنچ سکوں گا۔

یہ تسلیم کرتا ہوں کہ میں نے عقل سے کام لینا چھوڑ دیا ہے۔ اگر عقل سے اتنا ہی سوچ لیتا کہ وہ سونیا ہے' دوسروں کی سمجھ میں آنے والے طریقۂ کار پر عمل نہیں کرے گی' اس کا اپنا ہی ایک ناقابلِ فہم انداز ہوگا جو بعد میں سمجھ میں آئے گا۔

اب جو میں نے غور کرنا شروع کیا تو سمجھ میں آیا کہ سلمان اور سلطانہ مجھ سے زیادہ سونیا کے عقیدت مند اور وفادار ہیں' اور اس کے رازدار بھی ہیں۔ انہوں نے سونیا کی ہدایت پر ایک زبردست ڈراما پلے کیا ہے۔ سلطانہ نے خود کو یوں کمزور ظاہر کیا ہے جیسے پہلی بار ماں بننے والی عورت کمزوری محسوس کرتی ہے۔

میں اور لیلیٰ خیال خوانی کے ذریعے اس فراڈ کو سمجھ سکتے تھے لیکن ہمیں دھوکا دینے کے لئے اور ڈرامے میں حقیقت کا رنگ بھرنے کے لئے سلطانہ نے سچ مچ اعصابی کمزوری کی دوا استعمال کی تھی۔ ایسے میں خیال خوانی کر کے بھی دھوکا کھانا لازمی تھا۔

سلطانہ اعصابی کمزوری میں مبتلا تھی۔ ہم اس کے چور خیالات سے حقیقت معلوم کر سکتے تھے لیکن ایسے وقت سلمان اس کے دماغ کے چور خانے میں موجود رہا ہوگا۔ اور اس کی سوچ میں کہہ رہا ہوگا کہ وہ ماں بننے والی ہے چونکہ وہ میری سالی تھی... خبر سننے کے بعد مجھے اس کے اندر نہیں رہنا چاہئے تھا۔ اس لئے میں نے مزید تحقیقات نہیں کی' اس کے دماغ سے نکل آیا اور یقین کر لیا کہ اس کے چور خیالات پڑھ چکا ہوں۔

اب میں جس قدر ذہانت سے سوچ رہا تھا... گتھی سلجھتی جا رہی تھی۔ میں لیلیٰ کو رخصت کرنے کے بعد بارہ گھنٹے تک سوتا رہا تھا۔ لیلیٰ چار گھنٹے میں پیرس پہنچ گئی ہوگی۔ باقی آٹھ گھنٹوں میں کسی دوا کے ذریعے اس کے دماغ کو کمزور بنایا گیا ہوگا۔ پھر اس پر تنویمی عمل کر کے یہ بات نقش کی گئی ہوگی کہ وہ اپنے پرائے کسی کی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیا کرے گی' کبھی کسی سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ نہیں کرے گی۔

یہی بات ہو سکتی تھی۔ اسی لئے وہ میرے دماغ میں بھی نہیں آ رہی تھی۔ مجھ پر جان دینے والی مجھ سے رابطہ قائم کئے بغیر نہیں رہ سکتی تھی مگر بیچاری تنویمی عمل کے زیرِ اثر ہوگی۔ ویسے اپنوں کی نگرانی میں بخیریت ہوگی۔

یوں اس مکار سونیا نے اپنا چیلنج پورا کیا ہوگا اور لیلیٰ سے دور کر کے مجھے سابقہ فرہاد کی ذہانت اور حاضر دماغی کی طرف لا رہی ہوگی بلکہ لا چکی تھی اور میں اپنی ذہانت سے ہی اس کی چالبازیاں سمجھ رہا تھا۔

میں نے سلطانہ کو مخاطب کیا۔ اس نے پوچھا "کیا لیلیٰ کا کوئی سراغ ملا؟"

میں نے کہا "ہاں بچہ بغل میں' ڈھنڈورا شہر میں۔"

"فرہاد بھائی! کیا پھر کوئی شرارت کرنے آئے ہیں؟"

"نہیں تمہاری تعریفیں کرنے آیا ہوں۔ دنیا میں بڑے بڑے اداکار گزرے ہیں جو اداکاری میں حقیقت کا رنگ بھرنے کے لئے سچ مچ اپنے دانت تڑوا کر بوڑھے کا رول ادا کر چکے ہیں۔ ایسے بھی ہیں جو سچ مچ زخم کھا کر زخمی کی سچی اداکاری کرتے ہیں اور ایسی اداکارائیں بھی ہیں جو اعصابی کمزوری کی دوا کھا کر۔۔۔"

میری بات پوری ہونے سے پہلے ہی اس نے سلمان کو آواز دی "سلمان! یہ دیکھیں فرہاد بھائی کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ مجھے تو ان سے ڈر لگتا ہے۔ آپ باتیں کریں۔"

سلمان نے میرے دماغ میں آ کر پوچھا "کیا بات ہے فرہاد بھائی؟"

میں نے کہا "ایک درخواست ہے۔ کیا چند سیکنڈ کے لئے اپنے چور خیالات پڑھنے دو گے؟"

وہ بولا "یہ کیا بات ہوئی؟ ہر شخص کے بہتیرے ذاتی معاملات ہوتے ہیں جنہیں وہ اپنے باپ پر بھی ظاہر نہیں کرتا۔ میں حیران ہوں کہ آپ نے اس قدر سمجھدار ہو کر مجھ سے ایسی درخواست کیوں کی؟"

"اس لئے کہ تم میاں بیوی سونیا کے اشاروں پر ناچتے ہو۔ اس کی ہدایات کے مطابق میرے خلاف جو ڈراما کر چکے ہو' اس کا اعتراف کبھی نہیں کرو گے۔"

"ہم اور آپ کے خلاف کوئی ڈراما کریں گے؟ یہ آپ نے کیسے سوچ لیا۔ سسٹر سے آپ کی تکرار ہوتی رہتی ہے۔ یہ آپ دونوں کا معاملہ ہے۔ ہم آپ کے کسی معاملے میں کوئی رول ادا نہیں کر رہے ہیں۔"

سلطانہ نے کہا "فرہاد بھائی کو پتا نہیں کیا ہو گیا ہے اگر سسٹر سے ان کی کوئی کشیدگی ہے یا شکایت ہے تو اس کا حل سسٹر کے پاس ہو سکتا ہے۔ ہمیں ان سے رابطہ کرنا چاہئے۔"

ہم ایک بار پھر سونیا کے پاس آئے۔ میں نے تفصیل سے بتایا کہ وہ میرے خلاف کیسی چالیں چل رہی ہے اور کس طرح اپنا چیلنج پورا کر رہی ہے۔ اس نے تمام باتیں سننے کے بعد کہا "یہ سچ ہے کہ شک کا علاج حکیم لقمان کے پاس بھی نہیں تھا۔ پھر میں تمہارا علاج کیسے کر سکتی ہوں؟ تم میری ایک بات سمجھنے کی کوشش

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کرو اور وہ یہ کہ مجھ پر شبہ کر کے وقت ضائع کرتے رہو گے تو لیلیٰ کسی بڑی مصیبت میں گرفتار ہو جائے گی۔"

میں نے پوچھا "کیا تم نے اسے تلاش کرنے کے لئے کچھ کیا ہے؟"

وہ بولی "جاؤ خیال خوانی کے ذریعے معلوم کرو۔ فرانس کی پولیس تمام پیرس شہر میں اور مضافاتی علاقوں میں سے اسے تلاش کر رہی ہے۔ میں تمہاری طرح عقل سے پیدل نہیں ہوں کہ خود تلاش کرنے اس ملک سے نکل پڑوں۔ میں یقین سے کہتی ہوں اسے اغوا کرنے والے آئندہ چوبیس گھنٹوں میں ہم سے رابطہ کریں گے اور اسے یرغمال بنا کر ہم سے کسی طرح کے مطالبات منوائیں گے۔"

وہ صحیح لائن پر سوچ رہی تھی۔ جو بھی لیلیٰ کو اغوا کر کے ہم سے دشمنی کر رہا تھا۔ اس کی دشمنی کا کوئی مقصد ہوگا اور اس مقصد کے حصول کے لئے وہ ہم سے ضرور رابطہ کرے گا۔

میں نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر سوچا۔ کیا واقعی ذہانت سے کام لینا بھول گیا ہوں۔ اتنی سی بات سمجھ میں نہیں آئی کہ لیلیٰ کسی مقصد کے بغیر اغوا نہیں کی گئی ہے اور دشمن وہ مقصد ہم سے ہی حاصل کر سکتے ہیں اور جب تک وہ مقصد حاصل نہ ہو' وہ لیلیٰ کو کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ مجھے لیلیٰ کی طرف سے مطمئن ہو کر ذہانت سے کام لینا چاہئے اور دشمنوں کی دشمنی کا تجزیہ کرنا چاہئے۔

میں ایک شاندار ہوٹل کے فرسٹ فلور پر بیٹھا ہوا تھا۔ میرے ایک طرف دبیز شیشوں کی دیوار تھی اس دیوار کے پار بہت ہی خوبصورت سوئمنگ پول تھا۔ رات کے نو بجے تھے لیکن موسم گرما کے باعث حسین عورتیں مختصر ترین لباس میں تیر رہی تھیں۔ صاف اور شفاف پانی کی تہ میں رنگ برنگی روشنیاں تھیں جو ان جل پریوں کو رنگین اور سنگین بنا رہی تھیں۔ پول کے کنارے عیاش دولت مند شراب پی رہے تھے اور اپنے پہلو میں بیٹھی ہوئی حسیناؤں کو بھی پلا رہے تھے۔

میں موجودہ حالات میں ایسے ہوش ربا مناظر میں دلچسپی نہیں لے سکتا تھا۔ وہاں سے اٹھ کر دوسری میز پر جانا چاہتا تھا تب ہی حیرت سے اچھل پڑا۔ سوئنگ پول کے پاس لیلیٰ نظر آئی تھی۔ مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا۔ دوسری ناقابل یقین بات یہ تھی کہ وہ پاپا ڈوک کے ساتھ پول کے کنارے چلتی ہوئی پارکنگ شیڈ کی طرف جا رہی تھی۔

میں نے میز پر سے چھلانگ لگائی۔ مختلف میزوں کے درمیان سے دوڑتے ہوئے لوگوں سے ٹکراتے ہوئے انہیں دائیں بائیں دھکیلتے ہوئے زینے پر آیا وہاں سے نیچے جانے لگا۔ میری اس حرکت سے پہلی منزل پر ہلچل پیدا ہو گئی تھی۔ عورتیں چیخنے لگی تھیں۔ مرد مجھے باتیں سنا رہے تھے۔ جی چاہتا تھا شیشے کی دیوار توڑ کر پہلی منزل سے چھلانگ لگا کر پول کے کنارے لیلیٰ کے پاس پہنچ جاؤں لیکن شیشے کے دوسری طرف آہنی جالیاں تھیں۔ اس لئے مجھے زینے کے راستے نیچے جانا پڑا۔

سوئمنگ پول کے کنارے پہنچا تو لیلیٰ اور پاپا ڈوک نظر نہیں آئے۔ میں نے پارکنگ شیڈ کی طرف دوڑ لگائی۔ پتا نہیں کتنی حسیناؤں سے اور کتنے دل جلوں سے ٹکراتا گیا۔ بہت دور ایک نیلی کار میں لیلیٰ بیٹھ رہی تھی۔ میں نے اس کا نام لے کر مخاطب کیا۔ پاپا ڈوک نے سر گھما کر مجھے دوڑتے ہوئے دیکھا۔ پھر تیزی سے کار میں گھس گیا۔ کار اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھی۔ میں نے قریب پہنچتے ہی چھلانگ لگائی۔ گاڑی کے بالکل قریب پہنچا بلکہ اسے چھو لیا مگر وہ آگے بڑھ گئی۔ میں زمین پر اوندھے منہ گر پڑا۔

میرے اندر جیسے بجلی بھر گئی تھی۔ میں اچھل کر کھڑا ہوا۔ پاپا ڈوک کی گاڑی ایک ٹرن لے کر گیٹ سے باہر جا رہی تھی۔ کھڑکی کے پاس بیٹھی ہوئی لیلیٰ صاف نظر آئی وہ ایک طرف خلا میں یوں تک رہی تھی جیسے سحر زدہ ہو۔ میں تڑپ کر رہ گیا۔ اسے چیخ چیخ کر آوازیں دیتا ہوا اپنی کار میں آ کر بیٹھا۔ اسے اسٹارٹ کیا۔ ریورس گیئر پر پیچھے لے جا کر ٹرن لینا چاہا تو دوسری کار سامنے سے گزرنے لگی۔ اس دوسری کار کو بھی سامنے والی گاڑی کے باعث فوراً راستہ نہیں مل رہا تھا اور میں دیوانہ وار ہارن دیتا جا رہا تھا۔

آخر راستہ مل گیا۔ میں نے گیٹ پر آ کر دربان سے پوچھا۔

"نیلے رنگ کی مزدا کدھر گئی ہے؟"

دربان نے ایک طرف اشارہ کیا۔ میں نے ادھر کار دوڑا دی ... مجھے ہوش نہیں تھا کہ میں کتنی رفتار سے گاڑی چلا رہا ہوں اور کتنی گاڑیوں کو ٹکریں مارتا ہوا ان سے آگے نکل رہا ہوں۔ ٹریفک پولیس کی ایک گاڑی میرے پیچھے سائرن بجاتی ہوئی آ رہی تھی۔ مجھے پیچھے دیکھنے کی فرصت نہیں تھی۔ میں آگے دور تک دیکھ رہا تھا۔ پاپا ڈوک کی گاڑی نظر نہیں آ رہی تھی۔ میں مایوس ہوتا جا رہا تھا۔

ایک موڑ پر پولیس کی گاڑی میرے برابر آ گئی۔ سارجنٹ نے حکم دیا "اے پاگل کے بچے! گاڑی روکو۔ گاڑی روکو۔"

میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس نے میری مرضی کے مطابق اسٹیئرنگ کو تیزی سے ایک طرف گھمایا۔ گاڑی گھومتی ہوئی فٹ پاتھ پر چڑھی اور شیشے کے شوکیس کو توڑتی ہوئی ایک دکان میں گھس گئی۔ میں اس سے بے نیاز ہو کر دور تک ڈرائیو کرتا رہا۔ دیر تک ڈرائیو کرتا رہا مگر وہ گاڑی نظر نہیں آئی۔ اس دوران ٹریفک پولیس کی دو اور گاڑیاں مجھے روکنے آئیں۔ میں نے انہیں بھی دوسری طرف گھما دیا لیکن میری لیلیٰ جہاں گھوم رہی تھی اور گم ہو گئی تھی وہاں تک نہ پہنچ سکا۔

میں نے اپنی کار ایک جگہ چھوڑ دی۔ راستہ بدل کر دوسری ٹیکسی میں بیٹھ کر تیسری جگہ پہنچا۔ پھر ایک جگہ آیا۔ وہاں سے دوسری فٹ پاتھ پر تیزی سے چلتا ہوا پندرہ منٹ بعد ایک بنگلے میں پہنچا۔ پھر کال بیل کے بٹن کو دبایا۔ وہاں بابا صاحب کے ادارے کا ایک جاسوس' یہودی انجینئر بن کر رہتا تھا۔

اس نے دروازہ کھول کر مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ میں نے مخصوص کوڈ ورڈز ادا کئے۔ وہ مسکرا کر بولا "خوش آمدید مسٹر وولف! تشریف لائیں۔"

میں اندر آیا۔ اس نے دروازے کو بند کیا۔ میں نے اپنے لباس اور جوتے کا ناپ بتا کر کہا "میرے لئے ضروری سامان مہیا کرو۔ اپنے خاص میک اپ مین کو بلاؤ یا میک اپ کا سامان لے آؤ میں تمہارا چہرہ اپنا کر یہاں رہوں گا۔ تم کچھ روز کے لئے خفیہ اڈے میں چلے جاؤ۔"

اس نے کہا "تمام ضروریات پوری ہو جائیں گی۔ آپ کو میرا نام اور چہرہ اپنانے سے پہلے یہاں میری مصروفیات کی تمام تفصیلات معلوم کرنی ہوں گی۔"

"مجھے معلوم ہیں۔ تمہارا نام جوڈی آسکر ہے۔ تم ایک بلڈنگ کنسٹرکشن کمپنی میں انجینئر ہو۔ تم نے پچھلے ہفتے ایک بہت بڑا پروجیکٹ مکمل کیا ہے۔ اگلے ماہ دوسرا پروجیکٹ شروع کرنے والے ہو۔ تب تک کے لئے چھٹیاں گزار رہے ہو۔"

وہ مسکرا کر بولا "میں بھول گیا تھا کہ آپ دماغ میں پہنچ کر سب کچھ معلوم کر لیتے ہیں۔"

"ہاں' اور جو بات معلوم نہ ہو اسے فوری طور پر خیال خوانی کے ذریعے معلوم کر لیتا ہوں۔ میں تم سے دماغی رابطہ رکھوں گا فی الحال میں کسی کمرے میں ایک گھنٹے تک بالکل تنہا رہوں گا۔ مجھے مخاطب نہ کرنا۔"

اس نے مجھے ایک کمرے میں پہنچایا۔ میں دروازہ اندر سے بند کر کے بیٹھ گیا۔ اب میرے سامنے بہت کچھ سوچنے سمجھنے کے لئے اور بہت کچھ کر گزرنے کے لئے تھا۔ سوچنے کی بات یہ تھی کہ لیلیٰ پیرس گئی تھی۔ پھر تیس گھنٹے بعد واپس اسی شہر میں کیسے پہنچ گئی تھی؟ پھر یہ کہ ہمارے بدترین دشمن کے ساتھ نظر آئی تھی۔

پاپا ڈوک کی موجودگی نے سمجھا دیا تھا کہ گولڈن برینز نے لیلیٰ کو اغوا کرایا ہے اور اسے یرغمال بنا کر اپنی کچھ شرائط منوانا چاہتے ہیں۔

لیلیٰ اپنے اصلی روپ میں تھی۔ اس پر تنویمی عمل کرنے والے نے یہ معلوم کر لیا ہوگا کہ میں اس کے ساتھ کس یہودی شخص کے روپ میں تھا اور ہماری رہائش گاہ کہاں ہے؟

یہ میرے لئے بہتر ہوا کہ میں صبح ہی سے اس رہائش گاہ سے نکل گیا تھا اور شہر میں گھومتا پھر رہا تھا۔ رات کو وہاں واپس جانے والا تھا۔ اگر چلا جاتا تو یقیناً گرفتار ہو جاتا۔

پاپا ڈوک اسے تفریح گاہوں میں اس لئے کھلے عام ساتھ لئے پھر رہا تھا کہ میں اسے دیکھ کر قابو سے باہر ہو جاؤں۔ خود کو ظاہر کر دوں اور میں نے تقریباً یہی کیا تھا۔ دیوانہ وار لیلیٰ کا پیچھا کر رہا تھا ٹریفک پولیس کی گاڑیوں میں مسلح فوجی جوانوں کو دیکھ کر عقل آئی کہ مجھے لیلیٰ کے ذریعے ٹریپ کیا جا رہا ہے۔

سمجھنے کے بعد ہی میں نے اپنی کار ایک جگہ چھوڑ دی تھی۔ کبھی ٹیکسی میں بیٹھ کر' کبھی پیدل چلتے ہوئے یقین کیا کہ میرا تعاقب نہیں ہو رہا ہے۔ تب میں جوڈی آسکر کی رہائش گاہ میں چلا آیا۔

اب لیلیٰ کے لئے زیادہ فکر نہیں تھی۔ میں نے اسے صحیح سلامت دیکھا تھا۔ اور پورا یقین تھا کہ دشمن اسے نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ ان کا مقصد یہی تھا کہ میں اور سونیا' لیلیٰ کے حصول کے لئے اپنی خفیہ پناہ گاہوں سے نکل آئیں۔ میں نے سونیا کو مخاطب کر کے کہا "کیا یقین کرو گی کہ میں نے ابھی لیلیٰ کو یہاں اسی شہر میں دیکھا ہے؟"

"کیا واقعی؟ لیلیٰ یہاں کیسے پہنچ گئی؟"

"یہ تو بعد میں معلوم ہوگا۔ ایک اندازہ ہے کہ اسے پیرس سے ہی ٹریپ کر کے یہاں لایا گیا ہے۔ مزید حیرانی کی بات یہ ہے کہ وہ پاپا ڈوک کے ساتھ تھی۔"

"تم نیند میں ہو یا نشے میں؟"

"تمہارے یقین نہ کرنے سے آنکھوں دیکھی حقیقت نہیں بدلے گی۔ میں نے ہوٹل شیرٹن کے سوئمنگ پول کے پاس انہیں دیکھا تھا۔ پھر پارکنگ شیڈ میں دونوں نظر آئے۔ میں نے کار میں تعاقب کیا۔ ٹریفک پولیس کی جو گاڑیاں مجھے روکنے اور پکڑنے کے لئے آئیں اس میں مسلح فوجی تھے۔ تب سمجھ میں آیا کہ وہ مجھے اور تمہیں گرفتار کرنے کے لئے لیلیٰ اور پاپا ڈوک کو منظر عام پر لائے ہیں۔"

وہ قائل ہو کر بولی "بالکل یہی بات ہے۔ وہ ہمیں خفیہ پناہ گاہوں سے باہر لانے کے لئے ایسی چالیں چل رہے ہیں۔"

"ان کی یہ چال کامیاب رہی۔ میں ان کی نظروں میں آ گیا ہوں۔ آئندہ تمہاری باری ہے۔"

"میں نہ تو لیلیٰ کی دیوانی ہوں' نہ پاپا ڈوک کو دیکھ کر جوش میں آ سکتی ہوں۔ میں تمہاری جگہ ہوتی تو یوں ان دونوں کے پیچھے نہ بھاگتی۔ خاموشی سے تعاقب کرتی ہوئی پاپا ڈوک یا گولڈن برینز کی خفیہ رہائش گاہوں تک پہنچ جاتی۔"

میں نے سونیا کے سامنے نہیں بلکہ دل میں تسلیم کیا کہ لیلیٰ کو دیکھ کر بھڑک گیا تھا۔ بے اختیار دوڑنے اور اسے پکارنے کے بجائے صبر و تحمل سے ان کا تعاقب کرتا تو اب تک لیلیٰ کو حاصل کر چکا ہوتا اور پاپا ڈوک بھی بچ کر نہ جاتا۔

سونیا نے پوچھا "اب کیا کر رہے ہو؟"

"پرانا میک اپ اتار رہا ہوں' نیا چہرہ اپنا رہا ہوں۔ اس کے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

بعد میں چین سے بیٹھوں گا' نہ دشمنوں کو سکون کا سانس لینے دوں گا لیکن انہیں بہت مہنگی پڑے گی۔"

"صرف جذبات میں نہ بولو' عقل سے بھی تولو۔ اور یہ نہ بھولو کہ صحیح پلاننگ پر عمل کر کے ہی دشمنوں تک پہنچ سکو گے۔"

"تم کیا کر رہی ہو؟"

"کرنا تو تمہیں ہے کیونکہ خیال خوانی کے ذریعے دور تک راستہ بنا سکتے ہو۔ کوئی راستہ بن جائے تو میں حرکت میں آؤں گی۔"

میں اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ میں نے دو ماہ پہلے یہودی جنرل ٹائر کے دماغ میں رہ کر ایک ٹی وی اسکرین پر گولڈن برینز کو دیکھا تھا۔ وہ گولڈن برینز ہمیشہ کمپیوٹر اور ٹی وی اسکرین کے ذریعے اسرائیل کے اعلیٰ حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران سے رابطہ کرتے تھے۔ اسکرین پر ان کے چہرے نقلی اور آوازیں بناوٹی ہوتی تھیں۔ ایسی ہی احتیاطی تدابیر نے انہیں ہماری ٹیلی پیتھی سے محفوظ رکھا تھا۔

سونیا سے اس سلسلے میں کئی بار بحث ہوئی کہ وہ تمام گولڈن برینز کہاں ایک دوسرے سے ملتے ہیں اور کس خفیہ اڈے میں بیٹھ کر یہودی اکابرین سے گفتگو کرتے ہیں۔ ہم اس نتیجے پر پہنچے کہ انہوں نے زیرِ زمین بہت بڑی پناہ گاہ بنوائی ہے اور جن انجینئروں اور کاریگروں نے محنت و مشقت سے بنائی ہے ان انجینئروں اور کاریگروں کو یا تو مار ڈالا ہے یا کسی دوسرے ملک میں ان کا ٹھکانا بنا دیا ہے۔

اگر وہ زندہ بھی تھے تو ان کے دماغوں تک پہنچنے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ آج میرے اندر تحریک پیدا ہوئی کہ کہیں سے کوئی ذریعہ پیدا کرنا چاہئے۔ انسان میدانِ عمل میں خم ٹھونک کر آجائے تو کوئی کام ناممکن نہیں رہتا۔

میں بند کمرے سے نکل کر دوسرے کمرے میں آیا۔ جوڈی آسکر نے کہا "آپ کی ضروریات کی بہت سی چیزیں آگئی ہیں اور کچھ آرہی ہیں۔ ہمارا ماہر میک اپ مین دوسرے کمرے میں سو رہا ہے۔ آپ کے حکم پر اٹھ بیٹھے گا۔"

میں نے کہا "تم انجینئر ہو۔ یہاں کے بڑے بڑے نامی گرامی انجینئروں کو جانتے ہو گے۔ میں خصوصاً کسی بہت بڑے ملٹری انجینئر کے متعلق کچھ معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"

"ایک ملٹری انجینئر بہت ہی مغرور اور سخت مزاج کا حامل ہے۔ کسی عمارت میں تہ خانہ بنانے سے پہلے فوج کے اعلیٰ افسروں سے اجازت لینا ضروری ہوتا ہے۔ ہماری کمپنی نے ایک تہ خانے کی تعمیر کے لئے درخواست دی تھی۔ جواباً مجھے ہیڈ کوارٹر میں طلب کیا گیا۔ میں نے تہ خانے کا نقشہ اس فوجی انجینئر کے سامنے پیش کیا تھا۔ اس نے نقشہ دیکھا اور اسے پرزے پرزے کر کے میرے منہ پر دے مارا۔ پھر مجھ سے کہا "تم بنیادی طور پر

اسرائیل میں پیدا ہونے والے یہودی نہیں ہو۔ جرمنی سے ہجرت کر کے آئے ہو۔ باہر سے آنے والوں پر بھروسا نہیں کیا جا سکتا۔' بہرحال ہمیں اس عمارت میں تہ خانہ بنانے کی اجازت نہیں دی گئی۔"

"کیا تمہیں اس ملٹری انجینئر کا فون نمبر معلوم ہے؟"

"مجھے یاد نہیں ہے لیکن وہ متعلقہ فائل میں ہے۔"

"پلیز وہ نمبر ابھی نکالو۔"

وہ ایک کمرے میں گیا۔ وہاں اس نے متعلقہ فائل ڈھونڈ کر نکالی۔ اس میں فوجی افسران سے کی جانے والی خط و کتابت کی نقلیں موجود تھیں۔ فون نمبر بھی تھا۔ میں نے کہا "یہ نمبر ابھی ڈائل کرو لیکن اپنی آواز نہ سنانا۔"

میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس نے نمبر ڈائل کئے۔ رابطہ قائم ہونے پر دیر تک فون کی گھنٹی بجتی رہی۔ پھر ایک فوجی جوان کی آواز آئی۔ "کون ہے؟ کس نے فون کیا ہے؟"

جوڈی آسکر نے میرا اشارہ پا کر ریسیور رکھ دیا۔ میں اس فوجی جوان کے دماغ میں پہنچا۔ تو می رات ہو رہی تھی۔ وہ ملٹری انجینئر اپنے فوجی کوارٹر میں نہیں تھا۔ فوجی جوان اس کی واپسی کے انتظار میں جاگ رہا تھا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ افسر کیسینو میں جوا کھیل رہا ہو گا اور شراب پی رہا ہو گا۔ اس افسر انجینئر نے جوان کو حکم دیا تھا کہ کوئی خاص معاملہ ہو یا کوئی خاص فون آئے تو وہ کیسینو کے فون پر اطلاع کرے۔

فوجی جوان نے میری مرضی کے مطابق کیسینو میں فون کیا۔ رابطہ قائم ہونے پر پوچھا گیا کون ہے؟ کس سے بات کرنا چاہتے ہو؟ جوان نے اپنے افسر کا نام بتایا۔ تھوڑی دیر بعد اس افسر کی آواز سنائی دی۔ میں نے اس کی آواز اور لہجے کو گرفت میں لیا پھر اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔

وہ شراب کے نشے میں مست تھا۔ ایک حسینہ کے سہارے کھڑا ہوا ہیلو ہیلو کہہ رہا تھا۔ پھر حسینہ کی طرف ریسیور بڑھا کر بولا "ذرا تم سنو معلوم ہوتا ہے۔ ٹیلیفون نے بہت پی لی ہے۔ مدہوشی میں گونگا ہو گیا ہے۔"

حسینہ نے ہنستے ہوئے ریسیور رکھ دیا "لائن کٹ گئی ہے۔ چلو۔"

"کہاں چلو؟"

"اتنی جلدی بھول گئے۔ ہم کیسینو سے جا رہے ہیں۔ تم آج کی رات میرے ساتھ گزارو گے۔ کم آن۔"

وہ اسے سہارا دے کر لے جانے لگی۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا "اس شہر میں جتنی زیرِ زمین سرکاری پناہ گاہیں اور خفیہ اڈے ہیں' میں ان سب کے متعلق جاننا ہوں۔"

میں یہ بات اس کی سوچ میں کہہ رہا تھا اور وہ یہی بات نشے میں بڑبڑا رہا تھا۔ حسینہ رازداری سے بولی "ڈارلنگ! ایسی باتیں

نشے میں نہ کرو۔ میرے کمرے میں دل کھول کر بڑبڑاتے رہنا۔"

اس نے ملٹری انجینئر کو کار کی اگلی سیٹ پر بٹھایا پھر خود ڈرائیونگ سیٹ پر آ کر کار اسٹارٹ کرتے ہوئے بولی "ہاں اب بتاؤ زیرِ زمین اڈے کتنے ہیں اور کہاں کہاں ہیں؟"

اس حسینہ کے سوال نے مجھے چونکا دیا۔ میں جو چاہتا تھا' وہی سوال وہ کر رہی تھی۔ میں تھوڑی دیر کے لئے انجینئر کو چھوڑ کر اس حسینہ کے اندر چلا گیا۔ اس نے کار ڈرائیو کرنے کے دوران ڈیش بورڈ کے خانے میں رکھے ہوئے منی ریکارڈ کو آن کر دیا تھا۔ انجینئر جتنے زیرِ زمین اڈوں کے متعلق بول رہا تھا وہ تمام باتیں ریکارڈ ہو رہی تھیں۔

اس حسینہ کے چور خیالات نے مجھے بتایا کہ وہ سی آئی اے کی ایک نامور شاطر ایجنٹ ہے۔ امریکا اگرچہ اسرائیل کا سرپرست ہے' اسرائیل کے اتنے نخرے اٹھاتا ہے جتنے کوئی اپنی داشتہ کے بھی نہ اٹھاتا ہو گا۔ اس کے باوجود اسرائیل کی کچھ پالیسیاں ایسی ہوتی تھیں جو امریکی حکام کو پسند نہیں آتی تھیں۔ اسرائیلی حکام کو ایسی پالیسیوں سے باز نہیں رکھ سکتے تھے کیونکہ وہاں کے اصل پالیسی میکر گولڈن برینز تھے۔

اور گولڈن برینز امریکی حکام کے قابو میں نہیں آتے تھے۔ وہ خود کو ظاہر نہیں کرتے تھے۔ ان کی چھوٹی بڑی کمزوریاں سی آئی اے کے ہاتھ نہیں آئی تھیں۔ انہیں اپنے زیرِ اثر لانے کے لئے ضروری تھا کہ پہلے گولڈن برینز کا سراغ لگایا جائے۔ وہ خفیہ اڈے تلاش کئے جائیں جہاں یہ پائے جا سکتے ہیں۔

سی آئی اے نے بہت عرصے سے جال پھیلا رکھا تھا۔ گولڈن برینز کو آہنی پردوں سے باہر لانے میں کتنے ہی امریکی جاسوس ناکام ہو چکے تھے۔ اب امریکی سی آئی اے کی شاطر جاسوسہ جوسی واویلا ان گولڈن برینز تک پہنچنے کے لئے آئی تھی اور صحیح سمت اختیار کرتے ہوئے ملٹری انجینئر پر ڈورے ڈال رہی تھی۔

انجینئر شراب کی مستی میں اس پر بار بار لد رہا تھا اور وہ بار بار اسے پرے ہٹاتے ہوئے بول رہی تھی "پلیز' صبر کرو۔ ورنہ ایکسیڈنٹ ہو جائے گا۔ تم کہہ رہے تھے تمام زیرِ زمین اڈوں سے واقف ہو لیکن ایسے بھی اڈے ہو سکتے ہیں جو تمہارے علم میں نہ ہوں۔"

"ہرگز نہیں۔ میں انڈر گراؤنڈ کنسٹرکشن کے نقشے پاس کرتا ہوں۔ کوئی تہ خانہ میرے دستخط کے بغیر نہیں بن سکتا۔"

"یہ تمہارا فضول سا دعویٰ ہے۔ کوئی خفیہ سرکاری تہ خانہ ایسا بھی ہو گا جو تمہارے علم میں نہ ہو۔"

"میرے علم میں نہیں ہو گا تو اور کس کے علم میں ہو گا؟"

"اس انجینئر کے علم میں' جو تم سے پہلے تمہارے موجودہ عہدے پر تھا۔ جس کے جانے کے بعد تم اس عہدے پر آئے ہو۔ کیا... تمہیں پتا ہے' وہ انجینئر کہاں ہے؟"

"میں نے ضروری نہیں سمجھا کہ اس کا پتا کروں۔"

جوسی واویلا نے گاڑی ایک طرف روک دی۔ اس کے گلے میں بانہیں ڈال کر بولی "ڈارلنگ! تم کتنے زبردست مرد ہو۔ میں تمہارے پاس آنے کے لئے گاڑی روک دیتی ہوں۔"

وہ اپنی مردانگی کی تعریف سن کر نشے میں کچھ زیادہ ہی جھوم گیا۔ اسے آغوش میں لینے کے لئے اس پر جھکا تو وہ گیلے صابن کی طرح ہاتھ سے پھسل گئی۔ دور ہو کر بولی "جاؤ میں نہیں بولتی۔"

"کیوں نہیں بولتیں؟"

"تم اپنے سے پہلے والے انجینئر کے متعلق بتاؤ۔"

"ہائے' ایسے کیوں تڑپاتی ہو؟ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے سابقہ انجینئر کو کئی برس سے نہیں دیکھا ہے۔ شاید وہ مر چکا ہے۔"

"اس کے بیوی بچے تو ہوں گے؟"

"ضرور ہیں' رابن اسٹریٹ میں رہتے ہیں۔"

"کیوں نہ ہم اس بیوہ کے بنگلے میں چلیں۔"

"وہاں جا کر کیا کریں گے؟"

"عیش کریں گے۔ میری ماں تمہیں میرے بیڈ روم میں جانے نہیں دے گی۔ میرے گھر میں مجھے حاصل نہیں کر سکو گے۔"

"تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا؟"

"اتنی دیر سے جو سوالات کر رہی ہوں تو اس کا مقصد یہی تھا کہ کسی دوسرے مکان کا پتا معلوم کروں۔ مجھے مکان نمبر بتاؤ۔"

وہ بتانے لگا۔ اس کے مطابق وہ ڈرائیو کرتی ہوئی رابن اسٹریٹ پہنچی۔ پھر اس بنگلے کے سامنے گاڑی روک دی جہاں سابقہ انجینئر کے بیوی بچے رہتے تھے۔ جوسی واویلا نے خلا میں تکتے ہوئے سوچ کے ذریعے پوچھا۔ "ہیلو ڈی بورین! کیا تم میرے اندر ہو؟"

ڈی بورین کی سوچ سنائی دی "میں موجود ہوں۔"

جوسی نے کہا "اس کتے کو بنگلے کے اندر پہنچاؤ' اس کے ذریعے سابقہ انجینئر کی بیوی بچوں کے دماغ میں پہنچ کر تصدیق کرو کہ یہ ہماری منزل ہے یا نہیں؟"

"میں ابھی اسے لے جا رہا ہوں۔"

دوسرے ہی لمحے میں وہ ملٹری انجینئر کار سے باہر جانے لگا۔ یعنی ڈی بورین اسے لے جا رہا تھا۔ یہ وہی ڈی بورین تھا جسے سلمان واسطی نے امریکا میں ٹریپ کیا تھا اور اسے اپنا معمول بنا لیا تھا۔

ہم نے اب تک جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنا معمول بنایا ہے ان کی نگرانی وقتِ ضرورت کرتے رہتے ہیں۔ تنویمی عمل کا اثر ختم ہونے سے بہت پہلے ہی ان پر دوبارہ عمل کر کے پھر اپنے زیرِ اثر لے آتے ہیں۔ تنویمی نیند سے بیدار ہونے کے بعد

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

انہیں یاد نہیں رہتا کہ ہم نے ان پر عمل کیا تھا اور وہ ہمارے معمول ہیں۔

ڈی بورین بھی اس حقیقت سے بے خبر تھا۔ وہ انجینئر کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے بنگلے کے برآمدے میں لے آیا۔ کال بیل کا بٹن دبا کر انتظار کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد دروازے پر بنی ہوئی ایک بالشت کی کھڑکی کھلی۔ ایک عورت نے جھانک کر پوچھا۔ "کون ہے؟"

انجینئر نے کھڑکی کے سامنے چہرہ لا کر کہا "میں ہوں' شاید تم مجھے نہیں جانتیں۔ میں تمہارے شوہر کے عہدے پر ملٹری انجینئر ہوں۔"

عورت نے پوچھا "اتنی رات کو کیوں آئے ہو؟"

انجینئر نے ڈی بورین کی ہدایت کے مطابق کہا "تمہارے شوہر سے ملنا چاہتا ہوں۔"

وہ بولی "میرا شوہر نہ اس گھر میں ہے اور نہ اس ملک میں۔ تم ایک ذمے دار افسر ہو۔ تمہیں اتنی رات کو یہاں آکر میرے شوہر کو پوچھ کر غیر ذمے داری کا ثبوت نہیں دینا چاہئے۔ چلے جاؤ یہاں سے۔"

اس نے بالشت بھر کھڑکی بند کر دی۔ میں اس عورت کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ تشویش میں مبتلا ہو گئی تھی۔ سوچ رہی تھی۔ "وہ فوجی افسر بہت نشے میں تھا۔ نشے میں اسے میرا شوہر کیوں یاد آرہا تھا؟ نشے میں تو مستی سوجھتی ہے۔ شرابی عیاش کو میرا گھر کیوں یاد آیا' یہ میرے پاس کیوں آیا؟ میں تو بوڑھی ہوں۔ کیا نشے میں جوان نظر آرہی ہوں؟"

وہ بند دروازے کے پاس سے چلتی ہوئی ٹیلیفون کے پاس آکر رک گئی۔ سوچنے لگی "کوئی گڑبڑ ہے۔ مجھے مخصوص نمبر پر اطلاع دینا چاہئے۔"

ڈی بورین نے اسے ریسیور اٹھانے نہیں دیا۔ اس کی سوچ میں پوچھا "مجھے فون پر کسے اطلاع دینا چاہئے اور کیا کہنا چاہئے؟"

اس کی سوچ نے کہا "مجھے فوج کے جنرل نے کہا تھا اگر کوئی میرے شوہر میں دلچسپی لے یا اس کے متعلق کوئی سوال کرے تو مجھے نمبر سکس ون سکس ون تھری ون ڈائل کر کے اس دلچسپی لینے والے کے متعلق رپورٹ دینا چاہئے۔"

وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ فون نمبر کس کا ہے اور وہ کسے رپورٹ دینے والی ہے۔ وہ جسے بھی رپورٹ دیتی' ہمارے لئے بات بگڑ جاتی۔ ڈی بورین نے اس کی سوچ میں کہا "میرے شوہر کے لئے خطرہ ہو سکتا ہے۔ پہلے اسے اطلاع دینا چاہئے۔"

اس کی اپنی سوچ نے کہا "میں کیسے اطلاع دوں؟ مجھے اس کا پتا ٹھکانا معلوم نہیں ہے۔ سال میں ایک بار حکومت کی اجازت سے ملک کے باہر جاتی ہوں۔ میرا شوہر کبھی مجھے استنبول میں' کبھی روم میں اور کبھی پیرس یا لندن میں ملتا ہے۔ میں اس کے ساتھ دو ہفتے گزارتی ہوں پھر واپس آجاتی ہوں۔"

اس کی سوچ نے بتایا کہ اس کے شوہر کی کئی تصویریں ہیں جنہیں وہ الماری میں چھپا کر رکھتی ہے۔ اس کے شوہر نے اسے تاکید کی تھی کہ وہ تصویریں جلا ڈالے تاکہ کوئی اسے صورت سے نہ پہچان سکے۔

وہ پوچھتی تھی آخر وہ دنیا والوں سے چھپتا کیوں ہے؟ اور کہتا تھا' یہ سرکاری راز ہے۔ اس سلسلے میں کوئی سوال نہ کرو۔ اس نے شوہر کی ہدایت کے برخلاف تصویریں نہیں جلائی تھیں۔ محبت کرنے والی بیوی تھی اپنے ہاتھوں سے شوہر کو نہیں سکتی تھی اس لئے انہیں الماری میں چھپا کر رکھا تھا۔

میں تھوڑی دیر کے لئے اس کے دماغ سے نکل آیا۔ مجھے یقین تھا ڈی بورین اسے گرفت میں رکھے گا۔ میں نے سونیا کو مخاطب کر کے اسے بتایا کہ میں کس طرح تیزی سے گولڈن برینز کے خفیہ اڈے تک پہنچنے والا ہوں اور اب جوڈی آسکر کی رہائش گاہ سے نکل کر سابقہ انجینئر کے بنگلے میں جاؤں گا۔ الماری سے اس کی تصویریں نکالوں گا پھر ایک تصویر کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے اس سابقہ انجینئر کے دماغ میں پہنچ جاؤں گا۔

سونیا نے کہا "فرہاد زندہ ہو گیا ہے۔ تم آواز کی رفتار سے جا رہے ہو۔ دشمنوں کی خیر نہیں ہے۔ میری ایک بات مانو۔ وہاں نہ جاؤ' پہلے اپنا چہرہ تبدیل کرو۔ میں جا رہی ہوں۔ وہاں سے تصویریں لے آؤں گی۔"

میں نے میک اپ مین کو بلایا۔ وہ جوڈی آسکر کو سامنے رکھ کر میرا چہرہ تبدیل کرنے لگا۔ میں نے اس دوران اس عورت کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اس کا دماغ موت کے اندھیرے میں ڈوب چکا تھا۔ ڈی بورین کو اسے ہلاک نہیں کرنا چاہئے تھا۔

میں نے سلمان کا لہجہ اختیار کیا پھر اس کی سوچ کی لہروں کو اپنا کر ڈی بورین کے دماغ میں پہنچا تو اس نے مجھے محسوس نہیں کیا کیونکہ وہ سلمان کا معمول تھا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ وہ عورت پرابلم بن گئی تھی۔ اس کے دماغ کو تھوڑی دیر کے لئے بھی ڈھیل دی جاتی تو وہ مخصوص نمبر ڈائل کر کے جنرل یا گولڈن برینز کو الرٹ کر دیتی۔

پھر پتا چلا ڈی بورین بھی تل ابیب میں ہے۔ سی آئی اے کا جوسی داویلا کی مدد کے لئے اس کے ساتھ آیا ہے۔ اور اب ہوٹل سے نکل کر سابقہ انجینئر کے بنگلے کی طرف جا رہا ہے۔ میں نے سونیا سے کہا "ڈی بورین بھی تصویریں حاصل کرنے اس بنگلے میں جا رہا ہے۔"

"کوئی بات نہیں' اسے آنے دو۔"

وہ بنگلے میں پہنچ گئی۔ دروازہ کھلا تھا۔ ایک کمرے میں بستر پر وہ عورت مردہ پڑی تھی۔ ڈی بورین نے اس کی سانس روک دی تھی۔ سونیا نے تکیے کے نیچے سے چابیاں نکال کر کئی چابیوں کو الماری کے لاک میں آزمایا۔ آخر کار الماری کھل گئی۔ تصویریں مل گئیں۔ اسی وقت ڈی بورین پہنچ گیا۔

اس نے پوچھا "کون ہو تم؟"

سونیا نے کہا "تم جس کی تصویریں لینے آئے ہو میں اس کی بیوی ہوں۔"

"جھوٹ بولتی ہو۔ اس کی بیوی کی لاش اُدھر کمرے میں ہے۔"

"تم نے اسے بیوی سمجھ کر مار ڈالا۔ اور جو بیوی ہے وہ تمہارے سامنے ہے۔ دیکھو' میں کتنی وفادار بیوی ہوں۔ شوہر کی حفاظت کے لئے تصویروں کو تم سے دور لے جا رہی ہوں۔"

وہ حملہ کرنے کے لئے آگے بڑھا مگر مار کھا کر پیچھے گیا۔ میں نے اسے اور پیچھے گرا دیا۔ مار کھانے کی جو تکلیف تھی اس کا احساس اتنا بڑھا دیا کہ اسے فرش پر سے اٹھنے میں دیر لگی۔ اتنی دیر میں سونیا باہر آگئی تھی۔ باہر جوسی داویلا کھڑی ہوئی تھی' اس نے للکار کر کہا "اے' رک جاؤ۔ تم کون ہو؟"

سونیا مقابلہ کرنے میں وقت ضائع نہیں کرتی۔ مکّاری سے کام لیتی ہے۔ وہ گھبراہٹ سے بولی "بنگلے کے اندر کچھ لوگوں نے ڈی بورین کو گھیر لیا ہے۔ میں تصویریں لے آئی ہوں۔ انہیں لے کر فوراً یہاں سے بھاگو۔ بورین بعد میں آجائے گا۔"

اس نے جوسی کو تصویریں دیں اس کے لئے کار کا دروازہ کھولا۔ پھر وہ جیسے ہی اسٹیرنگ سیٹ پر جانے لگی۔ اس نے پوری قوت سے اسے بند کر دیا۔ جوسی دروازے میں پھنس گئی۔ سخت چوٹیں آئیں۔ سونیا نے یہ عمل ایک بار پھر دہرایا' اس کے بعد جوسی میں کھڑے رہنے کی سکت نہ رہی۔ بیچاری کے دل میں دو دو ہاتھ کرنے کی حسرت رہ گئی۔ وہ زمین پر گر پڑی۔ سونیا نے اس کے ہاتھ سے تصویریں لیں۔ اس کی گاڑی کی چابی نکالی۔ پھر وہاں سے دوڑتی ہوئی۔ روبن اسٹریٹ کے موڑ پر آئی۔ وہاں اس کی کار کھڑی ہوئی تھی۔ ڈی بورین بنگلے سے نکل کر دوڑتا آرہا تھا۔ سونیا نے کار اسٹارٹ کی۔ جب وہ قریب آیا تو اس نے کار آگے بڑھا دی پھر روک دی۔ اُس نے اس بار کار کی طرف چھلانگ لگائی سونیا تیز رفتاری سے ڈرائیو کرتی ہوئی اس سے دور ہوتی چلی گئی۔ وہ گھونسا دکھا کر گالیاں دیتا ہوا دوڑ رہا تھا۔ جب کار نظروں سے اوجھل ہو گئی تو وہ رک کر ہانپنے لگا۔

اتنی زبردست محنت کے بعد بڑی شاندار کامیابی ہو اور وہ کامیابی اچانک ناکامی میں تبدیل ہو جائے تو محنت کرنے والا غصہ سے پاگل ہو جاتا ہے۔ جوسی اور ڈی بورین کا یہی حال ہو رہا تھا۔

سونیا میرے پاس آگئی۔ میرے چہرے پر تبدیلیاں ہو رہی تھیں۔ میک اپ مین نے ذرا دیر کے لئے ہاتھ روک لیا۔ میں نے سونیا کی لائی ہوئی تصویریں دیکھیں پھر ایک تصویر کی آنکھوں میں جھانکتا ہوا اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پھر میک اپ مین سے کہا وہ اپنا کام جاری رکھے۔

سونیا نے پوچھا "کیا یہ زندہ ہے؟"

"ہاں' میں ابھی اس کے خیالات پڑھ کر تفصیل بتاتا ہوں۔"

... پھر اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کا نام جوائے رومیرو تھا۔ اسے خفیہ پناہ گاہیں بنانے کا خاصا تجربہ تھا۔ اس نے چھ برس پہلے خفیہ سرکاری احکامات کے مطابق ایک زیر زمین اڈا بنایا تھا جس کے چار دروازے تھے۔ ایک دروازے سے آنے جانے والے کو باقی تین دروازوں کا علم نہیں ہوتا تھا۔ اسی طرح دوسرے تیسرے اور چوتھے دروازے سے داخل ہونے والے کو باقی تین دروازے نہیں ملتے تھے۔

ایسا اس لئے کیا گیا تھا کہ گولڈن برینز ایک دوسرے کی آمدورفت کو نہ دیکھ سکیں اور نہ اس اڈے میں آنے کے بعد ایک دوسرے کی اصلیت کو جان سکیں۔ کیونکہ وہ اڈے میں داخل ہونے کے بعد اپنے اپنے خاص کمرے میں جا کر چہرے تبدیل کرتے تھے اور لہجہ بدل لیتے تھے۔ اس اڈے میں صرف ایک چھوٹا سا ہال تھا جہاں وہ چاروں چہرے بدلنے کے بعد ایک دوسرے کے سامنے آتے تھے۔

اسرائیلی حکّام اور فوجی افسران اس اڈے سے واقف نہیں تھے۔ صرف انجینئر جوائے رومیرو وہاں کے ایک ایک حصے کو جانتا تھا۔ گولڈن برینز اپنے راز میں کسی کو شریک نہیں کرتے۔ انہوں نے سوچا تھا اڈے کی تکمیل کے بعد انجینئر جوائے رومیرو کو گولی مار دیں گے لیکن وہ اڈا پیچیدہ تھا اور بار بار مرمّت طلب رہتا تھا۔ بار بار جوائے رومیرو کی خدمات لازمی ہوتی تھیں۔ کسی دوسرے انجینئر کو راز میں شریک کرنے سے بہتر تھا کہ وہ اسے ہی رازدار بنا کر رکھتے۔

چند نامعلوم سرکاری افراد نے اس پر پابندی عائد کی تھیں کہ آئندہ وہ اپنے پرائے کسی سے ملاقات نہیں کرے گا۔ ٹیلیفون یا خط و کتابت کے ذریعے بھی رابطہ نہیں رکھے گا۔ جب وہ اڈا مکمل ہو گیا تو اسے ملک سے باہر لندن میں رہائش اختیار کرنے کے لئے بھیج دیا گیا۔ اس کے بیوی بچوں کو یرغمال بنا کر تل ابیب میں رہنے دیا اور دھمکی دی کہ اگر وہ لندن میں تنہا زندگی نہیں گزارے گا' کسی مرد یا عورت سے دوستی کرے گا' کسی کو خفیہ اڈے کا راز بتائے گا تو اس کے بیوی بچوں کو چن چن کر قتل کر دیا جائے گا۔

تب سے اس نے زبان بند رکھی تھی۔ گمنامی کی زندگی گزارتا تھا۔ اور یہ اچھی طرح سمجھتا تھا کہ دن رات اس کی نگرانی ہوتی رہتی ہے۔ اس نے بیوی کو بھی خفیہ اڈے کا راز نہیں بتایا تھا اور اسے اچھی طرح سمجھا دیا تھا کہ گھر میں اس کی جو تصویریں رہ گئی ہیں انہیں ضائع کر دے لیکن وہ نیک بخت صرف دو ہفتے کے لئے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

شوہر سے ملتی تھی۔ باقی سال بھر اس کی تصویروں سے دل کو بہلاتی تھی اس لئے انہیں ضائع نہیں کیا۔ اب وہ تصویریں ہمارے کام آرہی تھیں۔

میں نے اس کی آنکھوں میں جھانک کر دماغ میں پہنچتے ہی معلوم کیا تھا کہ وہ زیرِ زمین اڈا کہاں ہے؟ اس کی سوچ نے کہا۔ "نیشنل لائبریری کی جو چھ منزلہ عمارت ہے اس کے تہ خانے میں وہ بھول بھلیوں والا اڈا ہے۔ اس اڈے کے چار حصے ہیں۔ ہر حصہ ایک دوسرے سے الگ ہے۔ وہاں وہ اپنا چہرہ' آواز اور اپنی ہر طرح کی شناخت تبدیل کرتے ہیں۔ پھر ایک لفٹ کے ذریعے تیسری منزل کے ایک چھوٹے سے ہال میں ایک دوسرے کے سامنے آتے ہیں۔ یہیں سے وہ ٹی وی اسکرین پر اسرائیلی حکام کو دکھائی دیتے ہیں۔

نیشنل لائبریری کی تیسری منزل پر جہاں وہ ملتے ہیں' وہ جگہ چاروں طرف مضبوط دیواروں سے چھپی ہوئی ہے۔ کوئی کھڑکی دروازہ نہیں ہے۔ صرف چار لفٹوں کے ذریعے وہ چاروں تہ خانے سے آتے جاتے ہیں۔ وہ جگہ ساؤنڈ پروف ہے۔ اس کے چاروں طرف لائبریری ہے۔ وہاں بیٹھ کر مطالعہ کرنے والوں کو کبھی پتا نہیں چلتا کہ تیسری منزل کا درمیانی حصہ کتنا پُراسرار ہے۔

انجینئر جوائے رومیرو کی سوچ نے بتایا کہ اس نے آج تک کسی گولڈن برین کو نہیں دیکھا۔ وہ جانتا تھا کہ اس کی سخت نگرانی ہوتی ہے۔ اس کا کوئی غلط قدم یا ذرا سی چالاکی اسے موت کی نیند سلا سکتی ہے۔ اس لئے اس نے کسی گولڈن برین کے متعلق کچھ معلوم کرنے کی حماقت نہیں کی۔

جب میں نے سونیا کو یہ تمام باتیں بتائیں تو اس نے خوش ہو کر میرے ہاتھ پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا "آج تم نے فرہاد علی تیمور ہونے کا ثبوت دیا ہے۔"

چونکہ وہاں میک اپ مین اور جوڈی آسکر وغیرہ موجود تھے۔ اس لئے وہ جاپانی زبان بول رہی تھی۔ میں نے بھی اسی زبان میں کہا "اگر تو دی سو تا رہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس کی ذہانت بھی سو گئی ہے۔"

"سو گئی تھی فرہاد! سو گئی تھی۔ ذرا حساب کرو۔ ایک عرصہ گزر گیا تم نے میدانِ عمل میں کوئی قابلِ ذکر کارنامہ انجام نہیں دیا۔ جب بھی تمہارا ذکر آتا ہے تو پتا چلتا ہے' شیر سو رہا ہے۔ آج میں نے تمہیں جگایا ہے۔"

میں نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ بولی "پہلے تم جب بھی خیال خوانی کے علاوہ ذاتی طور پر دشمنوں کی تلاش میں نکلتے تھے اور طرح طرح کے ذہانت سے بھرپور منصوبوں پر عمل کرتے تھے تو دشمنوں کی شامت آجاتی تھی۔ اور ہم سب تمہاری حاضر دماغی سے بہت کچھ سیکھتے رہتے تھے۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولی "تم ایک طویل عرصے سے ہمیں مایوس کرتے رہے۔ میں سوچتی تھی شاید تمہیں اپنی ذمے داریوں کا خود احساس ہوگا لیکن تم نے تو جیسے گوشہ نشین رہنے کی قسم کھالی تھی۔ مجھے پارس کی بڑی فکر تھی۔ کیونکہ وہ شعوری یا غیر شعوری طور پر تمہارے نقشِ قدم پر چلتا ہے۔ تمہاری ہی طرح بڑی حاضر دماغی سے میدان مارتا ہے۔ میں نے سوچا اگر وہ بھی تمہاری طرح آرام طلب ہو گیا اور گوشہ نشینی اختیار کرلی تو ایک دن دشمن اس پر آسانی سے غالب آجائیں گے۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ گئی پھر ٹہلتے ہوئے بولی "بیٹے کا لہو گرم رکھنے کے لئے باپ کے لہو میں حرارت پیدا کرنا ضروری تھا۔ اس لئے میں نے ایسی چال چلی کہ تم ہڑبڑا کر بیدار ہوگئے اور ایسے فرہاد بن گئے جو دیکھتے ہی دیکھتے دشمنوں کی شہ رگ تک پہنچ جایا کرتا تھا۔ دیکھ لو ابھی تم ایک ہی رات میں کتنی برق رفتاری سے گولڈن برینز تک پہنچنے والے ہو۔"

"کیا تم نے میرے لہو میں حرارت پیدا کرنے کے لئے کوئی چال چلی ہے؟"

"ہاں' بے شک۔"

"کیا سلطانہ نے ماں بننے کا ڈراما کیا تھا؟"

"ہاں' تم نے مجھ پر درست شبہ کیا تھا۔ میں نے لیلیٰ کو تم سے دور کرنے کے لئے سلطانہ اور سلمان سے تعاون حاصل کیا۔ پھر لیلیٰ کو پیرس پہنچتے ہی اعصابی کمزوری میں مبتلا کردیا۔ تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کیا تاکہ تم اس سے رابطہ قائم نہ کرسکو۔"

"کیا لیلیٰ پیرس میں ہے؟"

"ہاں' خیریت سے ہے۔"

"تو پھر وہ پاپا ڈوک کے ساتھ کون تھی؟"

"میں نے پاپا ڈوک اور لیلیٰ کی ڈمی تمہارے سامنے سے گزاری تھی تاکہ تم لیلیٰ کو اپنے دشمن کے ساتھ دیکھ کر بھڑک جاؤ اور تم بھڑک گئے۔ تمہارا دماغ بجلی کی طرح کام کرنے لگا ہے۔ کیا تم سمجھ رہے ہو کہ کتنی ذہانت اور چالاکی سے انجینئر جوائے رومیرو تک پہنچے ہو اور اب گولڈن برینز تم سے دور نہیں ہیں۔"

"تم ایک نمبر کی کتیا ہو۔ اب تک مجھے اُلّو بنا رہی تھیں۔"

"اُلّو نہیں شاہین بنایا ہے۔ اور شاہین کی خاصیت ہے' جھپٹنا' پلٹنا' پلٹ کر جھپٹنا۔ لہو گرم رکھنے کا ہے اک بہانہ۔ اب تمہارا لہو گرم رہے گا۔"

"اس میں شبہ نہیں کہ تم نے خوب چال چلی ہے مگر میرا جی چاہتا ہے تمہارا سر توڑ دوں۔ کیا میرے پاس آؤ گی؟"

"تم دور سے اچھے لگتے ہو۔ فضول رومانی گفتگو نہ کرنا' کام کی بات کرو۔"

"میں تو خوش ہو گیا تھا کہ پاپا ڈوک صحت یاب ہو کر منظرِ عام پر آگیا ہے۔ مگر وہ تمہاری بھیجی ہوئی ڈمی تھی۔ کیا اس پاپا ڈوک کو دیکھ کر اسرائیلی حکام اور گولڈن برینز حیران نہیں ہوں گے؟"

"یہ تم معلوم کرو۔"

میں جنرل ٹائر کے دماغ میں پہنچا۔ وہ صرف حیران نہیں تھا پریشان بھی تھا۔ اعلیٰ حکام اور دوسرے اکابرین اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے اسکرین پر گولڈن برینز کو دیکھ رہے تھے۔ ایک گولڈن برین کہہ رہا تھا "جیسے ہی ہمیں ہوٹل شیرٹن میں پاپا ڈوک کی اطلاع ملی ہم سمجھ گئے کہ سونیا فراڈ کر رہی ہے کیونکہ اصلی پاپا ڈوک تو ہماری نگرانی میں ہے۔"

دوسرے گولڈن برین نے کہا "ہمارے فوجی جوانوں نے ٹریفک پولیس کی گاڑی میں نقلی پاپا ڈوک کا تعاقب کیا اور برائن وولف کو بھی پکڑنے کی کوشش کی لیکن اس نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہمارے فوجی جوانوں کو تعاقب کے قابل نہیں چھوڑا۔"

جنرل ٹائر نے کہا "ایک بات سمجھ میں نہیں آئی۔ اگر سونیا ڈمی پاپا ڈوک کو پیش کر رہی تھی تو برائن وولف کیوں دھوکا کھا رہا تھا اور کیوں ڈمی کا تعاقب کر رہا تھا؟"

"یہ سب محض ایک ڈراما تھا۔ وولف ہم لوگوں کو متوجہ کرنے کے لئے اس ڈمی کے پیچھے بھاگ رہا تھا۔"

ایک گولڈن برین نے کہا "ہم سب متوجہ ہوگئے' ہم نے پاپا ڈوک کی ڈمی بھی دیکھ لی اور وولف بھی نظروں میں آکر گم ہوگیا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کیا سونیا نے دو ماہ کی طویل خاموشی کے بعد یونہی کسی مقصد کے بغیر ایک ڈمی پیش کی ہے؟ وہ بہت ہی بدترین چڑیل ہے' اس نے کسی خاص مقصد کے تحت ایسا کیا ہے۔"

دوسرے گولڈن برین نے کہا "دوسرے ملکوں کے جاسوس ہمیں بے نقاب کرنا چاہتے ہیں۔ یہ سب جانتے ہیں کہ پاپا ڈوک ہماری نگرانی میں ہے۔ سونیا نے ان غیر ملکی سراغرسانوں کو ہماری طرف لگانے کے لئے وہ ڈمی پیش کی ہے۔ کوئی اس ڈمی کے ذریعے ہم تک نہیں پہنچ سکے گا لیکن پہنچنے کی کوششوں میں شدت آگئی ہوگی۔"

ایک اعلیٰ فوجی افسر نے پوچھا "کیا پاپا ڈوک پوری طرح صحت یاب ہو چکا ہے؟"

ایک گولڈن برین نے کہا "پلیز آپ لوگ پاپا ڈوک کے متعلق سوال نہ کریں۔"

ایک حاکم نے کہا "ہمیں اس کے متعلق یہ تو معلوم ہونا چاہئے کہ وہ کیسا نظر آتا ہے؟ اس کی نئی صورت اور نئی آواز کیسی ہے؟ اگر کبھی وہ اچانک ہمارے سامنے آئے گا تو ہم پہچان نہیں سکیں گے۔"

دوسرے گولڈن برین نے کہا "سوری' جس طرح آپ لوگ ہمارا اصل چہرہ نہیں دیکھ پاتے' اصل آواز نہیں سن سکتے اسی طرح پاپا ڈوک کی نئی شخصیت کو نہیں پہچان سکیں گے۔"

ایک اور حاکم نے کہا "ملک اور قوم کی بھلائی کے لئے ہم نے تم چاروں گولڈن برینز کو کبھی دیکھنا نہیں چاہا۔ تم چاروں کو واقعی راز میں رہنا چاہئے لیکن پاپا ڈوک کو ہمارے لئے پُراسرار نہ بنایا جائے۔"

چوتھے گولڈن برین نے کہا "آپ لوگ منع کرنے کے باوجود پاپا ڈوک کے متعلق سوالات کر رہے ہیں۔ اسے بے نقاب کرانا چاہتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ دشمن خیال خوانی کرنے والے آپ لوگوں کے دماغوں میں موجود ہیں اور آپ کو ایسے سوالات پر مجبور کر رہے ہیں۔"

ایک اور گولڈن برین نے کہا "آج تک ہمارے پاس جتنے خیال خوانی کرنے والے آئے وہ ہماری ناقص پالیسیوں کے سبب مر گئے یا ہمارے ہاتھوں سے نکل کر دشمنوں کی جھولی میں چلے گئے۔ ہم پاپا ڈوک کو ہاتھ سے جانے نہیں دیں گے۔ اسے گہرے راز میں پُراسرار بنا کر رکھیں گے۔ بس اس سے زیادہ ہمیں کچھ نہیں کہنا ہے۔ میٹنگ برخاست ہونے سے پہلے پھر ایک بار کہہ دوں کہ غیر ملکی سراغرسانوں اور سی آئی اے ایجنٹوں پر کڑی نظر رکھیں اور انہیں ملک سے باہر نکال دیں۔ اس طرح ہماری آدھی پریشانیاں ختم ہو جائیں گی۔ سو کار می یو نیکسٹ ٹائم۔"

چند سیکنڈ کے بعد ٹی وی اسکرین بجھ گیا۔ تمام گولڈن برینز نظروں سے اوجھل ہوگئے۔ ان کے طویل اجلاس کے دوران میں سونیا کے ساتھ رہائش گاہ سے نکل آیا تھا۔ ہم اپنی اپنی کار میں نیشنل لائبریری کے قریب ایک جیولری کی دکان کے سامنے آئے تھے۔ اس دکان کا مالک ایک گولڈن برین تھا۔ دکان کے ایک پرائیویٹ کمرے میں ایک تہ خانہ تھا۔ وہ تہ خانہ نیشنل لائبریری کے تہ خانے سے منسلک تھا۔

یعنی میٹنگ برخاست ہونے کے بعد ایک گولڈن برین اسی جیولری کی دکان سے نکل کر اپنی رہائش گاہ کی طرف جانے والا تھا۔ سونیا اس دکان سے ذرا دور ایک سڑک کے موڑ پر رک گئی۔ میں نیشنل لائبریری کے دوسری طرف آیا۔ ادھر کاروں کا ایک شوروم تھا۔ اس کا مالک ایک دوسرا گولڈن برین تھا۔ اس شوروم کا ایک تہ خانہ بھی نیشنل لائبریری کے تہ خانے سے منسلک تھا۔

میں نے تھوڑی دیر بعد دیکھا۔ ایک اُدھیڑ عمر کا شخص شوروم سے باہر آکر دکان کو تالا لگا رہا تھا۔ پھر وہ ایک کار میں بیٹھ کر وہاں سے جانے لگا۔ میں اس کار کا نمبر ذہن نشین کر چکا تھا۔ اس سے بہت زیادہ فاصلہ رکھ کر تعاقب کرنے لگا۔ رات کے دو بجے تھے۔ راستے میں گاڑیاں برائے نام تھیں۔ کبھی دو چار گاڑیاں ہمارے درمیان آجاتی تھیں' کبھی میں فاصلہ بڑھا دیتا تھا۔ جب اس کی کار ایک رہائشی علاقے میں داخل ہوئی تو میں نے ہیڈ لائٹس بجھا دیں۔ رفتار سست کردی۔ وہ ایک بنگلے میں داخل ہو رہا تھا۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

میں نے کار روک دی۔ دبے قدموں چلتا ہوا اس بنگلے کے قریب آیا۔ وہ کار سے اتر کر بنگلے کے اندر جاچکا تھا اور نائٹ چوکیدار احاطے کا گیٹ بند کر رہا تھا۔

بس اس سے زیادہ قریب جانا مناسب نہیں تھا۔ اگر ایک گولڈن برین کو شبہ ہوتا یا اسے نقصان پہنچتا یا وہ ہمارے ہاتھوں مرجاتا تو باقی تین گولڈن برینز ہوشیار ہوکر کسی دوسری جگہ رُوپوش ہوجاتے۔

ہم ان کے خفیہ اڈے میں جاکر ان چاروں کو بیک وقت گھیر سکتے تھے۔ انہیں اور ان کے اڈے کو فنا کرسکتے تھے۔ لیکن ایسا کرنے سے پاپا ڈوک ہاتھ نہ آتا۔ اگر کبھی اتفاقاً سامنے آتا تو ہم اس کی نئی آواز اور نئی شکل سے اسے پہچان نہیں سکتے تھے۔ لہٰذا ہم پہلے اس کا سراغ لگانا چاہتے تھے۔ وہ ان چاروں میں سے کسی ایک کی رہائش گاہ میں مل سکتا تھا۔

میں واپس اسی نیشنل لائبریری کے پاس آگیا۔ تھوڑی دیر بعد سونیا بھی آگئی۔ اس نے کہا "میں نے اس کی رہائش گاہ دیکھ لی ہے۔ تم سناؤ۔"

"میں نے بھی اسے نہیں چھیڑا ہے۔ ہمیں دو گولڈن برینز کا پتا ٹھکانا معلوم ہوگیا ہے۔ باقی دو ہماری عدم موجودگی میں یہاں سے جاچکے ہیں۔"

"ان کا خفیہ اڈا خالی ہوگا۔ ہم وہاں جاکر بہت سی خفیہ فائلیں دیکھ سکتے ہیں لیکن کوئی گڑبڑ ہوسکتی ہے۔"

"میں انجینئر کے چور خیالات اچھی طرح پڑھ چکا ہوں۔ خفیہ اڈے کے تہ خانے اور تیسری منزل کے اجلاس ہال میں کوئی خفیہ الارم یا خفیہ کیمرے نہیں ہیں۔"

"میں نہیں مانتی۔ گولڈن برینز نے انجینئر کو خفیہ جاسوسی آلات کے متعلق نہیں بتایا ہوگا۔ جلد بازی سے کام نہ لو۔ آج ہماری نظروں میں دو آگئے ہیں۔ کل پرسوں تک باقی دو بھی آجائیں گے۔"

میں نے کہا "کل پرسوں تک انتظار کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ میں ابھی کوئی زبردست واردات کرتا ہوں۔ وہ لوگ ہنگامی اجلاس کے لئے پھر حاضر ہوجائیں گے۔"

سونیا مسکرانے لگی۔ ہم اپنی رہائش گاہ میں واپس آگئے۔ کیونکہ رات کے پچھلے پہر سڑک کے کنارے کار میں بیٹھ کر خیال خوانی کرنا مناسب نہیں تھا۔ پولیس والے پریشان کرنے آجاتے۔ میں نے آرام سے ایک کرسی پر بیٹھ کر جنرل ٹائر کو مخاطب کیا۔ وہ سونے جارہا تھا۔ فوراً ہی اٹھ کر بیٹھ گیا۔ مجھ سے بولا "مسٹر وولف! اتنی رات کو آئے ہو۔ خیریت تو ہے؟"

"خیریت تم لوگوں کی نہیں ہے۔ ہم نے بالکل خاموشی اختیار کرلی تھی۔ تمہارے ملک سے واپس جانا چاہتے تھے مگر تم لوگ یہ نہیں چاہتے۔"

"ہم چاہتے ہیں۔ فارگاڈ سیک، سونیا کو لے کر یہاں سے چلے جاؤ ہم تمہارا راستہ نہیں روکیں گے۔"

"راستہ روک چکے ہو۔ میری غیرت کو للکار رہے ہو۔ تم لوگوں نے میری بیوی لیلیٰ کو اغوا کیا۔ پھر اسے پاپا ڈوک کے حوالے کردیا میں اس شہر کی اینٹ سے اینٹ بجادوں گا۔"

"نہیں، غصہ نہ کرو۔ تم غلط سمجھ رہے ہو۔ ہم نے تمہاری لیلیٰ کو اغوا نہیں کرایا ہے۔ ہم قسم کھاتے ہیں۔"

"قسم نہ کھاؤ۔ ایسی ذلیل حرکتیں تمہارے گولڈن برینز کرتے ہیں اور تمہیں خبر نہیں ہوتی۔ میں ایک گھنٹے کی مہلت دیتا ہوں۔ گولڈن برینز سے کہو، لیلیٰ کے دماغ سے تنویمی عمل ختم کرادیں تاکہ میں اس سے دماغی رابطہ قائم کرسکوں۔ پھر اسے خصوصی طیارے میں پیرس پہنچادیں۔ اگر ایک گھنٹے بعد میری تسلی نہ ہوئی تو ساحلی توپوں کا رخ سمندر کی طرف نہیں رہے گا۔ ان کا رخ شہر کی طرف ہوجائے گا۔ تمہاری فوج اپنے ہی عوام کا قتلِ عام شروع کردے گی۔"

"دیکھو دیکھو۔ ایسے چیلنج نہ کرو۔ سپر طاقتیں بھی ایسی دھمکیاں نہیں دیتی ہیں۔ میں گولڈن برینز سے اس سلسلے میں بات کروں گا۔ لیکن وہ ابھی میٹنگ سے اٹھ کر آرام کرنے گئے ہیں۔ رات کے تین بج چکے ہیں۔ کل صبح بات ہوجائے گی۔"

میں خاموش رہا تو پھر اس نے مخاطب کیا "کیوں، ٹھیک ہے نا؟"

میں بدستور خاموش رہا۔ وہ بولا "کیا تم چلے گئے ہو؟ ارے یہ کیا طریقہ ہے، دھمکی دیتے ہو جواب نہیں سنتے۔ تم کیا جانو، گولڈن برینز کیا چیز ہیں؟ وہ بار بار تمہارے بلانے سے نہیں آئیں گے۔"

میں اس فوجی افسر کے دماغ میں گیا جو ساحلی مورچے کا انچارج تھا۔ میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے ایک توپچی کو حکم دیا "توپ کا رخ صنعتی علاقہ کی طرف پھیر دو۔"

توپچی نے حکم کی تعمیل کی پھر ادب سے بولا "سر! آپ نے ایسا حکم کیوں دیا ہے؟" افسر نے کہا "ٹھہرو، میں آتا ہوں۔"

میں افسر کو چلاتا ہوا ایک ٹوائلٹ میں لے گیا۔ پھر توپچی کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے اپنے ایک ماتحت کی مدد سے صنعتی علاقے کی طرف ایک گولہ داغ دیا۔ اس علاقے میں قیامت برپا ہوگئی۔ لوگ چیخنے چلانے اور جان بچاکر اِدھر اُدھر بھاگنے لگے۔ میں نے جنرل ٹائر کے پاس آکر کہا "تم میرے چیلنج کو کھوکھلی دھمکی سمجھ رہے تھے۔ دیکھو تمہارے ساحلی توپچی نے ایک فیکٹری میں گولہ برسایا ہے۔ تم خطرے کا سائرن سنتے رہو۔ یہ ایک نمونہ تھا، باقی تماشا ایک گھنٹے بعد ہوگا۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ سونیا نے کہا "میں نے دھماکا سنا ہے۔ کیا کرتے پھر رہے ہو؟"

میں نے اسے روداد سنائی۔ وہ ہنستے ہوئے بولی "اب تو وہ چاروں دوڑتے ہوئے خفیہ اڈے میں آئیں گے۔"

میں نے کہا "ایک کام کرو۔ جب تک ان کا اجلاس جاری رہے، تم ایک گولڈن برین کی رہائش گاہ میں جاؤ، شاید وہاں کچھ کام کی باتیں معلوم ہوسکیں۔"

میں نے اسے دوسرے گولڈن برین کا پتا اور بنگلے کا نمبر بتایا۔ وہ مائیکرو فلم کا ننھا سا کیمرا اور دیگر ضروری سامان لے کر چلی گئی۔ رات کے تین بجے تقریباً سارا شہر بیدار ہوگیا تھا۔ اگرچہ ایک گولہ صنعتی علاقے کی ایک فیکٹری میں گرا تھا۔ وہ فیکٹری بند تھی۔ اس لئے کوئی جانی نقصان نہیں ہوا لیکن پورے علاقے میں بھگدڑ مچ گئی تھی۔ خطرے کے سائرن نے باقی شہریوں کو بستروں سے اٹھاکر کھڑا کردیا تھا۔ کتنے ہی لوگ گاڑیاں لے کر گھر سے نکل پڑے تھے تاکہ دھماکے اور سائرن کی وجہ معلوم کرسکیں۔

سڑکوں پر گاڑیاں چلنے لگی تھیں۔ سونیا ڈرائیو کرتی ہوئی ایک بنگلے کے قریب آئی۔ گاڑی سے اتر کر پیدل چلتی ہوئی گولڈن برین کی رہائش گاہ کے سامنے پہنچی۔ نائٹ چوکیدار جاگ رہا تھا۔ وہ احاطے کی دیوار پھاند کر ایک لمبا چکر کاٹ کر چوکیدار کے پیچھے آئی پھر اسے دبوچ کر بیہوش کردیا۔

اس کے بعد کوئی رکاوٹ نہ رہی۔ اس نے مخصوص تکنیک سے مقفل دروازے کو کھولا۔ وہ بنگلا دو بیڈ روم اور ایک ڈرائنگ روم پر مشتمل تھا۔ دونوں کمروں میں کتابوں، فائلوں اور ویڈیو فلموں کا انبار تھا۔ وہ فائلیں اٹھاکر دیکھنے اور پڑھنے لگی۔ ان میں سے ضروری کاغذات کی مائیکرو فلم اتارنے لگی۔

باقی کتابیں اور ویڈیو فلمیں معلوماتی تھیں۔ کچھ ویڈیو فلمیں ایسی تھیں جو اسلامی ممالک کے شاہوں اور شہزادوں سے تعلق رکھتی تھیں۔ یہ باتیں فلموں پر لگے ہوئے لیبل سے معلوم ہورہی تھیں۔ میں نے اسے مخاطب کیا۔ "سونیا! کچھ کام بن رہا ہے؟"

"ہاں، کچھ مواد مل رہا ہے لیکن گولڈن برین کی یہاں نہ کوئی تصویر ہے نہ ہی نام کی تختی لگی ہے۔ میں اب یہاں سے نکل رہی ہوں۔"

وہ ایک فریج کے پاس آئی، اسے کھولا۔ دو بوتلوں میں دودھ رکھا ہوا تھا۔ اس نے دودھ میں اعصابی کمزوری کی تھوڑی سی دوا ملا دی۔ الماری میں قیمتی ہیرے جواہرات اور سونے کے زیورات تھے، اس نے انہیں سمیٹ کر ایک بیگ میں رکھ لیا۔ اسے ان چیزوں کی ضرورت نہیں تھی۔ لیکن وہ یہ تاثر دینا چاہتی تھی کہ کوئی چور نائٹ چوکیدار کو بے ہوش کرکے ہیرے جواہرات لے گیا ہے۔

دوسری طرف اجلاس جاری تھی۔ میں نے انہیں بتایا تھا کہ اجلاس میں موجود ہوں اور ایک جونیئر افسر کے ذریعے بول رہا ہوں میں نے وہی الزام لگایا کہ گولڈن برینز نے لیلیٰ کو اغوا کرکے پاپا ڈوک کے حوالے کردیا ہے جبکہ گولڈن برینز قسمیں کھا رہے تھے کہ انہوں نے ایسا نہیں کیا ہے۔

میں نے پوچھا "پھر کس نے ایسا کیا ہے؟ میری بیوی کہاں ہے؟"

"تم ہمیں کیوں الزام دے رہے ہو؟"

"اس لئے کہ تمہارا پاپا ڈوک اسے لے گیا ہے۔"

"تم نے جسے دیکھا، وہ پاپا ڈوک نہیں تھا۔ اس کی ڈمی تھا۔ اصل پاپا ڈوک ہماری نگرانی میں رہتا ہے۔"

"اصل تمہارے پاس ہے تو نقل کس نے تیار کی ہے؟ تمہارے ملک میں ہمارا اور کون دشمن ہوسکتا ہے؟"

"بہتیرے ہوسکتے ہیں۔ انہوں نے تمہیں ہم سے لڑانے کے لئے ایک ڈمی تیار کی، اس کے ذریعے تمہاری بیوی کو اغوا کرایا اور تمہیں ہمارا دشمن بنادیا۔"

"اگر تم لوگ سچے ہو تو ثبوت دو۔"

"کیسا ثبوت چاہتے ہو؟"

"میں پاپا ڈوک کے دماغ میں جاکر چور خیالات پڑھوں گا تو سچائی سامنے آجائے گی۔"

"مسٹر وولف! تم ہمیں نادان بچہ سمجھتے ہو۔ ہم نے پاپا ڈوک پر بڑی رقم خرچ کی ہے۔ بڑی محنت اور ذہانت سے اسے تبدیل کیا ہے اور تم ہم سے اس کی نئی آواز اور نیا لہجہ معلوم کرنا چاہتے ہو۔ تم قیامت تک اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکو گے۔"

دوسرے گولڈن برین نے کہا "ٹھنڈے دماغ سے سوچو۔ تمہاری بیوی کو اغوا کرکے ہمیں کوئی فائدہ نہیں حاصل ہوگا۔ وہ ہمارے لئے بالکل غیر ضروری ہے۔ تم سے دشمنی کرنے سے ہمیں سراسر نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ ہم پاگل تو نہیں ہیں کہ نقصان اٹھانے کے لئے تمہیں دشمن بنالیں۔"

میں نیشنل لائبریری کے پاس تھا۔ سونیا بھی آگئی تھی۔ میں نے قائل ہوکر گولڈن برینز سے کہا "تمہارے دلائل مضبوط ہیں، میں اپنی دھمکی واپس لیتا ہوں۔ اب یہ معلوم کروں گا کہ کن لوگوں نے لیلیٰ کو اغوا کیا ہے۔ اگر تمہارے خلاف ثبوت ملا تو پھر آؤں گا فی الحال جارہا ہوں۔ او کے گڈ بائی۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ سونیا نے کہا "میں نے ایک گولڈن برین کے ہاں واردات کی ہے۔ دوسرے گولڈن برین کے ہاں جانا مناسب نہیں ہے۔ میں نے وہاں جو مائیکرو فلم تیار کی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آس پاس کے اسلامی ممالک کو کس طرح رفتہ رفتہ کمزور بنایا جارہا ہے اور امریکا اسرائیل کو مالی اور فوجی امداد کے ذریعے اس علاقے کی سب سے بڑی فوجی قوت بنا رہا ہے۔ وہ مسلمان بادشاہوں کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھتا ہے اور پیروں تلے سے مشرقِ وسطیٰ کی زمین ہٹا رہا ہے۔ ایک دن آس پاس کے تمام اسلامی ممالک اسرائیل کے زیرِ اثر ہوں گے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اور اس کے محکوم بن کر رہیں گے۔"

میں نے کہا "اگر ہم کسی شاہ سے کہیں گے کہ اس کے پاؤں تلے سے زمین سرک رہی ہے تو وہ کبھی یقین نہیں کرے گا۔ جب زمین نکل جائے گی تو یقین کرنے کا وقت بھی گزر چکا ہوگا۔"

"درست ہے۔ ہم تباہی کی نشاندہی کرسکتے ہیں' پیش آنے والے حقائق ثبوت کے ساتھ بیان کرسکتے ہیں لیکن اندھے مسلمانوں کا مقدر نہیں بدل سکتے۔ بہرحال وہ تیسرا گولڈن برین باہر آرہا ہے۔ میں جارہی ہوں۔"

میں اس کے دماغ سے نکل کر اپنی جگہ حاضر ہوا۔ ادھر جو تھا گولڈن برین اپنی کار میں بیٹھ رہا تھا۔ جب وہ کار آگے بڑھی تو میں اس کے پیچھے چل پڑا۔ روس' امریکا اور دوسرے بڑے ممالک برسوں سے گولڈن برینز کا سراغ لگا رہے تھے اور ہم ان چاروں تک پہنچ چکے تھے۔ ان کا خفیہ اڈا بھی معلوم ہوگیا تھا اور ان کی رہائش گاہیں بھی دیکھ چکے تھے۔ یہ ہماری بڑی کامیابی تھی۔

باقی دو کی رہائش گاہوں کو دیکھنے کے بعد میں نے سونیا سے کہا "صبح گولڈن برینز کو معلوم ہوجائے گا کہ انجینئر جوائے رومیو کی بیوی مرچکی ہے۔ وہ محتاط ہوجائیں گے۔ انہیں خطرہ محسوس ہوگا کہ دشمن اس مرنے والی کے گھر سے کچھ ایسی معلومات حاصل کرکے گئے ہیں جن کے ذریعے وہ گولڈن برینز کے خفیہ اڈے تک پہنچ سکتے ہیں۔"

"ہاں' وہ محتاط ہوجائیں گے لیکن وہ جائیں گے کہاں؟ اپنے بنگلوں میں چھپ کر رہیں گے۔ ہم انہیں نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دیں گے۔"

"نہیں سونیا! ہم نے گڑبڑ کردی ہے۔ تمہیں گولڈن برین کے چوکیدار کو بیہوش کئے بغیر اس کی لاعلمی میں بنگلے کے اندر جانا چاہئے تھا۔ اب وہ سوچیں گے ایک ہی رات میں انجینئر کی بیوی مرگئی اور ایک گولڈن برین کے گھر سے ہیرے جواہرات چوری ہوگئے اور برائن وولف انہیں تمام رات پریشان کرتا رہا۔ ان سب باتوں کا تعلق ان سے ہی ہے۔ وہ چاروں بہت شکی اور محتاط ہیں۔ اپنی حفاظت کے لئے وہ ایسا قدم اٹھائیں گے کہ پھر ہمارے ہاتھ نہیں آئیں گے۔"

وہ بولی "چوکیدار کو بے ہوش کرنا ضروری تھا۔ ویسے جو ہوگیا سو ہوگیا' اب کیا ارادہ ہے؟"

"آج ہی ان چاروں سے پاپا ڈوک کا پتا ٹھکانا معلوم کیا جائے۔"

"وہ آسانی سے نہیں بتائیں گے۔"

"انہیں کمزور بنا کر ان کے خیالات پڑھے جاسکتے ہیں۔"

ہم ایک فیصلے پر متفق ہوئے پھر ایک گولڈن برین کے بنگلے میں پہنچ گئے۔ ایک بار پھر چوکیدار کو بیہوش کیا۔ وہ گولڈن برین رات بھر کا تھکا ہوا تھا۔ گہری نیند میں ڈوب گیا تھا۔ سونیا نے کہا۔

"یہ اطمینان سے بیدار ہوگا تو عادت کے مطابق پرائی آواز اور لہجے میں بولے گا۔ اگر چونکایا جائے تو بے اختیار اپنی اصل آواز میں بول پڑے گا۔"

یہ کہتے ہی اس نے خوابیدہ گولڈن برین کے منہ پر زور کا تھپڑ رسید کیا۔ وہ ہڑبڑا کر چیختا ہوا اٹھ بیٹھا۔ "کون ہے؟ نہیں میرے سامنے کوئی نہیں ہے۔ میں خواب میں دو اجنبیوں کو دیکھ رہا ہوں۔"

میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس نے مجھے محسوس نہیں کیا۔ ہم سمجھ رہے تھے وہ چاروں یوگا کے ماہر ہوں گے۔ ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ سونیا نے اس سے پوچھا "پاپا ڈوک کہاں ہے؟"

اس نے پوچھا "کیا تم سونیا ہو؟ اور تم وولف؟"

"موت کے فرشتوں کا کوئی بھی نام ہوسکتا ہے۔ ہمارے سوال کا جواب دو۔"

"پاپا ڈوک کے بارے میں صرف ایک ہی گولڈن برین جانتا ہے۔ اب وہ گولڈن برین کون ہے' اسے ہم باقی تین گولڈن برینز نہیں جانتے ہیں۔"

میں نے اس کے چور خیالات پڑھ کر سونیا سے کہا "یہ درست کہہ رہا ہے۔ دوسرا سوال کرو۔"

سونیا نے پوچھا "خفیہ اڈے میں کوئی پانچواں کیسے جاسکتا ہے؟ کیا نقصان پہنچانے والے خفیہ انتظامات کئے گئے ہیں؟"

وہ بے بسی سے بولا "میرے دماغ سے حقیقت معلوم کرسکتی ہو پھر میری زبان کیوں کھلوا رہی ہو۔"

میں نے اس کی سوچ پڑھ کر کہا "یہ نیشنل لائبریری کے خانے میں پہنچ کر جس کمرے میں اپنا حلیہ بدلتے جاتا ہے اس کمرے کے دروازے کے سامنے ایک نادیدہ بجلی کا تار ہے۔ یہ سرخ رنگ کے گوگلس سے دیکھتا ہے اور ریموٹ کنٹرولر کے ذریعے اس بجلی کے تار کو آف کردیتا ہے۔ وہ خاص ریموٹ کنٹرولر اس کے لباس کی ایک جیب میں ہے۔"

سونیا نے ہنگر میں ٹنگے ہوئے لباس میں سے ریموٹ کنٹرولر نکال کر رکھ لیا۔

وہ بولا "تم لوگ باکمال ہو۔ سی آئی اے کے ایجنٹ بھی جہاں تک نہیں پہنچ پائے تم پہنچ گئے۔ میں سونیا کو پانچویں گولڈن برین بننے کی پیشکش کرتا ہوں۔"

سونیا نے کہا "مجھے یہودی بننے کا شوق نہیں ہے' اب ہمیشہ کی نیند سو جاؤ۔"

وہ عاجزی سے بولا "مجھے مار کر تمہیں کیا ملے گا؟"

"تم اپنی پالیسیوں کے مطابق دوسری قوموں کے اہم افراد کو قتل کرنے کے احکامات صادر کرتے رہے۔ ایک دن تمہیں بھی اسی انجام کو پہنچنا تھا اور وہ دن آگیا ہے۔"

میں نے اس کی سانس روک دی۔ وہ کئی منٹ تک سانس

لینے کے لئے تڑپتا رہا پھر ٹھنڈا پڑ گیا۔ سونیا وہاں کی تمام اہم فائلوں کی مائیکرو فلم تیار کرچکی تھی۔ اس نے تمام ہیرے جواہرات اس کی لاش پر ڈال دئے پھر ہم بنگلے سے باہر آگئے۔

دوسرے گولڈن برین کو بھی اسی طرح تھپڑ مار کر اٹھایا گیا۔ وہ گھبرا کر بولا "کیا ہے؟ کون ہو تم لوگ؟ تت۔۔۔ تم سونیا ہو؟"

سونیا اپنے اصلی روپ میں نہیں تھی لیکن گولڈن برینز پر اس کی ایسی دہشت طاری تھی کہ اپنے سامنے آنے والی کو پہچانے بغیر یقین سے کہہ دیتے تھے کہ سونیا ہی ان کی شہ رگ تک پہنچ سکتی ہے۔

وہ اس سے سوالات کرتی رہی۔ میں چور خیالات پڑھتا رہا۔ پھر اس کی الماری سے ریموٹ کنٹرولر نکال کر بولا "نیشنل لائبریری کے تہ خانے اور تیسری منزل پر جانے والی لفٹ کے سامنے نادیدہ بجلی کا تار ہے۔ اگرچہ ہمارے لئے ایک ہی ریموٹ کنٹرولر کافی ہے تاہم یہ چیزیں ہم دوسروں کے لئے یہاں نہیں چھوڑیں گے۔"

میں نے اسے جیب میں رکھ کر اس کی بھی سانس روک دی۔ پاپا ڈوک کے متعلق وہ بھی کچھ نہیں جانتا تھا۔ سونیا دوسرے کمروں میں اہم فائلیں چیک کررہی تھی۔ ایک الماری سے اہم دستاویزات حاصل ہوئیں۔ اس نے انہیں اپنے بیگ میں رکھ لیا۔ وہاں سے ہم تیسرے کے پاس پہنچ گئے۔

وہ جاگ رہا تھا۔ ہمیں دیکھتے ہی اس نے بڑی رازداری سے میز کے نیچے لگے ہوئے بٹن کو دبایا۔ ہم اس حرکت کو نہ دیکھ سکے۔ میں نے کہا "تم بھی یہی سوال کرو کہ ہم کون ہیں؟ پھر ہمارے بولنے سے پہلے سمجھو گے کہ یہ سونیا ہے۔"

وہ سہما ہوا تھا' گونگا بن گیا تھا۔ میں نے اس کے منہ پر ایک گھونسا رسید کیا۔ وہ کرسی سمیت الٹ گیا۔ پھر بھی کچھ نہ بولا۔ سونیا نے اس کی پٹائی کی پھر ایک ایسا داؤ آزمایا کہ وہ تکلیف کی شدت سے چیخنے لگا۔ "چھوڑ دو۔ فار گاڈ سیک مجھے چھوڑ دو۔"

میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ مگر دیر ہوچکی تھی۔ اس نے میز کے نیچے جو بٹن دبایا تھا اس کا تعلق ساتھ والے بنگلے سے تھا۔ پاپا ڈوک اسی بنگلے میں تھا۔ اسے کہا گیا تھا' جیسے ہی خطرے کا الارم سنائی دے' ایک لمحہ ضائع کئے بغیر جس حلئے میں ہو اسی حال میں وہ جگہ چھوڑے۔ کسی دوسری پناہ گاہ میں چلا جائے۔

میں نے اس کے دماغ سے پوچھا "دوسری پناہ گاہ کہاں ہے؟"

جواب ملا "پاپا ڈوک کو اپنے طور پر کوئی خفیہ پناہ گاہ رکھنے کی اجازت دی گئی تھی اور تاکید کی گئی تھی کہ اپنے باس گولڈن برین کو بھی اس جگہ کے متعلق کچھ نہ بتائے۔"

میں نے سونیا سے کہا "پاپا ڈوک ساتھ والے بنگلے میں تھا۔ اسے خطرے کا الارم مل چکا ہے۔ وہ شاید وہاں سے فرار ہوگیا ہے۔ تم ذرا دیکھ آؤ۔"

وہ دوڑتی ہوئی ادھر چلی گئی۔ گولڈن برین فرش پر سے اٹھنا چاہتا تھا میں نے اس کے سینے پر پیر رکھ کر پوچھا "پاپا ڈوک تو بڑا طاقت ور ہے۔ ہم سے مقابلہ کرسکتا ہے۔ پھر تم نے اسے بزدلوں کی طرح بھاگنا کیوں سکھایا ہے؟"

"میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ کسی مرحلے پر تم لوگوں سے ٹکرائے۔ ہم نے اس کے ذہن میں یہ بات نقش کردی ہے کہ اسے گوشہ نشین اور گمنام رہ کر صرف خیال خوانی کے ذریعے دشمنوں کا مقابلہ کرنا چاہئے۔ کبھی کسی کا سامنا نہیں کرنا چاہئے اور نہ ہی اپنی پناہ گاہ تک کسی کو آنے کا موقع دینا چاہئے۔"

"تم چاروں گولڈن برینز نے بھی برسوں تک خفیہ اڈے کو چھپائے رکھا۔ آج ہم پہنچ گئے۔ کل پاپا ڈوک کی شہ رگ تک بھی پہنچ جائیں گے۔"

"میرے دل سے بددعا نکل رہی ہے کہ تم کل سے پہلے ہی مرجاؤ اور پاپا ڈوک ہمارے ملک کی خدمت کرنے کے لئے ہمیشہ سلامت رہے۔"

"لو' تمہاری بددعا الٹ گئی ہے۔"

میں نے اس کی بھی سانس روک دی۔ دوسرے کمروں کی تلاشی لی۔ وہاں سے بھی مختلف اہم دستاویزات برآمد ہوئیں۔ میں نے انہیں رکھ لیا۔ سونیا نے آکر کہا "بنگلے میں کوئی نہیں ہے۔ اس کے کھلے ہوئے دروازے بتاتے ہیں کہ پاپا ڈوک کسی دوسری پناہ گاہ کی طرف چلا گیا ہے۔"

میں نے کہا "ابھی اس کے مقدر میں کچھ سانسیں باقی ہیں۔ اس لئے بچتا پھر رہا ہے۔"

"اس کی الماری میں درجنوں میڈیکل رپورٹس تھیں جو میں نے اپنے بیگ میں رکھ لی ہیں۔"

"انشاءاللہ ہم ان کاغذ کے ٹکڑوں کے ذریعے پاپا ڈوک تک پہنچیں گے۔"

اس کے بعد ہم چوتھے گولڈن برین کے پاس پہنچ گئے۔ میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا پھر اس کے ہاتھ میں ٹرانسمٹر دیتے ہوئے بولا۔ "اعلیٰ حکام اور فوجی افسران سے کہو ایک بہت ہی ہاٹ میٹر پر گفتگو کرنا ہے۔ آدھے گھنٹے بعد سب ہی کو ٹی وی اسکرین کے سامنے رہنا چاہئے۔"

اس نے میرے حکم کے مطابق یہی کہہ دیا پھر ٹرانسمٹر آف کردیا۔ میں اسے بنگلے سے باہر لا کر کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ سونیا ڈرائیو کرتی ہوئی نیشنل لائبریری کے پاس آئی۔ پھر تینوں کار سے اتر کر ایک دکان میں آئے۔ گولڈن برین اس دکان کا مالک تھا۔ وہ ہمیں ایک کمرے میں لے کر آیا۔ دروازے کو اندر سے بند کیا۔ پھر ایک چور دروازے کو کھولا۔ ہم اس دروازے کے دوسری طرف آئے۔ سیڑھیوں سے اتر کر ایک سرنگ میں پہنچے۔

itsurdu.blogspot.com
itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

پھر اس سرنگ سے گزرتے ہوئے نیشنل لائبریری کے تہ خانے میں آگئے میں نے ریموٹ کنٹرولر کے ذریعے نادیدہ بجلی کے تار کو آف کیا۔ تار کے دوسری طرف کا دروازہ کھول کر ایک کمرے میں آگئے۔ وہاں ہم نے قدِ آدم آئینوں کے سامنے اپنا حلیہ تبدیل کیا۔ پھر گولڈن برین کے ساتھ لفٹ کے ذریعے تیسری منزل کے ہال میں پہنچ گئے۔

آدھا گھنٹا گزر چکا تھا۔ گولڈن برین نے کمپیوٹر اور ٹی وی کو ہینڈل کیا۔ بڑی سی اسکرین پر دوسری طرف بیٹھے ہوئے جنرل ٹائر' اعلیٰ حکام اور اعلیٰ فوجی افسران نظر آنے لگے۔ وہ بھی اپنے ٹی وی اسکرین پر ہمیں دیکھ رہے تھے۔

جنرل ٹائر نے پوچھا "آج یہ تبدیلی کیسی ہے۔ تمہارے خفیہ اڈے میں ایک اجنبی اور ایک عورت نظر آرہی ہے؟"

سونیا نے کہا "جنرل ٹائر! کیا تم مجھے آواز سے پہچان سکتے ہو؟"

سونیا کی آواز تو ان یہودیوں کو خوابوں میں بھی چونکا دیتی تھی۔ پھر وہ سب اسے کیسے نہ پہچانتے؟ کتنے ہی حکام اور افسران نے شدید حیرانی سے پوچھا "سس... سونیا! سونیا' تم؟"

میں نے کہا "ہاں' یہ وہی بلا ہے جو موت کی طرح ہڈیوں میں بھی گھس جاتی ہے۔ کیا میری آواز پہچان رہے ہو؟"

اب پہچاننے کے لئے کیا رہ گیا تھا۔ سب پر سکتہ طاری ہوگیا تھا۔ وہ خفیہ اڈا جہاں کوئی جادوگر نہیں پہنچ سکتا تھا' کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا جس کا سراغ نہیں لگا سکتا تھا اور جہاں سی آئی اے کی ایجنسیاں بھی نہیں پہنچ سکتی تھیں' وہاں ہم پہنچے ہوئے تھے۔ وہ جس اسکرین پر غیر معمولی ذہانت رکھنے والے گولڈن برینز کو دیکھا کرتے تھے' آج وہاں ہمیں دیکھ رہے تھے۔

سونیا نے پوچھا "کیا یہ سمجھ میں آرہا ہے کہ گولڈن برینز نے میرے استاد محترم بابا فرید واسطی مرحوم کی صاحبزادی کو اغوا کر کے کتنی بڑی غلطی کی تھی۔ یہ محض غلطی نہیں تھی' انتہائی کمینگی تھی۔ اس کی سزا موت ہی ہو سکتی تھی۔ تین گولڈن برینز کو موت کی سزا مل چکی ہے۔ چوتھا تمہارے سامنے دم توڑے گا۔"

پھر وہ دم توڑنے لگا۔ فرش پر گر کر مچھلی کی طرح تڑپنے لگا۔ وہ لوگ اسکرین کے سامنے دیدے پھیلائے دم بخود بیٹھے ہوئے تھے۔ جب وہ ٹھنڈا پڑ گیا تو سونیا نے کہا۔ "تم سب کتنے مجبور اور بے بس ہو' اتنی سی بات معلوم نہیں کر سکتے کہ یہ اڈا کہاں ہے؟"

میں نے کہا "ویسے بہت جلد معلوم ہو جائے گا' جب یہ اڈا تباہ ہو رہا ہو گا تو یہاں ہونے والے دھماکے تمہارے کانوں تک پہنچتے رہیں گے۔"

سونیا بولی "گولڈن برینز اور خفیہ اڈے کی تباہی کے بعد تمہاری باری آئے گی۔ تم میں سے ہر وہ شخص مرے گا جو بابا ڈوک کو ہمارے حوالے نہیں کرے گا۔"

سب ایک ساتھ بولنے لگے۔ قسمیں کھانے لگے کہ وہ بابا ڈوک کے متعلق کچھ نہیں جانتے ہیں۔ وہ گولڈن برینز کی نگرانی میں تھا۔ میں نے کہا "درست ہے۔ وہ جہاں چھپا ہوا تھا وہاں سے بھاگ کر کسی دوسری پناہ گاہ میں گیا ہے۔ تمہارے جاسوس اسے تلاش کر سکتے ہیں۔ یا وہ خود مجبور ہو کر اعلیٰ حکام اور فوجی افسران سے مدد طلب کرے گا۔"

سونیا نے کہا "ہم تمہیں چوبیس گھنٹوں کی مہلت دے رہے ہیں۔ تم سب اپنی اپنی جان کا صدقہ دو۔ صدقے میں بابا ڈوک ہمیں دو۔"

میں نے کہا "تمہاری سلامتی اسی میں ہے۔ چوبیس گھنٹے بہت ہوتے ہیں اور چوبیس گھنٹے کچھ نہیں ہوتے۔ اٹھو' بھاگو' اپنی زندگی کے لئے بھاگو....."

وہ سب اپنی اپنی جگہ سے اچھل کر کھڑے ہوگئے اور وہاں سے یوں بھاگنے لگے جیسے پیچھے پیچھے چوبیس گھنٹے کا آخری لمحہ آرہا ہو۔

ٹی وی اسکرین بجھ گیا تھا۔ آخری گولڈن برین بھی موت کی نیند سو چکا تھا۔ میں اور سونیا اس خفیہ اڈے میں تنہا رہ گئے تھے۔ ہم نے ہر طرف گھوم کر وہاں کی ایک ایک چیز کو دیکھا۔ الماریوں کی درازوں میں جتنی فائلیں تھیں انہیں پڑھ کر دیکھا پھر ان میں سے تمام اہم کاغذات نکال کر بیگ میں رکھ لئے۔

گولڈن برینز نے حفاظتی انتظامات کے طور پر کچھ ہتھیار اور گولہ بارود رکھے تھے۔ ہم نے اس اڈے میں اور تہ خانے میں جگہ جگہ بارود بچھا دی۔ اس کا تار تہ خانے کے داخلی دروازے تک لے گئے۔ پھر تار کے سرے کو آگ دکھا کر باہر آگئے۔ جب اپنی کار میں بیٹھ کر ذرا دور گئے تو پہلا دھماکا ہوا۔ اس علاقے میں بھگدڑ مچ گئی۔ نیشنل لائبریری کی تیسری منزل اور تہ خانے سے یکے بعد دیگرے دھماکے ہونے لگے۔ اب وہاں کے اعلیٰ حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران کو معلوم ہو رہا ہو گا کہ وہ تہ خانہ یا خفیہ اڈا نیشنل لائبریری میں تھا' جہاں بیٹھ کر ان کے گولڈن برینز اپنی غیر انسانی پالیسیوں کے ذریعے دوسرے ممالک میں دھماکے کیا کرتے تھے۔ آج ان سے زیادہ تباہ کن دھماکے خود ان کے ہاں ہو رہے تھے۔

سونیا مجھ سے رخصت ہو کر جانے لگی۔ میں نے پوچھا "یہ تو بتا دو' کہاں رہتی ہو؟"

"خدانخواستہ کوئی مصیبت آئی تو میں اپنی رہائش گاہ سے تمہیں آواز دوں گی۔" وہ چلی گئی۔ میں نے اپنی رہائش گاہ کی طرف جاتے ہوئے خیال خوانی کے ذریعے کہا "تم نے لیلیٰ کو مجھ سے جدا کر کے مجھے دشمنوں کے لئے موت بنا دیا لیکن میرے حق میں اچھا نہیں کیا۔"

"اچھا کیا ہے۔ اس عمر میں بھی کھلونے کے لئے ضد کر رہے ہو۔ آدمی بنو آدمی۔"

"تمہارا بس چلے تو تم مجھے فرشتہ بنا دو۔"

"کیا لیلیٰ کے پاس جاؤ گے؟"

"جا سکتا ہوں' مجھے کون روکے گا؟"

"دیکھو' مجھ سے چیلنج کے انداز میں نہ بولا کرو ورنہ لیلیٰ تک پہنچنے نہیں دوں گی۔"

"ایک بار تم نے چیلنج پورا کیا۔ بڑی مکاری سے لیلیٰ کو دور کر دیا۔ تم جانتی ہو' میں ایک ہی بار فریب کھاتا ہوں پھر ایسے معاملے میں محتاط ہو جاتا ہوں۔"

"کیا تم محتاط ہو؟ اور میری مرضی کے بغیر لیلیٰ تک پہنچ پاؤ گے؟"

"تم کیا' تمہاری مرضی کیا۔ میں اس ملک سے نکلا تو سیدھا لیلیٰ کے پاس پہنچوں گا۔ آزمائش شرط ہے۔"

"تو پھر مجنوں کب پہنچ رہا ہے؟"

اس کے لہجے میں بڑا طنز تھا۔ میں تلملا گیا۔ "دیکھو سونیا! مجھے تاؤ نہ دلاؤ' میں آج ہی کسی فلائٹ سے جا سکتا ہوں۔"

"مگر نہیں جا رہے ہو؟"

"تمہاری خاطر لیلیٰ کی جدائی برداشت کر رہا ہوں۔ تم یہاں دشمنوں میں تنہا رہ جاؤ گی۔"

"میں تقریباً بائیس برس سے تنہا ہوں۔ مرد بچھڑ کر بھول جاتا ہے۔ عورت ایک ایک برس اور ایک ایک دن کا حساب رکھتی ہے۔"

میں نے شرمندگی سے پوچھا "طعنے دے رہی ہو؟"

"نہیں بس ایک بات تھی زبان پر آگئی۔ اب نہیں آئے گی۔"

"یاد کرو۔ تم نے خود علیحدگی اختیار کی تھی۔ بابا فرید واسطی مرحوم کے سائے میں جانے کے بعد انسانی خواہشات کے راستوں کو ہمیشہ کے لئے ترک کر دیا تھا۔"

"کیا پارسائی اور ایمان کے راستوں پر چلنے والی عورت ازدواجی زندگی نہیں گزارتی؟"

گزارتی ہے۔ بابا فرید واسطی اور دیگر اولیائے کرام نے بھی ازدواجی زندگیاں گزاری ہیں۔ سونیا کے ساتھ میں مخلص ہوتا تو وہ بھی میرے ساتھ ایسی زندگی گزار سکتی تھی۔ میں اسے کوئی معقول جواب نہ دے سکا۔

وہ بولی "میں انسان ہوں' مجھے بھی غصہ آتا ہے۔ میں بھی انتقام لے سکتی ہوں۔ تم نے میری توہین کی ہے اور میں تم سے انتقام لے رہی ہوں۔"

میں رہائش گاہ میں پہنچ گیا تھا۔ بستر پر بیٹھتے ہوئے میں نے حیرانی سے پوچھا "تم... تم مجھ سے انتقام لے رہی ہو؟"

"ہاں! جب میں نے دیکھا کہ تم بری طرح لیلیٰ کے دیوانے ہو گئے ہو۔ اس کے بغیر رہنا نہیں چاہتے تو میں توہین کے احساس سے جلنے لگی۔ مجھ میں کیا کمی تھی کہ تم نے اس طرح کبھی ٹوٹ کر پیار نہیں کیا۔ اسے تم سے دور کر کے مجھے کسی حد تک قرار آیا ہے۔"

"کیوں بکواس کرتی ہو۔ تم نے میری ذہانت کو چکانے کے لئے ایسا کیا ہے۔"

"بیشک میں چاہتی تھی کہ تمہارے اندر کا سویا ہوا فرہاد بیدار ہو جائے اور میرے اندر کی بھڑکتی ہوئی آگ بھی ذرا سرد پڑ جائے۔"

"دیکھو سونیا! اتنی سنجیدگی سے جھوٹ نہ بولو۔"

"یہ جھوٹ ہوتا تو میں تمہیں لیلیٰ کا پتا بتا دیتی کیونکہ تم ایک بڑا کارنامہ انجام دے چکے ہو۔ میں نے سوئے ہوئے فرہاد کو بیدار کر دیا ہے۔ انعام میں تمہیں لیلیٰ ملنی چاہئے لیکن نہیں ملے گی۔"

میں خاموش ہو کر سوچنے لگا۔ آخر یہ کیا نیا چکر چلا رہی ہے۔ ایسا تو نہیں ہو سکتا کہ وہ سوکن کی طرح جلنا کڑھنا اور انتقام لینا شروع کر دے۔ وہ کبھی ایسے مزاج کی حامل نہیں رہی۔ وہ صرف مجھے نہیں لیلیٰ کو بھی چاہتی تھی۔ پتا نہیں کس مقصد کے تحت ایسی بکواس کر رہی تھی۔

میں نے پوچھا "تمہارا ارادہ کیا ہے؟"

"میں پہلے ارادہ بتا دیتی تو تم ایسی برق رفتاری سے چاروں

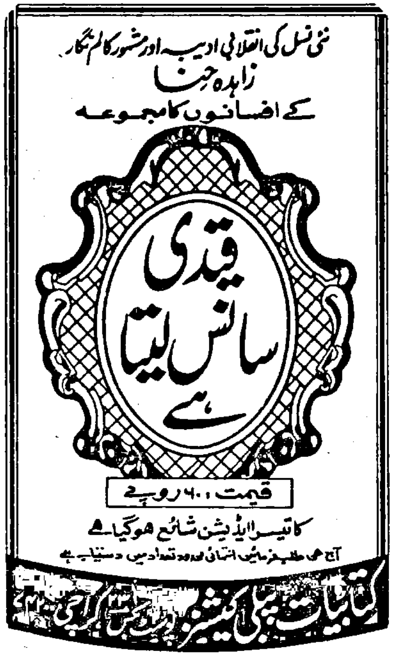

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

گولڈن برینز کو جہنم میں نہ پہنچاتے۔ تم سے یہ کام نکالنے کے بعد ہی ارادہ بتا رہی ہوں کہ مجھے تمہاری دیوانگی طیش دلاتی ہے۔ اپنی توہین کا احساس ہوتا ہے اس لئے میں لیلیٰ کو کچھ عرصے تک تم سے ملنے نہیں دوں گی۔"

"گویا چیلنج کر رہی ہو کہ میں اس سے مل کر دکھاؤں؟"

"مجھے ایسے چیلنج سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں ایک بات جانتی ہوں' یہ جدائی مجھے راحت پہنچا رہی ہے۔ جب تک راحت ملتی رہے گی' لیلیٰ تمہیں نہیں ملے گی۔"

"ایک بات اچھی طرح سمجھ رہا ہوں۔ تم اس انداز میں مجھے بھڑکا رہی ہو تاکہ میں لیلیٰ کی تلاش میں یہاں سے چلا جاؤں۔"

"تمہارے جانے سے مجھے کیا فائدہ حاصل ہوگا؟ کچھ نہیں۔ ...البتہ یہاں رہو گے تو ہم ایک دوسرے کے تعاون سے جلد ہی پاپا ڈوک تک پہنچ جائیں گے۔"

"تم پاپا ڈوک کو تنہا قتل کرنا چاہتی ہو اس لئے مجھے بھگا رہی ہو۔"

"جب تم نے وعدہ کرلیا ہے کہ میں ہی اسے قتل کروں گی اور تم اس معاملے میں مداخلت نہیں کرو گے تو پھر میں تمہیں کیوں بھگانا چاہوں گی۔ کیا تم پھر عقل سے پیدل ہو رہے ہو؟"

میں الجھ کر رہ گیا۔ وہ خطرناک بلا سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ واقعی اسے یہاں میرے تعاون کی ضرورت نہیں تھی۔ اسے ایسی کوئی بات نہیں کرنا چاہئے تھی کہ جس سے میں بھڑک کر لیلیٰ کی تلاش میں پیرس چلا جاؤں۔ میں نے جھنجلا کر کہا "میں ساری رات جاگتا رہا ہوں' کیا تم سکون سے مجھے سونے نہیں دو گی؟"

"نیند کے لئے سکون ضروری نہیں ہے' وہ سولی پر بھی آجاتی ہے۔ اگر لیلیٰ کے دور ہو جانے سے مجھے راحت مل رہی ہے تو تمہارا کیا بگڑتا ہے۔"

"سونیا! تم سے خدا سمجھے گا اور میں نیند پوری کرنے کے بعد سمجھوں گا۔ تمہاری ایسی کی تیسی۔"

میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر لباس تبدیل کیا۔ بستر پر لیٹ کر آنکھیں بند کیں۔ دماغ کو ہدایات دیں پھر گہری نیند میں ڈوبتا چلا گیا۔

دو گروہوں میں سے ایک گروہ تباہی و بربادی کا سامنا کرتا رہے تو دوسرا گروہ آرام سے سوتا رہتا ہے۔ میں اور سونیا سو رہے تھے۔ اعلیٰ حکام اور جنرل ٹائر وغیرہ کی رات کی نیندیں اور دن کا سکون چھن گیا تھا۔ وہاں جتنے ممالک کے سفیر اور نمائندے تھے وہ پوچھ رہے تھے کہ نیشنل لائبریری کی تیسری منزل اور تہ خانہ کیسے تباہ ہوا؟ کس نے یہ تخریب کاری کی ہے؟

پھر انجینئر جوائے رومیو کی بیوی مردہ پائی گئی۔ تین مختلف بنگلوں سے تین گولڈن برینز کی لاشیں ملیں۔ کوئی انہیں گولڈن برینز کی حیثیت سے نہیں جانتا تھا لیکن ان کے کمروں میں پائی جانے والی فائلوں اور دوسری اہم چیزوں سے سراغ ملا کہ وہ مملکتِ اسرائیل کا سنہرا دماغ تھے جو اب نہیں رہے تھے اور آئندہ گولڈن برینز بن کر آنے والوں کا وہ پُراسرار اڈا بھی تباہ ہو گیا تھا بلکہ لوگوں کی نظروں میں آگیا تھا۔

وہاں کے یہودی اکابرین ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعے ساری دنیا کو بتا رہے تھے کہ سونیا اور اس کے ایک ساتھی برائن وولف نے وہاں تباہی مچا رکھی ہے۔ ان کے چاروں گولڈن برینز کو ہلاک کر دیا ہے اور وہ خفیہ اڈا بھی انہوں نے ہی تباہ کیا ہے۔ باقی حکام اور فوجی افسران کو دھمکی دی ہے کہ اگر انہوں نے اپنے ایک خیال خوانی کرنے والے کو چوبیس گھنٹے کے اندر پیش نہیں کیا تو وہ بھی ایک ایک کر کے مارے جائیں گے۔

بین الاقوامی نشریاتی رابطہ قائم کرانے والی کمپنی کے ایک نمائندے نے سوال کیا "سونیا اس ملک سے کیوں دشمنی کر رہی ہے؟"

جواب دیا گیا "یہ بات صاف سمجھ میں آتی ہے کہ وہ مسلمان ہے۔ اور دوسرے مسلمانوں کی طرح ہم یہودیوں سے دشمنی کرنا اپنا فرض اور ایمان سمجھتی ہے۔"

پھر سوال کیا گیا "تمام مذاہب کے لوگ ایک دوسرے سے خود کو برتر سمجھتے ہیں۔ یہ برتری جھگڑے کا سبب بنتی ہے مگر ایسی شدید اور دلیرانہ دشمنی دیکھنے میں نہیں آئی کہ ایک عورت تمہارے ملک میں تنہا تباہیاں مچا رہی ہے اور دوسرے حکام کو بھی قتل کی دھمکی دے رہی ہے۔ اس کے پیچھے کچھ اور وجوہات ہوں گی؟"

جواب دیا گیا۔ "دشمنی کسی نہ کسی وجہ سے جاری رہتی ہے۔ بہت عرصہ پہلے انہوں نے ہماری ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی کو اغوا کیا۔ چند ماہ پہلے ہم نے بھی جوابی کارروائی کی۔ بابا فرید واسطی مرحوم کی بیٹی کو اٹھا کر یہاں لے آئے۔ کیا ایک عورت اغوا کرنے کی اتنی بڑی سزا ہوتی ہے کہ اس خطرناک بلا نے تمام گولڈن برینز کو مار ڈالا۔ آئندہ چوبیس گھنٹے کے بعد مزید قتل و غارت گری کی دھمکیاں دے رہی ہے۔"

"کیا آپ لوگ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے کے ذریعے سونیا کے خلاف جوابی کارروائی نہیں کرسکتے؟"

"ماضی میں کتنے ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے ہاتھ سے نکل گئے۔ اس بار ہم محتاط ہیں۔ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو کبھی منظرِ عام پر نہیں لائیں گے۔ وہ ایک محفوظ پناہ گاہ میں رہ کر کسی حد تک ہمارے کام آتا رہے گا اور فرہاد کی پوری فیملی کے افراد کی اسٹڈی کرتا رہے گا۔ ان کے طریقۂ کار کو اچھی طرح سمجھتا رہے گا۔ ان کے طریقۂ کار سے اپنے بچاؤ کے طریقے سیکھتا رہے گا۔"

"پھر تو وہ طویل عرصہ تک گویا ٹریننگ حاصل کرتا رہے گا۔ لیکن ابھی سونیا سر پر مسلط ہے۔ اس سے نمٹنے کے لئے اور اپنے حکام کو ہلاکت سے بچانے کے سلسلے میں آپ کیا کر رہے ہیں؟"

"سونیا کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے جتنے حکام اور فوجی افسران کے دماغوں میں اب تک آچکے ہیں ہم نے ان تمام عہدیداروں کو اُن کے عہدوں سے ہٹا دیا ہے۔ انہیں تل ابیب سے دور ایک چھوٹی سی آبادی میں بھیج دیا ہے۔ عارضی طور پر ایسے حکام اور فوجی افسران کے ہاتھوں میں حکومت سونپ دی ہے جو یوگا کے ماہر ہیں۔ فوج کے سپاہی ان چند افسران کے سوا کسی بھی افسر کے حکم کی تعمیل نہیں کریں گے۔ اس طرح دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے فوجیوں کے دماغوں میں جا کر ہماری فوج کو ہمارے ہی خلاف استعمال نہیں کرسکیں گے۔"

سوال کیا گیا "آپ نے بڑی حد تک معقول انتظام کیا ہے۔ کیا اس کے علاوہ بھی احتیاطی اقدامات کئے ہیں؟"

"جی ہاں' لوہے کو لوہا کاٹتا ہے۔ ہم نے سپر ماسٹر سے امداد طلب کی ہے۔ اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے سامنے ڈھال بن کر سونیا کو منہ توڑ جواب دیں گے۔ اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لئے اتنی مشکلات پیدا کر دیں گے کہ انہیں اس ملک سے بھاگنا ہی پڑے گا یا اپنا آخری انجام دیکھنا پڑے گا۔"

"تلوار کے مقابل تلوار' توپ کے مقابل توپ اور ٹیلی پیتھی کے مقابل ٹیلی پیتھی' واقعی لوہے کو لوہے سے ہی کاٹنا چاہئے لیکن آپ کا ایک نقصان ہے۔ سپر ماسٹر کے ٹیلی پیتھی جاننے والے آپ کے عہدیداروں کے دماغوں میں آتے جاتے مملکتِ اسرائیل کے بہت سے اہم راز جان لیں گے۔"

"ہمارے موجودہ عہدیدار یوگا کے ماہر ہیں۔ کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا خواہ وہ دوست ہو یا دشمن' ان کے دماغوں میں براہِ راست نہیں جاسکے گا بلکہ عہدیداروں کے پرسنل سیکریٹری سے دماغی رابطہ رکھے گا۔ ویسے بھی امریکا ہمارا سب سے مخلص دوست اور سرپرست ہے۔ اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے تھوڑا نقصان پہنچا تو ہم اسے برداشت کرلیں گے لیکن سونیا کو برداشت نہیں کریں گے۔ اس نے چوبیس گھنٹے کی مہلت دی تھی۔ ان چوبیس گھنٹوں میں ہم اس کے قدم یہاں سے اکھاڑ دیں گے۔ ہمارے ٹھوس انتظامات کے پیشِ نظر وہ شاید زندہ یہاں سے نہ جاسکے۔"

تمام چھوٹے بڑے ممالک کے اکابرین ٹی وی کے سامنے بیٹھے وہ انٹرویو دیکھ رہے تھے اور سن رہے تھے۔ پھر اسکرین پر ٹی وی کے نمائندے نے کہا "اب آپ واشنگٹن میں سپر ماسٹر سے ہونے والی گفتگو سنیں۔"

اسکرین پر نیا سپر ماسٹر نظر آیا۔ نمائندے نے سوال کیا۔ کچھ عرصہ پہلے سونیا نے آپ کے ملک میں بھی کافی ہنگامے کئے تھے۔ آپ کے کئی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اغوا کیا۔ آپ کی سی آئی اے' آپ کی پولیس اور آپ کی فوج اسے گرفتار نہ کرسکی۔ پھر آپ اسی سونیا کے خلاف اسرائیل کی مدد کیسے کریں گے؟"

سپر ماسٹر نے جواب دیا "جو چور اپنے گھر میں نہیں پکڑا جاتا' وہ کہیں دوسرے گھر میں ضرور پکڑا جاتا ہے۔ کوششیں جاری رہنا چاہئیں۔"

"آپ کس طرح سونیا کا سراغ لگائیں گے؟"

اس نے کہا "امریکا بہت بڑا ملک ہے۔ وہاں سونیا کو دور تک چھپنے کی جگہ ملتی رہی۔ اسرائیل ایک بہت ہی چھوٹا سا ملک ہے یہاں اس کے لئے چھپنے کی زیادہ گنجائش نہیں ہے۔ وہ بہت جلد نظروں میں آجائے گی۔"

"کیا اس طرح آپ فرہاد کی پوری فیملی کو دشمنی کی دعوت نہیں دے رہے ہیں؟"

"وہ دشمن کب نہیں تھے۔ جب تک فرہاد زندہ تھا یوں لگتا تھا جیسے وہ امریکا سے دشمنی کرنے کے لئے ہی پیدا ہوا ہو۔ اس کی اولاد بھی اسی کے نقشِ قدم پر چل رہی ہے۔ ... نے خواہ مخواہ ہماری ٹرانسفارمر مشینوں کی مخالفت کی۔ ان مشینوں کو تباہ کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ ہمارے بیشتر ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اغوا کیا اور کئی خیال خوانی کرنے والے افراد کو کسی جواز کے بغیر مار ڈالا۔"

"وہ اپنے طور پر کوئی جواز پیش کرتی ہوگی۔"

"وہ حاسد ہے۔ صرف بابا صاحب کے ادارے میں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو برداشت کرتی ہے۔ اتنا خطرناک ہتھیار کسی اور کے پاس دیکھنا نہیں چاہتی۔"

"کیا آپ نے سفارتی سطح پر حکومتِ فرانس سے سونیا کی شکایت کی ہے؟"

"فرانس کی حکومت یہ ماننے کے لئے تیار نہیں ہے کہ سونیا نے ہمارے خیال خوانی کرنے والوں کو اغوا کر کے فرانس کے کسی شہر میں چھپایا ہے۔"

اسکرین پر ٹی وی کے نمائندے نے کہا "آیئے ناظرین! ہم فرانس کے ایک حاکم سے آپ کی ملاقات کراتے ہیں۔"

پھر پیرس کا ایفل ٹاور نظر آیا۔ اس کے بعد ایک دفتری کمرے میں ایک شخص کا تعارف کرایا کہ وہ حاکمِ اعلیٰ ہے۔ اس سے سوال کیا گیا "یہ بات ساری دنیا جانتی ہے کہ آپ کی حکومت فرہاد کی فیملی کی سرپرست ہے جسے اس ملک میں بے حد و بے حساب اختیارات حاصل ہیں۔"

حاکم نے جواب دیا۔ "فرہاد کی فیملی سے ہمارے گہرے تعلقات ہیں۔ یہ تعلقات بابا صاحب کے ادارے کے ذریعے قائم ہوئے ہیں۔ یہ غلط ہے کہ ہم نے انہیں اختیارات دیئے ہیں۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اختیارات دراصل باباصاحب کے ادارے کو حاصل ہیں۔"

"کیا یہ غلط ہے کہ سپرماسٹر کے کئی خیال خوانی کرنے والوں کو اغوا کرکے فرانس میں کہیں چھپایا گیا ہے؟"

"کوئی بھی ملک کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے دشمنی نہیں کرتا کیونکہ دشمنی کے نتیجے میں ناقابلِ تلافی نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ پھر ہم سپرماسٹر کے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو کیسے اغوا کرسکتے ہیں؟"

"آپ کی حکومت نے براہِ راست ایسا نہیں کیا۔ سونیا اور علی تیمور نے کیا ہے؟"

"تو پھر اس سلسلے میں آپ ان سے گفتگو کریں۔"

"اسرائیل کے گولڈن برینز سے کئی بڑے ممالک کو نقصان پہنچتا تھا۔ آپ کا ملک بھی ان سے نقصان اٹھاتا رہا۔ سونیا نے آپ لوگوں کو ان سے نجات دلادی۔ کوئی آج تک ان کی صورت نہ دیکھ سکا' ان کی اصل آواز نہ سن سکا۔ سونیا ان کی شہ رگ تک پہنچ گئی۔ آپ اس سلسلے میں کچھ کہیں گے؟"

"میں حیران ہوں کہ سونیا ان کی شہ رگ تک کیسے پہنچ گئی جبکہ گولڈن برینز اسرائیل میں تھے اور سونیا یہاں پیرس میں ہے۔"

حیرانی سے پوچھا گیا "یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ سونیا پیرس میں ہے؟"

"جی ہاں' یہ ہمیں بدنام کرنے کی سازش ہے۔ اسرائیل کے یہودی اکابرین اور سپرماسٹر دنیا والوں کو یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ ہم سونیا کے ذریعے انہیں نقصان پہنچا رہے ہیں۔ ان کا جھوٹ ظاہر کرنے کے لئے آپ سونیا سے یہاں ملاقات کرسکتے ہیں۔"

"ہم اپنے بین الاقوامی نشریاتی رابطے کے ذریعے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کرتے ہیں۔ ہم یہاں سے سونیا کو دنیا والوں کے سامنے ضرور پیش کریں گے۔"

اس کے بعد نمائندے نے ایک مختصر سی تقریر گولڈن برینز کے سلسلے میں کی پھر اسکرین پر سونیا نظر آئی۔ اس کے علاوہ ایک اور شخص تھا۔ نمائندے نے بتایا وہ شخص سپرماسٹر کا ایک خاص ماتحت ہے۔

نمائندے نے پوچھا "مادام سونیا! آپ کب سے پیرس میں ہیں؟"

"تقریباً بائیس برس سے۔"

"کیا آپ اسرائیل گئی تھیں؟"

"کوئی چھ برس پہلے گئی تھی۔"

"آپ پر الزام ہے کہ پچھلی رات تل ابیب میں تھیں۔ آپ نے چار گولڈن برینز کو ہلاک کیا اور ان کے خفیہ اڈے کو بھی تباہ کردیا۔ وہاں کے حکام کو وارننگ دی ہے کہ انہوں نے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے پاپا ڈوک کو آپ کے سامنے پیش نہ کیا تو آپ وہاں کے حکام اور فوجی افسران کو ہلاک کردیں گی۔"

"پھر تو انہیں ہلاک کرنے کے لئے مجھے تل ابیب میں ہونا چاہئے تھا جبکہ دنیا اس بین الاقوامی نشریاتی رابطہ کے ذریعے مجھے پیرس میں دیکھ رہی ہے۔"

"یہ حیرانی کی بات ہے۔"

"کوئی حیرانی کی بات نہیں ہے۔ جب میں پیرس میں ہوں تو صاف ظاہر ہے کہ اسرائیلی حکام سپرماسٹر کے ساتھ مل کر مجھے اور حکومتِ فرانس کو بدنام کررہے ہیں۔"

"تو پھر وہاں اتنی تباہی کس نے مچائی؟"

"میں یقین سے نہیں کہہ سکتی۔ ایک اندازے سے کہہ سکتی ہوں کہ فلسطینی مجاہدین نے تل ابیب میں انتقامی کارروائی کی ہے۔ ابھی مجھے بتایا گیا ہے کہ وہ خفیہ اڈا وہاں کی نیشنل لائبریری میں تھا۔ اب پتا نہیں ان مجاہدین نے اسے خفیہ اڈا سمجھ کر تباہ کیا ہے یا محض ایک بڑی لائبریری کو تباہ کرکے اپنے مطالبات منوانا چاہتے تھے۔"

نمائندے نے کہا "وہ مجاہدین گولڈن برینز کو پہچان گئے تھے... اسی وجہ سے انہیں ایک ہی رات میں قتل کرڈالا۔"

"آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ قتل ہونے والے گولڈن برینز تھے۔ کیا اسرائیلی حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران حلفیہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ گولڈن برینز کو پہلے سے جانتے تھے اور اب ان کی لاشوں کو پہچان رہے ہیں؟"

"اگر وہ یہودی اکابرین انہیں پہلے سے جانتے ہوں تو تصدیق ہوجائے گی۔"

"ہرگز نہیں۔ ہمارے اور سپرماسٹر کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ان یہودی اکابرین کے دماغوں میں جاتے رہے ہیں۔ اگر وہ گولڈن برینز کو پہچانتے تو کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا ان کے چور خیالات پڑھ کر بہت عرصہ پہلے ہی انہیں بے نقاب کردیتا یا قتل کردیتا۔"

"آپ یہ کہنا چاہتی ہیں کہ وہ قتل ہونے والے گولڈن برینز نہیں ہیں؟"

"جی ہاں' یہودی اکابرین اور سپرماسٹر نے ہمیں بدنام کرنے کے لئے بہت کھوکھلا منصوبہ بنایا ہے۔ آپ کچھ عرصہ بعد سنیں گے کہ نئے گولڈن برینز نے سابقہ گولڈن برینز کا عہدہ سنبھال لیا ہے۔ جبکہ وہ نئے نہیں ہوں گے۔ وہی پرانے ہوں گے جو کبھی قتل نہیں کئے گئے۔"

"آپ کے دلائل میں وزن ہے۔ میں سپرماسٹر کے خاص ماتحت سے سوال کرتا ہوں۔ کیا آپ یہاں مادام سونیا کی موجودگی تسلیم کرتے ہیں؟"

ماتحت نے کہا "میں یقین سے نہیں کہہ سکتا۔ کچھ عرصہ پہلے

سونیا کی ایک ہم شکل نیویارک آئی تھی۔ اسے سونیا ثانی کا نام دیا گیا تھا۔"

دراصل وہ سونیا ثانی ہی تھی۔ وہ مسکرا کر بولی "آپ کو یہ بھی یاد ہوگا کہ آپ نے میرے لئے خفیہ اینٹی میک اپ کیمرے نصب کئے تھے۔ ان کیمروں سے ثابت ہوا کہ وہ ہم شکل دوہرے میک اپ میں تھی۔ میک اپ کی تہ میں اصل سونیا کا چہرہ تھا۔ کیا یہ ثابت ہوگیا تھا؟"

ماتحت نے تسلیم کیا "جی ہاں' ثابت ہوگیا تھا۔"

"پھر تو میں ہی نیویارک میں تھی سونیا ثانی نہیں تھی۔ دنیا ہمیں اسکرین پر دیکھ رہی ہے۔ آپ آئیں' میرے چہرے اور گردن کا معائنہ کریں۔ ماسک میک اپ ہوگا تو چھپا نہیں رہے گا۔ اینٹی میک اپ کیمرا بھی لے آئیں۔"

اسکرین پر سونیا ثانی کا معائنہ کرتے ہوئے دکھایا گیا۔ اینٹی میک اپ کیمرے کے ذریعے بھی اسے دیکھا گیا۔ وہ سو فیصد سونیا ثابت ہورہی تھی۔ ماتحت نے کہا "ہوسکتا ہے' پلاسٹک سرجری کے ذریعے مادام سونیا کی یہ ڈمی بنائی گئی ہو۔"

"میں نے ثابت کردیا کہ سونیا ہوں۔ تم ثابت کردو کہ میں ڈمی ہوں۔"

وہ یا اس کے بڑے ثابت نہیں کرسکتے تھے۔ بڑے ممالک کے سربراہوں کے انٹرویو جاری تھے۔ پھر اسرائیلی فوج کے جنرل ٹائر کو اسکرین پر دکھایا گیا۔ نمائندے نے کہا "ابھی آپ نے سونیا کو پیرس میں دیکھا ہے۔ کیا اب بھی آپ کی حکومت اس الزام پر قائم رہے گی کہ سونیا نے پچھلی رات تخریب کاری کی تھی؟"

جنرل ٹائر نے کہا "سونیا زبردست مکار ہے۔ کبھی حل نہ ہونے والا ایک معمّا ہے۔ چھلاوہ ہے۔ پلک جھپکتے ہی اِدھر سے اُدھر ہوجاتی ہے۔ میں اب بھی یہی کہتا ہوں کہ پچھلی رات سونیا تل ابیب میں تھی۔ اس نے تخریب کاری کی۔ پھر صبح ہونے تک خفیہ ذرائع سے پیرس پہنچ گئی۔"

"یہ کیسے ممکن ہے؟ کیا اسرائیل کی سرحدیں اتنی کمزور ہیں کہ وہ جب چاہے آتی جاتی رہتی ہے؟"

"فرہاد کی فیملی کے ہر ممبر کے لئے ہر ملک کی سرحدیں کمزور ہیں۔ یہ لوگ امریکا اور روس میں گھس آتے ہیں اور جب چاہتے ہیں نکل جاتے ہیں۔ ہمارا ملک تو بہت چھوٹا ہے۔"

"پھر بھی مادام سونیا نے ثابت کردیا ہے کہ وہ آپ کے ملک میں نہیں ہیں۔ آپ دوسرے پہلو پر غور کریں۔ کوئی دوسرا گروہ تخریب کاری کا مرتکب ہوسکتا ہے۔ اس گروہ کی کسی عورت نے سونیا کا نام استعمال کیا ہوگا۔"

"ہرگز نہیں۔ اتنا بڑا نقصان وہی ایک عورت پہنچا سکتی ہے۔"

"ہم نے باباصاحب کے ادارے کے ایک اعلیٰ عہدیدار سے گفتگو کی ہے۔ اس عہدیدار کا بیان ہے کہ پچھلے کئی ماہ سے اسرائیل میں سی آئی اے کے ایجنٹ سرگرمِ عمل ہیں۔ سی آئی اے کی ایک بدنامِ زمانہ ایجنٹ جوسی واویلا تل ابیب میں موجود ہے۔ اگر اسرائیلی حکام اپنی آنکھوں پر سے امریکی امداد کی پٹی ہٹا کر دیکھیں تو انہیں گولڈن برینز کی موت اور خفیہ اڈے کی تباہی میں جوسی واویلا کی مکاریاں نظر آئیں گی۔ سپرماسٹر ایک طرف اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اسرائیل کی مدد کے لئے بھیج رہا ہے۔ دوسری طرف اس کی سی آئی اے نے گولڈن برینز کو قتل کرکے اسرائیل کی داخلہ اور خارجہ پالیسیوں کی پُراسراریت ختم کردی ہے۔"

"میں نہیں مانتا' امریکا ہمارا باپ ہے۔ اس نے ہمارے ملک کو پیدا کیا ہے۔ یہودی قوم کو ایک نئی زندگی اور نئی طاقت دی ہے۔ وہ کبھی ہماری تباہی نہیں چاہے گا۔ باباصاحب کے ادارے والے ہمیں آپس میں لڑانے کے لئے ایسا بیان دے رہے ہیں۔"

سلمان واسطی ٹی وی کے سامنے بیٹھا انہیں دیکھ رہا تھا۔ ان کی باتیں سن رہا تھا۔ اس نے نمائندے کے دماغ میں جگہ بنائی۔ پھر اس کی زبان سے کہا۔ "کیا آپ اس بات سے انکار کرتے ہیں کہ جوسی واویلا جس ملک میں جاتی ہے وہاں کے بنیادی راز معلوم کرکے اس ملک کو کمزور بنادیتی ہے۔"

"میں مانتا ہوں' سی آئی اے ایجنٹ جوسی واویلا نہایت خطرناک عورت ہے۔ بڑے بڑے ممالک اسے اپنی سرحد میں

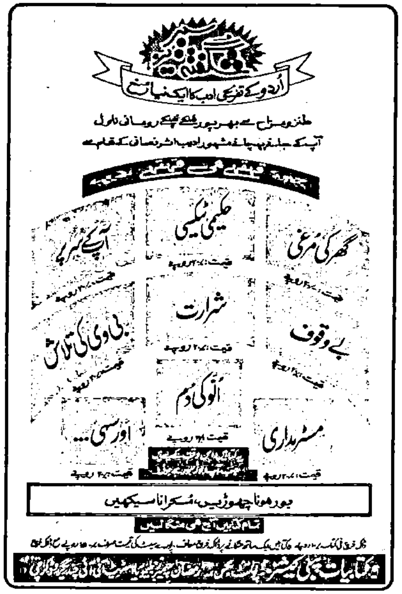

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

داخل ہونے نہیں دیتے۔ ہم نے بھی سپرماسٹر سے کہا ہے کہ اس عورت کو ہمارے ملک میں نہیں آنا چاہئے۔"

"اس کے باوجود وہ تل ابیب میں موجود ہے۔"

"یہ نہیں ہو سکتا۔ سپرماسٹر اپنے وعدے کا پابند ہے۔"

"وہ وعدہ ہی کیا جسے امریکا وفا کرے۔ آپ جوسی داویلا کو اسی شہر میں گرفتار کر سکتے ہیں۔"

"آپ بین الاقوامی نشریاتی ادارے کے ایک نمائندے ہیں۔ آپ یہ انٹرویو کر رہے ہیں یا جاسوسی فرما رہے ہیں۔"

"اس وقت میں نمائندہ نہیں ہوں۔ سلمان واسطی میری زبان سے بول رہا ہے۔"

کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی موجودگی ظاہر ہوتے ہی اسکرین بجھ گیا۔ پھر دوسرے پروگرام نظر آنے لگے۔ ادھر جنرل ٹائزٹی وی کے نمائندے سے پوچھ رہا تھا "کیا واقعی مسٹر سلمان موجود ہیں؟"

سلمان نے جنرل کے دماغ میں آکر کہا "اب میں تمہارے پاس ہوں اور تمہیں جوسی داویلا تک پہنچا سکتا ہوں۔"

"اگر وہ عورت یہاں ہے تو ہم سپرماسٹر سے سخت احتجاج کریں گے۔"

"صرف احتجاج کرو گے، اسے گرفتار نہیں کرو گے؟"

"ضرور گرفتار کروں گا۔"

"کیا بین الاقوامی رابطے کے ذریعے دنیا والوں کو نہیں بتاؤ گے کہ سپرماسٹر کس طرح دہری چال چل رہا ہے۔ جوسی کے ساتھ ایک خیال خوانی کرنے والا بھی ہے۔ دونوں نے مل کر گولڈن برنیز کو ہلاک کیا ہے۔ اور مسز سونیا کو بدنام کیا جا رہا ہے۔"

"مسٹر سلمان! جوسی داویلا کی موجودگی سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ گولڈن برنیز کی قاتل ہے۔ البتہ اس کی موجودگی قابلِ اعتراض ہے۔ ہم سپرماسٹر سے شکایت کریں گے۔"

"اگر جوسی داویلا کو اسکرین پر لا کر دنیا والوں کے سامنے پیش کرو گے اور سپرماسٹر کی دہری چال کا انکشاف کرو گے تو میں ابھی اس عورت کو گرفتار کرا دوں گا ورنہ وہ بدستور روپوش رہے گی، تم لوگ کبھی اسے پا نہ سکو گے اور وہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کے ساتھ اندر ہی اندر تمہیں کھوکھلا کرتی رہے گی۔"

"ہم اس عورت کو اس ملک میں برداشت نہیں کریں گے۔ پلیز، اس کی نشاندہی کرو۔"

"کیوں کروں؟ ہمارا کیا فائدہ ہے؟ تم مسز سونیا پر جس طرح الزام لگا رہے تھے اسی طرح سپرماسٹر پر کھلے عام الزام لگاؤ۔"

"پلیز، سمجھنے کی کوشش کرو۔ سیاسی حکمت عملی یہ ہے کہ جسے ہم دوست کہتے ہیں اسے کھل کر الزام نہ دیں بلکہ درپردہ دشمنی کا جواب دشمنی سے دیں۔ جس طرح امریکا ہر پہلو سے ہماری مدد کرتا ہے مگر اپنے لئے ہمیں سیاسی طور پر کمزور رکھتا ہے اور ہمیں خبر نہیں ہونے دیتا۔ اسی طرح ہم خبر نہیں ہونے دیں گے اور جوسی داویلا کو قتل کر دیں گے۔"

"کیا امریکی سی آئی اے اس کے قتل کا حساب نہیں لے گی۔"

"حساب لے گی تو ہم کہیں گے، ہمیں کیا معلوم تھا کہ قتل ہونے والی جوسی داویلا تھی۔ چونکہ اس کا داخلہ ممنوع تھا اس لئے کبھی یہ سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا کہ وہ ہمارے ہاتھوں قتل ہو رہی ہے۔"

"چلو یہی سہی، میں تمہارے جاسوس کو اس عورت تک پہنچا دوں گا۔ جاسوس سے کہو اپنے ساتھ ایک مضبوط ٹیم لے جائے۔ وہ عورت زبردست ہے۔ ڈاج دے کر نکل جائے گی۔"

سلمان دو روز پہلے ڈی بورین کے دماغ میں گیا تھا تاکہ مقررہ وقت کے مطابق تنویمی عمل کی تجدید کر کے اسے بدستور معمول بنائے رکھے۔ ایسے وقت معلوم ہوا کہ وہ جوسی داویلا کے ساتھ تل ابیب میں ہے۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ جوسی گولڈن برنیز تک پہنچنے کی جدوجہد میں مصروف ہے مگر ابھی اسے کوئی راستہ نہیں مل رہا ہے۔

سلمان دوسری بار ڈی بورین کے دماغ میں پہنچا تو پتا چلا جوسی نے گولڈن برنیز تک پہنچنے کا راستہ ڈھونڈ لیا تھا۔ انجینئر جوائے رومیرو کی بیوی کے پاس بورین کو بھیجا تاکہ وہ انجینئر کی تصویریں دیکھ کر، تصویر کی آنکھوں میں جھانک کر اس کے دماغ میں جائے اور معلوم کرے کہ اس نے خفیہ اڈا کہاں تعمیر کیا تھا؟

اس سے پہلے کہ ڈی بورین تصویر کی آنکھوں میں جھانکتا، سونیا وہ تصویریں چھین کر لے گئی تھی۔ جوسی نے ناراض ہو کر بورین سے پوچھا "وہ کون تھی جو تصویریں لے گئی؟ اور تم ایک عورت سے کیسے مار کھا گئے؟"

صرف بورین زخمی نہیں تھا، جوسی کی پیشانی سے بھی لہو بہہ رہا تھا۔ سینے میں تکلیف ہو رہی تھی۔ بورین نے پوچھا۔ "تم تو بہت چالاک سمجھی جاتی ہو پھر تم کیسے مار کھا گئیں؟"

"میں دھوکا کھا گئی۔ وہ بدحواسی میں دوڑتی ہوئی آئی تھی۔ میں اپنی کار کے پاس تھی۔ اس نے گھبرا کر کہا، یہ اہم تصویریں لے کر بھاگو۔ بورین بنگلے کے اندر دشمنوں سے نمٹ رہا ہے۔ میری نظروں میں تصویریں اہم تھیں۔ میں نے سوچا تم تصویر کی آنکھوں میں جھانکنے کے لئے بعد میں آجاؤ گے۔ اس کمبخت عورت نے میرے لئے کار کا دروازہ کھولا پھر بھی اس کی چالاکی سمجھ میں نہیں آئی۔ جب اس نے دروازہ مجھ پر پوری قوت سے مارا تب چالاکی سمجھ میں آئی اور تب تک پانی سر سے گزر چکا تھا۔ مجھے ایسی سخت چوٹیں آئیں کہ میں سنبھل نہ سکی۔ اس نے دوسری بار دروازے کو مجھ پر مارا پھر جو تصویریں مجھے دی تھیں وہ واپس لے کر فرار ہو گئی۔ میری ایسی توہین کبھی نہیں ہوئی۔ وہ عورت جیسے میرے ہاتھوں میں لڈو رکھ کر پھر جوتے مار کر لڈو واپس لے گئی ہے۔ مجھ سے اس انداز میں ٹکرا کر نکل جانے والی عورت سونیا ہی ہو سکتی ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے؟"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔"

"آخر اسے یہ کیسے معلوم ہو گیا کہ ہم انجینئر کی تصویریں حاصل کرنے آئے ہیں؟"

"تم کار چلا کر یہاں تک آئی ہو۔ اس نے تمہارا پیچھا کیا ہے۔ تم نے اسے اپنے پیچھے لگایا ہے۔"

"بکواس نہ کرو۔ میری گاڑی پر اور میری پیشانی پر نہ میرا نام لکھا تھا نہ کوئی ارادہ لکھا تھا۔ پھر وہ کیسے سمجھ لیتی کہ میں کون ہوں اور کس ارادے سے کہاں جا رہی ہوں؟"

"درست کہتی ہو۔ یہ سونیا چڑیل ہے، کوئی بدروح ہے۔ پتا نہیں ہمارے ارادوں کو کیسے سمجھ لیتی ہے۔ ویسے ہم نے بہت بڑی بازی ہاری ہے۔ میں تصویروں کے ذریعے انجینئر تک پہنچ سکتا تھا۔ گولڈن برنیز کے بہت سے راز معلوم کر سکتا تھا مگر اب ہم پچھتاوے کے سوا کچھ اور نہیں کر سکتے۔ پتا نہیں وہ کہاں چھپی ہوئی ہے۔"

"میں گولڈن برنیز تک پہنچتے یہاں آئی تھی۔ اب سونیا تک پہنچنے کا راستہ ڈھونڈنا ہو گا۔"

"جو ہمارا منصوبہ ہے وہی اس کمبخت کا ہے۔ تصویریں لے جانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا خاص خیال خوانی کرنے والا پائن وولف تصویر کی آنکھوں میں جھانک کر انجینئر کے دماغ میں جائے گا اور گولڈن برنیز کے خفیہ اڈے کا پتا معلوم کرے گا۔"

جوسی نے کہا "اور شاید وہ ایسا کر چکا ہو گا۔"

صبح تصدیق ہو گئی کہ سونیا اور وولف نے جوسی اور بورین کے منصوبے پر عمل کیا ہے۔ اڈا تباہ ہو چکا ہے اور مختلف علاقوں میں تین افراد کی لاشیں پائی گئی ہیں۔ چوتھی لاش نیشنل لائبریری کے تہ خانے میں ملی۔ اسرائیلی حکام دعوے کر رہے تھے کہ وہ چاروں گولڈن برنیز کی لاشیں ہیں لیکن وہ گولڈن برنیز ثابت نہیں ہو سکتے تھے۔

جوسی داویلا بین الاقوامی نشریاتی پروگرام دیکھ رہی تھی۔ اس پروگرام کے میزبان نے بتایا کہ سونیا پیرس میں ہے اور بابا صاحب کے ادارے کا ایک اعلیٰ عہدیدار بیان دے رہا ہے کہ تل ابیب میں سی آئی اے کی بدنام زمانہ ایجنٹ جوسی داویلا ایک خیال خوانی کرنے والے کے ساتھ موجود ہے۔ یہ اتنی بچی رپورٹ تھی کہ جوسی داویلا پریشان ہو گئی۔ اس نے بورین سے کہا۔ "بابا صاحب کے ادارے والے مجھے یہاں بے نقاب کرنا چاہتے ہیں۔ مجھے اپنا میک اپ بدلنا ہو گا۔ موجودہ روپ میں سونیا سے میرا سامنا ہو چکا ہے۔"

بورین نے پوچھا "کیا تمہارا خیال ہے، سونیا ہماری اس پناہ گاہ تک پہنچ جائے گی؟ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ وہ پیرس میں پہنچ گئی ہے؟"

"میں نہیں مانتی۔ یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ راتوں رات تخریب کاری کر کے صبح پیرس پہنچ جائے۔ اسرائیل کی سرحدیں اتنی کمزور بھی نہیں ہیں۔ تم نے دیکھا تھا، ہم کتنی مشکلوں سے اس ملک میں داخل ہوئے تھے۔ سونیا یہاں ہے اور میرے لئے خطرہ بن گئی ہے۔"

"تم اس سے چھپنا چاہتی ہو؟"

"اس سے چھپ کر اس کے سامنے چارا ڈال کر حملہ کروں گی۔ اس کے ہاتھ پاؤں توڑ کر اسے اپاہج بنا کر زندہ رکھوں گی۔"

"تمہاری پلاننگ کیا ہے؟"

"یہاں کے سی آئی اے چیف سے رابطہ کرو۔ اس سے کہو، دو گھنٹے کے اندر میری ایک ہم شکل اس رہائش گاہ میں بھیج دے۔ ... میں دوسرے روپ میں یہاں سے نکل کر قریب ہی کہیں چھپی رہوں گی۔"

وہ بات ادھوری چھوڑ کر ٹی وی کی طرف چونک کر دیکھنے لگی اسکرین پر پروگرام کا میزبان، جنرل ٹائز سے کہہ رہا تھا۔ "اس وقت میں نمائندہ نہیں ہوں۔ سلمان واسطی میری زبان سے بول رہا ہے۔"

یہ سنتے ہی جوسی اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ ٹی وی کا اسکرین تھوڑی دیر کے لئے سادہ ہو گیا تھا۔ پھر دوسرا پروگرام شروع ہو گیا تھا۔ اس کا مطلب تھا سلمان وہاں جنرل ٹائز کو سی آئی اے ایجنٹوں کے خلاف بھڑکا رہا ہو گا۔ جوسی سمجھ گئی تھی۔ سلمان یہودی سراغرسانوں کو اب اس کے پیچھے لگائے گا۔ یا پھر سونیا کو ادھر روانہ کرے گا۔

وہ بے چینی سے بولی "بورن! کیا کر رہے ہو؟ خیال خوانی کرو۔ چیف سے کہو کسی لڑکی کو میری ہم شکل بنا کر جلد سے جلد یہاں بھیج دے۔"

وہ سنگار میز کے سامنے بیٹھ کر اپنے چہرے پر تبدیلیاں کرنے لگی۔ وہ کسی معاملے میں سونیا کی برق رفتاری کو خوب سمجھتی تھی لیکن یہ مشاہدہ نہیں تھا کہ اس کے ساتھی بھی کیسے برق رفتار ہیں۔ ابھی اس نے اچھی طرح چہرے پر تبدیلیاں نہیں کی تھیں کہ رہائش گاہ کے باہر گاڑیوں کی آوازیں سنائی دیں۔ اس نے فوراً ہی اندر کی تمام لائٹس بجھا دیں۔ پہلے ایک کمرے کی کھڑکی سے دیکھا۔ فوجی جوان احاطے کے باہر دو گاڑیوں سے اتر رہے تھے اور رہائش گاہ کو گھیر رہے تھے۔

وہ دوڑتی ہوئی دوسرے کمرے میں گئی وہاں ایک کھڑکی سے پچھلے حصے کی طرف دیکھا۔ بورین دوڑتا ہوا آیا پھر گھبرا کر بولا۔ "مکان کے پچھلے حصے سے بھی فوجی آ رہے ہیں۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

جوسی نے ایک ایرو شوٹر اور نائلون کی رسیوں کا بنڈل بورین کو دیا۔ دوسرا ایرو شوٹر اور رسیاں خود لیں پھر وہ دونوں دوڑتے ہوئے چھت کی طرف جانے لگے۔

سلمان ڈی بورین کے دماغ میں تھا' وہاں سے نکل کر ملٹری انٹیلیجنس چیف کے دماغ میں آیا۔ وہ چیف فوجی جوانوں کے ساتھ اس مکان کے باہر موجود تھا۔ سلمان نے کہا "وہ دونوں ایرو شوٹر کے ذریعے اس اونچے درخت پر کمند ڈالیں گے۔ پھر رسیوں سے لٹکتے ہوئے اپنے مکان کی چھت سے دوسرے مکان کے احاطے میں پہنچ جائیں گے۔ چھت کی طرف دیکھو۔"

چیف نے دیکھا' ایک تیر چھت پر سے سنسناتا ہوا قریبی درخت کی ایک شاخ میں جاکر اندر گہرائی تک پیوست ہوگیا تھا۔ تیر کے پچھلے حصے سے نائلون کی رسی منسلک تھی۔ جوسی واویلا اس رسی کے ذریعے جھولتی ہوئی دوسرے مکان کے احاطے میں جارہی تھی۔ چیف نے حکم دیا "فائر کرو۔"

حکم کی تعمیل ہونے تک جوسی دوسری طرف پہنچ گئی تھی۔ اب بورین نے دوسرا ایرو شوٹر استعمال کیا تھا۔ وہ بھی اسی طرح جانے والا تھا۔ سلمان نے کہا "اسے گولی نہ مارنا۔"

چیف نے پوچھا "کیا دوسرے شکار کو بھی جانے دیں۔"

سلمان نے کہا "تمہارے جوان جوسی کے پیچھے گئے ہیں۔ بورین بھی اس کے پیچھے جائے گا اور اس کے ساتھ نہیں رہے گا تو میں جوسی کی نشاندہی نہیں کرسکوں گا۔ وہ یوگا کی ماہر ہے۔ مجھے دماغ میں نہیں آنے دے گی۔"

ان باتوں کے دوران بورین بھی دوسرے مکان کے احاطے میں چلا گیا تھا۔ تمام فوجی جوان ان کے تعاقب میں گئے تھے۔ سلمان بورین کے دماغ میں آیا۔ پتا چلا جوسی اس سے بچھڑ گئی ہے۔ ...کسی دوسری طرف چلی گئی ہے اور وہ دوسری طرف بھاگا جارہا تھا۔ سلمان نے چیف سے کہا "وہ عورت تمہارے سامنے رسی سے جھولتی ہوئی گئی' تم چاہتے تو ایک فائر سے رسی کو توڑ سکتے تھے اسے گرفتار کرسکتے تھے۔ یہ تمہیں کس گدھے نے چیف بنایا ہے؟"

"آپ میری انسلٹ کررہے ہیں۔ میں ٹیلی پیتھی کے خوف سے یہ توہین برداشت کررہا ہوں۔"

"برداشت کرنا ہی ہوگا۔ جوسی ہاتھ سے نکل گئی تو میں تمہارے دماغ میں زلزلہ پیدا کردوں گا۔ اپنے جوانوں سے کہو۔ بورین کا پیچھا نہ کریں' میں ابھی ایک منٹ میں جوسی کی نشاندہی کروں گا۔"

سلمان' بورین کے پاس آیا۔ وہ ایک گیراج میں چھپا ہوا ہانپ رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔ پتا نہیں جوسی کدھر چلی گئی ہے۔

اس نے میری مرضی کے مطابق اس سے رابطہ کیا۔ دماغ میں پہنچتے ہی بولا "میں خیریت سے ہوں۔ تم کہاں ہو؟ دیکھو تمہیں کوئی گرفتار کرنے آئے تو مجھے اس کی آواز ضرور سنانا۔ پھر میں اسے تمہارے راستے سے ہٹادوں گا۔"

جوسی نے ایک کاروالے سے لفٹ لی تھی۔ لفٹ دینے والا ایک عیاش تھا۔ ایک حسین عورت کو دیکھ کر کچھ پوچھے بغیر اپنے ساتھ اگلی سیٹ پر بٹھالیا تھا۔ وہ کہہ رہی تھی "میں گھر سے بھاگ کر اپنے عاشق سے ملنے جارہی تھی۔ چند غنڈے میرے پیچھے پڑ گئے۔ آپ نے لفٹ دے کر مجھ پر احسان کیا ہے۔"

وہ بولا "اس میں احسان کی کیا بات ہے۔ جب تک خطرہ نہ ٹلے تم میرے بنگلے میں چھپی رہو۔ وہاں تم عیش و آرام سے رہوگی۔"

سلمان نے اس شخص کے دماغ میں پہنچ کر ضروری معلومات حاصل کیں پھر چیف کے پاس آکر اس کار کا رنگ اور نمبر بتاتے ہوئے بولا "وہ کار ریس کورس کو جانے والی شاہراہ پر سے گزر رہی ہے۔ کاروالا جوسی کو ساحلی کاٹیج نمبر دو سو ستر میں لے جائے گا۔ اس بار سہولت سے اور بڑی خاموشی سے اسے گھیر کر گرفتار کرو۔ اسے ذرا بھی آہٹ ملے گی تو وہ پھر فرار ہونے میں کامیاب ہوجائے گی۔"

وہ پھر بورین کے پاس آیا۔ وہ جوسی سے کہہ رہا تھا "تم اس کاروالے کے ساتھ نہ جاؤ۔ یہ عیاش ہے' بدمعاش ہے۔"

"تو پھر کہاں جاؤں؟"

"کسی دوسری جگہ پناہ لو۔"

"جہاں بھی پناہ لوں گی' وہاں کوئی مرد ضرور ہوگا۔ میرا حسن و شباب ایسے وقت مردوں کو الو بنانے میں کام آتا ہے۔"

"گویا تم مجھے بھی الو بنارہی ہو؟"

"تم سے تو دلی لگاؤ ہے۔ دوسرے عیاش مردوں سے اپنا کام نکالنے کی خاطر ان کی تنہائی میں جاتی ہوں۔ ایسا کرنے سے کوئی گھس تو نہیں جاتی ہوں۔"

"میں اس ساحلی کاٹیج کا پتا معلوم کرچکا ہوں جہاں یہ تمہیں لے جارہا ہے۔ میں آرہا ہوں۔ وہ تمہیں ہاتھ نہیں لگا سکے گا۔ میں اس کے عیش کدے میں اسے موت کی نیند سلادوں گا۔"

"دیکھو حسد اور رقابت میں اندھے بن کر آؤ گے تو تمہاری لاعلمی میں مجھے گرفتار کرنے والے تمہارے پیچھے چلے آئیں گے۔"

"میں آنکھیں کھلی رکھوں گا۔"

سلمان نے چیف کو بتایا کہ بورین ایک گیراج میں چھپا ہوا ہے۔ دو جوانوں کو سمجھاؤ کہ گیراج کے سامنے ٹہلتے رہیں... تاکہ بورین وہاں سے نہ نکل سکے۔

چیف نے کہا "میرے تمام فوجی جوان ساحلی کاٹیج کی طرف چلے گئے ہیں۔"

"شاباش! تم نے وقتِ ضرورت کے لئے اپنے ساتھ دو جوان بھی نہیں رکھے۔ کیا تم نے بورین کو بالکل ہی نظرانداز کر دیا ہے؟"

"آپ نے کہا تھا کہ بورین کا پیچھا نہ کیا جائے۔"

"پیچھا نہ کرنے کا مطلب یہ تو نہیں ہے کہ کسی ایمرجنسی کے لئے اپنے پاس چند سپاہی نہ رکھے جائیں۔"

سلمان نے جنرل ٹائر کے پاس آکر پوچھا "آپ نے کس گدھے کو ملٹری انٹیلی جنس کا چیف بنایا ہے۔ جوسی چاروں طرف سے گھر جانے کے بعد بھی اس کے ہاتھ سے نکل گئی۔ اسے گرفتار کرنے کا دوسرا موقع ملنے والا ہے مگر وہ نااہل افسر اس موقع کو بھی ضائع کردے گا۔"

جنرل نے فوراً ہی دو افسروں کو مزید جوانوں کے ساتھ ساحلی کاٹیج کی سمت روانہ کیا۔ سلمان اس عیاش کاروالے کے پاس آیا۔ پتا چلا جوسی اسے چھوڑ کر بھاگ گئی ہے۔ اس نے ریوالور دکھاکر اسے گاڑی روکنے کو کہا۔ پھر گاڑی سے اتر کر بولی "میں تمہاری دشمن نہیں ہوں لیکن محتاط رہ کر دیکھنا چاہتی ہوں کہ میرا تعاقب کرنے والے تمہارے کاٹیج تک آئیں گے یا نہیں؟ اگر نہیں آئے تو میں آدھے گھنٹے بعد کاٹیج میں آؤں گی اور شام تک تمہارا دل خوش کرتی رہوں گی۔"

وہ بولا "دل خوش کرنا چاہتی ہو تو ریوالور رکھ لو۔ میں کاٹیج میں تمہارا انتظار کروں گا۔"

وہ شخص کاٹیج میں آکر بیٹھا ہوا تھا۔ سلمان نے سوچا اگر فوجیوں نے اس کاٹیج کو گھیرنا چاہا تو جوسی پھر وہاں نہیں جائے گی۔ وہ انٹیلی جنس کے چیف اور نئے افسروں سے کہنا چاہتا تھا کہ اپنے جوانوں کو کاٹیج کی طرف جانے سے روک لیں لیکن دیر ہوچکی تھی۔ چیف نے جن فوجیوں کو ادھر روانہ کیا تھا وہ وہاں پہنچ گئے تھے اور ریت پر اوندھے منہ رینگتے ہوئے کاٹیج کا محاصرہ کررہے تھے۔

کام پھر بگڑ گیا۔ جوسی کہیں دور چھپ کر یہ تماشا دیکھ رہی ہوگی' اب وہ جال میں پھنسنے والی نہیں تھی۔ سلمان بورین کے پاس آیا۔ وہ گیراج سے نکل کر ایک پارک میں آگیا تھا اور جوسی کے دماغ میں کہہ رہا تھا۔ "میں گیراج سے نکل آیا ہوں۔ یہ تم فٹ پاتھ پر پیدل کیوں جارہی ہو؟"

"میں اس عیاش کو دھوکا دے کر حیفہ روڈ کی طرف جارہی ہوں۔ وہاں جو پہلا اسنیک بار ہے اس کے کیبن میں تمہارا انتظار کروں گی۔ اب میرے دماغ میں نہ آنا۔ میں موجودہ حالات پر غور کرنا چاہتی ہوں۔ تمہارے آنے سے ڈسٹرب ہوجاتی ہوں۔"

جوسی نے ہاتھ کے اشارے سے ایک ٹیکسی کو روکتے ہوئے سانس روک لی۔ بورین اس کے دماغ سے نکل آیا۔ وہ بھی ایک ٹیکسی والے کو اشارے سے بلانے لگا۔ میں نے نئے افسروں سے کہا "تم دونوں سادہ لباس میں ہو لہٰذا اپنے ساتھ کسی فوجی جوان کو نہ رکھو۔ حیفہ روڈ کے مائیکل اسنیک بار میں فوراً پہنچو۔ وہ ایک کیبن میں ملے گی۔ بلیو اسکرٹ اور ریلو بلاؤز میں ہے۔ بالوں کو ییلو ربن سے باندھا ہوا ہے۔"

سلمان کی باتیں ختم ہونے سے پہلے ہی وہ حیفہ روڈ کی طرف چل پڑے تھے۔ بڑی تیز رفتاری سے موٹر سائیکل چلا رہے تھے۔ سلمان نے بورین کے پاس آکر دیکھا۔ وہ ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ ٹیکسی رکی ہوئی تھی۔ اس کے انجن میں کچھ خرابی پیدا ہوگئی تھی۔ اس نے جوسی کو مخاطب کیا۔ وہ بولی "میں نے منع کیا تھا۔ مجھے ڈسٹرب نہ کرنا۔ تنہائی میں کچھ تو سوچنے دو۔ جاؤ یہاں سے۔"

"جاتا ہوں۔ صرف یہ کہنے آیا ہوں کہ جس ٹیکسی میں میں آرہا تھا اس میں خرابی پیدا ہوگئی ہے۔ اگر یہ پانچ منٹ میں ٹھیک نہ ہوئی تو میں دوسری ٹیکسی میں آؤں گا۔ میرا انتظار کرنا۔"

وہ دماغی طور پر واپس آگیا۔ سلمان نے اس کے ذریعے دیکھا تھا کہ وہ ایک چھوٹے سے کیبن میں بیٹھی ہوئی تھی۔ یعنی اسنیک بار میں پہنچ کر موجودہ حالات پر غور کررہی تھی۔ ادھر نئے افسروں نے پہنچنے میں دیر نہیں کی' وہ اسنیک بار میں داخل ہوکر ایک ایک کیبن میں جاکر دیکھنے لگے۔ دوپہر کے وقت بار ویران سا تھا۔ وہاں چند نوجوان تھے مگر کوئی لڑکی نہیں تھی۔ بلیو اسکرٹ اور ریلو بلاؤز کہیں نظر نہیں آیا۔

بڑی حیرانی کی بات تھی۔ سلمان نے افسروں سے کہا "ابھی چند سیکنڈ پہلے میں نے اسے ایک کیبن میں دیکھا تھا۔ کیا آس پاس کوئی اور اسنیک بار ہے؟"

ایک افسر نے کہا "جی ہاں ایک اوپن ائر ریسٹورنٹ ہے۔ ہم وہاں جاکر اسے تلاش کرتے ہیں۔"

وہ دونوں اوپن ائر ریسٹورنٹ میں آئے' وہاں بھی اندر کیبن بنے ہوئے تھے۔ انہوں نے ہر کیبن میں دیکھا ریستوران کے مالک سے سوالات کئے۔ وہ بولا "جی ہاں بلیو اسکرٹ اور ریلو بلاؤز والی حسینہ دو منٹ پہلے سامنے والے کیبن میں تھی۔ پھر آئس کریم کا بل ادا کرکے چلی گئی۔"

وہ بہت چالاک نکلی۔ جس اسنیک بار کے کیبن میں اسے جانا چاہئے تھا' وہاں نہیں گئی تھی۔ دوسرے ریستوران کے کیبن میں جاکر بیٹھ گئی' یوں سلمان دھوکا کھا گیا تھا۔ دھوکا کھانے کے بعد عقل آئی کہ جوسی کو بورین پر شبہ ہوگیا ہے۔ جو بات بورین کو معلوم ہوتی تھی اس کے مطابق فوجی جوسی کو گرفتار کرنے پہنچ جاتے تھے۔

ڈی بورین اس سے ملنے مائیکل اسنیک بار میں آیا لیکن ملاقات نہیں ہوئی۔ اس نے دماغی رابطہ قائم کرنا چاہا۔ جوسی نے سانس روک لی۔ اس نے کئی بار رابطے کی کوشش کی لیکن اس

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

عورت نے پھر اسے اپنے اندر آنے نہیں دیا۔

آخر اس نے مجبور ہو کر مرینا سے رابطہ کیا۔ مرینا سپر ماسٹر کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی مالکہ تھی۔ ان کے دماغوں پر حکومت کرتی تھی۔ وہ تمام خیال خوانی کرنے والے اس کے معمول اور تابعدار تھے۔ جب کوئی اہم بات ہوتی تو وہ مرینا کے دماغ میں آکر اپنے اپنے مخصوص کوڈورڈز ادا کرتے تھے۔ پھر کچھ کہے سنے بغیر اس کے دماغ سے واپس آجاتے تھے کیونکہ مرینا کسی کو اپنے دماغ میں آکر بولنے کی اجازت نہیں دیتی تھی۔

اس نے بورین کے پاس آکر پوچھا "کیا بات ہے؟"

وہ بولا "جوسی واویلا نے اچانک ہی مجھ سے رابطہ ختم کردیا ہے۔ میں وجہ معلوم کرنے جاتا ہوں تو وہ سانس روک لیتی ہے۔"

"کیا وہ تمہارے ذریعے کوئی خطرہ محسوس کررہی ہے؟ مجھے اپنے اور اس کے حالات بتاؤ۔"

وہ پچھلی رات سے اب تک کے تمام حالات بتانے لگا۔ مرینا نے سب کچھ سننے کے بعد کہا "صاف ظاہر ہے کہ جوسی کے متعلق جو بات تمہیں معلوم ہوتی ہے' وہ دشمنوں کو معلوم ہوجاتی ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے' کیسے معلوم ہوجاتی ہے۔ جواب ایک ہی ہے۔ تمہارا دل اور دماغ ایک دشمن خیال خوانی کرنے والے کے زیر اثر ہے۔ تم کیا کہتے ہو؟"

"یہ کیسے ممکن ہے؟"

"ذرا عقل سے سوچو۔ تم جوسی کے ساتھ جس مکان میں تھے اسے کوئی تیسرا نہیں جانتا تھا لیکن یہودی جاسوس اور فوجی وہاں پہنچ گئے۔"

وہ بولا "پچھلی رات سونیا سے ٹکراؤ ہوا تھا۔ اس نے ہمارا تعاقب کرنے کے بعد اس مکان کو دیکھا ہوگا۔"

"چلو مان لیتی ہوں۔ جوسی ایک شخص کے ساتھ ساحلی کاٹیج میں پناہ لینے جارہی تھی۔ یہ بات بھی صرف تمہیں معلوم تھی۔"

"اس شخص کو بھی معلوم تھی جو اسے عیاشی کے لئے لے جارہا تھا۔"

"کیا وہ شخص دشمن تھا؟ ٹیلی پیتھی جانتا تھا؟ کیا اس نے خیال خوانی کے ذریعے فوجیوں کو ساحلی کاٹیج میں بلایا تھا؟"

"نہیں' میں اس شخص کے دماغ میں جاکر چور خیالات پڑھ چکا ہوں۔ وہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتا تھا۔ اگر سلمان واسطی نے اس کے دماغ سے معلوم کیا ہے تو اس کی معلومات کا ذریعہ میں ہوں کیونکہ جوسی تو یوگا کی ماہر ہے۔"

"جوسی کو یہیں سے شبہ ہوا کہ دشمن تمہارے ذریعے اسے گھیر رہے ہیں اس نے شبے کی تصدیق کے لئے تمہیں مائیکل اسنیک بار میں ملنے کو کہا پھر تصدیق ہوگئی۔ وہاں بھی اسے گرفتار کرنے والے پہنچ گئے تھے۔"

"اچھا تو اسی لئے وہ اب مجھے دماغ میں آنے نہیں دیتی ہے۔"

"ہاں' جب سے تمہیں دور کیا ہے' تب سے محفوظ ہے۔ دشمن خیال خوانی کرنے والا جو تمہارے دماغ میں چھپ کر رہتا ہے' اب تمہارے ذریعے جوسی کو تلاش نہیں کرسکے گا۔ نہ ہی اسے گرفتار کراسکے گا۔"

"میں حیران ہوں ۔۔۔ تم نے مجھے اپنا معمول اور تابعدار بنایا ہے۔ پھر میں کسی اور کا تابعدار کیسے بن گیا ہوں؟ کیا تم نے مجھ پر تنویمی عمل کرتے وقت میرے دماغ میں کسی دشمن کا سراغ نہیں لگایا تھا؟"

"ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن بہت چالاک ہیں۔ جس وقت میں تم پر تنویمی عمل کررہی تھی تب وہ تمہارے دماغ میں چھپا ہوا تھا اور میرے عمل کو ناکام بنارہا ہوگا۔ اس سے پہلے بھی ایسا ہوا ہے۔ میں خوش تھی کہ میں نے پارس پر عمل کرکے اسے اپنا غلام بنالیا ہے۔ بعد میں پتا چلا' سلمان یا کوئی اور اس کے دماغ میں چھپا ہوا تھا اور میرے تنویمی عمل کا توڑ کررہا تھا۔ مختصر یہ کہ جس طرح پارس میرے ہاتھ سے نکل گیا اسی طرح تم بھی میرے معمول نہیں رہے ہو۔ سلمان بڑی خاموشی سے تمہارے دماغ میں رہتا ہے۔ بظاہر تمہیں میرا تابعدار بناتا ہے اور در پردہ تمہارے ذریعے ہمارے منصوبوں کو سمجھ لیتا ہے۔"

"یہ تو بڑی گہری چال ہے۔ انہوں نے اسی طرح معلوم کیا تھا کہ ہم انجینئر کی تصویر کے ذریعے گولڈن برینز کے خفیہ اڈے تک پہنچ سکتے ہیں۔ ہم صرف منصوبہ بنا کر رہ گئے اور انہوں نے اس پر عمل کرکے کامیابی حاصل کرلی۔"

مرینا نے کہا "اب تم ہمارے کسی منصوبے اور کسی معاملے میں شریک نہیں رہو گے' فوراً واپس آجاؤ۔"

"میں جہاں بھی آؤں گا یا جاؤں گا' دشمن میرے دماغ میں موجود رہے گا۔"

"میں دشمنوں کو دماغوں سے بھگانا جانتی ہوں۔ تم ٹریٹمنٹ بلیک آؤٹ سے گزرو گے تو دشمن جلد ہی تمہارے اندر سے نکل جائے گا۔"

ٹریٹمنٹ بلیک آؤٹ کا مطلب تھا تاریک قید خانہ۔ مرینا نے امریکا میں بھی ایک تاریک قید خانہ بنایا تھا۔ وہاں ایسے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو قیدی بنا کر رکھتی تھی جو بلاوا نسکی میں کے زیر اثر آجاتے تھے۔ جورا جوری' کینی پال' اور ٹینو سنتانا وغیرہ کے دماغ ہماری مٹھی میں تھے لیکن مرینا نے انہیں تاریک قید خانے میں رکھ کر ہمیں بے بس کردیا تھا۔ ہم ان سے نہ کام لے سکتے تھے۔ نہ اس قید خانے کا سراغ لگا کر وہاں سے انہیں نجات دلا سکتے تھے۔ آخر ہم نے ان کا پیچھا چھوڑ دیا تھا۔ مرینا نے انہیں اپنا تابعدار بنا لیا تھا۔

ڈی بورین نے کہا "ٹریٹمنٹ بلیک آؤٹ میرے مزاج کے خلاف ہے۔ میں کسی تاریک قید خانے میں نہیں رہوں گا۔"

"کیا اپنے دماغ میں سلمان واسطی کو برداشت کرتے رہو گے؟"

"میں اسے بھی برداشت نہیں کرسکتا۔"

"پھر کیا کرو گے؟"

"کوئی ایسا راستہ نکالو کہ میں تاریک قید خانے میں بھی نہ جاؤں اور وہ میرے دماغ سے ہمیشہ کے لئے چلا جائے۔"

"دوسرا راستہ یہ ہے کہ ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے تمہاری شخصیت اور تمہارا لہجہ بدل دیا جائے۔"

"یہ مناسب ہے۔"

"تو پھر چلے آؤ۔"

"ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ سلمان ہماری باتیں سن رہا ہوگا۔ شاید وہ مجھے ٹرانسفارمر مشین سے گزرنے نہیں دے گا۔"

"میں نادان نہیں ہوں۔ سمجھ رہی ہوں کہ سلمان تمہارے اندر چھپا ہوا یہ باتیں سن رہا ہے لیکن وہ تمہارے راستے کی رکاوٹ بن کر کوئی فائدہ حاصل نہیں کرسکے گا۔ کیونکہ آئندہ ہم تم سے کوئی ایسا کام نہیں لیں گے جو اسے فائدہ پہنچائے۔"

"اچھی بات ہے۔ میں جلد سے جلد یہاں کی سرحد پار کرکے آؤں گا۔"

اس دوران میں اور سونیا پچھلی رات کی نیند پوری کررہے تھے۔ دن کے تین بجے میری آنکھ کھلی' میں غسل وغیرہ سے فارغ ہوکر پیٹ کی آگ بجھا رہا تھا تب سلمان نے آکر کوڈورڈز ادا کئے۔ میں نے کہا "میرے پاس کیوں آئے ہو؟ تم تو سونیا کے غلام ہو۔ اس کے حکم سے میری بیوی کو غائب کردیتے ہو۔"

وہ عاجزی سے بولا "آپ ناراض نہ ہوں۔ ہم سب نے سسٹر کو اپنا لیڈر تسلیم کیا ہے۔ وہ ہمیشہ آپ کا بھلا چاہتی ہیں۔ انہوں نے ہمیں بتایا کہ لیلیٰ کچھ عرصے کے لئے دور ہوجائے گی تو آپ زخمی شیر کی طرح دشمنوں پر ٹوٹ پڑیں گے اور آپ نے واقعی یہ کیا۔ گولڈن برینز تک کوئی نہیں پہنچ سکتا تھا آپ پہنچ گئے۔ واقعی سسٹر کی حکمتِ عملی زبردست اور نتیجہ خیز ہوتی ہے۔"

"میں نے کارنامہ انجام دیا ہے اور تم سونیا کی تعریفیں کررہے ہو۔"

"میں آپ کی تعریفیں کررہا ہوں۔ سسٹر سے تو عقیدت ہے۔"

"لیلیٰ کیسی ہے؟"

"قسم لے لیجئے' میں لیلیٰ کے متعلق کچھ نہیں جانتا ہوں۔"

"پھر کیوں آئے ہو؟"

اس نے جوسی واویلا اور ڈی بورین کی روداد سنائی۔ آخر میں یہ بھی بتایا کہ بورین نے مرینا سے رابطہ قائم کیا تھا اور آئندہ وہ بورین کو ٹرانسفارمر مشین سے گزارنا چاہتی ہے تاکہ اس کی شخصیت اور لہجہ تبدیل ہوجائے تو ہم اس کے دماغ میں نہ پہنچ سکیں۔

میں نے کہا "تم نے یہ باتیں پہلے سونیا کو بتائی ہوں گی پھر اس کے مشورے پر میرے پاس آئے ہو۔"

"جی ہاں' وہ کہتی ہیں میں نے جوسی کے پیچھے وقت برباد کیا ہے' آپ آسانی سے اس کے پاس پہنچ جائیں گے۔"

"ٹھیک ہے' میں جوسی کے پاس جارہا ہوں۔"

"لیکن کیسے جائیں گے۔ وہ بورین سے رابطہ ختم کرچکی ہے۔"

"سلمان! کسی بھی عمل کے دوران ہر پہلو پر نظر رکھو۔ تم نے صرف بورین کو اہمیت دی۔ یہ کیوں بھول گئے کہ جوسی کا رابطہ اپنی سی آئی اے کی ٹیم سے رہتا ہوگا۔"

"جی ہاں' وہ بورین سے کہہ رہی تھی کہ سی آئی اے کے چیف سے رابطہ کرے اور کسی لڑکی کو اس کی ہم شکل بنا کر بھیجنے کے لئے کہہ دے۔ واقعی میں بورین کے ذریعے چیف کے دماغ میں پہنچوں گا تو جوسی کے متعلق کچھ نہ کچھ ضرور معلوم ہوگا۔"

"تو دیر کس بات کی ہے۔ فوراً بورین کو استعمال کرو۔"

وہ بورین کے دماغ میں گیا۔ میں بھی وہاں پہنچ گیا۔ اس نے بورین کی سوچ میں کہا "پتا نہیں جوسی خیریت سے ہے یا نہیں؟"

بورین کی اپنی سوچ نے کہا "وہ خیریت سے ہوگی۔ مجھے اس

موسیقی کی ا، ب، ت کا قاعدہ
گانا سیکھنے کیلئے نہایت موزوں کتاب

ابجدِ موسیقی

برصغیر کے نامور گلوکار مہدی حسن کہتے ہیں کہ:

موسیقی کے استاد نظام الدین خان کہتے ہیں کہ:

معروف ادیب و صحافی شکیل عادل زادہ کہتے ہیں کہ:

جواں نسل کے معروف شاعر جمال احسانی کہتے ہیں کہ:

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کی بھلائی کے لئے اس سے دور رہنا چاہئے۔"

میں نے سوچا سلمان کام بگاڑ دے گا۔ اس کے دماغ پر قبضہ جما کر سی آئی اے چیف سے رابطہ کرے گا تو دماغ کو آزاد چھوڑنے کے بعد بورن پریشان ہو کر مرینا سے کہہ دے گا کہ اس نے اپنے ارادے کے خلاف چیف سے جوسی کی خیریت معلوم کی تھی۔

میں نے سلمان کو ایسا کرنے سے روک دیا۔ اس نے پوچھا "پھر ہم کیسے چیف کے دماغ میں پہنچیں گے؟"

میں نے کہا "بورن کے دماغ میں پھر چلو مگر خاموش رہو۔ دیکھو کہ میں کیا کرتا ہوں۔"

ہم اس کے دماغ میں آئے۔ میں نے اس کے اندر انگڑائی پیدا کی۔ وہ انگڑائی لینے لگا تو میں نے اس کی سوچ میں کہا "ہائے جوسی تم دور ہو جاتی ہو تو یہ جسم تمہیں مانگتا ہے۔ میں اتنی دیر سے برداشت کر رہا تھا۔"

بورن کی سوچ نے تسلیم کیا کہ وہ واقعی بڑی دیر سے اندر ہی اندر جوسی کو طلب کر رہا ہے اور اسے سوچنا چاہئے کہ کس طرح یہ طلب پوری ہو سکتی ہے۔

میں نے اس کی سوچ میں کہا "ایک راستہ ہے۔ یہاں جوسی کے لئے بھی خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ میں اس سے کہوں گا کہ وہ بھی کچھ عرصے کے لئے میرے ساتھ امریکا چلے۔ وہاں ہم آزادی سے ملتے رہیں گے۔ جب خطرہ ٹل جائے گا تو وہ پھر یہاں آجائے۔"

اس نے قائل ہو کر چیف سے رابطہ کیا۔ پھر کہا "میری وجہ سے جوسی یہاں بے نقاب ہو گئی ہے۔ میں اس سے رابطہ نہیں کروں گا۔ تم میرا پیغام پہنچا دو۔ وہ کچھ عرصے کے لئے نیویارک چلی جائے۔ وہاں ہم آزادی سے اور محبت سے دن رات گزاریں گے۔"

چیف نے کہا "مسٹر بورن! اب میرا تعلق سی آئی اے سے نہیں رہا۔ میں واپس جا رہا ہوں۔ مس مرینا نے درست پیش گوئی کی تھی کہ دشمن خیال خوانی کرنے والے آئندہ تمہارے ذریعے میرے دماغ میں پہنچیں گے پھر میرے ذریعے سی آئی اے کی مصروفیات کو سمجھتے رہیں گے۔ اب ایسا کوئی چانس نہیں ہے۔"

بورن چیف کے دماغ سے نکل آیا۔ وہ ایک پارک میں بیٹھا ہوا تھا۔ اسے پناہ لینے کی مناسب جگہ نہیں مل رہی تھی۔ آج رات وہ اس ملک سے جانے والا تھا۔ اس کے ساتھ اسے یہ اندیشہ تھا کہ سلمان اس کے سرحد پار کرنے کے چور راستے کو دیکھتا رہے گا۔ ہو سکتا ہے اسے یہاں سے نہ جانے دے۔ دوست ہو یا دشمن، مرینا ہو یا سلمان، کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والے معمول کو نہ ہاتھ سے جانے دیتا ہے اور نہ یہ برداشت کرتا ہے کہ وہ اپنے پاس سے نکل کر مخالف پارٹی کے زیر اثر چلا جائے۔

اسی وقت مرینا نے اس کے دماغ میں کہا "درست سوچ رہے ہو۔ تم نے پھر دشمنوں کے اکسانے پر چیف سے رابطہ کیا تھا۔ ہم تمہیں روکتے رہیں گے اور دشمن تمہیں استعمال کرتے رہیں گے۔ تم ہمارے لئے بے حد خطرناک ہو گئے ہو۔ سب سے بڑا خطرہ یہ ہے کہ میں تمہاری شخصیت تبدیل کرنے کے لئے ٹرانسفارمر مشین تک پہنچاؤں گی تو تمہارے ساتھ دشمن بھی اس مشین تک پہنچ جائیں گے۔ ہم ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو بچانے کے لئے ٹرانسفارمر مشین کا نقصان نہیں کریں گے۔"

"مس مرینا! تم کہنا کیا چاہتی ہو؟"

"یہی کہ تم مرو گے تو مشین دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کرلے گی اور مشین تباہ ہوگی تو آئندہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمیں نصیب نہیں ہوگا۔ لہٰذا میں اپنے ملک کا نصیب بگاڑنا نہیں چاہتی۔ تم سے تعلق توڑ کر تمہیں دشمنوں کے حوالے بھی نہیں کرنا چاہتی۔ ایسی صورت میں تمہیں مر جانا چاہئے۔"

وہ تڑپ کر بولا "یہ کیا بکواس ہے؟ کیسی خود غرضی ہے۔ میں جس کے کام کا نہیں رہوں گا، وہ مجھے مار ڈالے گا۔ یہ تو کوئی انسانیت نہیں ہے۔"

"ہر ٹیلی پیتھی جاننے والے کے ساتھ یہی ہوتا ہے۔ تمہارے ساتھ بھی یہی ہونے والا ہے۔"

"تم کون ہوتی ہو، میری موت کا فیصلہ سنانے والی۔ میں تم سے نفرت کرتا ہوں۔ مجھے ان سے محبت ہے جو میری حفاظت کر سکتے ہیں۔ میں مسٹر سلمان کو مخاطب کر رہا ہوں، کیا وہ میرا تحفظ کر سکتا ہے؟ جو میرے کام آئے گا میں اسی کا وفادار رہوں گا۔"

میں نے کہا "بورن! میں تم سے زیادہ مرینا کو سمجھتا ہوں وہ بہت چالاک ہے۔ کچھ کرنے سے پہلے بہت دور تک اس کا انجام سوچ لیتی ہے اور مخالفین کے ردِ عمل کا اندازہ کر لیتی ہے۔ وہ جانتی ہے کہ ہم تمہارے اندر چھپے ہوئے ہیں اگر وہ تمہاری سانسیں روک کر تمہیں ہلاک کرنا چاہے گی تو ہم تمہاری سانسیں رکنے نہیں دیں گے۔ وہ تمہارے اندر رہ کر تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گی۔ لیکن باہر سے کوئی اندھی گولی سنسناتی ہوئی۔۔۔"

میری بات پوری ہونے سے پہلے ہی ٹھائیں کی آواز کے ساتھ ہی گولی سینے میں پیوست ہو گئی۔ وہ اچھل کر زمین پر آیا۔ دوسری گولی اس کے دماغ میں گھس گئی۔ ہمارے کچھ کرنے سے پہلے ہی وہ اپنی ٹیلی پیتھی کے ساتھ فنا ہو گیا۔

یہ دوسری بار ایسا ہوا تھا۔ مرینا میرے اور سلمان کے سامنے اپنے مقصد میں کامیاب ہو کر چلی گئی تھی۔

ہم سونیا کے پاس آئے، اسے ساری روداد سنائی۔ اس نے کہا "ہم نے یہاں کے حکام کو چوبیس گھنٹے کی مہلت دی تھی۔ بارہ گھنٹے گزر چکے ہیں۔ انہوں نے پاپا ڈوک کو پیش نہیں کیا ہے۔"

سلمان نے کہا "مسز! آپ سو رہی تھیں۔ اس دوران یہاں کی حکومت میں اہم تبدیلیاں ہو چکی ہیں۔ اب وہ حکام اور فوجی افسران نہیں رہے جنہیں چوبیس گھنٹے کی مہلت دی گئی تھی۔ اب جن لوگوں نے حکومت کی باگ ڈور سنبھالی ہے وہ سب یوگا کے ماہر ہیں۔"

سونیا نے پوچھا "تھوڑی دیر پہلے تم جنرل ٹائر کے ذریعے جوڈی کو گرفتار کرانا چاہتے تھے۔ کیا جنرل ٹائر کی جگہ کوئی یوگا کا ماہر جنرل نہیں آیا ہے؟"

"اس کی جگہ بھی نیا جنرل آیا ہے۔ سابقہ جنرل ٹائر کی حیثیت محض ایک نمائندے کی ہے۔ ہم اس کے ذریعے موجودہ نئے حکام تک اپنی بات پہنچا سکتے ہیں۔"

"انہوں نے وقتی طور پر اپنا بچاؤ کر لیا ہے۔ کیا وہ نہیں جانتے کہ نئے حکمرانوں کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کر کے ان کے ی دماغوں میں پہنچا جا سکتا ہے؟"

"وہ یقیناً ہر پہلو کو سمجھ رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے تحفظ کے لئے سپر ماسٹر سے مدد حاصل کی ہے۔ اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے کچھ یہاں پہنچ رہے ہیں اور کچھ دور ہی سے ان کی حفاظت کرتے رہیں گے۔ ہماری ہر چال کو ناکام بنانے کی کوشش کرتے رہیں گے۔ ان کی پہلی اور آخری کوشش یہی ہوگی کہ سونیا اور ولف اس ملک سے چلے جائیں۔"

"تم سپر ماسٹر سے رابطہ کرو۔ اس سے پوچھو اسرائیل میں ہمارے مقابلے پر کیوں آرہا ہے؟ کیا وہ چاہتا ہے کہ ہم پھر ایک بار اس کے ملک میں آکر ہنگامے برپا کریں اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو پھر اٹھا کر لے جائیں۔"

سلمان چلا گیا۔ سونیا نے مجھ سے کہا "میں پہلے ہی سمجھ گئی تھی۔ تمہیں یہاں سے جانا ہوگا۔"

"تم میرے پیچھے کیوں پڑ گئی ہو؟ پہلے لیلیٰ کو یہاں سے بھگایا، اب مجھے بھاگ جانے کو کہہ رہی ہو۔"

"پچھلی بار میں نے امریکا میں قیامت برپا کی تھی۔ وہاں ان کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا محفوظ نہیں تھا۔ اس بار تم سپر ماسٹر اور مرینا کو کئی مسائل میں الجھاؤ گے تو وہ اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے اسرائیلی حکام کی زیادہ مدد نہیں کر سکیں گے۔ اپنے مسائل حل کرنے کے لئے وہ جلد ہی یوگا کے ماہر حکام کو بے سہارا چھوڑ کر چلے جائیں گے۔"

"ٹھیک ہے جوڑ توڑ کے لئے مجھے جانا چاہئے لیکن مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے کہ تم مجھے یہاں سے بھگا رہی ہو؟"

"تو پھر نہ جاؤ۔ میں سلمان اور سلطانہ کو بھیج دوں گی۔"

"سلمان اور سلطانہ میں شرافت اور سادگی ہے۔ چالاکی یا مکاری نہیں ہے اور سپر ماسٹر سے نمٹنے کے لئے مکاری لازمی ہے۔"

"ثانی اور علی ایک بڑی مہم سے واپس آئے ہیں۔ انہیں کچھ عرصہ آرام کرنا چاہئے۔"

میں نے کہا "مکاری میں پارس تم سے کم نہیں ہے۔ تم اسے کیوں بھول رہی ہو؟"

"وہ یہاں تل ابیب آئے گا۔"

"یہ کیا بات ہوئی؟ باپ کو جانے کے لئے کہہ رہی ہو اور بیٹے کو بلا رہی ہو۔"

"پارس کا یہاں آنا بہت ضروری ہے۔"

"کیوں ضروری ہے؟"

"میں جوڑ کا توڑ کرتی ہوں۔ یہاں مرینا سرگرم عمل رہے گی۔ بلے کو سامنے دیکھ کر چوہیا کی سرگرمی ذرا محدود ہو جائے گی۔ پارس کا نشہ مرینا کو بھٹکایا کرے گا۔"

میں نے ایک گہری سانس لی۔ واقعی سونیا جوڑ توڑ خوب کرتی تھی۔ اس کی موجودہ چالوں کے پیش نظر مجھے نیویارک جانا چاہئے تھا۔ یا یوں دیکھا جائے تو وہ اپنی بات منوا لیتی تھی۔ اس نے مجھے یہاں سے جانے پر مجبور کر دیا تھا۔

○☆☆○

سپر ماسٹر کے ایک اجلاس میں ملک کی اہم ترین شخصیات موجود تھیں۔ اعلیٰ حکام، فوجی افسران کے علاوہ ایک خوبرو اور قد آور جوان بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے تیور بتا رہے تھے کہ وہ بہت بڑے عہدہ پر فائز ہے اور اعلیٰ حکام سے کسی طرح کم نہیں ہے۔

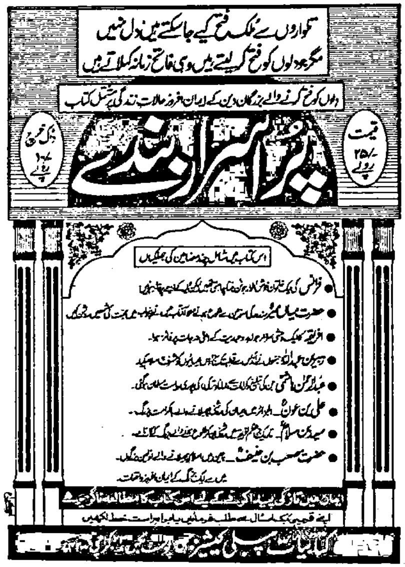

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اس کا اصل نام کچھ بھی ہو' وہ اپنے عہدے کے اعتبار سے برین ماسٹر کہلاتا تھا۔ یہ ایک نیا عہدہ تھا اور اس کے ساتھ ایک نیا شعبہ قائم کیا گیا تھا۔ اس شعبے میں چار ذہین افراد تھے۔ وہ چاروں گولڈن برینز کی طرح ملک کے اہم رازوں کو صرف اپنی ذات تک محدود رکھنے آئے تھے تاکہ دشمن خیال خوانی کرنے والے ان رازوں تک کبھی پہنچ نہ سکیں۔

جس طرح اسرائیلی حکام اور فوجی افسران کو دھمکی دی گئی تھی کہ انہوں نے بابا ذوک کو پیش نہ کیا تو ان حکام اور افسران کو ایک ایک کر کے قتل کر دیا جائے گا اسی طرح امریکی حکام اور فوجی افسران کو بھی دھمکیاں دی جا سکتی تھیں۔ ایسی دھمکیوں کا پہلے ہی توڑ کر لیا گیا تھا۔ حکومت کے اہم معاملات نئے شعبے کے چار ذہین افراد کو سونپ دیئے گئے تھے۔ وہ چاروں بلیک سیکرٹ کہلاتے تھے' ان کا خاص نمائندہ برین ماسٹر اس وقت اجلاس میں موجود تھا۔ وہ جو کہنے اور سننے والا تھا' وہ ساری باتیں چاروں بلیک سیکرٹ تک پہنچنے والی تھیں۔

یوں دیکھا جائے تو اسرائیل کے گولڈن برینز اور امریکا کے بلیک سیکرٹ ایک ہی چیز تھے لیکن ان میں نمایاں فرق تھا۔

امریکا کے بلیک سیکرٹ کا دعویٰ تھا کہ انہیں کبھی کوئی دیکھ نہیں سکے گا' کوئی ان کی آواز نہیں سن سکے گا اور کوئی ان کے خفیہ اڈے تک نہیں پہنچ سکے گا۔

ان کا خفیہ اڈا نہ کسی عمارت میں تھا' نہ کسی تہ خانے میں' نہ زمین کے اوپر اور نہ زمین کے اندر تھا۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے مر کر بھی وہاں نہیں پہنچ سکتے تھے۔

ایک اور حیرت انگیز بات یہ تھی کہ بلیک سیکرٹ سے رابطے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ نہ ٹیلی فون' نہ ٹرانسمٹر' نہ ٹی وی' نہ کمپیوٹر اور نہ ہی اشاروں کی کوئی مخصوص زبان تھی۔ وہ چاروں بلیک سیکرٹ ٹرانسفارمر مشین کی پیداوار تھے۔ ٹیلی پیتھی جانتے تھے اور اپنے نمائندے برین ماسٹر کے دماغ میں رہ کر اجلاس کی کارروائی دیکھ سکتے تھے اور تنہائی میں زبان ہلائے بغیر راز کی باتیں ایک دوسرے کو بتا سکتے تھے۔

برین ماسٹر کو شامل کیا جائے تو بلیک سیکرٹ کی تعداد پانچ ہوتی تھی۔ ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ان پانچوں کے دماغوں کو فولاد بنایا گیا تھا۔ وہ دکھ درد یا کسی طرح کی تکلیف محسوس نہیں کرتے تھے۔ کوئی بھی نقصان پہنچنے والی یا دہشت زدہ کرنے والی بات ہو' وہ متاثر نہیں ہوتے تھے۔ مشینی انسانوں کی طرح جذبات اور احساسات سے بے نیاز تھے۔ لہٰذا ان سے کبھی جذباتی غلطی نہیں ہو سکتی تھی۔

اب ٹرانسفارمر مشین کا راز صرف وہ چاروں جانتے تھے کہ وہ مشین کہاں ہے؟ اس کی حفاظت کس طرح کرنا چاہئے؟ اور کن باصلاحیت افراد کو اس مشین سے گزار کر ٹیلی پیتھی کا حامل بنانا چاہئے۔

فوج اور حکومت کے اہم معاملات اور اہم راز بھی ان چاروں کی تحویل میں تھے گویا اس اجلاس میں جتنے حکام اور فوجی افسران بیٹھے ہوئے تھے' وہ سب ہاتھی کے دانت تھے۔ صرف دکھاوے کے لئے تھے۔ حکومت کا انداز بدل چکا تھا۔

اجلاس کی کارروائی شروع ہوئی تو سپر ماسٹر نے کہا "یہاں ہم ایک دوسرے کے سامنے ہیں اور ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہیں۔۔۔ لیکن ایک ایسی ہستی بھی موجود ہے جو نظر نہیں آ رہی ہے اور وہ ہے مس مرینا۔ آپ حضرات مرینا کے نمائندے کی زبان سے اس کی گفتگو سنتے رہیں گے۔"

کئی عہدیداران نے کہا "ہم مرینا کو خوش آمدید کہتے ہیں۔"

سپر ماسٹر نے کہا "آج کا اجلاس دو اہم وجوہات کی بنا پر منعقد کیا گیا ہے۔ پہلی وجہ تو مرینا کی ناراضگی ہے۔ یہ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اسرائیل بھیجنے کے خلاف ہے۔ دوسری وجہ سلمان واسطی کی وہ گفتگو ہے جو مجھ سے ہو چکی ہے۔ اس نے مجھ سے پوچھا ہے کہ ہم اسرائیل میں سونیا کے مقابلے پر کیوں آ رہے ہیں؟ کیا ہم چاہتے ہیں کہ جواباً فرہاد کی فیملی یہاں آئے اور کچھ عرصہ پہلے کی طرح ہماری نیندیں حرام کر دے اور ایک بار پھر ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو یہاں سے اٹھا کر لے جائے؟"

برین ماسٹر نے کہا "فرہاد کی طرح اس کی فیملی کے افراد کو بھی دھمکیاں دینے کی عادت سی پڑ گئی ہے۔ ہمارے ہاں جو نئی تبدیلیاں آئی ہیں۔ ان کا علم فرہاد کی فیملی کو نہیں ہے۔ اب وہ ہمارے حکام کو دھمکیاں دے کر ملک کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے کیوں کہ اب تمام معاملات بلیک سیکرٹ کے ہاتھوں میں ہیں۔"

سپر ماسٹر نے پوچھا "تم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اغوا ہونے سے کس طرح بچاؤ گے؟"

برین ماسٹر نے کہا "جو پرانے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں' وہ مرینا کے قابو میں ہیں۔ مرینا ان کی ذمے دار ہے۔ ہم نے جو نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کئے ہیں' انہیں یہاں کے اعلیٰ حکام نہیں جانتے۔ فوج کے اعلیٰ افسران ان کے ناموں سے بھی واقف نہیں ہیں۔ کوئی ان کا چہرہ اور حلیہ نہیں جانتا ہے۔ اور سب سے اہم بات یہ کہ ہمارے ماتحت ٹیلی پیتھی جاننے والے کہیں خیال خوانی کرتے ہوئے نظر نہیں آئیں گے۔ کیونکہ وہ خود نہیں جانتے کہ انہیں خیال خوانی آتی ہے۔"

سب نے تعجب سے برین ماسٹر کو دیکھا۔ سپر ماسٹر نے پوچھا۔ "جب وہ اپنی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں کو نہیں جانتے ہیں تو انہیں یہ علم سکھانے کا فائدہ کیا ہوا؟"

برین ماسٹر نے اپنے سر کو ایک انگلی سے بجاتے ہوئے کہا "اسے برین کہتے ہیں۔ کسی کے ہاتھ میں بھرا ہوا ریوالور دو تو وہ سینہ تان کر ریوالور کی نمائش کرتا پھرے گا۔ تاکہ دیکھنے والے

ڈرتے رہیں۔ اگر اسے خالی ہاتھ رکھا جائے تو وہ سر جھکا کر چلے گا۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی عام طور پر نارمل رہا کریں گے۔ ہوٹلوں میں' تفریح گاہوں میں یا پبلک گاڑیوں میں بیٹھ کر کسی سے مجبور ہو کر بھی خیال خوانی نہیں کریں گے کیوں کہ ضرورت انہیں اپنی یہ صلاحیت یاد نہیں رہا کرے گی۔ جب ہم ضرورت سمجھیں گے تو انہیں ایک مخصوص سگنل دیں گے۔ وہ سگنل یا اشارہ پاتے ہی انہیں یاد آئے گا کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتے ہیں اور انہیں ایک مخصوص معاملے میں ٹیلی پیتھی سے کام لینا چاہئے۔ جب وہ معاملہ ختم ہو جائے گا تو ہم ان کے دماغ میں پھر ایک مخصوص سگنل دیں گے۔ سگنل پاتے ہی وہ پھر اپنی ٹیلی پیتھی کی صلاحیت کو بھول جائیں گے۔"

یہ طریقہ کار سن کر سب لوگ برین ماسٹر کی تعریفیں کرنے لگے۔ ایک نے کہا "بہت ہی دانشمندانہ طریقہ ہے۔ جب ٹیلی پیتھی والے ظاہر نہیں ہوں گے اور دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے دماغوں میں جا کر بھی ان کی حقیقت معلوم نہیں کر سکیں گے تو پھر وہ کیسے اغوا کریں گے۔"

دوسرے نے کہا "کمال ہو گیا۔ اب ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے محفوظ رہا کریں گے۔"

مرینا نے کہا "اب ہماری حکومت کی اہم پالیسیاں یہی چار بلیک سیکرٹ بناتے ہیں۔ یہ پالیسی بھی ان کی ہے کہ سونیا کے مقابلے پر اسرائیل کی مدد کرنا چاہئے۔ بے شک اسرائیل مشرق وسطیٰ میں ہمارا سب سے اہم فوجی محاذ ہے جسے دیکھ کر اسلامی ممالک ہمارے دباؤ میں رہا کرتے ہیں۔ ہمیں اسرائیل کی مدد ہر پہلو سے کرنا چاہئے لیکن اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو قربانی کا بکرا نہیں بنانا چاہئے۔"

itsurdu.blogspot.com

برین ماسٹر نے پوچھا "تمہیں کیا اعتراض ہے؟"

"میں اسے دانش مندی نہیں سمجھتی کہ جن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو سونیا ہم سے چھین کر لے گئی اور جنہیں میں بڑی محنت سے واپس لائی ہوں' انہیں پھر سونیا کے مقابلے میں جھونک دیا جائے۔ یہ تو ان بے چاروں کے لئے سراسر موت کی سزا ہو گی۔"

"شطرنج کی بازی میں یہ نہیں دیکھا جاتا کہ کون سا مہرہ مر رہا ہے' یہ دیکھا جاتا ہے کہ اس مہرے کی موت سے ہم کس طرح شہ دے کر بازی جیت سکتے ہیں۔ پہلے وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے بے یار و مددگار تھے۔ اب ان کے پیچھے تمہارا دماغ ہے۔ تم خوب سوچ سمجھ کر انہیں اسرائیل میں استعمال کرو گی تو سونیا ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی۔"

مرینا نے کہا "برین ماسٹر! ابھی تم نے کہا تھا کہ تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے عام طور پر معمولی انسان نظر آتے ہیں۔ کوئی انہیں پہچان نہیں سکتا۔ پھر تو سونیا بھی انہیں پہچان نہیں سکے گی۔ ایسے ہی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اس کے مقابلہ پر جانا چاہئے۔ وہ اس کے لئے زبردست چیلنج بن جائیں گے۔ کبھی اس کے قابو میں نہیں آئیں گے۔ پھر ان کے پیچھے تمہارے جیسا برین ماسٹر ہو گا تو سونیا کے چھکے چھوٹ جائیں گے۔ جس پہلو سے دیکھو میدان تمہارے ہاتھ آئے گا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ تم اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحتوں کے ساتھ وہاں نہیں جا رہے ہو؟"

برین ماسٹر نے کہا "یہ ہمارے چار بلیک سیکرٹس کا فیصلہ ہے کہ مجھے اپنے ملک میں رہ کر بہت سے اہم معاملات سے نمٹنا چاہئے۔ میں ان کے احکامات کا پابند ہوں۔"

"میں تمہارے ذریعے بلیک سیکرٹ کو مخاطب کرتی ہوں اور پوچھتی ہوں' میرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو سونیا اور اس کے ساتھی پہچانتے ہیں اور تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو نہیں پہچانتے۔ یہ سونیا کے مقابلے میں محفوظ رہیں گے اور ناکامی کی صورت میں بھی زندہ واپس آئیں گے جب کہ میرا ایک ماتحت ڈی بورین تل ابیب میں مارا گیا ہے۔ آئندہ بھی جانے پہچانے اور پرانے ٹیلی پیتھی جاننے والے مارے جا سکتے ہیں۔ انہیں جان بوجھ کر اسرائیل میں مرنے کے لئے کیوں بھیجا جا رہا ہے؟"

برین ماسٹر تھوڑی دیر خاموش رہا۔ پھر بولا "بلیک سیکرٹ کہتے ہیں کہ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ملک کے اندر بہت سے معاملات میں مصروف ہیں۔ اس لئے وہ اسرائیل نہیں جا سکتے۔"

"ان کے نہ جانے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میرے آدمیوں کو موت کے منہ میں جھونک دیا جائے۔ تمہارے پروگرام میں تبدیلی ہو سکتی ہے۔ ملک کے اندر تمہارے آدمیوں کی جگہ میرے آدمی مصروف ہو جائیں گے۔ پھر تمہارے آدمی فارغ ہو کر اسرائیل جا سکیں گے۔"

"تم خواہ مخواہ بحث کر رہی ہو۔ جو لوگ جہاں اپنی ڈیوٹی پر ہیں وہاں سے ہٹائے نہیں جا سکتے۔"

وہ بولی "میں نے اپنے آدمیوں کو اسرائیل جانے سے روک دیا ہے۔"

"اس کا مطلب ہے تم ایک اہم ملکی پالیسی کی مخالفت کر رہی ہو۔"

"میں بہت پہلے کہہ چکی ہوں کہ جب بھی اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا نقصان ہوتے دیکھوں گی تو ان کے تحفظ کے لئے اپنے اعلیٰ حکام کے احکامات سے انکار کر دوں گی۔"

"یہ اپنے ملک سے غداری ہے۔"

وہ بولی "غداری یہ ہے کہ اپنے ملک کے قیمتی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اسرائیلی مفاد کے لئے موت کے منہ میں دے دیا جائے۔ برین ماسٹر! تم اپنے ملک سے عداوت کر رہے ہو۔"

برین ماسٹر نے کہا "مجھے اور بلیک سیکرٹ کو نادان عورت کی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

باتوں پر غصہ نہیں آئے گا۔ بہتر ہے تم اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہمارے حوالے کردو۔ ہم انہیں اپنے طور پر استعمال کریں گے۔"

"مجھے افسوس ہے۔ میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے ہی رہیں گے۔"

"کیا تم چاہتی ہو کہ ہم انہیں جبراً اپنے قبضے میں لے آئیں۔"

"گویا تم چیلنج کررہے ہو کہ انہیں مجھ سے چھین سکتے ہو؟"

"بلیک سیکرٹ کے لئے کوئی بات ناممکن نہیں ہے۔"

وہ بولی "عجب اتفاق ہے' میرے لئے بھی کوئی بات ناممکن نہیں ہے۔ تم میرا ایک آدمی چھین لو۔ میں تمہارے دس چھین کر دکھاؤں گی۔"

سپر ماسٹر نے کہا "یہ کیا ہو رہا ہے؟ آپ لوگ ایک دوسرے کے دشمن ہو رہے ہیں اور دشمنی میں جو اپنے ملک کا نقصان ہوگا' اسے بھول رہے ہیں۔"

ایک حاکم نے کہا "دونوں طرف کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے ملک کا سرمایہ ہیں۔"

دوسرے نے کہا "اگر یہ کشیدگی بڑھے گی... مرینا سے برین ماسٹر کو اور برین ماسٹر سے مرینا کو نقصان پہنچے گا تو یہ ہمارے ہی ملک کا نقصان ہوگا۔"

فوج کے اعلیٰ افسر نے کہا "پلیز اپنا اپنا موڈ ٹھیک کریں اور ایک دوسرے کو سوری کہہ دیں۔"

برین ماسٹر نے گھور کر مرینا کے نمائندے کو دیکھا پھر کہا۔ "سوری۔"

مرینا نے نمائندے کی زبان سے کہا "مجھے بھی سوری کہنے میں دیر نہیں لگے گی لیکن کمان سے نکلا ہوا تیر واپس نہیں آتا۔ آئندہ میرا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اغوا ہوگا تو اس کا مطلب یہی ہوگا کہ برین ماسٹر اپنے چیلنج کے مطابق میرا آدمی چھین کر لے گیا ہے۔"

برین ماسٹر نے ناگواری سے پوچھا "اگر تمہارا کوئی آدمی مر جائے تو کیا اس کی موت کا الزام بھی مجھے دوگی۔"

"نہیں دوں گی۔ میرے آدمی کی موت کے بعد تمہارا بھی کوئی مرجائے تو تم بھی مجھے الزام نہ دینا۔"

سپر ماسٹر نے کہا "ارے یہ کیا ہو رہا ہے۔ دشمنی اور دھمکیاں بڑھتی جارہی ہیں۔"

برین ماسٹر نے کہا "پچھلی چند کامیابیوں نے مرینا کو مغرور بنادیا ہے۔ یہ ہمارے خیال خوانی کرنے والوں تک پہنچنا بچوں کا کھیل سمجھتی ہے۔ میرے کسی آدمی کی موت کی دھمکی یوں دے رہی ہے جیسے اسے جانتی ہو۔"

"نہیں جانتی لیکن بھرے اجلاس میں قسم کھاتی ہوں' تمہارے درجنوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بے نقاب کر دکھاؤں گی۔"

سب لوگ پریشان ہو کر ایک دوسرے سے کچھ نہ کچھ کہہ رہے تھے۔ برین ماسٹر سر جھکائے بیٹھا تھا۔ پھر سر اٹھا کر بولا "بلیک سیکرٹ کا حکم ہے کہ میں چیلنج کا جواب چیلنج سے نہ دوں' مرینا سے معافی مانگ لوں۔ اگر میں نے ایسا نہ کیا تو ہمارے ملک کو زبردست نقصان پہنچے گا۔ پلیز مرینا! مجھے معاف کردو۔"

"میں بھی تم سے معافی مانگتی ہوں۔"

سب لوگ خوش ہو کر تالیاں بجانے لگے۔ برین ماسٹر نے کہا "بلیک سیکرٹ نے حکم دیا ہے کہ مرینا کے اعتراضات کو تسلیم کیا جائے۔ اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے اسرائیل نہیں جائیں گے۔"

ایک فوجی افسر نے کہا "مرینا! تمہیں بلیک سیکرٹ کی فراخدلی کی تعریف کرنا چاہئے۔ تمہارا اعتراض تسلیم کیا گیا ہے۔"

وہ بولی "منصف کو نہ تنگ دل ہونا چاہئے نہ فراخدل۔ اسے صرف حقائق کے پیشِ نظر انصاف کرنا چاہئے۔ میرا اعتراض حقائق پر مبنی تھا۔ میں اپنے ملک کے قیمتی ٹیلی پیتھی والوں کو جان بوجھ کر موت کے منہ میں بھیجنا نہیں چاہتی تھی۔ یہ بات ہر ذی عقل کی سمجھ میں آتی ہے' چار بلیک سیکرٹ کی سمجھ میں بھی آگئی۔ اس میں فراخدلی کی کوئی بات نہیں ہے۔"

برین ماسٹر نے کہا "جلد ہی تمہارا غرور تمہیں لے ڈوبے گا۔"

وہ بولی "ہم تو ڈوبیں گے صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے۔"

سپر ماسٹر نے کہا "میرا خیال ہے' دونوں میں سے کسی کا دل صاف نہیں ہوا ہے۔"

مرینا نے کہا "جب تک میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے سلامت رہیں گے' میرا دل صاف رہے گا۔ اس کے بعد نہیں جانتی' خدا جانتا ہے۔"

برین ماسٹر نے کہا "بہتر ہے اجلاس برخاست کیا جائے۔"

ایک نے سوال کیا "اسرائیلی حکام سے امداد کا جو وعدہ ہے اس کا کیا بنے گا؟"

برین ماسٹر نے کہا "بلیک سیکرٹ کا حکم ہے کہ فی الحال ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا اسرائیلی حکام کی مدد کے لئے جائے گا اور میں اس کی پشت پر رہوں گا۔"

اجلاس ختم ہوگیا۔ مرینا دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگئی۔ وہ اپنی عادت یا حکمتِ عملی کے مطابق اپنے باپ پر بھی بھروسہ نہیں کرتی تھی پھر بھلا اپنے ملک کے حکمرانوں پر کیسے بھروسہ کرلیتی۔ انہوں نے فرمائش کی تھی کہ اسے اپنے ہی ملک میں رہنا چاہئے۔ اور اس نے جھوٹ کہہ دیا تھا کہ وہ امریکا میں رہائش اختیار کرچکی ہے لیکن کسی کو اپنا پتا ٹھکانا نہیں بتائے گی۔ درحقیقت وہ ابھی تک لندن میں تھی۔ اس شاہی محل نما کوٹھی میں اسے تحفظ کا یقین ہوتا تھا۔ جس کے تہ خانے میں اس نے تاریک قید خانہ قائم کیا تھا۔ وہ بڑے سکون سے تھی۔ کسی اندیشے کے بغیر زندگی گزار رہی تھی۔ کبھی لندن میں بیزاری سی محسوس ہوتی تو وہ کچھ دنوں کے لئے پیرس چلی جاتی تھی۔

ایک بار اس نے پیرس میں پارس کو دیکھا تو سینے سے آہ نکلی۔ اس کے ساتھ گزرے ہوئے لمحات یاد آکر ستانے لگے۔ پھر یہ انکشاف ہوا کہ وہ پیرس کیوں آتی ہے؟ شاید اس لئے کہ پیرس پارس کا شہر ہے۔

وہ فرانس کے کسی دوسرے شہر میں بھی جاسکتی تھی۔ اٹلی یا سوئٹزرلینڈ بھی جاسکتی تھی۔ اس نے شعوری طور پر یہ نہیں سوچا تھا کہ وہ پارس کی طرف جارہی ہے۔ اس کا لاشعور یا اس کا دل اسے ادھر لے جاتا تھا۔

پارس کو کئی ماہ بعد دیکھ کر وہ جلدی سے دور چلی گئی تھی تاکہ وہ ہر یلا مرد اس کے جسم کی بو نہ پالے۔ پارس اپنے اصلی روپ میں تھا اور وہ بہروپ میں تھی۔ چہرے سے پہچانی نہیں جاسکتی تھی۔ مرینا کو صرف اپنے ہی بدن کی طلسماتی بو سے خوف آتا تھا۔

اس کے بعد وہ پھر پیرس نہیں گئی۔ اسے اپنی سلامتی اور آزادی عزیز تھی۔ پارس کے ہاتھوں میں جاکر سونیا کے سامنے کمزور اور محکوم نہیں بننا چاہتی تھی۔ اسے یقین تھا کہ وہ اپنے اندر لڑتے لڑتے ایک دن پارس کو دل سے نکال دے گی۔ وہ مضبوط قوتِ ارادی کی مالک تھی' ایسا کرسکتی تھی لیکن تقدیر سے نہیں لڑ سکتی تھی اور تقدیر اسے گھما پھرا کر پھر پارس کے پاس لے جانے والی تھی۔

موجودہ اجلاس میں وہ برین ماسٹر اور چاروں بلیک سیکرٹ سے ناراض ہوگئی تھی۔ یہ اندیشہ بڑھتا جارہا تھا کہ بلیک سیکرٹ اس کے خلاف انتقامی کارروائی کریں گے۔

انتقامی کارروائی یہ ہوسکتی تھی کہ وہ مرینا کو روپوش نہ رہنے دیتے' چپ چاپ اس کی تلاش شروع کردیتے۔

دوسری کارروائی یہ ہوتی کہ وہ اس کے ایک ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو خاموشی سے شکار کرتے اور ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ان کی شخصیت تبدیل کردیتے۔ وہ اپنے ہی آدمیوں کو پہچان نہ پاتی۔ اس کے تمام وفادار برین ماسٹر کے وفادار بن جاتے اور وہ بالکل تنہا رہ جاتی۔

وہ بڑی الجھن میں پڑگئی تھی۔ اپنے ہی ملک کے ذہین لوگوں کے خلاف سوچنا نہیں چاہتی تھی لیکن برین ماسٹر اور بلیک سیکرٹ کے طرزِ عمل نے اسے مخالفت میں سوچنے پر مجبور کردیا تھا۔

وہ کچھ ایسا چاہتی تھی کہ آپس کی دشمنی سے ملک کو نقصان نہ پہنچے اور وہ بلیک سیکرٹ کے مقابلے میں اپنی پوزیشن بہت مضبوط کرلے۔ مضبوطی اور استحکام کے لئے لازمی ہوتا ہے کہ اگلے کی کمزوری ہاتھ آجائے یا اگلے کی طاقت کے برابر اپنی طاقت ہو۔

مرینا کی یہ کمزوری تھی کہ بلیک سیکرٹ اس کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کسی حد تک واقف تھے اور یہ جانتے تھے کہ وہ لوگ امریکا میں کہیں گمنامی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ اگر مرینا کو بھی معلوم ہوجاتا کہ برین ماسٹر کے ٹیلی پیتھی جاننے والے کہاں ہیں اور کیا کرتے پھر رہے ہیں تو وہ انہیں ٹریپ کرسکتی تھی۔ اس طرح بلیک سیکرٹ کے مقابلے میں اس کی پوزیشن مضبوط رہتی۔

وہ اجلاس کے دوران ہی یہ باتیں سوچ رہی تھی اور اس کی ذہانت کہہ رہی تھی کہ جو شکار سامنے ہے پہلے اس پر توجہ دینا چاہئے۔ وہ نمائندے کے ذریعے بڑی توجہ سے برین ماسٹر کی اسٹڈی کرتی رہی تھی۔ وہ اجلاس میں چہرہ بدل کر آیا ہوگا لیکن انداز بدلنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ جو فطرت ہوتی ہے وہ کسی بات سے یا کسی حرکت سے ظاہر ہوجاتی ہے۔

برین ماسٹر گفتگو کے دوران میز کی سطح کو ایک انگلی کے ناخن سے کھرچتا تھا۔ پھر اپنی حرکت کا احساس ہوتے ہی ہاتھ میز کے نیچے لے جاتا تھا۔ ایسا اس نے کئی بار کیا تھا۔ شاید دوسروں نے بھی اس حرکت کو نوٹ کیا ہو۔ مرینا نے تو اسے اچھی طرح ذہن نشین کرلیا تھا۔

جس عمارت میں اجلاس ہو رہا تھا اس کے باہر مرینا کا ٹیلی پیتھی جاننے والا جوڈی نارمن ایک کار میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ جوڈی نارمن سے بولی "تیار رہو۔ میں جس شخص کا تعاقب کرنے کو کہوں بڑے احتیاط سے تعاقب کرو۔ اسے کسی طرح کا شبہ نہ ہونے پائے۔ میں ابھی آکر اس شخص کی نشاندہی کروں گی۔"

وہ اجلاس کے اختتام تک اپنے نمائندے کے دماغ میں رہی۔ برین ماسٹر ایک اعلیٰ فوجی افسر کے ساتھ باتیں کرتا ہوا عمارت سے باہر آیا۔ مرینا نے کہا "جوڈی' وہ دیکھو اعلیٰ فوجی افسر کے ساتھ ایک لانبے قد کا جوان ہے۔ کسی طرح اس کی رہائش گاہ دیکھ لو۔"

وہ بولا "میں پوری کوشش کروں گا۔"

وہ فوجی افسر کے دماغ میں رہ کر دیکھ رہی تھی۔ برین ماسٹر اس سے رخصت ہو کر ایک شاندار کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ رہا تھا۔ جوڈی نے مرینا کے پاس آکر کہا "اس کا تعاقب کرنا ضروری نہیں ہے۔ یہ جس کار میں بیٹھ کر جارہا ہے میں اس کے ڈرائیور کی باتیں سن چکا ہوں۔ مجھے اس کا لہجہ یاد ہے۔"

"یہ تو کمال ہوگیا۔ ڈرائیور کے دماغ میں جاؤ۔"

وہ جوڈی کے دماغ میں گئی۔ جوڈی ڈرائیور کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس وقت برین ماسٹر اپنے ڈرائیور سے پوچھ رہا تھا۔ "میری غیر موجودگی میں تم نے کیسے وقت گزارا؟"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"میں ایک گھنٹے تک کار میں بیٹھا رہا۔ پھر قریبی ریستوران میں جا کر کافی پی۔ اس کے بعد اپنی کار کے پاس آکر کھڑا رہا۔"

"ریستوران میں کسی سے گفتگو کی؟"

"صرف ویٹر کو کافی لانے کا آرڈر دیا۔ کافی ٹھنڈی تھی' میں نے اسے دوسری گرم کافی لانے کو کہا تھا۔"

"روکی! اچھی طرح یاد کرو۔ ریستوران میں تمہارے سب سے قریب کون تھا۔"

"سر! ریستوران میں کافی لوگ تھے۔ کون قریب آتا رہا اور جاتا رہا' آس پاس کی میزوں پر کون لوگ بیٹھے ہوئے تھے یہ سب کچھ یاد رکھنا ممکن نہیں ہے۔"

برین ماسٹر بار بار گھوم کر شیشے کے پار دیکھتا تھا کہ کوئی تعاقب تو نہیں کر رہا ہے۔ روکی نے کہا "سر! میں دیکھ رہا ہوں' ہمارا تعاقب نہیں ہو رہا ہے۔"

"میں تم سے خوش ہوں۔ تم بہت محتاط اور مستعد رہتے ہو۔"

اب پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا برین ماسٹر اپنے چہرے سے ماسک اتار رہا تھا۔ آئینہ دیکھتے ہوئے اصلی چہرے کو تولئے سے پونچھ رہا تھا۔ پھر بیٹھے ہی بیٹھے لباس تبدیل کر رہا تھا۔ ان کاموں سے فارغ ہو کر اس نے کہا۔ "پینگوئن بک سینٹر۔"

ڈرائیور روکی نے اس بک سینٹر کے سامنے گاڑی روک دی۔ وہ اترتے ہوئے بولا "آدھے گھنٹے تک اپنی رہائش گاہ میں پہنچو۔ میں تم سے رابطہ کروں گا۔"

وہ بک سینٹر میں داخل ہو گیا۔ مریتا یہ معلوم نہیں کر سکتی تھی کہ اب وہ کہاں جانے والا ہے۔ جوڈی نارمن نے پوچھا۔ "کیا میں روکی کے پاس رہوں؟"

"نہیں گھر جاؤ۔ تمہاری جورا جوری انتظار کر رہی ہو گی۔ اس کی صحت کیسی ہے؟"

"اچھی ہے پانچ ماہ ہو چکے ہیں۔ چار ماہ بعد وہ ایک بچے کی ماں اور میں باپ بن جاؤں گا۔"

"میں تم دونوں کے لئے اور کیا کر سکتی ہوں؟"

"تم نے ہمارے لئے بہت زیادہ کیا ہے اور کرتی ہی رہتی ہو۔ ...ہم دونوں تمہارے لئے دعائیں کرتے ہیں۔"

"شکریہ' اب جاؤ۔"

وہ پھر روکی کے دماغ میں آگئی۔ اصل ٹارگٹ برین ماسٹر تھا۔ وہ اس کے متعلق معلومات کرنا چاہتی تھی۔ جبکہ وہ کہیں چلا گیا تھا لیکن جاتے جاتے کہہ گیا تھا کہ آدھے گھنٹے بعد روکی سے رابطہ کرے گا۔ وہ روکی کے خیالات پڑھنے لگی۔ پتا چلا' وہ برازیل کے ایک چھوٹے سے شہر میں ماں باپ کے ساتھ رہتا تھا۔ بہتر مستقبل کے لئے واشنگٹن آیا۔ بڑی بھاگ دوڑ کے بعد مسٹر مارک ہائی سے ملاقات ہو گئی۔ وہ برین ماسٹر کو مارک ہائی کے نام سے جانتا تھا' اس کے ہاں ڈرائیور کی حیثیت سے کام کر رہا تھا۔

وہ برین ماسٹر کے متعلق کچھ زیادہ نہیں جانتا تھا۔ اتنا ... تھا کہ اس کا مالک بہت پُراسرار ہے۔ کبھی اصل روپ میں ... آتا ہے کبھی روپ بدلتا رہتا ہے۔ اس نے کئی بار پوچھنا چاہا! آپ کون ہیں اور کیا کرتے پھرتے ہیں؟"

لیکن بارہا ارادہ کرنے کے باوجود وہ اپنے مالک سے سوال نہ کر سکا۔ یہ سوچ کر رہ گیا کہ مالک جو بھی ہے جیسا ... اس کے لئے مہربان ہے' اس کی ہر ضرورت پوری کرتا ... اسے بڑی بڑی رقمیں دیتا رہتا ہے۔

روکی ڈرائیو کرتا ہوا برین ماسٹر کے بنگلے میں پہنچ گیا تھا ... کے پچھلے حصے میں روکی کی رہائش تھی۔ وہ اپنے کمرے ... دروازے کو اندر سے بند کر کے ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ ... کے بعد اسے اپنے دماغ میں برین ماسٹر کی آواز سنائی دی ... روکی! آنکھیں بند کرو۔"

اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ برین ماسٹر نے کہا "د... ایک تک الٹی گنتی پڑھو۔"

وہ پڑھنے لگا "دس' نو' آٹھ' سات' چھ' پانچ' چار' ... ایک۔" پھر ایک کہتے ہی دماغ کی آنکھوں سے سرخ رو... آئی۔ اس کے اندر سنسنی سی پیدا ہوئی۔ وہ محسوس کر... دل' دماغ اور اس کا پورا وجود سرخ روشنی میں نہا ر... ذہنی طور پر تبدیل ہو رہا ہے۔

مریتا پہلی بار ایسے شخص کو دیکھ رہی تھی جو بیٹھے بیٹھے ... ہو گیا تھا۔ سرخ روشنی میں اس کی شخصیت بدل رہی تھی ... والا ڈرائیور نہیں رہا تھا۔ اس کی بدلتی ہوئی سوچ کہہ ر... وہ ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ اور بے حد ذہین نوجوان ہے او... دماغ میں وہ توانائی ہے جو خیال خوانی کو پرواز کراتی ہے۔

وہ برین ماسٹر اور بلیک سیکرٹ کے نئے ٹیلی پیتھ... والوں میں سے ایک تھا۔ مریتا خوشی سے جھوم گئی۔ ... کامیابی دیتا ہے جو کامیابی کے لئے محنت کرتے کر... تھکتا۔ مریتا اپنی محنت اور لگن سے اور برین ماسٹر... جواب دینے کی ضد میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے ... تھی۔

بلیک سیکرٹ نے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں ... میں ایسی پیچیدگیاں رکھی تھیں کہ وہ سب عام انسانو... رہتے تھے۔ خود انہیں علم نہیں ہوتا تھا کہ وہ ٹیلی پ... ہیں۔ ایسی صورت میں کوئی خیال خوانی کرنے والا ان... میں آکر ان کے چور خیالات پڑھ کر بھی ان کی اصلی... نہیں کر سکتا تھا۔

مریتا بھی ڈرائیور کے دماغ میں آدھے گھنٹے تک ... کے چور خیالات پڑھ کر اسے ایک عام سا ڈرائیور سمجھ...

...ن خدا اس پر مہربان تھا۔ وہ جو تدبیر کرتی تھی اسے تقدیر پورا کر... ...ن تھی۔ اتنی جلدی توقع سے بڑھ کر کامیابی نصیب والوں کو ہی...

...ہے۔ ڈرائیور روکی کی سوچ بتا رہی تھی کہ اس کا دماغ بے حد ... اس سے وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیتا ہے چونکہ برین ...ر اس کے اندر تھا اس لئے وہ مریتا کو محسوس نہیں کر رہا تھا۔

برین ماسٹر کہہ رہا تھا "روکی! میرے دماغ میں آؤ۔ میں ...ں مریتا کے نمائندے کے دماغ میں پہنچاؤں گا۔ میں دوسرے ...ات میں مصروف ہوں' تم اس نمائندے کی نگرانی کرو گے۔ ...ریتا سے کہیں نہ کہیں ملاقات کرتا ہو گا یا اس کے دماغ سے ...وئی اشارہ مل سکتا ہے جو مجھے مریتا تک پہنچا سکتا ہے۔"

روکی خیال خوانی کی پرواز کر کے برین ماسٹر کے دماغ میں ...، اس کے ساتھ مریتا بھی آگئی۔ ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر ... کے چور خیالات پڑھنے لگی۔ کیونکہ روکی صرف اتنی دیر کے ... برین ماسٹر کے دماغ میں آیا تھا جتنی دیر میں وہ مریتا کے ...رے کے دماغ میں پہنچتا اور وہاں پہنچنے میں صرف پندرہ سیکنڈ ...۔ ان پندرہ سیکنڈ میں چور خیالات نے کہا' برین ماسٹر ابھی پال ...کن سے رابطہ کرے گا۔

مریتا دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ اسے یہی اندیشہ تھا کہ برین ...اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ٹریپ کر رہا ہو گا۔ اس کے ...پیتھی جاننے والوں میں ایک جورا جوری تھی' دوسرا جوڈی ...ن' تیسرا ٹیو سنتانا اور چوتھا پال ہوپ کن تھا۔

پال ہوپ کن جتنا محبِ وطن تھا اتنا ہی مریتا کا دشمن بھی ... اس نے ایک بار مریتا کے دھوکے میں اس کی ڈمی پر حملہ کیا ...کر اسے زخمی کر کے اس کے تنویمی عمل سے نجات حاصل ...ے اور اسے اپنی معمول بنا کر رکھے۔

مریتا تو جیسے شکار ہونے کے لئے نہیں شکار کرنے کے لئے ...ہوئی تھی۔ اس نے پال ہوپ کن کو ایک بدترین غلام کی ...سزائیں دیں۔ یہ جانتی تھی کہ جب بھی پال ہوپ کن کو ...ملے گا' وہ اس کے تنویمی سحر سے ضرور نکل بھاگے گا۔

اور اب پال ہوپ کن کے لئے اس سے اچھا موقع اور کیا ...ا تھا کہ برین ماسٹر کا سہارا مل رہا تھا۔ وہ بیس سیکنڈ بعد پال ...اغ میں گئی وہاں برین ماسٹر پوچھ رہا تھا۔ "کیا ہوا پال؟ کیا ...تک جورا جوری اور جوڈی نارمن کا سراغ نہیں ملا۔"

پال نے کہا "میں پوری کوشش کر رہا ہوں۔ مریتا بہت ہی ...ن اور مکار ہے۔ اس نے جورا جوری اور جوڈی نارمن کے ...کے ساتھ ساتھ ان کی آواز اور لہجے بھی بدل دیئے ہیں۔ ...ان کا نیا لہجہ معلوم نہیں ہے ورنہ خیال خوانی کے ذریعے ان ...دوستی کرتا اور تم سے بھی دوستی کرا دیتا۔"

برین ماسٹر نے کہا "وقت ضائع ہو رہا ہے۔ میں چاہتا ہوں تم فوراً مریتا کے تنویمی سحر سے نجات حاصل کرو۔ کل صبح چھ بجے جہاں بلاؤں چلے آنا۔ تم ٹرانسفارمر مشین سے گزرنے کے بعد اپنی نئی شخصیت کے ساتھ آزاد ہو جاؤ گے اور اپنے ملک کے لئے آزادی سے کام کرو گے۔"

برین ماسٹر اس کے دماغ سے چلا گیا۔ پال ہوپ کن سوچ رہا تھا "ایک بار مجھے تنویمی سحر سے نجات مل جائے پھر میں اس سؤر کی بچی کو تلاش کرنے اور اسے عبرتناک سزائیں دینے میں ساری زندگی گزار دوں گا۔"

وہ گالیاں دے رہا تھا۔ مریتا گالیاں سن کر بھی خاموشی سے چلی آئی۔ اسے غصہ نہیں آیا کیونکہ اس کی نظروں میں پال کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ بلکہ یہ فکر تھی کہ برین ماسٹر اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے پیچھے پڑ گیا ہے۔

مریتا نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ وہ ٹیو سنتانا کی خیریت معلوم کرنا چاہتی تھی لیکن اس کی سوچ کی لہریں بھٹک کر واپس آگئیں۔ ٹیو سنتانا اب اس دنیا میں نہیں رہا تھا۔ وہ کیسے مر گیا؟ طبعی موت؟ یا انتقامی موت مارا گیا؟

اس سلسلے میں تفتیش کی ضرورت نہیں تھی۔ سمجھ میں آنے والی بات تھی۔ برین ماسٹر نے اس کے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو مار ڈالا اور دوسرے کو کل صبح ٹرانسفارمر مشین سے گزارنے والا تھا۔ وہ بڑی تیزی سے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو چھین کر مریتا کو تنہا کر رہا تھا۔

اس کے باوجود وہ باکمال عورت تھی۔ اس کے اندر بے چینی پیدا نہیں ہوئی۔ وہ بڑے صبر و تحمل سے اپنا نقصان برداشت کر رہی تھی۔ اسے اپنے خدا پر اور اپنی صلاحیتوں پر پورا بھروسا تھا کہ وہ اینٹ کا جواب پتھر سے دے سکے گی۔

وہ رات کے دس بجے پال ہوپ کن کے دماغ میں گئی۔ وہ صبح حاصل ہونے والی آزادی کی خوشی میں اپنے وقت کے مطابق سو رہا تھا۔ مریتا نے اس کے خوابیدہ دماغ پر پھر تنویمی عمل شروع کیا۔ اسے اپنا معمول بنا کر پوچھا "کیا تم نے برین ماسٹر کو اپنا موجودہ نام اور رہائش گاہ بتائی ہے؟"

"ہاں' میں نے سب کچھ بتا دیا ہے۔"

"کیا تم نے روبرو اس سے ملاقات کی ہے؟"

"ابھی تک ایک دوسرے سے سامنا نہیں ہوا ہے۔"

"برین ماسٹر سے تمہارا رابطہ کیسے ہوا؟"

"سپر ماسٹر نے رابطہ کرایا تھا۔"

"کیا سپر ماسٹر نے تمہارا موجودہ چہرہ دیکھا ہے؟"

"نہیں' اس سے بھی خیال خوانی کے ذریعے رابطہ رہتا ہے۔"

"اس کا مطلب ہے برین ماسٹر اور سپر ماسٹر تمہارے چہرے کو نہیں پہچانتے ہیں؟"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"ہاں، دونوں مجھے چہرے سے نہیں پہچانتے ہیں۔"

"میں تمہیں حکم دیتی ہوں، تم کسی بھی سوچ کی لہر کو قبول نہیں کروگے، صرف مجھے محسوس نہیں کروگے۔"

پال نے وعدہ کیا۔ وہ کسی کی سوچ کی لہروں کو قبول نہیں کرے گا۔ مرینا کے سوا کوئی دماغ میں نہیں آئے گا۔ آئے گا تو وہ سانس روک لے گا۔

"میں حکم دیتی ہوں، تم تنویمی نیند پوری کرکے یہ رہائش گاہ چھوڑ دوگے اور کل کسی فلائٹ سے نیویارک چلے جاؤگے۔"

اس نے وعدہ کیا۔ مرینا اسے تنویمی نیند سونے کے لئے چھوڑ کر اپنی جگہ حاضر ہوگئی۔ اس نے بھی پال کی نیند کے وقت کے مطابق اپنی نیند کا وقت مقرر کیا۔ پھر آرام سے سوگئی۔ اس نے یہ صدمہ اٹھانے میں وقت ضائع نہیں کیا کہ سپر ماسٹر درپردہ برین ماسٹر کا ساتھ دے رہا ہے بلکہ اعلیٰ حکام اور فوج کے افسران بھی برین ماسٹر اور بلیک سیکرٹ کا ساتھ دے رہے ہوں گے۔ وہ دیکھتے ہی دیکھتے تنہا ہوتی جارہی تھی۔ اس کے باوجود وقت پر کھانے اور وقت پر سونے کی عادی تھی اس لئے سوگئی تھی۔

رات کے تین بجے بیدار ہوئی۔ منہ ہاتھ دھوکر اپنے لئے کافی تیار کی پھر پال کے پاس پہنچ گئی۔ وہ ایک اٹیچی میں ضروری سامان رکھ رہا تھا۔ ایک تابعدار کی طرح وہ رہائش گاہ چھوڑ رہا تھا۔ مرینا نے اس کی سوچ میں کہا "مجھے اپنی کار میں نہیں جانا چاہئے۔ برین ماسٹر کے آدمیوں نے اس رہائش گاہ کی طرح میری کار بھی دیکھی ہوگی، مجھے ایک ٹیکسی طلب کرنا چاہئے۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر رابطہ کیا۔ پھر اپنے ایڈریس پر ایک کیب لانے کو کہا۔ دس منٹ میں گاڑی آگئی۔ اس نے ڈرائیور کو ریلوے اسٹیشن چلنے کے لئے کہا۔ آدھے گھنٹے میں وہ اسٹیشن پہنچ گیا۔ ٹیکسی کا کرایہ دے کر اسے رخصت کردیا۔ مرینا بڑی تیزی سے اس کے راستے بدل رہی تھی۔ ایک شخص قریب ہی اپنی کار روک کر اپنی بیوی سے کہہ رہا تھا۔ "جلدی چلو، ٹرین جانے والی ہے۔"

مرینا نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کار کی چابی سیٹ پر گرادی اسے اس کی بیوی کے ساتھ پلیٹ فارم کی طرف بھیج دیا۔ پال نے مرینا کی مرضی کے مطابق سیٹ پر سے چابی اٹھائی، اسٹیرنگ سیٹ سنبھالی پھر کار اسٹارٹ کرکے وہاں سے چل پڑا۔

مرینا صبح پانچ بجے اس کے دماغ سے نکل آئی کیونکہ برین ماسٹر کسی وقت بھی آنے والا تھا۔ ایک گھنٹے بعد جب وہ آئی تو پال کی سوچ نے بتایا کہ کوئی اس کے دماغ میں بار بار آنے کی کوشش کرتا رہا اور وہ بے اختیار سانس روکتا رہا۔

مرینا نے اس کی سوچ میں کہا "اب مجھے برین ماسٹر کے دماغ میں جانا چاہئے اور کہنا چاہئے کہ مرینا نے اس کے دماغ میں گڑبڑ کی ہے۔ میں بے اختیار سانس روک لیتا ہوں۔ مجھے فوراً بتاؤ ٹرانسفارمر مشین سے گزرنے کے لئے کہاں پہنچنا چاہئے۔"

اس نے مرینا کی ہدایات پر عمل کیا۔ خیال خوانی کی پ... کرکے برین ماسٹر کے پاس گیا تو اس نے سانس روک لی۔ دو... بار گیا تو اس نے پوچھا "کون ہے؟"

"میں پال بول رہا ہوں۔ میرے ساتھ کچھ گڑبڑ ہوگئی ہے۔ میں بے اختیار سانس روک لیتا ہوں، اگر یہی سلسلہ رہا تو م... سے نجات حاصل نہیں کرسکوں گا۔ مجھے فوراً اپنے پاس بلا... ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے اس سے نجات دلاؤ۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "پال! میں تمہارے ذریعے مرینا ... ہوں کہ وہ مجھے نادان نہ سمجھے۔ میں تمہیں ٹرانسفارمر مشین... طرف لے جاؤں گا تو وہ تمہارے پیچھے آئے گی اور مشین... چھپائے رکھنے کی جگہ معلوم کرلے گی۔"

پال نے پوچھا "آپ دونوں کے جھگڑے میں میرا کیا ... گا؟"

"مجھے بتاؤ تم کہاں ہو۔ میرے [illegible] موقع ... تمہیں بے ہوش کریں گے تاکہ مرینا [illegible] دماغ میں ... سکے۔ اس کے بعد میں تمہیں اس سے نجات دلاؤں گا۔"

"میں کیا بتاؤں کہ کہاں ہوں۔ ایک بند گاڑی میں ... نہیں یہ گاڑی مجھے کہاں لے جارہی ہے۔"

"اس کا مطلب ہے ابھی تمہارے مقدر میں غلامی ... کوئی بات نہیں، میں تمہارے پاس آتا جاتا رہوں گا۔ جاؤ۔"

اس نے سانس روک لی۔ پال کے ساتھ مرینا بھی ا... دماغ سے نکل آئی۔ یہ اس کی چال تھی۔ برین ماسٹر جتنی... سے باتیں کرتا رہا وہ اس کے چور خیالات پڑھتی رہی۔ ا... اسی مقصد کے لئے پال کے دماغ کو برین ماسٹر کے لئے لاک... تھا کہ وہ پال کے پاس نہ آسکے۔ مجبور ہو کر اسے اپنے د... بولنے کی اجازت دے اور اس نے اجازت دی۔ اسے ... نہیں تھا کہ ایسے وقت مرینا موجود ہوگی۔ پھر بھی شبہ کرتے... اس نے کہا تھا کہ وہ پال کے ذریعے مرینا کو مخاطب کر... یوں مخاطب کرنے پر بھی وہ خاموش رہی تھی۔

یہ ذرا سی ہیرا پھیری اور موقع سے فائدہ اٹھانے... ہوتی ہے۔ جو اپنے طریق کار پر کامیابی سے عمل کرتا ہے... جیت لیتا ہے۔ مرینا ٹیوشتانا کو ہار کر بھی بازی جیت گئی... برین ماسٹر پال سے گفتگو میں مصروف تھا، تب مرینا نے سوچ میں کہا "اسرائیل کی امداد کے لئے کیا ہوگا؟"

برین ماسٹر کے چور خیال نے کہا "جیری ہاک اور با... شام کی فلائٹ سے تل ابیب جارہے ہیں۔"

مرینا نے پھر اس کی سوچ میں سوال کیا۔ "مرینا ... کرنے کے لئے کیا کیا جارہا ہے؟"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اس کے چور خیال نے کہا "جن دنوں مرینا ٹریننگ سینٹر میں تھی ان دنوں کی چند تصویریں ہیں۔ ہم تصویر کی آنکھوں میں جھانکتے ہیں تو وہ سانس روک لیتی ہے۔"

واقعی مرینا کے ساتھ ایسا کئی بار ہوا۔ کوئی اس کے دماغ میں آنا چاہتا تھا اور وہ سانس روک لیتی تھی اور یہی سمجھتی تھی کہ سلمان واسطی وغیرہ اسے ڈھونڈ رہے ہیں۔ اس نے سوال کیا۔ "بار بار تصویر کی آنکھوں میں جھانکنے سے کیا فائدہ حاصل ہوگا؟"

جواب ملا "کبھی تو وہ بیمار ہوگی یا کسی حادثے میں زخمی ہوگی... ایسے وقت سانس نہیں روک سکے گی۔ ہمیں اسکا پتا ٹھکانا معلوم ہوجائے گا۔"

اس نے پھر سوال کیا "اگر مرینا کسی دوسرے ملک میں ہوئی تو؟"

جواب ملا "وہ امریکا یا انگلینڈ میں ہوگی۔ پال ہوپ کن نے بتایا ہے کہ مرینا نے ان دو ملکوں میں تاریک قید خانہ بنایا ہے۔ وہ اپنے شکار کو قید خانے تک پہنچانے کے لئے وہیں قریب ہی رہتی ہوگی۔"

"اگر معلوم ہوجائے کہ وہ کہاں ہے تو اسے کون گرفتار کرے گا؟"

جواب ملا "لندن میں ہمارا ٹیلی پیتھی جاننے والا ایوان راسکا اس کی تاک میں ہے۔ نیویارک میں پاسکوروٹ اسے تلاش کررہا ہے اور واشنگٹن میں مَیں ہوں۔"

پھر وہ مزید سوالات نہ کرسکی۔ برین ماسٹر نے پال سے رابطہ ختم کردیا تھا۔ وہ بھی اس کے دماغ سے نکل آئی۔ اس نے جورا جوری اور جوڈی نارمن سے رابطہ کیا پھر کہا "بہت اہم معاملہ ہے مجھے تم میاں بیوی کی ضرورت ہے۔"

دونوں نے کہا "ہم حاضر ہیں' حکم دو۔"

وہ بولی "دو نام نوٹ کرو۔ ایک نام ہے جیری ہاک دوسرا نام ہے باربرا ہکسن۔ یہ دونوں آج شام کی فلائٹ سے اسرائیل جارہے ہیں۔ مجھے اس فلائٹ کے متعلق بتاؤ۔ اگر کسی کو شبہ میں مبتلا کئے بغیر ان دونوں کی آواز اور لہجہ سن سکو تو اچھی بات ہوگی۔"

جورا جوری نے کہا "میں ٹکٹ کاؤنٹر کی کمپیوٹر گرل کے دماغ میں جگہ بناؤں گی۔ وہ مجھے کمپیوٹر کے ذریعے بتائے گی کہ کون سی فلائٹ سے جیری ہاک اور باربرا ہکسن جارہے ہیں۔"

جوڈی نارمن نے پوچھا "دونوں کا فون نمبر معلوم ہوجائے تو کیا فون پر ان کی آواز سننا چاہیے؟"

"اگر تم کوئی معقول بات نہیں کروگے' رانگ نمبر کہہ کر ریسیور رکھ دوگے تو انہیں شبہ ہوگا۔ ذرا صبر سے عمل کرو۔ وہ دونوں شام کو بورڈنگ کارڈ لینے آئیں گے' تم کاؤنٹر گرل کے ذریعے ان کی آوازیں سن سکوگے۔"

مرینا انہیں ضروری ہدایات دے کر اپنے ایک آلۂ کار کے دماغ میں آئی۔ اسے برین ماسٹر کی کوٹھی کا پتا بتا کر کہا "اس کے سامنے گاڑی روکو۔ گاڑی میں رکھی ہوئی تمام دوائیں چیک کرو۔ ان میں بے ہوشی کا انجکشن ہونا چاہئے۔ چلو فوراً نکالو۔"

وہ حکم دے کر برین ماسٹر کے ڈرائیور یعنی ٹیلی پیتھی جاننے والے روکی کے دماغ میں آئی۔ اب وہ ایک عام سا ڈرائیور تھا۔ نہ ٹیلی پیتھی جانتا تھا اور نہ ہی پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتا تھا۔

پچھلی بار برین ماسٹر نے اس کے دماغ میں مخصوص سگنل دے کر اس کے اندر چھپی ہوئی ٹیلی پیتھی کو ابھارا تھا۔ دو دن بعد روکی نے خیال خوانی کے ذریعے بتایا کہ مرینا کا نمائندہ ایک آلۂ کار ہے۔ اس کے ذریعے مرینا تک نہیں پہنچا جاسکا۔ رپورٹ سننے کے بعد برین ماسٹر نے پھر وہی مخصوص سگنل اس کے دماغ میں دیا۔ وہ چند سیکنڈ بعد بھول گیا کہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے پھر سے ایک عام ڈرائیور بن گیا تھا۔

مرینا اس ڈرائیور کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے کوٹھی کے باہر لائی۔ اس کا آلۂ کار گاڑی لے آیا تھا۔ اس نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ ڈرائیور روکی وہاں بیٹھ گیا۔ پھر آلۂ کار نے اس کے بازو میں ایک انجکشن لگایا۔ روکی اس کے اثر سے چشم زدن میں بے ہوش ہوگیا۔ آلۂ کار دروازہ بند کرکے اسٹیئرنگ سیٹ پر آگیا۔ اس وقت مرینا نے اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ کرلیا۔ آلۂ کار دماغی طور پر گم ہوگیا۔ مرینا اس کے ذریعہ ڈرائیو کرتی ہوئی وہاں سے جانے لگی۔

وہ اپنا خفیہ اڈا کسی کو نہیں بتاتی تھی۔ اس لئے روکی کو بے ہوش کردیا۔ وہ ایک پرانی کوٹھی کے احاطے میں آئی۔ آلۂ کار اس کی مرضی کے مطابق گاڑی سے نکل کر گیراج کے پاس گیا۔ اس کے شٹر کو اوپر اٹھایا۔ پھر گاڑی کو چلا کر گیراج کے اندر لے آیا۔ شٹر کو دوبارہ نیچے کردیا۔ اب باہر سے کوئی دیکھنے والا نہیں تھا۔

آلۂ کار نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ وہاں سے بے ہوش روکی کو اٹھا کر کاندھے پر لاد لیا۔ گیراج کی پچھلی دیوار میں چور دروازہ تھا۔ وہ دیوار کے سامنے آکر کھڑا ہوگیا۔ جیب سے ریموٹ کنٹرول نکال کر اس کا رخ دیوار کی طرف کرکے دبانے لگا۔ دیوار ہلکی سی گڑگڑاہٹ کی آواز پیدا کرتے ہوئے دو حصوں میں تقسیم ہوگئی۔ دوسری طرف ایک زینہ تہ خانے کی طرف گیا تھا۔ اس تہ خانے میں کئی ساؤنڈ پروف کمرے تھے۔ آلۂ کار بیہوش روکی کو ایک کمرے کے پلنگ پر ڈال کر باہر آیا۔ دروازے کو لاک کیا پھر اوپر گیراج کی طرف جانے لگا۔

برین ماسٹر اور بلیک سیکرٹ بہت پُراسرار بنے تھے۔ مرینا ان کے پہلے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو تاریک قید خانے میں پہنچا دیا تھا۔ اس کے بعد جیری ہاک اور باربرا ہکسن کی باری تھی۔

○☆○

میں لیلیٰ کے ساتھ واشنگٹن میں تھا۔ ہم دونوں ائرپورٹ آئے تھے تاکہ ڈومیسٹک فلائٹ سے نیویارک جائیں۔ ائرپورٹ ایسی جگہ ہے جہاں مختلف ممالک کو مختلف راستوں پر جانے والے سمٹ آتے ہیں۔ مختلف مزاج کے لوگ کبھی ایک ساتھ نظر نہیں آتے مگر ائرپورٹ پر نظر آتے ہیں۔ یہاں بیمار بھی ہوتے ہیں صحت مند بھی' دوست بھی ہوتے ہیں دشمن بھی۔ تقدیر یہاں جتنے تماشے دکھاتی ہے اتنے کسی اور جگہ نہیں دکھاتی اور تقدیر ہمیں تماشا دکھانے اور تماشا بنانے کے لئے اس جگہ لے آئی تھی۔

ہم ریستوران میں داخل ہورہے تھے۔ ایک حسین دوشیزہ لیلیٰ سے ٹکرا گئی پھر معذرت چاہتے ہوئے بولی "سوری' میں شرمندہ ہوں۔"

لیلیٰ نے کہا "کوئی بات نہیں۔"

وہ تیزی سے آگے بڑھ گئی۔ ہم اس کے پیچھے چلتے ہوئے ایک میز کے اطراف بیٹھ گئے۔ میں لڑکی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ مجھے شبہ تھا کہ اس نے کسی خاص مقصد کے تحت ٹکر ماری ہے۔ شاید کوئی اس کے ذریعے لیلیٰ کی آواز سننا چاہتا ہو۔

پہلے تو ایسی کوئی بات نظر نہیں آئی۔ وہ ایک عام سی لڑکی تھی۔ آگے جاکر اس میز پر بیٹھ گئی تھی جہاں ایک شخص پہلے سے بیٹھا ہوا کافی پی رہا تھا اور اخبار پڑھ رہا تھا' وہ بولی "سوری' میں شرمندہ ہوں۔"

یہی فقرہ وہ لیلیٰ سے کہہ چکی تھی۔ اس شخص نے کہا "یہ تمہارا تکیہ کلام ہوگیا ہے۔ غلطی ضرور کروگی اور یہ ضرور کہوگی کہ سوری' میں شرمندہ ہوں۔"

"غلطی میری نہیں ہے۔ گاڑی میں خرابی پیدا ہوگئی تھی۔ اس لئے میں مقررہ وقت پر نہ آسکی۔ پندرہ منٹ لیٹ ہوگئی ہوں۔"

"جب گاڑی میں خرابی پیدا ہوگئی تھی اور تمہاری غلطی نہیں تھی تو پھر یہ کہنا کیا ضروری تھا کہ سوری' میں شرمندہ ہوں؟"

"واقعی مجھے یہ نہیں کہنا چاہئے تھا یہ کہہ کر میں نے غلطی کی ہے۔ سوری' میں شرمندہ ہوں۔"

وہ دونوں ہاتھ سے اپنا سر تھام کر بولا "پھر وہی فقرہ۔"

"سوری' اگر تمہیں اس فقرہ سے چڑ ہے تو اسے میری زبان پر نہیں آنا چاہئے تھا۔ میں شرمندہ ہوں۔"

وہ تنبیہہ کے انداز میں انگلی دکھاتے ہوئے بولا "دیکھو' اب ایک لفظ بھی منہ سے نہ نکالنا۔ ورنہ میں پاگل ہوجاؤں گا۔ یہ کافی کی پیالی تمہارے سر پر دے ماروں گا۔"

"مسٹر جیری! یہ تو کوئی شرافت نہ ہوئی کہ تم کافی کی پیالی میرے سر پر مارو گے۔ اگر کوئی اپنی غلطی پر شرمندہ ہوتا ہے اور سوری کہتا ہے پھر معافی مانگتے ہوئے کہتا ہے کہ میں شرمندہ ہوں تو کیا تم معاف نہیں کروگے؟"

"آخر تم وہ فقرہ پھر بول گئیں۔ کیا تم معاف نہیں کرسکتیں؟ کیا دوسرا فقرہ بول نہیں سکتیں؟"

"اچھی بات ہے۔ میں دوسری بات کروں گی۔ میرے لئے دوسری کافی منگواؤ اور اپنا سر دیکھو۔"

جیری نے بے اختیار نظریں اوپر کیں جیسے اپنا سر دیکھنا چاہتا ہو پھر جھنجلا کر بولا "نان سنس۔ بھلا کوئی اپنی آنکھوں سے اپنا سر دیکھ سکتا ہے۔"

"نہیں دیکھ سکتا' پھر بھی تم نے یہ غلطی کی۔" وہ چپ رہا تو وہ حسین دوشیزہ دوبارہ مخاطب ہوئی "اب خاموش کیوں ہو؟ بولو غلطی ہوئی۔"

"ہاں بابا! غلطی ہوئی۔ سوری' میں شرمندہ ہوں۔"

یہ کہتے ہی وہ چونک گیا پھر مسکرا کر بولا۔ "تم پکی شیطان کی خالہ ہو' آخر وہی فقرہ مجھے اپنی زبان سے ادا کرنے پر مجبور کردیا۔"

وہ دونوں ہنسنے لگے۔ لیلیٰ نے مجھ سے کہا "وہ دونوں اسرائیل جارہے ہیں۔"

میں نے کہا "اچھا تو تم بھی باربرا ہکسن کے خیالات پڑھ رہی تھیں۔"

"تم کیوں پڑھ رہے تھے؟ کیا وہ بہت حسین ہے؟"

"پھر وہی عورتوں والا حسد اور جلاپا؟ کسی دوسرے پہلو... سے بھی سوچ لیا کرو۔ میری محتاط طبیعت نے کہا' یہ لڑکی کسی خاص مقصد سے ٹکرائی تھی۔ اس کا ارادہ معلوم کرنے کے لئے اس کے خیالات پڑھ رہا تھا۔"

"وہ میں پڑھ چکی ہوں۔ آپ کو جیری کے خیالات پڑھنا چاہئیں۔"

میں جیری کے پاس آیا۔ اس نے دو کپ کافی کا آرڈر دیا تھا۔ باربرا سے کہہ رہا تھا "تم بہت زندہ دل ہو بس ایک خرابی ہے۔"

"کہ میں تمہارے ہاتھ نہیں آتی۔"

"اتنا بتادو' کب میرے بازوؤں میں آؤگی؟"

"تم اچھی بات کرتے ہو۔ میں تو کسی مرد کی تنہائی میں نہیں جاسکتی۔"

"آخر کیوں؟"

"میں کسی کے قابل نہیں ہوں۔"

"کیا تمہیں کوئی مہلک بیماری ہے؟"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"بالکل نہیں۔"

"کیا تم ناگن ہو' سو سال بعد حسینہ کے روپ میں آئی ہو۔ جو تنہائی میں آتا ہے اسے ڈس لیتی ہو؟"

"یہ قصے کہانیوں والی باتیں ہیں۔ میرے ساتھ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"پھر کیا بات ہے؟"

"میں مجبور ہوں' نہیں بتا سکتی' سو سوری' میں شرمندہ ہوں۔"

ویٹر کافی کی ٹرے لے آیا۔ میں نے لیلیٰ سے کہا "تم نے باربرا کی بات سنی؟"

"سنی ہے۔ آپ اس کے دماغ میں نہ جائیں۔"

"میری رگِ تجسس پھڑک رہی ہے۔ تم ہی بتا دو۔"

"وہ تو بتانا ہی ہوگا۔ ورنہ آپ میری لاعلمی میں اس کے چور خیالات پڑھ لیں گے۔"

"ایسی کیا بات ہے؟"

"وہ مکمل لڑکی نہیں ہے۔"

"یعنی آدھی لڑکی آدھا لڑکا؟ یہ تو وہی جینا کا کیس ہے۔ وہ بارہ گھنٹے لڑکی رہتی تھی پھر بارہ گھنٹے کے لئے لڑکا بن جاتی تھی۔"

"یہ جینا کا کیس نہیں ہے۔ باربرا سچ مچ لڑکی ہے۔ وہ جینا کی طرح ایک پل کے لئے بھی خود کو لڑکا نہیں سمجھتی ہے لیکن اس کے جسم کا قدرتی نظام کچھ ایسا ہے کہ وہ ازدواجی زندگی نہیں گزار سکتی اور قدرتی طور پر ہی وہ جذبات کے معاملے میں بالکل ٹھنڈی ہے۔"

"کیا وہ قدرتی طور پر ایسی ہے؟"

"بیشک' ایسا تو قدرتی طور پر ہی ہوتا ہے۔"

"وہ اسرائیل کیوں جارہی ہے؟ جیری کی سوچ نے بتایا ہے' اسے تاریخ اور آثارِ قدیمہ سے دلچسپی ہے۔"

لیلیٰ نے کہا "اور باربرا کو فوٹوگرافی اور مصوری کا شوق ہے۔ یہ دونوں اسرائیل میں آثارِ قدیمہ کی اسٹڈی اور فوٹوگرافی کے لئے جارہے ہیں۔"

ہم دونوں پھر ان کے دماغوں میں گئے۔ ادھر وہ دونوں اپنا اپنا سر تھام کر میز پر جھک گئے۔ اچانک ہی کمزوری محسوس کر رہے تھے پھر وہ اٹھ کر ریستوران سے جانے لگے۔

میں نے کہا "ان کے ساتھ کوئی چکر چل رہا ہے۔"

لیلیٰ نے تائید کی "میں باربرا کے اندر رہ کر دیکھ رہی ہوں کہ یہ اچانک کمزوری کے باعث اٹھنے بیٹھنے کے قابل نہیں ہے۔ کجا یہ کہ اپنے پیروں سے چل کر جارہی ہے۔"

"خود نہیں جارہی ہے۔ کوئی اس کے دماغ میں ہے' وہ اسے لے جارہا ہے۔ میں نے جیری کے اندر بھی یہی محسوس کیا ہے۔"

ہم نے فوراً ہی بل ادا کیا۔ پھر ان کے پیچھے جانے لگے۔ لیلیٰ نے کہا "تعاقب کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ہم ان کے دماغ م... رہ کر اغوا کرنے والوں کا مقصد معلوم کرسکتے ہیں۔"

"بعض حالات میں ٹیلی پیتھی کام نہیں آتی۔ یوں بھی ... بہت آرام طلب ہوگئے ہیں۔ اسی بہانے ذرا بھاگ دوڑ ہو... رہے گی۔"

"انہیں کافی میں کوئی دوا ملا کر دی گئی ہے۔"

"یہی بات ہے۔ ایسا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہی کر سکـ... ہے۔ ویسے ہمیں آپس میں گفتگو کر کے وقت ضائع نہیں کر... چاہئے۔ تم باربرا کے خیالات پڑھتی رہو۔"

میں جیری کے دماغ میں آیا۔ وہ ائرپورٹ کے پارکنگ ایریا... طرف جارہا تھا جبکہ اس کی ذاتی گاڑی وہاں نہیں تھی۔ وہ تو یہاں... سے اسرائیل کی طرف سفر کرنے کے لئے آیا تھا۔ باربرا نے... "میرا دل گھبرا رہا ہے۔ کمزوری سے چلا نہیں جاتا ہے۔ پھر بھی... کہاں جارہے ہیں؟"

ایک شخص نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر کہا "یہاں... آرام سے بیٹھ جاؤ۔ تمہاری پریشانیاں دور ہوجائیں گی۔"

میں اس شخص کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس نے پہلے... انجکشن کی دو سرنج تیار کر رکھی تھیں۔ کوئی اس کے دماغ میں بو... رہی تھی "جلدی کرو' یہ ائرپورٹ ہے' کسی کو بھی تمہاری حرکتو... پر شبہ ہوسکتا ہے۔"

میں اس آلۂ کار کے دماغ میں مرینا کی سوچ سن رہا تھا لیکـ... یہ نہیں سمجھ رہا تھا کہ وہ ہے۔ وہ اتنی محتاط تھی کہ اپنے آل... کاروں سے بھی اصل آواز اور لہجے میں نہیں بولتی تھی۔ اس... آلۂ کار نے انجکشن کے ذریعے جیری اور باربرا کو بے ہوش کر... تھا۔ لیلیٰ نے کہا "اس گاڑی والے نے باربرا کو بے ہوش کر... ہے۔"

"جیری کے ساتھ بھی یہی ہوچکا ہے۔ تم کار ڈرائیو کرو۔ میں... خیال خوانی کروں گا۔ تعاقب کے دوران فاصلہ بہت زیادہ رکھ... تاکہ دشمن خیال خوانی کرنے والی کو شبہ نہ ہو۔"

"ہم کار میں بیٹھ گئے تھے۔ وہ گاڑی آگے جارہی تھی۔ ... نے اس کے پیچھے چلتے ہوئے کہا "کیا وہ کوئی خیال خوانی کر... والی عورت ہے؟"

"ہاں میں نے اس گاڑی والے کے دماغ میں اس کی آو... سنی ہے۔"

"کیا مرینا ہے؟"

"یقین سے نہیں کہہ سکتا۔ کوئی دوسری بھی ہوسکتی ہے۔"

میں پھر اس گاڑی والے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ پور... طرح ٹیلی پیتھی جاننے والی کی گرفت میں تھا۔ بالکل غائب دماغ تھ... وہ ونڈ اسکرین کے پار دیکھ کر ڈرائیو کر رہا تھا لیکن یہ نہیں جانتا تھ... کہ کس راستے پر جارہا ہے اور کہاں جارہا ہے؟

...بہت دور جانے کے بعد اس نے گاڑی روک دی پھر اچانک ہی...

جب ہم اپنے آلۂ کار کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما لیتے ...ں تو وہ دماغی طور پر گم ہوجاتا ہے۔ ہم اس کے دماغ سے دیکھتے ...ر بولتے ہیں' اس کے کانوں سے سنتے ہیں اور اس کے ہاتھوں ...ر پیروں سے حرکت کرتے ہیں۔ آلۂ کار کے دماغ میں اس ...رت کی سوچ کہہ رہی تھی کہ اسے کس راستے پر گاڑی کو موڑنا ...ہے' کس گلی میں جانا ہے اور کس کوٹھی کے گیراج میں پہنچ کر ...ڑی کا انجن بند کرنا ہے۔

یعنی وہ عورت نہیں چاہتی تھی کہ اس کے آلۂ کار کو وہ جگہ ...لوم ہو جہاں وہ جیری اور باربرا کو پہنچا رہی تھی۔ گاڑی گیراج ...ں پہنچ گئی تھی۔ آلۂ کار نے گیراج کے شٹر کو نیچے کیا۔ پچھلی سیٹ ...دروازہ کھول کر پہلے باربرا کو کھینچ کر باہر نکالا۔ اسے کاندھے پر ...کر گیراج کے سامنے آیا۔ ریموٹ کنٹرول کے ذریعے وہ دیوار ...حصوں میں تقسیم ہوگئی۔ دوسری طرف چور راستہ اور زینہ تھا۔ ...زینے سے اتر کر تہ خانے میں پہنچا' وہاں کئی کمرے اور کوریڈور ...۔ اس نے ایک کمرے کا دروازہ کھولا پھر باربرا کو اسی طرح ...ندھے پر اٹھائے اندر آگیا۔

وہ بہت بڑا بیڈ روم تھا۔ وہاں دو بڑے پلنگ بچھے ہوئے تھے۔ ...مانی ضرورت کا ہر سامان موجود تھا۔ آلۂ کار نے باربرا کو ایک ...پر لٹا دیا اس کے بعد باہر چلا گیا۔

وہ کمرا ساؤنڈ پروف تھا' باربرا ہوش میں آکر اگر آخری حد ...تک چیختی چلاتی' تب بھی کوئی اس کی نہ سنتا۔ میں نے کہا "لیلیٰ! ...یقین ہوگیا ہے۔ ان دونوں کو مرینا نے اغوا کیا ہے اور انہیں ...ساؤنڈ پروف اور تاریک قید خانے میں پہنچا رہی ہے۔"

وہ بولی "تاریک قید خانہ مرینا کی شناخت بن گیا ہے۔ ...جنت بہت ہی ذہین اور تیز طرار ہے۔ کیا آپ اس قید خانے ...جائیں گے؟"

"ابھی ضروری نہیں ہے۔ ہمیں وہ خفیہ اڈا معلوم ہوچکا ہے' ...کسی وقت بھی وہاں جاسکتے ہیں لیکن پہلے یہ معلوم کرنا ہوگا کہ ...اور باربرا کی اہمیت کیا ہے؟ ان میں کوئی خاص بات ہے' اسی ...مرینا نے انہیں اپنا قیدی بنایا ہے۔"

"ہم ان کے چور خیالات پڑھ چکے ہیں۔ وہ دونوں بے ضرر ...۔ معصوم ہیں۔ عام سے انسان ہیں۔ ہمیں تو ان میں کوئی ...بات نظر نہیں آئی۔"

"ہم ٹیلی پیتھی کے ذریعے بہت کچھ جان سکتے ہیں لیکن سب ...نہیں جان سکتے۔ ذرا دیکھتی جاؤ' وہ ظہور میں آنے والا ہے ...کی ہمیں توقع نہیں ہے۔"

میں پھر آلۂ کار کے پاس آیا۔ وہ جیری کو بھی باربرا کے کمرے ...دوسرے بستر پر ڈال کر آگیا تھا۔ چور دروازہ بند کر چکا تھا اور ...راج سے اپنی گاڑی نکال کر گیراج کے شٹر کو مقفل کر کے جارہا ...

دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ اس بات پر اُسے حیرانی نہیں ہوئی۔ اب میں اس کی آزادانہ سوچ پڑھ سکتا تھا۔

پڑھنے سے پتا چلا اس کے ساتھ اکثر ایسا ہوتا ہے۔ ایک نامعلوم عورت نے اسے ملازم رکھا ہے' اسے ہر ہفتے پانچ ہزار ڈالر دیتی ہے۔ وہ کبھی اتنی بڑی رقم کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا جبکہ کام بھی کچھ زیادہ نہیں تھا' اس نے دو ماہ کی ملازمت میں آج پہلی بار تین افراد کو بے ہوش کیا تھا۔ اس کے بعد ان تینوں کو اس نے کہاں پہنچایا تھا یہ اسے معلوم نہیں تھا۔

مجھے یہ معلوم ہوگیا کہ جیری اور باربرا کو تاریک قید خانے میں پہنچانے سے پہلے وہ ایک اور شخص کو وہاں پہنچا چکا ہے۔ اس کی سوچ مجھے یہ نہیں بتا سکتی تھی کہ ان تینوں قیدیوں کی اہمیت کیا ہے؟

یہی سوال لیلیٰ نے کیا۔ پھر خود ہی جواب دیا "مرینا نے آج تک صرف ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو قید کیا ہے تاکہ ہم ان کے دماغوں میں پہنچ کر بھی انہیں قید خانے سے نہ نکال سکیں۔ اس نے یہاں کے تاریک کمروں میں تین قیدیوں کو رکھا ہے' یہ تینوں بھی ضرور ٹیلی پیتھی جانتے ہوں گے۔"

"اگر ٹیلی پیتھی جانتے ہیں تو ان کے چور خیالات نے ہمیں کیوں نہیں بتایا؟"

"ہاں' یہ ایک الجھن ہے۔ ان کے خیالات سے پتا چلتا ہے کہ وہ نہ کوئی غیر معمولی علم جانتے ہیں نہ غیر معمولی انسان ہیں۔"

میں نے کہا "ان کے غیر معمولی ہونے کی یہی دلیل کافی ہے کہ انہیں مرینا نے شکار کیا ہے۔"

لیلیٰ نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھائی۔ میں نے کہا "اب ہم نیویارک نہیں جائیں گے۔"

"یہ تو میں پہلے ہی سمجھ گئی تھی۔ اسی شہر میں دشمنوں کی نشاندہی ہورہی ہے۔ پچھلی بار مرینا لندن میں تھی۔ اب وہ اسی شہر میں مل سکتی ہے۔"

"مرینا کہیں بھی ہو۔ اسے ڈھونڈنے کا کام ہم نے پارس پر چھوڑ دیا ہے۔ ابھی تو میں یہ سمجھنا چاہتا ہوں کہ تاریک کمروں میں جو تین قیدی ہیں وہ کون ہیں؟ کس ملک اور کس تنظیم سے تعلق رکھتے ہیں۔ مرینا آج کل کس کے خلاف ایکشن میں ہے؟"

ہم اپنی رہائش گاہ میں پہنچ گئے۔ لیلیٰ نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرتے ہوئے کہا "میں نیویارک کی سیٹ کینسل کراتی ہوں۔ پھر کافی تیار کروں گی۔ ہم ائرپورٹ میں آدھی پیالی بھی نہیں پی سکے۔"

میں ایک صوفے میں دھنس گیا اور خیال خوانی میں ڈوب گیا۔ جیری اور باربرا ابھی تک بے ہوش تھے۔ دماغی حالت بتا رہی تھی کہ تھوڑی دیر بعد ہوش میں آجائیں گے۔ میں نے سوچا لیلیٰ کے ہاتھوں سے بنی ہوئی کافی پینے کے بعد پھر ان کے دماغوں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

میں آؤں گا۔ میں وہاں سے واپس آنا چاہتا تھا اسی وقت کسی اجنبی کی سوچ سنائی دی "جیری! ہوش میں آؤ۔ کم آن، ہری اپ۔"

میں نے لیلیٰ سے کہا "کوئی جیری کو ہوش میں آنے کے لئے کہہ رہا ہے۔"

"کہہ رہا ہے کا مطلب یہ ہوا کہ وہ مرینا نہیں ہے۔"

"ہاں تم باربرا کے دماغ میں جاؤ۔"

میں بھی باربرا کے پاس گیا، وہاں بھی وہی اجنبی اسے ہوش میں آنے کو کہہ رہا تھا۔ اس کا دماغ اور سانسوں کی رفتار بتا رہی تھی کہ وہ ہوش و حواس کی طرف آ رہی ہے۔ میں نے جیری کے پاس آ کر دیکھا وہ اپنے دماغ میں جھنجھناہٹ سی محسوس کر رہا تھا پھر وہ مکھیوں جیسی جھنجھناہٹ واضح ہونے لگی، ایک دوسرے اجنبی کی سوچ سنائی دی یعنی وہاں دو ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے، ایک باربرا کے پاس تھا دوسرا جیری کے اندر کہہ رہا تھا "تم ہوش میں آ رہے ہو۔ شاباش! آنکھیں کھولو اور دیکھو، سمجھو کہ کہاں ہو؟ اس جگہ کی نشاندہی کرو ہم تمہیں وہاں سے لے آئیں گے۔"

میں سوچ رہا تھا، یہ دو ٹیلی پیتھی جاننے والے کون ہیں جو باربرا اور جیری کی مدد کے لئے آئے ہیں۔ ابھی میں برین ماسٹر اور چار بلیک سیکرٹ کے متعلق نہیں جانتا تھا۔ اس وقت باربرا کے دماغ میں برین ماسٹر اور جیری کے دماغ میں ایک بلیک سیکرٹ بول رہا تھا۔

کوئی ایک منٹ کے بعد جیری نے آنکھیں کھول دیں۔ سوچنے لگا "میں کہاں ہوں؟ یہ میرے چاروں طرف گہری تاریکی کیوں ہے؟"

بلیک سیکرٹ نے کہا "تم کسی بستر پر ہو۔ یہ کوئی کمرا ہے حوصلہ کر کے اٹھو، اور سوئچ بورڈ تلاش کرو۔"

اسی وقت باربرا کی کراہیں سنائی دیں۔ جیری نے اٹھتے ہوئے کہا "یہ تو باربرا کی آواز ہے، میرے بالکل قریب ہے۔"

اس کے دماغ میں کہا گیا "پہلے سوئچ آن کرو پھر وہ دکھائی دے گی۔"

وہ پلنگ سے اتر کر کھڑا ہو گیا تھا۔ پاؤں تلے قالین بچھا ہوا تھا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے اندھے کی طرح ٹٹولتا ہوا دروازے پر آیا، اسے کھولنے کی کوشش کی لیکن وہ مقفل تھا یا باہر سے بند کیا گیا تھا، اس نے پھر دروازے اور دیوار کے سہارے آگے بڑھ کر سوئچ بورڈ کو پا ہی لیا۔

اس نے ایک سوئچ دبایا۔ پھر دوسرے کو دبایا۔ تاریکی جوں کی توں رہی وہاں جتنے سوئچ تھے ان سے روشنی نہیں ہو رہی تھی۔ باربرا نے پریشان ہو کر پوچھا "یہاں اندھیرے میں کون ہے۔ مجھے ٹپ ٹپ کی آواز آ رہی ہے جیسے کوئی بار بار سوئچ دبا رہا ہو۔"

جیری نے کہا "باربرا! تم اس تاریکی میں تنہا نہیں ہو۔ میں تمہارے ساتھ اسی کمرے میں ہوں۔"

"تھینکس گاڈ، تم میرے پاس ہو۔ مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے میرے دماغ کے اندر کوئی بول رہا ہو۔"

"میرے اندر بھی کوئی بول رہا ہے۔"

برین ماسٹر نے کہا "ہاں، میں بول رہا ہوں۔ اس تاریک قید خانے نے سمجھا دیا ہے کہ مرینا نے تم دونوں کو قیدی بنایا ہے۔"

"یہ مرینا کون ہے؟"

"تم اسے نہیں جانتے۔ وہ اس وقت بھی تمہارے دماغوں میں چھپی ہوئی ہے۔ میں اسے آخری بار سمجھاتا ہوں کہ وہ برین ماسٹر اور بلیک سیکرٹ کے لئے چیلنج بننے کی حماقت نہ کرے۔ ہمارے آدمیوں کو رہا کر دے۔"

جواب میں خاموشی رہی۔ جیری اور باربرا کے دماغوں سے مرینا کی سوچ نہیں ابھری۔ وہ ضرور موجود ہو گی۔ دشمنوں کی... بے بسی کا تماشا دیکھ رہی ہو گی۔ بلیک سیکرٹ نے پوچھا "جیری! ہمیں بتاؤ، تمہیں کس طرح ٹریپ کیا گیا تھا۔"

وہ بولا "میں باربرا کے ساتھ ریستوران میں کافی پی رہا تھا، اچانک ہمیں کمزوری کا احساس ہوا۔ اس کے بعد ہم وہاں سے اٹھ گئے جبکہ ہمارا اٹھنے کا ارادہ نہیں تھا۔ ہم بے اختیار پارکنگ ایریا میں چلتے ہوئے آئے۔ ایک شخص نے ہمارے لئے کار کی پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔"

"وہ شخص کون تھا؟"

"ہمارے لئے اجنبی تھا مگر میں اسے کہیں بھی دیکھ کر پہچان سکتا ہوں۔"

"آگے بولو۔"

"اس شخص نے انجکشن کے ذریعے ہمیں بے ہوش کر دیا۔"

"تمہیں اس کی گاڑی میں نہیں بیٹھنا چاہئے تھا۔"

"ہم کمزور تھے۔ ہمارا جسم اور ہمارا دماغ ہمارے اختیار میں نہیں تھا۔ ایسا لگتا تھا کوئی ہمیں سہارا دے کر لے جا رہا ہے۔ جب باربرا کو بے ہوشی کا انجکشن لگایا گیا تو میں حوصلہ کرنے لگا کہ وہ مجھے انجکشن لگانے آئے گا تو میں اسے کامیاب نہیں ہونے دوں گا لیکن میں اس قدر کمزور تھا کہ صرف ارادہ کر کے رہ گیا۔ اپنے ہاتھ پاؤں کو حرکت نہ دے سکا۔ اس نے انجکشن لگا دیا پھر مجھے ہوش نہیں رہا کہ وہ اجنبی مجھے کہاں لے جا رہا ہے۔"

"وہ کون سی کار تھی؟"

"ہنڈا ایکارڈ۔ اس کا رنگ سیاہ تھا۔ میں نے نمبر پلیٹ پر دھیان نہیں دیا۔"

برین ماسٹر نے کہا "وہ ذلیل عورت بہت چالاک ہے۔ اس نے سونیا اور اس کے ساتھیوں کو بھی تاریک قید خانے تک پہنچنے نہیں دیا تھا۔"

بلیک سیکرٹ نے کہا "مگر ہم پہنچیں گے۔ ہم اپنے اصولوں میں لچک پیدا کریں گے۔ مرینا سے دوستی کریں گے اور اپنے آدمیوں کو یہاں سے رہائی دلائیں گے۔"

میں نے جیری کے دماغ سے سوال کیا "مگر تم کون ہو؟ ہمیں رہائی دلانا چاہتے ہو۔ ہمارے دوست ہو تو پھر اجنبی نہ رہو۔ اپنا تعارف کراؤ؟"

برین ماسٹر نے کہا "اپنا تعارف کرانا ضروری نہیں ہے ہم پھر آئیں گے۔"

میں نے جیری کے ذریعے کہا "ٹھہرو تعارف تو ہو ہی چکا ہے۔ تم میں سے ایک برین ماسٹر ہے اور دوسرا بلیک سیکرٹ۔ تم نے ابھی مرینا سے کہا تھا کہ وہ تمہارے لئے چیلنج بننے کی حماقت نہ کرے۔ جب یہاں تک کہہ دیا ہے تو یہ بھی کہہ دو کہ ہمارا تم سے کیا رشتہ ہے۔ تم ہمارے لئے کسی مکار عورت سے ٹکرانا بھی چاہتے ہو اور اس سے سمجھوتا کرنا چاہتے ہو۔ پلیز ہمیں تجسس میں مبتلا نہ کرو جب ہم تمہارے ہیں تو ہم سے پردہ کیا؟"

"کوئی پردہ نہیں ہے۔ تم دونوں ہمیں جانتے ہو مگر ہمیں جاننے اور پہچاننے کا ایک خاص موقع ہوتا ہے۔ اس مناسب موقع پر ہمارے تمہارے درمیان کوئی پردہ نہیں رہتا۔ بس اب اس قید خانے میں صبر سے رہو۔ ہم تمہاری رہائی کی کوششیں کر رہے ہیں۔"

وہ چلے گئے۔ میں جیری کے دماغ کی گہرائیوں میں اتر کر معلوم کرنے کی کوشش کرنے لگا کہ وہ کون سا مناسب موقع ہوتا ہے جب اس کے اور برین ماسٹر وغیرہ کے درمیان کوئی پردہ نہیں رہتا؟

ایک عام سی بات سمجھ میں آئی کہ برین ماسٹر اور بلیک سیکرٹ نے تنویمی عمل کے ذریعے ان کے دماغ کے کچھ حصوں کو لاک کر دیا ہے۔ جیری اور باربرا انہیں پہچانتے ہیں لیکن مناسب موقع آنے تک انہیں فراموش کئے رہتے ہیں۔

لیلیٰ، سونیا کے پاس جا کر اسے یہاں کی روداد سنا رہی تھی۔ اس نے بھی سب کچھ سننے کے بعد کہا "جیری اور باربرا بہت اہم ہیں لیکن اپنی اہمیت کو بھولے ہوئے ہیں اور تنویمی عمل کے ذریعے عارضی طور پر یہ اہمیت بھلائی گئی ہے۔"

میں نے کہا "ہمیں ان کی اصلیت اور اہمیت رفتہ رفتہ معلوم ہو جائے گی لیکن یہ دو نئے نام ہمارے سامنے آئے ہیں، برین ماسٹر اور بلیک سیکرٹ۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ وہ دونوں ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔"

"فرہاد! تم بھول رہے ہو۔ مرینا صرف ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تاریک قید خانے میں لے جاتی ہے۔ اس پہلو سے سمجھو وہ تاریک قید خانے کے تینوں قیدی بھی ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔"

"اس کا مطلب ہے ایک ایسی خطرناک تنظیم وجود میں آئی ہے جس کے تمام افراد ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔"

سونیا نے کہا "جب یہ یقین ہو جائے کہ وہ تینوں قیدی پھر برین ماسٹر اور پھر بلیک سیکرٹ بھی ٹیلی پیتھی جانتے ہیں تو بات سمجھ میں آ جائے گی کہ اتنی تعداد میں ٹیلی پیتھی جاننے والے ٹرانسفارمر مشین سے ہی پیدا ہو سکتے ہیں۔ یہ کوئی نئی خطرناک تنظیم نہیں ہے یہ سب مرینا اور سپر ماسٹر کے ملک سے ہی تعلق رکھتے ہیں۔"

"تم یہ کہہ رہی ہو کہ مرینا اپنے ہی ملک کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو قیدی بنا رہی ہے؟"

"ہاں، ایک اندازہ ہے کہ مرینا اور سپر ماسٹر کے درمیان اختلافات پیدا ہو گئے ہیں۔ مرینا کے مزاج میں حکمرانی اور خود مختاری ہے۔ وہ جورا جوری، جوڈی نارمن، ٹیو سنتانا اور رپال ہوپ کن کے دماغوں پر حکومت کر رہی ہے۔ انہیں اپنی مرضی کے مطابق استعمال کر رہی ہو گی اور یہ بات سپر ماسٹر کو پسند نہیں ہو گی۔"

میں نے تائید کرتے ہوئے کہا "بات کچھ سمجھ میں آ رہی ہے۔ سپر ماسٹر نے مرینا کی طاقت کم کرنے کے لئے ٹرانسفارمر مشین سے نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کئے ہیں۔ مرینا کے خلاف برین ماسٹر اور بلیک سیکرٹ کی ایک ٹیم بنائی ہے۔ اس ٹیم نے مرینا کو کوئی نقصان پہنچایا ہو گا تب ہی وہ برین ماسٹر کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تاریک قید خانے میں پہنچا رہی ہے۔"

لیلیٰ نے کہا "امریکا کی جانب سے اسرائیل کو خیال خوانی کرنے والوں کی مدد پہنچائی جانے والی تھی۔ جیری اور باربرا بھی اسرائیل جانے والے تھے۔ اس حساب سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ تاریک قید خانے کے تینوں قیدی خیال خوانی کرنا جانتے ہیں۔ یہی ان تینوں کی اہمیت کا سبب ہے، وہ تنویمی عمل کے زیر اثر رہ کر اپنی خیال خوانی کی صلاحیتوں کو اور اپنے برین ماسٹر کو بھولے ہوئے ہیں اور برین ماسٹر مناسب موقع دیکھ کر انہیں ان کی اصلیت اور صلاحیت کی طرف واپس لاتا ہے۔"

بہت سی گرہیں کھل رہی تھیں۔ لیلیٰ نے آخری گرہ کھول دی تو ساری باتیں آئینے کی طرح صاف ہو گئیں۔ اس آئینے میں نظر آنے لگا کہ مرینا، سپر ماسٹر اور برین ماسٹر اور بلیک سیکرٹ کے درمیان زبردست تنازعہ ہے، وہاں ایک دوسرے سے برتر رہنے کی جنگ لڑی جا رہی ہے۔

میں نے کہا "یہ اچھا موقع ہے۔ ہمارے لئے حالات سازگار ہیں۔ اگر ہم کسی طرح مرینا کو اپنی طرف مائل کر لیں تو ان کی آپس کی جنگ کا نتیجہ ہمارے حق میں بہتر ہو گا۔"

"مرینا ایک منہ زور آندھی ہے۔ اس آندھی سے صرف پارس ہی کھیل سکتا ہے۔ اپنے بیٹے سے کہو، وہ مرینا کو پہلے لندن میں تلاش کرے، وہاں نہ ملے تو واشنگٹن چلا جائے۔ جس تیزی سے مرینا کام کر رہی ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے وہ واشنگٹن میں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہے۔"

ہماری معلومات کے مطابق دو ہی شہروں میں اس کے تاریک قید خانے تھے۔ میں نے پارس سے رابطہ کیا' وہ بولا "لیں پاپا؟"

میں نے پوچھا "مرینا کہاں ہے؟"

اس نے معصومیت سے پوچھا "کون مرینا؟"

"وہی ٹیلی پیتھی جاننے والی جس نے لندن میں تمہیں ٹریپ کرنا چاہا تھا لیکن خود تمہارے جال میں پھنس گئی تھی۔"

"سوری پاپا! مجھے یاد نہیں آرہا ہے۔ آپ نے ابھی کیا نام بتایا تھا؟"

"دیکھو شیطان! مجھ سے بننے کی کوشش نہ کرو' سنجیدہ ہو جاؤ۔"

"تو پھر سنجیدگی سے پوچھتا ہوں۔ کیا آپ کو میری تمام اماؤں کے نام آج بھی یاد ہیں؟"

میں نے جھینپ کر کہا "یہ کیا بکواس ہے!"

"پلیز میرے سوال کو سنجیدگی سے سمجھیں۔ جب باپ کو یاد نہیں ہے تو بیٹے کو کیا یاد ہوگا کہ آپ کی کتنی بہوئیں آکر جاچکی ہیں اور ان کے نام کیا کیا رہے ہیں؟"

میں اس کے دماغ سے چلا آیا۔ لیلیٰ نے پوچھا "پارس سے بات ہوگئی؟"

"میں بیٹے سے بات کرنے جاتا ہوں مگر یوں لگتا ہے اپنے باپ سے باتیں کررہا ہوں۔"

لیلیٰ نے کہا "سچ پوچھیں تو مجھے بھی اس سے باتیں کرتے ہوئے ڈر لگتا ہے۔ ایسے گھما پھرا کر بولتا ہے کہ جواب نہیں بن پڑتا' ویسے وہ کیا کہہ رہا تھا؟"

اب میں لیلیٰ سے کیسے کہتا کہ وہ اپنی اماؤں کا حساب پوچھ رہا تھا جبکہ لیلیٰ بھی ایک اماں تھی۔ میں نے کہا "جو بچے باپ کے قابو میں نہیں آتے' وہ ماں کی ممتا سے رام ہوجاتے ہیں۔ تم اسے مرینا کی موجودہ مصروفیات سے آگاہ کرو اور مرینا کو ہماری طرف مائل کرنے کے لئے کہو۔"

لیلیٰ نے اس کے پاس پہنچ کر مخاطب کیا "ہیلو پارس! خیریت سے ہو؟"

"آہ! خیریت کہاں ہے؟ مجھے کچھ ہوگیا ہے۔"

"کیا ہوگیا ہے؟"

"پتا نہیں' ایسا کچھ ہوگیا ہے کہ آنے والے میرے پاس آتے ہی بھاگ جاتے ہیں۔"

"تم اپنی شرارت سے بھگا دیتے ہو۔"

"کیا اپنی ماؤں کے نام پوچھنا شرارت ہے؟"

"ہرگز نہیں' ویسے پوچھنے کی کیا ضرورت تھی۔ کیا تمہیں اپنی والدہ کا نام یاد نہیں ہے۔"

"ایک ہوتی تو یاد رہتا۔"

"اب اتنی زیادہ بھی نہیں ہیں کہ تمہیں یاد نہ رہیں۔"

"اس کا مطلب ہے آپ کو تمام نام یاد ہیں! چلیں آپ [illegible] لکھوا دیں۔"

"تمہیں لکھنے کی ضرورت کیا پڑگئی ہے؟"

"میں خاندانی شجرہ لکھ رہا ہوں۔ تمام ماؤں کے نام لک[illegible] ضروری ہے۔"

"دیکھو پارس! جو عورت اپنے باپ کی منکوحہ ہوتی ہے' ماں کہلاتی ہے۔ اس اعتبار سے تمہاری ایک ماں رسونتی [illegible] دوسری میں ہوں۔"

"اور جن سے باپ شادی نہ کرے اور ان کی زندگی بر[illegible] کردے' وہ بیچاریاں کسی حساب میں نہیں ہیں؟"

"یہ تمہارے پاپا کی غلطی ہے۔ تم گڑے مردے [illegible] اکھاڑو۔"

"آپ منکوحہ ہیں۔ خدانخواستہ نہ ہوتیں تو کیا مجھے ا[illegible] باپ سے آپ کا نام پوچھنے کا حق نہ ہوتا؟"

"یہ تم دل کو لگنے والی باتیں کرکے لاجواب کردیتے ہو۔"

"میں کسی سے ناانصافی نہیں کرنا چاہتا۔ پاپا کی زندگی م[illegible] آنے والی ہر عورت ان کی بیوی نہ کہلا سکی۔ میں ہر اس عورت [illegible] ماں کہہ کر اس کا مان بڑھا سکتا ہوں۔ ان کی گود میں سر رکھ [illegible] انہیں فرہاد علی تیمور کا ایک بیٹا دے سکتا ہوں۔ ہر ماں کو جب ایک پارس ملے گا تو میرے باپ کی بیوفائی کی تکلیف کچھ [illegible] ہوجائے گی۔"

لیلیٰ نے کہا "پارس! تم عظیم ہو۔ تمہارے سینے میں [illegible] دل ہے۔ تمہیں عورتوں کے دکھ کا احساس ہے۔ تم عورتوں [illegible] عزت کرتے ہو اور عورتوں کو کبھی کھلونا نہیں سمجھتے......."

وہ بولتے بولتے چونک گئی' سوچنے لگی۔ پارس نے پوچھا "[illegible] ہوا؟"

"ہوگا کیا؟ جذباتی باتیں کرکے مجھے الّو بنا رہے ہو۔ تم بھ[illegible] اپنی زندگی میں آنے والوں کو کھلونا سمجھتے ہو۔ اپنے پاپا کے [illegible] قدم پر چلتے ہو۔ بڑے پارسا بن کر اپنی ماؤں کا حساب کررہے [illegible] تمہاری زندگی میں آنے والیوں کا حساب کون کرے گا؟"

"میرے بچے کریں گے۔ اللہ آپ کو لمبی عمر دے' آ[illegible] دیکھیں گی کہ ہمارے خاندان کا ہر بچہ اپنے اپنے باپ کی ما[illegible] بھری تاریخ لکھتا جائے گا۔"

"خدا تم سے بچائے رکھے۔ ضروری بات نہ ہوتی تو تمہارے پاس نہ آتی۔"

"اس سے ضروری بات کوئی نہیں ہوسکتی کہ میں ماؤں [illegible] سفر پر روانہ ہوجاؤں۔ باری باری اپنی ہر ماں سے ملاقات کر [illegible] اور ان کے دکھ بانٹتا رہوں۔"

"بکواس کررہے ہو۔ ان کے دکھ کیسے بانٹو گے؟"

"بہت آسان سی بات ہے۔ جس ماں کا نام اور پتا ملتا جائے گا اس کے پاس جاکر پاپا سے رابطہ کروں گا اور کہوں گا' جب تک آپ اس ماں سے نکاح نہیں پڑھائیں گے میں بھوک ہڑتال کرتا رہوں گا۔"

لیلیٰ نے پریشان ہوکر پوچھا "کیا تم پاپا کی زندگی میں آنے والی تمام عورتوں سے اُن کا اسی طرح نکاح پڑھوادو گے؟"

"جی ہاں۔ اسطرح ڈیڑھ دو سو ماؤں کا ذخیرہ ہوجائے گا۔"

"کیا تم مجھ پر سوکنیں لانا چاہتے ہو؟"

"کیا آپ سوکنوں کو ان کا حق نہیں دینا چاہتیں؟"

وہ پارس کے دماغ سے نکل کر میرے پاس حاضر ہوئی پھر [illegible]ولی۔ "کیا پارس بھوک ہڑتال کرکے آپ سے کوئی بات منوائے [illegible] آپ مان لیں گے؟"

"بھوک ہڑتال کی کیا ضرورت ہے۔ میں تو اس کی ہر بات [illegible]ان لیتا ہوں۔"

"کیا وہ آپ کو مجبور کرے کہ آپ کسی سے نکاح پڑھوالیں [illegible] آپ راضی ہوجائیں گے؟"

"وہ ایسا کیوں کرے گا؟"

"وہ ایسا کرنے جارہا ہے۔ جوانی کی ابتدا سے لے کر اب [illegible]ک جتنی عورتیں آپ کی زندگی میں آئی ہیں' وہ ان سب سے [illegible]لاقات کرنے اور ان سے انصاف کرنے جارہا ہے۔ اس کے [illegible]خیال میں انصاف کا تقاضا اسی وقت پورا ہوگا جب آپ بیوفائی کے داغ دھوئیں گے اور ان سے نکاح پڑھواتے جائیں گے۔"

میں ہنسنے لگا۔ وہ ایک دم سے رو پڑی۔ روتے ہوئی بولی۔ "[illegible]پ تو ہنسیں گے۔ آپ کے لئے اس سے بڑی خوشی اور کیا ہوگی کہ ڈیڑھ دو سو بیویاں جمع ہوجائیں گی۔"

مجھ سے ہنسی نہیں رک رہی تھی۔ میں نے بڑی مشکلوں سے [illegible]سی ضبط کرتے ہوئے کہا "کس شیطان کے چکر میں پڑ گئی ہو۔ اس نے اپنی باتوں کی ہیرا پھیری میں تمہاری سوچنے سمجھنے کی صلاحیت [illegible]تم کردی ہے۔ اس نے کہا کوا کان لے گیا تم نے کوّے کو دیکھا [illegible]پنے کان کو نہیں دیکھا۔"

وہ آنسو پونچھتے ہوئے بولی "آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟"

"کہوں گا کیا تم سے پوچھتا ہوں کیا ایک شخص کے لئے [illegible]ڈیڑھ دو سو نکاح جائز ہیں؟"

"آں؟ وہ حیرانی سے بولی "یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں تھا [illegible]حالانکہ سیدھی سی بات تھی۔"

پھر وہ کچھ سوچ کر بولی "مگر بیٹے کی ضد پر مزید دو شادیاں تو [illegible]کرسکتے ہیں؟"

"یہ دو شادیوں کا حساب کیا ہے؟"

"چار شادیاں جائز ہیں۔ ایک نکاح رسونتی سے ہوچکا ہے' دوسرا مجھ سے ہوا ہے۔ باقی دو کی گنجائش ہے۔"

میں نے پیشانی پر ہاتھ مار کر کہا "میری زندگی میں اور کسی کی گنجائش نہیں ہے۔ وہ شریر تمہیں چھیڑ رہا ہے۔"

"یہ کیسا بیٹا ہے جو ماں کو چھیڑتا ہے۔"

"ماں کو باپ کے لئے چھیڑتا ہے۔"

"کچھ بھی ہو۔ اسی لئے میں اُس کے پاس نہیں جاتی۔ بات کرتے ہی چکرا دیتا ہے۔"

"تم فرہاد کی شریکِ حیات ہوکر شکست تسلیم کررہی ہو۔ ابھی جاؤ اور اسے منہ توڑ جواب دو کہ تمہارا باپ میرا ہے' میرا ہی رہے گا وہ میرے بعد اب کسی سے نکاح نہیں پڑھوائے گا۔"

"ہاں' جب شوہر قابلِ اعتماد ہوجائے تو عورت ساری دنیا کو منہ توڑ جواب دے سکتی ہے۔ میں ابھی اس شریر کی زبان بند کروں گی۔"

وہ پھر پارس کے پاس آئی' وہ پوی کے زانو پر سر رکھے لیٹا ہوا تھا۔ لیلیٰ کچھ کہنا چاہتی تھی' اس سے پہلے ہی وہ بولا "پلیز' آپ ایک منٹ بعد تشریف لائیں۔ پوی ممی میرے پاپا کے متعلق کوئی راز کی بات کہہ رہی ہیں۔"

یہ کہہ کر اس نے سانس روک لی۔ لیلیٰ دماغ سے باہر ہوگئی۔

پوی نے پوچھا "تم ابھی بولتے بولتے چپ کیوں ہوگئے تھے؟"

پارس نے جھوٹ کہا "ابھی پاپا میرے پاس آئے تھے۔ میں نے کہا میں اپنی ماں کی گود میں لیٹا ہوا باتیں کررہا ہوں۔ اگر ممی اجازت دیں گی تو میں آپ کو آنے دوں گا۔"

پوی خوش ہوکر بولی "تم نے اپنے پاپا کے سامنے مجھے ماں کہا ہے' صرف کہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔"

"میں تو سچ مچ تمہیں ماں بنانا چاہتا ہوں۔ پاپا سے تمہارا نکاح پڑھانا چاہتا ہوں۔"

"اوہ پارس! تم گریٹ ہو۔"

"ابھی پاپا میرے دماغ میں آئیں گے تو میں چپکے سے تمہارا ہاتھ دباؤں گا۔ تم ان کی محبت میں جو کچھ بول سکتی ہو بولتی چلی جانا' یہ ظاہر نہ کرنا کہ تمہیں ان کی موجودگی کا علم ہے۔"

دوسری طرف لیلیٰ نے دماغی طور پر میرے پاس حاضر ہوکر کہا۔ "وہ پوی کے زانو پر سر رکھے لیٹا ہوا ہے' اسے ممی کہہ رہا تھا۔ مجھ سے کہا میں ایک منٹ بعد آؤں۔ اس کی پوی ممی اس کے پاپا کے متعلق کوئی راز کی بات کہہ رہی ہے۔"

میں نے کہا "اس لڑکے نے تو ناک میں دم کردیا ہے۔ بھئی تم ہی ذرا عقل سے کام لو۔ پوی کو ممی کہہ دینے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں اس سے نکاح پڑھوانے جارہا ہوں۔"

"پارس نے کہا تھا کہ اب وہ ہر اس عورت سے ملے گا جو آپ کی زندگی میں آکر اچھا خاصا وقت گزار چکی ہے۔ اسی مقصد کے تحت وہ سب سے پہلے پوی کے پاس پہنچا ہوا ہے۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"میں ابھی اسے ٹھیک کرتا ہوں۔ میرے ساتھ آؤ۔"

ہم دونوں پارس کے دماغ میں پہنچے اس نے ہماری لاعلمی میں ہولے سے پوری کا ہاتھ دبایا۔ وہ کہنے لگی "پارس! میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ تم مجھ سے ماں کا پیار لینے اور بیٹے کا پیار دینے آؤ گے۔"

میں نے پوچھا "پارس! یہ کیا ہو رہا ہے؟"

"تعجب ہے پاپا! آپ یہ دیکھ کر بھی پوچھ رہے ہیں کہ بیٹا اپنی ماں کے پاس ہے۔"

"یہ تمہاری ماں کیسے ہو گئی۔ کیا میں نے اس سے نکاح پڑھوایا ہے؟"

"آپ نے سونیا مما سے بھی نکاح نہیں پڑھوایا لیکن آج تک انہیں ماں کہنے سے مجھے نہیں روکا پھر آج کیوں ٹوک رہے ہیں۔"

مجھ سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔ وہ واقعی ماں کے رشتے سے سونیا کو مما کہتا تھا اور سونیا اعلانیہ کہتی تھی کہ پارس اُس کا بیٹا ہے میں نے کبھی یہ نہیں پوچھا تھا کہ وہ سونیا کو ماں کیوں کہتا ہے۔ کیا میں نے سونیا سے نکاح پڑھوایا ہے؟

میں نے یہ سوال کبھی نہیں کیا تھا پھر پوری کو ماں کہنے پر کیسے اعتراض کر سکتا تھا۔ لیلیٰ میرے دماغ میں میرے یہ خیالات پڑھ رہی تھی اور میری مجبوری اور لاجواب ہونے کی بے بسی سمجھ رہی تھی۔

اُدھر پوری اُس سے کہہ رہی تھی۔ "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مجھ میں کیا کمی تھی۔ اگر کمی تھی تو تمہارے باپ ایک عرصے تک محبت کی قسمیں کیوں کھاتے رہے۔ اگر کمی تھی اور وہ اس کی نشاندہی کر دیتے تو میں وہ کمی پوری کر دیتی۔"

پارس نے پوچھا "کیا پاپا نے آپ میں کبھی بے وفائی دیکھی؟"

"بیٹے! کبھی نہیں۔ تمہاری اپنی ماں رسونتی اور دوسری ماں لیلیٰ سہاگن رہ کر وفادار ہیں۔ میں تو سہاگن نہ ہوتے ہوئے بھی وفادار ہوں۔ تمہارے باپ کے نام پر آدھی جوانی گزار دی۔ آدھی ہے وہ بھی گزار دوں گی۔ میری بے لوث محبت' میری ساری جوانی کا انتظار تمہاری دونوں ماؤں پر بھاری ہے۔ تمہاری دونوں مائیں میری محبت اور وفاداری کی مثال پیش نہیں کر سکیں گی۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ میرا سر جھک گیا۔ لیلیٰ بھی خاموش تھی۔ کسی گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ ہم سمجھ رہے تھے' بیٹا شرارت سے چھیڑ چھاڑ کر رہا ہے۔ وہ پیدائشی شریر تھا مگر آج اس شریر نے بڑی سنجیدگی سے باپ کو اٹھا کر پٹخ دیا تھا۔

میں چاروں شانے چت ہو گیا تھا۔ ایک زمانے سے لوگ میری عیاشی پر تبصرے کرتے آ رہے تھے۔ میں ان کی پروا نہیں کرتا تھا۔ کوئی میرا کیا بگاڑ سکتا تھا۔ آج تک کوئی سپر پاور کسی معاملے میں میرا کچھ نہیں بگاڑ سکی۔ لوگ تو بس ایک وقت کہتے ہیں' دوسرے وقت ٹھنڈے پڑ جاتے ہیں۔

لیکن اولاد کا خون گرم ہوتا ہے۔ وہ ٹھنڈا نہیں پڑتا۔ آج پارس بولا' کل اس کی یا علی تیمور کی اولاد بولے گی۔ کیا ہمیں دادا جان کی عیاشانہ روایات کو قائم رکھنا چاہئے؟ یہ بڑا بے حیا سوال ہے' اس کا جواب میں بیٹے اور آئندہ کسی پوتے پوتی کو نہیں دے سکتا تھا۔

میں' جو دنیا کو ٹھوکروں میں اڑاتا تھا' آج اپنی آئندہ نسل کی ٹھوکروں میں آ گیا تھا۔ ایک گناہ گار سوچتا ہے کہ آئندہ کچھ نہیں ہو گا' ہمارا آئندہ محفوظ ہے۔ یہ بھول جاتا ہے کہ آئندہ اس کی جوان اولاد محاسبہ کرے گی۔ وہ باپ جو کسی کے سامنے نہیں ہارتا اولاد کے سامنے ہار جاتا ہے۔

لیلیٰ میری شرمندگی اور پریشانیوں کو سمجھتی ہوئی مخروطی انگلیوں سے میرے بالوں میں کنگھی کرنے لگی۔ میں نے آہستگی سے کہا "سونیا کے پاس جا کر کہہ دو ہم پارس کو مرینا کے پاس جانے کے لئے نہیں کہیں گے۔ وہ یہ کام سلمان سے لے سکتی ہے۔"

وہ چونک کر بولی "مرینا کے نام پر یاد آیا کہ پارس کون سا پارسا ہے کہ آپ کو شرمندہ کر رہا ہے۔"

"لیلیٰ! اسے کچھ نہ کہو۔ اس کے پاس ہر سوال کا بھرپور جواب ہو گا۔"

"کوئی جواب نہیں ہو گا۔ وہ اپنی عیاشی کے سلسلے میں لاجواب ہو گا۔ میں اسے شرمندہ کروں گی۔"

یہ کہتے ہی وہ پارس کے پاس پہنچ گئی۔ غصے سے بولی "کیا تمہیں احساس ہے کہ تم نے اپنے باپ کو کیسی تکلیف پہنچائی ہے۔ اپنے باپ پر پتھر پھینکنے سے پہلے تمہیں اس پتھر سے اپنا سر پھوڑنا چاہئے۔ تم نے بھی کئی لڑکیوں کی زندگیاں برباد کی ہیں۔"

پارس نے کہا "آپ ایک لڑکی کی بھی بربادی کی مثال پیش کریں۔ میں قائل ہو جاؤں گا اور آپ کے ہاتھوں سزا پاؤں گا۔"

"کیا تم نے زہریلی ماریا کو کھلونا نہیں بنایا۔"

"بالکل نہیں۔ میں تو اسے شریکِ حیات بنانے والا ہوں۔ مجھے اندیشہ تھا کہ جوجو اس سے شادی کی اجازت نہیں دے گی لیکن میری جوجو فراخ دل ہے۔ جانتی ہیں آپ کہ وہ کیا کہتی ہے؟"

"میں سن رہی ہوں۔"

"جوجو کہتی ہے میرے زہریلے خون سے وہ میرے بچے کی ماں نہیں بن سکے گی۔ ڈاکٹروں کی بھی یہی رپورٹ ہے۔ وہ میرا بچہ اپنی گود میں کھلانا چاہتی ہے' مجھ سے کہتی ہے' میرا خون ماریا کے زہریلے خون سے مطابقت رکھتا ہے اس لئے وہ میرے بچوں کو جنم دے سکتی ہے۔ جوجو نے مجھے اس سے شادی کی اجازت دے دی ہے۔"

لیلیٰ نے کہا "یہ زبانی باتیں ہیں۔ اجازت مل گئی ہے تو شادی کیوں نہیں کرتے۔"

"ماریا زیرِ علاج ہے۔ وہ بڑی حد تک نارمل اور مہذب ہو گئی ہے لیکن پھر بھی مزاج میں کچھ زہریلا پن ہے۔ وہ میرے ساتھ کسی دوسری کو برداشت نہیں کرنا چاہتی۔ جس دن وہ برداشت کرے گی اور راضی ہو جائے گی میں اس سے شادی کر لوں گا۔ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اس کی تصدیق آپ ماریا کے دماغ میں جا کر کر سکتی ہیں۔"

"تصدیق کر لوں گی۔ ابھی تو کتنی لڑکیاں ہیں جو تمہاری زندگی میں آ کر چلی گئی ہیں۔ ان کا حساب کرو۔"

"کئی لڑکیاں نہیں ہیں۔ ایک دو ایسی ہیں جو کہیں گم ہو گئی ہیں۔ اگر انہیں میری ضرورت ہوتی تو واپس آتیں۔ جو چھوڑ گئیں ان کا ذمے دار میں نہیں ہوں۔"

"الپا نے تمہیں نہیں چھوڑا تھا۔ ماسک مین نے اسے اغوا کرایا تھا تم اس کے کام کیوں نہیں آتے؟"

"آپ خیال خوانی کرتی ہیں۔ کیا اس کے دماغ میں پہنچ سکتی ہیں؟ آپ کا جواب ہو گا نہیں' پھر تو وہ ہمارے لئے گمنام ہوئی۔ جب بھی وہ منظرِ عام پر آئے گی میں اس کی رضامندی دیکھوں گا۔ وہ راضی ہوگی تو اسے ماسک مین سے چھین لاؤں گا۔ وہ میری تیسری شریکِ حیات ہو گی' اب آگے فرمائیں۔"

پھر اس نے خود ہی کہا "آپ مرینا کے متعلق فرمائیں گی جبکہ یہ سب ہی جانتے ہیں' وہ مجھے چھوڑ کر بھاگ گئی۔ مجھ سے چھپتی پھر رہی ہے۔"

لیلیٰ نے کہا "میں اور تمہارے پاپا مرینا کے متعلق بہت ہی سنجیدہ معاملات پر تم سے باتیں کرنا چاہتے تھے مگر تم نے ہمیں دوسرے معاملات میں الجھا دیا۔"

پارس نے پوچھا "وہ معاملات کیا ہیں؟"

لیلیٰ نے اسے مرینا' برین ماسٹر اور بلیک سیکرٹ کا وہ سارا گیم بتایا جو واشنگٹن میں کھیلا جا رہا تھا پھر اس سے کہا "تمہارے پاپا چاہتے ہیں کہ تم مرینا کو تلاش کرو اور اسے ہماری طرف مائل کرو۔"

"اسے آپ لوگوں کی طرف کیسے مائل کروں؟"

"تم نادان بچے تو نہیں ہو۔ وہ تم سے بھاگتی ہے مگر تمہیں چاہتی ہے۔ تم اسے محبت سے ہماری ٹیم کے لئے جیت سکتے ہو۔"

"اگر میں نے اسے جیت لیا تو وہ میری چوتھی شریکِ حیات ہو گی۔"

"تم نے پھر بکواس شروع کی؟"

"یہ بکواس نہیں ہے' ابھی آپ نے الزام دیا تھا کہ میں پارسا نہیں ہوں اور میں ثابت کر چکا ہوں کہ ان سے شادیاں کر سکتا ہوں۔ اب یہ لڑکیاں خود بھاگتی پھر رہی ہیں تو میں الزام سے بری ہو رہا ہوں۔ آپ بھی پاپا کو الزام سے بری کریں' انہیں پچھلی تمام محبوباؤں سے شادی کرنے کی اجازت دیں۔ جنہیں بھاگنا ہو گا وہ بھاگ جائیں گی۔ ان سے آپ کا پیچھا چھوٹ جائے گا۔"

"اور جو نہیں بھاگیں گی' وہ سوکنیں بن کر مجھ پر مسلط ہو جائیں گی' تم مجھے الو بنا رہے ہو۔"

"آپ ایک عورت ہیں' دوسری عورتوں کے حقوق کیوں نہیں دینا چاہتیں؟"

"میں تم سے بات نہیں کرنا چاہتی۔"

"بات نہ کرنے کے باوجود پاپا کو اپنے تمام ہرجائی پن کی تلافی کرنی ہو گی۔ انہوں نے جس عورت کو بھی ہاتھ لگایا ہے اس سے نکاح پڑھوانا ہو گا! اگر آپ انکار کریں گی تو اس کا مطلب ہو گا کہ آپ کی نظروں میں عورت کی آبرو کوئی اہمیت نہیں رکھتی ہے۔"

لیلیٰ نے میرے پاس آ کر اپنے سر کو تھام لیا' میں نے کہا۔ "میں نے پہلے ہی منع کیا تھا پارس کے پاس نہ جاؤ' اس کے پاس ہر سوال کا بھرپور جواب ہو گا۔"

"آپ کے پچھلے اعمال نے اسے مُنہ زور بنا دیا ہے۔ اگر میں کہتی ہوں کہ آپ سابقہ محبوباؤں سے نکاح نہ پڑھوائیں تو اس کا مطلب یہی ہو گا کہ میں عورت ہو کر دوسری عورتوں کی بے آبروئی پسند کر رہی ہوں۔"

"پھر وہی بات۔ کیا ڈھیر ساری عورتوں سے نکاح جائز ہو گا؟"

"ہو گا۔ کتنی تو مر چکی ہیں' کتنی گمنام ہیں' جو حاضر ہیں' ان سے نکاح پڑھوانے کے لئے آپ کا بیٹا طرح طرح کے جواز پیدا کرلے گا' میں اس کے شیطانی دماغ کو سمجھ گئی ہوں' وہ ناممکن کو ممکن بنا سکتا ہے۔"

"میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ کسی سے نکاح نہیں پڑھواؤں گا۔"

یہ کہتے ہی میں پارس کے پاس گیا' پھر بولا "میں نے تمہیں بہت ڈھیل دی ہے' بہت سر پر چڑھایا ہے۔ اب نیچے اتر جاؤ۔ اپنی دوسری ماں سے کہہ دو تم مذاق کرتے رہے ہو۔"

اس نے پوچھا "کیا آپ میری تمام ماؤں سے مذاق کرتے رہے ہیں؟"

"بکواس مت کرو۔"

"آپ کے ڈانٹنے سے اولاد خاموش ہو سکتی ہے مگر حقیقت چُپ نہیں ہوتی۔ وہ ایک دن ضرور بولتی ہے۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"تم چاہتے کیا ہو؟"

"اپنی ماں سے انصاف۔"

"کس ماں کی بات کر رہے ہو؟"

"اتنی بڑی دنیا میں میری صرف ایک ہی ماں ہے۔ وہ ماں جس نے مجھے جنم نہیں دیا۔ مگر اپنی بے مثال ممتا اور تربیت سے مجھے غیر معمولی صلاحیتوں کے آسمان پر پہنچادیا۔ یہ وہ ماں ہے جس کے لئے میں باپ سے بھی ٹکرلے سکتا ہوں۔"

"تم جذباتی ہو رہے ہو۔ تمہیں پتا ہے' سونیا روحانیت کی راہ پر چلتی آرہی ہے۔ وہ خود ہی ازدواجی زندگی نہیں گزارنا چاہتی۔"

"کیا آپ نے کبھی ان سے شادی کی بات کی تھی؟"

"ہاں' ایک بار لاہور میں تمہاری پھوپی کے ہاں وہ میری دلہن بننے والی تھی پھر اچانک اس نے تمہاری رسونتی ماما کے حق میں فیصلہ بدل دیا۔ وہ تمہاری ماں کی سوکن بن کر اس کا دل نہیں دُکھانا چاہتی تھی۔"

"ممانے میری ماما کے لئے اپنے اندر کی عورت کو کچل دیا۔ یہی قربانی کا جذبہ آپ میں بھی ہونا چاہئے تھا۔ اس کے بعد آپ کی زندگی میں کسی عورت کو داخل نہیں ہونا چاہئے تھا۔ اگر آپ کی زندگی میں داخل ہونے کا کوئی دروازہ کھلا تھا تو وہ صرف سونیا مما کے لئے کھلا رہنا چاہئے تھا لیکن اس دروازے سے دوسری عورتیں آتی جاتی رہیں۔ آخر میں لیلیٰ آنٹی سہاگن بن گئیں۔ میری مما تو ایک کچرا تھیں جنہیں آپ اپنی ذات سے باہر پھینک کر بھول گئے۔ کھڑکی دروازے بند کرلئے تاکہ کچرا واپس نہ آجائے۔"

"میں تمہاری باتوں کا جواب نہیں دے سکوں گا لیکن اتنا ضرور پوچھوں گا کہ ان باتوں سے کیا حاصل ہوگا؟ تم کیا چاہتے ہو؟"

"میں چاہوں گا دنیا کی تمام عورتوں کے مقابلے میں حتیٰ کہ میری پیدا کرنے والی ماں کے مقابلے میں بھی مما کو سب سے زیادہ عزت' مان اور رتبہ ملے لیکن پاپا! میری ضد یا سفارش پر مما کو عزت ملے گی تو وہ خیرات ہوگی۔"

"یعنی ہر طرح سے تمہیں اعتراض ہے۔ میں سونیا سے نکاح پڑھوانے کی بات کروں تو یہ محبت نہیں ہوگی' خیرات ہوگی۔"

"محبت ہوتی تو آپ میری زبان کھلنے سے پہلے مما کو اپنی منکوحہ بنالیتے۔"

"ارے یہ تم کیا مسئلہ لے بیٹھے ہو۔ ہمیں مختلف محاذوں پر مختلف دشمنوں سے نمٹنا ہے۔ وہ ہماری عدم موجودگی میں پتا نہیں کہاں 'کیا کرجائیں گے۔"

"آپ اپنی جوانی کی ابتدا سے دشمنوں کی فکر کرتے' ان سے لڑتے اور ان پر غالب آتے رہے ہیں اور اپنے اندر کے دشمن کو چھپاتے رہے ہیں' وہ دشمن جذبات آپ سے غلطیوں پر غلطیاں کراتے رہے۔ آپ کی بے حسی اور خود غرضی اتنی بڑھ گئی کہ آپ نے عظیم مما کو دو کوڑی کا سمجھ کر ہمیشہ کے لئے نظرانداز کردیا۔"

"بکواس مت کرو' میں آج بھی سب سے زیادہ سونیا کی عزت کرتا ہوں۔ میں مشکل راہوں پر خود چلتا ہوں مگر چلنے سے پہلے اُس سے مشورے لیتا ہوں۔ میرے لئے اس سے بڑی خوش قسمتی اور کیا ہوسکتی ہے کہ وہ میری شریکِ حیات کہلائے۔"

"پاپا! میں وضاحت کردوں کہ میرا مزاج اور میرے خیالات کیوں بدل گئے ہیں۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ میں جوان ہوکر آپ کا محاسبہ کررہا ہوں۔ ایک دن میری اولاد جوان ہوکر میرا اعمال نامہ پڑھے گی۔ میرے اور آپ کے اعمال ناموں میں عیاشی اور بے حیائی زیادہ ہوگی اور اخلاقی باتیں برائے نام دکھائی دیں گی۔"

"تم صاحبِ اولاد نہیں ہوسکو گے' ڈاکٹروں کی رپورٹ میں سن چکا ہوں' تمہارا زہریلا پن جوجو کو نقصان پہنچائے گا۔"

"ماریا کو تو نقصان نہیں پہنچے گا۔ میں اولاد کے لئے اس سے شادی کروں گا۔ باقاعدہ نکاح پڑھواؤں گا۔"

"اچھی بات ہے میں اس سلسلے میں سونیا سے بات کرنے جارہا ہوں۔"

"آپ میرے نہیں اپنے سلسلے میں بات کریں۔"

میں سونیا کے پاس آیا۔ اس نے پوچھا "کیا پارس کو مرینا کی موجودہ مصروفیات کے متعلق بتا چکے ہو؟"

"کچھ بتایا ہے کچھ بتانے کو رہ گیا ہے۔ وہ ہمیں نئے مسئلے میں الجھا رہا ہے۔"

"کیا ہے وہ نیا مسئلہ؟"

"اب میں کیا بتاؤں' وہ اس بات پر ناراض ہے کہ میں نے تم سے نکاح کیوں نہیں پڑھوایا۔"

سونیا کی سانس اوپر کی اوپر ہی رہ گئی۔ اس نے سانس روک لی۔ میں باہر نکل آیا۔ یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ پارس نے اس کی دُکھتی رگ پر میری انگلی رکھوائی ہے۔ بیشک اس کے اندر بھی یہ کرب چھپا ہوگا کہ میں نے اسے سب کچھ دیا لیکن شریکِ حیات کے حقوق نہیں دئے۔ عورت خواہ کتنا ہی چھپائے' اوپر سے خواہ کتنی ہی پتھر بن جائے' اسے اپنی توہین کا احساس ہوتا ہے اور اس توہین کو وہ بڑی خاموشی سے جبراً برداشت کرتی رہتی ہے۔

میں پھر اس کے دماغ میں آیا۔ وہ گہری سنجیدگی سے بولی "صرف کام کی باتیں کرو۔"

"کام کی باتیں کیا خاک کروں؟ تم اسے تل ابیب میں اپنے پاس بلانے والی تھیں کیونکہ یہاں مرینا کی مصروفیات کا علم ہورہا تھا۔ پھر پتا چلا وہ واشنگٹن میں بھی مصروف ہے۔ یہ صحیح طور پر نہیں سمجھا جاسکتا کہ وہ کس ملک اور کس شہر میں ہے۔ تمہارا خیال تھا پارس اسے ڈھونڈ نکالے گا لیکن وہ تو ہماری شادی کا مسئلہ لے کر بیٹھ گیا ہے۔"

وہ بولی "اس کا دماغ چل گیا ہے۔ اسے اچانک یہ باتیں کیوں سوجھ رہی ہیں؟"

میں نے کہا "جوجو کے ماں بننے کے آثار پیدا ہوئے تھے یکن میڈیکل رپورٹ کے مطابق وہ کبھی ماں نہیں بن سکے گی۔ ارس کا زہریلا خون صرف ماریا سے مطابقت رکھتا ہے اس لئے اریا کے مکمل طور پر نارمل ہونے کے بعد وہ شادی کرے گا' اس ے ضرور اولاد ہوگی۔"

سونیا نے کہا "وہ اولاد کے لئے ماریا سے شادی کرسکتا ہے مگر ہیں شادی کے لئے کیوں مجبور کررہا ہے؟"

"نہ وہ مجبور کررہا ہے' نہ میں مجبور ہورہا ہوں۔ میں لاکھ رجائی سہی' مگر تم دل سے جانتی ہو کہ میں تمہیں دل و جان سے اہتا ہوں۔ اگر تم سے نکاح نہیں پڑھوایا تو یہ میری کوتاہی' بے وائی یا آوارگی ہے یا پھر تم سے ایسا روحانی تعلق ہے جو شادی ں رسم سے بلند و بالا ہوتا ہے۔"

"میں مانتی ہوں' تم دل سے اور روح کی گہرائیوں سے برے ہو لیکن دنیا میں رہتے ہوئے عورت کو اپنے مرد کے الے سے جو عزت اور مقام ملتا ہے وہ مجھے نہیں ملا۔ جب اپنا وی ازدواجی رشتہ نہ دے' اپنی عورت کو مجازی خدا کے حوالے ے اپنا نام نہ دے تو اس ذلت اور توہین کو مجھ جیسی عورتیں ہی مجھتی ہیں۔ تمہارے جیسے مرد کبھی نہیں سمجھتے۔"

"ایسا نہ کہو' میں سمجھ رہا ہوں۔"

"جھوٹ' تم نے نہیں سمجھا ہے۔ بیٹا سمجھا رہا ہے۔ بیٹے کو ں یہ خیال ستا رہا ہے کہ ماریا سے اس کی اولاد ہوگی تو وہ باپ ے پوچھے گی سونیا دادی کس رشتے سے ہماری دادی لگتی ہیں؟"

"ہاں' آئندہ نسل قیامت بن جاتی ہے۔ ہمارے پچھلے شتوں کی چھان بین کرتی ہے۔ اگر ہمارا نکاح ہوجائے گا تو رے بیٹوں' پوتوں اور پوتیوں کو اخلاقی اور تہذیبی اطمینان صل ہوجائے گا۔"

"تم اولاد کے اطمینان کے لئے کتنی سابقہ محبوباؤں سے اح پڑھواؤ گے؟"

"ابھی تو صرف تم اور یومی ہو۔ یوں بھی چار سے زیادہ ادیوں کی اجازت نہیں ہے۔"

"دوسری بیچاریوں نے تم پر محبت اور اپنا تن من لٹانے میں س بات کی کمی کی ہے۔ کیا ان سے انصاف نہیں کروگے؟"

"تم پارس کی طرح اس معاملے کو الجھا رہی ہو۔"

"فرہاد! مجھے اس معاملے سے دلچسپی نہیں ہے۔ میں اگر ضد ں آجاتی تو رسونتی کی سوکن بن جاتی لیکن میں نے تمہیں دیوانہ ار چاہنے کے باوجود سوکن بننا گوارا نہیں کیا۔ پھر اب کیسے لیلیٰ اور یومی کی بھی سوکن بن جاؤں گی؟ تم مجھے اب تک سمجھ نہیں پائے۔ میں اپنی ذات میں ایک پوری کائنات ہوں اور فرہاد علی تیمور اس کائنات کو کبھی تسخیر نہیں کرسکے گا۔"

میں سمجھ رہا تھا۔ بیس برسوں سے سمجھ رہا تھا کہ سونیا میرے لئے آسمان ہوگئی ہے۔ میں ہاتھ اٹھا کر اسے کبھی نہیں چھوسکوں گا۔

میں نے پارس کے پاس آکر کہا "سونیا کی نظروں میں تمہاری ضد کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔"

"میں اہمیت اختیار کرنا جانتا ہوں۔ آپ اتنا بتادیں' مما کو اعتراض کیا ہے؟"

"وہ کسی کی سوکن نہیں بننا چاہتی۔"

"آپ مما سے کہیں' سوکن بن کر اپنے جائز حقوق حاصل کرنے سے توہین نہیں ہوگی بلکہ اولاد کے محاسبہ کرنے سے شرمندگی ہوگی۔ مما پچھلی ضد سے باز آکر آئندہ نسل کے سامنے جائز رشتۂ ازدواج پیش کرسکتی ہیں۔"

"تم بڑی معقول اور دانائی کی باتیں کررہے ہو۔ میں پھر تمہاری مما کو قائل کروں گا۔"

"جب تک آپ قائل نہیں کریں گے' جب تک ہمارے خاندانی رشتے جائز نہیں ہوں گے تب تک میں آپ لوگوں سے دور رہوں گا۔ ان لمحات کے بعد کوئی خیال خوانی کرنے والا میرے دماغ میں نہیں آئے گا۔"

"ہمارے سامنے مرینا بہت بڑا چیلنج بنی ہوئی ہے۔ برین ماسٹر اور بلیک سیکرٹ نہ جانے کیسی کیسی صلاحیتیں اور قوتیں حاصل کرکے آئے ہیں۔ ایسے وقت تم ہم سے رابطہ ختم کرنا چاہتے ہو؟"

"میرے پیدا ہونے سے پہلے بھی بڑی بڑی قوتیں آپ لوگوں کے مقابلے پر آئیں اور آپ نے میرے بغیر سب کو بھگتا لیا۔ یوں سمجھ لیں میں پیدا نہیں ہوا۔ جب جائز رشتے ہوں گے تو پیدا ہوجاؤں گا۔ تب تک کے لئے خدا حافظ۔"

اس نے سانس روک لی۔ سلمان نے کہا "مسٹر بلا رہی ہیں۔"

میں اس کے پاس گیا' وہ بولی "تم بیٹے سے الجھے ہوئے ہو۔ ادھر سلمان' سپر ماسٹر کے دماغ میں رہ کر ان کے موجودہ اجلاس کی کارروائی دیکھ کر آیا ہے۔"

مجھے سلمان اور سونیا کے ذریعے جو اطلاع ملی اس سے پتا چلا کہ امریکا میں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ایک نئی تنظیم قائم کی گئی ہے۔ ٹرانسفارمر مشین کے ذریعہ نئے خیال خوانی کرنے والے پیدا کئے گئے ہیں۔ ان میں چار ٹیلی پیتھی جاننے والے نہایت ہی تجربہ کار سیاست داں' سائنس داں' ڈاکٹرز اور انجینئر ہیں۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

وہ چاروں بلیک سیکرٹ کہلاتے ہیں۔ ان کا ایک پانچواں شخص برین ماسٹر کہلاتا ہے۔ جو بلیک سیکرٹ کا پیغامبر تھا۔ ان کی باتیں اعلیٰ حکام تک پہنچاتا تھا۔ ان کے تمام منصوبوں پر عمل کرتا تھا اور دوسروں سے عمل کراتا تھا۔

اس اجلاس میں سلمان نے سپر ماسٹر کے دماغ میں رہ کر معلوم کیا کہ بلیک سیکرٹ اور مرینا کے درمیان شدید اختلافات ہیں۔ ٹرانسفارمر مشین اور تمام نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے ان چار بلیک سیکرٹ کے ماتحت تھے اور ان کے احکامات کی پابندی کرتے تھے۔ وہ چاروں نہ اپنا چہرہ دکھاتے تھے اور نہ ہی اپنی آواز سناتے تھے۔ وہ صرف برین ماسٹر کے دماغ میں بولتے تھے اور اس کے ذریعے دوسروں کی باتیں سنتے تھے۔

برین ماسٹر اجلاس میں بیٹھا اعلیٰ حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران سے کہہ رہا تھا "ٹیلی پیتھی کا شعبہ صرف بلیک سیکرٹ کے ہاتھوں میں ہونا چاہئے لیکن مرینا اپنے چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی الگ ٹیم بنا کر اپنی من مانی کر رہی ہے۔"

مرینا نے اپنے نمائندے کی زبان سے کہا "میں کوئی ٹیم یا تنظیم نہیں بنانا چاہتی۔ میری ایسی خواہش ہوتی تو اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اس ملک میں نہ لاتی' انہیں آپ لوگوں سے بہت دور لے جاتی۔"

برین ماسٹر نے کہا "کیا ثبوت ہے کہ تمہارے خیال خوانی کرنے والے ہمارے ملک میں ہیں۔ تم نے ہم میں سے کسی کو ان کی صورت نہیں دکھائی۔"

وہ بولی "کیا تم اپنے خیال خوانی کرنے والوں کی صورتیں دکھاؤ گے؟"

سپر ماسٹر نے کہا "اس اجلاس میں ایسی کوئی بات نہ کی جائے جو آپس میں تنازعے کا سبب بن جائے۔"

وہ بولی "آپ لوگ زبانی طور پر تنازعہ ختم کر سکتے ہیں عملی طور پر ختم نہیں کر پائیں گے۔ پچھلے اجلاس میں برین ماسٹر نے چیلنج کیا تھا۔ اس چیلنج کے مطابق اس نے میرا ایک خیال خوانی کرنے والا کم کر دیا ہے۔ میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے ٹیوسنتانا کو ہلاک کر دیا گیا ہے۔"

"یہ جھوٹ ہے" برین ماسٹر نے کہا "تم کسی ثبوت کے بغیر الزام دے رہی ہو۔"

وہ بولی "ٹھیک کہتے ہو۔ ثبوت کے بغیر میں تمہیں الزام نہیں دے سکتی۔ تم بھی کوئی الزام مجھ پر عائد نہیں کرو گے۔"

مرینا کا اشارہ ان تین قیدیوں کی طرف تھا جو تاریک قید خانے میں تھے۔ برین ماسٹر تھوڑی دیر تک خاموش رہ کر خیال خوانی کے ذریعے چاروں بلیک سیکرٹ سے باتیں کرتا رہا۔ پھر بولا۔ "مرینا! یہاں ہمارے ملک کے تمام اکابرین بیٹھے ہیں۔ میں ان کے سامنے تم سے درخواست کرتا ہوں' آؤ دوست بن کر ہمارے ساتھ کام کرو۔ آپس کی دشمنی ہمارے ملک کو بہت مہنگی پڑے گی۔"

"میں اپنے ملک کے ہر محب وطن کی دوست ہوں۔ ایسے دوستوں میں آستین کے سانپ بھی ہیں۔ جب تک میں ٹیوسنتانا کے قاتل کو بے نقاب نہیں کروں گی کسی پر بھروسا نہیں کروں گی۔"

برین ماسٹر نے کہا "ہم تمہارا شبہ کس طرح دور کر سکتے ہیں؟ اگر تم سب کے سامنے نہیں بولنا چاہتیں تو میں تمہارے نمائندے کے دماغ میں آرہا ہوں۔"

وہ نمائندے کے اندر آکر بولا "مرینا! ہم تسلیم کرتے ہیں' تم زبردست ہو۔ تم نے ایک ہی دن میں ہمارے تین اہم آدمیوں کو تاریک قید خانے میں پہنچا دیا ہے۔ ہم تم سے دوستی کرکے اور تمہارے ساتھ اپنے ملک کی خدمت کرکے فخر کریں گے۔"

مرینا نے پوچھا "کیا سچے دل سے کہہ رہے ہو؟"

"تم میری اور بلیک سیکرٹ کی سچائی کسی طرح بھی آزما لو۔"

"تو پھر بھرے اجلاس میں اپنی زبان سے اعلان کرو کہ کس طرح میری صلاحیتوں کو تسلیم کرتے ہو اور کس طرح تنازعہ ختم کرنا چاہتے ہو۔"

برین ماسٹر نے کھنکار کر گلا صاف کرتے ہوئے کہا "آپ تمام معزز حضرات کو انتظار کی زحمت اٹھانی پڑی۔ آپ کو یہ سن کر خوشی ہوگی کہ تمام بلیک سیکرٹ مرینا کی ذہانت اور حاضر دماغی کو تسلیم کرتے ہیں۔ وہ اس قابل ہے کہ بلیک سیکرٹ کی ٹیم میں شامل ہو کر ملک کے لئے کام کرے۔ کیا آپ حضرات متفق ہیں؟"

سب نے متفق ہو کر خوشی سے تالیاں بجائیں اور کہا "اس سلسلے میں مرینا کو بھی کچھ کہنا چاہئے۔"

وہ بولی "یہ جھگڑا پہلے ہی دن ختم ہو جاتا اگر میری صلاحیتوں کو تسلیم کر لیا جاتا۔ میں نے ابھی کہا تھا کہ میرا ایک ٹیوسنتانا مارا گیا ہے' اس کے بدلے میں نے تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا اضافہ کر لیا ہے۔ یعنی پہلے میرے پاس چار تھے۔ اب چھ ہو گئے ہیں۔ برین ماسٹر اور بلیک سیکرٹ جانتے ہیں کہ میں مزید ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو کہاں سے شکار کر رہی ہوں۔ وہ میری صلاحیتوں کے معترف ہو کر مجھے بلیک سیکرٹ میں شامل کر رہے ہیں۔ گویا مجھے پانچویں بلیک سیکرٹ بنانا چاہتے ہیں۔"

بلیک سیکرٹ پریشان ہو گئے تھے' وہ اجلاس میں یہ کہنا نہیں چاہ رہے تھے کہ ان کے تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو مرینا قید کر چکی ہے۔ ایسا کہنے سے برین ماسٹر اور بلیک سیکرٹ کی حفاظتی اور انتظامی کمزوریاں ظاہر ہو جاتیں۔ انہوں نے پہلے اجلاس میں دعویٰ کیا تھا کہ کوئی دشمن ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں تک کبھی نہیں پہنچ سکے گا۔ اور اس دعوے کے چند گھنٹوں بعد مرینا نے تین کو اغوا کر لیا تھا۔

ایک اعلیٰ فوجی افسر نے پوچھا "کیا تم پانچویں بلیک سیکرٹ بننے پر راضی ہو؟"

وہ بولی "مجھے عہدہ نہیں چاہئے۔ میں صرف کام کرنا چاہتی ہوں۔ بلیک سیکرٹ کی طرح کوئی ٹیم بنانا نہیں چاہتی اور نہ ہی ایسی کسی ٹیم میں شامل ہونا چاہتی ہوں۔ ہمارے سامنے سب سے بڑا مسئلہ ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا ہے جو میرے زیر اثر ہیں اور کچھ بلیک سیکرٹ کے ماتحت ہیں۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولی "میں ثابت کر چکی ہوں کہ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی پوری طرح حفاظت کر سکتی ہوں۔ میں انہیں سونیا سے چھین کر لائی ہوں۔ یہاں کسی نے ٹیوسنتانا کو مجھ سے چھین کر حماقت کی۔ جس کے نتیجے میں چھیننے والے کو اپنے تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے ہاتھ دھونا پڑا۔ اس لئے میں عرض کرتی ہوں مجھے بلیک سیکرٹ کا عہدہ نہ دیا جائے۔ بلکہ اس ملک کے تمام نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے حوالے کئے جائیں۔ میں ان کی حفاظت کروں گی اور انہیں ملک و قوم کی خدمت کے لئے استعمال کرتی رہوں گی۔"

برین ماسٹر نے کہا "تم بلیک سیکرٹ سے تمام اختیارات چھین لینا چاہتی ہو؟"

"بلیک سیکرٹ کو بہت سے ملکی معاملات کے سلسلے میں اختیارات حاصل ہیں۔ ایک ٹیلی پیتھی کا شعبہ میرے پاس آجائے گا تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔"

"مرینا! ہم تمہاری قدر کر رہے ہیں اور تم سمجھ رہی ہو کہ ہم مجبور ہو کر جھک رہے ہیں۔ کیا تم چاہتی ہو کہ ہم تمہیں خود سر اور باغی سمجھ لیں۔"

"میں باغی نہیں ہوں مگر تم لوگ مجھے بغاوت کے راستے پر پہنچا رہے ہو۔ اس سلسلے میں سپر ماسٹر اور کچھ فوجی افسران تمہارا ساتھ دے رہے ہیں۔ میں جانتی ہوں یہ لوگ انکار کریں گے لیکن میں پال ہوپ کن کے دماغ سے ایک ایک دوغلے کا کچا چٹھا پڑھ چکی ہوں۔"

سپر ماسٹر اپنی کرسی سے اچھل کر کھڑا ہو گیا پھر بولا "مرینا! مائنڈ یور لنگویج۔ تم میرے ساتھ چند معززین کو بھی دوغلا کہہ رہی ہو۔"

"غصہ نہ دکھاؤ۔ جواب دو۔ بلیک سیکرٹ کی اندھی حمایت کیوں کی جارہی ہے اور میری مخالفت کیوں؟ میں جن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو سونیا سے چھین کر لائی ہوں ان میں سے ایک کو کس قصور پر مار ڈالا گیا اور پال ہوپ کن کو مجھ سے چھیننے کے لئے ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے اس کی شخصیت کیوں تبدیل کرنا چاہتے تھے؟ کیا صرف اس لئے کہ وہ میرا ماتحت نہ رہے اور بلیک سیکرٹ کا وفادار بن جائے؟"

"یہ سب تمہارا ذاتی خیال ہے۔"

"ذاتی خیال نہیں ہے۔ میں نے پال کے دماغ میں برین ماسٹر کو بولتے سنا ہے۔"

"تم الزام دے رہی ہو۔"

"برین ماسٹر! اگر تم سچائی سے انکار کرو گے تو تمہارے مزید تین ٹیلی پیتھی جاننے والے میری قید میں آجائیں گے۔ تم انہیں سمندر کی تہہ میں' پاتال میں' خلائی سیاروں میں چھپا کر رکھو' تین اور میرے پاس چلے آئیں گے۔"

برین ماسٹر پچھلے تین کا انجام دیکھ چکا تھا۔ مزید تین کے ہونے والے نقصانات کے بارے سوچ کر پریشان ہوا۔ ادھر اعلیٰ حکام اور فوجی افسران نے پوچھا "کیا مرینا نے ہمارے ہی تین آدمیوں کو قیدی بنایا ہے؟"

برین ماسٹر نے بلیک سیکرٹ کی ہدایات کے مطابق کہا "یہ بکواس کرتی ہے۔ ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے محفوظ ہیں اور ایسے حفاظتی انتظام میں ہیں کہ مرینا کیا سونیا بھی خواب میں وہاں نہیں پہنچ سکے گی۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا "مرینا! میں تم سے چند اصولی باتیں کرتا ہوں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ جورا جوری' جوڈی نارمن' پال ہوپ کن اور ٹیوسنتانا ہمارے ملک کی امانت تھے۔ ان میں سے ایک مر گیا۔ اس کا ہمیں افسوس ہے۔ باقی تین امانتوں کو اپنے ملک کے حوالے کر دینا چاہئے' کیا یہ تمہارا فرض نہیں ہے؟"

"امانتیں سونیا کو لوٹانا چاہئیں کیوں کہ وہی انہیں یہاں سے لے گئی تھی۔ اگر میں نے انہیں حاصل کیا ہے تو غلط ہاتھوں میں نہیں جانے دوں گی۔ بلیک سیکرٹ بالکل نااہل ہیں۔ اور میں محنت سے حاصل کی ہوئی چیزیں نادانوں کے حوالے نہیں کروں گی۔"

"بلیک سیکرٹ کی حکمتِ عملیوں کو تم ہم سے زیادہ نہیں جانتی ہو۔ اس کے باوجود تمہیں اختلاف ہے تو تم اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہمارے حوالے کر دو۔ ہمارے حکم کی تعمیل کرنا تمہارا فرض ہے۔"

"آپ لوگ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو مجھ سے واپس لے کر مجھے تنہا کیوں کرنا چاہتے ہیں؟ دوسرے لفظوں میں کمزور کیوں کرنا چاہتے ہیں؟"

"ہم تنہا ایک عورت کو ٹیلی پیتھی کا اہم شعبہ نہیں دینا چاہتے۔ تم بلیک سیکرٹ کے ساتھ کام کرو گی۔"

مرینا نے پوچھا "کیا آپ کو علم ہے کہ بلیک سیکرٹ نے ٹرانسفارمر مشین سے کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کئے ہیں؟"

"یہ جاننا ہمارا کام نہیں ہے۔ یہ بلیک سیکرٹ کا شعبہ ہے۔"

"پھر تو یہ تمہیں کبھی نہیں معلوم ہوگا کہ کتنے نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے بلیک سیکرٹ کی گرفت سے نکل کر میری طرف آرہے ہیں۔"

"کیا تم اپنے ملک سے دشمنی کر رہی ہو؟"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"دوستی اور حب الوطنی کا ثبوت دے رہی ہوں۔ بہت جلد ثابت کردوں گی کہ تمام نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے زیر اثر آگئے ہیں اس کے بعد بھی ٹرانسفارمر مشین سے مزید پیدا کئے جائیں گے، انہیں بھی اپنے دام میں لے آؤں گی۔ یہ تمام لوگ میرے ملک کی ترقی اور خوشحالی کے لئے کام کرتے رہیں گے تو تمہیں یقین آئے گا کہ میں محب وطن ہوں۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولی "میں اس اجلاس میں ایک ایک دشمن اور ایک ایک دوغلے چہرے کو پہچانتی ہوں۔ چاہوں تو ان کے دماغوں میں زلزلے پیدا کردوں۔ پھر سوچتی ہوں، یہ میرے مخالف ہیں مگر میرے ہی وطن کے لئے کام کررہے ہیں۔ ان کی ایک اچھائی کی خاطر میں انہیں معاف کررہی ہوں، بہر حال میں جارہی ہوں۔ ضرورت ہوئی تو حاضر ہو جاؤں گی۔"

اُس نے اپنے نمائندے سے کہا کہ وہ اجلاس سے اٹھ کر چلا جائے۔ وہ جانے لگا تو برین ماسٹر نے کہا "مرینا! تم حب الوطنی کی آڑ میں ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ٹریپ کررہی ہو۔ اندر ہی اندر ہماری جڑیں کاٹ رہی ہو۔ میں تمہیں وارننگ دیتا ہوں، اگر تم نے آئندہ چوبیس گھنٹوں میں تمام نئے اور پرانے خیال خوانی کرنے والوں کو ہمارے حوالے نہ کیا تو ہمارے جاسوس تمہیں جہاں بھی دیکھیں گے گولی ماردیں گے۔"

مرینا کی طرف سے جواب نہیں ملا۔ اس کا نمائندہ جا چکا تھا۔ سپر ماسٹر نے کہا "برین ماسٹر! تم کیسی احمقانہ وارننگ دے رہے ہو۔ اگر اسے گولی ماردی گئی تو تاریک قید خانے کا پتا کون بتائے گا۔ ہمارے نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس نامعلوم قید خانے میں بھوکے پیاسے مرجائیں گے۔"

ایک اعلیٰ فوجی افسر نے کہا "برین ماسٹر اور سپر ماسٹر کی باتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ واقعی مرینا نے بلیک سیکرٹ کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھی قید کرلیا ہے۔"

سپر ماسٹر اور برین ماسٹر نے چور نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا۔ پھر برین ماسٹر نے بات بناتے ہوئے کہا "ہمیں شبہ ہے کہ ہمارے تین ٹیلی پیتھی جاننے والے لاپتا ہیں۔ ان سے کسی طرح رابطہ نہیں ہورہا ہے کیوں کہ وہ بے ہوش ہیں۔ ہوش میں آئیں گے تو حقیقت معلوم ہوگی۔ یہ ضروری نہیں کہ مرینا نے انہیں ٹریپ کیا ہو؟"

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا "آپ کا دعویٰ تھا کہ نئے ٹیلی پیتھی جاننے والوں تک کوئی نہیں پہنچ سکے گا۔ پھر انہیں کس نے بے ہوش کیا؟ اگر مرینا نے ٹریپ نہیں کیا ہے تو کون انہیں آپ سے چھین کرلے گیا ہے؟"

برین ماسٹر نے کہا "ان کے ہوش میں آنے کے بعد ہم ان کے دماغوں سے دشمن کا سراغ نکالیں گے۔"

"یعنی آپ تسلیم کرتے ہیں کہ آپ کے حفاظتی انتظامات کمزور ہیں۔"

وہ بولا "میں تسلیم نہیں کروں گا کیوں کہ وہ تینوں جلدی ہی ہمارے پاس واپس آجائیں گے۔"

ایک نے کہا "واپس آجائیں تو اچھا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ انہیں مرینا لے گئی ہو۔ وہ جیسی بھی ہے ہماری ہے اور بڑی ذہانت سے بلیک سیکرٹ کی کمزوریاں ظاہر کررہی ہے۔"

برین ماسٹر نے کہا "آپ بلیک سیکرٹ کی شان میں گستاخی کررہے ہیں۔"

"میں غلطیوں اور کمزوریوں کی نشاندہی کررہا ہوں۔ بلیک سیکرٹ کو پورے امریکا کی تقدیر کا مالک نہیں بنایا گیا ہے۔ بلیک سیکرٹ کا ادارہ قائم ہوتے ہی کوئی کارنامہ انجام نہیں دیا گیا اس کے برعکس تین نئے خیال خوانی کرنے والوں کا نقصان ہوگیا۔ اگر کوئی دوسرا نقصان ہوا تو بلیک سیکرٹ کے ادارے کو ختم کر دیا جائے گا۔"

کچھ اعلیٰ عہدیداران نے اس بات کی تائید کی۔ ایک نے کہا "ہمیں فخر تھا کہ بلیک سیکرٹ کی ٹیم میں ذہین ترین افراد ہیں مگر افسوس، ہم انہیں ذہانت کی بات سمجھاتے ہیں۔ اگر وہ اپنے شعبے کو قائم اور مضبوط رکھنا چاہتے ہیں تو مرینا کو دوست بنا کر رکھیں۔"

دوسرے نے کہا "یہ مرینا کا کارنامہ ہے کہ وہ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو سونیا سے چھین کرلے آئی۔ تم سے بھی تین عدد چھین لئے لیکن اس کی تحویل میں آنے والوں کو کوئی نہ چھین سکا۔ اس کی ذہانت اور کارناموں کا اعتراف کرواور اسے دوست بنالو۔ ورنہ وہ تمہاری چوبیس گھنٹوں کی دھمکی کے جواب میں ایسی حرکتیں کر بیٹھے گی کہ تم سب کو پچھتانے کا موقع بھی نہیں ملے گا۔"

وہاں تھوڑی دیر تک اسی طرح کی گفتگو ہوتی رہی۔ میں سلمان کے ساتھ سپر ماسٹر کے دماغ میں پہنچا ہوا تھا۔ اجلاس برخاست ہونے پر برین ماسٹر نے سپر ماسٹر کے دماغ میں آکر کہا "کسی طرح مرینا کو قابو میں کرنا ہوگا۔ ہماری ساکھ بگڑ رہی ہے۔ میں بلیک سیکرٹ سے مشورے کرکے ابھی تمہارے پاس آؤں گا۔"

میں نے سلمان سے کہا "تم سپر ماسٹر کے علاوہ ان دوسرے دوغلے عہدیداروں کے دماغوں میں جاؤ، جن کی طرف مرینا اشارہ کرچکی ہے۔ یہ معلوم کرو، یہ دوغلے بلیک سیکرٹ سے کس طرح رابطہ کرتے ہیں اور کیا باتیں کرتے ہیں۔ میں سونیا کے پاس جا رہا ہوں۔"

میں نے اس کے پاس آکر اجلاس کی تمام باتیں بتائیں۔ وہ بولی "مرینا اور بلیک سیکرٹ کے درمیان دوستی یا سمجھوتا نہیں ہونا چاہئے۔ ان کی آپس میں لڑائی سے ہمیں فائدہ پہنچے گا۔"

میں نے کہا "اس سے بھی اہم بات یہ ہے کہ وہاں کے حکام اور اعلیٰ فوجی افسران کا اعتماد مرینا پر سے اٹھ جائے۔ وہ ہو جائے گی تو کسی مرحلے پر ہم سے آملے گی۔"

"یہ آئیڈیا خوب ہے۔ مرینا کو اپنے لوگوں سے متنفر کردینا چاہئے۔ کیا تم نے ایسی تدبیر پر عمل کرنے کا کوئی راستہ ڈھونڈا ہے؟"

"ہاں، ابھی اجلاس میں یہ ثابت ہو چکا ہے کہ مرینا نے تین نئے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو قید کیا ہے؟ جب بلیک سیکرٹ سے سمجھوتا کرے گی اور ان کے تین آدمی واپس کرنا چاہے گی تو مرینا واپس نہیں کرسکے گی۔ میں تاریک قید خانے سے انہیں غائب کر دوں گا۔ مرینا اپنے حکام اور بلیک سیکرٹ کے سامنے جھوٹی پڑ جائے گی۔ وہ کہے گی کہ قیدی فرار ہوگئے ہیں لیکن کوئی یقین نہیں کرے گا۔ کیونکہ قیدیوں کے دماغوں سے پتا چلے گا کہ وہ ابھی تک تاریک قید خانے میں ہیں۔ انہیں اس بات کا علم نہیں ہوگا کہ انہیں دوبارہ بے ہوشی کی حالت میں مَیں نے اپنے ایک تاریک قید خانے میں پہنچایا ہے۔"

"بہت عمدہ تدبیر ہے لیکن مجھے کوئی بات کھٹک رہی ہے۔ میں ابھی غور کرکے بتاتی ہوں۔ کیا تم نے اپنا تاریک قید خانہ کہیں قائم کیا ہے؟"

"میرے دوست کنگ فرنانڈو کی ایک پرانی کوٹھی واشنگٹن سے دو سو میل کے فاصلے پر ہے۔ اس کا ہر کمرا ساؤنڈ پروف ہے۔"

"ابھی مرینا کے تین قیدیوں کو اغوا نہ کرنا۔ ذرا دیکھو، حالات کون سا رخ اختیار کرتے ہیں۔"

پھر وہ چونک کر بولی "ہاں مجھے یہ بات کھٹک رہی ہے کہ تین قیدیوں کے اغوا سے مرینا کا کچھ نہیں بگڑے گا۔ اگر ہم صبر کریں تو وہ مزید قیدی وہاں لائے گی۔ اسے یہ کبھی نہیں معلوم ہونا چاہئے کہ ہم اس کے خفیہ اڈے سے واقف ہیں۔ وہ اڈا ایک دن ہمارے بہت کام آئے گا۔"

"سونیا! یہ تمہارا بیٹا سرپھرا ہے۔ اگر ابھی یہ مرینا کے پیچھے لگ جاتا تو میں مطمئن ہو کر برین ماسٹر اور بلیک سیکرٹ کو بے نقاب کرنے کی کوشش کرتا رہتا اور ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا سراغ لگاتا رہتا۔"

"تم پارس کی فکر نہ کرو۔ میں اس سے کام نکالنا جانتی ہوں۔ یہ بلیک سیکرٹ بالکل گولڈن برینز کے انداز میں آئے ہیں۔ ذرا ان کا جغرافیہ معلوم کرو اور سلمان کو میرے پاس

الف لیلیٰ ڈائجسٹ کے
دلچسپ ترین سلسلے کتابی شکل میں
ایک قیامت کی سرگزشت جو اس نے بستر مرگ پر بیان کی
ہمزاد (مکمل)
قیمت ۲۵ روپے
ڈاک خرچ ۱۰ روپے
○ ایک پُراسرار شخصیت کی کہانی جس کیلئے کوئی بھی کام ناممکن نہیں تھا
○ اُس شخص کا قصہ جس کے چہرے کی عمر ۱۳۰ سال تھی اور بقیہ جسم کی عمر ۲۵ سال
○ ہمزاد مسخر کرنے کے طریقے۔
ہر دل عزیز شخصیت صبیحہ بانو کے قلم سے ایک سنسنی خیز سرگزشت
جال (مکمل)
قیمت ۲۰ روپے
ڈاک خرچ ۱۰ روپے
○ ایک ایسے انسان کی کہانی جسے خود معلوم نہیں تھا کہ وہ کون ہے اور کہاں سے آیا ہے۔
○ جب اس نے آنکھ کھولی تو ایک ٹیکسی میں سفر کر رہا تھا۔
○ دُنیا کی بڑی بڑی تنظیمیں اس کے تعاقب میں تھیں۔
○ اس پر نہ کوئی گولی اثر کرتی تھی اور نہ ہی کوئی زہر۔
کتابیات پبلی کیشنز پوسٹ بکس ۲۳ کراچی ۱

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

بھیجو۔"

میں نے سلمان کو بھیج دیا۔ سونیا نے کہا "پارس کے پاس جاؤ اور ہمارے درمیان گفتگو کا ذریعہ بن جاؤ۔ میں اس سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

پارس لباس تبدیل کرنے کے بعد کہیں جانے کی تیاری کر رہا تھا۔ سلمان نے اس کے پاس آکر گوڈ ورڈز ادا کئے پھر کہا "سسٹر! تم سے گفتگو کرنا چاہتی ہیں۔"

"کیا آپ ہماری باتیں ایک دوسرے تک پہنچائیں گے؟"

"ہاں یہی بات ہے۔"

"مما سے کہہ دیں۔ میں حاضر ہوں۔"

سلمان نے سونیا سے کہا "پارس آپ کا منتظر ہے۔"

وہ بولی "اس سے کہو' اپنے پاپا کو پریشان نہ کرے۔ وہ جو چاہتا ہے وہ ممکن نہیں ہے۔"

سلمان نے یہی الفاظ پارس کے دماغ میں دہرائے۔ پارس نے کہا "میری مما کے لئے آج تک کوئی بات ناممکن نہیں رہی۔ پھر یہ ناممکن کیسے ہو سکتا ہے؟"

سلمان نے کہا "بیٹے! میں الجھ گیا ہوں۔ آخر وہ کون سی بات ہے؟"

"انکل! جو بات انصاف اور مذہب کی رُو سے درست ہو اسے آپ تسلیم کریں گے؟"

"بے شک تسلیم کروں گا۔ آخر بات کیا ہے؟"

"پاپا کو میری ماما سے پہلے سونیا مما سے نکاح پڑھوانا چاہیے تھا۔ انہوں نے غلطی کی۔ ماما سے شادی کی اور میری مما کو نظر انداز کیا اور آج تک نظر انداز کرتے آرہے ہیں۔ مما میرے پاپا کی محبت میں' ان کی بے رخی اور ہرجائی پن کو برداشت کرتی آرہی ہیں۔ لیکن جوان بیٹا اپنی ماں کے ساتھ ہونے والی ناانصافی برداشت نہیں کر سکتا۔ پاپا کو میری مما کے ساتھ نکاح پڑھوانا ہوگا۔ ورنہ میں سارے رشتے توڑ دوں گا۔"

"بیٹے! تم برسوں بعد ایسا کہہ رہے ہو مگر سچ کہہ رہے ہو۔"

"برسوں بعد اس لئے کہہ رہا ہوں کہ اپنی مما کی تنہائی کو دیکھتے دیکھتے میرا ضمیر ملامت کرنے لگا ہے۔ پھر یہ مستقبل کی ایک حقیقت ہے کہ میری اولاد پوچھے گی' جسے میں مما کہتا ہوں اس کا میرے باپ سے کیا رشتہ ہے؟ اگر رشتہ ہے تو وہ منکوحہ کیوں نہیں ہے؟"

سلمان نے کہا "واہ بیٹے شاباش! جو بات کئی بار میرے دل میں پیدا ہوئی' وہ تم نے زبان سے کہہ دی' میں سسٹر کی عظمت اور فرہاد بھائی کی بزرگی کے باعث یہ نہ کہہ سکا۔ اب تمہارے حوالے سے اپنی سسٹر کے لئے فائٹ کروں گا۔"

سلطانہ سلمان کے ساتھ چپ چاپ پارس کے دماغ میں پہنچی ہوئی تھی۔ اس نے یہ بات سن کر کہا "آپ پارس کی باتوں میں آگئے۔ یہ نہیں سوچ رہے ہیں کہ وہ میری بہن لیلیٰ پر سوکن لانے کی بات کر رہا ہے۔"

سلمان نے کہا "تمہاری لیلیٰ بھی [illegible] پر سوکن بن کر آئی ہے۔ اس وقت تم نے اعتراض نہیں کیا تھا۔"

"جو بات ہوگئی۔ سو ہوگئی۔ سسٹر سونیا نے خود اپنی شادی کے وقت رسونتی بہن کی سوکن بننے سے انکار کیا تھا۔ آپ وقت ضائع کر رہے ہیں' وہ لیلیٰ کی بھی سوکن بننے سے انکار کریں گی۔"

"جب تمہیں یقین ہے کہ سسٹر انکار کریں گی تو پریشان کیوں ہوتی ہو۔ ان ماں بیٹے کو آپس میں فیصلہ کرنے دو۔"

"فیصلہ تو ہوگیا سمجھو۔ پارس کے منہ سے کوئی بات نکلے تو سسٹر سونیا آنکھ بند کر کے قبول کر لیتی ہیں۔"

"قبول کریں گی تو کیا غلط کریں گی۔ فرہاد بھائی کا فرض تھا کہ رسونتی بہن سے بھی پہلے وہ سسٹر سونیا سے شادی کرتے۔ تم عورت ہو' اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہو جس سسٹر کے سامنے ہم عقیدت سے سر جھکاتے ہیں کیا ان سے آج تک ناانصافی نہیں ہو رہی ہے؟ کیا وہ پتھر کی دیوی ہیں جس کے سینے میں دل اور جذبات اور احساسات نہیں ہیں۔ ہماری عقیدت بے معنی ہے۔ کیونکہ ہم نے محض ان کی عزت کی' ان کے جذبات کو نہیں سمجھا۔"

وہ کوئی جواب نہ دے سکی لیکن اس کے چہرے سے پتا چل گیا کہ ایک عورت دوسری عورت کی پوجا تو کر سکتی ہے لیکن اسے اپنی یا اپنی بہن کی سوکن بنانا پسند نہیں کرتی۔

سلمان سونیا کے پاس آیا۔ اسے پارس کی باتیں لفظ بہ لفظ سنانے کے بعد کہا "سسٹر! یہ باتیں برسوں سے میرے اندر گونج رہی ہیں لیکن آپ اور فرہاد صاحب سے اتنی عقیدت ہے کہ زبان کھولنے کی جرات نہ کر سکا۔ پارس ضدی اور گستاخ نہیں ہے۔ ہماری دنیا میں جب بھی کسی نے سچ کہا ہے' وہ گستاخ اور بے ادب کہلایا ہے۔"

سونیا نے کہا "مجھے اپنے بیٹے کی ضد اور سچائی پر فخر ہے۔ اتنی بڑی دنیا میں وہی ایک بچہ ہے جو اپنی ماں کے اندر کے کرب کو سمجھتا ہے اور اپنی ماں کی توہین برداشت نہیں کرتا۔"

"تو پھر فرہاد بھائی سے نکاح پڑھوانا کون سا پرابلم ہے۔ آپ اسے ناممکن کیوں کہتی ہیں؟"

"سلمان! ذرا سوچو' میری عمر کیا ہوگئی ہے۔ میں جوان نظر آتی ہوں مگر جوان نہیں ہوں۔ فرہاد کو اس عمر میں ایک شادی کرتے ہوئے جھجک نہیں ہوئی' وہ مرد ہے اور ڈھیٹ ہے مگر میں نہیں ہوں۔ عورت اپنے جائز حقوق مانگتی ہے لیکن شرم کا تقاضا ہے کہ میں اس عمر میں نکاح پڑھوانے کا تماشا نہ کروں۔"

"آپ کی تمام باتیں درست ہیں لیکن پارس کی ایک بات آپ کی تمام باتوں پر بھاری ہے اور وہ یہ کہ اسے اپنے ماں باپ کے اعمال کا حساب اپنی اولاد کو دینا ہے۔ اگر نکاح ہو جائے تو اولاد کو حساب دینا آسان ہو جائے گا۔"

سونیا کو چپ لگ گئی۔ وہ جو ہر بات کا منہ توڑ جواب دیتی تھی' بیٹے کی ایک بات کے سامنے لاجواب ہوگئی۔ وہ پوتے پوتیاں جو ابھی پارس سے نہیں ہوئے تھے مگر ہونے والے تھے' ان معصوموں کے سامنے وہ بے رشتہ نہیں رہنا چاہتی تھی۔

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی "پارس سے بولو' وہ درست کہتا ہے۔ مگر اسے درست بات منوانے کے لئے ایک بڑی آزمائش سے گزرنا ہوگا۔"

سلمان نے پارس کو آزمائش کی بات بتائی۔ بولا "مما بہت چالاک ہیں' وہ مجھے حاتم طائی کی طرح سات سوالوں کے جواب معلوم کرنے میں لگا دیں گی' اس طرح ان کے ساتھ میری عمر بھی گزر جائے گی۔ ان سے کہہ دیں' میری بھی ایک شرط ہے۔ وہ شرط پوری ہو جائے تو میں ساری عمر ان کی پیش کردہ آزمائشوں سے گزرتا رہوں گا۔"

سونیا نے یہ سن کر کہا "وہ یقیناً یہی کہے گا کہ پہلے میں نکاح پڑھوا لوں۔"

پارس نے کہا "ہاں' پتا نہیں آزمائشوں سے گزرنے میں کتنا وقت لگ جائے۔ لہٰذا پہلے نکاح پڑھوایا جائے۔"

سونیا نے کہا "میں بیٹے کی یہ بات بھی مان لوں گی۔ اس کی تشفی کے لئے صرف نکاح پڑھوا لوں گی لیکن پارس جب تک میری شرط پوری نہیں کرے گا' میں فرہاد کے سامنے نہیں آؤں گی اور نہ ہی شریکِ حیات کے فرائض انجام دوں گی۔"

پارس نے کہا "مجھے منظور ہے۔ مما اپنی شرط بیان کریں۔"

وہ بولی "پارس مرینا کو اپنی طرف مائل کرے۔ میں جانتی ہوں وہ پارس کی دیوانی ہے لیکن صرف دیوانگی سے بات نہیں بنتی۔ جس دن مرینا اسلام قبول کر کے میری بہو بنے گی' میں فرہاد کی صحیح معنوں میں شریکِ حیات بن جاؤں گی۔"

سلمان نے کہا "سسٹر! مرینا کٹر عیسائی ہے۔ اپنے ملک اور اپنی قوم سے بے انتہا محبت کرتی ہے۔ وہ جذبات میں پارس کی دیوانی ہو سکتی ہے لیکن مذہب اور قومیت کبھی نہیں بدلے گی۔ یہ ناممکن ہے۔"

"میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ پارس جو ضد منوانا چاہتا ہے وہ ناممکن نہیں ہے۔"

جب سلمان نے پارس کو بتایا تو وہ بولا "مما نے واقعی کڑی شرط لگائی ہے۔ کوئی ماں نہیں چاہتی کہ اس کا بیٹا کسی ناممکن کام کو کرتے ہوئے زندگی گزار دے مگر میری ماں سونیا ہے' وہ جانتی ہیں کہ میں ناممکن کو ممکن بنا دوں گا اور ایک ہی مسئلے میں زندگی برباد نہیں کروں گا۔"

سلمان نے پوچھا "تمہیں منظور ہے؟"

"منظور ہے مگر مما کے ساتھ پاپا کا نکاح کل تک ہو جانا چاہئے اور یہ نکاح خیال خوانی کے ذریعے جناب علی اسد اللہ تبریزی پڑھائیں گے۔"

معاملات طے ہوگئے۔ سلطانہ کے سینے پر سانپ لوٹنے لگے۔ اس نے سلمان سے کہا "آپ کا کلیجا ٹھنڈا ہوگیا۔ میری بہن پر سوکن لا رہے ہیں۔"

وہ بولا "بات بہن کی نہ کرو۔ حق اور انصاف کی کرو۔"

"حق اور انصاف کے لئے کیا لیلیٰ کا گلا کاٹنا ضروری ہے۔"

"تم اچھی طرح سمجھتی ہو کہ سسٹر روایتی سوکن نہیں بنیں گی۔ کیا اس رشتے کی بات ہوتے ہی تم سسٹر کی تمام خوبیوں کو اور عظمتوں کو بھول گئی ہو؟"

وہ اپنی بہن لیلیٰ کے پاس آئی۔ اسے ساری روداد سنائی۔ لیلیٰ نے کہا "میں تم سے پہلے جانتی ہوں۔ جانے کیوں پارس میرا دشمن بن گیا ہے۔"

سلمان نے کہا "صاف بات ہے۔ تم اس کی ماں رسونتی پر سوکن بن کر آئی ہو۔ اب وہ انتقام لے رہا ہے۔ تم پر سوکن لا رہا ہے۔"

لیلیٰ نے مجھ سے کہا "آپ نے کہا تھا میرے بعد کسی سے بھی نکاح نہیں پڑھوائیں گے۔"

"ہاں میں اپنی زبان پر قائم ہوں۔"

"آپ قائم نہیں رہیں گے۔ پارس اور سونیا کے سامنے آپ کی ایک نہیں چلے گی۔ پتا ہے سونیا نکاح پڑھوانے کے لئے راضی ہوگئی ہے۔"

"کیا؟" میں نے حیرانی سے پوچھا۔ میں اوپر سے شدید حیرت ظاہر کر رہا تھا مگر اندر سے دل دھڑک رہا تھا۔ سونیا کو میری زندگی میں آئے ایک زمانہ بیت گیا تھا۔ اب کے وہ شرعاً میری بن کر آئے گی' ابھی میں ایک دھاری تلوار ہوں وہ آکر مجھے دو دھاری تلوار بنا دے گی۔ بائیس برس بعد وہ ہو رہا تھا جو نہیں ہونا تھا۔ یہ معجزہ ہی تھا کہ بائیس برس بعد بچھڑی ہوئی جوانی لوٹ کر آرہی تھی۔

لیلیٰ مجھے دیکھ رہی تھی۔ میرے چہرے سے کچھ سمجھنا چاہتی تھی۔ میں نے کہا "تم خواہ مخواہ پریشان ہو رہی ہو۔ سونیا کے پاس چلو۔ مجھے یقین نہیں ہے کہ وہ شادی کرے گی۔"

ہم سونیا کے پاس آئے۔ اس نے پوچھا "کیا سلمان نے نہیں بتایا کہ میں نے پارس کے سامنے کتنی بڑی شرط رکھی ہے۔"

لیلیٰ نے کہا "پارس ناممکن کو ممکن بنا دیتا ہے۔"

سونیا نے پوچھا "یعنی پارس مرینا کو مسلمان نہ بنائے' وہ اس کی شریکِ حیات نہ بنے تاکہ میں فرہاد کی منکوحہ نہ بن سکوں؟"

لیلیٰ نے کہا "نن۔۔۔ نہیں۔ مجھے آپ پر اعتراض نہیں ہے۔ آپ تو ہمارے لئے محترم ہیں۔ آپ کل نہیں آج ہی میری سوکن بن جائیں۔ یہ تو ایسی خوشی کی بات ہے کہ مجھ سے زیادہ خوشی کسی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کو نہیں ہوگی۔"

سونیا نے کہا "فرہاد! کل صبح نو بجے جناب علی اسد اللہ تبریزی ہمارا نکاح پڑھائیں گے۔ صبح تیار رہو۔ یہ نکاح خیال خوانی کے ذریعے ہوگا۔"

میں نے کہا "لیکن اس شرط کا کیا ہوگا جس کا پارس پابند ہے' پہلے وہ مرینا کو ہماری بہو بنائے گا۔"

"جب تک وہ ہماری بہو نہیں بنے گی تب تک ہم ایک دوسرے کے سامنے نہیں آئیں گے اور ازدواجی زندگی نہیں گزاریں گے۔ فی الحال ہمارا صرف نکاح پڑھایا جائے گا۔"

میں نے تائید کی "یہ نہایت معقول بات ہے۔"

دماغی طور پر حاضر ہوا تو لیلیٰ رو رہی تھی۔ اس کے دماغ میں سلطانہ بھی رو رو کر کہہ رہی تھی "اسی دن کے لئے میں نے سمجھایا تھا' فرہاد بھائی سے دل نہ لگاؤ۔ شادی نہ کرو مگر تم نے میری نہیں مانی۔"

لیلیٰ نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا "میرے فرہاد کا کوئی قصور نہیں ہے۔ سب مل کر انہیں پھانس رہے ہیں۔ تمہارے میاں سلمان بھی اس سازش میں شریک ہیں۔"

سلمان نے کہا "مجھے الزام نہ دو۔ میں انصاف کی بات کر رہا ہوں۔ اگر یہ انصاف نہیں ہے تو کل جناب علی اسد اللہ تبریزی ان کا نکاح نہیں پڑھائیں گے۔ اگر انہوں نے نکاح پڑھا دیا تو پھر تم بہنوں کو اعتراض نہیں ہونا چاہئے۔"

وہ دونوں خاموش رہیں۔ بابا صاحب کے ادارے کے سب سے بڑے عالم اور بزرگ کے سامنے وہ اعتراض نہیں کر سکتی تھیں۔ میں نے لیلیٰ کو دلاسا دینا چاہا۔ وہ بولی "رہنے دیں اپنی محبت اور تسلیاں۔ مجھے تھوڑی دیر تنہا رہنے دیں۔"

وہ اٹھ کر دوسرے کمرے میں گئی۔ وہاں دروازہ اندر سے بند کر دیا۔ بستر پر آ کر گر پڑی۔ سلطانہ دماغ میں تھی۔ وہ کہنے لگی۔ "حوصلہ نہ ہارو' ہمت سے کام لو۔ ابھی تو صرف نکاح پڑھایا جا رہا ہے۔"

"نکاح کے بعد کیا رہ جائے گا۔"

"بہت کچھ رہے گا۔ سونیا کبھی ازدواجی زندگی نہیں گزار سکے گی۔"

"کیوں نہیں گزار سکے گی؟"

"اگر پارس اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوگا تو سونیا ازدواجی زندگی نہیں گزارے گی۔ سونیا کی زبان کی سچائی کو ہم سب مانتے ہیں۔ شرط پوری نہیں ہوگی۔ مرینا پارس سے شادی نہیں کرے گی تو سونیا بھی فرہاد کی زندگی میں نہیں آئے گی۔ اس کے پاس آئندہ نسل کو دکھانے کے لئے صرف ایک نکاح نامہ ہوگا۔ فرہاد بھائی تو تمہارے ہی رہیں گے۔"

"سلطانہ! تم مجھے آسرا دے رہی ہو۔ میرے دل کو تسلی ہو رہی ہے۔"

"میرے مشوروں پر عمل کرو تو تمہاری زندگی میں سوکن نہیں آئے گی۔"

"تم کیا چاہتی ہو؟"

"دیکھو لیلیٰ! تمہاری شوہر پرستی سے ڈر لگتا ہے۔ میں جو تدبیر بتا رہی ہوں اس کا ذکر تم نے فرہاد بھائی سے کیا تو پھر ساری زندگی روتی رہو گی۔"

"میں اپنے شوہر سے ذکر نہیں کروں گی۔ وہ تدبیر کیا ہے؟"

"ہم بہنیں مل کر پارس کو اس کے مقصد میں ناکام بنائیں گی۔ مرینا کو اس سے دور رکھنا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔"

"ہاں' تمہاری بات دل کو لگتی ہے۔ نہ مرینا پارس کی طرف زیادہ جھکے گی نہ شادی ہوگی اور نہ ہی مسز میرے شوہر کی زندگی میں آئیں گی۔"

"بات تو تمہاری سمجھ میں آ گئی ہے مگر میں پھر سمجھائے دیتی ہوں۔ اس معاملے میں شوہر پر بھروسا نہ کرنا۔"

"میں بھروسا نہیں کروں گی۔ مگر سلطانہ تمہارے بہنوئی مجھے دل و جان سے چاہتے ہیں۔"

"یہ چاہت اسی وقت تک ہے جب تک کوئی نئی نہ آئے۔ اس بات پر غور کرو کہ دنیا کی کوئی عورت سونیا سے زیادہ حسین اس لئے نہیں ہوگی کہ اس نے فرہاد بھائی کی دلہن بنتے بنتے شادی سے انکار کر دیا تھا۔ جو عورت عروسی جوڑا پہن کر مرد کے ہاتھ نہ آئے' وہ انمول' اچھوتی اور نایاب ہو جاتی ہے۔ مرد اس کی دوری برداشت کرتا ہے مگر اندر ہی اندر اس کے لئے مچلتا ہے۔ اس کی کمی پوری کرنے کے لئے تمہاری جیسی بیوی سے بہلنا چاہتا ہے لیکن وہ نایاب ہیرا نایاب ہی رہتا ہے۔ اب ایسے میں وہ اچانک دلہن بن کر آ جائے تو تمہاری کیا اہمیت رہے گی؟"

لیلیٰ یہ سچی اور کھری باتیں سن رہی تھی۔ اس کا دل ڈوب رہا تھا۔ اس میں شبہ نہیں تھا کہ سہاگن کا جوڑا پہن کر شادی سے انکار کرنے والی عورت برسوں بعد پھر سہاگن بن کر آئے تو پھر اس کے سامنے کسی کا چراغ نہیں جلتا۔

سلطانہ نے کہا "پریشان ہونا چھوڑ دو۔ اب سے ٹھیک دو گھنٹے بعد سلمان سو جائیں گے تو میں تمہارے پاس آؤں گی۔ کوشش کرو فرہاد بھائی بھی سو جائیں۔ پھر میں ایسا چکر چلاؤں گی کہ پارس مرینا کے لئے چکراتا رہے گا۔ مگر اسے حاصل نہیں کر سکے گا۔"

اس میں شبہ نہیں کہ دونوں بہنیں ذہین تھیں لیکن اپنی ذہانت کو چالاکی کے طور پر استعمال نہیں کرتی تھیں۔ ان کا خیال تھا چالاکی دوسروں کو نقصان اور خود کو فائدہ پہنچاتی ہے۔ نیکی اور شرافت ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی' وہ کسی کو نقصان نہیں پہنچا

چاہتی تھیں لیکن آج وہ مجبور ہو گئی تھیں۔ وہ جہنم کی آگ برداشت کر سکتی تھیں لیکن ایک سوکن کو برداشت نہیں کر سکتی تھیں۔

دو گھنٹے بعد سلمان اپنے وقت کے مطابق سو گیا۔ میں لیلیٰ کے بغیر سونا نہیں چاہتا تھا۔ اس کے دروازے پر دستک دے کر بولا۔ "غصہ تھوک دو۔ باہر آ جاؤ۔"

اندر سے آواز آئی "دروازہ نہیں کھلے گا۔ کل صبح آپ کا نکاح پڑھایا جائے گا۔ جب نئی دلہن آ رہی ہے تو میری کیا ضرورت ہے؟"

"نئی دلہن نہیں آئے گی۔ صرف نکاح پڑھایا جائے گا۔"

"گویا میں فاضل پرزہ ہوں جب تک نئی نہیں آئے گی' اس پرزے کو استعمال کیا جاتا رہے گا۔"

"پلیز ایسی بے تکی باتیں نہ کرو۔"

میں اس کے دماغ میں گیا۔ اس نے سانس روک لی۔ میں نے کئی بار کوششیں کیں مگر اس نے مجھے دماغ میں آنے نہیں دیا۔ میں نے دروازے کے اور قریب ہو کر کہا۔ "میں تم سے دور نہیں ہونا چاہتا مگر تم دور کر رہی ہو۔ کوئی بات نہیں' میں سونے جا رہا ہوں۔ جب چاہو دروازہ کھول کر چلی آنا۔"

"میں ہرگز نہیں آؤں گی۔ آپ جائیں اور نئی دلہن کے خواب دیکھتے دیکھتے صبح کر دیں۔"

میں مجبوراً دوسرے بیڈ روم میں آ گیا۔ ادھر سلطانہ اپنی بہن کے دماغ میں آ کر کہہ رہی تھی "اچھا ہے۔ ذرا دل مضبوط کرو۔ فرہاد بھائی کو تمہارے پاس نہیں آنا چاہئے۔"

"سلطانہ! وہ ناراض ہو کر پھر غلط راہ پر پڑ جائیں گے۔"

"ناراض ہونے دو مگر غلط راہ پر جانے نہ دو۔ کڑی نظر رکھو۔ عورت کی کمزوری مرد کو شیر بنا دیتی ہے۔ تمہیں کمزور نہیں بننا چاہئے۔"

"تم مجھے کوئی تدبیر بتانا چاہتی تھیں۔"

"ہاں' میں سوچتی ہوں اگر ہم کسی طرح مرینا سے دوستی کر لیں اور دوستی کی آڑ میں اسے پارس سے دور رکھیں تو تمہارا کام بنتا رہے گا' وہ مرحلہ کبھی نہیں آئے گا کہ مرینا اس سے شادی کرنے کی حد تک متاثر ہو سکے پھر یہ کہ وہ اسلام کبھی قبول نہیں کرے گی۔"

"مگر سلطانہ! یہ تو گناہ ہے۔ اگر وہ اسلام قبول کرنا چاہے تو۔ کیا ہم اسے روکیں گے؟"

"ہرگز نہیں۔ میں تو یہ کہہ رہی ہوں' وہ فولادی ارادوں کی مالک ہے۔ اپنا مذہب تبدیل نہیں کرے گی۔"

"جب یہ یقین ہے تو ہمیں مطمئن رہنا چاہئے کہ نہ وہ مسلمان بہو بنے گی نہ سونیا دلہن بن کر میرے شوہر کے پاس آئے گی۔"

"لیلیٰ! اس کے باوجود ہمیں مطمئن نہیں ہونا چاہئے۔ محبت میں عورت دنیا چھوڑ دیتی ہے۔ مذہب کیا چیز ہے۔ ہماری کوشش یہ ہوگی کہ ان کی محبت نفرت میں بدلتی جائے۔"

"وہ کیسے؟"

"میں کوشش کرتی ہوں' رفتہ رفتہ کامیابی ہوگی۔ ابھی میں مرینا کو مخاطب کرتی ہوں۔ وہ مجھے اپنے اندر آنے نہیں دے گی۔ جب وہ میرے دماغ میں آئے گی تو تم خاموشی سے میرے چور خیالات پڑھنے سے اسے روکتی رہنا۔"

اس نے مرینا کی آواز اور لہجے کو گرفت میں لیا۔ پھر اس کے دماغ میں پہنچی' اس نے سانس روک لی۔ دوسری بار اس نے کہا۔ "سانس نہ روکو۔ میری آواز اور لہجے کو گرفت میں لے کر میرے پاس آؤ۔ تمہارے فائدے کی بات کروں گی۔"

سلطانہ اپنی جگہ واپس آئی۔ مرینا نے اس کے دماغ میں پہنچ کر پوچھا "کون ہو تم؟"

"تمہارے لئے غیبی مدد ہوں۔"

"اپنا تعارف کراؤ؟"

سلطانہ نے کہا "تم نے ابتدا سے آج تک جتنی کامیابیاں حاصل کی ہیں ان کامیابیوں کی وجہ محض ذہانت نہیں ہے۔ مقدر کا ساتھ اور غیبی امداد بھی ہے۔ غیبی امداد کا کوئی نام نہیں ہوتا۔ کوئی تعارف نہیں ہوتا۔ میں چپ چاپ تمہاری مدد کرتی رہی اور تمہیں کبھی خبر نہ ہوئی۔ اس کے عوض میں نے تم سے کچھ نہیں چاہا۔ آئندہ بھی کچھ نہیں چاہوں گی۔ یہی میرا تعارف سمجھ لو۔"

مرینا نے کہا "کمال ہے۔ جب آج تک خاموشی سے میرے کام آ رہی تھیں تو آج کس خوشی میں بول رہی ہو؟"

"تم طنز کر رہی ہو۔ کیا میں تمہاری ایک تباہی پر واقعی خوشی مناؤں؟"

"سوری' میرے منہ سے طنزیہ بات نکل گئی۔ کیا تم بتا سکتی ہو کہ تم کون کون سے اہم مرحلے پر میرے کام آتی رہی ہو؟"

سلطانہ نے کہا "یاد کرو۔ جب پہلی بار پارس تمہاری کار کی پچھلی سیٹ سے نمودار ہوا تھا اور تم کمال ذہانت سے سلمان واسطی کی ماتحت بن کر اس سے نجات حاصل کرنا چاہتی تھیں۔ اس وقت میں وہاں موجود تھی۔"

مرینا نے پوچھا "میں اور پارس سانس روک لیتے ہیں پھر تم کیسے موجود تھیں؟"

وہ بولی "پارس مجھے جوجو کے لہجے میں محسوس کر رہا تھا' تم محض اپنی ذہانت سے نہیں میری چالاکی سے بچ گئی تھیں۔ میں نے جوجو بن کر پارس سے کہا تھا' فوراً آؤ' میں نے شیلا کو ٹریپ کیا ہے۔ وہ میری رہائش گاہ میں ہے۔ یہ سنتے ہی اس نے تمہارا پیچھا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

چھوڑ دیا تھا۔"

مرینا نے کہا "اگر تم نے واقعی ایسا کیا تھا تو مجھ پر تمہارا احسان ہے لیکن میری بات کا برا نہ ماننا۔ پرانے کارناموں میں کوئی بھی اپنا نام جوڑ لیتا ہے اور اس کارنامے کی داد خود تھوڑی سی وصول کرتا ہے۔ کوئی ایسی بات بتاؤ جسے سن کر میں تمہاری بے لوث دوستی کی قائل ہو جاؤں۔"

سلطانہ نے کہا "تو غور سے سنو۔ تم نے واشنگٹن میں جس شخص کو آلۂ کار بنا رکھا ہے' اس آلۂ کار کو پارس اچھی طرح جانتا ہے۔"

"کیا پارس واشنگٹن میں ہے؟"

"نہیں' لندن میں ہے۔ پارس کا ایک خیال خوانی کرنے والا اس وقت بھی تمہارے آلۂ کار کی نگرانی کر رہا تھا' جب تم جیری اور باربرا کو اپنے تاریک قید خانے میں پہنچا رہی تھیں۔"

مرینا نے شدید حیرانی سے پوچھا "کون ہو تم؟ میرے تاریک قید خانے کے متعلق کیسے جانتی ہو؟"

سلطانہ نے کہا "زیادہ نہ اچھلو۔ جب تک میں تمہاری پشت پر ہوں' کوئی تمہارے واشنگٹن اور لندن کے قید خانے کا سراغ نہیں لگا سکے گا۔ میری بے لوث دوستی کا یہ ثبوت ہے کہ نہ آج تک کوئی دشمن تمہارے تاریک قید خانے میں پہنچا ہے' نہ میرے جیتے جی کبھی پہنچے گا۔"

"میری اجنبی دوست! تم نے مجھے حیران اور پریشان کر دیا ہے۔ ذرا ایک منٹ ٹھہرو۔ میں قیدیوں کی خیریت معلوم کر کے آتی ہوں۔"

وہ تھوڑی دیر کے لئے گئی اور پھر خوش ہو کر بولی "میں تمہاری دوستی پر فخر کرتی ہوں۔ میرے تینوں قیدی محفوظ ہیں۔"

"میں یہ نہیں چاہتی کہ تم مجھ پر فخر کرو اور میری عقیدت مند بن جاؤ۔ میں ابھی جاؤں گی تو پھر پتا نہیں کب آؤں گی۔ تمہیں صرف ایک عقل کی بات سمجھانے آئی ہوں۔"

"میں تمہاری ہر بات پر عمل کروں گی۔ وہ بات کیا ہے؟"

"یہ کہ پارس سے دور رہو۔ اپنے بدن پر اس کا سایہ نہ پڑنے دو۔ وہ آج کسی وقت لندن سے روانہ ہو گا اور واشنگٹن پہنچے گا کیوں کہ میں نے پارس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو گمراہ کیا تھا' اسے تمہارے تاریک قید خانے تک پہنچنے نہیں دیا تھا۔ وہ تمہارے خفیہ اڈے کا سراغ لگانے خود آ رہا ہے۔ اپنے ذہین ماتحتوں کو الرٹ رہنے کے لئے کہہ دو۔ اب میرے دماغ سے جاؤ۔"

مرینا نے کہا "پلیز سانس نہ روکنا۔ مجھے اتنا بتا دو' پارس سے کس طرح نمٹنا چاہئے؟"

"مرینا! میں تم سے کہہ چکی ہوں' پارس سے دور رہو۔ اس سے نمٹنے کی کیا ضرورت ہے؟ سیدھی سی بات ہے' تم نے جس آلۂ کار کے ذریعے اپنے شکار کو تاریک قید خانے میں بھیجا ہے۔ اس آلۂ کار کو واشنگٹن سے کہیں دور بھگا دو۔ پھر پارس کو سراغ حاصل کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ملے گا۔"

"تم نے بہت دانش مندانہ مشورہ دیا ہے۔"

"اگر مجھے دانش مند دوست سمجھتی ہو تو پارس کو حرف غلط کی طرح اپنے دل اور دماغ سے مٹا دو۔ اچھا پھر ملوں گی۔ گڈ بائی۔"

سلطانہ نے سانس روکی۔ مرینا باہر چلی گئی۔ لیلیٰ نے کہا "مرینا بڑی چالاک ہے' تم سے باتیں کرنے کے دوران تمہارے چور خیالات ٹٹول رہی تھی' میں ان خیالات کو گڈ مڈ کرتی رہی۔"

"آئندہ یہی ہو گا۔ جب بھی وہ میرے دماغ میں آئے گی' میرے اندر چھپ کر اسے میری اصلیت معلوم نہیں کرنے دو گی۔"

"سلطانہ! تم نے بڑی زبردست چال چلی ہے۔ وہ پارس کو اب گھاس بھی نہیں ڈالے گی لیکن تم نے واشنگٹن کے خفیہ اڈے کا ذکر کر کے اسے ہوشیار کر دیا ہے۔ اگر وہ اپنے قیدیوں کو تاریک قید خانے سے دوسری جگہ منتقل کر دے گی تو ہم اسکے ایک اہم اڈے سے محروم ہو جائیں گے' پھر وہ قیدی بھی فرہاد کے ہاتھ نہیں آئیں گے۔"

"لیلیٰ! میں نے یہ غلطی کی ہے لیکن ہمارے ہاتھوں میں آ کر ہی دشمن خیال خوانی کرنے والے آتے ہیں پھر نکل بھی جاتے ہیں۔ تمہیں سوکن سے بچانے کے لئے اگر میں تین قیدیوں کو جانے دے رہی ہوں تو کوئی غضب نہیں کر رہی ہوں۔ ہم اس کی تلافی کے لئے دوسرے تین پکڑ لیں گے۔"

دوسری طرف مرینا اپنی جگہ دماغی طور پر آ کر زبردست الجھن کا شکار ہو گئی۔ ایک اجنبی خیال خوانی کرنے والی نے اسے حیران کر دیا تھا۔ بے لوث دوستی کا بھی ثبوت دیا تھا۔ ان تینوں قیدیوں کو تاریک قید خانے میں پہنچائے ایک رات اور دو دن گزر گئے تھے۔ اگر وہ اجنبی خیال خوانی کرنے والی دشمن ہوتی تو ان تین قیدیوں کو وہاں سے نکال کر لے جاتی یا دوسرے دشمنوں کو وہاں پہنچا دیتی۔

اس نے ایسی کوئی دشمنی نہیں کی تھی بلکہ دوستی نبھاتی آ رہی تھی۔ اس کے باوجود مرینا کا دماغ کچھ اسپیشل قسم کا تھا۔ وہ اجنبی خیال خوانی کرنے والی سے متاثر نہیں ہو رہی تھی۔ اس کی بے لوث دوستی کے پیچھے کسی فریب کی گنجائش ہو سکتی تھی۔

مرینا تھوڑی دیر تک اٹھ کر ٹہلتی رہی۔ اور بار بار اس کے دماغ میں یہ بات دہرائی رہی "اعتماد صرف اپنی ذات پر۔ اعتماد صرف اپنی ذات پر......"

وہ تھوڑی دیر بعد شمال کی طرف رخ کر کے فرش پر پالتی مار کر بیٹھ گئی۔ یوگا کا ایک آسن اختیار کیا پھر سینے میں سانس کھینچ کر روک لی۔ تقریباً دس منٹ تک اسی طرح سانس روکے رہی۔ پھر اس کی ذہانت نے کہا "جو خود کو چھپائے وہ دوست نہیں ہوتا۔"

"ہاں۔ دوست نہیں ہوتا" اس کی ذہانت نے پھر کہا۔ بکھرے ہوئے دانوں کے سامنے پنچھی کو جال نظر نہیں آتا' اسی طرح اس اجنبی خیال خوانی کرنے والی کی مہربانیوں کے پیچھے چھپی ہوئی چال نظر نہیں آ رہی ہے۔ میرے تین قیدیوں کو چھیڑا نہیں گیا ہے۔ شاید اس انتظار میں کہ میں وہاں مزید قیدی لاؤں گی۔"

اس کی ذہانت نے آخری اہم بات سمجھائی کہ جب راز فاش ہو جائے اور کوئی مہربان بن کر راز کا شریک ہو جائے تو پھر وہ راز کبھی نہیں رہتا' کسی مرحلے پر زبردست دھوکا بن جاتا ہے۔

وہ یوگا کے آسن بدلتی رہی۔ سانسیں روکتی رہی۔ تمام الجھنوں کو دماغ سے نکال کر ذہانت سے حالات کا تجزیہ کرتی رہی پھر فرش پر سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ کچن میں جا کر تازہ پھلوں کا جوس تیار کرتے ہوئے سوچنے لگی "وہ تینوں قیدی میرے لئے خطرناک ہو گئے ہیں۔ میں براہ راست ان کے سامنے نہیں جاؤں گی۔ اپنے آلۂ کار کے ذریعے بھی انہیں دوسری جگہ منتقل نہیں کروں گی۔"

وہ بے چاری تنہا بڑے بڑے آزمائشی مراحل سے گزرتی تھی۔ فی الحال اس کے پاس کوئی ایسی جگہ نہیں تھی جہاں وہ قیدیوں کو منتقل کرتی اور اب اس آلۂ کار کو بھی استعمال نہیں کرنا چاہتی تھی۔

بڑی سوچ بچار کے بعد یہی راستہ سجھائی دیا کہ تینوں قیدیوں پر تنویمی عمل کر کے ان کی آواز اور لہجہ بدل کے پھر کسی حد تک ان کا حلیہ خود ان کے ہاتھوں سے بدل کے تاریک قید خانے سے نکال دیا جائے۔ انہیں آزاد چھوڑ دیا جائے۔ برین ماسٹر' بلیک سیکرٹ اور پارس کبھی ان تین قیدیوں کو نہیں پہچان سکیں گے۔

یہ نہایت ہی معقول تدبیر تھی۔ اس نے جوس کا بھرا ہوا گلاس خوب سیر ہو کر پیا پھر خیال خوانی کی پرواز کی۔ ایک قیدی کے دماغ میں پہنچی۔ اس نے جوس اچھی طرح نگل لیا تھا ورنہ الٹ کر آ جاتا کیونکہ پہلا قیدی بے ہوش تھا۔ وہ دوسرے اور تیسرے کے دماغ میں گئی' ان کا حال بھی کچھ مختلف نہ تھا۔

وہ کوئی پون گھنٹا پہلے ان کی خیریت معلوم کر کے گئی تھی' وہ سب ہوش و حواس میں تھے۔ پینتالیس منٹ میں بازی پلٹ گئی تھی۔

وہ تڑپ کر سلطانہ کے دماغ میں پہنچی۔ اس نے سانس روک لی۔ جلدی سے لیلیٰ کو مخاطب کر کے اپنے دماغ میں بلایا۔ اسی وقت مرینا دوسری بار آ کر بولی "میں مرینا ہوں۔ میرے تینوں قیدی بے ہوش ہیں۔"

سلطانہ نے پوچھا "یہ کیسے ہو گیا؟ اس خفیہ اڈے کا علم کسی کو نہیں تھا۔"

"میری مہربان! تمہیں تو علم تھا۔"

"دیکھو' غلط شبہ کر کے وقت ضائع نہ کرو۔ مجھ سے پھر کسی وقت لڑ لینا۔ پارس کی خبر لو۔ وہ تمہارے خلاف کچھ کر رہا ہے۔"

مرینا دماغی طور پر حاضر ہوئی۔ وہ پارس کے پاس نہیں جانا چاہتی تھی۔ مگر بہت بڑا نقصان اٹھا رہی تھی اور نقصان پہنچانے والے کا سراغ لگانا ضروری تھا۔ اس نے مجبور ہو کر خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے پاس آئی مگر اس نے سانس روک لی۔

وہ دوسری بار آ کر بولی "میں مرینا ہوں۔"

اس نے پوچھا "کون مرینا؟"

"بکواس نہ کرو۔ ارے یہ تم اندھیرے میں کیوں بیٹھے ہو؟"

"کیا بتاؤں کیوں بیٹھا ہوں۔ جب یہاں آیا تو تین قیدی تھے' وہ تینوں اچانک غائب ہو گئے اور میں تنہا رہ گیا ہوں۔"

"نہیں' یہ نہیں ہو سکتا۔ تم تینوں کو مجھ سے چھین نہیں سکتے۔ مجھے بتاؤ وہ کہاں ہیں؟"

"کیا مصیبت ہے۔ یہ تو تمہیں بتانا چاہئے کہ وہ کہاں ہیں؟ اور میں کہاں ہوں؟ کیا یہ تمہارا تاریک قید خانہ ہے؟ اگر ہے تو مجھے کہاں سے پکڑ کر لائی ہو۔ لانا ہی تھا تو برات کے ساتھ لاتیں۔"

پھر وہ اندھیرے میں سر اٹھا کر سونیا کو مخاطب کرتے ہوئے بولا "مما! آپ نے بڑی کڑی شرط لگائی تھی لیکن میں آپ کو دلہن بنانے کے لئے اپنی دلہن کے گھر تک پہنچ گیا ہوں۔ باقی اللہ مالک ہے۔"

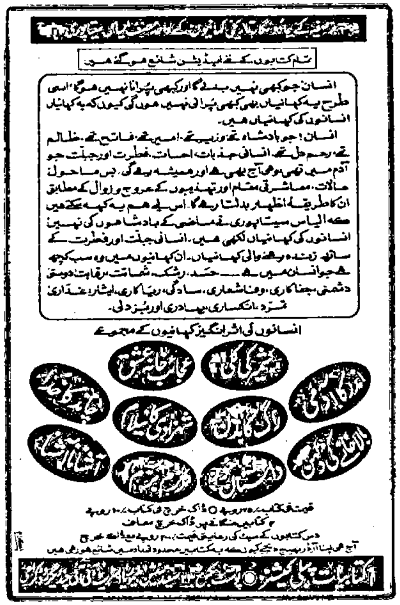

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

پارس کا کھیل شروع ہوچکا تھا۔ کوئی کھیل بھی شروع کرنے سے پہلے اس کھیل کو کھیلنے کے انتظامات کئے جاتے ہیں۔ یہ انتظامات انسان خود کرتا ہے یا تقدیر کرتی ہے۔ تاریک قید خانے میں پارس کو نہ تو تقدیر نے پہنچایا تھا اور نہ ہی یہ کوئی اتفاقی واقعہ تھا۔ وہ اپنی شرارت اور ذہانت سے وہاں آیا تھا۔

یہ مرینا کے لئے شدید حیرانی کی بات تھی کہ پارس واشنگٹن والے تاریک قید خانے میں پہنچ گیا تھا؟ اس کی موجودگی بتا رہی تھی کہ اُس نے تین ٹیلی پیتھی جاننے والے قیدیوں کو بیہوش کیا ہے۔

جب کہ ان تینوں کو میں نے بے ہوش کیا تھا؟ اور انہیں مرینا کے تہ خانے سے نکال کر دوسری جگہ قید کردیا تھا۔ مرینا کو ان کے ہوش میں آنے تک پتا نہیں چل سکتا تھا کہ وہ تینوں اسی کی قید میں ہیں یا کہیں منتقل کردیئے گئے ہیں۔ اگر وہ واشنگٹن یا امریکا کے کسی شہر میں ہوتی تو گھنٹے دو گھنٹے میں وہاں پہنچ کر صحیح حالات معلوم کرلیتی۔ لیکن وہ ہزاروں میل دور لندن شہر میں تھی۔

پارس کو میں نے یہ بتایا تھا کہ ان تین قیدیوں کو بے ہوش کرکے لے جارہا ہوں۔ اس کے بعد وہ اپنا کھیل شروع کرے۔ وہ لندن والے تاریک قید خانے سے واقف تھا۔ قصہ یوں ہے کہ جب مرینا نے پہلی بار پارس کو قیدی بنا کر اس قید خانے میں پہنچایا تھا تو اسے پورا یقین تھا کہ پارس تنویمی عمل کے ذریعے اس کا معمول اور تابعدار بن چکا ہے۔ بعد میں سونیا نے اس کے یقین کو ڈگمگا دیا۔ اسے بتایا کہ اس نے پارس کی ایک ڈمی کو قیدی بنایا ہے۔ اصل پارس اس سے کوسوں دور ہے۔ یہ سن کر مرینا پر بجلی گر پڑی تھی۔ اس نے اصل پارس سمجھ کر اپنا سب کچھ اس کے حوالے کردیا تھا۔ وہ ماننے کو تیار نہیں تھی کہ کسی ڈمی کی آغوش میں خود کو گرا چکی ہے۔

سونیا نے اس کے انکل جنرل کو اغوا کرایا اور یہ شرط رکھی کہ وہ ڈمی کو رہا کرے گی تو اس کے انکل جنرل کو بھی نجات ملے گی ورنہ وہ بوڑھا مارا جائے گا۔ مرینا بوڑھے جنرل کو سگے باپ سے زیادہ چاہتی تھی۔ جنرل نے اسے بڑی توجہ سے تعلیم دلائی تھی۔ اسے ٹرانسفارمر مشین سے گزار کر غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک بنایا تھا۔ اس نے مجبور ہو کر سونیا کی شرط مان لی اور اپنے انکل کو زندہ دیکھنے کے لئے پارس کو ایک ڈمی سمجھ کر رہا کردیا۔

وہ اصل ہو یا ڈمی، مرینا کو یقین تھا کہ وہ اس کا معمول اور تابعدار رہے گا۔ سونیا کے پاس رہ کر بھی اس کے احکامات کی تعمیل کرتا رہے گا۔ وہ بڑی احتیاط سے پارس کو تاریک قید خانے سے باہر لائی۔ خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ پر قبضہ کرکے مطمئن رہی کہ پارس دماغی طور پر غائب ہے اور تاریک قید خانے کو [illegible] نہیں پہچان رہا ہے۔

یوں پارس نے اس خفیہ اڈے کو اندر اور باہر سے دیکھ لیا۔

بعد میں مرینا کو پتا چلا کہ پارس تنویمی عمل کے زیرِ اثر نہیں تھا اور اس کا مطلب یہی تھا کہ وہ بری طرح دھوکا کھا گئی ہے۔ وہ تاریک قید خانہ پہلے کی طرح محفوظ نہیں ہے۔ اگر وہ ادھر کا رخ کرے گی تو پکڑی جائے گی۔ وہ اپنی دوسری رہائش گاہ میں رہنے لگی تھی لیکن فرصت کے اوقات میں اس پرانے شاہی محل کی نگرانی کرتی رہتی تھی جس کے تہ خانے میں وہ تاریک قید خانہ تھا۔ اس نے کئی بار ایک نوجوان لڑکی کے دماغ پر قبضہ جمایا اسے پرانے شاہی محل میں بھیجتی رہی تاکہ پارس یا سونیا کا کوئی آدمی نگرانی کررہا ہو تو نوجوان لڑکی کو مرینا سمجھ کر ٹریپ کرنے آجائے لیکن کئی ماہ گزر گئے کسی نے اس پرانے محل کی طرف رخ نہیں کیا۔ پارس بھی نظر نہیں آیا۔ ایک بار وہ پیرس گئی تھی۔ اس نے پارس کو وہاں دیکھا تھا۔ اس طرح یقین ہوگیا کہ پارس اور سونیا کے جاسوس پرانے محل کی طرف نہیں آتے ہیں۔

مرینا نے سوچا اس پرانے محل کو دشمنوں نے اس لئے نظر انداز کیا ہے کہ وہ میری ذہانت اور چالاکی کو خوب سمجھتے ہیں۔ جہاں میں ناکام ہوتی ہوں دوبارہ اُدھر کا رخ نہیں کرتی۔ میری جگہ کوئی نادان لڑکی ہوتی تو اسے بھی اتنی ہی سمجھ ہوتی کہ آئندہ کسی کو تاریک قید خانے میں نہیں لانا چاہئے۔ دشمن کسی وقت بھی آسکتے ہیں۔

مرینا کو چاہئے تھا اس پرانے محل کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ دیتی اور کوئی دوسرا خفیہ اڈا بنا لے لیکن امریکا سے آکر لندن میں ایک کام کی جگہ تلاش کرنا مشکل تھا۔ وہ اکیلی کئی معاملات میں مصروف رہتی تھی۔ پریشان ہو کر سوچتی تھی، اگر پارس بالکل اپنا ہوتا تو وہ تنہا نہ ہوتی۔ برین ماسٹر اور بلیک سیکرٹ جیسے دشمنوں کو منہ توڑ جواب دے چکی ہے۔ ایک ساتھی ہوتا تو ایسے دشمنوں کو ایک دن میں کچل سکتی تھی۔ ساری دنیا میں اپنی ذہانت اور صلاحیتوں کا ڈنکا بجا سکتی تھی۔ لیکن پارس پر بھروسا نہیں تھا اور یہ غلط تھا، دراصل خود کسی پر بھروسا نہیں کرتی تھی۔

پرانے محل میں اس کے لئے زیادہ خطرہ نہیں تھا۔ دشمنوں سے بچ نکلنے کے لئے چور دروازہ تھا۔ جب سے واشنگٹن کا تاریک قید خانہ ایک اجنبی عورت (سلطانہ) کی نظروں میں آیا تھا، پریشان ہوگئی تھی۔ اب یہ لندن کا پرانا محل زیادہ اہم ہوگیا تھا۔ [illegible] جاننا چاہتی تھی کہ اجنبی عورت پرانے محل کے متعلق کچھ جانتی ہے یا نہیں؟

اسے یقین تھا کہ وہ اجنبی عورت یا پارس اسے گھیرنے آئیں گے تو وہ چور دروازے سے نکل جائے گی۔ وہ کئی ماہ کے بعد اس محل [illegible] جانے سے پہلے اس نرس کے دماغ میں گئی جسے جوجو کی خدمت کے لئے رکھا گیا تھا۔ وہاں چار نرسیں تھیں جو چھ چھ گھنٹے باری باری ڈیوٹی پر رہتی تھیں۔ مرینا ان چاروں کے ذریعے معلوم کرتی رہتی تھی کہ پارس اپنی جوجو کے پاس موجود رہتا ہے یا نہیں؟

ایک شام محل میں جانے سے پہلے نرس کے دماغ سے پتا چلا، پارس اور جوجو شاپنگ کے لئے گئے ہیں۔ ابھی ان کا فون آیا تھا کہ وہ واپس آرہے ہیں۔

مرینا نے فون پر بھروسا نہیں کیا۔ وہ ایک گھنٹے تک انتظار کرتی رہی۔ پھر اس نے نرس کے اندر رہ کر پارس اور جوجو کو بنگلے کے اندر آتے دیکھا۔ پارس جوتے اتار کر بستر پر [illegible] ہوئے کہہ رہا تھا۔ ”او جوجو! تم نے شاپنگ کرتے کرتے تھکا دیا ہے۔ اب میں ڈنر کے وقت بستر سے اٹھوں گا۔“

وہ مطمئن ہو کر پرانے محل میں آگئی۔ ایک آدھ گھنٹے میں بار بار نرس کے پاس جاکر وہاں پارس کی موجودگی معلوم کرتی تھی۔ ٹھیک گیارہ بجے سلطانہ اس کے دماغ میں آئی اور اسے بتایا کہ مرینا نے واشنگٹن میں جسے آلۂ کار بنایا ہے اور جس کے دماغ پر قبضہ جما کر تین قیدیوں کو تاریک قید خانے میں پہنچایا ہے اس آلۂ کار کو پارس اچھی طرح جانتا ہے۔

یہ مرینا کے لئے شدید حیرانی اور پریشانی کی بات تھی کہ پارس واشنگٹن والے آلۂ کار کو جانتا ہے اور کوئی اجنبی عورت (سلطانہ) واشنگٹن والے تاریک قید خانے سے واقف ہے۔ اس نے سلطانہ سے پوچھا ”تم کون ہو؟ میری ہمدرد ہو اور میرے رازوں سے واقف ہو تو نام بتاؤ؟“

لیکن سلطانہ نے اپنا نام نہیں بتایا۔ اسے ٹال دیا۔ مرینا نے ٹیلی پیتھی جاننے والے قیدیوں کی خیریت معلوم کرنا چاہی تو وہ تینوں بے ہوش تھے۔ اس نے سلطانہ کے لہجے کو گرفت میں لے کر رابطہ قائم کیا۔ [illegible] کے تینوں قیدی بے ہوش ہیں۔

سلطانہ نے کہا۔ ”پارس تمہیں نقصان پہنچا رہا ہے۔ تم اس کی خبر لو۔“

مرینا دماغی طور پر حاضر ہوئی۔ وہ پارس کے پاس نہیں جانا چاہتی تھی۔ اگرچہ اس نے ذاتی طور پر اسے نقصان نہیں پہنچایا تھا تاہم لاشعور میں یہ بات تھی کہ اس زہریلے سانپ کی کشش پھر اسے جذبات کے بہاؤ میں لے جائے گی۔

لیکن ابھی وہ بہت بڑا نقصان اٹھا چکی تھی اور معلوم کرنا چاہتی تھی کہ اسے کون نقصان پہنچا رہا ہے۔ اس کے تین اہم قیدیوں کو کس نے بے ہوش کیا ہے؟ ان باتوں کا سراغ لگانا ضروری تھا۔ اس نے مجبور ہو کر خیال خوانی کی پرواز کی۔ پارس کے پاس آئی مگر اس نے سانس روک لی۔

دوسری بار آکر بولی ”میں مرینا ہوں۔“

اس نے پوچھا ”کون مرینا؟“

”بکواس نہ کرو۔ ارے یہ تم اندھیرے میں کیوں بیٹھے ہو؟“

”کیا بتاؤں کیوں بیٹھا ہوں۔ جب یہاں آیا تو یہاں تین قیدی تھے۔ وہ تینوں اچانک غائب ہوگئے ہیں اور میں تنہا رہ گیا ہوں۔“

”نہیں، یہ نہیں ہوسکتا۔ تم میرے قیدیوں کو مجھ سے چھین نہیں سکتے۔ مجھے بتاؤ، وہ کہاں ہیں؟“

”کیا مصیبت ہے؟ یہ تو تمہیں بتانا چاہئے کہ وہ کہاں ہیں اور میں کہاں ہوں؟ کیا یہ تمہارا تاریک قید خانہ ہے؟ اگر ہے تو مجھے کہاں سے پکڑ کر لائی ہو۔ لانا ہی تھا تو برات کے ساتھ لاتیں۔“

مرینا تھوڑی دیر کے لئے دماغی طور پر حاضر ہوئی۔ اپنے دماغ کو پھر پُرسکون رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے سوچا، وہ اجنبی عورت کہہ رہی تھی کہ پارس لندن میں ہے۔ میں نے نرس کے دماغ سے معلوم کیا وہ جوجو کے ساتھ پیرس میں ہے اور خود پارس کہتا ہے کہ وہ اس تاریک قید خانے میں ہے جہاں سے تین قیدی غائب ہوگئے ہیں۔ وہ تینوں واشنگٹن کے قید خانے میں تھے، اس کا مطلب ہے کہ پارس واشنگٹن میں ہے۔

بس اسی لئے پارس سے ڈر لگتا تھا۔ پتا نہیں چلتا تھا وہ اصل میں کہاں ہے اور اس کی ڈمی کہاں ہے۔ کبھی مرینا کے پاس ڈمی ہوتی تھی اور کبھی اصل پارس ہوتا تھا۔ سب سے پہلے تو یہی معلوم کرنا تھا کہ وہ کھوپڑی گھما دینے والا محبوب کہاں ہے؟

وہ ایزی چیئر سے اٹھ کر چور راستے سے تہ خانے میں آئی۔ وہاں کے ایک ایک تاریک کمرے کو دیکھا۔ سب خالی تھے۔ پارس کسی تاریک کمرے میں نہیں تھا۔ یعنی لندن شہر میں نہیں تھا۔ ایک طرح سے اطمینان ہوا کہ وہ خطرناک چھیل چھبیلا قریب نہیں ہے۔

اور یہ بات بھی سمجھ میں آگئی تھی کہ وہ پیرس میں نہیں ہے، جوجو کے ساتھ پارس کی ڈمی ہے۔ یہ ڈمی یا تو جوجو کی تسلی کے لئے رکھی گئی ہے کہ وہ پارس کو اپنے قریب سمجھتی رہے یا مرینا کو دھوکا دینے کے لئے ایسا کیا گیا ہے اور وہ سچ مچ دھوکا کھا گئی تھی۔

وہ تہ خانے سے اپنے بیڈ روم میں واپس آئی۔ پھر ایزی چیئر پر بیٹھ کر پارس کے پاس پہنچ گئی۔ اس سے بولی ”زیادہ چالاک نہ بنو۔ تم واشنگٹن میں ہو اور تم نے میرے تین قیدیوں کو غائب کیا ہے۔“

”مرینا! جب سے تم میری زندگی میں آئی ہو، تب سے یہ دیوانہ تمہارے قریب ہی رہتا آیا ہے۔ میں جوجو کی علالت کے باعث کچھ دنوں کے لئے پیرس گیا۔ پھر لندن میں تمہارے قریب چلا آیا۔ اب بھی تمہارے قریب ہوں۔“

وہ گھبرا کر بولی ”تم جھوٹ بولتے ہو۔“

”یہ میرے لئے ایک ٹریجڈی ہے کہ تم مجھے جھوٹا سمجھتی ہو۔ میں مانتا ہوں کہ تم مجھے اپنا معمول سمجھتی تھیں اور میں تمہارے تنویمی عمل کے زیرِ اثر نہیں تھا اور خواہ مخواہ معمول بن کر تمہیں دھوکا دیتا رہا تھا۔ اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھو اور فراخ دلی سے تسلیم کرو کہ تمہیں اس لئے مجھ سے فریب ملا کہ تم نے مجھ سے فریب کیا۔ مجھے دھوکے سے گولی ماری۔ زخمی کرکے مجھ پر تنویمی عمل کیا۔ پھر غلام بنائے رکھنے کے لئے تاریک قید خانے میں پہنچا دیا۔“

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"ہاں میں دل و جان سے اور روح کی گہرائیوں سے تمہیں چاہتی ہوں مگر تم پر بھروسا نہیں کرتی اس لئے تمہیں اپنا معمول بنا کر رکھنے کی کوشش کی تھی۔"

"بھروسے کے بغیر محبت نہیں ہوتی۔ اگر تم مجھے دل و جان سے اور روح کی گہرائیوں سے چاہتیں تو آنکھیں بند کرکے مجھ پر اعتماد کرتیں۔"

"میں اپنے باپ پر بھی اعتماد نہیں کرتی۔"

"نہ کرو۔ لڑکی باپ کے ساتھ زندگی نہیں گزارتی۔ آخری سانس تک اپنے کسی ایک مرد کے ساتھ رہتی ہے اور اُسی پر اعتماد کرتی ہے۔"

"تم مجھے باتوں میں اُلجھا رہے ہو۔ کیا یہ تمہاری محبت اور دوستی کا ثبوت ہے کہ تم میرے تین اہم آدمی چھین کر لے گئے۔"

"میں تم سے کسی کو چھین نہیں سکتا۔ یہ میری محبت ہے اور دوستی کا ثبوت دینے کے لئے ان تینوں کو واپس لا سکتا ہوں۔"

"یعنی تم جانتے ہو وہ تینوں کہاں ہیں؟"

"ہاں، سلمان انکل کے قبضے میں ہیں۔"

"سلمان کو میرا خفیہ اڈا کیسے معلوم ہوا؟"

"انکل کو تقدیر نے تمہارے اس آدمی کے پاس پہنچا دیا جو جیری اور باربرا کو تمہارے تاریک قید خانے میں لے گیا تھا۔"

"میں تقدیر کو کسی حد تک مانتی ہوں لیکن اس حد تک نہیں کہ وہ ہمیشہ تم پر مہربان ہوتی رہتی ہے۔"

"درست کہتی ہو۔ لندن کے اس خفیہ اڈے میں مجھے تقدیر نے نہیں تم نے پہنچایا ہے۔ تم مجھے تاریک قید خانے سے نکال کر لے گئیں۔ تمہارا خیال تھا میں تمہارے تنویمی عمل کے زیر اثر ہوں۔ میرا دماغ تمہارے قبضے میں ہے اور میں یہاں تک پہنچنے کا راستہ نہیں سمجھ رہا ہوں۔"

"ہاں، یہ مجھ سے غلطی ہوگئی تھی۔"

"تم ذرا محبت سے سوچو۔ میں سونیا مما اور انکل سلمان کو لندن کا یہ خفیہ اڈا بتا سکتا تھا۔ وہ اپنے جاسوس وغیرہ کی ڈیوٹی یہاں لگا سکتے تھے لیکن میں نے اپنی پرچھائیں کو بھی نہیں بتایا۔ میں تمہیں دل و جان سے چاہتا ہوں۔ تم پر دشمنوں کا تو کیا، اپنوں کا بھی سایہ نہیں پڑنے دوں گا۔"

"کیا سچ کہہ رہے ہو؟ تم نے اپنی مما کو بھی نہیں بتایا ہے؟"

"میں اپنے بزرگوں میں مما سے زیادہ کسی کو نہیں چاہتا اور مما کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرے اور تمہارے سوا اس خفیہ اڈے کو کوئی تیسرا نہیں جانتا ہے۔ یہاں صرف میں ہی تمہارے پاس آسکتا ہوں۔"

"تم کہاں ہو؟"

"تمہارے بالکل قریب ہوں۔"

"جھوٹ نہ بولو۔ میں تہ خانے کے تمام تاریک کمروں میں تمہیں دیکھ آئی ہوں۔ تم وہاں نہیں ہو۔ پھر کس تاریک کمرے میں ہو؟"

مرینا کی خوابگاہ کے ساتھ دوسرا کمرا تھا ان دونوں کمروں کا درمیانی دروازہ کھل گیا۔ مرینا اسے دیکھتے ہی چیخ مار کر اچھل پڑی۔ پارس نے پوچھا "مجھ سے ڈر لگتا ہے؟ اسے نفسیاتی چال کہتے ہیں۔ تم نے یہ نہیں سوچا کہ میں تمہارے ساتھ والے کمرے کی بتیاں بجھا کر تاریکی میں بیٹھ سکتا ہوں۔ تمہارے ذہن میں صرف اپنے ہی دو تاریک قید خانے تھے۔"

وہ خوف سے اچھل کر دیوار سے جا لگی تھی اور اسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہی تھی۔ اس زہریلے سانپ سے جو تعلق رہا وہ زہریلا تعلق اس کی طرف کھینچ رہا تھا۔ جی چاہتا تھا دوڑتی ہوئی جا کر اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر سینے کی دھڑکنوں کو اس کے سینے سے لگا دے اور رو رو کر شکایت کرے۔ کیوں چلے گئے تھے مجھے چھوڑ کر، کیوں چلے گئے تھے۔

لیکن وہ بڑی دانائی سے جذبات کو تھپکنا اور سلانا جانتی تھی۔ پارس نے کہا "میرے پاس آؤ۔"

"نہیں" وہ دیوار سے اور لگ گئی۔

"پھر میں تمہارے پاس آؤں؟"

"نہیں۔" وہ ایک طرف دیوار سے لگ کر جانے لگی۔ ایک کمرے میں رہنے سے خطرہ تھا۔ وہ ایک ہی چھلانگ میں سانس کے قریب پہنچ سکتا تھا اور۔۔۔ اپنی امانت وصول کر سکتا تھا۔

دیوار سے لگ کر آہستہ آہستہ چلتے ہوئے وہ دروازے کے قریب پہنچی۔ پارس نے کہا "تم پاس آنا چاہتی ہو مگر ڈرتی ہو اور میں ڈرانا نہیں چاہتا۔ تم میری جان ہو، آؤ محبت سے آجاؤ۔"

وہ دروازے کے پاس پہنچتے ہی باہر بھاگ گئی۔ دوڑتے ہوئے دور کوریڈور میں گئی پھر پلٹ کر دیکھا۔ وہ نظر نہیں آرہا تھا۔ دل نے کہا "تو اچھا نہیں کر رہی ہے۔ اس کا دل توڑ رہی ہے۔ دیکھ مایوس ہو کر کمرے میں رہ گیا ہے۔ تیرے پیچھے نہیں آنا چاہتا۔"

وہ زندگی کے عملی میدان میں ایک سپاہی لڑکی بن کر رہ رہی تھی۔ اپنے دل کی بات نہیں مانتی تھی اور دماغ کی بات یہ تھی کہ اپنے لاشعور میں رہنے والے پارس سے نجات حاصل نہیں کر پا رہی تھی۔ لڑکی چاہتی ہے کہ وہ بھاگے تو چاہنے والا آکر پکڑے لیکن وہ پکڑنے نہیں آیا تھا۔ یہ پارس کی زیادتی تھی۔

وہ دوڑتی ہوئی پرانے محل کے مختلف کمروں اور راہداریوں سے گزرتی ہوئی ایسے کمرے میں آئی جہاں ایک چور دروازہ تھا۔ اس دروازے کے دوسری طرف اس کی ایک چور خواب گاہ تھی جہاں وہ کسی سے بھی چھپ کر رات گزار سکتی تھی اور اس کمرے کے پچھلے دروازے سے بحفاظت پرانے محل کے پیچھے ایک کمرے میں پہنچ سکتی تھی۔ پھر وہاں سے فرار کا کوئی بھی راستہ بدل سکتی تھی۔

اس نے خفیہ میکنزم کے ذریعے چور دروازے کو کھولا۔ دوسری طرف ایک تاریک کمرا تھا۔ مگر اس نے روشنی نہیں کی۔ پارس کا ڈر تھا کہ شاید آ تا ہی ہوگا۔ پہلے اس نے چور دروازے کو اندر سے بند کیا۔ دوڑتے رہنے کے باعث اس کی سانس پھول رہی تھی۔ وہ چند لمحوں تک دروازے سے لگی ہانپتی رہی پھر ایک ہاتھ بڑھا کر سوئچ بورڈ ٹٹولنے لگی۔ سوئچ بورڈ مل گیا لیکن وہ ہاتھ ایک فولادی گرفت میں آگیا۔

اس نے زور کی چیخ ماری۔ "پارس! پارس مجھے بچاؤ۔ جلدی آؤ پلیز مجھے بچاؤ۔"

پارس کی دھیمی سی آواز سنائی دی "کمال ہے، مجھ سے دور بھاگتی ہو اور مجھے ہی پکارتی ہو۔"

مرینا کی اوپر کی سانس اوپر ہی رہ گئی۔ وہ بولا "میں تمہاری لاعلمی میں اکثر یہاں آتا رہا ہوں۔ پورے محل کو اوپر سے لے کر تہ خانے تک سمجھ گیا ہوں۔ اس چور دروازے سے چور خوابگاہ میں بھی آچکا ہوں۔"

وہ اپنی کلائی چھڑانا بھول گئی۔ وہ آہستہ آہستہ کھینچ رہا تھا جیسے وہ ہاتھ ایک ڈور تھا اور وہ ڈور کے ذریعے پتنگ کی طرح کھنچی آرہی تھی۔ کٹی ہوئی پتنگ کے ساتھ بھی یہی ہوتا ہے۔ کوئی بھی اسے لوٹ لیتا ہے۔

پہلے تو وہ خاموش رہی۔ اسے اپنے اندر کی وہ لڑکی چپ کرا رہی تھی، جو پارس پر مرتی تھی۔ وہ لڑکی کہہ رہی تھی، پہلے مجھے اپنے یار پر مر جانے دے پھر مرینا کو زندہ کر لینا اور اس سے خود کو چھڑا کر دور بھاگ جانا۔

ایسے وقت ساری دنیا بھلا دی جاتی ہے لیکن مرینا اپنی شکست اور ناکامی نہیں بھول سکتی تھی۔ برین ماسٹر اور بلیک سیکرٹ اس تنہا لڑکی کو اعلیٰ حکام کی نظروں سے گرانے کی ہر ممکن کوشش کر رہے تھے۔ ایسے میں اس تنہا لڑکی نے ان کے تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اغوا کیا تھا۔ اپنے خفیہ اڈے میں چھپایا تھا۔ وہ جیت رہی تھی، ٹھیک ایسے ہی وقت پارس اس کی جیت کو ہار میں بدل رہا تھا۔

وہ اچانک خود کو چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے بولی "چھوڑ دو، مجھے چھوڑ دو، لائٹ آن کرو۔"

پارس نے چھوڑ دیا۔ پھر لائٹ آن کرتے ہوئے پوچھا "میری آغوش میں موم ہو رہی تھیں، اچانک پتھر کیوں بن رہی ہو؟"

"میں تم سے نہیں بولوں گی۔ ایک طرف مجھ سے محبت کرتے ہو اور دوسری طرف مجھے نقصان پہنچاتے ہو۔"

"فی الحال تمہارا ایک نقصان یہ ہوا کہ واشنگٹن والا تاریک قید خانہ مسٹر برائن وولف کی نظروں میں آگیا۔ اور یہ محض تمہارے آلۂ کار کی بے پروائی سے ہوا۔ ایک تو اس نے جیری اور باربرا سے گفتگو کی، انہیں اپنی کار میں بیٹھنے کو کہا۔ وہ گونگا بن کر بھی اشارے سے انہیں کار میں بٹھا سکتا تھا مگر اس نے آواز سنا کر مسٹر وولف کو اپنے دماغ میں بلا لیا اور جب اس نے جیری اور باربرا کو بے ہوشی کا انجکشن لگایا تو سمجھ میں آگیا کہ معاملہ بہت اہم ہے۔ اب تم ہی بتاؤ، کیا مسٹر وولف کو اہم معاملہ معلوم کرنے کے لئے اس کے دماغ میں نہیں رہنا چاہئے تھا؟"

مرینا نے کہا۔ "اس وقت میں اپنے آلۂ کار کے دماغ میں تھی۔ غلطی مجھ سے ہوئی۔ مجھے آلۂ کار کو بولنے سے روکنا چاہئے تھا۔"

پارس نے کہا "تمہارا دوسرا نقصان یہ ہوا کہ تین نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہاری قید سے نکل گئے۔ کیا یقین کرو گی کہ وہ تمہاری قید سے نکلے ضرور ہیں لیکن وہ تمہارے ہی پاس ہیں۔"

وہ بے یقینی سے بولی "مجھے اُلّو بنا رہے ہو؟"

"تم بہت ذہین اُلّو ہو۔ یہ پوچھو، وہ تینوں کہاں ہیں؟"

وہ گردن میں بانہیں ڈال کر بولی "میں کیوں پوچھوں۔ خود بتاؤ؟"

"تینوں امریکا میں ہی ایک جگہ چھپا کر رکھے گئے ہیں۔ وہ تمہاری امانت ہیں۔ کل صبح امریکی سفارت خانے چلو۔ خیال خوانی کے ذریعے فوراً ویزا حاصل کرو۔ شام کو پیرس سے میرے لئے چارٹرڈ طیارہ آئے گا۔ ہم اس میں نیویارک جائیں گے۔ وہاں سے ہم شکاگو پہنچیں گے۔ وہاں میں ان تینوں کو تمہارے حوالے کر دوں گا۔"

"یہ چکر کیا ہے؟ پہلے میرے قیدیوں کو غائب کیا پھر انہیں واپس کرنے کے لئے مجھے شکاگو لے جانا چاہتے ہو؟"

"میں ایک سوال کرتا ہوں۔ جواب دو۔ تمہیں اپنے سوال کا بھی جواب مل جائے گا۔ کیا تمہیں یقین ہے کہ تمہارا واشنگٹن والا تاریک قید خانہ کسی اور کی نظروں میں نہیں آیا ہے؟"

مرینا نے سوچتی ہوئی نظروں سے پارس کو دیکھا، اسے اجنبی عورت (سلطانہ) یاد آگئی۔ وہ پارس کی مخالفت کرتے وقت اس اجنبی عورت کو بھول گئی تھی۔ سلطانہ نے دعویٰ کیا تھا کہ وہ مرینا کے خفیہ اڈے کو جانتی ہے۔ اس نے جیری اور باربرا کے نام بھی بتائے تھے۔

مرینا نے پارس سے کہا "ہاں ایک عورت جانتی ہے۔ اس نے میرے تاریک قید خانے کے قیدیوں کے نام بھی بتائے تھے۔ مجھے ڈر ہے کہ وہ اس شہر کے خفیہ اڈے کو بھی جانتی ہے۔"

"نہیں مرینا! تمہارے جس معاملے کا رازدار میں رہوں گا وہ راز کسی تیسرے کو کبھی معلوم نہیں ہوگا۔ یقین نہ ہو تو اس عورت سے پوچھو کہ تمہارا دوسرا خفیہ اڈا کہاں ہے؟"

"میں ابھی معلوم کرتی ہوں۔"

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی سلطانہ کے پاس پہنچی۔ پہلے اس نے سانس روکی۔ دوسری بار مرینا نے اپنا نام بتایا۔ وہ بولی۔ "آدھے منٹ کے بعد آؤ۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

یہ کہہ کر سلطانہ نے لیلیٰ کو مخاطب کیا' اس سے بولی "مرینا میرے دماغ میں آرہی ہے۔ جلدی آؤ۔"

وہ لیلیٰ کو اس لئے بلاتی تھی کہ وہ مرینا کو اس کے چور خیال پڑھنے نہیں دیتی تھی۔ آدھے منٹ بعد مرینا نے آکر کہا "میں تمہارا شکریہ ادا کرنا چاہتی ہوں۔ تمہاری معلومات میرے متعلق بہت زیادہ ہیں۔ تم یہاں تک جانتی ہو کہ پارس میرے پیچھے پڑا ہوا ہے۔ کیا یہ بتا سکتی ہو کہ وہ بدمعاش آج کل کس ملک میں ہے؟"

"ہاں وہ پیرس میں ہے۔ جلد ہی تمہارے پاس لندن آنے والا ہے۔"

"کیا تم جانتی ہو کہ لندن میں میرا تاریک قید خانہ کہاں ہے؟"

سلطانہ نے پوچھا "کیا تم میرا امتحان لے رہی ہو؟"

"نہیں۔ اس سوال کا جواب ضروری ہے۔ جواب سن کر میں پارس کے متعلق ایک ایسی بات بتاؤں گی جسے سن کر تم حیران رہ جاؤ گی۔"

"ایسی کیا بات ہے؟"

"پہلے میرے سوال کا جواب دو۔ لندن میں میرا خفیہ اڈا کہاں ہے؟"

سلطانہ نے کہا "میں جانتی ہوں لیکن اس لئے نہیں بتاؤں گی کہ تم میرا امتحان لے رہی ہو۔"

"میں سمجھ گئی۔۔۔"

مرینا آگے کچھ کہنے جارہی تھی' پارس نے ایک کاغذ پر لکھا اُس عورت کا ایک نام ایل سے شروع ہوتا ہے اور دوسرا نام ایس سے۔ یعنی وہ دو ٹیلی پیتھی جاننے والی عورتیں ہیں'

یہ پڑھ کر مرینا نے کہا "میڈم ایل اور میڈم ایس! میں تم دونوں کا پورا نام نہیں لوں گی۔ میں نے تھوڑی سی دیر میں تم دونوں کے متعلق بہت کچھ معلوم کرلیا ہے۔ کیا اپنی زبان سے بتاؤ گی کہ مجھے پارس کے خلاف کیوں بھڑکا رہی ہو؟"

مرینا سے اپنے اپنے نام کا پہلا حرف سن کر لیلیٰ اور سلطانہ حیران رہ گئیں۔ لیلیٰ فطرتاً بہت ہی شریف اور سیدھی سادی تھی۔ ہیرا پھیری نہیں جانتی تھی۔ اس کے مقابلے میں سلطانہ ذرا چالاک تھی' اُسی کے بھڑکانے پر وہ پارس کے خلاف سازش میں شریک ہوئی تھی۔ جب یہ سنا کہ مرینا دونوں بہنوں کو جانتی ہے تو وہ گھبرا کر سوچ میں پڑ گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ مرینا کو سلطانہ کے چور خیالات پڑھنے سے روک نہ سکی۔

مرینا کی مکاری کے مقابلے میں سلطانہ کچھ نہیں تھی۔ وہ سلطانہ کو باتوں میں لگا کر اس کے چور خیالات پڑھتی چلی گئی۔ پھر بولی "اچھا سلطانہ! اب تمام حقائق سامنے آگئے ہیں۔ تم اپنی بہن لیلیٰ پر سوکن برداشت نہیں کرو گی۔ حیرانی کی بات یہ ہے کہ سونیا تمہاری بہن کی سوکن بننے والی ہے۔ اس سے زیادہ حیرانی کی بات بلکہ ناقابلِ یقین بات یہ ہے کہ تمہاری بہن کے شوہر کا نام فرہاد علی تیمور ہے اور وہ خود کو برائن وولف کے نام سے ظاہر کرتا ہے۔"

سلطانہ گھبرا گئی' پریشان ہو گئی کیونکہ اس کے والد نے متعلق بیان دیا تھا کہ میں مرچکا ہوں۔ یہ بیان دینے کے بعد اللہ کو پیارے ہوگئے تھے۔ ان کے بیان کو درست ثابت کر لئے میں اب تک اپنی اصلیت کو چھپاتا آرہا تھا۔ لیلیٰ اور بھی اپنے والد کے اس بیان کو قائم رکھنا چاہتی تھیں۔ اتنے تک ایک بزرگ کا بھرم رکھنے کے بعد خود ان کی بیٹیوں کی ز سے راز فاش ہو رہا تھا۔ میرے اہم رشتے داروں کے بعد م لڑکی ہے جسے معلوم ہوگیا کہ فرہاد علی تیمور زندہ ہے۔

سلطانہ نے پریشانی کو چھپاتے ہوئے ڈھٹائی سے کہا جھوٹ ہے۔ فرہاد کی تو ہڈیاں بھی قبر میں گل گئی ہوں گی۔ م ہوں کہ میری بہن کے شوہر کا نام بھی فرہاد ہے۔ نام ایک شخصیت ایک نہیں ہوتی۔"

"تم نے بڑی عمدگی سے بات بنائی ہے مگر یہ تمہیں معلوم ہے کہ تمہارے چور خیال نے تمہارے بہنوئی فرہاد کو پارس کا بتایا ہے۔"

اب سلطانہ بات نہیں بنا سکتی تھی۔ کوئی جواب نہیں سکتی تھی۔ اس نے سانس روک لی۔ مرینا دماغی طور پر پارس سامنے حاضر ہو گئی۔ وہ بولا "بڑی لمبی باتیں ہو رہی تھیں؟"

وہ پارس کو غصے سے گھور کر طنزیہ انداز میں بولی "ہاں کس خاندان کا شجرہ معلوم کرنے میں دیر لگتی ہے۔"

"کس کے خاندان کی بات کر رہی ہو؟"

وہ بولی "پہلی بار سلطانہ سے دماغی رابطہ قائم کیا تو اس کے خیالات نہ پڑھ سکی۔ دماغ کے تہ خانے تک پہنچنے میں دشوار رہی تھی۔ جب تم نے کاغذ پر لکھ کر بتایا کہ وہ دو ٹیلی پیتھی والی عورتیں ہیں تو میں سمجھ گئی کہ دوسری عورت مجھے سلطانہ چور خیالات پڑھنے سے روک رہی ہے۔ پھر پتا نہیں کیا ہوا دوسری عورت یعنی لیلیٰ کہیں چلی گئی۔ اس کے بعد میں نے معلوم کرلیا کہ مجھے تمہاری اور تمہارے باپ کی حقیقت بھی ہوگئی۔"

پارس نے تعجب سے پوچھا "تم نے کیا معلوم کیا؟"

"یہی کہ تمہارا باپ زندہ ہے۔ فرہاد علی تیمور زندہ ہے۔"

پارس چشم زدن میں سمجھ گیا کہ لیلیٰ اور سلطانہ نے بہت حماقت کی ہے۔ اس نے مرینا سے کہا "میں یہ حقیقت تمہیں تھا لیکن کیسے بتاتا جب کہ تم مجھے ناقابلِ اعتماد سمجھتی آرہی ہو۔

"ٹھیک کہتے ہو۔ اگر میں تم پر بھروسا کرتی اور تم محبت بتادیتے کہ تمہارا باپ زندہ ہے تو میں سوچتی کہ مجھے بھی محبت اس راز کو چھپانا چاہئے لیکن فرہاد علی تیمور کی زندگی میرے لئے موت ہے یا تباہی ہے۔ میں نے خود ہی اس مردہ فرہاد کو ڈھونڈ نکالا ہے۔ اس میں تمہارا کوئی احسان نہیں ہے۔ اپنے ملک کے حکام کو اس خطرے سے آگاہ کروں گی۔ تم چاہو تو مجھے ابھی مار ڈالو تاکہ راز' راز ہی رہ جائے۔"

"تم میری جان ہو اور کوئی اپنے ہاتھوں سے اپنی جان نہیں لیتا۔"

"محبت کا ڈراما نہ کرو۔ میں تمہیں گرگٹ کی طرح رنگ بدلتے دیکھ چکی ہوں۔ تم کئی ماہ کے بعد میرے پاس محبت سے نہیں آئے ہو بلکہ اپنی سونیا مما کی شرط پوری کرنے کے لئے پھر سے محبت شروع کر رہے ہو۔ سونیا نے کہا ہے' جب تک تم مجھے مسلمان دلہن بنا کر نہیں لاؤ گے وہ تمہارے باپ کے ساتھ ازدواجی زندگی نہیں گزارے گی۔ لعنت ہے تم پر' اپنے باپ کا بستر گرم کرنے کے لئے تم مجھے محبت کا فریب دینے آئے ہو۔"

پارس کا ہاتھ چل گیا۔ مرینا کے رخسار پر طمانچہ پڑا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے ایک کرسی پر گر پڑی۔ پھر بولی "مارو' مجھے جان سے ماردو۔ میں زندہ رہی تو تمہارے باپ کے لئے مصیبت بن جاؤں گی۔"

وہ ناگواری سے بولا "تمہارے بڑے بڑے امریکی باپ میرے باپ کے لئے مصیبت بنتے بنتے مر گئے۔ اس لئے باپ کا ذکر چھوڑو بیٹے کو ہی ہضم کرلو تو بڑی بات ہوگی۔ ایک بات تمہیں سمجھ لینا ہے کہ میں صرف اپنی سونیا مما کے حقوق انہیں دلانا چاہتا ہوں۔ ورنہ کوئی بیٹا اپنے باپ کا بستر گرم نہیں کرتا۔ باپ اپنی اولاد کے لئے بستر گرم کرتا ہے تو ہم اور تم پیدا ہوتے ہیں۔"

"تم نے کیسے سمجھ لیا کہ محبت کے فریب میں آکر میں عیسائیت سے منہ پھیر کر اسلام قبول کرلوں گی؟"

"اگر میں ایسا سمجھتا تو ابھی تمہیں اتنے جوتے مارتا کہ تم مر جاتیں یا جان بچانے کے لئے میرا مذہب قبول کرلیتیں لیکن اسلام میں جبر کی ممانعت ہے۔ اسلام نہ تو تلوار سے پھیلا ہے اور نہ ہی کسی فریب سے۔ پھر میں تمہیں محبت کا فریب دے کر کیسے اسلام قبول کرنے پر مجبور کرسکتا تھا۔"

"تم باتیں بنا رہے ہو۔ سلطانہ کا دماغ جھوٹ نہیں بول سکتا۔ دماغ میں چھپی ہوئی باتیں سچ ہوتی ہیں۔"

"سلطانہ آنٹی اتنا ہی جانتی ہیں جتنا انہوں نے سنا ہے۔ ہم ماں بیٹے کے اشارے کسی دوسرے کی سمجھ میں نہیں آتے۔ مما نے لیلیٰ آنٹی کو سنانے کے لئے یہ شرط رکھی تھی۔ ورنہ میں اپنی ماں کی فراخ دلی جانتا ہوں۔ وہ کہتی ہیں ہر مذہب کے پیغمبر نے انسانیت کی بھلائی کے لئے بہترین ہدایات دیں۔ کوئی ایسا پیغمبر بتاؤ جس نے انسانوں کو گمراہ کیا ہو؟"

"پھر تمہاری مما مجھے مسلمان بہو کے روپ میں کیوں دیکھنا چاہتی ہیں؟"

"یہ ایک فطری بات ہے۔ اگر کبھی ہم شادی کے مرحلے۔۔۔"

"ارے جاؤ۔ تم سے شادی کرے گی میری جوتی۔"

"یعنی ابھی تمہاری جوتی راضی ہے۔ یہ رضامندی پاؤں سے شروع ہو رہی ہے اور سر تک پہنچے گی۔ بزرگوں نے غلط نہیں کہا ہے' عورتوں کی عقل پیروں میں ہوتی ہے۔"

"باتیں نہ بناؤ۔ چلے جاؤ یہاں سے۔"

اس نے مسکرا کر پوچھا "واقعی چلا جاؤں؟"

"اوہ! میں بھول گئی تھی کہ ابھی تمہارے بس میں ہوں۔ میرا کوئی دشمن مجھے ڈھونڈ نہ سکا۔ تم نے مجھے پکڑلیا ہے۔ تم جو چاہو' وہ سلوک کرسکتے ہو۔"

"اگر شیطان بننا ہوتا تو بہت پہلے بن چکا ہوتا۔ میں انسان ہوں۔ انسان ہی رہوں گا۔ ابھی یہاں سے چلا جاؤں گا۔ تمہیں ہاتھ نہیں لگاؤں گا لیکن کچھ اچھی باتیں سمجھا کر جاؤں گا۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ دنیا کے بڑے بڑے ظالموں سے لڑنے کے لئے ٹیم ورک کی ضرورت ہوتی ہے۔ اکیلی رہ کر وقتی طور پر کامیابیاں حاصل کررہی ہو۔ کئی بار بری طرح پھنستے پھنستے بچ گئی ہو' ہمیشہ نہیں بچو گی۔ تمہیں بچانے والا کوئی ہونا چاہئے۔"

"اس لئے میں تمہیں باڈی گارڈ بنالوں؟ یہی چاہتے ہو؟"

"میرے چاہنے سے کیا ہوتا ہے۔ بات تمہارے چاہنے کی ہے۔ جب تک تم ایک مضبوط ٹیم نہیں بناؤ گی۔ تمہاری جان خطرے میں رہے گی۔ سلمان انکل نے بتایا ہے کہ تم نے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اسرائیل جانے سے روک دیا ہے۔ اس طرح یہودی تنظیم کو اپنا دشمن بنالیا ہے۔ نئے دشمنوں میں برین ماسٹر اور بلیک سیکرٹ ہیں۔ تمہارے ملک کا سپر ماسٹر بھی تمہارا حمایتی نہیں ہے۔ تم ہمیں بھی دشمن سمجھتی ہو۔ یعنی دشمنوں کی تعداد بڑھاتی جارہی ہو۔ کوئی ایسی ہستی بتادو' جو تمہاری دوست ہو اور تمہارے برے وقت میں کام آتی ہو؟"

"تم کچھ اچھی باتیں کر گئے ہو۔ میں غور کروں گی۔"

"ہاں اس پہلو پر غور کرنا کہ ابھی تم پر بہت زیادہ برا وقت نہیں آیا ہے۔ اس لئے تم برے وقت کے مصائب اور ذلتوں کو نہیں سمجھ رہی ہو۔"

وہ ایک سرد آہ بھر کر کرسی سے اٹھ گئی۔ سر جھکا کر بولی "اس سے زیادہ برا وقت کیا آئے گا کہ میرے ہی ملک کے بڑے اور اہم لوگ میرے خلاف ہوگئے ہیں۔ وہ صرف یہ سوچتے ہیں کہ میں ایک لڑکی ہوں۔ یہ حساب نہیں کرتے کہ میں اپنے ملک کے کتنے ہی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو واپس لے آئی ہوں۔ برین ماسٹر کو بہت ذہین اور چالباز سمجھا جاتا ہے۔ بلیک سیکرٹس کو ٹیلی پیتھی کا شعبہ دے دیا گیا ہے۔ ان چاروں بلیک سیکرٹ کا بڑا رعب اور دبدبہ ہے۔ میں نے چند گھنٹوں میں ان کو نیچا دکھا دیا۔ ان کے تین نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے چھین کر لے آئی۔ اس کے باوجود میں ایک کمزور اور تنہا لڑکی سمجھی جاتی ہوں۔"

وہ آہستہ آہستہ بولتی ہوئی پارس کے قریب آئی پھر بولی "تم ٹھیک کہتے ہو۔ آج میں اکیلی نہ ہوتی۔ میری ایک خطرناک تنظیم

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہوتی تو بلیک سیکرٹ کی پُراسرار تنظیم کی طرح میرا بھی رعب اور دبدبہ رہتا۔"

وہ اچانک ہی پارس سے لپٹ کر بولی "میں کیا کروں، تم سے بہت ڈر لگتا ہے لیکن تمہارے بغیر خالی خالی سی رہتی ہوں۔ جب بھی برین ماسٹر اور بلیک سیکرٹس نے میرا سکون برباد کیا، مجھے چیلنج کیا تو تم یاد آئے۔ میں پہلی بار زبان سے کہہ رہی ہوں، وہ مرد تم ہو، صرف تم ہو جس کی آغوش میں مَیں دشمنوں سے بے نیاز ہو کر آرام سے سو سکتی ہوں۔ میں تھک گئی ہوں پارس! میرے اندر سے تمام اندیشے نکال کر مجھے سلا دو۔"

اس نے ہاتھ بڑھا کر سوئچ آف کر دیا۔ تاریکی چھا گئی۔ تاریکی میں تنہائی ہو تو ڈر لگتا ہے۔ اگر ڈر نکالنے والا ہو تو رت جگا بھی ہوتا ہے اور نیند بھی آجاتی ہے۔ وہ جاگتی رہی اور سوتی رہی۔ سوتی رہی اور جاگتی رہی۔

O☆☆O

سلطانہ دماغی طور پر حاضر ہوتے ہی رونے لگی "ہائے میں نے یہ کیا کر دیا۔ پارس کو ناکام بنانا چاہتی تھی۔ اس چڑیل نے میرے چور خیالات سے فرہاد بھائی کی حقیقت معلوم کر لی۔ میری حماقت سے میرے بابا کا بیان غلط ہو گیا ہے۔ میرے بابا سچے عالم دین تھے۔ اب وہ جھوٹے کہلائیں گے۔ میں کبھی اپنے آپ کو معاف نہیں کروں گی۔ میں مر جاؤں گی۔"

وہ بے اختیار بڑبڑا رہی تھی۔ سلمان سو رہا تھا۔ اس کی آنکھ کھل گئی۔ اسی وقت لیلیٰ بھی اس کے دماغ میں آگئی۔ وہ کہنا چاہتی تھی کہ ابھی مرینا کی باتوں سے گھبرا کر وہ سوچ میں پڑ گئی تھی اور سوچنے کے لئے اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گئی تھی۔

مگر لیلیٰ کچھ نہ کہہ سکی۔ اس سے پہلے سلمان نے پوچھ لیا۔ "سلطانہ! کیا بات ہے۔ یہ آدھی رات کو کیوں رو رہی ہو؟"

وہ روتے ہوئے بولی "آج مجھ سے اتنی بڑی غلطی ہوئی ہے جس کے لئے میں خود کو کبھی معاف نہیں کروں گی۔"

"آخر بات کیا ہے؟"

"میں بہن کی محبت میں اندھی ہو گئی تھی۔ میں نہیں چاہتی تھی کہ سسٹر سوکن بن کر آئے۔ میں نے سوچا۔ اگر پارس سسٹر کی شرط پوری کرنے میں ناکام رہے گا، مرینا کو اپنی طرف مائل نہیں کر سکے گا تو سسٹر اور فرہاد بھائی کی شادی نہیں ہو سکے گی۔ میں مرینا کو پارس کے خلاف بھڑکانے گئی، اس کمینی نے میرے چور خیالات پڑھ لئے۔ اسے معلوم ہو گیا کہ میرے بابا کا بیان درست نہیں تھا، فرہاد بھائی ابھی زندہ ہیں۔ میری بہن کے شوہر ہیں اور اب سسٹر سے شادی کرنے والے ہیں۔"

سلمان گم صم بیٹھا سن رہا تھا۔ لیلیٰ سوچ کے ذریعے کہہ رہی تھی "سلطانہ! یہ کیا ہو گیا؟ میں اپنے بابا کی مرضی کے مطابق فرہاد کو گمراہی سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کرتی رہی۔ تمہارے فرہاد بھائی نے بھی اتنے بڑے عالم دین کے بیان کا بھرم رکھا۔ ہم سے شادی کرنے کے بعد اپنے اندر کے عیاش فرہاد کو مار ڈالا اور نام اختیار کر لیا۔ ایک طویل عرصے کے بعد یہ راز کھل رہا ہے، ہمارے ہی ذریعے سے کھل رہا ہے۔"

سلطانہ نے کہا "اتنی بڑی غلطی کے بعد میں زندہ نہیں رہوں گی۔ میں مر جاؤں گی۔"

وہ بستر سے اتر کر جانا چاہتی تھی۔ سلمان نے اس کا بازو کھینچتے ہوئے کہا "ہوش میں رہو۔ انسان سے بڑی بڑی غلطیاں ہوتی ہیں۔ ان غلطیوں کا علاج خودکشی نہیں ہے۔"

وہ روتے ہوئے بولی "میں فرہاد بھائی کو کیا منہ دکھاؤں گی۔ سسٹر سے بڑی عقیدت تھی۔ میں ان کے ہر حکم کی تعمیل کرتی۔ اب کس زبان سے کہوں گی کہ میں نے ان کے اور پارس کے خلاف سازش کی تھی۔"

سلمان نے کہا "سسٹر کو ابھی تم نے اچھی طرح نہیں سمجھا ہے۔ وہ صرف دشمنوں کو معاف نہیں کرتیں، اپنوں کی غلطیاں فوراً بھول جاتی ہیں۔ چلو آؤ سسٹر کے پاس چلیں۔"

سونیا سو رہی تھی۔ سلمان کی سوچ کی لہروں کو محسوس کر کے بیدار ہو گئی۔ وہ بولا "معافی چاہتا ہوں۔ کچھ ضروری باتیں ہیں، اس لئے حاضر ہوا ہوں۔"

سونیا نے پوچھا "کیا لیلیٰ اور سلطانہ نے کوئی غلطی کی ہے؟"

"کمال ہے سسٹر! آپ نے کیسے جان لیا؟"

"عورت ہوں اور عورت کی فطرت کو سمجھتی ہوں۔ بہن سے بے انتہا محبت کرتی ہے۔ وہ میری پرستش کر سکتی ہے لیکن سوکن کی حیثیت سے قبول کرتے وقت وہ اندر سے ٹوٹ گئی ہوں گی۔ میں نے سوچا ایسے وقت دونوں بہنوں سے غلطیاں ہو سکتی ہیں۔ ان کی غلطیوں سے دشمن فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اس لئے میں نے کہہ دیا کہ وہ مرینا کے تینوں قیدیوں کو دوسری جگہ منتقل کر دیں۔ اب میں پوچھتی ہوں کیا ان کی کسی غلطی سے دشمنوں کو فائدہ پہنچنے والا ہے؟"

"ایسی بات نہیں ہے سسٹر! آپ بہت دور تک سوچتی ہیں۔ سلطانہ، پارس کے خلاف مرینا کے پاس گئی تھی پھر اپنے پیروں پر کلہاڑی مار کر واپس آگئی۔"

سلمان نے بتایا کہ کس طرح دونوں بہنوں نے اپنے بابا کے بیان کو جھٹلایا ہے اور فرہاد بھائی کی حقیقت مرینا پر ظاہر ہو گئی ہے "مرینا محبِ وطن ہے۔ وہ امریکی حکام کو فرہاد بھائی کے بارے میں ضرور بتائے گی۔ سلطانہ اپنی غلطی پر اتنی نادم ہے کہ آپ اور فرہاد بھائی سے منہ چھپانے کے لئے خودکشی کرنا چاہتی تھی۔ میں نے اسے روکا ہے۔ پلیز آپ اسے سمجھائیں۔"

"دونوں بہنوں کو میرے پاس لاؤ۔"

وہ دونوں روتے ہوئے بولیں "ہم حاضر ہیں سسٹر! سزا دیں۔"

"کیا میری سزا قبول کرو گی؟"

"آپ حکم دیں۔ سزا سنائیں۔ ہم سزا پانے کو تیار ہیں۔"

"میری طرف سے یہ سزا ہے کہ اپنی غلطی پر شرمندہ رہنے کے لئے طبعی عمر تک زندہ رہو۔ خودکشی کا مطلب یہ ہو گا کہ سزا سے بچنے کے لئے دنیا سے بھاگ رہی ہو۔"

"آپ درست کہتی ہیں۔ ہمیں شرمندہ رہنے کے لئے اور آئندہ غلطیوں سے بچنے کے لئے زندہ رہنا چاہئے۔"

"جاؤ اور دماغ کو ہدایات دے کر سو جاؤ۔ کل صبح میرے اور فرہاد کے نکاح میں شریک ضرور ہونا۔"

وہ تینوں چلے گئے۔ سونیا نے آنکھیں بند کیں۔ دماغ کو ہدایات دیں پھر نیند میں ڈوبتی چلی گئی۔

ابھی میرے مقدر میں نیند نہیں تھی۔ میں نے نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے تین قیدیوں کو تین مختلف تاریک کمروں میں لا کر قید کیا تھا۔ میں اپنے ایک بہت ہی اچھے اور سچے دوست کنگ فرنانڈو کا ذکر بہت پہلے کر چکا ہوں۔ وہ امریکا کے چند بڑے سرمایہ داروں میں سے ایک تھا۔ ہر ملک اور ہر بڑے شہر میں اس کی دولت اور جائیداد تھی۔ امریکا کے مختلف شہروں میں ایسی کوٹھیاں تھیں جو میرے، پارس اور علی تیمور کے لئے مخصوص تھیں۔ وہاں کے تمام جاسوس کنگ فرنانڈو پر کڑی نظر رکھتے تھے۔ حکومت جانتی تھی کہ وہ میرا ہمدرد ہے۔ میرے دونوں بیٹوں اور سونیا کو اس ملک میں ہر طرح کی امداد پہنچاتا ہو گا۔

کنگ فرنانڈو نے کسی طرح کے الزام سے بچنے کے لئے کچھ جائیدادیں اور کوٹھیاں فرضی ناموں سے خریدی تھیں۔ ہم ان فرضی ناموں کو اختیار کر کے ان کوٹھیوں اور جائیدادوں کو اپنے استعمال میں لاتے تھے۔ ان میں سے ایک کوٹھی ایسی تھی جس کے تہہ خانے کو تاریک قید خانہ بنایا گیا تھا۔

میں نے اسی کوٹھی میں لیلیٰ کے ساتھ قیام کیا تھا۔ پیرس کے وقت کے مطابق صبح دس بجے سونیا کا نکاح مجھ سے پڑھایا جانے والا تھا۔ اس بات پر لیلیٰ مجھ سے ناراض ہو کر دوسرے کمرے میں چلی گئی تھی۔ دروازے کو اندر سے بند کر لیا تھا خود کو مجھ سے دور کر رہی تھی۔

میں چاہتا تو اس کے دماغ میں جا سکتا تھا لیکن میں نے اسے رونے اور دل کا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے چھوڑ دیا۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ وہ اپنی بہن سلطانہ کی باتوں میں آ کر مرینا تک پہنچ جائے گی۔ پھر ان کے ساتھ جو کچھ ہوا اس کے نتیجے میں لیلیٰ خود ہی دروازہ کھول کر روتی ہوئی باہر آئی۔ میں نے پوچھا "آخر سوکن کے آنے پر کب تک روتی رہو گی؟"

وہ بدستور روتے ہوئے بولی "لعنت ہے مجھ پر۔ میں سوکن کی وجہ سے رو رہی تھی۔ میں تو سسٹر کی پرستش کرتی ہوں۔ وہ آپ کی دلہن بنیں تو میں انہیں سوکن نہیں بڑی بہن سمجھتی رہوں گی۔ آپ کی خدمت جیسے کرتی ہوں، ویسے ہی سسٹر کی خدمت کروں گی۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا "تمہارے خیالات میں یہ انقلاب کیسے آیا۔ چند گھنٹے پہلے تم سوکن کی آمد پر ناراض ہو کر گئی تھیں اور دروازے کو اندر سے بند کیا تھا۔ اب خود دروازہ کھول کر سوکن کو خوش آمدید کہہ رہی ہو۔ یہ معاملہ کیا ہے؟"

تب اس نے رو رو کر وہ تمام معاملات بتائے جس کے نتیجے میں مرینا کو میری حقیقت معلوم ہو گئی تھی۔ دونوں بہنوں کو اس کا زیادہ صدمہ تھا کیوں کہ ان کی غلطی سے ان کے والد کا بیان غلط ہو چکا تھا۔ میں نے پوچھا "اب رونے سے کیا حاصل ہو گا؟ کیا یہ بات سونیا کو بتائی گئی ہے؟"

"جی ہاں۔ سلطانہ شرمندگی سے خودکشی کرنا چاہتی تھی۔ سسٹر نے ہم بہنوں کو سزا سنائی ہے کہ ہمیں ساری زندگی شرمندہ رہنے کے لئے اپنی طبعی عمر تک زندہ رہنا ہو گا۔"

"یہ سزا نہیں ہے۔ سونیا کی محبت ہے۔ وہ تم دونوں کو زندہ اور باعمل دیکھنا چاہتی ہے۔"

لیلیٰ نے کہا "اتنی بڑی بات ہو گئی۔ آپ دنیا پر ظاہر ہونے والے ہیں۔ سسٹر نے اس کی روک تھام کے لئے کوئی مشورہ کوئی ہدایات نہیں دی۔ ابھی بات صرف مرینا تک ہے۔ آپ چاہیں تو اسے یہ راز فاش کرنے سے روک سکتے ہیں۔"

میں نے کہا "ہمیں اس سلسلے میں کوئی قدم اٹھانے سے پہلے جناب علی اسداللہ تبریزی سے مشورہ لینا چاہئے۔ تم سلطانہ اور سلمان کے ساتھ ان کے پاس جاؤ۔ انہیں تمام حالات بتاؤ پھر ان کی ہدایات سن کر آؤ۔"

وہ میرے پاس بیٹھ کر خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی چلی گئی۔ شام کا وقت تھا۔ سردی خاصی تھی۔ میں کافی تیار کرنے کچن میں آگیا۔ جب دو پیالی کافی لے کر کمرے میں آیا تو لیلیٰ میری طرف آ رہی تھی۔ مجھ سے ایک پیالی لیتے ہوئے بولی "جناب علی اسداللہ تبریزی صاحب فرماتے ہیں... مرینا کو جبراً نہ روکا جائے۔ کیوں کہ آپ کی حقیقت کل صبح دس بجے خود بخود ظاہر ہو جائے گی۔"

میں نے تعجب سے پوچھا "کیسے ظاہر ہو جائے گی؟"

"جناب علی اسداللہ تبریزی صاحب سسٹر کا نکاح آپ کے ساتھ پڑھائیں گے تو نکاح نامے میں آپ کا اصل نام فرہاد علی تیمور لکھا جائے گا۔ اور کل ہی کی تاریخ، مہینہ اور سال بھی لکھا جائے گا۔ جب اتنے بڑے عالم اور بزرگ نکاح پڑھائیں گے اور اپنے دستخط کریں گے تو اس کے بعد آپ مرحوم نہیں کہلائیں گے۔ وہ نکاح نامہ آپ کی زندگی کی تصدیق کرے گا۔"

میں نے کہا "تمہارے والد بھی بہت بڑے عالم دین تھے۔ انہوں نے تصدیق کی تھی کہ میں اس دنیا سے اٹھ چکا ہوں۔ بابا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

صاحب کے ادارے کے دو علمائے دین کے بیان میں تضاد پیدا ہو جائے گا۔"

"میں نے یہی سوال کیا تھا۔ محترم تبریزی صاحب نے فرمایا کہ ہمارے والد نے جس گمراہ فرہاد کی موت کی تصدیق کی تھی، وہ درست ہے کہ... مر چکا ہے۔ آج ایک نیا فرہاد زندہ ہے دوسری بات یہ کہ سونیا اور فرہاد کا نکاح نہ ہوا تو فرہاد کی آئندہ نسلیں اپنے خاندانی شجرے پر شرمندہ رہا کریں گی اور یہ بڑی بے حیائی کی بات ہوگی۔ جو گزر چکی ہے اس کے لئے نہ سوچو۔ اپنی اولاد کے مستقبل کو قابلِ فخر بناؤ۔"

میں نے کہا "محترم تبریزی صاحب نے جو بات تمہیں سمجھائی ہے، وہ سونیا پہلے ہی سمجھ گئی تھی۔ اسی لئے اُس نے تم لوگوں کو مشورہ نہیں دیا کہ مجھے ظاہر ہونے سے روکا جائے۔ میں پوری کوشش کروں گا کہ دوست اور دشمن مجھے ایک نیا فرہاد تسلیم کریں اور تمہارے والد کا یہ بیان درست ثابت ہو کر گمراہ فرہاد ہمیشہ کے لئے ختم ہو چکا ہے۔"

لیلیٰ نے میرے قدموں میں بیٹھ کر کہا "آپ بہت اچھے ہیں، واقعی بدل چکے ہیں۔ میں نادم ہوں کہ پارس کے خلاف سازش کی۔"

میں نے اسے قدموں سے اٹھا کر اپنے پاس بٹھاتے ہوئے کہا۔ "پارس سازش پروف ہے۔ تم بہنوں نے نادانی میں سازش کی تھی۔ مجھے یقین ہے میرے بیٹے پر کوئی اثر نہیں پڑا ہوگا۔"

"سسٹر کا منصوبہ یہ تھا کہ مریٹا کو اپنی طرف مائل کیا جائے اور ہم نے مریٹا کو پارس کے خلاف بھڑکا دیا ہے۔"

"ہاں اگر مریٹا اس سے بدظن ہو جائے گی تو کوئی دوسرا راستہ اختیار کرنا ہوگا۔ مجھے پارس سے رابطہ کر کے حالات معلوم کرنا چاہئیں۔"

لیلیٰ نے گھڑی دیکھی پھر کہا "ابھی آپ رابطہ نہ کریں۔"

"کیوں؟ کوئی خاص بات ہے؟"

"جی ہاں۔ پیرس کے وقت کے مطابق وہاں رات کے تین بجے ہوں گے۔ پارس ہماری بہو جوجو کے پاس ہوگا۔ جوان بیٹے کے پاس صبح جانا مناسب ہوگا۔"

لیلیٰ نے عقل کی بات سمجھائی تھی۔ میں تین گھنٹے بعد پارس کے دماغ میں پہنچا۔ اس نے کہا "اوہ پاپا! بڑی دیر سے انتظار کر رہا ہوں ٹیلی پیتھی جانتا تو دماغی طور پر پرواز کر کے آپ کو خوشخبری سنانے پہنچ جاتا۔ مریٹا ہماری ہے۔ اور ہمیشہ ہماری رہے گی۔"

"کیا واقعی؟"

"جی ہاں۔ ابھی میں لندن میں مریٹا کے پاس ہوں۔"

"اس وقت مریٹا کہاں ہے؟"

"میرے پاس ہے۔ میرے دماغ میں ہے۔ آپ کی باتیں سن رہی ہے۔"

میں نے کہا "ہیلو مریٹا!"

وہ بولی "ہیلو پاپا! میں آپ کو پاپا کہہ سکتی ہوں؟"

"پاپا کہہ رہی ہو اور اجازت بھی لے رہی ہو۔"

وہ ہنسنے لگی۔ پھر بولی "پارس کی ایک بات میرے دل کو
کہ میں تنہا بڑی بڑی خطرناک تنظیموں سے مقابلہ نہیں کر
گی۔ یہودی تنظیم کے لوگ میرے دشمن بن چکے ہیں۔ میر
ملک کا برین ماسٹر اور چار بلیک سیکرٹس مجھے میرے ہی ملک
کی نظروں میں گرانا چاہتے ہیں۔ میری سلامتی اسی میں ہے
بھی ایک مضبوط تنظیم بناؤں اور دشمنوں کو منہ توڑ جواب

"تم دانائی سے صحیح لائن پر سوچ رہی ہو۔"

"یہ میرے دل کا فیصلہ ہے کہ میں صرف پارس پر بھرو
گی۔ ہر پہلو سے آپ کی ٹیم میں رہوں گی لیکن میری دو باتیں
کے مزاج کے خلاف ہوں گی۔"

"وہ دو باتیں کیا ہیں؟"

"ایک تو یہ کہ ٹرانسفارمر مشین میرے ملک کی ملکیـ
میں آپ لوگوں کو اس مشین تک کبھی پہنچنے نہیں دوں گی۔"

میں نے کہا "تم یہ ضمانت دو کہ اس مشین سے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا نہیں ہوں گے۔"

وہ بولی "اس مشین کے انچارج ابھی چار بلیک سیکر
جب وہ مشین اور ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا شعبہ میرے
آئے گا تو میں آپ کی مرضی کے مطابق ایک بھی شیطا
نہیں ہونے دوں گی۔"

"پھر تو میں پوری کوشش کروں گا کہ یہ شعبہ بلیک سیک
ہاتھوں سے نکل کر تمہارے ہاتھوں میں آجائے۔"

وہ بولی "میری دوسری بات جو آپ کے مزاج کے
وہ یہ ہے کہ میں محبِ وطن ہوں اور آپ میرے ملک
ہیں۔"

"میں تمہارے ملک کی پالیسیوں کا دشمن ہوں۔ تم
ہو۔ اسی لئے تم نے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اسرائیـ
مخالفت کی۔ تمہیں بھی اپنے حکام سے شکایت ہے کہ
ٹیلی پیتھی کا شعبہ غلط ہاتھوں میں دیا ہے۔ مجھے یقین ہے
حکام سے مجھے جتنی شکایتیں ہیں، اتنی ہی تمہیں بھی شکایتـ

"آپ واقعی فرہاد علی تیمور ہیں۔ آپ نے مجھے لا
ہے۔ اچھا پاپا! اگر یہ تمام شکایتیں دور کردوں تو؟"

"تو میرے جیسا تمہارے ملک کا دوست اور وفادا
ہوگا۔ تم نے یہ نہیں دیکھا کہ حکومتِ فرانس کو مجھ
فیملی کی دوستی سے کتنا فائدہ پہنچتا ہے۔"

وہ بولی "بے شک! میں آنکھوں سے آپ کی
فرانس کی دوستی دیکھتی آرہی ہوں پھر بھی یہ نہ سمجھ سکـ
فیملی میرے ملک کی بھی دوست بن سکتی ہے۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

پارس نے کہا "اب تو سمجھ گئی ہو۔ صبح کا بھولا شام کو گھر آجائے تو اسے بھولا نہیں کہتے۔"

وہ مسکراتے ہوئے پارس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی۔ "ہاں میں اپنے گھر میں آگئی ہوں۔"

پارس گڑبڑا کر بولا "کیا کررہی ہو۔ پاپا ہیں۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "میں نے کچھ نہیں دیکھا' میں جارہا ہوں۔"

وہ بولی "ٹھہرئیے پاپا! ایک بات اور ہے۔ کیا مجھے اپنے اعلیٰ حکام سے آپ کا ذکر کرنا چاہئے؟"

"ضرور کرنا چاہئے۔ بلکہ انہیں میری شادی کی دعوت بھی دو۔ برین ماسٹر اور چاروں بلیک سیکرٹ سے کہو کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے میری شادی میں شریک ہوسکتے ہیں۔ ٹھیک تین گھنٹے بعد ہوگی۔"

میں پارس کے دماغ سے چلا آیا۔ لیلیٰ سورہی تھی۔ میں تمام رات جاگتا رہا تھا۔ میں نے بستر پر لیٹ کر دماغ کو دو گھنٹے تک سونے کی ہدایت کی پھر سو گیا۔

ادھر مرینا نے سپر ماسٹر کے پاس پہنچ کر کہا "اعلیٰ حکام' فوجی افسران' برین ماسٹر اور چاروں بلیک سیکرٹ کو فوراً ہنگامی اجلاس میں بلاؤ۔"

سپر ماسٹر نے کہا "ملک کے اتنے بڑے بڑے عہدیداروں کو فوراً کیسے بلاؤں؟ کیا تم نے بچوں کا کھیل سمجھ لیا ہے جب چاہا کھیلنے کے لئے ہنگامی اجلاس طلب کرلیا۔"

وہ بولی "تم ان چاروں بلیک سیکرٹس کے چمچے ہو۔ ان کی فرمائش پر اجلاس منعقد کرتے ہو۔ جب کہ میں ایک بہت بڑے خطرے سے آگاہ کرنا چاہتی ہوں۔"

"مجھے افسوس ہے۔ چاروں بلیک سیکرٹس ایک بہت ہی اہم معاملے میں مصروف ہیں۔ جنرل صاحب ملک سے باہر ہیں۔ برین ماسٹر تم سے بات کرنا گوارا نہیں کرتا۔ اعلیٰ حکام تمہاری ضد اور ہٹ دھرمی سے بیزار ہوگئے ہیں لیکن تمہیں احساس نہیں ہے کہ تم کتنی گرچکی ہو۔"

"اب تمہارے گرنے کی باری ہے سپر ماسٹر! ٹھیک ہے ہنگامی اجلاس نہ بلاؤ لیکن ملک کے تمام اکابرین کو یہ بری خبر سنادو کہ فرہاد علی تیمور زندہ ہے۔"

"بکواس ہے۔ کیا تمہیں چونکا دینے والی اور کوئی اطلاع نہیں ملی؟"

وہ بولی "پیرس کے وقت کے مطابق دس بجے جناب علی اسد اللہ تبریزی صاحب کے دماغ میں جاؤ۔ ٹھیک اس وقت وہ سونیا اور فرہاد کا نکاح پڑھانے والے ہیں۔ بابا صاحب کے ادارے کے اتنے بڑے بزرگ فراڈ نکاح نہیں پڑھائیں گے اور سونیا جیسی فولاد عورت فرہاد کے سوا کسی اور سے نکاح قبول نہیں کرے گی۔ پارس اور علی تیمور جیسے غیرت مند بیٹے کسی دوسرے کو فرہاد کہہ کر اپنا [illegible] کو گالی نہیں دیں گے۔ جب ہر پہلو سے تم لوگوں کو یقین ہوجائے کہ فرہاد زندہ ہے تو پھر تمہارا باپ بھی ہنگامی اجلاس منعقد کرے گا۔ دیٹس آل۔"

مرینا اس کے دماغ سے نکل گئی۔ میری نئی زندگی کی خبر پر کسی کو یقین نہیں آسکتا تھا۔ اس خبر کی تصدیق کے لئے جناب تبریزی صاحب کے پاس جانا ضروری تھا۔ سپر ماسٹر کی رپورٹ کے مطابق برین ماسٹر اور چاروں بلیک سیکرٹ دس بجے سے پہلے جناب تبریزی صاحب کے پاس آکر کہنے لگے۔ کیا واقعی فرہاد علی تیمور زندہ ہے؟ اگر زندہ ہے تو ایک طویل عرصہ تک روپوش رہا؟"

جناب تبریزی صاحب نے جواب دیا "فرہاد علی تیمور ہے۔ آدھے گھنٹے بعد خیال خوانی کے ذریعے سونیا کا اس سے پڑھایا جائے گا۔ تمہارے ملک کے اور جتنے حکام خیال خوانی جانتے ہیں' وہ بھی اس شادی میں شریک ہوسکتے ہیں۔ شادی کے بعد حضرات جو سوالات کرنا چاہتے ہیں ان کے جواب سونیا اور دیں گے۔"

اس کے بعد ایک سپر طاقت نے دوسری سپر طاقت کو زندہ ہونے کی بری خبر سنائی۔ ہاٹ لائن اور فیکس کے ذریعے منٹوں میں اسرائیلی حکام اور دوسری خطرناک تنظیموں کو بھی پریشان کن خبر سنادی گئی۔ بین الاقوامی نشریاتی رابطہ رکھنے والی کے نمائندے کیمرے وغیرہ کے ساتھ بابا صاحب کے ادارے پہنچ گئے۔ سونیا اور میرے متعلق یہ نہیں بتایا گیا کہ ہم کس ملک میں ہیں۔

وہ لوگ ساری دنیا کی ٹی وی اسکرین پر میری اور سونیا کی کے مناظر دکھانا چاہتے تھے۔ جب بابا صاحب کے ادارے انچارج نے سختی سے کہہ دیا کہ دلہا دلہن کا پتا ٹھکانا نہیں بتایا جائے گا تو انہوں نے پوچھا "خیال خوانی کے ذریعے نکاح پڑھایا جائے تو دنیا والوں کو کیسے معلوم ہوگا؟"

انچارج نے جواب دیا "مسٹر فرہاد اور مادام سونیا کے فیکس مشین کے ذریعے نکاح نامہ بھیجا جائے گا پھر تین منٹ اندر دلہا دلہن دستخط کرکے وہ نکاح نامہ جناب تبریزی صاحب پاس بھیج دیں گے۔ اس کے بعد بین الاقوامی نشریاتی رابطے نکاح نامہ ساری دنیا کے ٹی وی اسکرین پر دکھایا جاسکتا ہے۔"

ایک نمائندے نے سوال کیا "ہم مادام سونیا اور مسٹر سے کس طرح انٹرویو کرسکیں گے؟"

جواب ملا "کیمرے کے سامنے آپ کا ایک آدمی رہے مسٹر فرہاد اس کے دماغ میں رہ کر سوالوں کے جواب دیں گے۔"

"مادام سونیا ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہیں۔ ان سے کس انٹرویو ہوگا؟"

جواب دیا گیا "سلمان واسطی کی شریکِ حیات بیگم سلطانہ واسطی کیمرے کے سامنے آکر جوابات دیں گی۔"

چونکہ لیلیٰ میرے ساتھ امریکا میں تھی اور سلطانہ پیرس میں اس لئے سونیا کی نمائندگی سلطانہ کرنے والی تھی۔ وہاں کے وقت کے مطابق ٹھیک دس بجے فیکس کی مشین کے ذریعے میرے پاس نکاح نامہ آیا۔ اس میں میری دلہن کا نام سونیا لکھا ہوا تھا۔ میں نے دستخط کئے۔ پھر بابا صاحب کے ادارے کے فیکس کوڈ نمبروں پر واپس فیکس کردیا۔ دوسری طرف سے سونیا کا دستخط شدہ نکاح نامہ موصول ہوا۔ جناب علی اسد اللہ تبریزی نے خیال خوانی کے ذریعے پہلے سونیا کے پاس جاکر نکاح قبول کرایا۔ پھر میرے پاس آکر کہا "بیٹے! میں نے یہ پہلی دلہن دیکھی ہے' جو اپنے نکاح کے وقت بالکل تنہا تھی۔ تل ابیب میں دشمن اسے تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔ اس لئے اپنا پرایا کوئی اس کی خوشی میں شریک نہیں ہے۔ صرف میں نے اسے مبارک باد دی ہے۔"

انہوں نے مجھ سے بھی نکاح قبول کرایا' پھر کہا "بابا فرید واسطی مرحوم کی یہ وصیت تھی کہ جب تک ان کی بیٹی سونیا کو فرہاد جائز حقوق نہ دے اس وقت تک اس ادارے کے تمام بزرگ اور ذمے دار افراد فرہاد سے کوئی رابطہ نہ رکھیں اور نہ ہی فرہاد کو ادارے میں داخل ہونے کی اجازت دی جائے۔ آج سے تمہارے لئے ادارے کے دروازے کھل چکے ہیں۔"

میں نے شکریہ ادا کیا۔ پھر سونیا کے دماغ میں آیا۔ وہاں لیلیٰ مجھ سے پہلے مبارک باد دینے پہنچ گئی تھی۔ سونیا سے کہہ رہی تھی۔ "سسٹر! اس خوشی کے موقع پر میری ایک بات مان لیں۔ آپ نے پارس سے مرینا والی جو شرط رکھی ہے۔ وہ شرط ختم کردیں۔ یہ میری دلی خواہش ہے کہ آپ اپنے شوہر کے ساتھ ازدواجی زندگی گزاریں۔"

سونیا نے کہا "کیا تم نہیں جانتیں کہ پارس اس منصوبے میں کامیاب ہوگیا ہے۔ اب مرینا کو میری بہو بننے میں دیر نہیں لگے گی لیکن مرینا چاروں طرف سے مسائل میں گھری ہوئی ہے۔ جب تک وہ پارس کے تعاون سے مسائل کا بوجھ کم نہیں کرے گی' تب تک شادی نہیں کرے گی۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولی "میں نے آئندہ نسل کو' اپنے ہونے والے پوتے پوتیوں کو مطمئن کرنے کے لئے فرہاد سے نکاح پڑھوایا ہے۔ اب میں تمہاری سسٹر ہی نہیں سوکن بھی ہوں۔ تم فراخ دلی سے مجھے ازدواجی زندگی گزارنے کو کہہ رہی ہو لیکن میں تمہاری دلی خواہش کیسے پوری کروں؟ میاں صاحب مغرب میں ہیں۔ میں مشرق میں ہوں۔ جب تک پاپا ڈوک کو جہنم میں نہیں پہنچاؤں گی' ازدواجی جنت میں نہیں آسکوں گی۔"

میں خاموشی سے دونوں کی باتیں سن رہا تھا۔ جب لیلیٰ چلی گئی تو میں نے کہا "سونیا! آج میں مذہبی اور قانونی طور پر تمہاری طرف لوٹ آیا ہوں۔ مجھے شدت سے اپنی خود غرضی اور ہرجائی پن کا احساس ہورہا ہے۔ میں برسوں پہلے تم سے نکاح پڑھوا کر تمہیں ایک عورت کا مان مرتبہ دے سکتا تھا لیکن آج میں تمہاری قدر کررہا ہوں جیسے آج میری آنکھ کھلی ہے' جیسے آج ہی مجھے عقل آئی ہے۔ بے شک آج سے پہلے بے عقلی کی زندگی گزارتا آیا ہوں۔"

وہ سرد آہ بھر کر بولی "جو ہوا اسے بھول جاؤ۔ جہاں سے جاگے وہیں سے سویرا سمجھو۔"

"میں بہت کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ پھر سہی' ابھی انٹرویو کے لئے حاضر ہونا ہے' جانے سے پہلے ایک بات سچ سچ کہہ دو' تم خوش ہو نا؟"

"بہت خوش ہوں۔ میری محبتیں تمہارے لئے تھیں' تمہارے لئے ہیں اور تمہارے ہی لئے رہیں گی۔ اب جاؤ۔"

اس نے سانس روک لی۔ بابا صاحب کے ادارے میں بین الاقوامی نشریاتی رابطہ قائم کرنے والی کمپنی کے نمائندے میرے منتظر تھے۔ مجھ سے پہلے وہاں سلطانہ آگئی تھی۔ اس لئے کیمرے کے سامنے ایک نمائندہ اس سے پوچھ رہا تھا "مسز واسطی! مادام سونیا ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہیں۔ پھر تم ہمارے سوالوں کے جواب مادام سے کیسے حاصل کروگی؟"

سلطانہ نے کہا "میں ٹیلی پیتھی جانتی ہوں۔"

نمائندے نے کیمرے کو دیکھتے ہوئے کہا "ناظرین! آپ کے لئے یہ دلچسپ اور حیران کن اطلاع ہوگی کہ فرہاد علی تیمور کی فیملی میں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی کثرت ہے۔ آپ کے سامنے مسز سلطانہ واسطی تشریف رکھتی ہیں۔ یہ مسٹر فرہاد کی دوسری وائف لیلیٰ کی بہن ہیں۔ مسز لیلیٰ فرہاد بھی ٹیلی پیتھی جانتی ہیں۔ مسٹر فرہاد کی بہو مسز جینیفر پارس عرف جوجو کو بھی یہ علم آتا ہے اور مسٹر سلمان واسطی بھی خیال خوانی کرتے ہیں۔ اس مختصر سے تعارف کے بعد میں مسز واسطی کے ذریعے مادام سونیا سے سوال کرتا ہوں۔ ان کی عمر کیا ہے؟ اگر عمر زیادہ ہے تو انہوں نے لیٹ شادی کیوں کی؟"

سلطانہ نے سونیا سے جواب پوچھا۔ پھر کیمرے کے سامنے بولی۔ "سسٹر سونیا کہتی ہیں' میں نے لیٹ شادی نہیں کی۔ شادی اسی لئے ہوئی ہے کہ یہ میری شادی کی عمر ہے۔"

نمائندے نے کہا "آپ سوالوں کے جواب خوب توڑ مروڑ کر دیتی ہیں' سوال کرنے والے کو لاجواب کردیتی ہیں لیکن میں اپنے پہلے سوال پر قائم ہوں۔"

سونیا نے سلطانہ کے ذریعے جواب دیا "اگر آپ کے خیال میں شادی دیر سے ہوئی ہے تو اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ میں فرہاد کے زندہ ہونے کا انتظار کررہی تھی۔"

"مادام! آپ تسلیم کررہی ہیں کہ مسٹر فرہاد مرچکے ہیں اور موجودہ فرہاد کوئی دوسرا شخص ہے۔"

"فرہاد کی جسمانی طور پر موت واقع نہیں ہوئی تھی۔ دراصل

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

بابا فرید واسطی مرحوم فرہاد کی گمراہی سے ناراض تھے۔ اسے ادارے میں داخل ہونے کی اجازت نہیں تھی۔ بابا مرحوم کے بعد لیلیٰ اور سلطانہ کے والد اسی ادارے کے بزرگ اور عالمِ دین رہے۔ ان کا فیصلہ تھا کہ اگر گمراہ فرہاد کو مار ڈالا جائے اور اس کے اندر کے سچے اور انسان دوست فرہاد کو زندہ رکھا جائے تو وہ تمام شکایات دور ہو جائیں گی جو بابا فرید واسطی مرحوم کو تھیں۔ اس نیک مقصد کے لئے لیلیٰ اور سلطانہ کے والد نے بیان دیا تھا کہ فرہاد مر چکا ہے۔ اس بیان کے پیچھے ایک نیا فرہاد جنم لینے کے لئے گوشہ نشینی اختیار کر چکا تھا۔ آج واقعی وہ نیا فرہاد بن چکا ہے۔ موجودہ عالمِ دین جناب علی اسد اللہ تبریزی صاحب نے فرہاد کے لئے بابا صاحب کے ادارے کے دروازے کھول دیئے ہیں۔ ان حالات میں شادی لیٹ ہوئی ہے تو یہ سمجھ میں آنے والی بات ہے۔ پلیز آپ کا دوسرا سوال لیٹ ہو رہا ہے۔"

نمائندے نے دوسرا سوال کیا "آپ پورے یقین سے کیسے کہہ سکتی ہیں کہ برسوں مردہ رہنے والے فرہاد سے ہی آپ کی شادی ہوئی ہے۔"

"خدا نہ کرے میری شادی کسی مردے سے ہو اور خدا نہ کرے میری شادی اُس گمراہ فرہاد سے ہو۔ اس کی گمراہی کو موت آئی تب میں نے شادی کی ہے۔"

"آپ دشمنوں کو کیسے یقین دلائیں گی کہ مسٹر فرہاد آپ کے جیون ساتھی ہیں اور یہ صاحب کوئی فرضی فرہاد نہیں ہیں؟"

"آپ علی تیمور کو اسکرین پر بلائیں جواب مل جائے گا۔"

علی تیمور کیمرے کے پیچھے موجود تھا۔ وہ سامنے سلطانہ کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ نمائندے نے پوچھا "مسٹر علی! آج مادام کا نکاح جس فرہاد سے پڑھایا گیا ہے' کیا اسے اپنا باپ تسلیم کرتے ہو؟"

"بے شک تسلیم کرتا ہوں۔"

"تم نے کن ثبوت کی بنا پر تسلیم کیا ہے؟"

"یہی سوال میں کروں گا کہ آپ کن ثبوت کی بنا پر باپ کو باپ تسلیم کرتے ہیں؟ ساری دنیا کی اولاد کے سامنے صرف ایک گواہ ہوتی ہے اور وہ ہے ماں۔ جب ماں کہتی ہے کہ فلاں ہمارا باپ ہے تو پھر وہی ہمارا باپ ہوتا ہے۔ ورنہ کسی کو باپ کہنے کے لئے دنیا جہان کے ثبوت جمع کرتے پھرو' سب بیکار ہوتے ہیں۔ اس رشتے کی صرف ایک گواہ ہوتی ہے' ماں... صرف ماں۔"

اچانک سلطانہ کی زبان بول پڑی۔ وہ کہنے لگی "میں سلطانہ کی زبان سے رسونتی بول رہی ہوں۔ میں ایک طویل عرصے سے میدانِ عمل میں نہیں ہوں اور مزید کچھ عرصے تک آرام کروں گی۔ چونکہ میرے بیٹے کی ولدیت اور عزت کا معاملہ ہے اس لئے گواہی دینے آئی ہوں۔ میرا علی میرے شوہر فرہاد کا خون ہے۔ جب میں خون کو پہچانتی ہوں تو شوہر کو بھی پہچانتی ہوں۔ آج سونیا کی شادی جس سے ہوئی' وہ میرا شوہر فرہاد ہے۔"

نمائندے نے پوچھا "کیا آپ کو اس شادی سے صدمہ نہیں پہنچ رہا ہے؟"

"صدمہ! اور وہ بھی سونیا سے پہنچے گا۔ آپ یہ سمجھ ہی نہیں سکتے کہ سونیا کتنی عظیم عورت ہے۔ وہ فرہاد کی زندگی میں مجھ سے پہلے آئی۔ میں نے شادی کر لی لیکن اس نے میری خوشی کی خاطر اب تک شادی نہیں کی۔ اور اب بھی نہ کرتی لیکن ہمیں اولاد کو اور اولاد کی اولاد کو اپنے رشتوں اور محبتوں کا حساب پڑتا ہے۔ سونیا نے ایک بار شادی نہ کر کے مجھ پر احسان کیا تھا۔ آج شادی کر کے دوسری بار میری اولاد پر احسان کر رہی ہے۔ میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہنا چاہتی۔ خدا حافظ۔"

نمائندے نے کہا "ناظرین! مادام رسونتی اور ان کے صاحبزادے مسٹر علی تیمور نے شبہات دور کر دیئے ہیں۔ مادام رسونتی کی شرم و حیا اور شوہر پرستی کو دوست اور دشمن سب ہی مانتے ہیں۔ ایسی حیا والی کسی دوسرے کو فرہاد اور اپنا شوہر تسلیم نہیں کرے گی اور علی جیسا غیرت مند کسی دوسرے کو باپ کہنے کی بے غیرتی نہیں کرے گا۔ اب میں ایک شخص کو آپ کے سامنے لا رہا ہوں۔ مسٹر فرہاد اس کی زبان سے آپ کو اپنی آواز سنائیں گے اور ہمارے سوالات کے جواب دیں گے۔"

کیمرے کے سامنے پوزیشن بدل گئی۔ سلطانہ اور علی تیمور چلے گئے ایک شخص آکر بیٹھ گیا۔ میں نے نمائندے کے ذریعے اس کی آواز سنی پھر اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کی زبان سے کہا "میں فرہاد علی تیمور حاضر ہوں۔"

نمائندے نے کہا "مسٹر فرہاد علی تیمور! اس وقت بڑے بڑے ممالک کے حکام اور فوجی افسران' جرائم پیشہ تنظیموں کے تمام سربراہ' بدنامِ زمانہ دہشت گرد اور تخریب کار وغیرہ اپنے اپنے ٹی وی کے سامنے آپ کی آواز سن رہے ہیں۔ کیا ہی اچھا ہوتا اگر آپ بہ نفسِ نفیس یہاں موجود ہوتے اور تمام دوست دشمن آپ کو اسکرین پر دیکھتے۔"

میں نے کہا "مجھے اسکرین پر لانے کے لئے آپ کی ٹیم کیمرا لے کر اس ملک میں آتی جہاں ابھی میں ہوں۔ اس طرح اُس ملک کے حکام اور انٹیلی جنس والوں کی نیندیں اڑ جاتیں۔ ابھی وہ مطمئن ہیں کہ فرہاد کسی دوسرے ملک میں ہے۔"

نمائندے نے مسکرا کر کہا "آپ اس انداز میں جواب دے کر تمام ممالک کے اکابرین کو بے چینی میں مبتلا کر رہے ہیں' ہر ایک اس اندیشے میں مبتلا رہے گا کہ آپ اس کے ملک میں ہیں۔"

"اور ہر ایک خود کو یہ تسلی بھی دے گا کہ میں اس کے گھر' اس کے دماغ میں نہیں ہوں۔"

"آپ اکثر دہری باتیں کرتے ہیں' دہری چالیں چلتے ہیں اور یہی آپ کے فرہاد ہونے کا ثبوت ہے۔ کیا یہ سچ ہے کہ آپ نے گوشہ نشینی اختیار کی تھی اور پہلے گمراہ تھے' اب نہیں ہیں؟"

"میں اپنے متعلق کہوں گا کہ اب گمراہ نہیں رہا تو یہ اپنے منہ میاں مٹھو والی بات ہوگی۔ آپ صبر کریں۔ میں منظرِ عام پر آیا تو میرا عمل بھی سامنے آجائے گا۔ رہ گئی گوشہ نشینی والی بات تو میں تارک الدنیا ہو کر عبادت میں مصروف نہیں تھا۔"

"تو پھر کیا کرتے رہے؟"

"دشمنوں کے اندر سرنگ بناتا رہا اور دوستوں کے اندر سماتا رہا۔"

"کیا آپ دشمنوں کے نام بتانا چاہیں گے؟"

"دشمنوں کو اپنے نام معلوم ہیں پھر میں ان کے نام کیوں یاد دلاؤں؟"

نمائندے نے کہا "میرے دماغ میں چند ملکوں کے ٹیلی پیتھی جاننے والے موجود ہیں۔ میں ان کی طرف سے سوالات کر رہا ہوں۔"

نمائندہ یہ نہیں جانتا تھا کہ میں بھی اس کے دماغ میں ہوں اور جواب دیتے وقت اس شخص کے اندر چلا جاتا ہوں جو کیمرے کے سامنے میری گفتگو کا ذریعہ بنا ہوا ہے۔

اس وقت ایک شخص نمائندے کے دماغ میں کہہ رہا تھا۔ "اس سے پوچھو جب وہ گوشہ نشین رہ کر دشمنوں کے اندر سرنگ بنا رہا تھا تو پھر ظاہر ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ کیا وہ دشمنوں کو کمزور کرنا چاہتا ہے؟ کیا وہ دشمنوں کے اندر راستہ بنانے کی کوئی مثال پیش کر سکتا ہے؟"

نمائندے نے مجھے یہ سوال سنایا' میں نے کہا "ہاں' میں ابھی مثال پیش کروں گا۔ سوال کرنے والا پانچ منٹ انتظار کرے۔ اس وقت تک دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا سوال کرے۔"

اس بار سوال کرنے والی ایک عورت تھی۔ اس کی آواز اور لہجہ بالکل نیا تھا۔ میں نے پہلی بار وہ آواز سنی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "فرہاد حق اور انصاف کی بات کرتا ہے۔ اگر فرہاد زندہ ہے تو یہ ناانصافی کیوں ہے کہ بڑے ممالک کے درمیان طاقت کا توازن بگڑ گیا ہے۔ اگر ایک ملک میں چار ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں تو دوسرے بڑے ملک میں بھی چار خیال خوانی کرنے والوں کو ہونا چاہئے۔ اگر فرہاد زندہ ہے تو طاقت کا توازن قائم رکھنے کے لئے ٹرانسفارمر مشین کو ختم کرے۔"

میں نے جواب دیا "بی بی الپا! ماسک مین نے تمہاری آواز اور لہجہ بدل دیا ہے۔ تمہیں دنیا والوں سے چھپا کر سات پردوں میں رکھا ہے تاکہ سونیا جوجو کی طرح تمہیں بھی چھین کر نہ لے جائے۔ تم نے جو سوال کیا اس میں ماسک مین کی سیاست بھری ہوئی ہے' اسے یقین ہے سونیا اور پارس کبھی الپا تک نہیں پہنچ سکیں گے لیکن وہ اس فکر میں گھل رہا ہے کہ ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے دشمن بے شمار ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کر رہا ہے۔ ماسک مین تمہارے ذریعے حق اور انصاف کی بات کر کے مجھے بھڑکا رہا ہے کہ میں ٹرانسفارمر مشین کو تباہ کرنے کے لئے سپر ماسٹر کے پیچھے پڑ جاؤں۔ ماسک مین کو اس بات کا ماتم کرنا چاہئے کہ سات پردوں میں چھپا کر رکھی جانے والی الپا کو میں نے پہچان لیا ہے۔"

پھر میں نے نمائندے سے کہا "تمہارے دماغ میں جس نے پہلا سوال کیا تھا وہ برین ماسٹر کہلاتا ہے۔ میں نے کہا تھا اسے پانچ منٹ کے بعد جواب دوں گا' ایسا اس لئے کہا تھا کہ میرا جواب سن کر الپا بھاگ جاتی۔ اب سنو' میں نے دشمنوں کے اندر پہنچنے کے راستے بنائے ہیں۔ تمہارے چار بلیک سیکرٹس کا دعویٰ ہے کہ کوئی چالاک سے چالاک جاسوس بھی ان کے خفیہ اڈے تک کبھی نہیں پہنچ سکے گا کیونکہ وہ اڈا نہ زمین میں ہے' نہ آسمان میں' میں جانتا ہوں' وہ سمندر میں ہے۔ چار بلیک سیکرٹس ایک آبدوز میں خاص میٹنگ کے وقت ملاقات کرتے ہیں پھر وہاں سے چلے جاتے ہیں۔"

پھر میں نے نمائندے سے مسکرا کر کہا "اب کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارے ذریعے سوال نہیں کرے گا۔ اگر کوئی تمہارے دماغ میں ہے تو سوال کرے۔"

نمائندے نے آواز دی مزید سوالات کرنے کی دعوت دی مگر اسے کوئی جواب نہیں ملا' میں نے کہا "پہلے تمہارے دماغ سے الپا بھاگی۔ پھر برین ماسٹر بھاگ گیا۔ امریکا اور روس کی طرح اسرائیل میں بھی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا پاپا ڈوک ہے۔ وہ بھی میری حقیقت معلوم کرنے تمہارے دماغ میں آیا ہوگا۔ پھر چپ چاپ چلے جانے میں ہی اپنی خیریت سمجھی ہوگی۔ میرے منظرِ عام پر آتے ہی دنیا والوں نے اچھا خاصا تماشا دیکھ لیا ہے۔ میرا خیال ہے اب یہ کیمرا بند کر دینا چاہئے۔"

کیمرا بند ہوگیا' فلمبندی کی لائٹیں آف ہوگئیں۔ میں اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ لیلیٰ نے کہا "میں ٹی وی پر آپ کی باتیں سن رہی تھی۔ آپ نے الپا کو اس کی باتوں سے خوب پکڑا ہے لیکن یہ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ چاروں بلیک سیکرٹس کا خفیہ اڈا آبدوز میں ہے؟"

میں نے کہا "ان کے احمقانہ دعوے سے پتا چل گیا۔ بڑا بول بولنے والے اپنی ہی باتوں سے پھنستے ہیں۔ برین ماسٹر نے کہا تھا چاروں بلیک سیکرٹ کو دنیا کا کوئی جاسوس تلاش نہیں کر سکتا کیونکہ ان کا خفیہ اڈا نہ تو زمین پر ہے' نہ آسمان میں۔ پھر تو تیسری اور آخری جگہ سمندر ہی ہے اور سمندر کی گہرائیوں میں سب سے محفوظ جگہ آبدوز ہی ہو سکتی ہے۔ یہ میں نے یقینی قیاس آرائی کی تھی۔ برین ماسٹر کے بھاگ جانے سے یا خاموش رہنے سے میرے قیاس یا اندازے کی تصدیق ہوگئی۔"

میں سونیا کے پاس آیا۔ وہ بولی "تم نے بڑی ہیرا پھیری سے جوابات دیئے ہیں۔ امریکا' روس اور اسرائیل میں اعلیٰ حکام کے ہنگامی اجلاس ہو رہے ہوں گے۔"

"سونیا! تم ماسک مین کے پاس جاؤ' تمہارے لئے سلطانہ اور سلمان خیال خوانی کریں گے۔ لیلیٰ اسرائیل کے جنرل ٹائر کے پاس

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

جائے گی اور میں مریتا کے ساتھ اس کے اعلیٰ حکام کے ہنگامی اجلاس کی روداد معلوم کروں گا۔"

میں نے لیلیٰ کو جنرل ٹائر کے پاس جانے کے لئے کہا' پھر مریتا کے دماغ پر دستک دی۔ اس نے سانس روک لی۔ میں نے پارس سے کہا "مریتا کو اپنے دماغ میں بلاؤ' میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔"

ادھر مریتا پارس سے کہہ رہی تھی "برین ماسٹر دن رات میں ایک بار ضرور میرے دماغ میں آنا چاہتا ہے۔ اس کا خیال ہے کبھی تو میں بیمار پڑوں گی یا کسی طرح زخمی ہو کر دماغی طور پر کمزور ہو جاؤں گی تو اسے میرے دماغ میں جگہ مل جائے گی۔ پھر وہ تنویمی عمل کرکے مجھے اپنی معمولہ بنالے گا۔ ابھی چند سیکنڈ پہلے وہ پھر میرے پاس آنا چاہتا تھا۔ میں نے سانس روک لی۔"

پارس نے کہا "تمہیں اسی طرح محتاط رہنا چاہئے لیکن ابھی پاپا تمہارے پاس آنا چاہتے تھے۔ اب وہ میرے پاس ہیں تم بھی میرے دماغ میں آجاؤ۔"

وہ پارس کے دماغ میں آکر بولی "ہیلو پاپا! میں انٹرویو کے وقت اسی نمائندے کے دماغ میں تھی۔ برین ماسٹر کو بولتے ہوئے سن رہی تھی۔ بے شک آپ جاگتے ہوئے ذہن کے مالک ہیں۔ آپ نے الپا کو بھی پہچان لیا جبکہ اس کی آواز اور لہجہ مختلف ہو گیا ہے۔ چاروں بلیک سیکرٹ کے ہوش اڑ گئے ہوں گے۔ میں ابھی جاکر معلوم کرتی ہوں کہ آپ کی وہ آبدوز والی بات کس حد تک درست ہے۔"

میں نے کہا "تمہیں اعتراض نہ ہو تو میں بھی تمہارے ملک کے اعلیٰ حکام کی باتیں سننا چاہتا ہوں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "پاپا! آپ بہت گہرے ہیں۔ آپ مجھے بتائے بغیر بھی وہاں پہنچ سکتے ہیں۔ ہماری دنیا میں ایسی کون سی جگہ ہے جہاں سے آپ گزر نہیں سکتے۔ آپ مجھے خوش کرنے کے لئے میرے اعتراضات کو اہمیت دے رہے ہیں۔ آیئے' میں سپر ماسٹر کے پاس جارہی ہوں۔"

میں نے کہا "سنا ہے موجودہ سپر ماسٹر یوگا کا ماہر ہے۔"

"ہاں پہلے تھا' شراب نوشی نے سانس روکنے کی صلاحیت ختم کردی ہے۔"

پہلے وہ گئی۔ اس کے بعد میں سپر ماسٹر کے پاس پہنچ گیا۔ وہاں ہمارے اندازے کے مطابق ہنگامی اجلاس شروع ہو چکا تھا۔ وہ اس اجلاس میں پہلے ٹی وی دیکھ رہے تھے' سونیا کی اور میری باتیں سن رہے تھے۔ پھر انہوں نے ٹی وی آف کرکے برین ماسٹر پر سوالات کی بوچھاڑ کردی۔ فوج کے جنرل نے پوچھا "کیا فرہاد درست کہہ رہا ہے۔ بلیک سیکرٹ کا خفیہ اڈا کسی آبدوز میں ہے؟"

برین ماسٹر نے کہا "ہاں' میری سمجھ میں نہیں آتا یہ فرہاد پھر کیسے پیدا ہو گیا؟ اس شیطان کو یہ راز کیسے معلوم ہو گیا جس کا علم صرف مجھے اور چار بلیک سیکرٹس کو ہے۔"

"یہ سوال تمہیں فرہاد سے کرنا چاہئے تھا' تم وہاں سے کیوں چلے آئے؟"

وہ بولا "میں نے فوراً واپس آکر چاروں بلیک سیکرٹس سے مشورہ کیا۔ وہ چاروں بھی خاموشی سے اس نمائندے کے دماغ میں تھے' یہ سن کر حیران اور پریشان ہو گئے تھے کہ فرہاد خفیہ اڈا جانتا ہے۔ انہوں نے ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر آبدوز جہاز سے تمام خفیہ دستاویزات ہٹادی ہیں اور اس آبدوز کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ دیا ہے۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا "سونیا' پارس اور علی تیموری کچھ کم تھے' اب یہ فرہاد اچانک موت کی طرح پھر آگیا ہے۔"

دوسرے اعلیٰ حاکم نے کہا "ٹیلی پیتھی کی فوج رکھنے والے بلیک سیکرٹ اپنا اڈا چھوڑ کر بھاگ رہے ہیں۔"

برین ماسٹر نے کہا "ہم بھگوڑے نہیں ہیں۔ یہ محض احتیاطی تدابیر پر عمل کررہے ہیں۔ فرہاد کسی وقت بھی اس آبدوز جہاز کو تباہ کرسکتا ہے۔ آپ لوگوں کو اگلے چوبیس گھنٹوں میں معلوم ہوگا کہ ہمارے بلیک سیکرٹ کتنے تیز طرار ہیں۔ اب وہ فرہاد اور اس کی اولاد کو سکون سے جینے نہیں دیں گے۔"

سپر ماسٹر نے کہا "فرہاد نے اچانک ظاہر ہو کر سب کے ہوش اڑا دئے ہیں۔ ہم سب پریشان ہیں۔ ایسے وقت برین ماسٹر اور بلیک سیکرٹ ہوش میں رہ کر اپنا بچاؤ بھی کررہے ہیں اور فرہاد کو دوبارہ قبر میں پہنچانے کا انتظام بھی کررہے ہیں۔ یوں سمجھیں اس کمبخت کے مقدر میں موت لکھی جاچکی ہے۔"

مریتا نے اس کے دماغ پر قبضہ جماکر کہا "میں مریتا بول رہی ہوں۔ یہ سپر ماسٹر نااہل ہے۔ شراب پیتے پیتے اپنے حساس دماغ کو بے حس بنا چکا ہے۔ جس طرح میں اس کے دماغ میں آسانی سے آجاتی ہوں اسی طرح دشمن خیال خوانی کرنے والے بھی آسکتے ہیں۔ کیا آپ لوگوں کو اس غلطی کا احساس ہے کہ کوئی بھی اس گدھے کے ذریعے آپ لوگوں کی اس اہم میٹنگ میں شریک ہو سکتا ہے۔"

برین ماسٹر نے کہا "مریتا! مائنڈ یور لینگویج۔ تم سپر ماسٹر کو گدھا کہہ رہی ہو۔"

جنرل نے کہا "جو گدھا اپنی پیٹھ پر دشمنوں کو اٹھا کر ہمارے درمیان لے آئے اسے گدھا نہیں کہیں گے تو اور کیا کہیں گے؟"

فوج کے کرنل نے کہا "ہم اب تک یہی سمجھ رہے تھے کہ سپر ماسٹر حساس دماغ رکھتا ہے۔ اسے اپنی دماغی کمزوری کی اطلاع دینی چاہئے تھی۔"

مریتا نے کہا "برین ماسٹر ہمیشہ سپر ماسٹر سے رابطہ رکھتا ہے۔ برین ماسٹر بھی آپ لوگوں کو اس کمزوری کی اطلاع دے سکتا تھا۔"

وہ بھڑک کر بولا "تم خواہ مخواہ الزام لگا رہی ہو۔ میرا سپر ماسٹر سے کوئی ذاتی تعلق نہیں ہے۔"

مریتا نے سپر ماسٹر کو بولنے پر مجبور کیا۔ وہ بولنے لگا "برین ماسٹر اس تعلق سے انکار کیوں کررہے ہو؟ تم میری بہن سے شادی کرنے والے ہو۔ تم نے کہا تھا ابھی شادی والی بات اعلیٰ حکام اور فوجی افسران کو نہ بتائی جائے۔ میں نے کہا تھا' یہ بات ہمارے بڑوں کو نہیں معلوم ہوگی۔ تم تو کسی وقت بھی میری بہن کو دھوکا دے سکتے ہو اور یہی کررہے ہو' اپنے بڑوں کے سامنے ذاتی تعلقات سے انکار کررہے ہو۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا "یہ ہم کیا سن رہے ہیں؟ ہمیں بتایا گیا ہے کہ برین ماسٹر اور چاروں بلیک سیکرٹس ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے جذبات سے عاری بنادئے گئے ہیں۔ یہ پانچوں افراد عورتوں کی کشش محسوس نہیں کرتے۔ پھر یہ برین ماسٹر تمہاری بہن میں کیوں دلچسپی لے رہا ہے؟"

برین ماسٹر نے کہا "یہ سپر ماسٹر نہیں کہہ رہا ہے' اس کے دماغ میں مریتا قبضہ جماکر اسے بولنے پر مجبور کررہی ہے۔"

وہ بولی "میں اتنی نادان نہیں ہوں کہ تمہیں جذبات سے عاری سمجھتے ہوئے سپر ماسٹر کو ایک غلط بات بولنے پر مجبور کروں۔ میں جنرل صاحب سے گزارش کرتی ہوں' وہ مجھے اپنے دماغ میں آنے دیں تاکہ یہ ثابت ہو جائے کہ میں سپر ماسٹر کے اندر رہ کر اسے مجبور نہیں کررہی ہوں۔"

برین ماسٹر نے کہا "ہرگز نہیں' تم جنرل صاحب کے پاس جاؤ گی تو تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے سپر ماسٹر کے دماغ میں رہ کر اسے بولنے پر مجبور کرتے رہیں گے۔"

جنرل نے کہا "اگر مریتا کے ٹیلی پیتھی جاننے والے نہ ہوئے تو تم سپر ماسٹر کے دماغ میں جاکر اسے بیان بدلنے پر مجبور کرو گے۔ تم اور مریتا اپنی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہم سب کو الجھا رہے ہو۔ سیدھی سی بات ہے کہ سپر ماسٹر کی دماغی کمزوری ہمیں نقصان پہنچا سکتی ہے۔ اب یہ اتنے بڑے عہدے کے قابل نہیں رہا ہے۔ جو سپر ماسٹر نااہل ثابت ہوتا ہے اسے گولی ماردی جاتی ہے۔ اسے باہر لے جاؤ' چوبیس گھنٹوں کے اندر دوسرے سپر ماسٹر کا انتخاب ہوگا۔"

دو فوجی جوانوں نے آکر سپر ماسٹر کے دونوں بازوؤں کو پکڑ لیا اسے کرسی سے اٹھا کر لے جانے لگے۔ وہاں احکامات کی تعمیل کرنے والے فوجی جوان بھی یوگا کے ماہر تھے۔ ایسی اہم میٹنگ میں اعلیٰ حکام اور فوجی افسران شریک ہوتے تھے' جو حساس دماغ رکھتے تھے۔ اس طرح کوئی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا اس میٹنگ میں چھپ کر نہیں آسکتا تھا۔ یہ احتیاط ابھی کچھ دنوں سے کی جارہی تھی اور میرے منظر عام پر آتے ہی وہ لوگ اور زیادہ محتاط ہو گئے تھے۔

جنرل نے مریتا کو ایک فوجی جوان کے دماغ میں جانے کی اجازت دی' اس کے ساتھ میں نے بھی وہاں جگہ بنالی۔ وہ بولی۔ "جنرل! میرا ایک ماتحت چند تصویریں لے کر آرہا ہے۔ وہ تصویریں ثابت کردیں گی کہ برین ماسٹر جذبات سے خالی نہیں ہے بلکہ جذباتی ہے۔ سپر ماسٹر کی بہن کا دیوانہ ہے۔"

برین ماسٹر نے کہا "اب تم جعلی تصویروں کے ذریعے مجھ پر کیچڑ اچھالنا چاہتی ہو۔"

"تصویروں کو پرکھنے والے ماہرین رپورٹ دیں گے کہ وہ تصویریں جعلی ہیں یا اصلی؟"

برین ماسٹر نے آنکھیں بند کرلیں۔ پھر جب وہ بولا تو اس کی آواز اور لہجہ بدل چکا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا "میں بلیک سیکرٹ نمبر فور اپنے برین ماسٹر کے ذریعے آپ لوگوں سے ہم کلام ہوں۔ اگر ہمارا برین ماسٹر کسی عورت کے ساتھ جذباتی ہو گیا ہے تو اس میں ہمارے ملک یا ہماری قوم کو کیا نقصان پہنچ رہا ہے؟ نقصان تو مریتا پہنچا رہی ہے۔ اپنے ذاتی جھگڑے میں فرہاد کے خطرے کو پس پشت ڈال رہی ہے۔ یہاں ہم فرہاد سے بچاؤ کی تدابیر سوچنے اور اسے دوبارہ مٹی میں ملادینے کے لئے ایک دوسرے سے اہم مشورے کرنا چاہتے ہیں لیکن یہ بددماغ چاہتی ہے کہ ہم آپس میں لڑتے رہیں اور فرہاد ہمارے اندر سرنگ بناتا رہے۔"

برین ماسٹر کا لہجہ پھر بدل گیا۔ وہ کہہ رہا تھا "میں بلیک سیکرٹ نمبر ون بول رہا ہوں۔ ہمیں ٹرانسفارمر مشین نے جذبات سے عاری بنایا ہے یا نہیں۔ ہم میں کیا خوبیاں ہیں اور کیا خرابیاں ہیں' ان سب کا تعلق ہماری اپنی ذات سے ہے۔ اگر آپ لوگوں کو یا ہمارے ملک کو ہماری کسی خرابی یا کوتاہی سے نقصان پہنچے تو ہم سزا پانے کے لئے خود حاضر ہو جائیں گے۔"

تیسری بار پھر لہجہ بدلا "میں بلیک سیکرٹ نمبر ٹو بول رہا ہوں۔ یہ عورت کی فطرت ہے۔ اسے لڑنے کے لئے شوہر نہ ملے' دفتر چلا جائے تو وہ پڑوسنوں سے لڑتی ہے۔ پھر یہ مغرور لڑکی ہم سے کیوں خواہ مخواہ نہیں لڑے گی۔"

پھر ایک بار لہجہ بدل گیا "میں بلیک سیکرٹ نمبر تھری بول رہا ہوں' سو بات کی ایک بات۔ فرہاد ہمارے ملک کا پہلا اور آخری دشمن ہے' اگر آپ ملک کو بچانے کی باتیں سنجیدگی سے کرنا چاہتے ہیں تو مریتا کو موجودہ اجلاس سے باہر کردیں۔ ورنہ ہم جارہے ہیں۔"

اعلیٰ حکام اور فوجی افسران آپس میں مشورے کرنے لگے پھر جنرل نے کہا "مریتا! تم ہمارے لئے بہت اہم ہو۔ ہمیں تمہاری حب الوطنی سے بھی انکار نہیں ہے لیکن یہ اجلاس بلیک سیکرٹس نے طلب کیا تھا اس لئے تمہیں ابھی جانا چاہئے۔ ٹھیک ایک گھنٹے بعد اس اجلاس میں تم رہو گی اور برین ماسٹر بلیک سیکرٹس کے ساتھ یہاں سے چلا جائے گا۔"

فوجی جوان نے جنرل کے حکم سے سانس روکی۔ میں اور مریتا اپنی اپنی جگہ حاضر ہوئے پھر مریتا میرے پاس آکر غصے سے بولی۔ "مجھے خوش کرنے کے لئے ایک گھنٹے بعد بلایا گیا ہے لیکن میں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اجلاس سے نکالنے والی انسلٹ کو نہیں بھولوں گی۔ مجھے وہاں سے ہٹاکر گفتگو کرنے کا مطلب یہ ہوا خاص اور اہم ملکی راز مجھ سے چھپائے جارہے ہیں۔"

"بیٹی! ایسے وقت سب ہی کو غصہ آتا ہے۔ لیکن تم تو باکمال ہو' غصہ برداشت کرلیتی ہو۔ ابھی خود کو نارمل رکھو۔"

"میں غصے اور دوسرے جذبات پر قابو پانے کے لئے سانس روک کر یوگا کے آسن پر رہتی ہوں۔ اس عمل میں پندرہ بیس منٹ لگیں گے میں ابھی آتی ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ بلیک سیکرٹس نے مرینا کی انسلٹ کرنے اور اسے اجلاس سے بھگانے کے لئے اپنی اپنی آوازیں سنائیں۔ ایک لڑکی کو نیچا دکھانے اور برین ماسٹر کو جذباتی ہونے کے الزام سے بچانے کے لئے انہیں اس غلطی کا احساس نہیں ہوا کہ اپنی آواز سنا رہے ہیں۔ شاید اس لئے احساس نہیں ہوا کہ اس اجلاس میں وہ سب کو اپنا سمجھ رہے تھے۔

اس غلطی کا فائدہ مجھے پہنچنے والا تھا۔ ان بلیک سیکرٹس میں سے کبھی تو کوئی بیمار یا حادثے میں زخمی ہوگا اور مجھے اپنے دماغ میں جگہ بنانے کا موقع دے گا لیکن پہلے یہ تصدیق کرنا تھی کہ وہ چاروں اپنی ہی آواز میں بول رہے تھے۔

میں نے نمبر ایک کی آواز اور لہجے کو اپنے ذہن میں دہرایا پھر خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ بلیک سیکرٹس نمبر ایک نے پوچھا "کوڈ ورڈز؟"

یہ پوچھنے میں دو سیکنڈ لگے۔ پھر اس نے ایک سیکنڈ تک جواب کا انتظار کیا۔ اس کے بعد سانس روک لی۔ ان تین سیکنڈ میں میں نے اس کے چور خیال سے پوچھا "رہائش؟"

چور خیال نے کہا "اٹلانٹا۔ بی ون ٹو ون فور۔ لسبن پارک۔"

یعنی وہ واشنگٹن کے مشرق میں اٹلانٹا نامی مقام پر رہتا تھا۔ وہاں لسبن پارک کے بی بلاک میں بارہ سو چودہ نمبر کے ایک بنگلے میں قیام تھا۔ یہ مجھے بہت بڑی کامیابی حاصل ہوئی تھی۔

اب میں باقی تین بلیک سیکرٹس کے پاس جانا مناسب نہیں سمجھتا تھا۔ نمبر ون نے تینوں ساتھیوں کو بتادیا ہوگا کہ مرینا اس کے دماغ میں آئی تھی۔ چونکہ کوڈ ورڈز نہیں جانتی تھی اس لئے سانس روک کر اسے بھگادیا گیا ہے۔

چاروں کی آوازیں اور لہجے مجھے اچھی طرح یاد تھے۔ میں نے سوچا پہلے ایک کے ذریعے تینوں کو ٹریپ کرنے کی کوشش کروں گا۔ ناکامی ہوگی تو خیال خوانی کا ہتھیار استعمال کروں گا۔ بیس منٹ کے بعد مرینا آئی' میں نے کہا "برین ماسٹر اس انتظار میں ہے کہ کبھی تم بیمار پڑجاؤ اور سانس روکنے کے قابل نہ رہو تو وہ تمہیں اپنی معمولہ بنالے۔ آج تم نے چاروں بلیک سیکرٹس کی آوازیں سنی ہیں۔ کیا ان کے لہجوں کو یاد رکھا ہے؟"

"میں نے اپنے دماغ میں نقش کرلیا ہے۔ مجھے بھی ان کی دماغی کمزوری کا انتظار رہے گا۔"

میں اس کے ساتھ سونیا کے پاس آیا' وہ بولی "میں م... پاپا کے ساتھ آئی ہوں۔ کیا آپ کو مما کہہ سکتی ہوں؟"

سونیا نے خوش ہوکر کہا "تم بہت ذہین بیٹی ہو۔ تمہارا ... اور کام کرنے کا انداز یہی رہا تو لوگ مجھے بھول جائیں گے ... تمہیں یاد رکھیں گے۔ مجھے مما کہوگی تو یہ میرے لئے فخر کی ... ہوگی۔"

"اوہ مما! میں اور کبھی آپ سے آگے جاسکوں گی؟ کبھی ... کا نام مٹاکر اپنا نام چمکاسکوں گی؟ کبھی نہیں' کبھی نہیں۔"

"مرینا! ماں باپ کی جگہ اولاد رکھتی ہے۔ ماں سیر ہوتی ہے ... سوا سیر ہوجاتی ہے۔ ایسا ہماری دنیا میں ہوتا آیا ہے۔ اب ا... کو چھوڑو۔ پہلی بار بیٹی بن کر آئی ہو' ماں سے کچھ مانگو یا ... مسائل بتاؤ' میں تمہارے سر سے پہاڑ اتار دوں گی۔"

"بیشک آپ ایسا کرسکتی ہیں۔ میری ایک ہی الجھن ہے ... سوچتی ہوں' آپ کی ٹیم میں شامل ہوکر کہیں میں اپنے ملک ... دشمنی تو نہیں کررہی ہوں؟"

"میں تمہاری الجھن دور کردیتی ہوں۔ یہ سونیا کا وعدہ ... جب تک تم حق اور انصاف کے لئے کام کرتی رہوگی ہم تم... ملک کے کسی فرد کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھائیں گے۔ ... سے پہلے تمہیں حالات سے باخبر رکھیں گے۔ پھر یہ تمہاری ... پر ہوگا کہ تم کیا اقدام کرتی ہو۔"

میں نے کہا "سونیا نے تم سے وعدہ کیا ہے۔ اس لئے ... بھی تم سے کوئی بات نہیں چھپاؤں گا۔ میں نے بلیک سیکرٹس ... کی رہائش گاہ کا پتا معلوم کرلیا ہے۔"

وہ حیرانی سے بولی "پاپا! آپ نے اتنی جلدی کیسے کرلیا؟"

سونیا نے مسکرا کر کہا "یہ تمہارے پاپا ایسی ہی طوفانی ر... کام کرتے ہیں۔ اب تم بتاؤ اس بلیک سیکرٹ کو تم ٹریپ ... ہمیں اجازت دوگی۔"

"مما! آج رات ایک چارٹرڈ طیارے کے ذریعے م... کے ساتھ نیویارک جارہی ہوں۔ پاپا! آپ مجھے اس شیطا... بتائیں۔"

میں نے اسے پتا بتایا پھر کہا "تم اپنے طور پر جو بہتر ... وہ کرو۔"

"پاپا! آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟"

"میں اٹلانٹا جاکر دور ہی دور سے نگرانی کرنا چاہتا تھ... کے حلقۂ احباب سے واقف ہونا چاہتا تھا۔ اس کے بعد ا... اس طرح دماغی کمزوری میں مبتلا کرنے کا ارادہ تھا کہ ا... دشمنی کا شبہ نہ ہو۔ اس طریقۂ کار سے امید تھی کہ میں ... بلیک سیکرٹس کے بھی دماغوں میں پہنچ سکوں گا۔"

وہ قائل ہوکر بولی "بہت ہی عمدہ طریقۂ کار ہے۔ میں اور پارس ای پر عمل کریں گے۔ ان چاروں کے دماغوں میں چپ چاپ جانے کا موقع رہے گا تو ایسا کھیل کھیلوں گی کہ وہ چاروں پُراسرار بنا بھول جائیں گے۔"

"کوئی مشکل ہو تو ہمیں آواز دینا۔ پاپا اور مما کے دماغوں میں آنے کے لئے کوڈ ورڈز مقرر کرلو۔"

وہ ذرا سوچ کر بولی "بیٹی کے پاپا! میں ہوں پاپا کی بیٹی۔ اور مما کے دماغ میں آکر کہوں گی۔ بیٹی کی مما! میں ہوں مما کی بیٹی۔ یہ کوڈ ورڈز ٹھیک ہیں؟"

سونیا نے کہا "ان کوڈ ورڈز سے تمہاری بھرپور محبتیں ظاہر ہوتی ہیں۔"

وہ چلی گئی۔ میں نے سونیا سے پوچھا "ماسک مین سے رابطہ ہوا تھا؟"

"وہ سانس روک لیتا ہے۔ سلطانہ اور سلمان نے کئی بار رابطہ کرنا چاہا۔ مگر اس نے ایک سیکنڈ کے لئے بھی انہیں دماغ میں آنے نہیں دیا۔"

"میرا خیال ہے۔ ہم فی الحال اسے نظر انداز کریں۔"

"ہاں' وہ خوفزدہ ہے۔ یہی سمجھ رہا ہوگا کہ تم باربار اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کررہے ہو۔"

لیلیٰ نے آکر کہا "اسرائیل کے موجودہ حکام اور اہم فوجی افسران کے دماغوں میں پہنچا نہیں جاسکتا۔ میں جنرل ٹائر کے دماغ سے کوئی خاص بات معلوم نہ کرسکی۔ وہ سمجھ گئے ہیں کہ برائن وولف کے پیچھے ہمارے فرہاد صاحب چھپے ہوئے تھے۔ ان کا خیال ہے فرہاد جیسا طوفان ہی تمام گولڈن برینز کو اڑا کرلے جاسکتا تھا۔ یہ کارنامہ تنہا سونیا کا نہیں ہے۔"

میں نے پوچھا "پاپا ڈوک کا کوئی سراغ ملا؟"

"جنرل ٹائر کی سوچ نے صرف اتنا بتایا ہے کہ پاپا ڈوک موجودہ حکام کے لئے کام کررہا ہے۔ یہ معلوم نہ ہوسکا کہ وہ کہاں رہتا ہے اور کس طرح وہاں کے حکام سے رابطہ کرتا ہے؟"

سونیا نے کہا "فرہاد! یہاں میرا وقت ضائع ہورہا ہے۔ یہ تیسرا مہینہ ختم ہونے والا ہے اور پاپا ڈوک ہاتھ نہیں آیا۔"

میں نے کہا "وہ آپریشن کے بعد چہرے' آواز اور لہجے کی تبدیلیوں سے گزر رہا تھا۔ اس لئے اتنا وقت گزر گیا۔ تم نے وقت ضائع نہیں کیا ہے۔ گولڈن برینز اور ان کے اڈے کی تباہی معمولی کارنامہ نہیں ہے۔"

"میں پچھلے کارنامے کی خوشی میں اگلے ٹارگٹ کو نہیں بھولتی۔ ان کم بختوں نے ایسے زبردست حفاظتی انتظامات کئے ہیں کہ خیال خوانی کرنے والے بھی وہاں کے حکام اور فوجی افسران کے دماغوں کو کمزور نہیں بناسکیں گے۔ انہوں نے اپنی رہائش گاہ میں کوئی ملازم نہیں رکھا ہے نہ ہی ان کے بیوی بچے ہیں۔ اگر کوئی

کیا
آپ چاہتے ہیں کہ لوگ آپ کی شخصیت کی اہمیت کو تسلیم کریں؟
آپ لوگوں سے اپنے احکامات کی تعمیل کروانا چاہتے ہیں؟
ہر انسان میں ایک مقناطیسی قوت ہوتی ہے جس کی مدد سے وہ بڑے سے بڑا کام کرسکتا ہے۔ اس قوت سے کام لینے کے لیے ٹیلی پیتھی اور ہپناٹزم کی طرح مشقیں نہیں کرنا پڑتیں؛
جدید اور سائنٹیفک اصولوں پر مبنی حیرت انگیز کتاب
مقناطیسیت
آپ کی شخصیت میں انوکھا نکھار پیدا کردیگی
آپ خود میں ایک نمایاں تبدیلی محسوس کریں گے
اس کتاب کا مطالعہ کیجئے
اور اپنے وجود کو ایک بہتر ذات بنالیجئے!
قیمت/۲۰ روپے
مکتبہ نفسیات
پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہوتا تو اس کے ذریعے انہیں بھی اعصابی کمزوری میں مبتلا کرایا جاسکتا تھا۔"

لیلیٰ نے مجھ سے کہا "آپ میری ایک بات مانیں گے؟"

"ضرور مانوں گا۔ بولو؟"

"آپ کو تل ابیب جانا چاہئے۔ آپ اور مسٹر جب ایک جگہ ہوتے ہیں تو دشمنوں کی موت بن جاتے ہیں۔"

سونیا نے کہا "لیلیٰ! زیادہ چالاک نہ بنو۔ میں خیال خوانی نہیں جانتی۔ مگر چور خیالات سمجھ لیتی ہوں۔ تم دراصل دولہا کو اس کی دلہن کے پاس بھیجنا چاہتی ہو۔"

"کیا میں غلطی کررہی ہوں؟"

"ابھی ہم کام کی باتیں کررہے ہیں۔ تم شادی اور ازدواجی زندگی کا معاملہ کیوں ٹھونس رہی ہو؟"

"مسٹر! آپ نے تنہا زندگی بہت گزارلی۔ چھوٹی بہن سمجھ کر میری بات مان لیں۔ ورنہ میں اپنی بات منوانا جانتی ہوں۔"

"اچھا اب تم بھی چیلنج کرنے لگی ہو۔ ذرا دیکھوں تو سہی کہ تم کیا کرنا چاہتی ہو۔"

"ٹھیک ہے۔ میں کیا کرچکی ہوں' یہ تھوڑی دیر بعد دولہا دلہن کو معلوم ہوگا۔"

وہ چلی گئی۔ پہلے سلطانہ اور سلمان کے پاس آئی۔ پھر پارس اور علی تیمور سے رابطہ کیا اور سب سے کہا "مسٹر! تین ماہ سے تنہا تل ابیب میں ہیں۔ جب تک فرہاد وہاں نہیں جائیں گے' پاپا ڈوک تک پہنچنا ممکن نہ ہوگا۔ ویسے بھی نکاح پڑھوانے کے بعد انہیں ساتھ رہنا چاہئے نا؟"

سب نے تائید کی کہ کام بھی ہوگا اور ازدواجی زندگی کے تقاضے بھی پورے ہوں گے۔ پارس نے لیلیٰ سے کہا "آپ میری مما کے لئے فراخ دلی کا ثبوت دے رہی ہیں۔ آج سے میں آپ کو آنٹی نہیں کہوں گا' پاکستانی زبان میں امی کہا کروں گا۔"

لیلیٰ نے خوش ہو کر کہا "آئی لو یو' آئی کس یو۔"

"تھینک یو امی!"

لیلیٰ نے دماغی طور پر حاضر ہو کر مجھ سے کہا "آپ کسی بھی فلائٹ سے تل ابیب روانہ ہوجائیں۔ انکار کی صورت میں سلطانہ' سلمان' پارس اور علی تیمور بھوک ہڑتال کرنے والے ہیں۔"

"یہ کیا دھمکی ہے؟"

"دھمکی نہیں ہے۔ آپ ہڑتال کرنے والوں کے پاس جاکر تصدیق کریں۔"

میں چاروں کے پاس گیا۔ وہ سب لیلیٰ کی حمایت میں بول رہے تھے۔ لیلیٰ نے کہا "آپ کی روانگی کے بعد میں یہاں پارس اور مرینا کا انتظار کروں گی۔ وہ تین قیدی اور اس بنگلے کی چابی ان کے حوالے کروں گی۔ پھر اپنی بہن کے پاس رہنے کے لئے پیرس چلی جاؤں گی۔"

اللہ کے فضل سے ہماری ٹیم پہلے سے بہت مضبوط تھی۔ مرینا کی آمد نے اسے اور مستحکم کردیا تھا۔ میرے منظرِ عام پر آنے سے اس ٹیم کی دہشت بڑھ گئی تھی۔ کہیں ہم کامیاب ہورہے تھے اور کہیں کامیابی کے راستے میں رکاوٹیں پیدا ہورہی تھیں۔ یہ رکاوٹیں بھی آگے چل کر دور ہونے والی تھیں۔

سونیا اور علی جن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو امریکا سے اغوا کرکے لائے تھے ان میں کینی پال اور مکی میتھو پیریس میں تھے اور شیلپا کو لندن میں آزاد چھوڑ دیا تھا۔ وہ جان گئی تھی کہ جوجو نے اسے اپنی معمول بنایا ہوا ہے۔ اس کے پاس نجات کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ وہ آزاد بھی تھی اور جوجو کی کنیز بھی۔ یہ مانتی تھی کہ جوجو نے اس سے کنیز کا کوئی کام نہیں لیا ہے۔ پھر بھی پریشان رہتی تھی۔ غم غلط کرنے کے لئے لندن کے پبس میں اور نائٹ کلبوں میں شراب پیتی' رقص کرتی تھی اور مستی میں چُور رہتی تھی۔

برین ماسٹر کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ایوان راسکا لندن میں تھا اور مرینا کو تلاش کررہا تھا۔ اسے مرینا تو نہ ملی' شیلپا مل گئی۔ وہ ایک کلب میں کچھ پینے اور کھانے کے لئے آیا تھا۔ یورپ اور امریکا میں شراب کے بغیر کھانا یا تفریح بے مزہ سمجھی جاتی ہے۔ ٹرانسفارمر مشین سے گزرنے اور یوگا کی مشقیں کرنے کے دوران یہ عہد کیا جاتا ہے کہ وہ شراب اور عورت سے دور رہیں گے لیکن جہاں قدم قدم پر شراب پانی کی طرح ملتی ہو' ہر تقریب اور ہر سوسائٹی میں پینا لازمی ہو' وہاں انکار نہیں ہوتا' قسم ٹوٹ جاتی ہے۔

ٹیلی پیتھی جاننے والے ایوان راسکا نے کچھ عرصے تک پرہیز کیا پھر واشنگٹن سے لندن آتے ہی اسے پَر لگ گئے۔ اس نے عہد کیا تھا تھوڑی سی پیا کرے گا تاکہ دماغ حساس رہے اور سانس روکنے کی صلاحیت بھی بحال رہے۔ نشے کی مقدار پہلے تھوڑی ہوتی ہے پھر رفتہ رفتہ تشنگی میں بڑھتی چلی جاتی ہے۔

وہ ڈانا کلب میں کھانے سے پہلے پی رہا تھا۔ سامنے ڈانس فلور پر جوان اور بوڑھے آرکسٹرا کی دھن پر رقص کررہے تھے۔ ان میں شیلپا بھی تھی تنہا رقص کررہی تھی۔ عورت حسین ہو اور شباب کا جیتا جاگتا اشتہار ہو تو مرد اس کی تنہائی دور کرنے کے لئے بے چین ہوجاتے ہیں۔ ایوان راسکا نے دیکھا۔ کئی جوان اس کے ساتھ رقص کی درخواست کرنے آئے تھے اور وہ منہ پھیر کر دوسری طرف رقص کرتی چلی گئی تھی۔

وہ اپنی میز سے اٹھ کر سُرور میں چلتا ہوا ڈانس فلور پر آیا۔ شیلپا کے قریب پہنچا۔ اسی وقت آرکسٹرا بند ہوگیا۔ رقص کا ایک دَور ختم ہوگیا۔ وہ بولا "کیا مقدر ہے۔ آرکسٹرا کا دم گھٹ گیا ہے۔ کیا ہم موسیقی کے بغیر رقص کرسکتے ہیں؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی "کیا ہم ہوا کے بغیر سانس لے سکتے ہیں۔ موسیقی؟ رُکتی ہے تو ہم بھڑک کر اچھلنے کودنے ہیں۔ رقص کیا جاتا ہے۔"

وہ بولا "دنیا میں کوئی کام ناممکن نہیں ہے۔ آؤ ہم موسیقی کے بغیر رقص کریں۔"

"ارے جاؤ' میں نے آرکسٹرا کی دُھن پر کسی کے ساتھ رقص نہیں کیا' تم کہاں کے گلفام آئے ہو۔"

وہ اسٹیج سے جارہی تھی۔ ایوان راسکا اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ رک گئی۔ چونکہ نشے میں تھی اس لئے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہ کرسکی۔ ایوان راسکا نے صرف ایک ڈبل پیگ حلق سے اتارا تھا۔ اسے ہلکا سا سرور تھا۔ ہوش و حواس میں تھا اس لئے خیال خوانی کرسکتا تھا۔ وہ اس کی طرف کھنچی چلی آئی۔ اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر رقص کرنے لگی۔

پہلے تو لوگوں نے حیرانی سے دونوں کو دیکھا۔ پھر سب کے سب ہنسنے لگے۔ ہنسنے والوں کو علم نہیں تھا کہ ٹیلی پیتھی ایک ایسی نہ سنائی دینے والی موسیقی ہے جو کسی کو بھی تگنی کا ناچ نچادیتی ہے۔

شیلپا نے پوچھا "یہ لوگ کیوں ہنس رہے ہیں؟"

"تمہاری ناک کٹ گئی ہے اور ناک کٹ جائے تو دنیا ہنستی ہے۔"

وہ اپنی ناک کو چھو کر دیکھنا چاہتی تھی لیکن ایوان راسکا کی مرضی کے خلاف چھو نہ سکی۔ پریشان ہو کر بولی "اب کیا ہوگا' مجھے دوسری ناک کیسے ملے گی؟"

"میرے گھر چلو میں دوسری ناک لگادوں گا۔"

وہ اسے لے کر اسٹیج سے اتر گیا۔ ویٹر کو بل ادا کیا۔ بھاری ٹپ دی پھر کلب سے باہر آکر اسے اگلی سیٹ پر بٹھایا اور خود اس کے برابر اسٹیئرنگ سیٹ پر آگیا۔ وہ کسی عورت یا دوست کو اپنے کاٹیج میں نہیں لے جاتا تھا اور نہ ہی اپنا اصل نام بتاتا تھا۔ کسی کے ساتھ کوئی تعلق شروع کرنے سے پہلے اس کے بارے میں پوری معلومات حاصل کرتا تھا۔

وہ آرام سے کار میں بیٹھ کر شیلپا کے اندر خیالات پڑھنے لگا۔ ذرا سی دیر میں وہ خوشی سے کِھل گیا۔ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی اس کے ہاتھ آگئی تھی۔ شیلپا کے متعلق سپر ماسٹرز وغیرہ کا خیال تھا کہ اسے سونیا نے اغوا کیا ہے' ایوان راسکا کو اس کی سوچ نے بتایا کہ اسے کسی نے اغوا نہیں کیا تھا۔ وہ خود امریکا سے بھاگ کر آئی تھی۔ اپنی ایک علیحدہ تنظیم بنانا چاہتی تھی لیکن ایک بار پارس کے ہتھے چڑھ گئی تھی' جوجو نے اسے اپنی معمول بنالیا تھا۔

ایوان راسکا نے کہا "شیلپا! میں تمہارے سامنے بھی ہوں اور تمہارے دماغ میں بھی۔ لو میں دماغ کو آزاد کررہا ہوں۔ ذرا ہوش میں رہ کر مجھے دیکھو اور باتیں کرو۔"

وہ اس کے دماغ سے نکل آیا۔ شیلپا نے آس پاس دیکھا۔ پھر سر پکڑ کر کہا "میں بالکل مدہوش نہیں ہوں۔ یہ سمجھ رہی ہوں کہ تم مجھے یہاں لائے ہو' اور تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔ تمہارا تعلق جوجو کی ٹیم سے ہے؟"

"غلط سمجھ رہی ہو' میں جوجو اور پارس کا دشمن اور تمہارا دوست ہوں۔ تمہیں جوجو کے تنویمی عمل سے نجات دلا سکتا ہوں۔"

"نہیں' وہ جونک کی طرح چمٹ گئی ہے۔ نہ مجھ سے کوئی کام لیتی ہے' نہ آزاد چھوڑتی ہے۔ میں غم غلط کرنے کے لئے بہت زیادہ پینے لگی ہوں۔"

"پینے سے مسئلہ حل نہیں ہوتا۔ ذہانت سے کام لو۔"

"ذہانت" وہ ہنسنے لگی "فرہاد کی فیملی سے ٹکراؤ تو پتا چلتا ہے ذہانت سے ہم کوسوں دور ہیں۔ خدا نے ہم سے انصاف نہیں کیا ہے۔ ساری ذہانت اُدھر دے دی۔ اور ہمارے مقدر میں ناکامیاں لکھ دیں۔ میں نے کئی بار اپنی ایک تنظیم بنانے کی کوشش کی مگر ناکام رہی۔"

"میں تمہاری تقدیر بدلنے آیا ہوں۔"

"کون ہو تم؟"

"اپنے جسم و جان کا مالک بنالو' تمہارا دوست رہوں گا۔"

"نام کیا ہے؟"

"جو نام تمہیں سب سے زیادہ پسند ہے۔ اسی نام سے پکارو۔"

"یعنی خود کو چھپا کر دوستی کا دعویٰ کررہے ہو؟"

"یہی ذہانت تمہیں سکھا رہا ہوں کہ کسی پر بھروسا نہ کرو۔ جب میں تمہیں جوجو کے تنویمی عمل سے نجات دلاؤں گا تو اپنے بارے میں تمہیں سب کچھ بتادوں گا۔"

"مجھے کب نجات دلاؤ گے؟"

"یہاں سے امریکا چلو' وہاں تمہارا کام بنے گا۔"

"نہیں' وہاں سے بھاگ کر آئی ہوں۔ اگر پہچان لی گئی تو پکڑی جاؤں گی۔"

"... نے چہرہ بدل لیا ہے۔ تھوڑی سی آواز بھی بدل لو' کوئی نہیں پہچانے گا۔ یہاں سے پیرس تک جوجو اور پارس سے ٹکراؤ ہوتا رہے گا' میں سکون سے تمہارے دماغ میں تنویمی عمل کا توڑ نہیں کرسکوں گا۔"

"تو امریکا جانا کیا ضروری ہے! ہم جاپان جاسکتے ہیں۔"

"امریکا میں میرے وسیع ذرائع ہیں۔ وہاں تمہاری حفاظت کا معقول انتظام ہوسکے گا۔"

وہ قائل ہو کر بولی "میں تنویمی عمل کے اثر سے نکلنے کے لئے تمہارے ساتھ جاؤں گی۔"

"میرے ساتھ جانا دانشمندی نہیں ہے۔ تم ایسی نادانی کی باتیں سوچتی ہو' اس لئے ناکام رہتی ہو۔"

"اس میں نادانی کی کیا بات ہے؟"

"ہم ایک ساتھ سفر کریں گے اور دشمن پہچان لیں گے تو دونوں ہی ایک ساتھ اُن کے شکنجے میں آجائیں گے۔ اگر کل صبح میں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

چلا جاؤں اور تم کسی دوسری فلائٹ سے آؤ تو ہم میں سے کوئی ایک اگر پھنسے گا تو دوسرا اسے دشمن کی گرفت سے نکالنے کی کوشش کرے گا، ٹیم ورک اسی طرح ہوتا ہے۔"

"تم بہت اچھی باتیں سمجھاتے ہو، میں تمہارے بعد یہاں سے روانہ ہو جاؤں گی۔"

انہوں نے ایک ریستوران میں کھایا۔ شلپا اسے اپنے بنگلے میں لے آئی۔ رات کے دو بجے تک اس کے پہلو میں جاگتی رہی۔ پھر ایوان راسکا نے اسے ٹیلی پیتھی کے ذریعے تھپک تھپک کر سلا دیا۔ اس کے بعد اُس نے بلیک سیکرٹ نمبر فور سے رابطہ کیا۔ خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے دماغ میں آکر بولا "می راسکا۔"

اتنا کہہ کر وہ اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ اسے تاکید کی گئی تھی کہ کوئی اہم بات ہو تو وہ بلیک سیکرٹ کے دماغ میں آکر صرف اپنا نام بتائے۔ باقی باتیں بلیک سیکرٹ خود آکر پوچھے گا۔

اس نے خود آکر پوچھا "ویل راسکا! کوئی خاص بات؟"

"جی ہاں۔ شلپا مل گئی ہے۔ ابھی میرے پاس گہری نیند میں ہے۔"

"یہ تم نے بہت بڑا کام کیا ہے۔ کیا تم مطمئن ہو کہ اس کے آس پاس دشمن نہیں ہیں؟"

"جی ہاں مطمئن ہوں۔ جوجو نے تنویمی عمل کے ذریعے شلپا کو اپنی معمولہ بنا کر رکھا ہے لیکن اس کے دماغ میں نہیں آتی ہے، اس سے کوئی کام نہیں لیتی ہے۔"

بلیک سیکرٹ نے کہا "یہ بات سمجھ میں آتی ہے۔ جوجو پہلے ماں بننے والی تھی۔ اسے پیرس کے ملٹری اسپتال میں پہنچایا گیا تھا۔ اس کے بعد اُس نے طویل خاموشی اختیار کر لی۔ شاید حمل ضائع ہونے کے باعث کمزور ہو گئی ہے۔ یہ اچھا موقع ہے اسے یہاں بھیج دو۔ ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے اس کی آواز، لہجہ اور شخصیت تبدیل کر دی جائے گی۔"

"سر! میں نے اسے راضی کر لیا ہے۔ وہ کل کسی فلائٹ سے روانہ ہو گی۔ میں آپ کو فلائٹ نمبر بتا دوں گا۔"

"وہ جب تک یہاں کے لئے روانہ نہ ہو، اس کا ساتھ نہ چھوڑو۔ یہ یاد رکھو کہ جوجو کسی وقت بھی اس کے دماغ میں آسکتی ہے۔"

"شلپا ایک تنویمی عمل کے زیرِ اثر ہے۔ میرا عمل اس پر اثر نہیں کرے گا۔ ایک تدبیر سمجھ میں آرہی ہے۔ یہ جوجو کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتی ہے۔ اگر میں جوجو کا لہجہ اختیار کر کے جاؤں تو یہ مجھے بھی محسوس نہیں کرے گی۔"

بلیک سیکرٹ نمبر فور نے کہا "ہمیں یہ تجربہ کرنا چاہئے۔ ہم سب نئے خیال خوانی کرنے والے ہیں، ابھی ہمیں ٹیلی پیتھی کے بہت سے تجربات سے گزرنا ہے۔ میں ابھی جا کر دوسرے پر یہ تجربہ کروں گا۔"

وہ چار بلیک سیکرٹ تھے اور ایک برین ماسٹر تھا۔ ان کی کل تعداد پانچ تھی۔ ان میں سے ہر ایک کی تحویل میں دو نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے۔ بلیک سیکرٹ نمبر ایک کے جو دو عدد ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے وہ صرف اپنے آقا نمبر ایک کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتے تھے۔ اس طرح بلیک سیکرٹ نمبر دو اپنے دو عدد خیال خوانی کرنے والوں کے دماغوں میں جا سکتا تھا اور وہ دونوں اسے محسوس نہیں کرتے تھے، اگر کوئی دوسرا بلیک سیکرٹ ان کے اندر آنا چاہتا تو وہ اسے محسوس کر سکتے تھے اور سانس روک سکتے تھے۔

اس طریقۂ کار کے مطابق کوئی بلیک سیکرٹ یا برین ماسٹر ایک دوسرے کے ٹیلی پیتھی جاننے والے کے دماغ میں نہیں جا سکتا تھا۔ اس حساب سے انہوں نے ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے دس نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کئے تھے اور وہ خود پانچ عدد تھے۔ اس طرح برین ماسٹر کی ٹیم میں پندرہ خیال خوانی کرنے والے تھے۔ جن میں سے تین کو مریتا نے قیدی بنا لیا تھا۔

بہرحال بلیک سیکرٹ نمبر فور نے ایک نیا تجربہ کرنے کے لئے بلیک سیکرٹ نمبر تھری کا لہجہ اختیار کیا۔ پھر اس کے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحت کے لہجے کو گرفت میں لے کر خیال خوانی کی پرواز کی تو آسانی سے دماغ میں پہنچ گیا۔ بلیک سیکرٹ نمبر تھری کے ماتحت نے بلیک سیکرٹ نمبر فور کو اپنے اندر محسوس نہیں کیا۔

میں، سلمان، سلطانہ، لیلیٰ اور جوجو بارہا اس طریقۂ کار کے مطابق ایک دوسرے کے معمول کے دماغوں میں آتے جاتے رہے ہیں۔ بلیک سیکرٹ نمبر فور کے لئے یہ نیا تجربہ نئی کامیابی تھی۔ اس نے خوش ہو کر باقی تینوں بلیک سیکرٹس اور برین ماسٹر کو اس نئے طریقۂ کار کے متعلق بتایا پھر ایوان راسکا سے کہا کہ تجربہ کامیاب رہا ہے۔ وہ جب چاہے جوجو کا لہجہ اختیار کر کے شلپا کے دماغ میں جا سکتا ہے۔

ابھی ہم نہیں جانتے تھے کہ شلپا دشمنوں کی چال میں آرہی ہے۔ ویسے میں نے سلمان سے کہا تھا کہ وہ ہمارے ٹریپ کئے ہوئے کینی پال، کمی میتھو اور شلپا کی خیریت معلوم کرتا رہے اور وقتِ مقررہ کے مطابق ان پر نئے سرے سے تنویمی عمل بھی ہوتا رہنا چاہئے۔

پھر میں نے لیلیٰ، سلطانہ اور سلمان کو سونیا کے پاس بلا کر مشورہ دیا "ہمیں مریتا کا زیادہ سے زیادہ اعتماد حاصل کرنے کے لئے اس کے ملک کے باقی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو واپس کر دینا چاہئے۔"

سلمان نے کہا "ہم مریتا پر کس حد تک بھروسا کر سکتے ہیں؟ آئندہ اس کے ملکی معاملات میں اختلاف پیدا ہو گا تو وہ ہم سے بدظن نہیں ہو گی۔ اگر اس نے علیحدگی اختیار کی تو ہمارے ٹریپ کئے ہوئے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کی تحویل میں رہیں گے اور ہم ان سے محروم ہو جائیں گے۔"

سونیا نے کہا "سلمان، تم نے مارٹن رسل کو معمول بنایا۔ فرہاد نے کینی پال اور کمی میتھو کو ٹریپ کیا۔ جوجو شلپا کے دماغ پر حاوی ہے۔ جے مورگن بھی جوجو کا معمول ہے۔ لیلیٰ نے وار نربیک کو معمول بنایا تھا لیکن تم لوگوں نے کسی سے کوئی خاص کام نہیں لیا۔"

سلطانہ نے کہا "اس لئے کہ ہم خود خیال خوانی کرتے ہیں، ہمیں ان کی ضرورت نہیں پڑتی۔"

سونیا نے کہا "اور نہ کبھی ضرورت پڑ سکتی ہے۔ ہم نے صرف اس لئے انہیں اپنے قبضہ میں رکھا ہے کہ دشمن ان سے شیطانی کام لے رہے تھے۔ ہم نے انہیں ٹریپ کر کے دشمنوں کے ہاتھ باندھ دیئے تھے لیکن انہوں نے پتا نہیں اور کتنے نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کر لئے ہیں۔"

میں نے کہا "دشمن کی طاقت وہی ہے۔ ہم بار بار ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو پکڑتے رہیں گے وہ بار بار نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کرتے رہیں گے۔ ابھی جھیل میں بہت سی مچھلیاں ہیں۔ ہم کب تک مچھلیاں پکڑتے رہیں گے؟"

سلمان نے کہا "آپ درست کہتے ہیں۔ ہمارا مقصد یہ ہے کہ کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو غلط طور پر استعمال نہ کیا جائے۔"

سونیا نے کہا "اور یہی مقصد مریتا کا ہے۔ اس لڑکی نے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو غلط مقصد سے اسرائیل جانے نہیں دیا۔ اس کے لئے اپنے اعلیٰ حکام اور بلیک سیکرٹس وغیرہ کی مخالفت مول لی۔"

لیلیٰ نے کہا "کل تک مریتا تنہا تھی۔ بڑی مضبوط اور خطرناک مخالفتوں کا سامنا کر رہی تھی۔ اسے ہم سے بڑی تقویت حاصل ہو رہی ہے۔ اگر اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے واپس کر دیئے جائیں تو اس کے پاس بھی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ایک زبردست ٹیم ہو گی اور وہ ہماری اس محبت اور دوستی کو کبھی بھلا نہیں پائے گی۔"

میں نے کہا "رہ گئی یہ بات کہ آئندہ کبھی مریتا سے دھوکا ہو سکتا ہے، وہ ہم سے علیحدگی اختیار کر سکتی ہے تو کوئی بات نہیں۔ اگر وہ ہم سے الگ ہو کر اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو عمدہ مقاصد کے لئے اور دوسرے ممالک کی بھی بہتری کے لئے استعمال کرتی رہے گی تو ہمیں خوشی ہو گی۔ ہم علیحدگی کے باوجود اس کی مخالفت نہیں کریں گے۔ ہاں اگر اس نے بھی ناانصافی کی راہ اختیار کی اور دوسروں کے حقوق کو تسلیم نہ کیا تو ہم اس کے پاس کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو رہنے نہیں دیں گے۔"

سونیا نے کہا "ہم نے اپنی زندگی میں بڑے بڑے شیطان اور بڑے بڑے طوفان دیکھے ہیں۔ طوفان گزر گئے۔ شیطان مر گئے۔ اگر

علمِ ہپناٹزم پر ایک نئی کتاب

جسے

ایک ماہرِ ہپناٹزم نے تحریر کیا ہے

ہپناٹزم کی جدید تحقیقات (باتصویر)

قیمت ۲۰ روپے۔ ڈاک خرچ ۱۰ روپے

اردو زبان کی پہلی کتاب جس میں اس عمل کی حقیقی تصاویر بھی دی گئی ہیں۔

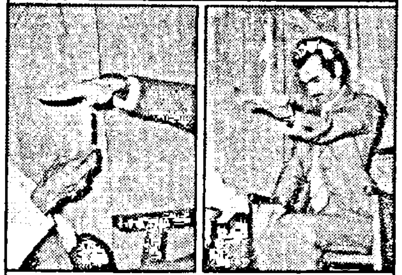

◎ ہپناٹزم کے بارے میں آج تک کی تمام تحقیقات کا نچوڑ
◎ جدید طریقے اور مشقیں
◎ ہپناٹزم کی مشقوں کے لیے مکمل لائحہ عمل اور پورا پروگرام
◎ بے شمار سوالات کے جواب
◎ ہپناٹزم کے موضوع پر ایک مکمل اور مستند کتاب جس میں مصنف کے ذاتی تجربے بھی شامل ہیں۔

ارتکازِ توجہ کے لیے سیاہ دائرہ اور مشقوں کو سمجھنے کے لیے حقیقی تصاویر۔

ملنے کا پتہ

مکتبۂ نفسیات پوسٹ بکس ۱۰۴۳ کراچی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کبھی مرینا طوفان بن کر آئے گی تو کون سی قیامت آجائے گی۔ میرا مشورہ ہے' ابا ہ کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اس کے حوالے کردیا جائے۔"

سونیا نے مشورہ دیا تھا جبکہ وہ دوسرے معاملات میں حکم دیتی تھی اور سب اس کی تعمیل کرتے تھے۔ اس مشورے کو سب نے تسلیم کرلیا۔

برین ماسٹر اور چاروں بلیک سیکرٹس نے مرینا کو ہنگامی اجلاس سے نکلوادیا تھا۔ جنرل اور اعلیٰ حکام نے مرینا سے کہا تھا کہ وہ ایک گھنٹے بعد اجلاس میں آئے۔ اس وقت تک برین ماسٹر اور بلیک سیکرٹس اجلاس سے چلے جائیں گے لیکن مرینا ایک گھنٹے بعد نہیں گئی۔ جنرل اور اعلیٰ حکام نے اس کا انتظار کیا پھر برین ماسٹر سے کہا کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے اسے اجلاس میں بلائے لیکن مرینا نے اسے اپنے دماغ میں آنے نہیں دیا۔ وہ جنرل کے پاس آکر بولا "وہ تو مجھے دماغ میں آنے کا موقع ہی نہیں دے رہی ہے' میری انسلٹ کررہی ہے۔"

جنرل نے کہا "برین ماسٹر! یہ نہ بھولو کہ ہم نے بھی اس کی انسلٹ کی ہے۔"

وہ بولا "ہمارے ملکی معاملات کچھ ایسے بھی ہیں جن میں مرینا کو موجود نہیں رہنا چاہئے۔ آج ہم فرہاد کے خلاف اہم منصوبے بنارہے تھے اور ان منصوبوں سے مرینا کو دور رکھنا ضروری تھا۔"

"کیوں ضروری تھا؟ کیا وہ محب وطن نہیں ہے؟"

"وہ ہم میں سے کسی سے ملاقات نہیں کرتی ہے۔ کبھی آپ کے سامنے بھی نہیں آئی۔ ہم اس کی چھپی ہوئی مصروفیات کو نہیں جانتے ہیں۔ آپ لوگ اُس کے ایک ہی کارنامے سے خوش ہوکر اسے محب وطن سمجھنے لگے ہیں۔ ہم جلد ہی ثابت کردیں گے کہ وہ چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو واپس لاکر ہم سب کو بیوقوف بنارہی ہے۔"

جنرل نے پوچھا "تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"یہی کہ سونیا اور علی تیمور کے منہ سے نوالہ چھین کر لانا بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ بڑے بڑے تیس مار خان ان کے سائے کو چھو نہیں پاتے۔ ہمارے اتنے بڑے ملک کی فوج اور انٹیلی جنس کے چھٹے ہوئے جاسوس سونیا اور علی کو یہاں ڈھونڈ نہ سکے اور مرینا ان کے گھر جاکر اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو لے آئی۔ آپ ذرا دوسرے پہلو سے غور کریں۔ اس نے سونیا سے دوستی کی ہے۔ پارس یا علی تیمور کی مردانگی نے اسے متاثر کیا ہے۔ اب فرہاد کی واپسی بتارہی ہے کہ ایک زبردست سوچی سمجھی پلاننگ کے مطابق فرہاد اغوا شدہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو مرینا کے حوالے کررہا ہے۔ اور اس لڑکی کے ذریعے ہمارے اندر سرنگ بنارہا ہے۔"

"یہ محض تمہارا اندازہ ہے۔ میں اس پہلو پر غور کروں گا اور تم اپنے دعوے کے مطابق اسے ثابت کرو۔"

برین ماسٹر وہاں سے چلا گیا۔ جنرل نے ریسیور اٹھا کر اس کے نمبر ڈائل کئے جو مرینا کا نمائندہ بن کر اجلاس میں شریک رہا تھا اور مرینا اس کی زبان سے اجلاس میں بولا کرتی تھی۔ جنرل نے رابطہ قائم ہونے پر کہا "میں جنرل بول رہا ہوں۔ کیا مرینا تمہارے پاس آئی تھی یا آنے والی ہے؟"

"سر! میڈم نے اپنا کوئی پروگرام نہیں بتایا ہے۔"

"وہ جب بھی آئے۔ اس سے کہو مجھ سے براہ راست تمہارے ذریعے گفتگو کرے۔"

اس نے ریسیور رکھ کر اعلیٰ حکام اور دوسرے فوجی افسران سے کہا "یہ مرینا اور بلیک سیکرٹ کی آپس کی دشمنی ہمارے ملک کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچائے گی۔"

ایک حاکم نے کہا "ہم سب اسی تشویش میں مبتلا ہیں۔"

دوسرے حاکم نے کہا "بلیک سیکرٹس اپنی برتری قائم رکھنے کے لئے مرینا کو کسی طرح بھی ملک کا دشمن ثابت کرسکتے ہیں اور مرینا بلیک سیکرٹس کی پوری ٹیم کو نااہل ثابت کرنے کے لئے سونیا سے دوستی کرسکتی ہے۔"

"ہم مطمئن تھے کہ فرہاد مرچکا ہے مگر وہ شیطان کی طرح قیامت تک زندہ رہنے آیا ہے۔ وہ ہمارے ان آپس کے جھگڑوں سے خوب فائدہ اٹھائے گا۔"

کرنل نے کہا "ہم سخت آزمائشی حالات سے گزر رہے ہیں۔ آج ہمیں یہ فیصلہ کرکے اٹھنا ہوگا کہ مرینا اور بلیک سیکرٹس کے جھگڑے کس طرح ختم کئے جاسکتے ہیں۔ اگر جھگڑے ختم نہ ہوں تو مرینا اور تمام بلیک سیکرٹس کی ان قوتوں کو کیسے کم کیا جاسکتا ہے جن کے بل پر انہوں نے ہمیں اپنا محتاج بنادیا ہے۔"

ایک نے کہا "ان سب کے پاس ٹیلی پیتھی کی قوت ہے۔"

جنرل نے کہا "ہمارے پاس یوگا کی قوت ہے۔ کوئی ہم پر ٹیلی پیتھی کی طاقت استعمال نہیں کرسکے گا۔ دراصل ہم سے ایک غلطی ہوئی کہ ہم نے ٹیلی پیتھی کا شعبہ بلیک سیکرٹس کے حوالے کیا۔ آپ لوگ نہیں جانتے کہ انہوں نے ٹرانسفارمر مشین سے نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کئے ہیں لیکن میں نے ان کا حساب رکھا ہے۔ میں فوج کا ذمے دار افسر اور اپنے ملک کا وفادار ہوں۔ میں کسی کو اتنی آزادی نہیں دے سکتا کہ وہ ہمارے ملک کا فرعون بن جائے۔"

ایک حاکم نے کہا "اس کا مطلب ہے' آپ برے حالات سے نکلنے کی پلاننگ کرچکے ہیں۔"

"صرف پلاننگ نہیں کی ہے۔ اس پر عمل بھی کرچکا ہوں۔ ابھی تھوڑی دیر میں ملٹری آپریشن کے متعلق اطلاع ملنے والی ہے۔ جہاں ٹرانسفارمر مشین ہے' وہاں فوج کا قبضہ ہورہا ہے۔"

اجلاس میں یہ باتیں ہورہی تھیں۔ دوسری طرف برین ماسٹر اجلاس سے نکل کر کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر کہیں جارہا تھا۔ راستے میں ایک بلیک سیکرٹ نے خیال خوانی کے ذریعے کہا "برین ماسٹر! فوج نے ٹرانسفارمر مشین پر قبضہ کرلیا ہے۔ وہاں سے ہمارے خاص بھروسے داروں کو ہٹادیا گیا ہے۔"

برین ماسٹر نے ڈرائیور سے کہا "گاڑی روکو اور واپس چلو' مجھے وہیں پہنچادو' جہاں سے لائے ہو۔"

پھر اس نے سوچ کے ذریعے بلیک سیکرٹس سے کہا "معلوم ہوتا ہے یہ جنرل مرینا کی حمایت میں ایسا کررہا ہے۔ اس نے مشین چھین کر ہماری قوت چھین لی ہے۔"

"جنرل کو یہ حرکت مہنگی پڑے گی۔ پہلے اس سے باتیں کرو۔ پھر ہم اپنے طور پر قدم اٹھائیں گے۔ میں تینوں بلیک سیکرٹس کو بلا رہا ہوں۔"

برین ماسٹر نے بڑے ہال میں قدم رکھتے ہوئے جنرل سے کہا۔ "کیا ٹیلی پیتھی کا شعبہ ہم سے چھین لیا گیا ہے؟"

"ہاں ایسا مجبوراً کیا گیا ہے۔ تمہارے اور مرینا کے جھگڑوں سے ملک کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ اور نہ جانے فرہاد کس طرح فائدہ اٹھارہا ہے۔"

"کیا مشین چھین لینے سے مرینا جھگڑا ختم کردے گی؟"

"مرینا کی آدھی شکایات ختم ہوجائیں گی۔ اسے اطمینان ہوگا کہ تم لوگ اس کے خلاف ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج پیدا نہیں کروگے۔"

"جنرل! ہماری بھی شکایات دور کرو۔ جورا جوری' جوڈی' نارمن اور پال ہوپکن ہمارے ملک کی امانت ہیں۔ وہ ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو آپ کے حوالے کرے۔"

جنرل نے فوراً جواب نہیں دیا۔ وہ ایک فون اٹینڈ کررہا تھا۔ پھر اس نے کہا "مرینا کے پاس تین ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ چوتھی وہ خود ہے۔ تمہارے پاس دس ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔"

"یہ غلط ہے۔ آپ کو کسی نے غلط رپورٹ دی ہے۔"

"چلو یہی سہی۔ تم اور چار بلیک سیکرٹس ٹیلی پیتھی جانتے ہو' تمہاری تعداد پانچ ہے۔ مرینا سے ایک زیادہ ہے۔"

اسی وقت بلیک سیکرٹ نمبر تھری نے برین ماسٹر کے دماغ میں آکر کہا "ہمارے جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحت تھے' وہ اپنی اپنی رہائش گاہوں میں مردہ پڑے ہیں۔ انہیں گولی ماردی گئی ہے۔"

برین ماسٹر نے غصے سے کہا "جنرل! یہ کیا ہورہا ہے ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو گولیاں ماردی گئی ہیں۔"

"کتنے مارے گئے ہیں؟"

"سات۔ ہمارے پاس سات تھے۔ وہ ایک ہی دن' ایک ہی وقت میں مارے گئے اور اسی وقت ٹرانسفارمر مشین چھین لی گئی۔ کیا اس سے صاف ظاہر نہیں ہوتا کہ آپ مرینا کی حمایت میں ہمیں کمزور بنارہے ہیں۔"

جنرل نے کہا "ابھی تمہارے سوال کا جواب دوں گا۔ پہلے یہ حساب کرو۔ ابھی تم نے اپنی زبان سے اعتراف کیا ہے کہ تمہارے سات ٹیلی پیتھی جاننے والے ابھی مارے گئے ہیں۔ اس سے پہلے مرینا نے تین خیال خوانی کرنے والوں کو تم سے چھین لیا۔ اس طرح ان کی کل تعداد دس ہوگئی۔ اور ابھی تم اس رپورٹ کو غلط کہہ رہے تھے کہ تمہارے پاس ایسے دس ماتحت تھے۔"

بلیک سیکرٹ نمبر ون نے برین ماسٹر کی زبان سے کہا "آپ نے مشین چھین کر اور ہمارے آدمیوں کو گولیاں مار کر ثابت کردیا ہے کہ آپ مرینا کی حمایت میں ہم سے دشمنی کررہے ہیں۔ اگر ہم بھی آپ کی نظروں میں ہوتے تو ہمیں بھی گولی ماردی جاتی۔"

جنرل نے پوچھا "برین ماسٹر کے متعلق کیا خیال ہے۔ یہ میرے سامنے ہے' کیا اسے گولی مارنے کا حکم دے دوں؟"

برین ماسٹر گھبرا کر سیدھا بیٹھ گیا۔ کرنل نے کہا "تم لوگ ٹیلی پیتھی کے نشے میں بھول گئے کہ ملک کو کس طرح نقصان پہنچارہے ہو۔ مرینا سے ہمارا رابطہ نہیں ہورہا ہے۔ ہم اس کا بھی محاسبہ کرنے والے ہیں۔"

بلیک سیکرٹ نمبر ٹو نے کہا "مرینا کا کیا محاسبہ کروگے نہ وہ کبھی تمہارے ہاتھ آئے گی اور نہ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تمہارے ہاتھ لگنے دے گی۔ اس کی ایسی کی تیسی ہم کریں گے۔"

جنرل نے کہا "میں نے آج تمہاری اور مرینا کی ٹیلی پیتھی کا توازن تقریباً برابر کیا ہے۔ دونوں پارٹیوں کا فرض ہے کہ وہ خود کو ملک دشمنوں کے خلاف جنگ میں مصروف رکھیں۔ ہمارا فیصلہ ہے کہ تم دونوں کو کسی بھی ملکی معاملات میں شریک نہیں کیا جائے گا۔ تم لوگوں سے ایسے کام لئے جائیں گے جنہیں انجام دینے کے لئے تم سب کو ملک سے باہر رہنا پڑے گا۔"

بلیک سیکرٹ نمبر تھری نے کہا "سوری جنرل! ہم چاروں بلیک سیکرٹس برین ماسٹر کے ساتھ ایک ماہ کی چھٹی پر آرام کریں گے۔ تم ایک ماہ تک مرینا سے اپنے احکامات کی تعمیل کراتے رہو۔"

برین ماسٹر وہاں سے اٹھ کر جانا چاہتا تھا۔ جنرل نے ایک افسر سے کہا "اسے گرفتار کرلو۔"

چار مسلح فوجیوں نے برین ماسٹر کے آگے پیچھے آکر اسے گھیر لیا بلیک سیکرٹ نمبر فور نے کہا "جنرل! اسے چھوڑ دو۔ ورنہ تمہیں دنیا چھوڑ کر جانا ہوگا۔"

جنرل نے حقارت سے کہا "کیا تم امریکی فوج کے جنرل کو احمق سمجھتے ہو۔ کیا تمہیں یقین ہے کہ جب تم چاروں ٹرانسفارمر مشین سے گزرنے والے تھے اس وقت تمہارے نام اور پتے ملٹری انٹیلی جنس کے چیف نے نوٹ نہیں کئے تھے اور تم سب کی تصویریں ہمارے ریکارڈ میں نہیں ہیں۔ اگر یہ خوش فہمی ہے تو اپنی اپنی رہائش گاہ کے باہر جھانک کر دیکھو۔ تم سب فوج کے محاصرے میں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہو۔"

جنرل تھوڑی دیر خاموش رہا۔ پھر اعلیٰ حکام سے بولا "وہ چاروں اپنے برین ماسٹر کے ساتھ ایک ماہ کی چھٹی پر جا رہے تھے۔ میں ان پانچوں کو ٹرانسفارمر مشین سے گزار کر پہلے کی طرح عام انسان بنادوں گا۔ یوں ہمیشہ کے لئے ان کی ٹیلی پیتھی کی چھٹی ہوجائے گی۔"

فوجی جوان برین ماسٹر کو گرفتار کرکے لے گئے۔ ایک اعلیٰ حاکم نے کہا "آپ نے ایک طرف سے ٹیلی پیتھی کی اجارہ داری ختم کردی۔ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھی ختم کررہے ہیں لیکن مرینا کو اپنے قابو میں لانا دشوار ہوگا۔"

جنرل نے کہا "میں کوشش کروں گا کہ مرینا خود ہمارے سامنے حاضر ہوجائے اور ہمارے طریقۂ کار کے مطابق کام کرے۔ اگر اس نے انکار کیا تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ آئندہ ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے میں صرف ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا پیدا کروں گا۔ صرف ایک۔"

"ایک سے کیا ہوگا؟"

"فرہاد علی تیمور ایک ہی ہے اور وہ ایک آج تک ناقابلِ شکست ہے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج پیدا کرنے سے مسائل حل نہیں ہوتے بلکہ الجھنیں بڑھ جاتی ہیں۔"

"آپ اس ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کے متعلق بتائیں جو پیدا ہونے والا ہے۔"

جنرل نے پورے ہال پر ایک نظر دوڑائی، پھر کہا "یہاں سب اپنے ہیں اور سب ہی حساس دماغ رکھنے والے ہیں۔ کوئی دشمن کسی کے دماغ میں آکر ابھی میری باتیں نہیں سنے گا۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں، ٹرانسفارمر مشین کے ذریعہ کسی بھی احمق کو ۔۔۔حد ذہین اور تیز طرار بنایا جاسکتا ہے۔"

سب نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ جنرل نے کہا "میں اس بار اس مشین سے ایک نیا فرہاد علی تیمور پیدا کروں گا۔ پلاسٹک سرجری کے ذریعے وہ فرہاد کا ہم شکل بنے گا۔ ہم نے چند ایسے ذہین، مکار اور چالباز لوگوں کا انتخاب کیا ہے جن کی یہ تمام صلاحیتیں اس نئے فرہاد میں منتقل کی جائیں گی۔"

ایک نے پوچھا "کیا ضروری ہے کہ اسے فرہاد کا ہم شکل بنایا جائے؟"

دوسرے حاکم نے کہا "میں سمجھ گیا۔ فرہاد کی پوری فیملی کو نئے فرہاد کے ذریعے دھوکا دیا جائے گا اور اگر منصوبہ کامیاب رہا تو اصل فرہاد جہنم میں پہنچے گا اور ہمارا فرہاد اس کی فیملی کا سربراہ بن جائے گا۔"

جنرل نے کہا "سونیا، پارس اور علی تیمور اتنے نادان نہیں ہیں کہ نئے فرہاد کے فریب میں آجائیں۔ میری پلاننگ کچھ اور

ہے۔ اچانک فرہاد کے منظرِ عام پر آنے سے ماسک مین اور ... تنظیم والے کچھ دہشت زدہ بھی ہیں اور پریشان بھی۔ ہمارا ... ممالک میں واردات کرے گا اور بدنام اصل فرہاد ہوتا رہے گا ...

وہ ایک ذرا توقف سے بولا "ایک بات مجھے شروع سے ... رہی ہے۔ آج برین ماسٹر نے بھی وہی بات کہہ دی ... کامیابیاں مشکوک ہیں۔ وہ لڑکی تنہا پہاڑ کاٹ کر اس کے ... کرسکتی ہے لیکن فرہاد اور سونیا کے فولادی گھر سے اپنے ٹیلی ... جاننے والوں کو چھین کر نہیں لاسکتی۔ وہ لڑکی یا تو فرہاد کی ... شامل ہوگئی ہے یا اس نے فرہاد سے کوئی سمجھوتا کیا ہے ... سمجھوتے کے مطابق وہ جورا جوری، جوڈی نارمن، پال ہوپکن ... ٹیو سنتانا کو واپس لائی ہے۔"

ایک نے کہا "اگر اس نے کوئی سمجھوتا کیا ہے تو اسے ... پال، کی ہیتھو، جے مورگن، شلپا اور وارنر کو بھی لانا چاہئے۔"

دوسرے نے کہا "ہوسکتا ہے کسی دن یہ پانچوں بھی ... آجائیں۔"

جنرل نے کہا "ان کی واپسی سے ہمیں کوئی فائدہ نہیں ... ہے۔ ہمیں آج تک یہ معلوم نہ ہوسکا کہ مرینا ان ٹیلی پیتھی جا... والوں کو کیسے استعمال کررہی ہے۔ دراصل وہ بھی بلیک ... طرح مغرور اور خودسر ہوگئی ہے۔ اس کے ہوش ٹھکانے لگا... لئے ہی میں فرہاد کا ایک ہم شکل پیدا کررہا ہوں۔ اس سلسلے میں آپ حضرات کوئی سوال نہ کریں۔ میں کیسا کھیل کھیلنے والا ہوں آپ کو بہت جلد معلوم ہوجائے گا۔"

ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ ایک فوجی افسر نے ریسیور اٹھا کر کہا دوسری طرف کی باتیں سنیں۔ پھر ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ... جنرل سے کہا "سر! مرینا کا نمائندہ کہہ رہا ہے کہ وہ ہمارے ا... میں آنا چاہتی ہے۔"

جنرل نے کہا "تم اسے اپنے دماغ میں بلاؤ۔"

ایک منٹ کے اندر ہی مرینا خیال خوانی کے ذریعے ... ہوگئی۔ افسر کی زبان سے بولی "آپ حضرات نے مجھے ایک ... آنے کو کہا تھا لیکن میں احتجاجاً نہیں آئی۔ میں آپ بزرگوں ... ہوں۔ ایسا لاڈ میں بھی کرسکتی ہوں اور آپ سمجھ سکتے ہیں کہ انا کو بھی ٹھیس پہنچی تھی۔"

جنرل نے کہا "ہم تمہاری انا کو بھی سمجھتے ہیں اور تمہاری ... کو بھی۔"

"لیکن آپ برین ماسٹر اور چاروں بلیک سیکرٹس کی دھا... کو نہیں سمجھ رہے ہیں۔"

"میں نادان بچہ نہیں ہوں۔ تمہارے یا کسی اور کے ... سے کسی کو گمراہ یا مجرم نہیں سمجھتا۔ میں نے اپنے طور پر برین ... اور چاروں بلیک سیکرٹس کو مختلف پہلوؤں سے آزمایا تھا۔ ...

ضدی، خودسر اور نااہل ثابت ہوئے تو میں نے ان کے تمام اختیارات چھین لئے۔ ٹرانسفارمر مشین فوج کی کسٹڈی میں ہے اور وہ پانچوں بھی فوجی ہیڈکوارٹر کی کال کوٹھریوں میں قید کردیئے گئے ہیں۔"

مرینا نے خوش ہوکے کہا "یہ میں کیا سن رہی ہوں؟ میرے ملک کو شیطانوں سے نجات مل گئی ہے؟ میں بہت خوش ہوں۔ جنرل! بے شک آپ ذہین اور معاملہ فہم ہیں۔ آپ صحیح وقت پر صحیح قدم اٹھاتے ہیں۔ آپ نے مجھے بہت بڑی الجھن سے نجات دلائی ہے۔"

"تمہاری الجھن کیا تھی؟"

"یہی کہ اگر میں آپ لوگوں کی نظروں میں زیادہ اہمیت حاصل کرلیتی، میرے زیادہ حمایتی ہوتے تو برین ماسٹر اور چاروں بلیک سیکرٹس دشمنوں کی جھولی میں چلے جاتے۔ وہ درپردہ یہودی تنظیم کا ساتھ دیتے یا بہت زیادہ اہمیت حاصل کرنے کے لئے فرہاد علی تیمور کی ٹیم میں شامل ہوجاتے۔"

جنرل نے کہا "تمہاری یہ الجھن دور ہوچکی ہے۔ اب اپنے خیال خوانی کرنے والوں کا حساب دو۔ برین ماسٹر کی ذلالت سے ٹیو سنتانا مرچکا ہے۔ تمہارے پاس اب تین ٹیلی پیتھی جاننے والے ہوں گے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "میں خوش خبری سناتی ہوں۔ وارنر، ہیگ، جے مورگن، کینی پال، کی ہیتھو، شلپا اور مارٹن رسل مجھے واپس مل رہے ہیں۔"

"تعجب ہے! اتنی شاندار کامیابیاں کیسے حاصل کررہی ہو؟"

"اپنی حکمتِ عملی سے۔ میں نے پارس سے دوستی کی۔ پھر سونیا اور فرہاد میرے دوست بن گئے۔ ہمارے درمیان ایک سمجھوتا ہوا ہے۔"

"کیا سمجھوتا؟"

"یہ کہ میں اپنے خیال خوانی کرنے والوں کو اپنے ملک اور قوم کی بھلائی کے لئے استعمال کروں گی اور ان سے دوسرے ملکوں اور قوموں کو نقصان نہیں پہنچاؤں گی۔"

جنرل نے کہا "مرینا! تم سیاست کے میدان کی کھلاڑی نہیں ہو۔ یہ بات موٹی سی عقل میں بھی آسکتی ہے کہ ہم مشرقِ وسطیٰ میں مسلم ممالک کو دہشت زدہ کرنے اور اپنے دباؤ میں رکھنے کے لئے اسرائیل کو طاقتور نہ بناتے رہتے تو یہ اسلامی ممالک تیل کی دولت سے اور آپس کے اتحاد سے دنیا کی سب سے بڑی طاقت بن جاتے۔ اب فرہاد کی چالبازی دیکھو، وہ ... سے کہے گا کہ اسرائیل کی پشت پناہی نہ کی جائے۔"

مرینا نے پوچھا "اس میں غلط کیا ہے۔ آپ اسرائیل کو اتنا سر پر کیوں چڑھاتے ہیں؟ پھر اسرائیل کے تمام گولڈن برینز کو ختم کرنے والی دشمنی بھی کی تھی۔ یہ کیا پالیسی ہے کہ مسلمانوں سے بھی دوستی اور درپردہ دشمنی، اسرائیل سے بھی دوستی اور درپردہ دشمنی ہے؟"

"اسے سیاست کہتے ہیں۔ سونیا اور فرہاد تمام گولڈن برینز کا خاتمہ نہ کرتے تو ہم کردیتے کیونکہ گولڈن برینز کی پالیسیاں اسرائیل کو ہمارے مقابلے میں سپرپاور بنارہی تھیں۔ ہم اسرائیل کو سگی اولاد کی طرح سب کچھ دے سکتے ہیں لیکن اسے سپر طاقت بن کر اپنے مقابلہ پر نہیں آنے دیں گے۔"

"آپ دوسرے ممالک کو ترقی کرنے کیوں نہیں دیتے؟"

"ترقی کرنے دیتے ہیں۔ پختہ سڑکیں، آسمان سے باتیں کرنے والی عمارتیں بنانے، اپنے ملکوں میں کاریں، ٹی وی، وی سی آر، کمپیوٹرز اور جدید ٹیکنالوجی کا تمام سامان خریدنے اور بنانے کا موقع دیتے ہیں۔ ہمارے زیرِ سایہ رہ کر اسلامی ممالک نے بڑی ترقی کی ہے۔ پہلے ان ممالک میں صرف تلاوت کی آواز سنائی دیتی تھی۔ آج پاپ موسیقی ہر گھر ہر گلی میں سنائی دیتی ہے۔"

"یہ تو ترقی نہ ہوئی۔ یہ دوسری قوموں کو عیش و عشرت میں ڈبونے کی سازش ہے۔ فرہاد ایسی ہی باتوں کے خلاف ہے۔"

"تم فرہاد کی زبان سے نہ بولو۔ امریکی قوم کی امریکی بیٹی بن کر سوچو اور سمجھو۔ تمہیں صرف اپنے ملک اور اپنی قوم کو دو ... سے برتر رکھنا ہے اور اپنی برتری قائم رکھنے کے لئے تمام ممالک کو کمتر بنا کر رکھنا ضروری ہے۔"

"میں اپنے ملک کی بھلائی کرتے ہوئے اور برتری قائم رکھتے ہوئے دوسروں ملکوں سے بھی انصاف کرسکتی ہوں۔"

"میں پھر سمجھاتا ہوں، یہ ممکن نہیں ہے۔ برتری کا مطلب ہے، دوسرے سے افضل اور بلند ہونا اور افضل اسی وقت ہوسکتے ہیں جب دوسرا کمتر اور کمزور ہو۔ حکومتیں اسی اصول پر قائم رہتی ہیں کہ حکمران شہ زور رہے اور باقی کمزور اور مجبور رہا کریں۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا "مرینا! ہم تمہارے بزرگ ہیں۔ سیاست کے پرانے کھلاڑی ہیں۔ تم سیاسی پیچیدگیوں میں نہ الجھو۔ ہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو جس طرح استعمال کرنا چاہیں، استعمال کرنے دو۔"

وہ بولی "میرے بزرگو! آپ لوگ میرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اسرائیل بھیجنا چاہتے تھے۔ ان دنوں میرا فرہاد سے کوئی سمجھوتا نہیں ہوا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ اسرائیل میں میرے آدمی فرہاد کے ہاتھوں مارے جائیں گے۔ میں ان کی حرام موت نہیں چاہتی تھی۔ پھر اسرائیل کو سر پر چڑھانے والی بات تھی۔ اس لئے میں نے اپنے آدمیوں کو وہاں بھیجنے سے انکار کردیا تھا۔ میں آئندہ بھی جائز اور ناجائز باتوں کو سمجھنے کے بعد اپنے خیال خوانی کرنے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

والوں کو استعمال کرنے کا فیصلہ کروں گی۔"

جنرل نے کہا "بات سمجھ میں آگئی۔ تم اپنا ایک الگ راستہ اختیار کر رہی ہو۔"

وہ بولی "راستہ الگ ضرور ہے لیکن یہ مجھے میرے ملک کے مفادات کی طرف لے جاتا ہے۔"

"میں تم سے بحث نہیں کروں گا۔ ہر محبِ وطن کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنے طور پر ملک و قوم کی خدمت کرے۔ ٹھیک ہے تم اپنے معاملات میں آزاد ہو لیکن وقتاً فوقتاً اپنے کام کی رپورٹ دیتی رہو۔ ہمیں تمہاری ضرورت ہوگی تو تمہارے نمائندے کے ذریعے کال کریں گے۔ ویسے تمہارا فرض ہے کہ تم چوبیس گھنٹوں میں دوبار ہم سے رابطہ رکھو۔ ہم میں سے کسی کے بھی دماغ میں کوڈ ورڈز ادا کر کے آسکتی ہو۔"

"میں آپ کی مرضی کے مطابق رابطہ رکھوں گی۔ اجازت دیجئے رات کو کسی وقت رابطہ ہوگا۔ اوکے گڈ بائی۔"

فوجی افسر نے سانس روک لی۔ پھر سانس لیتے ہوئے بولا "وہ جا چکی ہے۔"

ایک حاکم نے جنرل سے کہا "آپ نے برین ماسٹر اور چار بلیک سیکرٹس جیسے بے لگام گھوڑوں کو قابو میں کرلیا۔ اس لڑکی ... مجھے ... نظر آرہا ہے۔"

جنرل نے کہا "یہ بے شک و شبہ اپنے ملک کی وفادار ہے۔ پہلے اسے فرہاد کے طلسم سے نکالنا ہوگا۔ پھر یہ خود بخود قابو میں آجائے گی۔ میرا خیال ہے آج کی یہ میٹنگ برخاست کی جائے۔"

وہ سب اپنی اپنی جگہ سے اٹھنے لگے۔ اچانک فوجی افسر نے سانس روک کر کہا "شاید مرینا پھر میرے دماغ میں آنا چاہتی ہے۔"

جنرل نے کہا "آنے دو۔"

چند لمحوں کے بعد افسر کی زبان سے ایک بلیک سیکرٹ نے کہا۔ "میں آپ لوگوں کا وقت برباد نہیں کروں گا۔ صرف ایک التجا کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے ہمیں کال کوٹھری میں پہنچا دیا ہے۔ ہمارے تمام اختیارات چھین لئے گئے ہیں۔ ہم نہایت عاجزی اور انکساری سے درخواست کرتے ہیں کہ ٹیلی پیتھی کا علم ہمارے دماغ سے نہ مٹائیں۔ ہمیں قیدی رہنے دیں لیکن ہمارے علم کو ملک اور قوم کے لئے استعمال کریں۔"

دوسرے بلیک سیکرٹ نے کہا "ہم قید میں مجبور اور بے بس رہیں گے۔ آپ لوگوں کے لئے کبھی چیلنج بننا چاہیں تب بھی نہیں بن سکیں گے۔ یہاں شرافت سے بیٹھ کر آپ کے کام آتے رہیں گے۔"

برین ماسٹر نے کہا "سیدھی سی بات ہے۔ ٹیلی پیتھی کا علم ہماری دماغ سے مٹ جائے گا۔ تو ہم عام انسان بن کر زندہ نہیں رہیں گے۔ ہمیں عمر قید کی سزا دو مگر ہمیں اس علم سے محروم نہ کرو۔ زنجیریں پہنا کر ہماری خیال خوانی سے فائدہ اٹھاتے رہو۔"

جنرل نے کہا "بڑی معقول باتیں کر رہے ہو۔ تم پانچوں کو ... سلاخوں میں قید کر کے تم سے کام لیا جا سکتا ہے۔ آپ حضرات اس سلسلے میں کیا مشورہ دیں گے؟"

اعلیٰ حکام اور دوسرے فوجی افسران نے تائید کرتے ہوئے ... "ان ... پانچوں کا غرور ٹوٹ چکا ہے۔ اب یہ قید میں رہ کر ہمارے اشاروں پر چلیں گے تو شاید کوئی کارنامہ انجام دے سکیں یہ ..."

جنرل نے انہیں یقین دلایا کہ ٹیلی پیتھی کے علم سے محروم نہیں کیا جائے گا۔ وہ جنرل کی مرضی کے مطابق خیال خوانی کریں گے لیکن کال کوٹھری میں رہا کریں گے۔

○☆☆○

علی تیمور بڑی محبت سے اپنی ماں کو دیکھ رہا تھا۔ رسونتی سانس روکے یوگا کے ایک آسن سے دوسرے آسن میں جا رہی تھی۔ ... نے کہا "ماما! محترم تبریزی صاحب فرما رہے تھے کہ آپ کی ... میں حیرت انگیز اضافہ ہوا ہے۔ آپ اتنے طویل عرصے تک گوشہ نشین رہ کر دن رات محنت کرتی رہی ہیں۔"

وہ مسکرا کر بولی "ہاں بیٹے! جناب علی اسد اللہ تبریزی صاحب مجھ پر خاص توجہ دیتے رہے۔ میرا روحانی طور پر بھی علاج کرتے رہے۔ میں روز صبح دو میل کی دوڑ لگاتی ہوں۔ ورزش کرتی ہوں۔ جسمانی اور دماغی کوئی کمزوری مجھ میں نہیں ہے۔"

"ماما! سچ تو یہ ہے کہ آپ بھی سونیا ماما کی طرح سولہ سترہ برس کی دکھائی دے رہی ہیں۔ بابا فرید واسطی مرحوم نے ماما سے بھی ایسی ہی محنت کرائی تھی جیسی آپ کر رہی ہیں۔"

"بیٹے! انسان کے ساتھ اصل کھیل سانسوں کا ہے۔ یوگا میں جتنی مہارت حاصل ہوگی، انسان اتنا ہی جوان اور تر و تازہ نظر آئے گا۔ میں آئینہ دیکھتی ہوں تو حیران رہ جاتی ہوں۔ سوچتی ہوں اللہ تعالیٰ نے ہمیں جوان صحت مند اور کھلے ہوئے پھول کی طرح شگفتہ رہنے کے لئے طرح طرح کے علوم دیئے مگر ہم ان علوم پر عمل نہیں کرتے اور وقت سے پہلے بوڑھے ہو جاتے ہیں۔"

"لیکن آپ تو اماں جان بالکل نہیں لگتی ہیں۔ اب میں آپ کو کیا کے کہوں گا؟"

وہ ہنستی ہوئی بولی "میں پھر سے پیدا ہو کر ننھی منی بچی بن جاؤں تب بھی تمہاری ماں رہوں گی۔ میرے خون کا گروپ او نیگیٹو ہے۔ میں بوڑھی رہوں، یا بچی رہوں، خون کا گروپ تو وہی رہے گا جس میں تم نو ماہ تک پرورش پاتے رہے۔"

"واہ ماما! کیا لاجواب کر دینے والی بات کہہ دی ہے۔ دل خوش کر دیا ہے۔"

اسی وقت سلمان نے علی کے دماغ میں آکر کوڈ ورڈز ادا کئے۔ کہا "بیٹے! میں شیلپا کی نگرانی کے لئے گیا تھا۔ وہاں میں نے ایک نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو دیکھا۔ وہ شیلپا کو امریکا لے جانا ... پہلے تم چارٹرڈ ہیلی کاپٹر میں آجاؤ۔ میں اسے خیال خوانی کے ذریعے پھانسنے کی کوشش کروں گا، اگر ناکامی ہوئی تو تم اسے زخمی کرو گے تاکہ مجھے اس کے دماغ میں جگہ مل سکے۔"

"شیلپا تو لندن میں ہے اور پارس بھی اسی شہر میں ہے۔ میں آپ کے حکم پر آتو جاؤں گا لیکن آپ پارس سے کام کیوں نہیں لے رہے ہیں؟"

"وہ مرینا کے ساتھ امریکا کے لئے روانہ ہو چکا ہے۔ فرانسیسی پولیس کے ہیلی پورٹ پر پہنچو۔ وہاں تمہارے لئے ایک ہیلی کاپٹر تیار ہے۔"

علی نے رسونتی سے کہا "ماما! میں ایک ضروری کام سے جا رہا ہوں شاید کل شام تک واپسی ہوگی۔"

ماں نے اسے گلے لگا کر پیار کیا۔ اس نے کہا "ثانی آئے تو اسے بتا دیں میں اچانک ہی ایک بہت ضروری کام سے گیا ہوں۔"

"تم نہ بھی کہتے تو میں ثانی سے یہی کہتی مگر یہ یاد رکھنا وہ اداس ہو جائے گی۔"

"میں کیا کروں؟ وہ لیبارٹری میں مصروف ہے اور ادارے کے اصولوں کے مطابق میں اس سے مصروفیات کے دوران نہیں مل سکتا۔ اوکے ماما! خدا حافظ۔"

وہ ماں سے رخصت ہو کر ادارے کے ہیلی کاپٹر میں سوار ہوا۔ اس سواری کے ذریعے پیرس کے ایک پولیس ہیلی پورٹ پر پہنچا۔ پھر چارٹرڈ ہیلی کاپٹر میں بیٹھ کر لندن کے لئے روانہ ہو گیا۔ وہاں سے لندن کا ایک فلائنگ کلب ڈیڑھ گھنٹے کی مسافت پر تھا۔ سلمان نے خیال خوانی کے ذریعے وہاں ایک کار کا انتظام کر دیا تھا۔ جب علی ڈیڑھ گھنٹے کے بعد کار میں بیٹھ کر شیلپا کے بنگلے کی طرف روانہ ہوا تو سلمان نے کہا "اب میں نئے خیال خوانی کرنے والے کو ٹریپ کرنے جا رہا ہوں۔ تم بنگلے کے قریب پہنچ کر میرے سگنل کا انتظار کرو۔"

شام کا وقت تھا۔ شیلپا اپنے اور ایوان راسکا کے لئے کافی تیار کر رہی تھی۔ سلمان جوجو کا لہجہ اختیار کر کے شیلپا کے دماغ میں آیا۔ پھر شیلپا ہی کی سوچ میں سوال کیا "میرے پاس اعصابی کمزوری کی کوئی دوا ہے؟"

وہ سوچنے لگی "میں نے دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا دماغ کمزور بنانے کے لئے یہ دوا رکھی ہے لیکن میرا یہ اجنبی دوست میری بہتری کا سامان کر رہا ہے، مجھے جوجو کے تنویمی عمل سے نجات دلانے والا ہے۔ میں اسے وہ دوا نہیں کھلاؤں گی۔"

سلمان نے اس کے دماغ پر قبضہ جمالیا۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق کافی میں دوا ملا کر دوسرے کمرے میں آئی۔ کافی کی ٹرے سے ایک پیالی اٹھا کر ایوان راسکا کو دیتے ہوئے بولی "ذرا پی کر دیکھو، کتنی ٹھیک ہے۔"

وہ ٹرے کو میز پر رکھ کر اپنی پیالی لے کر اس کے پاس بیٹھ گئی۔ ایوان راسکا نے ایک گھونٹ پینا چاہا۔ پتا نہیں کیسے ٹھسکا لگ گیا۔ بے اختیار کھانسی آئی اور وہ پہلا گھونٹ منہ سے باہر آگیا۔ وہ کھانستے کھانستے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ ٹشو پیپر سے منہ پونچھتے ہوئے بولا۔ "سوری، پتا نہیں کیا ہو گیا ہے۔ میں کافی نہیں پیوں گا۔"

سلمان نے دیکھا کہ کام نہیں بن رہا ہے تو وہ شیلپا کو چھوڑ کر فوراً علی کے پاس آیا۔ وہ بنگلے کے قریب پہنچ کر انتظار کر رہا تھا۔ اس نے کہا "بیٹے! فوراً اندر جاؤ۔"

یہ کہتے ہی شیلپا کے پاس آیا مگر چند سیکنڈ میں ہی معاملہ بگڑ چکا تھا۔ شیلپا اس کی گرفت سے دماغی طور پر آزاد ہوتے ہی راسکا سے بولی "تمہارے لئے خطرہ ہے۔ میں کافی میں دوا نہیں ملانا چاہتی تھی مگر جوجو نے میرے دماغ پر قبضہ جما لیا تھا۔ اچھا ہوا تم نے یہ کافی نہیں پی۔"

یہ سنتے ہی وہ جوتے پہننے لگا۔ اس سے بولا "مجھے یہاں سے جانا چاہئے۔ میں دور ہی دور سے تمہاری نگرانی کروں گا۔ تمہاری روانگی کے وقت ائر پورٹ پر موجود رہوں گا۔ تم خود کو تنہا نہ سمجھنا۔"

وہ پھرتی سے جوتے پہن کر اٹھا۔ تیزی سے چلتا ہوا دروازے پر آیا۔ اسی لمحے میں علی کا گھونسا اس کے منہ پر پڑا۔ وہ پیچھے کی طرف لڑکھڑا گیا۔ ایک کرسی پر گرتے ہوئے فرش پر پہنچ گیا۔ وہ اچھا خاصا صحت مند تھا۔ بہترین فائٹر بھی تھا مگر ایسا فولادی ہاتھ پہلی بار کھایا تھا۔ آنکھوں کے سامنے تارے ناچنے لگے تھے۔ پھر بھی وہ سنبھل کر مقابلے کے لئے کھڑا ہو گیا۔

علی نے کہا "بڑے بے شرم ہو۔ ایک ہاتھ کھانے کے بعد بھی اپنے انجام سے انکار کر رہے ہو۔"

"تم کون ہو؟"

"میرے کوئی بھی ہونے سے کیا فرق پڑے گا۔ پھر بھی ... تم شیلپا کو ٹریپ کرنے آئے تھے۔ میں تمہیں ٹریپ کرنے آیا ہوں۔ سیدھی طرح دماغ میں آنے دو۔ ورنہ اتنے خوبصورت کسرتی جسم کی توڑ پھوڑ ہوگی تو کیا اچھا لگے گا۔"

اس نے اچانک علی پر چھلانگ لگائی۔ علی نے اسے دونوں ہاتھوں پر روک کر پوچھا "اس طرح کیوں اچھل رہے ہو؟"

اس نے دھکا دیا۔ راسکا پیچھے دیوار سے آکر ٹکرا گیا۔ پھر پلٹ کر بنگلے کے اندرونی حصے کی طرف بھاگنے لگا۔ پچھلے دروازے سے نکل کر باؤنڈری وال پھلانگ کر گلی میں دوڑنے لگا۔ وہ بری طرح پریشان ہو گیا تھا۔ کیوں کہ علی بھی اس کے ساتھ دوڑتا جا رہا تھا اور کہتا جا رہا تھا "ہم دو بھائی ہیں۔ بچپن سے دوڑتے آرہے ہیں۔ اولمپکس کی دوڑ میں اوّل آنے والا بھی ہم سے آگے نہیں نکل سکتا۔ تم بھاگنے کی حسرت پوری کر لو۔ تھک جاؤ تو بتا دینا۔"

وہ رک گیا۔ ہانپتے ہوئے بولا "فار گاڈ سیک، میرا پیچھا چھوڑ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

دو۔"

علی نے سلمان سے کہا "انکل! یہ ہانپ رہا ہے سانس نہیں روک سکے گا۔"

سلمان علی کے دماغ سے نکل کر اس کے اندر پہنچا۔ اس نے محسوس کرتے ہوئے سانس روکنے کی ناکام کوشش کی پھر گھبرا کر بولا۔

"چلے جاؤ' میرے دماغ سے چلے جاؤ۔"

سلمان نے ہلکا سا زلزلہ پیدا کیا۔ وہ چیخ مار کر زمین پر گر پڑا۔ گلی سے گزرنے والے دو آدمی رک گئے۔ علی نے کہا "یہ میرا دوست ہے۔ اسے اکثر ایسا دورہ پڑتا ہے۔"

ان نے راسکا کو سہارا دے کر اٹھایا پھر اسے شلپا کے بنگلے کی طرف لے جانے لگا۔ سلمان نے راسکا کی زبان سے کہا "اب میں اسے دوڑاتا ہوا لے جاؤں گا۔ ابھی اس کا دماغ پوری طرح کمزور نہیں ہوا ہے۔"

راسکا دوڑنے لگا۔ علی اطمینان سے پیچھے چلا آرہا تھا۔ بنگلے کے اندر پہنچ کر سلمان نے پھر اس کے اندر زلزلہ پیدا کیا۔ وہ چیخیں مار کر تڑپنے لگا۔ شلپا اسے سنبھالنے کی کوشش کرتے ہوئے بولی۔

"جوجو! میں سمجھ گئی ہوں۔ تم اس کے ساتھ مجھے جانے نہیں دو گی۔ ٹھیک ہے' میں نہیں جاؤں گی۔ تم اسے چھوڑ دو۔"

سلمان نے راسکا کی زبان سے پوچھا "کیا تم اسے بہت چاہتی ہو؟"

"ہاں' میں اس سے محبت کرنے لگی ہوں۔"

"تو پھر اس پر بھی تنویمی عمل ہونے دو۔ اس کے بعد ہم اسے تمہارے لئے آزاد چھوڑ دیں گے جیسے تمہیں آزاد چھوڑا ہوا ہے۔"

علی نے بنگلے میں آکر کہا "انکل! مجھے پتا نہیں تھا کہ یہ اتنی جلدی قابو میں آجائے گا۔ بہرحال میرا کام ہو چکا ہے' کیا میں واپس جا سکتا ہوں؟"

سلمان نے کہا "تم فلا ... کلب ... ہیلی کاپٹر ابھی واپس نہیں گیا ہے۔ میں پائلٹ کو تمہارا انتظار کرنے کو کہتا ہوں۔"

اس نے پائلٹ کے پاس جا کر کہا "علی آرہا ہے' اسے واپس لے جاؤ۔"

پھر وہ راسکا کے دماغ میں آ ... راسکا بالکل ڈھیلا پڑ گیا تھا مگر کسی وقت بھی اس کی دماغی توانائی بحال ہو سکتی تھی' سلمان نے اسے اٹھنے پر مجبور کیا۔ وہ آہستہ آہستہ اٹھ کر میز کے پاس آیا۔ کرسی پر بیٹھا پھر کافی کی وہی پیالی اٹھا کر پینے لگا۔

شلپا نے پوچھا "یہ کیا کر رہے ہو؟"

وہ آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ سے پیالی لینا چاہتی تھی' سلمان نے اس کے اندر پہنچ کر زلزلہ پیدا کیا۔ وہ چیختے ہوئے فرش پر گر کر تڑپنے لگی۔ پھر دوسرے زلزلے میں بے ہوش ہو گئی۔ وہ اس کی طرف سے مطمئن ہو کر راسکا کے پاس آیا اور اس کے چور خیا... پڑھنے لگا۔

وہ تھوڑی دیر کے بعد پارس کے پاس آیا۔ پارس م... ساتھ ایک طیارے میں سفر کر رہا تھا۔ اس نے کوڈ ورڈز ...

"انکل! فرمایئے۔"

"مرینا سے کہو تمہارے دماغ میں آئے۔"

اس نے مرینا سے کہا "انکل سلمان میرے پاس ہیں' ... باتیں کریں گے۔"

وہ پارس کے دماغ میں آکر بولی "ہیلو انکل!"

"بیٹی! کیا تم ٹیلی پیتھی جاننے والے ایوان راسکا سے ... ہو؟"

"نہیں۔ یہ نام پہلی بار سن رہی ہوں۔"

"بلیک سیکرٹ نے تمہیں تلاش کرنے کے لئے راسکا ... بھیجا تھا۔ اسے تم نہ ملیں' شلپا مل گئی لیکن اس سے پہلے کہ ... کو ٹریپ کرتا' میں نے اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کر دیا ..."

"انکل! اس کا مطلب ہے ایک اور خیال خوانی کر... ہاتھ آگیا ہے۔"

"ہاں اور یہ تحفہ ہماری بیٹی کے لئے ہے۔ میرے دماغ ... آؤ۔ میں تمہیں اس کے پاس پہنچاتا ہوں۔ پھر تم جو بہتر ... کے ساتھ سلوک کرو۔"

سلمان نے اسے ایوان راسکا کے دماغ میں پہنچا دیا۔

○☆☆○

وارنر ہیگ جزیرہ پونٹیا میں محفوظ تھا۔ بڑے آرام سے ... اندیشے کے بغیر زندگی گزار رہا تھا۔ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں ... وہی ایک خوش نصیب تھا جو بڑے اطمینان سے زندگی گزار رہا تھا ... ایسا اس لئے تھا کہ وہ بے خوف و خطر زندگی گزارنے ... اصولوں پر عمل کر رہا تھا۔ سب سے پہلی بات یہ کہ وہ مغرور او... دماغ نہیں تھا۔ دوسروں کو چھوٹا بنا کر خود بڑا نہیں بننا چاہتا ... اسے ساری دنیا پر حکومت کرنے کا شوق نہیں تھا۔ اگر وہ چاہتا ... از کم اس جزیرے کے مالک یار بختیار کو ٹیلی پیتھی کی چکی میں ... کر وہاں کا مالک اور حکمران بن سکتا تھا۔

اگر وہ جزیرے کا حکمران بن جاتا تو بڑے ممالک ... سربراہوں کی نظروں میں آجاتا۔ امریکا اور روس خاص طور ... کے تمام جزیروں کو اپنی نظروں میں رکھتے ہیں۔ ان چھوٹے چھو... جزیروں کے اندر بڑے بڑے خطرات پلتے رہتے ہیں۔ حکومتوں ... باغی یہاں پناہ لیتے ہیں۔ دنیا کے بدنام ترین جرائم پیشہ افراد ... اپنے خفیہ اڈے بناتے ہیں۔ اور یہیں خفیہ طور پر خطرناک سا... تجربات کئے جاتے ہیں۔ اس لئے بڑے ممالک دنیا کے تمام جز...

پر کڑی نظر رکھتے ہیں۔

جزیرہ پونٹیا بھی امریکا' روس اور خاص طور پر اسرائیل کی نظروں میں تھا۔ کیوں کہ اسرائیل سے صرف پچاس کلومیٹر کے فاصلے پر تھا۔ یہ وارنر ہیگ کی ذہانت تھی کہ اس نے خود کو کسی طرح بھی ظاہر نہیں کیا تھا۔ یہودیوں کو ٹیلی پیتھی کی ذرا سی بھنک مل جاتی تو وہ جزیرے کا فوراً ہی محاصرہ کر لیتے پھر وارنر ہیگ کا بھی وہی انجام ہوتا جو جان گاوڈی' جے مورگن اور پاپا ڈوک کا ہو رہا تھا۔

جان گاوڈی اور وارنر ہیگ آپس میں اچھے دوست تھے۔ امریکا سے فرار ہو کر انگلینڈ آئے تھے۔ کیوں کہ سونیا اور علی تیمور ان دنوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ٹریپ کرتے پھر رہے تھے اور وہاں کے حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران انہیں تحفظ فراہم کرنے میں ناکام رہے تھے۔ لیکن بھاگنے والوں کے لئے ہر جگہ ناکامی لکھی ہوتی ہے۔ پاپا ڈوک کے آدمی ان دونوں کے اطراف جال بچھا رہے تھے۔ ہیلی کاپٹر میں سفر کرنے کے دوران پاپا ڈوک نے کئی بار وارنر ہیگ کے دماغ میں آنا چاہا لیکن وہ اپنی ذہانت سے بچتا ہوا جزیرہ پونٹیا میں پہنچ گیا تھا۔ اس کے برعکس جان گاوڈی' پاپا ڈوک کی گرفت میں آگیا تھا اور آخر ایک دن وہ برین آپریشن کے دوران مارا گیا تھا۔

وارنر ہیگ اس حقیقت سے بے خبر تھا کہ ہم نے تنویمی عمل کے ذریعے اسے اپنا معمول بنا رکھا ہے۔ ہم نے کبھی اسے خیال خوانی کے ذریعے مخاطب نہیں کیا' کبھی اس پر برتری جتا کر اسے احساس کمتری میں مبتلا نہیں کیا۔ وہ خود کو آزاد اور خود مختار سمجھ کر بڑی محفوظ زندگی گزار رہا تھا۔

اس نے جزیرے میں پہنچ کر پہلے ایسا شخص تلاش کیا' جو اس کے کام آسکتا تھا۔ تلاش کرنے میں کئی گھنٹے یا کئی دن لگ سکتے تھے۔ وہاں کے حکمران یار بختیار کے سپاہی ایسے آدمی کو ڈھونڈ رہے تھے جو ہیلی کاپٹر سے جزیرے میں آیا تھا۔ جس ہیلی کاپٹر میں وارنر ہیگ آیا تھا وہ صرف ایک منٹ کے لئے جزیرے میں اترا تھا۔ پھر پرواز کر گیا تھا۔

وارنر ہیگ نے ایک سپاہی کے ذریعے اعلیٰ افسر کے دماغ میں جگہ بنائی۔ پھر اس افسر کے ذریعے وہاں کے حکمران یار بختیار کے دماغ میں پہنچ گیا۔ انہیں مخاطب نہیں کیا۔ صرف ان کے اندر یہ خیال مستحکم کیا کہ اسرائیل اور لبنان کے چھاپا مار اکثر اسپیڈ بوٹ اور ہیلی کاپٹروں کے ذریعے آتے ہیں ان کے درمیان جھڑپیں ہوتی ہیں پھر وہ چلے جاتے ہیں۔ یار بختیار نے افسر سے کہا "تمہاری رپورٹ کے مطابق وہ ہیلی کاپٹر شمالی ساحل پر آیا تھا۔ اس کا مطلب ہے لبنان سے کچھ لوگ آئے ہوں گے۔ ایک منٹ کے اندر ہی وہ ہیلی کاپٹر اسرائیل کے مغرب میں پہاڑی جزیرے کی طرف چلا گیا۔ ان دونوں ملکوں کے فوجی اور چھاپا مار ہمارے لئے دردِ سر بنے ہوئے ہیں۔ ہم انہیں اپنا دشمن بھی نہیں بنا سکتے۔ سمجھ میں نہیں آتا کیا کیا جائے؟"

اعلیٰ افسر نے کہا "ہماری یہی پالیسی مناسب ہے۔ ہم دونوں ملکوں کے فوجیوں اور باغیوں پر اعتراض نہیں کرتے ہیں۔ وہ ساحلی علاقوں میں لڑتے ہیں اور چلے جاتے ہیں۔"

یار بختیار نے کہا "ٹھیک ہے۔ کسی کو تلاش کرنا فضول ہے۔ جو لوگ ہیلی کاپٹر میں آئے ہوں گے۔ وہ خود ہی واپس چلے ... گے۔"

وارنر ہیگ نے دونوں دماغوں میں یہ بات نقش کر... اجنبی کو تلاش نہ کیا جائے۔ اس کے بعد بھی کوئی خطر... یار بختیار کے دماغ پر قبضہ جما کر وہاں کا حاکم بن جاتا ... بہت زیادہ نمایاں ہو کر دشمنوں کی نظروں میں نہیں آنا چاہتا ... گمنام رہنے میں اس کی خیریت تھی۔

وہ جزیرے کی آبادی میں گھومتا رہا۔ دکانوں' ہوٹلوں اور بازاروں میں کام کے لوگوں کو تاڑتا رہا اور ان کے خیالات پڑھتا رہا۔ آخر ایک بوڑھا مسلمان مل گیا۔ وہاں مسلمانوں کی اکثریت تھی۔ وہ بوڑھا لبنان سے آیا تھا اور اپنے جوان بیٹے کا انتظار کر رہا تھا۔ بیٹا لبنان کی خانہ جنگی میں الجھا ہوا تھا۔ اس نے باپ سے وعدہ کیا تھا کہ جلد ہی ان جھگڑوں سے نجات پا کر جزیرے میں آئے گا۔

وارنر نے بوڑھے سے کہا "بابا! میں عیسائی ہوں لیکن خانہ جنگی میں مسلمانوں کی حمایت کرتا ہوں۔ یہودیوں نے میرے بزرگوں کو مار ڈالا' میرا گھر تباہ کر دیا۔ میں اس جزیرے میں پناہ لینے آیا ہوں۔"

بوڑھا رحم دل تھا۔ اگر رحم دل نہ ہوتا تو وارنر خیال خوانی کے ذریعے اس کے دل میں جگہ بنا لیتا۔ اس نے اپنے گھر میں اسے پناہ دی۔ محلے میں مشہور کر دیا کہ اس کا بھتیجا لبنان سے آیا ہے اور بیٹا بھی آنے والا ہے۔ وارنر کو سمجھایا کہ وہ کچھ عرصہ تک وہاں مسلمان بن کر رہے پھر کہیں جا کر اپنا ٹھکانا بنا لے۔ وارنر کا بھی خیال تھا کہ جلد ہی وہاں سے چلا جائے گا۔ لیکن وہ خیال خوانی کے ذریعے دیکھ رہا تھا کہ کس طرح اس کا ساتھی جان گاوڈی یہودیوں کی قید میں رہ کر مارا گیا ہے۔ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی سکون سے نہیں تھے' یا تو دشمنوں کے ہتھے چڑھ کر ذلت کی موت مرتے تھے یا خطرات سے دوچار ہوتے رہتے تھے۔

وہ کچھ دنوں تک ایک عام آدمی کی طرح زندگی گزارتا رہا۔ پھر ایسا ہوا کہ پڑوس کے ایک گھر میں چوری ہو گئی۔ پڑوسی نے وارنر پر الزام لگایا کہ وہ آدھی رات کے بعد گھر کے باہر ٹہل رہا تھا۔ ٹہلنے کا محض بہانا تھا۔ اس نے موقع پاتے ہی گھر میں گھس کر الماری سے دس ہزار ڈالر چرا لئے۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

وارزنے کہا "پچھلی رات مجھے نیند نہیں آرہی تھی۔ اس لئے گھر سے باہر کھلی فضا میں اچھا لگ رہا تھا۔ اپنے گھر کے سامنے ٹہلنے والے لوگ چور نہیں ہوتے۔"

پڑوسی کی بیٹی حمائلہ نے کہا "پاپا! آپ کسی پر شبہ کرسکتے ہیں لیکن ثبوت کے بغیر اسے چور کہہ کر بدنام نہیں کرسکتے۔"

باپ نے کہا "میں اچھی طرح جانتا ہوں تو اس جوان کی حمایت کیوں کررہی ہے۔ اس سے آنکھیں لڑاتی ہے۔ میں نے شاکر سے تیری شادی کرنے کے لئے دس ہزار جمع کئے تھے۔ تو ہمیشہ شاکر سے نفرت کرتی ہے۔ مجھے شبہ ہے کہ تو نے ہی اپنے یار سے مل کر رقم اڑائی ہے تاکہ یہ شادی نہ ہوسکے۔"

طرف سے اس کی یہ بات درست تھی کہ حمائلہ وارزکو دل سے چاہنے لگی تھی اور یہ چاہت کی تالی دونوں ہاتھوں سے بج رہی تھی۔ وہ لڑکی وارزکے دل میں سما گئی تھی۔ پہلی بار اسے دیکھ کر سوچتا رہا۔ یہ اتنی اچھی کیوں لگتی ہے۔ امریکا سے یہاں تک درجنوں لڑکیاں اس کی زندگی میں آئی تھیں لیکن حمائلہ کی طرح دل سے نہیں لگی تھیں۔ پھر اس نے چپکے چپکے حمائلہ کے چور خیالات پڑھے تو پتا چلا' وہ صرف صورت سے ہی نہیں سیرت سے بھی خوبصورت ہے۔

اسے دل سے چاہنے کے باوجود وہ اس سے دور رہنے کی کوشش کرتا تھا۔ سوچتا تھا کوئی مناسب موقع دیکھ کر اس جزیرے سے چلا جائے گا۔ لیکن جزیرے کے مشرق میں اسرائیل تھا اور شمال میں لبنان کی خانہ جنگی جاری رہتی تھی۔ جنوب اور مغرب کی طرف جانا چاہتا تو طویل بحری سفر کا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔

بہرحال اس نے پڑوسی سے کہا "تم نے مجھ پر الزام لگایا' کوئی بات نہیں۔ لیکن اتنے محلے والوں کے سامنے اپنی بیٹی کو بھی اس چوری میں شریک کررہے ہو۔ تمہیں ایسی باتیں کرتے ہوئے کچھ تو شرم آنی چاہئے۔"

ایک عورت نے کہا "یہ تو سچ ہے کہ حمائلہ شاکر سے شادی نہیں کرنا چاہتی۔ میں ایک عورت ہوں۔ اس لڑکی کی نظر پڑھتی ہوں۔ یہ تمہیں چاہتی ہے۔"

وارز وہاں راشد جمال کے نام سے پہچانا جاتا تھا۔ ایک نوجوان نے پوچھا "جمال! سچ بتاؤ' کیا تم حمائلہ سے محبت نہیں کرتے ہو؟"

وارزنے حمائلہ کو دیکھا۔ وہ شرما رہی تھی۔ سرعام محبت کا اقرار کرنے کا مطلب یہ ہوتا کہ وہ حمائلہ کو اپنے نام کررہا تھا اور جب اسے چھوڑ کر جاتا تو وہ اس کے نام سے بدنام ہوتی رہتی۔ اس پیار کرنے والی کا دل ٹوٹ جاتا۔

وہ اقرار نہیں کرنا چاہتا تھا' انکار بھی نہیں کرنا چاہتا تھا اس نے کہا "یہاں کسی سے محبت کرنے کا مسئلہ نہیں ہے۔ چوری کا الزام مجھ پر اور حمائلہ پر لگایا گیا ہے۔ مجھے تھوڑی مہلت دی جائیے۔ میں اصل چور کو آپ تمام لوگوں کے سامنے لے آؤں گا۔"

حمائلہ کے باپ نے کہا "میں صرف ایک گھنٹے کی مہلت دیتا ہوں۔ اس کے بعد حاکم کے پاس جاکر فریاد کروں گا۔"

وارز مکان کے اندر آیا۔ اسے شبہ تھا کہ یہ شاکر کی حرکت ہوسکتی ہے۔ حمائلہ نے اس کے منہ پر کہہ دیا تھا کہ وہ مرجائے گی اس شرابی جواری سے شادی نہیں کرے گی۔ شاکر نے بھی یہ توہین برداشت نہیں کی ہوگی اور اسے وارز کے ساتھ بدنام کرنے کے لئے چوری کی ہوگی۔

وہ شاکر کے دماغ میں پہنچا تو تصدیق ہوگئی۔ وہ مکان سے باہر آیا۔ محلے کے لوگ واپس جارہے تھے۔ اس نے آواز دی "میری ماؤ' بہنو' اور بھائیو! رک جاؤ۔ میں ابھی آپ لوگوں کے سامنے چور کو پیش کروں گا۔"

تمام مرد' عورتیں اور بچے بوڑھے واپس آنے لگے۔ وہ بولا "آپ لوگوں سے میری ایک درخواست ہے۔ میں دونوں ہاتھ سینے پر رکھ کر آنکھیں بند کروں تو آپ بھی میری طرح سینے پر ہاتھ رکھ کر آنکھیں بند کرلیں اور صرف دو منٹ تک خدا کو یاد کرتے رہیں۔ تیسرا منٹ شروع ہونے سے پہلے وہ چور یہاں حاضر ہوجائے گا۔"

سب نے حیرانی سے ایک دوسرے کو دیکھا۔ ایک نے پوچھا "آنکھیں بند کرنے اور خدا کو یاد کرنے سے چور کیسے آجائے گا؟"

دوسرے نے مذاق اڑانے کے انداز میں کہا "اگر دو منٹ تک خدا کو یاد کرنے سے چور پکڑا جائے تو پولیس کی ضرورت نہیں رہے گی۔"

وارزنے کہا "جب چور نہ آئے تو آپ میرا مذاق اڑائیں بلکہ مجھے چوری کے الزام میں گرفتار کرادیں۔ ابھی میری التجا ہے' صرف دو منٹ کے لئے آنکھیں بند کرکے خدا پر بھروسا کریں۔"

یہ کہہ کر اس نے اپنے سینے پر دونوں ہاتھ رکھ لئے اور آنکھیں بند کرلیں۔ اسے دیکھ کر حمائلہ نے سب سے پہلے ایسا کیا۔ پھر دوسرے بھی یہی عمل کرنے لگے۔ وارز آنکھ بند کرتے ہی شاکر کے پاس پہنچ گیا تھا۔ وہ ایک ریستوران میں دوستوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ وہاں سے اٹھ کر گھر کی طرف بھاگنے لگا۔ دوستوں نے کہا "رک جاؤ' اس طرح اچانک کہاں بھاگے جارہے ہو؟ شاکر رک جاؤ۔"

وہ کسی کی آواز نہیں سن رہا تھا۔ جب اس نے گھر پہنچ کر الماری سے دس ہزار ڈالر نکالے تب وارزنے اس کے دماغ کو ذرا سی ڈھیل دی۔ وہ گھبرا گیا۔ اپنے ہاتھوں میں دس ہزار کی رقم دیکھ کر بڑبڑایا "یہ۔۔۔ یہ میں کیا کررہا ہوں۔ یہ رقم کیوں نکال رہا ہوں؟"

وارزنے اس کی سوچ میں کہا "جس کی رقم ہے اسے واپس کروں گا۔"

وہ انکار کرنا چاہتا تھا۔ وارزنے اسے وہاں سے دوڑایا۔ دو منٹ پورے ہونے والے تھے۔ شاکر چیختا ہوا آنے لگا "میں چور ہوں۔ میں نے حمائلہ کے گھر سے دس ہزار چرائے ہیں۔"

وہ لوگوں کی بھیڑ میں سے گزرتا ہوا آیا۔ سب نے آنکھیں کھول دی تھیں۔ اس کے ہاتھ میں نوٹوں کی گڈی دیکھ رہے تھے۔ وہ کہہ رہا تھا "حمائلہ نے میری بے عزتی کی تھی۔ میں اسے راشد جمال کے ساتھ بدنام کرنا چاہتا تھا۔ لیکن مجھ پر خدا کی مار پڑرہی ہے۔ جب تک مجھے معافی نہیں ملے گی۔ میں خدا کی مار کھاتا رہوں گا۔"

اس نے نوٹوں کی گڈی حمائلہ کے باپ کے قدموں میں پھینکی۔ پھر اچھل کر زمین پر گرا اور اپنا سر ایک پتھر سے ٹکرانے لگا۔ لوگ سکتے کے عالم میں اسے لہولہان ہوتے دیکھ رہے تھے۔ وارزنے کہا "جو لوگو! اسے معاف کردو ورنہ یہ مرجائے گا۔ اسی طرح سر ٹکراتا رہے گا۔"

ایک عورت نے کہا "میں نے اسے معاف کیا۔"

حمائلہ کے باپ نے کہا "میں نے اسے معاف کیا۔"

پھر سب ہی اسے بلند آواز سے معاف کرنے لگے۔ وارزنے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ سر ٹکرانے کا عمل رک گیا۔ وہ ایک طرف زمین پر گر پڑا۔ وارزنے اپنے مکان میں آکر دور کھڑی ہوئی حمائلہ کو دیکھا۔ پھر دروازہ بند کرلیا۔

محلے کی عورتیں اور مرد دروازے پر آکر دستک دینے اور کہنے لگے "راشد جمال! تم خدا کے نیک بندے ہو۔ ہم نے تم سے گستاخی کی ہے۔ ہمیں معاف کردو۔"

وارزنے اندر سے کہا "خدا سب کو معاف کرتا ہے۔ جب بھی کوئی غلطی کرو تو خدا سے معافی مانگا کرو۔ اب جاؤ اور مجھے تنہا چھوڑ دو۔"

وہ ایک ایک کرکے چلے گئے۔ آخر میں دروازے کے پاس حمائلہ کی آواز سنائی دی "جمال! میں بول رہی ہوں۔"

"ہاں میں سن رہا ہوں۔"

"تو پھر سنو اور دل سے سنو۔ میں تم سے محبت کرتی ہوں اور زندگی کی آخری سانس تک تمہارے ہی نام سے زندہ رہوں گی۔"

ایک حسین لڑکی اپنی زبان سے چاہت کا اظہار کرے تو چاہنے والے کو کل کائنات مل جاتی ہے۔ وارز سوچ میں پڑ گیا۔ حمائلہ اس کے دل و دماغ پر چھائی ہوئی تھی۔ وہ اسے محبت سے حاصل کرنا چاہتا تھا مگر دھوکا نہیں دینا چاہتا تھا۔ اور وہ اسے مسلمان سمجھ کر دھوکا کھارہی تھی۔

وہ دل پر جبر کرتے ہوئے بولا "حمائلہ! میں تمہارے قابل نہیں

زندگی سنوارنے اور نکھارنے والی کتابوں کے سلسلے کی ایک کڑی

مشہور ماہرین نفسیات کی آرا پر مشتمل کتاب

احساس کمتری

اسباب — تدارک — علاج

اس کتاب کا مطالعہ آپ کو بتائے گا کہ

- احساس کمتری سے کس طرح نجات حاصل کی جاسکتی ہے۔
- کامیاب زندگی گزارنے کے اصول کیا ہیں
- کیا آپ واقعی احساس کمتری کے شکار ہیں یا محض یہ آپ کا خیال ہے۔
- ہوسکتا ہے کہ صرف اس کتاب کے مطالعے سے ہی آپ کا یہ احساس ختم ہوجائے۔

اسلام حسین

قیمت ۱۵۰/۰۰ روپے

ڈاک خرچ ۱۰ روپے

مکتبہ نفسیات پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہوں۔"

"تم بہت عظیم انسان ہو۔ یہ کیوں نہیں کہتے کہ میں اچھی نہیں ہوں۔ تمہاری شریکِ حیات بننے کے قابل نہیں ہوں۔"

"میں سچ کہتا ہوں۔ تم بہت حسین ہو۔ تمہارے سینے میں محبت بھرا دل ہے۔ تمہاری صورت اور سیرت کا تقاضا ہے کہ تمہیں ایسا جیون ساتھی ملے جو کبھی تمہارا ساتھ نہ چھوڑے۔ میں تو خانہ بدوش ہوں آج یہاں کل نہ جانے کہاں۔"

"تمہارے ساتھ میں بھی خانہ بدوش بن جاؤں گی۔ تم مجھے ساری زندگی آزمالو۔ یہاں تنہا چھوڑ کر جاؤ گے تو مرتے دم تک تنہا رہوں گی کوئی دوسرا شخص میری زندگی میں نہیں آئے گا۔"

وہ چلی گئی۔ وارنر الجھن میں پڑ گیا۔ رات ہوئی تو بوڑھے سے بولا "انکل! آپ نے مجھے پناہ دی ہے۔ مجھے ایک اسلامی نام دے کر اپنا بیٹا بنایا ہے آپ نے مجھ پر اعتماد کیا ہے۔ میں ایک مسلمان لڑکی کو دھوکا دے کر آپ کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچانا چاہتا۔ اس سے پہلے کہ حمائلہ کا دل ٹوٹے میں اسے اپنی اصلیت بتا دینا چاہتا ہوں۔"

"بیٹے! حمائلہ سے صاف کہہ دو کہ شادی نہیں کرو گے اصلیت نہ بتاؤ۔"

"میں اس محبت کرنے والی لڑکی کے مضبوط ارادوں کو خوب سمجھتا ہوں۔ میں نے انکار کیا تو پھر وہ کبھی شادی نہیں کرے گی۔ کسی دوسرے کو اپنی زندگی میں آنے نہیں دے گی۔"

"تم اس کے دل کا حال اور اس کے ارادوں کو کیسے جانتے ہو؟"

"میں نے اس کی شدید محبت سے اندازہ لگایا ہے۔"

"نہیں بیٹے! تمہارے اندر کوئی غیبی طاقت ہے وہ تمہیں آئندہ پیش آنے والی باتوں سے آگاہ کرتی ہے۔ آج تم نے کہا تھا کر دومنٹ کے اندر چور حاضر ہو جائے گا اور وہ سچ مچ حاضر ہو گیا تھا۔"

"میں نہیں جانتا کہ میرے اندر کوئی غیبی طاقت ہے۔ میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ مجھے خدا پر پختہ بھروسا ہے۔ میں برے وقت اسے آنکھیں بند کر کے یاد کرتا ہوں' وہ معبود میری مدد کرتا ہے۔"

"تو پھر خدا پر بھروسا کرو اور حمائلہ کی سلامتی اور بھلائی کے لئے دعا مانگو۔ دعا مانگنے سے پہلے اپنے آپ کو سمجھو کہ تم اس سے کتنی محبت کرتے ہو؟ وہ تمہارے ساتھ جینا اور مرنا چاہتی ہے۔ تمہارا دل کیا کہتا ہے؟ تمہیں کس کے ساتھ جینا اور مرنا چاہئے؟"

"حمائلہ کے ساتھ مجھے جینا ہے۔ مگر ہمارے درمیان مذہب آگیا ہے۔ اور میں جانتا ہوں' وہ میری محبت میں جان دے دے گی۔ مگر ایمان نہیں دے گی۔"

"اور تم؟"

"میں بھی یہی سوچتا ہوں۔ آباؤ اجداد کے زمانے سے عیسائی ہوں۔ حمائلہ کے لئے دنیا چھوڑ سکتا ہوں لیکن مذہب نہیں چھوڑ سکتا۔"

"پھر اسی میں بہتری ہے کہ حمائلہ کو اپنی اصلیت بتا دو۔"

دوسرے دن اس نے حمائلہ کو ساحل پر ملاقات کرنے کے لئے کہا۔ وہ شام کو وہاں آئی۔ وارنر نے اس کے ساتھ ریت پر چلتے ہوئے کہا "میں نے تمہیں سمجھانے کی کوشش کی۔ لیکن تم یہ کیوں نہیں چاہتیں کہ میں تمہارے قابل نہیں ہوں۔"

"میں سمجھنا نہیں چاہتی۔"

"تم جانتی ہو میں کون ہوں؟"

"ایک عظیم انسان ہو۔"

"انسان ضرور ہوں لیکن مسلمان نہیں ہوں۔"

وہ چلتے چلتے رک گئی۔ اسے بے یقینی سے دیکھتے ہوئے بولی "کیا مجھ سے پیچھا چھڑانے کے لئے مسلمان ہونے سے انکار کر رہے ہو؟"

"تم سے پیچھا چھڑانے کے لئے نہیں۔ تمہاری بہتری کے لئے سچ کہہ رہا ہوں۔"

اسے پھر بھی یقین نہیں آرہا تھا۔ وہ اپنی روداد سنانے لگا۔ اس نے اسے سب کچھ بتایا۔ صرف ٹیلی پیتھی کا علم چھپا گیا۔ وہ چکرانے کے انداز میں ریت پر بیٹھ گئی پھر رونے لگی۔ وہ چپ چاپ اسے دیکھتا رہا۔ ایسے وقت آنسو پونچھنا چاہو تو اور بہتے ہیں۔ اس نے جی بھر کے اسے رونے دیا۔ پھر اس سے کہا "میں نے تمہیں رلایا ہے مگر میرا ضمیر مطمئن ہے کہ تم سب کچھ لٹا کر نہیں رو رہی ہو۔ میں نے تمہیں دھوکا کھانے سے پہلے حقیقت سے آگاہ کر دیا ہے۔"

وہ ریت پر سے اٹھ کر بولی "تمہاری اس شرافت اور سچائی نے مجھ پر اور زیادہ اثر کیا ہے۔ پہلے مجھے تم سے محبت تھی اب عقیدت بھی ہو گئی ہے۔ میں کیا کروں؟" وہ خدایا! تم عیسائی کیوں ہو؟ مسلمان کیوں نہیں ہو؟"

اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ اسی وقت ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دی۔ دونوں نے ادھر دیکھا۔ آسمان پر ہیلی کاپٹر اور سمندر میں اسپیڈ بوٹس دوڑتی دکھائی دے رہی تھیں۔ پھر اوپر سے فائرنگ ہونے لگی۔ وارنر حمائلہ کا بازو پکڑ کر کھینچتا ہوا ایک طرف دوڑنے لگا۔

دو اسپیڈ بوٹس والے بھی ہیلی کاپٹر کی طرف فائرنگ کر رہے تھے۔ وہ دونوں ایک بڑے سے پتھر کے پیچھے آگئے۔ ہیلی کاپٹر سے میگا فون کے ذریعے کہا جا رہا تھا "ہتھیار پھینک دو اور بوٹس کنارے پر لے جاؤ۔"

وارنر نے وہ آواز توجہ سے سنی۔ یہ وارننگ بار بار دی جارہی تھی۔ وہ وارننگ دینے والے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ وہ اسرائیلی ہیلی کاپٹر ہے اور اسپیڈ بوٹس میں جو لوگ ہیں ان کا تعلق عیسائی ملیشیا سے ہے۔ اسرائیلی حکومت مسلمانوں کے خلاف عیسائی ملیشیا کا ساتھ دیتی تھی۔ لیکن ایک معاملے میں ان سے اختلاف ہو گیا تھا۔ اسرائیلی فوجی ان مخالفت کرنے والوں کو گرفتار کر کے تل ابیب پہنچانا چاہتے تھے۔

وارننگ دینے والے نے میگا فون رکھ دیا پھر ایک ہینڈ گرینیڈ نکال کر اس کی چابی دانتوں میں دبائی۔ پھر چابی نکال کر اسپیڈ بوٹس پر وہ بم پھینکنا چاہتا تھا لیکن نہ پھینک سکا۔ وارنر نے اس کے دماغ کو جکڑ لیا۔ پھر دوسرے ہی لمحے میں ایک زوردار دھماکا ہوا ہیلی کاپٹر کے پرخچے اڑنے لگے۔ اسپیڈ بوٹس والے خوشی سے ناچنے لگے۔ لوگ گھروں سے نکل کر آرہے تھے اور ہیلی کاپٹر کے ٹکڑوں کو فضا میں اڑتے ہوئے اور سمندر کی گہرائی میں ڈوبتے دیکھ رہے تھے۔

اسپیڈ بوٹس والے کنارے پر آگئے۔ وارنر حمائلہ کے ساتھ پتھر کے پیچھے سے نکل آیا۔ دو اسپیڈ بوٹس میں چھ آدمی تھے۔ وہ ہتھیار اٹھائے ریت پر چلتے ہوئے جزیرے کی عورتوں اور مردوں کو دیکھ رہے تھے۔ ان میں سے ایک نے حمائلہ کو دیکھا پھر اس کی طرف پلٹ کر آتے ہوئے بولا "سنا تھا اس جزیرے میں پریاں رہتی ہیں ہائے کیا حسن ہے کیا جوانی ہے۔"

حمائلہ سہم کر وارنر کے پیچھے آگئی۔ وارنر نے کہا "رک جاؤ اور خدا کا شکر ادا کرو کہ تم سب کی جان بچ گئی۔"

وہ سب قہقہے لگانے لگے۔ ایک نے کہا "یہ ایسے بول رہا ہے جیسے اسی نے جان بچائی ہے۔"

وہ شخص گھوم کر حمائلہ کی طرف آنا چاہتا تھا' وارنر گھوم کر آڑے آگیا۔ پھر وہ چھ مسلح افراد ان دونوں کے اطراف گھومتے ہوئے کہنے لگے "ہم چاروں طرف ہیں اس پری کو کس طرف سے بھگا کر لے جاؤ گے۔"

بستی کی ایک عورت نے دور سے چیخ کر کہا "اے' حمائلہ کو چھوڑ دو اور وہ راشد جمال خدا کا نیک بندہ ہے۔ اسے پریشان نہ کرو۔"

ایک ہتھیار والے نے کہا "ہم اس جزیرے میں جب بھی آتے ہیں تو یہاں سے اناج اور شراب لے جاتے ہیں۔ آج ہمارے لیڈر کو یہ پسند آگئی ہے اس لئے ہم اسے بھی لے جائیں گے۔"

اس نے حمائلہ کا ہاتھ پکڑ کر کھینچ لیا۔ وہ چیخنے لگی۔ وارنر گرج کر بولا "چھوڑ دو۔ اسے چھوڑ دو۔"

ایک نے اس کی طرف گن سیدھی کی' باقی پانچ نے بستی والوں کو نشانے پر رکھتے ہوئے کہا "خبردار! کسی نے ایک قدم آگے بڑھایا تو یہاں صرف لاشیں گریں گی۔"

وارنر سمجھ گیا۔ اگر ہاتھا پائی کرے گا تو اس کے ساتھ بستی والے بھی کئی مارے جائیں گے۔ اس نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "میری ماؤ' بہنو' اور بھائیو! اپنے سینے پر ہاتھ رکھو اور کہتے جاؤ یا خدا' یا خدا۔ پھر دیکھو خدا کی مرضی سے ہماری حمائلہ پر آنچ نہیں آئے گی اور یہ عیاش سر پھرے نابود ہو جائیں گے۔"

بستی والے ایک بار وارنر کو آزما چکے تھے ان سب نے اپنے اپنے سینے پر ہاتھ رکھ لئے پھر یا خدا' یا خدا پکارنے لگے۔

وارنر نے ایک کے دماغ میں پہنچ کر اس کے ہتھیار سے اس کے دو ساتھیوں پر گولیاں چلائیں۔ لیڈر نے غصے سے پوچھا "الو کے پٹھے' اپنے ساتھیوں کو کیوں مار رہا ہے؟"

وارنر لیڈر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ لیڈر نے باقی تین ساتھیوں کی طرف فائرنگ کی۔ وہ اِدھر اُدھر بھاگتے ہوئے لیڈر کو گالیاں دینے لگے' جواباً اس کی طرف فائرنگ کرنے لگے۔ لیکن گولیاں کھا کر گرتے گئے۔

وہ جیسے جیسے مرتے جا رہے تھے' بستی والوں کی آوازیں زیادہ سے زیادہ بلند ہوتی جا رہی تھیں۔ یا خدا! یا خدا! یا خدا!

لیڈر اکیلا رہ گیا تھا۔ اس کے ہاتھ سے حمائلہ چھوٹ گئی تھی وہ دوڑتی ہوئی آکر وارنر سے لپٹ گئی۔ لیڈر خوفزدہ ہو کر کبھی اپنے پانچ ساتھیوں کی لاشوں کو دیکھ رہا تھا اور کبھی خدا کو پکارنے والے لوگوں کو دیکھتا ہوا اسپیڈ بوٹ کی طرف جا رہا تھا۔ اب وہ وہاں سے بھاگنا چاہتا تھا۔

وارنر نے اس کے ہاتھ سے گن کو گرا دیا۔ اسے اپنا ریوالور نکالنے پر مجبور کیا۔ لیڈر نے ریوالور سے وارنر کا نشانہ لیا۔ حمائلہ ڈھال بن کر وارنر کے سامنے تن گئی۔ بستی کے لوگ زور زور سے خدا کو پکارنے لگے۔ لیڈر کے ریوالور کا رخ بدلنے لگا۔ اس کی نال گھومتی ہوئی خود اس کی کنپٹی سے آکر لگ گئی۔ وہ چیخنے لگا "نہیں۔ نہیں۔ میں نہیں مروں گا۔ میں......"

اس نے بات پوری ہونے سے پہلے خود ٹریگر کو دبایا اور خود ہی موت کے منہ میں چلا گیا۔ بستی والے جیسے خوشی سے پاگل ہو گئے۔ اچھل اچھل کر ناچتے ہوئے آئے پھر وارنر کو کاندھوں پر اٹھا کر راشد جمال زندہ باد کے نعرے لگانے لگے۔

حمائلہ دشمنوں کے شکنجے سے نکل کر اور وارنر کے پاس آکر بہت خوش تھی۔ لیکن بستی والوں نے جب راشد جمال زندہ باد کے نعرے لگائے تو وہ ایک دم سے مرجھا گئی۔ ناچتی ہوئی مورنی کو بھدے پاؤں نظر آگئے یہ یاد آگیا کہ وہ راشد جمال نہیں ہے۔

آہ! ارے او عیسائی! دشمن نفرت کی صلیب پر چڑھاتے ہیں' تو نے محبت کی سولی پر چڑھا دیا ہے۔ ہائے یہ کہانی کس موڑ کو پہنچے گی۔

O☆O

میں تل ابیب پہنچ گیا۔ میری دلہن کو معلوم تھا' میں فلاں فلائٹ سے آرہا ہوں لیکن وہ مجھ سے ملنے نہیں آئی۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے پوچھا "خیریت تو ہے۔ تم ائرپورٹ کیوں نہیں آئیں؟"

وہ گہری سانس لے کر بولی "بڑی عمر گزر گئی۔ ایک طویل مدت

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

تک انتظار کی سولی پر لٹکتی رہی۔ آج وہ انتظار ختم ہوا ہے۔ آج پہلی بار میں نے دلہن کا سنگار کیا ہے۔ پاکستانی رسم و رواج کے مطابق سرخ جوڑا پہنا ہے۔ ناک میں نتھ اور بدن پر زیورات سجائے ہیں میں آئینے میں دیکھ کر خود کو نہیں پہچان رہی ہوں۔"

"میری جان! تم مجھے تڑپا رہی ہو۔"

"میں مجبوری بتا رہی ہوں کہ ائرپورٹ کیوں نہ آسکی پاکستانی دلہن کو دیکھتے ہی اسرائیلی جاسوس کتوں کی طرح پیچھے پڑجائیں گے۔"

"درست کہتی ہو۔ مجھے پتا بتاؤ۔ میں آرہا ہوں۔"

"پتا کیسے بتاؤں۔ مجھے خود اپنی خبر نہیں ہے۔ آنکھیں کھلی رکھنے کے باوجود خیالوں کی جنت میں ہوں۔ آؤ اور خیال کو حقیقت بنادو۔"

"آرہا ہوں مگر کہاں آؤں۔"

"مجنوں صحرا کو جاتا تھا۔ تم شہر کی طرف آؤ اور مجھے ڈھونڈلو۔"

"مذاق نہ کرو۔ میں ٹیکسی میں بیٹھ گیا ہوں۔ جس یہودی کے میک اپ میں ہوں اس کے گھر جارہا ہوں۔ وہاں سامان رکھ کر سیدھا تمہارے پاس آؤں گا۔ جی چاہتا ہے ابھی تمہارے پاس آجاؤں، لیکن یہودی جاسوس ائرپورٹ سے ہر مسافر کا پیچھا کرتے ہیں۔ مجھے ان کی تسلی کے لئے یہودی آرنالڈ کے گھر جانا ہوگا۔"

"کوئی بات نہیں۔ میں انتظار کروں گی لیکن اپنا پتا نہیں بتاؤں گی۔ آسانی سے تمہارے ہاتھ نہیں آؤں گی۔ مجھے ڈھونڈلو تو میں تمہاری ہوں۔"

"پیار کا راستہ بہت آسان ہوگیا تھا۔ اب تم دشوار بنارہی ہوں۔"

"میں اُس فرہاد علی تیمور کی دلہن ہوں جو سمندر کی تہ میں دشمنوں کی آبدوز تک پہنچ جاتا ہے اور آسمان کی نامعلوم بلندیوں سے تارے توڑلاتا ہے۔ میں تو اسی زمین پر، اسی شہر میں ہوں۔ مجھے ڈھونڈ نکالنا تمہارے لئے کوئی بڑی بات نہیں ہے۔"

میں سمجھ گیا۔ وہ آسانی سے ہاتھ نہیں آئے گی۔ میرے دل میں اپنے لئے تڑپ اور بے چینی پیدا کرتی رہے گی۔ کوئی اور دلہن ہوتی تو اسے تلاش کرنا کوئی مشکل نہ ہوتا لیکن وہ سونیا تھی۔ دوست ہو یا دشمن کوئی اس کے سائے تک بھی نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اسرائیلی حکومت میں بے وقوف اور کمزور افراد نہیں ہیں۔ یہودی اتنے چالاک اور فریبی ہیں کہ امریکا جیسی سپرپاور کو بھی اپنے مطالبات کے آگے جھکاتے رہتے ہیں۔ شاہوں اور شیخوں کی حرم سراؤں میں اپنی جاسوس عورتیں پہنچادیتے ہیں، ایسے مکار لوگ سونیا کو ڈھونڈ نکالنے میں اب تک ناکام رہے تھے۔ اب اسے ڈھونڈنے کی میری باری تھی۔ اس میں کامیابی کی توقع کم تھی اور خوش فہمی زیادہ تھی کہ وہ مل جائے گی۔

میں نے آرنالڈ کے گھر پہنچ کر ٹیکسی والے کو رخصت کیا۔ مقفل دروازے کو کھولا۔ آرنالڈ پیرس میں سرکاری مہمان [illegible] اسے نظربند رکھا گیا تھا۔ میں اس گھر کی چابیاں اور سامان [illegible] تھا۔ وہ تنہا رہتا تھا اور آدم بیزار تھا۔ کسی کو دوست [illegible] تھا۔ ایک امریکن کمپنی میں جنرل منیجر تھا۔ ایک ماہ کی چھٹی [illegible] لندن جارہا تھا۔ میں نے اسے پیرس میں دبوچ کر ایک پرائیویٹ [illegible] سرکاری جیل میں بھیج دیا تھا۔

میں گھر میں داخل ہوا تو فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے [illegible] ایک طرف رکھ کر ریسیور اٹھایا۔ کمپنی کا مالک ڈی جے واکر [illegible] تھا "ہیلو مسٹر آرنالڈ! مجھے پہچانا؟"

میں نے کہا "ہیلو مسٹر ڈی جے! میں آپ کی آواز لاکھوں [illegible] پہچان سکتا ہوں۔"

اس نے پوچھا "تم ایک ماہ کے لئے گئے تھے لیکن تیسرے دن واپس آگئے۔ خیریت تو ہے؟"

"خیریت ہوتی تو واپس نہ آتا۔ اب میں کچھ بتاؤں گا تو [illegible] میرا مذاق اڑائیں گے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "تم بہت ہی شکی اور ضعیف الاعتقاد ہو۔"

"آپ کچھ بھی کہہ لیں۔ میں پیرس سے لندن جانے کے ائرپورٹ کے احاطے میں داخل ہورہا تھا کہ کالی بلی نے راستہ [illegible] دیا۔ یہ کالی بلیاں بڑی منحوس ہوتی ہیں۔ راستہ کاٹ کر نحوست پھیلاتی ہیں۔ میں نے لندن جانے کا خیال دل سے نکال دیا۔ [illegible] واپس آیا ہوں مگر پریشان ہوں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "تم میری کمپنی کے بہت ہی ذہین اور تجربہ کار منیجر ہو۔ مگر کالی بلیوں سے ڈرتے ہو۔ بہرحال کل سے [illegible] اٹینڈ کررہے ہو؟"

"سوری، میں آرام کرنا چاہتا ہوں۔ اس بلی کے راستہ کاٹنے کا کوئی نتیجہ سامنے آنے والا ہے۔ جب تک وہ نحوست ظاہر نہ ہوگی میں چھٹی پر رہوں گا۔"

"اچھا یہ تو بتادو تم نے آرفورٹمن کا فائل کہاں رکھا ہے؟"

"آپ کی الماری کے تیسرے دراز میں ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ آرام کرو۔ پریشانی کم ہوجائے تو مجھ سے ملاقات کرلینا۔"

دوسری طرف سے ریسیور رکھ دیا گیا۔ کمپنی کے مالک ڈی جے واکر کے سامنے میز کے دوسری طرف انٹیلی جنس کے دو جاسوس بیٹھے ہوئے تھے۔ ڈی جے نے اٹھ کر الماری کا تیسرا دراز کھولا [illegible] میں سے ایک جاسوس دوسرے ریسیور سے میری باتیں سن چکا تھا۔ ڈی جے نے تیسرے دراز سے آرفورٹمن کی فائل نکال کر جاسوس کے سامنے رکھتے ہوئے کہا "وہ سو فیصد آرنالڈ ہے۔ میں اس کی ایک ایک عادت کو اور اس کے مزاج کو سمجھتا ہوں۔ وہ میری کی سینکڑوں فائلوں کے نام، نمبر اور ان کے رکھنے کی جگہ کو خوب رکھتا ہے۔"

دونوں جاسوس مطمئن ہو کر رخصتی مصافحہ کرکے چلے گئے۔ میں اپنی جگہ حاضر ہو کر اس گھر کو اندر سے اچھی طرح دیکھنے لگا۔ وہاں کی ہر چیز کو دیکھ لیا کہ کون سی چیز کہاں رکھی ہوئی ہے۔ میں نے سونیا کو بتایا کہ کس طرح میرے متعلق انکوائری ہورہی ہے۔ اس نے کہا "ہوشیار رہو۔ یہودیوں کو پورا یقین ہے کہ نکاح پڑھوانے کے بعد تم میرے پاس ضرور آؤ گے۔ اسی لئے اس ملک میں ہر آنے والے کے پیچھے جاسوس لگے ہوئے ہیں۔ بہتر ہے کچھ دنوں تک میرے پاس آنا بھول جاؤ۔"

میں نے کہا "ساری دنیا میرے پیچھے پڑجائے اور دشمن راستے کی دیوار بن جائیں پھر بھی تمہارے پاس آؤں گا اور آج ہی رات آؤں گا۔"

وہ مسکرانے لگی۔ میں نے وہاں سے خیال خوانی کی پرواز کی پھر جنرل ثائر کے دماغ میں پہنچا۔ اسرائیلی حکومت اور فوج میں اہم تبدیلیاں ہوئی تھیں۔ چند اعلیٰ حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران یوگا کے ماہر تھے۔ انہوں نے ایسے انتظامات کئے تھے کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا انہیں ٹریپ نہیں کرسکتا تھا۔ جنرل ثائر جیسا عہدیدار اب محض ایک نمائندہ تھا۔ وہ ہماری باتیں موجودہ حکام تک پہنچاتا تھا۔

میں خاموشی سے اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ ملٹری انٹیلی جنس کی رپورٹ اس کے پاس پہنچ رہی تھی۔ ایک رپورٹ میں آرنالڈ کا بھی ذکر تھا اور لکھا ہوا تھا کہ آرنالڈ نے خود کو اصلی ثابت کیا ہے اور کمپنی کے مالک نے اس کی ضمانت لی ہے۔ یعنی اب مجھ پر شبہ نہیں کیا جارہا تھا اور میرے پیچھے رہنے والے جاسوس اب دوسری فلائٹ کے مسافروں کو چیک کرنے گئے تھے۔

جنرل کی سوچ نے بتایا کہ وہ موجودہ حکمرانوں سے کبھی ٹیلی فون کے ذریعے رابطہ کرتا ہے اور کبھی ان کے اجلاس میں یوں شریک ہوتا ہے کہ کوئی اس کے سامنے نہیں آتا۔ وہ حکام ٹی وی اسکرین پر نظر آتے ہیں۔ یعنی گولڈن برینز کے طریقوں پر رابطہ کرتے اور گفتگو کرتے ہیں۔

وہ آج کل سونیا کے متعلق رائے قائم کررہے تھے کہ وہ تل ابیب میں نہیں ہے بلکہ پورے ملک میں نہیں ہے، یہاں سے جاچکی ہے۔ تین ماہ کا عرصہ کچھ کم نہیں ہوتا۔ اس عرصے میں پولیس اور فوج کے جوانوں نے اور سراغ رسانوں نے اسے گھر گھر تلاش کیا تھا۔ کسی فرد کو نہیں چھوڑا تھا۔ ہر ایک سے اُس کی شناخت پوچھی تھی۔ وہ سونیا سے بھی پوچھ کر اور اسے اچھی طرح ٹٹول کر گزر گئے تھے اور اسے پہچان نہیں پائے تھے۔ اب ان کا خیال تھا کہ وہ یہاں نہیں ہے۔

لیکن یہ اندازہ تھا، یقین نہیں تھا۔ آدمی سوچنے کو تو سوچ لیتا ہے کہ موت ابھی اس کے پاس نہیں ہے۔ خوش فہمی کہتی ہے وہ زندہ رہنے کے لئے آیا ہے جب کہ موت زندگی کے ساتھ ساتھ چلتی ہے۔ آدمی سوتا ہے تب بھی اس کے سرہانے جاگتی رہتی ہے۔ یہودی اکابرین خوش فہمی میں مبتلا نہیں تھے۔ وہ یہ بھی سوچتے تھے کہ سونیا اگر نہیں ہے تو پھر نہیں ہے اور اگر ہے تو فرہاد ضرور اس کے پاس آئے گا بلکہ آچکا ہوگا۔

جنرل ثائر کے خیالات پڑھتے رہنے کے دوران ہمیں اپنے ایک نقصان کا پتا چلا۔ ہم نے ٹیلی پیتھی جاننے والے جے مورگن کو اسرائیلی حکومت سے چھین لیا تھا اور اسے ایک خفیہ اڈے میں چھپا رکھا تھا۔ اس کی نگرانی باباصاحب کے ادارے کے دو جاسوس کیا کرتے تھے۔ پتا چلا، جے مورگن پھر یہودیوں کے جال میں پھنس گیا ہے۔

میں نے جنرل کی سوچ میں سوال کیا "جے مورگن کو کیسے ٹریپ کیا گیا تھا؟"

اُس کی اپنی سوچ نے کہا "پہلے تو مجھے کچھ معلوم نہیں تھا۔ کیوں کہ موجودہ حکام اور اعلیٰ افسران مجھ سے اہم باتیں چھپاتے ہیں۔ ایک ماہ پہلے پاپا ڈوک بھی میرے دماغ میں نہیں تھا۔ ایک سابقہ حاکم کے ذریعے موجودہ حکام سے رابطہ کرتا تھا۔ وہ حاکم اچانک مرگیا تب سے وہ میرے دماغ میں آتا ہے۔ اس کی اور حکام کی گفتگو سے پتا چلا کہ جے مورگن کا برین آپریشن ہوگیا ہے۔ اس کی آواز اور لہجہ بدل گیا ہے شاید اس کا چہرہ بھی بدل چکا ہے۔"

میں نے پوچھا "وہ کیسے پکڑا گیا تھا!"

جواب ملا "جے مورگن شراب پینے ایک کلب میں آیا تھا۔ ایک حسینہ میں دلچسپی لے رہا تھا۔ اس نے لڑکیوں کے انچارج کو اس کی فیس ادا کی پھر اسے لے کر کلب کے باہر آیا اور اپنی کار کی طرف جاتے ہوئے کچھ ایسی باتیں بڑبڑانے لگا جنہیں سن کر پاپا ڈوک چونک گیا۔ اس وقت پاپا ڈوک ایک اعلیٰ حاکم کے ضروری کام سے وہاں آیا تھا۔ وہ مورگن کو بدلے ہوئے چہرے کے باعث پہچان نہ سکا لیکن دماغ میں پہنچ کر اس کی اصلیت معلوم کرلی۔"

جنرل سے یہ باتیں معلوم کرتے ہی میں باباصاحب کے ادارے کے ایک جاسوس کے دماغ میں آکر بولا "میں فرہاد بول رہا ہوں۔"

وہ سلام کرتے ہوئے بولا "جناب! میں نے ٹی وی اسکرین پر آپ کو ایک شخص کی زبان سے بولتے سنا تھا۔ آپ کی واپسی پر ساری دنیا حیران ہے۔"

"میری باتیں رہنے دو۔ یہ بتاؤ مورگن کہاں ہے؟"

"جناب! وہ ہمارے لئے دردِ سر بنا ہوا تھا۔ پھر بھی ہم اسے خوش رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔ کسی خطرے کے وقت اسے تہ خانے میں پہنچادیتے تھے۔ پھر اسے اوپر لے آتے تھے لیکن وہ بنگلے کی چار دیواری میں رہتے رہتے بیزار ہوگیا تھا۔ کئی بار باہر جانے کی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ضد کر چکا تھا' ہمارے روکنے ٹوکنے کے باعث ایک شام اچانک کہیں چلا گیا۔ ہم اسے آج تک تلاش کررہے ہیں لیکن اس کا کہیں سراغ نہیں ملا۔"

میں جنرل کے دماغ میں واپس آیا۔ دراصل مورگن کے معاملے میں ہم نے کوتاہی کی تھی۔ ہمیں چاہئے تھا کہ ہم اسے اسرائیل سے نکال کر فرانس کے کسی شہر میں پہنچادیتے۔ وہاں وہ کینی پال اور کلی میتھو کی طرح محفوظ رہتا لیکن ہم دن رات مختلف معاملات میں مصروف رہے اور مورگن کو دوسری جگہ منتقل کرنے کا معاملہ ہمیشہ کل پر ٹالتے رہے۔ گویا ہم نے اسے زیادہ اہمیت نہیں دی۔ اب وہ دشمنوں کے سائے میں پہنچ کر اہم ہوگیا تھا۔ کوئی چیز گم ہوجائے تو اتنا دکھ نہیں ہوتا لیکن وہ دوسرے کے ہاتھ لگ جائے تو برداشت نہیں ہوتا۔ مورگن کے ادھر جانے سے دشمن کی قوت میں اضافہ ہوگیا تھا۔

میں بڑی دیر تک جنرل کے خیالات پڑھتا رہا تھا۔ اس کے دماغ سے ایک نقصان کی اطلاع ملی تھی لیکن ایک فائدہ بھی پہنچ گیا۔ میں اس کے دماغ سے واپس آنا چاہتا تھا۔ اسی لمحے ایک اجنبی کی باتیں سنائی دیں—وہ جنرل سے کہہ رہا تھا "ہیلو مسٹر ٹائر! میں اعلیٰ حکام اور ذمے دار فوجی افسران سے ضروری گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

جنرل نے کہا "میں ابھی تمہارا پیغام پہنچاتا ہوں۔"

وہ ٹیلیفون کے ذریعے تمام حکام اور فوجی افسران سے کہنے لگا کہ پاپا ڈوک کسی اہم مسئلے پر گفتگو کرنا چاہتا ہے۔ کوئی ایک گھنٹے کے اندر تمام یہودی اکابرین ایک کانفرنس ہال میں جمع ہوگئے۔ ان کے دائیں بائیں اور سامنے کی دیواروں پر بڑے بڑے ٹی وی اسکرین تھے' جن پر جنرل ٹائر بیٹھا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ اس وقت وہ پاپا ڈوک کا نمائندہ بنا ہوا تھا اور پاپا ڈوک اس کی زبان سے کہہ رہا تھا "میں نہیں جانتا کہ میرا ماضی کیا تھا اور میں کون تھا۔ آپ لوگوں نے بتایا کہ میں آباؤ اجداد کے زمانے سے یہودی ہوں اور اسرائیل میرا وطن ہے۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولا "یہ بھی معلوم ہوا کہ میں موت کے منہ میں جارہا تھا' آپ لوگوں نے میری جان بچائی اور مجھے یہ نئی زندگی دی اور نئی زندگی دے کر موت کا یہ پیغام بھی سنایا کہ ایک سونیا نام کی عورت میری جان کی دشمن ہے۔ اسی طرح فرہاد نامی ایک شخص بھی مجھے مارڈالنا چاہتا ہے۔ یہ سونیا اور فرہاد ابھی ایک دوسرے سے دور ہیں لیکن جب یہ ایک دوسرے سے ملتے ہیں ایک جگہ پہنچ جاتے ہیں تو پھر انہیں کسی کی موت بننے سے کوئی نہیں روک سکتا۔"

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا "ہم ان دونوں کو کبھی ایک جگہ اکٹھا نہیں ہونے دیں گے۔"

پاپا ڈوک نے کہا "سوری سر! میں آپ کی باتوں پر بھروسا نہیں کرسکتا کیونکہ آج تک آپ کے چھپے ہوئے سراغرساں نہیں پہنچ پائے۔ اب اپنی ناکامی کو چھپانے کے لئے یہ خیال جارہا ہے کہ وہ اس ملک سے چلی گئی ہے۔"

وہ تمام اعلیٰ عہدیداران اسکرین پر نظریں جمائے ہوئے وہ بول رہا تھا "آپ ہی لوگوں نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ مجھے مارڈالنے کی قسم کھا چکی ہے۔ پھر قسم کھانے والی کیوں جا آپ لوگوں کے بیان کے مطابق وہ غضبناک عورت ہے اور عورت قسم پوری کئے بغیر نہیں جائے گی۔"

ایک حاکم نے کہا "بھئی تم کنوارے ہو' اصل بات تم رہے ہو۔ ہم سمجھاتے ہیں۔ سونیا فرہاد کی دیوانی تھی۔ اب پڑھوانے کے بعد دیوانگی اور بے قراری اسے فرہاد کے پاس ہوگی۔ بلکہ لے گئی ہے۔"

"سر! جب ایک تیر سے دو شکار ہوسکتے ہیں اور جب ایک جگہ رہ کر سہاگ رات بھی گزار سکتے ہیں اور میری جا لے سکتے ہیں تو پھر فرہاد یہاں آئے گا بلکہ آچکا ہوگا۔"

ایک فوجی افسر نے کہا "تم آپریشن سے پہلے بھی دلیر بھی دلیر ہو۔ قد آور پہاڑ ہو۔ پھر بزدلوں کی طرح کیوں ڈر رہے"

"میں بزدل نہیں ہوں۔ ان دونوں کی ٹانگیں چیر کر پھینک ہوں لیکن وہ اندھیرے کے تیر ہیں۔ کہیں سے بھی آکر خون مار سکتے ہیں۔ میں ان کی مکاریوں سے واقف نہیں ہوں تک میں سنبھلنے کی کوشش کروں گا تب تک وہ قیامت کی چا چکے ہوں گے۔"

ایک نے پوچھا "تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"میں اس ملک میں نہیں رہنا چاہتا۔ ایک چھوٹے کی مچھلی بن کر رہوں گا تو وہ حوض میں ہاتھ ڈال کر مجھے گے۔ مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک پھیلی ہو جاؤں گا تو کوئی مجھے پہچان سکے گا نہ پکڑ سکے گا۔"

ایک حاکم نے چونک کر پوچھا "یہ کیا کہہ رہے ہو؟ کیا چھوڑ کر چلے جاؤ گے؟"

"میں صرف ملک چھوڑوں گا۔ آپ لوگوں کو نہیں چھوڑوں گا۔ کسی بھی ملک' کسی بھی شہر میں رہ کر ملک اور خدمت کرتا رہوں گا۔"

"نہیں' ملک کے باہر رہو گے تو باہری معاملات میں گے۔ پھر یہاں تو صرف سونیا اور فرہاد سے خطرہ ہے۔ یہاں کی دنیا میں کہیں علی تیمور اور ثانی سونیا ہیں' کہیں پارس ہیں اور کہیں مرینا جیسی خطرناک بلا ہے۔"

"میں بلاؤں سے اور موت سے نہیں ڈرتا۔ صر موت مرنا نہیں چاہتا۔ میری چھٹی حس کہہ رہی ہے' میرے اندر یہ اندیشہ مستحکم ہورہا ہے کہ آج رات کچھ ہے۔ اگر میں غافل رہا اور کوئی احتیاطی تدبیر نہیں کی تو میری موت کے جشن کے ساتھ سہاگ رات منائیں گے۔"

ایک حاکم نے کہا "تمہارے پاس غیر معمولی ذہانت ہے۔ احتیاطی تدابیر پر عمل کرو لیکن ملک چھوڑنے کی بات نہ کرو۔"

دوسرے حاکم نے کہا "اگر تمہاری چھٹی حس اندیشوں میں مبتلا کررہی ہے تو تم یروشلم' حیفہ یا کسی دوسرے شہر میں چلے جاؤ۔ وہاں رہ کر تم ہمارا کوئی کام نہ کرو۔ جنرل ٹائر سے بھی دماغی رابطہ نہ رکھو مگر اپنے ہی ملک میں رہو۔"

"سر! آپ لوگ مجھے صورت سے پہچانتے ہیں۔ میرا پتا ٹھکانا جانتے ہیں۔ میں موجودہ رہائش گاہ کو چھوڑ کر کہیں بھی جاؤں گا تو میری نگرانی کرنے والے جاسوس آپ لوگوں کو میری نئی رہائش گاہ کا بھی پتا بتادیں گے۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے پوچھا "کیا تمہیں اعتراض ہے۔ کیا تم ہم سے چھپ کر رہنا چاہتے ہو؟"

"یہی ایک احتیاطی تدبیر ہے۔ خدانخواستہ آپ میں سے کوئی بیمار پڑ جائے' کسی حادثے میں زخمی ہوجائے تو فرہاد آپ کے دماغ سے سیدھا میری شہ رگ تک پہنچ جائے گا۔ موجودہ حالات میں یہ ایک معقول طریقہ ہے۔ میں آپ لوگوں سے چھپنے کے باوجود آپ سب کے دماغوں میں رہا کروں گا یا جنرل کے ذریعے رابطہ رہا کرے گا۔"

فوجی افسر نے کہا "یہ بحث ختم کرو۔ تم اپنے ملک کے سپاہی ہو اور اپنے افسران کے احکامات کے پابند ہو۔ افسران کا حکم سپاہی کو خواہ کتنا ہی غلط لگے' اسے تعمیل کرنا پڑتی ہے۔ لہٰذا میرا حکم ہے تم ملک سے باہر نہیں جاؤ گے۔ ہم پر اعتماد کرو' ہم سونیا اور فرہاد کو کبھی تمہارے پاس پہنچنے نہیں دیں گے۔"

انسان بڑی بڑی تدبیریں سوچتا ہے۔ ان پر عمل بھی کرتا ہے۔ یوگا کے ماہر فوجی افسران نے یقیناً پاپا ڈوک کی حفاظت کے لئے سخت انتظامات کئے ہوں گے لیکن پاپا ڈوک کو تحفظ فراہم کرنے کا دعویٰ کرنے والے ایک زبردست غلطی کررہے تھے۔ آخر انسان تھے' غلطی ہو ہی جاتی ہے۔ وہ بیچارے اپنی اپنی آواز مجھے سنا رہے تھے۔

ٹھیک ہے کہ میں ان کے دماغوں میں پہنچ نہیں سکتا تھا اور کسی ہتھکنڈے سے انہیں اعصابی کمزوری میں مبتلا نہیں کرسکتا تھا۔ اسی لئے تو وہ سب مطمئن تھے' یہ سمجھ ہی نہیں رہے تھے کہ میں کیا کرنے والا ہوں۔

میں یہ تمام باتیں بتانے کے لئے سونیا کے دماغ میں آیا۔ اس نے مجھے محسوس نہیں کیا کیونکہ سلمان وہاں پہلے سے موجود تھا۔ وہ اسے شیلا اور ایوان راسکا کے متعلق بتا رہا تھا۔ سونیا نے تمام باتیں سننے کے بعد کہا "یہ تم نے اچھا کیا کہ ایوان راسکا کو مرینا کے حوالے کردیا۔ ہم اس لڑکی کا زیادہ سے زیادہ اعتماد حاصل کرتے رہیں گے۔"

میں نے اس کی پوری بات نہیں سنی اور نہ ہی اسے مخاطب کیا۔ دماغی طور پر حاضر ہوکر لباس تبدیل کیا۔ جرابیں پہنیں پھر باہر آکر گیراج سے آرنالڈ کی کار نکالی اور اس میں بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہوا۔ شام ہورہی تھی اور میں نے سونیا سے آج رات وصالِ یار کا وعدہ کیا تھا۔

یہ کوئی بچوں کی آنکھ مچولی نہیں تھی کہ میں پلک جھپکتے ہی اسے ڈھونڈ نکالتا۔ پچھلی مرتبہ دو ماہ تک اس شہر میں رہ کر میں کبھی اس کا ٹھکانا معلوم نہیں کرسکا تھا۔ اب شام سے رات تک بھلا کیا کرسکتا تھا۔

جب کچھ نہیں کرسکتا تھا تو پھر کار میں بیٹھ کر کہاں جارہا تھا؟

میں نے سونیا کے دماغ میں پہنچ کر کوڈ ورڈز ادا کئے کیونکہ سلمان جاچکا تھا اور وہ میرے آتے ہی سانس روکنے والی تھی۔ اس نے مذاق اڑانے کے انداز میں پوچھا "دلہا صاحب! کیا کررہے ہو؟"

"پی دلہن کے پاس آرہا ہوں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "پل صراط سے بھی گزر کر آؤ گے تو مجھ تک نہیں پہنچ پاؤ گے۔"

"لیکن تمہارا دل کہہ رہا ہے کہ میں پہنچ جاؤں گا۔ اسی لئے بدن پر ابھی تک سرخ جوڑا اور زیورات سجے ہوئے ہیں۔"

"جی نہیں' دلہن اس لئے بنی ہوئی ہوں کہ میرا دلہا شہر میں آیا ہوا ہے۔ میں نے سوچ رکھا ہے' بیچارہ ناکام رہے گا تو صبح سے پہلے میں ہی اس کے پاس پہنچ جاؤں گی۔"

"میری مغرور دلہن! تم میرے پاس پہنچو اور میں تمہارے پاس نہ پہنچ پاؤں؟ یہ سراسر فرہاد علی تیمور کی انسلٹ ہے۔ چلو دروازہ کھولو' میں آگیا ہوں۔"

میں نے ایک بنگلے کے سامنے گاڑی روکی۔ کار سے اتر کر احاطے کے پھاٹک کو کھولا۔ تیزی سے چلتا ہوا برآمدے میں آیا۔ پھر کال بیل کے بٹن کو دبایا۔ وہ ایک دم سے چونک کر بولی "فرہاد! ذرا ٹھہرو' کوئی میرے دروازے پر آیا ہے' کال بیل کی آواز آرہی ہے۔"

"میری جان! ہم ایک دوسرے کو پہچان نہیں سکیں گے کیونکہ چہرے بدلے ہوئے ہیں۔ دروازہ کھولو گی تو ایک اجنبی کو پاؤ گی۔ وہ اجنبی میں ہوں۔ چلو دروازہ کھولو۔"

وہ بے یقینی سے بولی "نہیں تم۔ تم یہاں کیسے پہنچ سکتے ہو؟"

"کیسے پہنچ گیا ہوں' یہی دیکھنے کے لئے سامنے آجاؤ۔ تمہیں یقین دلانے کے لئے دستک دے رہا ہوں۔ یہ لو سنو۔"

میں نے دروازے پر دستک دی۔ دستک سنتے ہی یقین ہوگیا۔ وہ فوراً ہی دوڑتی ہوئی آئی پھر ایک جھٹکے سے دروازے کو کھول دیا۔ مجھے سوالیہ نظروں سے تکنے لگی۔ میں نے کہا "میں تمہارے دماغ میں بھی ہوں اور تمہارے سامنے بھی۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

میں نے یہ کہتے ہوئے اندر آکر دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ اس نے مجھے گھور کر دیکھا۔ پھر میرے سینے پر ایک گھونسا مارتے ہوئے پوچھا۔ "مکار کہیں کے۔ جلدی بتاؤ یہاں تک کیسے پہنچے ہو؟"

میں نے اسے کھینچ کر بازوؤں میں بھر لیا پھر کہا "سلمان تمہیں شلپا اور ایوان راسکا کے متعلق بتارہا تھا۔ یہ میرے لئے بہترین موقع تھا۔ تم مجھے محسوس نہیں کررہی تھیں۔ میں نے تمہارے چور خیالات سے یہاں کا پتا معلوم کرلیا۔ مانتی ہو کہ میں نے تمہیں دریافت کرلیا ہے۔"

وہ میری گردن میں بانہیں ڈال کر بولی "اتنی عمر گزرنے تک شادی نہیں کی تھی۔ چپ چاپ تمہارا انتظار کرتی رہی تھی اور یہ اچھی طرح سمجھتی تھی کہ اتنی بڑی دنیا میں ایک فرہاد ہی مجھے دریافت کرسکتا ہے۔"

میں اس کے شاداب چہرے پر جھکنے لگا۔ وہ اچانک ہی تڑپ کر الگ ہوگئی۔ پھر میرا ہاتھ پکڑ کر کھینچا اور ایک طرف دوڑتی ہوئی بولی۔

"خطرہ ہے۔"

ایک دم سے میرے لہو میں گرمی دوڑ گئی۔ میں سہاگ رات کی خوشیاں لوٹنے آیا تھا اور دشمن ہمیں لوٹنے کھسوٹنے آگئے تھے۔ پتا نہیں میرے مقدر میں ٹھینگا کیوں لکھا ہوا تھا۔ سونیا ہمیشہ دلہن بنتے بنتے رہ جاتی تھی۔

میں اس کے ساتھ دوڑتا ہوا بنگلے کے مختلف حصوں سے گزرتا ہوا ایک کمرے میں آیا۔ سونیا نے دیوار پر لگی ہوئی ایک تصویر کو گھما کر الٹا کردیا اس کے ساتھ ہی میرے سامنے والی دیوار دو حصوں میں تقسیم ہوگئی۔ ہم دیواروں کے درمیانی خلا سے گزر کر ایک تاریک حصے میں پہنچے۔ اس نے ایک سوئچ آن کیا روشنی ہوگئی۔ ہم ایک تنگ راہداری میں تھے۔ وہاں بھی ایک دیوار سے الٹی تصویر لگی ہوئی تھی۔ سونیا نے دونوں ہاتھوں سے اسے پکڑ کر گھماتے ہوئے سیدھا کیا تو دیوار کا ایک حصہ سرکتا ہوا آیا اور دوسرے حصے سے اس طرح مل گیا کہ چور راستہ بند ہوگیا۔

ہم سیڑھیاں اتر کر ایک تہ خانے میں آئے۔ وہاں دو کمرے تھے۔ سونیا نے کہا "میں ابھی آتی ہوں۔"

وہ دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ دروازے کو بند کرلیا۔ میں اسے گلے لگاتے وقت زیادہ ہی جذباتی ہوگیا تھا بلکہ جذبات میں بہتا ہوا اپنی رہائش گاہ سے یہاں آیا تھا۔ یہ سچ ہے کہ آدمی جذبات میں اندھا ہوجاتا ہے۔ میں بھی اندھا ہوگیا تھا۔ اپنے پیچھے آنے والوں کو نہ دیکھ سکا۔ میں مطمئن ہوگیا تھا کہ یہاں کے جاسوس مجھے آرنالڈ سمجھ رہے ہیں۔ اب پتا چلا کہ ایسا نہیں تھا۔ میں انہیں جھانسا دے رہا تھا اور وہ جھانسا دے کر مجھے ہی سونیا تک پہنچنے والی سیڑھی بنا چکے تھے۔

وہ دوسرے کمرے کا دروازہ کھول کر آئی تو دلہن کا سرخ جوڑا اتر چکا تھا۔ اس نے جینز، جیکٹ اور کینوس کے جوتے پہن لئے تھے۔ میں نے قریب آکر اس کے بازوؤں کو تھام کر پوچھا "کیا تم میرے نصیب میں نہیں ہو؟"

وہ میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولی "میں تمہاری ہوں لیکن ابھی مجبوری ہے۔ وہ لوگ چور راستے کا سراغ لگا سکتے ہیں۔ یہاں سے فوراً چلو۔"

ہم ایک دوسرے کا ہاتھ تھام کر تیزی سے چلتے ہوئے ایک سرنگ میں داخل ہوئے پھر جھک کر دوڑتے ہوئے وہاں سے گزرنے لگے۔ بڑی لمبی سرنگ تھی۔ ٹارچ کی روشنی کا دائرہ آگے اور آگے بڑھتا ہی جارہا تھا اور اندازہ ہورہا تھا کہ ہم ایک طویل فاصلہ طے کرتے ہوئے اس علاقے سے دور جارہے ہیں جہاں سونیا کی رہائش تھی۔

آخر وہ سرنگ ختم ہوئی۔ ہم اس کے آخری سرے پر زینہ چڑھتے ہوئے ایک تنگ راہداری میں آئے۔ سونیا نے دیوار پر ہوئے ایک بٹن کو دبایا۔ چور دروازہ کھل گیا۔ ہم ایک گیراج میں پہنچ گئے۔ سونیا نے کار کی اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا "دروازہ کھولو۔"

میں نے گیراج کا دروازہ کھول دیا۔ وہ کار ڈرائیو کرتی ہوئی باہر آئی۔ میں دروازے کو دوبارہ بند کرکے اس کے ساتھ والی سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ ہم ایک چھوٹے سے بازار میں تھے۔ تمام دکانیں بند ہوئی تھیں، وہاں کوئی ہمیں پہچان نہیں سکتا تھا۔ ہم اپنے اصل روپ میں نہیں تھے۔ اگر کوئی پولیس یا فوج کا افسر ہمیں روکنے ٹوکنے کے لئے آتا تو ہم اس سے نمٹ لیتے۔ اب تو یہودیوں کو یقین ہوچکا ہوگا کہ سونیا اور فرہاد تل ابیب میں موجود ہیں۔

جو لوگ میرا تعاقب کرتے ہوئے سونیا کی رہائش گاہ تک آئے تھے اور ہمیں وہاں نہیں پایا تھا انہوں نے ٹرانسمٹر کے ذریعے انٹیلی جنس کے چیف کو اطلاع دی تھی۔ چیف نے فوج کے جنرل کو بتایا کہ آرنالڈ ایک رہائش گاہ میں پہنچا تھا۔ ایک عورت نے اس کے لئے دروازہ کھولا تھا۔ جب سراغ رساں وہاں پہنچے تو آرنالڈ اس عورت کے ساتھ بند مکان سے غائب ہوگیا تھا۔

یہ رپورٹ پہنچتے ہی نئے جنرل آرم اسٹرانگ نے حکم دیا کہ شہر کی ناکا بندی کرکے کرفیو نافذ کیا جائے۔ ریڈیو ٹی وی کے ذریعے اور گشت کرنے والے فوجیوں کی زبان سے شہریوں کو آگاہ کیا جائے کہ وہ فوراً گھروں میں چلے جائیں اور اپنے دروازے کھلے رکھیں۔ فوج کے جوان ہر گھر میں جاکر وہاں کے فیملی ممبرز کو چیک کریں گے۔

ہم نے کار ریڈیو کے ذریعے یہ اطلاع سنی۔ سونیا نے کار ایک رہائشی علاقے کی طرف موڑتے ہوئے کہا "معلوم کرو، کیا سراغ رساں ہمارے تہ خانے تک پہنچ گئے ہیں۔"

میں نے کہا "جنرل ٹائر کے پاس ایسی کوئی رپورٹ نہیں پہنچ رہی ہے۔ ویسے جدید آلات کے ذریعے وہ تہ خانے کا سراغ لگا سکتے ہیں۔"

وہ بولی "دیکھو سڑکیں اور گلیاں خالی ہورہی ہیں۔ ہم بھی اس کار میں نہیں رہ سکیں گے۔ ان کا مقصد یہی ہے کہ ہم خالی راستوں اور گلیوں سے گزرتے ہوئے پکڑے جائیں۔ یا پھر کسی گھر میں جاکر پناہ لیں۔"

اس نے کار ایک گلی میں روک دی۔ میں نے اس کے ساتھ اترتے ہوئے دیکھا۔ گلی کے آخری سرے سے فوجیوں کا ایک ٹرک آرہا تھا۔ ہم دوڑتے ہوئے دوسری گلی میں آئے۔ پھر وہاں سے چھپ کر دیکھا۔ وہ فوجی ٹرک کار کے پاس آکر رک گیا۔ ایک افسر اور چار فوجی جوانوں نے ٹرک سے اتر کر ہماری کار میں جھانک کر دیکھا۔ پھر اس کے چاروں پہیوں کی ہوا نکال کر چلے گئے۔ میں نے سونیا سے کہا "وہ چاہتے ہیں ہم مجبور ہوکر کسی مکان یا عمارت میں پناہ لیں۔ اب وہ جدید آلات کے ذریعے ہر مکان میں تہ خانوں کا سراغ لگائیں گے۔"

"وہ ہمارے چھپنے کے لئے کوئی جگہ نہیں چھوڑیں گے۔ ہمارے لئے زمین تنگ ہورہی ہے۔"

ہم وہاں سے دوڑتے ہوئے اور چھپتے چھپاتے کئی گلیاں عبور کرنے کے بعد ایک میدان کی طرف آئے۔ وہاں ایک بہت بڑا سرکس لگا ہوا تھا۔ اس کے احاطے سے مرد اور بچے باہر آرہے تھے۔ اسپیکر کے ذریعے کہا جارہا تھا "ہنگامی حالات کے پیش نظر کرفیو لگایا گیا ہے۔ اس لئے آپ سے گزارش ہے کہ فوراً اپنے گھروں میں پہنچ جائیں۔ ایک گھنٹے بعد جو بھی راستے یا گلیوں میں نظر آئے گا اسے گولی ماردی جائے گی۔"

میں اور سونیا سرکس سے نکلنے والوں کی بھیڑ میں شامل ہوگئے جو باہر آرہے تھے۔ ہم ان کے درمیان چھپتے ہوئے سرکس کے ایک خیمے میں چلے گئے۔ تماشائیوں کی بھیڑ کم ہورہی تھی۔ آس پاس کے خیموں میں عورتوں کے باتیں کرنے کی آوازیں آرہی تھیں۔ سرکس میں تماشے دکھانے والی کوئی عورت اس خیمے میں بھی آسکتی تھی، جہاں ہم چھپے ہوئے تھے۔

پھر یہی ہوا۔ قدموں کی آواز قریب آرہی تھی۔ ہم فوراً ہی خیمے کے دوسری طرف سے باہر آگئے۔ اندر آنے والے ایک مرد کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا "جب سے شادی ہوئی ہے، ہم نے سکون سے سہاگ رات نہیں منائی۔ آدھی رات تک تماشا دکھانے کے بعد میرے پاس آتی ہو تو تھکن سے چور رہتی ہو۔"

ذرا خاموشی رہی۔ پھر ایک عورت بولی "اوہو۔ کیا کرتے ہو۔ یہ سرکس کا لباس ہے۔ ذرا بدلنے تو دو۔"

میں نے اور سونیا نے ایک دوسرے کو حسرت سے دیکھا خیمے کے اندر سہاگ رات کی مسرتیں تھیں اور ہمیں مسرتوں کی کوئی زمین نہیں مل رہی تھی۔ ہم وہاں سے رینگتے ہوئے ذرا دور آئے۔ فوج کے کچھ جوان سرکس گیلری کے اندر جارہے تھے۔ کچھ ان خیموں کی طرف پھیل رہے تھے، جہاں سے ہم آرہے تھے۔ ہم کسی بھی لمحے میں پکڑے جاسکتے تھے۔

ہاتھی سلاخوں سے بندھے ہوئے تھے۔ ان کے بعد کئی گھوڑے ایک قطار میں بندھے کھڑے تھے۔ دور تک سوکھی گھاس پھیلی ہوئی تھی۔ ہم ان جانوروں کے پیچھے چھپتے ہوئے شیروں کے آہنی پنجروں کے قریب آگئے۔ دور سے دو مسلح فوجی آتے ہوئے دکھائی دیئے۔ ہم فوراً گھاس پر لیٹ گئے۔ پھر لڑھکتے ہوئے ایک شیر کے پنجرے کے نیچے آگئے اور بڑی پھرتی سے اپنی اوپر گھاس ڈال لی۔

اوپر شیر نیچے ہم اور کچھ فاصلے پر مسلح فوجی جوان تھے۔ واقعی ہمارے لئے زمین تنگ تھی اور آسمان دور تھا۔ فوجیوں کے ٹارچ کی روشنی اِدھر سے اُدھر جارہی تھی۔ ایک آدھ بار شیر کے پنجرے کے پاس سے بھی گزری۔ ہمارے اور شیر کے درمیان مضبوط لوہے کی جالی تھی۔ جالی پر لکڑی کا تختہ بچھا ہوا تھا۔ جس پر شیر ٹہل رہا تھا۔

وہ فوجی جوان قریب آگئے۔ اسی وقت شیر ہمارے لئے مصیبت بن گیا۔ جس تختے پر وہ ٹہل رہا تھا اس کی لکڑی ا۔ ۔ جگہ سے ذرا ٹوٹی ہوئی تھی۔ میں منہ پر سے گھاس ہٹا کر ا ۔ ۔ وں کی پوزیشن معلوم کررہا تھا۔ اوپر سے شیر نے ٹہلتے ہوئے اس ٹوٹے ہوئے تختے سے جھانک کر مجھے دیکھ لیا۔ دیکھتے ہی غرانے لگا۔ میں نے فوراً اپنے اوپر گھاس برابر کرلی۔ اچھی طرح چھپ گیا لیکن وہ دیکھ چکا تھا۔ تختے پر پاؤں مار کر نیچے دیکھتے ہوئے دھاڑنے لگا تھا۔ کمبخت ایک بے زبان جانور ہمیں گرفتار کرانے پر تل گیا تھا۔

میں نے ایک ذرا سی گھاس ہٹا کر دیکھا۔ وہ دونوں فوجی ایک لائٹر سے سگریٹ سلگا رہے تھے۔ میں نے پاس پڑی ہوئی ایک پتلی سی لکڑی اٹھائی پھر تختے کے شگاف میں ڈال کر لکڑی کے سرے کو شیر کے منہ پر مارا۔ وہ ایکدم سے بھڑک گیا۔ غصہ میں دھاڑتا ہوا آہنی سلاخوں سے ٹکرانے لگا۔ دونوں فوجی اچھل کر پیچھے چلے گئے۔ ایک نے کہا "ایسا لگتا ہے جیسے یہ ہمیں کچا چبا جائے گا۔"

دوسرے نے کہا "یار مجھے تو ایسا لگا جیسے یہ پنجرے سے نکل آیا ہے۔"

انہوں نے ٹارچ کی روشنی میں اسے دھاڑتے ہوئے دیکھا پھر وہاں سے دوسری طرف جانے لگے۔ جب وہ ذرا دور نکل گئے تو ہم لڑھکتے ہوئے پنجرے کے نیچے سے نکلے پھر دوڑتے ہوئے دوسرے شیر کے پنجرے کے نیچے لڑھک گئے۔ اپنے اوپر گھاس ڈال لی۔ پھر میں نے سونیا کے دماغ میں آکر کہا "کیا خوب سہاگ رات ہے۔ ہمارا انجام دیکھ کر کوئی شادی نہیں کرے گا۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

وہ مسکراتی ہوئی کروٹ بدل کر میرے قریب ہو گئی۔ وہ جس حد تک قریب ہوئی اس سے زیادہ قربت کا موقع نہیں تھا۔ کیوں کہ اوپر شیر تھا نیچے سوکھی گھاس تھی۔ ہماری ذرا سی حرکت سے گھاس میں سرسراہٹ کی آواز ہوتی تھی اور ہلکی سی آواز رات کے سناٹے میں دور تک سنی جا سکتی تھی۔ لہٰذا ہم جتنی شرافت سے لیٹے ہوئے تھے' اتنی شرافت دنیا کے کسی میاں بیوی میں نہیں ہو سکتی تھی۔

وہ اشارے سے بولی "دماغ میں آؤ۔"

میں اس کے اندر پہنچا۔ اس نے کہا "خیال خوانی کرو۔ جنرل ٹائر کے علاوہ کسی اور اہم عہدیدار کے دماغ میں جاؤ۔"

میں نے کہا "تمہارے پاس آنے سے پہلے میں جنرل کے ذریعے ان حکام اور فوجی افسران کی آوازیں سن چکا ہوں جو یوگا کے ماہر ہیں۔"

"ان کی آوازیں سن کر کچھ حاصل نہ ہو گا۔ وہ حساس دماغ رکھنے والے سانس روک لیں گے۔"

"ان میں سے دو چار ایسے ہوں گے جو دو چار گھنٹے بعد اپنے دماغوں میں مجھے خوش آمدید کہیں گے۔"

"کیا تم نے ان کی دماغی کمزوری کے لئے کوئی چال چلی ہے؟"

"میں نے کوئی چال نہیں چلی ہے۔ کیا تم اس بات سے متفق ہو کہ حکومت کے بڑے بڑے پیچیدہ مسائل میں الجھنے والے حکام کس ز ذہنی پریشانی میں مبتلا رہتے ہوں گے؟"

"میں مانتی ہوں۔ دنیا کے نوّے فیصد حکمران رات بھر کھا سکتے' وقت پر سو نہیں سکتے۔ ویسے کھانا تو کسی وقت بھی کھایا جاتا لیکن نیند رات کو کسی وقت بھی نہیں آتی۔ دوسری صبح نئے ... کے لئے چاق و چوبند رہنے کی خاطر سونا ضروری ہوتا ہے۔ اور سونے کے لئے نیند کی دوا لازمی......"

وہ بولتے بولتے چونک گئی۔ پھر بولی "اوہ گاڈ! میں سمجھ گئی' تم انتظار کر رہے ہو کہ آدھی رات تک یہاں کے کچھ حکام خواب آور دوائیں استعمال کر کے سو جائیں اور تمہاری خیال خوانی کے لئے دروازہ کھلا چھوڑ دیں۔"

"ہاں نیند کی دوائیں دماغ کو ذرا کمزور کر کے سلا دیتی ہیں۔"

"تمہیں کیسے پتا چلے گا کہ کس حاکم نے دوا استعمال کی ہے اور وہ تمہیں محسوس نہیں کرے گا؟"

"ذرا صبر کرو۔ ابھی تم دیکھ لوگی۔"

"کیا پہلے سے بتا دو گے تو سسپنس نہیں رہے گا؟"

"یہ بات نہیں ہے۔ ابھی دو جوان یہاں سے جاتے ہوئے باتیں کر رہے تھے' میں ان کے ذریعے کسی افسر کے دماغ میں جگہ بناؤں گا۔"

میں اس کے لہجے کو سوچتا ہوا اس کے اندر پہنچ گیا۔ وہ اپنے افسر سے کہہ رہا تھا "ہم خیموں میں اور پنجروں کے آس پاس ... آ رہے ہیں۔ وہ دونوں ایسی کھلی جگہ آ کر نظروں سے چھپ نہ سکتے تھے۔ وہ یہاں نہیں ہیں۔"

افسر نے کہا "وہ ابھی نہیں ہیں لیکن کہیں سے بھٹکتے بھاگتے ہوئے آ سکتے ہیں۔ رات دو بجے تک کھلی آنکھوں سے ... دیتے رہو۔ دو بجے کے بعد دوسرے جوان ڈیوٹی پر آ جائیں گے۔"

اس نے جیب سے ایک چھوٹی بوتل نکالی۔ پھر اسے کھول کر غٹاغٹ دو چار گھونٹ پیئے۔ کبھی تو یوں لگتا ہے جیسے دشمن میرے لئے آسانیاں پیدا کر رہے ہیں لیکن جہاں تک پینے والوں کا سوال ہے تو اسے محض اتفاق یا تقدیر کی مہربانی نہ سمجھی جائے۔ تقدیر میرے سامنے پینے والوں کو نہیں لاتی۔ اس ملک میں پینے والے اتنے ہیں کہ ان کی بھیڑ میں نہ پینے والے پرہیزگار ... سے نظر آتے ہیں۔ یوگا کے ماہرین بھی خاص تقریبات میں ... کھول کر پیتے ہوں گے لیکن آج کل پرہیز کرتے ہوں گے۔ ... میں شراب کے ساتھ اس کے اندر پہنچ گیا۔

وہ اپنی ایک جیپ اور ٹرک میں فوجی جوانوں کو لے کر آیا ... ٹرک واپس چلا گیا تھا۔ رات کے دو بجے دوسرے ڈیوٹی کرنے والے جوانوں کو پہنچایا جاتا تھا۔ میں نے اس کی سوچ سے معلوم ... کہ وہ اپنے کتنے افسران کو قریب سے جانتا ہے اور کون ... طرح بلاناغہ پیتا ہے' وہ سوچنے لگا "سب ہی پیتے ہیں۔ کوئی کام ... زیادتی کے باعث ہوش میں رہنے کے لئے تھوڑی تھوڑی پیتا ... کوئی مدہوش ہو جانے کے لئے زیادہ پی لیتا ہے۔"

وہ اپنی ڈیوٹی سے بیزار ہو رہا تھا۔ شراب کے ساتھ کسی ... کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔ اگر کرفیو نہ لگایا جاتا تو وہ ... ساتھ اپنی جیپ میں عیش بھی کرتا اور ڈیوٹی بھی جاری رہتی۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "سرکس میں کرتب دکھانے ... حسیناؤں کی یہاں کمی نہیں ہے۔ میں یہاں سے کسی کو اپنے ... میں لے جا سکتا ہوں۔"

اس کی سوچ نے کہا "میں کتنی دیر سے یہی بات سوچ ... لیکن ڈیوٹی چھوڑ کر جاؤں گا تو......"

میں نے اس کی پوری بات نہیں سنی۔ ... سمجھ میں ... صرف ڈیوٹی کی وجہ سے مجبور ہے۔ میں نے سونیا کو اس ... میں بتایا' وہ بولی "اسے شراب کے ساتھ شباب چاہئے ... الو بناؤں گی۔ سلمان کو بلاؤ۔"

میں نے اسے بلایا۔ سونیا نے کہا "فرہاد تمہیں ایک ... کے دماغ میں پہنچا رہے ہیں۔ تم اس کے دماغ میں رہو ... کرنا چاہے تو دماغ پر پوری طرح قبضہ جما لینا۔"

اس نے کہا "میں یہی کروں گا۔ آپ کہاں ہیں مسٹر ..."

"شیر کے قدموں میں۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

شیر رہ رہ کر دھاڑ رہا تھا۔ سلمان نے کہا "واقعی ایک نہیں کئی شیروں کی آوازیں سن رہا ہوں۔"

میں نے کہا "ہم شیروں کے پنجروں کے نیچے چھپتے پھر رہے ہیں۔ میرے پاس آؤ۔"

وہ میرے پاس آیا۔ میں نے اسے فوجی افسر کے دماغ میں پہنچا دیا۔ پھر سونیا کے پاس آکر بولا "اب جا سکتی ہو۔"

وہ لڑھکتی ہوئی پنجرے کے نیچے سے نکل گئی۔ اطمینان سے چلتی ہوئی اس کی طرف جانے لگی۔ اس نے آہٹ سن کر گھومتے ہوئے دیکھا۔ ڈانٹ کر کچھ کہنا چاہتا تھا۔ پھر حسین عورت کو دیکھ کر چپ ہو گیا۔ جب وہ قریب آئی تو اس نے پوچھا "کیا سرکس میں کام کرتی ہو؟"

"ہاں۔ تماشے دکھاتی ہوں۔ تم بھی تماشا دیکھو۔ اپنے ایک جوان کو بلاؤ اور میرے ساتھ چلو۔"

سلمان نے افسر کے دماغ میں رہ کر اسے حکم کی تعمیل پر مجبور کیا۔ اس نے ایک جوان کو بلا کر کہا "میرے پیچھے چلے آؤ۔"

وہ سونیا اور اپنے افسر کے پیچھے چلتا ہوا شیروں کے پنجرے کے قریب سے گزرنے لگا۔ میں نے پیچھے سے گردن دبوچ لی۔ وہ خود کو چھڑانے کی کوشش کرنے لگا۔ گرفت اتنی مضبوط تھی کہ وہ منہ سے آواز نکالنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ سونیا افسر سے پوچھ رہی تھی۔ "یہ تماشا کیسا لگ رہا ہے۔"

وہ اپنے فوجی ماتحت کو میری گرفت سے نکل کر گھاس پر گرتے اور بے ہوش ہوتے دیکھ رہا تھا لیکن خاموش کھڑا ہوا تھا۔ سلمان کی مٹھی سے نکل نہیں سکتا تھا۔ میں اس فوجی جوان کو لڑھکاتا ہوا پنجرے کے نیچے لے گیا۔ اپنے کپڑے اسے پہنائے اس کی وردی خود پہن لی۔ پھر اس پر اچھی طرح گھاس ڈال کر پنجرے کے نیچے سے نکل آیا۔ سونیا نے افسر سے کہا "اپنے کوارٹر میں چلو۔"

وہ ہمارے ساتھ چلتا ہوا اپنی جیپ میں آیا۔ سونیا اس کے ساتھ بیٹھ گئی۔ میں پچھلی سیٹ پر آ گیا۔ جیپ وہاں سے چل پڑی۔ آگے جا کر ہم نے دیکھا پورے شہر میں ویرانی اور سناٹا چھا گیا تھا۔ سڑکوں اور گلیوں میں صرف کتے اور فوجی گھوم رہے تھے۔ دو مختلف راستوں پر دور سے ہمیں رکنے کا سگنل دیا گیا پھر مجھے اور فوجی افسر کو دیکھ کر آگے جانے کی اجازت مل گئی۔

ہمارے لئے پورے شہر میں ناکا بندی کی گئی تھی۔ راستے اور گلیاں خالی کرائی گئی تھیں تاکہ ہم کسی چار دیواری میں چھپنے پر مجبور ہو جائیں اور وہ ہمیں ڈھونڈ کر گرفتار کر لیں۔ ہم ان کی خواہش کے مطابق چار دیواری میں پہنچ گئے تھے۔ وہ چار دیواری فوجی افسر کی تھی۔ اب کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ہم وہاں پناہ لے رہے ہیں۔

میں نے سلمان سے کہا "تم افسر کو واپس سرکس کی طرف لے جاؤ۔ اسے یاد نہیں آنا چاہئے کہ یہ ہمیں اپنے گھر پہنچا کر گیا۔"

سلمان اسے واپس لے گیا۔ میں نے سونیا کو اپنی طرف ... پوچھا "کیا خیال ہے؟ یہ چار دیواری ہماری ازدواجی زندگی کے لئے کیسی ہے؟"

وہ اپنا ہاتھ چھڑا کر بولی "دشمن کے گھر میں عیش ... جاتی۔ ہوش میں رہو، پہلے تحفظ کا یقین ہونے دو۔"

"میں جب سے پیدا ہوا ہوں کہیں محفوظ نہیں رہا ... بھی میری طرح آج تک بھاگتی دوڑتی رہی ہو۔ ہم دونوں ... کر دشمنوں سے سہاگ رات کی بھیک مانگتے رہیں گے، ہم ... کبھی نہیں ملے گی۔ اپنی ازدواجی مسرتوں کو زبردستی حاصل ... ہو گا۔"

میں اس کے قریب گیا۔ وہ دور ہو کر بولی "تم کچھ ... باؤلے ہو رہے ہو مگر میں جذبات میں اندھی نہیں ہو سکتی ... نہیں بھول سکتی کہ یہ نئی جگہ ہے ایک فوجی افسر کا گھر ہے ... دوسرا افسر یہاں روشنی دیکھ کر آ سکتا ہے۔"

میں نے سوئچ بورڈ کی طرف بڑھتے ہوئے کہا "میں ... کر دیتا ہوں۔"

وہ بولی "اندھیرا کرنے سے پہلے گھڑی دیکھو۔ آدھی رات ... رہی ہے۔ کئی اعلیٰ حکام اپنے معمول کے مطابق نیند کی ... پہنچ گئے ہوں گے۔"

میں نے گھڑی دیکھی۔ واقعی اہم خیال خوانی کا وقت تھا۔ میں ٹھنڈے جذبات اور ٹھنڈی آہوں کے ساتھ ایک ... بیٹھ گیا۔ وہ میری حالت پر مسکرا کر بولی "صبر کا پھل میٹھا ہے ... خیال خوانی کرو۔ میں اس دوران اس چھوٹے سے کاٹیج ... طرح چیک کرتی ہوں۔"

وہ دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ میں جنرل ٹائر کے دماغ ... کر اس کی سوچ میں بولا "سونیا اور فرہاد کے سلسلے میں ... رپورٹ مل رہی ہے۔ مجھے اعلیٰ حکام کو حالات سے ... چاہیے۔"

جنرل کی سوچ نے کہا "میں کسی حاکم کو آدھی رات ... فون نہیں کر سکتا۔ مجھے تاکید کی گئی ہے کہ بارہ بجے کے بعد ... مداخلت نہ کروں۔ کوئی بھی اہم اطلاع صبح دی جائے۔"

پہلے ایسی بات نہیں تھی۔ سابقہ حکام فون کی گھنٹی ... رات کے کسی بھی حصے میں اٹھ بیٹھتے تھے۔ موجودہ حکمرانوں ... تازہ دم رہنے کے لئے نیند پوری کرنے کا یہ اصول اپنایا تھا۔ ... ان میں سے کون نیند کی دوائیں استعمال کرتا ہے؟ ... کے لئے فون کی گھنٹی بجانا ضروری تھا۔ دوا کے اثر سے سونے ... گھنٹی کی آواز پر بیدار نہیں ہوتے۔ مسلسل گھنٹی بجتی رہے ... کوئی جاگ جاتا ہو گا۔ میں نے جنرل کے دماغ پر قبضہ جما کر ... ایک اعلیٰ حاکم کا نمبر ڈائل کرایا۔ پھر اس کے کان سے ریسیور ... سننے لگا۔ دوسری طرف فون کی گھنٹی بج رہی تھی مگر کوئی ریسیور نہیں اٹھا رہا تھا۔

اکثر حکام رات کے وقت اپنے سرہانے ٹیلی فون نہیں رکھتے۔ آدھی رات کے بعد ان کے سیکریٹری اور دوسرے ماتحت فون اٹینڈ کرتے ہیں لیکن موجودہ حکام اپنی اپنی رہائش گاہ میں تنہا رہتے تھے۔ ہم سے انہیں یہ اندیشہ تھا کہ ہم ان کے سیکریٹری یا کسی ملازم کے ذریعے ان کے دماغوں میں جگہ بنا لیں گے۔ اس لئے وہ کسی پر بھروسا نہیں کرتے تھے۔

وہ اعلیٰ حاکم بھی اپنے بنگلے میں تنہا تھا۔ فون کی گھنٹی سن کر ریسیور اٹھانے والا کوئی ملازم نہیں تھا۔ میں نے جنرل سے ریسیور رکھوا دیا۔ پھر خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا اس اعلیٰ حاکم کے دماغ میں پہنچ گیا۔ کوئی دشواری کوئی رکاوٹ پیدا نہیں ہوئی۔ وہ دن کے وقت حساس دماغ رکھنے والا، دوا کے اثر سے بے حس ہو کر رات کو غفلت کی نیند سو رہا تھا۔

میں نہایت اطمینان سے اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ پہلے یہ معلوم کیا کہ وہ تمام اعلیٰ حاکم اور فوجی افسران ایک دوسرے سے صرف فون پر یا ٹرانسمٹر کے ذریعے رابطہ قائم کرتے ہیں۔ کوئی کسی کی رہائش گاہ کے قریب سے نہیں گزرتا اور نہ ہی کبھی روبرو ملاقات کرتا ہے۔ صرف ہنگامی اجلاس کے وقت پاپاڈوک سے گفتگو کرنے کے لئے وہ ایک کانفرنس ہال میں آتے ہیں۔ اہم مسائل پر بحث کرتے ہیں۔ پھر واپس چلے جاتے ہیں۔ چوں کہ جنرل کے دماغ میں خیال خوانی والے دوست اور دشمن آتے رہتے تھے اس لئے جنرل بھی دشمن بن کر موجودہ حکام کو نقصان پہنچانے والی کوئی حرکت کر سکتا تھا۔ اس لئے فوجی افسران اس کی کڑی نگرانی کرتے تھے۔

میں نے اعلیٰ حاکم سے پوچھا "پاپاڈوک کی رہائش گاہ سے کون واقف ہے؟"

اس نے جواب دیا "مجھے اور فوج کے یوگا کے ماہر دو فوجی افسران کو معلوم ہے کہ وہ رائل اسٹریٹ کی ایک محل نما کوٹھی میں رہتا ہے۔ رات کو سونے کے لئے یا کسی خطرے کے وقت تہ خانے میں چلا جاتا ہے۔"

اس نے کوٹھی کا پتا بتایا۔ اس کوٹھی کے باہر مسلح فوجیوں کا پہرا رہا کرتا تھا۔ اس کے احاطے میں رات کو خونخوار کتے جاگتے، غراتے اور بھونکتے رہتے تھے۔ اندر صرف ایک مسلح باڈی گارڈ رہتا تھا، وہ بھی یوگا کا ماہر تھا۔

میں نے سونیا کو بلا کر بتایا کہ پاپاڈوک کتنے سخت پہرے میں رہتا ہے۔ وہ بولی "اس کاٹیج میں فوجی افسر نے کافی ہتھیار جمع کئے ہیں۔ میں ایک ریوالور اور سائلنسر لے کر چلوں گی۔"

"ٹھیک ہے میں بھی یہاں سے نکلنے کی تیاری کرتا ہوں۔" میں نے سلمان سے کہا "اس افسر کے ذریعے دوسرے فوجی اعلیٰ افسر سے رابطہ کرو۔ میں اس کی آواز سنوں گا۔"

اس نے افسر کو مجبور کیا۔ وہ ٹرانسمٹر کے ذریعے اپنے ایک سینئر افسر سے رابطہ کرنے لگا۔ تھوڑی دیر میں اس سینئر افسر کی آواز سنائی دی۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کی زبان سے کہا "سلمان! رابطہ ختم کرا دو۔ کام بن گیا ہے۔"

وہ سینئر افسر اپنی جیپ میں بیٹھ کر ہماری طرف آنے لگا۔ میں نے لیلیٰ اور سلطانہ کو بلا کر دو فوجی جوانوں کے دماغوں میں پہنچایا جو اس سینئر افسر کے ساتھ آ رہے تھے۔ میں بھی وردی میں تھا۔ اس لئے تیسرا فوجی جوان لگ رہا تھا۔

مختصر یہ کہ میں اس سینئر افسر کے دماغ پر سوار رہ کر سونیا اور مسلح جوانوں کے ساتھ پاپاڈوک کی محل نما کوٹھی کے سامنے پہنچ گیا۔ گیٹ پر پہرے داروں نے سینئر افسر کو دیکھ کر سیلوٹ کیا۔ پھر گیٹ کو کھول دیا۔ احاطے کے اندر کتے بھونک رہے تھے۔ انہیں تربیت دینے والے دو افراد دور لے جا رہے تھے۔ ہم جیپ سے اتر کر کوٹھی کے اندر پہنچ گئے۔

مسلح باڈی گارڈ نے پوچھا "سر! آپ نے آنے کی اطلاع نہیں دی۔ اچانک آنے کی وجہ کیا ہے؟"

"سونیا نے کہا "وجہ یہ ہے کہ تم یوگا کے ماہر ہو اور یہ اچھی بات نہیں ہے۔"

اس نے سائلنسر لگے ہوئے ریوالور کو نکالا۔ باڈی گارڈ نے اپنا ریوالور نکالا لیکن اس سے پہلے ہی سونیا نے اسے گولی مار دی پھر لیلیٰ اور سلطانہ سے بولی "ان جوانوں کے ذریعے اس کی لاش کسی ٹوائلٹ میں پہنچا دو۔"

وہ دو فوجی جوان اس باڈی گارڈ کی لاش اٹھا کر لے گئے۔ سلمان نے میرے پاس آ کر کہا "میرے معمول افسر کی ڈیوٹی بدلنے والی ہے۔"

میں نے کہا "اسے چھوڑ دو اور اس سینئر افسر کو گرفت میں رکھو۔"

میں اسے سلمان کے حوالے کر کے بولا "یہاں دو مسلح فوجی ہیں۔ لیلیٰ اور سلطانہ ان کے دماغوں میں ہیں۔ یہاں کوئی فون یا ٹرانسمٹر کال آئے تو فوراً مجھے اطلاع دینا۔"

میں سونیا کے ساتھ تیزی سے چلتا ہوا ایک کمرے میں آیا۔ وہاں رکھے ہوئے ایک پلنگ کے نیچے چور راستہ تھا۔ اس راستے سے ہم تہ خانے میں پہنچ گئے۔ وہاں ایک آرام دہ پلنگ پر پاپاڈوک سو رہا تھا۔ ہمارے آتے ہی اس کی آنکھ کھل گئی تھی۔ شاید اس نے سونے سے پہلے دماغ کو یہی ہدایت دی تھی کہ کسی کے آتے ہی آنکھ کھل جائے۔

کسی غافل کی آنکھ کھلتی ہے تو اسے پچھتانے کی مہلت نہیں ملتی۔ سونیا نے اس کے ایک بازو میں گولی مارتے ہوئے کہا "میں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

نہیں چاہتی کہ تم خیال خوانی کے ذریعے خطرے کی گھنٹی بجادو۔"

میں پاپاڑوک کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ چہرے سے پہچانا نہیں جا سکتا تھا۔ لیکن دماغ میں پہنچتے ہی تصدیق ہو گئی۔ میں نے کہا۔ "سونیا اب شبے کی گنجائش نہیں رہی۔ یہی پاپاڑوک ہے۔"

وہ زخمی بازو کو تھام کر سنبھلنا چاہتا تھا۔ سونیا کا نام سنتے ہی لڑکھڑا کر گر پڑا۔ وہ دوسرے بازو پر گولی مارتے ہوئے بولی "تمہیں گولیوں سے نہیں لاتوں اور جوتوں سے مارنا چاہئے۔ کیوں کہ تم نے ہمیں بہت دوڑایا ہے۔ ارادہ تھا کہ تمہیں بھی دوڑا دوڑا کر مارتی رہوں گی لیکن تمہیں زندہ رہنے کا تھوڑا سا بھی موقع دینا بہت بڑی حماقت ہوگی۔"

وہ تکلیف کی شدت سے فرش پر گھٹنے ٹیک کر بولا "میں اپنی پچھلی زندگی کے متعلق کچھ نہیں جانتا اور یہ نئی زندگی تم چھین رہی ہو۔ مجھے اتنا تو بتادو کہ تم میری جان کی دشمن کیوں ہو؟"

میں نے کہا "بتانے کا وقت گزر چکا ہے۔ تم ہمیں باتوں میں لگا کر اپنے بچاؤ کی تدبیر کرنا چاہتے ہو۔ سونیا! قصہ تمام کرو۔"

اس نے بے آواز فائر کیا۔ گولی اس کی پیشانی کو پھاڑتی ہوئی کھوپڑی کے آرپار ہو گئی۔ وہ اوندھے منہ فرش پر گر پڑا۔ سونیا نے مسکرا کر پوچھا "کیا مقدر کا لکھا ہوا پورا ہو چکا ہے۔ یہ میرے ہی ہاتھوں سے مر گیا ہے؟"

میں نے کہا "میں ابھی اس کی موت کا یقین دلاتا ہوں۔"

میں نے پاپاڑوک کی لاش کو لات مار کر پلنگ کے نیچے کر دیا۔ پھر سونیا کو دونوں بازوؤں میں اٹھا کر پلنگ پر پھینک دیا۔ وہ بولی "یہ کیا کرتے ہو؟"

"میری جان! آج تک کسی دلہا دلہن نے کسی لاش کے اوپر سہاگ رات نہیں منائی ہوگی۔ ہم منائیں گے ہم....."

میں نے بستر پر چھلانگ لگائی۔ اسی کو مقدر کہتے ہیں۔ جس کا بستر تھا' وہ نیچے تھا۔ ہم اوپر تھے۔ ہم دیکھ سکتے تھے' وہ اپنے بستر کی مسرتیں نہیں دیکھ سکتا تھا۔ یہ بات لطف حاصل کرنے کی نہیں عبرت حاصل کرنے کی ہے۔

جی ہاں' یہ عبرت حاصل کرنے کی باتیں ہیں' دنیا میں کتنے ہی فرعون گزرے' کتنے ہی عیاش اپنی سیج کو حسیناؤں سے سجاتے رہے پھر وہ نہ رہے' صرف ان کے بستر رہ گئے۔

دنیا کے تمام ملکوں سے حسینائیں خریدی جاتی ہیں پھر بڑے بڑے شہنشاہوں کے بستروں پر پہنچائی جاتی ہیں۔ ان بستروں پر اولادیں جنم نہیں لیتیں۔ ان بستروں پر کوئی حسینہ ماں بن کر اپنی اولاد کو دودھ نہیں پلاتی' بستر وہی ہے' جہاں ہمیں ماں کا دودھ ملے' اس باپ کا جبر نہ ملے جو ہمیں پیدا ہونے سے پہلے ہی ہماری ماں کی کوکھ میں ہمیں مار ڈالتا ہے۔

صبح ہونے والی تھی۔ سونیا میرے سینے پر سر رکھ کر سو گئی۔ وہ جیسے ایک طویل مدت کے بعد گہری نیند سو رہی تھی۔ آج سے ... بے شمار ذمے داریوں کا بوجھ اٹھا کر جاگتے جاگتے سوتی تھی ... سوتے سوتے جاگتی رہتی تھی۔ اتنی بڑی دنیا میں میں ہی اس کا ... آسمان تھا' میں ہی اس کا معتبر محافظ تھا۔ اس لئے مجھ پر ... ذمے داریوں کا بوجھ ڈال کر وہ سکون سے بے کھٹکے سو گئی تھی۔

میں خیال خوانی کے ذریعے دوسرے حاکم کے دماغ میں ... گیا۔ چند حکام اور چند فوجی افسران نے یوگا کے بل پر ... حکومت کی باگ ڈور سنبھالی تھی تاکہ ہم ان کے دماغوں میں ... کی حکومت کو کمزور نہ بنا سکیں۔

لیکن آدمی ہزار احتیاط کے باوجود کسی نہ کسی پہلو سے ... جاتا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ حکومت کا بوجھ سنبھالنے وا... وقت پر کھاتے ہیں اور نہ ہی وقت پر نیند پوری کر سکتے ہیں ... ہر صبح ذہنی تازگی کے لئے خواب آور گولیاں کھا کر نیند پوری ... ہے۔

ایسی مسکن اور خواب آور دوائیں دماغ کو سست اور ... بناتی ہیں۔ یہ کمزوری وقتی ہوتی ہے۔ میں اسی وقت کمزوری ... فائدہ اٹھا کر پہلے ایک حاکم کے دماغ میں گیا تھا۔ وہ گہری نیند ... مجھے محسوس نہ کر سکا تھا۔ پھر اس کے دماغ میں چھپی ہوئی معلو... نے مجھے پاپاڑوک کی رہائش گاہ تک اور پاپاڑوک کو موت ... تک پہنچا دیا تھا۔

میں نے دوسرے حاکم کے دماغ سے بھی اس کی کمزو... معلوم کیں۔ پھر ایک اعلیٰ فوجی افسر کے اندر پہنچ کر اس پر ... عمل کیا۔ اس کے بعد دوسرے فوجی افسر کے پاس پہنچا تو وہ نیند ... چونک کر اٹھ گیا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ خواب آور دوا ... نہیں کرتا تھا۔ اس نے پوچھا "کون ہے؟"

میں نے پاپاڑوک کی نئی آواز اور نئے لہجے میں کہا ... پاپاڑوک بول رہا ہوں۔"

اس نے پوچھا "میرے پاس براہ راست کیوں آئے ... کہ جنرل ٹائر کے ذریعے ہمارا رابطہ ہوتا ہے؟"

"میں ابھی جنرل کے پاس چپ چاپ گیا تھا۔ اس کے ... میں کوئی بول رہا تھا۔ وہ فرہاد یا سلمان ہو سکتا ہے۔ پریشانی کی ... ہے کہ جنرل ٹائر اپنے ہوش میں نہیں تھا۔ مجھے یقین ہے کہ ... وغیرہ جنرل پر تنویمی عمل کرتے ہیں اور اسے اپنا آلۂ کار بنا ... ہیں۔"

فوجی افسر نے پریشان ہو کر کہا "یہ تو بڑی تشویش کی بات ... جنرل کے ذریعے ہماری اہم میٹنگ میں چھپ کر شریک ہو ... گے۔"

"بے شک یہی بات ہے۔ ہمیں اب جنرل کو اپنا نمائندہ ... بنانا چاہئے۔ مجھے بتاؤ آئندہ میں کس کے دماغ میں آ کر تم لوگوں سے ... رابطہ کروں؟"

"یہ ایک الگ مسئلہ ہے۔ میں اعلیٰ حکام سے مشورہ کر کے بتاؤں گا۔"

میں نے کہا "اب میں چار گھنٹے بعد رابطہ کروں گا۔ کیوں کہ پچھلی رات جاگتا رہا ہوں۔ اب نیند پوری کرنے جا رہا ہوں۔"

اس نے سانس روک لی۔ میں اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ بھید کھلتے کھلتے رہ گیا تھا۔ میں چاہتا تھا' چار گھنٹے تک سونیا نیند پوری کر لے۔ میں اہم معاملات نمٹالوں پھر وہاں کے نئے حکام اور فوجی افسران کو پاپاڑوک کی موت کی اطلاع ملے۔ اسی وقت فون کی گھنٹی سنائی دی۔ میں بستر سے اٹھا اور اس خفیہ کمرے سے نکل کر دوسرے کمرے میں آیا۔ پھر ریسیور کو اٹھایا' جس فوجی افسر سے ابھی میں نے رابطہ کیا تھا' اس کی آواز سنائی دی۔ وہ کوڈ ورڈز ادا کرنے کے بعد پوچھ رہا تھا "پاپاڑوک کیا کر رہا ہے؟"

میں نے پاپاڑوک کے باڈی گارڈ کی آواز میں جواباً کوڈ ورڈز ادا کئے پھر کہا "وہ خفیہ کمرے میں ہے۔ کیا میں فون پر رابطہ کرادوں؟"

"نہیں' ابھی وہ میرے دماغ میں آیا تھا۔ اور اب سونے جا رہا ہے اسے ڈسٹرب نہ کرو۔ بہت چوکنے رہو۔ دس بجے دوسرا باڈی گارڈ ڈیوٹی پر آ کر تمہیں ریلیف کر دے گا۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ میں نے بھی ریسیور رکھ کر دیکھا۔ سونیا خفیہ کمرے سے نکل کر آ گئی تھی۔ وہ مجھ سے نظریں ملتے ہی فوراً ہی تیزی سے آئی اور میرے سینے میں منہ چھپا کر بولی۔ "سوری! میری آنکھ لگ گئی تھی۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا "محفوظ قلعے میں نیند آ ہی جاتی ہے ویسے اچھا ہوا تم جاگ گئیں۔ یہاں دس بجے گارڈز کی ڈیوٹی بدلنے والی ہے۔ ہمیں یہاں سے نکل جانا چاہئے۔"

میں نے اسی افسر کے دماغ میں جگہ بنائی جو اس پناہ گاہ کے مین گیٹ پر دو فوجی جوانوں کے ساتھ اپنی ڈیوٹی ادا کر رہا تھا۔ اس نے میری مرضی کے مطابق خونخوار کتوں کے ٹرینر سے کہا "ابھی نہیں باندھو ... صاحب باہر جائیں گے۔"

کتے باندھ دیئے گئے۔ ایک کار رہائش گاہ کے دروازے پر پہنچا دی گئی۔ اس کار کی ونڈ اسکرین اور کھڑکیوں کے شیشے کلرڈ اور بلائنڈ تھے۔ اندر سے باہر دیکھا جا سکتا تھا۔ باہر سے اندر کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ ہم دونوں اگلی سیٹوں پر بیٹھ گئے۔ سونیا نے اسٹیرنگ سیٹ سنبھالی کیوں کہ میں نے خیال خوانی کے ذریعے وہاں کے افسر کو سنبھال رکھا تھا۔ یوں ہم پاپاڑوک کی خفیہ پناہ گاہ سے نکل آئے۔

وہاں سے نکلنے کے بعد ہمارے پاس چھپنے کی جگہ نہیں تھی۔ اور میں جس افسر کے دماغ میں تھا۔ اس کے کیبن میں فون کی گھنٹی بج رہی تھی' اس نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا تو کسی فوجی افسر نے پوچھا "کیا رپورٹ ہے؟"

اس نے میری مرضی کے مطابق جواب دیا "خیریت ہے سر! ابھی میں نے انٹرکام کے ذریعے باڈی گارڈ سے پوچھا تھا۔ اس نے بتایا ہے کہ پاپاڑوک سو رہا ہے۔"

دوسری طرف سے ریسیور رکھ دیا گیا۔ میں نے چند سیکنڈ کے لئے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ کر سلمان کو بلایا پھر اس سے کہا۔ "میرے ساتھ ایک افسر کے دماغ میں آؤ اور اس کے ذریعے متعلقہ افسران کو یہی یقین دلاتے رہو کہ پاپاڑوک سو رہا ہے۔"

میں اسے افسر کے دماغ میں پہنچا کر سونیا سے بولا "یہ گاڑی کسی تنگ سی گلی میں روکو' جہاں سے فوجی گشت کرتے ہوئے نہ گزرتے ہوں۔"

وہ میری ہدایات پر عمل کرنے لگی۔ میں نے رسونتی سے کہا۔ "میں اور سونیا یہاں سے نکلنا چاہتے ہیں۔ پاپاڑوک ختم ہو چکا ہے۔ فوراً ایک طیارہ لبنان پہنچاؤ۔ پھر سلطانہ اور لیلیٰ کے ساتھ تم بھی میرے دماغ میں آؤ۔"

سونیا نے ایک گلی میں کار روک دی۔ ہم کار سے نکل کر تیزی سے چلتے ہوئے ایک مین روڈ پر آئے پھر ٹیکسی میں بیٹھ کر ایک فلائنگ کلب کی طرف جانے لگے۔ لیلیٰ نے آ کر کہا "سلطانہ بھی آئی ہے۔"

پھر رسونتی نے کہا "فرہاد! سوری' جناب تبریزی صاحب مجھے عملی میدان میں آنے سے منع کر رہے ہیں۔ فرماتے ہیں' ابھی میری تربیت باقی ہے۔ ویسے تم دونوں کے لئے ایک فرانسیسی طیارہ روانہ ہو رہا ہے۔"

وہ چلی گئی۔ میں نے سلطانہ کو اس اعلیٰ فوجی افسر تک پہنچایا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

جس پر میں نے تنویمی عمل کیا تھا۔ وہ اب میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر سکتا تھا۔ پھر سلطانہ کو سمجھایا کہ اس اعلیٰ افسر کے دماغ پر قبضہ جما کر فضائیہ کے افسر تک پہنچے۔ مجھے معلوم تھا کہ باقی تمام افسران یوگا کے ماہر نہیں ہیں۔

پھر میں نے ایک اعلیٰ حاکم کے ذریعے فلائنگ کلب کے انچارج سے کہا "ہماری ایک جاسوسہ اور جاسوس آرہے ہیں ان کے لئے طیارہ تیار رکھو۔ ایندھن چیک کرلو۔"

میں نے لیلیٰ کو فلائنگ کلب کے انچارج کے پاس پہنچا دیا۔ وہ دیکھتی رہی کہ ہمارے لئے جو طیارہ مخصوص کیا جارہا ہے' اس میں کوئی خرابی تو نہیں ہے۔

فلائنگ کلب شہر سے دور تھا۔ ہم آدھے گھنٹے میں پہنچے' طیارہ ہمارے لئے رن وے پر آگیا تھا۔ سونیا نے پائلٹ سے کہا "تمہاری ضرورت نہیں ہے' تم جاؤ۔"

اس نے پائلٹ کی سیٹ سنبھال لی۔ میں نے اس کے پیچھے ایک سیٹ پر بیٹھ کر سلمان سے کہا "اس افسر کو چھوڑ دو۔ میرے پاس آؤ۔"

وہ میرے دماغ میں آیا۔ طیارہ رن وے پر دوڑتا ہوا فضا میں بلند ہو رہا تھا۔ میں نے کہا "سلمان! تم سلطانہ کے پاس جاؤ۔ وہ اعلیٰ افسر کے دماغ میں ہے۔ اس افسر کے ذریعے تل ابیب کے ساحلی علاقے کے فوجی افسر کے پاس پہنچو اور اس کے دماغ میں رہ کر میرا انتظار کرو۔"

سلمان نے پوچھا "ساحلی علاقے کے کس افسر کو اہمیت دینا چاہئے؟"

میں نے جواب دیا "توپ خانے کے انچارج افسر کو اہمیت دو۔ اگر ہمیں خطرہ پیش آیا تو تم توپوں کا رخ شہر کی طرف کر کے اعلیٰ حکام اور فوجی افسران کو دھمکیاں دو گے۔"

سلمان چلا گیا۔ ہمارے طیارے کی پرواز کے ساتھ ہی ملٹری انٹیلی جنس کا ایک افسر پوچھ رہا تھا "یہ طیارہ کہاں جارہا ہے۔ کیا یہ شہری حدود میں رہے گا؟"

فلائنگ کلب کے انچارج نے لیلیٰ کی مرضی کے مطابق جواب دیا "جی ہاں' شہری حدود میں رہے گا۔ طیارے کے ذریعے شہر میں گشت کرنے والے فوجیوں سے رابطہ رکھا جارہا ہے۔"

تھوڑی دیر بعد ہی ملٹری انٹیلی جنس والوں نے ہنگامہ مچا دیا کیوں کہ ہمارا طیارہ سرحد پار جارہا تھا۔ ٹرانسمٹر کے ذریعہ فضائیہ کے افسران سے کہا جارہا تھا کہ اس طیارے کو روکو۔ وہ اجازت حاصل کئے بغیر سرحد پار جارہا ہے۔"

فضائیہ کے اعلیٰ افسر کے دماغ میں سلطانہ موجود تھی۔ اس نے کہا "طیارے میں ہمارا ایک افسر سیکرٹ مشن پر جارہا ہے' اسے روکا نہ جائے۔"

ہم نے سرحد پار کرلی۔ لبنان پہنچ گئے۔ وہاں فرانس کا ایک طیارہ ہمارا منتظر تھا۔ جب ہم اس میں سوار ہو گئے اور وہ پرواز کرنے لگا تو میں نے 'سلمان' سلطانہ اور لیلیٰ نے تمام اسرائیلی حکام اور فوجی افسران سے کہا "تمہاری نئی یوگا والی حکومت تمہیں مبارک رہے۔ پاپاڈوک اپنی آخری سانس پوری کر چکا ہے۔ تمہارے ہی طیارے میں سونیا اور فرہاد یہاں سے جاچکے ہیں۔ پاپاڈوک کی طرح جے مورگن کا برین آپریشن کر چکے ہیں۔ آئندہ کے لئے تیار رکھو۔ ہم پھر کبھی آئیں گے۔"

ہماری ان باتوں پر کسی کو یقین نہیں آیا۔ کتنے ہی فوجی دندناتے ہوئے پاپاڈوک کی خفیہ رہائش گاہ میں پہنچے تو اس کی دیکھ کر حیران رہ گئے۔ آنکھوں سے دیکھ کر بھی یقین نہیں آ رہا تھا۔ انہوں نے اپنے طور پر زبردست حفاظتی انتظامات کئے تھے۔ باڈی گارڈز رکھے تھے جو یوگا کے ماہر تھے۔ اعلیٰ حکام اور افسران کے دماغوں میں بھی کوئی نہیں پہنچ سکتا تھا۔ ایسے میں یقین تھا کہ نہ ہم پاپاڈوک تک پہنچ سکتے ہیں اور نہ ہی کسی سے اسرائیلی سرحدوں سے باہر جاسکتے ہیں کیوں کہ ائیرپورٹ یا فلائنگ کلب سے اعلیٰ حاکم کی اجازت کے بغیر کوئی پرواز نہیں کر سکتا تھا۔ بڑا ناز تھا کہ وہ حاکم سانس روک لیتا ہے' اس کے ہاں ہماری دال نہیں گلے گی۔

اب اس حاکم کا محاسبہ کیا جارہا تھا کہ ہم ایک طیارہ لے کر کیسے گئے؟ اس نے جواب دیا "میں حیران ہوں' وہ کیسے میرے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔"

ایک فوجی افسر نے سوال کیا "ایسا تو نہیں ہے کہ آپ رات نشے میں تھے؟"

"ہرگز نہیں' یہ سب جانتے ہیں کہ میں نشہ نہیں کرتا۔ کبھی نیند نہ آئے تو خواب آور گولیاں استعمال کرتا ہوں' یہ سب ہی کرتے ہیں۔"

فوج کے اعلیٰ افسران نے فضائیہ کے افسر سے پوچھا "تمہارے دماغ میں کیسے پہنچا تھا؟ کیسے تم نے کہہ دیا کہ ہمارا افسر سیکرٹ مشن کے لئے سرحد پار جارہا ہے۔"

فضائیہ کے افسر نے اعلیٰ افسر سے کہا "سر! آپ نے مجھے یہی کہا تھا۔"

اس سے ظاہر ہو گیا کہ وہ یوگا کا ماہر فوج کا اعلیٰ افسر خواب آور دوا استعمال کرتا تھا اور ان سب کی ایسی کمزوریوں سے فائدہ اٹھا کر جاچکے ہیں۔

ان سب پر ماتمی کیفیت طاری تھی۔ انہوں نے لاکھوں ڈالر خرچ کر کے پاپاڈوک کا برین تبدیل کیا تھا۔ اس کی ٹیلی پیتھی کے ذریعے سُپر پاور بننے کے خواب دیکھ رہے تھے۔ اور وہ خواب چُور چُور ہو گیا تھا۔

وہ امریکی حکام سے رابطہ کر کے اپنے ملک میں پیش آنے والا یہ المیہ سنا رہے تھے۔ اس سے پہلے گولڈن برینز اور ان کے اڈے کی تباہی نے ان تمام بڑے ممالک کو تشویش میں مبتلا کیا تھا۔ اگرچہ تمام گولڈن برینز کی موت سے امریکا کو فائدہ پہنچا تھا۔ لیکن وہ اسرائیل کے غم میں اس لئے شریک تھا کہ کسی وقت بھی ہمارا رخ اُس کی طرف ہو سکتا تھا۔

تمام بڑے ممالک نے حکومتِ فرانس سے شکایت کی۔ سُپر ماسٹر نے فرانس کے ایک حاکم سے کہا "اگر تمہاری حکومت فرہاد کی فیملی کو پناہ نہ دے تو انہیں کسی ملک میں سکون سے رہنا نصیب نہیں ہوگا۔"

فرانس کے حاکم نے کہا "مفرور لوگوں کو پناہ دی جاتی ہے اور فرہاد کی فیملی برسوں سے فرانس کی باقاعدہ شہری ہے۔"

"لیکن انہوں نے اسرائیل میں مجرمانہ حرکتیں کی ہیں۔"

"مجرمانہ حرکتوں کی ابتدا اسرائیل سے ہوئی ہے۔ پاپاڈوک' بابا فرید واسطی مرحوم کی صاحبزادی کو اغوا کر کے اسرائیل لے گیا۔ وہاں کے حکمرانوں نے پاپاڈوک کو سر پر بٹھایا۔ اب اس کی موت پر واویلا کیوں کر رہے ہیں؟"

"بات صرف پاپاڈوک کی نہیں ہے۔ سونیا اور فرہاد نے تمام گولڈن برینز کو قتل کیا ہے۔ تل ابیب میں بمباری کرائی ہے۔ ہمارے درجنوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اغوا کیا ہے۔"

"اسرائیل نے بھی تمہارے خیال خوانی کرنے والوں کو اغوا کیا ہے۔ ابھی تک جے مورگن اُن کی قید میں ہے۔ الپا کو ماسک مین لے گیا۔ تمہیں ان دو ممالک سے کوئی شکایت نہیں ہے۔ جب کہ فرہاد نے تمہارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تمہاری مرضی کے حوالے کر دیا ہے۔ پھر بھی تم فرہاد کی فیملی کی ہی شکایتیں کر رہے ہو۔"

"یہ شکایتیں نہیں ہیں۔ وارننگ ہے۔ فرہاد کو سمجھاؤ۔ وہ صرف چھ ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں اور ہمارے پاس ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کرنے کی مشین ہے۔ آخر وہ کب تک ہمارے مقابلے پر ٹھہرے گا؟"

"فرہاد کے دونوں بیٹوں کو دیکھ رہے ہو۔ باپ سیر ہے تو وہ سوا سیر ہیں۔ دیکھنے اور سمجھنے کے بعد بھی سمجھ میں نہیں آیا تو خدا تمہیں سمجھائے گا۔"

سُپر ماسٹر نے فرانس کے حاکم سے کہا "ہمارا تمہارا شمار بڑے ممالک میں ہوتا ہے۔ تمہارے پاس فرہاد سمیت چھ ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ میں ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے تمہارے فرانس کو بارہ ٹیلی پیتھی جاننے والے دوں گا۔ تم اس کمبخت کی فیملی کو اپنے ملک سے نکال دو۔"

"سپر ماسٹر! ابھی تک بات تمہاری سمجھ میں نہیں آرہی ہے۔ کیا پارس اور علی تیمور ٹیلی پیتھی جانتے ہیں؟ بالکل نہیں جانتے پھر بھی تم لوگوں کے بارہ بجا رہے ہیں۔ کیا تم نے سوچا ہے کہ ان دونوں کے پیچھے کون سا طوفان آنے والا ہے۔"

"طوفان؟" سپر ماسٹر نے تعجب سے پوچھا۔

"طوفان؟" ماسک مین نے حیرانی سے پوچھا۔

"طوفان؟" اسرائیلی حکام اور دوسرے بڑے ممالک نے سوال کیا۔

"ہاں طوفان! سوچو طوفان۔ جب رسونتی سے ایسے دو طوفان پیدا ہو سکتے ہیں تو سونیا کس قیامت کی اولاد کو جنم دے گی۔ یہ سونیا اور فرہاد کا ملاپ ہو رہا ہے۔ زمین اور آسمان ٹکرا رہے ہیں۔ جاؤ

مقبول ناول نگار ایچ اقبال کی دو نئی کتابیں۔ ہر کتاب میں دو مکمل ناول

عمران سیریز

عجیب ہنگامے

ایک جلد میں

پانچواں کالم

صفحات: ۳۲۰۔ قیمت ۲۵/- روپے

پرمود سیریز

ریکارڈ کی چوری

ایک جلد میں

موت کا راستہ

صفحات: ۳۲۰۔ قیمت ۲۵/- روپے

ڈاک خرچ فی ناول ۱۰/- روپے۔

کتابیات پبلی کیشنز

کراچی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اتنی دیر سے سمجھا رہا ہوں' بات سمجھ میں نہیں آئی۔ اب شاید عقل آجائے۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔

○☆☆○

رابطے کہاں ختم ہوتے ہیں۔ شروعات تو اب ہوئی تھی۔ امریکا' روس اور اسرائیل کے ہنگامی اجلاس ہورہے تھے۔ یہ تو کسی نے سوچا ہی نہیں تھا کہ سونیا نے کسی بچے کو جنم دیا تو وہ فتنہ کیسے قیامت بنے گا؟ سب یہ کہہ کر اپنی تسلی کررہے تھے کہ سونیا کون سا افلاطون پیدا کرے گی۔ ہماری دنیا میں بڑے بڑے دھماکے پیدا ہوئے' یہ ایک دھماکا اور ہوگا تو کیا ہوجائے گا؟

خود کو تسلی دینا اور بات ہوتی ہے لیکن حقیقت سے انکار نہیں کیا جاتا۔ سونیا نے آج تک جیسے دل ہلادینے والے کارنامے انجام دیئے تھے ان کے پیشِ نظر یہ سچائی مستند تھی کہ آئندہ وہ دل ہلا دینے والی اولاد پیدا کرے گی۔

یہ تو قدرت کے کھیل ہوتے ہیں۔ کون یقین سے کہہ سکتا ہے کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے۔ نئے سُپر ماسٹر نے اپنے ملک کے اعلیٰ حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران سے کہا "میں خوش فہمی میں مبتلا ہونے والا سپر ماسٹر نہیں ہوں۔ آپ لوگوں سے درخواست کرتا ہوں کہ اپنی ٹرانسفارمر مشین پر بھروسا نہ کریں۔ اس مشین نے جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کئے' وہ سب فرہاد کی فیملی سے زیر ہوتے رہے۔ سب سے زیادہ سبق آموز حقیقت یہ ہے کہ ہم ٹیلی پیتھی نہ جاننے والے پارس اور علی تیمور کا بھی کچھ نہیں بگاڑ سکے۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا "بے شک ہمیں اپنی طاقت پر غرور نہیں کرنا چاہئے بلکہ دشمن کی طاقت کا حساب کرنا چاہئے۔"

نئے سپر ماسٹر نے کہا "حساب یہ ہے کہ پچھلے دنوں ایک نئی سونیا ثانی پیدا ہوگئی تھی۔ اس نے نیویارک آکر اصل سونیا کے لئے راستہ ہموار کیا۔ ہم سب کو چکر میں ڈال دیا۔ علی تیمور کے ساتھ تبت جاکر پاپاڈوک کے گروہ کو جہنم میں پہنچا دیا۔ یعنی فرہاد کی فیملی میں ایسے ناقابلِ شکست افراد کا اضافہ ہورہا ہے جو ٹیلی پیتھی نہیں جانتے اور ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا شکار کرلیتے ہیں۔"

کرنل نے کہا "میں مانتا ہوں' فرہاد کی فیملی ممبران نے ثابت کردیا ہے کہ ٹرانسفارمر مشین اتنی اہمیت نہیں رکھتی جتنی انسان کی قدرتی صلاحیتیں اپنا لوہا منوالیتی ہیں۔"

سُپر ماسٹر نے پوچھا "جنرل! تم کیوں چپ ہو؟ تم نے بڑے کارنامے انجام دیئے ہیں۔ برین ماسٹر اور بلیک سیکرٹ ہمارے ملک کے نظامِ حکومت پر ٹیلی پیتھی کے ذریعے حاوی ہونا چاہتے تھے۔ تم ان سب کو کال کوٹھری میں پہنچا دیا۔ صرف ایک مرینا آزاد رہ گئی ہے جو فرہاد کی فیملی سے متاثر نظر آتی ہے۔ ہم تم سے کچھ سننے کی توقع کررہے ہیں۔"

جنرل نے کہا "دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں اور ٹیلی جاننے والے دشمن تو کسی کی بھی نادانستگی میں آکر یہاں کی سن سکتے ہیں۔ مملکتِ اسرائیل میں یوگا جاننے والے حکمران تھے ان کا انجام ہمارے سامنے ہے۔ یہ فرہاد کس طرح ہمارے پہنچ جاتا ہے' یہ ہم ابھی تک سمجھ نہیں پائے' اس لئے خاموش ہے۔ جو میں کررہا ہوں وہ آئندہ سامنے آنے والا ہے۔"

نئے سپر ماسٹر نے کہا "پھر تو بات ہی ختم ہوجاتی ہے۔ یہ بھی ختم ہوجاتا ہے۔ اگر جنرل صاحب اپنی باتیں چھپا رہے ہیں مجھے بھی یہ چھپانے کا حق ہے کہ آئندہ میں کیا کرنے والا ہوں۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے پوچھا "پھر ہمیں کیسے معلوم ہوگا کہ تم کیا کرتے پھر رہے ہو؟"

سپر ماسٹر نے جواب دیا "اعلیٰ حکام کے لئے سیکڑوں سیاسی معاملات ہیں۔ اس لئے ٹیلی پیتھی کا معاملہ جنرل اور چھوڑ دیں۔ میں وہ سپر ماسٹر نہیں ہوں جسے جنرل کے حکم آسانی گولی ماردی جائے گی۔ میں اپنی صلاحیتیں منوا کررہوں گا۔"

دوسرے اعلیٰ حکام نے کہا "ہم اس اجلاس سے ہیں۔ جنرل اور سپر ماسٹر کا فرض ہے کہ وہ آپس میں ایک کے مشورے سے پہلے مرینا کو قابو میں کریں۔ اگر وہ فرہاد بیٹے سے متاثر ہوگی تو ہمیں زبردست نقصان پہنچے گا۔ عہدیداران سے درخواست کرتا ہوں کہ یہ سب جنرل اور تنہا چھوڑ دیں اور یہ ہال خالی کردیں۔"

سب لوگ اٹھ کر وہاں سے جانے لگے۔ پھر وہ ہال ہوگیا۔ وہاں صرف جنرل اور سپر ماسٹر رہ گئے۔ جنرل نے کہا میں مطمئن ہوں۔ یہاں کوئی تیسرا نہیں ہے اور ہمارے دماغ کوئی آ نہیں سکتا۔ کیا تم خواب آور گولیاں استعمال کرتے ہو"

"ہرگز نہیں۔ میں بچپن سے اصولوں کا پابند ہوں سوتا اور جاگتا ہوں۔ بچپن سے یہ عادت ہے کہ دماغ کو مقررہ وقت پر جاگنے کی ہدایات دیتا ہوں اور نیند پوری ہوں۔"

"یہ بڑی اچھی بات ہے۔ میں بھی یہی کرتا ہوں اس کوئی ہمارے دماغوں میں نہیں آئے گا۔ ہم اہم مسائل سکتے ہیں۔"

"سب سے اہم بات یہ ہے کہ گھر کو آگ لگتی چراغ سے۔ تم نے گھر میں آگ لگنے سے پہلے برین ماسٹر اور بلیک سیکرٹ کو کال کوٹھری میں پہنچا دیا ہے لیکن مرینا بھی کا ایک چراغ ہے۔ اس سے بھی ہم بری طرح جل سکتے ہیں"

جنرل نے کہا "اس لڑکی نے طرح طرح کے کردیئے ہیں۔ اس نے اعتراف کیا ہے کہ فرہاد سے اس ہوگیا ہے اور اس سمجھوتے کے تحت فرہاد نے ہمارے پیتھی جاننے والوں کو مرینا کے حوالے کردیا ہے۔ تم کہو

فرہاد نادان نہیں ہے' وہ مرینا کا دل جیت رہا ہے۔"

"بے شک یہی بات ہے۔ وہ مرینا کے ذریعے ہمارے بہت سے خفیہ معاملات تک پہنچ سکتا ہے اور پہنچ رہا ہے۔"

"اسی لئے میں نے مرینا کو تمام ملکی معاملات سے الگ رکھا ہے وہ ہماری پابندیوں سے آزاد رہ کر ملک و قوم کی کیسے خدمت کرے گی یہ ہم دیکھنا چاہتے ہیں اور جلد از جلد یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ وہ کس ملک اور کس شہر میں ہے۔ جس دن وہ نظروں میں آئے گی اسی دن اسے بھی برین ماسٹر اور بلیک سیکرٹس کی طرح کال کوٹھری میں پہنچا دیا جائے گا۔"

"یہ تو اس وقت ہوگا' جب وہ ہمارے ہاتھ آئے گی۔ میرا تجربہ کہتا ہے کہ جوان لڑکی اس مرد سے ضرور متاثر ہوتی ہے' جو اس پر اپنی مردانگی سے اثر انداز ہوتا ہے۔ میں یقین سے کہتا ہوں کہ وہ فرہاد کے دونوں بیٹوں میں سے کسی ایک پر مرمٹی ہے۔"

"فرہاد ایک طرف تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اس کے حوالے کرکے اس کا اعتماد حاصل کررہا ہے اور دوسری طرف اس کا کوئی بیٹا اسے محبت کے جال میں پھنسا رہا ہے۔ یوں سمجھو کہ وہ زبردست شکنجے میں ہے۔"

"تم نے اس مسئلہ کا حل ضرور سوچا ہوگا؟"

"ہمیں وہی طریقہ اختیار کرنا ہے جو فرہاد نے کیا ہے۔ وہ مرینا کو سبز باغ دکھا کر جس طرح ٹریپ کررہا ہے اور اپنے مقاصد حاصل کررہا ہے اسی طرح ہم اس کی فیملی سے ایک شخص کو ٹریپ کریں گے۔"

"اس کی فیملی میں سب نادان نہیں ہیں۔"

"یہ تم نے درست کہا۔ سب نادان نہیں ہیں' کوئی ایک تو نادان ہوگا یا ہوگی۔ ان کے ہاں خیال خوانی کرنے والے مرد کم اور عورتیں زیادہ ہیں۔ رسونتی منظرِ عام پر نہیں آرہی ہے۔ وہ بڑے راز بنا رکھی گئی ہے۔ جوجو جوان ہونے کے باوجود پہلے ایک بچی کا ذہن رکھتی تھی لیکن برین آپریشن کے بعد وہ بے حد ذہین اور خطرناک ہوگئی ہے لیکن ایک عورت ایسی ہے جسے ہم قابو میں لا کر فرہاد کو بلیک میل کرسکتے ہیں۔ بلکہ ہم اس عورت کے ذریعے فرہاد کے تمام ٹھکانوں تک پہنچ سکتے ہیں۔"

"کس عورت کی بات کررہے ہو؟"

"اس کی دوسری بیوی لیلیٰ۔"

"کیا لیلیٰ کی تصویر اور ہسٹری ہمارے پاس ہے؟"

"نہیں' یہ تو فرہاد اور سونیا کے نکاح کے وقت انکشاف ہوا تھا کہ فرہاد کی فیملی میں لیلیٰ اور سلطانہ نامی دو عورتیں بھی ٹیلی پیتھی جانتی ہیں۔"

"تم لیلیٰ کے متعلق کچھ نہیں جانتے پھر اسے قابو میں کیسے لاؤ گے؟"

"اس کے متعلق معلومات حاصل کی جارہی ہیں۔ میں جلد ہی ایک نیا کھیل شروع کروں گا۔"

سپر ماسٹر نے کہا "ابھی تو میں کھیل شروع کرنے والا ہوں۔ میں مرینا کو یقین دلاؤں گا کہ اس کے ساتھ ہوں' پچھلے سپر ماسٹر کی طرح اس کا مخالف نہیں ہوں۔"

"اس کی حمایت کرکے کچھ حاصل نہیں کرسکو گے۔"

"تمہارے تعاون سے بہت کچھ حاصل ہوجائے گا۔"

"مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"وہ برین ماسٹر اور چاروں بلیک سیکرٹس سزائے موت کے مستحق ہیں۔ ایک تو وہ ہمارے ملک میں فرعون بن رہے تھے دوسرے یہ کہ ہمارے ملک کے اہم رازوں سے واقف ہیں۔ ہماری کتنی ہی خفیہ دستاویزات کہاں چھپا کر رکھی جاتی ہیں' یہ انہیں معلوم ہے اور کال کوٹھری میں بیٹھ کر پتا نہیں وہ خیال خوانی کے ذریعے ہمارے کتنے دشمن ملکوں سے رابطہ کررہے ہوں گے۔"

"ہاں۔ ان کا زندہ رہنا مناسب نہیں ہے۔ اگرچہ وہ قسمیں کھاتے ہیں اور وعدہ کرتے ہیں کہ قیدی رہ کر ملک کی خدمت کرتے رہیں گے لیکن غداروں پر بھروسا نہیں کرنا چاہئے۔"

"میں یہی تعاون چاہتا ہوں۔ انہیں میرے ذریعے مرنے دو۔"

"تمہاری پلاننگ کیا ہے؟"

"برین ماسٹر اور چاروں بلیک سیکرٹس کے دماغوں کو وقتی طور پر کمزور بناؤ۔ کھانے پینے کی چیزوں کے ذریعے اعصاب کی کمزوری میں مبتلا کردو پھر ان پر تنویمی عمل کراؤ۔ تمہارا ایک خاص ٹیلی پیتھی جاننے والا یہ عمل کرے گا۔ ان کے دماغوں میں جایا کرے گا۔ تم انہیں کال کوٹھری سے نکال کر آزاد چھوڑ دو گے۔ وہ ہمیں دھوکا دے کر کہیں نہیں جاسکیں گے۔ ان کے دماغ تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے کی مٹھی میں رہیں گے۔"

"بہت عمدہ پلاننگ ہے۔ ان کی آزادی کے بعد کیا کرو گے؟"

"جیسے حالات پیش آئیں گے ویسی ہی چالیں چلوں گا لیکن وہ پانچوں ایک ایک کرکے ضرور مارے جائیں گے۔"

جنرل اور سپر ماسٹر کے درمیان یہ معاملہ طے ہوگیا۔ سپر ماسٹر نے اپنی رہائش گاہ میں آکر مرینا کے نمائندے سے فون پر رابطہ کیا پھر کہا۔ "مرینا جب بھی تمہارے دماغ میں آئے تو اس سے کہنا مجھ سے فون پر رابطہ کرلے۔"

"اس نے ریسیور رکھ دیا۔ اسی شام مرینا نے فون پر اسے مخاطب کیا۔ "ہیلو سپر ماسٹر! میں مرینا بول رہی ہوں۔ تمہیں یہ عہدہ مبارک ہو۔"

"شکریہ مرینا! میں نے تمہارا ریکارڈ پڑھا ہے۔ تم نے واقعی بڑے کارنامے انجام دیئے ہیں۔"

"کیا تم نے میری تعریفیں کرنے کے لئے مجھے بلایا ہے؟"

"میرا خیال ہے' تم دنیا کی پہلی عورت ہو جو اپنی تعریفیں سن کر

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

خوش نہیں ہوتی ہو۔"

"یہ بھی ایک طرح سے میری تعریف ہے۔ کام کی بات کرو۔"

"میں تمہارے تعاون سے ان غلط افراد کو بے نقاب کرنا چاہتا ہوں' جو ہماری حکومت میں اعلیٰ عہدوں پر رہ کر ملک کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔"

"کیا تم ایسے افراد کو جانتے ہو؟"

"ہاں' مگر یہ باتیں میں فون پر نہیں کروں گا۔ میرے ایک وفادار ملازم کے دماغ میں آکر مجھ سے باتیں کرو۔"

اس نے ملازم کو آواز دی۔ جب وہ آیا تو اسے ریسیور دے کر بولا "فون پر باتیں کرو۔"

ملازم نے ریسیور لے کر پوچھا۔ "ہیلو' کون بول رہا ہے؟"

مرینا ریسیور رکھ کر ملازم کے دماغ میں آگئی۔ وہ پھر ریسیور رکھ کر بولا۔ "سر! دوسری طرف سے کوئی نہیں بول رہا ہے۔"

مرینا نے اس کی زبان سے کہا۔ "میں بول رہی ہوں۔"

سپر ماسٹر نے کہا "سنا ہے تم بہت محتاط رہتی ہو لیکن ابھی ایکسچینج کے ذریعے معلوم ہو جائے گا کہ تم اسی ملک کے اسی شہر میں ہو۔"

"ہاں جب معلومات حاصل کر کے تمہارے جاسوس اس نمبر والے فون تک پہنچیں گے تو پتا چلے گا کہ میں یہاں سے ایک عورت کے دماغ پر قبضہ جما کر تم سے باتیں کر رہی تھی۔"

"شاباش' واقعی تم محتاط رہتی ہو۔ میں بھی تمہاری طرح کسی پر بھروسا نہیں کرتا لیکن تم پر ایک حد تک بھروسا کر رہا ہوں۔ وعدہ کرو' میں جو کہوں گا اسے تم راز میں رکھو گی۔"

"میں وعدہ کرتی ہوں۔ اپنے ملک اور قوم کی بھلائی چاہنے والے کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچاؤں گی۔"

"تو پھر سنو۔ جنرل تم سے فراڈ کر رہا ہے۔ اس نے دکھاوے کے لئے برین ماسٹر اور چاروں بلیک سیکرٹس کو قید کیا ہے۔ یہ پانچوں ہمارے ملک کے اہم رازوں سے واقف ہیں۔ ان غداروں کو فوراً گولی مارنا چاہئے۔ لیکن وہ کسی مقصد کے لئے انہیں کال کوٹھری میں زندگی دے رہا ہے۔"

مرینا قائل ہو کر بولی۔ "تمہاری یہ بات دل کو لگتی ہے۔ وہ پانچوں غدار ہمارے ملک کے تمام راز دوسرے ممالک تک پہنچا سکتے ہیں۔ انہیں فوراً گولی مارنا چاہئے۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "جنرل اعلیٰ حکام سے کہہ رہا تھا کہ ان پانچوں کے دماغوں کو تنویمی عمل کے ذریعے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کی مٹھی میں رکھا جائے۔ وہ جنرل کا ہی ایک خاص ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے۔ وہ شخص انہیں اپنے قابو میں رکھا کرے گا۔ انہیں کال کوٹھری سے اس شرط پر نکالا جائے گا کہ وہ پانچوں تمہیں تلاش کر کے قتل کردیں اور تمہارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ٹریپ کریں۔ جب وہ یہ کارنامہ انجام دیں گے تو انہیں دوبارہ برین ماسٹر اور بلیک سیکرٹس بنا دیا جائے گا لیکن جنرل اپنے خاص خیال خوانی کرنے والے کے ذریعے ان پانچوں کو ہمیشہ اپنے قابو میں رکھے گا۔"

وہ بولی "بات اچھی طرح سمجھ میں آرہی ہے۔ مجھے خوشی ہے سپر ماسٹر کہ تم صحیح معنوں میں محبِ وطن ہو اور میرا ساتھ دینا چاہتے ہو۔ مجھے بتاؤ میں تمہارے لئے کیا کر سکتی ہوں؟"

"اپنے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے سے کہو' وہ میرے کے دماغ میں آتا جاتا رہے۔ جیسے ہی وہ پانچوں غدار رہا کئے جائیں گے' میں تمہارے خیال خوانی کرنے والے کے ذریعے تمہیں خطرے سے آگاہ کر دوں گا۔"

"بہت بہت شکریہ سپر ماسٹر! میرا ایک آدمی تمہارے ملازم کے دماغ میں آتا جاتا رہے گا۔"

وہ سپر ماسٹر کی دوستی سے کسی حد تک مطمئن ہو کر اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ اپنی چیئر سے اٹھ کر دروازے پر آئی۔ بالکونی میں آکر دیکھا۔ پارس گھوڑے پر سوار تھا اور اسے دور تک دوڑاتا جا رہا تھا۔ جب وہ کسی معاملے میں مصروف نہیں رہتا تو اسی طرح گھڑ سواری کرتا تھا۔ کئی میل کی دوڑ لگاتا تھا اور استاد ماسٹر روبی کی ہدایات کے مطابق ہمیشہ چاق و چوبند رہتا تھا۔

وہ جب تک گھوڑے پر سوار جاتا نظر آتا رہا' مرینا اسے دیکھتی رہی پھر وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا تو وہ مسکرائی۔ کمرے میں واپس آئی پھر پلنگ پر آکر اس کے ملائم گدے پر شانے چت گر پڑی۔ اس کے حواس پر وہ ہی وہ چھایا ہوا تھا۔ نہیں تھا مگر اسے جکڑے ہوئے تھا۔ وہ ناگ نہیں تھا' پر زہریلا تھا۔ وہ ناگن نہیں تھی' پر زہر چوس لیتی تھی اور دن رات بے خودی کے عالم میں رہتی تھی۔

اب تو کبھی کبھی ڈرنے لگی تھی کہ وہ کبھی جدا ہو گا تو اس کے بغیر کیسے جئے گی؟ پہلے وہ غیر محسوس طور پر اس کی طرف کھنچ رہی تھی اور اب اس کی عادی ہو رہی تھی۔ وہ ہر سانس کے ساتھ اس کے اندر آتا تھا اور ہر سانس کے ساتھ باہر جاتا تھا۔ پھر اس سے سانس لیتی تھی کہ دم باہر نہ رہے۔ وہ دم بہ دم اندر رہے۔ زندگی کے عملی میدان میں جاگتا ہوا ذہن رکھنے والی اس لمحے میں آنکھیں بند کر لیتی تھی۔ اس وقت بھی آنکھیں بند کئے اس کو سوچتی رہی۔ پھر اس نے چونک کر آنکھیں کھول دیں۔ گھڑی کی طرف دیکھا۔ اس کے خیالوں میں گم ہو کر پتا ہی نہیں چلا تھا کہ کتنا وقت گزر گیا۔

وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ کینی پال' کلی میتھو اور وارنر جیسے جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے اغوا کئے گئے تھے' وہ سب اسے مل گئے تھے۔ وہ ان کے دماغوں میں جانے لگی تھی۔ کینی پال اور میتھو کو اپنے ملک میں بلا لیا تھا۔ وارنر جزیرہ پوشیا میں تھا۔ مرینا نے اس کے دماغ میں آکر اسے مخاطب نہیں کیا کیوں کہ وہ اس حقیقت سے بے خبر تھا کہ کسی کے تنویمی عمل کے زیر اثر ہے اور مرینا جو جو کی سوچ کے لہجے میں اس کے اندر آنے لگی ہے۔

اس کے دماغ میں آتے ہی پتا چلا کہ وہ ایک مسلمان لڑکی حمائلہ کے عشق میں گرفتار ہے اور یہ عشق وارنر اور حمائلہ کے لئے اتنا سنجیدہ اور اتنا گہرا تھا کہ ایک زبردست مسئلہ بن گیا تھا۔ حمائلہ اپنا مذہب چھوڑ نہیں سکتی تھی اور وارنر کو بھی اپنے مذہب سے لگاؤ تھا۔ انہی مجبوریوں کے پیش نظر وہ شادی نہیں کر سکتے تھے۔ بس دور ہی دور سے محبت کرتے تھے۔

مرینا نے بڑی حیرانی سے سوچا۔ دونوں بھرپور جوان ہیں پھر ایک دوسرے کے سامنے آکر دور کیسے رہتے ہیں؟ میں تو پارس سے دور نہ رہ سکی۔ حمائلہ کیسے جذبوں کی روک تھام کر لیتی ہے؟

اس نے وارنر کی سوچ میں کہا "مجھے کم از کم حمائلہ کا ہاتھ پکڑنا چاہئے۔ میں ایسا کیوں نہیں کرتا؟"

وارنر کی مثبت سوچ نے کہا "وہ بہت حیا والی ہے۔ ایک دوشیزہ کی حیا سے محبت کا حسن قائم رہتا ہے۔ جو بیوی بن کر بچوں کی ماں بن کر بھی اپنے مرد کی تنہائی میں شرمائے ایسی لڑکیاں نصیب والوں کو ملتی ہیں ورنہ ساری دنیا میں گناہوں کا بازار اتنا گرم ہے کہ حیا نابود ہوتی دکھائی دیتی ہے۔"

وارنر کے خیالات پڑھ کر مرینا کو اپنی بے عزتی کا احساس ہوا۔ "کیا مجھ میں حیا نہیں ہے۔ کیا میں پارس کے سامنے بے حیا ہو چکی ہوں اور وہ مسلمان لڑکی ایسی شرم والی ہے کہ وارنر کو ہاتھ پکڑنے بھی نہیں دیتی۔

اسے پہلی بار احساس ہوا کہ پارس کی محبت میں بے قیمت ہو گئی ہے۔ اسے حمائلہ کی طرح اپنی قیمت کو بڑھاتے رہنا چاہئے تھا۔ وہ جھنجلا کر وارنر کے دماغ میں آئی پھر اس کی سوچ میں بولی۔ "مرد وہی ہے جو عورت کی حیا کو جیت لے۔ میں کیوں خواہ مخواہ حمائلہ کی شرمیلی طبیعت کو اہمیت دے رہا ہوں۔ اگر وہ ایک بار میری تنہائی میں آجائے تو پھر میری دیوانی بن کر اپنے مذہب سے پھر جائے گی۔ عیسائیت قبول کرلے گی' یوں ہماری شادی ہو جائے گی۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "یہ میں کیا سوچ رہا ہوں۔ جب میں اپنی حمائلہ کو اس کی پاکیزگی سے الگ نہیں کرنا چاہتا تو اسے اس کے مذہب سے کیوں الگ کرنے کی بات سوچ رہا ہوں؟ نہیں' محبت ایسی خود غرض نہیں ہوتی۔ کیا میرے دماغ میں شیطان گھس آیا ہے؟"

وہ اس کے دماغ سے نکل آئی۔ ایزی چیئر سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ یہ بات اضطراب بڑھا رہی تھی کہ جب وہ ایک مسلمان کے ساتھ زندگی گزار رہی ہے تو حمائلہ ایک عیسائی کے قریب آنے سے کیوں کتراتی ہے؟ ایک کی پارسائی دوسری کے لئے گالی بن گئی تھی۔

گھوڑے کے ٹاپوں کی آوازیں آرہی تھیں۔ پارس واپس آگیا تھا۔ باہر گھوڑا ہنہنا رہا تھا۔ وہ بے چینی سے ٹہلنے لگی۔ کہاں تو وہ پارس کی آہٹ یا آواز سنتے ہی دروازے کی طرف دوڑ پڑتی تھی۔ آج اس کے آتے ہی منہ پھیر کے کھڑی ہو گئی۔

وہ کمرے میں آیا۔ پھر ایزی چیئر پر بیٹھ کر پیروں سے رائڈنگ شوز اتارتے ہوئے بولا "کیا بات ہے؟ منہ پھیر کے کچھ کہنا چاہتی ہو۔"

وہ پلٹ کر بولی "میں آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہہ سکتی ہوں۔ یاد ہے تمہاری سلطانہ آنٹی نے مجھ سے کہا تھا کہ تم مجھے بیوی بنانے سے پہلے مسلمان بنانا چاہتے ہو۔ کیا یہ جھوٹ ہے؟"

"بات پرانی ہو چکی ہے۔ یہ تم گڑے مردے کیوں اکھاڑ رہی ہو؟"

"یہ میری بات کا جواب نہیں ہے۔"

"تمہاری بات کا جواب پہلے دے چکا ہوں۔ پہلے ہماری شادی تمہارے مذہب کے مطابق ہو گی۔ پھر میرے مذہب کے مطابق نکاح پڑھایا جائے گا اور نکاح سے پہلے تم کلمۂ توحید پڑھو گی۔"

"میں نہیں پڑھوں گی۔"

"یہ تو میں دیکھ رہا ہوں۔ کلمہ نہیں پڑھنا چاہتی ہو اس لئے ابھی تک ہمارا نکاح نہیں ہوا ہے۔"

"تو پھر کس رشتے سے میرے ساتھ رہتے ہو؟"

"کیا میں تمہارے ساتھ رہتا ہوں؟ کیسی الٹی باتیں کر رہی ہو؟ مجھے میرے انکل کنگ فرنانڈو نے یہ بنگلا رہنے کو دیا ہے۔ تم میرے ساتھ رہتی ہو۔ فرہاد علی تیمور کی فیملی میں ایسا کوئی بے غیرت نہیں ہے جو اپنی ہونے والی بیوی کے گھر میں جا کر رہے۔"

"میں تمہاری ہونے والی بیوی نہیں ہوں۔"

"تم کہہ رہی ہو تو یہ سچ ہو گا۔"

"میں تمہارے ساتھ نہیں رہوں گی۔"

"آخر بات کیا ہے؟ تمہارے تیور کیوں بدل گئے ہیں؟"

"تم مسلمان لوگ خود غرض ہوتے ہو۔"

"غصہ تھوک دو۔ پھر بولو۔"

"میں غصے میں نہیں بول رہی ہوں' حقیقت بیان کر رہی ہوں۔ تم لوگ غیر مذہب سے لڑکیاں لے آتے ہو اور اپنے مذہب کی لڑکیوں کو دوسرے مذہب میں جانے نہیں دیتے۔"

"سنو مرینا! دو طرح کے انسان ہوتے ہیں۔ ایک تو کٹر مذہبی ہوتے ہیں جن سے دنیا کی کوئی طاقت ان کا ایمان نہیں چھین سکتی۔ دوسرے وہ ہوتے ہیں جو مذہب اور قوانین کو زیادہ اہمیت نہیں دیتے۔ ہماری دنیا میں کتنے ہی لوگ آئے دن اپنا مذہب بدلتے رہتے ہیں۔ ان میں یہودی' عیسائی اور مسلمان سبھی ہوتے ہیں۔ ہم نے کبھی کسی کا گریبان پکڑ کر اسے ملامت نہیں کی۔ قانون ہمیں اس کی اجازت نہیں دیتا اور یہ تو سیدھی سی بات ہے' جو اپنا وطن بدلتا ہے' اپنی زبان بدلتا ہے اسے خدا بدلتے دیر نہیں لگتی۔"

"کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ وارنر اپنا وطن چھوڑ کر ایک

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

جزیرے میں چلا گیا ہے تو کیا وہ مسلمان لڑکی کی خاطر اپنی زبان اور اپنا مذہب بدل دے گا؟"

"بھئی تم کس وارنر کی باتیں کر رہی ہو؟"

"وہی جو جزیرہ پوٹویا میں ہے۔ ایک مسلمان لڑکی حمائلہ اُس سے محبت کرتی ہے مگر اپنا ہاتھ پکڑنے نہیں دیتی۔"

"کیا میں اس کا ہاتھ پکڑا دوں؟"

"ضرور ایسا کرنا چاہئے۔ میں عیسائی ہو کر تم پر اپنا سب کچھ قربان کر سکتی ہوں۔ حمائلہ کو بھی اپنے عیسائی محبوب کے ساتھ یہی کچھ کرنا چاہئے۔"

"پلیز ایک منٹ۔ کیا میں نے تمہیں جبراً اسلام قبول کرنے کو کہا؟"

"کبھی نہیں کہا۔"

"تم اپنی مرضی سے میری تنہائی میں آتی ہو یا میں جبراً تمہیں کھینچ کر لاتا ہوں۔"

"میں اپنی مرضی سے آتی ہوں۔"

"تو پھر حمائلہ کو بھی اُس کی مرضی پر چھوڑ دو۔"

بات سمجھ میں آنے والی تھی مگر وہ غصے میں ٹہلنے لگی۔ پھر پارس کے پاس بیٹھ کر بولی "کیا تم چاہتے ہو کہ میں اسلام قبول کرلوں۔"

"میرے چاہنے سے کچھ نہیں ہوگا۔ اسلام میں یہ بنیادی شرائط ہیں کہ ایک خدا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو آخری نبی مان کر دل سے کلمہ پڑھا جائے۔"

"چلو میں دل سے کلمہ پڑھ لوں گی۔ تم پاپا سے کہو' میرے بدلے میں حمائلہ کو عیسائیت قبول کرنے کی ہدایت کریں۔"

"سوری مرینا! میں تمہیں مسلمان بنانے کے لئے ایک مسلمان لڑکی کو غیر مسلم نہیں بننے دوں گا۔"

"تو پھر ثابت ہوگیا کہ مسلمان خود غرض ہوتے ہیں۔"

"عقل سے سمجھو' ہم باہر سے کوئی چیز لا کر گھر کا حسن بڑھاتے ہیں لیکن گھر کا حسن باہر پھینک کر اپنے گھر کو نہیں اجاڑتے۔ ایسا کوئی نہیں کرتا۔ میں سمجھ رہا ہوں کہ حمائلہ کی پارسائی کے باعث تمہاری انا کو ٹھیس پہنچ رہی ہے۔ تم اس بات کو یوں سمجھو کہ یہ معاملہ صرف ایک مسلمان لڑکی کا نہیں ہے۔ یہودی اور عیسائی لڑکیاں بھی پارسا ہوتی ہیں یا پھر یوں سمجھو کہ حمائلہ کی نظروں میں مذہب اوّل اور محبت ثانوی ہے۔ تمہاری نظروں میں محبت اتنی زیادہ اہم ہے کہ تم ہر دیوار گرا کر میرے پاس آگئی ہو۔ تمہاری محبت کی انتہا کو حمائلہ نہیں چھو سکے گی۔"

پارس کے آخری فقرے نے اسے کسی حد تک مطمئن کیا لیکن اس کے دل اور دماغ میں انگارے دہک رہے تھے۔ وہ دوسرے کمرے کی طرف جاتے ہوئے بولی "تمہارے ساتھ بحث کرتے ہوئے بھول ہی گئی کہ ضروری خیال خوانی کرنی ہے۔"

اس نے دوسرے کمرے میں جا کر پارس کو نظر بھر کے دیکھ دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ ایک صوفے پر آ کر بیٹھتے ہوئے ہی دل میں بولی "حمائلہ کیسے دور رہے گی۔ اسے اپنے محبوب تنہائیوں کو آباد کرنا چاہئے۔ میں اسے مجبور کروں گی۔"

اس نے وارنر کے دماغ میں پہنچ کر اس کے اندر حمائلہ کے لئے بے چینی پیدا کی تاکہ وہ حمائلہ سے ملاقات کرے' اُس سے باتیں کرے۔ اس طرح وہ حمائلہ کی آواز اور لہجہ سن کر اس کے دماغ میں پہنچ جائے پھر اس کے اندر رہ کر عورت کے جذبات کو لگام کرے۔ اس کے بعد حمائلہ کسی ہچکچاہٹ اور حیا کے بغیر اس کی آغوش میں چلی جائے گی۔

دوسری طرف پارس نے ٹوائلٹ میں آ کر دروازے کو اندر سے بند کیا۔ پھر جیب سے ایک ننھا ٹرانسمٹر نکال کر اسے آن کیا۔ رابطہ قائم ہونے پر اس نے کوڈ ورڈز ادا کئے۔ پھر کہا "میں ہوں آپ کا بیٹا پارس۔"

پارس پہلے لیلیٰ کو آنٹی کہتا تھا۔ جب لیلیٰ نے فراغ دلی سے سونیا کو صحیح معنوں میں اور اچھے انداز میں سوکن تسلیم کر لیا تو اس نے لیلیٰ سے کہا "آج سے میں آپ کو آنٹی نہیں بلکہ پاکستانی زبان میں امی کہا کروں گا۔"

بہر حال اس نے لیلیٰ کو حمائلہ کے متعلق تھوڑی تفصیل بتائی۔ پھر کہا "مرینا اپنی انسلٹ محسوس کر رہی ہے۔ آئندہ وہ حمائلہ کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے وارنر کی تنہائی میں پہنچا دے گی۔ آپ سے گزارش ہے کہ حمائلہ کو اس کی حیا کی حدود سے باہر نہ جانے دیں۔"

لیلیٰ نے کہا "اطمینان رکھو بیٹے! یہاں مسئلہ مذہب کا نہیں حیا کا ہے۔ مرینا جبراً حمائلہ کو مذہب تبدیل کرنے پر مائل کرے گی تو میں اسے ناکام بنا دوں گی۔"

پارس نے کہا "امی! مرینا بہت اچھی ہے۔ بس اتنی سی بات ہے کہ حمائلہ کی حیا سے مرینا کی حیا کو یا انا کو ٹھیس پہنچی ہے۔"

"میں سمجھتی ہوں۔ تم اطمینان رکھو۔"

یہ کہہ کر لیلیٰ نے جوجو کے لہجے کو اختیار کیا پھر خیال خوانی کے ذریعے وارنر ہیگ کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہاں مرینا پہلے سے موجود تھی۔ وہ وارنر کے اندر حمائلہ کے لئے جذبات بھڑکا رہی تھی اور اسے ترغیب دے رہی تھی کہ وہ حمائلہ سے ملاقات کرے اور اس سے باتیں کرے تاکہ وہ حمائلہ کی آواز سن کر اس کے دماغ میں جائے اور اس حیا والی کو وارنر کی آغوش میں جانے پر مجبور کر دے۔

چوں کہ وارنر تنویمی عمل کے ذریعے معمول بنا ہوا تھا اس لئے بے اختیار اپنی رہائش گاہ سے نکل کر باہر آگیا۔ حمائلہ کا مکان پڑوس میں تھی۔ وارنر نے خیال خوانی کے ذریعے معلوم کیا کہ حمائلہ اپنے کمرے میں بستر پر لیٹی ہوئی ہے اور اپنے وارنر کے متعلق شدت سے سوچ رہی ہے۔

اس وقت بڑا عجیب رابطہ تھا۔ مرینا اور لیلیٰ' وارنر کے دماغ میں تھیں اور وارنر حمائلہ کے دماغ میں تھا۔ مرینا اپنی چال چلنا چاہتی تھی اور لیلیٰ اس کی چالوں کا توڑ کرنے کو تیار تھی۔

وارنر حمائلہ کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ اس طرح وارنر کے ذریعے مرینا اور لیلیٰ اس کے دماغ سے نکل کر حمائلہ کے دماغ میں پہنچ گئی تھیں۔ حمائلہ کی سوچ بتا رہی تھی کہ اس کا باپ اپنی دکان میں ہے۔ وہ گھر میں اکیلی تھی اور وارنر کے لئے کروٹ کروٹ تڑپ رہی ہے۔

یہ سوچ پڑھتے ہی وارنر اس کے گھر میں آگیا۔ پھر اس کی خواب گاہ میں پہنچ گیا۔ وہ اسے دیکھتے ہی چونک کر بستر سے اٹھ بیٹھی۔ شرمانے والی لڑکیاں اپنی تنہائی میں اپنے مرد کے متعلق خواہ کیسی ہی کھٹی میٹھی باتیں سوچ لیں لیکن اپنے مرد کے سامنے ہوش میں آجاتی ہیں۔ خیالات کی دنیا سے نکل جاتی ہیں۔ پھر اپنی پارسائی کو برقرار رکھنے کے لئے ذرا فاصلہ رکھنے کی ہر ممکن کوشش کرتی ہیں۔

حمائلہ نے حیرانی سے پوچھا "تم؟ تم میرے گھر میں کیوں آئے ہو؟"

وارنر نے مرینا کی مرضی کے مطابق کہا "میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا۔ میں تمہیں ہر قیمت پر حاصل کروں گا۔"

حمائلہ نے خوش ہو کر پوچھا "کیا تم میری خاطر مسلمان ہو جاؤ گے؟"

یہ بات مرینا کو منظور نہیں تھی۔ وہ حمائلہ کے دماغ پر قبضہ جما کر اس کی زبان سے بولی "میرے وارنر! مذہب کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ تم اسلام قبول نہ کرو' آؤ مجھے قبول کرلو۔"

لیلیٰ سمجھ گئی کہ حمائلہ کی زبان سے مرینا بول رہی ہے۔ وہ وارنر کی زبان سے بولی "نہیں حمائلہ! ایسا نہ کہو۔ ہمیں ایک دوسرے کو قبول کرنے سے پہلے مذہب کا مسئلہ حل کرنا چاہئے۔"

مرینا ایک وقت میں کسی ایک کے ہی دماغ میں رہ سکتی تھی۔ وہ حمائلہ کو وارنر کی آغوش میں پہنچانے آئی تھی۔ جب اس نے دیکھا کہ وارنر مذہب کا مسئلہ پیش کر رہا ہے تو وہ حمائلہ کو چھوڑ کر اس کے دماغ میں آئی۔ پھر اس کی زبان سے بولی "میری جان حمائلہ' مذہب کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ اس کے متعلق ہم بعد میں بحث کریں گے' ابھی میری آغوش میں آجاؤ۔"

لیلیٰ اتنی دیر میں حمائلہ کے اندر پہنچ گئی تھی' اس کی زبان سے بولی "وارنر! تمہیں کیا ہوگیا ہے؟ تم میری پارسائی کی قدر کرتے تھے اور آج خود ہی مجھے اپنی آغوش میں بلا رہے ہو۔"

مرینا الجھن میں پڑ گئی۔ وہ تنہا دونوں کو ایک دوسرے کی آغوش میں نہیں پہنچا سکتی تھی۔ وہ جوڈی نارمن کے پاس آئی' پھر بولی "میں تمہیں ایک لڑکی کے دماغ میں پہنچاؤں گی۔ وہ لڑکی وارنر ہیگ کے سامنے ہے' تم اسے وارنر کی آغوش میں جانے پر مجبور کرو۔"

وہ اسے حمائلہ کے دماغ میں لے گئی۔ پھر خود وارنر کے دماغ میں آئی۔ اس وقت وارنر کہہ رہا تھا "معاف کردو حمائلہ! نہ جانے میں جذبات میں کیسے بہہ گیا۔ بے اختیار تمہارے کمرے میں چلا آیا۔"

وہ بولی "کوئی بات نہیں۔ چلو ہم باہر چلتے ہیں۔ باہر دنیا والوں کے سامنے بھٹکنے سے بچے رہیں گے۔"

وہ اس کے ساتھ باہر جانے کے لئے قریب آئی لیکن اچانک ہی اس سے لپٹ گئی۔ وارنر نے اعتراض نہیں کیا کیوں کہ مرینا اس کے اندر تھی۔ لیلیٰ نے فوراً ہی حمائلہ کو الگ کیا۔ جوڈی نارمن نے اسے دوبارہ وارنر کے بازوؤں میں جانے پر مجبور کیا۔ لیکن لیلیٰ نے اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما لیا تھا۔

وارنر نے پوچھا "میری حمائلہ! تم مجھ سے دور کیوں ہوگئیں؟"

لیلیٰ اسے دوڑاتی ہوئی گھر سے باہر لے گئی۔ مرینا نے جوڈی کے پاس آ کر پوچھا "تم اسے قابو میں کیوں نہیں کرتے ہو؟"

وہ بولا "حمائلہ کا دماغ اچانک پتھر کا ہوگیا ہے۔ میری سوچ کی لہریں اثر نہیں کر رہی ہیں۔"

مرینا یہ سن کر حمائلہ کے اندر آئی۔ اس کی سوچ میں بولی "مجھے گھر کے اندر وارنر کو لے جانا چاہئے۔"

پھر اس نے حمائلہ کے دماغ پر قبضہ جمانا چاہا۔ پتا چلا اس کا دماغ قابو میں نہیں آرہا ہے۔ اسے شبہ ہوا کہ کسی اور نے اس پر قبضہ جمایا ہوا ہے۔ اس نے پوچھا "یہاں اور کون ہے؟"

اسے جواب نہیں ملا۔ اس نے دوسری بار یہی سوال کیا جب کوئی جواب نہ ملا تو وہ دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ اپنی جگہ سے اٹھی اور دروازہ کھول کر اس کمرے میں آئی جہاں پارس کو تنہا چھوڑ کر گئی تھی۔

وہ بستر پر لیٹا ہوا چھت کو تک رہا تھا۔ وہ پاس آ کر بولی "کیسے انجان بن رہے ہو؟ میں تمہاری چالاکی سمجھ رہی ہوں۔"

وہ اٹھ کر بیٹھتے ہوئے حیرانی سے بولا "تم کہنا کیا چاہتی ہو؟"

"تم نے کسی کو حمائلہ کے دماغ میں پہنچا دیا ہے۔"

"میں نے کسی کو حمائلہ کے پاس نہیں پہنچایا ہے۔ وہاں پہلے سے کوئی موجود ہو سکتا ہے۔ ویسے معاملہ کیا ہے؟"

"وہ پہلے وارنر کی طرف مائل ہو رہی تھی۔ پھر اچانک ہی اس کی آغوش سے دور ہوگئی۔"

"یہ تو تم پہلے ہی کہہ رہی تھیں کہ وہ حیا والی ہے۔ اگر وارنر سے دور ہوگئی ہے تو مجھے کیوں الزام دے رہی ہو۔"

"تم نے کسی سے کہا ہے کہ حمائلہ کے دماغ پر قبضہ جمایا جائے۔"

"مرینا! تمہاری باتوں سے پتا چلتا ہے' تم حمائلہ کو ٹیلی پیتھی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کے ذریعے جبراً دارنر کی آغوش میں لے جارہی تھیں اور اس مقصد میں تمہیں ناکامی ہوئی ہے۔"

"ہاں۔۔۔۔ مگر کب تک ناکامی ہوگی۔ میں ایسے وقت حمائلہ کے پاس جاؤں گی۔۔۔۔ ایسے وقت جاؤں گی مگر نہیں' میں تمہیں نہیں بتاؤں گی۔ تم قابلِ اعتماد نہیں رہے۔"

"تمہیں احساس ہے کہ ایک غلط کام کرنا چاہتی ہو؟"

"اگر وہ غلط ہے تو ہمارے تعلقات بھی غلط ہیں۔"

"دل سے قائم کئے ہوئے تعلقات غلط نہیں ہوتے۔ حمائلہ جو بات دل سے نہیں مانتی اسے تم جبراً کیوں منوا رہی ہو؟"

"میں تمہیں کیسے سمجھاؤں۔ وہ لڑکی اپنی پارسائی سے میری انسلٹ کررہی ہے۔"

"دنیا میں جتنی لڑکیاں پارسا ہیں کیا وہ سب تمہاری انسلٹ کررہی ہیں۔ کیا تم سب پر جبر کرو گی؟ اگر سب پر جبر نہیں کرسکتیں تو پھر حمائلہ کے پیچھے کیوں پڑگئی ہو؟ کیا اس لئے کہ وہ مسلمان ہے؟ تم کتنی مسلمان لڑکیوں کو غیر مسلموں کی طرف جبراً مائل کروگی؟"

"میں تم سے بحث نہیں کرنا چاہتی۔"

"ابھی تم نے کہا ہے کہ میں قابلِ اعتماد نہیں رہا لیکن تم میرے پاپا اور دوسرے بزرگوں کے اعتماد کو ٹھیس پہنچا رہی ہو۔ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تمہارے حوالے کیا گیا ہے تاکہ تم نیک مقاصد کے لئے انہیں استعمال کرو لیکن تمہارا پہلا ہی مقصد غلط ہورہا ہے۔"

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ پھر بولی "ٹھیک کہتے ہو۔ جس معاملے کا تعلق جذبات سے ہوتا ہے' وہاں انسان سے غلطیاں ہوتی ہیں۔ میں نے اپنی توہین کے متعلق سوچا اور یہ بھول گئی کہ پاپا مجھ پر کتنا بھروسا کرتے ہیں۔ میری اس حرکت کا پتا چلے گا تو انہیں دکھ ہوگا۔ پھر ہماری محبت اور دوستی مشکوک ہوجائے گی۔"

اس نے قریب آکر پارس کے سینے پر سر رکھ دیا۔ یہ اس کی بہت بڑی خوبی تھی کہ اپنی خامیوں کو سمجھ لیتی تھی اور غلطیوں کو تسلیم کرلیتی تھی۔

اس نے تھوڑی دیر بعد سلمان کو مخاطب کیا اور کہا "انکل! نیا سپر ماسٹر میرا حمایتی ہے۔ اس نے بتایا ہے کہ جنرل دہری چالیں چل رہا ہے۔ اس نے برین ماسٹر اور چاروں بلیک سیکرٹس کو بظاہر گرفتار کیا ہے لیکن جلد ہی انہیں کال کوٹھری سے باہر نکالنے والا ہے تاکہ وہ پانچوں مجھے ڈھونڈ نکالیں۔"

"یہ خوشی کی بات ہے کہ نیا سپر ماسٹر تمہاری حمایت کررہا ہے۔ تم بہت ذہین ہو۔ اس بات پر غور کرو کہ سپر ماسٹر کو جنرل کی پلاننگ کیسے معلوم ہوئی؟"

"انکل! سپر ماسٹر وسیع ذرائع کا مالک ہوتا ہے۔"

"بیٹی! میں بھی سپر ماسٹر رہ چکا ہوں اور یہ اچھی طرح جانتا ہوں کہ جنرل اپنے راز اور اہم فوجی معاملات سپر ماسٹر کو نہیں بتاتا کیوں کہ سپر ماسٹر عہدے میں جنرل سے کم تر ہوتا ہے۔"

مرینا نے کہا "جب بھی ان پانچوں کو رہا کیا جائے گا تو سپر ماسٹر مجھے اطلاع دے گا۔ اگر اس کی اطلاع درست ہوگی تو ثابت ہوجائے گا کہ سپر ماسٹر بھی درست ہے۔"

"خدا کرے ایسا ہی ہو۔ مرینا! تمہاری اصل خوشی یہ ہے کہ سپر ماسٹر تمہاری طرح محبِ وطن ہے لیکن تمہیں اس پہلو پر غور کرنا چاہئے کہ اسے جنرل کی پلاننگ کیسے معلوم ہوتی ہے۔ ایک بات وہ ہمیشہ عمل کرتے ہیں کہ سپر ماسٹر نااہل ہو تو اسے گولی ماردیتے ہیں تاکہ اس کے ذریعے ملک کے اہم راز دوسروں تک نہ پہنچیں۔ پانچوں اہم رازوں سے واقف ہیں۔ پھر جنرل نے انہیں زندہ کیوں رکھا ہے؟ پھر انہیں صرف اس لئے کیوں رہا کرے گا کہ وہ تمہیں تلاش کریں۔ کیا ان کی رہائی کے بعد یہ اندیشہ نہیں رہے گا کہ برین ماسٹر اور بلیک سیکرٹس بہت بڑے عہدوں سے نیچے گرادیے جانے کے بعد دشمنوں کی گود میں چلے جائیں گے۔"

"اوہ گاڈ! میں نے اس پہلو سے نہیں سوچا تھا۔ جنرل اپنے ملک اور قوم سے محبت کرتا ہے۔ وہ پانچوں کو کال کوٹھری سے نکالنے کی حماقت نہیں کرے گا۔"

سلمان نے کہا "اور اگر ایسا کرے تو اس کے پیچھے کوئی گہری چال ہوگی۔"

"انکل! میں اس پہلو پر مزید غور کرنے کے بعد آپ سے بات کروں گی۔ سو فار انکل!"

وہ دماغی طور پر حاضر ہوکر سوچنے لگی۔ پھر سپر ماسٹر کے ملازم کے دماغ میں آئی۔ اس کے خیالات سے پتا چلا کہ سپر ماسٹر ایک اہم اطلاع دینا چاہتا ہے۔ ملازم اس کی مرضی کے مطابق اپنے مالک سے فون پر رابطہ قائم کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد سپر ماسٹر کی آواز سنائی دی۔ وہ ملازم کی زبان سے بولی "میں مرینا بول رہی ہوں۔"

"فون رکھ دو۔ میں آرہا ہوں۔"

ملازم نے فون رکھ دیا۔ مرینا اس کا انتظار کرتے ہوئے سوچنے لگی۔ جنرل بہت چالاک ہے۔ اس کے جاسوس سپر ماسٹر کی کالیں ڈیٹیکٹ کرتے ہوں گے۔ پچھلی بار بھی سپر ماسٹر سے فون پر رابطہ ہوا تھا۔ اس بار بھی اس نے صاف طور پر کہا تھا کہ مرینا بول رہی ہوں۔

کیا اس رابطے کی خبر جنرل کو نہیں ہوگی؟

وہ پریشان ہوگئی۔ اسے کسی سازش کی بو محسوس ہورہی تھی۔ پارس نے اسے دیکھ کر پوچھا "کیا پریشانی ہے؟"

اس نے نئے سپر ماسٹر کے متعلق اسے بتایا۔ پارس نے کہا "ہمارے انکل سلمان' سپر ماسٹر رہ چکے ہیں۔ ان سے پوچھ لو کہ کالیں ڈیٹیکٹ ہوتے ہیں یا نہیں؟"

اس نے خیال خوانی کے ذریعے سلمان سے پوچھا۔

"ملٹری انٹیلیجنس والے تمام اعلیٰ حکام اور دوسرے اعلیٰ عہدیداران کے فون سنتے ہیں۔ اگر دوبارہ تم نے سپر ماسٹر سے فون پر رابطہ کیا ہے تو یقین کرلو کہ تم دونوں کی گفتگو کا ٹیپ جنرل کے پاس پہنچ گیا ہے۔"

وہ پارس کے پاس حاضر ہوکر بولی "شبہ یقین میں بدلتا جارہا ہے۔ میں مکمل یقین کرنا چاہتی ہوں۔"

"مرینا! تمہاری ذہانت کو کیا ہوگیا ہے۔ جاؤ اور ابھی ملازم کے ذریعے سپر ماسٹر کو زخمی کرو۔ پھر اس کے دماغ میں پہنچ کر سچ اور جھوٹ معلوم کرلو۔"

"ہاں اس طرح معلوم کرسکتی ہوں لیکن اسے زخمی کرنا مناسب نہیں ہے۔ اگر وہ مجھ سے کوئی چال چل رہا ہے تو میں اسے خوش فہمی میں مبتلا رکھوں گی۔"

وہ ملازم کے دماغ میں آئی۔ سپر ماسٹر اپنے گھر پہنچ گیا تھا۔ ملازم سے پوچھ رہا تھا "مرینا! تم موجود ہو؟"

"ہوں۔ تمہاری باتیں سن رہی ہوں۔"

وہ بولا "میرا ایک بچپن کا دوست ملٹری انٹیلیجنس میں چیف ہے۔ اس نے بتایا ہے کہ برین ماسٹر اور چاروں بلیک سیکرٹس آج آدھی رات کو رہا کئے جائیں گے۔"

"وہ کال کوٹھری کہاں ہے؟"

"فوجی ہیڈ کوارٹر میں ہے۔"

"وہ رہا ہوکر کہاں جائیں گے؟"

"یہ مجھے معلوم نہیں ہے۔ یہ معلوم ہے کہ وہ پانچوں الگ الگ گاڑی میں ہیڈ کوارٹر سے باہر نکلیں گے اور مختلف خفیہ رہائش گاہوں کی طرف جائیں گے۔"

مرینا نے کہا "یہ معلومات بہت ہیں۔ میرے پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والے ان پانچوں کا تعاقب کریں گے۔"

"مرینا خوب سوچ سمجھ کر قدم اٹھاؤ۔ اگر وہ پانچوں تمہارے تعاقب کرنے والوں کی نظروں سے اوجھل ہوجائیں گے تو پھر کبھی تمہارے ہاتھ نہیں آئیں گے۔ تم اپنے تمام ذرائع استعمال کرکے انہیں مارڈالو ورنہ جنرل کی پشت پناہی سے یہ لوگ تمہارے لئے بے حد خطرناک ہوجائیں گے۔"

"میں اچھی طرح سمجھتی ہوں۔ آئندہ وہ پانچوں میری نظروں میں رہیں گے اور جب وہ میری نظروں میں آئیں گے' میں تمہاری دوستی کی قائل ہوجاؤں گی۔ اب میں جارہی ہوں پھر آؤں گی۔"

وہ خاموش ہوگئی۔ ملازم کے ذریعے سپر ماسٹر کو دیکھنے لگی۔ وہ اپنی رہائش گاہ کے دوسرے حصے کی طرف جارہا تھا۔ ملازم کی سوچ نے بتایا کہ صاحب کا ایک پرائیویٹ کمرا ہے جہاں بڑے سائز کے ٹرانسمٹر' ٹی وی اور کمپیوٹرز ہیں۔ وہاں خفیہ فائلیں اور اہم دستاویزات ہیں۔ سپر ماسٹر اسے ہمیشہ لاک رکھتا تھا اور کبھی کبھی اپنی موجودگی میں ملازم سے کمرے کی صفائی کراتا تھا۔

مرینا بدستور خاموش رہ کر دوسری معلومات حاصل کرتی رہی

پھر اسی رات کھانے کے دوران کھانے کی چیز میں اعصابی کمزوری کی دوا حل کرادی۔ وہ سرکاری ملازم سپر ماسٹر کا بہت وفادار تھا لیکن بیچارے کو پتا نہ چلا کہ وہ اپنے مالک کے خلاف کیا کرتا چلا گیا۔

سپر ماسٹر نے کھانے کے دوران تھوڑی سی کمزوری محسوس کی اور سوچا کہ آج تھوڑا ہی کھاکر سوجائے لیکن کھانا لذیذ تھا۔ وہ کھاتا چلا گیا پھر میز سے اٹھتے ہوئے ملازم سے بولا۔ "میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے۔ فون آئے تو اٹینڈ کرلینا۔ میں سونے جارہا ہوں۔"

وہ اپنے بیڈ روم میں آگیا' دروازے کو اندر سے لاک کردیا اب کوئی اندر نہیں آسکتا تھا لیکن مرینا آگئی۔ اس نے پوچھا "ہیلو سُپر ماسٹر مجھے اپنے دماغ میں خوش آمدید نہیں کہوگے؟"

وہ گھبرا کر بولا۔ "تم؟ تم آئی ہو؟ نہیں یہ کیسے ہوسکتا ہے؟"

"تمہارا ملازم بہت وفادار ہے مگر ٹیلی پیتھی نے اس کی کھوپڑی گھمادی۔"

"ہاں' میں کھانے کے بعد کچھ کمزوری محسوس کررہا تھا یہ سوچا تھا شاید زیادہ تھکن کے باعث ایسا ہورہا ہے مگر تم نے یہ۔۔۔۔ یہ اچھا نہیں کیا۔"

"میں صرف اتنا معلوم کرنے آئی ہوں کہ تم نے میرے ساتھ کیا اچھا کیا ہے۔ اگر تم میرے خلاف کوئی سازش نہیں کررہے ہو تو پھر میں ہمیشہ تمہیں دوست سمجھتی رہوں گی۔"

"میں قسم کھاتا ہوں کہ میں تمہارے خلاف کوئی سازش۔۔۔۔"

"قسم کھانے کی کیا ضرورت ہے۔ تمہارے دماغ کے چور دروازے سے چور خیالات میری طرف آرہے ہیں۔ میں تمہیں حکم دیتی ہوں' اسی طرح بستر پر خاموش پڑے رہو۔ ورنہ دماغی زلزلہ برداشت نہیں کرپاؤگے۔"

اس نے اپنے ہونٹوں کو سختی سے بند کرلیا۔ مرینا نے پوری طرح اس کے دماغ پر قبضہ جمایا پھر اس کی آنکھیں بند کرادیں۔ اس کی سوچ بتارہی تھی کہ دماغ کو ذرا ڈھیل دی جائے۔ وہ کچھ بولنا چاہتا ہے لیکن جو کچھ بولنا چاہتا تھا وہ پہلے' اس کا دماغ مرینا کو بتارہا تھا۔

رفتہ رفتہ وہ سونے لگا۔ مرینا نے اسے گہری نیند میں پہنچادیا۔ اس پر تنویمی عمل کرنے لگی۔ عمل کرنے کے دوران وہ اپنا بچاؤ نہ کرسکا' ایک تو کمزور ہوگیا تھا۔ دوسرے گہری نیند میں تھا۔ گہری نیند میں رہنے والوں کو صرف ٹیلی پیتھی جاننے والے ہی اپنا معمول بنا سکتے ہیں۔ کوئی عام سا عامل ایسا نہیں کرسکتا۔ بہرحال وہ پوری طرح معمول بن گیا۔

مرینا نے سوال کیا "جنرل سے تمہارے تعلقات کیسے ہیں؟"

اس کی آنکھیں بند تھیں۔ جواب دیتے وقت صرف اس کے ہونٹ ہل رہے تھے۔ وہ کہہ رہا تھا "جنرل سے ایسے تعلقات ہیں کہ وہ تنہائی میں اہم رازدارانہ معاملات پر گفتگو کرتا ہے۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"میرے معاملے میں کیا گفتگو ہوتی ہے؟"

"وہ تمہاری طرف سے اندیشوں میں گھرا ہوا ہے۔"

"اندیشوں کی نوعیت کیا ہے؟"

"وہ سمجھتا ہے' تم فرہاد علی تیمور کی چالوں میں آگئی ہو۔ وہ چارے کے طور پر ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تمہارے حوالے کررہا ہے۔ اچھی طرح تمہارا اعتماد حاصل کرنے کے بعد وہ تمہارے ذریعے ہمارے ملک اور ہماری قوم کو بری طرح نقصان پہنچائے گا۔"

"میرے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟"

"میں نے جنرل کے سامنے خیال ظاہر کیا ہے کہ جوان لڑکی اس مرد سے ضرور متاثر ہوتی ہے جو اس پر اپنی مردانگی سے اثر انداز ہوتا ہے۔"

"تمہارا کیا خیال ہے' میں کس مرد سے متاثر ہوں؟"

"مجھے یقین ہے کہ تم فرہاد کے دونوں بیٹوں میں سے کسی ایک پر مرمٹی ہو۔"

"تم اور جنرل کس طرح مجھے فرہاد کی فیملی سے جدا کرنا چاہتے ہو؟"

"جنرل لیلیٰ کو ٹریپ کرنے والا ہے۔ جس طرح فرہاد تمہیں سبز باغ دکھا رہا ہے' اسی طرح جنرل لیلیٰ کو سبز باغ دکھائے گا۔"

"تم نے اس منصوبے کے سلسلے میں کیا رائے دی ہے؟"

"یہ جنرل کا معاملہ ہے۔ وہ اپنے ایک خاص ٹیلی پیتھی جاننے والے کے ذریعے کچھ بھی کر سکتا ہے۔ میں نے اپنی پلاننگ کے مطابق جنرل سے درخواست کی ہے کہ وہ برین ماسٹر اور چاروں بلیک سیکرٹس کو موت سزا نہ دے' انہیں رہا کردے لیکن رہائی سے پہلے اپنے خاص ٹیلی پیتھی جاننے والے کے ذریعے ان پر تنویمی عمل کرائے تاکہ رہائی کے بعد معلوم ہوتا رہے کہ وہ پانچوں کہاں جارہے؟ اور کیا کررہے ہیں؟"

"کیا وہ پانچوں مجھے تلاش کریں گے؟"

"نہیں۔ میری پلاننگ کے مطابق میں ان پانچوں تک تمہیں پہنچاؤں گا۔ تم انہیں قتل کروگی۔ اس طرح دو مقاصد حاصل ہوں گے۔ ایک تو جنرل کے فیصلے کے مطابق وہ مرجائیں گے۔ دوسرے تم مجھ پر اعتماد کرنے لگوگی کہ میں نے جنرل کے پانچوں چمچوں کو تمہارے ہاتھوں ہلاک کرایا ہے اور آئندہ بھی تمہارے کام آتا رہوں گا۔ اس طرح رفتہ رفتہ تمہارے اندرونی معاملات تک پہنچنے کی کوشش کرتا رہوں گا۔"

"کیا واقعی آج رات بارہ بجے ان پانچوں کو رہا کیا جائے گا؟"

"ہاں' میں نے جنرل کو بتایا ہے کہ تمہارے کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے فوجی ہیڈ کوارٹر کے باہر چھپے رہیں گے۔ جب وہ پانچوں ہیڈ کوارٹر سے باہر نکلیں گے تو ان کا تعاقب کریں گے۔"

"یعنی میرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو شکار کرنے کے انتظامات ہو رہے ہیں؟"

"لیکن تمہارے کسی خیال خوانی کرنے والے کو چھیڑا نہ جائے گا۔ دور ہی دور سے نگرانی کی جائے گی۔ ان کی رہائش گاہ معلوم کی جائیں گی پھر ان کی نادانستگی میں تمہارے ٹھکانے تک پہنچنے کی کوشش کی جائے گی۔"

"جنرل کے دوسرے منصوبوں کے بارے میں کیا جانتے ہو؟"

"میں اپنے منصوبے بنا کر اسے کریدنے کی کوششیں کرتا ہوں کہ وہ بھی مجھے اپنے منصوبے بتائے مگر وہ بہت گہرا ہے۔ اپنی باتیں زبان پر نہیں لاتا ہے۔"

"کیا تم اس کے خاص خیال خوانی کرنے والے کو جانتے ہو؟"

"نہیں۔ میں نے صرف اس کا ذکر سنا ہے۔ جنرل اتنا محتاط ہے کہ اس کا نام بھی کسی کے سامنے نہیں لیتا ہے۔"

کیا ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کئے جارہے ہیں؟"

"ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا شعبہ جنرل کے ہاتھوں میں ہے۔ نہیں وہ کیا کررہا ہے۔"

"تم اپنے خاص سراغ رسانوں کے ذریعہ کچھ نہ کچھ معلوم کر سکتے ہو۔"

"مجھے جو سراغ رساں دیئے گئے ہیں وہ سرکاری ہیں۔ عقل کہتی ہے' تمام سرکاری سراغ رساں مجھ سے زیادہ جنرل کے وفادار رہوں گے۔"

مرینا نے تائید کی "ہاں' ایسا ہو سکتا ہے۔ بہر حال میں تمہیں حکم دیتی ہوں' تم آئندہ میری سوچ کی لہروں کو محسوس کروگے۔"

"میں تمہاری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کروں گا۔"

"میں تمہیں حکم دیتی ہوں کہ صبح بیدار ہونے کے بعد یہ بھول جاؤگے کہ خواب کی حالت میں تم پر تنویمی عمل کیا گیا تھا۔"

اس نے وعدہ کیا کہ حکم کی تعمیل کرے گا۔ وہ دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ پارس نے کہا "رات کے گیارہ بجنے والے ہیں۔ تمہارے انتظار میں بھوکا ہوں۔"

وہ ہنستے ہوئے اس کا ہاتھ پکڑ کر کچن کی طرف جانے لگی۔ پارس نے پوچھا "خوب ہنس رہی ہوں۔ کسی کامیابی کی خوشی ہے۔"

"میں کامیابی پر زیادہ خوش نہیں ہوتی۔ مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ تم میرے لئے ابھی تک بھوکے ہو۔"

وہ کھانا لا کر میز پر رکھنے لگی۔ پارس نے کہا "تم کھاؤ۔ میں چار روز فاقے کروں گا تاکہ تمہیں زیادہ سے زیادہ خوشی حاصل ہوتی رہے۔"

وہ خوب کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔ اپنے ہاتھ سے اسے کھلاتے ہوئے بتانے لگی کہ اس نے کس طرح سپر ماسٹر کو ٹریپ کیا۔

تمام باتیں سن کر بولا "تمہاری اطلاع کے مطابق ان پانچوں کی رہائی میں پینتالیس منٹ رہ گئے ہیں اور یہاں تم بہت اطمینان سے بیٹھی ہو۔"

"میرے انتظامات مکمل ہیں۔ میرے چار ٹیلی پیتھی جاننے والے چھ آلۂ کاروں کے دماغوں میں ہیں۔ وہ آلۂ کار فوجی ہیڈ کوارٹر کے قریب پونے بارہ بجے پہنچیں گے اور مختلف سمتوں میں جانے والے ان پانچوں کا تعاقب کریں گے۔ میں بھی ان آلۂ کاروں کے دماغوں میں آتی جاتی رہوں گی۔ اور ان کا ٹھکانا معلوم کرتی رہوں گی۔"

"اس کے بعد کیا ہوگا؟"

"اس کے بعد یہاں حاضر ہو کر تمہاری آغوش میں سو جاؤں گی۔"

"میرے قریب رہ کر تم عقل سے پیدل ہوتی جارہی ہو۔"

وہ چونک کر بولی "کیا مجھ سے کوئی غلطی ہوگئی ہے؟"

"آج تمہیں میری آغوش میں نہیں آنا چاہئے۔ جنرل کے اس خاص ٹیلی پیتھی جاننے والے تک پہنچنا چاہئے۔"

"کیا تم نے کوئی تدبیر سوچی ہے؟"

"یہی میں پوچھتا ہوں' تم نے کوئی تدبیر کیوں نہیں سوچی؟"

"میں مانتی ہوں' تم نے مجھے سوچنے کے قابل نہیں چھوڑا ہے۔ دل یہی چاہتا ہے کہ دشمنوں سے فوراً نمٹ کر تمہارے پاس آجاؤں۔ ایسی جلد بازی میں بہت سی باتیں سمجھنے کو رہ جاتی ہیں۔"

"میں یہ الزام اپنے سر نہیں لوں گا کہ میری وجہ سے تم ناکارہ ہوتی جارہی ہو۔ یہ محبت تو نہ ہوئی' دشمنی ہوگئی۔"

"سچ کہتے ہو۔ میں دوسرے کمرے میں جارہی ہوں اور اس پہلو پر غور کروں گی کہ جو تدبیر تمہارے دماغ میں آئی' وہ میرے دماغ میں کیوں نہیں آئی۔ اس سلسلے میں کچھ اشارہ دوگے؟"

"ہاں' اپنے شکاروں کے ذریعے شکار کر سکتی ہو۔"

اس میں شبہ نہیں کہ وہ بے حد ذہین تھی۔ پارس کی بات سنتے ہی اس نے دیدے پھاڑ کر اسے دیکھا۔ ذرا دیر سوچا پھر پارس کے ہاتھ پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا "مائی گڈنس! اتنی معمولی سی بات میں نے نہیں سوچی اور تمہارے گلے لگنے کے لئے یہاں حاضر ہوگئی۔"

پارس مسکرانے لگا۔ وہ بولی "اگر میں برین ماسٹر اور چاروں بلیک سیکرٹس میں سے کسی ایک کو دماغی طور پر کمزور بنادوں اور اس کے دماغ میں جاتی رہوں تو جنرل کے خاص خیال خوانی کرنے والے کی آواز سن لوں گی۔ وہ پانچوں کو اپنا معمول سمجھ کر ان کے اندر آتا جاتا ہوگا۔" پھر چٹکی بجا کر بولی "میں جارہی ہوں۔"

وہ کرسی پر بیٹھ کر دماغی طور پر وہاں سے گم ہوگئی۔ جنرل کے خاص ٹیلی پیتھی جاننے والے کے دماغ میں فی الحال پہنچا نہیں جا سکتا تھا لیکن یہی کیا کم تھا کہ مرینا اس شخص کی آواز اور لہجے سے واقف ہوجاتی۔

مرینا کو اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں جوڈی نارمن پر بہت بھروسا تھا۔ وہ اہم ذمے داریاں اسے سونپ دیا کرتی تھی۔ اس وقت رات کے بارہ بج چکے تھے۔ آلۂ کاروں کے دماغوں میں جانے سے پتا چل رہا تھا کہ وہ سب مختلف راستوں پر گاڑی ڈرائیو کررہے ہیں اور فوجی ہیڈ کوارٹر سے باہر نکلنے والی گاڑیوں کا تعاقب کررہے ہیں۔ اس نے جوڈی نارمن سے پوچھا "ہیلو جوڈی! کیا پوزیشن ہے؟"

"میڈم! تعاقب جاری ہے۔ میں باری باری تمام آلۂ کاروں کے اندر جا کر دیکھ رہا ہوں۔ جورا جوری' کینی پال اور کمی میتھو بھی ایک ایک آلۂ کار کے اندر موجود ہیں۔"

"ہم جس آلۂ کار کے دماغ میں ابھی باتیں کررہے ہیں' اسے چھوڑ دو میں اسے ہینڈل کررہی ہوں۔"

جوڈی نارمن چلا گیا۔ مرینا اس آلۂ کار کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما کر تیزی سے کار ڈرائیو کرنے لگی۔ ان پانچوں میں سے کسی ایک کی کار آگے جارہی تھی۔ وہ اس کار کے برابر آنے لگی۔ آلۂ کار نے اس کی مرضی کے مطابق کار کے برابر آتے ہی اسٹیرنگ کو اچانک گھمایا دوسری کار دھکا کھاتے ہی سنبھل نہ سکی۔ فٹ پاتھ پر چڑھی اور ایک دکان کے شوکیس کو توڑتے ہوئے رک گئی۔ اس کے اندر جو کوئی بھی تھا' وہ زخمی ہوا تھا۔ اس کے دماغ میں بھی کمزوری پیدا ہوئی ہوگی۔ مرینا نے فوراً ہی برین ماسٹر اور بلیک سیکرٹ کے دماغوں میں جانے کی کوشش کی لیکن انہوں نے سانس روک لی۔

یہ حیرانی کی بات تھی۔ ان پانچوں میں سے کوئی زخمی نہیں ہوا تھا۔ جب کہ کار کو ایک حادثہ پیش آیا تھا۔ وہ دوسرے آلۂ کار کے پاس پہنچ گئی۔ اس آلۂ کار کے پاس ریوالور تھا' اس نے ریوالور کے ذریعے ایک پہیے میں گولی ماری۔ آگے جانے والی کار کا پہیہ برسٹ ہوا' وہ ڈگمگائی پھر ایک طرف گھوم کر تیزی کے ساتھ ایک درخت سے ٹکرا گئی۔ مرینا نے پھر پانچوں کے دماغوں میں باری باری پہنچنا چاہا لیکن ان سب نے سانسیں روک لیں۔

وہ جوڈی نارمن کے پاس آکر بولی "ہمارے ساتھ دھوکا ہو رہا ہے۔ ان پانچوں کو رہا نہیں کیا گیا ہے۔"

"میڈم! اس کا مطلب ہے' جنرل نے ہمیں ٹریپ کرنے کے لئے اپنے فوجی جوانوں کو برین ماسٹر اور بلیک سیکرٹس بنا کر ہیڈ کوارٹر کے باہر نکالا ہے۔"

"ہاں۔ جورا جوری' کینی پال اور کمی میتھو سے کہو' وہ آلۂ کاروں کے دماغوں سے جائیں اور آرام کریں۔"

وہ اپنی جگہ حاضر ہوگئی۔ وہاں سے اٹھ کر خواب گاہ میں آئی پارس آنکھیں بند کئے اپنے دماغ کو سونے اور جاگنے کی ہدایات دے رہا تھا پھر آہٹ سن کر چونک گیا' مرینا کو دیکھ کر بولا "بڑی جلدی فرصت ہوگئی؟ کیا کام نہیں بنا؟"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

وہ ٹہلتے ہوئے بولی "جنرل بہت چالاک بنتا ہے۔ اس نے پانچوں کو رہا نہیں کیا۔ اُن کی جگہ فوجی جوانوں کو ہیڈ کوارٹر سے روانہ کیا تاکہ میرے آدمیوں کو ٹریپ کرسکے۔"

"یہ بات تمہیں کیسے معلوم ہوئی؟ کیا تم نے ان رہا ہونے والوں کو زخمی کیا تھا؟"

"ہاں' اس کے بعد پانچوں کے پاس گئی تھی' انہوں نے سانسیں روک لیں۔"

"کیا جنہیں زخمی کیا تھا' ان کے دماغوں میں گئی تھیں؟"

"ان کے پاس جا کر کیا کرتی؟"

"یعنی میرے پاس آنے کی بے چینی تھی؟"

"تم اتنے خوب صورت نہیں ہو۔ میں سونے کے لئے آئی ہوں۔"

"مان لو کہ میرے پہلو میں آنے کے لئے تم نے پھر غلطی کی ہے۔"

"کیسی غلطی؟"

"جن پانچ فوجی جوانوں کو برین ماسٹر اور بلیک سیکرٹس بنا کر ہیڈ کوارٹر سے باہر نکالا گیا ہے اُن کے دماغوں میں جنرل کا خاص ٹیلی پیتھی جاننے والا آتا ہوگا اور ان کے ذریعے تمہارے تعاقب کرنے والے آلۂ کاروں کو دیکھتا ہوگا۔ جن افراد کو تم نے زخمی کیا ان افراد کے دماغوں میں وہ آیا ہوگا۔ ان سے باتیں کی ہوں گی۔ ان کی خیریت معلوم کی ہوگی۔ تم ان کے اندر ہوتیں تو اس خاص خیال خوانی کرنے والے کی آواز سن چکی ہوتیں۔"

مرینا کو اس غلطی کا شدید احساس ہوا۔ وہ شکست خوردہ انداز میں کرسی پر بیٹھ گئی یہ تو بہت آسان تھا۔ اس نے جس آلۂ کار کے ذریعے کار کا حادثہ کرایا تھا اسی کے ذریعے حادثے کا شکار ہونے والے کو مخاطب کرتی۔ اس زخمی ہونے والے کو کار سے باہر نکالتی تو اس دوران جنرل کے خاص آدمی کی آواز ضرور سن لیتی۔

وہ سر جھکا کر بولی "پارس! میں مانتی ہوں۔ جب تنہا تھی' صرف اپنی ذات پر بھروسا کرتی تھی تو کبھی غلطی نہیں کرتی تھی' بڑے بڑے کارنامے انجام دیتی تھی۔ دشمنوں کو حیرانی اور پریشانی میں مبتلا کردیتی تھی۔ جب سے تم آئے ہو' میں باؤلی ہوگئی ہوں۔ تم میرے حواس پر چھائے رہتے ہو۔ رات ہوتے ہی غیر شعوری طور پر تمہارے پاس آنے کے لئے بے چین ہوجاتی ہوں۔ جلد بازی میں ادھوری خیال خوانی' ادھوری معلومات حاصل کرتی ہوں اور اپنے مقاصد میں ناکام رہتی ہوں۔"

"جس پر جذبات غالب آتے ہیں' اس سے غلطیاں ضرور ہوتی ہیں' ہمیں ایک دوسرے سے دور رہنا چاہئے۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ گئی اس کے پاس آکر لیٹ گئی۔ پھر بولی۔ "تم درست کہتے ہو' میری بھلائی چاہتے ہو۔ ہم دور رہ کر بھی محبت کرسکتے ہیں۔ ایک دوسرے سے ملاقات کا وقت مقرر کرسکتے ہیں۔"

پارس نے کہا "اگر ایک گھنٹے کی ملاقات ہو تو اس ایک گھ[نٹے] کے بعد ایک منٹ بھی ساتھ نہیں رہیں گے۔"

"مجھے بہت سی اہم ذمے داریوں سے نمٹنا ہے۔ جنرل نے چال چلی ہے' اس کا منہ توڑ جواب دینا ہے۔ اس لئے میں [صبح] ہوتے ہی چلی جاؤں گی۔ پھر ایک ہفتہ بعد ملاقات کروں گی۔"

"مجھے منظور ہے۔"

"کیا تم میرے بغیر ایک ہفتہ گزار دوگے؟"

"ایسی جذباتی باتیں کروگی تو ہم ایک لمحہ بھی ایک دوسرے [کے] بغیر نہیں گزار سکیں گے۔"

"آج تو جی بھر کے جذباتی باتیں کرلو۔"

"سوری! دنیا میں تمہاری جیسی حسین اور جوان لڑکیوں کی ک[می] نہیں ہے۔ میں کسی سے بھی عشق فرما سکتا ہوں لیکن مجھے صرف مرینا سے عشق ہے' اُس مرینا سے جو اپنی ذہانت اور حاضر دماغ[ی] سے دشمنوں کے دانت کھٹے کردیتی ہے۔"

مرینا نے مسکرا کر اس کے سینے میں اپنا منہ چھپالیا۔

○☆○

میں جیسے ساری دنیا کو بھول چکا تھا۔ کوئی اخبار نہیں تھا' کوئی خ[بر] نہ تھی کہ دنیا میں کیا ہورہا ہے۔ سوئٹزرلینڈ کے ایک ہٹ میں مقیم تھا اور سونیا تھی۔ سونیا تھی اور میں تھا۔ باقی ساری دنیا نگاہوں سے اوجھل ہوگئی تھی۔

میں اپنی جانِ حیات کو سر سے پاؤں تک حاصل کرتا تھا اور سوچتا تھا۔ میں کتنا نادان ہوں' ناقدردان ہوں کہ سونیا کی پہلے قدر نہیں کی۔ ساری دنیا اس کے گن گاتی رہی اور میں اسے نظرانداز کرتا رہا۔ اور یہ سمجھتا رہا کہ وہ مجھ سے مایوس ہو کر خواہشات کی دنیا سے نکل گئی ہے اور روحانیت میں ڈوب چکی ہے۔

جب کہ ایسا نہیں ہوتا۔ انسان جب تک زندہ رہتا ہے خواہشات سے نجات نہیں پاتا۔ یہ الگ بات ہے کہ خود کو روحانیت میں گم کرنے کی کوشش کرتا رہے۔ سونیا بھی یہی کررہی تھی لیکن مجھے دل سے نوچ کر نہیں پھینک سکی تھی۔

اصل بات یہ تھی کہ اس میں حیا اور شرافت تھی۔ وہ میری داشتہ نہیں بننا چاہتی تھی اس لئے اپنے اور میرے درمیان فاصلہ قائم کرلیا تھا۔ لیکن جب باقاعدہ نکاح پڑھوانے کی بات اٹھی تو فوراً میری زندگی میں داخل ہوگئی۔

وہ ایک دن بولی "پورے دو ہفتے گزر چکے ہیں۔ نہ دین کی خبر ہے نہ دنیا کی۔"

میں نے کہا "سونیا کو بھول جاؤ۔ ہم نے ایک طویل زندگی زمانے بھر کے دشمنوں سے لڑتے ہوئے گزار دی۔ یہ باقی جو رہ گئی ہے اسے ہم سہاگ کی سیج پر لڑتے ہوئے گزار دیں گے۔"

وہ ہنسنے لگی۔ پھر بولی "تمہاری ذاتی مسرتیں اور ذاتی خواہشات

کے ساتھ دنیا بھر کی ذمے داریاں بھی ہوتی ہیں جن سے نمٹنا ہوتا ہے۔ کیا تمہارا فرض نہیں ہے کہ پارس' علی تیمور' سونیا ثانی' جوجو اور مرینا کی خیریت معلوم کرو؟"

"ذمے داریوں کا بوجھ اٹھانے والا بوڑھا ہوجاتا ہے اور میں تمہارے ساتھ جوان رہنا چاہتا ہوں۔"

"معلوم ہوتا ہے مجھے پیار کی ہڑتال کرنی ہوگی۔ پیار نہیں ملے گا تو کام کے آدمی بن جاؤ گے۔"

اس بات میں پیار بھی تھا' دھمکی بھی تھی۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ دھمکی پر عمل کرے۔ لہٰذا مجھے پھر عملی دنیا میں آنا پڑا۔ میں نے پارس کو مخاطب کیا "ہیلو! کیسے ہو؟"

"مزے میں ہوں اور انتظار کررہا ہوں۔"

"کس کا انتظار؟"

"ایک ننھے سے بھائی یا ننھی سی بہن کا۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "سنجیدگی سے باتیں کرو۔"

"اولاد سب سے سنجیدہ مسئلہ ہے۔ میں نے آپ کے اور مما کے ہاتھ پیلے کردیئے۔ اب آپ دونوں کو پھلتے پھولتے دیکھنے کی آرزو ہے۔"

"میرے باپ! تمہاری آرزو پوری ہوگی۔ مرینا کیسی ہے؟"

وہ تمام حالات بتانے لگا۔ میں نے ہنسنے کے بعد کہا "جنرل نے برین ماسٹر اور چاروں بلیک سیکرٹس کو رہا نہیں کیا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ ان پانچوں کو پھر ٹرانسفارمر مشین سے گزارے گا۔ ان کے اندر سے غرور اور اقتدار حاصل کرنے کی خواہشات کو ختم کرے گا اور انہیں اپنا تابعدار بنا کر رکھے گا۔"

پارس نے کہا "جنرل بڑی محتاط پلاننگ پر عمل کرتا ہے۔ سپر ماسٹر اور اعلیٰ حکام پر بھی بھروسا نہیں کرتا۔ اگر کسی طرح جنرل تک رسائی حاصل کروں یا آپ اس کے دماغ میں پہنچ جائیں تو صرف جنرل پر ہی نہیں "ٹرانسفارمر مشین پر بھی ہمارا قبضہ ہوجائے گا۔"

"جنرل تک مرینا راستہ بنا سکتی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ ایسا کررہی ہوگی۔"

"اگر وہ کچھ کررہی ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ کچھ نہ کریں۔"

"میں بھی کوشش کروں گا۔"

"کروں گا نہیں' ابھی سے کوشش شروع کردیں۔"

"چلو شروع کرتا ہوں۔ مرینا سے معلوم کرو' جنرل کے کتنے مشیر ہیں اور اس کی مصروفیات کیا ہیں؟"

وہ ٹیلیفون کے پاس آیا۔ پھر ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگا۔ میں نے پوچھا "کیا وہ تمہارے ساتھ نہیں رہتی ہے؟"

"نہیں مگر ہمارے درمیان رابطہ رہتا ہے۔"

"پہلے تو ایک ہی چھت کے نیچے رہتے تھے۔"

"زیادہ قربت اچھی نہیں ہوتی۔"

"کیا تمہارے اعتماد کو ٹھیس پہنچی ہے؟"

وہ ریسیور رکھ کر بولا "وارنر ہیک ایک مسلمان لڑکی حمائلہ سے محبت کرتا ہے۔ وہ بھی اسے دل و جان سے چاہتی ہے لیکن وہ اپنا مذہب نہیں چھوڑنا چاہتی۔ مرینا چاہتی تھی کہ حمائلہ کے دماغ پر قبضہ جما کر وارنر کی تنہائی میں اسے پہنچا دے۔ میں نے اعتراض کیا تو اپنی محبت کو مثال بنا کر پیش کرنے لگی۔"

میں سمجھ گیا۔ اس بات سے اسے ٹھیس پہنچی ہوگی کہ وہ ایک مسلمان کے پاس آگئی پھر حمائلہ ایک عیسائی کو قبول کیوں نہیں کرتی ہے۔ پارس نے کہا "میں نے مرینا کو سمجھایا کہ وہ حمائلہ کے مزاج کے خلاف ایسی کوئی حرکت نہ کرے۔ اُس نے میری بات مان لی ہے۔ وعدہ کیا ہے کہ حمائلہ اور وارنر کے معاملے میں مداخلت نہیں کرے گی۔"

"کیا تمہیں یقین ہے؟"

"میں محبت پر یقین رکھتا ہوں۔ محبت کرنے والوں پر نہیں رکھتا۔ آپ حمائلہ کے پاس جائیں گے؟"

"میں ابھی آتا ہوں۔"

جنرل اور ٹرانسفارمر مشین کے معاملات اہم تھے۔ لیکن اس سے زیادہ اہمیت حمائلہ کی تھی۔ دیکھنا یہ تھا کہ مرینا ہمارا اعتماد کہاں تک برقرار رکھتی ہے۔ میں حمائلہ کے متعلق کچھ نہیں جانتا تھا۔ اس کی آواز بھی نہیں سنی تھی۔ اس لئے وارنر ہیک کے دماغ میں آگیا۔

وارنر ہیک لیلیٰ کا معمول تھا۔ پھر ہم نے اسے مرینا کے حوالے کردیا تھا۔ مرینا نے اس پر دوبارہ تنویمی عمل کیا تھا۔ اس کے دماغ میں یہ بات نقش کردی تھی کہ آئندہ وہ اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گا۔ باقی تمام سوچ کی لہروں کے لئے اس کا دماغ حساس رہے گا اور وہ سانس روک لیا کرے گا۔ دوسرے لفظوں میں مرینا نے لیلیٰ کا اور ہم سب کا راستہ روک دیا تھا۔

اب یہ حقیقت تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے سمجھ گئے تھے کہ کوئی بھی کسی کے معمول کے دماغ میں اس کی آواز بنا کر پہنچ سکتا ہے۔ اس کے باوجود مرینا نے وارنر کے دماغ کو صرف اپنی جاگیر بنا لیا تھا۔ میں مرینا کے لہجے میں وارنر کے پاس آگیا۔

جزیرہ پوٹویا میں آدھی رات گزر چکی تھی۔ وارنر بے چینی سے جاگ رہا تھا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ پچھلی رات حمائلہ پر دیوانگی طاری تھی۔ وہ آدھی رات کو اس کے کمرے میں آگئی تھی۔ پھر وہ ہوا جو نہیں ہونا چاہئے تھا۔ اس نے حسن و شباب کے آگے گھٹنے ٹیک دیئے تھے جبکہ بڑا ہی مستقل مزاج تھا۔ اس نے فیصلہ کیا تھا کہ حمائلہ کو محبت کے نام پر تباہ نہیں کرے گا۔ اب وہ پریشان تھا کہ ایسا کیوں ہوگیا؟ وارنر نے چپ چاپ حمائلہ کے دماغ میں جا کر اس کا حال معلوم کیا۔ وہ بستر پر پڑی ہوئی تکیے میں منہ چھپائے رو رہی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ آخر وہ پچھلی رات باؤلی کیوں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہوگئی تھی؟ اپنے گھر سے نکل کے بے اختیار وارنر کے کمرے میں کیسے چلی گئی تھی؟ اسے اپنی پارسائی عزیز تھی۔ اب وہ اس کا ماتم کررہی تھی۔

اصل بات یہ تھی کہ وہ بے قابو کیوں ہوگئی تھی۔ اسے ایک بار بھی خیال نہ آیا کہ وہ گمراہی کی طرف جارہی ہے۔ یہ بات حمائلہ کی سمجھ میں نہیں آسکتی تھی۔ لیکن میری اور وارنر کی سمجھ میں آگئی۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ یہ ضرور کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی شرارت ہے۔ وہ خیال خوانی کرنے والا حمائلہ کے دماغ میں آتا ہے اور اس کے ذریعے وارنر کی نگرانی کرتا ہے۔ اور اس کی مستقل نگرانی کرنے کے لئے اس نے حمائلہ کو اس کے ساتھ جذباتی رشتے میں جکڑ دیا ہے۔

وارنر درست سوچ رہا تھا۔ صرف یہ نہیں جانتا تھا کہ وہ خود مرینا کا معمول ہے۔ اُس کی سوچ کی لہروں کو نہیں محسوس کرتا ہے اور مرینا اس کے ذریعے حمائلہ کو خود اس کے ہاتھوں برباد کرچکی ہے۔

میں اس بات کا قائل ہوں کہ محبت سے اور آپس کی رضامندی سے تعلقات قائم کئے جاسکتے ہیں۔ یہ اپنے مزاج کی بات ہوتی ہے۔ اگر کسی کے مزاج میں پارسائی کوٹ کوٹ کر بھری ہو اور اسے جبراً گناہگار بنایا جائے تو یہ بہت بڑا جرم ہے۔ اور یہ جرم ناقابلِ معافی ہے۔

مرینا کے اس عمل کا نفسیاتی تجزیہ یہ تھا کہ اس کے تحت الشعور میں پارس اس کے دشمن کے طور پر تھا کہ وہ مسلمان کی طرف کیوں جھک گئی ہے۔ دنیا میں سیکڑوں ہزاروں پارس ہیں لیکن ایک غلطی کرنے کے بعد وہ کسی دوسرے کو ہرگز قبول نہیں کرسکتی تھی۔ اس کا مزاج صرف ایک ہی مرد کو قبول کرتا تھا۔ ایسا مرد جو مذہب کے اعتبار سے ناپسند تھا اور خاندان کے اعتبار سے امریکی پالیسیوں کا مخالف تھا۔ اس کے حواس پر حکومت کرنے والا پارس شعوری طور پر دوست اور لاشعوری طور پر دشمن تھا۔

مرینا نے حمائلہ کے ساتھ جو حرکت کی تھی وہ دراصل پارس سے ایک انتقام تھا کہ مسلمان لڑکی بھی عیسائی کی آغوش میں جاسکتی ہے۔ اب ایک بات صاف تھی کہ ایک طرف مرینا روح کی گہرائیوں سے اپنے وطن سے محبت کرتی تھی۔ دوسری وطن کی پالیسیوں پر اعتراض کرنے والے کے بیٹے سے بھی محبت جاری تھی اور کوئی شخص دو مخالف سمت جانے والی کشتیوں میں سفر نہیں کرسکتا۔ مرینا دونوں کشتیوں کے درمیان دو طرف سے پکڑ کر خود بھی ڈوبنے والی تھی اور ہمیں بھی ڈبونے والی تھی۔

محبت اور شرافت ہر جگہ اچھے نتائج پیدا نہیں کرتی۔ بعض جگہ محبت دھوکا دیتی ہے اور شرافت نقصان پہنچاتی ہے۔ ہم نے شرافت سے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو مرینا کے حوالے کیا تھا تاکہ وہ ہماری دوستی اور نیک نیتی کی قدر کرے۔ اپنی حکومت کی ان غلط پالیسیوں کو رفتہ رفتہ بدل دے جن سے چھوٹے ملکوں کو نقصان پہنچتا ہے۔

لیکن ہم انسانی دماغوں میں سفر کرنے والے بھی مرینا کے مزاج اور اس کی ذہنی رَو کو نہ سمجھ سکے۔ سمجھنے کے لئے کبھی اس کے دماغ میں جانے کا موقع نہیں ملا۔ پھر یہ کہ انسان کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے نہیں، علمِ نفسیات کے ذریعے ہی پہچانا جاتا ہے اور مرینا کی ایک نفسیاتی کج روی نے ہمیں چونکا دیا تھا۔ اب محض شرافت سے نہیں ذرا مکاری سے بھی کام لینا ضروری ہوگیا تھا۔

میں نے پارس کو اپنے خیالات بتائے۔ اس نے کہا "پاپا! میں سمجھ رہا تھا کہ میں نے احتیاطاً اس سے ذرا دوری رکھی ہے لیکن وہ بے حد چالاک ہے۔ ہم سے بہت سی باتیں چھپاتی ہے اور کچھ اہم باتیں چھپانے کے لئے وہ مجھ سے دور ہوگئی ہے۔ یہ میری خوش فہمی تھی کہ میں نے اُس سے ذرا فاصلہ رکھا ہے۔"

میں اچانک ہی پارس کے دماغ سے نکل گیا۔ میری چھٹی حس نے کہا ہم بیٹے باپ کے درمیان وہ بھی موجود ہے۔ میں دوبارہ اس کے دماغ میں گیا تو پارس نے مجھے محسوس نہیں کیا۔ حقیقت سمجھ میں آگئی۔ میں نے کہا "مرینا! میں نے تمہیں بیٹی بنا کر بہت کچھ تحفے کے طور پر دیا۔ مگر تم جاسوسی کررہی ہو، چھپ رہ کر ہماری باتیں سن رہی ہو۔"

وہ بولی "جب بات اپنے خلاف ہو تو ہر انسان چھپ کر سنتا ہے۔"

میں نے کہا "بات تمہارے خلاف نہیں تھی، تمہارے مزاج کے عین مطابق تھی۔ تم نے ہمارے اعتماد کو دھوکا دیا۔ کیا اس سے انکار کرو گی؟"

"میں نے آپ کے اعتماد کو دھوکا دینے والا کوئی کام نہیں کیا۔"

"کیا تم نے حمائلہ کی پارسائی کو داغدار نہیں کیا؟"

"ہرگز نہیں، یہ مجھ پر الزام ہے۔"

"حمائلہ بہکی نہیں تھی۔ اس کے دماغ میں جاکر بہکایا گیا ہے۔"

وہ بولی "کیا ایک میں ہی بہکانے والی ہوں۔ کوئی اور اس کے دماغ میں گیا ہوگا۔"

"تم اسی بہانے اپنی واردات کو دوسرے کے سر رکھ رہی ہو۔ یہ تم جانتی ہو، یا ہم لوگ جانتے ہیں کہ ہمارے تمہارے سوا کوئی وارنر ہیگ کا ٹھکانا نہیں جانتا ہے۔ اگر تم نے یہ گناہ نہیں کرایا ہے تو پھر ہم نے ہی کرایا ہوگا جبکہ ہم کبھی ایسا کرنے کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتے۔ تم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ حمائلہ کی پارسائی برقرار رکھو گی۔ لیکن......"

میں نے قطع کلامی کرتے ہوئے کہا "پارس! بات ختم کرو۔ مرینا! تم جاؤ اور تنہائی میں ٹھنڈے دماغ سے سوچو کہ ہماری دوستی اور شرافت سے غلط فائدہ اٹھا کر تم کتنے خسارے میں رہو

گی۔"

"آپ مجھے دھمکی دے رہے ہیں؟"

"عقل دے رہا ہوں۔ سمجھا رہا ہوں تاکہ کبھی یہ نہ کہہ سکو کہ فرہاد نے بیٹی بنا کر سوچنے سمجھنے کا موقع نہیں دیا تھا۔ پارس! میں جارہا ہوں۔ تم چاہو تو سانس روک سکتے ہو یا چاہو تو اسے اپنی سانسوں میں بسائے رکھ سکتے ہو۔"

میں اُس کے دماغ سے چلا گیا۔ پارس نے چند سیکنڈ کے بعد کہا۔ "مرینا! میرے پاپا ہمیشہ کہتے ہی میرے دماغ سے چلے جاتے ہیں۔ ابھی صرف تم ہو۔"

"ہاں، میں ہوں۔"

"کچھ کہنے کے لئے رہ گیا ہے تو کہہ دو۔ اس کے بعد ہمیشہ کے لئے چلی جانا۔"

"کیا تمہاری محبت اتنی دیر کے لئے تھی؟"

"محبت کی گاڑی اعتماد کے پٹرول سے چلتی ہے۔ خدا نے تمہیں تھوڑی سی ذہانت تو دے دی لیکن پٹرول نہیں دیا۔"

"تم غلط نہ سمجھو، میں حمائلہ کی گمراہی کی ذمے دار نہیں ہوں۔"

"اپنی صفائی پیش نہ کرو۔ میرے پاپا کے تجربات کے سامنے ابھی تم بچی ہو۔ وہ اپنے تجربات اور تجزیے سے جو دیکھ لیتے ہیں، جو سمجھ لیتے ہیں وہ کبھی جھوٹ نہیں ہوتا۔"

"ہمارے درمیان پاپا کو نہ لاؤ۔"

"میں پاپا کو اپنے دماغ میں بلانے والا ہوں۔ اس لئے تم یہاں سے بھاگ جاؤ۔"

اس نے سانس روکی، وہ دماغ سے نکل گئی۔ پارس نے تھوڑی دیر انتظار کیا۔ پھر اسے سوچ کی لہر محسوس ہوئی، وہ بولا "میں جانتا تھا تم پھر چھپ کر باپ بیٹے کی گفتگو سننے آؤ گی۔ میں نے تمہاری چال سمجھنے کے لئے پاپا کو ابھی بلانے والی بات غلط کہی تھی۔"

"تم پھر غلط سمجھ رہے ہو۔ میں تمہیں پیار سے منانے آئی ہوں۔"

"میں نے پاپا سے گفتگو کا جو وقت مقرر کیا تھا، اسی وقت پیار سے منانے آئی ہو۔ میری نادان محبوبہ! تم نے اپنے ہاتھوں سے جنرل کے سامنے اپنی قبر کھود لی ہے۔ تمہیں اپنی نادانی کا احساس جلد ہی ہوگا۔"

"دیکھو، سانس نہ روکنا۔ تم ساتھ چھوڑو گے تو میں تنہا رہ جاؤں گی۔"

اس نے سانس روک لی۔ مرینا اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ غصے سے سوچنے لگی۔ وہ عیاش ہے۔ مجھ سے دل بھر گیا ہے اس لئے پیچھا چھڑا رہا ہے۔

وہ اٹھ کر ٹہلنے لگی۔ یہ بات پریشان کررہی تھی کہ ہم سب نے ساتھ چھوڑ دیا تو وہ جنرل کے مقابلے میں بالکل تنہا رہ جائے گی۔

اس کے مزاج اور خیال کے مطابق حمائلہ کا معاملہ معمولی سا تھا۔ لیکن پارس اور اس کے باپ نے بہت زیادہ اہمیت دی تھی۔ یہ خواہ مخواہ تعلقات بگاڑنے والی بات تھی۔ اسے غصہ بھی آرہا تھا، پریشانی بھی تھی اور جھنجلاہٹ بھی۔ ایسے وقت وہ یوگا کی مشقیں کیا کرتی تھی تاکہ موڈ نارمل رہے اور سہولت سے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں بحال ہوجائیں۔

اس نے یوگا کے ایک آسن پر عمل کیا پھر سانس روک لی۔ اسی وقت جوڈی نارمن نے دماغ میں آکر کوڈ ورڈز ادا کئے، وہ کوڈ ورڈز کے دوران سانس لے رہی تھی پھر بولی "میں آرہی ہوں۔"

وہ فرش پر سیدھی پلتھی مار کر بیٹھ گئی۔ پھر جوڈی نارمن کے دماغ میں آکر بولی "کیا بات ہے؟"

وہ بولا "خطرہ ہے۔ آپ جہاں ہیں، وہاں سے فوراً چلی جائیں۔ ملٹری انٹیلی جنس کے جوانوں نے آپ کی رہائش گاہ سے ٹیلی فون کالیں ڈیٹیکٹ کی ہیں۔"

وہ بولی "میں نے اپنی رہائش گاہ میں ایک بیکار سا ٹیلیفون رکھا ہوا ہے جس سے نہ کال کی جاسکتی ہے نہ ریسیو کی جاسکتی ہے۔ ویسے ایک رہائش گاہ ہے جہاں سے کوئی مجھے کال کرسکتا ہے۔ بہرحال بروقت اطلاع دینے کا شکریہ۔"

وہ اس سے رابطہ ختم کرکے پارس کے پاس آئی۔ اس نے پوچھا۔ "پھر کیوں آئی ہو؟"

"تمہیں خطرے سے آگاہ کرنے آئی ہوں۔ تمہارے بنگلے کا ٹیلی فون ڈیٹیکٹ کیا گیا ہے۔ تم کسی وقت بھی حراست میں لئے جاسکتے ہو۔"

پارس نے پوچھا "تمہیں یہ بات کیسے معلوم ہوئی؟"

"باتوں میں وقت ضائع نہ کرو۔ وہاں سے بھاگو۔"

"تم نے اطلاع دینے میں دیر کردی۔ تم چار دن پہلے مجھے چھوڑ کر گئی تھیں۔ میں نے تمہارے جاتے ہی وہ بنگلا چھوڑ دیا تھا کیونکہ مجھے تم پر بھروسا نہیں تھا۔"

اس نے سانس روک لی۔ مرینا نے کلی میتھو کے دماغ میں آکر پوچھا "کیا تم اور تمہارے آدمی پارس کی رہائش گاہ کی نگرانی کررہے ہیں؟"

"جی ہاں، مسلسل نگرانی ہورہی ہے۔"

"کیا خاک ہورہی ہے۔ پارس دھوکا دے گیا ہے۔ وہ میرے وہاں سے نکلتے ہی خود بھی نکل گیا تھا اور تم سب سمجھ رہے تھے، وہ اتنی جلدی نہیں جائے گا۔"

وہ غصے میں پھر اپنی جگہ حاضر ہوگئی۔ جنرل اور اس کی فوج پہلے ہی مقابلے کے لئے کم نہ تھی۔ ایسے میں پارس کی چالاکی اور میری علیحدگی اس کے لئے مصیبت بن گئی تھی۔ اب وہ سارا الزام پارس پر ڈال رہی تھی کہ وہ عیاش ہے۔ اس کا دل بھر گیا ہے۔ اس لئے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

علیحدگی اختیار کر رہا ہے۔ عورت خواہ کتنی ہی ذہین اور محبت کرنے والی ہو' وہ غصے میں اپنی غلطی تسلیم نہیں کرتی۔ ہر الزام اپنے مرد پر رکھتی ہے۔

وہ پھر یوگا کے ایک آسن میں سانس روک کر لیٹ گئی۔ دس منٹ تک دم سادھے لیٹی رہی۔ پھر سانس لینے لگی۔ تھوڑی دیر بعد یوگا کا دوسرا آسن اختیار کر کے پھر سانس روک لیا۔ اس نے دو چار بار ایسا کیا' اس دوران غصہ ختم ہوتا رہا' دماغ سے پریشانی دور ہوتی رہی اور سکون حاصل ہوتا رہا۔ آخر وہ لان میں آکر بیٹھ گئی۔ اس نے سکون اور غیر جانبداری سے سوچا "میں نے اپنی انا کی تسکین کے لئے حمائلہ کو وارنر کی تنہائی میں پہنچایا۔ یہ میرے لئے کوئی بڑی اہم بات نہیں ہے۔ لیکن ہمارے لئے جو بات معمولی سی ہوتی ہے وہ دوسروں کے لئے بہت اہم ہوتی ہے۔ میں نے پارس سے حمائلہ کے پاس نہ جانے کا وعدہ کیا اور وہاں جا کر اس کے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی۔ اب وہ اور اس کے پاپا کسی معاملے میں مجھ پر بھروسا نہیں کریں گے۔"

وہ اٹھ کر ٹہلنے لگی۔ پھر سوچنے لگی' غلطی سب سے ہوتی ہے' مجھ سے بھی ہو گئی ہے اور اس اعتماد پر ہوئی کہ دل و جان سے چاہنے والا مرد اپنی عورت کی غلطیاں معاف کر دیا کرتا ہے۔ لیکن میرے مرد کے سر پر تو اس کا باپ سوار رہتا ہے۔ ایسا نہ ہوتا تو پارس میری قربت کی آنچ ملتے ہی مجھے معاف کر دیتا۔

اب مجھے سوچنا چاہئے کہ دوبارہ پارس اور اس کے باپ کا اعتماد کیسے حاصل کر سکتی ہوں؟ میرے سامنے جنرل ایک پہاڑ کی طرح کھڑا ہوا ہے۔ اس پہاڑ کو کاٹنے کے لئے مجھے پارس اور فرہاد علی تیمور کی ضرورت ہے۔

سکون سے سوچا جائے تو مسئلے کا حل نکل آتا ہے۔ ایسے وقت سونیا یاد آئی۔ اس نے فوراً ہی خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے دماغ میں پہنچ کر بولی "میں ہوں مریتا!"

سونیا نے مسکرا کر پوچھا "کیسی ہو مریتا؟"

"مما! بہت پرابلم میں ہوں۔ پاپا اور پارس مجھ سے ناراض ہیں۔ اگر انہوں نے ساتھ چھوڑ دیا تو میں دشمنوں کے مقابلے میں کمزور ہو جاؤں گی۔ میں آپ کا سہارا لینے آئی ہوں۔"

"آخر بات کیا ہے؟"

"پاپا آپ کے ساتھ ہیں۔ کیا انہوں نے کچھ نہیں بتایا؟"

"وہ بڑی دیر سے خیال خوانی میں مصروف ہیں۔ تم بتاؤ۔"

وہ حمائلہ اور وارنر کے متعلق بتانے لگی۔ تمام باتیں سننے کے بعد سونیا نے کہا "تم نے جو غلطی کی ہے اس کی تلافی ہو سکتی ہے۔ حمائلہ اور وارنر کی شادی ہو جائے گی تو ان کے تعلقات جائز ہو جائیں گے۔ یہ کوئی بڑا مسئلہ نہیں ہے۔"

وہ خوش ہو کر بولی "اوہ مما! آپ واقعی عظیم ہیں لیکن پارس کہتا ہے' میں نے اُس کے اعتماد کو دھوکا دیا ہے۔"

"پیار کرنے والی عورت دھوکا نہیں دیتی بلکہ اس بھولے پن سے جان بوجھ کر غلطیاں کرتی ہے کہ وہ ہمارا مرد ہے' ہمیں وہ معاف نہیں کرے گا تو کیا دنیا کرے گی؟ دراصل عورت اس انداز سے بھی اپنے مرد کی محبت کو آزماتی ہے۔ بے شک تم نے غلطی کی لیکن ساتھ ہی پارس کی محبت کو آزما رہی ہو۔"

"اوہ مما! آئی لو یو۔"

"تمہاری پریشانی کیا ہے؟"

"پارس ناراض ہے۔"

"اگر میں اسے مناؤں گی تو یہ ثابت ہو گا کہ ماں کی محبت میں وہ مان گیا ہے۔ یعنی تمہاری اہمیت نہیں ہے۔ تم اپنی اہمیت کیوں کم کرتی ہو۔ خود اسے مناؤ۔ نہ مانے تو تمہاری محبت میں کمی رہ گئی ہو گی۔ اپنی کمی اور خامی کو سمجھو۔ محبت کی جنگ میں عورت ہمیشہ فتح کے جھنڈے گاڑتی جاتی ہے۔ اس کے سامنے مرد اپنے حواس میں نہیں رہتا۔ تم کیسی عورت ہو؟"

"سوری مما! میں بھول گئی تھی کہ یہ میرا ذاتی مسئلہ ہے۔ پارس کو میں خود راضی کروں گی لیکن پاپا بھی سخت ناراض ہیں۔"

"تمہارے پاپا میرے میاں ہیں۔ تم اپنے میاں کو مناؤ' میں اپنے میاں کو مناتی ہوں۔ تم ان میاؤں کو نہیں جانتیں۔ ذرا سر سہلاؤ تو میاؤں میاؤں کرنے لگتے ہیں۔"

مریتا ہنسنے لگی۔ خوب دل کھول کر ہنسنے لگی۔ سونیا نے اس کے سر پر سے بہت بڑا پہاڑ ہٹا دیا تھا۔ وہ بولی "مریتا! تم نے ابھی تک آپس کے مسئلے پر گفتگو کی ہے۔ یہ گھر کی باتیں ابھی گھر میں ہی رہنے دو۔ پارس کو بعد میں بھی راضی کر سکتی ہو۔ پہلے یہ معلوم کرو جنرل نے برین ماسٹر اور چاروں بلیک سیکرٹ کو رہا کیوں نہیں کیا؟"

وہ بولی "صاف ظاہر ہے' وہ مجھ تک یا میرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں تک پہنچنا چاہتا تھا۔"

"صرف اتنی سی بات نہیں ہے۔ میرے خیال کے مطابق وہ ان پانچوں کو پھر ٹرانسفارمر مشین سے گزار چکا ہے۔ انہیں مشین یا تنویمی عمل کے ذریعے اپنا وفادار بنا چکا ہے۔ حتیٰ کہ ان پانچوں خطرناک شکاریوں کو تمہاری تلاش میں روانہ کر چکا ہے۔"

"مما آپ کوئی مشورہ دیں۔"

"سیدھی سی بات ہے۔ کسی طرح بھی جنرل کے قریب رہا کرو۔ یہ معلوم کرو۔ اس کی مصروفیات کیا ہیں؟ وہ تمام مسائل تنہا حل نہیں کر سکتا۔ اس کے دو چار مشیر ہوں گے۔ پتا کرو وہ مشیر کون ہیں اور وہ کن لوگوں پر زیادہ بھروسا کرتا ہے۔"

"میں یہی کوشش کر رہی ہوں۔ اب میں زیادہ توجہ فوج کے ایسے اعلیٰ افسران پر دوں گی جو ریٹائر ہو کر گوشہ نشینی اختیار کر چکے ہیں۔ جنرل ایسے ہی افراد کو اپنا مشیر اور راز دار بناتا ہو گا۔"

وہ چلی گئی۔ میں سونیا کے سامنے تھا اور اس کے دماغ میں خاموشی سے مریتا کی باتیں سن رہا تھا۔ جب وہ چلی گئی تو میں سونیا کے قریب آکر بولا۔ "بھوک لگ رہی ہے۔"

وہ اٹھ کر کچن میں چلی گئی۔

میں آرام سے بستر پر لیٹ کر جنرل تک پہنچنے کے متعلق سوچنے لگا۔ مریتا واقعی ذہین تھی۔ اس نے بڑی ذہانت سے سوچا تھا کہ جنرل اپنی فوج کے ریٹائرڈ افسروں کی خدمات حاصل کرتا ہو گا۔ ملازمت سے سبکدوش ہونے والے وفادار افسروں میں سے چند کو مشیر بنایا ہو گا اور چند ایک کو جاسوسی کے فرائض سونپ دیئے ہوں گے۔

مریتا نے پارس کو یہ بتایا تھا کہ سپر ماسٹر کے ایک گھریلو ملازم کے دماغ میں جایا کرتی ہے۔ میں نے سوچا' وہ اتنی سیدھی تو نہیں ہے کہ اس ملازم کے دماغ میں رہ کر صرف سپر ماسٹر سے گفتگو کرتی ہو گی جبکہ اسے سپر ماسٹر پر پورا بھروسا نہیں تھا۔ یہ شبہ تھا کہ وہ بھی جنرل کا حامی ہے۔

ان حالات کے پیش نظر مریتا نے حقیقت معلوم کرنے کے لئے سپر ماسٹر کے اندر پہنچنے کی کوشش کی ہو گی اور اس کے لئے اُس پر تنویمی عمل ضرور کیا ہو گا۔ یہ بات میں ابھی معلوم کر سکتا تھا۔ میں نے سپر ماسٹر کی آواز اور لہجے کو یاد کیا پھر مریتا کی سوچ کی لہروں کے مطابق اس کے دماغ میں پہنچا تو وہ حساس دماغ رکھنے والا مجھے محسوس نہ کر سکا۔

میں بڑی خاموشی سے اہم معلومات حاصل کرنے لگا۔ سپر ماسٹر کی حیثیت سے ملک کے داخلی اور خارجی معاملات سے اس کا گہرا تعلق تھا وہ بڑی اہم معلومات فراہم کر رہا تھا۔ میں نے حالیہ ریٹائر ہونے والے فوجی افسروں کے نام پتے اور فون نمبر معلوم کئے۔ انہیں ایک کاغذ پر نوٹ کرتا رہا۔ فوج کے معاملات میں وہ زیادہ مداخلت نہیں کر سکتا تھا۔ اسے جو کچھ معلوم تھا' وہ میں نے معلوم کر لیا۔

پھر میں نے پارس سے رابطہ کیا۔ اس سے پوچھا "کیا مریتا آئی تھی؟"

"آپ کے جانے کے بعد ایک بار آئی تھی' میں نے اسے لوٹا دیا تھا۔"

"آئندہ ایسا نہ کرنا۔ تمہاری مما نے اس کی پہلی غلطی معاف کی ہے۔ تم رفتہ رفتہ اس سے راضی ہو جاؤ۔ سات عدد فون نمبر نوٹ کرو۔ یہ ریٹائرڈ فوجیوں کے نمبر ہیں۔"

میں نے تمام نمبر نوٹ کرائے۔ پھر کہا "پہلے ایک کو فون کرو۔ میں تمہارے ذریعے اس کی آواز سن کر جاؤں گا۔ جب واپس آؤں تو دوسرا نمبر ڈائل کرنا۔"

اس نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ میں نے اس کے ذریعے ایک ریٹائرڈ فوجی افسر کی آواز سنی پھر اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ جلد ہی معلوم ہو گیا کہ وہ ہمارے مطلب کا آدمی نہیں ہے۔ میں نے پارس کے پاس آکر دوسرے کی آواز سنی پھر تیسرے کی آواز اس کے بعد چوتھے' پانچویں کے دماغوں سے بھی وہ غیر متعلقہ افراد ثابت ہوئے۔

پارس نے کہا "سپر ماسٹر کا تعلق فوج سے برائے نام ہے۔ وہ ریٹائر ہونے والے اہم افسران کے متعلق نہیں جانتا ہے۔"

"یہی بات ہے۔ بہر حال دو رہ گئے ہیں۔ انہیں بھی فون کرو۔"

اس نے چھٹے افسر کو فون کیا۔ میں نے اس کی آواز سنی' خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے دماغ میں پہنچا مگر اس نے سانس روک لی۔ میں نے واپس آکر کہا "بیٹے! یہ کام کا آدمی ہے۔ فوراً اس کے پتے پر روانہ ہو جاؤ۔ اس کی نگرانی کرو۔ یہ مجھے دماغ میں آنے سے روک رہا ہے۔"

"پاپا! ایک فون نمبر اور رہ گیا ہے۔"

"اسے چھوڑ دو۔ تم فوراً جاؤ۔ ورنہ وہ ریٹائرڈ افسر خطرہ محسوس کرتے ہی رہائش گاہ بدلنے والا ہو گا۔"

میں نے پارس کو چھوڑ کر لیلیٰ کو مخاطب کیا۔ وہ پیرس جانے کی تیاری کر رہی تھی۔ میں نے اس کے اندر آتے ہی اسے پیار کیا۔ وہ خوش ہو کر بولی "آپ کیسے ہیں؟ سسٹر کیسی ہیں؟"

"ہم خیریت سے ہیں۔ ذرا ایک فون نمبر ڈائل کرو اور بولنے والے کے دماغ میں پہنچو۔"

اس نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ پھر ہم دونوں ساتویں افسر کے دماغ میں پہنچے۔ اس نے بھی سانس روک لی۔ میں نے کہا "لیلیٰ! جس حال میں بھی ہو گھر سے نکلو' میں اس کی رہائش گاہ کا پتا بتا رہا ہوں۔ وہاں پہنچنے میں دیر کرو گی تو وہ اپنی جگہ بدل دے گا۔"

وہ ایک اپارٹمنٹ سے باہر آکر اپنی گاڑی میں بیٹھی' میں نے

سب رنگ ڈائجسٹ میں چھپنے والی سلسلے وار کہانی

قیمت:۔ =/۲۰ روپے ○ ڈاک خرچ:۔ =/۵ روپے

- ایک ایسے پجاری کی داستان جو صدیوں پہلے مر گیا تھا لیکن اس کی لاش مندر کے تہہ خانے میں اصلی حالت میں موجود تھی۔
- سوناگھاٹ کے علاقے پر اس مُردہ پجاری کی پُراسرار طاقتوں کی حکومت تھی اور وہ ہر جگہ نظر آتا تھا۔
- ایک مظلوم اور بے بس انسان کی کہانی جو حالات سے تنگ آکر بدی کی طاقتوں کا غلام بن گیا اور زبردست پُراسرار طاقتیں حاصل کر لیں۔
- وہ طاقتور ترین شخص بن گیا لیکن ایک طاقت اس سے بھی زبردست تھی۔

بدی کی طاقتیں کیا تھیں؟ سراب، دھوکہ یا حقیقت؟
ایک شخص کی ہولناک ترین سرگزشت مکمل طور پر کتابی شکل میں دستیاب ہے۔
اپنے قریبی بک اسٹال سے طلب فرمائیں یا براہ راست ہم سے حاصل کریں۔

سب رنگ ڈائجسٹ کے مندرجہ ذیل سلسلے بھی ہم سے مل سکتے ہیں۔

انکا (مکمل، دو حصے) قیمت فی حصہ ۲۵ روپے، ڈاک خرچ ۵ روپے	اقابلا (مکمل، دو حصے) قیمت فی حصہ ۲۰ روپے، ڈاک خرچ روپے	غلام روحیں (مکمل) قیمت ۱۵ روپے، ڈاک خرچ ۱۰ روپے

کتابیات پبلی کیشنز ○ پوسٹ بکس نمبر ۲۳ کراچی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اسے ساتویں افسر کا پتا بتایا۔ وہ ڈرائیو کرتی ہوئی بولی "آپ سسٹر کے پاس جائیں، میں آکر رپورٹ دوں گی۔"

"میں تمہارے پاس آیا ہوں۔ سونیا کے پاس جانے کا مشورہ نہ دو۔ یا صاف الفاظ میں کہہ دو کہ میری موجودگی تم پر ایک بوجھ ہے۔"

"آپ کیسی باتیں کرتے ہیں۔ آپ کے آتے ہی میں کس طرح خوشی سے کھل جاتی ہوں یہ آپ میرے اندر رہ کر سمجھ سکتے ہیں۔"

"پھر جانے کو کیوں کہتی ہو؟"

"کم از کم چھ ماہ تک آپ کے جملہ حقوق سسٹر کے لئے محفوظ ہیں۔ آپ کو ان کے ساتھ زیادہ سے زیادہ وقت گزارنا چاہئے۔"

"اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں تھوڑی دیر کے لئے بھی تمہارے پاس نہ آؤں۔ بھئی ملاقات بھی ہو رہی ہے اور کام بھی ہو رہا ہے۔"

"ٹھیک ہے" کام ہوتے ہی آپ چلے جائیں گے۔"

"جاؤں گا پھر کسی کام کے بہانے آجاؤں گا۔"

وہ ہنسنے لگی۔ گفتگو کے دوران وہ ائرپورٹ پہنچی تھی وہاں ایک ڈومیسٹک فلائٹ اٹلانٹا سے مین ہٹن جا رہی تھی۔ وہ ساتواں افسر مین ہٹن میں تھا۔ لیلیٰ اسی فلائٹ سے چل پڑی۔ میں نے کنگ فرنانڈو کی ایک سیکریٹری سے کہہ دیا کہ لیلیٰ آرہی ہے اس کی رہائش کا انتظام کردیا جائے۔

پھر میں نے پارس کو مخاطب کیا، وہ بولا "میں چھٹے افسر جان لمبوڈا کی رہائش کے قریب ہوں۔ میں نے اس بنگلے کے اندر سے باہر آنے والوں کو اور باہر سے اندر جانے والوں کو دیکھا ہے۔ وہ سب نیگرو ہیں۔ جان لمبوڈا بھی نسلاً حبشی ہوگا۔"

"کیا وہ گھر میں موجود ہے؟"

"میں یقین سے نہیں کہہ سکتا لیکن ایک اندازہ کرسکتا ہوں۔ وہ اندر موجود ہے۔"

"تم نے کیسے اندازہ کیا؟"

"آپ نے اس کے دماغ میں جانے کی کوشش کی اس نے سانس روک لی۔ اسے خطرے کا احساس ہونا چاہئے تھا لیکن وہ خطرہ محسوس نہیں کر رہا ہے۔ کیونکہ عورتیں اور بچے باہر آتے جاتے دکھائی دے رہے ہیں جبکہ خطرات کے وقت کوئی چاردیواری سے باہر نہیں نکلتا ہے۔"

"تمہاری یہ دلیل قابلِ قبول ہے لیکن یہ حیرانی کی بات ہے کہ اسے خیال خوانی کرنے والے کو محسوس کرکے خطرے کا احساس کیوں نہیں ہے؟ کیا گھر کی چاردیواری میں ایسے انتظامات ہیں کہ وہ مصیبت کے وقت آسانی سے چھپ سکتا ہے یا کسی چور راستے سے فرار ہو سکتا ہے۔"

"یہی بات ہو سکتی ہے۔ ابھی میں دیکھ رہا ہوں ایک لڑکی باہر آئی ہے اور ایک سرخ رنگ کی اسپورٹنگ کار میں بیٹھ رہی ہے۔"

"تمہارا کیا خیال ہے، جان لمبوڈا چارا ڈال رہا ہے۔ اس لڑکی کو اس لئے باہر بھیج رہا ہے کہ ہم اس کا تعاقب کریں۔ اسے ٹریپ کریں۔ اس طرح جان لمبوڈا کو یقین ہو جائے گا کہ ہم اس کی تاک میں ہیں۔"

"ایگزیکٹلی پاپا! یہی چال ہے۔ اس سے پہلے ایک بارہ برس کا لڑکا سائیکل پر سوار ہو کر کہیں گیا ہے۔ اس لڑکے سے پہلے ایک خاتون کار میں گئی تھیں۔ اب یہ نوجوان لڑکی جا رہی ہے۔"

وہ دوربین کے ذریعے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کا چہرہ اور کار کا نمبر یاد کرچکا تھا۔ میں نے کہا "جان لمبوڈا کی خواہش پوری کرو۔ اس لڑکی کے پیچھے چل پڑو۔"

"پاپا! سوچ لیں۔"

"کیا سوچ لوں؟"

"آپ ایک معصوم بچے کو جوان لڑکی کے پیچھے لگا رہے ہیں۔"

"میرے معصوم شیطان وقت ضائع نہ کرو۔ میں ابھی آؤں گا۔" میں لیلیٰ کے پاس آیا۔ ابھی اس کا سفر جاری تھا، ویسے وہ مین ہٹن پہنچنے ہی والی تھی۔ میں نے کہا۔ "ایک جوان لڑکی کو ٹریپ کرو اور اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے لیلیٰ بنا دو۔ دشمنوں کو یقین دلاؤ کہ تم ان کے ہاتھ لگ گئی ہو۔"

"یہاں طیارے میں ایک نیم پاگل سی لڑکی ہے۔ میں اس لڑکی میں دلچسپی لے رہی تھی۔ اس کے دماغ کو پڑھ رہی تھی۔ بیچاری نفسیاتی مریضہ ہے۔ اسے یکے بعد دیگرے دو نوجوانوں نے پیار کا فریب دیا۔ اس کے ایک انکل نے اس کی ایک فیکٹری پر قبضہ جمالیا۔ وہ ذہنی انتشار میں مبتلا ہو کر ہنستی گاتی رہتی ہے۔ زندگی کو ایک مذاق سمجھ کر گزار رہی ہے۔ میں سوچ رہی تھی کہ اس کے کام آؤں۔"

میں نے کہا "اچھا موقع ہے، یہ ہمارے کام آئے گی۔ ہم اس کے کام آئیں گے۔ تم اس کے شناختی کاغذات اور پاسپورٹ وغیرہ کے متعلق معلوم کرو۔"

میں پارس کے پاس آیا۔ وہ کاک ٹیل کلب کے قریب اپنی کار میں بیٹھا تھا۔ اس نے مجھے محسوس نہیں کیا کیونکہ مرینا موجود تھی۔ اس سے کہہ رہی تھی۔ "مجھ سے ایک ملاقات کرو۔ مجھے کچھ کہنے سننے کا موقع دو۔ خدا اپنے بندوں کی غلطیاں معاف کرتا ہے کیا تم بندے ہو کر اپنی بے دام بندی کی غلطی معاف نہیں کرو گے؟ معاف نہیں کرو گے تب بھی ملاقات ضروری ہے۔"

پارس نے پوچھا "کیوں ضروری ہے؟"

"میں اپنی بربادی یا آبادی کا آخری فیصلہ کروں گی۔ تم نے ساتھ دیا تو تمہارے ساتھ آباد رہا کروں گی۔ تم نے ساتھ چھوڑا تو جنرل کے آگے ہتھیار ڈال دوں گی۔ پھر میں نہیں جانتی میرا کتنا برا انجام ہوگا۔"

"اچھی بات ہے، ہوٹل ڈیلا ٹلہ میں ایک کمرا لو۔ میں وہاں کسی بھی وقت آجاؤں گا۔"

"تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ کار میں کس جگہ بیٹھے ہو؟"

"بیویوں کی طرح سوالات نہ کرو۔ جاؤ۔"

اس نے سانس روک لی۔ مرینا کے ساتھ میں بھی باہر نکل آیا۔ مجھے یقین تھا وہ پارس کے رویے کی شکایت کرنے آئے گی اس لئے میں فوراً بیٹے کے پاس نہیں گیا۔ میرا یقین درست تھا۔ وہ دوسری بار آکر بولی "مجھے اس انداز میں نہ بھگاؤ۔ میری توہین نہ کرو۔ کیا مجھ سے دل بھر گیا ہے؟"

"تم کچھ بھی سمجھ لو۔ میں محبت سے موم ہوتا ہوں اور نفرت سے فولاد بن جاتا ہوں۔ ابھی تم سے محبت نہیں ہے اس لئے گیٹ آؤٹ۔"

اس نے پھر سانس روکی۔ وہ باہر گئی۔ پھر اندر آکر بولی "ہزار بار بھگاؤ ہزار بار آؤں گی۔ تمہارے جیسا ہرجائی پیار کو کیا سمجھے گا۔ دیکھو سانس روکنے سے پہلے سن لو۔ میں ہوٹل کا کمرا بک کرا رہی ہوں۔ جب تک نہیں آؤ گے تمہارا پیچھا نہیں چھوڑوں گی۔"

"میری بھی بات سن لو۔ دو گھنٹے سے پہلے رابطہ نہ کرنا، میں مصروف رہوں گا۔"

"ابھی تو تم اپنی مصروفیت بتاؤ گے نہیں، ماش کے پتلے کی طرح اکڑے ہوئے ہو۔ دو گھنٹے کے بعد تم سے پوچھوں گی۔"

وہ چلی گئی میں نے کہا "بیٹے! میں نے تم دونوں کی تمام باتیں نہیں سنیں۔ بار بار آتا رہا جاتا رہا۔ اس کے جانے کے بعد اب مخاطب کر رہا ہوں۔ کیا اس سے کہیں ملاقات کرو گے؟"

"جی ہاں۔ آپ ہوٹل ڈیلا ٹلہ میں بابا صاحب کے ادارے کے جاسوس وغیرہ پہنچا دیں۔ آنٹی سلطانہ اور انکل سلمان وغیرہ کو ہدایات دیں کہ وہ ہوٹل کے کچن سے کمرے تک فرائض ادا کرنے والے ملازمین کے دماغوں میں جگہ بنائیں۔"

"میں سمجھ گیا بیٹے! ہم مرینا پر بہت زیادہ بھروسا نہیں کرسکتے۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

پارس، اور مرینا شکاگو میں تھے۔ اس شہر میں بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے جتنے جاسوس تھے ان سے میں نے رابطہ کیا۔ انہیں تفصیل سے بتایا کہ مرینا اور پارس ہوٹل ڈیلا ٹلہ کے ایک کمرے میں ملاقات کرنے والے ہیں۔ وہاں سب کو محتاط اور مستعد رہنا ہے اور ایسے انتظامات کرنے ہیں کہ کسی برے وقت میں پارس پر آنچ نہ آئے اور وہ صاف بچ کر نکل جائے۔

پھر میں نے سلطانہ اور سلمان سے کہا۔ "پارس کے پاس جاؤ۔ وہ تمہیں فون کے ذریعے ہوٹل ڈیلا ٹلہ کے منیجر وغیرہ کی آوازیں سنائے گا۔ تم دونوں وہاں کے تمام اسٹاف کے دماغوں میں آتے جاتے رہو۔"

وہ دونوں پارس کے پاس گئے۔ میں لیلیٰ کے پاس آگیا۔ وہ نیم پاگل لڑکی کے متعلق بتانے لگی۔ "اس کا نام شینا جارجیا ہے۔ اٹلی سے آئی ہے۔ بالکل تنہا ہے۔ چاہتی ہے کسی چاہنے والے کا سہارا مل جائے تو امریکا میں رہائش اختیار کرلے گی۔"

میں نے کہا۔ "یہ ضروری نہیں ہے کہ کسی چاہنے والا کا سہارا ملے۔ ہم اسے ایسا مضبوط سہارا دیں گے کہ وہ کسی چاہنے والے کی محتاج نہیں رہے گی۔ کیا وہ تمہاری طرح حسین اور بھرے ہوئے بدن کی مالکہ ہے؟"

لیلیٰ آخر کار عورت تھی۔ اپنی تعریف سے خوش ہو کر بولی "جی ہاں، وہ میری طرح ہے لیکن اسے تنویمی عمل کے ذریعے قابو میں رکھنا ہوگا ورنہ وہ پارے کی طرح مچلتی ہے۔ کبھی اِدھر کبھی اُدھر تھرکتی رہی تو ہمارا کام بگڑ جائے گا۔"

"ٹھیک ہے، اسے تم اپنی معمولہ بنا سکتی ہو۔ فی الحال اسے جانے دو اور ساتویں افسر کی رہائش گاہ کی طرف چلو۔"

وہ مین ہٹن پہنچ گئی تھی۔ اور اب ایک رینٹل کار ڈرائیو کرتی جا رہی تھی۔ ساتویں افسر کا نام جافری والٹن تھا۔ اس کی کوٹھی کے لان میں اچھی خاصی رونق تھی۔ کوئی درجن بھر عورتیں اور مرد پی رہے تھے اور ہنس بول رہے تھے۔ میں جافری والٹن کے دماغ میں گیا تھا، اس نے سانس روک لی تھی لیکن اسے بھی پیش آنے والے خطرے کی پروا نہیں تھی۔ لیلیٰ نے وہاں سے کار میں گزرتے ہوئے کہا "یہاں تو رنگین رات گزاری جا رہی ہے۔"

وہ آگے جا کر رک گئی۔ دوربین سے اس کوٹھی کی طرف دیکھنے لگی۔ وہاں کبھی کچھ لوگ گاڑیوں میں آتے تھے اور کچھ افراد گاڑیوں میں کہیں باہر جاتے تھے۔ میں نے کہا "پارس ایسے ہی ایک ریٹائرڈ افسر کی نگرانی کر رہا ہے، وہاں بھی یہی سلسلہ ہے۔ جوان لڑکیاں اور لڑکے کاروں میں آتے جاتے ہیں۔ ان کا مقصد ہے کہ نگرانی کرنے والا کوئی ہے تو ان کا تعاقب کرے۔ انہیں ٹریپ کرے اس طرح یہ ثابت ہو جائے گا کہ ہم ان افسران کو ٹریپ کرنے آئے ہیں۔"

"مجھے کیا کرنا چاہئے؟"

"یہاں تمہاری رہائش کا انتظام ہے۔ تم وہاں رہ کر شینا جارجیا کے ذہنی انتشار کا علاج کرو اور تنویمی عمل کے ذریعے اسے معمولہ بناؤ۔"

اس نے کار اسٹارٹ کرکے آگے بڑھا دی۔ میں اسے نئی رہائش گاہ کا پتا بتا کر پارس کے پاس آیا۔ وہ کاک ٹیل کلب کے اندر پہنچا ہوا تھا۔ وہاں گورے اور کالے امریکی تھے۔ امریکا کے بیشتر علاقوں میں نسلی تعصب تھا۔ گورے امریکی تمام نیگروز سے نفرت کرتے تھے۔ گوروں کے کئی کلبوں میں کالوں کا داخلہ ممنوع تھا۔ اور کالوں کی بستیوں میں گورے آکر زندہ واپس نہیں جاتے تھے۔ دونوں ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے۔ پارس جس کلب میں گیا تھا، وہاں گوری اور کالی حسینائیں تھیں۔ مرد بھی ہر رنگ، ہر

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

نسل اور ہر علاقے سے آتے تھے "کاک ٹیل کا مطلب ہے' ہر طرح کا مزہ دینے والی شرابوں کو ایک بڑے پیالے میں ملایا جائے اور اسے ایک کر دیا جائے۔ اس کلب میں ہر قوم اور ہر نسل کے لوگ آتے تھے اس لئے اس کا نام کاک ٹیل کلب رکھا گیا تھا۔

پارس نے مجھ سے کہا "مجھے آدھے گھنٹے بعد مرینا سے ملاقات کرنا ہے۔ میں اس نیگرو لڑکی کی نگرانی نہیں کر سکوں گا۔ اس لئے طریقۂ کار بدل دیا ہے۔"

"اب کیا کر رہے ہو؟"

"میں نے انکل سلمان سے کہا ہے کہ وہ یہاں ایسی کسی لڑکی کو ٹریپ کریں جسے جوجو بنا کر اس نیگرو لڑکی سے دوستی کرائی جا سکے۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا "باپ بیٹے کا دماغ ایک طرح سوچتا اور ایک طرح عمل کرتا ہے۔ میں ساتویں افسر جافری والٹن کے ساتھ بھی یہی کرنے والا ہوں۔ وہاں ایک ڈی لیلیٰ ہماری آلۂ کار رہے گی۔"

سلمان نے پارس کے دماغ میں آ کر کہا "اس نیگرو لڑکی کا نام کانووانا لبوڈا ہے' وہ جان لبوڈا کی بیٹی ہے۔ مجھے شبہ ہے کہ اس کے دماغ کے اندر کوئی پہلے سے موجود ہے اور اس کی ہی سوچ میں اسے گائیڈ کر رہا ہے۔"

میں نے کہا "سلمان! میں تمہارے دماغ میں آ رہا ہوں۔ مجھے اس لڑکی کانووانا کے پاس پہنچاؤ۔"

میں سلمان کے پاس آیا اور پھر اس کے ذریعے کانووانا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ڈانس فلور پر تھی اور ایک گوری نسل کے نوجوان کے ساتھ رقص کر رہی تھی اور سوچ رہی تھی "بعض اوقات مجھے کیا ہو جاتا ہے۔ میں اپنے مزاج کے خلاف حرکتیں کرنے لگتی ہوں۔ تھوڑی دیر پہلے اپنے بیڈ روم میں ایک دلچسپ ناول پڑھ رہی تھی۔ پھر اچانک ہی گھر سے باہر جانے کے لئے دل مچلنے لگا۔ میں ناول چھوڑنا نہیں چاہتی تھی لیکن اپنی مرضی کے خلاف چھوڑ کر یہاں چلی آئی۔ تمام راستے عقب نما آئینے میں یوں دیکھتی رہی۔ جیسے کوئی پیچھا کر رہا ہوں۔ جب کہ پیچھا کرنے والے سے ڈر نہیں لگتا' خوشی ہوتی ہے کہ میری اہمیت سمجھ کر کوئی میرے پیچھے پڑا ہے۔"

واقعی اس کے خیالات سے صاف ظاہر تھا کہ وہ اپنی مرضی کے خلاف گھر سے نکلی ہے۔ کسی خیال خوانی کرنے والے نے ایسا کیا ہے تاکہ ہم میں سے کسی تعاقب کرنے والے کو دیکھ سکے۔

میں اس کے دماغ میں بڑے صبر سے انتظار کر رہا تھا۔ اس خیال خوانی کرنے والے کو پھر کانووانا کے دماغ میں آنا چاہئے تھا۔ اور وہ نہیں آ رہا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ یقین کر چکا ہے کہ کسی نے کانووانا کا تعاقب نہیں کیا ہے۔ اگر کوئی تعاقب کرنے والا اس کی نظروں میں آتا تو وہ لڑکی کے دماغ کو آزاد چھوڑ کر نہ جاتا۔

کانووانا سے پہلے بھی جان لبوڈا کے بنگلے سے ایک خاتون نکلی تھی اور ایک بارہ سال کا لڑکا سائیکل پر کہیں گیا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ خیال خوانی کرنے والا ان کے بھی دماغوں میں گیا ہو۔ وہاں بھی اسے ہمارا سراغ نہیں ملے گا۔

چوں کہ ہم بھی خیال خوانی کے ذریعے ایسا کرتے ہیں اس لئے ہمارا اندازہ درست نکلا۔ وہ پھر کانووانا کے دماغ میں آیا۔ اس لڑکی کی سوچ فوراً بدل گئی۔ وہ سوچنے لگی "میں ہنس رہی ہوں ایک جوان کے بازوؤں میں رقص کر رہی ہوں اور خواہ مخواہ سوچ رہی ہوں کہ یہ میری مرضی کے خلاف ہے۔ ناول تو میں آدھی رات کے بعد بھی واپس جا کر پڑھ سکتی ہوں۔ دراصل میں خود ہی نارمل نہیں ہوں۔ الٹی سیدھی باتیں سوچتی رہتی ہوں۔"

وہ جس نوجوان کے ساتھ رقص کر رہی تھی' میں اس کے دماغ میں گیا۔ کیوں کہ خیال خوانی کرنے والا اس نوجوان پر دشمن ہونے کا شبہ کر رہا ہو گا۔ نوجوان کے چور خیالات نے بتایا کہ وہ ایک بہت بڑے بزنس مین کا بیٹا ہے۔ جوان لڑکیوں سے دوستی کرتا ہے۔ ان پر فراخدلی سے رقمیں خرچ کرتا ہے اور زندگی کو ہنستے کھیلتے گزارتا جا رہا ہے۔

اس خیال خوانی کرنے والے کو مایوسی ہوئی ہو گی۔ میرا بیٹا اس کی نظروں میں نہیں آیا تھا اور کانووانا کے قریب آنے والا جوان دشمنوں میں سے نہیں تھا۔ میں نے سلمان سے کہا "کسی لڑکی کو اطمینان سے ٹریپ کر کے اسے تنویمی عمل کے ذریعے جوجو بناؤ۔ دشمنوں کو یقین ہو گیا ہے کہ ہم جان لبوڈا کی تاک میں نہیں ہیں۔ ہم ڈی جوجو کو اطمینان سے استعمال کریں گے۔"

میں لیلیٰ کے پاس آیا۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے شینا جارجیا کے دماغ میں پہنچی ہوئی تھی۔ شینا ایک ہوٹل کے کمرے میں خیال خوانی کی لوریاں سن کر سو گئی تھی۔ اب لیلیٰ اس پر عمل کر رہی تھی۔ جب وہ ٹرانس میں آ گئی تو اس نے پوچھا "تمہارا نام کیا ہے؟"

وہ سحر زدہ لہجے میں بولی "میرا نام شینا جارجیا ہے۔"

لیلیٰ نے حکم دیا "تمہارا نام شینا نہیں لیلیٰ ہے۔"

وہ بولی "میرا نام شینا نہیں لیلیٰ ہے۔"

"تمہارا فرضی نام شینا جارجیا ہے اور تم فرضی نام اختیار کر کے جنرل کے خاص آدمیوں کو ٹریپ کرنے آئی ہو۔"

شینا نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے یہی باتیں دہرائیں۔ لیلیٰ نے پوچھا "تم ذہنی مریضہ کیوں ہو؟ اپنے اندر چھپی ہوئی تمام باتیں زبان پر لاؤ۔"

وہ کہنے لگی "میں ایک کمزور لڑکی ہوں لیکن اپنی کمزوری کا اعتراف نہیں کرتی ہوں۔ کسی کے مظالم یاد کر کے رونا آتا ہے تو میں ہنسنے گانے اور ناچنے لگتی ہوں اس طرح میرے آنسو اور ایک لڑکی کی کمزوری چھپ جاتی ہے۔"

"کیا خود کو نیم پاگل ظاہر کر کے اچھا لگتا ہے؟"

"صرف نیم پاگل نہیں۔ مکمل طور پر پاگل ہو جانا چاہتی ہوں

تاکہ دیوانگی میں دنیا کے دکھ بھول جاؤں اور ایک دن اسی طرح بے خبری کے عالم میں مر جاؤں۔"

"تم آئندہ ہوش مندوں کی زندگی گزارو گی۔"

"میں آئندہ ہوش مندوں کی زندگی گزاروں گی۔"

تم اپنی پچھلی زندگی بھول جاؤ گی اور لیلیٰ کے نام سے نئی زندگی گزارو گی۔ شناختی کارڈ اور پاسپورٹ کے مطابق فرضی شینا جارجیا کہلاؤ گی۔"

اس نے لیلیٰ کے احکامات کو زبان سے دہرا کر وعدہ کیا' وہ آئندہ یہی کرے گی۔ اس کے دماغ میں یہ باتیں نقش کرائی گئیں کہ وہ فرہاد علی تیمور کی شریکِ حیات ہے۔ اس تعلق سے تمام رشتے داروں کے نام بھی اسے یاد کرائے گئے۔ اس کے اندر نئی زندگی گزارنے اور خطرات سے کھیلنے کا حوصلہ پیدا کیا گیا۔ پھر لیلیٰ نے اسے تنویمی نیند سلا دیا' دماغی طور پر اپنی جگہ واپس آ گئی۔

ادھر پارس ہوٹل ڈیلاٹمہ میں پہنچ گیا تھا۔ میں اس کے دماغ میں نہیں جا سکتا تھا۔ بعد میں پتا چلا کہ مرینا سے کیا باتیں ہوئیں۔ وہ ہوٹل کے کمرے میں انتظار کر رہی تھی۔ پارس کو دیکھ کر بولی۔

"پہلے یہ بتاؤ۔ تم اصلی ہو نا؟"

"نہیں پارس کی ڈمی ہوں' تمہیں دھوکا دینے آیا ہوں۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پارس کے دماغ میں پہنچی پھر بولی "میں مرینا ہوں۔"

وہ چپ چاپ کھڑا رہا۔ مرینا اس کے ذریعے ہوٹل کا کمرا خود کی موجودگی دیکھ کر مطمئن ہو گئی۔ پھر مسکرا کر بولی "میرے آنے پر تم نے سانس کیوں نہیں روکی۔"

"تمہارے دماغ میں شک و شبہات کے جو کیڑے کلبلا رہے تھے انہیں دور کرنے کے لئے خاموشی ضروری تھی۔ کیا یقین ہو گیا کہ تمہارے جسم سے کھیلنے اور تمہاری عزت کی دھجیاں اڑانے کے لئے میری کوئی ڈمی نہیں آئی ہے۔ جس طرح تم نے حمائلہ کی عزت کو سستا کر دیا' اسی طرح میں ابھی تمہاری عزت کو دو کوڑی کی بنا سکتا تھا۔"

وہ قریب آئی پھر اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی "تم مجھے کسی دوسرے کی تنہائی میں برداشت نہیں کر سکتے۔ میں جانتی ہوں مجھے تم دل کی گہرائیوں سے چاہتے ہو۔ میں اپنی غلطی تسلیم کرتی ہوں اور جسے غلطی کا احساس ہو جائے اسے مزید شرمندہ نہیں کرنا چاہئے۔"

پارس نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "مجھ سے کیا سننا چاہتی ہو؟"

"ایسے وقت سرگوشی اچھی لگتی ہے کچھ بھی بولو۔"

"کچھ بولنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ کچھ سمجھنے سے بولنے کا لطف آتا ہے۔"

"کیا میں نادان ہوں؟ سمجھتی نہیں ہوں؟"

"دانائی کا فوراً پتا چل جاتا ہے۔ نادانی کا پتا چلتے چلتے دیر ہو جایا کرتی ہے جیسے بہت دیر بعد پتا چلا کہ تمہاری جیسی دانا لڑکی بھی نادان بن جایا کرتی ہے۔"

"تم پھر وہی بات چھیڑ رہے ہو۔"

"میں حمائلہ کی بات نہیں کر رہا ہوں۔ جنرل کی بات کر رہا ہوں۔ وہ تمہارے چاروں طرف ایسا مضبوط جال بچھا رہا ہے۔ جس میں پھنسنے کے بعد سوچنے اور پچھتانے کا موقع نہیں ملے گا۔ کیا تم نے جنرل کو راستے سے ہٹانے کے لئے کچھ کیا ہے۔"

"کوشش کر رہی ہوں' لیکن پیار کے وقت پیار کی باتیں کرو۔"

"پیار کے وقت باتیں نہیں ہوتیں' صرف ادائیں ہوتی ہیں اور اداؤں کا تابڑ توڑ جواب ہوتا ہے۔ کیا تمہیں جواب مل رہا ہے؟"

وہ مسکرانے لگی۔ اس کے بعد کچھ بول نہ سکی۔ پارس اسے بولنے کے قابل ہی نہیں چھوڑتا تھا۔ وہ غبارے کی طرح آسمان پر اڑتی تھی اور وہ غبارے کی ہوا نکال کر اسے زمین پر لے آتا تھا۔ وہ بڑی دیر تک کچھ سمجھ نہیں پاتی تھی۔ اس کے اندر شراب بھر جاتی تھی۔ پتا نہیں وہ کیسا زہریلا تھا۔ بڑی دیر تک وہ نشے میں چور رہتی تھی۔ آنکھوں کے سامنے در و دیوار گھومنے لگتے تھے۔ ایسا عجیب سا' انوکھا سا سُرور ہوتا تھا جسے وہ بعد میں بھی یاد کرتی رہ جاتی تھی۔

تقریباً ایک گھنٹے کے بعد وہ بولنے کے قابل ہوئی۔ اس نے کہا۔ "میں خوش نصیب بھی ہوں اور بد نصیب بھی۔ خوش نصیب اس لئے کہ تم میرے جسم و جان کے مالک ہو۔ بد نصیب اس لئے کہ حواس پر چھا جاتے ہو' مجھے سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں چھوڑتے۔ میں تم سے دور ہونے کے سارے جتن کر لوں تب بھی دور نہیں رہ سکوں گی۔"

"یعنی تم دور رہنے کی کوششیں کر چکی ہو۔"

"ہاں' جھوٹ نہیں بولوں گی۔ کئی بار سنجیدگی سے سوچا کہ میں تنویمی عمل کے ذریعے دوسروں کو زیرِ اثر لاتی ہوں۔ تم محبت کے ذریعے مجھے اپنے اثر میں لاتے ہو۔ میں غیر شعوری طور پر آپ ہی آپ تمہاری معمولہ بنتی جا رہی ہوں۔ تمہارے بغیر یہ دنیا خالی خالی سی لگتی ہے۔ کسی بھی مسئلے میں الجھتی ہوں' تو تم یاد آنے لگتے ہو۔ تم ہی ایک یار و مددگار لگتے ہو۔"

وہ پارس کی طرف کروٹ لے کر بولی "شاید یہی وجہ ہے کہ میں پہلی جیسی ذہانت سے کام کرنے کے قابل نہیں رہی ہوں۔ سوچتی ہوں اگر تم سے دور ہو جاؤں۔۔ تمہیں دل اور دماغ سے نکال دوں تو شاید میری ذہانت اور حاضر دماغی لوٹ آئے لیکن میں اپنے جسم سے جان نکال سکتی ہوں' دماغ سے تمہیں نہیں نکال سکتی۔"

پارس نے کہا "یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ جو محبت کا بہت زیادہ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اثر لیتا ہے۔ وہ کسی کام کا نہیں رہتا۔ کتنے ہی مرد حضرات کی مثالیں ہیں، جو نہایت ذہین اور بڑے فلسفی تھے لیکن کسی نہ کسی عورت کے زیرِ اثر آکر تمام فلسفے بھول گئے۔ اسی طرح نہایت سنجیدہ اور ذہین عورتیں کسی نہ کسی مرد کی محبت میں گرفتار ہو کر اپنی بے مثال صلاحیتوں کو کام میں لانا بھول گئیں۔ بہتر ہے تم سنجیدگی سے کوئی ایک اہم فیصلہ کرلو۔"

"کیا فیصلہ کروں؟"

"یہی کہ مجھ سے ہمیشہ کے لئے دور ہو جاؤ۔ یہ ممکن نہیں ہے تو شادی کرلو۔ میری شریکِ حیات بن کر دن رات میرے ساتھ رہو گی تو میرے لئے پہلی جیسی تڑپ اور بے چینی نہیں رہے گی۔ تم ذہنی سکون، اطمینان اور یکسوئی سے پھر اپنی بے مثال صلاحیتوں کو کام میں لاسکو گی۔"

"ہاں شادی کے بغیر تمام قربتیں مشکوک اور ناپائیدار ہوتی ہیں۔ شادی کے بعد اطمینان رہتا ہے کہ ہم بچھڑ کر بھی ملتے رہیں گے۔"

"شادی کی بات پر تم مذہب کا مسئلہ اٹھاؤ گی۔ پھر یہ مسئلہ جوں کا توں حل طلب رہ جائے گا۔"

وہ گردن میں بانہیں ڈال کر بولی "تم مجھ سے کتنی محبت کرتے ہو؟"

"اتنی نہیں کرتا کہ اپنے ایمان سے چلا جاؤں۔"

وہ روٹھ کر الگ ہو گئی پھر بولی "جاؤ میں تم سے نہیں بولوں گی۔"

"دیکھو مرینا! مذہب کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ اصل مسئلہ تم مجھ سے چھپا رہی ہو۔"

"میں کیا چھپا رہی ہوں؟"

"مجھے نادان نہ سمجھو۔ تمہیں یہ پریشانی ہے کہ ہمیشہ کے لئے میری بن جاؤ گی اور دن رات میرے ساتھ رہا کرو گی تو تمہاری مصروفیات کا علم مجھے ہوتا رہے گا کہ تم کن لوگوں سے رابطہ کررہی ہو اور دوستوں اور دشمنوں کے لئے کیا کرتی پھر رہی ہو۔"

وہ تڑپ کر اٹھ بیٹھی جیسے منہ پر سچائی کا طمانچہ پڑا ہو۔ پھر جھنجلا کر بولی "تمہیں خواہ مخواہ شک کرنے کی عادت سی پڑ گئی ہے۔ یاد رکھو عورت ظالم مرد کے ساتھ گزارہ کرلیتی ہے لیکن شکی مرد کے ساتھ ایک منٹ بھی نہیں رہتی۔"

"یعنی ایک منٹ کے بعد تم نہیں رہو گی؟"

"کیا تم مجھ سے پیچھا چھڑانا چاہتے ہو؟"

"میں تمہاری ہی بات دوہرا رہا ہوں۔ اگر تم اپنے خفیہ معاملات کو، پُراسرار مصروفیات کو مجھ سے چھپاتی ہو تو یہ تمہاری چالاکی نہیں مجھ سے بے ایمانی ہے۔"

"تم خود مکار ہو اس لئے مجھے چالاک اور بے ایمان سمجھ رہے ہو۔ بہتر ہے، ہم اس موضوع پر گفتگو نہ کریں۔"

"بہتر ہے ہم کسی بھی موضوع پر گفتگو نہ کریں۔"

"کیا تم مجھ سے بات کرنا پسند نہیں کرتے؟"

"آپس کی کوئی بھی بات ہو۔ اس بات کے پیچھے اعتماد ضرور ہوتا ہے۔ خدا نے تمہیں سب کچھ دیا، صرف اعتماد کرنے والی تو نہیں دی۔"

"پارس! کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم ایک رہیں اور اپنے معاملات میں تم اور میرے معاملات میں مَیں آزاد رہوں، جب ہم ایک دوسرے کے تعاون کی ضرورت پیش آئے تو ہم ایک دوسرے کا ساتھ دیں ورنہ اپنے اپنے معاملات میں مصروف رہیں۔"

"ایسا ہو سکتا ہے۔ آئندہ تم یہ نہیں پوچھو گی کہ پاپا، ممی، لیلیٰ، آنٹی سلطانہ اور انکل سلمان وغیرہ تمہارے ملک میں کیا کررہے ہیں۔"

وہ ذرا سوچ میں پڑ گئی پھر بولی "میرے ملک میں تم لوگ کچھ کرتے رہو گے تو یہ میرے ملک اور قوم کا معاملہ ہوگا۔ اس سلسلے میں پوچھنا میرا فرض ہے۔"

"تم پوچھتی رہو گی تمہیں جواب نہیں ملے گا۔ کیونکہ تمہارے ملک کی خارجہ پالیسیوں کا تعلق تم سے نہیں ہے۔ دنیا کے تمام چھوٹے ممالک سے اور ہم سے ہے۔"

وہ بستر سے اٹھ گئی۔ بے چینی سے ٹہلنے لگی۔ پارس نے کہا "یہ بھی نہ پوچھنا کہ چار گھنٹے پہلے میں کاک ٹیل کلب کے سامنے کار میں کیوں بیٹھا ہوا تھا؟"

وہ ٹہلتے ٹہلتے رک گئی۔ پھر قریب آکر بولی "تم باپ بیٹے گہری چالیں چل رہے ہو۔ مجھے بتاؤ وہاں کیا کر رہے تھے؟"

"ایک حسینہ کو پھانس رہا تھا۔"

"تم کسی مطلب کے بغیر کسی کو نہیں پھانستے۔ تم نے اپنے مطلب کے لئے ہی میری زندگی برباد کی ہے۔"

"ساری دنیا گوشت کھانے کے لئے جانوروں کو قتل کرتی ہے، میں حسیناؤں کو قتل کرتا رہتا ہوں۔ اپنے مطلب کے لئے انسان نہیں دیکھتا کہ دوسروں کا کیا نقصان ہو رہا ہے۔"

"یہ مانتے ہو کہ تم خود غرض ہو؟"

"عظیم مفکروں نے کہا ہے کہ چالاکی لومڑی سے اور خود غرضی حسین عورتوں سے سیکھو۔ یہ میں تم سے سیکھ رہا ہوں۔ تم اپنے مطلب کی باتیں چھپاتی ہو۔ اور اپنے غرض کے لئے فرہاد علی تیمور کی فیملی میں سُرنگ بناتی رہتی ہو۔"

"میں نے ایسا کچھ نہیں کیا ہے۔ مجھے الزام نہ دو۔ تم اپنی ممی کے ایک اشارے پر جان کی بازی لگا دیتے ہو کیا ان کے کہنے سے مجھے معاف نہیں کرسکتے۔"

"میں نے ممی کے حکم سے معاف کیا ہے۔ اسی لئے اس بند کمرے میں میرے ساتھ ہو اور میرا دماغ کھا رہی ہو۔ جب بھی تمہاری خود غرضی کی بات کرتا ہوں، تم باتوں کا رخ بدل دیتی ہو۔"

"آخر میں نے کیا خود غرضی دکھائی ہے؟"

"تم اپنے اہم معاملات چھپاتی ہو اور ہمارے معاملات میں شریک رہنا چاہتی ہو۔ کیا یہ خود غرضی نہیں ہے۔"

"کوئی دوسری بات کرو۔"

"دوسری بات یہ کہ میں جا رہا ہوں۔"

وہ جرابیں اور جوتے پہننے لگا۔ وہ بولی۔ "میں نہیں جانے دوں گی۔ ہم صبح تک ساتھ رہیں گے تو آئندہ زندگی گزارنے کا کوئی معقول فیصلہ کرسکیں گے۔"

"ایک نامعقول عورت کبھی معقول فیصلہ نہیں کرتی۔"

وہ اٹھ کر جانے لگا۔ اس نے سامنے آکر راستہ روک لیا۔ "میں ایسے نہیں جانے دوں گی۔ تم نے میرا سکون چھین لیا ہے۔ میں تمہیں دل سے نوچ کر نہیں پھینک سکتی۔ تمہارے لئے تڑپتی ہوں تو کوئی کام کی بات نہیں سوچ سکتی۔ خود کو دشمنوں کے مقابلے میں کمزور محسوس کرنے لگتی ہوں۔ تم نے میرے حسن و شباب کو ہی نہیں لوٹا، میری طاقت اور صلاحیتیں بھی مجھ سے چھین لی ہیں۔"

اچانک ہی اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ وہ روتے ہوئے بولی۔ "دیکھو میں رو رہی ہوں۔ مجھے یاد نہیں ہے کہ کبھی میری آنکھوں میں آنسو آئے ہوں۔"

وہ اس کے دونوں بازوؤں کو جکڑ کر بولا "تمہارے آنسوؤں کی قسم میں دل و جان سے تمہیں چاہتا ہوں لیکن کتنی بار سمجھاؤں کہ اعتماد کے بغیر چاہت کمزور پڑ جاتی ہے۔ جب یہ بات سمجھ میں آجائے تو میرے پاس چلی آنا۔"

وہ اسے ایک طرف ہٹا کر جانا چاہتا تھا وہ پھر اس سے لپٹ گئی۔ "نہیں صبح سے پہلے نہ جاؤ۔ میں بہت سی باتیں کروں گی۔"

"مرینا! میں ابھی ایک معمولی سا داؤ استعمال کروں گا تو تم بے ہوش ہو جاؤ گی۔ تمہاری دماغی توانائی بحال ہونے تک میرے پاپا یا انکل وغیرہ تم پر تنویمی عمل کریں گے، تمہیں خبر نہ ہوگی اور تم ان کی معمولہ بن جاؤ گی۔ کیا اس بند کمرے میں تم میرے ہاتھوں سے بچ کر کہیں جاسکتی ہو؟"

وہ گھبرا کر الگ ہو گئی۔ پارس تیزی سے چلتا ہوا باہر چلا گیا۔ یہ باتیں وہ سوچتی تھی کہ تنہائی میں پارس نے اسے زخمی کیا اور اپنے پاپا کو اس کے دماغ میں پہنچا دیا تو وہ ہمیشہ کے لئے تابعدار کنیز بن کر رہ جائے گی۔ وہ ایسا خطرہ محسوس کرتی تھی اور دل سے یہ مانتی بھی تھی کہ فرہاد کی فیملی میں کم ظرف لوگ نہیں ہیں۔ جب اس سے محبت کی گئی ہے تو اسے دھوکا کبھی نہیں دیا جائے گا۔

اس کے باوجود وہ اپنے ملک کے اہم معاملات چھپاتی تھی۔ سیاسی معاملات کے تقاضے الگ ہوتے ہیں۔ محبت اعتماد کا دوسرا نام ہے اور سیاست بے اعتمادی سے شروع ہوتی ہے۔ اس میدان میں اپنے باپ پر بھی بھروسا نہیں کیا جاتا۔

بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے جاسوس ہوٹل میں موجود تھے۔ سلطانہ ان کے دماغوں میں آتی جاتی رہتی تھی۔ ایک جاسوس نے اسے بتایا "مسٹر پارس ابھی ہوٹل سے باہر گئے ہیں۔"

سلطانہ نے پارس کے دماغ میں آکر گوڈ ورڈز ادا کئے پھر پوچھا۔ "کیا بات ہے بیٹے! مرینا سے جھگڑا ہو گیا ہے؟"

"آنٹی! جھگڑا تو نہیں کہہ سکتے۔ البتہ ہمارے درمیان اختلافات ہیں۔ معلوم ہوتا ہے، وہ ہمیشہ بے اعتمادی کے مرض میں مبتلا رہے گی۔"

"مرینا اس معاملے میں سخت ہے۔ ہماری محبتیں اور نیکیاں بھی اس پر اثر نہیں کرتی ہیں۔ بہر حال یہ سسٹر کا حکم ہے کہ ہم اسے اپنے حصے کی محبتیں دیتے رہیں اور اسے دشمنوں کی جھولی میں نہ جانے دیں۔"

"ہم یہی کر رہے ہیں۔ ہماری محبتوں کے باعث اسے آزادی میسر ہے ورنہ آج وہ آپ لوگوں کی معمولہ اور تابعدار ہوتی۔"

"اب اس کا ذکر چھوڑو، جا کر نیند پوری کرو۔ میں تمہارے پاپا کو تمہارے بارے میں بتا دوں گی۔"

سلطانہ نے میرے پاس آکر پارس اور مرینا کے متعلق بتایا۔ میں نے کہا "مرینا کو اس ہوٹل سے بخیریت نکل کر جانے دو۔ اس سے پہلے تم نہ جانا۔ ہو سکتا ہے، دشمن اس کی تاک میں ہوں۔ اپنے سراغرسانوں سے کہو اسے خیریت سے گھر پہنچا دیں اور اسے تعاقب کا شبہ نہ ہونے دیں۔"

سلطانہ چلی گئی۔ وہاں رات کا ایک بجا تھا۔ جان لموڈا کی بیٹی کانووانا گھر واپس آگئی تھی اور جس ناول کو ادھورا چھوڑ دیا تھا اسے

خوابوں کی تعبیر، ان کی حقیقت اور ان کی افادیت کے بارے میں ایک نادر کتاب

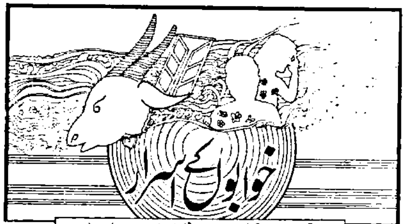

قیمت: ۱۵/- روپے   ڈاک خرچ: ۱۰/- روپے

خواب کیا ہوتے ہیں؟
ان کی تعبیر کیا ہوتی ہے؟
خواب کیوں نظر آتے ہیں؟
خوابوں کے بارے میں مکمل معلومات

کتاب کے چند عنوانات:

نیند ■ خوابی صلاحیتیں ■ تحلیل نفسی کے طریقے
بچوں کے خواب ■ الہامی خواب ■ رویائے صادقہ
کثرت سے نظر آنے والے خواب ■ خواب اور جنس ■ خواب اور آدمی
خواب اور مسیحیت ■ خواب اور اسلام ■ خواب اور مستقبل
خوابوں کی صدی ایمیت ■ خوابوں کی لغت

خوابوں پر ایک مکمل اور مستند کتاب

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

دلچسپی سے پڑھ رہی تھی۔ وہ ایک پُراسرار جاسوسی ناول تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "میرے ڈیڈی بھی ایسے ہی پُراسرار ہیں۔"

وہ پڑھتے پڑھتے سوچنے لگی۔ "ہاں بڑے پُراسرار ہیں۔ میں نے دو بار انہیں گھر سے باہر جاتے نہیں دیکھا لیکن پتا چلا وہ جاچکے ہیں۔ میں نے بعد میں پوچھا۔"ڈیڈی میں نے آپ کو جاتے نہیں دیکھا تھا۔" انہوں نے جواب دیا کہ تم سامنے لان میں تھیں میں پچھلے گیٹ سے گیا تھا۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "اور آج؟"

اس کی سوچ کہنے لگی۔ "آج بھی وہ گھر کے اندر سے اچانک غائب ہو گئے تھے۔ میں نے پوچھا تو بولے "بیٹی میں چھت پر تھا۔"

وہ ناول پڑھتی جارہی تھی اور سوچتی جارہی تھی۔ ناول کی طرف سے دھیان ہٹ گیا تھا۔ اپنے گھر کے اندر ایک زندہ کردار پُراسرار بن گیا تھا اور وہ اپنا ہی باپ تھا۔ وہ سوچ رہی تھی "تعجب ہے میں نے ڈیڈی کے متعلق پہلے توجہ سے کیوں نہیں سوچا۔ وہ پہلے کی نسبت بہت بدل گئے ہیں۔ میں نے اس تبدیلی پر دھیان نہیں دیا تھا۔ چار یا چھ ماہ پہلے کی بات ہے۔ وہ دو ہفتے کے لئے کہیں گئے تھے۔ ممی سے کہا تھا ملازمت دوبارہ ملنے والی ہے۔ وہ اسپیشل ٹریننگ کے لئے جارہے ہیں۔"

میں اس کے خیالات پڑھتے پڑھتے سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ دوبارہ ملازمت بحال ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جنرل نے اس کی خدمات حاصل کی ہیں اور اسپیشل ٹریننگ کے پیچھے بھی کوئی خاص بات ہو سکتی تھی۔

وہ سوچ رہی تھی "ڈیڈی دوسروں کے لئے بہت ظالم ہیں مگر ہمارے لئے سنگدل نہیں تھے۔ ہمیں بہت پیار کرتے تھے لیکن اسپیشل ٹریننگ سے آنے کے بعد وہ گھر میں بھی فوجی افسر کے تیور دکھانے لگے ہیں۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "پُراسرار لوگ آنکھوں سے پہچانے جاتے ہیں۔"

اس کی سوچ نے کہا "ہاں ڈیڈی کی آنکھوں میں پہلے سے زیادہ چمک اور گہرائی آگئی ہے۔ میں نے کئی بار آنکھیں ملا کر باتیں کیں پھر اپنی نظریں جھکالیں۔ پتا نہیں کیوں ان آنکھوں سے خوف آتا ہے۔"

میں نے اس کے اندر کہا "جن لوگوں میں تبدیلیاں آتی ہیں وہ تنہائی میں ایک جگہ بیٹھ کر یا تو آنکھیں بند کرلیتے ہیں یا خلا میں تکتے رہتے ہیں۔"

اس کی سوچ نے کہا۔ "یہ عجیب سی بات ہے کوئی فوجی خیالوں کی دنیا میں نہیں رہتا۔ ڈیڈی ریٹائر ہونے کے بعد کبھی خاموشی سے نہیں بیٹھتے تھے۔ گھر کے اندر بھی کسی نہ کسی کام میں مصروف رہتے تھے لیکن اسپیشل ٹریننگ سے آنے کے بعد وہ خیالوں کی دنیا میں رہنے لگے ہیں۔ اکثر ایک جگہ بیٹھ کر خلا میں تکنے لگے ہیں۔"

بیٹی باپ کو نہیں سمجھ رہی تھی۔ اس کے خیالات نے مجھے سمجھا دیا کہ تنہائی میں کہیں بیٹھ کر خلا میں تکنے والا خیال خوانی میں مصروف رہتا ہے۔ دراصل وہ کسی اسپیشل ٹریننگ کے لئے نہیں گیا تھا۔ جنرل نے اسے ٹرانسفارمر مشین سے گزار کر اپنا وفادار بنایا تھا۔

میں نے کانووانا کے اندر ایک سوال پیدا کیا۔ اس کے جواب میں وہ سوچنے لگی "ہاں جب سے ڈیڈی تبدیل ہوئے ہیں تب سے میں اکثر اپنی مرضی کے خلاف کوئی نہ کوئی کام کر جاتی ہوں۔ ابھی کی بات ہے میں ناول ختم کرنا چاہتی تھی لیکن بے اختیار ناول کو بستر پر پھینک کر لباس بدل کر کاک ٹیل کلب میں چلی گئی۔"

اب پوری طرح ثابت ہو گیا کہ جان لبوڈا ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ آج جونہی اسے خطرے کا احساس ہوا وہ گھر کے اندر کہیں غائب ہو گیا تھا۔ ظاہر ہے کسی چور راستے سے چلا گیا تھا۔ وہ اپنی بیوی کے دماغ میں رہ کر اسے کوٹھی سے باہر لے گیا۔ پھر اپنے بارہ سالہ بیٹے کو بھی سائیکل پر کہیں بھیج دیا اس کے بعد اپنی بیٹی کانووانا کو بھی اسی طرح باہر جانے پر مجبور کیا تاکہ نگرانی کرنے والوں اور تعاقب کرنے والوں کو پہچان سکے۔

یہ میں یقین سے کہہ سکتا تھا کہ جنرل کا خاص خیال خوانی کرنے والا یہی جان لبوڈا ہے۔ کانووانا کی سوچ نے بتایا کہ کلب سے واپس آنے کے بعد تھوڑی دیر کے لئے باپ سے سامنا ہوا تھا۔ پھر وہ اپنی خوابگاہ میں چلا گیا تھا اور اس کی ممی سے کہہ دیا تھا کہ آج وہ تنہا بیڈ روم میں رہے گا۔ اس کے بعد اس نے اندر سے دروازے کو بند کر لیا تھا۔

میرے خیال کے مطابق یہ جان لبوڈا کی چال تھی۔ وہ اپنے بیوی بچوں کے ذریعے ہم خیال خوانی کرنے والوں کو سمجھانا چاہتا تھا کہ وہ ہم سے غافل ہے اور بیڈ روم میں سو رہا ہے۔ جبکہ بیڈ روم سے ہی کوئی چور راستہ اسے باہر لے جاتا ہو گا۔

بہرحال جنرل کا ایک بہت ہی اہم خیال خوانی کرنے والا میری نظروں میں آگیا تھا۔ میں صبر و تحمل سے جان لبوڈا کو ہر پہلو سے سمجھنے کے بعد اسے اپنی گرفت میں لینا چاہتا تھا۔ ایک اندازہ ہو گیا تھا کہ لبوڈا بہت چالاک اور حاضر دماغ ہے۔ ہماری جلد بازی سے کام بگڑ سکتا تھا۔

میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ سونیا کسی نائٹ کلب میں جانے کے لئے بن سنور کر تیار ہو گئی تھی اور میرا انتظار کر رہی تھی۔ اس وقت وہ ایکشن میں رہنے والی خطرناک سونیا نہیں تھی، حسن و جمال کی مثال پیش کرنے والی ایک حسینہ تھی۔ میں اسے بڑی چاہت سے دیکھنے لگا۔ وہ بولی "خبردار! مجنوں بننے کی کوشش نہ کرنا۔ فوراً اٹھو اور تیار ہو جاؤ۔"

مَردوں کے لباس تبدیل کر کے تیار ہونے میں دیر ہی کتنی لگتی ہے۔ میں باتیں کرتے کرتے تیار ہو گیا۔ ہم سوئٹزر لینڈ میں تھے۔ ہمارا کاٹیج ایسے علاقہ میں تھا جہاں مختلف ممالک سے اسکیٹنگ کے لئے کھلاڑی آتے تھے۔ میلوں دور تک برف پر پھسلنے، دوڑنے، قلابازیاں کھانے اور گہری کھائیوں پر سے چھلانگیں لگانے کے قابل دید مظاہرے کرتے تھے۔

ایسے خطرناک کھیلوں کا تماشا دیکھنے والے دن کے وقت مختلف پہاڑیوں کی بلندیوں پر پہنچ جاتے تھے۔ ایک پہاڑی سے دوسری پہاڑیوں پر جانے کے لئے ہینگنگ چیئرز یعنی خلا میں لٹکنے والی کرسیوں اور کیبنوں کا معقول انتظام تھا۔ لوگ طاقتور دوربینوں کے ذریعے میلوں دور تک برف پر پھسلنے والوں کا تماشا دیکھتے تھے۔ جو بے انتہا دولتمند ہوتے تھے وہ کرائے پر ہیلی کاپٹرز حاصل کر کے فضا میں پرواز کرتے ہوئے ان کھیلوں سے دلچسپی لیتے تھے۔

جب دن ڈوب جاتا اور رات انگڑائیاں لے کر جوان ہونے لگتی تو مختلف ممالک کی حسینائیں، جوان مرد، زندہ دل بوڑھے اسکیٹنگ کلب میں آنے لگتے تھے۔ شراب کی بوتلوں سے کاگ اڑتے تھے۔ لہو میں گرمی دوڑتی تھی۔ آرکسٹرا کی شور مچاتی ہوئی دُھن میں جوان لڑکیاں اور لڑکے مشین کی رفتار سے رقص کرتے تھے۔ یہاں زندگی کی تفسیر ملتی تھی۔ زندگی رقص ہے اور مشین کی رفتار سے بھی تیز ہے۔ زندگی چیخ و پکار ہے جیسے آرکسٹرا کی موسیقی چیخا کرتی ہے۔ زندگی حُسن ہے، چاندنی ہے، شراب ہے اور خطرات کا مجموعہ ہے۔ برف پر پھسلنے اور ہزاروں فٹ گہری کھائی پر سے چھلانگیں لگانے کا نام چیلنج ہے۔ آدمی ہر خطرے کو چیلنج کی طرح قبول کرتا ہے۔ اس خطرے سے گزرتا ہے پھر انعام کے طور پر شراب و شباب میں ڈوب جاتا ہے۔ مغرب کے باشندے ایسے ہی انداز میں زندگی گزارتے ہیں۔

میں سونیا کے ساتھ کلب میں آیا۔ وہ کلب تقریباً ایک میل کے طول و عرض پر پھیلا ہوا تھا۔ شراب خانہ، قمار خانہ، ڈائننگ ہال، ڈانس فلور، انڈور گیمز، اور رنگ برنگے فواروں والے باغیچے دور تک دکھائی دیتے تھے۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کے لئے ٹرالی کاریں تھیں۔ ہم ایک کار میں ڈانس فلور پر آئے۔ آج کل ہماری جسمانی ورزش نہیں ہو رہی تھی۔ فی الحال ورزش کے لئے رقص کرنا مناسب تھا۔ یوں بھی سرد علاقوں میں رقص کے ذریعے لہو میں گرمی پیدا کی جاتی ہے۔

ہم دونوں موسیقی کی لے پر وقفے وقفے سے ایک گھنٹے تک ڈانس کرتے رہے اور باتیں کرتے رہے۔ سونیا نے کہا "ہم نے آرام، سکون اور مسرتوں سے بھرپور زندگی بہت کم گزاری ہے۔ ایسا لگتا ہے، صدیاں گزارنے کے بعد ہمیں یہ زندگی ملی ہے۔"

میں نے کہا "اب ہم چاہیں تو ایسی ہی دلچسپ زندگی گزار سکتے ہیں۔ ماشاءاللہ ہمارے دونوں جوان بیٹے ذہانت اور شہ زوری میں بے مثال ہیں۔ وہ نوجوانی میں جیسے ناقابلِ یقین کارنامے انجام دے رہے ہیں ویسے کارنامے ہم نے اپنی نوجوانی میں کبھی نہیں کئے۔"

"تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ ہم اپنی اولاد پر تکیہ کریں اور بڑھاپے میں آرام فرمائیں۔"

"خدا کے لئے بڑھاپا نہ کہو۔ تم جوانی کا وہ سورج ہو جو ہمیشہ سوا نیزے پر رہتا ہے۔"

"یہ تمہاری آنکھیں کہتی ہیں۔"

"شرط لگاؤ۔ یہاں سیکڑوں آنکھیں ہیں، سیکڑوں زبانیں تم سے پوچھیں گی، بتاؤ یہ شباب کہاں سے لائی ہو، جسے فرہاد خرچ کرتا رہتا ہے۔ یہ پھر بھی جوں کا توں رہتا ہے۔"

وہ کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔ میں اس کے ساتھ ہنستے ہوئے میز پر آیا۔ پھر گھڑی دیکھ کر بولا "ڈنر کا وقت نکلا جارہا ہے۔ گیارہ بجے کے بعد یہاں کھانا نہیں ملے گا۔ صرف سینڈوچ اور کافی پر گزارہ کرنا ہو گا۔"

ہم وہاں سے اٹھ کر ڈائننگ ہال میں آئے۔ ہال کھانے پینے والوں سے بھرا ہوا تھا۔ اس کے باوجود ہمیں ایک میز خالی مل گئی۔ ہم نے وہاں بیٹھ کر کھانے کا آرڈر دیا۔ سونیا نے کہا "جہاں تک نظر جاتی ہے، سب ہی ہنستے بولتے نظر آتے ہیں۔ ایسا لگتا ہے ہماری دنیا میں دکھ، مصیبتیں، آنسو اور آہیں نہیں ہیں، صرف قہقہے ہی قہقہے ہیں کاش دنیا کے آخری سرے تک کسی کے لئے کوئی خطرہ کوئی خوف نہ ہوتا۔"

میں نے پوچھا۔ "تمہارا کیا خیال ہے یہاں کے ہنستے بستے ماحول میں کسی کو موت نہیں آئے گی؟ اگر موت ہر جگہ آتی ہے تو اس کا مطلب ہے موت سے پہلے خطرہ پیدا ہوتا ہے۔ یہاں بھی خطرات اور مصیبتیں ہوں گی لیکن یہ سب قہقہوں میں چھپی ہوئی ہیں۔"

میری بات ختم ہوتے ہی ٹھائیں سے گولی چلنے کی آواز گونج گئی۔ ہال میں عورتیں چیخنے لگیں۔ مرد اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ دروازے پر تین گن مین کھڑے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک کہہ رہا تھا "دوسری گولی چلنے سے پہلے اپنی اپنی جگہ بیٹھ جاؤ۔ میں نہیں چاہتا کوئی یہاں سے باہر جائے۔"

سب لوگ سہم کر بیٹھ گئے۔ عورتوں نے اپنے ہونٹوں کو سختی سے بند کر لیا۔ میں نے مسکرا کر سونیا کی طرف جھکتے ہوئے کہا۔ "خواہ کتنے ہی قہقہے گونجتے رہیں۔ مصیبتیں اپنا راستہ بنا ہی لیتی ہیں۔"

وہ تینوں اپنی اپنی گن اٹھائے ہال میں میزوں کے درمیان چل رہے تھے۔ دوسرے دروازے سے بھی تین گن مین آگئے تھے۔ وہ سب ہال میں بیٹھے ہوئے مرد عورتوں کو ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھتے جارہے تھے۔ ان کا سرغنہ کہہ رہا تھا۔ "یہاں ایسے جتنے بوڑھے ہیں جو حال ہی میں شادی کر کے ہنی مون منانے آئے ہیں، وہ اپنی بوڑھی دلہنوں کے ساتھ کھڑے ہو جائیں۔"

سونیا نے سرگوشی میں کہا۔ "یہ ہمیں تلاش کر رہے ہیں۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

میں نے کہا "بکواس نہ کرو۔ ہم بوڑھے نہیں ہیں۔"

"مانتی ہوں۔ نہیں ہیں لیکن دنیا ہماری عمر کا حساب کرتی ہے۔"

ہال میں تین ادھیڑ عمر کے جوڑے اٹھ کر کھڑے ہوگئے تھے۔ ایک جوڑا ہمارے قریب ہی ایک میز کے پاس تھا۔ کھڑا ہونے والا شخص پوچھ رہا تھا۔ "تم لوگوں کو بوڑھوں سے کیا دشمنی ہے؟؟"

اس کی بیوی نے کہا "ہم ایسے بھی بوڑھے نہیں ہیں۔ کیا اس عمر میں شادی کرنا گناہ ہے؟؟"

سرغنہ نے گرج کر کہا "شٹ اپ۔ فضول باتیں نہ کرو۔ اپنے اپنے نام بتاتے جاؤ۔"

میں نے اس بوڑھے کی زبان سے کہا۔ "میرا نام فرہاد علی تیمور ہے۔" وہ چھ گن مین چونک کر اسے دیکھنے لگے۔ میں نے بوڑھی کی زبان سے کہا "اور میرا نام سونیا ہے۔"

چونکہ میں بوڑھے کے دماغ سے نکل آیا تھا اس لئے وہ چونک کر بولا۔ "نہیں میرا نام جوزف اینڈرسن ہے۔ پتا نہیں میں نے کیسے غلط نام بتادیا۔"

بوڑھی نے میری مرضی کے مطابق کہا۔ "ہاں میں نے بھی غلط نام بتایا ہے۔ میرے دماغ کے اندر کچھ ہو رہا ہے۔"

سرغنہ نے کہا۔ "اس کا مطلب ہے یہاں فرہاد اور سونیا موجود ہیں اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہمیں گمراہ کرنا چاہتے ہیں۔ میں فرہاد کو چیلنج کرتا ہوں' وہ میرے دماغ میں آئے۔ میرا دماغ فولاد ہے فولاد۔ مجھ پر ٹیلی پیتھی کا ہتھیار اثر نہیں کرے گا۔"

ایک شخص ایک حسینہ کے ساتھ ہال میں آرہا تھا۔ دروازے پر پہنچ کر مسلح بدمعاشوں کو دیکھتے ہی حسینہ کے ساتھ پلٹ کر بھاگنے لگا۔ سرغنہ اور اس کے ساتھیوں نے ادھر گھوم کر دیکھا۔ ان کی سمجھ میں یہ آیا کہ ہال کی کسی میز سے اٹھ کر سونیا اور فرہاد بھاگ رہے ہیں۔ وہ سب ادھر دوڑتے ہوئے جانے لگے۔

جس دروازے کی طرف جا رہے تھے۔ وہ دروازہ دور تھا۔ میں نے اپنی کرسی سے ایک پاؤں آگے بڑھایا ایک گن مین میرے پاؤں سے الجھ کر اوندھے منہ گرا۔ میں نے اپنا پاؤں واپس کھینچ لیا۔ وہ جھنجلا کر گالیاں دیتا ہوا اٹھا اور اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے بولا "ایک ایک کو گولی ماردوں گا۔"

لیکن گولی مارنے کی فرصت نہیں تھی۔ سونیا اور فرہاد کے پیچھے جانا ضروری تھا۔ وہ دوڑتا ہوا ہال سے باہر گیا۔ مسلح غنڈوں کے جاتے ہی ہال میں بیٹھے ہوئے لوگ کھانا چھوڑ کر بھاگنے لگے۔ جسے میں نے ٹانگ مار کر گرایا تھا' اس کے دماغ میں مجھے جگہ مل گئی۔ اس کے سرغنہ نے چیلنج کرتے وقت یہ بھلادیا تھا کہ میں اس کے اندر پہنچنے کے لئے اس کے ساتھیوں کو سیڑھی بنا سکتا ہوں۔

پولیس والے آگئے تھے اور لوگوں کو یقین دلا رہے تھے کہ مسلح افراد سے کسی کو نقصان نہیں پہنچے گا۔ وہ لوگ سونیا اور فرہاد سے نمٹ کر چلے جائیں گے۔ پولیس افسر کی باتوں سے ظاہر تھا کہ ا[ن] مسلح افراد کو وہاں کی حکومت کی حمایت حاصل ہے۔

میں نے افسر کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کیا' پتا چلا کہ اس کے اعلیٰ افسر نے حکم دیا ہے کہ مسلح افراد کو چھوٹ دی جائے۔ میں نے افسر کے اندر یہ خیال پیدا کیا کہ وہ اپنے اعلیٰ افسر کو کلب میں ہونے والی افراتفری کے متعلق رپورٹ دے۔ اس نے میری مرضی کے مطابق عمل کیا' اپنے اعلیٰ افسر کو فون پر مخاطب کیا۔ اس سے کہا "سر! کلب کی انتظامیہ شکایت کر رہی ہے' ان مسلح افراد نے ایک فائر کرکے دہشت پھیلا دی ہے۔"

دوسری طرف سے کہا گیا "سونیا اور فرہاد کو تلاش کرنے دو۔ ان کی مدد کرو۔ یہ معاملہ جلد ہی ختم ہو جائے گا۔"

میں اعلیٰ افسر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہاں اس کے خیالات سے پتا چلا کہ مقامی حکمرانوں پر امریکی حکومت کا دباؤ پڑا ہے۔ اس سے کہا گیا ہے کہ سونیا اور فرہاد ہنی مون منانے آئے ہیں۔ ان پر جو بھی گزرے اس کا نوٹس وہاں کی حکومت نہ لے۔ اور ان کے خلاف اقدامات کرنے والوں کو سہولتیں فراہم کرتی رہے۔

ہماری میز پر ہماری پسند کا کھانا آگیا۔ میں نے کھانا شروع کرتے ہوئے سونیا سے کہا۔ "یہ امریکی جنرل کے پالتو کتے ہیں۔ مقامی حکومت ان سے تعاون کر رہی ہے۔"

سونیا نے کہا "یہ تعداد میں جتنے بھی ہوں۔ ہم نمٹ لیں گے لیکن اس کی اطلاع فرانس کے حکام کو ضرور دو۔"

میں نے کھانے کے دوران فرانس کے فوجی جنرل کو یہاں کے تمام حالات سے آگاہ کردیا۔ جنرل نے کہا۔ "فرہاد صاحب! اطمینان رکھیں اب مقامی حکومت پر ہمارا دباؤ پڑے گا۔ سوئٹزرلینڈ سے امریکا ہزاروں میل دور ہے اور ہم پڑوس میں ہیں۔ یہاں کے حکمرانوں کو ہماری دشمنی بہت مہنگی پڑے گی۔"

ہم نے کھانے کے بعد کافی کا آرڈر دیا۔ پھر میں ایک مسلح شخص کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ وہ تعداد میں بارہ ہیں۔ ان میں سے چھ ڈائننگ ہال میں آئے تھے۔ تین [...] خانے میں گئے تھے اور باقی تین ہمیں گارڈن میں تلاش کر رہے تھے۔

میں نے اس شخص کو اپنے ساتھی سے بولنے پر مجبور کیا۔ اس کے ساتھی نے اپنے دوسرے اور تیسرے ساتھیوں سے باتیں کیں۔ میں ایک ایک کے دماغ میں پہنچنے لگا۔ جب چار [...] میرے قابو میں آگئے تو میں نے ایک کے ذریعے اس کے سرغنہ کے بازو پر گولی ماری۔ گارڈن میں پھر بھگدڑ شروع ہوگئی۔ میں سرغنہ کے اندر پہنچ کر کہا۔ "تم نے چیلنج کیا تھا۔ میں تمہاری کھوپڑی میں آگیا ہوں۔ دیکھو تمہارا ایک ساتھی اُدھر سے آرہا ہے [...] اپنے ہاتھوں سے گولی ماردو۔"

وہ کبھی ایسا نہ کرتا مگر میں نے مجبور کردیا۔ اس نے بے اختیار

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

گولی چلائی۔ پھر گھوم کر دوسرے ساتھی کو بھی گولی ماردی۔ یہ منظر دیکھ کر اس کے ساتھی بھاگنے لگے۔ بھاگنے والوں میں دو اور گولیاں کھا کر حرام موت مر گئے۔ پھر میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اس نے پریشان ہو کر اپنے چار ساتھیوں کی لاشوں کو دیکھا۔ پھر چیخ کر بولا "باس! کیا تم میرے دماغ میں نہیں ہو؟ تم نے کہا تھا کہ فرہاد میری کسی دماغی کمزوری سے فائدہ نہیں اٹھا سکے گا۔ تم کہاں ہو؟"

وہ اپنے بازو کے زخم کی تکلیف سے کراہنے لگا۔ پھر اس کے دماغ میں کسی نے کہا۔ "مجھے افسوس ہے۔ میں قمار خانے کی طرف گیا تھا۔ اتنی دیر میں تم بیکار ہو گئے۔ میرے لئے اتنا بہت ہے کہ یہاں فرہاد کی موجودگی ثابت ہو گئی ہے۔"

میں نے سونیا کو ایک نئے خیال خوانی کرنے والے کے بارے میں بتایا۔

سونیا اٹھ کر بولی "ہمارا ساتھ رہنا مناسب نہیں ہے۔ دشمن ہنی مون والے جوڑے کو پہچان لیں گے۔ مجھ سے رابطہ کرتے رہنا۔"

وہ چلی گئی۔ میں نے سلمان، سلطانہ اور لیلیٰ کو بلایا، انہیں مختصر حالات بتا کر کہا "میں نے ایک ہی خیال خوانی کرنے والے کی آواز سنی ہے۔ یہاں ایک سے زیادہ بھی ہو سکتے ہیں۔ جنرل یہاں ہمارے خلاف پوری قوت لگا دے گا۔"

میں جن مسلح افراد تک پہنچ گیا تھا، وہاں لیلیٰ اور سلطانہ کو پہنچا دیا۔ سلمان کو پولیس کے اعلیٰ افسر کے دماغ میں لے گیا اور اس سے کہا۔ "مقامی حکمرانوں کی موت کا وقت مقرر کر دو۔ اگر ایک گھنٹے کے اندر جنرل کے خیال خوانی کرنے والوں نے ہمیں اپنے دماغ میں آنے نہ دیا تو یہاں کا کوئی حاکم اور اعلیٰ عہدیدار صبح کا سورج نہیں دیکھے گا۔"

فائرنگ کے باعث جو عورتیں بھاگ رہی تھیں ان میں بچوں والیاں بھی تھیں۔ سونیا نے ایک بچے کو گود میں اٹھا لیا پھر بھاگتی ہوئی کلب کے باہر آ گئی۔ گیٹ پر کھڑے ہوئے مسلح افراد ایسی عورتوں کو روک رہے تھے جو تنہا تھیں یا اپنے کسی مرد کے ساتھ ہوتی تھی۔ بچوں والیوں کے متعلق خیال تھا کہ ان میں سونیا نہیں ہوگی۔

سونیا نے باہر آ کر گود کے بچے کو اس عورت کے حوالے کیا جس کے پاس پہلے ہی دو بچے تھے۔ یعنی وہ تین بچوں والی ماں تھی۔ سونیا نے تیزی سے کار میں آ کر اسے اسٹارٹ کیا۔ پھر ڈرائیو کرتی ہوئی امیگریشن کے دفتر میں پہنچی۔ رات کو دفتر کے دروازے بند تھے۔ ایک چوکیدار تھا۔ سونیا نے اس کی گردن دبوچ لی۔ اسے بے ہوش کر کے ایک تاریک گوشے میں ڈال دیا۔ پھر اس کی گن لے کر دروازے کے تالے کو توڑا۔ اسے کھول کر تیزی سے چلتی ہوئی اندر آئی۔ راستے میں جتنے بھی دروازے آئے وہ سب کے تالے توڑتی ہوئی اس دفتری کمرے میں آئی جہاں دوسرے ... آنے والوں کا ریکارڈ رکھا ہوتا تھا۔

سونیا صرف ان ناموں اور چہروں کو پہچاننے آئی ... چوبیس گھنٹوں میں امریکا اور اسرائیل سے آئے تھے ... کے ویزے کی دوہری کاپیاں موجود تھیں۔ ان کاپیوں ... تصویریں لگی ہوئی تھیں۔ وہاں ایسے آٹھ افراد کے ویزے ... ہوئے جو واشنگٹن سے آئے تھے۔

پھر سونیا نے اڑتالیس گھنٹوں کے اندر آنے ... کاغذات دیکھے۔ واشنگٹن، اٹلانٹا اور نیویارک سے آئے ... افراد اور سامنے آئے۔ اس طرح چودہ افراد کے کاغذات ... تصویریں مل گئیں۔ اگر یہ چودہ افراد چہرے بدل کر آئے ... اور وہ بدلے ہوئے چہروں کی تصویریں ہوں گی تب بھی ... سے واپس جانے کے لئے وہی چہرے بنائے رکھنے ... ہوتی۔ وہ چہرے بدل نہیں سکتے تھے۔ بدلنے کا مطلب انہیں نئے سرے سے پاسپورٹ اور ویزے بنوانے پڑتے ...

بس اسی لئے دشمن سونیا کے نام سے اپنے کان ... وہ سب سے پہلے فرار کے راستے بند کر دیتی ہے۔ دشمنوں ... میں پہنچ کر انہیں ملنے بھی نہیں دیتی۔ امیگریشن کے فارم ... میں لکھا ہوا تھا کہ وہ چودہ افراد کن ہوٹلوں اور کاٹیج ... کریں گے۔ وہ دفتر سے باہر آئی۔ پھر کار میں بیٹھ کر ایک ... قریب آئی۔ کار سے اتر کر اس نے کاٹیج کے دروازے ... دی۔ دوسری دستک پر اندر سے غراہٹ سنائی دی۔ "... ڈسٹرب نہ کرو۔ جاؤ۔"

سونیا نے سخت لہجے میں کہا "آفیسر آن اسپیشل ڈیوٹی ... کھولو۔"

چند سیکنڈ کے بعد دروازہ کھل گیا۔ کھولنے والے کا ... جیب میں تھا اور ظاہر کر رہا تھا کہ جیب میں پستول یا ریوالور ... سونیا نے اپنے ساتھ لائے ہوئے کاغذات کو دیکھتے ہوئے ... بتاؤ؟"

اس نے ناگواری سے کہا۔ "ہنری وارویچ لیکن یہ کون سا وقت ہے۔ رات کے گیارہ بجے ہیں۔"

سونیا نے اچانک ہی اس کے پیٹ میں گھونسا مارا ... سے ہتھیار نہ نکال سکا۔ بڑا زبردست گھونسا تھا۔ دوسرا ... پڑا تو وہ کراہتے ہوئے سیدھا ہوا۔ جیب سے ریوالور ... تیسرا گھونسا پھر پیٹ میں پڑا۔ وہ تکلیف کی شدت سے ... پڑا۔ یہ سمجھ میں آ گیا کہ وہ کوئی فائٹر نہیں ہے۔

سونیا نے اسے دو چار ٹھوکریں ماریں پھر اس کی ریوالور نکال لیا۔ اس کی گردن پر پیر رکھ کر بولی "تم ... جنرل نے ہمارے مقابلے پر دو طرح کے غنڈے بھیجے ہیں ... جو فائٹر ہیں اور ہتھیاروں کو استعمال کرنا جانتے ہیں۔ دوسرے ... ٹیلی پیتھی کا علم رکھتے ہیں اور چھپ کر ہمیں نقصان ...

... سونیا نے اس کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر اٹھایا اسے بستر پر ... کر گرایا۔ بستر کے سرہانے پھلوں کی ٹوکری پر چاقو رکھا ہوا ... وہ چاقو اٹھا کر بولی "اقرار نہ کرو۔ تھوڑی دیر بعد فرہاد تمہارے ... آئے گا تم سانس نہیں روک سکو گے۔ اپنی اصلیت نہیں چھپا ... سکو گے۔"

اس نے چاقو کی نوک کو اس کی ران پر رکھا پھر لہو کی ایک ... لکیر کھینچ دی۔ اس کے حلق سے ایک چیخ نکلی۔ وہ دروازے پر ... پھر بولی "زخم گہرا ہے مگر تم زندہ رہو گے اور فرہاد کا انتظار ... کرتے رہو گے۔"

اُس نے اس سے تعلق رکھنے والا ویزا نکالا اور اسے ... دروازے پر رکھ کر اس پر چاقو پیوست کر دیا۔ وہ کاغذ نوٹس پیپر کی ... طرح دروازے سے لگ گیا۔ "یہ ہے تمہاری تصویر اور تمہارا ... شناختی کاغذ۔ آج کے بعد تمہاری کوئی شناخت نہیں رہے گی۔"

وہ کار میں آ کر بیٹھ گئی۔ دوسرے کاٹیج کے سامنے پہنچی۔ اس ... کاٹیج کے اندر تاریکی تھی۔ بار بار دستک دینے پر کوئی جواب نہیں ... ملا۔ اس سے اندازہ ہوا کہ وہاں کوئی فائٹر رہتا ہے۔ کیونکہ تمام ... فائٹر مقابلے کے لئے باہر نکلے ہوئے تھے۔ صرف ٹیلی پیتھی جاننے ... والے اپنے کمروں میں بیٹھے ان فائٹروں کو گائیڈ کر رہے تھے۔

... اس نے ایک ہوٹل کے کمرے میں پہنچ کر کال بیل بٹن کو ... دبایا۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھل گیا۔ ایک شخص نے کچھ پوچھنا ... چاہا اس سے پہلے ہی سونیا نے ایک لات ماری۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا پیچھے ... گیا۔ اندر دو باڈی بلڈر جوان تھے۔ وہ اچھل کر کھڑے ہو گئے۔ سونیا ... نے ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر ٹھائیں ٹھائیں گولیاں چلائیں۔ ... دونوں باڈی بلڈرز زخمی ہو کر فرش پر تڑپنے لگے۔ تیسری گولی تیسرے ... کے بازو میں لگی۔ وہ چیخ مار کر ایک صوفہ پر گر پڑا۔

سونیا نے کہا "میں لڑنے اور طاقت کا مظاہرہ کرنے میں وقت ... ضائع نہیں کرتی۔"

ایک نے تکلیف سے کراہتے ہوئے پوچھا "تم کون ہو؟ اور ... ہمارا قصور کیا ہے؟"

... وہ ایک ویزا صوفے کے پاس پھینکتے ہوئے بولی "یہ تمہاری ... شناخت ہے۔ باقی فرہاد تمہارے دماغ میں آ کر تمہاری اصلیت ... معلوم کرے گا۔"

ایک باڈی بلڈر فرش پر رینگتا ہوا اپنے ہتھیار تک پہنچنا چاہتا ... تھا۔ سونیا نے اسے ٹھوکر ماری۔ اس کا بھرا ہوا ریوالور بستر پر سے ... اٹھایا پہلا ریوالور پھینک دیا۔ ہوٹل میں فائرنگ کی آوازوں نے ... ہلچل مچا دی تھی۔ وہ کمرے سے نکل کر کوریڈور میں آئی تو دوسری ... طرف سے ایک پولیس افسر چار سپاہیوں کے ساتھ آ رہا تھا۔ ہوٹل ... کا منیجر بھی تھا۔ اس سے پہلے کہ افسر اپنا ریوالور ہولسٹر سے نکالتا ... سونیا نے اسے نشانے پر رکھتے ہوئے کہا۔ "ذرا بھی حرکت ہوئی تو گولی ماردوں گی۔"

سب نے اپنے ہاتھوں کو اوپر اٹھا لیا۔ وہ بولی "دوسری طرف گھوم جاؤ۔"

وہ دوسری طرف گھوم گئے۔ سونیا نے ہولسٹر سے ریوالور نکال کر کہا۔ "بارہویں منزل کے بارہ سو بارہ کمرے میں چلو۔"

وہ ان کے ساتھ لفٹ میں آئی پھر بارہویں منزل پر بارہ سو بارہ نمبر کے دروازے پر پہنچی پولیس افسر سے بولی "دروازہ کھلواؤ۔"

اس نے کال بیل کا بٹن دبایا۔ تھوڑی دیر میں دروازہ کھل گیا۔ دروازہ کھولنے والا پولیس کو دیکھ کر مطمئن ہوا۔ سونیا نے اس کا ویزا اس کی طرف پھینکتے ہوئے پوچھا۔ "کیا تم فرہاد کو اپنے دماغ میں آنے دو گے؟"

وہ چونک کر بولا "تم کون ہو؟"

سونیا نے اس کے بازو میں گولی مارتے ہوئے کہا "میں آدھی موت ہوں۔ مکمل موت کے لئے میرے ہنی مون منانے والے کا انتظار کرو۔"

وہ تیزی سے چلتی ہوئی لفٹ میں آ گئی پھر نیچے جانے لگی۔

میں کلب میں تھا۔ میری معلومات کے مطابق کلب میں بارہ افراد ہمیں گھیرنے آئے تھے۔ ان میں سے ایک خیال خوانی کرنے والا تھا۔ ایک سرغنہ کو میں نے زخمی کر کے بیکار کر دیا تھا۔ چار مارے گئے تھے۔ باقی چھپتے پھر رہے تھے۔ ان کا ٹیلی پیتھی جاننے والا انہیں سمجھا رہا تھا "کسی طرح فرہاد کو پہچاننے کی کوشش کرو۔ اور جب تک وہ پہچانا نہ جائے کوئی سامنے نہ آئے۔ وہ تمہارے ہی ساتھیوں کے ذریعے تمہیں ہلاک کر رہا ہے۔"

چھپنے کے لئے ضروری تھا کہ وہ ہتھیار پھینک دیتے کیونکہ میں انہیں ہتھیاروں کے ذریعے پہچان رہا تھا۔ جب خطرہ کہیں سے بھی پیش آتا ہو تو کوئی اپنا ہتھیار نہیں پھینکتا۔ ان ہتھیاروں کو اپنا آخری اور مضبوط سہارا سمجھتا ہے۔

چار دشمنوں کے دماغ میری مٹھی میں تھے۔ میں ان کے ذریعے اور دو دشمنوں کے اندر پہنچ گیا۔ پھر وہ جہاں جہاں چھپے ہوئے تھے، وہاں سے انہیں نکلنے پر مجبور کیا۔ اسی وقت دوسری پولیس پارٹی آ گئی تھی اور انہیں ہتھیار پھینکنے کا حکم دے رہی تھی۔ شاید فرانس کی حکومت کا دباؤ بڑھ گیا تھا اور وہ مسلح افراد کو مزید رعایت نہیں دے سکتے تھے۔

لیکن ہم نے تو تقریباً کھیل ختم کر دیا تھا۔ جو باقی رہ گیا تھا اسے بھی میں نے پورا کیا۔ تمام مسلح دشمنوں کو ایک دوسرے پر گولیاں برسانے پر مجبور کیا۔ پولیس افسر چیخ رہا تھا انہیں فائرنگ سے منع کر رہا تھا انہیں گولیاں مارنے کی دھمکیاں دے رہا تھا لیکن جو خود ہی ایک دوسرے کو گولیاں مار رہے ہوں وہ بھلا دھمکیوں سے کہاں رکتے۔ ذرا سی دیر میں میدان صاف ہو گیا۔ آخری دشمن جو رہ گیا تھا اس نے میری مرضی کے مطابق پہلے اپنے زخمی سرغنہ کو گولی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ماری پھر خود کشی کرلی۔

پولیس والے دم بخود رہ گئے۔ شاید انہوں نے موت کا ایسا کھیل پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اسی وقت سونیا آگئی۔ اس کے ایک ہاتھ میں ریوالور اور دوسرے ہاتھ میں کاغذات تھے۔ اس نے مجھے کاغذات دیتے ہوئے کہا "ان کاغذات اور تصویروں کو دیکھو اور بتاؤ کتنے جہنم میں گئے اور کتنے باقی رہ گئے۔"

وہاں سرغنہ سمیت گیارہ لاشیں تھیں اور ان گیارہ کے ویزا اور تصویریں میرے ہاتھوں میں تھیں۔ میں نے بارہواں ویزا سونیا کو دکھا کر کہا "صرف یہ شخص رہ گیا ہے اور وہ یہیں ہوگا۔"

سونیا نے پولیس افسر سے کہا "اس شخص کو تلاش کرو ورنہ تمہاری شامت آجائے گی۔"

اس نے افسر کی کمر سے ریوالور کی نال لگادی' وہ بولا "یہ کیا حرکت ہے؟ ہمیں حکم ملا ہے کہ ہم تمہارے ساتھ تعاون کریں۔ مگر تم قانون کو ہاتھ میں لے رہی ہو۔"

وہ بولی "اگر ہم ذرا بھی کمزور پڑتے تو تمہارا قانون ہمیں لے ڈوبتا' جو کہہ رہی ہوں اس پر عمل کرو۔"

میں نے اس بارہویں شخص کو دیکھ لیا۔ وہ کچھ لوگوں کے درمیان کلب سے باہر جارہا تھا۔ میں نے افسر کے ہولسٹر سے ریوالور نکال کر اس کا نشانہ لیا پھر گولی چلادی۔ وہ اچھل کر زمین پر گرا پھر میں نے قریب پہنچ کر پوچھا "کیا ٹیلی پیتھی جانتے ہو؟"

اس کے دماغ نے بتایا۔ وہ چوتھا ٹیلی پیتھی جاننے والا شخص ہے۔ باقی تین اپنے کاٹیج اور ہوٹل کے کمروں میں ہیں۔

میں نے اس چوتھے کو گولی ماردی۔ پھر سونیا سے کہا "ابھی تین خیال خوانی کرنے والے باقی ہیں۔"

سونیا نے مجھے تین تصویریں دیں۔ میں نے ایک کی آنکھ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ ہوٹل کے ایک کمرے میں زخمی پڑا ہوا تھا۔ ایک ڈاکٹر اس کی مرہم پٹی کررہا تھا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے اور جنرل کے حکم سے یہاں آیا ہے۔ جنرل نے ان چاروں خیال خوانی کرنے والوں کو وارننگ دی تھی کہ ناکام واپس نہ آئیں ورنہ ان سے ٹیلی پیتھی کا علم چھین لیا جائے گا۔

میں نے کہا "ٹیلی پیتھی سیکھ لینے سے کامیابی حاصل نہیں ہوتی کسی کے ہاتھ میں رائفل ہو اور وہ اسے چلانا نہ جانتا ہو تو اناڑی پن سے اپنوں کو ہی گولی ماردیتا ہے۔"

اس زخمی کے دماغ میں دوسرا شخص بولنے لگا "فرہاد! یہ لوگ اناڑی نہیں ہیں۔ یہ زبردست پلان میکرز اور گوریلا فائٹر ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ تمہارا مقدر ساتھ دیتا ہے۔ میرا مشورہ ہے ہمارے باقی تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو نہ مارو۔ تین مریں گے تو تین سو پیدا ہوجائیں گے۔"

میں نے کہا "موت کا فرشتہ ماؤں سے یہ نہیں کہتا کہ وہ بچے پیدا نہ کریں۔ تم بھی پیدا کرو' تمہارا کام پیدا کرنا ہے۔ فرشتے کا کام مارنا ہے۔"

"میں کوشش کروں گا کہ تم انہیں نقصان نہ پہنچاسکو۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "جان لبوڈا! ٹیلی پیتھی کے میدان میں ابھی تمہیں بھی بہت کچھ سیکھنا ہے۔ لو میں تمہیں سکھا رہا ہوں۔"

میں اس زخمی کے دماغ سے نکل آیا۔ جان لبوڈا انتظار ہو کہ میں کچھ کرنے والا ہوں۔ میں نے دوسری تصویر کی آنکھ میں جھانک کر دیکھا۔ اس کے دماغ میں پہنچا۔ پھر کچھ کہے بغیر اس کی سانس روک دی۔ سننے اور سمجھنے کے لئے کچھ نہیں رہا یہ ثابت ہوچکا تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے اور ہمارا جانی دشمن ہے۔

وہ جانی دشمن جان سے چلاگیا۔ میں تیسری تصویر دیکھ کر تیسرے کے دماغ میں آیا۔ وہاں جان لبوڈا اس کے دماغ میں جمائے بیٹھا تھا۔ میں واپس پہلے والے زخمی کے اندر آیا پھر اس کی سانس روک دی۔

تھوڑی دیر بعد تیسرے کے پاس آیا پھر بولا "جان لبوڈا! کب تک اس انڈے پر مرغی کی طرح بیٹھے رہوگے؟"

وہ بولا "تم میرا نام کیسے جانتے ہو؟"

"میں صرف نام نہیں جانتا' تمہاری پوری ہسٹری جانتا ہوں۔ ابھی تو یہ فیصلہ کرو اسے بچاؤ گے یا اُسے جو ہوٹل میں پڑا ہے۔"

"دیکھو اپنے رویّے میں لچک پیدا کرو' میں دوستی کرتا ہوں۔"

"میں سپیرا ہوتا تو دوستی کرلیتا' ابھی تین تک گن رہا ہوں۔ تین کے بعد بھی تم یہاں رہوگے تو میں ہوٹل والے کو شکار کرنے چلا جاؤں گا۔ ایک.... دو.... تین۔"

میں تین کہہ کر چپ ہوگیا۔ وہ غصے سے گالیاں دیتے ہوئے بولا "میں تم سے نمٹ لوں گا۔ تمہیں اپنے مقصد میں ــــ"

وہ بولتے بولتے چپ ہوگیا۔ میں نے تیسرے کے دماغ کو طرح قبضے میں لیا تو پتہ چلا' جان لبوڈا ہوٹل والے کو بچانے گیا میں نے اس کی سانس روک دی۔ وہ تڑپنے لگا۔ ادھر لبوڈا ہوٹل والے کے مردہ دماغ سے جھنجلا کر واپس آیا ہوگا اور تیسرے کے بھی دماغ میں جگہ نہیں مل رہی ہوگی کیونکہ میں نے اس کی سانس روکی ہوئی تھی۔

میں تھوڑی دیر بعد پولیس کے اعلیٰ افسر کے دماغ میں وہاں لبوڈا بول رہا تھا "تمہاری حکومت نے ہمیں یقین دلایا تھا کہ ہمارے ساتھ تعاون کیا جائے گا لیکن تم لوگوں نے در پردہ فرہاد کا ساتھ دیا ہے۔ انہوں نے ہمارے تمام اہم افراد کو مار دیا ہے۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "سوری! ہم نے سونیا اور فرہاد کا ساتھ دیا ہے۔ البتہ تمہارا ساتھ چھوڑ دیا ہے کیونکہ فرانس ہمارا ملک ہے ہم اسے ناراض نہیں کرسکتے تھے۔"

میں نے کہا "جان لبوڈا! میں نے کہا تھا کہ ٹیلی پیتھی کے میدان میں تمہیں بہت کچھ سیکھنا ہے' پہلا سبق میں نے سکھادیا ہے جاؤ اسے اچھی طرح پڑھتے اور یاد کرتے رہو۔"

میں دماغی طور پر سونیا کے پاس حاضر ہوگیا۔

○☆○

جان لبوڈا کوئی معمولی شخص نہیں تھا۔ مانا کہ ایک بار ہم سے مات کھاگیا لیکن لبوڈا جیسے ہی شہ زوروں کے لئے کہا گیا ہے۔ گرتے ہیں شہ سوار ہی میدانِ جنگ میں۔ وہ طفل کیا کرے گا جو گھٹنوں کے بل چلے۔

مجھ کو اور سونیا کو بھی بعض حالات میں ناکامیوں کا منہ دیکھنا پڑا ہے۔ ہمیشہ کامیاب ہونے والے اندازے کی ایک ذرا سی غلطی سے ناکام ہوجاتے ہیں۔ جان لبوڈا کا فوجی ریکارڈ یہ تھا کہ وہ تیزی سے سوچتا ہے' تیزی سے عمل کرتا ہے۔ دماغ کمپیوٹر کی طرح کام کرتا ہے۔ جس دشمن کے پیچھے پڑجاتا ہے اسے جہنم میں پہنچا کر دم لیتا ہے۔

اس کے ریکارڈ میں صرف ایک جگہ ناکامی لکھی ہوئی تھی۔ دوسری بار ہمارے مقابلے میں ناکام ہوکر گیا تھا۔ ورنہ کامیابیاں اور کامرانیاں اس کے قدم چومتی تھیں۔ خصوصاً ایسے وقت جب وہ زخمی شیر کی طرح پلٹ کر حملے کرتا تھا۔ اس ریکارڈ کے مطابق آئندہ اس کا حملہ ہمارے لئے تشویشناک ہوسکتا تھا۔

وہ کن پہلوؤں کو مدِنظر رکھ کر منصوبے بناتا ہے' یہ بھی ہم نہیں جانتے تھے جو بعد میں معلوم ہوا' اس کا ذکر ابھی کررہا ہوں۔

جنرل کو جان لبوڈا پر سب سے زیادہ بھروسا تھا! اس نے جنرل کا عہدہ سنبھالتے ہی لبوڈا کو اپنا مشیرِ خاص بنالیا تھا۔ اس کی وفاداری پر کوئی شبہ نہ تھا۔ اس لئے اُسے ٹرانسفارمر مشین سے گزار کر ٹیلی پیتھی کا علم دیا تھا۔

جان لبوڈا نے جنرل سے کہا "تمہارے لئے سب سے خطرناک مرینا ہے' اسے قابو میں کرنا ضروری ہے۔"

جنرل نے کہا "میں سمجھتا ہوں' وہ سونیا سے ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو واپس چھین کرارہی ہے جبکہ یہ بات مضحکہ خیز ہے۔ مرینا فرہاد کی فیملی سے متاثر ہوگئی ہے اور ہمیں کسی وقت بھی نقصان پہنچاسکتی ہے۔"

"وہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ایک الگ ٹیم بنارہی ہے۔ ہمیں اس کے مقابلے میں ایک دوسری ٹیم کی تشکیل کرنی چاہئے۔"

جان لبوڈا نے برین ماسٹر اور بلیک سیکرٹ جیسے عہدوں کو قائم کرنے کا مشورہ دیا۔ اس کے مطابق پانچ افراد کو ٹرانسفارمر مشین سے گزار کرانہیں ٹیلی پیتھی کا علم دیا گیا لیکن مشین کے ذریعے ان پانچوں کے دماغوں میں یہ بات نقش کردی گئی کہ وہ اپنے اندر جان لبوڈا کی سوچ کی لہروں کو کبھی محسوس نہیں کریں گے۔

جان لبوڈا کی ایسی ہی چالاکیوں سے جنرل خوش رہتا تھا! اس نے ٹیلی پیتھی کا شعبہ برین ماسٹر اور چاروں بلیک سیکرٹ کے حوالے کردیا تھا ان کی طرف سے فریب دہی کا اندیشہ نہیں تھا کیونکہ ان پانچوں کے دماغ جان لبوڈا کی مٹھی میں تھے۔

وہ اور جنرل خاموش تماشائی بن کر مرینا اور پانچوں بلیک سیکرٹ اور برین ماسٹر کی تکرار دیکھتے تھے۔ دونوں ایک دوسرے کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ٹریپ کررہے تھے۔ جب لبوڈا نے دیکھا کہ مرینا کا پلڑا بھاری ہے اور بلیک سیکرٹ ناکارہ ہیں تو انہوں نے پانچوں کو کال کوٹھری میں بھیج دیا۔ وہ مرینا پر قابو نہ پاسکے۔ یہ یقین ہوگیا کہ وہ لڑکی فرہاد کی فیملی کے مضبوط قلعے میں پناہ لے رہی ہے۔

پھر یہ بات چھپی نہ رہی کہ جنرل کا ایک خاص خیال خوانی کرنے والا ہے۔ لبوڈا نے جنرل سے کہا "فرہاد اور مرینا مجھ تک پہنچنے کی کوشش کریں گے اور کسی نہ کسی دن مجھے ڈھونڈ نکالیں گے۔ لہٰذا دانشمندی یہ ہے کہ میں خود انہیں اپنے قریب آنے کا موقع دوں اور ان سے انجان بن کر قریب سے انہیں دیکھتا اور سمجھتا رہوں۔ انہیں اچھی طرح سمجھنے کے بعد ہی میں ان کی شہ رگ پکڑنے میں کامیاب ہوسکوں گا۔"

اس پلاننگ کے پیشِ نظر نئے سپر ماسٹر کو اُلّو بنایا گیا۔ اس کے کان میں یہ بات ڈالی گئی کہ جنرل نے چند ریٹائرڈ فوجیوں کی خدمات حاصل کی ہیں۔ جب سے لبوڈا جنرل کے پاس آیا ہے تب سے وہ ایسی چالیں چل رہا تھا کہ جنرل کو کہیں سے کوئی اندیشہ نہیں رہتا

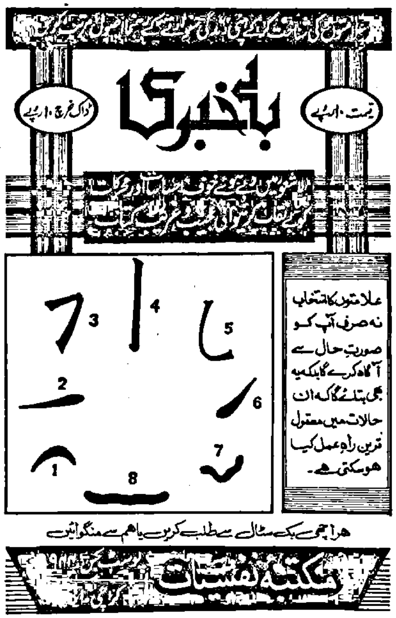

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

تھا۔ اسے سپرماسٹر سے بھی اندیشہ نہیں تھا کیونکہ اسے سپرماسٹر کے عہدے پر لانے سے پہلے ایک بار اسے دھوکے سے اعصابی کمزوری میں مبتلا کیا گیا تھا اور لمبوڈا نے تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ میں یہ نقش کر دیا تھا کہ وہ کبھی لمبوڈا کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گا۔

جب مرینا نے سپرماسٹر کو ٹریپ کیا اور تنویمی عمل کے ذریعے اسے اپنا معمول بنایا تو لمبوڈا چھپ کر یہ تماشا دیکھ رہا تھا۔ بیچارہ سپرماسٹر خاک نہیں جانتا تھا کہ کال کوٹھری سے پانچوں قیدی رہا کئے جائیں گے۔ لمبوڈا نے جو باتیں نقش کرائی تھیں' وہی وہ مرینا سے کہہ گیا۔ بعد میں مرینا کو مایوسی ہوئی۔ پانچ قیدی رہا کئے گئے تھے مگر وہ ڈمی تھے۔

دوسری بار مرینا نے سپرماسٹر کے چور خیالات سے معلوم کیا ایسے کتنے ریٹائرڈ فوجی ہیں' جن کی خدمات جنرل نے حاصل کی ہیں؟ سپرماسٹر کے چور خیالات نے سات فوجیوں کے نام' پتے اور فون نمبر بتا دیے۔

میں نے بھی مرینا کی سوچ کا لہجہ اختیار کر کے بالکل یہی معلومات حاصل کی تھیں لیکن لمبوڈا کو میرے متعلق کچھ معلوم نہ ہو سکا کیونکہ جب میں معلومات حاصل کر رہا تھا۔ اس وقت لمبوڈا سپرماسٹر کے دماغ میں نہیں تھا۔

اور مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ مرینا بھی میرے ہی طریقۂ کار کے مطابق جنرل کے خاص ٹیلی پیتھی جاننے والے تک پہنچنا چاہتی ہے۔ یوں دیکھا جائے تو جان لمبوڈا اپنی ذہانت سے سپرماسٹر کو' مرینا کو اور مجھ کو اپنے منصوبے کی انگلیوں پر نچا رہا تھا اور ہم بے خبری میں ناچ رہے تھے۔

میں نے پارس کو جان لمبوڈا کی نگرانی پر مامور کیا تھا جبکہ لمبوڈا نظر نہیں آیا تھا۔ ایک بار اس کی بیوی کار میں گئی تھی۔ دوسری بار ایک بارہ برس کا لڑکا سائیکل پر کہیں گیا تھا۔ پارس نے ان کا تعاقب نہیں کیا تھا جبکہ لمبوڈا یہی دیکھنا چاہتا تھا کہ مرینا اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ساتھ اس کی بیوی بچوں کا تعاقب کر رہی ہے یا نہیں؟

لمبوڈا کا منصوبہ بڑا ہی جامع اور ٹھوس تھا۔ مرینا کے ٹیلی پیتھی جاننے والے کمی میتھو اور کینی پال تعاقب کے لئے چل پڑے تھے۔ کینی پال لمبوڈا کی بیوی کا پیچھا کر رہا تھا اور کمی میتھو بارہ برس کے لڑکے سے دوستی کرتے ہوئے پایا گیا تھا۔

لمبوڈا اپنے بیوی بچوں کے دماغوں میں پہنچ کر یہ حرکتیں دیکھ رہا تھا لیکن اس نے اپنی بیٹی کانوونا کے دماغ سے کچھ معلوم نہیں کیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ پارس نے کانوونا کے قریب جانے کی حماقت نہیں کی تھی۔

جو کوئلے کی کان کے قریب سے گزرتا ہے' اس کے منہ پر کالک ضرور لگتی ہے۔ ہوا کا جھونکا کوئلے کی سیاہی اڑا کر چہرے تک پہنچا دیتا ہے۔ چونکہ میرا بیٹا کوئلے کی کان سے نہیں گزرا تھا اس لئے میں صرف مرینا کا ذکر کروں گا۔ اس کے منہ پر ناکامی کی کالک لگ گئی تھی۔

یہ سراسر حماقت تھی کہ کینی پال لمبوڈا کی بیوی کے قریب گیا تھا اور اسے مخاطب کیا تھا تاکہ مرینا اس کی بیوی کی آواز سن سکے۔ اسی طرح کمی میتھو نے بارہ برس کے لڑکے کی آواز مرینا کو سنائی تھی۔ دوسری طرف جنرل کے جاسوس ان کی تاک میں تھے۔ انہوں نے کینی پال اور کمی میتھو کی کاروں کے نیچے ڈیٹیکٹو آلہ لگا دیا۔ اس آلے نے نشاندہی کرتے ہوئے سراغرسانوں کو ان کی رہائش گاہ تک پہنچا دیا۔

یہ جان لمبوڈا کی بہت بڑی کامیابی تھی۔ اکثر لوگ کامیابی کی خوشی میں حماقتیں کر جاتے ہیں لیکن لمبوڈا نے تحمل سے کام لیا۔ کمی میتھو اور کینی پال کو نہیں چھیڑا انہیں آزاد رکھا تاکہ مرینا کے آئندہ کے اقدامات کو دیکھ سکے۔

پھر یہ ہوا کہ مرینا نے اپنے ماتحتوں کی ڈیوٹی بدل دی۔ کینی پال کی جگہ شلپا آگئی اور کمی میتھو کی جگہ جوڈی نارمن نے لے لی۔ جوڈی نارمن کی وائف جوراجوری جلد ہی ماں بننے والی تھی اس لئے اسپتال میں تھی۔

آدھی رات کے بعد شلپا نے لمبوڈا کی بیوی کے دماغ پر قبضہ جمایا پھر اس کے ذریعے بیڈ روم کے دروازے پر آئی۔ لمبوڈا اکیلا بیڈ روم میں تھا۔ بیوی نے دستک دے کر کہا۔ "میرے پیٹ میں سخت تکلیف ہے' مجھے ڈاکٹر کے پاس لے چلو۔"

لمبوڈا نے بند دروازے کے پیچھے سے کہا "کیا مصیبت ہے۔ چلو کار میں جا کر بیٹھو۔ میں آ رہا ہوں۔"

اس کی وائف پورچ میں آ کر کار میں بیٹھ گئی۔ دوسری طرف مرینا نے جوڈی نارمن سے کہا۔ "بارہ برس کے لڑکے کو اغوا کرو تاکہ لمبوڈا بے بس ہو جائے۔"

جوڈی نارمن نے حکم کی تعمیل کی۔ جب لمبوڈا اپنی وائف کے ساتھ کار میں بیٹھ کر ڈاکٹر کی طرف روانہ ہوا تو اس نے اُس کے بیٹے کو نیند کی حالت میں بستر سے اٹھایا اسے چلاتا ہوا کوٹھی کے باہر لایا۔ پھر اپنی کار میں بٹھا کر اسے لے جانے لگا۔ ایسے ہی وقت آگے پیچھے سے پولیس کی گاڑیوں نے راستہ روک لیا۔ جوڈی نارمن کو گن پوائنٹ پر گرفتار کرتے ہی ایک انجکشن کے ذریعے بے ہوش کر دیا گیا تاکہ مرینا اس کے بچاؤ کا کوئی راستہ نہ نکال سکے۔

لمبوڈا کی وائف جس کار میں ڈاکٹر کے پاس جا رہی تھی اسے ایک راستے پر چاروں طرف سے شلپا اور اس کے آدمیوں نے روک لیا۔ پھر شلپا نے کہا "جان لمبوڈا! گاڑی سے باہر آ جاؤ۔ تم نے جنرل کی بڑی خدمت کر لی۔ اب ہماری خدمت کرو گے۔"

گاڑی سے باہر آنے والے نے کہا "تمہیں دھوکا ہوا ہے۔ میں لمبوڈا نہیں ہوں۔ ہاں مگر وہ لمبوڈا میرے دماغ میں موجود ہے۔ تمہیں مجھے گرفتار کر سکو گی' میرے دماغ کے اندر رہنے والے کو نہیں سکو گی۔"

شلپا نے چونک کر دیکھا۔ اس شاہراہ پر چاروں طرف سے پولیس کی گاڑیاں آ رہی تھیں۔ وہ چاروں طرف سے گھر گئی تھی۔ کسی سمت سے بھاگنے کا راستہ نہ رہا تھا۔ ایک افسر انجکشن لگانے کی سرنج ہاتھ میں لئے اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس کے دماغ میں مرینا کہہ رہی تھی۔ "اس سرنج سے بچنے کی کوشش کرو۔ مجھے اس سرنج والے کی آواز سناؤ۔ میں تمہاری حفاظت کروں گی۔"

شلپا نے پیچھے ہٹتے ہوئے اس افسر سے پوچھا۔ "تم کون ہو؟"

دوسرے سپاہیوں نے اسے پیچھے ہٹنے سے روک دیا۔ اسے جکڑ لیا۔ وہ افسر جیسے گونگا بہرا تھا۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ خاموشی سے سرنج کی سوئی اس کے بازو میں پیوست کر دی۔ اس کے بعد شلپا اپنے آپ سے غافل ہوتی چلی گئی۔

مرینا نے پہلے جوڈی نارمن کو بے ہوش ہوتے دیکھا۔ پھر شلپا بھی گرفتار کر لی گئی۔ اس طرح سمجھ میں آگیا کہ جان لمبوڈا کوئی ترنوالہ نہیں ہے۔ وہ جلد ہی اسے بھی نگل لے گا۔ خطرے کا یقین ہوتے ہی وہ خیال خوانی کی چھلانگیں لگاتی ہوئی کمی میتھو اور کینی پال کے دماغوں میں آئی۔ ان کی دماغی حالت نہایت ہی نازک تھی۔ یعنی وہ بے ہوش تھے اور مرینا ان کے دماغوں سے کچھ معلوم نہیں کر سکتی تھی۔ ویسے یہ معلوم ہو گیا کہ وہ بازی ہار گئی ہے۔ ایک ہی رات میں چار ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے ہاتھوں سے نکل گئے ہیں۔

یہ بہت بڑا نقصان تھا۔ چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی اہمیت بہت زیادہ ہوتی ہے اور ان میں جوڈی نارمن اس کے لئے بہت اہم تھا۔ اس نے اتنا بڑا نقصان پہلے کبھی نہیں اٹھایا تھا۔ کبھی اتنی بڑی شکست کا سامنا نہیں کیا تھا اور توہین کی بات یہ تھی کہ کسی نے آج تک اس طرح اسے الو نہیں بنایا تھا۔

وہ دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ اس کا دل ڈوب رہا تھا۔ اتنی بڑی ناکامی برداشت نہیں ہو رہی تھی۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا۔ اسے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے بہت عزیز تھے۔ وہ ان سے وفادار کتوں کی طرح پیار کرتی تھی۔ جوراجوری ماں بننے والی تھی۔ اس کا خاص خیال رکھتی تھی۔ جوراجوری کے بارے میں سوچتے ہی وہ چونک گئی۔ جان لمبوڈا نے جوڈی نارمن کو گرفتار کرنے کے بعد جوراجوری کے متعلق ضرور معلوم کیا ہو گا۔ نارمن کے دماغ کو کمزور بنا کر اس کے چور خیالات کے متعلق ضرور معلوم کیا ہو گا کہ جوراجوری ایک بہت مہنگے میٹرنٹی ہوم میں ہے۔

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ جوراجوری کے پاس پہنچی۔ اس کا خیال درست نکلا۔ وہ بے ہوش تھی۔ بے ہوشی بتا رہی تھی کہ اسے بھی اغوا کیا گیا ہے گویا وہ ایک ہی جھٹکے میں پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے محروم ہو گئی تھی۔

وہ اچانک ہی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ روتے روتے بستر پر آ کر اوندھے منہ گر پڑی۔ پارس اسے پیار سے چاروں شانے چت کرتا تھا' جنرل نے حقارت سے منہ کے بل گرا دیا تھا۔ اب اسے اکیلے پن کا شدت سے احساس ہو رہا تھا۔ اکثر ایسے نقصانات ہوتے ہیں' جو پورے نہیں ہو پاتے۔ ٹھیک ہے' نقصان پورا نہیں ہوتا لیکن رونے اور آنسو دکھانے کے لئے تو کوئی اپنا ہو۔ پارس ہوتا تو اس کے گلے لگ کر روتی اور دل کا غبار نکال لیتی۔ عورت ایسی بھی تنگی نہ ہو کہ آنسو پونچھنے کے لئے اپنا دامن بھی نہ ملے۔

اُس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ پارس کے دماغ پر دستک دی۔ اس نے سانس روک لی۔ وہ دوسری بار آ کر بولی۔ "پارس! میں رو رہی ہوں۔"

"روتی رہو۔ گیٹ لاسٹ۔"

اس نے پھر سانس روک لی۔ وہ جھنجلا کر تکیے کو مارنے اور نوچنے کھسوٹنے لگی۔ صدمہ تھا' شکست کھانے کا غم تھا' پارس کی بے رخی کا' غصہ تھا اپنی تنہائی کا اور بے یاری و مددگاری کا۔ وہ پھر پارس کے پاس آئی اس نے پھر سانس روک کر بھگا دیا۔

اسے سہارے کی ضرورت تھی۔ سہارے کے بغیر سنبھل نہیں سکتی تھی۔ وہ غصے کے باوجود سمجھ رہی تھی کہ اس نے پہلے ہی مضبوط سہاروں کو توڑ دیا تھا۔ کبھی ٹھوکر کھانے اور تنہا رہ جانے والی بات نہیں سوچی تھی۔ آخر وہ سونیا کے پاس گئی۔ اس کے دماغ میں پہنچتے ہی رونے لگی۔ سونیا نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "کیا ہوا؟ کیوں رو رہی ہو؟"

وہ ہچکیاں اور سسکیاں لیتے ہوئے بولی "میں بری طرح ٹوٹ گئی ہوں۔ جنرل کے خیال خوانی کرنے والے جان لمبوڈا نے میرے پانچ خیال خوانی کرنے والے چھین لئے ہیں۔"

"کیا تم ناکامی کے وقت روتی ہو؟"

"میں کبھی نہیں روتی لیکن پارس مجھے رلا رہا ہے۔ میں اس کے پاس جاتی ہوں' وہ سانس روک لیتا ہے۔ اپنا ہی مرد ایسے وقت منہ موڑ لے تو کیا رونا نہیں آئے گا۔"

"میں سمجھ گئی۔ اسے بھی سمجھاتی ہوں۔"

میں سو رہا تھا۔ سونیا نے مجھے جگایا۔ پھر کہا "مرینا میرے پاس آئی ہے۔ لمبوڈا نے اسے پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے محروم کر دیا ہے۔ ایسے وقت پارس کو سہارا بننا چاہئے لیکن وہ مرینا سے بے رُخی دکھا رہا ہے۔"

میں نے کہا "مرینا کو سمجھنے دو' وہ ایسا کیوں کر رہا ہے۔ تم مجھ پر اندھا اعتماد کرتی ہو' میں تم پر بھروسا کرتا ہوں۔ زندگی گزارنے کے لئے انسان کو کسی نہ کسی پر پوری طرح بھروسا کرنا پڑتا ہے۔"

سونیا نے کہا۔ "سن رہی ہو مرینا! بات صرف پارس کی نہیں ہے۔ اتنی بڑی دنیا میں ہم عورتوں کے لئے کوئی بھی ایک مرد ہوتا ہے جس پر ہر حال میں بھروسا کرنا ہوتا ہے۔ بھروسے کے بغیر ازدواجی زندگی نہیں گزرتی۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"مما! مجھے غلطی کا احساس ہوگیا ہے۔ آئندہ میں پارس کو شکایت کا موقع نہیں دوں گی۔"

"اچھی بات ہے۔" سونیا نے مجھ سے کہا۔ "پارس کو سمجھاؤ کہ وہ ہماری بیٹی کے آنسو پونچھے۔"

میں پارس کے پاس آیا۔ اس نے سانس روک لی۔ میں دوسری بار اس کے پاس آیا۔ وہ غصے سے بولا۔ "تم ہزار بار آؤ گی۔ ہزار بار بھگاؤں گا۔ جاؤ اور اپنے گریبان میں۔۔"

میں نے بات کاٹ کر کہا "میں ہوں۔ غصہ تھوک دو۔"

"اوہ پاپا! وہ گدھی مجھے پریشان کر رہی ہے۔"

"ہم گدھے پریشان ہونے کے لئے ہی گدھی پالتے ہیں۔ جب پال ہی لیا ہے تو جھنجلاہٹ کیوں ہے؟"

"دیکھئے، میں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں کہ وہ خود غرض ہے، مکار ہے اپنے مطلب کے لئے دوستی کر رہی ہے۔"

"تمہاری یہ رائے پہلے درست تھی۔ ابھی اسے زبردست ٹھوکر لگی ہے۔ جان لبوڈا نے اس کے پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والے چھین لئے ہیں۔ وہ بری طرح ٹوٹ گئی ہے۔ بکھر گئی ہے۔ اسے تمہارے سہارے کی ضرورت ہے۔ میں اسے بھیج رہا ہوں۔ اس کا دل نہ توڑنا۔"

میں نے سونیا کے پاس حاضر ہو کر پوچھا "مرینا ہے؟"

"میرے پاس ہے۔"

"اسے پارس کے پاس جانے کو کہو۔"

وہ فوراً ہی سونیا کے دماغ سے نکلی اور پارس کے پاس آگئی۔ پھر بولی "میں رو رہی تھی، تمہیں مجھ پر محبت نہیں آئی؟"

"اپنے پاؤں پر کلہاڑی مار کر روؤ گی تو محبت نہیں آئے گی ہنسی آئے گی۔"

"میں سچے دل سے کہتی ہوں مجھے غلطی کا احساس ہوگیا ہے۔"

"چلو اچھا ہے۔"

"میں اتنا بڑا نقصان اٹھا کر تنہا نہیں رہ سکوں گی۔ مجھے اپنے پاس بلاؤ۔ مجھ سے کہو، میری جان! میرے بازوؤں میں آجاؤ۔ ابھی میرے لئے پیار کے بول ضروری ہیں۔"

"تم ابھی میرے پاس آکر دوسری غلطی کرو گی۔ تمہارے پانچ ماتحت اسی شہر میں پکڑے گئے ہیں۔ ہم بھی اسی شہر میں ہیں۔ لبوڈا بہت دور تک سوچتا ہے۔ وہ اور جنرل اچھی طرح سمجھ گئے ہیں کہ تم ہماری فیملی میں شامل ہو گئی ہو۔ اتنا بڑا نقصان اٹھا کر اس فیملی کے کسی فرد سے ضرور ملنے جاؤ گی۔ ان کے جاسوس آج رات ہر مشکوک لڑکی کا محاسبہ کریں گے۔"

"ہاں۔ ٹھیک کہتے ہو، وہ میرے اطراف بھی جال پھیلا رہے ہوں گے۔ مجھے تازہ ہوا کے لئے لان میں بھی نہیں جانا چاہئے۔"

"میرا مشورہ ہے۔ آنکھیں بند کرو۔ دماغ کو ہدایات دو اور گہری نیند حاصل کرو۔ صبح بیداری کے بعد تازہ دم رہو گی۔ پھر ہم سوچیں گے کہ اینٹ کا جواب کس طرح پتھر سے دیا جائے۔"

"ہم ابھی سوچیں گے۔ میں سونا نہیں چاہتی۔"

"تم نے مجھے ادھوری نیند سے جگایا ہے۔ اس وقت میرے دماغ پر بوجھ ہے۔ میں تمہیں کوئی معقول مشورہ نہیں دے سکوں گا۔"

"کیا تم میری خاطر آج رات جاگ کر نہیں گزار سکتے؟"

"تمہارے حسن و شباب کی خیر ہو، بڑی راتیں جگائی ہیں۔ آج بھی جگالو۔ یہ آنکھیں تمہارے لئے کھلی رہیں گی۔"

"ہائے پارس! میں ایسی ہی باتیں سننا چاہتی ہوں۔ پلیز میرے دل سے بوجھ اتارتے رہو۔"

"دراصل تم ناکامی کو تسلیم نہیں کر رہی ہو۔ اس لئے یہ بوجھ بن گئی ہے۔ فراخدلی سے مان لو اور کہو۔ میں نے ٹھوکر کھائی ہے لیکن نئے حوصلہ سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی ہوں۔ ناکامیاں مایوس کرنے کے لئے نہیں، نیا حوصلہ پیدا کرنے کے لئے ہماری زندگی میں آتی ہیں۔"

"بے شک میں ناکامی کو تسلیم کرتی ہوں اور اب نئے حوصلے کے ساتھ دشمنوں کا مقابلہ کروں گی۔ اب میں تنہا نہیں ہوں۔ میرا پارس میرے ساتھ ہے۔"

"اب تمہارے پاس کتنے خیال خوانی کرنے والے رہ گئے ہیں۔"

"صرف دو رہ گئے ہیں۔ پال ہوپ کن اور وار زنیک۔"

"تم نے بتایا تھا کہ پال ہوپ کن تمہارا مخالف ہے اور تم نے اسے جبراً اپنا معمول بنایا ہے۔"

"ہاں۔ وہ برین ماسٹر کا ساتھ دے رہا تھا۔ جب مجھے پتا چلا تو میں نے اس کی کھوپڑی الٹ دی۔ اسے نیم پاگل بنا کر رکھا ہے۔"

"اسے خواہ مخواہ ضائع کر رہی ہو۔ اس سے کوئی کام لو۔"

"میرے پاس زیادہ خیال خوانی کرنے والے تھے اس لئے میں نے پال ہوپ کن کو ایک طرف پھینک رکھا تھا۔"

"اور ان تین خیال خوانی کرنے والوں کے متعلق کیا خیال ہے جنہیں پاپا تمہارے تاریک قید خانے سے لے گئے تھے۔"

"پاپا نے کہا تھا میں جب چاہوں ان تینوں کو واپس لے سکتی ہوں۔"

"گویا تمہارے پاس پھر پانچ خیال خوانی کرنے والے ہو گئے۔"

"واقعی پارس! ناکامی کے صدمے نے مجھے اس پہلو پر سوچنے نہیں دیا کہ پانچ کا نقصان اٹھایا ہے تو میرے پانچ اس طرح بھی پورے ہو سکتے ہیں۔ اوہ گاڈ! آئی گریٹ۔ میں بہت خوش ہوں۔"

"بہتر ہے ہم باتوں میں وقت ضائع نہ کریں۔ ہمیں جنرل کو منہ توڑ جواب دینے کی تدبیر سوچنا چاہئے۔"

"تم کہو گے تدبیر سوچنے کے لئے نیند پوری کرنا ضروری ہے۔"

"یہ بات میں کہوں گا تو تم سمجھو گی میں تم سے پیچھا چھڑا رہا ہوں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "اب میں خود کہہ رہی ہوں۔ پانچ کا خسارہ پورا ہونے کے بعد مجھے اطمینان ہوگیا ہے۔ میں مانتی ہوں، ہمیں ابھی سونا چاہئے۔ صبح نئے حوصلے سے کام شروع کریں گے۔"

"یعنی اب تم مجھ سے پیچھا چھڑا رہی ہو۔"

وہ پھر ہنستے ہوئے بولی "کیا ہی اچھا ہوتا کہ میں تمہاری آغوش میں ہوتی۔ پھر ہم نیند میں بھی نہ بچھڑتے۔"

پارس نے چٹکی بجا کر کہا "آگئی تدبیر، تم میرے پاس آسکتی ہو۔"

"سچ؟"

"بالکل سچ۔"

"کیسے آسکتی ہوں؟ کوئی خطرہ پیش نہیں آئے گا۔"

"آئے گا۔ تم باہر نکلو گی۔ وہ تمہیں پکڑ کر لے جائیں گے۔ اور جسے پکڑ کر لے جائیں گے۔ وہ تمہاری ڈمی ہوگی۔"

"فنٹاسٹک آئیڈیا ہے۔"

"اب سوال پیدا ہوتا ہے۔ کس لڑکی کو ڈمی بنایا جائے کسی لڑکی کی آواز سننے کے لئے الٹے سیدھے فون نمبر ڈائل کرنے ہوں گے۔ ہو سکتا ہے ہم میں سے کسی کا فون ڈیٹیکٹ کیا جا رہا ہو۔"

"ٹھہرو میں سوچتی ہوں۔ ایک لڑکی مجھے یاد ہے، آج شام کو ملی تھی۔ بڑی پیاری سی آواز تھی اس لئے مجھے یاد رہ گئی۔"

"اس کے پاس جاؤ۔ اسے اپنی ڈمی بناؤ۔"

"اس کام میں دیر ہوگی۔ تم سو جاؤ۔ اب میرا دماغ تیزی سے کام کر رہا ہے۔ میں اپنی ڈمی کو جنرل اور جان لبوڈا تک پہنچاؤں گی۔ انہیں یقین دلاؤں گی کہ مرینا ناکامی سے ٹوٹ کر ان کے سامنے جھک گئی ہے۔"

"واہ میری جان! واقعی تم ذہانت سے سوچتی ہو۔"

وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گئی۔ اس لڑکی کی آواز اور لہجے کو یاد کرنے لگی۔ پھر اچھی طرح یاد کرنے کے بعد اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے دماغ میں پہنچی۔ پھر واپس آگئی۔ اس لڑکی نے سانس روک لی تھی۔

مرینا نے حیرانی سے سوچا "یہ کون ہے؟ سانس روکنے کا ہنر جانتی ہے۔ کیا اس کا تعلق کسی تنظیم سے ہے؟"

وہ پھر اس کے دماغ میں آئی۔ لڑکی نے پوچھا "کون ہو تم؟"

مرینا نے کہا "دوست ہوں۔"

"دوست کا کوئی نام ہوگا؟"

"فی الحال مجھے سسٹر کہہ سکتی ہو۔ کیا اپنا نام بتاؤ گی؟"

"فی الحال مجھے بھی سسٹر سمجھ لو۔ ویسے تم بڑی چالاکی سے میرے چور خیالات پڑھنے کی کوشش کر رہی ہو۔ چلو اپنی یہ حسرت پوری کرلو۔"

"تم مجھ سے زیادہ چالاک ہو، تم نے اپنے دماغ کے تہ خانے کو لاک کر دیا ہے۔ کوئی تمہارے چور خیالات نہیں پڑھ سکے گا۔"

"اب کام کی باتیں کرو۔ میرے دماغ میں کیسے پہنچی ہو؟ کیا مجھے پہلے کہیں دیکھا ہے؟ میری آواز سنی ہے؟"

"آج شام کو رائل گارڈن کے اوپن ریستوران میں تم ویٹر سے کچھ بول رہی تھیں۔ میں پاس والی میز پر تھی۔ تمہاری آواز کی شیرینی اور لہجے کی نزاکت بہت اچھی لگی۔ تم مجھے یاد رہ گئیں۔"

"آنے کا مقصد کیا ہے؟"

"میں تمہیں ایک عام سی لڑکی سمجھ رہی تھی۔ ایک معاملے میں تمہیں آلۂ کار بنا کر استعمال کرنا چاہتی تھی۔ مگر تم بڑی پُراسرار لگ رہی ہو۔ پلیز مجھے بتاؤ تم کون ہو؟"

"تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے۔ پہلے تم تعارف کراؤ۔"

"تم ضد کرتی ہو تو بتا رہی ہوں، وعدہ کرو دوست بن کر رہو گی۔ مجھے دھوکا نہیں دو گی اور اپنا صحیح تعارف کراؤ گی۔"

"میں وعدہ کرتی ہوں۔ اپنا نام اور کام بتاؤ؟"

مرینا نے کہا "میرا نام شلپا ہے۔ میں اپنے دشمنوں سے انتقام لینا چاہتی ہوں۔"

"کون ہیں تمہارے دشمن؟"

"یہ ابھی بتاؤں گی۔ پہلے اپنا نام بتاؤ۔"

"میرا نام مرینا ڈی فونزا ہے۔"

مرینا ایک دم سے اچھل پڑی "تم جھوٹ بولتی ہو۔"

لڑکی نے حیرانی سے پوچھا "تم میرا نام سن کر کیوں بھڑک رہی ہو؟ کیا میرے نام سے کوئی عداوت ہے؟"

"میں مرینا کی آواز اور لہجے کو خوب پہچانتی ہوں۔ تمہاری آواز اور لہجہ بالکل مختلف ہے۔"

"مختلف ہے نہیں۔ مختلف بنا لیا ہے۔ اپنی پچھلی آواز اور لہجے کو ختم کر دیا ہے تاکہ جنرل اور جان لبوڈا کبھی میرے دماغ تک نہ پہنچ پائیں۔"

مرینا کا منہ حیرت سے کھل گیا تھا۔ وہ لڑکی مرینا کے دشمنوں کو اپنا دشمن بتا رہی تھی۔ خود کو مرینا ثابت کرنا چاہتی تھی۔ وہ ایک معما بن گئی تھی۔ یہ معلوم کرنے کا تجسس شدید ہو رہا تھا کہ وہ کون ہے؟ کیا جان لبوڈا کسی نئی ٹیلی پیتھی جاننے والی کو ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ایک نئی مرینا بنا کر پیش کر رہا ہے؟

یہی ہو سکتا تھا۔ اب یہ دیکھنا تھا کہ وہ نئی مرینا ٹیلی پیتھی جانتی ہے یا نہیں؟ یہ جاننے کے لئے مرینا اس کے دماغ سے واپس آگئی۔

تھوڑی دیر بعد وہی ہوا جو اس نے سوچا تھا۔ وہ دماغ میں آکر بولی "ہیلو سسٹر! میرے دماغ سے کیوں چلی آئیں؟"

"تمہاری چال بازی معلوم کرنے کے لئے۔ اب حقیقت کھل گئی ہے۔ تم جان لبوڈا اور جنرل کی آلۂ کار ہو۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"یہ جھوٹ ہے۔ میں اپنے پارس کی قسم کھاتی ہوں کہ کسی کی آلۂ کار نہیں ہوں۔ مجھے غلط نہ سمجھو۔"

مرینا حلق پھاڑ کر بولی۔ "کیا تم؟ تم میرے پارس کی قسم کھا رہی ہو؟"

وہ بھی حیرانی سے بولی۔ "تمہارا پارس؟ کیا تمہارے شوہر کا نام پارس ہے؟"

مرینا نے پوچھا۔ "کیا تمہارے شوہر کا یہ نام ہے؟"

نئی مرینا نے کہا "وہ میرا شوہر نہیں محبوب ہے؟"

مرینا نے سانس روک لی۔ نئی مرینا چلی گئی۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر سوچنے لگی "یہ نئی مصیبت کہاں سے پیدا ہو گئی؟ یقیناً جنرل اور لبوڈا کوئی چال چل رہے ہیں۔"

وہ پھر نئی مرینا کے پاس آئی۔ اس سے بولی "کیا تم ثابت کر سکتی ہو کہ پارس تمہارا محبوب ہے؟"

"تم ثبوت مانگنے والی ہوتی کون ہو؟ ایک تو خواہ مخواہ میرے دماغ میں چلی آئیں۔ میں نے اپنا نام مرینا بتایا تو ایسے بھڑک گئیں جیسے میں نے گالی دی ہو اور اب میرے پارس کے پیچھے پڑ گئی ہو۔"

"کیا تم جنرل اور لبوڈا کی آلۂ کار نہیں ہو؟"

اگر آلۂ کار ہوتی اور تمہاری دشمن ہوتی تو تمہیں ٹریپ کرنے کے لئے تمہارے پاس آتی۔ جبکہ تم میرے پاس آئی ہو۔ مجھے شبہ کرنا چاہئے کہ تم دشمنوں کی آلۂ کار ہو۔"

وہ درست کہہ رہی تھی اگر وہ دشمن ہوتی تو مرینا کو گھیرنے آتی جبکہ مرینا خود اس کے پاس آئی تھی۔ آخر وہ ہار مان کر بولی۔ "تم مرینا نہیں ہو کیونکہ میرا نام مرینا ہے۔ میں نے پہلے تمہیں غلط بتایا تھا۔"

"یہ ثابت ہو گیا کہ تم جھوٹی اور دغا باز ہو۔ اپنا غلط نام بتا کر مجھ سے میرا اصل نام معلوم کرنا چاہتی تھیں۔"

"میں نے اپنی غلطی تسلیم کرلی ہے۔ اب اپنا نام بتاؤ۔"

"میں ایک بار کسی کا فریب معلوم کرلوں تو پھر کبھی اس پر بھروسا نہیں کرتی۔ بہتر ہے تم جاؤ۔"

"دیکھو سانس نہ روکنا۔ مجھے تمہاری ذات میں دلچسپی پیدا ہو گئی ہے۔ اتنا بتا دو تم نے اپنا نام مرینا کیوں بتایا؟"

"میں نے تمہارے جھوٹ کا جواب جھوٹ سے دیا تھا۔"

"اس کا مطلب ہے تم میرے اور پارس کے بارے میں بہت کچھ جانتی ہو؟"

"مجھ سے کوئی سوال نہ کرو۔ یہ بتاؤ مجھ سے کیا کام لینا چاہتی تھیں۔"

"میں تمہیں ڈمی مرینا بنا کر جنرل کے سامنے پیش کرنا چاہتی تھی۔ اسے اور لبوڈا کو یقین دلانا چاہتی تھی کہ میں نے ان کے سامنے اپنی شکست تسلیم کرلی ہے۔"

"یہ عجیب اتفاق ہے کہ میں نے بھی کچھ ایسی ہی تدبیر سوچی ہے۔ اور ایک ڈمی تیار کی ہے۔"

مرینا نے پوچھا "کیا میری ڈمی تیار کی ہے؟"

"نہیں۔ میرا خیال تمہاری طرف نہیں گیا۔ میں نے سنا ہے جنرل اصل میں فرہاد اور اس کی فیملی کا دشمن ہے۔ اگر جوجو کی ڈمی بنا کر پیش کرو تو وہ اسے پارس کی بیوی سمجھ کر یرغمال بنائے گا۔ فرہاد اور پارس کو بلیک میل کرے گا اور میں اس ڈمی کے اندر رہ کر جنرل اور لبوڈا کی کمزوریاں معلوم کرتی رہوں گی۔"

"یہ بھی عمدہ طریقۂ کار ہو گا۔ تم ایک اچھے منصوبے پر عمل کر رہی ہو لیکن تمہیں جنرل اور لبوڈا سے کیا دشمنی ہے؟ تم کون ہو؟"

"مجھے افسوس ہے میں اپنا نام نہیں بتاؤں گی۔ کیا یہ تمہارے لئے کافی نہیں کہ میں تمہارے دشمنوں کی دشمن ہوں!"

"یہ کافی ہے۔ لیکن میں تم سے دوستی کرنا چاہتی ہوں۔"

"سوری۔ پہلی ملاقات میں جھوٹ بولنے اور فریب دینے والی سے دوستی نہیں ہو سکتی۔"

"میں نے خود کو چھپانے اور احتیاطی تدبیر کے پیشِ نظر ایسا کیا تھا۔ مجھ پر ایک بار بھروسا کرو۔"

"اچھی بات ہے۔ میں بھروسہ کر رہی ہوں اور اپنی اس مہم میں تمہیں شریک کر رہی ہوں۔ لیکن تمہیں میری ایک شرط پوری کرنی ہوگی۔"

"کون سی شرط؟"

"جب ہمیں اپنی مہم میں کامیابی ہوگی تب میں وہ شرط پیش کروں گی اور تم اس پر عمل کرو گی۔"

"میں کیسے زبان دوں۔ تمہاری کسی شرط سے مجھے نقصان پہنچ سکتا ہے۔"

"شاید تھوڑا سا نقصان پہنچے لیکن فائدے بہت حاصل ہوں گے۔"

"مجھے منظور ہے۔ اپنا نام بتاؤ۔"

"جس دن شرط سناؤں گی اسی دن نام بتاؤں گی۔"

"تم مجھے الجھا رہی ہو۔"

"میں تمہارے بہتیرے مسائل سلجھا رہی ہوں۔"

"اچھی بات ہے۔ یہ بتاؤ جوجو کی ڈمی سے کب کام لے رہی ہو؟"

"میں ڈمی کے دماغ میں جا رہی ہوں۔ میرے ساتھ آؤ۔"

وہ دونوں ڈمی جوجو کے اندر پہنچ گئیں۔ وہ ڈمی تنویمی عمل کے زیرِ اثر تھی۔ اپنی اصلیت بھول گئی تھی۔ خود کو جوجو سمجھ رہی تھی۔ وہ ریٹائرڈ فوجی افسر کو اپنے حسن و شباب کے جال میں پھانس رہی تھی۔ اس افسر کا نام جافری والٹن تھا اور وہ جنرل کا خاص آدمی تھا۔ اس وقت ڈمی جوجو کمزوری محسوس کر رہی تھی۔ اسے ڈمی بنانے والی لڑکی اس کے دماغ سے نکل آئی۔ مرینا سے بولی "پلاننگ کامیاب ہو رہی ہے۔ ڈمی نے فوجی افسر جافری والٹن کو پھانس لیا ہے۔"

مرینا نے کہا "یہ عقل تسلیم نہیں کرتی کہ وہ بوڑھا تجربہ کار فوجی ایک جوان حسینہ کے فریب میں آجائے گا۔"

"یہی تو کامیابی ہے کہ جافری والٹن ہماری ڈمی کے فریب میں نہ آئے اور اس کی اصلیت معلوم کرے۔ تم نے ابھی دیکھا ہے کہ ڈمی کمزوری محسوس کر رہی ہے۔ اس کا مطلب ہے جافری والٹن نے اسے کھانے پینے کی کسی چیز میں اعصابی کمزوری کی دوا دی ہے۔ اب جان لبوڈا اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کی حقیقت معلوم کرے گا۔ ہمیں ڈمی کے اندر رہنا چاہئے۔"

مرینا نے کہا "بے شک تمہاری تدبیر کام آرہی ہے۔ مگر یہ تو بتاؤ میں تمہیں کس نام سے مخاطب کروں؟"

"مجھے مس گمنام کہہ سکتی ہو۔"

وہ دونوں پھر ڈمی کے پاس آئیں۔ وہ گہری نیند میں ڈوب گئی تھی۔ اس کے اندر جان لبوڈا کہہ رہا تھا "تمہارا خوابیدہ دماغ میری مٹھی میں ہے۔ اگر تم نے اپنے متعلق سچ نہ بتایا تو میں تمہارے اندر زلزلہ پیدا کروں گا۔ بولو تمہارا نام کیا ہے؟"

وہ خوابیدہ آواز میں بولی "میرا اصل نام یہی جینفر ہے جیسا کہ پاسپورٹ وغیرہ میں درج ہے۔ لیکن جس عرفیت سے ساری دنیا میں پہچانی جاتی ہوں۔ وہ عرفیت پاسپورٹ میں درج نہیں ہے۔"

"تمہاری عرفیت کیا ہے؟"

"جوجو۔ میں پارس کی شریکِ حیات اور فرہاد کی بہو ہوں۔"

"اوہ گاڈ! تم جافری والٹن کو پھانس کر فرہاد کو ہماری شہ رگ تک پہنچانے آئی ہو۔"

"ہاں۔ میں تمہاری موت بن کر آئی ہوں۔"

"فرہاد بڑا غیرت مند بنتا ہے پھر وہ بہو کو چارا بنا کر کیسے پیش کر رہا ہے؟"

"میرے سسر کو میری موجودہ مصروفیات کا علم نہیں ہے۔ میں کامیابی کے قریب پہنچ کر پاپا کو اطلاع دوں گی کہ میں نے کتنا بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ رہ گئی غیرت کی بات تو میں نے کوئی بے غیرتی نہیں کی ہے۔ جافری والٹن کو میں کبھی اپنی تنہائی میں نہ آنے دیتی۔"

"اگر وہ جبراً تمہاری عزت پر ہاتھ ڈالتا تو تم کیا کرتیں؟"

"میں وہ پہلے والی جوجو نہیں ہوں۔ مجھے برین آپریشن کے ذریعے صرف ذہین ہی نہیں، بہترین فائٹر بھی بنایا گیا ہے۔ میں تنہا دو چار پر بھاری پڑتی ہوں اور اگر کسی وجہ سے کمزور پڑ جاتی تو اپنی اصلیت بتا دیتی۔ پھر کیا تم میں سے کسی کی ہمت ہوتی کہ فرہاد کی بہو کو ہاتھ لگا دیتا؟ کیا اندازہ کر سکتے ہو کہ میرے پاپا تمہارے ملک میں کیسی قیامت لا سکتے ہیں؟"

"ٹھیک کہتی ہو۔ تمہاری عزت پر آنچ نہیں آئے گی۔ لیکن تم ہمارے بہت کام آؤ گی۔ آج سے تم ہماری قیدی ہو۔"

وہ یہ کہہ کر خاموش ہو گیا مرینا اور مس گمنام نے تھوڑی دیر اس کے لوٹنے کا انتظار کیا۔ شاید وہ چلا گیا تھا۔ یا خاموش رہ کر ڈمی کے خوابیدہ خیالات پڑھ رہا تھا۔ وہ دونوں ڈمی کے دماغ سے نکل آئیں۔

مس گمنام نے کہا "وہ لاکھ کوشش کرے تب بھی ڈمی کے چور خیالات اسے جوجو ہی ظاہر کریں گے۔"

مرینا نے قائل ہو کر کہا۔ "تم نے زبردست پلاننگ کی ہے۔ تقریباً نصف کامیابی حاصل ہو چکی ہے۔"

"مرینا! میں نے تمہاری ذہانت کی بڑی تعریف سنی ہے۔ تم مشورہ دو ہمیں کس طرح جلد سے جلد لبوڈا کی کسی کمزوری تک پہنچنا چاہئے۔"

"میں اس پہلو پر غور کر رہی ہوں۔ صبح تک کوئی اچھی سی تدبیر سوچ لوں گی۔"

"تم صبح کی بات کر رہی ہو۔ یہاں کسی بھی لمحہ میں کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ لبوڈا کوئی ایسی چال چلے گا کہ ہماری ساری تدبیریں الٹی ہو جائیں گی۔"

"درست کہتی ہو۔ میں ابھی سوچتی ہوں۔"

"بہتر ہے پارس سے مشورہ کرو۔"

مرینا نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد کہا "وہ سو رہا ہے۔ اسے جگانا مناسب نہیں ہے۔"

"لیکن یہ معاملہ اس کی نیند سے زیادہ اہم ہے۔"

اسی وقت ٹھائیں سے گولی چلنے کی آواز سنائی دی اس کے ساتھ ہی مرینا کے چیخنے کی آواز آئی۔ مس گمنام نے پوچھا "کیا ہوا؟ مرینا تم خیریت سے ہو؟"

مرینا اس کے دماغ سے جا چکی تھی۔ اس نے تھوڑی دیر اس کی واپسی کا انتظار کیا۔ پھر اس کے دماغ میں گئی۔ مس مرینا نے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

سانس روک لی۔وہ دوسری بار جاکر بولی "میں ہوں مس گمنام، تم خیریت سے ہو؟"

مرینا اندھیرے میں تھی، کہہ رہی تھی "میں نے اندر کی تمام لائٹس بجھا دی ہیں۔ابھی تم نے فائرنگ کی آواز سنی ہوگی۔میرے بنگلے کے قریب ہی کسی نے گولی چلائی ہے۔مجھے تو یوں لگا جیسے کوئی میرے پیچھے ریوالور لے کر آگیا ہے۔ویسے میں خطرہ محسوس کررہی ہوں۔"

"تم میرے پاس چلی آؤ۔"

"باہر نکلنے میں بھی خطرہ ہے۔"

"جب اندر اور باہر کہیں تحفظ کا یقین نہ ہو تو پناہ گاہ بدلنے کا خطرہ مول لینا چاہئے۔میں ٹوینٹی تھری رابن سن اسٹریٹ میں ہوں۔فوراً وہاں سے نکلو۔ایک بنگلے کی چاردیواری میں گھر جاؤگی تو فرار کا راستہ نہیں ملے گا۔"

"تم ٹھیک کہتی ہو۔میں لباس بدل کر ابھی یہاں سے نکل رہی ہوں۔"

اس نے سانس روک لی۔مس گمنام دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو کر مسکرائی۔پھر خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے جان لبوڈا کے دماغ میں پہنچی۔کوڈ ورڈز ادا کرکے بولی "سر! وہ میرے پاس آرہی ہے۔"

لبوڈا نے پوچھا "کیا تمہیں یقین ہے؟"

"یس سر! اس کے بنگلے کے پاس فائرنگ ہوئی تھی، میں نے بھی آواز سنی تھی۔وہ پہلے ہی خوفزدہ تھی۔اب پناہ گاہ بدلنے پر راضی ہوگئی ہے۔میرے پاس پناہ لینے آرہی ہے۔"

"ٹھیک ہے جاؤ۔میں انتظامات کررہا ہوں۔"

وہ اپنی جگہ حاضر ہوگئی۔اسے مرینا کی رہائش گاہ کا علم نہیں تھا۔پتا نہیں وہ کتنی دیر میں وہاں پہنچنے والی تھی۔بہرحال اس کا انتظار کرنا تھا۔وہ لان میں آکر ٹہلنے لگی۔مرینا نے دماغ میں آکر کہا "میں آدھا راستہ طے کرچکی ہوں۔شاید پندرہ منٹ میں پہنچ جاؤں۔تم اپنے بنگلے کے آس پاس نظر رکھو۔وہاں کوئی خطرہ نہ ہو۔"

"فکر نہ کرو۔یہاں تم پر کوئی آنچ نہیں آئے گی۔"

مرینا پھر چلی گئی۔تقریباً بیس منٹ کے بعد ایک کار بنگلے کے احاطے میں داخل ہوئی پھر ایک جگہ آکر رک گئی۔مس گمنام نے قریب آکر دیکھا ایک نوجوان لڑکی کار سے اتر رہی تھی۔اس نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

"ہیلو مس گمنام! میں ہوں تمہاری نئی دوست مرینا۔"

مس گمنام نے مصافحہ کے لئے اس کا ہاتھ پکڑا پھر کہا "میں جس کا ہاتھ پکڑ لیتی ہوں، وہ چھڑا نہیں سکتا۔"

اس کی باتوں کے دوران کتنے ہی گن مین اسے گھیرتے ہوئے قریب آرہے تھے۔حصار کا دائرہ تنگ کررہے تھے۔وہ بولی "مس گمنام! تم آستین کا سانپ نکلیں۔لیکن افسوس، مرینا نے آستین والا بلاؤز نہیں پہنا ہے اس لئے تمہارا باپ بھی مجھے گرفتار نہیں کرسکے گا۔خوش ہونے کے لئے میری اس ڈمی کو گرفتار کرلو۔میں جارہی ہوں۔"

مرینا کے جاتے ہی وہ ڈمی چونک گئی پھر اپنے چاروں طرف کئی رائفلیں دیکھ کر چیخنے لگی "میں کہاں ہوں، میں یہاں کیسے آگئی؟"

وہ چیختے چیختے چکرا کر گر پڑی۔مس گمنام نے مرینا کو گرفتار کرانے کے لئے بڑا لمبا چکر چلایا تھا۔بڑی کامیاب ایکٹنگ کی تھی مگر مرینا پھر مرینا تھی۔الٹا اسے چکر دے کر بچ نکلی تھی۔

وہ لبوڈا کے دماغ میں آئی۔کوڈ ورڈز ادا کرکے بولی "سر! ہم دھوکا کھا گئے۔"

وہ بولا "ہم نہیں تم دھوکا کھا گئی ہو۔میں اڑتی چڑیا کے پر گن دیتا ہوں۔دیکھو میں نے مرینا کی رہائش گاہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔اس ذہین لڑکی سے ایک بہت بڑی غلطی ہوگئی۔اس نے تمہیں الجھانے کے لئے خود ہی ہوائی فائر کیا تھا۔پولیس کی پٹرولنگ پارٹی نے مجھے بتایا کہ اس رہائش گاہ سے فائرنگ کی آواز آئی ہے۔"

بے شمار مسلح فوجی جوان گھیرا تنگ کرتے ہوئے اس بنگلے میں داخل ہونا چاہتے تھے۔لبوڈا میگا فون اسپیکر کے ذریعے کہہ رہا تھا "مرینا! فرار کے تمام راستے بند ہوچکے ہیں۔میں دس تک گن رہا ہوں۔تم باہر نہیں آؤگی تو یہ جوان اندھا دھند فائرنگ کرتے ہوئے اندر آئیں گے۔اپنی جوانی پر ترس کھاؤ۔باہر آجاؤ۔ایک۔دو۔۔۔۔ تین۔۔۔۔ چار۔۔۔۔"

وہ ٹھہر ٹھہر کر گن رہا تھا۔اندر سے مرینا کے قہقہے سنائی دے رہے تھے۔یوں لگتا تھا جیسے موت کو سامنے دیکھ کر پاگل ہوگئی ہو اور ہنستے ہنستے موت کو خوش آمدید کہہ رہی ہے۔

جان لبوڈا نے دس تک گننے کے بعد حکم دیا "کم آن! فائرنگ کرتے ہوئے اندر گھس جاؤ۔اسے زندہ یا مردہ باہر لاؤ۔"

رات کے سناٹے میں بے شمار رائفلیں شور مچانے لگیں۔فائرنگ کی مسلسل آوازیں دور تک گونجتی جارہی تھیں۔فوجی جوان گولیاں برساتے ہوئے اندر چلے گئے۔مختلف کمروں اور کوریڈور کی لائٹیں آن ہورہی تھیں۔اندر روشنی پھیلتی جارہی تھیں۔مسلسل فائرنگ کے باعث کارتوس کے بیلٹ خالی ہورہے تھے۔آخر گولیاں ختم ہوئیں تو فائرنگ کی آواز بھی تھم گئی۔

ایک دم سناٹا چھا گیا۔اس گہرے سناٹے میں پھر ایک بار مرینا کے قہقہے گونجنے لگے۔

جان لبوڈا نے پریشان ہو کر بنگلے کی طرف دیکھا۔وہاں جتنی رائفلوں سے ہزاروں کارتوس نکلے ہوں گے۔اتنی فائرنگ کے بعد میں گھر کے کیڑے کوڑے بھی مرگئے ہوں گے۔لیکن مرینا کے قہقہے زندہ تھے۔وہ رات کی خاموشی میں گونج رہے تھے اور لبوڈا کے لئے خطرے کی گھنٹی بجارہے تھے۔

مرینا کو اس وقت شبہ ہوا تھا جب مس گمنام اسے ڈمی جوجو کے پاس لے گئی تھی اور اس ڈمی میں جان لبوڈا بول رہا تھا۔مرینا نے کسی پر بھروسا کرنا سیکھا ہی نہیں تھا۔پھر مس گمنام پر کیسے کرتی؟ بڑا ہی بچگانہ ڈراما تھا۔عقل تسلیم نہیں کرتی تھی کہ ڈمی جوجو نے بوڑھے ریٹائرڈ افسر جافری والٹن کو پھانس لیا ہے۔پھر اتنی جلدی ڈمی جوجو کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کیا گیا ہے اور اتنی جلدی جان لبوڈا بھی ڈمی کے دماغ میں پہنچ کر جوجو کی اصلیت معلوم کررہا تھا۔

مس گمنام یہ سمجھتی رہی کہ مرینا اس کے ساتھ ڈمی جوجو کے دماغ میں ہے اور لبوڈا کی باتیں سن رہی ہے جبکہ وہ چپ چاپ وہاں سے نکل کر پارس کے پاس پہنچ گئی تھی۔اسے تمام حالات بتائے تھے۔اس نے کہا "مرینا! تمہیں گھیرا جارہا ہے۔میں ابھی آتا ہوں، تم وہاں سے نکلنے کے لئے تیار رہو۔"

"کیا رہائش گاہ سے باہر ہمارے لئے خطرہ نہیں ہوگا؟"

"میں خطرہ بننے والوں کو بھٹکا دوں گا۔"

دوسری طرف جان لبوڈا، ڈمی جوجو کے دماغ میں بول رہا تھا۔اُس کی باتیں ختم ہونے سے پہلے ہی مرینا پھر ڈمی جوجو کے دماغ میں آگئی۔جب لبوڈا وہاں سے چلا گیا تو ۔۔۔۔ مس گمنام نے مرینا سے کہا۔"میں نے تمہاری ذہانت کی بڑی تعریفیں سنی ہیں، تم مشورہ دو کہ ڈمی جوجو کے ذریعے کس طرح جنرل اور جان لبوڈا کو شکار کیا جاسکتا ہے۔"

مرینا نے سوچنے کی مہلت لی۔پارس اُس کے پاس پہنچ گیا تھا اس نے کہا "میں ایک ہوائی فائر کروں گا، تم مس گمنام کے دماغ سے چیخ مار کر نکل آنا اور یہ ظاہر کرنا کہ یہاں تمہارے لئے خطرہ ہے، تم اس کے پاس پناہ لینے جاؤگی۔"

مرینا پھر مس گمنام کے پاس گئی۔پھر فائر کی آواز سنتے ہی چیخ مار کر وہاں سے آگئی۔مس گمنام نے اس کے دماغ میں آکر پوچھا "کیا ہوا؟ خیریت تو ہے؟"

وہ بولی "ابھی یہاں کسی نے گولی چلائی ہے میں خطرہ محسوس کررہی ہوں۔"

مس گمنام نے کہا "میرے پاس چلی آؤ۔"

اس نے آنے کا وعدہ کرکے سانس روک لی۔پارس نے ایک ریکارڈر اس کے سامنے رکھ کر کہا "اس میں اپنے قہقہے ریکارڈ کرو۔"

اس نے پندرہ منٹ کے ایک کیسٹ میں قہقہے ریکارڈ کئے۔وہ خودکار ریکارڈر تھا۔کیسٹ کے اختتام پر رک جاتا تھا پھر خود ہی ریوائنڈ ہوکر دوبارہ آن ہوجاتا تھا۔پارس نے کہا "جان لبوڈا بہت چالاک ہے۔پٹرولنگ پولیس کے ذریعے معلوم کرلے گا کہ کس بنگلے سے فائرنگ کی آواز آئی ہے۔وہ یہاں بھی تمہیں گھیرنے آئے گا۔تمہارے قہقہوں کے ذریعے اسے یقین ہونا چاہئے کہ تم یہاں موجود ہو، آؤ چلیں۔"

وہ اس بنگلے سے نکل آئے۔باہر خطرات کم ہوگئے تھے کیونکہ پارس نے بنگلے کے اندر مرینا کی موجودگی کا یقین دلا دیا تھا۔جان لبوڈا کے فوجی جوانوں نے اس بنگلے کو چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔میگا فون اسپیکر کے ذریعے مرینا کو وارننگ دی جارہی تھی کہ وہ خود کو گرفتاری کے لئے پیش کرے۔بنگلے سے باہر آئے ورنہ اسے گولیوں سے چھلنی کردیا جائے گا۔

پھر اس نے دس تک گن کر مرینا کو مہلت دی۔اس کے بعد فوجی جوان مسلسل فائرنگ کرتے ہوئے بنگلے میں داخل ہوئے۔بنگلے کے ہر حصے میں فائرنگ ہوتی رہی۔اتنی گولیاں برسائی گئیں کہ گھر کے کیڑے کوڑے بھی مرگئے ہوں گے لیکن مرینا کے قہقہے زندہ رہے۔بعد میں ایک فوجی افسر ایک کیسٹ ریکارڈر ہاتھ میں اٹھائے بنگلے سے باہر آیا پھر جان لبوڈا سے کہا "سر! یہ خودکار کیسٹ پلیئر ہے۔آپ ہی آپ ریوائنڈ ہوکر بار بار کسی کے قہقہے سنا رہا ہے۔"

فائرنگ کرنے والے تمام فوجی جوان اپنے اعلیٰ افسر جان لبوڈا کو دیکھ رہے تھے اور وہ جھینپ رہا تھا۔مرینا نے اس کی فوج کے سامنے اسے الو بنایا تھا۔اس نے گھڑی دیکھی۔اس کارروائی میں ایک گھنٹا گزر گیا تھا۔وہ سمجھ گیا، مرینا اسے الجھا کر دور جاچکی ہے۔

وہ زیادہ دور نہیں گئی تھی۔پارس اسے لے کر سیدھا جافری والٹن کے بنگلے میں پہنچا۔جافری والٹن جنرل کا خاص مشیر تھا۔بنگلے کے گیٹ پر دو مسلح جوانوں کا پہرا تھا۔پارس نے سائلنسر لگے ہوئے ریوالور سے دونوں کو زمین بوس کردیا۔مرینا نے ٹیلیفون کے تار کاٹ دیے۔پھر وہ دونوں بنگلے کے اندر گھس گئے۔

رات کا پچھلا پہر تھا۔جافری والٹن کے بیوی بچے گہری نیند میں تھے۔پارس اپنے ساتھ ماسک لایا تھا دونوں نے اپنے چہروں پر ماسک چڑھا لئے۔اگر پہچانے جاتے تو انہیں پھر چہرے اور پاسپورٹ وغیرہ بدلنے پڑتے۔جبکہ وہ پہلے پلاسٹک سرجری کرانے کے بعد نئی شناخت کے ساتھ یہاں رہتے تھے۔

بنگلے کے اندر پہنچتے ہی انہوں نے ہر کھڑکی سے جھانک کر کمروں میں دیکھا۔ایک بیڈ روم میں ایک جوان لڑکی، دوسرے بیڈ روم میں ایک جوان اور ایک بوڑھی خواتین نظر آئیں۔پارس نے ان دروازوں کو باہر سے چٹخنی چڑھا کر بند کردیا۔تیسرے بیڈ روم میں ایک بوڑھا شخص جاگ رہا تھا۔ٹرانسیٹر کے پاس بیٹھا ایک رسالہ پڑھ رہا تھا۔اسے ابھی ٹرانسیٹر سے رپورٹ ملنے والی تھی کہ مرینا گرفتار ہوچکی ہے۔

پارس نے مرینا کو اپنے دماغ میں آنے کا اشارہ کیا۔وہ آئی تو اس نے کہا "میں کھڑکی سے فائر کرکے اسے زخمی کرتا ہوں۔تم اس کے دماغ میں پہنچ کر دروازہ کھلواؤ۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

پارس نے کھڑکی کی جالی میں سے سائلنسر لگے ہوئے ریوالور سے نشانہ لیا۔ گولی اس کے بازو میں لگی' وہ اچھل کر کراہتے ہوئے کرسی سے اٹھ گیا۔ بوڑھا تھا مگر صحت مند تھا' فوج میں رہ کر نہ جانے کتنی گولیاں کھائی ہوں گی۔ بازو میں گولی لگنے سے وہ گر نہیں سکا' وہ کراہتے ہوئے ٹرانسیٹر کی طرف پلٹ گیا۔ گویا خطرے سے کسی کو آگاہ کرنا چاہتا تھا۔ ایسے ہی وقت مرینا اس کے دماغ پر چھا گئی۔

اس نے لڑکھڑاتے ہوئے دروازے کے پاس آکر اسے کھول دیا۔ اس نے اندر پہنچتے ہی اسے دھکا دے کر ایک کرسی پر گرایا۔ مرینا اس سے ذرا فاصلے پر بیٹھ کر چور خیالات پڑھنے لگی۔ وہ غرا کر بولا "نہیں میں سمجھ گیا ہوں تم مرینا ہو' میرے چور خیالات پڑھ رہی ہو۔ میں تمہیں پڑھنے نہیں دوں گا۔"

وہ کرسی سے اٹھنا چاہتا تھا۔ پارس نے زخمی بازو کو دبایا تو وہ کراہتے ہوئے بیٹھ گیا۔ اس کے چور خیالات نے بتایا کہ وہ اور جان لمبوڈا جنرل کے خاص مشیر ہیں۔ جنرل ان کے مشوروں سے اہم معاملات طے کرتا ہے۔

آج رات کے پہلے حصے میں مرینا کے جن پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اغوا کیا گیا تھا انہیں ایک کال کوٹھری میں رکھا گیا ہے۔ دوسرے دن انہیں ٹرانسفارمر مشین سے گزار کر ان کی وفاداریاں تبدیلی کی جانے والی تھیں۔ اس عمل کے بعد وہ جنرل کے وفادار بننے والے تھے۔

چونکہ وہ کال کوٹھریاں فوجی ہیڈ کوارٹر میں تھیں اس لئے وہاں جانا دشوار تھا۔ اُن کے پاس اتنا ہی وقت تھا جتنا کہ جان لمبوڈا مرینا کی رہائش گاہ کے سامنے مصروف رہتا۔ ناکامی کا پتا چلتے ہی وہ سب سے پہلے جنرل اور جافری والٹن کی خیریت معلوم کرتا۔ پھر تمام فوجیوں کو الرٹ رہنے کا حکم دیتا۔ اس سے پہلے ہی وہ دونوں جتنی انتقامی کارروائی کرسکتے تھے کرلینا چاہتے تھے۔

انہوں نے ٹرانسیٹر میں خرابی پیدا کردی۔ جافری والٹن کو پلنگ پر ڈال کر اس کے ہاتھ پاؤں باندھ دیے۔ مرینا اس کے مزید خیالات کہیں بھی جاکر پڑھ سکتی تھی۔ جافری کے بنگلے میں زیادہ دیر رہنے سے خطرہ پیش آسکتا تھا۔ وہ وہاں سے نکل آئے۔

پارس نے کار ڈرائیو کرتے ہوئے کہا "معلوم کرو ٹرانسفارمر مشین کہاں چھپا کر رکھی گئی ہے۔"

مرینا نے کہا "وہ جہاں بھی ہے' میرے ملک کی امانت ہے۔"

"لیکن اس کے ذریعے تمہارے دشمن پیدا کئے جارہے ہیں۔"

"میں ان دشمنوں کو ختم کردوں گی۔ لیکن میرے ملک کی کثیر رقم خرچ کرکے وہ مشین تیار کی گئی ہے۔ میرا فرض ہے کہ میں اپنے ملک کی دولت ضائع نہ کروں۔"

"تمہاری مرضی ہے' جو کرنا ہے جلدی کر گزرو۔"

اس نے جافری والٹن کے دماغ سے معلوم کیا' برین ماسٹر اور چاروں بلیک سیکرٹس کو مشین سے گزار کر جنرل کا وفادار بنادیا گیا تھا۔ ان پانچوں کو عام انسان بنا کر رکھا گیا تھا۔ وہ خود نہیں جانتے تھے کہ انہیں ٹیلی پیتھی کا علم آتا ہے۔ جنرل کو جب خاص موقع پر ان سے کام لینا ہوتا تھا تو جان لمبوڈا ان کے دماغوں میں پہنچ کر ان کے اندر سرخ روشنی کے آن آف ہونے کا احساس پیدا کرتا تھا۔ اس طریق کار کے مطابق انہیں ٹیلی پیتھی کا علم یاد آجاتا تھا۔ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے جنرل کا مطلوبہ کام کرتے تھے۔ کام ختم کرنے کے بعد ان کے دماغوں میں زرد روشنی آن آف ہوتی تھی جس کے نتیجے میں وہ ٹیلی پیتھی کا علم بھول کر عام شہری بن جاتے تھے۔

وہ پانچوں مختلف شہروں میں زندگی گزار رہے تھے۔ مرینا نے معلوم کیا کہ ان پانچوں کی آوازیں اور لہجے بدل دیئے گئے ہیں۔ وہ جافری والٹن کے ذریعے ان کے اندر نہیں پہنچ سکے گی۔ اس نے ان پانچوں کے پتے اور فون نمبر معلوم کرلئے۔

اس طرح کچھ نئے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے پتے اور فون نمبر بھی معلوم ہوگئے۔ سب سے اہم بات یہ معلوم ہوئی کہ اسرائیل کو تین ٹیلی پیتھی جاننے والے دیے گئے ہیں جنرل نے اسرائیلی حکام سے معاہدہ کیا ہے کہ وہ تین خیال خوانی کرنے والے جان لمبوڈا کے ماتحت رہیں گے۔ لیکن اسرائیلی حکومت کے فرائض انجام دیتے رہیں گے اور فرہاد کی فیملی کے مقابلے میں مخالف خیال خوانی کرنے والی فوج کے کام کریں گے۔

اسرائیلی حکام نے درخواست کی تھی کہ فرہاد کی فیملی میں چھ خیال خوانی کرنے والے ہیں۔ اگر مرینا ان کی فیملی میں چلی گئی ہے تو خیال خوانی کرنے والوں کی تعداد بے شمار ہوجائے گی لہٰذا اسرائیل کو کم از کم چھ ٹیلی پیتھی جاننے والے فراہم کئے جائیں۔

جنرل نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ جلد ہی مرینا کے تمام خیال خوانی کرنے والوں کو اُس سے چھین لیا جائے گا اور وہ ایسا کرچکا تھا۔ اس نے یہودیوں سے کہا تھا کہ وہ یہودی حکام جنرل کے وفادار رہیں گے تو آئندہ ان کے خیال خوانی کرنے والوں کی تعداد بڑھا کر چھ کردی جائے گی۔

صبح ہونے والی تھی۔ مرینا نے کہا "راستے میں جتنے ٹیلی فون بوتھ نظر آئیں' گاڑی روکتے جاؤ۔"

پارس نے گاڑی روک دی۔ مرینا گاڑی سے اتر کر بوتھ میں گئی۔ ایک بلیک سیکرٹ کے نمبر ڈائل کئے۔ رابطہ قائم ہونے پر اُس نے اس کی نئی آواز اور لہجے کو سنا۔ پھر ریسیور رکھ کر اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔

ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے انہیں عام حالات میں عام انسان بنایا گیا تھا۔ وہ خیال خوانی کی لہروں کو محسوس نہیں کرسکتے تھے اور کوئی دشمن ان کے دماغ سے یہ معلوم نہیں کرسکتا تھا کہ وہ خاص موقعوں پر خیال خوانی کرنے لگتے ہیں۔

اس نے مرینا کو محسوس نہیں کیا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ اس کے سرہانے تکیئے کے نیچے ریوالور رکھا ہوا ہے۔ مرینا نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے خودکشی کرنے پر مجبور کردیا۔ اس کے بعد اس نے مزید تین بلیک سیکرٹس کو بھی یکے بعد دیگرے اسی طرح جہنم میں پہنچایا پھر پارس کے پاس آکر بیٹھ گئی۔ پارس نے گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے پوچھا "کیا کررہی تھیں؟"

"چار بلیک سیکرٹس کتے کی موت مرچکے ہیں۔ اب کسی دوسرے بوتھ کے سامنے گاڑی روکو۔ ایک ہی بوتھ میں زیادہ دیر ٹھہرنا مناسب نہیں ہے۔"

وہ راستے بدل بدل کر جارہا تھا۔ پھر اس نے ایک بوتھ کے سامنے گاڑی روک دی۔ مرینا نے بوتھ میں جاکر پہلے برین ماسٹر سے رابطہ قائم کیا۔ اس سے بولی "کیا تمہیں یاد ہے کہ کبھی تم برین ماسٹر کہلاتے تھے؟"

"ہاں یاد ہے' جنرل نے مجھے سزا دی ہے۔ مجھے ایک عام سا آدمی بنادیا ہے میں ٹیلی پیتھی بھول گیا ہوں۔"

وہ ریسیور رکھ کر اس کے دماغ میں پہنچ کر بولی "تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو' جان لمبوڈا ایک خاص تکنیک سے تمہارے دماغ میں یہ علم پیدا کرتا ہے پھر اپنا کام نکالنے کے بعد تمہیں اس علم سے محروم کردیتا ہے۔"

"کیا تم مجھے یہ علم دوبارہ دے سکتی ہو؟ میں تمہارا وفادار بن کر رہوں گا۔"

"تم سب تنویمی عمل کے ذریعے جنرل کے وفادار بنائے گئے ہو' اب بھی اُس سے غداری اور مجھ سے وفاداری نہیں کرسکو گے۔ اس اعتبار سے تم میرے جانی دشمن پہلے بھی تھے' اب بھی ہو اور آئندہ کسی وقت بھی مجھے نقصان پہنچا سکتے ہو۔"

"نہیں' میں کبھی تمہیں نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ ایک بار مجھے اپنی خدمت کا موقع دو' میں عام آدمی بن کر نہیں رہ سکتا۔"

"تم پھر خدا کے خاص بندے بن کر یہاں سے رخصت ہوجاؤ۔"

اس نے برین ماسٹر کو بھی خودکشی پر مجبور کردیا۔ مزید تین عدد ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے بھی رابطہ قائم کرکے انہیں بھی جان دینے پر مجبور کردیا پھر پارس کے ساتھ اس کی رہائش گاہ میں آگئی۔ وہاں بھی فون تھا لیکن اس فون کو ڈیٹیکٹ کیا جارہا ہوگا۔ اس لئے اس نے تمام انتقامی کارروائی ٹیلیفون بوتھ میں جاکر کی تھی۔

پارس نے کہا "تم اس رہائش گاہ میں مولینا جیکب کے نام سے رہتی تھیں۔ تمہارے پاس اسی نام کے شناختی کاغذات ہیں۔ ان کاغذات کی نقل اور تمہاری موجودہ صورت کا فوٹو متعلقہ دفتر میں ہوگا۔ سب سے پہلے اس فوٹو کو ضائع کراؤ اور اپنی نئی شناخت کے کاغذات تیار کراؤ۔"

مرینا نے ٹیلیفون ڈائریکٹری سے متعلقہ دفتر کے ایک افسر کا فون نمبر معلوم کیا۔ پھر اُس سے رابطہ کیا۔ اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے دفتر میں لے گئی۔ چوکیدار اور وہاں کے دوسرے ملازم نے بڑے صاحب کو دیکھتے ہی وہاں کے دروازے کھول دیے۔ افسر نے ڈھیر ساری فائلوں میں سے مولینا جیکب کے کاغذات نکالے اور ان کاغذات میں سے اُس کی تصویریں نکال لیں۔ پھر ایسی مردہ فائلوں کی الماری کھولی جس میں ایسے شناختی کاغذات تھے جن سے تعلق رکھنے والے افراد مرچکے تھے یا کہیں لاپتا ہوگئے تھے۔

افسر نے ایک نوجوان لڑکی کے کاغذات نکالے۔ وہ لڑکی کال گرل تھی۔ اُس کا نام جون والیا تھا۔ افسر نے ان کاغذات پر مرینا کی تصویریں چسپاں کردیں' جون والیا کی تصویروں کو جلا دیا۔ مردہ فائلوں کی الماری کو بند کرکے مرینا کی نئی فائل نئی شناخت کے ساتھ ریکارڈ میں رکھ دی۔ پھر اس دفتر سے نکل آیا۔ مرینا نے اسے گھر واپس پہنچا کر بستر پر پہلے کی طرح سلا دیا۔ اس کے بعد دماغی طور پر حاضر ہوکر پارس سے بولی "میرا موجودہ نام جون والیا ہے' میں ایک کال گرل ہوں۔ تم نے مجھے معاوضہ دے کر اپنے پاس رکھا ہوا ہے۔ انکوائری ہوگی تو تم یہی کہو گے۔"

"ٹھیک ہے کہہ دوں گا' میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ ایک بازاری عورت کے ساتھ رہنا ہوگا۔"

وہ ہنستی ہوئی اسے دونوں ہاتھوں سے مارنے لگی۔

O☆O

میں نے لیلیٰ کو ریٹائرڈ فوجی افسر جافری والٹن کی نگرانی کے لئے اسی شہر میں بلا لیا تھا۔ ہمارا ارادہ تھا کہ ہم ایک ڈی لیلیٰ جنرل کے حوالے کریں گے اور اس ڈی کے ذریعے جنرل اور جان لمبوڈا کے قریب ترین افسروں کے دماغوں میں جگہ بناتے رہیں گے لیکن حالات تیزی سے بدل گئے تھے۔ یوں کہنا چاہئے کہ مرینا اور پارس نے حالات کا رخ بدل دیا تھا۔

لیلیٰ نے سوچا "رات کا پچھلا پہر ہے۔ جافری والٹن گہری نیند میں ہوگا۔ ہوسکتا ہے وہ خواب آور گولیاں استعمال کرتا ہو۔ فرہاد نے اسی طرح اسرائیلی حکام کے دماغوں میں جگہ بنائی تھی' مجھے بھی کوشش کرنا چاہئے۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر جافری کے دماغ میں پہنچتے ہی خوش ہوگئی۔ پہلے چند لمحوں میں یہی سمجھ میں آیا کہ وہ خواب آور گولیاں کھا کر سو رہا ہے' پھر پتا چلا وہ زخمی ہے' اس کے بعد اُس نے محسوس کیا کہ جافری کے دماغ میں پہلے سے کوئی موجود ہے۔

وہاں مرینا تھی۔ جافری کے دماغ نے رفتہ رفتہ بتایا کہ اس کے سامنے ایک عورت اور ایک مرد ماسک پہنے ہوئے ہیں۔ یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ وہ مرینا اور پارس ہیں۔ لیلیٰ نے خود کو ظاہر نہیں کیا۔ چپ چاپ دیکھتی رہی کہ مرینا کس حد تک معلومات حاصل کررہی ہے۔ اس کی حب الوطنی کو سب ہی سمجھتے تھے۔ جہاں اس کے ملک اور قوم کو نقصان پہنچتا ہو' وہاں وہ بہت سی باتیں چھپا لیتی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

تھی۔

لیلیٰ نے دیکھا' وہ پارس کے ساتھ جافری کے کمرے سے چلی گئی تھی لیکن اس کے دماغ سے کچھ نہ کچھ معلوم کررہی تھی۔ پہلے اس نے اپنے پانچ ماتحتوں کے بارے میں معلوم کیا' کہ میتھو' کینی پال' جورا جوری' شلپا اور جوڈی نارمن کو فوجی ہیڈ کوارٹر کی کال کوٹھریوں میں قید کیا گیا تھا۔ وہاں سے انہیں نکال لانے میں بڑا وقت لگتا۔ بڑے ہنگامے ہوتے۔ اس لئے مرینا جنرل کے نئے خیال خوانی کرنے والوں کے پتے اور فون نمبر معلوم کرتی رہی۔

تب لیلیٰ نے مجھے مخاطب کیا میں سو رہا تھا۔ اٹھ کر بیٹھ گیا' وہ بولی "سوری! آپ کی نیند خراب کردی۔"

"کوئی بات نہیں تم خیریت سے ہو؟"

"جی ہاں' پارس نے جافری والٹن کو زخمی کیا ہے۔ مرینا اُس کے دماغ سے نئے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے پتے اور فون نمبر معلوم کررہی ہے اور اہم معلومات کو نظرانداز کررہی ہے۔"

"میں سمجھ گیا' جافری والٹن جنرل کا مشیر ہے۔ اس کے مشورے سے ہی ٹرانسفارمر مشین کہیں چھپائی گئی ہوگی۔ مرینا اس مشین کی خفیہ جگہ معلوم کرسکتی ہے لیکن نہیں کرے گی' اس مشین کو اپنے ملک کا سرمایہ سمجھتی ہے۔"

"فوراً جافری کے دماغ میں آئیں' وقت کم ہے۔"

جافری کے خیالات سے پتا چلا تھا کہ جان لمبوڈا مرینا کا محاصرہ کرنے اس کی ایک رہائش کی طرف گیا ہے۔ وہ جب تک وہاں مصروف رہتا' ہم جافری کے دماغ سے بہت کچھ معلوم کرسکتے تھے۔

چنانچہ معلوم ہوگیا۔ اسے مشی گن جھیل میں ایسی جگہ رکھا گیا تھا جس کے تین اطراف گہرا پانی تھا۔ ایک طرف خشکی پر فوج کا سخت پہرا تھا۔ پانی کے راستوں پر ایسے انتظامات تھے کہ مشین کے خفیہ اڈے کے قریب سے گزرتے ہی خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگتی تھیں۔ خفیہ ایرو شوٹر پانی کے اندر ہر سمت تیر برساتے تھے۔ پھر دور تک مضبوط جال پھیلتے جاتے تھے۔ تیر کر آنے والے کسی بھی ہتھکنڈے سے بچ نہیں سکتے تھے۔ اس جال میں پھنسنا لازمی ہوجاتا تھا۔

خشکی کا جو حصہ تھا۔ وہ ممنوعہ علاقہ قرار دیا گیا تھا۔ وہاں پانچ میل کی دوری تک کسی کو گزرنے کی اجازت نہیں تھی۔ وہاں دو ہزار فوجی جوانوں اور افسروں کا مستقل قیام رہتا تھا۔ وہ تمام کنوارے اور یتیم فوجی تھے۔ ان کا کوئی رشتے دار نہیں تھا۔ وہ مشی گن بیرک سے باہر نہیں آتے تھے اور باہر کسی بیرک کا فوجی اندر نہیں جاسکتا تھا۔ جان لمبوڈا وہاں جانے کے لئے جنرل اور جافری والٹن سے اجازت حاصل کرتا تھا۔ اسی طرح جنرل بھی جان لمبوڈا اور جافری سے اجازت نامہ لے کر وہاں داخل ہوسکتا تھا۔

ٹیلیفون اور ٹرانسیٹر وغیرہ کے سامنے جن فوجیوں کی ڈیوٹی ہوا کرتی تھی' وہ سب یوگا کے ماہر تھے۔ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتے تھے۔ صرف جان لمبوڈا مخصوص کوڈ ورڈز ادا کرکے کبھی اپنی اور جنرل کی آمد کی پیشگی اطلاع دیتا تھا یا تصدیق کرتا تھا کہ جنرل جو اجازت نامہ اور ٹیلی پیتھی سکھانے کے لئے نئے رنگروٹ لا رہا ہے ان کے نام اور حلئے کیا ہیں۔

خواہ کتنے ہی حفاظتی انتظامات کئے جائیں' باہر سے اندر آنے اور اندر سے باہر جانے کا کوئی چور دروازہ نکل ہی آتا ہے۔ میں جان لمبوڈا کی سوچ کا لہجہ اختیار کرکے ان فوجیوں کے دماغوں میں جاسکتا تھا اور ان کے ذریعے ایسے افسروں کے اندر پہنچ سکتا تھا جو سانس روکنے کی مہارت نہیں رکھتے تھے۔ ایسا کرنے کے لئے صرف ایک چیز کی کمی رہ گئی۔ جافری والٹن وہ کوڈ ورڈز نہیں جانتا تھا جو جان لمبوڈا مشی گن بیرک کے چند فوجی افسروں کے دماغوں میں ادا کرتا تھا۔ نگران افسروں کے ٹیلیفون نمبر اور ٹرانسیٹر کوڈز اور فریکوئنسی کے متعلق جانتا تھا۔ میں نے یہ تمام معلومات نوٹ کرلیں۔ صرف جان لمبوڈا کے مخصوص کوڈ ورڈز رہ گئے۔

یہ اطمینان تھا کہ ٹرانسفارمر مشین کے بہت قریب پہنچ گیا ہوں۔ پھر میں نے جنرل کے متعلق جافری کے دماغ میں سوالات پیدا کئے۔ پتا چلا جنرل نے بھی ایک ایسا پرسنل سیکریٹری رکھا ہے جو یوگا کا ماہر ہے۔ وہی جنرل کے فون وغیرہ اٹینڈ کرتا ہے۔ کھانا تیار کرنے اور دوسری خدمات انجام دینے والے چار ملازمین پیدائشی گونگے بہرے تھے۔ گویا وہ مضبوط قلعے میں محفوظ تھا۔ ہم اس کے آس پاس نہیں پہنچ سکتے تھے۔

میں نے لیلیٰ سے کہا "فی الحال ناکامی ہورہی ہے لیکن مایوسی نہیں ہے' آج کی معلومات کل کام آسکتی ہیں۔"

وہ بولی "مرینا اور پارس جافری کو بستر پر باندھ کر گئے ہیں۔ اگر وہ آزاد ہوجائے تو لمبوڈا اور جنرل وغیرہ سے رابطہ کرے گا' ہوسکتا ہے اس طرح ہمیں کچھ اور معلومات حاصل ہوجائیں۔"

"درست کہتی ہو' جافری کی بیوی اور بچوں کو نیند سے جگاؤ اور انہیں جافری تک پہنچنے دو۔"

لیلیٰ نے اس کی بیوی کو نیند سے بیدار کیا۔ وہ لیلیٰ کی مرضی کے مطابق بستر سے اٹھ کر دروازے کے پاس آئی اور اسے کھولنا چاہا۔ پتا چلا وہ باہر سے بند کیا گیا ہے۔ اس نے اپنی بیٹی اور بیٹے کو آوازیں دیں۔ وہ دونوں اپنے اپنے کمروں میں اٹھ بیٹھے۔ ماں کے پاس پہنچنے کے لئے دروازہ کھولنا چاہا تو ان کمروں کے دروازے بھی باہر سے بند کئے گئے تھے۔ ماں نے کہا "بیٹے! تمہارے باپ کو کوئی خطرہ پیش آسکتا ہے۔ اپنے ڈیڈی کو آواز دو۔"

بیٹے اور بیٹی نے آوازیں دیں۔ دور ایک بیڈ روم سے جافری کی آواز آئی "میں بستر سے بندھا ہوا ہوں۔ تم کسی طرح یہاں آؤ میں زخمی ہوں' مجھے فرسٹ ایڈ کی ضرورت ہے۔"

بیٹی نے فون کا ریسیور اٹھایا' پتا چلا اس میں خرابی ہے۔ مرینا نے تار کاٹ دیے تھے۔ بیٹے نے ریوالور لے کر دروازے کی بیرونی چٹخنی کی طرف اندازے سے کئی فائر کئے۔ وہ دروازہ آخرکار کھل گیا۔ وہ دوڑتا ہوا باہر آیا۔ ماں اور بہن کے کمروں کے دروازوں کو کھولتا ہوا باپ کے پاس پہنچا' پھر اس کے ہاتھ پاؤں کھولتے ہوئے بولا "ڈیڈی! یہاں کون آیا تھا؟"

بیٹی میڈیکل کی اسٹوڈنٹ تھی۔ فرسٹ ایڈ کا سامان لاکر باپ کے زخم کی مرہم پٹی کرنے لگی۔ بیوی اپنے شوہر کی ہدایت کے مطابق جنرل یا لمبوڈا سے رابطہ کرنے ٹرانسیٹر کے پاس آئی۔ اسے آپریٹ کیا تو پتا چلا اس میں بھی خرابی پیدا کردی گئی ہے۔

بیٹا باہر جاکر کسی قریبی بنگلے یا بوتھ سے فون کرنا چاہتا تھا۔ ماں باپ نے جانے سے روک دیا۔ انہیں اندیشہ تھا کہ دشمن باہر چھپے ہوں گے۔ وہ بڑی دیر تک پریشانی میں مبتلا رہے۔ پھر جافری نے اپنے اندر لمبوڈا کی آواز سنی۔ وہ کوڈ ورڈز ادا کرنے کے بعد پوچھ رہا تھا "کیا بات ہے تم سے فون پر یا ٹرانسیٹر کے ذریعے رابطہ قائم نہیں ہورہا ہے۔"

"یہاں مرینا آئی تھی' مجھے زخمی کرنے کے بعد نہ جانے میرے اندر سے کتنی معلومات حاصل کرکے لے گئی ہے۔ میرے پاس وقت ضائع نہ کرو۔ فوراً اہم شعبوں میں احتیاطی اقدامات کرو۔ مشی گن بیرک کے فوجی افسروں اور جوانوں کو چیک کرو۔ اپنے نئے خیال خوانی کرنے والوں کو ان کی رہائش گاہوں سے فوراً دوسری جگہ منتقل کردو۔"

"ٹھیک ہے میں تمہارے لئے سیکیورٹی بھیج رہا ہوں۔"

جان لمبوڈا نے سب سے پہلے جنرل کی خیریت معلوم کی۔ اسے موجودہ بگڑتے ہوئے حالات بتائے پھر کہا "آپ فوراً نئے خیال خوانی کرنے والوں کی خیریت فون سے معلوم کریں۔ میں مشی گن بیرک سے ہوکر آتا ہوں۔"

اس نے بیرک کے چیف انچارج کے دماغ میں آکر مخصوص کوڈ ورڈز ادا کئے پھر پوچھا "کیا خبر ہے؟"

"سر! سب ٹھیک ہے' کوئی خاص بات نہیں ہے۔"

"کوئی معمولی سی بات ہے؟"

"سر! میں سمجھا نہیں۔"

"کیا اپنے آس پاس چھوٹی موٹی سی تبدیلی ہوئی ہے؟ کسی نے کوئی بگانہ یا مضحکہ خیز حرکت کی ہے؟ کوئی بیمار ہوا ہے یا کمزوری محسوس کررہا ہے؟"

چیف انچارج نے کہا "میجر اینڈرسن بیمار ہے۔ ہمارا ایک جوان فوجی کچھ زیادہ ہی زندہ دل ہے' اپنی حرکتوں سے دوسروں کو ہنساتا رہتا ہے۔ تمام جوان اپنی اپنی جگہ ڈیوٹی پر ہیں۔ کہیں کوئی تبدیلی نہیں ہے۔ غالباً آپ کو شبہ ہے کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا دشمن ہمارے درمیان گھس آیا ہے۔"

"ہاں' مرینا اپنی حد سے آگے بڑھ رہی ہے۔ وہ ادھر کا رخ کرسکتی ہے۔"

"میں یقین سے کہہ سکتا ہوں' یہاں خیال خوانی کے ذریعے مرینا یا اُس کا کوئی ساتھی نہیں آیا ہے۔"

جان لمبوڈا آسانی سے مطمئن ہونے والا نہیں تھا۔ پہلے وہ تمام یوگا کے ماہر۔ افسران کے دماغوں میں مخصوص کوڈ ورڈز کے ذریعے جاتا رہا۔ ایک ایک سے اپنے اطمینان کی حد تک جوابات طلب کرتا رہا پھر ان جوانوں کے اندر چپکے سے جھانکتا رہا جو اسے اپنے دماغوں میں محسوس نہیں کرسکتے تھے۔ وہ ان سب کے خیالات کو ٹٹولتا رہا' پھر جنرل کے پاس آگیا۔

یہاں اس نے بری خبریں سنیں۔ برین ماسٹر' چاروں بلیک سیکرٹس اور تین نئے خیال خوانی کرنے والے مارے گئے تھے۔ جنرل نے کہا "مسٹر لمبوڈا! وہ سب اپنی اپنی رہائش گاہ میں مردہ پڑے تھے۔ تم نے ایک رات میں مرینا کے پانچ خیال خوانی کرنے والے پکڑے' اس نے اسی ایک رات میں ہمارے آٹھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔"

لمبوڈا نے کہا "میں حیران ہوں' یہ لڑکی مرینا کیا بلا ہے۔ میں نے اس کے پانچ ماتحتوں کو گرفتار کرنے سے پہلے اس کے اطراف گھیرا ڈالا تھا۔ پھر مس گمنام نے اسے تقریباً پھانس لیا تھا۔ میں چاہتا تھا کہ اس لڑکی کو انتقامی کارروائی کا موقع نہ ملے۔ لیکن اُس نے حیرت انگیز مکاریاں دکھائی ہیں۔ مجھے اپنی رہائش گاہ کے سامنے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

الجھادیا اور ادھر ہمارے آٹھ بندے کھا گئی۔"

"جافری کی رپورٹ کے مطابق اس کے ساتھ کوئی مرد تھا۔ وہ کون ہو سکتا ہے؟"

"فرہاد، سلمان، پارس یا علی تیمور۔ ان میں سے فرہاد سوئٹزر لینڈ میں سونیا کے ساتھ ہے۔ سلمان اور علی تیمور کے متعلق رپورٹ ہے کہ وہ پیرس میں ہیں لہٰذا مرینا کے ساتھ پارس ہی ہو سکتا ہے۔"

"ایک تو مرینا پہلے ہی ذہانت اور چالبازی میں کم نہ تھی اس پر اسے پارس کی تیزی طراری اور مکاریاں مل گئی ہیں۔ مسٹر لبوڈا! آئندہ اس سے یہ سوچ کر ٹکراؤ کہ اب وہ ایک منہ زور آندھی بن گئی ہے اور اس آندھی کے پیچھے فرہاد کی پوری فیملی ہے۔"

"میں پہلے بھی مرینا کو تنہا نہیں سمجھتا تھا۔ اب یقین ہو گیا ہے کہ اُسے فرہاد کی پشت پناہی حاصل ہے۔ بائی دی وے، وہ ہمیں زیادہ نقصان نہیں پہنچا سکی۔ میں نے مشی گن ہیرک کو اتنا مضبوط قلعہ بنا دیا ہے کہ وہ فرہاد کی پوری فیملی کے ساتھ بھی اس قلعہ کے اندر کبھی قدم نہیں رکھ سکے گی۔"

"جافری والٹن زخمی ہو کر مرینا کے آگے بے بس ہو گیا ہے، ہمارے جو اہم راز اس کے دماغ میں چھپے ہوئے تھے اب وہ راز راز نہیں رہے۔ آئندہ وہ ہمارا مشیر نہیں رہے گا میں بہت سی اہم تبدیلیاں کرنے جا رہا ہوں۔"

"پوری انٹیلی جنس فورس مولینا نام کی لڑکی کو تلاش کر رہی ہے لیکن میں جانتا ہوں، مرینا اب مولینا سے کچھ اور بن گئی ہو گی۔ آسانی سے گرفتار نہیں ہو گی اور میں قسم کھا چکا ہوں، اُسے چین سے بیٹھنے نہیں دوں گا۔ آج شام سے پہلے اس کی شہ رگ تک پہنچ جاؤں گا۔"

"اگر وہ تنہا ہوتی تو اپنی کسی غلطی سے پکڑی جاتی۔ اس کی غلطیاں درست کرنے والی فرہاد کی فیملی اس کے پیچھے ہے۔ میں مشورہ دیتا ہوں کہ اسے جلد سے جلد گرفتار کرنے کی قسم نہ کھاؤ اس کے پاس تمہاری ہر چال کا جواب موجود ہے۔ فی الحال اسے ڈھیل دو۔ ذرا اسے پارس کے ساتھ عیش و عشرت میں ڈوبنے دو۔ پھر اُس کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر شب خون مارو۔"

"ہاں، ابھی ہمارے سوچنے سمجھنے کے لئے بہت کچھ ہے۔ ہمیں یہ سمجھنا چاہئے کہ مرینا نے جافری کے دماغ سے مشی گن ہیرک کے تمام حفاظتی انتظامات کو سمجھ لیا ہے۔ وہ کسی وقت بھی ٹرانسفارمر مشین کو ہمارے لئے ناقابلِ استعمال بنا سکتی ہے یا اُسے بالکل تباہ کر سکتی ہے۔"

جنرل نے کہا "پہلے اس سے توقع نہیں تھی۔ وہ ٹرانسفارمر مشین کو اپنے ملک کا اہم سرمایہ سمجھتی تھی۔ لیکن اب دشمنوں کے فریب میں آگئی ہے۔ فرہاد اور سونیا نے اسے اس قدر سر پر چڑھایا ہو گا کہ اب وہ اپنے ملک اور قوم کی محبت میں سوچنا بھول گئی ہو گی۔"

"میرے دماغ میں ایک آئیڈیا پک رہا ہے۔"

"کیسا آئیڈیا؟"

"یہ بات یقینی ہے کہ فرہاد اور سونیا کی پوری توجہ مشی گن ہیرک پر رہے گی۔ وہ بہت ہوشیاری سے وہاں پہنچنے کی کوشش کریں گے ہم بظاہر انجان اور غافل بن کر رہیں تو بہتر ہو گا۔ ہم ایسا جال بچھائیں گے کہ وہ ممنوعہ علاقے میں داخل ہونے کے بعد زندہ واپس نہیں جا سکیں گے۔"

"ہاں عقل سمجھاتی ہے کہ مشی گن ہیرک کو تباہ کرنے اور مشین کو نابود کر دینے کے لئے مرینا وہاں تنہا نہیں جائے گی۔ فرہاد یا اس کے بیٹے ضرور اس کے ساتھ رہیں گے۔ وہ ہمارے لئے سنہرا موقع ہو گا۔ اگر ہم نے ان میں سے دو چار کو پکڑ لیا یا انہیں مار ڈالا تو مرینا کی کمر ٹوٹ جائے گی اور فرہاد کے فیملی ممبروں کو ہمیشہ کے لئے عبرت حاصل ہو جائے گی۔"

وہ کچھ دیر تک اہم معاملات پر گفتگو کرتے رہے۔ پھر جان لبوڈا نے کہا "میں جا رہا ہوں، پھر کوئی اہم معاملہ پیش آجائے گا تو حاضر ہو جاؤں گا۔ اوکے۔۔۔ سو فار۔۔۔"

جنرل نے کہا "سو فار۔۔۔" پھر چند سیکنڈ کے بعد پوچھا "مسٹر لبوڈا تم جانے کی بات کہہ کر بھی موجود ہو، کیا بات ہے؟"

اسے جواب نہیں ملا۔ اس نے سانس روک لی۔ دماغ میں جو بھی تھا وہ باہر نکل گیا۔ جنرل آہستہ آہستہ سانس لے کر سوچنے لگا۔ "کیا مرینا تھی؟ یا فرہاد تھا؟ کوئی بھی ہو، وہ دشمن تھا اور بڑے موقع سے دماغ میں آیا تھا۔ میں لبوڈا کی موجودگی کے باعث اسے محسوس نہ کر سکا۔"

یہ غصہ دلانے والی بات تھی۔ جو ہستی دماغ میں چھپی ہوئی تھی وہ لبوڈا کی تمام پلاننگ سن کر گئی تھی اور پتا نہیں کیسے کیسے چور خیالات پڑھ کر گئی تھی۔ وہ بے چینی سے اٹھ کر ٹہلنے لگا۔ پرسنل سیکریٹری نے کمرے میں آنے کی اجازت طلب کی۔ جنرل نے جھنجلا کر پوچھا "کیا بات ہے؟"

وہ دروازے سے ہی بولا "سر! کسی نے میرے دماغ میں آنے کی کوشش کی تھی۔ میں نے کوڈ ورڈز پوچھے تو وہ چلا گیا۔"

"ہوں، کم بخت مرینا ہی ہو سکتی ہے۔"

سیکریٹری نے پھر چونک کر کہا "سر! میں پھر کسی کو دماغ میں محسوس کر رہا ہوں۔"

جنرل نے اس کی کھوپڑی کی طرف انگلی اٹھا کر کہا "مرینا! رک جاؤ، خود کو چھپانے کی حماقت نہ کرو۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں، یہ تم ہو یا تمہارے فرہاد کے ساتھیوں میں سے کوئی ہے۔ تم لوگوں کے سوا اور کوئی دشمن ہمارے قریب آنے کی جرات نہیں کرے گا۔ میں وارننگ دے رہا ہوں۔ تمہاری یہ جرات تمہیں بہت مہنگی پڑے گی۔"

جنرل نے وارننگ دیتے ہوئے کہا، سیکریٹری نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ وہ ڈانٹ کر بولا "آنکھیں کھولو۔"

اس نے آنکھیں نہیں کھولیں۔ وہ اسے ڈانٹنے کے لئے قریب آیا تو پتا چلا سیکریٹری دروازے سے ٹیک لگائے کھڑے ہی کھڑے سو رہا ہے۔ اس کے ہلکے ہلکے خرّاٹے سنائی دے رہے تھے۔ یہ خطرے کا الارم تھا۔ دماغ کے اندر جو بھی ہستی تھی وہ سیکریٹری پر پوری طرح قبضہ جما چکی تھی اور اس کے ذریعے جنرل کو زخمی کر سکتی تھی۔

یہ بات دماغ میں آتے ہی اس نے سیکریٹری کے منہ پر ایک گھونسا مارا۔ وہ بے چارہ گھونسا کھا کر لڑکھڑاتا ہوا پیچھے گیا۔ اس نے فوراً ہی دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ باہر سے سیکریٹری کی آواز سنائی دی "سر! وہ میرے اندر سے چلا گیا ہے۔"

جنرل نے دہاڑتے ہوئے کہا "گٹ لاسٹ یو فول! خبردار! میرے سامنے نہ آنا، انٹرکام کے ذریعے گفتگو کرو۔"

دوسری طرف خاموشی چھا گئی۔ جنرل دروازے کے پاس سے چلتا ہوا ایک صوفے کے پاس آیا۔ وہاں بیٹھنا چاہتا تھا کہ انٹرکام سے اشارہ موصول ہوا۔ اس نے انٹرکام کے پاس آکر دوسرے صوفے پر بیٹھتے ہوئے ایک بٹن کو دبایا پھر پوچھا "ہاں بولو؟"

سیکریٹری کی آواز آئی "سر! میرا کوئی قصور نہیں ہے۔"

"قصور کے بچے! تم نے اسے اتنی دیر دماغ میں رہنے کیوں دیا۔"

"سر! آپ نے اسے میرے دماغ میں رکنے کو کہا تھا۔ اگر میں سانس روکتا تو وہ دماغ میں سے نکل جاتا۔ آپ ناراض ہو جاتے اس لئے جب تک آپ بولتے رہے، میں اسے اپنے اندر برداشت کرتا رہا۔ پھر پتا نہ چلا کہ اس نے کس طرح قبضہ جما کر مجھے سُلا دیا۔"

"اگر وہ تمہارے ذریعے مجھ پر حملہ کرتا تو؟"

"میں کیا جواب دوں سر! اگر آپ حکم دیتے تو میں بہت پہلے ہی اسے بھگا دیتا۔"

جنرل کو اپنی غلطی کا احساس ہوا، وہ بولا "اچھا، ٹھیک ہے، ٹھیک ہے۔ کبھی خود بھی عقل سے کام لیا کرو۔"

"یس سر!"

"اگر کوئی دماغ میں آئے تو میرے پاس نہ آنا۔"

"یس سر!"

"وہ آنے والا چاہے تمہارا باپ ہی کیوں نہ ہو۔ اسے سانس روک کر بھگا دینا۔"

"یس سر!"

"ٹرانسمیٹر کے ذریعے مسٹر لبوڈا سے رابطہ کرو اور اسے بتاؤ کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس وقت میرے دماغ میں آیا تھا جب مسٹر لبوڈا مجھ سے اہم معاملات پر گفتگو کر رہا تھا۔"

"یس سر!" اس نے انٹرکام سے رابطہ ختم کر دیا۔

جنرل نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کئے، پھر رابطہ ہونے پر کہا۔ "مسٹر ہولی مین! میں جنرل بول رہا ہوں۔ میرے کوڈ ورڈز ہیں، آر کے سیون، آر کے سیون۔"

دوسری طرف سے ہولی مین نے کہا "ویل، میرے کوڈ ورڈز ہیں سیون کے آر، سیون کے آر۔ فرمایئے میں کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

جنرل نے کہا "تھوڑی دیر پہلے میں نے تمہیں بتایا تھا کہ جافری زخمی ہو گیا ہے اور اب میرا مشیر نہیں رہے گا۔ یہ بات صرف میں اور لبوڈا جانتے ہیں کہ میرے اصل مشیر تم ہو۔"

"آپ میرے قدر دان ہیں، یہ میری عزت افزائی ہے۔"

"مسٹر ہولی مین! کوئی پندرہ منٹ پہلے جان لبوڈا میرے دماغ میں آیا تھا اور دیر تک اہم معاملات پر گفتگو کرتا رہا۔ پھر چلا گیا اس کے جانے کے بعد بھی میں کسی اجنبی کو اپنے اندر محسوس کرتا رہا۔"

ہولی مین نے کہا "گویا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اہم رازوں سے واقف ہو گیا ہے۔"

"مجھے شبہ تھا کہ وہ چھپ کر باتیں سننے والی مرینا ہی ہو گی۔"

"کیا اب شبہ نہیں ہے؟"

جنرل نے اسے بتایا کہ سیکریٹری کے دماغ میں بھی کسی نے آکر شرارت کی تھی۔ اگر وہ مرینا ہوتی تو خود کو یوں نہ چھپاتی۔ کیونکہ اس کی دشمنی روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔ صاف ظاہر ہو جانے کے بعد چھپنا سراسر حماقت ہے۔ ہولی مین نے کہا "آپ یہ پہلو دیکھیں کہ وہ ہستی چھپنا نہیں چاہتی ہے، آپ کو الجھانا چاہتی ہے۔ اسے چاہئے تھا کہ مسٹر لبوڈا کے جاتے ہی وہ آپ کے اندر سے چلی جاتی۔ لیکن اس نے دماغ میں رک کر اپنی موجودگی کا احساس دلایا۔ پھر سیکریٹری کے ذریعے آپ کو پریشان کیا۔ میں آپ سے متفق ہوں کہ مرینا ایسی شرارت یا حماقت نہیں کرے گی۔ یہ کوئی اور ہی خیال خوانی کرنے والا ہے۔"

"یہی تو پریشانی کی بات ہے، کوئی اور ہمارے اتنے قریب کیسے پہنچ گیا ہے؟"

"ہو سکتا ہے۔ مرینا کی پشت پناہی کرنے والا فرہاد تمہیں الجھنوں میں مبتلا کر کے تمہیں پریشانی میں مبتلا رکھنا چاہتا ہو۔"

"مجھے بھی یقین ہے کہ یہ مرینا یا فرہاد کی چالبازی ہے۔"

"جب تک ثبوت نہ ملے یقین نہیں کرنا چاہئے۔"

"مسٹر ہولی مین! ان دونوں کے سوا کوئی میرا دشمن نہیں ہے۔"

"ماسک مین کو نظر انداز نہ کرو۔ وہ ہمارا تمہارا ازلی دشمن ہے۔ اُس کی خیال خوانی کرنے والی الپا ایسا کر سکتی ہے۔ پھر اسرائیلی حکام پر بھی شبہ کیا جا سکتا ہے۔"

"نہیں مسٹر ہولی مین! اہم اسرائیل کو ٹیلی پیتھی کا سہارا دے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

رہے ہیں' وہ ہمارے احسان مند ہیں۔"

"وہ احسان مند بن کر ہماری ٹرانسفارمر مشین تک پہنچ سکتے ہیں۔ یہودیوں کی دوغلی چالوں کی کئی مثالیں موجود ہیں۔ ہم نے فرہاد کے خلاف اپنے تین ٹیلی پیتھی جاننے والے انہیں دے دیے، کیا انہوں نے ہمیں یہ بتانے کی زحمت کی ہے کہ انہوں نے ٹیلی پیتھی جاننے والے جے مورگن کا برین آپریشن کیا ہے اور اسے پہلے سے زیادہ ذہین اور اپنا وفادار بنالیا ہے؟"

"انہوں نے یہ بات ہم سے اس لئے چھپائی ہے کہ یہ ان کے ملک کا داخلی معاملہ ہے۔ مگر سراغرسانوں سے کوئی بات چھپی نہیں رہتی۔"

اسی وقت جان لبوڈا نے جنرل کے دماغ میں آکر کوڈورڈز ادا کئے' جنرل نے کہا "میں مسٹر ہولی مین سے گفتگو کررہا ہوں۔ تمہیں اطلاع مل گئی ہوگی کہ ہماری گفتگو کے دوران کوئی تیسرا میرے دماغ میں موجود تھا۔"

"ہاں' یہی سن کر آیا ہوں۔ آپ کو زیادہ پریشان نہیں ہونا چاہئے۔ آپ کے دماغ میں آنے والا کوئی بھی ہو' وہ بار بار دھوکا دے کر نہیں آسکے گا۔ اس لئے میں نے سیکریٹری کے ذریعے آپ کو پریشان کیا تھا۔"

جنرل نے ہولی مین سے رابطہ ختم کرکے کہا "ہولی مین کا خیال ہے' ہمیں دوسرے پہلوؤں کو نظرانداز نہیں کرنا چاہئے۔ میرے دماغ میں آنے والی الپا بھی ہوسکتی ہے اور جے مورگن بھی۔"

"یہ جلد ہی معلوم ہوجائے گا' لیکن اس مداخلت نے آپ کو بہت سی اہم ذمے داریوں کو پورا کرنے سے روک دیا ہے اور آپ کو ایک ہی طرف الجھا کر رکھ دیا ہے۔ پلیز' آپ اپنے دماغ میں آنے والے کو وقتی طور پر فراموش کردیں' اپنے آس پاس حفاظتی انتظامات کو اور سخت کردیں اور اپنے اہم کاموں کی طرف پوری توجہ دیں۔ مجھے یقین کی حد تک شبہ ہے کہ فرہاد آپ کو الجھا رہا ہے۔ آپ اُس کی چال میں نہ آئیں۔ میں تھوڑی دیر بعد آؤں گا۔"

وہ رخصتی کلمات ادا کرکے چلاگیا۔ جنرل نے چند سیکنڈ تک انتظار کیا پھر پوچھا "مسٹر لبوڈا! اور کچھ کہنا چاہتے ہو؟"

اسے جواب نہیں ملا۔ اس نے سخت لہجے میں پوچھا "مسٹر لبوڈا! تم میرے اندر خاموش ہویا جاچکے ہو؟"

اسے پھر جواب نہیں ملا' اس نے سانس روک لی۔ تب اسے محسوس ہوا کہ دماغ پرائی سوچ کی لہروں سے خالی ہوچکا ہے۔ جو بھی چھپا ہوا تھا' وہ جاچکا ہے۔ اب یہ معاملہ اور زیادہ تشویشناک ہوگیا تھا۔ آخر وہ کون ہے جسے دوبارہ یہ معلوم ہوگیا کہ لبوڈا کس وقت جنرل کے دماغ میں آرہا ہے لہٰذا اس دشمن خیال خوانی کرنے والے کو بھی ٹھیک اُسی وقت جنرل کے اندر چلے آنا چاہئے۔

دوسری بار آنا بھی ایک اتفاق ہوسکتا تھا۔ اب تیسری بار اس اجنبی کو آزمانا تھا۔ اگر وہ تیسری بار بھی لبوڈا کی آمد کے ساتھ جنرل کے اندر آئے گا تو یہ ثابت ہوجائے گا کہ اس اجنبی خیال خوانی کرنے والے نے لبوڈا کی کسی کمزوری کو پالیا ہے۔ اسے کسی طرح پتا چل جاتا ہے کہ لبوڈا جنرل کے دماغ میں جارہا ہے۔ یوں وہ بھی اس کے پیچھے چلا آتا ہے۔

جنرل بری طرح الجھ رہا تھا اور خود کو نارمل رکھ کر دوسرے معاملات پر توجہ دینا چاہتا تھا۔ اس نے پھر ٹیلی فون کے ذریعے اپنے خاص مشیر ہولی مین سے رابطہ کیا پھر اس سے کہا "میرا پرسنل سیکریٹری تبدیل کردو۔ اور حفاظتی انتظامات اور سخت کردو۔ میں سکون سے دوسرے معاملات پر توجہ دینا چاہتا ہوں۔"

وہ یہ حکم دے کر ریسیور رکھنے کے بعد باورچی کو بلا کر یہ کہنا چاہتا تھا کہ آج اس کے ہاتھ کا تیار کیا ہوا کھانا نہیں کھائے گا۔ وہ اپنے کسی ملازم پر بھروسا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اپنے طور پر بھی رہائش گاہ کے اندر تبدیلیاں کرنا چاہتا تھا۔ ایسے ہی وقت جان لبوڈا نے دماغ میں آکر کوڈورڈز ادا کئے' پھر کہا "آپ کے سیکریٹری نے مجھے بتایا تھا کہ آدھے گھنٹے پہلے ہماری گفتگو کے دوران کوئی تیسرا شخص آپ کے دماغ میں موجود تھا' کیا یہ سچ ہے؟"

جنرل نے حیرانی سے کہا "مسٹر لبوڈا! یہ تمہیں کیا ہوا ہے؟ ابھی تم مجھ سے یہ باتیں کرکے گئے ہو؟"

"میں نے یہ باتیں کی ہیں؟ نو سر! میں ایک معاملے میں مصروف تھا' سیکریٹری سے اطلاع ملتے ہی فوراً نہ آسکا۔ ابھی آیا ہوں' آخر یہ کیا چکر ہے؟"

جنرل نے کہا "او گاڈ! میں سمجھ گیا۔ وہ اجنبی دشمن تمہارے کوڈورڈز ادا کرکے میرے پاس آیا تھا اور میں دھوکا کھا گیا تھا۔"

"سر! یہ بڑی تشویشناک بات ہے' ہمیں فوراً ہی کوڈورڈز کو بدل دینا چاہئے' اب میں نئے کوڈورڈز کے ساتھ آیا کروں گا۔"

"ٹھہرو' نئے کوڈورڈز ابھی نہ کہنا' چند سیکنڈ کے لئے جاؤ پھر واپس آؤ۔"

وہ چلا گیا' جنرل نے اطمینان کا سانس لیا۔ کیونکہ وہ فراڈ خیال خوانی کرنے والا موجود نہیں تھا۔ لبوڈا نے چند سیکنڈ کے بعد آکر پوچھا "کیا آپ مطمئن ہیں؟"

"ہاں نئے کوڈورڈز بتاؤ۔"

لبوڈا نے کہا "فریبی کو مارنے سے پہلے فریب کو سمجھنا لازمی ہے۔"

"ٹھیک ہے میں یہ کوڈورڈز یاد رکھوں گا۔ پلیز کوشش کرو' اور جلد سے جلد معلوم کرو آخر یہ میرے دماغ میں آنے والا کون ہے۔"

"میں معلوم کروں گا' آپ اطمینان سے دوسرے معاملات پر توجہ دیں میں جلد ہی رابطہ کروں گا۔ سو نار۔"

وہ چلا گیا' دماغ پرائی سوچ کی لہروں سے خالی ہوگیا۔ یہ پتا چلا کہ اس بار وہ فراڈ اُن کے درمیان موجود نہیں تھا۔

دوپہر کو نئے سیکریٹری نے انٹرکام پر اطلاع دی "مریا فون پر گفتگو کرنا چاہتی ہے۔"

جنرل نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو' میں جنرل بول رہا ہوں۔"

"میں مریا ہوں۔ اپنے پانچ خیال خوانی کرنے والوں کا مطالبہ کررہی ہوں' انہیں میرے حوالے کردو۔"

"بکواس مت کرو' تم نے ہمارے آٹھ خیال خوانی کرنے والوں کو مار ڈالا ہے۔ تم دشمنوں سے مل کر اپنے ہی ملک کا نقصان کررہی ہو۔"

"اور تم مجھ سے دشمنی کرکے کون سی وطن دوستی کا ثبوت دے رہے ہو۔ میں نے جو آٹھ مارے ہیں' وہ محض ایک نمونے کے طور پر وارننگ ہے' اس کے بعد تمہاری اور جان لبوڈا کی باری آئے گی۔"

"کیا تم ہمیں کمزور سمجھتی ہو؟"

"میں دشمن کو کمزور نہیں سمجھتی۔"

"مگر احمق سمجھتی ہو' اس لئے میرے دماغ میں چھپ کر آتی ہو۔"

وہ تعجب سے بولی "میں اور تمہارے دماغ میں چھپ کر آتی ہوں؟ کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ تمہاری یوگا کی مہارت ختم ہوچکی ہے' کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا تمہارے دماغ میں آسکتا ہے؟"

"ایسی بات نہیں ہے۔ دراصل جب لبوڈا میرے دماغ میں آتا ہے' اس کے پیچھے کوئی دوسرا بھی چپ چاپ چلا آتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ تم ہو۔"

"تمہارا یقین تمہیں گمراہ کردے گا' تم مجھ پر شبہ کرتے رہو گے اور کوئی اسی طرح دھوکا دیتے ہوئے تمہارے دماغ پر چھا جائے گا۔"

"اگر تم نہیں آتی ہو تو صاف ظاہر ہے' فرہاد میرے دماغ میں جگہ بنانے کی کوشش کررہا ہے۔"

"پاپا مجھے بتائے بغیر میرے ملک کے کسی معاملے میں قدم نہیں اٹھاتے ہیں۔"

"آہا پاپا! تم فرہاد علی تیمور کو پاپا کہنے لگی ہو۔ یعنی اپنی عزت آبرو اس کے کسی بیٹے کے حوالے کرچکی ہو۔ اس پر حب الوطنی کا دعویٰ کرتی ہو! ارے جو لڑکی اپنی آبرو دشمن کو دے دیتی ہے اسے وطن کی آبرو بیچتے کتنی دیر لگتی ہے۔"

"بکواس نہ کرو' میں نے آبرو کا سودا نہیں کیا ہے' محبت کی ہے اور جلد ہی پارس سے شادی کرنے والی ہوں۔"

"آج یہ تصدیق ہوگئی کہ تم ہمارے دشمنوں کی فہرست میں نمبر ون ہو' تم نے اسی لئے جافری واٹسن کو زخمی کیا تھا کہ فرہاد اس کے دماغ سے وہ خفیہ جگہ معلوم کرلے جہاں ٹرانسفارمر مشین چھپائی گئی ہے' اب وہ تمہاری مہربانیوں سے اُسے جلد ہی تباہ کردے گا۔"

"یہ غلط ہے' تم خواہ مخواہ شبہ کررہے ہو' میرے جیتے جی فرہاد کی فیملی کا کوئی بھی فرد اُس مشین کی طرف رخ نہیں کرے گا۔ میں تمہیں سمجھاتی ہوں۔ دشمنی میں اندھے ہوکر صرف میرے پاپا کے خاندان والوں کو دشمن نہ سمجھو' تمہارے دوسرے دشمن پاپا کے نام سے واردات کرسکتے ہیں۔"

"ہمارا اور کوئی دشمن نہیں ہے۔"

"ہے' ایک نہیں بے شمار دشمن ہیں۔ جب تک ماسک مین اس ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ حاصل نہیں کرے گا یا اُسے تباہ نہیں کرے گا' اس وقت تک سکون سے نہیں رہے گا' پھر یہودیوں کو کیوں نظرانداز کرتے ہو' بارہا اُن سے بلیک میل ہوتے رہے ہو' پھر بھی انہیں دوست سمجھتے ہو' تمہارے سوچنے کا انداز تمہیں لے ڈوبے گا۔"

"اگر تم دوست ہونے کا دعویٰ کرتی ہو تو خود کو یہاں ظاہر کردو' دشمن کی طرح چھپ کر نہ رہو۔"

"چھپ کر رہنے کے باوجود جان لبوڈا نے مجھے مار ڈالنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی' ظاہر ہوتے ہی تم لوگ میرا قیمہ بنادو گے۔"

"چلو ہم پر اعتبار نہ سہی' ملک کی خاطر اپنے یار کے ساتھ یہاں سے چلی جاؤ۔"

"میرے پانچ خیال خوانی کرنے والے واپس کردو' چلی جاؤں

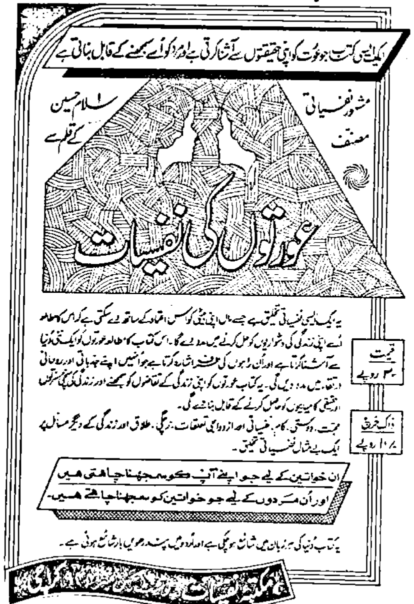

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

گی۔"

"وہ پانچوں اس ملک کی امانت تھے اور یہ تمہارا بھی ملک ہے تمہارا مطالبہ سراسر ناجائز ہے۔"

"جنرل! تمہارا وجود ہی ناجائز ہے اس لئے مجھ سے جائز اور ناجائز کی باتیں نہ کرو۔ اگر تم زیادہ عرصے تک زندہ رہنا چاہتے ہو تو فوج کی ملازمت سے استعفا دے دو۔ ورنہ میں تمہیں جہنم میں پہنچا کر کوئی معقول جنرل تمہاری جگہ لے آؤں گی۔"

جنرل نے جواب نہیں دیا۔ رابطہ ختم کردیا۔ تھوڑی دیر بعد دماغ میں جان لبوڈا کی آواز سنائی دی۔ وہ پرانے کوڈ ورڈز سنا رہا تھا جنرل نے سانس روک لی۔ صاف ظاہر تھا کہ دماغ میں لبوڈا بن کر آنے والے کو نئے کوڈ ورڈز کا علم نہیں تھا۔ اس لئے وہ پرانے مخصوص الفاظ ادا کررہا تھا۔

دوسری بار پھر وہی جان لبوڈا کی آواز اور وہی پرانے کوڈ ورڈز سنائی دیے۔ جنرل نے پھر سانس روک لی۔ آنے والے کو گالیاں دیتے ہوئے کہا "ذلیل کمینے! اب تمہاری کوئی چال کامیاب نہیں ہوگی۔ تم میرے دماغ میں نہیں آسکو گے۔"

دس منٹ کے بعد نئے سیکریٹری نے انٹرکام پر اطلاع دی کہ مسٹر لبوڈا فون پر ہیں۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو لبوڈا! خوب وقت پر آئے۔ ابھی وہ مکار ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے دماغ میں آنے کی ناکام کوششیں کررہا تھا۔"

لبوڈا نے فون پر کہا "جناب! وہ میں تھا۔ میں نے دوبار آپ سے رابطہ کرنے کی کوششیں کیں۔ دونوں بار کوڈ ورڈز ادا کئے پھر بھی آپ نے سانس روک لی۔"

"کیا کہہ رہے ہو؟ اگر تم آرہے تھے تو تم نے پرانے کوڈ ورڈز کیوں ادا کئے، نئے کوڈ ورڈز کیوں نہیں سنائے؟"

"نئے کوڈ ورڈز! ہمارے درمیان ابھی نئے کوڈ ورڈز طے نہیں ہوئے ہیں کیا آپ پھر دھوکا کھا رہے ہیں؟"

"کیا تھوڑی دیر پہلے تم نے میرے دماغ میں آکر نئے شناختی الفاظ طے نہیں کئے تھے؟"

"بالکل نہیں میں اُس وقت آیا تھا جب آپ مسٹر ہولی مین سے فون پر گفتگو کررہے تھے اس کے بعد اب آیا ہوں۔ اس درمیان اگر کوئی آیا تھا اور اس نے نئے کوڈ ورڈز مقرر کئے ہیں تو یہ سراسر فریب ہے۔"

جنرل نے جھنجلا کر کہا "میں پاگل ہو جاؤں گا۔ یہ کیا ہو رہا ہے، میں کیسے یقین کروں کہ وہ غلط تھا اور تم درست ہو؟"

"سیدھی سی بات ہے میں فون پر بول رہا ہوں، وہ فریبی آپ کو فون پر دھوکا نہیں دے سکے گا۔"

"کیسی باتیں کرتے ہو، جو دماغ میں آسکتا ہے کیا وہ فون پر باتیں نہیں کرسکتا۔ میں سمجھ گیا ہوں، مجھے بری طرح الجھانے کے لئے گہری چالیں چلی جارہی ہیں۔ تم واقعی جان لبوڈا ہو یا نہیں؟ پہلے میں اپنے طور پر تصدیق کروں گا۔ پھر تم سے گفتگو کروں گا فی الحال جاؤ۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر ... لگا "جو کچھ ہو رہا ہے۔ اس کا فوراً توڑ کرنا ہوگا۔ دشمن بڑی ... سے ہمارے اندر جگہ بنا رہا ہے۔"

ایسے وقت اپنے مشیر سے ہی اہم مشورے کئے جاسکتے تھے اس نے ہولی مین سے فون پر رابطہ کیا۔ ہولی مین نے کہا "سر! اس وقت مسٹر لبوڈا میرے دماغ میں ہیں" آپ کے موجودہ پرابلم کے متعلق باتیں کررہے ہیں۔"

جنرل نے کہا "سانس روک لو فی الحال صرف مجھ سے باتیں کرو۔"

ہولی مین نے حکم کی تعمیل کی۔ سانس روک کر جان لبوڈا کو دماغ سے نکالا، پھر کہا "وہ جاچکا ہے۔ واقعی یہ مسئلہ پیدا ہوگیا ہے ہمیں کس جان لبوڈا پر بھروسا کرنا چاہئے، وہ جو پرانے کوڈ ورڈز ادا کررہا ہے یا وہ جو نئے کوڈ ورڈز مقرر کرچکا ہے۔"

"تم کیا کہتے ہو؟"

"فی الحال کسی پر بھروسا نہ کیا جائے۔ جو جھوٹا اور فراڈ ہے جلدی ظاہر ہو جائے گا۔"

"جب تک وہ ظاہر نہیں ہوگا تب تک جان لبوڈا ہمارے کام نہیں آسکے گا۔ ہمارے بہت سے کام رک جائیں گے۔"

"آپ نے ایک دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا فرہاد کا ہم ... پیدا کیا ہے۔ اسے ہر پہلو سے فرہاد بنانے کی ٹریننگ دی جارہی ہے میرا مشورہ ہے کہ اُسے اب میدانِ عمل میں لایا جائے۔"

"اتنی عجلت میں اسے استعمال کیا جائے گا تو وہ کوئی غلطی کر بیٹھے گا۔"

"ہم اسے فی الحال ظاہر نہیں ہونے دیں گے، وہ ڈی فرہاد ... ہی خفیہ طور پر ہمارے کام آتا رہے گا ہم اسے بہت ہی محدود ... دیں گے تاکہ دشمنوں سے اس کا سامنا نہ ہو۔ وہ اپنے ٹریننگ ... کی حدود سے باہر نہیں نکلے گا۔"

"ٹھیک کہتے ہو، جان لبوڈا کو کچھ دنوں کے لئے فارغ کر... ہوگا۔ ٹیلی پیتھی کے معاملے میں ہمیں ایک نئے ذہن کی ضرورت ہے یوں ڈی فرہاد کی عملی ٹریننگ بھی ہوتی رہے گی۔"

جان لبوڈا کو یہ حکم سنا دیا گیا کہ وہ فی الحال آرام کرے اور ا... معروف رہنا چاہتا ہے تو معلوم کرے کہ وہ دشمن کون ہے جو لبوڈا بن کر دھوکا دے رہا ہے۔ جب تک اس کی اصلیت معلوم ہو تب تک جان لبوڈا جنرل سے کبھی رابطہ نہ کرے۔

○☆○

میں سونیا کے ساتھ سوئٹزرلینڈ سے نکل آیا تھا۔ سونیا کچھ ... ماریا کے ساتھ گزارنا چاہتی تھی۔ اس لئے ہم لندن آگئے تھے میں نے پوچھا "تمہیں اتنے عرصے بعد ماریا کیوں یاد آگئی ہے؟"

سونیا نے کہا "تمہیں بہت عرصہ بعد یاد آرہی ہے۔ جب ... میں پیرس سے دور فرہاد کی فیملی کے لئے نئی بستی آباد کررہی تھی ... ضروریات کا تمام سامان پہنچاتی رہی، اس وقت تک ماریا میرے ہی ساتھ رہا کرتی تھی۔ اب وہ پھر میرے ساتھ رہے گی۔"

میں نے کہا "کیوں نہ ہم اپنی نئی بستی فرہاد ولیج میں جاکر رہیں۔"

"رہ سکتے ہیں لیکن میری اور تمہاری ڈمی وہاں پہلے سے موجود ہے تاکہ دشمنوں کی تُو ملتی رہے۔"

"ہاں دشمن سوئٹزرلینڈ میں ناکام ہونے کے بعد فرہاد ولیج کا بھی کھوج لگانا چاہیں گے۔"

"ہماری وجہ سے ڈی سونیا اور فرہاد کو جان کا خطرہ ہے۔ ہمیں ان کی حفاظت کے لئے وہاں دوسری حیثیت سے موجود رہنا چاہئے۔"

سونیا نے ماریا سے پوچھا "فرہاد ولیج چلوگی؟"

"مما! میرا بس چلے تو قدم قدم پر ساتھ چلوں، آپ کے ساتھ کانٹوں کے بستر پر سوتی رہوں مگر کبھی آپ اور کبھی پارس میرا ساتھ چھوڑ دیتے ہیں۔"

"اور تم ساتھ چھوڑنے کی وجہ جانتی ہو؟"

"جی ہاں، وہ بات پرانی ہو چکی ہے۔ پہلے میں ایب نارمل تھی، غصے میں دشمنوں کو اور پیار میں پارس کو ڈس لیتی تھی۔ لیکن اب تو میں مہذب ہوگئی ہوں۔ میڈیکل رپورٹ کے مطابق نارمل ہوں اور سوسائٹی کے آداب اچھی طرح جانتی ہوں۔"

"کیا فائٹنگ اور ایکشن میں رہنے کی مشقیں جاری ہیں؟"

"جی ہاں آپ کے ساتھ رہوں گی تو رہی سہی کمی پوری ہو جائے گی۔"

میں نے ماریا کے والدین سے کہا "کیا آپ اسے ہمارے ساتھ جانے کی اجازت دیں گے؟"

باپ نے کہا "یہ آپ کی مہربانیوں سے ہمیں ملی تھی۔ آپ اس کی بھلائی کے لئے کہیں بھی لے جائیں۔"

"میں بھلائی کا وعدہ نہیں کرتا۔ کیونکہ قدم قدم پر دشمن ہیں ہم ہمیشہ خطرات سے کھیلتے آئے ہیں۔"

ماریا کی ماں نے کہا "ہم نے حتی الامکان اسے دشمن حالات سے نمٹنے کی تربیت دلائی ہے آج کی دنیا خطرات سے بھرپور ہے۔ یہ آپ لوگوں کے ساتھ رہے گی تو فولاد ہو جائے گی۔"

باپ نے کہا "سیدھی سی بات ہے، یہ جب سے ہمیں ملی ہے ہم نے اس کے دل و دماغ پر صرف پارس کی حکومت دیکھی ہے ہمارے روکنے سے یہ نہیں رکے گی۔ اس کے میکے سے رخصت ہونے کی عمر ہو چکی ہے۔"

ماں نے پوچھا "یہ بتادو اسے کہاں لے جارہے ہو؟"

میں نے کہا "ہم یہاں سے پیرس جائیں گے پھر پیرس سے اٹلی کے کسی شہر میں جائیں گے۔"

میں نے جھوٹ کہہ دیا کہ امریکا جائیں گے۔ ہماری تاک میں رہنے والے دشمن ماریا کے والدین کے دماغوں میں بھی آکر چور خیالات پڑھتے ہوں گے۔ وہ ان کے ذریعے یہ معلوم کرسکتے تھے کہ ہم ماریا کو لے کر فرہاد ولیج گئے ہیں۔ لہٰذا مجھے مصلحتاً جھوٹ بولنا پڑا تھا۔

ہم فرانس کے ایک ہیلی کاپٹر میں لندن سے روانہ ہوئے۔ سفر کے دوران مرینا نے مجھے مخاطب کیا۔ کوڈ ورڈز ادا کرنے کے بعد کہا۔ "پاپا! ایک بات پوچھنے آئی ہوں۔"

"پاپا سمجھتی ہو تو اجازت کے بغیر پوچھو۔"

"کیا آپ جنرل کے دماغ میں جاتے ہیں؟"

"میں کیسے جاسکتا ہوں، وہ سانس روک لیتا ہے۔"

"آپ جان لبوڈا کی آواز اور کوڈ ورڈز کے ذریعے جنرل کے اندر پہنچ سکتے ہیں۔"

"میں ایسا کرسکتا ہوں، لیکن ابھی تک کیا نہیں ہے۔"

"جب اتنا اچھا موقع سامنے ہے تو آپ نے ایسا کیوں نہیں کیا۔"

"میں زبان کا دھنی ہوں۔ تم سے کہہ چکا ہوں تمہاری مرضی کے بغیر تمہارے ملک میں کوئی بڑا قدم نہیں اٹھاؤں گا۔ اگر ہمیں نقصان پہنچا ہوگا تو پہلے میں تم سے شکایت کروں گا۔ تم شکایت دور کرنے کے قابل نہیں رہو گی تو پھر میں حرکت میں آؤں گا۔"

"شکریہ پاپا! آپ کو شکایت کا موقع نہیں دوں گی، ویسے آپ نے ٹرانسفارمر مشین کے متعلق بہت کچھ معلوم کیا ہوگا؟"

"بے شک معلوم کیا ہے تم جافری والٹن کو زخمی چھوڑ آئی تھیں۔ اس کے دماغ میں کوئی بھی جاکر بہت سے اہم راز معلوم کرسکتا تھا۔ میں نے بھی معلوم کیا۔ کیونکہ معلومات حاصل کرنے سے تمہارا کوئی نقصان نہیں ہے۔ کسی بھی برے وقت کے لئے یہ ضروری ہے۔"

"کیا آپ سمجھتے ہیں، میں کبھی آپ لوگوں پر برا وقت لاؤں گی۔"

"ہمارے تمہارے سوچنے اور عہد کرنے سے کچھ نہیں ہوتا، کبھی حالات ایسے پیش آتے ہیں جس کی ہم کبھی توقع نہیں کرتے۔ خدانخواستہ تم کبھی بیمار ہو جاؤ، خیال خوانی کے قابل نہ رہو یا دشمنوں کے سامنے بے بس ہو جاؤ اور ہمیں ضروری معلومات فراہم نہ کرسکو تو ایسے میں ہماری اپنی معلومات کام آئیں گی۔"

"آپ درست کہتے ہیں لیکن کبھی غلط فہمی بھی پیدا ہو جاتی ہے۔"

"کوئی غلط فہمی ہو چکی ہے تو بتاؤ؟"

"آپ نے زخمی جافری والٹن کے دماغ میں جاکر لبوڈا کے مخصوص کوڈ ورڈز معلوم کئے۔ اب کوئی انہی کوڈ ورڈز کے ذریعے جنرل کے دماغ میں آچکا ہے۔ اگر وہ آپ نہیں ہیں تو پھر میں ہوں کیونکہ جافری کے پاس جانے والے ہم دونوں ہیں، تیسرا کوئی نہیں ہے۔"

"تیسرا کیوں نہیں ہے؟ کیا تم جنرل کے تمام دشمنوں کا حساب

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

رکھتی ہو؟ جافری دانش زخمی تھا۔ اس کا دماغ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لئے ایک کھلی کتاب کی طرح تھا۔ کیا ماسک مین کی الپا یہ کتاب نہیں پڑھ سکتی؟ کیا اسرائیل کا جے مورگن اس کے دماغ میں نہیں آسکتا۔ برین ماسٹر اور بلیک سیکرٹس کی طرح جنرل کا اور کوئی خیال خوانی کرنے والا غدار نہیں بن سکتا۔ کیا جنرل کی آستین میں سانپ نہیں ہوں گے؟"

"جی ہاں' ہونے کو تو بہت کچھ ہو سکتا ہے' خدا کرے کہ جنرل کا شبہ آپ پر غلط ہو۔"

"مرینا! ابھی تم بچی ہو' جنرل کی آڑ نہ لو۔ تمہیں مجھ پر شبہ ہے اور یہ ایسی بیماری ہے جس کا علاج نہیں ہو پاتا۔ یہ بیماری بڑھتی ہی جاتی ہے۔ میں پیش گوئی کرتا ہوں کہ جو بھی جنرل کے دماغ میں لبوڈا بن کر آچکا ہے' وہ ٹرانسفارمر مشین کے متعلق بھی بہت کچھ معلوم کرچکا ہے۔ اگر کبھی اُس نے مشین کو نقصان پہنچانا چاہا تو تم مجھ پر ہی شبہ کرو گی۔ بہتر ہے' میرے پاس وقت ضائع نہ کرو' جنرل کو عقل سکھاؤ کہ جتنی جلدی ممکن ہو ٹرانسفارمر مشین کو دوسری جگہ منتقل کردے۔ اب جاؤ اور میرا موڈ خراب نہ کرو۔"

میں نے سانس روک لی' وہ دماغ سے نکل گئی۔ میں نے سونیا کو اس کے متعلق بتایا' سونیا نے کہا "مرینا دو کشتیوں پر سوار ہے۔ اپنے وطن کی محبت بھی ہے اور پارس سے عشق بھی ہے۔ نہ وطن کی محبت دل سے نکال سکتی ہے نہ پارس سے جذباتی رشتہ توڑ سکتی ہے۔ لیکن یہ ہمارے بیٹے کے لئے کسی بھی وقت مصیبت بن سکتی ہے۔"

"میں بیٹے کو سمجھاتا ہوں کہ وہ بے شک مرینا کو دل سے چاہے' اسے کبھی دھوکا نہ دے لیکن اس سے دھوکا بھی نہ کھائے۔ اس کے لئے اُسے پہلے سے محتاط رہنا چاہئے۔"

میں نے پارس کے پاس آکر کوڈ ورڈز ادا کئے۔ پھر پوچھا۔ "خیریت ہے بیٹے؟"

"آپ پندرہ منٹ بعد آئیں۔"

میں واپس آگیا' سونیا سے بولا "تمہارا کیا خیال ہے' جنرل کے دماغ میں لبوڈا بن کر کون گیا ہوگا؟"

وہ بولی "مجھے تو یہ یہودیوں کی چال لگتی ہے۔"

"ماسک مین کو نظر انداز کیوں کررہی ہو؟"

"بالکل ہی نظر انداز نہیں کررہی ہوں۔ وہ بھی الپا کو استعمال کرسکتا ہے لیکن یہودیوں کی مکاریوں کو ان کی ایک فطری عادت سے پہچانا جاسکتا ہے۔"

"وہ عادت کیا ہے؟"

وہ بولی "سانپ کی فطرت ڈسنا ہے' تم سانپ کو دودھ پلاؤ وہ پیتے وقت نہیں ڈسے گا' لیکن یہودیوں کو لاکھ دودھ پلاؤ' لاکھ اُن پر احسانات کرو' وہ احسان مانتے جائیں گے اور ڈستے بھی جائیں گے۔ آج کل امریکا انہیں ٹیلی پیتھی کی امداد دے رہا ہے۔ ایسے وقت جے مورگن جنرل کے دماغ میں شیطانی حرکتیں کرے گا تو جنرل کبھی یہودیوں پر شبہ نہیں کرے گا اور یہی یہودیوں کی کامیاب سیاست ہے کہ ٹھیک دودھ پیتے وقت دودھ پلانے والے کو ڈس لو' کوئی تم پر شبہ نہیں کرے گا اور تم مسکین اور احسان مند نظر آتے رہو گے۔"

سونیا کی باتوں میں وزن تھا۔ میں نے اسرائیلی فوج کے ایک افسر کے دماغ میں پہنچ کر اُس کے خیالات پڑھے۔ اس کا تعلق ملٹری انٹیلی جنس سے تھا۔ اس کے ذریعے تازہ ترین خفیہ معلومات حاصل ہوتی رہیں لیکن وہ افسر جے مورگن کے متعلق کچھ نہیں جانتا تھا۔ اسے ہماری طرح اتنا ہی اندازہ تھا کہ اب اس کا نام جے مورگن نہیں رہا ہوگا اور اس کی آواز اور لہجہ بدل دیا گیا ہوگا۔

البتہ یہ معلوم ہوا کہ امریکا سے ایک انجینئر' ایک ڈاکٹر اور ایک سراغرساں آئے ہوئے ہیں اور ان تینوں کو سخت پہرے میں رکھا جاتا ہے۔ ان کی حفاظت کے لئے خاص امریکی فوجی دستہ آیا تھا۔ جہاں ان تینوں کی رہائش گاہ تھی وہاں صرف دو اسرائیلی حکام اور دو اسرائیلی فوجی افسر جاسکتے تھے۔ اتنی احتیاط اور حفاظتی انتظامات کو دیکھتے ہوئے یقین سے کہا جاسکتا تھا کہ وہ تینوں انجینئر' ڈاکٹر اور سراغرساں دراصل ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے۔ اس لئے انہیں غیر معمولی اہمیت دی جارہی تھی۔

پچھلی بار میں ایک ایسے اعلیٰ حاکم کے دماغ میں پہنچ گیا تھا جو خواب آور گولیاں کھا کر سویا کرتا تھا۔ ایسے وقت اس نے مجھے اپنے دماغ میں محسوس نہیں کیا تھا اور میں نے اس کے اندر جا کر پاپا ڈوک کی خفیہ رہائش گاہ کا پتا معلوم کرلیا تھا اور یوں پاپا ڈوک کا خاتمہ ہوگیا تھا۔

اس بار ان تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو کسی خفیہ اڈے میں چھپا کر نہیں رکھا گیا تھا لیکن ان کے آس پاس صرف یوگا کے ماہر فوجی جوانوں کو رکھا گیا تھا۔ دو اسرائیلی حکام اور دو فوجی افسران کے متعلق بھی پوری طرح تصدیق کی گئی تھی کہ وہ کوئی نشہ یا خواب آور دوا استعمال نہیں کرتے ہیں اور کوئی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا ان کے دماغوں میں نہیں آسکے گا۔

بے شک نہایت سمجھ داری سے بڑے سخت انتظامات کئے گئے تھے۔ فی الحال میں کوئی راستہ نہیں بنا سکتا تھا اور فی الحال مجھے کوئی راستہ بنانے کی ضرورت نہیں تھی۔ جب ضرورت ہوگی تو توجہ دوں گا اور توجہ دوں گا تو کوئی راستہ ضرور نکل آئے گا۔

ابھی میں صرف معلومات حاصل کررہا تھا۔ جس اعلیٰ افسر کے دماغ میں' میں تھا اُس کی ڈیوٹی ایک ایسے بنگلے میں تھی جس کے سامنے دس ہزار گز کے پلاٹ پر ایک بہت بڑی کوٹھی تھی۔ اسی کوٹھی میں وہ تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والے رہتے تھے۔ اعلیٰ افسر دور سے ان کی نگرانی کے لئے اپنے عملے کے ساتھ سامنے والے بنگلے میں رہتا تھا' اچانک وہ کچھ کمزوری سی محسوس کرنے لگا۔ پتا چلا آس پاس کے فوجی جوان بھی ڈیوٹی پر الرٹ نہیں ہیں۔ انہیں گن لے کر کھڑے رہنا چاہئے تھا لیکن وہ کمزوری سے بیٹھ گئے تھے۔

میں نے افسر کو ٹیلی فون کی طرف دوڑایا۔ اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی تھی۔ افسر نے ریسیور اٹھا کر پوچھا "ہیلو کون ہے؟"

دوسری طرف سے آواز آئی "میں تین امریکی مہمانوں کی رہائش گاہ سے سیکیورٹی افسر بول رہا ہوں۔ یہاں کچھ گڑبڑ ہورہی ہے۔ ہم سب اچانک کمزوری محسوس کررہے ہیں۔"

میں نے سیکیورٹی افسر کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ اس نے مجھے محسوس نہیں کیا۔ میں اسے دوڑاتا ہوا۔ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کے کمرے میں لے گیا۔ وہ کمرا اندر سے بند تھا۔ سیکیورٹی افسر نے دستک دیتے ہوئے پوچھا "سر! آپ خیریت سے ہیں؟"

اندر سے آواز آئی "خیریت نہیں ہے۔ میں کمزوری محسوس کررہا ہوں' فوراً ہمارے خاص ڈاکٹر کو بلاؤ۔"

میں اس خیال خوانی کرنے والے کے اندر پہنچ گیا۔ اس نے احتیاطاً دروازے کو اندر سے بند کرلیا تھا تاکہ کوئی دشمن حملہ کرنے کے لئے اندر نہ گھس آئے اور اسے شبہ تھا کہ یہ کسی دشمن خیال خوانی کرنے والے کی زبردست چال ہے۔

اس نے اپنی دماغی توانائی کو آزمانے کے لئے خیال خوانی کی پرواز کی۔ میں نے چپکے سے پرواز کو سہارا دیا۔ وہ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کے دماغ میں پہنچ کر بولا "رابرٹ فیشرز! میں والکر بول رہا ہوں۔ تم نے سانس نہیں روکی' اس کا مطلب ہے تم بھی دماغی کمزوری میں مبتلا ہوگئے ہو۔"

"ٹھیک کہتے ہو والکر! کیا تمہارے ساتھ بھی یہی ہورہا ہے؟"

"ہاں' چلو ہم اپنے تیسرے ساتھی راجر کی خیریت معلوم کریں۔"

والکر تیسرے ساتھی راجر کے دماغ میں آیا لیکن رابرٹ فیشرز خیال خوانی کی پرواز نہ کرسکا کیونکہ میں والکر کو سہارا دے رہا تھا۔ فیشرز سہارے کے بغیر اپنی جگہ رہ گیا۔ ادھر تیسرا ساتھی راجر پوچھ رہا تھا "تم ایسی حالت میں کیسے خیال خوانی کررہے ہو؟"

والکر نے کہا "بڑی مشکل پیش آرہی ہے' میری دماغی توانائی بھی جواب دے رہی ہے۔"

راجر نے کہا "جانتے ہو ہمارے ساتھ اچانک ایسا کیوں ہورہا ہے؟"

"شاید کسی دشمن نے ہمارے کھانے پینے کی چیزوں میں کوئی ضرر رساں دوا ملائی ہے۔"

"یہ بات نہیں ہے۔ اس کوٹھی کے تمام سیکیورٹی گارڈز اور کوٹھی کے آس پاس کے بنگلوں میں رہنے والے فوجی بھی ہماری طرح کمزور پڑ گئے ہیں۔ سیکڑوں لوگوں کو کھانے کی چیزوں میں ضرر رساں دوائیں بیک وقت نہیں دی جاسکتیں۔ دراصل تھوڑی دیر پہلے ایک ہیلی کاپٹر اطراف میں پرواز کررہا تھا۔ اس نے ہماری کوٹھی کے چاروں طرف بھی ایک چکر لگایا تھا۔"

"اوہ گاڈ! تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ ہیلی کاپٹر کے ذریعے اعصابی کمزوریوں میں مبتلا کرنے والی دوائیں فضا میں چھڑکی گئی ہیں۔"

"بے شک یہی بات ہے' وہ فوجی ہیلی کاپٹر تھا' کسی نے اعتراض نہیں کیا۔ سب نے سمجھا فضائی فوج کے جوان ہماری نگرانی کررہے ہیں۔ اب یہ سمجھ میں آرہا ہے کہ کسی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے نے فضائیہ کے کسی افسر کے دماغ پر قبضہ جما کر ایسی حرکت کی ہے۔"

اس کی باتوں کے دوران فائرنگ کی آوازیں آنے لگیں جو بتدریج قریب آتی جارہی تھیں۔ پھر قدموں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ تھوڑی دیر بعد میں نے ان خیال خوانی کرنے والوں کے اندر رہ کر دیکھا' کئی نقاب پوش دروازے توڑ کر کمروں میں آگئے تھے۔ انہیں گن پوائنٹ پر رکھ کر ان کے بازوؤں میں انجکشن لگارہے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ تینوں بے ہوش ہوگئے۔ میں ان کے دماغوں سے نکل آیا۔

پھر میں نے سونیا کو تمام باتیں بتا کر کہا "میں ان تینوں کی مدد کرنا چاہتا تھا' پھر سوچا وہ اعصابی کمزوریوں میں مبتلا ہیں۔ میرا سہارا پاکر بھرپور فائدہ نہیں اٹھا سکیں گے اور میرے کسی کام نہیں آئیں گے پھر یہ کہ انہیں جو بھی اغوا کررہا ہے اسے خوش فہمی میں رہنا چاہئے کہ ہم اس کی ان کارروائیوں سے بے خبر ہیں۔"

سونیا نے کہا "ٹھیک ہے نگران تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا اغوا بڑا مضحکہ خیز لگ رہا ہے۔"

"کیوں' مضحکہ خیز لگ رہا ہے؟"

"عقل تسلیم نہیں کرتی کہ اتنی سخت نگرانی ناکام ہوگئی۔ چند نقاب پوش آئے اور مسلح فوجیوں کا محاصرہ توڑ کر تین افراد کو لے گئے۔"

"ہاں' مگر یہ تو دیکھو کہ تینوں کو اغوا کرنے کے لئے کتنی زبردست چال چلی گئی ہے۔ ہیلی کاپٹر کے ذریعے دوائیں اسپرے کی گئیں۔ کیا اس عمدہ ذہانت کے مظاہرے سے انکار کروگی؟"

"مجھے انکار نہیں ہے' میں حیران ہوں۔ یہ کون ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے جو زبردست ذہانت کا مظاہرہ کررہا ہے اور اس نے اتنی بڑی فوج بنالی ہے جو امریکی فوج کا محاصرہ توڑ دیتی ہے۔ اسرائیلی فوجیوں کو بھی دھوکا دے کر ان تینوں کو کہیں لے گئی ہے۔"

"میں سمجھ گیا' تم اپنے اسی خیال پر قائم ہو کہ یہ یہودی سیاست ہے۔ واقعی اس پہلو سے دیکھا جائے تو جنرل ان تینوں کے اغوا کا شبہ اسرائیلیوں پر نہیں کرے گا۔ کیونکہ وہ ہمارے خلاف اسرائیلی حکومت کو سہارا دینے آئے تھے' پھر ان کے محافظ خود امریکی فوجی تھے۔"

سونیا نے کہا "ایک نامعلوم ٹیلی پیتھی جاننے والا جنرل کے دماغ میں آکر یہ ثابت کرچکا ہے کہ وہ جنرل کے اندر آسکتا ہے تو تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے اندر بھی پہنچ سکتا ہے۔ جنرل تم پر شبہ کرتا رہے گا۔"

"ان یہودیوں نے پھر ہمیں مجبور کردیا ہے کہ ہم ان کا کباڑا کریں۔ اپنے سر سے الزام ختم کرنے کے لئے ان مکاروں کو بے نقاب کرنا ہوگا۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

وہ بولی "بات صرف جنرل کی نہیں ہے۔ مرینا بھی ہم پر شبہ کرے گی کیا تم پارس کے پاس گئے تھے؟"

"ہاں' اس نے پندرہ منٹ بعد رابطہ کرنے کو کہا تھا۔ ادھر میں اس نئے معاملے میں مصروف ہو گیا تھا' ابھی جاتا ہوں۔"

میں اس کے پاس آیا' وہ بولا "آپ نے بڑی دیر لگا دی۔"

میں اسے تین خیال خوانی کرنے والوں کے متعلق بتانے لگا پھر اس سے پوچھا "مرینا کہاں ہے؟"

"سو رہی ہے' گہری نیند میں ہے' آپ کو اپنے دماغ میں محسوس نہیں کر سکے گی۔"

"کیا کہہ رہے ہو؟"

"پاپا! اس نے بہت پریشان کیا ہے' آپ میرے پاس آئے تھے' میں نے آپ کو پندرہ منٹ بعد آنے کے لئے کہا۔ وجہ یہ تھی کہ یہ بار بار میرے دماغ میں آ رہی تھی۔ میں نے پوچھا' جب میں سامنے موجود ہوں تو دماغ کے اندر آنے کی کیا ضرورت ہے؟"

وہ بولی "تمہارے پاپا نے سانس روک کر مجھے اپنے دماغ سے نکال دیا ہے۔ وہ مجھ سے ناراض ہیں۔ میں تمہارے اندر رہ کر سننا چاہتی ہوں کہ وہ تم سے کیا کہنے کے لئے آئیں گے۔

"میں نے کہا' تمہیں باپ بیٹے کی باتیں نہیں سننا چاہئے۔ تم اطمینان رکھو' میں ان کی ناراضی دور کر دوں گا۔

"میرے خاموش رہنے پر اس نے سمجھا کہ میں آپ سے سوچ کے ذریعے گفتگو کر رہا ہوں۔ اگر وہ اندر آئے گی تو میں محسوس نہیں کر سکوں گا۔ یہ سوچ کر وہ میرے دماغ میں آئی۔ میں نے اسے گھور کر دیکھا۔ وہ سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔ مسکرا کر دماغ سے نکل گئی۔ میں نے سمجھ لیا' یہ پیچھا نہیں چھوڑے گی۔ آپ مسلسل گفتگو کریں گے تو میں اسے محسوس نہیں کر سکوں گا۔ اور یہ بہت ہی غلط طریقۂ کار اختیار کر رہی ہے۔

"یہ بات میرے مزاج کے خلاف تھی۔ میں اپنے کمرے میں آیا۔ اپنی اٹیچی سے مما کی دی ہوئی مخصوص انگوٹھی نکال کر پہنی پھر واپس آ کر اس سے کہا' میں خواہ مخواہ دوسرے کمرے میں گیا تھا۔ تم تو سوچ کے ذریعے ہر جگہ میرے دماغ میں آ سکتی ہو۔ وہ ہنسنے لگی' میں نے پوچھا' پاپا تم سے ناراض کیوں ہیں؟ وہ بولی' تمہارے پاپا کو یہی بات کڑوی لگ گئی۔ وہ چھپ کر جنرل کے دماغ میں جاتے ہیں۔ میں نے ان کی چوری پکڑ لی۔ میں نے پوچھا' کیسے؟ کہنے لگی' صاف ظاہر ہے' زخمی جافری کے دماغ سے میں نے اور تمہارے پاپا نے اہم معلومات حاصل کیں۔ لہٰذا کے مخصوص کوڈ ورڈز بھی معلوم کئے۔ اب ان کوڈ ورڈز کے ذریعے میں جنرل کے دماغ میں جا سکتی ہوں یا پھر تمہارے پاپا جا سکتے ہیں۔ چونکہ میں نہیں گئی تھی اس لئے ثابت ہوا کہ چوری چھپے جانے والے تمہارے پاپا ہیں۔ میں نے کہا' یقیناً پاپا نے تمہاری بکواس کو تسلیم نہیں کیا ہو گا' تم باپ کی حمایت میں سچائی کو بکواس کہہ رہے ہو میں نے جواب دیا۔ جس دن تم میرے باپ کی دیانت داری کو سمجھ لو گی ان کے

قدموں سے سر نہیں اٹھاؤ گی۔ لیکن تمہارے پاس سمجھنے والی عقل نہیں ہے۔ یہ یقین پختہ ہوتا جا رہا ہے کہ تم دوستی کے کسی خوب صورت موڑ پر خطرناک دشمنی کرو گی۔ اور اب میں تمہیں اس کا موقع نہیں دوں گا۔

"یہ کہہ کر میں نے اس کے بازوؤں کو گرفت میں لیا اور پھر مخصوص انگوٹھی کی سوئی سے اس کے ایک بازو میں دوا انجکٹ کر دی۔"

پارس نے یہ تمام روداد سنا کر کہا "پلیز پاپا! اب آپ دوستی' خلوص اور شرافت کو بالائے طاق رکھ دیں۔ اس کے چور خیالات پڑھیں اور تنویمی عمل کے ذریعے اس کے اندر سے بے اعتمادی نکال دیں۔ بہتر ہے' اسے اپنی معمولہ بنا کر رکھیں۔"

بیٹا درست کہہ رہا تھا۔ پہلے ہی ہمارے دشمنوں کی کمی نہیں تھی' اس پر مرینا بھی دوستی کرتے کرتے کبھی دشمنی پر اتر آتی تو ایسی دوستی دشمنی سے زیادہ نقصان پہنچاتی۔ سانپ آگے پیچھے سے آتا ہو تو اس سے بچنے کے لئے اسے ہلاک کیا جا سکتا ہے لیکن وہی سانپ آستین میں پل رہا ہو تو اس سے بچاؤ کی تدبیر کارگر نہیں ہوتی۔

میں مرینا کے دماغ میں آ کر سانپ کا منتر پڑھنے لگا۔ وہ مجھے محسوس نہیں کر رہی تھی۔ میرے عمل سے متاثر ہوتی جا رہی تھی چونکہ فولادی ذہن رکھتی تھی' مضبوط قوتِ ارادی کی مالک تھی اس لئے ذرا دیر سے متاثر ہوئی۔ ذرا مشکل پیش آئی لیکن معمولہ بن گئی۔

میں نے کہا "میں تمہارا عامل ہوں' تم میری معمولہ اور تابعدار ہو۔"

اس نے تسلیم کیا "میں تمہاری معمولہ اور تابعدار ہوں۔"

"تم میرے سوالوں کا صحیح جواب دو گی اور میرے احکامات کی تعمیل کرو گی۔"

"میں تمہارے سوالوں کا صحیح جواب دوں گی اور تمہارے احکامات کی تعمیل کروں گی۔"

"جواب دو' تم پارس کو کس حد تک چاہتی ہو؟"

"جذبات کی انتہا تک چاہتی ہوں۔"

"اپنے ملک و قوم کو کس حد تک چاہتی ہو؟"

"اپنے ملک اور قوم سے پیدائشی اور جنم جنم کا رشتہ ہے۔"

"ایک طرف پارس ہو' دوسری طرف ملک اور قوم' تو کس کا ساتھ دو گی؟ کس کے لئے جان کی بازی لگاؤ گی۔"

"ملک و قوم کے لئے جان حاضر ہے۔ پارس میری مجبوری ہے' وہ میری ضرورت بن گیا ہے۔ اس لئے میں اسے چھوڑ نہیں سکتی۔ ورنہ اتنی بڑی دنیا میں ہزاروں مرد مل جاتے ہیں۔"

"پارس تم سے بددل ہو گا اور تمہارا ساتھ چھوڑ دے گا تو تم کیا کرو گی؟"

"یہی ایک پریشانی ہے' کوئی دوسرا مرد پارس کی جگہ نہیں لے سکے گا' میں نے اسے قابو میں کرنے کے لئے ایک بار کافی میں زود اثر دوا ملا کر دی۔ بعد میں غلطی کا احساس ہوا۔ جس پر زہر اثر نہ کرتا ہو' اس پر بھلا دوا کیا اثر کرے گی۔"

"تم پارس کو زخمی کر سکتی ہو؟"

"میں نے اس پہلو پر بھی غور کیا ہے لیکن مجھے موقع نہیں مل رہا ہے۔ میں اس کی نظروں سے گرنا نہیں چاہتی۔ کچھ اس طرح زخمی کرنا چاہتی ہوں کہ ناکامی ہو تو پارس کو مجھ پر شبہ نہ ہو۔"

میں نے سوال کیا "اگر کوئی دشمن اسے زخمی کرنا چاہے تو تم اسے دشمن سے بچاؤ گی؟"

"ہرگز نہیں' یہی تو بہترین موقع ہو گا۔ زخمی کرنے کا الزام دشمن کے سر ہو گا اور میں اس کے اندر پہنچ کر اُسے اپنا معمول اور تابعدار بنا لوں گی۔"

"میں تمہیں حکم دیتا ہوں' تم پارس پر کبھی تنویمی عمل نہیں کرو گی اور نہ ہی کسی بھی طرح اُسے ذہنی یا جسمانی کمزوری میں مبتلا کرو گی۔"

"میں کبھی اس پر تنویمی عمل نہیں کروں گی اور نہ ہی کسی طرح اسے ذہنی اور جسمانی کمزوری میں مبتلا کروں گی۔"

"تم پارس اور فرہاد کی فیملی کے خلاف کسی دشمن سے کوئی معاہدہ یا سازش نہیں کرو گی۔"

اس نے وعدہ کیا کہ وہ ایسا نہیں کرے گی' میں نے حکم دیا "تم اپنے دماغ میں سونیا کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرو گی۔"

میں نے سونیا کی سوچ اس لئے کہا کہ دشمن کبھی اسے میری معمولہ سمجھ کر' میری سوچ کا لہجہ اختیار کر کے اس کے دماغ میں جانا چاہیں تو ناکام رہیں۔ سونیا ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہے اس لئے کوئی سوچ بھی نہیں سکے گا کہ میں سونیا کے لہجے میں مرینا کے اندر پہنچتا ہوں۔

اس نے وعدہ کیا کہ وہ سونیا کی آواز اور لہجے کو اپنے دماغ میں محسوس نہیں کرے گی' میں نے کہا "اب تنویمی نیند مکمل کرو۔ بیدار ہونے کے بعد تم یہ بھول جاؤ گی کہ پارس نے تمہیں دماغی کمزوری میں مبتلا کیا تھا اور یہ شبہ نہیں کرو گی کہ تم پر تنویمی عمل کیا گیا ہے۔"

اس نے میرے احکامات دہرائے اور پھر نیند میں ڈوبتی چلی گئی۔ میں نے پارس کے پاس آ کر اسے بتایا کہ وہ کس طرح اس کی دماغی کمزوری کا انتظار کر رہی تھی اور اسے اپنا تابعدار بنا کر رکھنا چاہتی تھی۔

وہ بولا "پاپا! میں اس کی فطرت کو خوب سمجھتا ہوں' آج تک اس پر کبھی دل سے اعتماد نہیں کیا۔ یہ اچھا ہوا کہ اس کی حقیقت کھل کر سامنے آ گئی۔ وہ ہمیں نقصان ضرور پہنچاتی لیکن ہم اسے معمولہ بنا کر کبھی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔"

"تم دونوں کہاں ہو؟"

"ہم نیویارک آ گئے ہیں' لیکن میں کچھ عرصے کے لئے اس سے الگ ہو جاؤں گا' جس سے دل پھر جاتا ہے' اس کے ساتھ رہنے کو جی نہیں چاہتا۔"

"تمہاری مرضی ہے' جو بہتر سمجھو کرو' میں پھر آؤں گا۔"

میں سونیا کے پاس آ گیا۔ اسے مرینا کے متعلق بتانے لگا۔ وہ بھی مطمئن ہو کر بولی "یہ اچھا ہوا' اب اسے مزید آزمائش میں مبتلا کرو' اسے تنہا اپنے بل پر کام کرنے دو۔ اپنی طرف سے کوئی پابندی نہ لگاؤ' جب وہ ٹھوکریں کھائے گی تو ہماری دوستی کی قدر کرے گی۔"

ہم لندن سے پیرس آ گئے۔ فرہاد ولیج میں داخل ہونے اور وہاں ایک دن بھی قیام کرنے کے لئے فرانس کی انٹیلی جنس کے چیف سے اجازت نامہ حاصل کرنا پڑتا تھا۔ سونیا نے یہ طریق کار اختیار کیا تھا تاکہ ہماری بستی میں کوئی غیر ضروری شخص داخل نہ ہو سکے۔ بابا صاحب کے ادارے کے جاسوس ہماری بستی میں رہنے والوں اور نئے آنے والوں کو ہمیشہ نظروں میں رکھتے تھے۔ وہاں سونیا' پولیس اور سراغ رسانوں کے درمیان رابطہ قائم رکھنے کے لئے ٹیلیفون اور ٹرانسمیٹر کے علاوہ فیکس مشینیں نصب کی گئی تھیں۔ خود کار الارم تھے جو دشمن کی کسی غلطی سے پولیس اور سراغ رسانوں تک خطرے کا سائرن سنا دیتے تھے۔ غرض یہ کہ وہاں دشمنوں کے داخلے کو ناممکن بنانے کی ہر ممکن کوشش کی گئی تھی۔

فرہاد ولیج میں پہلے ہی ایک ڈمی سونیا اور ڈمی فرہاد موجود تھے جو بڑی عمدگی سے ہمارا رول ادا کر رہے تھے۔ میں اور سونیا پولیس اور انٹیلی جنس کے افسران بن کر وہاں پہنچے۔ ماریا ہماری بیٹی کی حیثیت سے ہمارے ساتھ تھی۔

ماریا پہلے بھی بستی میں آ چکی تھی اور ایک عرصہ تک سونیا کے

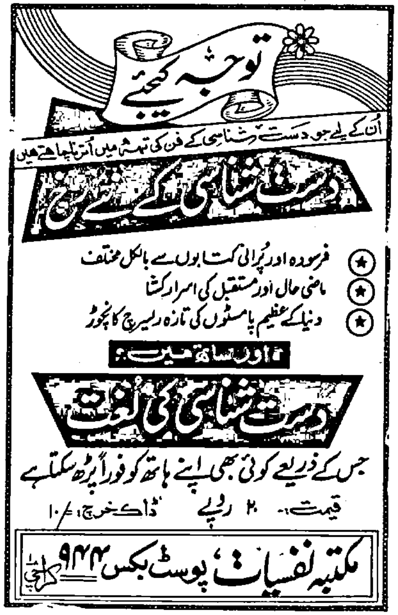

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ساتھ وہاں رہ چکی تھی۔ سونیا اسے سکھا رہی تھی "ماریا! دیکھی ہوئی جگہ کو بھی دیکھنے اور سمجھنے کے لئے بہت کچھ رہ جاتا ہے۔ تم روز صبح جوگنگ کے لئے میلوں دور تک جایا کروگی اور گہری نظروں سے دیکھتی رہوگی کہ ہمارے مسلح گارڈز میں اور حفاظتی انتظامات میں کوئی کمی تو نہیں رہ گئی ہے۔ میں تمہیں دیکھنے اور پرکھنے اور حالات کو صحیح طور سے سمجھنے کے گر سمجھاتی رہوں گی۔"

ہمیں رہائش کے لئے ایک بنگلا اور دو ملازم بھی دئے گئے تھے۔ اس بستی کے بنگلوں، کلبوں اور دیگر تفریح گاہوں میں خدمات انجام دینے والے ملازم محض ملازم نہیں تھے بلکہ خفیہ پولیس کے آدمی تھے۔ ہمارے دونوں ملازم ہماری اصلیت نہیں جانتے تھے اس لئے وہ پہلے ہی دن سے ہم پر کڑی نظر رکھنے لگے تھے۔

یہ فرض شناسی اور مستعدی دیکھ کر خوشی ہوتی تھی۔ ایسا بھی ہوا کہ جس نے بھی فرض کی ادائیگی میں کوتاہی کی یا جو چھوٹے بڑے معاملات میں غافل پایا گیا اسے فوراً اس بستی سے نکال دیا گیا۔ ایسے غیرذمے دار افراد ہمارے جاسوسوں وغیرہ کی نظروں میں آجاتے تھے یا ہم ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان کی غلطیاں پکڑ لیتے تھے۔

باباصاحب کے ادارے میں ہماری بستی کے ایک ایک فرد کے نام، پتے اور ان کی آوازیں اور تصویریں موجود تھیں۔ سلمان، سلطانہ، لیلیٰ، جوجو اور رسونتی فرصت کے اوقات میں کسی نہ کسی کے دماغ کے اندر پہنچ کر اس کی کارکردگی کو چیک کرتے رہتے تھے۔ میں بھی اکثر یہ فرائض انجام دیتا تھا کیونکہ اس طرح میرے نام کی وہ بستی دشمنوں سے محفوظ رہ سکتی تھی۔

میں بنگلے کے ایک بیڈ روم میں آکر آرام سے بیٹھ گیا۔ سونیا ماریا کو ساتھ لے کر پوری بستی کا معائنہ کرنے چلی گئی۔ میں ان تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے پاس جانا چاہتا تھا جنہیں اسرائیل میں اغوا کیا گیا تھا۔ اغوا کرنے والے انہیں بیہوش کرکے لے گئے تھے۔ بیہوشی کی حالت میں ان کے دماغ کمزور تھے اور کمزور دماغوں سے کوئی کام نہیں لیا جاسکتا تھا اس لئے میں انہیں اُن کے حال پر چھوڑ آیا تھا۔ اب کئی گھنٹے بعد وہاں گیا تو میری سوچ کی لہریں بھٹک کر واپس آگئیں۔ سوچ کی لہروں کو ان میں سے کسی کا دماغ نہیں ملا، اس کے دو مطالب ہوسکتے تھے۔ ایک تو یہ کہ وہ تینوں مرچکے تھے یا پھر اُن کے برین آپریشن کئے جارہے تھے۔

اور یہی بات ہوسکتی تھی۔ وہ جلد از جلد انہیں برین آپریشن سے گزار کر ان کی آواز، لہجہ اور وفاداری بدل دینا چاہتے تھے۔ برین آپریشن بچوں کا کھیل نہیں ہوتا۔ اس کی تیاریاں پہلے سے کی گئی ہوں گی اور یہ بھی اطمینان کرلیا گیا ہوگا کہ جس خفیہ اڈے میں وہ آپریشن تھیٹر ہے وہاں کوئی دشمن، یا پولیس اور فوج والے نہیں پہنچ پائیں گے۔ یہاں سونیا کے شبہات کی اور تصدیق ہوگئی۔ یہ اسرائیلیوں کے گھر کا معاملہ تھا۔ انہوں نے تینوں کو اپنے ایک گھر سے اغوا کرکے دوسرے گھر پہنچا دیا تھا۔ ان تینوں کو تلاش کرنے والے بھی اپنے جاسوس اور فوجی تھے۔ وہ انہیں ڈھونڈنے کے لئے خفیہ آپریشن تھیٹر کی طرف نہ جاتے۔ امریکی فوجیوں کے ساتھ مل کر پورے اسرائیل میں انہیں ڈھونڈتے پھرتے اور امریکی حکام کو اپنی معصومیت کا یقین دلاتے رہتے کہ وہ اغوا کے مجرم نہیں ہیں۔

میں ایک اسرائیلی حاکم کے دماغ میں آیا۔ اس کے آس پاس ایک فوجی اعلیٰ افسر اور امریکی حکومت کے دو نمائندے بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک نمائندہ کہہ رہا تھا "ہم یقین نہیں کرسکتے کہ اغوا کرنے والوں نے ان تینوں کو دماغی طور پر بھی غائب کردیا ہے۔"

فوج کے اعلیٰ افسر نے کہا "ہمیں بھی یقین نہیں، اگر آپ کا کوئی خیال خوانی کرنے والا ان تینوں کے دماغوں میں پہنچنے میں ناکام ہوگیا ہے اور ان کی دماغی طور پر موجودگی ثابت نہیں ہورہی ہے تو اس کا مطلب صاف ظاہر ہے کہ وہ تینوں ماردیے گئے ہیں۔"

دوسرے نمائندے نے کہا "اس کا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ ان کا برین آپریشن کیا جارہا ہے اور وہ آپریشن اسی ملک میں بلکہ اسی شہر میں کہیں ہورہا ہے۔"

اسرائیلی حاکم نے کہا "یعنی فرہاد اور سونیا نے ہمارے شہر میں ایسے خفیہ اڈے قائم کئے ہیں جہاں وہ آسانی سے اور اطمینان سے برین آپریشن جیسے مشکل مراحل سے گزرسکتے ہیں؟"

"یہ سونیا اور فرہاد کا کام نہیں ہے۔"

"یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں؟"

"صاف ظاہر ہے، فرہاد کی ٹیم میں چھ ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ وہ ہمارے آدمیوں کو اغوا کرنے کے بعد ان پر تنویمی عمل کرتے، انہیں برین آپریشن کی ضرورت پیش نہ آتی۔ آپ کے پاس ایک جے مورگن ہے، وہ بیک وقت تینوں پر تنویمی عمل نہیں کرسکتا تھا اس لئے آپ ہمارے آدمیوں کو برین آپریشن سے گزار رہے ہیں۔"

اسرائیلی افسر نے کہا "پلیز، آپ بے بنیاد الزام نہ دیں۔ اوّل تو ہم پہلے بھی قسمیں کھا کر کہہ چکے ہیں کہ ہمارے پاس جے مورگن نامی کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں ہے۔"

اسرائیلی حاکم نے کہا "آپ کی حکومت نے تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہماری بھلائی کے لئے یہاں بھیجا تھا۔ کیا ہم انہیں اغوا کرکے اپنے ہی پیروں پر کلہاڑی ماریں گے؟"

"آپ اپنے پیروں پر نہیں ماررہے ہیں بلکہ ہماری کلہاڑی ہم سے چھین کر ہمارے ہی سروں پر مارنے والے ہیں۔"

حاکم نے کہا "مسٹر! آپ ہماری دوست حکومت کے نمائندے ہیں، اس لئے میں اس فضول سے الزام کو برداشت کررہا ہوں۔ کیا آپ یوگا کے ماہر ہیں؟"

"ہم دونوں نہیں ہیں۔"

"تو پھر یقیناً تم دونوں کی زبان سے فرہاد بول رہا ہے اور ہمیں امریکی حکومت کا دشمن ثابت کرنے کی بچگانہ کوششیں کررہا ہے۔ بہتر ہے تم دونوں یہاں سے جاؤ اور اپنے حکام سے کہو "ایسے

نمائندے بھیجے جائیں جن کی زبان سے فرہاد گفتگو نہ کرے۔"

وہ دونوں جانے کے لئے اٹھ گئے، ایک نمائندے نے کہا "ہم اپنے حکام سے یہ بھی کہہ دیں گے کہ آپ لوگوں نے بڑی چالاکی سے وقت ضائع کردیا ہے۔ جب تک ہمارے دوسرے نمائندے آئیں گے، ان تینوں کا برین آپریشن ہوچکا ہوگا۔"

وہ نمائندے چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد اسرائیلی حاکم نے کہا "پتا نہیں امریکی حکام کو کیا ہوگیا ہے۔ خواہ مخواہ ہمیں الزام دے رہے ہیں۔"

وہ اسرائیلی حاکم بھی حقیقت سے بے خبر تھا چونکہ وہ بھی یوگا کا ماہر نہیں تھا اس لئے یوگا جاننے والے حکمرانوں نے اصل چالبازیوں سے اسے بے خبر رکھا تھا تاکہ ہم جیسے خیال خوانی کرنے والے اس کے دماغ سے حقیقت معلوم نہ کرسکیں۔

میں نے اعلیٰ افسر کے دماغ میں جانا چاہا۔ وہ سانس روک کر بولا "سر! کوئی میرے دماغ میں آنا چاہتا ہے۔"

حاکم نے کہا "آنے دو، جب ہم نے ان تینوں کو اغوا نہیں کرایا ہے تو اندیشہ کس بات کا ہے؟"

"اندیشہ یہ ہے کہ خیال خوانی کرنے والے ایک بات معلوم کرنے آتے ہیں اور چپکے سے چور خیالات پڑھ کر دوسرے بہت سے اہم راز معلوم کرلیتے ہیں۔ جو بھی میرے پاس آنا چاہتا ہے وہ اس وقت آپ کے دماغ میں ہماری باتیں سن رہا ہے۔ اگر وہ امریکی حکومت کا نمائندہ ہے تو میں اس سے معذرت چاہتا ہوں۔ ہم بہت اچھے دوست ہیں مگر ایک دوسرے کے رازوں میں شریک نہیں ہیں۔"

میں واپس آگیا۔ ان سے میرا کوئی کام نہیں نکل سکتا تھا۔ جن سے کام نکل سکتا تھا، وہ سارے اسرائیلی حکام یوگا کے ماہر تھے، اب ذریعہ راستہ بھی بند ہوگیا تھا کہ کسی خواب آور گولی کھانے والے حاکم کے دماغ میں پہنچتا۔ انہوں نے ایسے حکمرانوں کو اپنی حکومت سے خارج کردیا تھا۔

میں تھوڑی دیر تک سوچتا رہا۔ سونیا اور ماریا بستی میں گھومتی پھررہی تھیں۔ میں بنگلے میں تنہا تھا۔ وقت گزارنے کے لئے بابا صاحب کے ادارے کے اس جاسوس کے دماغ میں گیا، جو تل ابیب میں رہتا تھا۔ اس نے مجھے محسوس نہیں کیا، میں نے کوڈ ورڈز ادا کرکے اپنی شناخت پیش کی پھر کہا "اسرائیلی حکومت میں چند یوگا کے ماہر حکام اور فوجی افسران ہیں، یہ لوگ بڑی خفیہ چالیں چل رہے ہیں۔ ہم چالوں کو سمجھ رہے ہیں لیکن ان کا توڑ نہیں کرسکتے۔"

جاسوس نے کہا "اور اس کی وجہ یہی ہے کہ انہوں نے اپنے دماغوں کے دروازے بند کردیے ہیں۔"

"ہاں، یہ دروازے تم کھول سکتے ہو۔"

"میں حاضر ہوں، آپ کوئی راستہ بتائیں۔"

"آج کل اسرائیلی حکومت کے تمام اہم معاملات سات افراد کے ہاتھوں میں ہیں۔ ان میں سے تین سول حکام ہیں اور چار فوجی افسران ہیں۔ یہ ساتوں بڑے سخت حفاظتی انتظامات میں رہتے ہیں۔ کسی سے روبرو ملاقات نہیں کرتے۔ ان کی بیوی بچے نہیں ہیں۔ یہ مختلف سرکاری بنگلوں میں رہتے ہیں، ان کی اجازت کے بغیر کوئی چیز باہر سے اندر نہیں آتی اور اندر سے کوئی اجازت کے بغیر باہر نہیں جاتا۔"

"واقعی سخت انتظامات ہیں؟"

میں نے کہا "ذرا محنت کروگے تو حفاظتی انتظامات کمزور پڑ جائیں گے۔"

"آپ حکم دیں۔"

"گوشت، مچھلیاں، اور انڈے ان بنگلوں کے اندر جاتے ہوں گے۔ کچی سبزیوں اور کچے گوشت وغیرہ کی میڈیکل چیکنگ کا کوئی مستند طریقہ نہیں ہوتا، انہیں پکانے کے بعد دوسرے ملازم یا ڈاکٹر کھا کر چیک کرتے ہوں گے پھر اپنے حکام اور افسران کو کھانے کے لئے دیتے ہوں گے۔"

"جی ہاں، وہ کھانے پینے کے معاملات میں بھی احتیاط سے کام لے رہے ہیں۔"

"تم یہ معلوم کرو کہ جن جانوروں کا گوشت ان کے بنگلوں میں پہنچایا جاتا ہے وہ جانور کہاں رکھے جاتے ہیں۔ انڈے کہاں سے سپلائی کئے جاتے ہیں۔ تم ان جانوروں کو ایسا انجکشن لگاسکتے ہو جس کے ذریعے گوشت میں نادیدہ جراثیم پیدا ہوجائیں۔ یا ایسی تاثیر پیدا ہوجائے کہ اسے کھانے والے فوری ردِعمل محسوس نہ کریں بلکہ رفتہ رفتہ اعصابی کمزوریوں میں مبتلا ہوجائیں۔"

جاسوس نے کہا "سیدھی سی بات ہے جناب! پانی کی پائپ لائن میں سوراخ کرکے دوا پہنچادوں گا، اسے پیتے ہی وہ ٹیلی پیتھی کی مٹھی میں آجائیں گے۔"

"نہیں، ایسا ہرگز نہ کرنا۔ وہ لوگ کوئی گیارہ گھنٹے پہلے اعصابی کمزوری کی دوا فضا میں اسپرے کرچکے ہیں۔ انہوں نے پانی میں دوا حل کرنے کے متعلق سوچا ہوگا لیکن کسی وجہ سے ایسا نہیں کیا۔ ان کے ذہنوں میں یہ بات ہوگی کہ ہم یوگا کے ماہر حکمرانوں کے خلاف ایسا کرسکتے ہیں لہٰذا پانی کی سپلائی پر بہت زیادہ توجہ دی جارہی ہوگی۔ جو راستہ میں بتاتا ہوں اس پر اپنے ساتھیوں کے ساتھ عمل کرو۔"

ہماری گفتگو کے دوران اس کا جاسوس ساتھی تیزی سے چلتا ہوا باہر سے آیا پھر بولا "سمندر کے ساحل پر جو سرکاری رہائش گاہیں ہیں، وہاں سے بڑی دیر تک گولیاں چلنے کی آوازیں آتی رہیں۔ میں نے اُدھر جانا چاہا تو پتا چلا وہاں کے تمام راستے عام لوگوں کے لئے بند کردیے گئے ہیں۔"

میں جس کے دماغ میں تھا اس نے کہا "فرہاد صاحب! یوگا کے ماہر حکمران اسی علاقے میں رہتے ہیں، ضرور ان کے ساتھ کوئی گڑبڑ ہورہی ہے۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔ تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ میری ہدایات پر عمل کرو، میں پھر آؤں گا۔"

میں تھوڑی دیر پہلے ایک فوجی افسر کے دماغ میں گیا تھا۔ اس نے سانس روک لی تھی۔ اب جو گیا تو وہ مجبور ہو چکا تھا۔ اس کے بازو میں گولی لگی تھی۔ کوئی مجھ سے پہلے اس کے دماغ میں پہنچا ہوا تھا اور مزے کی بات یہ تھی کہ وہ اعلیٰ افسر سے کہہ رہا تھا "تم نے دماغ کے دروازے بند کر رکھے تھے تاکہ تمہاری دوغلی حرکتوں کا علم ہمیں نہ ہو، مگر اب یہ حقیقت کیسے چھپاؤ گے کہ تم لوگوں نے ہی مہمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اغوا کیا ہے۔"

افسر نے کہا "یہ جھوٹ ہے۔"

"تمہارے چور خیالات سچ کہہ رہے ہیں، انکار کے باوجود میں تمہارے دماغ سے سچائی پڑھ رہا ہوں۔"

میں بھی ان کی گفتگو کے دوران سچائی پڑھ رہا تھا۔ وہ افسر یہ جانتا تھا کہ ان تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اسرائیلی حکومت کا وفادار بنانے کے لئے اغوا کیا گیا ہے۔ لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ تینوں کو کس خفیہ آپریشن تھیٹر میں پہنچایا گیا ہے، یہ بات صرف جنرل کو معلوم تھی۔

میں فوراً ہی جنرل کے دماغ میں پہنچا۔ اس نے سانس روک لی تھی یعنی سرکاری بنگلوں میں جو فائرنگ ہوئی تھی، وہ اس فائرنگ سے محفوظ تھا۔ میں دوسرے حکام کے پاس گیا۔ ان حکام اور افسران کے دماغوں میں جگہ مل گئی کیونکہ وہ بھی زخمی تھے۔ اسی علاقے کے مخصوص بنگلوں میں بڑے ہی منظم حملے کئے گئے تھے۔ ان سب کے دماغوں نے بھی اعتراف کیا کہ ان تینوں کو برین آپریشن کے ذریعے اسرائیلی حکومت کا وفادار بنانے کے لئے اغوا کیا گیا ہے۔ ان میں سے کوئی خفیہ برین آپریشن تھیٹر نہیں جانتا تھا، صرف جنرل کا اس کو علم تھا۔

دوسری طرف جنرل ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعے ہنگامی حالات کا اعلان کر رہا تھا۔ اس کے حکم کے مطابق فوج کے جوان سڑکوں پر گشت کرنے آ گئے تھے۔ بارہ گھنٹے کا کرفیو لگایا گیا تھا۔ فوج تمام اہم شہری مورچے سنبھال رہی تھی۔ بارہ گھنٹے کے اندر ایک نئی اور مضبوط حکومت قائم کرنے کا یقین دلایا جا رہا تھا۔

میں بابا صاحب کے ادارے کے جاسوس کے پاس آیا۔ وہ ٹی وی کے سامنے بیٹھا فوجی احکامات سن رہا تھا۔ میں نے کہا "نئی حکومت میں بھی یوگا کے ماہرین آئیں گے اور ہمارے لئے مشکلات پیدا کریں گے۔ میں نے جو ہدایات دی ہیں ان پر عمل کرنے کی کوشش کرتے رہو۔"

"بہتر ہے جناب! نئی حکومت قائم ہونے کے بعد پہلے یہ معلوم کروں گا کہ نئے حکمرانوں کی رہائش گاہیں کہاں ہوں گی۔ اس کے بعد میں سپلائی کی جانے والی خوراک پر ہاتھ کی صفائی دکھاؤں گا۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر کمرے سے باہر جانے کے لئے دروازے کو کھولا تو ملازم ایک دم سے چونک کر اچھل پڑا۔ وہ دروازے سے کان لگائے یہ سننے کی کوشش کر رہا تھا کہ کمرے کے اندر میرے اٹھنے بیٹھنے کی آوازیں آ رہی ہیں یا نہیں؟ میں تنہا کیا کر رہا ہوں؟

میں نے اسے گھور کر دیکھا تو وہ جلدی سے بات بناتے ہوئے بولا "میں دروازے کے پاس آ کر سوچ رہا تھا، آپ کو چائے پینے کے لئے آواز دوں یا نہ دوں، آپ نے آواز دینے سے پہلے ہی دروازہ کھول دیا۔"

"ٹھیک ہے، جاؤ چائے لے آؤ۔"

وہ چلا گیا، میں واپس صوفے پر آ کر بیٹھ گیا۔ پھر اس ملازم کے دماغ میں پہنچا، وہ سانس روکنا چاہتا تھا، میں نے کوڈ ورڈز ادا کئے پھر پوچھا "کیا رپورٹ ہے؟"

اس نے کہا "جناب! یہاں آنے والی میڈم اپنی بیٹی کے ساتھ بستی میں کہیں گئی ہیں۔ صاحب دو گھنٹے سے کمرے کے اندر بند ہوا تھا۔ میں کچھ معلوم نہ کر سکا کہ وہ بند کمرے میں کیا کر رہا ہے؟"

میں نے کہا "یہ تمہاری نااہلی ہے۔ وہ بند کمرے میں کوئی تخریبی کارروائی کر رہا ہو گا تب بھی تم مجبوری ظاہر کرو گے؟"

"جناب! آئندہ ایسا نہیں ہو گا۔ جیسے ہی یہ صاحب کمرے سے باہر جائے گا، میں کمرے میں جاسوسی آلات چھپا کر رکھ دوں گا۔ میں باقی کمروں میں ایسا کر چکا ہوں۔"

میں نے اسے باتوں میں الجھا کر چور خیالات سے معلوم کیا کہ اس نے سونیا اور ماریا کے کمروں میں کہاں آلات چھپائے ہیں اور میرے کمرے میں کہاں چھپائے گا، وہ چائے لے کر آیا تھا، میں باتھ روم میں چلا گیا۔ اس نے پیالی سنٹر ٹیبل پر رکھی۔ پھر جلدی سے جاسوسی آلات لانے کے لئے اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔

itsurdu.blogspot.com

میں باتھ روم سے نکل کر سونیا اور ماریا کے کمرے میں گیا۔ وہاں سے جاسوسی آلات اٹھائے پھر اپنے کمرے میں لا کر انہیں وہاں رکھ دیا جہاں وہ آئندہ میرے لئے بھی آلات رکھنا چاہتا تھا۔

میں بیٹھ کر چائے پینے لگا۔ وہ دروازے پر آ کر ٹھٹک گیا۔ اسے توقع نہیں تھی کہ میں اتنی جلدی باتھ روم سے نکل آؤں گا۔ وہ واپس چلا گیا۔ میں چائے کی پیالی خالی کر کے کمرے سے باہر آ گیا۔ پھر بنگلے کے برآمدے میں پہنچا، دور سے سونیا اور ماریا آتی دکھائی دے رہی تھیں۔ میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا احاطے کے گیٹ کے پاس آیا پھر اسے کھول کر سونیا سے بولا "کیا حال ہے ہماری بستی کا؟"

"سب ٹھیک ہے، تمام لوگ اپنی اپنی جگہ ذمے داریاں پوری کر رہے ہیں۔ ہمارے تمام خیال خوانی کرنے والوں کی بھی رپورٹ یہی ہے کہ یہاں سب فرض شناس اور وفادار ہیں۔"

"کیا غیر ضروری لوگ یہاں آنے کی کوشش کرتے ہیں؟"

"ہاں، بستی کے قریب سے گزرنے والے مسافروں اور ... نے یہاں آنے کی اجازت طلب کی۔ پھر مایوس ہو کر چلے ... ایک بار نوجوانوں کا ایک گروہ زبردستی داخل ہونا چاہتا تھا ... ہوائی فائرنگ سے گھبرا کر بھاگ گیا۔ ایک بار رات کو کسی نے ... آنے کی کوششیں کیں پھر بجلی کی نادیدہ تاروں کے جھٹکے کھا کر ... بے ہوش ہو گیا۔ اسے فوری طبی امداد پہنچا کر بھگا دیا گیا۔"

ہم باتیں کرتے ہوئے بنگلے کے اندر آئے۔ ہمارے پیچھے ہی دروازہ بند ہو گیا، ہم نے پلٹ کر دیکھا۔ ملازم ہاتھ میں ... لئے مجھے نشانے پر رکھتے ہوئے کہہ رہا تھا "خبردار! حرکت نہ ... کون ہو تم اور جناب فرہاد صاحب کے کوڈ ورڈز کیسے جانتے ...

میں نے کہا "میں کسی کے کوڈ ورڈز نہیں جانتا۔"

"تم جانتے ہو، ابھی میرے دماغ میں آئے تھے۔ میں دھوکا کھا ... تم نے میرے چور خیالات پڑھے اور دو کمروں سے جاسوسی ... اٹھا کر تیسرے کمرے میں لے گئے، اس کا مقصد کیا ہے؟"

"مقصد محض تمہیں آزمانا تھا کہ تم کتنے سمجھدار ہو، اب ... سمجھداری کا کام اور کرو، تمہارے فرہاد صاحب اپنے بنگلے میں ... ہیں، ان سے فون پر میرے متعلق معلوم کرو۔"

اس نے مجھے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر ریسیور اٹھا کر ... سے ڈی فرہاد سے رابطہ کرانے کو کہا۔ ابھی وہ نہیں جانتا تھا ... کہ وہ فرہاد سمجھتا ہے، وہ ڈمی ہے۔

رابطہ قائم ہوتے ہی اس نے کہا "جناب میں بنگلا نمبر تھرٹی فور ... ملازم بول رہا ہوں، یہاں جو صاحب آئے ہیں، یہ کچھ گڑبڑ ... رہے ہیں، میں نے انہیں ریوالور کی زد میں رکھا ہے۔"

دوسری طرف سے ڈمی نے کہا "ریوالور جیب میں رکھ لو۔"

"لیکن جناب! یہ صاحب آپ کے کوڈ ورڈز ادا کر کے میرے ... میں آئے تھے۔"

"تم گدھے ہو، وہ نہیں میں تمہارے دماغ میں آیا تھا، مزید ... بات نہ کرو۔ ان صاحب کو سوری کہہ دو اور آئندہ کسی طرح کا ... نہ کرو، وہ ہمارے خاص لوگ ہیں۔"

"جی جناب! جو حکم جناب!" اس نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر ریوالور کو جیب میں رکھتے ہوئے کہا "سوری جناب!"

سونیا نے مسکرا کر کہا "کوئی بات نہیں، ہمیں خوشی ہے کہ تم ... اور فرض شناس ہو، جاؤ ہمیں کافی پلاؤ۔"

وہ چلا گیا۔ سونیا نے کہا "اب امریکا اور اسرائیل کے درمیان ... ہو جائے گی۔ یہ بھید کھل چکا ہے۔ وہ اپنے تینوں ٹیلی پیتھی جاننے ... والوں کو واپس طلب کریں گے۔"

"تین نہیں، چار کہو۔ ان زخمی یوگا کے ماہر حکمرانوں کے چور ... خیالات نے یہ بھی بتا دیا ہے کہ انہوں نے جے مورگن کا بھی برین ... واش کر کے اسے اپنا وفادار بنا لیا ہے۔"

سونیا نے کہا "لیکن یہ یہودی بڑے ڈھیٹ ہیں۔ چاروں کو ... واپس نہیں کریں گے اور امریکا اتنا مجبور ہے کہ چنگی بھر اسرائیل سے ناراض ہو کر بھی دشمنی نہیں کرے گا کیونکہ اس نے اس چھوٹے سے ملک کو خود ہی اسلامی ممالک کے سامنے ایٹم بم بنا کر رکھا ہے۔ مشرق وسطیٰ اور افریقی اسلامی ممالک کو دباؤ میں رکھنے کے لئے اسرائیل کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھنا ضروری ہے۔"

"بے شک امریکا اپنی ناجائز اولاد کی تمام ناجائز حرکتوں کو بڑے صبر سے برداشت کر لیتا ہے۔ میں ذرا جا کر دیکھتا ہوں کہ اس سلسلے میں امریکی حکام کا ردِعمل کیا ہے۔"

میں ایک حاکم کے دماغ میں آیا۔ وہ ایک اجلاس میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہاں تازہ ترین صورتِ حال پر بحث ہو رہی تھی۔ وہاں جنرل بھی بیٹھا ہوا تھا۔ ایک حاکم کہہ رہا تھا "آپ حضرات کو یاد ہو گا، سب سے پہلے مریانے اعتراض کیا تھا کہ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اسرائیل نہ بھیجا جائے۔ دوسری طرف برین ماسٹر اور ریلیک سیکرٹس ہمارے آدمیوں کو بھیجنے پر بضد تھے۔ اس وقت یہ معاملہ آپس کے جھگڑوں میں ملتوی ہو گیا تھا۔ لیکن جنرل نے ٹیلی پیتھی کا شعبہ سنبھالتے ہی یہ غلطی کر ڈالی اور اس کا برا نتیجہ بھی سامنے آ گیا ہے۔"

جنرل نے کہا "آپ اس معاملے کے ایک ہی پہلو کو دیکھ رہے ہیں، میرا مقصد یہ تھا کہ اسرائیل میں فرہاد اور اس کی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا زور ختم ہو جائے یا کم ہو جائے۔"

دوسرے حاکم نے کہا "فرہاد کا زور توڑنے کے لئے ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے ہی ملک میں رہ کر اسرائیلی حکومت کے

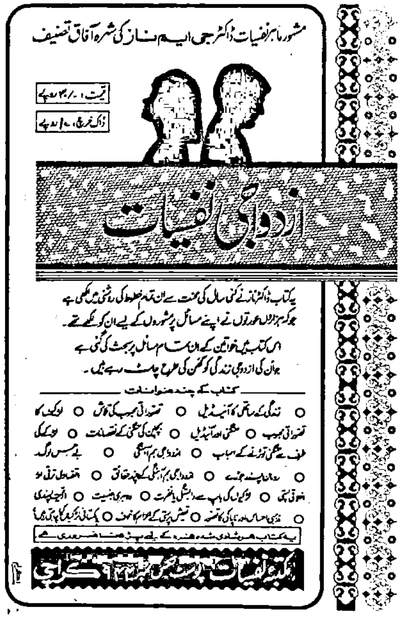

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کام آسکتے تھے۔"

تیسرے حاکم نے کہا "انہیں یہودیوں کی گود میں ڈالنا ضروری نہیں تھا۔"

جنرل نے جھنجلا کر کہا "ایک غلطی ہوگئی ہے تو اب سب ہی مجھ پر تنقید کرنے لگے ہیں۔ کیا میں نے بڑے بڑے کارنامے انجام نہیں دیے ہیں؟"

"بے شک تم نے بروقت ٹرانسفارمر مشین کو بلیک سیکرٹس سے چھین لیا ورنہ وہ پانچوں مغرور ہمارے ملک کو تباہ کردیتے۔ لیکن برا نہ ماننا، تم مریتا کے مقابلے میں مات کھا رہے ہو۔ پچھلی رات اس نے بری طرح تمہیں تگنی کا ناچ نچایا ہے۔ اس نے ایک ہی رات میں تمہارے آٹھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بے موت مارا ہے۔"

"یہ جھوٹ ہے۔"

"یہ سچ ہے اور یہ جان لبوڈا کی رپورٹ ہے۔"

جنرل نے چونک کر دور کھڑے ہوئے لبوڈا کو دیکھا، وہ ادب سے بولا "سر! میں کسی جنرل یا کسی حاکم کا وفادار نہیں ہوں، میری وفا اور میری جان صرف اپنے ملک اور اپنی قوم کے لئے ہے۔ لہٰذا جو سچ تھا اس کی رپورٹ میں پیش کرچکا ہوں۔"

جنرل نے کہا "میں معزز حاضرین سے پوچھتا ہوں، کیا وہ میرے ایک ماتحت کی رپورٹ کو مجھ سے زیادہ اہمیت دیں گے۔"

ہولی مین نے کہا "جنرل! ہم اس وقت تک ماتحت ہیں جب تک آپ خوش اسلوبی سے فرائض ادا کرتے رہیں گے۔ غلطیاں کریں گے تو ہم ان غلطیوں کی رپورٹ اجلاس میں پیش کریں گے۔ میں نے آپ کو مشورہ دیا تھا کہ آپ ابھی مریتا سے دور رہیں کیونکہ اس کے پیچھے فرہاد کا دماغ کام کررہا ہے۔ لیکن آپ نے جافری والٹن کے مشورے پر اس کے پانچ خیال خوانی کرنے والوں کو پکڑا۔ اسے بھی پکڑنے کے لئے اس کی رہائش گاہ کا محاصرہ کرلیا۔ اُدھر اس نے آپ کے آٹھ خیال خوانی کرنے والے ماردیے۔ جافری کے ذریعے دشمنوں کو ٹرانسفارمر مشین کا ٹھکانا معلوم ہوگیا۔ آپ نے اس مشین کو دوسری جگہ منتقل کرنے کے فوری انتظامات نہیں کیے پھر اپنے دماغ میں کسی دشمن خیال خوانی کرنے والے کو باربار آنے کا موقع دیا۔ اسے جان لبوڈا سمجھ لیا اور اصل جان لبوڈا کو دودھ کی مکھی کی طرح باہر پھینک دیا۔"

جنرل نے کہا "بولو، خوب بولو، مجھ پر خوب کیچڑ اچھالو۔ کیا اور کچھ رہ گیا ہے۔"

"ہاں، تمہاری آخری غلطی یہ ہے کہ تم نے ٹرانسفارمر مشین سے ڈمی فرہاد پیدا کیا ہے۔ کیا فرہاد اور اس کی فیملی ممبران کو نادان یا احمق سمجھتے ہو؟ وہ ڈمی ایک بار کسی کی نظروں میں آئے گا تو فرہاد کے خیال خوانی کرنے والے اسے سوچ کے رابطے اور کوڈ ورڈز سے پکڑلیں گے۔"

جنرل نے اجلاس میں بیٹھے ہوئے اعلیٰ حکام اور فوجی افسران پر ایک نظر ڈالی پھر کہا "آپ لوگوں کے تیور بتارہے ہیں کہ مجھ سے جبراً استعفا لیا جائے گا۔"

ایک حاکم نے کہا "سمجھ گئے ہو تو استعفا ابھی لکھ دو۔"

وہ بڑے اعتماد سے بولا "اچھی طرح سوچ لو۔ استعفا دینے سے پہلے ہی فوجی بغاوت شروع ہوجائے گی۔"

"ایک محبِ وطن جنرل کو فوجی بغاوت کی دھمکی نہیں دینا چاہئے۔"

"یہ دھمکی نہیں ہے، اس اسٹیٹ کی فوج مارشل ڈی مورا کی کمانڈ میں ہے اور مارشل ڈی مورا میرا حمایتی ہے۔ ڈمی فرہاد بھی اور دو ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے فرمانبردار ہیں اور ٹرانسفارمر مشین کی دن رات حفاظت کرنے والا فوجی دستہ میرے احکامات کا پابند ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی مارشل ڈی مورا ہال میں داخل ہوا۔ اُس کے ساتھ مسلح فوجی جوان بھی تھے۔ وہ جوان جنرل کے آس پاس اور پیچھے آکر اسے نشانے پر لے کر کھڑے ہوگئے، مارشل نے کہا "سوری جنرل! ہماری دوستی فوجی فرائض کی حد تک ہے۔ جو فرائض کی حد سے نکلے گا اور اپنے عہدے کا ناجائز فائدہ اٹھائے گا وہ دوست نہیں دشمن ہوگا۔"

جنرل اٹھ کر کھڑا ہوگیا، مارشل نے کہا "تمہارے ڈمی فرہاد اور مزید دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو گرفتار کرلیا گیا ہے۔ ان کے دماغوں سے تمہاری وفاداری نکال دی جائے گی۔ جاؤ ہمیشہ کے لئے الوداع....."

وہ جانے لگا۔ جب دروازے پر پہنچا تو مارشل نے کہا "جنرل! تم بے شک محبِ وطن تھے۔ اس لئے تمہیں بہت زیادہ اختیارات دیے گئے تھے۔ اقتدار حاصل کرنا مشکل ہوتا ہے لیکن اقتدار حاصل ہوجائے تو اسے سنبھال کر رکھنا بہت زیادہ مشکل ہوجاتا ہے۔ تم بھی برین ماسٹر اور چاروں بلیک سیکرٹس کی طرح خود سر اور خود مختار ہوتے جارہے تھے۔ تم اپنے انجام پر پچھتانے کے لئے زندہ نہیں رہوگے لیکن دوسرے صاحبانِ اقتدار تم جیسوں کے انجام سے عبرت حاصل کریں گے۔"

وہ فائرنگ اسکواڈ کے سامنے سزائے موت پانے کے لئے چلا گیا، مارشل ڈی مورا نے کہا "آئندہ کوئی حاکم اور کوئی فوجی افسر تنہا ٹیلی پیتھی کے شعبے کا انچارج نہیں ہوگا۔ دو سول اور دو اعلیٰ فوجی افسران ایک ٹیم بنائیں گے۔ ان چاروں کے چار مشیر اور چار ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحت ہوا کریں گے۔"

سب نے تائید کی کہ یہ طریق کار مناسب رہے گا۔ ایک نے پوچھا "کیا ٹرانسفارمر مشین کو دوسری محفوظ جگہ منتقل کردیا گیا ہے؟"

"مشین ابھی جہاں ہے، وہاں بہت زیادہ محفوظ ہے۔ اسے دوسری جگہ منتقل کرنے میں زیادہ دشواریاں پیش آئیں گی۔ ہوسکتا ہے۔ دشمن اسی تاک میں ہوں کہ اسے دوسری جگہ لے جانے کے دوران نیست ونابود کردیا جائے۔ ہم ایسا کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتے۔ ویسے آپ لوگ اطمینان رکھیں۔ مشین کی حفاظت کے لئے اور زیادہ توجہ سے انتظامات کئے جارہے ہیں۔"

ایک فوجی افسر نے کہا "گھر کو آگ لگتی ہے گھر کے چراغ سے، یہ بات مریتا پر صادق آرہی ہے۔ اس کی وجہ سے فرہاد کو ہمارے قریب پہنچنے کی بہت سی سہولتیں حاصل ہورہی ہیں۔"

ایک حاکم نے کہا "یہ ہمارا بہت بڑا المیہ ہے، جب بھی ہم نے قابل اور ذہین ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کئے، وہ خود سر اور باغی ہوگئے۔ برین ماسٹر، بلیک سیکرٹس، اور مریتا، یہ سب تازہ مثالیں ہیں۔ ہمارے درجنوں ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا ہوئے اور حرام موت مارے گئے۔ کیا اس بدبختی یا ہماری نااہلی کا کوئی علاج ہے؟"

مارشل نے کہا "ہم اپنی لائن آف ایکشن میں انقلابی تبدیلیاں لائیں گے۔"

ہولی مین نے کہا "میرا مشورہ ہے، جب تک ہم اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی مکمل حفاظت کرنے کے اہل نہ ہوجائیں تب تک کوئی نیا ٹیلی پیتھی جاننے والا پیدا نہ کیا جائے۔"

ایک حاکم نے کہا "اس طرح ہم ٹیلی پیتھی کے ہتھیاروں سے محروم رہیں گے۔"

ہولی مین نے کہا "ایسے ہتھیاروں کا کیا فائدہ جو دشمنوں کے ہاتھوں میں چلے جائیں۔ ہمارے تین ٹیلی پیتھی جاننے والے جے مورگن سمیت اسرائیل کی گود میں چلے گئے ہیں۔ مریتا کے قبضے میں پال ہوپ کن تھا پھر اس نے بلیک سیکرٹس کی حماقتوں سے فائدہ اٹھاکر ہمارے اور خیال خوانی کرنے والوں کو پکڑ لیا۔ ان میں سے ایک کا نام باربرا ایلسن، دوسرے کا نام جیری ہاک اور تیسرے کا نام روکی ہے۔ مریتا فرہاد کی مٹھی میں ہے لہٰذا یہ تمام خیال خوانی کرنے والے بھی فرہاد کے قبضے میں ہیں۔ لندن میں ہمارا ایک خیال خوانی کرنے والا ایوان راسکا تھا۔ اس نے ہم سے رابطہ ختم کردیا ہے اور کہیں آزادانہ زندگی گزار رہا ہے۔ مارٹن رسل کا بھی کوئی پتا نہیں ہے۔ آپ ان حالات کے پیشِ نظر جواب دیں، کیا ہم دشمنوں کے لئے خیال خوانی کرنے والے پیدا کررہے ہیں؟"

سب نے اس کی تائید کی۔ ایک نے کہا "یہ درست ہے، ہتھیار ہم پیدا کریں اور وہ ہمارے ہی خلاف استعمال ہوں تو یہ ہم پیدا کرنے والوں کی حماقت ہے۔ پہلے یہ مکمل یقین کیا جائے کہ ہمارا ایک بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا دشمنوں کے ہاتھ نہیں لگے گا اور وہ فرہاد کی طرح خیال خوانی کے کارنامے انجام دے گا تب ایسا ایک خیال خوانی کرنے والا پیدا کیا جائے۔"

دوسرے نے سوال کیا "فی الحال ہمارے پاس کتنے ہیں؟"

مارشل نے کہا "ہمارا ایک خیال خوانی کرنے والا نیویارک میں ہے، اس کا نام پاسکو روٹ ہے، دوسرا یہ آپ کے سامنے جان لبوڈا ہے۔ تیسرا ڈمی فرہاد ہے جس کا اصل نام فریزر ہے۔ چوتھی ایک لڑکی کا نام رائمہ جان ہے۔"

کرنل نے کہا "ہمارے لئے یہی بہتر ہے کہ موجودہ چاروں خیال خوانی کرنے والوں کو مکمل تحفظ دے کر ان سے اہم کام لئے جائیں اور ہمارے جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمنوں کی جھولی میں گئے ہیں انہیں ہر حال میں واپس لایا جائے۔"

وہ سب ایک دوسرے کے مشورے سے نئے منصوبے بنارہے تھے اور نیا طریقِ کار اختیار کررہے تھے۔ خاص طور پر یہ عہد کررہے تھے کہ اسرائیل سے اور مریتا سے اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو چھین لیں گے۔

O☆O

مریتا نیند سے بیدار ہوئی تو خود کو ہلکا پھلکا سا محسوس کیا۔ پہلے کی طرح بیدار ہوتے ہی دماغ پر کوئی بوجھ محسوس نہیں ہوا۔ کسی فکر نے اسے پریشان نہیں کیا۔ دراصل اسے یاد نہیں رہا تھا کہ اس پر تنویمی عمل کیا گیا ہے۔

اس نے تنویمی عمل کے دوران معمولہ بن کر وعدہ کیا تھا کہ وہ اس عمل کو بھول جائے گی۔ اس کے علاوہ یہ بھی یاد نہیں رہا تھا کہ پارس نے اُسے کسی طرح اعصابی کمزوری میں مبتلا کرکے سلادیا تھا۔ ایسی پریشان کرنے والی باتیں یاد نہ رہیں تو انسان خود کو ہلکا پھلکا اور تازہ دم محسوس کرتا ہے۔

اس نے سر گھما کر دیکھا۔ بستر پر پارس نہیں تھا۔ وہ آنکھیں بند کرکے اس زہریلے کو محسوس کرنے لگی۔ پھر زیرِ لب بولی "کہاں ہو تم؟ آؤ، آؤنا۔"

وہ تھوڑی دیر تک اسی حالت میں پڑی رہی۔ پھر اٹھ کر باتھ روم میں چلی گئی۔

غسل سے فارغ ہوکر لباس بدل کر وہ دوسرے کمرے میں آئی پھر تیسرے کمرے میں گئی۔ پارس نظر نہیں آیا۔ تب دل نے پوچھا۔ "وہ کہاں ہے؟ شہرِ دشمناں میں کہاں تنہا نکل گیا ہے؟ اسے کوئی پیغام چھوڑ کر جانا چاہئے،" یوں تسلی ہوئی کہ وہ ابھی لوٹ آئے گا۔"

اس نے بنگلے سے باہر آکر دور تک نظریں دوڑائیں۔ برآمدے کے پاس کار کی موجودگی بتارہی تھی کہ وہ کہیں قریب واکنگ ڈسٹنس پر ہے۔ وہ مطمئن ہوکر اندر آئی۔ گھڑی دیکھی، پانچ بج رہے تھے۔ تب اس نے سوچا، یہ صبح کے پانچ بج رہے ہیں یا شام کے؟ وہ دن کو سوئی تھی یا رات کو؟

پھر یاد آیا۔ پچھلی تمام رات جنرل سے معرکہ آرائی میں گزر گئی تھی۔ دن کے بارہ بجے پارس سے تھوڑی سی جھڑپ ہوئی تھی۔ وہ اس کے دماغ میں آنا چاہتی تھی اور وہ سانس روک لیتا تھا۔ پھر اسے یاد نہیں آیا کہ کیا ہوا تھا اور وہ کیسے سوگئی تھی اور اب شام کو بیدار ہوئی ہے۔

اس خیال نے اُسے بے چین کردیا کہ وہ پارس سے جھگڑا کرکے گہری نیند کیسے سوگئی تھی؟ پریشانی کے عالم میں سوجانا عجیب سی بات تھی۔ صرف یہ بات قائل کررہی تھی کہ پچھلی تمام رات کی تھکاوٹ کے باعث نیند آگئی ہوگی۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی' پارس کو مخاطب کیا' اس نے فوراً ہی سانس روک لی' وہ دوسری بار آکر بولی "میں مرینا ہوں' سانس نہ روکو' باتیں کرو۔"

اس نے پھر سانس روک لی۔ مرینا کو بڑا غصہ آیا لیکن وہ تنہا کسے غصہ دکھاتی۔ سوچنے لگی' پارس ایسا کیوں کر رہا ہے؟ صبح اس کے پاپا مجھ سے ناراض ہو گئے تھے۔ انہوں نے اپنے دماغ سے مجھے نکال دیا تھا۔ میں معلوم کرنا چاہتی تھی کہ پاپا اپنے بیٹے کے دماغ میں آکر میرے خلاف کیا بولیں گے' میں نے کئی بار پارس کے دماغ میں آنا چاہا' اس نے آنے نہیں دیا۔ اب سمجھ میں آرہا ہے کہ پاپا نے پارس کو میرے خلاف بھڑکایا ہے اس لئے وہ مجھ سے دور ہو گیا ہے اور مجھے اپنے دماغ سے بھی دور کر رہا ہے۔

ٹیلیفون کی گھنٹی نے اسے چونکا دیا۔ وہ ریسیور اٹھا کر بولی۔ "ہیلو۔"

کسی نے دوسری طرف سے پوچھا "ہیلو' کیا مس جون والیا ہے؟"

"میں جون والیا بول رہی ہوں۔"

"آج رات کی پارٹنرشپ کیسی رہے گی؟"

اسے بڑا غصہ آیا۔ وہ برداشت کرتے ہوئے بولی "سوری' میں بک ہو چکی ہوں۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ وہ جون والیا نامی ایک کال گرل کے روپ میں تھی۔ اسے کوئی بھی دن رات کے لئے اپنے پاس بلا سکتا تھا۔ چونکہ وہ ایسی باتوں کی عادی نہیں تھی اس لئے فوراً غصہ آگیا تھا پھر وہ جلد ہی سنبھل گئی تھی۔

وہ یہ تمام باتیں دماغ سے نکال کر پھر پارس کو مخاطب کرنا چاہتی تھی' اسی وقت پرائی سوچ کی لہریں محسوس ہوئیں۔ اس نے سانس روک لی' سوچنے لگی "میرے دماغ میں کون آنا چاہتا ہے؟"

اس نے انتظار کیا' دوسری بار کوئی نہیں آیا۔ اس نے پارس کے دماغ میں پہنچتے ہی کہا "تمہیں میری جان کی قسم ہے' بات سن لو' میں خطرہ محسوس کر رہی ہوں۔"

پارس نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

"ابھی کوئی میرے دماغ میں آنا چاہتا تھا۔"

"کسی نے تمہاری آواز سنی تھی؟"

"نہیں" پھر وہ سوچ کر بولی "ہاں ہاں' ٹیلیفون پر ایک اجنبی نے گفتگو کی تھی۔ اوہ گاڈ' میں سمجھ گئی۔ جون والیا کے کاغذات کی چیکنگ ہو رہی ہے اور چیکنگ کرنے والے کے ساتھ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا موجود ہے۔ وہ لوگ تصدیق کر چکے ہیں کہ میں یوگا کی ماہر ایک غیر معمولی لڑکی ہوں' کال گرل نہیں ہوں۔"

"باتوں میں وقت ضائع نہ کرو' جس حالت میں ہو اسی حالت میں وہاں سے دور نکل جاؤ' چلو' بھاگو' نکلو وہاں سے ـــــ"

وہ دوڑتی ہوئی پچھلے دروازے پر آئی۔ باہر دور تک کوئی نظر نہیں آرہا تھا۔ وہ دوڑتی ہوئی احاطے کے گیٹ سے نکل کر سامنے والی گلی میں آئی۔ وہاں سے دو تین گلیاں پار کرتی ہوئی ایک مین روڈ پر پہنچ گئی۔ ہاتھ اٹھا کر ایک ٹیکسی کو روکا' پھر پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر بولی "چلتے رہو۔"

ڈرائیور نے گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے پوچھا "کس سمت میں چلتا رہوں۔"

"سی شور شاپنگ پلازا۔"

پھر وہ چپ ہو کر اس اجنبی کی آواز اور لہجے کو یاد کرنے لگی جس نے فون پر اسے کال کیا تھا۔ یہ آواز اور لہجہ یاد آتے ہی وہ اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ اس کا تعلق انٹیلی جنس ڈیپارٹمنٹ سے ہے۔ اس ادارے کے دوسرے جاسوس بھی ایسی لڑکیوں کو چیک کر رہے ہیں' جو ذرا مشکوک لگتی ہیں۔ ایسی مشکوک لڑکیوں میں جون والیا کا بھی نام تھا۔

چیک کرنے والوں نے یہ رائے قائم کی تھی کہ عام لڑکیاں سانس روکنے کی عادی نہیں ہوتیں۔ اگر چیک کرنے والوں کے ساتھ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ہو اور وہ فون پر آواز سن کر آواز سنانے والی کے دماغ میں پہنچے اور وہ لڑکی سانس روک لے تو وہ غیر معمولی ہو گی۔ اس کے پیچھے مرینا چھپی ہو گی۔

اس نے جاسوس کے دماغ سے معلوم کیا کہ اس کے ساتھ ٹیلی پیتھی جاننے والا کون تھا۔ جاسوس کی سوچ نے کہا "پتا نہیں کون تھا؟ اس نے پوچھنے کے باوجود اپنا نام نہیں بتایا لیکن وہ سراغ رساں ٹیلی پیتھی جاننے والا تھا۔ وہ جون والیا کی آواز سننے کے بعد تیزی سے کہیں چلا گیا تھا۔"

مرینا اس کے دماغ سے واپس آگئی۔ یہ سمجھ میں آگیا کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا اسے گرفتار کرنے اس کی رہائش گاہ کی طرف گیا ہے۔ اگر وہ دیر کرتی تو یقیناً چاروں طرف سے گھیری جاتی۔ فرار کا راستہ نہ ملتا' پارس نے یہ دوسری بار عین وقت پر اسے دشمنوں کے محاصرے سے بچایا تھا۔ پچھلی رات بھی وہ پارس کی حاضر دماغی سے بال بال بچی تھی۔

ٹیکسی تیز رفتاری سے جا رہی تھی۔ ڈرائیور عقب نما آئینے میں اسے بار بار دیکھ رہا تھا' نظریں ملنے پر مسکرانے لگا' وہ بولی "کیا بات ہے؟"

"کچھ نہیں' بس یونہی۔"

"کوئی یونہی نہیں مسکراتا' کیا میں کارٹون نظر آرہی ہوں؟"

"ایسی بات نہیں ہے۔ حسین چہروں کو دیکھ کر بھی مسکراہٹ ہونٹوں پر آتی ہے۔"

وہ خاموش رہی' اس کے خیالات پڑھنے لگی۔ وہ ادھیڑ عمر کا کنوارا تھا۔ اتنی عمر گزار کر بھی اس لئے کنوارا تھا کہ راہ چلتے عارضی شادیاں ہو جایا کرتی تھیں۔ ایسے میں بیوی بچوں کی مصیبت مول لینا حماقت سمجھتا تھا۔

اس کے خیالات پڑھتے ہی وہ مسکرانے لگی۔ وہ خوش ہو کر بولا "تم اتنی عجلت میں ٹیکسی میں آکر بیٹھی تھیں' اس سے اندازہ ہوا جیسے کہیں سے بھاگ کر آرہی ہو۔"

"تم نے ٹھیک سمجھا ہے۔ میں اپنے شوہر سے پیچھا چھڑا کر آئی ہوں۔"

"اب کیا ارادہ ہے؟"

"کہیں پناہ چاہتی ہوں۔"

"میں چائنا ٹاؤن کے ایک چھوٹے سے اپارٹمنٹ میں رہتا ہوں۔"

"میں تمہارے ساتھ رہوں گی لیکن پہلے کچھ شاپنگ کروں گی۔"

اس نے سی شور شاپنگ پلازا کے سامنے گاڑی روک دی۔ وہ ایک بہت بڑے جنرل اسٹور میں آئی۔ وہاں سے میک اپ کا ضروری سامان خریدنے لگی۔ اس کے پاس نہ پرس تھا' نہ لباس میں جیب تھی۔ یعنی کچھ خریدنے کے لئے نصف ڈالر بھی نہیں تھا۔ وہ تمام سامان لے کر رقم ادا کرنے والے کاؤنٹر پر آئی۔ کاؤنٹر مین سے دو باتیں کیں پھر اس کے دماغ پر چھا گئی۔ اس بے چارے نے بل کی ادائیگی کی رسید دے دی۔

اس نے رسید لے کر دماغ کو آزاد چھوڑا تو وہ سوچ میں پڑ گیا۔ ابھی کہاں گم ہو گیا تھا۔ مرینا سامان لے کر جا رہی تھی۔ کاؤنٹر مین نے فوراً چیک کیا۔

کمپیوٹر نے بتایا کہ بل کی ادائیگی ہو چکی ہے۔ اس بے چارے کو یہ پتا ہی نہیں چلا کہ غائب دماغ رہنے کے دوران اس نے خود ہی کمپیوٹر کو بل کی ادائیگی کے سلسلے میں فیڈ کیا تھا۔

وہ ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر آکر بیٹھ گئی۔ ڈرائیور نے ٹیکسی کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا "میں دور سے تمہیں جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ جب تم چلتی ہو تو ایسا لگتا ہے تلوار چل رہی ہے۔ مجھے یقین نہیں آرہا ہے کہ اتنی حسین عورت میرے اپارٹمنٹ میں رات گزارے گی۔"

"یقین آجائے گا' مجھے ایسے لے چلو کہ اپارٹمنٹ کے آس پاس والے نہ دیکھ سکیں' میں کسی کی نظروں میں نہیں آنا چاہتی۔"

"میں سمجھتا ہوں' شوہر کو چھوڑ کر بھاگنے والی عورت کسی کی نظروں میں نہیں آنا چاہتی' تمہیں کوئی نہیں دیکھے گا۔"

اس نے ایک جگہ ٹیکسی روک کر وسکی کی ایک بوتل خریدی پھر اسٹیرنگ سیٹ پر آکر گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے بولا "شراب ہو تو شباب کا مزہ ساتویں آسمان پر لے جاتا ہے۔ میرا خیال ہے تم وسکی کے معاملے میں مائنڈ نہیں کرو گی۔"

"مائنڈ نہیں کروں گی' تمہارے مائنڈ کو ساتویں آسمان پر پہنچا دوں گی۔"

وہ خوش ہو رہا تھا۔ اس نے اپارٹمنٹ کے پچھلے راستے پر ٹیکسی روکی۔ پھر اترتے ہوئے بولا "پچھلے دروازے کا زینہ مرمت طلب ہے' سب اگلے زینے سے جاتے ہیں' میں گراؤنڈ فلور پر رہتا ہوں۔"

اس نے پچھلا دروازہ کھولا' وہ اندر آگئی۔ کمرے کی لائٹ آن ہو گئی۔ کمرے کی دیواروں پر عریاں تصویریں لگی ہوئی تھیں۔ وہ ناگواری سے بولی "ایسی تصویریں لگاتے ہوئے شرم نہیں آتی' چلو انہیں نوچ کر پھینک دو۔"

وہ ہاتھ نچا کر بولا "واہ میری جان! ایسی حیا کی بات کر رہی ہو جیسے میرے ساتھ یہاں عبادت کرنے آئی ہو۔"

مرینا نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ فوراً ہی بوتل کھول کر اسے منہ سے لگا کر غٹاغٹ پینے لگا۔ ایک کوارٹر پینے کے بعد اس نے بوتل کو منہ سے الگ کیا' اسے ایک طرف رکھا تو مرینا نے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔

خالص وسکی نے اس کے حلق اور سینے میں جیسے آگ بھر دی تھی۔ وہ منہ سے عجیب سی آوازیں نکالتے ہوئے لڑکھڑایا' پھر فرش پر گر پڑا۔ مرینا نے کہا "چلو اٹھو اور اپنی ماں بہنوں کی تصویریں پھاڑ کر پھینک دو۔"

وسکی دماغ پر چڑھ گئی تھی۔ وہ انگلی اٹھا کر بولا "ہاں۔ یہ سب میری ماں بہنیں ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا' ماؤں بہنوں کو ایسی تصویریں اترواتے ہوئے شرم کیوں نہیں آتی۔ تصویریں نہ ہوں تو ہم نہ دیکھیں' ہوتی ہیں تو ہم دیکھتے ہیں۔"

وہ ایک ایک تصویر کے پاس جا کر اسے پھاڑنے لگا۔ مرینا ایک آئینے کے سامنے بیٹھ کر میک اپ کے ذریعے اپنے چہرے پر تبدیلی کرنے لگی۔ اس شہر میں جوان عورتوں کو سختی سے چیک کیا جا رہا تھا۔ کوئی سا بھی چہرہ بنانے سے بات نہیں بن سکتی تھی۔ اس چہرے کی شناخت کا مکمل ریکارڈ ضروری تھا۔ یہ جانتے ہوئے بھی وہ اس لئے صورت بدل رہی تھی کہ پہلی نظر میں جون والیا کی حیثیت سے پہچانی نہ جا سکے۔

وہ تصویریں پھاڑنے کے بعد اس کے قریب آنا چاہتا تھا۔ مرینا نے اسے اور پلا دی۔ دوسری بار آدھی بوتل خالی ہو گئی۔ پانی اور سوڈے کے بغیر آدھی بوتل پی جانا گویا موت کو یا بے ہوشی کو دعوت دینا تھا۔ وہ چکرا کر فرش پر گر پڑا۔

اس نے عارضی میک اپ کے بعد آئینے میں مختلف زاویے سے خود کو دیکھا۔ پھر لباس تبدیل کیا۔ اپنا اتارا ہوا لباس برآمدے کے فرش پر پھینک دیا اور ریڈی میڈ میک اپ کا ضروری سامان پرس میں رکھ کر اس اپارٹمنٹ سے باہر آگئی۔ اب وہ پارس کو مخاطب کرنا چاہتی تھی۔ اسی وقت بہت سے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں سنائی دیں۔ دو فوجی گاڑیاں دکھائی دیں۔ آگے والی گاڑی میں کئی کتے تھے اور پیچھے مسلح فوجی جوان بیٹھے ہوئے تھے۔

مرینا یہ بھول گئی تھی کہ اپنی رہائش گاہ میں بدن کے کپڑے اتار کر آئی ہے۔ فوجی خونخوار کتوں کو اس کے بدن کی بو سونگھا کر یہاں تک لے آئیں گے۔

وہ ایک اپارٹمنٹ کے پیچھے تھے۔ کچھ کتے اپارٹمنٹ کے اگلے حصے کی طرف اور کچھ پچھلے حصے کی طرف لپکتے ہوئے بھونک رہے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

تھے۔ وہ سب مضبوط زنجیروں سے بندھے ہوئے تھے۔ مرینا نے تھوڑی دیر پہلے اپنا لباس اتار کر سامنے برآمدے کے فرش پر پھینکا تھا۔ کتے ادھر لپک رہے تھے اور انہیں پچھلے حصے سے بھی اس کی بُو مل رہی تھی۔

ایک فوجی افسر نے میگافون اسپیکر کے ذریعے کہا "میں یہاں کے مکینوں سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ گھروں سے باہر نہ نکلیں اور کسی بھی جوان یا بوڑھی عورت کو پناہ نہ دیں۔ اور میں مرینا کو مہلت دیتا ہوں کہ وہ دس تک گنتی ختم ہونے سے پہلے باہر آجائے ورنہ ہم کتے کھول دیں گے۔ پھر اس کی بوٹیاں ہی باہر آئیں گی۔"

وہ اپارٹمنٹ کے پیچھے سے دور چلی گئی کیونکہ مسلح فوجی اپارٹمنٹ کو چاروں طرف سے گھیر رہے تھے۔ وہ میگافون اسپیکر کے ذریعے بولنے والے کے اندر پہنچ گئی۔ یہ تو ہو نہیں سکتا تھا کہ اس ملک کے تمام فوجی یوگا کے ماہر ہوتے۔ یہ کوئی آسانی سے حاصل کی جانے والی مہارت نہیں تھی بہرحال یہ بہت بڑی کامیابی تھی۔ افسر کے چور خیال نے بتایا کہ وہ آنسو گیس اور ہینڈ گرینیڈ بھی ساتھ لائے ہیں تاکہ وہ ٹیلی پیتھی کا ہتھیار استعمال کرے تو جواباً اسے گرینیڈ کے دھماکوں سے تباہ کردیا جائے۔

اس نے افسر کے دماغ پر قبضہ جما کر ایک فوجی جوان کی کِٹ میں سے دو ہینڈ گرینیڈ نکالے۔ اسے ذرا دور چلا کر لائی پھر ہینڈ گرینیڈ کی چابی کو اس کے دانتوں سے نکال کر اسے کتوں والی گاڑی کی طرف پھینک دیا۔ ایک زبردست دھماکے کے ساتھ گاڑی کے پرخچے اڑے۔ کتوں کی آخری آوازیں بھی نہ ابھر سکیں۔ دوسرے گرینیڈ کے دھماکے نے فوجیوں کو دور بھاگنے پر مجبور کردیا۔

ایک منٹ کے اندر تمام کتے نابود ہوگئے۔ چند فوجی باقی رہ گئے۔ اب وہ کتوں کے بغیر اس کے قریب نہیں پہنچ سکتے تھے۔ وہ ایک بس میں آکر بیٹھ گئی۔ پارس کو مخاطب کرکے بولی "ابھی میں پھر گرفت میں آنے والی تھی۔ آخری لمحات میں بال بال بچ گئی لیکن کب تک بچتی رہوں گی۔ فوج اور انٹیلی جنس والے مجھے کہیں چُھپنے اور پناہ لینے نہیں دیں گے۔"

"کسی طرح یہ شہر چھوڑ دو۔ دوسرے اسٹیٹ چلی جاؤ۔"

"کیسے جاؤں؟ یہاں قدم قدم پر مجھے تلاش کیا جارہا ہے۔ بندرگاہ' ائرپورٹ' ریلوے اسٹیشن' بسوں اور ٹیکسیوں کے اڈوں پر جاسوس میرے منتظر ہوں گے۔ تم مجھے چھوڑ کر کہاں چلے گئے ہو؟"

"میں نے سمجھ لیا ہے کہ تم اپنی جوانی کی رشوت دے کر الو بنا رہی ہو۔ اور اب مجھے آئندہ الو نہیں بننا چاہئے۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو؟ کیا مجھ سے دل بھر گیا ہے؟"

"جب عورت غلطی کرتی ہے اور مرد ناراض ہوتا ہے تو وہ یہی کہتی ہے۔ کیا مجھ سے دل بھر گیا ہے۔ وہ اپنی غلطیوں اور حماقتوں کو سمجھنا نہیں چاہتی۔"

"میں نے کون سی غلطی یا حماقت کی ہے؟"

"میں بارہا سمجھا چکا ہوں۔ اب نہیں سمجھاؤں گا۔ تمہارے پاس عقل کچھ زیادہ ہی ہے۔ میں انتظار کروں گا کہ تم عقل سے کب سوچو گی اور سمجھو گی۔"

"تم ہمیشہ ایک ہی شکایت کرتے ہو کہ میں تم پر یا تمہارے خاندان والوں پر بھروسا نہیں کرتی ہوں۔"

"میں تم سے کسی معاملے میں بحث نہیں کروں گا۔"

"مجھ سے کسی معاملے میں بات نہیں کرو گے۔ مجھے گڑھے میں گرا کر چلے گئے ہو۔ کیا یہی ساتھ چھوڑنے کا وقت ہے؟"

"میں جانتا تھا تم یہی الزام دو گی۔ میں تمہیں آخری بار ان مصیبتوں سے نکالوں گا۔ پچیسویں شاہراہ کی اسٹریٹ نمبر تھری میں ٹو فورٹی فور نمبر کا بنگلا ہے۔ وہاں پیدل آؤ اور بنگلے میں داخل ہو جاؤ۔"

"کیا تم وہاں ملو گے؟"

"وہاں تحفظ ملے گا۔"

یہ کہہ کر اس نے سانس روک لی۔ وہ بس کے اندر دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ یوں اپنے دماغ سے نکالنے پر اسے غصہ آیا۔ پھر عقل آئی کہ اچھا ہی ہوا۔ بس میں خیال خوانی کرتی رہتی تو اسے تلاش کرنے والے سر پر آپہنچتے۔

وہ بس سے اتر گئی۔ دوسرے مسافر اترنے کے بعد اپنی منزلوں کی طرف چلے گئے۔ وہ فٹ پاتھ پر تنہا رہ گئی۔ پھر پارس کو مخاطب کرکے بولی "سانس نہ روکنا۔ میں پچیسویں شاہراہ کے قریب ہوں لیکن فٹ پاتھ پر تنہا ہوں۔ جاسوس مجھے تاڑ لیں گے۔"

"میں نے ایسا انتظام کردیا ہے کہ کوئی تمہارے قریب نہیں آئے گا۔ فوراً بنگلا نمبر ٹو فورٹی فور میں پہنچو۔"

اس نے پھر سانس روک لی۔ مرینا کو دماغ سے نکالے جانے پر پھر غصہ آنا چاہئے تھا لیکن وہ تنہا فٹ پاتھ پر چلتی ہوئی سوچنے لگی کہ پارس نے ایسا کیا انتظام کیا ہے کہ سراغرساں اور فوجی افسران اس کا محاسبہ نہیں کریں گے۔

یہ تو انسانی کارنامہ نہ ہوا۔ معجزہ ہوا کہ پارس نے امریکا کے اس اسٹیٹ اور شہر میں اپنی حکومت قائم کرلی تھی۔ اب اُس کے بیان کے مطابق کوئی اسے نہ روک سکتا تھا نہ ٹوک سکتا تھا۔

اور وہ دیکھ رہی تھی کہ تنہا جانے والی کو کوئی روک نہیں رہا تھا، کوئی اس پر شبہ نہیں کررہا تھا۔ اتنے بڑے ملک میں اتنی جلدی انتظامیہ بدل جائے۔۔۔ جاسوس مُنہ پھیر کر چلے جائیں' یہ بالکل ناممکن تھا۔ اس قدر ناممکن کہ قصہ کہانیوں میں بھی اتنی جلدی دشمنوں کے دل پھیرے نہیں جاتے۔

ایسے ہی وقت لوگ سوچتے ہیں۔ یہ سراسر جادوگری ہے۔ فرہاد اور اس کے بیٹے جادوگر ہیں۔ ناممکن کو ممکن بنا دیتے ہیں۔ جبکہ حقیقت یہ نہیں ہے۔ یہ سب ذہانت کا تماشا ہوتا ہے۔ جس کا ذہن انتہا کو نہیں پہنچ پاتا وہ فرہاد کی فیملی کو جادوگر سمجھتے ہیں۔

مرینا غیر معمولی طور پر ذہین تھی لیکن مشکلات میں گھر کر وہ بھی سمجھ نہ پائی کہ پارس نے کیا چال چلی ہے۔ پارس نے مجھ سے کہا

تھا۔ "پاپا! مرینا تنویمی نیند سے بیدار ہونے کے بعد خود کو تنہا پائے گی۔ میں اس سے دور ہو رہا ہوں۔ آپ اس شہر سے اُسے نکالنے کا انتظام کردیں۔"

میں بیٹے کی فرمائش پر اس وقت مرینا کے دماغ میں پہنچا جب وہ تنویمی نیند سے بیدار ہوئی تھی اور بڑی عجلت میں اپنی رہائش گاہ چھوڑ کر بھاگ رہی تھی۔ میں تنویمی عمل کے مطابق سونیا کی آواز اور لہجے میں اس کے اندر پہنچا تھا اس لئے اُس نے مجھے محسوس نہیں کیا۔

میں نے چند سیکنڈ میں اس کے مسائل کو سمجھ لیا۔ وہ اپنی ذہانت سے دو چار بار خود کو گرفتاری سے بچا سکتی تھی۔ لیکن اب اسے کہیں پناہ نہیں مل سکتی تھی اس شہر کی ہر جوان اور بوڑھی عورت کو سختی سے چیک کیا جارہا تھا۔ ہر عورت کے شناختی ریکارڈز بھی دیکھے جارہے تھے۔ ان حالات میں وہ مسلسل چھپ کر نہیں رہ سکتی تھی۔

میں نے لیلیٰ سے کہا۔ "مرینا مشکلات میں ہے۔ ابھی جو فلائٹ جانے والی ہے اس کی مسافر عورتوں کے متعلق جلد سے جلد معلومات حاصل کرو۔ ائرپورٹ کے دو چار خاص افسروں کے دماغوں میں جگہ بناؤ۔ میں تمہاری مدد کے لئے سلطانہ اور سلمان کو بھیج رہا ہوں۔"

میں نے سلمان اور سلطانہ کو بھی مرینا کے حالات بتا کر کہا۔ "لیلیٰ ٹیلیفون کے ذریعے ائرپورٹ کے خاص افراد کے دماغوں میں پہنچ رہی ہوگی۔ تم طیارے کے پائلٹ اور دوسرے اسٹاف کے دماغوں میں جگہ بناؤ۔"

لیلیٰ فون کے ذریعے آوازیں سن کر کئی دماغوں میں جگہ بنا چکی تھی۔ میں' سلطانہ اور سلمان' اس کے ذریعے مزید افراد کے اندر پہنچنے لگے۔ سیکیورٹی گارڈز وغیرہ تک پہنچنا کچھ مشکل نہ تھا۔ اس دوران پتا چلا کہ امیگریشن اور ایک سیکیورٹی افسر کے دماغوں میں مخالف خیال خوانی کرنے والے بھی موجود ہیں۔ وہ ان کے دماغ میں بول رہے تھے اور ان کے ذریعے طیارے میں جانے والی عورتوں کو چیک کررہے تھے۔

ایک عورت طیارے کی روانگی سے آدھ گھنٹا قبل آئی۔ طیارہ پرواز کے لئے تیار تھا۔ میں نے لیلیٰ سے کہا۔ "اس عورت کی آواز سنتے ہی دماغ پر قبضہ جماؤ اور مرینا بن جاؤ۔"

پھر میں نے پائلٹ کے ذریعے کنٹرول ٹاور کے افسر سے کہا۔ "امیگریشن کے افسران سے کہو۔ جو آخری مسافر عورت آرہی ہے' اسے چیک نہ کریں۔ فوراً طیارے میں جانے دیں۔ اس طیارے میں تین سو مسافر ہیں۔ ان سب کی زندگی مرینا کے خیال خوانی کرنے والوں کے رحم و کرم پر ہیں۔ اگر اس عورت کو چیک کیا گیا اور اسے طیارے میں جانے سے روکا گیا تو تین سو مسافر زندہ باہر نہیں نکلیں گے۔"

ٹاور کے افسر نے یہ باتیں امیگریشن اور سیکیورٹی والوں تک پہنچائیں۔ پورے ائرپورٹ پر سنسنی پھیل گئی۔ مسلح فوجی جوان دوڑتے ہوئے طیارے کی طرف جانے لگے۔ میں' سلمان اور سلطانہ طیارے کے پاس کھڑے ہوئے سیکیورٹی گارڈز کے دماغوں پر قبضہ جما کر انہیں طیارے کی سیڑھیاں چڑھاتے ہوئے دونوں دروازوں پر لے آئے۔ پھر میں نے ایک کے ذریعے ہوائی فائر کرتے ہوئے کہا۔ "ہالٹ! اگر کسی نے طیارے کے قریب آنے کی حماقت کی تو ہم مسافروں کو گولیوں سے بھون ڈالیں گے۔"

فوج کے افسروں نے مسلح جوانوں کو رک جانے کا حکم دیا پھر ایک افسر نے کہا۔ "ہمیں معلوم ہوچکا ہے' جس عورت کی چیکنگ سے روک رہے ہو وہ مرینا ہے۔"

دوسرے افسر نے کہا۔ "اور ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ مرینا کی مدد کرنے والی ٹیم کا تعلق فرہاد علی تیمور سے ہے۔"

سلمان نے کہا۔ "باتوں میں وقت ضائع نہ کرو۔ اس عورت کو طیارے میں آنے دو۔"

ایک افسر نے پوچھا۔ "تم جانتے ہو' مرینا ہمارے لئے بھی کتنی اہم ہے۔ اگر ہم مسافروں کی پروا نہ کریں اور مرینا کو گرفتار کرلیں تو؟"

سلطانہ نے ایک سیکیورٹی گارڈ کی زبان سے کہا۔ "میں دس تک گنتی ہوں۔ اس کے بعد ایک ایک دو دو لاشیں طیارے سے باہر گرتی رہیں گی۔"

طیارے کے اندر مسافروں میں کھلبلی مچ گئی تھی۔ عورتیں اور بچے رو رہے تھے۔ سلطانہ ایک سے گنتی شروع کرچکی تھی۔ گنتی پوری ہونے سے پہلے ہی وہ عورت طیارے کے پاس آگئی۔ سیڑھی چڑھنے لگی۔ ایک افسر نے کہا "مرینا! اوپر سے احکامات آئے ہیں کہ ہم تمہیں اس ملک سے جانے دیں۔ کیا تم تین سو مسافروں کی زندگیوں کی ضمانت دیتی ہو؟"

وہ عورت سیڑھی چڑھ کر طیارے کے دروازے پر آگئی۔ لیلیٰ نے اس کی زبان سے کہا۔ "یہ طیارہ جب تک مجھے سلامتی سے لے جائے گا' مسافر بھی سلامت رہیں گے۔ میں لندن جارہی ہوں۔ اگر وہاں کسی نے رکاوٹ بننے کی کوشش کی تو میری جوابی کارروائی بڑی مہنگی پڑے گی۔ میں دشمن خیال خوانی کرنے والے سے کہتی ہوں وہ دوبار میرے دماغ میں آنے کی ناکام کوششیں کرچکا ہے' تیسری بار یہ حماقت نہ کرے۔"

یہ کہہ کر وہ طیارے کے اندر چلی گئی۔ سیڑھیاں ہٹالی گئیں۔ دروازے بند ہوگئے۔ میں نے لیلیٰ کو اچھی طرح سمجھا دیا تھا کہ وہ کم از کم طیارے کی پرواز تک اس عورت کے دماغ میں رہے اور یہ دیکھتی رہے کہ دشمن خیال خوانی کرنے والے طیارے کے عملے کے دماغ میں آکر کوئی کارروائی کرتے ہیں یا نہیں۔ سلمان بھی پائلٹ کے دماغ میں تھا اور سلطانہ ایک ائرہوسٹس کے اندر رہ کر تمام مسافروں کو دیکھتی پھر رہی تھی۔

ویسے ہم کامیاب رہے۔ دشمن خیال خوانی کرنے والے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اس آخری مسافر عورت کے دماغ میں آنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن مرینا کے لہجے کے مطابق مرینا کے دماغ میں پہنچتے تھے اور ادھر وہ سانس روک لیا کرتی تھی۔ ادھر ہم نے جیسا ڈراما پلے کیا اس سے مارشل اور دوسرے حکمرانوں کو اور خیال خوانی والوں کو یقین ہو گیا کہ مرینا جا چکی ہے۔

اگرچہ وہ لوگ اپنے منصوبے کے مطابق مرینا کو ختم نہ کر سکے تھے' تاہم یہ بات اطمینان بخش تھی کہ وہ ملک چھوڑ کر جا چکی ہے۔ وقتی طور پر وہ مصیبت ٹل گئی تھی۔ اب وہ دوسرے مسائل اور معاملات پر توجہ دے سکتے تھے۔

O-☆-O

مرینا پچیسویں شاہراہ سے گزرتی ہوئی اسٹریٹ نمبر تھری میں آئی۔ پھر تیزی سے چلتی ہوئی بنگلا نمبر ٹو فورٹی فور کے سامنے آئی۔ وہ جلد از جلد پناہ لے کر پارس سے پوچھنا چاہتی تھی کہ اس نے کیا جادو کیا ہے۔ اس ملک کے سول اور ملٹری جاسوس اب اسے تلاش نہیں کر رہے ہیں۔

اس نے بنگلے کے برآمدے میں آ کر کال بیل کے بٹن کو دبایا۔ پھر انتظار کیا۔ کوئی دروازہ کھولنے نہیں آیا۔ اس نے دستک دینے کے لئے دروازے پر ہاتھ مارا تو وہ کھلتا چلا گیا۔ اس نے اندر آ کر آواز دی۔ "انی باڈی ہوم؟"

اسے جواب نہیں ملا۔ اس نے پارس کو مخاطب کر کے کہا۔ "میں تمہارے بتائے ہوئے بنگلے میں پہنچ گئی ہوں۔ لیکن یہاں کوئی نہیں ہے۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے۔"

"دل سے اندیشے نکال دو۔ کوئی نیا چہرہ' نئی شناخت اختیار کرنے تک وہاں سکون سے رہو گی۔"

"یہ کیسے ہوا! کسی نے مجھے راستے میں چیک کیوں نہیں کیا؟"

پارس نے اسے بتایا کہ اس کی لاعلمی میں دشمنوں کو یقین دلایا گیا ہے کہ وہ ملک سے جا چکی ہے۔ اسے ابھی راستے میں کسی نے روکا ٹوکا نہیں تھا۔ یہ اس بات کا ثبوت تھا کہ دشمنوں کو بڑی حد تک یقین ہو گیا ہے۔

وہ خوش ہو کر بولی "یہ تو کمال ہو گیا۔ میں دشمنوں کے خیال کے مطابق جا چکی ہوں مگر موجود ہوں۔"

پھر وہ سوچ کر بولی "اگر تمہارے پاپا یہ چال چلنے سے پہلے مجھے بتا دیتے تو بہتر ہوتا۔"

پارس نے پوچھا۔ "کیا پاپا سے کوئی غلطی ہو گئی ہے؟"

"یہ کتنی بڑی غلطی ہے کہ ایک اجنبی عورت کو مرینا بنا کر یہاں سے بھیج دیا گیا۔ کیا اس طرح میں خود نہیں جا سکتی تھی۔"

"تمہارے لئے خطرہ مول لینا مناسب نہ تھا۔ پاپا نے جس منصوبے پر عمل کیا ہے اس میں کوئی گڑبڑ ہو جاتی تو تم مصیبت میں پڑ جاتیں۔"

"مصیبت تو ہر معاملے میں پیش آ سکتی ہے۔ کسی اہم کام کے لئے خطرہ مول لینا پڑتا ہے۔"

"جب زیادہ مجبوری ہو تب خطرہ مول لینا چاہئے۔ پاپا نے سوچا ہو گا' تم اہم مقاصد کے لئے اپنے ملک آئی ہو۔ تمہیں میدان چھوڑ کر نہیں جانا چاہئے۔ اگر تم جانا چاہتی ہو تو بولو۔ تمہیں دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچا دینا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔"

"تم میرے ساتھ چلو گے نا؟"

"مجھے معاف کرو۔ تمہارا بس چلے تو تم مجھ پر تنویمی عمل کر کے اپنا معمول بنا لو۔"

"خواہ مخواہ شبہ کرتے ہو۔ میں ایسی نہیں ہوں۔ اتنے عرصے تک میرے ساتھ رہے' میں کسی دن بھی تمہیں زخمی کر کے تمہارے دماغ پر حکومت کر سکتی تھی۔"

"میں نے کبھی موقع ہی نہیں دیا کہ تم کسی بہانے میرے دماغ کو کمزور بنا سکو۔ اعصابی کمزوری کی دوائیں مجھ پر اثر نہیں کرتیں۔ میرے اندر کا زہر ساری دواؤں کو بے اثر کر دیتا ہے۔ رہ گئی یہ بات کہ تم مجھے زخمی کر سکتی تھیں تو یہ تمہاری خوش فہمی ہے۔ میں جب تک جاگتا رہتا تھا' تنہائی میں تمہارے ساتھ وقت گزارتا تھا۔ سونے کے لئے دوسرے بیڈ روم میں چلا جایا کرتا تھا تاکہ تم میری نیند سے فائدہ نہ اٹھا سکو۔"

"جب تم اتنے چالاک ہو تو مجھ سے اتنی دور کیوں بھاگ رہے ہو؟"

"میں اب تک انتظار کر رہا تھا کہ تم مجھ پر اعتماد کرنے لگو گی۔ لیکن تم لاشعوری طور پر میرے پاپا کو اپنے ملک کا دشمن سمجھتی ہو۔ اس لئے کبھی مجھ پر بھروسا نہیں کرو گی۔"

بات سچ تھی مگر وہ تسلیم نہیں کر رہی تھی۔ اس بات کو گھما کر کہہ رہی تھی۔ "میں تم سے اندھی محبت کرتی ہوں اور تم بے اعتمادی کا الزام دے رہے ہو۔"

"آج تم بار بار میرے دماغ میں آ رہی تھیں۔ میں منع کرتا تھا تو واپس چلی جاتی تھیں۔ پھر تمہیں شبہ ہوتا تھا کہ پاپا میرے دماغ میں آ کر تمہارے خلاف کچھ بول رہے ہیں اور تم میرے اندر آؤ گی تو میں پاپا کی موجودگی کے باعث تمہیں محسوس نہیں کر سکوں گا۔ لیکن میں تمہاری چالاکیوں کو سمجھتا رہا۔ شک کا علاج کسی ڈاکٹر کے پاس نہیں ہوتا۔ تمہاری دُم ٹیڑھی ہے' ٹیڑھی ہی رہے گی۔"

"تم ایسی باتیں سنا کر مجھ سے پیچھا چھڑا رہے ہو۔"

"چلو الزام سہی۔ میں نے پیچھا چھڑایا ہے۔ آئندہ مجھ سے رابطہ نہ کرنا۔ اس بنگلے میں جب تک چاہو' رہ سکتی ہو۔ زیادہ عرصہ رہنا ہو تو دو چار فرضی رشتے دار بنا لو تاکہ تمہارے تنہا رہنے سے کسی کو شبہ نہ ہو۔"

"اتنی عقل مجھے بھی ہے۔ لیکن اتنی بڑی دنیا میں میرا ایک ہی رشتے دار ہے اور وہ تم ہو۔ دیکھو مجھ سے رابطہ ختم نہ کرنا۔ ہمیں ایک دوسرے سے شکایتیں ہیں۔ شکایتوں سے محبت ختم نہیں ہوتی اور بڑھتی ہے۔ میں تمہاری سونیا مما کی قسم دیتی ہوں' مجھے اپنے دماغ میں آنے سے نہ روکنا۔"

"تم نے بہت بڑی قسم دی ہے۔ اس لئے چوبیس گھنٹے میں صرف ایک بار پندرہ منٹ تک گفتگو کروں گا۔ جاؤ اب چوبیس گھنٹے بعد آنا۔"

اس نے سانس روک لی۔ وہ اپنی جگہ حاضر ہو گئی۔ اس پرائے بنگلے میں وہ تنہا تھی بلکہ بھری دنیا میں تنہا ہو گئی تھی۔ یہ تنہائی پارس کے آنے سے پہلے تھی اور اس نے عہد کیا تھا کہ اکیلی رہ کر زندگی گزار دے گی لیکن پارس نے اس کی دنیا میں آ کر ہلچل مچا دی تھی۔ اب اس کے ساتھ چھوڑ دینے سے لٹ جانے کا احساس ہو رہا تھا۔ چلتے چلتے جیسے دونوں ٹانگیں ٹوٹ گئی تھیں اور وہ چلنے کے قابل نہیں رہی تھی۔

وہ اٹھ کر اس مکان کو اندر سے دیکھنے لگی اور ایک بار پھر عہد کرنے لگی کہ اب صرف اپنے پیروں پر کھڑی رہے گی۔ پارس سے کبھی تعاون حاصل نہیں کرے گی۔ پہلے کی طرح اپنی ذات پر اعتماد کر کے دشمنوں سے نمٹنے کی کوشش کرتی رہے گی۔

O-☆-O

مارشل ڈی مورا نے اختیارات حاصل کرتے ہی اپنے ماتحت ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ان کی رہائش گاہوں تک محدود کر دیا تھا۔ انہیں تاکید کی تھی کہ وہ چند ماہ تک اپنی چار دیواریوں سے باہر نہیں نکلیں گے۔ انہیں جو کام دیا جائے گا وہ اسے گھر بیٹھے خیال خوانی کے ذریعے کرتے رہیں گے۔

مارشل نے جو پہلا فیصلہ کیا وہ یہ تھا کہ سونیا اور فرہاد کو ٹریپ کیا جائے۔ وہ دونوں ہنی مون کے لئے سوئٹزر لینڈ گئے تھے۔ جہاں ان پر زبردست حملے کئے گئے تھے۔ وہاں سے جان بچانے کے بعد وہ دونوں دو ہی جگہ جا سکتے ہیں۔ ایک تو پیرس' دوسرے اپنی نئی بستی فرہاد ولیج' کیونکہ وہاں انہیں غیر معمولی تحفظ حاصل تھا۔

وہ اپنے طور پر میری اور سونیا کی پناہ گاہ کا صحیح حساب لگا رہا تھا۔ اس نے دو ٹیمیں بنائیں۔ ہر ٹیم میں پندرہ جاسوس رکھے۔ ذہانت اور ایکشن کے اعتبار سے ہر جاسوس نے ماضی میں بڑے کارنامے انجام دیئے تھے۔ ایک ٹیم کو پیرس روانہ کیا گیا۔ اس ٹیم میں خیال خوانی کرنے والا فریزر تھا۔ وہ جسمانی طور پر ٹیم میں نہیں تھا۔ ان پندرہ سراغرسانوں کے دماغوں میں موجود رہا کرتا تھا۔

اسی طرح دوسری ٹیم کے پندرہ سراغرسانوں کے دماغوں میں جان لبوڈا رہا کرتا تھا۔ اس نے اپنے سراغرسانوں کے ذریعے معلوم کیا کہ فرہاد ولیج کے آس پاس کی زمینیں کس کی ملکیت ہیں۔ پتا چلا کہ فرہاد ولیج کے چاروں طرف دس میل تک زمینیں سرکار کی ہیں اور وہاں پانچ منٹ بھی رکنے کی اجازت نہیں ہے۔ ہر دو میل پر فوجی چوکیاں ہیں۔ جو کہ ہائی وے کی گاڑیوں کو سختی سے تاکید کی جاتی ہے کہ وہ رکے بغیر دس میل دور چلی جائیں۔

فریزر نے مارشل ڈی مورا کو رپورٹ دی کہ پیرس میں سونیا اور فرہاد کا سراغ نہیں مل رہا ہے۔ جان لبوڈا نے کہا۔ "مجھے یقین ہے وہ دونوں فرہاد ولیج میں کسی اندیشے کے بغیر زندگی گزار رہے ہیں لیکن ولیج سے دس میل دور تک ہم میں سے کوئی قدم نہیں رکھ سکتا۔ خشکی کے راستے سے فرہاد ولیج میں داخل ہونا تقریباً ناممکن ہے۔"

فضائی راستے کی صورتِ حال یہ تھی کہ ہیلی کاپٹروں اور ہوائی جہازوں کو ولیج پر سے پرواز کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ کنٹرول ٹاور سے پائلٹوں کو ہدایات دی جاتی تھیں کہ وہ ولیج سے دس میل دور رہ کر پرواز کریں ورنہ طیارہ شکن توپیں انہیں مار گرائیں گی۔

مارشل نے پوچھا "کیا زمین کے اندر سُرنگ بنائی جا سکتی ہے؟"

جان لبوڈا نے کہا۔ "جب انہوں نے زمینی اور فضائی انتظامات اتنے سخت کئے ہیں تو ولیج کے اطراف دس میل تک ضرور بارودی سُرنگیں بچھائی ہوں گی۔ ہمارے لئے صرف ایک ٹیلی پیتھی کا راستہ رہ گیا ہے۔"

"کوئی بھی راستہ ہو' دیر نہ کرو۔ سونیا اور فرہاد کسی مہم کے لئے نکل پڑیں گے تو پھر ڈھونڈنے سے نہیں ملیں گے۔"

"ہماری کوششیں جاری ہیں۔ فرہاد ولیج سے پچیس میل دور ایک چھوٹا سا ٹاؤن ہے۔ اس ٹاؤن کا نام موسیو ہے۔ ہائی وے کی تمام گاڑیاں وہاں سے گزرتی ہیں اور وہ خاص گاڑیاں بھی گزرتی

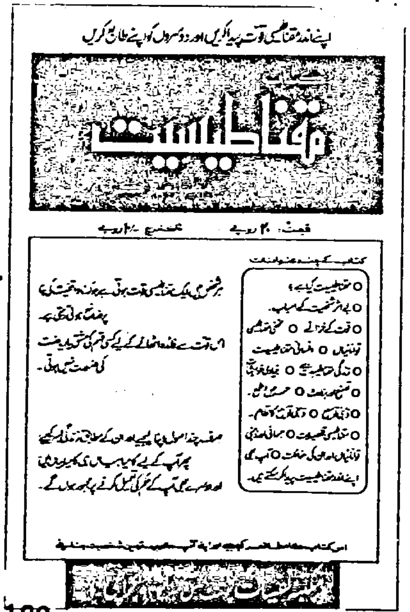

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہیں جن میں فرہاد ولیج کے لئے بڑی بڑی مشینیں اور عمارتی سامان وغیرہ جاتا ہے۔"

مارشل نے پوچھا۔ "ان گاڑیوں میں ولیج کے لئے راشن اور دوسری ضروریات کا سامان بھی جاتا ہوگا۔"

لیوڈا نے کہا۔ "وہ لوگ بہت محتاط ہیں۔ راشن اور دوسری تمام کھانے پینے کی چیزیں ہیلی کاپٹروں کے ذریعے پہنچاتے ہیں تاکہ ان میں کوئی ضرررساں دوائیں شامل نہ کرسکے۔"

مشیر ہولی مین نے کہا۔ "ایک اور راستہ ہے۔ معلوم کرو ولیج کے رہنے والوں کو پینے کے لئے پانی کہاں سے سپلائی کیا جاتا ہے۔ اس پانی میں زہریلی دوا ملائی جاسکتی ہے۔"

"ہاں یہ راستہ اختیار کیا جاسکتا ہے۔ ولیج کے اندر بہت بڑا پانی کا ٹینک ہے۔ زمین دوز پائپ کے ذریعے اس ٹینک میں پانی اسٹور کیا جاتا ہے۔ پھر ٹینک کے والو کھول کر ولیج کے تمام گھروں اور دفتروں میں پانی سپلائی کیا جاتا ہے۔"

مارشل نے کہا "اسی پائپ لائن کو ٹارگٹ بنا کر منصوبہ فائنل کرو۔ اور جلد از جلد عمل کرو۔"

"فوراً عمل ہوگا لیکن زہریلے پانی سے سب مرجائیں گے۔ فرہاد نہیں مرے گا۔"

"رائفل کی گولی سے مرجائے گا۔ معلومات کے مطابق اس ولیج میں سو افراد رہتے ہیں اور دو ہزار مسلح گارڈز ہیں۔ یہ دو ہزار ایک سو بندے زہریلے پانی سے مرجائیں گے۔ سونیا بھی ختم ہوجائے گی۔ فرہاد رہ جائے گا۔ خطرہ دیکھتے ہی وہاں سے فرار ہونا چاہے گا۔ اس ولیج میں ایک ہیلی کاپٹر موجود رہتا ہے۔ ہماری پلاننگ ایسی ہوگی کہ فرانس اور اٹلی کے بارڈر میں ہمارے دو چار جنگی طیارے موجود رہیں گے۔ میں خیال خوانی کے ذریعے سگنل دوں گا تو یہ طیارے فرہاد کے ہیلی کاپٹر کو مار گرائیں گے۔"

مارشل نے کہا۔ "اس طرح فرانس سے ہمارے سفارتی تعلقات خراب ہوں گے۔ ہم یورپ کے کسی ملک میں جنگی طیارے نہیں لے جاسکتے۔"

مشیر ہولی مین نے کہا۔ "یورپ کے بیشتر ممالک میں بلیک پورٹ اور خفیہ رن ویز ہیں۔ ان جنگی طیاروں کے رنگ اور شناخت بدل دی جائے گی۔ بلکہ انہیں اسرائیلی جنگی طیارے بنادیے جائیں گے۔ ان یہودیوں نے ہمارے ساتھ مکاری کی ہے۔ یہ ہماری جوابی کارروائی ہوجائے گی۔"

آج کی دنیا میں حفاظتی انتظامات کی زیادہ اہمیت نہیں رہی ہے۔ صرف اپنی تسلی کے لئے ایسے انتظامات کئے جاتے ہیں۔ ورنہ انسان کا ذہن چاند ستاروں سے آگے نکل رہا ہے۔ زمینی رکاوٹیں کوئی معنی نہیں رکھتیں۔ آگے پیچھے، دائیں بائیں اور اوپر نیچے سے راستے بند کردو۔ پھر بھی ٹارگٹ تک پہنچنے والے ہوا بن کر پہنچ جاتے ہیں۔

ماسک مین اور اس کی مشاورتی ٹیم نے پہلے ہی فیصلہ کیا تھا کہ الپا کو آہنی پردوں میں چھپا کر رکھا جائے گا۔ ماسکو میں ایک زیر زمین محل نما رہائش گاہ تھی۔ وہاں اسے رکھنے کا ارادہ تھا لیکن جن ڈاکٹروں نے اس کا برین آپریشن کیا تھا، انہوں نے ایسی رہائش گاہوں کی مخالفت کی، جہاں تازہ ہوا میسر نہ ہو۔

ایک ڈاکٹر نے کہا۔ "جوجو کے بعد یہ دوسرا کامیاب آپریشن ہے۔ سرکاری خزانے سے کثیر رقم خرچ کرکے الپا کا ماضی، اس کا ذہن، اس کی آواز اور لہجہ بدلا گیا ہے۔ پلاسٹک سرجری کے ذریعے چہرہ بھی تبدیل کیا گیا ہے۔ اسے اب کوئی نہیں پہچان سکے گا مگر اسے کسی گھٹن والے ماحول میں رکھنے کی کیا ضرورت ہے۔"

ماسک مین نے کہا۔ "یہ ٹیلی پیتھی جاننے والی کی حیثیت سے منظرِ عام پر رہے گی تو جوجو کی طرح اغوا کرلی جائے گی۔"

دوسرے ڈاکٹر نے کہا۔ "اس کی حفاظت کے لئے طرح طرح کے انتظامات ہوسکتے ہیں۔ ہم ڈاکٹر کی حیثیت سے وارننگ دیتے ہیں کہ اسے تاریک اور بند محلوں میں رکھا جائے گا تو ذہن پر برا اثر پڑے گا۔ یہ بدمزاج اور غصہ ور ہوتی جائے گی۔"

ایک مشیر نے کہا۔ "ہم الپا کو ذہنی انتشار میں مبتلا نہیں کریں گے۔ ڈاکٹروں کے بہترین مشوروں پر عمل کریں گے۔"

دوسرے مشیر نے کہا۔ "اسے ایک ہوادار وسیع و عریض محل میں نظربند رکھا جائے۔ روشنی اور تازہ ہوا ملتی رہے گی لیکن وہ باہر کی دنیا سے رابطہ نہیں کرے گی۔ کسی سے بات نہیں کرے گی۔ اگرچہ یہ حساس دماغ رکھتی ہے۔ کوئی اس کے اندر نہیں آسکتا، تاہم یہ اپنی آواز کسی کو نہیں سنائے گی۔"

الپا کو ٹریننگ دینے اور روسی تعلیم دینے والوں نے سمجھایا کہ وہ جب بھی خیال خوانی کرے گی، اپنا لہجہ بدل کر دوستوں اور دشمنوں کے دماغوں میں جایا کرے گی۔ اسے فرہاد اور اس کی فیملی کے تمام ممبران کی تصویریں اور ویڈیو فلمیں دکھائی گئی تھیں۔ ٹیپ ریکارڈر کے ذریعے ان کی آوازیں سنائی گئی تھیں۔ امریکا اور اسرائیل کے نئے حکمرانوں اور فوجی افسروں کے بھی ویڈیو اور ٹیپ ریکارڈ دکھائے اور سنائے جاتے تھے۔

ایسے درجنوں امریکی جاسوس تھے۔ جو روس کے مختلف شہروں میں گرفتار ہوئے تھے اور وہاں قیدیوں کی زندگی گزار رہے تھے۔ ماسک مین نے ان پر تنویمی عمل کرایا تھا اور انہیں الپا کا تابعدار بنایا تھا۔ مقصد یہ تھا کہ الپا ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان سرفروشوں کو دوسرے ممالک میں استعمال کرے گی۔ اگر وہ گرفتار ہوں گے تو ماسٹر پر الزام آئے گا کیونکہ وہ سب امریکی تھے۔

ماسک مین نے ایک اہم میٹنگ میں الپا کو طلب کیا۔ وہاں خاص مشیر اور اعلیٰ فوجی افسران تھے۔ الپا کا نام اس کے ماضی کی طرح ختم کردیا گیا تھا۔ اس کا نیا نام سرگئی آندروف تھا۔ ماسک مین نے کہا۔ "مس سرگئی! جیسا کہ تم جانتی ہو، سونیا اور فرہاد علی شاہ کے بعد سوئٹزرلینڈ میں دیکھے گئے تھے۔ انہیں سپر ماسٹر کے ماتحتوں نے وہاں سے بھاگنے پر مجبور کردیا۔"

ایک مشیر نے کہا۔ "سونیا اور فرہاد کے لئے بھاگنے کا لفظ استعمال نہ کریں۔ ورنہ سرگئی انہیں بھاگنے والی کمزور ہستیاں سمجھ کر دھوکا کھاسکتی ہے۔"

الپا عرف سرگئی نے کہا۔ "میں ان کے تمام ریکارڈز دیکھ چکی ہوں اور پڑھ چکی ہوں۔ میں نے سونیا، فرہاد، پارس اور علی تیمور کو کبھی میدان چھوڑ کر جاتے نہیں دیکھا۔ ان کے مقابلے پر آنے والے ہی یا تو بھاگتے ہیں یا ان کے ہاتھوں مارے جاتے ہیں۔ ویسے ماسک مین میدان جیتنے والوں کے لئے "فاتح" کا لفظ استعمال کرنا چاہئے۔"

ماسک مین نے پوچھا۔ "آخر وہ لوگ کب تک فاتح کہلاتے رہیں گے۔ کیا کبھی کسی سے مات نہیں کھائیں گے۔ ہم چاہتے ہیں تم ان کے مقابلے میں فاتح کہلاتی رہو۔"

"میں پوری کوشش کروں گی۔"

فوج کے اعلیٰ افسر نے کہا۔ "ہمارے سیکرٹ ایجنٹس کی رپورٹ ہے کہ سونیا اور فرہاد اپنی نئی بستی فرہاد ولیج میں ہیں۔"

پھر دوسرا فوجی افسر بتانے لگا کہ فرہاد ولیج کے اندر اور باہر کیسے کیسے سخت انتظامات کئے گئے ہیں۔ اس ولیج کے قریب سے کسی کو گزرنے کی اجازت نہیں ہے لیکن کسی طرح ولیج کے اندر پہنچنے کا راستہ بنایا جائے تو سونیا اور فرہاد کو جہنم میں ہنی مون منانے کے لئے بھیجا جاسکتا ہے۔

وہ سب اپنے اپنے طور پر مختلف تدابیر سوچ کر آئے تھے۔ ان تدابیر پر سرگئی الپا کو عمل کرنا تھا۔ وہ ان کی پلاننگ سنتی رہی اور پلاننگ کی خامیاں نکال کر ان پر عمل کرنے سے انکار کرتی رہی۔ ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "ہر منصوبے میں ایک دو خامیاں ضرور ہوتی ہیں۔ تھوڑا بہت خطرہ مول لینا ہوتا ہے۔ پھر یہ کہ ناکامی ہوئی تو سرگئی آندروف کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا کیونکہ یہ ماسکو کی رہائش گاہ میں محفوظ رہ کر خیال خوانی کے ذریعے اپنے ماتحتوں سے کام لیتی رہے گی۔"

"میں کوئی ایسا کام نہیں کروں گی جس میں پہلے سے ناکامی کا شبہ ہو۔ میں ٹھوس اور جامع منصوبوں پر عمل کروں گی۔"

ماسک مین نے کہا۔ "کچھ ہمارے منصوبے ہیں کچھ تمہاری ذہانت ہوگی۔ اس طرح کامیابی ہوسکتی ہے۔ فرض کرو وہاں تمہارے ماتحت مارے جائیں گے۔ یا گرفتار ہوجائیں گے تو یہ پکڑے جانے والے امریکی جاسوس ہوں گے۔ دشمنی ہم کریں گے، الزام سپر ماسٹر پر آئے گا۔ کیا یہ ہماری کامیابی نہیں ہوگی؟"

"تھوڑی سی کامیابی کے پیشِ نظر منصوبوں کی خامیوں کو نظر انداز کرنا دانشمندی نہیں ہے۔"

ایک افسر نے کہا۔ "ہم سب تمہارے سینئر عہدیدار ہیں۔ تمہیں ہمارے احکامات پر عمل کرنا چاہئے، بحث نہیں کرنا چاہئے۔"

"سینئر عہدیداران کا یہ فرض نہیں ہے کہ وہ مجھے ناقص منصوبوں کے کنوئیں میں گرادیں۔"

"ہم تمہارے دشمن نہیں ہیں۔"

وہ بولی "دوستی عمل سے ثابت کرو۔"

انہوں نے ایک دوسرے کو خاموشی سے دیکھا۔ پھر ماسک مین نے کہا۔

"تم سونیا اور فرہاد کو ختم کرنے کی تدبیر بتاؤ۔"

"میں سوچوں گی۔ ہر پہلو پر غور کروں گی، پھر بتاؤں گی۔"

"سونیا اور فرہاد کبھی کبھی یکجا ہوتے ہیں اور دوسروں کی نظروں میں آتے ہیں۔ اگر وہ فرہاد ولیج سے چلے جائیں گے تو پھر ان کا سراغ نہیں ملے گا۔ بے شک تم سوچو مگر اتنی دیر نہ لگاؤ کہ وہ ہمارے ہاتھوں سے نکل جائیں۔"

وہ بولی "میرے بیس ماتحتوں کو فرانس جانے دو۔ وہ فرانس اور اسپین کے کسی سرحدی شہر میں رہیں گے۔ کیا دو چار طیارے ادھر کہیں چھپا کر رکھے جاسکتے ہیں؟"

"ایسا ہوسکتا ہے۔ اسپین کے ایک سرحدی علاقے میں ہمارا ایک خفیہ اڈا ہے۔"

"اس اڈے سے فرہاد ولیج تک کتنا فاصلہ ہے؟"

"تقریباً بارہ سو کلومیٹر ہے۔"

سرگئی الپا نے کہا۔ "یہ فاصلہ بہت ہے۔ کیا ہم فرہاد ولیج سے دس میل پرے خفیہ اڈا بنا سکتے ہیں؟"

"کوشش کی جاسکتی ہے۔"

"تو پھر کوشش کریں۔ ہیوی ریموٹ کنٹرول سے پرواز کرنے والے بڑے سائز کے کھلونا طیارے سیکڑوں کی تعداد میں تیار کرائیں۔ ان طیاروں کو کنٹرول کرنے والے ماہرین کو ادھر روانہ کریں۔ مجھے ان ماہرین کے دماغوں میں پہنچائیں۔ باقی میں سمجھ لوں گی۔"

"تم کرنا کیا چاہتی ہو؟"

"میں ماہرین سے باتیں کرنے کے بعد ایک خاص نتیجے پر پہنچ کر اپنی پلاننگ بتاؤں گی۔"

ماسک مین نے کہا۔ "ٹھیک ہے، ایک گھنٹے کے اندر ماہرین حاضر ہوجائیں گے۔ تمہارے بیس ماتحتوں کو آج ہی فرانس کے شہر پیرس روانہ کیا جائے گا۔ تمہاری ایک خاص ماتحت سنتالیا پیرس میں کیا کررہی ہے؟ اس کی رپورٹ سناؤ۔"

"وہ سہولت اور بڑے تحمل سے کام کررہی ہے۔ بابا صاحب کے ادارے کا ایک اہم انجینئر ایک ہفتے کے لئے سرکاری کام سے پیرس آیا ہے اور سنتالیا پر عاشق ہوگیا ہے۔ میں ابھی جاکر معلوم کرتی ہوں کہ وہ اسے پھانسنے میں کہاں تک کامیاب ہوسکی ہے۔"

سرگئی (الپا) خیال خوانی کے لئے اجلاس سے اٹھ کر دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ پھر آرام سے ایک ایزی چیئر پر بیٹھ کر سنتالیا کے دماغ میں پہنچ گئی۔ سنتالیا حساس دماغ رکھتی تھی۔ برائی سوچ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کی لہروں کو محسوس کرلیا کرتی تھی لیکن سرگئی الپا کی معمولہ اور تابعدار تھی۔ اُس نے اسے محسوس نہیں کیا۔ سرگئی نے بھی اسے مخاطب نہیں کیا۔ کیونکہ وہ ایک اجنبی جوان کے ساتھ کار کی اگلی سیٹ پر بیٹھی ہنس ہنس کر باتیں کررہی تھی۔

وہ کسی کو دوست بنا رہی تھی۔ اس میں یہ خاص بات تھی کہ وہ کسی ایسے ویسے کو لفٹ نہیں دیتی تھی۔ سامنے والے میں کوئی ایسی بات تلاش کرتی تھی جو اسے فائدہ پہنچائے۔ کوئی خاص مقصد حاصل نہ ہوتا ہو تو اس کے سائے میں بھی کھڑی رہنا گوارا نہیں کرتی تھی۔

اس اجنبی جوان سے ہیلتھ کلب میں ملاقات ہوئی تھی۔ سنتالیا کو اپنے جسمانی حسن کا بڑا خیال رہتا تھا۔ قدرتی طور پر اس کا بدن نہایت ہی دیدہ زیب اور جاذب نظر تھا۔ وہ قدرت کے اس عطیے کو بحال رکھنے کے لئے ہیلتھ کلب میں آکر ورزش کیا کرتی تھی۔

ورزش کے دوران پہننے والا لباس بدن پر اتنا چست ہوتا تھا کہ اس پر نگاہ نہیں ٹھہرتی تھی۔ نظریں اوپر سے نیچے پھسلتی رہتی تھیں۔ وہ اجنبی بہت مالدار تھا۔ اس ہیلتھ کلب کو خریدنے آیا تھا۔ وال سائز آئینے کے سامنے بہت سی حسینائیں میوزک کی بیٹ پر ورزش کررہی تھیں۔ درجنوں لڑکیوں کی بھیڑ میں اجنبی کی نظریں سنتالیا پر جم کر رہ گئی تھیں۔ اس نے ہیلتھ کلب کے انچارج سے پوچھا "وہ جو دوسری قطار کی ساتویں لڑکی ہے وہ کون ہے؟"

انچارج نے جواب دیا "اس کا نام سنتالیا ہے۔ ایک رئیس باپ کی بیٹی ہے۔ بہت مغرور ہے' کسی سے دوستی نہیں کرتی ہے۔"

جب وہ ورزش کے اختتام پر لباس تبدیل کرکے باہر آئی تو انچارج نے کہا "مس سنتالیا! ان سے ملو۔ یہ جان والٹر ہیں۔ اس ہیلتھ کلب کے آئندہ مالک ہوں گے۔"

سنتالیا نے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "پلیز ٹومیٹ' مجھے امید ہے' آئندہ ہیلتھ کلب کے انتظامات اور بہتر ہوں گے۔"

والٹر نے مسکرا کر کہا "تم ساتھ دوگی تو ہیلتھ کلب کو تمہارے حسن کے شایان شان بنادوں گا۔"

وہ ہنسنے لگی' پھر اچانک ہی اس کی ہنسی رک گئی۔ اس نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا تھا۔ سرگئی آندروف اس کے اندر آتے ہی کہہ دیتی تھی "میں سرگئی ہوں' تم مجھے محسوس نہیں کرتی ہو اس لئے اپنی موجودگی کی اطلاع دے رہی ہوں۔"

لیکن اس پرائی سوچ کی لہر نے اسے مخاطب نہیں کیا' جس کا مطلب یہ تھا کہ آنے والا چور خیالات پڑھ رہا ہے۔ اس نے سانس روک لی۔ پھر سنجیدگی سے بولی "مسٹر والٹر! تم اتنا تو جانتے ہوگے کہ ورزش کرنے والیاں سانسوں پر کنٹرول رکھتی ہیں۔"

وہ بولا "میں نہیں جانتا تھا' تمہارے ساتھ رہ کر بہت کچھ جان لوں گا۔ ہم بہت اچھے دوست بن سکتے ہیں۔"

وہ کلب کے باہر آتے ہوئے بولی "میں نے ٹیلی پیتھی کے متعلق بہت کچھ پڑھا ہے اور سنا ہے۔ میں یہ جانتی ہوں کہ دماغ کے اندر کوئی غیر معمولی بات ہو تو حساس ذہن والے بے اختیار سانس روک لیتے ہیں' ابھی میرے ساتھ یہی ہوا' کیا تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو؟"

"کیا تمہارا تعلق کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے گروہ سے ہے؟"

"تعجب ہے' تمہاری باتوں سے پتا چلتا ہے کہ ہماری دنیا میں ٹیلی پیتھی جاننے والے گروہ بھی ہیں۔"

والٹر نے پوچھا "تم فرہاد علی تیمور کو جانتی ہو؟"

وہ چلتے چلتے رک گئی' خوشی سے بولی "میں نے بہت ذکر سنا ہے' سچ بتاؤ' کیا تم فرہاد ہو؟"

وہ مسکرا کر بولا "کیا تم یقین کروگی؟"

وہ ایک دم سے اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی "او گاڈ! مجھے یقین نہیں آرہا ہے' مگر دل یقین کررہا ہے۔ پلیز تصدیق کرنے کے لئے میرے دماغ میں آؤ۔"

اس نے دماغ میں آکر کہا "مجھے دھوکا نہ دینا' میں تم پر بھروسا کرکے یہ راز بتارہا ہوں' دنیا والوں سے چھپ کر فرہاد تم پر ظاہر ہورہا ہے۔"

سنتالیا جیسے دیوانی ہوگئی۔

والٹر نے پوچھا "تم نے سانس کیوں روک لی؟"

"تمہارے دماغ میں آنے سے عجیب گدگدی سی ہوتی ہے۔ پھر میں عورت ہوں' اپنے مرد پر تن من قربان کر [illegible] کے باوجود اپنے اندر کے جذبات چھپاتی ہوں۔ یہ عورت کی فطرت ہے۔ پلیز اب میرے جذبات پڑھنے کے لئے اندر نہ آنا۔"

"چلو نہیں آؤں گا' لیکن ہماری دوستی پکی؟"

"سر سے پاؤں تک پکی۔"

"میرے دشمن مجھے قتل کرنے کے لئے اکثر حسین لڑکیوں کے ذریعے ٹریپ کرتے ہیں۔ اگر تم ان کی آلۂ کار ثابت ہوئیں تو تمہاری جیسی حسینہ کو قتل کرتے وقت بہت افسوس ہوگا۔"

"ایسی بھیانک باتیں نہ کرو' مجھے ڈر لگتا ہے۔ اگر کبھی تمہیں شبہ ہوگا تو میں اپنے دماغ کا دروازہ تمہارے لئے کھول دوں گی۔ پھر تم میرے سارے چور خیالات اور ساری سچائیاں پڑھ لینا۔"

"یہ ہوئی نا بات' میں تم پر بھروسا کررہا ہوں' اپنی کار میں جاؤگی یا میرے ساتھ؟"

"میری کار ڈرائیور آکر لے جائے گا۔"

وہ اس کے ساتھ آکر اگلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ "تمہارے اس قدر قریب ہوکر بھی یقین نہیں آرہا ہے کہ میں فرہاد علی تیمور کے اتنے قریب ہوں۔"

"میں اپنے پیار اور دوستی کی انتہا کردوں گا لیکن تم دیوانگی کی حالت میں بھی مجھے فرہاد نہ کہو۔ تنہائی میں بھی والٹر کہہ کر مخاطب کیا کرو' میرے بے شمار دشمن ہیں۔ تمہارا یہ محبوبانہ تخاطب کسی کے بھی کانوں تک پہنچ سکتا ہے۔"

وہ سیدھی طرح بیٹھ کر بولی "میں آئندہ محتاط رہوں گی۔"

والٹر نے کار آگے بڑھادی۔ ایسے ہی وقت سرگئی الپا اس کے دماغ میں آئی تھی اور خاموشی سے اس کے خیالات پڑھتی ہوئی والٹر کے متعلق معلومات حاصل کررہی تھی۔

سنتالیا نادان نہیں تھی کہ اسے فرہاد تسلیم کرلیتی۔ وہ بلا کی چالاک تھی اور ایسی ایکٹنگ کررہی تھی جیسے فرہاد سمجھ کر اس پر مرمٹی ہو۔ سرگئی نے اسے مخاطب کرکے کہا "سنتالیا! میں تم سے بہت خوش ہوں' یہ فرہاد نہیں ہوسکتا۔ ویسے جو کوئی بھی ہو ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ہماری نظروں میں آگیا ہے۔"

"کیا اسے پھانس کر کسی جگہ لے آؤں؟"

"ایسا نہ کرو' یہ تمہیں جہاں لے جائے اس کے ساتھ جاتی رہو' باقی کام میں کروں گی۔"

دنیا کے ہر ملک اور ہر بڑے شہر میں ماسک مین کا ایک خاص ماتحت رہتا ہے۔ وہ خاص ماتحت باس کہلاتا ہے۔ سرگئی الپا نے پیرس کے باس کو مخاطب کرکے کہا "اپنے چار ایسے ماتحتوں کے دماغوں میں مجھے پہنچاؤ جو بے حد ذہین اور حاضر دماغ ہوں۔ انہیں حکم دو کہ وہ میرے احکامات کی تعمیل کرتے رہیں۔"

باس نے کہا "میں ابھی فون پر باتیں کرتا ہوں' تم آواز سنو۔"

اس نے فون پر کسی سے رابطہ کیا' پھر کہا "میڈم تمہارے دماغ میں آرہی ہیں۔ اپنے پاس تین ایسے بندوں کو بلاؤ جو سمجھ دار اور حاضر دماغ ہوں۔"

اس نے یس باس کہہ کر فون رکھ دیا۔ پھر کام کے تین آدمیوں سے رابطہ کرنے لگا' انہیں اپنی رہائش گاہ میں بلانے لگا۔ سرگئی نے ان چاروں کی آوازیں سنیں۔ پھر باس کے پاس آکر کہا "ایک شخص کو اغوا کرکے ماسکو پہنچانا ہے۔ اس سلسلے میں کیا کرسکتے ہو؟"

وہ بولا "فلائنگ کلب سے جبراً ایک طیارہ حاصل کیا جاسکتا ہے لیکن وہ طیارہ فرانس کی سرحد پار نہیں کرسکے گا۔"

"فلائنگ کلب کے پاس تیار رہو۔ خواہ کتنی ہی دیر ہو' میرا انتظار کرتے رہو۔ جیسے ہی میں بتاؤں کہ شکار کو لایا جارہا ہے تو تمہیں پندرہ منٹ کے اندر پورے فلائنگ کلب پر کنٹرول حاصل کرنا ہوگا۔ رابطے کا ہر ذریعہ کاٹ دوگے۔ ابھی تمہارے پاس بھرپور پلاننگ کا وقت ہے۔ ہر پہلو پر نظر رکھو اور میری ہدایات پر عمل کرو۔"

پھر وہ چاروں ماتحتوں کے پاس آکر بولی "ایک شخص کو منظر عام پر ٹریپ کرنا ہے' دن دہاڑے اس پر گولی چلاؤگے تو پکڑے جاؤگے جبکہ اسے جان سے نہیں مارنا ہے۔ صرف زخمی کرنا ہے یا کسی طرح اس کے دماغ کو کمزور بنانا ہے۔"

ایک نے پوچھا "وہ کون ہے اور کہاں ملے گا؟"

"میں اس کے پاس پہنچاؤں گی' لیکن اسے زندہ چاہتی ہوا۔"

وہ [illegible] نے کہا "میں سمجھ گیا' آپ اس کے دماغ کو کمزور بنا کر ٹیلی پیتھی کے زیر اثر رکھنا چاہتی ہیں' ہم چاروں اپنے پاس انجکشن کی چھوٹی سی سرنج رکھیں گے' اس سرنج میں اعصابی کمزوری کی دوا ہوگی۔"

وہ بولی "دشمن کو نادان اور کمزور نہ سمجھو۔ وہ سرنج سے بچ کر فرار ہوسکتا ہے۔"

"میں چار نہیں چالیس بندوں کو کرائے پر حاصل کروں گا' جہاں وہ ہوگا اس کے چاروں طرف چالیس سرنج ہوں گی۔ آخر وہ کہاں کہاں سے بچ کر نکلے گا۔"

"چالیس افراد کی موجودگی اسے چونکا دے گی' وہ محاصرے میں آنے سے پہلے بھاگ جائے گا۔"

"ابھی آپ نے کہا تھا کہ منظر عام پر اسے ٹریپ کرنا ہے۔ منظر عام کا مطلب ہے لوگوں کی بھیڑ اور ان کی آمدورفت۔ ایسی جگہ وہ ہمارے آدمیوں پر شبہ نہیں کرے گا۔"

"ٹھیک ہے' میں تم لوگوں کی ذہانت اور مستعدی پر بھروسا کرتی ہوں۔ ایسا ہی بندوبست کرو کہ جہاں سے وہ فرار ہونا چاہے وہاں اس کی شامت آجائے۔ جیسے ہی وہ کمزوری کا شکار ہوگا اسے ایک گاڑی میں ڈال کر فرانسیسی فلائنگ کلب لے آنا۔ اس وقت میں تمہیں گائیڈ کرتی رہوں گی۔"

انہیں ہدایات دے کر وہ سنتالیا کے پاس آئی۔ وہ والٹر کے ساتھ ایک اوپن ریستوران میں بیٹھی کافی پی رہی تھی۔ والٹر کہہ رہا تھا "حسین لڑکی کے ساتھ تفریح کرنے والا تماشا بن جاتا ہے۔"

"تماشا کیوں بنتا ہے؟"

"لوگ تمہارے حسن کو دیکھتے ہیں اور مجھ پر رشک کرتے ہیں۔ اکثر لوگ مجھے یوں دیکھتے ہیں جیسے حور کے ساتھ لنگور کو دیکھ رہے ہوں۔"

وہ ہنسنے لگی' والٹر نے کہا "بعض لوگ ایسے دیکھتے ہیں جیسے مجھے قتل کرکے تمہیں اٹھا کر لے جائیں گے' تم اتنی خطرناک جوانی کیسے سنبھال کر رکھتی ہو؟"

"تم تعریف کی انتہا کررہے ہو جبکہ میں بہت زیادہ حسین نہیں ہوں۔"

"جس طرح میرا چہرہ مجھے نظر نہیں آتا اسی طرح تمہارا حُسن تمہیں نظر نہیں آتا۔ نظر آئے بھی تو تمہیں اس کی قیمت کا اندازہ نہیں ہوسکتا۔"

"کیا قیمت ہے میرے حسن کی؟"

"میری ٹیلی پیتھی کی باقی زندگی تمہارے نام۔ کیا یہ قیمت کم ہے؟"

"میری توقع سے بہت زیادہ ہے۔"

"یہ بتاؤ کہاں چلوگی' میرے کاٹیج میں یا اپنے بنگلے میں۔"

"میں اپنے آپ کو اور اپنے گھر کو بھول چکی ہوں۔ خود کو تمہارے نام کرچکی ہوں' جہاں لے جاؤگے میں آنکھیں بند کرکے چلوں گی۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"تم اتنی جلدی مجھ پر کیسے اعتماد کر رہی ہو؟"

"تم اتنے عظیم ٹیلی پیتھی جاننے والے ہو جسے ساری دنیا جانتی ہے۔ اگر میں تمہارے ہاتھوں لٹ جاؤں گی اور تم مجھے چھوڑ کر چلے جاؤ گے تب بھی میرے لئے یہ بات قابلِ فخر رہے گی کہ میں چند گھنٹوں کے لئے سہی مگر تمہاری زندگی میں آئی تھی۔ میں آخری سانس تک ان چند گھنٹوں کو یاد رکھوں گی۔"

"تم سچ مچ میری دیوانی ہو' آؤ چلیں۔"

وہ وہاں سے اٹھ کر دریا کے ساحل پر چلتے ہوئے اس ڈیک پر آئے جہاں نوجوان جوڑوں کے لئے خوب صورت سجائی ہوئی لانچیں کرائے پر ملتی تھیں۔ اس لانچ کے کیبن میں عیاشی کا ہر سامان ہوتا تھا۔ والٹر نے ایک بہت ہی مہنگی اور خوب صورت لانچ کرائے پر حاصل کی پھر سنتھالیا کے ساتھ اس میں آگیا۔

سرگئی کبھی سنتھالیا کے دماغ میں آتی تھی' کبھی باس کے ماتحتوں کو بتاتی تھی کہ شکار کہاں ہے۔ شکار بھی چالاک تھا' سنتھالیا کو اپنی رہائش گاہ دکھانا نہیں چاہتا تھا۔ اس لئے ایک لانچ میں لے گیا تھا تاکہ عیاشی کے دوران اس کے چاروں طرف پانی رہے اور دشمن آسانی سے اس کے قریب نہ آسکیں۔

سب ہی اپنی اپنی جگہ ہوشیاری دکھا رہے تھے۔ وہ چاروں ماتحت بھی حاضر دماغ اور پھرتیلے تھے۔ انہوں نے آدھے گھنٹے کے اندر غوطہ خوروں کے جتنے ماسک حاصل ہوسکتے تھے' اتنے حاصل کرکے انہیں ناک اور منہ پر لگا کر گیس ٹنکی پشت پر باندھ کر پانی کے اندر چلے آئے تھے۔ ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں دوا کی سرنج تھی۔

تین ماتحت آگے جا کر لانچ میں سوار ہوگئے تھے۔ ایک نے بند کیبن کے دروازے پر فائر کیا۔ دروازے کو لات ماری۔ وہ پوری طرح کھل گیا۔ والٹر فائرنگ کے ساتھ ہی اچھل پڑا تھا۔ دروازہ کھلتے ہی اس نے آنے والے کے ریوالور پر لات ماری۔ ریوالور دور چلا گیا۔ پھر وہ ریوالور والے سے لڑتا ہوا کیبن کے باہر آگیا۔

سنتھالیا نے فوراً ہی کیبن میں نیچے پڑے ہوئے ریوالور کو اٹھایا۔ پھر کیبن کے باہر آئی۔ والٹر اتنی دیر میں دو بندوں کو مار کر دریا میں پھینک چکا تھا۔ تیسرے سے دو دو ہاتھ کر رہا تھا۔ سنتھالیا نے اسے نشانے پر رکھ کر کہا "بس رک جاؤ۔ ورنہ گولی ماردوں گی۔"

والٹر نے خوش ہو کر کہا "شاباش! تم محبت اور دوستی کا ثبوت دے رہی ہو۔"

"نو مسٹر والٹر! میں تم سے کہہ رہی ہوں۔ ذرا بھی حرکت نہ کرو۔ میں نہیں چاہتی تم حرام موت مرو۔"

"اچھا تو میرا شبہ درست ثابت ہوا' تم دشمنوں کی آلۂ کار ہو۔"

سنتھالیا نے غوطہ خور سے کہا "اسے انجکشن لگاؤ۔"

غوطہ خور سرنج لئے آگے بڑھا۔ والٹر سمجھ گیا کہ گولی سے بچے گا تو اعصابی کمزوری کا شکار ہوگا۔ آگے کنواں پیچھے کھائی تھی۔ وہ اچانک چھلانگ لگا کر الٹی قلابازی کھا کر دریا میں چلا گیا۔ اس کی دانست میں بچاؤ کا یہی ایک راستہ تھا۔ لیکن وہاں دور دور تک دشمن غوطہ خور دکھائی دے رہے تھے۔ ہر ایک کے ہاتھ میں ایک سرنج دکھائی دے رہی تھی۔

وہ اِدھر سے اُدھر تیرتے ہوئے جانے لگا۔ پانی میں گیس ماسک کے بغیر زیادہ دیر نہیں رہ سکتا تھا۔ اس نے سانس لینے کے لئے پانی سے سر نکالا۔ اسی وقت پنڈلی میں چبھن کا احساس ہوا' وہ پاؤں مارتے ہوئے دوسری طرف جانا چاہتا تھا کہ دوسری سوئی کمر میں چبھ گئی۔

والٹر کسی کو زیادہ دوا انجکٹ کرنے کا موقع نہیں دے رہا تھا۔ سوئی چبھتے ہی وہ ہاتھ مار کر سرنج کو اپنے جسم سے دور کر دیتا تھا۔ وہ دوسری بار سانس لینے کے لئے پانی سے اوپر آیا تو نئی مصیبت آگئی۔ سرگئی الپا اس کے دماغ میں آگئی۔ وہ گہری گہری سانسیں لے رہا تھا ایسے میں سانس روک نہیں سکتا تھا۔ سرگئی نے اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کر دیا۔ وہ حلق پھاڑ کر چیخنا چاہتا تھا لیکن سرگئی نے اس کا منہ بند کر دیا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے تارے ناچ رہے تھے' اب وہ تیرنے کے قابل نہیں رہا تھا۔

غوطہ خور اسے کنارے پر لے آئے۔ کچھ لوگ بھیڑ لگا رہے تھے' ڈوبنے والے کو دیکھنا چاہتے تھے لیکن بھیڑ لگنے سے پہلے ہی وہ لوگ اسے ایک گاڑی میں ڈال کر لے گئے۔

سرگئی نے باس سے کہا "وہ آرہے ہیں' فلائنگ کلب پر کنٹرول حاصل کرو' طیارے کا ایندھن وغیرہ چیک کرو۔ اپنے پائلٹ سے کہو وہ طیارے کو جرمنی کی سرحد کے قریب مینسی ٹاؤن میں لے جائے' یہ ٹاؤن پیرس سے ایک گھنٹے کی پرواز کے فاصلے پر ہے۔ مجھے پائلٹ کی آواز سناؤ۔"

باس کے درجنوں آدمی فلائنگ کلب میں گھس کر وہاں کے عملے کو گن پوائنٹ پر رکھنے لگے۔ انہوں نے ٹیلیفون کے تار کاٹ دیئے' ریڈیو وائرلیس کو توڑ دیا۔ اسی دوران باس نے اپنے پائلٹ کی آواز سنوائی۔ باس کے دوسرے ماتحت والٹر کو لے آئے تھے۔ جب انہوں نے اسے طیارے میں سوار کرا دیا۔ اور طیارہ پرواز کرنے لگا تو سرگئی دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ وہ اجلاس سے اٹھ کر خیال خوانی کے لئے ایک کمرے میں آئی تھی۔ وہاں سے پھر اجلاس میں پہنچ گئی۔

ماسک مین نے پوچھا "تم فرہاد ولیج میں پہنچنے کی تدبیر سوچ رہی تھیں یا سنتھالیا کی رپورٹ سن رہی تھیں؟"

وہ بولی "تم لوگوں کے لئے اتنی بڑی خوش خبری ہے کہ خوشی سے اچھل پڑو گے میں نے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو پھانس لیا ہے' وہ شام تک ماسکو میں ہوگا۔"

ماسک مین اور اعلیٰ فوجی افسران حیرانی سے اٹھ کر کھڑے ہوگئے۔ سب نے بے یقینی سے پوچھا "کیا واقعی؟"

"ہاں' اسے فلائنگ کلب کے ایک طیارے میں مینسی ٹاؤن

...ا جاسکتا ہے۔ اس کے بعد ہمیں یہاں سے طیارہ بھیجنا ہوگا اور ...ک گھنٹے کے اندر بھیجنا ہوگا۔"

ماسک مین نے کہا "میں ابھی ایک طیارہ برلن سے روانہ کرتا ...وں۔"

وہ تیزی سے چلتا ہوا ٹرانسمیٹر کی طرف چلا گیا۔ اعلیٰ فوجی افسر ...نے کہا "سرگئی! تم نے کمال کر دیا ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا کون ...ہے؟"

سرگئی الپا نے کہا "سپر ماسٹر کے ملک میں ٹیلی پیتھی جاننے ...والوں کی بھیڑ لگی ہے۔ اس بھیڑ سے ایک خیال خوانی کرنے والا ...ل گیا تھا' اپنے ملک سے رابطہ ختم کر چکا تھا اور آزادی سے زندگی ...گزار رہا تھا' اس کا نام ایوان راسکا ہے۔"

وہ سب سرگئی الپا سے مصافحہ کرتے ہوئے اسے مبارک باد ...دینے لگے' وہ بولی "میں اس کمرے میں جا رہی ہوں۔ جب تک ...ایوان راسکا یہاں نہیں پہنچے گا' میں خیال خوانی کے ذریعے اس کی ...نگرانی کرتی رہوں گی۔"

وہ دوبارہ اسی کمرے میں چلی گئی۔ ماسک مین اور دوسرے اعلیٰ ...فوجی افسران بہت خوش تھے۔ وہ اپنے اجلاس میں سونیا اور فرہاد کی ...گرفتاری یا موت کے منصوبے پیش کرنے آئے تھے لیکن اس نئی ...خوشی میں اجلاس کے ایجنڈے کو بھول گئے تھے۔ ان کے ملک میں ...ایک اور ٹیلی پیتھی جاننے والے کا اضافہ ہونے والا تھا۔

○☆○

جان لمبوڈا نے کئی ڈاکٹروں سے ہدایات حاصل کی تھیں کہ ...تنے گیلن پانی میں کتنا زہر ملایا جائے اور وہ زہر کس نوعیت کا ہو کہ ...پانی پیتے وقت زہر کا یا کڑوے پن کا احساس نہ ہو۔ ڈاکٹروں سے ...مکمل معلومات حاصل کرنے کے بعد لمبوڈا کے ماتحتوں نے ولیج سے ...بارہ میل دور ایک پائپ لائن کو توڑا تھا اور مقررہ مقدار میں زہر ...ملا کر پائپ کو جوڑ دیا تھا۔

یہ کام تو ہوگیا تھا لیکن یہ منظر دیکھنے کی ایسی کوئی جگہ نہیں تھی ...جہاں سے انہیں نظر آتا کہ ولیج میں پانی پینے والوں پر کیا گزر رہی ...ہے۔ وہ وہاں سے دس میل دور ہائی وے پر جاسکتے تھے اور وہاں سے ...بہت ہی طاقتور دوربین سے ولیج کے گیٹ اور احاطے کو دیکھ سکتے ...تھے۔

ان کی ٹیم کے تین آدمی ایک گاڑی میں بیٹھ کر ہائی وے پر ...گئے۔ ان کے پاس طاقتور دوربین تھی۔ اس سے دس میل دور ...کے لوگوں کو دیکھا جاسکتا تھا۔ انہوں نے وہاں سے گزرتے ہوئے جو ...کچھ دیکھا اسے لمبوڈا نے ان کے دماغوں میں رہ کر سمجھا۔ دوسری ٹیم ...کے پاس آکر بتایا کہ احاطے کے گیٹ کے پاس پہرا دینے والے مسلح ...گارڈز زمین پر پڑے ہیں' پتا نہیں وہ مر چکے ہیں یا بے ہوش ہیں۔

لمبوڈا کے آدمی ولیج کے چاروں طرف پھیلے ہوئے تھے اگرچہ ...بارہ میل دور تھے۔ تاہم لمبوڈا کا حکم سن کر گاڑیوں کے ذریعے ...جلد سے جلد ولیج میں آسکتے تھے۔ ابھی اس نے حکم نہیں دیا تھا۔ یہ یقین کرنا چاہتا تھا کہ ولیج کے اندر بھی تمام لوگ مر چکے ہیں۔

سرحد کے قریب پرائیویٹ پورٹ کے رن وے پر چار ہوائی جہاز کھڑے ہوئے تھے۔ جان لمبوڈا نے چاروں کے پائلٹ کو حکم دیا۔ "فلائی کرو اور ولیج پر بمباری کرو۔"

اس کا حکم سنتے ہی طیارے پرواز کرنے لگے۔ وہ تیز رفتار طیارے سرحد سے بیس منٹ میں ولیج کے قریب آئے اور بمباری کرتے ہوئے گزرنے لگے۔ لمبوڈا نے پائلٹوں کے ذریعے دیکھا۔ ولیج کے اندر کئی لوگوں کی لاشیں دور تک زمین پر نظر آئیں۔ طیارہ شکن توپوں کے پاس بھی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ ولیج میں کسی نے دفاع نہیں کیا تھا۔ بمباری سے کئی مکانات تباہ ہوگئے تھے۔ اس سے صاف ظاہر تھا کہ زہریلے پانی نے سب کا خاتمہ کر دیا ہے۔

لمبوڈا نے پائلٹوں سے کہا "واپس چلو اور دوبارہ بمباری کرو' جو لوگ زہر سے نیم جاں ہوں گے وہ ہوائی حملوں سے مر جائیں گے۔"

وہ چاروں طیارے پھر ولیج کی طرف آئے۔ لمبوڈا نے دیکھا' اچانک ہی ایک طیارہ تباہ ہوگیا تھا۔ ولیج میں جو طیارہ شکن توپ تھی وہاں ایک شخص نظر آرہا تھا۔ یقیناً وہ فرہاد ہوگا۔ جس پر زہر نے اثر نہیں کیا ہوگا۔ اس کے علاوہ کوئی اور زندہ شخص دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

لمبوڈا نے تینوں طیاروں کو واپس جانے کا حکم دیا اور کہا "وہ سب اٹینشن رہیں' اگر فرہاد ہیلی کاپٹر کے ذریعے فرار ہونا چاہے گا تو طیارے پھر پرواز کریں گے اور اس ہیلی کاپٹر کو تباہ کر دیں گے۔"

پھر وہ زمینی فوج کے پاس آیا۔ ولیج کے اطراف دس میل کے فاصلے پر اس کے پچاسوں ماتحت تھے۔ ایک چھوٹی سی فوج کی طرح مسلح تھے۔ اس نے انہیں حکم دیا "فوراً آگے بڑھو۔ ولیج میں صرف فرہاد زندہ ہے وہاں بے دھڑک گھس پڑو۔"

اس کا حکم سنتے ہی تیز رفتار گاڑیاں ولیج کی طرف چل پڑیں۔ لمبوڈا نے ایک پائلٹ کو پرواز جاری رکھنے کی ہدایت کی۔ پائلٹ طیارہ شکن توپ سے بچنے کی کوشش کرتا ہوا پرواز کرنے لگا۔ لمبوڈا اس کے ذریعے دیکھنا چاہتا تھا کہ فرہاد وہاں موجود ہے یا فرار ہو رہا ہے پھر اس کی موجودگی کا ثبوت یوں ملا کہ وہ دوسرا طیارہ بھی تباہ ہوگیا۔

لمبوڈا نے دوسرے ماتحتوں کے پاس آکر کہا "بہت ہوشیاری سے ولیج کے اندر جاؤ۔ فرہاد طیارہ شکن توپ کے پاس موجود ہے۔"

وہ چھوٹی سی فوج ولیج میں داخل ہو رہی تھی۔ داخل ہونے کے بعد پتا چلا کہ لمبوڈا نے پائلٹ کے ذریعے ولیج میں جو لاشیں دیکھی تھیں وہ محض پلاسٹک کے پتلے تھے' جنہیں لباس پہنا دیا گیا تھا۔ ولیج کے بڑے گیٹ کے پاس جو گارڈز تھے وہ یوگا کے ماہر تھے اور لاشوں کی طرح دم سادھ کر لیٹے ہوئے تھے۔ جب لمبوڈا کے فوجی ولیج میں داخل ہوگئے تو احاطے کا بڑا گیٹ خود بخود بند ہوگیا۔ اور جو دم سادھ کر لاشیں بنے ہوئے تھے' وہ اٹھ کر بیٹھ گئے تھے۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

بازی پلٹ رہی تھی۔ لبوڈا نے ماتحتوں سے پوچھا "یہ گیٹ خود بخود کیسے بند ہوگیا۔ اسے کھولو' واپس جانے کا راستہ کھلا رکھو۔"

دو مسلح ماتحت دوڑتے ہوئے اسے کھولنے لگے۔ پھر اس سے چپک کر رہ گئے۔ چیخیں مارتے ہوئے تڑپتے ہوئے ہمیشہ کے لئے ٹھنڈے ہوگئے۔ ان کی موت نے یہ وارننگ دی کہ گیٹ اور باؤنڈری وال کے ساتھ نادیدہ بجلی کے تار ہیں جو اس دنیا سے دوسری دنیا میں پہنچا دیتے ہیں۔

جان لبوڈا نے کہا "فرار کے راستے بند کردیے گئے ہیں' ولیج میں بجلی گھر تلاش کرو۔ اور نادیدہ تاروں میں دوڑنے والی بجلی کی سپلائی روک دو۔ یاد رکھو تمہارے مقابلے میں ایک ہی شخص فرہاد ہے۔ وہی تمہارے لئے دشواریاں پیدا کررہا ہے۔ اس ایک پر قابو پالو۔ اسے نظر آتے ہی گولیوں سے چھلنی کردو۔"

وہ جس کے دماغ میں بول رہا تھا۔ اس ماتحت نے کہا "سر! یہاں صرف فرہاد نہیں' پوری بستی زندہ ہوگئی۔ یہ پلاسٹک کی لاشیں بتا رہی ہیں کہ ہوائی حملے سے کسی کو موت نہیں آئی ہے۔ سب چھپے ہوئے ہیں۔"

فرہاد ولیج کے متعلق جان لبوڈا کی معلومات مکمل نہیں تھیں۔ اس پورے ولیج کی زمین کے نیچے ایک فٹ موٹے فولاد کی پلیٹیں بچھی ہوئی تھیں۔ یعنی زمین کے نیچے بھی ایک اور فولادی زمین بچھائی گئی تھی۔ جس پر فضائی بمباری کا کوئی اثر نہیں ہوتا تھا۔ خطرے کے وقت ولیج میں رہنے والے فولادی چھت کے تہ خانے میں چلے جاتے تھے۔

اس تہ خانے میں کم از کم چار ہزار افراد پناہ لے سکتے تھے۔ نادیدہ بجلی کے تاروں کا سلسلہ اسی تہ خانے سے تھا۔ جگہ جگہ ٹی وی اسکرین پر دکھائی دیتا تھا کہ اوپر فرہاد ولیج میں کیا ہورہا ہے۔

میں' سونیا' ماریا اور ولیج کے دوسرے تمام لوگ بستی میں داخل ہونے والوں کو دیکھ رہے تھے۔ ان کے داخل ہوتے ہی سیکیورٹی افسر نے ایک خودکار نظام کے ذریعے اوپر کے احاطے کے بڑے گیٹ کو بند کردیا تھا اور الیکٹرک انجینئر نے نادیدہ تاروں میں بجلی دوڑادی تھی۔ ہم نے دو مسلح دشمنوں کو گیٹ سے چپک کر مرتے دیکھا تھا۔

اوپر ولیج میں ایک بجلی گھر تھا۔ جہاں سے تمام بنگلوں اور دفتروں میں بجلی سپلائی کی جاتی تھی۔ صرف نادیدہ تاروں کا کنکشن تہ خانے سے تھا۔ ایک مسلح دشمن محتاط انداز میں چلتا ہوا بجلی گھر کے سامنے آیا۔ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ دروازے کے اندر فرش پر اور دیواروں پر بجلی دوڑ رہی تھی۔ وہ جیسے ہی دروازے سے داخل ہوا۔ چیخ مار کر تڑپنے لگا پھر دیکھتے ہی دیکھتے اچھل کر بجلی گھر سے باہر آیا اور زمین پر گر کر ہمیشہ کے لئے خاموش ہوگیا۔

مسلح دشمنوں میں سنسنی پھیل گئی۔ انہیں کوئی نظر نہیں آرہا تھا۔ ان کا مقابلہ کسی سے نہیں ہورہا تھا لیکن وہ مر رہے تھے۔ تین ساتھیوں کی موت نے بتادیا تھا کہ وہ ولیج کی کسی دیوار کو چھو نہیں سکتے اور کسی دروازے سے داخل نہیں ہوسکتے۔ گویا وہ ایک چوہے دان میں پھنس گئے تھے۔

پھر میں نے تہ خانے کے مائیک کو آن کرکے کہا "ہیلو! میں زندہ ہوں اور تم سے مخاطب ہوں۔"

میری آواز ولیج میں ہر طرف سنائی دے رہی تھی۔ وہ سب گھوم گھوم کر دیکھ رہے تھے۔ انہیں لاؤڈ اسپیکر دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ پتا نہیں چل رہا تھا' میں کہاں ہوں اور آواز کہاں سے آرہی ہے۔

میں نے کہا "یہ فرہاد ولیج ہے' دوستوں کے لئے جنت ہے اور دشمنوں کے لئے قبرستان۔ تم سب اس قبرستان میں زندہ رہوگے بھوکے رہوگے اور جب پیاس برداشت نہیں ہوگی تو زہریلا پانی پیوگے۔"

وہ سب پریشان ہوکر دور دور تک یوں دیکھنے لگے جیسے ابھی کوئی معجزہ ہوگا اور ولیج سے باہر جانے کا راستہ کھل جائے گا' ایسے وقت معجزے ہی کی توقع کی جاتی ہے۔

میں نے کہا "بمباری کرنے والے طیارے اسرائیل کے تھے لیکن تم لوگ اپنی چال ڈھال اور گفتگو کے انداز سے سو فیصد امریکی ہو' بہتر ہے اپنی زبان سے حقیقت بتاؤ۔ اسرائیلی ہو' امریکی ہو یا دوغلی نسل سے ہو۔"

جان لبوڈا جس خاص ماتحت کے دماغ میں تھا اس ماتحت نے کہا "مسٹر لبوڈا! آپ نے کہاں لاکر پھنسادیا ہے؟؟"

لبوڈا نے کہا "بکواس نہ کرو' میں نے جان بوجھ کر نہیں پھنسایا ہے۔ تم لوگوں نے دیکھا ہے کہ ہم کتنی محنتوں کے بعد یہاں تک آئے ہیں۔"

"ہم نے بڑی محنت کی ہے لیکن فرہاد نے یہ محنت کرائی ہے۔ اگر وہ آسانی سے پہنچنے دیتا تو ہم اس کی کوئی چال سمجھ کر کبھی نہ آتے۔ آپ لوگ بڑے تجربہ کار ہیں' اتنا تو سمجھنا چاہئے تھا کہ یہ فرہاد ولیج ہے اور اسے سونیا کی ذہانت سے آباد کیا گیا ہے۔"

"جو ہوگیا سو ہوگیا۔ مجھ سے بحث نہ کرو' کچھ سوچنے سمجھنے دو۔"

میں نے مائیک کے ذریعے کہا "میں ایک منٹ کی مہلت دیتا ہوں۔ اپنا شجرہ بتاؤ۔ ورنہ ایک ایک شخص زخمی ہوگا اور مجھے اپنے دماغ میں جگہ دے گا' پھر کوئی بات پردے میں نہیں رہے گی۔"

ایک ماتحت نے زبان سے مخاطب کیا "مسٹر لبوڈا! تم کہاں ہو؟ ہم میں سے کسی کے دماغ میں ہو یا ہمیں مصیبت میں چھوڑ کر چلے گئے ہو۔"

خاص ماتحت نے کہا "مسٹر لبوڈا کا نام زبان پر نہ لاؤ' فرہاد نام سے پہچان لے گا کہ ہمارا تعلق کس ملک سے ہے' وہ اپنے مشیروں سے اس سلسلے میں مشورے لینے گیا ہے۔"

"جب تک وہ آئے گا' ایک منٹ کی مہلت گزر چکی ہوگی' یہاں نادیدہ فائرنگ شروع ہوگی اور ہم زخمی ہوتے جائیں گے۔ ذخم کی تکلیف سے کمزوری بڑھے گی اور پیاس لگے گی تو ہمیں زہریلا پانی پینا پڑے گا۔"

"جتنی جلدی ہوسکے' ہمیں ان کے چھپنے کی جگہ تلاش کرنا چاہئے۔"

"کہاں تلاش کریں؟ ایک قدم بھی آگے بڑھتے ہوئے دل دھڑکتا ہے کہ پتا نہیں بجلی کے نادیدہ تار کہاں ہم سے لپٹ جائیں گے۔"

"ہاں یہ دھڑکا ضرور ہے۔ ہم آگے بڑھیں گے لیکن کسی چیز کو ہاتھ نہیں لگائیں گے' چلو وقت ضائع نہ کرو۔"

وہ سب مختلف سمتوں میں جانے لگے۔ ان پر دو طرح کا خوف حادی تھا۔ ایک تو بجلی کے نادیدہ تار نادیدہ خطرہ بن گئے تھے۔ دوسرے یہ خوف تھا کہ انہیں زہریلا پانی نوش کرنا ہوگا۔

سونیا نے اس بستی کی تعمیر کے دوران ہر ممکن خطرے کو پیش نظر رکھا تھا۔ بستی کے بڑے ٹینک میں جو پانی اسٹور ہوتا تھا اسے چیک کرنے کے لئے طبی آلات لگائے تھے۔ اس ٹینک کے ساتھ ایک شیشے کا فش ایکوریم تھا جس میں مچھلیاں تیرتی رہتی تھیں۔ اس ایکوریم کا پانی ایک طرف سے خارج ہوتا رہتا تھا اور دوسری طرف سے نیا پانی داخل ہوتا رہتا تھا۔ اس روز اچانک ہی فش ایکوریم کی مچھلیاں مرنے لگیں تو انچارج نے پانی کا والو بند کردیا تاکہ پانی آگے نہ بڑھے اور بستی کا کوئی شخص اسے استعمال نہ کرے۔

پھر واٹر سپلائی کرنے والے انچارج نے مجھے اطلاع دی کہ مچھلیوں کے مرنے کے بعد پانی کا طبی معائنہ کیا ہے اور ٹینک کا تمام پانی زہریلا ثابت ہوا ہے۔ یہ بات سمجھ میں آئی کہ کسی جگہ زمین کھود کر پائپ کو توڑ کر پانی میں زہر کی کافی مقدار ملائی گئی ہے اور دشمن ہمیں مردہ دیکھنا چاہتے ہیں۔

میں نے ان کی خواہش پوری کردی۔ چند یوگا کے ماہرین کو گیٹ کے باہر مردہ بن کر زمین پر لیٹ جانے کی ہدایت کی اور ولیج کے اندر پلاسٹک کے مجسموں کو دور دور لٹادیا تاکہ دور سے دیکھنے والوں کو بستی کے لوگ مردہ نظر آتے رہیں' پھر وہی ہوا جو میں چاہتا تھا' دشمن جاں کچے دھاگوں سے بندھے چلے آئے۔

طیاروں کی بمباری سے کچھ مکانات اور دفاتر کو نقصان پہنچا لیکن بستی کے تمام لوگ سلامت رہے۔ جو نقصان ہوا اس کا ہم ہرجانہ وصول کرنے والے تھے۔ ابھی میں نے جو مہلت دی تھی' اس کا وقت گزر چکا تھا اس کے باوجود میں نے ڈھیل دی تاکہ وہ لوگ ہمیں ڈھونڈنے کی حسرت پوری کرلیں۔

انہیں ایک بہت بڑی چار دیواری دکھائی دی جس کے اندر بہت زیادہ قوت کا جنریٹر چل رہا تھا۔ انہوں نے سوچا اسے بند کردیا جائے تو بجلی کی سپلائی رک جائے گی اور نادیدہ تاروں کا خوف بھی نہیں رہے گا۔ لیکن بلی کے گلے میں گھنٹی کون باندھے گا؟ کون جنریٹر کی چار دیواری میں جائے گا؟

ایک ماتحت نے رائفل سیدھی کرتے ہوئے کہا "اگر دروازے کے سامنے نادیدہ تار ہوں گے تو فائرنگ سے تار کٹ کر الگ ہوجائیں گے۔"

ہم نہیں چاہتے تھے کہ وہ فائرنگ کے ذریعے تاروں کو کاٹ دیں۔ ماریا ڈائنامائٹ کے سوئچ بورڈ کے پاس کھڑی ہوئی تھی۔ اس کے سامنے پورے ولیج کا نقشہ تھا کہ کس جگہ کس نمبر کا ڈائنامائٹ چھپا کر رکھا گیا ہے۔ ماریا نے ایسے ہی ایک نمبر کے بٹن کو دبایا تو رائفل اٹھا کر فائر کرنے والے کی گولی نہیں چلی' قدموں تلے زبردست دھماکا ہوا۔ کتنے ہی مسلح دشمن دھماکے کے نتیجے میں اچھل کر تنکوں کی طرح اوپر گئے اور چیتھڑوں کی طرح واپس زمین پر آئے۔ دور کھڑے ہوئے لوگ زخمی ہوئے۔ ان سے دور تماشا دیکھنے والوں نے فوراً ہی اپنے ہتھیار پھینک دیے۔ دونوں ہاتھ اٹھا کر زور زور سے بولنے لگے "ہمیں معاف کردو ہم سرنڈر کرتے ہیں۔"

ایک نے کہا "ہم اپنی آوازیں سنا رہے ہیں۔ ہمارے دماغوں میں آکر جو معلومات چاہتے ہو' حاصل کرلو۔"

خیال خوانی کے لئے لیلیٰ' سلطانہ اور سلمان آگئے تھے۔ وہ ایک ایک آواز سن کر ان کے دماغوں میں جانے لگے۔ ایسے ہی وقت لبوڈا ایک ماتحت کے اندر آکر اونچی آواز میں بولا "مسٹر فرہاد! میں جے مورگن ہوں' تم سے سمجھوتا کرنا چاہتا ہوں۔"

میں نے اسی ماتحت کے دماغ میں آکر کہا "لبوڈا! تمہاری مکاری ظاہر ہوگئی ہے۔ تم نے اپنے ملک کے طیاروں کو اسرائیلی طیارے بنا کر یہاں بمباری کرائی ہے۔ ہم تمہارے ماتحتوں کے چور

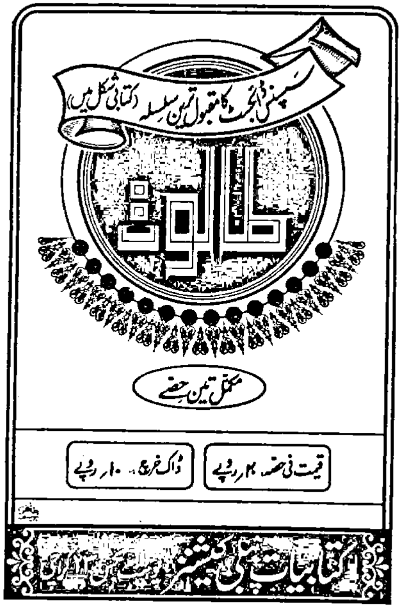

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

خیالات پڑھ چکے ہیں۔"

وہ بولا "میں نے ان تمام ماتحتوں پر تنویمی عمل کیا ہے' وہ اس عمل کے زیرِ اثر غلط معلومات فراہم کر رہے ہیں۔"

"تم تنویمی عمل کے ذریعے یہ باتیں نقش کرا سکتے تھے کہ وہ سب اسرائیلی یہودی ہیں اور طیارے بھی اسرائیلی تھے۔ کیا تم نے ان کے دماغوں میں اپنے ہی خلاف باتیں نقش کرائی ہیں؟"

وہ لاجواب ہو کر بولا "اس بحث سے کیا فائدہ؟ تمہارا جتنا بھی نقصان ہوا ہے' اسے ہم پورا کریں گے۔"

"ابھی جاؤ اور ایک گھنٹے بعد آؤ۔"

جب میرے ویلج پر حملہ ہوا تھا' تب ہی میں نے حکومتِ فرانس کو اور جناب علی اسد اللہ تبریزی صاحب کو صورتِ حال سے آگاہ کیا تھا اور درخواست کی تھی کہ یہاں بین الاقوامی نشریاتی ادارے کو مدعو کر کے ساری دنیا کوٹی وی اسکرین پر بمباری کے نتائج دکھائے جائیں۔

لبوڈا سے باتیں کرنے کے دوران ہی فرانسیسی فوج کا ایک دستہ بین الاقوامی نشریاتی ادارے کے عملے کے ساتھ آ گیا۔ فوج نے لبوڈا کے تمام ماتحتوں کے ہتھیاروں پر قبضہ کیا اور انہیں حراست میں لے لیا۔ وہ جو بھی کارروائیاں کر رہے تھے ان کی ویڈیو رپورٹ کیمرے کے ذریعے اسکرین تک پہنچائی جا رہی تھی۔ جو مکانات اور دفاتر تباہ ہوئے تھے' انہیں بھی کیمرے کے ذریعے دکھایا جا رہا تھا۔

میں نے ڈی سونیا اور ڈی فرہاد کو چور راستے سے اوپر بھیج دیا۔ بین الاقوامی نشریاتی ادارے کے نمائندے نے سونیا سے سوال کیا۔ "میڈم! آپ ہوائی حملے کے وقت کہاں تھیں؟"

وہ بولی "ہم نے ایک محفوظ پناہ گاہ بنائی ہے۔ ہماری احتیاطی تدابیر کے باعث ویلج کے تمام باشندے اسی پناہ گاہ میں محفوظ ہیں۔"

"کیا آپ بتائیں گی کہ وہ پناہ گاہ کہاں ہے؟"

"سوری' یہ فرہاد ویلج کا ایک راز ہے۔"

نمائندے نے کہا "دنیا والے عقل سے سوچ سکتے ہیں کہ وہ پناہ گاہ زیرِ زمین ہے اور ایسے انتظامات کئے گئے ہیں کہ ہیوی بمباری کا اثر اس پناہ گاہ پر نہیں پڑتا اور وہاں تک پہنچنے کا راستہ صرف ویلج کے لوگ جانتے ہیں۔"

سونیا نے کہا "آپ اور دنیا والے اپنے طور پر کوئی بھی رائے قائم کر سکتے ہیں۔"

نمائندے نے ڈی فرہاد سے سوال کیا "مسٹر فرہاد! آپ اور میڈم یہاں اصلی صورت کے ساتھ نظر آ رہے ہیں' اس کی وجہ؟"

ڈی فرہاد نے کہا "آپ دیکھ رہے ہیں کہ دشمنوں کے زبردست حملوں کے باوجود ہم محفوظ ہیں۔ اس بستی کا ڈیزائن سونیا نے تیار کیا تھا اور اپنی موجودگی میں تمام احتیاطی تدابیر کے ساتھ اس کی تعمیر کرائی تھی۔ اس وقت یہاں آپ کا عملہ اور فرانس کے فوجی ہیں۔ اتنی بھیڑ میں کوئی دشمن اچانک ہمیں قتل کر سکتا ہے۔ لیکن نہیں کر سکے گا۔"

"آپ اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتے ہیں؟"

ڈی نے ایک فوجی سے گن لے کر لبوڈا کے ایک ماتحت کو دیا۔ پھر اس سے کہا "میں تم سے غافل ہوں مجھے گولی مارو۔"

وہ کبھی ایسا نہ کرتا' لیکن اس کے دماغ میں لبوڈا موجود تھا اس نے فوراً ہی اس کے دماغ پر قبضہ جمایا پھر اس کے ہاتھوں سے گولی چلا دی۔ گولی ڈی فرہاد کو لگی پھر اتنی ہی تیزی سے ریواتنڈ ہو کر اس ماتحت کے جسم میں پیوست ہو گئی۔

ڈی سونیا اور فرہاد نے ایسا بلٹ پروف لباس پہنا تھا جس پر گولیاں جتنی تیزی سے آ کر لگتی تھیں اتنی ہی تیزی سے واپس وہیں جاتی تھیں جہاں سے چلائی جاتی تھیں۔ لبوڈا نے ناکام ہو کر دوسرے ماتحت کے ذریعے گن کو دوبارہ اٹھایا۔ لیکن فوجی افسر نے وہ گن چھین لی۔

نمائندے نے سوال کیا "جب اس قدر غیر معمولی حفاظتی انتظامات کئے گئے ہیں تو ہوائی حملوں سے بچنے کے انتظامات کیوں نہیں کئے گئے؟"

ڈی نے جواب دیا "پہلے آپ گرفتار ہونے والوں سے سوالات کریں' پھر میں جواب دوں گا۔"

نمائندہ مائیک لے کر ایک ماتحت کے پاس آیا۔ میں نے فوراً ہی اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا تاکہ لبوڈا اسے غلط بیانی پر مجبور نہ کرے۔ اس ماتحت نے کہا "ہم امریکا سے آئے ہیں اور ٹیلی پیتھی جاننے والا جان لبوڈا ہمارا کمانڈر ہے۔"

لبوڈا نے دوسرے ماتحت کی زبان سے چیخ کر کہا "یہ جھوٹ بول رہا ہے۔"

سلمان نے تیسرے ماتحت کی زبان سے کہا "جھوٹ نہیں، سچ ہے۔ چار امریکی طیاروں کے رنگ اور نمبر بدل کر انہیں اسرائیلی طیارے بنائے گئے تاکہ ہوائی حملوں کا الزام اسرائیلی حکومت پر آئے۔"

لبوڈا کسی ایک کے دماغ میں ہی جا کر بول سکتا تھا۔ اس نے ایسی سچویشن کے متعلق سوچا بھی نہیں تھا۔ سوچ لیتا تو اپنے ساتھ دو چار خیال خوانی کرنے والے لے آتا۔ اب تو کسی کے دماغ میں' کسی کی زبان سے سلمان' کسی کے ذریعے لیلیٰ اور سلطانہ بول رہی تھیں۔

پھر ویڈیو کیمرے کے ذریعے واٹر ٹینک کا زہریلا پانی دکھایا گیا۔ کیمرے کا دوسرا یونٹ ویلج سے دور اس جگہ تھا جہاں طیاروں کو توپوں کے ذریعے گرایا گیا تھا۔ ان طیاروں کے ٹکڑے بھی اسکرین پر پیش کئے جا رہے تھے۔

پھر ڈی نے نمائندے سے کہا "آپ نے سوال کیا تھا کہ ہم نے ہوائی حملوں سے بچنے کے انتظامات کیوں نہیں کئے۔ جواب عرض ہے' اگر ہم پہلے ہی طیاروں کو مار گراتے اور ویلج میں ڈالی لاشیں نہ دکھاتے تو اتنے دشمن حراست میں آ کر خود اپنی زبان سے

پاپان نہ دیتے۔ ہم نے بمباری سے نقصان اٹھایا ہے۔ یہ نقصان ہمارے دشمنوں کو مہنگا پڑے گا۔"

نمائندے نے پوچھا "کیا آپ ہرجانہ وصول کریں گے؟"

ڈی سونیا نے کہا "ہم دشمنوں کو جوابی کارروائی کے ذریعے بہت ہی بھیانک نقصان پہنچانے کے بعد اس سے جرمانے کے طور پر پچاس لاکھ ڈالر وصول کریں گے تاکہ ہمارے ویلج کے تباہ ہونے والے مکانوں اور دفتروں کی دوبارہ تعمیر ہو سکے۔"

نمائندے نے کہا "جرمانے کے طور پر پچاس لاکھ ڈالر وصول کرنے والی بات سمجھ میں آتی ہے۔ لیکن جواباً نقصان پہنچانے کا کیا راز ہے؟"

"فرہاد ویلج پر حملہ کرنے اور یہاں قدم رکھنے کی جو جرات کی گئی ہے۔ اس کی سزا جوابی کارروائی سے دی جائے گی تاکہ آئندہ کوئی دشمن ادھر آنے کا خواب دیکھنے کی بھی جرات نہ کرے۔"

دوسرے نمائندے نے آ کر کہا "امریکا میں مارشل ڈی مورا بابا کچھ کہنے کے لئے تیار ہیں۔"

اسکرین پر بین الاقوامی رابطہ بدل گیا۔ مارشل ڈی مورا نظر آنے لگا۔ وہاں ایک نمائندہ مارشل کا تعارف کرا رہا تھا۔ پھر اس نے سوال کیا "فرہاد ویلج پر حملے کا الزام آپ کی حکومت پر ہے اور اس کے کئی ثبوت اور گواہان بھی ہیں' آپ اس سلسلے میں کیا کہیں گے؟"

مارشل ڈی مورا نے کہا "ہمارے خلاف ان قیدیوں نے بیان دیا ہے جو ویلج میں گرفتار کئے گئے ہیں۔ فرہاد کی فیملی میں چھ خیال خوانی کرنے والے ہیں۔ وہ لوگ یکے بعد دیگرے ہر قیدی کے دماغ میں جا کر ہمارے خلاف بولتے رہے اور دیکھنے والوں کی سمجھ میں یہ آتا رہا کہ قیدی بول رہے ہیں۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ بنایا جاتا ہے۔ ہم اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ذریعے ان کا توڑ کر سکتے تھے لیکن ہم دنیا والوں کو دھوکا نہیں دینا چاہتے۔ سیدھی سی بات ہے' ہمیں فرہاد ویلج سے کوئی دلچسپی نہ پہلے تھی' نہ اب ہے۔ اگر وہ سمجھتے ہیں کہ جھوٹ بول کر اور جھوٹا الزام عائد کر کے ہمیں جوابی کارروائی کی دھمکی دیں گے اور ہم سے پچاس لاکھ ڈالر وصول کریں گے تو وہ بے شک احمقوں کی جنت میں رہتے ہیں۔"

نمائندے نے کہا "آپ الزامات سے انکار کر رہے ہیں۔ آپ کے انکار سے اسرائیلی حکومت پر الزام آتا ہے۔"

مارشل نے کہا "میں اپنے ملک کی طرف سے صفائی پیش کر رہا ہوں' اسرائیلی حکومت کو الزام نہیں دے رہا ہوں۔ اسرائیل سے ہمارے تعلقات ہمیشہ دوستانہ رہے ہیں۔"

بین الاقوامی رابطے کا عملہ اسرائیل میں بھی موجود تھا۔ اسکرین پر اسرائیلی وزیرِ خارجہ کو دکھایا گیا۔ نمائندے نے سوال کیا۔ "آپ کے ملک کے دو طیارے فرانس میں تباہ ہوئے ہیں' آپ اس سلسلے میں کیا کہتے ہیں؟"

اس نے جواب دیا "یہ سراسر الزام ہے۔ حکومتِ فرانس نے احتجاج کیا ہے کہ ہمارے طیارے بین الاقوامی پرواز کی خلاف ورزی کر کے تباہی مچانے آئے تھے۔ دو فرار ہو گئے اور دو تباہ ہو گئے۔ یہ ہمارے لئے حیرانی اور پریشانی کی بات ہے۔ بیٹھے بٹھائے ہم پر جھوٹا الزام عائد کیا جا رہا ہے۔ وہ ہمارے طیارے نہیں ہیں بلکہ ہمارے طیاروں کی نقل ہیں۔"

نمائندے نے پوچھا "گویا آپ کو پھانسنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ایسا کون کر سکتا ہے؟"

وزیرِ خارجہ نے کہا "فرہاد خود کو بہت چالاک سمجھتا ہے۔ اس نے ہمارے طیاروں کی نقل کرائی ہے۔ اور قیدیوں کے دماغوں میں جا کر امریکا کے خلاف بیان دیا ہے۔ ایک طرف وہ امریکا کو دھمکیاں دے کر پچاس لاکھ ڈالر وصول کرنا چاہتا ہے۔ دوسری طرف نقلی طیاروں کا حوالہ دے کر ہمیں بھی بلیک میل کرے گا۔ جب چراغ بجھنے پر آتا ہے تو زور زور سے بھڑکتا ہے۔ فرہاد بھی کچھ زیادہ ہی بھڑک رہا ہے۔ یہ اُس کے زوال کی علامت ہے۔"

ایک اور نمائندے نے کہا "ناظرین! اب ہم فرانس کے وزیرِ خارجہ سے کچھ سوالات کر رہے ہیں۔"

اسکرین پر فرانس کے وزیرِ خارجہ کو دکھایا گیا۔ نمائندے نے کہا "فرہاد کی پوری فیملی سے آپ کے ملک کے دیرینہ اور مستحکم تعلقات ہیں۔ آپ ان کے خلاف سپر پاورز کی زبان سے بھی کچھ سننا گوارا نہیں کرتے' کیا یہ سچ ہے؟"

فرانس کے وزیرِ خارجہ نے کہا "آپ سپر پاورز کی بات کرتے ہیں اگر فرہاد علی تیمور' بھی جھوٹ بولے تو ہم گوارا نہیں کریں گے۔ آپ کی معلومات کے لئے عرض کر دوں کہ سونیا اور فرہاد سے ہماری حکومت کے براہِ راست تعلقات نہیں ہیں۔ ہمارے دیرینہ تعلقات بابا فرید واسطی مرحوم کے ادارے سے ہیں۔ اسی ادارے کے ذریعے فرہاد کی فیملی سے ہمارا رابطہ رہتا ہے۔"

"فرہاد ویلج میں جو کچھ ہوا' اس کا الزام آپ کس پر ڈالیں گے؟"

"سوال فرہاد ویلج کا نہیں ہے۔ میں فرانس کا وزیرِ خارجہ ہوں۔ میرے ملک کے اندر یہ واردات ہوئی ہے۔ واردات کے سلسلے میں اسرائیلی طیاروں کا ملبہ پایا گیا ہے اور تمام قیدی امریکی باشندے ہیں اور انہوں نے امریکا کے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے جان لبوڈا کے خلاف بیان دیا ہے' لہٰذا میری نظروں میں دونوں ہی ممالک موجودہ واردات کے ذمے دار ہیں۔"

نمائندے نے کہا "مسٹر فرہاد نے امریکا میں ایک بھیانک تباہی کی دھمکی دی ہے۔ کیا آپ فرہاد اور مارشل ڈی مورا کے درمیان کوئی سمجھوتا کرائیں گے؟"

"میرے ملک کے اندر ایک بستی پر بمباری کی گئی۔ پھر مسلح افراد نے حملہ کیا۔ میں اسے سیاسی جرم کہتا ہوں۔ امریکا اور اسرائیل سے احتجاج کرتا ہوں۔ یہ دونوں ممالک اپنے جرائم سے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

انکار کرتے رہیں گے اور فرہاد کوئی انتقامی کارروائی کرے گا تو ہم خاموش تماشائی بن کر رہیں گے۔ میں اس سے زیادہ کچھ کہنا نہیں چاہتا۔"

نمائندے نے کہا "ناظرین! ہم نے فرہاد ولیج کی واردات سے تعلق رکھنے والے تمام کرداروں کو پیش کیا ہے۔ ان میں کچھ کردار سچے ہوسکتے ہیں اور کچھ جھوٹے۔ ہمارا خیال ہے اس سلسلے میں کوئی دانشمندانہ سمجھوتا نہ ہوا تو حالات بد سے بدتر ہوتے جائیں گے۔ سوال ہے کس کے حالات؟ جواب ہے 'آنے والا وقت بتائے گا' گڈبائی۔"

بین الاقوامی نشریاتی رابطے کا عملہ اور فرانس کے فوجی ہماری بستی سے قیدیوں کو لے کر چلے گئے۔ ولیج کا بڑا گیٹ پھر بند ہوگیا۔ پہلے دشمنوں کو تجسس تھا کہ اس گیٹ کے پیچھے فرہاد کی نئی بستی کیسی ہوگی۔ ہم نے انہیں دکھادیا کہ یہ بستی کیا بلا ہے۔ وہ چاند ستاروں پر پہنچ سکتے ہیں لیکن فرہاد ولیج میں قدم نہیں رکھ سکتے۔"

سونیا نے کہا "ہمیں اپنا چیلنج پورا کرنا ہے۔"

میں نے پوچھا "کیا چاہتی ہو؟"

وہ بولی "ہم نے مریناسے وعدہ کیا تھا کہ اس کے ملک کو نقصان نہیں پہنچائیں گے لیکن مرینا نے اپنی خود غرضیوں سے ہمیں بہت مایوس کیا ہے۔ وہ اپنے راستے پر چلتی ہے لہٰذا ہم بھی اپنے راستے پر چلیں گے۔ اس بار ٹرانسفارمر مشین کو تباہ کیا جائے گا۔"

میں نے کہا "وہ دوسری بنالیں گے۔"

"وہ ایک نہیں درجنوں بناسکتے ہیں لیکن ہر مشین پر کروڑوں ڈالر خرچ ہوتے ہیں۔ ایک تو ان کی محنت اور رقم برباد ہوگی۔ دوسرے یہ دہشت رہے گی کہ ہم ان کے تمام خفیہ اڈوں میں لاکھ پہرے داروں کے باوجود پہنچ سکتے ہیں۔"

"میں تمہیں بتاچکا ہوں کہ مشی گن جمیل والے اڈے میں ایک مکھی بھی اڑ کر نہیں جاسکتی۔ کیا تم نے وہاں تک پہنچنے کا راستہ سوچا ہے۔"

"ایک بار علی تیمور سے اس سلسلے میں بات ہوئی تھی۔ وہ الیکٹرانک اور سائنسی تجربات کرتا رہتا ہے۔ مجھے اُس کا ایک منصوبہ بہت پسند آیا تھا۔ اس سے رابطہ کرو اور کہو اس کی مما نے ٹرانسفارمر مشین والے منصوبے کو اوکے کردیا ہے۔"

میں نے علی کو مخاطب کیا۔ کوڈ ورڈز ادا کئے، پھر کہا "ہیلو بیٹے! کیسا وقت گزر رہا ہے؟"

"بہت اچھا، آپ جانتے ہیں، میں کبھی بیکار نہیں بیٹھتا۔ کبھی لائبریری میں پڑھتا ہوں اور کبھی لیبارٹری میں تجربات کرتا رہتا ہوں۔ بابا صاحب کے ادارے کی لائبریری اور لیبارٹری کا ساری دنیا میں جواب نہیں ہے۔"

"ثانی کیا کررہی ہے؟"

"میرے ساتھ مصروف رہتی ہے۔ غیر معمولی طور پر ذہین ہے، لیبارٹری کے کسی بھی عملی تجربے میں مجھ سے پیچھے نہیں رہتی۔"

"تم نے ٹرانسفارمر مشین کی تباہی کے سلسلے میں اپنی مما کے سامنے کوئی منصوبہ پیش کیا تھا؟"

"پاپا! اس بات کو ایک عرصہ گزر چکا ہے۔"

"تمہاری مما نے اس منصوبے کو اوکے کردیا ہے۔"

"سچ پاپا!"

"بالکل سچ، مشی گن جمیل کی طرف جب چاہو پرواز کرسکتے ہو۔"

"تھینک یو پاپا! میں مما کو کس کرنا چاہتا ہوں۔"

میں ہنستا ہوا دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ سونیا نے پوچھا "کیوں ہنس رہے ہو؟"

"علی بہت خوش ہے، تمہیں کس کرنا چاہتا ہے۔"

وہ مسکرا کر بولی "جب سامنا ہوگا تو کرلے گا۔"

○☆○

سرگئی الپا نے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا تھا۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے ایوان راسکا کو ٹریپ کرکے ماسکو لے آئی تھی۔ اسے بڑی رازداری سے کوما میں رکھا گیا تھا اور ڈاکٹرز وغیرہ اس کے برین آپریشن کی تیاریاں کررہے تھے۔

ماسک مین نے خوش ہوکر پوچھا "سرگئی! تم انعام کی حقدار ہو، بولو کیا چاہتی ہو؟ جو مانگو گی، وہ ملے گا۔"

وہ مسکرا کر بولی "مجھے کیا مانگنا چاہئے؟ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے جتنی دولت چاہوں حاصل کرسکتی ہوں۔ اپنی صلاحیتوں کے باعث مجھے عزت مل رہی ہے۔ میں لڑکی ہوں مگر شہ زوروں سے زیادہ شہ زور ہوں یعنی میرے پاس طاقت بھی ہے۔ میری پشت پر اتنے بڑے ملک کی فوج بھی ہے۔ جس کے پاس کچھ نہیں ہوتا، وہ مانگتے ہیں، میرے پاس سب کچھ ہے پھر کیا مانگوں؟"

"درست کہتی ہو، سب کچھ ہو تو مانگنے کی ضرورت نہیں رہتی، لیکن تمہارے پاس ایک کمی ہے۔"

"بھلا کیا کمی ہے؟"

"تمہارا کوئی جیون ساتھی نہیں ہے۔"

اعلیٰ فوجی افسر نے کہا "محفلوں میں تمہاری قدر ہوتی ہے، تنہائی میں تمہارا کوئی قدر دان نہیں ہے۔"

وہ بولی "میں نے کسی جیون ساتھی کے متعلق کبھی نہیں سوچا۔ خیال خوانی کے ذریعے دنیا بھر کی معلومات حاصل کرنے اور کام کے لوگوں کو اپنا معمول بنانے سے فرصت نہیں ملتی ہے اس لئے کسی ساتھی کی کمی محسوس نہیں ہوئی۔"

ماسک مین نے کہا "فرہاد اور اس کے بیٹے بہت ہی کمینے ہیں، ٹیلی پیتھی جاننے والی حسین لڑکیوں کو محبت کے جال میں پھانس لیتے ہیں۔"

"میں کسی کے جال میں پھنسنے والی لڑکی نہیں ہوں۔"

"سرگئی! ابھی تم محبت کی چکربازیوں کو نہیں سمجھتی ہو، محبت ایسا جال ہے جو نظر نہیں آتا۔ جو لڑکی اس جال میں پھنستی ہے، وہ

itsurdu.blogspot.com

اپنوں سے بغاوت کرنے لگتی ہے۔"

"تم لوگوں کو اندیشہ ہے کہ فرہاد کا کوئی بیٹا مجھے الو بنا کر یہاں سے لے جائے گا اور میں الوبن کر چلی جاؤں گی۔"

"تم بہت ذہین ہو اور عشق ہمیشہ ذہانت کو کھا جاتا ہے۔ ہمارے اطمینان کے لئے کسی معقول نوجوان سے محبت کرو، شادی کرو، اس طرح تمہاری زندگی میں دشمنوں کے آنے کی گنجائش نہیں رہے گی۔"

"میں تم لوگوں کے مشورے پر غور کروں گی۔ لیکن پتا نہیں کیوں مجھے کوئی مرد اچھا نہیں لگتا ہے۔ میں ہر مرد کی عزت کرتی ہوں مگر کسی پر دل نہیں آتا ہے۔"

وہاں سب ہی مرد بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے خاموشی سے ایک دوسرے کو دیکھا پھر ماسک مین نے پوچھا "کیا تم ڈاکٹروں کے دماغوں میں جاتی ہو؟ ان میں .... ایک نیا ڈاکٹر ہے، معلوم کرو، ایوان راسکا کے برین آپریشن میں اسے موجود رہنا چاہئے یا نہیں؟"

وہ بولی "ڈاکٹر نیا ہے لیکن بوڑھا اور تجربہ کار ہے۔ دوسرے ڈاکٹروں نے کچھ سمجھ کر ہی اسے اپنی ٹیم میں شامل کیا ہے۔"

"میں تجربات کی بات نہیں کررہا ہوں۔ یہ معلوم کرو کہ وہ ہمیشہ ہمارا رازدار اور وفادار رہے گا یا نہیں؟"

وہ اٹھ کر بولی "اچھی بات ہے، میں خیال خوانی کرنے جارہی ہوں۔"

وہ وہاں سے چلی گئی، اس کے جانے کے بعد ماسک مین نے اعلیٰ فوجی افسران سے کہا "اس کا دل کسی پر نہیں آتا ہے اور یہ بات ہمارے مقاصد کے خلاف ہے۔"

ایک انٹیلی جنس کے افسر نے کہا "ایک اندیشہ ہے کہ سرگئی کے برین آپریشن میں کوئی کمی رہ گئی ہے۔ اس کے لاشعور میں پارس رہ گیا ہے۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ برین آپریشن سے پچھلی تمام یادیں ہمیشہ کے لئے مٹ جاتی ہیں۔"

"اگر تمام یادیں مٹ جاتیں تو جوجو اور الپا کی ٹیلی پیتھی بھی ختم ہوجاتی۔ ہمارے سامنے مثال موجود ہے۔ جوجو نے رفتہ رفتہ پارس کو اور فرہاد کی پوری فیملی کو پہچان لیا ہے۔"

ماسک مین نے تائید کی "سرگئی کے سلسلے میں یہ اندیشہ درست ہوسکتا ہے۔ جسے سانپ ڈس لے اس کی جان بچالی جائے تب بھی وہ ساری زندگی زہر کو بھلا نہیں پاتا۔"

ایک افسر نے کہا "یہ بات سمجھ میں آتی ہے۔ آپریشن کے بعد ٹیلی پیتھی کے علم کو باقی رکھا جاسکتا ہے تو زہر سے ہونے والی لگاوٹ کو بھی رکھا جاسکتا ہے۔"

"ایسا تو ڈاکٹر کرتے ہیں، انہوں نے اس سلسلے میں خصوصی تجربہ کیا تھا کہ برین آپریشن کے دوران ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں کو کس طرح بحال رکھا جائے۔"

"مجھے شبہ ہے کہ ڈاکٹر نے سرگئی الپا کی زہریلی محبت کو بھی برقرار رکھا ہے۔"

ماسک مین نے کہا "وہ ڈاکٹر مرچکا ہے۔ اس کی جگہ نیا سرجن آیا ہے۔ اس سے پہلے کہ نئے سرجن کی ٹیم ایوان راسکا کا آپریشن کرے، ہمیں ڈاکٹروں سے ان معاملات پر گفتگو کرلینا چاہئے۔ پہلے تو یہ معلوم کیا جائے کہ برین آپریشن کے دوران ٹیلی پیتھی کے علاوہ اور کوئی دوسری صلاحیت یا ماضی کی کوئی دلچسپی رہ جاتی ہے یا نہیں؟ اگر رہ جاتی ہے تو اسے نہیں رہنا چاہئے۔ صرف ٹیلی پیتھی کے علم کو برقرار رہنا چاہئے۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "یہ معاملات تو ڈاکٹروں سے میٹنگ میں طے ہوں گے۔ ابھی سرگئی الپا خطرے کی گھنٹی بجارہی ہے۔ اگر اس کے لاشعور میں زہریلے مرد سے دلچسپی رہ گئی ہے تو وہ کسی بھی عام شخص سے متاثر نہیں ہوگی۔ نہ کسی سے شادی کرے گی۔ اس کے اندر پارس کی نامعلوم سی تلاش چھپی رہے گی۔"

ایک نے کہا "ہمیں کسی بھی طرح سرگئی کی زندگی کا رخ بدلنا ہوگا، اس کی شادی جلد سے جلد کردی جائے۔ ایک شوہر کی محبت مل جائے، دو چار بچے ہوجائیں تو عشق ٹھنڈا پڑ جائے گا۔"

دوسرے نے اعتراض کیا "عشق ٹھنڈا پڑسکتا ہے لیکن جس چیز کی محرومی ہو اس کی طلب بڑھاپے تک اور موت تک باقی رہتی ہے۔ پارس اسے بڑھاپے میں بھی ملے گا تو وہ زہریلا تعلق بحال کرلے گی۔ ہوسکتا ہے اس کی خاطر وہ شوہر اور بچوں کو بھی چھوڑ دے اور پارس تو ضرور اسے ہم سب سے چھڑا دے گا۔ موجود مسئلے کا حل شادی نہیں ہے۔"

"لیکن علاج ناممکن نہیں ہے، اس سلسلے میں ڈاکٹر بہترین مشورہ دیں گے، ہمیں اُن سے کنسلٹ کرنا چاہئے۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "میرا خیال ہے ڈاکٹر اسے توجہ سے اٹینڈ کریں تو اس کے اندر سے زہریلے محبوب کی جستجو ختم ہوجائے گی۔"

اسی وقت ٹیلیفون کے ذریعے اطلاع ملی کہ بین الاقوامی نشریاتی رابطہ رکھنے والا ادارہ فرہاد ولیج کا لائف پروگرام نشر کررہا ہے۔ ایک افسر نے لپک کر ٹی وی کو آن کیا۔ سرگئی کو بھی دوسرے کمرے سے بلالیا گیا۔ وہ سب آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسکرین کو دیکھنے لگے کیونکہ وہ پہلی بار فرہاد ولیج کا کچھ حصہ اندر سے دیکھ رہے تھے۔

ماسک مین نے انٹرکام کے ذریعے نائب سے پوچھا "کیا فرہاد ولیج کی ویڈیو ریکارڈنگ ہورہی ہے؟"

"یس سر! ریکارڈنگ جاری ہے۔"

وہ توجہ سے دیکھ رہے تھے۔ فرہاد ولیج پر جو حملہ ہوا تھا۔ اس حملے کے الزام سے امریکا اور اسرائیل انکار کررہے تھے۔ اسکرین پر سونیا اور فرہاد... کا چیلنج بھی پیش کیا گیا اور مارشل ڈی مورا نے اس چیلنج کو اہمیت نہیں دی تھی۔

فرہاد ولیج کا لائف پروگرام ختم ہونے کے بعد ماسک مین نے کہا "یہ امریکا اور اسرائیل کی مشترکہ شرارت ہے۔ اسرائیل نے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہوائی حملہ کے لئے چار طیارے دیے اور امریکا نے زمینی گوریلے بھیج دیے۔"

اعلیٰ فوجی افسر نے کہا "اسرائیلی وزیر خارجہ کا بیان احمقانہ ہے کہ فرہاد انہیں الزام دے رہا ہے۔ جبکہ اس کے دو طیارے مار گرائے گئے ہیں۔ مارشل ڈی مورا کی بھی ہٹ دھرمی ہے۔ گرفتار ہونے والے بلاشبہ امریکی ہیں اور وہ جان لمبوڈا کے خلاف بیان دے رہے ہیں۔"

سرگئی نے کہا "ہم بھی فرہاد ولیج پر حملہ کرنے والے تھے۔ ہمیں اس پہلو سے دیکھنا چاہئے کہ انہوں نے کس قدر ٹھوس اور جامع منصوبے کے مطابق حملے کئے تھے پھر بھی سونیا اور فرہاد سلامت ہیں۔"

ایک نے کہا "ناکامی کا مطلب ہے، منصوبہ میں کوئی کمی رہ گئی تھی یا عمل کرنے والوں سے غلطی ہوئی ہے۔"

سرگئی الپا نے کہا "کسی سے کوئی غلطی نہیں ہوئی۔ انہوں نے زبردست منصوبہ بنایا تھا اور بڑی کامیابی سے حملے بھی کئے تھے۔"

"کیا ہمیشہ تقدیر فرہاد کا ساتھ دیتی ہے؟"

"یہی سوچنا غلط ہے۔ تقدیر تب ساتھ دیتی ہے جب تدبیر مکمل ہو، ذرا اس پہلو سے غور کرو کہ وہ بستی سونیا نے تعمیر کرائی ہے۔ وہاں ہوائی حملہ ہوا، بمباری ہوئی لیکن ولیج کا ہر شخص محفوظ رہا۔ کھانے پینے کی چیزوں کو کتنی ہوشیاری اور جدید طریقوں سے چیک کیا جاتا ہے۔ زہریلا پانی کسی کے حلق تک پہنچنے سے پہلے ہی چیک کرلیا گیا۔ وہاں کی دیواروں اور دروازوں پر نادیدہ بجلی کے تار لگے ہوئے ہیں۔ اس ولیج کے اطراف دس میل کے ایریا میں کسی کو قدم رکھنے کی اجازت نہیں ہے۔ سونیا، فرہاد اور وہ ولیج کی سلامتی صرف دانشمندانہ احتیاطی تدابیر کی مرہون منت ہے۔"

"سونیا نے واقعی ایک مضبوط اور ناقابلِ شکست قلعہ تعمیر کرایا ہے۔"

"تم لوگ مجھے مجبور کر رہے تھے کہ میں بھی تمہارے منصوبوں پر عمل کرتے ہوئے سونیا اور فرہاد کی موت کا کارنامہ انجام دوں۔ میں اندر سے مطمئن نہیں تھی۔ میرا دل کہتا تھا کہ سونیا موم کی مورت نہیں ہے، وہ بازی پلٹ دے گی۔"

"واقعی ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ولیج اندر سے اس قدر مضبوط ہوگا۔"

دوسرے نے کہا "فرہاد بہت چالاک ہے، اس نے ہوائی حملہ کرنے دیا اور دشمنوں کو رنگے ہاتھوں دنیا والوں کے سامنے پیش کردیا۔"

تیسرے نے کہا "وہ ضرور امریکا سے پچاس لاکھ ڈالر وصول کرے گا اور جرمانے کے علاوہ انہیں زبردست نقصان بھی پہنچائے گا۔"

سرگئی الپا نے کہا "دوسروں کے ٹھوکر کھانے سے ہمیں سبق حاصل کرنا چاہئے۔ اگر ہم فرہاد ولیج میں ناکام ہوتے تو سونیا اور فرہاد ہم سے اسی طرح جرمانہ وصول کرتے اور ہمارے ملک میں تباہی مچانے کی دھمکیاں دیتے۔ کیا تمہیں یہ گوارا ہے کہ فرہاد کی ٹیلی انتقامی کارروائی کے بہانے ہمارے ملک میں قدم رکھے؟"

ماسک مین نے کہا "ہرگز نہیں، ابتدا سے ہماری پالیسی یہی رہی ہے کہ ہم فرہاد سے کھل کر دشمنی نہ کریں۔"

سرگئی نے کہا "اور ماضی کے واقعات گواہ ہیں کہ فرہاد دشمنوں کی بُو سونگھ لیتا ہے۔"

"بے شک، مگر ہم موقع دیکھ کر کام کرتے ہیں۔ ہم نے جوجو کو ایسے وقت اغوا کیا تھا جب فرہاد کی موت کا یقین دلایا گیا تھا۔ اب بھی سونیا اور فرہاد کو ایک محدود ولیج میں موجود پاکر ذہن یہی کہتا ہے کہ بس یہی موقع ہے۔ یہ کھلی دنیا میں نکل جائیں گے تو پھر ہاتھ نہیں آئیں گے۔"

"اب ذہن کیا کہتا ہے؟"

ماسک مین نے سخت لہجے میں کہا "سرگئی! تم طنزیہ لہجے میں بول رہی ہو۔"

"کیا اپنے بڑوں کی غلطیوں پر بولنا گویا طنز کرنا ہے۔"

"ہم نے کوئی غلطی نہیں کی ہے۔"

"اگر میں تم لوگوں کے منصوبوں پر عمل کرنے سے انکار نہ کرتی تو غلطی ہوچکی تھی۔ اسے تسلیم کرو کہ میں نے تمہیں ایک بہت بڑی غلطی سے بچالیا ہے۔"

"تمہاری عمر ہی کیا ہے، جو مجھ جیسے تجربہ کار کو غلطیوں سے بچاؤ گی؟"

وہ بولی "عمر انسان کی ہوتی ہے ذہانت کی نہیں ہوتی۔ بعض اوقات ذہین بچے، نادان بوڑھوں کی غلطیوں کی نشاندہی کرتے ہیں۔"

"تم مجھے نادان بوڑھا کہہ رہی ہو۔"

فوج کے اعلیٰ افسر نے کہا "ماسک مین! غصہ تھوک دو، بحث نہ کرو، جو بات درست ہے اُسے تسلیم کرلو، سرگئی روزِ اول سے کہہ رہی ہے کہ ہمارے منصوبوں میں کمزوریاں ہیں۔"

ماسک مین نے کہا "ٹھیک ہے، انسان سے غلطیاں ہوتی ہیں، لیکن گفتگو کے وقت بڑے چھوٹوں کا لحاظ کیا جاتا ہے۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "ہم مسائل کا حل تلاش کرتے وقت کوئی بڑا چھوٹا عہدیدار نہیں ہوتا۔ اگر ہم کسی کو چھوٹا سمجھ کر نظرانداز کریں گے تو اس کے بہترین مشوروں سے محروم ہوجائیں گے۔"

ماسک مین خاموش رہا۔ وہ اپنی انسلٹ محسوس کر رہا تھا۔ اعلیٰ افسر نے پوچھا "سرگئی! کیا تم نے نئے ڈاکٹر کے خیالات پڑھے؟"

"جی ہاں، وہ ہمارا وفادار ہے۔ محبِ وطن ہے اور ایوان راسکا کا برین آپریشن کرکے اپنی بہترین صلاحیتوں کا مظاہرہ کرنا چاہتا ہے۔"

"اس نے ڈاکٹروں کی ٹیم میں کچھ تبدیلیاں کی ہیں۔ ان اسسٹنٹ ڈاکٹروں اور نرسوں پر بھی نظر رکھو۔ ان کے متعلق معلومات حاصل کرو اور ان سب کے چور خیالات پڑھتی رہو۔ اب تم جاکر آرام کرو۔"

وہ اٹھ کر چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد ان ڈاکٹروں کو بلالیا گیا جو ایوان راسکا کا برین آپریشن کرنے والے تھے۔ ماسک مین نے اعلیٰ افسر سے کہا "میں مانتا ہوں کہ ہم سب فرہاد ولیج آپریشن کا منصوبہ بناکر غلطی کر رہے تھے اور سرگئی شروع ہی سے منصوبے کو غلط کہہ رہی تھی، پھر بھی ہمیں اس کے سامنے اپنی غلطیوں کا اعتراف نہیں کرنا چاہئے۔ وہ ابھی سے سرچڑھ کر بہت بولنے لگی ہے۔"

"وہ بہت نہیں بولتی۔ صرف کام کرتی ہے اور کام کی بات بولتی ہے۔ تم خواہ مخواہ اس کے پیچھے نہ پڑو۔ ایک بات اچھی طرح سمجھ لو۔ تم سے اور ہم سے زیادہ سرگئی اہم ہے۔ میری جگہ کوئی دوسرا چیف آف آرمی اور تمہاری جگہ کوئی دوسرا ماسک مین آجائے گا لیکن سرگئی کی جگہ کوئی دوسری ٹیلی پیتھی جاننے والی ہمیں نہیں ملے گی۔"

دوسرے فوجی افسر نے کہا "ٹیلی پیتھی کے ہتھیار کے سامنے ہم فوجیوں کے جدید ترین ہتھیار کمتر ہیں۔ ہمارے ملک اور قوم کی بھلائی اس میں ہے کہ ہم سرگئی سے کمتر رہیں۔ اسے سر پر چڑھا کر رکھیں۔ جب تک وہ ہمارے ملک کے مفادات میں کام کرتی رہے ہم اسے سجدے کرتے رہیں۔ بدبختی سے باغی ہوجائے تو اسے گولی ماردی جائے۔"

انٹرکام پر اطلاع ملی کی تین ڈاکٹر ملاقات کے لئے آئے ہیں۔ ماسک مین نے کہا "انہیں اندر بھیج دو۔"

چند سیکنڈ کے بعد تین ڈاکٹر وہاں آئے۔ انہیں بیٹھنے کے لئے کہا گیا پھر ماسک مین نے پوچھا "برین آپریشن کی تیاریاں کس مرحلے پر ہیں؟"

ایک ڈاکٹر نے کہا "ایوان راسکا کا پوری طرح طبی معائنہ ہوچکا ہے، آپریشن کے ہر پہلو پر توجہ دی جارہی ہے۔ اب ہم پورے یقین کے ساتھ آپریشن کرسکتے ہیں۔"

"آپریشن کے بعد ماضی بھلادیا جاتا ہے۔ صرف ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں بحال رکھی جاتی ہیں۔ کیا اس طرح کوئی دوسری عادت بھی رہ جاتی ہے؟"

"عادت وہی رہے گی جسے آپریشن کرنے والا ڈاکٹر بحال رکھے گا۔"

"سرگئی ماضی میں ایک زہریلے شخص کو چاہتی تھی۔ اب اسے کسی شخص سے دلچسپی نہیں ہے۔ وہ مَردوں سے کتراتی ہے۔ کیا اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس کے لاشعور میں وہی زہریلا شخص چھپا ہوا ہے؟"

"یقین سے نہیں کہا جاسکتا۔ ہوسکتا ہے کہ آپریشن کرنے والے ڈاکٹر سے کوئی غلطی ہوگئی ہو۔ تنویمی عمل کے ذریعے دماغ میں چھپی ہوئی باتوں کو معلوم کیا جاسکتا ہے۔ آپ سرگئی پر عمل کریں۔ ہوسکتا ہے کہ ایسی باتیں معلوم ہوں جن کا علم خود اس بیچاری کو نہ ہو۔"

دوسرے کمرے میں سرگئی الپا خیال خوانی میں مصروف تھی۔ اعلیٰ افسر کی ہدایات کے مطابق ڈاکٹروں کے چور خیالات پڑھ رہی۔ پھر وہ اس ڈاکٹر کے خیالات پڑھنے آئی جو ماسک مین سے باتیں کرنے آیا تھا۔

ایسے وقت اُسی کے متعلق باتیں ہورہی تھیں۔ ماسک مین ڈاکٹر سے کہہ رہا تھا "سرگئی ماضی میں ایک زہریلے شخص کو چاہتی تھی۔ کیا اس کے لاشعور میں وہی زہریلا شخص چھپا ہوا ہے۔"

اس بات نے سرگئی الپا کو چونکا دیا "کیا میں کسی شخص کو اس قدر چاہتی تھی کہ وہ آج بھی میرے لاشعور میں چھپا ہوا ہے؟ کون ہے وہ؟"

اس نے فوراً ہی ڈاکٹر کی زبان سے کہا "کوئی ضروری نہیں ہے کہ آج وہ مَردوں سے دلچسپی نہیں لے رہی ہے تو آئندہ بھی نہ لے، کیا سرگئی اُسے دل وجان سے چاہتی تھی؟"

اعلیٰ افسر نے کہا "دل وجان سے عورت اس وقت چاہتی ہے جب مرد اُس کے حواس پر چھا جاتا ہے۔ پارس کا زہریلا پیار بھی اسے مدہوش کرتا رہا ہوگا۔"

پارس کے نام سے دل دھڑک گیا۔ اگر وہ اعلیٰ افسر پارس کا نام نہ لیتا، تب بھی وہ زہریلے محبوب کو اب پہچان لیتی کیونکہ اس کا تمام ریکارڈ پڑھ چکی تھی اور ریکارڈ میں اس کے زہریلے ہونے کی تفصیل موجود تھی۔

پہلے اس نے اپنی پچھلی زندگی کے متعلق سنجیدگی سے نہیں سوچا تھا۔ اسے بتایا گیا تھا کہ وہ ایک حادثے میں بری طرح زخمی ہوگئی تھی، اس حادثے میں اس کی یادداشت گم ہوگئی ہے، صرف ٹیلی پیتھی کا علم یاد رہ گیا ہے۔

اس کے مختصر سے حالات یہ تھے کہ اس نے بچپن سے سرکاری یتیم خانے میں پرورش پائی تھی۔ سرکار نے اسے تعلیم دی تھی اور بڑی محنتوں سے اسے ٹیلی پیتھی کا علم سکھایا تھا۔ چونکہ اس کا کوئی رشتے دار نہیں تھا اس لئے وہ آج بھی تنہا رہتی تھی۔

یہ بھید آج کھلا کہ رشتے دار ہو یا نہ ہو، اس کے جسم وجان کا مالک پارس تھا۔ وہ سمجھتی تھی آج تک کسی نے اسے ہاتھ نہیں لگایا ہے۔ آج پتا چلا وہ پارس کے ہاتھوں سے گزر چکی ہے۔ اس حد تک گزر چکی ہے کہ اس نے اپنا زہر اس کی رگ رگ میں بھر دیا ہے۔

اس کی آنکھیں مخمور ہونے لگیں۔ نشے کی سی کیفیت طاری ہونے لگی، دماغ کے کسی گوشے سے زہر پکار رہا تھا۔ اس نے بے خودی میں کروٹ لی۔ پھر بستر سے گر پڑی۔ اچانک ہی ہوش میں آگئی۔ ہوش مندی میں اس نے فیصلہ کیا "نہیں میں دشمن سے پیار

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

نہیں کروں گی۔ لعنت ہے، میں نے کیوں اس کے متعلق سوچا۔ میں اپنے اندر کے باقی ماندہ زہر کو اپنے بدن سے نوچ کر پھینک دوں گی۔"

ایک بڑی سچی بات ہے۔ انسان ہوش مندی میں جتنے فیصلے کرتا ہے وہ درست ہوتے۔ صرف محبت میں ہوش مندی سے فیصلے نہیں ہوتے اس لئے کہ پیار دیوانگی کا نام ہے۔ ہوش مندی کا نہیں۔

اس کے بعد خدا بہتر جانتا ہے۔

O☆O

سونیا ثانی اور علی تیمور مشی گن جھیل سے تیس کلومیٹر دور تھے۔ وہاں ایک کھلونا بنانے والی فیکٹری تھی۔ اس فیکٹری میں چار چھ فٹ کے کھلونا ہوائی جہاز اور کاریں بنائی جاتی تھیں۔ جو ریموٹ کنٹرول کے ذریعے چلائی جاتی تھیں۔ ہوائی جہاز بھی کنٹرولر کے ذریعے مخصوص فاصلے تک اڑائے جاتے تھے۔

میں نے کنگ فرنانڈو سے کہا "میرے بیٹے علی تیمور کو اس کھلونا فیکٹری کی ضرورت ہے۔ اسے ایک فرضی پارٹی کی طرف سے کسی قیمت پر بھی خرید لو، خود سامنے نہ آؤ۔"

کنگ فرنانڈو نے کہا "میں نہیں خریدوں گا۔ تم مطلبی انسان ہو، اپنی ضرورت کے وقت یاد کرتے ہو۔ پھر برسوں نہیں پوچھتے کہ دوست زندہ ہے یا مر چکا ہے۔"

میں نے کہا "میں مر چکا تھا، کچھ روز پہلے زندہ ہوا ہوں۔ اپنے بچوں سے بھی اپنی پُراسرار زندگی چھپاتا رہا لیکن بچوں کی طرح تمہیں بھی یاد کرتا رہا اور چپ چاپ تم لوگوں کے دماغوں میں آتے جاتے خیریت معلوم کرتا رہا۔ تمہیں یاد ہے تم ایک بار انکم ٹیکس کے معاملے میں بری طرح پھنس گئے تھے۔ افسر رشوت لینے پر آمادہ نہیں تھا۔"

"ہاں یار، بڑی مشکل میں پھنس گیا تھا۔ وہ ایماندار افسر رشوت لے کر میرا کام نہیں کرنا چاہتا تھا۔ مجھے کم از کم دس کروڑ ڈالر کا نقصان ہو رہا تھا۔ ایسے وقت میں نے تمہیں بہت یاد کیا تھا۔"

"اس وقت میں تمہارے دماغ میں تھا۔ تمہاری مشکلات معلوم کرنے کے بعد اس افسر کے دماغ میں گیا تھا۔ پھر اسے رشوت لے کر تمہارا کام کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔"

وہ بولا "واقعی جب اس نے میرا کام کیا تو میں حیران رہ گیا کہ اتنا ایماندار افسر راضی کیسے ہو گیا؟"

"میں اس کے دماغ میں رہ کر اسے رشوت کے بغیر بھی راضی کرا سکتا تھا لیکن تم شبہ کرتے کہ یہ ٹیلی پیتھی کا کمال ہے اس لئے میں نے تمہاری جیب سے اسے رشوت کی رقم دلا دی۔"

"یار! تم بہت مکار ہو مگر یاروں کے یار ہو، میں چوبیس گھنٹے کے اندر وہ کھلونا فیکٹری خرید لوں گا۔ اپنے بیٹے کو خوش خبری سنا دو۔"

میں نے اس سے جھوٹ کہا تھا۔ جب تک مردہ کہلاتا رہا کبھی اس کے دماغ میں نہیں گیا۔ بعد میں پتا چلا کہ وہ انکم ٹیکس کے معاملے میں پھنس گیا تھا۔ افسر رشوت لینا نہیں چاہتا تھا۔ دراصل وہ افسر اپنا بھاؤ بڑھا رہا تھا۔ معقول رقم پر بالآخر راضی ہو گیا تھا۔ میں نے اس کامیابی کا سہرا اپنے سر باندھ لیا تھا۔ کنگ فرنانڈو نے خوش ہو کر ایک فرضی بزنس مین کو کھلونا فیکٹری میں بھیجا اور اسے ہر قیمت پر خریدنا چاہا لیکن فیکٹری کے مالک نے اسے بیچنے سے انکار کر دیا۔

میں اس کا انکار سن رہا تھا۔ اس انکار کو اقرار میں بدل سکتا تھا لیکن اس کے دماغ کو آزاد چھوڑنے کے بعد وہ پریشان ہو کر سوچتا کہ ایسی منافع بخش فیکٹری کو اس نے کیوں بیچ دیا۔

میں نے سونیا کو حالات بتائے پھر کہا "اب ایک ہی راستہ ہے کہ میں اس فیکٹری کے مالک کو اپنا معمول بنا لوں لیکن ہمارا بیٹا ٹیلی پیتھی اور تنویمی عمل کا سہارا لینا نہیں چاہتا ہے۔"

سونیا نے کہا "بیٹے کو میں سمجھا دوں گی، اس فیکٹری کا کوئی نیا مالک بھی تو علی کے اشاروں پر چلتا۔ اگر پرانا مالک ہی معمول بن کر اشاروں پر چلے تو اعتراض کی کیا بات ہے۔ ویسے وعدہ ہے کہ ٹرانسفارمر مشین کی تباہی میں ہم علی تیمور کا ساتھ نہیں دیں گے۔ وہ سونیا ثانی کے ساتھ تنہا یہ معرکہ سر کرے گا۔"

میں نے خیال خوانی کے ذریعے علی کو مخاطب کیا، اس نے کہا۔

"یس پاپا! ہم جھیل مشی گن سے تیس کلومیٹر دور ایک ہوٹل میں ہیں۔ یہاں بھی بڑی سخت چیکنگ ہے کہ مسافر کہاں سے آئے ہیں، کیوں آئے ہیں؟ اور یہاں کتنے دنوں تک قیام کریں گے؟"

"تم نے کیا بیان دیا ہے؟"

"ہم جتنا چاہے مستحکم بیان دیں، اس شہر میں مسافروں کو تین دن سے زیادہ ٹھہرنے کی اجازت نہیں ہے اور ہمارا ایک دن گزر رہا ہے۔ صرف دو دن باقی رہ گئے ہیں۔"

"بیٹے! کنگ فرنانڈو نے اس فیکٹری کو خریدنے کی کوششیں کی تھیں لیکن وہ بہت منافع بخش ہے۔ مالک اسے بیچنا نہیں چاہتا اور میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے مجبور نہیں کرنا چاہتا۔ بہتر ہے کہ تم ایک ذرا سا میری ٹیلی پیتھی کا سہارا قبول کر لو۔"

"پاپا! اگر بہت زیادہ مجبور ہو جاؤں گا اور ٹیلی پیتھی کے بغیر گزارہ نہیں ہو گا، تو میں خود آپ سے تعاون چاہوں گا۔"

"لیکن تم دو دنوں میں کیا کر لو گے؟"

"ضروری نہیں ہے کہ کامیابی دو دنوں میں ہو، دو سال بھی لگ سکتے ہیں لیکن یہ میں اپنی کوششوں سے کروں گا۔ ابھی نیویارک چلا جاؤں گا۔ وہاں مین ہٹن میں پارس ہے۔ اس مکار کے ساتھ رہنے سے میں اور تیزی کے ساتھ کام کروں گا۔ آپ اس کا پتا بتائیں۔"

میں نے پتا بتایا۔ پھر پارس کو اطلاع دی کی سونیا ثانی اور علی اس کے پاس پہنچنے والے ہیں۔ اور یہ سوچ لیا کہ کھلونا فیکٹری کے مالک کے پاس آتا جاتا رہوں گا اور اس کے دماغ میں رہ کر علی کے کام آتا رہوں گا۔

جب ثانیہ اور علی اس کی رہائش گاہ میں پہنچے تو پارس موجود نہیں تھا۔ دروازے کے ہینڈل پر چٹ لگی ہوئی تھی "میں ضروری کام سے غیر حاضر رہوں گا۔ یہ دروازہ کھلا ہے۔ یہاں رہو اور موج کرو۔"

اس تحریر کے نیچے پارس کا فرضی نام لکھا ہوا تھا۔ ثانیہ نے پوچھا "یہ وِکی کون ہے؟"

علی نے کہا "پارس ہے۔"

"لیکن تم یقین سے کیسے کہہ سکتے ہو؟"

"میں بچپن سے اپنے بھائی کی تحریر اور اس کا انداز پہچانتا ہوں۔"

وہ دروازہ کھول کر اندر آ گئے۔ اس رہائش گاہ کے ہر حصے کو اچھی طرح گھوم کر دیکھا۔ یہ ان کی عادت تھی، کسی بھی اجنبی جگہ کو پہلے اچھی طرح دیکھ لیتے تھے تاکہ برے وقت میں وہ جگہ انجانی نہ رہے۔ وہاں سے مطمئن ہو کر علی غسل کرنے کے لئے باتھ روم میں چلا گیا۔ ثانیہ دوسرے بیڈ روم میں آ کر اپنی اٹیچی سے لباس نکالنے لگی۔ وہ بھی غسل کر کے لباس تبدیل کرنا چاہتی تھی۔

اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ ثانیہ نے ریسیور اٹھا کر کہا۔

"ہیلو۔"

دوسری طرف سے کسی نے پوچھا "ہیلو، تم کون ہو؟ ابھی تو میں نے کوئی لڑکی سپلائی نہیں کی، تم میرے گاہک کے پاس کیسے پہنچ گئیں؟"

وہ بولی "کیا بکواس ہے، کون ہو تم؟"

"میں ایک سپلائر ہوں، کیا یہ مسٹر پارس کا مکان نہیں ہے۔"

"ہے" اس نے روانی میں اقرار کیا پھر غلطی کا احساس ہوا تو وہ جلدی سے بولی "کون پارس! یہ مسٹر وِکی کا مکان ہے۔ تم نے غلط نمبر ڈائل کیا ہے۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ پارس نے وہاں خود کو وِکی کے نام سے پکار رکھا تھا۔ یہ راز دشمن نہیں جانتے تھے۔ پھر بھی کسی نے سپلائر بن کر ثانیہ سے حقیقت اگلوا لی تھی۔ اور وہ بے اختیار اقرار کر چکی تھی کہ وہ پارس کا مکان ہے۔

گھنٹی کی آواز نے چونکا دیا۔ اس نے سوچتی ہوئی نظروں سے ٹیلیفون کو دیکھا پھر ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو۔"

پھر وہی آواز سنائی دی "اے لڑکی! تم کون ہو، بڑی آسانی سے رانگ نمبر کہہ کر لائن کاٹ دی۔ تم جسے وِکی کہتی ہو، وہ ہمارے پارس صاحب ہیں۔ میں ان کا خاص آدمی ہوں۔ صرف میں ہی صاحب کے لئے روز ایک نئی لڑکی سپلائی کرتا ہوں۔ مجھے سچ سچ بتاؤ، تمہیں کسی سپلائر نے بھیجا ہے؟"

"میں تمہارا منہ توڑ دوں گی، میں کوئی بازاری لڑکی تو نہیں ہوں۔"

"بازاری نہیں ہو یعنی کہ پرائیویٹ ہو۔"

"گدھے کے بچے! اگر تم سامنے ہوتے تو میں تمہارا سر توڑ دیتی۔"

"تم؟ تم اور میرا سر توڑو گی؟ میں ابھی آ رہا ہوں۔ میرا دھندا چوپٹ کرنے والی کوئی لڑکی اس شہر میں نہیں رہے گی۔"

ثانیہ نے ریسیور رکھ دیا۔ تیزی سے چلتی ہوئی اس بیڈ روم سے نکل کر دوسرے بیڈ روم میں آئی پھر باتھ روم کے دروازے پر دستک دیتے ہوئے بولی "میری آواز سن رہے ہو؟"

اندر شاور سے پانی گرنے کی آواز آ رہی تھی۔ پھر وہ آواز بند ہو گئی۔ علی نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

وہ بولی "تمہارا بھائی عیاش ہے، بدمعاش ہے۔"

"آخر ہوا کیا؟"

"ابھی کسی سپلائر نے فون کیا تھا۔ وہ ذلیل مجھے بازاری سمجھ رہا تھا۔" علی ہنسنے لگا، وہ بولی "تمہیں پارس کی گمراہی پر ہنسی آ رہی ہے۔"

"اور کیا رونا شروع کر دوں۔"

"وہ آ رہا ہے۔"

"کون، پارس؟"

"نہیں وہ سپلائر آ رہا ہے۔"

"آنے دو، اچھی طرح اس کی پٹائی کر دینا۔"

"میں تو اس کے ہاتھ پاؤں توڑ کر اسپتال پہنچا دوں لیکن یہاں ہمارا کام بگڑ جائے۔ تمہیں پارس کو ایسی گمراہی سے باز رکھنا چاہئے۔ توبہ توبہ وہ سپلائر کہہ رہا تھا، روز ایک لڑکی یہاں آتی ہے۔ یہ کتنے شرم کی بات ہے۔"

"تم چلو، میں آ رہا ہوں۔"

وہ دوسرے بیڈ روم کی طرف جانے لگی۔ اسی وقت کال بیل کی آواز سنائی دی۔ وہ ڈرائنگ روم میں آئی۔ پھر بیرونی دروازے کو کھول دیا۔ سامنے ایک اَدھیڑ عمر کا شخص کھڑا ہوا تھا۔ وہ جلدی سے اندر آ کر ثانیہ کو سر سے پاؤں تک دیکھنے لگا، وہ بولی "کون ہو تم؟"

وہ بولا "میں نے آواز سے پہچان لیا ہے۔ ابھی تم ہی فون پر بول رہی تھیں۔ میں بڑے غصے میں آیا تھا۔ مگر تمہارے جگمگاتے ہوئے حسن کو دیکھ کر ٹھنڈا پڑ گیا ہوں۔ بائی گاڈ! کیا روپ ہے، کیا رنگ ہے، تمہیں دیکھ کر جی چاہتا ہے پھر کسی کو نہ دیکھوں، آنکھیں پھوڑ لوں۔"

"میں تمہاری آنکھیں پھوڑ دوں گی۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

یہ کہتے ہی اس نے ایک الٹا ہاتھ رسید کیا۔ اس نے ذرا سا مُنہ گھمالیا۔ طمانچے سے بچ گیا پھر بولا "شرم نہیں آتی' لڑکی ہو کر ہاتھ چلاتی ہو۔"

ثانیہ نے گھوم کر کک ماری۔ اس کی لات ہوا میں گھومتی ہوئی اس کے ہاتھوں میں آگئی۔ وہ پاؤں کو سہلاتے ہوئے بولا۔ "ہائے' کتنے خوب صورت پاؤں ہیں' انہیں منہ پر نہیں پڑنا چاہئے۔ کلیجے پر رکھ کر چلنا چاہئے۔"

علی بھی ڈرائنگ روم میں آگیا تھا اور یہ تماشا دیکھ رہا تھا۔ ادھر وہ کہہ رہا تھا "لڑکی! تم جو کوئی بھی ہو' تم نے فون پر اعتراف کیا ہے کہ یہ پارس کا مکان ہے۔ میں کوئی سپلائر نہیں ہوں' انٹیلی جنس کا ایک جاسوس ہوں' پارس کو میرے سامنے لاؤ۔"

پھر اس نے علی تیمور کو دیکھ کر کہا "ویلکم مسٹر پارس! اگرچہ تم نے اپنا چہرہ بدلا ہوا ہے لیکن تمہارے پارس ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ تمہارے ساتھ ایک حسینہ ضرور ہوتی ہے۔"

علی نے ترکی زبان میں ثانیہ سے پوچھا "کیا تم نے اعتراف کیا تھا کہ یہ پارس کا مکان ہے؟"

وہ بولی "یہ بہت مکار ہے۔ اس نے کچھ اس انداز میں گفتگو چھیڑی تھی کہ میں نے بے اختیار اعتراف کرلیا تھا۔"

جاسوس نے ریوالور نکال کر کہا "اے' یہ تم لوگ کون سی زبان بول رہے ہو۔ خبردار' ہماری زبان بولو!"

علی اس کی طرف بڑھنے لگا۔ اس نے دھمکی دی "رک جاؤ ورنہ گولی ماردوں گا۔ یہ لڑکی شادی سے پہلے بیوہ ہو جائے گی۔"

علی نے ریوالور ایک طرف ہٹا کر اس کا ایک کان پکڑ لیا پھر ثانیہ سے کہا "اس نے تمہاری جیسی حاضر دماغ لڑکی سے اعتراف کرالیا پھر بھی تم پہچان نہ سکیں ہم نے ماسٹر دانشورود کی کے طریقہ کار کے مطابق اس پر حملے کئے' یہ بچ گیا کیونکہ یہ ہمارے ماسٹر کا ہونہار شاگرد ہے اور ان کے ہر داؤ پیچ کا توڑ جانتا ہے۔"

ثانیہ نے گھونسا دکھا کر کہا "تم؟ تم پارس؟ مجھے الو بنا رہے تھے' میں تمہارا منہ توڑ دوں گی۔"

علی نے کان چھوڑ دیا۔ پارس نے ثانیہ کے بالکل سامنے آکر کہا "میرا منہ توڑ دو' ورنہ ــــــ"

وہ بولی "دیکھو علی! یہ کیسی باتیں کر رہا ہے۔"

علی نے کہا "ایسی باتیں نہیں کرے گا' تم اپنے دعوے کے مطابق اس کا منہ توڑ دو۔"

ثانیہ نے گھونسا اٹھایا۔ پارس نے منہ اور آگے کر دیا۔ وہ ہنسنے لگی۔ پھر اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی "میں تمہارے بھائی کی امانت ہوں۔"

"تمہیں پتا نہیں ہے کہ میں شریف بدمعاش ہوں۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی "یہ شریف بدمعاش کیا ہوتا ہے؟"

"میں بدمعاشی بعد میں کرتا ہوں۔ پہلے شرافت کا ثبوت دیتا ہوں۔"

اس نے ثانیہ کے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں لیا پھر اس کی پیشانی کو چوم کر کہا "اب میں ایک چال چلوں گا' علی کو تم سے دور کردوں گا پھر تمہارے سامنے ٹھنڈی آہیں بھرتا رہوں گا۔"

ثانیہ نے اسے دھکا دے کر الگ کرتے ہوئے کہا "ایک بار دھوکا کھا گئی' دوسری بار ایسا چکر دوں گی کہ میرے سامنے کان پکڑو گے' توبہ کرو گے۔ علی کو مجھ سے دور کرنے کی بات ایسے کہہ رہے ہو جیسے علی نادان بچے ہیں اور تمہاری چال میں آجائیں گے۔"

علی نے کہا "ثانیہ! کیوں اس کے منہ لگ رہی ہو کیا ہو گیا ہے تمہاری ذہانت کو؟ یہ تمہیں خواہ مخواہ چیلنج میں الجھا رہا ہے اور تمہیں کوئی کام کی بات سوچنے کا موقع نہیں دے رہا ہے۔"

ثانیہ نے پوچھا "مجھے یہ بتاؤ' تم نے پارس کو کیسے پہچانا؟ کیا اس کی حرکتوں سے۔"

"میں اسے لاکھوں میں پہچان سکتا ہوں۔ تم بھی اس کی خاص پہچان یاد رکھو۔ اس کی آنکھیں سانپ کی طرح کھلی رہتی ہیں۔ یہ پلکیں نہیں جھپکتا ہے۔ مرضی ہو تو آنکھیں بند کرتا یا پلکیں جھپک لیتا ہے۔"

"واقعی میں اسے دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ اس میں کوئی غیر معمولی بات ہے۔"

"بس اب کام کی باتیں کرو' میری تعریفیں نہ کرو۔"

"یہ تعریف ہے تمہاری؟ انسان پیدا ہوئے اور سانپ بن گئے۔"

علی نے کہا "تم دونوں یہاں سے جاؤ اور مجھے پلاننگ کرنے دو۔"

پارس نے کہا "پلاننگ کیا کرنا ہے۔ تمہیں دو ہزار طیاروں کی ضرورت ہے' وہ مل جائیں گے۔"

"کیسے مل جائیں گے؟"

"بھئی کھلونا طیارے ہیں۔ انہیں خریدنے پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ ہم وہ طیارے دوسرے ملکوں میں لے جا کر فروخت کرنے کے لئے فیکٹری والوں سے خریدیں گے۔"

علی نے کہا "میں ان میں اہم تبدیلیاں کروں گا۔ ان تبدیلیوں کے دوران دو ہزار طیارے کہاں رکھے جائیں گے؟"

"انکل فرنانڈو نے ایک منافع بخش کمپنی خریدنے کی کوشش کی تھی۔ جبکہ دیوالیا فیکٹری آسانی سے خریدی جاسکتی ہے۔ مشی گن جھیل سے پچیس میل کے فاصلے پر ایسی ایک دیوالیا فیکٹری ہے جو خالی پڑی رہتی ہے۔"

"یہ ہوئی کام کی بات۔ وہ فیکٹری خریدلی جائے تو ہم بڑی سہولتوں سے کھلونا طیاروں میں تبدیلیاں کرسکتے ہیں۔"

پارس نے فون پر لیلیٰ سے رابطہ کیا۔ لیلیٰ نے کنگ فرنانڈو سے ...الیا فیکٹری خریدنے کو کہا۔ دو دنوں کے اندر اسے خرید لیا گیا۔ ...بابا صاحب کے اداروں سے تعلق رکھنے والے جتنے لوگ تھے ...' فیکٹری کے مزدوروں کی حیثیت سے بلالیا گیا تاکہ انکوائری ...نے والوں کو اطمینان ہو کہ ایک نئی فیکٹری ابتدائی مراحل سے ...زررہی ہے۔

فیکٹری میں علی' پارس اور ثانیہ مصروف رہتے تھے۔ جو ...ارے خریدے جارہے تھے' ان کی قوتِ پرواز اتنی بڑھائی جارہی ...کہ وہ پچیس میل تک آسانی سے پرواز کرسکیں اور اس میں ...یے خفیہ کیمرے نصب کئے جارہے تھے جو فیکٹری میں رہنے والوں ...ٹی وی اسکرین پر یہ منظر دکھاتے تھے کہ وہ کہاں کہاں سے پرواز ...رہے ہیں۔

علی اور پارس اچھے خاصے انجینئر تھے۔ ثانیہ نے بھی علی کے ...تھ رہ کر بہت کچھ سیکھا تھا۔ ہر کام میں مستعدی اور ہنرمندی سے ...کا ہاتھ بٹا رہی تھی۔ پہلے انہوں نے آزمائش کے طور پر رات کی ...ریکی میں ایک طیارے کو پرواز کرایا۔ اُس کی پرواز کے دوران ...یوٹر بتاتا رہا کہ وہ کتنے کلومیٹر جارہا ہے اور کیمرے کے ذریعے ...کرین پر کبھی اندھیرا اور کبھی دور دراز کی روشنیاں نظر آتی رہیں۔ ...بڑی حد تک کامیابی ہوئی۔ جو تھوڑی بہت خامیاں رہ گئی ...یں اسے دور کرنے میں کچھ روز لگ گئے۔ مجموعی طور پر اس کام ...ایک ماہ گزر گیا۔ ایک رات وہ تین بڑے ٹرک میں طیارے ...لے کر نکلے۔ ان کی مدد کے لئے بابا صاحب کے ادارے کے لوگ ...جود تھے۔ ہر ایک نے ایک سو طیاروں کی پرواز کو قابو میں رکھنے ...الا بڑا ریموٹ کنٹرولر ہاتھوں میں لیا ہوا تھا۔ کنٹرولر میں ہر ...ارے کا مخصوص بٹن تھا۔ بٹن کو دبانے سے طیارہ پختہ زمین یا ...ک پر دوڑتا ہوا فضا میں بلند ہو کر پرواز کرتا تھا۔

علی اور پارس نے کئی دن پہلے اپنے لوگوں کو سمجھا دیا تھا کہ ...ن کس سمت جائے گا اور کسی علاقے سے اپنے طیارے اڑائے ...طے شدہ پروگرام کے مطابق سب ایک دوسرے سے الگ ...گئے اپنے ریموٹ کنٹرول سے تعلق رکھنے والے طیارے ساتھ ...لے گئے۔

مشی گن جھیل کے خفیہ اڈے میں فوج کے جوان اور ...ران پوری طرح الرٹ تھے۔ وہاں کے حکام نے سوچا تھا کہ ...انسفارمر مشین کی جگہ تبدیل کردی جائے لیکن مارشل ڈی مورا ...اس کے مشیروں نے کہا تھا' حالات سازگار نہیں ہیں۔ مشین ...دوسری جگہ منتقل کرتے وقت دشمن اسے تباہ کرسکتے ہیں۔ وہ ...ی جہاں ہے' وہاں ہر طرح محفوظ ہے۔ اس مشین کے آس پاس ...دور تک ایک مکھی بھی اڑ کر نہیں جاسکتی۔

بے شک و شبہ حفاظتی انتظامات بے مثال تھے لیکن ایک ...پنی عقل سے بندوق کی گولی بناتا ہے تو دوسرا انسان اپنی ذہانت سے بلٹ پروف جیکٹ بنا کر بندوق کی گولی سے بچ جاتا ہے۔ تیسرا انسان ریموٹ کنٹرولر سے دھماکے کرکے اسے بلٹ پروف جیکٹ کے ساتھ ہلاک کردیتا ہے۔

یہ سب انسانی عقل کے تماشے ہیں۔ جب تماشا سامنے آتا ہے تب سمجھ میں آتا ہے کہ دوسرے بھی سیر پر سوا سیر ہوتے ہیں۔ مشی گن جھیل کے فوجیوں نے اس رات حیرت انگیز تماشا دیکھا۔ ایک ساتھ ہزاروں کھلونا طیارے اڑتے ہوئے آئے تھے۔ علی تیمور نے ان طیاروں کو بے آواز بنانے کی ہر ممکن کوشش کی تھی۔ دور سے ان کی آوازیں سنائی نہیں دیتی تھیں۔ جب وہ قریب آئے تو ہلکی ہلکی آوازوں نے انہیں چونکا دیا۔ انہوں نے صورتِ حال کو سمجھنے کے لئے اس علاقہ کو ہیڈ لائٹس اور سرچ لائٹس سے روشن کردیا۔ پھر حیران رہ گئے۔ ہزاروں کھلونا طیارے سروں پر پہنچ گئے تھے۔ خفیہ اڈے کے روشندانوں سے داخل ہو رہے تھے اور دروازے پر پہنچ کر دھماکے کر رہے تھے۔

ادھر طیاروں کو کنٹرول کرنے والے اسکرین پر دیکھ رہے تھے۔ جب ایک طیارہ دروازے پر پہنچا تو بٹن دبا کر اسے روک دیا گیا۔ طیارے میں بڑی قوت کے بم رکھے گئے تھے۔ ان بموں کا نظام ایسا تھا کہ طیارے کے رکتے ہی وہ پھٹ پڑتے تھے۔ ایک طیارے کے پھٹنے سے زبردست دھماکا ہوا دروازہ ٹوٹ گیا۔ خفیہ اڈے کے اندر جانے کا راستہ کھل گیا کئی طیارے اندر جانے لگے۔

تمام فوجی تذبذب میں رہے کہ کیا کریں اور کیا نہ کریں' طیاروں کو مار گرانے کا مطلب یہ ہوتا کہ ان کے اندر رکھے ہوئے بم پھٹ کر دور تک تباہی پھیلاتے تھے۔ لیکن وہ بے آواز ہونے کی وجہ سے قریب آگئے تھے۔

اسکرین پر ٹرانسفارمر مشین نظر آرہی تھی۔ طیارے اس مشین کے نیچے اور اندر گھس کر پھٹ رہے تھے اور اس کے پرزے پرزے کر رہے تھے پھر ان پرزوں کے پرزے کرتے جارہے تھے۔

اس مشین کی حفاظت کرنے والی فوج دور بھاگ رہی تھی' حملہ کچھ اس انداز سے کیا گیا تھا کہ اب مشین کو بچانے کا کوئی چانس نہیں رہا تھا' صرف اپنی جانیں بچائی جاسکتی تھیں۔ اس لئے وہ بھاگ رہے تھے اور دور جا کر طیاروں پر فائر کر رہے تھے۔

ان طیاروں میں کوئی پائلٹ نہیں تھا۔ وہ کھلونا تھے۔ ایک گڑیا بڑی معصوم ہوتی ہے۔ ہماری معصوم بیٹیاں ان سے کھیلتی ہیں لیکن اسی گڑیا میں ایک بم رکھ دیا جائے تو پھر وہ کھلونا نہیں رہتی۔ موت بن جاتی ہے۔ موت تو کسی بہانے سے بھی آسکتی ہے کھلونوں کے بہانے سے بھی چلی آتی ہے۔ یہ عقل کا کھیل ہے۔

علی تیمور نے دشمنوں کو کھلونا طیاروں سے سمجھا دیا کہ ذہانت اور حکمتِ عملی کیا ہوتی ہے؟

وہ ہوتی ہے' جو کسی کسی کے حصے میں آتی ہے۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

مشی گن جھیل کا منظر کچھ یوں ہو گیا تھا جیسے خوب صورت دیدہ زیب اور مہنگے لباس کے چیتھڑے اڑا دیے گئے ہوں۔ یا بہت ہی بلند و بالا عمارت کو اس طرح کھنڈر بنا دیا گیا ہو کہ اس کی ایک اینٹ بھی سلامت نہ رہی ہو۔ بالکل وہی نقشہ مشی گن جھیل کا ہو گیا تھا۔ کوئی اس جگہ کو اب جھیل کے حوالے سے پہچان نہیں سکتا تھا۔

وہاں کی فضا میں کئی ہیلی کاپٹر پرواز کر رہے تھے۔ فوجی گاڑیوں کی آمدورفت کا سلسلہ ختم نہیں ہو رہا تھا۔ اعلیٰ حکام اور افسران اس تباہی کا منظر آنکھوں سے دیکھنے آ رہے تھے اور دیکھ کر بھی خود کو جھوٹی تسلی دے رہے تھے کہ ایسا نہیں ہوا ہے' یہ محض ایک خواب ہے۔ کوئی بازو میں چٹکی لے گا تو آنکھ کھل جائے گی۔

ساری دنیا کے اخبارات سے تعلق رکھنے والے صحافی اور فوٹو گرافرز وہاں صحیح حالات معلوم کرنے آئے تھے۔ لیکن کسی کو اس علاقے میں قدم رکھنے کی اجازت نہیں دی جا رہی تھی۔ بین الاقوامی نشریاتی رابطے کا پورا عملہ وہاں موجود تھا۔ اس کے نمائندے پورا زور لگا رہے تھے کہ انہیں اجازت مل جائے۔

مارشل ڈی مورا نے کہا "ابھی ہم تخریب کاروں کے خلاف ثبوت تلاش کر رہے ہیں' وہاں زیادہ افراد کی آمدورفت سے ثبوت مٹ جائیں گے۔ یا ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن تم لوگوں کو آلۂ کار بنا کر ثبوت مٹا دیں گے۔"

نمائندے نے کہا "آپ درست فرما رہے ہیں لیکن ہم اس علاقے میں قدم نہیں رکھیں گے۔ ہیلی کاپٹر میں پرواز کر کے کیمروں کے ذریعے یہاں کا منظر ٹی وی اسکرین پر پیش کریں گے۔"

مارشل نے کہا "مجھے افسوس ہے' ابھی ہم تباہی کا یہ منظر دنیا والوں کے سامنے نہیں لائیں گے۔ پلیز' دو چار گھنٹے انتظار کرو۔"

ایک نمائندے نے کہا "آج سے ایک ماہ پہلے جب فرہاد ولیج پر بمباری کی گئی تھی تو ہمیں فوراً وہاں کیمرا رپورٹ کی اجازت مل گئی تھی۔ ہم دنیا والوں کو تازہ ترین صورتِ حال سے آگاہ کرتے ہیں۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ آپ ہمیں ہمارے فرائض سے کیوں روک رہے ہیں۔"

اس بات کے پیچھے یہ یاددہانی تھی کہ تم نے فرہاد ولیج میں جو تباہی پھیلائی اس کا نتیجہ تمہارے سامنے آ چکا ہے۔ ایک فوجی افسر نے نمائندے کو گھور کر پوچھا "تم یہاں فرہاد ولیج کا حوالہ کیوں دے رہے ہو؟"

وہ بولا "اگر آپ حقیقت چھپائیں گے تو ساری دنیا کے اخبارات یہی کہیں گے۔"

مارشل ڈی مورا نے کہا "پہلے ہمارے درمیان ایک خفیہ میٹنگ ہو گی۔ اس میٹنگ کے دوران کیمرا آن نہیں ہو گا اور نہ ہی ہماری گفتگو ریکارڈ کی جائے گی۔"

"بین الاقوامی نشریاتی رابطے کی اہمیت اسی میں ہے کہ بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی بات ریکارڈ کی جائے اور اسے اسکرین پر پیش کیا جائے۔ بہرحال آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ آیئے' پہلے ہم پرائیویٹ گفتگو کر لیں۔"

وہ سب ایک فوجی خیمے میں آ کر بیٹھ گئے۔ مارشل نے کہا۔ "ابھی تم نے فرہاد ولیج کا حوالہ دیا تھا۔ اس ولیج میں دو چار مکانات تباہ ہوئے تھے' یہاں تو آہنی مشین کے پرزے پرزے کر دیے گئے ہیں' مشین اور خفیہ اڈے کی کوئی چیز سلامت نہیں رہی۔ کیا آپ ہم سے ایک تعاون کریں گے؟"

"کیسا تعاون؟"

"آپ کو یاد ہو گا' سونیا اور فرہاد نے چیلنج کیا تھا کہ وہ ہم سے جرمانہ بھی وصول کریں گے اور ہمیں بھاری نقصان بھی پہنچائیں گے۔"

"ہاں' انہوں نے ایسا چیلنج کیا تھا۔"

مارشل نے کہا "آپ اس چیلنج کا حوالہ دے کر اس بات کو پوری دنیا میں اچھال دیں کہ انہوں نے اپنے وعدے کے مطابق انتقامی کارروائی کی ہے۔ کروڑوں ڈالر کی مشین کو تباہ کیا ہے اور ہزاروں فوجیوں کو ہلاک کیا ہے۔"

"ہم ثبوت کے بغیر ایسی باتیں کریں گے تو وہ قابلِ قبول نہیں ہوں گی۔ اسی لئے ہماری درخواست ہے کہ ہمیں تباہ شدہ علاقے میں جانے کی اجازت دیں۔ ہم اس تباہی کے منظر کو اسکرین پر پیش کرتے ہوئے جو بات کہیں گے وہ سننے اور دیکھنے والوں کو متاثر کرے گی۔"

مارشل نے کہا "ہماری ملٹری انٹیلیجنس دشمنوں کے خلاف ثبوت حاصل کرنے کی بھرپور کوششیں کر چکی ہے لیکن دشمن بے حد مکار ہیں۔ انہوں نے اس انداز سے حملے کئے تھے کہ واپسی میں ان کے خلاف کوئی بھی ثبوت باقی نہیں رہا۔"

ایک نے پوچھا "یہاں جو دشمن حملہ کرنے آئے تھے ان میں سے کوئی تو گرفتار ہوا ہو گا۔"

"ان کا حملہ بہت ہی غیر معمولی اور انوکھا تھا۔ ادھر ایک بھی دشمن نہیں آیا۔ صرف ان کے کھلونا طیارے ریموٹ کنٹرول کے ذریعے آئے۔ ان طیاروں میں بھاری قوت کے بم رکھے گئے تھے جو مخصوص تکنیک کے مطابق اپنے نشانے پر پہنچ کر پھٹ پڑتے تھے۔"

ایک نمائندے نے حیرانی سے پوچھا "کھلونا طیاروں سے اتنا زبردست حملہ' ایسی زبردست تباہی؟"

"ہاں' ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ دشمن کھلونوں کو ہماری تباہی کا سامان بنا دیں گے۔"

"کیا ان طیاروں کو زمین سے مار گرانے کے انتظامات نہیں

تھے؟"

"سارے انتظامات تھے لیکن وہ طیارے ہزاروں کی تعداد میں تھے اور بے آواز تھے۔ بہت قریب آنے پر ہلکی ہلکی بھنبھناہٹ سنائی دی تھی۔ لیکن اس وقت تک دیر ہو چکی تھی۔ وہ سروں پر پہنچ کر پھٹ رہے تھے۔ فوجیوں کو بھاگنے پر مجبور ہونا پڑا۔ اگر وہ فرار نہ ہوتے تو مشین کے ساتھ نابود ہو جاتے۔ ویسے خفیہ اڈے کے اندر مشین کے پاس ڈیوٹی دینے والے سپاہی اور افسران سیکڑوں کی تعداد میں ہلاک ہو گئے ہیں۔ ان کی لاشیں اسکرین پر دکھائی جا سکتی ہیں۔"

"تو پھر ہمیں کیمرا آن کرنے کی اجازت ہے؟"

"ذرا صبر کریں۔ ہمارا ایک اہم اجلاس منعقد ہو رہا ہے' میں وہاں جا رہا ہوں۔ اجلاس میں جو فیصلہ ہو گا اس کے مطابق آپ لوگوں کو رپورٹنگ کی اجازت دی جائے گی۔"

"ہم تازہ ترین معاملات کو باسی رپورٹ نہیں بناتے ہیں۔ ہمارے دوسرے نمائندے اپنے عملے کے ساتھ فرہاد ولیج میں موجود ہیں۔ وہ سونیا اور فرہاد کے نقطۂ نظر سے مشین کی تباہی کی خبر نشر کریں گے۔"

مارشل ڈی مورا نے ناگواری سے کہا "یہ ہمارے ملک کا اندرونی معاملہ ہے۔ ہم تمہیں فرہاد کے نقطۂ نظر سے اس معاملے کو پیش کرنے کی اجازت نہیں دیں گے۔"

"آپ اپنے ملک میں اجازت نہ دیں' دوسرے ملکوں میں ہمیں اپنے فرائض ادا کرنے سے کیسے روکیں گے؟"

"یہ مت بھولو کہ بین الاقوامی رابطے کا یہ شعبہ ہمارے ہی قدم سے ہے۔ ہم اسے چند منٹوں میں ختم کر سکتے ہیں۔"

"بے شک' آپ مائی باپ ہیں۔ آپ کی حکومت ہمارے پورے شعبے کو ختم کر سکتی ہے۔ لیکن یہ تو سوچیں! اگر اسی طرح دوسرے بڑے ممالک بھی اپنے ہاں کی اہم خبروں کو روکنا شروع کر دیا اور اس سلسلے میں آپ پر الزام دیتے رہے تو آپ کی پوزیشن دنیا والوں کے سامنے کیا ہو گی؟"

وہ درست کہہ رہا تھا اور درست باتوں پر بحث نہیں کی جاتی۔ مارشل وہاں سے اٹھ گیا۔ اس اجلاس میں آ گیا جہاں ملک کے اعلیٰ حکام' فوجی افسران اور دوسرے اکابرین موجود تھے۔ ایک اعلیٰ حاکم نے مارشل سے پوچھا "یہ سب کیسے ہو گیا؟"

وہ بولا "یہاں انٹیلیجنس کے ڈائریکٹر صاحب تشریف رکھتے ہیں۔ یہ صحیح بات بتا سکتے ہیں۔ حملہ آوروں نے اپنے پیچھے کوئی ثبوت نہیں چھوڑا ہے۔"

"دشمنوں کے پاس ہزاروں کھلونا طیارے کہاں سے آ گئے؟"

"مشی گن جھیل سے پچیس میل دور ایک کھلونا فیکٹری ہے۔ وہاں ایسے طیارے بنائے جاتے ہیں۔ ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ دشمن کھلونوں کو دوسری جنگِ عظیم کے طیاروں سے زیادہ خطرناک بنا دیں گے۔ انہوں نے وہ جنگ لڑی ہے جس کے متعلق ہم کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ انہوں نے جس چالاکی سے ہمیں اتنا بڑا نقصان پہنچایا ہے اس کی مثال نہیں مل سکتی۔ جس انداز میں دشمنی کی گئی ہے اس کے نتیجے میں ہم کسی کو الزام نہیں دے سکتے۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا "بات ابھی الزام دینے کی نہیں ہے۔ اپنی نااہلی کی ہے۔ ایسا کیوں ہوتا ہے کہ ہم فرہاد کے مقابلے میں اکثر نقصان اٹھاتے ہیں؟"

دوسرے حاکم نے کہا "اس نے ایک ماہ پہلے چیلنج کیا تھا' آج یہ صورتِ حال ہمارے سامنے ہے۔ اگر آپ اس کے چیلنج کے پیشِ نظر یہاں کے حفاظتی انتظامات پر نظرِ ثانی کرتے' اس کے ہر پہلو پر غور کرتے تو کھلونا فیکٹری کی طرف بھی دھیان ضرور جاتا۔"

تیسرے حاکم نے کہا "فرہاد اور اس کے بیٹے انسان ہیں۔ جو تدبیر اُن کے دماغوں میں آ سکتی ہے وہ ہم اور آپ بھی سوچ سکتے ہیں لیکن اس لئے نہیں سوچتے کہ اپنے ناقص حفاظتی انتظامات سے بالکل مطمئن ہو جاتے ہیں۔"

مارشل نے کہا "کوئی ضرورت نہیں ہے کہ ایک دوسرے کی حکمتِ عملی سمجھ میں آ جایا کرے۔ جو ہو چکا ہے اس کی تمام ذمے داری مجھ پر نہ رکھی جائے۔ ہمارے بہترین مشیروں' فوجی اور انٹیلیجنس کے بڑے عہدیداروں کی پلاننگ سے وہ مشین وہاں رکھی گئی تھی۔"

ایک نے تائید کی "ہاں' الزام تو بہت سے عہدیداروں پر آئے گا۔ لیکن سانپ نکل گیا ہے' لکیر پیٹنے سے فائدہ کیا ہو گا؟"

دوسرے نے کہا "ہمارے حفاظتی انتظامات میں کوئی کمی نہیں تھی۔ جب تمام اقدامات ہر پہلو سے ٹھوس اور مستحکم ہوں اور اس کے باوجود نقصان اٹھانا پڑے تو ایسے میں مقدر کو ماننا پڑتا ہے۔ یا پھر دشمن کی ذہنی برتری کو تسلیم کرنا پڑتا ہے۔"

ایک نے کہا "میرا خیال ہے' ہم اپنے نقصانات کا ماتم کرنے میں وقت ضائع نہ کریں' کام کی باتیں کریں۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا "میں ایک کام کی بات پوچھتا ہوں۔ جب سے دنیا آباد ہوئی ہے' تمام جانداروں کے لئے موت اٹل ہے۔ موت سے کسی کو نجات نہیں ہے' کیا فرہاد بھی ہمارے لئے موت کی طرح اٹل ہو گیا ہے؟"

"کچھ ایسا ہی لگتا ہے۔ وہ جب چاہتا ہے اپنے چیلنج کے مطابق کر گزرتا ہے۔ وہ ہمارا پہلا اور آخری مسئلہ بن گیا ہے۔ جتنی جلد ممکن ہو اُسے ختم کرنا ہو گا ورنہ ہماری مزید تباہی آنکھوں کے سامنے ہے۔"

"بات صرف تباہی کی نہیں ہے۔ ہم سپرپاور کہلاتے ہیں۔ دنیا کے آخری سرے تک ہمارا رعب اور دبدبہ طاری رہتا ہے۔ ہم بہت اونچی اڑان اڑتے ہیں لیکن فرہاد ہماری اڑان کے غبارے سے ہوا نکال دیتا ہے۔ ہمارا رعب اور دبدبہ' ہماری شان و شوکت دو

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کوڑی کی ہو جاتی ہے۔ اس پہلو سے ہمیشہ ہماری توہین ہوتی ہے۔"

دوسرے نے کہا "آج فرانس ہمارے دباؤ میں نہیں ہے۔ کیونکہ اسے فرہاد کی حمایت حاصل ہے۔ کل کو دوسرے تیسرے ممالک بھی فرہاد کو دوست بنا کر ہماری برتری سے انکار کردیں گے۔"

"پانی سر سے گزر چکا ہے۔ اپنی برتری قائم رکھنے کے لئے ہمیں ہر حال میں فرہاد کو کم تر بنانا ہوگا۔ وہ مٹی میں ملے گا تو ہمارا سر آسمان سے لگے گا۔"

ہولی مین نے کہا "ہم نے ابتدا ہی سے فرہاد کو اہمیت دی ہے جس کے نتیجے میں آج وہ بہت زیادہ اہمیت حاصل کرچکا ہے۔ میں نے فرہاد ویلج پر حملے کی مخالفت کی تھی۔ آپ حضرات غور فرمائیں، ہمارے ناکام حملوں نے فرہاد ویلج کو آہنی قلعہ ثابت کرکے اُن کی اہمیت اور بڑھادی ہے۔ مارشل ڈی مورا اور جان لیبوڈا نے دعویٰ کیا تھا کہ وہ اپنے پیچھے کوئی ثبوت نہیں چھوڑیں گے لیکن ثبوت چھوڑ کر فرہاد کو مظلوم اور ہمیں ظالم ثابت کردیا۔"

مارشل نے ناگواری سے پوچھا "کیا ہم نے جان بوجھ کر ایسا کیا تھا؟"

"غلط پلاننگ مارشل! تسلیم کرو۔ وہ اپنے پیچھے کوئی ثبوت نہیں چھوڑتے تم چھوڑ دیتے ہو۔ وہ اپنی ساکھ برقرار رکھتے ہیں تم ہماری ساکھ بگاڑ دیتے ہو۔ تسلیم کرو کہ وہ ذہانت میں اور انتقامی کارروائیوں میں تم سے برتر ہیں۔"

ایک حاکم نے کہا "مارشل! ہم تمہاری انسلٹ نہیں کررہے ہیں۔ یہاں کی چار دیواری میں تمہاری غلطیوں کی نشاندہی کررہے ہیں۔ آئندہ محتاط رہو۔ دشمنوں کو ایسا سبق سکھاؤ کہ انہیں بچاؤ کا راستہ نہ ملے۔"

دوسرے نے کہا "آئندہ ان کی خلاف کوئی منصوبہ جب تک جامع اور ٹھوس نہ ہو اور اس پر عمل کرنے کے طریقۂ کار پر ہم سب متفق نہ ہوں تب تک آپریشن اسٹارٹ نہ کیا جائے۔"

ہولی مین نے کہا "موجودہ صورتِ حال کے پیشِ نظر ٹرانسفارمر مشین کی تباہی کا الزام فرہاد پر عائد نہیں کرنا چاہئے۔"

"بے شک، ہم محض قیاس آرائی کی بنا پر اُسے مجرم ثابت نہیں کرسکیں گے۔"

"ٹھیک ہے، ہم کھل کر الزام نہیں دیں گے لیکن ایسے بیانات دیں گے جس میں یہ اشارہ ملے گا کہ انہوں نے فرہاد ویلج کے سلسلے میں انتقامی کارروائی کی ہے۔"

انٹرکام کے ذریعے اطلاع ملی کہ بین الاقوامی رابطے کے ذریعے سونیا اور فرہاد کو اسکرین پر پیش کیا جارہا ہے۔ یہ سنتے ہی سب لوگوں نے اپنی کرسیوں کے رخ بدل دیے۔ اجلاس ہال میں تین دیواروں کے پاس ٹی وی رکھے ہوئے تھے۔ انہیں آن کردیا گیا تھا۔ اسکرین پر ایک نمائندہ سونیا اور فرہاد کا ذکر کررہا تھا کہ ایک ماہ قبل فرہاد ویلج پر ہوائی حملے کئے گئے تھے۔ ان حملوں سے ویلج کے چند مکانات تباہ ہوئے تھے۔ دوسری طرف حملہ کرنے والے دو طیاروں کو تباہ کردیا گیا تھا اور ویلج میں داخل ہونے والے تمام مسلح افراد کو گرفتار کرلیا گیا تھا۔ ان دو طیاروں کا تعلق اسرائیل سے تھا اور گرفتار ہونے والے امریکی گوریلا فائٹر تھے۔

سونیا اور فرہاد نے یہ تمام ثبوت فراہم کرنے کے بعد دعویٰ کیا تھا کہ وہ امریکا سے پچاس لاکھ ڈالر جرمانہ وصول کریں گے اور سزا دینے کے لئے ان کے ملک میں بھی ایسی ہی انتقامی تباہی لائیں گے۔

مارشل ڈی مورا نے اسکرین کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "یہ نمائندہ ہماری مرضی کے مطابق بول رہا ہے۔ اس کی باتوں سے سونیا اور فرہاد کے خلاف شبہات کا آغاز ہورہا ہے۔"

نمائندہ کہہ رہا تھا "اس چیلنج کے ٹھیک ایک ماہ بعد مشی گن جھیل کو بری طرح تباہ کردیا گیا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ یہ سب کچھ چیلنج کے جواب میں کیا گیا ہے۔ ہمیں ٹھوس ثبوت کے بغیر کسی کے خلاف کچھ کہنے کا حق نہیں ہے۔ میں آپ کے سامنے محض ایک پس منظر پیش کررہا ہوں۔ سونیا اور فرہاد نے انتقامی کارروائی کی ہے یا نہیں؟ یہ ابھی آپ اسکرین پر اُن کی زبان سے سن لیں گے۔ اس کے لئے آپ کو ایک ذرا انتظار کرنا ہوگا۔"

پھر اس نمائندہ نے کہا "میں آپ کو بتاتا چلوں کہ مشی گن جھیل ایک نہایت پُراسرار خفیہ اڈا تھا جہاں ٹرانسفارمر مشین کو چھپا کر رکھا جاتا تھا۔ شاید آپ جانتے ہوں کہ ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کئے جاتے تھے۔ گویا یہ مشین ایٹم بموں اور ہائیڈروجن بموں سے زیادہ خطرناک انسان پیدا کرتی تھی۔ اس مشین کی حفاظت کے لئے اتنے سخت انتظامات کئے گئے تھے کہ وہاں اجازت کے بغیر ایک مکھی بھی اڑ کر نہیں جاسکتی تھی۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولا "پچھلی رات اچانک ہزاروں کھلونا جہازوں نے اس خفیہ اڈے پر حملے کئے۔ کھلونا طیاروں کی بھلا اہمیت کیا ہوتی ہے۔ دولت مند بچوں کے دل بہلانے کا سامان ہوتا ہے مگر وہی کھلونے خطرناک طیارے بن گئے۔ کسی بہت ہی ماہر انجینئر نے ان طیاروں میں تبدیلیاں کی تھیں۔ ان کے اندر خفیہ کیمرے نصب تھے۔ وہ ریموٹ کنٹرول کے ذریعے پرواز کرتے ہوئے جہاں سے گزرتے تھے وہاں کے مناظر کیمروں کے ذریعے اسکرین پر نظر آتے تھے۔ اس طرح طیاروں کو آپریٹ کرنے والے دیکھتے تھے کہ کون سا طیارہ خفیہ اڈے میں کس طرح داخل ہوتا ہے۔ ان تمام طیاروں میں بھاری قوت کے بم رکھے گئے تھے جنہیں ریموٹ کنٹرول کے ذریعے ہی بلاسٹ کیا گیا تھا۔ ناظرین! ابھی ہمیں مشی گن جھیل کی طرف جانے کی اجازت نہیں دی گئی ہے۔ جیسے ہی اجازت ملے گی ہم ان طیاروں کے متعلق مزید تفصیلات پیش کریں گے۔ آیئے ہم میڈم سونیا کی باتیں سنتے ہیں کہ وہ اس سلسلے

...کیا فرماتی ہیں۔"

اسکرین پر سونیا نظر آنے لگی۔ نمائندے نے پوچھا "کیا آپ ...کو اپنا وہ چیلنج یاد ہے؟"

سونیا نے کہا "بے شک یہ بھولنے والی بات نہیں ہے۔ ہم نے ...ی اسکرین پر پوری دنیا کے سامنے کہا تھا کہ ہم دشمنوں سے ہرجانہ ...ول کریں گے اور انتقامی کارروائی بھی کریں گے۔"

نمائندہ نے پوچھا "تو آپ نے انتقامی کارروائی کی ہے؟"

"نہیں۔ ہم دوسرے اہم معاملات میں اس قدر مصروف ...ہے کہ ابھی تک چیلنج پورا نہ کرسکے۔ یہ بڑی حیرانی کی بات ہے کہ ...ارے چیلنج سے کسی دوسرے نے فائدہ اٹھایا ہے۔ سنا ہے، ...انسفارمر مشین کو بری طرح تباہ کردیا گیا ہے۔"

"اس تباہی کا الزام آپ کے سر آئے تو آپ کا جواب کیا ...گا؟"

سونیا نے کہا "ہم ایسے نادان نہیں ہیں کہ ٹرانسفارمر مشین کو ...کردیں گے جبکہ یہ جانتے ہیں مشین کا نقشہ موجود ہے، وہ پھر تیار ...ی جائے گی۔ ہم تو ایسی تباہی لاتے ہیں جس کی تلافی ممکن نہ ...۔"

"آپ کی باتوں سے ظاہر ہوتا ہے وہ مشین پھر تیار کرلی جائے ...۔ کیا اُسے بار بار تیار کرنا آسان ہے؟"

"بہت مشکل ہے، امریکا وسیع ذرائع کا مالک ہے۔ اگرچہ آج ...ل مقروض ہے پھر بھی اُس کی تیاری کے لئے کروڑوں ڈالر خرچ ...رے گا۔ یعنی اس نے کروڑوں کی مشین گنوائی۔ آئندہ پھر ...روڑوں خرچ کرے گا۔ اس کے علاوہ ہمارا جرمانہ بھی بھرے گا۔ ...ہماری طرف سے جو انتقامی کارروائی ہوگی وہ بھی اسے اربوں ...کے نقصان تک پہنچائے گی۔"

"کیا آپ سمجھتی ہیں کہ مشین کی تباہی کا الزام آپ پر عائد کیا ...ئے گا؟"

"الزام عائد کرنے میں کچھ خرچ نہیں ہوتا۔ ہمارے تمام ...ن ہمارے متعلق ایک یہی بات جانتے ہیں کہ ہم جہاں بھی اور ...ب بھی انتقامی کارروائیاں کرتے ہیں وہاں اپنا نام ضرور بتاتے ...ا کہ سند رہے کہ ہم سے دشمنی کتنی مہنگی پڑتی ہے۔"

اجلاس میں بیٹھے ہوئے اعلیٰ حکام اور فوجی افسران توجہ سے ...نیا کی باتیں سن رہے تھے اور دل ہی دل میں یہ تسلیم کررہے تھے ...سونیا اور فرہاد نے چھپ کر کبھی انتقام نہیں لیا۔ ہر کارروائی ...بعد اپنا نام ضرور بتایا ہے۔

سونیا کی یہ بات بھی دل کو لگ رہی تھی کہ جو مشین دوبارہ تیار ...جاسکتی ہے اُسے تباہ کرنا نادانی ہے۔ انٹیلیجنس کے اعلیٰ افسر نے ...ا "یہ عورت بڑی مکاری سے بول رہی ہے۔ ایک طرف کہتی ہے ...ین کو تباہ کرنے والے نادان ہیں، دوسری طرف کہتی ہے ہم نے ...روڑوں ڈالر کا نقصان اٹھایا ہے۔ آئندہ نئی مشین پر کروڑوں خرچ کریں گے۔ دشمن کے لئے یہ خوشی کا مقام ہے کہ ہمیں ناقابلِ برداشت مالی نقصان پہنچ رہا ہے۔"

دوسرے نے کہا "بے شک ہمارے نقصان کے پیچھے اسی مکار عورت کا ہاتھ ہے۔"

وہ لوگ آپس میں تبصرہ کرتے کرتے چپ ہوگئے۔ اسکرین پر نمائندہ کہہ رہا تھا "ناظرین! یہ ہمارے ادارے کی خوش قسمتی ہے کہ ہم نے گوشہ نشین رہنے والے فرہاد علی تیمور کو ایک ماہ پہلے فرہاد ویلج میں پیش کیا تھا اور آج دوبارہ پیش کررہے ہیں۔"

اسکرین پر فرہاد علی تیمور نظر آنے لگا۔ وہ میں نہیں تھا، میری ڈمی تھی۔ تھوڑی دیر پہلے سونیا کی بھی ڈمی اسکرین پر بول رہی تھی۔ میں اور سونیا، ماریہ کے ساتھ ایک بیڈ روم میں بیٹھے وہ پروگرام دیکھ رہے تھے۔

نمائندے نے پوچھا "مسٹر فرہاد! مشی گن جھیل میں جو کچھ ہوا، اس کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟"

جب تک ڈمی سونیا اسکرین پر بولتی رہی۔ میں اس کے دماغ میں موجود رہا تاکہ وہ کوئی غلطی نہ کرے۔ اب میں نے ڈمی کے ذریعے جواب دیا "یہ جو کچھ ہوا اس میں امریکا کی ناجائز اولاد اسرائیل کا ہاتھ ہے۔ یہ یہودی نہیں چاہتے کہ ٹرانسفارمر مشین رہے اور ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا ہوں۔ اگر ہوں تو یہودیوں کو بھی یہ علم دیا جائے۔ جب اُن کا یہ مطالبہ پورا نہیں ہوا تو انہوں نے امریکا کے تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اغوا کرلیا۔"

نمائندے نے کہا "امریکی نمائندوں نے کبھی کسی کے اغوا کا اعتراف نہیں کیا ہے۔"

"اور نہ ہی کریں گے۔ مشین کی تباہی کا الزام بھی انہیں نہیں دیں گے لیکن میری سچ بیانی قائم رہے گی۔ جھوٹا آدمی پھانسی کے تختے پر بھی جھوٹ بولتا ہے لیکن دل ہی دل میں اپنے جھوٹ کو مانتا ہے۔ اسی طرح امریکی حکام میرے سچ کا اعتراف نہ کریں لیکن اپنے جھوٹ کو دل سے تسلیم کررہے ہیں۔ سیدھی سی بات ہے، جب ہم نے یہ واردات نہیں کی ہے تو واردات وہی کریں گے جو اپنے محسن کے احسانات کو بھول کر اُن کے تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اغوا کرچکے ہیں۔"

پھر میری ڈمی نے مسکرا کر کہا۔ "آستین میں سانپ پالنے کا یہی نقصان ہے۔ پالنے والا یہ شکایت نہیں کرسکتا کہ سانپ اُسے ڈس رہا ہے۔ ان لمحات میں امریکا کے اعلیٰ حکام اور دوسرے اکابرین مجھے اسکرین پر دیکھ رہے ہیں۔ اور میں انہیں نہ دیکھتے ہوئے بھی ان کی مجبوریاں دیکھ رہا ہوں۔"

ڈمی نے پھر مسکرا کر کہا۔ "ان کی مجبوریاں یہ ہیں کہ انہوں نے اسلامی ممالک کے درمیان اسرائیل کو وحشت بنا کر قائم کیا ہے۔ مسلمان حکمران اسرائیل کے خوف سے امریکا کی گود میں پناہ لیتے ہیں اور اس سپرپاور کو پوری اسلامی دنیا پر مسلط کرتے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہیں۔ چونکہ اسرائیل ان کے لئے بہت بڑا سیاسی رول ادا کر رہا ہے اس لئے وہ یہودیوں سے ناراض نہیں ہوتے ہیں۔ ان کی خطائیں معاف کر دیتے ہیں۔ دنیا دیکھے گی کہ ٹرانسفار مر مشین کو تباہ کرنے والی خطا بھی معاف کر دی جائے گی۔"

اجلاس میں کھلبلی سی پیدا ہو گئی۔ یہودیوں نے مشین کو تباہ نہیں کیا تھا۔ وہ کسی پر اس تباہی کا الزام نہیں رکھ سکتے تھے۔ لیکن میں نے یقین کی حد تک یہ شبہ پیدا کر دیا تھا کہ یہ اسرائیل کی شرارت ہو سکتی ہے۔ اگر انہوں نے اسے الزام نہ دیا تو یہ بات درست ہو گی کہ امریکا اسرائیل کی بڑی سے بڑی خطائیں معاف کر دیتا ہے۔

اسکرین پر ڈی نے کہا۔ "میں نے ایک حق بات کہہ دی ہے۔ اب امریکی حکام کو اس سلسلے میں زبان کھولنا چاہئے۔ اگر وہ مجرم کی طرف انگلی نہیں اٹھائیں گے اور خواہ مخواہ ہمارے پیچھے پڑ جائیں گے تو پھر ہمیں اپنی بے گناہی ثابت کرنے کے لئے خود ہی اسرائیل کو بے نقاب کرنا پڑے گا۔"

پھر میں نے ڈی کے ذریعے نمائندے سے کہا۔ "آپ ہم سے سوالات کرتے جا رہے ہیں' ایک میرے سوال کا جواب دینا پسند کریں گے؟"

"بے شک' آپ سوال کریں۔"

"کوئی بھی سانحہ ہو یا واردات ہو' آپ اسے فوراً اسکرین پر پیش کر دیتے ہیں۔ اتنی بڑی ٹرانسفار مر مشین تباہ کی گئی' سیکڑوں فوجی مارے گئے لیکن اس سلسلے کی ایک تصویر بھی بین الاقوامی رابطے کے ذریعے پیش نہیں کی گئی۔ مشی گن جھیل کے مناظر کو دنیا کے سامنے کیوں پیش نہیں کیا جا رہا ہے؟"

نمائندے نے کہا۔ "ہم جلد ہی وہاں کی تباہی کے مناظر پیش کریں گے۔"

"آپ جلد ہی پیش کرنے کا دعویٰ کر رہے ہیں۔ جبکہ تباہی کو بارہ گھنٹے گزر گئے ہیں۔ پلیز' آپ وضاحت کریں' دیر کیوں ہو رہی ہے؟"

"جائے واردات پر وہاں کے جاسوس اور فوجی افسران موجود ہیں۔ اعلیٰ حکام اہم اجلاس میں مصروف ہیں۔ اجلاس کے بعد ہمیں مشی گن جھیل کی فلمی رپورٹ پیش کرنے کی اجازت دی جائے گی۔"

"آپ کو پتا ہے کہ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں؟"

"فرہاد صاحب! آپ کی خیال خوانی کو ساری دنیا جانتی ہے۔"

"لیکن آپ یہ نہیں جانتے کہ میں اس فوجی افسر کے دماغ میں آتا جاتا ہوں جو صبح سے مشی گن جھیل کے کھنڈر میں اپنے فرائض ادا کر رہا ہے۔ وہاں وہ لوگ ایسے تمام ثبوت مٹا رہے ہیں جو اسرائیل کے خلاف ہیں۔"

اجلاس میں بیٹھے ہوئے ایک اعلیٰ افسر نے میز پر ہاتھ مار کر کہا۔ "یہ جھوٹا اور مکار ہے۔ وہاں کسی کے خلاف کوئی ثبوت نہیں ہے اور یہ ہمیں الزام دے رہا ہے کہ ہم ثبوت مٹا رہے ہیں۔"

نمائندے نے ڈی فرہاد سے پوچھا۔ "آپ اس افسر کے دماغ میں رہ کر انہیں ثبوت مٹانے سے کیوں نہیں روک رہے ہیں؟"

"وہاں باقی تمام افسران یوگا کے ماہر ہیں۔ میں کسی کے دماغ میں جا نہیں سکتا اور ایک افسر کے ذریعے انہیں ایسی حرکتوں سے باز نہیں رکھ سکتا۔"

پھر میں نے ڈی سونیا کے ذریعے کہا "اتنے بڑے اور بااعتماد بین الاقوامی نشریاتی رابطے کے ادارے کو مشی گن جھیل کی طرف جانے سے روک دیا گیا ہے۔ جب وہاں کچھ باقی نہیں رہا ہے پھر کیوں اب تک اسے روکا گیا ہے؟ یہ لوگ مشین کا ماتم کر رہے ہیں یا اندر ہی اندر سازشی ثبوت تیار کر رہے ہیں۔ کسی اور کا جرم کسی اور کے سر تھوپنا چاہتے ہیں۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ "ہم نے سوچا تھا' آپس میں اچھی طرح مشورے کرنے کے بعد اخبارات میں بیانات دیں گے لیکن ہمارے بیانات سے پہلے سونیا اور فرہاد ہماری پوزیشن کمزور بنا چکے ہیں۔ اب ہم ان کے خلاف اور اسرائیل کی حمایت میں کچھ بھی کہیں گے تو قابلِ قبول نہ ہو گا۔"

ایک نے کہا۔ "کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ مشین کو تباہ کرنے والوں کے خلاف کوئی ثبوت نہیں ملا ہے؟"

دوسرے نے کہا۔ "نہیں۔ ہم یہ کہیں گے تو سونیا اور فرہاد کی بات درست سمجھی جائے گی کہ اسرائیل کے خلاف ثبوت مٹا دیئے گئے ہیں۔"

"اگر ہم قسمیں کھائیں گے کہ ثبوت نہیں مٹائے گئے ہیں تو سوال کیا جائے گا' ہم نے صبح سے شام تک کسی کو جائے واردات کی طرف جانے کی اجازت کیوں نہیں دی۔ وہاں ہم کیا سازش کر رہے تھے۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ "آپ لوگ بعد میں تبصرے کریں۔ پلیز ابھی ان کی گفتگو توجہ سے سننے اور سمجھنے کی کوشش کریں۔"

نمائندہ ڈی فرہاد سے کہہ رہا تھا۔ "ہم ابھی مشی گن جھیل کے مناظر پیش کریں گے اور وہاں کے ذمے دار افراد اسکرین پر آ کر بیانات دیں گے۔ فی الحال آپ سے ایک سوال ہے۔ وہاں کروڑوں ڈالر کا نقصان ہو چکا ہے' سیکڑوں فوجی مارے گئے ہیں کیا اس کے بعد بھی آپ کا چیلنج برقرار رہے گا؟"

"جی ہاں' یہ انتقام ہم نے نہیں لیا ہے۔ ہماری انتقامی کارروائی کا چیلنج برقرار رہے گا۔ البتہ یہ موجودہ تباہی دیکھ کر ہم ان سے ہمدردی کرتے ہوئے اپنے ارادے میں ذرا سی لچک پیدا کر رہے ہیں۔"

ڈی نے ایک ذرا توقف سے کہا۔ "اگر وہ جرمانے کی رقم پچاس لاکھ ڈالر ادا کر دیں گے تو ہم انتقامی کارروائی کا ارادہ ترک کر دیں گے۔"

اجلاس میں بیٹھے ہوئے لوگ جھنجلا گئے۔ گالیاں بکنے لگے۔ ایک نے کہا۔ "اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ انہی کمبختوں نے مشین کو تباہ کیا ہے۔"

دوسرے نے کہا۔ "ان کا پچاس لاکھ ڈالر کا مطالبہ ظاہر کرتا ہے کہ عدم ادائیگی کی صورت میں یہ ہم پر پھر تباہی لائیں گے۔"

"یہ سوچ کر شرم آتی ہے کہ ہم ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔"

"ہمیں ان کے خلاف کچھ ایسے حالات پیدا کرنے ہوں گے کہ ان کا جینا دوبھر ہو جائے۔ انہیں اس زمین پر کہیں سکون نہ ملے۔ وہ سونا چاہیں تو دہشت سے نیند اڑ جائے۔ وہ کھانا چاہیں تو ہر نوالہ پتھر لگے۔ وہ بھوکے پیاسے دن رات جاگتے جاگتے خود ہی مر جائیں۔"

"ہمیں پلان میکرز کی ایک ٹیم قائم کرنا چاہئے۔ یہ منصوبہ باز ایسی تدابیر سوچیں گے جن پر عمل کرنے سے سونیا اور فرہاد کو زندگی' موت سے بدتر لگے۔"

"ہاں ایسا کچھ کرنا ہو گا۔ یہ لوگ گلے میں ہڈی کی طرح اٹک گئے ہیں۔ ایسی ہڈیوں کو نکالنا ہی ہو گا۔"

مارشل نے کہا۔ "ہم نے چند اہم منصوبے تیار کئے ہیں۔ اب ان پر کامیابی سے عمل کرنے کا جائزہ لیا جا رہا ہے۔"

ایک نے پوچھا۔ "وہ منصوبے کیا ہیں؟"

"سوری' اب ہم جو کچھ بھی کرنے والے ہیں' اسے اتنی راز داری سے کریں گے کہ ہمارے ہی درمیان ایک کی بات دوسرے کو معلوم نہیں ہو گی۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ "اب ہمیں اجلاس برخاست کرنا چاہئے۔ باہر بین الاقوامی نشریاتی رابطے کا عملہ ہمارا منتظر ہے۔"

وہ سب اپنی جگہ سے اٹھ کر ہال سے باہر آنے لگے۔ باہر ذرائع ابلاغ کے رپورٹرز اور فوٹو گرافرز کی بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ سب ان حکام اور حکومت کے دوسرے عہدیداروں کی طرف لپکے۔ ان سے طرح طرح کے سوالات کرنے لگے۔ دوسرے ہال میں بین الاقوامی نشریاتی رابطے کا عملہ کیمروں اور ساؤنڈ ریکارڈرز کے ساتھ تیار تھا۔ مارشل ڈی مورا نے ان سے کہا۔ "دوسری ٹیم سے کہہ دو' وہ مشی گن جھیل کی فلمی رپورٹ ناظرین کو پیش کر سکتے ہیں اور ہم سے بھی انٹرویو کر سکتے ہیں۔"

ہال میں شوٹنگ لائٹس روشن ہو گئیں۔ کیمرے آن ہو گئے۔ نمائندے نے اسکرین پر آ کر کہا۔ "ناظرین! گفر ٹوٹا خدا خدا کر کے۔ ہمیں مشی گن جھیل کی رپورٹ پیش کرنے کی اجازت مل گئی ہے۔ آپ چند منٹوں میں وہاں کی تباہی کے مناظر دیکھیں گے۔ اس سے پہلے ہم مارشل ڈی مورا کو پیش کر رہے ہیں۔"

پھر اسکرین پر مارشل نظر آیا۔ نمائندے نے اس سے پوچھا۔ "آپ ٹرانسفار مر مشین کی تباہی کے متعلق کچھ کہنا چاہیں گے؟"

وہ بولا "ابھی میں آپ کا پروگرام دیکھ رہا تھا۔ سونیا اور فرہاد کی گفتگو سن رہا تھا۔ وہ خواہ مخواہ ہمیں الزام دے رہے ہیں کہ ہم اسرائیل کی پشت پناہی کر رہے ہیں اور یہودیوں کو مجرم ثابت کرنے کے جو ثبوت ہمیں مل رہے ہیں' انہیں ہم ضائع کر رہے ہیں۔ یہ محض ایک اندازہ ہے اور اندازے اکثر غلط ہوتے ہیں۔"

نمائندے نے پوچھا۔ "کیا آپ نے جائے واردات پر کسی کے خلاف ثبوت حاصل کیا ہے؟"

مارشل نے کہا۔ "سب سے پہلے تو سونیا اور فرہاد کو خوش ہونا چاہئے کہ ہم انہیں الزام نہیں دے رہے ہیں۔"

"آپ کسی کو تو الزام دیں گے۔ کوئی تو مجرم ہو گا؟"

وہ مسکرایا پھر بولا "میں جو کچھ کہنے والا ہوں' اس پر شاید ہی کوئی یقین کرے۔ لیکن سچ پھر سچ ہے۔ جلد یا بہ دیر سچائی کا یقین ہو جاتا ہے اور سچ یہ ہے کہ ٹرانسفار مر مشین کو ہم نے خود تباہ کیا ہے۔"

اس کی یہ بات چونکا دینے والی تھی۔ نمائندے نے حیرانی سے پوچھا۔ "کیا واقعی؟ آپ نے اسے تباہ کیا ہے؟ مگر کیوں؟"

مارشل ڈی مورا نے بڑے ٹھہرے ہوئے انداز میں کہا "ہمیں رفتہ رفتہ یہ تجربہ ہوا کہ مشین کے ذریعے جو ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کئے جا رہے ہیں' ان میں کچھ دماغی خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ وہ اگرچہ خیال خوانی کرنے لگتے ہیں لیکن عملی زندگی میں نااہل اور ناکارہ ثابت ہوتے ہیں۔ ہم نے ماضی میں درجنوں خیال خوانی کرنے والے پیدا کئے' ان میں سے بیشتر اپنی کم عقلی اور کمزوری کے باعث مارے گئے یا دشمنوں کے ہاتھ لگ گئے۔"

نمائندے نے پوچھا۔ "کیا ایسا مشین کی خرابی کے باعث ہوتا رہا؟"

"وہ خرابی ہمارے انجینئروں کی سمجھ میں نہیں آئی۔ تجربہ کار ماہرین نے اس مشین میں ضروری تبدیلیاں کیں پھر بھی بات نہ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

تھی۔ آخر ہم اس نتیجے پر پہنچے کہ جو مشین ہمیں مسلسل نقصان پہنچا رہی ہے اسے ہمیشہ کے لئے نابود کر دیا جائے۔"

"اس کا مطلب ہے' آپ دوسری مشین تیار نہیں کریں گے؟"

"بالکل نہیں۔ ہم امن اور سلامتی کے علمبردار ہیں۔ اس مشین سے دوست اور امن پسند ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کرنا چاہتے تھے۔ جب ہم نے دیکھا کہ ایسے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے دنیا والوں کو نقصان پہنچ رہا ہے تو ہم نے کروڑوں ڈالرز کی پروا نہیں کی اور اسے تباہ کر دیا۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولا "ہم دوستی اور محبت کے علمبردار ہیں۔ فرہاد علی تیمور کی طرف بھی دوستی کا ہاتھ بڑھاتے ہیں۔ ہماری دوستی اور نیک نیتی کا ثبوت یہ ہے کہ آئندہ فرہاد کے مقابلے میں ہمارے ملک سے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا پیدا نہیں ہوگا۔"

میں' سونیا اور ماریہ اسکرین پر مارشل کو دیکھ رہے تھے۔ سونیا نے کہا "یہ مارشل ہمارے مقابلے میں زبردست بیان دے رہا ہے۔ اس نے یہ کہہ کر سارا جھگڑا ختم کر دیا ہے کہ انہوں نے خود مشین تباہ کی ہے۔ یہ جو دنیا کو دکھانے کے لئے دوستی کا ہاتھ بڑھا رہا ہے اس کا منہ توڑ جواب اُسے ملنا چاہئے۔"

ادھر اسکرین پر مارشل ڈی مورا کہہ رہا تھا۔ "ابھی مسٹر فرہاد نے دنیا والوں کے سامنے مشین کی تباہی پر ہم سے ہمدردی جتائی ہے اور اپنے کئے ہوئے چیلنج میں ایک ذرا لچک پیدا کرتے ہوئے کہا ہے کہ ہم جرمانے کے طور پر پچاس لاکھ ڈالر ادا کر دیں تو وہ انتقامی کارروائی نہیں کرے گا۔ ناظرین! ہمیں فرہاد کی ایسی ہی باتوں سے تکلیف پہنچتی ہے۔ جب ہم نے کوئی جرم نہیں کیا ہے تو کس بات کا جرمانہ ادا کریں۔ اگر فرہاد ضرورت مند ہے تو دوست بن کر کروڑوں ڈالر ہم سے قرض لے سکتا ہے۔ وہ ہمارے سامنے ہاتھ پھیلائے' ہم ابھی اسے پچاس لاکھ ڈالر دیں گے لیکن جرمانے کے نام پر خواہ مخواہ مجرم بن کر ایک ٹکا بھی نہیں دیں گے۔"

مارشل اتنا کہتے ہی اچانک زور سے چیخ مار کر اچھل پڑا۔ پھر فرش پر گر کر دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر تڑپنے لگا۔ کہنے لگا۔ "نہیں فرہاد! نہیں میرے دماغ میں زلزلہ پیدا نہ کرو۔ تم مجھے دماغی تکلیف میں مبتلا کر کے پچاس لاکھ ڈالر وصول نہیں کر سکو گے۔"

ویڈیو رپورٹ پیش کرنے والے کیمرے اسے فرش پر تڑپتے ہوئے دکھا رہے تھے۔ دو افراد اُسے سہارا دے کر اٹھانا چاہتے تھے' وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "فرہاد! تمہیں خدا کا واسطہ ہے' انسان بنو۔ ہم دوستی کرنا چاہتے ہیں اور تم دشمنی کر رہے ہو۔ کیا یہی تمہاری شرافت اور انسانیت ہے؟"

میں اور سونیا صوفوں پر سیدھے ہو کر بیٹھ گئے تھے اور حیرانی سے یہ تماشا دیکھ رہے تھے۔ سونیا نے کہا۔ "ہو سکتا ہے کوئی دشمن فرہاد بن کر اُس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کر رہا ہو۔"

میں نے کہا۔ "اور وہ دشمن کوئی اسرائیلی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہوگا۔ میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔"

میں نے خیال خوانی کی پرواز کر کے مارشل کے دماغ تک پہنچنا چاہا۔ مارشل نے سانس روک لی۔ تب فراڈ کا پتا چلا۔ جس کے دماغ میں زلزلہ پیدا ہو جائے' وہ سانس روکنے کے قابل نہیں رہتا جبکہ وہ یوگا کے ذریعے دماغ کے دروازے بند کر رہا تھا۔

میں نے سونیا کے پاس دماغی طور پر حاضر ہو کر کہا۔ "یہ ڈراما کر رہا ہے۔ کسی نے اسے دماغی تکلیف نہیں پہنچائی ہے۔ یہ بالکل نارمل ہے۔ سانس روکنے کی صلاحیت برقرار ہے۔ کمبخت دنیا والوں کو سمجھا رہا ہے کہ میں اس جیسے دوستی کرنے والے سے کیسی کھلی دشمنی کر رہا ہوں۔"

وہ بولی "فرہاد! اسے سبق سکھاؤ۔"

"میں ابھی اس کے ہوش اڑاتا ہوں۔"

میں مارشل کے دماغ میں نہیں جا سکتا تھا۔ اس لئے نمائندے کے اندر آ گیا۔ دو افراد اُسے سہارا دے کر اٹھا چکے تھے۔ اس نے پھر ایک بار زور کی چیخ ماری۔ جیسے دوسری بار اس کے اندر زلزلہ پیدا کیا گیا ہو۔ اس کے ساتھ ہی وہ دونوں افراد کی گرفت سے نکل کر پھر فرش پر گر پڑا۔ اُس کی یہ حالت دیکھ کر دنیا والے یقیناً مجھے گالیاں دے رہے ہوں گے۔

وہ نمائندہ میری مرضی کے مطابق مارشل پر جھک گیا۔ پھر اُس کے چہرے کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر اُس کے منہ پر تھوک دیا۔ منہ پر تھوک کیا پڑا جیسے جوتا پڑا۔ جوتا بھی برداشت ہو جاتا ہے' تھوک برداشت نہیں ہوتا۔ وہ غصے کی شدت سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ توہین کے احساس نے دماغ میں انگارے بھر دیئے تھے۔ اس نے نمائندے کو مارنا شروع کر دیا۔ "سؤر کے بچے! تمہاری اتنی جرات؟ جانتے ہو' میں کون ہوں؟ میں فوج کا وہ افسر ہوں جس سے کوئی آنکھیں ملا کر باتیں کرنے کی جرات نہیں کرتا۔ میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

میں نے نمائندے کی زبان سے پوچھا۔ "کیا سر کی تکلیف ختم ہو گئی؟ جو ڈراما کر رہے تھے' وہ اختتام کو پہنچ گیا؟"

مارشل اسے مارتے مارتے ایک دم سے رک گیا۔ اُسے غلطی کا احساس ہوا کہ نہایت ہی اہم ڈرامے کو بھول کر اپنی ذاتی توہین پر بھڑک گیا تھا۔ نمائندے نے پوچھا۔ "جب تم یوگا کے ماہر ہو تو بھلا فرہاد تمہارے دماغ میں کیسے آئے گا؟ اگر کسی طرح آیا تھا اور زلزلہ پہنچا رہا تھا تو تم اچانک نارمل کیسے ہو گئے؟ جبکہ ایک بار دماغ میں زلزلہ پیدا ہو تو آدمی کے اندر اٹھنے اور بولنے کی بھی سکت نہیں رہتی۔ تم کتنے بھونڈے انداز میں فرہاد کو بدنام کر رہے تھے۔"

مارشل بوکھلا کر لائٹس اور کیمروں کو گھوم گھوم کر دیکھ رہا اور سمجھ رہا تھا کہ فراڈ کھل گیا ہے۔ چند اعلیٰ حکام اور فوجی افسران کیمروں کے پیچھے سے اُسے گھور رہے تھے۔

نمائندے نے کہا۔ "مارشل! تم بہت اونچا عہدہ رکھتے ہو' مجھے گولی مار سکتے ہو لیکن تم نے فرہاد کے خلاف جو فراڈ کیا ہے اُسے ساری دنیا دیکھ چکی ہے اور جھوٹ اور سچ کو سمجھ چکی ہے۔"

ایک فوجی افسر نے حکم دیا "لائٹس آف کرو۔ کیمرا بند کرو۔"

کیمروں کے شٹر بند ہو گئے۔ مارشل دنیا والوں کی نظروں سے اوجھل ہو گیا لیکن اسکرین پر جو سچ آ چکا تھا وہ سچائی اوجھل نہیں ہو سکتی تھی۔

اُس نے اپنی دانست میں بڑی دانائی سے سوچا تھا کہ مشین کی تباہی کا الزام ہم پر عائد نہیں کر سکتا لیکن اسکرین پر ایک ڈراما پلے کر کے مجھے ظالم دشمن ثابت کر سکتا ہے۔ اور وہ ایسا کرنے میں بڑی حد تک کامیاب ہو چکا تھا۔ لیکن میں نے بروقت اُس پر ایک نفسیاتی حملہ کر کے اس کی کھوپڑی الٹ دی تھی۔

اعلیٰ حکام اور فوجی افسران نے اسے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اسے غصے سے دیکھنے لگے۔ مشیرِ خاص ہولی مین نے پوچھا "یہ تم نے کیا کیا؟ اپنی حرکتوں سے حکومت کو اور امریکی قوم کو بدنام کر دیا۔ یہ ثابت کر دیا کہ ہم دکھاوے کی دوستی کرتے ہیں اور دوستی کرنے والے فرہاد کو عبث بدنام کرتے ہیں۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ "تمہاری حرکتوں سے فرہاد کی مظلومیت اور ہمارا فراڈ ظاہر ہو گیا ہے۔ فرہاد کو پہلے سے زیادہ دنیا والوں کی ہمدردیاں اور حمایت حاصل ہو گئی ہے۔"

مارشل نے معذرت چاہتے ہوئے کہا۔ "مجھے افسوس ہے' میں نے سوچا تھا کہ...."

ہولی مین نے کہا "تم نے جو بھی سوچا' اس کے لئے ہم سے مشورہ نہیں کیا۔ خود کو دانشمند سمجھ کر عمل کیا اور ساری دنیا کے سامنے ہمارا سر جھکا دیا۔"

ایک اور مشیر نے کہا۔ "ٹرانسفارمر مشین کی تباہی سے ہمیں اتنا نقصان نہیں پہنچا' جتنا کہ تم نے اپنی حماقتوں سے پہنچایا ہے۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے پوچھا۔ "اب بتاؤ' تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟"

مارشل نے فوجی افسران پر ایک نظر ڈالی۔ پھر کہا۔ "حکومت کے اہم رازوں کو جاننے والے افسران سے کوئی بڑی غلطی ہو جائے تو انہیں عمر قید یا سزائے موت دی جاتی ہے۔ چونکہ میں غدار نہیں ہوں' محض خطاوار ہوں لہٰذا مجھے عمر قید کی سزا دی جائے۔"

ایک اعلیٰ فوجی افسر نے مسلح جوانوں کو اشارہ کیا۔ وہ جوان مارشل ڈی مورا کو گن پوائنٹ پر وہاں سے لے گئے۔

جھوٹ پکڑا نہیں جاتا لیکن آپ کی حاضر دماغی ہو تو وہی جھوٹ چشم زدن میں دشمن کے لئے موت کی لکیر بن جاتا ہے۔

O...☆...O

مرینا کا دل ٹوٹ گیا تھا۔ پھر بھی وہ ماننے کے لئے تیار نہیں تھی کہ وہ بار بار سمجھانے کے باوجود غلطیاں کرتی رہی ہے۔ اکثر خود غرضی کا مظاہرہ کر چکی ہے اور اُس کی اسی روش نے پارس کو اس سے دور کر دیا ہے۔

پارس کے متعلق اب بھی اُس کی رائے یہی تھی کہ وہ ہرجائی ہے۔ اس سے دل بھر گیا ہے اس لئے کسی نئے پھول پر منڈلانے گیا ہے۔ اس نے سوچا "یہ میری زندگی کی پہلی اور آخری غلطی ہے کہ میں ایک مسلمان کو اپنا سب کچھ دے بیٹھی۔ اب میں کان پکڑتی ہوں۔"

اس نے اپنے کانوں کو ہاتھ لگا کر فیصلہ کیا کہ وہ پہلے جیسی مرینا بن جائے گی' جو تنہا اپنے مسائل حل کرتی تھی اور اپنی ذہانت سے دشمنوں کو پے در پے شکست دیتی چلی جاتی تھی۔ پارس نے اس کی زندگی میں گھس کر اُسے اندر تک کھوکھلا کر دیا تھا۔ وہ ایسی دیوانی ہوتی گئی کہ اس کی سازش کو نہ سمجھ سکی۔ بڑے ہی غیر محسوس طریقے سے اس کی محتاج بنتی چلی گئی۔ اس چالباز نے بڑی اچھی طرح اُسے اپنے سہارے کا محتاج بنا دیا تھا۔ وہ پہلے کی طرح دور اندیشی سے سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں رہی تھی۔ لیکن اب جیسے وہ گہری نیند سے آنکھیں کھول چکی تھی اور قسم کھا رہی تھی۔

قسم کھا رہی تھی کہ اُس نے اپنے اندر پارس کو مار ڈالا ہے۔ اس کی محبت اور جذبات کی عمر تمام ہو چکی ہے۔ اگر کسی جذبے نے سر اٹھایا تو وہ اپنی کمزوری پر اور اپنے آپ پر تھوک دے گی لیکن پارس کو خیالوں میں بھی نہیں آنے دے گی۔

ایک سہارا چھوٹ جائے تو محبت کے دوسرے سہارے مل جاتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ مرد کا سہارا ہو۔ کسی بھی مرد کی ضرورت پر وہ مٹی ڈال چکی تھی۔ اب اُسے محبت تھی صرف اپنے ملک سے اور صرف اور صرف اپنی قوم سے۔ اپنی قوم کے لوگ جیسے بھی ہوں' خود غرض اور بے وفا بھی ہوں تب بھی وطن کی محبت میں اچھے لگتے ہیں۔ لہٰذا وہ آئندہ صرف اپنے لوگوں کے لئے جیے گی اور اپنے لوگوں کے لئے مرے گی۔

اس ملک کے حکام اور دوسرے اکابرین اُس سے ناراض تھے۔ برین ماسٹر' بلیک سیکرٹس اور سابقہ جنرل نے اسے فرہاد کی فیملی کے ساتھ خوب بدنام کیا تھا۔ اس کی حب الوطنی کو مشکوک بنا دیا تھا۔ ان کے دلوں میں اعتماد بحال کرنے کے لئے اُس نے ایک تدبیر سوچی کہ وہاں کے ایک ایک حاکم اور اعلیٰ فوجی افسران کو رفتہ رفتہ اپنے اعتماد میں لیتی رہے۔ یوں اپنوں میں اچھی طرح جگہ بنانے کے بعد اسے تنہائی کا احساس نہیں رہے گا۔ پھر وہ پارس کی دوستی اور فرہاد کی فیملی سے رشتے داری پر لعنت بھیجتی رہے گی۔

اس نے اپنے طور پر ایک نئی پلاننگ کی۔ ایک ایسی حسین اور جوان لڑکی کو ٹریپ کیا' جو قد اور جسامت میں اس کے برابر تھی اور اس کا آگے پیچھے کوئی نہیں تھا۔ اس نے پہلے تو اس کے متعلق تمام معلومات حاصل کیں۔ پھر اس پر تنویمی عمل کر کے اسے مکمل

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

طور پر مرینا بنا دیا۔

اسے اپنی ہم شکل بنانا ضروری نہیں تھا کیونکہ وہ خود اپنی اصلی شکل میں نہیں رہتی تھی۔ ایک فرضی نام سے وہاں رہتی تھی۔ جس لڑکی کو اپنی ڈی بنایا تھا اس کا نام کرسٹی ولسن تھا۔ اب کبھی وہ پکڑی جاتی تو خود کو مرینا کے طور پر تسلیم کرتی لیکن اُس کے دماغ کو اتنا حساس بنا دیا کہ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرنے لگی تھی صرف مرینا کو اپنے دماغ میں محسوس نہیں کر سکتی تھی۔

وہ تنویمی عمل کے بعد اپنی پچھلی زندگی بھول گئی تھی۔ اب دیکھنا تھا کہ وہ نئی زندگی کیسے گزارے گی۔ مرینا آزمائش کے طور پر خیال خوانی کے ذریعے اس کے اندر آئی۔ وہ اسے محسوس نہ کر سکی۔ اُس نے اس کے اندر سوال پیدا کیا "میں کون ہوں؟"

کرسٹی نے جواب دیا "میں ایک تنہا لڑکی ہوں' میرا نام مرینا ہے۔ میں سابقہ جنرل کی بھتیجی ہوں۔ جنرل نے مجھے ایک باپ کی محبت دی' میری پرورش کی۔ مجھے اعلیٰ تعلیم اور تربیت دی اور ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم دیا۔"

وہ ڈی عمدہ حافظے کے ساتھ مرینا کی زندگی کے چھوٹے بڑے واقعات بیان کر رہی تھی۔ مرینا اس کے دماغ سے نکل آئی۔ پھر اس نے پرائی سوچ کا لہجہ اختیار کر کے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ یہ ثابت ہو گیا کہ وہ مرینا کی مکمل ڈی بن چکی ہے۔ آئندہ کوئی اس پر شبہ نہیں کر سکتا تھا۔

وہ ادھر سے مطمئن ہو کر ایک اعلیٰ حاکم کے پاس پہنچی۔ وہ یوگا کا ماہر نہیں تھا اُسے محسوس نہ کر سکا۔ مرینا نے کہا۔ "سر! میں آپ کی ایک کنیز مرینا بول رہی ہوں۔"

وہ چونک گیا۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا۔ مرینا نے کہا۔ "آپ کی بے یقینی کے باوجود میں مرینا ہوں۔ آپ حیران نہ ہوں۔"

وہ بولا "اگر تم ہو تو راستہ کیسے بھول گئی ہو؟ میرے دماغ میں کیوں آئی ہو؟"

"میں نے فیصلہ کیا ہے کہ ایسے ذہین افراد کے پاس باری باری جاؤں گی جو اپنے ملک اور قوم سے محبت کرتے ہیں اور یہ سمجھنے کی عقل رکھتے ہیں کہ ہم سب فرہاد کے مقابلے میں ہمیشہ ناکام کیوں ہوتے رہتے ہیں۔"

"تمہاری جیسی ذہین لڑکی فرہاد کے ہاتھوں میں کھلونا بن جائے تو ناکامی مقدر بنتی رہے گی۔"

"میں یہی غلط فہمی دور کرنا چاہتی ہوں۔ اگر میں فرہاد کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی ہوتی تو آپ کے پاس نہ آتی۔ ماضی میں برین ماسٹر اور بلیک سیکرٹس وغیرہ نے مجھے فرہاد کی فیملی سے منسوب کر کے آپ لوگوں کو میرے خلاف بھڑکا دیا ہے۔"

"میں کیسے یقین کروں کہ تم فرہاد کی آلۂ کار بن کر نہیں آئی ہو!"

"آپ کو رفتہ رفتہ یقین دلاؤں گی۔ پہلے آپ مجھ پر پوری ط[...] اعتماد نہ کریں۔ میں آپ جیسے تجربہ کار بزرگوں کے سائے میں ر[...] کام کرنا چاہتی ہوں۔ خود کو آپ کے سامنے پیش کرنے کو ت[...] ہوں۔ صرف آپ کو یہ یقین دلانا ہو گا کہ مارشل ڈی مورا اور جا[...] لبوڈا وغیرہ مجھے گرفتار نہیں کریں گے۔"

"مارشل ڈی مورا کی پروا نہ کرو۔ تم اُس سے دور رہو گی۔ [...] چند حکام اور فوجی افسران کے نام بتاتا ہوں' تم انہیں بھی ا[...] اعتماد میں لو۔ پھر ہم سب مل کر سوچیں گے کہ تمہیں کس طرح تح[...] دیا جا سکتا ہے۔"

وہ ایک اعلیٰ فوجی افسر کے دماغ میں آئی۔ اسے مخاطب کیا تو [...] بھی حیران ہوا۔ "مرینا! تم میرے پاس آئی ہو؟ یقین نہیں آ[...] ہے۔"

"میں گزرا ہوا وقت نہیں ہوں کہ واپس نہ آ سکوں۔ میں [...] رہ کر ملک اور قوم کی خدمت کرنا چاہتی تھی لیکن مجھے فرہاد کی آ[...] کار کہہ کر آپ سب کی نظروں میں مشکوک بنا دیا گیا ہے۔"

"کیا تم ہمارا شبہ دور کرنے آئی ہو؟"

"کوشش کروں گی۔ اپنی سچائی ثابت کرنے کے لئے خود ک[...] آپ لوگوں کے سامنے پیش کر دوں گی۔ لیکن جان لبوڈا وغیرہ [...] میرے دشمن ہیں۔ اگر انہوں نے مجھے نقصان پہنچایا تو آپ لوگ [...] میری ذہانت اور ٹیلی پیتھی سے محروم ہو جائیں گے۔"

"ہم تمہیں وطن کی محبت میں اپنی فرض شناسی کا ثبوت پیش کرنے کا موقع دیں گے۔ اگر تم ہمارے لئے دیانتدار ثابت نہ ہوئیں تو تمہیں گرفتار کر لیا جائے گا۔"

"میں آپ لوگوں کے تعاون سے ایسے ایسے کارنامے انجام دوں گی کہ آپ لوگ مجھے گلے لگا کر رکھیں گے۔"

"تم ہمارے لئے پہلے بھی قابلِ فخر تھیں' آئندہ بھی رہو گی۔ ہم تم سے ہر معاملے میں تعاون کریں گے۔"

"آپ مشورہ دیں' فی الحال مجھے اور کس پر بھروسا کرنا چاہئے۔"

"مشیرِ خاص ہولی مین بہت دانشمند ہے۔ وہ تمہاری قدر کرے گا۔"

مرینا نے ہولی مین کے دماغ پر دستک دی پھر اُسے اپنا نام بتایا! وہ بولا "تعجب ہے' تم آئی ہو!"

وہ بولی "اگرچہ میں خطاوار نہیں ہوں' میری ذات سے آج تک میرے ملک کو نقصان نہیں پہنچا۔ پھر بھی میں آپ سے معافی چاہتی ہوں۔ معافی اس لئے کہ اگر میں آپ کے سائے میں رہتی تو درجنوں ٹیلی پیتھی جاننے والے اسرائیل اور فرہاد کی گود میں نہ جاتے۔"

"پہلے کیوں دور تھیں؟ اب کیوں قریب آئی ہو؟"

مرینا نے وہی باتیں دہرائیں کہ دشمنوں نے اسے فرہاد کی فیملی سے منسوب کر کے اپنے ملک کے اکابرین کی نظروں سے گرا دیا تھا۔ اب وہ ملک کی تباہی نہیں دیکھ سکتی۔ تنہا دشمنوں کے مقابلے میں کوئی بڑا کام نہیں کر سکتی اس لئے بزرگوں کے سائے میں رہ کر کام کرنا چاہتی ہے۔

ہولی مین نے کہا۔ "تم ایک بڑا کام کر سکتی ہو' فرہاد سے ہماری دوستی کرا دو۔"

"یہ دوستی نہیں' ملک سے دشمنی ہو گی۔ فرہاد کبھی ہمارا دوست نہیں بنے گا۔ وہ دوستی سے فائدہ اٹھا کر ہمیں اور زیادہ نقصان پہنچائے گا۔"

"شاباش! تمہاری کامیابی یہی ہو گی کہ تم مرتے مرتے بھی اُس پر کبھی بھروسا نہیں کرو گی۔ میں تم سے خوش ہوں۔ یہ بتاؤ ہماری ناکامی کی وجوہات کیا ہیں؟"

"سب سے پہلی وجہ یہ کہ برین ماسٹر' بلیک سیکرٹس اور اُن کا حمایتی جنرل' فرہاد کو چھوڑ کر میرے پیچھے پڑ گئے تھے۔ ہماری آپس کی لڑائی سے دشمن نے فائدہ اٹھایا۔"

"درست ہے۔"

"دوسری بات یہ کہ جتنے بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کئے گئے وہ ذہین اور معاملہ فہم نہیں تھے۔ ایسے کمزور خیال خوانی کرنے والوں کو فرہاد جیسے دیو کے مقابلے میں لایا گیا۔"

"ہاں' یہ غلطیاں ہوتی رہیں۔"

"تیسری بات یہ کہ ٹیلی پیتھی کا شعبہ کبھی سپر ماسٹر کے پاس رہا' کبھی بلیک سیکرٹس اور کبھی جنرل کے پاس۔ جبکہ اتنے بڑے اور اہم شعبے کو آپ جیسے دانشمند افراد کی ایک ٹیم کے پاس ہونا چاہئے۔"

"اب ہم مشین کے استعمال کے لئے بڑے سخت اصول بنائیں گے اور اُس پر کسی ایک عہدے دار کی اجارہ داری نہیں رہے گی۔ فی الوقت ہمارے پاس جو خیال خوانی کرنے والے ہیں ہم ان کو ہی بہت محتاط انداز میں استعمال کریں گے۔ تمہارے پاس کتنے خیال خوانی کرنے والے ہیں؟"

"صرف ایک پال ہوپ کن رہ گیا ہے۔ باقی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو جنرل اور جان لبوڈا چھین کر لے گئے۔"

"تم نے بلیک سیکرٹ سے تین ٹیلی پیتھی جاننے والے جیری ہاک' باربرا نکسن اور روکی کو چھین لیا تھا۔ وہ کہاں ہیں؟"

"یہی تو آپ لوگوں کو غلط رپورٹ دی گئی تھی اور مجھ سے بدظن کیا گیا تھا۔ فرہاد نے ان تینوں کو اغوا کیا ہے۔"

"اب تمہارا کیا ارادہ ہے؟"

"میں آپ سے ایک رازداری چاہتی ہوں۔ یہ ابھی راز میں رکھا جائے کہ میں آپ جیسے چند تجربہ کار بزرگوں کے پاس آگئی ہوں اور آپ لوگوں کی ہدایات کے مطابق کام کر رہی ہوں۔ جب میں کچھ بڑے کارنامے انجام دوں اور خصوصاً فرہاد کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دوں تو پھر آپ دنیا والوں کے سامنے فخریہ میرا ذکر کر سکتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تمہارے لئے ایک خفیہ ٹیم تشکیل دوں گا اور تم کسی کی نظروں میں آئے بغیر کام کرتی رہو گی۔"

"میں آپ سے ملاقات کرنا چاہتی ہوں۔"

"یہ میرے لئے سب سے خوشی کی بات ہو گی۔"

"آپ مجھے اپنے قریب کچھ اس طریقے سے رہنے کا موقع دیں کہ دوسروں کو مجھ پر شبہ نہ ہو۔"

"میں ایک پرسنل سیکریٹری کے لئے اشتہار دے رہا ہوں' تم انٹرویو کے لئے آؤ پھر میری سیکریٹری بن کر رہو۔"

مرینا کو اپنے اس منصوبے میں کامیابی ہو رہی تھی۔ ایک تو وہ بڑے اچھے انداز میں انہیں اپنی طرف مائل کر رہی تھی۔ دوسرے وہ سب برابر نقصان اٹھاتے آ رہے تھے۔ ان کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس قابل نہیں تھا کہ اُسے ہتھیار بنا کر انتقامی کارروائی کی جاتی اور اپنا نقصان پورا کیا جاتا۔ ایسے وقت مرینا امید کی کرن بن کر آئی تھی۔ اس کی ذہانت اور کارناموں کو سب تسلیم کرتے تھے۔ ایسی لڑکی ملک اور قوم کی خاطر اُن کے سائے میں رہ کر کام کرنا چاہتی تھی اور ان کے سامنے پیش ہونا چاہتی تھی پھر وہ کیسے اس کے ساتھ تعاون نہ کرتے۔ ہر ایک نے وعدہ کیا کہ وہ آئے گی تو اسے سب پر ظاہر نہیں کیا جائے گا اور گھر کے دشمنوں سے بھی اسے بچا کر رکھا جائے گا۔

itsurdu.blogspot.com

اس نے چند دنوں میں پانچ اعلیٰ حکام، دس اعلیٰ فوجی افسران اور چھ انٹیلیجنس کے بااثر افسران کو اپنا حمایتی بنالیا۔ پھر وہ سب ایک خفیہ میٹنگ کے لئے ایک جگہ جمع ہوئے۔ مرینا نے ان کے سامنے اپنی ڈمی کو پیش کیا۔ ان سے کہا "میں نے بہت عرصہ پہلے اپنے چہرے پر پلاسٹک سرجری کرائی تھی۔ تب سے اس چہرے کے ساتھ زندگی گزار رہی ہوں۔ جب ہم نمایاں کامیابیاں حاصل کرتے رہیں گے اور آپ لوگ مشورہ دیں گے کہ مجھے اصلی چہرہ واپس لے آنا چاہئے تو میں پھر سرجری کرالوں گی۔ آپ کا کیا خیال ہے؟"

ہولی مین نے کہا۔ "درست ہے۔ میں معزز حاضرین کو بتادوں کہ مرینا موجودہ بھیس میں میری پرسنل سیکریٹری بن چکی ہے۔ آپ حضرات جب چاہیں گے، میرے ذریعے اس سے رابطہ کرسکیں گے اور اسے اپنے دماغوں میں بلاکر باتیں کرسکیں گے۔"

انہوں نے اس خفیہ اجلاس میں مرینا کو دو ایسے کام دیئے جن کا تعلق ٹیلی پیتھی سے تھا۔ وہ دراصل آزمانا چاہتے تھے کہ ان کے درمیان اصل مرینا موجود ہے یا نہیں؟ مرینا نے اسی اجلاس میں رہ کر وہ دونوں کام کردیئے۔ یہ ثابت کردیا کہ وہ ڈمی نہیں ہے ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔

پھر اسی رات کوئی اس کے دماغ میں آنا چاہتا تھا۔ ڈمی نے سانس روک لی۔ دوسری بار سانس لی تو کسی نے آکر کہا "میں تمہارا دوست ہوں۔ مجھ سے باتیں کرو۔"

وہ بولی "سوری، میں کسی سے دوستی نہیں کرتی۔ اب کبھی نہ آنا۔"

اس نے سانس روک لی۔ اس وقت مرینا اس کے پاس نہیں تھی۔ تنویمی عمل کے دوران جو کچھ اس کے ذہن میں نقش کیا گیا تھا۔ وہ بے اختیار وہی کرتی تھی۔ جب مرینا نے آکر اس کے چور خیالات پڑھے تو سمجھ گئی کہ ہولی مین وغیرہ اسے آزمارہے ہیں۔ وہ اور زیادہ سے زیادہ ڈمی کے دماغ میں رہنے لگی۔

ایک بات معلوم ہوگئی کہ ہولی مین نے مرینا کو راز میں نہیں رکھا تھا۔ اپنا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے دماغ میں بھیج رہا تھا۔ اور وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا ان کا بہت ہی بااعتماد شخص جان لبوڈا ہوگا۔

گویا اس نے اپنوں پر بھی بھروسا نہ کرکے دانشمندی کا ثبوت دیا تھا۔ ہولی مین اور جان لبوڈا دودھاری تلوار کی طرح ڈمی کے سر پر لٹک رہے تھے۔ فی الحال یہی راستہ رہ گیا تھا کہ وہ تلوار کے سائے میں رہ کر اپنی حب الوطنی اور دیانتداری ثابت کرتی رہے۔

ایک ہفتہ بعد ہم نے وہ ٹرانسفارمر مشین تباہ کردی۔ مارشل اور ہولی مین وغیرہ نے تباہی کی مکمل تحقیقات تک اس بات کو تقریباً بارہ گھنٹے تک چھپائے رکھا۔ چونکہ وہ ہولی مین کی پرسنل سیکریٹری تھی اس لئے اس سے بات چھپی نہیں رہی۔ اس نے کسی تحقیقات کے بغیر یقین کرلیا کہ یہ فرہاد کی انتقامی کارروائی ہے۔

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی، پارس کو مخاطب کیا۔ اس نے سانس روک لی۔ اس نے دوسری بار آنا چاہا تو وہ بولا "ابھی میں مصروف ہوں۔ ایک گھنٹے بعد آؤ۔"

اس نے پھر اسے دماغ سے نکال دیا۔ یہ غصہ دلانے والی بات تھی۔ وہ اسے بالکل ہی اہمیت نہیں دیتا تھا۔ مطلبی تھا۔ مطلب نکل جانے کے بعد وہ باتیں کرنے کے قابل بھی نہیں سمجھتا تھا۔ اس نے بڑی بے چینی سے وہ ایک گھنٹا گزارا۔ پھر اس کے پاس آکر بولی۔ "میں سمجھتی ہوں، تم نے مجھ سے بات کیوں نہیں کی تھی۔ تم بہت بڑی واردات کے بعد چھپنے کی نئی جگہ تلاش کررہے تھے۔"

"تم کس لئے آئی ہو؟"

"یہ بتانے کے لئے کہ تمہاری علیحدگی کا مقصد سمجھ میں آگیا ہے۔ اگر میرے ساتھ رہتے تو تمہیں مشین کو تباہ کرنے کی پلاننگ کا موقع نہ ملتا۔ اور میں تمہیں ہرگز ایسا نہ کرنے دیتی۔ مجھ سے دور جاکر تم نے میری محبت کا صلہ خوب دیا ہے۔"

"محبت کا نام نہ لو۔ خدا نے تمہیں اس نعمت سے محروم رکھا ہے۔ وضاحت کرو، کس مشین کی بات کررہی ہو۔ میں نے تو صرف تمہاری جوانی کی مشین تباہ کی ہے۔ اب میرے سوا کوئی تمہیں نہیں پوچھے گا۔"

"بکواس مت کرو۔ میں دوسری مشین کی بات کررہی ہوں۔"

"کوئی دوسری مشین کسی رات میرے پاس نہیں آئی۔"

"اب تو تم باتیں بناؤ گے۔ مشی گن جھیل میں اپنے خلاف کوئی ثبوت نہیں چھوڑا ہے۔"

"اول تو کسی تباہی کا ذکر نہ کرو۔ کرنا ہی ہے تو پہلے یہ بتاؤ، جب فرہاد ولیج پر تباہی لائی گئی تو تم میرے پاس کیوں نہیں آئی تھیں؟ کیا ہمدردی کے دو بول بھی نہیں بول سکتی تھیں؟"

"اس کا مطلب ہے، فرہاد ولیج کی تباہی کا انتقام لیا گیا ہے۔"

"تم اپنے طور پر کچھ بھی سوچ سکتی ہو۔ ویسے ہماری انتقامی کارروائی ابھی شروع نہیں ہوئی ہے۔"

"میں ابھی بحث نہیں کروں گی۔ تمہیں یقین سے دشمن بھی نہیں کہوں گی۔ لیکن تفتیش کے بعد جو بھی مجرم ثابت ہوگا، اس کا اتنا برا انجام کروں گی کہ اس کا باپ بھی اُسے نہیں بچاسکے گا۔"

"اتنا زبردست چیلنج سن کر میں تھر تھر کانپ رہا ہوں۔ دیکھو دہشت کے مارے میری سانس رک رہی ہے۔ ہائے ہائے، میری سانس رک گئی۔"

اس نے سانس روک لی۔ مرینا اپنی جگہ حاضر ہوگئی۔ بڑی مصیبت تھی، اسے ایسا مرد ملا تھا جسے کسی پہلو سے بھی جھکا نہیں سکتی تھی۔ اپنی ذہانت اور ٹیلی پیتھی سے مرعوب نہیں کرسکتی تھی۔ اپنے وسیع ذرائع سے خوفزدہ نہیں کرسکتی تھی۔ اُسے ایک بار نیچا دکھانے کی شدید خواہش تھی۔ پتا نہیں یہ خواہش کب پوری

...کی

وہ ٹی وی کے سامنے بیٹھی بین الاقوامی رابطے پر میری اور سونیا کی گفتگو سننے لگی۔ گفتگو کے دوران اس نے خیال خوانی کے ذریعے ہولی مین سے کہا۔ "آپ دیکھ رہے ہیں، یہ سونیا اور فرہاد کتنی چالاکی کی باتیں بنارہے ہیں۔ انہیں ہماری طرف سے منہ توڑ جواب ملنا چاہئے۔"

"فکر نہ کرو۔ جب مارشل اسکرین پر آئے گا تو اُن کی ایک ایک بات کا توڑ کرے گا۔"

ایک گھنٹے بعد مارشل ڈی مورا اسکرین پر آیا۔ اس نے ابتدا میں بڑی ٹھوس اور چونکا دینے والی باتیں کیں۔ پھر اچانک بہت بڑی غلطی کر بیٹھا۔ اس نے اسکرین پر تمام دنیا والوں کے سامنے ایسی بکنگ کی جیسے فرہاد اس کے دماغ میں زلزلے پیدا کررہا ہو۔ پہلے تو مرینا نے بھی اُسے سچ سمجھا۔ پھر مارشل کو فرہاد سے بچانے کے لئے اس کے دماغ میں پہنچی تو مارشل نے سانس روک لی۔

ظاہر ہوا کہ وہ ساری دنیا کو فریب دے کر فرہاد کو ظالم ثابت کر رہا ہے۔ یہ بہت اچھی چال تھی۔ مرینا خوش ہوگئی۔ مشین کی تباہی کا الزام نہیں دیا جاسکتا تھا لیکن یہ الزام اس سے بھی بڑا الزام تھا کہ فرہاد کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاؤ تو وہ دنیا والوں کی پروا کئے بغیر دشمنی کرتا ہے اور دماغی تکالیف میں مبتلا کرتا ہے۔

وہ دل ہی دل میں بولی "شاباش، مارشل ڈی مورا۔"

چند لمحوں کے بعد ہی شاباشی دینے والی مرجھا گئی۔ مارشل پر کیا نفسیاتی حملہ کیا گیا تھا کہ وہ غصے سے بے قابو ہوکر اینکر کو ...ل گیا تھا اور نمائندے کی پٹائی کرنے لگا تھا۔

یہ تماشا دیکھتے ہی مرینا کا سر شرم سے جھک گیا۔ اسے بڑی شدت سے توہین کا احساس ہورہا تھا۔ میرے ایک نفسیاتی حملے کے نتیجے میں مارشل نے پوری امریکی حکومت کو فراڈ ثابت کیا تھا کہ یہ حکمران دکھاوے کے لئے دوستی کا ہاتھ بڑھاتے ہیں اور جس سے ظاہر دوستی کرتے ہیں اسے درپردہ دشمن اور سب سے بڑا مخالف اور ظالم ثابت کرنے کے لئے ایسی ہی چالبازیاں دکھاتے ہیں جیسے مارشل دکھا رہا تھا۔

مرینا نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔ مجھے دشمن ثابت کرنے کا حربہ ناکام ہوچکا تھا۔ اس کے برعکس میرا پلڑہ بھاری ہوگیا تھا۔ دنیا مجھے بے قصور اور مارشل کو قصوروار تسلیم کررہی ہوگی اور اب اس الزام کو مٹانا مرینا اور اس کے بڑوں کے بس میں نہیں تھا۔

اس نے ہولی مین کو مخاطب کرکے کہا۔ "مشین تباہ کرنے والے مشی گن جھیل سے زیادہ دور نہیں ہوں گے۔ اسی اسٹیٹ میں انہیں تلاش کیا جاسکتا ہے۔"

"ہمارے جاسوس مشکوک افراد کو تلاش کررہے ہیں۔ تم بتاؤ یہاں فرہاد کی فیملی کے کتنے افراد ہوں گے؟"

"پارس اور اس کی دوسری ماں لیلیٰ یہاں ہیں۔ یہ دونوں ہزاروں طیارے بیک وقت نہیں اڑا سکتے تھے۔ ان کے ساتھ کئی افراد ہوں گے اور ان میں فرہاد کی فیملی کے مزید افراد ضرور ہوں گے۔ انہیں اتنی جلدی اس ملک سے جانے کا موقع نہیں ملا ہوگا۔ وہ ابھی یہاں سے نکل جانے کی کوشش میں ہوں گے۔"

"ائرپورٹ، بندرگاہوں اور خشکی کے تمام راستوں کی سختی سے ناکہ بندی کی گئی ہے۔"

"ایسے لوگوں کو فوراً حراست میں لیا جائے جو یوگا کے ماہر ہوں۔"

"میں تم سے یہی کہنے والا تھا۔ تم اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے پال ہوپ کن کو ہمارے جاسوسوں کے دماغوں میں آتے جاتے رہنے کو کہو۔ ادھر جان لبوڈا بھی اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ساتھ اسی کام میں مصروف ہے۔"

"میں بھی یہی فرائض ادا کروں گی۔ کوئی حساس دماغ والا ہم سے بچ کر نہیں جائے گا۔"

"تم نے پارس کے ساتھ کچھ وقت گزارا ہے۔ یہ بتاؤ، وہ یہاں کس طرح چھپ کر رہتا ہے۔ اپنے لوگوں سے کس طرح رابطہ کرتا ہے۔ کہیں آنے جانے کے لئے اسے گاڑیاں کس طرح مل جاتی ہیں؟ وہ کہیں تفریح کے لئے بھی جاتا ہوگا۔ اس کی پسند کا کھانا، اس کی پسند کا لباس اور اس کی کوئی مخصوص عادت بتاؤ۔"

"میں نے وہ پہلا شخص دیکھا ہے جو ہر پسند سے بے نیاز رہتا ہے۔ جو مل جاتا ہے کھالیتا ہے، جو میسر ہو پہن لیتا ہے۔ میں نے اس کی کوئی خاص عادت نہیں دیکھی۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ زہریلا ہے۔ کسی عورت کے ذریعے وہ پہچانا جاسکتا ہے۔ اس کی تنہائی میں مدہوش ہوجانے والی کوئی عورت ہی اس کے پارس ہونے کی گواہی دے سکتی ہے۔"

"کیا وہ ایسا ہی دل پھینک عیاش ہے کہ اسے کوئی بھی عورت شکار کرسکتی ہے۔"

"نہیں، کسی لڑکی میں کوئی غیر معمولی بات ہو تو وہ اس میں دلچسپی لیتا ہے۔ میں نے اسے اچھی طرح سمجھ لیا ہے۔ وہ قطعی عیاش نہیں ہے۔ اول درجے کا مطلب پرست ہے۔ کوئی بہت بڑا فائدہ دیکھ کر ہی کسی کی طرف مائل ہوتا ہے۔"

"ہاں، تمہاری بات اس طرح سمجھ میں آتی ہے کہ اس نے جوجو سے شادی کی کیونکہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ پھر اس نے ٹیلی پیتھی جاننے والی الپا کو پھانس لیا۔ اس کے بعد تمہیں بھی فریب دیتا رہا ہے۔ اس کا طریقۂ کار رہتا ہے کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والی حسیناؤں سے عشق کرتا ہے۔"

"واقعی آپ نے اس کے کردار کا صحیح تجزیہ کیا ہے۔"

"اگر یہ درست ہے تو میں ایک درجن لڑکیوں پر تنویمی عمل کراؤں گا۔ ان کے دماغوں میں یہ نقش کرادوں گا کہ وہ خیال خوانی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کرتی ہیں اور پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتی ہیں۔ ان لڑکیوں کے پیچھے ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے رہا کریں گے۔ پارس کسی نہ کسی لڑکی سے ضرور ٹکرائے گا پھر ہماری نظروں میں آتا رہے گا۔"

"اگر ہم ایسے منصوبوں پر عمل کرتے رہیں گے تو ایک بھی دشمن یہاں سے بچ کر نہیں جاسکے گا۔ آپ نے پوچھا تھا کہ وہ یہاں کس طرح چھپ کر رہتا ہے؟ میں اس کے ساتھ نیویارک' واشنگٹن اور شکاگو میں رہ چکی ہوں۔ اس کے ساتھ جہاں بھی گئی پہلے سے کوئی بنگلا یا کاٹیج وغیرہ اس کے لئے تیار پایا۔ اس کے ذرائع اتنے وسیع ہیں کہ وہ پانچ منٹ کے اندر رہائش گاہ تبدیل کرلیتا ہے۔ ہر شہر میں پتا نہیں کتنے گیراج ہیں جہاں سے وہ کاریں نکال کر وقتِ ضرورت استعمال کرتا ہے۔ دنیا کے تمام ممالک اور تمام شہروں میں فرہاد کے بے شمار آلۂ کار ہیں جو پارس کے لئے خدمات انجام دیتے ہیں۔"

"گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے۔" یہ کہاوت مرینا پر صادق آرہی تھی۔ وہ اب تک جتنی رہائش گاہوں میں اس کے ساتھ رہ چکی تھی اور جتنے گیراج دیکھ چکی تھی' ان سب کے پتے ہولی مین کو بتا دیے۔ یہ بھی بتایا کہ پارس اپنی جیبوں میں اکثر ریڈی میڈ میک اپ کا سامان رکھتا ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے اپنا چہرہ بدل لیتا ہے۔ لہٰذا ایسے لوگوں کو بھی گرفتار کیا جائے جو اپنے پاس ریڈی میڈ میک اپ کا سامان لئے پھرتے ہیں۔

ہولی مین نے کہا۔ "تم نے پارس کے سلسلے میں جتنی کام کی باتیں بتائی ہیں انہیں ذریعہ بنا کر اسے تلاش کیا جائے گا۔ ویسے سب سے کار آمد طریقہ یہی ہے کہ ہمارے جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں' وہ تمام جاسوسوں کے دماغوں میں موجود رہا کریں۔"

"بے شک فرہاد کی فیملی میں سب ہی یوگا کے ماہر ہیں۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی آمد پر جو سانس روکے گا' وہ ضرور فرہاد سے تعلق رکھنے والا شخص ہوگا۔"

اس نے پال ہوپ کن کے دماغ میں آکر کہا۔ "بہت دنوں سے بیکار بیٹھے ہو' کوئی مصروفیت نہیں ہے۔"

وہ بولا "تم نے مجھے اپنا تابعدار بنا کر مجھ سے میری آزادی چھین لی ہے۔ تمہارا حکم ہوتا ہے تو میں چار دیواری کے باہر جاکر آزاد دنیا کو دیکھتا ہوں ورنہ یہاں قید رہتا ہوں۔"

"میں تمہیں آزاد کرتی ہوں۔ ایک نمبر ڈائل کرو' یہ انٹیلیجنس کے ایک افسر کا نمبر ہے۔ اس کے ذریعے اس کے تمام ماتحت جاسوسوں کے دماغوں میں جاتے رہو۔"

"مجھے کرنا کیا ہے؟"

"ہمارے یہ تمام جاسوس دشمنوں کو تلاش کر رہے ہیں۔ دشمنوں کی خاص پہچان یہ ہے کہ وہ پرائی سوچ کی لہریں محسوس کرتے ہی سانس روک لیتے ہیں۔ جو شخص تمہیں دماغ میں آنے سے روکے تم فوراً اسے گرفتار کرادو۔"

اس نے مرینا کی ہدایت پر عمل کیا۔ ایک افسر کے ذریعے تمام جاسوسوں کے دماغوں میں پہنچنے لگا۔ مرینا نے ہولی مین وغیرہ کو اب ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے وارنر ہیگ کے متعلق نہیں بتایا تھا کہ وہ بھی اس کا معمول ہے اور جزیرہ پوٹریا میں رہتا ہے۔

اب اسے ایک ایسے ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحت کی ضرورت تھی جس کے متعلق کوئی کچھ نہیں جانتا تھا۔ وہ اسے یہاں لانا چاہتی تھی۔ اس مقصد کے لئے وہ اس کے دماغ میں پہنچی۔ وہ ہمیشہ خاموشی سے اس کے اندر آتی تھی۔ ابھی تک اسے یہ نہیں بتایا تھا کہ اس کے دماغ پر چپ چاپ حکمرانی کرتی ہے۔

اس وقت بھی وہ خاموشی سے اس کے چور خیالات پڑھنے لگی۔ پتا چلا وہ حمائلہ کی محبت میں بہت آگے نکل گیا ہے۔ پچھلے دنوں اُس سے جو جذباتی غلطی ہوئی تھی اور حمائلہ جیسی حیا والی کو اس نے جو صدمہ پہنچایا تھا اس کی تلافی کرنے کے لئے اس نے اسلام قبول کرلیا ہے اور حمائلہ سے شادی کرلی ہے۔

وارنر کے اس عمل سے مرینا کے دماغ میں ایک پتھر آکر لگا۔ وہ پارس کے ساتھ بے شمار راتیں گزار چکی تھی۔ کئی بار محبت سے اور جوانی کی اداؤں سے اسے سمجھایا اور منایا کہ وہ عیسائیت قبول کرکے اس سے شادی کرلے لیکن وہ فولاد کا بچہ فولاد ہی رہا اور وہ اس سے ٹکرا ٹکرا کر پاش پاش ہوتی رہی۔

اسے یہ سوچ کر غصہ آرہا تھا کہ وارنر کیوں جھک گیا۔ اس غصے کے پسِ پردہ یہ سوال تھا کہ آخر حمائلہ میں کیا بات ہے کہ ایک مرد نے اس کے لئے اپنا مذہب چھوڑ دیا اور میں ایسی گئی گزری ہوں کہ پارس نے اپنا مذہب چھوڑنا تو دور کی بات ہے' اس نے مجھے ہی چھوڑ دیا۔

وارنر سمندر کے ساحل پر تھا۔ حمائلہ کی کمر میں ہاتھ ڈالے ٹہل رہا تھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کی محبت سے سرشار تھے۔ مرینا نے حمائلہ کے دماغ میں آکر قبضہ جمالیا۔ اسے وارنر سے اپنا ہاتھ چھڑانے پر مجبور کیا۔ وہ بے چاری ہاتھ چھڑا کر اُس سے الگ ہوگئی۔ وارنر نے پوچھا "کیا ہوا؟"

حمائلہ نے جواب نہیں دیا۔ پلٹ کر سمندر کی طرف یوں بھاگنے لگی جیسے گہرے پانی میں جاکر چھلانگ لگانا چاہتی ہو۔ وارنر نے اس کے پیچھے دوڑتے ہوئے پکارا۔ "حمائلہ! رک جاؤ' یہ تمہیں کیا ہوگیا ہے؟ تم ادھر کیوں جارہی ہو؟"

وہ رک گئی۔ پلٹ کر بولی "خبردار! میرے پاس نہ آنا۔ آؤ گے تو میں گہرے پانی میں چلی جاؤں گی۔"

"یہ کیا حماقت ہے۔ تمہیں اچانک کیا ہوگیا ہے؟"

"مجھے یہ سوچ کر شرم آرہی ہے کہ تم مضبوط ارادے والے مرد نہیں ہو۔ مرد وہ ہوتا ہے جو اپنا نظریہ' اپنا عقیدہ اور اپنا مذہب نہیں بدلتا۔ تم نے مذہب بدل کر خود کو میری نظروں سے گرا دیا۔

ہیں شرم سے ڈوب مرنا چاہئے۔ مگر تمہاری جگہ میں ڈوب مرنا ہی ہوں۔"

وہ قریب آنے سے منع کر رہی تھی۔ ڈوب جانے کی دھمکی ے رہی تھی۔ اب اس کے قریب جانے کا ایک ہی راستہ تھا۔ وہ اِل خوانی کے ذریعے اس کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے خیالات ھنے لگا۔

پتا چلا' وہ اپنے اندر منفی خیالات سے لڑ رہی ہے۔ ابھی جو کہہ ہی ہے وہ کہنا نہیں چاہتی۔ جو کر رہی ہے' وہ کرنا نہیں چاہتی۔ ر بے اختیار کر رہی ہے۔ وہ اپنے آپ میں نہیں تھی۔

جب اسے یقین ہوگیا کہ کوئی انجانی قوت اس بے چاری کو بور کر رہی ہے تو اس نے پوچھا۔ "کون ہو تم؟"

مرینا نے اس کے دماغ میں آکر پوچھا۔ "کیا تم میری سوچ کی ہروں کو محسوس کر رہے ہو؟"

وارنر نے پریشان ہو کر چاروں طرف یوں دیکھا جیسے بولنے الی کو دیکھنا چاہتا ہو۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ کوئی اس کے دماغ ں آسکتا ہے اور وہ اسے محسوس نہیں کرسکتا۔ ایک سوال پیدا وا "کیا میری یوگا کی صلاحیتیں ختم ہوچکی ہیں؟

مرینا نے کہا۔ "نہیں' آج بھی تمہارا دماغ حساس ہے۔ تم رائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک سکتے ہو لیکن ں پرائی نہیں ہوں۔ تمہاری زندگی کی مالک ہوں۔ تمہارے دماغ ر حکومت کرتی ہوں۔"

"تم نے میرے دماغ میں کیسے جگہ بنائی؟ کب مجھ پر عمل کیا تھا؟"

"ایک عرصہ گزر چکا ہے۔ تمہیں کب غلامی کی زنجیریں پہنائی گئیں' یہ بتانا ضروری نہیں سمجھتی۔ اتنا ہی سمجھ لینا کافی ہے کہ تمہارے گلے کا پھندا میرے ہاتھ میں ہے۔ جب چاہوں گی تمہیں نافرمانی کی سولی پر چڑھا دوں گی۔"

"تمہیں میری شریکِ حیات سے کیا دشمنی ہے؟"

"دشمنی تو تم سے بھی نہیں تھی۔ اسی لئے اس جزیرے میں تمہیں آزاد چھوڑ دیا تھا۔ سوچا تھا' کبھی ضرورت ہوگی تو تمہیں استعمال کروں گی۔ آج تمہارے ملک کو تمہاری صلاحیتوں کی ضرورت ہے۔ میں تمہیں لینے آئی تھی پتا چلا تم نے اس مسلمان لڑکی کی خاطر اپنا مذہب چھوڑ دیا ہے۔ کیا ایسا کرتے ہوئے تمہیں ذرا بھی شرم نہیں آئی؟"

"میں بہت شرم والا ہوں۔ ایک لڑکی کی شرم رکھنے کے لئے میں نے جو بھی کیا اس پر مجھے فخر ہے۔ تمہیں میرے ذاتی معاملات میں دخل نہیں دینا چاہئے۔"

"جس پر میں حکومت کرتی ہوں' اس کا پھر کوئی ذاتی معاملہ نہیں رہتا۔ تم آج ہی یہاں سے نکلو گے۔ میں ایک ہیلی کاپٹر یہاں

گے۔ میں تمہیں گائیڈ کرتی رہوں گی' اس کے مطابق تم جلد سے جلد نیویارک آؤ گے۔"

"میں انکار کروں گا تو تم میرے دماغ پر قبضہ جمالو گی۔ میری ایک بات مان لو۔ میں جہاں جاؤں گا' حمائلہ میرے ساتھ رہے گی۔"

"میں اس لڑکی کو معاف نہیں کروں گی جس کی خاطر تم نے ہمارا سر جھکا دیا ہے۔"

"پلیز' انتقام لینے کا خیال دل سے نکال دو۔"

"ایک شرط پر اسے معاف کروں گی۔ تم اپنے مذہب کی طرف لوٹ آؤ اور حمائلہ سے کہو' وہ عیسائیت قبول کرلے۔"

وہ پریشان ہو کر سوچنے لگا' کیا کرے؟ وہ اس کا معمول تھا' اس کی مرضی کے خلاف حمائلہ کو کسی بھی طرح تحفظ نہیں دے سکتا تھا۔ وہ جب چاہتی اس لڑکی کو خودکشی پر مجبور کرسکتی تھی۔

وہ حمائلہ کو بے بسی سے دیکھتے ہوئے بولا۔ "کیا تم سمجھ رہی ہو کہ ہم پر اچانک کیسی افتاد آپڑی ہے؟"

وہ اثبات میں سر ہلا کر بولی "تمہارے ساتھ کوئی غیر معمولی بات ہو رہی ہے۔ ابھی میں نہ چاہتے ہوئے بھی تمہارے مذہب تبدیل کرنے کے خلاف بول رہی تھی اور خواہ مخواہ گہرے پانی میں ڈوبنے جارہی تھی۔ مجھے بتاؤ' ایسا کیوں ہو رہا ہے؟"

"میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ ٹیلی پیتھی جانتا ہوں لیکن یہ نہیں

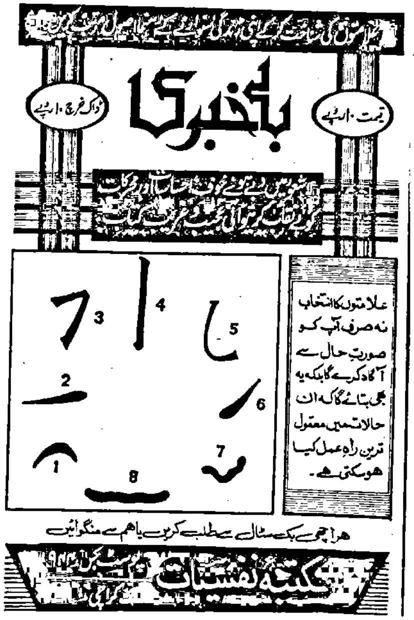

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

جانتا تھا کہ کوئی عورت اسی علم کے ذریعے میرے دماغ پر قبضہ جما چکی ہے۔ اس نے مجھے اپنا معمول اور تابعدار بنالیا ہے۔ وہی تمہارے دماغ پر بھی چھا جاتی ہے۔ وہ جب چاہے گی' ہم دونوں کو بے موت مرنے پر مجبور کردے گی۔"

"اسے ہم سے کیا دشمنی ہے؟"

"وہ میرے مذہب تبدیل کرنے پر ناراض ہے۔ اس کی سزا تمہیں بھی دینا چاہتی ہے۔"

حمائلہ نے کہا۔ "جسے تم سزا کہہ رہے ہو میں اُسے بہت بڑا انعام سمجھتی ہوں۔ میرا خدا اپنے بندوں کو ایسی ہی آزمائشوں میں مبتلا کرتا ہے۔ میں دینِ اسلام کو گلے سے لگائے سمندر میں کود پڑوں گی۔ میری پرواہ مت کرو۔ تمہارے جیسے نیک انسان کو ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں کے ساتھ زندہ رہنا چاہئے۔"

"تم نے مجھے اپنی نیکی اور شرافت سے جیت لیا اور یہ عورت بدی اور جبر سے میرا راستہ بدلنا چاہتی ہے۔ میں قسم کھاتا ہوں' جیوں گا تمہارے ساتھ' مروں گا تمہارے ساتھ۔ ہوسکتا ہے یہ عورت مجھے مرنے نہ دے لیکن کب تک مجھ پر حاوی رہے گی۔ ایک لمحے کے لئے بھی مجھے موقع ملا تو میں اپنی جان دے دوں گا۔"

مرینا اس کی باتیں سن رہی تھی۔ اس کے چور خیالات پڑھ کر اس کی مستقل مزاجی اور قوتِ ارادی کو سمجھ رہی تھی۔ اس نے سوچا' ہمیشہ جبراً کام نہیں لے سکے گی۔ خلافِ توقع کوئی ایسی بات ہوسکتی ہے کہ وارنر کو خود کشی کا موقع مل جائے۔ تب وہ اپنے ایک خیال خوانی کرنے والے سے محروم ہوجائے گی۔ ایک ایک کرکے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے ہاتھ سے نکل گئے تھے۔ اب اسے قابو میں رکھنے کے لئے اپنے رویّے میں تھوڑی سی نرمی پیدا کرنا ضروری تھا۔

اس نے سوچ کر وارنر سے کہا۔ "میں ایک شرط پر تمہاری شریکِ حیات حمائلہ کو معاف کروں گی اور اسے تمہارے ساتھ نیویارک جانے دوں گی۔"

"میں حمائلہ کی خاطر تمہاری ہر شرط مان لوں گا۔"

"تم جب تک اپنے مذہب کی طرف لوٹ کر نہیں آؤ گے اس وقت تک حمائلہ کے بدن کو ہاتھ نہیں لگاؤ گے۔ اس کے اور تمہارے درمیان تھوڑا فاصلہ رہا کرے گا۔"

"مجھے منظور ہے۔ میں حمائلہ کی سلامتی چاہتا ہوں۔ اس کے سامنے رہ کر' اس کے ساتھ ساتھ رہ کر بھی اس کی جدائی برداشت کرتا رہوں گا۔"

وہ مرینا سے ہونے والی گفتگو حمائلہ کو سناتا جارہا تھا اور وہ موجودہ حالات کو سمجھتی جارہی تھی۔ مرینا دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ کچھ دیر تک سوچتی رہی پھر اس نے اپنے ملک کے وزیرِ خارجہ کو فون کیا۔ اس کے سیکریٹری نے ریسیور اٹھا کر پوچھا۔ "ہیلو' کون ہے؟"

مرینا نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر سیکریٹری کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہ ہیلو ہیلو کہہ رہا تھا۔ مرینا نے اس سے فون بند کرایا پھر انقرہ میں امریکی سفیر کے نمبر معلوم کئے۔ اسے ہاٹ لائن پر رابطہ کرنے پر مجبور کیا۔ جب رابطہ ہوگیا اور دوسری طرف سے امریکی سفیر کی آواز سنائی دی تو وہ خیال خوانی کی چھلانگ لگا کر اُس کے دماغ میں انقرہ پہنچ گئی۔

وہ ریسیور کان سے لگائے کہہ رہا تھا۔ "بہت اہم گفتگو نہ ہو تو بعد میں رابطہ کرو۔ میں اپنے ایک معزز مہمان کا استقبال کرنے جارہا ہوں۔"

مرینا اس کے ذریعے ایک ہیلی کاپٹر کی آواز سن رہی تھی۔ وہ ریسیور رکھ کر تیزی سے چلتا ہوا رہائش گاہ کے باہر آرہا تھا۔ رہائش گاہ کے سامنے ایک کھلی جگہ پر ہیلی کاپٹر اتر گیا تھا۔ گردش کرتا ہوا پنکھا آہستہ آہستہ تھم رہا تھا۔ وہ سفیر کے ذریعے ایک ہیلی کاپٹر کا انتظام کرنے آئی تھی۔ اب اتفاق سے ایک ہیلی کاپٹر آگیا تھا۔ سفیر سے اس سلسلے میں کچھ کہنا ضروری نہیں رہا تھا۔ یوں بھی وہ کسی کے علم میں لائے بغیر وارنر کو نیویارک لانا چاہتی تھی اور اس کی یہ خواہش پوری ہو رہی تھی۔

آنے والا مہمان امریکی سفیر سے مصافحہ کر رہا تھا۔ اس نے رسمی گفتگو کے بعد پائلٹ سے کہا۔ "ہیلی کاپٹر یہاں رہنے دو۔ تم آرام کرو۔ ہم ایک گھنٹے بعد جائیں گے۔"

پائلٹ نے جواب دیا۔ "سر! یہاں میرا ایک قریبی عزیز ہے۔ اجازت ہو تو میں آدھے گھنٹے میں اُس سے ملاقات کرکے آجاؤں؟"

"ٹھیک ہے' جاؤ۔"

وہ مہمان امریکی سفیر کے ساتھ اندر آیا۔ اسے ہیلی کاپٹر کے پنکھے کی گردش کرتی ہوئی آواز سنائی دی۔ پہلے تو اُس نے توجہ نہیں دی۔ پھر حیرانی سے کہا۔ "کیا یہ پائلٹ اپنے عزیز سے ملنے ہیلی کاپٹر میں جارہا ہے؟"

وہ تیزی سے چلتا ہوا پھر باہر آیا۔ ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہوچکا تھا۔ وہ نیچے سے ہاتھ ہلا کر چلّاتے ہوئے بولا "اے! تم ہیلی کاپٹر کہاں لے جارہے ہو؟ نیچے آؤ۔ نیچے آؤ۔"

وہ دونوں ہاتھوں سے اسے نیچے آنے کا اشارہ کر رہا تھا۔ پنکھے کے شور میں اُس کی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ پائلٹ مرینا کی مرضی کے مطابق پرواز کرتا ہوا دور جاچکا تھا۔ امریکی سفیر کے مہمان نے تیزی سے اندر آکر فون کا ریسیور اٹھایا۔ پھر انقرہ میں فرانس کے ایک سفارتکار سے رابطہ قائم کرکے بولا "میں فرانس کی وزارتِ خارجہ کا سیکریٹری بول رہا ہوں۔ میرا پائلٹ میری اجازت کے بغیر ہیلی کاپٹر یہاں سے لے گیا ہے۔ یہ کوئی ہائی جیکنگ کا معاملہ ہے۔ فرانسیسی انٹیلیجنس کے چیف کو صورتِ حال سے آگاہ کرو۔"

انقرہ میں رہنے والے سفیر نے فرانس کی انٹیلیجنس کے چیف سے رابطہ

حاصل کرنے کے بعد اُس کی فائل میں اس کی تصویر دیکھی۔ پھر فون پر سلمان سے رابطہ کرکے کہا۔ "مسٹر سلمان! ہمارے فارن سیکریٹری کا ایک ہیلی کاپٹر ہائی جیک کیا گیا ہے۔ میں پائلٹ کی تصویر بھیج رہا ہوں' آپ پلیز اس کے دماغ میں پہنچ کر صحیح حالات معلوم کریں۔"

اس نے ایک افسر کے ذریعے تصویر بھیج دی۔ سلمان نے اس تصویر کو غور سے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں جھانکا پھر چشم زدن میں اس پائلٹ کے اندر پہنچ گیا۔ خاموشی سے اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ پتا چلا اس کا دماغ اپنے قابو میں نہیں ہے اور وہ اپنی مرضی کے خلاف اس ہیلی کاپٹر کو کہیں لے جارہا ہے۔

سلمان نے اس کی سوچ میں سوال کیا۔ "آخر میں کہاں جارہا ہوں؟"

اس کے دماغ میں کسی نے نہیں بتایا کہ منزل کہاں ہے؟ سلمان انتظار کرنے لگا۔ آخر وہ ایک جزیرے پر اترنے لگا۔ سمندر کے ساحل پر دور حمائلہ اور وارنر کھڑے ہوئے تھے۔ جب ہیلی کاپٹر ساحل کی زمین پر اتر گیا تو وہ دونوں دوڑتے ہوئے آکر اس میں سوار ہوگئے۔ وارنر نے سلائیڈنگ دروازے کو بند کرتے ہوئے پائلٹ سے پوچھا۔ "ہم کہاں جارہے ہیں؟"

مرینا نے پائلٹ کی زبان سے سخت لہجے میں کہا۔ "ایک بار کہہ چکی ہوں۔ بار بار نہ پوچھا کرو۔"

"تم نے نیویارک جانے کو کہا تھا۔ اتنا طویل سفر ہیلی کاپٹر کے ذریعے کیسے ہوگا؟"

"احمقانہ باتیں نہ کرو۔ اتنی عقل مجھ میں ہے۔ میں انقرہ تک ہیلی کاپٹر میں لے جاؤں گی۔ پھر وہاں تمہاری شناخت تبدیل کرنے کے بعد کسی طیارے میں تم دونوں کی سیٹیں ریزرو کراؤں گی۔"

یہ گفتگو سن کر سلمان کے سامنے تمام معاملات واضح ہوگئے۔ وہ جانتا تھا کہ وارنر ہیک جزیرہ پوٹریا میں ہے اور ہم نے وارنر کو مرینا کے حوالے کیا تھا۔ مرینا بہت پہلے اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا چکی تھی۔ سلمان مزید معلومات کے لئے حمائلہ کے دماغ میں آگیا۔

اس کے خیالات پڑھنے سے یہ نئی بات معلوم ہوئی کہ وارنر نے اسلام قبول کیا ہے اور یہ بات مرینا کو ناگوار گزری ہے۔ پہلے تو وہ حمائلہ کو مار ڈالنا چاہتی تھی۔ پھر یہ پابندی عائد کی کہ جب تک وارنر عیسائیت کی طرف لوٹ کر نہیں آئے گا تب تک وہ دونوں میاں بیوی کو تنہائی میں ملنے نہیں دے گی۔

یہ ظلم تھا۔ دونوں مرینا کے شکنجے میں تھے۔ مرینا کی گرفت اور تیور انہیں یقین دلا رہے تھے کہ اب وہ جیتے جی کبھی ایک دوسرے کے قریب نہیں آسکیں گے۔ ایک دوسرے کے ساتھ رہیں گے' سامنے رہیں گے اور ایک دوسرے کو دیکھ دیکھ کر تڑپتے رہیں گے۔

سلمان نے میرے پاس آکر یہ تمام روداد سنائی۔ میں نے کہا۔ "کسی نے وارنر پر جبر نہیں کیا کہ وہ اسلام قبول کرے۔ تاریخ گواہ ہے کہ اسلام تلوار اور جبر سے نہیں' محبت اور ہدایات سے پھیلا ہے۔"

سلمان نے کہا۔ "مرینا کا غصہ بے جا ہے۔ مذہب ایک ذاتی معاملہ ہے اور دل سے تعلق رکھنے والا عقیدہ ہے۔ اگر حمائلہ عیسائیت قبول کرتی تو ہم انتقامی کارروائی نہ کرتے۔ اسے اسلام کی طرف لوٹ آنے پر مجبور نہ کرتے۔ خدا یہ نہیں چاہتا کہ کسی کو زبردستی جھکایا جائے۔ مسجد کی دہلیز ہو یا چرچ کا دروازہ' جھکنے والے سر اپنے ذاتی عقیدے اور محبت سے جھکتے ہیں۔"

"مرینا کا غرور اور فرعونیت انتہا کو پہنچ رہی ہے۔ میں اس کا دماغ درست کردوں گا۔ تم پارس' علی تیمور اور ثانی کا خیال رکھو اور اُن کی خیریت سے آگاہ کرتے رہو۔"

سلمان چلا گیا۔ میں مرینا کے دماغ میں آگیا۔ وہ خود کو ناقابلِ تسخیر سمجھتی تھی۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ میں اس کے دماغ پر قبضہ جما چکا ہوں۔

میں نے سونیا کے لب و لہجے میں اس پر تنویمی عمل کیا تھا اور اس کے دماغ میں یہ بات نقش کرائی تھی کہ وہ سونیا کی سوچ کی لہروں کو اپنے اندر محسوس نہیں کرے گی۔ میں نے یہ طریقہ اس لئے اختیار کیا تھا کہ دشمن میری یا سلمان وغیرہ کی آواز اور لہجہ اختیار کرکے کبھی اس کے دماغ میں آسکتے تھے لیکن یہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ سونیا کے لہجے سے مرینا کے دماغ کے اندر راستہ بن سکتا ہے۔ کیونکہ سونیا ٹیلی پیتھی نہیں جانتی تھی۔ جب خیال خوانی نہیں کرتی تھی تو اس کی سوچ کا لہجہ مرینا کے اندر بھلا کیسے پہنچ سکتا تھا۔

میری اس حکمتِ عملی سے مرینا بھی محفوظ تھی۔ ورنہ مجھے یقین ہے کہ دشمنوں نے ہم میں سے کسی کا لہجہ اپنا کر اُس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی ہوگی اور ناکام رہے ہوں گے۔

وہ پائلٹ کے دماغ میں تھی۔ میں اُس کے دماغ میں تھا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ حمائلہ اور وارنر کو پہلے انقرہ پہنچائے گی۔ چونکہ سفر طویل تھا۔ وہ تین گھنٹے بعد وہاں پہنچنے والے تھے۔ اس لئے میں مرینا کی موجودہ مصروفیات کے متعلق معلوم کرنے لگا۔

معلوم ہوا کہ اس نے چند اعلیٰ حکام اور فوجی افسران کا اعتماد حاصل کرلیا ہے۔ مشیرِ خاص ہولی مین اس کا سرپرست بن گیا ہے۔ اب وہ ایک خفیہ تنظیم بنا کر اپنے ملک کے مفاد کے لئے کام کر رہی ہے اور اس کی دانست میں ملک کا مفاد اسی میں تھا کہ میں اپنی پوری فیملی کے ساتھ نابود ہوجاؤں۔

پارس' علی تیمور اور سونیا ثانی کو گھیرنے کے لئے ہر ممکن کوشش شروع کردی گئی تھی۔ ابھی دشمنوں کو علی تیمور اور سونیا ثانی کی وہاں موجودگی کا علم نہیں تھا لیکن جو طریقۂ کار وہ اختیار کر رہے تھے اس کے نتیجے میں وہ گرفتار ہوسکتے تھے۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

میں نے سلمان، سلطانہ اور لیلیٰ کو مخاطب کر کے کہا۔ "ہمارے تینوں بچے خطرات میں گھرے ہوئے ہیں۔ یہ کسی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے کو دماغ میں آنے سے روکیں گے تو یوگا کی مہارت سے پہچان لئے جائیں گے۔"

لیلیٰ نے کہا۔ "اگر سانس نہیں روکیں گے تو ان کے دماغ دشمنوں کے لئے کھلی کتاب بن جائیں گے۔"

میں نے کہا۔ "بچاؤ کا ایک ہی راستہ ہے۔ ان کی شخصیت تبدیل کر دی جائے۔ تنویمی عمل کے ذریعے ان کی یادداشت سے پچھلی زندگی مٹا دی جائے۔ ان کے دماغ حساس نہ رہیں۔ دشمن آکر ان کے چور خیالات پڑھیں تو انہیں ہمارے بچوں کی کوئی شناخت نہ ملے۔ وہ عام سے شہری تسلیم کئے جائیں۔"

سلطانہ نے کہا "ہم نے مریتا کو بیٹی کی طرح چاہا۔ متعدد ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے حوالے کر دیے۔ پارس نے کئی بار اس کی جان بچائی۔ اسے دشمنوں کی قید میں جانے نہیں دیا۔ ان محبتوں اور مہربانیوں کا صلہ وہ ہمیں یہ دے رہی ہے۔"

لیلیٰ نے کہا۔ "ہم اسے باعثِ رحمت بنانا چاہتے تھے وہ زحمت بن گئی ہے۔"

سلمان نے کہا۔ "اس پر نکتہ چینی کرنے سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ آؤ پہلے ہم اپنے بچوں کو تحفظ فراہم کریں۔"

وہ اپنے فرائض ادا کرنے چلے گئے۔ خدا ہم پر مہربان ہے۔ مریتا کی ایک غلطی نے ہمیں حمائلہ اور وارنر تک پہنچا دیا تھا۔ ان بیچاروں کے مسائل کے ساتھ ہمیں اپنے بچوں کے خلاف مریتا کے نئے منصوبوں کا علم ہو گیا تھا۔

اس سے غلطی یہ ہوئی تھی کہ وہ جلد بازی میں ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کو اغوا کر کے لے گئی تھی۔ اس نے سوچا تھا، اپنے امریکی سفیر کے پاس آنے والا مہمان کوئی اپنا ہی ہوگا۔ جبکہ وہ فرانسیسی تھا اور اس نے مختلف ذرائع سے ہیلی کاپٹر کو جبراً لے جانے والی بات ہم تک پہنچا دی تھی۔

مریتا کو بڑی دیر تک یہ معلوم کرنے کی فرصت نہیں ملی تھی کہ وہ فرہاد کی سرپرست حکومت کے ایک پائلٹ کو لے جا رہی ہے۔ پہلے معلوم کر لیتی تو ایسی غلطی کبھی نہ کرتی۔ وہ کبھی حمائلہ اور وارنر کو قابو میں رکھتی تھی، کبھی کسی کام سے ہولی مین وغیرہ کے پاس موجود رہنے پر مجبور ہو جاتی تھی تاکہ اعلیٰ حکام اور فوجی افسران اور ہولی مین وغیرہ اس پر کسی قسم کا شبہ نہ کریں۔ وہ وارنر کو ان سے چھپائے رکھنے کی پوری کوشش کر رہی تھی۔

دس طرح کی مصروفیات میں دھیان بٹ جائے تو غلطی ہو ہی جاتی ہے۔ جب میں نے دیکھا کہ اسے ابھی تک ایک بڑی غلطی کا علم نہیں ہوا ہے تو میں نے اس کے دماغ کو اپنے کنٹرول میں رکھا۔ اس نے ہیلی کاپٹر کو انقرہ کی آبادی سے ذرا دور اتارا۔ حمائلہ اور ارنر وہاں اتر کر سڑک کے کنارے کسی گاڑی کا انتظار کرنے لگے۔ مریتا پائلٹ کے ذریعے ہیلی کاپٹر کو کہیں دور لے گئی۔ وارنر سے یہ کہہ گئی "میرا انتظار کرو۔ اگر کسی گاڑی میں لفٹ مل جائے تو انقرہ کے کسی بڑے ہوٹل میں پہنچو، میں جلد ہی واپس آؤں گی۔"

اس کے جانے کے بعد حمائلہ نے وارنر سے کہا۔ "مجبوریاں اور پابندیاں ایسی بھی ہوتی ہیں۔ ہمارے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پیروں میں بیڑیاں نہیں ہیں۔ پھر بھی ہم قیدی ہیں۔ ہمارے اطراف چار دیواری نہیں ہے۔ ہاتھ پاؤں آزاد ہیں پھر بھی کہیں بھاگ کر نہیں جا سکتے۔ یہ ٹیلی پیتھی تو عذاب ہے۔"

وہ بولا "شیطان صفت لوگوں نے اسے عذاب بنا دیا ہے۔ اگر ہم نے کسی کا دل نہیں دکھایا ہے، ہماری نیت اچھی ہے اور محبت سچی ہے تو خدا ہمیں اس مصیبت سے ضرور نکالے گا۔"

ان کی باتوں کے دوران ایک گاڑی آتی ہوئی دکھائی دی۔ اس میں دو مسلح آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ وارنر کو لفٹ مانگنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ آدھی رات کو ایک حسین لڑکی دیکھ کر انہوں نے خود ہی گاڑی روک دی۔ پھر دونوں باہر آئے۔ ایک نے پوچھا۔ "کون ہو تم لوگ؟"

دوسرے نے کہا "یار تو گدھا ہے۔ یہ کون ہیں؟ کوئی بھی ہیں ہمیں کیا لینا ہے۔ بس یہ حسینہ کافی ہے۔"

اس نے حمائلہ کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا۔ وارنر نے اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کر دیا۔ پھر دوسرے کو بھی یہی سزا دی۔ جب اس نے دونوں پر اس سزا کو دہرایا تو وہ بے ہوش ہو گئے۔ میں خاموش تماشائی بن کر رہا۔ اگر ان کی مدد کرتا تو مریتا واپس آکر ان کے دماغ سے معلوم کر لیتی کہ کسی نے ان کی مدد کی ہے۔

وہ دونوں اس گاڑی میں بیٹھ کر شہر کی طرف جانے لگے۔ مریتا نے واپس آکر وارنر کے خیالات پڑھے۔ پھر کہا۔ "تم نے گاڑی والوں کو بے ہوش کیا اور انہیں زندہ چھوڑ کر چلے آئے۔ یہ صبح تک تمہارے لئے مصیبت بن جائیں گے۔"

وارنر نے کہا۔ "میں خواہ مخواہ کسی کی جان نہیں لے سکتا تھا۔"

"ایسے نیک فرشتے بن کر رہو گے تو دشمن تمہیں جلد ہی جہنم میں پہنچا دیں گے۔"

حمائلہ سوچ کے ذریعے ہونے والی باتیں نہیں سن رہی تھی۔ وہ سوچ رہی تھی۔ پھر رونے لگی۔ وارنر نے پوچھا "کیا ہوا؟"

"آج اس بدمعاش نے میرا ہاتھ پکڑ لیا ہے۔ یہ کتنے شرم کی بات ہے۔"

مریتا نے اس کے دماغ میں آکر ناگواری سے پوچھا۔ "کیا تمہارا ہاتھ بہت پاکیزہ ہے؟ کوئی دوسرا چھو نہیں سکتا؟"

پھر وہ وارنر سے بولی "تم نے پچھلی صدی کی کسی عورت سے شادی کر لی ہے۔ یہ تمہارے ساتھ امریکا میں کیسے رہے گی۔ کوئی اسے آغوش میں لے گا تو گھبرا کر مر جائے گی۔"

"یورپ اور امریکا میں کوئی جبراً کسی عورت کو حاصل نہیں کرتا۔ ایسے بدمعاش دنیا کے تمام ملکوں میں ہوتے ہیں۔ اور میں اپنی حمائلہ کے قریب آنے والوں کو سزا دینا جانتا ہوں۔"

اس نے شہر میں پہنچ کر ایک جگہ گاڑی چھوڑ دی۔ حمائلہ کے ساتھ پیدل چلتا ہوا مختلف راستوں اور گلیوں سے گزرتا ہوا ایک ہوٹل میں پہنچا۔ کاؤنٹر پر اپنا اور حمائلہ کا نام لکھوایا۔ لبنان کی خانہ جنگی کے باعث مسلمان وہاں سے فرار ہو کر سرحد پار کر کے ترکی کے مختلف شہروں میں پناہ لینے آتے تھے۔ ان پناہ لینے والوں کے متعلق زیادہ انکوائری نہیں ہوتی تھی۔ حمائلہ اور وارنر سے بھی زیادہ سوالات نہیں کئے گئے۔ انہیں رات گزارنے کے لئے ایک کمرا مل گیا۔

رات گزارنا بھی ایک مسئلہ تھا۔ حمائلہ نے کمرے میں آکر کہا "یہ ایک کمرا ہے اور وہ بلا ہمیں ایک دوسرے کے ساتھ صبح کرنے نہیں دے گی۔"

وہ بولا۔ "میں دو کمرے حاصل کرتا تو ہوٹل والوں کو شبہ ہوتا کہ تم میری بیوی نہیں ہو۔ پھر راستے میں بدمعاشوں سے پالا پڑ چکا ہے۔ ایک حسین لڑکی تنہا کمرے میں رہے تو دور تک بدمعاشوں کو اس کی خوشبو مل جاتی ہے۔"

مریتا نے کہا۔ "تم دونوں اسی کمرے میں رہو گے۔ لیکن الگ الگ نیند پوری کرو گے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں صوفے پر سو جاؤں گا۔"

حمائلہ نے کہا "نہیں، تم بستر پر آرام سے نیند پوری کرو۔ میں صوفے پر رات گزار لوں گی۔"

مریتا نے کہا۔ "تم دونوں بستر پر لیٹ جاؤ۔ میرے پاس وقت نہیں ہے۔ میں تمہیں سلا کر دوسرے کام کے لئے جاؤں گی۔"

وہ دونوں بستر پر لیٹ گئے۔ مریتا نے کہا۔ "صبح تک گہری نیند میں رہو گے تو کسی کو قربت کی آنچ اور جوانی کے جذبے نہیں ستائیں گے۔ آنکھیں بند کر لو۔"

دونوں نے ایک دوسرے کو حسرت سے دیکھا۔ پھر آنکھیں بند کر لیں۔ مریتا نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے پہلے حمائلہ کو سلایا۔ وارنر اپنے دماغ کو ہدایات دے کر سونے کا عادی تھا۔ مگر آج اس کا معمول تھا، اپنی مرضی سے سو سکتا تھا نہ جاگ سکتا تھا۔ مریتا نے اس کے دماغ میں آکر حکم دیا کہ وہ گہری نیند سو جائے گا اور صبح چھ بجے سے پہلے بیدار نہیں ہوگا۔ وہ حکم کا بندہ تھا، جلد ہی سو گیا۔

میں مریتا کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ اس نے سوچا تھا وہ پھر آدھے گھنٹے بعد دونوں کے اندر آئے گی اور خاموشی سے معلوم کرے گی کہ کوئی دشمن ان کے دماغوں میں چھپا ہوا تو نہیں ہے۔ اگر کوئی چھپ کر ان پر عمل کرنا چاہے گا تو یہ اس کا توڑ کرے گی۔

وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو کر بستر پر لیٹ گئی۔ صبح سے خیال خوانی کرتے کرتے تھک گئی تھی۔ اور ابھی شاید دوسرے

دُنیا کے حیرت انگیز فن
تحریر شناسی
کی مدد سے دُوسروں کی شخصیت کو کُھلی کتاب کی طرح پڑھئیے
اُردو میں پہلی بار
تحریر شناسی کے فن پر ایک نادر اور رہنما کتاب
تحریر اور شخصیت
یہ کتاب آپ کو بتائے گی کہ...
◎ یہ شخص کس کام کے لیے موزوں ہے؟
◎ کیا یہ حالات سے لڑنے کی صلاحیت رکھتا ہے؟
◎ کیا اسے جلد غصہ آتا ہے؟
◎ کیا یہ جھوٹ بولنے کا عادی ہے؟
◎ کیا اس کے ساتھ شادی کی جا سکتی ہے؟
◎ کیا اس پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے؟
◎ کیا یہ ایمان دار اور ہمدرد ہے؟
◎ اس کا جنسی رویہ کیسا ہے؟
◎ اس میں بُرائیاں زیادہ ہیں یا اچھائیاں؟
◎ اور ایسی دُوسری بہت سی باتیں۔
قیمت ۱۵ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے
ہر شخص کے لیے یکساں طور پر کارآمد کتاب۔
ملنے کا پتہ
مکتبہ نفسیات پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

معاملات میں صبح تک مصروف رہتا تھا۔ وہ ذرا کمر سیدھی کرنے کے لئے لیٹی تھی۔ میں نے اسے اٹھنے نہیں دیا۔ اس کے دماغ کو تھپکنے لگا۔ اس کی سوچ میں کہا۔ "پانچ منٹ کے لئے آنکھیں بند کرلوں گی تو ذرا تھکن اتر جائے گی۔"

اس نے آنکھیں بند کرلیں۔ اسے یقین تھا جب تک دماغ کو ہدایات نہیں دے گی' نیند نہیں آئے گی۔ لیکن دماغ تو محکوم تھا۔ اس نے میرے حکم کے مطابق سلا دیا۔ وہ گہری نیند میں ڈوب گئی۔

میں اس کی طرف سے مطمئن ہو کر وارنر کے دماغ میں آیا۔ مرینا کی آواز اور لہجے میں کہا۔ "میں تم پر دوبارہ تنویمی عمل کر رہی ہوں۔ تم میرے معمول بن جاؤ۔"

میں اس پر عمل کرنے لگا۔ وہ جلد ہی ٹرانس میں آگیا۔ میں نے کہا۔ "میں نے آج سے پہلے جو تنویمی عمل تم پر کیا تھا' اس عمل سے تمہیں آزاد کر رہی ہوں۔ آئندہ تم میرے معمول اور تابعدار نہیں رہو گے۔ کیا تم اس عمل سے خوش ہو؟"

وہ بولا "میں بہت خوش ہوں۔"

"میں تمہیں حکم دیتی ہوں کہ تمہارا دماغ میری سوچ کی لہروں کو محسوس کرے گا اور تم سانس روک لیا کرو گے۔ مجھے بھی اپنے دماغ میں نہیں آنے دو گے۔"

"میں کبھی تمہیں اپنے دماغ میں نہیں آنے دوں گا۔"

"تم تین گھنٹے تک تنویمی نیند پوری کرو گے پھر یہاں سے حمائلہ کو لے کر فرانسیسی سفیر کی کوٹھی میں جاؤ گے۔ وہاں سے تم دونوں کو پیرس پہنچایا جائے گا۔"

اس نے میرے حکم کی تعمیل کا وعدہ کیا۔ میں نے کہا "تم پیرس میں حمائلہ کے ساتھ آزادی سے رہو گے۔ تم پر کوئی مصیبت آئے یا تم وہ شہر چھوڑنے پر مجبور ہو جاؤ اور کوئی مسئلہ تمہارے لئے دردِ سر بن جائے تو تم فرہاد علی تیمور سے رابطہ کرو گے۔ اور رابطہ کے لئے یہ کوڈ ورڈز رہیں گے۔ "ہمیں آزادی سے جینا ہے۔ ہمیں آزادی سے مرنا ہے۔"

میں نے اس کی آئندہ زندگی کے متعلق اہم باتیں اس کے دماغ میں نقش کرائیں پھر اسے تین گھنٹے تک تنویمی نیند سونے کے لئے چھوڑ دیا۔ اس کے بعد حمائلہ کے پاس آیا۔ اس کے دماغ میں بھی یہ بات نقش کرائی کہ وہ کسی کی بھی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیا کرے گی۔ دماغ میں آنے والوں کو باہر نکالنے کے بعد سانس لیا کرے گی۔ اس کا دل اور دماغ تین منٹ تک سانس روکنے کا عادی رہے گا۔

میں نے اس کے دماغ میں ضروری ہدایات نقش کرنے کے بعد اسے بھی سونے کے لئے چھوڑ دیا۔ وہ دو گھنٹے بعد بیدار ہو کر وارنر کے ساتھ اس ہوٹل سے جانے والی تھی۔ دوسری صبح مرینا ان دونوں کے دماغوں میں بار بار آ کر ناکام واپس جانے والی تھی۔ اب یہ معلوم کرنا محال ہوتا کہ وہ دونوں کہاں ہیں؟ اور کس طرح آزادی سے زندگی گزار رہے ہیں۔

آدمی ہمیشہ سے آدمی کو اپنے مفاد کے لئے غلام بناتا آیا ہے۔ اگر غلام نہ بنا سکے تو دوسرے کو کسی طرح خود سے کمتر بنا کر رکھتا ہے۔ مرینا بھی دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ساتھ یہی سلوک کرتی آئی تھی۔ میں بھی وارنر کے ساتھ یہی کر سکتا تھا۔ اسے بڑی آسانی سے اپنا غلام بنا سکتا تھا۔ سوال پیدا ہوتا ہے' میں نے ایسا کیوں نہیں کیا؟!

ہم کسی کو اچھے عمل کا صلہ نہیں دیتے۔ خدا ہمارے ذریعے نیک عامل کو صلہ دیتا ہے۔ وارنر نے سچائی سے حمائلہ سے محبت کی اور دل سے اسلام قبول کیا۔ میں خوش ہو کر اسے بے انتہا دولت دے سکتا تھا۔ اسے حکومتِ فرانس میں بہت اونچے مقام تک پہنچا سکتا تھا لیکن میں نے اسے ایسی دولت دی جو اس کے مقدر میں نہیں تھی۔ میں نے اسلام قبول کرنے کی خوشی میں آزادی کا تحفہ دیا تھا۔

آزادی بہت بڑی نعمت ہے۔ اسلام میں حکم ہے کہ اخلاقی اور تہذیبی پابندیوں میں رہ کر آزادی سے زندہ رہو۔

O...☆...O

ابھی ایک منٹ پہلے سرگئی آندروف عرف الپا بالکل نارمل تھی۔ کھانے کی میز پر لذیذ کھانوں کا مزہ چکھ رہی تھی۔ اچانک پتا چلا کہ ایک نئی مصیبت مزہ چکھا رہی ہے۔ وہ کمزوری محسوس کر رہی تھی۔

یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ کھانے پینے کی کسی چیز میں اعصابی کمزوری کی دوا ملائی گئی ہے۔ اور یہ بھی سمجھنے میں وقت نہیں لگا کہ ماسک مین اور دوسرے اکابرین اسے یوں کمزور بنا کر اس پر تنویمی عمل کرانا چاہتے ہیں۔ اس کے اندر کی چھپی ہوئی باتیں نکالنا چاہتے ہیں۔

وہ کرسی سے اٹھ گئی۔ کھانے کی میز کا سہارا لے کر آگے بڑھی' وہاں حکومت کے جتنے بھی اعلیٰ عہدیدار اور اہم افسران تھے ان کی رہائش گاہوں میں خفیہ مائیک اور ٹی وی کیمرے نصب تھے۔ ان کیمروں کے ذریعے انٹیلی جنس کے جاسوس ایک خفیہ ہال میں بیٹھے ٹی وی اسکرین پر وہاں رہنے والوں کی حرکات و سکنات دیکھتے تھے اور اُن کی باتیں سنتے تھے۔

اگرچہ یہ طریقہ قابلِ اعتراض ہے لیکن حکومت کے اہم افراد کو دشمنوں سے خطرہ لاحق رہتا ہے۔ کوئی بھی آنے والا دشمن ان رہائش گاہوں میں خود کو چھپا نہیں سکتا تھا۔ اس کی شناخت اور گرفتاری لازمی ہو جاتی تھی۔

سرگئی الپا کی رہائش گاہ کے ہر کمرے اور کوریڈور وغیرہ میں ایسے ہی خفیہ مائیک اور کیمرے تھے۔ صرف ٹوائلٹ ایسی جگہ تھی جہاں کیمرے اور مائیک خلافِ تہذیب تھے۔ وہ کمزوری کو برداشت کرتی ہوئی ڈگمگاتی ہوئی ٹوائلٹ میں آگئی۔ وہاں ایک وال الماری میں کچھ ضروری دوائیں تھیں۔ ان میں کمزوری کا توڑ کرنے اور توانائی بحال کرنے والے کیپسول تھے۔ اس نے دو کیپسول نگل کر پانی پیا۔ پھر لڑکھڑاتی ہوئی کمرے میں آ کر بستر پر گر پڑی۔

ابھی کمزوری تھی۔ مگر کمزوری سے لڑنے کا حوصلہ پیدا ہو گیا تھا۔ پچھلے دنوں اس نے ایک ڈاکٹر کے دماغ میں رہ کر سنا تھا کہ ماسک مین اعلیٰ فوجی افسران اور انٹیلی جنس کا چیف اس پر شبہ کر رہے ہیں۔ انہیں یہ تشویش تھی کہ سرگئی الپا کسی جوان مرد میں دلچسپی کیوں نہیں لیتی ہے۔ کسی سے شادی کیوں نہیں کرلی ہے؟

کسی نے کہہ دیا کہ وہ پارس کے زہر کی عادی ہو گئی ہے۔ اگرچہ برین آپریشن کے بعد پچھلی زندگی بھول چکی ہے۔ اسے پارس بھی یاد نہیں رہا ہے لیکن اس کے ساتھ زہریلی تنہائیاں جو گزر چکی ہیں' وہ دماغ میں ایسے ہی رہ گئی ہیں جیسے آپریشن کے بعد ٹیلی پیتھی کا علم باقی رہ گیا ہے۔

سرگئی الپا اسی دن سمجھ گئی تھی کہ اس کا مینٹل چیک اَپ ہو گا یا کسی اور طریقے سے دماغ کے اندر چھپی ہوئی باتیں معلوم کی جائیں گی۔ اب وہ وقت آگیا تھا۔ اسے جسمانی اور دماغی کمزوریوں میں مبتلا کیا گیا تھا تاکہ تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ کی گہرائیوں میں چھپے ہوئے پارس کے زہر کو دریافت کیا جائے۔

وہ بستر پر چاروں شانے چت پڑی ہوئی تھی۔ کمرے کا دروازہ آہستگی سے کھلا۔ ایک دبلا پتلا لانبے قد کا شخص نظر آیا۔ وہ سفید لباس میں ملک الموت لگ رہا تھا۔ جیسے سرگئی کی روح قبض کرنے آیا ہو۔ وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا بستر کے قریب آگیا۔

سرگئی الپا اُسے بے بسی سے دیکھ رہی تھی۔ وہ جھک کر اُس کے شانے کو تھپک کر بولا "ایزی بے بی' ایزی! تمہیں میری ذات سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ اپنے جسم کو ڈھیلا چھوڑ دو' آرام سے لیٹی رہو اور میری آنکھوں میں دیکھتی رہو۔"

اس نے دیکھا۔ عامل کی بڑی بڑی سرخ آنکھوں میں مقناطیسی کشش تھی۔ کوئی اور ہوتا تو ان آنکھوں میں دیکھتے ہی سحر زدہ ہو جاتا لیکن سرگئی الپا کی دماغی توانائی بحال ہو چکی تھی۔ وہ خاموشی سے اپنے دماغ کو ہدایات دے رہی تھی کہ دماغ عامل سے متاثر نہیں ہو گا۔

وہ اپنی بھاری بھرکم آواز میں بول رہا تھا۔ آواز میں ایسی گونج اور دھیمی دھیمی سی گرج تھی کہ سیدھی دل میں اتر جاتی تھی۔ سرگئی الپا اسے دیکھ رہی تھی اور یوں نڈھال ہو رہی تھی جیسے اس کے سامنے دل دماغ اور اپنے تمام حوصلے ہارتی جا رہی ہو۔

وہ کہہ رہا تھا۔ "تمہاری آنکھیں بند ہو رہی ہیں۔ تم کھلی آنکھوں سے دیکھو گی۔ بند آنکھوں کے پیچھے تمہارے دماغ میں میرا چہرہ رہے گا۔ تمہارے کان دنیا کی کوئی آواز نہیں سنیں گے' تم صرف میرے احکامات سنو گی۔ انہیں ذہن میں نقش کرو گی اور میرے سوالوں کے صحیح جواب دو گی۔"

سرگئی الپا نے ایک معمولہ کی حیثیت سے وعدہ کیا کہ وہ تمام احکامات کی تعمیل کرتی رہے گی۔ اس کی آنکھیں بند ہو گئی تھیں' صرف کان کھلے تھے۔ اس نے پوچھا۔ "تمہارا نام کیا ہے؟"

وہ بولی "سرگئی آندروف۔"

اس نے حکم دیا "نہیں' تمہارا نام الپا بیکر ہے۔"

وہ بولی "میرا نام الپا بیکر ہے۔"

"نہیں' تمہارا کوئی نام نہیں ہے۔ تم گمنام ہو۔"

"میں گمنام ہوں۔"

"کیا تم میرے سوالوں کے صحیح جواب دو گی؟"

"میں تمہارے سوالوں کے صحیح جواب دوں گی۔"

"کیا تم پارس کو جانتی ہو؟"

"ایک پارس کو جانتی ہوں جو فرہاد علی تیمور کا بیٹا ہے۔"

"تم اُسے کیسے جانتی ہو؟"

"یہاں مجھے فرہاد اور اس کی فیملی کے تمام ممبران کے ریکارڈز پڑھنے کے لئے دیے گئے۔ میں نے آڈیو کے ذریعے ان کی آوازیں سنیں۔ اور ویڈیو کے ذریعے انہیں چلتے پھرتے ایکشن میں دیکھا۔ ان ہی میں وہ پارس بھی نظر آتا رہا۔"

"تم پارس میں کوئی غیر معمولی کشش محسوس کرتی ہو؟"

"میں ذاتی طور پر کوئی کشش محسوس نہیں کرتی ہوں۔ اس کے ریکارڈ میں لکھا ہوا ہے کہ زہریلے پن کے باعث وہ عورتوں کے لئے غیر معمولی ہو گیا ہے لیکن اسکرین پر دیکھ کر مجھے اس میں کوئی خاص بات نظر نہیں آئی۔"

"تم جوان ہو۔ کوئی جوان مرد تمہیں متاثر کرتا ہو گا؟"

"اب تک کسی نے متاثر نہیں کیا ہے۔ آئندہ کی بات میں نہیں کہہ سکتی۔"

"کیا تم اپنی پچھلی زندگی کے متعلق سوچتی ہو؟"

"ہاں اکثر سوچتی ہوں پتا نہیں ماضی میں کیسی زندگی گزاری ہے؟ مجھے بتایا گیا ہے کہ میں یتیم لڑکی تھی۔ مجھے سرکاری ہوسٹل میں رکھ کر تعلیم اور تربیت دی گئی ہے۔ اس کا مطلب ہے' میرا اپنا کوئی نہیں تھا۔ محبت کا کوئی رشتہ نہ پہلے تھا اور نہ اب ہے۔ یہ سوچ کر بہت دکھ ہوتا ہے۔"

"تمہیں نئی زندگی ملی ہے۔ نئی محبت کرو' کسی کو دل دو۔ کسی سے دل لو۔ تمہارے سارے دکھ دور ہو جائیں گے۔"

"میں کتنے ہی نوجوان اور قابل مردوں سے ملتی رہتی ہوں اور سب ہی کی قدر کرتی ہوں۔ لیکن کسی پر دل نہیں آتا۔"

"یہ بتاؤ' تمہیں کن خوبیوں کا حامل نوجوان پسند آئے گا؟"

وہ عامل گھما پھرا کر سرگئی کے اندر سے وہ بات نکالنا چاہتا تھا' جسے ماسک مین اور دوسرے اکابرین سننے کے لئے بے تاب تھے۔ ان کے دماغوں میں یہ بات پھنسی ہوئی تھی کہ سرگئی کے لاشعور میں پارس کی زہریلی کشش چھپی رہ گئی ہے اور وہ کشش اسے کسی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

دوسرے جوان کی طرف مائل نہیں ہونے دیتی۔

سرگئی بھی ہر طرح کے سوال سے نمٹنے کے لئے دماغی طور پر پوری طرح حاضر تھی۔ اگر عامل سے سحرزدہ ہوتی تو شاید اس کے اندر سے چھپا ہوا پارس نکل آتا اور خود اُسے خبر نہ ہوتی۔ اس نے ہوش و حواس میں رہ کر جواب دیا۔ "پہلے تو میں دنیا میں اتنا نام پیدا کرنا چاہتی ہوں کہ میرے سامنے پھر کسی کا چراغ نہ جلے۔ جس کے چراغ کی لو مجھ سے اونچی ہوگی میں اُسے جیون ساتھی کے لئے پسند کروں گی۔"

"ساری دنیا میں سب سے زیادہ نام پیدا کرنے کے لئے ایک عمر چاہئے۔ تمہاری شادی کی عمر گزر جائے گی۔"

"گزر جائے تو اچھا ہے۔ میں شادی کے حوالے سے ایک بھیانک خواب دیکھتی ہوں۔ بیدار ہونے کے بعد سوچتی ہوں' اچھا ہے' شادی کا معاملہ اسی بہانے ٹلتا رہے۔"

"تم کیا خواب دیکھتی ہو؟"

"جب چاند کی پوری تاریخ ہوتی ہے' آسمان پر چودھویں کا چاند ہوتا ہے تو شاعر اُس میں خیالی محبوبہ کی صورت دیکھتے ہیں اور شاعری کرتے ہیں۔ ایسی راتوں میں عاشق دل ہارتے ہیں' میں حوصلہ ہار جاتی ہوں۔ اس رات خواب میں دیکھتی ہوں کہ کوئی میرا جیون ساتھی ہے' وہ مجھے دلہن بنا کر قبول کرنے کے لئے قریب آتا ہے۔ اچانک خون کی بارش ہوتی ہے پھر وہ میرے سامنے مردہ نظر آتا ہے۔"

"ایسا خواب تم نے ایک بار دیکھا ہوگا۔"

"نہیں' کئی بار دیکھا ہے اور چاند کی چودہ تاریخ کو دیکھا ہے۔ یہی تو پریشانی کی بات ہے کہ بالکل وہی خواب بار بار کیوں آتا ہے۔"

"تمہاری پچھلی زندگی میں کوئی ایسا واقعہ گزرا ہوگا یا تم نے کوئی ڈراؤنی فلم دیکھی ہوگی جس نے تمہیں بری طرح متاثر کیا ہے۔ ایسا واقعہ جس سے دماغ متاثر ہوتا ہے' وہ خواب بن کر خود کو آدمی کے اندر دہراتا ہے۔ میں حکم دیتا ہوں کہ اس خواب کو اور ایسے واقعے کو بھول جاؤ۔"

"میں بھول جاؤں گی۔"

"سونے سے پہلے دماغ کو ہدایات دو گی کہ تمہارے اندر کوئی ناگوار خواب پیدا نہ ہو۔"

"میں سونے سے پہلے دماغ کو ہدایات دوں گی کہ مجھے ناگوار خواب نہ آئے۔"

"میں حکم دیتا ہوں کہ تم ماسکو ہی میں کسی شخص سے محبت کرو گی اور اس سے شادی کرو گی۔ چوبیس گھنٹے کے اندر کسی کا انتخاب اور اگلے چوبیس گھنٹوں کے اندر شادی کرو گی۔"

اس نے وعدہ کیا کہ وہ اڑتالیس گھنٹوں کے اندر کسی شخص کا انتخاب کرکے شادی کرے گی۔ اس نے حکم دیا "تم تنویمی نیند سے بیدار ہونے کے بعد بھول جاؤ گی کہ کوئی تمہارے کمرے میں آیا تھا اور اس نے تم پر عمل کیا تھا لیکن اس عمل کے اثر میں رہو گی اور ہمیشہ میری معمولہ اور تابعدار بن کر رہا کرو گی۔"

اس نے آنکھیں بند کرلیں۔ عامل نے سمجھا' وہ حکم کی تعمیل کرتی ہوئی سو گئی ہے۔ وہ دبے قدموں وہاں سے چلا گیا۔ دروازے کو بند کر دیا۔ سرگئی الیا نے پھر بھی آنکھیں بند رکھیں۔ بظاہر کوئی اس کے فراڈ کو دیکھنے سمجھنے والا نہیں تھا۔ لیکن کمرے میں خفیہ کیمرے کی آنکھ اسے دیکھ رہی تھی اور ماسک مین وغیرہ کو دکھا رہی تھی۔ اس لئے وہ دو گھنٹے تک تنویمی نیند ظاہر کرنے کا ارادہ کر چکی تھی۔

ایک خفیہ اجلاس میں ماسک مین' اعلیٰ حکّام' فوجی افسران' دو ڈاکٹرز اور ذہنی پیچیدگیوں کو سمجھنے والے ماہرین بیٹھے تھے اور ایک اسکرین پر سرگئی الیا کو دیکھ رہے تھے۔ اس پر تنویمی عمل ہو چکا تھا اور وہ اب تنویمی نیند میں ڈوب گئی تھی۔ ماسک مین نے ایک ماتحت افسر سے کہا "ٹی وی بند کردو۔"

ٹی وی کو آف کر دیا گیا۔ ایک اعلیٰ فوجی افسر نے ڈاکٹروں سے اور ماہرین سے کہا۔ "آپ لوگوں نے دیکھا اور سنا ہے کہ سرگئی معمولہ بننے کے بعد عامل کے سوالوں کے کیا جواب دے رہی تھی۔"

ایک ڈاکٹر نے کہا۔ "اس نے جو جواب دیا ہے اس کی روشنی میں یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ پچھلی زندگی میں اسے کون سا واقعہ ایسا پیش آیا تھا کہ وہ آج خواب کی صورت میں یاد رہ گیا ہے۔"

ایک ماہر نے کہا "کسی کے دماغ میں چھپی ہوئی باتوں کو معلوم کرنے کے دو ہی راستے ہیں۔ ایک ٹیلی پیتھی اور دوسرا تنویمی عمل۔ ابھی ایک عمل نے جس حد تک ہمیں بتایا ہے' اس سے زیادہ معلوم کرنا ممکن نہیں ہے۔"

دوسرے ماہر نے کہا۔ "اس عمل سے ایک فائدہ ہوا۔ عامل نے اس کے دماغ سے وہ خواب مٹا دیا ہے۔ وہ جلد ہی کسی کو جیون ساتھی بنا لے گی۔"

ماسک مین نے کہا۔ "ایک بات پھر بھی کھٹکتی ہے۔ سرگئی کے برین آپریشن میں کچھ خامیاں رہ گئی ہیں۔ ایک سوچنے اور سمجھنے کا نکتہ ہے۔ جب ایک واقعہ اس کے دماغ میں خواب بن کر رہ گیا ہے تو پارس بھی خواب و خیال کی صورت میں کبھی اس کے اندر سے ابھر سکتا ہے۔"

ماہرین نے تائید میں سر ہلایا۔ ماسک مین نے کہا۔ "آپریشن کی خامیوں سے یہ اندیشہ بھی ہے کہ اسے کبھی حادثاتی طور پر پچھلی زندگی بھی یاد آسکتی ہے۔"

اعلیٰ فوجی افسر نے کہا "مشکل یہ ہے کہ اس کا برین آپریشن کرنے والا ڈاکٹر مر چکا ہے۔ ورنہ ہمیں اس سے خامیوں اور کوتاہیوں کا علم ہوتا۔"

ڈاکٹر نے کہا "اور یہ برین آپریشن بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ پہلے آپریشن کی خامیوں کو دور کرنے کے لئے دوسرا آپریشن نہیں کیا جا سکتا۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "ہم اسے سخت نگرانی میں رکھیں گے۔ جب دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا ایوان راسکا آپریشن کے بعد ہمارا وفادار بن جائے گا تو وہ چپ چاپ سرگئی کے دماغ میں جاتا رہے گا اور اندر سے اس کی تبدیلیوں کو سمجھتا رہے گا۔ ہمیں اس کے بدلتے ہوئے مزاج اور ارادے سے آگاہ کرتا رہے گا۔"

سرگئی الیا اپنے کمرے میں آنکھیں بند کئے بستر پر لیٹی ہوئی تھی اور خیال خوانی کے ذریعے ایک ڈاکٹر کے دماغ میں پہنچی ہوئی تھی۔ وہ ایسے اجلاسوں میں اپنے بڑوں کی بے اعتمادی معلوم کرنے کے لئے کسی ڈاکٹر یا کسی ماتحت افسر کے دماغ میں چھپ کر رہتی تھی۔

کچھ عرصے سے ایسے اجلاس میں اپنے اکابرین کی باتیں سن کر اس کے خیالات بدل رہے تھے۔ وہ انہیں اعلیٰ عہدیداران اور سینئر افسران مان کر اُن کی بڑی عزت کرتی تھی۔ آج یہ ثابت ہوگیا کہ وہ اسے پابند بنانے کے لئے تنویمی عمل کی زنجیروں میں جکڑ کر رکھنا چاہتے ہیں۔

صرف اتنا ہی نہیں۔ وہ جس ٹیلی پیتھی جاننے والے ایوان راسکا کو پکڑ کر لائی تھی اس نئے آنے والے کو اس کے دماغ میں گھسا کر اُس کے ذاتی معاملات کی جاسوسی کرانا چاہتے تھے۔ عورت اپنے چور خیالات اور جذبات اپنے چاہنے والے سے بھی چھپاتی ہے۔ سرگئی الیا یہ برداشت نہیں کر سکتی تھی اس لئے چپ چاپ باغی ہوتی جا رہی تھی۔

باغیانہ تبدیلیوں کے دوران یہ بات زیادہ چبھتی تھی کہ اس کے اکابرین اس پر بھروسا نہیں کرتے ہیں۔ انہیں یہ دھڑکا لگا رہتا ہے کہ دشمن اسے بہکا کر اُن سے چھین کر لے جائیں گے۔ اور بہکانے والے ایک ہی دشمن کا نام زیادہ آتا تھا اور وہ نام پارس کا تھا۔

انہوں نے اپنے شکوک و شبہات سے یہ ثابت کر دیا تھا کہ پارس نے اس کی پچھلی زندگی میں کوئی بہت اہم رول ادا کیا ہے۔ وہ اپنی حماقتوں سے اس نوجوان کو ایک خود فراموش لڑکی کے ذہن میں نقش کر رہے تھے۔

وہ رہ رہ کر سوچتی تھی "کیا پارس کو میری زندگی سے دور کرنے کے لئے میری پچھلی زندگی بھلائی گئی ہے؟"

اسے بتایا گیا تھا کہ کار کے ایک حادثے میں اسے دماغی چوٹ لگی تھی' اس کا آپریشن کرنا پڑا تھا۔ آپریشن کے بعد وہ بچ گئی لیکن پچھلی زندگی اس کے دماغ سے گم ہو گئی۔ اور اب وہ یقین سے کہہ سکتی تھی کہ اس کی یادداشت گم نہیں ہوئی بلکہ گم کر دی گئی۔

اس کی ایک مثال سامنے تھی۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے ایوان راسکا کا بھی برین آپریشن کیا جانے والا تھا۔ جبکہ آپریشن کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ وہ بالکل نارمل تھا لیکن یہاں کے حکام اور اکابرین اسے اپنا وفادار بنائے رکھنے کے لئے اس کا برین واش کرنے والے تھے۔ پچھلی زندگی بھلا کر اُسے اپنا غلام اور وفادار بنانے والے تھے۔ سرگئی الیا کو یقین ہوگیا' بالکل یہی اس کے ساتھ ہو چکا ہے۔

وہاں ایک سرکاری کلب تھا جہاں اعلیٰ حکام اور نہایت اہم عہدیداران تفریح کے لئے کچھ وقت گزارنے آتے تھے۔ کسی چھوٹے عہدیدار کو یا بڑی سے بڑی غیر سرکاری شخصیت کو کلب میں قدم رکھنے کی اجازت نہیں تھی۔ اس رات سرگئی الیا وہاں آئی۔ ایک اعلیٰ افسر نے اسے حیرانی سے دیکھ کر پوچھا۔ "تم اور یہاں؟ تم تو بڑی خشک مزاج ہو۔ کسی تفریح یا کھیل میں حصہ نہیں لیتی ہو۔ کسی سے دوستی نہیں کرتی ہو۔ پھر یہاں کیا کرو گی؟"

وہ بولی "یہاں آئی ہوں تو دوستی بھی کرلوں گی۔"

دوسرے افسر نے پوچھا۔ "کیا واقعی دوستی کرو گی؟"

"واقعی اسی ارادے سے آئی ہوں۔"

اس کی یہ بات جہاں جہاں تک پہنچی' وہاں تک لوگوں نے خوش ہو کر تالیاں بجائیں۔ کلب کے ہر بڑے آدمی کو معلوم ہوتا گیا کہ وہ اپنی زندگی کا ایک ہیرو پسند کرنے آئی ہے۔ ماسک مین اور وہ خاص عہدیداران جو اس پر ہونے والے تنویمی عمل کے متعلق جانتے تھے یہ دیکھ کر مطمئن ہو رہے تھے کہ عامل نے بڑا کامیاب عمل کیا ہے۔ اب وہ اس عمل کے زیر اثر رہ کر اڑتالیس گھنٹوں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کے اندر کسی سے شادی کرنے کے لئے بے چین ہو گئی ہے۔

اس کلب میں نوجوان افسر دو چار ہی تھے باقی سب چالیس برس سے اوپر کے تھے۔ ان اُدھیڑ عمر کے عہدیداروں نے آئینہ دیکھنا، کنگھی کرنا اور اپنے سفید بالوں کو کسی حد تک چھپانے کی کوششیں شروع کردی تھیں۔ ایک عجیب تماشا شروع ہو گیا تھا۔ ہر ایک کی خواہش تھی کہ وہ سرگئی کی آنکھوں میں سما جائے اور دل میں اتر جائے کیونکہ دل میں جگہ بنانے کا زیادہ وقت نہیں تھا۔ وہ محبت اور شادی فوراً ہی کرنا چاہتی تھی۔

وہ الجھن میں پڑ گئی۔ اعلیٰ عہدیدار اسے ڈانس کرنے کی پیشکش کر رہے تھے۔ کوئی کافی پلانا چاہتا تھا، کوئی کھانے کی میز پر بلا رہا تھا۔ جن کی شادیاں ہو چکی تھیں اور بچے جوان ہو رہے تھے، وہ بھی چانس لے رہے تھے۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والی الہ دین کا طلسمی چراغ تھی۔ جس کے ہاتھ آجاتی اسے اپنی ذات میں سپر پاور بنا دیتی۔

وہاں میدانِ جنگ کے نہایت تجربہ کار فوجی تھے اور سیاست کی بساط پر شاطرانہ چالیں چلنے والے حکمران تھے۔ فوجی افسران کو کارنامے انجام دینے پر بڑے بڑے اعزازات اور انعامات حاصل ہوتے تھے۔ سیاستدانوں کو کامیابی نصیب ہو تو اقتدار حاصل ہوتا تھا لیکن ان سب سے بڑا اعزاز اور انعام سرگئی کا حصول تھا۔ جو اسے حاصل کرلیتا دنیا کے سارے انعام و اکرام اور تمام عزت و شہرت اُس کا مقدر بن جاتی۔

اس نے سوچا تھا، شادی کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ کسی کو بھی پکڑے گی اور اس سے شادی کرکے ثابت کردے گی کہ تنویمی عمل کے مطابق وہ اپنے عامل کے احکامات پر عمل کرتی جارہی ہے۔ لیکن یہ مسئلہ گمبھیر ہوتا جارہا تھا۔ وہ ایک انار تھی اور سو بیمار تھے۔ ہر بڑا عہدیدار اُسے الگ لے جاتا تھا اور سمجھاتا۔ "خوب سوچ سمجھ کر انتخاب کرو۔ تم بے شک ذہین ہو مگر ابھی کمسن ہو۔ تمہاری زندگی میں کسی نوجوان کو نہیں خاصی عمر والے شخص کو آنا چاہئے تاکہ وہ تمہیں زمانے کی اونچ نیچ سے آگاہ کرتا رہے، تمہیں پھول کی طرح رکھے اور تمہارے مزاج سے ہم آہنگ ہوتا رہے اور تم تو مجھے جانتی ہو، یہ تمام خوبیاں مجھ میں ہیں۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے اس سے کہا "میں نے سیاست کی دنیا میں بے مثال کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ کوئی میرے مقابلے کا سیاستدان نہیں ہے۔ مجھے ہر حکومت میں کسی نہ کسی علاقے کا حاکم بنایا جاتا ہے۔ اگر تم میری شریکِ حیات بن جاؤ تو ہم اس ملک میں ساری زندگی حکومت کرتے رہیں گے۔"

ایک اور عہدیدار نے اسے ایک طرف لے جاکر کہا "مجھے اقتدار اور برتری کی خواہش نہیں ہے۔ میں نے جب پہلی بار تمہیں دیکھا تھا تب سے دل ہی دل میں تم سے محبت کررہا ہوں۔ میری محبت بڑھتے بڑھتے عبادت بن گئی ہے۔ مجھے تمہارے ... نہیں، تمہاری ذات سے لگاؤ ہے۔ میں تم سے کچھ نہیں چاہتا، صرف تمہیں چاہتا ہوں۔"

وہ ایک ایک کے مشورے سن رہی تھی۔ بظاہر مسکرا رہی تھی لیکن اندر الجھ گئی تھی۔ وہاں اتنے بڑے لوگ تھے کہ کسی ایک کو پسند کرکے باقی تمام کو ناراض نہیں کرسکتی تھی۔ اگر کسی میجر کو پسند کرتی تو اس سے اونچے افسر کرنل کی انسلٹ ہوتی۔ اسی طرح کسی ایک حاکم کا انتخاب کرتی تو دوسرے حکام اپنی توہین محسوس کرتے اور وہ کسی کو کسی سے کمتر بنانے کا الزام نہیں لینا چاہتی تھی۔

آخر اس نے اسٹیج پر آکر اپنے ہاتھ میں ایک مائیک لیا پھر مسکراتے ہوئے بولی "معزز حاضرین! میں آپ سے کچھ عرض کرنا چاہتی ہوں۔"

پورے ہال میں سناٹا چھا گیا۔ جن کے ساتھ بیویاں اور محبوبائیں تھیں، وہ دھڑکتے ہوئے دل سے یہ سننا چاہتی تھیں کہ سرگئی نے ان کے شوہر یا محبوب کو پسند نہیں کیا ہے۔ وہ بولی "مجھے خوشی ہے کہ آپ سب میری شادی کے معاملے میں بڑھ چڑھ کر دلچسپی لے رہے ہیں۔ آپ نے اس سلسلے میں نہایت مفید مشورے دیئے ہیں۔ خصوصاً یہ سمجھایا ہے کہ مجھے خوب سوچ سمجھ کر جیون ساتھی کا انتخاب کرنا چاہئے۔"

ایک نے کہا۔ "اس کا مطلب ہے ابھی سوچو گی۔ آج کسی کا انتخاب نہیں کرو گی۔"

"ابھی اسی وقت انتخاب ہوگا اور چوبیس گھنٹوں کے اندر شادی کروں گی۔"

سب لوگ تالیاں بجانے لگے۔ ایک نے سوال کیا۔ "تم شادی کے نام سے کترانے لگتی تھیں۔ اچانک یہ تبدیلی کیسی ہے کہ چٹ منگنی اور پٹ بیاہ کے لئے راضی ہو گئی ہو؟"

"پتا نہیں مجھے کیا ہو گیا ہے۔ آج صبح سے شادی کے لئے بے چین ہو رہی ہوں۔ ایسا لگتا ہے اگر میں کل شام تک شادی نہیں کروں گی تو کنواری مرجاؤں گی۔"

کئی لوگوں نے اس خوشی میں تالیاں بجائیں کہ آج ہی خوش بختی کا فیصلہ ہوگا۔ پھر انہیں حماقت کا احساس ہوا کہ وہ سرگئی کے کنواری مرجانے کی بات پر تالیاں بجا رہے ہیں۔

ایک نے کہا "شادی کی ایسی ہی جلدی ہے تو کوئی بھی چلے گا۔ پلیز جلدی بتاؤ، وہ کوئی بھی کون ہے؟"

وہ بولی "میں اسی کشمکش میں ہوں۔ آپ سب میرے لئے معزز اور محترم ہیں۔ آپ میں سے ہر ایک بہترین جیون ساتھی ثابت ہوسکتا ہے۔ میں آپ میں سے کسی ایک کو پسند کرکے باقی کو ناپسند نہیں کرنا چاہتی۔ کئی حضرات اسے انا کا مسئلہ بنالیں گے۔ کئی حضرات اپنی توہین محسوس کریں گے۔"

سب لوگ تائید میں سرگوشیاں کرنے لگے کہ یہ درست ہے۔ [illegible]

بولی "اس لئے [illegible] ہی ہے کہ آپ سب مل کر میرے جیون ساتھی کا انتخاب کریں۔"

سب نے اُسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ ایک نے پوچھا "ہم کس طرح انتخاب کریں؟"

"سیدھی سی بات ہے۔ آپ یہاں اپنے اپنے نام کی پرچیاں ڈالیں اور میرے نام کی لاٹری نکالیں۔ جس کی پرچی میرے نام کے ساتھ نکلے گی، وہی میرا جیون ساتھی ہوگا۔"

چند سیکنڈ کے لئے بالکل خاموشی چھا گئی۔ پھر وہ ایک دوسرے سے کچھ نہ کچھ کہنے لگے۔ ہر شخص کو خوش فہمی تھی کہ سرگئی اسے پسند کرے گی۔ لاٹری کا معاملہ مشکوک تھا۔ تقدیر ہر ایک سے دوستی نہیں کرسکتی تھی۔ اس کے برعکس شادی شدہ حضرات کو اور بوڑھوں کو یقین نہیں تھا کہ سرگئی انہیں جیون ساتھی بنائے گی۔ لیکن لاٹری کے ذریعے انہیں امید تھی کہ سرگئی کا نام اس کی پرچی کے ساتھ نکل سکتا ہے۔

کچھ حمایت کرنے لگے۔ کچھ اعتراض کرنے لگے۔ وہ بولی "میں واضح الفاظ میں کہتی ہوں کہ ایک کو پسند کرکے دوسرے کا دل نہیں توڑوں گی۔ میرا اور آپ کا فیصلہ تقدیر کرے گی۔ کوئی مجھ سے فیصلے کی توقع نہ کرے، اگر آپ راضی نہیں ہوں گے تو میں یہاں کی اونچی شخصیات کے درمیان سے نکل کر راستہ چلتے ہوئے کسی شخص کو پکڑ کے شادی کرلوں گی۔"

کوئی یہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ یہاں سے باہر جاکر کسی اور کو پسند کرے۔ لہٰذا وہ لاٹری سسٹم کے لئے راضی ہو گئے۔ اس کے لئے انتظامات ہونے لگے۔ بڑی گہما گہمی تھی۔ خشک زندگی گزارنے والے حکمرانوں اور عہدیداروں میں ایک نئی جوانی کی رَو دوڑ گئی تھی۔ ایک بڑے بکس میں تمام حضرات کے نام کی پرچیاں لکھ کر ڈالی جارہی تھیں۔ دوسرے بکس کی پرچیوں پر صفر لکھا جارہا تھا۔ صرف ایک پرچی پر سرگئی آندروف کا نام تھا۔

ایک نے کہا "سرگئی کے نام کی تین پرچیاں ڈالی جائیں تاکہ وہ تین آدمیوں کے نام سے نکلے۔ پہلا نام جس شخص کا ہوگا ہوسکتا ہے وہ اچانک ناگزیر وجوہات کی بنا پر شادی نہ کرسکے تو شادی کا حقدار وہ دوسرا شخص ہوگا جس کا نام دوسری بار سرگئی کے ساتھ آئے گا۔ اسی طرح دوسرا بھی کسی مجبوری کے باعث چوبیس گھنٹوں کے اندر شادی نہ کرسکے تو تیسرا خوش نصیب شادی کرلے گا۔"

یہ بچگانہ مشورہ تھا لیکن اس طریقۂ کار سے کوئی ایک خوش نصیب نہ ہوتا۔ بلکہ مزید دو خوش نصیب قطار میں کھڑے رہتے۔ یہ مایوس ہونے والوں کے لئے امید افزا طریقہ تھا۔ اس لئے سب نے تائید کی۔ سرگئی کے نام کی تین پرچیاں ڈال کر دونوں ڈبوں کو خوب ہلایا گیا۔ پھر کلب کے ایک بوڑھے ملازم کو بلا کر دونوں ڈبوں سے ایک ایک پرچی نکالتے رہنے کی ہدایت کی گئی۔ یہ ایسا مرحلہ تھا کہ سب ہی کے اندر تجسس بھر گیا تھا۔ بکس میں سے جب بھی ایک پرچی نکلتی۔ اس پرچی کا نام شب کا ایک انچارج بلند آواز میں پڑھتا تھا۔ دوسری پرچی صفر کی نکلتی تھی۔ سسپنس اور بڑھ جاتا تھا کہ شاید اگلی پرچی سرگئی کے نام کے ساتھ نکلے گی اور وہ پرچی اپنے نام کے ساتھ ہوگی۔

جن کے ناموں کے ساتھ صفر نکل رہا تھا وہ ناگواری سے مُنہ بنا کر بار میں جارہے تھے اور شراب سے غم غلط کررہے تھے۔ لاٹری کا سلسلہ دیر تک جاری رہا۔ تین خوش نصیبوں کے نام نکل آئے۔ پہلا خوش نصیب مسکراتا ہوا اسٹیج پر سرگئی کے پاس آیا۔ پھر ہاتھ میں مائیک لے کر بولا "آج میں دنیا کا سب سے خوش نصیب انسان ہوں۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں، میں نے ابھی تک شادی نہیں کی تھی۔ لہٰذا اس بات کا چانس نہیں ہے کہ میری کوئی سابقہ بیوی آکر شادی سے منع کرے گی۔ میں مس سرگئی کی خواہش کے مطابق چوبیس گھنٹے گزرنے سے پہلے شادی کروں گا۔"

وہ مسکرا کر بولی "تمہاری شادی کل شام چار بجے کیتھولک چرچ میں ہوگی۔ میں آپ سب کو شادی میں شریک ہونے کی دعوت دیتی ہوں۔"

ناکام رہنے والوں نے بڑی بے دلی سے تالیاں بجائیں اور اسے شادی کی پیشگی مبارکباد دی۔ لاٹری میں دوسرا خوش نصیب ماسک مین اور تیسرا فوج کا کرنل تھا۔ وہ دونوں بڑی ناگواری سے اور سوچتی ہوئی نظروں سے پہلے خوش نصیب کو دیکھ رہے تھے۔ سوچ یہی ہوسکتی تھی کہ پہلا خوش نصیب چوبیس گھنٹے کے لئے ایسا بیمار ہوجائے کہ بستر سے اٹھ نہ سکے یا اسے موت آجائے۔ ماسک مین کی بددعا اس ایک خوش نصیب کے لئے تھی اور کرنل دو خوش نصیبوں کی بیماری یا موت کا متمنی تھا۔

دوسرے دن چار بجے شادی ہو گئی۔ دلہا نے شاندار دعوت کا اہتمام کیا تھا۔ شراب کا بھی انتظام تھا۔ جو بڑے عہدیدار یوگا کے ماہر تھے وہ ہر تقریب میں شراب سے پرہیز کرتے تھے۔ جہاں ماسک مین اور اعلیٰ حکام ہوتے تھے، اس تقریب میں چھوٹے عہدیداروں اور افسروں کو آنے کی اجازت نہیں ہوتی تھی۔

کھانے کی دعوت میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک بڑی خاموشی تھی۔ کوئی کسی سے نہ بول رہا تھا اور نہ ہی پیٹ بھر کے کھا رہا تھا۔ یوں لگتا تھا، سب کے سب کسی کی میت اٹھانے آئے ہوں۔ وہ سب ایسے ہارے ہوئے جواری تھے جو پھر سے جیتنے کے لئے دوبارہ بازی شروع نہیں کرسکتے تھے۔

لیکن مقدر مہربان ہو تو دوسری بازی شروع ہوتے دیر نہیں لگتی۔ اس تقریب میں دلہا نے سرگئی سے کہا "ابھی تک ہماری تصویریں مہمانوں کے ساتھ اتر رہی ہیں۔ آؤ ایک تصویر میرے بازوؤں میں بنوالو۔ کم آن فوٹوگرافر۔"

وہ تصویر کے لئے سرگئی کے قریب جانے لگا۔ اسی وقت ایک فوجی افسر نے ریوالور نکال کر اسے نشانے پر لیتے ہوئے کہا "خبردار!

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

سرگئی کے قریب نہ جانا۔ یہ میری ہے۔لاٹری میں مجھ سے دھوکا ہوا ہے' میں کسی کو سرگئی کے قریب جانے نہیں دوں گا۔"

یہ کہتے ہی اس نے فائر کیا۔ گولی دلہا کے سینے میں لگی' وہ اچھل کر زمین پر گرا۔ پہلے چند لمحوں تک کسی کی سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ اچانک کیا ہوگیا۔ جب سمجھ میں آیا تو دیر ہو چکی تھی۔ اس بھاگنے والے قاتل کو کرنل نے گولی ماردی تھی۔

یہ سارا کھیل ٹیلی پیتھی کا تھا۔ سرگئی نے بہت پہلے ہی اس فوجی افسر کو تاڑلیا تھا کہ اس کے دماغ میں جگہ مل سکتی ہے۔ پھر جب دلہا نے تصویر کے بہانے سب کے سامنے دلہن کے قریب آنا چاہا تو دلہن نے فوجی افسر کے دماغ پر قبضہ جماکر اُسے گولی ماردی پھر جان بوجھ کراِس قاتل افسر کو ماسک مین اور کرنل کے سامنے سے دوڑتے ہوئے وہاں سے فرار ہونے پر مجبور کیا۔ ماسک مین قتل ہونے والے دلہا کی طرف جارہا تھا۔ کرنل نے قاتل کو پہلے رک جانے کی وارننگ دی پھر ایک سیکیورٹی گارڈ کی رائفل لے کراُسے گولی ماردی۔

سرگئی ماسک مین اور کرنل کے دماغوں میں نہیں جاسکتی تھی لیکن قاتل کو ان کے سامنے سے فرار کرایا۔ اسے یقین تھا کہ ماسک مین یا کرنل اپنے گارڈز کو اسے گولی مارنے کا حکم دیں گے۔ ماسک مین نے ایسا نہیں کیا۔ لیکن کرنل سے بے اختیار یہ حرکت سرزد ہوگئی۔

دولہا اپنے ہی خون میں ڈوبا زمین پر پڑا تھا۔ سرگئی الپا نے معمولہ بن کر جس بھیانک خواب کا ذکر کیا تھا اس کی تعبیر سب کے سامنے آگئی تھی اور وہ نئی نویلی دلہن دونوں ہاتھوں سے منہ چھپاکر بیوہ کے آنسو رورہی تھی۔

O...☆...O

مرینا تھوڑی دیر کے لئے سکتے میں رہ گئی۔ گم صم ہوکر خلا میں تکنے لگی۔ وہ چھوٹی بڑی بازیاں ہارتی جارہی تھی۔ ابھی ذرا دیر پہلے اس نے پال ہوپ کن کے دماغ میں جانا چاہا تو پتا چلا اس کا دماغ موت کے اندھیروں میں ڈوب چکا ہے۔

یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ اچانک کیسے مرگیا۔ اچانک مرنے کی بات ہو تو قدرتی موت کی ہی طرف دھیان جاتا ہے۔ شاید وہ بھی اپنی طبعی عمر پوری کرچکا تھا۔ لیکن مرینا کا دل نہیں مان رہا تھا وہ مسلسل کچھ نہ کچھ ہارتی جارہی تھی۔ اب اپنا یہ ٹیلی پیتھی جاننے والا بھی کھو چکی تھی۔ اسے یقین تھا کہ پال ہوپ کن کی موت کے پیچھے دشمن کا ہاتھ ہے اور وہ دشمن ہم ہیں۔

اس نے ہولی مین کو پال ہوپ کن کے متعلق بتایا پھر کہا "یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ اس کی موت کن حالات میں ہوئی ہے۔"

اس نے مشیرِ خاص ہولی مین کو پال ہوپ کن کی رہائش گاہ کا پتا بتایا۔ دو جاسوس وہاں گئے تو پال ہوپ کن کی لاش ملی۔ اس کی ایک مٹھی میں ریوالور تھا۔ کنپٹی میں خون آلود سوراخ تھا' کھوپڑی کا

کچھ حصہ ٹوٹا ہوا تھا۔ اس نے خودکشی کی تھی۔ بظاہر یہی تھا۔ لیکن حقیقتاً خودکشی کرائی گئی تھی۔

مرینا کو یہ رپورٹ ملی تو وہ تلملا گئی۔ اس نے کہا "مجھے پہلے ہی یقین تھا کہ فرہاد نے یہ ذلالت کی ہے۔"

ہولی مین نے کہا "پال ہوپ کن کے دماغ پر تمہاری حکومت تھی۔ کوئی دوسرا اس کے دماغ میں نہیں جاسکتا تھا۔ پھر فرہاد اس کے اندر کیسے چلا گیا؟"

"خیال خوانی کی ایک تکنیک یہ بھی ہے کہ فرہاد میری آواز بنا کر اور میں فرہاد کا لہجہ اختیار کرکے ایک دوسرے کے شکار کے دماغوں میں پہنچ سکتے ہیں۔ فرہاد' پال ہوپ کن کے اندر میرے لہجے میں پہنچا ہوگا اور اس کے دماغ پر قبضہ جماکر اسے خودکشی پر مجبور کیا ہوگا۔"

"یہ جو فرہاد بڑی خاموشی سے ہمیں نقصان پہنچاتا رہتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم ایک محاذ پر لڑتے ہیں' دوسرے محاذ پر توجہ کم کردیتے ہیں۔ وہ ہماری ایسی کمزوریوں کو سمجھتا ہے۔ اس لئے مختلف محاذوں سے چپ چاپ حملے کرتا ہے۔ کیا تم سوچ سکتی تھیں کہ ابھی ہم مشین کی تباہی کے معاملے میں الجھے رہیں گے' اُدھر وہ پال ہوپ کن کو ختم کردے گا۔ اور پتا نہیں وہ اور اس کے بیٹے چپ چاپ ہمارے خلاف اور کیا کررہے ہوں گے۔"

"یہ فرہاد کوئی انسان نہیں جن ہے۔ موت کی طرح اٹل اور ناقابلِ تسخیر ہے۔ وہ سمجھ گیا ہے کہ جاسوس اور ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے پارس وغیرہ کو تلاش کررہے ہیں اسی لئے اس نے پال ہوپ کن کو مار ڈالا ہے۔ وہ ہمارے دوسرے خیال خوانی کرنے والوں کی تاک میں بھی ہوگا۔ جان لبوڈا کو ہوشیار رہنا چاہئے۔"

"فکر نہ کرو۔ ہمارے جو دو چار خیال خوانی کرنے والے ہیں ... سائے تک بھی فرہاد نہیں پہنچ سکے گا۔ مجھے تم سے ہمدردی ... اب تمہارے پاس ایک بھی خیال خوانی کرنے والا نہیں ..."

وہ تھوڑی دیر تک گفتگو کرنے کے بعد دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگئی۔ بے چینی سے اٹھ کر ٹہلنے لگی۔ اپنی مسلسل شکست برداشت نہیں ہو رہی تھی۔ پہلے جس معاملے میں ہاتھ ڈالتی تھی کامیابی حاصل ہوتی تھی۔ اب خوش بختی نے منہ پھیرلیا تھا۔ جب تک انسان کامیاب ہوتا رہتا ہے ان کامیابیوں کو اپنی ذہانت کا نتیجہ سمجھتا رہتا ہے۔ جب ناکام ہونے لگتا ہے تو اسے بدبختی کہتا ہے۔ ناکامیوں کا الزام مقدر کو دیتا ہے۔ اس لئے کہ ناکامیوں کے پیچھے اپنی غلطیوں کو سمجھ نہیں پاتا۔

وہ ماننے کے لئے تیار نہیں تھی کہ پارس کو ساتھ چھوڑنے پر مجبور کرکے بدبختی کے راستوں پر چل پڑی ہے۔ اس نے گھڑی دیکھی پھر حساب کیا کہ ترکی کے وقت کے مطابق وہاں صبح کے سات بجے ہوں گے۔ ہولی مین نے اس سے کہا تھا کہ اب اس کے

...ں ایک بھی خیال خوانی کرنے والا نہیں رہا جبکہ ابھی وارنر ہیگ ... تھا۔

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ وارنر کے دماغ میں پہنچنا ...ا تو اُس نے سانس روک لی۔ مرینا نے دوسری تیسری بار ...شیں کیں پھر اپنی جگہ واپس آکر حیرانی سے سوچنے لگی۔ "یہ ...یا ہوگیا؟ وہ میرا معمول اور تابعدار ہے۔ میری سوچ کی لہروں کو ...وس نہیں کرتا ہے۔ پھر کیسے محسوس کررہا ہے؟ میرے تنویمی ...ل کے اثر سے کیسے نکل گیا ہے؟"

اس کا دل ڈوبنے لگا۔ اسے پھر چوٹ پہنچ رہی تھی۔ پھر بھی وہ ...د کو سمجھا رہی تھی "نہیں' وارنر میرے ہاتھ سے نہیں نکلے گا۔ ...س آخری ٹیلی پیتھی جاننے والے پر میری گرفت مضبوط ہے۔"

اس نے سوچا' حمائلہ یوگا کی صلاحیتوں سے محروم ہے' اس کے دماغ میں پہنچ کر وارنر کے متعلق معلوم کیا جاسکتا ہے۔ اس نے ...مائلہ کے اندر پہنچنے کے لئے خیال خوانی کی پرواز کی۔ پھر واپس ...گئی۔ شدید حیرانی کی بات تھی کہ حمائلہ نے اس کی سوچ کی لہروں کو ...سوس کرتے ہی سانس روک لی تھی۔ صاف ظاہر تھا کہ اس پر ...نویمی عمل کیا گیا ہے۔

پھر یہ بات بھی سمجھ میں آگئی کہ میں اس کا لہجہ اختیار کرکے ...ارنر کے دماغ میں گیا تھا۔ اسے مرینا کے تنویمی عمل سے آزاد کیا ...ھا۔ یہ آزادی ملتے ہی مرینا کی سوچ کی لہریں اس کے لئے پرائی ہوگئی تھیں۔ اس لئے وہ سانس روک لیتا تھا۔

اب یقین ہوگیا کہ وہ آخری ٹیلی پیتھی جاننے والا بھی ہاتھ سے نکل گیا ہے۔ غلطی کے بعد خیال آیا کہ غلطی ہوگئی۔ اسے اس چھوٹی سی بات پر دھیان دینا چاہئے تھا کہ فرہاد اس کا لہجہ اختیار کرکے پال ہوپ کن اور وارنر ہیگ کے اندر پہنچ سکتا ہے۔ ویسے وہ اس پہلو پر بھی توجہ دیتی تو اپنے خیال خوانی کرنے والوں کو کیسے بچاتی؟ ابھی اسے یہ تکنیک معلوم نہیں تھی کہ اپنے معمول کے دماغ میں ایسی آواز اور لہجہ اختیار کرکے آیا جائے کہ دشمنوں کو کبھی اس لہجے کا علم نہ ہو۔ جیسے کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ فرہاد سونیا کا لہجہ اختیار کرکے مرینا کے دماغ میں آتا ہے۔ وہ فرہاد کو تو محسوس کرتی ہے مگر سونیا کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتی ہے۔

وہ دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔ کوئی ناکامی سی ناکامی تھی۔ محرومی' شکست' مایوسی اور ایسی بے بسی تھی کہ وہ اپنی پشت پر پورا امریکا رکھ کر بھی ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی تھی۔ اس نے سر کے بالوں کو مٹھیوں میں جکڑ کر کہا۔ "او گاڈ! میرے پاس ایک بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں رہا۔ فرہاد نے مجھے بالکل ہی کنگال بنا دیا ہے۔"

وہ تھوڑی دیر تک بڑے کرب کے عالم میں رہی۔ اس کے اندر دھواں بھرتا رہا۔ وہ گھٹن محسوس کرتی رہی اور اِدھر اُدھر ٹہل

کر لمبی لمبی سانسیں لیتی رہی۔ پھر ایک صوفے پر بیٹھ گئی۔ خلا میں تکنے لگی۔ اس نے پارس کو تصور میں دیکھتے دیکھتے اس کے دماغ میں پہنچنے کے لئے خیال خوانی کی پرواز کی۔ پھر واپس آگئی۔ اس کی سوچ کی لہروں کو پارس کا دماغ نہیں ملا۔ اسے خیال آیا کہ دماغ اس وقت نہیں ملتا جب اس دنیا سے گم ہوجاتا ہے۔ کیا پارس....؟

"نہیں' نہیں۔" وہ گھبرا کر بولی "وہ زندہ ہے۔ میری خیال خوانی میں کچھ گڑبڑ ہوگئی ہے۔"

اس نے پھر تڑپ کر خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کی سوچ کی لہروں کو پارس نہیں ملا۔ نہیں ملنے کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ خدانخواستہ وہ دنیا سے اٹھ گیا ہے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ باپ نے بیٹے کی شخصیت اور اس کا لب ولہجہ بدل دیا ہو تاکہ مرینا پھر اس کے پیچھے نہ جائے۔

ویسے وہ اندر سے لرز گئی تھی۔ وہ دشمنِ جاں مرتا ہے تو مرے مگر اُس کے پیروں تلے سے جیسے زمین سرک گئی تھی۔ وہ لڑکھڑا کر صوفے پر گر پڑی۔ کتنی ہی بازیاں ہار گئی۔ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے چھین لئے گئے۔ وہ تمام صدمات برداشت کررہی تھی۔ لیکن جو صدمہ پارس کی عدم موجودگی سے ہو رہا تھا' وہ ایک سوال تھا کہ دشمن کے لئے صدمہ کیوں ہے؟

اس نے بے خیالی میں اپنے چہرے کو ہاتھ لگایا تو چونک گئی۔ وہ گلاب گلاب چہرہ آنسوؤں سے بھیگ رہا تھا۔ ایسا بھی ہوتا ہے۔ آنکھیں روتی ہیں اور آنکھ والی سمجھ نہیں پاتی۔ وہ جلدی سے اٹھ کر باتھ روم میں آئی پھر واش بیسن پر جھک کر نلکا کھول کر مُنہ پر پانی کے چھینٹے مارنے لگی۔

ٹھنڈے پانی سے آنسوؤں کی حرارت ختم ہوگئی۔ وہ تولئے سے مُنہ پونچھ کر کمرے میں آئی۔ پھر صوفے پر بیٹھ کر میرے دماغ پر دستک دی۔ میں نے پوچھا "کون ہے؟"

"میں ہوں' مرینا۔"

"کیوں آئی ہو؟"

"وہ پارس... پارس..." وہ آگے نہ کہہ سکی۔ آواز آنسوؤں میں بہہ جانے والی تھی۔

میں نے پوچھا "کیا پارس کو گرفتار کرنا چاہتی ہو؟"

"آپ طعنے نہ دیں۔"

"میں تو حقیقت کہہ رہا ہوں۔ تم نے اسے گرفتار کرانے کے لئے اپنے جاسوسوں کے دماغوں میں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو چھوڑ رکھا تھا۔ انہیں حکم دیا تھا کہ جو نوجوان بھی سوچ کی لہروں کو محسوس کرے اور سانس روکے اسے گرفتار کرلو۔ خوش ہوجاؤ اُس نے ہمیشہ کے لئے سانس روک لی ہے۔"

وہ اطمینان کی گہری سانس لے کر بولی "آپ کا اندازِ گفتگو بتا رہا ہے کہ وہ زندہ ہے۔"

"بے شک' جسے اللہ رکھے' اسے کون چکھے؟ اللہ تعالیٰ نے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

مجھے عقل دی ہے۔ میں نے اس عقل سے اُس کی شخصیت اور لب و لہجے کو بدل دیا ہے۔ آئندہ تم ایک لمحے کے لئے بھی اسے نہیں پاؤ گی۔"

"اور آپ نے وارنر اور حمائلہ کی بھی شخصیت بدل دی ہے؟"

"میں نے وارنر کو تمہارے حوالے کیا تھا۔ تم نااہل ثابت ہوئیں اس لئے اسے واپس لے لیا۔"

"کیا آپ کے کہہ دینے سے میں نااہل کہلاؤں گی۔"

"میں نہیں کہتا۔ سمجھنے والوں کے لئے اتنا سمجھنا کافی ہے کہ جو نااہل ہوتے ہیں' ناکامیاں ان کے پیچھے پڑ جاتی ہیں۔"

"میں نے تمہارا کیا بگاڑا تھا کہ تم نے وارنر کو مجھ سے چھین لیا؟"

"تم مجھے آپ سے تم کہنے لگی ہو۔ یہ تمہارا ظرف ہے۔ رہ گئی وارنر کی بات تو تم خواہ مخواہ مذہب کی ٹھیکیدار بن گئی تھیں۔ اس کے ذاتی معاملے میں مداخلت کر رہی تھیں۔ حمائلہ کی موت کی دھمکیاں دے کر اُسے دینِ اسلام سے پھر جانے پر مجبور کر رہی تھیں۔ میں نے اس کے اندر سے تمہاری طاقت نکال دی۔ اب فرعون کی بیٹی بن کر اِس مسلمان کا ایمان بدل کر دکھاؤ۔"

فرعونیت طاقت کی محتاج ہوتی ہے۔ طاقت نہ ہو تو فرعون صفت لوگ مٹی میں رینگنے والے کیڑوں کی طرح کمزور اور بے بس ہو جاتے ہیں۔ وہ تھوڑی دیر تک بے بسی سے ہونٹوں کو بھینچتی رہی پھر بولی "تم نے پال ہوپ کن کو کیوں مار ڈالا؟"

"تم اس کے ذریعے میرے بیٹے کو گرفتار کرانا چاہتی تھیں۔ میری اولاد سے دشمنی کے لئے جو بھی قدم اٹھے گا میں اسے جہنم میں پہنچا دوں گا۔ شکر کرو' تم سلامت ہو اور وہ اس لئے کہ میرے بیٹے سے تمہارا کچھ رشتہ رہا ہے.... اس کا لحاظ بھی کر رہا ہوں۔ اور سزا بھی دے رہا ہوں۔ ذرا حساب کرو' تمہیں کتنا عروج حاصل تھا اور تم کتنی بلندیوں سے گر کر کتنی پستیوں میں آ گئی ہو۔ ناؤ گٹ آؤٹ۔"

میں نے سانس روک لی۔ وہ میرے دماغ سے نکل کر اپنی جگہ حاضر ہو گئی۔ اسے یوں بھگائے جانے پر غصہ آنا چاہئے تھا لیکن وہ اندر سے بڑی پُرسکون ہو رہی تھی۔ پارس زندہ تھا اور اس دشمن کی زندگی سے ایک نیا حوصلہ مل رہا تھا۔ اس کا دل کہہ رہا تھا کہ پارس کسی طرح پھر اُس کے پاس آ جائے تو وہ ہاری ہوئی بازیاں پھر سے جیتنے لگے گی۔ اس کے لاشعور میں یہ بات سما گئی تھی کہ کاتبِ تقدیر اسی مرد کے ذریعے اس کا مقدر بناتا ہے۔

وہ سر جھکائے سوچتی رہی اور اسی ایک نتیجے پر پہنچی کہ اسے صرف ایک ہی ٹارگٹ بنانا چاہئے۔ اور وہ ٹارگٹ ہے پارس۔ دوبارہ اس کا دل جیت کر پھر اس سے الگ نہیں ہونا چاہئے۔ کچھ ایسا منصوبہ بنانا چاہئے کہ پارس نہ تو ہولی مین اور جان لبوڈا کے ہاتھ لگے اور نہ ہی اپنے باپ کے اثر میں زیادہ رہے۔ دراصل باپ کے بہکانے سے ہی وہ بہک کر دور چلا گیا ہے۔

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر پنجوں کے بل اچھلنے لگی۔ مختلف قسم کی ورزشیں کرنے لگی۔ جب وہ پریشان ہوتی یا حوصلہ ہارنے لگتی تھی یا کوئی نیا منصوبہ ذہن میں پکنے لگتا تھا تو وہ یوگا کے مختلف آسن اختیار کر کے سانس روکتی تھی۔ اس طرح اس کی توجہ تمام مسائل سے ہٹ جاتی تھی اور ساری توجہ نئے منصوبے پر مرکوز ہو جاتی تھی۔

اس نے یوگا کے پہلے مرحلے پر دس منٹ کے لئے سانس روک لی۔ دماغ سے تمام سوچیں نکال دیں۔ موت سے پہلے دماغ کبھی سوچ سے خالی نہیں ہوتا۔ لیکن یوگا کے ماہر سانس روک کر جیسے خود پر عارضی موت طاری کر لیتے ہیں۔ دماغ کو خالی کر کے تمام مسائل اور فکر و پریشانیوں سے نجات حاصل کر لیتے ہیں۔ ایسے عمل سے دماغ ہلکا پھلکا اور نئی سوچوں کے لئے تازہ دم ہو جاتا ہے۔

دس منٹ کے بعد اس نے آہستہ آہستہ سانس لی۔ یوگا کا آسن تبدیل کیا پھر بارہ منٹ کے لئے سانس روک لی۔ تازہ ذہن سے سانس روکنے کے دوران سوچنے لگی۔ "اب ایک ہی مقصد ہے اور وہ ہے پارس کا حصول۔ اور میں اُسے اس طرح حاصل کروں کہ وہ باپ کی آواز سے اور باپ کی خیال خوانی سے بہت دور رہے۔"

اس نے اعتراف کیا "میں نے نادانی کی۔ اس پہلو سے نہیں سوچا کہ مجھے پارس نے کبھی کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ جب بھی نقصان پہنچا تو اس کے باپ سے پہنچا۔ وہ خود غرض مجھے بیٹی کہہ کر درجنوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو میرے حوالے کرتا رہا۔ اور دوسرے راستوں سے چپ چاپ انہیں مجھ سے چھینتا رہا۔ پتا نہیں وہ کس طرح ہم جیسوں کے دماغوں میں پہنچ جاتا ہے۔ اگر کبھی وہ دھوکے سے میرے اندر پہنچ جائے تو میری حیثیت خاک ہو جائے گی۔ وہ دشمن میرے اندر سے ٹیلی پیتھی کا علم نکال کر مجھے ایک عام سی' سستی سی لڑکی بنا دے گا۔ دانشمندی یہی ہے کہ اس سے پہلے ہی مجھے پارس کا سہارا دوبارہ حاصل کر لینا چاہئے۔"

وہ یہ منصوبہ بھی سوچ سکتی تھی کہ مجھے کچلنے کے لئے ماسک مین اور اسرائیلی یہودیوں سے دوستی کر سکتی ہے۔ لیکن وہ بارہا میرے مقابلے میں منہ کی کھا چکے تھے۔ مرینا کسی پر بھروسا نہیں کرنا چاہتی تھی۔ آج کل ہولی مین وغیرہ کا اعتماد حاصل کر کے پارس کے خلاف اقدامات کر رہی تھی اور حالات بتا رہے تھے کہ ہولی مین' جان لبوڈا اور ہلوری سپر طاقت بھی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی۔ بگاڑنے کا ایک ہی یقینی راستہ تھا کہ پارس پھر سے اس کا ہو جائے اور وہ باپ بیٹے کے درمیان آگ اور خون کا دریا بنا دے۔ میں آگ اور خون کا دریا پار کر کے بیٹے سے نہ مل پاؤں تو آدھا رہ جاؤں گا۔ سپر مین بھی آدھا ہو جائے تو پھر وہ سپر نہیں رہتا۔ صرف مین رہ جاتا ہے۔

ایسے وقت میں اس کے خیالات نہیں پڑھ رہا تھا کیونکہ وہ یوگا کی مشقوں کے دوران دس بارہ منٹ کے لئے سانس روکتی تھی اور سانس روکنے کے دوران میں اس کے اندر نہیں رہ سکتا تھا۔ باہر نکل آتا تھا۔ وہ مجھے نہیں بھگا رہی تھی۔ یوگا کا عمل بھگا رہا تھا۔

آدھی رات کو میں اس کے دماغ میں آیا۔ پھر یوگا کے دوران جاری رہنے والے خیالات پڑھنے لگا۔ وہ میرے شہ زوری کو کمزوری میں بدلنے اور پارس کو مجھ سے دور کر دینے کی راہ پر چلنے کا عہد کر چکی تھی۔

آخر میں اس نے سوچا "مجھے پارس تک پہنچنے کے لئے فرہاد کی فیملی کے کسی اہم ممبر کو اغوا کرنا ہوگا۔ اسے یرغمال بناؤں گی تو سونیا اور فرہاد مجبور ہو کر مجھے پارس کا پتا' ٹھکانا اور فون نمبر وغیرہ ضرور دیں گے۔"

میں نے دوسرے دن مرینا کی یہ خواہش پوری کر دی۔ وہ صبح گھر سے نکلی تو اس کے اندر کافی کی طلب پیدا کی پھر اسے پارس کی یادوں میں الجھاتا ہوا ایک ریستوران کے سامنے لے گیا۔ وہ کار سے اتر کر ریستوران کے اندر آئی۔ میں نے اسی میز کے پاس پہنچایا جس کے قریب والی میز پر علی تیمور اور سونیا ثانی بیٹھے ہوئے تھے۔

مرینا علی تیمور کو دیکھ کر چونک گئی۔ یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ اس کے ساتھ بیٹھنے والی سونیا ثانی ہے۔ کیونکہ سونیا سے خاصی مشابہت تھی۔ مرینا جانتی تھی کہ علی کے دماغ میں جگہ نہیں ملے گی۔ اگر وہ جگہ بنانے کی کوشش کرے گی تو اسے اور سونیا ثانی کو خطرے کا احساس ہو جائے گا۔

وہ توجہ سے دونوں کی گفتگو سننے لگی۔ فاصلہ کم تھا پھر بھی پوری طرح ان کی گفتگو کانوں تک صاف طور سے نہیں پہنچ سکتی تھی۔ میں نے مرینا کے دماغ پر اچھی طرح قبضہ جما کر اُسے یقین دلایا کہ وہ دونوں کی باتیں سن رہی ہے۔

علی کہہ رہا تھا۔ "ثانی! تمہاری بیماری سے اندیشہ پیدا ہو گیا ہے کہ کوئی بھی دشمن خیال خوانی کے ذریعے تمہارے اندر پہنچ سکتا ہے اور تمہیں اس کے آنے کی خبر نہیں ہوگی۔"

مرینا یہ سنتے ہی خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے سونیا ثانی کے اندر پہنچ گئی۔ واقعی اسے دماغ میں جگہ مل گئی۔ وہ بیماری کے باعث پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہ کر سکی۔ مرینا یہی سمجھ رہی تھی بلکہ میں نے ایسا سمجھنے کے لئے ایسے حالات پیدا کر دیے تھے۔

وہ سوچ رہی تھی "سونیا ثانی فرہاد کی ہونے والی بہو' سلمان کی بیٹی اور بابا فرید واسطی مرحوم کی نواسی ہے۔ پورے بابا صاحب کے ادارے میں اور فرہاد کی فیملی میں یہ سب سے زیادہ اہم اور عزیز ہستی ہے۔ اگر میں اسے یرغمال بنا لوں تو بابا صاحب کے ادارے میں زلزلہ آ جائے گا اور فرہاد گردن جھکا کر اس کی واپسی کا مطالبہ کرے گا۔

وہ سونیا ثانی کو اغوا کرنے کے متعلق تیزی سے تدبیر سوچ رہی تھی۔ میں نے مشکل آسان کر دی۔ علی تیمور کو بہانے سے ٹوائلٹ کی طرف بھیج دیا۔ ثانی میز پر اکیلی رہ گئی۔ مرینا نے فوراً ہی ثانی کے دماغ میں رہ کر اُسے اٹھایا۔ پھر خود اٹھی اور اس کے ساتھ چلتی ہوئی ریستوران کے باہر آئی اسے اگلی سیٹ پر بٹھایا۔ خود اسٹیئرنگ سیٹ پر آ گئی پھر فوراً ہی کار اسٹارٹ کر کے وہاں سے چل پڑی۔

دماغ میں پلاننگ پک رہی تھی کہ اپنی رہائش گاہ میں پہنچتے ہی ایک کمرے کی تمام بتیاں بجھا دے گی۔ سونیا ثانی کو اس کمرے میں بند کر دے گی۔ دروازے کو باہر سے لاک کر دے گی' اس کے بعد فرہاد اور اس کے تمام خیال خوانی کرنے والے یہ معلوم نہیں کر سکیں گے کہ ثانی کس تاریک قید خانے میں ہے۔

وہ رہائش گاہ کے احاطے میں پہنچی۔ کار سے اتر کر ثانی کا ہاتھ پکڑ کر تیزی سے چلتی ہوئی بنگلے کے اندر آئی۔ پھر ایک دم سے ٹھٹک گئی۔ وہاں ایک صوفے پر علی تیمور بیٹھا ہوا تھا۔ وہ پریشان ہو کر بولی "تت..... تم؟"

وہ بولا "یہ کیا مذاق ہے۔ میں ٹوائلٹ گیا اور تم ثانی کو یہاں لے آئیں۔ کیوں بار بار نقصان اٹھانے کے راستے پر چل پڑی ہو۔"

"تمہیں میرے بنگلے کا پتا کیسے معلوم ہوا؟"

"تمہاری حماقت سے معلوم ہو گیا۔ نہ تم ثانی کو یہاں لاتیں' نہ میں یہاں آتا۔ ذرا غور کرو تو معلوم ہوگا۔ ہم نے اسی وقت تمہیں نقصان پہنچایا ہے یا سزا دی ہے جب تم نے عداوت میں پہل کی ہے۔ ابھی کسی دشمنی یا چیلنج کے بغیر تم ثانی کو اغوا کرنے کے خیال سے یہاں لائی ہو۔ یہ تمہاری کیسی کم ظرفی ہے؟"

وہ فوراً ہی پستول نکال کر علی کو نشانے پر رکھتے ہوئے بولی "اس کے پیچھے آ گئے ہو تو تم بھی واپس نہیں جاؤ گے۔"

"تم چاہتی کیا ہو؟"

"مجھے تم دونوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں تمہیں یرغمال بنا کر پارس سے ملنا چاہتی ہوں۔"

"ہمیں قید کر کے کبھی اس سے نہیں مل سکو گی۔ چلو ثانی۔"

علی نے صوفے سے اٹھ کر ثانی کا ہاتھ تھام لیا۔ مرینا نے کہا۔ "یہ پستول ہے' کھلونا نہیں ہے۔ ثانی کے ساتھ ذرا بھی حرکت کرو گے تو گولی مار دوں گی۔"

وہ ثانی کے ساتھ جاتے ہوئے بولا "گولی چلاؤ۔ اور صحیح نشانے کی پریکٹس کرتی رہو۔"

"تم سمجھتے ہو میں تمہیں جان سے نہیں ماروں گی! ٹھیک سمجھتے ہو۔ ماروں گی تو قصہ تمام ہو جائے گا۔ میں تم دونوں کے بدلے پارس کو حاصل نہیں کر سکوں گی لہٰذا ابھی تمہیں صرف زخمی کروں گی۔"

وہ دونوں کمرے سے جا رہے تھے۔ مرینا نے ان کے پیروں کا نشانہ لیا پھر فائر کرنے کے لئے ٹریگر کو دبانا چاہا لیکن ٹریگر پر انگلی کا دباؤ نہیں بڑھا۔ اس نے حیرانی سے پستول کو دیکھا۔ پھر دونوں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہاتھوں کی انگلیوں سے ٹریگر کو دبانے کی کوشش کی۔ پھر پتا چلا کہ پستول میں خرابی نہیں ہے بلکہ انگلیاں کام نہیں کر رہی ہیں۔

اتنی دیر میں وہ دونوں کمرے سے جا چکے تھے۔ وہ دوڑتی ہوئی ان کے پیچھے گئی۔ عجیب پریشانی اور بدحواسی تھی۔ دماغ میں خطرے کی گھنٹی بج رہی تھی کہ اسے کوئی پستول چلانے سے روک رہا ہے۔ مگر کیسے روک رہا ہے؟ کیا کسی نے دماغ پر قبضہ جمایا ہے؟

"نہیں" وہ ماننے کے لئے تیار نہیں تھی کہ اس کا دماغ بھی کسی کے قابو میں آسکتا ہے۔ وہ باہر آکر بولی "رک جاؤ۔ ورنہ میں ثانی کے دماغ میں زلزلہ پیدا کر دوں گی۔"

علی تیمور نے کہا "میں تمہیں اپنے دماغ میں بھی آنے کی اجازت دیتا ہوں۔ یہ فرہاد کے بیٹے کی زبان ہے' میں سانس نہیں روکوں گا۔ آؤ اور زلزلے پیدا کرو۔"

مرینا نے اس کے لہجے کو گرفت میں لیا۔ پھر خیال خوانی کی کوشش کی لیکن سوچ کی لہروں نے پرواز نہیں کی۔ ایک دم سے دل ڈوبنے لگا۔ یہ کیا ہو رہا ہے؟

وہ دونوں احاطے سے باہر جا کر اپنی کار میں بیٹھ رہے تھے۔ مرینا نے پھر ایک بار خیال خوانی کی کوشش کی اور ناکام رہی۔ یہ ناکامی کی انتہا تھی کہ وہ اپنا دماغ ہار چکی تھی۔ صدمے کی زیادتی سے جسم میں جیسے جان نہ رہی۔ وہ برآمدے کے زینے پر دھپ سے بیٹھ گئی۔

یہ سوچ سوچ کر جان نکلی جا رہی تھی کہ کوئی اس کے دماغ کو کنٹرول کر رہا ہے۔ وہ خاک کا کیڑا بن گئی تھی' کسی کے قابو میں آگئی تھی۔ جتنی اونچی اڑان تھی' اتنی ہی پستی میں گراوٹ تھی۔ کیسی شاہانہ زندگی تھی اور کیسا احمقانہ انجام تھا۔

اس نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر سوچا۔ "میری پہلی غلطی آخری غلطی بن گئی ہے۔ پہلی غلطی یہ کہ میں نے پارس کو اپنی زندگی میں گہرائی تک آنے دیا۔ اگر اس سے دور رہتی تو فرہاد سے دور رہتی۔ نہ ان سے دوستی ہوتی' نہ دشمنی ہوتی۔ میں سب سے الگ تھلگ کامیابی کے راستے پر گامزن رہتی۔ ہائے' پارس کی دوستی اور محبت نے مجھے ذلت ہی ذلت دی ہے۔ اوہ گاڈ! تو بہت گریٹ ہے' کوئی کمال دکھا دے۔ مجھے اس ذلت اور محکومی سے نکال دے کہ میں کسی کی معمولہ اور تابعدار بن گئی ہوں۔ گاڈ! اسے جھوٹ کر دے۔ میں آنکھیں کھولوں تو یہ سب کچھ خواب ثابت ہو۔"

اس نے اپنے ایک بازو پر زور کی چٹکی لی پھر تکلیف سے سسکاری لی۔ وہ جاگ رہی تھی۔ اس نے بڑے کرب سے سوچا۔ "میں کس کے دام میں آگئی ہوں؟ یہ فرہاد ہی ہوگا۔ اب تک میں نے اسی سے مات کھائی ہے۔"

اس نے خلا میں تکتے ہوئے پکارا "کون ہو تم؟ تم کون ہو؟ اتنا کہہ دو کہ تم فرہاد نہیں ہو۔ میرے دماغ کو موت آجائے مگر فرہاد نہ آئے۔ اس کا نام سن کر میرے ہاتھ پاؤں ڈھیلے اور ٹھنڈے پڑ جاتے ہیں۔"

میں نے بھرائی ہوئی اجنبی آواز میں کہا "میں ہوں' میں۔۔۔"

"یہ۔۔۔۔ یہ آواز میں پہلی بار سن رہی ہوں۔ تم کون ہو؟"

"بے نام ہوں۔ بے نشان ہوں' تمہارے دماغ میں میں رہوں' فرہاد رہے یا جان لبوڈا' کیا فرق پڑتا ہے! اٹل حقیقت یہ ہے کہ تم آزاد اور بے لگام نہیں رہیں۔ کسی کی تابعدار بن چکی ہو۔"

وہ بولی "تم فرہاد ہو۔ اسی لئے ثانی اور علی میرے ہاتھوں سے بچ کر چلے گئے۔ جان لبوڈا یا کوئی اور ہوتا تو ان سے ہمدردی نہ کرتا۔ اب خود کو نہ چھپاؤ۔"

میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "میں وہ ہوں' جہاں تک تمہارا خیال نہیں پہنچ سکتا۔ تم جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والے یہ علم سیکھتے ہی دنیا کے سامنے خیال خوانی کے تماشے دکھانے چلے آتے ہیں اور یہ تماشے دکھانے کے لئے ایک دوسرے سے دشمنی کرتے ہیں۔ میں تم سب سے الگ اور منفرد ہوں۔ میں نے خود کو کبھی ظاہر نہیں کیا اور نہ آئندہ کروں گا۔"

"میں کیسے یقین کروں کہ تم ایک اجنبی خیال خوانی کرنے والے ہو؟"

"اپنی آنکھوں سے دشمنی کی عینک اتار کر دیکھو اور سمجھو کہ دنیا میں مجھ جیسے لوگ ہوتے ہیں جو کسی کے دشمن نہیں ہوتے۔ میں نے ثانی اور علی کو تمہارے ہاتھ آنے نہیں دیا اور تمہیں بھی نقصان پہنچنے نہیں دیا۔ ورنہ علی تمہاری رہائش گاہ دیکھ لینے کے بعد یہاں تمہیں زخمی کرتا اور اپنے باپ کو تمہارے دماغ میں پہنچا دیتا۔"

"میں مانتی ہوں کہ وہ مجھے زخمی کر سکتا تھا۔ لیکن یہ تو بتا دو' تم کون ہو؟"

"میں تمہاری دعا کی قبولیت ہوں۔ ابھی تم دعا مانگ رہی تھیں کہ تمہارے دماغ پر فرہاد کا قبضہ نہ ہو۔ یہ دعا بہت پہلے قبول ہو چکی تھی۔ شکر ادا کرو کہ تمہارے اندر فرہاد نہیں ہے۔"

"میں ہزار بار شکر ادا کرتی رہوں گی۔ لیکن میں کیا کروں؟ مجھے یقین نہیں آرہا ہے۔ وہ میرے حواس پر چھایا ہوا ہے۔ میرے دماغ پر حکمرانی کرتا ہوا سا لگتا ہے۔"

"چلو یہی سمجھتی رہو۔ میں کہہ چکا ہوں' تمہارے دماغ پر کوئی بھی ایکس وائی زیڈ حکمرانی کر رہا ہو۔ حقیقت ایک ہی رہے گی کہ تم اُس کی کنیز بن گئی ہو۔ تمہارے ساتھ جو کچھ ہو چکا ہے اور ہو رہا ہے اس سے عبرت حاصل کرو۔ جھوٹ' فریب اور سازشی عمل سے باز آجاؤ۔"

"میں نے کسی کے خلاف کوئی سازش نہیں کی ہے۔"

"ابھی تم سوچ رہی تھیں کہ پارس سے دوبارہ دوستی کر کے اس کے باپ سے ہمیشہ کے لئے اسے دور کر دو گی۔ کیا یہ سازش نہیں ہے۔ تم ثانی کو اغوا کر کے بابا صاحب کے ادارے میں زلزلے پیدا کرنا چاہتی تھیں۔ اس سازش کے نتیجے میں تم پر مصیبتیں آرہی ہیں۔ اگر ان سازشوں کا علم فرہاد کو ہو جاتا تو وہ تمہارے دماغ سے ٹیلی پیتھی کا علم نوچ کر پھینک دیتا اور تمہیں ایک عام سی لڑکی بنا کر کسی فٹ پاتھ کی بھکارن بنا دیتا۔"

اس کے دماغ میں ابھی ٹیلی پیتھی کا علم سلامت تھا اس سے ثابت ہوتا تھا کہ میں اس کے اندر نہیں ہوں۔ وہ بڑی حد تک مطمئن ہو گئی۔ میں واقعی اس کا یہ علم ختم کر دیتا۔ اسے ایک عام سی' سستی سی لڑکی بنا دیتا لیکن میرے بیٹے کی فرمائش تھی کہ اسے بہت بڑا نقصان نہ پہنچایا جائے۔ اسی لئے وہ اب تک اپنے علم کے ساتھ سلامت تھی۔

میں نے کہا "تمہیں اپنے ملک کے حکام اور بولی مین وغیرہ پر بھی اعتماد نہیں ہے۔ تم ان سے چھپ کر زندگی گزار رہی ہو۔ میں تمہارا دشمن ہوتا تو دشمنوں کو تمہاری رہائش گاہ تک پہنچا دیتا۔"

"میں مانتی ہوں' آپ میرے ہمدرد ہیں لیکن علی یہ گھر دیکھ کر گیا ہے۔"

"وہ علی تیمور نہیں تھا۔ اس کی ڈمی تھا۔ تم اسے علی سمجھ کر دماغ میں نہیں گئیں۔ اگر جاتیں تو اس کے خیالات بھی پڑھ سکتی تھیں۔ میں اس ڈمی کو ٹریپ کر کے یہاں لایا تھا۔ اس کے دماغ پر میرا قبضہ تھا۔ اب اسے یاد نہیں ہے کہ وہ یہاں آیا تھا۔"

"تم مجھے ہر طرح سے اطمینان دلا رہے ہو لیکن میرا اطمینان اور سکون غارت ہو گیا ہے۔ ہر لمحہ دماغ پر بوجھ رہے گا کہ کوئی میرے اندر موجود رہتا ہے اور میرے اچھے برے خیالات پڑھتا رہتا ہے۔"

"اچھے خیالات تو ہر کوئی پڑھ سکتا ہے۔ تم برے خیالات سے پرہیز کرو۔ پھر خود ہی اطمینان حاصل ہوگا کہ کوئی تمہاری برائی کو نہیں سمجھ رہا ہے۔ کیونکہ برے خیالات نہیں ہیں تو برائی بھی نہیں ہے۔"

"کیا تم بڑی سے بڑی شرط منوا کر مجھے آزاد نہیں کر سکتے۔"

"تم خود ہی اپنے عمل سے آزادی حاصل کر سکتی ہو۔ تم یوگا کی مشقیں بلاناغہ کرتی ہو۔ اپنے اندر پاکیزگی اور روحانیت کی مشقیں بھی کرو۔"

"وہ کیسے کرنا چاہئے؟"

"یوگا کے آسن میں سانس روک کر ہر قسم کے منفی خیالات دماغ سے نکالتی رہو اور اپنے دماغ کو مثبت خیالات کے خزانے سے بھر لو۔ جو بھی روحانیت کی مشقوں سے گزر کر کامیاب ہوتا ہے میں اُس کے دماغ سے ہمیشہ کے لئے نکل جاتا ہوں۔ میں کبھی کسی کو غلام یا کنیز نہیں رکھتا۔"

"میں تمہیں نہیں جانتی کہ کس حد تک سچے ہو اور وعدہ وفا کرتے ہو۔"

"تم مجھے نہیں جانتیں لیکن یہ تو جانتی ہو کہ نیک اعمال کا نتیجہ ہمیشہ اچھا ہوتا ہے۔ بندوں سے کچھ ملے نہ ملے' خدا ضرور انعام دیتا ہے۔"

"ہاں میں مانتی ہوں۔ لیکن۔۔۔۔"

"لیکن ویکن کے پھیر میں نہ پڑو۔ اگر میں غلط آدمی ہوں تو مجھ سے کبھی نجات نہیں ملے گی لیکن تم میں روحانیت کی طاقت ہوگی تو تمہیں اس غلط آدمی سے خدا نجات دلائے گا۔ میں اس سے زیادہ تمہیں سمجھا نہیں سکتا۔ لہٰذا جا رہا ہوں۔"

میں خاموش ہو گیا' وہ بولی "رک جاؤ۔ مجھے یقین دلا کر جاؤ کہ میرے دماغ سے ہمیشہ کے لئے چلے جاؤ گے۔"

اسے جواب نہیں ملا۔ اس نے دو تین آوازیں دیں پھر پریشان ہو کر سوچنے لگی۔ "میں کیسے یقین کروں کہ وہ ہے یا جا چکا ہے؟ اس کے آنے جانے کا کچھ پتا ہی نہیں چلتا۔ پتا نہیں یہ کب میرے دماغ میں گھس آیا تھا۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "میں خواہ کتنا ہی تلملاتی رہوں' اس سے نجات کا راستہ ایک ہی ہے۔"

میری اس بات پر وہ خود سوچنے لگی۔ "ہاں' روحانی عمل میں بڑی طاقت ہوتی ہے۔ اور طاقت اس لئے ہوتی ہے کہ روحانی عمل کے دوران خدا ساتھ ہوتا ہے۔"

ان خیالات کے ساتھ ہی اس کے اندر ایک نیا روحانی جذبہ پیدا ہوا۔ نیا حوصلہ ملنے لگا کیونکہ اب وہ دشمنی کے راستے پر نہیں چل رہی تھی۔ اور دوستی کے راستے پر بھی نہیں چل رہی تھی۔ اس کے آگے جو راستہ تھا وہ اس پر چلتی ہوئی خدا کی خوشنودی تک پہنچ سکتی تھی۔ اپنے گاڈ کو راضی کر کے ہی وہ اپنے دماغ سے کسی اجنبی کو نکال سکتی تھی۔

O...☆...O

پارس' علی تیمور اور سونیا ثانی نے جس رات ہوائی حملے کئے'

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اس رات وہ تینوں ایک دوسرے سے دور تین مختلف مقامات پر تھے۔ بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے بے شمار ساتھی بھی تھے۔ ان کے پاس اپنی اپنی گاڑیاں تھیں۔ گاڑیوں میں ٹی وی سیٹ' کمپیوٹر' اور ٹرانسمیٹر وغیرہ تھے۔ وہ وقتِ ضرورت ایک دوسرے سے رابطہ کرتے تھے۔ ریموٹ کنٹرولر کے ذریعے کھلونا ہوائی جہاز اڑاتے تھے۔ پھر اڑنے والے جہازوں کو اسکرین پر دیکھ کر معلوم کرتے تھے کہ وہ کہاں کہاں سے گزر کر مشی گن جھیل کے ٹارگٹ تک پہنچتے ہیں۔

جب وہ مشی گن کے خفیہ اڈے پر کامیابی سے بلاسٹنگ کر چکے اور جب انہیں یقین ہوگیا کہ مشین کے پرخچے اڑ گئے ہیں تو انہوں نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے ایک دوسرے سے گفتگو کی اور یہ طے کیا کہ جو جدھر جاسکتا ہے چلا جائے۔ بعد میں ایک دوسرے سے ملاقات ہوجائے گی۔

پارس' علی تیمور اور سونیا ثانی ایک دوسرے سے کافی فاصلے پر تھے۔ وہ طے شدہ پروگرام کے مطابق مختلف راستوں سے مختلف شہروں اور مختلف اسٹیٹس کی طرف چل پڑے۔ روانگی سے پہلے ٹی وی' کمپیوٹر اور دوسرے تمام آلات اپنی اپنی گاڑی سے نکال کر پھینک دیے تاکہ راستے میں کہیں چیکنگ ہو تو ان پر کوئی شبہ نہ کیا جائے۔

وہ تینوں وقتی طور پر ایک دوسرے سے بچھڑ گئے۔ سونیا ثانی نیویارک جانے والے راستے پر چل پڑی تھی۔ کوئی سو کلومیٹر کا فاصلہ طے کرنے کے بعد پارس کی گاڑی نے اسے کراس کیا۔ وہ رفتار بڑھا کر پارس کو مخاطب کرتے ہوئے بولی "گاڑی روکو۔"

اس نے گاڑی روک دی۔ وہ اپنی گاڑی سے اتر کر اس کے پاس اگلی سیٹ پر آکر بولی "گاڑی ایک ہی ہو تو بہتر ہے۔ چلو۔"

وہ گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے بولا "ہاں ایک گاڑی ہے تو اب ایک ہی بار چیکنگ ہوگی۔ لیکن چیک کرنے والے ہمیں میاں بیوی سمجھیں گے۔"

"میں آکر بیٹھ گئی ہوں تو زیادہ نہ پھیلو۔ ورنہ دھکا دے کر گاڑی لے جاؤں گی۔"

لیلیٰ پارس کے دماغ میں تھی۔ مسکراتے ہوئے بولی "بیٹے! ثانی کے دماغ میں سلمان بھائی ہیں۔ ذرا سوچ سمجھ کر مذاق کرو۔"

پارس نے کہا "امی! آپ لوگوں کو سوچنا سمجھنا چاہئے۔ باپ کو بیٹی کے دماغ میں نہیں رہنا چاہئے۔ ہم جوان ہیں۔ ہنسنا بولنا ہماری فطرت ہے۔ پلیز' آپ سلطانہ آنٹی کو ثانی کے پاس بھیج دیں۔ علی جیسے خشک اور سنجیدہ جوان کے دماغ میں سلمان انکل کو رہنا چاہئے۔"

مشی گن جھیل کے خفیہ اڈے کو تباہ کرنا بچوں کا کھیل نہیں تھا۔ جبکہ علی تیمور نے حقیقتاً بچوں کا کھیل بنا دیا تھا۔ ایسے وقت ہر لمحہ محتاط رہنے کی ضرورت تھی۔ پھر سب سے زیادہ اپنے بچوں کی حفاظت لازمی تھی۔ ہم نے وعدہ کیا تھا کہ ان کے معاملے میں مداخلت نہیں کریں گے۔ صرف تماشا دیکھیں گے اور خدانخواستہ کوئی برا وقت آیا تو دشمنوں کی ٹیلی پیتھی کا جواب اپنی ٹیلی پیتھی سے دیں گے۔

لیلیٰ پارس کے پاس' سلطانہ علی کے پاس اور سلمان اپنی بیٹی ثانی کے پاس تھا۔ میں تینوں کے پاس آتا جاتا رہتا تھا۔ لیلیٰ نے سلطانہ اور سلمان کی پوزیشن بدل دی۔ سلطانہ کو ثانی کے پاس اور سلمان کو علی کے پاس بھیج دیا۔

یہ ان کی خوش قسمتی تھی اور زبردست پلاننگ تھی جس کے نتیجے میں مشین کی تباہی کے دوران کوئی مشکل یا رکاوٹ سامنے نہیں آئی۔ واپسی میں بھی دو پولیس چوکیوں پر روٹین کے مطابق سرسری طور پر پوچھ گچھ ہوئی۔ پھر انہیں آگے جانے کی اجازت دے دی گئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ابھی باقاعدہ ناکہ بندی شروع نہیں ہوئی تھی۔

علی تیمور شکاگو کے راستے پر جارہا تھا۔ ایک پولیس چوکی پر ایک رشوت خور افسر تھا۔ شراب کے نشے میں مست تھا۔ ہر گاڑی والے سے کچھ نہ کچھ وصول کر رہا تھا اور وصولی سے پہلے چیکنگ کے ذریعے انہیں پریشان کر رہا تھا۔ وہاں سے گزرنے والے اپنا قیمتی وقت بچانے کے لئے اسے کچھ رشوت کے طور پر دے کر جارہے تھے۔ جب وہ علی کے پاس آکر بولا تو سلمان نے اس کے دماغ پر قبضہ جمالیا۔ افسر نے اپنے ماتحتوں سے کہا۔ "اے اسے جانے دو' یہ تو میرا بیٹا ہے۔ گڈ بائی بیٹا۔ گڈ بائی۔"

علی کسی چیکنگ کے بغیر گزر گیا۔ ثانی اور پارس نے نیویارک شہر میں داخل ہونے سے پہلے ایک جگہ گاڑی روک دی۔ وہاں کے ایک گیراج میں دوسری گاڑی تیار تھی۔ وہ اس میں بیٹھ کر اپنی رہائش گاہ تک پہنچ گئے۔ ثانی نے سلطانہ سے کہا۔ "آنٹی! ہم یہاں خیریت سے پہنچ گئے ہیں۔ علی کی کیا خبر ہے؟"

"وہ خیریت سے ہے۔ ابھی تمہارے ڈیڈی نے بتایا ہے کہ ایک پولیس چوکی پر اسے روکا جارہا ہے لیکن تمہارے ڈیڈی نے اس کی گاڑی اور کاغذات کی چیکنگ نہیں ہونے دی۔ اسے مکھن کے بال کی طرح نکال کر لے گئے ہیں۔"

"علی کس سمت جارہے ہیں؟"

"میں ابھی معلوم کرتی ہوں۔"

"پلیز آپ کہہ دیں میں یاد کر رہی ہوں اور آج کی کامیابی سے بہت خوش ہوں۔"

سلطانہ چلی گئی۔ پارس نے پوچھا "کیا آنٹی سے باتیں کر رہی تھیں؟"

"ہاں' کہہ رہی تھی' میرے علی کا جواب نہیں ہے۔ اس نے بچوں کے کھلونوں سے ایک سپر پاور کے پاؤں تلے سے زمین نکال دی ہے۔ علی کا یہ کارنامہ رہتی دنیا تک یادگار بن کر رہے گا۔"

"انا للہ ..... تم علی کی یادگار بنا رہی ہو؟"

"اے! میں تمہارا منہ توڑ دوں گی۔"

"توڑ سکتی ہو۔ سنا ہے' بہت زبردست فائٹر بھی ہو۔ علی کا منہ ی بار توڑا ہے؟"

"وہ تمہاری طرح چھچھورے نہیں ہیں۔"

"کیا شادی سے پہلے محبت کرنا چھچھوراپن نہیں ہے؟"

"محبت کوئی گناہ نہیں ہے۔"

"اچھا تو وہ تمہارے ساتھ ثواب کماتا رہتا ہے۔"

"اے' کیوں مجھے الفاظ کی ہیرا پھیری میں الجھا رہے ہو۔ جاؤ رام کرو اور مجھے بھی سونے دو۔"

"جانے سے پہلے ایک بات کہہ دوں کہ جو چیلنج کرتا ہوں اسے را کر دکھاتا ہوں۔"

"کیا تم نے کوئی چیلنج کیا تھا؟"

"ہاں۔ یاد نہیں ہے؟ میں نے کہا تھا' تمہیں علی سے دور کردوں گا اور تم نے مذاق سمجھ کر ٹال دیا تھا۔"

"اچھا تو جناب کا دعویٰ ہے کہ ابھی آپ نے علی کو مجھ سے دور یا ہے؟"

"بے شک' تم سمجھ رہی ہو' ہم اپنی پلاننگ کے مطابق ایک دوسرے سے دور ہوئے ہیں جب کہ ایسی بات نہیں ہے۔ یاد کرو۔ یہ آئیڈیا میں نے ہی پیش کیا تھا کہ مشین کو تباہ کرنے کے بعد ہم ایک دوسرے سے دور ہو جائیں گے تاکہ کبھی ایک ساتھ دشمنوں کی گرفت میں نہ آئیں۔"

"ہاں یاد آیا' تم نے ہی یہ آئیڈیا پیش کیا تھا۔"

وہ بولا "پھر مشی گن کی طرف جانے سے پہلے میں نے تم سے پوچھا تھا' تم کس راستے سے واپس جاؤ گی۔"

وہ اسے گھور کر بولی "اور میں نے کہا تھا' نیویارک کے راستے پر جاؤں گی۔ پارس! تم پکے شیطان ہو۔ اپنا راستہ بدل کر میرے راستے پر آگئے اور علی کو دوسری طرف بھیج دیا۔"

"اگر علی سچا عاشق ہوتا تو وہ بھی راستہ بدل دیتا اور تمہارے پاس چلا آتا۔"

"میرے سچے عاشق! میں تم سے خوش ہوئی۔ یہ لو انعام' میرے ہاتھ کو بوسہ دو۔"

اس نے اپنا ہاتھ بڑھایا۔ پارس نے دور سے کہا "پہلے میں اپنے ستاروں کی گردش معلوم کرلوں پھر تمہاری گردش میں آؤں گا۔ شب بخیر۔"

وہ جانے لگا۔ ثانی ہنسنے لگی۔ بند دروازے کو کھول کر باہر جاتے ہی پارس کے حلق سے کراہ نکلی۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا ثانی کے پاس آیا۔ ثانی نے اسے گرنے سے بچایا' اسے تھام لیا پھر پوچھا "باہر کون ہے؟"

پارس نے ثانی کے تھامنے والے ایک ہاتھ کو بوسہ دیا پھر بھاگتے ہوئے دروازے پر آکر بولا "میرے ستاروں نے مجھے گھونسہ مار کر تمہارے پاس پہنچایا تھا۔ باقی سب خیریت ہے۔"

ثانی نے گلدان کھینچ کر مارا۔ وہ نشانے سے نکل گیا۔ گلدان چوکھٹ سے ٹکرا کر پاش پاش ہوگیا۔ وہ باہر آکر بولی "میرا بھی چیلنج سن لو۔ میں تمہیں الو بنا کر اپنے علی کے پاس جاؤں گی۔"

"اور تمہیں میری بھابی بننے سے پہلے ہاتھ جوڑ کر اور کان پکڑ کر تسلیم کرنا ہوگا کہ دیور صاحب سیر پر سوا سیر ہیں۔"

"میں تسلیم نہیں کروں گی۔ اینٹ کا جواب پتھر سے دوں گی۔"

وہ ہنستا ہوا جانے لگا۔ لیلیٰ نے مسکرا کر کہا "بیٹے! کیوں اسے ستاتے ہو؟"

"امی! ستانے کا اس پر کوئی اثر نہیں ہوگا۔ وہ مجھ سے کم نہیں ہے۔ میری کوئی چھوٹی بہن ہوتی تو میں اسے خوب پریشان کرتا۔ خدا نے بہن تو نہیں دی مگر بہن اور بھابی کا مکسچر دے دیا ہے۔"

"بیٹے! وہ تمہاری مما کی طرح بڑی تیزی سے ذہانت کا مظاہرہ کرتی ہے۔ مکاری میں اس کا جواب نہیں ہے۔ جب وہ حرکت میں آئے گی تو تمہارے ہوش اڑا دے گی۔"

"یہ گڑیا میرے ہوش اڑا دے' یہی میں چاہتا ہوں اسی لئے چھیڑتا ہوں۔ وقت گزارنے کا یہ اچھا دلچسپ مشغلہ رہے گا۔"

دوسری طرف سلطانہ نے ثانی کے پاس آکر کہا "علی شکاگو جارہا ہے۔ اس نے تمہیں کل کسی فلائٹ سے وہاں آنے کو کہا ہے۔ بشرطیکہ حالات سازگار رہوں۔"

"میری مما نے مجھے برے وقتوں میں حالات کو سازگار بنانا سکھایا ہے۔ پلیز' آپ مما وغیرہ سے مشورہ کریں اور علی' پارس اور میری شخصیتوں کو کچھ عرصے کے لئے تبدیل کردیں۔"

"تبدیلی کا مقصد کیا ہے؟"

"پورے ملک میں ہماری تلاش شروع ہوگئی ہوگی۔ تلاش کرنے والوں کے دماغوں میں دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی موجود ہوں گے۔ ہم سانس روک کر انہیں چور خیالات پڑھنے سے روکیں گے تو انہیں ہم پر شبہ ہوجائے گا۔ وہ ہمیں گرفتار کرسکتے ہیں' دماغی طور پر کمزور بنا کر ہماری اصلیت معلوم کرسکتے ہیں۔"

"درست کہتی ہو۔ اگر شخصیت اور لہجہ بدل جائے تو دماغ میں آنے والوں کو تمہاری اصلیت معلوم نہیں ہوگی۔ میں ابھی جا کر مسٹر سے اس سلسلے میں مشورہ کرتی ہوں۔"

سلطانہ اور سونیا کے ذریعے یہ باتیں مجھ تک پہنچیں۔ میں نے کہا "بے شک یہی ہونا چاہئے۔ تینوں کی شخصیت بدلنے سے پہلے اچھی طرح سمجھ لو کہ ان کے اندر کون سی تبدیلی ہوگی اور کتنی خصوصیات بحال رہیں گی۔"

میں نے اہم ہدایات دیں۔ پہلی یہ کہ شخصیت تبدیل ہوگی۔ دوسری یہ کہ آواز اور لہجہ تبدیل ہوگا۔

ابھی ان تینوں کے پاس جو شناختی کاغذات اور پاسپورٹ وغیرہ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہیں‘ وہ اسی حیثیت سے اپنی شناخت برقرار رکھیں گے۔ ان کے چور خیالات بھی دشمنوں کے سامنے انہیں اسی حیثیت سے پیش کریں گے۔

تنویمی عمل کے دوران ان کے دماغوں میں یہ نقش کیا جائے گا کہ ان کی ذہانت‘ ان کا علم اور ان کی تمام صلاحیتیں پہلے کی طرح قائم رہیں گی‘ ان میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی۔ حتیٰ کہ ماسٹر وانسورو کی سے سیکھے ہوئے تمام ہنر بھی بحال رہیں گے۔

لیلیٰ‘ سلطانہ اور سلمان مجھ سے ہدایات لے کر چلے گئے۔ سلمان تنویمی عمل کے ذریعے شخصیت تبدیل کرنے کے لئے پارس کے پاس چلا گیا۔ سلطانہ ثانی کے پاس آئی۔ ثانی نے کہا۔ ”آپ میری ایک بات مانیں گی؟“

”بولو کیا چاہتی ہو؟“

”شخصیت بدلنے کے بعد ہم اپنوں کو بھول جائیں گے‘ خود اپنی اصلیت یاد نہیں رہے گی۔ ان حالات میں بھی میں علی سے دور رہنا نہیں چاہتی۔“

”اچھی بات ہے۔ میں تمہیں اس کے پاس پہنچادوں گی۔ تم دونوں ایک دوسرے کو بھول کر بھی ایک دوسرے کے ساتھ رہو گے۔ تم خود کو تنویمی عمل کے لئے تیار رکھو‘ میں ابھی آتی ہوں۔“

وہ اپنی بہن لیلیٰ کے پاس آئی پھر بولی ”تمہارے بہنوئی سلمان یہ سوچ کر پریشان رہتے ہیں کہ ثانی اور علی شادی کیوں نہیں کررہے ہیں۔“

لیلیٰ نے کہا ”یہ تو میں بھی سوچتی ہوں۔ مسز سونیا بھی یہی چاہتی ہیں کہ اب ان کی شادی ہوجائے لیکن یہ دونوں کچھ عجیب مزاج کے حامل ہیں۔ زیادہ سے زیادہ علم و ہنر سیکھنے میں عمر گزار رہے ہیں۔ ان کے اندر دلی جذبات کی زیادہ اہمیت نہیں ہے۔“

”لیلیٰ! یہ بہترین موقع ہے۔ ہم ابھی تنویمی عمل کے دوران ان کے اندر رومانی جذبات اور ازدواجی زندگی گزارنے کی خواہشات پیدا کرسکتے ہیں۔ یہ بہت اچھی بات ہے کہ یہ گناہوں سے بچتے رہیں۔ ہم بھی گناہ کی نہیں شدید محبت کی ترغیب دیں گے۔“

”ٹھیک ہے۔ میں علی تیمور پر اسی طرح کا عمل کروں گی۔“

وہ علی کے دماغ میں گئی اور سلطانہ ثانی کے دماغ میں آکر اس پر عمل کرنے لگی۔ وہ بڑی آسانی سے ٹرانس میں آگئی کیوں کہ خود یہی چاہتی تھی۔ میں نے جو ہدایات دی تھیں اس کے مطابق سلطانہ نے اس کی شخصیت میں تبدیلی کی۔ باقی ذہانت اور صلاحیتوں کو اسی طرح قائم رہنے دیا۔ اس کے بعد اس نے ثانی سے کہا۔ ”جیسا کہ تم جانتی ہو‘ تمہارا نام سلوانا جوزف ہے۔ اب میں اسی نام سے تمہیں مخاطب کروں گی۔ بولو‘ تم کون ہو؟“

”میں سلوانا جوزف ہوں۔“

”آج سے تمہارا دماغ حساس نہیں رہے گا۔ تم پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کروگی۔“

”میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کروں گی۔“

”سلوانا! تمہاری زندگی میں ایک خوبرو جوان آئے گا۔ اس کا نام جان کارلو ہے۔ تم پہلی ملاقات میں ہی اس سے محبت کرنے لگو گی اور اس سے شادی کرلوگی۔“

”میں جان کارلو سے محبت کروں گی اور پھر شادی کرلوں گی۔“

ادھر لیلیٰ نے علی تیمور کو اپنا معمول بنا کر کہا ”تمہاری زندگی میں ایک حسین لڑکی آئے گی۔ اس کا نام سلوانا جوزف ہے۔ تم اسے دیکھتے ہی عاشق ہوجاؤ گے اور اس سے شادی کروگے۔“

وہ بولا ”میں اسے دیکھتے ہی عاشق ہوجاؤں گا اور اُس سے شادی کرلوں گا۔“

پارس‘ علی تیمور اور سونیا ثانی بڑے سے بڑا اور خطرناک سے خطرناک کام اپنی صلاحیتوں کے بل پر کرتے تھے۔ کبھی کبھی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے نمٹنے کے لئے ہمارا سہارا لیتے تھے۔ ورنہ ٹیلی پیتھی کے سہارے سے انکار کردیتے تھے۔ اب شخصیت کی تبدیلی بہت ضروری ہوگئی تھی اس لئے وہ تنویمی عمل کے ذریعے معمول بننے پر راضی ہوگئے تھے۔ انہوں نے اپنے بزرگوں پر اعتماد کیا تھا اور بزرگوں نے اس اعتماد میں ذرا سی گڑبڑ کردی تھی۔

سلمان نے پارس کی شخصیت بدلنے کے بعد ایک عامل کی حیثیت سے حکم دیا ”تم کسی لڑکی یا عورت سے متاثر نہیں ہوگے اور نہ ہی کسی سے عشق کروگے۔ صرف جینی فر نامی لڑکی سے محبت کرتے رہوگے۔“

جوجو کا اصل نام جینی فر تھا۔ سلمان کو یہ اچھا موقع ملا تھا کہ وہ پارس کو صرف اپنی بیوی کا پابند بنادیتا۔ لہٰذا اس نے اُسے پابند کردیا۔ پارس نے وعدہ کیا کہ صرف جینی فر سے محبت کرتا رہے گا اور دوسری لڑکیوں میں دلچسپی نہیں لے گا۔

اس کے برعکس لیلیٰ نے علی کو پابند نہیں کیا۔ جب کہ وہ بے چارہ کسی لڑکی میں دلچسپی نہیں لیتا تھا۔ آئندہ وہ سلوانا جوزف پر مرمٹنے والا تھا۔ اسی طرح ثانی کسی کو گھاس نہیں ڈالتی تھی اور اب کسی جان کارلو سے محبت اور شادی کرنے والی تھی۔

ان بزرگوں نے تینوں کے اعتماد کے خلاف تنویمی عمل کیا تھا لیکن اپنی دانست میں ان کے لئے اچھا ہی کیا تھا۔ ایک عرصے سے رسونتی بہو کے لئے بے چین تھی۔ سونیا بھی چاہتی تھی کہ شادی کے بغیر دونوں دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ساتھ نہ جایا کریں۔ جلد ہی رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوجائیں۔ سلمان بھی باپ کی حیثیت سے بیٹی کے لئے فکر مند تھا۔ لیلیٰ اور سلطانہ نے سب کے مشترکہ مسئلے کو حل کردیا تھا۔

○☆○

کچھ ایسا ہی مسئلہ سرگئی الپا کے ساتھ تھا۔ لوگ اس کی بھی شادی کرانے پر تل گئے تھے۔ اس مقصد کے لئے اس پر بھی تنویمی عمل کیا گیا تھا۔ ماسک مین‘ اعلیٰ حکام اور بڑے فوجی افسران اس اندیشے میں مبتلا ہوگئے تھے کہ اگر سرگئی نے شادی نہ کی‘ کسی مرد کے زیر اثر نہ آئی اور اس کے بچوں کی ماں نہ بنی تو کسی دن پارس اسے اڑالے جائے گا۔

سرگئی الپا نے شادی کے معاملے کو ٹالنے کی بہت کوشش کی تھی۔ تنویمی عمل کے دوران بھی کہا تھا کہ جب وہ کسی مرد سے متاثر نہیں ہوئی ہے تو پارس کیا چیز ہے؟ پھر اس نے خوفزدہ کرنے کے لئے وہ خواب بیان کیا تھا جسے کئی بار دیکھ چکی تھی اور ہر خواب میں اس کے قریب آنے والا دلہا اپنے ہی خون میں نہا گیا تھا۔

ماسک مین اور دوسرے اکابرین نے اس خواب کو اہمیت نہیں دی۔ عامل نے اسے حکم دیا کہ وہ اڑتالیس گھنٹوں کے اندر شادی کرے۔ آخر اس نے شادی کرہی لی۔ پھر اس کا جو انجام ہوا وہ سب کی آنکھوں کے سامنے آیا۔ جس خواب کو اہمیت نہیں دی گئی تھی اس کی تعبیر سچی نکلی تھی۔ اس کے قریب آنے والا دلہا اپنے خون میں نہا گیا تھا۔

سرگئی نے خوب سوچ سمجھ کر شادی اور قتل کا منصوبہ بنایا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ ایک دلہا اور ایک قتل سے بات نہیں بنے گی۔ دوسرے لوگ پھر بھی اس سے شادی کرنے کا خطرہ مول لیں گے۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے ہیرا پھیری کرکے دوسرے خوش نصیب کے لئے ماسک مین اور تیسرے خوش نصیب کے لئے کرنل کا نام نکالا تھا تاکہ یکے بعد دیگرے بڑے لوگ دلہن کے پاس آکر مرتے رہیں گے تو پھر دوسرے لوگ توبہ کرلیں گے۔

ویسے یہ ثابت ہوگیا کہ سرگئی نے بارہا جو خواب دیکھا تھا‘ وہ محض خواب نہیں تھا۔ ایک چیلنج تھا جو پورا ہوگیا تھا اور آئندہ بھی یہ خواب اپنی سچی تعبیر پیش کرسکتا تھا۔

دُلہا کی موت پر کسی نے سرگئی پر شبہ نہیں کیا کیوں کہ پلاننگ بڑی زبردست تھی۔ وہاں دو خوش نصیب موجود تھے۔ ایک خوش نصیب ماسک مین اور دوسرا خوش نصیب کرنل تھا جس نے فرار ہونے والے قاتل کو گولی ماردی تھی۔ ایسے میں سب ہی کے دماغوں میں ایک ہی بات پیدا ہوئی کہ کرنل نے اپنی سازش کو چھپانے کے لئے قاتل کو گولی ماری ہے۔ اگر وہ زندہ گرفتار ہوتا تو یہ ضرور بیان دیتا کہ کرنل صاحب کے حکم سے اس نے دلہا کو قتل کیا ہے۔

ایک اعلیٰ حاکم نے سوال کیا ”ویل کرنل! تم نے اسے گولی کیوں ماری؟“

کرنل نے کہا ”آپ لوگوں نے دیکھا نہیں‘ وہ بھاگ جانا چاہتا تھا۔“

انٹیلی جنس کے چیف نے کہا ”وہ بھاگ کر کہاں جا سکتا تھا۔ اس کوٹھی کے باہر سیکیورٹی گارڈز موجود ہیں۔ شہر کے ہر راستے‘ ہر موڑ پر ناکہ بندی کی جاتی۔ پھر کسی قاتل یا مجرم کو سزائے موت دینے کا حق صرف عدالت کو ہے۔ تم نے قانون کو اپنے ہاتھ میں کیوں لیا؟“

”میں اسے قتل نہیں کرنا چاہتا تھا‘ صرف زخمی کرنا چاہتا تھا لیکن نشانہ بہک گیا۔ میں نے قانون کو ہاتھ میں نہیں لیا ہے۔“

”اس کا فیصلہ عدالت کرے گی۔ فیصلے سے پہلے قتل کے مقصد پر روشنی ڈالی جائے گی۔“

ماسک مین نے کہا ”مجھے سرگئی کے بیوہ ہونے کا افسوس ہے۔ اس کے بعد دوسرا خوش قسمت میں ہوں۔ کیا مجھے بھی کسی سازش کے تحت قتل کیا جائے گا؟ کیوں کہ میرے بعد ہی کرنل کی باری آئے گی۔“

کرنل نے کہا ”میں لعنت بھیجتا ہوں ایسی خوش قسمتی پر جو اپنے قابل فوجی افسروں کے قتل سے حاصل ہوتی ہو۔ میں تمام اعلیٰ عہدیداران کی موجودگی میں سرگئی سے کہتا ہوں کہ یہ میرے دماغ میں آئے اور میرے چور خیالات پڑھ کر سب کو سنائے۔“

ایک حاکم نے کہا ”یہ معقول بات ہے۔ سرگئی خیال خوانی کے ذریعے ابھی دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کردے گی۔“

دوسرے نے کہا ”عدالت تک جانے کی نوبت نہیں آئے گی۔ اچھا ہے کرنل کی بے گناہی یہیں ثابت ہوجائے گی۔“

ماسک مین نے کہا ”ہم جتنے اعلیٰ عہدیدار یوگا کے ماہر ہیں سرگئی ان کے دماغوں میں نہیں آتی ہے کیوں کہ ہم اہم ملکی معاملات سرگئی کو بھی نہیں بتاتے ہیں۔ اگر یہ کرنل کے دماغ میں جائے گی‘ دوسری اہم معلومات بھی حاصل کرلے گی۔“

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا ”اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم سرگئی پر بھروسا نہیں کرتے ہیں۔ یہاں یوگا نہ جاننے والے معزز عہدیدار موجود ہیں۔ ان سے بھی ملک کے وہ اہم راز چھپائے جاتے ہیں جن سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ سرگئی کا بھی بہت سے ملکی رازوں سے تعلق نہیں ہے۔ لہٰذا اسے کرنل کے دماغ میں چھپے رازوں کے قریب بھی نہیں جانا چاہئے۔“

جتنے یوگا کے ماہر عہدیدار تھے وہ ماسک مین کے اس اشارے کو سمجھ گئے کہ سرگئی کرنل کے دماغ میں جاتے ہی یہ معلوم کرلے گی کہ اس کا اصل نام الپا ہے۔ اس کا تعلق امریکا سے ہے اور وہ اسرائیل کے ایک شہر تل ابیب سے اغوا کی گئی تھی۔ صرف اتنا ہی نہیں‘ یہ بھی معلوم ہوجائے گا کہ پارس اس کی زندگی میں بڑے ہی ڈرامائی انداز میں آکر جاچکا ہے۔

ادھر سرگئی بیوگی کے آنسو بہانے کے بعد چکرا کر گر پڑی تھی۔ اسے اٹھا کر ایک بیڈ روم میں لایا گیا۔ وہاں ایک فوجی ڈاکٹر نے اس کا معائنہ کیا۔ اس کے لئے دوائیں تجویز کیں پھر کہا ”اسے صدمہ پہنچا ہے۔ ظاہر ہے کہ بارہا دیکھا ہوا خواب سچ ثابت ہوا ہے۔ اس حقیقت نے بے چاری کو ذہنی انتشار میں مبتلا کردیا ہے۔ یہ ہوش میں آنے کے بعد نارمل رہے گی۔“

وہ ہوش میں تھی۔ ڈاکٹر کے دماغ میں رہ کر اس کی زبان سے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

لوگوں کو سمجھا رہی تھی کہ اسے صدمہ پہنچا ہے۔ کرنل کے خلاف مقدمہ قائم کیا گیا۔ کچھ روز تک اس کے خلاف ثبوت حاصل کرنے کی کوششیں کی گئیں پھر اعلیٰ عہدیداران کی حمایت سے وہ کیس ختم ہو گیا۔

کسی کے قتل ہونے کی اتنی اہمیت نہیں تھی جتنی سرگئی کی شادی کی تھی۔ آئندہ وہ ماسک مین کی شریکِ حیات بننے والی تھی اور وہ جلد سے جلد شادی کرنے کے لئے بے چین تھا۔ اعلیٰ عہدیداروں کے کانوں میں یہ بات پھونک رہا تھا کہ سرگئی کو شادی کے لئے مجبور کیا جائے۔ یہ بات سرگئی سے کہی گئی تو وہ بولی "اگرچہ ایک کے مرنے کے بعد اتنی جلدی دوسری شادی نہیں کرنا چاہئے تاہم میرے اندر پتا نہیں کیوں ازدواجی زندگی گزارنے کی بے چینی سی رہتی ہے۔ میں تیار ہوں۔ چاند کی چودہ تاریخ قریب ہے۔ اس روز شادی کروں گی۔"

"چاند کی چودہ تاریخ کیوں ضروری ہے؟"

"میں نہیں جانتی کہ اس تاریخ کو شادی کیوں کرنا چاہتی ہوں۔ شاید میں چاہتی ہوں کہ اس تاریخ کو میرا خواب جھوٹا پڑ جائے۔"

پھر وہ ایک ملاقات میں ماسک مین سے بولی "کیا تمہیں ڈر نہیں لگتا کہ میرا خواب پھر سچ ہو گا۔"

وہ بولا "میں بزدل نہیں ہوں۔"

"یہ بزدلی کی بات نہیں ہے۔ جب معلوم ہے کہ سانپ کے بل میں ہاتھ ڈالنے سے وہ ڈس لے گا تو وہاں ہاتھ ڈالنا بہادری نہیں ہے۔"

"سانپ کا منکا حاصل کرنے والے جان پر کھیل کر منکا حاصل کرتے ہیں۔ کسی بھی چیز کو حاصل کرنے کی لگن شدت اختیار کر لیتی ہے تو آدمی پھر اپنی جان کی پروا نہیں کرتا۔"

وہ چیز ہی ایسی تھی کہ اس کے لئے جان کی بازی لگانے والوں کی کمی نہیں تھی۔ اس جگمگاتے ہوئے تاج کو جو اپنے سر پر رکھ لیتا' ایک عالم کا شہنشاہ بن جاتا۔ اس کی ہر طرح حفاظت کرنے کے لئے اس کی ایک مکمل ڈمی بنائی گئی تھی۔ وہ ڈمی بھی کچھ کم حسین نہیں تھی۔ اس کے جیسا ہی قد تھا اور اس کی طرح ہی صحت مند جسم کی مالک تھی۔ پچھلے چھ ماہ سے اس پر محنت کی جا رہی تھی۔ سرگئی کی آواز اور لہجے میں بولنا اور اسی کے انداز میں چلنا سکھایا گیا تھا۔ وہ اس ڈمی کو یورپی ملکوں میں اور خاص طور پر فرانس کے شہر پیرس میں بھیجنا چاہتے تھے۔

اسے پیرس میں بھیجنے کا مقصد پارس کو شکار کرنا تھا۔ ڈمی کا نام الپا بیکر رکھا گیا تھا تاکہ وہ اس نام سے پارس کی توجہ حاصل کر لے۔ ادھر سرگئی کو سمجھایا گیا تھا کہ یہ ایک فرضی نام ہے۔ کبھی پارس کی ایک محبوبہ کا یہ نام ہوا کرتا تھا۔ وہ اس نام کی کشش سے ڈمی کی طرف مائل ہو گا تو اسے گرفتار کر لیا جائے گا یا گولی مار دی جائے گی۔

گولی مارنے کا ہی فیصلہ تھا تاکہ سرگئی الپا کے بھٹکنے کا اندیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے۔ سرگئی کو ہدایت کی گئی تھی کہ وہ ڈمی کے دماغ میں جا کر اس پر تنویمی عمل کرے اور یہ بات اس کے ذہن میں نقش کر دے کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ وہ ہر صبح اس کے دماغ میں جاتی تھی' اسے یوگا کی مشقیں کراتی تھی۔ اس طرح ڈمی بھی سانس روکنے کی عادی ہو گئی تھی۔

ڈمی کو ماسکو سے پیرس بھیجنے کے تمام انتظامات مکمل ہو گئے۔ روانگی سے ایک دن پہلے عامل اس پر تنویمی عمل کرنے آیا تاکہ وہ ڈمی بھی پارس کے فریب میں نہ آئے اور تنویمی عمل کے مطابق ماسک مین کی وفادار رہے۔ جب اس نے عمل شروع کیا تو سرگئی چپ چاپ ڈمی کے اندر موجود تھی۔ اس نے اس عمل کو ناکام بنا دیا۔ لیکن ڈمی کے ذریعے یقین دلایا کہ اس کا عمل کامیاب رہا ہے اور وہ ہمیشہ ماسک مین کی وفادار بن کر رہے گی۔

عامل مطمئن ہو گیا۔ اسے تنویمی نیند سونے کے لئے چھوڑ دیا گیا۔ تب سرگئی نے اس پر عمل کیا۔ اسے ٹرانس میں لا کر اپنی معمولہ بنا کر یہ باتیں اس کے دماغ میں نقش کر دیں کہ وہ سرگئی کی جگہ آ جائے گی۔ خود کو سر سے پاؤں تک اور دل سے دماغ تک سرگئی آندروف سمجھتی رہے گی۔

سرگئی ہمیشہ خیال خوانی کے وقت ایک کمرے میں جا کر دروازے بند کر کے کسی کے خیالات پڑھتی تھی۔ اس نے ڈمی کو حکم دیا کہ جب بھی اسے خیال خوانی کا حکم دیا جائے وہ کسی خالی کمرے میں جا کر دروازہ بند کر لیا کرے۔ سرگئی وقتِ ضرورت اس کے پاس پہنچ کر خیال خوانی کیا کرے گی۔

ڈمی کے دماغ میں سرگئی کو صرف اس وقت تک برابر آتے جاتے رہنا تھا جب تک کہ وہ پیرس نہ پہنچ جاتی یا کسی بھی ملک میں پہنچ کر ماسک مین کے خاص ماتحتوں اور سراغ رسانوں سے نجات حاصل نہ کر لیتی۔

وہ دوسرے دن ڈمی کی رہائش گاہ میں اس سے ملاقات کرنے گئی۔ وہاں چند خاص افراد ہی جا سکتے تھے۔ چوں کہ سرگئی بھی ڈمی کو ٹریننگ دیتی رہتی تھی۔ اس لئے سیکیورٹی گارڈز نے اسے اندر جانے سے نہیں روکا۔ اس نے ڈمی کے پاس آ کر بیڈ روم کے دروازے بند کر لیا۔

جب وہ دروازہ دوبارہ کھلا تو ڈمی وہ لباس پہن چکی تھی جو سرگئی ابھی پہن کر آئی تھی۔ وہ اس لباس میں رہائش گاہ کے باہر آئی۔ سیکیورٹی گارڈز نے اسے سرگئی سمجھ کر سلیوٹ کیا۔ وہ سرگئی کی کار میں بیٹھ کر جانا چاہتی تھی اسی وقت ماسک مین کی کار آ کر رکی۔ اس نے کار سے باہر آ کر پوچھا "ہیلو سرگئی! یہاں کیا کر رہی ہو؟"

ایک تو ڈمی خود کو مکمل سرگئی سمجھتی تھی دوسرے یہ کہ سرگئی اس کے دماغ میں تھی۔ وہ اپنی کار سے نکل کر ماسک مین کے قریب آتے ہوئے بولی "میں ڈمی سے ملنے آئی تھی۔ آج وہ کچھ گم صم سی لگ رہی ہے۔"

ماسک نے کہا "میں اس کی وجہ جانتا ہوں۔ پچھلی رات اس پر تنویمی عمل کیا گیا تھا۔ اس لئے وہ ذرا الجھی ہوئی ہو گی۔"

پھر اس سے پہلے کہ وہ کوئی اور سوال کرتا' سرگئی نے کہا "کل چاند کی چودہ تاریخ ہے۔"

وہ مسکرا کر بولا "کل میں تمہیں اپنی دلہن بناؤں گا۔"

"جب میرے دل میں شادی کی خواہش پیدا ہوئی تو اس کے ساتھ یہ بھی خواہش تھی کہ میرا ہونے والا شوہر مجھ سے محبت کرے لیکن تم اپنے معاملات میں اتنے مصروف رہتے ہو کہ مجھ سے محبت کرنے کی فرصت نہیں ملتی۔"

"ہاں' میں نے کئی بار محبت کے لئے وقت نکالنے کی کوشش کی مگر کام کا بوجھ بہت ہے۔ آج رات کو تمہاری ڈمی سیاحوں کی ایک ٹیم کے ساتھ روانہ کر دی جائے گی۔ اس کے جاتے ہی میری ایک ہفتے کی چھٹی منظور ہو جائے گی۔ پھر میں دن رات تم سے محبت کرتا رہوں گا۔"

وہ دونوں ہاتھوں سے اس کا ہاتھ تھام کر بولی "تم میرے جیون ساتھی بننے والے ہو' یہ سوچ کر تم سے قدرتی طور پر محبت ہو گئی ہے۔ جی چاہتا ہے' تمہیں دیکھتی رہوں اور تمہارے ہی متعلق سوچتی رہوں۔"

ماسک مین نے کہا "کبھی کسی حسینہ نے ایسے والہانہ انداز میں مجھ سے محبت کا اظہار نہیں کیا۔ میرا ہاتھ تمہارے خوبصورت ہاتھوں میں کانپ رہا ہے۔ پلیز مجھے کمزور نہ بناؤ۔ آج اپنے فرائض ادا کرنے دو۔ کل سے میں صرف تمہارا ہی رہوں گا۔"

ڈمی نے ہاتھ چھوڑ دیا۔ وہ پسینہ پونچھتا ہوا... رہائش گاہ کے اندر اپنی دانست میں ڈمی سے ملنے آیا جب کہ ڈمی کو باہر چھوڑ آیا تھا اور اصل سے ملاقات کر رہا تھا۔ اسے بتا رہا تھا کہ آج رات وہ سیاحوں کی ٹیم کے ساتھ روانہ ہو گی۔ اس ٹیم میں جتنی عورتیں اور مرد سیاح کی حیثیت سے جا رہے ہیں' وہ تجربہ کار فوجی افسر اور ملٹری انٹیلی جنس کے بہت ہوشیار جاسوس ہیں۔ وہ ہر معاملے میں ٹیم کے لیڈر کی محکوم اور پابند رہے گی اور فوجی ڈسپلن کے مطابق اس کے احکامات کی تعمیل کرتی رہے گی۔

اس رات اصل سرگئی آندروف کو اس ملک سے باہر جانے کا موقع مل گیا۔ وہ سیاحوں کی ایک ٹیم میں شامل ہو کر جرمنی جانے والے ایک طیارے میں سوار ہو گئی۔ ایسے وقت وہ بار بار ڈمی کے پاس جا کر دیکھ لیتی تھی کہ اس کی کسی حرکت سے دوسروں کو شبہ نہ ہو۔ لیکن حالات سازگار تھے۔ کیوں کہ تمام ذمے دار افسران ڈمی کو رخصت کرنے کے سلسلے میں مصروف رہے تھے۔ اس کے رخصت ہونے کے بعد ان انتظامات کا جائزہ لے رہے تھے کہ ڈمی اس ٹیم کے ساتھ کن ملکوں اور شہروں میں جائے گی اور اسے ہر طرح کی سہولتیں کس طرح فراہم کی جائیں گی۔

دوسری طرف ماسک مین ڈمی کے معاملے کے علاوہ اپنی شادی کے انتظامات میں بھی الجھا ہوا تھا اس لئے کسی نے اس ڈمی پر زیادہ توجہ نہیں دی جو ماسکو میں رہ گئی تھی۔

دوسری صبح دس بجے ماسک مین کی شادی ڈمی سے ہو رہی تھی۔ اور سرگئی الپا جرمنی کے ایک شہر فرینکفرٹ پہنچ گئی تھی۔ وہ پہلی بار ایک کمیونسٹ ملک سے باہر آئی تھی' جہاں بات بات پر پابندیاں تھیں۔ زیورات پہننے اور میک اپ کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ وہ حیران ہو کر بولی "اوہ گاڈ! یہاں کیسی رنگینی اور جگمگاہٹ ہے۔ عورتیں رنگین اور عجیب و غریب ڈیزائن کے لباس میں گھومتی ہیں۔ ایسے زیورات' ایسا میک اپ کہ یہ عورتیں آسمان کی پری نظر آتی ہیں۔"

اس ٹیم کا لیڈر جو ریٹائرڈ فوجی افسر تھا' اس نے کہا "یہ تو کچھ نہیں ہے۔ پیرس کا حسن اور وہاں... دولت کی فراوانی دیکھو گی تو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آئے گا۔"

"میں پیرس میں ماڈرن عورتوں کی طرح زندگی کیسے گزاروں گی؟"

"وہاں تمہارے لئے میک اپ مین' ہیئر ڈریسر اور گورنس وغیرہ کا انتظام کیا گیا ہے۔ وہ سب تمہیں ماڈرن اور اسمارٹ بنا دیں گے۔"

وہ ٹیم کے افراد سے باتیں کرنے کے بعد اپنے کمرے میں آئی پھر دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ وہ سب ایک ہوٹل میں قیام کر رہے تھے۔ انہوں نے باہر جا کر تفریح کرنے کا پروگرام بنایا تھا لیکن وہ دردِ سر کا بہانہ کر کے کمرے میں آ گئی تھی۔ کیوں کہ ڈمی کے پاس جا کر وہاں کے حالات معلوم کرنا ضروری تھا۔

وہاں ماسک مین بہت خوش تھا۔ شادی کامیاب ہوئی تھی۔ تمام اعلیٰ عہدیدار جو سسپنس بھری شادی کا بھیانک انجام دیکھنے آئے تھے' انہیں متوقع انجام دکھائی نہیں دیا۔ سرگئی کا خواب کوئی بھیانک تعبیر لے کر نہیں آیا۔ وہ سب اسے مبارک باد دے کر چلے گئے۔

ماسک مین ڈمی دلہن کے کمرے میں تھا۔ اس نے محبت کرنے کے لئے روس سرکار سے ایک ہفتے کی چھٹی لی تھی۔ اس لئے خوب محبت کر رہا تھا اور صبر کا پھل کھا رہا تھا۔ تمام رات جاگنے کے لئے بار بار کافی پی رہا تھا۔ پھر وہ نڈھال ہو کر بستر پر گر پڑا۔ گہری سانسیں لیتے ہوئے بولا "میں کمزوری محسوس کر رہا ہوں۔ فوراً ڈاکٹر کو بلاؤ۔"

ڈمی نے سرگئی کی مرضی کے مطابق کافی میں اعصابی کمزوری کی دوا ملا دی تھی۔ جس کے نتیجے میں وہ چاروں شانے ہو گیا تھا اور چور خیالات پڑھنے کے لئے دماغ کے دروازے کھل گئے تھے۔ وہ ہانپتے ہوئے بولا "میں ڈاکٹر کو بلانے کے لئے کہہ رہا ہوں اور تم آرام سے بیٹھی ہو۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

سرگئی نے اس کے اندر سوچ کے ذریعے سے کہا "جب میں نے ہی زخم پہنچایا ہے تو مرہم کیسے لگا سکتی ہوں۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "کیا تم میرے دماغ میں آگئی ہو؟"

"ہاں۔ اب تم بتاؤ گے کہ میری پچھلی زندگی کیا تھی؟ میں کون ہوں؟ اور میرے دوست احباب اور رشتے دار کہاں ہیں؟"

وہ بولا "تم ہماری ہو۔ ہمارے ملک اور قوم سے تعلق رکھتی ہو۔ تمہیں روسی ہونے پر فخر کرنا......"

وہ بولی "شٹ اپ! ایک لفظ بھی نہ کہنا۔ آنکھیں بند کرلو میں تمہارے چور خیالات پڑھ رہی ہوں۔ مداخلت کرو گے تو گہری نیند سُلادوں گی۔"

وہ خاموش رہا۔ سرگئی اطمینان سے خیالات پڑھنے لگی۔ پتا چلا کہ اس کا اصل نام الپا بیکر ہے۔ وہ امریکا میں پیدا ہوئی تھی۔ وہاں تعلیم حاصل کی تھی اور وہیں ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا تھا۔ لیکن وہ نسلاً یہودی ہے اس لئے امریکا سے فرار ہو کر اسرائیل چلی گئی۔ وہاں پارس نے بڑے ڈرامائی انداز میں اسے پھانس لیا۔ اسے اپنے ساتھ فرانس لے جانا چاہتا تھا لیکن ماسک مین کی کامیاب پلاننگ نے اسے ماسکو پہنچا دیا۔ وہاں اس کا برین آپریشن کیا گیا۔ اس کے دماغ سے پچھلی زندگی بھلا دی گئی۔

ماسک مین کے خیالات تمام پردے اٹھا رہے تھے۔ ماضی کی ہر بات کھل کر سامنے آرہی تھی۔ خاص طور پر دو باتیں اہم تھیں۔ ایک تو یہ کہ وہ پارس کی دیوانی تھی۔ دوسری بات یہ کہ دیوانگی کے باوجود اُس سے دور رہنا چاہتی تھی کیوں کہ وہ مسلمان تھا۔

سرگئی الپا نے ماسک مین سے پوچھا "تم لوگوں کو میرے تمام تفصیلی حالات کیسے معلوم ہوئے؟"

اس کے چور خیالات نے بتایا۔ اسے اغوا کر کے ماسکو لانے کے بعد اس پر تنویمی عمل کیا گیا تھا۔ اسے معمول بنا کر حکم دیا گیا تھا کہ وہ اپنی زندگی کے تمام حالات اور واقعات تفصیل سے بیان کرتی رہے۔ جب اس نے حکم کی تعمیل کی اور اپنی زبان سے پوری ہسٹری بیان کرنے لگی تو اسے آڈیو ریکارڈر کے ذریعے ریکارڈ کرلیا گیا۔

سرگئی نے پوچھا "میری ہسٹری کیا بتاتی ہے۔ کیا میں پارس سے محبت کرتی تھی؟ اگر کرتی تھی تو دور کیوں رہنا چاہتی تھی؟ کیا صرف اس لئے کہ میں یہودی ہوں؟"

اس کے چور خیالات نے کہا "تمہیں پارس سے محبت رہی تھی۔ تم چاہتی تھیں، وہ تمہارا مذہب قبول کرلے اور اس کے دماغ میں تمہاری حکومت قائم ہو جائے۔ پارس نے دونوں ہی باتوں کو ناممکن بنا دیا۔ آخر تم نے اس سے دور ہو جانے کا فیصلہ کیا۔ ایسے ہی وقت ہم نے تمہیں اس سے چھین لیا اور یہاں لے آئے۔"

وہ سوالات کرتی رہی اور اس کے چور خیالات سے جواب حاصل کرتی رہی۔ یہودی ہونے سے دلچسپی بڑھ گئی تھی۔ لہٰذا اپنے مذہب اور اسرائیلی قوم کے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرتی رہی۔ پھر اس نے ماسک مین کو اپنا معمول بنا کر اُس کے دماغ کو ہدایت دی کہ وہ اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گا۔

وہ دماغی طور پر ہوٹل کے بند کمرے میں حاضر ہو گئی۔ اسے نئی نئی مسرتیں حاصل ہو رہی تھیں۔ پہلی سب سے بڑی خوشی یہ تھی کہ وہ ماسک مین کی غلامی سے آزاد ہو کر ایک آزاد دنیا میں آگئی تھی۔

دوسری خوشی یہ تھی کہ اپنی پچھلی زندگی پوری تفصیل کے ساتھ معلوم ہو گئی تھی اور اب پچھلے تجربات کی روشنی میں وہ نئے انداز سے زندگی گزارنے کا کوئی نیا راستہ اختیار کر سکتی تھی۔

تیسری خوشی یہ کہ اسے اپنا اصل مذہب معلوم ہو گیا تھا۔ اور جب سے معلوم ہوا تھا تب سے وہ یہودیت اور اپنی قوم کی طرف ایک قدرتی کشش محسوس کر رہی تھی۔

چوتھی خوشی یہ تھی کہ پارس سے تعلق ظاہر ہو گیا تھا۔ یہ یاد نہیں تھا کہ اس کے زہریلے پیار میں کتنی کشش ہوتی ہے۔ چوں کہ یاد نہیں تھا اس لئے وہ اب پارس کو آسانی سے نظر انداز کر سکتی تھی۔ اس کی یادوں اور محبتوں پر مٹی ڈال کر اپنی قوم کے ساتھ رہ سکتی تھی۔ اس نے اسی لمحے میں فیصلہ کیا کہ وہ پیرس پہنچتے پہنچتے اپنی ٹیم کے فوجیوں اور سراغ رسانوں کو دھوکا دے کر الگ ہو گی اور کسی طرح اسرائیل پہنچ جائے گی۔

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر ٹہلنے لگی۔ اس کے آس پاس کے کمروں میں فوجی افسر اور سراغ رساں تھے۔ جب تک وہ اپنے تھے اپنی قوم کے لوگ ظاہر ہو رہے تھے تب تک ان سے ایک لگاؤ تھا۔ اب وہ آس پاس کانٹوں کی طرح چبھ رہے تھے۔ ان سے نفرت ہو رہی تھی کیوں کہ انہوں نے اسے اغوا کیا تھا۔ اپنے مقصد کے لئے اسے اس کی قوم سے جدا کیا تھا۔ وہ ایسے لوگوں کے ساتھ ایک پل بھی نہیں رہنا چاہتی تھی۔

اسی لئے اٹھ کر ٹہل رہی تھی۔ بے چینی کے باعث ایک جگہ بیٹھا نہیں جا رہا تھا۔ وہ محض ان سے نجات نہیں چاہتی تھی، انتقام بھی لینا چاہتی تھی۔ انہوں نے اتنا بڑا دھوکا دیا تھا کہ اس کے ذہن کو بدل کر رکھ دیا تھا۔ وہ اس کی سزا انہیں دینا چاہتی تھی۔

اس ٹیم میں ان کا صرف ایک لیڈر یوگا کا ماہر تھا۔ وہ باقی افراد کے اندر آسانی سے جا سکتی تھی۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے دیکھا، وہ سب ایک جھیل کے کنارے پاپ میوزک پر ہونے والا ڈانس دلچسپی سے دیکھ رہے تھے۔ دلچسپی اس لئے تھی کہ ان کے ملک میں ایسا ڈانس دیکھنے میں اور ایسی موسیقی سننے میں نہیں آتی تھی۔ اس ٹیم میں جو عورتیں تھیں، وہ رقص کرنے اور گانے والی لڑکیوں کے رنگین اور نئے ڈیزائن کے ملبوسات کو حیرت سے دیکھ رہی تھیں۔

وہ جھیل کے کنارے ایک اوپن ائر تھیٹر تھا۔ بے شمار عورتیں مرد وہاں سے گزر رہے تھے۔ جنہیں پاپ میوزک سے دلچسپی تھی وہ رک کر سننے اور رقص دیکھنے لگتے تھے۔ سرگئی ان کے ... یعے اجنبی لوگوں کے دماغوں میں جانے لگی۔ وہاں بعض ایسے ... بھی تھے، جو اپنی حفاظت کے لئے ریوالور یا پستول وغیرہ رکھتے ... وہ ایک ریوالور والے کے اندر پہنچ گئی۔ اسے اپنی ٹیم کے ... کے پاس سے گزارتے ہوئے دھکا مارا۔ لیڈر نے کہا "زیادہ ... کا نتیجہ یہی ہوتا ہے۔ آدمی آنکھیں رکھتے ہوئے بھی ٹکراتا ..."

سرگئی نے ریوالور والے کی زبان سے کہا "بکواس مت ... تم اپنے لہجے سے روسی بلڈاگ لگتے ہو۔ مجھے تم لوگوں سے ... ت ہے۔ جاؤ اپنا راستہ لو۔"

لیڈر کے ساتھ کھڑے ہوئے افسر نے غصے سے کہا "یونان ... ! تم ہمیں بلڈاگ کہہ رہے ہو۔"

یہ کہتے ہی اس نے ریوالور والے کے منہ پر ایک گھونسا جڑ ... لیڈر نے اسے پکڑ کر کہا "یہاں جھگڑا نہ کرو۔ ہم پردیسی ہیں۔"

لیکن جھگڑا تو شروع ہو چکا تھا۔ اس نے منہ پر گھونسا کھاتے ہی ... الور نکال لیا۔ وہ گولی چلانے کی دھمکی دینا چاہتا تھا لیکن سرگئی ... اس کے ذریعے سچ مچ فائر کر دیا۔ گولی لیڈر کے سینے میں پیوست ... وہ اچھل کر گرا۔ جھیل کے کنارے بھگدڑ مچ گئی۔ سرگئی نے ... کے ذریعے اور دو فائر کرائے۔ اس ٹیم کے اور دو افراد کو مار ... یا۔ پھر دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔

اس ٹیم میں سرگئی کو شامل کر کے چھ افراد تھے۔ تین لڑکیاں تین مرد۔ وہ تینوں مارے گئے تھے۔ سرگئی نے سب سے پہلے یوگا ... نے والے لیڈر کو ہلاک کیا تھا کیوں کہ وہ زندہ رہتا تو اس کے لئے ... بست بن جاتا۔ اب ٹیم میں صرف لڑکیاں رہ گئی تھیں اور وہ ... زدہ ہو کر بھاگتی ہوئی پولیس کی حفاظت میں پہنچ گئیں۔

سرگئی بہت خوش تھی۔ ٹرانسفارمر مشین بنانے والے کو ... یں دے رہی تھی جس کی بدولت اسے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل ... تھا۔ اس علم کے ذریعے اس نے بیٹھے ہی بیٹھے تین دوست نما ... وں کو ٹھکانے لگا دیا تھا۔ وہ لباس بدل کر کمرے سے باہر ... اب وہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ یہودی کیسے ہوتے ہیں؟ کیسے ... نے جاتے ہیں؟ اور یہ کہ اسرائیلی حکام اور دوسرے اکابرین ... کیسے رابطہ ہو سکتا ہے؟

وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر بہت بڑے بک اسٹال میں آئی۔ وہاں ... اسرائیلی سیاست دان کی تصویر اور اس ملک کی معلومات ... م کرنے والی کتابیں مل سکتی تھیں۔ وہ ریڈیو کے ذریعے کسی ... ئیلی حاکم کی آواز سن سکتی تھی۔ ٹی وی کے ذریعے بھی اسے دیکھ ... تھی۔ فی الحال ریڈیو ٹی وی سے کسی سیاسی لیڈر کا پروگرام نشر ... ہو رہا تھا۔

اسے ایک بک اسٹال میں تصویریں نہیں ملیں، کتابیں مل گئیں۔ وہ اسرائیلی ائرلائن کے دفتر میں آئی۔ وہاں چند یہودیوں سے گفتگو کر کے اسے روحانی خوشی حاصل ہوئی۔ اس نے سفارت خانے کا ٹیلی فون نمبر معلوم کیا۔ پھر ایک بوتھ میں آکر فون کے ذریعے رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے سفیر کے سیکریٹری نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو۔ یہ اسرائیلی سفارت خانہ ہے۔ فرمائیے؟"

سرگئی الپا نے ریسیور رکھ دیا۔ سیکریٹری کے خیالات پڑھنے لگی۔ پھر اسے سفیر سے باتیں کرنے پر مجبور کیا۔ اس طرح وہ سفیر کے پاس پہنچ گئی۔ اسے مخاطب کر کے بولی "میں سوچ کے ذریعے بول رہی ہوں۔ مجھ سے باتیں کرو گے؟"

وہ حیرانی سے بولا "تم کون ہو؟"

"یہودی ہوں۔ مملکتِ اسرائیل کی وفادار ہوں۔ میرا نام الپا ہے، کیا تم نے میرا نام کبھی سنا ہے؟"

"ہاں، خیال خوانی کرنے والی الپا ہماری قوم کی بیٹی تھی۔ اسے ماسک مین نے اغوا کرایا تھا۔"

"میں وہی ہوں۔ ماسک مین سے نجات حاصل کر چکی ہوں۔ ابھی میں بالکل تنہا اور بے یار و مددگار ہوں۔ مجھے یہاں سے اسرائیل پہنچاؤ اور وہاں کے اکابرین سے میری گفتگو کراؤ۔"

"میں حیران بھی ہوں اور بے انتہا خوش بھی کہ میں تم سے باتیں کر رہا ہوں۔ سچ تو یہ ہے کہ مجھے یقین نہیں آرہا ہے اور یہ بھی اندیشہ ہے کہ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے الپا بن کر دھوکا دے سکتے ہیں۔"

"دل سے اندیشے نکال دو۔ مجھے یقین دلاؤ کہ تمہاری بے اعتمادی سے مجھے نقصان نہیں پہنچے گا تو میں تم سے ملاقات کرنے آؤں گی۔"

"کب تک آؤ گی؟"

"ابھی آرہی ہوں۔ ذرا محتاط ہوں کہ روسی جاسوس میرا تعاقب کر سکتے ہیں۔"

"مجھے بتاؤ، تم کہاں ہو۔ میرے جاسوس تمہاری نگرانی کریں گے اور حفاظت سے یہاں لے آئیں گے۔"

"میں اسرائیلی ائرلائن کے دفتر میں ہوں۔"

"میں ابھی وہاں کے مینجر کو فون کر رہا ہوں۔ تم اس کے کمرے میں آرام سے بیٹھو۔ میری گاڑی تمہیں لینے آرہی ہے۔"

وہ دفتر میں آکر بیٹھ گئی۔ چپ چاپ سفیر کے خیالات پڑھتی رہی۔ وہ ہاٹ لائن پر ایک اسرائیلی حاکم سے رابطہ کر چکا تھا اور اسے کہہ رہا تھا "الپا واپس آگئی ہے۔ ماسک مین کے ملک سے نکل گئی ہے۔ اس سے زیادہ فون پر بتانا مناسب نہیں ہے۔ کیا آپ اس سے گفتگو کریں گے؟"

دوسری طرف سے کہا گیا "فوراً اس سے رابطہ کراؤ۔"

سرگئی الپا اس حاکم کے دماغ میں پہنچ گئی۔ لیکن اسے مخاطب

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

نہیں کیا۔اس کے خیالات پڑھنے سے پتا چلا کہ اس کے سوا بیشتر حاکم اور اعلیٰ فوجی افسران یوگا کے ماہر ہیں۔وہ ان سے فون پر رابطہ کررہا تھا اور یہ خوش خبری سنا رہا تھا کہ الپا ماسک مین کے ملک سے نکل آئی ہے۔اور اسرائیلی مدد طلب کررہی ہے۔

دوسرے اکابرین کہہ رہے تھے کہ اسے ہر طرح کی مدد دی جائے اور آزمانے کی کوشش کی جائے کہ واقعی وہ ہماری الپا ہے یا نہیں؟اسی لمحے سے اس کی حفاظت کی جائے۔عارضی طور پر چہرہ اور نام بدل دیا جائے اور اس کے لئے یہاں سے ایک خصوصی طیارہ روانہ کیا جائے۔

وہ اپنے اکابرین کی باتیں سن رہی تھی اور خوش ہورہی تھی۔اسے ایسی محبتیں پہلے نہیں ملی تھیں‘ اپنوں سے مل رہی تھیں۔سب اسے بات بات پر ہماری الپا‘ ہماری الپا کہہ رہے تھے۔

اس کے لئے آج کا دن مبارک تھا۔اب وہ ایک خصوصی طیارے کے ذریعے اپنے ملک میں اور اپنی قوم کے لوگوں میں پہنچنے والی تھی۔ابھی وہ ائرلائن کے دفتر میں بیٹھی ہوئی تھی۔سامنے دنیا کا بڑا سا نقشہ لگا ہوا تھا۔اس نے سوچتے سوچتے نقشہ کو دیکھا تو یاد آیا کہ جرمنی اور اسرائیل کے درمیان ایک ملک فرانس ہے۔فرانس میں ایک شہر پیرس ہے اور پیرس میں ایک جوان پارس ہے۔خصوصی طیارے کو پارس کے سر پر سے گزر کر جانا ہوگا اور الپا نے سنا تھا کہ وہ جوان کسی کو سر سے گزرنے نہیں دیتا ہے۔

سرگئی الپا کی پیشانی پر سوچ کی شکنیں ابھر گئیں۔

○☆○

پارس نے آنکھیں کھول کر دیکھا‘ کمرے کی چھت نظر آرہی تھی۔اس نے کروٹ بدل کر دیکھا۔کچھ فاصلے پر ڈریسنگ ٹیبل کا آئینہ تھا۔آئینے میں وہ خود کو دیکھ رہا تھا لیکن خود کو پارس کی حیثیت سے نہیں پہچان رہا تھا۔

اپنے موجودہ کاغذات اور پاسپورٹ کے مطابق اس کا نام حیدر علی تھا۔وہ پاکستان سے آیا تھا اور آج کل میں اسے واپس جانا چاہئے تھا۔وہ اٹھ کر بستر پر بیٹھ گیا۔اسے کچھ عجیب سا لگ رہا تھا۔یہ یاد نہیں آرہا تھا کہ اس پر تنویمی عمل کیا گیا ہے۔اس نے سوچنا چاہا کہ کل وہ کہاں تھا؟اور کیا کررہا تھا؟

سلمان نے جو عمل کیا تھا اس کے مطابق یاد آیا۔وہ چار دن پہلے کینیڈا گیا تھا۔نیاگرا آبشار وغیرہ دیکھ کر آیا تھا۔اس کی موجودہ شخصیت میں یہی بات تھی کہ وہ ایک دولت مند باپ کا بیٹا ہے اور ساری دنیا کی سیر کرتا پھرتا ہے۔

وہ بستر سے اٹھ کر باتھ روم میں گیا۔پھر غسل وغیرہ سے فارغ ہوکر لباس تبدیل کرکے اپنی رہائش گاہ کے مختلف حصوں سے گزرنے لگا۔اسے محسوس ہورہا تھا کہ وہ کچھ بھول رہا ہے۔شاید دوسرے کمروں میں جانے سے کچھ یاد آجائے۔لیکن دوسرے کمرے میں پہنچ کر بھی یاد نہ آیا کہ پچھلی رات وہاں سونیا ثانی تھی۔اور اب نہیں ہے۔اگر ثانی نام کی کوئی لڑکی یاد رہتی تو وہ سوچتا کہ کہاں چلی گئی ہے۔موجودہ حالات میں سونیا ثانی کا ہونا یا نہ ہونا اس کے لئے برابر تھا۔

میں نے آزمائش کے طور پر پارس کے لہجے کے مطابق اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا۔مگر ناکام رہا۔میری سوچ کی لہریں بھٹک کر واپس آگئیں کیوں کہ اس کے دماغ کو اس کے سابقہ لہجے سے بالکل بے نیاز کردیا گیا تھا۔میں نئے لہجے کو گرفت میں لے کر آیا تو اس کے دماغ میں جگہ مل گئی۔اس نے مجھے محسوس نہیں کیا۔میں نے اس کی سوچ میں کہا "مجھے پاکستان واپس جانا چاہئے اور واپسی پر کچھ روز پیرس میں قیام کرنا چاہئے۔"

وہ تنہا وہاں بور ہوجاتا اس لئے واپسی کے لئے تیار ہوگیا۔میں نے پیرس اس لئے بلایا کہ سونیا اس سے ملنا چاہتی تھی۔پارس کے بعد میں نے علی تیمور اور ثانی کے پاس جاکر ان کے خیالات پڑھے۔وہ بھی بالکل تبدیل ہوگئے تھے۔کوئی دشمن خیال خوانی کرنے والا انہیں پہچان نہیں سکتا تھا۔سونیا نے مجھے بتایا تھا کہ لیلیٰ اور سلطانہ نے علی اور سونیا کے اندر کس طرح رومانی انقلاب پیدا کیا ہے۔ان کی شخصیت تبدیل کرنے کے بعد سلطانہ ثانی کو شکاگو لے گئی تھی تاکہ وہ تنہا نہ رہے۔اپنے علی کے پاس پہنچ جائے۔

میں نے سوچا تھا اب ایک طویل عرصے تک سونیا کے ساتھ آرام کروں گا۔فرہاد ولیج ہمارے لئے ہر طرح سے ایک مضبوط قلعہ تھا۔ہمیں کسی دشمن سے خطرہ نہیں تھا اور ہماری تمام مصروفیات کو پارس‘ علی تیمور اور ثانی نے اپنے سر لے لیا تھا۔وہ بھی یہی چاہتے تھے کہ ہم آرام فرماتے رہیں۔

لیکن مقدر کو اور قارئین کو ہمارا آرام کرنا گراں گزرتا ہے۔ہماری پناہ گاہ سے ہمیں باہر نکالنے کا کوئی بہانہ بن جاتا ہے۔جب یہ طے تھا کہ کوئی دشمن ہمارے عیش و آرام میں مداخلت نہیں کرے گا اور کرے گا تو ہمارے بچے اسے منہ توڑ جواب دیں گے‘ ایسے میں کوئی ہمیں عملی میدان میں کھینچ کر نہ لاتا لیکن تقدیر لے آئی۔

پاکستان سے اطلاع ملی کہ میرے بہنوئی کو یعنی میری بہن شاہینہ کے شوہر کو کسی نے قتل کردیا ہے۔میرے دل پر ایک گھونسا سا لگا۔اتنی بڑی دنیا میں وہی میری ایک لاڈلی بہن تھی۔میں اسے اتنی شدت سے چاہتا تھا کہ اس کی ہنسی میری ہنسی بن جاتی تھی اور اس کے غم کا پہاڑ مجھ پر ٹوٹا کرتا تھا۔

میں فوراً ہی خیال خوانی کے ذریعے اس کے پاس پہنچ گیا۔وہ اپنی جوان بیٹی سے لپٹ کر رو رہی تھی۔میں نے اسے مخاطب کیا تو وہ چونک گئی‘ پھر چیخ کر بولی "بھائی جان! آپ کہاں ہیں؟ آپ کے ہوتے ہوئے میرا سہاگ چھین لیا گیا ہے۔میں یقین کے ساتھ قاتل کو پہچانتی ہوں مگر اس کا نام نہیں لے سکتی۔نام لوں گی تو پولیس

سے گرفتار نہیں کرے گی۔وہ یہاں کا بہت بڑا سیاسی غنڈا ہے۔وہ جب بھی کوئی جرم کرتا ہے‘ عدالت کے دروازے بند ہوجاتے ہیں۔انصاف کا سر جھک جاتا ہے اور قانون کے محافظ اسے سلام کرتے ہیں۔"

میں نے کہا "صبر کرو" میں پہلی فلائٹ سے تمہاری سونیا بھابی کے ساتھ آرہا ہوں۔میرے آنے تک زبان بند رکھو۔ورنہ دشمن تمہیں اور بچوں کو بھی نقصان پہنچائیں گے۔"

شاہینہ کے آنسو رک گئے تھے۔وہ ایک گہری سانس لے کر بولی "آپ سچ مچ آرہے ہیں؟"

"ہاں میری جان! تم پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ہے اور میں نہیں آؤں گا؟ ضرور آؤں گا۔آج رات یا کل صبح تک پہنچوں گا اور پہنچنے سے پہلے تمہیں اطلاع دوں گا۔صبر کرو‘ آنسو پونچھو۔دشمن خواہ کتنا ہی بڑا شیطان ہو اب وہ آدھا مردہ رہے گا اور آدھا زندہ رہے گا اور وہ زندہ اپنی آدھی لاش پر روتا رہے گا۔"

میں اسے تسلیاں دے کر دماغی طور پر حاضر ہوا۔سونیا فون کے ذریعے فرانس کے ایک اعلیٰ حاکم سے باتیں کررہی تھی۔اس نے اشارے سے مجھے اپنے دماغ میں آنے کے لئے کہا۔میں اس کے اندر پہنچ کر سننے لگا۔حاکم کہہ رہا تھا "پہلے پاکستان میں یہودی تنظیم کے آئرن مین نے ہمیں ٹیلکس کے ذریعے وارننگ دی کہ فرہاد اور اس کی فیملی کے کسی فرد کو پاکستان کا پاسپورٹ اور ویزا نہ دیں۔ہم نے اس وارننگ کو اہمیت نہیں دی پھر اٹلی کی یہودی تنظیم کے گاڈ فادر نے دھمکی دی ہے کہ فرہاد یا اس کے بیٹے پاکستان میں قدم رکھیں گے تو فرانس کے مختلف شہروں میں تخریبی کارروائیاں کی جائیں گی۔پیرس جیسے خوب صورت شہر کو کھنڈر بنا دیا جائے گا۔"

ساری دنیا کے یہودیوں کی تنظیم کا ہیڈ کوارٹر اٹلی میں ہے‘ اس تنظیم کا سرغنہ گاڈ فادر کہلاتا ہے۔مختلف ملکوں میں اس تنظیم کی شاخیں ہیں۔ہر شاخ کا لیڈر آئرن مین کہلاتا ہے۔پاکستان میں اس تنظیم کا جو آئرن مین تھا اس کا نام راجا صفدر علی تھا۔میں نے فرانس کے حکام سے کہا "میں ان لوگوں سے ذاتی طور پر نمٹ لوں گا‘ آپ گاڈ فادر سے کہہ دیں کہ مجھے اور میرے بیٹوں کو پاکستان جانے کی اجازت نہیں دی جارہی ہے لیکن یہ طوفان کسی کے روکے نہیں رکتے۔یہ چور راستوں سے پاکستان میں داخل ہوں گے تو آپ پر اس کا الزام نہیں آئے گا۔ہوسکے تو پاکستان کے آئرن مین راجا صفدر سے گفتگو کریں۔میں آپ لوگوں کے ذریعے اس کی شہ رگ تک پہنچ جاؤں گا۔"

میرے مشوروں پر عمل کیا گیا۔وزارت خارجہ کے سیکریٹری نے پہلے اٹلی کے گاڈ فادر سے رابطہ کیا۔اس کے سیکریٹری نے فون پر بات کی۔اسے حکومت فرانس کی طرف سے یقین دلایا گیا کہ فرہاد اور اس کے بیٹوں کو پاکستان جانے کا اجازت نامہ نہیں دیا جائے گا۔ویسے بھی وہ اور اس کے بیٹے ہمارے ملک میں نہیں ہیں۔"

سیکریٹری نے کہا "ہماری اطلاع کے مطابق وہ سونیا کے ساتھ فرہاد ولیج میں ہے اور اس کے بیٹے امریکا میں۔"

"فرہاد ولیج میں ڈمی سونیا اور فرہاد ہیں۔تمہیں یقین آئے یا نہ آئے‘ ہماری طرف سے انہیں جانے کی اجازت نہیں ہے۔ہماری ذمے داری ختم ہوچکی ہے۔"

میں سیکریٹری کے دماغ میں پہنچا۔اس کی سوچ نے بتایا کہ تنظیم کا گاڈ فادر اگرچہ یوگا کا ماہر نہیں ہے۔تاہم کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کی آواز نہیں سن سکتا اور نہ ہی اس سے کہیں سامنا کرسکتا ہے کیونکہ وہ بہروپیا ہے‘ آوازیں بدل کر منظر عام پر آتا ہے۔

سیکریٹری نے فون کے ذریعے گاڈ فادر کو بتایا کہ فرہاد اور اس کے بیٹوں کو فرانس کی حکومت پاکستان جانے کے لئے پاسپورٹ نہیں دے گی‘ اگر وہ چور راستہ اختیار کریں گے تو حکومت فرانس اس کی ذمہ دار نہیں ہوگی۔

گاڈ فادر کی آواز سنائی دی "ٹھیک ہے‘ ہمارا پاکستانی آئرن مین چور راستوں سے آنے والوں کو گولی ماردے گا۔"

میں نے گاڈ فادر کے لہجے کو گرفت میں لیا۔اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا لیکن کسی اور کے دماغ میں پہنچ گیا۔وہ ایک چھوٹے سے ریستوران کا مالک تھا۔گاڈ فادر اس کی آواز اور لہجے میں بول کر خاموش ہوگیا تھا۔سیکریٹری کی سوچ نے بتایا کہ وہ مختلف آوازوں اور لہجوں میں بولتا ہے۔اس کی اصل آواز خود سیکریٹری نے کبھی نہیں سنی تھی۔

اس سیکریٹری نے گاڈ فادر کے حکم کے مطابق آئرن مین راجا صفدر علی سے رابطہ کیا۔دوسری طرف سے راجا صفدر علی کے ایک خاص ماتحت نے کوڈ ورڈز ادا کرکے کہا "میں راجا صاحب کا بندہ بول رہا ہوں۔فرماؤ‘ کیا بات ہے؟"

"راجا صاحب سے کہہ دو۔فرہاد اور اس کے بیٹے باقاعدہ فرانسیسی پاسپورٹ پر نہیں آئیں گے‘ لہٰذا انہیں چور دروازوں سے روکنا تمہارا کام ہے۔"

"فکر نہ کرو‘ کراچی کی تمام چور بندرگاہوں پر‘ سرحدی دیے اور لاہور ریلوے اسٹیشن اور ائرپورٹ میں ہمارے بندے اینٹی میک اپ لینس آنکھوں پر چڑھائے رکھیں گے۔کوئی بھی میک اپ میں آنے والا چھپ نہیں سکے گا‘ ہم لینس کے ذریعے میک اپ کے آرپار اصلی چہرے کو آسانی سے دیکھ لیں گے۔"

میں اس خاص ماتحت کے خیالات پڑھ رہا تھا۔پتا چلا راجا صفدر بھی گاڈ فادر کی طرح پُراسرار بن کر رہتا ہے۔پہلے اپنے خاص ماتحتوں کے سامنے آتا تھا اور ان سے گفتگو کرتا تھا۔میری شاہینہ کا سہاگ چھین لینے کے بعد روپوش ہوگیا ہے۔اپنے ماتحتوں کو بھی اپنی آواز نہیں سناتا ہے‘ اگر روبرو ہو تو کاغذ پر لکھ کر اپنا مدعا بیان کرتا ہے یا ٹیلکس کے ذریعے احکامات صادر کرتا ہے۔

اس کی پہلی اور آخری کوشش یہی تھی کہ میں پاکستان نہ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

آؤں' کم از کم لاہور میں قدم نہ رکھوں۔ اس نے اٹلی اور انگلینڈ کی یہودی تنظیموں سے کہا تھا کہ فرہاد ان کے قریب کہیں رہتا ہے۔ کسی طرح اسے قتل کردو۔ میں اس کے بدلے پورے پاکستان پر من پسند حکومت قائم کردوں گا۔

اس میں شبہ نہیں تھا کہ اس نے پشاور سے کراچی تک ڈرگ مافیا کی حکومت قائم کردی تھی۔ اٹلی کا گاڈ فادر اس کی کارکردگی سے بہت خوش تھا۔ اپنے آئرن مین راجا صفدر کی حفاظت کے لئے اور مجھے قتل کرنے کے لئے فرانس سے پاکستان تک بارود بچھا رہا تھا تاکہ جہاں بھی میں قدم رکھوں' وہاں میری زندگی کا آخری دھماکا ہوجائے۔

راجا صفدر کے خاص ماتحت کی سوچ نے بتایا کہ میری بہن شاہینہ اور اس کے جوان بچوں کو دھمکیاں دی گئی ہیں۔ ان سے فون پر کہا گیا ہے کہ وہ ماں بچے کسی اجنبی سے ملاقات نہ کریں' ورنہ اس اجنبی کو فرہاد سمجھ کر گولی ماردی جائے گی۔ ان کے گھر کوئی مہمان نہ آئے اور نہ ہی وہ ماں بچے اپنا گھر چھوڑ کر کہیں جائیں۔ خصوصاً راتوں کو گھر سے باہر نہ نکلیں ورنہ وہ گھر میں زندہ واپس نہیں آئیں گے۔

میرے ہوتے ہوئے میری بہن اور اس کے بچوں کی زندگی مختصر اور مفلوج کردی گئی تھی۔ وہ سہمے ہوئے تھے' ان کے سر سے قانون کا سایہ اٹھ گیا تھا۔ قانون کے بڑے بڑے ادارے انہیں جھوٹی تسلیاں دیتے تھے لیکن تنظیم کے آئرن مین کے خلاف کچھ نہیں کرسکتے تھے۔

میں نے شاہینہ سے کہا "میں پاکستان پہنچ کر فی الحال تم سے اور بچوں سے ملاقات نہیں کروں گا۔ بچوں کو حوصلہ دو۔ میں جلد ہی دشمنوں کو جہنم میں پہنچادوں گا۔"

پھر میں نے جوان بھانجیوں اور بھانجوں سے باری باری رابطہ کیا' انہیں سمجھایا کہ میں لاہور پہنچ کر خود کو ظاہر کروں گا یا تم سب سے ملوں گا تو تمہاری زندگیاں خطرے میں پڑجائیں گی۔ میں دشمنوں کو ٹھکانے لگانے کے بعد آکر ملاقات کروں گا بلکہ ان کے ساتھ کئی دن تک رہوں گا۔"

میری مصروفیات کے دوران سونیا نے روانگی کا انتظام کرلیا تھا۔ ہم ہیلی کاپٹر میں سوار ہوکر اٹلی کی سرحد کے قریب آئے اور فرانس ریلوے لائن کے آخری اسٹیشن پر پہنچ گئے۔ سونیا نے کہا۔ "مافیا کا گاڈ فادر اٹلی میں ہے۔ ہم اسی کے ملک اور اسی کے شہر سے کسی فلائٹ میں پاکستان جائیں گے تو اسے شبہ نہیں ہوگا۔ اس کے جاسوس کبھی یہ سوچ بھی نہیں سکتے کہ ہم گاڈ فادر کی آنکھوں میں بیٹھ کر یہاں سے جائیں گے۔"

ہم فرانس اور اٹلی کے درمیان چلنے والی ٹرین میں سوار ہوگئے۔ یہ ٹرین ہمیں دوسرے دن روم پہنچانے والی تھی۔ یہ وقت ضائع کرنے والا سفر تھا لیکن ضروری خیال خوانی کے لئے یہ سفر مناسب تھا۔ میں سیکریٹری کے ذریعے ایسے اہم افراد تک پہنچنے لگا جو گاڈ فادر کے بڑے بااعتماد اور وفادار تھے اور ہر ملک میں پھیلی ہوئی یہودی تنظیموں کو کنٹرول کرتے تھے۔ اتنے بااعتماد اور وفادار ہونے کے باوجود انہوں نے گاڈ فادر کا اصلی چہرہ اور اصلی آواز نہیں سنی تھی۔

وہ سات وفادار تھے۔ کچھ عرصہ پہلے تک وہ گاڈ فادر کے بیوی بچوں سے ملتے رہے تھے۔ ان کی گھریلو تقریبات میں شریک ہوتے رہے تھے۔ گاڈ فادر سے بھی ملاقاتیں ہوا کرتی تھیں لیکن وہ ہر میٹنگ میں مختلف چہروں کے ساتھ آتا تھا۔ سات وفادار اسے کوڈ ورڈز کے ذریعے پہچانتے تھے پھر اچانک ہی اس نے بیوی بچوں کو کسی دوسرے ملک میں بھیج دیا اور یہ کہہ دیا کہ آئندہ وہ کسی میٹنگ میں خود نہیں آئے گا۔ کسی خفیہ پناہ گاہ سے ٹی وی کے ذریعے اہم معاملات پر گفتگو کیا کرے گا۔

اس نے وفاداروں کو بتایا کہ فرہاد علی تیمور سے ٹھن گئی ہے۔ جب تک اس کا کام تمام نہ ہوجائے اس کے وفاداروں کو بھی منظر عام پر نہیں آنا چاہئے۔ وہ سب اپنے طور پر بہت محتاط تھے۔ گاڈ فادر سے بہت کم رابطہ ہوتا تھا لیکن اس کے سیکریٹری سے فون پر یا ٹرانسمیٹر پر رابطہ کرنا پڑتا تھا۔ ان کی ایسی ہی مجبوریوں کے باعث میں ساتوں وفاداروں کے اندر جگہ بنا چکا تھا۔

ان میں سے ایک وفادار کا نام انتونی پاؤلیا تھا۔ وہ پاکستان کی مافیا تنظیم کا انچارج تھا اور وہاں کے آئرن مین راجا صفدر علی کو مشکل حالات میں گائیڈ کرتا تھا۔

منزل تک پہنچنے کے لئے راستے تلاش کئے جائیں تو کوئی نہ کوئی راستہ ضرور ملتا ہے۔ انتونی پاؤلیا کو گاڈ فادر نے حکم دیا تھا کہ وہ لاہور جائے۔ جب تک راجا صفدر روپوش رہے گا' اس کی جگہ انتونی پاؤلیا اہم فرائض ادا کرے گا۔ وہ حکم کی تعمیل کے لئے رات کی ایک فلائٹ سے جارہا تھا۔ میں نے سونیا کو اس کے متعلق بتایا۔ وہ بولی "یہ اچھا موقع ہے' تم انتونی پاؤلیا بن کر جاؤ۔"

"وہ آج رات کی فلائٹ سے جارہا ہے اور ہم کل روم پہنچیں گے۔ آج اسے جانے سے روکنا ہوگا۔"

شام ہورہی تھی۔ وہ جانے کی تیاریاں کرچکا تھا۔ میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جماکر پیٹ خراب کرنے والی دوا کھلادی۔ وہ تھوڑے تھوڑے وقفے سے ٹوائلٹ میں جانے لگا۔ ایک گھنٹے میں ہی اس کی حالت اتنی خراب ہوگئی کہ بیڈ روم سے ٹوائلٹ جانے کی ہمت نہ رہی۔ تنظیم کے خاص ڈاکٹر نے اسے دوائیں دیں لیکن میں نے ان دواؤں کو اس کے حلق تک پہنچنے نہیں دیا۔ جب فلائٹ کا وقت گزر گیا تو میں نے اسے دوا کھانے کا موقع دیا۔

بے چارے کی حالت خراب ہوگئی تھی مگر قدرے آرام آگیا تھا۔ میں نے آدھی رات کے بعد اس پر عمل کرکے اسے اپنا تابعدار بنالیا۔ ہم دوسری صبح روم پہنچے' ایک ہوٹل میں کمرا لیا۔ پھر

میں نے انتونی پاؤلیا کو بڑی رازداری سے اپنے پاس بلایا۔ وہ اپنی کچھ تصویریں لایا تھا۔ میں نے آئینے کے پاس میک اپ کا سامان اور تصویریں رکھیں پھر اپنے چہرے پر تبدیلی کرنے لگا۔ دوسری طرف سونیا' انتونی کے چہرے کو تبدیل کرنے لگی تھی۔

ہم نے اطمینان سے میک اپ کیا۔ کوئی جلدی نہیں تھی۔ میک اپ کے دوران انتونی کے پاکٹ ٹرانسمیٹر پر کال موصول ہوئی۔ میں نے انتونی کی جیب سے ٹرانسمیٹر نکالا' اسے آپریٹ کیا۔ پھر کوڈ ورڈز کے جواب میں کوڈ ورڈز ادا کئے۔ میں نے پچھلے بارہ گھنٹوں میں اس سے تعلق رکھنے والی ہر چھوٹی بڑی بات معلوم کرلی تھی۔ دوسری طرف سے گاڈ فادر پوچھ رہا تھا "ویل انتونی! ابھی اطلاع ملی کہ تم پچھلی رات بیمار ہوگئے تھے' اب کیسے ہو؟"

"تھینک یو فادر! اب میں بالکل ٹھیک ہوں۔"

"اگر سفر نہ کرنا چاہو تو پاکستان جانے کا پروگرام کینسل کردو۔"

"میں بالکل ٹھیک ہوں' کسی پریشانی کے بغیر سفر کرسکتا ہوں۔ جنابِ عالی! مجھے ضرور جانا چاہئے۔ ورنہ راجا صفدر ہزار حفاظتی انتظامات کے باوجود فرہاد سے خوفزدہ ہوگا اور خوف وہراس میں دوسرے کئی کام بگاڑ دے گا۔"

"درست کہتے ہو' ٹھیک ہے' آج ہی یہاں سے روانہ ہوجاؤ۔"

اس نے رابطہ ختم کردیا۔ میں نے ٹرانسمیٹر آف کرکے اپنے پاس رکھ لیا۔ دو گھنٹے میں میرے سامنے میں کھڑا تھا۔ یعنی سونیا نے اسے فرہاد بنادیا تھا۔ ویسے میں اور سونیا اصلی چہروں کے ساتھ یہاں نہیں آئے تھے۔ جس روپ میں آئے تھے سونیا اسی روپ میں انتونی پاؤلیا کو لے آئی تھی اور میں آئینے کے سامنے مکمل انتونی پاؤلیا بن چکا تھا۔

میک اپ کے بعد میں نے انتونی کو سلادیا۔ اس پر دوبارہ عمل کرکے یہ ذہن نشین کردیا کہ وہ فرہاد ہے۔ چہرہ بدل کر سونیا کے ساتھ آیا ہے اور وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیا کرے گا۔ اسے ضروری ہدایات دینے کے بعد میں نے سونے کے لئے چھوڑ دیا پھر سونیا سے کہا "ہم ساتھ رہنا چاہتے تھے لیکن یہ کمبخت انتونی تنہا جارہا تھا اس کے ساتھ کوئی عورت ہوتی تو تم بھی ساتھ چلتیں۔"

وہ بولی "کوئی بات نہیں' تم اطمینان سے جاؤ' میں یہاں گاڈ فادر کو دن میں تارے دکھاؤں گی۔"

میں اس سے رخصت ہوکر انتونی پاؤلیا کی کوٹھی میں آیا۔ گاڈ فادر کے ساتوں وفادار بڑی شاہانہ... زندگی گزارتے تھے۔ اس نے شادی نہیں کی تھی۔ درجنوں لڑکیاں اس کی خدمت کے لئے دن رات کوٹھی میں موجود رہتی تھیں۔ اب وہ میری خدمت کے لئے حاضر ہونے لگیں' میں نے کہا "میں تنہائی چاہتا ہوں' کوئی میرے کمرے میں نہ آئے۔"

میں دروازہ بند کرکے کمرے کا جائزہ لینے لگا۔ وہاں آرام و آسائش کا ہر سامان موجود تھا۔ اس کمرے کی تعمیر اس طرح ہوئی تھی کہ چاروں طرف شیشوں کی دیواریں تھیں۔ پردے ہٹاکر تین اطراف میں کوٹھی کے اندرونی حصے دیکھے جاسکتے تھے اور ایک طرف سے باہر کا نظارہ کیا جاسکتا تھا۔ کسی خطرے کے وقت ایک بٹن دبانے سے لوہے کی سلائیڈنگ دیواریں شیشوں کی دیواروں کو چھپادیتی تھیں۔ کوئی اندر دیکھ نہیں سکتا تھا۔ اندر آنہیں سکتا تھا۔ بندوق کی گولیاں بھی لوہے کی دیواروں سے ٹکراکر واپس ہوجاتی تھیں۔

میں نے ایک جگہ بیٹھ کر سونیا کو بتایا کہ انتونی پاؤلیا کی کوٹھی میں خیریت سے ہوں' وہ بولی "محتاط رہنا' اور مجھ سے رابطہ رکھنا۔ انتونی نیند سے بیدار ہوگا تو میں تنویمی عمل کا ردِعمل دیکھوں گی اور تمہیں بتاؤں گی۔"

میں سونیا کے پاس آکر راجا صفدر کے خاص ماتحت کے پاس پہنچ گیا۔ جب میں نے پہلی بار اس کی آواز سنی تھی' تب ہی اس کے متعلق بہت کچھ معلوم کیا تھا اور راجا صفدر کے بارے میں معلوم ہوا تھا کہ وہ کہیں روپوش رہتا ہے۔ اپنے خاص ماتحت کی باتیں فون پر سنتا تھا اور گونگا بن کر رہتا تھا۔ کاغذ پر اپنا جواب لکھ کر بھیجتا تھا۔

خاص ماتحت کو فون نمبر معلوم تھا۔ فون نمبر کے ذریعے معلوم کیا جاسکتا تھا کہ وہ کس علاقے میں ہے اور ٹیلیفون ایکسچینج کے کسی افسر کے ذریعے وہ کوٹھی بھی معلوم کی جاسکتی تھی جہاں وہ فون لگا ہوا تھا۔ ویسے وہ اپنی قبر میں بھی جاکر چھپ جاتا تو میں لاہور پہنچ کر اسے باہر نکال کر پھر قبر میں پہنچانے والا تھا۔

اس کے دو نوجوان بیٹے تھے' وہ دونوں بیٹوں کے ذریعے بہت زبردست سیاسی کھیل کھیلا کرتا تھا۔ اسے اسمبلی میں جانے اور اپنی حکومت بنانے کا شوق نہیں تھا۔ وہ صرف سیاست دانوں سے سودے بازی کرتا تھا اور حکمرانوں کے لئے سیاسی مشکلات پیدا کرتا تھا۔

اس کا ایک بیٹا یونیورسٹی میں اسٹوڈنٹس یونین کا لیڈر تھا۔ پچھلے چار برس سے بی اے میں فیل ہوتا آرہا تھا۔ راجا صفدر اتنے اونچے ذرائع کا مالک تھا کہ اسے تعلیم کے بغیر ہی ایم اے آنرز کراسکتا تھا لیکن بیٹے کو طلبا کا لیڈر بنائے رکھنے کے لئے اس کا فیل ہوتے رہنا ضروری تھا۔

اس اسٹوڈنٹس یونین میں برائے نام طلبا تھے۔ جرائم پیشہ جوان زیادہ تھے۔ راجا صفدر ہر طالب علم کو اچھی خاصی رقم دیتا تھا۔ ضرورت کے وقت ہتھیار اور گاڑیاں بھی دیا کرتا تھا۔ جو حکومت اس کے خلاف ایکشن لینا چاہتی' وہ طلبا تنظیموں کی طرف سے ہنگامے شروع کرادیتا تھا۔ حکومت ایک طرف اپوزیشن سے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

پریشان رہتی ہے دوسری طرف سرحدوں پر خطرات منڈلاتے رہتے ہیں۔ چھوٹی بڑی سیاسی جماعتیں بھی دردِ سری بنی رہتی ہیں۔ ایسے میں راجا صفدر مشکلات کی انتہا کردیتا تھا۔ حکومت اسی میں بہتری سمجھتی تھی کہ راجا صفدر کے جرائم کو نظرانداز کرے اور اسے کچھ مراعات دے کر خاموش کردے۔

راجا صفدر کے دوسرے بیٹے نے بے روزگار جوانوں کی ایک ملک گیر تنظیم قائم کی تھی۔ ان بے روزگار جوانوں کو شریفانہ روزگار نہیں ملتا تھا۔ انہیں پہلے چھوٹی موٹی وارادات کی ٹریننگ دی جاتی تھی۔ مثلاً کاریں اور موٹر سائیکلیں چرانا' اسکول کے بچوں کو اغوا کرکے تاوان وصول کرنا۔ اس کے بعد رائفل شوٹنگ اور بینک ڈکیتی وغیرہ کی ٹریننگ دی جاتی تھی۔

اپوزیشن والے ان جوانوں کی خدمات حاصل کرتے تھے تاکہ موجودہ حکومت پر بدامنی اور بدانتظامی کا الزام لگاسکیں۔ حکومت ان الزامات سے بچنے کے لئے راجا صفدر کو زیادہ مراعات اور زیادہ اختیارات دینے پر مجبور ہوجاتی تھی۔ اس طرح راجا صفدر کبھی اپوزیشن سے اور کبھی صاحبانِ اِقتدار سے دولت اور ناجائز اختیارات حاصل کرتا رہتا تھا۔ حکمران نہ ہوتے ہوئے بھی ہر دور میں حکومت کرتا رہتا تھا۔ اور یہ سب کچھ وہ اپنی تنظیم کی گود میں بیٹھ کر کرتا تھا۔ اسرائیلی حکام اور یہودی تنظیم کے افراد بہت خوش تھے' پاکستان میں یہ سلسلہ جاری رکھنے کے لئے وہ اس تنظیم کو ڈالر' ہتھیار' گاڑیاں اور طیارے فراہم کرتے تھے۔

میں دو گھنٹے تک معلومات حاصل کرتا رہا پھر دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ اس میں شبہ نہیں کہ راجا صفدر بہت طاقت حاصل کرچکا تھا۔ ایک طرح سے پاکستان میں ایسا سُپرمین بن گیا تھا جو سیاسی طاقت سے کچلا نہیں جاسکتا تھا۔ قانون کی قوت سے گرفتار نہیں کیا جاسکتا تھا۔ مملکتِ خداداد میں کوئی ایسی گولی نہیں بنی تھی جو اس کی کھوپڑی میں اتر جاتی۔ بڑی بڑی وردیوں والے اسے سلام کرتے تھے۔ اور یہی ہمارے لئے شرم کی بات ہے۔ ہمارے ملک کے قانونی محافظ' مجرموں کو سلام کرتے ہیں۔ ایسے ملکوں میں جرائم کا بول بالا ہوتا جاتا ہے اور قانون صرف کتابوں میں رہ جاتا ہے۔

میں نے سونیا کو وہاں کے حالات بتائے' وہ بولی "جس ملک میں قانون نافذ کرنے والا ادارہ کمزور ہوگا اور قانون کے محافظ بزدل اور رشوت خور ہوں گے' وہاں ہمیشہ مجرم حکومت کرتے رہیں گے۔"

"ہماری زندگی میں ایسے زبردست اور چالاک مجرم آچکے ہیں' جو موت سے بچ جاتے تھے لیکن ہم سے بچ نہ سکے۔ راجا صفدر بھی میری ایک چٹکی میں آجائے گا۔ میں اسے کتے کی موت اس لئے ماروں گا کہ وہ میرے بہنوئی کا قاتل ہے لیکن اصل مجرم تو قانون کے محافظ ہیں اور بہت زیادہ اختیارات رکھنے والے بڑے لوگ ہیں جو راجا صفدر جیسے سپر مجرموں کی پرورش کرتے ہیں۔ میں وہاں رہ کر ایسے لوگوں کا مزاج درست کروں گا۔"

سونیا نے کہا "انتونی پاؤلیا بیدار ہوگیا ہے' خود کو ایک اجنبی روپ میں فرہاد سمجھ رہا ہے۔ میں گاڈ فادر سے نمٹنے کے بعد یہاں سے جاؤں گی۔ تم سلمان کو اس کے چھ وفاداروں کے دماغوں میں پہنچادو۔ ساتواں انتونی میرے پاس ہے۔ ہم جس ملک میں رہتے ہیں وہاں ان لوگوں نے تخریبی کارروائیوں کی دھمکیاں دی تھیں۔ آئندہ ان کی نسلیں بھی دھمکیاں دینا بھول جائیں گی۔"

میں نے روانگی سے پہلے سلمان کو گاڈ فادر کے تمام وفاداروں کے پاس پہنچادیا۔ جب طیارے نے وہاں سے پرواز کی تو میں راجا صفدر کے خاص ماتحت کے پاس پہنچ گیا۔ اس کے ذریعے راجا صفدر کے دونوں بیٹوں کے دماغوں میں جگہ بنائی۔ پھر ان کے ذریعے پولیس کے ایک اعلیٰ افسر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ریسیور کان سے لگائے ہیلو ہیلو کہہ رہا تھا۔ میں نے ہی اس کے نمبر ڈائل کرائے تھے۔ دوسری طرف سے راجا صفدر کا دوسرا بیٹا راجا افسر علی کہہ رہا تھا "ہیلو جناب! میں راجا افسر بول رہا ہوں' پتا نہیں کیوں آپ کو بے اختیار فون کیا ہے۔ شاید یہ آپ کی محبت ہے۔"

"ہم پر تو اسی وقت محبت آتی ہے جب واردات کرنے جاتے ہو۔"

"آپ بڑی جلدی سمجھ لیتے ہیں؟"

"واردات کی نوعیت کیا ہے؟ اور وہ کس علاقے میں ہوگی؟"

"دیکھئے آپ نے ہمیں سمجھایا تھا کہ ہم نے فرہاد کے بہنوئی کو قتل کیا ہے اس لئے اتنی جلدی اس کوٹھی میں دوسری واردات نہ کریں اور میں نے کہا تھا کہ فرہاد کی بھانجی میرے دل میں سماگئی ہے' اسے اٹھاکر لے جاؤں گا۔"

"میں پھر سمجھاتا ہوں۔ ابھی ایسی غلطی نہ کرو۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ تنظیم کا ایک خاص بندہ انتونی پاؤلیا آرہا ہے۔ اسے آنے دو اور پہلے یقین کرلو کہ فرہاد کسی طرح بھی یہاں نہیں آسکے گا۔ اس کے بعد تم اس لڑکی کو......"

"فرہاد کا باپ بھی یہاں نہیں آسکے گا۔ گاڈ فادر نے حکومتِ فرانس کو ایسی دھمکی دی ہے کہ انہیں دن میں تارے نظر آگئے ہوں گے۔ میں جسے اٹھانے جارہا ہوں' وہ ہر شام چار بجے کمپیوٹر کا کورس مکمل کرنے لبرٹی مارکیٹ جاتی ہے۔ آج شام وہ گھر واپس نہیں جائے گی۔ آپ گلبرگ تھانے والوں سے کہہ دیں' آج ادھر کوئی پولیس والا نہ جائے۔"

اعلیٰ افسر نے وعدہ کیا کہ چار بجے سے ایک گھنٹے تک ادھر کوئی پولیس والا نہیں رہے گا۔ پھر اس نے ریسیور رکھ دیا۔ میں نے لیلیٰ کے پاس جاکر کہا "میرے پاس آؤ۔"

وہ آگئی۔ میں نے اسے راجا افسر کے دماغ میں پہنچاکر کہا "اس ذلیل کے ذریعے ان آدمیوں کے دماغوں میں پہنچو جو میری بھانجی ثمینہ کو اغوا کرنے والے ہیں' میں ابھی آتا ہوں۔"

میں نے اعلیٰ افسر کے پاس آکر اس کی سوچ میں کہا "میری بھی جوان بیٹی ہے' مجھے خدا سے ڈرنا چاہئے۔ غنڈے مجھ سے اجازت لے کر کسی کی بیٹی کو اٹھالے جانا چاہتے ہیں اور میں قانون کا محافظ ہوکر اجازت دے دیتا ہوں۔"

اس کی سوچ نے کہا "میں نے راجا افسر علی کو اغوا کرنے سے روکا تو اس کا باپ میری وردی اتروا دے گا۔"

"اپنی وردی بچانے کے لئے کسی کی بیٹی کا سر ننگا کررہے ہو۔"

وہ پریشان ہوکر بولا "آج میرے اندر ضمیر کیوں بول رہا ہے۔"

میں اس کی سوچ میں بولا "اس لئے کہ میں ایک جوان بیٹی کا باپ ہوں۔"

"تو کیا ہوا؟ میری بیٹی آخر میری بیٹی ہے' کوئی ایری غیری نہیں ہے۔ کوئی اسے میلی نظر سے نہیں دیکھ سکتا۔ میں پچیس لاکھ روپے کا جہیز دے کر اسے سسرال بھیجنے والا ہوں۔"

اس کے چور خیالات نے بتایا کہ بیٹی کی شادی پوری آن اور شان کے ساتھ کرنے کے لئے اس نے تنظیم کے آرگن مین راجا صفدر سے تیس لاکھ روپے لئے تھے۔ اتنی رقم کے بدلے وہ راجا صفدر کے بڑے بڑے جرائم سے چشم پوشی کرتا تھا۔ اس رقم کے عوض میری بہن شاہینہ بیوہ ہوگئی تھی۔

میں معلومات حاصل کررہا تھا اور بڑے صبر سے غصہ برداشت کررہا تھا۔ میں نے اس کے ذریعے اس کی بیٹی شکیلہ کی آواز سنی۔ اس کے اندر یہ خواہش پیدا کی کہ وہ شاپنگ کے لئے لبرٹی مارکیٹ جائے گی۔ وہ باپ سے پوچھنا چاہتی تھی' میں نے اجازت مانگنے کا موقع نہیں دیا۔ وہ بے اختیار باہر آئی۔ پھر کار میں بیٹھ کر ڈرائیو کرتی ہوئی جانے لگی۔ میں نے اپنی مرضی کے مطابق اس کے ارادے کو سمجھا۔ پھر اس کے دماغ سے نکل کر شاہینہ کے پاس آیا۔ اس سے پوچھا "ثمینہ کہاں ہے؟"

"اپنے کمرے میں ہے' کیا بات ہے بھائی جان' خیریت تو ہے۔"

"فی الحال خیریت ہے' بچوں کو باہر نہ جانے دیا کرو۔"

"وہ کمپیوٹر کا کورس کرنے جایا کرتی تھی۔ میں نے حالات کے پیشِ نظر اسے گھر بٹھالیا ہے۔"

"یہ تم نے اچھا کیا ہے' میں پھر آؤں گا۔"

"ذرا ایک منٹ۔ میں نے کمشنر صاحب سے درخواست کی تھی کہ پولیس افسران پر دباؤ ڈالیں اور میرے شوہر کے قاتل کو گرفتار کرائیں۔ کمشنر نے سخت لہجے میں کہا کہ میں فون کرکے اس کا وقت برباد نہ کروں؟ آپ بتائیں بھائی جان' انصاف کہاں سے ملے گا۔"

"انشاء اللہ دو چار گھنٹے میں انصاف ملے گا۔"

میں اعلیٰ افسر کی بیٹی شکیلہ کے پاس آیا۔ وہ لبرٹی مارکیٹ کی طرف جارہی تھی۔ لیلیٰ نے میرے پاس آکر کہا "راجا افسر کے چار غنڈے لبرٹی مارکیٹ پہنچ گئے ہیں اور ایک ویگن کار میں ثمینہ کا انتظار کررہے ہیں۔"

میں نے کہا "لیلیٰ! ابھی میں نے غصے میں سوچا تھا کہ غنڈے میری بھانجی ثمینہ کی جگہ اعلیٰ افسر کی بیٹی کو اٹھاکر لے جائیں گے' میں نے چشمِ تصور میں دیکھا' غنڈے اغوا کرنے کے دوران اس شریف لڑکی کے بدن کو چھو رہے ہیں اور بدتمیزی کررہے ہیں۔ ٹھیک ہے وہ ظالم کی بیٹی ہے مگر ہے تو بیٹی ہی۔"

وہ بولی "آپ نے بہت اچھا کیا' جو غصہ پر قابو پالیا۔"

"آؤ ہم اس اعلیٰ افسر کی بیٹی کو شاہینہ کی کوٹھی میں لے چلیں' اب میں دوسرا ڈراما پلے کروں گا۔"

میں نے شاہینہ کو بتایا کہ ایک لڑکی آرہی ہے۔ دروازہ کھلا رکھو۔ اس نے پوچھا "وہ کون ہے؟"

میں نے اسے مختصر طور پر بتایا کہ کس طرح غنڈے ہماری ثمینہ کو اغوا کرنا چاہتے تھے اور اب میں کس طرح مُنہ توڑ جواب دینے والا ہوں۔

ہم شکیلہ کو شاہینہ کی کوٹھی کے اندر لے آئے۔ لیلیٰ نے اسے بہت دور کار سے اتار دیا تھا۔ پیدل چلا کر کوٹھی میں لائی تھی پھر میں نے اس کے دماغ میں کہا "شکیلہ! میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمہارے اندر بول رہا ہوں۔"

وہ پریشان ہوکر چاروں طرف دیکھنے لگی۔ شاہینہ نے نفرت سے کہا "تمہارا باپ بہت بڑا افسر ہے اور بہت بڑا دلّال ہے۔ دوسروں کی بیٹیوں کو اغوا کراتا ہے۔ آج اس کی یہ بیٹی اغوا ہوکر یہاں آگئی ہے۔"

شکیلہ نے بڑے غرور سے کہا "تم سب کی شامت آگئی ہے' میرے ڈیڈی کو معلوم ہوگا تو تمہارے پورے خاندان کو خاک میں ملادیں گے۔"

وہ ٹیلی فون کی طرف جانے لگی۔ میں نے اسے جانے دیا۔ وہ ریسیور اٹھاکر نمبر ڈائل کرنے لگی پھر ایک سے لے کر صفر تک بار بار ڈائل کرتی گئی۔ سوچ رہی تھی کہ ایسا کیوں کررہی ہے۔ مگر بے اختیار کرتی چلی جارہی تھی۔

شاہینہ اور اس کے جوان بچے یہ تماشا دیکھ رہے تھے۔ وہ گھبرا کر بولی "یہ میں کیا کررہی ہوں؟ میری انگلی میں درد ہونے لگا ہے پھر بھی میں ڈائل کرتی جارہی ہوں' یہ میرے ساتھ کیا ہورہا ہے؟"

میں نے کہا "تمہارے ساتھ ٹیلی پیتھی ہورہی ہے۔ میں تمہیں حکم دیتا ہوں' ابھی باپ سے رابطہ نہ کرو۔"

"میں ضرور کروں گی۔"

میں نے اس کے دماغ کو ہلکا سا جھٹکا دیا۔ اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ ہاتھ سے ریسیور گر گیا۔ وہ چکرا کر گرنے والی تھی۔ شاہینہ نے اسے تھام لیا۔ ثمینہ بھی اسے سہارا دے کر صوفے پر لے آئی۔ میں نے اسے معمولی سا جھٹکا دیا تھا۔ اس پر اس کی آدھی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

جان نکل گئی تھی۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا تھا۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ مرچکی ہے۔ اسی لئے آنکھوں کی روشنی بجھ گئی ہے۔ سر کے اندر پھوڑے کی تکلیف محسوس ہورہی تھی۔

میں نے کہا "خدا فرعون پر بھی ایسا وقت لاتا ہے' جب اس کی تمام تر طاقت اور حکمرانی اس کے کسی کام نہیں آتی۔ تمہارا باپ پولیس ڈیپارٹمنٹ کا بڑا باپ ہوسکتا ہے۔ کچھ مجبوروں اور لاچاروں کی تقدیر اس کی مٹھی میں ہوسکتی ہے لیکن اس کی اپنی تقدیر کاتبِ تقدیر کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ تم یہاں بے بسی سے ایڑیاں رگڑ کر مرجاؤگی اور تمہارے بااختیار باپ کو خبر تک نہ ہوگی۔ بولو ایسی موت منظور ہے؟"

وہ خوف سے تھرتھر کانپتے ہوئے بولی "نہیں نہیں' میں مرنا نہیں چاہتی۔ مجھے چھوڑدو۔ مجھے جانے دو۔"

"جو لڑکیاں اغوا کی جاتی ہیں۔ ان کی عزت لوٹ لی جاتی ہے۔ خدا کا شکر کرو۔ تمہاری عزت محفوظ ہے اور جان سلامت ہے۔ میرے حکم کی تعمیل کرتی رہوگی تو جلد ہی تمہیں آزاد کردوں گا۔"

"تم جو کہوگے' وہ کروں گی۔"

"نہیں کروگی تو پھر دماغ میں زلزلہ پیدا ہوگا۔ اٹھو اور اپنے باپ کا نمبر ڈائل کرو۔"

وہ اپنا سر تھام کر صوفے سے اٹھ گئی۔ ٹیلی فون کے پاس آئی۔ پھر ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگی۔ جیسے ہی رابطہ قائم ہوا وہ میری مرضی کے مطابق یوں ہانپنے لگی جیسے بہت دور سے دوڑتی آرہی ہو۔ پھر وہ بولی "ہیلو ڈیڈی! میں شکیلہ بول رہی ہوں۔ لبرٹی مارکیٹ کی ایک دکان سے فون کررہی ہوں۔ غنڈے میرا پیچھا کررہے ہیں۔ میں بھاگتی ہوئی یہاں آکر فون کررہی ہوں۔ فار گاڈ سیک' آپ جلدی آئیں۔"

"میں ابھی آرہا ہوں۔ تم ان غنڈوں کو اچھی طرح پہچانو میں انہیں جہنم میں پہنچادوں گا۔"

"ڈیڈی! آپ اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ وہ راجا افسر علی ہے' اس کے ساتھ تین غنڈے......"

اس نے بات ادھوری چھوڑ کر چیخ ماری پھر کہا "ڈیڈی! وہ آرہا ہے۔ دکان کے اندر آرہا ہے۔ اے خبردار! میرے قریب نہیں آنا۔ چھوڑو' چھوڑو مجھے......"

شکیلہ نے پھر ایک چیخ مار کر فون بند کردیا۔ میں نے شاہینہ سے کہا "اب اس کا باپ انگاروں پر لوٹ رہا ہوگا۔"

"بھائی جان! آپ نے بہت اچھا کیا ہے۔ راجا افسر اور اس کے باپ کا نمک کھانے والا پولیس افسر اب اپنی بیٹی کے لئے ان کا دشمن بن جائے گا۔"

میں نے کہا "تم کمشنر کو فون کرو۔ دوسری طرف کی آواز سن کر کچھ نہ کہنا۔ فون بند کردینا۔"

اس نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ دوسری طرف سے گفتگو سنتے ہی ریسیور رکھ دیا۔ میں' اس بولنے والے کے دماغ میں آیا۔ پھر اس کے ذریعے کمشنر کے پاس پہنچ گیا۔ اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ اوپر سے احکامات صادر ہوئے تھے کہ شاہینہ کے شوہر کے مرڈر کیس کو دبادیا جائے اور جھوٹی تسلیاں دی جائیں کہ قاتل گرفتار کرنے کی پوری کوشش کی جارہی ہے۔

کمشنر کے دو بیٹے تھے۔ ایک بیٹا امریکا میں ہے دوسرا بھی اوپر کی کمائی سے امریکا جانے والا تھا۔ باپ بیٹوں کا یہ نظریہ تھا کہ پاکستان میں جتنی اندھی کمائی ہاتھ آئے اس کے ذریعے یورپ اور امریکا میں اپنا ٹھکانا بنالو اور کاروبار کرلو۔ پاکستان کا کوئی ٹھیک نہیں ہے یہ ملک (خدانخواستہ) رہے یا نہ رہے۔ اپنا مستقبل سنوار لینا چاہئے۔

چوری' ڈکیتی' اسمگلنگ اور رشوت کے ذریعے دولت حاصل کرنے والے وطنِ عزیز کے متعلق ایسے ہی منفی خیالات رکھتے ہیں۔ اگر ایسے منفی خیالات نہ ہوں اور نیک جذبات ہوں تو یہ لوگ کبھی اپنے وطن میں لوٹ کھسوٹ نہ کریں لیکن ان پر کلام پاک کی ہدایات کا اثر نہیں ہوتا۔ کبھی ان کا ضمیر انہیں ملامت نہیں کرتا کیونکہ انہیں سزا پانے کا خوف نہیں رہتا۔ ان کی اونچی کرسی ہر محاسبہ کا عمل روک دیتی ہے۔ ہر ملنے والی سزا کا رخ موڑ دیتی ہے۔

میں اس کے دوسرے بیٹے عمران کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے بھی شاہینہ کے پاس لے آیا۔ وہ بھی باپ کے اونچے عہدے کی بنا پر اکڑ رہا تھا۔ میں نے وہی عمل کیا جو شکیلہ پر کیا تھا۔ وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر معافی مانگنے اور گڑگڑانے لگا' میں نے کہا "آرام سے اس کوٹھی میں رہو' باہر جانے کی حماقت کروگے تو حرام موت مروگے۔"

پھر میں نے لیلیٰ سے کہا "شکیلہ اور عمران کے دماغوں میں موجود رہو۔ کسی ضروری کام سے جاؤ تو سلطانہ کو ان کے پاس پہنچادینا۔ ان سے ذرا دیر کے لئے بھی غافل نہ ہونا۔"

میں نے شکیلہ کے افسر باپ کے پاس آکر دیکھا۔ وہ ایک پولیس انسپکٹر اور سپاہیوں کے ساتھ راجا افسر کے پاس پہنچ گیا تھا۔ اسے دھمکیاں دے رہا تھا "اگر تم نے ابھی اسی لمحہ میری بیٹی کو حاضر نہ کیا تو میں تمہارے باپ کا لحاظ نہیں کروں گا۔ تمہیں ٹارچر سیل میں لے جاؤں گا اور تم جانتے ہو کہ وہاں کیسی ناقابلِ برداشت اذیتیں پہنچائی جاتی ہیں۔"

وہ قسمیں کھا رہا تھا کہ اس نے شکیلہ کو اغوا نہیں کیا ہے لیکن قسمیں ناقابلِ اعتبار تھیں کیونکہ شکیلہ نے فون پر باپ سے کہا تھا کہ راجا افسر غنڈوں کے ساتھ اسے پکڑنے آرہا ہے۔

راجا افسر نے باپ سے رابطہ کیا۔ باپ کے خاص ماتحت نے کہا "آفیسر! آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے یا کوئی دشمن ہمارے خلاف ایسی چالیں چل کر ہمیں آپس میں دشمن بنا رہا ہے۔"

افسر نے گندی گالیاں دیتے ہوئے کہا "سؤر کے بچے! میں تم سے نہیں راجا صفدر سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"آپ مائی باپ ہیں' گالیاں دے سکتے ہیں لیکن راجا صاحب کسی سے بات نہیں کریں گے۔ جب تک فرہاد کا خطرہ منڈلاتا رہے گا' وہ روپوش رہیں گے۔ میں راجا صاحب کی طرف سے کہہ رہا ہوں' اگر آپ نے کسی ثبوت کے بغیر چھوٹے راجا صاحب کو گرفتار کیا یا کوئی تکلیف پہنچائی تو ذرا ٹھنڈے دماغ سے سوچ لیں۔ آج تک کسی دورِ حکومت میں کسی بھی قانون کے محافظ نے راجا صاحب کے ایک معمولی ملازم کو بھی ہتھکڑی نہیں پہنائی۔ آپ نے کوئی نادانی کی تو۔ تو آگے کچھ کہا نہیں جائے گا کر دکھایا جائے گا۔"

اعلیٰ افسر نے ریسیور کو کریڈل پر پٹخ دیا۔ زخمی درندے کی طرح گہری گہری سانسیں لے کر سوچنے لگا "تنظیم کے سائے میں یہ باپ بیٹے اژدہے کی طرح ہم سے لپٹے ہوئے ہیں۔ مجھے اوپر سے ان کی گرفتاری کا وارنٹ حاصل کرنا ہوگا۔"

وہ پھر ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگا۔ میں نے کمشنر کے پاس آکر معلوم کیا کہ اسے کس اعلیٰ عہدے دار نے میرے بہنوئی کے مرڈر کیس کو دبانے کا حکم دیا تھا۔ پتا چلا وہ صوبے کا ایک سیکریٹری ہے۔ میں کمشنر کے ذریعے صوبائی سیکریٹری کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اپنے ڈرائنگ روم میں تھا۔ اس کے سامنے ایک صوفے پر صوبہ سندھ کا ایک سیکریٹری بیٹھا ہوا تھا یعنی دو صوبوں کے دو سیکریٹریز ایک جگہ تھے۔ ملکی سیاست پر تبادلۂ خیال کررہے تھے۔ مجھے سیاست سے دلچسپی نہیں تھی۔ میں نے ایک کی زبان سے سوال کیا۔ "ہم جرائم پیشہ افراد کو چھوٹ کیوں دیتے ہیں جبکہ ہم بہت بااختیار ہیں۔"

دوسرے نے کہا "یہ غلط اور زبردست قسم کے لوگ ہمارے خلاف اٹھنے والی آوازوں کو کچل دیتے ہیں۔ ہمارے اقتدار کی عمر بڑھاتے رہتے ہیں۔"

ایک صوبائی سیکریٹری نے کہا "اگر یہ غلط عناصر بھی ہمارے خلاف ہوجائیں تو؟"

"کیسی باتیں کرتے ہو' ان غلط لوگوں کو ہم سے بڑے بڑے فائدے پہنچتے ہیں۔ اسی لئے ہم پر برا وقت آئے تو یہ ہماری حمایت میں ملک گیر تحریک چلاتے ہیں۔ ہمارے اقتدار کی حفاظت کرتے ہیں۔"

میں نے ایک کی زبان سے کہا "لیکن کبھی ایسا بھی برا وقت آتا ہے جب غنڈے' اسمگلر اور ملک دشمن تنظیمیں بھی ہماری حفاظت نہیں کرتیں' ہمارا ساتھ چھوڑ دیتی ہیں۔"

"ایسا برا وقت کبھی نہیں آئے گا۔"

"آچکا ہے' دیکھو تم ابھی عبرتناک انجام کی طرف جارہے ہو۔"

دوسرا اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ تیزی سے چلتا ہوا اپنے کمرے میں گیا۔ ایک الماری سے بھرا ہوا ریوالور نکال کر جیب میں رکھا' بیوی نے پوچھا "یہ ریوالور لے کر کہاں جارہے ہیں؟"

وہ ڈانٹ کر بولا "میں نے ہزار بار کہا ہے' باہر کے معاملات نہ پوچھا کرو' ہٹ جاؤ میرے سامنے سے۔"

وہ اسے ایک طرف دھکا دے کر ڈرائنگ روم سے گزر کر جانے لگا۔ دوسرے سیکریٹری نے پوچھا "کیا بات ہے؟ تم مجھے چھوڑ کر کہاں جارہے ہو؟"

اس نے جواب نہیں دیا۔ باہر کار میں آکر بیٹھ گیا۔ میں نے اسے بھی شاہینہ کے پاس پہنچادیا۔ سلطانہ اور سلمان کو بھی بلالیا کیونکہ وہاں تین قیدی ہوگئے تھے اور تینوں کو ٹیلی پیتھی کے شکنجے میں رکھنا ضروری تھا۔

شکیلہ کا افسر باپ راجا افسر کی شکایت کرنے کمشنر کے پاس آیا تھا۔ اس سے کہہ رہا تھا "میری جوان بیٹی کو کچھ ہوگیا تو میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہوں گا۔ پلیز آپ کچھ کریں۔"

کمشنر نے کہا "یہ باپ بیٹے اب ہماری عزتوں پر ہاتھ ڈالنے لگے ہیں لیکن میں مجبور ہوں۔ بڑے لوگوں کے حکم کے بغیر ہم ان کے خلاف کچھ نہیں کرسکیں گے۔"

ایک ملازم ان کے سامنے چائے لے کر آیا۔ میں نے کمشنر کو اسے مخاطب کرنے پر مائل کیا پھر ملازم کی آواز سن کر اس کے اندر آکر بولا "ضمیر فروش عہدے داروں کی موت آگئی ہے۔ میں فرہاد علی تیمور تم دونوں سے مخاطب ہوں۔"

کمشنر نے غرا کر کہا "کیا بکتے ہو؟ دماغ چل گیا ہے؟ گیٹ آؤٹ۔"

"دماغ تو تم لوگوں کا چلنے والا ہے۔ مجھے ملازم سمجھ کر باہر نکالوگے تو میں تمہارے دماغوں کے اندر آجاؤں گا۔"

وہ دونوں پریشان ہوکر ملازم کو دیکھنے لگے۔ میں نے شکیلہ کے باپ سے کہا "تمہاری بیٹی کو میں نے اغوا کیا ہے۔ راجا افسر کے ساتھ اس لئے الجھایا کہ تم نے میری بھانجی کو اغوا کرنے کی اجازت دی تھی' میں نے سوچا تھا' تمہارے منہ پر جوتا پڑے گا اور آئندہ تم قانون کی وردی پہن کر غیر قانونی حرکتیں نہیں کروگے۔ دوسروں کی بیٹیوں کو بھی اپنی بیٹیاں سمجھوگے لیکن تمہارے ضمیر نے آنکھ نہیں کھولی۔ تم صرف اپنی بیٹی کی بازیابی کے لئے فکرمند ہو۔"

پھر میں نے کمشنر سے کہا "میں نے تمہارے جوان بیٹے عمران کو بھی اغوا کیا ہے۔ تم اسے دنیا جہان میں ڈھونڈتے پھروگے۔ وہ نہیں ملے گا۔ جو میرے شکنجے میں آجاتا ہے' اسے صرف شرافت سے ہی واپس حاصل کیا جاسکتا ہے ورنہ اسے موت لے جاتی ہے۔"

وہ دونوں گھبرا کر کھڑے ہوگئے تھے۔ ایک اپنے بیٹے کو اور

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

دوسرا اپنی بیٹی کو پوچھ رہا تھا۔ میں نے کہا "صرف اتنا ہی نہیں میں نے سیکریٹری کو بھی غائب کردیا ہے۔"

وہ دونوں یوں سہم گئے جیسے انہیں بھی غائب کرنے آیا ہوں۔ میں نے کہا "تم دونوں کو اس لئے آزاد چھوڑدیا ہے کہ اپنے بیٹے اور بیٹی کا ماتم کروگے اور ان کے ساتھ سیکریٹری کو بھی رہائی دلانے کے لئے اپنے تمام ذرائع استعمال کروگے؟"

"کیا تم اس ملک میں پہنچ گئے ہو؟"

"میں دنیا کے ہر ملک میں پاسپورٹ کے بغیر خیال خوانی کے ذریعے پہنچ جاتا ہوں۔ اپنے مطلب کی بات کرو' بیٹے اور بیٹی کو واپس چاہتے ہو؟"

"ہاں فرہاد بھائی! تمہاری بڑی مہربانی ہوگی۔"

"تم مجھ پر مہربانی کرو۔ میں تم پر کروں گا۔ غنڈوں کے ساتھ بھی تمہاری اسی طرح سودے بازی ہوتی ہے؟"

"جی ہاں' جی ہاں۔ تم ہم سے جو فائدہ چاہو حاصل کرلو' ہمارے بچوں کو رہا کردو۔"

"ایک بات یاد رکھو' تمہارے بچے صرف چار گھنٹے تک زندہ رہیں گے۔ اگر تم لوگوں نے میرے احکامات کی تعمیل نہ کی تو تمہیں ان کی لاشیں ملیں گی۔"

"ایسا نہ کہو' اپنا مطالبہ پیش کرو۔"

"بالکل جائز مطالبہ ہے۔ چار گھنٹے کے اندر میرے بہنوئی کے قاتل کو گرفتار کرو۔"

"یہ اتنی جلدی ممکن نہیں ہے۔"

"اتنی جلدی تمہارے بچوں کی موت تو ممکن ہے۔"

"پلیز' ہماری مجبوری سمجھو۔"

"تمہاری مجبوری سمجھ کر ہی سیکریٹری صاحب کو بھی قیدی بنایا ہے۔ تم دونوں اس کے احکامات کی تعمیل کرتے تھے۔ اب اسے رہائی دلانے کے بہانے تم اس سے بھی بڑے عہدیداروں تک پہنچ سکتے ہو۔ قاتل کو گرفتار کرنا کتنا آسان ہے' یہ تمہارے بچوں کی متوقع موت سمجھائے گی۔"

"ٹھیک ہے' ہم قاتل کو گرفتار کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔ تم چار گھنٹے کی مہلت بڑھادو۔"

"ایک سیکنڈ کی مہلت نہیں ملے گی۔ اس وقت تمہاری گھڑی میں چھ بج رہے ہیں' قاتل گرفتار نہ ہوا تو ٹھیک دس بجے تم دونوں کو اپنے پیاروں کی لاشیں ملیں گی۔ خون کا بدلہ خون ہوگا۔ قاتل کا خون بہے گا یا قاتل کو چھپانے والوں کا۔۔۔"

ان میں سے ایک فون کی طرف گیا۔ ریسیور اٹھاکر نمبر ڈائل کرنے والا تھا' میں نے کہا "میری ایک بات یاد رکھو۔ میری بہن کی کوٹھی کے احاطے میں کوئی غنڈا یا کوئی پولیس والا قدم نہیں رکھے گا۔ اپنے افسروں اور سپاہیوں سے کہو' وہ کوٹھی کے سامنے ہیڈ لائٹس وغیرہ کے ساتھ پہنچ جائیں۔ قانون کے بڑے بڑے محافظوں سے کہو اگر وہ سیکریٹری کی سلامتی چاہتے ہیں تو میری بہن کے دروازے پر حاضر ہوجائیں۔"

وہ دونوں فون کے پاس بیٹھ گئے اور متعلقہ عہدیداروں سے جلدی جلدی رابطہ کرنے لگے' میں نے لیلیٰ' سلطانہ اور سلمان کے پاس آکر کہا "کھیل شروع ہوچکا ہے۔ تم تینوں ان تین رِغمالیوں کے اندر الرٹ رہو۔ ابھی بڑے بڑے طرّم خان کوٹھی کے باہر آنے والے ہیں۔ کسی کو احاطے کے اندر آنے کی اجازت نہ دینا۔ میں تمہارے پاس آتا جاتا رہوں گا۔"

میں دماغی طور پر طیارے میں حاضر ہوگیا۔ اسپیکر کے ذریعے کہا جارہا تھا کہ ہم حفاظتی بیلٹ باندھ لیں۔ ہمارا طیارہ کراچی ائرپورٹ پر اترنے والا ہے۔ میں کراچی سے ڈیڑھ یا دو گھنٹے میں لاہور پہنچنے والا تھا۔ وہاں پہنچنے کے بعد دشمنوں کے پاس صرف دو گھنٹے کی مہلت رہ جاتی۔ میرے دیئے ہوئے چار گھنٹے ختم ہوجاتے۔۔۔ پھر؟

پھر پانچویں گھنٹے کے پہلے منٹ میں قاتل راجا صفدر علی گرفتار ہوتا۔ ایسا نہ ہونے پر میں اپنی بہن کے دروازے پر ایک ایسی عدالت قائم کرنے والا تھا جس میں بڑے عہدے داروں کو سزا پاتے دیکھ کر آئندہ ہر بھائی اپنی بہن کے دروازے پر حیا پرور عدالت قائم کرنے کا حوصلہ پیدا کرلے گا۔

یہودی تنظیم کے آئرن مین راجا صفدر علی کو اپنی زندگی سکڑتی اور مختصر ہوتی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔ اس نے سوچا بھی نہیں تھا کہ ٹیلی پیتھی کتنی بری بلا ہوتی ہے۔ فرہاد پاکستان میں قدم نہیں رکھے گا پھر بھی موت اس کے لئے اور اس کے غنڈے بیٹوں کے لئے لازمی ہوجائے گی۔

اس نے ایک معمولی سی بات پر میرے بہنوئی کو قتل کیا تھا۔ بات یہ تھی کہ وہ میرے بہنوئی کی فیکٹری خریدنا چاہتا تھا۔ اس فیکٹری کی آڑ میں غلط دھندے کرنا چاہتا تھا۔ میرے بہنوئی نے اسے فروخت کرنے سے انکار کردیا تھا' اسے پارٹنر بنانے سے بھی انکار کردیا تھا۔ تب راجا صفدر علی نے کہا "میں پہلے شرافت سے کام نکالتا ہوں۔ کام نہ نکلے تو اگلے کا کام تمام کردیتا ہوں۔ میں تمہیں قتل کروں گا تو تمہارے بعد تمہاری بیوی اور جوان بیٹے دہشت زدہ رہیں گے۔ باپ کا انجام دیکھنے کے بعد بیٹے یہ فیکٹری میرے حوالے کردیں گے۔"

یہ کہہ کر اس نے بیچارے کو قتل کردیا۔ میری بہن اور بیٹوں سے کہا "جاؤ۔ میرے خلاف رپورٹ لکھوانے کے لئے پولیس والوں کے پاس دھکے کھاتے رہو۔ جب داد فریاد سننے والا کوئی نہ ہو تو سمجھ لینا' جوان بیٹے بھی اسی طرح قتل کئے جائیں گے۔ سلامتی اسی میں ہے کہ گزارے لائق رقم لے کر وہ فیکٹری میرے نام لکھ دو۔"

اس قتل کے بعد چند بڑے عہدیداروں نے راجا صفدر سے کہا "یہ تم نے کیا مصیبت مول لی ہے۔ کیا تم نہیں جانتے تھے کہ وہ فرہاد کا بہنوئی تھا؟"

راجا صفدر نے حقارت سے پوچھا "کون فرہاد؟"

"تعجب ہے' تم ٹیلی پیتھی جاننے والے فرہاد علی تیمور کو نہیں جانتے؟"

"ہاں ٹیلی پیتھی جاننے والے فرہاد کے متعلق سنا ہے' اس کا پورا خاندان پیرس میں آباد ہے لیکن یہ مقتول اس کا بہنوئی کیسے تھا۔ کیا اس کی بیوی فرہاد کی سگی بہن ہے؟"

"ہم پوری تفصیل نہیں جانتے۔ تھوڑی بہت معلومات کے مطابق کہہ رہے ہیں۔ فرہاد برسوں پہلے اسی کوٹھی میں اپنی بہن بہنوئی سے ملاقات کرنے آیا تھا۔ اس کے بعد پھر اس نے پاکستان کا رخ نہیں کیا۔"

راجا صفدر نے کہا "اب بھی رخ نہیں کرے گا۔ اگر ایسی حماقت کرے گا تو اسے بھی پتا چلے گا کہ میں ایک خطرناک تنظیم کا آئرن مین ہوں۔"

"آج تک دنیا کے کسی آئرن مین نے اس کا کچھ نہیں بگاڑا۔"

"میں پاکستان میں اس کا داخلہ بند کرادوں گا۔"

"وہ پاسپورٹ اور اجازت ناموں کا محتاج نہیں ہے۔ دنیا کے کسی بھی ملک کی سرحدی دیوار اس کا راستہ نہیں روکتی ہے۔"

"میری تنظیم کے جاسوس اسے پیرس ہی میں گولی ماردیں گے۔"

"راجا صاحب' یہ سب بچگانہ باتیں ہیں۔ کوئی اس کے سائے کو بھی نہیں دیکھ سکتا۔ ہزاروں ہتھیاروں سے گولیاں چلتی ہیں لیکن کوئی گولی اس کا پتا ٹھکانا نہیں جانتی ہے۔"

"تم لوگ ایسے کہہ رہے ہو جیسے وہ کوئی انسان نہیں' نادیدہ عذاب ہے۔ میں ابھی سے احتیاطی تدابیر پر عمل شروع کردیتا ہوں۔"

اس نے تنظیم کے گاڈ فادر سے رابطہ کیا۔ اسے تمام روداد سنائی۔ گاڈ فادر نے بھی یہی کہا "یہ تم نے بہت بڑی غلطی کی ہے۔"

"فادر! میں وہ فیکٹری تنظیم کے لئے حاصل کررہا تھا۔ میں نے آپ کو بتایا تھا کہ فیکٹری پڑوسی ملک کی سرحد کے قریب ہے۔ وہ پڑوسی ملک ہمیں بڑی آسانیاں فراہم کرتا رہے گا۔"

"میں مانتا ہوں' تم تنظیم کے لئے زبردست کام کررہے ہو لیکن تم نے یہ نہیں بتایا تھا کہ فیکٹری کا مالک فرہاد کا بہنوئی ہے۔"

"میں حیران ہوں کہ گاڈ فادر فرہاد کے نام سے پریشان ہوگیا ہے۔ آخر اس میں ایسی کیا بات ہے؟"

"سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ وہ کسی ایک جگہ پایا نہیں جاتا۔ جس وقت اطلاع ملتی ہے کہ وہ پیرس میں ہے' اسی وقت خبر ملتی ہے کہ وہ نیویارک میں ہے' لندن میں ہے اور تل ابیب میں ہے۔ کسی فرہاد کو گرفتار کرو' اسے گولی مارو تو پتا چلتا ہے' وہ فرہاد کی ڈمی تھا۔ پھر اس تنظیم کی شامت آجاتی ہے جس کا بندہ اس پر ہاتھ ڈالتا ہے۔"

"آپ بھی اتنی بڑی تنظیم کے گاڈ فادر ہوکر اسے قابو میں نہیں کرسکتے؟"

"میری بات کیا پوچھتے ہو۔ سپرپاور کہلانے والے حکمران بھی آج تک اسے قابو میں نہ کرسکے۔ ہم نے جان بوجھ کر اس سے ٹکرانے کی نادانی نہیں کی۔ ہمیشہ یہی کوشش رہی کہ اس سے کترا کر اپنا کام کرتے رہیں مگر تم نے مشکل میں ڈال دیا ہے۔ اب مجھے فرہاد کے خلاف نیا محاذ کھولنا پڑے گا۔ اس سے کترانا میری مصلحت تھی۔ اس سے ٹکرانا میری تنظیم کی شان ہوگی۔ فرہاد کو یہ بتانا چاہئے کہ ہم کیسی بے انتہا اور بے پناہ قوتوں اور وسیع ذرائع کے مالک ہیں۔"

"واہ گاڈ فادر! تم نے دل خوش کردیا۔"

"تم اس فیکٹری کو حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ میں فرہاد کو پاکستان میں قدم رکھنے نہیں دوں گا۔"

اس کے بعد ہی گاڈ فادر نے حکومتِ فرانس کو دھمکی دی تھی کہ فرہاد کو پاکستان جانے کی اجازت دی گئی تو فرانس کے ہر شہر میں دہشت گردی اور تخریبی کارروائیاں شروع ہوجائیں گی۔

میں اور میرے خاندان کے افراد چور راستوں سے کسی ملک میں بھی داخل ہوجاتے تھے لیکن باقاعدہ سفر کرنے کے لئے ہم سب حکومتِ فرانس کا جاری کردہ پاسپورٹ استعمال کرتے تھے۔ فرانس کے حکام نے کہہ دیا کہ فرہاد اور اس کے خاندان والے یہاں سے جاری کردہ پاسپورٹ پر نہیں جائیں گے۔

راجا صفدر علی نے پاکستان میں بھی اعلیٰ عہدیداروں کو وارننگ دی تھی کہ فرہاد یہاں قدم رکھے گا تو یہاں کے بڑے بڑے شہروں میں دہشت گردی اور تخریبی کارروائیاں شروع کرادے گا۔

یہ کتنے افسوس کا مقام تھا کہ میرے وطن میں انصاف کا حصول ناممکن ہے۔ شاہینہ میری بہن نہ ہوتی' آپ کی اور آپ سب کی بہن ہوتی تو آپ کیا کرتے؟ تھانے اور عدالت کی دیواروں سے سر ٹکراتے' اعلیٰ عہدیداروں کو عرضیاں بھیجتے رہتے' بڑے بڑے ذمے دار افسران کے اخباری بیانات تسلیاں دیتے رہتے کہ قاتل کو جلد از جلد گرفتار کیا جائے گا یعنی قانون آپ کی تسلیوں کے لئے بھی ہو اور مجرموں کی حوصلہ افزائی کے لئے بھی تو آپ کیا کریں گے؟

صبر کریں گے۔ پوری قوم صبر کررہی ہے اور کسی معجزے کا انتظار کررہی ہے لیکن وہ انتظار نہیں کرتے جو طاقت کے جواب میں اپنی طاقت استعمال کرنا جانتے ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ میرے پاس فرعون سے ٹکرانے کی طاقت ہے۔ ٹیلی پیتھی کی طاقت۔ یہ سب کے پاس نہیں ہوسکتی لیکن ایمان اور یقینِ محکم کی طاقت سب کے پاس ہوسکتی ہے۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

میرے دونوں بیٹے ٹیلی پیتھی نہیں جانتے ہیں لیکن وہ اپنی ذہانت سے جس طرح فرعونوں کے بت گراتے ہیں' ویسی ذہانت اور حوصلے کے سامنے ٹیلی پیتھی صفر ہو جاتی ہے۔ یہاں کے رشوت خور اور مجرموں کی پرورش کرنے والے عہدیداران اور افسران کیا چیز ہیں' انہوں نے ٹیلی پیتھی کے بغیر سُپر طاقتوں کی نیندیں اڑا دی ہیں اور انہیں توبہ کرنے پر مجبور کردیا ہے۔ جب کبھی وہ دونوں پاکستان آئیں گے تو میں ان کے حوصلوں کے سامنے اپنی ٹیلی پیتھی کے ساتھ واپس چلا جاؤں گا اور اس دعا کے ساتھ جاؤں گا کہ میری قوم کا ہر فرد فرہاد' پارس اور علی تیمور بن جائے۔

شاہینہ کی کوٹھی کے سامنے پولیس کی گاڑیاں دور تک کھڑی ہوئی تھیں۔ گاڑیوں کی چھتوں پر بڑی بڑی سرچ لائٹیں روشن تھیں۔ کوٹھی کے آس پاس دور تک کا علاقہ روشنی میں نہا گیا تھا۔ بڑے بڑے ذمے دار افسران وغیرہ وہاں آگئے تھے۔

میں نے کمشنر اور پولیس کے اعلیٰ افسر کے ذریعے وارننگ دی تھی کہ سیکریٹری صاحب کی سلامتی منظور ہے تو تمام بڑے عہدیداران میری بہن کے دروازے پر پہنچ جائیں۔

ویسے یہ بات ابھی کسی کو معلوم نہیں تھی کہ پولیس افسر کی بیٹی شکیلہ' کمشنر کا بیٹا عمران اور صوبائی سیکریٹری میری بہن کے گھر میں ہی قیدی بنا کر رکھے گئے ہیں۔ ان تینوں قیدیوں کے دماغوں پر لیلیٰ' سلطانہ اور سلمان قبضہ جمائے ہوئے تھے۔

سلمان نے میری ہدایت کے مطابق لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے کہا۔ "اٹینشن پلیز! میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔"

کوٹھی کے احاطے کے باہر گہری خاموشی چھا گئی۔ سب لوگ کوٹھی کی طرف دیکھ رہے تھے۔ سلمان نے کہا "یہاں جتنے پولیس افسران اور دوسرے اعلیٰ عہدیدار ہیں' یہ سب جانتے ہیں کہ میرے بہنوئی کو قتل کیا گیا ہے اور یہ سب جانتے ہیں کہ قاتل کون ہے۔ میری اس بات سے سب انکار کریں گے اور قاتل کو چھپانے کی کوشش کرتے رہیں گے۔ لیکن مجھے کسی کے انکار کی پروا نہیں ہے۔"

ذرا توقف کے بعد دوبارہ کہا "میں نے تم لوگوں کو انصاف مانگنے کے لئے نہیں بلایا ہے۔ جب اس ملک میں انصاف ہوگا تو انصاف ضرور مانگوں گا۔ ابھی تو میں نے مطالبہ کیا ہے کہ چار گھنٹوں کے اندر میرے بہنوئی کے قاتل کو گرفتار کیا جائے۔ اس مہلت کے دو گھنٹے گزر چکے ہیں اور صرف دو گھنٹے رہ گئے ہیں۔"

لیلیٰ نے پولیس افسر کی بیٹی پر قبضہ کر رکھا تھا۔ وہ اسے چھت کی بلندی پر لے کر آئی۔ سلطانہ کمشنر کے بیٹے کو چھت کے سرے پر لائی سب لوگ گردنیں اٹھائے انہیں دیکھ رہے تھے۔ افسر نے کہا۔ "بیٹی! تم خیریت سے ہو؟"

کمشنر نے کہا "عمران بیٹے! فکر نہ کرو۔ میں آگیا ہوں۔"

عمران نے ریوالور نکال کر اپنی کنپٹی سے لگاتے ہوئے کہا "فکر تو آپ کریں گے۔ آپ کا اونچا عہدہ اور رعب اور دبدبہ بھی مجھے زندگی نہیں دے سکے گا۔"

وہ پریشان ہو کے بولا "بیٹے! یہ کیا کر رہے ہو؟ ریوالور پھینک دو۔"

"سوری' میرا دماغ میرے قابو میں نہیں ہے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے کے قبضے میں ہے۔ یہ جب چاہے' میری انگلی ٹریگر پر دبا دے گا اور میں اسے روک نہیں سکوں گا۔"

پولیس افسر کی بیٹی شکیلہ نے بھی اپنی کنپٹی سے ریوالور لگاتے ہوئے کہا "تمہاری پوری پولیس فورس' تمہارا اقتدار' تمہاری فرعونی طاقت بھی ہمیں نہیں بچا سکے گی۔ جو بھی دھوکا دے کر اندر آنے کی حماقت کرے گا اسے ہماری لاش ملے گی۔"

پھر سلمان نے صوبائی سیکریٹری کے ذریعے اسپیکر سے کہا۔ "دیکھو اور سمجھو' یہ ٹیلی پیتھی ہے۔ ابھی یہ بلا تمہارے بچوں کے سروں پر ناچ رہی ہے۔ ان کے بعد تمہارے پورے خاندان والوں کے سروں میں پہنچے گی۔ موت کو اور خیال خوانی کے عذاب کو نہ کوئی روک سکا ہے اور نہ روک سکے گا۔"

سب نے چونک کر دیکھا۔ صوبائی سیکریٹری بھی ایک ریوالور ہاتھ میں لئے چھت کے سرے پر آگیا تھا۔ اس کے دوسرے ہاتھ میں ایک مائک تھا۔ وہ مائک کو منہ کے قریب لا کر بولا "تم سب دیکھ رہے ہو' ہم تینوں کے ہاتھوں میں اپنی اپنی موت ہے۔"

شکیلہ نے اس سے مائک لے کر کہا "میرے افسر باپ نے راجا افسر علی کو آج شام اجازت دی تھی کہ وہ فرہاد علی تیمور کی بھانجی کو اغوا کرسکتا ہے۔ اغوا کی واردات کے وقت اس علاقے میں پولیس نہیں رہے گی۔ یہ ہے ہماری پولیس' معصوم شہریوں کو تحفظ کا یقین دلا کر مجرموں کو واردات کرنے کی سہولتیں فراہم کرتی ہے۔"

شکیلہ کے افسر باپ نے کہا "بیٹی! تم سراسر غلط کہہ رہی ہو۔ تمہارا باپ ایک فرض شناس افسر ہے۔ مجھے خواہ مخواہ بدنام نہ کرو۔"

کوٹھی کے سامنے صرف پولیس کی گاڑیاں نہیں تھیں۔ بے شمار لوگوں کی بھیڑ بھی بڑھتی جارہی تھی۔ ان میں راجا افسر علی بھی چھپ کر تماشا دیکھنے آیا تھا۔ میں نے اس پر قبضہ جمایا تو وہ بھیڑ کو چیرتا ہوا' چلاتا' پولیس والوں کی طرف آتے ہوئے بولا "میں راجا افسر علی ہوں۔ دنیا والو! میں سب کے سامنے اعترافِ جرم کرتا ہوں۔ میرے جرائم میں یہ پولیس افسر ہمیشہ شریک رہا ہے۔ میرے باپ راجا صفدر علی نے اس افسر کو بیٹی کی شادی کے لئے تیس لاکھ روپے دیئے تھے۔ تب سے یہ افسر وردی پہن کر جرم کرتا آرہا ہے اور آج شام اسی کے تعاون سے میں نے فرہاد کی بھانجی کو اغوا کرنا چاہا تھا' وہ اغوا نہ ہوسکی۔ خود اس کی بیٹی اغوا ہو کر یہاں پہنچ گئی ہے۔"

پولیس افسر کے اشارے پر چند سپاہی راجا افسر کو پکڑ کر اس کا منہ بند کرنا چاہتے تھے لیکن میں اسے سپاہیوں سے بچاتا رہا۔ آخر اس نے بات پوری کرلی۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے حکم دیا کہ پولیس افسر اور راجا افسر علی کو حراست میں رکھا جائے۔

حکم کی تعمیل کی گئی۔ دونوں کو حراست میں لے لیا گیا۔ عمران نے شکیلہ سے مائک لے کر کہا "میرے کمشنر باپ کو راجا صفدر علی کی طرف سے اتنا بھتا ملتا ہے کہ اس بھتے نے میرے بڑے بھائی کو امریکا پہنچا دیا ہے اور اب میں بھی لندن میں اعلیٰ تعلیم کے لئے جانے والا تھا۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ میرے باپ جیسے بااختیار لوگ ہمارے ملک میں کیسی اندھی کمائی کرتے ہیں اور کس طرح غریب عوام انصاف سے محروم ہوتے جارہے ہیں۔"

کمشنر نے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے سامنے آکر کہا "بیشتر عہدیدار اپنی اولاد کا مستقبل شاندار بنانے کے لئے رشوت لیتے ہیں۔ میں بھی یہ چاہتا تھا کہ یہاں سے جتنی دولت حاصل کرسکتا ہوں کروں۔ پھر اپنی اولاد کے ساتھ یورپ یا امریکا میں آباد ہو جاؤں۔ لیکن جوان بیٹا موت کے مُنہ میں جارہا ہو تو میں رشوت کی دولت اور جھوٹی عزت لے کر کیا کروں گا۔"

پھر وہ چیخ چیخ کر بولا "میں فرہاد علی تیمور سے مخاطب ہوں' اپنے جرائم کا اعتراف کرتا ہوں۔ اس سے درخواست کرتا ہوں کہ میرے بیٹے کی جان بخش دے۔ میں اعلانیہ کہتا ہوں کہ راجا صفدر علی نے فرہاد کے بہنوئی کو قتل کیا ہے اور میرے سامنے قتل کا اعتراف کرتے ہوئے وعدہ کیا تھا کہ اگر میں قتل کے اس کیس کو سامنے آنے سے پہلے ہی دبا دوں تو وہ امریکا میں میرے بڑے بیٹے کے اکاؤنٹ میں دس ہزار ڈالر جمع کرا دے گا۔ اس نے اپنا وعدہ پورا کیا اور میں نے بھی اس کیس کو چپ چاپ ختم کردینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ اس اعتراف کے بعد اب میں مجرم ہوں۔ میرا بیٹا معصوم ہے' اسے چھوڑ دو۔ اس کے ہاتھ سے ریوالور لے لو۔ میری جان نکلی جارہی ہے۔"

ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے حکم دیا کہ کمشنر سے تحریری بیان لیا جائے۔ چھت کے سرے پر کھڑے ہوئے صوبائی سیکریٹری نے کہا۔ "آج یہاں خود کو بے بس دیکھ کر یقین ہوگیا ہے کہ صرف خدا کی خدائی پائیدار ہے۔ ہماری زمین کی خدائی ناپائیدار ہے۔ ہمارا اقتدار' ہماری طاقت' دولت اور عزت کسی وقت بھی خاک میں مل جاتی ہے۔ میں اعتراف کرتا ہوں کہ میں بھی راجا صفدر علی کے جرائم کا رازدار ہوں۔ اگرچہ فرہاد کے بہنوئی کے قتل کا چشم دید گواہ نہیں ہوں لیکن مختلف جرائم کی پردہ پوشی کرتا رہا ہوں اس لئے اسے مجرم اور قاتل کہتا ہوں۔ اسے گرفتار کیا جائے۔ فرہاد نے اس کی گرفتاری کے لئے جو مہلت دی ہے اس میں صرف چالیس منٹ رہ گئے ہیں۔"

ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے خلا میں دائیں بائیں دیکھتے ہوئے کہا۔ "یہاں جرم کا اعتراف کرنے والے فرہاد کا ذکر کررہے ہیں اور چھت پر کھڑے ہوئے تین افراد ایسی حرکتیں کررہے ہیں جیسے ان کا دماغ خود ان کے بس میں نہ ہو' کسی نے جادو ٹونہ کیا ہو۔ اگر اسے ٹیلی پیتھی کہتے ہیں تو فرہاد کہاں ہے؟ اگر یہاں ہے تو پلیز' مجھ سے گفتگو کرے۔"

اس نے خاموش ہو کر جواب کا انتظار کیا' پھر کہا "میں کیسے یقین کروں کہ یہ تینوں ٹیلی پیتھی کے ذریعے قیدی بنائے گئے ہیں۔ جبکہ فرہاد یہاں نہیں ہے۔"

بدنام ترین مُجرم چارلس سوبھراج کے جرائم کی مکمّل تفصیل

قیمت ۲۰ روپے

چارلس سوبھراج کی سرگزشت

میں ملاحظہ فرمائیں

اپنے قریبی بک اسٹال سے طلب فرمائیں یا براہ راست ہم سے حاصل کریں

کتابیات پبلی کیشنز ◎ پوسٹ بکس ۲۳ کراچی ۱

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

پھر اس نے بلند آواز میں کہا "مسٹر فرہاد! میں انصاف کروں گا۔ قاتل کو گرفتار کروں گا لیکن تمہارے بہنوئی کے قتل کا یہاں کوئی چشم دید گواہ نہیں ہے۔ تم گواہی اور ثبوت کے بغیر راجا صفدر کی گرفتاری کا مطالبہ نہ کرو۔"

سلمان نے صوبائی سیکریٹری کی زبان سے پوچھا "کیا ہم جیسے بڑے بڑے عہدیداروں کی گواہی کافی نہیں ہے جبکہ ہم راجا صفدر کے جرائم کے شریک رہے ہیں؟"

"تمہارے جیسے معتبر لوگوں کی گواہی پر راجا صفدر کا محاسبہ کیا جاسکتا ہے۔ اس کے خلاف تفتیش ہوسکتی ہے لیکن اتنے بڑے آدمی کو ثبوت کے بغیر گرفتار نہیں کیا جاسکتا۔"

راجا افسر سپاہیوں کے درمیان حراست میں تھا۔ وہ اچانک ہی حراست سے نکل کر بھاگتا ہوا کوٹھی کے احاطے میں آیا۔ میں نے لیلیٰ سے کہا "تم شکیلہ کے ریوالور کو راجا افسر کے پاس پھینک دو۔"

شکیلہ نے لیلیٰ کی مرضی کے مطابق چھت پر سے ریوالور کو پھینکا۔ میں نے راجا افسر سے اسے کیچ کرایا۔ پھر راجا افسر نے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ سے کہا "آپ فرماتے ہیں' ثبوت اور گواہی کے بغیر گرفتار نہیں کیا جاسکتا۔ اس وقت میرے دماغ پر فرہاد سوار ہے۔ یہ اس ریوالور کے ذریعے میرے ہاتھ سے مجھے قتل کررہا ہے۔ میرے قتل کے بعد آپ کس قاتل کو گرفتار کریں گے؟ آپ کے پاس کیا ثبوت ہے کہ مجھے فرہاد قتل کررہا ہے۔ یہاں کون چشم دید گواہ فرہاد کو قتل کرتے دیکھ رہا ہے۔"

وہ ریوالور کو اپنی کنپٹی سے لگا کر بولا "جناب مجسٹریٹ صاحب' میرے بعد اوپر چھت پر کھڑے ہوئے تینوں افراد بھی آپ کے سامنے قتل ہوں گے۔ ان کے بعد میرا دوسرا بھائی اور اس کے بعد میرا باپ راجا صفدر علی قتل ہوگا۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ قاتل فرہاد ہے' آپ اسے ثبوت اور گواہی کے بغیر گرفتار نہیں کرسکیں گے۔ میرے باپ کو رشوت خور عہدیدار بچاتے ہیں۔ فرہاد کو ٹیلی پیتھی بچائے گی اور آپ قتل وخون ریزی کا تماشا دیکھتے رہیں گے۔"

پولیس کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا "حماقت نہ کرو۔ ریوالور پھینک دو۔ تمہارا قتل نہیں ہورہا ہے' تم خودکشی کررہے ہو۔"

"جب ایک کے بعد ایک قتل ہوتے رہیں گے تو تم قتل کی کتنی وارداتوں کو خودکشی کا نام دیتے رہو گے؟"

"ٹھیک ہے' ہم اس موضوع پر گفتگو کریں گے۔ پہلے تم ریوالور پھینک دو۔"

"ریوالور کی فکر نہ کرو۔ یہ پندرہ منٹ کے بعد چلے گا کیونکہ ٹھیک پندرہ منٹ کے بعد دس بجیں گے اور ٹھیک دس بجے فرہاد کی دی ہوئی چار گھنٹوں کی مہلت ختم ہوجائے گی۔"

"مہلت ختم ہونے کے بعد ان بے گناہوں کو قتل کرنا کہاں کی دانشمندی ہے؟"

"فرہاد کا بہنوئی بھی بے گناہ تھا' اسے قتل کرنا کہاں دانشمندی تھی۔"

ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اعلیٰ عہدیداران سے مشورے کرنے لگا۔ ایک نے کہا "فرہاد کے پاس راجا صفدر کی ہر غلطی کا جواب موجود ہے۔"

دوسرے عہدیدار نے کہا "دس بجنے کے لئے صرف دس منٹ رہ گئے ہیں۔ پہلے کسی بھی طرح مہلت کی مدت بڑھوائی جائے۔ ورنہ یہ قتل کرے گا تو ہم کچھ نہیں کرسکیں گے۔ بے بسی سے دیکھتے رہ جائیں گے۔"

پولیس کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا "بھئی یہ سب کھوکھلی دھمکیاں ہیں۔ کیا قتل کرنا اتنا آسان ہے۔ وہ بھی ہم پولیس والوں کے سامنے؟"

ایک نے کہا "آفیسر! معلوم ہوتا ہے آپ ٹیلی پیتھی کے متعلق کچھ نہیں جانتے ہیں۔ بہتر ہے' ہم یہ وقت ضائع نہ کریں' فرہاد سے تھوڑی مہلت اور مانگ لیں۔"

ایک عہدیدار نے بلند آواز میں کہا "مسٹر فرہاد! ہمیں تمہارا مطالبہ منظور ہے۔ ہم راجا صفدر کو گرفتار کریں گے۔ ہمیں اسے تلاش کرنے کی مہلت دو۔"

"جو مہلت دی گئی تھی' اتنی دیر میں فرہاد یورپ یا پاکستان پہنچ گیا ہے اور تم ایک ہی شہر میں رہنے والے بدنام مجرم کو گرفتار نہ کرسکے۔ فرائض کی ادائیگی کو پس پشت ڈال کر بہانے کرنا اور مجرموں کو پناہ دینا تم لوگوں کو خوب آتا ہے۔ فرہاد بھی ایسے ہتھکنڈے جانتا ہے۔ وہ خون کے بدلے خون کرے گا۔ اور ایک خون کرے گا۔ تب دوسری بار راجا صفدر کو گرفتار کرنے کی مہلت دے گا۔"

ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے کہا "راجا افسر ہمارے جواب میں تم نہ بولو۔ فرہاد کو براہ راست ہم سے باتیں کرنے دو۔"

راجا افسر نے کہا "اب باتیں کرنے کا وقت کہاں رہا۔ گھڑی دیکھو' صرف چار منٹ رہ گئے ہیں' دیکھو میں ابھی تمہارے سامنے بول رہا ہوں۔ اب تین منٹ رہ گئے ہیں۔ اب دو منٹ اس کے بعد یہ بولنے والا ہمیشہ کے لئے خاموش ہوجائے گا۔ دیکھو وقت کتنی تیزی سے گزر رہا ہے۔"

پولیس کے اعلیٰ افسر نے سپاہیوں کو حکم دیا "اسے پکڑو' ریوالور چھین لو۔"

سپاہیوں کے آگے بڑھنے سے پہلے ہی چھت پر سے صوبائی سیکریٹری نے کہا "اسے روکو گے تو ہمارے ریوالوروں سے گولیاں چلیں گی اور ہماری جانیں جائیں گی۔ کیا ایک کو بچانے کے لئے تین کو مرتے دیکھنا چاہتے ہو۔"

مجسٹریٹ نے سپاہیوں کو رکنے کا حکم دیا۔ اسی وقت مہلت کا آخری سیکنڈ گزر گیا۔ راجا افسر نے ٹریگر کو دبا دیا۔ پھر تڑپ کر اچھل کر زمین پر گر پڑا۔ ٹھائیں کی آواز کے بعد گہری خاموشی چھاگئی۔ بھیڑ لگانے والے کوٹھی کے قریب جا کر لاش دیکھنا چاہتے تھے مگر پولیس والے انہیں روکنے لگے۔ تھوڑی دیر تک افراتفری رہی پھر

سلمان نے اسپیکر کے ذریعے کہا "میرے دوستو! معصوم شہریو! یہ ابتدا ہے۔ اب یہ تماشا دنیا دیکھے گی کہ اندھیر نگری میں مظلوم عوام کو انصاف کیسے ملتا ہے۔ یہ تمام ذمے دار افسران دو میں سے ایک کام کریں گے۔ ابھی نااہلی کا اعتراف کرکے استعفا دیں گے۔ اپنی وردیاں اتاریں گے یا پھر اگلے چار گھنٹوں میں راجا صفدر علی کو گرفتار کرکے سزائے موت دیں گے۔"

دور تک کھڑے ہوئے لوگ ایک آواز ہوکر کہنے لگے "نااہل افسران ہائے ہائے۔ رشوت خور افسران ہائے ہائے۔"

سلمان نے سیکریٹری کے ذریعے کہا "اب سے چار گھنٹے یعنی رات کے دو بجے تک مہلت دی جاتی ہے۔ اگر انہوں نے راجا صفدر علی کو گرفتار نہ کیا تو اس کا دوسرا بیٹا اپنی جان سے جائے گا۔ آپ سے گزارش ہے کہ اپنے اپنے گھروں میں جاکر آرام کریں۔ ٹھیک دو بجے یہاں آکر دیکھیں۔ یہاں راجا صفدر مرنے کے لئے آئے گا یا پھر اس کا بیٹا۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولا "دوسرے بیٹے کی موت کے بعد قانون کے محافظوں پر سے اعتماد اٹھ جائے گا۔ فرہاد علی تیمور آج صبح چھ بجے خود راجا صفدر کو گرفتار کرکے لائے گا اور آپ کے سامنے اسے سزائے موت دے گا۔"

کمشنر کے بیٹے عمران نے سلطانہ کی مرضی کے مطابق کہا۔ "جب تک قاتل اپنے انجام کو نہیں پہنچے گا' ہم تینوں یہاں قیدی بن کر رہیں گے۔ یہ نہ سمجھا جائے کہ راجا صفدر کے عبرتناک انجام کے بعد اس کوٹھی کے کسی فرد کو گرفتار کیا جاسکے گا۔ فرہاد کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے نااہل اور فریبی افسران کی اولادوں اور دوسرے عزیزوں کے دماغوں میں جگہ بنارہے ہیں۔ فرہاد کی بہن یا اس کے بچوں کو کوئی آنکھ بھی دکھائے گا تو اس کے پیاروں کی اُن کی اولادوں کی آنکھیں نکال لی جائیں گی۔"

سیکریٹری نے کہا "اس کوٹھی کے احاطے میں صرف چار سپاہی آکر راجا افسر کی لاش لے جاسکتے ہیں۔ اس کے بعد کوئی یہاں قدم نہ رکھے۔ ہم چھت پر سے کوٹھی کے اندر جارہے ہیں۔ جانے سے پہلے میں عوام سے کہتا ہوں کہ آج فرہاد نے جو عدالت بہن کے دروازے پر قائم کی ہے اس کے دروازے آپ کے لئے کھلے رہیں گے۔ جسے انصاف نہیں ملے گا' اسے چار گھنٹے کے اندر اس عدالت سے انصاف مل جائے گا۔"

تمام لوگ فرہاد زندہ باد کے نعرے لگانے لگے۔ اعلیٰ عہدیداران ایسے وقت عوام کا سامنا نہیں کرسکتے تھے۔ وہ جلدی جلدی اپنی گاڑیوں میں بیٹھ کر جانے لگے۔ صرف پولیس والے رہ گئے کیونکہ رات کے دو بجے پھر صبح چھ بجے وہاں عدالت لگنے والی تھی۔

راجا افسر علی کی موت نے تمام مغرور عہدیداران اور مجرموں کی سرپرستی کرنے والے افسران کو یقین دلادیا تھا کہ فرہاد اپنے بہنوئی کے قتل کے معاملے میں ایک سیکنڈ کی بھی مہلت اور رعایت نہیں دے گا۔ رات کے دو بجے اور صبح چھ بجے قاتل اور اس کا دوسرا بیٹا اپنے بھیانک انجام کو ضرور پہنچیں گے۔

ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے ایک ہنگامی اجلاس طلب کیا تھا اور تمام عہدیداران سے کہہ دیا تھا "آپ سب کو جب یہ یقین ہوگیا ہے کہ قاتل فرہاد کے ہاتھوں صبح مارا جائے گا تو بہتر ہے خود اس قاتل کو گرفتار کرکے اپنا نام روشن کریں۔"

ایک عہدیدار نے کہا "ہمیں اپنے بچوں کی فکر ہے۔ فرہاد نے جس جس طرح شکیلہ اور عمران کو یرغمال بنایا ہے اسی طرح ہمارے بچوں کے لئے بھی مصیبت بن جائے گا۔"

پولیس کے اعلیٰ افسر نے کہا "میں نے بارہ افسروں کو ان کے سپاہیوں کے ساتھ راجا صفدر کی تلاش میں روانہ کیا ہے۔"

"کچھ بھی کرو' اسے جلد سے جلد گرفتار کرو۔ وہ جتنا بااثر ہے اتنا ہی ہمارے لئے دردِ سر بن گیا ہے۔ اس ایک شخص کو بچانے کے لئے ہم رشوت خور اور نااہل کہلانا منظور نہیں کریں گے۔"

"آپ لوگوں نے سنا' صوبائی سیکریٹری صاحب ہمارے خلاف اور فرہاد کی حمایت میں بول رہے ہیں۔"

"وہ ٹیلی پیتھی کے دباؤ میں تھے۔"

"کچھ بھی ہو' ہم سے یہ کہا گیا ہے کہ فرہاد اپنی بہن کے دروازے پر عوامی عدالت قائم رکھے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آئندہ ہم اپنے اختیارات کو غلط طریقے سے استعمال نہیں کریں گے۔ کریں گے تو وہ اسی طرح لوگوں کے سامنے ہماری انسلٹ کرے گا۔"

"راجا صفدر اپنی حماقت سے ہم پر یہ مصیبت لے آیا ہے۔"

"سنا ہے فرہاد سپر پاور کے خلاف بہت مصروف رہتا ہے' اسے ادھر آنے کی فرصت نہیں ملتی ہے۔ بہنوئی کے قتل نے اسے آنے پر مجبور کردیا ہے۔"

"اس کا مطلب ہے' قاتل کو سزائے موت دینے کے بعد وہ چلا جائے گا۔ ہمیں اس سے نجات مل جائے گی۔"

مجسٹریٹ نے پولیس کے اعلیٰ افسر سے کہا "پلیز! آپ راجا صفدر کو صبح سے پہلے کسی طرح بھی گرفتار کریں۔ اسے فرہاد کے حوالے کریں۔"

اعلیٰ افسر ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ کرنے لگا۔ ٹرانسمیٹر کے اسپیکر سے باری باری مختلف افسروں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں' وہ جن خفیہ اڈوں پر چھاپے مارنے گئے تھے' وہاں سے رپورٹ سنا رہے تھے کہ راجا صفدر کسی اڈے میں نہیں ہے۔ اس کے خاص ماتحت کو حراست میں لیا گیا ہے۔ لیکن وہ بھی اپنے باس کے متعلق کچھ نہیں جانتا ہے۔

دوسرے پولیس افسر نے کہا "میں نے راجا صفدر کے بڑے بیٹے راجا اکبر علی کو گرفتار کیا ہے۔ وہ قسمیں کھا کر کہہ رہا ہے کہ اسے اپنے باپ کی روپوشی کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "راجا اکبر علی سے بولو ٹھیک دو بجے اس کی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

موت ہے۔ اگر باپ گرفتار ہو گا تو فرہاد بیٹے کو زندہ چھوڑ دے گا۔"

"سر! میں یہ ساری باتیں اسے بتا چکا ہوں۔ یہ کہتا ہے' اسے حراست میں نہ رکھا جائے۔ باپ کو تلاش کرنے کا موقع دیا جائے۔"

"اسے آزادی سے تلاش کرنے دو۔ تم اس کے ساتھ رہو۔"

میں ان کے درمیان تھا۔ ان کی مصروفیات کو سمجھ رہا تھا پھر میں راجا اکبر علی کے پاس آیا۔ پولیس افسر اس کی ہتھکڑی کھولتے ہوئے کہہ رہا تھا "تم اسے تلاش کرنے کے لئے جہاں بھی جانا چاہو' میں تمہارے ساتھ جاؤں گا۔"

وہ سوچنے لگا "دو خفیہ پناہ گاہیں ایسی ہیں جن کے بارے میں صرف میں جانتا ہوں۔ وہاں پولیس والوں کو کبھی نہیں لے جاؤں گا۔"

پھر وہ بولا "آپ مجھے تنہا جانے دیں۔ ورنہ میں جہاں جاؤں گا وہاں ڈیڈی کو پہلے سے معلوم ہو جائے گا کہ میں پولیس والوں کے ساتھ آرہا ہوں۔"

اس کی باتوں کے دوران میں نے دونوں خفیہ پناہ گاہوں کا پتا معلوم کر لیا۔ پھر پرل کانٹی نینٹل کے ایک کمرے میں حاضر ہو گیا۔ میں یہاں انتونی پاڈلیا کی حیثیت سے قیام کر رہا تھا۔ میں نے ٹرانسیٹر کے ذریعے راجا صفدر علی سے رابطہ کرنے کی کوشش کی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ وہ گاڈ فادر کے خاص وفادار انتونی پاڈلیا سے ضرور باتیں کرے گا اور اس سے تحفظ مانگے گا لیکن وہ کسی پر بھروسا نہیں کر رہا تھا۔ اس نے ٹرانسیٹر کال کا جواب نہیں دیا تھا۔

اگر وہ پولیس افسر راجا اکبر کے ساتھ اس کی خفیہ پناہ گاہوں میں جانے کے لئے بضد رہتا تو کام بگڑ جاتا۔ وہ کمبخت وہاں سے بھی فرار ہو جاتا۔ میں ہوٹل کے کمرے سے باہر آیا۔ وہاں سے کرائے کی ایک کار لی پھر تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا شاہدرہ کی طرف چل پڑا۔ اگرچہ میں برسوں کے بعد آیا تھا' لاہور اتنا بدل گیا ہے کہ پرانا لاہور کہیں دکھائی نہیں دیتا لیکن داتا دربار کے پاس سے گزرتے ہوئے وہی برسوں پرانے راستے اور مکانات نظر آنے لگے۔ راوی کے پل پر پہنچتے ہی ٹیلی پیتھی کی ابتدا یاد آگئی۔ اسی راوی کے کنارے میں نے مہینوں ریاضت کی تھی' خیال خوانی سیکھنے کے کتنے ہی اہم مرحلوں سے گزرتا رہا تھا۔ اس دریا نے میرے اندر ایسی روانی پیدا کر دی تھی کہ میں آج بھی دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک رواں دواں رہتا تھا۔ میرے اندر راوی کبھی سوکھتا نہیں ہے' ہر لحہ جوان اور بھرپور رہتا ہے۔

میں نے مقبرہ جہانگیر کے بیرونی پھاٹک کے سامنے کار روک دی۔ آگے تیسری گلی میں ایک چھوٹا سا پختہ مکان تھا۔ آس پاس گلیوں میں سناٹا تھا۔ آدھی رات ہو چکی تھی۔ میں نے اس پختہ مکان کے سبز دروازے پر دستک دی۔ راجا اکبر کی سوچ نے بتایا تھا کہ تیسری گلی میں سبز رنگ کے دروازے والے مکان میں اس کا باپ اپنی ایک داشتہ کے پاس مل سکتا ہے۔

یہ اس کے باپ کا نیا اڈا تھا۔ بیٹے کے سوا کوئی دوسرا نہیں جانتا تھا۔ دوسری دستک پر کسی نے اندر سے پوچھا "کون ہے؟"

دروازہ کھلوانے کی ضرورت نہیں پڑی۔ میں پوچھنے والی کے پاس مکان کے اندر پہنچ گیا۔ وہ جواب کا انتظار کر رہی تھی۔ میں نے پوچھا "کیا خالد حمید صاحب یہاں رہتے ہیں؟"

"نہیں۔ یہاں کوئی خالد حمید نہیں رہتا۔"

"شکریہ۔ آپ کو زحمت دی معافی چاہتا ہوں۔"

میں قدموں کی آواز پیدا کرتا ہوا واپس جانے لگا۔ وہ دروازے سے کان لگا کر سن رہی تھی۔ اس کی سوچ نے بتا دیا کہ راجا صفدر اس کے پاس نہیں ہے۔ پچھلے دو دن سے لاپتا ہے۔ اس کی کوئی خبر نہیں مل رہی ہے۔

میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا کار میں آکر بیٹھ گیا۔ پھر اس عورت کی سوچ میں سوال کیا "وہ اچانک لاپتا کیوں ہو گیا ہے؟"

اس کی اپنی سوچ نے کہا "بہت بڑا شریف بدمعاش ہے۔ کچھ پتا نہیں چلتا کہاں مرتا کھپتا رہتا ہے۔ میرے لئے تو یہی کافی ہے کہ ہر ماہ کی دس تاریخ کو مجھے بیس ہزار دے دیتا ہے۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "آج گیارہ تاریخ ہے' کل دس تاریخ گزر گئی۔ وہ دو دن سے نہیں آیا ہے۔ پھر بیس ہزار کیسے ادا ہو گئے۔"

اس کی سوچ نے کہا "کل شاہدرہ ریلوے اسٹیشن کا سگنل مین آیا تھا۔ اس نے بیس ہزار دیتے ہوئے کہا تھا' راجا صاحب نے یہ رقم دی ہے اور تاکید کی ہے کہ کوئی بھی آکر پوچھے تو کہہ دینا' راجا صاحب ادھر نہیں آتے ہیں۔"

میں نے اس سگنل مین کا نام معلوم کیا۔ وہ عورت بیس ہزار کی خوشی میں اس کا نام پوچھنا بھول گئی تھی۔ میں نے اس کی یادداشت کو کریدنا شروع کیا۔ شاید اس کی کوئی چھوٹی موٹی سی پہچان ہو۔ آخر اسے یاد آیا کہ سگنل مین نے بائیں کلائی میں منت کے کڑے پہنے ہوئے تھے۔

میں نے کار اسٹارٹ کی۔ پھر اسے ڈرائیو کرتے ہوئے ریلوے اسٹیشن کی طرف جانے لگا۔ ڈرائیونگ کے دوران ایک ذرا راجا اکبر کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ پولیس افسر کے ساتھ اسی مکان کی طرف آرہا تھا جہاں سے میں واپس جا رہا تھا۔

میں نے مین روڈ کے کنارے کار روک دی۔ ریل کی پٹڑیوں کو پار کرتا ہوا سگنل کیبن کے پاس آیا۔ پھر سیڑھی چڑھتا ہوا اوپر کیبن میں پہنچا۔ وہاں ایک شخص لکڑی کے تختے پر ٹیلیفون کے پاس سو رہا تھا۔ آہٹ سنتے ہی اٹھ کر بولا "کون ہے؟"

میں نے دروازے پر آتے ہی اس کی بائیں کلائی میں منت والے کڑے دیکھ لئے۔ اس نے مجھے دیکھ کر پوچھا "صاحب! آپ کو مجھ سے کوئی کام ہے؟"

"ہاں' معمولی سا کام ہے۔ مجھے راجا صفدر علی سے ملا دو۔"

وہ پہلے تو چونک گیا پھر سنبھل کر بولا "میں کسی راجا کو نہیں جانتا۔ آپ مجھ سے پوچھنے کیوں آئے ہیں؟"

میں نے اسے بت کی طرح ساکت بٹھا دیا۔ اس کی سوچ بتانے لگی۔ وہ واقعی کسی راجا صفدر کا نام نہیں جانتا تھا۔ پرسوں رات کو ایک شخص معمولی لباس میں اس سے ملنے آیا تھا۔ اس نے کہا "سنا ہے' تم جس ریلوے کوارٹر میں رہتے ہو' اسے کرائے پر دینا چاہتے ہو؟"

سگنل مین نے کہا "میں ایک آدمی سے سو روپے ایڈوانس لے چکا ہوں۔ وہ ایک ہفتہ بعد وہاں آکر رہے گا۔"

اس شخص نے اسے ایک ہزار دیتے ہوئے کہا "یہ پیشگی ہے۔ جس سے سو روپے لئے ہیں' اسے واپس کر دو' وہ کوارٹر مجھے رہنے کے لئے دو۔ میں بہت ضرورت مند ہوں۔"

سگنل مین نے لالچ میں آکر وہ ریلوے کوارٹر اسے رہنے کے لئے دے دیا۔ وہ ایک کمرے کا مکان تھا۔ راجا صفدر علی نے سوچا ہو گا' اس جیسے بے انتہا دولت مند آدمی کو ڈھونڈنے کے لئے شاہدرہ کے ریلوے کوارٹر میں کوئی نہیں آئے گا اور وہ ایک معمولی آدمی کی حیثیت سے وہاں چھپا رہے گا۔

دوسرے دن دس تاریخ کو اس نے سگنل مین سے کہا "میرے پاس ایک عورت کی امانت ہے' کیا تم اسے لے جا کر پہنچا دو گے؟"

"بے شک پہنچا دوں گا۔"

اس نے کاغذ کا ایک بنڈل دیا۔ اسے اپنی داشتہ کے گھر کا پتا بتایا۔ اس گھر کو سبز دروازے کے ذریعے پہچاننا آسان تھا۔ اس شخص نے تاکید کی تھی کہ وہ کاغذ کا بنڈل کھول کر نہ دیکھے۔ سگنل مین ایماندار تھا۔ امانت میں خیانت کرنا گناہ سمجھتا تھا۔ اس لئے اس نے کچھ دیکھے سمجھے بغیر وہ امانت پہنچا دی۔

اس عورت نے دوسرے کمرے میں جا کر وہ بنڈل کھول کر دیکھا ہو گا' واپس آئی تو بہت خوش تھی۔ اسے چائے یا ٹھنڈا پینے کے لئے کہا پھر پوچھا "راجا صاحب کہاں ہیں؟"

سگنل مین نے کہا "میں کسی راجا صاحب کو نہیں جانتا۔ ایک شریف آدمی نے یہاں امانت پہنچانے کو کہا' میں نے پہنچا دی۔"

اب سگنل مین سوچ رہا تھا کہ اس عورت نے بھی کسی راجا صاحب کو پوچھا تھا اور یہ آدمی جو ابھی میرے کیبن میں آیا ہے' یہ بھی راجا کا نام لے رہا ہے اور میرے کرائے دار نے اپنا نام محمود بھٹی بتایا ہے۔

میں سمجھ گیا کہ محمود بھٹی کے پیچھے میرا مجرم چھپا ہوا ہے۔ میں کیبن سے نیچے آکر ریل کی پٹڑیاں پار کرتا ہوا اپنی کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا پھر سگنل مین کو اس کی جگہ سے اٹھا دیا۔ وہ کیبن سے باہر آیا پھر ریلوے کوارٹر کی طرف جانے لگا۔ میں نے اس کے دماغ کو اس حد تک ڈھیل دی کہ وہ اپنے کوارٹر کے راستے کو پہچانتے ہوئے چلے کیونکہ میں راستہ نہیں جانتا تھا۔

اس نے دروازے پر دستک دی۔ سہما ہوا آدمی کبھی پہلی دوسری دستک پر آواز نہیں دیتا۔ پھر رات کے اس حصے میں تو وہ دستک اس کے اندر دھماکا کر رہی ہو گی۔ جب وہ سگنل مین دروازہ پیٹنے لگا اور کہنے لگا "بھٹی صاحب' دروازہ کھولو۔ بہت ضروری کام ہے۔"

سگنل مین کی آواز سن کر وہ دروازے کے قریب آیا پھر بولا۔ "کیا بات ہے؟ اتنی رات کو کیوں آئے ہو؟"

میں نے سگنل مین کو خاموش رہنے دیا۔ اس نے پوچھا۔ "جواب دو۔ میری نیند خراب کرنے کیوں آئے ہو؟"

میں نے اس آواز اور لہجے کے ذریعے اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا۔ پتا چلا وہ لہجہ بدل کر بول رہا ہے۔ سگنل مین نے میری مرضی کے مطابق روتے ہوئے کہا "بھٹی صاحب! میرا بچہ بہت بیمار ہے۔ اسے اسپتال لے جانے کے لئے دو سو روپے کی سخت ضرورت ہے۔"

وہ جھنجلا کر بولا "لعنت ہے' اتنی سی بات کے لئے میری جان نکال دی۔ ٹھہرو میں روپے لاتا ہوں۔"

تھوڑی دیر کے لئے خاموشی چھا گئی۔ پہلے اندر تاریکی تھی پھر بلب روشن ہو گئے۔ ذرا انتظار کرنا پڑا۔ پھر اس کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا "دیوار کے پاس آؤ اور ہاتھ بڑھا کر رقم لے لو۔"

وہ مطمئن ہونے کے باوجود دروازہ کھولنا نہیں چاہتا تھا۔ چھوٹے سے آنگن کی دیوار بہت نیچی تھی۔ میں نے سگنل مین کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما لیا۔ وہ اچھل کر دیوار پر بیٹھ گیا۔ راجا صفدر علی ایک دم سے گھبرا کر یوں پیچھے ہٹا جیسے موت دیوار پر آبیٹھی ہو۔

اس نے پوچھا "ت.... تم دیوار پر کیوں چڑھ گئے ہو؟"

وہ اندر آنگن میں کود گیا۔ راجا صفدر بھاگ کر کمرے کا دروازہ بند کرنا چاہتا تھا' سگنل مین نے ایک لات ماری۔ دروازہ بند ہوتے ہوتے کھل گیا۔ وہ اچھا خاصا صحت مند تھا۔ سگنل مین کو مار پیٹ کر نکل جانا چاہتا تھا لیکن دو چار کرائے کے ہاتھ پڑے تو وہ چکرا گیا۔ سگنل مین اس کی گردن دبوچ کر روشن بلب کے سامنے لے آیا۔ میں نے آنکھوں میں جھانک کر دیکھا تو دماغ کا راستہ کھلتا چلا گیا۔ پھر میں نے اسے اس کے ذریعے ایک طرف پھینکتے ہوئے اس کے دماغ میں جا کر کہا "اپنی آواز اور لہجہ چھپاؤ۔ موت ہر حال میں اپنے وقت پر آتی ہے۔"

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بولا "نہیں' تم میرے دماغ میں نہیں ہو۔ میں تین راتوں سے تمہیں خوابوں میں دیکھتا آیا ہوں۔ یہ بھی ایک خواب ہے۔"

سگنل مین نے کہا "اپنے منہ پر جوتا مارو۔ پتا چل جائے گا سو رہے ہو یا جاگ رہے ہو۔"

میں نے اسے اپنے ہی ہاتھوں جوتا کھانے پر مجبور کر دیا۔ منہ پر جوتا پڑتے ہی تکلیف سے بولا "میں جاگ رہا ہوں۔ مگر یہ ٹیلی پیتھی کیا چیز ہے۔ سگنل مین میری پٹائی کر رہا ہے اور فرہاد دماغ میں بول

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

رہا ہے۔ میرے خدا! یہ سچ ہے تو اسے جھوٹ بنا دے۔"

میں نے اسے چھوڑ کر تمام اعلیٰ عہدیداران اور پولیس افسران کو باری باری مخاطب کیا "آپ کا جو فرض تھا' اسے میں نے پورا کیا ہے۔ راجا صفدر علی کو اس کی قبر سے زندہ نکال لایا ہوں۔ وہ دو بجے سے پہلے میری بہن کے دروازے پر پہنچے گا۔ آپ حضرات تشریف لے آئیں۔"

پھر میں نے سلمان سے کہا "لیلیٰ اور سلطانہ کے ساتھ ان قیدیوں کو پھر سے سنبھال لو۔ مائک کے ذریعے اعلان کرو کہ قاتل گرفتار ہو گیا ہے اور گرفتاری کا سہرا کسی بھی قانون کے محافظ کے سر نہیں ہے۔ اس قاتل کو ایک گھنٹے کے اندر اندر سزا ملے گی۔"

پھر میں نے شاہینہ سے کہا "میری بہن! جانِ فرہاد! میں تمہارا سہاگ تو واپس نہیں لا سکتا' قاتل کو لا رہا ہوں۔ تم اس کی جیسی موت چاہو گی' ویسی ہی موت اُسے ملے گی' میں ابھی اسے لا رہا ہوں۔"

اس کے بعد میں راجا صفدر کے پاس آیا۔ وہ کوارٹر سے نکل گیا تھا اور اب گوجرانوالہ جانے والی سڑک پر بھاگ رہا تھا۔ میں نے اسے پلٹا دیا۔ وہ اباؤٹ ٹرن ہو کر دوڑنے لگا۔ دوڑتے دوڑتے میری کار کے پاس آیا پھر دروازہ کھول کر اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ میں نے پچھلی سیٹ سے کہا "شاباش! آگے چلو۔ پیچھے موت چلے گی۔"

اس نے گھبرا کر پیچھے دیکھا پھر چونک کر بولا "مسٹر انتونی پاؤلیا! تم ہو۔ تھینکس گاڈ! تم میرے بہت ہی برے وقت میں سہارا بن کر آئے ہو۔ پلیز' مجھے ایسی جگہ پہنچا دو۔ جہاں ٹیلی پیتھی نہ پہنچتی ہو۔"

"میں ایسی ہی جگہ تمہیں پہنچاؤں گا' گاڑی اسٹارٹ کرو۔"

اس نے گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ میں انتونی کی داڑھی مونچھیں چہرے سے ہٹا کر کھڑکی سے باہر پھینکنے لگا۔ وہ لاہور سے دور جانے کے لئے گاڑی کو موڑنا چاہتا تھا' میں نے اسے مڑنے نہیں دیا۔ وہ پریشان ہو کر بولا "میں گاڑی کہیں لے جانا چاہتا ہوں ...... یہ کسی اور سمت جا رہی ہے۔"

"جانے دو۔ یہ تمہاری نجات کے راستے پر جا رہی ہے۔"

میں نے سنہرے بالوں والی وگ سر سے اتار کر باہر پھینک دی۔ رومال سے چہرے کا عارضی میک اپ پونچھنے لگا۔ اس نے کئی بار پلٹ کر کچھ کہنا چاہا۔ میں نے اسے پیچھے دیکھنے نہیں دیا۔ وہ تیزی سے ڈرائیو کرتا جا رہا تھا اور پریشان ہو رہا تھا کہ شہر میں کیوں آگیا ہے۔ پھر گلبرگ کے راستے پر آ کر پریشانی اور بڑھ گئی کیونکہ لبرٹی مارکیٹ سے پرے شاہینہ کی کوٹھی تھی۔

اس نے کوٹھی سے کچھ فاصلے پر کار روک دی۔ میں پچھلی سیٹ سے باہر آگیا۔ دروازے کو بند کر دیا۔ وہ ڈرائیو کرتا ہوا آگے جانے لگا۔ کوٹھی کے سامنے دور تک لوگوں کے سر ہی سر نظر آ رہے تھے۔ سب لوگ قاتل کا انجام دیکھنے آئے تھے۔

پولیس والوں نے قاتل کی گاڑی روک دی۔ آگے کسی گاڑی کے جانے کا راستہ نہیں تھا۔ پولیس نے گھیرا ڈال رکھا تھا۔ راجا صفدر کار سے نکل کر ایک کوٹھی کے احاطے کی دیوار پر چڑھ گیا۔ پھر بلند آواز سے بولا "میں راجا صفدر علی ہوں۔ مجھے دیکھو' میں فرہاد کے بہنوئی کا قاتل ہوں اور اپنے عبرتناک انجام کا منظر تمہیں دکھانے آیا ہوں۔"

ایک پولیس افسر نے ریوالور نکال کر کہا "خبردار راجا صفدر! تم نشانے پر ہو۔ ہم سے بچ کر نہیں جا سکو گے۔"

راجا صفدر نے کہا "اس چڑی مار کو دیکھو۔ جب قاتل خود گرفتار ہونے آیا ہے تو یہ اپنی جھوٹی فرض شناسی دکھا رہا ہے۔"

سب لوگ افسر پر ہنسنے لگے۔ راجا صفدر نے کہا "لوگو! میں مقتول کے دروازے پر جا رہا ہوں۔ اگر کوئی میرا راستہ روکے تو تم سب اسے روکنے نہ دینا۔ میں پولیس والوں سے بھی کہتا ہوں' ان کی کارکردگی دکھانے کا وقت گزر چکا ہے۔ اس لئے وہ خاموش تماشائی بن کر فرہاد کی عوامی عدالت کا فیصلہ سنیں اور مجھے میرے انجام کو پہنچنے دیں۔"

وہ احاطے کی دیوار پر چلتا ہوا دوسری کوٹھی کے احاطے کی دیوار پر آیا پھر کہنے لگا "دنیا والو! اپنے ملک کے بڑے بڑے لوگوں سے پوچھو کہ میں کتنا بڑا آدمی ہوں۔ میں کبھی حکومت کی کرسی پر نہیں بیٹھتا لیکن حکمرانوں اور اپوزیشن والوں کی ناک میں دم کرتا رہتا ہوں۔ دونوں سے مراعات اور زیادہ سے زیادہ اختیارات حاصل کرتا ہوں۔ میں یہاں کا بے تاج بادشاہ ہوں۔ یہ عبرت کا مقام ہے کہ مجھ جیسا بااختیار اور بے پناہ طاقت رکھنے والا اتنا بے اختیار اور بے بس ہو گیا ہے کہ اپنا کوئی حربہ آزما کر خود کو سزا سے نہیں بچا سکتا۔ انسان اور اس کی تمام توانائیاں ناپائیدار ہیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے ہمارا سرِ پُر غرور خاک میں مل جاتا ہے۔"

وہ بولتا ہوا شاہینہ کی کوٹھی کے احاطے کی دیوار پر آگیا' پھر بولا۔ "اس دنیا سے جاتے جاتے یہ بھی اعتراف کر لوں کہ میں یہودی تنظیم کا کتا ہوں۔ میں نے یہودیوں کے مفاد میں بڑے کارنامے انجام دیئے ہیں۔ میں دولت یہودیوں سے حاصل کرتا ہوں' نمک پاکستان کا کھاتا ہوں اور پاکستانی قوم پر بھونکتا ہوں اور اسے کاٹتا ہوں۔"

یہ سنتے ہی لوگ مشتعل ہو گئے۔ پتھر اٹھا اٹھا کر راجا صفدر کو مارنے لگے۔ یہ قوم بڑے سے بڑا دھوکا برداشت کر سکتی ہے لیکن یہودیوں کی سازشوں اور ان کے زر خرید کتوں کو ایک پل کے لئے بھی برداشت نہیں کر سکتی۔ پورا ہجوم اس پر ٹوٹ پڑا تھا۔

یہ ایسی سچویشن تھی جس پر قابو پانا ممکن نہیں تھا۔ پولیس والے اتنے بڑے ہجوم کو کنٹرول نہیں کر سکتے تھے۔ ہم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی انہیں مذہبی جوش اور جذبے سے باز نہیں رکھ سکتے تھے۔ میں نے شاہینہ سے کہا "اس ہجوم کو قابو میں کرنا ممکن نہیں ہے۔ مجھے افسوس ہے قاتل کو تمہاری مرضی کے مطابق سزائے موت نہیں ملے گی۔"

"بھائی جان! اس سے زیادہ عبرتناک سزا ہم اور آپ نہیں دے سکتے تھے۔ میرے وطن کے لوگ ہمیشہ بے حس اور خوابیدہ نہیں رہتے' جب بیدار ہوتے ہیں تو دشمنوں کی بوٹیاں نوچ لیتے ہیں۔"

واقعی یہودیوں کے دلال کی بوٹیاں نوچی جا رہی تھیں۔ وہ تڑپ تڑپ کر مر رہا تھا اور موت بھی جلدی نہیں آ رہی تھی۔ چونکہ میں اس کے دماغ کو کنٹرول نہیں کر رہا تھا۔ اس لئے وہ بھاگ جانے کی کوشش میں تھا لیکن ہزاروں لوگوں کے درمیان سے نکل جانے کا کوئی راستہ نہیں رہا تھا۔ لباس کی ایسی دھجیاں اڑی تھیں کہ بدن پر ایک تار نہیں رہا تھا۔

اعلیٰ عہدیداروں اور پولیس افسروں نے سمجھ لیا تھا کہ یہودی ایجنٹ کی سرپرستی کی سزا عوام انہیں بھی دیں گے۔ وہ اپنی اپنی گاڑیوں میں وہاں سے بھاگ رہے تھے۔ میں نے پھر راجا صفدر کے پاس آ کر دیکھا۔ اس کا دماغ موت کی تاریکی میں گم ہو گیا تھا۔

کچھ لوگ کہہ رہے تھے کہ وہ مر چکا ہے' اسے چھوڑ دو۔ لیکن وہاں ایسے بھی تھے جو لاش کو بھی چھوڑنا نہیں چاہتے تھے' انہوں نے ایک گدھے کے پیچھے اسے باندھ دیا تھا اور گدھے کو ڈنڈے سے مارا تھا۔ وہ ڈھینچوں ڈھینچوں کرتا ہوا بھاگ رہا تھا اور اس کے پیچھے لاش گھسٹتی جا رہی تھی۔

خدا ایسے برے انجام سے ہم سب کو بچائے۔ راجا صفدر کے نزدیک اور دور کے رشتے دار اور دوست احباب چھپ کر یہ منظر دیکھ رہے ہوں گے۔ وہ منظرِ عام پر آ کر اس کی لاش کو اپنی تحویل میں لینے کی جرات نہیں کر رہے ہوں گے۔ شاید شیطان کے رشتے دار کی حیثیت سے مار کھانا اور ذلیل ہونا نہیں چاہتے ہوں گے۔

میں نے راجا اکبر کے خیالات پڑھے۔ ایک تو وہ اس بات پر مطمئن تھا کہ باپ گرفتار ہو کر اپنے انجام کو پہنچ گیا۔ ورنہ فرہاد باپ کی جگہ بیٹے کو قتل کرنے والا تھا۔ دوسرا یہ کہ وہ باپ کی لاش حاصل کرنے کے لئے عوام کا سامنا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس کا خیال تھا' فرہاد نے اسے نظرانداز کر دیا ہے تو اب نظروں میں آنے کی حماقت نہیں کرنا چاہئے۔

میں نے کہا "یہ تمہاری خوش فہمی ہے۔ میں دشمنوں کو کبھی نظرانداز نہیں کرتا۔"

وہ ایک دم سے خوف زدہ ہو کر خلا میں تکنے لگا' میں نے کہا "تم اسٹوڈنٹ یونین کے لیڈر ہو۔ تمہارے باپ نے جتنے غنڈوں کو اسٹوڈنٹ بنا کر یونیورسٹی میں داخلہ دلایا تھا' ان سب کی فہرست تیار کرو اور ایک عرضی کے ساتھ اس فہرست کو وزیرِ تعلیم اور متعلقہ عہدیداروں کے پاس پہنچاؤ۔ اس عرضی میں یہ لکھو کہ فرہاد علی تیمور نے تاکید کی ہے کہ یونیورسٹی سے اس فراڈ یونین کو ختم کیا جائے۔ طلبا بن کر یونین میں رہنے والے غنڈوں کو کھلی عدالت میں سزائیں دی جائیں اور تمہارے باپ کی کروڑوں کی دولت اور جائداد حکومت کی تحویل میں دی جائے۔ اگر اس عرضی پر عمل کرنے میں ایک دن کی بھی تاخیر ہو گی تو وہ متعلقہ عہدیداروں کا آخری دن ہو گا۔"

itsurdu.blogspot.com

راجا اکبر نے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا "میں ابھی جاتا ہوں۔ صبح سے پہلے وہ فہرست اور وہ عرضی متعلقہ افراد تک پہنچا دوں گا۔"

وہ وہاں سے بھاگتا ہوا چلا گیا۔ میں نے صوبائی سیکریٹری کے پاس آ کر کہا "یہاں جو کچھ ہوا' اسے آپ نے دیکھا ہے اور اچھی طرح سمجھا ہے۔ کیا مزید سمجھانے کے لئے آپ کے ساتھ اور آپ کی اولاد کے ساتھ بھی یہی سلوک کرنا ہو گا؟"

"نہیں' فرہاد صاحب! میری آنکھیں کھل گئی ہیں۔ آئندہ میں کوئی غلط کام نہیں کروں گا...... نہ کسی کو اپنے سائے میں غلط کام کرنے دوں گا اور رشوت کے لین دین پر ہمیشہ کے لئے لعنت بھیج دوں گا۔"

"میں آپ کو آزاد کرتا ہوں۔ فون کر کے یہاں اپنی گاڑی منگوائیں پھر شکیلہ اور عمران کو ان کے والدین کے پاس پہنچاتے جائیں۔"

وہ خوش ہو کر فون کے پاس چلا گیا۔ شکیلہ نے کہا "فرہاد صاحب! ہم نے آپ کو دیکھا نہیں ہے۔ فرشتوں کے متعلق بھی سنا ہے دیکھا نہیں ہے۔ ہو سکے تو کبھی اپنی صورت دکھا دیں۔ ساری عمر یہ فخر رہے گا کہ ہم نے اپنی آنکھوں سے فرشتے کو دیکھا ہے۔"

میں نے کہا "میرے بچو! تم سب معصوم فرشتے ہو۔ تمہارے والدین کا جھوٹ' فراڈ اور رشوت خوری تمہیں جوان ہو کر فرشتہ نہیں رہنے دیتی۔"

عمران نے کہا "آپ درست فرماتے ہیں۔ آج سے ہمارے والدین اور بزرگ ناجائز کمائی کا ایک پیسہ بھی گھر لائیں گے تو ہم اس گھر کی روٹی نہیں کھائیں گے۔"

وہ تینوں وہاں سے چلے گئے۔ میں نے شاہینہ سے کہا "میں آ رہا ہوں' مگر تم مجھے پہچان نہیں سکو گی۔ میری پہچان یہ ہے کہ سفید سوٹ میں ہوں' تمہارے سامنے آتے ہی اپنا سر کھجاؤں گا اور تمہارے دماغ میں بولوں گا۔ لیکن یاد رکھو' میری آمد کو راز میں رکھنا۔ یہ بات گھر سے باہر نہ پہنچے۔ ورنہ دشمن سر پر آ پہنچیں گے۔"

وہ تعجب سے بولی "دشمن تو جہنم میں چلا گیا۔ کیا ابھی اور کوئی رہ گیا ہے؟"

"میری بہنا! تم بہت بھولی ہو۔ میں تمہیں سمجھا نہیں پاؤں گا کہ راجا صفدر علی کے پیچھے کتنے خطرناک یہودی دشمن چھپے ہوئے ہیں۔ آئندہ راجا صفدر کی جگہ کوئی دوسرا ایجنٹ ہو گا اور یہودی تنظیم کے افراد یہ نہیں چاہیں گے کہ میں پاکستان میں رہ کر اُن کے مفادات کو نقصان پہنچاؤں۔ اس لئے میں تھوڑی دیر کے لئے آ رہا ہوں پھر یہاں سے چلا جاؤں گا۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

میں تھوڑی دیر بعد کوٹھی کے اندر گیا۔ شاہینہ کے سامنے آکر سر کو کھجایا اور سوچ کے ذریعے کہا "میں ہوں تمہارا بھائی جان۔"

وہ دوڑ کر مجھ سے لپٹ گئی پھر دھاڑیں مار مار کر رونے لگی۔ بیوہ ہو جانے والی کو رونے کے لئے دل کی بھڑاس نکالنے کے لئے باپ یا بھائی کا سینہ ملتا ہے جہاں وہ دل کھول کر آنسو بہاتی ہے۔ میں نے اسے خوب رونے دیا۔ اپنے بھانجوں اور بھانجیوں کو پیار کیا۔ انہیں صدمہ ضرور تھا لیکن میرے آنے کی خوشی بھی تھی اور یہ اطمینان بھی تھا کہ آئندہ فیکٹری حاصل کرنے کے لئے کوئی دشمن انہیں قتل کرنے کی دھمکی نہیں دے گا۔ اب وہ دہشت زدہ نہیں رہیں گے۔

O☆O

میری ہدایت کے مطابق پارس نیویارک سے پیرس آگیا تھا۔ ہم نے حالات کے پیش نظر پارس' علی تیمور اور سونیا ثانی کی شخصیات بدل دی تھیں۔ ان کی آواز اور لہجہ تبدیل کردیا گیا تھا اور ان کی یادداشت سے پچھلی زندگی بھلادی گئی تھی تاکہ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے چور خیالات پڑھ کر بھی ان کی اصلیت معلوم نہ کرسکیں۔

ثانی اور علی ابھی شکاگو میں تھے۔ پارس نیویارک میں تنہا تھا۔ اس لئے میں نے اسے پیرس بلایا تھا۔ سونیا اس سے ملنا چاہتی تھی لیکن اچانک مجھے پاکستان جانا پڑا اور سونیا اٹلی کے شہر روم میں ٹھہر گئی تاکہ یہودی تنظیم والوں کو پھر ایک اچھا سبق سکھا سکے۔

ایسے وقت پارس پیرس پہنچا تو سلمان پھر اس پر عمل کرکے اس کی یادداشت واپس لے آیا۔ پھر اس سے کہا "پاکستان میں تمہارے پھوپا کو قتل کردیا گیا۔ تمہارے پاپا وہاں موجود ہیں۔ تمہیں بھی وہاں جانا چاہئے۔"

"پاپا قاتل کو نہیں چھوڑیں گے۔ کیا وہاں اور بھی مسائل ہیں؟"

"ہاں۔ یہودی تنظیم کے لوگ تمہاری پھوپی اور بھائی بہنوں کے خلاف اوچھے ہتھکنڈے استعمال کرسکتے ہیں۔ پھر یہ کہ اس تنظیم کو پاکستان کی زمین سے ہمیشہ کے لئے اکھاڑ پھینکنا ہے۔ اس لئے تمہیں جانا چاہئے۔"

"مما کہاں ہیں؟"

سلمان نے بتایا کہ سونیا اٹلی میں یہودی تنظیم کے سربراہ کو ٹھکانے لگانے والی ہے۔ پارس نے کہا "میں پہلے مما کے پاس جاؤں گا پھر ہم ماں بیٹے پاکستان جائیں گے۔"

وہ نیویارک سے ایک پاکستانی رئیس زادے حیدر علی کے بہروپ میں آیا تھا۔ پاسپورٹ اور شناختی کاغذات کے ذریعے بھی ایک پاکستانی مسلمان ثابت ہوتا تھا۔ وہ اٹلی کے شہر روم جانے کے لئے ائرپورٹ آیا۔ اسے فرینکفرٹ سے آنے والے طیارے میں ایک سیٹ مل گئی۔ اسے مقدر کی طرف سے پیش کیا جانے والا خوب صورت تصادم کہنا چاہئے۔ فرینکفرٹ (جرمنی) سے آنے والے طیارے میں سرگئی الپا موجود تھی۔

پہلے تو یہ طے کیا گیا تھا کہ الپا کے لئے اسرائیل سے خصوصی طیارہ بھیجا جائے گا لیکن پھر یہودی اکابرین نے دانشمندی سے سوچا کہ الپا کو جرمنی سے اسرائیل پہنچانے کا خصوصی انتظام کیا جائے گا تو دشمنوں کو شبہ ہوگا کہ ایک نوجوان لڑکی کی ایسی کیا اہمیت ہے کہ اسے وی آئی پی ٹریٹمنٹ دیا جارہا ہے؟

اس طرح بھید کھل سکتا تھا کہ الپا کو ایک اجنبی لڑکی کے روپ میں اسرائیل پہنچایا جارہا ہے۔ آخر یہ طے پایا کہ الپا کو بے شمار محافظوں کے درمیان ایک عام مسافر طیارے میں سفر کرنا چاہئے۔ اس کے محافظوں میں چھ نہایت ذہین اور حاضر دماغ افراد ہوں گے۔ چھ خطرناک فائٹر اور چھ جاسوسوں کے علاوہ دو نہایت ہی تیز طرار عمر رسیدہ عورتیں ہوں گی جو لوگوں کو ان کی آنکھوں' ان کے چہروں اور ان کی باتوں سے پہچان لیا کرتی ہیں۔

اس پروگرام کے مطابق الپا کے ساتھ مزید بیس عدد سیٹیں طیارے میں ریزرو کرائی گئیں۔ براہ راست اسرائیل جانے والے طیارے میں اتنی زیادہ سیٹیں نہ مل سکیں۔ پیرس' روم' ایتھنز' انقرہ سے گزرنے والے طیارے میں سیٹیں ملنے پر وہ پیرس آئی تھی۔ لیکن وہ طیارے سے باہر نہیں نکلی تھی۔ ایک گھنٹے بعد طیارہ روانہ ہونے والا تھا۔ اس ایک گھنٹے میں اسے یوں لگ رہا تھا جیسے پارس اُسے اس شہر میں چھپ کر دیکھ رہا ہے۔ وہ اسے ہر ممکن طریقے سے نظرانداز کررہی تھی پھر بھی وہ حواس پر چھایا جارہا تھا۔

دوسرے مسافر سوار ہورہے تھے۔ سیٹوں کے درمیان راستے سے مسافر دستی سامان اٹھائے رک رک کر گزر رہے تھے کیونکہ اکثر نے بھاری سامان اٹھایا تھا پھر اپنی سیٹ پر بیٹھنے سے پہلے سامان سنبھال کر رکھنے والے دیر کرتے تھے۔ پیچھے والوں کو آگے بڑھنے کے لئے انتظار کرنا پڑتا تھا۔ پارس بھی آگے بڑھنے کے انتظار میں کھڑا ہوا تھا کہ بائیں طرف کی سیٹ پر بیٹھی ہوئی لڑکی کو دیکھ کر چونک گیا۔

وہ الپا تھی مگر پہلے والی صورت شکل نہیں تھی۔ برین آپریشن کے بعد اسے دوسرا روپ دیا گیا تھا۔ وہ اپنے پاس بیٹھی ہوئی اَدھیڑ عمر عورت سے باتیں کررہی تھی۔ اس کی آواز اور لہجہ بھی بدلا ہوا تھا۔ کوئی اسے الپا کی حیثیت سے کبھی پہچان نہیں سکتا تھا۔

لیکن زہریلی حس نے اس بدن کی مخصوص مہک کو پہچان لیا' جس سے اس کی شناسائی رہ چکی تھی۔ پارس کی اس خاصیت سے مرینا بھی گھبراتی تھی۔ لاکھ بھیس بدلنے کے باوجود وہ زہریلا اس کی مہک سے اُسے پہچان لیا کرتا تھا۔

پارس نے غور سے الپا کو دیکھا۔ دیکھنے میں وہ کسی پہلو سے الپا نہیں لگ رہی تھی۔ کسی اور نشانی سے اسے پہچانا جاتا تو غلطی ہوسکتی تھی۔ لیکن ہر انسان کے جسم کی قدرتی بُو ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہے۔ شکاری کتے ایسی ہی بو سے مخصوص مجرموں تک پہنچتے ہیں اور کبھی دھوکا نہیں کھاتے۔ انہوں نے آپریشن کے ذریعے اور پلاسٹک سرجری کے ذریعے الپا کو سر سے پاؤں تک بدل

دیا تھا لیکن اس کی وہ قدرتی بُو تبدیل نہیں کرسکے تھے' جسے پارس لاکھوں میں پہچان سکتا تھا۔

مسافر آگے بڑھ رہے تھے۔ پارس کو بھی آگے جانا پڑا۔ اس کی سیٹ الپا سے بہت دور تھی۔ وہ سیٹ پر بیٹھ کر سوچنے لگا "میں دھوکا نہیں کھاسکتا۔ وہ حسینہ کوئی اور نہیں الپا ہے اور وہ تنہا نہیں ہے۔"

ایک خیال آیا کہ وہ ماسک مین کے آدمیوں کے ساتھ ہے۔ پھر خیال آیا' یہ طیارہ اسرائیل جارہا ہے۔ کیا وہ اپنے ملک اور اپنی قوم میں واپس جارہی ہے؟ کیا اس نے ماسک مین سے نجات حاصل کرلی ہے یا ماسک مین کے ہی کسی مشن پر کسی ملک میں جارہی ہے؟ ایسے بہت سے سوال تھے جو جواب طلب تھے۔

پھر وہ پاس بیٹھی ہوئی خاتون سے گفتگو کررہی تھی۔ گفتگو کا انداز بتا رہا تھا کہ آپس میں شناسائی ہے۔ وہ تنہا سفر نہیں کررہی ہے۔ اس کے شناساؤں کو اور اس کے موجود حالات کو سمجھے بغیر اسے مخاطب کرنا مناسب نہیں تھا۔ پارس نے سوچا "ہوسکتا ہے جوجو کی طرح اس کی بھی پچھلی زندگی بھلادی گئی ہو۔ ایسا ہوگا تو وہ مجھے میرے نام سے پہچان نہیں سکے گی اور چہرہ تو پہلے ہی بدلا ہوا ہے میں اس کا صورت آشنا بھی نہیں ہوں۔"

طیارے نے اپنے وقت پر پرواز کی۔ شہر روم تک ڈیڑھ گھنٹے کا سفر تھا۔ اس ڈیڑھ گھنٹے میں الپا کو آگے جانے سے روکنا تھا یا خود اس کے تعاقب میں آگے جانا تھا۔ تھوڑی دیر بعد سلمان نے مخاطب کیا۔ کوڈورڈز ادا کرنے کے بعد کہا "میں نے سسٹر کو بتادیا ہے کہ تم اس فلائٹ سے آرہے ہو۔ وہ تمہیں ریسیو کرنے ائرپورٹ آئیں گی۔"

وہ بولا "انکل! میں بڑی بے چینی سے انتظار کررہا تھا۔ یہاں ایک نیا انکشاف ہوا ہے۔ اس طیارے میں الپا موجود ہے۔"

وہ بتانے لگا کہ اس نے کس طرح اسے پہچانا ہے ورنہ وہ بالکل بدل گئی ہے۔ اب یہ معلوم کرنا ہے کہ اس کے ساتھ کون ہے؟ اور وہ کہاں جارہی ہے؟

اس مقصد کے لئے پارس نے ایک ائرہوسٹس کو مخاطب کیا۔ اس سے پینے کا پانی طلب کیا۔ وہ مسکرا کر بولی "ابھی لاتی ہوں۔"

سلمان ائرہوسٹس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پارس نے بتایا تھا کہ الپا نے بلیک اسکرٹ اور سرخ بلاؤز پہنا ہوا ہے۔ سلمان نے ائرہوسٹس کو اس کے پاس پہنچایا۔ ہوسٹس نے الپا کے پاس بیٹھی ہوئی خاتون سے مسکرا کر پوچھا "کسی چیز کی ضرورت ہے؟"

خاتون نے کہا "نو تھینکس۔"

سلمان نے اس کے لہجے کو نوٹ کرلیا۔ فوراً ہی اس کے دماغ میں جانا مناسب نہیں تھا۔ وہ سوچ کی لہروں کو محسوس کرکے سانس روک لیتی تو انہیں خطرے کا احساس ہوجاتا۔ اسی وقت پیچھے بیٹھے ہوئے شخص نے کہا "پلیز! ایک ڈبل پیگ ملے گا؟"

ہوسٹس حکم کی تعمیل کے لئے چلی گئی۔ ڈبل پیگ کی فرمائش کرنے والا شراب پیتا تھا۔ یوگا کا ماہر نہیں ہوسکتا تھا۔ سلمان بے کھٹکے اس کے اندر پہنچ گیا۔ اس کا خیال تھا' پیچھے بیٹھنے والا غیر متعلق شخص ہوگا۔ اس کے اندر رہ کر الپا اور خاتون کی باتیں سنی جاسکیں گی۔ لیکن پتا چلا کہ وہ اسرائیلی جاسوس ہے۔ الپا کی نگرانی اور حفاظت کرنے والی ٹیم کے بیس افراد طیارے میں موجود ہیں۔ ان میں سے ایک وہ جاسوس ہے۔

سلمان نے اس کی سوچ میں کہا "الپا کی حفاظت کے لئے یوگا کے ماہرین کو ضرور موجود رہنا چاہئے۔"

اس کی اپنی سوچ نے کہا "صرف دو خطرناک فائٹر یوگا کے ماہر ہیں۔ ان میں سے ایک میرے ساتھ بیٹھا ہوا ہے۔ دوسرا الپا کی اگلی قطار کی ایک سیٹ پر ہے۔"

سلمان تھوڑی دیر تک اس کے خیالات پڑھتا رہا۔ پھر پارس کے پاس آکر بولا "وہ تل ابیب جارہی ہے۔ ماسک مین کو دھوکا دے کر آئی ہے' اس طیارے میں اس کے بیس محافظ ہیں۔ اس کے قریب بیٹھی ہوئی دو عورتیں قیافہ شناس اور شاطر ہیں۔ سامنے والے کو چشم زدن میں تاڑ لیتی ہیں۔"

پارس نے کہا "بڑی زبردست نگرانی میں لے جارہے ہیں لیکن اسے جانا نہیں چاہئے۔"

سلمان نے پوچھا "کیا ان سے ٹکرانا چاہتے ہو؟"

"ٹکرانا ضروری نہیں ہے۔ آپ پائلٹ اور فلائٹ انجینئر کے دماغوں میں جگہ بنائیں۔ شہرِ روم پہنچتے ہی ان کے ذریعے طیارے میں فنی خرابیاں پیدا کردیں۔"

"کیا فرق پڑے گا؟ وہ دوسرے طیارے سے چلی جائے گی۔"

"دوسرے طیاروں میں آسانی سے سیٹیں نہیں ملیں گی۔ جتنی دیر میں ملیں گی اتنی دیر میں مزید الجھنیں اس کے سفر میں پیدا کردی جائیں گی۔ آپ مما سے بھی مشورہ کرلیں۔"

اس نے سونیا کے پاس آکر الپا کے متعلق بتایا' وہ بولی۔ "اسرائیل میں پہلے ہی چار ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ جے مورگن اور امریکا سے آئے ہوئے مزید تین خیال خوانی کرنے والوں کو برین آپریشن کے ذریعے انہوں نے اپنا وفادار بنالیا ہے۔ اس تعداد میں اضافہ کرنے کے لئے الپا کو نہیں جانا چاہئے۔ اگر وہ جائے گی تو تمہاری معمولہ اور تابعدار بن کر وہاں رہے گی۔"

"سسٹر! وہ اتنے سخت پہرے میں ہے کہ اس پر تنویمی عمل کرنا ممکن نہیں ہوگا۔ عمل سے پہلے اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کرنا ہوگا۔ اور اس کا کوئی چانس نہیں ہے۔ اس کا کھانا اور پینے کی ہر چیز اچھی طرح چیک کی جاتی ہے۔"

"تم اس کی فکر نہ کرو۔ ہم تمہیں عمل کرنے کا موقع دیں گے۔ تم اس طیارے کو روم سے آگے نہ جانے دو۔"

وہ پھر ائرہوسٹس کے پاس آیا اور اس کے ذریعے پائلٹ وغیرہ کے اندر جگہ بنانے لگا۔ الپا حفاظتی انتظامات سے مطمئن تھی۔ سیٹ کی پشت سے ٹیک لگائے آنکھیں بند کئے' ماسک مین کے اندر پہنچی ہوئی تھی۔ اب وہ اس کا معمول تھا۔ اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتا تھا۔ اس کے خیالات بتارہے تھے کہ جرمنی میں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ڈی الپا کے ساتھ جانے والی ٹیم کے تمام جاسوس اپنے ٹیم لیڈر کے ساتھ مارے گئے ہیں۔ دو جاسوس عورتیں ماسک مین سے رابطہ کرتی رہی تھیں۔ تیسری ڈی سمجھی جانے والی الپا ان کے ہاتھ سے نکل گئی تھی۔

پہلے ماسک مین وغیرہ یہی سوچتے رہے کہ ڈی نے دغا کی ہے۔ پھر رفتہ رفتہ بھید کھل گیا۔ انہوں نے ماسک مین سے کہا کہ اپنی دلہن کو چیک کرے اور دلہن الپا سے فرمائش کی جائے کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے گم ہو جانے والی الپا کا سراغ لگائے۔ لیکن ماسک مین کے پاس دلہن بن کر آنے والی خیال خوانی کر نہ سکی۔

ڈی کو حراست میں لے لیا گیا۔ اس پر تشدد کیا گیا کہ اس نے دھوکا کیوں دیا۔ وہ الپا کے تنویمی عمل کے مطابق خود کو سرگئی آندروف سمجھ رہی تھی۔ ہزار تشدد کے باوجود خود کو سرگئی آندروف کہہ رہی تھی۔ قسمیں کھا رہی تھی کہ وہ کسی کو دھوکا نہیں دے رہی ہے۔

اس بے چاری کو ٹارچر سیل میں پہنچا دیا گیا تھا۔ فوجی افسر اسے مزید اذیتیں پہنچانے والے تھے۔ وہ اذیتیں برداشت کرتے کرتے مر جاتی تو ان کا کچھ نہ جاتا۔ جانے والی الپا تو چلی ہی گئی تھی۔

الپا نے سوچ کے ذریعے فوجی افسر سے کہا "کھسیانی بلی کھمبا نوچتی ہے۔ میں تمہارے ہاتھ سے نکل گئی۔ مجھے کبھی واپس حاصل نہیں کر سکو گے اس لئے غصہ اس بے چاری پر اتار رہے ہو۔"

افسر نے کہا "ہمیں دھوکا دے کر جاتے ہوئے شرم نہیں آئی۔ یہاں تمہیں شہزادی بنا کر رکھا گیا تھا۔ سب نے تمہیں سر پر بٹھایا تھا' تم نے ہماری محبت کا صلہ عداوت سے دیا ہے۔"

"الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔ ایک تو مجھے اسرائیل سے اغوا کیا' برین آپریشن کے ذریعے میری پچھلی زندگی بھلا دی گئی' مجھے دھوکا دے کر مجھ سے جھوٹی محبت کی جاتی رہی۔ اپنے بڑوں سے کہہ دو کہ میں اپنی اصلیت جان گئی ہوں۔ میرا نام سرگئی نہیں' الپا ہے اور میں یہودی ہوں اور اب اپنی قوم میں پہنچ گئی ہوں۔"

افسران باتوں کے دوران فون کے ذریعے اعلیٰ حکّام اور دوسرے اہم عہدیداران کو بتا رہا تھا کہ الپا خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کر رہی ہے۔

وہ بولی "اپنے بڑوں سے کہہ دو کہ ابھی میں نے کوئی دشمنی نہیں کی ہے۔ صرف غلامی کی زنجیریں توڑی ہیں۔ تم لوگ چاہو تو اب بھی مجھے دوست بنائے رکھ کر میری دشمنی سے محفوظ رہ سکتے ہو۔"

"بہت خوب' تم ایک ہی فقرے میں دوستی بھی کر رہی ہو اور دشمنی کے لئے چیلنج بھی۔"

"یہ چیلنج ابھی پورا کروں گی۔ اگر دس منٹ کے اندر میری ڈی کو رہا نہ کیا۔"

"تمہیں اس سے ہمدردی کیوں ہے؟"

"یہ میری آزادی کا ذریعہ بن گئی تھی۔ میں اس کی آزادی کے لئے تم لوگوں کے خلاف کچھ بھی کر سکتی ہوں۔"

اس ٹارچر سیل میں دوسرے افسران پہنچ رہے تھے۔ ماسک مین بھی آگیا تھا۔ وہ ناگواری سے بولا "میں تمہیں شریکِ حیات بنانا چاہتا تھا مگر تم نے اپنی جگہ اسے میری دلہن بنا دیا۔ یہ ڈی میرے خلاف تمہاری سازش میں شریک رہی ہے۔"

"ہرگز نہیں۔ یہ بے چاری معصوم ہے' بے گناہ ہے' اس نے مجھے یہاں سے بھگانے کے سلسلے میں دانستہ کوئی رول ادا نہیں کیا ہے۔ اب آٹھ منٹ رہ گئے ہیں۔ اگر اسے رہا کر کے آزاد دنیا میں نہ بھیجا گیا تو میں ان تمام اعلیٰ عہدیداران کے دماغوں میں زلزلے پیدا کروں گی جو یوگا کے ماہر نہیں ہیں۔"

ماسک مین سوچ میں پڑ گیا۔ دوسرے لفظوں میں الپا نے اسے سوچنے پر مجبور کیا۔ "ایک ڈی کے لئے تمام اعلیٰ عہدیداران کو دماغی اذیتوں میں مبتلا کیا جا سکتا ہے۔ بہتر ہے کہ اس ڈی کو رہا کر دیا جائے یہ ہمارے کسی کام کی نہیں ہے۔"

اس نے حکم دیا "اسے رہا کر دو اور کسی پہلی فلائٹ سے ملک بدر کر دو۔"

الپا نے ڈی کے دماغ میں آکر پوچھا "تم خوش ہو؟"

وہ بولی "میں تمہارا احسان نہیں بھولوں گی۔"

"تمہیں یورپ کے کسی ملک میں چھوڑ دیا جائے گا۔ تم چاہو تو میرے ملک میں میرے ساتھ رہ سکتی ہو۔"

"میرے لئے اس سے بڑی خوشی اور نہیں ہو سکتی کہ میری زندگی تمہاری خدمت کرتے ہوئے گزرے۔"

"تم خدمت گار نہیں' میری سہیلی بن کر رہو گی۔ فرینکفرٹ پہنچتے ہی اسرائیلی سفارت خانے جا کر سفیر صاحب سے ملاقات کرو۔ وہ تمہیں میرے پاس تل ابیب پہنچا دیں گے۔"

اس نے جرمنی میں اسرائیلی سفیر کے پاس آکر سوچ کے ذریعے کہا "میری ایک ہم شکل لڑکی آپ کے پاس آنے والی ہے۔ اس کا نام سرگئی آندروف ہے۔ آپ اسے بھی تل ابیب پہنچانے کا بندوبست کریں۔ وہ آئندہ ہمارے بہت کام آئے گی۔"

وہ دماغی طور پر طیارے میں حاضر ہو گئی۔ وہ روم پہنچ گئی تھی۔ طیارہ رن وے پر اتر رہا تھا۔ سلمان نے آکر پارس سے کہا "تمہاری ممانے جینز اور سُرخ جیکٹ پہنی ہے۔ کوڈ ورڈز ہیں' دیر سے ملے مگر خوب ملے۔"

پارس نے پوچھا۔ "الپا کے استقبال کے لئے ان کی یہودی تنظیم کے اہم افراد ضرور ہوں گے۔"

"اس تنظیم کا گاڈ فادر بھی آیا ہوا ہے۔"

"کیا آپ اس کے خیالات پڑھ سکتے ہیں؟"

"اس کے پرسنل سیکریٹری کے دماغ میں جگہ مل گئی ہے۔ جب سے پاکستان میں تمہارے پھوپا کا قتل ہوا ہے' یہاں کا گاڈ فادر محتاط رہتا ہے۔ کسی سے اپنی اصلی آواز اور لہجے میں گفتگو نہیں کرتا ہے۔ لیکن اب وہ زیادہ محتاط نہیں ہے۔ اسے پتا چل گیا ہے کہ تمہارے پاپا پاکستان میں مصروف ہیں۔ یہاں تمہارے پاپا سے کوئی خطرہ نہیں رہا ہے۔ اس لئے وہ الپا کے شایانِ شان استقبال کے لئے خود ائرپورٹ آیا ہے۔"

گاڈ فادر سخت حفاظتی انتظامات کے ساتھ وی آئی پی لاؤنج میں آیا تھا۔ اس کے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ سونیا اس کی ناک میں ہے۔ اسے یہ بھی ابھی تک معلوم نہیں ہوا تھا کہ اس کا ایک وفادار انتونی پاؤلیا سونیا کے قابو میں ہے۔ وہ سمجھ رہا تھا' انتونی پاکستان گیا ہے۔ وہاں پہنچ کر موجودہ حالات پر قابو پا کر رپورٹ ارسال کرے گا۔

سلمان کو میں اپنے ساتھ مصروف رکھنا چاہتا تھا اس لئے جوجو سونیا کے پاس آئی اور اس سے ہدایات حاصل کرتی رہی۔ اس کے بعد وہ پرسنل سیکریٹری کے پاس آگئی اور موقع کا انتظار کرنے لگی۔ گاڈ فادر نے جس ویٹر کو کافی کا آرڈر دیا اس ویٹر کو قابو میں کر لیا۔ سونیا کو بتایا کہ گاڈ فادر کے لئے کافی جا رہی ہے۔ سونیا کی ایک انگلی میں ہمیشہ مخصوص انگوٹھی رہا کرتی تھی جس میں اعصابی کمزوری کی دوا ہوتی تھی۔ اس نے ویٹر کے پاس آکر کافی میں تھوڑی سی دوا ملا دی۔ ویٹر کے دماغ پر جوجو چھائی ہوئی تھی۔ اس لئے وہ کچھ سمجھ نہ سکا۔ اس نے کافی لے جا کر گاڈ فادر کے سامنے رکھ دی۔

وہ یوں بھی سانس روکنے کا عادی نہیں تھا۔ جوجو اس کے اندر پہنچ سکتی تھی لیکن وہ اپنے اصل لہجے میں نہیں بولتا تھا۔ یہ ایک تدبیر کی گئی تھی کہ شاید اعصابی کمزوری سے پریشان ہو کر وہ اصلی آواز میں بولنے لگے۔

یہ تدبیر کامیاب ہو گئی۔ وہ کمزوری محسوس کرتے ہی خوفزدہ ہو گیا۔ بے اختیار اپنی آواز اور لہجے میں بولا "میں خطرہ محسوس کر رہا ہوں۔ مجھے فوراً اپنی گاڑی تک لے چلو۔"

جوجو اس کے اندر رہ کر کمزوری کو کم کرنے اور اس میں قوتِ برداشت پیدا کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس نے اپنی گاڑی کے پاس پہنچ کر سیکریٹری سے کہا "تھینکس گاڈ! اب میں ٹھیک ہوں۔ پریشانی کی بات نہیں ہے۔ تم میری کوٹھی میں جاؤ۔ میں مس الپا سے تنہائی میں باتیں کروں گا۔ تمہاری ضرورت نہیں ہے۔"

وہ حکم کا بندہ چلا گیا۔ سونیا گاڈ فادر کے پاس آگئی۔ جوجو نے کہا۔ "گاڈ فادر! یہ تمہاری موت ہے سونیا۔ اگر زندہ رہنا چاہتے ہو تو اسے اپنی پرسنل سیکریٹری ظاہر کرو۔ کوئی چالاکی دکھانا چاہو گے تو دوسرے ہی لمحے میں تمہاری سانس رک جائے گی۔"

وہ بے بسی سے سونیا کو دیکھ رہا تھا۔ یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ فرہاد کو پاکستان میں مصروف رکھے گا تو سونیا موت بن کر آجائے گی۔ سونیا نے پرس میں سے ایک شیشی نکال کر اُسے دیتے ہوئے کہا۔ "اس میں سے دو گھونٹ پی لو۔ توانائی بحال ہو جائے گی۔ ابھی بیمار لگ رہے ہو۔"

جوجو نے اسے مجبور کیا تو اس نے مشروب کے دو گھونٹ حلق سے اتار لئے۔ اناؤنسمنٹ کرنے والے کی آواز اسپیکر سے آرہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا "فرینکفرٹ اور پیرس سے آنے والے وہ مسافر جو اپنا سفر جاری رکھنا چاہتے ہیں' ان سے گزارش ہے کہ طیارے سے اتر کر لاؤنج میں چلے جائیں۔ یہ طیارہ چند ٹیکنیکل وجوہات کی بنا پر قابلِ پرواز نہیں رہا ہے۔ آگے جانے والے مسافروں کے لئے متبادل طیارہ فراہم کیا جائے گا۔ اس زحمت کے لئے ہم معذرت خواہ ہیں۔"

الپا کو اطلاع دی گئی تھی کہ یہودی تنظیم کا گاڈ فادر اس سے ملاقات کے لئے آرہا ہے لیکن وہ طیارے سے اتر کر نہیں جانا چاہتی تھی۔ یہ اناؤنسمنٹ سن کر اسے طیارے سے باہر آنا پڑا۔ وہ محافظوں کے درمیان چلتی ہوئی وی آئی پی لاؤنج میں آئی۔ سونیا کی شخصیت میں بلا کی کشش تھی۔ الپا نے اسے تعریفی نظروں سے دیکھا۔ پہلے اس کا تعارف گاڈ فادر سے کرایا گیا۔ پھر گاڈ فادر نے سونیا کا تعارف کرایا۔ "یہ میری پرسنل سیکریٹری ہے۔"

سونیا نے اپنا نام بتاتے ہوئے الپا سے مصافحہ کیا۔ یہ اچھا موقع تھا' وہ مصافحہ کرتے ہوئے اپنی انگوٹھی کے ذریعے دوا انجکٹ کر سکتی تھی۔ الپا کو دماغی کمزوری میں مبتلا کر کے جوجو کو اس کے اندر پہنچا سکتی تھی۔ لیکن وہ اچانک کمزوری میں مبتلا ہوتی تو اس کے محافظوں کو خطرے کا علم ہو جاتا۔ وہ الپا کو ہم سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کرتے۔ ناکامی ہوتی تو مار ڈالتے تاکہ وہ ہمارے کام نہ آئے۔ جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے مشین کے ذریعے پیدا ہوئے تھے' وہ اسی طرح کتے بلیوں کی طرح مرتے رہے تھے۔ کبھی دشمنوں کے ہاتھوں سے' کبھی اپنے ہی پیدا کرنے والوں کی خود غرضیوں سے۔ ویسے جب تک زندہ رہتے تھے' انہیں الپا کی طرح سر پر بٹھایا جاتا تھا۔

وہ سونیا سے مصافحہ کرتے ہوئے بولی "تمہاری شخصیت میں عجیب سی کشش ہے۔ مرد حضرات تو دیکھتے ہی دل ہار جاتے ہوں گے۔"

سونیا نے کہا "میں تو تمہارے سامنے دل ہار گئی ہوں۔ اگر میں مرد ہوتی تو تم سے شادی کی درخواست ضرور کرتی۔"

اس بات پر سب ہنسنے لگے۔ گاڈ فادر نے کہا "پتا نہیں دوسرا طیارہ کب آئے گا۔ چار چھ گھنٹے ضرور لگیں گے۔ آپ میرے بنگلے میں چل کر آرام کریں۔ میں تنظیم سے متعلق چند اہم باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ ائرپورٹ کی عمارت سے باہر آئے۔ اس کی نگرانی کرنے والے بیس افراد تھے۔ وہ سب مختلف گاڑیوں میں بیٹھ گئے۔ الپا اور گاڈ فادر کے لئے ایک شاندار گاڑی تھی۔ وہ دونوں پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ الپا نے سونیا سے کہا "پلیز! میرے ساتھ بیٹھو۔ تم بہت اچھی لگتی ہو۔"

سونیا اس کے پاس آگئی۔ الپا نے کہا "میں جہاں جاتی ہوں' وہاں ٹیلی پیتھی کے سلسلے میں مصروف ہو جاتی ہوں۔ میرا کوئی دوست یا سہیلی نہیں ہے۔ کوئی ایسا ساتھی نہیں ہے جس کے ساتھ ٹیلی پیتھی کے بغیر وقت گزاروں۔"

سونیا نے کہا "میں تمہیں خیال خوانی کے لئے نہیں کہوں گی۔ مجھ سے خوب اِدھر اُدھر کی باتیں کرو۔"

گاڈ فادر نے کہا "لیکن میں ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔

itsurdu.blogspot.com
itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

پاکستان میں ہماری خفیہ تنظیم کو نقصان پہنچنے والا ہے۔ کیونکہ فرہاد کی تمام توجہ آج کل اس ملک پر ہے۔ اگر مجھے بھی ٹیلی پیتھی کا سہارا مل جائے تو۔۔۔۔"

الپا نے کہا "پلیز' ٹیلی پیتھی کی باتیں نہ کریں۔ اسرائیلی حکام اور اکابرین سے اس سلسلے میں گفتگو کریں۔ اگر انہوں نے پاکستان کے معاملات میں دلچسپی لینے کو کہا تو میں ضرور آپ کے کام آؤں گی۔"

سونیا نے کہا "بالکل ٹھیک ہے۔ تم اسی طرح لوگوں کو ٹال دیا کرو گی تو تمہیں کوئی خیال خوانی کے لئے نہیں کہے گا۔"

"میں تو یہاں صرف تفریح کروں گی۔ روس کی سرحد سے باہر آکر یہ نئی اور آزاد دنیا مجھے جنت لگتی ہے۔"

اس وقت جوجو پارس کے پاس گئی ہوئی تھی۔ سونیا پارس کے لئے اپنی گاڑی ائرپورٹ کے پارکنگ ایریا میں چھوڑ کر آئی تھی۔ جوجو کی راہنمائی میں پارس نے وہ گاڑی حاصل کی تھی اور اسے ڈرائیو کرتا ہوا گاڈ قادر کے بنگلے کی طرف جا رہا تھا۔ جوجو نے پوچھا۔ "تم پیرس آئے' مجھ سے ملاقات کیوں نہیں کی؟"

"انکل سلمان سے پوچھ لو۔ انہوں نے تنویمی عمل کے ذریعے میری پچھلی زندگی بھلا دی تھی۔ جب میری موجودہ شخصیت کو بحال کیا گیا تو تم سے ملاقات کا وقت نہیں رہا۔ اس فلائٹ میں نہ آتا تو الپا کا سراغ نہ ملتا۔"

"اب یہاں سے پاکستان جاؤ گے اور میں انتظار کرتی رہوں گی۔"

"تم بھی پاکستان پہنچو۔ وہاں ملاقات ہو جائے گی۔ ہمارا ایک ساتھ جانا مناسب نہیں ہے۔ پتا نہیں یہاں الپا کے معاملے میں حالات کیا رخ بدلنے والے ہیں۔ یہ تم اتنی دیر سے باتیں کر رہی ہو۔ وہاں سسٹر کو تمہاری ضرورت ہوگی۔"

"کیا مجھے بھگانا چاہتے ہو؟"

"جوجو! کام کے وقت صرف کام کی باتیں سوچو۔ تمہاری ایک لمحے کی غیر حاضری سے وہاں بازی پلٹ جائے گی۔"

"اچھی بات ہے۔ میں جا رہی ہوں۔ مگر یاد رکھو' الپا کو ہاتھ بھی لگاؤ گے تو میں اسے مار ڈالوں گی۔"

"بے شک دنیا کی ہر بیوی اپنے شوہر کو گمراہی سے بچاتی ہے' یہی فرض ادا کرنے کے لئے تمہیں یہاں بلایا گیا ہے۔"

وہ سونیا کے پاس آئی۔ سونیا الپا کے ساتھ گاڑی سے اتر کر بنگلے کے اندر جا رہی تھی۔ اس نے جوجو سے پوچھا۔ "تم کہاں گئی تھیں؟"

"پارس کو گاڑی کے متعلق بتانے گئی تھی۔"

"تم ذرا سے کام میں اتنی دیر لگاؤ گی تو ہمیں نقصان پہنچتا رہے گا۔ ابھی میں تمام راستے الپا کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ تم موجود ہوتیں تو میں آسانی سے اس کے بدن میں دوا انجکٹ کر دیتی۔ بند کار میں کسی کو پتا نہ چلتا۔ گاڈ قادر ہم سے خوف زدہ ہے۔ وہ کسی سے ذکر نہ کرتا۔ ہمارے یہاں پہنچنے تک تم الپا کے دماغ میں رہ کر اسے سنبھال لیتیں۔ دوسروں پر اس کی کمزوری ظاہر نہ ہونے دیتیں۔"

"ہاں مما' ایسا ہو سکتا تھا۔ مجھ سے غلطی ہو گئی۔ اب میں آپ کے پاس رہوں گی۔"

"تم گاڈ قادر کے دماغ میں رہو۔ پندرہ منٹ پہلے کوئی میرے دماغ میں آیا تھا۔ میں نے سانس روک لی۔ کیونکہ وہ کوڈ ورڈز نہیں بتا رہا تھا۔"

"مما! وہ کون ہو سکتا ہے۔"

"یہ الپا ہو سکتی ہے۔ میرے چور خیالات پڑھنا چاہتی ہوگی۔"

"آپ کے سانس روکنے سے یہ شبہ کر رہی ہوگی۔"

"ہاں' ایسے ہی وقت میں نے تمہارا شدت سے انتظار کیا تھا۔ الپا کو اسی وقت کمزور بنا دینا چاہئے تھا۔ بہر حال میں جلدی کوئی موقع نکالنے کی کوشش کر رہی ہوں۔"

وہ گاڈ قادر کے شاندار ڈرائنگ روم میں آکر بیٹھ گئے تھے۔ ملازم وسکی کا ایک ایک پیگ سب کے سامنے پیش کر رہے تھے۔ الپا اور سونیا نے پینے سے انکار کیا۔ الپا نے اس سے پوچھا۔ "تم کیوں انکار کر رہی ہو؟ میں تو یوگا کی مشقیں کرتی ہوں اس لئے نہیں پیتی۔"

سونیا نے کہا "مجھے ڈاکٹر نے منع کیا ہے۔"

"میں معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ ڈاکٹر نے تمہیں اور کیا کچھ کہا ہے۔ مجھے اپنے خیالات پڑھنے دو۔"

"سوری مس الپا! میں نے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو دور رکھنے کے لئے ہی یوگا میں مہارت حاصل کی ہے۔ میں اپنے ذاتی معاملات کسی کو نہیں بتاتی۔"

الپا نے کہا "اور میری عادت ہے کہ میں جبراً دماغوں میں سرنگ بنا لیتی ہوں۔"

اس نے اشارہ کیا۔ چاروں طرف کھڑے ہوئے محافظوں نے اپنی گنوں کا رخ سونیا کی طرف کر دیا۔ جوجو نے فوراً ہی سلمان' سلطانہ' لیلیٰ اور رسونتی کو خطرے سے آگاہ کیا۔ سلمان طیارے میں جتنے محافظوں تک پہنچ چکا تھا' سلطانہ' لیلیٰ اور رسونتی کو ان کے اندر پہنچا کر سونیا سے بولا "ہم سب تیار ہیں۔"

سونیا نے انہیں باتوں میں لگا رکھا تھا اور الپا کہہ رہی تھی۔ "میں یقین سے کہتی ہوں' تمہارا تعلق فرہاد کی فیملی سے ہے۔ ابھی ایک گولی تمہیں زخمی کرے گی اور تمہارے دماغ کا دروازہ میرے لئے کھل جائے گا۔"

"الپا! ایسے تو تمہارے دماغ کا بھی دروازہ کھل سکتا ہے۔"

پھر سونیا نے ہاتھ اٹھا کر ایک چٹکی بجاتے ہوئے کہا "کھل جا سم سم۔"

سونیا کی پشت پر پانچ خیال خوانی کرنے والے تھے۔ پانچوں نے پانچ مسلح گارڈز کے دماغوں پر قبضہ جما کر اچانک فائرنگ شروع کر دی۔ دیکھتے ہی دیکھتے الپا کے پندرہ محافظ فائرنگ کی زد میں آکر ہلاک ہو گئے۔

الپا خطرہ محسوس کرتے ہی اچھل کر کھڑکی کے پاس آئی پھر اس نے باہر چھلانگ لگائی۔ باہر پارس فائرنگ کر رہا تھا۔ گاڈ قادر کے سیکورٹی گارڈز گولیاں کھا رہے تھے یا جانیں بچا کر کہیں چھپنے جا رہے تھے۔ الپا کے پاس یہ سمجھنے کا وقت نہیں تھا کہ ان میں سے کون س کے میزبان گاڈ قادر کا آدمی ہے۔ اسے تو پارس ہی مہربان اور مدد گار نظر آیا کیونکہ اس نے تیزی سے گاڑی لا کر اس کے قریب روکی تھی۔

اگلی سیٹ کا دروازہ کھلتے ہی وہ بیٹھ گئی اور دروازے کو بند کر کے سیٹ کے نیچے ہو گئی کیونکہ فائرنگ جاری تھی۔ گاڑی تیزی سے آگے بڑھ گئی۔ جب اندر خطرہ ہو تو باہر بھاگنا پڑتا ہے۔ الپا نے اتنا ہی دیکھا تھا کہ وہ گاڈ قادر کے اور اپنے حفاظتی انتظامات کے باوجود وہاں محفوظ نہیں ہے۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اپنے ہی آدمی ایک کے بعد ایک مر رہے تھے۔ اسے اپنی موت بھی نظر آ رہی تھی۔ اس نے پارس کو دیکھ کر اطمینان کی سانس لی پھر بولی۔ "تم نے بڑی پھرتی اور ہوشیاری دکھائی ہے۔ ذرا بھی دیر کرتے تو میں بھی ماری جاتی۔ تمہارا بہت بہت شکریہ۔ کون ہو تم؟"

وہ بولا "پوچھنے کی کیا ضرورت ہے' میرے خیالات پڑھ لو۔"

وہ اس کے اندر آئی۔ اس نے سانس نہیں روکی۔ ذرا دیر بعد ہی وہ چیخ کر بولی "نہیں' یہ نہیں ہو سکتا۔۔۔۔ تم پارس نہیں ہو۔"

"میں نے اسی لئے زبان سے نہیں کہا تھا۔ کہتا تو تمہیں یقین نہ آتا۔۔۔ تم میرے چور خیالات پڑھنا چاہتیں۔ بڑی مشکل ہے۔ چور خیالات پڑھ کر بھی میری اصلیت سے انکار کر رہی ہو۔"

اس نے پھر دماغ میں جانا چاہا۔ پارس نے سانس روک کر اسے کن انکھیوں سے مسکرا کر دیکھا۔ وہ بولی "مجھے آنے دو۔"

"پہلے تم انجان تھیں اس لئے آنے دیا تھا۔ اب پرانی جان پہچان تازہ ہو گئی ہے۔ ایسے میں دشمن بن کر ہی آؤ گی۔"

اس نے گھور کر اسے دیکھا۔ پھر منہ گھما کر ونڈ اسکرین کے پار دیکھنے لگی۔ پارس نے کہا "اچھا تو خیال خوانی کے ذریعے اپنے چچوں کو بتا رہی ہو کہ کہاں آ پھنسی ہو اور کہاں سے گزر رہی ہو۔"

وہ جواب نہیں دے رہی تھی۔ خلا میں تک رہی تھی۔ پارس نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر انگوٹھی کی خفیہ سوئی چبھو دی۔ وہ ایک دم سے گھبرا کر دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ اس کا دل بری طرح دھڑک رہا تھا اور وہ کمزوری محسوس کر رہی تھی۔ سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر سر گھما کر پارس کو دیکھ رہی تھی۔

آہ! یہ وہی ہے جس سے بچائے رکھنے کے لئے ماسک مین اور اس کے ملک والوں نے تمام حربے استعمال کر لئے' اسرائیلی اکابرین نے حفاظتی انتظامات کی انتہا کر دی۔ اگر ایسے مستحکم انتظامات شیطان سے بچنے کے لئے کئے جاتے تو وہ بچ جاتی۔ مگر یہ پارس ہے کیا چیز؟ شیطان سے بھی آگے ہے۔ اسے خفیہ منصوبوں کا علم کیسے ہو جاتا ہے؟ اسے کیسے معلوم ہو گیا کہ میں ماسکو سے فرار ہو کر فلاں طیارے میں تل ابیب جا رہی ہوں؟ نہیں نہیں' یہ لوگ صرف ٹیلی پیتھی نہیں جانتے' کالا جادو بھی کرتے ہیں۔

وہ سوچ رہی تھی اور دعا مانگ رہی تھی۔ "اے خداوند یہود! فرہاد کا خدا اسے ہر آفت سے بچاتا ہے۔ اس بار تو بھی مجھے پارس سے نجات دلا دے تاکہ میں بھی فخر سے کہوں کہ ہم یہودیوں کا بھی خدا ہے اور وہ ہماری سنتا ہے۔"

دوسری طرف گاڈ قادر کو بھی خدا یاد آ رہا تھا۔ اس کے بنگلے کے احاطے میں اجازت کے بغیر کوئی قدم نہیں رکھ سکتا تھا۔ آج سونیا نے اس بنگلے کی اینٹ سے اینٹ بجا دی تھی۔ جو سیکورٹی گارڈز زندہ رہ گئے تھے انہوں نے اپنے ہتھیار پھینک دیے تھے۔ کیونکہ ان کا گاڈ قادر پانچ گن مین کے نرغے میں تھا۔ وہ پانچ بظاہر الپا کے ساتھ آنے والے محافظ تھے لیکن پانچ خیال خوانی کرنے والوں کے کنٹرول میں تھے۔

سونیا نے کہا "گاڈ قادر کو بھی آج گاڈ یاد آ رہا ہے۔ تمہیں گاڈ اور قادر بننے کا بہت غرور تھا۔ تم نے حکومتِ فرانس کو دھمکی دی تھی کہ فرہاد کو پاکستان جانے کی اجازت دی گئی تو فرانس کے ہر شہر میں تخریبی کارروائیاں کی جائیں گی۔ چونکہ فرہاد اپنی فیملی کے ساتھ اس ملک میں رہتا ہے اس لئے وہاں کے حکام کو اور عوام کو تم لوگ سزا دینا چاہتے تھے۔"

"میں نے صرف دھمکی دی تھی۔ ہم نے پہلے کبھی فرہاد سے ٹکرانے کی حماقت نہیں کی۔ مجھے یقین ہے کہ فرہاد پاکستان پہنچ گیا ہے۔ اس کے باوجود ہم نے فرانس کے کسی شہر میں تخریبی کارروائی نہیں کی ہے۔"

ایک تجسس پرست نوجوان کی داستان حیات جسے کیمیا گری کا جنون تھا اور اس راہ میں اسے قدم قدم پر ایک سنسنی خیز حقیقت نظر آئی۔ اس کا جنون کیمیا گری کبھی اسے نیپال کی بھول بھلیوں میں لے گیا تو کبھی ہمالیہ کی وادیوں میں۔ اس سنسنی خیز مسافت میں ایک رومن پارس پتھر اس کے ساتھ لگ گیا تو ایک ہمالیہ کے پیچھے پڑ گئی۔ موت کے فرشتے لمحہ بہ لمحہ اس کے تعاقب میں رہتے۔ کبھی وہ ہندوستان میں چھپتا رہا اور کبھی سرزمین عرب پر پناہ تلاش کرتا رہا۔ بالآخر اسرائیل میں جا پھنسا۔ اسرائیل نے اپنا ایجنٹ بنانا چاہا کیا وہ ان کا آلۂ کار بن گیا۔ اسے صرف طاقت کے معرکے ہی درپیش نہیں تھے قدم قدم پر اس کی ذہانت و فطانت کو بھی ایک آزمائش درپیش تھی۔ ہر موڑ پر ان دیکھے پیغام اجل کے ساتھ اس کے منتظر تھے۔
اس طویل داستان کی ہر سطر ایک واقعہ ہے۔ ایکشن، تجسس، تحیر اور حیرت انگیز واقعات سے بھرپور یہ لازوال کہانی کئی برس مسلسل وارہ جاسوسی ڈائجسٹ میں شائع ہوتی رہی اور اب کتابی شکل میں دستیاب ہے۔

مفرور

(چھ حصوں میں مکمل) ـــــ قیمت فی حصہ ۲۵ روپے ـــــ ڈاک خرچ فی حصہ ۱۰/ روپے

کتابیات پبلیکیشنز

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"تمہیں زندگی مہلت دے گی تو تم کوئی کارروائی کرو گے۔"

"مگر تم کون ہو؟"

"نام سنتے ہی دم نکل جائے گا۔ نہ پوچھو تو بہتر ہے۔ اپنے ساتوں وفاداروں کو یہاں بلاؤ اور ہاٹ لائن پر اسرائیلی حکام کو بتادو کہ اٹلی سے یہودی تنظیم کا جنازہ نکل رہا ہے۔"

وہ صوفے سے اٹھ کر بولی "میں جارہی ہوں۔ باقی معاملات سے میرے خیال خوانی کرنے والے نمٹ لیں گے۔"

پھر وہ پانچوں گن مین سے بولی "ان سے فوراً نمٹ کر پارس کی خبر لو۔ کوئی اسرائیلی حاکم بات کرنا چاہے تو کہہ دینا' یہ فرانس کو دھمکی دینے کی ایک چھوٹی سی سزا ہے۔ ہم اٹلی کے بعد اسرائیل کا رخ کریں گے۔ اس ملک میں جو تباہی پھیلائیں گے وہ ایک الگ بات ہے۔ ہم ان کے دو چار خیال خوانی کرنے والوں کو بھی لے جائیں گے۔"

وہ چلی گئی۔ آدھے گھنٹے بعد سلمان نے آکر اسے بتایا کہ گاڈ فادر اپنے ساتوں وفاداروں کے ساتھ جہنم میں پہنچ گیا ہے۔ وہ پانچوں گن مین بھی ختم ہوچکے ہیں۔ پارس الپا کو ایک گیسٹ ہاؤس میں لے گیا ہے۔ اسے قابو میں رکھنے کے لئے ایک خیال خوانی کرنے والے کی ضرورت تھی اس لئے جوجو وہاں گئی ہے۔

جوجو تھانے دار بن کر آئی تھی۔ پارس سے پوچھ رہی تھی "تم الپا کو اپنے ساتھ کیوں لائے ہو؟ اسے مما کے حوالے کرو۔"

"تم مجھ پر شبہ کیوں کرتی ہو۔ بھئی میری نیت بری ہوتی تو انکل سلمان سے یہ نہ کہتا کہ میری جوجو کو یہاں بھیج دیں۔ تمہیں اس لئے بلایا ہے کہ تم اس حسینہ کے پاس مجھے مسلمان شوہر بنا کر رکھا کرو گی۔"

وہ خوش ہو کر بولی "ویسے تم بہت اچھے ہو۔ کیا میں اسے سلادوں۔ پھر اس پر عمل کروں؟"

"یہی کرو۔ ورنہ اس کی دماغی توانائی بحال ہوگی تو یہ پھر ہمارے ہاتھ سے نکل جائے گی۔"

وہ اسے سلانے لگی۔ الپا نے کوشش کی کہ جاگتی رہے لیکن کمزوری کے باعث سوگئی۔ جوجو نے اس پر عمل کرکے اپنی معمولہ بنانے کے بعد سب سے پہلے یہ حکم دیا "الپا! تم پارس سے خوفزدہ رہوگی اور کبھی اس کے قریب نہیں جاؤ گی۔ کبھی اسے اپنے بدن پر ہاتھ رکھنے بھی نہیں دوگی۔"

وہ حکم دے رہی تھی اور الپا معمولہ کی حیثیت سے حکم کی تعمیل کا وعدہ کررہی تھی۔ پھر یہ حکم دیا۔ "تم تنویمی نیند کے بعد اس عمل کو بھول جاؤ گی۔ تل ابیب جاؤ گی اور ہمیشہ میری معمولہ بن کر رہوگی اور میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کروگی۔"

اسے ہر پہلو سے اپنا پابند بنا کر اس نے تنویمی نیند پوری کرنے کے لئے چھوڑ دیا۔ پارس سے بولی "وہ چار گھنٹے تک سوتی رہے گی۔ تم دوسرے کمرے میں جاؤ۔"

"گیسٹ ہاؤس میں دوسرے کمرے خالی نہیں ہیں۔ مجھے دوسرا کمرا نہیں ملے گا۔"

"کسی ہوٹل میں چلے جاؤ۔"

"کیسی باتیں کرتی ہو۔ میں اس سے دور جاؤں گا تو یہ بھاگ جائے گی۔"

"اس کی فکر نہ کرو۔ یہ میری معمولہ اور تابعدار بن چکی ہے۔ فی الحال تم مما سے ملاقات کرنے جاؤ۔ میں ان کا پتا بتاتی ہوں۔"

"مجھے ان کا ہوٹل اور کمرا نمبر معلوم ہے۔ میں جارہا ہوں۔"

وہ وہاں سے چلا گیا۔ یہودیوں نے اکثر ہم سے مات کھائی ہے۔ باربار ہارنے والوں کو جیتنا نہ آئے' تب بھی اتنا ضرور ہوتا ہے کہ شکست سے بچنے کے گُر سمجھ میں آجاتے ہیں۔ اب انہوں نے ہمارے حملوں کا توڑ سیکھ لیا تھا۔ اس بار انہوں نے الپا کے لئے ایک تو ظاہری حفاظتی انتظامات کئے تھے جو ہماری نظروں میں تھے۔ دوسرے درپردہ انتظامات تھے جن پر ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والے عمل کررہے تھے۔

جب سونیا نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرکے سانس روک لی تھی تب الپا اس کے دماغ میں نہیں آئی تھی۔ دراصل اسرائیلی ٹیلی پیتھی جاننے والا جے مورگن گاڈ فادر کے دماغ میں رہ کر سونیا اور الپا کی باتیں سن رہا تھا۔ وہ سونیا کی حقیقت معلوم کرنے آیا تھا۔ جب اس نے سانس روکی تو شبہ ہوا کہ وہ دشمن ہوسکتی ہے۔

جے مورگن نے پھر سے گاڈ فادر کے خیالات پڑھے تو پتا چلا سونیا اس کی پرسنل سیکریٹری نہیں ہے۔ اس کے بنگلے میں جے مورگن نے جب دیکھا کہ سونیا کے چاروں طرف اپنے ہی گن مین موجود ہیں اور وہ بچ کر نہیں جاسکے گی تو جے مورگن نے الپا کے دماغ میں آکر مخصوص کوڈ ورڈز ادا کرنے کے بعد اسے سونیا کو دشمن ظاہر کیا۔ اس میں شبہ نہیں کہ جے مورگن نے چاردیواری کے اندر سونیا کو بے بس کردیا تھا۔ سونیا اپنے حفاظتی انتظامات کے باعث بخیریت وہاں سے نکل آئی تھی لیکن اسرائیلی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ٹیم اس بار بڑی محتاط اور چاق وچوبند تھی۔

جے مورگن کے ساتھ وہ تین ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی تھے جنہیں امریکا سے مہمان کے طور پر بلا کر اغوا کیا گیا تھا اور اب جے مورگن کی طرح ان تینوں کا بھی برین واش کرکے کٹر یہودی اور اسرائیلی حکومت کا وفادار بنا دیا گیا تھا۔ ان تینوں کے چہرے اور نام بدل دیئے گئے تھے۔

ان میں سے ایک کو جنرل پارکن کہا جاتا تھا اور اسے بتایا گیا تھا کہ وہ پہلے اسرائیلی فوج کا جنرل تھا۔ آج کل ٹیلی پیتھی فورس میں ہے۔ دوسرے کا نام ہیری ہوگن اور تیسرے کا نام دانیال رکھا گیا تھا۔ ایک عرصہ پہلے دانیال نامی ایک یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والا تھا جو حرام موت مارا گیا تھا۔

بہرحال اسرائیل کے چار ٹیلی پیتھی جاننے والے جے مورگن' جنرل پارکن' ہیری ہوگن اور دانیال بڑی مستعدی اور ہوشیاری سے الپا کی نگرانی کررہے تھے۔ ہوشیاری یہ تھی کہ وہ خود کو ہم پر ظاہر نہیں کررہے تھے' چپ چاپ اپنا کام نکالتے جارہے تھے۔

ایک بات وہ اچھی طرح سمجھ گئے تھے کہ ٹیلی پیتھی کے میدان میں ہم سے ٹکرانا نہیں چاہئے اس لئے وہ ہم سے ٹکرائے بغیر اس وقت بھی الپا کے دماغ میں تھے جب پارس نے اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کیا تھا۔ انہوں نے کوئی جوابی کارروائی نہیں کی۔ پارس سے نجات دلانے میں عجلت سے کام لینے کی حماقت نہیں کی۔ جوجو اس پر تنویمی عمل کرتی رہی تو وہ بڑی خاموشی سے اس عمل کو ناکام بناتے رہے۔

انہوں نے جوجو سے یہ سن لیا تھا کہ الپا کو معمولہ اور تابعدار بنانے کے بعد اسے آزاد کردیا جائے گا تاکہ وہ تل ابیب جائے اور وہاں جوجو کی معمولہ بن کر اُس کے کام آتی رہے۔ جب وہ اسے تنویمی نیند سونے کے لئے چھوڑ کر گئی تو جے مورگن نے کہا "مس الپا! ہم تمہیں ابھی یہاں سے لے جانے کا انتظام کرسکتے ہیں لیکن ہمیں جو پہلا سبق پڑھایا گیا ہے وہ یہ ہے کہ فرہاد کی فیملی کے کسی ممبر کو نادان نہ سمجھا جائے۔ انہوں نے تنویمی عمل کے باوجود تمہاری نگرانی کے زبردست انتظامات کئے ہوں گے۔"

الپا نے کہا "بے شک' ان کی چالبازیاں وقت گزرنے کے بعد سمجھ میں آتی ہیں۔ میں یہاں سے چھپ کر جانا چاہوں گی پھر پکڑی جاؤں گی۔ بہتر ہے' ذرا صبر سے انتظار کروں۔ یہ خود ہی مجھے رہا کرنے والے ہیں۔"

"ہم نے بھی یہی سوچا ہے۔ دشمن خوش فہمی میں رہیں گے کہ تم اسرائیل پہنچ کر ان کی آلۂ کار بن کر رہوگی۔ آرام سے سوتی رہو اور انہیں مطمئن کرتی رہو۔ ہم چار گھنٹے سے کچھ پہلے ہی آجائیں گے۔"

وہ چلے گئے۔ الپا کی آنکھیں بند تھیں۔ سونے کی فرصت مل رہی تھی اس لئے وہ سوجانا چاہتی تھی' یہ بڑی بات نہیں تھی۔ دماغ کو ہدایات دیتے ہی نیند آجاتی۔ لیکن پارس آپ ہی آپ یاد آرہا تھا۔ وہ جتنی دیر کار میں اس کے پاس بیٹھی رہی یوں لگتا رہا جیسے وہ زندگی کا ایک اہم حصہ ہے' بہت اچھا ہے' بہت زبردست ہے۔ مگر دشمن ہے اور دشمن کو دشمن ہی رہنا چاہئے۔

پتا نہیں وہ کتنی دیر تک سوچتی رہی۔ پھر محسوس ہوا اسے نیند آرہی ہے۔ اور نیند خود نہیں آرہی ہے۔ کوئی ٹیلی پیتھی کے ذریعے تھپک کر سلا رہا ہے۔ اس نے گھبرا کر پوچھا "یہ کون ہے؟"

جواب نہیں ملا "کمزوری کے باعث زیادہ دیر جاگتے رہنے کی جدوجہد نہ کرسکی۔ تھوڑی دیر میں غافل ہوگئی۔ کوئی اسے ٹرانس میں لا رہا تھا' اس پر عمل کررہا تھا۔ آخر وہ ٹرانس میں آگئی' اس نے کہا "میں تمہارا عامل ہوں۔ بولو' تم میری کون ہو؟"

وہ بولی "تمہاری معمولہ ہوں۔"

"کیا تم مجھے جانتی ہو؟"

"میں تمہیں نہیں جانتی۔"

"کیا تم نے پہلے کبھی سوچ کی ان لہروں کو سنا ہے؟"

"میں پہلی بار سوچ کے ذریعے تمہارا لہجہ سن رہی ہوں۔"

"آئندہ تم میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کروگی' دوسری سوچوں کی لہروں کو محسوس کرتی رہوگی۔"

اس نے وعدہ کیا کہ اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گی۔ عامل نے پوچھا "اپنے اندر کی بات بتاؤ' پارس کو چاہتی ہو؟"

"میں سخت الجھن میں ہوں' اس سے دور بھاگنے کے باوجود میرے چھپے ہوئے چور جذبے اُس سے ملنا چاہتے ہیں۔"

"میں حکم دیتا ہوں۔ پارس سے شدید نفرت کرو اور اپنے اندر کے جذبوں کو کچل دو۔"

"میں اپنے اندر کے جذبوں کو کچل دوں گی' پارس سے شدید نفرت کروں گی۔"

"تم بہت جلد مجھ سے ملوگی۔ میری آواز اور میرے لہجے سے متاثر ہو کر مجھ سے محبت کروگی۔ جب تک مجھ سے شادی نہیں کروگی میرے لئے بے چین رہا کروگی۔"

الپا کے لئے مصیبت ہوگئی تھی۔ وہ ہر جگہ شادی کے لئے ٹریپ کی جارہی تھی۔ ماسکو میں بھی اسی مقصد کے لئے اس پر تنویمی عمل کیا گیا تھا۔ اسرائیلی حکام کو بھی یہ فکر لاحق تھی کہ پارس پھر اسے اُڑا لے جائے گا۔ الپا کے وہاں پہنچنے سے پہلے اعلیٰ حکام' اعلیٰ فوجی افسران اور دیگر اکابرین کے درمیان کھچڑی پک رہی تھی کہ ان کی قوم کا کوئی شخص اس اہم لڑکی کو متاثر کرے' اس کے اندر سے پارس کو نوچ کر پھینک دے۔ اس سے شادی کرکے اتنے بچے پیدا کرے کہ اس کے اندر سے عشق کا غبار نکل جائے اور وہ ممتا کے مقابلے میں پارس کی محبت پر مٹی ڈال دے۔

وہ تو ایسا جگمگاتا ہوا تاج تھی کہ جس کے سر پر آتی اسے ایک عالم کا شہنشاہ بنادیتی۔ اس لئے بڑے بڑے حکام اور دیگر عہدیداران یہ فیصلہ کرچکے تھے کہ پہلے وہ الپا کا دل جیتنے کی کوشش کریں گے۔ ان میں سے ہر ایک کو یقین تھی کہ الپا ان کی شخصیت سے متاثر ہو کر دل ہار جائے گی۔

اس ٹیلی پیتھی جاننے والی حسینہ کو جیتنے کے لئے اس کا دل جیتنا ضروری نہیں تھا۔ اس کے دماغ پر قابو پانا ضروری تھا۔ یہ آئیڈیا صرف دانیال کی کھوپڑی میں آیا تھا۔ شاید قسمت اُس کا ساتھ دے رہی تھی۔ الپا دماغی کمزوری میں مبتلا ہوگئی تھی۔ جے مورگن' جنرل پارکن اور ہیری ہوگن نے مکاری سے یہ نہیں سوچا کہ الپا کے دماغ کو اپنے قابو میں کیا جائے۔ وہ سب اسے جوجو کے تنویمی عمل سے بچا کر چار گھنٹے بعد آنے کے لئے چلے گئے۔ آدھے گھنٹے بعد دانیال آکر اپنی چال چل گیا۔

وہ الپا کو اپنی معمولہ اور تابعدار بنانے میں کامیاب ہوگیا تھا۔ اس کے دماغ کو جیت لینے کا مطلب یہ تھا کہ اس کا دل اور اس کی مرضی بھی جیت چکا ہے اور وہ تل ابیب پہنچ کر اپنی مرضی سے اُسے اپنا دلہا بنانے والی ہے۔

ایسے دو دُلہے ماسکو میں نامُراد رہے تھے۔ تیسرا دلہا تل ابیب میں پھولوں کے ہار پہننے والا تھا۔ پھول حسین دوشیزہ کی طرح نازک ہوتے ہیں۔ لیکن ان کا اعتبار نہیں ہے۔ یہ صرف دلہا کے گلے کا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہاری نہیں بنتے' قبر پر بھی چڑھائے جاتے ہیں۔

○☆○

لیلیٰ اور سلطانہ نے میری ہدایات کے مطابق ثانی اور علی پر عمل کیا تھا اور ان کی شخصیت بدل دی تھی تاکہ وہ امریکا کے جس اسٹیٹ جس شہر میں رہیں' وہاں کوئی ان پر شبہ نہ کرے۔

دشمن خیال خوانی کرنے والے ان کے دماغوں میں آسکتے تھے چور خیالات پڑھنے سے یہی معلوم ہوتا کہ وہ اپنے پاسپورٹ اور دیگر اہم کاغذات کے مطابق امریکی شہری ہیں۔ علی کا نام جان کارلو تھا اور ثانی کا نام سلوانا جوزف۔ وہ دونوں اپنی پچھلی زندگی بھولے ہوئے تھے۔ لہٰذا ان کے چور خیالات انہیں ثانی اور علی نہیں کہہ سکتے تھے۔

شخصیت کی تبدیلی کے باوجود ان کی تمام غیر معمولی صلاحیتیں بحال تھیں۔ وہ پہلے کی طرح ذہین' حاضر دماغ اور ناقابلِ شکست فائٹر تھے۔

سونیا' رسونتی' لیلیٰ اور سلطانہ اس خیال سے متفق تھیں کہ اب علی اور ثانی کو شادی کرلینا چاہئے۔ وہ دونوں اس اہم معاملے کو عرصے سے ٹالتے آرہے تھے لہٰذا یہ طریقہ اختیار کیا گیا کہ تنویمی عمل کے ذریعے یہ ان کے دماغوں میں نقش کردیا گیا کہ سلوانا کی زندگی میں جان کارلو آئے گا اور جان کارلو جلد ہی سلوانا کو دیکھنے والا ہے۔ وہ پہلی ملاقات میں ہی ایک دوسرے سے محبت کریں گے اور جلد سے جلد شادی کرلیں گے۔ محبت اور شادی کے مرحلوں تک پہنچانے کے لئے انہیں حکم دیا گیا تھا کہ وہ اپنے قدرتی جذبات کو نہیں دبائیں گے اور باقاعدہ میاں بیوی بن کر زندگی گزاریں گے۔

ٹرانسفارمر مشین کی تباہی کے بعد علی تیمور شکاگو کی طرف گیا تھا۔ ثانی پارس کے ساتھ نیویارک آئی تھی۔ لیلیٰ اور سلطانہ نے تنویمی عمل کے بعد آپس میں یہ طے کیا تھا کہ دوسرے دن سونیا ثانی کو علی کے قریب شکاگو پہنچادیں گی لیکن وہ دونوں بہنیں بھی شہرِ روم میں سونیا' الیا اور پارس کے معاملات میں مصروف رہیں اور کبھی میرے پاس پاکستان میں رشوت خور افسران اور دوسرے عہدیداروں کو ٹریپ کرتی رہیں۔ ان مصروفیات کے باعث وہ تین دن تک ثانی اور علی کو اٹینڈ نہ کرسکیں۔

ویسے بھی اطمینان تھا کہ وہ دونوں نادان بچے نہیں ہیں۔ شخصیت کی تبدیلی کے باوجود غیر معمولی صلاحیتوں کے حامل ہیں۔ وہ اپنے راستے خود بناتے رہیں گے' وہ یہاں سے فرصت پاتے ہی علی اور ثانی کو ملانا چاہتی تھیں۔ لیکن وقت کسی کا انتظار نہیں کرتا۔ وہ گزرتا جاتا ہے اور انسان کو غیر متوقع حالات سے گزارتا جاتا ہے۔

علی عرف جان کارلو' کنگ فرنانڈو کی کنسٹرکشن کمپنی میں ایک انجینئر تھا۔ کنگ فرنانڈو میرا جاں باز دوست تھا۔ میری دوستی کی خاطر امریکی حکمرانوں کی نظروں میں کھٹکتا رہتا تھا۔ بے شمار جاسوس اس تاک میں لگے رہتے تھے کہ وہ کن ذرائع یا ہتھکنڈوں سے میری مدد کرتا ہے اور میرے بیٹوں کو اس ملک میں پناہ دیتا ہے لیکن ہمارا طریقۂ کار ایسا ہوتا تھا کہ کوئی جاسوس آج تک اس کے خلاف کوئی ثبوت حاصل نہیں کرپایا تھا۔

فی الوقت امریکی حکومت میں چار خیال خوانی کرنے والے تھے۔ ایک کا نام پاسکو روٹ' دوسرے کا نام جان لمبوڈا' تیسرے کا نام فریزر تھا۔ اسے میرا ہم شکل بنایا گیا تھا۔ چوتھی خیال خوانی کرنے والی ایک لڑکی رائما جان تھی۔

یہ تمام خیال خوانی کرنے والے مختلف شہروں کے سراغ رسانوں سے رابطہ کرتے تھے۔ وہ سراغ رساں جسے مشکوک سمجھتے تھے' وہ چاروں ایسے مشکوک افراد کے چور خیالات پڑھتے تھے۔ اب تک ان کے متوقع دشمنوں میں سے کوئی گرفتار نہیں ہوا تھا۔

رائما جان کو کنگ فرنانڈو کے تمام ملازمین کا محاسبہ کرنے پر مامور کیا گیا تھا۔ ملازم ہزاروں کی تعداد میں تھے اور کئی شہروں میں اپنی ڈیوٹی انجام دیتے تھے۔ رائما شکاگو میں کام کرنے والوں کے چور خیالات پڑھنے آئی تھی۔ اسے ہولی مین نے بھیجا تھا۔ اسے امید تھی کہ مشین کو تباہ کرنے والے کنگ فرنانڈو کی پناہ میں ہوں گے جو اس کے مہمان یا ملازمین کے روپ میں چھپ کر رہ سکتے ہیں۔

کنگ فرنانڈو کے بزنس سے تعلق رکھنے والے جو مہمان شکاگو آئے تھے' سراغرسانوں نے پہلے ان سے ملاقات کی۔ ان سراغرسانوں کے ذریعہ رائما مہمانوں کے خیالات پڑھتی رہی۔ وہ سب امریکی بزنس مین تھے اور کاروبار کے سلسلے میں مختلف شہروں سے آئے تھے۔

شکاگو ایسٹ میں ایک بیس منزلہ عمارت تعمیر ہورہی تھی' رائما آؤٹنگ کے ارادے سے وہاں گئی۔ مزدوروں' کاریگروں اور انجینئروں سے باتیں کرتی رہی۔ پتا چلا جان کارلو نامی ایک انجینئر تیرہویں منزل پر ہے۔ ایک عارضی لفٹ کے ذریعے اوپر پہنچا جاسکتا تھا مگر عارضی لفٹ سے اسے ڈر لگتا تھا۔ دوسرے پوری امریکی قوم تیرہ کے ہندسے کو منحوس سمجھتی ہے۔ رائما بھی یہی سمجھتی تھی۔ اس لئے تیرہویں فلور پر جانا نہیں چاہتی تھی۔

اس نے سپروائزر سے کہا "اپنے صاحب کو نیچے بلاؤ۔ میں کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

سپروائزر نے کہا "سوری مس! صاحب اصولوں کے بہت پابند ہیں۔ ڈیوٹی کے وقت کسی سے ملاقات نہیں کرتے ہیں۔"

"کیا اوپر انٹرکام نہیں ہے؟"

"جی ہاں انٹرکام سے بات ہوسکتی ہے۔"

اس نے انٹرکام کا ریسیور اٹھا کر تیرہویں منزل سے رابطہ کیا' پھر کہا "مسٹر کارلو سے کہو' ایک صاحبہ بات کرنا چاہتی ہیں۔ ہاں' ہاں کیا؟ کیا کہہ رہے ہو؟ کچھ سنائی نہیں دے رہا ہے!"

وہ تھوڑی دیر تک انٹرکام پر چیختا رہا پھر ریسیور رکھ کر بولا۔ "سوری' اوپر ہیوی جنریٹر اور ڈرل مشینیں چل رہی ہیں ان کے شور میں کچھ سنائی نہیں دے رہا ہے۔"

رائما نے سپروائزر کے دماغ میں رہ کر سنا تھا۔ واقعی وہاں بہت

زیادہ شور تھا۔ دوسری طرف سے بولنے والے کی کوئی بات پلے نہیں پڑرہی تھی' سپروائزر نے کہا "مس! آپ اوپر چلی جائیں۔"

"میں تیرہویں منزل پر نہیں جاؤں گی۔"

"آپ بارہویں پر جائیں اور وہاں مسٹر کارلو کو بلالیں۔"

یہ طریقہ مناسب تھا۔ وہ تیرہ عدد کی نحوست سے محفوظ رہ سکتی تھی۔ سپروائزر نے اسے ایک ڈبے نما لفٹ میں چڑھادیا۔ وہاں دو لفٹیں تھیں۔ ایک اوپر جاتی تھی۔ دوسری نیچے آتی تھی۔ رائما بارہویں منزل پر پہنچ گئی۔ وہاں مزدوروں کے انچارج سے بات کی۔ پہلے اس کے خیالات پڑھے۔ پھر مطمئن ہوکر بولی "مسٹر جان کارلو کہاں ہیں؟"

"وہ تیرہویں منزل پر تھے۔ ہمارے پاس آئے تھے پھر ضروری کام سے لفٹ کے ذریعے نیچے گئے ہیں۔"

"میں اوپر ملنے آئی ہوں' وہ نیچے گئے ہیں۔ کیا مصیبت ہے۔"

"لفٹ موجود ہے۔ آپ نیچے جائیں' ملاقات ہوجائے گی۔"

وہ نیچے جانے والی لفٹ میں آئی۔ اتنی دیر میں شبہ پیدا ہوگیا کہ وہ ملنے سے کترارہا ہے۔ شاید اسے اوپر آتے دیکھ کر نیچے بھاگ گیا ہے۔

وہ لفٹ کے ذریعے نیچے آئی۔ پھر سپروائزر کی ملٹی کلر چھتری کے نیچے آکر بولی "کہاں ہیں مسٹر کارلو؟"

"تم اوپر گئیں' وہ نیچے آگئے۔ پھر ایک ضروری نقشہ لے کر ابھی ابھی اوپر گئے ہیں۔"

وہ میز پر گھونسا مار کر بولی "یہ کیا مذاق ہے۔ میں اوپر جاتی ہوں' وہ نیچے آتا ہے۔ میں نیچے آتی ہوں' وہ اوپر جاتا ہے۔ وہ کون ہے؟ مجھ سے منہ کیوں چھپارہا ہے؟"

اسے اپنے پیچھے آواز سنائی دی "کیا بات ہے؟"

آواز میں ایسی مردانگی تھی کہ دل کو لگتی تھی۔ رائما نے گھوم کر پیچھے کھڑے ہوئے علی کو دیکھا۔ اسے یوں لگا جیسے پہاڑ کے نیچے آگئی ہے۔ وہ آگے بڑھ کر سپروائزر سے کہہ رہا تھا "آنکھیں کھول کر کام کرو۔ تم نے دوسرا نقشہ دے دیا تھا۔ مجھے پھر اوپر سے نیچے آنا پڑا۔ بائی دی وے' یہ مس اس قدر کیوں چیخ رہی ہیں؟"

وہ نقشہ بدل کر دیتے ہوئے بولا "سر! یہ آپ کو تلاش کررہی ہیں۔"

علی نے اسے دیکھ کر کہا "میرا خیال ہے' میں تمہیں نہیں جانتا ہوں۔ اگر جان پہچان کرنے آئی ہو تو اپنے بلاؤز کی زِپ لگاؤ۔"

وہ اس کے چور خیالات پڑھنا چاہتی تھی۔ پڑھنا بھول کر دونوں ہاتھ پیچھے لے گئی۔ زِپ اچھی طرح لگی ہوئی تھی۔ وہ جھنجلا کر بولی "تم مجھے الّو بنارہے ہو؟"

"تم کیوں بن گئیں؟ کوئی کہے گا کوا کان لے گیا تو تم کوے کے پیچھے دوڑو گی۔ کیا تمہیں اپنے بدن پر کان کی موجودگی اور لباس کے درست ہونے کا یقین نہیں رہتا؟"

"شٹ اپ! میں تم سے بات کرنا پسند نہیں کرتی۔"

"اس کا مطلب ہے' میری تلاش ختم ہوگئی ہے۔ شکریہ' مجھے بہت سے کام کرنے ہیں۔"

وہ جانے لگا۔ رائما اس کے دماغ میں گئی۔ لیکن خیالات پڑھنے سے پہلے ہی وہ جاتے جاتے پلٹ کر بولا "تمہیں اس بات کا احساس نہیں ہے کہ غصے میں بولتے وقت تمہارے ہونٹوں کے زاویے بدلتے ہیں جس کی وجہ سے ہونٹوں کی سرخی پھیل جاتی ہے۔"

وہ پھر پلٹ کر جانے لگا۔ حسین لڑکیاں اپنے چہروں پر ذرا سا بھی نقص برداشت نہیں کرتیں۔ میک اپ میں ذرا سی گڑبڑ ہو تو آئینہ دیکھ کر اُسے فوراً درست کرلیتی ہیں۔ رائما نے فوراً ہی پرس میں سے بے بی آئینہ نکال کر دیکھا۔ سرخی نہیں پھیلی تھی۔ لبوں کی لالی بڑی دلکش تھی۔ اس نے غصے سے دور جاتے ہوئے علی کو دیکھا پھر دوڑتی ہوئی اس کی طرف جانے لگی۔

وہ لفٹ کے اندر جاکر کھڑا ہوا تو وہ بھی اندر آگئی' اس کے سامنے تن کر بولی "میں تم سے سمجھ لوں گی۔ اگر میں نے تمہیں..."

وہ بات پوری نہ کرسکی۔ لفٹ جھٹکے سے اوپر جانے لگی تو اپنا توازن قائم نہ رکھ سکی۔ علی پر آکر لد گئی۔ وہ بولا "کیا تم اسی طرح سمجھنے کا دعویٰ کررہی ہو؟"

اس نے فوراً ہی الگ ہوکر ایک راڈ کو پکڑلیا۔ راڈ پر لگا ہوا رنگ ابھی کچا تھا۔ اس نے علی سے الگ رہنے کی دُھن میں رنگ کی طرف دھیان نہیں دیا۔ اوپری منزل سے تھوڑی تھوڑی سی مٹی گررہی تھی۔ علی نے ایک ہاتھ سے اپنے چہرے کو صاف کیا۔ اس نے بھی مٹی صاف کرنے کے لئے ہاتھ پھیرا تو ہاتھ میں لگا ہوا رنگ چہرے پر جگہ جگہ لگ گیا۔

علی نے اوپر پہنچ کر کہا "تمہاری جیسی بدحواس لڑکی کو آئینہ دیکھتے رہنا چاہئے۔ کارٹون لگ رہی ہو۔"

"اب میں تمہاری باتوں میں آکر آئینہ نہیں دیکھوں گی۔ تم خود کو سمجھتے کیا ہو؟"

"مجھ سے نہ پوچھو۔ میری بات کا جواب دو۔ کس رشتے سے لڑنے کے لئے تیرہویں منزل پر آئی ہو؟"

"کیا؟" وہ چیخ کر بولی "یہ تیرہویں منزل ہے۔ نہیں میں تیرہویں منزل پر نہیں آؤں گی۔"

"جواب نہیں ہے۔ آچکی ہو اور کہتی ہو نہیں آؤں گی۔"

"تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا؟"

"تم نے پوچھا ہی کب تھا۔"

وہاں کام کرنے والے پلٹ پلٹ کر رائما کو دیکھ رہے تھے اور ہنس رہے تھے۔ وہ ایک مزدور کے پاس آکر بولی "کیوں ہنس رہے ہو' کیا میں کارٹون نظر آرہی ہوں؟"

مزدور نے کہا "میں اپنے منہ سے کیا بولوں' آئینہ دیکھ لو۔"

"شٹ اپ! تم اپنے صاحب سے ملے ہوئے ہو۔ صاحب جو بولتا ہے' وہی بولتے ہو۔ میں آئینہ نہیں دیکھوں گی۔"

پھر وہ مزدوروں کے انچارج کے پاس آکر بولی "تم معقول اور

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

سنجیدہ لگتے ہو۔ پھر مجھے دیکھ کر کیوں مسکرا رہے تھے؟"

وہ بولا "تم میری بٹی جیسی ہو۔ پلیز آئینہ دیکھو۔"

راٹما نے کن انکھیوں سے علی کو دیکھا۔ وہ مزدوروں کو نقشہ دکھا کر کچھ ہدایات دے رہا تھا۔ موقع غنیمت جان کر اس نے فوراً ہی پرس سے بے بی آئینہ نکال کر اپنی صورت دیکھی تو چیخ پڑی۔

علی نے پلٹ کر پوچھا "اب کیا ہوا؟"

وہ گھونسا دکھا کر دانت کچکچاتے ہوئے اس کی طرف بڑھتے ہوئے بولی "میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ تم میرے پیچھے پڑ گئے ہو۔"

وہ ہاتھ مارتی تو علی کے لباس پر بھی رنگ لگ جاتا۔ اس نے دونوں ہاتھوں کو پکڑ کر پوچھا "تمہیں پاگل خانے سے کس احمق ڈاکٹر نے چھٹی دی ہے؟"

وہ اپنے ہاتھوں کو چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے چیخ کر بولی۔ "میں پاگل نہیں ہوں۔"

"کیا یہ پاگل پن نہیں ہے کہ مجھے تلاش کرتی ہوئی آئی ہو اور مجھے ہی الزام دے رہی ہو کہ تمہارے پیچھے پڑ گیا ہوں۔"

انچارج نے پوچھا "مس تم کون ہو؟ اور یہاں کیوں آئی ہو؟"

اس سوال پر وہ چونکی۔ یاد آیا کہ جان کارلو کے خیالات پڑھنے آئی تھی لیکن کارلو اسے معمولی باتوں سے یوں الجھاتا آ رہا ہے کہ وہ اپنے آنے کا مقصد بھول گئی تھی۔

لیبر انچارج نے اسے کیروسین آئل اور کپڑا لا کر دیا تاکہ وہ چہرے سے رنگ چھڑا لے۔ وہ آئینہ دیکھ کر رونے لگی۔ اتنے حسین چہرے کی انسلٹ ہوئی تھی' پھر وہ مہنگا میک اپ اور قیمتی پرفیوم استعمال کرتی تھی۔ کیروسین تیل کی بو سے ابکائی آ رہی تھی۔ اسے یہ سب برداشت کرنا پڑ رہا تھا۔ جان کارلو نے اسے بہت تنگ کیا تھا۔ مگر عجیب بات تھی کہ اس پر غصہ نہیں آ رہا تھا' اس کے باوجود غصہ دکھانا اچھا لگ رہا تھا۔ بعض لڑکیاں تنگ کرنے والے جوانوں کو پسند کرتی ہیں۔ وہ سوچ میں پڑ گئی "کیا میں اسے پسند کرنے لگی ہوں؟"

پھر اس نے چونک کر سوچا "مجھے کیا ہو گیا ہے۔ میں اس کے خیالات پڑھنا چاہتی ہوں۔ پھر دوسری طرف بھٹک جاتی ہوں۔ نہیں' اب میں کچھ نہیں سوچوں گی.... اس کے خیالات پڑھوں گی۔"

پھر وہ آئینہ دیکھتے دیکھتے علی کے اندر پہنچ گئی۔ اس کے خیالات بتانے لگے کہ وہ آباؤ اجداد کے زمانے سے امریکی ہے۔ اس نے کیلیفورنیا انسٹی ٹیوٹ آف انجینئرنگ سے ڈپلوما حاصل کیا ہے۔ پچھلے دو برس سے کنگ فرنانڈو کے مختلف پروجیکٹ میں انجینئر کی حیثیت سے کام کرتا آ رہا ہے۔ پچھلے دو دن سے موجودہ پروجیکٹ میں اپنے فرائض انجام دے رہا ہے۔

راٹما نے اس کے رشتے داروں کے بارے میں پوچھا۔ اس کے خیالات نے کہا "میرے ممی اور ڈیڈی اٹلانٹا میں ہیں۔ ایک بڑا بھائی اسرائیل میں ہے۔"

اس کی سوچ نے ممی کے طور پر لیلیٰ کا پتا بتایا۔ وہ اٹلانٹا میں ڈمی شوہر کے ساتھ رہتی تھی۔ اسرائیل میں رہنے والے بابا صاحب کے ادارے کے ایک جاسوس کا پتا بھائی کے طور پر بیان کر دیا۔ یہ ساری باتیں لیلیٰ نے اس پر عمل کرتے وقت ذہن نشین کرا دی تھیں۔

راٹما نے اپنی ٹیم کے سراغرسانوں کو وہ تمام پتے نوٹ کرا دیے تاکہ جان کارلو کے چور خیالات کی تصدیق ہو سکے۔ پھر اس نے پوچھا "شادی ہو گئی؟"

کارلو کی سوچ نے کہا "میری زندگی میں آج تک کوئی لڑکی نہیں آئی۔"

راٹما اس کی سوچ میں بولی "میں اتنا خوبرو اور اسمارٹ ہوں پھر میری زندگی میں کوئی حسینہ کیوں نہیں آئی؟"

کارلو کی سوچ نے کہا "یوں تو بے شمار لڑکیاں مجھ میں دلچسپی لیتی ہیں لیکن میرا دل کسی پر نہیں آتا۔ میرا دماغ ایک ایسی حسینہ کی باتیں کرتا ہے جسے میں نے دیکھا نہیں ہے۔ وہ خواب میں آتی ہے۔ اس کا چہرہ صاف نظر نہیں آتا۔ وہ کہتی ہے' جلد ہی میری زندگی میں آئے گی۔"

"جب چہرہ صاف نظر نہیں آتا ہے تو سامنے آنے پر اُسے کیسے پہچانو گے؟"

"میں اسے نام سے پہچانوں گا۔ وہ اپنا نام سلوانا بتاتی ہے۔"

وہ اس کے خیالات پڑھنے میں گم ہو گئی تھی۔ اس بات کا ہوش نہیں تھا کہ چہرہ صاف ہو گیا ہے پھر بھی وہ آئینہ دیکھتی جا رہی ہے۔ علی نے اس کے شانے کو تھپک کر کہا "گھر جا کر آئینہ دیکھو۔ یہاں کام ہو رہا ہے۔"

اس نے چونک کر علی کو دیکھا پھر کہا "میرے چہرے سے کیروسین تیل کی بو... آ رہی ہے۔ میں صابن سے منہ دھونا چاہتی ہوں۔ یہاں واش روم ہے؟"

علی نے ایک مزدور سے کہا "مس کو واش روم دکھا دو۔"

"میں تمہارے ساتھ جاؤں گی۔ کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

"تم دیکھ رہی ہو میں بہت مصروف ہوں۔"

وہ دونوں ہاتھوں سے اس کے بازو کو تھام کر بولی "تمہاری مصروفیت کی ایسی کی تیسی۔ میرے ساتھ چلو۔"

"تم تو فری ہو رہی ہو۔"

"اگر ساتھ نہ چلے تو تمہاری توقع سے زیادہ فری ہو جاؤں گی۔"

اس نے کام کرنے والوں کو دیکھا۔ وہ سب تماشا سمجھ کر دیکھ رہے تھے۔ وہ مجبوراً اس کے ساتھ لفٹ کے ذریعے نیچے آیا۔ وہاں اس کی عارضی رہائش کے لئے ایک کیبن بنا ہوا تھا۔ راٹما اس کے ساتھ کیبن کے بیڈ روم میں آئی پھر واش روم میں جاتی ہوئی بولی۔

"تم نے یہ نہیں پوچھا کہ میں تمہیں کیوں تلاش کرتی ہوئی آئی ہوں؟"

وہ کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا "کیوں آئی ہو؟"

واش بیسن میں نلکے سے پانی گرنے کی آواز آ رہی تھی۔ اس نے کہا "میں ایک حقیقت بیان کروں گی تو تم یقین نہیں کرو گے۔"

"یقین کر لوں گا۔"

"میں اکثر تمہیں خوابوں میں دیکھتی رہی ہوں۔ تم آتے ہو اور کہتے ہو' ڈھونڈنے سے خدا مل جاتا ہے۔ مجھے ڈھونڈ لو' میرا نام جان کارلو ہے۔"

وہ خاموش رہا' اس نے پوچھا "تمہاری خاموشی بتا رہی ہے کہ میرے خواب کو بکواس سمجھ رہے ہو۔"

"نہیں' میں سنجیدگی سے سوچ رہا ہوں۔ دراصل میں بھی ایک لڑکی کو دیکھتا رہا ہوں' کیا تمہارا نام پوچھ سکتا ہوں؟"

وہ تولیے سے منہ پونچھتی ہوئی بیڈ روم میں آئی پھر بولی "میرا نام سلوانا ہے۔"

علی حیرت سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ راٹما اس کے خیالات پڑھ کر سمجھ گئی تھی کہ وہ سلوانا کے نام پر تڑپ جائے گا۔ وہ انجان بن کر بولی "کیا ہوا؟"

"آں؟ وہ... وہ بات یہ ہے کہ میں بھی ایک حقیقت بیان کروں گا تو تم یقین نہیں کرو گی۔"

"میں خوابوں میں ڈھونڈتی ہوئی تعبیر تک پہنچی ہوں۔ تم میرے خوابوں کے شہزادے ہو' جو کہو گے اس پر یقین کروں گی۔"

"میں جسے خواب میں دیکھتا ہوں وہ اپنا نام سلوانا بتاتی ہے۔"

وہ قریب آ کر بولی "ہاں' میں تمہیں خوابوں میں کہا کرتی تھی کہ میرا نام سلوانا ہے۔ تمہیں میرا چہرہ صاف نظر نہیں آتا ہے۔ لیکن جب تمہارے سامنے آؤں گی تو تم مجھے نام سے پہچان لو گے۔"

وہ گردن میں بانہیں ڈال کر بولی "اور تم پہچان گئے ہو۔ میری تلاش ختم ہو گئی ہے۔"

علی کی زندگی میں پہلی بار کوئی خوب صورت اور جوان لڑکی اتنے قریب آئی تھی۔ ہوش میں آتی تو وہ اسے اٹھا کر باہر پھینک دیتا لیکن تنویمی عمل نے جذبات کی گرہیں کھول دی تھیں۔ لیلیٰ اور سلطانہ نے کچھ برا نہیں کیا تھا۔ پہلے پہل چاقو ایجاد ہوا تھا جانوروں کا شکار کرنے اور ان کا گوشت کاٹ کر کھانے کے لئے یا دشمنوں کو ہلاک کرنے کے لئے لیکن آدمی اس سے دوستوں کا گلا کاٹنے لگا۔

ہر اچھی بات اچھائی کے لئے ہوتی ہے۔ مگر لوگ اس سے برائی کا پہلو بھی نکال لیتے ہیں۔ لیلیٰ اور سلطانہ نے چاہا تھا کہ وہ جذبات کو پہلے کی طرح نہ کچلتا رہے۔ بلکہ اب ثانی سے محبت کرے' شادی کرے اور آئندہ خوب صورت نسل پیدا کرے۔ ان بیچاری بہنوں نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ ثانی سے پہلے کوئی دوسری علی سے ٹکرا جائے گی اور وہ سلوانا کا نام اپنا کر تنویمی عمل کا رخ بدل دے گی۔

علی تھوڑی دیر تک سحر زدہ سا رہا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ سلوانا اتنی اچھی کیوں لگ رہی ہے۔ وہ ابھی سمجھ ہی نہیں سکتا تھا کہ یہ محض سلوانا کے نام کا سحر ہے جو تنویمی عمل سے چلا ہے اور پتا نہیں کب تک چلتا رہے گا۔

تھوڑی دیر بعد اس نے الگ ہو کر کہا "یہ بری بات ہے' گمراہی ہے۔ ہم تعلیم یافتہ اور مہذب ہیں۔ ہمیں مذہب اور قانون کے مطابق محبت کرنی چاہئے۔"

راٹما اس کے طلسم سے نکلنا نہیں چاہتی تھی' علی کی محبت کے ہر انداز میں جادو تھا۔ ہر بات میں اثر تھا۔ اس بات نے بھی اثر کیا کہ اسے آج کے بدمعاش دور میں اس قدر شریف نوجوان ملا ہے جو شرافت اور تہذیب کی خاطر حسن و شباب سے نکل آتا ہے۔

وہ خوش ہو کر بولی "تم بہت اچھے ہو۔ میں تمہاری شریکِ حیات بن کر ساری زندگی فخر کروں گی۔"

"سلوانا! میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا۔ میں آج ہی شادی کر کے آج ہی تمہیں اپنی دھڑکنوں سے لگانا چاہتا ہوں لیکن اتنی جلدی ممکن نہیں ہے' تمہارے والدین راضی نہیں ہوں گے۔"

"میرے ماں باپ نہیں ہیں لیکن میں جس ادارے میں ہوں وہاں مجھ پر یہ پابندی عائد کی گئی ہے کہ میں پانچ برس تک شادی نہ کروں۔"

"تم میری خاطر اس ادارے کو چھوڑ دو۔"

"میں تمہاری خاطر سب کچھ کر سکتی ہوں لیکن اس ادارے کے بڑے لوگ بہت ہی خطرناک ہیں۔ پابندی توڑتے ہی وہ میرے علاوہ تمہاری جان کے بھی دشمن ہو جائیں گے۔"

وہ ایک کرسی پر بیٹھ گیا پھر بولا "میں کسی کی دشمنی سے خوفزدہ نہیں ہوتا۔ تم نے قریب آ کر میرے اندر ہلچل پیدا کر دی ہے۔"

راٹما بھی اس کے لئے پاگل ہو رہی تھی۔ ایک خیال ستا رہا تھا کہ جان کارلو کا خواب سچا ہو گا اور سچ مچ کوئی سلوانا اس کی زندگی میں آئے گی تو کارلو اسے چھوڑ کر اپنی سلوانا کا ہو جائے گا۔ اس سے پہلے ہی کارلو کو اپنا کر اسے یہاں سے کہیں دور لے جانا چاہئے۔

کہیں دور جا کر گمنامی کی زندگی گزارنے کا خیال آیا تو اس کے اندر بغاوت کے جذبات ابھرنے لگے' جوانی میں اپنے محبوب کی خاطر ایسے ہی فیصلے ہوتے ہیں۔ وہ حکمرانوں کو دھوکا دے کر اپنا اور کارلو کا روپ بدل کر بڑے مزے سے ایک آزاد ازدواجی زندگی گزار سکتی تھی۔

اس نے سوچا علی کو بتا دے کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے اور ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے سروں پر ہر لمحہ منڈلاتی رہتی ہے۔ وہ اس سے شادی کرے گا تو اسے خطرات سے کھیلتے ہوئے زندگی گزارنا ہو گی۔

پھر اس نے سوچا "زیادہ خطرات کا ذکر کروں گی تو ہو سکتا ہے یہ گھبرا کر ساتھ چھوڑ دے۔ پہلے اسے کچھ عرصے تک آزماتی رہوں گی پھر ٹیلی پیتھی کے سلسلے میں اسے رازدار بناؤں گی۔"

علی نے پوچھا "کیا سوچ رہی ہو؟"

"سوچ رہی ہوں' اپنے ادارے کو چھوڑنے کے بعد ہم دونوں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کو چھپ کر رہنا ہوگا۔اس کے لئے تمہیں بھی اپنی ملازمت کو چھوڑنا ہوگا۔"

"تم ناحق پریشان ہوتی ہو۔میں تمہارے دشمنوں سے نمٹ لوں گا۔"

"وہ معمولی دشمن نہیں ہیں' یہاں کے حکمران ہیں۔فوجی افسران ہیں۔دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔ان سے ٹکرانا نادانی ہوگی اور پلاسٹک سرجری کے ذریعے چہرہ بدل کر رہنا دانشمندی ہوگی۔ہم اسی ملک میں رہیں گے اور کوئی ہمیں پہچان نہیں سکے گا۔"

"تمہاری یہ پلاننگ اچھی ہے۔تم جس منصوبے پر عمل کروگی میں تمہارا ساتھ دوں گا۔"

"میں شام کو آؤں گی۔ہم کہیں رات کا کھانا کھائیں گے اور ایک نئی زندگی گزارنے کے متعلق آخری فیصلہ کریں گے اور اس فیصلے پر فوراً عمل کریں گے۔"

وہ اس کا ہاتھ تھام کر کیبن سے باہر آیا۔اس حسینہ کے ہاتھوں میں ایسی چکناہٹ تھی کہ اس کے ہاتھوں سے پھسلی جارہی تھی۔اسے چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا تھا لیکن وہ چھوٹ گئی۔اس سے دور ہوگئی۔جانے سے پہلے اپنی قربت کا نمونہ چھوڑ گئی تھی جسے وہ دیر تک یاد کرتا رہا۔

سپروائزر اسے بلانے آیا لیکن اس نے آج کام کرنے سے انکار کردیا۔اس کا دل کہیں نہیں لگ رہا تھا۔وہ حیران تھا کہ آج تک ایسا نہیں ہوا۔آج سلوانا نے کیا جادو کردیا ہے۔اسی کی یاد آرہی ہے' اسی کی تمنا جاری ہے۔وہ اسی طرح اس کے اندر جاری و ساری رہی تو وہ پھر کسی کام کا نہیں رہے گا۔بس ایک عاشق نام کا رہے گا۔

وہ دور جانے کے بعد جان کارلو کے خیالات پڑھ رہی تھی اور خوش ہو رہی تھی۔دل ہی دل میں عزم کررہی تھی کہ حکومت سے غداری کرے گی' حکمرانوں سے دشمنی مول لے گی مگر جان کارلو کی دوستی سے باز نہیں آئے گی۔

اس نے اپنی رہائش گاہ میں پہنچ کر خیال خوانی کے ذریعے جان لبوڈا کو اپنے کام کی رپورٹ پیش کی پھر دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچنے لگی۔سب سے پہلے جان کارلو پر تنویمی عمل کرکے اس کی سوچ اور لہجے کو بدلنا ہوگا پھر چہرے کو تبدیل کرنا ہوگا کیونکہ جب وہ رُوپوش ہوں گے تو ہولی مین اور جان لبوڈا تفتیش کرتے ہوئے کنگ فرنانڈو کے پروجیکٹ میں آئیں گے۔وہاں معلوم ہوگا کہ جان کارلو نامی انجینئر غائب ہے اور وہ راثما کے ساتھ دیکھا گیا تھا۔پاسپورٹ اور شناختی کاغذات کے دفتروں سے جان کارلو کی تصویریں مل جائیں گی۔جان لبوڈا تصویر کی آنکھوں میں جھانک کر کارلو کے دماغ میں پہنچ جائے گا۔

وہ ایک بار رُوپوش ہونے کے بعد پھر ظاہر ہونا نہیں چاہتی تھی۔اس کے لئے ضروری تھا کہ جان کارلو کی شخصیت اور چہرہ بدل جائے۔وہ شام تک اس منصوبے کے ہر پہلو پر غور کرتی رہی۔امریکی شہریت کے کاغذات جاری کرنے والے ادارے کے افسران سے دماغی رابطہ کیا۔ان کے دماغوں پر قبضہ جما کر ایک ایسی جوان لڑکی اور جوان مرد کے کاغذات اور تصویریں حاصل کیں جو برسوں سے لاپتا تھے۔

اس کے بعد ایک پلاسٹک سرجری کے ماہر کے دماغ میں جگہ بنائی۔شام کو علی کے پاس آکر کہا "یہ ایک جوان کی تصویر اور اس کی امریکی شہریت کے کاغذات ہیں۔کاغذات اپنے پاس رکھو اور ایک تصویر پلاسٹک سرجری کے ماہر کے پاس لے جاؤ۔وہ تمہارا چہرہ تبدیل کردے گا۔"

"تم بھی میرے ساتھ چلو۔"

"میں بعد میں آؤں گی۔اور جب آؤں گی تو میرا چہرہ بھی تبدیل ہوچکا ہوگا۔یہ میرے آئندہ چہرے والی تصویر ہے۔"

وہ ایک تصویر اسے دیتے ہوئے بولی۔"حکومت کے جاسوس میری نگرانی کرتے ہوں گے۔اس لئے شخصیت کی تبدیلی تک ہم ایک دوسرے سے نہیں ملیں گے۔"

وہ چلی گئی۔وہ اس کے مشورے کے مطابق پلاسٹک سرجری کے ماہر کے پاس آیا تو راثما اس ماہر کے دماغ میں موجود تھی اور اس وقت تک موجود رہی جب تک اس نے تصویر کے مطابق جان کارلو کو ایڈی فشر نہیں بنا دیا۔اب اس نئے روپ میں علی کا نام ایڈی فشر ہوگیا تھا۔

راثما نے اس ماہر کے دماغ پر اس لئے قبضہ جمایا تھا کہ جب وہ اس کے دماغ کو آزاد چھوڑے تو اسے یاد نہ رہے کہ کون اس کے پاس سرجری کے ذریعے چہرہ تبدیل کرانے آیا تھا اور اس نے خود اپنے ہاتھوں سے کون سا نیا چہرہ بنایا ہے؟

جب علی پوری طرح تبدیل ہو کر چلا گیا تو راثما نے اس ماہر کو آزاد کردیا۔دماغی طور پر حاضر ہو کر ماسک میک اپ کے ذریعے اپنا چہرہ تبدیل کرنے لگی۔علی سے یہ طے پایا تھا کہ وہ دو گھنٹے کہیں گزارے گا پھر ایک نائٹ کلب کے ڈائننگ ہال میں آکر اس کا انتظار کرے گا۔

یہ انتظار بھی ختم ہوگیا۔راثما ایک نئے روپ میں اس کے سامنے آئی۔علی نے اپنی جیب سے تصویر نکال کر اسے دیکھا۔پھر کہا "میرے پاس یہ تصویر نہ ہوتی تو تمہیں کبھی نہ پہچانتا۔مجھے یقین ہے' ہمارے دشمن نہ ہمیں پہچانیں گے نہ ہم پر شبہ کریں گے۔"

وہ مسکرا کر بولی "مجھے تمہارا پیار ملتا رہا تو میں ساری دنیا سے تمہاری خاطر لڑتی رہوں گی۔"

"اب ہم کہاں جائیں گے؟ ہمارا ٹھکانا کہاں ہوگا؟"

"مجھے ذرا خاموشی سے سوچنے دو۔میں ابھی اس سلسلے میں بات کروں گی۔جب تک تم کھانے کا آرڈر دو۔"

وہ سوچ کے ذریعے ایک ایسے شخص کے پاس پہنچی جو ضرورت

مندوں کو کرائے پر گاڑیاں دیتا تھا۔راثما نے اسے ایک کار میں بٹھایا پھر ڈرائیو کرتے ہوئے شہر سے باہر جانے پر مجبور کیا۔ایک جگہ ہائی وے پر اسے کار سے اتار کر واپس شہر آنے والی ایک بس میں بٹھا دیا۔وہ کار ویرانے میں رہ گئی۔کار والا اپنے گھر آگیا۔راثما نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑا تو وہ پریشان ہو کر سوچنے لگا۔"مجھے کچھ ہوگیا تھا؟ میں کچھ دیر کے لئے غائب دماغ ہوگیا تھا۔"

راثما نے اس کی سوچ میں کہا "ہاں' مجھے کچھ یاد آرہا ہے۔ایک جوان لڑکی ایک خوبرو مرد کے ساتھ آئی تھی۔اس نے ایک کار کرائے پر لی۔پھر اس کے جاتے ہی میں دماغی طور پر غائب ہوگیا۔"

وہ تائید میں یہی باتیں سوچنے لگا۔راثما خیال خوانی سے واپس آگئی۔ویٹر کھانے کی ڈشیں اس کے اور علی کے درمیان رکھ رہا تھا۔راثما نے یہ سب کچھ اس لئے کیا تھا کہ جان لبوڈا کے جاسوس اسے تلاش کریں تو ہائی وے پر ایک گاڑی ملے۔گاڑی کے ذریعے اس کے مالک کا محاسبہ کریں تو پتا چلے کہ ایک لڑکی کسی بوائے فرینڈ کے ساتھ آئی تھی اس کے بعد ہی کار کا مالک دماغی طور پر غائب ہوا تھا۔یوں ثابت ہوجاتا کہ راثما کسی جوان کے ساتھ شہر سے باہر گئی تھی پھر ایک جگہ وہ گاڑی چھوڑ کر کسی دوسری گاڑی یا بس میں دوسرے شہر کی طرف چلی گئی ہے۔

اب اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ تلاش کرنے والے اسے شکاگو میں تلاش نہ کرتے۔دوسری طرف بھٹکتے رہتے اور وہ علی کے ساتھ اطمینان سے اسی شہر میں رہتی۔اس نے معلوم کیا تھا ایک بوڑھی خاتون تنہا ایک مکان میں رہتی تھی اور اس مکان کے کمرے عارضی رہائش کے لئے کرائے پر دیتی تھی۔راثما نے سوچ لیا تھا آج رات وہاں پیئنگ گیسٹ کی حیثیت سے علی کے ساتھ رہے گی۔پھر خیال خوانی کے ذریعے بوڑھی خاتون کے دماغ پر اور اس کے مکان پر قبضہ کرلے گی۔

علی خاموشی سے کھاتے ہوئے سوچ رہا تھا "جب سے سلوانا میری نظروں کے سامنے آئی ہے' مجھے یہ دنیا حسین لگ رہی ہے۔جی چاہتا ہے دن رات اپنی سلوانا سے محبت کرتا رہوں۔لیکن ایک بات میرے مزاج کے خلاف ہے۔میں محبت کے چکر میں اس کا محتاج ہوگیا ہوں۔یہ جو کہتی ہے اس پر عمل کرتا جارہا ہوں۔اس نئی زندگی کی ابتدا میں میری اپنی ذہانت اور اپنی عملی کوششیں شامل نہیں ہیں۔"

راثما اس کے خیالات پڑھ رہی تھی اور زیرِ لب مسکراتی ہوئی سوچ رہی تھی۔"مرد کو بہت زیادہ خود سر نہیں ہونا چاہئے۔اگر اسے تھوڑا تھوڑا محتاج بنا کر رکھا جائے تو وہ ہمیشہ وفادار رہتا ہے۔میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے وفادار بنا کر رکھوں گی۔"

پھر وہ بولی "میں نے ہر پہلو پر غور کیا ہے۔ہم ہر طرح محفوظ ہیں۔اب میں تمہیں فشر کہہ کر مخاطب کروں گی۔تمہارا پورا نام ایڈی فشر ہے اور میرا نام پامیلا جون ہے۔"

"یہ تو ہم ہوچکے ہیں۔لیکن ہمارا ٹھکانا کہاں ہوگا؟"

وہ کھانے کے بعد علی کو گیسٹ ہاؤس میں لے آئی۔وہاں ایک کمرا حاصل کیا۔علی نے کمرے میں آکر کہا "مجھے اپنے لئے ایک الگ کمرا لینا چاہئے۔"

وہ بولی "ہم نے یہاں کی بوڑھی مالکہ کے سامنے خود کو میاں بیوی کی حیثیت سے پیش کیا ہے۔پھر تم دوسرے کمرے میں کیسے رات گزارو گے؟"

"کیا ہم ایک کمرے میں؟ مم۔۔۔مگر ہماری شادی نہیں ہوئی ہے۔"

"ہو جائے گی۔میں لڑکی ہوں' مجھے تم سے ڈرنا چاہئے۔مگر تم مجھ سے ڈر رہے ہو۔"

"بات ڈرنے کی نہیں ہے۔ہم انسان ہیں' بہک سکتے ہیں۔"

"میں وعدہ کرتی ہوں تمہاری عزت پر آنچ نہیں آنے دوں گی۔"

وہ باتھ روم میں آگئی۔دروازے کو اندر سے بند کرکے علی کے دماغ میں پہنچ گئی۔اسے بستر پر لے گئی۔وہ لیٹ گیا۔پھر آنکھوں کو اس نے بند کیا۔راثما نے اسے ٹیلی پیتھی کے ذریعے تھپک تھپک کر سلا دیا۔وہ فولادی جوان جو سُپر پاور کے قابو میں نہیں آتا تھا' ایک لڑکی کے ہاتھوں میں بے بس ہوگیا تھا۔وہ گہری نیند میں ڈوب گیا تھا۔

راثما باتھ روم سے نکل کر کمرے میں آئی۔علی کو مسکرا کر دیکھا۔پھر وہاں سے چلتی ہوئی بوڑھی خاتون کے کمرے کے سامنے آئی۔اس نے دروازے پر دستک نہیں دی۔اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے دروازہ کھولنے پر مجبور کیا۔

خاتون نے دروازہ کھول کر اسے دیکھا۔پھر بولی "تعجب ہے میرے دل میں بات آئی کہ دروازہ کھولنا چاہئے' کوئی آیا ہے اور واقعی تم آئی ہو۔کبھی ایسی عجیب باتیں ہوجاتی ہیں جو ہماری سمجھ میں نہیں آتیں۔"

"تمہاری سمجھ میں یہ بات آسکتی ہے۔تم نے خون کی کشش سے دروازہ کھولا ہے۔مجھے غور سے دیکھو۔میں تمہاری وہ بیٹی ہوں جو دس برس پہلے تم سے بچھڑ گئی تھی۔میرا باپ مجھے تم سے چھین کر لے گیا تھا۔"

خاتون اسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگی۔پھر وہ بولی "دس برس میں تم بچی سے جوان ہوگئیں۔صورت بدل گئی۔میں تمہیں پہچان نہیں سکتی مگر تم نے مجھے پہچان لیا؟"

"میں نے ڈیڈی کے پاس تمہاری تصویر دیکھی تھی۔"

"اپنے ڈیڈی کی خاص باتیں اور خاص عادتیں بتاؤ۔"

راثما نے اس کے خیالات پڑھ کر جو معلومات حاصل کی تھیں ان کے مطابق خاتون کے شوہر کی خاص باتیں اور خاص عادتیں بتا دیں۔اس کے بعد شبہ کی گنجائش نہیں رہی۔خاتون نے اس سے لپٹ کر کہا "او مائی ڈارلنگ بے بی! آخر گاڈ نے میری سن لی۔میں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

تمہارے لئے تڑپتی تھی، دعائیں مانگتی تھی۔ میری ماستا کی دعا آخر پوری ہوگئی۔"

وہ رانتا کو چوم رہی تھی۔ خوشی سے رو رہی تھی۔ رانتا نے کہا۔

"مما! تم نے میرا نام ڈانتا رکھا تھا لیکن ڈیڈی نے میرا نام بدل کر پامیلا جون رکھ دیا تھا۔"

"اب تمہارا باپ اس دنیا میں نہیں ہے۔ تم پھر سے میری ڈانتا بن جاؤ۔"

"یہ ممکن نہیں ہے کیونکہ پامیلا جون کے نام سے میری شادی ایڈی فشر سے ہو چکی ہے۔ اب میں مسز پامیلا فشر کہلاتی ہوں۔"

"اوہ یاد آیا۔ وہ جوان جو تمہارے ساتھ یہاں آیا ہے وہ تمہارا شوہر، میرا داماد ہے۔ مجھے اس کے پاس لے چلو۔ میں اپنی بیٹی کی پسند کو جی بھر کے دیکھوں گی۔ اسے کس کروں گی۔"

"ممی! وہ ابھی سو رہا ہے۔ اس سے صبح ملاقات ہوگی۔"

"پھر تو تمہیں اس کے پاس رہنا چاہئے۔ وہ اکیلا ہے۔"

"میں تمہارے پاس رہوں گی۔ تم سو جاؤ گی تو فشر کے پاس چلی جاؤں گی۔"

وہ بوڑھی کے کمرے میں اس کے ساتھ آکر بستر پر لیٹ گئی۔ خاتون نے کہا "میں اتنے بڑے مکان کی مالک ہوں۔ تیرا باپ اس مکان کو فروخت کرکے رقم کسی کاروبار میں لگانا چاہتا تھا۔ میں نے انکار کیا تو وہ تجھے لے کر بھاگ گیا۔"

"پچھلی باتوں کو بھول جاؤ ممی! سو جاؤ۔"

وہ آنکھیں بند کرتے ہوئے بولی "میں نے دوسری شادی نہیں کی۔ دوسری اولاد نہیں ہوئی۔ میری تمام نقد رقم اور یہ مکان اب تمہارا ہے۔"

"ممی! میں اتنی دولت مند ہوں کہ تمہارا یہ مکان میرے لئے ایک ڈالر کے برابر ہے۔ مجھے صرف تمہاری محبت چاہئے۔ سو جاؤ۔"

وہ اس کے اندر پہنچ کر اسے سلانے لگی۔ تھوڑی دیر بعد وہ سو گئی۔ ادھر سے اطمینان ہوگیا کہ کوئی بھی جاسوس آئے گا تو خاتون اسے اپنی بیٹی اور فشر کو داماد بتائے گی۔

دراصل اسے علی کی طرف سے پریشانی تھی۔ اگر جان لمبوڈا کسی جاسوس کے ذریعے اس کے دماغ میں پہنچتا تو اسے معلوم ہو جاتا کہ وہ جان کارلو ہے اور اس نے پلاسٹک سرجری کے ذریعے چہرہ بدل لیا ہے۔ اتنی ہی معلومات دور تک انکوائری کے لئے کافی ہوتی اور اس کے ساتھ خود وہ بھی پکڑی جاتی۔

اس نے کمرے میں آکر اسے دیکھا۔ وہ گہری نیند میں تھا۔ یہ دروازہ اندر سے بند کرکے اس کے پاس آگئی۔ بستر کے سرے پر بیٹھ کر اسے پیار سے دیکھنے لگی۔ پھر دیکھتے دیکھتے اس کے اندر پہنچ گئی۔ خوابیدہ دماغ کو ٹرانس میں لانا آسان تھا۔ اس نے آسانی سے اسے اپنا معمول بنالیا۔

اس نے پہلی بات جو اس کے دماغ میں نقش کی وہ یہ تھی کہ وہ جان کارلو کی پچھلی زندگی بھول جائے۔

یہ عجیب تماشا ہو رہا تھا۔ پہلے علی تیمور کی زندگی بھلا کر جان کارلو کی شخصیت اس پر تھوپ دی گئی۔ اب جان کارلو کی شخصیت کو بھلا کر ایڈی فشر بنایا جا رہا تھا۔ اس کے ایڈی فشر بن کر رہنے سے رانتا وہاں کے سراغرسانوں سے اور جان لمبوڈا وغیرہ سے محفوظ رہ سکتی تھی۔

اس نے اپنی حفاظت کے لئے اور اس کے ساتھ زندگی گزارنے کے لئے اس جھوٹ کو سچ بنا کر ذہن میں نقش کر دیا کہ ان کی شادی ہو چکی ہے اور وہ میاں بیوی کی حیثیت سے زندگی گزارتے آرہے ہیں اور اس گیسٹ ہاؤس کی مالک اس کی ساس ہے۔ اس نے ہر پہلو سے اپنے تحفظ کا خیال رکھتے ہوئے اس پر عمل کیا۔ پھر اسے تنویمی نیند سونے کے لئے چھوڑ دیا۔ اس کے بعد اسی کمبل میں گھس کر اپنی آنکھیں بند کرلیں۔ دماغ کو ضروری ہدایات دیں اور نیند میں ڈوبتی چلی گئی۔

دوسری صبح علی کی آنکھ کھلی تو اس نے اپنے پہلو میں ایک حسینہ کو دیکھا۔ اب اسے سلوانا یاد نہیں رہی تھی۔ تنویمی عمل کے مطابق یاد آیا کہ وہ پامیلا جون ہے اور اس کی بیوی ہے۔ ایسا تو شاید ہی کسی کے ساتھ ہوا ہو کہ کنوارہ سویا ہو اور جاگا ہو تو شوہر ہونے کی تہمت لگی ہو۔ ثبوت کے طور پر بیوی پہلو میں موجود تھی۔ اگر سرہانے پھلوں کی ٹرے رکھی ہوتی تو صبح پتا چل جاتا کہ اس میں سے کچھ پھل کھایا گیا ہے لیکن ایڈی فشر کو ایسا پھل مل رہا تھا جسے دیکھ کر یاد نہیں آرہا تھا کہ یہ پھل پہلے بھی چکھا ہے یا نہیں؟

تنویمی عمل کے مطابق اس کا دماغ اس مسئلے پر زیادہ نہیں سوچ سکتا تھا۔ جو کچھ اسے مل رہا تھا، اسے قبول کرتے رہنے کا وہ پابند تھا۔ اس کے متاثرہ دماغ نے جو سمجھایا، وہ سمجھ گیا۔ جس راہ پر چلایا اس راہ پر چل پڑا۔ اور جب چل پڑا تو ساتھ چلنے والی کی آنکھ کھل گئی۔

اس دلچسپ ترین داستان کے بقیہ واقعات چھبیسویں حصے میں ملاحظہ فرمائیں جو ۱۵ ستمبر ۱۹۹۲ء کو شائع ہوگا۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ایک دراز دست شخص کی سرگزشت۔ ایک طلسماتی اور سحرانگیز آدمی کے شب و روز اس نے جسے چاہا فتح کرلیا اور جب چاہا کسی کو مات دے دی۔ خیال خوانی میں ایک نیا جہانِ معنی متعارف کرانے والے شخص کی جولانیٔ طبع کی فسوں کاری۔ اس کی شہرت چار دانگ پھیل چکی ہے۔

فرہاد علی تیمور

لیلیٰ اور سلطانہ کے ہوش اڑ گئے۔ پہلے لیلیٰ نے علی کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی تھی۔ اس مقصد کے لئے جان کارلو کی آواز اور لہجے کو گرفت میں لیا تھا لیکن اس لہجے والا گم ہوچکا تھا۔

اس نے دو چار بار کوششیں کیں پھر خیال آیا' تنویمی عمل میں کوئی خرابی پیدا ہوگئی ہوگی۔ علی تیمور کی شخصیت تبدیل نہیں ہو پائی ہے' یہ سوچ کر اس نے علی کے لہجے کو گرفت میں لے کر خیال خوانی کی پرواز کی۔ پھر بھی وہ نہ ملا۔ تب کلیجا دھک سے رہ گیا۔ پہلا خیال یہی آیا کہ وہ خدانخواستہ دنیا سے اٹھ گیا ہے۔ اسی لئے مردہ دماغ سوچ کی لہروں کو قبول نہیں کررہا ہے۔

وہ سلطانہ کے پاس آئی۔ اسے ساری روداد سنائی۔ سلطانہ نے بھی خیال خوانی کے تمام حربے استعمال کئے۔ لیکن علی نہ ملا۔ اس نے کہا۔ "لیلیٰ! یہ کیا ہو رہا ہے؟ کہیں سونیا ثانی کے ساتھ بھی کوئی گڑبڑ نہ ہوئی ہو۔"

دونوں بہنوں نے ثانی کے دماغ کی طرف پرواز کی۔ وہ مل گئی۔ خیریت سے تھی۔ ماضی کو بھول کر خود کو سلوانا جوزف سمجھ رہی تھی۔ سلطانہ نے اس پر عمل کرنے کے دوران کہا تھا کہ وہ شکاگو جائے گی' وہاں اسے مستقبل کا جیون ساتھی جان کارلو ملے گا۔ اس عمل کے مطابق وہ شکاگو پہنچ گئی تھی۔

لیکن اس شہر میں علی کہاں تھا؟ زندہ بھی تھا یا نہیں؟ آگے کچھ سوچ کر کلیجا منہ کو آرہا تھا۔ وہ دونوں ثانی کے دماغ سے آگئیں۔

اس کے پاس بعد میں جاسکتی تھیں۔ انہوں نے سونیا کے پاس آکر یہ باتیں بتائیں۔ اسے بھی تشویش ہوئی۔ اس نے کہا "ابھی علی کے بارے میں رسوتی سے کچھ نہ کہنا۔ وہ رو رو کر اپنا برا حال کرلے گی۔ تم دونوں تھوڑی عقل سے بھی کام کیا کرو۔"

"کیا ہم سے کوئی غلطی ہوگئی ہے سسٹر؟"

"صدمہ کتنا ہی بڑا ہو' بدحواس نہیں ہونا چاہئے۔ تم میں سے ایک کو کنگ فرنانڈو کے اس خاص ملازم کے پاس جانا چاہئے تھا جو شکاگو میں ایک پروجیکٹ کا انچارج تھا اور جہاں علی انجینئر کی حیثیت سے گیا تھا۔"

"واقعی ہم نے ادھر دھیان نہیں دیا۔ میں ابھی جاتی ہوں۔"

"اچھی طرح انکوائری کرو کہ علی پروجیکٹ میں کب سے کب تک ڈیوٹی اٹینڈ کرتا تھا' کن افراد سے اس کا رابطہ رہتا تھا اور آخری بار وہاں کب دیکھا گیا تھا۔"

لیلیٰ اس پروجیکٹ کے انچارج کے پاس گئی۔ ایک سے دوسرے اور دوسرے سے تیسرے کے خیالات پڑھتے ہوئے پتا چلا' ایک حسین اور نوجوان لڑکی صبح ملنے آئی تھی۔ اس سے ملاقات کے بعد علی ڈیوٹی پر واپس نہیں آیا۔ سپروائزر نے شام کے وقت اسے کیبن سے باہر جاتے دیکھا۔ اس کے بعد ہی وہ دو دن سے لاپتا ہے۔ اس حسین اور جوان لڑکی کا تعلق انٹیلی جنس والوں سے تھا اور اب وہ سرکاری سراغرساں بھی سختی سے یہ پوچھتے پھر رہے تھے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کہ وہ لڑکی کہاں ہے' جو جان کارلو سے ملنے آئی تھی۔ اس طرح یہ خیال قائم ہو رہا تھا کہ جان کارلو اس لڑکی کو ساتھ لے کر کہیں گیا ہے۔ لیلیٰ نے سپروائزر کے خیالات پڑھ کر معلوم کیا تھا۔ شام کو جان کارلو کیبن سے نکل کر جاتے وقت سپروائزر سے یہ کہہ گیا تھا کہ وہ اپنی سلوانا سے ملنے جارہا ہے۔

سلطانہ مختلف ذرائع استعمال کرتی ہوئی سرکاری سراغرسانوں کے پاس پہنچی۔ ان کے خیالات نے بتایا وہ جان لمبوڈا کے ماتحت ہیں۔ ان کے ساتھ جو لڑکی تھی' وہ ٹیلی پیتھی جانتی تھی اور اس کا نام رانما جان تھا۔

دونوں بہنیں کڑی سے کڑی ملاتی ہوئی سونیا کے پاس آئیں۔ وہ تمام باتیں سن کر بولی "اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ علی سلامت ہے۔ اسے رانما کہیں لے گئی ہے۔"

لیلیٰ نے کہا "یہ بات سمجھ میں آرہی ہے۔ سوچنے کی بات ہے کہ رانمانے علی کو اپنا نام سلوانا کیوں بتایا؟ اس لئے کہ وہ علی عرف جان کارلو کے خیالات پڑھ کر معلوم کرچکی تھی کہ کارلو کو کسی سلوانا کا انتظار ہے اور آئندہ اپنی زندگی میں آنے والی سلوانا کو وہ صورت سے نہیں پہچانتا ہے۔ اسی بات سے رانمانے فائدہ اٹھایا ہے۔"

سونیا نے کہا "اور یہ بات بھی سمجھ میں آتی ہے کہ اس لڑکی نے علی پر عمل کرکے اس کے دماغ سے جان کارلو کی شخصیت اور لب ولہجہ بھلا دیا ہے' اس پر نئی شخصیت کی چھاپ لگائی ہے۔ اس کا لہجہ بدل چکا ہے اسی لئے وہ تمہاری سوچ کی لہروں کو نہیں مل رہا ہے۔"

سلطانہ نے کہا "میں تو سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ ثانی اور علی کی شادی کرانے کے لئے یہ چکر چلائیں گے تو کوئی دوسری خیال خوانی کرنے والی خود سلوانا بن کر اسے لے جائے گی۔"

سونیا نے کہا "سچ پوچھو تو میں نے بھی اس پہلو پر غور نہیں کیا تھا کہ ایسا ہوسکتا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ علی کی سلامتی کا یقین ہو رہا ہے۔ اب وہ جہاں بھی ہے' اسے تم دونوں ثانیہ کے ذریعے تلاش کرسکتی ہو۔ بہتر ہے' اس کے پاس جاؤ۔"

لیلیٰ اور سلطانہ نے سونیا ثانی کے متعلق یہ پروگرام بنایا تھا۔ وہ سلوانا کی حیثیت سے شکاگو پہنچے گی تو وہ خیال خوانی کے ذریعے اس کی معقول رہائش کا انتظام کریں گی۔ ادھر ثانی ایک ہوٹل کے کمرے میں ایک رات گزارنے آئی تھی۔ اس نے شام کے اخبار سے کچھ ایسے پتے نوٹ کئے تھے جہاں کرائے پر کاٹیج' بنگلے اور ایک کمرا کسی لڑکی یا عورت کے ساتھ مشترکہ رہائش کے لئے مل سکتا تھا۔ پینگ گیسٹ ہاؤسز اور ہوسٹل کے کمروں کے اشتہارات سے بھی پتے لکھ کر رکھ لئے۔ دوسری صبح وہ معقول رہائش کی جگہ حاصل کرنے کے لئے ان پتوں پر جانے والی تھی۔

لیلیٰ نے سلطانہ سے کہا "ہمیں ایک ٹھوکر سے سبق حاصل کرنا چاہئے۔ رانما نے خیال خوانی کے ذریعے جان کارلو کے خیالات پڑھ لئے اور اسے حاصل کرنے کے لئے سلوانا بن گئی۔

کوئی اور خیال خوانی کرنے والا ثانی کے خیالات پڑھ کر جان کارلو بن کر اسے دھوکا دے سکتا ہے۔"

سلطانہ نے تائید کی "ٹھیک کہتی ہو۔ ثانی پر تم نے عمل کیا تھا۔ پھر عمل کرو' اس کے ذہن سے کارلو کا نام مٹادو اور یہ بات نقش کردو کہ وہ اپنے مزاج کے مطابق کسی مرد سے متاثر نہیں ہوگی۔"

لیلیٰ نے اس رات ثانی کے مزاج میں تھوڑی تبدیلی کردی۔ پہلے جو عاشق مزاجی ابھاری گئی تھی اسے ختم کردی۔ لیلیٰ اور سلطانہ نے ٹھیک ہی سوچا تھا کہ ثانی کو دھوکا دینے کے لئے کوئی دوسرا جان کارلو بن کر اس کے پاس آسکتا ہے۔

واقعی دوسرا جان کارلو پیدا ہوگیا تھا۔ وہ ثانی یا سلوانا کو جانتا نہیں تھا۔ جان کارلو بننے والے علی کو بھی نہیں جانتا تھا۔ وہ نہ کسی کا دوست تھا نہ دشمن۔ وہ ایک معمولی چور تھا۔ اس کے پاس چوری کا حوصلہ تھا مگر عقل نہیں تھی۔ اس کی شامت آئی تھی کہ چوری کرنے کے لئے جان کارلو (علی) کے کیبن کا لاک توڑ کر اندر گیا تھا۔

یہ اس وقت کی بات ہے جب علی ایڈی فشر بن گیا تھا اور رانما کے ساتھ ایک نئی زندگی گزارنے کے لئے اپنا کیبن چھوڑ کر گیسٹ ہاؤس میں چلا گیا تھا۔ چور کو کیبن میں کچھ نقد رقم ملی۔ پہننے کے لئے چار جوڑے ملے۔ وہ چاروں جوڑے علی نے استعمال کے بعد ایک باسکٹ میں ڈال دیئے تھے۔ میز پر جان کارلو کے نام سے ڈرائیونگ لائسنس اور دوسرے ضروری کاغذات تھے۔ وہ یہ ساری چیزیں ہی سمیٹ کر لے گیا۔

وہ کیبن سے نکلا تو اس کے ایک ہاتھ میں اٹیچی تھی۔ جیب میں کافی رقم تھی۔ وہ ٹیکسی میں اس ہوسٹل کی طرف جانا چاہتا تھا جہاں ایک کمرے میں کرایہ دار کے طور پر رہتا تھا۔ راستے میں ٹیکسی سے پہلے پیٹرولنگ پولیس کی گاڑی نے اس کا راستہ روک لیا۔ افسر نے پوچھا۔ "اتنی رات کو کہاں جارہے ہو؟"

اس نے جواب دیا "شکاگو نارتھ جارہا ہوں۔ ٹیکسی یا بس کا انتظار ہے۔"

"کہاں سے آرہے ہو؟"

اس نے کنگ فرنانڈو کے بلڈنگ پروجیکٹ کا پتا بتا کر کہا "میں اس پروجیکٹ میں انجینئر ہوں۔ میرا نام جان کارلو ہے۔"

اس نے وہ کاغذات دکھائے جن کے ذریعے جان کارلو کی تقرری انجینئر کی حیثیت سے کی گئی تھی۔ وہ کاغذات دیکھ کر پولیس والے مطمئن ہوگئے۔ اپنی گاڑی میں چلے گئے۔ وہ خوش ہو کر بڑبڑایا "واہ! کیا بات ہے۔ ان کاغذات نے مجھے ایسا انجینئر بنادیا ہے کہ پولیس والے مطمئن ہوجاتے ہیں۔ آئندہ میں یہی کاغذات اور یہی نام استعمال کروں گا۔"

وہ خوشی منانے کے لئے ایک بار میں آکر بیٹھ گیا۔ دو چار پیگ حلق میں اتارنے کے بعد ہوسٹل کے کمرے میں آیا۔ اسے کیبن میں ایک الماری سے ساڑھے چار ہزار ڈالر ملے تھے۔ وہ ایک ماہ تک دوسری چوری کئے بغیر گزارہ کرسکتا تھا۔ لہٰذا فیصلہ کیا کہ کہیں سے بڑی رقم ہاتھ لگنے کا چانس ہوگا تو وہ واردات کرے گا ورنہ مہینے بھر آرام کرے گا۔

دوسرے دن اس کا اطمینان ختم ہوگیا۔ کچھ نامعلوم لوگ ایک خونخوار کتے کے ساتھ ہوسٹل کے کمرے میں آئے تھے۔ وہ موجود نہیں تھا۔ ہوسٹل کے مالک نے ماسٹر کی کے ذریعے اس کا کمرا کھول کر ان اجنبی لوگوں کو اندر جانے دیا۔ کمرا کھلتے ہی کتا جھپٹ کر ایک گوشے میں گیا' جہاں علی کے اتارے ہوئے کپڑے پڑے تھے۔ چور انہیں چرا کر لے آیا تھا۔ لیکن بے پروائی سے ایک گوشے میں پھینک کر بھول گیا تھا۔ انہیں صبح ہی لانڈری میں دے آتا تو کوئی کتا ان کپڑوں کی بو سونگھتا ہوا دشمنوں کو وہاں تک نہ لاتا۔

اب وہ اجنبی لوگ اسے ڈھونڈ رہے تھے۔ اس کا اصل نام معلوم ہوگیا تھا۔ ہوسٹل میں اس نے اپنا نام راجر میٹ لکھوایا تھا۔ جب اس کے کمرے کی تلاشی لی جارہی تھی تو وہ ایک بار میں بیٹھا پی رہا تھا۔ اس کے ایک ساتھی نے آکر کہا "تم یہاں موج کررہے ہو' ادھر جاسوس لوگ ایک کتا لے کر تمہارے کمرے میں گئے ہیں۔ وہ کتا تمہاری بو سونگھ کر ہوسٹل تک پہنچا ہے۔ اس کے بعد تمہارے پاس پہنچنے میں دیر نہیں لگے گی۔"

وہ فوراً ہی وہاں سے اٹھ کر باہر آیا۔ یہ جانتا تھا کہ پولیس کے کتے کس طرح مجرموں کی بو سونگھتے ہوئے ان کے سروں پر پہنچ جاتے ہیں۔

اس سے پہلے کہ وہ کتا قانون کے محافظوں کو اس کے پاس لاتا' وہ بہت دور بھاگ جانا چاہتا تھا۔

ان حالات میں فوری طور پر بچاؤ کے لئے جو اقدامات کئے جاتے ہیں وہی اس نے کیا۔ سب سے پہلے ریڈی میڈ میک اپ کا سامان خریدا۔ ایک ریستوران کے باتھ روم میں جاکر اپنے چہرے پر داڑھی مونچھوں کا اضافہ کیا۔ اس کی آنکھیں نیلی تھیں' اس نے دوسرے لینس لگائے جس سے آنکھیں سیاہ نظر آنے لگیں۔ ایک سیلون میں جاکر اپنے سنہرے بالوں کو بھی سیاہ کرالیا۔

وہ جو کچھ کررہا تھا اس میں اس کی ذہانت کا دخل نہیں تھا۔ اس نے جاسوسی ناولوں میں جو کچھ پڑھا تھا اس پر عمل کررہا تھا۔ میری داستان کا یہ مشہور واقعہ ہر ملک کی انٹیلی جنس کی فائلوں میں ہے کہ جب سونیا میری دشمن تھی اور ایک کتیا کی طرح میری بو سونگھ کر میری ہر پناہ گاہ تک پہنچ جاتی تھی تب میں نے بچاؤ کا انوکھا طریقہ اختیار کیا تھا۔ اپنے جسم پر خوشبو اسپرے کرلیا کرتا تھا جس سے میرے بدن کی مخصوص بو گم ہوجاتی تھی اور سونیا مجھے تلاش کرنے میں ناکام رہتی تھی۔

انٹیلی جنس کی بہت سی فائلوں کی غیر معمولی باتیں رائٹروں تک پہنچتی ہیں پھر وہ جاسوسی ناولوں میں لکھی جاتی ہیں۔ ایسے ہی کسی ناول میں راجر میٹ نے پڑھا تھا کہ پرفیوم کے ذریعے عارضی

آزمائش کی کڑی دھوپ میں ایک پاکستانی جاں باز کا سفر

جب آنکھیں آہن پوش ہوئیں...... جب خون جگر برفاب ہوا

جاسوسی ڈائجسٹ میں سلسلہ وار شائع ہونے والی مقبول کہانی

علی یار خان کی سرگزشت

مجاہد

کتابی شکل میں چار حصے شائع ہوگئے ہیں

قیمت فی حصہ =/۲۵ روپے ..... ڈاک خرچ ۱۰ روپے

چاروں حصے ایک ساتھ منگانے پر ڈاک خرچ معاف

کتابیات پبلی کیشنز - پوسٹ بکس نمبر ۲۳ - کراچی نمبر ۷۴۲۰۰

itsurdu.blogspot.com

طور پر بو سونگھنے والے کتوں سے نجات مل جاتی ہے۔ اس لئے اس نے پرفیوم کی دو چار شیشیاں خرید لی تھیں۔

پرفیوم استعمال کرنے کے بعد لازمی تھا کہ کسی کمرے وغیرہ کی چار دیواری میں رہا جائے تاکہ خوشبو دیر تک کمرے کی محدود فضا میں رہے۔ کھلی فضا میں خوشبو جلد ہی اڑ جاتی ہے اس لئے اُس نے ایک ہوٹل میں کمرا لیا۔ وہاں بیٹھ کر وہ ٹی وی اور ریڈیو کے ذریعے نیوز بلیٹن سنتا رہا۔ بار بار کھڑکی کے باہر دیکھتا رہا۔ ایک بار سامنے والے فٹ پاتھ پر کچھ لوگ ایک کتے کے ساتھ نظر آئے۔ وہ سڑک پار کرکے ہوٹل کی طرف آرہے تھے۔

راجر کی تو جان نکل گئی۔ اس نے کھڑکیوں کے پردے برابر کئے اور بہت سارا پرفیوم اپنے لباس پر اسپرے کرلیا۔ کمرے میں بھی خوشبو چھڑک دی۔ پھر ایک صوفے پر دبک کر انتظار کرنے لگا۔ دل ہی دل میں دعائیں مانگنے لگا کہ کتا مر جائے۔

اگر وہ عقل سے کام لیتا تو کتے سے خوفزدہ نہ ہوتا۔ وہ گھبراہٹ اور بدحواسی میں یہ نہ سوچ سکا کہ کتا اس کا پیچھا کیوں کرے گا؟ وہ اپنا لباس یا رومال وغیرہ کیبن میں چھوڑ کر نہیں آیا تھا۔ کتے کو اس کی بو مل نہیں سکتی تھی۔ البتہ جان کارلو کے بدن سے اترے ہوئے کپڑے لایا تھا۔ وہ کتا جان کارلو کے بدن کی بو سونگھتا ہوا ہوسٹل کے کمرے میں پہنچا تھا اور وہ جاسوس راجر کو نہیں' جان کارلو کو تلاش کررہے تھے۔ راجر گرفتار ہوتا تو صرف یہ پوچھا جاتا کہ جان کارلو کے کپڑے اس کے کمرے میں کیسے آگئے تھے۔

جان لمبوڈا کے جاسوس ایک تربیت یافتہ کتے کے ذریعے رانما اور جان کارلو کو تلاش کررہے تھے۔ انہیں رانما کی رہائش گاہ سے اس کے بدن کی اترن ملی تھی اسی طرح کیبن سے جان کارلو کا ایک رومال ملا تھا۔ ان کپڑوں کے ذریعے وہ کتا ان دونوں کے جسموں کی مخصوص بو سے آشنا ہو چکا تھا۔

ادھر رانما غافل نہیں رہتی تھی۔ کئی جاسوسوں کے دماغوں میں پہنچ کر اپنے خلاف ہونے والے اقدامات کے متعلق معلوم کرتی رہتی تھی۔ اسے معلوم ہوگیا کہ اس کی رہائش گاہ سے جاسوس اس کے بدن کی اترن لے گئے ہیں۔ یہ بات سمجھ میں آگئی کہ اب کتوں کے ذریعے انہیں تلاش کیا جائے گا۔

وہ اس دن علی کے ساتھ ڈومیسٹک فلائٹ سے میامی گئی پھر وہاں سے جزیرہ ہوائی چلی گئی۔ وہ سمندر پار اس جزیرے میں علی کے ساتھ فی الحال محفوظ رہی لیکن وہ بیچارہ راجر میٹ پھنس گیا تھا۔ بلکہ پھنسا بھی نہیں تھا۔ کتے کو اس سے کوئی دشمنی نہیں تھی۔ صرف جاسوس اسے اس لئے تلاش کرتے رہے تھے کہ جان کارلو کے کپڑوں کے متعلق پوچھنا چاہتے تھے کہ وہ کپڑے ہوسٹل کے کمرے میں کیسے پہنچ گئے؟

وہ بڑی دیر تک سہما ہوا صوفے پر بیٹھا رہا۔ مگر وہ کتا جاسوسوں کو اس کے کمرے میں نہیں لایا۔ کسی نے آکر دستک نہیں دی۔ پھر اس نے فون کے ذریعے ویٹر کو بلایا۔ جب اس نے آکر دروازے پر دستک دی تو پھر گھبرا گیا۔ اندر سے پوچھا "کون ہے؟"

باہر سے ویٹر نے کہا "روم سروس۔"

اس نے دروازہ کھول دیا۔ پھر پوچھا "اور کوئی ہے؟"

"جی میں اکیلا ہوں' آپ نے ایک ہی ویٹر کو بلایا تھا؟"

"ٹھیک ہے۔ کچھ اسنیکس اور کافی لے آؤ۔"

وہ جانے لگا۔ اس نے کہا "اور سنو۔ کاؤنٹر پر مجھے کوئی پوچھنے آیا تھا؟"

"سر! کاؤنٹر نیچے ہے۔ میری ڈیوٹی یہاں اوپر ہے۔ کیا معلوم کروں۔"

"نہیں' میں ریسپشن سے معلوم کرلوں گا۔"

ویٹر چلا گیا۔ کوریڈور میں دائیں بائیں کوئی دشمن نما آدمی نظر نہیں آرہا تھا۔ کسی کتے کی پرچھائیں بھی نہیں تھیں۔ پھر ایک لڑکی دکھائی دی۔ وہ شانے سے بیگ لٹکائے آرہی تھی۔ بہت ہی اسمارٹ' بہت ہی حسین تھی۔ وہ اس کا انداز اور اس کا سراپا دیکھ کر کمرے کے اندر جانا بھول گیا۔ جب کہ وہ باہر نکلتے ہوئے ڈر رہا تھا۔

وہ سونیا ثانی تھی۔ سلوانا جوزف کی حیثیت سے ایک راز دارانہ ہوٹل میں رہنے آئی تھی۔ دوسرے دن کوئی چھوٹا سا کاٹیج یا ہوسٹل کا کمرا کرائے پر حاصل کرنے والی تھی۔ وہ اپنے مخصوص انداز میں چلتی ہوئی اس کے سامنے سے گزرتے ہوئے رک گئی۔ اسے سر سے پاؤں تک دیکھتے ہوئے بولی "کیا تم پرفیوم سے نہاتے ہو؟"

وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایک حسین لڑکی اسے مخاطب کرے گی۔ وہ جلدی سے بولا "جی ہاں... جی نہیں۔ وہ بات یہ ہے کہ........"

وہ بولتے بولتے رک گیا۔ سوچا' یہ لڑکی جاسوس ہے۔ کاؤنٹر پر کتے کو چھوڑ کر آئی ہے۔ یہ شبہ ہوتے ہی اس نے لپک کر ثانی کا ہاتھ پکڑا پھر اسے کمرے میں کھینچ کر دروازے کو اندر سے بند کردیا۔ ثانی نے مسکرا کر پوچھا "کیا ارادہ ہے؟"

وہ اس پر حملہ کرنے کے انداز میں تن کر بولا "زیادہ چالاک بننے کی کوشش نہ کرنا۔ کتا کہاں ہے؟"

"کیا کتے کو بھی پرفیوم لگاؤ گے؟"

"زیادہ اسمارٹ بننے کی کوشش نہ کرو۔ میرے یہ دونوں ہاتھ فولاد کے بنے ہوئے ہیں۔ میں نے گردن دبوچ لی تو سانس باہر ہو جائے گی۔"

"مجھے پتا نہیں تھا کہ تم فولادی روبوٹ ہو۔ تم سے مل کر بڑی خوشی ہوئی۔"

اس نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ وہ بولا "ہاتھ پیچھے کرو۔ میں صرف دوستوں سے ہاتھ ملاتا ہوں۔ اگر تم سلامتی چاہتی ہو تو میرے ساتھ ایمرجنسی ایگزٹ کے راستے ہوٹل سے باہر چلو۔ اگر وہ کتے کو لے کر باہر آئیں گے تو میں تمہیں یرغمال بنا کر' تمہیں ریوالور کے نشانے پر رکھ کر انہیں کتے کے ساتھ واپس جانے پر مجبور کردوں گا۔"

"تمہارے پاس ریوالور ہے؟"

اس نے جیب سے ریوالور نکالا۔ وہ ہنس کر بولی "اسے چلاؤ گے بیے؟ فائرنگ کی آواز سنتے ہی کتے والے ادھر آجائیں گے۔"

وہ جھنجلا کر بولا "کیا مشکل ہے۔ تم میرے فولادی ہاتھوں سے نہیں ڈرتی ہو۔ ریوالور کو دیکھ کر ہنستی ہو۔ کیوں میرے پیچھے پڑ گئی ہو۔"

"عجیب گدھے ہو۔ میں تمہارے ساتھ والے کمرے میں رہتی ہوں۔ تم مجھے زبردستی یہاں لے آئے اور اب کہتے ہو میں تمہارے پیچھے پڑ گئی ہوں۔"

وہ بے یقینی سے بولا "تم میرے ساتھ والے کمرے میں رہتی ہو؟"

"مجھے معلوم ہوتا کہ پڑوس میں خوشبودار گدھا رہتا ہے تو میں یہاں نہ رہتی۔ بائی دی وے' تمہارے حواس پر کتا کیوں چھایا ہوا ہے؟"

"کچھ لوگ کتے کے ذریعے میری بو سونگھتے پھر رہے ہیں۔ کیا تم نے اس ہوٹل میں یا ہوٹل کے آس پاس ایک کتے کو کچھ لوگوں کے ساتھ دیکھا ہے؟"

"ہاں' میں باہر سے آرہی ہوں۔ تین افراد ایک کتے کو لے کر کار میں بٹھا کر لے جارہے تھے۔"

"کیا سچ بول رہی ہو؟ وہ کدھر گئے ہیں؟"

"یہ تو میں ان سے پوچھنا بھول گئی۔ کیا میں پوچھ کر آؤں کہ تم انہیں پوچھ رہے ہو۔"

"نہیں... ان سے یہ نہ کہنا کہ میں یہاں ہوں۔ صرف اتنا پوچھ کر آؤ کہ وہ کہاں گئے ہیں۔"

"تم غیر معمولی گدھے ہو۔ جب وہ جا چکے ہیں تو کیا میں تمہارے باپ سے پوچھ کر آؤں۔"

وہ جانے لگی۔ اس نے دھمکی دی "رک جاؤ۔ میرے ہاتھ میں ریوالور ہے۔"

وہ آرام سے چلتی ہوئی دروازے کے پاس آئی پھر اسے کھول کر بولی "میں نے آج تک کسی گدھے کو ریوالور چلاتے نہیں دیکھا۔"

یہ کہتے ہی وہ دروازہ کھلا چھوڑ کر چلی گئی۔ وہ حیرانی سے بڑبڑایا۔ "کمال ہے۔ کیا میں صورت سے ریوالور چلانے والا نہیں لگتا۔"

وہ تیزی سے چلتا ہوا باہر آیا۔ ساتھ والے کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اس نے اندر آکر دیکھا۔ وہ الماری سے کپڑے نکال کر اٹیچی میں رکھ رہی تھی اور کہہ رہی تھی "مجھے معلوم تھا' تم پیچھا نہیں چھوڑو گے اس لئے دروازہ کھلا چھوڑ دیا۔ تم کسی پہلو سے نارمل نہیں لگتے۔"

"نارمل تم نہیں ہو۔ ریوالور کو کھلونا سمجھ رہی ہو۔"

وہ اس کے قریب آئی۔ پھر ریوالور کو اس کے ہاتھ سے لے کر اس کی جیب میں رکھ دیا۔ وہ بولا "دیکھو' یہ اچھی بات نہیں ہے۔ میں ابھی گولی چلا سکتا تھا۔ مگر میں مرد قاتل ہوں۔ کسی عورت کو قتل نہیں کرسکتا۔"

"اگر مرد قاتل ہو تو میز پر رکھے ہوئے گلاس کا نشانہ لگاؤ۔"

اس نے جوش میں آکر مردانگی ثابت کرنے کے لئے جیب سے ریوالور نکالا پھر نشانہ لے کر گولی چلادی۔ گلاس ٹوٹ کر چکنا چور ہوگیا۔ وہ بولی "گلاس تو بڑی چیز ہے' چھوٹی چیز پر نشانہ لگاؤ۔ الماری میں جو چابی کا سوراخ ہے۔ اس میں گولی مارو۔"

اس نے پلٹ کر کی ہول کا نشانہ لیا پھر گولی داغ دی۔ ثانی نے کہا "شاباش! اب جتنی جلدی بھاگ سکتے ہو ایمرجنسی ایگزٹ سے نکل بھاگو۔ دو فائروں کی آواز پورے ہوٹل والوں نے سنی ہوگی۔ سیکیورٹی کا عملہ اپنی گنیں لے کر لفٹ کے ذریعے آرہا ہوگا۔"

وہ بوکھلا گیا۔ اس نے مرد قاتل ہونے کا ثبوت دینے اور صحیح نشانے بازی کا مظاہرہ کرنے کی دھن میں یہ نہیں سوچا کہ فائرنگ کی آواز دور تک جائے گی۔ وہ دوڑتا ہوا کمرے سے باہر آیا۔ باہر کوریڈور میں دوسرے کمروں سے لوگ نکل آئے تھے۔ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ فائرنگ کہاں ہوئی ہے؟ راجر کے ہاتھ میں ریوالور دیکھ کر کتنی ہی عورتوں کی چیخیں نکل گئیں۔ مرد دروازوں کے پیچھے چلے گئے۔ وہ جھنجلا کر ثانی سے بولا "تم نے مجھے الّو بنایا ہے۔"

"سوری! مجھے گدھے کو الّو بنانے کا کمال نہیں آتا ہے۔ تم بھاگنے میں دیر کررہے ہو۔"

"میں تمہیں گولی ماردوں گا۔"

اسی وقت دور کوریڈور کے آخری سرے پر لفٹ کا دروازہ کھلا۔ ہوٹل کے سیکیورٹی گارڈز گنیں لئے ہوئے کوریڈور میں آئے۔ وہ پلٹ کر بھاگتا ہوا اس زینے کی طرف گیا جو ایمرجنسی ایگزٹ کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ گارڈز دوڑتے ہوئے آئے۔ ثانی کے کمرے کے سامنے رک گئے۔ افسر نے پوچھا "مس' تم خیریت سے ہو؟"

"جی ہاں۔ اس نے دو فائر کئے۔ اناڑی تھا اس لئے میں بچ گئی۔"

پھر وہ گارڈز ایمرجنسی ایگزٹ کی طرف چلے گئے۔ ثانی اپنا اٹیچی اٹھا کر جانے لگی۔ افسر نے اس کے ساتھ چلتے ہوئے کہا۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"مس! ابھی تم نہیں جاسکتیں۔ پولیس کو بیان دینا ضروری ہے۔"

"میں پولیس کو بیان دینے کے لئے ایسے ہوٹل میں نہیں رہوں گی جہاں چور ڈاکو ریوالور لے کر لوٹنے آتے ہیں۔"

دوسرے کمروں کے سامنے کھڑے ہوئے لوگ تائید کرنے لگے "بالکل ٹھیک کہتی ہے یہ لڑکی! ہم بھی یہاں خطرہ محسوس کررہے ہیں۔ ہم کسی دوسرے ہوٹل میں شفٹ ہوجائیں گے۔"

ہوٹل کی انتظامیہ کے لوگ پریشان ہوگئے تھے۔ اس فلور کے تمام لوگ ہوٹل چھوڑنے کی باتیں کررہے تھے۔ ان کی دیکھا دیکھی دوسرے فلور کے لوگ بھی خود کو غیر محفوظ سمجھ سکتے تھے۔ وہ سب لوگوں کو سمجھانے لگے۔ مینجر نے انچارج سے کہا "مس سلوانا جارہی ہے۔ اسے روکو گے اور وہ یہاں پھر قیام کرنے پر راضی ہوجائے گی تو دوسرے لوگ بھی رک جائیں گے۔ ہمیں کسی بھی قیمت پر ہوٹل کو بدنامی سے بچانا ہے۔"

ہر کمرے میں فون کے ذریعے کہا جارہا تھا کہ آپ حضرات ہوٹل چھوڑنے کا فیصلہ عجلت میں نہ کریں۔ یہاں کوئی چور ڈاکو آنے کی جرات نہیں کرتا ہے۔ حقیقت کچھ اور ہے۔ ہم آدھے گھنٹے کے اندر حقیقت پیش کریں گے۔ پلیز آپ تھوڑی دیر کے لئے فیصلہ بدل دیں۔"

انچارج نے ثانی سے کہا "پلیز آپ پانچ منٹ کے لئے ہمارے باس سے ملاقات کریں۔ پھر آپ کی مرضی ہو تو چلی جائیں۔"

مینجر نے اس کا بیگ کاؤنٹر کے پیچھے رکھ دیا۔ اسے ساتھ لے کر لفٹ کے ذریعے بیسمنٹ میں لے آیا۔ وہ بیسمنٹ کاروں کی پارکنگ کے لئے تھے۔ اس کے نیچے ایک تہ خانہ تھا جہاں دور تک طرح طرح کا جوا کھیلنے والے نظر آرہے تھے۔ اس تہ خانے کے نیچے ایک اور تہ خانہ تھا وہاں جوئے خانے کا بینک اور ہوٹل وغیرہ کے اکاؤنٹ اور انتظامیہ کے دفاتر تھے۔ وہیں ایک شاندار کیبن میں ہوٹل کا مالک موجود تھا۔ اس نے ثانی سے کہا "مس سلوانا! ہوٹل کو بدنامی سے بچانے کے لئے ہمارا ساتھ دو۔ یہ کہہ دو کہ وہ چور ڈاکو نہیں تھا۔"

"پھر مجھے کیا کہنا چاہئے؟"

"یہ کہ وہ تمہارا ایک سر پھرا عاشق تھا۔ تمہیں جبراً اپنے ساتھ لے جانا چاہتا تھا۔ تم نے انکار کیا تو اس نے تم پر گولیاں چلائیں۔"

"سوری مسٹر! میرا کوئی عاشق نہیں ہے اور میں عشق کے معاملے میں بدنام نہیں ہونا چاہتی۔"

"تمہاری ذرا سی بدنامی سے اتنے بڑے ہوٹل کی نیک نامی بحال ہوجائے گی۔ یہ تمہارے سامنے میز پر مائیک رکھا ہوا ہے اسے آن کرنے کے بعد تمہاری آواز پورے ہوٹل میں سنائی دے گی۔ ہوٹل میں تمام قیام کرنے والوں کو مخاطب کرکے تمہیں جو کہنا ہے وہ اس کاغذ پر لکھا ہوا ہے۔ اسے پڑھو اور کہتی جاؤ۔"

"کیا زبردستی ہے؟"

کیبن کے دروازے پر دو باڈی بلڈر پہلوان نظر آئے۔ ان کی صورت اور آنکھیں بتا رہی تھیں کہ وہ ظالم' بے رحم اور جلاد ہیں۔ باس نے ریوالور نکال کر دکھاتے ہوئے کہا "یہ تمہاری ہڈیاں توڑ دیں گے۔ اگر چلانا چاہو گی تو میں گولی ماردوں گا۔"

ثانی نے مسکرا کر کہا "اس احمق نے بھی مجھے ریوالور دکھا کر دھمکی دی تھی۔"

"کس کی بات کررہی ہو؟"

جس کی بات کی جارہی تھی' وہ راجر میٹ بھاگتا ہوا ہوٹل سے دور نکل آیا تھا۔ پھر ایک ریستوران کے ٹوائلٹ میں جاکر اپنے چہرے سے داڑھی مونچھیں ہٹانے والا تھا تاکہ ہوٹل والے نہ پہچان سکیں اور وہ کتے والوں سے چھپنے کے لئے پھر کوئی نیا میک اپ کرلے۔

بہر حال کتا اس کے پیچھے نہیں تھا۔ ہوسٹل کے کمرے میں جاکر تلاش کرنے والوں کو جان کارلو کے کپڑوں کے علاوہ راجر میٹ کی ایک تصویر ملی تھی۔ وہ تصویر جان لمبوڈا کے پاس پہنچائی گئی تھی۔ لمبوڈا نے تصویر کی آنکھوں میں جھانک کر دیکھا۔ اسے راجر میٹ کے دماغ میں جگہ مل گئی۔ اس وقت وہ ہوٹل کے کمرے میں ثانی کو ریوالور دکھا کر دھمکیاں دے رہا تھا۔

لمبوڈا نے پہلے راجر کے خیالات پڑھے۔ پتا چل گیا کہ وہ ایک معمولی چور ہے اور جان کارلو یا رانما کے متعلق کچھ نہیں جانتا ہے۔ ثانی راجر کو جتنی ذہانت سے بے وقوف بنا رہی تھی' اس نے لمبوڈا کو متاثر کیا۔ وہ ثانی کے پاس آکر اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ پتا چلا اس کا نام سلوانا جوزف ہے۔ اس نے سینئر کیمبرج کے امتحانات پاس کئے ہیں۔ کمپیوٹر کورس بھی مکمل کرچکی ہے۔ کراٹے میں بلیک بیلٹ حاصل کرچکی ہے۔ اس کے خیالات پڑھنے کے دوران ہوٹل کا انچارج اسے تہ خانے میں باس کے پاس لے گیا تھا۔

جب باس نے ریوالور نکالا اور دروازے پر دو باڈی بلڈر راستہ روکنے آگئے تو جان لمبوڈا کی دلچسپی بڑھ گئی۔ اب وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ آگے ریوالور اور پیچھے زبردست فائٹر ہیں۔ یہ لڑکی سلوانا اس سچویشن میں کیا کرسکتی ہے؟ اور وہ تھی کہ مسکرا کر ریوالور دکھانے والے باس سے کہہ رہی تھی "اس احمق نے بھی مجھے ریوالور دکھا کر دھمکی دی تھی۔"

باس نے پوچھا "کس کی بات کررہی ہو؟"

ثانی نے کہا "وہی جو چوری کرنے میرے کمرا نمبر سات سو سات میں آیا تھا۔ اس نے دو بار مجھ پر گولیاں چلائیں۔"

باس نے کہا "اسے بھول جاؤ اور میرے ہوٹل والوں کے سامنے بیان دینے کے لئے اپنے سامنے والے مائیک کے بٹن کو دباؤ۔"

ثانی نے پوچھا "تم چاہتے ہو کہ میں ہوٹل میں قیام کرنے والوں کے سامنے اسے چور نہ کہوں؟"

"ہاں۔ یہ بیان دو کہ وہ تمہارا عاشق تھا۔ تمہیں گن پوائنٹ پر یہاں سے جبراً لے جانا چاہتا تھا۔ عین وقت پر ہوٹل کے سیکیورٹی گارڈز پہنچ گئے اور وہ بھاگ گیا۔"

"وہ میرا کوئی عاشق نہیں تھا۔ چوری کرنے آیا تھا۔ تم اپنے ہوٹل کو بدنامی سے بچانے کے لئے مجھے بدنام کرنا چاہتے ہو۔"

"لڑکی! میں جو کہہ رہا ہوں وہ اس کاغذ پر لکھا ہوا ہے۔ تم مائیک کے سامنے اسے پڑھتی جاؤ۔"

"اگر میں انکار کروں تو؟"

"تو یہ دونوں باڈی بلڈر تمہاری ہڈیاں توڑ دیں گے اور اگر شور مچاؤ گی تو میں گولی ماردوں گا۔"

وہ ہنسنے لگی اور پھر بولی "پتا نہیں تم جیسے احمقوں کو ریوالور کا لائسنس کیسے مل جاتا ہے۔ کیا تمہیں پتا ہے کہ ہماری یہ گفتگو تمام ہوٹل والے سن رہے ہیں۔"

اس کی یہ بات سن کر جان لمبوڈا چونک گیا۔ وہ اس وقت باس کے دماغ میں تھا تاکہ اسے سلوانا پر فائر نہ کرنے دے۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ لڑکی اس قدر ذہین ہوگی۔ خطرے کے وقت بھی حواس قابو میں رکھ کر دشمنوں کی خوش فہمی اور غفلت سے فائدہ اٹھا کر اس نے مائیک کے بٹن کو آن کردیا ہوگا اور ہوٹل میں قیام کرنے والے لوگوں کو اس کے ٹریپ کئے جانے کی خبر مل رہی ہوگی۔ جان لمبوڈا نے بے ساختہ کہا "شاباش! اسے کہتے ہیں غیر معمولی ذہانت۔"

باس اچھل کر کھڑا ہوگیا تھا۔ بے یقینی سے مائیک کے بٹن کو دیکھنا چاہتا تھا۔ ثانی نے مائیک اٹھا کر کہا "دور سے خاک نظر آئے گا؟ قریب سے دیکھو۔"

یہ کہتے ہی اس نے مائیک کو ریوالور پر مارا۔ باس اس کے لئے تیار نہیں تھا۔ ریوالور ہاتھ سے نکل کر باڈی بلڈرز کے قدموں کی طرف چلا گیا۔ ایک نے جھک کر اسے اٹھانا چاہا تو منہ پر ٹھوکر لگی۔ وہ کراہتا ہوا دوسری طرف الٹ گیا۔ دوسرے نے اس پر چھلانگ لگائی' وہ اچھل کر ایک طرف ہوگئی۔ چھلانگ لگانے والا میز سے ٹکرا گیا۔ میز کے دوسری طرف باس تھا۔ وہ باڈی بلڈر سے ٹکر کھانے والی میز سے ٹکرا کر کرسی سمیت الٹ گیا۔ جب وہ تینوں اپنی اپنی جگہ سے اٹھے تو ثانی کے ہاتھ میں ریوالور دیکھ کر ٹھنڈے پڑ گئے۔

دوسری طرف جان لمبوڈا واہ واہ کررہا تھا۔ ہولی مین نے پوچھا۔ "کس بات پر جھوم رہے ہو؟"

"میں ایک ایسی لڑکی کے دماغ میں ہوں' جو قیامت ہے قیامت! بائی گاڈ' میں نے ایسی ذہانت' ایسی پھرتی' چالاکی اور فائٹنگ کا ایسا انداز آج تک نہیں دیکھا۔ ذرا ٹھہرو۔ میں آتا ہوں۔"

وہ پھر ثانی کے پاس آیا۔ وہ ہوٹل کے غنڈے مالک سے کہہ رہی تھی "مائیک اٹھا کر دیکھو۔ میں نے بٹن آن نہیں کیا تھا۔ تمہارے ہاتھ سے ریوالور لینے کے لئے میں نے تمہیں الو بنایا تھا۔" باس نے مائیک کو فرش سے اٹھا کر دیکھا۔ واقعی وہ آن نہیں ہوا تھا۔ ایک لڑکی کو تہ خانے میں لاکر اس پر جبر کرنے والی بات ابھی کسی کو معلوم نہیں ہوئی تھی۔ ثانی نے کہا "اب اپنی سلامتی چاہتے ہو تو مائیک آن کرو اور اعلان کرو کہ یہ ہوٹل غنڈوں اور بدمعاشوں کا اڈا بن گیا ہے۔ یہاں شریف لوگوں کو اپنی فیملی کے ساتھ قیام نہیں کرنا چاہئے۔"

وہ بے بسی سے بولا "جو ہوگیا اسے بھول جاؤ۔ میں اپنے ہوٹل کی نیک نامی کے لئے کچھ بھی کرسکتا ہوں۔ مجھ سے جتنی رقم چاہو لے لو اور یہاں سے چپ چاپ چلی جاؤ۔"

"لاکھوں میں بات کرو۔ کتنی رقم دو گے؟"

"یہ زیادتی ہے۔"

"میری ہڈیاں توڑنے والی زیادتی سے کم ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ ایک لاکھ ڈالر دوں گا۔"

"اس رقم کو دگنا کردو اور سرکاری خزانے میں جمع کرادو۔"

"کیا تم کوئی سرکاری ملازمہ ہو؟"

"میں ایک عام شہری ہوں۔ مجھے اپنے وطن سے بے انتہا محبت ہے۔ میرا بس چلے تو تمہارے جیسے بے ایمان سرمایہ داروں سے دولت چھین کر اپنے ملک کے خزانے کو بھردوں۔ فی الحال گورنمنٹ ٹریژری کے نام دو لاکھ ڈالر کا چیک لکھ دو۔"

جان لمبوڈا نے دماغی طور پر حاضر ہوکر ہولی مین سے کہا "ہماری ناکامی کی وجہ یہ ہے کہ ہم اپنے ملک میں ذہین اور باصلاحیت جوانوں کو تلاش نہیں کرتے ہیں۔ ہم نے مرینا' شلپا' الپا جوراجوری اور رانما جیسی لڑکیوں کو اس لئے ٹرانسفارمر مشین سے گزارا کہ وہ فوج کے اعلیٰ افسروں اور حکومت کے اعلیٰ عہدیداروں کی بیٹیاں یا بہنیں تھیں۔"

ہولی مین نے کہا "ایسا نہ کہو۔ مرینا کی ذہانت بے مثال ہے۔"

"مسٹر ہولی مین! جس لڑکی کو میں نے آج دیکھا ہے اس کے سامنے مرینا کی ذہانت پچیس فیصد بھی نہیں ہے۔ وہ بجلی ہے بجلی' اس کی حاضر دماغی اور ایکشن دیکھ کر سونیا یاد آجاتی ہے۔ سب سے اہم اور بنیادی بات یہ ہے کہ وہ بے انتہا محبِ وطن ہے۔"

وہ ثانی عرف سلوانا کے بارے میں تفصیل بتانے لگا۔ وہاں ہولی مین کے علاوہ فوج کا کرنل' انٹیلی جنس کا ڈائریکٹر جنرل اور دو مشیرِ خاص بیٹھے ہوئے تھے۔ ہولی مین کی خدمات کو سراہتے ہوئے اسے سپر ماسٹر کا عہدہ دیا گیا تھا۔ اس طرح جان لمبوڈا کو ملا کر وہاں چھ اہم افراد تھے' جو اپنے ملک کے اہم اور خفیہ معاملات سے نمٹنے کے ذمہ دار تھے۔ وہ سب ثانی عرف سلوانا کی باتیں دلچسپی سے سن رہے تھے۔

کرنل نے کہا "بے شک یہ غیر معمولی لڑکی ہے۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ محبِ وطن ہے۔"

سپر ماسٹر ہولی مین نے کہا "مسٹر لمبوڈا! اسے اپنی سرپرستی میں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

لے آؤ۔ ملٹری ہیڈ کوارٹر کے ٹریننگ سینٹر میں اسے رکھو۔ دوسری ٹرانسفارمر مشین تیار ہونے تک اس کی ٹریننگ مکمل کرو۔ ہم اس لڑکی کو ٹیلی پیتھی سکھائیں گے۔"

انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسر نے کہا "میں تائید کرتا ہوں۔ دوسری مشین تیار ہونے تک ہمیں سلوانا جیسی لڑکیوں اور لڑکوں کو تلاش کرنا چاہئے اور انہیں ٹیلی پیتھی سکھانے سے پہلے ان کی ٹریننگ مکمل کرنا چاہئے۔ صرف اتنا ہی نہیں' وقتاً فوقتاً ان کی وفاداریوں کو بھی آزماتے رہنا چاہئے اور یہ بھی کرنا چاہئے کہ ان کی وفاداریاں کبھی تبدیل نہیں ہوں گی اور وہ دشمنوں کی چال میں نہیں آئیں گے۔"

جان لبوڈا نے کہا "میں سلوانا کو ہوٹل سے ٹریننگ سینٹر میں پہنچانے جارہا ہوں۔ وہ محبِ وطن ہے' اعتراض نہیں کرے گی۔ اب ہم خوب سوچ سمجھ کر وفاداروں کا انتخاب کریں گے۔"

وہ ثانی عرف سلوانا کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے سینٹر کی طرف لے گیا۔ اسے پورا یقین تھا کہ وہ خوب [illegible] سمجھ کر ایک وفادار لڑکی کو آئندہ ٹیلی پیتھی سکھانے کے لئے منتخب کرچکا ہے۔

لیلیٰ [illegible] اس وقت ثانی کے پاس آئی تھی جب وہ ہوٹل کے کمرے میں تھی اور شام کے اخبار میں کرائے کے مکانات کے اشتہار پڑھ کر ارادہ کرچکی تھی کہ دوسری صبح کوئی چھوٹا سا کاٹیج کرائے پر حاصل کرے گی یا کسی کے ہاں پیئنگ گیسٹ بن کر رہے گی۔ لیلیٰ اس پروگرام کے مطابق صبح اس کے پاس پہنچی تو وہ ملٹری ہیڈ کوارٹر کے ایک ٹریننگ سینٹر میں تھی۔ اس کے خیالات پڑھنے سے پتا چلا کہ حکومت کے چند بڑے اور اہم لوگ اس کی ذہانت اور وے آف ایکشن سے بے حد متاثر ہیں۔ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا جان لبوڈا اسے سینٹر میں لایا ہے۔ پہلے تو ثانی پریشان ہوئی تھی کہ بے دھیانی میں یا غفلت میں کہاں آگئی ہے۔ پھر اسے اپنے اندر جان لبوڈا کی آواز سنائی دی "سلوانا! گھبراؤ نہیں۔ تم دشمنوں میں نہیں' دوستوں میں ہو۔ یہ تمہارے وطنِ عزیز کا فوجی ہیڈ کوارٹر ہے۔ کیا تم فوج میں رہ کر وطن کی خدمت نہیں کروگی؟"

وہ سینٹر کے برآمدے میں آئی۔ سارہ فوج کے جوان اور افسران آتے جاتے دکھائی دے رہے تھے۔ وہ مطمئن ہو کر بولی "میں بہت خوش ہوں۔ یہاں راضی خوشی آسکتی تھی پھر مجھے غافل بنا کر لانے کی کیا ضرورت تھی۔"

"ہم فوجی ہیڈ کوارٹر کی اہم باتیں باہر نہیں کرتے۔ تمہیں راز دار بنا کر لایا گیا ہے۔ اگر منظور نہ ہو تو تم ابھی جاسکتی ہو۔"

"مجھے منظور ہے۔ میں اپنے ملک کی خدمت کرنے کے لئے اپنے مزاج کے خلاف ہونے والی باتیں بھی برداشت کرسکتی ہوں۔"

"شاباش! تمہارے ایسے ہی سچے اور کھرے خیالات نے ثابت کیا ہے کہ تم سچائی اور وفاداری سے ملک اور قوم کی خدمت کرتی رہوگی۔"

"کیا میں پوچھ سکتی ہوں کہ تم کون ہو؟ اگر تمہارا راز میں رہنا ضروری ہے تو مجھے کچھ نہ بتاؤ۔"

"تمہیں جلد ہی معلوم ہوجائے گا۔ تم میری بیٹی جیسی ہو۔ میری اپنی بیٹی کانووانا اسی سینٹر میں ہے۔ میں تم دونوں کو ٹریننگ کے بعد ٹاپ پر دیکھنا چاہتا ہوں۔ ٹاپ رینک میں آنے والی لڑکیوں اور لڑکوں کو آئندہ ٹرانسفارمر مشین سے گزار کر ٹیلی پیتھی سکھائی جائے گی۔"

لیلیٰ نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر سونیا کے پاس آکر ثانی کے متعلق تمام باتیں بتائیں۔ سونیا نے کہا "یہ تو کمال ہوگیا۔ ہم نے ثانی اور علی کو ازدواجی زندگی کے راستے پر لے جانے کی کوشش کی تھی۔ قدرت کو کچھ اور منظور ہے۔ ثانی کے مقدر میں ٹیلی پیتھی کا علم ہے تو یہ علم اسے حاصل کرنے دو۔ فرہاد کے پاس جاؤ۔ دیکھو' وہ کیا کہتا ہے۔"

لیلیٰ میرے پاس آئی۔ میں نے تمام روداد سن کر کہا "یہ ایک خوشی کی بات ضرور ہے۔ لیکن ٹیلی پیتھی سیکھنے کے مرحلے تک پہنچنے میں ایک عرصہ لگے گا۔ پتا نہیں دوسری مشین کہیں چھپا کر رکھی گئی ہے یا دوبارہ تیار کی جارہی ہے۔ اگر ہم نے ثانی کو دشمنوں کے پاس چھوڑ دیا تو کبھی اس کی اصلیت بھی کھل سکتی ہے۔ اسے خطرات پیش آسکتے ہیں۔"

لیلیٰ نے تائید کی "ہاں ایسا ہوسکتا ہے۔ لیکن ہم اس کی برابر نگرانی کرتے رہیں گے؟"

"تو بات بن سکتی ہے۔ سب سے زیادہ اندیشہ اس بات کا ہے کہ ہماری لاعلمی میں ثانی پر تنویمی عمل کیا جائے گا۔ اس کے دماغ میں مزید حب الوطنی بھری جائے گی اور ہمارے خلاف نفرتیں پیدا کردی جائیں گی۔"

"ایسے تو ہماری ساری تدبیریں الٹ جائیں گی۔"

"میں پاکستان میں بہت مصروف ہوں۔ تم اس سلسلے میں سونیا سے بات کرو۔ کوئی بات نہ بنے تو میں کوئی معقول مشورہ دے سکوں گا۔" وہ پھر سونیا کے پاس آئی۔ اس نے میری باتوں کے جواب میں کہا "ثانی کو ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے کے لئے کچھ تو خطرات سے دوچار ہونا پڑے گا۔ یہ دستور ہے' خطرہ مول لئے بغیر کچھ حاصل نہیں ہوتا۔"

"آپ درست کہتی ہیں۔ اگر ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کی نگرانی کرتے رہیں تو جان لبوڈا اس پر تنویمی عمل نہیں کرپائے گا۔"

"سلمان' سلطانہ اور جوجو سے طے کرو کہ وہ باری باری ثانی کی نگرانی کے لئے کتنا وقت نکال سکیں گے۔"

لیلیٰ نے ان تینوں سے رابطہ کیا۔ تینوں نے کہا "ہم آپس میں چھ چھ گھنٹے کا وقت مقرر کرلیں۔ ہم میں سے ہر ایک اپنی ڈیوٹی کے مطابق ثانی کے پاس چھ گھنٹے رہا کرے گا۔"

سلمان نے کہا "ہم زیادہ توجہ رات کو دیا کریں گے۔ کیوں کہ ثانی پر نیند کی حالت میں تنویمی عمل کیا جاسکتا ہے۔"

سلطانہ نے کہا "ہم ثانی سے غافل نہیں رہیں گے۔ لیکن

میرے ہونے والے داماد کو تو تلاش کرو۔ آخر وہ کہاں گم ہے؟"

وہ جزیرہ ہوائی میں تھا۔ یہ جزیرہ جنوبی امریکا سے بہت زیادہ فاصلے پر نہیں تھا۔ رانما کو اندیشہ تھا کہ دشمن وہاں بھی پہنچ سکتے ہیں۔ وہ اکثر اپنے اندر پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیا کرتی تھی۔ یقیناً جان لبوڈا بار بار آتا ہوگا۔ اگر اسے چند سیکنڈ کے لئے بھی اس کے دماغ میں جگہ ملتی تو وہ آس پاس کے ماحول سے سمجھ لیتا کہ وہ کہاں ہے؟ یا چور خیالات پڑھ کر جان لیتا کہ وہ کس نام سے' کس روپ میں خود کو چھپائی ہوئی ہے۔

وہ محفوظ نہیں تھی۔ اگر وہ بیمار پڑجاتی' کسی حادثے کا شکار ہوجاتی یا کسی طرح زخمی ہوجاتی اور دماغی توانائی کے کم ہونے سے سانس روکنے کے قابل نہ رہتی تو جان لبوڈا آکر اسے دبوچ لیتا پھر وہ ہمیشہ کے لئے خیال خوانی کی پرواز بھول جاتی۔

خوبصورت جزیرے میں علی تیمور کے ساتھ زندگی عیش و آرام سے گزار رہی تھی۔ آزادی نصیب تھی۔ بس ایک لبوڈا کانٹے کی طرح چبھ رہا تھا۔ اس سے محفوظ رہنے کی ایک ہی تدبیر تھی کہ اپنی آواز اور لہجے کو بھول جائے اور نیا لہجہ اختیار کرے۔ یہ سب کچھ تنویمی عمل سے ہوسکتا تھا۔ لیکن وہ کسی عامل پر بھروسا کیسے کرتی؟ اگر عامل اندر سے شیطان ہوتا اور عمل کے ذریعے اپنی معمولہ بنا لیتا تو وہ ہمیشہ کے لئے اس کی کنیز بن کر رہ جاتی۔

علی کو پہلے جان کارلو بنایا گیا تھا۔ رانما نے جان کارلو کی شخصیت بھلا کر اسے ایڈی فشر بنادیا۔ لیکن رانما کو اصل ریڈی فشر کی پوری ہسٹری معلوم نہیں تھی۔ اس نے عجلت میں فشر کے شناختی کاغذات حاصل کئے تھے اور عجلت میں ہی علی کی شخصیت تبدیل کی تھی۔ اس کے نتیجے میں علی تیمور اکثر الجھن میں پڑ جاتا تھا اور سوچتا تھا میں کون ہوں؟ میرا نام ایڈی فشر ہے تو میں کہاں سے آیا ہوں؟ میرے والدین اور رشتے دار کہاں ہیں؟ پامیلا (رانما) سے میری شادی کب اور کہاں ہوئی تھی؟"

ایسے بہت سے سوالات اسے الجھاتے رہتے تھے۔ رانما اسے خاموش اور پریشان دیکھ کر ناگواری سے کہتی تھی "ایک تو میں فکر اور پریشانی میں رہتی ہوں' اس پر تم ایسے منہ لٹکائے رہتے ہو جیسے میں تم پر بوجھ بن گئی ہوں جب کہ میں تمہارے اخراجات برداشت کرتی ہوں۔ تمہارے لئے کسی طرح بھی بوجھ نہیں ہوں۔"

"یہی میں سوچتا ہوں کہ تم کہاں سے اتنی دولت لے آتی ہو' شکاگو سے میامی پھر میامی سے اس جزیرے تک تقریباً ستر ہزار ڈالر خرچ کرچکی ہو۔ مہنگے ہوٹل میں رہتی ہو۔ مہنگی شاپنگ کرتی ہو۔ لیکن آمدنی کا کوئی ذریعہ نظر نہیں آتا۔"

"فشر! میں تمہیں کہہ چکی ہوں کہ ایک حادثے میں تمہاری یادداشت گم ہوگئی ہے۔ تمہیں یہ بھی یاد نہیں رہا کہ ہماری شادی کب ہوئی تھی۔ پھر میرے بارے میں تمہیں کیسے یاد ہوگا کہ میری آمدنی کا ذریعہ کیا ہے۔ میں ٹیلی پیتھی جانتی ہوں۔"

"ٹیلی پیتھی جانتی ہو؟ کیسے جانتی ہو؟"

"جیسے بھی جانتی ہوں۔ تم جان لو کہ دوسروں کے دماغوں میں پہنچ کر انہیں غائب دماغ بناتی ہوں۔ وہ اپنی تجوریوں سے یا بینک

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

سے میری مطلوبہ رقم نکال کرلاتے ہیں پھر مجھے دے کر چلے جاتے ہیں۔ اس کے بعد اپنے گھر یا دفتر پہنچ کر دماغی طور پر حاضر ہوتے ہیں تو ان کی سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ دو چار گھنٹے تک کہاں تھے اور کیا کرتے رہے تھے۔"

علی نے پامیلا سے کہا "لیکن پامی! یہ تو ڈکیتی ہے۔ ہم حرام کی کمائی کھا رہے ہیں۔"

"یہ حرام کی نہیں، میرے علم کی کمائی ہے۔"

"علم اچھا ہے۔ تم اسے حرام بنا رہی ہو۔ تم گمراہ لوگوں کے دماغوں میں رہ کر انہیں راہِ راست پر لا سکتی ہو۔ اپنے ملک اور قوم کے دشمنوں کی سازشوں کو پڑھ کر ان کے غلط عزائم کو ناکام بنا سکتی ہو۔"

"کیا میں بھوکی ننگی رہ کر ملک اور قوم کی خدمت کروں! ہمیں زندگی گزارنے کے لئے رقم کہاں سے ملے گی؟ کیا ملک کے حکمران دیں گے؟"

"بے شک۔ حکومت کے لئے کارنامے انجام دو گی تو......"

وہ بات کاٹ کر بولی "آگے نہ بولو۔ تم سے شادی کرنے اور تمہارے ساتھ ازدواجی زندگی گزارنے کے لئے میں نے حکمرانوں سے غداری کی ہے۔ وہ مجھے تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔ اسی لئے ہم شکاگو سے یہاں چھپنے آئے ہیں۔ اگر میں پکڑی گئی تو وہ مجھے گولی مار دیں گے۔ تم سمجھ نہیں سکتے کہ میں موت کو پیچھے لگا کر تمہارے ساتھ رہتی ہوں۔ تمہارے لئے جان کی بازی لگاتی آ رہی ہوں۔"

"تمہیں اتنا بڑا خطرہ مول لینا نہیں چاہئے تھا۔"

"میں خطرہ مول نہ لیتی تو ابھی حکمرانوں کی پابندیوں میں رہتی۔ ان کے جائز و ناجائز احکامات کی تعمیل کرتی رہتی۔ مجھے غلامی سے نفرت ہے۔ خواہ وہ غلامی اپنے ہی ملک میں کیوں نہ ہو۔ میں زنجیریں توڑ سکتی تھی اس لئے توڑ کر چلی آئی۔"

"ابھی تو تم کہہ رہی تھیں کہ میرے لئے جان کی بازی لگا رہی ہو جب کہ حقیقتاً تمہیں غلامی سے نفرت ہے۔ تم آزادی کے لئے خطرات سے کھیل رہی ہو، میرے لئے نہیں۔"

"تم تو بال کی کھال نکالتے ہو۔ آزادی میری فطرت میں ہے۔ لیکن محبت بھی تو کوئی چیز ہے۔ میں تم سے مرنے کی حد تک محبت کرتی ہوں۔"

"تم میرے ساتھ زندگی گزارنے کے لئے کچھ بھی کر سکتی ہو؟"

"ہاں، کچھ بھی کر سکتی ہوں۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ساری دنیا کو الو بنا سکتی ہوں۔"

"مجھے بھی الو بنا رہی ہو۔"

"یہ کیا بکواس ہے۔"

"مجھے ایسا لگتا ہے کہ میری یادداشت گم نہیں ہوئی ہے۔ تم نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجھے غائب دماغ بنا دیا ہے۔"

راثما نے اسے گھور کر دیکھا اور سوچا "مجھ سے غلطی ہوئی۔ اسے ایڈی فشر بنانے سے پہلے اصل ایڈی فشر کی پوری لائف ہسٹری معلوم کر لیتی اور وہ ہسٹری اس کے دماغ میں نقش کر دیتی تو اسے یہ نہ کہنا پڑتا کہ اس کی یادداشت گم ہو گئی ہے اور یہ مجھے الزام نہ دیتا کہ میں اسے غائب دماغ بنا کر رکھتی ہوں۔"

وہ بولا "کیا سوچ رہی ہو؟ اقرار کرو کہ اپنے حکمرانوں سے تم نے آزادی حاصل کی اور مجھے غلام بنا لیا ہے۔"

"تم میری محبت پر شبہ کر رہے ہو۔"

"اگر تمہیں سچی محبت ہے تو میرے دماغ کو کھنگالو۔ میرے اندر سے گم شدہ یادوں کو ابھارو۔ یہ علم خدا کا بہترین عطیہ ہے۔ اس علم کے ذریعے مجھ سے نیکی کرو۔"

"میں کر چکی ہوں۔ دن رات یہی کوششیں کرتی رہی ہوں کہ مٹ جانے والی یادوں کو تمہارے دماغ کی تختی پر پھر سے لکھ دوں۔ لیکن جو نقش مٹ جاتا ہے اسے پھر کسی طرح ابھارا نہیں جا سکتا۔ مجھے افسوس ہے کہ تم اپنی پچھلی زندگی کبھی یاد نہیں کر سکو گے۔"

وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور بولا "میں جا رہا ہوں۔"

وہ اٹھ کر بولی "کہاں؟"

"محنت مزدوری کروں گا۔ ٹیلی پیتھی کی کمائی نہیں کھاؤں گا۔"

"تمہارا دماغ چل گیا ہے۔ اس جزیرے میں تمہیں روزگار کہاں ملے گا؟"

"مجھے یوں لگتا ہے جیسے میں ماضی میں بہت ہی باصلاحیت اور ایک کامیاب انسان تھا۔ میرے اندر جذبے اور حوصلے بھرے ہیں۔ میں اس چھوٹے سے جزیرے میں بھی بہت کچھ کرنے کی کوشش کروں گا۔"

"نہیں فشر! اس طرح تم لوگوں کی نظروں میں آؤ گے۔ جان لمبوڈا ایک خطرناک ٹیلی پیتھی جاننے والا شیطان ہے۔ وہ اپنے آدمیوں کے ذریعے تمہارے اندر پہنچے گا تو وہ بھی یہی شبہ کرے گا کہ میں نے تمہاری یادداشت گم کی ہے۔"

"جو سچ ہے، وہی جان لمبوڈا سمجھے گا۔ ہو سکتا ہے وہ میرے دماغ کو کھنگال کر میری پچھلی زندگی معلوم کر لے اور اس طرح مجھے بھی معلوم ہو جائے لہٰذا مجھے جانا چاہئے۔"

وہ تیزی سے چلتا ہوا۔ دروازے تک گیا۔ پھر پلٹ کر آیا اور صوفے پر بیٹھ گیا۔ راثما نے بیٹھتے ہوئے کہا "دیکھا، تم نہیں جا سکتے، میری محبت کھینچ لائی ہے۔"

وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ ایک بار دروازے کی جانب دیکھا پھر راثما سے پوچھا "میں واپس کیسے آ گیا؟"

"میں کہہ چکی ہوں، یہ محبت کی کشش ہے۔"

وہ پھر تیزی سے چلتا ہوا گیا۔ راثما پھر اس کے دماغ پر قبضہ جما کے واپس لے آئی۔ وہ صوفے پر بیٹھ کر بولا "آج تم نے ثابت کر دیا ہے کہ میرا دماغ تمہارے کنٹرول میں ہے۔ تم محبت نہیں کرتی ہو، مجھ سے غلامی کراتی ہو۔"

"تم فضول باتوں میں میرا وقت ضائع کر رہے ہو۔ مجھے سوچنے دو کہ ہمیں کس ملک میں جا کر نئی زندگی شروع کرنا چاہئے۔ ہم امریکا واپس جائیں گے تو وہاں کے جاسوس بو سونگھنے والے کتوں کے ذریعے ہم تک پہنچ جائیں گے۔"

"تم نے ملک سے غداری کی ہے اس لئے وہ تمہارے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ مجھے کم از کم اتنا تو بتا دو کہ میرا جرم کیا ہے؟ کیا وہ مجھے بھی گرفتار کر لیں گے؟"

اس نے سوچتی ہوئی نظروں سے علی کو دیکھا پھر کہا "تم پر سنگین الزام ہے کہ تم یہودی ہو۔ اسرائیلی حکومت کو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ضرورت ہے اس لئے تم مجھے میری رضامندی سے بھگا کر اسرائیل پہنچانا چاہتے ہو۔"

"تو پھر تم نے بھاگنے کے لئے اسرائیل کا رخ کیوں نہیں کیا۔ اس جزیرے میں کیوں آئی ہو؟"

وہ دل میں بولی "تمہارے یہودی ہونے اور اسرائیل میں پناہ لینے کا آئیڈیا ابھی دماغ میں آیا ہے۔ اگر میامی شہر میں یہ تدبیر سوجھتی تو میں اسرائیل پہنچنے کا کوئی ذریعہ پیدا کر لیتی۔"

پھر وہ بولی "میں شکاری کتوں سے خوفزدہ ہو کر کوئی معقول پلاننگ نہ کر سکی۔ بدحواسی میں یہاں آ گئی۔"

اس نے فون کا ریسیور اٹھا کر ایک ائرلائن سے رابطہ کیا پھر پوچھا "جنوبی امریکا کے کسی بھی بڑے شہر میں جانے کے لئے فلائٹ کب ملے گی؟"

جواب ملا "دو گھنٹے بعد امریکا کے جنوب مغربی شہر چلی کے لئے ایک جہاز روانہ ہو گا۔"

"کیا دو سیٹیں مل جائیں گی؟"

"ضرور، آپ تشریف لے آئیں۔"

وہ ریسیور رکھ کر بولی "فشر! کم آن۔ سامان پیک کرو۔"

علی خاموشی سے اٹیچی میں ضروری سامان رکھنے لگا۔ وہ آسانی سے پیچھا نہیں چھڑا سکے گا۔ یہ بات اس کی سمجھ میں آ گئی تھی۔ وہ بڑے صبر اور تحمل سے مناسب موقع دیکھ کر نجات حاصل کرنا چاہتا تھا۔

وہ شام کو چلی پہنچ گئے۔ راثما سیدھی اسرائیلی سفیر کی رہائش گاہ میں پہنچی۔ سیکریٹری نے کہا "سوری میڈم! صاحب مصروف ہیں۔ آپ کو ملاقات کا وقت مقرر کر کے آنا چاہئے۔"

راثما نے اسے مسکرا کر دیکھا۔ اس کے اندر پہنچ گئی۔ وہ گھوم کر اندر گیا۔ سفیر سے بولا "ایک میاں بیوی آپ سے ملنے آئے ہیں۔"

وہ سیکریٹری کو گھور کر بولا "تم جانتے ہو۔ میں اپوائنٹمنٹ کے بغیر کسی سے نہیں ملتا۔"

راثما سیکریٹری کو چھوڑ کر سفیر کے اندر پہنچ گئی۔ وہ تیزی سے چلتا ہوا۔ بیرونی دروازے پر آیا پھر بولا "سوری۔ آپ کو انتظار کی زحمت ہوئی۔ تشریف لائیں۔"

سیکریٹری حیرانی سے دیکھنے لگا۔ سفیر راثما اور علی کو اپنے ڈرائنگ روم میں لایا۔ سیکریٹری سے بولا "باہر جاؤ اور کسی کو اندر نہ آنے دو۔"

سیکریٹری کے جانے کے بعد راثما نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ چونک کر بولا "تت...... تم کون ہو؟ میری اجازت کے بغیر کیوں آئے ہو؟"

وہ بولی "ابھی تم نے ملاقات سے انکار کیا تھا۔ میں نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمہیں ملاقات پر مجبور کر دیا ہے۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "تم کون ہو؟ مجھ سے کیا چاہتی ہو؟"

"یہ میرا شوہر ایڈی فشر ہے۔ یہودی ہے۔ میں اس کی عیسائی بیوی ہوں۔ چوں کہ میں نے ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا ہے اس لئے یہاں کے حکمران مجھے اپنی جاگیر سمجھتے ہیں لیکن میں اپنے شوہر کے ساتھ اسرائیل میں رہنا چاہتی ہوں۔"

سفیر نے خوش ہو کر کہا "یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے۔ میں تم دونوں کو اسرائیل پہنچانے کا انتظام کر سکتا ہوں۔"

"کر سکتا ہوں نہیں، فوراً کرو۔ جاسوس، خونخوار کتوں کے ذریعے ہماری بو سونگھتے پھر رہے ہیں۔"

وہ ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرتے ہوئے بولا "کتوں کی پروا نہ کرو۔ ان سے محفوظ رہنے کا نسخہ میرے پاس ہے۔"

پھر اس نے رابطہ قائم ہونے پر اجنبی زبان میں کہا "ایک انتہائی اہم پیغام ہے۔ اسے اسرائیلی حکام تک پہنچاؤ۔"

راثما وہ اجنبی زبان نہیں سمجھتی تھی۔ مگر اس کے دماغ سے ترجمہ سمجھ رہی تھی۔ سفیر نے ایک اسرائیلی سیکرٹ ایجنٹ سے رابطہ کیا تھا اور اس سے کہا تھا کہ اسرائیلی حکام کو خوش خبری سنائے کہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی لڑکی اسرائیل میں پناہ لینا چاہتی ہے۔ اس کا شوہر یہودی ہے۔ دونوں میاں بیوی کو یہاں سے لے جانے کے لئے فوراً انتظام کریں۔

علی نے راثما سے پوچھا "یہ کون سی زبان بول رہا ہے؟"

"یہ سیکرٹ ایجنٹوں کی خاص زبان ہوتی ہے۔ اسے دوسرے نہیں سمجھ سکتے۔ اگر امریکی جاسوس سفیر کے فون کو ڈیٹیکٹ کر رہے ہوں گے تو یہ زبان ان کی سمجھ میں بھی نہیں آ رہی ہو گی۔"

"تم اس زبان کو سفیر کے خیالات سے سمجھ رہی ہو گی۔"

"ہاں۔ یہ ہمارے یہاں سے جانے کے خفیہ انتظامات کر رہا ہے۔"

علی تیمور نے پوچھا "کیا واقعی میں یہودی ہوں؟"

"تم مجھ پر بہت زیادہ شبہ کرنے لگے ہو۔ جب میں کہہ چکی ہوں کہ تم یہودی ہو تو پھر ہو۔ تمہاری پچھلی زندگی کے بارے میں جاننے والا اتنی بڑی دنیا میں کوئی نہیں ہے، صرف میں ہوں۔"

علی نے سوچا "یہ بہت بڑا دعویٰ کر رہی ہے کہ اتنی بڑی دنیا میں میرے متعلق کوئی کچھ نہیں جانتا ہے۔ کیسے نہیں جانتا ہے؟ خدا تو جانتا ہے۔"

علی نے آنکھیں بند کر لیں۔ راثما نے اسے کن انکھیوں سے دیکھا پھر سوچا "پتا نہیں یہ آنکھیں بند کر کے کیا سوچ رہا ہے؟ مجھے معلوم کرنا چاہئے۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا مگر سوچ کی لہریں واپس آ گئیں۔ یہ حیرانی کی بات تھی جسے وہ ایڈی فشر بنا کر رکھی ہوئی تھی وہ سانس روکنا نہیں جانتا تھا۔ یہ پریشان

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کرنے والی بات تھی کہ اس نے سانس کیسے روک لی ہے۔

علی نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا تھا' اس نے صرف یہ سوچنے کے لئے آنکھیں بند کی تھیں اور چند لمحوں کے لئے سانس روکی تھی کہ خدا مجھے جانتا ہے اور جب وہ جانتا ہے تو مجھے میری پہچان ضرور بتائے گا۔ آج نہ سہی' کل بتائے گا۔ اس کے بتانے کے ڈھنگ نرالے ہیں۔ وہ نرالے انداز میں آگہی دیتا ہے......

وہ معبودِ حقیقی کے متعلق جتنی دیر سوچ رہا تھا' اتنی دیر خود بخود سانس رکی ہوئی تھی۔ لیکن اسے خود بخود نہیں کہا جائے گا۔ یہ وہ مشق تھی جو بچپن سے جیسے گھٹی میں پڑی ہوئی تھی۔ کبھی رسونتی نے ممتا سے اسے سانس روکنا سکھایا۔ کبھی واٹسوروکی نے اسے سانس روک روک کر مار کھاتے رہنا اور برداشت کرتے رہنا سکھایا۔ کبھی باباصاحب کے ادارے میں سانسیں روک کر روحانیت کے عمل سے گزارا گیا۔

اور جب کوئی روحانیت کے عمل سے گزرتا ہے تو تنویمی عمل سے لاکھ دماغ تبدیل کیا جائے' روح تبدیل نہیں ہوتی۔ سانس خود بخود رکی ہوئی تھی تو اس کے پیچھے روحانیت کارفرما تھی۔

اور یہ حقیقت را ئما کی سمجھ میں نہیں آسکتی تھی۔ کسی کی سمجھ میں نہیں آسکتی تھی۔ آنے والا کوئی دن' کوئی لمحہ جوتے مار کر سمجھانے والا تھا۔

O☆O

الپا بخیریت تل ابیب پہنچ گئی۔ وہاں کے اکابرین نے اس کا بڑا زبردست استقبال کیا۔ جب وہ پہلی بار تل ابیب آئی تھی تو اس کی رہائش کے لئے ایک شاندار محل مخصوص کیا گیا تھا۔ اس محل میں رہائش کے دوران پارس اس کی زندگی میں بڑی گہرائی تک اتر گیا تھا۔

دوسری بار شہر روم میں پھر پارس اس کے قریب آتے آتے دور ہو گیا تھا۔ یہودی اکابرین خوش تھے کہ ان کے تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے الپا کو دشمنوں کے تنویمی عمل سے بچالیا ہے اور یہ خوش فہمی تھی کہ وہ بچ گئی ہے۔

فی الحال پارس اور سونیا بھی خوش فہمی میں تھے کہ جوجو نے الپا پر کامیابی سے عمل کیا ہے اور وہ معمولہ بن کر اسرائیل گئی ہے اب وہاں رہ کر وہ جو بھی دشمنی کرے گی' اس کا علم انہیں ہوتا رہے گا۔ الپا بھی خوش تھی کہ وہ کسی کے زیرِ اثر نہیں ہے۔ اس بھیڑ میں ایک دانیال تھا جو بڑی رازداری سے اسے اپنی معمولہ بنا کر ایک خاموش تماشائی بنا ہوا تھا۔ الپا کے دماغ میں رہ کر دیکھ رہا تھا کہ اعلیٰ حکام' فوج کے اعلیٰ افسران اور دیگر اکابرین کو اس سے متعارف کرایا جا رہا تھا۔ وہ منتظر تھا کہ تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھی اس سے متعارف کرانے کی باری آئے گی۔ ایسے وقت الپا سامنے آکر دانیال کا نام سنے گی تو بے اختیار اس میں کشش محسوس کرے گی۔

لیکن ایسا وقت نہیں آیا۔ وہاں صرف اہم عہدیدار الپا کو گھیرے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا "مس الپا! جب تمہیں یہاں سے اغوا کیا گیا تو ہمارے پاس صرف ایک ہی ٹیلی پیتھی جاننے والا جے مورگن رہ گیا تھا۔ اب ہمارے پاس تین اور ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا اضافہ ہو چکا ہے۔"

الپا نے پوچھا "یعنی جے مورگن کو ملا کر چار ہو گئے ہیں؟"

"خود کو کیوں بھول رہی ہو؟"

سب ہنسنے لگے۔ وہ بولی "سنا ہے کہ فرہاد کی فیملی میں چھ ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ ہمارے ہاں مجھے شریک کرکے پانچ ہیں۔ میں کوشش کروں گی کہ ہماری قوم میں بھی خیال خوانی کرنے والوں کی تعداد بڑھتی رہے۔"

اعلیٰ فوجی افسر نے کہا "یقیناً۔ اب ہمارا بنیادی مقصد یہی ہوگا۔ ہم ٹیلی پیتھی کے زیادہ سے زیادہ ہتھیاروں کے ذریعے خود کو سُپر پاور منوائیں گے۔"

ایک مشیرِ خاص نے کہا "ہمیں خوب سوچ سمجھ کر اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اس طرح تربیت دینا ہوگی کہ آئندہ کوئی دشمن انہیں ٹریپ نہ کر سکے۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "اس کے لئے رازداری شرط ہے۔ ملک کے حکمران ہر الیکشن کے بعد بدلتے رہتے ہیں۔ فوج کے افسران بھی ریٹائر ہوتے رہتے ہیں۔ اگر یہ لوگ ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے واقف ہوں گے تو ہمیشہ یہ اندیشہ رہے گا کہ ان کے ذریعے ہمارا راز دوسروں تک پہنچ رہا ہے۔ لہٰذا یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے پھر ایک بار گولڈن برینز کے پابند رہیں گے۔ ماضی میں گولڈن برینز کے کارناموں نے سپر طاقتوں کو اپنی انگلیوں پر نچایا تھا۔ کمبخت سونیا اور فرہاد نے ہمارے اتنے اہم اور بنیادی شعبے کو نیست و نابود کر دیا تھا۔ آئندہ ایسے انتظامات کئے گئے ہیں کہ کوئی ان کے ناموں اور خفیہ ٹھکانوں کو نہیں جان سکے گا۔"

الپا نے پوچھا "کیا ٹرانسمیٹر' ٹی وی اور کمپیوٹر کے ذریعے ان سے رابطہ رہا کرے گا؟"

"ہاں یہی رابطے کے ذرائع ہیں۔ تم میں سے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ایک دوسرے سے ملاقات نہیں کرے گا۔ ہمارے گولڈن برینز تم سب کو گائیڈ کریں گے کہ ملک کے اندرونی اور بیرونی معاملات میں تمہیں کیا کرنا چاہئے اور مخالفین سے نمٹنے کا کون سا طریقۂ کار اختیار کرنا چاہئے۔"

وہ بولی "کیا کسی گولڈن برین کی رائے سے یا راہنمائی سے ہمارا اختلاف نہیں ہوگا؟"

"ہو سکتا ہے۔ تمہیں کسی بات پر اعتراض ہو تو تم اس پر بحث کر سکتی ہو۔ گولڈن برینز کو اپنے دلائل سے قائل کر سکتی ہو۔ اگر قائل کرنے میں ناکام رہو تو پھر ان کے طریقۂ کار پر عمل کرنا تمہارا فرض ہوگا۔"

الپا نے کہا "میرا مشورہ ہے کسی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو بھی گولڈن برین بنانا چاہئے۔"

"یہ ہم نے سوچ رکھا ہے۔ تم پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں جو حیرت انگیز اور غیر معمولی کارنامے انجام دے گا' اسے گولڈن

itsurdu.blogspot.com

برینز کی ٹیم میں شامل کر دیا جائے گا۔"

"پھر تو میں چاہوں گی کہ مجھے جلد سے جلد کوئی غیر معمولی کارنامہ انجام دینے کا موقع دیا جائے۔"

"سب سے بڑا کارنامہ یہی ہو سکتا ہے کہ ناقابلِ شکست دشمنوں کو فنا کر دیا جائے۔ آج تک اس زمین کی کوئی بڑی طاقت سونیا اور فرہاد کو نہ مار سکی' نہ معذور بنا سکی۔ لیکن ان کی اولاد کو اور ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو کسی حکمتِ عملی سے ختم کیا جا سکتا ہے۔"

"ہاں۔ یہ کوشش کی جا سکتی ہے۔ یہ لوگ ایک ایک کرکے مریں گے تو سونیا اور فرہاد کی کمر ٹوٹتی رہے گی' میں اس سلسلے میں گولڈن برینز سے باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

"ضرور' گولڈن برینز تم سے باتیں کرنے کے منتظر ہیں۔"

ایک افسر نے ٹی وی اسکرین کو آن کیا پھر کمپیوٹر کو آپریٹ کرنے لگا۔ دوسرا افسر ٹرانسمیٹر پر گولڈن برینز کو مخاطب کرکے کہہ رہا تھا "پلیز اٹینڈ اور ایمرجنسی میٹنگ' مس الپا از اِن اَس۔"

یہی الفاظ کمپیوٹر کے ذریعے اسکرین پر نظر آ رہے تھے۔ پھر وہ الفاظ مٹ گئے۔ ادھر گولڈن برینز کے کمپیوٹر کے ذریعے تحریری جواب اسکرین پر موصول ہو رہا تھا "ہم اٹینڈ کر رہے ہیں اور مس الپا کو اسرائیل کی سرزمین پر خوش آمدید کہتے ہیں۔"

پھر وہ الفاظ بھی مٹ گئے۔ اسکرین پر کچھ لوگ بیٹھے ہوئے نظر آئے۔ وہ سب ماسک پہنے ہوئے تھے۔ ان کے چاروں طرف گہری تاریکی تھی۔ دھیمی دھیمی سی روشنی میں صرف اتنا ہی دکھائی دے رہا تھا کہ وہ چھ افراد ہیں۔ ایک کرسی خالی ہے اور وہ ایک میز کے اطراف بیٹھے ہوئے ہیں۔ اسکرین پر دیکھنے سے یہ اندازہ نہیں کیا جا سکتا تھا کہ وہ کون سی جگہ ہے؟ وہ چھ گولڈن برینز کسی عمارت میں ہیں یا کسی کھلے ویرانے میں ہیں۔

ان کا خیال تھا کہ پچھلی بار سونیا اور فرہاد نے چار گولڈن برینز کے اس خفیہ کمرے کو کسی نشانی سے پہچان لیا تھا پھر اس نشانی کے ذریعے اس عمارت کو چاروں گولڈن برینز کے ساتھ تباہ کر دیا تھا۔ اب احتیاطی تدابیر کے باعث کوئی موجودہ گولڈن برینز تک نہیں پہنچ سکتا تھا اسی لئے چاروں سمت تاریکی رکھی گئی تھی اور ہلکی روشنی میں چھ گولڈن برینز کے ماسک لگے ہوئے چہرے مٹے مٹے سے نظر آ رہے تھے۔

ایک گولڈن برین نے اپنے سامنے رکھے ہوئے کمپیوٹر کو آپریٹ کیا تو اسکرین پر الفاظ ابھرنے لگے۔ لکھا ہوا تھا "مس الپا' تمہارے اغوا ہو جانے کا بہت صدمہ ہوا تھا۔ آج تمہاری بازیابی سے جتنی مسرتیں حاصل ہو رہی ہیں انہیں ہم الفاظ میں بیان نہیں کر سکتے۔ ہم تمہیں اپنے وطن میں بخیریت واپس آنے پر مبارک باد دیتے ہیں۔"

الپا نے مسکرا کر شکریہ ادا کیا۔ دوسرے گولڈن برین نے اپنے سامنے رکھے ہوئے کمپیوٹر کو آپریٹ کیا۔ اسکرین پر تحریر ابھرنے لگی "مس الپا! تمہاری آواز ہم تک پہنچ رہی ہے۔ لیکن احتیاطاً ہم اپنی آواز نہیں سنائیں گے۔ تمہارے آس پاس ہمارے ملک کے اہم افراد موجود ہیں' کوئی بھی دشمن ان میں سے کسی کے دماغ میں چھپ کر ہماری آواز اور لہجہ سن سکتا ہے۔ اس لئے ہم کمپیوٹر کے ذریعے جواب دیتے ہیں۔"

وہ بولی "میں ایسی احتیاطی اور حفاظتی تدابیر دیکھ کر بہت خوش ہو رہی ہوں۔"

تیسرے گولڈن برین نے اپنے کمپیوٹر کے ذریعے کہا "یہاں ہم چھ ہیں' ساتویں کرسی خالی ہے۔ اور یہ تم پانچوں خیال خوانی کرنے والوں میں سے کسی ایک کے لئے ہے۔ اگر کسی ایک نے یہ کرسی حاصل کرلی تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوگا کہ باقی چار خیال خوانی کرنے والے کمتر ہیں۔ ہماری نظروں میں سب برابر ہیں۔ ساتویں کرسی کے پُر ہونے کے بعد آٹھویں کرسی خالی رکھی جائے گی اس طرح ہر خیال خوانی کرنے والے کو گولڈن برین بن کر اس حکومت کی باگ ڈور سنبھالنے کا موقع دیا جائے گا۔"

ایک اور گولڈن برین نے اپنے کمپیوٹر کے ذریعے کہا "ہمارے پیشِ نظر بہت سے مسائل ہیں۔ یہ مسائل کچھ آسانی سے کچھ دشواری سے حل ہو سکتے ہیں..... اگر فرہاد علی تیمور کی طاقت ختم کر دی جائے۔"

پانچویں گولڈن برینز نے کہا "فرہاد کی فیملی کے ایک ایک ممبر کو الگ الگ ٹریپ کیا جا سکتا ہے۔ اس کے لئے ہم گولڈن برینز نے زبردست منصوبے بنائے ہیں۔ لیکن اس سے پہلے فرہاد علی تیمور کو پاکستان سے نکالنا بہت ضروری ہے۔ وہ جب تک پاکستان میں رہے گا' وہاں ہمارے خفیہ مفادات کو نقصان پہنچاتا رہے گا۔"

ایک اور گولڈن برین نے کہا "پاکستان میں ہماری خفیہ تنظیم آہستہ آہستہ اپنی جڑیں مضبوط کر رہی تھی۔ وہاں کے ذرائع ابلاغ ریڈیو' ٹی وی اور اخبارات وغیرہ کے بڑے اور اہم لوگوں کو اپنے کنٹرول میں کسی حد تک کر لیا تھا۔ منشیات اور کھیل تفریح میں مسلمانوں کو مست بنا رہے تھے۔ لیکن راجا صفدر علی کی ایک حماقت سے فرہاد وہاں پہنچ گیا ہے۔ اس نے جس انداز میں اپنے بہنوئی کے قاتل کو سزا دی ہے اور آئندہ ہماری تنظیم کا پول کھولنے والا ہے اس کے پیشِ نظر ہم نے اپنی لائن آف ایکشن میں تبدیلی کی ہے۔"

اسکرین سے وہ تحریر مٹ گئی۔ دوسری تحریر نمایاں ہونے لگی وہاں لکھا تھا "جب تک فرہاد نے وہاں کا رخ نہیں کیا تھا۔ ہمیں اس محاذ پر ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ضرورت نہیں تھی۔ اب ضرورت ہے۔ تم میں سے ہر ایک کی ضرورت ہے۔ تم پانچوں پاکستان کے اہم شعبوں کے اہم عہدیداروں کے دماغوں میں بڑی خاموشی سے رہا کرو گے اور ان کی نادانستگی میں انہیں اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرو گے۔"

اس تحریر کے بعد پھر دوسری تحریر ابھرنے لگی "تم پانچوں خیال خوانی کرنے والے اپنے ملک سے' اپنے شہر سے باہر نہیں جاؤ گے۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

یہاں محفوظ رہ کر خیال خوانی کے ذریعے فرہاد کے خلاف محاذ آرائی میں مصروف رہو گے۔ تم پانچوں کی یہی کوشش ہو گی کہ فرہاد کو کسی کے دماغ میں تمہاری موجودگی کا شبہ نہ ہو۔ اسے یہ سمجھنے دو کہ ہمارا کوئی خیال خوانی کرنے والا اس کے مقابل پاکستان میں نہیں ہے۔"

دانیال الپا کے دماغ میں تھا۔ یہ تمام باتیں سن رہا تھا۔ ویسے الپا کی آمد سے قبل یہ تمام باتیں ان چاروں ٹیلی پیتھی جاننے والوں بے مورگن، جنرل پارکن، ہیری ہوگن اور دانیال کو بتادی گئی تھیں۔ فی الحال دانیال کی دلچسپی الپا سے تھی۔ یہ سن کر اسے مایوسی ہوئی کہ آئندہ پانچوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ایک دوسرے سے ملایا نہیں جائے گا۔

یہ گولڈن برینز کا فیصلہ تھا کہ پانچوں کی بہتری ایک دوسرے سے دور رہنے میں ہے۔ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک کے ذریعے دوسرے کے پاس نہیں پہنچ سکیں گے۔ اگر کسی مسئلے پر دو تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ایک جگہ ضرورت ہو گی تو گولڈن برینز ایسے وقت کوئی مناسب طریقۂ کار اختیار کرنے کے لئے مناسب راہنمائی کریں گے۔

لیکن دانیال کی بے چینی بڑھ گئی تھی۔ کوئی اپنی چیز ہاتھ آتے آتے دور ہو جائے تو بے چینی بڑھ جاتی ہے۔ اور وہ اس بے چینی کا علاج جلد ڈھونڈ لینا چاہتا تھا۔

○☆○

میں اپنی بہن شاہینہ کی کوٹھی میں زیادہ دیر نہ رہ سکا۔ دل تو کہتا تھا، وہ صدمات سے چور ہے، اسے چھوڑ کر نہیں جانا چاہئے۔ یا پھر ساتھ لے جانا چاہئے۔ لیکن ہر دو صورتوں میں بہن کا ہی نقصان ہو سکتا تھا۔ میں کوٹھی میں ایک دن بھی رہ جاتا تو دشمن بڑی آسانی سے گھیر کر پوری کوٹھی کو بہن کے پورے خاندان کے ساتھ بم کے دھماکوں سے اڑا دیتے۔ اگر میں بہن اور اس کے بچوں کو ساتھ لے جاتا تو کہاں لے جاتا؟ دشمن تو قدم قدم پر حاضر ہو جاتے ہیں۔

میں نے کہا "شاہینہ! فرانس میں میرے نام سے ایک بستی آباد ہے، اسے فرہاد ولیج کہتے ہیں۔ تم بچوں کو لے کر وہاں رہائش اختیار کرو۔ وہ ایسی جگہ ہے جہاں کوئی دشمن قدم رکھنے کی جرات نہیں کرتا ہے۔"

وہ بولی "بھائی جان! مجھے فخر ہے کہ میرا بھائی دنیا کا سب سے شہ زور انسان ہے۔ میں مانتی ہوں یہاں میرے اور بچوں کے دشمن پیدا ہو گئے تھے۔ وہ آپ کے ہاتھوں مر گئے۔ ان کے بعد دوسرے پیدا ہوں گے لیکن میں یہاں سے جانا نہیں چاہتی۔"

"آخر کیوں؟"

"اگر ہم غنڈوں، بدمعاشوں، اسمگلروں اور قاتلوں کے ڈر سے یہ ملک چھوڑ دیں گے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ ہم پاکستان کو مجرموں کے حوالے کر کے جا رہے ہیں۔ ہمارے بزرگوں نے آگ اور خون کے دریا سے گزر کر یہ ملک بنایا تھا، میں اسے مجرموں کے حوالے کرنے کا جرم نہیں کروں گی۔ آپ مجھ سے دور رہ کر حوصلہ دیتے رہیں، میں یہاں بچوں کے ساتھ رہ کر دشمنوں سے لڑتی رہوں گی۔"

میں نے اس کے سر پہ ہاتھ رکھ کر کہا "خوش رہو بیٹے! تمہاری جیسی بیٹیاں سلامت رہیں گی تو دشمن اس ملک کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ ویسے میں تم سے زیادہ دور نہیں رہوں گا۔ جب تک یہودی تنظیم کو نابود نہیں کروں گا، پاکستان ہی میں رہوں گا۔"

صبح ہونے والی تھی۔ میں نے بچوں کو پیار کر کے دلاسا دیا۔ انہیں بتایا کہ ان کا بھائی پارس اور ان کی ممانی سونیا یہاں پہنچنے والے ہیں۔ وہ بھی اسی شہر میں رہ کر دور ہی دور سے ان کی نگرانی کریں گے۔ میں نے شاہینہ کے آنسو پونچھے پھر باہر آگیا۔

باہر ساری رات عوامی عدالت لگی رہی تھی۔ قاتل اور اس کے ایک بیٹے کو اسی کوٹھی کے احاطے میں سزائے موت ملی تھی۔ اس علاقے کے لوگوں نے اپنے ہاتھوں سے قاتل کو جہنم میں پہنچایا تھا۔ وردیاں پہن کر قانون کے محافظ کہلانے والے اور قانون سے کھیلنے والے وہاں سے بھاگ گئے تھے۔ پھر بھی وہاں اچھی خاصی تعداد میں لوگ جمع تھے۔ ان کا خیال تھا کہ کوٹھی کے اندر فرہاد علی تیمور موجود ہے۔

وہ فرہاد زندہ باد کے نعرے لگا رہے تھے۔ مجھ سے ملاقات کرنے کے لئے بے چین ہو رہے تھے۔ میرا فرض تھا کہ ان سے ملاقات کرتا لیکن پتا نہیں میں کب تک پاکستان میں رہوں گا۔ اس لئے اپنے بھائیوں، بہنوں اور بزرگوں کو اپنی یہ مجبوری سمجھانا چاہتا ہوں کہ میں کبھی کسی سے براہِ راست ملاقات نہیں کر سکوں گا۔ کیونکہ دوستوں کے درمیان دشمن لازمی ہوتے ہیں۔

یہ بات چھپی نہیں رہتی کہ میں کہاں ہوں اور کن حضرات سے ملاقات کر رہا ہوں۔ دشمن مجھے نشانہ بنانے سے پہلے یقین کرنا چاہتے ہیں کہ میں ہی اصل فرہاد ہوں۔ اور جب میری قوم کے لوگ مجھ سے والہانہ محبت اور عقیدت سے ملیں گے تو دشمنوں کو میرے فرہاد ہونے کا یقین کسی شبہ کے بغیر ہو جائے گا۔

لہٰذا میں معذرت خواہ ہوں۔ میں ملوں گا، بے شمار بھائیوں اور بہنوں سے ملوں گا لیکن انہیں یہ معلوم نہیں ہو گا کہ ابھی ابھی میں ان سے مل کر گیا ہوں۔ شاہینہ کی کوٹھی سے باہر آکر میں نے لوگوں سے ملاقات کی، انہیں بتایا کہ میں شاہینہ بیگم کے دور کے رشتے سے بھائی لگتا ہوں۔ پُرسے کے لئے وزیر آباد سے آیا ہوں اور اب واپس جا رہا ہوں۔

ایک نے پوچھا "کیا فرہاد صاحب سے آپ نے ملاقات کی؟"

میں نے کہا "بھائی صاحب! وہ یہاں موجود نہیں ہیں۔ دشمنوں کو خوفزدہ کرنے کے لئے انہوں نے کہا تھا کہ اپنی بہن کی حفاظت کے لئے رہیں گے لیکن کوئی بھی خاتون اندر جا کر تصدیق کر سکتی ہیں۔ شاہینہ بیگم اور ان کے بچوں کے سوا کوئی دوسرا کوٹھی میں نہیں ہے۔"

میں انہیں یقین دلاتا رہا۔ ان سے ملاقات بھی کرتا رہا پھر وہاں سے ریلوے اسٹیشن آیا۔ اسٹیشن کے پاس ایک سرائے ہے جہاں دور دراز کے پنڈ وغیرہ سے سادہ لوح دیہاتی آتے ہیں اور ایک چارپائی کے پانچ روپے دے کر رات گزارتے ہیں۔ یہ غریب عوام کا سب سے سستا ہوٹل ہے۔ میں دنیا کے سب سے مہنگے ہوٹلوں میں اور شاہی محلوں میں رہتا آیا ہوں۔ اس روز میں ایک سرائے میں آکر ایک منجی کرائے پر لے کر بیٹھ گیا۔

ایک طویل مدت کے بعد میں اپنے پرانے ماحول میں پہنچ گیا تھا۔ دھوتی، شلوار، کرتے اور قمیص پہنے ہوئے، سر پر روایتی طرز کی پگڑی باندھے لوگ جیسے میرے اندر سے نکل کر سرائے میں نظر آ رہے تھے۔ میری آنکھوں کے سامنے شاہ کوٹ کی حویلی اور اس علاقے کے مناظر گھومنے لگے۔ میں ان سے گھل مل کر خوب باتیں کرنا چاہتا تھا لیکن پہلے اپنوں اور دشمنوں کی خبر لینا ضروری تھا۔ شاہینہ کے پاس جا کر دیکھا۔ وہ اپنے بچوں کے ساتھ خیریت سے تھی۔ لیکن پریشانی یہ تھی کہ لڑکیاں لڑکے، اسکولوں کالجوں کے طلبا و طالبات سب ہی مجھ سے ملنے آ رہے تھے۔ شاہینہ نے دروازے کو لاک کر دیا تھا۔ وہ اور اس کے بچے کھڑکیوں سے جھانک کر جواب دے رہے تھے۔ انہیں سمجھا رہے تھے کہ وہ بھیڑ نہ لگائیں۔ دشمن اس بھیڑ میں چھپ کر پوری فیملی کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ جو لوگ یہ بات سمجھ رہے تھے، وہ واپس جا رہے تھے اور جنہیں یقین تھا کہ وہ فرہاد کی ایک جھلک کسی طرح دیکھ لیں گے وہ احاطے کے باہر کھڑے رہ گئے تھے۔

گھر کے اندر بھی مشکلات میں اضافہ ہو گیا تھا۔ ٹیلیفون کی گھنٹی بجتی ہی جاتی تھی۔ ایک کال کا جواب دینے کے بعد ریسیور رکھتے ہی دوسری گھنٹی بجنے لگتی تھی۔ دوسری کال کے بعد تیسری پھر چوتھی۔ یہ سلسلہ تھا کہ ختم ہونے میں نہیں آ رہا تھا۔ اکثر فون کرنے والے اپنی مشکلات اور مسائل بیان کر رہے تھے اور چاہتے تھے کہ میں ان کے دماغ میں آکر ان کے مسائل حل کروں۔

شاہینہ کے بچے نوٹ بک میں ان کے فون نمبر نوٹ کر رہے تھے اور وعدے کر رہے تھے کہ فرہاد انکل سے رابطہ ہو گا تو ان سب کے فون نمبر انہیں لکھوا دئیے جائیں گے۔ فون پر جو باتیں معقول نہیں ہوتی تھیں، ان کے جواب اسی وقت دے دیئے جاتے تھے۔ مثلاً کوئی کہتا تھا "میں پانچ برس سے بے روزگار ہوں۔ میں نے ایم اے کیا ہے۔ مجھے ٹیلی پیتھی کے ذریعے ملازمت دلائیں۔"

اسے جواب دیا گیا "تم نے ایم اے تک تعلیم حاصل کرنے کے لئے اپنے والدین کے ہزاروں روپے ضائع کئے۔ اپنی تعلیمی صلاحیتوں سے ملازمت حاصل نہ کر سکے۔ اگر ملازمتیں با اثر افراد کے لڑکوں کو ملتی ہیں اور تمہاری صلاحیتوں کو نظر انداز کیا جا رہا ہے تو تمہارا فون نمبر ہم نے نوٹ کر لیا ہے۔ تمہارے ساتھ انصاف ہو گا اور تمہارے شایانِ شان ملازمت ملے گی۔ اگر ایم اے کرنے کے بعد بھی نااہل ہو تو ٹیلی پیتھی کے ذریعے بھی مدد حاصل نہیں ہو گی۔"

میں نے وہ فون نمبر معلوم کر کے بے روزگار جوان سے کہا "بیٹے! بے روزگاری پورے ملک کا مسئلہ ہے۔ اگر میں ہر نوجوان کو روزگار دلاتا رہا تو میری عمر گزر جائے گی لیکن یہ مسئلہ ختم نہیں ہو گا۔ لہٰذا میں تم سب کی خاطر متعلقہ شعبوں سے رابطہ کروں گا۔ میری پوری کوشش ہو گی کہ باصلاحیت افراد کو نااہل افراد کے مقابلہ میں نظر انداز نہ کیا جائے اور حقدار کو اس کا حق ضرور ملتا رہے۔"

میں نے ایک اور بے روزگار جوان کے خیالات پڑھے۔ اسے گزارے کے لائق ملازمت مل گئی تھی۔ لیکن وہ کسی ایسی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا تھا جس کے والدین لاکھوں روپے کا جہیز یا کاروبار کے لئے نقد رقم ادا کریں۔

میں نے ایسے غیرت مند نوجوان کے بھی خیالات پڑھے جس نے ایسی لڑکی سے شادی کی جس کے والدین جہیز دینے کے قابل نہیں تھے۔ ایک بہت بڑی فیکٹری میں اس نے سینئر مکینک کی حیثیت سے اپنی کارکردگی کا مظاہرہ کیا تھا لیکن ایک بڑے سرکاری عہدے دار کی سفارش پر اسے جونیئر اور ایک نااہل شخص کو سینئر بنا دیا گیا تھا۔

میں نے اس عہدے دار کے دماغ میں پہنچ کر پوچھا "جب دماغ میں کسی دوسرے کی آوازیں سنائی دیتی ہیں تو جانتے ہو وہ آوازیں کہاں سے آتی ہیں؟"

اس کی سہمی ہوئی سوچ نے کہا "یہ آوازیں ٹیلی پیتھی کے علم سے آتی ہیں۔ میں نے سنا ہے، فرہاد علی تیمور ہمارے ملک میں ہے۔"

"تو پھر فرہاد پوچھ رہا ہے، تم لوگوں کو ذرا بھی شرم اور غیرت ہے یا نہیں؟ قابل اور باصلاحیت جوانوں کو پس پشت ڈالتے ہو، ان کے جذبوں اور حوصلوں کو کچلتے ہو اور اپنے نااہل عزیزوں اور دوستوں کو ایسی اہم ذمے داریاں سونپتے ہو، جن سے ملک اور قوم کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچتا ہے۔"

اس نے انجان بن کر پوچھا "جناب! مجھ سے کیا غلطی ہوئی ہے؟"

"میں تمہارے دماغ کے اندر ہوں۔ انجان بن کر مجھے دھوکا نہیں دے سکو گے۔ میں ایک گھنٹے بعد آؤں گا۔ اتنی دیر میں نوجوان ملک ارشاد کو سینئر مکینک کا عہدہ دو اور اپنے نااہل عزیز کو وہاں کام سیکھنے والا مزدور بنادو۔ اس کے علاوہ جتنی غلط سفارشیں کی ہیں ان سب کی تلافی کرو اور حقداروں کو ان کے حقوق دو۔ ورنہ ایک گھنٹے بعد تم اپنی تمام ناانصافیوں سمیت اس دنیا سے اٹھ جاؤ گے۔"

میں نے وارننگ دینے کے آدھے گھنٹے بعد اس نوجوان ملک ارشاد کے پاس جا کر دیکھا۔ فیکٹری کا مالک اسے سینئر مکینک کا عہدہ دینے کی خوشخبری سنا رہا تھا۔ اگر اس اعلیٰ عہدے دار کو میں موت کی دھمکی نہ دیتا تو وہ کبھی ایک قابل نوجوان سے انصاف نہ کرتا۔ گویا ہر بڑے عہدے دار اور ہر بڑے ذمے دار کے سر پر موت منڈلاتی رہے تو وہ ایماندار رہے گا۔ ورنہ یہ سوچ کر بے ایمانی کرتا رہے گا کہ سنا ہے موت آتی ہے، کوئی ضروری نہیں کہ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہمیں بھی آئے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے کتنے بے ایمانوں کو موت کا یقین دلاؤں گا کہ وہ ایمانداری پر مجبور ہوجائیں۔ لاکھوں روپے کی لاٹری کا ٹکٹ ہر شخص بسم اللہ کہہ کر خریدتا ہے۔ ایک غریب ایک وقت کا چولہا نہ جلا کر ٹکٹ خریدتے ہوئے دعا کرتا ہے۔ خدایا! تو گواہ ہے۔ میں نے اپنے بچوں کا پیٹ کاٹ کر تیری رحمت پر بھروسا کیا ہے۔ ایک جوان لڑکی کا باپ ٹکٹ خرید کر خدا سے جہیز کے لئے گڑگڑاتا ہے۔ ایک کینسر کا مریض اپنے علاج کے لئے وہ ٹکٹ خریدتا ہے۔ لاکھوں دکھ ہیں' لاکھوں بیماریاں اور لاکھوں مسائل ہیں۔ دنیا کے تمام مصائب زدہ لاٹری کا ٹکٹ لے کر خدا کو پکارتے ہیں۔

چار جواریوں میں تین کی ہار اور ایک کی جیت خدا کو منظور نہیں ہوتی۔ لاکھوں گھروں سے دس دس روپے لے کر کسی ایک شخص کو دس لاکھ دینا خدا کو منظور نہیں ہے۔ وہ معبود ریس کے گھوڑے سے کسی کو لکھ پتی نہیں بناتا۔ یہ انسانوں کی اپنی نوسربازی اور افتادِ طبع ہے۔ خدا دیتا ہے تو حقدار کو ضرور دیتا ہے۔ اسی معبود نے مجھے ٹیلی پیتھی کا علم دیا۔ لیکن اس علم کی وسعت کو محدود رکھا۔ میں سب کو سب کچھ نہیں دے سکتا کیونکہ سب کچھ دینے والا وہ مالکِ حقیقی ہے۔

میں پاکستان آکر یہ الزام اٹھانے والا تھا کہ میں نے اپنے ملک اور اپنی قوم کے لئے کچھ کیا ضرور ہے مگر بہت کچھ نہیں کیا۔ میں اپنی داستان کی طرف آنے سے پہلے صرف اتنا کہہ دوں کہ ہمارا ملک تاریخ کے بہت برے دور سے گزر رہا ہے۔ آپ سب کچھ کی امید خدا سے کریں۔ میں کچھ نہ کچھ کروں گا۔ کم از کم خیال خوانی کے خیال ہی خیال سے اپنی قوم کی آنکھیں کھول دوں گا اور یہ تاریخی سچائی ہے کہ جو قوم آنکھ کھول دیتی ہے' وہ مردہ کبھی نہیں کہلاتی۔

سونیا اور پارس ایک ساتھ پاکستان آنا چاہتے تھے لیکن انہیں ایک ہی فلائٹ میں سیٹیں نہیں ملیں۔ دوسری بات یہ کہ الپا پر کئے جانے والے تنویمی عمل کی ناکامی کا علم ہوگیا۔ جوجو نے آکر بتایا "میں نے دوبارہ الپا کے دماغ میں جانے کی کوششیں کیں لیکن اس نے سانس روک لی۔"

سونیا نے پوچھا "تمہارا عمل ناکام کیسے ہوگیا؟"

"مما! کوئی اسرائیلی خیال خوانی کرنے والا الپا کے دماغ میں چھپا ہوگا۔ جس کی مجھے خبر نہ ہوئی۔"

"یہی تو پوچھ رہی ہوں۔ تمہیں خبر کیسے نہیں ہوئی؟ دیکھو جوجو' تمہارا سارا دھیان ادھر تھا کہ الپا تمہارے پارس سے ہمیشہ کے لئے دور ہوجائے یا تمہارے قابو میں رہے تاکہ تم اسے کبھی پارس کے قریب جانے نہ دو۔ اسی دُھن میں تم نے دوسرے پہلوؤں پر غور نہیں کیا۔ اگر ذرا چالاکی سے کام لیتیں تو الپا کے اندر چھپے ہوئے دشمن کا سراغ لگا سکتی تھیں۔"

"آپ درست کہتی ہیں۔ مجھ سے غلطی ہوگئی۔ آپ مجھے سزا دے سکتی ہیں۔"

"سزا ضرور ملے گی۔ میں تمہیں علی تیمور کو تلاش کرنے کی ذمے داری سونپ رہی ہوں۔ جب تک اسے ڈھونڈ نہ نکالو تب تک پارس کے کسی معاملے میں مداخلت نہ کرو۔"

جوجو نے پارس سے کہا "سنا تم نے' مما کتنی سخت سزا دے رہی ہیں۔"

سونیا جوجو کی سوچ کی لہروں کا جواب زبان سے دے رہی تھی جسے پارس سن رہا تھا' اس نے کہا "جوجو! مما کی دی ہوئی سزا کے پیچھے ایک سبق ہوتا ہے۔ ہمیں ان کی طرف سے جو بھی سبق ملتا رہے ہم اسے سیکھتے رہیں گے۔"

"ٹھیک ہے' میں جارہی ہوں۔ تمہارے پاس آنے کے لئے جلد سے جلد علی تیمور کو ڈھونڈ نکالوں گی۔"

وہ چلی گئی۔ پارس نے کہا "مما! وہ آپ کے حکم کی تعمیل کے لئے گئی ہے۔ ویسے ایک ناکامی کا مطلب ہے آئندہ بھی ناکامیوں کے راستے ہموار ہوچکے ہیں۔ جس دشمن خیال خوانی کرنے والے نے الپا کو جوجو کے عمل سے بچایا ہے۔ اس نے الپا کے ذریعے وہ مکان دیکھا ہوگا جہاں میں تنویمی عمل کے لئے اسے لے گیا تھا۔"

سونیا نے کہا "اس دشمن خیال خوانی کرنے والے نے کسی کو آلۂ کار بنا کر تمہارا تعاقب کیا ہوگا۔ تم الپا کو تنویمی نیند سونے کے لئے چھوڑ کر میرے پاس ہوٹل میں آئے تھے۔ اس طرح میں بھی دشمنوں کی نظروں میں ہوں۔"

"ہمارا کھیل بگڑ رہا ہے مما! پچھلے بارہ گھنٹوں میں انہوں نے ہماری مصروفیات پر نظر رکھی ہے۔ انہیں معلوم ہوگا کہ ہم پاکستان جارہے ہیں۔ یہ تو ظاہر ہوچکا ہے کہ میں پارس ہوں۔ شاید آپ بھی ان کی سمجھ میں آگئی ہیں۔"

"بیٹے! دشمنوں کے پاس بھی عقل ہے۔ جب ان کی عقل کام کررہی ہے تو کام کرنے دو۔ میں ان کی توقع کے مطابق سفر کروں گی۔ پھر استنبول پہنچ کر ان کی نظروں سے اوجھل ہوجاؤں گی۔"

"ٹھیک ہے مما! آپ اپنی فلائٹ سے جائیں۔ میں اسی شہر میں نگرانی کرنے والوں کو ڈاج دے کر روپوش ہوجاؤں گا۔ پھر وہ مجھے نئے روپ میں نہیں پہچان سکیں گے۔"

دونوں ماں بیٹے نے اٹلی میں یہودی تنظیم کے بڑے بڑے عہدے داروں کو ختم کردیا تھا لیکن عہدے داروں کے ختم ہونے سے تنظیم ختم نہیں ہوتی' اس کا عمل کچھ وقت کے لئے رکتا ہے۔ پھر نئے عہدے دار اسے جاری رکھتے ہیں۔ سونیا اور پارس کی موجودگی کے باعث ٹیلی پیتھی جاننے والے یہودی سرگرم عمل تھے۔ انہوں نے ماں بیٹے کے آس پاس اپنے آلۂ کار چھوڑ رکھے تھے جن کے ذریعے ماں بیٹے کی ایک ایک حرکت کا پتا چلتا تھا۔

ادھر سونیا اور پارس نے سمجھ لیا تھا کہ ہوٹل کے بیروں' ٹیکسی ڈرائیوروں اور ائرلائن کے ٹکٹ ریزرو کرانے والے ایجنٹوں کو آلۂ کار بنایا جارہا ہے اور دشمن ایسے لوگوں کے دماغ میں رہ کر ان ماں بیٹے کی مصروفیات پر نظر رکھ رہے ہیں۔

سونیا پہلی فلائٹ سے روانہ ہوگئی۔ دشمن مطمئن رہے کہ ہر کام پلاننگ کے مطابق ہورہا ہے۔ اسرائیلی خیال خوانی کرنے والے جنرل پارکن کو ایک ائرلائن کے ایجنٹ سے پتا چلا کہ پارس دوسری صبح کی فلائٹ سے پاکستان جائے گا۔ وہ حسن پرستی کے معاملے میں بدنام تھا۔ تنظیم کے نئے عہدے داروں نے فیصلہ کیا کہ پارس کے برابر والی سیٹ ایک لڑکی کے نام ریزرو کرائی جائے۔ وہ دورانِ سفر پارس سے دوستی کرے گی اور پاکستان میں بھی اس کے ساتھ رہے گی تو جنرل پارکن خیال خوانی کے ذریعے اس لڑکی کے اندر رہ کر پارس کی تمام مصروفیات سے آگاہ ہوتا رہے گا۔

اس لڑکی کا نام روزینہ تھا۔ وہ پاکستانی تھی۔ لندن میں تعلیم حاصل کرتی رہی تھی۔ باپ کا نام شیر باز تھا۔ وہ یہودیوں کا بیس برس سے وفادار ایجنٹ تھا۔ اس کی بیٹی روزینہ اور بیٹا راحیل یہودیوں کی سرپرستی میں تعلیم اور تربیت حاصل کرتے رہے تھے۔ ایسے کئی دلال ہوتے ہیں جو پیدائشی طور پر پاکستانی ہوتے ہیں لیکن عملی اور نظریاتی طور پر یہودی یا امریکی ایجنٹ ہوتے ہیں۔ ان کے بچے یورپ اور امریکا میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرکے پاکستان آکر اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوتے ہیں پھر یہودی امریکی پالیسیوں کے مطابق ہمارے ملک کی خارجہ اور داخلہ پالیسیوں میں من مانی تبدیلیاں کرتے ہیں جن کا فائدہ بڑے ہی ڈھکے چھپے انداز میں یہودیوں کو پہنچتا ہے۔

ہمارے ہاں یہ انکوائری نہیں ہوتی کہ جو شخص ایک برس پہلے ایک دو وقت کے فاقے کرتا تھا آج وہ اپنے بچوں کو لندن میں کیسے پڑھاتا ہے؟ انہیں امریکا کا گرین کارڈ آسانی سے کیسے مل جاتا ہے۔ اگر ہمارے احتساب کا شعبہ ایماندار ہو تو بے شمار جرائم سے پردے اٹھ سکتے ہیں۔ لیکن پردہ نہ اٹھانے سے ملازمت اور عہدہ بحال رہتا ہے اور یہ بہت بڑا انعام ہوتا ہے۔

دوسری صبح روزینہ ائرپورٹ آئی۔ اس کے دماغ میں رہنے والے جنرل پارکن نے احتیاطاً کاؤنٹر گرل کے دماغ سے معلوم کیا کہ حیدر علی (پارس) نے طیارے میں سوار ہونے کے لئے بورڈنگ کارڈ لیا ہے یا نہیں؟ پتا چلا وہ طیارے میں موجود ہے۔ روزینہ بھی دوسرے مسافروں کے ساتھ طیارے میں سوار ہوگئی۔ جنرل پارکن سوچ کے ذریعے کہہ رہا تھا "اپنی سیٹ پر بیٹھنے سے پہلے آگے پیچھے بیٹھنے والوں سے باتیں کرو۔ تاکہ میں ان کے اندر پہنچ سکوں۔"

وہ سوچ کے ذریعے بولی "یہ اچھا ہے کہ میرے دماغ سے چلے جاؤ گے۔ میں بوجھ محسوس کرتی ہوں۔"

"میں تمہارا بوجھ ہلکا کرنے نہیں جارہا ہوں۔ دراصل پارس کے پاس بیٹھنے والے کسی بھی مسافر کو اس کے خیال خوانی کرنے والے چیک کریں گے' تمہارے دماغ میں بھی کوئی آنا چاہے گا۔ ایسے وقت میں تمہارے پاس موجود رہوں گا تو تم پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرسکو گی۔"

"میں سانس نہیں روکوں گی۔ صرف بے چینی محسوس کروں گی۔ دشمن یہی سمجھیں گے کہ میرا دماغ حساس ہے مگر میں سانس نہیں روک سکتی ہوں۔ پھر وہ میرے خیالات پڑھیں گے تو میں ایک غیر متعلق لڑکی ثابت ہوتی رہوں گی۔"

روزینہ کے دماغ پر ایسا ہی عمل کیا گیا تھا کہ وہ تنظیم کی آلۂ کار نہ سمجھی جاتی۔ اس کے چور خیالات یہ بتاتے کہ وہ لندن میں زیرِ تعلیم ہے' شہرِ روم کے تاریخی کھنڈرات دیکھنے آئی تھی' اب پاکستان اپنے باپ جان شیر باز سے ملنے جارہی ہے۔

وہ اپنی سیٹ کے پاس آئی۔ برابر والی سیٹ پر ایک نوجوان بیٹھا ہوا تھا۔ روزینہ نے پچھلی سیٹ کے مسافر سے کہا "پلیز' میرا یہ سامان اوپری خانے میں رکھ دیں۔"

مسافر نے مسکرا کر کہا "ضرور' اس خانہ میں میرا بھی سامان ہے۔"

وہ روزینہ کا بڑا سا بیگ اٹھا کر اوپر رکھنے لگا۔ جنرل پارکن اس کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے ذریعے اس نے دوسرے مسافر سے باتیں کیں' اس طرح آس پاس کے لوگوں کے اندر جگہ بنالی تاکہ ہر طرح سے پارس پر نظر رکھ سکے۔ وہ نوجوان حفاظتی بیلٹ باندھے اپنی سیٹ پر سو رہا تھا۔ اسے خبر نہ تھی کہ ایک حسین لڑکی اس کے پاس آکر بیٹھ گئی ہے وہ اس بات سے بھی بے خبر تھا کہ طیارہ پرواز کررہا ہے۔

روزینہ اسے ناگواری اور بے چینی سے دیکھ رہی تھی۔ اسے سمجھایا گیا تھا کہ وہ سفر کے دوران اس سے دوستی کرے لیکن جو قیامت کی نیند سو رہا ہو اُس سے بھلا دوستی کیسے ہوسکتی ہے؟ وہ سوچنے لگی' اسے کس بہانے سے جگایا جائے۔ اس نے نوجوان کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا پھر اسے ہلایا۔ وہ نیند میں کسمسا کر پھر سو گیا۔

روزینہ کو بڑا طیش آیا۔ ایسی بھی کوئی نیند ہوتی ہے۔ اس نے آخر اسے جھنجھوڑ ڈالا۔ وہ ہڑبڑا کر بولا "آں؟ ہاں' کیا پاکستان آگیا؟"

وہ بولی "ابھی تو سفر شروع ہوا ہے۔"

وہ پھر آنکھیں بند کرنے لگا۔ وہ جلدی سے بولی "ٹھہرو' ابھی نہ سونا۔ میں کافی پینا چاہتی ہوں۔"

"پی لو" اس نے آنکھیں بند کرلیں۔ روزینہ اس پر جھک کر بولی "مجھے تنہا پینا اچھا نہیں لگتا۔ پلیز میرا ساتھ دو۔"

"میں کافی نہیں پی سکتا۔"

"کیوں نہیں پی سکتے؟"

"میرا روزہ ہے۔"

وہ پھر سو گیا۔ روزینہ اپنی پیشانی پر ہاتھ مار کر بولی "کس گدھے سے پالا پڑا ہے۔ لائف انجوائے کرنے کی عمر ہے اور روزہ رکھتا ہے۔"

ایسے ہی وقت روزینہ نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ مگر سانس نہیں روکی۔ اس کے چور خیالات کسی کو بتا رہے ہوں گے کہ وہ سانس روکنا نہیں جانتی ہے اور ایک عام سی لڑکی ہے۔

ایک گھنٹے بعد مسافروں کے درمیان سے کھانے کی ٹرالی گزرنے لگی۔ ہر مسافر کے سامنے کھانے کے ٹرے رکھی جانے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

گی۔ روزینہ نے ہوسٹس سے کہا "یہ صاحب جو سو رہے ہیں' کھانا نہیں کھائیں گے۔ روزہ دار ہیں۔"

یہ بات سن کر پیچھے بیٹھے ہوئے مسافر نے کہا "میں بھی مسلمان ہوں۔ روزہ رکھا کرتا ہوں لیکن یہ رمضان کا مہینہ نہیں ہے۔ آج اس جوان نے روزہ کیوں رکھا ہے؟"

روزینہ بھی مسلمان تھی لیکن روزہ نماز کے متعلق کچھ نہیں جانتی تھی۔ قمری مہینوں کا بھی حساب نہیں معلوم تھا۔ جب پتا چلا کہ یہ روزہ رکھنے کا مہینہ نہیں ہے تو اس نے گھور کر جوان کو دیکھا پھر اسے جھنجوڑ کر اٹھایا۔ وہ چونک کر آنکھیں کھولتے ہوئے کچھ بولنا چاہتا تھا' اس سے پہلے وہ بولی "تم جھوٹ بولتے ہو۔ تم نے روزہ نہیں رکھا ہے۔"

وہ حفاظتی بیلٹ کھول کر کھڑا ہوگیا۔ طیارے کو حیرانی سے دیکھ کر چیختے ہوئے بولا "یہ...... یہ تو ہوائی جہاز ہے۔ میں یہاں کیسے آگیا؟"

لوگ اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ وہ ایک ائر ہوسٹس کا ہاتھ پکڑ کر بولا "اسے جہاز روکو' مجھے اترنے دو۔"

وہ ہاتھ چھڑانے کی کوشش کرتی ہوئی بولی "ایزی مسٹر! پلیز بی ایزی' سہولت سے بات کرو۔ اب یہ جہاز استنبول میں رکے گا۔"

"لیکن میں جہاز کے اندر کیسے آیا؟"

ایک اسٹیورڈ نے آکر کہا "مسٹر! تمام مسافر ڈسٹرب ہو رہے ہیں۔ انہیں آرام سے کھانے دیں۔ آپ اپنے کاغذات لے کر میرے کیبن میں تشریف لے چلیں۔"

نوجوان نے اپنی جیب سے جہاز کا ٹکٹ اور بورڈنگ کارڈ نکالا پھر ٹکٹ پر حیدر علی (پارس) کا نام پڑھ کر بولا "یہ حیدر علی کون ہے؟ اس کا ٹکٹ میری جیب میں کیسے آگیا؟"

جنرل پارکن ایک مسافر کے ذریعے یہ تماشا دیکھ رہا تھا۔ یہ سمجھ میں آگیا تھا کہ وہ پارس نہیں ہے۔ کسی نوجوان کو ٹریپ کرکے پارس کی جگہ طیارے میں بھیج دیا گیا ہے۔

پارکن اپنی تسلی کے لئے نوجوان کے اندر پہنچا۔ اس کے خیالات اچھی طرح پڑھے۔ پتا چلا' اس کا نام پیٹر ڈیسوزا ہے۔ وہ اٹلی سے پاکستان جا رہا تھا' روم کے ائرپورٹ پر اس نے امیگریشن کاؤنٹر سے اپنے پاسپورٹ وغیرہ پر مہریں لگوائی تھیں۔ اس کے بعد ہی ایک جوان نے اسے مخاطب کیا تھا۔ پیٹر نے اس سے مصافحہ کرتے ہوئے اس کی بات کا جواب دیا۔ اس کے بعد پھر اسے ہوش نہ رہا کہ وہ کہاں ہے؟ طیارے کے اندر پہنچ کر پرواز کے ایک گھنٹے بعد تک وہ غائب دماغ رہا تھا۔

جنرل پارکن نے روزینہ سے کہا "ہم دھوکا کھا گئے۔ یہ پارس نہیں ہے۔ پارس کے کسی خیال خوانی کرنے والے نے اسے ٹریپ کرکے یہاں پہنچا دیا ہے۔ اس کا اصل پاسپورٹ اس کے بیگ میں ہے۔"

روزینہ نے اسٹیورڈ سے کہا "اس کا بیگ دیکھو۔ کچھ پتا تو چلے یہ کون ہے؟"

اسٹیورڈ بیگ کی تلاشی لینے لگا۔ پیٹر کہہ رہا تھا "میرا نام پیٹر ڈیسوزا ہے۔ میں پاکستان جانے والا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں اس جہاز میں کیسے آیا؟"

اسٹیورڈ نے بیگ میں سے پاسپورٹ' ٹکٹ اور بورڈنگ کارڈ دیکھ کر کہا "بھئی پریشان کیوں ہوتے ہو۔ تمہارا ٹکٹ اسی فلائٹ کا ہے اور یہ پاکستان جا رہا ہے۔"

وہ حیرانی سے بولا "لیکن میں تو ائرپورٹ کے امیگریشن ڈیپارٹمنٹ میں تھا۔ اس جہاز میں خود بخود کیسے آگیا؟"

ایک مسافر نے پیٹر سے پوچھا "بھئی کون سا نشہ کرتے ہو کہ دماغ بالکل ہی آؤٹ ہو جاتا ہے؟"

جنرل پارکن نے کہا "روزی! یہ بڑے مکار لوگ ہیں۔ ابھی جے مورگن نے بتایا ہے کہ پچھلے روز کی فلائٹ میں جانے والی عورت (سونیا) استنبول پہنچ کر غائب ہوگئی ہے۔"

"کیا وہ عورت بہت اہم تھی؟"

"ہاں' ہمیں یقین کی حد تک شبہ تھا کہ وہ سونیا ہے۔ ویسے ہم دھوکا کھا کر بھی نقصان میں نہیں رہے۔ پارس شہرِ روم میں رہ گیا ہے اور سونیا استنبول میں رک گئی ہے۔ دونوں ماں بیٹے پاکستان نہ جا سکے اور نہ ہی ہم آئندہ انہیں جانے دیں گے۔"

"اب مجھے کیا کرنا چاہئے؟"

"تم پاکستان جاؤ۔ ابھی میں گولڈن برینز سے مشورہ کرکے بتاؤں گا کہ تمہیں آئندہ کیا کرنا ہے؟"

پیٹر ڈیسوزا نے اچانک قہقہہ لگایا۔ روزی نے اسے چونک کر دیکھا۔ وہ بولا "ہم سب گدھے ہیں۔ تقدیر کو نہیں مانتے۔ میں نجومی ہوں۔ میرے ستاروں نے بتایا تھا کہ اس سفر میں میرے ساتھ کچھ ہونے والا ہے۔ مگر میں نے خود نجومی ہو کر یقین نہیں کیا اب بتاؤ ہم سب گدھے ہیں یا نہیں؟"

وہ بولی "سب کو شامل نہ کرو۔ صرف تم گدھے ہو اور بہت بڑے فراڈ ہو۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ کسی حیدر علی کا پاسپورٹ تمہارے پاس آجائے اور تم اس کی سیٹ پر سفر کرو؟ آخر وہ فلائٹ کے وقت کے مطابق کیوں نہیں آیا؟ اگر آیا تھا تو تمہارے خلاف کارروائی کیوں نہیں کی۔ مجھے شبہ ہے کہ تم اسے قتل کرکے آئے ہو۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں تھا۔ یہ ممکن ہے' کسی نے حیدر علی کو قتل کرکے اس کا پاسپورٹ میری جیب میں رکھ دیا ہو۔ لیکن مجھے خبر کیوں نہ ہوئی؟ میں غافل کیوں رہا؟ کیا مجھ پر کالا جادو کیا گیا ہوگا؟"

وہ بولی "خاموش بیٹھے رہو۔ روم سے استنبول تک حیدر علی کے متعلق تفتیش ہو رہی ہوگی۔ اگر اسے قتل کیا گیا ہوگا تو تمہارے لئے عمر قید پکی ہے۔ واقعی تم پکے نجومی ہو۔ تمہارے ستاروں نے بتایا تھا کہ تمہارے ساتھ کچھ ہونے والا ہے مگر اب بہت کچھ ہونے والا ہے۔"

"تم مجھے ڈرانے کی کوشش نہ کرو۔ میرے ستاروں نے بتایا

ہے کہ زندگی میں کچھ الجھنیں ضرور ہیں لیکن جان و مال کا نقصان نہیں ہوگا۔ مقدر نے وارننگ دی ہے کہ کسی بھی حسین لڑکی سے بچ کر رہو۔ خدا کا شکر ہے کہ تم حسین نہیں ہو۔"

وہ غصے سے بولی "یو نان سنس! کیا میں حسین نہیں ہوں؟ کیا تم حسن کا مطلب سمجھتے ہو۔ میں مس یورپ کے مقابلۂ حسن میں شریک ہونے والی ہوں۔"

"رشوت دے کر مقابلہ جیت سکتی ہو۔"

وہ غصے سے پھٹ پڑنا چاہتی تھی' جنرل پارکن نے ڈانٹ کر کہا "یہ کیا حماقت ہے؟ غصہ برداشت کرو۔ اگر تم اسے حسین نظر نہیں آتی ہو تو کیا جبراً خود کو حسینہ منواؤ گی۔"

"پلیز مجھے اس پاگل سے نجات دلاؤ۔ میں سیٹ بدلنا چاہتی ہوں۔"

"جسے تم پاگل کہہ رہی ہو' وہ بہت اہم ہوگیا ہے۔ ابھی میں نے تفصیل سے اس کے خیالات پڑھے ہیں۔ اس کی رہائش گلبرگ لاہور میں ہے۔ فرہاد کی بہن جس کوٹھی میں رہتی ہے' ٹھیک اس کے سامنے والی کوٹھی میں اس کے والدین رہتے ہیں۔ یہ بھی وہیں رہے گا۔ تم اس سے دوستی کرو۔"

"اوہ مائی گاڈ! یہ لاہور پہنچتے پہنچتے مجھے بھی پاگل بنا دے گا۔ لیکن ڈیوٹی از ڈیوٹی۔ دوستی کرنی ہی ہوگی۔"

روزینہ نے مسکرا کر اسے دیکھا۔ وہ کھانے میں مصروف ہوگیا تھا۔ اس کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا' وہ بولی "مسٹر ڈیسوزا!"

اس نے جیسے نہیں سنا۔ خاموشی سے کھاتا رہا۔ وہ بولی "مسٹر پیٹر ڈیسوزا! میں تم سے مخاطب ہوں۔"

وہ لقمہ چباتے ہوئے بولا "سوری' میں اس وقت پیٹر ڈیسوزا نہیں ہوں۔"

"پھر کون ہو؟"

"میں حیدر علی کی سیٹ پر سفر کر رہا ہوں۔"

"اچھا سمجھ گئی۔ میں تمہیں حیدر کہوں گی۔"

"اصولاً تو یہی کہنا چاہئے۔ اس سیٹ نے بڑی گڑبڑ کر دی ہے۔"

"کوئی گڑبڑ نہیں کی ہے۔ یہاں بیٹھ کر ہم دوست بن رہے ہیں۔ مجھ سے دوستی کرو گے حیدر؟"

"تم مجھے حیدر کہہ رہی ہو۔ میں عیسائی ہوں' میرا مذہب بدل رہی ہو؟"

وہ گڑبڑا گئی پھر سنبھل کر بولی "ابھی تو تم نے کہا تھا کہ پیٹر نہیں ہو۔"

"پیٹر نہ ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں حیدر ہوں۔ سیٹ بدلنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم مذہب بدل دو۔"

وہ بری طرح الجھ کر سوچ کے ذریعے بولی "مسٹر پارکن! تم دیکھ رہے ہو۔ سچ بولو' یہ پاگل نہیں ہے؟"

"یہ بہت ذہین ہے۔ منطقی باتیں کر رہا ہے۔ علم منطق میں یہی ہوتا ہے کہ سیٹ حیدر کی ہے تو اس پر بیٹھنے والا پیٹر نہیں ہوگا۔ بورڈنگ کارڈ اور کمپیوٹر رپورٹ کے مطابق وہاں کوئی بھی بیٹھے' وہ حیدر کہلائے گا۔"

"پھر وہ حیدر کہلانے سے کیوں انکار کر رہا ہے؟"

"اس لئے کہ وہ عیسائی ہے اور تم اس کے عیسائی ہونے سے انکار نہیں کر سکتیں۔ روزینہ! یہ نوجوان بہت ذہین ہے۔ تمہیں بھی اپنی ذہانت کا ثبوت دے کر دوستی کرنا چاہئے۔ اس سے تمہیں نقصان نہیں پہنچے گا بلکہ یہ ہمارا آلۂ کار بن کر رہے گا۔"

روزینہ نے پیٹر کو دیکھ کر ایک گہری سانس لی۔ پھر مسکرا کر بولی "تم اپنی باتوں سے الجھا دیتے ہو۔ سچ پوچھو تو تمہارا یہ انداز مجھے جیت رہا ہے۔ میں تمہیں کسی نام یا کسی مذہب کے حوالے سے نہیں پکاروں گی۔ دوستی کے رشتے سے دوست کہوں گی' ٹھیک ہے؟"

وہ بولا "ٹھیک تو لگ رہا ہے۔ لیکن میں نے پہلے کبھی کسی لڑکی سے دوستی نہیں کی۔ اس مسئلے پر غور کرنا ہوگا۔"

"اس میں غور کرنے کی کیا بات ہے؟"

"واہ' بات کیوں نہیں ہے! میں اپنے ایک دوست کے سامنے لباس بدل لیتا ہوں۔ تمہارے سامنے کیسے بدل سکوں گا؟"

وہ جھینپ کر دوسری طرف دیکھنے لگی۔ پیٹر نے کہا "لڑکے لڑکی کی دوستی مسئلہ بن جاتی ہے۔ اب تو مانتی ہو نا؟"

"تمہارے ساتھ باتیں کرنے کے لئے مجھے گھی پینا پڑے گا۔"

"سیدھی سی بات ہے۔ جس دوستی پر دنیا والے بھی اعتراض کرتے ہیں' ہم وہ دوستی نہ کریں۔ بلکہ رشتے داری کرلیں۔"

"کیسی رشتے داری؟"

"میں تمہیں عزت اور احترام سے آنٹی کہوں گا۔"

ایک حسین اور جوان لڑکی کے لئے یہ رشتہ دھماکا تھا۔ اس بار وہ آتش فشاں کی طرح پھٹنے والی تھی لیکن جنرل پارکن نے اس کے دماغ کو کنٹرول کیا۔ وہ چند لمحوں تک ساکت بیٹھی رہی۔ اپنی جگہ سے ہل نہ سکی۔ اگر ہلنے کا موقع ملتا تو شاید وہ پیٹر کا منہ نوچ لیتی۔

پارکن نے کہا "روزینہ! تم اپنے مشن میں ناکام ہو رہی ہو۔ خود کو قابو میں رکھو۔ ورنہ یہ جوان ہاتھ سے جائے گا تو تمہاری لندن کی شہریت چھین لی جائے گی۔ ہزاروں پونڈ کی ادائیگی روک دی جائے گی۔ تمہارا باپ یہودی تنظیم کا ایک اہم رکن ہے' وہ بھی تمہیں سزا سے نہیں بچا سکے گا۔"

وہ ٹھنڈی پڑ گئی' پیٹر نے کہا "میں نے تمہیں غصہ دلانے کے لئے آنٹی کہا لیکن تمہیں غصہ نہیں آیا۔ مجھے ایسی ہی عقلمند لڑکیاں پسند ہیں۔ تم بے حد حسین ہو' اتنی کم سن ہو کہ آنٹی کہنے سے تمہیں ہنسنا چاہئے۔"

وہ کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔ پیٹر نے ہاتھ بڑھا کر پوچھا "دوستی؟"

وہ ہاتھ ملا کر بولی "پکی دوستی۔"

"تو پھر ہم ایک دوسرے کو اپنے اپنے بارے میں بتائیں۔ میرا نام تمہیں معلوم ہو چکا ہے۔ میرے ڈیڈی کا نام آنر ڈیسوزا ہے۔ ڈیڈی اور ممی ایک انگلش میڈیم اسکول کے مالک ہیں۔ میں لندن میں کرائے پر کاریں سپلائی کرتا ہوں۔ دس برس بعد پاکستان جا رہا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہوں۔"

"میں بھی دس برس بعد جارہی ہوں۔ لندن میں ممی اور بڑے بھائی کے ساتھ رہتی ہوں۔ لاہور کے بڑے دولت مندوں میں میرے ڈیڈی کا شمار ہوتا ہے۔"

"وہ یقیناً بہت بڑے کاروباری ہوں گے۔"

"پتا نہیں کیا ہیں؟ پاکستان میں یہ ایک اچھی بات ہے کہ کسی سے یہ نہیں پوچھا جاتا کہ اُس کے پاس دولت کہاں سے آرہی ہے۔"

"تم نے ڈیڈی سے پوچھا ہوگا؟"

"ہاں پوچھا تھا۔ انہوں نے جواب دیا' دنیا میں دولت سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے لہٰذا بہتر چیز جہاں سے بھی آتی ہے۔ بہتری کے لئے آتی ہے' بہتری کو بے شمار ہونا چاہئے' اس کا حساب نہیں کرنا چاہئے اور نہ کسی کو حساب دینا چاہئے۔"

جنرل پارکن' روزینہ کے دماغ میں رہ کر پیٹر ڈیسوزا کی باتیں سن رہا تھا۔ اس کے دوسرے خیال خوانی کرنے والے جے مورگن اور ہیری ہوگن یہ تصدیق کررہے تھے کہ شاہینہ کی کوٹھی کے سامنے واقعی کوئی آنر ڈیسوزا رہتا ہے یا نہیں؟ انہوں نے لاہور میں مختلف ذرائع اختیار کرکے آنر ڈیسوزا کے دماغ میں جگہ بنائی تھی پھر یہ تصدیق ہوگئی کہ پیٹر اس کا بیٹا ہے اور وہ اپنے بیٹے کی آمد کا انتظار کررہا ہے۔

پیٹر ڈیسوزا کوئی فراڈ نہیں تھا لیکن فراڈ تھا۔ سلمان نے اپنے عمل کے ذریعے اسے پیٹر بنارکھا تھا۔ پیٹر ڈیسوزا کے نام سے پاسپورٹ اور ضروری کاغذات تیار کرانے میں چند گھنٹے لگے تھے۔ پارس کے پاس حیدر علی کے نام کا بھی پاسپورٹ اور ٹکٹ وغیرہ رہنے دیا تھا تاکہ دشمن پوری طرح چکر میں آجائیں اور وہ بری طرح فریب میں مبتلا ہوگئے تھے۔

دوسری طرف میں نے آنر ڈیسوزا اور اس کی وائف کو اپنا معمول بنالیا تھا۔ دشمن خیال خوانی کرنے والے ان کے خیالات پڑھ کر مطمئن ہورہے تھے۔

میں نے ان تمام مصروفیات سے نمٹ کر روزینہ کے خیالات پڑھے۔ اس کے باپ جان شیرباز کا پتا اور فون نمبر معلوم کیا۔ اس کی رہائش اسلام آباد میں تھی۔ میں نے فون کیا تو اس کے سیکریٹری نے بتایا' وہ لاہور گیا ہوا ہے۔ ظاہر ہے اس کی بیٹی آرہی تھی' اسے لاہور ہی جانا تھا۔ میں نے سیکریٹری سے کہا "مسٹر شیرباز لاہور میں کہاں مل سکتے ہیں؟"

وہ بولا "پہلے آپ اپنا تعارف کرائیں۔ ان سے ملاقات کیوں کرنا چاہتے ہیں؟"

"میں لندن سے آیا ہوں' ان کی وائف کا ایک پیغام پہنچانا چاہتا ہوں۔"

"آپ آدھے گھنٹے بعد فون کریں۔"

میں ریسیور رکھ کر اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ وہ لاہور کا ایک نمبر ڈائل کررہا تھا۔ تھوڑی دیر میں جان شیرباز سے رابطہ قائم ہوگیا۔ سیکریٹری نے میرے متعلق بتایا۔ اس نے کہا "وہ دوبارہ فون کرے تو کہنا' میری وائف کا پیغام تمہیں سنادے' تم مجھے سنادوگے۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ وہ ایک بہت بڑے ڈرائنگ روم میں چند افراد کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ ایک شخص نے کہا "مسٹر جان! تمہیں سختی سے یہ تاکید کی گئی ہے کہ کچھ عرصے تک براہِ راست فون اٹینڈ نہ کرو اور صرف ہمارے لوگوں سے ملاقات کرو۔ جہاں تک ممکن ہو' خود کو گوشہ نشین رکھو۔ اس طرح فرہاد سے محفوظ رہ سکوگے۔"

دوسرے شخص نے کہا "اب کیا بتاؤں کس کا فون تھا۔ اکثر فون اجنبی حضرات کے ہوتے ہیں۔ یہ لوگ مختلف بہانوں سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔ میرے بیوی بچوں کا حوالہ دے کر مجھ سے کچھ فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔ ایسے ہی کسی شخص کا فون تھا۔ ہمارے ملک میں لوگوں کے پاس سرمایہ بہت ہے اور کئی سرمایہ داروں کو معلوم ہوچکا ہے کہ میں بیچ کا دلال ہوں۔ بیرونی ممالک کی کمپنیوں کے اشتراک سے یہاں تین سرمایہ داروں کی بہت بڑی فیکٹریاں اور ملیں قائم کراچکا ہوں۔ اندر کی بات کوئی نہیں جانتا کہ بیرونی ممالک کی کمپنیوں کے پیچھے یہودیوں کا خام مال اور سرمایہ ہے اور ہم سب مل کر اس ملک کو اسرائیلی پروڈکٹس کی منڈی بنارہے ہیں۔"

میں خاموشی سے باتیں سن رہا تھا۔ یہودی سیاست کو تو میں خوب سمجھتا ہوں لیکن یہ بات میرے علم میں نہیں تھی کہ انہوں نے پاکستان کو بھی ٹارگٹ بنایا ہوا ہے۔ دراصل پاکستان میں اکثر اس قدر جوش اور جذبوں کے ساتھ فلسطین کی آزادی کے حق میں مظاہرے ہوا کرتے ہیں کہ ہم بیرونی ملکوں میں رہنے والے یہی سمجھتے ہیں کہ پاکستانی قوم بیدار ہے اور وہ یہودیوں کے فریب میں نہیں آئے گی۔

یہاں آکر رفتہ رفتہ بھید کھل رہا ہے کہ اسرائیلی ایجنٹ بڑی صفائی سے' بڑی راز داری سے اپنا کام کررہے ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ جس کا نام جان شیرباز ہو' وہ مسلمان ہو۔ ہالی ووڈ کا مشہور و معروف اداکار عمر شریف عیسائی ہے۔ یہ دنیا جانتی ہے کہ صدام حسین کا دستِ راست طارق عزیز بھی عیسائی ہے۔ اس طرح بیشتر یہودیوں کے نام مسلمانوں جیسے ہوتے ہیں۔

اسی طرح بین الاقوامی شہرت حاصل کرنے والی مصنوعات کی صنعتیں پاکستان میں قائم کی گئی ہیں لیکن یہ وضاحت نہیں ہے کہ پیچھے مالکان کون ہیں اور جان شیرباز جیسے ایجنٹ کس طرح انہیں منافع پہنچاتے ہیں۔

میں باقی باتیں بعد میں بھی جان شیرباز کے ذریعے معلوم کرسکتا تھا۔ اس وقت یہ سوچنے کی بات تھی کہ ایسے کاروبار کے لئے امپورٹ لائسنس کیوں جاری کئے جاتے ہیں۔ میں امپورٹ اور ایکسپورٹ کے شعبے کے ناخدا کے پاس پہنچا۔ اسے مخاطب کیا تو وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر سوچنے لگا "کیا یہ میرے اندر سے آواز آرہی ہے؟"

"ہاں' میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔ ذرا دیکھو ٹیلی پیتھی کس طرح تگنی کا ناچ نچاتی ہے۔"

میں نے اسے اٹھایا بٹھایا۔ اِدھر سے اُدھر دوڑایا پھر صوفے پر بٹھا کر پوچھا "کیا میری موجودگی کا یقین ہوگیا؟"

"جی ہاں۔ میں مانتا ہوں' آپ فرہاد صاحب ہیں۔"

"تم یہ جانتے ہو کہ یہودی دنیا کے کتنے کاروبار پر چھائے ہوئے ہیں؟"

"جی ہاں جانتا ہوں۔"

"چند کاروباروں کے نام بتاؤ؟"

"پہلے وہ متحرک اور ساکت فلموں کے کاروبار پر چھائے ہوئے تھے' آج کل جاپان ورلڈ مارکیٹ پر چھارہا ہے۔ یہودیوں کے پاس فولاد کا کاروبار ہے۔ صابن' کریم' میک اپ کا جملہ سامان اور کیا کیا بتاؤں جناب! آپ کیوں پوچھ رہے ہیں؟"

"ان کی مصنوعات پاکستان میں آتی ہیں اور تم امپورٹ لائسنس جاری کرتے ہو اور پاکستانی سرمایہ داروں کے اشتراک سے انہیں یہاں کاروبار کی کھلی چھٹی دیتے ہو۔"

"میرے جاری کردہ لائسنس میں اور معاہدوں میں کسی یہودی کمپنی کا نام نہیں ہے۔ اسرائیل سے ہمارا براہِ راست کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہم تو امریکا' یوکے اور جرمنی وغیرہ سے صنعتی تعلقات رکھتے ہیں۔ اگر آپ کسی بھی معاہدے سے یہ ثابت کردیں کہ درپردہ کوئی یہودی ہے تو جو چور کی سزا وہ میری سزا۔"

"میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے ثابت کرسکتا ہوں۔"

"جادو اور ٹیلی پیتھی کو دنیا کی کوئی عدالت تسلیم نہیں کرتی۔ خیال خوانی کے ذریعے معاہدے تبدیل کئے جاسکتے ہیں۔ گواہوں کی زبان بدلی جاسکتی ہے۔ آپ سمجھ دار ہیں' میری مجبوریاں سمجھیں۔ میں تو وہی کررہا ہوں جو قانون کی کتابوں میں لکھا ہے۔"

"ٹھیک ہے' میں تمہاری مجبوریاں سمجھ گیا ہوں۔ یہ بات کسی کو معلوم نہ ہو کہ میں تمہارے پاس آیا تھا۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ واقعی وہ مجبور تھا۔ امریکا اور برطانیہ کے صنعت کار' یہودیوں کو اپنے پیچھے چھپا کر پاکستان میں صنعتیں قائم کررہے تھے۔ اور یہ دعوے کرتے تھے کہ انہوں نے یہودیوں سے تمام حقوق خرید لئے ہیں۔ لہٰذا مسلمان سرمایہ داروں کا اسلام خطرے میں نہیں پڑے گا۔

یہ بھی درست تھا کہ میں لائسنس جاری کرنے والے تمام افسران کو ایسی سزائیں دیتا کہ وہ سرکاری ملازمتیں چھوڑ کر بھاگ جاتے لیکن وہ بے قصور تھے۔ ان کے پاس کارروائیوں کے لئے جو کاغذات آتے تھے ان میں کسی یہودی شخص یا یہودی کمپنی کا نام نہیں ہوتا ہے۔

اور یہ بھی درست ہے کہ ٹیلی پیتھی کو دنیا کی کوئی عدالت تسلیم نہیں کرتی کیونکہ اس علم کے ذریعے عدالت میں جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ جبراً بنایا جاتا ہے۔ خیال خوانی کے ذریعے فاضل منصفوں کے فیصلے چشم زدن میں بدلے جاسکتے ہیں۔ میں اپنے ملک کے فاضل جج صاحبان' بیرسٹر حضرات اور دیگر قانون کے محافظوں کا دل سے احترام کرتا ہوں۔ اس لئے اُن کے دماغوں سے کھیلنے کی گستاخی نہیں کروں گا؟ اور پھر کیوں کروں جبکہ وہ قانون کے عین مطابق ثبوت اور چشم دید گواہوں کے بیانات کی روشنی میں انصاف کے تقاضے پورے کرتے ہیں۔

ٹیلی پیتھی کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ جو مجرم قانون سے کھیل کر عدالت کو دھوکا دے کر صاف بچ کر نکل آتے ہیں' ہم صاف طور سے ان کا صفایا کردیتے ہیں۔

میں پھر جان شیرباز کے پاس آیا۔ وہ یہودی مشیروں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ ان کے ایک خیال خوانی کرنے والے نے جان شیرباز سے آکر کہا تھا "تم یا تمہارا کوئی بندہ روزینہ سے ملنے ائرپورٹ نہیں جائے گا۔"

اس نے پوچھا "یہ پابندی کیوں ہے؟"

"تمہاری بیٹی ایک ایسے نوجوان کو پھانس کر لارہی ہے جس کی کوٹھی فرہاد کی بہن کی کوٹھی کے سامنے ہے۔ تم میں سے کوئی اسے ریسیو کرنے نہیں جائے گا تو روزینہ کو اس نوجوان کے گھر مہمان بن کر جانے کا موقع مل جائے گا۔"

"یہ آئیڈیا اچھا ہے۔ لیکن میں ایک برس بعد بیٹی سے ملنے والا تھا۔ آپ ایک باپ کی بے چینی سمجھ سکتے ہیں۔"

"ہم اپنا مشن پورا کرنے کے لئے باپ بیٹی' ماں بیٹے کے جذبات نہیں دیکھتے۔ پہلے ہمارے مشن کی کامیابی کی بھرپور کوششیں کرو۔ ہم تمہاری بیٹی کے ذریعے شاہینہ کی کوٹھی کے اندر اور پورے خاندان کے اندر پہنچنے والے ہیں۔"

"ایسا ضرور ہوگا۔ میری بیٹی بہت ذہین ہے۔ مجھے اتنی اجازت دو کہ میں دور سے اس کی صورت دیکھ لوں۔"

"اجازت ہے۔ ضرور دیکھو۔ لیکن وہ تمہیں دیکھ کر انجان بن جائے گی۔"

میں نے سلمان کے پاس جاکر اُسے یہاں کے حالات بتائے پھر پارس کے متعلق پوچھا۔ اس نے کہا "وہ ٹھیک جارہا ہے۔ دشمنوں کو شبہ نہیں ہے۔ میں نے صرف چوبیس گھنٹوں کے لئے اس کی اصلی شخصیت بھلا دی ہے۔ یہ وقت گزرتے ہی وہ خود کو پارس کی حیثیت سے پہچان لے گا۔"

"وہ کب پہنچ رہا ہے؟"

"فرہاد بھائی! وہ تو پہنچ گیا ہے۔"

"کیا؟ لیکن جان شیرباز کو ایک خیال خوانی کرنے والے نے بتایا ہے کہ فلائٹ چار گھنٹے لیٹ ہے۔"

"میرا خیال ہے' اسے دھوکا دیا گیا ہے تاکہ وہ بیٹی کے قریب نہ جائے۔"

"ہاں ان لوگوں کو اندیشہ ہوگا کہ باپ بیٹی ائرپورٹ پر ایک دوسرے کو دیکھ کر جذبات سے مغلوب ہوسکتے ہیں۔ کوئی غلطی کرسکتے ہیں۔"

میں پھر جان شیرباز کے پاس آیا۔ اس کے پاس بیٹھنے والے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

مشیر رخصت ہو گئے۔ وہ بیٹی کی صورت دیکھنے کے لئے بے چین تھا۔ اس لئے البم کھول کر ایک برس پہلے والی تصویر دیکھ رہا تھا۔ سوچ رہا تھا' ایک برس بعد وہ اور کتنی پیاری لگتی ہوگی۔

آخر وہ کس مقصد کے لئے یہودیوں کا ایجنٹ بنا ہوا تھا؟ اپنی بیٹی اور بیٹے کو لندن کی اونچی سوسائٹی دینے کے لئے۔ اپنی بیوی کو دنیا کے ہر ملک اور ہر شہر کی شاپنگ کرانے کے لئے۔ پونڈ اسٹرلنگ میں اپنی دولت بڑھانے کے لئے۔ آخر میں سب کچھ پالینے کے بعد اور پاکستان کی (خدانخواستہ) ایسی تیسی کرنے کے بعد وہ بیوی بچوں سمیت بیت المقدس جائے گا جہاں کسی پاکستانی کو جانے کی اجازت نہیں ہے مگر ہر دو غلے مسلمان کو اجازت ہے۔ وہ جاتے ہیں' وہاں نمازیں پڑھتے ہیں' سجدے پر سجدے کرتے ہیں۔ کمال ہے کہ اللہ تعالیٰ کو (نعوذ باللہ) فریب دیتے ہیں۔ جان شیرباز کا بھی بڑھاپے میں یہی ارادہ تھا۔

میں نے کہا "چلو بیٹے! میں تمہارے ارادے پورے کرتا ہوں۔"

وہ البم کو ایک طرف رکھ کر اٹھ گیا۔ باہر آکر اپنی کار میں بیٹھ گیا۔ میں نے اس کے دل میں یہ بات پیدا کی کہ بیٹی کے انتظار میں وقت نہیں گزر رہا ہے۔ لہٰذا ایک لمبی ڈرائیو ... کے بعد ائرپورٹ جائے گا۔

دوسری طرف اس کی بیٹی پارس کے ساتھ آنرڈیسوزا کے ہاں پہنچ گئی تھی۔ ڈیسوزا اور اس کی وائف نے پارس کو اپنا بیٹا پیٹر ڈیسوزا سمجھ کر گلے لگایا اور اسے پیار کیا۔ روزینہ کا استقبال بڑی گرم جوشی سے کیا۔ پارس نے کہا "مم! یہ برسوں بعد یہاں آئی ہے۔ کوئی اسے ریسیو کرنے نہیں آیا۔ بے چاری پریشان تھی۔ میں ساتھ لے آیا ہوں۔"

مم نے کہا "ہماری بیٹی کے رشتے داروں کو کسی طرح کا مغالطہ ہوا ہوگا۔"

ڈیسوزا نے کہا "یہی بات ہے۔ کوئی بات نہیں بیٹی! اسے اپنا ہی گھر سمجھو اور یہاں سے رابطہ کرو۔"

روزینہ نے کہا "مشکل یہ ہے کہ جس ڈائری میں ڈیڈی کا پتا اور فون نمبرز لکھے ہوئے تھے' وہ لندن میں بھول آئی ہوں۔"

"تم فکر نہ کرو۔ ہمارے بیٹے کی پسند ہو۔ یہاں مہینوں برسوں رہو۔ تمہارے ڈیڈی بھی مل جائیں گے۔"

وہ بولی "آپ لوگوں کا بہت بہت شکریہ۔ میں یہاں سے لندن فون کروں گی۔ ممی سے ڈیڈی کا پتا اور فون نمبرز معلوم کروں گی۔"

پارس نے پوچھا "کیا مجھ سے پیچھا چھڑانا چاہتی ہو؟"

وہ ہنسنے لگی۔ پھر بولی "تم جب تک نہیں کہو گے یہاں سے نہیں جاؤں گی۔"

روزینہ نے مجبوراً ہنستے ہوئے ایسا کہہ دیا۔ اس کے اندر جنرل پارکن اسے ایسا کرنے پر مجبور کر رہا تھا۔ ورنہ اس کا دل بھی باپ سے ملنے کے لئے بے چین تھا۔ وہ باپ کو اپنا آئیڈیل سمجھتی تھی اور سوچتی تھی' کسی ایسے جوان سے شادی کرے گی جس میں اس کے باپ جیسی خوبیاں ہوں۔ اپنے باپ کے قریب آکر بھی وہ اس سے مل نہیں پا رہی تھی۔

مم نے اس کے لئے ایک کمرا مخصوص کیا۔ وہ غسل کرنے کے لئے باتھ روم میں آئی پھر پارکن سے بولی "کچھ تو شرافت سے کام لو۔ میں غسل کرنے آئی ہوں۔ تمہیں ایک گھنٹے تک نہیں آنا چاہئے۔"

وہ بولا "ایک گھنٹا بہت ہوتا ہے۔ ہم تمہیں یہاں وقت ضائع کرنے نہیں لائے ہیں۔ میں صرف بیس منٹ کے لئے جا رہا ہوں۔ فوراً غسل کرلو۔ ورنہ میں تمہاری شرم و حیا کا پاس نہیں رکھوں گا۔ ہماری نظروں میں عورت کا بدن اور اس کی حیا فضول سی چیزیں ہیں۔ کام کی اہمیت ہے کام کی۔"

وہ چلا گیا۔ روزینہ اسے گالیاں دیتے ہوئے جلدی جلدی غسل کرنے لگی۔ وہ چاہتی تھی' کوئی شیطانی حرکت نہ ہو اس لئے وقت سے پہلے ہی لباس بدل لیا۔ اس نے آکر حیرانی سے کہا "تعجب ہے' اتنی جلدی تم نے غسل بھی کرلیا اور لباس بھی تبدیل کرلیا؟"

"اور مجھے تمہاری شیطانی حرکت پر تعجب نہیں ہے۔ بیس منٹ سے پہلے آئے ہو۔ اپنی ماں کے پاس بھی ایسے ہی جاتے......"

"یو شٹ اپ نان سنس! میں کھوپڑی گھما کر رکھ دوں گا۔"

"کھوپڑی گھما دو گے تو کام کس سے لو گے؟"

"اچھا بکواس مت کرو۔ کام کی بات سنو۔"

"میں نہیں سنوں گی۔"

"کیا تم میرے حکم سے انکار کر رہی ہو؟"

"اس کا جواب میں دوسرے خیال خوانی کرنے والوں کو دوں گی۔ اگر ابھی مجھ سے کام لینا چاہتے ہو تو ان سب کو بلاؤ۔"

دونوں میں تھوڑی دیر تک بحث ہوتی رہی۔ جنرل پارکن اسے دماغی زلزلہ نہیں پہنچا سکتا تھا کیونکہ ابھی بڑے اہم کام اس سے لینے تھے اور وہ اس کی بات نہیں مان رہی تھی۔

آخر اس نے مجبور ہو کر گولڈن برینز کو رپورٹ دی۔ ایک گولڈن برین نے پوچھا "کیا تمہاری رپورٹ بالکل درست ہے کہ وہ خواہ مخواہ کام کرنے سے انکار کر رہی ہے؟"

"جی ہاں۔ میں بالکل درست کہہ رہا ہوں۔"

"کیا تم گولڈن برینز کو اتنا مجبور اور محدود سمجھتے ہو کہ ہم تمہارے سچ اور جھوٹ کو نہیں پکڑ سکتے۔ تمہاری اطلاع کے لئے عرض ہے کہ گولڈن برینز کی ٹیم میں جاسوس خیال خوانی کرنے والے ہیں۔"

دوسرے گولڈن برین نے کہا "تم نے روزینہ کو غسل کرنے اور لباس تبدیل کرنے کے لئے بیس منٹ کی مہلت دی تھی اور پندرہ منٹ میں پہنچ گئے تھے' کیا اس شیطانی حرکت پر کسی بھی جوان لڑکی کو غصہ نہیں آئے گا؟"

تمام گولڈن برینز ایک ایک کرکے بول رہے تھے۔ جنرل پارکن اور روزینہ کے درمیان ہونے والے مکالمے سنا رہے تھے۔ جنرل پارکن کو تسلیم کرنا پڑا کہ یہ آج کے گولڈن برینز دماغوں میں کسی جاسوس خیال خوانی کرنے والے کے ذریعے پہنچ جاتے ہیں۔

ایک گولڈن برین نے کہا "مسٹر پارکن! تمہیں جھوٹ اور فریب کی سزا ضرور ملے گی۔ تم اپنے کمرے سے تا حکم ثانی باہر نہیں نکلو گے۔ باہر قدم رکھتے ہی سیکیورٹی گارڈز تمہیں گرفتار کرکے ٹارچر سیل میں پہنچا دیں گے۔ تم سے نمٹا جائے گا۔ ابھی جاؤ۔"

وہ چلا گیا۔ گولڈن برینز نے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیری ہومن کو حکم دیا کہ وہ روزینہ کے پاس جاکر بگڑے ہوئے حالات کو سنبھالے اور معلوم کرے کہ شاہینہ کے گھر میں دن رات کتنے افراد آتے جاتے ہیں اور وہ کون لوگ ہوتے ہیں اور ان کے حلئے اور خاص پہچان کیا ہوتی ہے؟"

ہیری ہومن نے آکر کہا "مس روزینہ! جنرل پارکن نے جو حرکت کی ہے' اس کے لئے ہم معذرت خواہ ہیں۔ جنرل پارکن کو سزا کے طور پر نظر بند کر دیا گیا ہے۔ تمہارے ساتھ انصاف ہوا ہے۔ کیا تم مطمئن ہو؟"

"میں بہت خوش ہوں۔ مجھے کام بتاؤ۔"

وہ بولا "سامنے والی کوٹھی میں فرہاد کی بہن شاہینہ اپنی ایک جوان بیٹی ثمینہ' ایک جوان بیٹے کامران اور دو چھوٹے بچوں گڈو اور پپو کے ساتھ رہتی ہے یعنی اس گھر میں کل پانچ افراد ہیں۔ تم کسی بہانے چھت پر دوربین لے کر جاؤ۔ ان کی کھڑکیوں سے جو بھی نظر آئے' اسے اچھی طرح پہچان لو۔ جب پانچوں کو ان کے چہروں سے اچھی طرح پہچان لو گی تو کسی چھپے اجنبی کی آمد سے معلوم ہو سکے گا کہ اور کون آتا جاتا ہے۔"

"ان کے ہاں ملازم بھی تو ہوں گے؟"

"نہیں' ملازموں کو احتیاطاً نکال دیا گیا ہے تاکہ ہم ان کے دماغوں میں جگہ نہ بنا سکیں۔"

"تم لوگ شاہینہ اور اس کے بچوں کے دماغوں میں جا سکتے ہو۔"

"بے شک جا سکتے ہیں۔ لیکن وہ فرہاد کی بہن اور بھانجے اور بھانجیاں ہیں۔ کوئی دشمن خیال خوانی کرنے والا صرف اس خوف سے ان کے اندر نہیں جاتا کہ پکڑا جائے گا اور بے موت مارا جائے گا۔"

"لیکن کیسے پکڑا جائے گا؟"

"یہ ابھی تم نہیں سمجھو گی۔ ہم خود نہیں سمجھ پاتے کہ فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے کس طرح اپنوں کے اندر دشمنوں کی بو سونگھ لیتے ہیں۔ ایسے اندیشوں سے بچنے کے لئے تمہیں آلۂ کار بنایا گیا ہے اور تمہیں بھی ان سے دور رکھا گیا ہے۔"

وہ اپنی اٹیچی سے دوربین نکال کر شانے پر لٹکاتے ہوئے بولی۔

"میں چھت پر جاؤں گی۔ کیا مجھے گائیڈ کرتے رہو گے؟"

"میں تمہارے ساتھ رہوں گا۔ کوئی اعتراض ہو تو کہہ دینا۔ تھوڑی دیر کے لئے چلا جاؤں گا۔"

"شکریہ' تم بہت مہذب انسان ہو۔"

وہ کمرے سے باہر آئی۔ پھر پارس سے بولی "ہائے پیٹر! تم ابھی تک مم سے باتیں کر رہے ہو۔ میں ذرا چھت پر جاکر آس پاس کا ماحول دیکھنا چاہتی ہوں۔ چلو گے؟"

"تم اوپر چلو' میں غسل کرکے لباس بدل کے ابھی آتا ہوں۔"

مم نے اسے چھت پر پہنچایا پھر بولی "بیٹی! بڑی دھوپ ہے۔ برداشت نہیں کر پاؤ گی۔"

"اوہ مم! میں جوان ہوں اور جوانی دھوپ اور گرمی سے ہی بنتی ہے۔ آپ نیچے جاکر آرام کریں۔"

وہ بے چاری چلی گئی۔ روزینہ نے دوربین سنبھالی۔ پھر سامنے دیکھتے ہوئے زیر لب بولی۔ "کوٹھی بڑی شاندار ہے۔ آخر بہن کس کی ہے۔"

ادھر میرے اور سلمان کے درمیان رابطہ قائم تھا۔ سلمان نے بتایا۔ "وہ دوربین سے دیکھ رہی ہے اور ایک گائیڈ کرنے والا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اس کے اندر موجود ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ واپس جاؤ۔ کوئی خاص بات ہو تو آکر بتا دینا۔"

وہ چلا گیا۔ میں نے جان شیرباز سے کار اسٹارٹ کرائی' اسے آگے بڑھایا۔ شاہینہ کی کوٹھی سے صرف سو گز کے فاصلے پر میں نے اس کی کار روکی تھی۔ وہ آدھے منٹ میں کوٹھی کے سامنے رک گیا۔

چھت پر کھڑی ہوئی روزینہ نے سوچ کے ذریعے کہا "ایک کار آکر رک گئی ہے۔"

ہیری ہوگن نے کہا "غور سے دیکھو۔ جو بھی اندر جائے اس کی خاص پہچان بیان کرتی جاؤ۔"

کار کا دروازہ کھلا تو بیٹی کو باپ کی صورت نظر آئی۔ پہلے تو یقین نہیں آیا پھر اس نے دوربین کے لینس کو ایڈجسٹ کرکے دیکھا تو خوشی سے بولی "مسٹر ہوگن! یہ تو میرے ڈیڈی ہیں۔"

ہوگن نے حیرانی سے پوچھا "تم خوش ہو رہی ہو؟ یہ پریشانی کی بات ہے۔ تمہارا باپ یہاں مرنے کیوں آگیا ہے۔"

"میرے باپ کے بارے میں زبان سنبھال کر بولو۔"

"میرے دماغ میں خطرے کی گھنٹی بج رہی ہے۔ میں ابھی مسٹر شیرباز سے معلوم کرتا ہوں' معاملہ کیا ہے؟"

اس نے جان شیرباز کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ میں نے پوری طرح اس کے دماغ پر قبضہ جما رکھا تھا۔ ہوگن نے اس سے پوچھا "مسٹر شیرباز! تم یہاں کیوں آئے ہو؟"

جان شیرباز نے میری مرضی کے مطابق پوچھا "تم کون ہو؟"

"میں تنظیم کا ایک خیال خوانی کرنے والا ہوں۔ میرا ساتھی جے مورگن تم سے رابطہ رکھتا ہے۔"

شیرباز نے کہا "وہ رابطے کے وقت کوڈ ورڈز استعمال کرتا ہے۔"

"میں ابھی جے مورگن کو بھیج رہا ہوں۔ مگر یاد رکھو' تم نے یہاں آکر بڑی گڑبڑ کر دی ہے۔"

وہ چلا گیا۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی جے مورگن نے آکر کوڈ ورڈز ادا کئے۔ پھر پوچھا۔ "یہاں کیوں آئے ہو؟"

وہ بولا "تم نے جھوٹ کہا تھا کہ فلائٹ چار گھنٹے لیٹ ہے۔ تمہارے جھوٹ کی وجہ سے میں اپنی بیٹی کی صورت نہیں دیکھ سکا۔"

"بیٹی کو نہ دیکھنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم دشمن کی کوٹھی کے سامنے آجاؤ۔"

جان شیرباز نے کہا "ارے خود بولتے ہو۔ خود بھول جاتے ہو۔ تم نے ہی کہا تھا کہ میری بیٹی ٹھیک شاہینہ کے سامنے والی کوٹھی میں ٹھہرے گی۔ پھر میں اسے دیکھنے یہاں نہیں آؤں گا تو قبرستان جاؤں گا کیا؟"

جے مورگن نے کہا "میں سمجھ چکا ہوں۔ تمہیں فرہاد یہاں پکڑ کر لایا ہے۔"

اس بار میں نے اپنی آواز میں پوچھا "بس اتنا ہی سمجھ پائے یا آگے پیچھے بھی کچھ سمجھ میں آرہا ہے؟"

وہ بولا "آخر تم ظاہر ہو گئے؟"

"تم لوگوں کو ظاہر کرنے کے بعد ظاہر ہو رہا ہوں۔ ادھر سا... والی چھت پر بیٹی کے دماغ میں ہیری ہوگن ہے۔ اس سے پہلے ... پارکن تھا۔ اپنے کچھ اور بندوں کو بلالو تاکہ وہ ایک ایک پل ... رپورٹ گولڈن برینز تک پہنچاتے رہیں۔"

وہ بولا "یہ ہمارا تمہارا معاملہ ہے۔ تم خواہ مخواہ جان شیرباز یہاں کیوں لائے ہو؟"

"پہل تم لوگوں نے کی ہے۔ تم بیٹی کو لائے ہو' میں باپ کو ... ہوں۔ اور دونوں باپ بیٹی نام نہاد مسلمان اور پاکستانی ہیں ... تجارت کے شعبے میں یہ جان شیرباز جس طرح میرے ملک ... تمہیں منافع کمانے کے مواقع دے رہا ہے' اس غداری اور و... فروشی کی سزا موت ہے۔"

"تم پچھتاؤ گے فرہاد!"

"اس کی موت کے بعد میں تمہیں پچھتانے کے ہجے سکھا... گا۔ میں اعلان کر چکا تھا کہ میری بیوہ بہن کا دروازہ عوامی عدالت ... دروازہ ہے۔ جب قانون بے بس ہو جائے گا اور عدالت کو ثبو... اور گواہ نہیں ملیں گے تب میری بہن کے دروازے پر عدالت ... گی۔"

جان شیرباز نے کوٹ کے اندر سے ریوالور نکال کر ایک ہو... فائر کیا۔ میں نے اس کے ذریعے بلند آواز سے کہا "لوگو! ... افسوس ہے' میں پیشگی اطلاع نہ دے سکا۔ یہاں ایک ہنگا... عدالت کا فیصلہ ہو چکا ہے۔"

اس نے دوسرا ہوائی فائر کیا۔ بار بار فائرنگ ہو اور لوگ ... آئیں؟ ایسا ہوتا نہیں ہے۔ اس لئے بھیڑ لگنے لگی۔ اس بار جا... شیرباز میری مرضی کے مطابق اپنی آواز میں بولنے لگا۔

"لوگو! میں نام نہاد مسلمان ہوں۔ یہودیوں کا دلال ہوں۔ آ... تک مجھے کوئی قانون کا محافظ گرفتار نہ کر سکا۔ لیکن فرہاد علی تیمور نے ... موت کے دروازے پر پہنچا دیا ہے۔ میں اپنے جرائم کا اعتراف ... کرتے ہوئے خود کو موت کی سزا دے رہا ہوں۔"

اس نے ریوالور کی نال کو اپنی کنپٹی سے لگایا۔ سامنے وا... چھت سے بیٹی کی چیخ سنائی دی۔ "نہیں ڈیڈی! نہیں...."

وہ آگے کچھ نہ کہہ سکی۔ ٹھائیں کی گونجتی ہوئی آواز میں ا... کی آواز گم ہو گئی۔ جس دوربین سے میرے گھر میں جھانکتی ... تھی' وہ آنکھوں سے سرک کر گلے میں جھول گئی۔ کسی کی درا... موت دیکھنے کے لئے دوربین ضروری نہیں ہوتی' دوربینی لازمی ہو... ہے۔

اب ان کی باری ہے' جو یہودی مصنوعات پاکستان م... فروخت کر رہے ہیں۔

"اٹینشن پلیز اٹینشن!"

(توجہ فرمائیں! توجہ فرمائیں!)

'اے ڈینجرس مین ہیز تو اسٹپ ان دی ہارٹ آف ...ئیل۔"

(ایک خطرناک شخص ملک اسرائیل کے قلب میں اپنے قدم ...والا ہے۔)

یہ آواز نیویارک سے تل ابیب تک گونج رہی تھی' یہ اطلاع ...ٹرانسمیٹر کے ذریعے سنائی دی۔ سول اور فوج کے سراغ رسانوں ...ن۔ اعلیٰ حکام اور اعلیٰ فوجی افسران نے پہلے تو اسے بچکانہ سی سمجھ کر نظر انداز کیا' پھر ان کی راتوں کی نیندیں حرام ...ں۔ رات کے ایک دو بجے ٹیلی فون کی گھنٹیاں بجنے لگیں۔ ان ...عہدیداران کے تمام سیکریٹریز فون اٹینڈ کرتے تھے اور جو اپنے ...ور اعلیٰ آفیسر کو نیند سے بیدار نہیں کرنا چاہتا تھا اس کے دماغ ...زلزلہ پیدا ہو جاتا تھا۔

ان حالات میں تمام اعلیٰ عہدیداران کو فون اور ٹرانسمیٹر اٹینڈ ...ڑا کیونکہ تمام سیکریٹریز کے اندر زلزلہ پیدا ہونے سے اس نئے ...لے کی اہمیت کو تسلیم کرنا لازمی ہو گیا تھا اور یہ تصدیق ہو گئی تھی ...ڈینجرس مین آرہا ہے اس کا تعلق ٹیلی پیتھی سے ہے۔

امریکی اور اسرائیلی وزارت خارجہ کے درمیان ایک ایک ...میں رابطہ ہو رہا تھا دونوں ممالک کے متعلقہ افسران اطلاع ...دالے سے پوچھ رہے تھے "تم کون ہو؟ اسرائیل کے قلب ...رم رکھنے والا وہ ڈینجرس مین کون ہے؟ اسرائیل کے قلب ...راد بیت المقدس ہے یا تل ابیب؟"

اطلاع دینے والے نے جواب دیا "اس کا جواب کل ملے ..."

یہ خوف اور پریشانی میں مبتلا کرنے والی بات تھی۔ اب انہیں ...انتظار کرنا تھا۔ دونوں ملکوں کے بڑے شہروں میں بڑے بڑے ...اروں کے ہنگامی اجلاس ہونے لگے۔ امریکا کا فی الحال کوئی ...ن نہیں تھا لیکن وہ اسرائیل کے لئے فکرمند تھا کہ وہاں کون ...ہے اور اس ملک میں کیا ہونے والا ہے؟

سپرماسٹر ہولی مین نے کہا "یوں تو یہودیوں کے بہت سے دشمن ...خود ہم ان سے پریشان رہتے ہیں لیکن مصلحتاً دشمنی نہیں ...ے۔ کھل کر دشمنی کرنے والے صرف مسلمان ہیں۔ کیا آپ ...کرتے ہیں؟"

اجلاس کے حاضرین نے تائید کی۔ سپرماسٹر نے کہا "وہ ...ں مین ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے تعلق رکھتا ہے اور فرہاد کے ...ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج ہے۔"

جان لبوڈا نے کہا "میں خیال خوانی کے ذریعے اس اطلاع ...والے کے دماغ میں پہنچنے کی ناکام کوششیں کر چکا ہوں۔ وہ سانس روک لیتا ہے۔ اس ٹیم میں سب سے ڈینجرس مین فرہاد ہے۔ کیا فرہاد اسرائیل کی زمین پر اطلاع دے کر قدم رکھنے کی حماقت کرے گا؟"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "اس سے پہلے فرہاد اپنی کئی ڈمی اسرائیل پہنچا چکا ہے' ایک اور پہنچا دے گا۔ اگر اس ڈمی کو مار ڈالا گیا تو فرہاد کا کچھ نہیں بگڑے گا۔"

سپرماسٹر ہولی مین نے کہا "فرہاد کی ڈمی جہاں بھی روانہ کی گئی اس کی پہلے اطلاع نہیں دی گئی۔ کبھی یہ نہیں کہا گیا کہ کوئی خطرناک بلا آرہی ہے۔ اگر ہمارے اعلیٰ افسر کے خیال کے مطابق اسرائیل پہنچنے والی ڈمی کو مار ڈالا گیا تو پھر وہ ڈینجرس مین تو نہ رہا' وہ تو کوئی چوہا ہو گا۔"

ایک نے پوچھا "سپرماسٹر' تمہارا کیا خیال ہے؟"

وہ بولا "جب تک بات کی تہہ کو نہ پہنچوں' کچھ یقین سے نہیں کہہ سکتا۔ یہ ضرور کہوں گا کہ وہاں فرہاد نہیں جائے گا۔"

دوسرے نے کہا "تو پھر اس کے دو بیٹوں میں سے کوئی جائے گا۔"

سپرماسٹر نے کہا "آج تک فرہاد کی فیملی میں کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ قیامت ہے' طوفان ہے اور ڈینجرس مین ہے۔ نہیں وہ دعوے نہیں کرتے' جو کرنا ہوتا ہے کر گزرتے ہیں اس لئے فرہاد کا کوئی بیٹا بھی اسرائیل نہیں جائے گا۔"

"تو پھر؟"

"پھر کا جواب کل ہی ملے گا۔"

دوسرے دن تمام عہدیدار ٹیلی فون' ٹرانسمیٹر اور فیکس مشین کے پاس بیٹھے ہوئے تھے لیکن اطلاع دینے والے نے دماغی رابطہ کیا اور کہا "میں تمہارے پاس ہوں۔"

ایک یہودی افسر نے اعلیٰ حکام اور افسران سے کہا "سر! وہ میرے اندر بول رہا ہے۔"

سب نے اسے توجہ سے دیکھا۔ اطلاع دینے والے نے افسر کی زبان سے کہا "ہاں میں خیال خوانی کی قوت سے بول رہا ہوں۔ وہ ڈینجرس مین آرہا ہے۔"

ایک نے سوال کیا "پیشگی اطلاع کا مطلب کیا ہے؟"

"مطلب یہی ہے جو پورا ہو رہا ہے۔ تمہارا سکون اور تمہاری نیندیں حرام ہو گئی ہیں۔"

"گویا ہمیں دھمکیوں سے پریشان کیا جا رہا ہے؟"

"ایک گڈریا روز چیختا تھا' شیر آیا' شیر آیا۔ لوگوں نے اسے دھمکی یا شرارت سمجھ لیا۔ پھر ایک دن سچ مچ شیر آگیا اس لئے دھمکی محض دھمکی نہیں ہوتی۔ دھماکا بن جاتی ہے تو سوچنے کا وقت گزر چکا ہوتا ہے۔"

"تم خواہ مخواہ خود کو پُراسرار بنا رہے ہو۔ ایک احمق بھی یہ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کہہ سکتا ہے کہ تم فرہاد ہو۔"

"بے شک، احمق یہی کہیں گے۔"

وہ جھینپ گیا، پھر بولا "چلو اچھا ہوا کہ فرہاد نہیں ہے۔ وہ ڈینجرس مین ہماری زمین پر قدم رکھتے ہی حرام موت مرے گا۔"

"اس کے قریب کوئی جائے گا تو وہ خود مرے گا اور اس کے قریب جانے کا مطلب ہی اپنی زندگی ہارنا ہے۔"

"تمہارا خیال ہے اسرائیل میں فوج، ہتھیار اور سیکیورٹی جیسی کوئی چیز نہیں ہے؟"

"ضرور ہے لیکن سب چیزیں بے اثر ہو جائیں گی۔ وہ آئے تو آزما لینا اور ہاں، وہ تنہا نہیں، اپنی شریکِ حیات کے ساتھ آرہا ہے۔"

"آخر بات کھل گئی نا؟ سونیا اور فرہاد آرہے ہیں۔"

"سوچ سوچ کر پاگل ہو جاؤ پھر بھی سمجھ نہیں پاؤ گے۔ ویسے خدا گواہ ہے فرہاد اور اس کی فیملی کا کوئی فرد یہاں قدم نہیں رکھے گا۔ میں جارہا ہوں۔"

"ایک منٹ، اتنا بتا دو وہ کب آرہا ہے؟"

"اس کا جواب کل ملے گا۔"

یہ پھر جھنجلاہٹ میں مبتلا کرنے والی بات تھی۔ کئی دنوں سے سکون غارت کیا جارہا تھا کہ کوئی خطرناک شخص آرہا ہے، جب آنے والے کو اہمیت دی جانے لگی تو ایک دن میں ایک ہی سوال کا جواب دیا جانے لگا۔ دوسرے سوال کا جواب دوسرے دن پر ٹال دیا جاتا تھا اور یہ غصے اور بے بسی میں مبتلا کرنے والا انداز تھا۔

ایک گولڈن برین نے کہا "دشمنوں کی چالوں سے کچھ سیکھا کرو۔ وہ گالیاں دے تو طیش میں نہ آؤ، وہ طیش دلائے تو برداشت کرو تب ہی تم ٹھنڈے دماغ سے ہر پہلو پر غور کرسکتے ہو۔"

دوسرے گولڈن برین نے کہا "اہم سوال یہ ہے کہ وہ ہمارے ملک میں کیوں آرہا ہے؟ آنے والے کی دلچسپی ہمارے ملک سے کیا ہے؟"

"آنے والا چیلنج کے انداز میں آرہا ہے لہٰذا وہ دوست نہیں ہوگا مگر اسے ہم سے دشمنی کیا ہے؟"

"ہمارا خیال گھوم پھر کر فرہاد کی طرف جاتا ہے، اسے پاکستان میں ہماری تجارتی منافع خوری کا علم ہوگیا ہے۔ اس نے ہمارے سب سے بڑے ایجنٹ جان شیرباز کو مار ڈالا ہے، اب وہ اپنے کسی ڈینجرس مین کو یہاں پہنچائے گا اور اس کے ذریعے ہماری خارجہ و تجارتی پالیسی پر نظر رکھے گا اور معلوم کرتا رہے گا کہ اسرائیل کا کتنا صنعتی مال پاکستان میں فروخت ہونے کے لئے نام بدل کر جاتا ہے۔"

"وہ تو خیال خوانی کے ذریعے بھی ایسی معلومات حاصل کرسکتا ہے پھر ہمارا مال امریکا اور یو کے کے تاجروں کے ذریعے بھی جاتا ہے۔ فرہاد اپنے کسی ایجنٹ کو اسرائیل صرف اس مقصد کے لئے نہیں بھیجے گا۔"

"مقاصد کچھ بھی ہوں، دشمن نے آنے والے کو معما بنا دیا ہے۔"

"وہ بھی آنے والا ایک نہیں، دو ہیں۔ اور وہ کمبخت یہاں ہنی مون منانے آرہے ہیں۔"

"ہو سکتا ہے آچکے ہوں۔"

"جب اعلانیہ آرہے ہیں تو چھپ کر نہیں آئیں گے۔"

"بھئی آنے دو ہو سکتا ہے ہم کھودیں پہاڑ اور نکلے چوہا۔"

"ہاں اکثر ایسا ہوتا ہے۔ کسی چیز کی بڑی دھوم دھام سے ہوتی ہے پھر پتا چلتا ہے کہ اونچی دکان اور پھیکا پکوان ہے۔"

"ہمارے اطمینان کے لئے یہ بہت ہے کہ فرہاد اور اس کے بیٹے نہیں آرہے ہیں۔"

دوسرے دن اطلاع دینے والے نے پھر رابطہ کیا اور کہا آرہے ہیں۔ اگلے دن ٹھیک بارہ بجے جب سورج سر پر ہو تمہارے سروں پر موجود ہوں گے۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے پوچھا "کیا تم یہ توقع کرتے ہو کہ ہم بن بلائے مہمانوں کا استقبال کریں گے؟"

"میں کئی دنوں سے اطلاع دے رہا ہوں، کسی طرح کی چوری چھپے ظاہر نہیں کر رہا ہوں۔ تمہاری عقل جو کہتی ہے وہ کرو۔"

"وہ کس ملک سے آرہے ہیں؟"

"افق کے اس پار سے۔"

"بین الاقوامی پرواز کے قوانین کے مطابق یہ پہلے سے طے کیا جاتا ہے کہ کسی بھی ملک کا طیارہ کتنے ممالک سے گزرے گا، روٹ لائن کے ہر ملک کو پیشگی اطلاع دی جاتی ہے۔"

"وہ بن بلائے مہمان آجائیں تو ان سے پوچھ لینا کہ بین الاقوامی قوانین کی پابندی انہوں نے کیوں نہیں کی؟"

"ہم اس طیارے کو فضا میں ہی مار کر گرا سکتے ہیں۔"

"ایسی غلطی نہ کرنا۔ اسرائیل کا نقشہ اس دنیا سے مٹ جائے گا۔"

اطلاع دینے والے نے رابطہ ختم کر دیا۔ بین الاقوامی اداروں کے درمیان رابطے ہونے لگے۔ خلائی اسٹیشن کے جاسوسی کیمرے زمین کے ہر حصے سے پرواز کرنے والی چیزوں کی تصویریں اتارنے لگے۔ دوسرے دن صبح ساڑھے نو بجے ایک سیارے سے رپورٹ ملی کہ یونان کے جنوب مشرقی ساحل سے ایک طیارے نے پرواز کی ہے اور وہ افریقہ کے شمالی سمندروں پر پرواز کرتا ہوا اسرائیل کی طرف آرہا ہے۔

پورے اسرائیل میں سنسنی پھیل گئی۔ ہنگامی حالات کا اعلان پہلے ہی کر دیا گیا تھا۔ تل ابیب اور حیفہ میں شہریوں کو گھروں سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں تھی۔ پہلے سرکاری لوگ ان مہمانوں کو دیکھنا چاہتے تھے اور یہ توقع کر رہے تھے کہ کوئی غیر متوقع بات بھی ہو سکتی ہے جس سے شہریوں کو نقصان پہنچ سکتا تھا۔

ٹھیک بارہ بجے وہ طیارہ تل ابیب پہنچ گیا۔ ائرپورٹ میں ہزاروں

یک فوجی جوان اپنی گنوں کے ساتھ مستعد کھڑے ہوئے تھے۔ وہ ایک چھوٹے سائز کا طیارہ تھا، اس میں دس بارہ مسافر پرواز کرسکتے تھے۔ اس کی ساخت بتا رہی تھی کہ وہ کسی خاص کمپنی کا تیار کردہ نہیں ہے، اسے چند لوگوں نے خفیہ طور سے کہیں تیار کیا ہے اور بڑی مضبوطی سے تیار کیا ہے۔

وہ ایک رن وے پر آکر ٹھہر گیا۔ چند سیکنڈ کے بعد اس کا انجن بند ہوگیا۔ ہزاروں فوجیوں کی نظریں اس طیارے پر مرکوز تھیں، وہ ایک بند مٹھی کی طرح تھا۔ پتا نہیں اس کے اندر سے نکلنے والے کون ہوں گے۔ ویسے یہ اندیشہ تھا کہ پنڈورا بکس کھلنے والا ہے۔

پنڈورا بکس کی وضاحت ہو جائے تو بہتر ہے، اللہ تعالیٰ نے جب یہ ارضی دنیا آباد کی تو یہاں مسرتیں ہی مسرتیں تھیں۔ کوئی دکھ درد کا مطلب سمجھتا ہی نہیں تھا، کسی کی آنکھ میں آنسو نہیں آتا تھا، ہر طرف ہنستے مسکراتے انسانی چہرے تھے۔

ایک دن ایک شیطان صفت بوڑھے نے ایک ہنستی مسکراتی لڑکی کو ایک خوب صورت سی صندوقچی لا کر دی اور اس سے کہا "اسے اپنے پاس رکھو لیکن اسے کبھی نہ کھولنا۔"

وہ بوڑھا صندوقچی دے کر چلا گیا۔ لوگ اس لڑکی کے ہاں اسے دیکھنے آتے تھے اور کہتے تھے۔ جو صندوقچی باہر سے اتنی خوب صورت ہے وہ اندر سے نہ جانے کتنی خوب صورت ہوگی۔

یہ انسان کی فطرت ہے اس سے کوئی چیز چھپاؤ تو وہ اسے دیکھنے کے لئے بے چین ہو جاتا ہے۔ ہزار منع کرنے کے باوجود وہ اسے دیکھ کر ہی دم لیتا ہے۔ اس لڑکی نے وہ صندوقچی کھول دی، اس کے کھلتے ہی چیخیں، آہوں اور کراہوں کی آوازیں اندر سے ابھرتی ہوئی نکلیں اور ہنستی بستی دنیا میں دکھوں اور بیماریوں کا آغاز ہوگیا۔

وہ صندوقچی پنڈورا بکس کے نام سے مشہور ہے اور یہ محض ایک بچکانہ قصہ نہیں، درسِ عبرت ہے کہ انسان خود اپنی نادانی یا کم عقلی سے مصیبتوں کو دعوت دیتا ہے۔ ہم نے اسرائیلی حکام کو بارہا سمجھایا، ہم سے چھیڑ چھاڑ نہ کرو، پنڈورا بکس نہ کھولو لیکن انہوں نے آخر اس بکس کو اپنے ائرپورٹ پر بلوا ہی لیا۔

اب اس پنڈورا بکس کو تو کھلنا ہی تھا، اس کے اندر سے دکھوں اور مصیبتوں کا طوفان نکلنا ہی تھا لیکن اس طیارے کا کوئی دروازہ نہیں تھا۔ پہلے تو سمجھ میں ہی نہیں آیا کہ وہ کدھر سے کھلے گا اور ڈینجرس مین کہاں سے نمودار ہوگا۔ پھر سب چونک گئے، وہ طیارہ لرز رہا تھا جیسے مقید شیر پنجرے کو ٹکریں مار کر لرزا رہا ہو۔ ایک منٹ بعد اندر ہی طیارے کی چھت زوردار آواز سے الگ ہو کر اوپر اٹھ گئی۔ اس فولادی چھت کو دونوں ہاتھوں سے اٹھانے والا جرائل گرانٹ تھا۔ وہ پہاڑ جیسا قد آور شخص انسان کم اور روبوٹ زیادہ لگ رہا تھا۔ اس نے سالم چھت کو اٹھا کر دور پھینک دیا۔ فوجی جوان دوڑتے ہوئے دور چلے گئے اور اپنی گنوں کے ساتھ نئی پوزیشن سنبھالنے لگے۔ ان کے سینئر افسران انہیں کسی وقت بھی

فائرنگ کا حکم دے سکتے تھے۔

چھت کے کھلتے ہی سوسانہ اٹھ کر کھڑی ہوگئی وہ بھی قد اور جسامت میں جرائل گرانٹ کے برابر تھی۔ دیکھنے والوں کو سمجھانے کی ضرورت نہیں تھی کہ وہ روبوٹ کی شریکِ حیات شی روبوٹ ہے اور غیر معمولی طاقت میں جرائل سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ اس نے ایک زوردار بڑک لگا کر طیارے کی دیوار کو لات ماری۔ فولادی دیوار لرزتی ہوئی ایک طرف جھکنے لگی، پھر سوسانہ کی دوسری کک پر وہ دیوار ٹوٹ کر رن وے کے فرش پر آگئی۔

کسی چشمِ حیرت نے یہ تماشا کبھی دیکھا نہ ہوگا جو دکھائی دے رہا تھا۔ اس تماشے کو قصہ کہانی بھی نہیں کہا جاسکتا تھا کیونکہ موجودہ سائنسی دور میں فولادی روبوٹ ایسی حیرت انگیز تخریبی کارروائیاں پیش کر چکے ہیں۔ سوسانہ اور جرائل بھی ایسے ہی سائنسی تجربات سے گزارے گئے تھے۔ فولادی روبوٹ بنانے والوں نے یہ نیا تجربہ کیا تھا کہ غیر معمولی قد آور انسانوں کے اندر اگر فولادی ہڈیاں بنائی جائیں اور اوپر سے گوشت پوست کا ہی جسم رہے تو یہ آدھے انسان اور آدھے روبوٹ کیسے نتائج پیش کریں گے؟

بڑی تلاش کے بعد سوسانہ اور جرائل گرانٹ کا جوڑا ایسے تجربات کے لئے ملا تھا۔ وہ یوں بھی قدرتی طور پر نہایت ہی شہ زور تھے۔ امریکا کی ایک انڈر گراؤنڈ لیبارٹری میں ان پر کئی طرح کے تجربات کئے گئے۔ جیسے جیسے کامیابیاں حاصل ہوتی گئیں، مزید نئے تجربات بھی ہوتے رہے۔ اس داستان میں ان دونوں کا تفصیلی ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ آئندہ بھی واقعات کے تسلسل کے ساتھ ان کے ماضی کی اہم باتیں پیش ہوتی رہیں گی۔

میری فیملی کو نیست و نابود کر دینے کے لئے سوسانہ اور جرائل گرانٹ کو پیرس بھیجا گیا تھا۔ یہ دشمنوں کی بدبختی تھی کہ سوسانہ حسنِ اتفاق سے پارس کے چکر میں آگئی اور پارس نے اسے اپنی آپا جان بنا لیا تھا۔ پھر یہ رشتے داری اتنی گہری اور مضبوط ہوگئی کہ پارس کے مشورے کو وہ تسلیم کر کے روپوش ہوگئے۔ دونوں کو بڑی رازداری سے بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا دیا گیا۔ پھر کسی دوست دشمن نے نہیں دیکھا کہ وہ کہاں ہیں اور انہیں کیسی ٹریننگ دی جارہی ہے۔

امریکی سائنس دانوں کے لئے یہ چونکا دینے والی خبر تھی کہ ان کے تجربات کا نچوڑ انسانی روبوٹ سوسانہ اور جرائل زندہ ہیں اور برسوں بعد اسرائیل میں نمودار ہوئے ہیں۔

تل ابیب کے ائرپورٹ پر کئی مقامات پر ٹی وی کیمرے نصب تھے۔ ائرپورٹ پر جو کچھ ہو رہا تھا اسے سیٹلائٹ کے ذریعے امریکا میں بھی دیکھا جارہا تھا پھر تمام ممالک کے اخباری رپورٹرز اور فوٹو گرافرز وہاں موجود تھے۔ پہلے کہا جارہا تھا کہ وہ دونوں یونان یا آس پاس کے کسی ملک سے آئے ہیں۔ اب امریکا پر الزام عائد کیا جارہا تھا۔ ماضی میں سب جانتے تھے کہ دونوں انسانی روبوٹ امریکا کی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ایجاد ہیں۔

سپرماسٹر ہولی مین اسرائیلی حکام کو یقین دلا رہا تھا کہ پارس نے سوسانہ اور جرائیل کو اغوا کیا تھا اس سلسلے میں پھر کسی وقت بحث ہو سکتی ہے' فی الحال ان دونوں کو نقصان پہنچانے کی نادانی نہ کی جائے۔ ان پر بندوق کی گولیاں بھی اثر نہیں کرتی ہیں۔

وہ دونوں طیارے پر سے چھلانگیں لگا کر رن وے کے فرش پر آگئے تھے اور شانہ بہ شانہ چلتے ہوئے ائرپورٹ کی عمارت کی سمت بڑھ رہے تھے۔ افسران کے حکم سے فوجی جوان پیچھے ہٹ کر انہیں گزرنے کا راستہ دے رہے تھے۔ لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے کہا جا رہا تھا "مسٹر گرانٹ اور مسز سوسانہ گرانٹ! تم بن بلائے مہمان ہو۔ ہمارے ملک میں تمہاری آمد غیر قانونی ہے اس کے باوجود ہم امن و امان بحال رکھنے کے لئے تمہیں وی آئی پی لاؤنج تک محدود رہنے کی اجازت دیتے ہیں۔ شہریوں کی جان و مال کی حفاظت تم پر بھی لازم ہے لہٰذا ہمارے احکامات کی تعمیل کرو۔"

وہ دونوں چلتے چلتے رک گئے' پھر جرائیل گرانٹ نے منہ اٹھا کر بولنا شروع کیا تو اس کی آواز اسپیکر کے بغیر دور تک گونجنے لگی۔ وہ کہہ رہا تھا "ہمیں روبوٹ ضرور بنایا گیا ہے لیکن ہم انسان ہیں انسانوں کی عزت کرتے ہیں۔ ہم یہاں کے ہر شہری کی جان و مال کی حفاظت اس وقت تک کریں گے جب تک ہمارے اپنے لئے کوئی خطرہ پیدا نہیں ہوگا۔"

سوسانہ نے بلند آواز سے کہا "تمہارے بیان کے مطابق یہاں ہماری آمد غیر قانونی ہے' جب ہماری آمد غیر قانونی ہے تو تمہارے احکامات کی تعمیل ہم پر لازم نہیں رہی۔"

وہ کہتے کہتے رک گئی پھر خلا میں تکتے ہوئے بولی "کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے دماغ میں آنے کی ناکام کوشش کر رہا ہے۔"

جرائیل نے کہا "میں بھی یہی محسوس کر رہا ہوں اور یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ ہمارے دماغ حساس بنائے گئے ہیں اور ہم نے پندرہ منٹ تک سانس روکنے میں مہارت حاصل کر لی ہے۔"

سوسانہ نے کہا "ہمیں افسوس ہے کہ ہم تمہارے حکم کے مطابق یہاں وی آئی پی لاؤنج تک محدود نہیں رہیں گے۔ یہ ہمارے کھانے اور پھر کچھ دیر آرام کرنے کا وقت ہے لہٰذا ہم فائیو اسٹار ہوٹل جا رہے ہیں۔"

وہ عمارت کے اندر سے گزرتے ہوئے ائرپورٹ کے احاطے سے باہر آئے۔ دور تک کوئی شہری نظر نہیں آ رہا تھا۔ صرف مسلح فوجی اور ان کی گاڑیاں دکھائی دے رہی تھیں۔ جرائیل نے ایک افسر سے کہا "یہ ٹرک خالی کرو اور ہمیں ہوٹل پہنچاؤ۔"

افسر نے وائرلیس کے ذریعے بات کی۔ ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "انہیں ہوٹل پہنچا دو' ابھی ان کے متعلق کچھ اہم فیصلے ہو رہے ہیں۔"

تمام اعلیٰ عہدیداران اور اعلیٰ فوجی افسران ایک بڑے ہال میں موجود تھے' ان کے سامنے اور دائیں بائیں رکھے ہوئے ٹی وی اسکرین پر گولڈن برینز نظر آ رہے تھے اس کے علاوہ ہال میں اور بھی بے شمار ٹی وی تھے جن کی اسکرین پر سوسانہ اور جرائیل وقتاً فوقتاً دکھائی دیتے تھے۔

ایک گولڈن برین نے کہا "جو طیارے کی چھت اور دیوار توڑ سکتے ہیں وہ ہمارے فوجیوں کو گاڑیوں سمیت اٹھا کر پھینک سکتے ہیں گولیاں ان پر اثر نہیں کریں گی لہٰذا جب تک ہمیں کوئی نقصان نہ پہنچے انہیں اپنی من مانی کرنے دو۔"

ایک حاکم نے کہا "لیکن یہ ہمارے ملک کی اور ہمارے قوانین کی کھلی توہین ہے۔ یہاں ہونے والے تماشے ساری دنیا دیکھ رہی ہے۔"

گولڈن برین نے کہا "دنیا ہمارا صبر اور امن پسندی بھی دیکھ رہی ہے۔ ہماری توہین نہیں ہو رہی ہے' آپ یہ بات دماغ سے نکال دیں۔"

ایک اعلیٰ فوجی افسر نے کہا "ماضی میں یہ دیکھا گیا ہے کہ تیزاب کے ذریعے دونوں انسانی روبوٹ کا گوشت اور پوست گل جاتا ہے' ان سے نجات کا آخری طریقہ یہی ہوگا۔"

دوسرے گولڈن برین نے کہا "یہ نہ بھولو کہ دونوں کو برسوں روپوش رکھ کر طرح طرح کی ٹریننگ دی گئی ہے' ان کے دماغوں کو حساس بنایا گیا ہے۔ پہلے ایسا نہیں تھا' اب وہ پندرہ منٹ تک سانس روک لیتے ہیں جب ان کی حفاظت کے ایسے انتظامات کئے گئے ہیں تو کیا انہیں تیزاب کا کوئی توڑ نہیں سکھایا گیا ہوگا۔"

تیسرے گولڈن برین نے کہا "ان پر تیزاب ضرور آزمایا جائے گا لیکن آزمانے کا طریقہ ایسا ہوگا کہ ہم پر کوئی الزام نہیں آئے گا۔ ابھی ہم صبر کریں گے' ان سے مذاکرات کے لئے اپنے رویّے میں لچک پیدا کرتے رہیں گے۔"

"ان سے مذاکرات کیا ہوں گے؟"

ایک اور گولڈن برین نے کہا "ہم نے کمپیوٹر ڈسک میں چند اہم سوالات فیڈ کئے ہیں۔ آپ لوگ ان سوالات کے مطابق ان سے مذاکرات کریں۔"

دوسرے ٹی وی اسکرین پر سوسانہ اور جرائیل نظر آ رہے تھے وہ ہوٹل کے کچن میں تھے اور کھانے کی جو چیز ہاتھ لگ رہی تھی اسے کھاتے جا رہے تھے۔ وہاں کے ملازمین خاموش تماشائی بنے ہوئے تھے۔ فوجی افسر نے منیجر سے کہہ دیا تھا کہ وہ دونوں جس کمرے میں رہنا پسند کریں اس کا دروازہ ان کے لئے کھول دیا جائے۔ یہ کچھ پاگل اور خطرناک لگ رہے ہیں لیکن نارمل ہیں' ہوٹل کے مسافروں کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔

فوجی افسر کو پیغام ملا کہ وہ دونوں کو مذاکرات کے لئے آمادہ کرے اور انہیں آڈیٹوریم میں لے آئے۔ افسر نے ان سے درخواست کی۔ جرائیل نے کہا "سوری' ہم کھانے کے بعد آرام کرتے ہیں۔ دو گھنٹے بعد ہی کسی سے مل سکیں گے۔"

سوسانہ نے کہا "ملاقات کی بھی ایک شرط ہے' جب ہم دو گھنٹے

...ید ہوٹل سے نکلیں تو شہری رونق بحال ہو جائے' دکانیں کھل ...ائیں' ٹریفک جاری رہے اور لوگ آزادی سے گھومتے پھرتے نظر ...ئیں۔ ہم انسانوں کے شہر میں آئے ہیں اور تم لوگوں نے اس شہر ...و قبرستان کی طرح ویران کر دیا ہے۔"

افسر نے یہ شرط اپنے اوپر والوں تک پہنچا دی۔ ادھر ایک نئی ...لی پیتھی جاننے والی رانما آ رہی تھی۔ یہودی اکابرین ائرپورٹ پر ...س کا استقبال کرنے آئے تھے۔ یہ ان کے لئے دنیا کی ہر خوشی سے ...ڑھ کر خوشی کا موقع تھا کہ ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں ایک ...ور کا اضافہ ہو رہا تھا اور یہ حساب کر کے وہ خوش ہو رہے تھے کہ ...رہاد کی فیملی میں چھ خیال خوانی کرنے والے ہیں' اب ان کے پاس ...بھی چھ عدد ہو گئے ہیں۔

خوشیاں بھی تھیں اور پریشانیاں بھی۔ ایسے موقع پر سوسانہ ...ور جرائیل مصیبت بن کر آ چکے تھے۔ وہ سوچ رہے تھے کہ رانما کی ...آمد پر شہر ویران رہے گا تو وہ ناگواری محسوس کرے گی۔ شبہ بھی ...کر سکتی ہے کہ اس کی آمد پر کسی کو دلی خوشی نہیں ہوئی ہے پھر ...سوسانہ اور جرائیل کے رویّے سے یقین ہو گیا کہ شہر کا امن و امان ...قائم رہے گا لہٰذا انہوں نے ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعے پابندیاں ختم ...کر دیں اور حکم دیا کہ تمام دکانیں کھولی جائیں تاکہ شہر کی رونق ...لوٹ آئے۔

رانما کی آمد سے پہلے انہوں نے اپنے پانچوں خیال خوانی ...کرنے والوں کو ان کی رہائش گاہوں تک محدود کر دیا تھا تاکہ کسی ...سے رانما کا سامنا نہ ہو۔ گولڈن برینز نے یہ طے کیا تھا کہ اسرائیلی ...خیال خوانی کرنے والوں کو ایک دوسرے سے نہیں ملنا چاہئے۔ دشمن ...ان کی ملاقات سے فائدہ اٹھا کر انہیں ایک ساتھ ٹریپ کر سکتے ...ہیں۔

سوسانہ اور جرائیل کی آمد کے باعث پانچوں ٹیلی پیتھی جاننے ...والے اسرائیل کے مختلف شہروں میں رہائش کے لئے چلے گئے ...تھے۔ صرف رانما تل ابیب پہنچی تھی اس کے ساتھ ایڈی فشر (علی ...تیمور) تھا۔ سوسانہ اور جرائیل نے آ کر تو صرف طیارے کی چھت ...اڑائی تھی' یہودی اکابرین کو یہ معلوم ہو جاتا کہ سرزمینِ اسرائیل پر ...کس نے قدم رکھا ہے تو ان کے پیروں تلے سے زمین نکل جاتی۔

ہم باقاعدہ پلاننگ سے کام کر رہے تھے لیکن ہماری پلاننگ میں ...یہ شامل نہیں تھا کہ علی تیمور اسرائیل جائے گا۔ ہم تو علی کے ...متعلق جانتے بھی نہیں تھے کہ وہ کہاں ہے؟ بس اس کی زندگی اور ...سلامتی کا یقین تھا۔ اس کے بھٹکتے رہنے اور اسرائیل پہنچنے کا علم ...کسی کو نہیں تھا۔ یہ سراسر قدرت کا کھیل تھا۔

انہوں نے کوشش کی تھی کہ رانما کو ائرپورٹ سے سرکاری ...بنگلے تک لانے کے لئے صرف ایسے عہدیدار جائیں جو یوگا کے ماہر ...ہوں تاکہ ہم کسی کو آلۂ کار بنا کر رانما یا ایڈی فشر تک نہ پہنچیں' ان ...میں ایک خیال خوانی کرنے والا علی تیمور کے دماغ میں چپ چاپ ...پہنچا ہوا تھا اور اس کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ رانما کے بیان کے مطابق اس کے چور خیالات سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ ایڈی فشر ہے نسلاً یہودی ہے اور اپنی یادداشت کھو چکا ہے۔

خیالات پڑھنے والے نے علی کے دماغ میں سوال پیدا کیا کہ وہ اپنی پچھلی زندگی بھول چکا ہے تو اسے اپنا نام اور مذہب کیسے یاد ہے؟

علی کے دماغ سے جواب ملا "رانما اسے شادی سے پہلے جانتی تھی۔ شادی کے بعد ایک حادثے میں اس کی یادداشت گم ہو گئی ہے۔"

ٹیلی پیتھی جاننے والے جے مورگن نے ایڈی فشر کے متعلق یہ تمام باتیں گولڈن برینز کو بتائیں۔ ایک گولڈن برین نے کہا "رانما ہماری پناہ میں آئی ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ ہماری وفادار بن کر رہے گی۔"

دوسرے نے کہا "بے شک' جب وہ اپنے وطن میں اپنے حکام کی پابندیاں برداشت نہ کر سکی تو ہماری پابندیاں بھی اسے گوارا نہیں ہوں گی اور پتا نہیں یہ ایڈی فشر حقیقتاً کون ہے جسے اپنا یہودی شوہر بنا کر لائی ہے۔"

تیسرے گولڈن برین نے کہا "حقیقت چھپ نہیں سکے گی۔ جے مورگن' تم آج رات رانما کو دماغی کمزوری میں مبتلا کر کے اس کے چور خیالات پڑھو۔ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔"

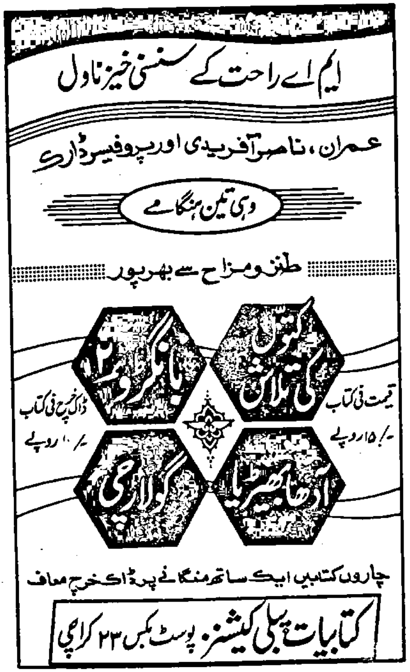

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

جے مورگن نے کہا "جی ہاں' رائما کے چور خیالات پڑھنے کا موقع ملا تو وہ اپنے ساتھی ایڈی فشر کی حقیقت بھی اگل دے گی۔"

سلطانہ اور سلمان خیال خوانی کے ذریعے سوسانہ اور جبرائیل کے پاس موجود رہتے تھے۔ ان دونوں کے ساتھ جو فوجی افسر گائیڈ کے طور پر رہتا تھا' سلمان نے اس کے خیالات سے معلوم کیا کہ آج رائما نامی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی آئی ہے اور اس کے ساتھ اس کا شوہر ایڈی فشر بھی ہے۔

سلمان نے بہت کوششیں کیں کہ کسی طرح ایسے عہدیدار کے پاس پہنچے جو رائما کے قریب تر ہو لیکن پتا چلا اس نئی ٹیلی پیتھی جاننے والی کے آس پاس یوگا کے ماہر عہدیدار موجود ہیں! اس نے سونیا کے پاس آکر تمام روداد سنائی۔ سونیا نے سننے کے بعد کہا "اب وہ لوگ بہت محتاط ہو گئے ہیں۔ تم لوگوں کو اپنے نئے اور پرانے ٹیلی پیتھی جاننے والوں تک پہنچنے نہیں دیں گے۔"

"جی ہاں' اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ نئی ٹیلی پیتھی جاننے والی رائما بھی حساس دماغ رکھتی ہوگی اور پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتی ہوگی۔"

"ہاں وہ ایسا کرتی ہوگی لیکن اس کا ساتھی ایڈی فشر شاید یوگا کا ماہر نہ ہو اور ایک بات یاد رکھو' یہ یہودی اپنے باپ پر بھی بھروسا نہیں کرتے ہیں۔ رائما پر بھی بھروسا نہیں کریں گے۔ دھوکے سے اس کا برین واش کرکے اسے اپنے ملک و قوم کی وفادار بنائیں گے۔ اس وقت تم میں سے کوئی رائما کے پاس رہے تو بازی پلٹ جائے گی۔ رائما ہماری آلۂ کار بن جائے گی۔"

"اس مقصد کے لئے ہمیں ایڈی فشر کے دماغ میں ضرور پہنچنا چاہئے' میں پھر کوشش کرتا ہوں۔"

جوجو نے سونیا کے پاس آکر کہا "مما! میں نے رائما اور ایڈی فشر کی باتیں سمجھ لی ہیں۔ میں فشر تک پہنچنے کی کوشش کرتی ہوں۔ انکل ثانی کے دماغ میں میری ڈیوٹی ختم ہو چکی ہے اور آپ کی شروع ہو چکی ہے۔"

ہمارے چار خیال خوانی کرنے والے چھ چھ گھنٹوں کے لئے ثانی کے دماغ میں موجود رہتے تھے اور وہ جان لمبوڈا کے زیر سایہ ایک ٹرننگ سینٹر میں پہنچ گئی تھی۔ سپر ماسٹر ہولی مین وغیرہ نے فیصلہ کیا تھا کہ آئندہ سلوانا جوزف (سونیا ثانی) کو ٹرانسفارمر مشین سے گزارا جائے گا۔

یہ معلوم نہیں ہو سکا تھا کہ دوسری ٹرانسفارمر مشین کہیں موجود ہے یا نئی تیار کی جا رہی ہے۔ یہ اندیشہ تھا کہ ثانی پر تنویمی عمل کرکے اس کا برین واش کیا جا سکتا ہے اور ایسا کسی وقت بھی کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے ہمارے چاروں ٹیلی پیتھی جاننے والے باری باری چھ گھنٹوں کے لئے اس کے دماغ میں آتے جاتے رہتے تھے۔

سلمان نے جوجو کو اس فوجی افسر کے دماغ میں پہنچا دیا جو سوسانہ اور جبرائیل کا گائیڈ بنا ہوا تھا۔ لیلیٰ باری باری ان دونوں کے اندر موجود تھی اور وہ دونوں اس آڈیٹوریم میں موجود تھے جہاں چند اعلیٰ حکام اور اعلیٰ فوجی افسران ان سے مذاکرات کے لئے آئے تھے۔ سوسانہ اور جبرائیل آڈیٹوریم کے درمیان اسٹیج پر تھے وہ اسٹیج بہت آہستہ آہستہ گول گھومتا تھا اور چاروں طرف آڈیٹوریم میں بیٹھنے والے اس گردش کے باعث اسٹیج پر بیٹھنے والوں کو واضح طور دیکھتے رہتے تھے۔

ایک اعلیٰ افسر نے اپنے ڈیسک پر رکھے ہوئے مائیک کے ذریعے کہا "مسز سوسانہ گرانٹ اور مسٹر جبرائیل گرانٹ! ہم تمہاری لائف ہسٹری جانتے ہیں۔ تم دونوں امریکی سائنس دانوں کی پیداوار ہو جب تمہیں منظرِ عام پر لایا گیا تو دنیا تمہارے ڈیل ڈول اور روبوٹ جیسی غیر معمولی شہ زوری دیکھ کر حیران رہ گئی۔ ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ تم دونوں اچانک ہی کہاں روپوش ہو گئے تھے؟ اور اچانک ظاہر ہو کر ہمارے ملک میں کیوں آئے ہو؟"

پہلے دونوں خاموش رہے پھر جبرائیل نے کہا "سوسانہ! یہ ہم سے پوچھ رہے ہیں۔"

سوسانہ بولی "نہیں' یہ تم سے سوال کر رہے ہیں۔"

"میں کہتا ہوں تم سے سوال کر رہے ہیں۔"

"اور میں کہتی ہوں تم سے پوچھ رہے ہیں۔"

وہاں بیٹھے ہوئے تمام لوگ کبھی سوسانہ اور کبھی جبرائیل کو دیکھ رہے تھے۔ ایک اعلیٰ حاکم نے اپنے ڈیسک پر رکھے ہوئے مائیک کے ذریعے کہا "ہم نے یہ سوال تم دونوں سے کیا ہے جبرائیل' تم ہی جواب دے دو۔"

وہ بولا "آپ کا پہلا سوال ہے کہ ہم کہاں روپوش ہو گئے تھے؟ اگر میں بتاؤں کہاں روپوش تھے تو روپوشی کا مقصد فوت ہو جائے گا۔ کوئی چھپنے والا کبھی یہ نہیں بتاتا کہ چھپنے کی جگہ کون سی تھی اور چھپنے کی وجہ کیا تھی؟"

سوسانہ بولی "دوسرا سوال ہے ہم اس ملک میں کیوں آئے ہیں؟ اس لئے کہ بیت المقدس یہودیوں' عیسائیوں اور مسلمانوں کے لئے یکساں مذہبی اہمیت کا حامل ہے۔ ہم اپنے ایمان اور اپنی عقیدت کے باعث یہاں قیام کرنے آئے ہیں۔"

"لیکن تمہیں باقاعدہ پاسپورٹ حاصل کرکے آنا چاہئے تھا۔"

"کیا تم نے مسلمانوں سے یہ ملک چھیننے کے لئے پاسپورٹ حاصل کیا تھا؟"

ایک حاکم نے کہا "مسلمانوں اور عیسائیوں سے پہلے یہاں یہودی مذہب آیا۔ یہاں کی زمین پر صدیوں سے ہمارا حق ہے۔"

جبرائیل نے کہا "عیسائیت آئی تو یہاں یہودیت کمزور پڑ گئی۔ اسلام آیا تو عیسائیت کمزور پڑ گئی۔ آخر کار امریکا سپر پاور بن گیا تو اس نے عربوں سے یہ زمین چھین کر تمہیں دے دی۔ انسانی اور تاریخ کیا ہے' طاقت کا کھیل ہے۔ جس شہ زور نے جہاں قدم جمایا وہاں سے کوئی کمزور اسے ہٹا نہ سکا۔"

سوسانہ بولی "میں نے اور جبرائیل نے بھی شہ زوری سے یہاں قدم جمایا ہے۔ تمہاری پشت پر سپر پاور ہے۔ اگر تم شہ زور ہو تو ہمیں ختم کر دو' اگر کمزور ہو تو ہمیں اسی طرح برداشت کرو جیسے فلسطینی مسلمان تمہیں برداشت کر رہے ہیں۔"

"گویا تم چیلنج کر رہی ہو؟"

"ہمارا یہاں آنا ہی ایک چیلنج ہے۔ دیر سے کیوں سمجھتے ہو؟"

ایک نے کہا "ہم جانتے ہیں تم دونوں ناقابلِ شکست ہو۔ تمہارے جسموں کی توڑ پھوڑ نہیں کی جا سکتی۔ تم پر بندوق کی گولیاں اثر نہیں کرتیں لیکن تیزاب سے تمہاری کھال اور گوشت کو گلایا جا سکتا ہے۔ کیا تم ایسا وقت آنے دو گے؟"

"کوئی ایسا ویسا وقت نہیں لاتا' وقت خود آتا ہے اور خود گزرتا ہے۔ آنے والا کوئی وقت بتائے گا کہ تیزاب سے ہمارا کچھ بگڑتا ہے یا نہیں ویسے ہمارے جسم کے کسی ایک حصے کو نقصان پہنچے گا تو تمہاری ایک بستی تباہ ہوگی۔ اگر ہمارے پورے جسم کو نقصان پہنچے گا تو تمہارا پورا ملک کھنڈر بن جائے گا' جب بھی آزمانے کا حوصلہ ہو' ہمیں آزما لینا۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "تم دونوں جبراً یہاں آئے ہو ہمارے لئے ایک بوجھ' ایک مسئلہ ہو اس کے باوجود ہم تمہارے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھائیں گے۔ ہمارے درمیان ایسا سمجھوتا ہونا چاہئے جس سے دوستانہ ماحول ہمیشہ قائم رہے۔"

ایک حاکم نے کہا "یا تمہاری کچھ شرائط ہوں جنہیں ہم تسلیم کر لیں تو تم دونوں یہ ملک چھوڑ کر جانے پر راضی ہو جاؤ۔"

سوسانہ نے کہا "ابھی تو ہم رہنے آئے ہیں اس لئے جانے کی بات نہ کرو۔ ہم پہلے بھی کہہ چکے ہیں اور اب بھی کہتے ہیں کہ جب تک ہم محفوظ ہیں گے تب تک یہاں کسی فرد کو ہماری طرف سے نقصان نہیں پہنچے گا اور تمہاری خواہش کے مطابق دوستانہ ماحول قائم رہے گا۔"

"ہم چاہتے ہیں کہ تم دونوں ہمارے ملکی معاملات میں کبھی مداخلت نہ کرو۔"

جبرائیل نے پوچھا "کیا تم دوسرے ملکوں کے معاملات میں مداخلت نہیں کرتے ہو؟"

"ہم سیاسی حالات کی بنا پر ایسا کرتے ہیں۔"

"ہم بھی سیاسی حالات سے مجبور ہو کر ایسا کریں گے۔"

"تم دونوں کو کس ملک کے سیاسی حالات سے دلچسپی ہے؟"

"فی الحال پاکستان سے ہے۔"

سب نے جیسے گہری سانس لی۔ ایک نے کہا "بات صاف ہو گئی' فرہاد نے تم دونوں کو ہم پر مسلط کیا ہے۔"

جبرائیل نے پوچھا "یہ بات کیسے سمجھ میں آئی؟"

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا "فرہاد کو شکایت ہے کہ پاکستان میں ہماری خفیہ تنظیم سرگرم عمل ہے۔"

سوسانہ نے پوچھا "کیا یہ شکایت بے جا ہے؟"

"پہلے شکایت بجا تھی اب بے جا ہے۔ جب سے فرہاد نے پاکستان میں رہائش اختیار کی ہے۔ ہماری تنظیم کے تمام لوگ وہاں سے نکل آئے ہیں اب وہاں ہماری کوئی سرگرمی نہیں رہی ہے۔"

جبرائیل نے کہا "اگر یہ سچ ہے تو پھر اطمینان رکھو' ہم سے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا لیکن یورپ اور امریکا میں تمہاری تیار کردہ مصنوعات میں سے کوئی بھی مال نام بدل کر یا لیبل بدل کر پاکستان جائے گا تو ہم یہاں تمہاری صنعتوں کو تباہ کریں گے۔ تل ابیب' حیفہ اور نئے یروشلم کی ملوں اور فیکٹریوں کی کوئی مشین سلامت نہیں رہے گی۔"

تھوڑی دیر کے لئے بالکل ہی خاموشی چھا گئی پھر ایک نے کہا۔ "میرا تعلق اسرائیل کے محکمۂ خارجہ سے ہے' میں وعدہ کرتا ہوں بالواسطہ یا بلاواسطہ ہمارا کوئی تجارتی تعلق پاکستان سے نہیں رہے گا۔"

جبرائیل نے کہا "یورپ اور امریکا کا کوئی بھی صنعت کار جو یہودیوں سے کسی طرح کا تعلق رکھتا ہے اس کا مال بھی پاکستان سے نہیں جائے گا۔"

"ٹھیک ہے' وہ تمام صنعت کار یا تو ہم یہودیوں سے تعلق ختم کریں گے یا پھر پاکستان میں اپنی منی صنعتیں قائم نہیں کریں گے لیکن انہوں نے ہمیں دھوکا دے کر ہمارا مال وہاں فروخت کرنا چاہا تو ہم کیا کر سکیں گے؟"

سوسانہ نے کہا "دھوکا دینے والوں سے فرہاد علی تیمور پاکستان میں خود نمٹ لے گا۔ اس کے پاس جھوٹ اور فریب کو سمجھنے کے بہت سے ذرائع ہیں۔"

"اس کے پاس بہت سے ذرائع ہیں پھر تم دونوں کا یہاں رہنا کیا ضروری ہے؟"

سوسانہ نے کہا "ہم صرف اس لئے ہیں کہ تم موت کو یاد کرتے رہو' یوں سمجھو میں سونیا ہوں۔"

جبرائیل نے کہا "اور میں فرہاد ہوں ہمیں دیکھتے رہو گے تو غلطیوں سے پرہیز کرتے رہو گے۔ پڑھنے والوں کے سامنے استاد موجود نہ ہو مگر اس کا ڈنڈا رکھا ہو تو وہ پڑھنے والے سہم کر شرارتیں نہیں کرتے' اپنا سبق پڑھتے رہتے ہیں۔"

جوجو یہ باتیں سن رہی تھی اور اعلیٰ عہدیداروں کی بے بسی دیکھ رہی تھی۔ وہ سب حاکم بن کر بول رہے تھے مگر ان دونوں کو کسی طرح محکوم نہیں بنا سکتے تھے وہ سچ مچ استاد کے ڈنڈے کی طرح ان کے سامنے تھے۔

جوجو خاموشی سے خیال خوانی کرتی رہی تھی' وہ پانچ عہدیداروں کے دماغوں میں پہنچ چکی تھی' باقی سات عہدیداروں نے اس کی آمد پر سانسیں روک لی تھیں۔ وہ لوگ سمجھتے تھے کہ سوسانہ اور جبرائیل کے پاس جو ٹیلی پیتھی جاننے والے موجود رہتے ہیں' وہ ان کے دماغوں میں بھی آنے کی کوشش کریں گے۔ ان میں سے دو چار نے جبرائیل سے کہا "تمہارے خیال خوانی کرنے والے ہمارے اندر آنا چاہتے ہیں لیکن ہم نے اپنے دماغوں کو فولادی قلعہ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

بنالیا ہے اب یہاں کوئی داخل نہیں ہو سکے گا۔"

ایسے دعوے کے باوجود جوجو نے ایک اعلیٰ حاکم کے خیالات پڑھ کر معلوم کرلیا کہ رائما نامی ایک نئی ٹیلی پیتھی جاننے والی اپنے شوہر کے ساتھ آئی ہے اور اب مملکتِ اسرائیل میں ٹیلی پیتھی کا علم رکھنے والے چھ عدد ہو گئے ہیں۔

جوجو نے میرے پاس آکر یہ رپورٹ دی پھر کہا "پاپا! ہم سب ثانی کے دماغ میں رہنے کے لئے باری باری چھ گھنٹے کے لئے جاتے ہیں جب میں ثانی کے پاس تھی تو اس کے ذریعے دوسرے فوجیوں کے دماغوں میں جاتی رہی۔ ایک افسر کے خیالات سے پتا چلا کہ ان کی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی کہیں گم ہو گئی ہے۔ اس ٹیلی پیتھی جاننے والی کی ڈیوٹی ان سراغرسانوں کے ساتھ تھی جو کنگ فرنانڈو پر کڑی نظر رکھتے تھے۔"

یہ باتیں سن کر میں سوچ میں پڑ گیا لیلیٰ اور سلطانہ نے بتایا تھا کہ علی تیمور کی شخصیت بدل کر اسے جان کارلو بنا کر ایک انجینئر کی حیثیت سے کنگ فرنانڈو کے ایک پروجیکٹ میں بھیجا گیا ہے۔ میں نے جوجو سے کہا "بیٹی! پہلے اس افسر کے خیالات سے معلوم کرو کہ ان کی ٹیلی پیتھی جاننے والی کس دن اور کس تاریخ کو گم ہوئی ہے۔"

جوجو چلی گئی۔ میں نے سلطانہ کے پاس آکر پوچھا "علی جان کارلو کی حیثیت سے پروجیکٹ میں کام کر رہا تھا وہ کس دن اور کس تاریخ کو لاپتا ہوا تھا؟"

سلطانہ نے دن اور تاریخ بتائی۔ ادھر سے جوجو نے آکر وہی دن اور وہی تاریخ بتاتے ہوئے کہا "یہ رائما اسی دن سے غائب ہے۔"

بات سمجھ میں آنے لگی۔ رائما اپنے سراغرسانوں کے ذریعے کنگ فرنانڈو کے پروجیکٹ میں گئی ہو گی۔ وہاں علی سے سامنا ہوا ہو گا۔ اس نے جان لمبوڈا وغیرہ سے نجات حاصل کرنے کے لئے تنویمی عمل کے ذریعے جان کارلو (علی) کی شخصیت بدل دی ہو گی۔ اسی لئے اب تک نہ ہم جان سکے تھے، نہ ہمارے دشمن کہ ایڈی فشر کے پیچھے رائما نے علی کو چھپا دیا ہے۔

میں نے جوجو سے کہا "سونیا، سلمان، سلطانہ اور لیلیٰ سے کہہ دو، مجھے یقین ہے کہ رائما کے ساتھ جو جوان ہے وہ ہمارا علی ہے۔ کسی بھی طرح اس کے دماغ میں پہنچو ورنہ وہ یہودیوں کا قیدی بن جائے گا۔"

وہ چلی گئی، میں سوچنے لگا کہ کس طرح اپنے بیٹے کے دماغ میں پہنچوں۔ رائما نے اس کی شخصیت اور اس کا لب و لہجہ بدل دیا تھا۔ جب تک ہم اس کی آواز اور لہجہ نہ سنتے، اس کے پاس پہنچ نہیں سکتے تھے۔

میں نے مختلف یہودی اکابرین کے ذریعے رائما تک پہنچنا چاہا۔ پتا چلا کہ اس نئی ٹیلی پیتھی جاننے والی کی سختی سے نگرانی اور حفاظت کی جا رہی ہے اس کے پاس صرف وہی افسران جاتے ہیں جو یوگا کے ماہر ہیں۔ رائما کا ٹیلی فون اٹینڈ کرنے والی سیکریٹری بھی حساس دماغ کی حامل تھی اور پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتی تھی۔

میں نے بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے ایک جاسوس سے رابطہ کیا۔ وہ تل ابیب میں ایک عیسائی ڈاکٹر کی حیثیت سے رہتا تھا۔ میں اس کے دماغ میں پہنچا تو مجھ سے پہلے سلمان وہاں پہنچا ہوا تھا اور ہمارے اس ڈاکٹر جاسوس سے کہہ رہا تھا "مسٹر! سونیا نے ہدایت کی ہے کہ پانی کی سپلائی لائن میں اعصابی کمزوری کی دوا حل کرو، ہم جس ٹیلی پیتھی جاننے والی کو ٹریپ کرنا چاہتے ہیں اسے حیفہ کی فوجی چھاؤنی میں رکھا گیا ہے، وہیں کی پائپ لائن میں دوا ملائی جائے اور یہ کام گھنٹے دو گھنٹے کے اندر ہو جانا چاہئے۔"

میں جس مقصد کے لئے جاسوس کے پاس آیا تھا، سونیا نے اس کے پاس پہلے ہی سلمان کو پہنچا دیا تھا وہ بھی وہی طریقہ اختیار کر رہی تھی جو میں کرنا چاہتا تھا۔ میں نے انھیں اس طریقہ پر عمل کرنے کے لئے چھوڑ دیا۔ وہاں سے میں دوسرے جاسوس کے پاس آیا۔ وہ اپنے ایک تربیت یافتہ کتے کو کار میں بٹھائے حیفہ کی طرف جا رہا تھا۔

وہ ایک بہت ہی چھوٹے سے قد کا کتا تھا۔ سفید ریشم جیسے بالوں میں اس کا پورا جسم چھپا رہتا تھا وہ جاسوس کے ایک ایک اشارے کو خوب سمجھتا تھا۔ میں اس سے کہنے آیا تھا کہ وہ اپنے کتے کے گلے میں ایک پاور فل مائیکرو فون پٹے کی طرح باندھ دے، یوں بھی کتے کے گھنے بالوں کی وجہ سے چھوٹا سا مائیک نظر نہیں آئے گا۔ کتے کو اس رہائش گاہ میں جانے کے لئے چھوڑا جائے جہاں رائما اور علی کا قیام تھا دوسری طرف کار میں بیٹھا ہوا ہمارا جاسوس اپنے ریسیونگ سیٹ کے ذریعے مائیک سے آنے والی آوازیں سنتا رہتا۔ ہو سکتا ہے وہ کتا علی کے پاس سے گزرے اور ہمیں اس کا موجودہ لب و لہجہ سنائی دے۔

لیکن دوسرے جاسوس کے پاس بھی سونیا نے مجھ سے پہلے لیلیٰ کو پہنچایا تھا اور جاسوس کو وہی ہدایات دی تھیں جو میں سوچ کر آیا تھا۔ میں مسکرا کر رہ گیا، کمبخت بجلی تھی بجلی۔ ادھر میں سوچتا تھا ادھر وہ کر گزرتی تھی، میں نے اس کے پاس آکر کہا "کمال کرتی ہو، میں وہی کرنے گیا تھا جو تم سلمان اور لیلیٰ سے عملاً کرا رہی ہو۔ ایسا لگتا ہے تم میرے خیالات پڑھتی ہو اور مجھ سے پہلے وہی کر گزرتی ہو۔"

وہ بولی "تمہیں پاکستان میں اپنا کام کرنا چاہئے۔ اسرائیل میں جو کچھ ہو رہا ہے اس سے میں نمٹ لوں گی۔ خدا نے چاہا تو ہمارے علی کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔"

میں نے کہا "پریشانی صرف اتنی سی ہے کہ علی خود کو بھولا ہوا ہے۔ اگر وہ اپنے آپ کو پہچان لے تو پھر اسے ہم میں سے کسی کی ضرورت نہیں پڑے گی۔"

"پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے، لیلیٰ نے تنویمی عمل کے ذریعے صرف اس کی پچھلی زندگی بھلائی تھی لیکن اس کی تمام ذہنی صلاحیتیں اور جسمانی شہ زوری بدستور موجود ہے۔ اپنی شخصیت کو بھولنے کے باوجود لوہے کا چنا ہے، کوئی اسے چبا نہیں سکے گا۔ تم اپنے معاملات کو دیکھو۔"

میں مطمئن ہو کر وہاں سے چلا آیا۔

جاسوس نے رائما کی رہائش گاہ سے ذرا دور اپنی کار روکی۔ اپنے کتے کو مخصوص اشاروں کے ذریعے سمجھایا کہ اسے کیا کرنا ہے۔ پھر اس نے کار کے دروازے کو کھول کر کتے کو باہر چھوڑ دیا۔ وہ دوڑتا ہوا اس رہائش گاہ کے باؤنڈری گیٹ کے پاس پہنچا۔ احاطے کے اندر اور باہر کئی مسلح گارڈز نظر آرہے تھے۔ وہ کتا گیٹ کی جالیوں کے درمیان سے گزر کر احاطے کے اندر چلا گیا۔ ایک گارڈ نے دوسرے گارڈ سے کہا "وہ دیکھو، پتا نہیں کتا کہاں سے آگیا ہے؟"

دوسرے نے کہا "یہاں آس پاس کی کوٹھیوں میں اعلیٰ فوجی افسران رہتے ہیں ان میں سے کسی کا ہو گا۔"

"کچھ بھی ہو، میں اسے باہر بھگا کر آتا ہوں۔"

وہ گارڈ کتے کو تلاش کرنے کے لئے بنگلے کے اندر جانے لگا۔

جاسوس کار اسٹارٹ کر کے وہاں سے دور چلا گیا۔ کار کے ڈیش بورڈ میں ریسیونگ سیٹ آن رکھا گیا تھا۔ اس میں سے ایسی آوازیں آرہی تھیں جیسے کتے کو پکڑنے کے لئے کئی گارڈز بھاگتے پھر رہے ہوں۔ ان کی ادھوری باتیں سنائی دیتی تھیں کیونکہ باتیں پوری ہونے سے پہلے کتا بھاگ کر دور کہیں چلا جاتا تھا۔

پھر ایک عورت کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی "یہ کیا تماشا ہے، تم لوگ ایک کتے کو نہیں پکڑ سکتے؟"

لیلیٰ جاسوس کے دماغ میں رہ کر اس عورت کی آواز سن رہی تھی۔ وہ وہاں کی گورنس تھی، اس رہائش گاہ میں آنے والے فون اٹینڈ کرتی تھی۔ سلمان نے لیلیٰ کو بتایا تھا کہ وہ گورنس پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتی ہے اس لئے لیلیٰ اس کے دماغ میں نہیں گئی۔

یوں بھی یہ طے کیا گیا تھا کہ ہمارے خیال خوانی کرنے والے رائما کے دماغ کو نہیں چھیڑیں گے۔ وہ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی طرح یوگا کی ماہر ہو گی اس لئے لیلیٰ ان گارڈز کے دماغوں میں جاتی رہی جو کتے کو پکڑنے کے دوران کچھ نہ کچھ بول رہے تھے۔ وہ لوگ بنگلے کے اندر رہنے والوں کے متعلق کچھ نہیں جانتے تھے۔ ان کی ڈیوٹی باہر رہا کرتی تھی۔

ان کے خیالات سے پتا چلا کہ بنگلے کے اندر ایک کمرے کا دروازہ بند ہے۔ کتا اسی کمرے میں کسی کھڑکی کے ذریعے جانا چاہتا تھا اسی وقت ان کے کسی افسر نے گرج کر کہا "تم سب گدھے ہو، اسے گولی کیوں نہیں مارتے؟ کیا یہ کتا تمہارا رشتے دار ہے۔"

یہ آوازیں ریسیونگ کے آلے سے آرہی تھیں۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی ٹھائیں ٹھائیں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ وہ فائرنگ کرتے جا رہے تھے۔ لیلیٰ نے جاسوس سے کہا "مجھے افسوس ہے، اتنا زبردست تربیت یافتہ کتا بے موت مارا جائے گا۔"

جاسوس نے کہا "مادام! آوازوں سے پتا چل رہا ہے وہ زندہ ہے بنگلے کے باہر کھلی فضا میں آگیا ہے۔"

لیلیٰ نے کہا "ہاں اس کے ہانپنے کی آوازیں آرہی ہیں غالباً وہ دوڑتا ہوا آرہا ہے، آواز قریب آرہی ہے۔"

جاسوس نے کار کا دروازہ کھول دیا۔ انجن کو اسٹارٹ رکھا۔ کوئی دو منٹ کے اندر ہی کتا دوڑتا ہوا اگلی سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ جاسوس نے فوراً دروازہ بند کیا پھر تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا بولا۔ "مادام! یہ کتا سمجھ گیا تھا کہ بند کمرے میں نہیں پہنچ سکے گا اور جان کا خطرہ بھی ہے اسی لئے یہ بھاگ کر چلا آیا ہے۔"

"اس نے ٹھیک ہی کیا۔ رائما اور ایڈی فشر اسی بند دروازے کے پیچھے ہوں گے اور یہ بے چارہ وہاں نہیں جا سکتا تھا۔ ویسے تم نے اسے زبردست ٹریننگ دی ہے۔ جاؤ اب آرام کرو۔"

لیلیٰ نے سلمان کے پاس آکر اسے یہ واقعہ سنایا۔ اس نے کہا۔ "ہمارے دوسرے جاسوس نے پانی کی سپلائی لائن میں دوا ملا دی ہے۔ تم تیار رہو۔ گورنس جیسے ہی اعصابی کمزوری میں مبتلا ہو اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے فوراً علی کے پاس لے جانا۔ میں وہاں کے سیکیورٹی افسر کو اپنا آلۂ کار بناؤں گا۔"

مظلوم عورتوں کی سچی داستانیں

موردِ الزام

آدم زادی

مصنف نور حسین شاہ

آدم زادی ان کہانیوں کا مجموعہ ہے جس میں صنف نازک کے مسائل، مشکلات، اس پر ڈھائے جانے والے مظالم کے سچے واقعات قلمبند کئے گئے ہیں۔

دیہاتی اور شہری خواتین کی سچی کہانیاں
ہر عورت کی اپنی داستان

عمدہ کمپیوٹرائزڈ کتابت۔ مضبوط جلد۔ بہترین طباعت
خوبصورت ٹائٹل
قیمت =/50 روپے: ڈاک خرچ =/10 روپے
رقم پیشگی ارسال کرنے پر ڈاک خرچ معاف

کتابیات پبلی کیشنز پوسٹ بکس 23
رمضان چیمبرز۔ بلموریا اسٹریٹ
آئی آئی چندریگر روڈ۔ کراچی 74200

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

لیلیٰ اور سلمان انتظار کرنے لگے۔ وہ دس پندرہ منٹ کے وقفے سے گورنس اور سیکیورٹی افسر کے دماغ میں جاتے تھے پھر ان کے سانس روکنے سے واپس آجاتے تھے۔ سردی کا موسم تھا شاید اسی لئے کسی کو زیادہ پیاس نہیں لگ رہی تھی۔ نہ کوئی پانی پی رہا تھا نہ کسی کے دماغ میں جگہ مل رہی تھی۔

بعض اوقات انتظار بڑا تکلیف دہ ہوتا ہے۔ اگر علی تیمور تک پہنچنے کی بات نہ ہوتی تو وہ دونوں بے زار ہوجاتے۔ آخر رات کو کھانے کے دوران انہوں نے پانی پیا تو ان کے دماغوں میں جگہ مل گئی۔ جگہ ملی مگر مایوسی ہوئی ان کے زیادہ خیالات پڑھنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ پہلے ہی ان کے چور خیال نے بتایا کہ رانما اور ایڈی فشر اس بنگلے میں لائے گئے تھے لیکن ایک زیر زمین چور راستے سے انہیں کسی دوسری جگہ پہنچا دیا گیا ہے۔ گورنس اور سیکیورٹی افسر جانتے تھے کہ انہیں کہاں لے جاکر چھپایا گیا ہے۔

یہودیوں نے خوب چال چلی تھی۔ ہمارے خیال خوانی کرنے والوں کو تمام دن جھانسا دیتے رہے تھے۔ یہ بات ہمارے لئے زیادہ تشویش ناک ہوگئی تھی کہ علی تیمور کو جانے کہاں لے جایا گیا ہے اور خدا جانے اسے پہچان لیا گیا ہے یا نہیں؟ ہماری دعا تھی کہ وہ نہ پہچانا جاسکے۔

وہ چھ گولڈن برینز خوب سوچ سمجھ کر چالیں چل رہے تھے جب سے یہ اعلان ہوا تھا کہ اسرائیل میں کوئی ڈینجرس مین اپنی وائف کے ساتھ آرہا ہے تب سے اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو رہائش کے لئے مختلف شہروں میں بھیج دیا گیا تھا وہ رانما کو بھی بظاہر حیفہ کے ایک بنگلے میں لے گئے تھے پھر چور راستے سے اسے اور علی کو دوسرے شہر میں پہنچا دیا تھا۔

تل ابیب میں سوسانہ اور جرائیل پہنچے ہوئے تھے ایسی جگہ وہ اپنے کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو رہنے کی اجازت نہیں دے سکتے تھے۔ سوسانہ اور جرائیل کی تو صرف جسمانی اور ظاہری دہشت تھی کہ وہ انسان سے لے کر ملوں اور فیکٹریوں کی توڑ پھوڑ کریں گے لیکن ان کے پیچھے بیٹھے ہوئے فرہاد اور سونیا کی دہشت نے نیندیں اڑادی تھیں۔ میں اور میرے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ان یہودی اکابرین کے اندر بارود کی طرح بھرے ہوئے تھے۔ دن رات یہ اندیشہ تھا کہ پتا نہیں ہم کب ان کے اندر سے پھٹ پڑیں گے اور یہ تشویش بھی تھی کہ پتا نہیں ہم سوسانہ اور جرائیل کو وہاں پہنچا کر ان کے پیچھے چپ چاپ کیا کرتے پھر رہے ہیں؟

چونکہ وہ بہت زیادہ محتاط تھے اس لئے کچھ کامیابیاں حاصل کررہے تھے اور ہمیں کچھ ناکام بناتے جارہے تھے۔ انہوں نے رانما اور علی کو ایک خفیہ پناہ گاہ میں پہنچانے کے بعد یہی کام کیا کہ رانما کو دماغی کمزوری میں مبتلا کردیا تاکہ اس کی اور ایڈی فشر (علی) کی اصلیت معلوم ہوسکے۔

رانما نے کافی پینے کے بعد کمزوری محسوس کی تو گھبرا سی گئی۔ علی سے بولی "فشر! ہمارے ساتھ دھوکا ہورہا ہے۔ میں تمہاری یہودی قوم پر بھروسا کرکے یہاں آئی ہوں اور ان میزبانوں نے کافی میں ضرر رساں دوا ملا کر مجھے پلائی ہے۔ میں بہت کمزوری محسوس کررہی ہوں۔"

علی نے کہا "کمزوری کی کوئی دوسری وجہ بھی ہوسکتی ہے۔ تم اس کے لئے میری یہودی قوم کو الزام نہ دو۔ یہی کافی میں پی رہا ہوں اور بالکل ٹھیک ہوں۔"

"میں تم سے بحث نہیں کرسکوں گی۔ پلیز مجھے سہارا دو اور بستر پر پہنچا دو۔" علی نے اٹھ کر اسے سہارا دیا، وہ بولی "اوہ گاڈ میں اپنے پیروں سے چل نہیں سکوں گی فشر! میری مدد کرو، مجھے پیش آنے والے خطرے سے بچاؤ۔"

اس نے رانما کو دونوں بازوؤں میں اٹھالیا پھر بیڈ روم کی طرف جاتے ہوئے بولا "تمہیں میری مدد کی نہیں ڈاکٹر کی ضرورت ہے، میں ابھی ڈاکٹر کے لئے کسی کو کہتا ہوں۔"

اس نے اسے بستر پر لاکر لٹا دیا۔ وہ بولی "ڈاکٹر کو رہنے دو، میں سونا چاہتی ہوں، مجھے تنہا چھوڑ دو۔ تم دوسرے بیڈ روم میں آرام کرو۔"

رانما نے محسوس کیا کہ یہ باتیں وہ اپنی مرضی سے نہیں بول رہی ہے۔ کوئی اس کے اندر اسے بولنے پر مجبور کررہا ہے وہ علی کو روکنا چاہتی تھی۔ اس سے کہنا چاہتی تھی: 'مجھے چھوڑ کر نہ جاؤ، کوئی میرے اندر ہے، مجھ پر جبر کررہا ہے، تمہیں مجھ سے دور کررہا ہے، مجھے چھوڑ کر نہ جاؤ۔'

یہ باتیں وہ سوچتی رہ گئی بول نہ سکی۔ علی اس کے کمرے کا دروازہ بند کرتے ہوئے دوسرے کمرے میں چلا گیا تب اس کے اندر پرائی سوچ کی لہر نے کہا "تم ناحق پریشان ہورہی ہو، ہم تمہارے دوست ہیں۔"

وہ نقاہت سے بولی "دھوکا دیتے ہو اور دوست بھی بنتے ہو۔"

"یہ مت بھولو کہ تم اپنے ملک کے اکابرین کو دھوکا دے کر آئی ہو۔ تمہاری جیسی فریبی عورت ہم سے کس حد تک وفادار رہے گی، یہ ہمیں معلوم کرنے دو۔ تمہارے متعلق اہم معلومات حاصل کرنے کے بعد ہم تمہیں اپنی معمولہ اور تابعدار بنالیں گے۔"

"نہیں، پلیز مجھ پر تنویمی عمل نہ کرو۔"

"ڈرتی کیوں ہو؟ جب ہماری تابعدار بن کر رہنے آئی ہو تو ہمیں تابعدار بنا لینے دو۔"

رانما نے محسوس کیا اس کی آنکھیں بند ہورہی ہیں وہ سونا نہیں چاہتی تھی۔ وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ نیند میں ڈوبتے ہی اس کے خوابیدہ دماغ پر عمل کیا جائے گا لیکن جاگنا اس کے بس میں نہیں رہا تھا۔ پرائی سوچ والا اس کے دماغ پر حاوی ہوچکا تھا۔

وہ پرائی سوچ والا جے مورگن تھا۔ تمام یہودی اکابرین اس پر اس لئے اعتماد کرتے تھے کہ اسے برین آپریشن کے بعد سچا یہودی اور پکا وفادار بنالیا گیا تھا۔ گولڈن برینز نے اسے اپنا جاسوس بنایا تھا لیکن وہ ایسے گولڈن برینز تھے کہ اپنے باپ پر بھی بھروسا نہیں کرتے تھے جب سے الپا آئی تھی تب سے انہوں نے اسے بھی بڑی رازداری سے جاسوسہ بنالیا تھا اور اسے تاکید کی تھی کہ وہ جے مورگن کے معاملات پر نظر رکھے۔

الپا پر اس لئے زیادہ اعتماد تھا کہ وہ پیدائشی یہودی تھی۔ انفارمر مشین سے گزرنے کے بعد جے مورگن کو پھانس کر اسرائیل آگئی تھی اِس کی وفاداری پر کسی کو شبہ نہیں تھا وہ ماسک مین کے جال میں پھنسنے کے بعد اور برین آپریشن ہونے کے بعد بھی اپنی قوم میں واپس آگئی تھی۔

اب صورتِ حال یہ تھی کہ گولڈن برینز نے جے مورگن کو رانما پر تنویمی عمل کرنے کی ہدایت کی تھی چونکہ ٹیلی پیتھی جاننے والے سوچ کے ذریعے عمل کرتے ہیں اس لئے کوئی گولڈن برین یہ نہیں سن سکتا تھا کہ جے مورگن کس نوعیت کا عمل کررہا ہے۔ ہوسکتا ہے وہ رانما کو اس طرح اپنی معمولہ بنالے کہ وہ یہودیوں سے زیادہ جے مورگن کی وفادار رہے۔

گولڈن برینز نے اپنا شبہ دور کرنے کے لئے اور اپنے اطمینان کے لئے الپا سے کہا تھا "تم اول بھی ہماری ہو آخر بھی ہماری ہو اس لئے جب تک جے مورگن تنویمی عمل کرتا رہے تو تم رانما کے دماغ میں خاموشی سے موجود رہو گی۔ اگر وہ ہمارے حق میں رانما کو وفادار بنائے تو ٹھیک...... اگر وہ اپنے ذاتی مقصد کے لئے اسے تابعدار بنائے تو تم چپ چاپ اس عمل کو ناکام بنا دینا۔"

الپا نے کہا "میں یہی کروں گی۔ جے مورگن کو میری موجودگی کا علم نہیں ہوگا۔ اگر اس کے دل میں بے ایمانی آئے گی تو پہلے میں اس کے عمل کو ناکام بناؤں گی پھر جب وہ رانما کو تنویمی نیند کے لئے چھوڑ کر جائے گا تو میں رانما کو اپنی قوم کے حق میں تابعدار بنالوں گی۔"

الپا کی موجودگی نے گولڈن برینز کو بڑی حد تک مطمئن کردیا تھا۔ انہوں نے رانما کی شخصیت تبدیل کرنے اور اسے وفادار بنائے رکھنے کے لئے بڑے ہی محتاط اقدامات کئے تھے۔ بڑی زبردست تدبیر پر عمل کررہے تھے۔ مگر تقدیر بھی اپنا کھیل دکھا رہی تھی۔ یہ کوئی نہیں جانتا تھا کہ ان کا اپنا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا دانیال، الپا کے دماغ میں چھپ کر رہتا ہے اور خود الپا نہیں جانتی تھی کہ وہ لاعلمی میں دانیال کی معمولہ بن چکی ہے اور اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس کرنے کے قابل نہیں رہی ہے۔

دانیال اس کے اندر بیٹھا گولڈن برینز کی تمام باتیں سن چکا تھا۔ جب جے مورگن نے رانما پر تنویمی عمل شروع کیا تو دانیال الپا کے ذریعے وہاں پہنچ چکا تھا۔ یہ اس کے لئے ایک سنہرا موقع تھا۔ پہلے اس نے الپا کو اپنی معمولہ بنایا تھا۔ اب رانما کے دماغ پر بھی حکومت کرسکتا تھا۔ اس لئے بڑی خاموشی سے جے مورگن کے تنویمی عمل کو ناکام بنا رہا تھا۔

ناکام بنانے کے لئے دو باتیں ضروری تھیں کہ رانما، جے مورگن کے زیر اثر نہ آئے اور مورگن کو یقین ہوتا رہے کہ وہ زیرِ اثر آگئی ہے اور اس کی معمولہ بن گئی ہے۔

دانیال نے رانما پر اس حد تک قبضہ جمایا کہ جے مورگن معمولہ بننے والی کے چور خیالات نہ پڑھ سکے۔ پڑھنا چاہے تو دانیال، رانما کے لہجے اور سوچ میں اپنے طور پر ایسے چور خیالات پیش کرے کہ جے مورگن مطمئن ہوجائے۔

یہ رانما کے دماغ میں تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی پیچیدہ کشمکش تھی۔ تیسری ٹیلی پیتھی جاننے والی الپا تھی۔ دانیال نے پہلے رانما کے دماغ کو اپنے قبضہ میں رکھا اور جے مورگن کو یقین دلاتا رہا کہ وہ ٹرانس میں آرہی ہے۔ جب اسے یقین ہوگیا کہ وہ معمولہ بن چکی ہے تو اس نے سوالات شروع کئے۔ پہلا سوال تھا "تم اسرائیل کیوں آئی ہو؟"

رانما نے جواب دیا "پناہ لینے۔"

"تم نے پناہ لینے کے لئے اسرائیل کو کیوں ترجیح دی؟"

"اگر میں اسرائیل نہ آتی تو فرہاد علی تیمور کی پناہ میں جاتی۔ میرے یہودی شوہر ایڈی فشر کو یہ منظور نہیں تھا۔ وہ چاہتا ہے کہ میری ٹیلی پیتھی سے یہودی قوم کو فائدہ پہنچے اس لئے میں نے اسرائیل کو ترجیح دی ہے۔"

رانما بول رہی تھی اور سمجھ رہی تھی کہ جے مورگن کے ٹرانس میں نہیں آئی ہے اور اپنے طور پر مکاری سے ایسے جوابات دے رہی ہے۔ دانیال نے اس کی سوچ میں کہا "ہاں مجھے اسی طرح جے مورگن کو جھانسا دینا چاہئے۔"

دانیال تھوڑی دیر تک رانما کے پاس رہا اس کے جوابات سنتا رہا۔ پھر الپا کے پاس آیا۔ وہ بھی رانما کے دماغ میں تھی اور محسوس کررہی تھی کہ رانما صحیح طور پر معمولہ نہیں بن پارہی ہے۔ کچھ گڑبڑ ہورہی ہے لیکن اس سے پہلے کہ وہ گڑبڑ کو سمجھ پاتی، دانیال اس کے اندر پہنچ گیا۔ اس کی سوچ اور لہجے میں یقین دلانے لگا کہ جے مورگن کامیاب تنویمی عمل کررہا ہے۔

وہ معمولہ اور تابعدار تھی۔ دانیال اس کے دماغ میں جو خیالات پیدا کررہا تھا، اسے وہ صحیح تسلیم کرتی جارہی تھی اور دانیال اس کے ذریعے مورگن کے سوالات اور رانما کے جوابات سنتا جارہا تھا۔

ان تینوں کی کشمکش سے علی تیمور کو فائدہ پہنچ رہا تھا۔ رانما سے جب پوچھا گیا کہ ایڈی فشر کی حقیقت کیا ہے تو اس نے جواب دیا۔ "حقیقت یہی ہے جو سب کے سامنے ہے۔ وہ نسلاً یہودی ہے۔ میں اس پر ہزار جان سے عاشق ہوں۔ اس لئے خود عیسائی ہونے کے باوجود اس سے شادی کی ہے۔ میں اس کی کسی بات سے انکار نہیں کرتی ہوں۔ اس نے کہا اسرائیل چلو، میں یہاں چلی آئی۔"

جے مورگن خوش فہمی میں مبتلا تھا۔ رانما کو یہودیوں کا وفادار بناتا رہا اور یہ حکم دیا کہ وہ دماغی توانائی بحال ہونے کے بعد اپنے عامل کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گی اور وہ دماغ میں آئے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

گا تو سانس نہیں روکے گی۔

پھر وہ اسے تنویمی نیند سونے کے لئے چھوڑ کر چلا گیا۔ دانیال نے الپا کے دماغ میں خیال پیدا کیا "مجھے بھی رانما کے دماغ سے جانا چاہئے، مورگن کا عمل مکمل ہو چکا ہے اور یہ تنویمی نیند سوتی رہے گی۔"

الپا دماغی طور پر اپنی رہائش گاہ میں حاضر ہو گئی۔ وہ ایک ٹی وی اور کمپیوٹر کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کمپیوٹر کے ذریعے گولڈن برینز کو رپورٹ دینے والی تھی کہ جے مورگن نے اعتماد کو دھوکا نہیں دیا ہے اور رانما پر کامیاب عمل کیا ہے۔

اس نے رپورٹ دینے سے پہلے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کرلیں۔ سوچنے لگی "پتا نہیں کیا بات ہے؟ کوئی بات کھٹک رہی ہے۔"

وہ غور کرنے لگی، آخر بات کیا ہے؟ پھر کچھ ایسا لگا جیسے وہ رانما کے دماغ میں رہ کر بھی وہاں نہیں رہی تھی! اس نے پوری حاضر دماغی سے رانما پر ہونے والے عمل کو نہیں سمجھا ہے۔ بس اس کے اندر بات پیدا ہوئی کہ عمل کامیاب رہا ہے اور وہ کامیابی کا یقین کرکے رانما کے دماغ سے بھی چلی آئی ہے۔

وہ کرسی سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ بے چینی سے ٹہلنے لگی۔ وہ بے چینی پوری طرح سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ ایک بار یہ خیال پیدا ہوا کہ رانما کے پاس جانا چاہئے۔ شاید اسے بدستور تنویمی نیند سوتے دیکھ کر بے چینی دور ہو جائے۔

وہ پھر کرسی پر آکر بیٹھ گئی۔ اسی وقت ٹی وی کے پیچھے دیوار پر لگا ہوا سرخ بلب آن ہو گیا اور بلب کے ساتھ والے چھوٹے اسپیکر سے ٹوں ٹوں کی آوازیں آنے لگیں۔ یہ اشارہ تھا کہ گولڈن برینز اس کی رپورٹ کا انتظار کر رہے ہیں۔

اس نے ٹی وی کو آن کیا۔ کمپیوٹر کے ذریعے یہ تحریر اسکرین پر پہنچائی "پلیز انتظار فرمائیں۔ میں پندرہ منٹ کے اندر رپورٹ پیش کروں گی۔ فی الحال جے مورگن پر شبہ نہ کیا جائے۔"

یہ تحریر پہنچا کر اس نے ٹی وی آف کر دیا۔ اپنے اندر کی بے چینی دور کرنے کے لئے خیال خوانی کی پرواز کی پھر رانما کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اسے خاموشی اور سکون سے تنویمی نیند سونا چاہئے تھا لیکن اس کے دماغ میں خاموشی نہیں تھی، کوئی بول رہا تھا اور اس پر تنویمی عمل شروع کر رہا تھا۔

الپا حیران رہ گئی۔ وہ دانیال کی آواز اور لہجے کو پہچان رہی تھی۔ یہی دانیال عامل بن کر سوچ کے ذریعے الپا کے اندر آتا تھا تو وہ اسے محسوس نہیں کرتی تھی کیوں کہ معمولہ تھی لیکن ابھی وہ رانما کے دماغ میں تھا اس لئے الپا نے اس مکار کو پہچان لیا۔

اس نے فوراً ہی گولڈن برینز کو سگنل دیا پھر کمپیوٹر کے ذریعے کہا "سر! ہماری آستین میں سانپ ہیں۔ دانیال نے جے مورگن کے تنویمی عمل کو ناکام بنا دیا ہے اور اس وقت خود رانما پر عمل کر رہا ہے۔ اس سلسلے میں جو بھی سوالات کرنا چاہیں گے ان کے جوابات میں خاصی دیر ہو جائے گی۔ آپ پہلے دانیال کو تنویمی عمل سے روکیں۔"

پھر الپا نے دوسری تحریر اسکرین تک پہنچائی۔ وہاں لکھا "سر مجھے شبہ ہے کہ دانیال جس طرح رانما پر عمل کر رہا ہے، اس طرح مکاری سے شاید مجھ پر اور جے مورگن پر بھی عمل کر رہا ہے۔ اسی لئے ہم رانما کے دماغ میں رہ کر بھی اس کے فریب کو نہ سمجھ سکے۔"

گولڈن برینز کی طرف سے تحریر ابھری "انتظار کرو۔ پہلے دانیال سے نمٹ رہے ہیں۔"

دانیال اپنی رہائش گاہ کے بیڈ روم میں تھا۔ دروازے کو اندر سے بند کرکے صوفے پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں اور وہ رانما کے دماغ میں پہنچ کر اس پر عمل کر رہا تھا۔ عمل کامیاب ہو رہا تھا۔ وہ اس کے زیر اثر آرہی تھی اور معمولہ بن کر اس کے سوالات کے جوابات دینے والی تھی۔ اسی وقت زور زور سے دروازہ پیٹنے کی آوازیں آئیں۔ خیال خوانی کے دوران مداخلت ہوئی تو اس نے آنکھیں کھول دیں۔ غصے سے دروازے کی سمت دیکھتے ہوئے بولا "کون ہے؟ ابھی جاؤ۔ میں آرام کر رہا ہوں۔"

باہر سے آواز آئی "میں ملٹری پولیس کا چیف ہوں۔ فوراً دروازہ کھولو۔"

ادھر رانما صرف زیر اثر آئی تھی، ابھی پوری طرح معمولہ نہیں بن پائی تھی۔ دانیال تنویمی عمل ادھورا نہیں چھوڑنا چاہتا تھا اور ملٹری پولیس کے چیف سے انکار بھی نہیں کر سکتا تھا۔ وہ مجبور ہو کر صوفے سے اٹھ گیا۔ ارادہ تھا کہ چیف کو اندر آنے دے گا۔ پھر بہانے سے ٹوائلٹ روم کے اندر جا کر رانما پر تنویمی عمل کو مکمل کرلے گا۔

اس نے دروازہ کھولا۔ دروازہ کھلتے ہی منہ پر گھونسا پڑا۔ چیف کا گھونسا کھا کر وہ پیچھے کی طرف لڑکھڑایا۔ دو فوجی جوانوں نے اسے گن پوائنٹ پر رکھ لیا۔ تیسرے فوجی جوان کے ہاتھ میں انجکشن لگانے کی سرنج تھی۔ چیف نے کہا "چپ چاپ یہ انجکشن لگوالو۔"

دانیال نے پوچھا "یہ سوئی کس لئے لگائی جارہی ہے؟"

"سوال نہ کرو۔ تم نے ذرا بھی انکار کیا تو گولی مار کر تمہیں زخمی کیا جائے گا تاکہ تم خیال خوانی کے قابل نہ رہ سکو۔"

وہ چیف کے رویئے سے سمجھ گیا تھا کہ تعمیل نہیں کرے گا تو جسم کے کسی حصے میں گولی پیوست ہو جائے گی۔ لہٰذا وہ بت بنا کھڑا رہا۔ فوجی جوان نے اس کے ایک بازو میں سوئی پیوست کرکے سرنج کی دوا جسم کے اندر پہنچادی۔ چیف نے کہا "جاؤ اپنے بستر پر آرام سے لیٹ جاؤ۔"

ایک جوان نے اسے دھکا دیا۔ وہ پیچھے لڑکھڑا کر بستر پر گر پڑا۔ چیف نے اپنے جوانوں کے ساتھ کمرے سے باہر جا کر دروازہ بند کر دیا۔ دانیال کمزوری محسوس کر رہا تھا۔ بستر پر رینگتے ہوئے تکیے پر سر رکھ رہا تھا۔ کمزوری کے باوجود اس نے خیال خوانی کی انتہائی کوشش کی اور ناکام رہا۔ یہ حسرت رہ گئی کہ رانما کو بھی اپنی معمولہ بنا کر اسے اپنا تابعدار بنا سکتا۔ ادھر کا عمل ادھورا رہ گیا تھا۔

پھر اسے اپنے دماغ میں جے مورگن کی آواز سنائی دی "ہاں، اور کوشش کرو۔ رانما کو بھی اپنی معمولہ بنالو۔ ہم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنا محکوم بنالو۔ پھر اسرائیل پر تمہاری حکومت قائم ہو جائے گی۔"

وہ عاجزی سے بولا "او مورگن! یقین کرو۔ میں بری نیت سے معمول نہیں بنا رہا تھا۔ میں ہمیشہ اس کے اور الپا کے اندر چھپ کر رہنا چاہتا تھا تاکہ انہیں کبھی غداری کا موقع نہ دوں۔"

"تم صرف لڑکیوں کو کیوں ٹریپ کر رہے ہو؟"

"وہ... وہ اس لئے کہ فرہاد اور اس کے بیٹے لڑکیوں کو پہلے پھانستے ہیں۔ اس لئے میں چپ چاپ الپا اور رانما کی نگرانی کرتا رہتا تھا۔"

"ابھی تمہارے خیالات سے جھوٹ اور سچ ظاہر ہو جائے گا۔"

"نہیں! فار گاڈ سیک، میرے خیالات نہ پڑھو۔ میرے اندر سے چلے جاؤ۔ تم خاموش کیوں ہو؟ بولو۔ کچھ بولو۔ تمہاری خاموشی کہہ رہی ہے کہ تم میرے چھپے ہوئے خیالات پڑھ رہے ہو۔ نہیں میں سانس روک لوں گا۔ تمہیں اپنے اندر سے بھگا دوں گا۔ بھاگ جاؤ۔"

وہ سانس روک کر اسے بھگانا چاہتا تھا لیکن کمزوری کے باعث لمبی لمبی سانسیں کھینچ رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد جے مورگن کمپیوٹر کے ذریعے گولڈن برینز کو رپورٹ پیش کر رہا تھا۔ وہی رپورٹ الپا اپنے ٹی وی اسکرین پر پڑھ رہی تھی۔

اسکرین پر لکھا ہوا تھا "سر! یہ دانیال اس وقت سے ہمیں دھوکا دے رہا ہے جب الپا شہر روم میں تھی۔ پارس نے اس کے دماغ کو کمزور بنایا تھا۔ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے الپا کو اپنا تابعدار بنانا چاہتے تھے لیکن ہم نے ان کے تنویمی عمل کو ناکام بنا دیا اور خوش ہو گئے تھے کہ اپنی الپا کو دشمنوں سے بچا لیا ہے لیکن آستین کے سانپ سے بے خبر رہے۔"

یہ تحریر مٹنے لگی۔ دوسری تحریر ابھرنے لگی "سر! دانیال چاہتا تھا کہ الپا اس کی معمولہ بن کر اسرائیل آئے، اس سے ملاقات کرتے ہی اس پر عاشق ہو کر اس سے شادی کرلے۔ لیکن آپ کے طریقۂ کار نے ہم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ایک دوسرے سے دور رکھا جس کے نتیجے میں الپا اس کے سامنے نہ تو جا سکی اور نہ ہی اس پر عاشق ہوئی۔ پھر بھی دانیال کسی مناسب موقع کا انتظار کر رہا تھا۔"

یہ تحریر بھی مٹنے لگی۔ تیسری تحریر ابھرنے لگی "سر! وہ الپا کے دماغ میں چپ چاپ آتا جاتا رہتا تھا۔ ایسے ہی وقت اس نے الپا کے اندر رہ کر یہ سن لیا کہ میں رانما پر تنویمی عمل کروں گا اور الپا عمل کے دوران وہاں موجود رہے گی۔ ایسی معلومات کے بعد اس نے میرے عمل کو ناکام بنا دیا۔ اس دوران الپا کو رانما کے اندر پوری طرح حاضر دماغ نہیں رہنے دیا۔ یہی اس کی غلطی تھی۔ الپا نے سمجھ لیا کہ کچھ گڑبڑ ہوگئی ہے۔ بہر حال ہم نے الپا کی ذہانت سے اپنے اندر چھپے ہوئے ایک دشمن کو پکڑ لیا ہے۔"

اس رپورٹ کے بعد گولڈن برینز کی طرف سے اسکرین پر تحریری جواب نظر آیا۔ لکھا تھا "ہم تمام گولڈن برینز تم سے اور الپا سے بہت خوش ہیں اور تم دونوں پر سب سے زیادہ اعتماد کرتے ہیں۔"

پھر دوسری تحریر ابھرنے لگی "ہم اپنے ہاں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی تعداد بڑھانا چاہتے ہیں اس لئے دانیال کو موت کی سزا نہیں دیں گے۔ اس کا برین واش کریں گے تاکہ اس کے دماغ میں ہمارے خلاف جو مکاریاں ہیں وہ ختم ہو جائیں اور وہ الپا پر کئے ہوئے عمل کو بھول جائے۔ اس طرح دانیال ایک وفادار بن کر پھر ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہمارے کام آتا رہے گا۔"

تیسری تحریر ابھرنے لگی "تم دونوں ہمیشہ ہمارے معتمدِ خاص اور جاسوس بن کر رہو گے۔ جے مورگن! تم رانما کے پاس جاؤ اور دوبارہ عمل کرو۔ الپا! تم پہلے کی طرح رانما کے اندر خاموش رہ کر تنویمی عمل کی کامیابی یا ناکامی کو حاضر دماغی سے سمجھتے رہنے کی کوشش کروگی۔ وِش یو آل۔"

وہ دونوں پھر رانما کے پاس آگئے۔ دانیال کے ادھورے عمل کے باعث رانما کے دماغی توازن میں ذرا فرق آگیا تھا۔ پہلے تو وہ اعصابی کمزوری میں مبتلا ہو گئی تھی۔ پھر اس کے دماغ میں تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی کشمکش رہی جس کی وجہ سے دماغ بوجھل ہوتا رہا۔ پھر دانیال نے ادھورا عمل کیا تو وہ نہ عامل کے بس میں رہی نہ اپنے ہوش و حواس میں رہی۔ ذہنی انتشار میں مبتلا ہو گئی۔

جے مورگن دوسری بار عمل کرنے اس کے پاس آیا تو پتا چلا رانما کی سوچیں بکھری ہوئی ہیں۔ اس کے ذہن کو کسی ایک سوچ پر مرکوز کرنے کی کوشش کی گئی تو دماغی کمزوری کے باعث بہت سی سوچیں گڈمڈ ہونے لگیں۔ اس کی ذہنی حالت بتا رہی تھی کہ اب اس پر تنویمی عمل نہیں کیا جا سکے گا۔ اس مقصد کے لئے پہلے دماغی توانائی لازمی ہے۔

الپا نے کہا "اس کی دماغی توانائی بحال ہوگی تو یہ سانس روک لیا کرے گی، ہمیں دماغ میں نہیں آنے دے گی۔"

"ٹھیک ہے۔ اسے آج رات اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ ہم صبح اس کی خیریت معلوم کریں گے۔"

دونوں نے گولڈن برینز کو اپنی رپورٹ پیش کی۔ وہاں سے جواب ملا "اسے اس کے حال پر نہ چھوڑو۔ الپا! تم سوجاؤ اور جے مورگن! تم صبح چار بجے تک رانما کے دماغ میں آتے جاتے رہو اور اس کے ذہنی انتشار کو کم کرتے رہنے کی کوشش کرو۔ چار بجے کے بعد تم سوجاؤ گے اور الپا اس کے پاس آجائے گی۔"

پھر دوسری تحریر اسکرین پر نظر آئی "اس پہلو کو نظر انداز نہ کرو کہ فرہاد کے خیال خوانی کرنے والے کسی طرح رانما کے پاس پہنچ سکتے ہیں۔ ان دشمن خیال خوانی کرنے والوں کو رانما کا دماغ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ایک کھلی کتاب کی طرح ملے گا۔ دشمنوں کو فائدہ نہ اٹھانے دو۔ دیٹس آل۔"

تقدیر کو ماننا پڑتا ہے۔ ہم کچھ نہیں کر رہے تھے۔ یہ تقدیر تھی جو رانما کے سلسلے میں پیچیدگیاں پیدا کر رہی تھی اور یوں علی تیمور کو ظاہر ہونے سے بچا رہی تھی۔

دوسری طرف سپر ماسٹر ہولی مین اور اس کے خاص ٹیلی پیتھی جاننے والے جان لبوڈا نے رانما کو ڈھونڈ نکالنے کی تمام کوششیں کر ڈالی تھیں اور ناکام ہوتے رہے تھے۔ سپر ماسٹر نے کہا "وہ شاید دشمنوں کے ہاتھ لگ گئی ہے یا ہمارے ملک سے کہیں دور چلی گئی ہے۔"

جان لبوڈا نے کہا "اگر وہ دشمنوں کے ہاتھ لگ جائے تو ہمیں فائدہ پہنچے گا۔"

سپر ماسٹر نے پوچھا "وہ کیسے؟"

"دشمن خیال خوانی کرنے والے رانما کی اصلیت جاننے کے لئے اسے دماغی کمزوری میں مبتلا کریں گے اور اس پر عمل کریں گے۔ میں کبھی ایک گھنٹے اور کبھی آدھے گھنٹے کے بعد رانما کے پاس جاتا رہتا ہوں اور وہ سانس روکتی رہتی ہے۔"

"مسٹر لبوڈا! تم کب تک ایسا کرتے رہو گے؟"

لبوڈا نے کہا "اور وہ کب تک سانس روکتی رہے گی۔ کبھی تو بیمار پڑے گی یا اسے کوئی حادثہ پیش آئے گا۔۔۔ یا کسی طرح زخمی ہوگی یا پھر کوئی دشمن خیال خوانی کرنے والا اسے ٹریپ کرے گا تو ایسے وقت میں رانما کے دماغ کو گرفت میں لینے کی کوشش کروں گا۔ اگر ناکام ہوا تو دشمن کو بھی کامیاب نہیں ہونے دوں گا۔ اس غدار لڑکی کے دماغ میں زلزلے پیدا کر کے اسے مار ڈالوں گا۔"

جان لبوڈا سپر ماسٹر کے دوسرے معاملات میں بھی مصروف رہتا تھا لیکن رانما کا پیچھا نہیں چھوڑتا تھا۔ اپنے مقررہ وقت کے مطابق اس کے دماغ میں جاتا تھا اور سانس روکنے سے واپس آجاتا تھا۔

لبوڈا نے سلوانا جوزف (سونیا ثانی) کے بھی چور خیالات پڑھے تھے اور یہ معلوم کیا تھا کہ ثانی خواب میں کسی جان کارلو کو دیکھتی ہے۔ خواب میں اس کا چہرہ دھندلا سا نظر آتا ہے پھر بھی وہ خوابوں کے اس شہزادے سے محبت کرتی ہے۔

جان لبوڈا کو یہ معلوم تھا کہ رانما کسی جان کارلو کے ساتھ روپوش ہوئی ہے۔ ادھر ثانی کسی جان کارلو سے محبت کرتی تھی۔ یہ محض ایک اتفاق ہو سکتا تھا کہ رانما اور ثانی کے محبوب کا نام ایک تھا۔ یا پھر اس ایک نام جان کارلو کے پیچھے کوئی بھید چھپا ہوا تھا۔

یہ تجسس بھی ایسا تھا کہ جان لبوڈا حقیقت معلوم کرنے کے لئے رانما کا پیچھا نہیں چھوڑتا تھا۔ آخر اس کا صبر و تحمل کام آیا۔ وہ رانما کے پیچھے بھاگتے بھاگتے اس رات اس کے دماغ کے اندر پہنچ ہی گیا جب وہ بے حد دماغی کمزوری میں مبتلا ہو گئی تھی۔

اور کمزوری ایسی تھی کہ اس پر عمل نہیں کیا جا سکتا تھا۔ لبوڈا نے اس کے اندر پہنچ کر جے مورگن اور الپا کی گفتگو سنی، وہ دونوں اسی مسئلے پر باتیں کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے۔ ایسی حالت میں رانما پر تنویمی عمل کامیاب نہیں ہوگا۔ وہ دونوں اس کے دماغ میں باری باری آتے جاتے رہیں گے جب اس کی دماغی توانائی بحال ہونے لگے گی تو وہ عمل کر کے اسے معمول اور تابعدار بنا لیں گے۔

جان لبوڈا نے جے مورگن اور الپا کی گفتگو سنی لیکن انہیں پہچان نہ سکا کیوں کہ دونوں کے برین آپریشن کے بعد ان کی آواز اور لہجہ تبدیل کیا گیا تھا لیکن یہ سمجھ گیا کہ رانما اسرائیل میں ہے۔ یہ بات جے مورگن اور الپا کی گفتگو سے سمجھ میں آگئی۔ الپا نے مورگن سے کہا تھا "چلو ہم گولڈن برینز کو رپورٹ پیش کریں۔"

اور گولڈن برینز اسرائیل میں تھے۔ ان کے خیال خوانی کرنے والے یہودی تھے یا انہیں برین واش کر کے یہودی بنا دیا گیا تھا۔ جان لبوڈا کے حساب سے اسرائیل میں چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہونا چاہئے تھا۔ ایک جے مورگن جو پہلے سے وہاں تھا۔ باقی تین امریکی خیال خوانی کرنے والوں کو یہودیوں نے اغوا کیا تھا۔ آج لبوڈا ایک خیال خوانی کرنے والی عورت کی آواز سن چکا تھا۔ سوچ رہا تھا، یہ عورت کون ہو سکتی ہے؟ الپا کے متعلق اب تک یہی معلوم تھا کہ وہ ماسک مین کے جنگل میں ہے۔ یہ راز ابھی ظاہر نہیں ہوا تھا کہ وہ واپس اپنی قوم میں آگئی ہے۔

اس نے سپر ماسٹر ہولی مین کو رانما کے حالات بتائے اور کہا "میں نے ایک نئی خیال خوانی کرنے والی کی آواز سنی ہے۔ پتا نہیں یہ یہودی اسے کہاں سے پکڑ لائے ہیں۔ اس طرح ان کے ہاں پانچ خیال خوانی کرنے والے ہو گئے ہیں۔ اگر رانما پر بھی ان کا عمل کامیاب ہو گیا تو ان کی تعداد چھ ہو جائے گی۔"

سپر ماسٹر نے کہا "رانما پر ان کا عمل کامیاب نہیں ہونا چاہئے۔"

لبوڈا نے کہا "ہمارے ہاں میرے علاوہ صرف دو خیال خوانی کرنے والے رہ گئے ہیں۔ ایک پاسکو روٹ ہے دوسرا فریزر ہے۔ میں ان دونوں کو ابھی رانما کے دماغ میں پہنچا رہا ہوں۔ وہ بھی باری باری وہاں آتے جاتے رہیں گے۔ جب بھی یہودی رانما پر عمل کریں گے، ہمارے آدمی اس عمل کو ناکام بنائیں گے۔"

اس نے یہی کیا۔ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے پاسکو روٹ اور فریزر کو رانما کے دماغ میں پہنچا کر تاکید کی "تم دونوں باری باری اس کے دماغ میں رہنے کے لئے وقت مقرر کر لو۔ میں ناکامی برداشت نہیں کروں گا۔ رانما پر دشمنوں کا عمل کامیاب نہیں ہونا چاہئے۔"

جان لبوڈا دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ ابھی رانما ذہنی انتشار میں مبتلا تھی۔ اس کے دماغ سے جان کارلو (علی) کے متعلق کچھ معلوم نہیں کر سکتا تھا۔ ویسے بھی بعد میں معلوم کیا جاتا تو رانما کے چور خیالات ایڈی فشر کو جان کارلو بتاتے لیکن جان کارلو کو علی تیمور نہیں کہہ سکتے تھے۔ کیوں کہ رانما خود علی کی حقیقت نہیں جانتی تھی۔

اور اگر علی تیمور کے چور خیالات پڑھے جاتے یا اس پر تنویمی عمل کیا جاتا اور اس کی پچھلی زندگی کو کریدا جاتا تو وہ اپنی پچھلی زندگی میں جان کارلو ظاہر ہوتا۔ ہو سکتا ہے کہ عمل کرنے والے جان کارلو تک ہی علی کا محاسبہ کر کے رہ جاتے اور یہ سمجھ نہ پاتے کہ ایک پردے کے پیچھے دوسرا پردہ ہے تو دوسرے پردے کے پیچھے کوئی تیسرا پردہ ہوگا جہاں سے علی ظاہر ہوگا۔

پتا نہیں قدرت کو کیا منظور تھا کہ ہم علی تیمور تک نہیں پہنچ پا رہے تھے اور وہ جان لبوڈا رانما تک پہنچ گیا تھا اور دوسری صبح جان کارلو (علی) تک بھی پہنچ سکتا تھا۔ ویسے علی کی حقیقت جان لینا تقریباً ناممکن ہو چکا تھا کیوں کہ ایک طرف جے مورگن اور الپا باری باری رانما کے دماغ میں رہنے کا فیصلہ کر چکے تھے اور یہی فیصلہ پاسکو روٹ اور فریزر کا تھا۔ نتیجہ ظاہر تھا کہ وہ سب ایک دوسرے کے تنویمی عمل کو ناکام بناتے رہتے اور علی تیمور اپنی جگہ محفوظ رہتا۔

○☆○

علی تیمور یہ سمجھ نہیں پایا تھا کہ رانما کافی پینے کے بعد کمزوری میں کیسے مبتلا ہو گئی تھی۔ اس نے اسے بیڈ روم میں پہنچا دیا تھا۔ پھر اس کے ساتھ رہنا چاہتا تھا لیکن وہ تنہائی چاہتی تھی۔ کسی ڈاکٹر کو بھی بلانا نہیں چاہتی تھی۔ اس لئے وہ اسے بیڈ روم میں چھوڑ کر دوسرے بیڈ روم میں آگیا تھا۔

وہ بے خبر تھا۔ اس کی لاعلمی میں خیال خوانی کرنے والے رانما کے ساتھ کیا سلوک کر رہے تھے، وہ نہیں جانتا تھا لیکن یہ جانتا تھا کہ اس کی وائف رانما ایک پُراسرار عورت ہے۔ وہ اسے سحر زدہ کر کے رکھتی ہے۔ اس نے تنویمی عمل کے ذریعے اس کی پچھلی زندگی بھلا دی ہے اور دعوے سے کہتی ہے "تمہاری پچھلی زندگی کے بارے میں جاننے والا اتنی بڑی دنیا میں کوئی نہیں ہے، صرف میں ہوں۔"

علی نے دل میں کہا "یہ عورت خدائی دعویٰ کر رہی ہے کہ میرے متعلق کوئی کچھ نہیں جانتا ہے جب کہ خدا سب کچھ جانتا ہے۔"

اس نے یہ سوچنے کے لئے آنکھیں بند کیں اور سانس روک لی کہ خدا مجھے جانتا ہے اور جب وہ جانتا ہے تو مجھے میری پہچان ضرور بتائے گا۔ آج نہیں، کل بتائے گا۔ اس کے بتانے کے انداز نرالے ہیں اور جب وہ عالم الغیب آگہی دیتا ہے تو دنیا حیران رہ جاتی ہے۔ یہ سمجھ نہیں پاتی کہ ایک پاگل ہوش مند کیسے ہو گیا اور ایک سحر زدہ شخص طلسمات کی تاریکیوں سے کیسے نکل آیا۔

یہ قدرتی سچائی رانما کی سمجھ میں بھی نہیں آئی۔ جب اس نے علی کے دماغ میں جانے کی کوشش کی تو سوچ کی لہریں واپس آگئیں۔ یہ حیرانی کی بات تھی۔ وہ یہی جانتی تھی کہ ایڈی فشر یوگا کا ماہر نہیں ہے اور جب نہیں ہے تو اس نے سانس کیسے روک لی ہے؟

یہ خود علی تیمور نہیں جانتا تھا۔ اس نے خدا سے لو لگانے کے لئے سانس روک لی تھی۔ وہ ایڈی فشر نہیں، وہ جان کارلو نہیں ہے۔ اس کی بنیاد علی ہے۔ اسے بابا صاحب کے ادارے سے روحانیت کا درس حاصل ہوتا رہا تھا۔ وہ روحانیت اس کی رگوں میں لہو کی طرح دوڑ رہی ہے۔ یہ عالم الغیب کی طرف سے ملنے والی آگہی پہلے مرحلے میں خود علی تیمور سمجھ نہیں پایا تھا۔

یہ آگہی اس وقت حاصل ہوئی جب وہ رانما کے ساتھ جنوبی امریکا کے شہر چلی میں تھا۔ اس آگہی کا یہ اثر ہوا کہ اسے سانس روک کر اللہ سے لو لگانے میں روحانی سکون ملا اور کچھ ایسا لگا جیسے رانما کے سحر سے وقتی طور پر نجات مل گئی ہے۔

وہ بہت پہلے سے رانما پر شبہ کرتا آرہا تھا۔ اپنی اور اس کی حقیقت معلوم کرنا چاہتا تھا۔ جب اسے سانس روکنے اور خدا پر بھرپور۔۔۔۔ اعتماد کرنے سے وقتی طور پر نجات پانے کا احساس ہوا تو وہ ہر رات تنہائی میں یوگا کا عمل کرنے لگا اور عبادت کے طور پر دل ہی دل میں کہنے لگا "یا خدا! مجھے علم دے، سچائی کی پہچان دے۔ میرے معبود! جب تو میرے اندر رہتا ہے تو مجھے میرے اندر سے باہر نکال۔ میں خود کو دیکھنا اور پہچاننا چاہتا ہوں۔"

یہ علی تیمور کا معمول بن گیا تھا۔ وہ ہر رات تنہائی میں خدا کو پکارتا تھا۔ اس رات جب رانما کے کمزور دماغ میں جے مورگن، الپا، دانیال، پاسکو روٹ، فریزر اور جان لبوڈا آتے جاتے رہے تھے تو وہ اپنے بیڈ روم میں آنکھیں بند کئے سانس روکے جیسے عبادت میں مصروف تھا۔

ایسے ہی وقت اسے یہ خیال آیا "رانما کمزوری محسوس کر رہی ہے۔ وہ اتنی کمزور ہے کہ خود بستر تک چل کر نہ جا سکی۔ میں نے اسے بستر پر پہنچایا۔ ایسی حالت میں وہ خیال خوانی نہیں کر سکے گی۔ میری نگرانی نہیں کر سکے گی۔ مجھے اس موقع سے فائدہ اٹھا کر اپنی بہتری کے لئے کچھ کرنا چاہئے۔"

ذہانت کہتی تھی "بہتری اسی میں ہے کہ ایسی عورت سے دور ہو جائے جو اسے اپنے زیر اثر رکھتی ہے۔"

یہ اندیشہ تھا کہ وہ دماغی توانائی حاصل کرنے کے بعد پھر اس کے دماغ میں آئے گی اور اسے اپنے پاس آنے پر مجبور کر دے گی۔

علی نے سوچا "خدا جانتا ہے کہ اسے دماغی توانائی کب حاصل ہوگی۔ جب تک حالات میرے موافق رہیں، مجھے اس سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کرنا چاہئے۔ جہاد کرنے سے ہی نجات کے راستے ملتے ہیں۔ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھنے والے آخر کار بیٹھے ہی رہ جاتے ہیں۔"

وہ سانس روکے سوچ رہا تھا۔ پھر اس نے آہستہ آہستہ سانس لی، دماغ روشن ہو رہا تھا اور اندر حوصلے مچل رہے تھے۔ وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ اسرائیل آنے کے بعد یہ دیکھتا آرہا تھا کہ یہاں کے فوجی افسران رانما کو بہت اہمیت دے رہے ہیں۔ وہ لوگ اسے علی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کے ساتھ ایک بنگلے میں لے گئے تھے پھر اس بنگلے کے چور راستے سے دوسرے شہر کی رہائش گاہ میں لے آئے تھے۔

اب وہ رانما کے ساتھ جس رہائش گاہ میں تھا' وہاں فوجی پہریدار یا دوسرے سیکیورٹی گارڈز نہیں تھے۔ اندر صرف دو مسلح سپاہی اور ایک افسر تھا۔ افسر نے رانما سے کہا تھا "ہم یہاں بنگلے کے چاروں طرف مسلح پہریدار رکھیں گے تو دشمن جاسوسوں کو پتا چل جائے گا کہ تمہیں یہاں چھپا کر رکھا گیا ہے۔ اس لئے بنگلے کے احاطے میں صرف تین خونخوار کتے رہیں گے۔ رات کو یہاں کوئی قدم نہیں رکھ سکے گا۔"

علی نے اپنے بیڈ روم کا دروازہ کھولا۔ دروازے پر مسلح سپاہی کھڑا ہوا تھا۔ اس نے پوچھا "کیا چاہتے ہو؟"

علی نے کہا "میرے کمرے کے ٹی وی میں کچھ گڑبڑ ہے' پلیز اسے چیک کرو۔"

سپاہی کمرے میں آیا تو علی نے اسے دبوچ لیا۔ ایک گھونسا اس کے سر پر مارا اس کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ گئے۔ وہ فرش پر گر کر بے ہوش ہو گیا۔ علی تیمور نے حیرانی سے اپنے گھونسے کو دیکھا۔ اسے یاد نہیں تھا کہ دانشوروکی نے اسے فولاد بنا دیا ہے۔

وہ اپنے بیڈ روم سے باہر آیا۔ ذرا فاصلے پر رانما کے بیڈ روم کے دروازے پر دوسرا مسلح سپاہی تھا۔ اس نے علی کو گن پوائنٹ پر رکھ کر پوچھا "رک جاؤ۔ تمہارے دروازے کا سپاہی کمرے کے اندر کیوں گیا تھا؟ وہ وہاں کیا کر رہا ہے؟"

"میرے ٹی وی میں کچھ خرابی ہو گئی ہے۔ وہ ٹھیک کر رہا ہے۔ ایک چھوٹا پیچ کس مانگ رہا ہے۔ کیا تمہارے پاس ہے؟"

وہ بولتے ہوئے قریب آ گیا تھا۔ اس نے اچانک گن پر ایک ٹھوکر ماری۔ پھر گھوم کر دوسری کک منہ پر جما دی۔ وہ پیچھے دیوار سے ٹکرایا۔ علی نے ایک ہاتھ سے گردن دبوچ لی' وہ تھوڑی دیر تک آزادی کے لئے جدوجہد کرتا رہا۔ پھر ٹھنڈا پڑ گیا۔ علی نے اسے فرش پر چھوڑ دیا۔ اس کی گن اٹھالی۔ وہاں سے دبے قدموں چلتا ہوا ڈرائنگ روم میں آیا۔ وہاں افسر بیٹھا شراب پی رہا تھا۔ اس نے سر گھما کر پوچھا "کون ہے؟"

پھر علی تیمور کے ہاتھ میں گن دیکھ کر چونک گیا۔ نشے میں تھا مگر موت کو سمجھ سکتا تھا۔ اس کا اپنا ریوالور سینٹر ٹیبل پر شراب کی بوتل کے پاس رکھا ہوا تھا۔ اسے اٹھانے کی مہلت نہیں مل سکتی تھی۔ اس نے کہا "مسٹر فشر! یہ کیا حماقت کر رہے ہو؟ ہمیں نقصان پہنچا کر بنگلے سے باہر جا سکو گے لیکن اس شہر اور اس ملک سے باہر کیسے نکلو گے۔ اسرائیلی انٹیلی جنس اور پولیس بہت ہوشیار ہے۔ عقل سے کام لو اور اپنے کمرے میں جا کر آرام کرو۔"

وہ سینٹر ٹیبل کے پاس آیا۔ گن پھینک کر اس نے ریوالور اٹھا لیا۔ پھر شراب کی بوتل افسر کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا "اسے چند سیکنڈ میں پی جاؤ اور خالی کر دو۔ انکار کرو گے تو گولی مار دوں گا۔"

افسر نے بوتل لی پھر ریوالور کو دیکھا۔ کچھ کہنا چاہتا تھا' علی نے ریوالور کی نال اس کی کنپٹی سے لگا دی۔ وہ بوتل کھول کر اپنے منہ سے لگا کر غٹاغٹ پینے لگا۔ پھر سانس لینے کے لئے رکا تو علی نے ٹریگر پر انگلی کا ہلکا سا دباؤ ڈالا۔ وہ سہم کر پھر پینے لگا۔ ایک منٹ کے اندر ہی علی نے اس سے بوتل خالی کرا دی۔ خالص وہسکی نے اس کے اندر آگ بھر دی تھی۔ وہ چکرا کر صوفے پر گرا پھر وہاں سے لڑھکتا ہوا فرش پر آکر چاروں شانے چت ہو گیا۔

اس نے تین پہریداروں کو بے کار کر دیا تھا۔ اب تین کتے رہ گئے تھے۔ وہ تیزی سے چلتا ہوا بیڈ روم میں آیا۔ وہاں سے ایک تکیہ اٹھایا پھر برآمدے میں آکر دیکھا۔ دو خونخوار کتے ٹہل رہے تھے۔ اسے دیکھ کر غرانے لگے۔ اس نے ریوالور کو تکیے سے لپیٹ کر فائر کیا۔ ایک فائر پھر دوسرا فائر' دونوں کتے جو اس پر لپکنے کو آ رہے تھے۔ لان کی گھاس پر گر کر کچھ دیر تڑپتے رہے پھر ہمیشہ کے لئے ساکت ہو گئے۔

تکیے نے سائیلنسر کا کام کیا تھا۔ فائرنگ کی آواز برائے نام ابھری تھی۔ اس نے بنگلے کے اندر آکر مختلف کوریڈور اور کمروں سے گزر کر پچھلے حصے کا دروازہ کھولا۔ بنگلے کے پچھلے احاطے میں ایک کتا بھونک رہا تھا۔ تیسری گولی نے اس کی آواز بھی ہمیشہ کے لئے ختم کر دی۔

اب راستہ صاف تھا۔ کوئی اسے روکنے والا نہیں تھا۔ وہ اس رہائش گاہ سے نکل کر کہیں بھی جا سکتا تھا لیکن کوئی بات کھٹک رہی تھی۔ وہ سوچتا ہوا اپنے بیڈ روم میں واپس آیا۔ پھر کھٹکنے والی بات سمجھ میں آگئی۔ وہ باتھ روم میں آیا' وہاں اس کے اتارے ہوئے کپڑے ایک طرف رکھے تھے ..... یہودی جاسوس کتوں کو وہ کپڑے سونگھا کر وہاں پہنچ جاتے جہاں بھی وہ چھپا ہوتا۔ وہ تمام کپڑے لے کر کچن میں آیا پھر گیس کے چولھے میں ان سب کو جلا کر راکھ کر دیا۔

وہ بظاہر ایک سیدھا سادا سا سحر زدہ رہنے والا ایڈی فشر تھا لیکن لاشعور میں جو ذہانت اور غیر معمولی صلاحیتیں چھپی ہوئی تھیں وہ بے اختیار اس کے عمل کے دوران ظاہر ہوتی تھیں اور ایسا اس لئے تھا کہ لیلیٰ نے اس کی شخصیت تبدیل کرتے وقت اس کی تمام خوبیوں اور صلاحیتوں کو بحال رکھا تھا۔ اس نے رہائش گاہ کو چھوڑنے سے پہلے ریوالور کو ایک طرف پھینک دیا۔ یہ بھی اس کی خاندانی عادت کا ایک حصہ تھا۔ میں' سونیا' پارس' اور علی تیمور بھی اپنے پاس ہتھیار نہیں رکھتے تھے۔ ضرورت کے وقت دشمنوں کے ہی ہتھیار استعمال کرتے تھے پھر انہیں پھینک دیتے تھے۔

اس وقت رات کے دس بجے تھے۔ یہودی خیال خوانی کرنے والے جے مورگن اور الپا زیادہ اہمیت رانما کو دے رہے تھے۔ گولڈن برینز نے کہا تھا "رانما کے چور خیالات پڑھنے سے ایڈی فشر کے متعلق بھی بہت کچھ معلوم ہو جائے گا۔"

پھر یہ یقین تھا کہ ایک افسر اور دو سپاہی مسلح ہیں اور احاطے میں تین خونخوار کتے ہیں۔ نہ کوئی بنگلے کے اندر جا سکتا تھا نہ وہاں سے باہر نکل سکتا تھا اور وہ یہ بھی جانتے تھے کہ ایڈی فشر کو رانما نے اپنے زیر اثر رکھا ہے۔ وہ تنویمی عمل کی سلاخیں توڑ کر رانما کو چھوڑ کر نہیں جائے گا۔

اس نے سوچ لیا تھا کہ پناہ لینے کے لئے بیت المقدس جائے گا۔ وہ مقام یہودیوں' عیسائیوں اور مسلمانوں کے لئے یکساں مقدس تھا۔ وہاں پہنچ کر وہ خدا سے پوچھنا چاہتا تھا "میں کون ہوں؟ یہودی؟ عیسائی؟ یا مسلمان؟"

وہ رہائشی علاقے کی گلیوں سے نکل کر ایک شاہراہ پر پہنچ گیا۔ بے شمار گاڑیاں آتی جاتی دکھائی دے رہی تھیں۔ ریستوران اور تفریح گاہوں میں اچھی خاصی رونق تھی۔ دکانوں کے سائن بورڈز سے پتا چلا کہ وہ شہر نے تانیا ہے۔ یہ شہر تل ابیب اور حیفہ کے درمیان مغربی ساحل پر تھا۔

اب نے تانیا سے بیت المقدس جانے کا مسئلہ تھا۔ پتا نہیں ٹرین کس وقت وہاں سے روانہ ہوتی تھی۔ بس اور ٹیکسی کے ذریعے بھی وہ جا سکتا تھا لیکن بس یا ٹیکسی کا اڈا کہاں ہے یہ معلوم نہیں تھا۔ وہ سوچتا ہوا ایک بار کے سامنے آیا۔ وہاں بڑے امیر کبیر لوگ ہوش میں اندر جا رہے تھے اور مدہوش ہو کر باہر آ رہے تھے۔ انہیں دیکھ کر یہ تدبیر سوجھی کہ کسی مدہوش سے دوستی کر کے یا اسے الو بنا کر اس کی گاڑی استعمال کی جا سکتی ہے۔ اس گاڑی میں وہ یروشلم تک کا سفر کر سکتا ہے۔

وہ بار کے اندر آیا۔ وہاں یاد آیا کہ اس کے پاس ایک ڈالر' ایک پونڈ یا ایک بھی اسرائیلی شکال نہیں ہے۔ وہ خالی جیب چلا آیا ہے۔ جب سے وہ رانما کے ساتھ رہتا چلا آرہا تھا اسے کبھی رقم کی ضرورت نہیں پڑی تھی۔ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے کسی بھی ملک کی کرنسی حاصل کر لیتی تھی۔ بہت دنوں بعد علی کو پتا چلا کہ آج اسے اپنی حکمتِ عملی کے ذریعے رقم حاصل کرنی ہو گی۔

وہ دور تک نظریں دوڑانے لگا۔ کچھ لوگ کاؤنٹر کے ساتھ لگے بیٹھے تھے اور پی رہے تھے۔ ہال میں میزوں کے اطراف پینے والوں اور پلانے والیوں کا میلہ سا لگا تھا۔ صرف ایک شخص میز پر تنہا نظر آیا۔ اس کے پاس کوئی حسینہ ساقی بن کر نہیں جا رہی تھی جب کہ وہ اپنے لباس سے اور انگلیوں میں پہنی ہوئی ہیرے کی انگوٹھیوں سے مالدار اسامی لگ رہا تھا۔

علی تیمور آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کے سامنے آیا' پھر بولا "کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں؟"

وہ کسی حد تک نشے میں تھا۔ اس نے نشے میں ڈوبی ہوئی آنکھوں سے اسے دیکھا پھر کہا "یہ بار اور یہ میز میرے باپ کی جاگیر نہیں ہے۔ یہاں کوئی بھی گاہک بیٹھ سکتا ہے۔"

علی تیمور بیٹھ گیا۔ اس شخص نے کہا "اب تم پوچھو گے' کیا اس بوتل سے تھوڑی سی پی سکتے ہو تو میرا جواب ہو گا' یہ بوتل کسی کے باپ کی نہیں ہے۔ اسے میں نے خریدا ہے۔"

"میں شراب نہیں پیتا ہوں۔"

"ہاں؟" اس شخص نے علی تیمور کو حیرانی سے دیکھا پھر ہنستے ہوئے پوچھا "پیتے نہیں ہو تو یہاں کیا سونگھنے آئے ہو؟"

"میں باہر فٹ پاتھ پر کھڑا اس شیشے سے جھانک کر بار کا تماشا دیکھ رہا تھا۔ میں پینے والوں پر ایک کہانی لکھنا چاہتا ہوں۔ یہاں ہر میز پر پینے والوں کے ساتھ پلانے والی حسینائیں ہیں لیکن تمہارے ساتھ کوئی نہیں ہے۔ یہ حیرانی کی بات ہے اور میں حیرانی دور کرنے آیا ہوں۔"

وہ دو گھونٹ پی کر بولا "میں کیا جواب دوں؟ تم پیتے نہیں ہو اور میرا جواب نشے کی حالت میں سمجھ میں آتا ہے۔ بس اتنا سمجھ لو کہ میں کسی حسینہ کو لفٹ نہیں دیتا ہوں۔ میں نے بار کے مالک سے کہہ دیا ہے کہ بار کی کوئی لڑکی میری میز پر نہیں آئے گی۔"

"کیوں نہیں آئے گی؟"

"نشہ بہت اچھا ہوتا ہے اور بہت برا بھی ہوتا ہے۔ اچھا اس لئے ہوتا ہے کہ آدمی فکر اور پریشانی سے نجات حاصل کر لیتا ہے۔ برا اس لئے ہوتا ہے کہ مدہوشی میں اپنی خبر نہیں ہوتی اور کوئی بھی نازک اندام حسینہ لوٹ کر چلی جاتی ہے۔"

"جب تمہارے پاس کوئی آتی نہیں ہے تو کیسے لوٹ کر چلی جاتی ہے؟"

"یہی تم سمجھ نہیں پاؤ گے کیونکہ تم پیتے نہیں ہو۔"

"میں سمجھ لوں گا' تم بولو تو سہی۔"

وہ بولا "آہ! یہ ایک درد بھری داستان ہے۔ تم کہانی لکھنا چاہتے ہو اس لئے تمہیں سنا رہا ہوں۔ میں اپنی بیوی سے بہت محبت کرتا تھا اور اس سے شادی کرنا چاہتا تھا۔"

"تم بیوی سے محبت کرتے تھے اور اس سے شادی کرنا چاہتے تھے۔ بیوی سے کیا بار بار شادی ہوتی ہے؟"

"بھئی سمجھا کرو۔ جب میں شادی کرنا چاہتا تھا تب وہ میری بیوی نہیں تھی۔"

علی تیمور نے سر ہلا کر کہا "اچھا' سمجھ گیا۔"

وہ پھر دو چار گھونٹ پینے کے بعد بولا "اور جب وہ میری بیوی بن گئی تو میں اس سے شادی نہ کر سکا۔"

"یہ شرابی فلسفہ ہے کیا؟ اس کا مطلب کیا ہوا؟"

"بھئی سمجھا کرو۔ شادی کا مطلب ہے خوشی۔ میں اسے بیوی بنانے کے بعد اس کے ساتھ کوئی خوشی نہ منا سکا۔ وہ بلڈ پریشر کی مریضہ تھی۔ دو بار ہارٹ اٹیک ہو چکا تھا۔ جب وہ سہاگ کی سیج پر پہنچی تو خوشی کے مارے دوران خون بڑھ گیا۔ تیسرا ہارٹ اٹیک ہوا اور وہ پھولوں کی سیج پر مر گئی۔"

اتنا کہہ کر وہ رونے لگا۔ علی تیمور نے پریشان ہو کر کہا۔ "کیا کر رہے ہو؟ یہاں تماشا بن جاؤ گے۔"

ایک ویٹر آئس کیوبس کا پیالہ لا کر رکھ رہا تھا۔ اس نے کہا "صاحب! آپ پریشان نہ ہوں۔ یہاں سب جانتے ہیں کہ مسٹر بونر کو چوتھے پیگ سے اپنی بیوی یاد آنے لگتی ہے۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ویٹر چلا گیا۔ علی نے کہا "مسٹر بوزر! مرنے والی کی یاد دل سے نہیں جائے گی لیکن رونے سے وہ واپس نہیں آئے گی۔"

وہ روتے ہوئے بولا "اسی بات کا تو رونا ہے کہ وہ مرنے کے بعد بھی واپس آتی ہے۔"

"کیا؟" علی نے شدید حیرانی سے آنکھیں پھاڑ کر پوچھا "وہ واپس آتی ہے؟"

"ہاں' آتی ہے۔ جاتی ہے' پھر آجاتی ہے۔"

"اس کا مطلب ہے وہ مری نہیں تھی۔ ابھی زندہ ہے۔"

"وہ مرچکی ہے۔ اس کے تابوت کو میری آنکھوں کے سامنے قبر میں اتارا گیا تھا۔ مرنے والی کے ماں باپ اور رشتے دار بھی اس کی موت کی تصدیق کریں گے۔"

اس نے شیشے کے جام کو ہونٹوں سے لگا کر خالی کیا پھر بوتل کھول کر پانچواں پیگ بنانے لگا۔ علی تیمور نے کہا "تم ڈبل پیگ بناتے ہو۔ اس حساب سے یہ تمہارا دسواں پیگ ہے۔ بس کرو' تم نے بہت پی لی ہے۔ تمہیں کچھ تو ہوش میں رہنا چاہئے۔"

"میں ہوش میں ہوں اور تمہیں اپنی سچی دردناک کہانی سنا رہا ہوں۔ میں ثابت کروں گا کہ وہ مرچکی ہے اور یہ بھی ثابت کردوں گا کہ وہ مجھ سے ملتی ہے۔ ابھی تم میرے ساتھ چلو' میں تمہیں اس سے ملواؤں گا۔ پھر تمہیں یقین آئے گا کہ وہ مجھ سے سچی محبت کرتی ہے۔ قبر سے نکل کر میرے پاس چلی آتی ہے۔"

"میں تمہاری وائف سے ضرور ملوں گا۔ اس سے کب ملاؤ گے؟"

میں نے کہا "ابھی ملاؤں گا۔ ذرا صبر کرو۔"

وہ غٹاغٹ پینے لگا۔ ایک ہی سانس میں جام خالی ہوگیا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھا۔ پھر لڑکھڑا گیا۔ میز کا سہارا لے کر جھکتے ہوئے بولا "میں نشے میں نہیں ہوں۔ اگر تم نے زیادہ پی لی ہے تو آؤ مجھے تھام لو۔ میں تمہیں سنبھال کرلے چلوں گا۔"

علی تیمور نے اسے تھام لیا۔ پھر سہارا دے کر بار سے باہر جانے لگا۔ وہ بڑبڑا رہا تھا۔ "دراصل اس سے ملنے کی خوشی برداشت نہیں ہوتی۔ ابھی وہ ملے گی' یہ سوچ کر مجھے نشہ آجاتا ہے۔ ورنہ میں نشے میں نہیں ہوں۔"

وہ دونوں بار سے باہر آئے۔ بوزر نے ایک سفید کار کے پاس آکر کہا "تم پچھلی سیٹ پر بیٹھو۔ میں اگلی سیٹ اپنی وائف کے لئے خالی رکھتا ہوں۔"

"لیکن وہ کہاں ہے؟"

"ذرا صبر کرو۔ اور آرام سے بیٹھو۔"

وہ پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اسے یروشلم تک جانے کے لئے ایک گاڑی کی ضرورت تھی اور وہ گاڑی اسے ملنے والی تھی۔ اس گاڑی کو عجلت میں حاصل کرنا مناسب نہیں تھا۔ پتا نہیں وہ مرنے والی کب اور کہاں اگلی سیٹ پر آکر بیٹھ جاتی۔

بوزر نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی پھر کار کو اسٹارٹ کیا۔ علی نے پوچھا "تم اس حالت میں گاڑی چلاؤ گے؟"

وہ کار آگے بڑھاتے ہوئے بولا "میں ہر رات اسی حالت میں ڈرائیو کرتا ہوں۔"

"معلوم ہوتا ہے' تمہاری بیوی قبر سے نہیں آئے گی تم مجھے ڈرائیونگ کے ذریعے قبر میں لے جاؤ گے۔ کیا تمہیں گھر کا راستہ یاد ہے؟"

"یاد ہے۔ میں تل ابیب میں رہتا ہوں اور پینے کے لئے نتانیا شہر آتا ہوں کیونکہ وہ' نتانیا اور تل ابیب کے درمیان کہیں نظر آتی ہے پھر میری کار میں آکر بیٹھ جاتی ہے۔"

علی تیمور نے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھام کر کہا "ایسا لگتا ہے جیسے مجھے نشہ ہوگیا ہے۔ میرا سر چکرا رہا ہے۔"

بوزر نے کہا "تمہیں زیادہ نہیں پینا چاہئے تھا۔ بہر حال میں تمہیں سنبھال کرلے جاؤں گا۔ تم کہاں رہتے ہو؟"

"میرا کوئی گھر نہیں ہے۔"

بوزر نے ہنستے ہوئے کہا "بہت چڑھ گئی ہے' اپنا گھر بھی بھول گئے ہو۔"

وہ اچانک سنجیدہ ہوگیا۔ کار کی رفتار سست کرتے ہوئے بولا "دیکھو وہ آگئی ہے۔ سامنے دیکھو۔"

کار کی ہیڈ لائٹس کی روشنی میں دور سڑک پر وہ کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے سفید میکسی پہنی ہوئی تھی اور وہ سفید میکسی یوں لگ رہی تھی جیسے وہ کفن سمیت قبر سے اٹھ کر آئی ہو۔

بوزر نے قریب پہنچ کر گاڑی روک دی۔ پھر اگلی سیٹ کا دروازہ کھول دیا۔ وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی آئی۔ پھر کار میں آکر بیٹھتے بیٹھتے رک گئی۔ علی تیمور کو پچھلی سیٹ پر دیکھ کر بولی "یہ کون ہے؟"

بوزر نے کہا "ایک بے چارہ ہے' اتنی پی لی ہے کہ اپنا گھر بھول گیا ہے۔ ڈارلنگ! کیا تمہیں اعتراض ہے؟"

وہ بولی "بے شک! اعتراض ہونا چاہئے۔ میاں بیوی کے درمیان کسی تیسرے کا کیا کام؟"

"میری جان! ہم اسے پچھلی سیٹ پر چھوڑ دیں گے۔ یہ تمام رات یہاں سوتا رہے گا اور ہم اپنے بیڈ روم میں رہیں گے۔"

"ذرا لائٹ آن کرو' میں اسے دیکھنا چاہتی ہوں۔"

بوزر نے کار کی اندرونی لائٹ آن کی۔ روشنی ہوتے ہی وہ آنے والی علی تیمور کو دیکھ کر چونک گئی۔ علی مدہوش بنا ہوا تھا' وہ ادھ کھلی آنکھوں سے ایسے دیکھ رہا تھا جیسے نشے کی زیادتی سے پوری طرح آنکھیں نہیں کھول پا رہا ہو۔

وہ اگلی سیٹ پر بیٹھتی ہوئی بولی "کیا تمہارا ساتھی مجھ سے باتیں کرسکتا ہے۔"

بوزر نے کار آگے بڑھاتے ہوئے کہا "کمال ہے' اتنی دیر تک ہم پیتے رہے مگر میں نے اس کا نام نہیں پوچھا۔ کیوں مسٹر! تمہارا نام کیا ہے؟"

علی تیمور جیسے نشے میں بڑبڑانے لگا "نام صرف گاڈ کا ہوتا ہے۔ ہمارا تمہارا نام ہوتا ہے مگر مٹ جاتا ہے۔"

"تم جھوٹ بولتے ہو' میری رومیلا کا نام نہیں مٹ سکتا۔ دیکھو یہ اپنے نام کے ساتھ قبر سے اٹھ کر میری محبت میں آئی ہے۔"

علی نے کہا "آہ! آج آنکھوں سے دیکھ کر یقین ہوگیا کہ بیویاں مرنے کے بعد بھی پیچھا نہیں چھوڑتی ہیں۔"

وہ بولی "بکواس مت کرو۔ میں اپنے بوزر کو پرائی عورتوں سے بچاتی ہوں۔ یہ بار میں پیتے وقت اسی لئے کسی حسینہ کو لفٹ نہیں دیتا کہ پینے کے بعد میں اس کے پاس آتی ہوں۔"

بوزر نے کہا "ڈارلنگ! تم ہر رات آتی ہو۔ مجھے بیڈ روم میں لے جاکر سلاتی ہو لیکن خود میرے ساتھ نہیں سوتی ہو۔ صبح اٹھ کر دیکھتا ہوں تو غائب ہوجاتی ہو۔ آخر مجھے شادی والی خوشی کب ملے گی؟ میری زندگی میں کب سہاگ رات آئے گی؟"

وہ رونے لگا۔ رومیلا نے کہا "تم جذباتی ہو رہے ہو۔ گاڑی روکو۔ ورنہ اسے کہیں ٹکرا دو گے۔"

"میں اسے ٹکرا کر مرجاؤں گا' تمہاری قبر کا پڑوسی بن جاؤں گا۔"

"میں کہتی ہوں آنسو پونچھو۔ ورنہ غائب ہوجاؤں گی۔"

وہ آنسو پونچھنے لگا۔ علی سوچ رہا تھا۔ آخر یہ دونوں کیا چیز ہیں؟ جب بوزر کے دماغ پر شراب چڑھ جاتی ہے تب یہ حسینہ بیوی بن کر آتی ہے' یہ فراڈ ہے' اسے دھوکا دیتی ہے۔ ظاہر ہے ایک امیر کبیر شخص کو لوٹنے کے لئے دھوکا دیتی رہتی ہے۔

نشے میں انسان کی عجیب حالت ہوتی ہے۔ وہ مدہوش ہوجاتا ہے۔ کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں رہتا لیکن کار ڈرائیو کرتے وقت وہ غیر شعوری طور پر محتاط رہتا ہے۔ شاید اس لئے کہ وہ اندر ہی اندر موت سے ڈرتا ہے۔ کوئی حادثہ نہیں چاہتا۔ مرنا نہیں چاہتا۔ بوزر نے اگرچہ تیز رفتاری سے کار چلائی مگر سلامتی سے تل ابیب کے بنگلے میں پہنچ گیا۔ پورچ میں کار روک کر بولا "میرے اجنبی دوست! تم اسی کار میں رات گزارو۔ میں اپنی رومیلا کے ساتھ....."

رومیلا نے بات کاٹ کر کہا "نہیں بوزر! یہ تمہارا مہمان ہے۔ اسے بھی اندر لے چلو۔ یہ دوسرے بیڈ روم میں پڑا رہے گا۔"

بوزر نے کار سے نکل کر لڑکھڑاتے ہوئے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ علی بھی ڈگمگاتا ہوا باہر آیا۔ پھر دونوں ایک دوسرے کو سہارا دیتے ہوئے ڈگمگاتے ہوئے بنگلے کے اندر آئے۔ رومیلا ان کے پیچھے تھی۔ وہ ایک بیڈ روم کے پاس پہنچ کر بولی "مہمان کو اس کمرے میں جانے دو۔"

بوزر' علی کو وہاں چھوڑ کر رومیلا کا سہارا لے کر اپنے بیڈ روم میں جانے لگا۔ علی نے کمرے میں آکر دروازے کو بند کیا۔ پھر وہیں کھڑا رہا۔ اسے یاد آرہا تھا جب رومیلا نے پہلی بار کار کے اندر روشنی میں اسے دیکھا تھا تو ایسے چونک گئی تھی جیسے اسے ایڈی فشر

الیاس سیتاپوری
جاسوسی دو تاریخی کہانیوں کے مصنف
کی دو نئی کتابیں شائع ہو چکی ہیں

آشنا نا آشنا
قیمت ۲۵ روپے
ڈاک خرچ ۱۰ روپے

زخم زخم
قیمت ۲۵ روپے
ڈاک خرچ ۱۰ روپے

ان کے علاوہ مصنف کی دیگر تصانیف بھی ہم سے مل سکتی ہیں
○ راگ کا بدن ۔۔۔۔ ۲۵/= روپے
○ کشمیر کی کلی ۔۔۔۔ ۲۵/= روپے
○ شہزادی کا نیلام ۔۔۔۔ ۲۵/= روپے
○ داستان حور ۔۔۔۔ ۲۵/= روپے
○ بالا خانے کی دلہن ۔۔۔۔ ۲۵/= روپے
ڈاک خرچ فی کتاب ۔۔۔۔ ۱۰/= روپے

ملنے کا پتہ
کتابیات پبلی کیشنز ○ پوسٹ بکس نمبر ۲۳ ' کراچی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کی حیثیت سے پہچانتی ہو۔

یہ بات اسے کھٹک رہی تھی۔ پھر وہ رومیلا کا فراڈ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ بوزر کی بیوی بن کر یہاں کس لئے آئی ہے؟

وہ دروازہ کھول کر باہر آیا۔ پھر دبے قدموں چلتا ہوا دوسرے بیڈ روم کی کھڑکی کے پاس آیا۔ رومیلا شیشے کے جام میں ایک پیگ بناتے ہوئے بوزر سے کہہ رہی تھی۔ "اب اس کے بعد پینے کو نہ مانگنا۔ تم زیادہ پیتے ہو پھر شکایت کرتے ہو کہ میں تمہیں چھوڑ کر چلی جاتی ہوں۔"

اس نے شراب کا جام بوزر کو دیا پھر کہا "تم پیتے رہو۔ میں تمہارے مہمان کو دیکھ کر آتی ہوں۔ شاید اسے کسی چیز کی ضرورت ہو۔"

علی تقریباً دوڑتا ہوا دوسرے بیڈ روم میں آیا۔ باتھ روم میں پہنچ کر اس نے شاور کو کھول دیا۔ پھر باتھ روم کا دروازہ بند کرتے ہوئے کمرے میں آیا۔ وہاں بھی اس نے ایک لمحہ ضائع نہیں کیا۔ دوڑتے ہوئے کمرے سے باہر آگیا۔ کوریڈور میں آکر ایک قریبی زینے کے پیچھے چھپ گیا۔ اس نے بڑی تیزی دکھائی تھی۔ اگر ذرا بھی دیر ہوتی تو اس سے سامنا ہو جاتا۔

زینے کے پیچھے آتے ہی اس نے دیکھا' رومیلا اس کے بیڈ روم کا دروازہ کھول کر جھانک رہی تھی پھر وہ اندر گئی۔ علی اسے بستر پر نظر نہیں آیا۔ وہ باتھ روم کے دروازے کے پاس آکر شاور سے پانی گرنے کی آواز سننے لگی۔ یہ بات سمجھ میں آئی کہ وہ نشہ کم کرنے کے لئے غسل کر رہا ہے۔

رومیلا نے باتھ روم کے دروازے کو باہر سے بند کر دیا۔ پھر کمرے کے باہر آکر اس دروازے کی چٹخنی بھی باہر سے لگا دی۔ اپنی دانست میں اس نے علی کو باتھ روم میں' بیڈ روم میں قید کر دیا اسے یہ یقین ہو گیا کہ قیدی مہمان باہر نہیں نکل سکے گا۔ وہ اطمینان سے چلتی ہوئی بوزر کے پاس آئی۔ وہ آخری پیگ حلق سے اتارنے کے بعد بستر پر چاروں شانے چت ہو گیا تھا۔ نشہ پوری طرح غالب آگیا تھا۔ وہ بڑبڑا رہا تھا۔ اس کی آواز ڈوبتی جا رہی تھی۔ رومیلا نے اس پر ایک نظر ڈالی پھر ٹیلیفون کے پاس آکر ریسیور اٹھایا اور نمبروں کے بٹن دبانے لگی۔

رابطہ قائم ہو گیا تو وہ بولی "ہیلو میں ہوں انجیلا آفیسر آن اسپیشل ڈیوٹی۔ چیف سے بات کراؤ۔"

چند سیکنڈ کے بعد چیف کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو انجیلا؟"

وہ بولی "ہیلو چیف! کیا رائما کے ساتھ آنے والے ایڈی فشر کو آزاد چھوڑ دیا گیا ہے؟"

"ہرگز نہیں۔ تم جانتی ہو رائما اور فشر کو نے تانیا کے ایک بنگلے میں نظربند رکھا گیا ہے۔"

"لیکن وہ میرے بہنوئی بوزر کے بنگلے میں ہے۔"

"کیا کہہ رہی ہو؟ تمہارا بہنوئی تل ابیب میں رہتا ہے اور ایڈی فشر' نے تانیا میں تین مسلح پہرداروں کی نگرانی میں ہے۔ بنگلے کے احاطے میں تین خونخوار کتے ہیں پھر وہ باہر کیسے نکل سکتا ہے؟"

"میں نہیں جانتی' وہ کیسے نکل گیا لیکن میں نے اسے باتھ رو[م] اور بیڈ روم میں قید کر دیا ہے۔ آپ فوراً آکر اسے حراست م[یں] لیں۔"

اس نے تھوڑی دیر تک دوسری طرف کی باتیں سنیں [پھر] ریسیور رکھ کر پلٹ گئی۔ اس کے ساتھ ہی اس کی چیخ نکل گئی [۔] دروازے پر علی تیمور کھڑا ہوا تھا۔ وہ پریشان ہو کر بولی "تم باہر کیسے آگئے؟"

وہ اس کی طرف بڑھتے ہوئے بولا "میں ایک بھٹکتی ہوئی رو[ح] کی طرح ہوں۔ جب تک اپنی اصلیت کو نہیں پاؤں گا' کوئی مجھے [قید] نہیں کر سکے گا۔"

پھر وہ قریب آکر بولا "یہ بوزر تمہارا بہنوئی ہے۔ پھر تم ا[سے] دھوکا کیوں دے رہی ہو؟"

"میرا بہنوئی ایک بچے کی طرح معصوم ہے۔ ہم نہیں چاہتے [کہ] یہ حسین عورتوں کے فریب میں آئے۔ میں اپنی بہن سے بڑ[ی حد] تک مشابہ ہوں۔ یہ نشے میں مجھے اپنی بیوی رومیلا سمجھتا ہے ا[گر] ہوش میں رہے تو مجھ سے متاثر نہیں ہوتا۔ میں چاہتی ہوں' یہ [کسی] سے شادی کر لے لیکن میری بہن مرنے کے بعد بھی اس کے حوا[س] پر چھائی ہوئی ہے۔ یہ ہوشمندی میں کسی سے شادی نہیں کر[ے] گا۔ البتہ نشے میں بہکتا ہے۔ اس لئے میں رومیلا بن کر اسے [برائیوں] سے بچاتی ہوں۔"

"تم اپنے بہنوئی کی بہتری چاہتی ہو۔ تم دل کی اچھی ہو' [پھر] میرے لئے بری کیوں ہو؟ کیوں مجھے گرفتار کرانا چاہتی ہو؟"

"میں ایسا نہیں کروں گی تب بھی تم اس ملک میں کہیں چھ[پ] کر نہیں رہ سکو گے۔ یہاں کی پولیس' انٹیلی جنس اور فوج سے [کوئی] نہیں بچ سکتا۔"

"لیکن میرا جرم کیا ہے؟"

"جرم تو میں نہیں جانتی' اتنا جانتی ہوں کہ ایک ٹیلی پیت[ھی] جاننے والی کے ساتھ آئے ہو۔ اس لئے ہم نہیں چاہیں گے کہ کسی دشمن خیال خوانی کرنے والے کے ہاتھ لگ جاؤ اور وہ د[شمن] تمہارے ذریعے رائما تک پہنچ جائے۔"

"میں رائما کے ساتھ نہیں رہوں گا۔ جب تک بھاگ سکتا ہوں اور جہاں تک بھاگ سکتا ہوں' اس سے دور بھاگتا رہوں گا۔"

"بس اتنی سی بات ہے؟ رائما کے ساتھ رہنا نہیں چاہتے؟ پہلے بتایا ہوتا۔ ہم تمہاری رہائش کا الگ انتظام کر سکتے ہیں۔"

"سوری' میں آسمان سے گر کر کھجور میں اٹکنا نہیں چاہتا۔"

وہ جانے کے لئے پلٹ گیا۔ انجیلا نے بڑی پھرتی سے الما[ری] کی ایک دراز کو کھولا۔ اس میں سے ایک ریوالور نکالنے کے لئے ہاتھ ڈالا۔ علی نے پلٹ کر دراز کو ایک لات ماری۔ وہ چیخ پڑی [۔] دراز کے بند ہونے سے اس کا ہاتھ اندر پھنس گیا تھا۔ علی نے دراز سے پاؤں نہیں ہٹایا تھا۔۔۔۔ وہ تکلیف کی شدت سے بلبلا رہی تھی۔ دوسرے ہاتھ سے اسے کبھی کھولنے کی کوشش کر رہی تھی کبھی علی کے پاؤں پر کراٹے کے ہاتھ مار رہی تھی۔ اسے ایسے لگ رہا تھا جیسے فولاد پر ہاتھ مار رہی ہو۔

جب وہ نڈھال ہو کر گرنے لگی تو علی نے دراز پر سے پاؤں ہٹا لیا۔ اس میں سے ریوالور نکال کر چیمبر کو خالی کیا۔ تمام گولیاں دور پھینک کر اسے ریوالور دیتے ہوئے بولا "جاؤ' اپنی پھرتی آزماؤ۔ گولیاں چن کر اسے لوڈ کرو اور مجھے نشانہ بناؤ۔"

وہ اس کے ہاتھ پر ریوالور رکھ کر جانے لگا۔ اس کا ایک ہاتھ دراز کے اندر رہ کر بری طرح زخمی ہو گیا تھا۔ دوسرے ہاتھ سے فولاد پر کراٹے کے ہاتھ مارنے کا نتیجہ بھی برا نکلا تھا۔ وقتی طور پر دونوں ہاتھ بیکار ہو گئے تھے۔

وہ تیزی سے چلتا ہوا باہر آیا۔ باہر پولیس کی دو گاڑیاں نظر آئیں۔ وہ گاڑیاں احاطے کے اندر آرہی تھیں۔ علی تیمور دوڑتا ہوا احاطے کی دیوار کی طرف گیا۔ پولیس افسر نے بلند آواز سے کہا۔ "وہ ایڈی فشر جا رہا ہے۔ اسے روکو۔"

ایک گاڑی ریورس گیئر میں احاطے کے باہر گئی۔ دوسری گاڑی سے سپاہی نکل کر علی کی طرف دوڑنے لگے۔ وہ اچھل کر احاطے کی دیوار پر آیا پھر دوسری طرف کود کر سڑک پر بھاگنے لگا۔

احاطے کے باہر آنے والی پولیس گاڑی گیئر بدل کر آگے بڑھی۔ وہ بھی آگے آگے دوڑتا جا رہا تھا۔ گاڑی کی اگلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے افسر نے میگافون کے ذریعے کہا "ایڈی فشر! یہ تمہاری نادانی ہے۔ گاڑی کی رفتار سے نہیں دوڑ سکو گے۔ خود کو ہمارے حوالے کر دو۔"

لیکن وہ حیرت انگیز تیز رفتاری سے دوڑ رہا تھا۔ افسر کا بھی یہ خیال درست تھا کہ وہ گاڑی سے تیز نہیں بھاگ سکے گا لیکن اس کا ذہن بجلی کی تیزی سے بچاؤ کے راستے نکالتا تھا۔ اس نے دور تک دوڑنے کے بعد اچانک ایک بنگلے کے احاطے میں چھلانگ لگا دی۔ گاڑی رک گئی۔ بھاگنے والا نہیں رکا۔ تیز بھاگنے والی گاڑی سے سپاہی اتر کر اس بنگلے کے احاطے میں جانے لگے۔ بنگلے کا بیرونی دروازہ کھلا ہوا تھا۔ وہ سب دوڑتے ہوئے اندر آئے۔ اندر بیٹھی ہوئی عورتوں نے چیخنا شروع کر دیا۔ ایک بولی "یہ کہاں کا قانون ہے۔ کیا پولیس والے اجازت لے کر نہیں آسکتے؟"

افسر نے کہا "ہمیں افسوس ہے۔ ہم مجبور ہیں۔ ایک مجرم یہاں آیا ہے۔"

"یہاں کوئی نہیں ہے۔"

افسر نے سپاہیوں سے کہا "وہ بنگلے کے پچھلے راستے سے نکل گیا ہوگا۔ کم آن۔ ایک سپاہی جائے اور گاڑی کو پچھلے راستے پر لائے۔"

وہ سب بنگلے سے نکل کر دوسرے راستے کی طرف دوڑنے لگے۔ انجیلا پولیس کی دوسری گاڑی میں بیٹھ کر آئی۔ اسے پتا چلا فشر گاڑی میں آنے والے سپاہیوں کو پیدل بنا چکا ہے۔ وہ بولی "چیف! وہ بہت چالاک ہے۔ ایسے ہاتھ نہیں آئے گا۔ پلیز ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو انفارم کرو۔"

چیف نے کہا "ابھی میں یہی سوچ رہا تھا۔ ہمارا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا' فشر کے اندر جا کر اسے فرار ہونے سے روک سکتا ہے۔"

وہ موبائل ٹیلی فون کا ریسیور اٹھا کر نمبروں کے بٹن دبانے لگا۔

ادھر جے مورگن اور الپا وغیرہ رائما کے معاملے میں مصروف تھے۔ گولڈن برینز نے بھی ایڈی فشر کو رائما کا ایک تابعدار سمجھ کر زیادہ اہمیت نہیں دی تھی۔ ان کی ساری توجہ رائما کو اپنا وفادار بنانے کے لئے تھی۔ پھر دانیال کی غداری ان کا قیمتی وقت ضائع کر رہی تھی۔ جے مورگن آئندہ کسی فریب سے بچنے کے لئے رائما کے دماغ میں پہریدار بن کر بیٹھا ہوا تھا۔ الپا سو رہی تھی' اسے صبح چار بجے رائما کے دماغ میں جا کر جے مورگن کو ڈیوٹی سے فارغ کرنا تھا۔

رات کے ایک بجے ٹیلیفون کی گھنٹی بجنے لگی۔ الپا گہری نیند میں تھی لیکن دماغ کو ہدایت دے چکی تھی کہ کوئی غیر معمولی بات ہو تو آنکھ کھل جائے۔ اس لئے فوراً ہی آنکھیں کھل گئیں۔ اس نے ریسیور کان سے لگایا۔ پھر کہا "ہیلو؟"

دوسری طرف سے آواز آئی "میں انٹیلی جنس کا ڈائریکٹر جنرل بول رہا ہوں۔ مجھے رپورٹ ملی ہے کہ ایڈی فشر رائما کو چھوڑ کر اس بنگلے سے بھاگ گیا ہے۔ میں نے تصدیق کرنے کے لئے اس بنگلے میں فون کیا۔ وہاں گھنٹی بجتی رہی لیکن ہمارے کسی پہریدار نے فون اٹینڈ نہیں کیا۔ شاید فشر نے ایک افسر اور دو سپاہیوں کو قتل کر دیا ہے۔"

الپا نے پوچھا "اور وہ تین کتے؟ کیا فشر نے انہیں بھی ختم کر دیا ہے؟"

"ظاہر ہے ان کتوں کی زندگی میں وہ باہر قدم نہیں رکھ سکتا تھا۔"

"اچھا میں دیکھتی ہوں۔"

وہ ریسیور رکھ کر سوچنے لگی۔ ایڈی فشر کی آواز اور لہجے کو یاد کرتے کرتے خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے اس کے دماغ تک پہنچ کر واپس آگئی۔ ایسا اسی وقت ہوتا ہے جب کوئی سانس روک لیتا ہے۔

الپا بستر سے اٹھ کر آئینے کے پاس آئی پھر اپنے بالوں کو برش کرتے ہوئے سوچنے لگی "ایڈی فشر کا دماغ حساس نہیں ہے۔ جب وہ رائما کے ساتھ یہاں پہنچا تھا تب میں نے ائرپورٹ پر فشر کو آزمایا تھا۔ مجھے اس کے دماغ میں جگہ مل گئی تھی۔ اطمینان ہو گیا تھا کہ اس کے اندر کسی وقت بھی پہنچا جا سکتا ہے۔ پھر یہ اچانک تبدیلی کیسے آگئی؟ وہ یوگا کا ماہر کیسے ہو گیا؟"

پھر الپا نے سوچا "فشر کے دماغ میں کوئی پہنچے یا نہ پہنچے' رائما ضرور پہنچ سکتی ہے کیونکہ فشر اس کا معمول اور تابعدار ہے۔ اگر

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

میں رانما کی سوچ اور لہجہ اختیار کروں تو وہ سانس نہیں روکے گا۔"

وہ رانما کی سوچ اور لہجے کو اختیار کر کے وہاں پہنچی پھر واپس آگئی۔ علی کی سانس رکی ہوئی تھی۔وہ حیران رہ گئی۔ پہلی بات یہی سمجھ میں آئی کہ وہ رانما کے تنویمی عمل سے نجات حاصل کر چکا ہے۔ الپا گولڈن برینز کو رپورٹ دینے کے لئے کمپیوٹر کے پاس آگئی۔

علی کو یہ علم نہیں تھا کہ الپا اس کے دماغ میں دوبار آنے کی کوشش کرتے ہوئے ناکام ہوگئی ہے۔ اس نے الپا کا راستہ روکنے کے لئے سانس نہیں روکی تھی۔ دراصل وہ پولیس والوں سے چھپنے کے لئے ایک جگہ تاریکی میں لیٹا ہوا تھا۔ سپاہی قریب ہی ادھر اُدھر اسے تلاش کر رہے تھے۔ وہ چاہتا تھا سپاہیوں کو اس کے سانس لینے کی آواز بھی سنائی نہ دے اس لئے اس نے سانس روک لی تھی۔

پھر وہ آہستہ آہستہ سانس لینے لگا۔ اس وقت وہ ایک سرونٹ کوارٹر کی چھت پر لیٹا ہوا تھا۔ کوئی بیس قدم کے فاصلے پر ایک بہت بڑی کوٹھی تھی۔ وہ رینگتا ہوا چھت کے کنارے آیا۔ نیچے کوئی سپاہی دور تک نظر نہیں آرہا تھا۔ شاید وہ مایوس ہو کر چلے گئے تھے۔ اس نے ذرا دیر تک انتظار کیا پھر چھت سے اتر کر نیچے آگیا۔

پولیس والے بھی چالاک تھے۔ وہ تاریکی میں چھپے ہوئے تھے۔ انہوں نے اچانک ہی اس پر چھلانگ لگائی لیکن اسے پکڑ نہ سکے۔ وہ مقابلہ کر رہا تھا۔ کسی کو لات گھونسے مار رہا تھا کسی کو دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر پھینک رہا تھا۔

پولیس کار میں بیٹھا ہوا چیف ریسیور کان سے لگائے سن رہا تھا۔ دوسری طرف سے اس کا سینئر افسر کہہ رہا تھا۔ "ابھی رپورٹ ملی ہے کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے فنٹر کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتے۔ یہ حکم دیا گیا ہے کہ فنٹر کو گولی مار کر زخمی کرو تاکہ اس کے دماغ میں جگہ مل سکے۔"

چیف نے ریسیور رکھا اور اپنا ریوالور نکال کر سپاہیوں کی طرف دوڑتے ہوئے بولا "ہٹ جاؤ۔ میں فائر کر رہا ہوں۔ فنٹر کو زخمی کرنا ضروری ہے۔ دور ہٹو۔"

علی نے یہ سنتے ہی کوٹھی کی طرف دوڑ لگائی۔ فائرنگ سے بچنے اور چھپنے کی وہی ایک جگہ تھی۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ ایک گولی سنسناتی ہوئی اس کے قریب سے گزر گئی۔ دوسری بار فائرنگ کی آواز گونجی اس کے ساتھ ہی علی نے فضا میں اچھل کر جیسے غوطہ لگایا پھر ٹی وی لاؤنج کے شیشے کو توڑتا ہوا کوٹھی کے اندر آگرا۔

کوٹھی کے اندر جیسے زلزلہ آگیا۔ وہاں رہنے والے ایک مرد اور ایک عورت کی گرجتی ہوئی آواز سنائی دی "کون ہے؟"

علی قالین پر آکر گرا تھا۔ وہ فوراً ہی اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ اب اسے کوٹھی کے مکینوں سے بھی نمٹنا تھا لیکن جب وہ مین ایک کمرے سے نکل کر اس کے سامنے آئے تو وہ حیرانی سے انہیں دیکھتا رہ گیا۔

اس نے آج تک پہاڑ جیسے انسانی روبوٹ نہیں دیکھے تھے۔ اس نے بابا صاحب کے ادارے میں سوسانہ اور جبرائیل کو دیکھا تھا۔ ان سے دوستی بھی تھی۔ وہ پارس کی طرح سوسانہ کو آپا جان کہتا تھا لیکن ابھی خود کو بھولا ہوا تھا۔ ادھر سوسانہ اور جبرائیل اسے نہیں پہچان سکے تھے کیونکہ علی کی شخصیت اور صورت بدلی ہوئی تھی۔

فی الوقت وہ ایک دوسرے کے لئے اجنبی تھے اور کوئی اجنبی شیشے توڑ کر گھر میں گھس آئے تو وہ دشمن سمجھا جاتا ہے۔ جبرائیل نے اس کی ٹھوڑی کے نیچے حلق کو دبوچ لیا۔ علی نے سانس روک لی۔ جبرائیل کے منہ پر کرائے کا ہاتھ مارا۔ وہ ہاتھ فولادی تھا۔ جبرائیل کو ذرا تکلیف پہنچی۔ اس نے برداشت کرتے ہوئے علی کو اوپر اٹھالیا۔ اس کے پاؤں زمین سے اکھاڑ دیئے۔

ان ہی لمحات میں الپا نے علی کے دماغ میں آنا چاہا مگر پھر ایک بار سوچ کی لہریں واپس آگئیں کیونکہ علی اپنی گردن چھڑانے کے لئے سانس روکے ہوئے تھا۔ وہ چیف کے دماغ میں آکر بولی "تم نے گولیاں ضائع کی ہیں۔ وہ زخمی نہیں ہوا ہے۔ اس نے سانس روکی ہوئی ہے۔"

چیف نے کہا "مادام! بڑی مشکل ہے۔ وہ سوسانہ اور جبرائیل کی کوٹھی میں چلا گیا ہے۔"

الپا نے کہا "اوہ گاڈ! ہماری پوری کوشش یہی تھی کہ رانما اور فنٹر کو ان انسانی روبوٹ سے دور رکھا جائے تاکہ سوسانہ تک نہ پہنچ پائیں۔ ہم رانما کو تانیا لے گئے تھے۔ کہاں تانیا اور کہاں تل ابیب۔ وہ کمبخت فنٹر ایک طویل فاصلہ طے کر کے فرہاد کے آلہ کاروں کے گھر میں گھس گیا ہے۔ اسے کسی بھی طرح وہاں سے نکالو۔"

"یس مادام! میں سپاہیوں کے ساتھ کوٹھی کے اندر جا رہا ہوں۔"

وہ سپاہیوں کے ساتھ کوٹھی کے دروازے کی طرف جانے لگا۔ علی نے جبرائیل کے شکنجے میں اپنے ہاتھ پاؤں ڈھیلے چھوڑ دیئے۔ سانس تو پہلے ہی روکی ہوئی تھی۔ جبرائیل نے سمجھا کہ اس کا دم نکل گیا ہے۔ اس نے علی کو ایک طرف پھینک دیا۔

وہ فرش پر گرتے ہی اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ جبرائیل نے اسے مُردہ سمجھا تھا۔ مُردے نے فضا میں اچھل کر اس کے سینے پر ایک فلائنگ کک ماری۔ وہ پیچھے کی طرف لڑکھڑا کر ٹی وی سے ٹکرایا اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ ٹی وی کے ساتھ فرش پر گر پڑا۔

سوسانہ دلچسپی سے یہ مقابلہ دیکھ رہی تھی۔ وہ حیرانی سے بولی۔ "تعجب ہے۔ میں پہلی بار تمہیں کسی کے مقابلے میں گرتے ہوئے دیکھ رہی ہوں جبرائیل!"

جبرائیل نے کہا "اوہ سوسانہ! تم نے یہ نہیں دیکھا کہ اس جوان نے ماسٹر واتسو روکی کے انداز میں کک ماری ہے۔ ٹریننگ کے دوران جب ماسٹر ہم دونوں پر حملے کرتا تھا تو ہم سنبھل نہیں پاتے تھے۔"

سوسانہ نے علی کو تعریفی نظروں سے دیکھا۔ پھر جبرائیل سے کہا۔ "ایسا ہے تو تم تماشا دیکھو۔ میں اس سے مقابلہ کروں گی۔"

وہ مقابلے کے لئے ڈٹ گئی۔ علی نے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "پلیز مجھے دشمن نہ سمجھو۔ میں ایک دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والی کے شکنجے سے نکلنے کے لئے پناہ لینے آیا ہوں۔ اگر تم دونوں یہودی ہو تو مجھے مجبوراً یہاں سے بھی بھاگنا ہوگا اور اگر یہودی نہیں ہو تو فار گاڈ سیک میری مدد کرو۔ میں بھی تمہارے کسی کام آسکتا ہوں۔"

سوسانہ اور جبرائیل نے ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ پھر وہ بولی "کیا چاہتے ہو؟"

کال بیل کی آواز سنائی دینے لگی۔ علی نے کہا "یہاں کی پولیس مجھے گرفتار کرنے آئی ہے جبکہ میں نے کوئی جرم نہیں کیا ہے۔"

"اگر تم مجرم نہیں ہو تو تمہیں کوئی ہاتھ نہیں لگائے گا۔ آؤ ہمارے ساتھ چلو۔"

علی ان کے ساتھ بیرونی دروازے کی طرف جانے لگا۔ کال بیل کی آواز وقفے وقفے سے آرہی تھی۔ علی نے پوچھا "کیا وہ تمہارے کہنے سے مجھے گرفتار نہیں کریں گے؟"

جبرائیل نے کہا "ہم انہیں سمجھائیں گے۔ وہ باتوں سے نہیں سمجھیں گے تو لاتوں سے ضرور سمجھ لیں گے۔"

اس نے دروازے کے پاس آکر اسے کھولا۔ باہر انٹیلی جنس کا چیف، ایک پولیس افسر اور کئی سپاہی کھڑے ہوئے تھے۔ چیف نے اپنا کارڈ دکھا کر کہا۔

"میں انٹیلی جنس ڈیپارٹمنٹ کا چیف ہوں۔ یہ جوان اڈی فنٹر تمہارے گھر کا شیشہ توڑ کر اندر آیا ہے، ہم اسے گرفتار کرنے آئے ہیں۔"

سوسانہ نے پوچھا "کیا ہمارے گھر کا شیشہ توڑنے اور یہاں گھس آنے کے جرم میں گرفتار کرنا چاہتے ہو؟"

افسر نے کہا "یہ واقعی جرم ہے۔ آپ بھی مانتی ہیں۔"

"مانتی ہوں اور اس جوان کی غلطی کو معاف کرتی ہوں۔ ہماری معافی کے بعد یہ مجرم نہیں رہا۔ لہٰذا اسے گرفتار نہ کرو۔"

افسر نے چیف کو دیکھا پھر کہا "مادام! تم معاف کر سکتی ہو مگر یہ ہمارا بھی مجرم ہے۔ ہمیں امید ہے، تم قانون کے تقاضے پورے کرنے سے ہمیں نہیں روکو گی۔"

جبرائیل نے کہا "اس نے ہمارے گھر میں پناہ لی ہے۔ لہٰذا ہم بھی قانون کے تقاضے پورے کرنے کے لئے اس کا جرم معلوم کریں گے۔"

"مسٹر جبرائیل! تم نے وعدہ کیا تھا کہ ہمارے ملکی معاملات میں مداخلت نہیں کرو گے۔ بیشتر ملکی معاملات راز میں رہتے ہیں۔ یہ جوان ہمارے ایک راز سے تعلق رکھتا ہے۔ تمہیں اپنے وعدے کا پابند رہنا چاہئے۔"

جبرائیل نے علی سے پوچھا "کیا تمہارا تعلق اس ملک سے ہے؟"

اس نے انکار میں سر ہلا کر کہا "میں امریکا سے آیا ہوں اور مجھے یہاں آئے ہوئے چوبیس گھنٹے بھی نہیں ہوئے ہیں۔"

جبرائیل نے افسر سے کہا "جب یہ تمہارے ملک سے تعلق نہیں رکھتا ہے تو تمہارے ملکی معاملات سے کیسے تعلق رکھتا ہے؟"

"یہ غیر ملکی جاسوس ہے۔ ہمارے ملک کو نقصان پہنچانے آیا ہے۔"

"یہ جھوٹ ہے۔ رانما نامی ایک عورت نے مجھے ٹیلی پیتھی اور تنویمی عمل کے ذریعے اپنا تابعدار بنالیا ہے۔ میرے ذہن سے میری پچھلی زندگی بھلا دی ہے۔ جب میں اپنے آپ کو نہیں پہچانتا ہوں تو اس ملک کے خلاف کیا خاک جاسوسی کروں گا۔"

چیف نے کہا "مسٹر جبرائیل! یہ جھوٹ بول رہا ہے۔ ہم اپنے خیال خوانی کرنے والوں کے ذریعے اسے جھوٹا ثابت کر دیں گے۔"

سوسانہ نے کہا "ہمارے خیال خوانی کرنے والے بھی دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دیتے ہیں۔ اس لئے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو زحمت نہ دینا۔ یہ جوان جھوٹا اور فریبی ثابت ہوگا تو ہم خود اسے تمہارے حوالے کر دیں گے۔"

اسی وقت لیلیٰ نے جبرائیل کے اندر آکر گوڈ ورڈز ادا کئے پھر کہا۔

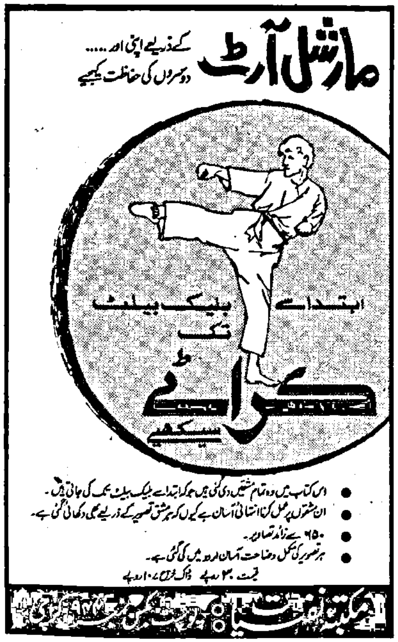

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"میں دوسری جگہ مصروف ہوں۔ صرف خیریت معلوم کرنے آئی ہوں۔"

وہ بولا "ہم خیریت سے ہیں۔ یہ نوجوان تنازعے کا باعث بنا ہوا ہے۔ یہ یہودیوں سے بھاگ کر ہمارے پاس پناہ لینے آیا ہے۔ یہ افسران اسے گرفتار کرکے لے جانا چاہتے ہیں۔"

لیلیٰ نے پوچھا "یہ جوان کہاں سے آیا ہے؟ کیا نام ہے اس کا؟"

"نام ہے ایڈی فشر اور کہتا ہے کسی راہنما نے تنویمی عمل کے ذریعے اس کی یادداشت گم کردی ہے۔"

لیلیٰ نے خوش ہو کر کہا "او خدایا! تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے دیکھو جرائیل! میں جو کہہ رہی ہوں اسے سن کر خوشی کا اظہار نہ کرنا۔ یہ نوجوان ہمارا علی تیمور ہے۔"

جرائیل نے حیرانی سے علی کو دیکھا۔ سوسانہ پولیس افسر سے باتیں کررہی تھی۔ جرائیل نے کہا "ہم زیادہ بحث نہیں کریں گے۔ ہمارا فیصلہ ہے کہ یہ جوان ہمارے پاس رہے گا۔ اگر تم لوگ فوراً واپس نہ گئے تو ایک ایک کی گردن توڑ دوں گا۔"

چیف نے کہا "ہم جارہے ہیں۔ ہمارے بڑے تم سے نمٹ لیں گے۔"

"جانے سے پہلے ایک وارننگ سن لو۔ اس جوان کے دماغ میں تمہارا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہ آئے۔ ہمارے خیال خوانی کرنے والے ہمیں باخبر رکھیں گے' اگر کوئی چھپ کر آئے گا اور اسے نقصان پہنچائے گا تو جواباً تمہارا جو نقصان ہوگا' اس پر تمہارے تمام یہودی اکابرین ماتم کرتے رہ جائیں گے۔ ناؤ گٹ لاسٹ۔"

جرائیل نے دروازہ بند کردیا۔ بند دروازے کے باہر پولیس والوں کے قدموں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ واپس جارہے تھے۔ جرائیل دروازے کے پاس سے پلٹ کر سوسانہ کے پاس آیا۔ پھر بولا "یاد ہے' اس نوجوان نے ماشروانسو روکی کے انداز میں مجھے فلائنگ کک ماری تھی؟"

وہ بولی "یاد ہے مگر تم یاد کیوں دلا رہے ہو؟"

"اس لئے کہ یہ تمہارا دوسرا بھائی علی تیمور ہے۔"

"کیا؟" سوسانہ نے حیرانی سے چیخ کر علی کو دیکھا۔

لیلیٰ' علی کے دماغ میں کہہ رہی تھی۔ "بیٹے! تم صحیح جگہ پہنچ گئے ہو۔ میں جلد ہی تمہاری پچھلی زندگی یاد دلاؤں گی۔"

اس نے پوچھا "تم کون ہو؟"

"میں تمہاری ماں ہوں۔ میرا نام لیلیٰ ہے۔ ابھی اس سے زیادہ نہ پوچھو۔ میں اس بات کا انتظام کرنے جارہی ہوں کہ راہنما اور دوسرے دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے خاموشی سے تمہارے اندر پہنچ کر تمہیں نقصان نہ پہنچائیں۔ میں جلدی آؤں گی۔ یہ سامنے تمہاری بہن سوسانہ ہے۔"

ادھر جرائیل نے سوسانہ کو بتایا کہ علی کی حقیقت مدر لیلیٰ نے بتائی ہے۔ سوسانہ خوشی سے دوڑتی ہوئی آئی اور علی سے لپٹ گئی۔ ایسے وقت روبوٹ بہن کی محبت مہنگی پڑتی تھی۔ وہ خوشی سے ... لگتی تھی مگر گلے لگنے والے کی سانس رکنے لگتی تھی۔

ایسے وقت پارس بھی سوسانہ سے دور بھاگتا تھا لیکن ... انجانے میں پھنس گیا تھا۔ بچاؤ کی ایک ہی صورت تھی' اس ... سانس روک لی..... یہ یوگا کے ماہر جانتے ہیں کہ سانس روکنے سے قوتِ برداشت میں اضافہ ہوتا ہے۔

وہ سانس روک کر بہن کی پہلوانی محبت کو برداشت کررہا تھا۔ دوسری طرف انجانے میں فائدہ بھی پہنچ رہا تھا۔ الپا پھر اس کے دماغ تک آئی تھی اور سانس روکنے کے باعث اس کی سوچ کی لہریں واپس چلی گئی تھیں۔

****

میں نے مغل پورہ میں لال پل کے پاس ایک چھوٹا سا مکان کرائے پر حاصل کیا اور وہاں ایک عام شہری کی حیثیت سے رہنے لگا۔ ایک طویل مدت کے بعد اپنے باپ دادا کا لباس شلوار قمیص پہننے لگا۔ ایک ایسی عوامی طرزِ زندگی اختیار کی کہ دشمن اور دوست نما دشمن بھی مجھے فرہاد علی تیمور کی حیثیت سے پہچان نہیں سکتے تھے۔

یہ ہم سب کے لئے بڑے شرم کی بات ہے کہ میں اپنے وطن میں' اپنے لوگوں کے درمیان منہ چھپا رہا تھا کیونکہ میرے خلاف محاذ آرائی شروع ہوچکی تھی۔ بڑے بڑے سرمایہ دار اور جاگیردار سمجھ گئے تھے کہ میں پاکستان میں رہ گیا تو وہ دنیا سے اٹھ جائیں گے یا ناجائز ذرائع سے حاصل ہونے والی دولت سے محروم ہوجائیں گے۔

انہوں نے ملک کے بڑے بڑے اخبارات میں میرے خلاف بیانات شائع کرانے کی کوششیں کیں لیکن اخبارات کے ذمے دار مالکان نے کہا "فرہاد علی تیمور ایک فکشن' ایک خیالی کردار ہے۔ اگر وہ حقیقت ہے اور وہ اس ملک میں ہے تو قانون کے محافظ اسے گرفتار کریں۔ عدالت تصدیق کرے کہ وہ ایک زندہ کردار ہے تو ہم اپنے اخبارات میں اچھا خاصا مواد شائع کریں گے۔"

ریڈیو اور ٹی وی والوں نے بھی مجھے ایک زندہ کردار تسلیم کرنے سے انکار کردیا تھا۔ اگرچہ پچھلے دنوں بین الاقوامی نشریاتی اوارے نے مجھے اور سونیا کو ٹی وی اسکرین پر پیش کیا تھا اور فرہاد ولیج کے بھی مناظر پیش کئے تھے لیکن یہ اس بات کا ثبوت نہیں تھا کہ وہی فرہاد پاکستان میں ہے۔ اگر کوئی فرانس کے فرہاد ولیج میں ہے تو یہ ملک سے باہر کا معاملہ ہے۔

اپنی بہن شاہینہ کے دروازے پر میں نے عوامی عدالت قائم کی تھی لیکن وہاں عوامی عدالت کی تختی نہیں لگی تھی۔ اس دروازے کے سامنے راجا صفدر علی' اس کا ایک جوان بیٹا' یہودیوں کا ایک ایجنٹ جان شیرباز موت کے گھاٹ اتارے گئے تھے۔ جن پولیس افسران اور اعلیٰ عہدیداران کے سامنے ایسا ہوا تھا انہوں نے میرے خوف سے یہ رپورٹ پیش کی تھی کہ وہ تینوں پاکستان کے بدترین دشمن تھے۔ انہیں کسی نے قتل نہیں کیا تھا' انہوں نے خودکشی کی تھی۔

جو صاحبانِ اقتدار تھے' انہیں مجھ سے اور مجھے ان سے کوئی شکایت نہیں تھی۔ اپوزیشن والے مجھے اپنا حامی بنا کر میری ٹیلی پیتھی کے ذریعے حکمران پارٹی کی کمزوریاں ثابت کرنا چاہتے تھے۔ میں نے اپوزیشن کے ایک لیڈر سے کہہ دیا تھا کہ مجھے اور ہر پاکستانی کو حکومتِ وقت سے وفاداری کرنی چاہئے۔ اگر اپوزیشن عوام کی حمایت سے حکومت بنالے تو ہم ان کے وفادار رہیں گے۔ یہ جمہوریت کا تقاضا ہے۔ جو حکومت کررہے ہیں' انہیں پانچ برس تک کام کرنے دیا جائے۔ وہ ناکام ہوں گے تو اگلے انتخابات میں عوام انہیں کرسی سے اتار دیں گے۔

میں خیال خوانی کے ذریعے پارس کے پاس آیا۔ میرا بیٹا پیٹر ڈیسوزا کے نام سے پاکستان آیا تھا اور اپنی پھوپی شاہینہ کی کوٹھی کے سامنے والی کوٹھی میں قیام کررہا تھا۔ اس کوٹھی کے مالک کا نام آنر ڈیسوزا تھا۔ ہم نے آنر ڈیسوزا اور اس کی وائف پر تنویمی عمل کیا تھا اور ان کے دماغوں میں یہ نقش کردیا تھا کہ پیٹر ڈیسوزا ان کا اپنا بیٹا ہے۔

جان شیرباز کی بیٹی روزینہ ایک یہودی منصوبے کے تحت آئی تھی۔ اس نے بھی آنر ڈیسوزا کے ہاں قیام کیا تھا۔ پارس کو دوست بنایا تھا۔ پھر یہ دوستی بڑی مہنگی پڑی تھی۔ اس نے اپنے باپ جان شیرباز کو اپنی آنکھوں کے سامنے مرتے دیکھا تھا۔ پھر پارس کی دوستی سے توبہ کرکے اپنے باپ کی لاش وہاں سے لے گئی تھی۔

ہم نے روزینہ کو جانے دیا۔ کیونکہ وہ یہودیوں کا ایک ناکام مہرہ تھا۔ ہمیں ان کے بڑے بڑے مہروں سے نمٹنا تھا۔ اس مقصد کے لئے پارس میری ہدایت کے مطابق ایک کار ڈرائیو کرتا ہوا لاہور سے چند کلومیٹر دور ایک دوا ساز کمپنی میں پہنچ گیا۔

اس دوا ساز کمپنی کا مالک چودھری حاکم علی حاکم تھا۔ وہ اسلام آباد میں رہتا تھا۔ اس کی ایک بیٹی اور ایک بیٹا ڈاکٹر تھے۔ ان دونوں کا قیام لاہور میں تھا کیونکہ وہ اپنی نگرانی میں ادویات تیار کراتے تھے۔ پارس ڈرائیو کرتا ہوا نعمان لیبارٹریز کے بڑے آہنی گیٹ کے سامنے پہنچا۔ مسلح گارڈ نے پوچھا "آپ کون ہیں؟ کس سے ملنا چاہتے ہیں؟" میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔

پارس نے کہا "میں ایک میڈیکل آفیسر ہوں۔ میرا نام عامر حسن ہے۔"

وہ گارڈ کیبن کی طرف جانے لگا۔ اس کے خیالات بتا رہے تھے کہ وہ دوا ساز کمپنی کے مالک کے بیٹے ڈاکٹر نعمان حاکم کو ایک میڈیکل افسر کی آمد کی اطلاع دینے جارہا تھا۔ اس نے کیبن میں آکر فون پر رابطہ قائم کرنے کے بعد کہا "جناب! ایک میڈیکل افسر عامر حسن آپ سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔"

ڈاکٹر نعمان نے کہا "آنے دو۔"

میں نعمان کے اندر پہنچ گیا۔ وہ ریسیور رکھ کر سوچ رہا تھا۔ "یہ عامر حسن کوئی نیا میڈیکل آفیسر ہے۔ میں پہلی بار یہ نام سن رہا ہوں۔ ڈیڈی نے تاکید کی ہے کہ کسی نئے یا اجنبی شخص پر بھروسہ نہ کیا جائے۔ فرہاد علی تیمور کسی کو بھی اپنا آلۂ کار بنا کر ہمارا بھید لینے کے لئے یہاں لیبارٹری میں بھیج سکتا ہے۔"

اس نے انٹرکام کا ریسیور اٹھایا۔ پھر دو بٹن باری باری دبانے کے بعد انتظار کیا۔ دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز آئی۔ "ہیلو!"

نعمان نے کہا "صوفیہ' ایک نیا میڈیکل آفیسر آیا ہے۔ میرے چیمبر میں داخل ہونے والا ہے۔ جو غیر قانونی آئٹم ہے اسے تہ خانے میں پہنچادو۔"

صوفیہ نے کہا "بھائی جان! اطمینان رکھیں۔ ابھی لیبارٹری میں کوئی قابلِ گرفت آئٹم نہیں ہے۔ سب تہ خانے میں ہے۔ بائی دی وے یہ نیا رنگروٹ کون ہے؟"

"تم اپنے چیمبر میں رہو۔ میں خفیہ مائیک آن رکھوں گا۔ تم اس کی باتیں سن سکوگی۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر دروازے پر دستک سنتے ہی خفیہ مائیک کے بٹن کو آن کرتے ہوئے ٹیلی فون کے ریسیور کو اٹھالیا۔ حالانکہ فون کی گھنٹی نہیں بجی تھی۔ کسی نے فون کے ذریعے کال نہیں کیا تھا لیکن وہ آنے والے افسر کے سامنے اپنی مصروفیات جتانا چاہتا تھا۔

میں نے اسے صرف دو سیکنڈ کے لئے غائب دماغ بنایا اور اس کے ہاتھ سے ٹیلی فون پلگ کے تار کو کھینچ دیا۔ پلگ اپنے سوئچ بورڈ سے نکل گیا۔ پھر میں نے ہاتھ سے ریسیور میز پر گرا کر اسے حاضر دماغ بنا دیا۔ اس نے میز پر سے ریسیور اٹھا کر سوچا "میں نئے افسر کی آمد سے غیر شعوری طور پر کچھ نروس ہوگیا ہوں۔ کمال ہے ریسیور ہاتھ سے چھوٹ گیا۔"

دوسری بار دستک کی آواز سنائی دی۔ اس نے کہا "کم ان؟" یہ کہہ کر ریسیور کان سے لگا کر بولنے لگا۔ پارس دروازہ کھول کر اندر آیا۔ ڈاکٹر نعمان نے ہاتھ کے اشارے سے اسے کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے فون پر کہا "ہاں ہاں میں' جانتا ہوں کہ ہماری دوائیں معیاری ہونے کے باوجود اسپتالوں اور دواؤں کی دکانوں میں کیوں کم نظر آتی ہیں؟ اس لئے کہ ہم سرکاری اور پرائیویٹ ڈاکٹروں کو کمیشن نہیں دیتے ہیں۔ یہ تمام ڈاکٹر اپنے مریضوں کے نسخوں میں ہماری دوائیں نہیں لکھتے ہیں۔ بے چارے مریض وہی دوائیں خریدتے ہیں جس کا مشورہ ان کے ڈاکٹر دیتے ہیں۔ اس لئے ہماری لیبارٹریز کی ادویات مارکیٹ میں بہت کم نظر آتی ہیں۔"

پھر وہ کان سے ریسیور لگائے "ہوں ہوں۔ ہاں ہاں" یوں کرنے لگا جیسے دوسری طرف کی گفتگو سن رہا ہو۔ پھر وہ بولا "آپ درست کہتے ہیں' ہمارے ملک میں رشوت کے بغیر کوئی کام نہیں چلتا۔ بہت نقصان اٹھانے کے بعد یہ عقل آئی ہے کہ رشوت کا نام

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

بدل کر " نذرانہ " کر دیا جائے اور صرف ڈاکٹروں کو ہی نہیں انکوائری کرنے والے افسروں کو بھی نذرانہ پیش کیا جائے۔ جی جی' بالکل ٹھیک۔ ایسا تو کرنا ہی ہوگا۔ ہم دواؤں کی قیمت بڑھادیں گے۔ جو رقم رشوت کے طور پر دیں گے' وہ گاہکوں کی جیب سے وصول کرلیں گے۔ ہوں' ہوں' ہاں' اچھا میں پھر فون کروں گا۔"

یہ کہہ کر اس نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر پارس سے ہنستے ہوئے بولا۔ "اس ملک میں شرافت اور ایمانداری سے کاروبار کرنا تقریباً ناممکن ہے۔ منافع تو دور کی بات ہے۔ کاروبار میں لگائی ہوئی رقم بھی ڈوب جاتی ہے۔ اگر ڈاکٹروں اور متعلقہ افسروں کو رشوت دو تو کاروبار چمک جاتا ہے اور منافع آسمان تک پہنچ جاتا ہے۔ بائی دی وے مسٹر! آپ کون ہیں؟"

پارس نے مسکرا کر کہا "گیٹ پر ڈیوٹی دینے والے گارڈ نے تمہیں بتایا تھا کہ میرا نام عامر حسن ہے اور میں...."

وہ بات کاٹ کر بولا "آپ میڈیکل آفیسر ہیں۔ آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی۔"

اس نے مصافحے کے لئے میز کے ادھر سے ہاتھ بڑھایا۔ پارس نے ادھر سے کہا "مصافحہ تو بعد میں بھی ہو جائے گا۔ پہلے ٹیلی فون کا پلگ لگاؤ۔ آخر کب تک مُردہ فون پر بدروحوں سے باتیں کرتے رہو گے؟"

اس نے چونک کر پلگ کی طرف دیکھا پھر بولا "یہ پلگ تو لگا ہوا تھا۔ یہ کب نکل گیا؟"

"یہ اس وقت بھی نکلا ہوا تھا جب تم بدروح سے باتیں کر رہے تھے۔"

ڈاکٹر نعمان نے ناگواری سے پوچھا "کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ پلگ لگا ہوا نہیں تھا اور میں یونہی بکواس کر رہا تھا؟"

"تم بکواس نہیں کر رہے تھے۔ فون کے بہانے مجھ جیسے نئے افسر کو سمجھا رہے تھے کہ اگر میں رشوت خور ہوں تو مجھے یہاں سے معقول رقم ملتی رہے گی اور اگر ایماندار ہوں تو مجھے معلوم ہو جائے کہ آج تک تم نے کسی کو رشوت نہیں دی۔ کاروبار میں نقصان اٹھا رہے تھے اور اب رشوت کے لین دین پر مجبور ہو رہے ہو۔ یعنی چت بھی تمہاری اور پٹ بھی تمہاری۔"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا "دیکھئے۔ آپ مجھے غلط سمجھ رہے ہیں۔"

"مجھے وہ فون کا پلگ صحیح سمجھا رہا ہے۔"

اسی وقت صوفیہ چیمبر کا پچھلا دروازہ کھول کر آئی اور آتے ہی سوئچ بورڈ سے دور پڑے ہوئے پلگ کو دیکھا پھر اپنے بھائی کو گھورتے ہوئے کہا "بھائی جان! لیبارٹری میں آپ کی ضرورت ہے۔ فوراً جائیں۔"

وہ اٹھتے ہوئے بولا "صوفیہ! یہ مسٹر...."

وہ بات کاٹ کر بولی "پلیز بھائی جان! آپ فوراً جائیں۔"

وہ تیزی سے چلتا ہوا پچھلے دروازے سے چلا گیا۔ صوفیہ پارس کو گہری نظروں سے دیکھتی ہوئی ریوالونگ چیئر کے پاس آئی پھر وہاں بیٹھ کر بولی "کون ہو تم؟"

وہ مسکرا کر بولا "یہ پوچھ کر تم اپنے بھائی کی طرح غلطی کر رہی ہو۔ وہ خفیہ مائیک جو اس میز کے نیچے ہے اس کا تار ڈھیلا ہو کر جھول رہا تھا۔ جب میں یہاں آکر بیٹھا تو یہ مائیک جھولتے ہوئے میرے پاؤں سے آکر لگا۔ یہ دیکھو۔"

اس نے میز کے نیچے سے مائیک کو کھینچ کر دکھایا' وہ بولی "تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ میں اس کے ذریعے تمہاری گفتگو سن رہی تھی؟"

وہ بولا "یہ انسانی فطرت ہے کہ وہ کمرے میں داخل ہو کر پہلے وہاں بیٹھے ہوئے اجنبی کو دیکھتا ہے لیکن تم نے یہاں قدم رکھتے ہی اس پلگ کو دیکھا جو ہماری گفتگو کا موضوع بنا ہوا تھا۔"

وہ کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر بولی "تمہیں میڈیکل آفیسر نہیں' جاسوس بننا چاہئے تھا۔"

"اور تمہیں ڈاکٹر نہیں' مس بیوٹی کوئن کہلانا چاہئے تھا۔"

"شٹ اپ' مجھ سے فری ہونے کی کوشش نہ کرو۔"

"کیا تم کبھی مسکراتی بھی ہو؟ اگر نہیں تو میں تمہیں مسکرانے پر مجبور کردوں گا۔"

"تم میڈیکل آفیسر ہو اس لئے لحاظ کر رہی ہوں۔ ورنہ میرے آدمی تمہیں اٹھا کر باہر پھینک دیتے۔ مجھ سے صرف کام کی باتیں کرو۔"

"پہلی کام کی بات یہ کہ تمہارا اندازہ درست ہے۔ میں میڈیکل آفیسر نہیں' واقعی جاسوس ہوں۔ یہ رہا میرا سرکاری شناختی کارڈ...."

اس نے ایک شناختی کارڈ اس کی طرف پھینکا۔ صوفیہ نے اسے اٹھا کر پڑھا' ذرا پریشان ہوئی پھر سنبھل کر بولی "یہاں آنے کا مقصد کیا ہے؟"

وہ بولا "پولیس والے یہاں سے زیادہ دور نہیں ہیں۔ میرا سگنل ملتے ہی یہاں چھاپا ماریں گے۔"

"اگر سرچ وارنٹ لائے ہو تو دکھاؤ اور پولیس والوں کو سگنل دو۔ ہمارے ہاتھ صاف ہیں۔"

"میں جانتا ہوں لیبارٹری کی تلاشی لینے سے وہ غیر قانونی آئٹم نہیں ملے گا' جو دواؤں میں حل کیا جاتا ہے۔"

"جب جانتے ہو کہ کچھ نہیں ملے گا تو کیا رشوت کا مال کمانے آئے ہو؟"

وہ مسکرا کر بولا "اتنا جذباتی مال سامنے ہو تو کون نہیں کمائے گا۔"

"تم حد سے بڑھ رہے ہو۔ تمہارے اعلیٰ افسران کو یہاں بلاؤں یا شرافت سے خود ہی جاؤ گے؟"

اس نے فون کا ریسیور اٹھایا۔ پارس نے کہا "پہلے پلگ لگاؤ۔"

وہ ریسیور کو کریڈل پر پٹخ کر کرسی سے اٹھی۔ پھر قالین پر سے پلگ اٹھا کر سوئچ بورڈ میں لگانے لگی۔ پارس نے کہا "تمہاری لیبارٹری کا ایک خاص ملازم ہمارا مخبر ہے۔ اس نے بتایا ہے کہ تہ خانے کا چور دروازہ کہاں ہے اور کیسے کھلتا ہے۔"

صوفیہ پلگ بورڈ پر جھکی رہ گئی۔ کلیجا دھک سے رہ گیا تھا۔ لاکھوں روپے کا غیر قانونی آئٹم وہاں چھپا کر رکھا گیا تھا۔ اس نے پلگ لگا کر وہاں سے اٹھتے ہوئے پارس کو چور نظروں سے دیکھا پھر کرسی پر آکر یوں بیٹھ گئی جیسے ڈھیلی پڑ گئی ہو۔

پارس نے کہا "شاید تم اسے محض دھمکی سمجھو۔ اس لئے بتا دوں کہ ایک چھوٹے سے کمرے میں ایک میز پر ٹیلی فون سیٹ رکھا ہوا ہے۔ دراصل وہ ٹیلی فون نہیں ہے۔ تلاشی لینے والوں کو کہہ دیا جاتا ہے کہ ٹیلی فون خراب ہے۔ حقیقتاً اس کا تعلق چور دروازے سے ہے۔ جب ریسیور اٹھا کر ڈبل زیرو ون زیرو نائن زیرو ڈائل کیا جاتا ہے تو چھوٹے سے کمرے کی ایک دیوار دو حصوں میں تقسیم ہو جاتی ہے۔ سلائیڈنگ دروازے کی طرح کھل جاتی ہے۔ کیا میں تہ خانے کے بارے میں بھی بتاؤں؟"

وہ کرسی کی پشت پر رکھے ہوئے تولئے سے چہرے اور گردن کا پسینہ پونچھنے لگی۔ پارس نے کہا "میں اناڑی جوان ہوں۔ صرف سنا ہے کہ شباب میں اتنی آگ ہوتی ہے کہ دسمبر کے مہینے میں بھی پسینہ آتا ہے۔ یہ پسینہ شباب کا ہے یا میرے حساب کا؟"

وہ کھنکار کر گلا صاف کرتے ہوئے بولی "اتنی گہری معلومات کے بعد تم پولیس پارٹی کے ساتھ دندناتے ہوئے تہ خانے تک پہنچ جاتے لیکن تم نے ایسا نہیں کیا۔ اس کا مطلب ہے' سمجھوتے کی گنجائش ہے' بولو کیا چاہتے ہو؟"

"ابھی ذرا دیر پہلے میں نے کہا تھا' اگر مسکرانا نہیں جانتی ہو تو میں تمہیں مسکرانے پر مجبور کردوں گا۔"

یہ سنتے ہی وہ مسکرانے لگی۔ پارس نے کہا "یہاں آئینہ ہو تو دیکھو۔ مسکراتے ہوئے چہرے پر بہاریں قربان ہو رہی ہیں۔"

"میں صرف ڈیڈی اور ممی کے سامنے کبھی کبھی مسکراتی ہوں ورنہ بھائی جان کو بھی خاطر میں نہیں لاتی۔"

"یعنی مجھے خاطر میں لا رہی ہو؟"

"پلیز مجھے اور مسکرانے پر مجبور نہ کرو۔ تم عاشق مزاج ہو' میں نہیں ہوں۔ کام کی بات کرو۔"

"میں لوہے سے فولاد بن کر بولتا ہوں۔ اور حسن سے پھول کی زبان میں گفتگو کرتا ہوں۔ کام کی بات تمہارے باپ سے ہوگی۔ تم بتاؤ آج رات کا کھانا کس ہوٹل میں کھاؤ گی؟"

"میں ایسی لڑکی نہیں ہوں۔"

"پھر کیسی ہو؟ شریف' نیک' اور پاکیزہ؟ کیا مرنے کے بعد سیدھی جنت میں جاؤ گی؟ ادویات میں افیون اور الکحل ملا کر' مریضوں کو گہری نیند سلا کر' انہیں وقتی طور پر مرض کی تکلیف سے نجات دلا کر اور دائمی طور پر نشے کا عادی بنا کر تم جنت کا سرٹیفکیٹ حاصل کر رہی ہو؟ کیوں عزت دار بن رہی ہو؟ اگر ہر رات کسی کے ساتھ منہ کالا کرتی رہو تو یہ صرف تمہارا گناہ ہوگا مگر ایسی دوائیں فروخت کر کے تم پوری قوم کی مجرم بن چکی ہو۔ پھر دعویٰ ہے کہ ایسی لڑکی نہیں ہو۔"

وہ بولی "ہاں میں ایسی نہیں ہوں۔ آج تک کسی کو میلی نیت سے اپنا ہاتھ پکڑنے نہیں دیا۔ قوم کے حق میں تم مجھے مجرمہ کہہ سکتے ہو لیکن تم سے التجا کرتی ہوں کہ مجھے گناہگار بننے کے لئے نہ کہو۔ میرے تہ خانے کا مال چھوڑ دو اور چھوڑنے کی قیمت بتاؤ۔"

"میں نے قیمت بتا دی ہے اور تمہیں یہ بھی بتاؤں گا کہ تمہارا باپ ہر ماہ لاکھوں روپے کا منافع حاصل کرتے رہنے کے لئے کتنا گر سکتا ہے۔ اتنا کہ وہ ڈاکٹر بیٹے کو جوتے مارے گا اور ڈاکٹر بیٹی کو بازار کا مال بنا دے گا۔"

پھر وہ کرسی سے اٹھ کر بولا "تمہارے سامنے میرا شناختی کارڈ پڑا ہوا ہے۔ یہ ثبوت ہے کہ میں سرکاری جاسوس ہوں لیکن نہیں ہوں۔"

صوفیہ نے اسے چونک کر سوالیہ نظروں سے دیکھا' وہ بولا۔ "یہاں لیبارٹری میں تہ خانے کا راز بتانے والا کوئی مخبر نہیں ہے۔"

وہ کرسی سے اٹھ کر بولی "پھر تمہیں چور دروازے کا علم کیسے ہوا ہے؟"

وہ خاموشی سے پلٹ کر دروازے کی طرف جانے لگا۔ صوفیہ نے بڑی پھرتی سے دراز کھول کر ریوالور نکالتے ہوئے کہا "رک جاؤ ورنہ گولی مار دوں گی۔"

وہ دروازہ کھول کر بولا "تہ خانے کے رازدار کو یہاں سے زندہ نہیں جانا چاہئے گولی مار دینا چاہئے۔ لیکن ریوالور خالی ہے۔"

اس نے باہر جاتے ہوئے دروازے کو بند کر دیا۔ صوفیہ نے جلدی سے ریوالور کو چیک کیا۔ وہ خالی تھا۔ دراز میں جھانک کر دیکھا۔ وہاں گولیاں پڑی ہوئی تھیں۔ وہ جلدی جلدی ریوالور کو لوڈ کرنے لگی۔

باہر کار اسٹارٹ ہونے کی آواز آرہی تھی۔ اس نے فوراً ہی انٹرکام کا بٹن دبا کر بیرونی گیٹ کے مسلح گارڈ سے رابطہ کیا۔ وہ کہنا چاہتی تھی کہ گارڈ گیٹ نہ کھولے۔ کار میں جانے والے کو پکڑ لے' وہ بھاگنا چاہے تو اسے گولی مار دے لیکن رابطہ قائم ہوتے ہی اس نے کہا "گیٹ کھول دو۔ مسٹر عامر حسن باہر جا رہے ہیں۔"

وہ ریسیور رکھ کر ریوالور لئے تیزی سے چلتی ہوئی دروازہ کھول کر باہر برآمدے میں آئی۔ دور آہنی گیٹ کھل گیا تھا اور پارس ڈرائیو کرتا ہوا باہر جا رہا تھا۔ تب اسے یاد آیا کہ اسے مسلح گارڈ سے کہنا کچھ تھا اور وہ کچھ اور کہہ گئی تھی۔

تیر کمان سے نکل گیا تھا۔ وہ جانے والا ہاتھ نہیں لگ سکتا تھا لیکن جاسوس نہ ہوتے ہوئے بھی پولیس میں مخبری کر سکتا تھا۔ تہ خانے میں رکھا ہوا لاکھوں کا مال پکڑوا سکتا تھا۔ اب دانشمندی یہی تھی کہ تیزی سے تہ خانے کا مال کسی دوسری جگہ منتقل کیا جائے۔

وہ دوڑتی ہوئی اپنے بھائی ڈاکٹر نعمان کی طرف جانے لگی۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

جب وہ پارس سے گفتگو کر رہی تھی تب میں نے اس کے بھائی کو آلۂ کار بنایا تھا۔ اس نے چھوٹے کمرے میں جا کر مخصوص نمبر ڈائل کئے تھے۔ چور دروازے کو کھولا تھا۔ پھر پٹرول لے کر تہ خانے میں گیا تھا۔ وہاں اس نے افیون کے تمام پیکٹس اور الکحل کے کنستروں پر پٹرول چھڑک دیا۔ پھر تہ خانے کے فرش سے چور دروازے تک پٹرول کی دھار بناتا ہوا آیا۔ اس کے بعد ماچس کی تیلی جلا کر اندر پھینک دی اور چور دروازے کو کھلا چھوڑ کر چھوٹے کمرے سے باہر آگیا۔

جب صوفیہ دوڑتی ہوئی بھائی کی طرف آرہی تھی تب ہی شور سنائی دیا۔ لیبارٹری میں کام کرنے والے بھاگ رہے تھے اور آگ آگ کہتے جا رہے تھے۔ ایک اسسٹنٹ نے صوفیہ سے کہا "تہ خانے میں آگ لگی ہے۔ جہنم کے شعلے بھڑک رہے ہیں۔ اسے کوئی بجھا نہیں سکتا۔ آپ فائر بریگیڈ کو فون کریں۔"

وہ پلٹ کر دوڑتی ہوئی اپنے دفتری کمرے کی طرف جانے لگی۔ وہاں نعمان پہلے ہی پہنچا ہوا تھا۔ اس نے میری مرضی کے مطابق ٹیلی فون کا تار کاٹ دیا تھا۔ صوفیہ نے دفتری کمرے میں پہنچ کر ریسیور اٹھایا پھر کان سے لگا کر فائر بریگیڈ کے لئے نمبر ڈائل کرنا چاہا تو پتا چلا فون خاموش ہے۔ وہ دوڑتی ہوئی نعمان کے دفتری کمرے میں آئی' وہاں بھائی نے بتایا کہ فون ناقابل استعمال ہے۔

وہ بے جان سی ہو کر کرسی پر بیٹھ گئی۔ چند لمحوں تک میز کے دوسری طرف بھائی کو تکتی رہی اور سوچتی رہی' پھر فضا میں گھونسا دکھا کر بولی "آئی ہیٹ یو! میں تمہارا سر توڑ دوں گی۔ تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

نعمان نے حیرانی سے پوچھا "میں نے کیا کیا ہے؟ مجھے غصہ کیوں دکھا رہی ہو؟"

"میں تمہیں نہیں اس بدمعاش کو کہہ رہی ہوں۔ اسے کیسے معلوم ہوا کہ یہاں تہ خانہ ہے اور تہ خانے میں لاکھوں روپے کا غیر قانونی مال رکھا ہوا ہے؟ اس کے یہاں سے جاتے ہی آگ کیسے لگ گئی۔ ٹیلیفون بیکار کیسے ہو گیا؟ کیا وہ جادوگر تھا؟ جادوگر....."

وہ کہتے کہتے چونک گئی پھر میز پر ہاتھ مار کر بولی "وہ فرہاد علی تیمور تھا۔"

"فرہاد؟" نعمان نے سہم کر کہا "ڈیڈی نے کہا تھا' ہم ہوشیار رہیں۔ فرہاد علی تیمور کسی وقت بھی ہمارا محاسبہ کر سکتا ہے۔ ہمارا کاروبار تباہ کر سکتا ہے۔ ہمیں کنگال بنا سکتا ہے۔"

صوفیہ نے پوچھا "کیا تم نے اپنا ریوالور خالی رکھا تھا؟"

"نہیں' وہ پوری طرح لوڈ تھا۔"

"کیا تم نے ٹیلیفون کا پلگ ہٹایا تھا؟"

"نہیں' میں حیران ہوں کہ وہ کیسے الگ ہو گیا تھا۔"

"یہ بھی حیرانی کی بات ہے کہ تہ خانے میں اچانک آگ لگ گئی اور یہ بھی سمجھ میں نہ آنے والی بات ہے کہ ہمارے دونوں ٹیلی فون بیکار ہو گئے۔ تاکہ فائر بریگیڈ والے وقت پر نہ پہنچ سکیں اور یہ ساری جادوگری صرف ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہو سکتی ہے۔"

ڈاکٹر نعمان نے اٹھتے ہوئے کہا "ہم قریبی فیکٹری یا پبلک کال آفس سے ڈیڈی کو فون کر سکتے ہیں۔"

صوفیہ بھی اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ جب وہ باہر نکلے تو فائر بریگیڈ کی ایک گاڑی احاطے میں آرہی تھی۔ لیبارٹری انچارج نے کسی دوسری جگہ سے فون کر کے آگ بجھانے والوں کو بلایا تھا۔ وہ بہن بھائی اچھی طرح سمجھ گئے تھے کہ آگ بجھ جائے گی مگر ایک پیسے کا مال بھی سلامت نہیں ملے گا۔

****

چودھری حاکم علی حاکم اسلام آباد میں تھا۔ اپنے ڈرائنگ روم میں چند اہم افراد کے ساتھ بیٹھا باتیں کر رہا تھا اور بات بات پر قہقہے لگا رہا تھا۔ ان اہم افراد میں ایک بین الاقوامی تجارتی مراکز کا خاص نمائندہ تھا۔ دوسرا پاکستان میڈیکل ایسوسی ایشن کا چیئرمین اور تیسرا لندن کی ایک بہت بڑی دوا ساز کمپنی کے مالک جان اسمتھ کا سیکریٹری تھا۔

سیکریٹری نے کہا "مسٹر حاکم! ہم بین الاقوامی تاجروں کی برادری سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہماری صنعتوں سے دنیا کے تمام ملکوں کو استحکام حاصل ہوتا ہے۔ ہم جب اپنی بات منوانے پر آتے ہیں تو بڑے بڑے ملکوں کے حکمران مجبور ہو کر ہمارے مطالبات تسلیم کر لیتے ہیں۔ امریکا سے لے کر یورپ اور ایشیا تک کے تمام حکمرانوں کو یہ الٹی میٹم دیا گیا ہے کہ فرہاد علی تیمور کو اگر ہمارے تجارتی معاملات میں مداخلت سے روکا نہ گیا اور اسے پاکستان سے نکالا نہ گیا تو احتجاج کے طور پر پچیس ممالک کی بڑی بڑی دوا ساز کمپنیاں بند کر دی جائیں گی اور نامی گرامی ڈاکٹر ہڑتال کریں گے۔"

بین الاقوامی تجارتی مراکز کے نمائندے نے کہا۔ "یہ بہت بڑی دھمکی ہے۔ پچیس ممالک کی اہم دوا ساز کمپنیاں بند ہو جائیں گی تو مارکیٹ میں دوائیں ختم ہو جائیں گی۔ فرہاد علی تیمور تمام دنیا کے غریبوں اور بیماروں کا قاتل اور جلاد کہلائے گا۔"

حاکم علی نے ہنستے ہوئے کہا۔ "بے شک' فرہاد کو اپنی نیک نامی برقرار رکھنے کے لئے ہماری عداوت سے باز آنا ہوگا۔"

پاکستان میڈیکل ایسوسی ایشن کے چیئرمین نے پوچھا۔ "یہ تو بتائیں' کیا فرانس کے تاجر ہمارا ساتھ دیں گے؟"

جان اسمتھ کے سیکریٹری نے کہا۔ "نہیں۔ فرانس میں فرہاد کی پوری فیملی رہتی ہے۔ وہاں کے تاجروں کے سروں پر ٹیلی پیتھی کی چھ تلواریں لٹکتی رہتی ہیں۔ وہ بیچارے مجبور ہیں۔ ویسے ایک فرانس کے ساتھ نہ دینے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ ویسے ابھی ہمارے باس جان اسمتھ آپ سے ضروری باتیں کرنے والے ہیں' انہوں نے کہا تھا کہ پاکستانی وقت کے مطابق بارہ بجے فون کریں گے۔"

چودھری حاکم علی نے کہا۔ "بارہ بج کر دس منٹ ہو چکے ہیں' فون آتا ہی ہوگا۔"

پھر چودھری نے چونک کر فون کو دیکھا اور کہا۔ "واہ' مسٹر اسمتھ کا نام لیتے ہی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔"

چودھری کے سامنے بیٹھے ہوئے تینوں افراد نے حیرانی سے فون کو' پھر چودھری کو دیکھا کیونکہ فون کی گھنٹی نہیں بج رہی تھی۔ میں گھنٹی اس کے دماغ میں بجا رہا تھا۔ سیکریٹری نے کہا۔ "مسٹر حاکم! فون تو خاموش ہے۔"

چودھری نے ہنستے ہوئے کہا۔ "کیا میرے کان بج رہے ہیں؟ تعجب ہے۔ گھنٹی صاف سنائی دے رہی ہے۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا اور پھر کہا۔ "ہیلو' میں چودھری حاکم علی بول رہا ہوں۔"

میں نے اس کے بیٹے ڈاکٹر نعمان کے لہجے میں کہا۔ "میں نعمان بول رہا ہوں۔"

"ہاں بیٹے' بولو۔ سب خیریت ہے نا؟"

اس کے سامنے بیٹھے ہوئے افراد کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ فون کی گھنٹی نہیں بجی' کہیں سے کال نہیں آئی پھر بیٹے سے رابطہ کیسے ہو گیا؟

میں نے چودھری کی کھوپڑی میں رہ کر کہا۔ "خیریت نہیں ہے ہماری لیبارٹری کے تہ خانے میں آگ لگ گئی ہے۔ پچیس لاکھ روپے کا مال جل گیا ہے۔"

وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ "نعمان! یہ کیا کہہ رہے ہو؟ مجھے یقین نہیں آرہا ہے۔"

"آپ فوراً یہاں آئیں' یقین آجائے گا۔"

"مگر معلوم تو ہو کہ آگ کیسے لگی' فون صوفیہ کو دو۔"

میری سوچ کی لہروں نے کہا۔ "ہیلو کیا کہہ رہے ہیں؟"

"میں کہہ رہا ہوں' صوفیہ سے بات کراؤ۔"

"آواز نہیں آرہی ہے۔ زور سے بولیں۔"

وہ زور سے بولا۔ میں نے کہا "اور زور سے۔"

پھر اسے اور زور سے بولنے پر مجبور کیا۔ وہ چیخ کر بولا۔ میں نے اسے اور زیادہ چیخنے کو کہا۔ وہ پوری قوت سے چیخ کر بولا۔ وہ تینوں اسے حیرانی اور پریشانی سے دیکھ رہے تھے۔ چیئرمین نے قریب آکر اس سے ریسیور لے کر کان سے لگایا۔ چودھری بار بار زور سے بولنے کے باعث ہانپ رہا تھا۔ چیئرمین نے کہا۔ "فون پر کوئی نہیں ہے۔ ڈائلنگ ٹون سنائی دے رہی ہے۔"

سیکریٹری نے پوچھا۔ "کیا آپ کسی کی آواز سن رہے تھے؟"

"ہاں' میرا بیٹا بول رہا تھا۔ میری لیبارٹری کے تہ خانے میں آگ لگ گئی ہے۔ پچیس لاکھ روپے کا مال جل گیا ہے۔"

"یہ تو بہت بڑا نقصان ہے لیکن آپ نے یہ اطلاع فون پر کیسے سنی؟ ہم تینوں نے فون کی گھنٹی نہیں سنی تھی۔"

چودھری نے کہا۔ "کیا آپ لوگ مجھے پاگل سمجھتے ہیں! آپ لوگوں نے فون کی گھنٹی نہیں سنی' میں نے سن لی۔ میرے بیٹے نے مجھے اتنے بڑے نقصان کی اطلاع دی' اس کا بھی آپ کو یقین نہیں ہے۔"

"آپ ناراض نہ ہوں۔ ہمارے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ فون کی گھنٹی اور فون سے آنے والی آواز جھوٹ ہے.... ممکن ہے وہاں آگ نہ لگی ہو۔ آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچا ہو۔"

چودھری نے ذرا اطمینان کی سانس لی۔ پھر دونوں ہاتھ دعا کے لئے اٹھا کر بولا۔ "خدا کرے یہ جھوٹ ہو۔ آپ لوگوں کی باتوں سے حوصلہ مل رہا ہے۔"

اسی وقت فون کی گھنٹی چیخ پڑی۔ چودھری چونک کر سیدھا بیٹھ گیا۔ ان تینوں کو دیکھتے ہوئے بولا۔ "آپ لوگ گھنٹی کی آواز سن رہے ہیں نا؟"

ایک نے کہا۔ "جی ہاں۔ شاید مسٹر اسمتھ کال کر رہے ہیں۔"

چودھری حاکم علی نے ریسیور اٹھا کر کہا۔ "ہیلو' چودھری حاکم بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے بیٹے کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو ڈیڈ! بہت بری خبر ہے۔"

وہ جھنجلا کر بولا۔ "تمہید نہ باندھا کرو۔ کام کی بات فوراً بولا کرو۔ کیا ابھی ایک منٹ پہلے تم نے مجھے فون کیا تھا؟"

"جی نہیں۔ ہمارے دونوں فون کے تار کٹے ہوئے ہیں۔ میں دوسری جگہ سے فون کر رہا ہوں۔ ہمارے تہ خانے میں آگ لگ گئی ہے۔"

باپ نے کہا۔ "گدھے کہیں کے۔ یہ کہتے ہو کہ پہلے فون نہیں کیا تھا جبکہ کیا تھا اور مجھے یہ بری خبر سنائی تھی کہ ہمارا پچیس لاکھ کا نقصان ہو چکا ہے۔"

"ڈیڈ! میں آج صبح سے پہلی بار فون کر رہا ہوں۔ یقین نہ ہو تو صوفیہ سے پوچھ لیں۔"

"فون میری بیٹی کو دو۔"

تھوڑی دیر میں صوفیہ کی آواز آئی۔ "ڈیڈ! آپ کا اندیشہ درست ثابت ہو رہا ہے۔ ابھی فرہاد علی تیمور ہم سے ملنے آیا تھا۔"

"او گاڈ! فرہاد آیا تھا؟ تم سے ملنے؟ کیا اس نے خود کو تمہارے سامنے ظاہر کیا تھا؟"

اس کے سامنے بیٹھے ہوئے تینوں افراد چونک کر سیدھے بیٹھ گئے۔ چودھری کی باتوں سے اندازہ کرنے لگے کہ دوسری طرف کیا کہا جا رہا ہے۔ صوفیہ باپ کو بتا رہی تھی کہ پہلے وہ میڈیکل افسر بن کر آیا۔ بعد میں ایک سرکاری شناختی کارڈ پیش کیا جس کے مطابق وہ ایک جاسوس ثابت ہوتا تھا۔

بیٹی نے اسے یہ بھی بتایا کہ وہ آنے والا تہ خانے اور چور دروازے کا راز جانتا تھا' اسے چور دروازہ کھولنے کے وہ نمبر یاد تھے جسے صرف باپ' بیٹی اور بیٹا جانتے ہیں۔ اس کے جاتے ہی تہ خانے میں آگ لگ گئی اور ٹیلیفون کے تار کٹ گئے۔ نعمان کی دراز میں رکھا ہوا ریوالور خالی ہو گیا۔ اس نوجوان نے اپنی اصلیت تو نہیں بتائی لیکن پیش آنے والے ان تمام ناقابلِ یقین واقعات سے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ثابت ہوتا ہے کہ وہ جوان ٹیلی پیتھی جانتا ہے اور یقیناً فرہاد ہے۔

چوہدری نے کہا۔ "تم دونوں لیبارٹری میں رہو۔ میں ابھی یہاں سے نکل رہا ہوں۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ بیٹی سے سنی ہوئی تمام باتیں ان تینوں کو سنائیں۔ ایک نے کہا "صوفیہ بیٹی کا اندازہ درست ہے۔ وہ فرہاد ہوگا۔ ابھی اس فون سے پہلے جو فون آپ نے سنا تھا' وہ ٹیلی پیتھی کا طلسم تھا۔ ہم نے گھنٹی نہیں سنی تھی۔ وہ آپ کے دماغ میں گھس کر آپ کو ہمارے سامنے ایک تماشا بنا رہا تھا۔"

"ہاں' وہ ہمارے درمیان اپنی موجودگی ثابت کر رہا ہے۔ میں اس سے کہتا ہوں' وہ مجھ سے بات کرے۔ میرا قصور کیا ہے؟ مجھ سے دشمنی کیا ہے؟"

وہ انتظار کرنے لگا۔ میری طرف سے جواب نہیں مل رہا تھا۔ اس نے پھر مجھے آواز دی۔ پھر انتظار کیا۔ ایک نے کہا "شاید وہ اس وقت موجود نہیں ہے۔"

"اگر یہاں نہیں ہے تو میرے بچوں کے پیچھے پڑا ہوگا۔ میں کیا کروں؟ اپنے بچوں اور اپنے مال و دولت کے ساتھ کہاں پناہ حاصل کروں؟"

جان اسمتھ کے سیکریٹری نے کہا۔ "میرا خیال ہے فرہاد تمہارے بیٹے بیٹی کے پاس نہیں گیا تھا۔ تمہاری بیٹی کا بیان ہے کہ وہ آنے والا نوجوان تھا جبکہ فرہاد کو عمر رسیدہ ہونا چاہئے۔"

ایک نے کہا "پلاسٹک سرجری کے ذریعے بوڑھا اپنے چہرے کی جھریاں دور کرکے جوان بن جاتا ہے۔ وہ روپ بدل کر لیبارٹری کے دفتر میں گیا ہوگا۔"

دوسرے نے کہا۔ "یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس نے کسی نوجوان کو آلۂ کار بنایا ہو۔"

"یہی بات سمجھ میں آتی ہے۔ اس نے میرے بچوں کے پاس کسی آلۂ کار کو بھیجا تھا اور خود میرے دماغ میں رہتا ہے۔ وہ اب بھی ہے' ضرور ہے۔ میری بے بسی اور بے چینی کا تماشا دیکھ رہا ہے۔"

"مسٹر حاکم! ذرا حوصلہ کرو۔ فرہاد کے خلاف زبردست اقدامات کئے جا رہے ہیں۔ وہ تمہارا پیچھا چھوڑنے پر مجبور ہو جائے گا۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ سب کی نظریں فون پر مرکوز ہو گئیں۔ چوہدری نے پوچھا۔ "گھنٹی بج رہی ہے یا وہ میرے اندر ہے۔"

چیئرمین نے ریسیور اٹھا کر پوچھا۔ "ہیلو' کون ہے؟"

پھر دوسری طرف کی بات سن کر چوہدری کو ریسیور دیتے ہوئے بولا۔ "مسٹر اسمتھ لندن سے بول رہے ہیں۔"

چوہدری نے ریسیور کان سے لگا کر کہا۔ "ہیلو مسٹر اسمتھ! میں بری طرح ڈوب رہا ہوں۔ فرہاد نے مجھے پچیس لاکھ کا نقصان پہنچایا ہے۔"

میں اس کے دماغ میں تھا۔ جان اسمتھ کے لہجے میں بولا۔ "یہ ابتدا ہے۔ انتہا میں کنگال بنو گے۔"

وہ پریشان ہو کر بولا۔ "مسٹر اسمتھ! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں! کیا میں آخر کار کنگال ہو جاؤں گا اور آپ تماشا دیکھتے رہیں گے؟"

دوسری طرف سے جان اسمتھ نے کہا۔ "میں نے یہ تو نہیں کہا۔ آپ میرے بزنس پارٹنر ہیں۔ آپ کا نقصان میرا بھی نقصان ہے۔"

میں نے پھر اسمتھ کے لہجے میں کہا۔ "ویسے تمہیں نقصان پہنچے گا' تمہارا کاروبار ڈوب جائے گا تو میرے ہاتھ سے صرف پاکستان کی منڈی نکلے گی۔ دنیا کے دوسرے ملکوں میں تو میرا کاروبار خوب پھل پھول رہا ہے۔"

میری بات ختم ہوتے ہی وہ چونک گیا۔ لندن سے جان اسمتھ پوچھ رہا تھا "مسٹر حاکم! خاموش کیوں ہو؟ میری بات کا جواب دو۔"

"میں......میں کس بات کا جواب دوں؟"

اسمتھ نے پوچھا۔ "کیا تم دماغی طور پر حاضر نہیں ہو؟"

"مسٹر اسمتھ! شاید آپ کے ساتھ ساتھ فرہاد بھی میرے دماغ میں بول رہا ہے۔ اس کی بات دل کو لگ رہی ہے۔ میں ڈوب گیا تو تمہارے ہاتھ سے صرف ایک ملک کا منافع جائے گا۔ باقی دنیا میں تو تم منافع کماتے رہو گے۔"

"میرے بارے میں غلط نہ سوچو۔ مسٹر حاکم! بزنس میں ایک پونڈ' ایک شلنگ یا ایک پنس کا منافع بھی نہیں چھوڑتا۔ پھر میں پاکستان سے حاصل ہونے والا شیئر کیسے چھوڑ سکتا ہوں۔ تمہارے دماغ میں فرہاد نہیں بول رہا ہے بلکہ تم اندیشوں میں گھر گئے ہو۔"

"پلیز مجھے اندیشوں اور مصیبتوں سے نکالو۔ پچیس ملکوں کی دوا ساز کمپنیاں اور ڈاکٹر کب ہڑتال کریں گے؟"

"تھوڑا وقت لگے گا۔ فرہاد ہم سے پہلے ہی ایک زبردست چال چل گیا ہے۔ اس نے دو خطرناک انسانی روبوٹ اسرائیل پہنچا دیئے ہیں اور یہ چیلنج کیا ہے کہ اسرائیلی صنعت کاروں کا کوئی مال پاکستان میں فروخت ہوگا تو یہودیوں کی ملوں اور فیکٹریوں میں زلزلہ آجائے گا۔ ان کا کوئی صنعت کار سلامت نہیں رہے گا۔"

چوہدری نے کہا۔ "اسرائیل کو بچانے کے لئے مجھے قربانی کا بکرا بنا رہے ہو۔"

"مسٹر حاکم! یہ مت بھولو کہ ہم جو دوائیں تیار کر رہے ہیں ان کا فارمولہ ہم نے اسرائیلی صنعت کار سے حاصل کیا ہے اور منافع کا ایک حصہ ان کی جھولی میں ڈالتے ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ ہم فی الحال ہڑتال کا ارادہ ترک کر دیں اور انہیں روبوٹ کے عذاب سے نکلنے کا تھوڑا وقت دیں۔ اگر ہم نے ان کی درخواست رد کر دی تو وہ ہم سے تمام فارمولوں کے حقوق واپس لے لیں گے۔"

چوہدری نے کہا۔ "تعجب ہے۔ کیا اسرائیلی حکمران ان دو روبوٹ کو وہاں سے نکال نہیں سکتے؟ اگر ان روبوٹ کے پیچھے فرہاد ہے تو سنا ہے کہ اسرائیل میں بھی اچھے خاصے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔"

"یقیناً فرہاد کے مقابلے میں اچھے خاصے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ اسی لئے کہتا ہوں' کچھ روز حوصلے سے کام لو۔ فرہاد کی ہر چال کا منہ توڑ جواب دیا جائے گا۔ تمہارا جو بھی نقصان ہوتا رہے گا' اس کی آدھی رقم تمہارے لندن کے بینک اکاؤنٹ میں جمع کر دی جائے گی۔ اب تو خوش ہو؟"

"جی ہاں! اب یہ اطمینان ہے کہ تم میرے نقصان کو اپنا نقصان سمجھ رہے ہو' میں آج رات کسی وقت فون کروں گا۔ او کے گڈ بائی۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا پھر اٹھتے ہوئے ان تینوں سے بولا "مسٹر اسمتھ نے بڑا حوصلہ دیا ہے۔ میں معذرت چاہتا ہوں' ابھی میرا لاہور جانا ضروری ہے۔ میرے بچے لیبارٹری میں انتظار کر رہے ہوں گے۔"

وہ کار کے ذریعے تقریباً پانچ گھنٹے میں لیبارٹری پہنچنے والا تھا۔ میں جان اسمتھ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اپنی دوا ساز کمپنی کے ایک شاندار دفتر میں بیٹھا ہوا تھا۔ میز کے دوسری طرف اس کا ایک قانونی مشیر ایک فائل کا مطالعہ کر رہا تھا۔ میں خاموشی سے اسمتھ کے خیالات پڑھ کر اس کے کاروبار کے متعلق اہم معلومات حاصل کرنے لگا۔

معلوم ہوا کہ پاکستان میں جو دوائیں تیار ہوتی ہیں ان کا سالانہ منافع پاکستانی کرنسی میں چوہدری کو ڈیڑھ سے دو کروڑ روپے' جان اسمتھ کو تقریباً چار کروڑ روپے اور اسرائیلی صنعت کار کو تین کروڑ روپے ملتے تھے۔ یعنی ہمارے ملک کے تقریباً سات کروڑ روپے دوسرے ملکوں کے منافع خور ہضم کر لیتے تھے۔ اور یہ تو ایک دوا کی صنعت کا حساب تھا۔ دوسری صنعتوں کے ذریعے اور نہ جانے کتنے کروڑ کا منافع یہودی منافع خوروں کو پہنچ رہا تھا۔ اس کا حساب بھی جلد ہی ملنے والا تھا۔

قانونی مشیر نے کہا "مسٹر اسمتھ! میں نے بہت غور کیا ہے اور اس نتیجے پر پہنچ رہا ہوں کہ آپ اور آپ کا پاکستانی پارٹنر ہوا سے لڑ رہے ہیں۔ فرہاد ایک ایسی ہستی ہے جو خیالی بھی ہے اور حقیقت بھی۔ چونکہ آپ اسے دنیا کی کسی عدالت میں پیش نہیں کر سکتے اس لئے ہر عدالت اسے خیالی کہے گی اور آپ کا مقدمہ کورٹ سے خارج کر دیا جائے گا۔"

اسمتھ نے کہا "آپ مشورہ دیں مجھے کیا کرنا چاہئے؟"

وہ بولا "فرہاد کی جنگ آپ سے نہیں ہے' یہودیوں سے ہے۔ وہ یہودیوں کو پاکستان سے منافع حاصل نہیں کرنے دے گا' انہیں منافع پہنچانے والے حاکم علی حاکم کو نیست و نابود کر دے گا۔ آپ منافع کا ذریعے بن رہے ہیں اس لئے وہ آپ کے بھی پیچھے پڑ جائے گا۔"

"کیا میں اس کے خوف سے پاکستان کی مارکیٹ چھوڑ دوں؟"

"پاکستان سے آپ کو سالانہ دس لاکھ پونڈ (چار کروڑ روپے) ملتے ہیں' یو کے اور دوسرے ممالک سے آپ کروڑوں پونڈ حاصل کرتے ہیں۔ صرف دس لاکھ پونڈ کے لئے آپ کروڑوں پونڈ کے منافع کو خاک میں ملا دیں گے اور خاک میں ملانے کا موقع فرہاد کو دیں گے۔"

"آپ بزنس مین نہیں ہیں صرف مشیر ہیں' اس لئے دس لاکھ کا منافع چھوڑنے کا مشورہ دے رہے ہیں۔ آپ مجھے ایسا مشورہ دیں کہ یہ منافع چھوڑنے کی نوبت نہ آئے۔"

"اس کا ایک ہی راستہ ہے۔ فرہاد سے کسی بھی طرح سمجھوتا کریں۔ اس سے دشمنی سپرپاور کہلانے والے ملکوں کو مہنگی پڑتی ہے اور آپ بے انتہا دولت مند ہونے کے باوجود سپرپاور نہیں ہیں۔"

اس نے سوچتے ہوئے پوچھا "کیا فرہاد ہر جگہ پہنچ جاتا ہے' یہاں میرے دماغ میں بھی آسکتا ہے؟"

"سوری' میں ٹیلی پیتھی کے متعلق کچھ زیادہ نہیں جانتا ہوں۔"

میں نے اسے مخاطب کیا' وہ ایک دم سے چونک گیا۔ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر اپنے مشیر کو دیکھنے لگا۔ مشیر نے پوچھا "کیا ہوا؟"

"میرے اندر کوئی کہہ رہا ہے کہ وہ فرہاد علی تیمور ہے۔"

"اوہ! خداوند یسوع تم پر رحم کرے۔ وہ فرہاد ہے تو نجات ممکن نہیں ہے' دوست بن کر باتیں کرو۔"

میں نے سوچ کے ذریعے کہا "تمہارا مشیر تمہاری بھلائی کے لئے بہترین مشورے دے رہا ہے' ان پر عمل کرو۔"

وہ بولا "تم...... تم واقعی فرہاد ہو؟"

میں نے اسے کرسی سے اٹھایا پھر بٹھایا پھر اٹھایا پھر بٹھایا' اس نے میری مرضی کے مطابق پیپر ویٹ اٹھا کر اپنی پیشانی پر مارا۔ پیشانی سے خون بہنے لگا۔ مشیر نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ سے پیپر ویٹ چھینتے ہوئے پوچھا "یہ آپ کو کیا ہو گیا ہے؟"

میں نے پوچھا "کیا میری موجودگی کا یقین ہو گیا؟"

"ہاں ہاں یقین ہو گیا۔ میں مانتا ہوں تم میرے دماغ میں بھی آسکتے ہو۔ آدمی جب تک زندہ رہتا ہے یہی سمجھتا ہے کہ اسے موت نہیں آئے گی۔ تم آگئے ہو یہ میں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں۔"

"اب کیا ارادہ ہے؟"

"م......میں دوستی کرنا چاہتا ہوں۔"

"معقول دوستی یا نامعقول دوستی؟"

"میں سمجھا نہیں۔"

"نامعقول دوستی یوں ہو سکتی ہے کہ پاکستان کی مارکیٹ چھوڑ دو' وہاں یہودی فارمولا نہ پہنچاؤ۔ باقی ممالک میں کاروبار کرتے رہو' یہودیوں سے دوستی کرتے رہو۔ میں اس حد تک دوست رہوں گا کہ تمہیں نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔"

"مسٹر فرہاد! کوئی ایسا راستہ بتاؤ کہ پاکستان میں بھی میرا کاروبار

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

جاری رہے۔"

"تو پھر مجھ سے معقول دوستی کرو اسرائیلی صنعت کاروں کو منافع میں ایک شلنگ بھی نہ دو۔ میری جنگ یہ ہے کہ یہودیوں کو پاکستانی کرنسی تو کیا پاکستان کی ایک چٹکی مٹی بھی نہ ملے۔"

"لیکن اسرائیلی صنعت کاروں سے قانونی معاہدہ ہو چکا ہے کہ ہم ان کے فارمولے کے عوض منافع کا چوتھا حصہ دیا کریں گے۔"

"میں اسرائیلی صنعت کاروں کو مجبور کردوں گا کہ وہ معاہدہ منسوخ کردیں اور جب میں معاہدہ منسوخ کراؤں گا تو تمہیں بھی پاکستانی کرنسی میں چار کروڑ نہیں' صرف ایک کروڑ روپے ملیں گے۔"

"یہ تو ظلم ہے۔"

"اس ظلم سے کم ہے جو تم اور چوہدری پاکستانی قوم پر کرتے آرہے ہو' میں تمہیں سوچنے کا موقع دے رہا ہوں پھر کسی وقت آؤں گا۔"

میں خاموش ہوگیا۔ وہ خلا میں تکتا رہا پھر اس نے آواز دی۔ "مسٹر فرہاد! آپ موجود ہیں؟"

میں نے جواب نہیں دیا۔ مشیر نے کہا "مسٹرا ستھ! مجھے بتائیں مسٹر فرہاد کیا چاہتے ہیں؟"

اس نے مشیر کو میرے خیالات اور ارادے بتائے۔ اس نے کہا "جو شخص آپ کی پیشانی سے لہو بہا سکتا ہے وہ آپ کے کاروبار کا تمام منافع نچوڑ کر لے جا سکتا ہے۔ فرہاد نے شرافت کا ثبوت دیا ہے' اگر وہ آپ کی لیبارٹریز کو آگ لگا کر جاتا تو آپ کیا بگاڑ لیتے؟ میرا مشورہ ہے' آپ اسے دوست بنا کر رکھیں۔"

وہ سوچ میں پڑ گیا۔ میں نے بھی اسے سوچنے کا موقع دیا تھا اس لئے وہاں سے چلا آیا۔ چوہدری کے پاس آکر دیکھا' وہ کار ڈرائیو کرتا ہوا وزیر آباد سے گزر رہا تھا۔ اپنی لیبارٹری پہنچنے میں اسے ابھی کافی وقت لگتا لہٰذا میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔

دروازے پر دستک ہو رہی تھی۔ میں چارپائی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ بہت عرصہ پہلے میری پھوپی نے بتایا تھا کہ میں ایک چارپائی پر پیدا ہوا تھا۔ ملک سے باہر جا کر فوم اور اسپرنگ کے ایسے نرم گرم اور ملائم بستروں پر سوتا رہا تھا' ایسی شاہانہ زندگی گزارتا رہا تھا کہ اپنے وطن کی منجی (چارپائی) کو بھول گیا تھا۔ اب میں ویسی ہی منجی' ویسے ہی بستر' تکیے' لحاف اور معمولی طرز کا فرنیچر خرید کر لایا تھا۔ ویسی ہی تقریباً تیس برس پہلے کی زندگی گزارتے ہوئے بہت اچھا لگ رہا تھا۔

میں نے اٹھ کر دروازہ کھولا' مالک مکان چوہدری کرامت اللہ کھڑا ہوا تھا' بڑے غصے میں تھا۔ مجھے دیکھتے ہی بولا "او جی۔ آج تو میں نے محلے والوں کی ایسی کی تیسی کردی ہے۔ یہ میرے پیچھے پڑ گئے تھے کہ میں نے کسی چھڑے (تنہا آدمی) کو مکان کیوں دیا ہے' یہاں سب بیوی بچے والے رہتے ہیں۔ جوان کڑیاں ایک دروازے سے دوسرے دروازے آتی جاتی ہیں۔ اپنے کرایہ دار کو یہاں سے نکالو۔"

میں نے کہا "چوہدری صاحب! اندر آجائیں۔ آپ بہت گر[م] ہیں' ٹھنڈا پلاؤں گا۔"

وہ اندر آکر بولا "میں نے صاف صاف کہہ دیا ہے' میرا مکا[ن] ہے' میں کسی کو بھی کرائے پر دے سکتا ہوں۔ جس نے ماں کا دو[دھ] پیا ہے وہ میرے بندے کو یہاں سے نکال کر دکھائے۔"

پھر وہ رازداری سے دھیمی آواز میں بولا "آدمی کو ذرا اگر[م] ذرا نرم ہونا پڑتا ہے۔ میں نے بعد میں نرمی سے کہہ دیا ہے کہ ایک دو مہینے میں شادی کرلوگے' ابھی لڑکی پسند کر رہے ہو۔"

"آپ بھی کمال کرتے ہیں چوہدری صاحب! ایسا کہنے کی ضرورت تھی؟"

"ایسا کہنے سے محلے والوں کی تسلی ہوگئی ہے' پھر میں تمہار[ے] باپ کی جگہ ہوں' تمہاری اتنی عمر ہوگئی ہے اور اب تک کنوار[ے] بیٹھے ہو۔ کنواری تو لڑکیاں جیتھی ہیں' اس محلے میں سولہ برس [سے] لے کر چالیس برس تک کی لڑکیاں کنواری ہیں اور رشتوں [کے] انتظار میں ماں باپ پر بوجھ بنی ہوئی ہیں۔ پچھلے برس ایک لڑکی [نے] والدین کا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے خودکشی کرلی' ایک اور لڑکی گھر [سے] بھاگ گئی۔ اگر تمہارے جیسے لوگ شادی نہیں کریں گے تو ہماری لڑکیاں کہاں جائیں گی؟ اور اسلام میں تجرد کی یا راہبا[نہ] زندگی گزارنے کی اجازت نہیں ہے۔ تم مسلمان ہو' شادی کرو[گے تو] نیکی بھی ہوگی۔ یہاں جس لڑکی' جس گھر کی طرف انگلی اٹھاؤ گے وہاں شادی طے کرادوں گا۔"

میں نے کولر سے ایک ٹھنڈی بوتل نکال کر کہا "دسمبر [کی] سردیوں میں یہی پلا سکتا ہوں۔ کیونکہ میرے ہاں چائے اور کھا[نے] کا انتظام نہیں ہے۔ میں نے آپ سے کہا تھا میرے لئے کسی ملا[زم] کا بندوبست کردیں جو کھانا پکائے اور گھر کی صفائی کرے۔"

"ملازم بڑی مشکل سے ملتے ہیں۔ بیوی آسانی سے مل جا[تی] ہے۔ آج کہو آج ہی دلہن آجائے گی۔ جب گھر گرہستی کا آرام [مل] سکتا ہے تو ایک ملازم کی تلاش محض حماقت ہے اور یہ بوتل واپ[س] لے جاؤ۔ میں تمہارے گھر چائے اسی وقت پیوں گا جب دلہن آ[ئے] گی۔"

"آپ تو میری شادی کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ یہ بھی نہیں جا[نتے] میں اچھا ہوں یا بدمعاش؟ اگر بدمعاش ہوں تو کسی لڑکی کی زند[گی] برباد کرکے بھاگ جاؤں گا پھر محلے والے آپ کو پکڑیں گے۔"

"میری فکر نہ کریں' میں اللہ کے بھروسے پر نیکی کرتا ہوں ا[ور] میرا ایمان ہے کہ نیکی کا پھل ملتا ہے۔ یہ کیا کم ہے کہ نیکی کا پھ[ل] ضرور کسی شریف زادی کو مل جائے۔"

پھر وہ صوفے سے اٹھ کر بولا "کوئی جلدی نہیں ہے۔ اچ[ھی] طرح سوچو اور اس پہلو سے سوچو کہ ایسی لڑکی نے خودکشی کی [تھی] جسے تم نے دلہن بنانے سے انکار کیا تھا یا اب انکار کروگے تو [وہ] آنچل میں چھپ کر روئے گی' گھر سے بھاگ جائے گی یا اپنی جا[ن] دے دے گی۔"

کہہ کر وہ چلا گیا۔ میں نے دروازے کو بند کرتے ہوئے سوچا' یہ شخص مجھے ایک جذباتی مسئلے میں الجھا گیا ہے' یہ تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ میں شادی کروں گا لیکن یہ میرے ملک کا بہت ہی اہم مسئلہ تھا۔ غربت اور جہیز کے مطالبات کے باعث شریف زادیاں گھر بیٹھے بیٹھے بوڑھی ہو جاتی تھیں یا خاندانوں اور برادریوں میں لڑائی جھگڑوں کے باعث وہ سدا کنواری رہ کر دنیا سے اٹھ جاتی تھیں۔

میں نے چوہدری کرامت اللہ کے خیالات پڑھے' وہ سوچ رہا تھا "یہ تیسرا کرایہ دار ہے' اس سے پہلے میں نے اور دو کرایہ داروں کی اسی محلے میں شادیاں کرائی ہیں' یہ تیسرا بھی راضی ہو جائے گا تو ایک اور لڑکی عزت و آبرو سے اپنا گھر بسا لے گی۔"

میں نے محسوس کیا چوہدری کے اندر آنسو چھپے ہوئے ہیں' وہ سوچ رہا تھا "شبو بیٹی! تیرے ساتھ جو زیادتی ہوئی اس کی تلافی اسی طرح کرسکتا ہوں کہ آخری سانس تک دوسرے گھروں کی بیٹیوں کو دلہن بنا کر انہیں سسرال میں آباد کرتا رہوں۔ میں کیا ہوں' میری اوقات کیا ہے۔ میں تیرے سسرال والوں کے بھاری مطالبات پورے نہ کرسکا' اس نوجوان نے شادی سے انکار کردیا تو اپنی توہین اور باپ کی ندامت کو برداشت نہ کرسکی اور چھت کے پنکھے سے گلے میں پھندا ڈال کر مرگئی۔ میری بچی! میں تیرے ساتھ ہونے والی زیادتی کی تلافی کرتا رہوں گا۔"

میرے دل پر چوٹ سی لگی۔ وہ خودکشی کرنے والی لڑکی چوہدری کی اپنی بیٹی تھی۔ تب ہی وہ مجھے کہہ رہا تھا کہ اچھی طرح سوچو اور اس پہلو سے سوچو کہ ایک ایسی لڑکی نے خودکشی کی تھی جسے تم نے دلہن بنانے سے انکار کیا تھا۔ چوہدری کے ان فقروں کے پیچھے ایک مظلوم باپ کے دل کا درد و کرب چھپا ہوا تھا۔ اسے ہر انکار کرنے والا جوان اپنی بیٹی کا قاتل دکھائی دیتا تھا۔

میں نے معلوم کیا' وہ نوجوان کون تھا جس نے شبو کو خودکشی پر مجبور کیا تھا؟ چوہدری کی سوچ نے بتایا وہ چوہدری کے گھر کے سامنے ہی دو منزلہ مکان میں رہتا ہے۔ اس علاقے میں اس نوجوان شاہد کے باپ کے مزید چار مکانات ہیں جن سے ماہانہ پانچ ہزار روپے کی آمدنی ہے جبکہ چوہدری کے دو ہی مکانات تھے۔ ایک میں وہ بیوی بچوں کے ساتھ رہتا تھا۔ دوسرا مکان اس نے مجھے کرائے پر دیا تھا۔ اس حساب سے پانچ مکانات والا شاہد کا باپ زیادہ حیثیت والا تھا اور اپنے اکلوتے بیٹے کی شادی وہاں کرنا چاہتا تھا جہاں سے بہو جہیز میں ایک مکان یا کوٹھی لے کر آئے۔ یہ مکانات اس کا ذریعۂ معاش تھے۔ اسے محنت نہیں کرنی پڑتی تھی' گھر بیٹھے ہزاروں روپے ملتے رہتے تھے' اس کا بیٹا شاہد بھی کام چور تھا اور باپ کے نقش قدم پر چل رہا تھا۔

میں نے چوہدری کے ذریعے ان باپ بیٹے کے دماغ میں جگہ بنائی پھر یہ طے کیا کہ انہیں اچھا سبق سکھاؤں گا۔ چوہدری اپنے علاقے کی تمام شریف زادیوں کو سہاگن بنانا چاہتا تھا۔ میں نے یہ بھی طے کیا کہ اس ستم رسیدہ باپ کے ارادوں کو پورا کروں گا۔ وقت ملتا رہا تو ان گھروں میں کسی نہ کسی طرح رشتے پہنچاتا رہوں گا اگرچہ معاشرے کے دکھ درد کا علاج کرنے کا موقع مجھے نہیں ملتا ہے پھر بھی کوشش کروں گا۔

ادھر چوہدری حاکم علی حاکم لیبارٹری پہنچ گیا تھا اور وہاں اپنی پہلی تباہی کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا۔ تجارتی خانے کی آگ اس بری طرح پھیلی تھی کہ اوپر لیبارٹری اور ادویات کے گودام کو بھی اپنی لپیٹ میں لے چکی تھی' سب کچھ جل چکا تھا۔ دوا کی ایک شیشی' ایک کیپسول یا ایک گولی بھی نہیں بچی تھی۔

چوہدری حاکم نے اپنے اثر و رسوخ کے مطابق ایس پی اور اخباری صحافیوں کو بلایا تھا۔ ایس پی کو وہ سرکاری شناختی کارڈ دکھایا جسے پارس نے جاسوس کے طور پر صوفیہ کو دیا تھا اس کارڈ میں جو تصویر لگی تھی پارس وہی چہرہ بنا کر آیا تھا۔ سپرنٹنڈنٹ آف پولیس نے کہا "چوہدری صاحب' میں اس شخص کو تلاش کروں گا لیکن آپ فرہاد کا نام لے رہے ہیں اس لئے یقین سے کہتا ہوں فرہاد نے کسی کو آلۂ کار بنا کر یہاں بھیجا ہوگا۔ یہ تصویر والا نوجوان ہمیں کہیں نہیں ملے گا۔"

اخباری صحافیوں نے کہا "ہم لیبارٹری کی تباہی کی رپورٹ تصویروں کے ساتھ پہلے صفحے پر شائع کریں گے لیکن فرہاد اور ٹیلی پیتھی کا ذکر نہیں کریں گے۔"

چوہدری حاکم نے پوچھا "کیوں ذکر نہیں کریں گے؟"

"اس لئے کہ اخبار میں دنیا جہان کی سچی خبریں شائع ہوتی ہیں۔ ہم فرہاد اور ٹیلی پیتھی کا ذکر کرکے اپنے اخبار کو فکشن نیوز پیپر نہیں بنائیں گے۔ یہ اخبارات کے مالکان اور ایڈیٹروں کا فیصلہ ہے۔"

صوفیہ نے کہا "ہماری جلی ہوئی لیبارٹری اس بات کا ثبوت ہے کہ ٹیلی پیتھی فکشن نہیں ہے اور فرہاد علی تیمور خیالی کردار نہیں ہے۔"

ایک صحافی نے کہا "ٹھیک ہے' اگر پولیس والے فرہاد کو گرفتار کرلیں گے اور عدالت میں ثابت ہوجائے گا کہ فرہاد ایک زندہ کردار ہے تو ہم اس کے خلاف وہ سب کچھ لکھیں گے جو آپ چاہتی ہیں۔"

اخبارات کے رپورٹرز اور فوٹوگرافرز چلے گئے۔ چوہدری حاکم نے ایس پی سے کہا "آپ قانون کے محافظ ہیں۔ اتنے بڑے افسر ہیں' اگر آپ فرہاد کو گرفتار نہیں کریں گے تو ہم انصاف مانگنے کہاں جائیں گے؟"

ایس پی نے کہا "فرہاد کی بہن شاہینہ کے دروازے پر تین قتل ہوئے' وہاں بڑے بڑے افسران اور مسلح سپاہی موجود تھے اور سب بے بس تھے کیونکہ انہیں قتل کرنے والا آنکھوں کے سامنے نہیں تھا' ان کے دماغوں میں تھا اور انہیں خود اپنے ہاتھوں سے مرنے پر

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

مجبور کرتا رہا تھا۔ کیا افسران ثابت کرسکتے ہیں کہ وہ قتل کئے جارہے تھے؟ وہ تو افسروں کے سامنے خودکشی کررہے تھے اور قانون کے مطابق ان افسران کو خودکشی کی ہی رپورٹ پیش کرنی پڑی۔ اسی طرح کیا آپ ثابت کرسکتے ہیں کہ اس لیبارٹری کو فرہاد نے جلا کر خاک کیا ہے؟ ہمیں ثبوت اور گواہی چاہئے اس کے بغیر میں آپ کے کسی کام نہیں آسکوں گا۔"

چوہدری کے بیٹے ڈاکٹر نعمان نے کہا "آپ سے ہمارے دیرینہ تعلقات ہیں۔ آپ ہماری خاطر رازداری سے چپ چاپ فرہاد کو تلاش تو کرسکتے ہیں؟ اس کا پتا ٹھکانا تو معلوم کرسکتے ہیں؟"

"رازداری ہمارے تمہارے درمیان ہوسکتی ہے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے کے سامنے کوئی راز راز نہیں رہتا۔ کیا تم میں سے کوئی جانتا تھا کہ وہ تم سب کے دماغوں میں پہنچ جائے گا؟ کیا یہ یقین سے کہہ سکتے ہو کہ ابھی وہ ہمارے درمیان نہیں ہوگا اور آئندہ مجھے نقصان نہیں پہنچائے گا؟ میں وردی اتار دوں گا' استعفا دے دوں گا لیکن اسے تلاش نہیں کرسکوں گا۔"

وہ سوری کہہ کر چلا گیا۔ تینوں باپ بیٹا اور بیٹی دفتری کمرے میں تھوڑی دیر تک چپ بیٹھے رہے پھر باپ نے کہا "ٹیلی پیتھی بہت ہی خطرناک علم ہے۔ بڑی سپر طاقتیں بھی فرہاد سے کتراتی ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا میں کیا کروں؟ اس کے خوف سے نیند نہیں آتی' بھوک نہیں لگتی۔ کسی بات پر ہنستے ہنستے سہم جاتا ہوں' وہ موت کی طرح یاد آجاتا ہے۔"

صوفیہ نے کہا "آج تک میں نے اس کا ذکر سنا تھا' اب اتنی زبردست تباہی دیکھ کر میرا سکون بھی غارت ہوگیا ہے۔ اگر اس کاروبار میں کروڑوں کا منافع نہ ہوتا تو ہم اسے چھوڑ دیتے۔"

چوہدری نے کہا "فرہاد کو صرف یہ اعتراض ہے کہ یہودی پاکستان سے اپنا منافع لے جاتے ہیں۔"

نعمان نے کہا "فرہاد سے سمجھوتے کا کوئی راستہ نکالنا چاہئے۔"

صوفیہ بولی "کیا تمہیں پتا ہے وہ پکا عیاش ہے۔ مجھے آج رات کھانے پر بلا رہا تھا۔"

چوہدری حاکم نے چونک کر پوچھا "کیا وہ تمہیں ڈنر کے لئے کہہ رہا تھا اور تم نے انکار کردیا؟"

"ہاں اور کیا کرتی' کیا رات کو اس کے پاس چلی جاتی؟"

"بیٹی! وہ کھانے پر بلا رہا تھا۔ کھانے کے ساتھ تمہیں تو نہیں کھا لیتا۔ تم سمجھدار ہو' ذرا سوچو' ملاقات کا سلسلہ جاری رہتا تو حقیقت سامنے آجاتی کہ تم سے ملاقات کرنے والا محض آلۂ کار ہے یا خود فرہاد ہے۔"

نعمان نے کہا "ایک بار' صرف ایک بار یہ یقین ہوجائے کہ تم سے ملنے والا فرہاد ہے تو اسے گولی مارنے میں دیر نہیں لگے گی۔"

چوہدری نے بیٹے سے کہا "تمہارا خون گرم ہے۔ صرف گولی مارنے کی بات نہ سوچو۔ اگر وہ صوفیہ کو پسند کرلے' میرا داماد اور تمہارا بہنوئی بن جائے تو یہ رشتہ ہمیں ارب پتی اور کھرب پتی بنادے گا۔"

وہ بولی "ڈیڈ! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ فرہاد آپ کی عمر کا ہے' سنا ہے اس کے دو بیٹے جوان ہیں۔"

"جوان ہیں تو کیا ہوا؟ کیا جوان بیٹوں کے باپ شادی نہیں کرتے؟ تم جذبات سے نہیں عقل سے سوچو' کاروباری شادیاں ایسی ہی ہوتی ہیں۔"

"میں عقل سے ہی سمجھ کر کہہ رہی ہوں' باپ کی عمر والے سے شادی نہیں کروں گی۔"

نعمان نے کہا "آپ دونوں ایسے بحث کررہے ہیں جیسے فرہاد نے صوفیہ کا رشتہ مانگا ہو۔ بائی دی وے ہمارے پاس جو آیا تھا وہ سر سے پاؤں تک جوان تھا۔ کیا ٹیلی پیتھی ایسا علم ہے جو آدمی کو سدا جوان رکھتا ہے؟"

"یہاں آنے والا فرہاد کا آلۂ کار ہوگا۔"

"جو کوئی بھی ہو' وہ فرہاد کی طرف سے تمہیں کھانے کی دعوت دے رہا تھا۔ تم نے دعوت کو ٹھکرایا اس کے بعد ہی اس نے کارخانے میں آگ لگائی اور ہمیں اتنا بڑا نقصان پہنچا کر چلا گیا۔"

"اگر میں دعوت قبول کرلیتی تو؟"

نعمان نے میز پر ہاتھ مار کر کہا "تو میں یقین سے کہتا ہوں' ہمیں پچیس لاکھ روپے کا نقصان نہ ہوتا۔"

وہ بولی "کیا یہ غیرت مند بھائی کہہ رہا ہے' کیا پچیس لاکھ بچانے کے لئے یا وہ رقم واپس حاصل کرنے کے لئے مجھے فرہاد کے پاس چھوڑ کر آؤ گے؟ بولو آؤ گے۔ وہاں چھوڑ کر؟"

نعمان نے کہا "ڈیڈ! یہ خواہ مخواہ جوش میں آرہی ہے' ...کانٹے کو لپک رہی ہے۔"

"کیا کہا! میں کانٹے کو لپک رہی ہوں! کیا مجھے کُتیا کہہ رہے ہو؟"

باپ نے کہا "ایزی صوفیہ' ایزی۔ اپنے باپ اور بھائی کو ...نہ سمجھو۔ ہم دنیا والوں کے سامنے پچیس لاکھ کے نقصان کا واویلا کررہے ہیں ورنہ پچیس لاکھ ہماری بیٹی کے سامنے کچھ نہیں ہیں' ...ہے ہم اس موضوع پر مزید گفتگو نہ کریں۔"

نعمان نے کہا "گفتگو نہیں کریں گے تو کسی نتیجے پر بھی نہیں پہنچیں گے۔ اور فرہاد ہمارے اعصاب پر سوار رہے گا۔ آئندہ بھی ہمیں نقصان پہنچاتا رہے گا۔ ابتدا پچیس لاکھ سے ہوئی ہے' نہ جانے انتہا کہاں ہوگی۔"

باپ نے کہا "ہم کنگال ہوجائیں گے' شاندار کوٹھیوں اور کاروں سے نکل کر فٹ پاتھ پر آجائیں گے۔ صوفیہ کو آرام سے سوچنے دو کہ سمجھوتے کا جو ایک ہی راستہ رہ گیا ہے اس پر ہمیں چلنا چاہئے یا نہیں۔"

وہ اٹھ کر کھڑا ہوگیا' نعمان بھی باپ کے ساتھ اٹھ گیا۔ صوفیہ بیٹھی رہی اور یہ سمجھتی رہی کہ باپ بھی یہی چاہتا ہے مگر صاف لفظوں میں نہیں کہہ رہا ہے۔ اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ باپ بیٹے جاتے جاتے رک گئے۔ فون کی طرف دیکھنے لگے۔ صوفیہ نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا پھر کہا "ہیلو؟"

میں نے اس آواز اور لہجے میں اسے مخاطب کیا جسے پارس نے اس کے سامنے اختیار کیا تھا' میں نے کہا "ہیلو صوفیہ! میں تمہارے دماغ میں بھی آکر بول سکتا تھا لیکن یہ معلوم کرنے کے لئے فون پر بول رہا ہوں کہ فون کے جو تار کاٹے گئے تھے وہ جوڑ دیئے گئے ہیں یا نہیں؟ پھر تمہارے باپ اور بھائی کو بھی معلوم ہونا چاہئے کہ میں تمہیں یاد کررہا ہوں' وہ چاہیں تو فون پر میری آواز سن سکتے ہیں۔"

چوہدری حاکم علی نے پوچھا "کس کا فون ہے؟"

وہ بولی "فرہاد۔"

بھائی دوبارہ کرسی پر بیٹھ گیا۔ باپ نے ریسیور کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا "مجھے بات کرنے دو۔"

وہ ایک دم سے بپھر کر بولی "آپ کس رشتے سے بات کریں گے؟ کاروبار کی سلامتی کے لئے داماد بنائیں گے یا بیٹی کا گاہک؟"

چوہدری نے گرج کر کہا "یو شٹ اپ' میں تمہاری زبان کھینچ لوں گا۔"

"زبان تو بہت دیر سے باپ بیٹے کی چل رہی ہے۔ جو کہنا چاہتے تھے وہ صاف طور سے کہہ نہیں پارہے تھے۔ بھائی جان نے ابھی کہا تھا کہ میں فرہاد کی دعوت قبول کرلیتی تو ہماری لیبارٹری میں آگ نہ لگتی۔"

پھر وہ ریسیور کے ماؤتھ پیس پر جھک کر بولی "میں فرہاد سے پوچھتی ہوں' کیا تم اتنے کم ظرف ہو کہ لڑکی ہاتھ نہ آئے تو اس کے گھر میں آگ لگا دیتے ہو؟ تمہارا جواب میں نہیں' میرے ڈیڈی سنیں گے' جواب دو۔"

اس نے ریسیور باپ کی طرف بڑھا دیا۔ باپ نے اسے لے کر کان سے لگایا۔ میں نے کہا "چوہدری! میں بیک وقت دو جگہ ہوں۔ تمہارے بیٹے کے دماغ میں بول رہا ہوں اور اپنے ریسیور کے ماؤتھ پیس پر تمہارے کان میں اپنی آواز سنا رہا ہوں۔"

باپ بیٹے نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ میں نے کہا "اور میں تمہاری حرکتیں بھی دیکھ رہا ہوں۔ اگر تم دونوں اپنی طبعی عمر تک جینا چاہتے ہو اور ابھی حرام موت نہیں مرنا چاہتے تو میرے ساتھ ساتھ بولو تاکہ صوفیہ سن سکے۔"

چوہدری نے کہا "پلیز مسٹر فرہاد! پہلے میری دو باتیں سن لو۔"

"چوہدری! اب ایک لفظ بھی اپنی طرف سے نہ کہنا۔ اب جو بول رہا ہوں اسے نعمان زبان سے دُہرائے گا اور تم خاموش رہو گے۔ چلو نعمان' بولو کہ تم کم ظرف ہو اور یہ چاہتے ہو کہ صوفیہ' فرہاد سے دوستی کرکے پچیس لاکھ کا نقصان پورا کردے۔"

میں اس کے دماغ میں تھا' وہ میری بات سے انکار نہیں کرسکتا تھا۔ اس نے کہا "صوفیہ! میں کم ظرف ہوں اور چاہتا ہوں کہ تم فرہاد سے دوستی کرکے پچیس لاکھ کا نقصان پورا کرو۔"

میں نے اس کے دماغ سے نکل کر چوہدری کے دماغ پر قبضہ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

جمایا۔ وہ بے اختیار بولنے لگا "یہودیوں کی دلالی کرنے والے اتنے کم ظرف ہوتے ہیں کہ حالات کے تقاضے پر بیٹی کے بھی دلال بن جاتے ہیں۔ میں بھی مجبور ہو کر فرہاد کی دشمنی سے محفوظ رہنے کے لئے منافع کی بساط پر تمہیں مہرہ بنا رہا ہوں اور فرہاد کے سامنے لانا چاہتا ہوں' بس اتنی سی بات ہے۔"

چوہدری نے اتنا کہہ کر ریسیور رکھ دیا۔ میں نے صوفیہ کے پاس آکر کہا "میں نے تمہاری آنکھیں کھولنے کے لئے رات کو کھانے کی دعوت دی تھی اور تمہارے انکار پر یہ کہا تھا کہ تمہارا باپ ہر ماہ لاکھوں روپے کا منافع کمانے کے لئے اپنی ڈاکٹر بیٹی کو بازار کا مال بنادے گا' یہ ابھی میں نے ثابت کردیا ہے۔"

صوفیہ کی انا کو زخم لگ رہے تھے' اس کی آنکھیں ندامت سے بھیگ رہی تھیں۔ میں نے کہا "تم نے میرے ظرف کے بارے میں پوچھا تھا۔ میرا ظرف یہ ہے کہ میں تمہیں بیٹی سمجھتا ہوں لیکن بیٹی نہیں کہوں گا کیونکہ تم میرے ملک کی ایک ذمے دار ڈاکٹر ہو کر دواؤں میں افیون اور الکحل ملاتی ہو۔ قوم سے دشمنی کرنے والی میری تو کیا کسی کی بھی بیٹی نہیں ہوتی۔"

اس نے جواب نہیں دیا۔ سوچ کے ذریعے مجھ سے بولی "آپ نے میری آنکھیں کھول دی ہیں۔ خدا جانتا ہے میں بہت شرمندہ ہوں' اندر سے ٹوٹ رہی ہوں۔ آپ مجھے بیٹی سمجھتے ہیں تو میں آپ کو ابو کہہ کر قسم کھاتی ہوں کہ دواؤں میں ملاوٹ نہیں کروں گی۔ آپ جو کہیں گے وہ کرتی رہوں گی۔"

"ٹھیک ہے' آج سے تم میری بیٹی ہو۔ میرے بیٹے مجھے پاپا کہتے ہیں' تم بھی پاپا کہو۔"

"شکریہ پاپا! آپ بیٹی کو گائیڈ کریں' مجھے کیا کرنا چاہئے؟"

"تمہاری ذہانت مثبت انداز میں جو کہتی ہے وہ کرتی جاؤ' باقی مجھ پر چھوڑ دو۔ میں تمہارے پاس آتا رہوں گا۔ فی الحال جا رہا ہوں۔"

میں خاموش ہو گیا مگر اس کے پاس موجود رہا۔ وہ بولی "آپ نے مجھے حوصلہ دیا ہے۔ سچائی کا راستہ دکھایا ہے۔ میں آپ کو یاد کرتی رہوں گی' خدا حافظ پاپا!"

میں نے جواب نہیں دیا' وہ سمجھ گئی کہ میں چلا گیا ہوں' وہ اپنے آنچل سے آنسو پونچھنے لگی۔ چوہدری نے پوچھا "مسٹر فرہاد کیا کہہ رہے ہیں؟"

"وہ جا چکے ہیں۔"

نعمان نے کہا "یہ بڑی مشکل ہے' ہمیں اپنے دماغ میں اس کے آنے جانے کی خبر نہیں ہوتی' تم کیوں رو رہی تھیں؟"

"بھائی کی کم ظرفی پر رونا نہیں آیا' پاپا کی اعلیٰ ظرفی اور محبت دیکھ کر آنسو نکل پڑے۔"

"کون پاپا؟"

"جنہیں آپ فرہاد کہتے ہیں اور دشمن سمجھتے ہیں' انہوں نے مجھے بیٹی بنایا ہے۔"

نعمان نے طنزیہ کہا "اچھا تو تمہارے دو باپ ہیں۔"

صوفیہ نے پوچھا "کیا اپنی ماں کو گالی دے رہے ہو؟"

وہ پہلے تو جھینپ گیا پھر بھڑک کر بولا "میں تمہارا منہ توڑ دوں گا۔"

"یہ دھمکی نہ دینا' میں فرہاد علی تیمور کی بیٹی ہوں۔ تہ خانے میں پچیس لاکھ کی راکھ مل گئی' تمہاری تو ہڈیوں کا سرمہ بھی نہیں ملے گا۔ یقین نہ ہو تو مجھے ہاتھ لگا کر دیکھو۔"

وہ دور سے ہی بہن کو دیکھتا رہ گیا۔ اسے بہن کی گھورتی ہوئی آنکھوں میں فرہاد علی تیمور دکھائی دے رہا تھا۔ باپ نے کہا "بیٹی! ذرا عقل سے سوچو' فرہاد بڑی چالاکی سے ہمارے اتحاد کو توڑ رہا ہے۔ تمہیں بیٹی بنا کر تمہارے دل میں ہمارے لئے نفرت پیدا کر رہا ہے۔"

"کیا ایک مسلمان بیٹی کو یہودیوں کے ایجنٹ سے نفرت نہیں کرنا چاہئے؟"

"ایک منٹ پہلے تک تم بھی یہودیوں کی ایجنٹ تھیں۔"

"تھی' اب نہیں ہوں۔ آنکھیں کسی وقت بھی کھل سکتی ہیں۔ دلوں میں کسی وقت بھی ایمان پیدا ہو سکتا ہے اور بے ایمانوں کی شامت کسی وقت بھی آسکتی ہے۔"

"تو تم فرہاد سے مل کر ہماری شامت لاؤ گی؟"

"میں باپ اور بھائی سے گستاخی نہیں کروں گی' جو کرنا ہوگا وہ پاپا کریں گے۔ میں اس کاروبار سے الگ ہو رہی ہوں۔ آپ کو بھی سمجھاتی ہوں' دواؤں میں ملاوٹ سے باز آجائیں اور اسلام میں یہودیت کی ملاوٹ نہ کریں' انہیں پاکستان کی منڈی سے ایک پیسے کا منافع نہ پہنچائیں' اگر آپ نے عقل سے اور ایمان سے کام نہ لیا تو پاپا آپ لوگوں کو کنگال بنا کر فٹ پاتھ پر پہنچا دیں گے۔"

یہ کہہ کر وہ اٹھ گئی پھر تیزی سے چلتی ہوئی دروازہ کھول کر باہر چلی گئی۔ چوہدری حاکم علی حاکم نے دروازے کی طرف دیکھا پھر ایک گہری سانس لے کر بولا "بچی ہے' نادان ہے' یہ نہیں جانتی کہ فرہاد ہمیں زیادہ سے زیادہ پاکستان میں کنگال بنا سکتا ہے لیکن لندن اور تل ابیب کے بینکوں میں ہمارے لاکھوں پونڈ اور کروڑوں سیکال (اسرائیلی کرنسی) موجود ہیں۔ فرہاد ہمیں کنگال بناتے بناتے تھک جائے گا۔ مر جائے گا لیکن ہم منافع کے اسی اونچے گراف پر رہیں گے۔"

میں ہنسنے لگا۔ اس نے چونک کر دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا گھبرا کر بولا "او گاڈ! کیا فرہاد میرے اندر چھپا ہوا ہے۔ یہ...... یہ اسی کی ہنسی ہے؟"

نعمان نے کہا۔ "ڈیڈ! صوفیہ تو کہہ رہی تھی وہ چلا گیا ہے۔"

"بیٹے! اس کی بات درست تھی' فرہاد کے آنے اور جانے کی خبر نہیں ہوتی۔"

میں نے کہا۔ "میری خبر نہ رکھو۔ لندن اور تل ابیب کے بینک اکاؤنٹس کی خبر لو۔ وہ لاکھوں پونڈز اور کروڑوں سیکال تم نے پاکستان کی زمین پر رہ کر کمائے ہیں۔ وہ پاکستان کی دولت ہے۔ قوم کا سرمایہ ہے۔ وہ پونڈز اور سیکال دوبارہ پاکستانی کرنسی میں تبدیل ہو کر یہاں چوبیس گھنٹوں کے اندر آئیں گے اور قومی خزانے میں جمع کئے جائیں گے۔"

وہ کرسی سے اچھل کر چیخنے لگا۔ "تم ایسا نہیں کر سکتے۔ میرے باہر کے اکاؤنٹس کو ہاتھ بھی نہیں لگا سکتے' وہاں کے بینکوں نے ضمانت دی ہے کہ ہماری رقم ہر حال میں محفوظ رہے گی۔"

"جب ضمانت دی ہے تو کیوں چیخ رہے ہو؟ چوبیس گھنٹوں کے اندر ٹیلی پیتھی کا تماشا بھی دیکھو کہ کیا سے کیا ہو جاتا ہے۔"

وہ سوچ میں پڑ گیا۔ اسے یاد آرہا تھا کہ لندن کا فرسٹ پارٹنر جان اسمتھ کچھ ڈھیلا پڑ گیا ہے۔ بڑے بڑے صنعت کار ہڑتال نہیں کر رہے ہیں اور اسرائیلی صنعت کار اس لئے سہمے ہوئے ہیں کہ وہاں فرہاد کے دو انسانی روبوٹ کسی وقت بھی ان کی صنعتوں کو تباہ کر سکتے ہیں۔

وہ بولا۔ "مسٹر فرہاد! ہمیں ایک دوسرے کی ضد بننے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ تم میری تمام دولت چھین لو گے لیکن ہماری قوم کو نقصان پہنچاؤ گے۔ میری لیبارٹری سے تیار ہونے والی دواؤں سے لاکھوں بیمار شفا پاتے ہیں۔ فارمولا یہودیوں کا ضرور ہے لیکن ہمارے ملک کے بیمار لوگ صحت یاب ہوتے ہیں۔"

"چوہدری! مجھے فارمولے پر اعتراض نہیں ہے۔ یہ فارمولا پاکستان پہنچ کر ہمارا ہو گیا ہے۔ بالکل ایسے ہی جیسے اسرائیلی فوج عربوں کی سرحدی زمینوں پر قبضہ جما کر اسے اپنے ملک کا حصہ قرار دیتی ہے اور زمینیں واپس کرنے کے سلسلے میں بین الاقوامی عدالت کے فیصلے بھی اپنے حق میں بدل دیتی ہے۔ ٹھیک اسی طرح میں ان کی دواسازی کے فارمولوں پر قبضہ جماؤں گا۔ تم نے انہیں بہت منافع دیا ہے۔ اب پاکستانی ایک پیسہ بھی ان کے پاس نہیں جائے گا اور تمہارا تمام کاروبار بھی خاک میں مل جائے گا۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ تم ہمارے دماغ سے وہ فارمولے چرا کر کسی دوسرے پاکستانی کو دو گے؟"

"مجھے تمہارے دماغ سے چرانا نہیں پڑے گا۔ وہ تو میری بیٹی ڈاکٹر صوفیہ کو زبانی یاد ہے۔ میں یہ کاروبار اپنی بیٹی کو دوں گا۔ پھر تم باپ بیٹے کو اس لیبارٹری میں قدم بھی نہیں رکھنے دوں گا۔ سوچو' فیصلہ کرو۔ پاکستان سے غداری کرو گے یا یہودیوں کے خلاف بغاوت کرنا چاہو گے؟ میں سوچنے کی مہلت دے رہا ہوں۔ پھر چوبیس گھنٹوں کے بعد وہی ہوگا جو میں کہہ چکا ہوں۔ اب میں جا رہا ہوں۔ خدا تمہیں صوفیہ کی طرح عقل اور ایمان دے۔"

وہ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر بیٹے سے بولا۔ "میرا پاسپورٹ لے کر ٹریولنگ ایجنٹ کے پاس جاؤ اور کسی بھی پہلی فلائٹ سے لندن کے لئے ایک سیٹ حاصل کرو۔ میں مسٹر اسمتھ اور یہودیوں سے دو ٹوک فیصلہ کروں گا۔ اگر انہوں نے ہمیں مکمل تحفظ نہ دیا تو فرہاد کے سامنے گھٹنے ٹیکنے ہی پڑیں گے۔"

وہ باپ بیٹے دفتر سے اٹھ کر باہر چلے گئے۔ وہ آخر وقت تک یہودیوں کے وفادار رہنا چاہتے تھے۔ مایوس ہونے کے بعد میری بات ماننے والے تھے۔ یہ انسانی فطرت ہے' جب تک وہ جوان اور طاقت ور ہوتا ہے' مست ہاتھی کی طرح دندناتا پھرتا ہے۔ جب جوانی کی توانائی ختم ہوتی ہے' بڑھاپا آتا ہے' کمزوری لاحق ہوتی ہے تو خدا یاد آتا ہے۔ میں نے آج تک کسی نوجوان کے ہاتھ میں تسبیح نہیں دیکھی اور یہودیوں کے کسی ایجنٹ کو مسجد کے دروازے پر توبہ کرتے نہیں دیکھا۔ وہ باپ بیٹے بھی شاید ہی توبہ کرتے کیونکہ ان کے پیچھے اسرائیل تھا اور اسرائیل کے پیچھے سپر پاور امریکا یعنی بڑی طاقت اور بڑے وسیع ذرائع تھے۔ بچاؤ کی پوری امید تھی اس لئے وہ ہوا میں اڑ رہے تھے۔

میں اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ مجھے چائے کی طلب ہو رہی تھی۔ صبح ناشتے کے بعد نہ چائے پی تھی اور نہ ہی دوپہر کی روٹی کھائی تھی۔ میں جوتے پہن کر باہر آگیا۔ دروازے کو تالا لگا کر جانا چاہتا تھا کہ سامنے والے مکان سے ایک شخص نے آکر کہا۔ "السلام علیکم۔ بھائی صاحب! پڑوسیوں کی بھی کچھ ذمے داریاں ہوتی ہیں۔ ہم تمہارے سامنے رہتے ہیں پھر بھی اجنبی ہیں۔"

میں نے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "میرا نام ارسلان ہے۔ بیس برس امریکا میں رہا۔ پھر وطن کی مٹی کھینچ لائی ہے۔ یہاں میرا کوئی عزیز رشتے دار نہیں ہے۔ یہی میرا تعارف ہے۔"

اس نے کہا۔ "ہم آپ کے ہیں۔ ہمارے ہاں تشریف لائیں۔"

"میں پھر آؤں گا۔"

"یہ چائے کا وقت ہے۔ آپ جہاں بھی جا رہے ہیں' ہماری چائے پی کر جائیں۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "دراصل میں چائے ہی پینے نکلا ہوں۔"

"پھر تو میں نے صحیح وقت پر آپ کو گرفتار کیا ہے۔ آیئے تشریف لایئے۔"

میں اس کے ساتھ مکان کے سامنے والے کمرے میں آیا۔ وہاں اس کے والدین سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے بڑی محبت سے استقبال کیا۔ بزرگ نے کہا۔ "تمہارے مالک مکان بتا رہے تھے کہ تم بیس برس امریکا میں رہ کر آئے ہو۔ تعجب ہے! خوبصورت اور اسمارٹ لڑکیوں کی نگری میں رہ کر بھی شادی نہیں کی۔ اس کی کوئی خاص وجہ ہے؟"

میں نے کہا۔ "پرائے دیس کی ہر چیز پرائی لگتی ہے۔ وہاں کی لڑکیاں' ان کی بے لگام آزادیاں' وہاں کی زبان اور تہذیب سب کی سب میرے مزاج کے خلاف تھیں۔ کسی شاعر نے میرے ہی لئے کہا ہے' پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا۔"

اس بات پر سب ہنسنے لگے۔ بزرگ خاتون نے کہا۔ "یہ بڑی بات ہے کہ برسوں امریکا میں رہ کر بھی تم اپنوں میں آگئے ہو۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

مجھے اپنے ساتھ اس مکان میں لانے والے جوان نے کہا۔ "امی! یہ فرما رہے تھے کہ یہاں ان کا اپنا کوئی نہیں ہے۔"

بزرگ نے کہا۔ "ہم ہیں۔ اپنا بنانے کا جذبہ ہو تو لوگ اپنے بنتے ہیں۔"

اسی وقت ایک جوان لڑکی چھوٹی سی ٹرالی میں چائے اور ناشتا لے کر آئی۔ سنجیدگی سے مجھے سلام کیا پھر مٹھائی کی ڈش بڑھا کر بولی۔ "یہ لاہور کی خاص مٹھائیوں میں سے ایک ہے۔ اسے پتیسا کہتے ہیں۔"

میں پلیٹ میں سے مٹھائی کا ایک ٹکڑا لیتے ہوئے لڑکی کے خیالات پڑھنے لگا۔ بات تو پہلے ہی سمجھ میں آگئی تھی۔ اس کے خیالات نے تصدیق کردی کہ مجھے کنوارہ سمجھ کر خاطر ومدارات ہورہی ہیں۔

میں ان کی خوش فہمی فوراً ہی ختم کرسکتا تھا لیکن پہلے میں نے لڑکی کے خیالات اور جذبات پڑھے۔ اس کا نام کشور فاطمہ تھا۔ وہ بی اے کی طالبہ تھی اور کالج کے ایک نوجوان اقبال سے محبت کرتی تھی۔ والدین کے حکم سے مجبور ہوکر وہ میرے سامنے ناشتے کی ٹرالی لے کر آئی تھی۔

اس کی سوچ نے بتایا کہ اقبال بھی اسے دل وجان سے چاہتا ہے لیکن اس کے اور اقبال کے بزرگوں کے درمیان بہت پرانا خاندانی جھگڑا چل رہا تھا۔ اقبال نے طے کیا کہ بزرگوں کی ضد اور اکڑ ختم کرنے کے لئے وہ گھر سے بھاگ جائیں گے۔ جب لڑکی والوں کو بدنامی کا احساس ہوگا اور لڑکے والوں کو اکلوتے بیٹے کے ہاتھ سے جانے کا صدمہ ہوگا تو وہ پرانی گھسی پٹی دشمنی سے باز آجائیں گے۔

ابھی وہ دونوں مجبور تھے۔ اقبال ابھی کالج میں زیر تعلیم تھا' آمدنی کا کوئی ذریعہ نہیں تھا اور گھر سے باہر دونوں کے لئے پناہ کی کوئی جگہ نہیں تھی' اس لئے وہ پریشان تھے اور سوچ رہے تھے کہ محبت سے لے کر شادی کی منزل تک کیسے پہنچا جائے؟

بزرگ خاتون نے کہا۔ "یہ میری بیٹی کشور فاطمہ ہے۔ بی اے کے آخری سال میں ہے۔ ہر سال اول آتی ہے۔ جب دسویں کا امتحان دیا تھا تو صوبے بھر میں اول پوزیشن حاصل کی تھی۔"

کشور کے والد نے مجھ سے پوچھا۔ "تم امریکا میں کیا کرتے تھے اور اب یہاں کیا کرنے کا ارادہ ہے؟"

"میں وہاں نجومی تھا۔ دوسروں کو قسمت کا حال بتاتا تھا۔"

بزرگوں نے مجھے بے یقینی سے دیکھا۔ پھر خاتون نے ناگواری سے پوچھا "نجومی؟"

"جی ہاں۔ آپ نے یہاں فٹ پاتھ پر دیکھا ہوگا۔ طوطا فال نامہ کھولتا ہے۔ یہاں کے نجومی بہت چھوٹے اور کمتر سمجھے جاتے ہیں۔ لیکن امریکا میں یہ ایک نئی اور انوکھی چیز ہے۔ جب میں نیویارک میں' فلاڈلفیا اور شکاگو کے فٹ پاتھ پر طوطے کے ذریعے فال نامہ کھولتا تھا اور قسمت کا حال بتاتا تھا تو لوگوں کی بھیڑ لگ جاتی تھی۔ وہاں میں نے لاکھوں ڈالر کمائے ہیں۔"

"لیکن یہاں قسمت کا حال بتانے والے نجومی اور طوطے فال[illegible] کرتے ہیں۔ سوسائٹی میں ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔"

"اگر آپ لوگوں سے رشتے داری ہوجائے گی تو سوسائٹی م[illegible] میری حیثیت ہوگی۔ میں امریکا سے آیا ہوا نجومی کہلاؤں گا۔"

"رشتے داری کی بات نہ کرو۔ ہم خاندان میں اپنی ہنسی نہ[illegible] اڑانا چاہتے۔ تم پڑوسی ہو۔ پڑوسی کی طرح رہو۔ ہمارے لائق کو[illegible] خدمت ہو تو کہہ دینا۔ ہم تمہارے کام آئیں گے۔"

میں "شکریہ" کہتے ہوئے اٹھ گیا۔ کسی نے نہیں پوچھا کہ م[illegible] کیوں اٹھ گیا اور میں اتنی جلدی کیوں جارہا ہوں۔ کشور فاطمہ [illegible] کہا "چائے پی لیں۔"

ماں باپ نے بیٹی کو گھور کر دیکھا۔ میں نے کہا "تم نے جو[illegible] کھلایا ہے اس کی لذت اور مٹھاس یاد رکھوں گا۔ میری دعا[illegible] تمہارا اقبال بلند رہے۔"

کشور فاطمہ نے چونک کر مجھے دیکھا۔ میں پلٹ کر تیزی سے [illegible] ہوا باہر آگیا۔ چائے کی طلب باقی رہی۔ میں لال پل کی طرف جا[illegible] کسی ہوٹل میں چائے پی سکتا تھا۔ گلی کے سرے پر ایک صاحب [illegible] مکان کے دروازے پر کھڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے مسکرا کر آ[illegible] بڑھتے ہوئے سلام کیا پھر مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "آپ مجھے نہ[illegible] جانتے۔ میں آپ کو جانتا ہوں۔ آپ کا نام ارسلان ہے اور آپ چوہدری کرامت اللہ کے کرائے دار ہیں۔ چوہدری صاحب آپ[illegible] بڑی تعریفیں کررہے تھے۔"

میں نے انکسار سے کہا۔ "میں ایک ناچیز بندہ ہوں' کسی تعریف کے قابل نہیں ہوں۔"

"اجی آپ تو چھپے رستم ہیں۔ امریکا سے آئے ہیں۔ کہا[illegible] جارہے ہیں؟"

"ذرا چائے پینے جارہا ہوں۔"

"کیوں شرمندہ کرتے ہیں۔ محلے داری بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔ آپ ہمارے ہوتے ہوئے دکان کی چائے پئیں گے۔ ویسے ایک بات سمجھ میں نہیں آئی۔ ابھی آپ امجد صاحب کے مکان سے نکل کر آرہے ہیں۔ کیا انہوں نے چائے کو بھی نہیں پوچھا؟"

"پوچھا تھا۔ میں نے بہانہ کردیا کہ چائے نہیں پیتا ہوں۔"

"رہنے دیں ارسلان صاحب! آپ ہم سے زیادہ امجد صاحب کو نہیں جانتے۔ وہ پہلے دیکھتے ہیں کس سے کام نکلتا ہے۔ جس سے کام نہ نکلے' اسے پانی کو بھی نہیں پوچھتے۔ کیا آپ کو یہ بات معلو[illegible] ہے؟"

"کون سی بات؟"

"یہی کہ ان کی لڑکی کشور فاطمہ ایک لڑکے سے پھنسی ہوئ[illegible] ہے۔ لڑکے کا نام اقبال احمد ہے۔"

دروازے کے پیچھے سے ایک خاتون کی آواز آئی۔ "ا[illegible] چھوڑیں سلمیٰ کے ابا! کالج جانے والی لڑکیاں ایسے ہی گل کھلا[illegible] [illegible] ہیں۔ ہم نے تو اپنی دونوں بیٹیوں کو مشرقی تعلیم دی ہے۔ روزے نماز کی پابند ہیں۔ جس گھر میں بیاہ کر جائیں گی' اسے جنت بنا دیں گی۔"

سلمیٰ کے ابا نے کہا۔ "ارے میاں ارسلان! میں بھی سٹھیا گیا ہوں۔ دروازے پر باتیں کررہا ہوں۔ اندر آؤ' تمہیں پینے کے لئے [illegible]حزن سبز چائے ملے گی۔"

میں نے پوچھا۔ "کیا واقعی آپ کی بیٹیاں روزے نماز کی پابند اور سلیقہ شعار ہیں؟"

"بے شک۔ یہ تو سارا محلہ جانتا ہے۔"

"لیکن اسی محلے کے ایک میاں بیوی جو دوسری گلی میں رہتے ہیں وہ آپ کی بیٹیوں کی برائیاں کررہے تھے۔ اب میں ان کی تمام باتیں نہیں بتا سکتا مگر وہ دعویٰ کررہے تھے کہ آپ کی بیٹیوں کا رشتہ کبھی نہیں آئے گا اور وہ عمر بھر کنواری ہی بیٹھی رہیں گی۔"

وہ غصے سے گالیاں دیتے ہوئے بولے۔ "وہ کون لوگ ہیں ذرا مجھے ان کے نام اور گھر کا نمبر بتائیں؟"

میں نے کہا۔ "بتانے سے کیا ہوگا۔ کیا آپ امجد صاحب کے سامنے کشور فاطمہ کی برائی کریں گے؟"

"مجھے کیا پڑی ہے کہ میں ان کی بیٹی کے عیب نکالوں اور جھگڑا شروع کروں۔"

"اسی طرح وہ لوگ بھی آپ کے سامنے آپ کی بیٹیوں کے عیب بیان نہیں کریں گے۔ وہ آپ سے میٹھے بن کر بولیں گے' جیسے آپ کشور کے والدین کے سامنے مٹھاس سے بولتے ہیں۔"

وہ ناگواری سے بولے۔ "کیا تم ہمیں طعنہ دے رہے ہو؟"

"نہیں میں تو سمجھا رہا ہوں۔ جب تک آپ دوسرے کی بیٹیوں پر کیچڑ اچھالتے رہیں گے' دوسرے بھی کہیں سے آنے والے رشتے کو آپ کے دروازے تک پہنچنے نہیں دیں گے۔ اس محلے میں [illegible]لمہ ہمارے معاشرے میں یہی ہورہا ہے۔ کہیں کیچڑ اچھالی جارہی ہے اور برات واپس جارہی ہے۔ کہیں خاندانی غرور اور برادری [illegible]ل جھگڑوں کے باعث [illegible] یاں کنوا[illegible] بیٹھ[illegible] [illegible] آپ بزرگوں کو دلوں سے کدورت نکالنا چاہئے ورنہ معصوم بیٹیاں کبھی سہاگن نہیں بن سکیں گی۔"

میری بات پوری ہونے سے پہلے ہی وہ اندر گئے پھر دروازے کو بند کرلیا۔ مجھے گلی میں تنہا چھوڑ دیا۔ اس گھر کی بھی سبز چائے میرے ہونٹوں سے دور ہوگئی۔ میں مسکراتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

ایک ہوٹل میں پہنچ کر بیرے کو چائے لانے کے لئے کہا پھر کشور کے باپ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اپنی بیوی سے کہہ رہا تھا۔

"ہم حقیقت سے آنکھ نہیں چرا سکتے۔ ہماری بیٹی کے ساتھ اقبال کا نام لیا جاتا ہے۔ پتا نہیں محلے والے کیسے جاسوسی کرتے ہوئے اقبال تک پہنچ گئے ہیں اور اب چھپے چھپے بدنام کررہے ہیں۔"

بیوی نے کہا۔ "آپ مردوں کو خاندانی جھگڑے بڑھانے میں بڑی مردانگی نظر آتی ہے۔ آپ بیٹی کے باپ بن کر سوچیں۔ کیا اقبال کے باپ سے صلح نہیں ہوسکتی؟"

جمشید نے کہا۔ "امی! آپ ابو کو دشمنوں کے سامنے جھکنے کو کہہ رہی ہیں۔ میں ٹوٹنا جانتا ہوں' جھکنا نہیں جانتا۔"

ماں نے کہا "تو بڑا غیرت والا ہے۔ تیری بیوی ہمیں باتیں سنا کر میکے چلی گئی۔ وہاں جاکر کہتی ہے' ہم ہاتھ جوڑ کر اسے لینے آئیں گے تو وہ آئے گی' نہیں تو اس کی جوتی بھی نہیں آئے گی۔ تو غیرت والا ہوتا تو اسے آنے پر مجبور کرتا۔ مگر ہم سے کہتا ہے کہ ہم جاکر اسے لائیں۔ جب تو ٹوٹنا جانتا ہے' جھکنا نہیں جانتا تو سسرال میں کیوں جھکنے جاتا ہے؟"

"امی! آپ کہاں کی بات کہاں لے جاتی ہیں۔"

میں نے باپ کو بولنے پر مجبور کیا' وہ بولا "ہم بہو کے میکے جائیں گے' ہاتھ جوڑ کر اسے لائیں گے۔ شرط یہ ہے کہ تو اقبال کے گھر جا' اس سے دوستی کر۔ اس کے باپ کو بول کہ میں ان سے ملنا چاہتا ہوں۔"

پھر میں جمشید کے دماغ میں آیا۔ اسے سوچنے پر مجبور کیا "اگر میں اقبال کے گھر جانے سے انکار کروں گا تو امی ابو کبھی میری بیوی کو منا کر یہاں نہیں لائیں گے۔ بیوی کی خاطر بہن کے معاملے میں

کالی کہانیاں
☆ جرائم
☆ جادو
☆ ارواح
☆ شیطان ازم
☆ ذہانت
☆ فطانت
☆ اسرار
☆ طنز ومزاح
★ ایک افسانوی کردار جو زندہ ہوگیا تھا۔
★ ایک حیرت انگیز قبیلہ جو اپنی ہیئت بدل سکتا تھا۔
★ ایک بھولا سا آدمی جس کے پاس پچاس ملین ڈالر کا نقشہ تھا۔
★ وہ شخص جس نے حیاتِ ابدی کا راز پالیا تھا۔
★ ایک پُراسرار پرندہ جس کے پاس ماورائی طاقتیں تھیں۔
★ ایک قلم جس کے اندر ایک جن بند تھا۔
★ وہ اشتہاری مجرم جس نے زندگی میں کوئی نیک کام نہیں کیا تھا۔
قیمت :- ۲۰ روپے
خوف سسپنس اور تجسس کے ۲۶ شہ پارے
عجیب کہانیاں ○ فطین کہانیاں ○ زہریلی کہانیاں
مکتبہ نفسیات ◎ پوسٹ بکس نمبر ۹۴۲ ○ کراچی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

نرم پڑنا ہی ہوگا۔"

جمشید کی ماں خوش ہو کر اپنے شوہر سے کہہ رہی تھیں "آپ اقبال کے باپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ میرے لئے اس سے بڑی خوشی کوئی نہیں ہو سکتی۔ آپ یقین کریں محلے کے ہر گھر میں لڑکیاں دیکھ کر ہول آتا ہے کہ ہماری کشور بھی بیٹھی نہ رہ جائے۔ خدا کے لئے آپ اسی دانشمندانہ فیصلے پر قائم رہیں۔"

وہ بول رہی تھی اور کشور کا باپ سوچ رہا تھا "میرے منہ سے بے اختیار یہ بات کیسے نکل گئی کہ میں دشمن سے ملنا چاہتا ہوں؟ شاید خدا کو یہ منظور ہے۔ میرے اندر بھی یہ بے چینی تھی کہ پہاڑ جیسی جوان بیٹی جلد از جلد اپنے گھر کی ہو جائے۔ اچھا ہے اس طرح پرانی دشمنی ختم ہو جائے گی۔ میں اسی فیصلے پر عمل کروں گا۔"

میں نے کشور کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ دروازے کی آڑ میں کھڑی والدین کی باتیں سن رہی تھی اور خوش ہو رہی تھی۔ میں نے چپکے سے کہا "میری دعا ہے کہ تمہارا اقبال بلند رہے۔"

وہ چونک گئی۔ اس کی سمجھ میں یہی آیا کہ اسے میری دعا یاد آ رہی ہے۔ وہ دل پر ہاتھ رکھ کر دل ہی دل میں بولی "دعا دینے والے تو مکے مدینے جائے۔"

میری بہن شاہینہ کچن میں مصروف تھی۔ ٹیلیفون کی گھنٹی سن کر وہیں سے بولی "ثمینہ! دیکھو کس کا فون ہے؟"

ثمینہ ڈرائنگ روم میں آئی۔ پھر ریسیور اٹھا کر بولی "ہیلو!"

دوسری طرف خاموشی رہی۔ اس نے پوچھا "ہیلو کون ہے؟"

پھر جواب نہیں ملا۔ وہ ریسیور رکھ کر کچن میں آئی۔ شاہینہ نے پوچھا "کون تھا؟"

"کوئی نہیں تھا۔ میں نے دوبار پوچھا۔ جواب نہیں ملا تو ریسیور رکھ دیا۔"

"یاد ہے تمہارے فرہاد ماموں نے کیا سمجھایا تھا؟ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے چپ چاپ فون پر آواز سنتے ہیں پھر دماغ میں پہنچ جاتے ہیں۔ اس لئے فون پر آواز بدل کر بولنے کی پریکٹس کرو۔"

"امی! میں نے پریکٹس کی تھی۔ مگر مجھ سے نہیں ہوتا۔ لہجہ بدل کر بولنا سراسر اداکاری ہے اور مجھے اداکاری نہیں آتی۔"

"اپنی حفاظت اور سلامتی کے لئے وہ سب کچھ سیکھنا چاہئے جو تمہیں نہیں آتا۔ تمہارے ماموں کہاں تک ہماری نگرانی کریں گے؟"

"اچھا میں پھر کوشش کروں گی۔"

وہ سبزی کاٹ کر ماں کے پاس رکھتی ہوئی بولی "میں لبرٹی مارکیٹ جانا چاہتی ہوں۔ کچھ کتابیں اور کیسٹ خریدوں گی۔"

"ضرور جاؤ۔ مگر بھائی کو ساتھ لے جاؤ۔"

وہ کامران کے پاس آئی۔ اس کے ہاتھ سے کتاب چھین کر بولی "جب دیکھو پڑھتے رہتے ہو یا سائنسی تجربات کرتے رہتے ہو۔ چلو مارکیٹ چلیں۔"

کامران نے اس سے کتاب چھین کر کہا "امی کہتی ہیں مجھے پارس بھائی اور علی بھائی کی طرح علم حاصل کرنا چاہئے۔ ہنرمند ہونا چاہئے۔ میں ان کی طرح ہر میدان کا شہسوار بنوں گا۔"

"میرے اچھے بھیا! ضرور بن جانا۔ مگر تھوڑی دیر کے لئے چلو۔ امی مجھے تنہا نہیں جانے دیں گی۔"

"اچھی بات ہے، میں لباس تبدیل کر کے آتا ہوں۔"

وہ اپنے بیڈ روم میں آئی۔ اس نے آئینے کے سامنے ہلکا سا میک اپ کیا۔ بالوں کو برش کیا۔ پھر باہر آ کر گیراج سے کار نکالنے لگی۔ سامنے والی کوٹھی کی چھت پر پارس کھڑا ہوا تھا۔ اس نے ثمینہ کو دیکھ کر سوچا "یہ تنہا کہاں جا رہی ہے؟ پاپا نے سختی سے منع کیا ہے کہ بچے تنہا باہر نہ جایا کریں۔"

ایک منٹ کے بعد کامران آ کر کار میں بیٹھ گیا۔ ثمینہ ڈرائیو کرتی ہوئی جانے لگی۔ پارس کو اطمینان نہیں ہوا، کامران سترہ اٹھارہ برس کا تھا، اپنی بڑی بہن کی خاطر خواہ حفاظت نہیں کر سکتا تھا۔ وہ چھت سے اتر کر نیچے آیا۔ پھر کار میں بیٹھ کر اسے ڈرائیو کرتا ہوا احاطے سے باہر آیا۔ ثمینہ کی کار نظروں سے اوجھل ہو گئی تھی۔ وہ کار کی رفتار بڑھاتا ہوا لبرٹی مارکیٹ کے سامنے آیا۔ ثمینہ اور کامران نظر نہیں آ رہے تھے۔ پتا نہیں کدھر نکل گئے تھے۔

پارس نے ایک جگہ کار روکی۔ پھر اپنی کلائی کی گھڑی کی چابی ذرا باہر کھینچ کر اسے مخصوص انداز میں گھمانے لگا۔ میں خیال خوانی میں مصروف تھا۔ اپنی رسٹ واچ سے الارم کی ہلکی سی آواز سن کر دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ اپنی رسٹ واچ کے مخصوص الارم کو سن کر سمجھ گیا کہ بیٹا بلا رہا ہے۔

میں نے اس کے پاس پہنچ کر پوچھا "خیریت تو ہے؟"

وہ بولا "آپ نے پھوپی کو تاکید کی تھی کہ بچوں کو لبرٹی مارکیٹ سے آگے نہ جانے دیں۔ ابھی ثمینہ باجی کامران کے ساتھ کار میں کوٹھی سے نکلی تھیں۔ میں تعاقب کرنے کے لئے لبرٹی مارکیٹ تک آیا ہوں لیکن وہ دونوں نظر نہیں آ رہے ہیں۔"

"میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔"

میں ثمینہ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اقبال ٹاؤن سے گزرتی ہوئی ملتان روڈ کی طرف جا رہی تھی۔ اس کے چور خیالات بتا رہے تھے کہ وہ ماں سے جھوٹ بول کر آئی ہے اور اب پتا نہیں کیوں ملتان کے راستے پر ٹھوکر نامی قصبے کی سمت جا رہی ہے۔

میں نے پارس کے پاس آ کر کہا "ملتان روڈ کی طرف جاؤ۔ وہ اور کامران ٹرپ کئے جا رہے ہیں۔"

"پاپا! میں پہلی بار لاہور آیا ہوں۔ ملتان روڈ کا راستہ نہیں جانتا ہوں۔ پھر بھی لوگوں سے پوچھتا ہوا پہنچ جاؤں گا، آپ ثمینہ باجی کے پاس جائیں۔"

میں سوچ کے ذریعے ثمینہ کو مخاطب کرتا تو دشمن خیال خوانی کرنے والا میری موجودگی سے ہوشیار ہو جاتا۔ پھر وہ ثمینہ اور کامران کو نقصان پہنچا سکتا تھا۔ میں نے دشمن کو خوش فہمی میں رکھا کہ فرہاد اور اس کے دوسرے خیال خوانی کرنے والے دیگر معاملات میں مصروف ہیں اور ثمینہ کے اغوا سے بے خبر ہیں۔ اس طرح میں ان دونوں پر نظر رکھ سکتا تھا۔

میں نے کامران کے خیالات پڑھے۔ وہ سوچ رہا تھا "باجی مجھے کہاں لے جا رہی ہیں۔ میں باجی سے بار بار پوچھنے کی کوشش کرتا ہوں مگر جانے کیا بات ہے کہ نہیں پوچھ رہا ہوں۔"

اس کا مطلب یہ تھا کہ وہاں دو دشمن خیال خوانی کرنے والے تھے۔ دوسرے نے کامران کے دماغ کو اپنے قابو میں رکھا تھا۔ میں نے پارس کے پاس آ کر دیکھا۔ وہ ٹریفک پولیس کے ایک سپاہی کو لفٹ دے کر فلم اسٹوڈیو کی طرف لے جا رہا تھا۔ اس طرح وہ ملتان روڈ پہنچ گیا تھا۔ میں نے کہا "اسی راستے پر سیدھے ٹھوکر کی سمت جاؤ۔"

وہ سپاہی کو فلم اسٹوڈیو کے سامنے اتار کر تیزی سے ڈرائیو کرتے ہوئے ثمینہ کی کار تک پہنچنے کی کوشش کرنے لگا۔ اس راستے پر کئی کلومیٹر ڈرائیو کرنے کے بعد ثمینہ نے ایک جگہ کار روک دی۔ اس کار کے سامنے ایک سوزوکی ویگن کھڑی ہوئی تھی۔ ثمینہ اور کامران سحرزدہ ہو کر کار سے اتر کر ویگن کی طرف جا رہے تھے۔ میں نے ان کے ذریعے ویگن کا نمبر پڑھ لیا۔

وہاں تین افراد تھے، انہوں نے ثمینہ اور کامران کو اندر بٹھایا پھر ایک سرنج نکالی۔ وہ دونوں کو انجکشن لگانا چاہتے تھے، میں نے دونوں کو جدوجہد پر مجبور کیا لیکن ثمینہ کو سنبھالا تو کامران کو انجکشن لگا دیا گیا۔ کامران کو بچانے آیا تو ثمینہ کے بازو میں سوئی چبھو دی گئی۔ دوسرے ہی لمحے میں وہ بے ہوش ہو گئے تھے۔

میں نے پارس کو ویگن کا نمبر بتا کر کہا "تم قریب پہنچ رہے ہو، رفتار اور بڑھاؤ۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

میں نے ایک اسرائیلی حاکم کے پاس آ کر کہا "تمہارے ایک بڑے سرمایہ دار کی میڈیکل لیبارٹری آدھے گھنٹے بعد بم کے دھماکے سے تباہ ہو جائے گی۔ اسے بچانا چاہتے ہو تو اپنے خیال خوانی کرنے والوں سے کہو، میری بھانجی اور بھانجے ثمینہ اور کامران کو واپس گھر پہنچا دیں۔"

حاکم نے کہا "ہمارا کوئی خیال خوانی کرنے والا تمہارے کسی رشتے دار....."

میں نے سخت لہجے میں کہا "شٹ اپ! جب تک ثمینہ اور کامران واپس نہیں ملیں گے، ہر آدھے گھنٹے کے بعد ایک مل یا فیکٹری تباہ ہوتی رہے گی، دیٹس آل۔"

میں نے ایک امریکی اعلیٰ افسر سے کہا "فوراً سپر ماسٹر یا جان لبوڈا سے رابطہ کرو۔ ان سے کہو میرے دشمن خیال خوانی کرنے والوں نے میرے دو رشتے داروں کو اغوا کر لیا ہے اور میرے دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے اسرائیل اور امریکا میں ہیں۔ میں نے یہودیوں کو وارننگ دی ہے۔ تم لوگوں کو بھی وارننگ دیتا ہوں۔ گھڑی دیکھو، اگر آدھے گھنٹے کے اندر میرے دونوں عزیز گھر واپس نہ آئے تو تمہارا ایک اعلیٰ فوجی افسر خودکشی کر لے گا۔ جب تک دونوں کی واپسی نہیں ہو گی، تب تک ہر آدھے گھنٹے کے بعد تمہارے ہاں کی اعلیٰ شخصیات یکے بعد دیگرے خودکشی کرتی رہیں گی۔"

اس فوجی افسر نے کہا "یہ تو زیادتی ہے۔ یہ شرارت اسرائیلیوں نے......"

میں نے کہا "شٹ اپ! زیادہ نہ بولو۔ امریکی اور اسرائیلی اکابرین آپس میں فیصلہ کریں۔ موت اور تباہی یا زندگی اور سلامتی؟"

اس فوجی افسر نے سپر ماسٹر ہولی مین کو میری وارننگ سنائی۔ سپر ماسٹر نے جان لبوڈا کو بلایا اور اسے میری وارننگ سنائی۔ لبوڈا نے اسرائیلی حاکم کے دماغ میں آ کر کہا "تم اپنی مصیبت ہمارے سر کیوں ڈالتے ہو، تم نے فرہاد کے عزیزوں کو اغوا کیوں کرایا ہے؟"

"ہم نے کسی کو اغوا نہیں کرایا ہے۔"

"ڈھٹائی کی ایک حد ہوتی ہے۔ ہٹ دھرمی کرتے رہو گے تو ہمارے تمہارے اہم عہدیداران بے موت مارے جائیں گے۔"

وہ بولا "ہمیں بہت سے معاملات کا علم نہیں ہوتا۔ شاید گولڈن برینز نے اغوا کرایا ہو۔ ہم ان سے بات کریں گے۔"

"تمہارے باتیں کرنے تک آدھا گھنٹا گزر جائے گا۔"

"تم فرہاد سے رابطہ کرو۔ اس سے وعدہ کرو کہ اس کے عزیزوں کو ہم ڈھونڈ نکالیں گے۔ وہ ہمیں لمبی مہلت دے۔"

میں سوسانہ اور جرائیل سے کہہ رہا تھا "تمہاری لسٹ میں وہاں کی جتنی بڑی ملیں اور فیکٹریاں ہیں، ان میں سے ایک بڑی مل کو بیس منٹ کے بعد تباہ کر دو۔"

جرائیل نے کہا "میں اس کام کے لئے تنہا جاؤں گا۔ سوسانہ یہاں علی تیمور کی نگرانی کرے گی۔ وہ تنویمی نیند میں ہے۔ بیدار ہونے کے بعد اسے اپنی اصلیت اور پچھلی زندگی یاد آ جائے گی۔"

میں نے لیلیٰ کو مخاطب کر کے پوچھا "علی پر عمل کرتے وقت کوئی مداخلت تو نہیں ہوئی تھی؟"

وہ بولی "ہم مطمئن ہیں، میرے عمل کے وقت سلطانہ اور سلمان اس کے دماغ میں چھپے ہوئے تھے۔ کوئی دشمن خیال خوانی کرنے والا علی کے اندر چھپا ہوا نہیں تھا۔"

"چلو اچھا ہے۔ تم ابھی جرائیل کے پاس رہو گی۔ وہ ایک مشن پر جا رہا ہے۔ کوئی گڑبڑ ہو تو مجھے اطلاع دینا۔ سلطانہ سے کہو وہ سوسانہ کے پاس رہے۔"

اسی وقت میں نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا اور سانس روک لی پھر دوسری بار سانس لیا تو وہی سوچ کی لہریں واپس آئیں۔ میں نے پوچھا "کون ہو تم؟"

"میں جان لبوڈا ہوں۔ آپ کی یہ بات درست ہے کہ آپ کے دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے امریکا اور اسرائیل میں ہیں۔ ہم قسم کھا کر کہتے ہیں کہ یہ اسرائیلیوں کی شرارت ہے۔ ان کی سزا ہمیں نہ دیں، ہمارے کسی بے گناہ عہدیدار کو موت کی سزا نہ دیں۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"ثابت کردو کہ یہ اسرائیلیوں کی شرارت ہے یا میرے عزیزوں کو گھر واپس پہنچادو۔"

"ثابت کرنے یا عزیزوں کو ڈھونڈ نکالنے کے لئے بہت کم وقت دیا ہے آپ نے اور اب تو پندرہ منٹ رہ گئے ہیں۔ ہمیں یہودیوں سے نمٹنے کے لئے کم از کم چار گھنٹوں کی مہلت دو۔"

"گھڑی دیکھو' میں مزید ایک گھنٹے کی مہلت دے رہا ہوں' اب جاؤ۔"

میں نے سانس روک لی۔ وہ دماغ سے نکل گیا۔ میں سوچنے لگا' کسی بے گناہ کو سزا نہیں دینا چاہئے۔ آخر کس ملک کے خیال خوانی کرنے والے میرے خلاف ایسا کرنے کی جرأت کررہے ہیں؟"

مجھے یاد آیا۔ دو دن پہلے چوہدری حاکم علی حاکم' جان اسمتھ سے ملنے لندن گیا تھا۔ ان دونوں سے کچھ معلوم ہوسکتا تھا۔ میں چوہدری کے پاس گیا۔ وہ ایک مہنگے ہوٹل میں ایک مہنگی کال گرل اور مہنگی شراب سے اپنا دل بہلا رہا تھا۔ اس کے اطمینان سے ظاہر تھا کہ اسے اس کی سلامتی کی خاطر خواہ ضمانت دی گئی ہے۔

اس کے چور خیالات نے بتایا' جان اسمتھ نے یقین دلایا ہے کہ دو تین دن میں پاکستان سے فرہاد کے قدم اکھڑ جائیں گے اور وہ چوہدری کے کسی ملکی یا غیر ملکی بینک اکاؤنٹ پر ہاتھ نہیں ڈال سکے گا۔"

چوہدری نے پوچھا تھا "ایسے کیا اقدامات کئے جارہے ہیں کہ زبردست کہلانے والا فرہاد میدان چھوڑ کر بھاگ جائے گا؟"

اسمتھ نے کہا تھا "یہ نہ پوچھو۔ میں کچھ بتاؤں گا تو فرہاد کو معلوم ہوجائے گا۔ اس کے خلاف کیسی چالیں چلی جارہی ہیں کیونکہ وہ تمہارے دماغ میں آتا رہتا ہے۔"

جان اسمتھ کو خوش فہمی تھی کہ میں اس کے دماغ میں نہیں آتا ہوں۔ میں نے اس کے خیالات پڑھے۔ پتا چلا ایک اسرائیلی خیال خوانی کرنے والے نے اس سے رابطہ کیا تھا اور اسے یقین دلایا تھا کہ فرہاد آئندہ کسی کی صنعت کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔ گولڈن برینز ایسی چالیں چل رہے ہیں کہ فرہاد مجبور ہوکر صرف پاکستان نہیں چھوڑے گا بلکہ اپنے دونوں انسانی روبوٹ کو بھی اسرائیل سے واپس بلالے گا۔

جان اسمتھ نے پوچھا تھا "تمہارے گولڈن برینز آخر کیا کرنے والے ہیں؟"

خیال خوانی کرنے والے نے کہا "مسٹر اسمتھ! یہ نہ پوچھو' فرہاد کسی ذریعے سے تمہارے دماغ میں آکر بہت کچھ معلوم کرلے گا۔ پھر ہمارے منصوبوں کو ناکام بنادے گا۔ ذرا صبر کرو' جلد ہی بہت کچھ سامنے آجائے گا۔ فرہاد نے پہلے کبھی ایسی مات نہیں کھائی ہوگی۔"

یہ خیالات پڑھ کر یقین ہوگیا کہ یہودیوں نے میرے خلاف یہی چال چلی ہے۔ میری بہن کے بچوں کو اغوا کرکے مجھے کمزور اور بے بس بنارہے ہیں۔ اگر میں ضد میں آکر ثمینہ اور کامران کی سلامتی کو خطرے میں ڈالتا۔ کامران کی جان جاتی یا ثمینہ کی عزت جاتی تو میں بہن کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہتا۔

میں پارس کے پاس آیا۔ وہ اس سوزوکی ویگن کے پاس کھڑا تھا' جس میں ثمینہ اور کامران کو وہ لے جارہے تھے۔ اس نے کہا "پاپا! شاید انہیں پتا چل گیا تھا کہ میں تعاقب میں ہوں۔ انہوں نے میرے پہنچنے سے پہلے گاڑی بدل دی ہے۔ پتا نہیں کس گاڑی میں لے گئے ہیں۔ میں کئی کلومیٹر آگے جاکر دیکھ آیا ہوں۔"

"بیٹے! وہیں کسی آبادی میں رہو۔ ثمینہ اور کامران کو جونہی ہوش آیا۔۔۔ میں معلوم کرنے کی کوشش کروں گا کہ وہ کہاں پہنچائے گئے ہیں۔ پھر میں آکر تمہیں بتاؤں گا۔"

میں اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ پریشانی سے سوچنے لگا۔ کیا شاہینہ کو بچوں کے اغوا کی اطلاع دینا چاہئے؟ مجھے معلوم تھا وہ رو رو کر اپنا برا حال کرلے گی۔ اس کے باوجود یہ بات زیادہ دیر چھپائی نہیں جاسکتی تھی آخر کار اسے معلوم ہونا ہی تھا۔

میں بہن کو بتانے سے پہلے ایک بار ثمینہ اور کامران کے پاس گیا۔ وہ بیہوش تھے۔ ان کے دماغ سے کچھ معلوم نہ ہوسکا۔ میں مجبور ہوکر بہن کے پاس گیا۔ پھر ایک دم سے اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ وہ بھی بے ہوش تھی' نہ آنکھ کھول سکتی تھی نہ میں اس کے ذریعے کچھ دیکھ سکتا تھا۔

ثمینہ اور کامران کے بعد اس کے دو اور بچے تھے۔ ایک دس برس کی گڈو اور چھ برس کا پپو۔ میں نے فوراً ان کی خبر لی۔ وہ دونوں اپنی دادی کے پاس گئے ہوئے تھے۔

ادھر جرائیل میری ہدایت کے مطابق ایک کھلی چھت والی کار میں نکلا تو اس کی اور سوسانہ کی نگرانی کرنے والوں نے پولیس کے اعلیٰ افسر کو اطلاع دی۔ اس افسر نے ایک فوجی افسر کو اطلاع دی کیونکہ روبوٹ کا معاملہ فوج کے ہاتھ میں تھا۔ دونوں انسانی روبوٹ کو گھیرنے' پابند کرنے اور ان کی رہائش گاہ تک انہیں محدود رکھنے کے لئے فوجی جوان ہمیشہ مسلح اور مستعد رہتے تھے۔

نگرانی کرنے والوں نے بتایا کہ جرائیل جافہ کی طرف جارہا ہے۔ تل ابیب اور جافہ ایک دوسرے سے ملے ہوئے شہر تھے۔ جافہ میں صنعتی ملیں اور فیکٹریاں تھیں۔ وہ سمجھ گئے کہ فرہاد کے چیلنج کے مطابق جرائیل کسی مل کو تباہ کرنے جارہا ہے۔ اس کی کار کے ڈیش بورڈ کے خانے میں وائرلیس رکھا ہوا تھا۔ اس وائرلیس کا سرخ بلب آن آف ہورہا تھا۔ جرائیل نے اسے آن کیا۔ ایک فوجی افسر کی آواز آرہی تھی "ہیلو' ہیلو' جرائیل! اپنی رہائش گاہ میں واپس جاؤ۔ تم جافہ کے مل ایریا میں داخل نہیں ہوسکو گے۔"

جرائیل نے جواب نہیں دیا۔ وائرلیس سیٹ کو آف کردیا۔ جب وہ جافہ کے صنعتی علاقے میں پہنچا تو دور دور تک فوجی جوان جدید ہتھیاروں کے ساتھ دکھائی دے رہے تھے۔ وہ سب اس پر حملہ کرنے کے لئے تیار تھے۔ اپنے افسران کے حکم کے منتظر تھے۔

جرائیل نے ایک مل کے گیٹ کے سامنے کار روک دی۔ لیلیٰ نے کہا "کار سے باہر نکلو اور فوجیوں کے سامنے دونوں ہاتھ اٹھاکر کھڑے ہوجاؤ۔ میں مل کے اندر پہنچتی ہوں۔"

ایک فوجی افسر نے للکارتے ہوئے کہا "جرائیل! بندوق کی دو چار گولیاں تم پر اثر نہیں کریں گی لیکن یہاں سیکڑوں رائفلیں اور اسٹین گنیں ہیں۔ سیکڑوں ہزاروں گولیاں تمہیں چھلنی کردیں گی۔ زیادہ سے زیادہ مقدار میں تیزاب اسپرے کرنے کے انتظامات ہیں۔ سر سے پاؤں تک تمہارا گوشت گل جائے گا۔ خود اپنی جان کے دشمن نہ بنو۔ واپس چلے جاؤ۔"

وہ کار سے نکل کر باہر آیا۔ پھر دونوں ہاتھ اٹھاکر بولا "اپنے جوانوں سے کہو' یہاں آکر میری اور کار کی تلاشی لیں اور اطمینان کرلیں کہ میں یہاں اپنے ساتھ تخریب کاری کا کوئی سامان نہیں لایا ہوں۔"

چار جوان اپنے افسر کے حکم سے اس کے پاس آئے۔ دو نے اس کی اور دو نے کار کی تلاشی لی۔ پھر انہوں نے افسر کے پاس آکر کہا "وہ نہتا ہے' اس کے پاس کوئی اسلحہ نہیں ہے۔"

افسر نے پوچھا "تم یہاں کیوں آئے ہو؟"

جرائیل نے کہا "تم سب کو چشم دید گواہ بنانے آیا ہوں کہ اس مل کی تباہی کے وقت میں تمہارے سامنے نہتا کھڑا ہوا تھا اور میں نے مل کے احاطے میں قدم بھی نہیں رکھا تھا۔"

"تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ ہمارے سامنے بے گناہ کھڑے رہوگے اور مل تباہ ہوجائے گی؟"

"جی ہاں' تباہی کا ذمے دار خود مل مالک ہے۔ ہمارے یہاں اسرائیل آنے سے پہلے ہی مالک نے اتنی بڑی مل کے خاص خاص حصوں میں ایسے طاقتور بم چھپاکر رکھ دیئے تھے جو خفیہ سوئچ بورڈ سے منسلک ہیں۔ اس نے اپنی ڈائری میں لکھا ہے کہ مل میں ہونے والی جعل سازی کبھی پکڑی گئی تو وہ ثبوت باہر آنے سے پہلے ہی مل کو تباہ کردے گا۔ وہ ڈائری مل مالک کے بیڈ روم میں رکھی ہوئی ہے۔"

لیلیٰ مل مالک کے دماغ پر قبضہ جما چکی تھی اس نے سوئچ بورڈ کے ایک بٹن کو دبایا۔ مل کے ایک حصے میں بم کا زبردست دھماکا ہوا۔ اس حصے کی ہر چیز پرزے پرزے ہوکر فضا میں اڑنے لگی۔

مسلح فوجی اپنی پوزیشن چھوڑ کر مل کے احاطے سے دور بھاگنے لگے۔ ایک کے بعد دیگرے دھماکے ہورہے تھے۔ آگ کے شعلے آسمان کی طرف لپک رہے تھے۔ جرائیل اپنی جگہ دونوں ہاتھ اٹھائے اسی طرح کھڑا ہوا تھا۔ دھماکوں کے باعث مشینوں کے پرزے دور تک جارہے تھے' اس کے جسم پر بھی آکر لگ رہے تھے۔ گوشت اور کھال میں گھس رہے تھے۔ وہ دو انگلیاں اپنے جسم میں پیوست ہونے والے ان پرزوں کو نکال کر پھینکتا تھا پھر ہاتھ اٹھاکر کھڑا ہوجاتا تھا۔

یہ جو کچھ ہورہا تھا اس کا منصوبہ میں نے اس وقت بنایا تھا جب یہ فیصلہ کیا تھا کہ اسرائیلی مصنوعات پاکستان میں نام بدل کر نہیں آئیں گی۔ اگر کوئی چالاکی کی گئی تو یہودی صنعت کاروں کو نقصان اٹھانا پڑے گا۔ لیلیٰ اور سلمان نے مل مالک کے دماغ پر قبضہ جماکر خود اس کے ہی ہاتھوں سے وہ تمام بم خاص جگہوں پر چھپاکر رکھ دیئے تھے۔ آج دشمنوں نے مجھے مجبور اور بے بس بنانے کے لئے میری بہن اور بچوں کو اغوا کیا تو میں نے انتقامی کارروائی کا یہ پہلا نمونہ پیش کردیا۔

یہ سب کچھ منصوبے کے مطابق ہوا تھا لیکن میری بہن شاہینہ کو اغوا کرکے انہوں نے مجھے کسی حد تک توڑ دیا تھا۔ اتنی بڑی دنیا میں وہی ایک ایسی بہن تھی جسے میں نے باپ بن کر گود میں کھلایا تھا۔ آج اس پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ رہے تھے۔ پہلے شوہر مارا گیا پھر بچے اغوا ہوئے اور اب دشمن اسے بھی کہیں لے گئے تھے اور اس یقین کے ساتھ لے گئے تھے کہ میں اپنی بہن کی زندگی کبھی داؤ پر نہیں لگاؤں گا۔ مجھے ان کی شرائط کے سامنے جھکنا ہی پڑے گا۔

یہ بڑی زبردست چال تھی۔ واقعی میں بہن کی زندگی داؤ پر نہیں لگا سکتا تھا۔ مجھے ان سے بہن کا مطالبہ کرنے سے پہلے کوئی ایسا جوابی قدم اٹھانا تھا جس کے نتیجے میں وہ شاہینہ' ثمینہ اور کامران کو واپس کرنے پر مجبور ہوجاتے۔

میں نے سونیا کے پاس آکر اسے تمام روداد سنائی۔ اس نے سن کر ایک ہاتھ سے سر تھام لیا پھر کہا "یہ کیا ہوگیا فرہاد! وہ تو شاہینہ کو حاصل کرنے کے بعد فرعون بن جائیں گے۔"

"میں اسی لئے شاہینہ کا مطالبہ کرنے ان کے پاس نہیں جارہا ہوں۔ وہ سمجھ رہے ہیں ابھی مجھے اپنی بہن کے اغوا کا علم نہیں ہے۔ علم ہوگا تو میں ضرور ان کے پاس آؤں گا۔ جب تک وہ میرے مطالبے کا انتظار کررہے ہیں' تب تک ہمیں کچھ کرگزرنا چاہئے۔"

وہ اٹھ کر ٹہلنے لگی۔ تیزی سے سوچنے لگی پھر رک کر بولی۔ "فوراً کسی کو آلۂ کار بناکر اسے شاہینہ کی کوٹھی کے اندر بھیجو۔ اس کے ذریعے شاہینہ' ثمینہ اور کامران کے بدن سے اترے ہوئے کپڑے منگواؤ' سلمان کو اپنے پاس بلاؤ۔ وہ یہ کام کرے گا۔ تم انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسر کو دوست بناؤ یا آلۂ کار۔ اس کے ذریعے تین شکاری کتے حاصل کرو۔ ان تینوں کی اترن انہیں سنگھاؤ۔ وہ ضرور تمہیں اور پارس کو ان تینوں تک پہنچائیں گے۔"

اس نے بڑی تیزی سے سوچا تھا اور خوب سوچا تھا۔ شکاری کتوں کے ذریعے پہنچنے کی بات میرے دماغ میں بھی آسکتی تھی مگر پریشانی کے باعث میں ہر پہلو پر غور کرنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ یہ دشمنوں کی کامیابی تھی کہ وہ ایسی چالوں سے میرے ذہن کو متاثر اور مفلوج کررہے تھے۔

میں نے سلمان کے پاس آکر اسے سمجھایا کہ اسے کیا کرنا ہے۔ اس نے کہا "آپ جلد از جلد کتوں کو شاہینہ بہن کی کوٹھی کے سامنے لائیں۔ اس کے سامنے والی کوٹھی مسٹر آنر ڈیسوزا کی ہے جہاں پارس کا قیام ہے۔ میں آنر ڈیسوزا کے دماغ پر قبضہ جماکر اسے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

شاہینہ کے گھر میں لے جاؤں گا اور ان تینوں کی اترن حاصل کرلوں گا۔"

میں نے انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسر کے پاس آکر اسے مخاطب کیا۔ اسے دماغ میں اپنی موجودگی کا یقین دلایا۔ وہ پریشان ہو کر بولا۔ "کیا مجھ سے کوئی غلطی ہوئی ہے؟"

"نہیں، میں ایک معاملے میں تمہاری مدد چاہتا ہوں۔"

"میں حاضر ہوں۔ آپ کا کام کر کے مجھے خوشی ہوگی۔"

"اس معاملے کو خفیہ رکھنا ہوگا۔ مجھے تین جاسوس کتوں کی ضرورت ہے، جو بو سونگھ کر اپنے ٹارگٹ تک پہنچ جاتے ہیں۔"

"معاملہ کیا ہے؟"

"دشمنوں نے میری بہن اور دو جوان بچوں کو اغوا کیا ہے۔ ان تینوں کو لاہور شہر کے مضافاتی علاقوں میں کہیں چھپایا گیا ہے۔"

افسر نے کہا "میں سمجھ گیا۔ کیا ان تینوں کے بدن کی اترن ہے؟"

"جی ہاں، آپ کو گلبرگ کی ایک کوٹھی کے سامنے وہ کپڑے مل جائیں گے لیکن بڑی رازداری سے کتوں کو لے جا کر انہیں تلاش کرنا ہوگا۔ آپ کے محکمے کے کسی بھی فرد کو یہ معلوم نہ ہو ورنہ دشمنوں کو خبر ہو جائے گی۔"

"آپ اطمینان رکھیں۔ میں مکمل رازداری سے کام کروں گا، آپ موجود رہیں اور گلبرگ کی کوٹھی تک مجھے گائیڈ کریں۔"

اسی وقت سلمان نے میرے پاس آکر کہا "فرہاد بھائی! آپ کوئی دوسری تدبیر آزمائیں۔ شکاری کتے کام نہیں آئیں گے۔"

میں نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

"میں آنر ڈیسوزا کو بہن شاہینہ کی کوٹھی میں لے گیا تھا۔ اس کے ذریعے پتا چلا، تینوں کے باتھ روم میں جتنے اتارے ہوئے لباس تھے، انہیں پہلے ہی جلا کر راکھ کر دیا گیا ہے۔"

دشمنوں نے پھر مجھے بری طرح ناکام بنا دیا تھا۔ میں نے اعلیٰ افسر سے کہا "آپ کے تعاون کا شکریہ۔ دشمنوں نے وہ تمام کپڑے جلا دئے ہیں۔ آپ کے کتے کام نہیں آئیں گے۔ ہماری ملاقات پھر کبھی ہوگی۔ خدا حافظ۔"

میں سونیا کے پاس آیا۔ اسے دشمنوں کی تیزی اور چالا کی بتائی۔ اس نے کہا "میں بڑی دیر سے ہر پہلو پر غور کر رہی ہوں۔ طرح طرح کی تدبیر سوچ رہی ہوں لیکن کسی تدبیر پر عمل کرنے سے خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلے گا۔ اس بار یہودیوں نے ہمیں بری طرح جکڑ لیا ہے اور یہ سب کچھ گولڈن برینز کی ذہانت اور چالبازیوں سے ہو رہا ہے۔"

"میں پہلے ایسے ہی کسی برے وقت کے متعلق سوچتا تھا اور شاہینہ سے دور رہتا تھا تاکہ دشمن بہن کے رشتے کو میری کمزوری کبھی نہ بنائیں، آج وہ یہی کر رہے ہیں۔"

میں کہتے کہتے رک گیا۔ سانس بھی روک لی۔ پرائی سوچ کی لہر محسوس ہوئی تھی۔ پھر میں نے سانس لی تو اسی سوچ نے "شاہینہ۔"

میں نے پھر سانس روک لی۔ اس کے بعد سونیا سے با... چاہتا تھا۔ پھر ایک سوچ کی لہر نے کہا "شاہینہ۔"

دشمن کو اس سے زیادہ کہنے کی ضرورت ہی نہیں تھ... جانتے تھے کہ میں بہن کا نام سنتے ہی اس کے پاس جاؤں گا... کے اغوا کا علم ہو جائے گا۔

اور واقعی اب میں انجان بن کر نہیں رہ سکتا تھا۔ میں... کے پاس آیا۔ وہ ہوش میں تھی اور رو رہی تھی۔ اس کی س... بتایا کہ اس کے دماغ میں کسی نے آکر کہہ دیا تھا کہ ثمینہ اور... بھی اغوا کئے گئے ہیں اور اب اس کا بھائی فرہاد ان میں سے... زندہ سلامت واپس نہیں لے جا سکے گا۔

میں نے مزید معلوم کیا۔ وہ گہری تاریکی میں فرش پر بیٹھ... تھی۔ اس کے ہاتھ پیچھے کی طرف بندھے ہوئے تھے۔ دونوں... کو بھی رسیوں سے باندھا گیا تھا اور منہ پر ٹیپ چپکا دیا گیا... کسی کو مدد کے لئے نہیں پکار سکتی تھی۔

میں نے اسے مخاطب کیا "شاہینہ! میں تمہارا بھا... ہوں۔"

وہ روتے روتے چونک گئی۔ سر اٹھا کر تاریکی میں گھو... بولی "بھائی جان! میری ثمینہ اور کامران کو بچائیں۔ مجھے... بتائیں وہ کہاں ہیں اور کس حال میں ہیں؟"

"خدا نے چاہا تو وہ خیریت سے ہوں گے۔ میں ابھی... پاس جا کر آتا ہوں۔ تم آنسو نہ بہاؤ، حوصلے سے کام لو۔"

"میرے آنسو تھم جائیں گے۔ آپ بچوں کے بار... اچھی خبر سنائیں۔"

"میں ابھی آتا ہوں۔"

میں ثمینہ کے پاس آیا۔ وہ اور کامران ہوش میں آ... دونوں بھی رسیوں سے بندھے ہوئے تھے۔ ان کی آنکھو... بندھی ہوئی تھیں اور منہ پر ٹیپ لگے ہوئے تھے۔ وہ بڑ... سے میرا انتظار کر رہے تھے۔ انہیں یقین تھا کہ ماموں کو خبر... دشمنوں کو سخت سزائیں دے کر انہیں قید سے نکال لے... گے۔

مجھے ندامت سی ہوئی۔ دونوں بچوں کو مخاطب کرنے... نہیں ہوا۔ میں نے ایک اسرائیلی حاکم کے پاس آکر غصے... "کیوں میرے قہر و غضب کو بھڑکا رہے ہو۔ میری بہن اور... فوراً رہا کرو۔ ورنہ میں....."

وہ بات کاٹ کر بولا "ورنہ تم کچھ نہیں بگاڑ سکو گے۔... سے سر ٹکرا کر مر جاؤ گے۔ تمہارے جیسے لوگوں کو ہی اکڑ... کہتے ہیں کہ رسی جل گئی پر بل نہیں گیا۔"

"میں ابھی جلا نہیں ہوں۔ باقی ہوں۔ ابھی ایک ل... نمونہ پیش کیا تھا۔ یہ کچھ بھی نہیں ہے۔ اگر تینوں کو فوراً رہا نہ کیا گیا تو میں مملکتِ اسرائیل کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں گا۔"

"فرہاد! ہمیں دھمکیاں نہ دو۔ اب تمہارا مقدمہ گولڈن برینز کی عدالت میں ہے۔ تم دیکھ رہے ہو ہمیں کمپیوٹر اور ٹی وی کے سامنے ہوں۔ مجھے تمہارا ہی انتظار تھا۔ آؤ میں تمہیں گولڈن برینز کی عدالت میں لے چلتا ہوں۔"

اس نے ٹی وی کو آن کیا۔ پھر کمپیوٹر کو آپریٹ کرنے لگا۔ اسکرین پر تحریر ابھرنے لگی "اٹینشن گولڈن برینز! فرہاد حاضر ہے"۔ وہ تحریر مٹ گئی۔ پھر گولڈن برینز کی طرف سے تحریر ابھرنے لگی۔ اسکرین پر لکھا ہوا تھا "اونٹ ایک دن پہاڑ کے نیچے آتا ہے... آج آ ہی گیا۔ تم نے اپنی بہن کے دروازے پر ایک عدالت قائم کی تھی، ایک عدالت ہماری بھی ہے۔ اس عدالت میں ہمارے خلاف بے شمار الزامات ہیں۔"

وہ تحریر مٹنے لگی، دوسری تحریر ابھرنے لگی "تم نے ہماری پہلی... پیتھی جاننے والی شیبا کو اغوا کیا۔ اسے محبت کا فریب دیا اور اس... موت کا سبب بن گئے۔ تم نے ہمارے پیشوا ربی اسفندیار کو بھی... ڈالا اور چار گولڈن برینز کو بھی بیدردی سے قتل کیا۔"

تیسری تحریر اسکرین پر نظر آئی "یہ تو چند بڑے بڑے کیس ہیں... ن کے تم مجرم ہو۔ ان کے علاوہ پچھلے پچیس برسوں میں تم یا... ہمارے لوگ یہاں آتے رہے ہمیں بھاری نقصانات پہنچاتے... رہے اور بے شمار جرائم کے مرتکب ہوتے رہے۔"

یہ تحریر مٹ گئی۔ چوتھی تحریر نظر آئی "تمہارا تازہ ترین جرم یہ ہے کہ تم ہمارے ایجنٹوں کو قتل کر رہے ہو اور ہماری صنعتوں کو تباہ کر دینا چاہتے ہو۔ راجا صفدر علی، جان شیرباز کے بعد چوہدری حاکم علی حاکم کے پیچھے پڑ گئے ہو اور ابھی کچھ دیر پہلے تم نے ہمارے ملک کی ایک بہت بڑی مل کو تباہ کر دیا ہے۔

"بس بہت ہو چکا۔ اس کے بعد اب کچھ نہیں کر سکو گے۔ اگر اب بھی دعویٰ ہے کہ کچھ کر سکتے ہو تو ضرور کر گزرنا لیکن پہلے ایک تماشا دیکھو۔ ہم ابھی دکھائیں گے۔ اسے دیکھ کر تم ہمارے سامنے گھٹنے ٹیک دو گے۔ اس تماشے سے پہلے ہماری چند شرائط سن لو۔

"جب تمہیں یقین ہو جائے کہ تم ہمارے سامنے مفلوج ہو چکے ہو تو پہلی شرط یہ ہوگی کہ اپنے دونوں روبوٹس کو یہاں سے لے جاؤ۔ دوسری شرط یہ کہ فوراً پاکستان سے نکل جاؤ۔ تیسری شرط ہوگی کہ تم، تمہارے دونوں بیٹے، سونیا اور تمہارے خیال خوانی کرنے والے کبھی ہمارے کسی معاملے میں مداخلت نہیں کریں گے اور آخری شرط یہ کہ تم خیال خوانی چھوڑ دو گے اور سونیا کے ساتھ گوشہ نشین ہو جاؤ گے۔ کیا تم اپنی صفائی میں کچھ کہنا چاہتے ہو؟"

وہ اسرائیلی حاکم میرا جواب کمپیوٹر کے ذریعے پہنچانے لگا۔ میں نے کہا "تمہیں صرف ایک نصیحت کرتا ہوں۔ عارضی کامیابی کے نشے میں کوئی غلطی نہ کر بیٹھنا ورنہ پچھتانے کی بھی مہلت نہیں ملے گی۔ میری بہن اور دونوں بچوں کو زندہ سلامت رکھنا، خدانخواستہ ان کی جان کو کچھ ہوا تو تمہارے ملک کو دنیا کے نقشے سے مٹا دوں گا۔"

گولڈن برینز کی طرف سے تحریر ابھری "تمہاری نصیحت بھی پڑھ لی اور تمہاری بچگانہ دھمکی بھی۔ اب ہماری عدالت جس فیصلے

مقبول ناول نگار ایچ اقبال کی دو نئی کتابیں۔ ہر کتاب میں دو مکمل ناول

عمران سیریز
عجیب ہنگامے
ایک جلد میں
پانچواں کالم
صفحات: ۳۲۰۔ قیمت -/۷۵ روپے

پرمود سیریز
ریکارڈ کی چوری
ایک جلد میں
موت کا راستہ
صفحات: ۳۲۰۔ قیمت -/۷۵ روپے

ڈاک خرچ فی ناول ۱۰ روپے ۔۔۔ دونوں ناول ایک ساتھ منگانے پر ڈاک خرچ ۱۰ روپے

کتابیات پبلی کیشنز ◎ پوسٹ بکس نمبر ۲۳ کراچی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

پر عمل کررہی ہے۔" اسے دیکھنے کے لئے ثمینہ کے پاس جاؤ۔ ڈیٹس آل۔"

اسکرین سادہ ہوگیا۔ میں فوراً ہی ثمینہ کے پاس آیا۔ وہ کسی گاڑی میں بیٹھی ہوئی تھی۔ آنکھوں پر پٹی بندھی تھی اس لئے دیکھ نہیں سکتی تھی۔ منہ پر ٹیپ چپکا ہوا تھا' بول نہیں سکتی تھی۔ کانوں میں روئی ٹھونس دی گئی تھی' وہ گاڑی سے باہر کی آواز نہیں سن سکتی تھی۔

میں نے کہا "بیٹی! حوصلہ رکھو۔ میں تمہارے پاس ہوں۔"

اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں نے محسوس کیا' وہ میری سوچ کی لہروں کو نہیں سن رہی ہے۔ میں نے پوچھا "کیا تم میری باتیں سن رہی ہو؟"

وہ خاموش رہی۔ اس کا مطلب تھا کہ دشمن خیال خوانی کرنے والوں نے بری طرح اس کے دماغ کو جکڑ لیا تھا۔ اس طرح قبضہ جمایا تھا کہ میں نے اس کی تھوڑی سی سوچ پڑھ کر اس کی موجودہ حالت کو سمجھا تھا۔ پھر اس کی سوچ کی وہ کمزور لہریں بھی خاموش ہوگئی تھیں۔

ابھی میں اس کی دماغی حالت کو سمجھ ہی رہا تھا کہ اس نے سانس روک لی۔ میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ میں اچھی طرح جانتا تھا' ثمینہ سانس روکنے کے عمل سے واقف نہیں ہے' دشمن خیال خوانی کرنے والوں نے مجھے اس کے دماغ سے نکالنے کے لئے ایسا کیا تھا۔

میں نے اسرائیلی حاکم کے پاس آکر پوچھا "وہ لوگ ثمینہ کو کہاں لے جارہے ہیں؟"

اس نے کہا "میں نہیں جانتا۔ ابھی گولڈن برینز سے معلوم کرتا ہوں۔"

اس نے ٹی وی کو آن کیا۔ پھر کمپیوٹر کو آپریٹ کیا' اسکرین پر تحریر نظر آئی "اٹینشن گولڈن برینز! فرہاد پوچھ رہا ہے' ثمینہ کو وہ لوگ کہاں لے جارہے ہیں؟"

وہ تحریر مٹ گئی۔ گولڈن برینز کی جوابی تحریر نظر آئی "ہم بتائیں گے تو فرہاد کو یقین نہیں آئے گا۔ پھر بھی بتادیتے ہیں۔ ثمینہ کو اس کے گھر پہنچایا جارہا ہے۔"

میں نے پوچھا "میں کیسے یقین کروں؟"

میرا سوال اسکرین پر دکھائی دیا۔ ادھر سے جواب ملا "تم لاہور میں ہو۔ بہن کے گھر جاؤ اور آنکھوں سے دیکھو۔ ثمینہ وہاں پہنچنے والی ہے لیکن تم اس کے دماغ میں نہیں پہنچ پاؤ گے۔ ڈیٹس آل۔"

اسکرین سادہ ہوگیا۔ میں وہاں سے آنر ڈیسوزا کے دماغ میں آگیا۔ میں اسی کے ذریعے دیکھ سکتا تھا کہ دشمن کس حد تک سچ بول رہے ہیں۔ میں ڈیسوزا کو کوٹھی سے باہر لایا اور اس کے ذریعے دائیں بائیں دور تک دیکھنے لگا۔

کبھی کبھی کوئی گاڑی نظر آتی تھی پھر شاہینہ کی کوٹھی کے سامنے سے گزر جاتی تھی۔ پتا نہیں ثمینہ کو کس گاڑی میں بٹھایا تھا۔ اسے گھر پہنچے دیکھ کر اطمینان ہوتا تو میں شاہینہ کو یہ خوش خبری سنا سکتا تھا۔

اگرچہ دشمنوں سے ایسی مہربانی کی امید نہیں تھی۔ میں یہ سوچ رہا تھا کہ وہ مجھے پھانسنے کے لئے ثمینہ کو وہاں لارہے ہیں تاکہ میں خود اسے دیکھنے آؤں۔ اسی لئے انہوں نے مجھے اس کے دماغ سے نکال دیا تھا۔

بڑے انتظار کے بعد ایک گزرنے والی گاڑی شاہینہ کی کوٹھی کے سامنے چند سیکنڈ کے لئے رکی۔ اس کا سائیڈ کا دروازہ کھلا۔ ثمینہ کو دھکا دے کر باہر پھینکا گیا۔ پھر گاڑی تیزی سے آگے چلی گئی۔ میں نے ڈیسوزا کو اس کی طرف دوڑایا' اس کی زبان سے کہا "میری بیٹی ثمینہ! کامران کہاں ہے؟"

وہ اچانک ڈیسوزا کو ریوالور کے نشانے پر رکھتے ہوئے بولی "خبردار! آگے نہ بڑھنا۔ گولی ماردوں گی۔"

میں نے ڈیسوزا کو روک دیا۔ دشمنوں نے اس کی آنکھوں کی پٹی کھول دی تھی۔ اسے آزاد کردیا تھا اور اسے ایک ریوالور دے دیا تھا۔ وہ ہاتھ میں ریوالور لئے دوڑتی ہوئی اپنی کوٹھی کے احاطے میں آئی پھر پلٹ کر ڈیسوزا کو دیکھتے ہوئے بولی "تیمور! میں تم سے مخاطب ہوں۔"

میرے دماغ میں خطرے کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے اس کے ہاتھ سے ریوالور چھیننے کے لئے اس کے دماغ میں جانے کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔ میری سوچ کی لہریں واپس آگئیں۔

وہ بول رہی تھی "تم نے ہم یہودیوں کے خلاف اپنی بہن کے دروازے پر عدالت قائم کی تھی۔ ہمارے ایجنٹ راجا صفدر' جان شیراز اور راجا صفدر کے جوان بیٹے کو اسی عدالت میں مارا تھا۔ آج اسی عدالت میں' تمہاری بہن کے دروازے پر تمہاری بہن کی بیٹی کو سزائے موت دی جارہی ہے۔"

ثمینہ نے ریوالور کی نال کو اپنی کنپٹی سے لگایا۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی اور ناکام رہا۔ وہ بولی "یہ ہمارے انتقام کا پہلا نمونہ ہے۔ اگر تم نے ہمارے سامنے گھٹنے نہ ٹیکے' ہماری شرائط پر عمل نہ کیا تو اس کے بعد کامران اور کامران کے بعد تمہاری بہن اپنے ہی دروازے پر ماری جائے گی۔"

یہ کہتے ہی اس نے ٹریگر دبادیا۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ وہ زمین پر گر کر تڑپنے لگی۔ میں ایک دم سے چیخ پڑا۔ جس کمرے میں تھا وہاں کی دیوار سے سر ٹکرانے لگا۔

"ہائے میری بہنا! میں تجھے کیا منہ دکھاؤں گا۔"

میں نے زندگی میں کئی بار زبردست ٹھوکریں کھائیں۔ کبھی ایسا بھی ہوا کہ دشمنوں کو مجبور اور بے بس سمجھ کر دھوکا کھایا اور ان کے مقابلے میں بری طرح شکست کھائی' اور یہ زیادہ پرانی بات نہیں ہے جب ایک دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والی نے مجھے گولی ماردی تھی اور میری موت یقینی ہوگئی تھی۔ اگر مجھے فوری طور پر پایا صاحب کے آپریشن تھیٹر میں نہ پہنچایا جاتا تو آج میں اس دنیا میں نہ ہوتا۔

اگر میرے مقدر میں کامیابی اور کامرانی ہے تو ناکامی اور شکست بھی ہے لیکن ایسی ناقابلِ برداشت شکست کبھی نہیں کھائی جیسی یہودیوں نے مجھے دی تھی۔ انہوں نے میری ہی بہن کے دروازے پر میری بہن کی بیٹی ثمینہ کو خودکشی پر مجبور کیا تھا اور میں انتہائی بے بسی سے دیکھتا رہ گیا تھا۔

مجھ سے برداشت نہ ہوا تو میں نے دیوار سے سر ٹکرایا۔ ایک بار نہیں کئی بار ٹکرایا۔ میرے حلق سے چیخیں نکلنا چاہتی تھیں۔ رونا اور چیخنا کمزوری کی علامت ہے اور مردانگی کے خلاف ہے۔ میں نے چیخوں کو اپنے اندر کچل دیا۔ البتہ سر ٹکرانے سے باز نہ آیا۔ ایسا شدید غصے میں کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اندر کا غبار نکل گیا۔ میں لڑکھڑا کر منجی پر گر پڑا۔ تکیے پر لہو کے دھبے دیکھ کر پتا چلا' پیشانی سے خون بہہ رہا ہے۔

میں نے آنکھیں بند کرلیں۔ گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ یہ بات بروقت سمجھ میں آگئی کہ خود کو غصے میں زیادہ زخمی کروں گا تو سانس روکنے کے قابل نہیں رہوں گا۔ یہ بھی خیال تھا کہ پارس ملتان روڈ پر ثمینہ اور کامران کو تلاش کرتا پھر رہا ہے۔ اس بار باپ کے ساتھ بیٹا بھی ناکام رہا تھا۔

میں نے سانس روک لی' پرائی سوچ کی لہریں محسوس ہوئی تھیں۔ ہوسکتا ہے' میرے اپنوں میں سے کوئی مجھ سے رابطہ کرنا چاہتا ہو لیکن دشمن بھی ہوسکتے تھے۔ وہ دیکھنا چاہتے ہوں گے کہ انہوں نے جو انتقامی کارروائی کی ہے۔ میری بھانجی کو مار ڈالا ہے تو مجھ پر اس کا ردِعمل کیا ہورہا ہے۔

دوسری بار بھی میں نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ لیکن سانس روکنے سے پہلے سلمان نے کوڈ ورڈز ادا کئے۔ اسے پہچاننے کے باوجود میں نے سانس روک لی۔ وہ چلا گیا۔ میں نے اس کے دماغ میں جاکر کوڈ ورڈز ادا کئے پھر کہا "اپنے تمام خیال خوانی کرنے والوں سے کہہ دو۔ کوئی میرے دماغ میں نہ آئے۔ ورنہ ہماری گفتگو کے دوران دشمنوں کو میرے اندر چھپ کر رہنے کا موقع مل جائے گا۔ پھر اندر پہنچ کر میرے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا جاسکتا ہے۔"

"اچھی بات ہے صرف اتنا بتادیں' کیا آپ کی بھانجی ثمینہ کو قتل کیا گیا ہے؟"

"تمہیں کیسے معلوم ہوا؟"

"ایک اسرائیلی حاکم نے فاتحانہ انداز میں جناب علی اسد اللہ تبریزی کو فون پر اطلاع دی ہے۔"

"ہاں یہ درست ہے' تم لوگ محتاط رہو۔ ایک دوسرے کے دماغ میں زیادہ دیر رہ کر دشمنوں کو اور موقع نہ دو۔ خدا حافظ۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ میرے سر میں درد ہورہا تھا۔ میں فرسٹ ایڈ باکس اٹھاکر آئینے کے سامنے آیا۔ پیشانی اور چہرے سے لہو پونچھ کر زخم کو صاف کیا پھر دوا لگا کر اس پر پٹی چپکادی۔ مجھے یہ خیال ستا رہا تھا کہ اپنی بہن کو ثمینہ کی موت کی اطلاع کیسے دوں گا۔ جب میرا دل ٹکڑے ہورہا تھا تو بہن کی کیا حالت ہوگی۔

ویسے یہ دردناک اطلاع دوں یا نہ دوں اس کے پاس جانا ضروری تھا۔ وہ اور کامران دشمنوں کی قید میں تھے۔ جب میں پچھلی بار شاہینہ کے پاس گیا تو وہ ہوش میں تھی لیکن کسی تاریک چار دیواری میں تھی۔ اس نے رو رو کر مجھ سے کہا تھا کہ میں اس کے بچوں کی حفاظت کروں۔ میں نے ان کی حفاظت کا وعدہ کیا تھا اور ناکام رہا تھا۔

آخر میں نے دل کڑا کرکے خیال خوانی کی پرواز کی۔ شاہینہ کے دماغ میں پہنچا پھر واپس آگیا۔ وہ بیہوش تھی۔ پتا نہیں دشمنوں نے اسے کیوں ہوش سے بیگانہ کردیا تھا۔ اس کا بیٹا یعنی میرا بھانجا کامران بھی کہیں بے ہوش پڑا تھا۔

فی الحال دشمنوں کی یہی چال سمجھ میں آرہی تھی کہ وہ شاہینہ اور کامران کو اغوا کرکے اس شہر سے یا اس ملک سے دور کہیں لے جارہے تھے۔ انہیں اس لئے بے ہوش کردیا تھا کہ ہم ان کے دماغوں میں رہ کر ان راستوں کو معلوم نہ کرسکیں جہاں سے وہ لے جائے جارہے تھے۔ پتا نہیں انہیں کہاں پہنچایا جارہا تھا۔ اگر دشمن انہیں ملک سے باہر لے جارہے تھے تو سب سے قریب ترین ملک ہندوستان تھا اور ہندوستان سے یہودیوں کے تعلقات بڑے دوستانہ تھے۔

گولڈن برینز نے دھمکی دی تھی کہ پہلے ثمینہ کو قتل کیا گیا ہے۔ اگر میں پاکستان سے واپس نہ گیا اور یہودی ایجنٹوں کے لئے پاکستان میں مصیبت بنتا رہا تو وہ ثمینہ کے بعد کامران کو ختم کردیں گے۔ اس کے بعد بھی میں نے ان کی شرائط پر عمل نہ کیا تو وہ میری بہن شاہینہ کو بیدردی سے قتل کردیں گے۔

میری بہت بڑی کمزوری ان کے ہاتھ آگئی تھی۔ اتنی بڑی دنیا میں وہی ایک بہن تھی جسے میں نے بیٹی کی طرح گود میں کھلایا تھا۔ انہوں نے اسے چھین کر جیسے میرے اندر سے کلیجا نکال لیا تھا۔ یہ بڑی آزمائش کی گھڑی تھی۔ مجھے اس نتیجے پر پہنچنا تھا کہ بھانجے اور بہن کو بھی قربان کردوں یا یہودیوں کے سامنے گھٹنے ٹیک دوں؟

اگر میں ان کی شرائط مان لیتا' پاکستان چھوڑ دیتا۔ سوسانہ اور جرائل گرانٹ کو اسرائیل سے واپس بلالیتا اور پاکستان کو یہودیوں کی تجارتی منڈی بننے دیتا تو وہ میرے بھانجے اور بہن کو قتل نہ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کرتے۔انہیں زندہ رہنے دیتے لیکن اپنی قید سے رہا نہ کرتے۔میری بہن کو ہمیشہ میری کمزوری بناکر اپنی قید میں ایسی جگہ رکھتے' جہاں میں کبھی پہنچ نہ پاتا۔

میں نے سونیا کو مخاطب کیا' وہ بولی "مجھے افسوس ہے فرہاد! انہوں نے معصوم ثمینہ کی زندگی چھین لی۔ابھی سلمان نے بتایا ہے کہ کامران اور شاہینہ بے ہوش ہیں۔دشمنوں نے انہیں دوسری بار بے ہوش کیا ہے۔اس کے پیچھے کوئی خاص مقصد ہوگا۔"

"شاید وہ ماں بیٹے کو ملک سے باہر لے جارہے ہیں۔ان کی بے ہوشی کے باعث ہم معلوم نہیں کرسکتے کہ انہیں کہاں لے جایا جارہا ہے؟"

"یہ ہمارے لئے برا ہورہا ہے۔وہ شاہینہ کو ہمارے خلاف زبردست مہرہ بناکر رکھیں گے۔جب تک ہم شاہینہ اور کامران کو رہائی نہیں دلائیں گے تب تک ہمیں یہودیوں کے اشاروں پر ناچنا ہوگا۔"

"تم کیا کہتی ہو؟"

"فی الحال ہم خاموشی اختیار کریں۔یہودیوں سے رابطہ نہ کریں۔کوئی دماغی رابطہ کرنا چاہے تو ہم سانس روک لیں۔اپنے تمام خیال خوانی کرنے والوں سے کہہ دو کہ بارہ گھنٹے تک آپس میں بھی خیال خوانی نہ کریں۔تم سب میرے پاس بھی نہ آؤ۔ورنہ دشمنوں کو ہمارے اندر آکر خاموشی سے ہماری گفتگو سننے کا موقع مل جائے گا۔"

"لیکن بارہ گھنٹے کے اندر مجھے اپنوں میں سے کسی کی ضرورت پیش آسکتی ہے۔"

"کوئی بھی ضرورت ہو تو جناب علی اسد اللہ تبریزی صاحب سے رابطہ کرو اور ان کے پاس ضروری پیغام چھوڑ دو۔"

میں نے اُس سے رابطہ ختم کردیا۔سونیا کے مشورے سے یہ بوجھ ہلکا ہوا کہ ابھی یہودیوں سے بحث و تکرار نہیں ہوگی۔اگر وہ اپنی شرائط منوانے کے لئے ہم میں سے کسی کے دماغ میں بھی آئیں گے تو ہم سب سانس روک لیں گے۔یوں جب تک میری ہاں یا نہ کا جواب نہیں ملے گا تب تک وہ کامران اور شاہینہ کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔انہیں قتل کرنے کے لئے کم از کم بارہ یا چوبیس گھنٹوں تک انتظار کریں گے۔

میں پارس کے پاس پہنچا تاکہ اسے بتادوں' ثمینہ پر کیا گزری ہے اور آئندہ اس کی پھوپی اور پھوپی زاد بھائی پر کیا گزرنے والی ہے۔جب وہ ملتان روڈ پر ٹھوکر کی طرف جاتے ہوئے دشمنوں کو تلاش کررہا تھا تب میں نے اسے ایک گاڑی کا رنگ اور نمبر بتائے تھے۔وہ اس گاڑی کو تقریباً ایک گھنٹے تک تلاش کرتا رہا مگر ناکام رہا۔دو سو کلومیٹر تک جانے کے باوجود وہ گاڑی نظر نہیں آئی تو یہ بات سمجھ میں آگئی کہ دشمن پیچھے کسی آبادی میں رہ گئے ہیں یا کسی کچے راستے پر مڑ گئے ہیں۔

وہ واپسی پر چھوٹی بڑی آبادیوں میں جاکر ڈھونڈنے لگا۔ایک جگہ دور درختوں کے پیچھے ایک گودام نما بڑی سی چار دیواری نظر آئی۔ذرا قریب جانے پر اسی رنگ اور نمبر کی گاڑی نظر آگئی۔اس نے ایک جھاڑی کے پیچھے اپنی کار کھڑی کی پھر چھپتا ہوا گودام کی طرف جانے لگا۔

ایسے ہی وقت ایک ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دی۔گودام کے پیچھے کھیتوں کا سلسلہ تھا۔فصل کٹ چکی تھی اس لئے وہ کھیت دور تک وسیع و عریض میدان ہوگئے تھے۔کہیں دور سے آنے والا ہیلی کاپٹر اس میدان میں اتر رہا تھا۔گودام سے تین آدمی باہر آکر ہیلی کاپٹر کو دیکھ رہے تھے۔پارس ان کے پیچھے ایک دیوار کی آڑ میں کھڑا ہوگیا تھا۔ان میں سے ایک کہہ رہا تھا "یہ وقت سے پہلے چلا آیا ہے۔وہ عورت تنویمی نیند سو رہی ہے اور اس کے بیٹے پر تنویمی عمل ہورہا ہے۔"

"کیا تمہارے دماغ میں وہ بول رہی ہے؟"

"ہاں' میڈم مجھ سے کہہ رہی ہیں کہ ہیلی کاپٹر والوں کو آدھے گھنٹے تک روکا جائے۔"

پارس نے سمجھ لیا کہ شاہینہ یا ثمینہ پر تنویمی عمل ہوچکا ہے چونکہ اس شخص نے عورت سے کہا تھا اس لئے وہ شاہینہ ہوسکتی تھی۔پھر یہ بھی کہا تھا کہ اس کے بیٹے پر عمل ہورہا ہے یعنی کامران بھی وہاں تھا۔

مشکل یہ تھی کہ وہ دونوں اپنی رہائی کے لئے پارس کے ساتھ تعاون نہیں کرسکتے تھے۔وہاں غافل پڑے ہوئے تھے۔وہ دشمنوں سے دو دو ہاتھ کرتے ہوئے ماں بیٹے کو اپنی کار تک نہیں پہنچا سکتا تھا۔گودام کے اندر کچھ اور لوگ تھے۔پھر ہیلی کاپٹر کے ذریعے آنے والوں نے تعداد میں اضافہ کردیا تھا۔

وہ دیوار کی آڑ سے نکل کر دوسری طرف جانا چاہتا تھا اسی وقت میں اس کے پاس پہنچ گیا۔اس نے کہا "یہاں پھوپی اور کامران ہیں۔دشمنوں کی تعداد کافی ہے۔ان کے علاوہ کوئی خیال خوانی کرنے والی ایک شخص کے دماغ میں رہ کر انہیں گائیڈ کرتی ہے۔کوئی دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا کامران پر عمل کررہا ہے اور پھوپی پر تنویمی عمل ہوچکا ہے۔"

میں نے کہا "بیٹے! بدبخت یہودیوں نے ثمینہ کو مار ڈالا ہے' مجھے بہن کے سامنے بڑی شرمندگی ہوگی۔اب ان دونوں کو ہرحال میں یہاں سے زندہ سلامت لے جانا ہوگا۔"

کوئی شخص ہیلی کاپٹر سے اتر کر گودام کی طرف آرہا تھا' میں نے کہا "وہ جو آرہا ہے' وہ گودام کے لوگوں سے باتیں کرے گا۔ان کے اندر رہنے والی اس آنے والے کے دماغ میں جائے گی۔تم ان کی باتیں سنو تاکہ میں بھی اس کے دماغ میں پہنچ سکوں۔"

پارس وہاں چھپا رہا۔ہیلی کاپٹر سے آنے والے نے ایک شخص سے مصافحہ کرتے ہوئے کوڈ ورڈز ادا کئے "میں گلاب کے دیس سے آیا ہوں۔چنبیلی کا پھول لے جاؤں گا۔"

ہندوستان کا قومی پھول' گلاب ہے اور پاکستان کا قومی پھول چنبیلی۔یہ واضح ہوگیا کہ وہ ہیلی کاپٹر ہندوستان سے آیا ہے اور اس میں شاہینہ اور کامران کو لے جایا جائے گا۔گودام کے ایک شخص نے کہا "چنبیلی سو رہی ہے' اس کے بیٹے پر عمل کیا جارہا ہے۔کم از کم آدھا گھنٹا انتظار کرنا ہوگا۔"

آنے والے نے کہا "میں ریٹائرڈ میجر کے ورما ہوں۔یہاں ہماری پرواز غیر قانونی ہے۔آدھا گھنٹا بہت ہوتا ہے۔ہم خطرات میں گھر سکتے ہیں۔پلیز جلدی کرو۔"

میں میجر کے ورما کے اندر پہنچ گیا تھا۔ایک دشمن خیال خوانی کرنے والی کہہ رہی تھی "میجر! ڈرنے کی کوئی بات نہیں ہے۔یہاں دو ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہاری مدد کے لئے موجود ہیں۔"

وہ مسکرا کر بولا "مجھے بتایا گیا تھا کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے مجھ سے دماغی رابطہ قائم کریں گے۔میں تمہاری آمد سے مطمئن ہوں۔پھر بھی یہاں کے سراغ رسانوں سے ٹکرائے بغیر جلد سے جلد چلے جانا دانشمندی ہوگی۔"

"میں پوری کوشش کررہی ہوں۔ذرا انتظار کرو۔ابھی آتی ہوں۔"

وہ چلی گئی۔میں نے اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کیا۔وہ ایسا ہیلی کاپٹر لایا تھا کہ پاکستان میں پکڑا جاتا تو یہ ثابت نہ ہوتا کہ وہ بھارت سے آیا ہے۔کے ورما کا تعلق اب وہاں کی فوج سے نہیں تھا۔اس کے ساتھ دو مسلح محافظ اور ایک پائلٹ تھا اور وہ سب غیر فوجی تھے۔

ریٹائرڈ میجر کے ورما نے پیچھے آنے والے ایک مسلح گارڈ سے کہا "پائلٹ سے جاکر کہہ دو' ذرا اور دیر لگے گی۔"

گارڈ نے کہا "سر! پائلٹ بہت گھبرایا ہوا ہے۔"

وہ بولا "نان سنس! اسے حوصلہ دو اور بتاؤ کہ ہمارے ساتھ ٹیلی پیتھی جاننے والے موجود ہیں' گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔"

وہ جانے لگا' میں نے پارس سے کہا "کسی طرح ہیلی کاپٹر کے قریب پہنچو۔میں مسلح گارڈ کو ٹریپ کررہا ہوں۔"

پھر میں نے سلمان اور سلطانہ کے لئے جناب علی اسد اللہ تبریزی صاحب کو پیغام دیا کہ شاہینہ اور کامران تنویمی نیند میں ہیں۔نیند پوری ہونے سے پہلے انہیں ٹرانس میں لایا جاسکتا ہے اور دشمنوں کے تنویمی عمل کا توڑ کیا جاسکتا ہے۔یہ جلد سے جلد کیا جائے۔

انہوں نے فرمایا "بیٹے! اللہ نے چاہا تو دشمنوں کے عمل کا توڑ ہوجائے گا' تم اپنا کام کرو۔"

میں نے پارس کے پاس آکر کہا "رک جاؤ' ہیلی کاپٹر کی طرف نہ جاؤ۔تمہاری پھوپی اور کامران پر تنویمی عمل کا توڑ ہونے والا ہے۔اس عمل کے دوران کسی کو ان کے قریب جانے نہ دو۔گودام کے اندر پہنچو۔"

وہ پھر گودام کی طرف جانے لگا۔میں نے ایک شخص کے ذریعے گودام کے مزید تین آدمیوں کے دماغوں میں جگہ بنائی پھر مسلح گارڈ کے پاس پہنچا۔وہ پائلٹ کو تسلیاں دے رہا تھا اور پائلٹ پریشان ہوکر کہہ رہا تھا "ہماری کمپنی کے مالک کو اگر معلوم ہوگا کہ میں ایک ریٹائرڈ میجر کے کہنے سے غیر قانونی پرواز کے لئے ہیلی کاپٹر لے آیا ہوں تو میری نوکری چلی جائے گی' وہ مجھے جیل پہنچادے گا۔یہاں کوئی گڑبڑ ہوگئی تو میجر کیا کرے گا؟ میں نہیں جانتا کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے کتنے پاور والے ہوتے ہیں۔"

میں مسلح گارڈ کو ہیلی کاپٹر سے اتار کر نیچے لایا۔اس نے میری مرضی کے مطابق نیچے آکر پٹرول کی ٹنکی کا ڈھکن کھول دیا۔جیب سے رومال نکال کر اسے ٹنکی میں ڈال کر پوری طرح بھگویا پھر پٹرول سے بھیگے ہوئے آدھے رومال کو ٹنکی کے اندر اور آدھے رومال کو ٹنکی سے باہر رکھا اس کے بعد لائٹر کو سلگایا۔

آگ رومال میں لگی۔پھر اس کے شعلے لپکتے ہوئے ٹنکی کے اندر گئے۔گودام کے دروازے پر چار افراد کھڑے باتیں کررہے تھے۔یکبارگی قیامت کا دھماکا ہوا۔چاروں کے قدم اکھڑ گئے۔وہ اچھل کر زمین پر گر پڑے۔ہیلی کاپٹر کے پرخچے اڑ گئے تھے۔شعلے آسمان کی طرف جارہے تھے اور اس کے ٹکڑے گودام کی طرف آرہے تھے۔ان میں مسلح گارڈز اور پائلٹ کے ٹکڑے بھی شامل تھے۔میں نے کے ورما کے دماغ پر قبضہ جمایا۔اس نے ریوالور نکال کر پہلے اس شخص کو گولی ماری جس کے دماغ میں کوئی خیال خوانی کرنے والی آتی تھی۔پھر اس نے دوسرے پر فائر کیا۔تیسرے نے کے ورما کو شوٹ کرتے ہوئے کہا "پاگل ہوگیا ہے۔دوست بن کر ہمیں مارنے آیا ہے۔"

میں نے تیسرے کے دماغ پر قبضہ جماکر اسے پارس کی طرف دوڑایا پھر اس کی زبان سے کہا "میں فرہاد بول رہا ہوں' یہ گن تمہارے لئے ہے۔"

اس نے دور سے گن اچھالی۔پارس جہاں چھپا ہوا تھا وہاں قریب ایک اسٹریچر پر شاہینہ اور دوسرے اسٹریچر پر کامران تھا۔دونوں غافل پڑے ہوئے تھے۔ایک شخص شاہینہ کا نشانہ لے رہا تھا۔پارس نے اسے گولی ماردی۔ادھر جو بھی آرہا' تھا پارس کی گولیوں سے چھلنی ہورہا تھا۔یہودی خیال خوانی کرنے والوں کو یقین ہوگیا تھا کہ شاہینہ اور کامران ان کے ہاتھوں سے نکل جائیں گے۔اس لئے وہ ان دونوں کو ختم کردینا چاہتے تھے۔اپنے آلۂ کاروں کے اندر رہ کر اُن پر قاتلانہ حملے کررہے تھے اور اپنے ایک ایک آلۂ کار سے محروم ہوتے جارہے تھے۔

آخر میدان صاف ہوگیا' میں نے کہا "بیٹے! ابھی پھوپی اور کامران کو ہاتھ نہ لگانا۔شاید سلمان اور سلطانہ ان پر عمل کررہے ہیں۔میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔"

میں نے سلمان کے پاس آکر کوڈ ورڈز ادا کئے پھر پوچھا "کیا شاہینہ اور کامران پر عمل ہورہا ہے؟"

اس نے کہا "ہم نے دشمنوں کے تنویمی عمل کا توڑ کردیا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہے۔اس کے بعد ہم ان کے دماغوں میں یہ نقش کرنا چاہتے تھے کہ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیا کریں لیکن ہمیں اس کا موقع نہیں ملا۔ دشمن خیال خوانی کرنے والے آرہے تھے اور ان کی سانسیں روک کر انہیں مار ڈالنا چاہتے تھے۔میں کامران کے دماغ پر اور سلطانہ شاہینہ بہن کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جمائے ہوئے ہیں۔دشمن ٹھہر ٹھہر کر آرہے ہیں اور ناکام ہو کر جارہے ہیں۔"

"ان کی حفاظت کرتے رہو۔میں ابھی آتا ہوں۔"

میں نے پارس سے کہا "اپنی پھوپی اور کامران کو اٹھا کر کار میں لے جاؤ۔ لیلیٰ تمہارے پاس رہے گی۔ کوئی گڑبڑ ہوگی تو مجھے اطلاع مل جائے گی۔"

میں نے لیلیٰ کو پارس کے پاس جانے کے لئے کہا پھر اسرائیل کے ایک اعلیٰ حاکم کو مخاطب کیا "تم لوگوں نے میری بھانجی کو قتل کرکے ایک کمینگی دکھادی۔اب میری انتقامی کارروائی کے لئے سنبھل جاؤ۔ ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر گولڈن برینز سے رابطہ کراؤ۔"

اس نے رابطہ کیا۔ کمپیوٹر کے ذریعے گولڈن برینز کی طرف سے اسکرین پر تحریر ابھری۔میں نے اعلیٰ حاکم کے ذریعے تحریر کو پڑھا۔ وہاں لکھا تھا "ہمیں اطلاع مل گئی ہے۔فرہاد نے اپنی بہن اور بھانجے کو ہمارے آدمیوں سے چھین لیا ہے۔اس سے کہہ دو' یہ عارضی کامیابی ہے۔اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے کب تک شاہینہ اور کامران کی حفاظت کریں گے۔ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہر دو منٹ کے بعد ان دونوں کے دماغوں میں جاتے رہیں گے۔فرہاد کی اتنی بڑی کمزوری کو ہم ہاتھ سے جانے نہیں دیں گے۔"

میں نے کہا "جب تک دشمن میری بہن اور بھانجے کے دماغوں میں آتے رہیں گے' تب تک تمہارے ملک کی ایک ایک مل اور فیکٹری تباہ ہوتی رہے گی۔ایک نمونہ دیکھ لو' میں پھر آؤں گا۔"

ہم نے سوسانہ اور جرائیل کو اسرائیل بھیجنے سے پہلے کئی ملوں اور فیکٹریوں کے مالکان کو دماغی طور پر اپنا آلۂ کار بنایا تھا اور ان کے ذریعے اُن کی ملوں میں کئی مقامات پر بم چھپا کر رکھ دئے تھے۔ پچھلی بار اسی طریقۂ کار کے مطابق ایک بہت بڑی مل کو ہم نے تباہ کیا تھا۔ اس بار پھر ایک مل کی باری آئی۔میں نہیں چاہتا تھا کہ وہاں کے بے گناہ مزدور مارے جائیں۔اس لئے میں نے مل مالک کے ذریعے خطرے کا سائرن آن کرایا۔تمام مزدور مشینوں کو بند کرکے دوڑتے ہوئے مل سے باہر جانے لگے۔سیکیورٹی گارڈ خطرے کے متعلق معلوم کرنے کے لئے مالک کے دفتر کی طرف جارہے تھے' اسی وقت وہاں پہلا دھماکا ہوا۔جو باقی رہ گئے تھے وہ اپنی جانیں بچانے کے لئے باہر دوڑتے ہوئے جانے لگے۔اس کے بعد وقفے وقفے سے دھماکے ہوتے چلے گئے۔

میں نے اعلیٰ حاکم کے ذریعے گولڈن برینز سے کہا "تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہر دو منٹ کے بعد میری بہن اور بھانجے کے دماغ میں جائیں گے اور میں ہر دو منٹ کے بعد ایک ایک مل اور فیکٹری کو تباہ کرتا رہوں گا۔اب بولو' یہ سودا منظور ہے؟"

اسکرین پر تحریر ابھری "یہ ہمیں منظور نہیں ہے۔ہم اپنا چیلنج واپس لیتے ہیں۔تمہاری بہن اور بھانجے کے دماغوں میں کوئی نہیں جائے گا۔"

میں نے پوچھا "اگر کوئی وہاں چھپ کر رہے گا تو؟"

"ہم وعدہ کرتے ہیں۔کوئی وہاں چھپ کر بھی نہیں رہے گا۔"

میں نے واپس آکر سلمان کو تمام روداد سنائی۔وہ کامران کے دماغ میں تھا۔میں نے کہا "اگر کوئی یہاں چھپا ہوا ہے تو گولڈن برینز کے پاس احکامات حاصل کرنے کے لئے جائے۔"

یہی بات میں نے سلطانہ کے دماغ میں آکر کہہ دی۔اسے بھی تمام حالات بتادئے۔وہ دونوں مطمئن ہو کر شاہینہ اور کامران کے دماغوں پر عمل کرنے لگے۔پارس ان ماں بیٹے کو گھر لے آیا تھا۔وہ دونوں آرام سے اپنے بیڈ پر تھے۔لیلیٰ ان کے اندر آتی جاتی تھی اور یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتی تھی کہ دشمن خیال خوانی کرنے والے تو ژنہ کر رہے ہوں۔

اس کوٹھی کے سامنے احاطے کے اندر ثمینہ کی جو لاش پڑی ہوئی تھی اسے پولیس والے لے گئے تھے۔پڑوسیوں نے بتایا تھا کہ وہ فرہاد علی تیمور کی بھانجی کی لاش ہے۔پولیس افسران میرا انتظار کررہے تھے۔میں نے ایک افسر کے اندر آکر کہا "میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔میری بہن کی کوٹھی کے سامنے مسٹر آنڈ ڈیسوزا رہتے ہیں۔ان کا بیٹا پیٹر ڈیسوزا آپ کے پاس آرہا ہے۔لاش اُس کے سپرد کردیں۔"

پارس وہ لاش گھر لے آیا۔پڑوسیوں کی مدد سے تجہیز و تکفین کے انتظامات کرنے لگا۔ایک گھنٹے بعد شاہینہ اور کامران تنویمی نیند سے بیدار ہوگئے۔سلمان اور سلطانہ نے ان کے دماغ کو لاک کردیا تھا تاکہ کوئی دشمن خیال خوانی کرنے والا انہیں ٹریپ نہ کرسکے۔ اس کے ساتھ ہی شاہینہ کے اندر بڑے سے بڑے صدمے کو برداشت کرنے کا حوصلہ پیدا کردیا تھا۔

جب اسے بیٹی کی میت کے پاس لایا گیا تو اس نے آنسو بہائے لیکن صدمے سے نڈھال نہیں ہوئی۔میں اس کے دماغ میں آکر اسے تسلیاں دیتا رہا۔اس نے مجھ سے شکایت نہیں کی اور نہ ہی شرمندہ ہونے دیا کہ میں اس کی بیٹی کی حفاظت نہ کرسکا۔اسے یقین تھا جس طرح میں نے اپنے بہنوئی کے قاتلوں سے انتقام لیا تھا اسی طرح ثمینہ کے قاتلوں کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔

میں نے شاہینہ اور کامران کو آزمایا تھا۔ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتے تھے۔اگرچہ وہ یوگا کے ماہر نہیں تھے لیکن عام لوگ بھی پندرہ بیس سیکنڈ سانسیں روک لیا کرتے ہیں۔شاہینہ اور کامران کے دماغوں میں یہ بات بھی نقش کی گئی تھی کہ وہ ماں بیٹے صبح و شام سانس روکنے کی مشق کیا کریں گے۔

میں نے پھر اسرائیلی اعلیٰ حاکم کے ذریعے گولڈن برینز کو مخاطب کیا اور کہا "میری بہن اور میرا بھانجا محفوظ ہیں۔تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے دماغوں میں نہیں آئے۔میں نے بھی جوابی کارروائی نہیں کی۔پھر کسی مل یا فیکٹری کو تباہ نہیں کیا ہے۔"

گولڈن برینز کی طرف سے تحریر ابھری "مسٹر فرہاد! بہن اور بھانجے کو پاکر تم بھی مطمئن ہو اور ہم بھی مطمئن ہیں کہ ہماری انڈسٹریز تباہ نہیں ہوں گی۔اگر ہم تم اسی طرح دانشمندی اور سمجھوتے سے کام لیتے رہے تو کسی کو کسی سے شکایت نہیں رہے گی۔"

میں نے کہا "دانشمندی تو تم لوگوں کو چھو کر نہیں گزری۔تم اپنی مکاریوں کو دانشمندی کہتے ہو۔اگر میری بہن اور بھانجا ابھی تمہارے شکنجے میں رہتے تو فرعون بن کر باتیں کرتے۔کیا اب مجھے مجبور کرسکتے ہو کہ میں پاکستان چھوڑ دوں؟"

"مسٹر فرہاد! یہ وقت وقت کی بات ہوتی ہے۔کبھی کوئی غالب آتا ہے اور کبھی کوئی بازی جیت لیتا ہے۔ہم اپنی تباہی سے سبق سیکھ رہے ہیں' تم اپنی بھانجی کی موت سے نصیحت حاصل کرو۔ آئندہ پھر تمہاری کوئی کمزوری ہمارے ہاتھ آسکتی ہے۔"

"اور تم نے دیکھا کہ میں ثمینہ کے قتل ہونے اور بہن بھانجے کے اغوا ہونے پر تمہارے پاس گڑگڑانے نہیں آیا۔ تم بھی مجھے نصیحت کرنے کے بہانے نہ گڑگڑاؤ۔ میں ثمینہ کے خون کا بدلہ لوں گا۔اگر اندھا دُھند انتقام لوں تو کئی بے گناہ بھی مارے جائیں گے۔اسی لئے میرا انتقام دوسری نوعیت کا ہوگا۔"

اسکرین پر تحریر ابھری "تم کیا کرنا چاہتے ہو؟"

"بگڑا ہوا مقدر یہ نہیں بتاتا کہ وہ کس طرح بگڑے گا' آگے آگے دیکھو' ہوتا ہے کیا؟"

اسکرین پر جوابی تحریر ابھر رہی تھی۔ میں نے اعلیٰ حکام کے ذریعے اسے نہیں پڑھا' وہاں سے چلا آیا تاکہ انہیں میری طرف سے جواب نہ ملے اور وہ یہ سوچ کر الجھتے رہیں کہ نہ جانے میں آئندہ کیا کرنے والا ہوں۔

○☆○

علی تیمور نے آنکھیں کھول دیں۔تنویمی نیند سے بیدار ہوگیا۔ وہ بستر پر چاروں شانے چت پڑا ہوا چھت کو تک رہا تھا اور سوچ رہا تھا "میں کہاں ہوں؟"

وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔اسے یاد آرہا تھا کہ لیلیٰ نے تنویمی عمل کے ذریعے علی تیمور کی شخصیت بھلا دی تھی۔تب سے وہ خود کو بھولا ہوا تھا۔پہلے جان کارلو کی حیثیت سے نئی زندگی شروع کی پھر رانما کے چکر میں پڑ کر ایڈی فشر بن گیا تھا۔

اب اپنی اصلیت یاد آنے کے بعد اسے یہ سب کچھ یاد آرہا تھا۔لیلیٰ نے اس پر عمل کرتے ہوئے اس کی یادداشت میں جان کارلو' رانما اور ایڈی فشر کے تمام واقعات کو تازہ رکھا تھا۔اب اسے یہ بھی یاد آرہا تھا کہ وہ رانما سے پیچھا چھڑا کر پولیس والوں سے مقابلہ کرتا ہوا سوسانہ اور جرائیل کی کوٹھی میں آگیا تھا۔

اسی وقت بیڈ روم کا دروازہ کھلا۔سوسانہ اندر آئی۔وہ اسے دیکھ کر اٹھتے ہوئے بولا "اوہ مائی ڈارلنگ آپا جان!"

سوسانہ دونوں بانہیں پھیلا کر آگے بڑھی' وہ پیچھے ہٹ کر بولا۔ "تم سے گلے ملتے ہی ساتوں طبق روشن ہو جاتے ہیں۔"

وہ مسکرا کر بولی "میں اپنی قوت سے نہیں محبت سے ملوں گی' آؤ۔"

آپا جان نے اسے کھینچ کر گلے لگالیا۔وہ سانس روک کر بولا۔ "تمہیں اپنی قوت کا اندازہ ہی نہیں ہوتا ہے۔مجھے معاف کردو۔"

اس نے ہنستے ہوئے اسے چھوڑ دیا پھر کہا "امی نے کہا تھا' تم ٹھیک صبح چھ بجے بیدار ہوجاؤ گے۔جاؤ غسل کرو' میں ناشتا لاتی ہوں۔"

وہ سب لیلیٰ کو پاکستانی زبان میں امی کہتے تھے۔ایک گھنٹے بعد جب وہ غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر ناشتا کرچکا تو لیلیٰ اس کے پاس آئی۔اسے تمام حالات بتائے "تمہارے پاپا اور پارس پاکستان میں ہیں۔ یہودیوں کے ایک ایجنٹ نے تمہارے پھوپا کو پہلے قتل کیا۔تب سے تمہارے پاپا اس مشن پر ہیں کہ یہودیوں کا کوئی مال پاکستان میں نہیں پہنچنے دیں گے اور پاکستان سے یہودیوں کے تمام دلالوں کو نابود کردیں گے یا انہیں ملک چھوڑنے پر مجبور کردیں گے۔اسی جھگڑے میں یہودیوں نے تمہاری پھوپی زاد بہن ثمینہ کو قتل کردیا ہے۔"

لیلیٰ نے اسے تمام روداد تفصیل سے سنائی۔انہوں نے کہا۔ "آپ پاپا کو بتادیں کہ میں بیدار ہوگیا ہوں اور ان سے موجودہ مسائل پر باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

لیلیٰ نے مجھے اطلاع دی۔میں نے بیٹے کے پاس آکر کہا "مجھے خوشی ہے کہ تم نے دشمنوں کے سر پر سوار ہو کر آنکھیں کھولی ہیں اور خود کو پہچانا ہے۔جب یہودیوں کو تمہاری موجودگی کا علم ہوگا تو ان کے ہوش اڑ جائیں گے۔تم بڑے چکروں میں پڑ کر یہاں پہنچے ہو۔ خدا جو کرتا ہے' بہتری کے لئے کرتا ہے۔"

"پاپا! ثمینہ کا خون رائیگاں نہیں جائے گا۔"

"ہاں بیٹے! میں نے گولڈن برینز سے کہا ہے کہ اندھا دُھند انتقام لوں گا تو کئی بے گناہ مارے جائیں گے۔اس لئے میرے انتقام کی نوعیت دوسری ہوگی۔"

"آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟"

"ان کے خیال خوانی کرنے والوں کو ختم کیا جائے۔یہ ٹیلی پیتھی کے ہتھیاروں سے محروم ہوتے رہیں گے اور ثمینہ کے قتل کو یاد کرکے توبہ کرتے رہیں گے۔"

"ٹھیک ہے پاپا! میں یہاں ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں تک پہنچنے کی کوشش کرتا رہوں گا۔"

"کاتبِ تقدیر نے تمہیں یہاں پہنچادیا ہے۔اب تم گولڈن برینز

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کو تلاش کرو گے۔ وہ تعداد میں چھ ہیں۔ ایک کا بھی سراغ ملے گا تو باقی پانچ تک پہنچنا آسان ہو جائے گا۔"

"انشاء اللہ میں ان کی شہ رگ تک ضرور پہنچوں گا۔"

میں نے پوچھا "تم نے جو جان کارلو اور ایڈی فشر کی زندگیاں گزاری ہیں' وہ سب تمہیں یاد ہیں؟"

"جی ہاں' ایک ایک بات یاد ہے۔"

"اپنے ذہن میں رانما کی آواز اور لہجے کو دہراؤ۔ میں سن رہا ہوں۔"

علی نے رانما کا تصور کیا۔ پھر اس کی آواز اور لہجے کو یاد کرتے ہوئے سوچ کے ذریعے دہرانے لگا۔ جس طرح ہم ٹیلی فون کے ذریعے کسی کی آواز سن کر اس کے دماغ میں پہنچ جاتے ہیں اسی طرح علی تیمور کی سوچ ٹیلی فون کی طرح واضح طور پر رانما کی آواز اور لہجہ پیش کر رہی تھی۔ ایسا ہر ایک کی سوچ کے ذریعے نہیں ہو سکتا۔ جس کی یادداشت مضبوط اور مستحکم ہو گی' اسی سے دوسروں کی آواز اور لہجہ پوری وضاحت سے سنا جا سکتا ہے۔ بہرحال میں علی کی غیر معمولی یادداشت کے سبب رانما کے دماغ میں پہنچ گیا۔

اس کے اندر پہنچ کر خیالات پڑھنے سے پتا چلا کہ اس کا دماغ میدان جنگ بنا ہوا ہے۔ اس کی سوچ نے کہا "یہودیوں نے اپنے ہاں مجھے پناہ دی لیکن کافی میں دماغی کمزوری کی دوا ملا کر پلا دی اور میرے کمزور دماغ پر قبضہ کر کے تنویمی عمل کرنے لگے۔ بعد میں پتا چلا' دانیال کے مداخلت کرنے کے باعث جے مورگن کا عمل ناکام رہا ہے۔"

رانما کی سوچ وہی بتا رہی تھی جو اس پر گزرتی رہی تھی۔ الپا بھی اس کے دماغ میں چھپی ہوئی تھی۔ بعد میں الپا نے آکر کہا۔ "رانما! تمہارے دماغ میں جان لبوڈا بھی آ رہا ہے۔ اگر فرہاد کو معلوم ہو گا کہ تم ذہنی انتشار میں مبتلا ہو' ابھی تم پر کوئی تنویمی عمل نہیں کر سکتا ہے تو وہ فرہاد بھی تمہارے دماغ پر قبضہ جمانے کی کوشش کرے گا۔ تمہیں کسی کی طرف سے اندیشہ ہو تو مجھے بتا دینا میں تمہاری حفاظت کروں گی۔"

رانما کی سوچ نے بتایا کہ یہودی خیال خوانی کرنے والوں میں جے مورگن اور الپا باری باری اس کے دماغ میں موجود رہتے ہیں۔ دوسری طرف جان لبوڈا کے دو خیال خوانی کرنے والے پاسکو روٹ اور فریزر بھی باری باری موجود رہتے ہیں۔

میں جس وقت اس کی سوچ پڑھ رہا تھا' اس وقت بھی اسرائیلی اور امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے وہاں موجود تھے۔ الپا کہہ رہی تھی "میں جان لبوڈا کے خیال خوانی کرنے والوں کو سمجھاتی ہوں' وہ رانما کے دماغ سے نکل جائیں۔"

پاسکو روٹ نے کہا "ایک تھکا دینے والے انتظار کے بعد رانما ذہنی انتشار سے نکل آئی ہے۔ دیکھو' یہ صحیح ترتیب سے اپنے موجودہ حالات کے متعلق سوچتی جا رہی ہے۔ اب اسے قابو میں کرنے کا وقت آیا ہے تو تم ہمیں جانے کو کہہ رہی ہو۔"

یہ درست تھا کہ اس کا ذہنی انتشار ختم ہو گیا تھا اور وہ ... تحریک پر اپنے موجودہ حالات بیان کر رہی تھی۔ دشمن یہ سمجھ رہے تھے کہ وہ نارمل ہو کر خود ہی یہ تمام باتیں سوچ رہی ہے۔

میرے دماغ میں یہ بات آئی کہ جب دانیال نے یہودیوں ... غدّاری کی ہے اور رانما پر ہونے والے عمل کو ناکام بنایا ہے تو دانیال کو سزا دی گئی ہو گی۔ اسے دماغی کمزوری میں مبتلا کیا گیا تاکہ وہ دوبارہ رانما کے دماغ میں نہ پہنچے۔

میں نے رانما کی سوچ میں کہا "دانیال چوری سے میرے ... آیا تھا' وہ جے مورگن کے عمل کو ناکام بنا کر خود عمل کر رہا ... ایسے ہی وقت الپا پہنچ گئی تھی۔"

میں نے یہ کہہ کر رانما کو دانیال کی آواز اور لہجے کے ... سوچنے پر مجبور کیا۔ وہ سوچنے لگی۔ چونکہ ٹیلی پیتھی جانتی تھی دوسروں کے لہجوں کو یاد رکھنے کی عادی تھی اس لئے صحیح طور پر لہجے کو یاد کر رہی تھی۔

میں اس لہجے کو گرفت میں لیتے ہی دانیال کے دماغ میں ... گیا۔ اسرائیلی فوجی جوانوں نے اسے ایک بند روم میں قیدی رکھا تھا۔ جے مورگن نے ایک بار اس کے دماغ میں آکر ... "دانیال! میں گولڈن برینز کی طرف سے یہ کہنے آیا ہوں کہ غدّا... کی سزا موت ہوتی ہے لیکن تمہیں موت کی سزا دی جا... ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے ایک کم ہو جائے ... ہمارے ملک کا نقصان ہے۔ ہم تمہیں نہیں ماریں گے بلکہ ... برین واش کریں گے' تمہارے دماغ سے غداری ختم کریں گے ... وفاداری کوٹ کوٹ کر بھر دیں گے۔"

دانیال کے خیالات پڑھ کر معلوم ہوا کہ برین واش کر کے ... کی شخصیت تبدیل کی جائے گی۔ ایسا اب تک اس لئے نہیں ... تھا کہ تمام یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک طرف شاہد ... کامران کے دماغوں میں تھے' باقی جے مورگن اور الپا' را... نگرانی کر رہے تھے۔

گولڈن برینز کا خیال یہ ہو گا کہ ہم میں سے کوئی دانیال ... معاملات تک نہیں پہنچے گا لیکن میں پہنچ گیا تھا اور یہ فیصلہ کر رہا ... کہ ان کے ایک ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ختم کروں گا ... سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اپنی موجودہ حکمت عملی کے نتیجے میں ... جلدی ایک شکار کے پاس پہنچ جاؤں گا۔

میں نے دانیال کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ پھر اس کے ہا... پھل کاٹنے والا چاقو پکڑا دیا۔ اس نے چاقو کی نوک کو ٹھیک ... جگہ سینے میں پیوست کر دیا۔ پھر اسے کھینچ کر باہر نکالا اور د... پیوست کیا۔ وہ فرش پر گر کر تڑپنے لگا۔ اس نے ڈوبتی ... سانسوں کو واپس لانے کی کوشش کی لیکن مقدر کے کھاتے ... لکھی ہوئی سانسیں ختم ہو چکی تھیں۔ میں اس کے آخری ... کے بعد واپس آ گیا۔

دوسرا شکار رانما تھی۔ وہ ایک طویل انتظار کے بعد ذرا نارمل ... رہی تھی۔ دو فوجی جوان ایک ٹرالی میں کھانے پینے کا سامان لائے ... تھے۔ ان میں سے ایک دروازے کے پاس کھڑا ہو گیا۔ اگرچہ رانما ... کے لئے جان کا خطرہ نہیں تھا۔ جان لبوڈا وغیرہ بھی اسے زندہ سلامت واپس حاصل کرنا چاہتے تھے لیکن علی تیمور کے فرار ہونے ... فوجی گارڈز بلائے گئے تھے۔

رانما نے خود کو ایڈی فشر (علی تیمور) کی بیوی ظاہر کیا تھا۔ اس لئے یہ اندیشہ بھی تھا کہ جس طرح ایڈی فشر پولیس کا پہرا توڑ کر فرار ہوا ہے' اسی طرح رانما کو بھی وہاں سے لے جا سکتا ہے۔ اس لئے رانما کے آس پاس سے پولیس کو ہٹا کر فوج کا پہرا بٹھایا گیا تھا۔

کھانے کی ٹرالی رانما کے سامنے لا کر رکھی گئی تو اس نے پوچھا۔ "یہ کیا ہے؟"

فوجی جوان خاموش کھڑا رہا۔ الپا نے اس کے دماغ میں کہا۔ "رانما! کوئی سوال نہ کرو۔ فوجی گارڈز گونگے بن کر رہیں گے۔"

اس نے پوچھا "کیا میرے دماغ میں دشمن چھپے ہوئے ہیں؟ تم ... سے بڑا دشمن اور کون ہو گا۔ تم لوگوں نے کافی میں دوا ملا کر میرے ... دماغ کو کمزور بنا دیا تھا۔ کیا تم نے یہ نہیں سوچا تھا کہ میری کمزوری ... سے فائدہ اٹھا کر دوسرے بھی مجھے ٹریپ کریں گے؟"

"جو ہو گیا اسے بھول جاؤ۔ تمہیں مزید توانائی کے لئے کچھ کھانا ... چاہئے۔"

"یہ کھانا توانائی کے لئے ہے یا پھر مجھے کمزور بنانے کے لئے؟"

"تم فضول بحث کر رہی ہو۔ میں تمہارے دماغ پر قبضہ جما کر ... میں زبردستی کھلا سکتی ہوں۔"

جان لبوڈا کا قہقہہ سنائی دیا۔ اس نے کہا "الپا! میں بھی رانما کے اندر موجود ہوں۔ تمہیں اس کے دماغ پر قبضہ جمانے نہیں دوں ... یہ ہمارے ملک سے آئی ہے۔ بہتری اسی میں ہے کہ اسے ... ہمارے حوالے کر دو۔"

الپا نے کہا "میں بھی تمہارے ملک سے آئی ہوں۔ یہاں جتنے ... ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں وہ سب تمہاری ٹرانسفارمر مشین سے ... گزر کر آئے ہیں۔ تم کتنوں کے لئے دعوے کرتے رہو گے؟"

"یہ تو آنے والا وقت بتائے گا۔ ایک دن تم بھی میرے پاس ... ہو گی۔ فی الحال رانما کے لئے ہماری کوششیں جاری رہیں گی۔"

"کوششیں جاری رکھنے کے لئے اسے زندہ رکھنا ضروری ہے ... زندہ رکھنے کے لئے اس کا کھانا پینا لازمی ہے۔"

لبوڈا نے کہا "تو پھر اس کی بات مان لو۔ فوجی گارڈ کو بولنے کا ... دو۔ وہ رانما کو بتائے گا کہ اس کے لئے کیا کچھ کھانے کو لایا ہے' ... بہتر ہے کہ گارڈ ہر کھانا پہلے خود تھوڑا تھوڑا کھا کر دکھائے اور ... رانما کو مطمئن کرے۔"

الپا نے کہا "گارڈ بولے گا تو تم اس کے دماغ میں جا کر کوئی ... چال کی دکھاؤ گے۔"

"چالاکی دکھانا ہوتی تو رانما کے دماغ میں رہ کر بھی بہت کچھ کر سکتا تھا۔ رانما کی زندگی جتنی تم لوگوں کے لئے اہم ہے اتنی ہی ہمارے لئے بھی اہم ہے۔"

"اچھی بات ہے۔ یہ گارڈ اسے مطمئن کرے گا۔"

الپا نے گارڈ کے دماغ میں جا کر حکم دیا۔ میں انتظار کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد گارڈ نے رانما سے کہا "میڈم! یہ سینڈوچز ہیں۔ یہ دودھ اور اوولٹین ہے۔ تم اس میں سے جو اٹھا کر مجھے دو گی' میں اسے کھا کر دکھاؤں گا۔"

رانما نے ایک سینڈوچ اٹھا کر اسے کھانے کو دیا۔ میں گارڈ کے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔ اس نے ایک ہاتھ سے سینڈوچ لیا۔ دوسرے ہاتھ سے ریوالور نکال کر کہا "میں یہ کھاتا ہوں' تم گولی کھاؤ۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے فائر کیا۔ الپا نے گارڈ کے دماغ میں آکر قبضہ جمانا چاہا۔ میں نے کہا "الپا! میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔ اپنے گولڈن برینز کو یہ خوشخبری سنا دو کہ میں نے ایک بھانجی کے بدلے تمہارے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو قتل کیا ہے۔ اپنے باقی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی بھی حفاظت کر کے دیکھ لو۔ سب ایک ایک کر کے مارے جائیں گے۔ مرنے والوں کی فہرست میں تمہارا نام بھی ہے۔"

میں نے گارڈ کے ذریعے دیکھا' رانما کا قصہ تمام ہو چکا تھا۔ میں اعلیٰ حاکم کے پاس آیا۔ وہی ایک حاکم ایسا تھا جو گولڈن برینز سے رابطہ قائم کرتا تھا۔ میرا اندازہ درست نکلا۔ الپا اس کے پاس آئی تھی اور اسے گولڈن برینز سے رابطہ قائم کرنے کو کہہ رہی تھی۔ حاکم نے پوچھا "تم خود رابطہ کیوں نہیں کر رہی ہو؟"

وہ بولی "میں اپنی رہائش گاہ میں نہیں ہوں۔ کہیں دوسری جگہ ہوں اور کمپیوٹر وغیرہ ساتھ لے کر نہیں گھومتی ہوں۔ پلیز' جلدی کرو۔"

جلد ہی رابطہ ہو گیا۔ الپا نے حاکم کے ذریعے بتایا کہ فرہاد نے رانما کو ختم کر دیا ہے۔

گولڈن برینز کی طرف سے اسکرین پر تحریر ابھری "ہمیں چند منٹ پہلے دانیال کی موت کی بھی اطلاع ملی تھی۔ ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ فرہاد اتنی تیزی سے چند منٹ کے اندر دو خیال خوانی کرنے والوں کو ختم کر دے گا۔ بڑی مشکل ہے۔ ہم اس کے خلاف کوئی بڑا قدم نہیں اٹھا سکتے۔ فی الحال تم سب محتاط رہو۔ تم اپنی رہائش گاہ میں واپس جاؤ۔ ہم اپنے دوسرے خیال خوانی کرنے والوں کو حکم دے رہے ہیں کہ وہ کہیں مصروف نہ رہیں اور تاحکم ثانی اپنی رہائش گاہوں سے باہر نہ نکلیں۔"

اسکرین پر دوسری تحریر ابھری۔ گولڈن برینز نے اعلیٰ حاکم سے کہا "فرہاد کے ستارے اچھے ہیں۔ اس کی بہن ہمارے ہاتھ سے نکل گئی اور اسے واپس مل گئی۔ وہ اس مغرور کی بہت بڑی کمزوری تھی۔ جب تک اس کی کوئی اور بڑی کمزوری ہاتھ نہ آئے' تب تک ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی سلامتی خطرے میں رہے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

گی۔ ہمیں نئی حکمتِ عملی سے کام لیتے ہوئے فرہاد سے کسی طرح سمجھوتا کرنا ہوگا۔ اس سے رابطہ کرو اور کہو ہم اس سے دوستانہ ماحول میں گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔"

میں نے اپنی موجودگی ظاہر نہیں کی۔ علی تیمور کے پاس آکر اسے رانما اور دانیال کے متعلق بتایا پھر کہا "تمام یہودی خیال خوانی کرنے والوں کو ان کی رہائش گاہوں تک محدود کیا جارہا ہے۔ اب وہ میری کوئی دوسری بڑی کمزوری اپنے ہاتھ میں رکھنا چاہتے ہیں۔"

علی نے کہا "آپ کی دوسری بڑی کمزوری میں اور پارس ہیں۔ انکل سلمان، آنٹی سلطانہ، امی، ماما، مما اور جوجو وغیرہ میں سے کوئی بھی ان کے شکنجے میں آئے گا تو آپ مجبور ہوجائیں گے۔ دشمن ہمیشہ گہری محبتوں کے رشتوں اور لہو کے رشتوں کو کمزوری بنادیتے ہیں۔"

"یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ اب تک تم میں سے کوئی ان کے ہاتھ نہیں آیا۔ یہ سچ ہے کہ اللہ اس پر مہربان ہوتا ہے جو بیدار ذہن اور نیت صاف رکھتے ہیں۔"

"یہ بھی حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو آزمائشوں میں ڈالتا ہے۔ اور ان کے صبر اور ایمان کی پختگی کو آزماتا ہے۔ میں اسرائیل میں ہوں۔ یہودیوں کے درمیان ہوں۔ ہوسکتا ہے کبھی ان کے شکنجے میں آجاؤں تو یہ آپ کے لئے اور میری ماما کے لئے ناقابلِ برداشت ہوجائے گا۔ میری التجا ہے کہ ایسا کبھی ہوجائے تو ماما کو خبر نہ ہونے پائے اور آپ دشمنوں کے سامنے ہتھیار نہ ڈالیں۔"

"اللہ تمہیں اپنی امان میں رکھے۔ میں جارہا ہوں، پھر تم سے رابطہ کروں گا۔"

"پاپا! ایک منٹ۔ مجھے ثانی کے متعلق بتائیں۔ امی کہہ رہی تھیں وہ جان لمبوڈا کی سرپرستی میں ہے اور ایک دن ٹرانسفارمر مشین سے گزرے گی۔"

"یہ درست ہے پہلے ہم نے سوچا کہ ثانی پر چپ چاپ عمل کرکے اُسے اس کی اصل شخصیت یاد دلائی جائے، لیکن لمبوڈا اس کے دماغ میں آتا جاتا رہتا ہے۔ وہ اسے سونیا ثانی کی حیثیت سے پہچان لے گا۔ اسی لئے وہ بدستور سلوانہ کے نام سے پہچانی جارہی ہے۔"

"پاپا! کیا ضروری ہے کہ وہ ٹیلی پیتھی سیکھے۔ وہ اس علم کے بغیر ہی دوستوں کے لئے محبت اور دشمنوں کے لئے قیامت ہے۔"

"یہ درست ہے۔ لیکن ایک غیر معمولی علم آسانی سے حاصل ہورہا ہے تو اسے حاصل کرنے دو۔ یہ نہ سوچو کہ ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے اس کا برین بدل جائے گا۔ جوجو اور الپا کا برین آپریشن کیا گیا۔ اس کے باوجود جوجو نے ہمیں اور الپا نے اپنی یہودی قوم کو پہچان لیا۔ تم ثانی کی فکر نہ کرو۔"

میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ کھانے کا وقت گزر چکا تھا۔ بھوک لگ رہی تھی۔ میں نے پارس کے پاس جاکر پوچھا "کیا کررہے ہو؟"

"آپ کا انتظار کررہا تھا۔ میں پیٹر ڈیسوزا کے روپ میں پھولی اور کامران کو رہائی دلا کر لایا ہوں۔ دشمنوں کی نظروں میں آگیا ہوں اور پولیس والے بھی طرح طرح کے سوالات کررہے ہیں۔"

"ابھی کہاں ہو؟"

"پرل میں، دوسو بائیس نمبر کے کمرے میں ہوں۔ پیٹر ڈیسوزا کا میک اپ اتار دیا ہے۔ بالوں کا رنگ کالا کیا ہے۔ آنکھوں پر لینز لگائے ہیں۔ کیا یہ ہلکی سی تبدیلی چلے گی؟"

"چلے گی۔ میں آدھے گھنٹے کے اندر آرہا ہوں۔ ایک رینٹ اے کار حاصل کرو۔ ہم کسی ہوٹل میں پاکستانی کھانا کھائیں گے۔"

میں نے مکان سے باہر آکر دروازے پر تالا لگایا۔ پھر مین روڈ پر آکر ٹیکسی کا انتظار کرنے لگا۔ لاہور میں ٹیکسیاں بہت کم ہیں۔ کہیں کہیں نظر آتی ہیں۔ میں نے سوچا، دس منٹ میں ٹیکسی نہ ملی تو رکشا میں چلا جاؤں گا۔

ایک ہٹا کٹا شخص میرے قریب آکر بولا "بھائی جان! ملتان میں میرا اچھا کاروبار ہے۔ میں یہاں مال خریدنے آیا تھا۔ کسی نے میری اٹیچی چرالی۔ اس میں پورے پچیس ہزار روپے تھے۔ میرے پاس واپسی کا کرایہ بھی نہیں رہا۔ اگر آپ میری مدد کریں تو......"

وہ بولتا جارہا تھا۔ میں نے اس کے خیالات پڑھ لئے۔ اس نے بھیک مانگنے کا یہ طریقہ اپنایا تھا۔ میں نے کہا "میرے ساتھ تھانے چلو۔ وہاں پچیس ہزار کی چوری کی رپورٹ درج کراؤ۔ تھانیدار میرا دوست ہے۔ وہ تمہیں ملتان جانے والی بس میں بٹھادے گا۔ مفت میں گھر پہنچ جاؤ گے۔"

"باؤجی! میں رپورٹ درج کراچکا ہوں۔"

"تم نے رپورٹ نہیں لکھوائی ہے۔ چوری نہیں ہوئی تو رپورٹ کیسی؟ دراصل تم اتنے لوگوں سے مانگتے ہو کہ ان کے چہرے تمہیں یاد نہیں رہتے۔ دو روز پہلے میں نے تمہیں بیس روپے دئے۔ ایک ہفتہ پہلے تم مجھ سے دس روپے لے گئے، کچھ یاد آیا؟"

وہ پریشان ہوکر مجھے پہچاننے کی کوشش کرنے لگا۔ میں نے کہا "نہیں پہچان سکوگے۔ چرس کی عادت نے تمہاری یادداشت کمزور کردی ہے۔"

"او باؤجی! مدد نہیں کرتے نہ کرو، مگر ایک عزت دار کو چرسی تو نہ بولو۔"

میں نے اس کے منہ پر ایک الٹا ہاتھ مارا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے گیا۔ پھر غصے میں سینگ مارنے کے انداز میں ٹکرانے آیا۔ میں نے اس کے منہ پر ٹھوکر ماری، لوگ دوڑتے ہوئے آنے لگے۔ ان میں اس کے دو حمایتی تھے۔ انہوں نے مجھ پر حملہ کیا۔ میں نے ان کی پٹائی کردی۔ لوگوں نے انہیں پکڑ کر ایک طرف ہٹایا۔ ایک نے پوچھا "آخر بات کیا ہے؟"

میں نے کہا "یہ شخص مختلف علاقوں میں جاکر دکھڑا روتا ہے کہ ملتان سے آیا ہے اب واپسی کا کرایہ نہیں ہے۔ ایسے بے غیرت صرف ملتانیوں کو نہیں، پورے پاکستان کو بھی بدنام کرتے ہیں۔ بیرونی ملکوں سے آنے والوں کے سامنے بھی اسی طرح ہاتھ پھیلاتے ہیں اور بھیک مل جائے تو چرس پیتے ہیں۔"

مار کھانے والے نے کہا "ابے چرسی ہوگا تو، تیرا......"

وہ میرے باپ تک پہنچنے والا تھا۔ اس سے پہلے میں نے دماغ پر قبضہ جماکر اس کی زبان کو دانتوں کے بیچ دبادیا۔ وہ تکلیف سے تلملا گیا۔ میں نے کہا "بھائیو! میری باتوں کا یقین نہ ہو تو اس کی شلوار کے نیفے میں دیکھو، اس نے چرس کی پڑیا چھپا کر رکھی ہے۔"

وہاں کالج کے طلبا بھی تھے۔ انہوں نے اسے چاروں طرف سے گھیر کر حکم دیا "شلوار کھولو۔"

میں نے گزرتے ہوئے ایک رکشے کو روکا۔ وہ لوگ اس کے نیفے سے پڑیا برآمد کررہے تھے۔ میں رکشے میں بیٹھ کر پرل کانٹی نینٹل چلا آیا۔ پارس انتظار کررہا تھا۔ میں اس کے ساتھ کار میں بیٹھ گیا۔ وہ کار اسٹارٹ کرکے آگے بڑھاتے ہوئے مسکرا کر بولا۔ "ہماری زندگی بھی عجیب ہے۔ برسوں گزر جاتے ہیں اور باپ بیٹے مل نہیں پاتے۔ لاہور میں اتنے دنوں سے ہیں اور آج ایک ساتھ بیٹھنے کا موقع مل رہا ہے۔"

میں اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر قریب ہوگیا۔ پھر اسے چوم کر بولا "ہمیں سال میں ایک دو دن کے لئے ایک جگہ ملنا چاہئے۔ ہمارا فرہاد ولیج بہت زبردست قلعہ بن چکا ہے۔ وہاں پورے خاندان کو جمع ہوکر جشن منانا چاہئے۔"

"آپ پورے خاندان کو ایک جگہ جمع کریں گے تو مصیبت میں پڑجائیں گے۔"

"کیسی مصیبت؟"

وہ مسکرا کر بولا "یہی کہ تینوں بیویاں ایک جگہ ہوں گی تو آپ کس کی طرف جائیں گے؟"

میں نے زوردار قہقہہ لگاتے ہوئے اس کے شانے پر ہاتھ مارا۔ اس نے رنگل چوک کے قریب ایک گلی میں کار روک دی پھر کہا "یہ جو دائیں طرف ہوٹل ہے، میں یہاں کھاچکا ہوں۔ بڑا لذیذ پکوان ہوتا ہے اور یہ سامنے چمن آئس کریم والے ہیں۔ ان کی آئس کریم بھی کھانے سے تعلق رکھتی ہے۔"

ہم کار سے نکل کر ہوٹل میں آئے۔ مٹن قورمہ اور شامی کباب وغیرہ کا آرڈر دیا کیونکہ یہ کھانے ہمیں باہر نصیب نہیں ہوتے تھے۔ میں نے گھڑی دیکھ کر کہا "اس وقت لندن میں دن کے گیارہ بجے ہوں گے۔ مجھے وہاں کے ایک بینک میں کام ہے، میں ابھی آتا ہوں۔"

میں چوہدری حاکم علی حاکم کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ لندن میں اپنے بزنس پارٹنر جان اسمتھ کا مہمان تھا اور یہ معلوم کرنے گیا تھا کہ فرہاد کو کس طرح پاکستان سے نکالا جائے گا۔ پھر اس کے کاروبار اور دولت کی کس طرح حفاظت کی جائے گی؟

جان اسمتھ نے اسے یقین دلایا تھا کہ یہودی، فرہاد کے خلاف ایسی چالیں چل رہے ہیں، جن کے نتیجے میں وہ پاکستان سے بھاگ جائے پھر کسی یہودی ایجنٹ کو پریشان نہیں کرے گا۔ چوہدری حاکم میرا یہی انجام دیکھنے کے لئے لندن میں عیش و عشرت کے دن رات گزار رہا تھا۔

میں نے اس پر قبضہ جمایا۔ وہ ضروری کاغذات لے کر ایک بینک میں پہنچا۔ وہاں اس کے پانچ لاکھ پونڈ تھے اس نے صرف ایک ہزار پونڈ وہاں رہنے دیے۔ باقی تمام رقم نکال کر دوسرے بینک میں آیا۔ وہاں اس کی بیٹی صوفیہ کا اکاؤنٹ تھا۔ اس نے وہ تمام رقم بیٹی کے اکاؤنٹ میں جمع کرادی پھر جان اسمتھ کے پاس آکر بولا "میں نے ابھی بینک سے تمام رقم نکال کر صوفیہ کے اکاؤنٹ میں جمع کردی ہے۔ یہ دیکھو، اس چیک سے رقم نکالی اور اس ڈپازٹ رسید کے ذریعے رقم بیٹی کے اکاؤنٹ میں ڈال دی ہے۔"

جان اسمتھ نے چیک اور ڈپازٹ رسید دیکھی۔ اسی وقت میں نے حاکم علی کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ بوکھلا کر سوچنے لگا۔ "میں یہاں کیسے پہنچ گیا؟ ابھی تو ہوٹل کے کمرے میں تھا۔"

اسمتھ نے پوچھا "تم نے چار لاکھ ننانوے ہزار پونڈ اپنی بیٹی کے اکاؤنٹ میں کیوں جمع کردئے؟"

وہ بولا "میں نے تو جمع نہیں کئے۔"

اسمتھ نے اس کی چیک بک اور ڈپازٹ سلپ اس کے سامنے رکھتے ہوئے پوچھا "کیا زیادہ پی گئے ہو۔ ابھی خود ہی کہہ رہے تھے اور خود انکار کررہے ہو۔"

اس نے وہ چیک اور رسید دیکھی۔ پھر تقریباً چیختے ہوئے بولا۔ "نہیں! یہ میں نے نہیں کیا ہے۔ میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ صوفیہ میرے خلاف ہوگئی ہے اور فرہاد کی حمایت میں بولتی ہے۔ پھر میں دشمن بیٹی کے اکاؤنٹ میں اتنی رقم کیوں جمع کروں گا۔"

"کیا تم نے یہ ہوش و حواس میں نہیں کیا ہے؟"

"میں نے نیند میں بھی نہیں کیا ہے۔ یہ کیسے ہوگیا؟"

وہ دونوں ایک دوسرے کو تکنے لگے۔ دونوں سوچ رہے تھے، ایسا ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہوا ہے اور فرہاد ان کے پاس موجود ہے۔ اسمتھ نے پوچھا "کیا جو میں سوچ رہا ہوں، وہی تم بھی سوچ رہے ہو؟"

چوہدری حاکم نے کہا "تم سوچ رہے ہو اور میں یقین سے کہتا ہوں۔ فرہاد مجھے کنگال بنانے کے لئے ایسی حرکتیں کررہا ہے۔ مسٹر اسمتھ! ابھی میرے ساتھ بینک چلو۔ جہاں صوفیہ کا اکاؤنٹ ہے۔ وہاں ہم منیجر سے درخواست کریں گے کہ وہ ڈپازٹ سلپ کینسل کردے اور رقم مجھے واپس دے دے۔"

"ہوش کی باتیں کرو۔ جو رقم صوفیہ کے نام جمع ہوچکی ہے اسے صرف صوفیہ ہی اپنے چیک اور اپنے دستخط سے نکال سکتی ہے۔"

"اس کا مطلب ہے، میں لندن میں کنگال ہوچکا ہوں۔"

"رقم پرائے ہاتھ میں نہیں گئی ہے۔ پاکستان جاکر بیٹی کو اپنے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اعتماد میں لو۔اس کا ایک چیک تمہیں پھر دولت مند بنا دے گا۔"

"تم مجھے جھوٹی تسلیاں دے رہے ہو۔فرہاد نے اس یقین کے ساتھ میری تمام رقم صوفیہ کے اکاؤنٹ میں منتقل کرائی ہے کہ اب سدا میری دشمن بنی اُس کی مٹھی میں رہے گی۔تم نے بڑے یقین سے کہا تھا کہ وہ پاکستان سے بھاگ جائے گا۔یہ ہماری حفاظت کرنے والے یہودی آخر کیا کر رہے ہیں؟"

وہ ریسیور اٹھا کر بولا "میں ابھی تل ابیب کے پارٹنر سے بات کرتا ہوں۔"

ہم باپ بیٹے کی میز پر کھانا آگیا تھا۔میں کبھی دماغی طور پر حاضر ہو کر کھاتا تھا اور کبھی چوہدری اور اسمتھ کے پاس پہنچ جاتا تھا۔میں جانتا تھا' تل ابیب سے کیا جواب ملے گا۔میں نے جس مل کو بم کے دھماکوں سے تباہ کیا تھا اس کا مالک لندن کے جان اسمتھ کا پارٹنر تھا اور مل کے ساتھ اس مالک کے بھی چیتھڑے اڑ گئے تھے۔

ہم کھانے کے بعد چمن آئس کریم کھانے گئے' وہاں بیٹھ کر میں چوہدری کے دماغ میں گیا۔وہ رو رہا تھا اور رومال سے آنسو پونچھتے ہوئے کہہ رہا تھا "تمہارا یہودی پارٹنر حرام موت مرگیا۔اس کی کروڑوں شیکال کی مل تباہ ہوگئی۔وہاں پاکستانی حساب سے میرے چالیس لاکھ روپے جمع ہیں۔پتا نہیں وہ چالیس لاکھ اب ہیں بھی یا نہیں؟ جب فرہاد کروڑوں کی مل کو دھوئیں کی طرح اڑا سکتا ہے تو میری رقم کی کیا اہمیت ہے؟ یہ میری کم بختی ہے کہ میں نے تم لوگوں سے دوستی اور فرہاد سے دشمنی کی۔اب میں واپس جاؤں گا اور فرہاد کے قدموں میں گر کر معافی مانگوں گا۔مگر اس کے قدم تو کہیں نظر آتے نہیں ہیں۔میں کہاں گروں گا اور کہاں معافی مانگوں گا!"

میں نے صوفیہ کے پاس پہنچ کر اسے مخاطب کیا' وہ بولی "ہیلو پاپا!میں دن رات اپنے دماغ میں آپ کا انتظار کرتی رہتی ہوں۔کیا بہت مصروف تھے؟"

"ہاں بیٹی!ایک بری خبر ہے۔تمہارے ڈیڈی نے لندن میں یہودیوں سے مل کر مجھے پاکستان سے بھگانے کا پروگرام بنایا اور مجھے مجبور کرنے کے لئے میری بھانجی کو گلبرگ میں قتل کرا دیا۔"

"او خدایا!یہ میں کیا سن رہی ہوں۔مجھے یہ سن کر شرم آرہی ہے کہ میرے باپ کی سازش سے آپ کے خاندان پر اتنا بڑا ظلم ہوا ہے۔پاپا!کبھی سامنا ہوا تو میں آپ سے نظریں نہیں ملا سکوں گی۔"

"تم جذباتی ہو رہی ہو۔یہ آنسو پونچھو۔میرے لئے یہ بہت ہے کہ تم ظالم کو ظالم کہہ رہی ہو۔اگر میں کوئی انتقامی کارروائی کروں تو کیا تم شکایت کرو گی؟"

"ہرگز نہیں پاپا!میں آپ کے ساتھ ہوں اور ابھی اپنے باپ کا گھر چھوڑ کر جا رہی ہوں۔"

وہ اٹھ کر کھڑی ہوگئی' میں نے کہا "رک جاؤ'میں یہ کوٹھی اور دواؤں کی فیکٹری تمہارے نام کرا دوں گا۔لندن میں تمہارے باپ کے اکاؤنٹ میں پانچ لاکھ پونڈ تھے۔میں نے چار لاکھ ننانوے ہزار پونڈ اس کے اکاؤنٹ سے نکلوا کر تمہارے اکاؤنٹ میں جمع کرا دیے ہیں۔پاکستان میں جو دولت اور جائیداد ہے وہ بھی تمہارے نام ہوگی۔میں دونوں باپ بیٹے کو کنگال بنا رہا ہوں۔یہی میرا انتقام ہے۔اب بتاؤ' بیٹی اور بہن کی حیثیت سے باپ اور بھائی کے لئے کیا جذبات ہیں؟"

"نفرت' نفرت اور صرف نفرت!جب سے آپ نے میرے ضمیر کو جگایا ہے تب سے میں ان دونوں کو پاکستان کا غدار اور یہودیوں کا غلام سمجھتی ہوں۔انہوں نے آپ کی بھانجی کو نہیں! قتل کرایا ہے۔میں ان کے لئے مرچکی ہوں۔اب وہ آبِ زم زم سے بھی غسل کر کے آئیں گے تو میں ان سے کوئی رشتہ نہیں رکھوں گی......"

وہ آگے بھی کچھ اپنے جذبات کا اظہار کرتی مگر ایک سانپ دیکھ کر چیخ پڑی۔وہ سانپ روشندان سے آیا تھا۔صوفیہ دوڑتی ہوئی دروازے کے پاس آئی۔اسے کھولنا چاہا تو پتا چلا' وہ باہر سے بند کر دیا گیا ہے۔

میں ایک دم سے اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔پارس نے پوچھا "کیا بات ہے پاپا؟"

"بیٹے!جلدی چلو۔صوفیہ کی جان خطرے میں ہے۔"

پارس نے فوراً ہی اٹھ کر کاؤنٹر پر پچاس کا نوٹ پھینکا۔ دوڑتے ہوئے کار میں آئے۔اس نے ڈرائیو کرتے ہوئے تیزی سے گلی سے کار نکالی پھر پوچھا "چوہدری حاکم کی کوٹھی شاہ... کالونی میں ہے؟"

"ہاں' اس کے کمرے کو باہر سے بند کر دیا گیا ہے! روشندان سے ایک سانپ کو اندر پھینکا گیا ہے۔"

میں پھر صوفیہ کے پاس آگیا۔وہ ایک میز پر چڑھ کر سہمی نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھ رہی تھی۔سانپ دکھائی نہیں دے رہا تھا مگر کمرے میں تھا۔میں نے کہا "بیٹی!حوصلہ کرو۔تم تنہا نہیں ہو۔میں تمہارے ساتھ ہوں۔"

اس نے پوچھا "کیا آپ ٹیلی پیتھی کے ذریعے دروازہ کھلوا سکتے ہیں؟"

"ذرا ٹھہرو'میں تمہارے بھائی سے کھلواتا ہوں۔"

میں اس کے بھائی نعمان کے دماغ میں پہنچا۔وہ علاقے کے تھانے میں ایس ایچ او کے ساتھ بیٹھا چائے پی رہا تھا۔اس کی سوچ نے بتایا کہ اُس نے بہن کو راستے سے ہٹانے کے لئے ایک سپیرے کی خدمات حاصل کی ہیں۔اسے سمجھا دیا ہے کہ وہ باہر سے دروازہ بند کر کے روشندان سے ایک زہریلا سانپ پھینک دے۔

میں نے اُسے اٹھا کر کھڑا کر دیا۔وہ میری مرضی کے مطابق ایس ایچ او سے بولا "آفیسر!میرا ضمیر مجھے ملامت کر رہا ہے۔میں نے بہن کے کمرے کا دروازہ باہر سے بند کر کے اندر ایک زہریلا سانپ چھڑوا دیا ہے۔آپ کے پاس اس لئے آکر بیٹھا ہوا تھا کہ مجھ پر قتل کا الزام نہ آئے۔یہ سمجھا جائے کہ کہیں سے سانپ آگیا اور اسے ڈسنے کے وقت میں آپ کے پاس بیٹھا چائے پی رہا تھا۔"

کہتے ہی وہ دوڑتے ہوئے اپنی کوٹھی کی طرف جانے لگا۔اس سے پہلے ہم کوٹھی میں پہنچ گئے۔میں نے پارس سے کہا "تم اندر جاؤ۔جس کمرے کا بھی دروازہ باہر سے بند ہو' اسے کھول کر صوفیہ کو باہر نکالو۔میں اس کے بھائی کو یہاں لا رہا ہوں۔"

پارس دوڑتا ہوا کوٹھی کے اندر گیا۔اسی وقت ایک کمرے سے صوفیہ کی چیخ سنائی دی۔پارس اُدھر گیا۔ایک سپیرا دروازہ کھول کر کمرے میں جا رہا تھا تاکہ سانپ کو پکڑ کر پٹارے میں واپس رکھ سکے۔جب پارس وہاں پہنچا تو صوفیہ فرش پر پڑی ایڑیاں رگڑ رہی تھی۔اس نے قریب پہنچ کر پوچھا "سانپ نے کہاں کاٹا ہے؟"

اس نے ایک پیر کی طرف اشارہ کیا۔پارس فرش پر دو زانو ہوگیا۔ایک پیر میں سانپ کے ڈسنے کا نشان تھا۔وہ نشان پر اپنے ہونٹ رکھ کر زہر چوسنے لگا اور ایک طرف تھوکنے لگا۔

سپیرے نے سانپ کو گردن سے پکڑ لیا تھا۔اسے پٹارے میں رکھتے ہوئے کہہ رہا تھا "یہ بہت زہریلا ہے۔زہر چوسنے والا بھی ختم ہو جاتا ہے۔نعمان باؤ نے کہا تھا' کسی کو معلوم نہ ہو۔کیسے معلوم ہوگا؟ تو زہر کو منہ لگا کر کمرے سے زندہ نہیں نکلے گا۔"

وہ پٹارہ لے کر ہنستے ہوئے باہر جانے لگا۔باہر سے نعمان دوڑتا آرہا تھا۔دروازے پر دونوں ایک دوسرے سے ٹکرا گئے۔اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پٹارہ ہاتھوں سے نکل کر فرش پر گرتے ہی کھل گیا۔سانپ پھر آزاد ہوگیا۔

میں نے کوٹھی کے کوریڈور میں آکر دیکھا۔نعمان اور سپیرا ایک دوسرے کے بالکل قریب فرش پر پڑے ہوئے تھے اور ان کے سروں کے پاس سانپ پھن اٹھائے کنڈلی مارے بیٹھا ہوا تھا۔

اس کا پھن نعمان اور سپیرے سے صرف ایک بالشت کے فاصلے پر تھا۔یہ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ دونوں میں سے کسے ڈسے گا۔نعمان کی گھگھی بندھی ہوئی تھی۔سپیرا کوئی منتر پڑھتے ہوئے اپنا ایک ہاتھ آہستہ آہستہ اٹھا رہا تھا تاکہ سانپ کو گردن سے پکڑ سکے۔

میں نے اپنے پیچھے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنیں۔پلٹ کر دیکھا۔ایس ایچ او' دو سپاہیوں کے ساتھ تیزی سے آرہا تھا۔اس نے میرے پاس آکر پوچھا "مسٹر نعمان کہاں ہیں؟"

پھر اُس کی نظر خود ہی نعمان اور سپیرے پر گئی۔نعمان سانپ کو دیکھ رہا تھا اور تھر تھر کانپتے ہوئے کہہ رہا تھا "مم... میں صوفیہ کو مارنا چاہتا تھا۔مم... مگر یہ... یہ مجھے ڈس لے گا۔بب... بچاؤ' بچاؤ۔"

ایس ایچ او نے ہولسٹر سے ریوالور نکال کر سانپ کا نشانہ لیا۔اسی لمحے میں سانپ نے نعمان کو ڈس لیا۔سپیرے نے بڑی پھرتی سے اس کی گردن پکڑ لی۔پولیس افسر نے کہا "اسے پٹارے میں ڈالو اور نعمان کو بچاؤ۔جلدی کرو۔"

وہ سانپ کو پٹارے میں رکھتے ہوئے بولا "یہ سانپ بہت زہریلا ہے۔میں اس کا زہر نہیں نکال سکوں گا۔اسے اسپتال لے جاؤ۔"

اسی وقت پارس صوفیہ کو بازوؤں میں اٹھائے کمرے سے باہر آیا پھر بولا "میں نے زہر چوس لیا ہے۔اسے فوری طبی امداد کی ضرورت ہے۔"

وہ بولتا ہوا باہر جا رہا تھا۔پولیس افسر نے کہا "رک جاؤ' پہلے مجھے معلوم ہونا چاہئے یہاں کیا ہو رہا ہے؟"

میں نے کہا "آفیسر!پہلے معلوم کرنا ضروری نہیں ہے۔پہلے طبی امداد ضروری ہے۔"

پارس باہر جا چکا تھا۔میں دوڑتا ہوا اس کے پیچھے آیا۔وہ کار کی پچھلی سیٹ پر صوفیہ کو لٹا رہا تھا۔میں نے اسٹیئرنگ سیٹ سنبھال لی۔دو سپاہی نعمان کو اٹھا کر جیپ میں ڈالنے لے جا رہے تھے۔آفیسر سپیرے کی گردن پکڑ کر باہر لا رہا تھا۔اس نے میری طرف ہاتھ اٹھا کر حکم دیا "اے' رک جاؤ۔ہماری گاڑی کے پیچھے چلو۔"

میں کار اسٹارٹ کر کے احاطے سے باہر آیا پھر رفتار بڑھاتا چلا گیا۔پولیس والے میرے پیچھے آنے لگے۔ہم نے صوفیہ کو قریبی اسپتال میں پہنچا دیا۔پارس پر زہر نے اثر نہیں کیا تھا لیکن اسے نشہ ہو گیا تھا۔ایک ڈاکٹر صوفیہ کو اٹینڈ کر رہا تھا۔میں نے دوسرے ڈاکٹر سے کہا "اس جوان نے اس لڑکی کا زہر چوس کر تھوک دیا ہے'پلیز اسے بھی انجکشن لگا دیں۔"

پارس ایک بیڈ پر لیٹ گیا۔دو سپاہی نعمان کو لا رہے تھے۔پولیس افسر نے ڈاکٹر سے کہا "اسے بھی سانپ نے ڈس لیا ہے۔پلیز اسے بھی اٹینڈ کریں۔"

ڈاکٹر نے ایک نرس کو سرنج دی تاکہ وہ پارس کو انجکشن لگائے پھر وہ نعمان کو چیک کرنے لگا۔اس کی نبض دیکھی۔اس کے بعد کہا "سوری' یہ مر چکا ہے۔"

پولیس افسر نے مجھے حقارت سے دیکھ کر پوچھا "اوئے تو کون ہے؟ بڑی تیزی دکھا کر اِدھر آیا ہے۔"

میں نے کہا "تیزی نہ دکھاتا تو وہ بہن بھی اپنے بھائی کے ساتھ مر جاتی۔"

"تو نے پولیس والوں کی تیزی نہیں دیکھی ہے۔تھانے چل' ابھی تجھے دکھاتا ہوں۔"

میں نے پارس کی طرف دیکھ کر کہا "تم آرام کرو'میں ابھی آتا ہوں۔"

افسر نے ہنستے ہوئے کہا "اچھا' تھانے سے واپس آنے کا یقین ہے۔"

پھر اس نے ڈاکٹر سے کہا "میں سپاہیوں کو بھیجتا ہوں۔وہ لاش کو پوسٹ مارٹم کے لئے لے جائیں گے۔"

اس کے دونوں سپاہی میرے دائیں بائیں آکر کھڑے ہوگئے' ایک نے حکم دیا "چلو۔"

میں ان کے ساتھ باہر آیا۔سپیرا جیپ کے راڈ کے ساتھ ہتھکڑی کے ذریعے بندھا ہوا تھا۔افسر نے سپاہی سے کہا "اس

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

بندے کو ہتھکڑی کا دوسرا حصہ پہنادو۔"

میں نے کہا "میں شرافت سے چل رہا ہوں یہی بہت ہے۔ ورنہ ہتھکڑی پہنانے سے پہلے گرفتاری کا وارنٹ دکھانا ہوگا۔"

"تو ہمیں قانون سکھاتا ہے؟ گرفتاری کا وارنٹ تو حوالات میں پہنچا کر دکھاؤں گا۔"

سپاہی نے حکم کے مطابق راڈ میں پھنسی ہوئی ہتھکڑی کھولی۔ اس کا ایک حصہ سپیرے کی کلائی میں تھا۔ سپاہی نے دوسرا حصہ اپنی کلائی میں پہن لیا۔ پولیس افسر دوسرے سپاہی کے ساتھ اگلی سیٹ پر چلا گیا تھا۔ وہ دوسرا سپاہی جیپ ڈرائیو کرنے لگا۔ انہیں اطمینان تھا کہ میں جیپ کے پیچھے ایک سپاہی کی نگرانی میں سپیرے کے ساتھ قیدی بنا بیٹھا ہوں۔

تھانے پہنچ کر جیپ رک گئی۔ افسر شانِ بے نیازی سے چلتا ہوا اپنے کمرے میں چلا گیا۔ ڈرائیو کرنے والے دوسرے سپاہی نے حیرانی سے ہمیں دیکھا پھر اپنے ساتھی سے پوچھا "ہتھکڑی تم نے کیوں پہنی ہے؟"

میں نے دوسرے کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ پہلا سپاہی دماغی طور پر آزاد ہو کر خود کو ہتھکڑی میں دیکھ رہا تھا۔ میرا آلۂ کار سپاہی انہیں رگیدتا ہوا حوالات میں لے گیا۔ اس نے آہنی سلاخوں والا دروازہ کھول کر پہلے اپنے ساتھی سپاہی اور سپیرے کو اندر کیا پھر خود اندر ہو گیا۔ سلاخوں کے درمیان سے ہاتھ باہر نکال کر تالا لگایا۔ اس کے بعد چابی مجھے دیتے ہوئے بولا "یہ چابی لیجئے، ہم یہاں آرام سے ہیں۔"

میں نے چابی لی، پھر ایس ایچ او کے دماغ میں پہنچا۔ اس پر قبضہ جما کر ڈیوٹی رپورٹ کے روزنامچے میں یہ پوری تفصیل لکھوائی کہ نعمان اس کے پاس آیا تھا۔ پھر یہ کہتا ہوا اپنی کوٹھی کی جانب بھاگنے لگا کہ اس نے بہن کو سانپ سے ڈسوانے کا جرم کیا ہے۔ ایس ایچ او اس کے پیچھے کوٹھی میں پہنچا تو صوفیہ کو سانپ نے ڈس لیا تھا۔ ایک جوان نے صوفیہ کو اسپتال پہنچایا۔ سانپ نے آفیسر کے سامنے نعمان کو ڈس لیا۔ سپیرے کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ مسٹر ارسلان اور ایک نوجوان طارق نے صوفیہ کی جان بچائی ہے۔ میں نے ان دونوں کو صوفیہ کی گواہی اور ضمانت پر گرفتار نہیں کیا ہے۔"

اس کے بعد میں نے صوفیہ کو قتل کرنے کی سازش کے الزام میں نعمان اور سپیرے کے خلاف ایف آئی آر لکھوائی۔ تمام ضروری کاموں سے نمٹ کر میں نے افسر کو اس کی جگہ سے اٹھایا۔ پھر وہاں سے چلاتا ہوا حوالات کے اندر سپیرے اور دو سپاہیوں کے پاس پہنچا دیا۔ حوالات کے دروازے کو دوبارہ مقفل کیا۔ پھر اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔

وہ چکرا کر رہ گیا۔ اس نے چاروں طرف گھوم کر حوالات کو اور سپاہیوں کو دیکھا پھر پوچھا "ہم یہاں کیسے آگئے؟"

اس نے مجھے دیکھا، پھر سلاخوں کے پاس آکر کہا "تو! تو باہر ہے اور ہم اندر۔ ابے کون ہے تو؟"

"میں وہ ہوں جسے دنیا کی کوئی پولیس آج تک ہتھکڑی نہیں پہنا سکی۔ تم لوگ یہ وردی پہن کر گاڈ فادر کیوں بن جاتے ہو؟ تمہارے سامنے نعمان نے اپنے جرم کا اعتراف کیا۔ تمہارے سامنے میں نے اور اس نوجوان طارق نے صوفیہ کی جان بچائی۔ تم نے دوسرے مجرم سپیرے کو بھی گرفتار کیا۔ پھر ہمیں کیوں پریشان کر رہے تھے؟ تم لوگ فرعونی طریقۂ کار سے باز کیوں نہیں آتے؟ کیوں قانون کو مجبوروں کے لئے زحمت اور مجرموں کے لیے رحمت بناتے ہو؟"

اس نے پریشان ہو کر پوچھا "تم کون ہو؟"

"میں کون ہوں؟ اگر میں دولت مند ہوں تو مجھ سے بھاری رشوت لوگے۔ اگر میری پہنچ بہت اوپر تک ہے تو میرے سامنے ہاتھ جوڑ لوگے۔ اگر میں عام شہری ہوں تو مجھے ماں بہن کی گالیاں دوگے اور ڈنڈے سے مارو گے۔ تم پوچھتے ہو، میں کون ہوں؟ تاکہ میری حیثیت اور میری اوقات کے مطابق قانون بدل سکو۔"

میں نے چابی کو دور فرش پر پھینکتے ہوئے کہا "اس وقت تم خود قانون کے چوہے دان میں ہو۔ آج کی دنیا میں جو سب سے زیادہ طاقتور ہوتا ہے، قانون اسی کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ اگر یہ غلط ہے اور قانون کمزوروں کے تحفظ کے لئے ہے تو آج سے انسان بننے کی کوشش کرنا۔ کیونکہ ایک اچھا انسان ہی سچا سپاہی بنتا ہے۔"

میں تھانے سے باہر آکر ایک رکشا میں بیٹھ گیا۔ ادھر اسپتال میں صوفیہ کو ہوش آگیا تھا۔ وہ بستر پر لیٹی ہوئی دوسرے بیڈ پر پارس کو بڑی اپنائیت سے دیکھ رہی تھی۔ ڈاکٹر نے اس سے کہا تھا "اس جوان نے زہر کو تمہارے جسم میں پھیلنے نہیں دیا۔ اسے چوس کر تھوک دیا۔ سانپ بہت زہریلا تھا۔ پتا نہیں یہ زہر کو منہ لگانے کے بعد کیسے زندہ رہ گیا ہے۔"

پارس خود زہریلا تھا۔ اس پر زہر کا اثر نہیں ہوتا تھا۔ اگر زہر بہت زیادہ مہلک ہو تو اسے نشہ ہو جاتا تھا۔ اس وقت وہ مدہوش تھا۔ صوفیہ نے ڈاکٹر کو بلا کر پوچھا "یہ بولتا کیوں نہیں ہے؟ آنکھیں بھی نہیں کھول رہا ہے۔ پلیز اسے چیک کرو۔"

ڈاکٹر نے کہا "میں اطمینان کر چکا ہوں۔ یہ بالکل ٹھیک ہے، نشے کے طور پر زہر کا مزہ لے رہا ہے۔"

پارس نے تکیے پر سر گھما کر صوفیہ کو مسکراتے ہوئے دیکھا پھر کہا "ڈونٹ وری۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔ بس ذرا دھیمی دھیمی سی مدہوشی ہے۔"

ڈاکٹر مسکراتے ہوئے چلا گیا۔ صوفیہ نے کہا "تم نے میرے لئے جان کی بازی لگادی۔ کون ہو تم؟"

"طارق۔ مجھے طارق کہتے ہیں۔ فرہاد صاحب کے لئے کام کرتا ہوں، انہوں نے اطلاع دی تھی کہ تم خطرے میں ہو۔ بس پھر میں خطرے سے کھیلنے پہنچ گیا۔"

"کسی کی جان بچانا نیک عمل ہے۔ مگر اپنی جان کا بھی خیال رکھنا چاہئے۔ وعدہ کرو، آئندہ یوں خطرات سے نہیں کھیلو گے۔"

"تم خطرے کی بات کرتی ہو۔ میں تو سُرور میں ہوں۔ پتا نہیں یہ زہر کا نتیجہ ہے یا تمہارے گورے گورے پاؤں کو منہ لگانے کا نشہ ہے۔ کیا تمہارے بدن سے شراب چھلکتی ہے؟"

وہ پہلے تو جھینپ گئی پھر اس نے شرما کر دونوں ہاتھوں سے منہ چھپالیا۔ انگلیوں کے پیچھے چوری چوری اسے دیکھا۔ زندگی میں پہلی بار کوئی اچھا لگ رہا تھا۔ سیدھا دل میں گھس رہا تھا۔ اور وہ منع نہیں کر رہی تھی۔

پارس نے پوچھا "کیا تمہیں معلوم ہے، سانپ تمہارے کمرے میں کیسے آیا تھا؟"

"میں نے اسے کمرے کے روشندان سے فرش پر گرتے دیکھا تھا۔ جب اس نے ڈس لیا تو میرے ہوش اڑ گئے۔ بدن میں ایسی جلن تھی جیسے اندر آگ لگ گئی ہو۔ میں نے دھندلائی ہوئی نظروں سے تمہیں دیکھا اور اپنے پاؤں کی طرف اشارہ کیا۔ اس کے بعد میں بے ہوش ہونے لگی۔ صرف اتنا یاد ہے، کمرے میں ایک اجنبی پٹارہ لے کر آیا تھا اور کچھ کہہ رہا تھا۔"

"وہ سپیرا تھا، کہہ رہا تھا۔ میں زہر چوسنے کے بعد زندہ نہیں رہوں گا۔"

"سپیرے کو مجھ سے کیا دشمنی تھی؟"

"سپیرے کو نہیں تمہارے بھائی کو دشمنی تھی۔ وہ تمہیں راستے سے ہٹانا چاہتا تھا کیونکہ باپ کے کاروبار میں تم اس کی حصے دار تھیں۔ پھر نعمان کو یہ اندیشہ تھا کہ تم فرہاد صاحب کی بیٹی بننے کے بعد باپ بیٹے کو کنگال بنادو گی۔"

"انہیں باپ اور بھائی کہتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے۔"

"کچھ بھی ہو تم سے خون کا رشتہ ہے۔ تمہیں یہ سن کر صدمہ ہوگا کہ اس سانپ نے نعمان کو ہلاک کر دیا ہے۔"

صوفیہ خلا میں تکنے لگی۔ پارس نے کہا "اپنے پھر اپنے ہی ہوتے ہیں۔ خواہ کتنی ہی دشمنی کریں، ان کی موت سے صدمہ ضرور ہوتا ہے۔"

"صدمہ بھائی کی موت کا نہیں ہے۔ جو زہر وہ میرے لئے لایا تھا، وہی اس کی ہلاکت کا سبب بن گیا۔ ہاں صدمہ یہ ہے کہ مجھے بھائی کی دشمنی ملی پیار نہیں ملا۔"

"ہاں۔ یہ بڑی بدقسمتی ہوتی ہے۔ اگر باپ اور بھائی کا پیار نہ ملے۔"

"سچ کہتی ہوں، اگر مجھے پاپا کی محبت اور سرپرستی نہ ملتی تو میں صدمے سے مرجاتی۔ پاپا کہاں ہیں؟"

"یہ تو کوئی نہیں جانتا کہ وہ کس وقت کہاں ہوتے ہیں۔"

"میں مرتے مرتے بچی ہوں۔ ایسے وقت انہیں میرے پاس آنا چاہئے تھا۔"

"دشمن ایسے ہی وقت کے انتظار میں رہتے ہیں کہ فرہاد صاحب رشتوں کی محبت سے ملاقات کرنے آئیں اور انہیں چھپ کر گولی ماردی جائے۔ کیا تم اُن کے اس دکھ کا اندازہ کر سکتی ہو کہ وہ اپنی بھانجی کی آخری رسومات میں شریک نہ ہو سکے۔ اپنی غمزدہ بہن کے پاس آکر اس کے سر پر ہاتھ نہ رکھ سکے۔"

"واقعی پاپا کے دکھ کا اندازہ کوئی نہیں کر سکتا۔ میں مانتی ہوں پاپا کو ہم سے ملنے کے لئے منظرِ عام پر نہیں آنا چاہئے۔"

"کیا تم کمزوری محسوس کر رہی ہو؟"

"کمزوری تو نہیں، البتہ زبان کا ذائقہ کچھ عجیب سا ہو گیا ہے۔ ابھی دوا پی تھی، وہ کڑوی لگی نہ میٹھی، نہ پھیکی نہ کسیلی۔ شاید یہ زہر کا اثر ہے، تمہاری زبان کیسی ہے؟"

"میٹھی ہے۔ سنا ہے میٹھی زبان جس زبان سے لگتی ہے اسے بھی میٹھا بنادیتی ہے۔"

بیٹا شرارت کے موڈ میں تھا۔ اس لئے میں صوفیہ کے دماغ سے چلا آیا۔ انسپکٹر جنرل آف پولیس مجھ سے تعاون کر رہا تھا۔ میں ایک بار اس سے رابطہ کر چکا تھا۔ اس نے وعدہ کیا تھا کہ ملک میں ہونے والے جرائم کے متعلق وہ مجھے اطلاع دیتا رہے گا کہ کہاں کیا ہو رہا ہے۔

اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ پولیس ڈیپارٹمنٹ کے اعلیٰ عہدے دار حکومتِ وقت کے وفادار ہوتے ہیں اور انہیں ہونا بھی چاہئے۔ لیکن حکومتِ وقت کے چند اکابرین ایسے ہوتے ہیں جو قانون کو

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

نظرانداز کرکے پولیس کو اپنے مفاد کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ پولیس کے جو افسران قانون کو نظرانداز نہیں کرنا چاہتے ان کا تبادلہ کرادیا جاتا ہے یا جھوٹے الزام میں ملازمت سے برطرف کرادیا جاتا ہے۔

میں انسپکٹر جنرل آف پولیس کے دماغ میں پہنچا۔ وہ اپنی کوٹھی کے ڈرائنگ روم میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سامنے نورالدین بھوئیاں اپنے دو حواریوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ نورالدین بھوئیاں کے چار ٹرک لاہور سے کراچی اور کراچی سے لاہور مال لے جاتے اور لاتے تھے۔ اپنے علاقے میں اس کی بڑی دھاک جمی ہوئی تھی۔ پچھلے الیکشن میں اس نے غنڈا گردی کے تمام ہتھکنڈے استعمال کرکے ایک امیدوار ٹھنڈا پہلوان کو ایم پی اے بنادیا تھا۔ تب سے وہ اسمگلنگ کے دھندے میں اپنے ہاتھ لمبے کرتا جارہا تھا۔

میں آئی جی پولیس کے دماغ میں رہ کر نورالدین بھوئیاں کی باتیں سن رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا "جناب بندہ پرور ہیں۔ ہم تو آپ کے تابعدار ہیں۔ سلام کرنے کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔"

آئی جی کوفت محسوس کررہا تھا۔ ایسے لوگ اس کے دفتر میں بھی قدم رکھنے کے جرات نہیں کرتے تھے۔ کجا یہ کہ گھر کے ڈرائنگ روم میں آکر سامنے بیٹھ گئے تھے۔ آئی جی نے کہا "آپ مقصد بیان کریں۔"

"او بیان کیا کرنا ہے جی۔ عرض کرنا ہے۔ آپ نے اشرف ماجھے کا ٹرک پکڑوا کے جی خوش کردیا ہے۔ وہ پچھلے الیکشن میں اپوزیشن کے لئے کام کررہا تھا۔ یہ تو وقت وقت کی بات ہے۔ اگر اپوزیشن والے حکومت بنانے میں کامیاب ہوجاتے تو اشرف ماجھے میرے ٹرک پکڑوادیتا۔ آپ تو جانتے ہیں' حکومت بدلتی ہے تو چور' بدمعاش' اسمگلر اور پولیس والے بھی بدل جاتے ہیں۔"

"بھوئیاں صاحب! آپ مقصد بیان کریں۔"

"او بیان کیا کرنا ہے جی۔ عرض کرنا ہے۔ باہر کی اسکاچ شراب کراچی آتی ہے۔ ہم اپنے ٹرکوں میں کراچی سے لاہور لاتے ہیں۔ آپ نے اشرف ماجھے کا ٹرک پکڑوا کے جی خوش کردیا۔ مگر بندہ پرور' آپ کے ایک انسپکٹر نے میرے دو ٹرک پکڑ لئے ہیں۔"

آئی جی نے کہا "میں نے پولیس افسران کو حکم دیا ہے کہ کسی کے ساتھ رعایت نہ کی جائے۔"

"بے شک کسی کے ساتھ رعایت نہ کی جائے۔ مگر ہم "کسی" تو نہیں ہیں۔ ہم ٹھنڈا پہلوان ایم پی اے کے خاص الخاص بندے ہیں۔ ان کے رائٹ ہینڈ ہیں۔ ان کے دس راس (دستِ راست) ہیں۔"

"دس راس ہوں یا بیس راس۔ جب تک فرہاد علی تیمور صاحب اس ملک میں ہیں' تب تک کسی ایم پی اے اور ایم این اے کے ناجائز احکامات کی تعمیل نہیں ہوسکے گی۔"

"یہ فرہاد علی تیمور صاحب کون ہیں؟"

"یہ ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ ہمارے تمہارے دماغوں کے اندر گھس کر جھوٹ اور سچ' ایمان اور بے ایمانی کا حساب کرتے ہیں اور اس کے مطابق مجرموں کو سزا دیتے ہیں۔"

"جناب! کیسی باتیں کررہے ہیں۔ بھلا دماغ کے اندر کوئی گھس سکتا ہے؟ یہ جو دیواروں پر اشتہارات لکھے ہوتے ہیں۔ عامل شاہ کوڑے والا یا پروفیسر امجد علی۔ حاضرات کے عامل۔ ہر آرزو پوری ہوگی۔ محبوب قدموں میں ہوگا۔ آپ بھی کسی عامل فرہاد کے چکر میں آگئے ہیں۔"

"جب آپ چکر میں آئیں گے تو دن میں بھی تارے نظر آجائیں گے۔"

"بندہ پرور! میں سمجھ گیا۔ آپ ٹال رہے ہیں۔ ذرا آپ ایم پی اے صاحب کے نمبر ملائیں۔ آپ ہماری نہیں سنتے' اوپر سے آنے والا حکم سن لیں گے۔"

"میں تمہیں آپ کہہ رہا ہوں۔ بھوئیاں صاحب کہہ کر تمہیں اپنے سامنے بیٹھنے کی اجازت دی ہے۔ صرف اس لئے کہ ایم پی اے کے حوالے سے آئے ہو۔ ورنہ تمہاری اوقات کیا ہے؟ مجھے نمبر ملانے کو کہہ رہے ہو۔ میں تمہارے باپ کا نوکر ہوں؟ چلو اٹھو یہاں سے۔"

وہ اپنے حواریوں کے ساتھ اٹھتے ہوئے بولا "بندہ پرور! آپ تو لال پیلے ہورہے ہیں۔ ہم نے دن رات ایک کئے ہیں۔ جان کی بازیاں لگا کر ٹھنڈا پہلوان کو حکومت کے اندر گھسایا ہے۔ اس کا مطلب یہ تو نہیں ہے کہ آپ ہماری بے عزتی خراب کریں۔ اوکوئی بات نہیں۔ آپ خوش رہیں۔ ہم تو شام ہونے سے پہلے دونوں ٹرک چھڑالیں گے' سلام علیکم۔"

وہ اپنے حواریوں کے ساتھ چلا گیا۔ آئی جی اس بات پر تلملا رہا تھا کہ جنہیں گردن سے پکڑ کر تھانے لایا جاتا ہے اور لات جوتے مارے جاتے ہیں' وہ اپنے ایم پی اے اور ایم این اے کے بل پر انسپکٹر جنرل آف پولیس کا بھی لحاظ نہیں کرتے ہیں۔ ایسے ہی ذلت آمیز حالات سے دوچار ہوکر پولیس افسران بدلتے ہوئے وقت کے تقاضے پورے کرتے ہیں اور قانون کے محافظ ہوکر قانون شکن کہلاتے ہیں۔

میں نے اسے مخاطب کیا تو وہ چونک کر بولا "فرہاد صاحب! آپ؟"

"جی ہاں۔ آپ واقعی فرض شناس ہیں۔"

"آپ میرے خیالات پڑھ کر سمجھ سکتے ہیں کہ یہ عارضی فرض شناسی ہے۔ ابھی اوپر سے حکم صادر ہوگا اور مجھے بھوئیاں جیسے اسمگلر کے سامنے شرمندہ ہوکر اس کے ٹرکوں اور ڈرائیوروں کو رہا کرنا ہوگا۔"

"آپ فکر نہ کریں' اپنے فرائض انجام دیتے رہیں۔ میرے ہوتے ہوئے نہ آپ کا تبادلہ ہوگا اور نہ ہی عہدہ سے نیچے گرایا جائے گا۔"

"میں اللہ کے بعد آپ ہی کے بھروسے پر دیانت داری سے فرائض ادا کررہا ہوں۔"

"آپ کوئی اہم اطلاع دینے والے تھے۔"

"جرائم کے سلسلے میں بے شمار اطلاعات ہیں۔ کیا آپ موجودہ کیس سے فارغ ہوگئے ہیں؟"

میں نے کہا "ہاں۔ یہودیوں کو ذرا ٹھنڈا کردیا ہے۔ چوہدری حاکم علی مایوس ہوکر لندن سے واپس آرہا ہے۔ نعمان مرچکا ہے۔ اب نعمان لیبارٹری کی واحد مالکہ صوفیہ ہوگی اور یہودیوں کو اپنے کاروبار سے ایک پیسہ بھی نہیں دے گی۔"

"آپ نے وقتی طور پر یہودیوں کو ٹھنڈا کردیا ہوگا۔ لیکن وہ درپردہ آپ کے خلاف مصروف ہیں۔ اب وہ ایک ایسے ایجنٹ کو لارہے ہیں جو یوگا کا ماہر ہے۔ اس کے کئی خاص حواری بھی سانس روکنے کا ہنر جانتے ہیں۔ آپ ان کے دماغوں میں نہیں جاسکیں گے۔"

"وہ ایجنٹ کون ہے؟"

"اس کا نام حمزہ خان ہے۔ پشاور جیل میں ہے۔ کل صبح رہا کیا جائے گا۔ رہائی کے بعد وہ کچھ ایسی وارداتیں کرے گا کہ آپ صوبہ سرحد جانے پر مجبور ہوجائیں گے۔"

"صوبہ سرحد میرا صوبہ ہے۔ میرے ملک کا ایک فولادی صوبہ ہے' میں دشمنوں کے مجبور کرنے سے پہلے ہی خود اپنی خوشی سے وہاں جاؤں گا۔"

"یہودیوں کی پلاننگ ہے کہ آپ پنجاب سے نکل کر سرحد جائیں گے تو انہیں یہاں نئے سرے سے قدم جمانے کا موقع ملے گا۔ وہ یہاں بھی ایسے ایجنٹوں کو لائیں گے جن پر آپ کی ٹیلی پیتھی اثر نہیں کرے گی۔"

"میں جانتا تھا' وہ کچھ ایسی ہی چالیں چلیں گے۔ آپ نے بڑی اہم باتیں بتائی ہیں۔ میں محتاط رہوں گا۔ حمزہ خان کے متعلق کچھ اور بتائیں۔"

وہ کچھ بتانا چاہتا تھا' اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو۔ میں آئی جی اکبر درّانی بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے آواز آئی "تم اکبر درّانی بچپن سے ہو۔ مگر آئی جی ہمارے دم سے ہو۔ اگر تم نے مجھے آواز سے نہیں پہچانا ہے تو سنو' میں ایم این اے امان اللہ نیازی بول رہا ہوں۔ ہم چار ایم این اے اور چار ایم پی اے اسمبلی میں ایک آواز اٹھائیں گے تو تمہاری شامت آجائے گی۔ فرض شناسی اچھی ہوتی ہے مگر ہمارے بندے کو تو پریشان نہ کرو۔ ابھی اسی ٹائم دونوں ٹرک اور ان کے ڈرائیوروں کو چھوڑ دو۔"

آئی جی نے سوچ کے ذریعے پوچھا "اب بتائیں فرہاد صاحب! میں کیا کروں؟"

"آپ کہہ دیں کہ ان کے حکم کی تعمیل ہورہی ہے لیکن فرہاد وہ تمام مال شرابی گاہکوں تک پہنچنے نہیں دے گا۔"

میں ایم این اے امان اللہ نیازی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ آئی جی کی باتیں سن رہا تھا۔ جب میرا نام آیا تو اس نے کہا "تم فرہاد کی آڑ لے کر زیادہ ایمانداری نہ دکھاؤ۔ فرہاد یہودیوں کے بڑے بڑے معاملات میں الجھا ہوا ہے۔ یہ معمولی سے دو ٹرک کے کیس میں اسے کوئی دلچسپی نہیں ہوگی۔ تم وہ کرو' جو ہم کہہ رہے ہیں۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ میں نے آئی جی کے پاس آکر پوچھا۔ "وہ دونوں ٹرک کہاں ہیں؟"

"سپرہائی وے پر چوکی سے تین کلومیٹر کے فاصلے پر ہیں۔"

"جس انسپکٹر نے انہیں پکڑا ہے۔ اسے آپ حکم دیں کہ پہلے ایک ٹرک کو جانے دے۔ اس کے پندرہ منٹ بعد دوسرے ٹرک کو چھوڑ دے۔"

آئی جی نے اس سے رابطہ کیا۔ میں اس انسپکٹر کے پاس پہنچ گیا پھر اس کے ذریعے ٹرک کے ڈرائیور اور کلینر کی آوازیں سنیں۔ ان کے دماغوں پر قبضہ جماکر ٹرک کو وہاں سے چلنے دیا۔ کلینر پچھلے حصے آگیا۔ میرے حکم کے مطابق گتے کے ڈبے کھول کر شراب کی بوتلیں کھولنے لگا۔ ٹرک کے پچھلے حصے کی چار دیواری اور فرش پر شراب انڈیلنے لگا۔

پھر میں نے ڈرائیور کو قابو میں کیا۔ وہ ٹرک کو مین روڈ سے اتار کر ایک میدانی حصے میں لے گیا۔ وہاں اسے روک کر اس نے کئی بوتلیں کھول کر اگلے حصے میں ہر طرف شراب چھڑک دی۔ بونٹ کھول کر انجن پر بھی کئی بوتلیں توڑ دیں۔ پھر ماچس کی تیلی جلاکر اسے ٹرک کے اندر پھینک کر کلینر کے ساتھ بھاگتا ہوا دور جانے لگا۔ ٹرک سے آگ کے شعلے بھڑک رہے تھے۔ وہ شعلے بڑھتے اور پھیلتے جارہے تھے۔ پھر پیٹرول کی ٹنکی کے پھٹنے سے ایک زبردست دھماکا ہوا۔ کلینر نے ڈرائیور سے پوچھا "استاد! تم نے آگ کیوں لگائی؟"

ڈرائیور نے اس سے پوچھا "تو نے شراب کی تمام بوتلیں کیوں توڑ دیں۔ پورے ٹرک کو شراب نہلادیا۔ ابے استاد کے لئے ایک پیٹی شراب تو رکھ لیتا۔"

"استاد! بھوئیاں صاحب اتنے جوتے ماریں گے کہ شراب سے زیادہ نشہ ہوجائے گا۔"

میں نے دوسرے ٹرک کے ڈرائیور اور کلینر کے پاس آکر وہی طریقہ اختیار کیا اور اسے بھی تمام بوتلوں سمیت تباہ کردیا۔ پھر میں نے ایم این اے کے پاس آکر دیکھا۔ وہاں ایم پی اے ٹھنڈا پہلوان اور اسمگلر نورالدین بھوئیاں بیٹھے ہوئے تھے۔ اور بھی چند بڑے بڑے لوگ موجود تھے۔ بھوئیاں کہہ رہا تھا "آپ لوگوں کے حصے کی بوتلیں تو پہنچادیا کرتا ہوں۔ آج اسکاچ وسکی کی نئی کھیپ آرہی ہے۔ آج رات میری طرف سے پینے کی دعوت ہے۔ چرغے بے حساب ہوں گے' آپ رج کے پئیں گے۔"

ایک نے کہا "ہاں بھئی' ایک ٹرپ میں بیس لاکھ روپے کی بیئر' وسکی اور برانڈی آتی ہے۔ تم رج کے نہیں پلاؤ گے تو کیا وہ آئی جی پلائے گا۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اس بات پر سب قہقہے لگانے لگے۔ میں نے وہاں ایک ایک کے اندر پہنچ کر تھوڑا تھوڑا سا زلزلہ پیدا کیا۔ وہ اپنی جگہ سے اچھل اچھل کر صوفوں پر اور فرش پر گر گر کر تڑپنے لگے۔ خدا کو یاد کرنے لگے۔ انہیں یوں لگ رہا تھا جیسے قیامت آگئی ہے۔ زمین اوپر ہورہی ہے اور آسمان نیچے آرہا ہے۔ تکلیف کی شدت سے وہ چیختے بھی رہے۔ کتنے ہی ملازم آکر انہیں سنبھالنے لگے۔

میں نے ایک ملازم کی آواز سنی پھر اس کے ذریعے کہا "اٹھو اور میری باتیں سنو۔ میں فرہاد علی تیمور اس ملازم کی زبان سے بول رہا ہوں۔"

وہ سب پریشان ہوکر ملازم کو تکنے لگے۔ میں نے ایم این اے امان اللہ نیازی کو مخاطب کیا اور کہا "تم سمجھتے ہو' فرہاد یہودیوں کے بڑے بڑے معاملات میں الجھا ہوا ہے۔ اسے بھوئیاں کے دو ٹرکوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہوگی۔ تم سیاسی لوگ اسمبلی میں پہنچ کر جیسے عوام کے معاملات میں دلچسپی نہیں لیتے ویسے ہی میرے متعلق سوچ لیا کہ تم عوام میں نشے کا زہر پھیلاؤ گے اور میں اسے معمولی سی بات سمجھ کر نظرانداز کردوں گا۔"

وہ بولا "جناب فرہاد صاحب! باہر سے آنے والی شراب بہت مہنگی ہوتی ہے۔ اسے عام لوگ خرید نہیں سکتے۔ یہ تو صرف شرفا کے لئے منگوائی جاتی ہے۔ آپ یورپ امریکا میں رہتے ہیں۔ وہاں ہر گھر میں شراب پی جاتی ہے۔ آپ کو تو اس معاملے میں فراخ دل ہونا چاہئے۔"

میں نے کہا "یورپ اور امریکا میں سؤر کا گوشت اور دوسرے حرام کھانے ملتے ہیں۔ کیا میں فراخ دل ہوکر تمہارے جیسے شرفا کو حرام کھلاؤں؟ کیا تم نہیں جانتے کہ میں اور میرے خاندان کے افراد اور بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے نہ کبھی شراب پیتے ہیں اور نہ حرام کھاتے ہیں۔"

بھوئیاں نے کہا "بندہ پرور! آپ ہم پر اعتراض کرنے آئے ہیں۔ جن ملکوں میں رہتے ہیں' وہاں کے لوگوں کو شراب نوشی سے کیوں نہیں روکتے ہیں۔"

"وہاں شراب نوشی غیر قانونی نہیں ہے اور پاکستان میں غیر قانونی ہے۔ تم لوگ اسمبلی میں قوانین بناتے ہو۔ جاؤ اور شراب نوشی کو قانوناً جائز قرار دو۔ پھر میں کچھ نہیں کہوں گا۔ عوام خود ہی جوتے ماریں گے۔"

"جناب درست فرماتے ہیں۔ مگر کچھ تو خیال کریں۔ یہاں ہر شہر میں اور ہر بڑے گھر میں پی جاتی ہے۔ آپ کس کس کو روکیں گے؟"

"مجھے ہر فرد کو روکنے کی کیا ضرورت ہے۔ میں شراب کی سپلائی ہی روک دوں گا۔ جیسے آج میں نے بھوئیاں کے شراب سے بھرے ہوئے دونوں ٹرک تباہ کردئے ہیں۔"

نورالدین بھوئیاں نے چیخ کر کہا "کیا! میرے دونوں ٹرک تباہ کردیئے؟ نہیں' یہ جھوٹ ہے۔ تم یہاں ہو اور ہمارے ٹرک تمیں چالیس کلومیٹر دور ہیں۔ تم ایسا ہائی بلڈ پریشر والا مذاق نہ کرو۔"

"جاؤ اپنے ٹرکوں کی خبر لو اور اسپتال میں داخل ہوجاؤ' آج تمہیں ٹرک سمیت تقریباً تیس لاکھ روپے کا نقصان پہنچ چکا ہے۔ اب میں اس ملازم کے دماغ سے جارہا ہوں۔ آئندہ ایسی اسمگلنگ سے پہلے اپنے نقصانات کا حساب کرلیا کرو۔ میں تم لوگوں کا پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔"

پھر میں نے امان اللہ نیازی سے کہا "تم تمام ایم این اے متحد ہوکر ملک کو بناسکتے ہو مگر اپنے اتحاد سے ملک کو بگاڑتے ہو۔ میں تمہیں وارننگ دیتا ہوں آئی جی جیسے تمام دیانت دار افسران کے خلاف کوئی سیاسی دباؤ نہ ڈالنا۔ ورنہ لوگ تمہاری قبر پر پھول چڑھانے تو کیا تھوکنے بھی نہیں آئیں گے۔"

میں نے آئی جی کے پاس آکر تمام روداد سنائی۔ وہ خوش ہوکر بولا "خدا کی قسم فرہاد صاحب! آپ یہاں اپنی حکومت بنائیں تو یہ ملک جنت نظیر ہوجائے۔"

"خداوند کریم نے مجھے یہ علم کسی ایک ملک تک محدود رہنے کے لئے نہیں دیا ہے۔ میں جب تک ہوں اپنے طریقۂ کار سے پاکستانی عوام کو یہ بتاؤں گا کہ صرف سیاست داں اور پولیس والے دیانت داری سے اپنے فرائض انجام دیں تو یہاں کرپشن رہے گا نہ مہنگائی رہے گی۔ سوال پیدا ہوتا ہے' برے کو اچھا کیسے بنایا جائے؟ صرف اللہ تعالیٰ ہی راہِ راست پر چلاتا ہے۔ کلام پاک میں واضح طور پر یہ کہا گیا ہے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارا کام صرف ہدایات دینا ہے۔ لوگوں کو راہِ راست پر لانا ہمارا کام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایات دیں اور اسوۂ حسنہ سے نیکی اور راستی کا درس دیا۔ جسے اللہ نے ایمان کی توفیق دی' وہ ایمان لائے۔ باقی گمراہ رہے۔ میں بھی خدا کا ناچیز بندہ ہوں۔ میں راستہ دکھا سکتا ہوں' راستے پر جبراً چلا نہیں سکتا۔"

"آپ درست فرماتے ہیں۔ یہ دنیا ایک تماشا گھر ہے۔ یہاں کالے بھی ہیں گورے بھی' اچھے بھی ہیں برے بھی' انسان بھی ہیں شیطان بھی۔ ہماری یہ دنیا ایک دوسرے کے تضاد سے بنائی گئی ہے۔ تضادات کے باعث یہاں طرح طرح کے واقعات' جذبات اور احساسات پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ یہ نہ ہوں تو دنیا جنت بن جائے۔ اور اگر یہ جنت بن جائے تو پھر عاقبت میں جنت کی کشش نہیں رہے گی۔"

میں نے پوچھا "آپ حمزہ خان کے متعلق بتارہے تھے؟"

"وہ ہتھیاروں کا بہت بڑا اسمگلر ہے۔ جدید ہتھیار سرحد پار سے علاقہ غیر میں آتے ہیں۔ وہاں سے پاکستان کے ہر بڑے شہر میں پہنچائے جاتے ہیں۔ کراچی میں ان ہتھیاروں کی زیادہ کھپت ہے۔"

"کیا ہائی وے سے مال لے جایا جاتا ہے؟"

"جی ہاں' دریائی راستے سے بھی اسمگلنگ ہوتی ہے۔ حمزہ خان چھ فٹ کا صحت مند جوان ہے۔ عمدہ صحت کے باعث عمر کا صحیح

اندازہ نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اپنے گینگ میں ایسے جوانوں کو رکھتا ہے جو اس کی طرح جوڈو کراٹے کا فن جانتے ہیں اور یوگا کی مشقیں کرتے رہتے ہیں۔ گینگ کا کوئی جوان نشہ نہیں کرتا ہے۔ اگر کوئی نشے کی حالت میں پکڑا جائے تو اسے گولی ماردیتا ہے۔"

آئی جی نے پشاور میں اس کی کوٹھی کا پتا اور فون نمبر بتایا۔ میں نے اسے یادداشت میں محفوظ کرلیا پھر کہا "میں جارہا ہوں۔ آپ سے پھر کسی وقت رابطہ کروں گا۔"

میں نے اپنی بہن شاہینہ کو مخاطب کیا' اس سے کہا "ضروری سامان باندھو۔ اور میری آباد کی ہوئی بستی فرہاد ولیج میں اپنے بیٹے کے ساتھ کچھ عرصہ رہو' خطرات ٹل جائیں گے تو واپس آجانا۔"

وہ جانے سے انکار کرنا چاہتی تھی' میں نے کہا "میں کچھ نہیں سنوں گا۔ بیٹے کی زندگی عزیز ہے اور مجھے پریشانیوں سے بچانا چاہتی ہو تو تیار ہوجاؤ۔ میں کچھ دنوں کے لئے لاہور سے باہر جارہا ہوں۔ اب تمہارے پاس سوچ کے ذریعے سلمان آیا کرے گا' اچھا خدا حافظ۔"

میں نے سلمان سے کہا "شاہینہ اور کامران کو پاکستان سے فرانس لے آؤ۔ میرے ولیج میں انہیں خیریت سے پہنچادو۔ سفر کے دوران تم میں سے کسی نہ کسی خیال خوانی کرنے والے کو ماں بیٹے کے دماغوں میں موجود رہنا چاہئے۔ کوئی پرابلم پیش آئے تو مجھ سے رابطہ کرو۔"

اس کے بعد میں نے پارس کے پاس آکر کہا "میں پشاور جارہا ہوں۔ تمہارے انکل سلمان تم سے رابطہ کریں گے۔ تم ان کے تعاون سے چوہدری حاکم علی کا کاروبار صوفیہ کے نام منتقل کراؤ پھر میں اگلا پروگرام بتاؤں گا۔"

میں سلمان اور پارس کو تمام اہم ذمے داریاں سونپ کر پشاور کی طرف روانہ ہوگیا۔

O☆O

علی تیمور نے تنویمی نیند سے بیدار ہونے کے بعد سوسانہ اور جرائل کے ساتھ صرف دو گھنٹے گزارے تھے۔ جب میں نے اسے بتایا کہ میں نے خیال خوانی کرنے والے دانیال اور راٹما کو ہمیشہ کے لئے ختم کردیا ہے تو اس نے فیصلہ کرلیا کہ سوسانہ اور جرائل سے دور رہنا چاہئے۔ یہودی جاسوس اب اس رہائش گاہ کی کڑی نگرانی کریں گے۔

صبح ہوچکی تھی۔ وہ عارضی میک اپ کرکے وہاں سے نکل آیا۔ لیلیٰ نے اس کے پاس آکر پوچھا "کیا ارادہ ہے؟ یوں اچانک نکل پڑے ہو۔ تم نے کچھ تو سوچا ہوگا۔"

"فی الحال یہی سوچا ہے کہ مجھے تنہا رہنا چاہئے۔ میں سوسانہ کے ساتھ رہتا تو وہ مجھ سے اپنی محبت چھپا نہ سکتی اور دشمنوں کو شبہ ہوتا کہ مجھ سے کوئی گہرا لگاؤ ہے اور میں فرہاد علی تیمور کی ٹیم کا کوئی خاص آدمی ہوں۔"

"تم نے ٹھیک سوچا۔ لیکن یہاں کس حیثیت سے رہوگے؟ کہاں پناہ لوگے؟ کیا بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والوں سے رابطہ کروں؟"

"آپ ادارے میں جائیں۔ وہاں سے معلومات حاصل کریں کہ یہاں ہمارے سراغ رسانوں میں کتنے افراد سرکاری عہدوں پر ہیں۔ جو سب سے اہم عہدہ پر ہوگا' میں اس کی جگہ رہوں گا۔ وہ عہدہ دار ایسا ہو کہ میری طرح قد اور جسامت ہو۔ اور چہرہ بھی ایسا ہو کہ ہلکی پلاسٹک سرجری سے میں اُس کا ہم شکل بن جاؤں۔ یہاں ہمارے پلاسٹک سرجری کے ماہر کا بھی پتا بتائیں۔"

لیلیٰ نے بابا صاحب کے ادارے کے ماہرین سے رابطہ کیا۔ وہ ادارے کے ایسے تمام افراد کا ریکارڈ چیک کرنے لگے جو اسرائیل میں یہودی بن کر کسی نہ کسی اہم سرکاری عہدوں پر کام کررہے تھے اور ہمارے ادارے کے لئے جاسوسی کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ ادارے کے ماہرین نے علی تیمور کی تصویر سامنے رکھ کر اُن سراغ رسانوں کی تصویروں سے موازنہ کیا۔ پھر انہوں نے بتایا' دو سراغ رساں علی سے برائے نام مشابہت رکھتے ہیں۔ بہت معمولی سرجری کے بعد علی ان کا ہم شکل ہوسکتا ہے ان میں سے ایک انٹیلی جنس کے شعبے میں ہے' دوسرا الیکٹریکل انجینئر ہے۔

لیلیٰ نے آکر علی سے کہا "ہمارا جو آدمی انٹیلی جنس میں ہے۔ اُس کی ایک بیوی اور چھ برس کی ایک بیٹی ہے۔ اگر تم اس کا بہروپ اختیار کروگے تو بیوی اور بچی کے ساتھ رہنا ہوگا اور یہ ایک

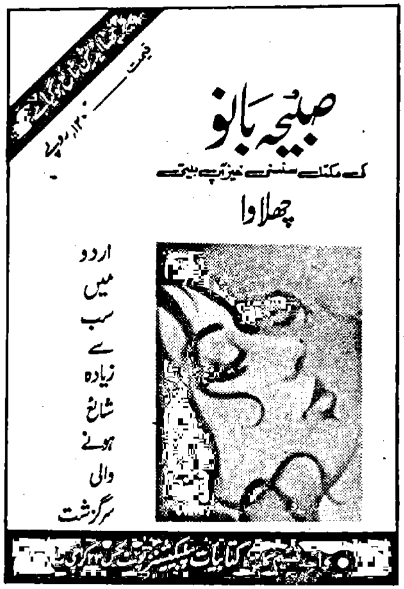

itsurdu.blogspot.com

غلط بات ہوگی۔"

اس نے پوچھا "کیا الیکٹریکل انجینئر تنہا رہتا ہے؟"

"اس انجینئر کا نام کارمن ہیرالڈ ہے۔ فی الحال کنوارا ہے لیکن اس کی اپنے سینئر افسر کی بیٹی سے شادی ہونے والی ہے۔"

"یہ بھی خطرے کی بات ہے۔"

"لیکن شادی ابھی نہیں ہوئی ہے۔ تم کارمن کی جگہ لے کر اس شادی کو ٹال سکتے ہو۔ اتفاق سے کارمن بھی لڑکیوں سے دور رہنے کا عادی ہے۔ ایک اور بات تمہاری موافقت میں ہے۔ وہ اسپورٹس مین ہے۔ یوگا کا ماہر ہے۔ چند ماہ پہلے ایسے تمام سرکاری ملازمین کا محاسبہ کیا گیا جو یوگا کے ماہر ہیں۔ گولڈن برنیز اپنی تسلی کرنا چاہتے تھے کہ ان سانس روکنے والوں میں کوئی دشمن کا آدمی نہ ہو۔ ایک یہودی خیال خوانی کرنے والے نے کارمن کو بھی حکم دیا تھا کہ وہ سانس نہ روکے اور اسے خیالات پڑھنے دے۔"

علی نے پوچھا "یعنی کارمن کے خیالات پڑھے جاچکے ہیں اور گولڈن برنیز اس سے مطمئن ہیں۔"

"ہاں۔ ہمارے وہ تمام سراغ رساں جو اسرائیل میں سرکاری عہدوں پر ہیں' ان پر پہلے ہی تنویمی عمل کیا گیا ہے۔ ان کے چور خیالات کے خانوں کو لاک کردیا گیا ہے۔ خیال خوانی کرنے والے مطمئن ہوجاتے ہیں کہ انہوں نے دور تک اپنے معمول کے خیالات پڑھ لئے ہیں۔ میں نے تم پر بھی عمل کرتے وقت یہی کیا ہے۔ اگر کوئی دشمن تمہارے خیالات جبراً پڑھنا چاہے تو ضرور پڑھے گا لیکن چور خانے تک نہیں پہنچ پائے گا۔ جہاں تک پہنچے گا وہیں تک تمہارے خیالات کی انتہا سمجھے گا۔"

علی نے پلاسٹک سرجری کے ماہر کی رہائش گاہ میں کارمن سے ملاقات کی۔ اس سے گفتگو کرکے اس کی آواز اور لہجے کو خود ادا کرتا رہا اور اس کے متعلق ضروری معلومات حاصل کرتا رہا۔ کارمن اپنے بارے میں بہت کچھ بتاتا رہا۔ لیکن کچھ ایسی باتیں بھی ہوتی ہیں جو دوسروں کو بتائی نہیں جاتیں۔ وہ باتیں لیلیٰ اس کے دماغ سے معلوم کررہی تھی اور علی کو بتاتی جارہی تھی۔ اس دوران اس کے چہرے پر سرجری ہوتی رہی۔ کارمن اپنے ڈیپارٹمنٹ کے تمام جونیئر اور سینئر افسران کی تصویریں لے کر آیا تھا۔ وہ ایک البم میں تھیں۔ سینئر افسر کی بیٹی پامیلا کی بھی کئی تصویریں تھیں جس سے کارمن کی شادی ہونے والی تھی۔

علی نے تمام چہرے ذہن میں نقش کرلئے۔ چونکہ کارمن سنجیدہ تھا۔ ہر ایک سے بے تکلف نہیں ہوتا تھا اس لئے ایسی عادت نے علی کے لئے آسانی پیدا کردی تھی۔ بہت کم لوگوں سے اس کا واسطہ پڑنے والا تھا۔

پروگرام کے مطابق کارمن رات کے آٹھ بجے اپنی کار میں دوبارہ اس رہائش گاہ میں آیا جہاں علی اب کارمن بن چکا تھا۔ سرجری کے ماہر نے کارمن کے چہرے پر معمولی سی تبدیلی کی تاکہ وہ اب کارمن ہیرالڈ نہ رہے۔ جوجو کو یہ ذمے داری دی گئی کہ وہ کارمن کے دماغ میں رہے گی اور سرحد پار کرنے میں اس کی ... کرے گی۔ تل ابیب سے لبنان اور دمشق کی سرحدیں قریب تھیں۔ کارمن ایک سیاہ رنگ کی گاڑی میں بیٹھ کر دمشق کی سمت روانہ ہوگیا۔

کارمن نے اپنے بنگلے میں کوئی مستقل ملازم نہیں رکھا تھا۔ دفتر کا ایک چپراسی صبح وشام آکر گھر کی صفائی اور دوسرے کام کرتا تھا۔ کارمن رات کا کھانا خود پکاکر کھاتا تھا۔ صبح کا ناشتہ چپراسی تیار کرتا تھا۔ دوپہر کو دفتر یا کسی ہوٹل میں کھالیا کرتا تھا۔ جس طرح مسلمان جمعے کو اور عیسائی اتوار کو چھٹی مناتے ہیں اسی طرح یہودی ہفتے کے دن چھٹی کرتے ہیں۔ وہ جمعے کی رات ہوٹلوں اور تفریح گاہوں میں گزارتا تھا اور ہفتہ کی صبح دیر تک سوتا رہتا تھا۔

اسی معمول کے مطابق علی رات کے کھانے کے لئے ایک سی سائیڈ ہوٹل میں آیا۔ سمندر کے ساحل پر بڑی رونق تھی۔ ہر طرف سمندر' حُسن' موسیقی اور شراب وشباب کی رنگینیاں حدِ نظر تک بکھری ہوئی تھیں اور یہ تمام رنگینیاں بہت مہنگی تھیں۔ صرف دولتمند ہی وہاں عیش کرسکتے تھے۔ ہر دولت مند کے ساتھ ایک حسینائیں تھیں۔ علی تیمور کے پاس بھی ایک آئی۔ اس نے معذرت چاہتے ہوئے اسے واپس کردیا۔

وہ ایک بالکونی میں بیٹھا کھانے سے پہلے سوپ پی رہا تھا اور سوچ کے ذریعے لیلیٰ سے کہہ رہا تھا "امی! یہ اچھا ہی ہوا کہ میں الیکٹریکل انجینئر کی حیثیت میں ہوں۔ آپ کارمن سے دریافت کریں' یہاں زیرِ زمین دفاتر اور خفیہ رہائش گاہیں کتنی ہیں اور کہاں کہاں ہیں۔ کیونکہ ان خفیہ مقامات تک بھی بجلی کا کنکشن پہنچایا گیا ہوگا۔"

"میں تمہاری بات سمجھ رہی ہوں۔ تم نے بہت دور کی بات سوچی ہے۔ ہمارا دھیان ادھر نہیں گیا تھا کہ گولڈن برنیز جس خفیہ اڈے میں بھی جاتے ہوں گے' وہاں بجلی کا کنکشن ضرور ہوگا۔"

"جی ہاں امی! ہوسکتا ہے بجلی کا کنکشن پہنچانے والے افسران اور ملازموں کو یہ نہ معلوم ہو کہ وہ کوئی خفیہ اڈا ہے یا وہاں گولڈن برنیز آکر بیٹھتے ہیں لیکن بجلی جہاں جہاں خرچ ہوتی ہے ان تمام جگہوں کا حساب بجلی کے شعبے کے دفاتر میں ضرور ہوگا۔"

علی کا دماغ کہاں سے کہاں پہنچ رہا تھا۔ لیلیٰ تفصیلات حاصل کرنے کارمن کے پاس چلی گئی۔ وہ سوپ پینے کے بعد کھانے کا آرڈر دینے لگا۔ اسی وقت پیچھے سے ایک لڑکی نے کہا "میرے لئے بھی کھانے کا آرڈر دو۔"

علی نے سر گھما کر دیکھا۔ پامیلا مسکرا رہی تھی۔ پھر وہ آنکھیں دکھاتے ہوئے بولی "جانتے ہو' میں کب سے تلاش کررہی ہوں اور جناب یہاں بیٹھے ہیں۔"

وہ سامنے آکر میز کے دوسری طرف بیٹھ گئی۔ بیرے کو کھانے کا آرڈر دے کر رخصت کیا پھر بولی "کل تم نے کہا تھا کہ فرائڈے نائٹ ... گھر میں ... تم کسی ہوٹل میں نہیں کھاؤ گے۔"

علی کو معلوم نہیں تھی کہ کارمن ایسا کہہ چکا ہے۔ وہ یہ بات بناتے ہوئے بولا "بے شک کہا تھا کہ آج کی رات باہر نہیں نکلوں گا لیکن یہ کوئی عدالتی فیصلہ تو نہیں تھا۔ میں نے فیصلہ کیا' میں نے فیصلہ بدل دیا۔"

"واہ! کتنی آسانی سے کہہ رہے ہو۔ میں نے دوبار تمہارے گھر فون کیا پھر خود وہاں گئی۔ مگر دروازہ لاکڈ تھا۔ میں سمجھ گئی مجھے دھوکا دے کر یہاں تنہا تفریح کے لئے آئے ہو۔ آخر تم مجھ سے کتراتے کیوں ہو؟"

"تم مجھے کئی برس سے دیکھتی اور سمجھتی آرہی ہو۔ میری کوئی گرل فرینڈ نہیں ہے۔ میں کسی لڑکی سے بات تک نہیں کرتا۔ ہاں تمہاری عزت کرتا ہوں کیونکہ تم میرے سینئر افسر کی بیٹی ہو۔"

"یعنی مجھ میں اور کوئی خوبی نہیں ہے۔ میرے حسن وشباب پر لاکھوں مرتے ہیں اور تمہیں کوئی کشش نہیں ملتی۔ کیا تمہیں احساس ہے کہ اس طرح تم میری انسلٹ کرتے ہو؟"

"انسلٹ کی بات نہیں ہے۔ میں شاعر یا عاشق مزاج نہیں ہوں' الیکٹریکل انجینئر ہوں۔ بجلی کے جھٹکے کھاتا ہوں مجھے حسن کے جھٹکے نہیں لگتے۔"

"تمہاری اس سادگی اور شرافت پر مرتی ہوں اور خوب سمجھتی ہوں کہ شادی کے بعد آخری سانس تک میرے ہی رہو گے' کوئی دوسری حسینہ تمہیں مجھ سے چھین نہیں سکے گی۔"

"پلیز پامیلا! شادی کی بات نہ کرو۔ کلیجا منہ کو آتا ہے۔"

"تم عجیب مرد ہو۔ آخر شادی سے بھاگتے کیوں ہو؟"

"اس لئے کہ میں تمہاری عزت کرتا ہوں۔"

وہ کھلکھلا کر ہنسنے لگی' ہنستے ہنستے بولی "اوہ کارمن! تمہارا بھی جواب نہیں ہے۔ میرے بھولے شہزادے! عورت اپنی عزت آبرو' اپنا سب کچھ اپنے محبوب کو سونپنے کے لئے ہی شادی کرتی ہے۔"

وہ بولا "شادی کا مطلب ہے خوشی۔ اگر عورت اپنی آبرو کسی کے حوالے کرتی ہے تو یہ خوشی کی نہیں شرم کی بات ہے۔"

"اوہ گاڈ! میں تمہیں کیسے سمجھاؤں یہ شرم کی نہیں بلکہ ایک بیاہتا عورت کے لئے فخر کی بات ہے۔ تم اس مسئلے پر بات نہ ہی کرو تو بہتر ہے۔"

"بات کیسے نہ کروں؟ تمہارے ڈیڈی بھی یہی کہتے ہیں' میری بیٹی سے جلدی شادی کرو' میں تمہیں پرائیویٹ الیکٹریکل ڈیپارٹمنٹ کا انچارج انجینئر بنادوں گا۔"

"ٹھیک تو کہتے ہیں۔ ڈیڈی وہاں کے ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ ہیں۔ وہاں ٹرانسفر ہوکر عیش کروگے۔ تنخواہ بڑھے گی' پولیس اور انٹیلی جنس والوں کا تعارف حاصل ہوگا۔"

علی سوچ میں پڑگیا۔ کارمن نے پرائیویٹ الیکٹریکل ڈیپارٹمنٹ کا ذکر کیا تھا لیکن اس وقت علی نے دور تک نہیں سوچا تھا کہ زیرِ زمین خفیہ اڈوں تک جو بجلی کی سپلائی ہوتی ہے اس کا حساب کتاب پرائیویٹ الیکٹریکل ڈیپارٹمنٹ میں رہتا ہوگا۔

بیرا کھانے کی ٹرالی لے آیا تھا اور ان کے درمیان میز پر مختلف ڈشیں رکھ رہا تھا۔ علی کو سوچنے کا موقع مل گیا تھا۔ یہ بات تکلیف دہ تھی کہ اس پرائیویٹ ڈیپارٹمنٹ تک پہنچنے کے لئے پامیلا سے شادی کرنا ہوگی۔ گویا اس خفیہ شعبے کا دروازہ صرف پامیلا ہی کھول سکتی تھی۔

بیرا چلا گیا۔ پامیلا بڑی محبت سے علی کو دیکھ رہی تھی۔ پھر بولی۔ "کارمن! تمہارے جیسے فرشتے کو گناہوں سے بھری ہوئی دنیا میں پیدا نہیں ہونا چاہئے تھا۔ میں تنہائی میں کتنی بار تمہارے قریب آئی۔ تمہیں طرح طرح سے بہک جانے پر آمادہ کرنا چاہا۔ مگر تم مضبوط قوتِ ارادی کے مالک ہو۔ تمہاری یہی خوبیاں مجھے اور دیوانہ بنادیتی ہیں۔"

وہ کچھ نہ بولا' چپ چاپ کھاتا رہا' پامیلا نے پوچھا "کیا تم چاہتے ہو کہ شادی سے انکار کرو اور میرے ڈیڈی میری شادی کسی دوسرے سے کردیں؟"

"ہرگز نہیں۔ میں یہ برداشت نہیں کروں گا کہ شادی کے بعد کوئی دوسرا تمہاری عزت اتارے۔"

وہ اپنی پیشانی پر ہاتھ مار کر بولی "فار گاڈ سیک' عزت کی بات نہ کرو۔ صرف شادی کی بات کرو۔ ویسے تمہاری اس بات سے ظاہر ہوتا ہے کہ تم مجھے اپنی عزت سمجھتے ہو اور مجھے کسی دوسرے کے حوالے ہوتے نہیں دیکھنا چاہتے۔"

علی نے دل میں کہا "میں وہ خفیہ شعبہ کسی دوسرے کے حوالے ہوتے دیکھنا نہیں چاہتا۔ لیکن ترقی پاکر اس شعبے میں ٹرانسفر ہونے کی شرط بہت کڑی ہے۔ میں کیا کروں؟ یہ حسینہ گولڈن برنیز تک پہنچنے کی سیڑھی بن گئی ہے۔"

پامیلا نے پوچھا "کیا سوچ رہے ہو؟"

"سوچتا ہوں' شادی کروں گا تو تمہارے ساتھ وہ......"

وہ بات کاٹ کر بولی "اے خبردار! عزت و آبرو کی بات نہ کرنا ورنہ میں کانچ کی پلیٹ اٹھاکر اپنے سر پر مارلوں گی۔"

"میں دوسری بات کررہا ہوں۔"

"ہاں کرو۔ جی خوش کرنے کی بات کرو۔"

"سوچتا ہوں' اگر میں تمہیں بھگا کر لے جاؤں۔ اس کے بعد..."

وہ پھر بات کاٹ کر بولی "جب شادی ہوسکتی ہے تو بھگا کر لے جانے کی کیا ضرورت ہے؟"

"بھئی فرض کرو' اگر میں بھگا کر لے جاؤں۔"

"چلو فرض کرتی ہوں' پھر؟"

"پھر تمہارے ڈیڈی کیا کریں گے؟"

"تمہارے خلاف کیس کریں گے۔ تمہیں پکڑوائیں گے' جیل بھجوادیں گے۔ وہ اپنی بے عزتی برداشت نہیں کریں گے۔"

"تمہیں بھگا کر لے جانے سے ان کی بے عزتی کیسے ہوگی؟"

"کیسے نہیں ہوگی؟ دنیا کہے گی کہ میں تمہارے ساتھ بھاگ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

جانے کے بعد عزت کے قابل نہیں رہی ہوں۔"
"عزت کے قابل کیوں نہیں رہوگی؟"
"اس لئے کہ بھگا کر لے جانے والا عزت لوٹ لیتا ہے۔"
علی نے پریشان ہوکر کہا "یہی تو سمجھ میں نہیں آتا۔ شادی کرکے لے جانے والا بھی یہی بدمعاشی کرتا ہے پھر دنیا تمہیں عزت کے قابل کیسے سمجھ لیتی ہے۔"
پامیلا نے دونوں مٹھیاں بھینچ کر زور کی چیخ ماری۔ سب لوگ چونک کر اسے دیکھنے لگے۔ وہ اچھل کر کھڑی ہوگئی تھی۔ علی کو گھونسے دکھاکر کہہ رہی تھی "کارمن! میں پاگل ہوجاؤں گی۔ تم پکے بدمعاش ہو۔ بدمعاشوں سے بھری ہوئی دنیا میں سب شریف ہوتے ہیں' بدمعاش وہ ہوتا ہے جو شرافت کی باتیں کرتا ہے۔ میں حیران ہوں کہ تم جوان کیسے ہوگئے ہو۔ اگر جوان نہیں ہوئے ہو تو ماں کی گود سے اٹھ کر میرے پاس کیوں آگئے ہو؟"
لوگ ان کے قریب آرہے تھے۔ ہوٹل کا منیجر دوڑتا ہوا آیا پھر بولا "مس! کیا بات ہے؟ مسٹر! آپ بتائیں 'کیا گڑبڑ ہے؟"
وہ بولی "کوئی گڑبڑ نہیں ہے۔ میرا دماغ چل گیا ہے۔ میں پاگل ہوگئی ہوں۔"
وہ تیزی سے پلٹ کر جانے لگی۔ علی نے فوراً کھانے کا بل ادا کیا پھر ہوٹل کے احاطے سے باہر نکل آیا۔ وہ سمندر کی طرف منہ کئے کھڑی تھی اور ٹشو پیپر سے آنسو پونچھ رہی تھی۔
وہ قریب آکر بولا "تمہیں مجھ پر غصہ آرہا ہے۔ لیکن تم سے زیادہ مجھے اپنے آپ پر غصہ آرہا ہے کہ میں نے تمہیں رلادیا۔"
وہ کوئی جواب دیے بغیر ایک طرف جانے لگی۔ وہ پیچھے چلتے ہوئے بولا "ویسے یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ میری باتوں میں کون سی بات نے تمہیں رلادیا ہے۔"
اس نے دانت پیستے ہوئے گھوم کر اسے دیکھا۔ کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا پھر سوچا' اس بھولے نوجوان سے کچھ کہے گی تو اس کا جواب سن کر پھر کھوپڑی گھوم جائے گی۔ اس نے ہونٹوں کو سختی سے بھینچ لیا پھر پلٹ کر جانے لگی۔
سمندر کے ساحل پر دور تک بڑی بڑی سرچ لائٹس کی روشنیاں پہنچ رہی تھیں۔ رات کو بھی دن کا سماں تھا۔ علی سوچ رہا تھا' اگر یہ ناراض ہوگئی تو اس کا باپ بھی ناراض ہوجائے گا پھر اس کی ترقی نہیں ہوگی۔ وہ خفیہ شعبے تک نہیں پہنچ پائے گا۔
وہ کسی حسینہ کے ساتھ نہیں چلتا تھا۔ کجا یہ کہ اس کے پیچھے چل رہا تھا۔ اپنے مقصد کے لئے مزاج کے خلاف اس کا پیچھا کررہا تھا۔ اس نے کبھی کسی روٹھی ہوئی حسینہ کو نہیں منایا تھا۔ اب سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ بگڑتا ہوا کام بنانے کے لئے اسے کیسے منائے؟
وہ بڑی دور تک آگے پیچھے چلتے رہے۔ ساحل کی رونق پیچھے رہ گئی۔ ادھر ایسی عورتوں اور مردوں کا میلہ لگا ہوا تھا جو دولتمند نہیں تھے' سستی عیاشی کے لئے پولیس والوں کو کچھ دے کر ویران ساحل آباد کرتے تھے۔ پامیلا اور علی کو آگے پیچھے چلتے دیکھ کر کچھ بدمعاش بھی ساتھ چلنے لگے۔ ایک نے علی سے پوچھا "کیا بات ہے جوان! بہت دور سے پیچھا کرتے آرہے ہو۔ یہ تم سے نہیں ہم سے پھنسے گی۔ تم جاؤ۔"
علی اسے ایک طرف دھکا دے کر آگے بڑھتے ہوئے بولا "کیوں تماشا بنارہی ہو' واپس چلو۔"
دھکا کھانے والے نے علی پر چھلانگ لگائی۔ علی ایک طرف ہٹ گیا۔ وہ ریت پر اوندھے منہ گر پڑا۔ دو بدمعاشوں نے پامیلا کو دونوں طرف سے پکڑلیا۔ تیسرے نے علی پر حملہ کرنا چاہا مگر اس سے پہلے ہی منہ پر گھونسا کھاکر چکرا گیا۔ فولادی ہاتھ نے آنکھوں کے سامنے اندھیرا کردیا تھا۔
وہ دونوں پامیلا کو چھوڑ کر اس کی طرف لپکے۔ مگر اتنی تیزی سے مار کھاتے گئے کہ سنبھلنے کا موقع نہیں ملا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ انسانی ہاتھ مشین کی سی تیزی سے چل سکتے ہیں۔ وہ ریت پر ایسے گرے کہ پھر اٹھ نہ سکے۔
پامیلا حیرانی سے علی کو دیکھ رہی تھی۔ اس نے صرف ایک منٹ میں میدان صاف کردیا تھا۔ وہاں اور بھی بدمعاش تھے۔ دور سے تماشا دیکھ کر جانے لگے۔ سمجھ گئے' وہ حسینہ مہنگی پڑے گی۔
وہ قریب آکر بولی "ڈیڈی نے بتایا تھا کہ تم اے ون اسپورٹس مین ہو مگر میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اتنے زبردست ہو۔"
وہ اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی "تم مجھے پاگل کئے جارہے ہو۔ آئی لَو یو۔ لَو یو۔ لَو یو....."

ساحل کی ہوائیں بولنے لگیں "آئی لو یو۔ لو یو....."
سمندر کی موجیں انگڑائیوں کی اٹھان پر کہنے لگیں "آئی لو یو۔ لو یو....."

اب سے پہلے زرانما نے اسے تہذیب کی جنت سے نکالا تھا۔ ان دنوں وہ خود کو بھول چکا تھا۔ اور اب خود کو پہچان لینے کے بعد بھی رانما کی نہ بھولنے والی ملاقاتیں یاد آرہی تھیں اور ان یادوں کو پامیلا تازہ کررہی تھی۔

اس نے پامیلا کے بازو کو پکڑا پھر اسے کھینچ کر لے جاتے ہوئے بولا "گناہ اور ثواب کے درمیان کچھ تو فاصلہ رکھو۔ عزت دار باپ کی بیٹی ہو' اپنی عزت آپ کرو۔ ورنہ دو کوڑی کی ہو جاؤ گی۔"
وہ اسے کھینچتا ہوا لے جارہا تھا۔ پامیلا کو اس کا انداز اچھا لگ رہا تھا۔ وہ خوش ہوکر سوچ رہی تھی "آخر مجھے اپنی سمجھ کر ہی گھسیٹ رہا ہے۔ میرا چاہنے والا بدمعاش نہیں ہے۔ اس پر فخر کرنا چاہئے۔"
اور علی دل میں کہہ رہا تھا "یا خدا! مجھے اپنا مقصد پورا کرنے دے۔ تب تک اس لڑکی کو اپنی عزت رکھنا سکھادے۔ میرا کام ہوتے ہی میں کارمن کو واپس بھیج دوں گا۔ وہ اس لڑکی سے نمٹتا رہے گا۔"

وہ ایسی دعائیں مانگنے کے باوجود یہ سمجھ رہا تھا کہ فی الحال کامیابی کا زینہ صرف پامیلا ہی ہے۔ اس سے نجات ممکن نہیں ہے۔ وہ دونوں ساحل کے ایک اوپن ریستوران میں آئے۔ وہاں کھانے کا آرڈر دیا پھر پامیلا نے کہا "میں اچھی طرح جانتی ہوں' تم مجھے دل کی گہرائیوں سے چاہتے ہو۔ مگر یہ اب تک نہ جان سکی کہ شادی سے کیوں کتراتے ہو؟"
"پلیز' ہم شادی کی بات پھر کسی دن کریں گے۔"
"اسے بھی شادی سے کترانا کہتے ہیں۔"
ویٹر کھانا لے کر آگیا۔ تھوڑی دیر خاموشی رہی۔ اسی وقت لیلیٰ نے آکر کوڈورڈز ادا کئے' وہ بولا "میرے سامنے پامیلا بیٹھی ہے۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ پامیلا کے سامنے پارس ہوتا۔"
لیلیٰ نے ہنستے ہوئے کہا "تم لڑکیوں سے اتنا گھبراتے کیوں ہو؟ ان سے دور رہنا اچھی بات ہے لیکن اہم مقاصد اور ذمے داریاں پوری کرنے کے لئے دوستی کرنا اور انہیں برداشت کرنا چاہئے۔"
بیرا کھانے کی ڈشیں رکھ کر چلا گیا۔ علی نے کہا "پامیلا! میں کھانے کے دوران خاموش رہوں گا اور شادی کے مسئلے پر غور کرتا رہوں گا۔ اس لئے کھانا ختم ہونے تک مخاطب نہ کرنا۔"
وہ بولی "میری دعا ہے کہ تم غور کرو اور معقول فیصلہ کرو۔ میں خاموشی سے انتظار کروں گی۔"
کھانا شروع ہوگیا۔ دونوں خاموش رہے' لیلیٰ نے کہا "کارمن نے بتایا ہے کہ پرائیویٹ رہائش گاہوں' سرکاری اور فوجی خفیہ اڈوں میں جو بجلی پہنچائی جاتی ہے اس کا حساب کتاب بجلی کے خفیہ شعبے میں رہتا ہے۔ وہاں پامیلا کا باپ ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ ہے۔"
"کیا پامیلا کے باپ پر تنویمی عمل کرکے اسے معمول نہیں بنایا جاسکتا؟"
"نہیں۔ کارمن نے بتایا ہے کہ وہ حساس دماغ کا مالک ہے۔ کئی منٹ تک سانس روک لیتا ہے۔ اسرائیلی حکومت یا گولڈن برینز نے کچھ سوچ کر ہی اسے وہاں کا ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ بنایا ہے۔"
علی نے کہا "وہ چاہتا ہے' میں اس کی بیٹی سے شادی کروں پھر وہ میرا ٹرانسفر خفیہ شعبے میں کرائے گا۔"
"اس طرح تمہیں تمام خفیہ ریکارڈز کو پڑھنے کا موقع ملے گا۔ تمام تفصیلات معلوم ہوں گی کہ خفیہ اڈے کہاں کہاں ہیں۔ ان ہی میں سے کوئی خفیہ اڈا گولڈن برینز کا ہوگا۔"
"جی ہاں' ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہوجائیں گے۔ لیکن میں شادی کیسے کروں؟"
"جیسے سب کرتے ہیں۔"
"امی! کچھ تو سوچیں۔ شادی کے بعد وہ میری بیوی بن جائے گی۔ ہمارا مقصد حاصل ہونے میں دیر ہوئی تو وہ میرے بچے کی ماں بن جائے گی۔ پھر ایک دن ایسا آئے گا کہ مجھے کارمن کا چولا اتار کر اس ملک سے جانا ہوگا۔ کیا میں یہاں بیوی بچوں کو چھوڑ کر جاؤں گا؟"
"درست کہتے ہو۔ یہ عمل تہذیب اور انسانیت کے خلاف ہوگا۔ ویسے بات بن سکتی ہے۔ جب تم اسے چھوڑ کر چلے جاؤ گے تب میں پامیلا کو تمہاری حقیقت بتادوں گی۔ اگر وہ تم سے سچا پیار کرتی ہے تو اپنا ملک چھوڑ کر تمہارے پاس چلی آئے گی۔"
"کیا وہ میرے پاس آکر اسلام قبول کرلے گی؟ میری اولاد کو مسلمان بننے دے گی یا اسے یہودی بناکر رکھے گی؟ کیا یہ الزام نہیں آئے گا کہ ایک مسلمان نے یہودی بن کر اسے دھوکا دیا اور اب وہ پیار سے مجبور ہوکر اسلام قبول کررہی ہے۔ جبکہ اسلام میں کسی بہانے سے بھی کسی پر جبر نہیں کیا جاتا۔"

"بیٹے! تمہاری شرافت اور دینداری نے مجھے الجھادیا ہے۔ میں اس مسئلے پر سسر سے بات کرنے جارہی ہوں۔ ماشاءاللہ تم بہت ذہین ہو۔ اپنے طور پر کوئی ایسا راستہ نکالو کہ کسی الجھاوے کے بغیر ہمارا مقصد پورا ہوجائے۔"
لیلیٰ سونیا سے مشورہ کرنے چلی گئی۔ علی سوچنے لگا۔ کیا کیا جائے؟ بات کہاں آکر اٹک رہی ہے؟
ذہن پر ذرا زور ڈالنے سے سمجھ میں آیا۔ بات حیا اور شرافت پر آکر اٹک رہی ہے۔ اگر پامیلا کی حیا برقرار رہے۔ اس کی عزت پر آنچ نہ آئے اور گولڈن برینز تک رسائی ہوجائے تو ضمیر مطمئن رہے گا۔ وہ آہستہ آہستہ کھارہا تھا اور سوچ رہا تھا۔ پامیلا کھانے کے دوران نظریں اٹھاکر دیکھتی تھی۔ پھر اس انتظار میں چپ رہتی تھی

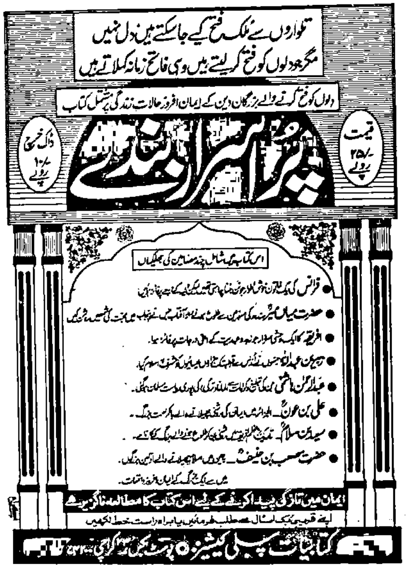

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کہ کھانے کے بعد کارمن اس کے حق میں فیصلہ سنائے گا۔

اور وہ بیچارہ الجھا ہوا تھا۔ پیچیدہ مسئلے کا اونٹ کسی کروٹ نہیں بیٹھ رہا تھا۔ لیلیٰ نے آکر کہا "مسٹر کو تم پر اندھا اعتماد ہے۔ وہ کہتی ہیں، علی کی ذہانت ایسے ہی وقت گل کھلاتی ہے جب سارے راستے بند ہو جاتے ہیں اور تمام سہارے ساتھ چھوڑ دیتے ہیں۔ میں مسٹر کے حکم سے تمہارا ساتھ چھوڑ رہی ہوں۔ ایک گھنٹے بعد آؤں گی۔"

وہ چلی گئی۔ وہ تنہا اور بے سہارا رہ گیا۔ پامیلا اسے بے چینی سے دیکھ رہی تھی۔ اس نے کھانا ختم کیا پھر نیپکن سے ہونٹوں اور باچھوں کو صاف کرتے ہوئے بیرے سے کہا "کافی لے آؤ۔"

وہ پلیٹیں اٹھا کر چلا گیا۔ پامیلا نے پوچھا "کیا کافی پینے کے بعد بولنا شروع کرو گے؟ میری جان سولی پر اٹکی ہوئی ہے۔"

"اپنی جان کو سولی سے اتار لو اور میری باتیں غور سے سنو۔"

وہ کرسی کھسکا کر ذرا آگے ہو گئی۔ علی نے کہا "میرا ایک خاندانی مسئلہ ایسا ہے جس کے باعث میں نے سوچ لیا تھا کہ کبھی شادی نہیں کروں گا۔ اگر کوئی لڑکی میرے دل میں سما جائے گی اور میں شادی پر مجبور ہو جاؤں گا تو شادی سے پہلے اسے اپنا رازدار بناؤں گا۔ کیا میں رازداری کے سلسلے میں تم پر بھروسا کروں؟"

"بے شک۔ میں قسم کھا کر یقین دلاتی ہوں، تمہارا جو بھی راز ہے اسے میں کسی پر ظاہر نہیں کروں گی۔"

"تم قسم نہ کھاؤ، تب بھی میں وہ راز بتاؤں گا کیونکہ تم پہلی لڑکی ہو، جسے میں نے شریک حیات نہ بنایا تو زندگی کی تمام مسرتوں سے محروم ہو جاؤں گا۔ تم نے مجھ پر جادو کر دیا ہے۔"

وہ خوش ہو کر بولی "پہلی بار تمہاری زبان سے اپنے لئے ایسی باتیں سن رہی ہوں۔ تم نے مجھے ہمیشہ کے لئے جیت لیا ہے۔ وہ راز بتاؤ۔"

"وہ...... بات یہ ہے کہ پہلے میں پیدا ہونا نہیں چاہتا تھا۔"

پامیلا نے حیرانی سے پوچھا "اس کا مطلب کیا ہوا؟"

"مطلب یہ کہ میرے والدین شادی کے آٹھ برس تک میرا انتظار کرتے رہے لیکن میں ان کی گود میں نہیں آیا۔"

"یوں کہو نا کہ تمہارے والدین اولاد سے محروم تھے۔"

"ہاں۔ تم نے ربی اسفندیار کا نام سنا ہو گا؟"

"بالکل سنا ہے۔ وہ ہمارے بہت بڑے مذہبی پیشوا تھے۔ ہمارے ملک کے تمام اکابرین ان کے سامنے سر جھکاتے تھے۔ وہ غیب کی باتیں بتایا کرتے تھے۔ دشمن فرہاد علی تیمور نے اس بزرگ ہستی کو مار ڈالا۔"

"میرے والدین اولاد کی تمنا لے کر ان ہی بزرگ ربی اسفندیار کے پاس گئے تھے۔ بزرگ نے میرے والدین کے لئے دعا کی۔ انہیں کچھ ضروری ہدایات دیں۔ پھر کہا کہ اگر ہدایات پر عمل کیا گیا تو اولاد کی تمنا پوری ہو گی۔"

پامیلا نے کہا "اور تمنا پوری ہو گئی، تم پیدا ہوئے۔ مگر اس میں راز کی کیا بات ہے؟"

"وہی بتا رہا ہوں۔ ذرا تحمل سے سنو۔ میرے والدین مجھے لے کر بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ وہ میرے مستقبل کا حال بتائیں۔ بزرگ کی پیش گوئیاں اکثر درست ہوا کرتی تھیں۔ انہوں نے میرا زائچہ بنا کر کہا 'اسے کارمن کہا کرو۔ یہ بڑے نصیبوں والا ہے۔ آخری عمر تک خوشحال رہے گا۔ اس کی زندگی میں صرف ایک ہی بری گھڑی آئے گی، جب یہ شادی کرے گا۔"

پامیلا کرسی پر سیدھی ہو کر بیٹھ گئی پھر بولی "اس کا مطلب یہ ہے کہ شادی نہیں کرو گے تو بری گھڑی ٹل جائے گی۔"

"یہ مطلب نہیں ہے۔ بزرگ نے کہا تھا مجھے جوان ہو کر شادی ضرور کرنا چاہئے۔ اگر نہیں کروں گا تو وہ لڑکی مر جائے گی جس سے شادی نہیں کروں گا اور اگر کروں گا تو میں مر جاؤں گا۔"

"اوہ گاڈ! آج میں پاگل ہو جاؤں گی۔ کیا تم سنجیدہ ہو؟"

"پامیلا! میری سنجیدگی پر شبہ نہ کرو۔ میں اس ملک کے عظیم مذہبی پیشوا کی پیش گوئی بیان کر رہا ہوں۔ کیا تم یہودی ہو کر ربی اسفندیار کی سچائی سے انکار کرو گی۔"

وہ جلدی سے انکار میں سر ہلا کر بولی "نہیں۔ میں نے شبہ کیا، بہت بڑی غلطی کی۔ خدا مجھے معاف کرے۔ لیکن یہ تو عجیب مسئلہ ہے۔ شادی کرو گے تو تم مر جاؤ گے۔ نہیں کرو گے تو میں مر جاؤں گی۔"

"اسی مسئلے نے میرے والدین کو پریشان کیا تھا۔ انہوں نے بزرگ پیشوا کے پاؤں پکڑ لئے۔ گڑگڑا کر کہا۔ ہم اپنی اولاد کی زندگی کے ساتھ ہونے والی بہو کی بھی سلامتی چاہتے ہیں۔ آپ خدا کے برگزیدہ بندے ہیں۔ ہماری اولاد کے لئے دعا کریں۔ اس مسئلے کا کوئی حل بتائیں۔ انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ ہماری خاطر ایک ہفتہ تک خصوصی عبادت میں مصروف رہیں گے، شاید خدا ہم پر مہربان ہو جائے۔ میرے والدین سلامتی کی امیدیں لئے واپس آ گئے۔"

علی نے ایک گہری سانس لی۔ پامیلا نے پوچھا "آگے بولو جلدی بولو۔"

"ایک ہفتے بعد بزرگ نے کہا، اس مسئلے کا ایک ہی حل ہے۔ کارمن کو اور اس کی بیوی کو ایک آزمائش سے گزرنا ہو گا۔"

پامیلا نے بے چینی سے پوچھا "کیسی آزمائش؟"

"بزرگ نے فرمایا۔ شادی کی پہلی رات سے چالیسویں رات تک میاں بیوی کو الگ الگ کمرے میں سونا ہو گا۔ چالیس راتوں کے بعد دلہا دلہن کے سروں پر منڈلانے والا منحوس ستارہ ہمیشہ کے لئے بجھ جائے گا۔ پھر وہ دونوں سو برس تک جئیں گے اور بچے، بچے پر بچے پیدا کرتے رہیں گے۔"

پامیلا اپنے دھڑکتے ہوئے دل پر ہاتھ رکھ گہری گہری سانسیں یوں لے رہی تھی جیسے کسی بہت بڑی مصیبت سے نکل کر آئی ہو۔ میں نے کہا "یہ ہے میرا دردناک مسئلہ۔"

"تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا؟"

"بزرگ نے سختی سے منع کیا تھا اور کہا تھا، کارمن صرف اسی لڑکی کو راز بتائے گا جسے دل و جان سے چاہے گا۔ پہلے تو میں نے کوشش کی کہ تم سے محبت نہ کروں۔ مگر جب تم دل میں جگہ بناتی گئیں تو یہ خیال پریشان کرنے لگا کہ شادی نہیں کروں گا تو تمہاری جان جائے گی اور میں تمہیں مرتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا تھا۔"

وہ بولی "یہ اطمینان ہے کہ مسئلے کا ایک حل موجود ہے۔ لیکن آزمائش بہت سخت ہے۔ کیا تم میرے بغیر چالیس راتیں گزار لو گے؟"

"یہی سوال میں تم سے کرتا ہوں۔"

"میں سوچتی تھی، شادی کے بعد تمہارے بغیر ایک پل نہیں گزاروں گی لیکن تم جان کی بازی لگا کر مجھ سے شادی کرو گے۔ اگر میں نے جذبات کو نہ مارا اور ایک کمرے میں رہنے کی آرزو کی تو تم زندگی سے محروم ہو جاؤ گے۔ میں تمہیں ہمیشہ کے لئے کھو دوں گی۔ لہٰذا تمہیں ہمیشہ حاصل کرتے رہنے کے لئے میں چالیس راتوں کی جدائی برداشت کر لوں گی۔ آزمائش پوری ہونے تک میکے میں رہوں گی۔"

"نہیں پامیلا! بزرگ نے کہا تھا ہماری ازدواجی زندگی کا مسئلہ راز میں رہے۔ کسی پر ظاہر نہ ہو۔ تم میکے میں رہو گی تو یہ راز تمہارے والدین اور دنیا والوں پر ظاہر ہو جائے گا۔"

"اوہ گاڈ! یہ تو واقعی سخت آزمائش ہے۔ ہم ایک دوسرے کے سامنے رہیں گے اور دور سے ایک دوسرے کو دیکھ کر ترستے رہیں گے۔ ایک گھر میں رہ کر الگ الگ کمرے میں سوئیں گے۔"

"ہاں ایسی ہی پابندیوں اور سختیوں سے گزرنے کا نام آزمائش ہے۔"

وہ منہ نا[illegible] نے لگی۔ بہت پریشان نظر آرہی تھی۔ علی[illegible] نے بل ادا کیا پھر اٹھ کر اس کے پاس آیا۔ وہ بھی اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اس نے ساتھ چلتے ہوئے کہا "اب تم سمجھ سکتی ہو۔ میں اس لئے تم سے دور رہتا تھا اور باتیں بنا کر شادی کا مسئلہ ٹال دیا کرتا تھا۔"

"ہاں، اب تمہاری مجبوری سمجھ میں آ رہی ہے۔"

"میں نے تم سے محبت کر کے ظلم کیا ہے۔ تم آزمائش میں پڑ گئی ہو۔"

"محبت میں بڑی بڑی آزمائشوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ ایک یہ بھی سہی۔ میں ابھی سے خود کو ذہنی طور پر اس کے لئے آمادہ کرتی رہوں گی۔"

وہ باتیں کرتے ہوئے کار کے پاس آئے۔ اس نے پوچھا "کیا اپنی گاڑی لائی ہو؟"

"نہیں۔ ٹیکسی میں آئی تھی۔ کیا ہم کار میں ایک ساتھ بیٹھ سکتے ہیں؟"

"کیسی باتیں کرتی ہو۔ ایک ساتھ بیٹھ سکتے ہیں۔ ایک گھر میں رہ سکتے ہیں۔ ایک دوسرے کے کام آ سکتے ہیں۔ شرط اتنی سی ہے کہ ہمارے درمیان کم از کم ایک بالشت کا فاصلہ رہے۔"

وہ اگلی سیٹ پر بیٹھ کر بولی "یعنی ہماری نظریں مل سکتی ہیں۔ ہاتھ نہیں مل سکتے۔ دل مل سکتے ہیں، جسم نہیں مل سکتے۔"

وہ اسٹیئرنگ سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا۔ کار کو اسٹارٹ کر کے آگے بڑھایا پھر بولا "تم اس مسئلے پر زیادہ نہ سوچو۔ شادی کے بعد تمہیں زیادہ پریشان دیکھوں گا تو چالیس راتوں کی پابندی توڑ کر تمہارے کمرے میں آ جاؤں گا۔"

"ہرگز نہیں۔ میں اپنے جذبات کو آگ لگا دوں گی۔ ہر خواہش کو کچل دوں گی۔ لیکن تمہاری ہلاکت کا سبب نہیں بنوں گی۔ تم ہو تو سارا جہان ہے۔ میں تمہارے بغیر زندہ نہیں رہوں گی۔"

وہ اس کی طرف جھک کر اس کے شانے پر سر رکھنا چاہتی تھی پھر ایک بالشت کا فاصلہ یاد آ گیا۔ وہ جلدی سے سیدھی ہو کر ونڈ اسکرین کے پار دیکھنے لگی۔ اپنے مکان کے سامنے پہنچ کر اس نے کہا۔ "پلیز جتنی جلدی ممکن ہو، شادی کر لو، جتنی جلدی شادی ہو گی اتنی جلدی وہ چالیس راتیں گزرتی رہیں گی۔ دیر ہو گی تو یہ آزمائش پہاڑ لگتی رہے گی۔"

وہ اپنے طور پر درست کہہ رہی تھی۔ علی اپنے طور پر سوچ رہا تھا، جتنی جلدی شادی ہو گی، اتنی ہی جلدی خفیہ شعبے میں قدم رکھنے کا موقع ملے گا۔ اس نے کہا "پامیلا! میں تم سے زیادہ بے چین ہوں۔ چلو میں ابھی تمہارے والدین سے معاملہ طے کروں گا۔"

وہ اس کے ساتھ کوٹھی کے اندر آیا۔ اس کے والدین ڈرائنگ روم میں موجود تھے۔ انہوں نے بڑی محبت سے علی کا استقبال کیا۔ اس کی ممی نے کہا "بیٹے کارمن! ابھی تمہارا ہی ذکر ہو رہا تھا۔ سچ پوچھو تو آج کے دور میں تمہارے جیسا نیک لڑکا نظر نہیں آتا۔ نہ شراب پیتے ہو، نہ سگریٹ اور نہ ہی کسی لڑکی سے محبت کرتے ہو۔"

پامیلا کے ڈیڈی راجر موس نے کہا "لیکن ایک برائی ہے۔ تم شادی سے کتراتے ہو۔"

علی نے کہا "سر! یہ بات نہیں ہے۔ میں دور کی سوچتا ہوں۔ میری محدود تنخواہ ہے۔ چھوٹا سا بنگلا ہے۔ پامیلا دلہن بن کر آئے گی تو محدود تنخواہ میں پامیلا کی ضرورتیں کیسے پوری کروں گا۔ شادی کے بعد خاندان بڑھتا رہے گا تو بنگلا چھوٹا پڑ جائے گا۔"

راجر موس نے کہا "یہ تو کوئی پرابلم نہیں ہے۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ تمہیں ترقی دلا کر اپنے شعبے میں لے آؤں گا۔ وہاں تمہیں ماہانہ دس ہزار شیکال کی آمدنی ہو گی۔ تمہیں رہائش کے لئے ایک بڑی کوٹھی ملے گی۔ میں نے تمہارے پروموشن اور ٹرانسفر آرڈر کے کاغذات تیار رکھے ہیں۔ میں کل صبح یہ کاغذات لے کر خود متعلقہ وزیر کے پاس جاؤں گا۔ شام سے پہلے کاغذات پر دستخط کرا کے لے آؤں گا۔ پرسوں سے تم میرے شعبے میں اپنی ڈیوٹی کا چارج سنبھال لو گے۔"

"تھینک یو سر! آپ میرے لئے بہت کچھ کر رہے ہیں۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"میں تم سے کہتا ہوں میری بیٹی سے شادی کرو۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں زبردستی کر رہا ہوں۔ میری بیٹی کے لئے بے شمار رشتے آتے رہتے ہیں۔ دراصل میرا خفیہ شعبہ بہت اہم ہے۔ وہاں بڑی بڑی سفارش کے باوجود کسی کو ملازمت نہیں ملتی۔ جسے ملازمت دی جاتی ہے۔ اس کی بڑی سخت نگرانی ہوتی ہے۔ پچھلے چھ برسوں میں تمہاری سختی سے نگرانی ہوتی رہی۔ تمہارے متعلق ہر طرح سے اطمینان حاصل کیا گیا۔ آخر میں فیصلہ ہوا کہ میں تمہاری ضمانت لوں تو تمہیں اس شعبے میں منتقل کر دیا جائے گا۔ میں انہیں یقین دلانا چاہتا ہوں کہ تم میرے ماتحت ہی نہیں داماد بھی ہو۔ اس لئے قابلِ اعتماد ہو اور اسی لئے میں نے تمہاری ضمانت لی ہے۔"

"سر! میں آپ کے طریقۂ کار کو اچھی طرح سمجھ گیا ہوں۔ آج اسی لئے حاضر ہوا ہوں کہ جلد سے جلد شادی ہو جائے۔"

می نے کہا "یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے۔"

علی نے پوچھا "کیا یہ شادی کل ہو سکتی ہے؟"

"کل! اتنی جلدی؟"

"کیا حرج ہے۔ میں زیادہ دھوم دھام اور نمائش نہیں چاہتا' بس سادگی سے پامیلا کو دلہن بنا کر لے جانا چاہتا ہوں۔"

پامیلا خوش ہو گئی۔ مسکراتی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔ راجر موس نے کہا "ہمیں رشتے داروں کو اور بڑے بڑے افسران کو انوائٹ کرنا ہوگا۔ اس میں وقت لگے گا۔"

"دعوت نامے کی تیاری میں وقت لگے گا۔ اس کی کیا ضرورت ہے' ابھی سے فون پر انوائٹ کریں۔ رشتے داروں اور افسروں سے کہیں یہ سرپرائز میرج ہے۔ آپ سرپرائز دیں گے تو یہ نئی بات ہوگی' لوگ انجوائے کریں گے۔"

پامیلا نے دروازے پر آکر باپ سے کہا "ڈیڈی! نو آر گومنٹس' میں چائے لا رہی ہوں۔"

باپ نے قہقہہ لگایا پھر کہا "دلہا دلہن محاذ بنا کر آئے ہیں۔ ہماری نہیں چلے گی۔ پامیلا کی می! تم کیا کہتی ہو؟"

"جو بیٹی نے کہہ دیا وہی ڈن ہے۔"

راجر موس ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگا۔ چائے آنے تک اس نے کئی رشتے داروں کو سرپرائز میرج کی خوشخبری سنائی اور انہیں شادی میں شریک ہونے کی دعوت دی۔ علی چائے پی کر رخصت ہوا۔ پامیلا اس کے ساتھ کار تک آئی اور بولی "آج تم نے ساری دنیا کی مسرتیں مجھے دی ہیں۔ اگر پابندی نہ ہوتی تو میں تمہیں اپنی دھڑکنوں سے لگا کر پیار کی انتہا کر دیتی۔"

وہ کار میں بیٹھتے ہوئے بولا "کل پہلی رات ہوگی۔ ہم کل سے ایک ایک رات کا حساب کریں گے۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے چالیس راتیں گزر جائیں گی۔ آج آخری بار گڈ نائٹ کہہ رہا ہوں۔ کل سے الوداعی شب بخیر کہنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔"

وہ کار اسٹارٹ کرکے کوٹھی کے احاطے سے باہر آیا۔ لیلیٰ نے آکر کہا "میں بڑی دیر سے پامیلا کے دماغ میں تھی۔ اس کے خیالات پڑھ کر پتا چلا' تم نے شادی کے بعد بھی پامیلا کی عزت برقرار رکھنے کے لئے بڑی ذہانت کا ثبوت دیا ہے۔ واقعی تمہاری دانائی کو خوب سمجھتی ہیں۔"

وہ بولا "امی! اب میرا ضمیر مطمئن ہے۔ میں اسے محبت فریب دے رہا ہوں لیکن یہ فریب اُس کی حیا کی سلامتی کے لئے ہے۔"

"شاباش بیٹا! تم آج کے جوانوں کے لئے روشنی کا مینار ہو۔ خدا تمہیں صحت' سلامتی اور خوشحالی دیتا رہے' آمین!"

"امی! کل شادی ہوگی۔ پرسوں خفیہ شعبے میں میری ڈیوٹی شروع ہوگی۔ آپ کی مصروفیات بڑھ جائیں گی۔ یہاں ہمارے جاسوس ہیں انہیں الرٹ رہنے کو کہہ دیں۔ کسی وقت بھی کسی ضرورت پڑ سکتی ہے۔"

یہ وہی علی تھا' جس نے غیر معمولی ذہانت سے کھلونوں کے ذریعے ٹرانسفارمر مشین کو تباہ کیا تھا اور پھر ایک بار اُس کی حکمتِ عملی بتا رہی تھی کہ جلد یا بہ دیر وہ گولڈن برینز کی شہ رگ تک پہنچنے والا ہے۔

O☆O

چودھری حاکم علی حاکم آگیا تھا اور جوان بیٹے کی موت کا سوگ منا رہا تھا۔ ایسے وقت صوفیہ رنگین لباس پہن کر ہنستی مسکراتی تفریح کے لئے جایا کرتی تھی۔ اس کے ساتھ پارس ہوتا تھا۔ چودھری نے غصے سے پوچھا "تمہیں شرم نہیں آتی؟ جوان بھائی کی موت پر خوشیاں منا رہی ہو۔"

"جان کا دشمن مرجائے تو خوشی ہوتی ہے' افسوس نہیں ہوتا۔ آپ پولیس کی رپورٹ اور سپیرے کا بیان سن چکے ہیں۔ آپ کا بیٹا جس سانپ سے مجھے ہلاک کرانا چاہتا تھا خود اسی سے حرام موت مر گیا۔"

"یہ جھوٹ ہے۔ تم سب میرے بیٹے کے دشمن ہو۔ یا میں نے کسی کا برا نہیں چاہا۔ کسی سے دشمنی نہیں کی۔ پھر لوگ میرے دشمن کیوں بن جاتے ہیں؟"

اکثر لوگ اپنی مصیبت کے وقت بھول جاتے ہیں کہ دوسروں کے لئے کس طرح مصیبت بنتے رہے ہیں۔ یا دنیا والوں کو سنانے کے لئے کہتے ہیں کہ انہوں نے کبھی کسی کا برا نہیں چاہا۔ لوگ ان کا برا چاہتے ہیں۔

صوفیہ نے کہا "دواؤں میں نشہ آور چیزوں کی ملاوٹ کیا یہ دشمنی نہیں ہے؟ کیا آپ فرہاد سے دشمنی کے لئے لندن نہیں گئے تھے؟ کیا یہودیوں نے آپ کی خاطر فرہاد کو پاکستان سے نکالنے کے لئے ان کی معصوم بھانجی کو قتل نہیں کیا؟"

"نہیں بیٹی نہیں۔ اس معصوم لڑکی کا قتل میری مرضی سے نہیں ہوا ہے۔ اپنے فرہاد کو' اپنے پاپا کو بلاؤ۔ میں اپنی غلطیوں کی معافی مانگنا چاہتا ہوں۔ اگر تم نے اس کی معافی نہیں دلائی تو وہ میرے بیٹے کے بعد مجھے بھی مار ڈالے گا۔ کیا تم یتیم کہلانا چاہتی ہو؟"

"میں پاپا کو نہیں بلا سکتی۔ کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں رہتے ہیں۔ ویسے انہوں نے مجھ سے کہا تھا اگر آپ ان کی چند شرائط پر عمل کریں گے تو پھر وہ آپ کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کریں گے۔"

"وہ شرائط کیا ہیں؟"

"پہلی شرط یہ کہ جس طرح آپ نے لندن میں اپنے اکاؤنٹ کی تمام رقم نکال کر میرے اکاؤنٹ میں جمع کر دی ہے۔ اسی طرح یہاں کے بینک سے اپنی تمام رقم نکال کر میرے حساب میں جمع کر دیں۔"

وہ غصے سے بولا "تو میری بیٹی نہیں ہے۔ فرہاد سے مل کر مجھے لوٹ رہی ہے۔ اری کچھ تو خیال کر' میں نے تجھے پیدا کیا ہے۔"

"آپ نے نہیں ممی نے پیدا کیا ہے۔"

"مگر دودھ تو میں نے پلا کر پرورش کی ہے۔ میرا مطلب ہے فیڈر سے دودھ پلایا ہے۔ اعلیٰ تعلیم دلائی ہے۔ تجھے ڈاکٹر بنایا ہے۔ کیا اسی دن کے لئے کہ دشمن سے مل کر مجھے تباہ و برباد کر دے۔"

"اس کا مطلب ہے' آپ پاپا کی کوئی شرط نہیں مانیں گے؟"

"یہ تو مجھے بالکل ہی کنگال بنا دینے والی شرط ہے۔ میری دولت جائداد ہاتھوں سے نکل جائے گی تو میں کیا کروں گا؟ کیا بھیک مانگوں گا۔"

"میں آپ کی ضروریات پوری کروں گی۔ آپ دنیا داری چھوڑ کر ذکر اللہ میں مصروف رہا کریں گے۔"

"اچھا' مجھے اللہ والا بنانا چاہتی ہے۔ چل بھاگ یہاں سے۔ فرہاد نے تجھے بیٹی بنایا ہے۔ اس رشتے سے وہ میرا بھائی ہوا۔ میں اپنے بھائی جان سے خود ہی بات کروں گا۔ بھائی بھائی کو معاف کر دیتا ہے۔"

اسی وقت احاطے میں کسی گاڑی کی آواز سنائی دی۔ چودھری نے ناگواری سے کہا "مجھے کہتے ہوئے شرم آتی ہے۔ وہ تمہارا عاشق آیا ہوگا۔"

"اس کا نام عاشق نہیں طارق ہے۔"

صوفیہ نے کھڑکی کے پاس آکر دیکھا۔ ایک ویگن کار سے تین اجنبی باہر آرہے تھے۔ وہ پلٹ کر بولی "شاید آپ سے کچھ لوگ ملنے آرہے ہیں۔"

وہ بولا "میں ایسے ملنے والوں سے تنگ آگیا ہوں۔ میرے بیٹے کے پرسے کے لئے آتے ہیں اور خوب کھا پی کر چلے جاتے ہیں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی دروازہ ایک زوردار دھماکے جیسی آواز کے ساتھ ٹوٹ کر کھل گیا۔ وہ تینوں اندر آگئے۔ چودھری نے پوچھا "کون ہو تم لوگ؟ دروازہ توڑ کر کیوں آئے ہو؟"

ایک نے کہا "چودھری صاحب' ہم آپ کے خادم ہیں۔ دروازہ اس لئے توڑا ہے کہ آپ کے یا صوفیہ کے دماغ میں فرہاد موجود ہے تو وہ ہماری طاقت کا اندازہ کرلے۔ میں نے صرف ایک لات مار کر اسے توڑا ہے۔ ہم یوگا کے ماہر ہیں۔ فرہاد کو چیلنج کرتے ہیں کہ ہمارا کچھ بگاڑ سکتا ہے تو بگاڑ کر دکھائے۔"

چودھری نے خوش ہو کر پوچھا "رحمت کے فرشتو! تم کون ہو؟ کیا اتنے طاقت ور ہو کہ فرہاد تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا؟"

"چودھری صاحب! آج سے وہ آپ کو بھی کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ ہم تینوں آپ کے باڈی گارڈز ہیں۔"

"تم لوگ میری حفاظت کیسے کرو گے؟ وہ تو میرے اندر آتا ہے۔"

"وہ آپ کو پریشان کرے گا' ہم اس کی منہ بولی بیٹی صوفیہ کو پریشان کریں گے۔ وہ آپ سے کاروبار اور دواؤں کا فارمولا چھین کر صوفیہ کو دے گا' ہم یہ سب کچھ صوفیہ سے چھین لیں گے۔ وہ آپ کو قتل کرنا چاہے گا' ہم صوفیہ کا کام تمام کر دیں گے۔"

دوسرے نے کہا "یعنی یہودی فارمولوں سے صرف چودھری حاکم علی حاکم دوائیں تیار کرائے گا اور منافع کمائے گا۔ کوئی دوسرا فائدہ اٹھانا چاہے گا تو موت اس کا مقدر بن جائے گی۔"

"میرے محافظو! اتنی دیر سے کیوں آئے ہو۔ دو دن پہلے آجاتے تو میرا جوان بیٹا مارا نہ جاتا۔ اس شیطان فرہاد نے......"

صوفیہ بات کاٹ کر بولی "ڈیڈی! ابھی آپ پاپا کو بھائی جان کہہ رہے تھے اور اتنی جلدی گرگٹ کی طرح رنگ بدل رہے ہیں۔"

"اری جا۔ وہ اور میرا بھائی جان؟ سانپ کسی کا بھائی نہیں ہوتا۔ ہاں تو میرے محافظو! مجھے بتاؤ' تم لوگ اچانک خدائی خدمت گار کی طرح میرے پاس کہاں سے آگئے ہو؟"

"ہم کچھ راز کی باتیں نہیں بتائیں گے۔ اس میں آپ کا فائدہ ہے چودھری صاحب! ویسے ہر طرح مطمئن رہیں۔ اس شہر میں یوگا کے ماہروں کی بہت بڑی ٹیم آئی ہے۔ ہمارا باس بہت خطرناک یوگا ماسٹر ہے۔"

دوسرے نے کہا "ہمارے کچھ یوگا کے ماہر فرہاد کی بہن کی گھر گئے تھے۔ اس بزدل نے اپنی بہن اور بھانجے کو کہیں چھپا دیا ہے۔ لیکن وہ زیادہ دنوں تک نہیں چھپ سکیں گے۔ ہمارا باس اس کی بہن' بھانجے اور صوفیہ کو یرغمال بنا کر رکھے گا۔ اس شہر میں فرہاد کے چاہنے والوں کا جینا محال کر دے گا۔"

چودھری دل کھول کر قہقہے لگانے لگا اور کہنے لگا "رحمت کے فرشتو! تم کہاں رہ گئے تھے؟ کوئی بات نہیں' دیر آید درست آید۔

مطالعہ کرنے، امتحان دینے اور یادداشت بڑھانے کیلئے ایک بے حد کارآمد نفسیاتی کتاب

امتحان میں کامیابی حاصل کیجیے

قیمت ۱۵ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

مکتبہ جہانِ نفسیات پوسٹ بکس نمبر ۹۴۴ کراچی نمبر ۱

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

صوفیہ کو اٹھا کر لے جاؤ۔ اسے یرغمال بناؤ۔ فرہاد گھٹنے ٹیک دے گا۔"

وہ غصے سے بولی "آپ کو شرم نہیں آتی۔ بدمعاشوں سے کہہ رہے ہیں کہ بیٹی کو اٹھا کر لے جائیں۔"

"تجھے شرم نہیں آتی' اپنے ناجائز باپ کے ذریعے لندن کی میری تمام رقم اپنے اکاؤنٹ میں جمع کرالی۔ نیلی پیتھی کے ذریعے میرے جوان بیٹے کو ہلاک کرایا اور کہتی ہے سانپ نے ڈس لیا۔ اگر یہ میرے محافظ نہ آتے تو تو مجھے بھی قتل کرادیتی۔ تو میری دولت اور جائیداد پر سانپ بن کر بیٹھ گئی ہے۔ تم لوگ دیکھتے کیا ہو' اسے اٹھا کر لے جاؤ۔"

باہر پھر کسی گاڑی کی آواز سنائی دی۔ چوہدری نے کھڑکی سے دیکھا۔ پارس آیا تھا۔ اس نے اجنبی محافظوں سے کہا "طارق آیا ہے۔"

"طارق کون ہے؟"

"میری بے حیا بیٹی کا عاشق ہے۔ اس کے ہاتھ پاؤں توڑ دو تاکہ وہ عاشقی بھول جائے۔"

ایک اجنبی محافظ تیزی سے چلتا ہوا باہر آیا۔ پارس کار سے اتر کر کوٹھی کے دروازے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ وہ ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "رک جاؤ اور یہیں سے واپس چلے جاؤ۔"

پارس نے پوچھا "واپس جاؤں؟ کیا صوفیہ گھر میں نہیں ہے؟"

"ہے لیکن آئندہ تم اس سے نہیں ملو گے۔"

"کیوں نہ ملوں۔ کیا وہ تمہاری بہن ہے؟"

اس بات پر اس نے حملہ کیا۔ پارس نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اس نے دوسرا حملہ کیا۔ پارس نے دوسرا ہاتھ بھی پکڑ لیا پھر کہا "تم واقعی غیرت مند بھائی ہو۔ بہن کی خاطر اپنی توڑ پھوڑ کے لئے آئے ہو۔"

اس نے دونوں ہاتھوں کو چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے سمجھ لیا کہ فولادی شکنجوں سے اپنا ایک ہاتھ بھی نہیں نکال سکے گا۔ وہ لات چلانا چاہتا تھا' پارس نے اپنے سر سے اس کے سر پر ٹکر ماری تو پہلے آنکھوں کے سامنے ننھے جلنے بجھنے لگے۔ دوسری ٹکر پر اندھیرا چھا گیا۔ وہ تکلیف کی شدت سے مدد کے لئے پکارنا چاہتا تھا' منہ کھولتے ہی ٹھوڑی پر گھونسا پڑا۔ کھلا ہوا منہ ایسے بند ہوا کہ اوپر نیچے کے دانت آپس میں ٹکرائے اور ان کے درمیان زبان آگئی۔ وہ حلق پھاڑ کر چیخنے لگا۔

اس کی چیخیں سن کر چوہدری کے دونوں محافظ چونک گئے' ایک نے دوسرے سے کہا "جاؤ دیکھو۔ بلیک بیلٹ ہو کر بزدل کی طرح چیخ رہا ہے۔"

دوسرا دوڑتا ہوا گیا۔ صوفیہ نے کہا "تم لوگوں کی شامت آگئی ہے۔ طارق کوئی معمولی شخص نہیں ہے۔ میرے پاپا کا ماتحت ہے۔"

"پھر تو اس ماتحت کے ہاتھ پاؤں توڑ کر فرہاد کے پاس اسے تحفے کے طور پر پارسل کردوں گا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی دوسرا ساتھی ٹوٹے ہو[ئے] دروازے سے گزرتا ہوا صوفیہ کے قدموں کے پاس آکر فرش [پر] گر پڑا۔ اس کی ناک سے اور کھلے ہوئے منہ سے خون بہ [رہا] تھا۔ صوفیہ خوشی سے جھوم گئی۔ قہقہے لگانے لگی۔ چوہدری نے [کہا] "اے محافظ بھائی! تم تو کہہ رہے تھے' فرہاد تمہارا کچھ نہیں بگاڑ [سکے] گا۔ اس کے ایک بندے نے تمہارے دو بندوں کو ایک منٹ [کے] اندر پنکچر کردیا ہے۔"

محافظ نے زخمی ساتھی کو ٹھوکر مار کر پوچھا "باہر کتنے د[شمن] ہیں؟"

پارس نے کمرے میں داخل ہو کر کہا "میں اکیلا ہوں۔ اور دیکھو میں خالی ہاتھ ہوں۔"

وہ اپنے دونوں ہاتھ بڑھاتا ہوا اسے دکھاتا ہوا اس کے قر[یب] آیا۔ محافظ نے اپنے دونوں ہاتھ بڑھا کر اس کی انگلیوں میں انگلیا[ں] پھنسالیں پھر دانت پیس کر بولا "اب یہ انگلیاں ٹوٹ کر ہی میر[ے] فولادی شکنجوں سے آزاد ہوں گی۔"

اس نے ذرا قوت لگا کر پارس کی انگلیوں کو موڑنا چاہا۔ پ[تا چلا] کہ وہ آہنی سلاخوں کو موڑنے کی حماقت کررہا ہے۔ اس نے پ[وری] قوت صرف کی مگر پارس اطمینان سے کھڑا ہوا صوفیہ سے پوچھ رہا [تھا] "یہ مرغے کون ہیں؟"

صوفیہ نے کہا "یہ دعویٰ کرتا ہے کہ یوگا کا ماہر ہے۔ [یہ] طاقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے دروازہ توڑ کر آیا ہے۔ یہ کہتا ہے [اس] کا باس اس سے بھی زیادہ طاقتور اور یوگا کا ماہر ہے۔ یہاں سا[زش] روکنے والوں کی بہت بڑی ٹیم آئی ہے۔ پاپا کو مجبور اور بے [بس] کرنے کے لئے ان کے آدمی شاہینہ باجی اور ان کے بیٹے کامران [کو] اغوا کرنے گئے تھے۔ لیکن باجی اپنے بیٹے کے ساتھ کہیں چلی [گئی] ہیں۔ اب یہ مجھے لے جا کر پاپا کو مجبور کرنا چاہتے ہیں۔"

چوہدری نے محافظ سے کہا "اے محافظ بھائی! تم ان کی با[تیں] کیا سن رہے ہو۔ اس کی انگلیاں توڑ دو۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "میں اب دوسرا داؤ استعمال کروں گا۔"

اس نے دوسرا داؤ استعمال کرنے کے لئے اپنی انگلیو[ں کو] چھڑانا چاہا۔ اب پارس نے انہیں جکڑ لیا۔ وہ تڑپ کر دونوں ہا[تھوں] کو آزاد کرانے کی کوشش کرنے لگا۔ پارس نے ذرا اور سختی [سے] جکڑ لیا تو وہ چیخ کر بولا "چھوڑ دو۔ میں بہت برا آدمی ہوں' میرے [ہاتھ] چھوڑ دو۔"

وہ سر سے ٹکر مار کر ہاتھ چھڑانا چاہتا تھا۔ پارس نے انگلیو[ں کو] زوردار جھٹکا دیا۔ کڑاکڑ' کڑاکڑ انگلیاں ٹوٹنے کی آوازیں آئیں۔ وہ حلق پھاڑ کر چیخ رہا تھا۔ چوہدری کا منہ بھی کھل گیا تھا مگر اس سے چیخ نہیں نکل رہی تھی' ایک ہائے نکل گئی تھی۔

صوفیہ خوشی سے پاگل ہو رہی تھی۔ پاگل پن میں باپ کو [بھول] کر پارس سے لپٹ گئی تھی اور دل کھول کر قہقہے لگا رہی تھی۔ پا[رس] نے اس کے ہاتھوں کو چھوڑ دیا تھا۔ اس کی دونوں ہتھیلیاں ا[ور] انگلیاں ڈھیلی ہو کر جھول رہی تھیں۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا پیچھے جا کر دیوار سے لگ گیا تھا۔

پارس نے کہا "تم تینوں یوگا کے ماہر ہو۔ مگر اس حالت میں سانس نہیں روک سکو گے۔ اگر فرہاد صاحب تمہارے دماغوں میں آئیں گے تو ان کا راستہ کیسے روکو گے؟ چوہدری صاحب کی حفاظت کیسے کرو گے؟"

چوہدری آگے بڑھ کر بولا "ارے یہ تمہارے سامنے ٹوٹ گئے تو میرے فرہاد بھائی کے سامنے کیا ٹھہریں گے۔ ان گدھوں کو تو پتا نہیں ہے کہ فرہاد بھائی نے میری صوفیہ کو اپنی بیٹی بنایا ہے۔ اس رشتے سے وہ میرے بھائی جان ہیں۔"

صوفیہ نے کہا "میں تمہاری بیٹی نہیں ہوں۔ تمہاری بیٹی تو وہ تھی جسے تم ان غنڈوں کے ذریعے اغوا کرارہے تھے۔ میرے پاپا تمہارے جیسے بے غیرت کے بھائی ہو ہی نہیں سکتے۔"

"بیٹی! زبان کو لگام دو۔ باپ کتنا ہی برا ہو اسے برا نہیں کہتے۔"

"یعنی مانتے ہو کہ تم برے ہو؟"

"برا تھا۔ اب نہیں ہوں۔ ان بدمعاشوں کی کمزوریوں نے اور بھائی جان کی طاقت نے مجھے انسان بنا دیا ہے۔"

پارس نے پوچھا "کیا انسان ہونے کا ثبوت دو گے؟"

"ضرور دوں گا۔ آزما کر دیکھ لو۔"

"ابھی اپنے وکیل کو بلاؤ یا اُس کے پاس جاؤ اور تمام کاروبار صوفیہ کے نام لکھ دو۔"

"میاں صاحبزادے! کسی انسان سے اس کا سب کچھ چھین لینا انسانیت نہیں ہے۔ تم غیر انسانی آزمائش کے ذریعے مجھ سے انسان ہونے کا ثبوت مانگ رہے ہو۔"

"میں ثبوت انسان سے نہیں یہودیوں کے دلال سے مانگ رہا ہوں۔"

صوفیہ نے کہا "بڑے میاں! تم جب تک اپنی دولت اور جائیداد میرے نام کرکے یہ ثابت نہیں کرو گے کہ اب یہودیوں کے دلال نہیں رہے' تب تک میں تمہیں ڈیڈی نہیں کہوں گی۔"

"اچھا اچھا۔ ٹھیک ہے' مجھے سوچنے کا وقت دو۔"

وہ وہاں سے جانے لگا۔ دونوں مار کھانے والے بھی باہر چلے گئے تھے۔ پارس اور صوفیہ نے پورچ میں آکر دیکھا۔ وہ تینوں ٹوٹنے پھوٹنے کے بعد گاڑی میں بیٹھ کر جارہے تھے۔ چوہدری حاکم علی بھی ان کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ کر بولا "مجھے اپنے باس سے ملاؤ' میں کنگال ہونا نہیں چاہتا۔ مجھے دشمنوں سے بچاؤ۔"

وہ چلا گیا' پارس نے کہا "تمہارا باپ نہیں سدھرے گا۔"

وہ گردن میں بانہیں ڈال کر بولی "تم کیا چیز ہو۔ اس روز میرے بدن کا زہر چوس لیا۔ میری جان بچائی۔ آج میری عزت بچانے کے لئے تین زبردست غنڈوں سے ٹکرا گئے۔ کیا یہ ثبوت نہیں ہے کہ تم مجھے دل اور جان سے چاہتے ہو؟"

اُردو ادب کا نیا رُخ
آپ کے جانے پہچانے مشہور ادیب اثر نعمانی کے قلم سے
قہقہے ہی قہقہے
طنز و مزاح سے لبالب ہلکے پھلکے رومانی ناولوں
کے دلچسپ سلسلے کی چار کتابیں
گھر کی مُرغی
قیمت ۲۰/ روپے ○ ڈاک خرچ ۱۰/ روپے
حکیمی ٹیکسی
قیمت ۲۰/ روپے ○ ڈاک خرچ ۱۰/ روپے
بے وقوف
قیمت ۲۰/ روپے ○ ڈاک خرچ ۱۰/ روپے
آپ کے سر پر
قیمت ۲۰/ روپے ○ ڈاک خرچ ۱۰/ روپے
بور ہونا چھوڑیئے مسکرانا سیکھئے — یہ ناول آج ہی خریدیئے
دو کتابیں ایک ساتھ منگانے پر ڈاک خرچ
کتابیات پبلی کیشنز پوسٹ بکس ۲۳ کراچی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"یہ ثبوت نہیں ہے کیونکہ فرائض ادا کرنے والے باڈی گارڈز بھی ایسا کرتے ہیں۔"

"مگر تمہاری طرح جان پر نہیں کھیلتے۔ میں تو تم پر تن من اور دھن سے فدا ہو گئی ہوں۔ مجھ سے شادی کرو گے؟"

پارس نے اپنی گردن سے اس کی بانہوں کو الگ کیا پھر کوٹھی کے اندر جاتے ہوئے بولا "میں خانہ بدوش ہوں۔ فرہاد صاحب کے حکم سے ملک اور شہر بدلتا رہتا ہوں۔ آج یہاں ہوں' کل پتا نہیں کہاں پہنچوں گا۔ جس کا گھر نہ ہو' وہ گھر کیا بسائے گا۔"

"میں پاپا سے کہوں گی' وہ تمہیں میرے نام کر دیں گے۔ انہیں ہزاروں باتحت مل سکتے ہیں۔ مجھے تمہارے جیسا جیون ساتھی نہیں ملے گا۔"

"اپنے پاپا سے کبھی میری فرمائش نہ کرنا۔ کیونکہ میں خود اُن کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ وہ جسم ہیں' میں جان ہوں۔ تم ان سے اُن کی جان نہ مانگنا۔"

"یعنی تم مجھے نہیں چاہتے ہو؟"

"تمہیں کون کافر نہیں چاہے گا۔ تم حسین ہو' جوان ہو اور ایک ذہین ڈاکٹر ہو۔ تم پر تو لوگ مرتے ہوں گے لیکن میں زندہ رہنا چاہتا ہوں۔"

وہ ایک صوفے پر بیٹھ گئی۔ ناراض ہو کر دوسری طرف مُنہ پھیر لیا۔ اسی وقت سلمان نے پارس کے پاس آ کر کوڈ ورڈز ادا کئے پھر کہا "تمہاری پھوپی اور کامران کو فرہاد وہیج روانہ کر دیا گیا ہے۔ تم سناؤ' کیا میری ضرورت ہے؟"

پارس نے مختصر طور پر بتایا کہ یہاں یوگا کے ماہرین کی ٹیم پہنچی ہوئی ہے۔ وہ پھوپی' کامران اور صوفیہ کو اغوا کر کے پاپا کو مجبور کرنا چاہتے تھے۔ اب پھوپی اور کامران کی طرف سے اطمینان ہو گیا تھا' صوفیہ کے لئے اندیشے رہ گئے ہیں۔

سلمان نے پوچھا "کیا صوفیہ کو بھی کسی پناہ گاہ میں پہنچایا جائے؟"

"پاپا چاہتے ہیں یہ اپنی لیبارٹری میں بہترین دوائیں تیار کرے اور اپنا کاروبار خود سنبھالے۔ لیکن یہودی اپنی دواؤں کا فارمولا صوفیہ کو استعمال نہیں کرنے دیں گے۔ وہ جانتے ہیں' انہیں پاکستان سے ایک پیسے کا بھی منافع حاصل نہیں ہوا کرے گا۔"

"گویا یہودیوں سے مقابلہ جاری رہے گا۔"

"جی ہاں۔ آپ ذرا چوہدری حاکم علی کے پاس جائیں۔ وہ یوگا ٹیم کے کسی باس سے ملنے گیا ہے۔"

سلمان چلا گیا۔ پارس نے صوفیہ کو دیکھ کر پوچھا "تم نے مُنہ کیوں پھیر لیا ہے؟"

"میرے منہ پھیرنے سے تمہارا کیا جائے گا۔"

"مُنہ ادھر رہے گا تو مجھے نظر نہیں آئے گا۔"

"مجھے دیکھ کر کیا کرو گے۔ میں تمہارے قابل نہیں ہوں۔"

"صوفیہ! میری شرافت کو سمجھو۔ میں تمہیں محبت کا فریب دے کر کچھ روز کی عیاشی نہیں چاہتا۔ فرہاد صاحب نے مجھے تمہاری جان کا نہیں عزت کا بھی محافظ بنایا ہے۔"

وہ کچھ نہ بولی۔ منہ پھیرے بیٹھی رہی۔ پارس نے کہا "بھوکا پیاسا آیا تھا۔ سوچا تھا یہاں کچھ کھانے کو ملے گا۔ کوئی نہیں' میں کسی ہوٹل میں جا کر......"

وہ فوراً اٹھ کر بولی "اوہ خدایا! میں بہت خود غرض ہوں۔ دل کی باتیں کرتی رہی اور تمہیں ایک گلاس پانی کے لئے پوچھا۔ سوسوری طارق! مجھے بھی بھوک لگ رہی ہے۔ میں گرم کر کے لاتی ہوں۔"

وہ تیزی سے چلتی ہوئی کچن میں آئی۔ فریج سے کھانے کی چیزیں نکال کر گرم کرنے لگی۔ وہ ایک خشک مزاج لیڈی ڈاکٹر پارس کے آنے سے رومانس کی ہوا چلنے لگی تھی۔ نگاہوں میں پھول کھلنے لگے تھے۔ اب اس دنیا میں صرف دوائیاں نہیں' رنگ بھی نظر آنے لگی تھیں۔

پارس نے اسے سوتے سے جگا دیا تھا۔ جگا دینے کے بعد سے انکار کر رہا تھا۔ ایک پہلو سے صوفیہ کو اپنی توہین کا احساس ہوا۔ دوسرے پہلو سے اُس کی شرافت اور نیک نیتی کی قائل ہو رہی تھی۔ اور یہ شرافت اسے پارس کا اور دیوانہ بنا رہی تھی۔ اسے خوشی بھی تھی اور غصہ بھی آ رہا تھا۔ عورت بھی عجیب ہے۔ عزت پر ہاتھ ڈالو تو فریاد کرتی ہے۔ ہاتھ کھینچ لو تو شکایت کرتی ہے۔

○☆○

میں نے پشاور کی زمین پر قدم رکھا۔ گویا جانبازوں کی تاریخ کے صفحات پر آ گیا جہاں دنیا کی بے شمار جنگجو قومیں آئیں مگر پٹھانوں کی جانبازی کے آگے دم نہ مار سکیں۔ آریا' ایرانی' ہن' ترک' منگول' مغل اور آخر میں فرنگی۔ ان تمام قوموں نے پورے ہندوستان پر اپنی تہذیب کا اثر ڈالا۔ لیکن پٹھانوں پر اثر انداز نہ ہو سکے۔ یہ آج بھی اپنا لباس پہنتے ہیں۔ اپنی پگڑی سر پر رکھتے ہیں۔ اپنے رسم و رواج پر قائم رہتے ہیں۔ دوسروں کی تہذیب نہیں اپناتے۔ دوسروں کو اپنی تہذیب کا سرمایہ دیتے ہیں۔ محبت سے ملے تو گلے لگتے ہیں۔ نفرت سے ملے تو تاریخ گواہ ہے' انہوں نے سکندر اعظم سے لے کر فرنگیوں تک کے قدم اپنی زمین سے اکھاڑ دیے۔ میں جس شہر میں جاتا ہوں' مہنگے اور آرام دہ ہوٹلوں میں قیام کرتا ہوں لیکن لاہور میں ایک رات میں نے اسٹیشن کے قریب ایک ایسی سرائے میں گزاری تھی جہاں ایک منجی کے صرف دو روپے لئے جاتے تھے۔ پشاور میں بھی مَیں نے ایک سرائے میں قیام کیا۔ ایسی جگہ رہنے سے اپنے وطن کے لوگوں کو قریب سے دیکھنے اور سمجھنے کے مواقع ملتے ہیں۔

میں نے ایک منجی پر آرام سے لیٹ کر آئی جی سے رابطہ کیا۔ کہا "میں پشاور پہنچ گیا ہوں۔ آپ یہاں کے جیلر سے فون پر بات کریں۔ اگر بات نہ کرنا چاہیں تو رانگ نمبر کہہ کر ریسیور رکھ دیں۔"

آئی جی نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرتے ہوئے کہا "میں سمجھ گیا' آپ جیلر کی آواز سننا چاہتے ہیں۔"

دوسری طرف فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ کسی نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو سینٹرل جیل پشاور۔ میں مقدس خان ولد تقدس خان جیلر بول رہا ہوں۔"

میں مقدس خان جیلر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ آئی جی نے پوچھا "تم اپنے نام کے ساتھ ولدیت کیوں بتاتے ہو؟"

وہ بولا "آہ! کیا بتاؤں۔ یہ ایک ٹریجڈی ہے۔ یہاں ایک قاتل قید کی سزا کاٹنے آیا ہے۔ اس کا نام بھی مقدس خان ہے۔"

آئی جی نے کہا "واقعی ٹریجڈی ہے۔ جیلر بھی مقدس اور قاتل بھی مقدس۔ لوگ آپ کو قاتل سمجھ کر فون کرتے ہوں گے۔"

"جی ہاں۔ اس قاتل کی پہنچ بہت اوپر تک ہے۔ کوئی نہ کوئی بڑا آدمی اسے فون پر بلاتا ہے۔ اسی لئے میں ولدیت کے ساتھ اپنا نام بتاتا ہوں تاکہ میں جیلر ہی سمجھا جاؤں۔ یہ کتنی توہین کی بات ہے کہ قاتل بدمعاش کا نام مقدس خان ہے۔ بائی دی وے' آپ کون ہیں؟"

"میرا نام بھی مقدس خان ہے۔"

یہ کہتے ہی آئی جی نے ریسیور رکھ دیا۔ جیلر نے دو چار بار ہیلو ہیلو کہا پھر ریسیور رکھ کر بڑبڑایا "میرے والدین نے میرا بہترین نام رکھا ہے۔ اگر اسے رجسٹرڈ کرا دیتے تو پھر کوئی یہ نام نہ رکھ سکتا۔ ساری دنیا میں ایک میں ہی مقدس رہتا۔"

میں خاموشی سے اُس کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ پتا چلا کہ حمزہ خان کی رہائی کا اجازت نامہ آ گیا ہے۔ کل صبح نو بجے اسے رہا کر دیا جائے گا۔

وہ کلاشنکوف اور سیون ایم ایم جیسے جدید ترین ہتھیاروں کا سمگلر تھا۔ ٹائم بم اور ریموٹ کنٹرول سے بلاسٹ ہونے والے بموں کا سپلائر تھا' کئی قتل کر چکا تھا۔ اس پر کئی مقدمات تھے۔ لیکن ایسے اثر و رسوخ اور ایسے رعب و دبدبے والا شخص تھا کہ اُس کے خلاف ٹھوس ثبوت ہونے کے باوجود کسی بھی مقدمے کا فیصلہ نہیں ہو پا رہا تھا۔

اس کے متعلق مشہور تھا کہ جو پولیس افسر اسے گرفتار کرتا تھا وہ چند دنوں میں مارا جاتا تھا۔ جو بھی جج اس کے خلاف فیصلہ سنانا چاہتا' اس کے بیوی بچوں میں سے کسی کو اغوا کر لیا جاتا۔ کوئی سرکاری وکیل اس کے خلاف بولنے کے لئے عدالت میں نہیں آتا تھا۔ اسی لئے کسی مقدمے کا فیصلہ نہیں ہو پاتا تھا۔ اس کے خلاف جتنے ٹھوس ثبوت ہوتے تھے انہیں بڑی رازداری سے ضائع کر دیا جاتا تھا۔

حمزہ خان کتنا زبردست اور ناقابلِ شکست ہے اس کا یقین اس طرح بھی ہوتا تھا کہ وہ اپنے دماغ کے دروازے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لئے بند رکھتا تھا۔ اس کی ایسی ہی صلاحیتوں کو دیکھ کر یہودی اُس کی پشت پناہی کر رہے تھے۔ ایک جیالے پولیس افسر شاہ خان نے اس خطرناک قاتل اور اسمگلر کو گرفتار کر کے آہنی سلاخوں کے پیچھے پہنچا دیا تھا۔ حمزہ خان ہنستا ہوا اور یہ کہتا ہوا جیل میں آیا تھا "شاہ خان ابھی تم جوان ہو' تمہیں دیکھ کر اپنا جوان بیٹا یاد آ گیا۔ لہٰذا تمہارا دل رکھنے کے لئے یہاں آ گیا ہوں۔ جب چاہوں گا یہاں سے چلا جاؤں گا۔"

شاہ خان نے کہا "تمہارے خلاف ایسے ٹھوس ثبوت حاصل کر چکا ہوں کہ اب ان سلاخوں کے پیچھے سے پھانسی کے پھندے تک ہی پہنچو گے۔"

حمزہ خان یوں بھی دنیاوی ہنگاموں سے دور رہنے اور تنہائی میں آرام کرنے کے لئے کبھی کبھی جیل میں آتا تھا۔ وہاں اس کے عیش آرام کی تمام چیزیں مہیا کی جاتی تھیں۔ اُس کے احکامات کے مطابق اس کے حواری جیل کے باہر وارداتیں کرتے تھے۔ قتل و غارت گری کی وارداتوں کا الزام اس پر عائد نہیں ہوتا تھا۔ کیونکہ قانون کی آنکھیں ایسے وقت اسے جیل کی چار دیواری میں دیکھتی تھیں۔ ڈی ایس پی شاہ خان نے اس کے خلاف تمام ثبوت اپنے اعلیٰ افسر کو دے دئے تھے تاکہ باقاعدہ قانونی کارروائی کی جا سکے۔ اعلیٰ افسر نے کہا "شاہ خاناں' تم نے اسے گرفتار تو کر لیا ہے لیکن پچھلے دو افسروں کا انجام معلوم ہے نا؟ انہوں نے حمزہ خاں کو جیل پہنچایا اور خود دوسری دنیا میں پہنچ گئے۔"

"میں جانتا ہوں' میرا بھی یہی انجام ہو سکتا ہے۔ لیکن ہم میں سے کسی کو تو دلیری سے موت کا چیلنج قبول کرنا چاہئے۔ اگر میں نے بھی بزدلی دکھائی تو پولیس ڈیپارٹمنٹ کی ضرورت کیا رہے گی؟ کیا صرف اس لئے کہ ہم وردیاں پہن کر تنخواہ لیتے رہیں؟"

"بہت جوشیلے ہو۔ اس لئے کہ تمہارے بیوی بچے نہیں ہیں۔ ہمارے ہیں۔ جب کوئی قاتل ہمارے کسی ننھے بچے کی کنپٹی پر ریوالور رکھتا ہے تو ہماری دلیری اور فرض شناسی ہوا ہو جاتی ہے۔ ویسے تمہیں حق پہنچتا ہے کہ اپنے حوصلوں کو آزماؤ۔ جاؤ اور ضرور آزماؤ۔ لیکن میں تمہارے حق میں دعا نہیں کروں گا۔ کیونکہ حمزہ خان کے خلاف دعا بھی قبول نہیں ہوتی ہے۔"

شاہ خان کو بعد میں معلوم ہوا کہ حمزہ خان کی جڑیں کتنی گہری ہیں اور کتنی دور تک پھیلی ہوئی ہیں۔ اس کے خلاف جتنے ثبوت فراہم کئے گئے تھے وہ تمام ثبوت اس کیس کی فائل کے ساتھ چوری ہو گئے تھے' حیرانی کی بات تھی کہ پولیس ڈیپارٹمنٹ کے ایک دفتر سے چوری ہوئے تھے۔

شاہ خان نے اپنے اعلیٰ افسر سے پوچھا "کیا عقل اسے تسلیم کرتی ہے؟"

"تسلیم کرنا چاہئے۔ پولیس والوں کے گھروں میں بھی چوریاں ہوتی ہیں۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"سر! دلوں میں چور نہ ہو تو گھروں میں چوری نہیں ہوتی۔"
"شاہ خاناں! تم کچھ زیادہ بول رہے ہو۔ جاؤ یہاں سے۔"

وہ اپنے سینئر کو سلیوٹ کرکے چلا آیا۔ یہ بات اسے تکلیف پہنچا رہی تھی کہ اعلیٰ افسر کتنا ہی بے ایمان ہو' اسے سلیوٹ کرنا پڑتا ہے اور ان کی بے ایمانیوں کے باعث ایک ایماندار افسر کو مجرموں کے سامنے سر جھکانا پڑتا ہے۔ شاہ خان کو حمزہ خان کا ریلیز آرڈر لے کر جیلر کے پاس جانا پڑا۔ حمزہ خان نے مسکرا کر کہا "تم نے جن ہاتھوں سے مجھے گرفتار کیا تھا انہی ہاتھوں سے میری رہائی کا پروانہ لے کر آئے ہو۔ اب بھی تمہیں عقل آئی ہے یا نہیں؟"

وہ بولا "شیطان طاقتور ضرور ہوتا ہے لیکن کبھی کبھی انسان سے ہارتا ضرور ہے۔ جن خفیہ ذرائع سے تم کامیابیاں حاصل کرتے ہو پہلے میں ان ذرائع کو نابود کروں گا پھر تم سے سمجھوں گا۔"

وہ نئے عزائم کے ساتھ وہاں سے چلا گیا۔ حمزہ خان نے جیلر سے کہا "یہ جوان افسر بڑا ہمت والا ہے۔ مگر عقل والا نہیں ہے اور اس کے تیور بتاتے ہیں اسے عقل کبھی نہیں آئے گی۔ خیر جانے دو' رہائی کی بات کرو۔"

"خان خاناں! تم تو جیل کے قواعد جانتے ہو۔ قیدیوں کو صبح نو بجے رہا کیا جاتا ہے۔"

"کوئی بات نہیں۔ ہم کو جلدی نہیں ہے۔ میرا آدمی لوگ کو فون کرو۔ صبح گاڑی لے کر آئے گا۔"

اس کی رہائی کے لئے ایک رات رہ گئی تھی۔ ایسے ہی وقت میں جیلر کے خیالات پڑھ کر معلومات حاصل کر رہا تھا۔ جیلر نے حمزہ خان کے ایک دستِ راست سے فون کے ذریعے رابطہ کیا۔ اسے بتایا کہ حمزہ خان رہا کیا جا رہا ہے۔ وہ صبح گاڑی لے آئے۔

یہ مجھے معلوم ہو چکا تھا کہ اس کے تمام حواری اور دستِ راست یوگا کے ماہر ہیں۔ اس لئے میں نے اس دستِ راست کے دماغ کو نہیں چھیڑا۔ جیلر کے خیالات سے معلوم ہوا کہ حمزہ خان کا جوان بیٹا میردراز خان رنگین مزاج ہے۔ گرمیوں کا موسم لندن' پیرس اور جنیوا وغیرہ میں گزارتا ہے' آج کل پاکستان میں ہے۔

باپ چاہتا تھا کہ بیٹا اس کی طرح یوگا میں مہارت حاصل کرلے لیکن اسے شراب اور شباب کا چسکا پڑ گیا تھا۔ چونکہ چار بیٹیوں پر ایک ہی بیٹا تھا۔ اس لئے بیٹے پر سختیاں نہیں کرتا تھا۔ اسے اپنی جان سے زیادہ چاہتا تھا۔ کسی حد تک اس کے لاڈ پیار نے ہی اسے گمراہ کیا تھا۔

جیلر نے میری مرضی کے مطابق فون پر میردراز خان سے رابطہ کیا اور کہا "تمہارے لئے خوشخبری ہے۔ تمہارا بابا جانی کل صبح رہا ہو جائے گا۔"

وہ بولا "ٹھیک ہے' میں کل صبح گاڑی لے آؤں گا۔"

"نہیں چھوٹے خان! تم نہ آنا۔ خان خاناں نے تمہیں اطلاع دینے کو نہیں کہا تھا۔"

"میں جانتا ہوں۔ بابا جانی مجھے جیل کے دروازے سے دور رکھنا چاہتے ہیں۔ ٹھیک ہے' میں نہیں آؤں گا۔"

میں اس جوان میردراز خان کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ... نامی ایک گاؤں میں اپنی والدہ اور بہنوں سے ملاقات کرنے ... اسی شام پشاور آنا چاہتا تھا۔ ماں نے اسے روک لیا تھا پھر ... بتایا کہ بابا جانی سے ملنے جا رہا تھا۔ وہ صبح رہا ہو رہے ہیں۔

وہ اپنی آبائی حویلی سے نکل کر کار کے ذریعے پشاور کی ... روانہ ہو گیا۔ میں نے ماں بیٹے کے خیالات پڑھ کر معلوم کیا ... کل حمزہ خان کچھ زیادہ محتاط ہو گیا ہے۔ گھر کا یا جیل کا کھانا ... کھاتا ہے۔ یہ اندیشہ ہے کہ کوئی کھانے پینے کی چیز ... ضرر رساں دوا ملا سکتا ہے۔ اسے دماغی اور جسمانی طور پر کمزور ... ہے اس لئے اُس کا یوگا کا ماہر دستِ راست خود پکا کر اس ... کھانا لایا کرتا تھا۔

گویا وہ میری وجہ سے اندیشوں میں گھرا ہوا تھا۔ ہر ... محتاط رہ کر مجھ سے ٹکرانے پر آمادہ ہوا تھا۔ ایک بات وہ بھول ... کہ میں راہ چلتے کسی بھی شخص کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے ... مار سکتا ہوں۔ اسے زخمی کرکے اُس کے دماغ میں جگہ بنا سکتا ہوں۔

میں ابھی یہ طریقہ آزمانا نہیں چاہتا تھا۔ ہو سکتا تھا کہ ... اس پہلو سے بھی اپنے بچاؤ کا انتظام کیا ہو۔ پھر یہ کہ فوراً ... چھیڑنا مناسب نہیں تھا۔ میں اُسے اندیشوں' واہموں اور ... بدگمانیوں میں مبتلا رکھنا چاہتا تھا۔ اپنوں سے بدگمانی اس ... میں اس کے اپنوں کے دماغوں پر قبضہ جما کر بھی نقصان ... تھا۔ میردراز خان رات کے آٹھ بجے پشاور پہنچا۔ حمزہ خان ... دستِ راست نے اُس سے کہا "چھوٹے خان! تم کو ادھر نہیں ... تھا' بابا جانی غصہ کرے گا۔"

"کیوں غصہ کرے گا؟ کیا میں بیٹا نہیں ہوں۔ کیا میرا دل ... سے ملنے کے لئے تڑپتا نہیں ہے۔ تم لوگ فکر مت کرو۔ ... جانی کو سمجھا لوں گا۔"

اس رات وہ اپنی کوٹھی میں ایک معشوق کو بلانا چاہتا تھا ... نے اسے موقع نہیں دیا۔ اسے جلدی سُلا دیا۔ پھر اس پر تنو... کیا۔ اس کے دماغ میں یہ نقش کیا کہ وہ شراب نہیں پئے گا ... نشہ نہیں کرے گا۔ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی ... روک لیا کرے گا۔ صرف سونیا کی آواز اور لہجے کو اپ... محسوس نہیں کرے گا۔

پھر یہ حکم دیا کہ وہ اپنے دماغ میں کوڈ نمبرز زیرو ون زیرو ... زیرو تھری سنتے ہی خود کو بھول جائے گا۔ خود فراموشی کے ... جو حرکتیں کرے گا' وہ حرکتیں اسے ہوشمندی کے وقت یاد ... رہیں گی۔ وہ دوبارہ کوڈ نمبرز زیرو ون زیرو ٹو اور زیرو تھری سن ... ہوش و حواس میں آئے گا۔ خود کو پہچانے گا لیکن خود فراموشی ... بھول جائے گا۔

اس کے بعد میں ڈی ایس پی شاہ خان کے دماغ میں ... میری آواز سنتے ہی چونک کر خلاؤں میں تکنے لگا۔ سوچنے لگا ... آواز میرے اندر سے آ رہی ہے؟"

"ہاں' میں فرہاد علی تیمور تمہارے اندر بول رہا ہوں۔"

وہ خوش ہو کر بولا "کیا واقعی؟ میں اتنا خوش نصیب ہوں کہ آپ میرے پاس آئے ہیں؟"

"میں تمہاری ایمانداری اور فرض شناسی کا انعام بن کر آیا ہوں۔ میں حمزہ خان کے سامنے تمہارا سر جھکنے نہیں دوں گا۔"

"بے شک خدا نیکی کا صلہ دیر سے دیتا ہے مگر ضرور دیتا ہے۔"

میں نے پوچھا "کیا تم چاہتے ہو اس مجرم کو رہائی نہ ملے؟"

"بے شک میں قانون کی سربلندی چاہتا ہوں۔"

"شاہ خاناں! ہمارے ملک کا قانون لکڑی کی تلوار بن گیا ہے۔ ... تلوار سے تم فولاد کو نہیں کاٹ سکو گے۔ اس کے خلاف ثبوت ... گواہ جمع کرتے رہو گے اور تمہارے بڑے وہ ثبوت ضائع کرتے رہیں گے۔"

"پھر مجھے کیا کرنا چاہئے؟"

"لوہے کو کاٹنے کے لئے لوہا بننا چاہئے۔ شیطان کو مارنے کے لئے شیطانی چال چلنا چاہئے۔"

"آپ مجھے ایسا مشورہ دیں کہ میں قانون کے مطابق عمل کرتے ہوئے کامیابی حاصل کروں۔"

"ایسے کبھی کامیابی حاصل نہیں ہوگی۔ تم محنت کرتے ہو گے' تمہارے بڑے اس محنت کو مٹی میں ملاتے رہیں گے۔ ذرا ... سے سوچو' تمہارے اعلیٰ افسران غیر قانونی حرکتیں کرکے ... کو تحفظ دیتے ہیں۔ یعنی وہ وردی پہن کر جرم کرتے ہیں۔ اگر ... بھی قانون سے ذرا ہٹ کر ایسی چال چلو کہ مجرموں کی کامیابیاں ناکامیوں میں بدل جائیں۔ حمزہ خان کو رہائی کا حکم ملنے کے بعد بھی ... سے رہائی نہ ملے تو یہ تمہاری اور قانون کی جیت ہوگی۔"

"بات سمجھ میں آ رہی ہے۔ آپ مجھے گائیڈ کریں۔"

"سب سے پہلے یہ سمجھ لو کہ یہودیوں کے ٹیلی پیتھی جاننے ... تمہارے دماغ میں آکر تمہیں غیر قانونی حرکتیں کرنے پر مجبور کر سکتے ہیں۔ اگر تم پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لو گے تو وہ تمہیں اپنے اشاروں پر نہیں نچا سکیں گے۔"

"میں دشمنوں کی سوچ کی لہروں کو کیسے محسوس کر سکتا ہوں؟"

"تم آرام سے بستر پر لیٹ جاؤ۔ اور مجھے تنویمی عمل کرنے دو۔ اس عمل سے تمہارا دماغ حساس ہو جائے گا۔ تمہارے جیسا صحت مند جوان آسانی سے ایک منٹ تک سانس روک سکتا ہے۔"

وہ راضی ہو گیا۔ بستر پر آرام سے لیٹ کر اس نے جسم کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔ ذہن کو میری طرف مائل کر دیا۔ میں نے بڑی آسانی سے اسے اپنا معمول بنا کر اس کے دماغ کو حکم دیا کہ وہ آئندہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرلے گا اور سانس روک لیا کرے گا۔ صرف سونیا کی آواز اور لہجے کو محسوس نہیں کرے گا۔ اور یہ بھی حکم دیا کہ وہ قانون کی بالادستی کے لئے کبھی کبھی قانون سے ہٹ کر بھی عمل کیا کرے گا۔

یہ عمل کرنے کے بعد میں بھی اپنے دماغ کو ہدایات دے کر سو گیا۔ اس سرائے میں میرا الگ کمرا نہیں تھا۔ وہاں ہر کمرے میں چار یا چھ مسافر رہا کرتے تھے۔ میں محتاط رہ کر دوسروں سے الگ تھلگ زندگی گزارتا تھا لیکن اس سرائے میں' میں ایک معمولی سا' عام سا مسافر تھا۔ وہاں میرا مال چوری ہو سکتا تھا' مگر جان کا خطرہ نہیں تھا۔

صبح پانچ بجے میری آنکھ کھل گئی۔ میں سونیا کا لہجہ اختیار کرکے میردراز خان کے پاس آیا۔ اسے نیند سے بیدار کیا پھر اس کے اندر کوڈ نمبر ادا کئے۔ انہیں سنتے ہی وہ دماغی طور پر غائب ہو گیا۔ خود کو بھول گیا۔ بستر سے اٹھ کر اسٹور روم میں آیا۔ وہاں کچھ ہتھیار اور مختلف قسم کے بم رکھے ہوئے تھے۔ اس نے دو عدد بم اور ریموٹ کنٹرولر کو اٹھایا پھر کوٹھی کے باہر آ گیا۔ پورچ میں دو گاڑیاں کھڑی تھیں۔ ایک شیراڈ اور دوسری ہنڈا ایکارڈ تھی۔ ان دو میں سے کوئی ایک گاڑی حمزہ خان کے لئے جانے والی تھی۔

میردراز خان نے آس پاس نظریں دوڑائیں۔ اتنی صبح کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس نے باری باری دونوں گاڑیوں کے نیچے جا کر ایک ایک بم کو وہاں باندھ دیا۔ پھر باہر نکل کر کوٹھی کے اندر آ گیا۔ ریموٹ کنٹرولر کو اس لباس کی جیب میں رکھا جسے وہ پہن کر جانے والا تھا۔ پھر میں نے اسے ایک کرسی پر بٹھا کر کوڈ نمبر سنائے۔ وہ فوراً دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ تھوڑی دیر پہلے اس نے جو کچھ کیا تھا' وہ اسے یاد نہیں رہا تھا۔

میں نے غسل وغیرہ کے بعد لباس تبدیل کیا۔ پھر پٹھانی پراٹھے اور انڈوں کے آملیٹ کا ناشتا کیا۔ اس کے بعد چائے پی کر میردراز خان کے پاس پہنچ گیا۔ وہ بھی ناشتے وغیرہ سے فارغ ہو گیا تھا۔ میں نے کوڈ نمبر کے ذریعے اسے غافل کیا۔ اس نے میری مرضی کے مطابق ریسیور اٹھا کر جیلر کے نمبر ڈائل کئے۔ رابطہ قائم ہونے پر بھرائی ہوئی آواز میں بولا "میں حمزہ خان کا دوست ہے' اس سے بات کرنا مانگتا ہے۔"

دوسری طرف سے کہا گیا "ہولڈ آن پلیز۔"

بیٹا باپ کے انتظار میں ریسیور کان سے لگائے بیٹھا رہا۔ اسے خبر نہیں تھی کہ وہ باپ سے باتیں کرنے والا ہے اور اپنی آواز اور لہجہ بدل چکا ہے۔ تھوڑی دیر بعد حمزہ خان کی آواز سنائی دی "ہیلو' میں حمزہ خان ہوں۔ تم کون ہے؟"

"میں بھی تمہارا مافق ہتھیاروں کا اسمگلر ہے۔ تمہارا جیل میں رہنے سے میرا مال کا ڈیمانڈ بڑھ جاتا ہے۔ میرے کو بہت منافع ہوتا ہے۔ میں تم سے عرض کرتا ہے' تم ادھر جیل میں رہو باہر میرے کو دھندا کرنے دو۔"

حمزہ خان نے ناگواری سے پوچھا "خنزیر کا بچہ! تم کون ہے؟"

"ہم تمہارا بچہ ہے۔ خود کو خنزیر مت بولو۔ ہم کو اپنا بچہ سمجھ کے دھندا کرنے دو۔ نہیں کرنے دے گا تو تمہارا زندگانی خلاص ہو جائے گا۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

حمزہ خان نے ریسیور کو غصے سے کریڈل پر پٹخ دیا۔ جیلر نے پوچھا۔ "کیا بات ہے خانِ خاناں؟"

"خدا معلوم کون بزدل کا بچہ ہے۔ فون کا اوپر دھمکی دیتا ہے' ہم باہر جاکے دیکھے گا' اس کا شامت آیا ہے۔"

میں جیلر کے پاس سے پھر میر دراز خان کے پاس آیا۔ وہ ریسیور رکھ کر فون کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ مجھے اس کے ذریعے گاڑی اسٹارٹ ہونے کی آواز سنائی دی۔ اس نے کھڑکی کے پاس آکر دیکھا۔ حمزہ خان کا دستِ راست کار کی اسٹیئرنگ سیٹ پر تھا۔ پیچھے دو گن مین بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ اپنے مالک کا استقبال کرنے جیل کی طرف جارہے تھے۔

اس وقت آٹھ بجنے والے تھے۔ میں نے میر دراز خان کے اندر اُس کی اپنی سوچ کے ذریعے کہا "جیل یہاں سے پندرہ منٹ کے فاصلے پر ہے۔ میں ٹھیک ساڑھے آٹھ بجے یہاں سے نکلوں گا۔ بابا جانی کے آدمیوں کی نظروں سے چھپ کر جیل سے دور رہوں گا۔ مجھے اس بات کا خاص خیال رکھنا ہے کہ وہاں کسی کو میری موجودگی کا علم نہ ہو۔"

میں اسے ضروری باتیں سمجھا کر دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ سرائے کی چارپائی پر بیٹھ کر زیادہ دیر خیال خوانی کے باعث میں دوسرے مسافروں کی توجہ کا مرکز بن جاتا۔ لوگ مجھے حیرانی سے دیکھتے اور سوچتے کہ میں بے حس و حرکت ایک ہی جگہ جم کر کیوں بیٹھا ہوں؟

ایک رات سرائے میں گزارنے کے بعد دانشمندی یہی ہوتی کہ کسی ہوٹل میں قیام کروں تاکہ بند کمرے کے اندر کوئی مجھے مراقبے میں نہ دیکھ سکے۔ میں نے چھوٹی سی اٹیچی میں اپنا سامان رکھا۔ پھر سرائے کے مالک سے مصافحہ کرکے ایک چھوٹے سے رہائشی ہوٹل میں آگیا۔ کمرے کے دروازے کو اندر سے بند کرکے گھڑی دیکھی' ساڑھے آٹھ ہوچکے تھے۔

پہلے میر دراز خان کو دیکھا۔ وہ کار ڈرائیو کرتا ہوا کوٹھی کے احاطے سے نکل رہا تھا۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ وہ بڑی راز داری سے جیل کی طرف جارہا ہے۔ وہاں اپنے لوگوں کی نظروں سے چھپنے کی حتی الامکان کوشش کرے گا۔

میں نے شاہ خان کو مخاطب کیا پھر کہا "فون پر حمزہ خان سے بات کرو۔ اسے بتاؤ کہ جیل کے باہر اُس کی زندگی مختصر ہوجائے گی۔ اسے سلاخوں کے پیچھے رہنا چاہئے۔"

وہ ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرتے ہوئے بولا "معاملہ کیا ہے؟"

"میں تھوڑی دیر بعد بتاؤں گا۔"

رابطہ قائم ہوگیا۔ جیلر کی آواز سنائی دی۔ شاہ خان نے اپنا نام بتا کر کہا "میں حمزہ خان سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

چند لمحات کے بعد حمزہ خان کی آواز سنائی دی۔ وہ پوچھ رہا تھا۔ "ہیلو آفیسر! بولو کیا بات ہے؟"

"خانِ خاناں! ابھی ایک منٹ پہلے کسی اجنبی نے مجھے فون کیا۔ وہ بولتا تھا جیل کے باہر حمزہ خان کے لئے موت ہے۔ وہ حیات ہے تو باقی زندگی جیل کے اندر رہے۔"

وہ بولا "میں سمجھ گیا۔ اس خنزیر کا بچہ نے میرے کو بھی فون کے اوپر دھمکی دیا تھا۔ تم فکر مت کرو آفیسر! تم میرا مخالف ہو میرے کو خطرے سے آگاہ کیا۔ میں تم سے بہت خوش ہے۔ ہم کو خدمت کا موقع دو۔ میں تمہارا بہت کام آئے گا۔"

"خانِ خاناں! میں رشوت نہیں لیتا۔ یہ تم اچھی طرح سمجھ گئے ہو' میں نے تمہیں اس لئے خطرے سے آگاہ کیا ہے کہ تم زندہ رہو اور میرے ہاتھوں عدالت میں پہنچ کر سزائے موت پاؤ۔"

اس نے زوردار قہقہہ لگایا پھر کہا "شاباش آفیسر شاباش! بہت دلیر ہے' ارادے کا پکا ہے۔ میں تم سے بہت خوش ہے۔ باہر آئے گا تو تم سے ملاقات کرے گا۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ شاہ خان نے پوچھا "فرہاد صاحب! واقعی اس کی جان کو خطرہ ہے؟ مجھے اس کی حفاظت کرنی چاہئے؟"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ تم ادھر نہ جاؤ۔ میرا وعدہ ہے محفوظ رہے گا۔ میں ابھی تمہارے پاس آؤں گا۔"

میں نے جیلر کے پاس آکر دیکھا۔ نو بجنے میں... چند منٹ رہ گئے تھے۔ حمزہ خان رخصت ہونے کے لئے جیلر سے مصافحہ کر رہا تھا اور وہ کہہ رہا تھا "خانِ خاناں! ہم آپ کے خادم ہیں۔ رخصت کرنے کے لئے جیل کے بیرونی گیٹ تک جائیں گے۔"

وہ تمام سرکاری ملازم حمزہ خان کے آس پاس چلتے ہوئے گیٹ کی طرف جانے لگے۔ میں میر دراز خان کے پاس آگیا۔ اس نے اپنی کار جیل سے بہت دور کھڑی کی تھی۔ وہاں سے پیدل آیا تھا۔ اس کے باپ کے لئے آئی ہوئی ہنڈا ایکارڈ گیٹ سے ذرا دور کھڑی ہوئی تھی۔ جیسے ہی گیٹ کا چھوٹا دروازہ کھلا' میں نے دراز خان کو ایکشن پر مجبور کیا۔ اس نے ریموٹ کنٹرول کا رخ ہنڈا ایکارڈ کی طرف کیا پھر ایک بٹن کو دبا دیا۔ اس کے ساتھ ہی ایک زبردست دھماکا ہوا۔ حمزہ خان گیٹ کے چھوٹے دروازے سے جھک کر باہر آنا چاہتا تھا' دھماکا ہوتے ہی الٹ کر پیچھے دوبارہ جیل کے اندر گرا۔

اس کا دستِ راست اور ایک گن مین گیٹ کے پاس تھے۔ وہ بھی چھلانگیں لگا کر جیل کے احاطے میں چلے آئے۔ دوسرا گن مین اپنے مالک کے لئے کار کا دروازہ کھولنے کے لئے وہیں موجود تھا۔ وہ اب بے وجود ہو کر رہ گیا تھا۔ کار کے ساتھ اُس کے بھی چیتھڑے اڑ گئے تھے۔

میں نے دراز خان کو اس کی کوٹھی کی طرف روانہ کیا۔ پھر حمزہ خان کے پاس آیا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ حمزہ خان بہت سخت جان ہے' موت سے نہیں ڈرتا۔ خطرات سے کھیلنے کا عادی ہے۔ اس وقت حواس باختہ ہوگیا تھا۔ کیونکہ ایسا اچانک ہوا تھا۔ اسے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ کوئی دشمن اتنی دلیری دکھائے گا کہ

میر حمزہ خان جیسے خطرناک شخص کی چھ لاکھ کی گاڑی کو تباہ کردے گا۔ جیلر نے پسینہ پونچھتے ہوئے کہا "خانِ خاناں! خدا کا شکر ادا کرو۔ سجدہ کرو' اگر چند سیکنڈ پہلے باہر جاتے اور اس گاڑی میں بیٹھتے تو کیا ہوتا؟"

دستِ راست نے کہا "آپ کے ایک باڈی گارڈ کے ٹکڑے ہوگئے ہیں۔"

میر حمزہ خان خلا میں تک رہا تھا۔ اس کی دماغی حالت کیسی تھی یہ میں معلوم نہیں کرسکتا تھا۔ لیکن چہرے کا پسینہ بتا رہا تھا کہ وہ پریشان ہوگیا ہے۔ وہ فرش پر سے اٹھ کر اپنے لباس کو جھاڑتا ہوا جیلر کے دفتر کی طرف جانے لگا۔ جیلر نے ایک سپاہی سے کہا۔ "دوڑ کے جاؤ' خانِ خاناں کے لئے ٹھنڈی بوتل لے آؤ۔"

"نہیں......" حمزہ خان نے دہاڑتے ہوئے کہا "ٹھنڈا بوتل میں بھی سازش ہوسکتا ہے۔ ادھر میرا پاس سے یہ بھیڑ ہٹاؤ۔ ابھی میرے کو سمجھنے دو کون دوست ہے کون دشمن ہے؟"

پھر اس نے اپنے دستِ راست سے کہا "اوئے شیرباز! جاؤ جلدی جاؤ۔ کمشنر صاحب کو' آئی جی صاحب کو بولو۔ ادھر میرے ساتھ میں کیا ہوتا ہے۔ اپنا حواری لوگ کو دشمن کا پیچھے دوڑاؤ۔ جو میرا دشمن کو پکڑے گا' میں اس کو پاکستان کا کرنسی میں تول دے گا۔"

شیرباز ریسیور اٹھا کر کمشنر کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ میں دراز خان کے پاس آیا۔ وہ اپنی کوٹھی میں واپس آگیا تھا۔ میں نے اس کے ذریعے فون پر آئی جی سے رابطہ کیا۔ اس کی آواز سنی۔ پھر ریسیور رکھوایا۔ آئی جی کے خیالات پڑھنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد ہی فون کی گھنٹی سنائی دی۔ آئی جی نے ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف سے کمشنر نے کہا "سینٹرل جیل کے سامنے میر حمزہ خان کی کار کو بم سے اڑا دیا گیا ہے۔ آپ وہاں فوراً پہنچیں۔ میں بھی آرہا ہوں۔"

"میں ابھی یہاں سے نکل رہا ہوں۔"

وہ ریسیور رکھ کر بڑبڑانے لگا "کیا مشکل ہے۔ حمزہ خان ہمارے ملک کا بدترین مجرم ہے۔ لیکن اسے وی آئی پی ٹریٹمنٹ دینا پڑتا ہے۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ یہودیوں سے رشوت لینے کے بعد ان کا غلام بن جاؤں گا اور سلامتی کی یہ وردی پہن کر بدترین مجرموں کا خدمت گار بن جاؤں گا۔ تو میں کبھی رشوت قبول نہ کرتا۔"

میں نے اس کی سوچ میں پوچھا "کیا میں اس غلامی سے آزاد نہیں ہوسکتا؟"

"نہیں ہوسکتا۔ میری بیٹی لندن میں اور بیٹا شکاگو میں تعلیم حاصل کررہے ہیں۔ ان کے اخراجات ایک ایسا یہودی سرمایہ دار برداشت کررہا ہے جسے میں نہیں جانتا۔ اگر میں فرض شناسی دکھاؤں گا تو وہاں میری بیٹی اور بیٹے سلامت نہیں رہیں گے۔ مجھے دھمکی دی گئی ہے کہ جب تک میں اُن کا وفادار رہوں گا میرے دونوں بچے وہاں عیش و آرام سے محفوظ رہیں گے۔ ورنہ ان کی لاشیں یہاں پہنچیں گی۔"

جاسوسی ڈائجسٹ کا دلچسپ ترین سلسلہ
انسان کی ترقی و تہذیب کے حیات افروز واقعات
صدیوں سے زندہ ایک پُراسرار شخص کی آپ بیتی، ہَوا جس کی دوست تھی، سمندر جس کے لیے آغوشِ مادر تھا، آگ اس کے بدن کو نمو دیتی تھی۔
****
وہ کہانی جس نے اپنے وقت میں مقبولیت کے کے ریکارڈ توڑ دیے
دیوتا
پانچ حصّوں میں مکمّل
قیمت فی حصہ/۲۵ روپے ✱ ڈاک خرچ فی حصہ/۱۰ روپے
کتابیات پبلی کیشنز ... کراچی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

رشوت خوری نے اسے بری طرح پھانس لیا تھا۔ اسے دلدل سے نکالنے میں بڑا وقت لگنے والا تھا۔ فی الحال حمزہ خان سے نمٹنا تھا۔ میں کمشنر کے پاس آیا۔ وہ ایک گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا جیل کی طرف جارہا تھا۔ اگلی سیٹوں پر سپاہی ڈرائیور اور باڈی گارڈز بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے کمشنر کے ذریعے ڈرائیور کی آواز سنی پھر آئی جی کے پاس آگیا۔ وہ بھی اپنی گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر جارہا تھا۔ میں نے اس کے ذریعے بھی اس کے ڈرائیور کی آواز سن لی۔

کمشنر اور آئی جی اپنی اپنی گاڑیوں میں آگے پیچھے سینٹرل جیل کے گیٹ کے پاس پہنچے۔ گاڑیوں کو گیٹ سے ذرا دور کھڑا کیا پھر حمزہ خان کی تباہ شدہ گاڑی کو دیکھا۔ کمشنر نے کہا "خانِ خاناں کا کوئی زبردست دشمن پیدا ہوگیا ہے۔ ہمیں اس کی حفاظت کا مکمل انتظام کرنا ہوگا۔"

آئی جی نے کہا "میں خانِ خاناں کو اپنی نگرانی میں یہاں سے لے جاؤں گا۔ وہ جہاں جانا چاہے گا اسے بحفاظت پہنچادوں گا۔"

وہ دونوں اپنے سپاہیوں کے ساتھ گیٹ کے چھوٹے دروازے سے گزر کر جیل کے احاطے میں چلے گئے۔ میں... ایک ڈرائیور کے دماغ پر قبضہ جماکر گاڑی کی پٹرول کی ٹنکی کی پاس لے گیا۔ اس نے جیب سے چاقو نکال کر اسے کھولا پھر اس کی نوک سے ٹنکی میں ننھا سا سوراخ کردیا۔

اس کے بعد ڈرائیور کو دوسری گاڑی کے پاس لے گیا۔ اس گاڑی کا ڈرائیور پان سگریٹ کی دکان کے پاس کھڑا سگریٹ سلگانے کے لئے دیا سلائی خرید رہا تھا۔ ڈرائیور نے دوسری گاڑی کی ٹنکی میں بھی سوراخ کردیا۔

اب دونوں گاڑیوں کی ٹنکیوں سے پٹرول پتلی سی دھار کی صورت میں بہہ رہا تھا۔ گاڑیوں کے نیچے سے بہتا ہوا دور جارہا تھا۔ جیلر کے دفتر میں کمشنر، آئی جی اور میر حمزہ خان کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ڈی ایس پی شاہ خان ان کے سامنے کھڑا ہوا کہہ رہا تھا "میں نے خانِ خاناں کے خلاف ٹھوس ثبوت حاصل کئے تھے۔ سوچا تھا ایک خطرناک مجرم کو سزائے موت ملے گی یا عمر قید......"

کمشنر نے شاہ خان سے کہا "ایسی بکواس کرنے کا یہ کون سا وقت ہے۔ خانِ خاناں کو یہاں سے بحفاظت لے جانے کی بات کرو۔ تمہارے آئی جی صاحب خانِ خاناں کو اپنی نگرانی میں لے جائیں گے۔ تم بھی ان کے ساتھ......"

شاہ خان نے کہا "نو سر! میں خانِ خاناں کو یہاں سے نہیں لے جاؤں گا۔"

وہ غصے سے اٹھ کر بولا "تم میرے حکم سے انکار کروگے؟"

"نو سر! میں جونیئر افسر ہوں۔ جائز اور ناجائز ہر حکم کی تعمیل کرتا ہوں لیکن اس اوپر والے کا حکم ہے کہ خانِ خاناں تمام عمر جیل میں رہے۔ ورنہ باہر عمر تمام ہوجائے گی۔"

حمزہ خان نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا "یہ میر حمزہ خان دشمن کے دھماکے سے نہیں ڈرے گا۔ میں اندر تھا، باہر اس کا داؤ چل گیا۔ اس کے بعد اور کوئی داؤ مجھ پر نہیں چلے گا۔"

میں نے وہاں سے آکر ایک ڈرائیور کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس کے ہاتھوں سے ماچس کی تیلی جلاکر سڑک پر بہتے ہوئے پٹرول پر پھینک دی۔ یکبارگی آگ بھڑکی۔ پھر وہ آگ پٹرول کی دھار پر پھیلتی اور بڑھتی ہوئی ایک گاڑی تک پہنچی۔ ایک زوردار دھماکا ہوا۔ گاڑی کے جلتے ہوئے ٹکڑے دوسری گاڑی کے بہتے ہوئے پٹرول پر آئے پھر دوسری گاڑی کے دھماکے نے قیامت مچادی۔

میں جیل کے اندر شاہ خان کے پاس آیا۔ وہاں بھی دھماکوں کی آوازوں نے ہلچل مچادی تھی۔ وہ سب دفتروں سے نکل کر گیٹ کی سمت دیکھ رہے تھے۔ گیٹ کے اور جیل کی اونچی دیواروں کے اس پار آسمان سے باتیں کرتے ہوئے شعلے دکھائی دے رہے تھے۔ گیٹ کا سپاہی دوڑتا ہوا آیا تھا اور ہانپتا ہوا کہہ رہا تھا "سر! ایک نہیں دونوں گاڑیوں میں دھماکے ہوئے ہیں۔ کمشنر صاحب اور آئی جی صاحب کی گاڑیاں تباہ ہوگئی ہیں۔"

سب کے منہ حیرانی اور پریشانی سے کھلے رہ گئے۔ شاہ خان نے کہا "خانِ خاناں! دیکھو اور سمجھو۔ موت تمہیں بار بار وارننگ دے رہی ہے۔ عدالت سے ملنے والے رہائی کے پروانے کے باوجود تم رہا نہیں ہوپاؤگے، آگے تم سمجھ دار ہو۔"

میر حمزہ خان دیوار پر گھونسا مارتے ہوئے بولا "یہ کیا ہورہا ہے۔ آپ جیسے اعلیٰ افسروں کی گاڑیوں میں دھماکے ہورہے ہیں۔ وہ دشمن کتنے بڑے دل گردے والا ہے جو میرے جیسے خطرناک مجرم سے ٹکرا رہا ہے۔ پولیس کے اتنے بڑے بڑے افسروں کو چیلنج کررہا ہے۔ کون ہے وہ؟ کون ہے وہ؟"

وہ دیوار پر گھونسے مار رہا تھا اور کہتا جارہا تھا "کون ہے وہ؟ کون ہے وہ؟"

کمشنر، آئی جی اور ڈی ایس پی شاہ خان نے اسے پکڑلیا، گھونسے مارتے مارتے اس کا ہاتھ لہولہان ہورہا تھا۔ وہ اپنے لہو کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔ پھر یکبارگی خود کو تینوں سے چھڑاتے ہوئے بولا "پکڑلیا۔ دشمن کو پکڑلیا۔"

کمشنر نے پوچھا "کیا کہہ رہے ہو؟"

"میں سمجھ گیا کمشنر صاحب! آپ انکوائری کرے گا تو معلوم کرنا ہوگا۔ میرا گاڑی میں کس نے بم رکھا؟ آپ کا گاڑی میں اور آئی جی صاحب کا گاڑی میں آگ کیسا لگ گیا؟ جب یہ تمام سوالوں کا جواب نہیں ملے گا تو پھر ایک ہی جواب ہوگا۔ اور وہ جواب ہوگا فرہاد علی تیمور۔ فرہاد، فرہاد۔ اتنا بڑا بڑا واردات فرہاد کرسکتا ہے، کوئی دوسرے کا مجال نہیں ہے۔"

آئی جی نے پوچھا "تمہارا دھیان فرہاد کی طرف کیوں گیا ہے؟ کیا اسے تم سے کوئی دشمنی ہے؟"

"آئی جی صاحب! فرہاد کو تم سے بھی دشمنی ہے۔ ہم جس پاور کا ایجنٹ ہے آپ بھی اُس کا وفادار ہے۔ کمشنر صاحب بھی اس کا جی حضوری کرتا ہے۔ فرہاد ہمارا تمہارا اعمال نامہ پڑھنے کا واسطے ادھر آیا ہے۔ ابھی وہ پاور سے ملاقات کرو۔ اس کو فون کرکے بولو ہمارا تمہارا جان عذاب میں ہے۔ اس کو بولو، ادھر آؤ، ہمارا مدد فرماؤ۔"

وہ مکمل کر یہودی نہیں کہہ رہا تھا۔ یہودیوں کو پاور کہہ رہا تھا۔ میں نے ایک مسلح سپاہی کی زبان سے کہا "میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔"

سب نے چونک کر اُس سپاہی کو دیکھا، میں نے کہا "یہ بیچارہ سپاہی فرہاد نہیں ہے۔ میں اس کے دماغ پر قبضہ جماکر اس کی زبان سے بول رہا ہوں۔"

میں نے سپاہی کی گن سے حمزہ خان کا نشانہ لیتے ہوئے پوچھا۔ "موت تم سے کتنی دور ہے؟ میں چاہتا تو جیل کے کسی سپاہی کے ذریعے تم پر گولی چلاتا۔ تمہیں زخمی کرتا پھر تمہارے دماغ پر حکومت کرتا۔ تمہاری یوگا کی مہارت دھری کی دھری رہ جاتی۔"

حمزہ خان پریشان ہوکر گن کی نال کو اپنی طرف دیکھ رہا تھا۔ وہ موت سے خوف زدہ نہیں تھا۔ پریشانی یہ تھی کہ زخمی ہوگا تو فرہاد کا غلام بن جائے گا۔

میں نے کہا "میں تمہیں زخمی نہیں کروں گا۔ تمہیں اپنا معمول اور آلۂ کار نہیں بناؤں گا۔ تمہیں یہ دکھاؤں گا کہ یوگا کی مہارت کے باوجود تم میری جوتیوں میں ہو۔ تم جیل سے باہر قدم نہیں رکھ سکوگے۔ میں تمہیں چوبیس گھنٹوں کی مہلت دیتا ہوں۔ اپنے یہودی آقاؤں کی جتنی مدد حاصل کرسکتے ہو، کرلو۔ ان دو اعلیٰ افسروں کو بھی اتنی ہی مہلت دے رہا ہوں۔ کل صبح نو بجے تک تم تینوں کو اگر یقین ہوجائے کہ یہودی آقا تمہارے کام نہیں آسکیں گے تو حمزہ خان تم کمشنر اور آئی جی کے سامنے تحریری بیان دوگے۔ اپنے تمام چھوٹے بڑے جرائم کا اعتراف تحریری طور پر کروگے۔ کمشنر اور آئی جی تمہارا تحریری بیان لے کر عدالت میں جائیں گے۔ جج صاحب کے سامنے وہ بھی یہودیوں کے دلال ہونے کا تحریری طور پر اعتراف کریں گے اور یہ سب کارروائیاں ڈی ایس پی شاہ خان کی نگرانی میں ہوں گی۔"

وہ سب گم صم ہوکر میری باتیں سن رہے تھے۔ میں نے کہا۔ "کل نو بجے میرے احکامات کی تعمیل نہ ہوئی تو میں سب سے پہلے حمزہ خان کو زخمی کرکے اس کے دماغ پر قبضہ جماؤں گا۔ پھر تم تینوں کو پشاور سے دوڑاتے ہوئے اسلام آباد لے جاؤں گا۔ وہاں قانون ساز ادارے کی چوکھٹ پر تم تینوں سر مارتے مارتے مرجاؤگے۔ قانون شکن افسروں اور دلالوں کو قانون کی دہلیز پر ہی تماشا بن کر مرنا چاہئے تاکہ دوسرے عبرت حاصل کریں۔ میں جارہا ہوں، کل صبح نو بجے آؤں گا۔"

میں سپاہی کے دماغ کو آزاد چھوڑ کر شاہ خان کے دماغ میں آگیا۔ وہ بہت خوش ہورہا تھا اور مطمئن تھا کہ ٹیڑھے راستے سے ہی سہی، قانون کی بالادستی بحال ہورہی ہے۔ وردی کی عزت بھی برقرار رہے گی۔ جنہیں وہ انتھک محنت کے باوجود بے نقاب نہیں کرسکا تھا۔ وہ کل صبح بڑی آسانی سے بے نقاب ہوکر اپنی سزا کو پہنچنے والے تھے۔

شاہ خان نے آئی جی سے پوچھا "سر! کیا میں جاسکتا ہوں؟"

کمشنر نے کہا "ہم پر مصیبت آئی ہوئی ہے اور تم چھٹی مانگ رہے ہو۔ مسٹر فرہاد نے تمہیں ہماری نگرانی کے لئے مقرر کیا ہے۔ اس کا مطلب ہے مسٹر فرہاد سے تمہارا رابطہ رہتا ہے۔"

"سر! آپ میری بات نہ کریں اپنی فکر کریں۔"

"فکر سے میری آدھی جان جارہی ہے۔ کیا آج شام کو تم کسی وقت فرہاد صاحب سے رابطہ کراسکتے ہو؟"

"اگر وہ میرے دماغ میں آئیں گے تو میں آپ کا پیغام پہنچادوں گا۔"

کمشنر نے آئی جی اور حمزہ خان سے کہا "میں کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ آیئے ہم کسی کمرے میں بیٹھیں گے۔"

جیلر نے ان کے لئے دفتر کے ساتھ والا کمرا کھول دیا۔ ان تینوں نے اندر آکر دروازے کو بند کرلیا پھر کمشنر نے آئی جی اور حمزہ خان سے کہا "یہاں آرام سے بیٹھ کر صرف ایک سوال کا جواب سوچو کہ کل صبح نو بجے ہمارا انجام کیا ہوگا؟ سوسائٹی میں اور سرکاری شعبوں میں ہماری عزت ہے۔ کل وہ ہمیں ننگا کرکے عوام کے سامنے دوڑائے گا اور اقبالِ جرم کرائے گا تو ہم اور ہمارے بچے کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہیں گے۔"

حمزہ خان نے کہا "بے شک پریشانی کی بات ہے۔ میرا خلاف جتنا ثبوت تھا اسے آپ نے خلاص کردیا۔ اس کے باوجود کل وہ میرے کو زخمی کرے گا۔ میرے داغ میں گھسے گا اور میرے سے اقبالِ جرم کرائے گا۔ یہ ٹیلی پیتھی بہت جنجال والا شیطانی علم ہے۔ یہ تو میں اچھی طرح سمجھ گیا، فرہاد ہم کو نہیں چھوڑے گا۔ ہم سب کو ذلیل کرے گا۔"

آئی جی نے کہا "تم ذلیل ہوگے تو قیامت نہیں آئے گی۔ تم تو پہلے بھی بدنام قاتل اور مجرم تھے۔ عزت تو ہم عزت داروں کی جائے گی۔ جب میں پہلی بار یہودیوں سے سودے بازی کررہا تھا تب میری بیوی نے سمجھایا تھا، آپ تھوڑا کمائیں، ہم تھوڑا کھائیں گے۔ اپنے بچوں کو پاکستان میں تعلیم دلائیں گے۔ انہیں لندن اور شکاگو بھیجنا ضروری نہیں ہے۔ لیکن اُن دنوں میں اونچا اڑ رہا تھا۔ میری بیوی مجھے نادان اور احمق نظر آرہی تھی۔ جب مجھے تمہارے جیسے مجرموں کے سامنے جھک کر بات کرنا پڑی، تب میری برتری اور خودداری کو ٹھیس پہنچی۔ جب میں نے تمہارے خلاف ملنے والے تمام ثبوت کو ضائع کرنے سے انکار کیا تو دھمکی دی گئی کہ میری بیٹی لندن سے اور بیٹا شکاگو سے زندہ واپس نہیں آئیں گے۔ تب میرے ضمیر نے ملامت کی۔ میں نے جھوٹی نمائش اور جھوٹی شان و شوکت کے لئے اپنے بچوں کو یہودیوں کے پاس گروی رکھ دیا ہے۔"

کمشنر نے کہا "جو ہوگیا، سو ہوگیا۔ جو ہونے والا ہے اُس کی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

بات کریں۔" حمزہ خان نے کہا "ایک بات تو پکا ہے۔ فرہاد ہم سب سے اقبالِ جرم کرائے گا۔ میں تو نہیں کرے گا' کیا آپ کرے گا؟"

"نہیں' کوئی اپنی خوشی سے اپنے جرائم قبول نہیں کرتا ہے۔ اس لئے وہ جبراً ایسا کرائے گا۔ کیا یہودی آقا ہمیں تحفظ دیں گے؟"

"کیوں نہیں دے گا۔ ضرور دے گا۔ ہم اور آپ پاکستان میں یہودی برادر کا واسطے بہت اہم ہے۔ میرا دستِ راست ٹرانسیٹر سے گفتگو کرنے گیا ہے۔ ابھی وہ آکے بتائے گا۔ آپ حوصلہ کرو۔ ہم سب کو فرہاد کا ٹیلی پیتھی سے تحفظ ملے گا۔ ضرور ملے گا۔"

میں کبھی آئی جی اور کبھی کمشنر کے چور خیالات پڑھ رہا تھا۔ کمشنر کو حمزہ خان کی طرح یہودیوں پر بھروسا تھا۔ لیکن آئی جی دل سے پچھتا رہا تھا۔ اس نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا "دس بج کر پندرہ منٹ ہو چکے ہیں' میں منصف سردار علی خان کی عدالت میں جارہا ہوں۔ ان کے سامنے اقبالِ جرم کروں گا۔"

وہ اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ کمشنر نے اٹھ کر کہا "یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ اس کا انجام جانتے ہیں؟ کیا آپ اپنی بیٹی اور بیٹے کی زندگی داؤ پر لگا رہے ہیں؟"

"میں نے یہودیوں کی پابندیاں قبول کرتے وقت یہ نہیں سوچا کہ میں ایک مسلمان کے ضمیر کو بیچ رہا ہوں اور پاکستان کے وقار کو ٹھیس پہنچا رہا ہوں۔ کیا بیٹی اور بیٹا ہمارے مذہب اور ہمارے وطن سے زیادہ اہم ہیں؟ نہیں' میں بیٹی اور بیٹے کی قربانیاں دے کر کفارہ ادا کروں گا۔ میرے اقبالِ جرم سے اور اولاد کی قربانیوں سے دوسرے پولیس والے عبرت حاصل کریں گے تو ہمارے ڈیپارٹمنٹ کے لئے یہ میرا بہترین عمل ہوگا۔" وہ کمرے کا دروازہ کھول کر باہر چلا گیا۔

حمزہ خان نے کہا "بزدل کا بچہ۔ فرہاد کا خوف سے اقبالِ جرم کرتا ہے۔"

کمشنر نے پوچھا "کیا ہم فرہاد سے محفوظ رہیں گے؟"

"ضرور۔ اسرائیل بہت چھوٹا ملک ہے۔ دنیا کا نقشے میں ناخن کے برابر ہے۔ مگر وہ امریکا جیسا سپرپاور کو نچاتا ہے۔ ہم دونوں اسرائیلیوں کا ایجنٹ ہے۔ جب امریکا ناچتا ہے تو کل نو بجے سے پہلے فرہاد بھی ناچے گا۔"

میں کمشنر کے دماغ سے نکل آیا۔ انہیں اپنا اپنا مقدر آزمانے کے لئے چوبیس گھنٹوں کی مہلت دے چکا تھا۔ اس لئے مجھے حمزہ خان کی باتوں پر غصہ نہیں آیا۔ میں آئی جی کے دماغ میں آیا۔ وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھا عدالت کی طرف جارہا تھا۔ میں نے اس کی زبان سے کہا "ڈرائیور! راستہ بدل دو۔ کینٹونمنٹ کی طرف چلو۔"

ڈرائیور ٹیکسی کو روک کر واپس موڑنے لگا۔ آئی جی نے حیرانی سے سوچا "میں نے ارادہ کیوں بدل دیا ہے۔ اپنے گھر کی طرف کیوں جارہا ہوں؟"

میں نے کہا "مسٹر ہدایت اللہ! عدالت نہیں جاؤ گے۔"

وہ حیرانی سے بولا "کیا میرے اندر مسٹر فرہاد بول رہے ہیں؟"

"ہاں' میں ہوں۔ میں نے تمہاری نیک نیتی پڑھ لی ہے۔ تم اپنی غلطیوں پر دل کی گہرائیوں سے پچھتا رہے ہو۔ اگر تمہیں یہودیوں کے شکنجے سے رہائی مل جائے تو تم پولیس ڈیپارٹمنٹ کے فرض شناس افسر بن کر قانون کی بالادستی قائم رکھ سکتے ہو۔"

"خدا کا شکر ہے۔ آپ نے اپنے علم کے ذریعے میرے اندر کی سچائی کو پڑھ لیا ہے۔"

"تمہاری سچائی کا انعام تمہیں ملے گا۔ میں تمہاری بیٹی اور بیٹے کو زندہ سلامت تمہارے پاس پہنچاؤں گا۔"

"کیا واقعی؟" وہ حیرت اور مسرت سے خلا میں تکنے لگا۔

"ہاں' مجھے اپنی بیٹی اور بیٹے کے سرپرست یہودیوں کے نام اور پتے بتاؤ۔ کیا ان کی تصویریں ہیں؟"

"میں ان سرپرستوں کو نہیں جانتا ہوں۔ ایک مڈل مین ہے جو ہمارے اور یہودیوں کے درمیان رابطے کا ذریعہ بنتا ہے۔ میں اس کے ذریعے اپنی بات یہودیوں تک پہنچاتا ہوں اور یہودی بھی اپنا پیغام اسی کے ذریعے مجھ تک پہنچاتے ہیں۔"

وہ اپنی کوٹھی کے سامنے پہنچ گیا۔ ٹیکسی والے کو کرایہ دے کر رخصت کیا پھر اندر جانے لگا۔ میں نے کہا "اس مڈل مین سے فون پر بات کرو۔"

اس نے کمرے میں آکر فون کا ریسیور اٹھایا پھر نمبر ڈائل کرنے لگا۔ تھوڑی دیر میں رابطہ ہوگیا۔ دوسری طرف سے کسی عورت کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو! میں مسز مارٹن بول رہی ہوں۔"

آئی جی نے کہا "مسز مارٹن! میں ایکس ون بول رہا ہوں اور ایکس ون ون ٹو سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"پلیز ہولڈ آن۔"

میں مسز مارٹن کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ اس کے شوہر مارٹن کا کوڈ نمبر ایکس ون ون ٹو ہے۔ دونوں میاں بیوی یہودی تھے۔ یہاں عیسائی بن کر رہتے تھے۔ آئی جی' کمشنر اور حمزہ خان جیسے ایجنٹوں کے پیغامات مارٹن کے ذریعے یہودی تنظیم کے سربراہ تک پہنچاتے تھے اور سربراہ کے احکامات اسی مڈل مین مارٹن کے ذریعے ان تینوں ایجنٹوں کو سنائے جاتے تھے۔ وہ سنتے تھے اور ان احکامات کی تعمیل پالتو کتوں کی طرح کرتے تھے۔

مارٹن نے ریسیور کان سے لگا کر کہا "ہیلو ایکس ون! مجھے حمزہ خان کے رائٹ ہینڈ نے بتایا ہے کہ فرہاد تم لوگوں کو پریشان کر رہا ہے۔"

آئی جی نے کہا "اس نے غلط بتایا ہے۔ مسٹر فرہاد پریشان نہیں کر رہے ہیں بلکہ ہماری آنکھیں کھول رہے ہیں۔ میں نہیں جانتا دوسرے مسلمانوں کی غیرت جاگے گی یا نہیں؟ لیکن مجھے یہودیوں کی غلامی کرتے ہوئے شرم آرہی ہے۔ اپنے بڑوں سے کہہ دو آئی جی ہدایت اللہ آج سے اپنے ملکی قوانین کے خلاف کوئی کام نہیں کرے گا۔ اور قانون توڑنے والوں کو عدالت اور جیل میں پہنچائے گا۔ قانون توڑنے والوں کی فہرست میں تمہارا نام بھی ہے۔"

"تم... ہوش میں تو ہو مسٹر ایکس ون؟"

"اب میں ایکس ون نہیں رہا۔ میں صرف پولیس ڈیپارٹمنٹ کا آئی جی ہوں۔"

"کیا تم اپنی بیٹی اور بیٹے کو بھول گئے ہو؟"

"میں نے ایمان اور فرض کے سامنے خون کے رشتوں کو بھلا دیا ہے۔ اب تم میری نہیں اپنی فکر کرو۔"

آئی جی نے ریسیور رکھ دیا۔ مارٹن نے ہیلو ہیلو کہہ کر آوازیں دیں پھر ریسیور رکھ کر تیزی سے چلتا ہوا اپنے بیڈ روم میں آیا۔ وہاں دیوار پر ایک بڑی سی تصویر لگی ہوئی تھی۔ اس نے تصویر کو ہٹایا اس کے پیچھے ایک بڑا سا ٹرانسیٹر رکھا ہوا تھا۔ اس نے اسے آپریٹ کیا۔ اس کے خیالات بتا رہے تھے کہ یہودی تنظیم کا سربراہ دہلی میں رہتا ہے۔

اس نے رابطہ قائم ہونے کے بعد سربراہ سے کہا "سر! گڑبڑ ہو رہی ہے۔ تھوڑی دیر پہلے میں نے آپ کو بتایا تھا کہ فرہاد نے پشاور سینٹرل جیل کے سامنے ہمارے تین اہم ایجنٹوں کی گاڑیاں تباہ کر دی ہیں اور چیلنج کیا ہے کہ حمزہ خان رہائی کے حکم نامے کے باوجود جیل سے باہر نہیں نکل سکے گا۔ اب دوسری اطلاع یہ ہے کہ آئی جی ہدایت اللہ نے ہمارا آلۂ کار بن کر رہنے سے انکار کردیا ہے۔ وہ کہتا ہے اپنے ملک کے خلاف کام کرنے والوں کو گرفتار کرے گا۔ اس نے مجھے بھی گرفتار کرنے کی دھمکی دی ہے۔ آپ گائیڈ کریں' مجھے اب کیا کرنا چاہئے؟"

دوسری طرف سے پوچھا گیا۔ "کیا اسے اپنے جوان بچوں کی فکر نہیں ہے؟"

"جی نہیں۔ وہ اپنے فرائض پر بچوں کو قربان کرنے پر آمادہ ہوگیا ہے۔ وہ اپنے بچوں کی وجہ سے ہمارے دباؤ میں نہیں رہے گا۔"

"یہ تشویش کی بات ہے۔ تم اپنی رہائش گاہ میں ایسی کوئی چیز نہ رکھو' جو تمہارے خلاف ثبوت بن جائے۔ جب وہ ثابت نہیں کر سکے گا کہ تم یہودی تنظیم کے مڈل مین ہو تو پھر گرفتار بھی نہیں کرا سکے گا۔"

اس نے رابطہ ختم کردیا۔ سربراہ کے خیالات نے بتایا کہ پاکستان' بنگلہ دیش' سری لنکا اور افغانستان میں سراغرسانی اور سیاسی مقاصد حاصل کرنے کے لئے یہودی تنظیم کا ایک دفتر دہلی میں قائم کیا گیا ہے۔ اس تنظیم کے چند بڑے دماغ دہلی میں بیٹھ کر افغانستان' سری لنکا' بنگلہ دیش اور پاکستان کے زرخرید ایجنٹوں کی راہنمائی کرتے رہتے ہیں۔

سربراہ نے ٹرانسیٹر کو آف کرکے ان تین افراد کو دیکھا جو

علمِ ہپناٹزم پر ایک نئی کتاب

جسے

ایک ماہرِ ہپناٹزم نے تحریر کیا ہے

باتصویر

ہپناٹزم کی جدید تحقیقات

قیمت ۲۰ روپے۔ ڈاک خرچ ۱۰ روپے

اُردو زبان کی پہلی کتاب جس میں اس عمل کی حقیقی تصاویر بھی دی گئی ہیں۔

- ہپناٹزم کے بارے میں آج تک کی تمام تحقیقات کا نچوڑ
- جدید طریقے اور مشقیں
- ہپناٹزم کی مشقوں کے لیے مکمل لائحہ عمل اور پورا پروگرام
- بے شمار سوالات کے جواب
- ہپناٹزم کے موضوع پر ایک مکمل اور مستند کتاب جس میں مصنف کے ذاتی تجربے بھی شامل ہیں۔

ارتکازِ توجہ کے لیے سیاہ دائرہ اور مشقوں کو سمجھنے کے لیے حقیقی تصاویر۔

ملنے کا پتہ

مکتبۂ نفسیات پوسٹ بکس [illegible] کراچی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

قریب ہی صوفوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ تینوں اس تنظیم کے بہترین دماغ تسلیم کئے جاتے تھے۔ ان کی پلاننگ اور مشوروں کے مطابق بھارت کے پڑوسی ملکوں میں سازشی کارروائیاں کی جاتی تھیں۔ سربراہ نے ان تینوں پلان میکرز سے کہا "ایک نیا مسئلہ درپیش ہے۔ آئی جی ہدایت اللہ پر حب الوطنی کا جنون سوار ہوگیا ہے۔ وہ آئندہ ہمارا آلۂ کار بن کر نہیں رہے گا۔ وہ ہمارے ٹڈل مین مارٹن کو گرفتار کرنے والا ہے۔ آئندہ وہ اپنے بچوں کی خاطر ہمارے دباؤ میں نہیں رہے گا۔"

ایک پلان میکر نے کہا "اس کا مطلب یہ ہے کہ اسے فرہاد کی پشت پناہی حاصل ہو رہی ہے۔"

دوسرے پلان میکر نے کہا "اور اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ فرہاد آئی جی کے ذریعے مارٹن اور مارٹن کے ذریعے ہمارے درمیان پہنچ گیا ہے۔"

تیسرے پلان میکر نے ہنستے ہوئے کہا "ہمارے درمیان پہنچنے سے کیا ہوتا ہے۔ ہم تینوں یوگا کے ماہر ہیں۔ وہ ہمارے سربراہ رابرٹ کے اندر جا سکتا ہے ہمارے اندر نہیں آسکتا۔"

مجھے یہ سن کر مایوسی ہوئی کہ وہ تینوں مجھ سے محفوظ رہیں گے لیکن دوسرے ہی لمحے میں سربراہ رابرٹ کے چور خیالات نے بتایا۔ "یہ تینوں شراب پیتے ہیں۔ عیاشی کرتے ہیں۔ بھلا سانس کیا روکیں گے۔ ویسے بہت چالاک ہیں۔ ایسا کہہ کر فرہاد کو اپنے اندر آنے سے روک رہے ہیں۔"

میں نے تینوں کے دماغوں میں باری باری جا کر دیکھا۔ واقعی وہ بڑی مکاری سے مجھے اپنے اندر آنے سے روکنے والے تھے۔ میں نے ان میں سے کسی کو بھی مخاطب نہیں کیا۔ رابرٹ نے کہا "تم تینوں محفوظ رہو گے لیکن مجھے اس کے آنے کا پتا نہیں چلے گا۔"

ایک نے کہا "اگر فرہاد ہمارے سربراہ کے دماغ میں ہے تو ہم سے معاملات طے کرے۔ ہم بڑی آسان شرائط پر آئی جی ہدایت اللہ کی بیٹی اور بیٹے کو بحفاظت پاکستان پہنچا دیں گے۔"

یہ بہت بڑی پیشکش تھی۔ میں آئی جی کے بچوں کی سلامتی چاہتا تھا لیکن اپنی موجودگی ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ انہیں اسی خوش فہمی میں مبتلا رکھنا دانش مندی ہوتی کہ میں ان کے دماغوں تک نہیں پہنچ رہا ہوں۔

میں آئی جی ہدایت اللہ کے پاس آیا۔ وہ انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل سے رابطہ کر کے یہ کہنا چاہتا تھا کہ اسلام آباد میں رہنے والے ایک شخص مارٹن پر نظر رکھی جائے۔ ان میاں بیوی کی عدم موجودگی میں ان کے بنگلے کی تلاشی لی جائے۔ وہاں سے اس کے خلاف کچھ ثبوت مل سکتے ہیں کہ وہ یہودیوں کا ایک ٹڈل مین ہے۔ میں نے آئی جی کو ایسا کرنے سے روک دیا۔ اسے بستر پر لیٹنے اور پھر سونے پر آمادہ کیا۔ جب اسے نیند آگئی تو میں نے اسے اپنا معمول بنایا۔ اس کے دماغ کو حکم دیا کہ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرے اور سانس روک لیا کرے۔ صرف سونیا کی آواز اور لہجے میں جو سوچ کی لہریں آئیں انہیں محسوس نہ کرے۔

مجھے اس کے دماغ کو لاک کرنا پڑا تاکہ یہودی خیال خوانی کرنے والے اس کے خیالات نہ پڑھ سکیں اور یہ نہ معلوم کر سکیں کہ میں اس سے دماغی رابطہ رکھتا ہوں۔ جب یہ معلوم نہیں ہو گا تو دہلی میں رہنے والے یہودی تنظیم کے سربراہ اور تینوں پلان میکرز خوش فہمی میں رہیں گے کہ وہ لوگ میری ٹیلی پیتھی سے محفوظ ہیں۔ میں اسے تنویمی نیند سلا کر ٹڈل مین مارٹن کے مزید خیالات پڑھنے لگا۔ پتا چلا اسلام آباد میں ایک بہت ہی چالاک اور تجربہ کار یہودی سراغ رساں اے آر ڈوگلس ہے لیکن وہ سردار عبدالرحمان کے نام سے مسلمان بن کر زیرو پوائنٹ کے قریب ایک بنگلے میں رہتا ہے۔ اُس کے ساتھ ایک بوڑھی جاسوسہ اور تین یہودی حسینائیں ڈوگلس کی مسلمان بیٹیاں بن کر رہتی ہیں۔ یعنی ایک بنگلے میں ڈوگلس سمیت پانچ جاسوس رہتے ہیں۔ اور پاکستانی انٹیلی جنس والوں کو ان پر آج تک شبہ نہیں ہوا تھا۔

اے آر ڈوگلس عرف سردار عبدالرحمان کے بیان کے مطابق وہ برسوں سے اپنی بیوی اور تین بیٹیوں کے ساتھ نیویارک میں رہتا تھا لیکن اب جوان بیٹیوں کو پاکستان میں بیاہنا چاہتا تھا اور مناسب لڑکوں کی تلاش میں وہاں آیا تھا۔

درپردہ اس کی یہ ذمے داری تھی کہ وہ پاکستان کے ایٹمی پروگرام کی صحیح رپورٹ حاصل کرتا رہے اور ایٹمی پلانٹ سے تعلق رکھنے والے افسران سے دوستی کرے۔ دوستی کرنے کے لئے تینوں حسیناؤں کو ذریعہ بناتا رہے اور یہ ظاہر کرتا رہے کہ اُس کی لڑکیاں چند افسران سے متاثر ہیں اور کسی دوسری جگہ شادی نہیں کرنا چاہتی ہیں۔

بھارت اور اسرائیل سے لے کر امریکا تک یہ تشویش پھیلی ہوئی تھی کہ پاکستان ایٹم بم بنا چکا ہے۔ جب کہ پاکستان کی طرف سے بار بار یقین دہانی کرائی گئی کہ ہمارے سائنس دان امن سلامتی اور تعمیری مقاصد کے لئے مصروف رہتے ہیں۔ لیکن پُرامن ایٹمی پروگرام دشمنوں کے گلے میں ہڈی کی طرح اٹکا ہوا تھا۔ پاکستانی سراغرساں خوب سمجھتے تھے کہ غیر ملکی جاسوس ہمارے ایٹمی پلانٹ پر نظر رکھتے ہیں اور ہمارے سائنس دانوں کی مصروفیات کے متعلق صحیح معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ ایسے غیر ملکی جاسوس کبھی پکڑے جاتے ہیں اور کبھی ایسے آہنی پردوں میں چھپے رہتے ہیں کہ وہاں تک نظر نہیں پاتی۔ میں نے ان آہنی پردوں کے پیچھے دیکھ لیا تھا اور ابھی بہت کچھ دیکھنا باقی تھا۔

ایسے دشمن سیکرٹ ایجنٹوں سے خاموشی اور راز داری

نمٹنا دانش مندی ہوتی۔ اگر میں یہودی تنظیم اور اسرائیلی حکمرانوں کو اس سلسلے میں وارننگ دیتا یا کھل کر انتقامی کارروائی کرتا تو میرے ہاتھ ایک یا دو دشمن آتے باقی ہوشیار ہو کر میری پہنچ سے دور نکل جاتے۔ پھر کسی دوسرے روپ میں اسلام آباد پہنچ جاتے۔

میں نے ایک اسرائیلی حاکم کو مخاطب کیا۔ اس نے کہا "فرہاد صاحب! آپ نے ہمارے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ختم کر دیا۔ اپنی بھانجی کی ہلاکت کا انتقام لے لیا۔ اب کیا چاہتے ہیں؟"

"میں کیا چاہتا ہوں اور آئندہ کیا کرنے والا ہوں' یہ بتا کر تم لوگوں کو چونکانا اور ہوشیار کرنا نہیں چاہتا۔ اگر یہ چاہتے ہو کہ میرے انتقامی رویے میں لچک پیدا ہو جائے اور تم لوگوں کو زیادہ نقصان نہ پہنچے تو فی الحال میری دو شرائط تسلیم کرو اور ان پر عمل کرو۔"

"وہ شرائط کیا ہیں؟"

"ایک تو یہ کہ پاکستان میں تمہارے جتنے زر خرید ایجنٹ ہیں ان کا ساتھ چھوڑ دو۔ ان کی پشت پناہی نہ کرو۔ ان کی کسی طرح بھی چھپ کر مدد کرو گے تو تمہاری دوغلی حرکتیں مجھ سے چھپی نہیں رہیں گی۔ میں حمزہ خان' کمشنر اور چودھری حاکم علی جیسے ایجنٹوں کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

"مسٹر فرہاد! یقین کرو۔ تم پاکستان میں ہمارے جن ایجنٹوں کے نام لے رہے ہو' میں ان میں سے کسی کو نہیں جانتا ہوں۔"

"تم نہیں جانتے ہو لیکن جو حاکم یا گولڈن برین پاکستان کے معاملات میں دلچسپی لے رہے ہیں' اچھی طرح جانتے ہوں گے۔ تم ان سے رابطہ کرو اور جو کہہ رہا ہوں اس پر فوراً عمل کرو۔"

"تمہاری دوسری شرط کیا ہے؟"

"پشاور کا ایک آئی جی ہدایت اللہ تمہارا زر خرید ایجنٹ تھا۔ اب وہ تمہارا وفادار نہیں رہا۔ اُس کی ایک بیٹی کو لندن میں اور ایک بیٹے کو شکاگو میں یرغمال بنا کر رکھا گیا ہے۔ ان دونوں کو اڑتالیس گھنٹوں کے اندر بحفاظت پاکستان پہنچا دو۔"

"آپ میرے پاس موجود رہیں۔ میں گولڈن برینز سے رابطہ کرتا ہوں اور انہیں آپ کی شرائط سناتا ہوں۔"

"میں بہت مصروف ہوں۔ ابھی جا رہا ہوں۔ تین گھنٹے بعد آئی جی کی بیٹی اور بیٹے کے پاس جاؤں گا۔ اگر ان کے ذریعے یہ معلوم ہوگا کہ انہیں واپس بھیجنے کے انتظامات نہیں کئے جا رہے ہیں تو چار گھنٹے بعد تمہارا تیسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا جہنم میں پہنچ جائے گا۔"

یہ کہہ کر میں خاموش ہو گیا۔ اس نے مجھے آوازیں دیں۔ جواب نہ ملا تو وہ گولڈن برینز سے رابطہ کرنے لگا۔ وہ چھ گولڈن برینز ایسی جگہ چھپے ہوئے تھے۔ جہاں ہم اور ہماری خیال خوانی کی لہریں نہیں پہنچ سکتی تھیں۔ لیکن مجھے یقین تھا کہ میرا بیٹا علی جلد ہی ان کی شہ رگ تک پہنچ جائے گا۔

حاکم نے رابطہ قائم کرنے کے بعد گولڈن برینز تک میرا پیغام اور دھمکی پہنچائی۔ ایک گولڈن برین نے کمپیوٹر اسکرین کے ذریعے کہا "ہمیں یقین کرنا ہوگا کہ وہ چار گھنٹے بعد ہمارے ایک اور ٹیلی پیتھی جاننے والے کو مار ڈالے گا۔ پہلے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہلاک کر کے اس نے ہماری خوش فہمی ختم کر دی ہے۔"

دوسرے گولڈن برین نے کہا "ہم اپنی کمزوریوں کو ابھی تک سمجھ نہیں پائے کہ فرہاد کہاں سے سرنگ بنا کے ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں تک پہنچ جاتا ہے۔ جب تک ہمیں ان کی حفاظت اور سلامتی کا پورا یقین نہیں ہوگا تب تک فرہاد کی شرائط پر عمل کرنا ہی پڑے گا۔"

تیسرے گولڈن برین نے کہا "فی الحال ہم مجبور ہیں۔ آئی جی کی بیٹی اور بیٹے کو پاکستان پہنچا دیں گے۔ حمزہ خان اور کمشنر سے کہہ دیا جائے کہ ہم ان کی کوئی مدد نہیں کر سکیں گے ہمیں اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے عزیز ہیں۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ ہوٹل کے کمرے سے نکل کر باہر سڑک پر آیا۔ آئی جی تنویمی نیند پوری کر چکا تھا۔ میں سونیا کا لہجہ اختیار کر کے اس کے دماغ میں گیا۔ اس سے کہا کہ وہ اپنی بیٹی اور بیٹے کی تصویریں لے کر کار میں باہر آئے۔ اس نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ میں نے اس سے چوک یادگار میں ملاقات کی۔ اس سے ملاقات کرنے اور اس کے بچوں کی تصویریں لینے تک میں نے اسے غائب دماغ رکھا تاکہ وہ مجھے نہ پہچان سکے اور اس کے ذریعے کوئی دشمن میرے ہوٹل تک نہ پہنچ سکے۔ وہ مجھے تصویریں دے کر چلا گیا۔ میں نے ہوٹل کے کمرے میں آکر ان تصویروں کو تکیے کے نیچے رکھا۔ دو تین گھنٹوں کے بعد ان بچوں کے پاس جا کر معلوم کرنا تھا کہ انہیں والدین کے پاس پہنچانے کے انتظامات کئے گئے ہیں یا نہیں؟

میں نے ٹڈل مین مارٹن کے دماغ میں جا کر اُس کی سوچ میں کہا۔ "مجھے معلوم کرنا چاہئے کہ ڈوگلس ایٹمی پروگرام معلوم کرنے کے سلسلے میں کیا کر رہا ہے؟"

پاکستانی ایٹم بم کا ہوّا ایسا تھا کہ بھارت اور اسرائیل کی نیندیں اڑی ہوئی تھیں۔ وہ کسی بھی قیمت پر یہ ثبوت چاہتے تھے کہ پاکستان ایٹم بم بنا چکا ہے۔ مارٹن بھی یہ معلوم کرنے کے لئے بے چین تھا۔ اس نے فون پر رابطہ کیا پھر کہا "ہیلو اے آر!"

اے آر ایک طرح کا کوڈ تھا۔ یہ ڈوگلس کے نام کے ابتدائی حروف بھی تھے اور اے آر سے عبدالرحمان کا نام بھی سمجھا جاتا تھا۔ اس نے پوچھا "اے آر! کیا ہو رہا ہے؟"

اس نے جواب دیا "کوششیں جاری ہیں۔"

"صرف جاری رہنے سے کامیابی نہیں ہوگی۔ مجھ سے رابطہ کرو۔"

دوسری بار رابطہ کرنے کا مطلب یہ تھا کہ ٹرانسمیٹر پر گفتگو کی جائے پھر ٹرانسمیٹر پر گفتگو ہونے لگی۔ مارٹن نے کہا "تم جانتے ہو فرہاد پاکستان میں ہے۔ اگر اسے تم پر شبہ ہوگا تو تمہارے ساتھ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

رہنے والی چار جاسوس عورتوں کی بھی شامت آجائے گی۔ یہاں تم لوگ مسلمان بن کر بھی نہیں رہ سکو گے۔"

وہ بولا "مجھے بھی یہی اندیشہ ہے۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہمارے خیال خوانی کرنے والے ہمارے دماغوں کو لاک کر دیں تاکہ فرہاد کبھی ہمارے اندر نہ پہنچ سکے؟"

"میں نے اس سلسلے میں بات کی تھی لیکن پتا چلا ہے کہ ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے دوسرے معاملات میں مصروف ہیں۔ یہاں نہیں آسکتے۔"

"پاکستانی ایٹم بم کا معاملہ سب سے اہم معاملات میں سے ایک ہے۔ کسی ایک خیال خوانی کرنے والے کو ہمارے پاس آنا چاہئے۔"

"یہ بات میں نے اپنے اکابرین تک پہنچائی تھی لیکن ایک ہی جواب ملا کہ ہمارے خیال خوانی کرنے والے دوسری مصروفیات چھوڑ کر نہیں آئیں گے۔"

اس طرح تو یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ فرہاد کی موجودگی کے ہمارے خیال خوانی کرنے والے ادھر کا رخ نہیں کر رہے ہیں۔"

"کچھ بھی ہو۔ تمہیں صرف اپنی ذہانت اور صلاحیتوں کے بل پر جلد سے جلد اپنا کام کرنا ہوگا۔"

میں ڈوگلس عرف سردار عبدالرحمان کے دماغ میں آگیا۔ گولڈن برینز اور ان کے دوسرے اکابرین نے مارشن اور ڈوگلس کو یہ نہیں بتایا تھا کہ اسرائیل میں دو ٹیلی پیتھی جاننے والے مارے گئے ہیں اور باقی کو ان کی مختلف رہائش گاہوں میں نظربند رکھا گیا ہے، انہیں خیال خوانی سے منع کیا گیا ہے۔ جب تک گولڈن برینز میری کوئی کمزوری ہاتھ میں نہیں لیں گے، مجھے بری طرح مجبور نہیں کریں گے اپنے خیال خوانی کرنے والوں کو خفیہ پناہ گاہوں میں چھپا کر رکھیں گے۔

ڈوگلس نے رابطہ ختم کر کے ٹرانسیٹر کو چھپا دیا۔ اس کی بیوی بن کر رہنے والی جاسوسہ مسز ڈوگلس نے پوچھا "ٹل مین کیا کہتا ہے؟"

وہ جاسوسہ کو تمام باتیں بتانے لگا پھر اس سے پوچھا "تینوں لڑکیاں کہاں ہیں؟ یہاں ان کے حسن و شباب کا جادو نہیں چل رہا ہے۔ کیا یہ شکار پھانسنا بھول گئی ہیں؟"

وہ بولی "ایسی بات نہیں ہے۔ تم سمجھ سکتے ہو کہ سائنس دان خشک مزاج ہوتے ہیں۔ حسن، جوانی، شاعری اور چاندنی راتوں سے انہیں دلچسپی نہیں ہوتی۔ پھر یہاں کے مسلمان سائنس دان شراب کو ہاتھ نہیں لگاتے ہیں۔"

ایک نوجوان حسینہ دروازے پر آکر اُن کی باتیں سن رہی تھی۔ وہ کمرے میں آتے ہوئے بولی "ممی! تم ٹھیک کہتی ہو۔ یہ پاکستانی سائنس دان شراب نہیں پیتے ہیں اور جب تک انہیں مدہوشی اور مستی میں نہ لایا جائے یہ ہماری بانہوں کے اسیر نہیں بنیں گے۔"

ڈوگلس نے کہا "ایک راستہ ہے۔ یہ لوگ شراب نہیں پیتے لیکن چند ایسے ہیں جو سگریٹ پیتے ہیں۔ سگریٹ میں چرس اور ہیروئن کی تھوڑی سی مقدار ملا کر انہیں پلائی جا سکتی ہے۔"

حسینہ نے کہا "وہ ایک دو کش لے کر ہوشیار ہو جائیں گے۔"

ڈوگلس نے کہا "تم مجھے احمق سمجھتی ہو؟ میں کچھ سمجھ کر ہی کہہ رہا ہوں۔ ان کے سگریٹوں میں اتنی کم مقدار ملائی جائے گی کہ انہیں ہلکا سا سرور ہوگا۔ وہ رفتہ رفتہ اس سرور کے عادی ہوں گے۔ ہم سرور کی مقدار بڑھاتے جائیں گے۔"

دو حسینائیں اور آگئیں۔ ایک نے ڈوگلس سے پوچھا "تمہارے بنا سپتی ڈیڈی کس کی مقدار بڑھا رہے ہیں؟"

تیسری حسینہ نے کہا "کسی کو بڑھاؤ یا کسی کو گھٹاؤ، تین ماہ سے تمہارا ہر منصوبہ ناکام ہو رہا ہے۔ پہلے تو پاکستانی جاسوس مصیبت بنے ہوئے تھے، اب فرہاد آگیا ہے۔"

"نیلما! تمہیں فرہاد کی آمد کے بارے میں کیسے معلوم ہوا؟"

"جس نوجوان سائنس دان کو اپنے عشق میں گرفتار کر رہی ہوں وہ آج کہہ رہا تھا... نیلما ڈارلنگ! میرا دل تمہاری طرف کھنچا جاتا ہے مگر میں مجبور ہوں۔ ہمیں سختی سے تاکید کی گئی ہے کہ ہم کسی اجنبی سے دوستی نہ کریں۔"

ڈوگلس نے پوچھا "تم نے اسے سمجھایا نہیں کہ تم اجنبی نہیں ہو۔ مسلمان ہو، پاکستانی ہو۔"

"میں نے سمجھایا تھا کہ مجھ سے شادی کر لو گے تو میں اجنبی نہیں رہوں گی۔ تمہارے ڈیپارٹمنٹ والوں کو مجھ پر اعتراض نہیں ہوگا۔ وہ بولا، شادی سے پہلے تحقیقات ہوگی۔ میری پوری ہسٹری معلوم کی جائے گی۔ آج کل فرہاد علی تیمور لاہور میں ہے۔ چوں کہ ہمارا ایٹمی پلانٹ بہت اہم ہے اس لئے وہ ادھر بھی دوستوں اور دشمنوں کو پہچاننے آئے گا۔"

"اچھا تو اس طرح تمہیں معلوم ہوا کہ فرہاد اس ملک میں موجود ہے؟"

نیلما نے کہا "ہاں۔ اُس کی موجودگی کا اس لئے بھی یقین ہے کہ ہماری یہودی تنظیم کے چند اکابرین ہم سے خاطر خواہ تعاون نہیں کر رہے ہیں۔"

دوسری حسینہ نے کہا "یہ بات یوں بھی سمجھ میں آتی ہے کہ ہمارے خیال خوانی کرنے والے بھی چھپ کر ہمارے پاس نہیں آتے ہیں۔"

بوڑھی جاسوسہ نے ڈوگلس سے کہا "ابھی تم منصوبہ بنا رہے تھے کہ سگریٹ میں نشہ آور کوئی چیز ملائی جا سکتی ہے۔ لیکن کون ملائے گا۔ بلی کے گلے میں گھنٹی کون باندھے گا۔ ہم نشیلا سگریٹ ان سائنس دانوں کی جیبوں میں کیسے پہنچائیں گے؟ ہر کام ہمارے خیال خوانی کرنے والے آسانی سے کر سکتے تھے بلکہ وہ ان کے دماغوں میں گھس کر بہت سی معلومات حاصل کر سکتے تھے لیکن ایسا نہیں کیا جا رہا ہے۔ اور ایسا کیوں نہیں کیا جا رہا ہے۔ یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آرہی ہے؟"

ڈوگلس نے کہا "میں صرف ایک بات جانتا ہوں۔ ہمارے اکابرین ہمیں ٹیلی پیتھی کے سہارے کے بغیر کامیاب ہوتے دیکھنا چاہتے ہیں۔ یہاں ہمیں جو کچھ کرنا ہے، اپنے ہی بھروسے پر کرنا ہے۔"

میں اُن کی باتیں سن کر دماغی طور پر اپنے کمرے میں حاضر ہو گیا۔ باتھ روم میں جا کر غسل کیا پھر لباس تبدیل کر کے ہوٹل کے باہر آیا۔ سڑک کے کنارے کئی ہوٹل تھے۔ میں ایک ہوٹل میں آکر بیٹھ گیا۔ ملازم کو بھونا ہوا گوشت اور روٹیاں لانے کو کہا پھر دور دور تک نظریں دوڑانے لگا۔ باہر کی چہل پہل اچھی لگ رہی تھی۔ کوئی اردو بول رہا تھا، کوئی پشتو اور کوئی افغانی زبان بول رہا تھا۔ ملازم میرے لئے سالن اور روٹیاں لے آیا۔ کھانا شروع کیا تو چار افغانی میری میز کی خالی کرسیوں پر آکر بیٹھ گئے۔

مجھے ان کے قریب آکر بیٹھنے پر اعتراض نہیں تھا۔ جب چالیس لاکھ افغانیوں کا بوجھ برداشت کیا گیا تھا تو یہ چار کیا تھے۔ لیکن ان کے لباس سے بھنگ کی بو آرہی تھی۔ کھاتے وقت یہ بو ناگوار گزر رہی تھی۔

ان میں سے ایک افغانی کھانے کا آرڈر دے رہا تھا۔ دوسرے نے مجھ سے کہا "تمہارے کو دو دن سے دیکھتا ہے۔ تم اُدھر سرائے میں تھا پھر ادھر ہوٹل میں آیا۔"

وہ مسکرانے لگا۔ دوسرے نے کہا "تم اکیلا ہے اور اکیلا آدمی کا دشمن بہت ہوتا ہے۔ تم کو اپنا لباس میں ریوالور چھپا کے رکھنا چاہئے۔"

پھر وہ رازداری سے بولا "جو مانگے گا مل جائے گا۔ ریوالور، رائفل، کلاشنکوف۔ جدھر بولے گا اُدھر پہنچا دے گا۔ مال سستا میں دے گا۔ ریوالور ایک ہزار روپیہ، رائفل سات ایم ایم پانچ ہزار اور کلاشنکوف بارہ ہزار میں ہمارے پاس سے ملے گا اور کدھر نہیں ملے گا۔"

میں نے کہا "اچھا تم لوگ پشاور سے کراچی تک غیر قانونی اسلحہ فروخت کرتے ہو۔ جس ملک میں مہاجرین بن کر پناہ لیتے ہو اسی ملک میں اسلحے کی فراہمی سے دہشت گرد اور تخریب کار پیدا کرتے ہو۔"

"برادر! تقریر مت کرو۔ رقم نکالو۔ مال لو۔ میز کا نیچے ایک بھرا ہوا ریوالور ہے۔ ایک گولی چلے گا تم ٹھنڈا ہو جائے گا۔ تمہارا جیب میں جتنا رقم ہے اس کو میز کا نیچے ہاتھ بڑھا کے دے دو۔"

دوسرے نے کہا "ہم ادھر کا تھانیدار کو مال دیتا ہے۔ وہ تمہارا مدد نہیں کرے گا۔ مکاری کرے گا تو ہم تمہارا ہوٹل کا کمرا میں گھس کے تم کو قتل کر دے گا۔"

میں نے جیب سے پچاس کا نوٹ نکال کر کہا "میں کھانے کا بل ادا کرنے صرف یہی رقم لایا ہوں۔ پچاس ہزار روپے ہوٹل کے کمرے میں ہیں۔ وہ رقم لینا چاہتے ہو تو میرے ساتھ کمرے میں چلو۔ مجھے اپنی زندگی عزیز ہے۔ میں مکاری نہیں کروں گا۔"

وہ چاروں اپنی زبان میں ایک دوسرے سے بولنے لگے۔ پچاس ہزار کی رقم ان کے لئے بہت بڑی تھی۔ وہ مجھے کمرے میں تنہا جانے نہ دیتے، ایک نے کہا "ہم تمہارے ساتھ جائے گا۔ چلو اٹھو۔"

میں اٹھ گیا۔ اس کے ساتھ دو قدم چلتے ہی اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ میرا ہاتھ چھوڑ کر پلٹ گیا۔ لباس کے اندر سے ریوالور نکال کر اُس نے بڑی پھرتی دکھائی۔ اس کے تینوں ساتھی جو میز کے اطراف میں بیٹھے ہوئے تھے، باری باری ان کا نشانہ لے کر گولیاں برسا دیں۔ ہوٹل میں بھگدڑ شروع ہو گئی۔ بھگدڑ کے وقت کسی نے نہیں دیکھا کہ تین ساتھیوں کو قتل کرنے والے نے چوتھی گولی خود پر چلائی ہے۔ میں تیزی سے چلتا ہوا دوسرے راستے پر آیا۔ وہاں سے لوگ دوڑتے ہوئے ادھر جا رہے تھے جہاں سے فائرنگ کی آوازیں آئی تھیں۔ میں اطمینان سے چلتا ہوا قصہ خوانی بازار کے قریب ایک ہوٹل میں آیا۔ وہاں بیٹھ کر کھانے کا آرڈر دیا پھر بڑے دکھ سے سوچنے لگا۔ میرے ملک کے شہروں، گلیوں اور کوچوں میں ہتھیار بیچے اور خریدے جا رہے ہیں۔ گھر گھر بارود کا ذخیرہ ہو رہا ہے۔ پہلے ایک دوسرے کو پتھر مار کر زندہ رہتے تھے اب ایک دوسرے کو گولیاں مار کر کوئی نہیں بچے گا۔

میں نے ہوٹل کے کمرے میں آکر آئی جی کی بیٹی اور بیٹے کی تصویریں دیکھیں۔ ان کی آنکھوں میں جھانکتا ہوا ان کے پاس پہنچ گیا۔ اُس کی بیٹی اپنا سامان پیک کر رہی تھی۔ اسے پاکستان جانے کے لئے ٹکٹ مل گیا تھا۔ اس کے بیٹے کی سوچ نے بتایا کہ اسے

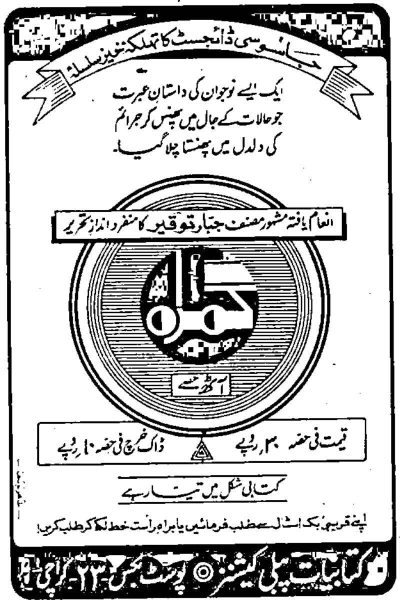

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

فون پر اطلاع دی گئی ہے کہ وہ پاکستان واپس جانے کے لئے تیار رہے۔ کسی بھی وقت، کسی بھی فلائٹ کا ٹکٹ اس کے پاس پہنچ جائے گا۔ میں مطمئن ہو کر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔

ابھی کئی معاملات سے نمٹنا تھا۔ میں تھوڑی دیر کے لئے بستر پر آکر لیٹ گیا۔ کھانے کے بعد آرام کرنے کا موڈ ہو رہا تھا۔ میں نے آنکھیں بند کیں، سونے کا ارادہ نہیں تھا لیکن ذہن تھکا ہوا تھا۔ اس لئے آنکھ لگ گئی۔

پاکستان آنے کے بعد چھوٹے چھوٹے بے شمار مسائل کا سامنا ہو رہا تھا۔ یہ چھوٹے چھوٹے مسائل بڑے مسائل کا پیش خیمہ ثابت ہو رہے تھے۔ مثلاً یہ ایک عام سی بات تھی کہ چوہدری حاکم علی حاکم دواؤں میں ملاوٹ کرتا تھا۔ لیکن اس کے پیچھے ایک ناقابلِ برداشت حقیقت یہ تھی کہ یہودی سرمایہ دار پاکستان کی دوا ساز کمپنیوں سے اچھا خاصا منافع چور دروازے سے حاصل کر رہے تھے۔ یہ نظر انداز کرنے والا مسئلہ نہیں تھا کہ حمزہ خان جیسے خطرناک مجرم اپنے خلاف ثبوت غائب کرا کے رہائی کا پروانہ حاصل کرتے تھے اور قانون کا مذاق اڑاتے تھے۔ توبہ کرنے اور راہِ راست پر واپس آنے والے آئی جی کے جوان بچوں کو بیرونی ممالک میں یرغمال بنایا جاتا تھا۔

اور سب سے اہم مسئلہ یہ تھا کہ بھارت، اسرائیل اور امریکا ہمارے پُرامن ایٹمی پروگرام کو تخریبی پروگرام ثابت کرنے پر تلے ہوئے تھے اور ہمارے ایٹمی پلانٹ کی کوئی کمزوری حاصل کرنے کے لئے انہوں نے سیکرٹ ایجنٹوں کی ایک ٹیم اسلام آباد پہنچائی ہوئی تھی۔ میں ایک ایک سے نمٹ رہا تھا لیکن یہودی بڑے ڈھیٹ ثابت ہو رہے تھے وہ ایک طرف سے مات کھاتے تھے۔ دوسری طرف سے پھر شہ دینے کی چال چلتے تھے۔

دو گھنٹے بعد میری آنکھ کھلی۔ میں نے ہوٹل کے ملازم کو چائے لانے کے لئے کہا پھر منہ ہاتھ دھو کر چائے پینے بیٹھ گیا۔ ایسے وقت سامان نے آکر کوڈ ورڈز ادا کئے پھر کہا "چوہدری حاکم علی نئے دشمنوں کی پناہ میں ہے۔ وہ نئے دشمن یوگا کے ماہر ہیں۔ ان کے سربراہ کا نام بلال احمد عرف بلے ہے۔ بلے نے چوہدری سے کہا ہے کہ فرہاد اس کے دماغ میں نقصان پہنچانے آئے تو اس سے کہہ دے کہ بلے فرہاد کی منہ بولی بیٹی صوفیہ کو اور اس کے عاشق کو نقصان پہنچائے گا۔

میں نے پوچھا "پارس کہاں ہے؟"

سامان نے کہا "میں نے پارس کو بلے کے متعلق بتایا تھا۔ اس نے کہا ہے وہ اپنا اور صوفیہ کا چہرہ بدل کر رہائش گاہ بھی بدل دے گا۔ ایسے میں بلے کسی کو نقصان پہنچانے کی دھمکی نہیں دے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ پارس کو یہی کرنا چاہئے۔ اگر وہ حلیہ تبدیل کر چکا ہے تو تم چوہدری کے اندر خاموش رہ کر بڑی سہولت سے بلے اور اس کے حواریوں کو دماغی کمزوریوں میں مبتلا کرنے کی کوشش کرتے رہو۔"

سامان چلا گیا۔ میں کمشنر کے پاس آیا۔ وہ پھر حمزہ خان سے ملاقات کرنے جیل میں آیا تھا۔ وہ دونوں جیلر کے دفتری کمرے میں تھے۔ حمزہ خان یہودیوں کو گالیاں دے رہا تھا اور کہہ رہا تھا "وہ خنز... کا بچہ لوگ نے عین وقت پر ہمارا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔ ادھر سے ... مین بولتا ہے، ابھی فرہاد کا پلڑا بھاری ہے۔ ابھی ہمارا کوئی مدد نہیں فرمائے گا۔"

کمشنر نے کہا "یہ تو بہت برا ہوا۔ اب ہمیں تحریری طور پر اپنے جرائم کا اعتراف کرنا ہو گا۔ میری برسوں کی بنائی ہوئی عزت اور ظاہری شرافت خاک میں مل جائے گی۔ مجھے بھی قیدی بن کر اسی جیل میں آنا پڑے گا۔"

حمزہ خان نے کہا "اب ایک ہی راستہ ہے۔ ہم فرہاد سے معافی مانگے گا۔ توبہ کرلے گا۔ قسمیں کھا کر اُسے یقین دلائے گا کہ آئندہ شرافت اور ایمان داری سے زندگانی پورا کرے گا۔"

"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔ مگر فرہاد سے رابطہ کیسے ہو گا؟"

جیلر نے میری مرضی کے مطابق کہا "فرہاد سے آج نہیں تو کل رابطہ ہو جائے گا۔ لیکن سوچ لو۔ وہ دماغ میں گھس کر معلوم کرلے گا کہ مجبور ہو کر وقتی طور پر توبہ کر رہے ہو یا دل سے راہِ راست پر آ رہے ہو؟"

وہ بولا "ہم دل سے توبہ کرے گا۔"

"کیا تم اسے دماغ میں آنے دو گے؟ اپنے دل کا حال معلوم کرنے دو گے؟"

"اس کا کیا ضرورت ہے۔ مرد کا زبان ایک ہوتا ہے۔ فرہاد ہمارا زبان پر اعتماد کرے گا۔"

"نہیں حمزہ خان! اس وقت فرہاد میری زبان سے بول رہا ہے۔ تم دونوں دغا باز ہو۔ معافی کسی صورت سے نہیں ملے گی۔ کاغذ اور قلم اور اپنے تمام برے اعمال کی تفصیل لکھتے جاؤ۔"

وہ بولا "برادر! میرا اعتبار کرو۔ میں تمہارا تابعدار بن کے رہے گا۔ کاغذ کا اوپر میں لکھا کے میرے کو خوار مت کرو۔"

"حمزہ خان! اس کے بعد ایک لفظ نہ بولنا۔ ورنہ میں جیلر کے ریوالور سے تمہیں زخمی کر کے تمہارے دماغ میں آؤں پھر تم مجبور ہو کر لکھتے جاؤ گے۔"

کمشنر نے عاجزی سے پوچھا "فرہاد صاحب! میرے لئے کیا حکم ہے۔ آپ میرے اندر آکر معلوم کر سکتے ہیں کہ میں پوری سچائی..."

میں نے بات کاٹ کر کہا "میں تھوڑی دیر پہلے تمہارے خیالات پڑھ رہا تھا۔ تم یہودیوں سے دھوکا کھانے کے بعد توبہ کر رہے ہو اور تمہاری توبہ میں کھوٹ ہے۔ ابھی میں کمزور پڑ جاؤں اور یہودی غالب آ جائیں تو تم پھر اُن کے غلام بن جاؤ گے۔ فوراً کاغذ اور قلم لو۔ اور اپنے تمام برے اور غیر قانونی اعمال لکھو۔ ایس پی شاہ خان آ رہا ہے۔ وہ تم دونوں کے اعمال نامے لے جائے گا پھر قانونی کارروائی کرے گا۔"

وہ دونوں مجبور ہو کر لکھنے لگے۔ میں نے شاہ خان کے پاس

اس سے کہا "ابھی جیل جاؤ۔ کمشنر اور حمزہ خان کے جرائم کا اعتراف نامہ ان سے لو پھر اُن کے خلاف قانونی کارروائی کرو۔"

اسے یہ ذمے داری سونپ کر میں اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ ہوٹل کے ملازم کو بلا کر چائے کا بل دیا پھر اس کے جانے کے بعد دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ واپس آکر کرسی پر بیٹھ گیا۔ اب ڈگلس عرف سردار عبدالرحمان سے نمٹنے کا ارادہ تھا لیکن ارادے پر عمل نہ کر سکا۔ دروازے پر دستک ہونے لگی۔

کون ہو سکتا ہے؟ یہاں میرا کوئی شناسا نہیں تھا۔ ہوٹل کا منیجر یا کوئی ملازم ہو سکتا تھا۔ میں کرسی سے اٹھ کر دروازے کے پاس آیا پھر اسے کھولنے سے پہلے بولا "کون ہے؟"

باہر سے ایک نسوانی آواز سنائی دی "اجی مہربان! ہم ہیں۔ دروازہ تو کھولئے۔"

میں بولنے والی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پتا چلا وہ بازارِ حسن سے آئی ہے۔ علاقے کے تھانیدار نے اسے حکم دیا ہے کہ وہ میرے کمرے میں جائے۔ بعد میں وہ سپاہیوں کے ساتھ آکر مجھے بدکاری کے الزام میں گرفتار کرے گا۔ وہ حکم کی تعمیل کے لئے آئی تھی۔

میں نے اس کے اندر یہ احساس بڑی شدت سے پیدا کیا کہ اُس کے پیٹ میں درد ہو رہا ہے۔ وہ میری مرضی کے مطابق دونوں ہاتھوں سے پیٹ پکڑ کر ہائے ہائے کرنے لگی۔ وہاں سے پلٹ کر لڑکھڑاتی ہوئی زینے کے پاس آئی۔ زینے کے نچلے حصے میں کاؤنٹر کے پاس تھانیدار دو سپاہیوں کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔ اس نے اوپر دیکھتے ہوئے پوچھا "کیا ہوا؟"

وہ زینے پر سے آہستہ آہستہ اترتی ہوئی اور کراہتی ہوئی بولی۔ "میرے پیٹ میں بہت درد ہے۔ تکلیف برداشت نہیں ہو رہی ہے، مجھے اسپتال پہنچا دو۔ جلدی کرو...... نہیں تو مر جاؤں گی۔"

تھانیدار نے ناگواری سے ایک سپاہی کو بولا "اسے باہر لے جاؤ، کسی رکشا ٹیکسی میں بٹھا دو۔ یہ خود چلی جائے گی۔"

میں تھانیدار کے دماغ میں پہنچا۔ وہ طوائف کو دل ہی دل میں گالیاں دے رہا تھا۔ یہ وہی تھانیدار تھا جو غیر قانونی اسلحہ فروخت کرنے والے افغان مہاجروں کی پشت پناہی کرتا تھا اور ان سے اپنا حصہ وصول کرتا تھا۔ ہوٹل کے اندر فائرنگ سے تین افغانی ہلاک ہوئے تھے چوتھا صرف زخمی ہوا تھا۔ اس زخمی کو اسپتال پہنچایا گیا۔ اس نے تھانیدار کو بیان دیتے ہوئے کہا تھا "فائرنگ کی وجہ سمجھ میں نہیں آئی۔ ہمارے ساتھی کا دماغ چل گیا تھا یا وہ تنہا اس اجنبی (فرہاد) کے پچاس ہزار روپے ہضم کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے ہمیں راستے سے ہٹا رہا تھا۔"

تھانیدار کو فائرنگ کے سلسلے میں تفتیش کرنی چاہئے تھی لیکن اُس کے دماغ میں میرے پچاس ہزار روپے کے نوٹ پھڑپھڑا رہے تھے۔ اس نے فوراً ہی منصوبہ بنایا کہ مجھے کسی الزام میں پھانس کر کم از کم پچیس ہزار روپے وصول کرے گا۔ پھر مجھے چھوڑ دے گا۔ اس کا یہ منصوبہ ناکام ہو گیا تھا۔ وہ غصہ سے بڑبڑاتا ہوا چلا گیا۔

میں نے باہر آکر دروازے کو اندر سے بند کیا۔ اب وہاں خیال خوانی کرنا مناسب نہیں تھا وہ پھر مداخلت کے لئے آسکتا تھا۔ میں ایک خوب صورت سے پارک میں آیا۔ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر وہاں سے اٹھ کر مسجد مہابت خان کے ایک گوشے میں آکر بیٹھ گیا۔ یہاں کوئی مداخلت نہیں کر سکتا تھا۔

اے آر ڈگلس عرف سردار عبدالرحمان کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ اس کے ساتھ اگلی سیٹ پر بوڑھی جاسوسہ بیٹھی ہوئی تھی اور کہہ رہی تھی "یہ تدبیر اچھی ہے۔ ہیروئن کا رقیق مادہ سرنج کے ذریعے سگریٹ کے تمباکو میں انجکٹ کیا جا سکتا ہے لیکن ہیروئن کہاں ملے گی؟"

ڈگلس نے ہنستے ہوئے کہا "یہ یورپ اور امریکا نہیں ہے جہاں ہیروئن بڑی تلاش کے بعد سیکڑوں ڈالر میں ملتی ہے۔ ہم راجا بازار جا رہے ہیں۔ وہاں ایک سینما کے پاس چنے اور مونگ پھلی کی طرح ہیروئن مل جاتی ہے۔"

وہ بولی "ہماری نیلما کا وہ سائنس دان عاشق گولڈ لیف سگریٹ پیتا ہے اور روزینہ جسے پھانس رہی ہے وہ ڈن ہل پیتا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں دونوں برانڈ خرید لوں گا۔"

وہ ڈرائیو کرتا ہوا راجا بازار تک آیا۔ وہاں ایک جگہ کار روک کر بولا "تم یہاں بیٹھی رہو۔ میں ہیروئن فروشوں کو تلاش کرتا ہوں۔"

وہ کار سے اتر کر ایک طرف جانے لگا۔ آگے جا کر ایک گلی میں مڑ گیا۔ منشیات فروخت کرنے والوں کو سائن بورڈ لگانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ ان کا حلیہ اور رازداری کا انداز بتا دیتا ہے کہ مطلوبہ نشہ ان سے حاصل ہو سکتا ہے۔

وہ ایک گلی سے ہوتا ہوا دوسری گلی میں آیا۔ دکانداری کا وقت تھا۔ لوگوں کی اچھی خاصی آمدورفت تھی۔ اس بھیڑ میں ہیروئن فروش آسانی سے نظر نہیں آسکتے تھے۔ وہ تیسری گلی میں آیا۔ وہاں میں نے اس کے ذریعہ ایک سپیرے کو دیکھا۔ وہ سر پر سانپ کا پٹارہ رکھے بین بجاتا آرہا تھا۔ اسے دیکھتے ہی میں نے سوچا۔ سگریٹ میں سانپ کا زہر بھی انجکٹ کیا جا سکتا ہے۔

ڈگلس نے میری مرضی کے مطابق سپیرے کو روک کر پوچھا۔ "کیا سانپ کا تماشا دکھاتے ہو؟"

وہ سر سے پٹارہ اتارتے ہوئے بولا "جی صاحب! بڑے مزے کا تماشا ہوتا ہے۔ آپ دیکھیں گے؟"

"پہلے یہ بتاؤ، تمہارے پاس زہریلے سانپ ہیں؟"

"اجی ہم تو زہریلے سانپوں سے کھیلتے ہیں۔ میرے پاس ایک نہیں ایک درجن سانپ ہیں۔"

"کیا ان سانپوں کا زہر مل سکتا ہے؟"

"ضرور مل سکتا ہے۔"

اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک شیشی نکالی۔ اس میں زرد رنگ کا رقیق مادہ تھا۔ وہ شیشی کو ہلاتے ہوئے بولا "یہ بڑا زبردست زہر ہے۔ اس کا ایک چھوٹا سا قطرہ زبان کو چھو لے تو بندے کو

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اچھی طرح تڑپنے کی بھی مہلت نہیں ملتی۔وہ دیکھتے ہی دیکھتے مرجاتا ہے۔"

ڈوگلس نے کہا "میں کسی کو مارنے کے لئے نہیں ایک دوا تیار کرنے کے لئے زہر چاہتا ہوں۔"

اس نے جیب سے ایک ہزار روپے کا نوٹ نکال کراُسے دیا۔ سپیرے نے خوش ہو کر نوٹ کو جھپٹ لیا۔اسے جلدی سے تہ کرکے قمیص کی اندرونی جیب میں چھپالیا پھر وہ شیشی ڈوگلس کو دے دی۔

ڈوگلس نے اسے کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھا پھر وہاں سے پلٹ کر جانے لگا۔میں نے اس کے دماغ کو آہستہ آہستہ آزاد چھوڑ دیا اور اس کی اپنی سوچ میں کہا "میں راجا بازار کے ایک راستے کے کنارے کار روک کر آیا ہوں۔وہاں مسز روبن اگلی سیٹ پر بیٹھی میرا انتظار کررہی ہیں۔"

اس نے مسز روبن اس بوڑھی جاسوسہ کو کہا جو مسز ڈوگلس کہلاتی تھی۔میں نے اس کی یادداشت سے یہ بھلا دیا تھا کہ اس نے زہر سے بھری ہوئی ایک شیشی خریدی ہے اور اسے کوٹ کی اندرونی جیب میں چھپا رکھا ہے۔

اسے ایک افغانی لڑکا نظر آیا۔اس کے ساتھ ایک پنجابی جوان بھی تھا۔ان کے میلے کپڑے اور حلیہ بتا رہا تھا کہ وہ غلط دھندا کرتے ہیں۔ڈوگلس نے ان کے قریب جا کر ٹوٹی پھوٹی اردو میں کہا۔

"جو میں مانگتا ہے وہ تمہارے پاس ہے؟"

پنجابی جوان نے پوچھا "کیا مانگتا ہے؟"

وہ بولا "فلمی ہیروئن نہیں مانگتا۔دوسرا ہیروئن مانگتا۔"

جوان نے افغان لڑکے کو اشارہ کیا۔اس لڑکے نے ہیروئن کی ایک پڑیا نکال کر دی۔ڈوگلس نے پچاس روپے دے کر دو پڑیاں خرید لیں پھر انہیں کوٹ کی اوپری جیب میں رکھ کر اپنی گاڑی کے پاس آگیا۔

میں اسے چھوڑ کر نیلما کے پاس پہنچا۔وہ اپنے عاشق کے ساتھ شکر پڑیاں کی بلندی پر کھڑی ہوئی اسلام آباد کی جگمگاتی ہوئی روشنیاں دیکھ رہی تھی۔اس کے عاشق کا نام حسن اتفاق سے عاشق حسین تھا۔میں اُس کی آواز سن کر اُس کے دماغ میں آیا اور خیالات پڑھنے لگا۔

وہ بہت ذہین نوجوان تھا۔اسے سائنس کے موضوع سے بے حد دلچسپی تھی۔اس کی دلچسپی اور ذہانت کے پیشِ نظر اسے ایٹمی پلانٹ کی لیبارٹری میں ملازمت دی گئی تھی۔نام عاشق تھا لیکن وہ عاشق مزاج نہیں تھا۔ نیلما جیسی حسین اور نوجوان لڑکی کی طرف وہ خود مائل نہیں ہوا تھا۔ نیلما اسے اپنی طرف مائل کررہی تھی۔

وہ ابتدا میں اُس سے کترانے کی کوشش کرتا رہا پھر رفتہ رفتہ اُس سے متاثر ہونے لگا۔وہ اچھی لگنے لگی۔عاشق حسین اس کی آرزو کرنے لگا۔ لیکن یہ آرزو اسی حد تک تھی کہ وہ سامنے ہوتی تو اس کا ہاتھ تھام لیتا لیکن اسے شدت سے طلب نہیں کرتا تھا۔ اُس کا ہاتھ تھام کر سنجیدہ اور نارمل رہتا تھا۔

نیلما نے ایک دن بیزار ہو کر ڈوگلس سے کہا "وہ میرا ہاتھ ایسے پکڑتا ہے جیسے بچہ آئس کریم کون دونوں ہاتھوں سے تھام لیتا ہے۔میں ادائیں دکھانے اور اسے تڑپانے کے لئے ہاتھ چھڑاتی ہوں تو وہ گدھا چھوڑ دیتا ہے۔جب تک میں آگے نہ بڑھوں وہ مجھے ہاتھ نہیں لگاتا ہے۔ایسے تو برسوں گزر جائیں گے اور اس کے عشق میں دیوانگی پیدا نہیں ہوگی۔جب تک وہ مجنوں نہیں بنے گا جنون میں لیبارٹری کی باتیں نہیں کرے گا۔"

تب ڈوگلس نے یہ پلاننگ کی تھی کہ عاشق حسین کو اور دوسری لڑکی روزینہ کے محبوب کو نشے کا عادی ہونا چاہئے۔عورت اور نشے میں یہ فرق ہوتا ہے کہ عورت دل کو لگتی ہے۔نشہ دماغ کو لگتا ہے۔جو محبت میں نہیں جھکتے' وہ نشے میں اسیر ہوجاتے ہیں۔

روزینہ اپنے شکار کے ساتھ کار میں بیٹھی پنڈی سے اسلام آباد جارہی تھی۔اس کے شکار کا نام محبوب علی تھا۔وہ ایٹمی پلانٹ میں سائنس لیبارٹری کا انچارج تھا۔ وہاں سائنس دانوں کی ضرورت کی ہر چیز مہیا کرتا تھا اور ان چیزوں کا باقاعدہ حساب رکھتا تھا۔ روزینہ کو اس سے یہ معلوم ہو سکتا تھا کہ ایٹم بم کی تیاری کے لئے محبوب علی کتنی یورینیم وغیرہ مہیا کررہا ہے۔

لیکن محبوب علی بھی حسین عورتوں کے معاملے میں پتھر تھا۔ روزینہ سے بہت زیادہ متاثر نہیں تھا۔وہ ملنے آتی تو اس کے ساتھ تفریح میں تھوڑا بہت وقت گزار لیتا تھا۔اگر نہ آتی تو شکایت نہیں کرتا تھا۔

روزینہ یہی شکایت کررہی تھی "میں کل تم سے ملنے نہیں آئی اور تم نے پوچھا تک نہیں کہ میں کیوں نہیں آئی؟"

وہ ڈن ہل کے پیکٹ سے ایک سگریٹ نکال کر سلگاتے ہوئے بولا "اس میں پوچھنے کی کیا بات ہے۔تم اس لئے مجھ سے ملنے نہیں آئیں کہ ملاقات کا موڈ نہیں ہوگا۔یا کسی مصروفیت میں الجھ گئی ہوگی۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔میں بیمار تھی۔میرا فون نمبر تمہارے پاس ہے۔تم سے اتنا بھی نہ ہوا کہ فون کرکے خیریت معلوم کرلیتے۔"

"روزینہ! خیریت معلوم کرتا..... تمہاری بیماری سے پریشان ہوتا پھر تمہیں ڈاکٹر کے پاس لے جانا بڑی اہم ذمے داری ہے۔میں اپنی بیوی اور بچوں کے لئے یہ ذمے داریاں اور پریشانیاں اٹھاتا ہوں۔اگر ہر حسین اور جوان لڑکی کی ذمے داری قبول کرتا رہوں تو پھر کسی کام کا نہیں رہوں گا۔اور سرکار نے میرے کام سے میری دیانت داری اور راز داری سے خوش ہو کر ہی ایک اہم شعبے کا انچارج بنایا ہے۔"

وہ اندر ہی اندر کُڑھ کر رہ گئی۔یہ یقین ہوگیا تھا کہ ایک پتھر سے سر ٹکرا رہی ہے۔اس پتھر کو موم کرنے کا بس ایک ہی طریقہ رہ گیا تھا کہ اسے نشے کا عادی بنایا جائے۔ڈوگلس نے اس سے کہا تھا کہ وہ اپنے پرس میں ڈن ہل کا پیکٹ چھپا کر لے جائے گی اور موقع دیکھ کر محبوب علی کا پیکٹ اٹھا کر اپنے پرس میں رکھے گی اور پرس والا پیکٹ محبوب علی کے پاس رکھ دے گی۔ دوسرے دن نیلما بھی یہی کرنے والی تھی۔

میں دماغی طور پر مسجد میں حاضر ہوگیا پھر وہاں سے اٹھ کر باہر آگیا۔مسجد میں بیٹھ کر کسی کے خلاف کوئی کارروائی کرنا مناسب نہیں تھا۔اگرچہ ڈوگلس ملک کا دشمن تھا اور ہمارے دین کا دشمن تھا۔یہودی ہو کر مسلمان بنا ہوا تھا۔اس کے باوجود میرے اندر کے ایمان نے کہا' مسجد مقامِ عبادت ہے۔جنونی قاتلوں نے تو سجدے میں بھی مومنین کی گردنیں کاٹی ہیں۔اور میں کسی کافر کے ساتھ بھی ایسا نہیں کرسکتا۔کیوں کہ میں جنونی نہیں ہوں۔

میں فٹ پاتھ پر چلتا ہوا ایک بند دکان کے تھڑے پر آکر بیٹھ گیا۔پھر ڈوگلس کے پاس آگیا۔وہ گھر پہنچ گیا تھا اور بوڑھی جاسوسہ کے ساتھ رات کا کھانا کھا رہا تھا۔ان کے ساتھ تیسری لڑکی بھی کھانے میں مصروف تھی۔

میں نے ڈوگلس کو کھانے پر سے اٹھا دیا۔بوڑھی نے پوچھا "کیا بات ہے' کھانا پسند نہیں ہے؟"

"بہت پسند ہے۔کھانا لذیذ ہو تو زیادہ نہیں کھانا چاہئے' بدہضمی ہوجاتی ہے۔میں اپنے بیڈ روم میں جا کر نشیلے سگریٹ تیار کررہا ہوں' مجھے ڈسٹرب نہ کرنا۔"

وہ اپنے کمرے میں آگیا۔ایک میز پر سگریٹوں کے دو پیکٹ رکھے ہوئے تھے۔ان میں سے ایک عاشق حسین کا برانڈ تھا اور دوسرا محبوب علی کے لئے تھا۔ پاس ہی ایک سرنج رکھی ہوئی تھی۔وہ کوٹ کی اوپری جیب سے ہیروئن کی پڑیاں نکال کر اُس کے سفوف کو پانی میں گھول کر رقیق بنانا چاہتا تھا تاکہ اسے سرنج کے ذریعے سگریٹوں میں انجکٹ کر سکے۔

اس نے اوپری جیب سے پڑیاں نہیں نکالیں۔اندرونی جیب سے زہر کی شیشی نکالی پھر میز کے پاس آکر بیٹھ گیا۔پہلے سگریٹوں کے پیکٹ کو کھولا۔ اس میں سے پانچ سگریٹ نکال کر میز پر رکھے۔پھر زہر کی شیشی کو کھولا۔ سرنج اٹھا کر شیشی کے زہر کو اس میں منتقل کیا پھر ایک ایک سگریٹ اٹھا کر اُس کے تمباکو میں سوئی پیوست کرکے اس زہر کو انجکٹ کرنے لگا۔

اس کام سے فارغ ہو کر اس نے شیشی کو بند کیا۔اسے کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھا پھر وہاں سے اٹھ کر دروازہ کھول کر بولا۔ "ایک کپ چائے مل سکتی ہے؟"

بوڑھی نے کہا "ضرور' ابھی لاتی ہوں۔"

وہ میز کے پاس آکر بیٹھ گیا۔وہاں سے ایک سگریٹ کو اٹھا کر ہونٹوں میں دبایا پھر اسے لائٹر سے سلگا کر کش لینے لگا۔پہلے ہی کش میں احساس ہوا کہ تمباکو کا مزہ کچھ اور ہوگیا ہے۔نشہ کرنے والوں کے لئے بہت ہی عجیب اور انوکھا سا مزہ تھا۔ڈوگلس شراب اور سگریٹ کا عادی تھا۔ اس لئے اُس سگریٹ کے مزے میں اگر تھوڑی سی کڑواہٹ تھی تو وہ بھی اچھی لگ رہی تھی۔

اچھی نہ لگتی' تب بھی میں اسے کش لگانے پر مجبور کرتا رہتا۔ جب وہ خود ہی دلچسپی سے پینے لگا تو میں اسے چھوڑ کر بوڑھی جاسوسہ کے پاس آگیا۔اس وقت نیلما اور روزینہ بھی آگئی تھیں۔روزینہ کھانے کی میز پر بیٹھ کر ایک پلیٹ میں سالن لیتے ہوئے بولی "بڑی بھوک لگی ہے۔وہ کمبخت محبوب علی عشق کے معاملے میں تو بالکل گدھا ہے۔اس پر کنجوس بھی ہے۔کبھی کسی ریستوران میں نہیں جاتا ہے۔آؤ نیلما! تم بھی شروع ہوجاؤ۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولی "میرا وہ بڑا فراخ دل ہے۔میں اس کے ساتھ کھا چکی ہوں۔"

بوڑھی ایک پیالی چائے لے کر ڈوگلس کے کمرے کی طرف جارہی تھی۔ نیلما نے کہا "ممی! میری بائیں آنکھ پھڑک رہی ہے۔یہ نحوست کی علامت ہے نا؟"

ممی نے کہا "سب کہنے کی باتیں ہیں۔جوانی میں میری آنکھ پھڑکتی تھی تو دل پھینک نوجوان سمجھتے تھے میں آنکھ ماررہی ہوں۔"

تینوں لڑکیاں ہنسنے لگیں۔وہ چائے لے کر کمرے میں آئی پھر ڈوگلس کے سامنے میز پر پیالی رکھ کر بولی "دھوئیں میں عجیب سی بُو ہے۔کیا ہیروئن پی رہے ہو؟"

"ہاں نشیلا سگریٹ آزما رہا ہوں۔"

"کیسا لگ رہا ہے؟"

"ایسا سُرور محسوس کررہا ہوں کہ لفظوں میں بیان نہیں کر سکتا۔"

میں نے بوڑھی جاسوسہ کو بھی پینے پر آمادہ کیا۔وہ میز پر سے ایک سگریٹ اٹھا کر بولی "ذرا میں بھی دیکھوں' کیسا سُرور ہوتا ہے۔"

وہ سگریٹ سلگا کر کش لگانے لگی۔میرا خیال تھا' زہر فوراً اثر کرے گا اور کش لگانے والا اس کی تلخی محسوس کرے گا۔اس کے برعکس ڈوگلس ابھی تک زندہ تھا اور صرف نشے میں مست ہورہا تھا۔

تھوڑی دیر میں بوڑھی جاسوسہ بھی مستی میں آنے لگی۔میں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

نے تیسری لڑکی کو کمرے میں لا کر اُسے بھی ایک سگریٹ پینے پر مجبور کیا۔ نیلما باتھ روم میں تھی۔ میں نے روزینہ کے ہونٹوں تک بھی وہ سگریٹ پہنچا دیا۔ کمرے کی محدود فضا میں دھواں ہی دھواں نظر آ رہا تھا۔ میں جس کے دماغ سے نکل جاتا تھا۔ وہ گھٹن سے پریشان ہو کر باہر چلی جاتی تھی۔ لیکن سگریٹ نہیں چھوڑتی تھی۔ اس کا نشہ مست کر رہا تھا۔

میں حیران تھا۔ میری محنت رائیگاں جا رہی تھی۔ وہ چاروں زندہ تھے۔ نیلما نے باتھ روم سے باہر آ کر ناگواری سے پوچھا "کیسی بو پھیلی ہوئی ہے۔ تم سب باجماعت سگریٹ کیوں پی رہی ہو؟"

میں نے نیلما کو سگریٹ نوشی پر مجبور نہیں کیا۔ میری کوششوں کا خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلا تھا۔ میں اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ ایک سپاہی میرا بازو پکڑ کر جھنجھوڑتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔ "اے ادھر کیوں بیٹھا ہے؟ کیا ارادہ ہے؟"

آس پاس کی دکانیں بند ہو گئی تھیں۔ میں ایک دکان کے تھڑے پر بیٹھا ہوا تھا۔ ایسے وقت دکانوں کے تالے توڑ کر چوری کرنے والے ہی موقع کی تاک میں بیٹھے رہتے ہیں۔ سپاہی شبہ کرنے میں حق بجانب تھا۔ میں نے اٹھتے ہوئے کہا "میں ذرا تھک کر بیٹھ گیا تھا۔"

میں جانے لگا، اس نے پوچھا "ایک سگریٹ ہوگا؟"

میں نے جیب سے دس کا ایک نوٹ نکال کر دیا پھر آگے بڑھ گیا۔ اب اطمینان سے ہوٹل کے کمرے میں بیٹھ کر ڈوگلس اور اس کی جاسوس فیملی سے نمٹنا چاہتا تھا۔ یہ بات سمجھ میں آ گئی تھی کہ سپیرے نے ڈوگلس سے فراڈ کیا تھا۔ زہر کے بجائے کوئی نشیلی چیز دے گیا تھا۔

میں ہوٹل میں آیا۔ میری عدم موجودگی میں ملازم صفائی کر گیا تھا۔ کمرا صاف ستھرا نظر آ رہا تھا۔ میں بستر پر آ کر لیٹ گیا پھر خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا ڈوگلس کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اس کا دماغ نہیں ملا۔

میں فوراً اٹھ کر بیٹھ گیا۔ زہر نے اب اثر دکھایا تھا۔ وہ مر چکا تھا۔ میں بوڑھی جاسوسہ کے دماغ میں آیا۔ وہ زندہ تھی مگر فرش پر پڑی ہوئی ایڑیاں رگڑ رہی تھی۔ تیسری لڑکی کی بھی یہی حالت تھی۔ دونوں کی سانسیں رک رک کر آ رہی تھیں۔ روزینہ نیلما کو جھنجھوڑ کر کہہ رہی تھی "مجھے بچاؤ، نہیں تو میں بھی مر جاؤں گی۔ گاڑی نکالو۔ مجھے اسپتال لے چلو۔"

نیلما دوڑتی ہوئی باہر جانے لگی۔ روزینہ نے باہر جانے سے پہلے پلٹ کر کمرے میں دیکھا۔ ممی اور اس تیسری لڑکی کے دیدے پھیل کر ساکت ہو گئے تھے۔ ان کی موت دیکھ کر وہ چیخ پڑی۔ دوڑتی ہوئی ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں آئی۔ وہاں سے ہانپتی ہوئی کوریڈور میں پہنچی۔ اس کا سر چکرا رہا تھا۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا رہا تھا۔ باہر نیلما کار کے پاس کھڑی کہہ رہی تھی "جلدی آؤ۔ اسپتال قریب ہی ہے۔"

وہ کہتے کہتے رک گئی۔ زرینہ باہر برآمدے میں آتے ہی چکرا کر گر پڑی تھی۔ وہ دوڑتی ہوئی زرینہ کے پاس آئی۔ اس کی سانسیں اٹک اٹک کر آ رہی تھیں۔ نیلما نے پوچھا "آخر یہ کیا ہو رہا ہے؟ کیا کھانے میں کوئی زہریلی چیز تھی؟"

زرینہ کہنا چاہتی تھی کہ سگریٹ زہریلا ہے لیکن زبان نہیں ہل رہی تھی۔ نیلما کو سگریٹ کے بارے میں کچھ معلوم نہیں تھا۔ لیکن اس نے بڑی دیر تک دھوئیں سے بھری ہوئی فضا میں سانس لی تھی۔ جب روزینہ نے اس کے سامنے دم توڑا تو وہ ایک دم سے اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ ایک سمت دوڑتی ہوئی کوٹھی کے احاطے سے باہر جاتی ہوئی چیخنے لگی "بچاؤ، مجھے بچاؤ۔ سب مر گئے۔ میں بھی مرنے والی ہوں۔"

ایک بار بھوپال میں زہریلی گیس پھیل گئی تھی۔ اس زہریلی فضا میں سانس لینے والے سیکڑوں لوگ مر گئے تھے اور ہزاروں اپاہج ہو گئے تھے۔ نیلما سمجھ رہی تھی کہ اُس کے گھر کی اور شاید شہر کی فضا بھی زہریلی ہو گئی ہے۔ اسی لئے ایک کے بعد ایک مرتا جا رہا ہے اور اب اس کی باری ہے۔

بدحواسی میں وہ کار کو بھول گئی تھی اور مدد کے لئے چیختی ہوئی دوڑتی جا رہی تھی۔ اسی وقت میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ دروازے پر دستک ہو رہی تھی۔

میں بستر سے اٹھ کر دروازے کے قریب آیا پھر پوچھا "کون ہے؟"

ایک رعب دار آواز سنائی دی "پولیس۔ دروازہ کھولو۔"

میں اُس کے دماغ کا دروازہ کھول کر اندر گیا۔ وہ وہی تھانیدار تھا جس نے پہلی بار ایک طوائف کے ذریعے مجھے پھانسنے کی کوشش کی تھی۔ اسے جب سے معلوم ہوا تھا کہ میرے پاس پچاس ہزار روپے ہیں تب سے وہ بے چین ہو گیا تھا۔ مجھ سے دس بیس ہزار وصول کرنے کے ہتھکنڈوں کو آزما رہا تھا۔

میں نے معلوم کیا۔ اس بار وہ کس طرح مجھے پھانسنا چاہتا ہے؟ پتا چلا، میری غیر موجودگی میں ہوٹل کا جو ملازم کمرے کی صفائی کے لئے آیا تھا۔ تھانیدار نے اس کے ہاتھوں سے ہیروئن کے دس پیکٹ پلنگ کے نیچے رکھوا دیئے تھے۔ یوں مجھ پر کیس بن سکتا تھا کہ میں ہیروئن فروش ہوں۔

کیا مشکل ہے۔ میں ایسے دشمنوں سے نمٹ رہا تھا، جو پاکستان کا ایٹم بم تلاش کرنے آئے تھے اور ایٹم بم کی تلاش انہیں جہنم میں پہنچا رہی تھی۔ دوسری طرف اپنے ہی ملک کے قانون کے رشوت خور محافظ میرے پیچھے پڑے ہوئے تھے۔

میں نے تھانیدار کے دماغ پر قبضہ جما کر دروازے کو کھولا۔ وہ سپاہیوں سے بولا "ادھر رکو! میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ کمرے میں آیا۔ پلنگ کے نیچے جھک کر ہیروئن کے دس پیکٹ نکالے پھر انہیں اٹھا کر باہر چلا گیا۔ میں نے دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ میرے کمرے کی صفائی ہو چکی تھی۔

وہ دروازے کے باہر اپنے ماتحت سپاہیوں کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھوں میں ہیروئن کے سفید سفوف سے بھرے ہوئے دس پیکٹ تھے۔ سپاہی اسے حیرانی سے دیکھ رہے تھے۔ ایک سپاہی نے پوچھا "جناب! یہ کیا؟ آپ غیر قانونی مال باہر لے آئے اور جسے پکڑنا چاہتے تھے اسے کمرے کے اندر آزاد چھوڑ دیا؟"

وہ کڑک کر بولا "تھانے دار تم ہو یا میں ہوں؟"

"آپ ہیں جناب۔"

"تو پھر میرے پیچھے آؤ۔"

وہ آگے بڑھ گیا۔ تمام سپاہی اس کے پیچھے ہو گئے۔ وہ آگے پیچھے چلتے ہوئے کاؤنٹر کے پاس پہنچے۔ تھانے دار نے منیجر سے کہا۔ "اپنے ملازم عبداللہ کو بلاؤ۔"

منیجر نے ملازم کو بلانے والی گھنٹی بجائی پھر پوچھا "جناب! یہ تو وائٹ پاؤڈر ہے۔ کیا ہوٹل سے برآمد ہوا ہے؟"

"تم آنکھوں سے دیکھ رہے ہو کہ میں یہاں سے خالی ہاتھ گیا تھا۔ واپسی میں یہ زہریلے نشے کے پیکٹس میرے ہاتھوں میں ہیں، تم لوگوں نے اپنے ہوٹل میں یہ دھندا شروع کیا ہے۔"

"نہیں جناب! کوئی مسافر اپنے سامان میں چھپا کر لے جائے تو ہم کیسے دیکھ سکتے ہیں اور کیسے پکڑ سکتے ہیں؟ یہ کس کمرے سے برآمد ہوا ہے؟"

اسی وقت ملازم عبداللہ نے آ کر سلام کیا۔ تھانے دار نے اس سے پوچھا "کیا تم نے یہ پاؤڈر کمرا نمبر سات میں لے جا کر چھپایا تھا؟"

عبداللہ نے پریشان ہو کر تھانے دار کو پھر منیجر کو دیکھا۔ منیجر نے ڈانٹ کر کہا "جواب دو؟"

وہ تھانے دار سے بولا "جناب! آپ مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہیں، آپ نے حکم دیا تھا کہ میں سات نمبر کمرے کی صفائی کرنے جاؤں اور پاؤڈر کی یہ تھیلیاں پلنگ کے نیچے چھپا کر رکھ دوں۔"

بے شک تھانے دار نے ہی ایسا کرنے کا حکم دیا تھا۔ وہ ایک ادنیٰ سا ملازم تھا۔ پولیس والوں کے حکم سے انکار کر کے حوالات میں لات جوتے نہیں کھانا چاہتا تھا۔ لہٰذا اس نے حکم کی تعمیل کی تھی۔ ہیروئن کے پیکٹس کو میرے پلنگ کے نیچے چھپا دیا تھا۔

تھانے دار خود پر کبھی الزام نہ لیتا کہ مجھے پھانسنے اور مجھ پر کیس بنانے کے لئے اس نے ہوٹل کے ملازم کو ایسا کرنے پر مجبور کیا تھا لیکن میں اُس کے دماغ پر چھایا ہوا تھا۔ اس نے میری مرضی کے مطابق کہا "اچھا تو میں نے تمہیں حکم دیا تھا؟"

عبداللہ نے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا "حضور! آپ مالک ہیں۔ آپ جانتے ہیں، میں آپ کے سامنے جھوٹ بولنے کی جرات نہیں کروں گا۔"

منیجر نے اسے ایک ہاتھ مارتے ہوئے پوچھا "ذلیل کمینے! تو یہ کہہ رہا ہے کہ انسپکٹر صاحب سات نمبر کے مسافر کو جھوٹے الزام میں پھانسنا چاہتے تھے۔ اور جب پھانسنا چاہتے تھے تو اس مسافر کو مال کے ساتھ پکڑ کر کیوں نہیں لائے؟"

تھانے دار نے کہا "اس غریب کو نہ مارو۔ یہ میرے منہ پر سچ کہہ رہا ہے۔ اور ہمیں سچے آدمی کی قدر کرنا چاہئے۔"

منیجر نے تعجب سے پوچھا "کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ آپ نے ہی یہ مال وہاں رکھوایا تھا؟"

"جی ہاں، میں نے عبداللہ کو حکم دیا تھا۔ میں بہت ذلیل اور کمینہ ہوں، میں اس شریف مسافر کو پھانس کر اُس سے کچھ رقم وصول کرنا چاہتا تھا۔"

پھر اس نے اپنے سپاہیوں سے پوچھا "کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟"

تمام سپاہی الجھن میں پڑ گئے۔ وہ جانتے تھے کہ ان کے افسر نے مال کمانے کے لئے ایسا کیا تھا۔ اور وہ تمام سپاہی اُس کے اس جرم میں شریک تھے اب وہ اقرار کرنے سے ہچکچا رہے تھے کہ انہوں نے قانون کی دی ہوئی وردی پہن کر ایسا جرم کیا تھا۔

تھانے دار نے ڈانٹ کر پوچھا "سچ کو سچ اور جھوٹ کو جھوٹ بولا کرو۔ ہاں تو بولو۔ ہم سب ایسی ذلیل حرکت کر رہے تھے؟"

ایک سپاہی نے سرگوشی کے انداز میں کہا "جناب! جو ہو گیا اسے جانے دیں۔ تھانے چلیں۔"

تھانے دار نے کہا "ہاں مجھے تھانے لے چلو، مجھے گرفتار کرلو۔ میں تم سب کو گرفتار کروں گا۔ ہم سب مجرم ہیں۔ اگر ہم نے ایک دوسرے کو گرفتار کر کے تھانے نہ پہنچایا تو ہمیں یہ وردی پہننے کا حق نہیں ہے۔"

دوسرے سپاہی نے پریشان ہو کر کہا "جناب! آپ کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے۔ ہم یہ باتیں تھانے چل کر کریں گے۔"

"یہ باتیں تھانے چل کر کیوں کریں گے؟ کیا ہم کسی مجرم کو ہتھکڑی پہنا کر نہیں لے جاتے ہیں؟"

"جی ہاں۔ ہتھکڑی پہنا کر لے جاتے ہیں، مگر....."

وہ بات کاٹ کر بولا "اگر مگر نہ کرو۔ ہتھکڑیاں نکالو۔"

"جی۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

"زیادہ باتیں نہ کرو۔ پہلے اپنی وردی اتارو۔ کیونکہ وردی میں ہتھکڑی پہننے سے پولیس ڈیپارٹمنٹ کی توہین ہوگی۔"

تھانے دار نے یہ کہتے ہوئے اپنی پیٹی اتاری۔ پھر ٹوپی اور شرٹ اتار دی۔ ایک سپاہی نے عاجزی سے کہا "سر! ایسا کرنے سے ہم سب کی بے عزتی ہوگی۔ آپ ذرا منیجر صاحب کے کمرے میں چلیں۔ ہم وہاں....."

وہ پھر بات کاٹ کر ڈانٹتے ہوئے بولا "وردی اتارنے کے بعد

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

بے شک ہماری بے عزتی ہوگی لیکن وردی کی عزت رہے گی۔ کم آن۔ جلدی کرو۔ یہ وردی اتارو اور ہتھکڑیاں پہنو۔"

وہ سب حکم کے بندے تھے۔ مجبور ہو کر وردی اتارنے لگے۔ پھر انہوں نے ایک دوسرے کو ہتھکڑیاں پہنائیں۔ سب نے ہیروئن کے دو دو پیکٹس اٹھائے پھر وہاں سے تھانے کی طرف جانے لگے۔

ایسا منظر پہلے کسی نے نہیں دیکھا تھا۔ مجرموں کو پولیس والے ہتھکڑیاں پہنا کر لے جاتے ہیں۔ کبھی کوئی مجرم خود اپنے ہاتھوں سے ہتھکڑی پہن کر تھانے نہیں جاتا۔ وہ ہمارے ملک کے پہلے مجرم تھے جو خود ہی ہتھکڑیوں میں بندھے بازار سے گزرتے ہوئے تھانے جا رہے تھے۔

جو لوگ انہیں افسر اور سپاہیوں کی حیثیت سے جانتے تھے وہ ان کے ساتھ چلتے ہوئے پوچھ رہے تھے "یہ کیا تماشا ہے۔ آپ لوگ ہتھکڑیوں میں ہیں؟ آپ لوگوں کو کس نے گرفتار کیا ہے؟"

تھانے دار کہتا جا رہا تھا "ہمیں ہمارے ضمیر نے گرفتار کیا ہے۔ اے لوگو! اپنی زندگی میں کبھی کبھی اپنے ضمیر کی آواز سن لیا کرو۔ کبھی کبھی سچائی سے اپنا محاسبہ کرو اور توبہ کرتے رہو۔ خدا تمہیں اور ہمیں ضرور معاف کرے گا۔"

تھانے پہنچنے تک کچھ اخباری رپورٹر اور فوٹو گرافر بھی پہنچ گئے تھے۔ ان کی تصویریں اتار رہے تھے۔ اور کیسٹ ٹیپ ریکارڈر میں یہ اقبالِ جرم ریکارڈ کر رہے تھے کہ انہوں نے ہیروئن کے پیکٹس کے ذریعے ایک بے گناہ کو مجرم ثابت کرنا چاہا تھا۔ اس بے چارے کو قانونی گرفت میں لا کر اُس سے بھاری رقم وصول کرنا چاہتے تھے۔ رپورٹرز سوال کر رہے تھے "کس بے گناہ شخص پر الزام عائد کرنے کی کوشش کی گئی تھی؟ وہ کس ہوٹل کے کس کمرے میں ہے؟"

تھانے دار نے انہیں ہوٹل کا نام اور کمرا نمبر بتایا۔ میں اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ کر اپنی چھوٹی سی اٹیچی اٹھا کر اُس ہوٹل سے نکل آیا۔ سر سے بالوں کی وِگ اتار دی۔ اس تبدیلی کے بعد کوئی مجھے دور سے نہیں پہچان سکتا تھا۔ قریب آ کر غور سے دیکھنے کے بعد شاید کوئی سمجھ پاتا کہ میں سات نمبر کمرے کا مسافر ہوں۔

میں نے دوسرے ہوٹل میں ایک کمرا حاصل کیا۔ پھر کمرے میں آ کر دروازے کو بند کر کے آرام سے بیٹھ گیا۔ اس تھانے دار کے ساتھ جو کچھ بھی ہو رہا تھا، اسے وہی بھگتنے والا تھا۔ میں نیلما کے پاس پہنچ گیا۔

اس کا بیا سیتی باپ اے آر ڈوگلس عرف سردار عبدالرحمان، بوڑھی جاسوسہ اور دو نوجوان لڑکیاں سب کے سب زہریلے سگریٹ کے کش لگانے کے بعد ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر گئے تھے۔ نیلما کے نصیب اچھے تھے۔ اس نے سگریٹ کو ہاتھ نہیں لگایا تھا اور نہ ہی اسے یہ معلوم تھا کہ ان چار افراد کو زہریلے سگریٹوں نے مارا ہے۔ اس نے کبھی اتنے سارے افراد کو ایک ہی وقت میں یکے بعد دیگرے مرتے نہیں دیکھا تھا۔ اور جب دیکھا تو ہوش اڑ گئے وہ نیم پاگل سی ہو گئی۔ بدحواسی میں گھر سے نکل کر بھاگتی چلی گئی۔ ساتھ ہی چیختی گئی "بچاؤ، مجھے بچاؤ۔ میں مرنا نہیں چاہتی۔ میری مدد کرو۔"

وہ سمجھ گئی تھی کہ گھر کی محدود فضا میں زہریلی گیس پھیلی ہوگی، جس کے نتیجے میں وہ سب مر گئے تھے اور اب اس کی باری تھی کیونکہ وہ بھی زہریلے دھوئیں میں سانس لیتی رہی تھی۔

ایسے ہی وقت میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ پھر تقریباً تین گھنٹے بعد پہنچا تو اسے اسپتال سے چھٹی مل گئی تھی۔ ڈاکٹر نے اسے تسلی دی کہ اس کے اندر زہریلی گیس کا شائبہ تک نہیں ہے۔ اس نے اسپتال پہنچتے ہی چار افراد کی موت کے متعلق بتایا تھا۔ پولیس والے اس کے بتائے ہوئے پتے پر اس کوٹھی میں پہنچ گئے تھے۔

اس کوٹھی میں خاص طور پر انٹیلی جنس کے شعبے سے دو جاسوس آئے تھے۔ انہوں نے کئی دنوں سے نیلما اور روزینہ کو نظروں میں رکھا ہوا تھا کیونکہ وہ ایٹمی پلانٹ سے تعلق رکھنے والے ایک نوجوان اور ایک شادی شدہ مرد میں دلچسپی لے رہی تھیں۔ انہیں یقین کی حد تک شبہ تھا کہ وہ لڑکیاں غیر ملکی جاسوسہ ہیں۔ اس کوٹھی سے چار لاشیں برآمد ہوئیں۔ ایک زہر کی شیشی اور ایک سرنج کے علاوہ ٹرانسیٹر اور کچھ ایسے کاغذات ہاتھ آئے جن سے ثابت ہو گیا تھا کہ ڈوگلس یہودی تھا اور وہاں مسلمان بن کر رہتا آیا تھا۔ اس کے ساتھ جو لڑکیاں تھیں وہ اس کے لئے جاسوسی کے فرائض انجام دیتی تھیں۔

ہمارے جاسوس یہ سمجھ نہیں پا رہے تھے کہ یہودی ڈوگلس اور اس کی ساتھیوں نے سگریٹوں کو سرنج کے ذریعے زہریلا بنایا۔ پھر ان زہریلے سگریٹوں کے کش کیوں لگائے۔ کیوں جان بوجھ کر موت کو دعوت دی اور نیلما کیسے بچ گئی۔ انہوں نے نیلما کو حراست میں لے لیا تھا اور اُس سے طرح طرح کے سوالات کر رہے تھے۔

میرا کام ختم ہو گیا تھا۔ میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ رات کے دس بج رہے تھے۔ میں پارس اور علی تیمور کی خیریت معلوم کر کے سونا چاہتا تھا۔ دروازے پر دستک سن کر اٹھ گیا پھر پوچھا "کون ہے؟"

"میں ہوٹل کا ملازم ہوں۔ کسی چیز کی ضرورت ہو تو فرمائیں۔"

میں نے کہا "کسی چیز کی ضرورت ہوگی تو بیل بجا دوں گا۔"

وہ چلا گیا۔ میں اس کے اندر پہنچ گیا۔ میں یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ بغیر بلائے کیوں آیا تھا۔ کیا پھر کوئی چکر چلنے والا تھا؟ اس کی سوچ نے بتایا۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ وہ ہر نئے مسافر کے پاس اس طرح جاتا تھا اور اپنے لائق کسی خدمت کے لئے پوچھتا تھا۔ یوں خدمت کرتے رہنے سے صاحب لوگ خوش ہو کر پانچ دس روپے بخشش کے طور پر دیا کرتے تھے۔

وہ ضلع مردان کے ایک گاؤں سے بیس ہزار روپے کمانے پشاور آیا تھا۔ اس کا باپ ایک زمیندار کافور خان کا مقروض تھا۔ ان علاقوں میں اگر کوئی مقروض ہوتا تھا تو وہاں کے دستور کے مطابق زمیندار کا غلام بن جاتا تھا۔ پھر جب تک قرض کا ایک ایک پیسہ ادا نہیں ہوتا تھا۔ تب تک وہ زمیندار کے کھیتوں میں کام کرتا تھا۔ اس کے مویشیوں کی اور اس کے گھر والوں کی خدمت کرتا رہتا تھا۔ رات کو کھیتوں کی رکھوالی کرتا تھا۔ اسے کبھی عید، بقرعید میں ایک دن کی بھی چھٹی نہیں ملتی تھی۔

یہ قرضہ پچھلے دس برس سے چلا آ رہا تھا۔ ان غریبوں کے لئے بیس ہزار بہت بڑی رقم تھی۔ انہوں نے کبھی ایک ساتھ سو روپے اپنے ہاتھ میں نہیں پکڑے تھے۔ دور سے زمیندار کے ہاتھوں میں سو، پانچ سو اور ہزار کے نوٹ دیکھے تھے۔ جب باپ مر گیا تو اس کی ماں زمیندار کی غلامی کرنے لگی، بیٹے سے بولی "نور زمان! تم بارہ برس کے ہو۔ تمہاری بہن گل جاناں دس برس کی ہے اور پانچ برس میں جوان ہو جائے گی تو کافور خان قرض کے بدلے تیری بہن کا مطالبہ کرے گا۔ میری غیرت یہ گوارا نہیں کرے گی۔ میں انکار کروں گی تو تجھے باپ کا قرض ادا کرنے کے لئے ساری حیات غلام بن کر رہنا پڑے گا۔"

نور زمان نے کہا "بابا نے غلامی میں زندگی گزار دی۔ میں بھی گزار دوں گا۔ پتا نہیں یہ بیس ہزار کتنے ہوتے ہیں اور یہ کہاں سے ملتے ہیں۔"

"سنا ہے بڑے شہروں میں ملتے ہیں۔ تو حوصلہ کرے گا، شہر جائے گا۔ کہیں ملازمت کرے گا اور تنخواہ کے پیسے جمع کرتا رہے گا تو تھوڑا تھوڑا کر کے قرض ادا ہوتا رہے گا۔"

وہ ماں کی ہدایت کے مطابق ایک رات بستی والوں سے چھپ کر وہاں سے چلا آیا۔ اگر کوئی اسے دیکھ لیتا اور کافور خان کے پاس مخبری ہو جاتی تو وہ نور زمان کو باندھ کر مارتا۔ زمینداروں کے خود ساختہ دستور کے مطابق مقروض خاندان کا کوئی فرد اپنا گھر چھوڑ کر دوسرے علاقے میں نہیں جا سکتا تھا۔

اس دستور کی یہ تاویل پیش کی جاتی تھی کہ اگر غلام بیمار ہو جائے تو اس کے باپ ماں، بیٹا، بیٹی یا بہن یا بھائی آ کر بیمار کی جگہ کام کرے۔ زمیندار کافور خان نے بھی کہہ دیا تھا "تیرا خاوند مر گیا۔ اب تو خدمت گزاری کے لئے آئی ہے۔ یاد رکھ جب تک قرضہ ادا نہیں ہوگا، تب تک تیرا بیٹا نور زمان اور بیٹی گل جاناں بستی سے باہر نہیں جائیں گے۔"

"خان! ہم پر رحم کرو۔ عدینہ میں میرا بھائی اور دوسرے عزیز رہتے ہیں۔ میرے بچے اپنے ماموں وغیرہ سے تو مل سکتے ہیں۔"

"ہرگز نہیں۔ رشتے داروں کو ملنا ہوگا تو وہ ادھر آئیں گے، تمہارے مقروض بچے ادھر نہیں جائیں گے۔"

یہ یقینی بات تھی کہ بیس ہزار روپے کا پہاڑ ان کے سر سے کبھی نہیں اترے گا۔ نہ کافور خان بستی کے باہر محنت مزدوری کرنے دے گا۔ نہ کبھی نقد رقم ہاتھ لگے گی۔ یہ کچھ سوچ سمجھ کر ماں نے بیٹے کو ایک رات چپکے سے بھگا دیا۔ دوسری صبح خان سے کہا۔ "بیٹا آوارہ ہو گیا تھا، مجھ سے لڑتا تھا۔ کل رات بھی مجھ سے بدکلامی کی۔ پھر رات کو جانے کب چلا گیا۔ صبح آنکھ کھلی تو میں نے اسے تلاش کیا۔ بستی والوں سے پوچھا لیکن اس کا پتا نہ چلا۔"

کافور خان نے کہا "مجھے الو سمجھتی ہے۔ تو نے اسے بھگا دیا ہے۔"

"تمہاری غلامی کی قسم۔ میں نے نہیں بھگایا ہے وہ جیسا بھی تھا میرا بیٹا تھا۔ میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتی تھی۔ پھر جان بوجھ کر اسے کیوں بھگا دیتی۔ شاید وہ ماموں کے پاس گیا ہے ہو سکتا ہے واپس آ جائے۔"

وہ بولا "میں چاہوں تو اس کتے کے پیچھے اپنے آدمی لگا دوں، وہ اسے جہاں دیکھیں گے گولی مار دیں گے۔"

"نہیں خانِ اعظم! میرا ایک ہی بیٹا ہے اسے کچھ ہوگا تو میں مر جاؤں گی۔"

"تو مر جائے گی تو قرضہ ادا کرنے کے لئے ایک تیری بیٹی رہ جائے گی، وہ بیٹی بھی بھاگ گئی تو میری وصولی کیسے ہوگی؟"

"نہیں، میری گل جاناں نادان ہے، وہ گھر سے باہر نہیں جائے گی۔"

"آج نادان ہے کل جوان ہوگی، اس کے بھی پر نکل آئیں گے۔ مجھے میری رقم کی ادائیگی کی ضمانت چاہئے۔ اس لئے ضمانت کے طور پر بیٹی کو میرے حوالے کر دے۔"

"نہیں خانِ اعظم! میری معصوم بیٹی کو ضمانتی نہ بنا۔ میرا بیٹا جب تک واپس نہیں آئے گا، جب تک قرضہ ادا نہیں ہوگا، میں زندہ رہوں گی اور تیری خدمت کرتی رہوں گی۔"

"کیا زندگی تیرے ہاتھ میں ہے کہ جب تک چاہے گی زندہ رہے گی۔ تو آج مر سکتی ہے، کل مر سکتی ہے۔ میں کل صبح تک مہلت دیتا ہوں۔ بیٹے کو واپس لا یا قرضہ ادا کر ورنہ کل میں تیری بیٹی کو بڑی حویلی پہنچا دوں گا۔"

وہاں سے بیس کلومیٹر دور شاہ خیل نامی ایک چھوٹا سا گاؤں تھا۔ وہ گاؤں اور آس پاس کی زمین کافور خان کی ملکیت تھیں۔ نور زمان کی ماں نے سنا تھا وہاں قلعہ نما ایک حویلی تھی۔ جہاں کافور خان کی اجازت کے بغیر پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا تھا۔ حویلی کے چاروں طرف مسلح حواریوں کا پہرا رہتا تھا۔ یہ بھی سنا تھا کہ جو مقروض غلام بغاوت کرنا چاہتے تھے انہیں حویلی میں قیدی بنا کر رکھا جاتا تھا۔ ان قیدیوں میں مرد بھی ہوتے تھے اور عورتیں بھی ہوتی تھیں۔ ان سے الگ ایک بڑی حرم سرا میں حسین اور جوان لڑکیاں رکھی جاتی تھیں۔ کافور خان نے اسی بڑی حویلی میں گل جاناں کو پہنچانے کی دھمکی دی تھی۔

نور زمان کو پتا نہیں تھا۔ اس کے شہر آنے کے بعد ماں اور

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

بہن پر کیا گزر رہی ہے۔ وہ پڑھنا لکھنا نہیں جانتا تھا۔ کسی سے خط لکھوا سکتا تھا لیکن یہ اندیشہ تھا کہ جوابی خط کے پتے پر زمیندار کے آدمی اسے پکڑنے آجائیں گے۔ ماں نے سمجھایا تھا جب تک قرضے کی رقم جمع نہ ہو جائے تب تک گھر کا رخ نہ کرنا۔

یہ نورزمان کی روداد تھی۔ اس کے خیالات مجھے یہ روداد سنا رہے تھے۔ ہمارے ملک کے بعض علاقوں میں انسانوں کو غلام بنانے کی روایت آج بھی قائم ہے۔ اور یہ ہم پاکستانیوں کے لئے بڑے شرم کی بات ہے۔ بعد میں جو معلومات حاصل ہوئیں ان کے مطابق تقریباً چار ہزار دہقان مجبور اور بے یارومددگار ہو کر غلامی کی زندگی گزار رہے تھے۔

ہو سکتا ہے حکومت نے ان مجبور دہقانوں کی آزادی کے لئے احکامات جاری کئے ہوں اور ان پر عمل نہ ہو رہا ہو۔ مجھے پاکستان آنے کے بعد جو بنیادی خرابی معلوم ہوئی وہ یہ ہے کہ اوپر سے صادر ہونے والے احکامات کو پولیس والے سبوتاژ کر دیتے تھے۔ جس حکم کی تعمیل سے منافع یا رشوت حاصل نہیں ہوتی تھی اس حکم کی تعمیل مجرموں کے اور اپنے مفاد کے مطابق کرتے تھے۔

میں نے آئی جی کو مخاطب کیا۔ اس نے خوش ہو کر کہا "فرہاد صاحب! میں کس زبان سے آپ کا شکریہ ادا کروں' آپ کی مہربانی سے میری بیٹی کل صبح اور بیٹا شام کو یہاں پہنچ رہے ہیں۔ میں آپ کا احسان زندگی بھر نہیں بھلاؤں گا۔ آپ نے مجھے یہودیوں کی غلامی سے نجات دلائی ہے۔"

میں نے کہا "آپ نے یہودیوں کی غلامی سے نجات حاصل کی ہے لیکن ہماری قوم کے مجبور بندے اپنی ہی قوم کے ظالموں کی غلامی میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ان کی ماؤں' بیٹیوں اور بہنوں کی عزت و آبرو مٹی میں ملتی رہتی ہے۔"

"آپ کن لوگوں کی بات کر رہے ہیں؟"

"صوبہ سرحد کے بعض علاقوں میں سیکڑوں ہزاروں غریب اور مجبور دہقان زمینداروں کی غلامی کرتے ہیں اور آپ کو خبر نہیں ہے؟"

"اچھا سمجھ گیا۔ لیکن جناب! حکومت نے دہقانوں اور محنت کشوں کے لئے ویلفیئر اسکیم جاری کی ہے۔ اس اسکیم کے مطابق انہیں پندرہ ہزار روپے ادا کئے جاتے ہیں۔"

میں نے پوچھا "آپ کو یقین ہے کہ یہ پندرہ ہزار ہر مستحق تک پہنچ جاتے ہیں اور یہ رقم مستحقین کے بہانے بے ایمانوں کے پاس نہیں پہنچتی ہے؟"

"آپ درست فرماتے ہیں۔ بے ایمانی ہو سکتی ہے۔ بلکہ پولیس والوں کے تعاون سے بے ایمانی رواج پاتی ہے۔ مجھے اپنے ڈیپارٹمنٹ کی بدنامی سے شرمندگی ہوتی ہے۔ مگر کیا کیا جائے۔ آوے کا آوا ہی ٹیڑھا ہے۔"

میں نے کہا "ہم آپ تمام پولیس والوں کو صراطِ مستقیم پر

نہیں چلا سکتے' لیکن جہاں تک آپ کے اختیارات ہیں اور جہاں تک میری ٹیلی پیتھی مجھے پہنچاتی ہے' وہاں تک ہم ناداروں کی اور مظلوموں کی دست گیری کر سکتے ہیں۔"

"میں حاضر ہوں۔ آپ کی نظروں میں کوئی مجبور دہقان ہے؟"

"جی ہاں ایک لڑکا نورزمان بارہ برس کی عمر میں محنت کے ذریعے بیس ہزار روپے حاصل کرنے پشاور آیا۔ اس کا باپ ایک زمیندار کافور خان کا مقروض تھا۔ وہ مر گیا تو مقروض ماں اپنے مرحوم شوہر کی جگہ غلامی کرنے لگی۔ اس کا بیٹا نور زمان مزدوری کرنے ادھر آیا تو ادھر کافور خان نے اس کی دس برس کی بہن گل جاناں کو ضمانت کے طور پر اپنی حویلی میں قید کرا لیا ہے۔ نورزمان سولہ برس کا جوان ہو گیا ہے۔ دن رات محنت کرنے کے باوجود اس نے اب تک صرف آٹھ ہزار روپے جمع کئے ہیں۔ اس کی بہن گل جاناں چودہ برس کی ہو گئی ہے۔ ایک آدھ برس میں اس کی جوانی کی بولی لگائی جائے گی۔"

"بس فرہاد صاحب! آگے نہ بولیں۔ آپ نے میری اولاد کو یہودیوں کے حصار میں بے آبرو ہونے سے بچایا ہے۔ میں پرائی بیٹیوں کی عزتوں کا محافظ بنتا رہوں گا۔"

میں نے اسے بتایا کہ کافور خان ضلع مردان کے ایک افتادہ گاؤں جرگہ میں رہتا ہے۔ آئی جی نے ریسیور اٹھا کر وہاں کے ایک پولیس افسر سے رابطہ کیا۔ پھر اس سے کہا "میں ہدایت اللہ بول رہا ہوں؟"

اس نے کہا "السلام علیکم سر! میرے لائق کوئی خدمت"

آئی جی نے کہا "جرگہ میں ایک زمیندار کا نام کافور خان ہے کیا اسے جانتے ہو؟"

"جی ہاں' اچھی طرح جانتا ہوں۔ کافور خان ان مجرموں کی فہرست میں ہے جن پر ہم ہاتھ نہیں ڈال سکتے' کیونکہ اس کا علاقہ غیر سے ہے۔"

میں نے سوچ کے ذریعے آئی جی سے کہا "آپ اس سے نورزمان کی باتیں نہ کریں۔ میں اس کے دماغ میں جا رہا ہوں۔"

میں اس پولیس انسپکٹر کے پاس پہنچ گیا۔ دوسری طرف آئی جی کہہ رہا تھا "ٹھیک ہے۔ جب کافور خان کا تعلق علاقہ غیر سے ہے تو میں پولیٹیکل ایجنٹ سے بات کروں گا' شکریہ۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ انسپکٹر نے بھی مسکراتے ہوئے ریسیور رکھ کر سوچا "پولیٹیکل ایجنٹ کافور خان کا کیا بگاڑ لے گا۔ کافور خان کی پہنچ بہت دور تک ہے۔"

وہ درست سوچ رہا تھا۔ علاقہ غیر ایک آزاد علاقہ ہے۔ وہاں کے آزاد قبائلی کسی کے محکوم نہیں رہتے۔ کسی ملک کے قانون کو نہیں مانتے۔ حکومتِ پاکستان کو ان قبائلیوں سے یا ان قبائلیوں کو حکومتِ پاکستان سے کوئی شکایت ہو یا کوئی باہمی مسئلہ کا حل کرنا ہو تو ان کے درمیان ایک پولیٹیکل ایجنٹ ہوتا ہے۔ وہ

علاقے کراتا ہے۔ یہاں کے پولیس والے وہاں پناہ لینے والے کسی مجرم کو گرفتار نہیں کر سکتے تھے۔

کافور خان کے جرائم کا کوئی ریکارڈ نہیں تھا۔ انسپکٹر بادشاہ اس کے خلاف ظاہر ہونے والے ثبوت کو مٹا دیا کرتا تھا۔ اس نے آزادی سے پاکستان میں مردان کے ایک گاؤں جرگہ میں رہتا تھا لیکن وہ دراصل علاقہ غیر کا باشندہ تھا۔ وہاں اس کی قلعہ نما حویلی تھی جہاں حسین عورتوں کی حرم سرا تھی اور تہ خانے میں قیدیوں کو آہنی سلاخوں کے پیچھے رکھا جاتا تھا۔ وہ ان سے کراتا تھا۔ اس کے ایک سو مسلح ماتحت تھے جو نہایت سنگدل خونخوار تھے۔

انسپکٹر بادشاہ خان کی سوچ نے بتایا کہ کافور خان کے جتنے مقروض تھے۔ ان کے ناموں سے جعلی کاغذات تیار کر کے وہ ہر مقروض کے نام سے حکومتِ پاکستان کی ویلفیئر اسکیم سے پندرہ پندرہ ہزار وصول کر چکا ہے۔ اس رقم سے انسپکٹر پانچ ہزار اور کافور دس ہزار لیا کرتا تھا۔ دونوں اب تک لاکھوں روپے حاصل کر چکے تھے۔ نورزمان کے مرحوم باپ کے نام سے بھی پندرہ ہزار وصول کئے جا چکے تھے اور وہ بے چارہ اس فریب سے بے خبر تھا۔ اسے علم بھی ہوتا تو وہ اتنے بڑے زمیندار اور پولیس والے کا کیا بگاڑ لیتا۔ خود پولیس والے کافور خان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تھے۔ میں نے آئی جی کو اس معاملے سے الگ کیا۔ یہ جرائم سے بھرپور پہلا ایسا تھا جس کا قانونی طور پر بھی پولیس سے تعلق نہیں تھا۔ میں انسپکٹر کے ذریعے کافور خان تک پہنچ سکتا تھا اور یہ ارادہ تھا کہ میں اس علاقے میں پہنچوں جہاں لاقانونیت ہر سو تھی اور کسی دوست یا دشمن کو گولی مار دینا ایسا ہی تھا جیسے کھٹمل مارنا ہوتا ہے۔ کوئی پوچھنے اور پکڑنے والا نہیں تھا کہ تم نے انسانی کھٹمل کیوں مارا ہے؟

میں نے معلومات حاصل کیں کہ مردان کے دور افتادہ گاؤں جرگہ تک بس یا کوچ سروس کی گاڑیاں کس وقت روانہ ہوتی ہیں۔ میں نے انسپکٹر بادشاہ خان کو سلا کر اس کے خوابیدہ دماغ میں یہ نقش کیا کہ وہ کل دن گیارہ بجے تک جرگہ پہنچے گا۔

میں نے پارس اور علی تیمور سے باری باری رابطہ کیا۔ وہ دونوں اپنی اپنی جگہ دشمنوں سے نمٹ رہے تھے۔ میں آگے چل کر ان کے دلچسپ واقعات پیش کروں گا۔ میں نے نورزمان کو دماغی طور پر غائب کر کے اپنے کمرے میں بلایا۔ میں نے اس کے سوئٹر کے اندر قمیص کی جیب میں اور اس کی دوسری اندرونی جیب میں بیس ہزار روپے ٹھونس دیئے۔ وہ ہزار ہزار کے نوٹ تھے اس لئے دونوں جیبوں میں سما گئے۔ پھر میں نے اسے واپس بھیج دیا۔ وہ ہوٹل کے پچھواڑے سے اسٹور روم میں سوتا تھا۔ وہ وہاں پہنچ کر دماغی طور پر حاضر ہوا پھر چونک کر سوچنے لگا "میں ابھی کہاں تھا؟ کیا کر رہا تھا؟"

اس نے میری مرضی کے مطابق جیب میں ہاتھ ڈالا اور پھر چونک کر نوٹ نکالے ہزار ہزار کے نوٹ دیکھ کر وہ بوکھلا گیا۔ ایسے ہی نوٹ اندرونی جیب سے نکلے تو وہ بڑی دیر تک گم صم بیٹھا رہا۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا۔ اتنی دولت کیا غیب سے اس کے پاس آگئی ہے۔ وہ انہیں گننے لگا اور گنتے گنتے رونے لگا۔ میرا بھی دل بھر آیا۔ اس پر بڑا پیار آرہا تھا۔ بے چارہ زندگی میں پہلی بار آنسوؤں سے دھندلائی ہوئی آنکھوں سے اتنی دولت دیکھ رہا تھا۔ جب اسے یقین ہو گیا کہ پورے بیس ہزار غیب سے مل گئے ہیں۔ تو وہ سجدے میں گر کر سبحان ربی الاعلیٰ سبحان ربی الاعلیٰ پڑھنے لگا۔

میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ دماغ کو ہدایات دیں۔ پھر گہری نیند میں ڈوبتا چلا گیا۔ کسی سے محبت کرو' کسی کے برے وقت میں کام آؤ۔ اسے گرداب سے نکال لاؤ تو جو سچی مسرتیں حاصل ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی جو خوشنودی حاصل ہوتی ہے' وہ ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتی۔ نیکیاں کر کے سونے والا ہی جانتا ہے' اسے کتنی پُرسکون اور گہری نیند آتی ہے۔

رات کے تین بجے میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے شیو کیا' غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر لباس تبدیل کیا۔ پھر اٹیچی کیس اٹھا کر کاؤنٹر پر آیا۔ کاؤنٹر مین کو اطلاع دی کہ میں جا رہا ہوں۔ پھر ریلوے اسٹیشن کے پاس آیا۔ ایک آرام دہ کوچ کا ٹکٹ لے کر اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ وہاں کئی مسافروں کے درمیان نورزمان بھی بیٹھا ہوا تھا۔

اس نے پچھلے ساڑھے چار برس سے اپنی ماں اور بہن کی صورتیں نہیں دیکھی تھیں۔ ابتدا میں انہیں یاد کرتے ہی ان سے ملنے کو دل تڑپنے لگتا تھا۔ پھر رفتہ رفتہ صبر آگیا تھا لیکن اب قرضے سے بھی زیادہ رقم مل گئی تھی۔ بیس ہزار میں نے دیئے تھے اور آٹھ ہزار اس نے محنت مزدوری سے جمع کئے تھے' یہ اٹھائیس ہزار ملتے ہی وہ ماں کی آغوش میں پہنچنے کے لئے بے چین ہو گیا تھا۔ اس نے ماں اور بہن کے لئے کچھ کپڑے اور دوسرے تحفے بھی نہیں خریدے تھے' سوچا تھا کہ راستے میں کہیں بازار پڑے گا تو خرید لے گا۔ اس کے اختیار میں ہوتا تو وہ پرواز کر کے وہاں پہنچ جاتا۔

وہ جس قدر بے چین تھا' اتنا ہی سہما ہوا تھا۔ یہ اندیشہ تھا کہ اس کے لباس میں چھپی ہوئی دولت کوئی دیکھ نہ لے۔ آس پاس بیٹھے ہوئے ہم سفر اسے چور ڈاکو لگ رہے تھے۔ وہ جگہ بدلنے کے لئے خالی سیٹوں پر نظریں دوڑا رہا تھا۔ میں نے اسے اپنے پاس آنے پر مجبور کیا' میں کھڑکی کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے مجھ سے پوچھا "برادر! آپ مجھے کھڑکی کے پاس بیٹھنے دیں گے؟"

میں نے اٹھتے ہوئے کہا "ضرور یہاں بیٹھو۔"

وہ شکریہ ادا کرتے ہوئے وہاں بیٹھ گیا۔ کھڑکی کے پاس بیٹھنے کا یہ فائدہ تھا کہ اس طرف کوئی بیٹھ نہیں سکتا تھا۔ اس کے دوسری طرف میں ہی ایک ہم سفر تھا۔

پچھلی رات سے اس کی نیند اڑ گئی تھی۔ اتنی بڑی رقم ملنے کے بعد اس کے اندر ہلچل سی پیدا ہو گئی تھی۔ تجسس بھی تھا کہ اتنی بڑی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

رقم اس کی دو جیبوں میں کہاں سے آگئی؟ بس اتنا ہی سمجھ میں آیا کہ اللہ چھپّر پھاڑ کر دیتا ہے۔ آج اسے بھی اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔

اور یہ جھوٹ نہیں ہے۔ خداوندِ کریم جسے دیتا ہے۔ اسے دینے کے لئے کسی کو ذریعہ بناتا ہے۔ نورزمان اور اس کی ماں بہن کو مشکلات سے نکالنے کے لئے اس معبود نے مجھے ذریعہ بنا دیا تھا۔

جب گاڑی چلنے لگی تو تازہ ہوا کے جھونکوں سے اسے نیند آنے لگی لیکن وہ سونا نہیں چاہتا تھا۔ دل میں خوف سمایا ہوا تھا کہ آنکھیں بند کرے گا تو کوئی تمام رقم چرا کر لے جائے گا۔ یہ خوف ہوٹل میں بھی قائم رہا' اس لئے وہ جاگتا رہا تھا۔

میں نے آہستہ آہستہ اسے تھپکی تھپکی کی لوری سنا کر سلا دیا۔ خوابیدہ شخص نصف مردہ ہوتا ہے۔ یہ عارضی موت تمام فکروں اور اندیشوں سے نجات دلا دیتی ہے۔ فکر اور اندیشے آدمی کو سونے نہیں دیتے۔ ایسی حالت میں جسے نیند آجائے' وہ بہت خوش نصیب ہوتا ہے۔ نورزمان خوش قسمتی کی آغوش میں مزے سے سو رہا تھا۔

سفر بڑے سکون سے جاری تھا۔ کئی گھنٹوں کے بعد گاڑی مردان کے ایک اسٹاپ پر رکی' ڈرائیور نے بتایا۔ گاڑی وہاں سے آدھے گھنٹے بعد روانہ ہوگی۔ میں نے نورزمان کو جگایا۔ وہ ہڑبڑا کر دونوں ہاتھوں سے لباس کے اندر ٹٹولنے لگا۔ جب اسے اطمینان ہوا کہ رقم موجود ہے تو اس نے مجھ سے کہا "میں اتنی دیر تک سوتا رہا۔ ہم مردان ضلع میں پہنچ گئے ہیں۔"

میں نے کہا "آؤ کچھ کھالو۔"

میں گاڑی سے باہر آگیا۔ وہ بھی باہر آکر بولا "آپ کھانے کے لئے جائیں' میں کچھ خریداری کروں گا۔"

وہ دوسری طرف چلا گیا۔ میں کھانے کے لئے ایک ہوٹل میں آگیا۔ کھانے کے دوران نورزمان کے پاس جاتا آتا رہا۔ وہ ماں کے لئے سادے کپڑے اور بہن کے لئے رنگین کپڑے اور نقلی زیورات خرید رہا تھا۔ خوشی کے مارے اس کی بھوک اڑ گئی تھی۔ گاڑی کی روانگی کا بھی وقت ہو چکا تھا۔ وہ تمام سامان لے کر اپنی سیٹ پر جا کر بیٹھ گیا تھا۔ میں دو پراٹھے اور انڈوں کا آملیٹ بنوا کر لے آیا' اس کے پاس بیٹھ کر بولا "شاوا بھئی شاوا۔ بڑی خریداری کی ہے؟"

وہ مسکرا کر بولا "پورے ساڑھے چار برس کے بعد گھر جا رہا ہوں' اس لئے گھر والوں کے لئے کچھ خرید لیا ہے۔"

میں نے کاغذ میں لپٹے ہوئے پراٹھے پیش کئے "لو انہیں کھالو۔"

وہ جھجکتے ہوئے بولا "شکریہ برادر! میں نے کھا لیا ہے۔"

"میں نے بھی پیٹ بھر کر کھا لیا ہے۔ تم نہیں کھاؤ گے تو یہ ضائع ہو جائیں گے۔"

کھانے کی اشتہا انگیز خوشبو اس کی بھوک بڑھا رہی تھی۔ میں نے اس کے اندر پہنچ کر اسے کھانے پر مائل کیا۔ وہ بے اختیار میرے ہاتھوں سے پراٹھے لے کر کھانے لگا۔ وہ جھینپ رہا تھا' شرما رہا تھا لیکن کھاتا جا رہا تھا۔ حیران ہو رہا تھا کہ ایک اجنبی پراٹھے لے کر کیوں کھلا رہا ہے؟

اس نے کھانے کے بعد کاغذ کو کھڑکی سے باہر پھینک دیا۔ منہ پونچھتے ہوئے بولا "مجھے شرمندگی ہے' میں نے آپ کا کھانا کھا لیا۔"

"کوئی بات نہیں۔ میں تمہارے لئے ہی لایا تھا۔"

"آپ کہاں جا رہے ہیں؟"

"جرگہ تک جانے کا ارادہ ہے۔"

وہ خوش ہو کر بولا "وہ میرا گاؤں ہے۔ میں بھی وہیں جا رہا ہوں لیکن آپ ادھر کے نہیں لگتے۔ کیا ادھر کوئی عزیز یا دوست ہے؟"

"میرا کوئی نہیں ہے۔ پہلی بار جا رہا ہوں۔ شہری ہنگاموں سے بیزار ہو گیا ہوں۔ سنا ہے وہ بہت پُرسکون علاقہ ہے۔"

"میرا گاؤں بہت خوب صورت ہے۔ پہاڑ' آبشار' دریا اور طرح طرح کے رنگ برنگے پھولوں کو دیکھ کر یوں لگتا ہے جیسے جنت زمین پر اتر آئی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ آپ کو جنت نہ لگے لیکن یہ میری بستی ہے' میرے جذبات ہیں۔ آپ وہاں میرے مہمان رہیں گے۔"

"نہیں' میں تم پر بوجھ نہیں بنوں گا۔"

"برادر! اس علاقے میں کسی پٹھان سے یہ نہ کہنا کہ وہ بوجھ ہوتا ہے۔ وہ گولی مار دیں گے۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "میں تمہارے ہاتھوں سے گولی کھا کر مرنا نہیں چاہتا۔ اس لئے تمہاری میزبانی قبول ہے۔"

"شکریہ برادر! ہماری بستی میں قہوہ خانہ ہے مگر کھانے کا ہوٹل نہیں ہے۔ وہاں آپ کو کسی نہ کسی کا مہمان بن کر رہنا ہوتا۔ خدا کا شکر ہے آپ مجھے مل گئے۔ مہمان اللہ کی رحمت ہوتا ہے۔"

ہم جرگہ پہنچ گئے۔ یوں تو میں راستے میں خوب صورت مناظر دیکھتا آیا تھا لیکن جرگہ کا حسن منفرد تھا۔ آنکھیں ہر طرف اٹھتی تھیں اور دیکھ دیکھ کر جی نہیں بھرتا تھا۔ وہ علاقہ قدرتی حسن سے جس قدر مالا مال تھا اسی قدر وہاں کے لوگ غریب' مجبور اور بے بس تھے۔ دور دور تک مٹی یا لکڑیوں سے بنے ہوئے چھوٹے چھوٹے کچے مکانات دکھائی دے رہے تھے۔ ایک چھوٹی سی پہاڑی کی بلندی پر ایک پختہ حویلی نظر آرہی تھی۔ حویلی کے اطراف میں اونچے مچان بنے ہوئے تھے۔ ہر مچان پر دو مسلح پہرے دار کھڑے ہوئے تھے جو وہاں سے دوستوں اور دشمنوں کو دور سے آتے دیکھ سکتے تھے۔

نورزمان نے ادھر انگلی کا اشارہ کرتے ہوئے کہا "وہ خان کی حویلی ہے۔ ظالم سے خدا سمجھے گا۔"

وہ تیزی سے قدم بڑھاتا ہوا اپنے گھر کی طرف جا رہا تھا اور جوش سے بولتا جا رہا تھا "آج میرا پورا کنبہ قرضے کی لعنت سے نجات حاصل کر لے گا۔ میرے بابا کی روح کو سکون ملے گا۔ ظالم خان نے میرے بابا کو فکر اور پریشانیوں میں مبتلا کر کے مار ڈالا تھا۔"

اس نے بستی کے ایک شخص کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "اوئے دلدارا! میرے کو شناخت کر۔ ام تیرا بچپن کا یار ہے' نورزمان۔"

دلدار نے اس سے گلے ملتے ہوئے کہا "اوئے زمان! تو اونٹ کی طرح لمبا ہو گیا ہے۔ پہچانا نہیں جاتا ہے۔"

"وقت نے ہم سب کو بدل دیا ہے۔ ان سے ملو' یہ میرے مہمان ہیں۔"

دلدار نے مجھ سے مصافحہ کیا پھر کہا "زمان! تیری ماں خانِ اعظم کی حویلی میں ہے۔ تو جانتا ہے اسے آدھی رات سے پہلے چھٹی نہیں ملے گی۔"

نورزمان نے کہا "میں گھر جا کر پہلے بہن سے ملوں گا۔ پھر سامان رکھ کر ماں کے پاس حویلی میں جاؤں گا۔ آج خانِ اعظم کا قرضہ اتار دوں گا۔"

"تو پھر خدا کا واسطہ پہلے قرضہ اتار دے۔ تیری بہن گھر میں نہیں' خانِ اعظم کی بڑی حویلی میں ہے۔"

"کیا بولتا ہے دلدارا؟"

"سچ بولتا ہوں۔ تیرے یہاں سے جاتے ہی خانِ اعظم نے کہا' تیری ماں کسی دن تیری بہن کو بھی یہاں سے بھگا دے گی۔ اس لئے اسے ضمانت کے طور پر قید کر لیا ہے۔ وہ علاقہ غیر کی بڑی حویلی میں ہے۔"

"میری بہن کو اس نے علاقہ غیر میں پہنچا دیا ہے۔ نہیں' میں اسے آج ہی واپس لاؤں گا۔"

وہ غصے' جوش اور جنون میں مجھے بھول گیا۔ دوڑتا ہوا حویلی کی طرف جانے لگا۔ میں نے اس کے پیچھے جاتے ہوئے اسے کنٹرول کیا' اس کی سوچ میں سمجھایا "مجھے ہوش میں رہ کر یہ سمجھنا چاہئے' کافور خان کتنا سنگدل قصائی ہے۔ اس کے خونخوار پہرے دار مجھے گولیوں سے چھلنی کر دیں گے۔"

اس نے کہا "میں اپنی جان دے دوں گا۔ وہ میری بہن کو اس بڑی حویلی میں لے گیا ہے' جہاں سے کوئی لڑکی واپس نہیں آتی۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "میں زندہ رہوں گا اور عقل سے کام لوں گا تو گل جاناں عزت و آبرو سے واپس آئے گی۔"

وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا' سوچوں میں گم پہاڑی کے دامن میں آیا۔ وہاں ایک کیبن میں دو مسلح گارڈز تھے۔ ایک نے باہر آکر پوچھا "کون ہو تم؟ ادھر کیوں آئے ہو؟"

"میں نورزمان ہوں۔ میری ماں سیدی بانو حویلی میں خدمت گار ہے۔ میں اپنی ماں اور خانِ اعظم سے ملنے آیا ہوں۔"

میں اس گارڈ کے اندر پہنچ گیا۔ وہ کیبن کے اندر آیا۔ دوسرے گارڈ نے پوچھا "یہ دونوں کون ہیں؟"

گارڈ نے اونچی آواز میں پوچھا "نورزمان تیرے ساتھ کون ہے؟"

"میرا معزز مہمان ہے۔"

گارڈ نے ریسیور اٹھا کر پہاڑی کی نصف بلندی پر تعمیر کی ہوئی حویلی میں کسی سے رابطہ کیا۔ اسے بتایا کہ نورزمان اپنی ماں اور خانِ اعظم سے ملنا چاہتا ہے' دوسری طرف سے کہا گیا "انتظار کرو۔"

میں حویلی کے اندر انتظار کرانے والے کے پاس پہنچ گیا۔ وہ کافور خان کا دستِ راست تھا۔ اس نے انٹر کام کے ذریعے کافور خان کو مخاطب کیا۔ پھر کہا "سیدی بانو کا فرزند نورزمان اپنے ایک مہمان کے ساتھ آیا ہے۔ وہ آپ سے اور سیدی بانو سے ملنا چاہتا ہے۔"

کافور خان کی غراتی ہوئی آواز سنائی دی "وہ خنزیر کا بچہ اتنے برس بعد آیا ہے۔ کیا قرضے کی رقم لایا ہے؟"

"میں نے یہ نہیں پوچھا ہے۔ ابھی پوچھتا ہوں۔"

"تم ریسیور رکھ دو۔ میں بات کرتا ہوں۔"

کافور خان نے ریسیور اٹھا کر نیچے کیبن کے گارڈ سے کہا "اس سے معلوم کرو۔ کیا وہ قرضہ ادا کرے گا؟"

میں کافور خان کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا "اگر وہ شہر سے اچھی کمائی کر کے آیا ہے تو قرضہ ادا کر دے گا۔ بڑی گڑبڑ ہوگی۔ چھوٹا خان' گل جاناں پر عاشق ہو گیا ہے۔ اس کے جوان ہونے کا انتظار کر رہا ہے۔ حرم سرا کی لیڈی ڈاکٹر نے کہا ہے کہ گل جاناں کے لئے اور دو برس انتظار کرنا ہوگا اور یہ نورزمان ادائیگی کے لئے آگیا ہے۔"

ریسیور سے گارڈ کی آواز سنائی دی "جنابِ عالی! یہ ابھی پورے بیس ہزار ادا کرے گا۔"

وہ غرا کر بولا "ہوں' اسے آنے دو۔"

اس نے پوچھا "مہمان کے لئے کیا حکم ہے؟"

وہ مجھے حویلی کے اندر بلانا نہیں چاہتا تھا لیکن میری مرضی سے بولا "کیا ہماری قوم کی روایت نہیں جانتے ہو۔ بستی میں آنے والا سب کا مہمان ہوتا ہے۔ اسے بھی آنے دو۔"

کیبن کے ایک گارڈ نے باہر آکر ہم سے کہا "اوپر چلو۔"

میں گارڈ اور نورزمان کے ساتھ پہاڑی راستے پر چڑھتے ہوئے دور دور تک دیکھنے لگا۔ وہاں کی ایک ایک جگہ کو ذہن نشین کرنے لگا۔ بلند مچانوں پر گن مین نظر آرہے تھے۔ پہاڑی راستے کے ہر موڑ پر ایک کیبن تھا۔ گویا وہ چیک پوسٹ کے طور پر بنائے گئے تھے۔ گارڈ نے ہمیں پہلے چیک پوسٹ تک پہنچایا۔ وہاں ہماری جامہ تلاشی لی گئی۔ ہمارے پاس کوئی ہتھیار نہیں تھا۔ میرے پاس بیس ہزار اور نورزمان کے پاس ستائیس ہزار چھ سو روپے تھے۔ چیکنگ کے دوران پہاڑ کے دامن سے ایک قیمتی مرسڈیز کار آرہی تھی اور

itsurdu.blogspot.com
itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

حویلی کی طرف جارہی تھی۔ ایک گارڈ نے کہا "ایک طرف ہو جاؤ۔ مرجینا خانم آرہی ہیں۔"

یہ معلوم ہوا کہ مرجینا خانم، کافور خان کی چھوٹی بہن تھی اور وہ چھوٹا خان جو گل جاناں پر عاشق تھا، وہ کافور خان کا چھوٹا بھائی تھا۔ مرجینا کی گاڑی چیک پوسٹ پر آکر رک گئی۔ اگرچہ وہ ان زمینوں کی مالک تھی۔ کافور خان کی بہن تھی لیکن خود کافور خان کی گاڑی کو بھی آتے جاتے چیک کیا جاتا تھا۔ یہ اندیشہ تھا کہ کوئی دشمن گاڑی میں ٹائم بم وغیرہ چھپا کر رکھ سکتا ہے۔

مرجینا چیکنگ کے دوران کار سے باہر آگئی۔ وہ جتنی حسین تھی، اتنی ہی قد آور اور بھرپور تھی۔ اجلے چمکتے چہرے پر سیب کی سرخی تھی۔ اس نے آنکھوں پر سے سیاہ گوگلس اتارتے ہوئے چیک پوسٹ کے پاس کھڑے ہوئے لوگوں کو ایسی حقارت سے دیکھا جیسے کیڑے مکوڑوں کو دیکھ رہی ہو۔

اس کی نظریں مجھ پر سے گزرتی ہوئی دوسری طرف جانا چاہتی تھیں۔ لیکن میری شمع بینی کی متناطیسی نگاہوں نے اس کی نگاہوں کو جکڑ لیا۔ وہ جسے اپنے برابر نہیں سمجھتی تھی اسے دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتی تھی۔ وہ مجھے بھی دیکھنا نہیں چاہتی تھی لیکن میری آنکھوں کی متناطیسیت سے آزاد نہیں ہو رہی تھی۔

وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی میرے روبرو آگئی۔ اس کی آواز میں مالکانہ رعب اور دبدبہ ہوتا تھا لیکن اس نے زبان کھولی تو آواز ڈوبنے لگی۔ وہ پھنسی پھنسی سی سرگوشی میں بولی "کون ہو تم؟"

میں نے اس کے اندر کہا "وہی ہوں جس کے لئے تم سوچتی ہو لیکن جسے تم سمجھ نہیں پاتی ہو۔"

پھر میں نے زبان سے کہا "میرا نام ارسلان ہے۔ میں اس نوجوان نورزمان کا مہمان ہوں۔ خانِ اعظم سے ملاقات کرنے آیا ہوں۔"

میں نے اس پر سے اپنی نگاہیں ہٹالیں۔ متناطیسی طلسم ٹوٹ گیا۔ مرجینا نے چونک کر آس پاس دیکھا۔ اس کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ یہ سوچ کر اسے غصہ آرہا تھا کہ ایک اجنبی کی آنکھوں میں گم ہوگئی تھی۔

وہ تیزی سے پلٹی اور کار میں جاکر بیٹھ گئی۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا "ارسلان کو دیکھو۔"

دولت اور دنیا والے اس کے محکوم تھے لیکن وہ دماغ کی محکوم تھی۔ اس نے بے اختیار مجھے دیکھا۔ پھر کار اسٹارٹ کرکے آگے بڑھ گئی۔ ذرا دور جاکر اس نے میری مرضی کے مطابق کار روکی۔ کھڑکی سے جھانک کر مجھے دیکھا۔ وہ مجبور ہو کر سوچنے لگی "میں اس کی طرف کھنچی جارہی ہوں۔ سنا تھا کہ ہزار سخت مزاجی کے باوجود دل کسی ایک کے لئے پاگل سا ہو جاتا ہے۔ کیا میں دیوانی ہو رہی ہوں۔ خواہ مخواہ گاڑی روک کر اسے دیکھ رہی ہوں۔ یہ ملازم گارڈز وغیرہ کیا سوچتے ہوں گے۔"

اس نے ہاتھ کے اشارے سے مجھے بلایا۔ ایک گارڈ نے کہا "ادھر جاؤ، خانم بلاتی ہیں۔"

میں نورزمان کا ہاتھ پکڑ کر تیزی سے چلتا ہوا اس کے قریب آیا، یہ معلوم کرچکا تھا کہ دونوں بھائیوں نے اسے تعلیم کے لئے لندن بھیجا تھا۔ وہ پچھلے برس واپس آئی تھی۔ میں نے انگریزی میں کہا "دل کی بات زبان پر نہ لائی جائے تو اندر گھٹن بڑھ جاتی ہے۔"

وہ بھی انگریزی میں بولی "یہ اچھا ہوا کہ تم یہ زبان بولتے ہو۔ ورنہ میں ادنیٰ لوگوں کے سامنے دل کی بات نہ کہہ پاتی۔ تم نے پہلی ملاقات میں نہ جانے کیا جادو کر دیا ہے۔"

"میں جادوگر نہیں ہوں اور نہ ہی عاشق مزاج ہوں۔ مجھے کوئی عورت متاثر نہیں کرتی۔"

"یعنی مجھ میں متاثر کرنے والی خوبیاں نہیں ہیں۔ تم میری توہین کر رہے ہو۔"

"میں تمہارے بارے میں نہیں کہہ رہا ہوں۔ بھلا پہلی ملاقات میں کیسے کہہ سکتا ہوں کہ تم میں کتنا کرنٹ ہے۔"

"میں تمہیں بتاؤں گی کہ کیسے کرنٹ مارتی ہوں۔ اگلی سیٹ پر بیٹھو۔"

"میرا دہقان میزبان بھی بیٹھے گا تو تمہاری برتری کو ٹھیس پہنچے گی۔"

وہ بولی "یہ گاڑی کے پیچھے دوڑتا ہوا آئے گا۔ اس کی اوقات یہی ہے۔"

"اس کی اوقات اتنی اونچی ہے کہ تم اس کے مہمان کے لئے گاڑی سے اتر کر زمین پر آگئی ہو۔"

"تم میری انسلٹ کر رہے ہو۔ جانتے ہو تمہارا انجام کیا ہوگا؟"

"کوئی اپنا انجام نہیں جانتا۔ تمہیں بھی اپنے انجام کی خبر نہیں ہے۔"

وہ غصے سے کار کے اندر گئی۔ ڈیش بورڈ کے ایک خانے کو کھول کر بھرا ہوا ریوالور نکالا۔ اس کا خیال تھا مجھے گولی مار دے گی۔ میں مر جاؤں گا تو اس کے اندر سے میرا تاثر اور میرا جادو بھی ختم ہو جائے گا۔

میں نے اس کی سوچ میں کہا "وہ مر جائے گا تو میں خالی ہو جاؤں گی۔ اس کی متناطیسی نگاہیں میری رگ رگ میں لہو کی طرح دوڑ رہی ہیں۔ میں چاہتی ہوں یہ مجھے دیکھتا رہے اور میں گھائل ہوتی رہوں۔"

وہ ڈھیلی پڑ گئی۔ ریوالور کو واپس رکھتے وقت اس کی سوچ نے کہا "آہ! کیا کروں۔ میرا دل اسے مانگتا ہے۔"

وہ فوراً ہی کار اسٹارٹ کرکے آگے چلی گئی۔ ایک دہقان کو اپنی کار میں نہیں بٹھا سکتی تھی۔ میں نے اس کی انا کو فی الحال مجروح نہیں کیا۔ ابھی جو سلوک کرچکا تھا وہ پہلی ملاقات کے لئے کافی تھا۔

نورزمان نے میرے ساتھ چلتے ہوئے پوچھا "وہ کیا کہہ رہی تھی؟"

"کہہ رہی تھی میں اس کے ساتھ کار میں بیٹھ جاؤں کیونکہ انگریزی بولتا ہوں تم گاڑی کے پیچھے دوڑتے ہوئے آؤ گے کیونکہ تم نوبی اور علاقائی زبان بولتے ہو اور اس سے بہت کمتر ہو۔"

"آپ اس کے ساتھ نہیں گئے۔ یہ بہت برا ہوا۔ وہ خان زادی ہے، اپنی توہین کا بدلہ لے گی۔"

"لینے دو۔ پروا نہ کرو۔"

ہم پہاڑی راستے پر چڑھتے چڑھتے حویلی کے بڑے گیٹ تک پہنچ گئے۔ ایک سیکیورٹی افسر نے ڈیٹیکٹو آلے سے ہمیں سر سے پاؤں تک دیکھا۔ کسی ہتھیار کی نشاندہی نہیں ہوئی۔ ہم دو سیکیورٹی گارڈز کے پیچھے چلتے ہوئے وسیع و عریض باغ سے گزرتے ہوئے حویلی کے اندر آئے۔ بڑے زبردست حفاظتی انتظامات تھے۔ اس کے باوجود میں ان کے آقا کافور خان کے اندر پہنچا ہوا تھا۔ اگر علاقہ غیر سے نورزمان کی بہن کو واپس لانے کا مسئلہ نہ ہوتا تو میں خانِ اعظم کو مٹی چاٹنے پر مجبور کر دیتا۔

حویلی کی بیٹھک میں اس کے ملازم نے مجھ سے کہا "تم ادھر بیٹھو اور تم نورزمان میرے پیچھے آؤ۔"

میں ایک ایسی کرسی پر بیٹھا جس کی پشت دیوار سے لگی ہوئی تھی۔ کسی نئی جگہ اسی طرح بیٹھنا چاہئے۔ پیچھے سے دشمن کے حملے کا خطرہ نہیں رہتا۔ میں دستِ راست کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ نورزمان کو اپنے آقا کے پاس لے جارہا تھا۔ ایک راہداری سے گزر کر دوسری تیسری راہداری میں چل رہا تھا۔ حویلی بہت بڑی تھی۔ آقا تک پہنچنے کا فاصلہ بھی بہت تھا۔ آخر وہ ایک بڑی سی خواب گاہ میں پہنچ گئے۔

کافور خان شاہانہ طرز کے پلنگ پر شاہانہ انداز میں بیٹھا ہوا تھا۔ نورزمان نے جھک کر سلام کیا۔ وہ غرا کر بولا "تو ہمیں دھوکا دے کر فرار ہوا تھا۔ تیری اتنی جرات کیسے ہوئی؟"

"خان آقا! میں محنت مزدوری کرنے گیا تھا۔ یہ دیکھئے، میں آپ کے پورے بیس ہزار روپے لایا ہوں۔"

اس نے لباس کے اندر سے نوٹوں کی گڈیاں نکال کر دکھائیں۔ پھر کہا "آج میں قرض ادا کر رہا ہوں۔ میری ماں اور بہن کو رہا کر دیں۔"

کافور نے اسے گھور کر دیکھتے ہوئے کہا "دور سے رقم کیا دکھاتا ہے۔ ادھر آ اور قرضے کی رقم میرے قدموں میں رکھ دے۔"

وہ دونوں ہاتھوں کی طشتری پر نوٹوں کی گڈیاں رکھے آہستہ آہستہ چلتا ہوا قریب آیا پھر بولا "آقا حضور! یہ رقم قبول کریں۔"

وہ گرج کر بولا "کیا تو نے سنا نہیں، یہ رقم میرے قدموں میں رکھ دے۔"

"معافی چاہتا ہوں آقا! نوٹوں پر ہمارے قائدِ اعظم کی

موسیقی کے شائقین کے لیے
اپنے طرز کی اچھوتی کتاب
ابجدِ موسیقی
سازوں کی سنگت میں گانا ایک مشکل فن ہے
اس کتاب کے مطالعے سے آپ کو نہ صرف گانا بلکہ ہارمونیم بجانا بھی آجائے گا اور طبلے کے بارے میں بھی واقفیت ہو جائے گی
سُر، لے، گیت، راگ، ٹھاٹھ اور
موسیقی کے دیگر اسرار و رموز
آشکار کرنے والی بیحد کارآمد کتاب
برصغیر کے نامور گلوکار اس کتاب کے بارے میں کہتے ہیں کہ:
یہ نئے سیکھنے والوں کے لیے مشعلِ راہ ہے
مہدی حسن کا تفصیلی تبصرہ
مع اُن کی رنگین تصویر کے
اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں
یہ کتاب موسیقی کے اُستاد کی جگہ پوری کرتی ہے
قیمت: ۶۰/- روپے ٥ ڈاک خرچ: ۱۰/- روپے
پیشگی رقم بذریعہ منی آرڈر بھیجنے پر ڈاک خرچ معاف
کتابیات پبلی کیشنز
پوسٹ بکس نمبر ۲۳ سعید منشن بلیمویا اسٹریٹ آئی آئی چندریگر روڈ کراچی ۱

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

تصویریں ہیں۔ میں انہیں قدموں میں نہیں رکھوں گا۔"

نورزمان کی قائدِاعظم سے عقیدت اور احترام کا جذبہ دیکھ کر دل خوش ہوگیا۔ کافور خان نے ایک طمانچہ رسید کیا۔ نورزمان کا منہ گھوم گیا۔ وہ پلٹ کر فرش پر گر پڑا۔ نوٹوں کی گڈیاں اِدھر اُدھر بکھر گئیں۔ پھر وہ جلدی سے اٹھ کر گڈیاں سمیٹ کر انہیں ہتھیلیوں کی طشتری میں سجا کر دوبارہ اس کے روبرو آگیا۔

کافور خان نے کہا "میں علاقہ غیر میں رہتا ہوں۔ وہاں بڑے بڑے ملکوں کے کرنسی نوٹ آتے ہیں۔ ان کے سامنے پاکستانی کرنسی کی کیا اہمیت ہے۔"

اس نے دستِ راست سے کہا "شکنجہ خان! اسے ٹھوکر مار کر نوٹوں سمیت ہمارے قدموں میں گراؤ۔"

میں نے دستِ راست شکنجہ کو مائل کیا کہ وہ نورزمان کے پیچھے سے دوڑتا ہوا آکر فلائنگ کک مارے۔ اس نے یہی کیا۔ دوڑتا ہوا آکر فضا میں چھلانگ لگائی۔ میں نے اسی لمحے میں اسے گھما دیا۔ فلائنگ کک کافور خان کے منہ پر لگی۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے پلنگ پر پہنچ گیا۔ شکنجہ فرش پر اوندھے منہ گر پڑا تھا۔ ادھر کافور خان غصے سے پاگل ہوگیا تھا۔ آج تک کسی نے اسے انگلی نہیں لگائی تھی۔ کجا یہ کہ ملازم نے منہ پر لات ماردی تھی۔

اس نے گالیاں دیتے ہوئے تکیے کے نیچے سے بھرا ہوا ریوالور نکالا۔ شکنجہ نے گڑگڑا کر کہا۔

"رحم آقا رحم! میں نے دانستہ....."

اس کی بات پوری نہ ہوسکی۔ کافور خان جنون میں فائر کرتا گیا۔ دستِ راست پہلی ہی گولی میں ٹھنڈا پڑگیا تھا لیکن وہ ٹھائیں ٹھائیں فائر کرتا گیا۔ یکے بعد دیگرے گولیاں اس کے جسم میں اتارتے ہوئے اپنا غصہ سرد کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ پھر خالی ریوالور کھینچ کر اس نے لاش پر مارتے ہوئے گہری سانسیں لینے لگا۔ ایک زخمی درندے کی طرح ہانپنے لگا۔

سیکیورٹی افسر دوسرے گارڈز کے ساتھ دوڑتا ہوا وہاں پہنچ گیا تھا اور سیلیوٹ کرکے حیرانی سے دستِ راست کی لاش کو دیکھ رہا تھا اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ آقا نے اپنے قابلِ اعتماد دستِ راست کو قتل کیا ہے۔ آقا نے گرج کر کہا "اس نمک حرام کی لاش کو حویلی کے پیچھے کھائی میں پھینک دو۔"

وہ سب لاش اٹھا کر لے گئے۔ دو ملازم خون آلود قالین ... کر لے گئے۔ دوسرے ملازم نیا قالین لاکر بچھانے لگے۔ اس ... عرصے میں نورزمان ایک طرف سہما کھڑا رہا۔ کافور خان آنکھیں بند کرکے سوچ رہا تھا "ابھی کسی کو معلوم نہیں ہے کہ میں نے منہ پر لات کھائی ہے۔ یہ نورزمان بھی نابود ہوجائے گا تو میری عزت رہ جائے گی۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "مجھے لات کھا کر عقل سے سوچنا چاہئے کہ میں قائدِاعظم کو اور پاکستانی کرنسی کو اپنے قدموں میں لانا چاہتا تھا، مجھے عبرت حاصل کرنا چاہئے۔"

اس نے عبرت کے نام پر گندی سی گالی دی۔ پھر ریوالور دوبارہ لوڈ کرکے نورزمان سے بولا "رقم ادھر رکھ دے۔ تیری ... کل صبح تیرے گھر پہنچ جائے گی۔ تیری ماں حویلی کے پیچھے کام کر ... ہے۔ چل آ، میں تجھے اس سے ملادوں گا۔ تو ماں کے ساتھ پچھلے ... راستے سے چلے جانا۔"

وہ بولا "آقا! میرا مہمان آپ کی بیٹھک میں ہے۔ میں اس ... کے ساتھ جاؤں گا۔"

"اوہ۔ ہاں! میں تیرے مہمان کو بھول گیا تھا لیکن اب وہ ... مہمان ہے۔ اور جسے میں مہمان بنالوں، کیا اسے تو ساتھ ... جانے کی جرأت کرے گا۔"

نورزمان مجھے چھوڑ کر جانا نہیں چاہتا تھا لیکن میں نے ... خیال خوانی کے ذریعے جانے پر مجبور کردیا۔ وہ کافور خان کے ... جانے لگا۔ خان نے فیصلہ کیا تھا کہ نورزمان اور اس کی ماں کو ... باغ کے راستے جانے دے گا پھر ان پر اپنے پالتو خونخوار ... چھوڑ دے گا۔

وہ پچھلے حصے میں اس کی ماں کو بلا لایا۔ دونوں ماں بیٹے ایک دوسرے سے لپٹ کر خاموشی سے رونے لگے۔ نورزمان نے کہا "ماں! اب تیری آنکھوں میں آنسو نہیں آئیں گے۔ میں نے تمام قرضہ ادا کردیا ہے۔ کل ہماری گل جاناں بھی گھر آجائے گی۔"

میں نے کافور خان کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اسے کتوں کے ... کے پاس لے گیا۔ چار بھوکے خونخوار کتے آہنی سلاخوں کے پیچھے غرارہے تھے اور بھونک رہے تھے۔ خان نے چاروں کو گولی ماردی۔ ان کا بھونکنا ہمیشہ کے لئے ختم ہوگیا۔ وہ زیرِ زمین سیل سے باہر آیا ... سیکیورٹی افسر دوسرے گارڈز کے ساتھ پھر دوڑتا ہوا آرہا تھا۔ خان نے کہا "واپس جاؤ۔ خطرے کی بات نہیں۔ میں ہوائی فائر کررہا ..."

وہ سب واپس چلے گئے۔ کافور خان حویلی کے پیچھے برآمدے میں آیا..... وہاں ماں بیٹے اس کا انتظار کررہے تھے۔ وہ انہیں ساتھ لے کر پائیں باغ سے گزرتا ہوا پچھلے گیٹ پر آیا۔ ایک گارڈ سے بولا "انہیں بخیریت پہاڑی کے نیچے پہنچادو۔"

ماں بیٹے گارڈ کے ساتھ چلے گئے۔ وہ واپس زیرِ زمین سیل میں آیا۔ میں نے اس کے دماغ کو ذرا سی ڈھیل دی۔ وہ آہنی سلاخوں کے پیچھے مردہ کتوں کو دیکھ کر چونک گیا۔ پھر بڑبڑایا "میرے ان ... ترین کتوں کو کس نے گولی ماری ہے؟"

میں نے اسے ریوالور کی طرف متوجہ کیا۔ اس نے چیک کیا۔ چھ گولیوں میں سے چار نکل چکی تھیں۔ چیمبر میں صرف دو گولیاں رہ گئی تھیں۔ اسی حساب سے چار کتے مارے گئے تھے پھر بھی وہ ماننے کو تیار نہیں تھا کہ اپنے ہاتھوں سے اپنے کتوں کو ہلاک کیا ہے۔

اسی وقت مرجینا وہاں آئی۔ اس سے بولی "برادر! میں تمہیں ڈھونڈ رہی تھی۔ میں نے دس فائرنگ کی آوازیں سنی تھیں۔ سیکیورٹی افسر کہہ رہا تھا، تم نے قابلِ اعتماد شکنجہ کو مار ڈالا ہے!"

"ہاں وہ قابلِ اعتماد نہیں رہا تھا۔ اس سے آگے کچھ نہ پوچھنا۔"

مرجینا نے کتوں کو دیکھ کر پوچھا "کیا تم نے...؟"

وہ جھنجلا کر بولا "کیا تمہاری عقل کہتی ہے کہ جن کتوں سے بے حد محبت کرتا تھا انہیں گولی مار سکتا ہوں۔"

"نہیں۔ مگر کس نے گولی ماری ہے؟"

"گولیاں میرے ریوالور سے چلی ہیں مگر میں نے فائر نہیں کیا ہے۔"

"کیا تم نے کچھ دیر کے لئے یہ ریوالور کسی کو دیا تھا؟"

"بالکل نہیں، یہ میرے ہاتھ میں تھا۔"

مرجینا نے اسے ایسے دیکھا جیسے بھائی کا دماغ چل گیا ہو۔ وہ بولی "شکنجہ خان نے تمہیں کوئی ذہنی صدمہ پہنچایا ہے۔ میں بچپن سے تمہارا غصہ اور جنون دیکھتی آرہی ہوں۔ کوئی سا بھی ہتھیار استعمال کرتے ہو تو ہوش میں نہیں رہتے ہو۔"

وہ بولا "ہم سب کی رگوں میں چنگیزی خون ہے۔ تم بھی ایک خاص موقع پر جنون میں مبتلا ہوجاتی ہو اور جب ہوش میں آتی ہو تو تمہیں یاد نہیں رہتا کہ جنون میں کیا کچھ کرتی رہی ہو۔"

کافور خان کی سوچ نے بتایا۔ مرجینا کو دلہن بننے کے بعد سہاگ کی سیج پر دورہ پڑتا ہے۔ وہ دوبار دلہن بن چکی ہے۔ پہلی بار اپنے پہلے شوہر کو پھولوں کی سیج پر گولی ماردی۔ دوسری بار دوسرے شوہر کو خنجر سے ہلاک کردیا۔

ہوش میں آنے کے بعد اس نے یقین نہیں کیا کہ اپنے ہی ہاتھوں سے اپنا سہاگ اجاڑ چکی ہے۔ حقیقتاً وہ ایسی کنواری سہاگن تھی جو شبِ عروسی میں کنواری رہ جاتی تھی اور جنون کی حالت میں ایک قتل کرکے کنواری بیوہ بن جاتی تھی۔

مرجینا کا کردار عجیب و غریب تھا۔ میں نے اچھی طرح اس کے چور خیالات پڑھے۔ بار بار پڑھے۔ ہر بار یہی معلوم ہوا کہ اس نے کسی کو قتل نہیں کیا ہے۔ اسے یہ یاد تھا کہ دوبار دلہن بن چکی ہے۔ اور یہ بھی یاد تھا کہ ان دو مقتول جوانوں کو بھی دیکھا ہے جو اس کے دلہا بن کر آئے تھے، اور سہاگ کی سیج پر ابدی نیند سوگئے تھے۔

یہ غنیمت ہوئی کہ اس کی شادی دونوں بار اس علاقے سے دور اپنی برادری سے باہر کی گئی تھی۔ اگر برادری میں شادی ہوتی اور دلہا قتل کئے جاتے تو خاندانی عداوتیں بڑھتی جاتیں۔ اپنے ہی قبیلے میں کافور خان کے دشمنوں کی تعداد میں اضافہ ہوجاتا۔

کافور خان اور اس کے بھائی بیرم خان عرف چھوٹا خان نے اپنی بہن مرجینا کے علاج میں دولت پانی کی طرح بہائی تھی۔ یورپ اور امریکا کے تجربہ کار ڈاکٹروں سے اور ماہرینِ نفسیات سے معائنہ کرایا تھا۔ ماہرین کا متفقہ فیصلہ تھا کہ مرجینا کے دماغ میں کوئی پچھلی الجھی ہوئی ... ہے۔ اس نے شاید بچپن میں چھپ کر کسی دلہن کے ساتھ زیادتی ہوتے اور اس دلہن کو قتل کرتے دیکھا ہے۔ یا اسی قسم کی کوئی فلم دیکھی ہے جو اس کے تحت الشعور میں چھپی ہوئی ہے۔ جب وہ خود دلہن بنتی ہے تو عالمِ جنون میں وہی واقعہ دہراتی ہے۔

ویسے میں نے خیال خوانی کے ذریعے اس کے لاشعور اور تحت الشعور کو اچھی طرح پڑھا تھا، ایسا کوئی فلمی واقعہ اس کی یادداشت میں چھپا ہوا نہیں تھا۔ وہ یقیناً ایک پیچیدہ مسئلہ بن گئی تھی۔

بہرحال حویلی کے اندر آکر کافور خان کو یاد آیا کہ نورزمان اپنی ماں کے ساتھ کہاں گیا ہے؟ جبکہ وہ ماں بیٹا حویلی کے پچھلے حصے میں تھے۔ اس نے پچھلے گیٹ کے سیکیورٹی گارڈ سے پوچھا "کیا تم نے سیدی بانو اور اس کے بیٹے کو دیکھا ہے؟"

گارڈ نے جواب دیا۔ "آقا! آپ ماں بیٹے کو یہاں لائے تھے۔ مجھے حکم دیا تھا کہ میں انہیں پہاڑی کے نیچے چھوڑ آؤں۔ میں نے حکم کی تعمیل کی ہے۔"

کافور خان نے سوچتی ہوئی نظروں سے گارڈ کو دیکھا لیکن زبان سے کچھ نہیں کہا۔ وہ دل ہی دل میں اعتراف کررہا تھا کہ اس سے کچھ بے تکی حرکتیں سرزد ہورہی ہیں۔ اس نے جنون میں آکر قابلِ اعتماد شکنجہ خان کو قتل کیا تھا۔ اس کے بعد ہی چار کتے مرگئے تھے اور ماں بیٹے زندہ سلامت حویلی سے چلے گئے تھے چونکہ یہ سب کچھ غصے اور جنون سے شروع ہوا تھا اس لئے وہ پریشان ہوکر سوچ رہا تھا کیا بہن کی طرح اسے بھی جنونی دورہ پڑنے لگا ہے؟

مرجینا جو حرکتیں کرتی تھی اسے بعد میں بھول جاتی تھی۔ کافور خان سوچ رہا تھا، میں بھی جو حرکتیں کرتا رہا ہوں انہیں بھولتا رہا ہوں۔ بھائی اور بہن کا خون ایک ہے اور یہ خون اپنی اصلیت دکھا رہا ہے اور اصلیت یہ تھی کہ ان کا باپ جوانی میں نیم پاگل تھا۔ بڑھاپے میں مکمل پاگل ہوکر دماغی اسپتال میں مرگیا تھا۔

باپ کے زمانے سے یہ کڑیاں جوڑتے ہوئے تسلیم کرنا پڑرہا تھا کہ پاگل باپ کے خون کا کوئی پاگل جراثیم اولاد کے لہو میں بھی چلا آیا ہے اور وہ جراثیم اب انڈے بچے پیدا کررہا ہے اور انہیں بھی جنونی پاگل بناتا جارہا ہے۔

میں نے آہٹ سن کر خیال خوانی ختم کردی۔ سر اٹھا کر دیکھا۔ دروازے کے پردے کے پاس مرجینا کھڑی ہوئی مجھے دیکھ رہی تھی۔ نظریں ملتے ہی بیٹھک میں داخل ہوکر بولی "میں جانتی تھی تم حویلی میں آکر واپس نہیں جاؤ گے۔"

"کیا تم نے مجھے جانے سے روک لیا ہے؟"

"میرے برادر خانِ اعظم کا حکم ہے کہ پہلی بار آنے والا اجنبی پہلے ہماری حویلی میں مہمان بن کر رہے گا پھر تین دنوں کے بعد بستی کا کوئی بھی شخص اس اجنبی کو مہمان بنا سکتا ہے۔"

میں نے کہا "مہمان نوازی میں دوسروں سے سبقت لے جانا اچھی بات ہے مگر سنا ہے مہمان کے لئے آپس میں جھگڑے بھی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہوتے ہیں گولیاں بھی چلتی ہیں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "تم پر گولی نہیں چلے گی۔ کسی میں اتنی جرات نہیں ہے کہ ہماری طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھے...ہماری طرف اسلحہ اٹھانا تو دور کی بات ہے۔ ویسے تم بہت چھوٹے خیال کے آدمی ہو۔ ایک دہقان کے گھر جا رہے تھے۔"

"وہ دہقان میرا کوئی رشتے دار نہیں ہے۔ ہاں' انسانیت کا رشتہ ہے۔ سفر کے دوران آج ہی اس سے ملاقات ہوئی تھی۔ اگر میں اسے چھوڑ کر تمہاری گاڑی میں بیٹھ جاتا تو ایک غریب کا دل ٹوٹ جاتا۔"

"وہ غریب تمہیں چھوڑ کر چلا گیا ہے۔"

"وہ چھوڑ کر نہیں گیا۔ تمہارے بھائی کے حکم نے اسے ساتھ چھوڑنے پر مجبور کر دیا ہے۔ ابھی تم نے ہی کہا تھا کہ اجنبی شخص پہلے اس حویلی میں مہمان رہتا ہے۔"

"یہ میرے لئے اچھا ہوا کہ تمہارے جیسا انگریزی بولنے والا اسمارٹ مہمان آیا ہے۔ میں تنہا بور ہو رہی تھی۔"

ملازم نے آکر بتایا کہ میز پر کھانا چن دیا گیا ہے۔ وہ بولی "مسٹر ارسلان! میں نے دستور کے مطابق مہمان کو چائے یا شربت پیش نہیں کیا کیونکہ یہ لنچ کا وقت ہے۔ کم آن' باقی باتیں کھانے کی میز پر ہوں گی۔"

میں اٹھ گیا۔ اس کے ساتھ چلتا ہوا بیٹھک سے نکل کر ایک راہداری میں آیا۔ وہاں سے ڈائننگ روم میں پہنچا۔ حویلی پرانی تھی لیکن جدید قیمتی سامان سے آراستہ تھی۔ ہم میز کے اطراف بیٹھ گئے۔ مرجینا نے ملازم سے پوچھا "خانِ اعظم کہاں ہیں؟"

"آقا خان نے کہا ہے' بھوک نہیں ہے۔ آپ مہمان کا ساتھ دیں۔"

وہ انگریزی میں بولی "برادر بہت پریشان ہے۔ ہم بھائی بہن آپس میں بہت محبت کرتے ہیں۔ ایک چھت کے نیچے رہ کر ایک دوسرے کے بغیر ایک لقمہ بھی منہ میں نہیں رکھتے ہیں۔ اگر مائنڈ نہ کرو تو میں برادر کو خود بلا کر لاتی ہوں۔"

"بے شک' میں انتظار کروں گا' مجھے خانِ اعظم سے ملاقات کر کے خوشی ہوگی۔"

وہ کرسی سے اٹھ کر جانے لگی۔ اس کے خیالات کہہ رہے تھے' وہ مجھے گفتگو سے اور ظاہری شخصیت سے اونچے اسٹینس کا آدمی سمجھتی ہے۔ اسی لئے میرے سامنے آتی ہے اور اپنائیت سے گفتگو کرتی ہے اور چاہتی ہے غریبوں اور غلاموں کی بستی میں میرے ساتھ کچھ اچھا وقت گزر جائے لیکن چور خیالات کہہ رہے تھے کہ وہ اونچے اسٹینس کے لوگوں کو بھی خود سے کمتر سمجھتی ہے' کسی سے سیدھے منہ بات نہیں کرتی۔ اس کا دل اور دماغ میری طرف جھک رہا تھا۔ اس لئے وہ مجھ سے فری ہو رہی تھی۔

وہ بھائی کے پاس آکر بولی "برادر! تم جانتے ہو۔ میں تمہارے بغیر کھانے کو ہاتھ نہیں لگاؤں گی۔ پھر بھی کھانے سے انکار کر رہے ہو؟"

"مرجینا! جب تم پر دورہ پڑتا تھا تو میں پریشان ہو جاتا تھا۔ اسے بیماری سمجھ کر تمہارا علاج کراتا پھرتا تھا لیکن اب یقین ہے کہ ہم بیمار نہیں ہیں۔ ہمارے پاگل باپ کا خون رنگ دکھا رہا ہے۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو برادر؟"

"ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ ذرا غور کرو۔ جس طرح جنون کی حالت میں تمہیں کچھ یاد نہیں رہتا' اسی طرح مجھے بھی یاد نہیں رہتا۔ یاد نہیں آرہا کہ میں نے کب اپنے کتوں کو گولی ماری اور کیسے غلام ماں بیٹے کو یہاں سے بھگا دیا۔ تم ہوش میں آکر سوچتی ہو سہاگ کی سیج پر دلہا کیسے قتل ہو گیا اسی طرح میں ہوش میں سوچتا ہوں کہ کتے کیسے مر گئے اور غلام کیسے آزاد ہو گئے؟"

"برادر! تمہاری بات دل کو لگتی ہے۔ بالکل میری طرح دورہ پڑ رہا ہے لیکن کھانا چھوڑنے سے مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ پیٹ بھرتے رہیں یا بھوکے رہیں' باپ کا خون ابال میں آتا رہے گا۔ ہم پر دورے پڑتے رہیں گے۔ ابھی خیریت ہے کہ چھوٹا خان گھر میں نہیں ہے۔"

"کب تک محفوظ رہے گا۔ باپ کا خون اس کے لئے مصیبت بنے گا۔"

"میں تعویذ گنڈوں کو نہیں مانتی۔ عامل پروفیسروں کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا ہمیں کسی بہت بڑے عامل سے رجوع کرنا چاہئے؟"

"کچھ نہ کچھ کرنا ہی چاہئے۔ علاج کراتے رہنے سے امید رہتی ہے۔"

"ہم اس موضوع پر بعد میں باتیں کریں گے۔ مہمان انتظار کر رہا ہے۔"

"مرجینا! تم اسے بہت لفٹ دے رہی ہو' کیا وہ ہماری حیثیت کا آدمی ہے؟"

"بے شک تمہاری بہن کسی کمتر پر تھوکنا بھی پسند نہیں کرتی ہے۔ تم اس سے ایک بار ملاقات کرو۔ اگر وہ ہم سے برتر نہیں تو کمتر بھی نہیں لگتا ہے۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ مرجینا کے ساتھ چلتا ہوا ڈائننگ روم میں آیا۔ میں نے آگے بڑھ کر اس سے مصافحہ کیا' وہ بولا "یہ میرے برادر خانِ اعظم کافور خان ہیں۔ یہاں سے علاقہ غیر تک بڑے بڑے چنگیز خان اور ہلاکو خان میرے برادر کے سامنے سر جھکاتے ہیں اور برادر! یہ مسٹر ارسلان ہیں۔ خاصے تعلیم یافتہ ہیں۔ اس سے زیادہ میں نہیں جانتی۔"

ہم سب کھانے کی میز کے اطراف بیٹھ گئے' وہ بولا "مسٹر! اپنے متعلق بتاؤ۔"

میں نے کہا "میں ایک خانہ بدوش ہوں جبکہ دنیا کے ہر بڑے شہر میں میری محل نما کوٹھیاں ہیں۔ فرانس میں میرا ایک ذاتی طیارہ اور دو ہیلی کاپٹرز ہیں۔ لندن کے لارڈز اور ڈیوک مجھ سے ملاقات کرنے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ دنیا کے بڑے بڑے سیاست داں کوئی بڑا قدم اٹھانے سے پہلے مجھ سے مشورہ کرتے ہیں۔"

"تم ایسا کیا کرتے ہو کہ دنیا کے بڑے بڑے لوگ تمہارے مشوروں کے محتاج رہتے ہیں؟"

"میں بین الاقوامی شہرت رکھنے والا نجومی ہوں۔ سچی پیش گوئیاں کرتا ہوں۔ ایک پیش گوئی کے پچیس ہزار پونڈ وصول کرتا ہوں۔ مجھے صرف دولت مند اور خاندانی لوگ ہی برداشت کرتے ہیں۔"

"کیا تم میرے اور مرجینا کے حالاتِ زندگی بتا سکتے ہو؟"

"کھانے کے بعد ضرور بتاؤں گا۔"

مرجینا نے کہا "تم نے اپنے علمِ نجوم کے متعلق بڑے بڑے دعوے کئے ہیں۔ ایسے دعووں کو ڈینگیں مارنا بھی کہتے ہیں۔"

کافور خان نے کہا "میں جھوٹ اور فراڈ کو برداشت نہیں کرتا۔ اگر تم نے ہمارے ماضی کے حالات غلط بتائے تو میں مستقبل کی پیش گوئی سننے سے پہلے ہی تمہیں گولی مار دوں گا۔"

میں کھانے کی پلیٹ ہٹا کر کرسی کو پیچھے سرکا کر کھڑا ہو گیا۔ پھر بولا "کوئی غیرت مند پٹھان مہمان کو گولی مارنے کی بات نہیں کرتا۔ اس کا مطلب ہے' میں مہمان نہیں ہوں' صرف ایک نجومی ہوں جس کے علم کی سچائی آزمانا چاہتے ہو۔"

"مسٹر ارسلان! میرے برادر کے سامنے طیش میں نہ آؤ۔"

"مجھے غصہ نہیں آتا اور میں خانِ اعظم جیسے اکابرین کو غصہ دکھانے کی حماقت نہیں کرتا۔ میں نے صرف یہ مہمان کی کرسی چھوڑ دی ہے۔ میں اس وقت تک صرف ایک نجومی ہوں' جب تک تم دونوں کی پچھلی زندگی کے حالات نہیں بتاؤں گا تمہارے گھر کا پانی بھی نہیں پیوں گا۔"

کافور خان نے کہا "ہم خاندانی لوگ اپنی غلطی کبھی نہیں مانتے کیونکہ ہماری غلطیاں بھی جائز ہوتی ہیں۔ میں نے مہمان کو گولی مارنے کی بات کہہ کر غلطی کی لیکن جب کہہ دیا ہے تو وہ بات پتھر کی لکیر ہو گئی ہے۔ تمہاری سلامتی اسی میں ہے کہ سچی باتیں بتاؤ۔"

"کاغذ اور قلم منگواؤ اور اپنی صحیح تاریخ پیدائش وغیرہ بتاؤ۔"

اس نے ملازم کو کاغذ قلم لانے کا حکم دیا۔ میں ایک کرسی پر سر جھکا کر بیٹھ گیا اور کافور خان کی پچھلی زندگی کے حالات اس کی سوچ کے ذریعے پڑھنے لگا۔ ملازم نے کاغذ قلم لا کر دیا۔ میں اس پر خان کی تاریخ پیدائش وغیرہ لکھ کر زائچہ بنانے اور اس کے نام کے اعداد و شمار کرنے کے بہانے اس کے مزید خیالات پڑھنے لگا۔ دونوں بہن بھائی اپنی جگہ بیٹھے مجھے دیکھ رہے تھے۔ میرے علم کی زبان سننے کے لئے بے چین ہو رہے تھے۔

میں نے نظریں اٹھا کر کافور خان کو دیکھا۔ وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ میں نے کہا "تمہارے ماضی کی اکثر باتیں سب کے سامنے بیان نہیں کی جا سکتیں۔ کیا تمہاری بہن کے سامنے بیان کروں؟"

وہ اٹھ کر بولا "میری خواب گاہ میں چلو۔"

میں اس کے ساتھ جانے لگا' مرجینا نے کہا "برادر! اگر تم اس کے علم سے مطمئن ہو جاؤ گے تو میں بھی تنہائی میں اپنے حالات معلوم کروں گی۔"

"بے شک مسٹر ارسلان تمہارے پاس بھی آئیں گے۔"

ہم ایک خواب گاہ میں آگئے۔ پھر دو صوفوں پر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھ گئے' میں نے کہا "یہ تو سب ہی جانتے ہیں کہ تمہارے لئے کسی کو قتل کرنا معمولی سی بات ہے۔ تم نے اپنی زندگی میں بے شمار قتل کئے ہیں لیکن ایک بھیانک قتل ایسا ہے جس کے متعلق کوئی نہیں جانتا۔ وہ تمہاری زندگی کا پہلا اور آخری قتل ہے جسے تم نے سب سے چھپ کر کیا۔ ورنہ تم کسی سے نہ ڈرتے ہو اور نہ ہی کسی کے سامنے جواب دہ ہو۔"

اس نے مجھ سے پوچھا "جب میں کسی سے ڈرتا نہیں ہوں تو میں نے چھپ کر وہ قتل کیوں کیا؟"

"تم اپنی ماں سے بہت محبت کرتے تھے۔ اتنی محبت کہ کسی بھی معاملے میں اس کا دل توڑنا نہیں چاہتے تھے اور تم جانتے تھے کہ اس قتل کا علم ماں کو ہوگا تو اس کا دل ٹوٹ جائے گا۔ تم نے ڈر سے نہیں بلکہ ماں کی محبت سے چھپ کر وہ جرم کیا۔"

"تم سچ بول رہے ہو' لیکن ماں کی وفات کے بعد میں اس قتل کو کیوں چھپا رہا ہوں؟"

"تم مرحوم ماں کا عکس اپنی بہن مرجینا میں دیکھ رہے ہو۔ ماں کی تمام محبت بہن کو دے رہے ہو۔ یہ سوچتے ہو' اسے معلوم ہوگا تو وہ تمہیں اپنے باپ کا قاتل سمجھ کر نفرت کرے گی۔ نہ تم اس کی نفرت برداشت کرنا چاہتے ہو نہ اس کا دل توڑنا چاہتے ہو۔ تم نے طے کر لیا ہے کہ جب بات چھپی ہوئی ہے تو چھپی ہی رہے۔"

"تمہارا علم بہت خطرناک ہے۔ تمہیں معلوم ہو گیا ہے کہ میں اپنے باپ کا قاتل ہوں۔ تمہارا علم یہ بھی کہتا ہوگا کہ میں نے ایسا مجبور ہو کر کیا تھا وہ خطرناک حد تک پاگل ہو گیا تھا۔ اس نے ایک بار مجھ پر اور میری ماں پر قاتلانہ حملہ کیا تھا۔"

"تمہارا باپ مستقل پاگل نہیں تھا۔ اس پر کبھی کبھی پاگل پن کا دورہ پڑتا تھا۔ ورنہ وہ نارمل رہتا تھا اور اس نے کبھی تم پر یا تمہاری ماں پر قاتلانہ حملہ نہیں کیا تھا۔"

وہ غصے سے بھڑک کر بولا "کیا میں جھوٹ بول رہا ہوں؟"

"تم مجھے سچ بولنے سے روکو گے تو میں زبان بند کرا دوں گا۔ لیکن تم نے وارننگ دی ہے کہ میں ماضی کے سچے حالات نہیں بتاؤں گا تو تم مجھے گولی مار دو گے۔"

"میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں۔ کیا تمہارا علم اور کچھ سچی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

باتیں بول رہا ہے؟"

اب جو سچی بات تھی' وہ بہت کڑوی اور زہریلی تھی۔ جسے وہ جانتا تھا۔ اور یہ برداشت نہیں کرسکتا تھا کہ دوسرا کوئی جان سکے۔ میرے منہ سے سچائی سن کر وہ غصے سے پاگل ہوجاتا اور اس کی پوری کوشش یہی ہوتی کہ میں وہاں سے زندہ واپس نہ جاؤں۔

میں نے اسے خود ہی سوچنے پر مجبور کیا۔ وہ سر جھکا کر سوچنے لگا۔ یہ کوئی پینتالیس برس پہلے کی بات ہے۔ منشا خانم کا حسن و جمال پورے علاقہ میں مشہور تھا۔ اس دور کا خانِ اعظم شمشیر خان بھی اپنی ضد اور ہٹ دھرمی کے لئے دور تک بدنام تھا۔ کسی کی زمین حاصل کرنے کی ضد کرتا تو پہلے اس کی قیمت لگاتا۔ زمین کا مالک فروخت کرنے سے انکار کرتا تو اسے گولی مار کر اُس کے وارثوں کو دھمکیاں دیتا۔ وہ جان کے خوف سے زمین اس کے نام کردیتے تھے۔

اس کے مقابلے میں کوئی دوسرا زمیندار زیادہ سے زیادہ زمینیں حاصل کرکے اس سے برتر ہونا چاہتا تھا تو وہ اس زمیندار کو اسی کی زمین میں زندہ دفن کرادیتا تھا۔ پھر اس نے منشا خانم سے شادی کرنے کی ضد کی۔ پتا چلا وہ شمشیر خان کو پسند نہیں کرتی ہے۔ اور شمشیر خان اسے دیکھ کر ہزار جان سے عاشق ہوگیا تھا۔ پہلے اس نے محبت سے اسے سمجھایا "میری شریکِ حیات بن جاؤ۔ میں تمہارے قدموں میں دنیا کی ساری خوشیاں سمیٹ کر لے آؤں گا۔"

وہ بولی "میں دل سے مجبور ہوں۔ تم سے شادی نہیں کروں گی۔"

وہ بولا "میں بھی دل سے مجبور ہوں۔ تمام علاقے میں یہ مشہور ہوچکا ہے کہ میں تمہارے عشق میں گرفتار ہوں۔ اگر میں نے تم سے شادی نہ کی' تمہیں اپنی خانم نہ بنایا تو اس خانِ اعظم کے وقار کو ٹھیس پہنچے گی۔ میری توہین ہوگی اور میں توہین برداشت نہیں کروں گا۔"

وہ بولی "میں بھی کسی کے عشق میں گرفتار ہوں۔ شادی تم سے نہیں' اُس سے کروں گی۔"

"وہ کون ہے؟"

"یہ میرا ذاتی معاملہ ہے۔ میں اس کا نام نہیں بتاؤں گی۔"

خانِ اعظم شمشیر خان نے جب یہ دیکھا کہ وہ نرمی سے حاصل نہیں ہوگی تو اس نے گرمی دکھائی۔ بڑی دھوم دھام سے برات لے کر اُس کے گھر پہنچ گیا۔ پھر منشا بانو کے باپ کے سینے پر بندوق رکھ کر کہا "نکاح قبول نہیں کرے گی تو پہلے تیرا باپ مرے گا' پھر تیرے بھائی بہنوں کی باری آئے گی۔"

منشا خانم نے نکاح قبول کرلیا۔ اس خوشی میں اس کے میکے سے سسرال تک کئی ہزار ہوائی فائر کئے گئے۔ فائرنگ کی آواز تمام رات اس علاقے میں گونجتی رہی۔ علاقہ غیر کی اس سرحد سے اس سرحد کے پار پاکستانی بستیوں میں یہ دھوم مچ گئی کہ خانِ اعظم شمشیر خان' منشا خانم کو جیت کر لایا ہے۔ ان دنوں پاکستان وجود میں آیا تھا۔ جرگہ گاؤں ہندوستانی کہلاتا تھا۔ اس رات وہ بڑی شان سے دلہن کے کمرے میں آیا۔ وہ پھولوں کی سیج پر بیٹھی تھی۔ اسے دیکھتے ہی اٹھ کر بولی "تو اچانک برات لے کر آیا تھا۔ میں گھر والوں کی سلامتی کے لئے نکاح قبول کرکے آئی ہوں لیکن نکاح جائز نہیں ہے۔ کیونکہ میں تیرے سوتیلے بھائی امجد خان کے ہونے والے بچے کی ماں ہوں۔"

شمشیر خان پر جیسے بجلی گر پڑی۔ وہ گرج کر بولا "کیا بکواس ہے؟"

"میں بہت پہلے یہ بکواس کرتی لیکن تیرے بھائی نے کہا جب تک وہ دہلی سے واپس نہ آجائے میں اس کا عشق کسی پر ظاہر نہ کروں۔ اب ظاہر کرنے پر مجبور ہوگئی ہوں۔"

اس نے ایک زور کا طمانچہ رسید کیا پھر کہا "میں تیرے میکے والوں کو گولی ماردوں گا۔"

"مجھے میکے سے یہاں آئے ہوئے سات گھنٹے گزر چکے۔ میرا باپ میرے بھائی بہنوں کو لے کر دہلی کی طرف جاچکا ہے۔ سات گھنٹوں میں اس نے نصف فاصلہ طے کرلیا ہوگا۔ تیرے اور تیری بندوق کی گولیاں میرے میکے والوں تک نہیں پہنچیں گی۔"

"میں تیری بوٹی بوٹی کاٹ کر کتوں کو کھلادوں گا۔"

"بے شک تو ایسا کرسکتا ہے مگر مجھے نقصان پہنچانے سے پہلے یہ سوچ لینا۔ تیرا بھائی امجد خان فرنگی توپ خانے کا انچارج ہے۔ وہ تجھے اسلحہ اور بارود پہنچاتا ہے۔ اگر وہ سپلائی بند کردے تو تیرے پاس مغلوں کی صرف تلواریں رہ جائیں گی۔ اگر تو مجھے نقصان پہنچائے گا تو وہ فرنگی توپوں کا رخ تیری حویلی کی طرف کردے گا۔"

خانِ اعظم شمشیر خان آنکھیں پھاڑ کر منشا خانم کو دیکھ رہا تھا۔ پہلی بار معلوم ہوا کہ بظاہر کمزور نظر آنے والی عورت کتنی ذہین اور فرنگی سیاست سے بھرپور ہوتی ہے۔ اس وقت منشا خانم کی جگہ کوئی دوسری عورت ہوتی تو اسے فوراً گولی ماردیتا۔ اپنی توہین برداشت نہ کرتا لیکن وہ مشکل میں پڑگیا تھا۔ پورے علاقے میں مشہور ہوگیا تھا کہ اس نے ایک ضدی حسینہ کو جیت لیا ہے۔ وہ اس کمرے سے باہر اپنی شکست کا چرچا برداشت نہیں کرسکتا تھا۔ اپنے سوتیلے بھائی سے دشمنی مول لینا بھی دانشمندی نہ ہوتی۔

وہ مٹھیاں بھینچ کر بولا "امجد خان کے آنے تک یہ بات چار دیواری سے باہر نہ جائے کہ میں تجھے حاصل کرنے میں ناکام ہورہا ہوں۔ میں چھپی ہوئی شکست برداشت کرلوں گا لیکن چرچا عام ہوگا تو میں تجھے اور تیرے یار کو زندہ نہیں چھوڑوں گا خواہ فرنگی مجھے مار ڈالیں۔"

دوسرے دن شام کو سوتیلا بھائی امجد خان آگیا۔ اپنے ساتھ علاقہ غیر کے قبائلی سرداروں کو لایا تھا۔ وہ سب ایک بند کمرے میں بیٹھ کر منشا خانم کے مسئلے پر بحث کرنے لگے۔ شمشیر خان کا دعویٰ تھا کہ وہ اسے دنیا والوں کے سامنے دلہن بنا کر لایا ہے۔ اگر وہ دلہن نہ رہی تو اس کی عزت خاک میں مل جائے گی۔ امجد خان کا دعویٰ تھا کہ منشا اس کے بچے کی ماں بننے والی ہے۔ وہ اپنی عورت اور اپنا بچہ دوسرے کے حوالے نہیں کرے گا۔

ایک بزرگ سردار نے کہا "دونوں کا دعویٰ جائز نہیں ہے۔ امجد خان نے منشا کو بیوی نہیں بنایا۔ اپنی خاندانی روایت کے مطابق داشتہ بنایا ہے۔ وہ شمشیر خان کی بھی دلہن نہیں ہے۔ کیونکہ ایک حاملہ عورت سے نکاح جائز نہیں ہے لیکن مسئلہ انا کا ہے' عزت کا ہے' غیرت کا ہے۔ دونوں بھائی عقل سے کام لیں۔ آپس میں سمجھوتا کریں اور کوئی کسی کے حق میں دستبردار ہوجائے تو بہتر ہے۔ ورنہ بڑا خون خرابا ہوگا اور نسل در نسل گولیاں چلتی رہیں گی۔"

ایک سردار نے کہا "پہلے امجد خان نے منشا پر قبضہ کیا۔ جو پہلے زمین پر قبضہ کرلیتا ہے' وہی زمین کا مالک ہوتا ہے۔"

دوسرے سردار نے کہا "اور جو اپنی دانائی اور شہ زوری سے زمین چھین لیتا ہے' وہ بھی مالک کہلاتا ہے۔"

تیسرے سردار نے کہا "اس طرح کبھی فیصلہ نہیں ہوسکے گا۔ یہ معاملہ صرف ایک عورت کا نہیں سیاست کا بھی ہے۔ امجد خان بندوق' کارتوس اور بارود شمشیر خان کو پہنچاتا ہے۔ شمشیر خان یہ سامان ہمیں لاکر دیتا ہے۔ ہمارے لئے دونوں بھائی اہم ہیں۔"

امجد خان نے کہا "آئندہ میں تمام اسلحہ براہِ راست تم لوگوں کے پاس پہنچاؤں گا۔ شمشیر خان کو درمیان میں نہیں آنے دوں گا۔"

شمشیر خان نے چونک کر سوتیلے بھائی کو دیکھا۔ اس علاقے میں جو اقتدار اور برتری اسے حاصل تھی وہ کسی حد تک سوتیلے بھائی کی بدولت تھی۔ اسی کے تعاون سے وہ خانِ اعظم کہلاتا تھا۔

اس نے کہا "امجد خان! یہ ہمارے گھر کا معاملہ ہے۔ ہم آپس میں اس مسئلے کو حل کریں گے۔ میں کل صبح تم سے بات کروں گا۔"

تمام قبائلی سردار رات کا کھانا کھا کر رخصت ہوگئے۔ شمشیر خان نے دل ہی دل میں فیصلہ کیا کہ وہ فی الحال ایسا طریقہ اختیار کرے گا کہ علاقے میں اپنی عزت بھی رہے اور امجد خان مخالفت بھی نہ کرے۔ بھائی بھائی سے راضی رہے۔ پھر کوئی مناسب موقع دیکھ کر وہ کسی دوسرے فرنگی ایجنٹ سے رابطہ کرے گا۔ اس کے ذریعے اسلحہ حاصل کرے گا اور امجد خان کو ہمیشہ کے لئے راستے سے ہٹا دے گا۔

اسے راستے سے ہٹانا یوں بھی آسان تھا کہ اس پر پاگل پن کا دورہ پڑتا تھا۔ پورے چاند کی رات کو وہ عجیب سے وحشت اور جنون میں مبتلا ہوجاتا تھا۔ قمری تاریخ کا حساب رکھتے ہوئے وہ پورے چاند کی رات سے پہلے فرنگی آقا سے دو دن کی چھٹی لیا کرتا تھا۔ ایسا نہ کرتا تو پاگل پن کا انکشاف ہونے پر اسے ملازمت سے نکال دیا جاتا۔

شمشیر خان کو اطمینان تھا کہ کسی نئے فرنگی ایجنٹ سے معاملات طے ہوتے ہی وہ امجد خان کو توڑ پھوڑ کر رکھ دے گا۔

اس نے دوسری صبح سوتیلے بھائی سے کہا "اس علاقے میں سرداری کا رعب اور دبدبہ ہے تو سب کچھ ہے۔ ہم ایک دوسرے کے تعاون سے اپنی برتری اور اقتدار قائم رکھتے ہیں۔ اگر ایک عورت کے لئے جھگڑا کریں گے تو ایک دوسرے کے ہاتھوں مارے جائیں گے۔ جس عورت کے لئے مریں گے وہ کسی اور سے شادی کرلے گی۔"

امجد خان نے کہا "درست کہتے ہو لیکن وہ میری دیوانی ہے۔ اس کی دیوانگی کا اندازہ یوں کرو کہ وہ تم سے نکاح قبول کرکے بھی راضی نہیں ہے اور میں نے اس سے نکاح نہیں کیا پھر بھی وہ مجھ سے راضی ہے۔ میں ہر ماہ دو دنوں کی چھٹی لے کر اس کے پاس رہتا ہوں۔ مجھ پر دورہ پڑتا ہے تو وہ مجھے سنبھالتی ہے۔ ہر طرح میری خدمت کرتی ہے۔ میں اتنی حسین و جمیل خدمت گزار عورت کو نہیں چھوڑوں گا۔"

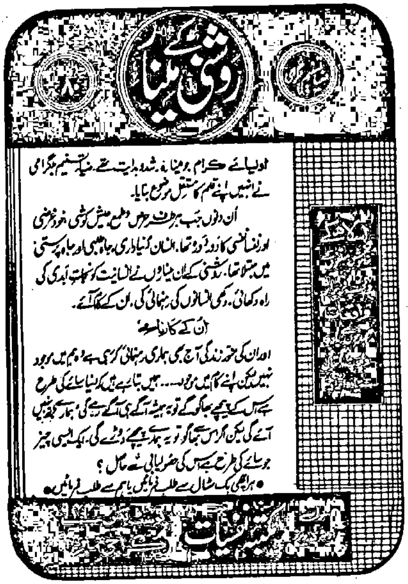

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

شمشیر خان نے کہا "مجھے اب اس عورت کی طلب نہیں رہی۔ لیکن ساری دنیا کو معلوم ہو چکا ہے کہ وہ میری عورت ہے اور میں اس کا مالک ہوں۔ دنیا یہ نہیں جانتی کہ وہ تمہاری چیز ہے۔ اگر تم عقل سے کام لو تو دنیا والوں کے سامنے میرے مالکانہ حقوق کا بھرم رہے گا۔"

"وہ کیسے؟"

"میں تمہاری منشا کو کبھی ہاتھ نہیں لگاؤں گا لیکن وہ دنیا والوں کی نظروں میں میری ملکیت بن کر اسی حویلی میں رہے گی۔ وہ تمہاری امانت رہے گی لیکن تم دنیا والوں کے سامنے اسے اپنی ملکیت نہیں کہو گے۔ یہاں کی چار دیواری میں اس سے عشق کرو گے۔ اس طرح وہ ہمیشہ تمہاری رہے گی اور میرے مالک و مختار ہونے کا بھرم بھی قائم رہے گا۔"

فیصلہ ہو گیا۔ منشا نے بھی اس فیصلے کو اس لئے تسلیم کر لیا تھا کہ وہ امجد خان کے سوا کسی دوسرے سے راضی نہیں ہونا چاہتی تھی۔ اس فیصلے کے مطابق اسے شمشیر خان سے نجات مل رہی تھی اور اس کے میکے والوں کی سلامتی کی ضمانت بھی ہو گئی تھی۔

فیصلے پر عمل ہونے لگا۔ سات ماہ کے بعد منشا نے کافور خان کو جنم دیا۔ دنیا والوں کی نظروں میں وہ خانِ اعظم شمشیر خان کا بیٹا تھا۔ وہاں کے رواج کے مطابق اس کی پیدائش پر خوب جشن منایا گیا۔ شمشیر خان نے شادی کی رات ایک ہزار ہوائی فائر کرائے تھے۔ منشا خانم نے اس کے جواب میں بیٹے کی پیدائش پر دو ہزار ہوائی فائر کرائے۔

شمشیر خان عورتوں سے نفرت کرنے لگا تھا۔ اس نے پھر کبھی شادی نہیں کی۔ اپنی دولت اور جائداد کا وارث پیدا کرنے کے لئے ایک شریکِ حیات لازمی تھی لیکن عورت پر سے بھروسا اٹھ گیا تھا۔ وہ سوچتا تھا جس سے شادی کرے گا وہ بھی منشا خانم کی طرح نہ جانے کس کی اولاد پیدا کرے گی اور اسے شوہر کے نام کرتی رہے گی۔ یہ بہتر تھا کہ وہ منشا خانم سے دھوکا نہیں کھا رہا تھا۔ بھائی کی اولاد کو اپنے نام کر رہا تھا۔ دنیا والے بس نام اور ولدیت دیکھتے ہیں۔ اس کے پیچھے جو تماشے ہوتے ہیں انہیں دیکھ نہیں پاتے۔

اور ایک برس بعد پاکستان وجود میں آ گیا۔ فرنگی بوریا بستر لپیٹ کر چلے گئے۔ امجد خان اپنا بوریا بستر لپیٹ کر منشا خانم کے پاس حویلی میں آ گیا۔ اس دوران اس نے اچھی طرح فرنگی سیاست سیکھ لی تھی۔ ادھر انگریز ملک سے گئے۔ ادھر اس نے روسی ایجنٹوں سے دوستی کر لی۔ قبائلی سرداروں کو روسی اسلحہ سپلائی کرنے لگا۔ ہتھیاروں کے سپلائر کی حیثیت سے اپنی ساکھ برقرار رکھی۔ تمام قبائلی سردار بدستور اس کے حمایتی رہے۔ ان حالات میں شمشیر خان اسے کوئی نقصان نہ پہنچا سکا۔

چار برس کے بعد منشا خانم نے بیرم خان کو جنم دیا۔ دونوں بھائی اپنی اپنی جگہ۔ دو بیٹوں کے باپ بن گئے۔ شمشیر خان ان دنوں بہت بیمار تھا۔ اس نے امجد خان کو بلا کر کہا "ہم سب کو اپنا آخری وقت بھی یاد رکھنا چاہئے۔ ہم نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی بہت کی۔ میں توبہ کرتا ہوں۔ تم بھی توبہ کرو۔ منشا سے شادی کر لو۔"

امجد خان نے کہا "جب تک وہ تمہاری بیوی کہلاتی ہے، میں اسے شریکِ حیات نہیں بناؤں گا۔ کیا یہ ناانصافی کم ہے کہ اولاد میری ہوتی ہے اور نام تمہارا ہوتا ہے۔ میں اتنا بے غیرت نہیں ہوں کہ اسے بیوی بنانے کے بعد تمہارے نام سے منسوب رکھوں۔"

شمشیر خان کو آخری وقت خدا یاد آ رہا تھا۔ اسے اب یہ بات سمجھ میں آ رہی تھی کہ جو ہو رہا ہے، وہ غلط ہو رہا ہے۔ اپنی غلطی کو سمجھنے کے باوجود وہ اعلان نہیں کر سکتا تھا کہ وہ کافور خان اور بیرم خان کا باپ نہیں ہے۔ یہ بڑے شرم کی بات تھی، دنیا والے رہتی دنیا تک اسے بے غیرت کہتے رہتے۔

اس کی بیماری نے طوالت اختیار کر لی۔ پھر اس پر فالج کا حملہ ہوا۔ اس حملے کے بعد وہ بستر کا ہو کر رہ گیا۔ اس کی جگہ امجد خان نے سنبھال لی۔ وہ قائم مقام خانِ اعظم کہلانے لگا۔ مزید پانچ برس کے بعد مرجینا پیدا ہوئی۔ باہر والوں سے کافی عرصے یہ بات چھپائی گئی تھی کہ شمشیر خان فالج زدہ ہے۔ اس لئے مرجینا کی پیدائش پر کسی نے بات نہیں بنائی لیکن شمشیر خان کی طویل علالت کو زیادہ عرصہ چھپایا نہیں جا سکتا تھا۔ پھر امجد خان نے اس علاقے کی تاج بادشاہت سنبھال لی تھی۔ لہٰذا اس کے بعد مزید اولاد پیدا کرنے کی گنجائش نہیں رہی تھی۔

شمشیر خان منشا کا کچھ نہیں لگتا تھا لیکن اس کی بیماری نے اسے بدنصیب بنا دیا تھا۔ امجد خان اس سے دور رہنے لگا تھا۔ وہ شکایت کرتی تھی "کیا مجھ سے دل بھر گیا ہے؟ کیا میں گیارہ برس میں بوڑھی ہو گئی ہوں؟"

وہ جواب دیتا تھا "برادر فالج زدہ ہے۔ تو میرے بچے پیدا کر کے اسے باپ کا درجہ کیسے دے گی۔ دنیا والے اندھے اور احمق نہیں ہیں۔"

"بچے پیدا کرنا ضروری نہیں ہے۔ تم محبت سے وقت گزارنے کے لئے میرے پاس آ سکتے ہو۔"

"محبت سے وقت گزارتے گزارتے چوتھی غلطی پیدا ہو گئی تو ہم کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہیں گے۔"

"اس کا مطلب ہے اب میں تمہارے بغیر تنہا رہا کروں گی۔"

"تنہائی کا دکھ مٹانے کے لئے تین بچے کافی ہیں۔"

"صاف کیوں نہیں کہتے کہ مجھ سے بیزار ہو گئے ہو۔"

"ہاں' بیزار ہو گیا ہوں۔ تمہارے عشق میں الو بن کر زندگی گزار دی۔ اگر کسی سے باقاعدہ شادی کر لیتا تو میرے نام سے اولاد پیدا ہوتی رہتی۔ یہ میری بدبختی ہے کہ میں کسی کا باپ نہیں کہلاتا ہوں۔"

"تم باپ کہلا سکتے ہو۔ اگر تمہارا بھائی مرجائے تو تم اس کی بیوہ یعنی مجھ سے شادی کر سکتے ہو۔ اس کے بعد جو اولاد ہو گی وہ تمہارے نام سے ہو گی۔ کافور خان' بیرم خان اور مرجینا بھی سوتیلے نہیں رہیں گے۔ تمہارے اپنے ہی رہیں گے۔"

"کیا تم چاہتی ہو کہ میں بھائی کو قتل کر دوں؟"

"وہ میرے حقوق مارتا رہا ہے۔ میرے بچوں کی ولدیت کو قتل کرتا رہا ہے۔ آج وہ آدھا مر چکا ہے۔ آدھا اور مار ڈالو گے تو مجھے نہیں اور تمہارے بچوں کو بہت بڑی مصیبت سے نجات مل جائے گی۔"

"بکواس مت کرو۔ وہ میرا بھائی ہے۔ ہم سوتیلے ہیں مگر ایک ہی باپ کی اولاد ہیں۔ اس کی موت کا خواب نہ دیکھنا اور نہ ہی کوئی سازش کرنا۔ اگر سازشی موت ہو گی تو میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

منشا خانم سمجھ گئی تھی کہ اس کے عاشق کا دل اس سے بھر گیا ہے اور وہ غلط نہیں سمجھ رہی تھی۔ امجد خان نے جب سے خانِ اعظم کی جگہ سنبھالی تھی' تب سے وہ وراثت اور اپنی آئندہ نسل کے متعلق شدت سے سوچنے لگا تھا۔ اسے اولاد کی ضرورت تھی۔ ایسی اولاد کی جو اسے باپ کہے اور دنیا والوں کو معلوم ہو کہ وہ بچے اس کا خون ہیں۔ کافور خان' بیرم خان اور مرجینا خون ہوتے ہوئے بھی پرائے تھے۔

منشا خانم کی یہ مراد پوری نہیں ہو رہی تھی کہ شمشیر خان کو اپنی موت آئے۔ پھر امجد خان اسے اپنی شریکِ حیات بنا لے۔ اب اسے شریکِ حیات بننے سے زیادہ بچوں کے مستقبل کی فکر تھی۔ اگر امجد خان مستقل طور سے خانِ اعظم بن جاتا اور دوسری شادی کر کے اولاد پیدا کرتا تو وہ اولاد زمین جائداد کی مالک ہوتی۔ منشا کے تینوں بچے مقتول خانِ اعظم کی اولاد کہلاتے اور تمام زمین جائداد سے محروم ہو جاتے۔

شمشیر خان دس برس تک بستر سے لگا رہا۔ آخر اسے موت آ گئی۔ کافور خان اکیس برس کا ہو گیا تھا۔ پشاور سے دس جماعتیں پڑھ کر آیا تھا۔ وہ دنیاداری کو اور خاص طور سے وراثت کے جھگڑوں کو خوب سمجھنے لگا تھا۔ منشا اسے پشاور کے پتے پر خط لکھا کرتی تھی اور یہ سبق پڑھاتی تھی کہ تعلیم ضروری نہیں ہے۔ اپنے باپ کے بعد خانِ اعظم بننے کے گر سیکھ کر آؤ۔

وہ باپ کی وفات پر آیا۔ تجہیز و تکفین کے بعد امجد خان سے خانِ اعظم کی ذمے داریاں واپس لینے کی بات کرنا چاہتا تھا لیکن اسی رات امجد خان پر پاگل پن کا دورہ پڑا۔ وہ پشاور سے پورے تعلقات کے ساتھ آیا تھا۔ اس نے دیکھا خان چاچا کے پاگل پن کے وقت ماں اسے سنبھال رہی تھی اس سے لپٹ رہی تھی۔ اس کا سر سہلا رہی تھی۔ اسے سینے سے لگا کر سلا رہی تھی۔ کافور خان کے لئے یہ شرمناک حرکتیں تھیں۔

ان حرکتوں پر اس نے غصہ دکھایا تو ماں نے اسے ساری روداد سنائی کہ کس طرح دو بھائیوں کے درمیان اس کی زندگی برباد ہو گئی ہے۔ وہ ایک کی بیاہتا تھی مگر بیوی نہیں تھی۔ دوسرا اس لئے بیوی نہیں بنا سکتا تھا کہ وہ ایک کے نام سے منسوب ہو چکی تھی اس کی بیوی کہلاتی تھی۔

کافور خان کو اپنی ماں کی مظلومیت کا احساس ہوا۔ یوں بھی وہ منشا کو ایک آئیڈیل ماں سمجھتا تھا۔ پرستش کی حد تک اس سے محبت کرتا تھا۔ اس نے محسوس کیا تھا کہ محبت میں فریب کھانے کے باوجود وہ امجد خان کو دیوانہ وار چاہتی ہے۔ اس لئے اس نے ماں کی غیر موجودگی میں امجد خان کو ایسا انجکشن لگا دیا۔ جس سے اس کا دماغی توازن اور بگڑ گیا۔

ایک پاگل خانِ اعظم کی ذمے داریاں نہیں سنبھال سکتا تھا۔ کافور خان نے وہ ذمے داریاں سنبھال لیں۔ اس نے ایسی چال چلی کہ کروڑوں روپے کی زمین جائداد کے لئے خون خرابا نہیں ہوا۔ اس نے ایک باپ کو دفن کیا' دوسرے باپ کو پاگل بنا کر ایک کمرے میں قید کر دیا۔ اس پاگل قیدی کے پاس صرف ماں بیٹے جاتے تھے۔ اس نے بیرم خان اور مرجینا کو تعلیم حاصل کرنے کے لئے لندن بھیج دیا... تاکہ ان بچوں کو ایک پاگل کے لئے ماں کی دیوانگی کا علم نہ ہو۔

وہ ماں کی لاعلمی میں اپنے باپ کو ہر ہفتہ پاگل پن کا انجکشن لگاتا رہا۔ جس کے نتیجے میں وہ ایک سال سے زیادہ نہ جی سکا۔ منشا کو کبھی معلوم نہ ہو سکا کہ اس کا پاگل عاشق سازشی موت مارا گیا ہے۔ اس کی یاد میں آنسو بہاتے بہاتے ایک دن وہ بھی چل بسی اور یہ سچائی راز میں ہی رہی کہ وہ تینوں ایک پاگل باپ کے بچے تھے۔ دنیا والے ان تینوں کو ولد شمشیر خان ہی کہتے آ رہے تھے۔

میں کافور خان کے دماغ میں تھا۔ وہ میرے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ میرے علم نجوم کی صداقت معلوم کرنے کے لئے وہ مجھ سے اپنے ماضی کے حالات پوچھ رہا تھا۔ اگر میں علم نجوم کے حوالے سے یہ سچ کہہ دیتا کہ وہ اور اس کے بھائی بہن ناجائز اولاد ہیں تو وہ اپنی توہین برداشت نہ کرتا۔ میری جان کا دشمن بن جاتا۔ یہ کبھی نہ چاہتا کہ میں اس حویلی سے زندہ واپس جا کر اس کی پیدائش کا بھید کھول دوں۔

اس لئے میں نے اسے خود ہی پچھلی زندگی کے سچے اور کڑوے واقعات یاد کرنے پر مجبور کیا تھا۔ جب اس نے ابتدا سے آخر تک سب کچھ یاد کر لیا تو میں نے اس کے دماغ کو ڈھیل دی۔ اس نے چونک کر مجھے دیکھا۔ میں نے کہا "تم سوچ میں ڈوبے ہوئے تھے۔ اس لئے میں نے مخاطب نہیں کیا۔ تم کچھ پریشان لگ رہے ہو۔"

"ہاں درست کہتے ہو۔ کیا اپنے علم سے میری پریشانی بتا سکتے ہو؟"

"میں پریشانی بھی بتا سکتا ہوں اور اس کا علاج بھی۔ اپنا ہاتھ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

دکھاؤ۔"

اس نے ہاتھ بڑھایا۔ میں اس کے ہاتھ کی لکیریں دیکھنے لگا۔ ہاتھ بہت مضبوط تھا۔ فولادی شکنجہ لگتا تھا۔ آخر ایک سنگدل قاتل کا ہاتھ تھا۔ میں نے کہا "تمہارے ساتھ کچھ عجیب سے حالات پیش آرہے ہیں۔ تم دماغی طور پر غافل ہوجاتے ہو۔ کچھ الٹی سیدھی حرکتیں کرتے ہو۔ پھر جب ہوش میں آتے ہو تو تمہیں یاد نہیں رہتا کہ غفلت میں کیا کرتے رہے ہو۔"

وہ حیرانی سے بولا "آفرین ہے تم پر اور تمہارے علم پر۔ تم بالکل سچی باتیں بتارہے ہو۔ خدا کے واسطے یہ بتاؤ کہ کیا یہ بیماری ہے؟"

"یہ تو ڈاکٹر بتاسکتے ہیں۔ میرا علم کہتا ہے کہ یہ پاگل باپ کا لہو بول رہا ہے۔"

"میں بھی یہی سوچ رہا تھا۔"

میں نے انجان بن کر کہا "یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ باپ کے خون کا اثر صرف تم پر کیوں ہوا ہے۔ تمہارے دوسرے بھائی بہن کے ساتھ ایسا نہیں ہے شاید۔"

وہ بولا "تم سے کوئی بات چھپی نہیں رہے گی۔ ابھی تم مرجینا کی قسمت کا حال بتانے جاؤ گے تو تمہیں معلوم ہوگا۔ اس پر بھی کچھ ایسا ہی پاگل پن کا دورہ پڑتا ہے۔ شاید میرا بھائی بیرم خان ابھی محفوظ ہے۔"

"تمہارا بھائی بیرم خان کہاں ہے؟"

"وہ علاقہ غیر میں ہے۔ تم یہ بتاؤ یہ پاگل پن کا دورہ پڑتا رہے گا یا کسی علاج یا طریقے سے ختم ہوجائے گا؟"

"تم مستقبل کی بات پوچھ رہے ہو۔ میں نے تمہیں ماضی کے حالات بتاکر اپنے علم کی سچائی ثابت کردی اور تم سے کہہ چکا ہوں کہ قسمت کا حال بتانے سے پہلے پچیس ہزار پونڈ یعنی پاکستانی دس لاکھ روپے لیتا ہوں۔"

"یہ بہت ہیں، مگر میں دوں گا۔"

"مگر میں نہیں لوں گا۔ تم سے کچھ اور مانگوں گا۔"

"بولو کیا چاہتے ہو؟"

"نورزمان کی بہن گل جاناں کو آج ہی اس کی ماں اور بھائی کے پاس پہنچادو۔ اور انہیں آزادی سے زندگی گزارنے دو۔"

وہ تعجب سے بولا "تم اس معمولی دہقان کے لئے دس لاکھ کا معاوضہ چھوڑ دوگے؟ اس سے اتنی زیادہ دلچسپی کیوں ہے؟"

"مجھے غریبوں کو عزت دے کر اور جینے کے تمام حقوق دلا کر روحانی مسرتیں حاصل ہوتی ہیں۔"

"میرا بھائی گل جاناں پر عاشق ہوگیا ہے۔ اس کے جوان ہونے کا انتظار کررہا ہے۔ میں اپنے بھائی کا دل نہیں توڑنا چاہتا۔ تم کچھ اور مانگ لو۔"

"میں نے ایک معصوم لڑکی کی عزت و آبرو بچانے کے لئے دس لاکھ روپے مانگنے سے انکار کردیا اور ایسا تمہاری بھلائی کے لئے بھی کیا ہے۔"

"اس میں میری بھلائی کیسے ہے؟"

"سفر کے دوران نورزمان سے میری ملاقات ہوئی تھی۔ میں نے اس کے ہاتھ کی لکیریں دیکھیں۔ اس کی قسمت کا حال معلوم کیا۔ پتا چلا اس کی بدقسمتی کے دن ختم ہوچکے ہیں۔ اس کی آزادی اور خوشحالی کے راستے میں جو بھی رکاوٹ بنے گا، اس پر بلا نازل آجائے گا۔"

یہ کہتے ہی میں نے اس کی سوچ میں کہا "یہ درست ہے۔ میں ماں بیٹے کو کتوں سے نچوانا چاہتا تھا مگر کتے مرگئے اور ماں بیٹے آزاد ہوگئے۔ میں نے اپنے دستِ راست کو حکم دیا تھا کہ وہ نورزمان کو ٹھوکر مارے لیکن وہ ٹھوکر میرے منہ پر پڑی۔ اس نجومی کی ایک ایک بات درست ہے؟"

پھر میں نے اس سے پوچھا "کیا سوچ رہے ہو؟"

وہ چونک کر بولا "میں تمہاری کسی بات سے انکار نہیں کرسکتا۔ تم سچی پیش گوئی کرتے ہو۔ میں اپنے بھائی کی ہر ضد پوری کرتا ہوں لیکن گل جاناں کو حاصل کرنے کی ضد سے باز رکھوں گا۔ تم یہ بتاؤ، ہم پر جو باپ کے خون کا اثر ہے وہ کیسے ختم ہوگا؟"

"میرے ایک مشورے پر عمل کرتے رہو گے تو کبھی پاگل پن کا دورہ نہیں پڑے گا۔"

"میں عمل کروں گا۔ جلدی مشورہ دو۔"

"پہلے بیرم خان کو فون کرو۔ اس سے دو باتیں کہو۔ ایک یہ کہ وہ گل جاناں کو ابھی وہاں سے لے کر روانہ ہوجائے اور یہاں پہنچے۔ دوسرا یہ کہ تم تینوں بھائی بہن آج سے بلکہ ابھی سے لوہے کی کسی چیز کو ہاتھ نہیں لگاؤ گے۔ اس مشورے پر عمل کرتے رہو گے تو پاگل باپ کا خون اثر انداز نہیں ہوا کرے گا۔"

وہ فوراً ہی ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرتے ہوئے بولا "بس اتنی سی احتیاط کرنے سے ہم محفوظ رہیں گے؟ یہ تو بہت معمولی سی بات ہے۔ کوئی دوسرا یہ مشورہ دیتا تو میں کبھی یقین نہ کرتا مگر تم سچے ہو۔"

دوسری طرف رابطہ قائم ہوا۔ اس نے کہا "میں خانِ اعظم بول رہا ہوں۔ چھوٹے خان کو بلاؤ۔"

وہ انتظار کرنے لگا، پھر بولا "ہیلو چھوٹے خان! میری جان خیریت سے ہو؟"

بیرم خان نے جواب دیا "برادر کی محبت ہے۔ خدا کی مہربانی ہے اور میں خیریت سے ہوں۔ حکم کرو برادر!"

"تم گل جاناں کو لے کر ابھی میرے پاس آؤ۔"

"کوئی پریشانی ہے برادر؟"

"کوئی پریشانی نہیں ہے۔ میرے حکم پر عمل کرو۔ ابھی سے اس وقت سے لوہے کی کسی چیز کو ہاتھ نہ لگاؤ۔ میرا حکم سن کر تم حیران ہورہے ہوگے، یہاں آؤ گے تو حیرانی دور کردوں گا۔ گل جاناں کو عزت سے اور حفاظت سے لاؤ۔"

"تمہارا حکم سر آنکھوں پر لیکن میں کیسے آؤں۔ ہماری گاڑیاں تو لوہے کی ہیں۔"

کافور خان سوچ میں پڑ گیا۔ اس نے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر مجھ سے پوچھا "چھوٹے خان کی پجیرو لوہے کی ہے کیا وہ لوہے پر بیٹھ کر آسکتا ہے؟"

"اس سے کہو گل جاناں کو گاڑی پر بٹھائے اور خود گھوڑے پر آئے اور گھوڑے کی زین سے لوہے کی رکاب ہٹادے۔"

اس نے بھائی کو یہ مشورہ دے کر ریسیور رکھ دیا۔ پھر کہا "میں تمہارے مشورے کو بہت معمولی اور قابلِ عمل سمجھ رہا تھا مگر یہ تو بہت مشکل ہے۔ ہم کسی قسم کا اسلحہ نہیں پکڑ سکیں گے۔ کسی گن کے ٹریگر پر انگلی بھی نہیں رکھ سکیں گے کیونکہ وہ سب لوہے کے ہوتے ہیں۔ ہتھیار نہ پکڑنے کا مطلب یہ ہوا کہ ہم کسی بھی دشمن کے سامنے نہتے رہیں گے۔"

"خانِ اعظم! ہم خود اپنے دشمن ہوتے ہیں اور اپنے لئے دشمن پیدا کرتے ہیں۔ میں پیش گوئی کرتا ہوں کہ جب تک ہتھیاروں سے دور رہو گے، دشمن بھی تم سے دور رہیں گے۔ میری تدبیر آزما کر دیکھو۔ تم دونوں بھائیوں اور بہن پر کبھی پاگل پن کا دورہ نہیں پڑے گا۔"

"برادر ارسلان! خدا قسم تمہاری ہر بات اب ہمارے لئے پتھر کی لکیر بن گئی ہے۔ ہم تمہارے مشورے پر عمل کرتے رہیں گے۔"

میں نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا "خانِ اعظم! میں نے ابھی تک تمہارے گھر کی روٹی نہیں کھائی ہے۔"

وہ اچھل کر کھڑا ہوگیا، ایک دم سے شرمندہ ہوکر بولا "میں بہت نادم ہوں۔ ابھی یہ خانِ اعظم اپنے ہاتھوں سے کھانا لاکر تمہیں کھلائے گا۔ تم بیٹھو میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی میں نے مرجینا کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ اسے دوپہر کو کھانے کے بعد سونے کی عادت تھی۔ آج اس نے ارادہ کیا تھا کہ جاگتی رہے گی اور مجھ سے اپنی قسمت کا حال معلوم کرے گی لیکن وہ ارادہ کرنے کے باوجود سوگئی تھی۔

میں اس کے اندر رہ کر مزید چور خیالات پڑھنا چاہتا تھا ایسے ہی وقت معلوم ہوا کوئی دوسرا خیال خوانی کرنے والا بول رہا ہے۔ جب میں اس کے دماغ میں پہنچا تو وہ کہہ رہا تھا "میں جارہا ہوں۔ تم نیند سے بیدار ہونے کے بعد بھول جاؤ گی کہ میں تمہارے دماغ میں آتا ہوں۔"

اس کے بعد خاموشی چھاگئی۔ وہ شاید چلا گیا تھا۔ مرجینا گہری نیند میں تھی۔ مجھے پہلے ہی شبہ تھا کہ وہ کسی کی معمولہ اور تابعدار ہے۔ اس کا عامل نہیں چاہتا تھا کہ وہ کسی سے شادی کرے۔ اس لئے اس نے شادی کی رات اس کا دلہا بن کر آنے والوں کو قتل کرادیا تھا۔ میں اس کے چور خیالات پڑھنے کے باوجود اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کا سراغ نہیں لگاسکتا تھا کیونکہ اس نے تنویمی عمل کے ذریعے اپنے متعلق حاصل ہونے والی معلومات کو دماغ سے مٹادیا تھا۔

اب مرجینا کے دماغ میں اس کی آواز اور لہجہ سنتے ہی میں اسے پہچان گیا تھا۔ قارئین کو یاد ہوگا، جن دنوں مرینا کے کارنامے عروج پر تھے اور وہ اپنے ہی ملک امریکا کے برین ماسٹر اور بلیک سیکرٹ سے خیال خوانی کے ذریعے ٹکرارہی تھی۔ ایسے وقت اس نے بلیک سیکرٹ کے تین خیال خوانی کرنے والے روکی، جیری ہاک اور باربرا انکسن... کو ٹریپ کیا تھا۔ انہیں تاریک قید خانے میں پہنچایا تھا۔ میں نے ان تینوں کو تاریک قید خانے سے نکال کر اپنے قبضے میں رکھا تھا۔

ہم نے کئی خیال خوانی کرنے والوں کو مرینا کے حوالے کیا تھا تاکہ وہ ہم پر اعتماد کرے اور ہماری ہوجائے۔ میرا ارادہ تھا خیال خوانی کرنے والے روکی، جیری ہاک اور باربرا انکسن... کو بھی اس کے حوالے کردوں گا لیکن اس کی نوبت نہیں آئی۔ مرینا ہماری نہ ہوسکی۔ اس لئے میں نے ان تینوں کو فرانس پہنچادیا تھا۔ وہ تینوں میرے معمول اور تابعدار تھے۔ میں نے فرانس کے ملٹری انٹیلی جنس کے چیف سے کہہ دیا تھا کہ تینوں کو گھومنے پھرنے کی محدود

کڑوی کسیلی، نمکین اور چٹپٹی تحریروں سے مرصع

اُردو ادب کی ایک نئی صنف

جلترنگ

انجم انصار کے قلم سے

ماہنامہ پاکیزہ میں شائع ہونے والے طنزیہ و مزاحیہ افسانچے

زندگی کے جلتے بجھتے لمحوں پر ایک نادر کتاب
اُداس وقت میں خوشیوں کا نسخۂ نایاب

قیمت -/50 روپے
ڈاک خرچ -/10 روپے

خوبصورت سرورق | کمپیوٹرائزڈ کتابت
معیاری طباعت | مضبوط جلد

آپ کی لائبریری میں ایک حسین اضافہ

بذریعہ منی آرڈر کے ذریعے پیشگی ارسال کرنے پر ڈاک خرچ معاف

کتابیات پبلیکیشنز

پوسٹ بکس 23، رمضان چیمبرز، طبوریا اسٹریٹ، آئی آئی چندریگر روڈ، کراچی-74200

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

آزادی دی جائے اور انہیں ہمیشہ نگرانی میں رکھا جائے۔

میں مہینے میں ایک بار ان پر تنویمی عمل کیا کرتا تھا۔ وہ بدستور میرے معمول اور تابعدار تھے لیکن یہ نہیں جانتے تھے کہ وہ کسی کے زیر اثر ہیں۔ ان تینوں میں روکی پارہ صفت تھا۔ سکون سے ایک جگہ نہیں رہتا تھا۔ اسے ایک ہی جگہ رکھا جائے تو وہ بیزار ہو جاتا تھا۔ وہ ملٹری انٹیلی جنس والوں کی نگرانی میں نہ رہ سکا۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان کے دماغوں سے کھیلتا ہوا فرار ہو گیا۔ پھر میک اَپ کے ذریعے چہرہ بدل کر پیرس میں آزادی سے گھومنے لگا۔

وہ کئی بار لندن گیا۔ وہاں اس نے مرجینا کو دیکھا تھا اور پہلی نظر میں اس پر مرمٹا تھا۔ اس نے مرجینا سے دوستی کرنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا کیونکہ وہ سیاہ فام نیگرو تھا اور اتنا محتاط رہتا تھا کہ سرِعام خیال خوانی نہیں کرتا تھا۔ یہ اندیشہ تھا کہ خیال خوانی کرتے ہوئے کبھی بدقسمتی سے دشمنوں کی نظروں میں نہ آ جائے۔

اس نے رات کے وقت اپنی رہائش گاہ میں بیٹھ کر خیال خوانی کی۔ مرجینا کی سوچ میں کہا "میں نے اس نیگرو کا دل توڑ دیا ہے۔ کیا ہوا اگر وہ ... مگر محبت کرنے والا ہے۔"

مرجینا کی سوچ نے حقارت سے کہا "لعنت ہے ایسے کالے کی محبت پر۔ سیاہ رنگ کو دیکھ کر ابکائی سی آتی ہے۔ میں اسے دیکھنا بھی گوارا نہیں کروں گی۔"

روکی کو اپنی توہین کا احساس ہوا۔ وہ سمجھ گیا' حسینہ مغرور اور بدمزاج ہے۔ اب تک کسی کالے کو تو کیا گورے کو بھی منہ نہیں لگایا ہے لیکن جلد ہی ایک خوبرو جوان سے شادی کرنے والی ہے۔

اس نے مرجینا پر تنویمی عمل کیا۔ اس کے دماغ میں یہ نقش کیا کہ وہ کبھی کسی کے ساتھ سہاگ رات نہیں گزارے گی۔ پہلی رات جو دلہا اس کے کمرے میں آئے گا اور اسے ہاتھ لگائے گا تو وہ جنون میں مبتلا ہو کر اسے قتل کرے گی۔ پھر ہوش میں آنے کے بعد قتل کے واقعے کو بھول جایا کرے گی۔ یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک وہ شکست تسلیم کرکے روکی کی سیاہ آغوش میں آنے پر راضی نہیں ہوگی۔

یہ تمام باتیں میں نے روکی کے دماغ میں جا کر معلوم کی تھیں۔ چونکہ وہ میرا معمول تھا اس لئے میری سوچ کی لہروں کو اس نے محسوس نہیں کیا۔ میں اس معاملے میں اس سے نمٹنا چاہتا تھا لیکن موقع نہیں ملا۔ کافور خان دو ملازموں کے ساتھ دو بڑی ٹرے میں کھانے کی کئی ڈشیں لایا تھا۔ اس نے پھر شرمندگی ظاہر کرتے ہوئے کہا "کھاؤ برادر! آج سے تم میرے برادر ہو۔ میں بھی کھانے میں تمہارا ساتھ دوں گا۔"

ہم نے کھانا شروع کیا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا "یہ شہری مہمان ہے۔ تعلیم یافتہ ہے۔ کھانے کے وقت خاموش رہتا ہوگا۔ مجھے بھی خاموش رہنا چاہئے۔ یہ مخاطب کرے گا تو میں بولوں گا۔"

وہ خاموش رہا۔ میں اس کے بھائی بیرم خان کے پاس پہنچ گیا۔

وہ گھوڑے پر سوار ہو کر آ رہا تھا۔ اس کے پیچھے پجیرو میں گل جاناں پچھلی سیٹ پر بیٹھی تھی۔ مسلح حواری اگلی سیٹوں پر تھے۔

بیرم خان سوچ رہا تھا "میں نے گل جاناں جیسی لڑکی نہیں دیکھی۔ یوں تو کتنی ہی حسینائیں نظروں سے گزرتی رہی ہیں مگر یہ دل میں سما گئی ہے۔ برادر نے آج تک میری ہر ضد پوری کی ہے۔ پتا نہیں کیوں گل جاناں کو واپس بلا رہا ہے اور اس نے بڑا عجیب سا حکم دیا ہے کہ میں لوہے کو ہاتھ نہ لگاؤں۔ بھلا کیوں نہ لگاؤں؟ یہ حکم سمجھ سے باہر ہے لیکن برادر دن کو رات بولے گا تو میں بھی رات بولوں گا۔ حکم سمجھ میں آئے یا نہ آئے' میں عمل کرتا رہوں گا۔"

وہ آدھا فاصلہ طے کر چکا تھا۔ شام کا اندھیرا پھیلنے سے پہلے یہاں پہنچنے والا تھا۔ وہ بڑے بھائی کافور خان کا فرمانبردار تھا لیکن گل جاناں کے لئے بے چین ہو رہا تھا۔ سوچ رہا تھا' برادر نے اس حسینہ کو واپس لے لیا تو سینے سے دل باہر آ جائے گا۔ میں اس لڑکی کو نہیں چھوڑوں گا۔ برادر کے سامنے بھوک ہڑتال کر دوں گا۔

میں نے کھانا ختم کرتے ہوئے کہا "خان اعظم! ہم دونوں کی عادتیں ایک جیسی ہیں۔ کھانے کے دوران خاموش رہتے ہیں۔"

وہ مسکرا کر بولا "تم آج آئے ہو مگر یوں لگتا ہے جیسے ہمارے ہی گھر اور ہمارے ہی خاندان کے فرد ہو۔ کیا آرام کرو گے؟"

"میں صرف رات کو آرام کرتا ہوں۔ مس مرجینا میرا انتظار کر رہی ہوں گی۔"

کافور خان نے ملازم سے کہا "کنیز کو بولو۔ بی بی خانم کو خبر دے' مسٹر ارسلان آ رہے ہیں۔"

میں نے مرجینا کے پاس جا کر اسے نیند سے جگا دیا۔ وہ آنکھیں کھول کر چند سیکنڈ تک خاموشی سے چھت کو تکتی رہی۔ وہ تنویمی عمل کے مطابق بھول گئی تھی کہ روکی اس کے دماغ میں آیا تھا۔ ایک کنیز نے آ کر ادب سے کہا "بی بی خانم! جناب ارسلان صاحب آنا چاہتے ہیں۔"

وہ جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گئی' سوچنے لگی "اوہ میں کیسے سو گئی تھی' میں تو ارسلان کا انتظار کر رہی تھی۔"

وہ کنیز سے بولی "مہمان کو یہاں لے آؤ۔"

وہ بستر سے اٹھ کر الماری کے پاس گئی۔ اپنی پسند کا بہترین لباس نکالا۔ پھر باتھ روم میں چلی گئی۔ میں کنیز کے پیچھے چلتا ہوا اس کی خواب گاہ میں آیا۔ کنیز نے کہا "آپ تشریف رکھیں۔ بی بی خانم ابھی آئیں گی۔"

میں ایک آرام دہ صوفے پر بیٹھ کر اس کی پچھلی زندگی کے اہم واقعات معلوم کرنے لگا۔ مجھے ان بہن بھائیوں سے کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی۔ میں صرف گل جاناں کی آبرو مندانہ واپسی اور نورزمان کے گھر والوں کی آزادی اور سلامتی چاہتا تھا۔ جب تک یہ مقصد پورا نہ ہوتا' اس حویلی میں میرا مہمان بن کر رہنا ضروری تھا۔ وہ باتھ روم سے باہر آئی۔ اس نے غسل کیا تھا۔ اس کے گورے اور سرخ چہرے پر شبنم کے موتی چمک رہے تھے۔ اس کا انگ انگ گلاب کی پنکھڑیوں کی طرح کھلا ہوا تھا۔ اس نے گیلے بدن پر لباس پہن لیا تھا۔ وہ لباس کہیں کہیں چپک رہا تھا۔ ایسا منظر دیکھنے والی نگاہیں بھی چپکنے لگتی ہیں۔ وہ مسکرا کر بولی "برادر نے تمہیں گولی نہیں ماری۔ اس کا مطلب ہے تم ماضی کی باتیں اور مستقبل کی پیش گوئی بالکل درست کرتے ہو۔"

"پتا نہیں کس حد تک درست کہتا ہوں۔ یہ تم سن کر ہی فیصلہ کر سکتی ہو۔"

وہ سامنے صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولی "تو پھر سناؤ۔"

"تم دو بار دلہن بن چکی ہو اور دلہا بن کر آنے والے دو جوانوں کو قتل کر چکی ہو۔"

"یہ برادر نے بتایا ہوگا۔"

"تمہارا بھائی یا دوسرے لوگ یہ نہیں جانتے کہ قتل ہونے والوں نے اپنی موت سے پہلے تمہیں سہاگن بنا دیا تھا یا کنواری چھوڑ دیا تھا۔"

وہ تیور بدل کر بولی "آج تک کسی نے مجھے ہاتھ نہیں لگایا۔ میری مرضی کے بغیر ہوا بھی مجھے نہیں چھو سکتی۔"

"بے شک تم ہوش و حواس میں رہو تو کوئی ہاتھ نہیں لگائے گا لیکن سہاگ رات میں تم ہوش سے بیگانی رہتی ہو۔ تمہیں یہ خبر نہیں رہتی کہ کسی کو قتل کرتی ہو پھر یہ کیسے خبر ہوگی کہ قتل سے پہلے تمہاری عزت کا قتل ہو چکا ہوتا ہے؟"

پہلے تو وہ اس دلیل پر سوچتی رہ گئی۔ پھر غصے سے بولی "تم مجھے داغ دار کہہ رہے ہو۔"

"اگر دنیا والے تمہارے بھائیوں کے خوف سے ایسا نہیں کہتے ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ایسا سمجھتے بھی نہیں ہیں۔"

وہ اپنی بے عزتی اور توہین کے احساسات سے پھٹ پڑنا چاہتی تھی لیکن میں اس کے دماغ میں رہ کر اسے کنٹرول کرتا جا رہا تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا "مجھے ارسلان کی باتوں پر غور کرنا چاہئے۔ دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا کر یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ ہم دنیا سے چھپ گئے ہیں۔ دنیا والوں کو ہمارے وہ عیب نظر آتے ہیں' جو ہمیں نظر نہیں آتے۔"

وہ اپنے طور پر سوچنے لگی "یہ درست کہتا ہے۔ لوگ تو یہی سوچتے اور سمجھتے ہوں گے کہ دماغی طور پر غافل رہ کر قتل کرنے والی غفلت میں لٹ بھی جاتی ہوگی۔"

اس نے مجھے گھور کر دیکھا' پھر پوچھا "تمہارا علم کیا کہتا ہے؟ کیا مجھ پر داغ لگ چکا ہے؟"

"نہیں۔ تم بے داغ ہو۔"

"کیا مصلحتاً میری تسلی کے لئے بول رہے ہو؟"

"جب میں اپنے علم کی زبان سے بولتا ہوں تو سچ بولتا ہوں۔ میں نے تمہارے بھائی کے سامنے بھی اتنی سچی اور کڑوی حقیقتیں بیان کی ہیں کہ کوئی دوسرا اس کی جرات نہیں کر سکتا تھا۔"

"تمہاری ایسی ہی بے باکیوں سے میں متاثر ہوں۔"

"تم جانتی ہو کہ تم پر پاگل پن کا دورہ کیوں پڑتا ہے لیکن یہ حقیقت بھائیوں سے چھپاتی ہو۔ تمہیں کسی طرح پتا چل گیا ہے کہ تمہارا باپ شمشیر خان نہیں بلکہ نیم پاگل امجد خان تھا۔"

وہ بڑی حیرانی سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے کہا "مائی گاڈ! تمہارا علم بہت خطرناک ہے۔ ہماری پیدائش ایک گالی ہے اور تمہیں اس گالی کا علم ہو گیا ہے۔ کیا تم اس صورت میں اس حویلی سے زندہ جا سکو گے؟"

"زندگی رہی تو چلا جاؤں گا۔ ورنہ سمجھ لوں گا' موت یہاں لائی ہے۔ تم یہ بتاؤ' تمہیں یہ حقیقت کیسے معلوم ہوئی؟"

"میری ماں نے ایک ڈائری میں اپنے حالات لکھے تھے۔ وہ ڈائری میرے ہاتھ لگ گئی۔ میں نے اسے پڑھنے کے بعد جلا دیا تاکہ بھائیوں کو اپنے ناجائز ہونے پر غصہ نہ آئے۔"

وہ صوفے پر سے اٹھ گئی۔ اپنے بستر کے پاس گئی۔ پھر تکیے کے نیچے سے ریوالور نکال کر مجھے نشانے پر رکھتے ہوئے بولی "تم حویلی سے باہر جا کر ہم بہن بھائیوں کے لئے بہت بڑی گالی بن جاؤ گے۔"

"تم مجھے گولی مارو گی تو کافور خان مہمان کو قتل کرنے پر غصہ کرے گا۔"

"میں کہہ دوں گی کہ تم مہمان سے شیطان بن گئے تھے۔ میری عزت پر حملہ کر رہے تھے۔ اس لئے تمہارا کام تمام کر دیا ہے۔"

"میں نے تمہارے بھائی کو پاگل پن سے نجات حاصل کرنے کی ایک تدبیر بتائی ہے' تم بھی سن لو۔ تم تینوں بہن بھائیوں کو لوہے کی کوئی چیز نہیں چھونا چاہئے۔ ورنہ پھر ویسا ہی پاگل پن اور دماغی غفلت کا دورہ پڑے گا۔ ریوالور لوہے کا ہے۔ اسے فوراً پھینک دو۔"

"جان بچانے کے لئے بچگانہ باتیں کر رہے ہو۔"

"میں بچنا نہیں چاہتا۔ آنکھ مارو' مر جاؤں گا۔ ریوالور پھینک دو۔"

اس نے بے اختیار پھینک دیا۔ پھر چونک کر اسے اٹھانا چاہتی تھی' میں نے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما لیا۔ ریوالور کے چیمبر سے تمام گولیاں نکال کر پلنگ کے نیچے پھینکوا دیں۔ پھر ریوالور کو قالین پر ڈال کر اس کے دماغ کو آزاد کر دیا۔

وہ ریوالور پر جھکنے کی پوزیشن میں دماغی طور پر غائب ہوئی تھی میں نے اسی پوزیشن میں حاضر دماغ کیا۔ وہ ذرا سا چونکی پھر ریوالور اٹھا کر میرا نشانہ لیتے ہوئے بولی "یہ میرے ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا۔ اب تم اپنی زندگی سے چھوٹ جاؤ۔"

اس نے ٹریگر کو دبایا۔ پہلے ایک بار پھر بار بار دبایا۔ گولی نہیں نکلی۔ صرف کھٹ کھٹ کی آواز نکلی۔ اس نے حیرانی سے ریوالور کو

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

دیکھا۔ میں نے کہا "اس وقت تم ہوش میں نہیں ہو۔ جنون میں مبتلا ہو رہی ہو۔"

وہ چیخ کر بولنا چاہتی تھی۔ میں نے چیخنے نہیں دیا۔ وہ آہستگی سے بولی "میں ہوش میں ہوں۔ مجھ پر جنون سوار نہیں ہے۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "یہ جو قاتلانہ حملہ کرنے جا رہی ہوں' یہ بھی تو جنون ہے۔ شاید مجھ پر وہی دورہ پڑ رہا ہے۔"

میں نے اسے اِدھر سے اُدھر ناچنے اور تھرکنے پر مجبور کیا۔ وہ پریشان ہو کر سوچ رہی تھی کہ واقعی دورہ پڑ رہا ہے۔ میں نے اسے دھیمی آواز میں ہنسنے پر مجبور کیا۔ وہ ہنسنے لگی۔ اس کے ہاتھ سے ریوالور گر گیا۔ میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اس نے چونک کر مجھے دیکھا۔ پھر دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا۔ میں نے کہا "دیکھو ریوالور کو چھوڑتے ہی تم نارمل ہو گئی ہو۔ کیا تمہیں پتا ہے کہ ابھی کیسی حرکتیں کر رہی تھیں؟"

"ہاں' کچھ کچھ یاد ہے۔"

"کیا تمہیں یاد ہے کہ ریوالور سے گولیاں نکال کر تم نے پلنگ کے نیچے پھینک دیں۔ پھر خالی ریوالور سے مجھ پر فائر کرنے لگیں۔"

اس نے بے یقینی سے جھک کر پلنگ کے نیچے دیکھا۔ وہاں گولیاں بکھری پڑی تھیں۔ میں نے کہا "تمہیں کچھ یاد آ رہا ہے؟"

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی "مجھے پتا ہی نہ چلا کہ میں نے کب ایسا کیا۔"

"کیا تمہیں یاد ہے کہ تم مجھ سے آکر لپٹ گئی تھیں اور ایسی بے حیائی سے بول رہی تھیں کہ تم سن کر خود یقین نہیں کرو گی۔"

"تم جھوٹ بولتے ہو' میں تمہارے قریب بھی نہیں گئی تھی۔"

"یقین نہ کرو۔ کارتوس پلنگ کے نیچے موجود ہیں اس لئے اپنی اس بے خبری کا یقین کر رہی ہو۔ میری آغوش میں آنے کا کوئی فوٹو گراف نہیں ہے اس لئے میں اس پر بحث نہیں کروں گا۔ تمہیں سمجھایا تھا کہ لوہے کی کسی چیز کو ہاتھ نہ لگاؤ۔"

وہ جھنجھلا کر بولی "کیا یہ کوئی ٹونا ہے؟"

"میں صرف ستاروں کی چال کے مطابق کہہ رہا ہوں۔ جو منحوس ستارہ تمہارے باپ پر اثر انداز ہو رہا تھا' وہی تم بہن بھائیوں پر اثر کر رہا ہے۔ اس نحوست سے کچھ روز بعد نجات مل جائے گی۔ جب تک نجات نہ ملے تب تک لوہے کو ہاتھ نہ لگاؤ۔ کیونکہ منحوس ستارے کی شعاعیں براہ راست لوہے پر پڑتی ہیں۔"

"میں مانتی ہوں۔ تم بہت بڑے نجومی ہو۔ تم نے برادر کو مطمئن کیا ہے۔ میں بھی مطمئن ہوں لیکن تم ہمارے غلط خاندانی شجرے سے واقف ہو گئے ہو۔ تم یہاں سے جا کر ہماری پیدائش پر کیچڑ اچھالو گے۔"

"میں ایسا نہیں کروں گا لیکن تم مجھ پر بھروسا نہیں کرو گی۔ لہٰذا میرے خلاف جو کرنا چاہتی ہو' وہ کرو۔"

وہ سوچنے لگی۔ میں بھی سوچ کے ذریعے اسے اپنی طرف مائل کرنے لگا۔ وہ مجھ پر بھروسا کرنے پر مجبور ہونے لگی۔ یہ دیکھ چکی تھی کہ مجھے گولی نہیں مار سکے گی اور دوسری بار لوہے کو ہاتھ لگا کر ڈانس کرنے اور میری آغوش میں آنے کی حماقت نہیں کرے گی۔

اس نے پوچھا "پیش گوئی کرو۔ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کرنے والی ہوں؟"

"تم اپنی اور خاندان کی بہتری کے لئے مجھ پر بھروسا کرو گی۔ تمہارا دل میری طرف مائل ہو رہا ہے مگر تم انکار کر رہی ہو۔ اس کمزور انکار پر قائم نہیں رہ سکو گی۔ تمہارا دل مجھے مانگ رہا ہے۔"

"تم پیش گوئی میں اپنی خوش فہمی بھی شامل کر رہے ہو۔ تم آسمان کے چاند کو چھو سکتے ہو' مجھے نہیں چھو سکو گے۔"

"چاند ہمیں اپنی چاندنی سے چھو لیتا ہے۔ عورت اپنی نادانی سے چھو لیتی ہے۔ جیسے تھوڑی دیر پہلے تم خود میری آغوش میں آئی تھیں۔ یہ میری شرافت ہے کہ میں نے تمہاری غفلت سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ آئندہ لوہے کو ہاتھ لگاؤ گی اور جنون میں مبتلا ہو کر پھر میرے پاس آؤ گی۔ یہ تمہارے ستارے کہہ رہے ہیں اگر تم مقدر سے لڑ سکتی ہو تو ضرور لڑتی رہو۔"

itsurdu.blogspot.com

دروازے پر دستک سنائی دی۔ مرجینا نے کہا "آجاؤ۔"

ایک کنیز دروازہ کھول کر ایک ٹرالی میں ناشتا اور چائے لے کر آئی۔ پھر ٹرالی چھوڑ کر چلی گئی۔ دروازے کو بند کر دیا۔ میں نے کہا "چائے کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی اور چائے آ گئی۔"

اس نے کیتلی اٹھا کر پیالی میں چائے ڈالی۔ پھر دودھ ملایا اس کے بعد ایک چمچہ اٹھا کر بولی "کتنی چینی؟"

میں نے کہا "ایک چمچہ۔"

چمچہ اسٹین لیس اسٹیل کا تھا۔

میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر میرے پہلو میں آ گئی۔ میں نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے کبھی کسی حسینہ کے ساتھ ایسا نہیں کیا لیکن وہ اس قدر مغرور تھی کہ اپنی خاندانی کمزوری میرے پاس نہیں چھوڑنا چاہتی تھی۔ میں اسے مائل کرتا رہا تھا کہ وہ مجھ پر بھروسا کرے اور میرے قتل سے باز آجائے۔ وہ مائل ہوتی تھی' پھر دماغ کو آزاد چھوڑتے ہی مجھے ختم کرنے کی کوئی ایسی تدبیر سوچنے لگتی تھی جس پر عمل کرنے سے اس کے بھائی میرے قتل پر اعتراض نہ کریں۔ وہ یہ بھی نہیں چاہتی تھی کہ اس کے بھائیوں کو اپنے ناجائز ہونے کا علم ہو۔ پھر وہ میری معلومات کو کیسے برداشت کرتی۔

اپنے بچاؤ کے لئے لازمی تھا کہ میں اسے اپنی معمولہ بنا لوں۔ میں نے پہلے روکی کی آواز اور لہجے میں اسے معمولہ بنا کر حکم دیا کہ وہ روکی کے تنویمی عمل سے آزاد ہو رہی ہے۔ پھر میں نے اپنے طور پر عمل کیا۔ اس کے دماغ میں دو اہم باتیں نقش کیں۔ ایک تو یہ کہ وہ میری دیوانی رہے گی۔ دوسری بات یہ کہ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرے گی اور سانس روک لیا کرے گی۔ صرف مجھے اپنے دماغ میں محسوس نہیں کرے گی۔

پھر میں نے آدھے گھنٹے تک تنویمی نیند سونے کا حکم دیا۔ یہ اندیشہ تھا کہ مرجینا کی خواب گاہ میں زیادہ دیر رہوں گا تو کافور خان اسے گوارا نہیں کرے گا۔ میں نے کافور خان کے خیالات پڑھے۔ وہ سوچ رہا تھا "قسمت کا حال بتانے میں وقت لگتا ہے۔ میرے ساتھ ارسلان تین گھنٹے گزار کر گیا ہے۔ پھر بھی کسی کو مرجینا کے کمرے میں آتے جاتے رہنا چاہئے۔"

اس نے کنیز کو بلا کر پوچھا "مہمان کو چائے دی گئی ہے؟"

"جی ہاں۔"

"جا کر معلوم کرو۔ کسی اور چیز کی ضرورت ہے؟"

کنیز حکم کی تعمیل کے لئے آئی۔ میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر کمرے میں بلایا اور اسے یہ سمجھنے پر مجبور کرتا رہا کہ مرجینا میرے سامنے صوفہ پر بیٹھی باتیں کر رہی ہے۔ وہ چائے کی ٹرالی لے کر چلی گئی۔ کافور خان کے پاس جا کر کہا "بی بی خانم نے آدھے گھنٹے بعد گرم چائے لانے کو کہا ہے۔"

کافور خان مطمئن ہو گیا۔ آدھے گھنٹے بعد مرجینا بیدار ہو گئی۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا "میں ارسلان سے باتیں کر رہی تھی۔ اسے چائے میں چینی ملا کر دینے کے لئے چمچہ کو اٹھایا تھا۔ پھر میں بستر پر کیسے آ گئی؟"

وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔ میں نے کہا "تمہارے بستر کے پاس چمچہ گرا ہوا ہے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں تھا کہ یہ چمچہ لوہے کا ہے؟ یا تم نے مجھے جھوٹا سمجھ کر اسے پکڑا تھا؟"

وہ پریشان ہو کر قالین پر پڑے ہوئے چمچے کو دیکھ کر بولی "یہ اتنی جلدی جلدی مجھ پر دورہ پڑنے لگا ہے۔ پہلے تو ایسا نہیں ہوتا تھا۔"

"پہلے وہ منحوس ستارہ تمہارے ستارے پر حاوی نہیں تھا اب وہ لوہے کی قربت سے زیادہ اثر انداز ہو رہا ہے۔"

وہ بستر سے اٹھ کر آئی۔ پھر میری گردن میں بانہیں ڈال کر بولی۔ "تم نے اپنے علم سے اتنی سچی باتیں بتائی ہیں کہ اب میں تمہاری کسی بات کو جھوٹ نہیں سمجھوں گی۔"

دروازے پر دستک سنتے ہی وہ جلدی سے الگ ہو گئی' پھر بولی۔ "آجاؤ۔"

کنیز گرم چائے لے کر آئی پھر چائے کی ٹرے سینٹر ٹیبل پر رکھ کر چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد مرجینا میرے قریب صوفے پر آ گئی۔ پہلے وہ دور سامنے والے صوفے پر بیٹھتی تھی۔ تنویمی عمل نے اسے میری طرف اس قدر مائل کر دیا تھا کہ مجھ سے دور نہیں رہنا چاہتی تھی۔

وہ چائے پیالی میں انڈیل رہی تھی' میں نے کہا "چمچے کو ہاتھ نہ لگانا' میں چینی لے لوں گا۔"

وہ مسکرا کر بولی "میں پھر بھول گئی تھی' اچھا ہوا تم نے یاد دلایا۔ یہ بتاؤ میں بستر پر کیسے چلی گئی تھی؟"

"مجھے بھی لے گئی تھیں۔ میں نے بچنے کی کوشش کی مگر تم آگ ہو۔"

وہ منہ پھیر کر شرمانے لگی۔ میں نے کہا "ایسی کوئی بات نہیں ہوئی ہے۔ جس کے بعد شرمانے کا مرحلہ گزر جاتا ہے۔ ویسے ہم بہت قریب ہو گئے تھے۔ اس وقت بھی تم قریب ہو۔ اگر کوئی آجائے تو؟"

"میرے دونوں بھائی کبھی میری خواب گاہ میں قدم نہیں رکھتے ہیں۔ میری ضرورت ہو تو مجھے بلوا لیتے ہیں اور کوئی کنیز دستک دئے بغیر اندر نہیں آتی۔"

میں نے اسے سامنے والے صوفے پر بیٹھنے کے لئے مائل کیا' وہ اٹھ کر وہاں گئی اور یہ سمجھتی رہی کہ اپنی مرضی سے جگہ بدل رہی ہے۔ اس نے وہاں بیٹھتے ہوئے کہا "ویسے احتیاط لازمی ہے۔ میرا جی چاہتا ہے' ہم ایسی جگہ ملیں جہاں کوئی مداخلت کرنے والا نہ ہو۔"

"ہم ایسی جگہ ضرور ملیں گے۔"

میں نے چائے ختم کی۔ اس سے دوبارہ ملنے کا وعدہ کیا۔ پھر ڈرائنگ روم میں آ گیا۔ کافور خان کا بھائی بیرم خان بھی آ گیا تھا۔ گل جاناں کو ڈرائنگ روم کے فرش پر بٹھا کر بڑے بھائی کے ساتھ اس کی خواب گاہ میں گیا تھا۔ وہاں بڑا بھائی اسے میرے متعلق

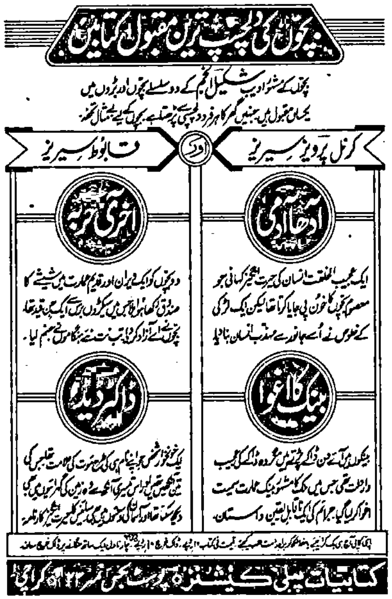

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

بتارہا تھا۔ میرے غیر معمولی اور حیرت انگیز علم کی تعریفیں کررہا تھا۔ اپنے اور مرجینا کے پاگل پن کا حوالہ دے کر کہہ رہا تھا "ایسے دورے تم پر بھی پڑ سکتے ہیں کیونکہ ہماری رگوں میں ایک ہی باپ کا خون ہے۔"

وہ بولا "لیکن برادر! ہمارا باپ پاگل نہیں تھا۔ ہمارے چچا پاگل تھے۔"

وہ بتانا نہیں چاہتا تھا کہ جسے وہ پاگل چچا سمجھتا ہے وہی دراصل ان تینوں کا باپ ہے۔ وہ بات بناتے ہوئے بولا "ہمارے باپ اور چچا کا تو خون ایک تھا۔ ہم سب ایک دادا کی نسل سے ہیں۔ تم پر ابھی دورہ نہیں پڑا ہے تو یہ نہ سمجھو کہ محفوظ ہو۔ مسٹر ارسلان نے کہا ہے کہ ہم لوہے کی کسی چیز کو ہاتھ نہیں لگائیں گے تو پاگل پن اور غائب دماغی سے محفوظ رہیں گے۔"

"یہ مسٹر ارسلان کون ہیں؟"

"یورپ کا ایک رئیسِ اعظم ہے۔ ماہر نجومی ہے۔ اتنی سچی پیش گوئیاں کرتا ہے کہ لندن کے لارڈ اور ڈیوک اسے ایک پیش گوئی کا معاوضہ پچیس ہزار پونڈ یعنی دس لاکھ روپے ادا کرتے ہیں۔ ابھی وہ تمہارے حالاتِ زندگی بھی بتائے گا۔"

"تم نے کتنا معاوضہ دیا ہے؟"

"میں تو منہ مانگا معاوضہ دینا چاہتا تھا لیکن وہ صرف گل جاناں کی رہائی چاہتا ہے۔"

"اسے گل جاناں سے کیا دلچسپی ہے؟"

"اسے ہم سے دلچسپی ہے۔ وہ ہماری بھلائی چاہتا ہے۔ نورزمان اور گل جاناں کے ستارے ہمارے مخالف ہیں۔ میں ابھی تمہیں بتا چکا ہوں کہ میں نے نورزمان اور اس کی ماں کو ہلاک کرنا چاہا لیکن پاگل پن اور غائب دماغی کے باعث اپنے چار بہترین خونخوار کتوں کو مار ڈالا۔ اپنے دستِ راست کو بھی قتل کردیا۔ تم گل جاناں کو اپنے پاس رکھو گے تو خدانخواستہ مصیبتوں میں مبتلا ہوجاؤ گے۔"

"برادر! تم نے باپ بن کر میری ہر خواہش پوری کی ہے۔ گل جاناں کو مجھ سے نہ لو..... میں اس کے بغیر نہیں رہ سکوں گا۔ اگر وہ دہقان کی اور ہمارے غلام کی بیٹی نہ ہوتی اور خاندانی لڑکی ہوتی تو میں اس سے شادی کرلیتا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا' میں تمہیں کیسے سمجھاؤں کہ وہ میرے لئے کیا ہے۔"

"مجھے نہ سمجھاؤ' میں صرف تمہاری سلامتی کی بات سمجھتا ہوں۔"

"اور یہ بات تمہیں اس نجومی نے سمجھائی ہے۔ میں یہ سوچنے کی بھی جرات نہیں کرسکتا کہ تمہیں کوئی غلط سمجھائے گا تو تم غلط سمجھ لوگے' تم بہت دانشمند ہو برادر! لیکن......"

"جب مجھے دانشمند کہتے ہو تو پھر لیکن کی کیا گنجائش ہے؟"

"جو نجومی پاگل پن سے محفوظ رہنے کی تدبیر بتا سکتا ہے وہ گل جاناں کو میرے پاس رکھنے کی ایسی تدبیر بھی بتا سکتا ہے کہ میں پاگل پن اور مصیبتوں سے محفوظ رہ سکتا ہے۔"

کافور خان سوچنے لگا۔ پھر تائید میں سر ہلا کر بولا "یہ ممکن ہے۔ وہ کوئی تدبیر بتا سکتا ہے۔"

اس نے ملازم کو بلا کر حکم دیا "کنیز کو بولو' بی بی خانم کے پاس جائے اور مہمان کو ادھر بلائے۔"

ملازم نے کہا "مہمان بہت دیر سے بیٹھک میں ہے۔"

وہ دونوں بھائی خواب گاہ سے نکل کر میرے پاس آئے۔ میں نے اٹھ کر بیرم خان سے مصافحہ کیا۔ کافور خان نے ہمارا تعارف ایک دوسرے سے کرایا۔ بیرم خان تعارف کے دوران رہ رہ کر گل جاناں کو دیکھتا رہا۔ وہ واقعی اتنی حسین تھی کہ اس کے لئے شہنشاہ اپنا تاج و تخت چھوڑ سکتے تھے۔ کافور خان نے ملازم سے کہا "گل جاناں کو باہر بٹھاؤ۔"

وہ فرش پر سے اٹھ گئی۔ ملازم کے پیچھے چلی گئی۔ بیرم خان نے مجھ سے کہا "میں نے تمہاری بہت تعریفیں سنی ہیں۔ کیا میرے حالاتِ زندگی بتاؤ گے؟"

"ضرور۔ خانِ اعظم نے تمہاری تاریخ پیدائش بتائی تھی۔ میں نے تمہارا زائچہ بنا کر حالات معلوم کئے ہیں۔ تمہارا برادر تمہارے لئے ایک مضبوط قلعہ ہے۔ کوئی اس قلعے کی ایک اینٹ بھی ہلا نہیں سکتا۔ کوئی تمہاری طرف انگلی اٹھانے کی بھی جرات نہیں کرتا ہے۔ اس لئے کوئی بڑا دشمن آج تک تم سے نہیں ٹکرایا۔ اس کے علاوہ تم سونے کے جھولے میں جھولتے ہو۔ اس لئے زندگی میں کبھی کسی چیز کی کمی محسوس نہیں کی۔ تمہاری پچھلی زندگی میں کوئی قابلِ ذکر واقعہ نہیں ہے۔"

"اور مستقبل؟"

"مستقبل بہت تشویشناک ہے۔"

کافور خان نے پریشان ہوکر مجھ سے پوچھا "کیا کہتے ہو برادر ارسلان!"

"میں تو کچھ نہیں کہتا۔ میری زبان سے مقدر بولتا ہے۔ آرام سے بیٹھو اور باتیں توجہ سے سنو۔"

دونوں بھائی ایک صوفے پر بیٹھ گئے۔ میں نے ان کے سامنے دوسرے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا "میں نے خانِ اعظم سے کہا تھا کہ میں نے نورزمان کا زائچہ بھی بنا کر اُس کے حالات معلوم کئے تھے اس کے ساتھ اس کی ماں اور بہن کے متعلق بھی بہت کچھ معلوم کیا تھا۔ گل جاناں ایک معصوم اور پاکیزہ لڑکی ہے۔ کوئی اس کے دامن کو میلا نہیں کرسکے گا۔ اگر کوئی اس پر جبر کرے گا تو عذاب میں مبتلا ہوتا رہے گا۔"

کافور خان نے کہا "میں نے چھوٹے خان کو سمجھایا ہے مگر یہ اس کا دیوانہ ہے۔ میں نے آج تک اس کی ہر خواہش پوری کی ہے۔ میں اسے ایک پل کے لئے بھی مایوس اور اداس نہیں دیکھ سکتا۔ کوئی ایسی تدبیر بتاؤ کہ اس نامراد کی مراد پوری ہوجائے اور اس پر کوئی مصیبت نہ آئے۔"

"وہ سب کا مقدر لکھنے والا کہتا ہے کہ آدمی اچھے عمل سے قسمت کو ٹال سکتا ہے۔ اگر تم اسے کیچڑ سمجھتے ہو تو ہاتھ نہ لگاؤ۔ پھول سمجھتے ہو تو جھک کر اٹھالو' لیکن خانِ اعظم! تم دونوں بھائیوں کو جھکنا نہیں آتا۔"

"ذرا وضاحت سے بولو۔"

"چھوٹے خان' گل جاناں سے باقاعدہ نکاح پڑھوا کر اسے شریکِ حیات بنا کر حاصل کرسکتے ہیں۔ اس کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔"

کافور خان نے کہا "یہ ناممکن ہے۔ مسٹر ارسلان! وہ ہمارے حقیر غلام کی بیٹی ہے۔ تمام قبائلی سردار ہم پر ہنسیں گے۔ ہم کیچڑ کو سر پر نہیں رکھ سکتے۔"

"تو پھر اسے ہاتھ نہ لگاؤ۔"

بیرم خان نے بھائی سے کہا "وہ حاصل نہ ہوئی تو میں کھانا پینا چھوڑ دوں گا۔ کیا تم مجھے بھوکا پیاسا دیکھ سکتے ہو؟"

"جانِ برادر! تم آگ سے کھیلنے کی ضد کرو گے تو کیا میں کھیلنے کی اجازت دے دوں گا۔ تم ایک معمولی لڑکی کے لئے خطرات سے کھیلنا چاہتے ہو؟"

"تم نے ایک بار کہا تھا۔ مرد خطرات سے کھیل کر ہی اپنی مردانگی تسلیم کراتے ہیں۔"

"یہ درست ہے لیکن جان بوجھ کر خطرات سے نہیں کھیلنا چاہئے۔ پھر گل جاناں ایسا خطرہ ہے' جس سے کھیل کر تم شہرت' برتری یا اقتدار حاصل نہیں کرسکو گے۔"

"دل کا قرار تو حاصل ہوگا۔ وہ نہ ملی تو میرے پاؤں میں نامرادی کا کانٹا چبھتا رہے گا۔ میں سر اٹھا کر نہیں چل سکوں گا۔ ایک چھوٹی سی محرومی مجھے جھکاتی رہے گی۔"

پھر وہ بولا "وہ برآمدے میں ہے۔ اسے سردی لگ رہی ہوگی۔"

اس نے ملازم کو بلا کر حکم دیا "گل جاناں کو کمبل دو۔ نہیں ٹھہرو۔ اسے سامنے والے مہمان خانے میں لے جاؤ اور اس کے کھانے پینے کا خیال رکھو۔"

بڑا بھائی چھوٹے خان کی چاہت اور بے قراری کو دیکھ کر پریشان ہورہا تھا اور سہارے کے لئے مجھے بھی دیکھتا جارہا تھا پھر وہ بولا "مسٹر ارسلان! تم نے ہمیں لوہے سے دور رکھ کر پاگل پن سے دور کردیا ہے۔ ایسی ہی کوئی تدبیر کرو۔ میرا بھائی میری جان ہے۔ اس کے لئے کچھ سوچو پھر سے اس کا زائچہ بناؤ۔"

"زائچے میں کوئی غلطی ہوتی تو میں نظرِ ثانی کرتا۔ ابھی تک چھوٹے خان پر دورہ نہیں پڑا ہے لیکن اب پڑے گا۔ میں کہہ چکا ہوں' اس کا مستقبل تشویشناک ہے۔ جو ہونے والا ہے اسے تم اپنی دولت اور طاقت سے نہیں روک سکتے۔ دعائیں بھی قبول نہیں ہوں گی۔ سلامتی اور خوش حالی کا ایک ہی راستہ ہے۔ گل جاناں کو عزت اور عظمت دو۔"

"ہم جوتے کو زیادہ سے زیادہ چمکا کر قابلِ دید بنا سکتے ہیں۔ لیکن اسے صرف پیروں میں ہی پہن سکتے ہیں' سر پر نہیں رکھ سکتے۔"

میں نے کہا "مجھے افسوس ہے۔ میں اس سلسلے میں مزید کوئی مشورہ نہیں دے سکوں گا۔"

کافور خان نے کہا "کوئی بات نہیں۔ میں ملازم سے کہتا ہوں وہ تمہیں مہمان خانے میں پہنچا دے گا۔"

بیرم خان نے کہا "برادر! میں نے ادھر گل جاناں کو رکھا ہے۔"

میں نے کافور خان کی سوچ میں کہا "یہ معزز مہمان ہے۔ ہماری حویلی میں کئی کمرے ہیں۔ کسی میں رہ سکتا ہے۔"

اس نے ملازم کو بلا کر حکم دیا "مہمان کو میرے ساتھ والے کمرے میں لے جاؤ اور ہر ضرورت کا خیال رکھو۔"

میں ملازم کے ساتھ ایک کمرے میں آیا۔ پھر اس سے بولا۔ "مجھے فی الحال کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ میں تنہائی چاہتا ہوں۔"

وہ چلا گیا۔ میں دروازے کو اندر سے بند کرکے دونوں بھائیوں کے درمیان پہنچ گیا۔ کافور خان کہہ رہا تھا "ارسلان کہتا ہے' گل جاناں کو صبح سے پہلے اس کے گھر پہنچا دو۔ ورنہ بڑی تباہی آئے گی۔"

بیرم خان نے کہا "یہ مہمان جب سے آیا ہے نورزمان اور گل جاناں کی حمایت میں بول رہا ہے۔ اس کے پیچھے ضرور کوئی مقصد ہوگا۔"

"کوئی مقصد نہیں ہے۔ میری بات کو سمجھو۔ ارسلان کے مشورے کے مطابق گل جاناں صبح تک گھر پہنچ جائے گی تو ہم تباہی سے محفوظ رہیں گے۔ اس کا مطلب ہے آج بھی یہ ایک رات تمہارے پاس ہے۔ وہ کچی عمر کی ہے' کوئی بات نہیں۔ اسے شکار گاہ لے جاؤ۔"

"مگر وہ کہتا ہے کوئی اس کا دامن میلا نہیں کرسکے گا۔"

"اس نے نورزمان کا زائچہ بنا کر اس کی بہن کے متعلق کچھ معلوم کیا ہے۔ بہن کا تو زائچہ نہیں بنایا ہے۔ پھر گل جاناں کون سی اللہ والی ہے کہ اسے ہاتھ لگایا جائے تو بجلی گر پڑے گی۔"

بیرم خان نے خوش ہوکر کہا "تم میرے دل کی بات کہہ رہے ہو۔"

وہ بولا "میں تسلیم کرتا ہوں ارسلان درست پیش گوئی کرتا ہے۔ لیکن ضروری نہیں کہ ہر پیش گوئی درست ہو۔ تم پورے انتظامات کے ساتھ شکار گاہ جاؤ۔ پہرے داری کے لئے ہوشیار بندوں کو رکھو۔ ذرا بھی خطرے کا احساس ہو تو موبائل ٹیلیفون پر

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

مجھے اطلاع دینا۔"

بیرم خان بھائی سے لپٹ گیا۔ بھائی نے کہا "رات کے آٹھ بج رہے ہیں۔ یاد رکھو، تمہارے پاس صرف آٹھ گھنٹے ہیں۔ صبح چار بجے اس لڑکی کو اس کے گھر میں پھینک کر آجانا۔"

وہ بھائی کے ہاتھ کا بوسہ لے کر چلا گیا۔ بھائی نے اپنی خواب گاہ کے پاس آکر ساتھ والی خواب گاہ کو دیکھا۔ پھر ملازم کو بلا کر پوچھا "مہمان اندر ہے؟"

"جی ہاں۔ آرام کرتا ہے۔"

"اس سے معلوم کرو کہ رات کا کھانا کب کھائے گا۔ میرے لئے پوچھے تو کہہ دینا خانِ اعظم کو بھوک نہیں ہے۔ وہ بی بی خانم کے ساتھ کھا سکتا ہے۔"

ملازم میرے دروازے کی طرف جانے لگا۔ وہ بولا "اور سنو! مہمان کھانے کے بعد کمرے میں آئے تو تم باہر ڈیوٹی پر رہو گے۔ مہمان کی نگرانی کرو گے۔"

"آقا کا حکم سر آنکھوں پر۔"

خانِ اعظم اپنی خواب گاہ میں چلا گیا۔ ملازم دستک دے کر میرے پاس آیا۔ مجھ سے کھانے کے متعلق پوچھا، میں نے کہا "میں نے دوپہر کا کھانا شام کو خانِ اعظم کے ساتھ کھایا تھا۔ رات کو نہیں کھاؤں گا اور اب دروازے پر دستک نہ دینا۔ میں سونے جا رہا ہوں۔"

ملازم میرے کمرے سے نکل کر راہداری میں ایک کرسی پر میری نگرانی کے لئے بیٹھ گیا۔ میں دروازے کو بند کرکے مرجینا کے پاس آیا۔ وہ سوچ رہی تھی۔ آج رات کا کھانا جلد کھانا چاہئے تاکہ کھانے کے بعد ارسلان سے ملاقات ہو سکے۔

میں نے اس کی سوچ میں کہا "ذرا ٹھہر کر کنیز کو بلاؤں گی۔ تھوڑی دیر کمر سیدھی کر لوں۔"

میں نے اسے بستر پر لٹا دیا۔ پھر ٹیلی پیتھی کے ذریعے گہری نیند سلا دیا۔ دماغ کو ہدایت دی کہ دستک کی آواز پر بھی آنکھ نہ کھلے اس کے بعد بیرم خان کی کھوپڑی میں پہنچ گیا۔

وہ پجیرو کی درمیانی سیٹ پر گل جاناں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ آگے پیچھے کی سیٹوں پر خونخوار مسلح حواری بیٹھے ہوئے تھے۔ گل جاناں بری طرح سہمی ہوئی تھی۔ وہ معصوم سمجھ گئی تھی کہ خیر نہیں ہے۔ بیرم خان اسے نہیں چھوڑے گا۔ وہ جہاں بھی اسے لے جا رہا ہے، وہاں اسے امان نہیں ملے گی۔

شکار گاہ حویلی سے آٹھ کلومیٹر کے فاصلے پر تھی۔ وہ ایک پختہ مکان تھا۔ خانِ اعظم شکاری مہمانوں کے ساتھ وہاں آتا تھا۔ پھر رات کو قیام کرنے کے بعد صبح شکار کھیلنے آگے جنگل میں نکل جاتا تھا۔ وہاں بجلی نہیں تھی۔ مٹی کے تیل کی لالٹین اور لیمپ روشن کئے گئے۔ گل جاناں کو ایک کمرے میں بند کر دیا گیا۔ بیرم خان نے حواریوں سے کہا "آگ جلاؤ۔ سیخ کباب تیار کرو۔ اور میری بوتل لے آؤ۔"

اس کے حکم کی تعمیل ہونے لگی۔ ایک حواری بوتل اور گلاس لے آیا۔ بیرم خان تھوڑی دیر تک کھلی فضا میں بیٹھ کر پیتا رہا۔ پھر دروازہ کھول کر گل جاناں کے پاس آیا تو میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ وہ سہم کر دیوار سے جا لگی تھی۔ اس نے کہا "گھبراؤ نہیں، میرے اندر کی انسانیت بیدار ہو گئی ہے۔ چلو میں تمہیں تمہاری ماں اور بھائی کے پاس پہنچا دوں گا۔"

وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر باہر آیا۔ پھر دو حواریوں سے بولا "ہمیں جرگہ لے چلو۔ باقی یہاں رہیں گے۔"

وہ گاڑی میں آکر گل جاناں کے ساتھ بیٹھ گیا۔ آدھے گھنٹے کے اندر ہی جرگہ پہنچ گیا۔ نور زمان کے مکان کے سامنے گاڑی رکی تو کتنے ہی لوگ اپنے اپنے گھروں سے نکل آئے۔ نور زمان نے باہر آکر حیرانی سے حویلی کی گاڑی کو دیکھا۔ بیرم خان نے گاڑی سے اتر کر کہا "لے نور زمان، تیری بہن کو لے آیا ہوں۔ اس کا دامن اتنا پاک ہے کہ فرشتے نماز پڑھ سکتے ہیں۔"

گل جاناں گاڑی سے باہر آئی۔ بھائی اور ماں دوڑتے ہوئے آکر اس سے لپٹ گئے۔ بیرم خان اور خانِ اعظم کو دعائیں دینے لگے۔ بیرم خان گاڑی میں بیٹھ گیا۔ وہاں سے واپس جانے لگا۔ بستی سے دو کلومیٹر دور جا کر اس نے گاڑی روکنے کو کہا پھر دونوں حواریوں کو گاڑی سے اترنے کا حکم دیا۔ پھر خود اتر کر بولا "میں ایک معصوم لڑکی کو بے لباس کرنا چاہتا تھا، مجھے اس کی سزا ملنی چاہئے۔"

وہ اپنی قمیص اتارنے لگا۔ ایک حواری نے کہا "چھوٹے آقا! یہ کیا کر رہے ہو؟ غضب کی سردی ہے۔"

وہ اوپری دھڑ کے کپڑے اتارتے ہوئے بولا "جب میں گل جاناں کو بے لباس کرتا تو کیا اسی طرح تم مجھے منع کرتے؟"

"نہیں آقا! تم حاکم ہو۔ کسی کے بھی کپڑے اتار سکتے ہو۔"

"پھر تم دونوں اپنے کپڑے اتار دو۔"

وہ پریشان ہو گئے۔ اس نے ڈانٹ کر پوچھا "کیا تم نے نہیں سنا؟"

وہ جلدی جلدی قمیصیں اتارنے لگے۔ سرد ہوائیں بدن میں چبھ رہی تھیں اور ہڈیوں میں اتر رہی تھیں۔ وہ تھر تھر کانپ رہے تھے۔ بیرم خان نے ایک چاقو کھول کر کہا "اپنے اپنے چاقو نکالو۔"

انہوں نے حکم کی تعمیل کی۔ وہ بولا "جب سردی لگتی ہو اور اپنے بدن پر کپڑا نہ ہو تو جانتے ہو اپنے اندر گرمی کیسے پہنچائی جاتی ہے؟"

پھر اس نے چاقو سے اپنے دوسرے ہاتھ کے گوشت اور کھال کو چیرتے ہوئے کہا "اپنے جسم کے کسی حصے کو ذرا سا چیر دو۔ آہ! کیسی جلن ہو رہی ہے۔ بدن گرم ہو رہا ہے۔"

ایک نے پریشان ہو کر پوچھا "آقا! تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ تم خود پر ظلم کر رہے ہو۔"

"تم بھی کرو۔ اپنے بدن پر چاقو سے زخم لگاؤ۔ سردی کا موسم ختم ہو جائے گا۔ تمہارے اندر گرم ہوا چلے گی۔ یہ دیکھو۔"

اس نے چاقو کی نوک سے سینے کے درمیانی حصے کو پیٹ تک چیر دیا۔ زخم گہرا نہیں لگایا۔ اوپر کی کھال اور گوشت کے کچھ حصے کو کاٹا۔ اس کے ہاتھ، سینے اور پیٹ سے لہو رس رہا تھا وہ تکلیف سے سسک کر کہہ رہا تھا "آہ! بڑی تکلیف ہو رہی ہے۔ لیکن بڑا مزہ آرہا ہے۔"

وہ تینوں ہی ننگے تھے۔ دونوں حواری سردی سے تھر تھر کانپ رہے تھے۔ ان کے دانت بج رہے تھے۔ بیرم خان غائب دماغی اور زخموں کی گرمی کے باعث ابھی تن کر کھڑا ہوا تھا۔ ان سے کہہ رہا تھا "بزدلو! اپنے ہاتھوں سے خود کو زخم نہیں لگا سکتے۔ کیسے مرد ہو؟ دیکھو ایسے زخم لگاؤ۔"

وہ چاقو کی نوک سے اپنی ران کو دور تک چیرتا گیا۔ دونوں حواریوں نے اسے دونوں طرف سے جکڑ لیا۔ ایک نے کہا "چھوٹے خان! خدا کے واسطے چاقو پھینک دو۔ تمہاری یہ حالت دیکھ کر خانِ اعظم ہمیں گولی مار دے گا۔"

دونوں اسے مضبوطی سے جکڑ کر اس سے چاقو چھیننا چاہتے تھے لیکن بیرم خان بھی اکیلا نہیں تھا۔ اس کے اندر میری قوت بھی سمائی ہوئی تھی۔ اس نے ایک جھٹکے سے خود کو چھڑا لیا۔ ایک پر چاقو سے حملہ کرکے اسے زخمی کیا، دوسرا خود کو بچانے کے لئے دور ہو گیا۔ پھر بیرم خان ہاتھ میں لہو آلود چاقو لئے حویلی کی طرف دوڑتے ہوئے چیخنے لگا "برادر! میں آرہا ہوں۔ اپنے جسم پر زخموں کے پھول سجاتا آرہا ہوں۔"

دونوں حواری اس کے پیچھے دوڑتے جا رہے تھے۔ ان میں سے ایک زخم کی تکلیف سے کراہتا جا رہا تھا۔ دل ہی دل میں چھوٹے خان کو گالیاں بھی دیتا جا رہا تھا۔ پہاڑی کے دامن میں مسلح گارڈز نے کیبن سے نکل کر دیکھا۔ انہوں نے سمجھا بستی کے ننگے بھوکے لوگ دوڑتے آرہے ہیں۔ ایک گارڈ نے رائفل سیدھی کرتے ہوئے للکارا "خبردار! رک جاؤ۔ ادھر آئے گا تو گولی کھائے گا۔"

ایک حواری نے چیخ کر کہا "گولی مت چلاؤ۔ ہم شہباز اور دلدار ہے۔ چھوٹا آقا ہمارے ساتھ ہے۔ آقا خانِ اعظم کو فون پر اطلاع دو کہ چھوٹا خان کا دماغ چل گیا ہے۔ اس نے ہم سب کو ننگا کر دیا ہے۔ اور اپنے چاقو سے خود کو لہولہان کرتا ہے۔"

ان کے قریب آنے پر مسلح گارڈز نے حیرانی سے دیکھا پھر بیرم خان کو روکنا اور کچھ پوچھنا چاہا لیکن وہ دونوں گارڈز کو دھکے دیتا ہوا پہاڑی راستے پر دوڑتے ہوئے اوپر حویلی کی سمت جانے لگا۔

ایک گارڈ نے کیبن کے اندر جا کر فون پر رابطہ کیا، پھر کہا۔ "آقا! غضب ہو گیا۔ چھوٹا آقا پاگل ہو گیا ہے۔ اپنے چاقو سے خود کو لہولہان کرتا ہے۔ ہمارا گرفت میں نہیں آتا ہے۔"

کافور خان نے تڑپ کر پوچھا "میرا بھائی کدھر ہے؟"

"وہ اوپر حویلی کا راستے میں دوڑتا جا رہا ہے۔ خدا معلوم گاڑی کدھر چھوڑ دیا ہے۔"

کافور خان ریسیور پھینک کر دوڑتا ہوا خواب گاہ سے نکلا، ملازموں کو آوازیں دیتا ہوا باہر آیا۔ پھر کار میں بیٹھ کر ڈرائیو کرتا ہوا حویلی کے احاطے سے باہر جانے لگا۔ ملازم کار کے پیچھے دوڑتے ہوئے جانے لگے۔ چھوٹا بھائی پہاڑی کے اوپر دوڑتا آرہا تھا۔ بڑا بھائی ڈھلان پر کار ڈرائیو کرتا جا رہا تھا۔ اس نے ہیڈ لائٹس کی روشنی میں دور سے آتے ہوئے ننگے اور زخمی بھائی کو دیکھا تو دل اور دماغ پر گھونسے پڑنے لگے۔

وہ قریب جا کر کار روکنے کے لئے بریک لگانا چاہتا تھا۔ میں نے بریک سے پاؤں ہٹا دیا۔ ایکسیلیٹر پر دباؤ بڑھا دیا۔ کار رکنے کے بجائے اور تیز رفتاری سے آگے بڑھنے لگی۔ اس نے اسٹیئرنگ کو قابو میں رکھنا چاہا۔ بیرم خان بیچ سڑک پر دوڑتا آرہا تھا۔ گاڑی کو قابو میں کرتے کرتے بھی اسے ٹکر لگ گئی۔ وہ اچھل کر چیخیں مارتا ہوا جھاڑیوں کے درمیان چلا گیا۔ کافور خان گاڑی روک کر دوڑتا ہوا آیا۔ دونوں حواری اسے جھاڑیوں سے نکالتے ہوئے کہہ رہے تھے "چھوٹا آقا بے ہوش ہو گیا ہے۔"

کافور خان نے قریب آکر بھائی کے زخموں کو اور لہو میں نہائے ہوئے جسم کو دیکھا تو کانپ گیا۔ ایک تو غضب کی سردی میں وہ ننگا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

تھا۔ پھر لہو میں بھیگا ہوا تھا۔ بڑے بھائی سے یہ منظر دیکھا نہیں جا رہا تھا۔ وہ اسے اٹھا کر پچھلی سیٹ پر لے آیا۔ حواری سے بولا "گاڑی چلاؤ۔ حویلی میں چلو' ڈاکٹر کو بلاؤ۔"

گاڑی واپس مڑ کر حویلی کی طرف جانے لگی۔ کافور خان نے پوچھا "یہ کیسے ہو گیا؟"

"آقا! ہماری عقل کام نہیں کرتی ہے۔ پہلے تو چھوٹا آقا شکار گاہ میں گیا۔ وہاں سے گل جاناں کو اور ہم کو لے کر بستی میں گیا۔ گل جاناں کو اس کی ماں اور بھائی کے حوالے کر کے بستی سے باہر آیا پھر بولا کہ وہ معصوم لڑکی کو بے لباس کرنا چاہتا تھا اس کی سزا پانے کے لئے خود ننگا ہو گیا۔ ہمارے کپڑے بھی اتروادئے۔ چاقو سے اپنے جسم پر زخم لگانے لگا۔ ہم روکنا چاہتے تھے۔ وہ ہم کو بھی زخمی کر کے دور بھگا دیتا تھا۔"

کافور خان سن رہا تھا اور اس کا سر چکرا رہا تھا اسے میری پیش گوئی یاد آ رہی تھی۔ اسے اپنے الفاظ بھی یاد آ رہے تھے' اس نے کہا تھا "گل جاناں کون سی اللہ والی ہے کہ اسے ہاتھ لگانے والے پر بجلی گر پڑے گی۔"

اور اب چھوٹے بھائی کی حالت دیکھ کر کافور خان پر بجلی گر رہی تھی۔ وہ قائل ہو رہا تھا کہ نور زمان اور گل جاناں کے دشمن ستارے ان بہن بھائیوں سے ٹکرا رہے ہیں۔ آئندہ ان غلاموں سے دور ہی رہنا چاہئے۔

وہ سوچ رہا تھا اور اپنی شال اتار کر بھائی کو اس میں چھپا رہا تھا۔ حویلی کے دروازے کے سامنے گاڑی رک گئی۔ ایک حواری ننگا ہی دوڑتا ہوا ڈاکٹر کے کوارٹر کی طرف گیا۔ کافور خان نے فوری طبی امداد حاصل کرنے کے لئے حویلی کے احاطے میں ایک ڈسپنسری قائم کی تھی اور ایک ڈاکٹر کو ملازم رکھا تھا۔

وہ بھائی کو اٹھا کر اپنی خواب گاہ میں لایا۔ ملازموں سے بولا۔ "پانی گرم کرو۔ دوسرا ہیٹر بھی لگاؤ۔ مہمان کو بولو خانِ اعظم بلاتا ہے۔"

تمام ملازم احکامات کی تعمیل کرنے لگے۔ ایک نے میرے دروازے پر دستک دی۔ میں نے دروازہ کھولا۔ اس نے کہا "خانِ اعظم نے یاد کیا ہے۔ چھوٹا خان بری طرح زخمی ہو کر آیا ہے۔ جلدی چلو۔"

میں کافور خان کی خواب گاہ میں پہنچا۔ اس نے بھائی پر سے کمبل ہٹا کر زخم دکھائے تو میں نے شدید حیرانی ظاہر کی۔ وہ بولا "میں نے بھی اپنے بھائی پر ظلم کیا ہے۔ ایک تو یہ زخموں سے چُور ہے۔ پھر میں گاڑی عین وقت پر نہ روک سکا۔ اسٹیرنگ بے قابو ہو گیا۔ یہ میری گاڑی سے ٹکرا کر بے ہوش ہو گیا۔"

میں نے ذرا غصہ دکھاتے ہوئے کہا "میرے منع کرنے کے باوجود تم گاڑی میں بیٹھ گئے۔ تم نے لوہے کو ہاتھ لگایا۔ آخر نتیجہ دیکھ لیا۔ تم نے خود اپنی جان سے زیادہ عزیز بھائی کو گاڑی سے ٹکر ماری۔ تمہارے بھائی نے بھی میرے مشورے کے خلاف کوئی قدم اٹھایا ہو گا۔"

وہ اور ایک حواری بتانے لگے کہ بیرم خان بری نیت سے گل جاناں کو شکار گاہ لے گیا تھا۔ پھر اچانک ہی اس کا دماغ چل گیا اور وہ اس حالت کو پہنچ گیا۔ میں نے تمام روداد سن کر کہا "بس بہت ہو چکا خانِ اعظم! اب میں یہاں نہیں رہوں گا۔ تم نے اور تمہارے بھائی نے اپنے مہمان کے علم کو جھوٹا سمجھا۔ میں بھی تمہاری نظروں میں جھوٹا اور فریبی ہوں۔ مجھے یہاں نہیں رہنا چاہئے۔"

اس نے میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا "تمہارا غصہ بجا ہے۔ خانِ اعظم کو کوئی آنکھ نہیں دکھا سکتا لیکن تم غصہ دکھا رہے ہو۔ کوئی بات نہیں۔ تم ہمارے لئے فرشتہ ہو۔ خانِ اعظم تم سے التجا کرتا ہے۔ ابھی جانے کی بات نہ کرو۔ ہم سب کو تمہاری بہت ضرورت ہے۔ میں وعدہ کرتا ہوں' آئندہ ہم تمہارے مشوروں پر عمل کرتے رہیں گے۔"

ڈاکٹر آ گیا تھا۔ بیرم خان کے ایک ایک زخم کو صاف کر کے مرہم لگا رہا تھا۔ اس نے انجکشن بھی لگایا۔ پھر کہا "خانِ اعظم! اسے تھوڑی دیر میں ہوش آئے گا۔ میں بیٹھک میں موجود رہوں گا۔"

وہ چلا گیا۔ کافور خان کبھی بھائی کے قریب جا رہا تھا۔ کبھی آ رہا تھا۔ غصے اور بے بسی سے کہہ رہا تھا "میں نے آج تک کسی دشمن کو معاف نہیں کیا۔ جس نے بھی ہمیں نقصان پہنچانا چاہا' میں نے اسے جہنم میں پہنچا دیا' میں ان دو کوڑی کے ذلیل غلاموں کو بھی معاف نہیں کروں گا لیکن کیا کروں؟ میں کیا کروں؟"

میں نے کہا "انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو۔"

"کیسے چھوڑ دوں؟ وہ میری زمینوں پر رہتے ہیں گویا میرے سینے پر سوار رہتے ہیں۔ میں انہیں کیسے نظر انداز کر سکتا ہوں۔ ان سے سامنا ہو گا تو میری آنکھوں میں خون اتر آئے گا۔ میں ان سے کترا جاؤں گا تو میری عزت اور شان و شوکت دو کوڑی کی نہیں رہے گی۔ پولیس والے' سرکاری عہدے دار جو مجھ سے مرعوب رہتے ہیں وہ طعنے دیں گے کہ ذلیل غلاموں نے خانِ اعظم کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا ہے۔"

"میں تمہارا مہمان ہوں۔ اپنی آنکھوں سے تمہاری تباہی نہیں دیکھوں گا۔ تم ان کے خلاف جو کرنا چاہتے ہو' میرے جانے کے بعد کرو۔"

"مسٹر ارسلان! میں ان کے خلاف کچھ نہیں کروں گا لیکن دوسرے لوگ ان سے دشمنی کریں اور انہیں قتل کر دیں تو اس کا الزام مجھ پر نہیں آئے گا۔"

"دشمنی اور قتل کرنے والے تمہارے ہی نمک خوار ہوں گے۔"

"بالکل نہیں۔ میرا اور میرے نمک خواروں کا ان سے کوئی جھگڑا نہیں ہو گا۔ تمہارے مشوروں اور اپنے ستاروں کی چال کے مطابق ہم دونوں بھائی ان غلاموں سے دور رہیں گے۔ ان کا نام بھی زبان پر نہیں لائیں گے۔ اب تم بتاؤ۔ اس کے بعد بھی ان کے منحوس ستارے ہم سے ٹکرائیں گے؟"

میں نے نور زمان اور گل جاناں کے حوالے سے ان پر جو پابندیاں عائد کی تھیں۔ وہ اپنی نئی چال کے ذریعے ان پابندیوں سے آزاد ہو رہا تھا۔ میں سمجھ گیا۔ یہ خود دماغ جاگیردار اپنی انا اور برتری کی خاطر انتقامی کارروائی سے باز نہیں آئیں گے۔ میں نے کہا "خانِ اعظم! میں نے پیش گوئی کی تھی کہ جو اس معصوم لڑکی کو نقصان پہنچائے گا خود نقصان اٹھائے گا۔ تم اس معاملے سے الگ ہو جاؤ۔ تمہارے بعد جو اس معاملے میں پڑے گا وہ بھگت لے گا۔"

بیرم خان کو ہوش آ گیا۔ وہ آنکھیں کھول کر سوچ رہا تھا "میں کہاں ہوں۔ یہ تو برادر کا کمرا ہے' اور میں شکار گاہ میں تھا۔"

کافور خان نے قریب آ کر اُس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "جانِ برادر! حوصلہ کرو' سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا "میرے جسم سے ٹیسیں اٹھ رہی ہیں۔ یہ مرہم پٹی بتا رہی ہے۔ میں زخمی ہوں' یہ سب کیا ہے؟ میں زخمی کیسے ہو گیا؟"

کافور خان اسے تمام روداد سنانے لگا۔ میں بیرم خان کے دماغ میں رہ کر ان تمام مناظر کی جھلکیاں پیش کر رہا تھا۔ جو اسے یاد نہیں رہے تھے۔ اسے کچھ کچھ یاد آ رہا تھا اور وہ حیرانی سے پوچھ رہا تھا۔ "میں نے یہ پاگل پن کیسے کیا؟ اپنے ہاتھوں سے خود کو زخمی کیا۔ زخم کھانے کے باوجود میں ہوش میں کیوں نہیں آیا؟"

"تم نے مہمان کے مشوروں پر عمل نہیں کیا۔ گل جاناں کو گاڑی میں لے گئے۔ لوہے کو چھو لیا۔ مجھ سے بھی نادانی ہوئی' میں نے تمہیں اس لڑکی کو شکار گاہ لے جانے کی اجازت دی۔ اب ایسا نہیں ہو گا۔ ان غلاموں پر لعنت بھیج دو۔ ہم انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔"

وہ تکلیف سے بے چین ہو رہا تھا' ڈاکٹر کو بلایا گیا۔ اس نے معائنہ کرتے ہوئے کہا "پریشانی کی بات نہیں ہے۔ زخم تو تکلیف ضرور دیں گے۔ آپ کا حکم ہو تو میں نیند کا انجکشن لگا دوں۔"

وہ بولا "میرے بھائی نے بہت تکلیف برداشت کی ہے۔ اسے آرام سے سُلا دو۔"

ڈاکٹر انجکشن لگا کر چلا گیا۔ کافور خان نے چھوٹے بھائی سے کہا "آنکھیں بند کر لو' آرام سے سو جاؤ۔ تمہارے دشمنوں کا آرام آج سے تمام ہو جائے گا۔"

اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ کافور خان موبائل ٹیلیفون اٹھا کر میرے ساتھ باہر آیا۔ پھر مجھ سے بولا "تم بھی آرام کرو۔ میں آج رات بھائی کے ساتھ گزاروں گا۔ کل صبح تم سے ملاقات ہو گی۔"

میں اپنے کمرے میں آ گیا۔ اس نے دوسرے کمرے میں جا کر فون کے ذریعے پولیٹیکل ایجنٹ سے رابطہ کیا' پھر کہا "پچاس ہزار کا سودا ہے۔"

"سودا بولو۔"

"جرگہ بستی میں ایک نوجوان نور زمان اپنی ماں اور بہن کے ساتھ رہتا ہے۔ ان تینوں کا جتنا برا انجام کیا جائے گا میں سودے کی رقم اتنی ہی بڑھا دوں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ کل تک تینوں کی تکہ بوٹی ہو جائے گی۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ میں پولیٹیکل ایجنٹ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کا نام زرتاج خان تھا۔ حکومتِ پاکستان کی طرف سے پولیٹیکل ایجنٹ مقرر کیا گیا تھا لیکن وہ اپنے عہدہ سے خوب ناجائز فائدے اٹھایا کرتا تھا۔ قانون کی بالا دستی' امن و امان قائم رکھنا اور ترقیاتی منصوبوں پر عمل کرانا اس کے فرائض میں شامل تھا لیکن وہ علاقہ غیر کے قبائلی سرداروں کا بھی نمائندہ تھا۔ اس لئے دوغلی حرکتیں کرتا تھا۔

وہاں کا قانون جس کی لاٹھی اسی کی بھینس کے مصداق تھا۔ جس کے پاس دولت اور کارتوس زیادہ ہوتے تھے' وہی زیادہ بندے مار سکتا تھا۔ پولیٹیکل ایجنٹ کی نگرانی میں چوری اور اسمگلنگ کا مال محفوظ رہتا تھا۔ وہاں اغوا برائے تاوان کے معاملات طے ہوتے تھے۔ افیون' چرس' ہیروئن' اسلحہ اور چوری کی کاروں اور موٹر سائیکلوں کا کاروبار اس قدر تھا کہ بڑے بڑے عہدے داروں کی روزانہ آمدنی تقریباً ایک لاکھ روپے تھی۔

جہاں مال و دولت کی فراوانی ہو۔ اسلحہ اور کارتوس کا استعمال غیر قانونی نہ رہے اور جہاں محاسبے کا عمل نہ رہے۔ وہاں کا ہر عہدے دار اور ہر قبیلے کا سردار فرعون ہوتا ہے۔ ایسے تمام فرعونوں کو پولیٹیکل ایجنٹ زرتاج خان اپنے کنٹرول میں رکھتا تھا۔ ان کی ہر ناجائز بات مانتا تھا اور اپنی ہر ناجائز بات ان سے منواتا تھا۔ زرتاج خان کے بیوی بچے پشاور میں بڑی رئیسانہ زندگی گزار رہے تھے۔ اس کے دو جوان بیٹے کالج میں تھے اور ایک جوان بیٹی اسکول میں پڑھ رہی تھی۔ وہ چودہ برس کی تھی یعنی گل جاناں کی ہم عمر۔ میں نے زرتاج خان کو اپنے بیوی بچوں سے رابطہ کرنے پر مائل کیا۔ اس نے فون کے ذریعے ان کی خیریت معلوم کی۔ میں اس کے بیوی بچوں کے دماغوں میں پہنچ کر اُن کے متعلق مزید معلومات حاصل کرنے لگا۔

اس کے بعد میں کافور خان کے پاس آیا۔ وہ اپنی خواب گاہ میں زخمی بھائی کے پاس کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ بھائی انجکشن کے اثر سے سو رہا تھا۔ کافور خان اس سے اور مرجینا سے بے انتہا محبت کرتا تھا۔ وہ تمام رات بھائی کے پاس جاگنا چاہتا تھا۔ میں نے اس پر قبضہ جما کر فون کا ریسیور اٹھانے کو کہا' پھر پولیٹیکل ایجنٹ کے نمبر

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ڈائل کرائے۔ رابطہ قائم ہونے کے بعد اس کے ذریعے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "میں پشاور سے بول رہا ہوں۔"

"کون ہو تم؟"

"میں تمہاری بیوی اور بچوں کی موت ہوں۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو؟"

"نورزمان کی بہن کی عمر چودہ برس ہے۔ تمہاری بیٹی کی بھی یہی عمر ہے۔ جو سلوک نورزمان کی بہن سے ہوگا' وہی تمہاری بیٹی کے ساتھ ہوگا۔ نورزمان اور اس کی ماں کو نقصان پہنچے گا تو تمہارے جوان بچوں اور تمہاری بیوی کی لاشیں تمہیں ملیں گی۔"

میں نے کافور خان سے ریسیور رکھوادیا۔ وہ دوسری طرف سے ہیلو ہیلو کہہ رہا تھا۔ میں نے کافور خان کو پہلے کی طرح کرسی پر بٹھادیا۔ اس کی آنکھیں بند کرانے کے بعد دماغ کو آزاد چھوڑتے ہوئے ایک جھپکی سی دی۔ اس نے جلدی سے آنکھیں کھول کر بھائی کو نیند کی حالت میں دیکھا اور سوچا "مجھ پر غنودگی طاری ہوگئی تھی۔ نہیں میں جاگتا رہوں گا۔"

میں پولیٹیکل ایجنٹ کے جوان بیٹے کے پاس پہنچا۔ وہ پڑھنے میں مصروف تھا۔ دوسرا بیٹا اپنے کمرے میں سو رہا تھا۔ میں نے اس پر قبضہ جما کر بستر سے اٹھایا۔ میز کے پاس لایا۔ ایک سادے کاغذ پر لکھوایا "حمیدہ بانو! تمہارا شوہر ایک معصوم لڑکی اور اس کے گھر والوں کو نیست و نابود کرنا چاہتا ہے۔ اس کے جواب میں تمہاری بیٹی شازیہ کو اغوا کیا جائے گا اور تم ماں بیٹوں کو گولی ماردی جائے گی۔"

اس نے یہ لکھ کر ایک کھڑکی کھولی۔ کھڑکی کے دوسری طرف ماں اور بہن کا کمرا تھا۔ وہ دونوں بستر پر سو رہی تھیں۔ اس نے کاغذ کو ہاتھ بڑھا کر ماں کی طرف پھینک دیا۔ پھر کھڑکی بند کرکے بستر پر آکر پہلے کی طرح سوگیا۔ میں اس کی ماں کے پاس آیا۔ اسے نیند سے چونکایا تو وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس کی نظریں بستر پر پڑے ہوئے کاغذ پر پڑیں۔ وہ اسے اٹھا کر پڑھنے لگی۔

ڈرائنگ روم میں فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ اپنے کمرے میں پڑھنے والا لڑکا اٹھ کر ادھر جانے لگا۔ دوسری طرف سے ماں بھی آگئی' بیٹے کو وہ کاغذ دیتے ہوئے بولی "میں فون اٹینڈ کرتی ہوں۔ ذرا تم اسے پڑھو۔"

وہ فون کے پاس آکر بیٹھ گئی۔ ریسیور اٹھا کر بولی "ہیلو۔"

دوسری طرف سے پولیٹیکل ایجنٹ زرتاج خان نے پوچھا "ہیلو بانو! تم سب خیریت سے ہو؟"

"جی ہاں' لیکن ایک پریشانی ہے۔ ابھی مجھے ایک دھمکی آمیز خط ملا ہے۔ پتا نہیں کسی کی شرارت ہے یا......"

وہ بات کاٹ کر بولا "کہاں ہے وہ خط؟ مجھے پڑھ کر سناؤ۔"

بیٹے نے ریسیور لے کر کہا "ڈیڈی! پتا نہیں یہ کس شیطان نے لکھا ہے۔ ممی کو مخاطب کرکے کہتا ہے۔ تمہارا شوہر ایک معصوم لڑکی اور اس کے گھر والوں کو نیست و نابود کرنا چاہتا ہے۔ اس کے جواب میں تمہاری بیٹی شازیہ کو اغوا کیا جائے اور تم ماں بیٹوں کو گولی ماردی جائے گی۔"

زرتاج خان نے پوچھا "وہ خط کہاں سے آیا ہے؟"

"ممی نے مجھے دیا ہے۔ آپ ممی سے بات کریں۔"

بانو ریسیور لے کر بولی "میں ابھی سو رہی تھی کہ اچانک آنکھ کھلی تو بستر پر وہ خط پڑا ہوا تھا۔ پتا نہیں کمرے کے اندر بستر پر کیسے آگیا۔"

وہ بولا "تم ذرا ہوشیار رہو۔ میں ابھی آئی جی کو فون کرتا ہوں۔ تم لوگوں کے لئے سیکیورٹی کا انتظام ہوجائے گا۔"

میں نے آئی جی کو مخاطب کیا۔ اس نے خوش ہوکر کہا "فرہاد صاحب! آپ کہاں ہیں؟ میری بیٹی اور بیٹا دونوں میرے پاس پہنچ گئے۔ میں آپ کا کس منہ سے شکریہ ادا کروں۔"

میں نے کہا "ابھی آپ کے پاس پولیٹیکل ایجنٹ زرتاج خان کا فون آئے گا اس کے کچھ کہنے سے پہلے ہی آپ کہہ دیں کہ آپ کو فون پر کسی نے دھمکی دی ہے کہ زرتاج کے گھر والوں کو سیکیورٹی دی گئی تو آپ کی بیٹی اور بیٹے کو نقصان پہنچے گا۔"

"قصہ کیا ہے؟"

"قصہ طویل ہے۔ آپ یہ تو جانتے ہیں کہ زرتاج کتنا غلط آدمی ہے اور میں کسی غریب خاندان کی بھلائی کے لئے ایسا کر رہا ہوں۔"

"بے شک آپ فرشتہ ہیں۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے کہا "شاید اسی کا فون ہے۔"

آئی جی نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو' میں آئی جی بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے زرتاج خان نے کہا "آئی جی صاحب' السلام علیکم میں پولیٹیکل ایجنٹ بول رہا ہوں۔"

"آہا زرتاج صاحب! ابھی میں آپ ہی سے رابطہ کرنے والا تھا۔ ایک منٹ پہلے آپ کے کسی دشمن نے مجھے فون پر دھمکی دی ہے کہ اگر میں پولیٹیکل ایجنٹ کے گھر والوں کو سیکیورٹی دوں گا تو میری بیٹی اور بیٹا زندہ نہیں رہیں گے۔ کیا پشاور میں کسی سے دشمنی ہوگئی ہے۔"

وہ بولا "میں حیران ہوں کہ وہ دشمن کتنا تیز رفتار ہے اور کتنا بے باک ہے۔ اس نے آپ جیسے پولیس کے اعلیٰ افسر کو دھمکی دی ہے۔"

آئی جی نے کہا "میں مجرمانہ ذہن رکھنے والوں سے خوف زدہ نہیں ہوتا لیکن طویل عرصے کے بعد میرے بچے یہاں آئے ہیں اور آزادی سے گھومتے پھرتے ہیں۔ میں تمہیں سیکیورٹی دوں گا تو میرے بچوں کی آزادی ختم ہوجائے گی۔ وہ پابندیوں سے پریشان ہو کر پھر مجھے چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ ویسے معاملہ کیا ہے؟"

"معاملے کو رہنے دیں۔ آپ پریشان نہ ہوں۔ میں دشمن سے نمٹ لوں گا۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ میں آئی جی کا شکریہ ادا کرکے زرتاج خان کے پاس آیا۔ وہ پریشان ہوکر سوچ رہا تھا۔ "میں نے پچاس ہزار میں بہت خطرے کا سودا کیا ہے۔ کافور خان نے یہ نہیں بتایا تھا کہ نورزمان کے پیچھے خطرناک دشمن چھپے ہوئے ہیں جو چشم زدن میں میرے گھر والوں تک اور آئی جی تک پہنچ جاتے ہیں۔"

اس نے فون کے ذریعے کافور خان سے رابطہ کیا پھر کہا "خانِ اعظم! تم نے یہ نہیں بتایا تھا کہ نورزمان بہت دور تک پہنچ رکھتا ہے اور بہت خطرناک ہے۔"

"یہ تم سے کس نے کہہ دیا کہ وہ خطرناک ہے۔ وہ میرے ایک غلام کا بیٹا ہے۔ غریب ہے' بے یار و مددگار ہے۔ سولہ برس کا جوان ہے۔ اس کی گردن پکڑلو تو وہ چھڑا نہیں سکے گا۔"

"فی الحال اس نے میری گردن پھنسادی ہے۔ کسی نے مجھے فون پر دھمکی دی کہ میں نے نورزمان اور اس کے گھر والوں کے خلاف کوئی قدم اٹھایا تو میری بیٹی کو اغوا کیا جائے گا اور میری بیوی اور جوان بیٹوں کو قتل کردیا جائے گا۔ یہی دھمکی ایک خط کے ذریعے میرے گھر والوں کو دی گئی۔ حتیٰ کہ آئی جی کو بھی وارننگ دی گئی ہے کہ پولیٹیکل ایجنٹ کے گھر والوں کو سیکیورٹی دی گئی تو آئی جی کے بچوں کی شامت آجائے گی۔ یعنی پشاور میں پولیس والے میرے بیوی بچوں کو تحفظ نہیں دیں گے۔ آخر یہ نورزمان ہے کون؟ تم اتنے خطرناک بندے سے کترا گئے اور مصیبت میرے سر ڈال رہے ہو۔"

"میں قسم کھا کر کہتا ہوں نورزمان' اس کی ماں اور اس کی بہن کا کوئی مددگار نہیں ہے۔"

"جب تم قسم کھا رہے ہو تو خود ہی انہیں گولی ماردو۔ وہ تمہاری بستی میں چند قدم کے فاصلے پر ہیں۔ تم انہیں ٹھکانے لگانے کے لئے اتنی دور میرے پاس کیوں آرہے ہو۔ مجھے اس سودے سے انکار ہے۔ خدا حافظ۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ کافور خان ریسیور رکھ کر سوچ میں پڑگیا "یہ نورزمان شہر سے واپس آکر بہت پُراسرار ہوگیا ہے۔ کیا یہ کسی سے کالا جادو سیکھ کر آیا ہے۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "نہیں' یہ کالا جادو نہیں ہے۔ مسٹر ارسلان درست کہتے ہیں۔ یہ ستاروں کی چال ہے۔ ہمارے ستارے گردش میں ہیں اور نورزمان کے ستارے اس کے لئے خوش بختی لارہے ہیں۔"

اس نے قائل ہوکر سوچا "ہاں لیکن ستارے کب تک ان کے حمایتی رہیں گے۔ خوش بختی ہمیشہ نہیں رہتی۔ میں ارسلان سے کہوں گا وہ نورزمان کا زائچہ دوبارہ دیکھے اور بتائے کہ اس کی خوش بختی کی مدت کتنی ہے؟"

میں نے ہر طرح سے کوشش کی کہ وہ نورزمان کے خلاف انتقامی کارروائی سے باز آجائے لیکن وہ اب اس کے برے وقت کا انتظار کرنا چاہتا تھا۔ یعنی اس کا پیچھا نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔

میں پھر اس پر قبضہ جما کر اسے کمرے میں لایا۔ راہداری میں دو غلام کھڑے ہوئے تھے۔ اس نے کہا "ڈاکٹر سے کہو چھٹی کرے' تم لوگ بھی جاکر آرام کرو۔"

پھر وہ حویلی کے دوسرے حصے میں آیا۔ ایک کنیز سے پوچھا "بی بی خانم سو رہی ہیں یا جاگ رہی ہیں؟"

"وہ سو رہی ہیں۔"

"تم بھی اپنے کوارٹر میں جاؤ۔ حویلی کے اندر کسی کی ضرورت نہیں ہے۔"

کنیز بھی باہر چلی گئی۔ اس نے بیرونی دروازے کو اندر سے بند کیا پھر اپنی خواب گاہ میں آکر بھائی کے برابر بستر پر لیٹ گیا۔ میں نے تھوڑی دیر میں اسے گہری نیند سلادیا۔ بیرم خان کے خوابیدہ دماغ میں جاکر دیکھا۔ وہ ہوش میں آنے والا تھا۔ میں نے اسے بھی صبح چھ بجے تک کے لئے سلادیا۔ جب سب ہی سوگئے تو میں نے مرجینا کو جگادیا۔

وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ سامنے دیوار گھڑی میں رات کا ایک بج رہا تھا۔ وہ بے وقت سونے اور سونے کے وقت جاگنے پر حیران تھی۔ اس نے باتھ روم میں جاکر منہ پر پانی کے چھینٹے مارے۔ پھر دروازے پر دستک سن کر آئی۔ اسے کھولا تو میں سامنے کھڑا ہوا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

تھا۔ وہ مسکرانے لگی۔

میں نے خواب گاہ میں آکر اسے بیرم خان کے حالات بتائے۔ وہ تمام حالات سننے کے بعد بولی "آخر اس گل جاناں میں کون سے سُرخاب کے پر لگے ہیں' جس کے لئے میرا بھائی مصیبتیں اٹھا رہا ہے۔"

"تمہارا بھائی خود مصیبتیں اٹھا رہا ہے۔ وہ کیوں گل جاناں کو طلب کر رہا ہے؟"

وہ بولی "ایسا تو ہوتا ہی ہے۔ جاگیردار جسے پسند کرتے ہیں اسے اٹھوا لیتے ہیں۔ گل جاناں جیسی لڑکیوں کی عزت ہی کیا ہوتی ہے؟"

"تم عورت ہو کر ایسا کہہ رہی ہو؟"

"خاندانی عورتوں اور غلام عورتوں میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ مٹی کے کیڑے پاؤں تلے آنے کے لئے ہی پیدا ہوتے ہیں۔"

"اور تمہاری جیسی حسینائیں حویلی کے مضبوط قلعے میں محفوظ رہتی ہیں۔"

"بے شک۔ کوئی ہماری آرزو کرنے کی جرات بھی نہیں کر سکتا۔"

"اگر کوئی تمہیں حاصل کرنے کی ضد کرلے تو؟"

"تو حویلی کی دیواریں اور دروازے بہت مضبوط ہیں۔ کوئی انہیں توڑ کر نہیں آسکے گا۔"

"آنے والے آہی جاتے ہیں۔ فولاد کی دیواریں بھی ان کا راستہ نہیں روکتیں۔"

میں نے اس کی ریشمی زلفوں کو مٹھی میں جکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا۔ زلفوں سے اس لئے پکڑا کہ غرور کا سر وہیں سے اونچا ہوتا ہے اور وہیں سے نیچا ہو جاتا ہے۔ میں نے اس کے لبوں پر خاموشی کی مہر لگا دی کیونکہ غریبوں کے لئے وہیں سے گالیاں نکلتی ہیں اور خوش نصیبوں کے لئے وہیں سے پیار کے گلاب کھلتے ہیں۔ کسی ہستی کو یہ دعویٰ نہیں کرنا چاہئے کہ وہ ہمیشہ زبر رہتی ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ زیر بھی ہو جاتی ہے۔

حویلی میں گھرا سناٹا تھا۔ اس کے مکینوں کا دعویٰ تھا کہ وہ حویلی نہیں قلعہ ہے۔ وہاں کوئی نقب نہیں لگا سکتا۔ جبکہ خونخوار کتے مارے گئے تھے' مسلح گارڈز خالی حویلی کے پہرے دار بنے ہوئے تھے۔ جب مکین غافل ہوں تو ان کی موجودگی' عدم موجودگی ہو جاتی ہے۔ وہ حویلی خالی تھی' کھوکھلی تھی۔ آبرو نہ رہے تو مکان اور انسان دونوں اندر سے کھوکھلے ہو جاتے ہیں۔

ہم رات کے تین بجے کچن میں آئے۔ مرجینا نے کھانا گرم کرتے ہوئے کہا "میں نے خود اپنے لئے کبھی اپنے ہاتھوں سے نہیں پکایا۔ مگر تمہارے لئے یہ کام کر رہی ہوں۔ تم سچ مچ کوئی جادوگر ہو۔ پتا نہیں مجھ پر کیا جادو کیا ہے۔ اب میں تمہیں نہیں چھوڑوں گی۔ کہیں نہیں جانے دوں گی۔"

وہ میز پر کھانا لے آئی۔ پھر میرے ساتھ بیٹھ کر کھاتے ہوئے بولی "تعجب ہے' آج حویلی کے اندر کوئی کنیز یا ملازمہ نہیں ہے۔ دونوں برادر گہری نیند میں ہیں۔ ہماری تنہائی میں کوئی مخل ہونے والا نہیں ہے۔"

میں چپ چاپ کھاتا رہا' وہ بولتی رہی "یہ خواب جیسا لگ رہا ہے۔ جیسے کوئی دوشیزہ محبوب کو اپنی تنہائی میں بلانے کے لئے سحر پھونک رہی ہو۔ تمام پہرے دار سحر زدہ ہو کر سو گئے ہوں اور وہ اپنے محبوب کی آغوش میں پہنچ گئی ہو۔ یہ سب خواب میں ہوتا ہے۔ کیا میں خواب دیکھ رہی ہوں؟"

میں نے اس کے بھرے بھرے بازو میں چٹکی لی۔ وہ سسکاری بھرتے ہوئے بولی "ہائے' یہ کیا حرکت ہے؟"

"تم نے تکلیف محسوس کی۔ اگر نیند میں ہوتیں تو آنکھ کھل جاتی۔ یقین کرلو کہ بیداری میں مجھ سے مل رہی ہو۔ میں خواب یا آسیب نہیں ہوں۔"

"یہی دیکھ کر حیران ہوں۔ آج تک حویلی میں ایسا نہیں ہوا کہ سب یہاں سے چلے جائیں اور جو حویلی کے اندر ہیں وہ گھوڑے بیچ کر سوتے رہیں۔ میرے غیرت مند بھائی ایسے تو نہیں ہیں۔"

"کہو تو انہیں ان کی غیرت کے ساتھ جگا دوں؟"

وہ کان کو ہاتھ لگاتے ہوئے بولی "ہرگز نہیں۔ وہ ہم دونوں کو زندہ دفن کر دیں گے۔"

میں نے کھانے کے بعد کہا "چار بجنے والے ہیں۔ اپنی خواب گاہ میں جاؤ۔ مجھے بھی اپنے کمرے میں رہنا چاہئے۔ تمہارے بھائی کسی وقت بھی بیدار ہو سکتے ہیں۔"

میں جانا چاہتا تھا۔ اس نے پیار سے راستہ روک لیا' پھر کہا۔ "کاش ایسا ہوتا۔ ساری دنیا اسی طرح سوتی رہ جاتی اور ہم ہمیشہ کے لئے مل جاتے۔ سچ کہتی ہوں' تم سے الگ نہیں رہ سکتی۔"

پھر اس نے مسکراتے ہوئے اپنی خواب گاہ کی طرف دھکا دیا۔ میں نے کہا "میں زندہ دفن نہیں ہونا چاہتا۔ یہ رات پھر آئے گی' آج کے لئے شب بخیر۔"

میں نے اسے جدا ہونے پر مجبور کیا۔ وہ چلی گئی۔ میں اپنے کمرے میں آیا۔ دروازے کو بند کر کے مرجینا کو اس کی خواب گاہ سے نکالا۔ اسے کچن میں لایا۔ وہاں کیروسین آئل سے بھرا ہوا ایک کین تھا۔ ایک خانے میں دیا سلائی کی کئی ڈبیاں تھیں۔ اس نے تین ماچس کی ڈبیاں اٹھائیں۔ مٹی کے تیل سے بھرے ہوئے کین کو لیا۔ وہاں سے چلتی ہوئی اپنے بھائیوں کے کمرے میں آئی۔ پھر کھڑکیوں کے پردوں اور صوفوں پر تیل چھڑکنے لگی۔

اس کام سے فارغ ہو کر اس نے دیا سلائی کی ایک ڈبیا کافور خان کے سرہانے رکھ دی۔ وہاں سے چلتی ہوئی میرے کمرے میں آئی یہاں بھی اس نے تیل چھڑک کر ایک ڈبیا مجھے دی۔ پھر اپنی خواب گاہ میں آگئی۔ وہاں بھی اس نے جگہ جگہ تیل چھڑک دیا۔

واپس کچن میں آئی۔ کیروسین آئل کے کین کو اس کی جگہ پر رکھ کر وہاں کی گیس لائن کی چابی گھما کر اسے پوری طرح کھول دیا۔ اس کے بعد اپنے کمرے میں جا کر ایک تیلی جلائی پھر اسے صوفے پر پھینک دیا۔ ایک دم سے آگ بھڑک گئی۔

میں نے اسے چھوڑ کر کافور خان کو بستر سے اٹھایا' اس نے نیند کی حالت میں ایک تیلی جلا کر اسے پردے کے پاس پھینکا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے اس کے دماغ کو چھوڑ کر بیرم خان کو جگایا۔ اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ کمرے میں آگ پھیل رہی تھی اور کافور خان زخمی بھائی کو دونوں بازوؤں میں اٹھا کر باہر پہنچانا چاہتا تھا۔ ادھر میں اپنے کمرے میں آگ لگا کر بھاگتا ہوا باہر آیا۔ حویلی کے ایک حصے سے مرجینا دوڑتی آرہی تھی۔ سب ہی چلا رہے تھے' آگ! آگ! میں نے کہا "فوراً باہر نکلو۔ پتا نہیں آگ اور کہاں کہاں بھڑکنے والی ہے۔"

بیرم خان آگ اور موت کو قریب دیکھ کر اپنے زخم بھول گیا تھا۔ بھائی کے بازوؤں سے اتر کر بھاگنے لگا تھا۔ ہم سب باہر آئے۔ ملازم اور مسلح گارڈز حویلی کے اندر بھڑکتے ہوئے شعلے دیکھ کر دوڑتے آرہے تھے۔ کافور خان چیخ چیخ کر حکم دے رہا تھا "پانی لاؤ فوراً آگ بجھاؤ۔ بزدلو! اندر جاؤ۔"

وہ خود بھاگ کر باہر آیا تھا اور ملازموں کو بزدل کہہ رہا تھا۔ ملازم اور گارڈز اندر گئے پھر پلٹ کر آگئے کیونکہ آگ کچن سے باہر آنے والی گیس تک پہنچ گئی تھی۔ ایسے قیامت کے شعلے بھڑک کر باہر آرہے تھے جیسے تیل کا کنواں پھٹ پڑا ہو۔

ہم باہر احاطے میں بھی ٹھہر نہیں سکتے تھے۔ وہاں سے دوڑتے ہوئے احاطے کے باہر پہاڑی کے دامن کی طرف جا رہے تھے۔ دو گارڈز ان کی دو گاڑیاں احاطے سے نکال کر لے آئے تھے۔ ہم ان گاڑیوں میں بیٹھ کر پہاڑی کے نیچے آئے۔ پھر بہت دور جا کر گاڑیاں روک دی گئیں۔

ہم نے گاڑیوں سے نکل کر پہاڑی کی بلندی پر اس مغرور بلند و بالا حویلی کو دیکھا' جہاں دھماکے ہو رہے تھے۔ تہ خانے میں اسلحہ اور بارود کا جو ذخیرہ تھا' وہاں تک آگ پہنچ گئی تھی۔ وہاں اتنے طاقتور بم رکھے ہوئے تھے' جن کے پھٹنے سے حویلی کی دیواریں ریزہ ریزہ ہو رہی تھیں۔ دھماکوں کی آوازیں پتا نہیں کتنی دور جا رہی ہوں گی۔ بستی کی عورتیں اور بچے خوف سے چیخ رہے تھے۔ لوگ دوڑتے ہوئے آرہے تھے۔ میں نے کوشش کی تھی کہ حویلی کے بے گناہ ملازم مارے نہ جائیں۔ اس میں بڑی حد تک کامیابی ہوئی' سب ہی بچ کر نکل آئے تھے۔ کچھ زخمی ہو گئے تھے اور ان کے زخم تشویشناک نہیں تھے۔

بیرم خان چکرا کر زمین پر گر پڑا تھا۔ کافور خان دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھامے بھائی کے سرہانے بیٹھ گیا تھا اور مرجینا آنکھیں پھاڑے گم صم کھڑی حویلی کی تباہی دیکھ رہی تھی۔ ایسا ہولناک منظر دیکھ کر سن بھائی یہ سوال کرنا بھول گئے تھے کہ آگ کیسے لگی؟

کافور خان اپنے نقصان کا حساب کر رہا تھا۔ اس کے خیالات بتا رہے تھے کہ ایک خفیہ تجوری میں تقریباً اسی لاکھ روپے نقد اور دس کلو سونے کے بسکٹ تھے جن کی مالیت کروڑوں روپے تک تھی۔ لاکھوں کے نوٹ جل چکے ہوں گے اور دھماکوں سے سونے کے بسکٹ ذرہ ذرہ ہو کر نہ جانے کہاں کہاں گئے ہوں گے۔ تہ خانے میں پچیس لاکھ کے گولہ بارود اور مختلف قسم کے ہتھیار تھے۔ ان میں سے کچھ بھی بچا نہ ہوگا۔ اور تو اور بدن پر جو لباس تھا' وہی رہ گیا تھا' باقی لباس بھی جل چکے تھے۔ کوئی تباہی سی تباہی تھی۔ چند منٹوں میں کنگال ہو کر رہ گئے تھے۔

پھر کافور خان نے اٹھتے ہوئے کہا "میرا مغز پھر گیا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا' یہ خدا میرے ساتھ کیا کرتا ہے۔ مجھ پر اتنا عذاب کیوں نازل کرتا ہے۔ اے مہمان برادر! ابھی میری بات کا برا نہیں مانو۔ میرا مغز خراب ہے۔ مجھ کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم خوش قدم نہیں ہے۔ جب سے حویلی میں داخل ہوا ہے' مجھ پر عجیب و غریب مصیبتیں آرہی ہیں۔ تم حویلی کے اندر آکے ہم سب کو باہر کر دیا ہے۔ ابھی تم مجھ کو معافی دو' اور رخصت ہو جاؤ۔ میں میزبانی کے قابل نہیں ہوں۔"

مرجینا پریشان ہو کر کبھی مجھے اور کبھی بھائی کو دیکھ رہی تھی۔ وہ مجھ سے دور نہیں رہنا چاہتی تھی۔ بھائی کو ایسا ناقابل برداشت صدمہ پہنچا تھا کہ وہ میری حمایت میں کچھ بول نہیں سکتی تھی۔ پھر بھی وہ بات بناتے ہوئے بولی "مسٹر ارسلان! میرے برادر کے سینے میں بہت بڑا دل ہے۔ اتنا زبردست نقصان اور پریشانیوں کی وجہ سے میزبانی سے انکار کر رہا ہے۔ جب اس کی پریشانی دور ہوگی تو یہ تمہیں بہت یاد کرے گا۔"

میں نے کافور خان کی سوچ میں کہا "مہمان نے پریشانیاں دور کرنے کے لئے دو مشورے دئے تھے۔ ہم دونوں بھائیوں نے ان پر عمل نہیں کیا۔ ایک تو لوہے کو چھو رہے ہیں اور دوسرے گل جاناں کے خلاف انتقامی کارروائیوں سے باز نہیں آرہے ہیں۔ مجھے عقل سے سوچنا چاہئے۔ یہ اتنی بڑی تباہی کسی دشمن کی طرف سے نہیں ہے۔ کوئی دشمن میرے گھر کے اندر نہیں تھا اور آگ گھر کے اندر سے شروع ہوئی ہے۔ یہ عذاب ہے' قہر الٰہی ہے۔ یہ گل جاناں سے ٹکرانے کا عبرت ناک انجام ہے۔ مجھے عبرت حاصل کرنا چاہئے۔"

کافور خان سر پکڑ کر اپنے دماغ میں اپنے ہی خیالات سن رہا تھا۔ ایک حواری نے کہا "آقا! ٹیلیفون کال ہے۔"

وہ گاڑی کے اندر سے موبائل ٹیلیفون اٹھا کر لایا تھا۔ کافور خان نے ریسیور اٹھا کر کہا "کون بولتا ہے۔ جلدی بولو' ابھی میرا مغز خراب ہے۔"

دوسری طرف پولیٹیکل ایجنٹ نے کہا "تمہارے علاقے کے تھانے دار نے فون پر بتایا ہے کہ تمہاری حویلی جل رہی ہے اور

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

قیامت خیز دھماکے ہو رہے ہیں۔ کیا یہ سچ ہے؟"

"سچ ہے' میں تباہ ہو گیا ہوں۔ میرے جسم پر صرف ایک کپڑا ہے اور کچھ باقی نہیں بچا ہے۔ اب میں بڑی حویلی میں جا رہا ہوں۔ اُدھر آ کے ملاقات کرو۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ پولیس انسپکٹر ایک جیپ میں سپاہیوں کے ساتھ آ رہا تھا۔ کافور خان نے ہاتھ اٹھا کر کہا "اے' واپس جاؤ۔ ادھر مجھے پولیس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں یہاں سے علاقہ غیر جا رہا ہوں۔"

اس نے بیرم خان اور مرجینا کو گاڑی میں بیٹھنے کے لئے کہا۔ پولیس کی جیپ قریب آ کر رک گئی۔ انسپکٹر نے جیپ سے اتر کر سلام کرتے ہوئے کہا "خانِ اعظم! ہم آپ کے نمک خوار ہیں۔ ہمیں دشمن کا نام بتاؤ۔ ہم اسے......"

اس نے ڈانٹ کر کہا "زیادہ مت بولو۔ تم لوگ سامنے کے مجرم کو چھوڑ کر پیچھے بے گناہوں کو پکڑتے ہو۔ میرے دشمن کو کیا پکڑو گے۔ اگر پکڑ سکتے ہو تو جاؤ اسے تلاش کرو۔ اس کا نام مقدر ہے۔"

یہ کہہ کر وہ گاڑی میں بیٹھ گیا۔ مجھے ان کے ساتھ جانے کا شوق نہیں تھا اور نہ ہی میں مرجینا کا عاشق تھا لیکن اس علاقے میں جانا چاہتا تھا جو پاکستان کے جسم سے ایک ناسور کی طرح چپکا ہوا تھا۔ میں نے دنیا میں بڑے بڑے جرائم کے علاقے اور جزیرے دیکھے ہیں۔ ایک یہ بھی دیکھنا چاہتا تھا اور اپنی بساط کے مطابق کچھ کر گزرنا چاہتا تھا۔

میں نے کافور خان کی دُکھتی رگ پر انگلی رکھی۔ اس کے بھائی بیرم خان کو قائل کیا۔ اس کی سوچ میں کہا "مہمان نے ہمارے ساتھ کوئی برائی نہیں کی۔ ہماری بہتری کے لئے مشورے دیتا رہا۔ ہم نے مشوروں پر عمل نہیں کیا تو ہماری شامت آ گئی۔ برادر اپنی تباہی کا غصہ اس پر اتار رہا ہے۔"

اس نے بھائی سے کہا "برادر! ایک گزارش ہے۔"

"بولو جانِ برادر!"

"مہمان کو ادھر مت چھوڑو۔ لوگ باتیں بنائیں گے کہ ہم نے تباہ ہوتے ہی مہمان کو بوجھ سمجھ کر پھینک دیا۔"

"درست کہتے ہو۔ میرے مغز میں یہ بات نہیں آئی تھی۔ مہمان کو چھوڑ کے نہیں جانا چاہئے۔"

وہ گاڑی سے باہر آیا' پھر مجھ سے بولا "برادر! مجھے افسوس ہے میں نے صدمے کے باعث میزبانی سے انکار کیا۔ تم مجھے پھر معافی دو اور میرے ساتھ چلو۔"

میں نے کہا "میں معذرت چاہتا ہوں۔ ایک بار کسی کے دل سے نکل کر اُس کے دروازے پر نہیں جاتا۔"

"برادر! غصہ تھوک دو۔"

"مجھے غصہ نہیں ہے۔ دراصل میں خوش قدم نہیں ہوں۔ خدانخواستہ بڑی حویلی میں کچھ گڑبڑ ہو گی تو پھر یہی الزام آئے گا۔ اگر آپ میرے کام آنا چاہتے ہیں تو انسپکٹر سے کہہ دیں۔ مجھے پولیٹیکل ایجنٹ کے دفتر تک پہنچا دے۔ میں اس کی اجازت حاصل کر کے ایک بار آزاد علاقے میں جانا چاہتا ہوں۔"

کافور خان نے سوچا۔ مہمان اس بستی سے چلا جائے گا تو یہ بدنامی نہیں ہو گی کہ اس نے میزبانی سے انکار کیا ہے۔ وہ انسپکٹر سے بولا "یہ میرا معزز مہمان تھا۔ اسے آرام سے اور عزت سے زرتاج خان کے پاس پہنچاؤ اور میرا نام لے کر بولو' اس کے ساتھ تعاون کرے۔"

وہ مجھ سے مصافحہ کر کے اپنی گاڑی کی طرف گیا۔ مرجینا کھڑکی سے جھانک کر مجھے حسرت سے دیکھ رہی تھی۔ میں انسپکٹر کے ساتھ جیپ میں آ کر بیٹھ گیا۔ ہمارے راستے الگ ہو گئے۔ میں نے بروقت فیصلہ کیا تھا کہ ان کے ساتھ علاقہ غیر کی بڑی حویلی میں نہیں جانا چاہئے۔ وہاں بھی ان پر ہوشربا عذاب نازل ہونے والے تھے۔ میرے وہاں جانے سے یقین پختہ ہو جاتا کہ میں خوش قدم نہیں ہوں۔

وہاں بستی والوں کی بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ میں نے جیپ میں جاتے ہوئے لوگوں کے درمیان نورزمان کو دیکھا۔ وہ فیصلہ کر چکا تھا کہ یہ بستی چھوڑ دے گا۔ شہر میں اس کی نوکری تھی۔ وہ ماں بہن کے ساتھ وہاں جا کر رہنا چاہتا تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں اس کے ارادے کو مستحکم کیا کہ وہ آج ہی یہاں سے روانہ ہو جائے۔

میں نے سوچ لیا تھا کہ وہ شہر پہنچے گا تو میں آئی جی کے ذریعے اسے بہتر ملازمت اور بہتر رہائشی سہولت فراہم کروں گا۔ دراصل گل جاناں کم سنی میں ہی اتنی حسین تھی کہ دو چار برس میں اس کا حسن و شباب غریب بھائی کے لئے عذابِ جان بن جاتا۔ شہر میں بھی خانِ اعظم اور بیرم خان جیسے درندوں کی کمی نہیں تھی۔

آگے جا کر انسپکٹر نے مجھ سے پوچھا "تمہارا نام کیا ہے؟"

"ارسلان احمد نام ہے۔ رہائش لندن میں ہے۔ علمِ نجوم ذریعۂ معاش ہے۔ بہت عرصے بعد پاکستان آیا ہوں۔ سرحدی علاقوں کی سیر کرنا چاہتا ہوں۔"

"میں نے صرف نام پوچھا تھا۔"

"تھانے دار صرف نام پوچھ کر نہیں رہ جاتا۔ تمہیں میرے نام سے بھلا کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔ تم یہ ضرور معلوم کرنا چاہو گے کہ میں کون ہوں اور خانِ اعظم تک کیسے پہنچ گیا تھا۔ یہ بتا چکا ہوں کہ نجومی ہوں۔ خانِ اعظم نے اپنی قسمت کا حال معلوم کرنے کے لئے مجھے مہمان بنایا تھا۔"

وہ طنزیہ انداز میں بولا "تم نے خوب قسمت کا حال بتایا حویلی ریزہ ریزہ ہو گئی۔"

"میں یہ نہیں جانتا تھا کہ ایسی ہولناک تباہی ہو گی ویسے میں نے تباہی کی پیش گوئی کی تھی۔"

"کیا میرے مستقبل کی پیش گوئی کر سکتے ہو؟"

"میرا پیشہ یہی ہے لیکن میرا معاوضہ بڑے بڑے رئیس ہی ادا کر سکتے ہیں۔ پھر پولیس والوں کے لئے پیش گوئی کیا کروں گا۔ تم لوگوں کے ماضی حال اور مستقبل کے حالات تو بچہ بچہ جانتا ہے۔"

"تم ضرورت سے زیادہ بول رہے ہو۔ اگر خانِ اعظم کے مہمان نہ ہوتے تو زبان کھینچ لیتا۔"

"چلو کچھ تو مجبوری ہے کہ زبان نہیں کھینچ سکو گے۔"

اس نے مجھے گھور کر دیکھا۔ پھر سختی سے ہونٹوں کو بھینچ کر خاموش رہا۔ ایک گھنٹے بعد تھانے پہنچ کر جیپ رک گئی۔ اس نے بیزاری سے کہا "خانِ اعظم نے تمہیں پولیٹیکل ایجنٹ کے پاس پہنچانے کا حکم دے کر مصیبت کر دی ہے۔ یہاں سے ایک سو دس میل کا سفر ہے۔ جیپ میں ہڈیاں دُکھنے لگیں گی۔ چلو اترو' میری کار میں چلو۔"

اس کے پاس تقریباً پانچ لاکھ روپے کی ہنڈا ایکارڈ آرام دہ کار تھی۔ میں نے پچھلی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا "میں پچھلی رات سے جاگ رہا ہوں۔ آرام سے نیند پوری کرنا چاہوں گا۔"

جب کار چل پڑی تو میں نے انسپکٹر کی سوچ میں کہا "اچھا ہے یہ سو جائے۔ جاگتا رہے گا تو الٹی سیدھی باتیں کرے گا اور میں خانِ اعظم کی وجہ سے برداشت کرنے پر مجبور رہوں گا۔"

پھر میں نے اپنے دماغ کو ہدایت دی کہ میں آرام سے دو گھنٹے تک سوتا رہوں۔ اس دوران کوئی غیر معمولی بات ہو' پچھلی سیٹ پر کوئی میرے قریب آنا چاہے تو ہلکی سی آہٹ سے بھی میری آنکھ کھل جائے۔ اس کے بعد میں گہری نیند میں ڈوبتا چلا گیا۔

نامعلوم علاقہ تھا۔ اجنبی ہم سفر تھا۔ انجانے راستے تھے۔ کچھ خبر نہ تھی کہ گاڑی کہاں کہاں سے گزر رہی ہے اور کہاں رک رہی ہے۔ انسپکٹر مجھ سے خار کھا رہا تھا۔ اس لئے اس نے کھانے پینے کے لئے بھی مجھے نہیں جگایا۔ اس کی مہربانی سے میں نے دو گھنٹے کی نیند پوری کر لی۔

میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ دور تک اونچی نیچی پہاڑیاں' پتھر اور چٹانیں نظر آ رہی تھیں۔ کہیں کہیں سبزہ دکھائی دیتا تھا۔ میں نے کہا "آگے کوئی بستی آئے تو ذرا گاڑی روک لینا' چائے پینا چاہتا ہوں۔"

وہ غرا کر بولا "مجھے گاڑی روکنے کا حکم نہ دو۔ میں کسی کی بات برداشت کرنے کا عادی نہیں ہوں۔"

"خانِ اعظم کی باتیں برداشت کرتے ہو۔ پولیس کی وردی پہن کر گورنمنٹ کے بجائے علاقہ غیر کے سرداروں کی جی حضوری کرتے ہو۔"

اس نے اچانک بریک لگا کر کار روکی۔ پھر میری طرف گھوم کر بولا "اب اگر تم نے ایک بھی توہین آمیز لفظ میرے خلاف کہا تو میں خانِ اعظم کو بھول جاؤں گا اور تمہیں گاڑی سے اتار کر پٹائی بھی کروں گا اور اس ویرانے میں چھوڑ کر بھی چلا جاؤں گا۔"

"میرے لئے اس سے زیادہ خوشی کی بات اور کیا ہو گی کہ تم اس وردی میں رہ کر خانِ اعظم کی غلامی پر تھوک دو گے۔ اور خانِ اعظم کے مہمان کو اس ویرانے میں پھینک کر جاؤ گے۔"

وہ ریوالور نکال کر مجھے دکھاتے ہوئے بولا "چلو اتر جاؤ میری گاڑی سے۔"

"یہ تمہاری گاڑی کیسے ہے؟ جب تم سچے سپاہی کی طرح خانِ اعظم کی غلامی سے باز آ رہے ہو تو رشوت کی کار پر بھی لعنت بھیج دو۔"

"یہاں خانِ اعظم اور قبائلی سرداروں کی تابعداری کے بغیر کوئی پولیس والا زندہ نہیں رہ سکتا۔ مجھے زندہ رہنا ہے اس لئے تمہیں برداشت کر رہا ہوں۔ میں نے سوچا ریوالور کی دھمکی دے کر تمہاری زبان بند رکھوں گا مگر تم بڑے ہی ڈھیٹ ہو۔ چلو آگے ایک آبادی ہے۔ وہاں تمہیں گرما گرم چائے پلاؤں گا۔ مگر خدا کے واسطے دوستی کر لو اور مجھے طعنے نہ دو۔"

میں نے کہا "دوست آگے پیچھے نہیں ساتھ ساتھ بیٹھتے ہیں۔"

اس نے مسکرا کر مصافحہ کیا۔ میں پچھلی سیٹ سے نکل کر اگلی سیٹ پر اس کے برابر آ گیا۔ جن لوگوں کو رشوت کی کمائی لگ جاتی ہے' وہ لعن طعن سن کر بھی باز نہیں آتے۔ میں اسے طعنے دیتا رہتا تو میری زبان تھک جاتی لیکن وہ آخری سانس تک حرام کی کمائی سمیٹ سمیٹ کر بھی نہ تھکتا۔

اس نے ایک پُر رونق بستی میں کار روکی۔ میں نے کہا "دیکھو' میں طعنہ نہیں دے رہا ہوں۔ صرف اپنے ضمیر کی بات کہہ رہا ہوں۔ تمہارے پیسے کی چائے تو کیا پانی بھی نہیں پیوں گا۔"

وہ مسکرا کر بولا "چلو یہی سہی۔ میں پولیس والا ہوں۔ سامنے والے کی جیب سے خرچ کراتا ہوں۔ آج تم سے چائے پی لوں گا۔"

ہم نے ایک ہوٹل میں ڈٹ کر ناشتا کیا۔ چائے پی' پھر میں نے دو جوڑے لباس' جوتے' جرابیں اور ضرورت کی چیزیں خریدیں۔ میری بھی اٹیچی حویلی میں جل گئی تھی۔ میں نے اس میں سے اپنے بتیس ہزار روپے نکال کر رکھ لئے تھے۔ باقی چیزیں دانستہ جلنے کے لئے چھوڑ دی تھیں۔

ہم گیارہ بجے سرحدی چوکی پہنچ گئے۔ پولیٹیکل ایجنٹ زرتاج خان وہاں ایک ڈاک بنگلے میں رہتا تھا۔ اس نے اپنے کمرے کی کھڑکی سے ہمیں آتے ہوئے دیکھا۔ کافور خان نے فون پر اطلاع دی تھی کہ اس کا ایک مہمان آ رہا ہے۔ پھر بھی وہ رسماً مجھے خوش آمدید کہنے کے لئے باہر نہیں آیا۔ اس علاقے میں وہ ایک گورنر سے بھی زیادہ اختیارات رکھتا تھا۔ دو قبائلی سردار اس کے کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ایسے میں وہ ظاہر کر رہا تھا کہ اس کے پاس آنے والے کمتر ہیں یعنی میں انسپکٹر کے ساتھ وہاں برآمدے میں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کھڑا رہ کر اس سے ملاقات کرنے کا خواہش مند رہوں گا۔

میں چاہتا تو اس کے دماغ میں گھس کر اسے دوڑاتا ہوا باہر لے آتا لیکن ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ مناسب نہیں تھا۔ اور یہ بھی میرے مزاج کے خلاف تھا کہ میں انتظار میں کھڑا رہتا۔ میں نے اس کی سوچ میں انسانی ہمدردی کے حوالے سے کہا "یہ مہمان بہت دور سے آیا ہے' اگر میں نے اسے ویلکم نہیں کہا تو یہ ہمارے علاقے سے باہر جاکر پریس والوں کے سامنے اچھی رائے پیش نہیں کرے گا۔"

وہ اپنی اس سوچ سے قائل ہوکر اٹھ گیا۔ باہر برآمدے میں آیا۔ انسپکٹر نے اسے دیکھ کر سلیوٹ کیا۔ پھر میرا تعارف کرایا۔ اس نے مجھ سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "خوش آمدید مسٹر ارسلان! تشریف لائیں۔"

میں اس کے ساتھ کمرے میں آیا۔ اس نے دو سرداروں سے تعارف کرایا پھر مجھ سے دریافت کرنے لگا کہ خانِ اعظم کی حویلی کس طرح تباہ ہوئی ہے؟ میں نے اسے وہاں کی تمام روداد سنادی۔ وہ اور دونوں سردار حیرت زدہ ہورہے تھے کہ خان اعظم اور بیرم خان پر پاگل پن کا دورہ کیوں پڑتا ہے۔ انہیں خبر کیوں نہیں ہوتی کہ وہ اپنے ہاتھوں سے اپنے کتوں کو گولی ماردیتے ہیں۔ اپنے چاقو سے خود کو زخمی کرتے ہیں۔ انہوں نے ایسی ہی غفلت کی حالت میں اپنی حویلی کو آگ لگائی ہوگی۔ وہ تینوں اپنے طور پر صحیح رائے قائم کررہے تھے۔

زرتاج خان نے کہا "مسٹر ارسلان! تم تو بہت پہنچے ہوئے نجومی ہو۔ کیا میرا زائچہ بھی بناؤ گے؟"

"ضرور بناؤں گا۔ پہلے رہائش کی اطمینان بخش جگہ مل جائے۔"

"یہ پورا علاقہ ہمارا ہے تو تمہارا بھی ہے۔ جہاں چاہو رہ سکتے ہو۔ کہو تو اس ڈاک بنگلے کا ایک کمرا کھلوادوں۔"

میں نے کہا "میں کسی غریب کسان یا مزدور کے گھر میں رہنا چاہتا ہوں لیکن مہمان بن کر نہیں' میں اس گھر کے تمام اخراجات برداشت کروں گا۔"

"یہاں کے لوگ بڑے مہمان نواز ہوتے ہیں۔ وہ مہمانوں سے پیسے نہیں لیتے۔ لیکن کسی غریب کو راضی کرلیا جائے گا۔ اس بے چارے کی مدد بھی ہوجائے گی۔"

میں نے پوچھا "یہ رہائش علاقہ غیر میں ہوگی یا اسی علاقے میں؟"

"تم علاقہ غیر میں کہاں جاکر پھنسنا چاہتے ہو۔ وہاں لاقانونیت ہے۔ اندھی گولیاں چلتی ہیں اور وہ گولیاں دوست اور دشمن کی تمیز نہیں کرتی ہیں۔ تم ادھر ہی رہو' اُدھر نہ جاؤ۔"

"میں ادھر ہی جانا چاہتا ہوں۔ صرف تمہاری اجازت چاہئے۔ اسی غرض سے ہزاروں میل دور سے آیا ہوں۔ علاقہ غیر میں نہ رہا۔ وہاں کا پانی نہ پیا اور دوسروں کو پانی پلا پلا کر نہ گیا تو حسرت رہ جائے گی۔"

"ہماری کوشش یہی ہوتی ہے کہ مہمان کوئی حسرت لے کر یہاں سے نہ جائے۔ یہ کاغذ قلم لو اور درخواست لکھو کہ تم علاقہ غیر میں چند دنوں کے لئے جانا چاہتے ہو اور وقتِ مقررہ پر واپس آجاؤ گے۔"

میں نے ایک عرضی لکھ دی۔ اس کے بعد کچھ کاغذی کارروائی عمل میں آئی۔ اس نے پوچھا "تمہارے پاس کتنی رقم ہے؟"

"اکتیس ہزار روپے سے زیادہ....!"

"اتنی رقم لے جاؤ گے تو اپنے لئے بے شمار رہزن پیدا کراؤ گے۔ ایک ہزار اپنے پاس رکھو اور تیس ہزار یہاں جمع کرادو۔ ادھر کوئی مہنگی چیز خریدنا ہو تو میرا کارڈ اس علاقے کے سردار کو دکھا دینا وہ مجھ سے فون پر رابطہ کرے گا۔ میں اس سے کہہ دوں گا کہ تم تیس ہزار تک جو چیز بھی خریدو گے اس کی ادائیگی میں کرلوں گا۔ مزید رقم کی ضرورت ہو تو وہ بھی وہاں مل جائے گی۔"

میں نے پولیٹیکل ایجنٹ کو تیس ہزار دے دئے۔ اس نے مجھے اپنا ایک کارڈ دیتے ہوئے کہا "یہ بہت اہم ہے۔ تم جس قبیلے میں جاؤ گے وہاں کے سردار یہ کارڈ دیکھ کر تم سے تعاون کریں گے۔"

پھر اس نے ایک مسلح ماتحت کو حکم دیا "مسٹر ارسلان کو جیپ میں علاقہ غیر لے جاؤ۔ ادھر پہلی جنوبی بستی پنجہ خیل کے سردار کے پاس پہنچادو پھر واپس آجاؤ۔"

میں نے پوچھا "کیا میری رہائش کا انتظام وہاں کا سردار کرے گا؟"

"میں فون پر اسے تمام باتیں سمجھادوں گا۔ تم اطمینان سے جاؤ۔"

میں جیپ میں بیٹھ کر دوپہر کے دو بجے پنجہ خیل کی بستی میں پہنچ گیا۔ وہاں ایک قبیلے کے سردار نے میرے لئے زبردست کھانے کا انتظام کیا تھا۔ میں نے پیٹ بھر کر کھایا۔ ایک غریب کسان وہاں موجود تھا۔ سردار نے کہا "تم اس کے گھر میں رہ سکتے ہو اور جب تک رہو گے' کھانے کا سامان میرے پاس سے جائے گا۔"

میں سردار کی بات سے انکار کرکے پورے قبیلے کو دشمن نہیں بنا سکتا تھا۔ اس لئے راضی ہوگیا۔ کسان کا چھوٹا سا مکان پہاڑ کے ساتھ چٹانوں کے سائے میں تھا۔ قریب ہی ٹھنڈے میٹھے پانی کا چشمہ بہتا تھا۔ ندی کی چوڑائی پچاس گز ہوگی۔ اس پچاس گز کے فاصلے پر یعنی ندی کے دوسرے کنارے پر پتھروں سے بنا ہوا قید خانہ تھا جہاں کچھ جوان لڑکے' لڑکیاں اور بوڑھے قیدی بنا کر رکھے گئے تھے۔ جب بوڑھے کسان نے بتایا کہ وہ لوگ حبسِ بے جا میں رکھے گئے ہیں تو میں ندی کے پانی میں اتر کر ادھر جانے لگا۔ گہرائی زیادہ نہیں تھی۔ درمیان میں صرف کمر تک پانی تھا۔ جب میں نے نصف ندی پار کرلی تو قید خانے کے مسلح پہرے داروں نے مجھے نشانے پر رکھتے ہوئے للکارا۔ وہ مقامی زبان میں بول رہے تھے۔ لیکن سمجھ میں آیا کہ وہ مجھے ندی پار کرنے سے منع کررہے ہیں۔

میں نے اوپری جیب سے پولیٹیکل ایجنٹ کا کارڈ نکال کر اسے سر سے بلند کرتے ہوئے دکھایا' پھر کہا "یہ پولیٹیکل ایجنٹ کا کارڈ ہے۔ میں تمہاری زبان نہیں سمجھتا ہوں۔"

انہوں نے رائفلوں کو واپس اپنے شانوں سے لٹکالیا۔ ایک نے کنارے پر آکر کہا "یہاں تمہاری زبان سمجھنے والے دو چار ہی ہیں۔ کیا تم پولیٹیکل ایجنٹ کے نمائندے ہو؟"

میں پانی سے نکلتا ہوا اس کے پاس آکر بولا "میں پولیٹیکل ایجنٹ اور تمہارے سردار کا مہمان ہوں۔"

اس نے کہا "تم نے یہ کارڈ دکھایا۔ اس لئے ہم نے گولی نہیں چلائی۔ تم واپس جاؤ۔ آقا سے اجازت لے کر آؤ۔ مالک کی اجازت کے بغیر اس کنارے پر آنے والوں کو گولی ماردی جاتی ہے۔"

میں نے دور قید خانے کی طرف دیکھا۔ ایک روشندان جیسی کھڑکی کی سلاخوں کے پیچھے سے ایک نوجوان اور ایک بوڑھا حسرت سے اور رحم طلب نظروں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ میں نے پہرے دار سے کہا "اچھی بات ہے' میں اجازت لے کر آؤں گا۔"

میں واپس ہوگیا۔ پانی میں اتر کر پہلے کنارے کی طرف جاتے ہوئے اس مسلح پہرے دار کے اندر پہنچ گیا۔ وہ قید خانہ کی سلاخوں والی کھڑکی کے پاس آکر قیدیوں سے کہہ رہا تھا "ادھر کیا دیکھ رہے ہو؟ وہ تمہارا باپ نہیں تھا۔ تمہارے باپ یا سرپرست آکر رقم ادا کریں گے تو تمہیں رہائی ملے گی۔"

ایک جوان نے کہا "میں نے اپنے باپ کا پتا اور فون نمبر تمہارے آقا کو بتادیا تھا۔ پلیز میرے ڈیڈی کو فون کرو' وہ میری رہائی کے لئے ضرور تاوان دیں گے۔"

"تم سب کے ماں باپ اور سرپرستوں سے بات چل رہی ہے۔ صبر کرو' مقدر میں رہائی ہوگی تو رہائی ملے گی۔ موت ہوگی تو موت ملے گی۔"

میں اس جوان قیدی کے اندر آگیا۔ اس کے خیالات سے پتا چلا۔ وہ پچھلے دو دن سے وہاں قید ہے۔ کچھ ایسے بوڑھے اور جوان ہیں جو چار چھ دنوں سے ہیں۔ وہاں تین لڑکیاں ہیں' ایک لڑکی پچھلے دس دن سے ہے۔

اس جوان نے میری مرضی کے مطابق اس لڑکی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "شینا! دو دنوں میں یہاں میرا دم گھٹنے لگا ہے۔ تم دس دنوں سے کیسے جی رہی ہو؟"

وہ بولی "اچھے دنوں کی امید میں جینا ہی پڑتا ہے۔"

میں شینا کے دماغ میں آگیا۔ اس کے خیالات نے کہا۔ وہ فیصل آباد کے مل اونر کی بیٹی ہے۔ وہ پشاور کے قریب آثارِ قدیمہ کی تصاویر اتارنے فیصل آباد سے آئی تھی۔ ان کھنڈرات کا تعلق مہاتما بدھ سے تھا اور وہ اس موضوع پر تھیسس لکھنا چاہتی تھی۔ ایک پروفیسر اور چند طلبا و طالبات کے ساتھ تھی لیکن بدقسمتی سے وہ ایک کھنڈر میں اپنے ساتھیوں سے پیچھے رہ گئی تھی۔ تصویریں اتارتی ہوئی وہ دوسری طرف نکل گئی تھی۔ اچانک دو اشخاص نے اسے پیچھے سے جکڑلیا۔ اس کے منہ پر ہاتھ رکھ کر بازو میں ایک سرنج کی سوئی پیوست کردی۔ پھر اسے ہوش نہیں رہا کہ وہ کہاں سے کہاں پہنچائی جارہی ہے۔

آنکھ کھلی تو ایک بند گاڑی کی سیٹ پر پڑی ہوئی تھی۔ ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے تھے اور منہ پر ٹیپ چپکا ہوا تھا۔ ایک جگہ گاڑی روکی گئی تھی۔ دو خونخوار قسم کے قبائلیوں نے اس کے منہ پر سے پٹی ہٹا کر اسے کچھ کھانے پینے پر مجبور کیا۔ وہ رو رہی تھی اور پوچھ رہی تھی "مجھے کہاں لے جارہے ہو؟ مجھ سے کیا دشمنی ہے؟"

ایک نے کہا "ہم معلومات حاصل کرنے کے بعد ہی کسی پر ہاتھ ڈالتے ہیں۔ ہمیں بتایا گیا ہے' تم ایک بہت بڑے مل اونر کی بیٹی ہو۔ تمہارا باپ تمہاری عزت بچانے اور رہائی دلانے کے لئے کم از کم دس لاکھ روپے ضرور دے گا۔"

شینا نے کھانے سے انکار کیا تو دوسرے نے کہا "ابھی تمہاری عزت اور جان دونوں سلامت ہیں۔ ہماری باتیں مانتی رہوگی تو اسی طرح سلامت رہوگی۔ ورنہ تمہاری جان سے پہلے تمہاری عزت جائے گی۔"

وہ عزت و آبرو کی خاطر کھانے پر مجبور ہوگئی۔ پنجہ خیل میں اسے ہر طرف خونخوار اور بے رحم چہرے نظر آئے۔ ان کے سردار نے کہا "ہمارا ایک نمائندہ تمہارے باپ سے معاملات طے کرے گا۔ تمہارا باپ جتنی جلدی رقم ادا کرے گا۔ اتنی ہی جلدی تمہیں رہائی نصیب ہوگی۔"

اس بات کو دس دن گزر چکے تھے۔ اور اب تک اس کی رہائی کے لئے رقم ادا نہیں کی گئی تھی۔ ایک ہفتے تک یہی خبر ملتی رہی کہ شینا کا باپ کاروبار کے سلسلے میں گیا ہوا ہے۔ اور یہ پتا نہیں چل رہا ہے کہ وہ کس ملک میں ہے۔

آٹھویں دن شینا کے سوتیلے بھائی سے رابطہ ہوا۔ نویں دن خبر ملی کہ سوتیلا بھائی فہیم درانی رقم لے کر پشاور پہنچ گیا ہے۔ دسویں دن کی صبح سردار نے شینا سے کہا تھا۔ آج آخری دن ہے۔ کل چھ بجے تک رقم نہ ملی تو تمام قبیلوں کے سرداروں کو دعوت دی جائے گی' وہ آئیں گے اور زیادہ سے زیادہ بولی دے کر تمہیں اپنے عیش کدے کے لئے لے جائیں گے۔

میں ندی کے اس پار کسان کے گھر میں آگیا۔ وہاں دو کمرے تھے۔ ایک بڑا کمرا میرے لئے مخصوص کیا گیا تھا۔ سردار کے ملازم بستر' چارپائی' کرسیاں اور ویڈیو کیسٹ ریکارڈر وغیرہ وہاں لے آئے تھے۔ کمرے کو میری رہائش کے قابل بنارہے تھے۔ میں خیال خوانی کے لئے تنہائی چاہتا تھا۔ اس لئے دریا کنارے ایک پتھر پر آکر بیٹھ گیا۔ میں نے سردار کے پاس پہنچ کر اسے اپنے نمائندے سے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

رابطہ کرنے پر مائل کیا۔ اس نے فون کے ذریعے نمائندے کو مخاطب کرکے پوچھا "فہیم درانی کیا بولتا ہے؟ آج رقم دے گا یا نہیں؟"

نمائندے نے کہا "یہ خنزیر کا بچہ معاملے کو ٹال رہا ہے۔ ادھر پشاور میں اپنے غنڈوں کے ساتھ آیا ہے۔ میں اسے دھمکی نہیں دے سکتا۔ اس سے زبردستی رقم نہیں لے سکتا۔ میں ان کو بہن کے لئے غیرت دلاتا ہوں۔ وہ بے غیرت بولتا ہے 'بہن کو گولی ماردو'۔"

میں نمائندے کے پاس پہنچ گیا۔ سردار اس سے کہہ رہا تھا "ٹھیک ہے۔ دس لاکھ نہ سہی 'کل اس کی بہن کی نیلامی ہوگی۔ کوئی نہ کوئی اس کے دو چار لاکھ دے دے گا۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ میں نے نمائندے کو فہیم درانی سے بات کرنے پر مائل کیا۔ اس نے فون پر اسے مخاطب کیا "ہیلو درانی صاحب! میں ایجنٹ بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے ریسیور رکھ دیا گیا۔ صاف ظاہر تھا۔ فہیم درانی کو سوتیلی بہن کی رہائی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں نے نمائندے کے ذریعے پھر رابطہ کیا۔ میں اس کی آواز نہیں سن سکا تھا اور سننا ضروری تھا۔ اس بار جیسے ہی دوسری طرف سے ریسیور اٹھایا گیا۔ میں نے نمائندے کی زبان سے کہا "شینا کے باپ سے ہمارا براہِ راست رابطہ ہوگیا ہے۔ اگر اپنی بھلائی نہیں چاہتے ہو تو جہنم میں جاؤ۔ اب میں فون نہیں کروں گا۔"

وہ بولا "ٹھہرو ریسیور نہ رکھنا۔ میں نے تمہیں منع کیا تھا کہ تم فیصل آباد کے فون پر کسی سے بات نہیں کروگے۔"

میں نمائندے سے ریسیور رکھوا کر فہیم درانی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ وہ ایک آوارہ اور عیاش نوجوان ہے۔ باپ دل کا مریض تھا' اس نے بیٹے کو دس لاکھ دے کر کہا تھا فوراً بہن کو واپس لے آؤ۔ لیکن وہ پچھلے نو دنوں سے ایک طرف باپ کو اور دوسری طرف اغوا کرنے والوں کو ٹال رہا تھا۔ اس نے نو لاکھ روپے اپنے اکاؤنٹ میں جمع کرادئے تھے۔ ایک لاکھ روپے لے کر آوارہ دوستوں کے ساتھ پشاور آیا تھا تاکہ باپ اس آسرے میں رہے کہ بیٹا بہن کی خاطر پشاور گیا ہے اور اسے واپس لے کر ہی آئے گا۔

اس نے سوچا تھا۔ اغوا کرنے والوں کو رقم نہیں ملے گی تو وہ شینا کو گولی ماردیں گے یا اسے منہ دکھانے کے قابل نہیں چھوڑیں گے۔ باپ کو بیٹی کی موت کی اور بے آبروئی کی خبر ملے گی تو وہ صدمہ برداشت نہیں کرسکے گا۔ دل کا مریض ہے' اسے بھی مرنے میں دیر نہیں لگے گی۔

میں دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ سوچنے لگا' کیا کیا جائے؟ بے غیرت بھائی کو ابھی سزا دینے سے شینا کا مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ اس علاقے میں ایک سردار میرا دشمن بنے گا تو تمام سردار بھی میرے دشمن بن جائیں گے' چاروں طرف دشمن ہوں گے تو ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنا بچاؤ نہیں کرسکوں گا۔ سیکڑوں ہزاروں گولیاں برسیں گی تو دو چار گولیاں مجھے ضرور لگیں گی۔

شام کے چھ بج رہے تھے۔ صبح چھ بجے تک شینا کی مہلت تھی۔ ان درمیانی بارہ گھنٹوں میں اس کے لئے کچھ کرسکتا تھا۔ اس لئے ہر پہلو سے غور کررہا تھا۔ میں نے معلوم کیا تھا' سردار نے اسلحہ اور بارود کا ذخیرہ کہاں رکھا ہے۔ میں خانِ اعظم کی حویلی کی طرح یہاں بھی دھماکے کرتا تو پولیٹیکل ایجنٹ اور دوسرے تمام سردار مجھ پر شبہ کرتے کہ میں جہاں جاتا ہوں وہاں ایسی ہی بھیانک تباہی لے آتا ہوں۔

رات دس بجے میں اس نتیجے پر پہنچا کہ یہاں صاحبِ اقتدار صرف سردار ہے۔ باقی سب محکوم ہیں۔ وہ رات کو دن کہتا ہے تو سب ہی دن کہتے ہیں۔ اگر میں اس ایک شخص کی کھوپڑی الٹ دوں۔ اسے ایک شریف اور مہذب انسان بنادوں تو اس کے محکوم بھی شرافت دکھانے پر مجبور ہوجائیں گے۔

جب وہ سونے کے لئے بستر پر آیا تو میں نے اس پر عمل کیا۔ اس کے دماغ میں یہ نقش کیا کہ آئندہ وہ ایک ہاتھ میں تسبیح اور دوسرے ہاتھ میں ریوالور نہیں پکڑے گا۔ دوغلی حرکتوں سے باز آجائے گا۔ ریوالور پھینک کر صرف تسبیح اور ایمان کا ہوکر رہے گا۔ معصوم اور بے گناہ انسانوں کو اغوا نہیں کرائے گا۔ جو اس کی قید میں ہیں۔ انہیں رہا کرکے بحفاظت ان کے گھروں تک پہنچانے کا انتظام کرے گا۔ آئندہ وہ میرا دوست بن کر رہے گا اور میرے مشوروں پر عمل کرتا رہے گا۔

میں نے اچھی اچھی باتیں اس کے ذہن میں نقش کرکے اسے سونے کے لئے چھوڑ دیا۔ پھر فہیم درانی کے پاس پہنچا۔ وہ ایک ہوٹل کے کمرے میں دوستوں کے ساتھ بیٹھا شراب پی رہا تھا۔ میں نے اسے باپ سے فون پر باتیں کرنے پر مجبور کیا۔ اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کئے' رابطہ قائم ہونے پر ایک ملازم کی آواز سنائی دی' اس نے کہا "میں پشاور سے فہیم بول رہا ہوں' ابو کو فون دو۔"

تھوڑی دیر بعد اس کے باپ وسیم درانی کی آواز سنائی دی۔ وہ بول رہا تھا "بیٹے! کوئی خوشخبری سناؤ۔ شینا کی جدائی نے مجھے بستر سے لگا دیا ہے۔"

"کس شینا کی بات کررہے ہیں۔ وہ درندوں کی بستی میں ہے۔ اس کی آبرو کی دھجیاں اڑچکی ہوں گی۔ وہ واپس آئے گی تو ہم رشتے داروں اور کاروباری حلقوں میں منہ دکھانے کے قابل نہیں رہیں گے۔ میرا نیک مشورہ ہے کہ آپ اس پر فاتحہ پڑھ لیں۔"

میں اس کے باپ وسیم درانی کے دماغ میں تھا۔ وہ دل کا مریض تھا۔ میں نہیں چاہتا تھا' وہ صدمہ سے مرجائے۔ اس لئے اس کے اندر رہ کر حوصلہ پیدا کررہا تھا۔ اس نے بیٹے سے کہا "کیا کہہ رہے ہو؟ ہوش میں تو ہو؟"

"پہلے ہوش میں نہیں تھا۔ میں نے آپ سے کہا تھا کہ ایک نئی کار خریدنا چاہتا ہوں۔ لیکن آپ نے کار کے لئے مجھے پانچ لاکھ روپے نہیں دئے۔ اور بیٹی کے لئے دس لاکھ روپے نکال کر دے دیئے۔ لیکن میں احمق نہیں ہوں۔ میں نے ایک آبرو باختہ لڑکی کے لئے دس لاکھ ضائع نہیں کئے۔ وہ رقم اپنے اکاؤنٹ میں جمع کرادی ہے۔ آپ کو یہی مشورہ دینے کے لئے فون کیا ہے کہ آپ بیٹی کے لئے صبر کرلیں۔ وہ ہمارے لئے مرچکی ہے۔ میں اسی لئے پشاور میں ہوں کہ وہ کسی طرح زندہ لوٹے گی تو اسے گولی ماردوں گا۔ ایک مردہ بیٹی کا ماتم کریں گے تو دنیا آپ کے غم میں شریک ہوگی۔ زندہ بیٹی کی واپسی پر خوش ہوں گے تو دنیا والے اس پر کیچڑ اچھالیں گے۔ آپ عقل سے کام لیں۔ صبر کریں اور اسے شرم سے مرجانے دیں۔"

میں وسیم درانی کے اندر بھڑکنے والے غصے کو دبا رہا تھا۔ اس کی سوچ میں سمجھا رہا تھا "مجھے غصے اور جنون میں نہیں آنا چاہئے۔ سمجھداری سے کام لینے کا وقت ہے۔ مجھے اپنی بیٹی کی رہائی کے لئے خود وہاں جانا چاہئے۔ میں اتنا بیمار نہیں ہوں کہ اپنی عزت اور غیرت کے لئے پشاور تک نہ جاسکوں۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ کچھ سوچا پھر ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کئے۔ ایک اعلیٰ پولیس افسر سے رابطہ قائم کرکے اسے اپنے بیٹے فہیم کے متعلق بتایا کہ وہ پشاور کے ایک ہوٹل میں ہے' اس نے دس لاکھ کا فراڈ کیا ہے۔ اسے پشاور پولیس کی مدد سے گرفتار کرکے فیصل آباد لے آئیں۔ افسر نے کہا "درانی صاحب! اطمینان رکھیں۔ وہ صبح تک آپ کے سامنے ہوگا۔"

"میں شاید صبح تک یہاں نہ ملوں۔ آپ میری واپسی تک اسے حراست میں رکھیں' اس سے دس لاکھ روپے کا حساب لیں اور اسے ایسی سزا دیں کہ میری سوسائٹی میں بدنامی نہ ہو اور وہ بھی آئندہ ایسی حرکتوں سے توبہ کرلے۔"

اس نے رابطہ ختم کیا۔ پھر ایک رل اونر دوست سے رابطہ کیا۔ اسے اپنے بیٹے کے متعلق بتایا' دوست نے کہا "فی الحال بیٹے کو بھول جاؤ۔ اپنی شینا بیٹی کے لئے ہمیں خود وہاں جانا چاہئے۔"

"میں نے اسی لئے فون کیا ہے۔ میرے پاس گھر میں نقد پندرہ لاکھ ہیں' تمہارے پاس کتنی رقم ہے؟"

"میرے پاس بھی اتنی ہی رقم ہوگی۔ میں صبح کی فلائٹ میں دو سیٹیں بک کراتا ہوں۔ تم اغوا کرنے والوں کو اطلاع دو کہ رقم لے کر آرہے ہو۔"

میں نے سردار پر جیسا تنویمی عمل کیا تھا۔ اس کے بعد رقم کی ادائیگی ضروری نہ ہوتی۔ تمام قیدی مفت میں رہا ہوجاتے۔ اس کے باوجود میں نے سوچا وہ دونوں سرمایہ دار زیادہ سے زیادہ رقم لے آئیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ وہ رقم واپس جاسکتی تھی اور نیک کاموں میں خرچ بھی ہوسکتی تھی۔

اس رات میں اپنوں کی خیریت معلوم کرکے آرام سے سوگیا۔ صبح وہی ہونے والا تھا جس کے لئے میدان ہموار کرچکا تھا۔ مگر ہمیشہ وہ نہیں ہوتا جس کی تدبیر کی جاتی ہے۔ کبھی کبھی تقدیر بھی اپنی ضد پوری کرلیتی ہے۔ دوسری صبح اس قبیلے کا سردار بدل گیا۔ جس پر تنویمی عمل کیا تھا' اسے قتل کردیا گیا۔ اس کے بھائی جرار خان نے اسے قتل کرکے سرداری کا منصب سنبھال لیا۔

جرار خان پچھلے چھ برس سے افغانستان کے شمالی شہر فرغنہ میں تھا۔ یہ شہر روسی سرحد کے قریب تھا۔ وہاں روسی ایجنٹوں اور تخریب کاروں کی ایک جماعت میں شامل ہوکر سیاسی داؤ پیچ سیکھتا رہا تھا۔ وہاں رہ کر یہ سمجھ میں آیا کہ جب تک بھائی زندہ رہے گا اسے قبیلے کی سرداری نہیں ملے گی۔ وہ پچھلی رات اچانک قبیلے میں آیا تھا اور اپنے سردار بھائی کو نیند کی حالت میں قتل کرکے اس کے مسلح محافظوں کو پچاس پچاس ہزار روپے دیئے اور انہیں اپنے اعتماد میں لے لیا تھا۔ پھر صبح ہوتے ہی اپنی سرداری کا اعلان کردیا تھا۔

میں نیند سے بیدار ہوا تو میزبان کسان نے بتایا کہ قبیلے کا سردار بدل گیا ہے۔ میں نے مقتول سردار کے دستِ راست کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کیا۔ اس کی وفاداری بدل گئی تھی۔ اب وہ نئے سردار کا دستِ راست بن گیا تھا اور سردار جرار خان کو موجودہ آمدنی کے ذرائع بتا رہا تھا۔ ان میں ایک موجودہ ذریعہ وہ تمام اغوا کئے ہوئے قیدی تھے' جن سے لاکھوں روپے وصول ہونے والے تھے۔

جرار خان نے کہا "تمام قبیلوں کے سرداروں کے پاس اپنے آدمی روانہ کرو۔ انہیں خوش خبری سناؤ کہ جرار خان سردار بن چکا ہے۔ اور اس خوشی میں چند حسیناؤں کو نیلامی کے لئے پیش کیا جائے گا۔ آج شام کے چھ بجے نیلامی شروع ہوگی۔"

میں محتاط اور گمنام رہ کر قیدیوں کی رہائی کے لئے کوشش کرچکا تھا۔ اب کسی حد تک کھل کر سامنے آنے کی ضرورت تھی۔ میں نے سلمان' سلطانہ' لیلیٰ اور جوجو کو بلایا۔ انہیں سمجھایا کہ قیدیوں کو وہاں سے رہائی کیسے دلائی جاسکتی ہے۔ ہم ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے تمام دشمنوں کا مقابلہ نہیں کرسکتے تھے کیونکہ سلمان' سلطانہ' لیلیٰ اور جوجو یورپ کی بیشتر زبانیں جانتے تھے لیکن ایشیائی زبانوں کو بالکل نہیں سمجھ سکتے تھے۔

صرف ایک آسانی تھی۔ افغانستان اور روس کی سرحدوں سے انگریزی بولنے والے اسمگلر آتے جاتے رہتے تھے اور ان قبائلیوں کو پونڈز اور ڈالروں کی صورت میں منافع پہنچاتے تھے۔ چرس اور ہیروئن لے جاتے تھے۔ اس لین دین میں وہاں کے سرداروں اور ان کے خاص حواریوں نے تھوڑی بہت انگریزی سیکھ لی تھی۔ میں نے اپنے خیال خوانی کرنے والوں کو اسی ایک زبان کے سہارے جرار خان اور اس کے دو چار حواریوں کے دماغوں میں پہنچا دیا۔ اور آپس میں یہ طے کرلیا کہ جتنے دشمنوں کے اندر ہم پہنچ چکے ہیں۔ انہیں آخر وقت تک زندہ رکھیں گے... تاکہ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ان کے ذریعے قیدیوں کو رہا کرایا جاسکے۔

پھر میں نے جرار خان کو مخاطب کیا "ہیلو قاتل خان؟"

اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھام کر سوچا "کیا میں اپنے اندر خود کو ہیلو کہہ رہا ہوں؟"

"تمہارے اندر ٹیلی پیتھی کا علم بول رہا ہے۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا "ٹیلی پیتھی!"

"ہاں تم علاقہ غیر کے باہر چھ برس فرغنہ میں رہ چکے ہو۔ روسیوں کے ایجنٹ بن کر آئے ہو۔ ٹیلی پیتھی کے علم کے متعلق کچھ تو سنا ہوگا؟"

"ہاں۔ سنا ہے کوئی دماغ کے اندر آکر بولتا ہے۔"

"تو پھر میں بول رہا ہوں۔ تم اتنی دیر سے کس کی باتوں کے جواب میں بول رہے ہو؟"

"ہاں سمجھ گیا۔ تم کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہو لیکن ادھر کیسے آئے ہو؟"

"تمہاری عاقبت سنوارنے آیا ہوں۔ تم نے اغوا کرنے والوں کو قید کر رکھا ہے۔ ان میں جو حسین لڑکیاں ہیں' ان کی نیلامی کرنے والے ہو۔"

"بے شک' یہ تو ہوتا ہی رہتا ہے۔"

"اب نہیں ہوگا۔ انہیں آزاد کردو۔"

"ارے تم مجھے لاکھوں روپے پھینک دینے کو کہہ رہے ہو؟ کیا مجھے پاگل سمجھتے ہو؟"

"تم سے بڑا پاگل تو کوئی ہو نہیں سکتا۔ یہ دیکھو' تم اپنے دستِ راست سے کہہ رہے ہو کہ تم سے کچھ فاصلے پر جو مسلح حواری کھڑا ہے اسے گولی ماردی جائے۔"

پھر میں نے اسے بولنے پر مجبور کیا۔ وہ اپنے دستِ راست سے بولا "کیا تم میرے وفادار ہو؟"

"بے شک وفادار ہوں۔"

"کیا میرے حکم پر کسی کو بھی گولی مار سکتے ہو؟"

"حکم کرو آقا۔"

"وہ سامنے جو لال پگڑی والا شخص کھڑا ہے اسے گولی ماردو۔"

دستِ راست نے پریشان ہوکر کہا "آقا! وہ میرا بھائی ہے۔"

"میں نے حکم دیا ہے۔ رشتہ نہیں پوچھا ہے۔"

"آقا! ہم اپنی سلامتی کے لئے ہتھیار اٹھاتے ہیں اور زندگی گزارنے کے لئے تمہاری غلامی کرتے ہیں۔ میرا بھائی بھی تمہارا وفادار غلام ہے۔ اگر اس کی وفاداری میں فرق آئے گا تو میں اسے ضرور گولی ماروں گا۔ تم اس کا قصور بتاؤ؟"

جرار خان نے دوسرے حواری سے کہا "یہ بحث کررہا ہے' تم حکم کی تعمیل کرو' اس پر فائر کرو۔"

حواری نے حکم کی تعمیل کے لئے اپنی گن سیدھی کی لیکن اس سے پہلے کہ وہ گولی چلاتا دستِ راست نے اسے گولی مارتے ہوئے جرار خان کو نشانے پر رکھ لیا اور کہا "تم نے کل رات میرے ... کو قتل کردیا۔ اب میرے بھائی کو قتل کرنا چاہتے ہو۔ تم پاگل ہو۔"

میں نے جرار خان سے کہا "دیکھو یہ دستِ راست بھی تمہیں پاگل کہہ رہا ہے۔ میں نے تمہارا پاگل پن ثابت کردیا ہے۔"

وہ اپنے دستِ راست کی گن کے نشانے پر تھا۔ اس سے بولا "میں نے تمہارے بھائی کو مارنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ میرے دماغ کے اندر ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا چھپا ہوا ہے۔ ابھی اس نے یہ حکم دیا تھا۔"

"جرار خان! تم سچ مچ پاگل ہو۔ ابھی تم نے میرے سامنے حکم دیا تھا۔ اور کہتے ہو تمہارے دماغ کے اندر کوئی چھپا ہوا ہے۔ وہ قد میں کتنا چھوٹا ہے کہ تمہارے دماغ میں جاکر چھپ گیا ہے؟"

"میں تمہیں کیسے سمجھاؤں؟ ٹیلی پیتھی ایک علم ہے۔ اپنا علم جاننے والا خیال خوانی کے ذریعے ہمارے تمہارے خیالات پڑھ لیتا ہے اور ہم سے زبردستی اپنی بات منوالیتا ہے۔"

"جرار خان! تم موت کو سامنے دیکھ کر بکواس کررہے ہو۔ مگر یہ موت نہیں ٹلے گی۔ اگر تم زندہ رہ گئے تو سردار کی حیثیت سے مجھے اور میرے بھائی کو مار ڈالو گے۔"

وہ جرار خان کو گولی مارنا چاہتا تھا لیکن ہم نے طے کیا تھا کہ اپنے کسی آلۂ کار کو پہلے مرنے نہیں دیں گے۔ اس لئے میں نے دستِ راست کا نشانہ بہکا دیا۔ جرار خان اچھل کر دوسری طرف گیا پھر اس نے جوابی فائرنگ کی۔ ہم تمام خیال خوانی کرنے والے ایک ایک آلۂ کار کے دماغ میں تھے۔ انہیں ایک دوسرے سے بچا رہے تھے اور ان پر فائرنگ کررہے تھے جو ہمارے آلۂ کار نہیں بن سکتے تھے۔

دشمن جہنم میں پہنچ رہے تھے اور ہمارے آلۂ کاروں کی دو پارٹیاں بن گئی تھیں۔ ایک پارٹی میں جرار خان کے کچھ حمایتی تھے۔ دوسری پارٹی میں کچھ مسلح افراد دستِ راست کا ساتھ دے رہے تھے۔ آدھے گھنٹے میں کتنی ہی لاشیں زمین بوس ہوگئیں۔ چونکہ فائرنگ کرنے والے ہمارے قابو میں تھے اس لئے ہماری مرضی کے مطابق انہوں نے فائرنگ روک دی۔

وہ تعداد میں پانچ رہ گئے تھے۔ ہم خیال خوانی کرنے والے بھی پانچ تھے۔ ہم انہیں پانچ ویگنوں اور پجیرو میں بٹھا کر ندی کنارے لائے۔ جرار خان نے قید خانے کے پہرے داروں کو حکم دیا کہ تمام قیدیوں کو لاکر گاڑیوں میں بٹھایا جائے اور ان کے ساتھ کوئی زیادتی نہ کی جائے۔

حکم کی تعمیل کی گئی۔ نوجوان لڑکیوں' لڑکوں اور بوڑھوں کو گاڑیوں میں بٹھایا گیا۔ میں بھی ایک گاڑی میں بیٹھ گیا۔ یہ قافلہ وہاں سے روانہ ہوا اور علاقہ غیر سے نکل کر آیا۔ پولیٹیکل ایجنٹ نے ریسٹ ہاؤس سے باہر آکر دستِ راست سے مصافحہ کیا۔ پھر پوچھا "کیا یہ وہی قیدی ہیں جنہیں اغوا کرکے پنچ خیل پہنچایا گیا تھا؟"

"ہاں۔ یہ وہی ہیں' اور ہم انہیں حفاظت سے واپس لے جارہے ہیں۔"

"کیا ان کے سرپرستوں نے رقم ادا کردی ہے؟ لیکن رقم کی ادائیگی تو میرے ذریعے ہوتی ہے۔"

میں نے دستِ راست کی زبان سے کہا "ادائیگی ہوچکی ہے' کیا اپنا کمیشن چاہتے ہو؟"

وہ بولا "یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے؟"

میں نے کہا "جاؤ پہلے مسٹر ارسلان کے تیس ہزار لے آؤ۔"

وہ ریسٹ ہاؤس کے اندر گیا۔ سلمان جرار خان پر قبضہ جمائے ہوئے تھا۔ میں نے کہا "ان پانچ آلۂ کاروں میں سے ایک کم کرو۔ ایک حواری کو گولی مار کر اس دستِ راست کے دماغ میں آؤ۔ میں دوسری طرف مصروف رہوں گا۔"

سلمان نے ایک حواری کو ختم کیا۔ اس کے اندر لیلیٰ تھی' وہ میری جگہ دستِ راست کے دماغ میں آئی۔ میں پولیٹیکل ایجنٹ کے پاس آگیا۔ اس نے ایک آئرن سیف میں بارہ لاکھ روپے' دس ہزار پونڈ اور اٹھارہ ہزار ڈالر رکھے تھے۔ وہ ہر ماہ کے آخر میں ایسی نقد رقمیں لے جاکر شہر کے بینکوں میں اور کچھ کالی تجوریوں میں جمع کرتا تھا۔ اس نے تمام رقم نکال کر ایک اٹیچی میں رکھی اور اسے لے کر میرے ساتھ پجیرو میں آبیٹھا۔ تمام گاڑیاں آگے پیچھے چلنے لگیں۔

ہم پانچ خیال خوانی کرنے والے اپنی اپنی گاڑی میں بیٹھے ہوئے قیدیوں سے کہہ رہے تھے "تم سب قیدی نہیں رہے۔ اب آزاد ہو۔ ہم تمہیں پشاور لے جارہے ہیں۔ وہاں تمہارے سرپرستوں سے رابطہ کرکے انہیں بلا کر تمہیں ان کے حوالے کیا جائے گا۔"

وہ آزادی کی خوشخبری سن رہے تھے اور خوش ہورہے تھے۔ راستے میں کھاتے پیتے ہنستے بولتے جارہے تھے۔ میں نے آئی جی کو اطلاع دی کہ میں مجرموں کو اغوا ہونے والوں کے ساتھ لارہا ہوں۔ ان میں مل اونر وسیم درانی کی بیٹی شینا بھی ہے۔

جب ہم پشاور شہر میں داخل ہوئے تو آئی جی نے پولیس پارٹی کے ساتھ ہمارا استقبال کیا۔ میں نے سوچ کے ذریعے آئی جی سے کہا "ان میں میرا ایک خاص بندہ ارسلان ہے جسے آلۂ کار بنا کر میں اس سے اپنا کام نکالتا ہوں۔ آپ اسے زیادہ دیر نہ روکیں۔ پولیٹیکل ایجنٹ کے پاس جتنی رقم ہے اسے قومی خزانے میں جمع کرادیں۔"

آئی جی نے پجیرو کے پاس آکر پوچھا "مسٹر ارسلان کون ہیں؟"

میں نے گاڑی سے اتر کر مصافحہ کیا۔ پانچ مجرموں کی نشاندہی کی۔ انہیں ہتھکڑیاں پہنادی گئیں۔ آئی جی نے مجھ سے کہا "مسٹر ارسلان! قانونی کارروائی کرنے اور اغوا ہونے والوں کے سرپرستوں سے رابطہ کرنے میں گھنٹوں لگ جائیں گے۔ آپ میری رہائش گاہ میں چل کر آرام کریں۔"

میں نے جانے سے پہلے شینا کو بتایا کہ اس کے والد کس ہوٹل میں ہیں۔ کمرا نمبر اور فون نمبر بھی بتایا۔ پھر پولیٹیکل ایجنٹ سے کہا۔ "تم بڑے عہدے پر ہو' اپنے بچاؤ کی کوشش کروگے لیکن تمہارے دماغ پر فرہاد علی تیمور سوار ہے۔ تحریری طور پر اپنے تمام جرائم کا اعتراف کرلو۔ ورنہ فرہاد کو اقبالِ جرم کرانا آتا ہے۔"

میں نے آئی جی کی رہائش گاہ میں آکر غسل کیا۔ لباس تبدیل کرکے کچھ کھایا۔ پھر کمرے کا دروازہ بند کرکے نورزمان کی خبر لی۔ وہ ماں اور بہن کو لے کر پشاور آگیا تھا۔ جس ہوٹل میں ملازم تھا۔ اس کے مالک نے انہیں سر چھپانے کے لئے عارضی جگہ دے دی تھی۔ میں نے سوچ کے ذریعے آئی جی کو نورزمان کے متعلق تفصیل سے بتایا پھر کہا "آپ ان کی رہائش کا انتظام کردیں۔ پولیٹیکل ایجنٹ کے پاس میرے تیس ہزار روپے تھے۔ وہ رقم نورزمان کو دے کر اسے کاروبار کرنے کا مشورہ دیں۔"

آئی جی نے وعدہ کیا کہ آج ہی ان کی رہائش کا معقول بندوبست ہوجائے گا اور نورزمان کو تیس ہزار روپے مل جائیں گے۔ پھر میں نے کہا "آپ وسیم درانی کو بتادیں کہ فرہاد نے ان سب قیدیوں کو رہا کرایا ہے اور وہ تھوڑی دیر بعد ان کے دماغ میں آکر ضروری باتیں کرے گا۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اس کے بعد پولیٹکل ایجنٹ کے پاس آیا۔ وہ کسی جرم کو تسلیم نہیں کررہا تھا۔ میں نے اس پر قبضہ جمایا۔ وہ کاغذ قلم لے کر اپنے ایک ایک جرم کی تفصیل لکھنے لگا۔ آخر میں تمام جرائم کو قبول کرکے اپنے دستخط کئے۔ ایک اعلیٰ افسر نے آئی جی کی موجودگی میں وہ اعتراف نامہ لے لیا۔

اس کے بعد پولیٹکل ایجنٹ نے آئی جی سے اجازت لے کر فون کے ذریعے کافور خان سے رابطہ کیا پھر کہا "میں زرتاج خان بول رہا ہوں۔ اب پولیٹکل ایجنٹ نہیں ہوں۔ فرہاد علی تیمور نے مجھے بے نقاب کردیا ہے۔ شاید تم فرہاد اور اس کی ٹیلی پیتھی کے متعلق نہیں جانتے۔"

کافور خان نے کہا "میں نے کبھی ٹیلی پیتھی کے متعلق کچھ سنا تھا۔ مگر ایسے علم پر کبھی یقین نہیں کیا۔"

"خانِ اعظم! اسی بے یقینی نے تمہیں تباہ کیا ہے۔ تمہاری حویلی میں جو ارسلان نامی مہمان آیا تھا۔ وہ نجومی نہیں بلکہ فرہاد کا آلۂ کار تھا۔ وہ تمہیں علم نجوم کے چکر میں ڈالتا رہا اور فرہاد تم لوگوں کے دماغوں پر قبضہ جماکر جنونی حرکتیں کراتا رہا۔ تم نے اس کا معمول بن کر اپنے کتوں کو مار ڈالا اور نورزمان اور اس کی ماں کو رہا کردیا۔"

کافور خان نے حیرانی سے پوچھا "کیا ہم ٹیلی پیتھی کا شکار تھے؟"

"ہاں اسی ٹیلی پیتھی سے سحرزدہ ہوکر بیرم خان نے خود کو بری طرح زخمی کیا اور تم تینوں بہن بھائیوں نے اسی علم کے ذریعے غائب دماغ ہوکر اپنی حویلی کو آگ لگادی۔"

وہ حیرانی اور بے یقینی سے سن رہا تھا۔ یقین آرہا تھا مگر یقین نہیں کرنا چاہتا تھا کہ حویلی، سونا چاندی، ہیرے جواہرات اور کروڑوں کے قریب نقد رقم کو اپنے ہاتھوں سے آگ لگا چکا ہے۔

زرتاج خان نے کہا "سوچتے رہو۔ ابھی فرہاد تمہارے دماغ میں آرہا ہے۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ میں کافور خان کے اندر پہنچ گیا۔ وہ بڑی حویلی کے ایک بڑے شاندار کمرے میں اپنی بہن مرجینا کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ بستر پر بیرم خان لیٹا ہوا تھا۔ حویلی کی تباہی کی بعد وہ اپنی آدھی دولت اور جائداد سے محروم ہوگئے تھے لیکن علاقہ غیر کی اس بڑی حویلی میں ابھی اتنی دولت تھی کہ وہ اب بھی غرور سے سر اٹھاکر اور سینہ تان کر چل سکتے تھے۔

مرجینا نے پوچھا "برادر! یہ فون پر ٹیلی پیتھی کا کیا ذکر ہورہا تھا؟"

کافور خان نے کہا "تم لندن اور پیرس میں رہ چکی ہو۔ کیا وہاں ٹیلی پیتھی کا ذکر کبھی سنا تھا؟"

"کئی بار سن چکی ہوں۔ وہاں اس موضوع پر معلوماتی کتابیں شائع ہوتی ہیں۔ لیکن میں نے نہیں پڑھیں۔ یہ مجھے قصہ کہانیوں والی بات لگتی ہے۔"

"ابھی پولیٹکل ایجنٹ کہہ رہا تھا، فرہاد نامی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ہم سے پاگل پن کی حرکتیں کرا رہا تھا۔ وہ مہمان نجومی نہیں فرہاد کا ایک آلۂ کار تھا۔"

وہ جو کچھ فون پر میرے متعلق سن چکا تھا۔ وہ انہیں بتانے لگا۔ بیرم خان نے کہا "اب سمجھ میں آرہا ہے۔ اس کم بخت نے ہم پر کا زائچہ نہیں بنایا تھا۔ ہمیں ستاروں کی چال میں الجھاکر ہم کو مصیبتوں میں مبتلا کررہا تھا۔ اس نے ہمارے گھر میں اور ہمارے دماغوں میں گھس کر بری طرح تباہ کیا ہے۔ آخر اسے ہم سے کیا دشمنی ہے؟"

کافور خان نے کہا "وہ بزدل دشمن ہے۔ اس نے چھپ کر ہم پر حملے کئے ہیں۔"

میں نے اسے مخاطب کیا تو وہ خلا میں تکتے ہوئے بولا "کیا میرے دماغ میں فرہاد آگیا ہے؟"

"ہاں، میں بول رہا ہوں۔ بزدل میں نہیں، تم ہو۔ طاقت کے غرور میں غریبوں اور کمزوروں پر ظلم کرتے ہو۔ انہیں زندگی بھر کے لئے غلام بنالیتے ہو۔ ان کی حسین بہنوں اور بیٹیوں کو اٹھاکر اپنی حرم سرا میں لے جاتے ہو۔"

وہ خاموشی سے سن رہا تھا۔ بیرم خان نے پوچھا "کیا فرہاد ہم سے دشمنی کے لئے آیا ہے؟"

میں نے بیرم خان کے پاس آکر اس کی زبان سے کہا "میں فرہاد ہوں۔ اور بیرم خان کی زبان سے بول رہا ہوں۔ تاکہ تم تینوں میری باتیں سن سکو۔"

میں نے وہی بزدلی والی باتیں دہرائیں اور کہا "تم لوگ صرف بزدل ہی نہیں، بے ایمان بھی ہو۔ نورزمان سے بیس ہزار روپے وصول کرنے کے بعد ماں بیٹے کو مار ڈالنا چاہتے تھے۔ تم لوگ صرف بے ایمان ہی نہیں، شیطان بھی ہو۔ چودہ برس کی ایک معصوم لڑکی کو برباد کردینا چاہتے تھے۔ پھر پوچھتے ہو مجھے تم سے کیا دشمنی ہے؟ جواب دو کہ ایک غریب نورزمان اور اس کی بہن سے تمہیں کیا دشمنی ہے؟"

کافور خان نے کہا "تم جن باتوں کو غلط سمجھ کر اعتراض کررہے ہو، یہ ہمارے علاقے میں صدیوں سے رائج ہیں۔ راجا اور رانا کا دور گزر گیا ہے لیکن جاگیرداروں کی حکومت اور دہقانوں کی محکومیت کا دور باقی ہے اور باقی رہے گا۔"

میں نے کہا "فرعون اور حضرت موسیٰ کا دور بھی جاری ہے اور تمہارے جیسے فرعونوں کے لئے کوئی موسیٰ ضرور پیدا ہوتا رہتا ہے۔"

"فرہاد صاحب! ہماری طرح تم بھی اپنی ایک طاقت رکھتے ہو۔ ہماری دنیا میں یہی ہوتا آیا ہے اور ہورہا ہے کہ ہم تمام طاقتور خواہ وہ سپرپاورز کیوں نہ ہوں، آپس میں ایک دوسرے سے لڑتے ہیں۔ ایک دوسرے کے خلاف طاقت کا مظاہرہ کرتے ہیں لیکن عام

لوگوں کو محکوم بناکر رکھنے کے لئے بڑی طاقتیں ایک ہوجاتی ہیں۔ اور ایک دوسرے کی طاقت کو دوگنا کرکے اپنی برتری قائم رکھتی ہیں۔ ہم اور آپ بھی ایک ہوسکتے ہیں ایک دوسرے کی طاقت کو دوگنا کرسکتے ہیں۔"

"سوری! مجھے حکومت کرنے اور برتری قائم رکھنے کا شوق نہیں ہے۔"

"کوئی بات نہیں۔ ہم نے نورزمان اور گل جاناں کو دل ودماغ سے نکال دیا ہے۔ اب تو تمہیں ہم سے دشمنی نہیں رہے گی؟"

"دشمنی رہے گی۔ ابھی حساب باقی ہے۔"

"کیسا حساب؟"

"تم نے بڑی حویلی میں جو حرم سرا بنائی ہے۔ اسے آباد رکھنے کے لئے غریب کسانوں اور مزدوروں کے گھروں سے بہو بیٹیاں اٹھاکر لاتے ہو۔"

"ہم نے وہ عیش کدہ ختم کردیا ہے۔"

"بکواس مت کرو۔ میں چور خیالات پڑھ کر جھوٹ اور فریب کو سمجھ لیتا ہوں۔ اس وقت تمہاری حرم سرا میں ستائیس حسین عورتیں ہیں۔"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا "ہاں۔ مگر میں ان پر جبر نہیں کرتا ہوں۔ یہ راضی خوشی رہتی ہیں۔ میں ان میں سے ہر عورت کے بوڑھے والدین کو ماہانہ تین سو روپے دیتا ہوں۔"

"کیا تم ماہانہ تین سو میں اپنی بہن دوگے؟"

وہ اچھل پڑا۔ غصے سے دہاڑتا ہوا بولا "تو میری بہن تک پہنچ رہا ہے۔ مرد کا بچہ ہے تو سامنے آ۔"

"کیا تم مرد کے بچے ہو؟"

وہ سینہ ٹھونک کر بولا "ہاں سامنے آ۔ میں تجھے بتاؤں گا کہ میں کیسا مرد کا بچہ ہوں۔"

"میں اپنی ماں کا بچہ ہوں۔ تعجب ہے، کسی مرد نے تمہیں کیسے پیدا کیا ہوگا!"

"آں؟" وہ پہلے تو بوکھلایا، پھر گرجتے ہوئے بولا "باتوں سے الو بناتا ہے۔ خنزیر کے......"

گالی پوری ہونے سے پہلے ہی میں اس کی زبان دانتوں کے درمیان لے آیا۔ زبان کٹ کر الگ تو نہیں ہوئی۔ لیکن تکلیف دکھا ہی ہوئی۔ وہ منہ پر ہاتھ رکھ کر اِدھر سے اُدھر تڑپ کر جانے لگا۔ مرجینا نے پریشان ہوکر پوچھا "برادر! کیا ہوا؟"

میں نے بیرم خان کی زبان سے کہا "برادر کو بولو۔ زبان سنبھال کر گفتگو کرے۔ ورنہ دوسری بار یہ کٹ کر الگ ہوجائے گی۔"

"پلیز مسٹر فرہاد! ہم سے دشمنی نہ کرو۔"

"اپنے بھائیوں سے کہو، عزت آبرو کے دشمنوں سے کہو کہ ان ستائیس عورتوں کو آزاد کریں۔ اب وہ آزادی کے بعد شریف گھرانوں میں بیاہی نہیں جائیں گی۔ لہٰذا اپنے طور پر زندگی گزارنے کے لئے ہر عورت کو پانچ لاکھ روپے ادا کریں۔"

وہ حیرانی سے چیخ کر بولی "پانچ لاکھ! تم ایسی عورتوں کو پانچ لاکھ دینے کو کہہ رہے ہو، جنہیں کبھی پانچ روپے بھی نصیب نہیں ہوتے۔"

"رقم نہ دیکھو۔ عورت ہوکر عورت کی آبرو کا حساب کرو۔ آبرو کو نہیں سمجھوگی تو میں تمہارے بھائیوں کی آنکھوں کے سامنے تمہیں کوٹھے پر پہنچادوں گا۔"

کافور خان اتنی دیر میں بولنے کے قابل ہوا۔ اس نے کہا۔ "مرجینا! تم اس سے نہ بولو۔ میں فرہاد سے کہتا ہوں، ان عورتوں کو ابھی حرم سرا سے نکال دوں گا۔ گزارے کے لئے انہیں کچھ رقم بھی دے دوں گا۔ اس کے بعد تم کبھی ادھر نہ آنا۔"

"میں نے ہر عورت کے لئے جتنی رقم مقرر کردی ہے، اتنی ہی دوگے؟"

وہ بولا "تم ہوش میں نہیں ہو یا دولت کو مٹی دھول سمجھتے ہو۔ ہر عورت کو پانچ لاکھ دینے کا مطلب یہ ہوا کہ ستائیس عورتوں کو ایک کروڑ پینتیس لاکھ روپے ادا کئے جائیں۔ اور میرے پاس اتنی رقم نہیں ہے۔"

"تمہارے پاس اس سے زیادہ ہے۔ تمہاری علاقہ غیر کی ایک خفیہ تجوری میں اسی ہزار پونڈ، دولاکھ ڈالر، ستر لاکھ روپے، پندرہ کلو سونے کے بسکٹ، تقریباً پچاس لاکھ روپے کے ہیرے جواہرات، یہاں کی سو ایکڑ زمین اور علاقہ غیر کی پچیس ایکڑ زمینوں کے کاغذات ہیں۔ پشاور اور اسلام آباد کے بینکوں میں نوّے لاکھ روپے علیحدہ ہیں۔"

میں اس کی دولت اور جائداد کا اتنا پکا حساب بتارہا تھا کہ اس کا منہ حیرت سے کھل گیا تھا، پھر وہ بولا "تت..... تم کیسے جانتے ہو؟"

"میں کہہ چکا ہوں خیال خوانی کے ذریعے کسی کے بھی چور خیالات پڑھ کر اس کے دل کا اور تجوری کا راز معلوم کرلیتا ہوں۔ اگر تم نے ان تمام عورتوں کو مقررہ رقم ادا نہ کی تو میں تمہاری وہ تجوری خالی کرادوں گا۔"

"کیسے خالی کراؤگے؟ میرے سوا کوئی اس تجوری کو نہیں کھول سکتا۔ وہ مخصوص نمبروں سے کھلتی ہے اور وہ نمبر صرف میں جانتا ہوں۔"

میں نے کہا "تجوری کے ہینڈل کے پاس ڈائلنگ سسٹم ہے۔ تم پہلے ڈبل زیرو ڈبل ون ڈائل کرتے ہو تو ایک ننھی سی سرخ روشنی آن ہوتی ہے۔ پھر تم ون سیون ون سکس ون ٹو ڈائل کرکے ہینڈل گھماتے ہو تو تجوری کھل جاتی ہے۔"

پھر اس کا منہ کھل گیا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر بولا۔ "میرا سر چکرا رہا ہے۔ تم جادوگر ہو۔ اتنے اندر کی باتیں صرف جادو کے ذریعے ہی معلوم ہوسکتی ہیں۔ اگر تم مسلمان ہو تو تمہیں

itsurdu.blogspot.com
itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

خدا کا واسطہ ہے' ہمارا پیچھا چھوڑ دو۔"

"میری شرائط پر عمل کرو گے تو ہمیشہ کے لئے پیچھا چھوڑ دوں گا۔"

"شرائط کیا ہیں؟"

"ایک شرط بیان کر چکا ہوں۔ مقررہ رقم دے کر عورتوں کو آزاد کرو۔ پھر جتنے دہقانوں کو غلام بنا رکھا ہے ان کے قرضے معاف کر کے انہیں بھی آزاد کردو۔ تیسری اور آخری شرط یہ ہے کہ آئندہ کبھی علاقہ غیر سے باہر نکلنے کی حماقت نہ کرنا۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "تینوں شرائط ناقابلِ عمل ہیں۔ بہت سخت ہیں۔ ان پر عمل کیسے ہوگا' یہ سوچنے کی مہلت دو۔"

"چوبیس گھنٹے تک غور کر سکتے ہو۔"

"یہ مہلت کم ہے۔"

"چلو دو دن اور دو راتیں دے رہا ہوں۔ اس دوران کوئی چالاکی نہ دکھانا۔ ورنہ پچھتانے کی بھی مہلت نہیں ملے گی۔ میں جا رہا ہوں۔ آئندہ اڑتالیس گھنٹوں کے بعد آؤں گا' خدا حافظ۔"

میں بیرم خان کو چھوڑ کر مرجینا کے پاس آگیا۔ میرے تنویمی عمل کے مطابق وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر کے سانس روک سکتی تھی۔ صرف میری سوچ کی لہروں سے بے خبر رہتی تھی۔ کافور خان نے مجھے آواز دی "فرہاد صاحب! کیا آپ جا چکے ہیں؟"

میں خاموش رہا۔ بیرم خان نے کہا "اب میں خود بول رہا ہوں' میری زبان سے بولنے والا چلا گیا ہے۔"

کافور خان نے کہا "یہ ٹیلی پیتھی کا علم بہت خطرناک ہے۔ وہ کم بخت ہماری تجوری کے ایک ایک پیسے کا حساب جانتا ہے۔ ہمارا ذاتی اور خاندانی کوئی سا بھی راز اس سے پوشیدہ نہیں ہے۔"

"برادر! ہم نے بہت عمر ضائع کردی۔ ہمیں معلوم ہوتا کہ یہ علم اتنے کمال کا ہے تو اسے ضرور پڑھتے اور سیکھتے۔ ہمیں معلوم کرنا چاہئے کہ یہ علم کتنے دنوں میں سیکھا جاتا ہے اور اس کا اسکول اور کالج کہاں ہے؟"

"جانِ برادر! یہ علم ہم اڑتالیس گھنٹوں کے اندر نہیں سیکھ سکیں گے اور وہ فرہاد مہلت ختم ہوتے ہی ہمارے سر پر سوار ہو جائے گا۔"

مرجینا نے کہا "اس بار اس نے مہلت کی صورت میں وارننگ دی ہے۔ اس سے پہلے وارننگ کے بغیر لاکھوں کی حویلی اور کروڑوں روپے جلا کر راکھ کر چکا ہے۔ یہ ظالمانہ دشمنی ظاہر کرتی ہے کہ وہ ہم سے اپنی شرائط پر ضرور عمل کرائے گا۔"

"دو کوڑی کی عورتوں کو ایک کروڑ پینتیس لاکھ دینے کو کہہ رہا ہے۔ کوئی ڈاکو بھی ایسے نہیں لوٹتا جیسے وہ لوٹ رہا ہے۔ آئندہ وہ ہمیں علاقہ غیر سے باہر قدم نہیں رکھنے دے گا۔ یعنی ہماری سو ایکڑ زمینوں کو اور ان سے ہونے والی آمدنی کو بھی ہم سے چھین رہا ہے۔"

کافور خان نے کہا "اپنے بچاؤ کے لئے کچھ کرنا ہوگا۔ ورنہ ہم کنگال ہو جائیں گے۔ وہ ہمیں مجبور اور محتاج بنانے کے لئے ہی ایسی شرائط پیش کر رہا ہے۔"

میں نے مرجینا کو وہاں سے اٹھایا۔ وہ اپنی خواب گاہ میں آئی۔ اس نے اپنے بھائی بیرم خان کی زبان سے میری آواز سنی تھی۔ تب سے اس پر عجیب سا سحر طاری تھا۔ کیونکہ میں نے اسی آواز اور لہجے میں اس پر تنویمی عمل کر کے اسے اپنی معمولہ بنایا تھا۔ میں نے سوچ کے ذریعے مخاطب کیا "ہیلو مرجینا!"

وہ چونک کر آئینے میں خود کو دیکھنے لگی' میں نے کہا "میری یہ آواز تمہارے دل اور تمہاری روح میں اتر چکی ہے۔"

وہ بولی "مجھے ایسا لگتا ہے۔ میں نے تمہاری آواز خواب میں یا بے خودی کے عالم میں سنی ہے۔ کیا پہلے بھی تم میری زندگی میں یا میرے دماغ میں آچکے ہو؟"

"یہ میرے سمجھانے کی نہیں' تمہارے سمجھنے کی بات ہے۔"

"پلیز میرے لئے معمہ نہ بنو۔"

"فی الحال معمہ ہی رہوں گا۔ اڑتالیس گھنٹے بعد تمہاری الجھن دور کردوں گا۔"

"ارسلان کہاں ہے؟"

"پشاور میں ہے۔"

"تمہیں اس کے اور میرے تعلقات کا علم ہوگا؟"

"کیا اس سے ملنا چاہتی ہو؟"

"ہاں اس نے میری نیندیں اڑا دی ہیں۔"

"ارسلان میرا خاص آلۂ کار ہے۔ میں اس کی خاطر تمہیں پاکستان آنے کی اجازت دیتا ہوں۔ جب چاہو پشاور چلی آؤ۔"

"وہ اتنے بڑے شہر میں کہاں ملے گا؟"

"پہلے سفر کا پختہ ارادہ کرو۔ پھر تمہیں منزل کا پتا مل جائے گا۔"

"میں تو کب سے ارادہ کر رہی ہوں پھر یہ سوچ کر رہ جاتی ہوں کہ ارسلان نہیں ملے گا تو میں بھٹکتی رہ جاؤں گی۔"

"کیا تمہارے بھائی تمہیں اجازت دیں گے؟"

"میں نے پندرہ برس لندن اور پیرس میں گزارے ہیں۔ برادر سمجھتا ہے کہ میں قبائلی عورتوں کی طرح چار دیواری میں قید رہنا پسند نہیں کرتی۔ میں کل صبح یہاں سے روانہ ہو جاؤں گی۔ مجھے اس کا پتا بتاؤ۔"

"آئی جی صاحب کے پاس چلی آنا۔ وہ تمہیں ارسلان تک پہنچا دیں گے۔ میں جا رہا ہوں۔ ارسلان کو تمہارے آنے کی خوشخبری سنا دوں گا۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ اس کمرے کو دیکھنے لگا جہاں مجھے مہمان بنا کر رکھا گیا تھا۔ آئی جی ان اغوا ہونے والوں کے معاملات میں مصروف تھا جنہیں میں علاقہ غیر سے لایا تھا۔ اس کے ماتحت افسران اپنے اعلیٰ افسر کو ذاتی طور پر دلچسپی لیتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ اس لئے بڑی تیزی سے اپنے فرائض انجام دے رہے تھے۔ ان رہا ہو کر آنے والوں کے سرپرستوں سے رابطہ کر رہے تھے۔

وسیم درانی اپنی بیٹی شینا کو ہوٹل کے ایک کمرے میں لے آیا تھا اور اسے بتا رہا تھا کہ اس کے بھائی فہیم نے بہن کو درندوں کے درمیان چھوڑ کر دس لاکھ روپے کا فراڈ کیا تھا۔ پولیس اسے گرفتار کر کے فیصل آباد لے گئی ہے۔ وہاں اس کے بینک اکاؤنٹ سے دس لاکھ نکلوائے جائیں گے۔

وہ بڑے دکھ سے بولی "جب بھائی نظروں سے گر رہا ہے تو دنیا والے بھی مجھے داغ دار سمجھیں گے۔"

"نہیں بیٹی! ایک ایسے شخص نے تمہاری عزت بچائی ہے' جس کا نام سن کر لوگوں کی زبانیں چپ ہو جائیں گی۔ وہ شخص فرہاد علی تیمور ہے۔"

"فرہاد علی تیمور؟" وہ حیرانی سے بولی "کیا آپ ٹیلی پیتھی جاننے والے فرہاد کا ذکر کر رہے ہیں؟"

"ہاں' آئی جی صاحب کہہ رہے تھے کہ وہ میرے دماغ میں آکر کچھ ضروری باتیں کرنے والا ہے۔"

"اوہ پاپا! مجھے یقین نہیں آرہا ہے کہ فرہاد صاحب ٹیلی پیتھی کی آنکھوں سے مجھے دیکھتے رہے ہیں اور میری مدد کرتے رہے ہیں۔"

میں نے اس کے دماغ میں کہا "یقین کرلو۔ میں تمہارے دماغ میں آتا جاتا رہا ہوں اور اس وقت بھی تمہارے اندر ہوں۔"

وہ گم صم سی ہو کر خلا میں تک رہی تھی' پھر اس نے پوچھا۔ "آ... آپ... آپ فرہاد صاحب ہیں؟"

"ہاں' میں نے ہی تمہارے بھائی کے فراڈ کو ظاہر کیا ہے لیکن تمہارے والد کو یہ نہیں بتایا کہ میں ان کے دماغ میں بھی پہنچتا رہا ہوں۔"

"آپ نیکی کرتے ہیں لیکن ظاہر نہیں کرتے۔ آپ بہت عظیم ہیں۔"

"لیکن اب ایک ضرورت کے لئے ظاہر ہو رہا ہوں۔ اپنے پاپا سے کہو' میں موجود ہوں اور ان کے دماغ میں آرہا ہوں۔"

بیٹی نے باپ کو میری موجودگی کے متعلق بتایا۔ وسیم درانی نے ہاتھ اٹھا کر سلام کرتے ہوئے کہا "میرے محسن! میں آپ کو سلام کرتا ہوں۔ آپ نے میری بیٹی کو درندوں سے بچا کر وہ احسان کیا ہے' جس کے بدلے میں آپ پر جان نچھاور کردوں تو بھی کم ہے۔"

میں نے کہا "احسان کا بدلہ یہ ہوتا ہے کہ آپ بھی کسی مجبور کے کام آئیں۔ کیا آپ ایک غریب اور امداد کے مستحق نوجوان کو ایک لاکھ روپے دے سکتے ہیں؟"

"ایک لاکھ سے بھی زیادہ دے سکتا ہوں۔ آپ اس نوجوان کا نام اور پتا بتائیں۔ میں خود اس کے گھر جاؤں گا۔"

"میں ابھی آکر بتاتا ہوں۔"

میں نے معلوم کیا۔ آئی جی کے ایک ماتحت افسر نے نورزمان' اس کی ماں اور بہن کی رہائش کے لئے ایک اچھے مکان کا انتظام کیا تھا۔ میں نے اس کی سوچ کے ذریعے مکان کا پتا معلوم کیا۔ پھر وسیم درانی کو وہ پتا بتا دیا۔

وہ اسی وقت ایک چھوٹے بریف کیس میں دو لاکھ روپے رکھ کر بیٹی سے بولا "میں ابھی آتا ہوں۔ پھر ہم فیصل آباد کے لئے روانہ ہو جائیں گے۔"

وہ ہوٹل سے باہر آگیا۔ میں نے کہا "اگر نورزمان رقم لینے سے انکار کرے تو آپ آئی جی کے ذریعے اسے رقم لینے پر آمادہ کریں اور اسے کاروبار کرنے کا مشورہ دیں۔"

پھر میں نے شینا کے پاس آکر کہا "تم نے مجھ سے محبت اور عقیدت ظاہر کی ہے اس لئے ایک مشورہ دیتا ہوں۔ اپنے والد کی بیماری کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے کاروبار میں ان کا ہاتھ بٹاؤ۔ فہیم پر اعتبار نہ کرو۔ خود اعتمادی سے ٹیکسٹائل ملز کی ذمے داریاں سنبھالو۔"

"میں آپ کے مشوروں پر ضرور عمل کروں گی۔ آپ کہاں ہیں؟ کیا آپ سے ملاقات نہیں ہو سکتی؟"

"میں بہت دور ہوں۔ کبھی ایک جگہ سکون سے رہنے کا موقع نہیں ملتا ہے۔ کبھی فیصل آباد آؤں گا تو تم سے اور تمہارے والد سے ضرور ملاقات کروں گا' ابھی مصروف ہوں اس لئے جا رہا ہوں۔"

"ذرا ٹھہر جائیں۔ پتا نہیں ہمارے شہر میں کب آئیں گے۔ لیکن دماغ میں تو آسکتے ہیں۔ وعدہ کریں آپ آج یا کل ضرور آئیں گے۔"

"مصروفیات کا یہ عالم ہوتا ہے کہ میں خود کو بھول جاتا ہوں۔ تم سے وعدہ کر کے بھول گیا تو تمہیں دکھ ہوگا۔ اس لئے وعدہ نہیں کروں گا کوشش کروں گا' خدا حافظ۔"

میں وہاں سے چلا آیا۔ اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ رات کے آٹھ بج رہے تھے۔ میں کمرے سے باہر آیا۔ ایک ملازم نے کہا۔ "صاحب! آپ کو یاد کر رہے ہیں؟"

میں ڈرائنگ روم میں آیا۔ آئی جی نے مسکرا کر پوچھا "کیا سو رہے تھے؟"

میں نے جواباً مسکرا کر کہا "کوشش کر رہا تھا مگر بے وقت نیند نہیں آئی۔ رات کے کھانے کے بعد ہی نیند آئے گی۔"

"آپ کس وقت کھانا پسند کریں گے؟"

"جب آپ اپنے معمول کے مطابق کھائیں گے۔ فرہاد صاحب اپنے ساتھ مجھے بھی اس قدر مصروف رکھتے ہیں کہ کھانے اور سونے کا کوئی خاص وقت اور خاص اصول نہیں رہتا۔"

"تو پھر ایک گھنٹے بعد یعنی نو بجے کھائیں گے۔ آپ فرہاد

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

صاحب کے متعلق بتائیں۔ آپ نے تو انہیں روبرو دیکھا ہوگا؟"

وہ میرے متعلق بڑی دلچسپی سے سوالات کر رہا تھا۔ میں جواب دے رہا تھا۔ ایسے وقت اس کی بیٹی باہر سے آئی۔ پھر آئی جی سے بولی "اوہ ڈیڈ! یہاں تو تفریح کی کوئی جگہ نہیں ہے۔ لندن بہت یاد آتا ہے۔"

باپ نے اس سے میرا تعارف کرایا "یہ مسٹر فرہاد کے معتمدِ خاص ہیں مسٹر ارسلان' یہ میری بیٹی رابعہ ہے۔ لندن میں رہنے کے باعث نام سکڑ کر رابی ہو گیا ہے۔"

رابی نے مجھ سے کہا "پھر تو تم فرہاد کے ساتھ ساری دنیا کی سیر کرتے ہوگے؟"

"جی ہاں' یہ میری خوش قسمتی ہے۔"

"اور میری بدقسمتی ہے کہ لندن اور پیرس سے آگے نہ جا سکی۔ ڈیڈ نے اچانک یہاں بلا لیا۔"

"ڈیڈ نے یہ بھی بتایا ہوگا کہ یہودی تمہاری جان کے دشمن ہو گئے تھے۔"

"میں نہیں مانتی۔ میں نے یہودیوں کو قریب سے دیکھا ہے۔ ان کے مذہب کا اور ان کے لٹریچر کا بہت مطالعہ کیا ہے۔ یہودی.... بہت زیادہ مہذب اور انسان دوست ہوتے ہیں۔"

آئی جی نے ڈانٹ کر کہا "بکواس مت کرو۔ میں رشوت خوری کی سزا پا رہا ہوں۔ میں نے یہ نہیں سوچا تھا کہ میری بیٹی اور بیٹا یہودیوں کی سرپرستی میں رہ کر اپنے مذہب کو بھول جائیں گے۔ تم بہن بھائی جب سے آئے ہو یہودیوں کے گن گا رہے ہو۔"

"ڈیڈ! یہ تہذیب کے خلاف ہے کہ آپ مہمان کے سامنے ڈانٹ رہے ہیں اور مجھے نالائق کہہ رہے ہیں۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ جو باپ کا نظریہ ہو وہ اولاد کا بھی ہو۔ میں بالغ ہوں' مجھے اپنی رائے اور نظریے کے اظہار کا حق ہے۔ میں وہی بات کہوں گی جسے بہتر سمجھتی ہوں۔"

وہ پاؤں پٹختی ہوئی کوٹھی کے اندرونی حصے میں چلی گئی۔ آئی جی نے کہا "مسٹر ارسلان! میری بیٹی اور بیٹے اپنے دین اور قوم سے دور ہو رہے ہیں۔ میں آپ کے ذریعے فرہاد صاحب سے التجا کرتا ہوں کہ میرے بچوں کے ذہن کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے بدل دیں۔ انہیں ہمارے دین کی طرف لے آئیں' یہ مجھ پر ایک اور احسان ہوگا۔"

میں نے کہا "ٹیلی پیتھی اور تنویمی عمل کے ذریعے وقتی طور پر اپنی طرف مائل کیا جا سکتا ہے۔ ہم صراط مستقیم پر چلنے کی دعا اس لئے مانگتے ہیں کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی دعا قبول کرتا ہے اور راہِ راست پر لاتا ہے۔ آپ دعا کریں' فرہاد صاحب دوا کریں گے۔ ان سے رابطہ ہونے تک میں آپ کے بچوں کو سمجھاؤں گا۔"

اسی وقت وسیم درانی وہاں آیا۔ اس نے آئی جی سے کہا "میں فرہاد صاحب کی خوشی کے مطابق ایک پٹھان نوجوان کو دو لاکھ روپے دینے گیا تھا۔ لیکن وہ بہت خوددار ہے۔ اس نے اتنی بڑی رقم لینے سے انکار کر دیا ہے۔ آپ میرے ساتھ چلیں' اسے رقم لینے پر راضی کریں۔ اس سے کہا جا سکتا ہے کہ یہ رقم قرض ہے۔ کاروبار چل پڑے گا تو وہ قرضہ واپس کر سکتا ہے۔"

میں نے آئی جی سے کہا "اسے کسی بھی طرح سمجھا کر رقم دی جا سکتی ہے۔ پلیز' آپ درانی صاحب کے ساتھ جائیں۔ میں رابی کا مسئلہ حل کرتا ہوں۔"

وہ وسیم درانی کے ساتھ چلا گیا۔ میں رابی کے خیالات پڑھنے لگا۔ جیسے جیسے پڑھتا گیا' مایوس ہوتا گیا۔ رشوت لینے والے اپنی اولاد کو ملک سے باہر بھیج کر یہ نہیں سوچتے کہ وہ صرف والدین اور وطن سے ہی نہیں' اپنے دین سے بھی دور جا رہے ہیں۔

یہودیوں نے رابی کو اپنے ماحول میں رکھ کر اپنی تعلیمات کے ذریعے اس کا برین واش کر دیا تھا۔ اس نے اور اس کے بھائی جاوید نے ان کا مذہب قبول کر لیا تھا اور یہ بات اپنے باپ سے چھپائی تھی۔ اگر یہ بات میں آئی جی کو بتاتا تو وہ صدمے سے آدھا ہو جاتا۔ اور پوری طرح شرم سے مرنے کے لئے یہ معلومات کافی تھیں کہ رابی کا افیئر دو یہودی جوانوں سے تھا اور وہ اس بے حیائی پر شرمندہ نہیں تھی۔ کیونکہ مغربی سوسائٹی میں یہ شرم کی بات نہیں تھی۔ وہاں جتنے بوائے فرینڈز ہوتے ہیں' لڑکی اتنی ہی حسین اور پرکشش کہلاتی ہے۔

وہ دلدل میں اتنی دھنس گئی تھی کہ اسے نکالا نہیں جا سکتا تھا۔ اس کے وجود سے کیچڑ صاف نہیں کی جا سکتی تھی۔ اگر معجزہ ہو جاتا اور وہ یہودیت سے باز آ کر اسلام قبول کر لیتی تو اسے دین واپس مل جاتا مگر آبرو واپس نہیں مل سکتی تھی۔

میں اپنے کمرے میں واپس آ گیا۔ بے چارے باپ نے غلطیوں سے توبہ کر لی تھی لیکن توبہ کرنے میں دیر ہو جائے تو اندھیر ہو جاتا ہے۔ میں نے رابی کی سوچ میں کہا "مجھے ڈیڈ کی محبت اور شفقت کو سمجھنا چاہئے اور ان کی عزت کرنا چاہئے۔ میں پاکستان میں رہ کر خود کو یہودی ظاہر نہیں کر سکوں گی۔ یہاں کا بچہ بچہ مجھے جوتے مارے گا۔ بہتر ہے میں باپ کا دل نہ دکھاؤں۔ مسلمان اور فرمانبردار بیٹی بن کر رہوں یا پھر ضد کر کے واپس لندن چلی جاؤں۔"

وہ سوچنے لگی "ضرور واپس جاؤں گی' یہاں تو قدم قدم پر پابندیاں ہیں۔ پتا نہیں یہاں عورتیں کس طرح زندہ رہتی ہیں۔ ڈیڈ نے جانے کی اجازت نہ دی تو میں دھوکا دے کر چلی جاؤں گی۔"

خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ دروازے پر دستک ہوئی تھی۔ میں نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔ رابی کھڑی ہوئی تھی' اندر آ کر بولی "تم میرا ایک کام کرو گے؟"

"کام میرے بس کا ہوگا تو ضرور کروں گا۔"

"مسٹر فرہاد سے میرا رابطہ کرا دو۔"

"یہ بات تم اپنے ڈیڈ سے کہہ سکتی ہو۔ ان کا بھی رابطہ ہمارے فرہاد صاحب سے رہتا ہے۔"

"میں ڈیڈ سے نہیں کہہ سکتی۔ میرا ایک پرسنل پرابلم ہے۔"

"فرہاد صاحب میرے دماغ میں آئیں گے تو تمہارا پیغام پہنچا دوں گا۔"

"تم نے فرہاد صاحب کو روبرو دیکھا ہے؟"

"کئی بار دیکھ چکا ہوں۔"

"وہ بوڑھے ہیں یا جوان؟"

"ان کے دو جوان بیٹے ہیں۔"

"جوان بیٹوں کے ہونے سے آدمی بوڑھا نہیں ہوتا۔ میں نے چند ماہ پہلے سنا تھا کہ فرہاد نے سونیا سے شادی کی ہے۔"

"تم چاہتی کیا ہو؟"

میں نے یہ سوال کرتے ہی چونک کر کہا "اوہ فرہاد صاحب! آپ اچھے وقت پر آئے ہیں۔ یہ میرے سامنے آئی جی صاحب کی بیٹی رابی ہے' آپ سے باتیں کرنا چاہتی ہے۔"

پھر میں جواب سننے کے انداز میں چپ ہوا اس کے بعد بولا۔ "رابی! اپنی آواز سناؤ۔ کچھ بولو' وہ تمہارے دماغ میں آئیں گے۔"

وہ خوش ہو کر بولی "مسٹر فرہاد! میں تمہاری بہت بڑی فین ہوں تم سے ایک ذاتی مسئلے پر گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔"

میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا "اپنے کمرے میں چلو اور اپنا مسئلہ بیان کرتی رہو' میں سنتا رہوں گا۔"

وہ میرے کمرے سے نکل کر اپنے کمرے کی طرف جاتے ہوئے بولی "پلیز' تم میرے خیالات پڑھ لو۔ میرے متعلق تمام معلومات حاصل کر لو۔ پھر آگے بات ہوگی۔"

میں تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر بولا "اچھا تو تم یہودی بن چکی ہو۔ اور یہ چاہتی ہو کہ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمہارے باپ کو غائب دماغ کروں اور تمہیں یہاں سے فرار ہونے کا موقع دوں۔"

"بے شک میں یہی چاہتی ہوں۔ اگر تم ٹیلی پیتھی کی آنکھ سے دیکھ سکتے ہو تو میرے حسن و شباب کو ضرور دیکھ رہے ہوگے۔ میں نے سنا ہے تم بڑے دل پھینک ہو۔ رنگین مزاج ہو' میں اس ملک سے نکلتے ہی تمہارے پاس آؤں گی اور تمہارا دل خوش کر دوں گی۔"

میں نے کہا "یہودیوں نے تمہیں زبردست بازاری بنا دیا ہے۔ مگر تمہیں مایوسی ہوگی۔ شیر کسی کا جھوٹا نہیں کھاتا اور تم تو ایسا جھوٹا کھانا ہو' جس پر مکھی بھی بیٹھنا پسند نہیں کرے گی۔ تمہیں یہودی کھٹمل مبارک ہوں۔"

وہ اپنی توہین پر تلملانے لگی۔ میں اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ آئی جی کے آنے کے بعد میں نے رات کا کھانا کھایا۔ تھوڑی دیر تک گارڈن میں ٹہلتا رہا پھر کمرے میں آ کر دروازے کو اندر سے بند کر کے سو گیا۔

میں نے دوسری صبح مرجینا کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ وہ اپنی حویلی سے نکل پڑی تھی۔ ایک کار ڈرائیو کرتی ہوئی میری طرف آ رہی تھی۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ وہ اپنے بھائی سے اجازت لینے گئی تھی۔ پتا چلا وہ رات سے کہیں گیا ہے۔

بھائی کی عدم موجودگی میں اسے ایک تدبیر سوجھی۔ اس نے ایک کاغذ پر لکھا "کافور خان! اس وقت میں نے تمہاری بہن کو غائب بنایا ہے اور وہ غفلت میں یہ خط تمہیں لکھ رہی ہے کہ فرہاد کو تم لوگوں پر بھروسا نہیں ہے۔ پتا نہیں تم اس کی شرائط پر عمل کرو گے یا نہیں؟ اس لئے میں تمہاری بہن کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے یرغمال بنا رہا ہوں۔ میری شرائط پر عمل کرو گے تو تمہاری بہن واپس کر دوں گا' فقط راقم الحروف فرہاد۔"

اس نے یہ خط لکھ کر کاغذ کو اپنے بستر پر رکھ دیا۔ پھر وہاں سے چلی آئی۔ کمال کی چیز تھی' گھر سے بھاگ کر آ رہی تھی لیکن بھائیوں کے قہر و غضب کو میری طرف موڑ دیا تھا کہ میں اسے غافل بنا کر لے جا رہا ہوں۔ اور وہ بے چاری اپنے ہوش و حواس میں نہیں ہے۔

وہ بے چاری شام کے پانچ بجے پشاور پہنچی۔ میں نے اسے ایک ریسٹ ہاؤس کی طرف ڈرائیو کرتے ہوئے آنے پر مجبور کیا تھا۔ اس ریسٹ ہاؤس کا کمرا میں نے آئی جی کے تعاون سے حاصل کیا تھا اور کہہ دیا تھا کہ فرہاد صاحب کی ہدایت کے مطابق مجھے وہاں

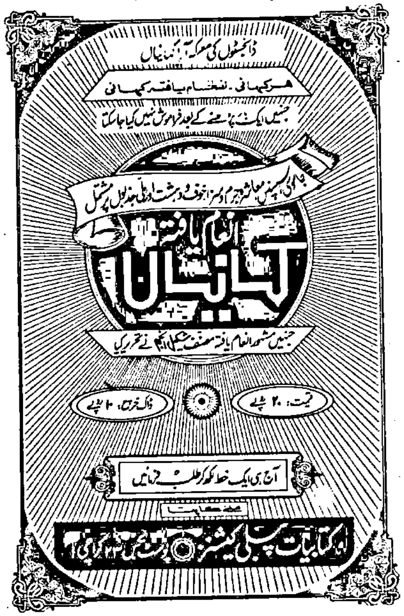

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

رہتا ہے۔

مرجینا مجھے دیکھ کر خوش ہو گئی' حیرانی سے بولی "میں ادھر کیسے چلی آئی؟ کیا یہ تمہارے فرہاد صاحب کا کمال ہے؟"

"ہاں میرے صاحب نے مجھے بتایا ہے کہ تم بڑی چالبازی سے یہاں آئی ہو۔"

ہم باتیں کرتے ہوئے کمرے میں آئے' میں نے کہا "تم لمبی ڈرائیونگ سے تھک گئی ہو۔ آرام سے لیٹ جاؤ۔ میں جا کر یہاں کے چوکیدار سے چائے لانے کو کہتا ہوں۔"

وہ بولی "ارسلان! میں معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ میرے بھائی میرے متعلق کیا رائے قائم کر رہے ہیں۔ انہیں میرا خط ملا بھی ہے یا نہیں؟"

"اطمینان رکھو۔ فرہاد صاحب میرے دماغ میں آئیں گے تو ان سے کہوں گا کہ وہ تمہارے بھائیوں کے پاس جا کر معلومات حاصل کریں۔"

میں کمرے سے باہر آیا۔ ریسٹ ہاؤس کے پیچھے ایک کوارٹر میں جا کر چوکیدار کو چائے تیار کرنے کے لئے کہا۔ پھر خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے کافور خان کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اس نے فوراً ہی سانس روک لی۔

یا حیرت! یہ کیا ہو گیا؟ کافور خان نے میری سوچ کی لہروں کو محسوس کیا تھا۔ جبکہ اس کا دماغ حساس نہیں تھا اور وہ یوگا کے سلسلے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔

میں نے پھر خیال خوانی کی پرواز کی' بیرم خان کے دماغ میں آیا اور آتے ہی باہر نکل گیا۔ اس نے بھی سانس روک لی تھی۔ جب دونوں نے سانس روک کر میرا راستہ روکا تو بات سمجھ میں آ گئی۔ دونوں بھائیوں نے کسی تنویمی عمل جاننے والے کو ڈھونڈ نکالا تھا اور اس کے عمل کے ذریعے اپنے اپنے دماغ کو لاک کرا لیا تھا۔

پتا نہیں کسی عامل کو کہاں سے پکڑ لائے تھے۔ مگر اپنا بچاؤ خوب کیا تھا۔ اب میں ان کے دماغوں میں اور ان کی حویلی میں نہیں جا سکتا تھا۔ ان سے اپنی شرائط نہیں منوا سکتا تھا۔ انہوں نے اپنی دولت اور جائداد کو بڑی کامیابی سے محفوظ کر لیا تھا۔ اور میرے لئے چیلنج بن گئے تھے کہ میں اپنے علم سے ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکوں گا۔

مرجینا وہاں سے صبح ہی نکل پڑی تھی اگر وہ بھی وہاں ہوتی تو اس پر بھی تنویمی عمل کیا جاتا۔ شاید میرے نصیب سے بچ کر آ گئی تھی۔ چوکیدار نے آ کر کہا "صاحب! دودھ ختم ہو گیا ہے۔ میں بازار سے لے کر آتا ہوں۔"

میں نے کہا "اندھیرا ہو رہا ہے۔ چائے کو چھوڑو۔ رات کا کھانا تیار کرو۔ ہم نو بجے کھائیں گے۔ اس سے پہلے دستک نہ دینا۔"

میں نے کمرے میں آ کر دروازے کو بند کیا۔ وہ بستر پر لیٹی ہوئی تھی میں نے اس کے پاس آ کر کہا "فرہاد صاحب نے عجیب سی بات بتائی۔ تمہارے بھائیوں پر کسی نے تنویمی عمل کیا ہے۔ ٹیلی پیتھی کی لہریں ان کے دماغوں میں نہیں جاتی ہیں۔"

"تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ فرہاد صاحب آئندہ میرے بھائیوں کے دماغوں میں نہیں جا سکیں گے؟"

"ہاں' انہوں نے بڑی چالاکی سے ٹیلی پیتھی کا راستہ روک دیا ہے۔"

وہ ہنسنے لگی' میں نے پوچھا "کیا ہوا؟"

وہ ہنستے ہنستے بولی "میرے بھائی لاکھوں کروڑوں میں ایک ہیں۔ فرہاد کے جادو کا توڑ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہماری دولت اور جائداد محفوظ ہو گئی ہے۔ تمہارے فرہاد صاحب میرے بھائیوں کو یہاں آنے سے بھی نہیں روک سکیں گے۔ ہماری یہاں کی جائداد بھی محفوظ رہے گی۔"

وہ ہنس رہی تھی' خوش ہو رہی تھی اور مارے خوشی کے مجھ پر مہربان ہوتی جا رہی تھی۔ مجھے پتا نہیں چلا کہ کتنا وقت گزر گیا ہے۔ دروازے پر دستک سن کر یاد آیا کہ چوکیدار نے کھانا تیار کر لیا ہے اور ٹھیک نو بجے دروازے پر آیا ہے۔ پھر میں نے خیال خوانی کے ذریعے بھی معلوم کیا وہ بند دروازے کے سامنے کھڑا ہوا تھا۔

باہر چاندنی پھیلی ہوئی تھی۔ میں نے کمرے کی لائٹ آن نہیں کی۔ دروازے کو کھول کر پوچھا "روٹی تیار ہے؟"

"جی صاحب! لے آؤں؟"

میں کہنے والا تھا "لے آؤ" لیکن کہہ نہ سکا۔ اچانک ٹھائیں کی آواز کے ساتھ کہیں سے گولی سنسناتی ہوئی آئی۔ میں اچھل کر دور فرش پر جا گرا۔ کمرے کی تاریکی نے مجھے بچا لیا تھا۔ لیکن وہ پہلی گولی تھی۔ اس کے بعد گولیوں کی بوچھار ہونے لگی۔ چوکیدار کی چیخ سنائی دی۔ میں فرش پر لڑھکتا ہوا آیا پھر دروازے کو ایک لات ماری۔ وہ ایک دھڑاکے سے بند ہو گیا۔

باہر سے کافور خان کی آواز سنائی دی "فرہاد! میں نے تمہیں چوہے دان میں بند کر دیا ہے۔ اب تمہاری لاش ہی یہاں سے نکلے گی۔"

مرجینا دوڑتی ہوئی میرے پاس آئی۔ اسی وقت باہر سے کافور خان نے دروازے کو لات ماری۔ دروازہ پھر کھل گیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے فائر کیا۔ پھر ایک گولی سنسناتی ہوئی آئی اُدھر مرجینا بھائی سے خوف زدہ ہو کر مجھ سے لپٹنے آئی تھی۔ گولی اسے لگی۔ اس کے حلق سے آخری چیخ نکلی۔

دوسری بار مرجینا نے بچایا۔ خدایا! کیا تیسری بار تو بچائے گا! تیسری بار ہو' یا آخری بار' بس دعا ہی رہ جاتی ہے۔

میں کافور خان اور بیرم خان کے دماغوں میں نہیں جا سکتا تھا۔ انہوں نے خود پر تنویمی عمل کرایا تھا۔ میری خیال خوانی کا راستہ روک دیا تھا۔ اتنے بڑے خطرے کو روکنے کے بعد وہ کسی وقت بھی جوابی حملے کر سکتے تھے۔ پھر ایسے وقت جبکہ ان کی بہن میرے پاس آئی تھی۔ وہ اس کا تعاقب کرتے ہوئے آ سکتے تھے لیکن انہوں نے بہن کا تعاقب نہیں کیا تھا۔ اگر کرتے تو شام کے پانچ بجے ہی ریسٹ ہاؤس میں مجھے گھیر لیتے۔ انہوں نے رات کو نو بجے مجھ پر حملہ کیا تھا۔ ایسے میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ انہیں کیسے معلوم ہوا کہ مرجینا ریسٹ ہاؤس میں مجھ سے ملنے آئی ہے؟

اور انہیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ ریسٹ ہاؤس کے اس کمرے میں فرہاد موجود ہے؟ کافور خان نے پورے یقین سے کہا تھا "فرہاد! میں نے تمہیں چوہے دان میں بند کر دیا ہے۔"

اس کا یہ یقین ظاہر کر رہا تھا کہ کسی نے وہاں میری موجودگی کی اطلاع اسے دی تھی۔ صرف آئی جی کو معلوم تھا کہ میں ریسٹ ہاؤس میں ہوں۔ اور یہ بات اسے آئی جی سے معلوم نہیں ہوئی تھی جو انتہائی اندر کا راز ہوتا ہے وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہی معلوم ہوتا ہے۔ پھر کیا کافور خان سے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کا رابطہ ہو گیا ہے؟

یہی ہو سکتا تھا۔ بات کچھ سمجھ میں آ رہی تھی۔ ان دونوں بھائیوں پر کسی ہپناٹائز کرنے والے نے عمل نہیں کیا تھا۔ میرا کوئی دشمن خیال خوانی کرنے والا خوبیٔ قسمت سے کافور خان کے پاس پہنچ گیا تھا۔ پہلے اس نے دونوں بھائیوں کے دماغوں کو لاک کیا تھا۔ پھر بھائیوں نے اسے مرجینا کی تصویر دکھائی ہو گی اور وہ تصویر کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے اس کے دماغ میں پہنچا ہو گا۔

ادھر میں مرجینا کے دماغ کو لاک کر چکا تھا۔ دشمن خیال خوانی کرنے والے کو پہلے ناکامی ہوئی ہو گی۔ مرجینا نے سانس روک لی ہو گی۔ پھر دشمن کی سمجھ میں آیا ہو گا کہ فرہاد کی آواز اور لہجہ اختیار کرنا چاہئے۔ پھر وہ میری سوچ کا لہجہ اپنا کر مرجینا کے اندر آیا ہو گا۔ اس کے ذریعے معلوم ہوا ہو گا کہ میں ریسٹ ہاؤس کے اس کمرے میں ہوں۔

بہر حال وہ اسی طرح کی معلومات حاصل کر کے مجھے گھیرنے اور قتل کرنے آیا تھا۔ کمرے کی تاریکی نے اس کی پہلی گولی سے مجھے بچایا تھا۔ مرجینا مجھ سے لپٹنے آئی تھی۔ گویا اس بے چاری نے بوکھلاہٹ میں دوسری گولی سے مجھے بچایا تھا۔ تقدیر ہمیشہ نہیں بچاتی۔ کبھی حالات کے رحم و کرم پر بھی چھوڑ دیتی ہے۔

میں سمجھ رہا تھا' مرجینا مجھ سے لپٹنے آئی تھی۔ نہیں وہ تحفظ کا سامان لائی تھی۔ اس وقت بھی وہ اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کے لئے مجھے ریوالور دینے آئی تھی۔ اس کی آخری چیخ کے ساتھ وہ ریوالور مجھ پر آ کر گرا۔ پھر میں نے ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کیا۔

اسے گرفت میں لیتے ہی جوابی فائر کیا۔ کافور خان کی چیخ سنائی دی۔ وہ اچھل کر برآمدے کے فرش پر گرا۔ پھر زینے پر سے لڑھکتے ہوئے نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

چونکہ وہ چاندنی میں تھا۔ اس لئے میں نے اسے گولی کھا کر گرتے دیکھا تھا۔ گولی اس کی ران میں پیوست ہو گئی تھی۔ وہ تکلیف کی شدت سے تڑپ رہا تھا۔ ایسے میں سانس نہیں روک سکتا تھا۔ اس کی سوچ کے ذریعے معلوم ہوا اس کے چھ مسلح ماتحت ہیں جو ریسٹ ہاؤس کے چاروں طرف موجود ہیں۔ اپنے آقا کے گرتے ہی وہ تمام ماتحت فائرنگ کرتے ہوئے ریسٹ ہاؤس کے سامنے آ گئے تھے۔ ان میں سے دو ماتحت اسے اٹھا کر لے جا رہے تھے۔ میں نے دوبارہ جوابی فائرنگ کی جس کے نتیجے میں وہ برآمدے تک آنے کی جرات نہ کر سکے۔ شطرنج کی بساط ہو یا میدانِ جنگ' تمام مہرے اس وقت تک لڑتے ہیں جب تک بادشاہ سلامت رہتا ہے۔ جب انہوں نے زخمی بادشاہ کو گاڑی کی پچھلی سیٹ پر ڈال دیا تو فائرنگ کرنے والوں نے بھی میدان چھوڑ دیا۔ وہاں سے بھاگتے ہوئے گاڑی میں آ کر بیٹھ گئے۔ کافور خان تکلیف سے کراہتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "جلدی کرو۔ مجھے اسپتال پہنچاؤ۔ یہ گولی نکالو۔ میں فرہاد کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

میں ریسٹ ہاؤس سے باہر آ گیا۔ برآمدے میں چوکیدار کی اور مرجینا کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ مسلسل فائرنگ کی آوازیں رات کو دور تک گونجتی گئی تھیں۔ قریبی تھانے سے پولیس والے دوڑے آئے تھے۔ میں ریسٹ ہاؤس کے عقب میں دوڑتا چلا گیا۔ کسی کی نظروں میں نہیں آیا۔ خواہ مخواہ قتل کے کیس میں الجھنا مناسب نہیں تھا۔

میں ایک رکشا میں بیٹھ کر ریلوے اسٹیشن کی سمت جانے لگا۔ راستے میں آئی جی کو ریسٹ ہاؤس کی روداد سنا تا گیا۔ اس نے کہا۔ "میں وہاں کے معاملات سنبھال لوں گا۔ یہ آپ نے اچھا کیا کہ ارسلان کو ریسٹ ہاؤس سے ہٹا دیا' وہ کہاں ہے؟ اسے میری کوٹھی میں رہنا چاہئے۔"

"میں اسے اپنے معاملات میں مصروف رکھوں گا۔ وہ یہاں دوسرے بہروپ میں رہے گا۔ کسی کو نظر نہیں آئے گا۔ میں پھر کسی وقت رابطہ کروں گا۔"

میں ریلوے اسٹیشن کے قریب ایسی جگہ رکشا سے اتر گیا جہاں خاصی تاریکی تھی۔ میں نے کرایہ ادا کیا۔ وہ آگے چلا گیا۔ میں نے آنکھوں سے لینسز نکال لئے' مونچھیں ہٹا دیں' سر کی وگ اتار دی' اس طرح چہرہ کسی حد تک تبدیل ہو گیا۔ یہ احتیاط ضروری تھی۔ جو دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا مرجینا کے ذریعے ریسٹ ہاؤس میں میری موجودگی کو سمجھتا رہا تھا۔ اسے یقین ہو گا کہ فرہاد ابھی پشاور میں ہے اور وہ یقیناً مجھے دوبارہ گھیرنے کی سازش کر رہا ہو گا۔ یا کوئی چال چل

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

چکا ہوگا۔

کافور خان کے ساتھ اس کا بھائی بیرم خان نہیں تھا۔ کیوں نہیں تھا یہ جاننے کے لئے میں نے کافور خان کے خیالات پڑھے۔ اسے ایک اسپتال کے آپریشن تھیٹر میں پہنچایا گیا تھا۔ اس پر بے ہوشی طاری ہو رہی تھی۔ اس کے بے ہوش ہونے سے پہلے ہی میں نے معلوم کیا۔ اس کا بھائی بیرم خان دو مسلح ماتحتوں کے ساتھ ریسٹ ہاؤس کے پیچھے چوکیدار کے کوارٹر سے ذرا دور چھپا ہوا تھا۔ دشمن خیال خوانی کرنے والے نے دونوں بھائیوں سے کہا تھا "فرہاد کچھ تو حاضر دماغ ہے اور کچھ قسمت کا دھنی ہے۔ مضبوط حصار کو توڑ کر نکل جاتا ہے۔ اگر وہ ریسٹ ہاؤس سے بچ نکلنے میں کامیاب ہوگا تو پچھلے حصے سے فرار ہوگا کیونکہ ریسٹ ہاؤس کے آگے کچھ فاصلے پر پولیس اسٹیشن ہے۔"

اس پلاننگ کے مطابق بیرم خان دور چھپا ہوا تھا۔ دشمن خیال خوانی کرنے والے نے درست سوچا تھا۔ میں اسی راستے سے فرار ہوا تھا لیکن بیرم خان نے اپنی جگہ چھوڑ دی تھی۔ بڑے بھائی کو باپ سمجھ کر محبت کرتا تھا۔ اسے گولی لگتے ہی وہ بھی اپنے بھائی کے پیچھے اسپتال پہنچ گیا تھا۔ کافور خان نے کراہتے ہوئے کہا تھا۔ "جانِ برادر! تم نے غلطی کی۔ تمہیں وہاں فرہاد کو گھیر کر مارنا چاہئے تھا۔"

"برادر! ابھی تمہیں خون کی ضرورت ہوگی۔ پہلے میں تمہیں خون دوں گا پھر اس دشمن کو جہنم میں پہنچاؤں گا۔ وہ چھپ نہیں سکے گا۔ میں اسے ڈھونڈ نکالوں گا۔"

اس کے بعد کافور خان کو آپریشن تھیٹر میں لایا گیا تھا۔ میں اس کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ اس کی سوچ میں پوچھ رہا تھا کہ اس کے دوست ٹیلی پیتھی جاننے والے کا نام کیا ہے اور وہ کس ملک سے تعلق رکھتا ہے؟

وہ جواب نہ دے سکا۔ اسی وقت بے ہوش ہوگیا۔ اب مجھے کسی طرح بیرم خان کے دماغ میں پہنچنا تھا اور اس دشمن خیال خوانی کرنے والے کو پہچاننا تھا۔ پھر یہ بھی فکر تھی کہ وہ کمبخت نورخان کو اس شہر میں دیکھ لے گا تو اس کے پورے کنبے کو قتل کر دے گا۔ اس سے پہلے ہی دونوں بھائیوں کو اس شہر سے بھگا دینا یا اس کا قصہ تمام کر دینا ضروری تھا۔

اور میری چھٹی حس کہہ رہی تھی۔ یہ صرف دو بھائی دشمن نہیں ہیں۔ اس ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن نے پتا نہیں اور کتنے جوانمردوں کو آلۂ کار بنا کر اس شہر میں پھیلا دیا ہے۔ ہوسکتا تھا' میں بیرم خان کو ٹریپ کرنے جاتا تو خود کسی ان دیکھے جال میں الجھ جاتا۔ اب مجھے پھونک پھونک کر قدم رکھنا تھا۔ نادیدہ خطرات بڑھ گئے تھے۔

٭٭

اس سرپرائز میرج یعنی چونکا دینے والی شادی میں دلہن پامیلا تھی اور دلہا علی تیمور تھا۔ یہ شادی بڑی جلدی میں ہوئی تھی۔ جلدی اس لئے تھی کہ علی تیمور عرف کارمن ہیرالڈ شادی کے معاملے کو ایک عرصہ سے ٹال رہا تھا۔ جب اس نے اچانک شادی کا ارادہ کیا تو پامیلا کے ماں باپ نے پوچھا۔ "چوبیس گھنٹوں کے اندر شادی کیسے ہوسکتی ہے؟"

علی نے کہا "رشتے داروں اور دوست احباب کو انویٹیشن کارڈ بھیجنے کی کیا ضرورت ہے۔ آپ فون پر سرپرائز میرج کی دعوت دیں۔"

دراصل علی کو دلہن سے دلچسپی نہیں تھی' وہ جلد سے جلد وہاں کے الیکٹریکل ڈیپارٹمنٹ کے پرائیویٹ شعبے میں پہنچنا چاہتا تھا۔ پامیلا کا باپ راجر موس اس پرائیویٹ شعبے کا انچارج تھا۔ اپنے ہونے والے داماد کو ترقی دلا کر اپنے شعبے میں لانا چاہتا تھا۔

اور علی کو جلدی تھی' وہ اس خفیہ شعبے میں رہ کر بجلی کے کنکشن کے ذریعے گولڈن برنیز کے خفیہ اڈے تک پہنچنا چاہتا تھا۔

ادھر پامیلا نے سوچا' کارمن (علی) بڑے انتظار کے بعد شادی کے لئے راضی ہوا ہے۔ اس لئے ایک دن کی بھی دیر نہ ہو۔ شادی فوراً ہو جائے۔

دوسری طرف پامیلا کے ماں باپ نے دیکھا۔ بیٹی کارمن کی دیوانی ہو رہی ہے اور کارمن نہایت ہی شریف نوجوان ہے تو انہوں نے بھی دیر نہیں کی۔ دونوں کی شادی کردی۔ علی' پامیلا کو دلہن بنا کر اپنے بنگلے میں لے آیا۔

شادی کا مطلب ہے خوشی' لیکن دلہا دلہن کے درمیان پہلی رات کی خوشی نہیں تھی۔ علی نے پامیلا کو اپنی پیدائش سے لے کر جوان ہو کر شادی کرنے تک کی ایک من گھڑت کہانی سنائی تھی کہ ربی اسفندیار نے پیش گوئی کی ہے اگر کارمن شادی کی پہلی رات دلہن کی سیج پر جائے گا تو مر جائے گا اور اگر اپنی موت کے خوف سے شادی نہیں کرے گا تو ہونے والی دلہن مر جائے گی۔

من گھڑت کہانی کے مطابق ربی اسفند نے اس مسئلے کا یہ حل پیش کیا تھا کہ شادی کے بعد میاں بیوی چالیس راتوں تک ایک دوسرے سے دور رہیں اور اس کے بعد ازدواجی رشتہ قائم کریں تو موت ٹل جائے گی۔

علی نے یہ کہانی اس لئے بنائی تھی کہ وہ دھوکے سے شادی کر رہا تھا۔ اسے گولڈن برنیز تک پہنچنا تھا لیکن شادی کا فریب دے کر وہ پامیلا کی عزت سے کھیلنا نہیں چاہتا تھا۔ اپنا مقصد پورا کرنے تک وہ اس سے دور رہنا چاہتا تھا۔

جب وہ دلہن بن کر کمرے میں آئی تو پاس ہوتے ہوئے بھی اس سے دور تھی۔ حسرت سے اپنے محبوب کو دیکھ رہی تھی جو اب شوہر بن گیا تھا اور وہ شوہر کے گلے نہیں لگ سکتی تھی۔ علی نے کہا "میں تمہارے جذبات کو سمجھ رہا ہوں۔ تم بھی سمجھو کہ میں ایک مرد ہوں اور تم سے دوری کیسے برداشت کر رہا ہوں۔"

"تم زبردست قوتِ ارادی کے مالک ہو۔ مگر میں کمزور ہوں۔ تمہاری دیوانی ہوں۔ تمہارے ساتھ شادی کی رات کے کیسے کیسے رنگین خواب دیکھتی رہی ہوں۔ آج جاگتی آنکھوں سے سہاگ کی سیج تک آگئی ہوں لیکن خواب کی تعبیر نہیں ملے گی۔ کیا ہم ایک ہی کمرے میں ثابت قدم رہ سکیں گے؟"

"ایک کمرے میں رہنا ضروری نہیں ہے لیکن ایک چھت کے نیچے رہنا ضروری ہے تاکہ رشتے داروں اور دوسرے لوگوں کو ہماری چالیس دنوں کی دوری دکھائی نہ دے۔"

"میں کل سے بہت سوچتی رہی کہ تمہارے ساتھ ایک چھت کے نیچے دن تو کسی طرح گزار لوں گی۔ شاید رات نہ گزار سکوں۔ چالیس راتیں گزارنے کا ایک ہی طریقہ سمجھ میں آیا۔ میں اپنے ساتھ نیند کی گولیاں لائی ہوں۔"

علی نے پریشان ہو کر اسے دیکھا پھر کہا "نہیں پامیلا! میں نہیں چاہتا تمہیں خواب آور دواؤں کی عادت پڑ جائے۔"

"پڑنے دو۔ اسی طرح سونے دو۔ جاگتی رہی تو تمہیں بہکاؤں گی۔"

"میں اس معاملے میں فولاد ہوں۔ تم مجھے بہکا نہیں سکو گی۔ ویسے میں گہری نیند سونے کا طریقہ بتاتا ہوں۔ اس پر عمل کرو گی تو فوراً نیند آجایا کرے گی۔"

"وہ طریقہ کیا ہے؟"

اس نے بتایا کہ کس طرح بستر پر لیٹ کر جسم کو ڈھیلا چھوڑ کر کس طرح دماغ کو ٹھہر ٹھہر کر ہولے ہولے ہدایات دینی چاہئیں۔ پوری توجہ کے ساتھ دماغ کو ہدایات دی جائیں تو نیند آجاتی ہے۔

اس دوران لیلیٰ نے آکر اس سے کہا "میں پامیلا کے دماغ میں رہ کر یہ باتیں سن رہی ہوں۔ مجھے معلوم تھا کہ اسے آسانی سے نیند نہیں آئے گی۔ بہر حال اطمینان رکھو' میں اسے خواب آور دوا استعمال نہیں کرنے دوں گی اسے اپنے طور پر سلا دوں گی۔"

پامیلا نے علی سے پوچھا "کیا اس طریقہ سے تمہیں نیند آجاتی ہے؟"

"بے شک' میں آزمودہ طریقہ بتا رہا ہوں۔"

"اور اگر نیند نہ آئے تو؟"

"میں دوسرے کمرے میں جا رہا ہوں۔ نیند نہ آئے تو مجھے آواز دینا۔ میں یہاں آکر تمہیں سلاؤں گا۔"

"اتنے یقین سے کہہ رہے ہو تو جاؤ۔ میں سونے کی کوشش کرتی ہوں۔"

علی دوسرے کمرے میں گیا۔ پامیلا سہاگ کی سیج پر آکر دلہا کے بغیر لیٹ گئی۔ دل اور دماغ پر کنوارے پن کا بوجھ تھا۔ جب تک یہ بوجھ نہ اترتا اسے نیند نہ آتی۔ خواہ وہ ہزار بار دماغ کو ہدایات دیتی' نامراد سہاگن کی طرح جاگتی رہتی۔

صرف ٹیلی پیتھی ہی اسے تھپک سکتی تھی۔ لیلیٰ نے اسے تھپک کر سلا دیا۔ وہ ذرا سی دیر میں گہری نیند سو گئی۔ اس نے علی کے پاس آکر کہا "وہ بے خبر سو رہی ہے۔ میں ہر رات اسی طرح اسے سلا دیا کروں گی اور کوئی کام ہو تو بتاؤ۔"

"شکریہ امی! آپ آرام کریں' میں صبح چھ بجے تک سوتا رہوں گا۔"

"ٹھیک ہے میں سات بجے آؤں گی۔" وہ چلی گئی۔ علی ایک ایزی چیئر پر آرام سے نیم دراز تھا۔ اسے بھی سو جانا چاہئے تھا لیکن ماں کا انتظار تھا۔ رسونتی ہر رات گیارہ بجے اس کی خیریت معلوم کرنے آتی تھی۔ کچھ دیر بیٹے سے باتیں کرتی تھی۔ پھر مطمئن ہو کر چلی جاتی تھی۔

وہ ٹھیک وقت پر آئی۔ بیٹے نے سلام کر کے خیریت پوچھی اس نے ڈھیر ساری دعائیں دیں۔ پھر کہا "تم مجھے دیکھ کر گئے تھے۔ میں صحت مند ہوں۔ تمہارے ساتھ صبح دو میل کی دوڑ لگاتی تھی۔ آج کل تین میل تک دوڑتی ہوں اور آدھے گھنٹے تک سانس روکتی ہوں۔ کیا تمہاری مشقیں جاری ہیں؟"

"جی ہاں' آج صبح اٹھ کر ورزش کروں گا۔"

"بیٹے! آج تو سہاگ رات ہے۔ کیا میری بہو سو رہی ہے؟"

"جی ہاں۔ ابھی امی اسے سلا کر گئی ہیں۔"

"ویسے یہ مجھے پسند نہیں ہے۔ میرے ارمان دل ہی میں رہ جاتے ہیں۔ پہلے ثانی کو بہو بنانا چاہا تو تم نے کہا دو برس بعد شادی کرو گے اور اب پامیلا سے شادی کر کے بھی اسے میری بہو نہیں بنا رہے ہو۔"

"آپ جانتی ہیں میں اور ثانی ایک دوسرے کو کس قدر چاہتے ہیں اور ہم ہر معاملے میں ایک دوسرے کے ہم مزاج ہوتے ہیں۔ وہی صرف وہی میری شریکِ حیات بنے گی۔ ہماری زندگی ازدواجی رشتے کا بہترین نمونہ ہوگی۔ جہاں آپ نے اتنا صبر کیا ہے۔ کچھ عرصہ اور صبر کر لیں۔"

"کچھ عرصے کا مطلب پچیس برس بھی ہوتے ہیں۔"

"ماما! اسے عرصہ نہیں مدت کہتے ہیں اور اتنی مدت نہیں لگے گی۔"

"تم کیسے کہہ سکتے ہو۔ ثانی ادھر جان لمبوڈا کی سرپرستی میں ہے۔ پتا نہیں کب ٹرانسفارمر مشین سے گزرے گی اور کب دوبارہ ہمارے ہاتھ آئے۔ تم انتظار میں بوڑھے ہو جاؤ گے اور میں دنیا سے گزر جاؤں گی۔ اپنی گود میں پوتے پوتیوں کو کھلانے کی حسرت لے کر جاؤں گی۔"

"ایسی باتیں نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی ہوئی تو آپ اور سو برس جئیں گی۔"

"اچھا یہ بتاؤ' شادی کے وقت دلہن کیسی لگ رہی تھی؟"

"میں نے دلہا کی نظر سے نہیں دیکھا پھر کیا بتاؤں وہ کیسی لگ رہی تھی؟"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"بیٹے اتنی شرافت اچھی نہیں ہوتی۔ پھر اسے دلہن سمجھنا کوئی بدمعاشی نہیں ہے۔ تم نے قانون کے مطابق شادی کی ہے۔ میری ایک بات مان لو۔"

"بات ماننے والی ہو تو حکم دیں۔"

"کیا ماں تم سے غلط بات منوائے گی؟"

"آپ حکم دیں گی کہ میں پامیلا کو سچ مچ آپ کی بہو بنا دوں۔"

"وہ سچ مچ ہے ہی۔ تم سچائی سے انکار کر رہے ہو۔"

"میں اس کنواری کی بہتری کے لئے کر رہا ہوں۔"

"کیا بہتری کر رہے ہو؟ اپنا مقصد پورا ہوتے ہی اسے رونے اور آہیں بھرنے کے لئے چھوڑ جاؤ گے۔ پامیلا کے دل میں بیٹھ کر سنو تمہیں اپنی ماں کی دھڑکنیں اور محرومیاں سنائی اور دکھائی دیں گی۔ جب بھی تمہارے پاپا مجھ سے دور ہو جاتے تھے۔ میں ویران ہو جاتی تھی۔ تم یہی ویرانی میری بہو کے نصیب میں لکھنے والے ہو۔ وہ تمہارے نام پر جینے اور مرنے آئی ہے اور تم اسے اندر سے مار کر جاؤ گے۔"

"اوہ ماما! آپ مجھے جذبات میں الجھا رہی ہیں۔"

"میں جذبات سے نہیں اخلاق اور انسانیت کے حوالوں سے بول رہی ہوں۔"

"انسانیت کا تقاضا ہے کہ میں اسے حقیقت بتا دوں پتا نہیں حقیقت معلوم ہونے کے بعد اس کے دل میں میری محبت رہے گی یا نہیں لیکن کام بگڑ جائے گا۔"

"کام نہیں بگڑے گا۔ میرا مشورہ ہے' جب تک گولڈن برینز کا سراغ نہ ملے اپنی حقیقت چھپاؤ۔ کامیاب ہونے کے بعد میری بہو کو دھوکا دے کر نہ جاؤ۔ اسے صاف صاف بتا دو کہ تم مسلمان ہو۔ اگر وہ راضی خوشی اسلام قبول کرے گی تو تم اسے ساری زندگی کے لئے قبول کرو گے۔ مجھے یقین ہے جب اسے معلوم ہوگا کہ تم نے اس کی عزت رکھنے کے لئے اسے فریب دیا تھا تو وہ ضرور تمہاری عزت کرے گی۔"

"اور اگر عزت نہیں کرے گی۔ محبت کے بجائے دشمنی پر آمادہ ہوگی تو پھر میں اسے چھوڑ کر رُوپوش ہو جاؤں گا اور یہاں سے چلا جاؤں گا۔"

"ہاں اپنی اصلیت ظاہر کرنے کے بعد تمہارا اخلاقی فرض ادا ہو جائے گا۔"

"آپ بہت اچھی ہیں ماما! میں آپ کے مشورے پر عمل کروں گا۔"

"میں اپنی بہو کے خوابیدہ دماغ کو چوم کر ابھی آتی ہوں۔"

رسونتی وہاں سے خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے پامیلا کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہ اسے مخاطب نہیں کر سکتی تھی کیونکہ کارمن کی کوئی ماں نہیں تھی۔ وہ ساس کی حیثیت سے کچھ بول نہیں سکتی تھی۔ پھر یہ کہ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے سلائی گئی تھی۔ اسے مخاطب نہیں کیا جا سکتا تھا۔

اور اس کی یہ خاموشی سود مند ثابت ہوئی۔ اس وقت پامیلا کے خوابیدہ دماغ میں کوئی بول رہا تھا "آج تمہاری سہاگ رات ہے اور تم آدھی رات کو ہی سو گئی ہو' یہ معاملہ کیا ہے؟"

پامیلا کی خوابیدہ سوچ نے پوچھا "تم کون ہو؟"

اس سوال نے رسونتی کو سمجھا دیا کہ دماغ میں آنے والا پامیلا کے لئے اجنبی ہے اور آج پہلی بار اس کے پاس آیا ہے۔ آنے والا کہہ رہا تھا "میں کوئی بھی ہوں تم مجھے نہیں جانتی ہو اور نہ ہی کبھی جان سکو گی۔"

رسونتی نے پامیلا کے دماغ کو اپنے قابو میں رکھتے ہوئے اس کی سوچ میں کہا "اپنے متعلق نہ بتاؤ۔ یہ تو بتا دو' مجھے کیسے جانتے ہو؟"

"میں تمہارے باپ کو بھی نہیں جانتا تھا۔ شام کو تمہارے بنگلے کے سامنے شادی کی چہل پہل دیکھی۔ وہاں اعلیٰ حکام اور اعلیٰ فوجی افسران کی بھی گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں۔ اس سے اندازہ ہوا کہ اس بنگلے کا مکین راجر موس بہت اہم شخص ہے۔ جس کے گھر اسرائیل کی بڑی بڑی شخصیتیں پہنچی ہوئی ہیں۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولا "پھر میں تمہاری شادی میں بن بلائے مہمان کی طرح گیا۔ یہ معلوم کیا کہ تمہارا باپ الیکٹریکل ڈیپارٹمنٹ کے ایک خفیہ شعبے کا انچارج ہے۔ یہ بڑی حیرانی کی بات ہے۔ بجلی کے شعبے کے ایک عہدیدار کے ہاں اس ملک کے تمام خالص کھمن جمع ہو گئے ہیں۔ میں نے تمہارے باپ کے دماغ میں جانا چاہا اس نے سانس روک لی۔"

پھر وہ ذرا رک کر بولا "پھر میں تمہارے دولہا کے پاس گیا۔ اس نے بھی سانس روک لی۔ ویسے تمہارے دماغ میں جگہ مل گئی۔ کیا یہ حیرانی کی بات نہیں ہے کہ ایک ہی ڈیپارٹمنٹ کے سسر داماد یوگا کے ماہر ہیں۔"

رسونتی نے پامیلا کے ذریعے کہا "اس میں تعجب کی بات کیا ہے۔ کیا ایک پہلوان کسی جوان پہلوان کو اپنا داماد نہیں بناتا؟ کیا ایک ہی گھر میں دو چار سیاست دان نہیں ہوتے؟"

"ایسا ضرور ہوتا ہے لیکن تمہارے لئے حاکموں اور جنرلوں کے رشتے آرہے تھے تمہارے باپ نے کارمن کو کیوں داماد بنایا! جس کا کوئی خاص خاندانی بیک گراؤنڈ نہیں ہے۔"

"کارمن میری پسند ہے۔ میرا محبوب ہے۔"

"میں نے شام کو تمہارے چور خیالات پڑھے تھے۔ کوئی خاص راز کی بات معلوم نہ ہو سکی۔"

"تم کیا معلوم کرنا چاہتے ہو؟"

"جو معلوم کرنا چاہتا ہوں' وہ تمہارا دماغ نہیں بتائے گا۔ مجھے شبہ ہے کہ تمہارے دماغ کو لاک کیا گیا ہے۔ میں ابھی تم پر عمل کروں گا' تمہیں اپنی معمولہ بناؤں گا تو مقفل راز باہر آجائے گا۔"

وہ پامیلا پر عمل کرنے لگا۔ رسونتی اس کی پشت پر تھی وہ معمولہ نہیں بن سکتی تھیں لیکن ظاہر کر رہی تھی جیسے عامل کے ٹرانس میں آرہی ہے اور اس کی معمولہ بن رہی ہے۔ جب اس اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو یقین ہو گیا کہ وہ پوری طرح معمولہ بن چکی ہے تو اس نے پوچھا "کیا تمہارا باپ راجر موس اور شوہر کارمن کچھ پُراسرار لگتے ہیں؟"

وہ بولی "پُراسرار تو نہیں البتہ ریزرو رہتے ہیں' بہت کم گو ہیں۔ میرے باپ کی بہت سی عادتیں کارمن میں ہیں اسی لئے میں اسے بہت چاہتی ہوں۔"

"کیا سرکاری ملازمت کے علاوہ بھی ان کی کچھ سرگرمیاں ہیں۔"

"ان کی ڈیوٹی کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے۔ وہ آدھی رات کو بھی فون کال سن کر ڈیوٹی پر جاتے ہیں۔"

"کیا کارمن آدھی رات کے وقت نئی دلہن کو چھوڑ کر ڈیوٹی پر گیا ہے۔"

"شاید گیا ہے۔ میں ابھی سو رہی ہوں' میری آنکھیں بند ہیں۔ میں یہ دیکھ نہیں سکتی کہ وہ میرے بستر پر موجود ہے یا نہیں؟"

"اب میں تمہیں جو حکم دوں گا تم اس پر عمل کرو گی۔"

"عمل کروں گی۔"

"میں نے اس بنگلے کے بیرونی دروازے کے پاس ایک چھوٹی سی شیشی رکھی ہے۔ تم صبح کارمن کی چائے میں اس شیشی کے دو قطرے ڈالو گی۔"

"میں کارمن کی چائے میں اس شیشی کے دو قطرے ڈالوں گی۔"

"تم ایک گھنٹے تک تنویمی نیند سونے کے بعد اٹھو گی' بیرونی دروازہ کھول کر وہ شیشی فرش پر سے اٹھا کر کمرے میں واپس آؤ گی اور شیشی کو چھپا کر رکھو گی۔"

پامیلا نے حکم کی تعمیل کا وعدہ کیا۔ وہ بولا "تمہارا باپ راجر موس تم سے ملنے آئے گا۔ یا تم میکے جاؤ گی تو راجر موس کو بھی دودھ یا چائے میں اسی شیشی کے دو قطرے ملا کے پلاؤ گی۔"

پھر اس نے پامیلا کو ایک گھنٹے تک گہری نیند سونے کا حکم دیا۔ رسونتی نے علی کے پاس آکر اس اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی تمام روداد سنائی۔ علی نے یہ سننے کے بعد بڑبڑانے کے انداز میں کہا۔ "یہ کون شخص ہے۔ ہماری ٹوہ میں کیوں لگا ہے؟"

رسونتی نے کہا "وہ شام کو تمہاری شادی کی تقریب میں موجود تھا گویا وہ اسی شہر میں رہتا ہے۔"

"ماما! آج کل تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اتنے محتاط ہو گئے ہیں کہ جہاں ٹیلی پیتھی کا کھیل کھیلتے ہیں' وہاں خود موجود نہیں رہتے۔ اپنے آلۂ کاروں کے ذریعے واردات کرتے ہیں۔ جان لمبوڈا اپنے خیال خوانی کرنے والے ماتحتوں کو ان کی پناہ گاہ سے نکلنے نہیں دیتا ہے۔ ماسک مین بھی اپنے اکلوتے خیال خوانی کرنے والے کو ماسکو سے باہر جانے نہیں دے گا۔ یہاں جو بھی خیال خوانی کرنے والا آیا تھا اور میری شادی اٹینڈ کی تھی اس کا تعلق یہودیوں سے ہے۔ گولڈن برینز کے ماتحت رہنے والوں میں سے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا باغی ہو گیا ہے۔ وہ اسرائیل کی اہم شخصیتوں تک اور گولڈن برینز تک پہنچنا چاہتا ہے۔"

"تمہارا یہ اندازہ بڑی حد تک درست لگتا ہے۔ پچھلے دنوں گولڈن برینز نے اپنے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے جنرل پارکن کو سزا دی تھی اسے اس کی رہائش گاہ میں نظر بند رکھا تھا۔ معلوم ہوتا ہے وہ قید سے نکل بھاگا ہے۔"

"ماما! آپ کسی حاکم کے خیالات پڑھ کر کچھ معلوم کر سکتی ہیں۔"

"ٹھیک ہے میں ابھی آتی ہوں۔"

وہ ایک حاکم کے دماغ میں آئی۔ وہ سو رہا تھا۔ اس کے خوابیدہ خیالات نے بتایا کہ پچھلے بیس گھنٹے سے جنرل پارکن لاپتا ہے۔ وہ اپنے بنگلے میں نظر بند تھا۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے پہریداروں کو ٹریپ کرکے فرار ہو گیا ہے۔ پورے ملک کے جاسوس چھوٹے بڑے شہروں میں اسے تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔

ماں نے بیٹے کے پاس آکر یہ باتیں بتائیں۔ علی نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا "ماما! پندرہ منٹ کے بعد پامیلا کی تنویمی نیند کا ایک گھنٹا پورا ہو جائے گا۔ جنرل پارکن یہی سمجھ رہا ہے کہ تنویمی عمل کامیاب ہوا ہے۔"

"ہاں' وہ یہی سمجھ رہا ہے۔"

"وہ پامیلا کے دماغ میں آکر یا ہمارے بنگلے کے باہر چھپ کر یہ ضرور دیکھے گا کہ وہ بیرونی دروازہ کھول کر شیشی اٹھائے گی یا نہیں۔"

"بیٹے! میرا خیال ہے وہ پامیلا کے دماغ میں رہ کر ہی یہ معلوم کرے گا۔"

"پھر بھی میں چھپ کر باہر جا رہا ہوں۔ جب آپ کو یقین ہو جائے کہ وہ پامیلا کے پاس نہیں ہے تو آپ میرے پاس آجائیں۔ اس کے بعد جو کرنا ہے وہ میں آپ کو بتاؤں گا۔"

وہ کمرے سے نکل کر بنگلے کے پچھلے حصے کی طرف جانے لگا۔ رسونتی وقت کے مطابق پامیلا کے پاس آگئی۔ اسے ٹھیک ایک گھنٹے بعد جگایا وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ پلنگ سے اتر کر چلتی ہوئی کمرے سے باہر آئی پھر آگے بڑھتی ہوئی بیرونی دروازے تک پہنچی۔ اسے کھول کر نیچے فرش پر دیکھا وہاں ایک شیشی رکھی ہوئی تھی۔ پامیلا نے اسے اٹھا لیا۔ دروازے کو دوبارہ بند کرکے کمرے کی طرف واپس جانے لگی۔

اس کی سوچ نے کہا "مجھے کارمن کے کمرے میں جھانک کر دیکھنا چاہئے وہ سو رہا ہے یا جاگ رہا ہے۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اسکی سوچ سے اندازہ ہو رہا تھا کہ پارکن پامیلا کے ذریعے کارمن کی مصروفیات معلوم کرنا چاہتا ہے۔ پامیلا کھڑکی کے پاس آئی۔ وہ بند تھی' اندر پردہ پڑا ہوا تھا۔ پھر وہ دروازے کے پاس آئی وہ اندر سے لاک تھا۔ اس نے دروازے پر دستک دی۔ دوسری بار بھی دستک دینے سے دروازہ نہ کھلا تو رسونتی نے اس کی سوچ میں کہا "اچھا سمجھ گئی کارمن ایمرجنسی کال پر ڈیوٹی کے لئے گیا ہے۔"

اس بات سے جنرل پارکن کو اطمینان ہو گیا ہوگا۔ رسونتی نے پامیلا کو کمرے میں لا کر اسے بستر پر لٹایا شیشی کو تکیے کے نیچے رکھوایا۔ پھر اس کی آنکھ بند کرائی۔ اسے نیند کی آغوش میں پہنچانے لگی۔ علی بنگلے کے پچھلے حصے سے نکل کر اگلے حصے کی طرف آگیا تھا۔ ایک جگہ چھپ کر دیکھ رہا تھا۔ اس کے بنگلے کے سامنے گلی کے راستے پر ایک کار کھڑی ہوئی تھی۔ کوئی یہ دیکھنے آیا تھا کہ پامیلا دروازہ کھول کر شیشی پہنچاتی ہے یا نہیں؟ علی جھکتا ہوا دبے قدموں سے کار کے قریب پہنچا۔ سر اٹھا کر دیکھا اندر کوئی نہیں تھا۔ پچھلا دروازہ بند تھا۔ ڈرائیونگ سیٹ والا دروازہ کھلا تھا۔ وہاں سے کوئی نکل کر کارمن کے بنگلے کے احاطے میں گیا ہوگا۔

اس نے اندر ہاتھ ڈال کر پچھلے دروازے کو کھولا اور پھر اندر آکر دروازے کو بند کر کے اگلی پچھلی سیٹوں کے درمیان لیٹ گیا۔ اس کار کا مالک جنرل پارکن نہیں ہو سکتا تھا۔ اگر وہ ہوتا تو کار کی سیٹ پر بیٹھے ہی بیٹھے پامیلا کے دماغ میں بھی پہنچتا اور کار کی کھڑکی ہی سے اسے دروازہ کھول کر شیشی اٹھاتے ہوئے دیکھ سکتا تھا۔

رسونتی ابھی تک بیٹے کے پاس نہیں آئی تھی۔ اس سے بھی علی نے سمجھ لیا تھا کہ پارکن' پامیلا کے دماغ میں ہے اور ماما اپنی بہو کے دماغ کو کنٹرول کر رہی ہے۔

تھوڑی دیر بعد قدموں کی چاپ سنائی دی پھر کوئی اگلا دروازہ کھول کر بیٹھ گیا۔ دروازے کو بند کر کے اس نے کار اسٹارٹ کی پھر اسے ڈرائیو کرتے ہوئے کہیں جانے لگا۔ علی دونوں سیٹوں کے درمیان خاموش پڑا ہوا تھا۔ اپنی ماں کا انتظار کر رہا تھا۔

رسونتی نے آکر گوڈ ورڈز ادا کئے' اسے بتایا کہ پارکن' پامیلا کے ذریعے معلوم کرنا چاہتا تھا کہ کارمن کمرے میں موجود ہے یا نہیں۔ پارکن کو یہ اطمینان دلایا گیا ہے کہ کارمن ایمرجنسی ڈیوٹی پر گیا ہے۔

علی نے کہا "میں اس کار والے کو بولنے پر مجبور کروں گا۔ اگر اس کے دماغ میں جگہ نہ ملے تو میں اسے سانس روکنے نہیں دوں گا۔ آپ معلوم کریں کہ یہ پارکن ہے یا اس کا کوئی آلۂ کار ہے؟"

وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ پھر وہاں سے اٹھ کر پچھلی سیٹ پر آیا تو ڈرائیو کرنے والا عقب نما آئینے میں دیکھ کر چونک گیا۔ فوراً بریک لگا کر گاڑی کو روکا اور پیچھے گھوم کر دیکھتے ہوئے بولا "کون ہو تم؟"

دوسرے ہی لمحے اس نے سانس روک لی۔ علی نے پوچھا "کیا یہ سانس روک رہا ہے؟"

ماں نے کہا "ہاں بیٹے!"

علی نے کراٹے کا ایک فولادی ہاتھ اس کے منہ پر رسید کیا۔ کار والے کو ایسا ہی لگا جیسے منہ پر آہنی سلاخ کی ضرب لگائی گئی ہے۔ اس کی ناک اور باچھوں سے خون نکلنے لگا تھا۔ چند لمحوں کے بعد رسونتی نے کہا "مبارک ہو۔ صیاد اپنے دام میں خود آپ آگیا۔ یہ کمبخت جنرل پارکن ہے۔"

"ٹھیک ہے ماما! اسے یہ نہ معلوم ہونے دیں کہ آپ اس کے اندر موجود ہیں۔"

پارکن تکلیف برداشت کرتے ہوئے چوری چھپے جیب سے ریوالور نکال رہا تھا۔ علی نے دوسرا ہاتھ منہ پر رسید کیا۔ وہ ہاتھ ناقابلِ برداشت تھا۔ وہ چکرا کر اسٹیئرنگ کے نیچے لڑھکتا ہوا گیا۔ پھر وہاں سے اٹھ نہ سکا۔

رسونتی نے کہا "یہ بے ہوش ہو گیا ہے۔"

علی پچھلا دروازہ کھول کر آگے آیا۔ اگلا دروازہ کھول کر اس نے پارکن کو اٹھا کر ساتھ والی سیٹ پر ڈالا۔ پھر اسٹیئرنگ سنبھال کر گاڑی کو اسٹارٹ کیا۔ رسونتی نے کہا "اسے ختم کر دو۔ یہودی خیال خوانی کرنے والا ایک اور کم ہو جائے گا۔"

"نہیں ماما! میں اس سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہوں۔ اس ایک کے فرار ہونے سے یہاں کے اعلیٰ حکام سے لے کر گولڈن برینز تک پریشان ہیں۔ اگر میں اسے واپس ان کے پاس پہنچا دوں تو میرے محب وطن یہودی ہونے کی دھاک بیٹھ جائے گی۔ سب مجھ پر پہلے سے زیادہ اندھا اعتماد کرنے لگیں گے۔"

"تم درست کہتے ہو لیکن ٹیلی پیتھی ایک خطرناک ہتھیار ہے۔ اسے پہلی فرصت میں ضائع کر دینا چاہئے۔"

"آپ اس کے دماغ میں پہنچ چکی ہیں۔ کسی وقت بھی اسے ختم کر سکتی ہیں۔ فی الحال مجھے اپنی چال چلنے دیں۔"

وہ ڈرائیو کرتا ہوا پامیلا کے باپ راجر موس کے بنگلے کے سامنے پہنچا۔ چوکیدار نے اس کے لئے گیٹ کھولا۔ وہ ڈرائیو کرتا ہوا احاطے میں آیا۔ کار سے اتر کر کال بیل کے بٹن کو دبایا۔ تھوڑی دیر بعد راجر موس نے بند دروازے کے پیچھے سے پوچھا "کون ہے؟"

"انکل! میں ہوں کارمن۔"

دروازہ کھل گیا۔ اس نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "بیٹے! خیریت ہے' اتنی رات کو آئے ہو۔ پامیلا کہاں ہے؟"

"وہ خیریت سے ہے۔ میں ایک دشمن کو زخمی کر کے لایا ہوں۔ آپ کسی اعلیٰ پولیس افسر کو کال کریں۔"

اس نے کار کا دروازہ کھولا۔ بے ہوش پارکن لڑھک کر باہر آگرا۔ راجر موس نے پوچھا "یہ کون ہے؟ اسے کہاں سے لا رہے ہو؟"

"یہ رات کے دو بجے ہمارے بنگلے کے سامنے آیا تھا۔ کار سے اتر کر ہمارے احاطے میں ایک جگہ چھپ گیا تھا۔ میں ایک کھڑکی کے پیچھے سے دیکھ رہا تھا۔ پھر میں بنگلے کے پیچھے سے نکل کر چھپتا ہوا اس کی کار میں آکر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد میں نے کار کی کھڑکی سے دیکھا۔ پامیلا نیند کی حالت میں چلتی ہوئی دروازہ کھول کر باہر آئی پھر فرش پر سے ایک شیشی اٹھا کر اندر چلی گئی۔"

راجر موس نے پوچھا "اس شیشی میں کیا تھا؟"

"میں نہیں جانتا۔ یہ ہوش میں آکر بتائے گا۔ میں نے اس کی پٹائی کی' بے ہوش کر کے گاڑی میں ڈالا پھر بنگلے کے اندر جا کر دیکھا تو پامیلا گہری نیند میں تھی۔ مجھے شبہ ہے کہ یہ شخص ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ اس نے میری پامیلا کو ہپناٹائز کر کے وہ شیشی دی ہے۔"

علی بے ہوش پارکن کو اٹھا کر ڈرائنگ روم میں لایا۔ پھر اس کی جیب سے ریوالور نکالا اور راجر موس کو دے کر کہا "آپ پولیس کے آنے تک اس شخص کی نگرانی کریں۔ میں گھر جا کر پامیلا کو لے کر آتا ہوں۔"

وہ راجر موس کی کار لے کر تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا اپنے بنگلے میں آیا۔ اپنی ماں سے بولا "آپ پامیلا کے پاس جائیں۔ اسے یاد دلائیں کہ وہ کبھی سو رہی تھی اور کبھی جاگ رہی تھی۔ ابھی جاگنے کے بعد اسے یاد آیا کہ اس نے باہر سے ایک شیشی لا کر اپنے تکیے کے نیچے رکھی تھی۔"

جب وہ اپنے بنگلے کے اندر آیا تو پامیلا بیدار ہو گئی تھی۔ اسے دیکھ کر بولی "میری سمجھ میں نہیں آتا میں اتنی دیر سے سو رہی تھی یا جاگ رہی تھی۔"

علی نے پوچھا "یہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟"

"یہ شیشی ہے۔ مجھے ایسا لگتا ہے میں نیند میں چلتی ہوئی باہر گئی تھی وہاں سے یہ بھری ہوئی شیشی لائی تھی۔"

وہ شیشی لے کر اسے تھکتے ہوئے بولا "کوئی ٹیلی پیتھی یا ہپناٹائز جاننے والا تمہارے دماغ سے کھیل رہا تھا۔ میں نے اس بدمعاش کی خوب پٹائی کی ہے۔ اسے تمہارے ڈیڈی کے پاس پہنچا کر آرہا ہوں۔ چلو ہم وہاں چلیں۔"

وہ حیرانی سے بولی "اتنا کچھ ہو گیا اور مجھے خبر نہ ہوئی۔"

وہ میرے ساتھ آکر اپنے باپ کی کار میں بیٹھ گئی۔ علی نے کہا۔ "تم ہپناٹائز کی گئی تھیں۔ ابھی اپنے حواس میں ہو۔ یہ یاد رکھو کہ ہم میاں بیوی ہیں۔ ہم نے سہاگ رات گزاری ہے۔"

اس نے کچھ صدمے سے اور کچھ شرماتے ہوئے سر کو جھکا لیا۔ وہ بولا "تم ایک کنواری کی طرح شرما رہی ہو۔ تمہاری ممی جہاندیدہ ہیں۔ وہ ہماری چوری پکڑ لیں گی۔"

"میں نہیں جانتی ایک سہاگن کیسے مسکراتی ہے۔ مجھے اور آزمائش میں نہ ڈالو۔"

علی جانتا تھا کہ ماما یہ باتیں سن رہی ہیں۔ وہ پامیلا کی ماں کو اندر کی باتیں سمجھنے کا موقع نہیں دیں گی۔ وہ اپنے سسرال پہنچ گیا۔ ساس نے اپنی بیٹی کو گلے لگا لیا۔ وہاں پولیس کے اعلیٰ افسران پہنچ گئے تھے۔ پامیلا کا بیان سن کر انہیں یقین ہو گیا کہ یہ ٹیلی پیتھی کا چکر چل گیا ہے۔

اعلیٰ حکام سے رابطہ کیا گیا۔ گولڈن برینز تک خبر پہنچی اس کے بعد ہی الپا خیال خوانی کے ذریعے پارکن کے دماغ میں آگئی۔ اس نے تصدیق کی کہ وہ جنرل پارکن ہے۔ یہ انکشاف ہوتے ہی پارکن کو ہتھکڑی پہنا دی گئی۔

الپا خیال خوانی کے ذریعے سوالات کرنے لگی۔ پارکن افسران کے سامنے زبان سے جواباً بولنے لگا۔ "میں نے فرار ہونے کے بعد فیصلہ کیا تھا کہ یہاں بہروپ میں رہوں گا۔ تمام خیال خوانی کرنے والوں کا اور گولڈن برینز کا سراغ لگاؤں گا۔ مسٹر راجر موس کے ہاں شادی کی تقریب میں اعلیٰ حکام اور اعلیٰ فوجی افسران کو دیکھ کر میری عقل میں آیا کہ راجر موس غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے۔ میں نے اس کے اور کارمن کے دماغوں میں پہنچنا چاہا تو پتا چلا دونوں سسر داماد یوگا کے ماہر ہیں۔"

الپا نے کہا "اس لئے تم نے اس کی بیٹی پامیلا کے ذریعے ان کے دماغوں میں پہنچنے کی کوشش کی اور وہ ضرر رساں دوا کی شیشی اس کے پاس پہنچائی۔"

"ہاں' یہی ایک طریقہ تھا۔ میں کارمن اور راجر موس کے دماغوں کو کمزور بنا کر ان کی غیر معمولی اہمیت کو سمجھ سکتا تھا۔"

"تم کسی کو آلۂ کار بنا کر وہ شیشی پامیلا کے دروازے پر رکھ سکتے تھے۔ تم نے خود وہاں جانے کی حماقت کیوں کی؟"

"جب تک ٹھوکر نہ لگے اپنی حماقت سمجھ میں نہیں آتی۔ پھر یہ مجبوری تھی کہ کسی پر عمل کر کے اسے اپنا آلۂ کار بنانے کا موقع نہیں ملا تھا۔ یہ خود اعتمادی بھی تھی کہ میں ٹیلی پیتھی کی طاقت سے تنہا یہ کام کر گزروں گا۔ یہ خواب و خیال میں بھی نہیں تھا کہ کارمن بڑی چالاکی اور خاموشی سے مجھے اس انجام کو پہنچا دے گا۔"

گولڈن برینز کے فیصلے کے مطابق ایک اعلیٰ حاکم نے پولیس افسران کو حکم دیا "جنرل پارکن کو اسی وقت ملٹری اسپتال کے آپریشن تھیٹر پہنچاؤ۔ اس سے پہلے کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن راسما کی طرح پارکن کے دماغ میں بھی پہنچیں' اس کا برین واش کر دیا جائے گا۔"

پھر گولڈن برینز کی طرف سے اعلیٰ حاکم نے کہا "مسٹر کارمن ہیرالڈ تم نے پارکن کو گرفتار کرا کے ملک اور قوم کو ایک بڑے نقصان سے بچایا ہے۔ گولڈن برینز تمہاری حب الوطنی اور فرض شناسی سے بہت خوش ہیں اور مسٹر راجر موس کو......"

اعلیٰ حاکم نے ادھر ادھر دیکھ کر پوچھا "یہ مسٹر موس کہاں چلے گئے؟"

راجر موس نے بنگلے کے اندرونی حصے سے ڈرائنگ روم میں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

آتے ہوئے کہا "ا یکسکیوزی' ذرا واش روم میں گیا تھا۔"

اعلیٰ حاکم نے کہا "تم نے مسٹر کارمن کو داماد بنا کر اور اپنے شعبے میں ترقی دے کر دانشمندی کا ثبوت دیا ہے۔ گولڈن برنیز تم سے بہت خوش ہیں۔"

پولیس افسران جنرل پارکن کو لے گئے۔ رسونتی نے آکر کہا۔ "بیٹے تم نے ان کا بھرپور اعتماد حاصل کیا ہے لیکن برین واشنگ کے بعد پارکن کی آواز اور لہجہ بدل جائے گا۔ میں اس کے دماغ کو گرفت میں نہیں رکھ سکوں گی۔"

"ماما! میرا کام ہوگیا۔ اب آپ سلمان انکل سے کہیں کہ وہ پارکن کی آواز اور لہجے میں جان لیوڈا سے مدد کی اپیل کرے اور اسے بتائے کہ اس کا برین واش ہونے والا ہے۔ اس کے بعد یہودی اور امریکی خیال خوانی کرنے والے پارکن کے دماغ کو میدانِ جنگ بنالیں گے۔ اب آپ جائیں۔ الپا وغیرہ میرے دماغ میں اچانک آسکتے ہیں۔"

وہ چلی گئی۔ راجر موس نے کہا "بیٹے کارمن! میں تم پر جتنا بھی فخر کروں کم ہے۔ تم نے حکمرانوں اور گولڈن برنیز کے سامنے میرا سر اونچا کردیا ہے۔"

اس نے پوچھا "انکل! یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ گولڈن برنیز کی باتیں یہاں تک کیسے پہنچ رہی ہیں؟"

وہ مسکرا کر بولا "باہر انٹیلی جنس کا چیف اپنی کار میں بیٹھا ہے۔ وہاں ڈیش بورڈ کے ساتھ ایک کمپیوٹر ہے۔ اس کمپیوٹر کے ذریعے ہماری باتیں گولڈن برنیز تک اور ان کی باتیں ہم تک پہنچ رہی ہیں۔"

"لیکن یہ باتیں کون یہاں سن رہا ہے؟"

"تم سمجھ رہے ہو وہ اعلیٰ حاکم بہرا ہے اس لئے ایک کان میں ایئرفون لگایا ہے۔ دراصل اس ایئرفون کے ذریعے اعلیٰ حاکم انٹیلی جنس کے چیف کی باتیں سن رہا ہے۔ اور چیف کمپیوٹر اسکرین کی تحریر پڑھ کر اس حاکم کو سنا رہا ہے۔"

علی اس کی وضاحت سن رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔ راجر موس اپنے بنگلے کے باہر نہیں گیا۔ البتہ بنگلے کے اندرونی حصے میں گیا تھا اور یہ بتایا تھا کہ وہ واش روم میں گیا تھا۔ بہرحال جب وہ باہر نہیں گیا تھا تو اسے کس نے بتایا تھا کہ چیف کی گاڑی میں کمپیوٹر ہے اور وہ گاڑی میں بیٹھ کر فون کے ذریعے اعلیٰ حاکم سے رابطہ کر رہا ہے۔

یہ بات سب ہی جان سکتے تھے یا اندازہ کرسکتے تھے کہ چیف سراغرساں اور اعلیٰ حکام کے درمیان رابطہ رہتا ہے لیکن یہ کسی کو معلوم نہیں ہوسکتا تھا کہ وہ گولڈن برنیز کا پیغام ایک دوسرے تک پہنچا رہے ہیں اور یہ بات کانوں میں ہیڈفون لگائے بغیر راجر موس کو معلوم ہوتی رہی تھی۔

اس طرح یہ شبہ ہوا کہ راجر موس گولڈن برنیز سے کوئی تعلق ضرور رکھتا ہے اور وہ تھوڑی دیر پہلے واش روم نہیں گیا تھا کسی دوسری جگہ سے ہوکر آیا تھا۔ علی کے اندر ایک گرہ سی پڑگئی۔ جب تک اسے کھول نہ لیتا' ایک بے چینی سی رہتی۔

اعلیٰ حاکم اور دوسرے افسران وہاں سے رخصت ہوگئے۔ اس نے پامیلا سے پوچھا "گھر نہیں چلو گی؟"

"چلو' رات یونہی گزر گئی۔ چار بج رہے ہیں۔"

ساس نے کہا "اس وقت کہاں جاؤ گے' یہیں آرام کرو۔"

راجر موس نے کہا "بیٹے کارمن! تم تمام رات جاگتے رہے ہو۔ کل تمہاری چھٹی ہے۔ یہاں دیر تک نیند پوری کرسکتے ہو۔"

وہ خود وہاں رہنا چاہتا تھا۔ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ راجر موس کا وہ واش روم کہاں ہے جہاں وہ ایسے وقت گیا تھا جب ایک اہم مفرور ٹیلی پیتھی جاننے والا پکڑا گیا تھا اور اس کا محاسبہ کیا جارہا تھا۔ پامیلا اپنے میکے میں رہنا نہیں چاہتی تھی۔ وہاں ماں باپ کے سامنے اسے شوہر کے ساتھ ایک کمرے میں رہنا پڑتا اور وہ اتنی بڑی آزمائش سے گزرنا نہیں چاہتی تھی۔

دونوں میاں بیوی سرگوشیوں میں مشورے کرنے لگے۔ پامیلا کے والدین سمجھتے تھے کہ وہ نئے دلہا دلہن ہیں۔ زندگی کے نئے دن اور نئی راتیں رشتے داروں سے اور دوسری مداخلتوں سے دور گزارنا چاہتے ہیں۔ تاہم پہلی رات بڑی واردات ہوئی تھی کہ وہ بیٹی کو ابھی سسرال نہیں بھیجنا چاہتے تھے۔

ساس نے کہا "میں سمجھتی ہوں۔ بہت کچھ سمجھتی ہوں مگر ابھی بیٹی کو نظروں سے دور کرنے کو دل نہیں مانتا۔ ابھی رہ جاؤ' کل شام کو چلے جانا۔"

دونوں کو وہاں رہنا پڑا۔ ساس نے ایک کمرے میں دودھ اور پھل وغیرہ لاکر رکھ دیئے۔ پھر انہیں وہاں چھوڑ کر چلی گئی۔ علی نے دروازے کو اندر سے بند کرتے ہوئے کہا "زندگی میں بڑی بڑی آزمائشوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ تم پہلی ہی آزمائش سے پریشان ہو رہی ہو۔"

وہ ایک ہاتھ سے سر تھام کر صوفے پر گر پڑی۔ اس کا گورا اور گلابی چہرہ تمتما رہا تھا اور وہ آنکھیں بند کئے گہری سانسیں لے رہی تھی۔ علی نے اسے غور سے دیکھا پھر پوچھا "کیا ہوا؟"

وہ کچھ نہ بولی' صوفے پر کبھی یہ پہلو کبھی وہ پہلو ہونے لگی۔ وہ قریب آکر بولا "پامی! طبیعت تو ٹھیک ہے؟"

اس نے اس پر ہاتھ رکھا تو پتا چلا' بدن گرم ہو رہا ہے۔ پھر اس نے پیشانی کو چھو کر دیکھا اور کہا "تمہیں تو بخار ہے۔ بستر پر چلو میں ڈاکٹر کو کال کرتا ہوں۔"

پامیلا نے ادھ کھلی آنکھوں سے اس انداز میں اسے دیکھا جیسے کسی اناڑی کو دیکھ رہی ہو۔ پھر دھیمی آواز میں بولی "ڈاکٹر کو نہ بلانا۔"

"کیوں نہ بلاؤں؟"

وہ آنکھیں بند کرتے ہوئے بولی "بھید کھل جائے گا۔"

علی تیمور کا سر جھک گیا۔ بخار سمجھ میں آگیا۔ کسی کے بدن پر کوڑے مارنا ایسا ظلم نہیں ہے جیسا کہ وہ ظلم کر رہا تھا۔ کیوں کر رہا تھا؟ جبکہ وہ بیوی تھی۔ اس کے ساتھ جو تعلق ہوتا' وہ جائز ہوتا۔

وہ جس ذہانت سے سوچتا تھا' اسی ذہانت نے اسے سمجھا دیا کہ آئندہ کیا ہوگا؟ اس کا علم صرف خدا کو ہے۔ بندہ تو صرف سوچتا ہے کہ ایسا ہوگا مگر ویسا ہو جاتا ہے۔ وہ سوچتا تھا' ایک دن جب وہ پامیلا کو چھوڑ کر جائے گا تو پامیلا اپنی عزت کا اور سہاگ کا ماتم کرے گی۔ جبکہ وہ ابھی اس ادھورے' نامکمل اور محرومیوں سے بھرپور سہاگ کا ماتم کر رہی تھی۔

وہ بعد میں رلانا نہیں چاہتا تھا اور ابھی رلا رہا تھا۔ یہ کوئی دانشمندی نہیں تھی۔ ایسا وہ لوگ کرتے ہیں جو مستقبل کو خدا کی رضا سے نہیں دیکھتے' اپنی مرضی کے مطابق دیکھنا چاہتے ہیں۔ یہ اپنے رب پر کمزور اعتماد کی دلیل ہے۔

وہ اسے دونوں بازوؤں میں اٹھا کر کھڑا ہوگیا۔ پامیلا نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ اس کی گردن میں بانہیں ڈال دیں۔ سینہ بہ سینہ ہو کر دل کی دھڑکنیں سنانے لگی۔ پھر چونک کر بولی۔ "نہیں' مجھے چھوڑ دو۔ ہاتھ نہ لگاؤ ربی کی پیش گوئی کے مطابق ہمارے درمیان فاصلہ رہنا چاہئے۔"

"تمہارا علاج ضروری ہے۔ ڈاکٹر دیر سے آیا ہے مگر آگیا ہے۔"

"کہاں ہے وہ؟"

اس نے پلنگ کے پاس آکر اسے بستر پر لٹا دیا۔ اس کی کلائی تھام کر نبض کی رفتار دیکھی' مرض کی گفتار سنی' بخار کا ٹمپریچر دیکھا گیا اور دوا کر دیا گیا۔ بعض مریض رات سے صبح کر دیتے ہیں۔ وہ مریضہ بھی رفتہ رفتہ نارمل ہوتی چلی گئی۔

جب ہوش میں آئی تو گھبرا کر بولی "اوہ کارمن! میری جان! تم نے قریب آکر اپنی زندگی داؤ پر لگا دی ہے۔"

وہ بولا "ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ تم پچھلی رات گیارہ بجے سو گئی تھیں۔ تھوڑی دیر کے لئے میری آنکھ بھی لگ گئی۔ میں نے خواب میں ایک بزرگ کو دیکھا۔ وہ شاید ربی اسفندیار تھے۔"

"وہ خواب میں آئے تھے؟"

"ہاں' کہہ رہے تھے۔ تم دونوں نے اپنی جان کا خطرہ مول لے کر شادی کی ہے۔ شادی کے بعد جذبات کو مارنا اور رہبانیت کا راستہ اختیار کرنا جائز نہیں ہے۔ تم ازدواجی رشتہ قائم کرسکتے ہو مگر ایک شرط ہے۔"

پامیلا نے پوچھا "کیسی شرط؟"

"ربی نے کہا پہلی شرط یہ تھی کہ کارمن دلہن کی سیج پر جائے گا تو مر جائے گا۔ لہٰذا دلہن کے لئے خاص طور پر سسرال میں جو سیج بنتا ہے اس سیج پر نہ جاؤ۔ اب نئی شرط یہ ہے کہ دلہن کے میکے میں میرے لئے سیج کا انتظام ہو۔ تم نے دیکھا پامیلا! قدرتی طور پر ایسا چکر چل گیا کہ پہلی رات ہی تم سسرال سے میکے آگئیں اور تمہاری ممی نے مجھے یہ سیج دی۔ ربی کی شرط پوری ہوگئی۔"

وہ خوش ہو کر بولی "یہ تو ہماری ازدواجی زندگی میں ایک معجزہ ہوگیا۔ میں بیان نہیں کرسکتی کہ میں کتنی خوش ہوں۔ مجھے دنیا جہان کی دولت مل گئی ہے۔"

"میں چاہتا ہوں' تم چالیس راتوں تک میرے گھر کی سیج پر نہ آؤ۔ کیا ہم دو چار راتیں اسی کمرے میں گزار سکتے ہیں؟"

"ضرور' میرے ممی اور ڈیڈی ہمارے یہاں رہنے سے بہت خوش رہیں گے۔ ہم یہاں سے چالیس دن بعد جائیں گے۔"

"نہیں' میں اتنے دن سسرال میں نہیں رہوں گا۔ مجھے دوسرا شاندار بنگلا سرکار کی طرف سے ملنے والا ہے۔ ہم موجودہ بنگلے کی نحوست سے نکل کر نئے گھر میں ازدواجی زندگی گزاریں گے۔"

وہ مارے خوشی کے اس پر قربان ہو رہی تھی۔ علی کو یاد تھا کہ صبح سات بجے امی آنے والی ہیں۔ وہ چاہتا تھا تھوڑی دیر کے لئے تنہائی مل جائے تاکہ امی سے ضروری باتیں کرسکے۔

سات بجے کے بعد تنہائی مل گئی۔ پامیلا نے باتیں کرتے کرتے آنکھیں بند کیں۔ پھر ایک منٹ کے اندر ہی سو گئی۔ لیلیٰ نے علی کو مخاطب کیا' گوڈ ورڈز ادا کئے۔ پھر بولی "شادی مبارک ہو۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولا "امی! آپ کے جانے کے بعد ماما آئی تھیں۔ پامیلا کو سچ مچ بہو بنانے کی ضد کر رہی تھیں۔ کچھ میرے ذہن نے کہا کہ آئندہ کی باتیں خدا پر چھوڑنا چاہئے۔ اس لئے۔۔۔"

وہ بولی "اب تم وضاحت نہ کرو۔ یہ بہت اچھا ہوا۔ میں خوش ہوں۔ تمہارے پاپا کو بھی خوشی ہوگی۔"

"امی! رات کو آپ کے جانے کے بعد وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا جنرل پارکن میرے ہاتھ لگ گیا تھا۔"

"مجھے معلوم ہوچکا ہے۔ میں بہت دیر سے پامیلا کے خیالات پڑھ رہی تھی۔ ابھی میں نے ہی اسے ٹیلی پیتھی کے ذریعے سلایا ہے۔ یہ بتاؤ۔ دو چار روز سسرال میں رہنے کا مقصد کیا ہے؟"

وہ بولا "مجھے شبہ ہے کہ راجر موس کا براہِ راست تعلق گولڈن برنیز سے ہے۔"

"تمہیں کوئی سراغ مل رہا ہے؟"

اس نے بتایا کہ سراغ کس طرح لگایا جاسکتا ہے۔ وہ سسرال میں رہ کر دیکھنا چاہتا ہے کہ گھر کی چار دیواری میں راجر موس کس طرح مصروف رہتا ہے۔ اور وہ اپنے سسر کے بیڈ روم وغیرہ کی بھی تلاشی لینا چاہتا ہے۔ لیلیٰ نے کہا "راجر موس دن رات کے کسی حصے میں بھی دفتر آتا جاتا رہتا ہے۔ جب وہ دفتر جائے گا تو میں پامیلا کی ماں کو لمبی شاپنگ کے لئے باہر بھیج دوں گی۔ پامیلا اسی طرح سوتی رہے گی یا میں اسے کچن میں مصروف رکھوں گی۔"

"میں یہی چاہتا ہوں لیکن ایک اندیشہ ہے اگر راجر موس گولڈن برنیز کا خاص آدمی ہے تو اس گھر میں یا اس بیڈ روم میں خفیہ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کیمرے اور مائیک چھپا کر رکھے گئے ہوں گے۔ میں بیڈ روم میں جاؤں گا تو کہیں دوسری طرف دیکھ لیا جاؤں گا۔"

"تم بہت دور تک سوچتے ہو علی! اور یہ اچھی بات ہے۔"

"میں چاہتا ہوں آپ میری ساس کے دماغ میں رہ کر اسے اپنے روم میں لے جائیں۔ ویسے تو وہ بیوی کی حیثیت سے اپنے شوہر کی خوابگاہ میں جاتی ہوگی لیکن آج ہمارے نقطۂ نظر سے جائے۔ خوابگاہ' اس کا اسٹور روم اور واش روم کو ایک جاسوسہ کی نظروں سے دیکھے۔"

"ٹھیک کہتے ہو۔ اسے آلۂ کار بنانے سے راجر موس کو شبہ نہیں ہوگا۔ تم آرام کرو۔ میں موقع کا انتظار کروں گی۔ راجر موس دفتر جائے گا تو میں مسز موس کو بیڈ روم میں لے جاؤں۔"

"ایسے وقت آپ مجھے نیند سے بیدار کریں تاکہ میں آپ کو بتا سکوں کہ مسز موس سے کس طرح تلاشی کا کام لینا ہے۔"

لیلیٰ چلی گئی۔ علی تیمور اپنے دماغ کو ضروری ہدایات دے کر سو گیا۔ تھوڑی دیر بعد پامیلا نے آنکھیں کھول دیں۔ حالانکہ گہری نیند میں تھی۔ یہ ابھی علی اور لیلیٰ کو معلوم نہیں تھا کہ الپا اب پامیلا کے دماغ میں آنے لگی ہے۔ پہلے پامیلا کی اہمیت نہیں تھی۔ اب ہو گئی تھی۔

ہوا یہ تھا کہ گولڈن برینز نے الپا سے کہا تھا "الپا! ہم نے جنرل پارکن کو اس کی رہائش گاہ میں نظر بند کیا تھا۔ ہو سکتا ہے کسی دشمن خیال خوانی کرنے والے نے جنرل پارکن کو اپنا معمول بنا کر قید سے بھاگنے پر مجبور کیا ہو اور اسے پامیلا کے دماغ تک پہنچایا ہو۔ اگر ایسا ہے تو ہم نے جنرل پارکن کو گرفتار کر لیا ہے لیکن اس کے پیچھے چھپا ہوا دشمن آزاد ہے' وہ پامیلا کے دماغ میں آتا جاتا ہوگا۔ اور اس کے ذریعے ان تمام اہم عہدیداروں تک پہنچنے کی کوشش کرے گا جن کا رابطہ پامیلا کے باپ راجر موس سے رہتا ہے۔ لہٰذا تمہیں پامیلا کے پاس جاتے رہنا چاہئے۔"

اس حکم کے مطابق الپا' پامیلا کے پاس آئی۔ اس وقت پامیلا علی سے باتیں کرتے کرتے سو رہی تھی۔ یعنی لیلیٰ اس کے اندر چھپ کر اسے سلا رہی تھی۔ لیلیٰ اور الپا کو پتا نہیں تھا کہ وہ دونوں بیک وقت پامیلا کے اندر موجود ہیں۔ البتہ الپا کو شبہ ہوا کہ پامیلا اپنے شوہر کے ساتھ جاگنے کا ارادہ رکھتے ہوئے اتنی جلدی کیسے سو گئی؟

اس نے اپنے طور پر سمجھا کہ شاید وہی دشمن خیال خوانی کرنے والا پامیلا کے اندر ہو سکتا ہے جس نے پارکن کو ٹریپ کیا تھا۔ اب وہ پامیلا کو نیند کی حالت میں آلۂ کار بنانا چاہتا ہے یا اس کے شوہر کارمن کو اس کے ذریعے دماغی کمزوری کی دوا کھلانا چاہتا ہے۔ یہ سوچ کر وہ کافی دیر تک انتظار کرتی رہی۔

جب کسی نے پامیلا کو نیند کی حالت میں آلۂ کار نہیں بنایا تو الپا نے اس کی آنکھیں کھول کر علی تیمور کو دیکھا۔ وہ پامیلا کے پاس ہی گہری نیند میں تھا۔ تب اسے یقین ہوا کہ پامیلا بھی خود ہی سوئی تھی۔ کسی خیال خوانی کرنے والے نے اسے نہیں سلایا تھا۔ اور کوئی اس کے دماغ میں نہیں ہے۔ اگر ہوتا تو اس کے ذریعے کارمن کو دوا کھلا کر اعصابی کمزوری میں مبتلا کرتا۔

بہرحال الپا مطمئن ہو کر مسز موس کے دماغ میں آئی وہاں لیلیٰ موجود تھی اور دیکھ رہی تھی کہ اس کا شوہر راجر موس کار میں بیٹھ کر دفتر جا رہا تھا۔ مسز موس سوچ رہی تھی۔ "اب میں خوابگاہ میں جا کر تھوڑی دیر کے لئے سو جاؤں گی۔ پتا نہیں کیوں اپنے میاں کے جاتے ہی میں ایک آدھ گھنٹے کے لئے سو جاتی ہوں۔"

یہ لیلیٰ کے لئے ایک نئی اطلاع تھی کہ مسز موس خوابگاہ میں جا کر ایک آدھ گھنٹے کے لئے سو جاتی ہے جبکہ الپا جانتی تھی وہ سوتی نہیں ہے۔ دماغی طور پر غائب رہ کر اپنے میاں کے کمرے کی صفائی کرتی رہتی ہے۔

یہ بات سمجھنے کی تھی کہ وہ غائب رہ کر خوابگاہ کی صفائی کیوں کرتی ہے؟ جواب سمجھ میں آتا ہے اس خوابگاہ میں کچھ ایسی اہم چیزیں چھپائی گئی ہوں گی جنہیں اس کی نظروں میں لانا مناسب نہیں تھا۔ الپا اسے دماغی طور پر غائب کرکے وہاں کی صفائی کراتی تھی۔ یہ گولڈن برینز کا حکم تھا کہ ایسا کیا جائے۔ یوں ثابت ہو رہا تھا کہ راجر موس بڑی اہمیت کا حامل ہے اور گولڈن برینز اس کے گھر کے اندر بھی دلچسپی رکھتے ہیں اور توجہ دیتے ہیں۔

مسز موس خوابگاہ میں آئی۔ پھر تھکے ہوئے انداز میں بستر پر لیٹ گئی۔ چند لمحوں تک سوچتے سوچتے اس کی آنکھیں بند ہونے لگیں۔ الپا نے اسے سلا دیا تھا۔ لیلیٰ خاموشی سے یہ تماشا دیکھ رہی تھی۔ دس منٹ کے بعد اس نے نیند کی حالت میں آنکھیں کھول دیں۔ آہستہ آہستہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ نیند کی حالت میں چلتی ہوئی اسٹور روم میں آئی۔ وہاں ایک لکڑی کا صندوق ٹوٹی کرسیاں اور بہت سا پرانا سامان رکھا ہوا تھا۔ دیوار کے ساتھ بنی ہوئی ایک الماری تھی۔ اس نے ایک چابی سے اس کے پٹ کھول دیے۔

اس کے اندر کچھ فائلیں اور کچھ کتابیں رکھی ہوئی تھیں۔ وہاں ایک چھوٹا سا آئرن سیف تھا۔ اس نے دوسری چابی سے اس سیف کو کھولا۔ سیف میں کچھ ہیرے جواہرات اور برطانوی پونڈز کی گڈیاں رکھی ہوئی تھیں۔ ان کے پیچھے سیف کی آہنی دیوار پر ایک کی ہول تھا۔ مسز موس نے اس کی ہول میں ایک چابی ڈالی۔ پھر اسے گھمایا تو الماری کی پچھلی دیوار دو حصوں میں تقسیم ہو کر کھل گئی۔

کھلے ہوئے دروازے کے دوسری طرف اسٹور روم کے برابر دوسرا کمرا تھا۔ اس کمرے میں ایک بڑے سائز کا کمپیوٹر تھا اس سے منسلک دیوار پر ایک اسکرین تھا۔ ایک طرف ٹی وی کیمرا' وی سی آر اور ٹی وی تھا اس سے ثابت ہو رہا تھا کہ راجر موس کی خوابگاہ میں خفیہ ٹی وی کیمرے ہیں جو بھی خوابگاہ میں داخل ہوتا ہے وہ اس خفیہ کمرے کے ٹی وی اسکرین پر نظر آتا ہے۔

مسز موس بے خبر تھی۔ بے چاری نہیں جانتی تھی کہ اپنے ہی گھر کے ایک کمرے میں آئی ہے اور وہاں کی صفائی کر رہی ہے۔ لیلیٰ اس کے ذریعے ایک ایک سامان کو توجہ سے دیکھ رہی تھی۔ وہاں ایک پرائیویٹ فون اور ٹرانسمیٹر کے علاوہ ضروری فائلیں اور اہم دستاویزات بھی رکھی ہوئی تھیں انہیں پڑھنے سے ہی ان کی اہمیت کا پتا چل سکتا تھا۔

لیلیٰ نے اس کے ذریعے چھت کو اور دیواروں کو بھی دیکھا۔ پھر علی کو نیند سے جگا کر اس خفیہ کمرے کی تفصیلات بتائیں۔ وہ خوش ہو کر بولا۔ "اللہ بڑا کارساز ہے۔ اس معبود نے مجھے کہاں سے کہاں پہنچا دیا ہے۔ یہ راجر موس یقیناً چھ گولڈن برینز میں سے ایک گولڈن برین ہے۔"

"اس خفیہ کمرے کو دیکھ کر میں بھی یہی سمجھ رہی تھی ویسے علی! ہم یہ سوچ رہے تھے کہ کوئی زیرِ زمین اڈا ہوگا جہاں چھ برینز آ کر بیٹھتے ہیں اور اعلیٰ حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران سے رابطہ کرتے ہیں۔"

"جی ہاں۔ پہلے یہی طریقہ تھا۔ اب انہوں نے طریقۂ کار بدل دیا ہے۔ راجر موس کے اس کمرے کو دیکھ کر ہم کہہ سکتے ہیں کہ باقی پانچ گولڈن برینز نے بھی اپنی اپنی خوابگاہ کے ساتھ ایسے خفیہ کمرے بنوائے ہیں اور وہاں بیٹھ کر کمپیوٹرز کے ذریعے ایک دوسرے سے رابطہ کرتے ہیں۔"

"بیٹے! اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ تمام برینز ایک ہی وقت میں ایک ہی خفیہ اڈے میں تمہارے ہاتھ نہیں آئیں گے۔ تمہیں ہر ایک کو باری باری تلاش کرنا ہوگا۔"

"جی ہاں' کام بڑھ گیا ہے۔ ان تمام کو ٹریپ کرنے میں پتا نہیں کتنے دن یا کتنے مہینے گزر جائیں گے۔"

"تم نے سوچا تھا چالیس راتوں میں پامیلا کو ٹرخا کر اپنا کام کر جاؤ گے لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ تم اپنی دلہن سے باقاعدہ رشتہ قائم کرو۔ اور ایمان مستحکم کر لو کہ آنے والے لمحات خدا کے مرضی سے گزرتے ہیں اور بندوں کی تدابیر ہمیشہ کام نہیں آتیں۔"

"یہ مشورہ میری ماما نے دیا تھا۔ وہ جناب علی اسد اللہ تبریزی کے حضور زانوئے ادب تہ کرتی ہیں اور ان سے دین اور دنیا کی ایمان افروز باتیں سیکھتی رہتی ہیں۔ آج ان کی ہی ایک ایمان افروز ہدایت پر میں نے عمل کیا ہے۔"

"میرا خیال ہے مجھے زیادہ دیر تمہارے پاس نہیں رہنا چاہئے۔ الپا نے مسز موس کے دماغ میں جگہ بنائی ہے۔ تمہارے پاس اچانک آئے گی تو ہمارا بھید کھل جائے گا۔"

"درست ہے۔ آپ جائیں پھر کسی وقت آجائیں۔"

لیلیٰ میرے پاس آ گئی۔ مجھے وہاں کے تمام حالات سنانے لگی۔ میں نے کہا "میرے علی کی کیا بات ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے ایک گولڈن برین کو پہچان لیا لیکن باقی پانچ برینز تک پہنچنے میں بہت وقت لگے گا۔"

وہ بولی "آپ علی کے پاس رہیں گے تو پانچ مرحلے کچھ آسان ہو جائیں گے۔"

"مجھے ابھی پاکستان میں رہنا چاہئے۔ پہلے تو بھارت اور اسرائیل کی دوستی تھی اب اسی دوستی میں امریکا شریک ہو گیا ہے۔ روس کو کسی قدر کمزور بنانے کے بعد جمہوریہ چین کے خلاف اپنی سرگرمیاں تیز کرنا چاہتا ہے۔ ایک طرف وہ بھارت میں رہ کر چین کے لئے بہت بڑی دھمکی بنے گا۔ دوسری طرف اپنی امداد کے ذریعے بھارت کو پاکستان کے لئے مصیبت بنانا چاہے گا۔"

"کیا ایسا ہو رہا ہے؟"

"ہاں منصوبے تیار ہیں۔ ان پر اس لئے عمل نہیں ہو رہا ہے کہ میں یہاں موجود ہوں۔ انہوں نے مجھے پاکستان سے نکالنے کی کوشش اپنے طور پر کر لی۔ اب کوئی اور چال چلیں گے۔"

لیلیٰ نے پوچھا "کیا یہ چال نہیں ہو سکتی کہ انہوں نے آپ کو سرحدی علاقہ میں مصروف رکھا ہے۔"

"یہ چال مجھے پہلے ہی معلوم ہو گئی تھی۔ میں انجان بن کر آیا ہوں وہ سمجھتے ہیں پاکستان کا سرحدی شہر لاہور میری ذات سے خالی ہو گیا ہے۔ ان کے فرشتوں کو بھی وہاں پارس کی موجودگی کا علم

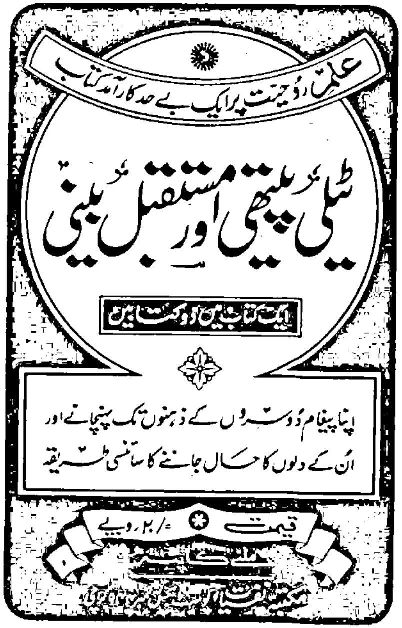

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

نہیں ہے۔"

"آپ پشاور میں کب تک رہیں گے؟"

"یہاں سے اچانک ہی جاؤں گا۔ پارس کی طرف سے ایک خاص رپورٹ کا انتظار ہے۔ لاہور پہنچتے ہی میں پارس کو تل ابیب روانہ کردوں گا وہاں اس کی موجودگی سے علی کی منزلیں آسان ہوجائیں گی۔"

"دونوں بھائی ایک جگہ ہوں تو خاصی قیامت برپا کریں گے۔"

"تم بابا صاحب کے ادارے سے معلوم کرو۔ اسرائیل میں ہمارے جاسوس کہاں کہاں ہیں اور پارس کس جاسوس کی جگہ وہاں جاکر شبہات سے بالاتر ہوکر رہ سکتا ہے۔"

دشمن دو طرفہ چالیں چل رہے تھے۔ ایک طرف مجھے پشاور سے علاقہ غیر تک الجھا رہے تھے۔ دوسری طرف لاہور میں یوگا جاننے والوں کی ٹیم پہنچائی تھی۔ میں انہیں خوش کرنے کے لئے پشاور آگیا تھا اس میں میری ذاتی خوشی یہ تھی کہ میں پاکستان کے شمالی مغربی علاقوں میں جیالے پٹھانوں سے ملنا اور ان کے ماحول میں رہنا چاہتا تھا۔

دشمنوں نے سوچا تھا اگر میں لاہور چھوڑ کر نہیں جاؤں گا تو وہ یوگا جاننے والی ٹیم کے ذریعے میری ٹیلی پیتھی کے ہتھیار کو ناکام بنادیں گے۔ ایسے میں مجھے ان کے سامنے کھل کر مقابلے پر آنا پڑے گا لیکن نہ تو مجھے ان کے خلاف خیال خوانی کرنی پڑی' نہ ہی مقابلہ کرنا پڑا۔ جیسا کہ میں پہلے بیان کرچکا ہوں۔ پارس نے اس ٹیم کے تین یوگا جاننے والوں کی بری طرح پٹائی کی تھی۔ وہ ایسے زخمی ہوئے تھے کہ سانس روکنا بھول گئے تھے۔

چودھری حاکم علی یہودیوں کا بے غیرت ایجنٹ ان تین زخمیوں کے ساتھ ان کے سربراہ سے ملاقات کرنے گیا تھا۔ اسے بتایا گیا تھا کہ فرہاد کے مقابلے میں ان کا سربراہ فولاد ہے۔ وہ چودھری حاکم علی کی حفاظت کرے گا۔ اس کی بیٹی صوفیہ کو باپ کی دولت اور جائداد پر قبضہ کرنے نہیں دے گا۔

پارس نے سلمان سے کہا تھا کہ وہ چودھری اور تین زخمیوں کے دماغوں کے اندر رہ کر یوگا ٹیم کے سربراہ کا ٹھکانا معلوم کرے اور چودھری کو مجبور کرے کہ یہودیوں کی شرکت سے قائم کی ہوئی دواؤں کی فیکٹری کو اپنی بیٹی صوفیہ کے نام قانونی طور پر منتقل کر دے۔ چودھری جیتے جی یہ نقصان اٹھانا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے محض ٹالنے کے لئے وعدہ کیا تھا کہ دوسرے دن وہ فیکٹری بیٹی کے نام کردے گا لیکن دوسرے دن سلمان نے اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ سمجھ میں آگیا کہ چودھری حاکم کے دماغ کو تنویمی عمل کے ذریعے لاک کردیا گیا ہے۔

سلمان نے ان تین زخمیوں کے ذریعے کوئی راستہ نکالنا چاہا۔ پتا چلا وہ تینوں اب اس دنیا میں نہیں رہے۔ یوگا ٹیم کا سربراہ بہت محتاط تھا وہ نہیں چاہتا تھا کہ میں یا میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے ان زخمیوں کے ذریعے اس کا سراغ لگائیں اور ان کی یہ تمام حکمتِ عملی بتا رہی تھی کہ یہودی اپنی دواؤں کا فارمولا صوفیہ کو استعمال کرنے نہیں دیں گے۔

میں نے صوفیہ کو پارس کی پناہ میں چھوڑا تھا۔ اب یہ اندیشہ تھا کہ وہ کسی وقت بھی قتل کردی جائے گی۔ اس کے قتل ہونے کے بعد دواؤں کا فارمولا بھی اس کے ساتھ ختم ہوجاتا کیونکہ تمام فارمولے صرف صوفیہ کو معلوم تھے۔

پارس صوفیہ کو ایک ہوٹل میں لے آیا تھا۔ وہ بھی سمجھ گئی تھی کہ اپنی کوٹھی میں رہے گی تو جان سے جائے گی۔ وہ میک اپ کا سامان لاکر اس کے چہرے کو عارضی طور پر بدلتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "فی الحال تمہارے بچاؤ کا یہی طریقہ ہے۔ دشمن تمہیں نہیں پہچان سکیں گے۔"

اس نے پوچھا "کیا ہم اسی ہوٹل میں رہیں گے؟"

"تم میری نہیں اپنی بات کرو۔ میں ہمیشہ تمہارے ساتھ رہنے کے لئے نہیں آیا ہوں۔ تمہیں کہیں بھی کچھ روز تنہا رہنا ہوگا۔"

"کیا تم پاکستانی معاشرے کو نہیں سمجھتے ہو؟ یہ یورپ نہیں ہے۔ یہاں ایک تنہا جوان لڑکی کسی بھی محلے میں رہنا چاہے گی تو اسے اپنی پچھلی ہسٹری پیش کرنی ہوگی کہ وہ کون ہے؟ کہاں سے آئی ہے؟ ماں باپ یا شوہر کو چھوڑ کر تنہا رہنے کے لئے مکان کیوں تلاش کررہی ہے۔ ہوٹل والے بھی شناختی کارڈ طلب کریں گے۔"

وہ درست کہہ رہی تھی۔ انہوں نے ایک فرنشڈ کوٹھی کرائے پر حاصل کی۔ پارس نے کہا "تم یہاں خود کو مصروف رکھو۔ تمہیں جتنی دواؤں کے فارمولے یاد ہیں انہیں لکھتی جاؤ۔"

وہ بولی "لکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ وہ تمام تحریری فارمولے میرے بینک لاکر میں رکھے ہوئے ہیں۔"

"تم وہ فارمولے لاکر سے نکالنے جاؤگی تو دشمنوں کی نظروں میں آجاؤگی۔ مجھے ان کی ضرورت ہے۔"

"تم ان کا کیا کروگے؟"

"میں دشمنوں تک پہنچنا چاہتا ہوں۔ تمہارے نام سے اخبارات میں اشتہار دوں گا کہ ایک کیمسٹ اور لیڈی ڈاکٹر صوفیہ چند اہم دواؤں کے فارمولے فروخت کرنا چاہتی ہے۔ جو کمپنیاں یا ڈاکٹر حضرات خریدنا چاہتے ہیں' وہ ڈاکٹر صوفیہ کو مخاطب کرکے اخبارات میں اپنا نام پتا اور فون نمبر شائع کرائیں۔ ڈاکٹر صوفیہ پہلے ان سے فون پر رابطہ کریں گی۔"

وہ بولی "کیا اس طرح دشمن سامنے آئیں گے؟"

"وہ اشتہار پڑھ کر سب سے پہلے تو تمہارے باپ کے ہوش اڑیں گے کہ تم نے وہ فارمولے فروخت کردیے تو آئندہ وہ لاکھوں روپے نہیں کما سکے گا۔ جو دشمن تمہیں قتل کرنے کے لئے تلاش کررہے ہیں' وہ اس تاک میں رہیں گے کہ تم فارمولے فروخت کرنے کے لئے کن لوگوں سے ملاقات کرنے جارہی ہو۔"

کیا میں خریداروں سے ملاقات کرنے جاؤں گی؟"

"تمہاری ایک ڈمی جائے گی۔ میں چھپ کر اس ڈمی کی نگرانی کروں گا اور دشمنوں کو تاڑنے کی کوشش کرتا رہوں گا۔"

"تدبیر بہت عمدہ ہے لیکن دشمن نادان نہیں ہیں۔ وہ اس چال کو سمجھ لیں گے۔"

"سمجھنے دو۔ میں تو تمہارے باپ کی فطرت سمجھ کر یہ چال چل رہا ہوں۔ وہ بے حد لالچی اور منافع خور ہے۔ یہ کبھی نہیں چاہے گا کہ تم وہ فارمولے کسی دوسری دوا ساز کمپنی کو دو۔ تم فارمولوں کا سودا کرنے جہاں جاؤگی' وہ تم سے پہلے وہاں پہنچ جائے گا۔"

"ہاں' ڈیڈی ایسا ضرور کریں گے لیکن میں وہ فارمولے کاغذ پر کیوں لکھوں؟ ہم سچ مچ ان کا سودا نہیں کریں گے۔"

"میں سچ مچ سودا کروں گا ان کے عوض لاکھوں روپے لے کر تمہیں الو بنا کر دوسرے ملک چلا جاؤں گا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "تم میرے پاپا کے ماتحت ہو' بھلا تمہیں روپے' ڈالر اور پونڈز کی کیا کمی ہوگی۔ میں لکھ رہی ہوں مگر صبح سے شام ہوجائے گی۔ تم اس دوران کیا کروگے؟"

"میں اخبارات میں اشتہار دینے جارہا ہوں۔"

"اوہ نو۔ تم مجھے چار دیواری میں تنہا چھوڑ کر باہر جارہے ہو۔"

"میں تفریح کی غرض سے نہیں' کام سے جارہا ہوں۔"

"تم کام کرتے رہنا' میں تمہارے ساتھ تفریح کرتی رہوں گی۔"

"بالکل نہیں۔ میں تنہا جاؤں گا۔ مجھے ایک لڑکی کو پھانسنا ہے۔"

"لڑکی پھانسنے جارہے ہو۔ شرم نہیں آتی۔ پرائی لڑکیوں کو بہن سمجھنا چاہئے لیکن مردوں میں اتنی شرافت نہیں ہوتی ہے۔"

"نہیں ہوتی ہے۔ اسی لئے تنہا جارہا ہوں۔"

"میں نہیں جانے دوں گی۔"

"یہ تمہارے پاپا کا حکم ہے۔ ان کے لئے لڑکی تلاش کرنا ہے۔"

"کیا؟ پاپا کے لئے؟ اوہ میں نے تو کبھی سوچا بھی نہیں اور پاپا سے پوچھا بھی نہیں کہ اتنی عمر ہوگئی ہے' انہوں نے شادی بھی کی ہے یا نہیں؟"

"شادی کیا خاک کریں گے۔ تم جیسی لڑکیوں کو بیٹی بنالیتے ہیں۔ کسی بیوہ سے شادی کرنا چاہتے ہیں۔ ایک عورت پسند آئی ہے مگر وہ شادی شدہ ہے۔ اس کے بیوہ ہونے کے انتظار میں کنوارے بیٹھے ہیں۔"

"اس عورت میں کیا بات ہے؟ اگر وہ حسین ہے تو یہاں کتنی ہی حسین بیوائیں مل جائیں گی۔"

"وہ عورت صرف حسین ہی نہیں' چار بچوں کی ماں بھی ہے۔"

وہ چونک کر پارس کو دیکھنے لگی۔ وہ بولا "یہی تو مسئلہ ہے۔ یہ آج تک خود ان کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کیسی عورت سے شادی کرنا چاہتے ہیں؟"

وہ اس بات پر غور کرنے لگی۔ جب بات سمجھ میں آئی تو اس وقت تک پارس جاچکا تھا۔ وہ سچ مچ کسی ایسی لڑکی کو پھانسنا چاہتا تھا جسے صوفیہ کی ڈمی کے طور پر استعمال کرسکے۔ پھر اسے میرا یا سلمان کا انتظار تھا کیونکہ وہ جس لڑکی کا انتخاب کرتا۔ اسے ہم ٹیلی پیتھی کے ذریعے آلۂ کار بناتے۔ لڑکی کی ضرورت دوسرے دن تھی۔ اسے معلوم تھا کہ ہم چوبیس گھنٹوں میں ایک بار اس سے رابطہ کرتے ہیں۔

مسئلہ صرف یہ نہیں تھا کہ ایک یہودی سرمایہ دار دواؤں کے فارمولوں کے ذریعے پاکستان سے کروڑوں روپے کما رہا تھا۔ میں نے یہ منافع روک دیا تھا لیکن یہ ایسا مسئلہ تھا جس میں مجھے الجھایا جارہا تھا اور دوسری طرف درپردہ پاکستان کے خلاف گہری سازش جاری تھی۔

بھارت جو کبھی روس کی آغوش میں دودھ پیتا تھا' اب امریکا کی گود میں پل رہا تھا۔ سانپ کو دودھ پینے سے غرض ہے۔ جہاں زیادہ ملتا ہے وہاں جاتا ہے۔ روس تقریباً ٹوٹ چکا تھا اب امریکا کو جمہوریہ چین سے اندیشہ تھا اور بھارت کو تو روزِ اول سے ہی پاکستان کھٹک رہا ہے۔ یہ راز نہیں کھل رہا تھا کہ پاکستان ایٹم بم بنا چکا ہے یا نہیں؟

پاکستانی خطرے سے بچنے کے لئے یہ خفیہ معاہدہ ہوچکا تھا کہ امریکا بھارت کو اسلحہ' جدید طیارے اور فوجی امداد دے گا اور بھارت امریکا کو چین اور بھارت کی سرحد کے پاس فوجی اڈے بنانے کی اجازت دے گا۔

فی زمانہ کوئی ملک جنگ کا خطرہ مول لینا نہیں چاہتا۔ اس لئے سیاسی بیان بازی کے ذریعے اقتصادی معاشی اور تہذیبی نقصانات پہنچانے کے لیے اپنے ایجنٹوں اور سراغرسانوں کے ذریعے دوسرے ملکوں میں سرنگیں بناتے ہیں اور انہیں کھوکھلا کرنے کی سرد جنگیں لڑی جاتی ہیں۔ ہمارے ملک میں بھی بھارتی ایجنٹوں اور سراغرسانوں کی خفیہ سرگرمیاں تیز ہوتی جارہی تھیں۔

یہ سمجھنا ضروری ہے کہ غیر ملکی دشمنوں کو ہمارے ملک میں آرام سے رہنے کی جگہ کیسے ملتی ہے۔ ایک تو یہ کہ ہمارے جوان جن ملکوں سے شادی کرکے اپنی بیویاں اور جوان ساتھی لاتے ہیں ان میں بیشتر جاسوس ہوتے ہیں۔ جب تک میاں بیوی بن کر رہتے ہیں اپنی اصلیت ظاہر نہیں ہونے دیتے۔ دوسرے یہ کہ راتوں رات امیر بننے کے خواب دیکھنے والے لوگ رشوت لے کر ان غیر ملکیوں کو اپنا رشتے دار یا دوست بنا کر اپنے گھروں میں رہنے کا موقع دیتے ہیں۔

یہ قیام پاکستان سے ایک برس پہلے کی بات ہے' ایک ہندو

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کائستھ لاہور کے ایک علاقے وسنت پورہ میں رہتا تھا۔ وہاں ان دنوں ہندوؤں کی آبادی زیادہ تھی۔ اس کائستھ کی ایک خوبصورت بیٹی شاردا، اقبال حمید پر عاشق ہو گئی تھی۔ اقبال حمید بھی اس کا دیوانہ تھا۔ جب ان کے عشق کا چرچا ہونے لگا تو ہندوؤں نے مسلمانوں کے خلاف بولنا شروع کیا۔ یوں بھی پاکستان قائم کرنے کے لئے نعرے لگائے جاتے تھے جس کے نتیجے میں فرقہ وارانہ فسادات کی آگ بھڑکتی رہتی تھی۔ ایک برس کے اندر یہ آگ پورے ہندوستان میں پھیل گئی تھی۔ چونکہ تقسیم ہند کے مطابق یہ معلوم ہو چکا تھا کہ لاہور پاکستان میں رہے گا۔ اس لئے سکھ اور ہندو یہ شہر چھوڑ کر بھاگنے لگے۔ ایسے ہی دنگے فساد کے دوران شاردا بھاگ کر اقبال حمید کے گھر آ گئی۔

اقبال حمید کے والدین اور دوسرے بزرگ گھر میں نہیں تھے۔ اپنے عزیزوں سے ملنے اچھرہ گئے ہوئے تھے اگر وہ ہوتے تو شاردا کو اس کے ماں باپ کے حوالے کر دیتے لیکن جوانی دیوانی ہوتی ہے۔ اقبال نے اسے چھپا کر رکھ لیا۔ دوسرے دن اس کے والدین آئے تو شاردا کے ماتا پتا سرحد پار جا چکے تھے۔ وہ لڑکی بے سہارا ہو چکی تھی۔ اقبال کے عشق میں اسلام قبول کرنا چاہتی تھی۔ مختصر یہ کہ دونوں کی شادی ہو گئی۔ وہ شاردا سے شمیمہ بن گئی۔

عورت بیاہ کر ہزاروں میل دور چلی جائے، ہزاروں سرحدیں پار کرکے دور ہو جائے لیکن میکے والوں کو نہیں بھولتی۔ ماں باپ بھائی بہن یاد آتے رہتے ہیں۔ کچھ عرصے بعد پاکستان اور بھارت کے درمیان ڈاک کا نظام بحال ہوا تو شمیمہ (شاردا) کے باپ دھنی رام نے اقبال کے والد کو خط لکھا۔ خط کی تحریر کچھ یوں تھی۔ "تم مسلمان انسان نہیں ہوتے شیطان ہوتے ہو۔ پاکستان بننے سے پہلے ہی تم لوگوں نے میری نادان بیٹی کو بہکایا تھا۔ پھر ہم لوگوں کو اپنے باپ دادا کی زمین جائداد چھوڑنے پر مجبور کیا تھا۔ ویسے ہم یہاں جائداد کے بدلے جائداد اور زمین حاصل کر چکے ہیں لیکن ہمیں اپنی بیٹی اور اس کی عزت واپس نہیں ملے گی۔ بھگوان نے چاہا تو ہمارے شراپ (بددعا) سے تم کبھی سکھی نہیں رہو گے۔"

اقبال کے والد نے جواب لکھا "بھائی دھنی رام! تم حقیقت سے واقف نہیں ہو اس لئے مسلمان کو شیطان لکھ دیا۔ میں تمہاری بیٹی کی چند تصویریں بھیج رہا ہوں۔ ان تصویروں میں وہ اپنے دلہا کے ساتھ ہے۔ اگر یہ میرے بیٹے کے ساتھ نہ ہوتی تو میں کس رشتے سے تمہاری غیرت کو اپنے گھر میں رکھتا؟ اسے بے یارومددگار گھر سے نکال دیتا تو قدم قدم پر اس کی آبرو خاک میں مل جاتی یا یہ پاؤں میں گھنگرو باندھ کر کوٹھے میں مجرا کرتی ہوئی دکھائی دیتی۔

"تمہیں اپنی عزت جان سے پیاری نہیں تھی۔ اس لئے تم نے بیٹی کو تلاش نہیں کیا۔ جان بچا کر اکھنڈ بھارت چلے گئے۔ تمہارے گھر کی عزت کو میں نے اپنے گھر کی عزت بنایا پھر بھی شیطان کہلایا۔ تم اپنی عزت مسلمان کے گھر چھوڑ کر بھاگے پھر بھی انسان ہونے کا دعویٰ کرتے ہو۔ تم نے مجھے بددعا دی۔ مگر میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ایمان دھرم سے سچ اور شرافت کو سمجھنے کی توفیق دے۔"

اس خط کے ساتھ شمیمہ نے بھی ماں باپ کو خط لکھا کہ شاردا اسی وقت آدھی مر چکی تھی جب تمہارا گھر چھوڑ کر اقبال کے پاس آ گئی تھی۔ پھر اس وقت ہمیشہ کے لئے مر گئی جب آپ سب مجھے مسلمانوں کے رحم و کرم پر چھوڑ گئے تھے۔ اس موت کے ساتھ شاردا کا دیہانت ہو چکا ہے، اب میں شمیمہ زوجہ اقبال حمید ہوں۔ میں نے ایک نیا جنم لیا ہے لیکن پچھلے جنم کی ماں بہنیں اور بھائی بہت یاد آتے ہیں۔ میں اس خط کے جواب میں یہ سننا چاہتی ہوں کہ میں بے حیائی کی موت مر جاتی تو کیا آپ لوگ حیا سے جیتے یا میں اب عزت سے جی رہی ہوں تو آپ لوگوں کو کیسا لگ رہا ہے؟ اگر مجھے عزت آبرو سے زندہ پا کر خوش ہیں تو خط و کتابت کے ذریعے آدھی ملاقات کرتے رہیں۔ فقط آپ تمام کی شبھ چنتک شمیمہ اقبال۔"

دو ملکوں کے درمیان ڈاک کا نظام بحال تو ہو گیا تھا لیکن بھارتی جاسوس اپنے دیس میں آنے والے پاکستانی خطوط کو سونگھتے اور ٹٹولتے تھے۔ جس پر شبہ ہوتا تھا، وہ خط کھول کر پڑھتے تھے۔ پھر اس کے مطابق کارروائی کرتے تھے۔

دھنی رام اپنی بیوی اور جوان بچوں کے ساتھ دہلی میں تھا انٹیلی جنس کا افسران کے گھر آیا۔ اس نے پاکستان سے آنے والے خطوط کا حوالہ دے کر کہا "ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ تمہاری ایک بیٹی لاہور میں مسلمانوں کے پاس رہ گئی ہے۔"

دھنی رام نے کہا "ہم پر بہت ظلم ہوا ہے۔ انہوں نے ہماری بیٹی کے ساتھ ہماری زمین جائداد پر بھی قبضہ جما لیا ہے۔"

افسر نے کہا "جو ہوا اچھا ہوا۔ مسلمانوں کو ظالم نہ کہو۔ ان سے برابر رشتہ رکھو۔ شاردا کو شمیمہ تسلیم کر لو۔ ہم وقت اور حالات کے مطابق جیسا حکم دیتے رہیں گے ویسا ہی عمل کرتے رہو۔ اس میں تمہارا اور تمہارے دیس کا فائدہ ہے۔ اب یہ بتاؤ یہاں تمہارے کتنے بچے ہیں؟"

وہ بولا "میرا ایک بڑا بیٹا ہے اس کے دو بیٹے اور ایک بیٹی ہے۔ اس کے بعد میری دو بیٹیوں سے بھی تین بیٹیاں ہیں۔ آخری بیٹی پاکستان میں رہ گئی۔"

افسر نے کہا "یعنی تمہارے دو پوتے، ایک پوتی اور تین نواسیاں ہیں۔ اگر تم دیس سیوک ہو تو ان چھ بچوں کو فوجی اسکول میں تعلیم اور تربیت حاصل کرنے دو۔"

"یہ تو ہمارے لئے بڑی خوشی کی بات ہے۔ ان چھ عدد بچوں کے ماں باپ کو بھی دیس کی سیوا میں لگا دو۔ یہ ہمارے لئے بڑے فخر کی بات ہو گی۔"

"تمہارے ایک بیٹے اور دو بیٹیوں کو لندن میں ملازمتیں دی جائیں گی۔ ان تینوں کی آتما ہندو رہے گی لیکن یہ پاکستان سے آئی ہوئی مسلمان فیملی کی طرح وہاں رہیں گے۔ ان کے نام اور طور طریقے مسلمانوں جیسے ہوں گے۔ ان کے چھ بچے فوجی اسکول میں تعلیم اور جاسوسی کی تربیت حاصل کرنے کے بعد تمہارے پاس مسلمان ناموں سے لندن پہنچ جائیں گے۔ ان سب کو بھی وقت اور حالات کے مطابق ہدایات ملتی رہیں گی۔"

کسی بھی ملک کی حکومت ایک دو دن کا پروگرام نہیں بناتی۔ ان کے منصوبے پانچ سالہ، دس سالہ اور پچاس سالہ ہوتے ہیں۔ بھارت نے آزادی کے پینتالیسویں سال تک سراغرسانی کے میدان میں بڑے بڑے کارنامے انجام دیے تھے۔ پاکستانی سیاستدان جب بھی اپنے ملک سے بھاگ کر لندن اور پیرس میں پناہ لیتے تھے۔ تو یہ مسلمان بن کر رہنے والے بھارتی جاسوس اسلام کے نام پر انہیں گلے لگاتے تھے۔ ان کی دلجوئی کرتے تھے اور ان کے پیٹ میں گھس کر پاکستان کے اہم ترین خفیہ رازوں تک پہنچ جاتے تھے۔

میں نے اپنی داستان میں کبھی سیاست پر بحث نہیں کی اور نہ اب کرنا چاہتا ہوں۔ چونکہ پاکستان میں ہوں اور بھارتی سراغرسانوں کا سراغ مجھے ملتا جا رہا ہے اس لئے میں نے یہ مختصر سا سیاسی پس منظر پیش کیا ہے۔

یہاں اقبال حمید اور شمیمہ کے بچے ہوئے پھر ان بچوں کے بچے ہوئے۔ اس عرصے میں دو نسلیں جوان ہوئیں۔ یہ جوان بچے بھی اعلیٰ تعلیم کے لئے یا کاروبار کے لئے لندن اور پیرس گئے۔ وہاں دھنی رام کی دو نسلوں سے دوستی اور رشتے داری ہوتی رہی۔ اور وہ انہیں مسلمان سمجھ کر ان کے ساتھ پاکستان واپس آتے رہے اور یہاں آباد ہوتے رہے۔ جو گھر میری نظروں میں آ رہا ہے میں اس کا قصہ سنا رہا ہوں۔ ورنہ خدا بہتر جانتا ہے کہ یہاں کتنے پاکستانی خاندانوں میں کتنے بھارتی جاسوس کھچڑی کی طرح مکس ہو گئے ہیں ان کی شناخت ممکن نہیں رہی ہے۔ ایک ٹیلی پیتھی ہی ایسا ایکسرے ہے جس سے ان کے اندر کا بھید معلوم ہو سکتا ہے۔

اقبال حمید اور شمیمہ کے پوتے پوتیاں، نواسیاں اور نواسے جوان ہو گئے تھے۔ یعنی بہت اندر کی بات یہ ہے کہ شمیمہ کی جو بہوئیں لندن سے آئیں وہ اس کی ہندو بہنوں کی بیٹیاں تھیں اور جو داماد لندن پیرس سے آئے وہ شمیمہ کے ہندو بھائی کے بیٹے تھے۔ یہ وہی بہوئیں اور داماد تھے جو بھارت کے فوجی اسکول سے تعلیم اور جاسوسی کی تربیت حاصل کرکے لندن گئے تھے۔ انہوں نے اپنی اولادوں کو یعنی اقبال حمید اور شمیمہ کے پوتے پوتیوں اور نواسیوں اور نواسوں کو ایسا سکھایا پڑھایا کہ ان کے ناموں اور جسموں کو مسلمان رکھا لیکن ان کی آتماؤں کو کٹر ہندو اور بھارتی بنا ڈالا۔

کون جانتا ہے یا جان سکتا ہے کہ ہمارے سامنے والا اندر سے کیا ہے؟ اسے جاننے کا ایک ہی کلیہ ہے کہ باہر سے آنے والے مال میں کھوٹ ہوتا ہے۔ وہ کتنا ہی کھرا نظر آئے، شبہات سے بالاتر نہیں ہوتا۔

اقبال حمید کا بڑا بیٹا رانا حمید یوگا ماسٹر کہلاتا تھا۔ اچھا خاصا باڈی بلڈر تھا۔ اس کا نظریہ تھا کہ ہندوستان کے ٹکڑے نہیں ہونے تھے پاکستان نہیں بننا چاہئے تھا۔ وہ کہتا تھا انسان کے ٹکڑے نہیں کئے جا سکتے جسم سے دو ہاتھوں کو الگ نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح پاکستان بھی ہندوستان کا نہ ٹوٹنے والا حصہ ہے۔ اگر (خدانخواستہ) یہ دوبارہ ہندوستان میں شامل ہو جائے تو مسلمانوں کی طاقت میں زبردست اضافہ ہو گا۔ ہندوستان اور پاکستان کے مسلمان متحد ہو کر بہت بڑی اکثریت بن کر پورے شمالی ہندوستان پر حکومت کر سکتے ہیں۔

وہ صاف طور سے یہ نہیں کہتا تھا کہ بھارت پاکستان کو اپنا پہلا اور آخری دشمن سمجھتا ہے۔ دوبار طاقت سے اسے مٹانے کی ناکام کوششیں کر چکا ہے۔ بڑی خوش فہمی تھی کہ سابقہ مشرقی پاکستان بھارت کا پھر سے ایک حصہ بن جائے گا لیکن وہ آزاد بنگلہ دیش بن گیا۔ ہمارے بزرگوں نے اسلامی ریاست قائم کرنے کے لئے پاکستان بنایا تھا۔ ہندوستان کی سازش سے مشرقی پاکستان نہیں رہا لیکن بنگلہ دیش کے نام پر آج بھی وہاں اسلامی حکومت قائم ہے اور وہاں ہندو تہذیب کا داخلہ ممنوع ہے۔

اس ناکامی کے بعد پاکستان پر دو طرفہ حملوں کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ ایک تو امریکا سے گٹھ جوڑ کے ذریعے بھارت ایشیا میں فوجی

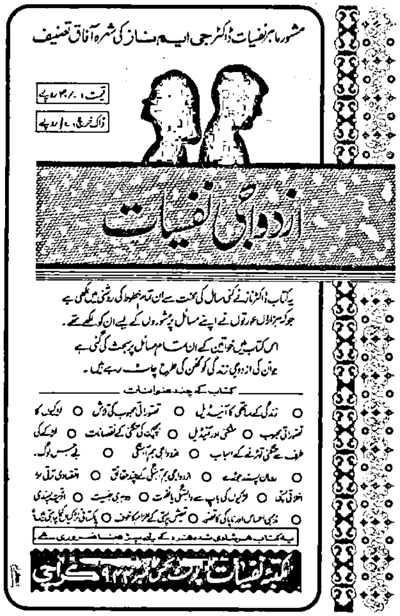

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

قوت بڑھا رہا تھا۔ دوسری طرف پاکستانی عوام کے دماغوں میں یہ نظریہ ٹھونس دیا تھا کہ خدانخواستہ پاکستان کو مٹا کر مسلمان بھارت میں ہندوؤں کے ساتھ حکومت کرسکتے ہیں۔ جبکہ پاکستان کا مقصد صرف علیٰحدہ حکومت نہیں اسلامی حکومت قائم کرنا ہے۔ ہندوؤں کے اشتراک سے کوئی مسلمان صدر یا وزیراعظم تو ہوسکتا ہے لیکن سیکولر بھارت میں اسلامی قوانین نافذ نہیں کرسکتا۔ بات صرف بھارتی سراغرسانوں کی نہیں ہمارے حکمرانوں کی بھی ہے جو حکمران اسلامی قوانین کے نفاذ میں ٹال مٹول کرتے ہیں وہ بھی درپردہ بھارتی ایجنٹ ہوتے ہیں۔

یوگا ماسٹر رانا حمید کا ایک بیٹا اور دو بیٹیاں تھیں۔ یہ تینوں بیٹا اور بیٹیاں بھی یوگا کی ماہر تھیں۔ بیٹا رانا جمشید سیاستدان تھا اسمبلی میں پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا۔ بیٹی ریحانہ حمید انجمن خواتین کی چیئرپرسن تھی اور نمائش کی عادی خواتین کے درمیان اینٹی نظریات کا زہر پھیلاتی آ رہی تھی۔ ایک اور بیٹی رخسانہ سیکنڈ ایئر میں تھی اور ایک طلبا و طالبات کی یونین میں رہ کر یونیورسٹی میں سیاسی ہنگامے کراتی تھی۔

اب ایک نیا یوگا ماسٹر ایبے ڈیوڈ آیا تھا۔ وہ یہودی تھا۔ وہ اپنے نام کے عربی ترجمہ ابوداؤد کے مطابق داؤد کہلاتا تھا۔ بھارت کی خفیہ تنظیم "را" کی پاکستانی برانچ کا چیف تھا۔ اس نے لاہور پہنچ کر ایسی ٹیم بنائی تھی جس کا ہر فرد یوگا کا ماہر تھا۔ اس میں رانا حمید، اس کا بیٹا رانا جمشید، بیٹی ریحانہ اور رخسانہ وغیرہ خاص اہمیت رکھتے تھے۔ ظاہر ہے یوگا جاننے والوں کی جماعت اس لئے بنائی گئی تھی کہ میری ٹیلی پیتھی سے محفوظ رہیں۔ ابوداؤد کا خیال تھا کہ میں کسی بھی ٹیم کے ممبر کو آلۂ کار نہیں بنا سکوں گا۔ نہ ابوداؤد تک پہنچ سکوں گا نہ کبھی خفیہ تنظیم "را" کی موجودگی اور اس کی پلاننگ کو سمجھ پاؤں گا۔ پارس نے صوفیہ کی کوٹھی میں اسی تنظیم کے تین افراد کو بری طرح زخمی کیا تھا اور ان یوگا جاننے والوں کے دماغوں میں سلمان کو پہنچایا تھا۔ پتا چلا وہ اپنی ٹیم کے سربراہ ابوداؤد کا اور "را" تنظیم کا نام نہیں جانتے ہیں۔ اس کے باوجود ابوداؤد کے حکم سے تینوں کو شوٹ کر دیا گیا۔ شاید اس لئے کہ وہ ناکام شکست خوردہ ماتحتوں کو پسند نہیں کرتا تھا یا پھر اس لئے کہ وہ تینوں صوفیہ کے مددگار (پارس) کی نظروں میں آگئے تھے۔ وہ مددگار ان تینوں کے ذریعے دوسرے ماتحتوں کو پہچان سکتا تھا اور انہیں بھی زخمی کرسکتا تھا۔ اصل اندیشہ یہی تھا کہ ان زخمیوں کے دماغوں میں فرہاد پہنچ سکتا ہے۔

پچھلے دو دنوں سے ابوداؤد میری طرف سے بے فکر تھا۔ اسے معلوم تھا کہ میں صوبہ سرحد میں مصروف ہوں۔ وہ چاہتا تھا میں جب بھی لاہور واپس آؤں پھر صوفیہ اور اس کے باپ چودھری حاکم علی حاکم کے معاملات میں الجھ جاؤں اور اسی خوش فہمی میں رہوں کہ پاکستان سے کاروباری منافع حاصل کرنے والوں کے راستے بند کرچکا ہوں۔

یہ درست ہے، میں کچھ روز پہلے تک خفیہ تنظیم "را" کی سرگرمیوں سے بے خبر تھا۔ یہ جو کچھ بیان کر رہا ہوں، مجھے یہ بعد میں معلوم ہوا تھا۔ ابوداؤد نے فون کے ذریعے رانا حمید سے رابطہ کیا پھر کہا "تمہارا بیٹا رانا جمشید اور دونوں بیٹیاں ریحانہ اور رخسانہ اپنے اپنے مشن پر بہت کامیاب ہیں۔ ان کی کامیابیوں کے پیش نظر میں چاہتا ہوں، وہ اب فرہاد کو دوسرے معاملات میں الجھاتے رہیں۔ ایک معاملہ تو چودھری حاکم علی حاکم کا ہے۔ اس کی بیٹی اپنے یار کے ساتھ کہیں چھپ گئی ہے۔ اسے ڈھونڈ نکالنا ضروری ہے۔"

"کیا وہ اسی شہر میں ہوگی؟"

"ہاں۔ دوا ساز فیکٹری پر قبضہ جمانے کے لئے اس نے بھائی کو قتل کردیا ہے۔ بیٹی کے خوف سے باپ چھپ گیا ہے۔ ہم نے اس چودھری کے دماغ کو لاک کرا دیا ہے۔ اس کی بیٹی اسے فرہاد کے ذریعے تلاش نہیں کرسکے گی۔"

"کیا فرہاد اسی شہر میں ہے؟"

"آج کل نہیں ہے لیکن کسی دن بھی آسکتا ہے۔ وہ اپنے پیچھے اپنی جیسی کوئی طاقت چھوڑ کر جاتا ہے۔ اسی شہر میں طارق نامی ایک نوجوان ہے۔ وہ صوفیہ کا محافظ ہے۔ وہ اتنا شہ زور ہے کہ اس نے ہمارے تین فائٹروں کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا ہے۔"

"صوفیہ اور طارق کو صرف ڈھونڈ نکالنا ہے یا انہیں ختم بھی کردینا ہے؟"

"دونوں کو گرفتار کرکے یرغمال بنایا جائے تو فرہاد انہیں رہائی دلانے کے مسئلے میں الجھا رہے گا۔"

"کیا وہ دونوں فرہاد کے لئے بہت اہم ہیں؟"

"فرہاد جسے بیٹی یا بہن بنالیتا ہے اس کے لئے جان کی بازی لگا دیتا ہے۔ پھر وہ فرہاد کا ماتحت طارق جو صوفیہ کا محافظ بنا ہوا ہے۔ اس جیسے شہ زور نوجوان کی بھی اہمیت کچھ نہ کچھ ہوگی۔"

رانا حمید نے کہا "میرا بیٹا رانا جمشید صرف شہ زور ہی نہیں بے حد چالاک بھی ہے۔ وہ چھپنے والوں کو چوہے کے بل سے بھی نکال لاتا ہے۔ میں آدھے گھنٹے بعد بتاؤں گا کہ صوفیہ اور طارق کو ہم ان کی پناہ گاہ سے کیسے نکالیں گے۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ رانا حمید تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کئے۔ رابطہ قائم ہونے پر کہا "ہیلو بیٹے جمشید! کیا ہو رہا ہے؟"

"ڈیڈ! اور کیا ہوگا۔ آئندہ الیکشن کے لئے غنڈوں کی فوج تیار کر رہا ہوں۔ یہ اچھی طرح سمجھ گیا ہوں کہ دھن، دھونس اور دھاندلی کے ذریعے ہی اسمبلی تک پہنچ سکتا ہوں۔"

"بیٹے! اپنی موجودہ مصروفیات کے علاوہ فرہاد علی تیمور کے ایک معاملے میں ٹانگ اڑانا ہوگا۔"

"کیا چیف کا حکم ہے؟"

itsurdu.blogspot.com

"چیف تم بھائی بہنوں سے بہت خوش ہے۔ اسے تم پر اعتماد ہے کہ تم ہی فرہاد کو اصل ٹریک سے ہٹا کر دوسرے معاملے میں الجھا سکتے ہو۔"

وہ اپنے بیٹے جمشید کو چودھری حاکم علی، صوفیہ اور طارق (پارس) کے متعلق بتانے لگا۔ جمشید نے تمام باتیں سننے کے بعد کہا۔ "بات سمجھ میں آگئی ہے۔ اس معاملے میں پہلے صوفیہ اور طارق کو ان کی خفیہ پناہ گاہ سے نکالنا ہے۔"

"میں نے تمہاری ذہانت اور چالاکی پر بھروسا کرکے چیف سے وعدہ کیا ہے کہ تم آدھے گھنٹے بعد بتاؤ گے کہ انہیں کس طرح گرفتار کیا جاسکتا ہے۔"

"آپ کا بھروسا قائم رہے گا۔ چیف سے کہہ دیں، مجھے چودھری حاکم علی، صوفیہ اور طارق کی تصویروں کی ضرورت ہے۔ تصویریں ملنے کے بعد بارہ گھنٹوں کے اندر وہ دونوں ہماری قید میں ہوں گے۔"

"بیٹے! چیف کی تسلی کے لئے اپنی پلاننگ بتاؤ۔"

"میں چودھری حاکم کی تصویر دیکھ کر اس کی ڈمی تیار کروں گا اور اس ڈمی کو شہر میں گھماؤں گا۔ صوفیہ دوا ساز فیکٹری کو اپنے نام کرانے کے لئے پہلے کسی خیال خوانی کرنے والے کے ذریعے دھمکی دے چکی ہے کہ باپ نے وہ فیکٹری قانونی طور پر اس کے حوالے نہ کی تو وہ زندہ نہیں رہے گا۔ جب صوفیہ اور طارق چودھری حاکم علی کی ڈمی کو دیکھیں گے تو دھوکا کھا کر اس کے قریب آئیں گے اور بھیس بدلنے کے باوجود دونوں پہچانے جائیں گے۔"

"شاباش بیٹے! ہزاروں برس جیو۔ تمہیں تصویریں مل جائیں گی۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر سر گھما کر دیکھا۔ کمرے کے دروازے پر شمیمہ کھڑی ہوئی تھی۔ وہ شمیمہ جو پہلے کبھی شاردا تھی۔ اب عمر کے ساٹھ برس سے آگے نکل چکی تھی۔ وہ ہاتھی دانت کے دستے کی ایک چھڑی فرش پر ٹیکے اپنے بیٹے رانا حمید کو دیکھ رہی تھی۔ آہستہ آہستہ چھڑی ٹیکتے ہوئے بیٹے کے قریب آکر بولی۔ "دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔ تم چیف سے اور میرے پوتے جمشید سے باتیں کر رہے تھے اور گفتگو کے دوران فرہاد علی تیمور کا نام لے رہے تھے۔"

"امی! ہمیں صرف ابو سے اندیشہ رہتا ہے کہ وہ ہم ماں بچوں کو وطن دشمنوں کی صورت میں نہ دیکھ لیں۔"

"ہاں میں بارہا سمجھا چکی ہوں، تمہارا باپ کٹر پاکستانی ہے! اسے ہماری سرگرمیوں کا علم نہیں ہونا چاہئے۔"

"اوہ امی! وہ تو فالج زدہ ہیں۔ چوبیس گھنٹے بستر پر پڑے رہتے ہیں اگر انہیں معلوم ہو بھی گیا تو وہ ہمارے خلاف کچھ کرنے کے لئے بستر سے اٹھ نہیں سکیں گے۔"

"تمہارے ابو کئی بار ضد کرچکے ہیں کہ ٹیلیفون ان کے سرہانے رکھا جائے۔ میں انہیں کب تک ٹالتی رہوں گی۔ ان کے قریب فون رہے گا تو وہ گھر سے باہر دوست احباب سے باتیں کرکے دل بہلاتے رہیں گے۔ ایسے میں ہماری اصلیت معلوم ہوگی تو وہ ٹیلیفون ہمارے لئے خطرے کی گھنٹی بن جائے گا۔"

وہ بولا "ہمارے لئے بڑی مشکل ہو جائے گی۔ چیف کا حکم ہے کوئی بھی ہمارے لئے خطرہ بنے اسے پہلی فرصت میں ختم کردو۔ لیکن آپ کی شوہر پرستی سمجھ میں نہیں آتی۔ جو شوہر پاکستان سے محبت کرتا ہے آپ اسے ختم کرنا نہیں چاہتیں۔ پاکستان کو ختم کرکے اکھنڈ بھارت بنانا چاہتی ہیں۔"

"دیکھو حمید! یہ تم دوسری بار میرا سہاگ اجاڑنے کی بات کر رہے ہو کیا تم اس کے بیٹے نہیں ہو، وہ تمہارا باپ نہیں ہے؟"

"ہے۔ لیکن بوڑھا اپاہج باپ پہلے ہی زندہ لاش بنا ہوا ہو اور وہ ہماری ماں کے لئے اور تمام اولاد کے لئے موت کا خطرہ بن جائے تو ہمیں کیا فیصلہ کرنا چاہئے؟ کیا زندہ لاش کو یہاں چھوڑ کر ہم سب کو اس دنیا سے چلے جانا چاہئے۔"

"میں صرف ایک ہی بات جانتی ہوں۔ جب تک میرا سہاگ سانس لے رہا ہے اسے سانس لینے دو۔ اپنے طور پر محتاط رہو، ہمارا کوئی راز اس کے کانوں اور آنکھوں تک نہ پہنچنے دو۔"

"ہم یہی کر رہے ہیں۔ آپ ہماری آئیڈیل ماں ہیں۔ آپ نے ہند سرکار کے ذریعے ہمیں زمین سے آسمان کی بلندیوں پر پہنچا دیا ہے۔ بھارت، لندن اور پیرس کے بینکوں میں ہماری بے شمار دولت ہے۔ ہم سب لندن کے شہری بھی ہیں، اور کسی خطرے کے وقت ہمیں بھارت میں عزت اور احترام سے پناہ مل سکتی ہے۔ ہم آپ کے ہر حکم کی تعمیل کرتے رہیں گے۔"

وہ اقبال حمید کی محبوبہ شاردا تھی اور اقبال حمید کی شریکِ حیات شمیمہ تھی۔ مسلمان عورتیں شوہر کو مجازی خدا کہتی ہیں۔ ہندو عورتیں شوہر کو بھگوان، پتی پرمیشور سمجھتی ہیں۔ شاردا بھی اپنے محبوب شوہر کو بھگوان سمجھ کر پوجتی تھی۔ جوانی سے لے کر بڑھاپے تک اس کی خدمت کرتی آ رہی تھی لیکن جس زمین پر خدمت کر رہی تھی اسے ہندوستان کی ملکیت سمجھتی تھی۔ اس نے اسی نظریے سے اپنی اولاد کو دودھ پلایا تھا اور اولاد کو کم عمری میں ہی تعلیم کے بہانے لندن بھیج دیا تھا۔ جہاں شاردا کے بھائی اور بہنوں نے اس کی اولاد کو اپنی سرپرستی میں لے کر رفتہ رفتہ ان کے ذہن بدل دیے تھے۔

وہ قیامِ پاکستان سے یہاں کی زمین کا اناج اور نمک کھا کر ایک مسلمان کی شوہر پرست بیوی ہو کر بھی اندر سے شاردا تھی۔ بہرحال شاردا نے بیٹے سے کہا "میں ضروری شاپنگ کرنے جا رہی ہوں۔ میرے ساتھ چلو۔"

"امی! چیف کا فون آنے والا ہے۔ میں انتظار میں بیٹھا ہوں۔"

itsurdu.blogspot.com

وہ چھڑی ٹیکتی ہوئی دروازے پر آئی پھر بولی "فون اٹینڈ کرنے کے بعد اپنے ابو کو اٹینڈ کرنا۔ شاید انہیں کسی چیز کی ضرورت ہو۔"

"آل رائٹ امی! میں ادھر جاؤں گا۔"

وہ چلی گئی۔ یہ سوچنے لگا "امی نے ابو کو پرابلم بنادیا ہے۔ بے شک مجھے باپ سے محبت ہے لیکن باپ سے زیادہ اپنی اولاد سے محبت ہوتی ہے۔ اگر ابو نے ہمیں ملک دشمن عناصر سمجھ لیا اور ایک محبِ وطن کی حیثیت سے ہمیں قانون کے حوالے کیا تو میں باپ کے ذریعے ملنے والی سزا بھگت لوں گا لیکن اپنی اولاد پر آنچ نہیں آنے دوں گا۔ امی اپنے سہاگ کو بچارہی ہیں۔ مجھے اپنی اولاد کو بچانا چاہئے۔"

اس نے کھڑکی کے پاس آکر باہر دیکھا اس کی ماں کار میں بیٹھ کر جارہی تھی۔ اس نے پلٹ کر ٹیلی فون کو دیکھا۔ آدھا گھنٹا گزر چکا تھا اور چیف نے ابھی تک رابطہ نہیں کیا تھا۔ شاید وہ کسی دوسرے معاملے میں مصروف ہوگا۔ وہ سوچتا ہوا کمرے سے باہر آیا' کوریڈور کے دوسری طرف اس کے باپ اقبال حمید کی خوابگاہ تھی۔ اس نے دروازہ کھول کر دیکھا۔ اقبال حمید ایک آرام دہ پلنگ پر لیٹا ہوا تھا۔ وہ بیٹے کو دیکھ کر مسکرایا پھر بوڑھی کمزور آواز میں بولا۔ "ایک ہی گھر میں رہتے ہو اور ایک ہفتہ بعد باپ کے کمرے میں آئے ہو۔"

وہ بولا "اسی لئے نہیں آتا کہ آپ طعنے دیتے ہیں' ہماری مصروفیات کو نہیں سمجھتے۔ اپنی بیکار زندگی کی طرح ہمیں بھی بیکار سمجھتے ہیں۔"

اس نے پلٹ کر دروازے کو اندر سے بند کردیا۔ باپ نے کہا۔ "ٹھیک کہتے ہو بیٹا' میں بیکار جی رہا ہوں۔ تم لوگوں پر بوجھ بن گیا ہوں۔"

وہ قریب آتے ہوئے بولا "آپ بوجھ نہیں' خطرہ بن گئے ہیں۔ دانا کہتے ہیں کہ خطرے کو پنپنے نہیں دینا چاہئے۔"

"تم مجھے خطرہ کیوں سمجھ رہے ہو؟ کیا تمہیں میری ذات سے نقصان پہنچ رہا ہے؟"

"پہنچنے والا ہے۔ آپ قیامِ پاکستان کے سپاہی ہیں۔ آپ لوگوں نے ہندوستان کے ٹکڑے کردیے۔ اس زمین کو پاکستان کا نام دے دیا۔ آپ لوگوں نے کس حق کے تحت ایسا کیا؟"

"بیٹے! تاریخ پڑھو۔ مسلمانوں نے کئی صدیوں تک ہندوستان پر حکومت کی ہے۔ وہاں کی زمینوں پر پسینہ بھی بہایا ہے اور خون بھی۔ ہمارے پسینے اور خون کا حساب کروگے تو معلوم ہوجائے گا کہ ہم نے پاکستان بنا کر اپنے تہذیبی' سیاسی اور اسلامی حقوق حاصل کئے ہیں۔"

اس نے باپ کے سر کے نیچے سے تکیہ کھینچ کر کہا "میں بھی اپنا حق حاصل کرنے آیا ہوں۔ مجھے حق پہنچتا ہے کہ میں آپ کے پوتے پوتیوں کی بقا کے لئے آپ کی سانسیں چھین لوں۔"

اقبال حمید نے حیرانی سے بیٹے کو دیکھا۔ وہ چند لمحات کی حیرانی تھی۔ پھر اس کے منہ اور ناک پر تکیہ آگیا۔ بوڑھے نے ایک ہاتھ سے تکئے کو ہٹانے کی کوشش کی۔ دوسرا ہاتھ اور پاؤں فالج زدہ تھے۔ ان میں ایک ذرا جنبش نہیں ہوتی تھی۔ تکئے کا دباؤ اس قدر بڑھ گیا تھا کہ سانس لینے کے لئے ہوا نہیں مل رہی تھی۔

جدّوجہد کے لئے ایک ہی بوڑھا اور کمزور ہاتھ اور ایک پاؤں رہ گیا تھا۔ وہ اکیلا ہاتھ کانپتے کانپتے کٹی ہوئی شاخ کی طرح بستر پر گر پڑا۔ جدّوجہد تمام ہوگئی۔ آخری بار اس کا کمزور جسم ذرا سا پھڑپھڑایا پھر ایک دم سے ساکت ہوگیا۔ اس بوڑھے کی سانس روکنے کے لئے پانچ منٹ بہت زیادہ تھے لیکن وہ پندرہ منٹ تک تکئے کو منہ اور ناک پر دبوچے رہا۔ پھر پلنگ سے اتر گیا۔ سینے پر کان رکھ کر اور نبض ٹٹول کر یقین ہوا کہ وہ یتیم ہوچکا ہے۔

اس نے پھیلی ہوئی مردہ آنکھوں کو بند کیا۔ زیادہ دباؤ کے باعث ناک ذرا دب گئی تھی اس نے نتھنوں میں انگلی ڈال کر ناک کو سیدھا کیا' تکئے کو دوبارہ سر کے نیچے رکھا۔ لاش کو ایسی پوزیشن میں لے آیا جیسے حرکتِ قلب بند ہونے سے موت واقع ہوئی ہے۔

وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا دروازے تک آیا۔ اسے کھولنے کے بعد باپ پر ایک نظر ڈالی۔ ماں نے حکم دیا تھا "جب تک میرا سہاگ سانس لے رہا ہے' اسے سانس لینے دو" اور اس نے ماں کے حکم کی تعمیل کی تھی۔ ہلاک کرنے کا تو محض ایک بہانہ تھا۔ مقدر میں اتنی ہی سانسیں تھیں' جو ٹمک گئی تھیں۔

فون کی گھنٹی سنائی دے رہی تھی۔ وہ تیزی سے چلتا ہوا کمرے میں آیا' پھر ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو رانا حمید اسپیکنگ۔"

چیف کی آواز سنائی دی "آدھا گھنٹا گزر چکا ہے۔ پلاننگ بتاؤ؟"

اس نے اپنے بیٹے جمشید کی پلاننگ سنادی۔ چیف نے خوش ہوکر کہا "جمشید کا جواب نہیں ہے۔ پلاننگ بہت عمدہ ہے۔ چودھری اور صوفیہ کی تصویریں تمہیں ایک گھنٹے کے اندر مل جائیں گی۔ طارق ایک ہی بار نظروں میں آیا تھا' اس لئے اس کی تصویر نہیں ہے۔"

رانا حمید نے کہا "آج میں نے تنظیم کے مفاد کے لئے ایسا کام کیا ہے' جو بہت کم وفادار کرپاتے ہیں۔"

"اگر ایسا ہے تو تم انعام کے حق دار ہوجاؤ گے۔ بتاؤ کیا کیا ہے؟"

"میرے ابو کو ہم لوگوں پر شبہ ہوگیا تھا۔ وہ مجھ سے طرح طرح کے سوالات کررہے تھے۔ انہیں ہماری سرگرمیوں کا علم ہورہا تھا۔"

"یہ بڑی تشویش ناک بات ہے۔ تنظیم کے قوانین یاد ہیں نا؟"

"جی ہاں۔ ہم پر لازم ہے کہ باپ بھی تنظیم کو نقصان پہنچائے تو خون کے رشتے کو بھول جاؤ' ورنہ ہم سب کا خون ہوجائے گا۔ آپ کی اطلاع کے لئے عرض کہ میں نے پانچ منٹ پہلے اپنے باپ کو قتل کردیا ہے۔"

"شاباش رانا! تم نے وفاداری کی انتہا کردی ہے۔ بولو کیا انعام چاہتے ہو؟"

"میں اپنے پیارے ابو کا مقبرہ بناؤں گا۔ دس لاکھ بھیج دیں۔"

"ایک گھنٹے کے اندر ان تصویروں کے ساتھ رقم بھی مل جائے گی۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ اس نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر باپ کی موت پر افسوس کرتے ہوئے سوچا "ایک باپ کو بھگتانے کے دس لاکھ روپے۔ آہ! افسوس میرا ایک ہی باپ تھا۔ دس ہوتے تو ایک ہی دن میں کروڑپتی بن جاتا......"

○☆○

پہلے ریحانہ گھر میں آئی۔ تھوڑی دیر بعد چھوٹی بہن رخسانہ پہنچ گئی۔ رانا حمید نے دونوں بیٹیوں کو رازداری سے سمجھایا کہ مخالفانہ نظریات رکھنے والے باپ کا کس طرح خاتمہ ہوا ہے۔

آدھے گھنٹے بعد اس کا بیٹا رانا جمشید بھی آگیا۔ وہ بھی اس راز میں شریک ہوگیا۔ آخر میں شاردا آئی تو بیوہ ہونے کی خبر سنتے ہی روتی ہوئی شوہر کے پاس آئی پھر اس سے لپٹ کر بین کرنے لگی۔ "ہائے میں گھنٹا بھر پہلے یہاں سے گئی تو سہاگن تھی۔ واپس آئی تو بیوہ ہوگئی ہوں۔"

اس نے روتے ہوئے اور بولتے ہوئے اپنے بیٹے اور پوتے پوتیوں کو دیکھا۔ وہ سب سر جھکائے چہرے سے گہرے صدمے کا اظہار کررہے تھے۔ شاردا نے ایک ایک کے پاس آکر پوچھا۔ "چپ کیوں ہو؟ میں اچھی طرح سمجھ رہی ہوں۔ یہ تمہارے چہروں پر ماتمی خاموشی نہیں ہے' مجرمانہ خاموشی ہے۔"

رانا حمید نے کہا "امی! کیا آپ ہمیں پھانسی کے تختے پر دیکھنا چاہتی ہیں۔" پھر اس نے بیٹے سے کہا "جمشید! کفن دفن کا فوراً انتظام کرو۔ یہ کام جلدی نمٹاؤ۔ ابھی بہت سے کام پڑے ہیں۔"

جمشید باہر چلا گیا۔ ریحانہ اور رخسانہ رشتے داروں کو فون پر اطلاع دینے چلی گئیں۔ شاردا نے گھور کر اپنے بیٹے رانا حمید کو دیکھا۔ پھر کہا "ایسی جلدی کیا تھی؟ دو چار روز صبر کرلیتے تو قدرتی موت ہوجاتی۔"

"آپ دو چار روز کی باتیں کررہی ہیں۔ ہم برسوں سے صبر کرتے آئے ہیں۔ ہمیشہ دھڑکا لگا رہتا تھا کہ بڑے میاں کسی بھی وقت عذاب بن جائیں گے۔"

"کیا کسی کو شبہ نہیں ہوگا؟"

"بالکل نہیں ہوگا۔ حرکتِ قلب بند ہوئی ہے اور طبعی موت ایسے بھی ہوتی ہے۔"

یہ کہہ کر وہ دوسرے کمرے میں اپنی بیٹیوں کے پاس چلا گیا۔

رشتے دار ماتم کرنے آرہے تھے۔ ابوداؤد نے رقم اور تصویریں بھیج دی تھیں۔ جمشید نے کہا "ڈیڈ! ہمیں اپنے اعتماد کے آدمیوں میں ایسے شخص کا انتخاب کرنا ہے جو چودھری حاکم علی کے میک اپ میں صوفیہ اور طارق کو کامیابی سے دھوکا دے سکے۔"

باپ نے کہا "کیسے انتخاب کریں۔ ابھی تو بڑے میاں کی تجہیز و تکفین کی آخری رسومات باقی ہیں۔"

"سب ہوجائے گا ڈیڈ! ابھی پوری رات پڑی ہے۔ میں صبح تک چودھری کی ڈمی تیار کرلوں گا۔"

وہ تمام رات مصروف رہے۔ اپنے باپ کو قبر میں اتار کر صوفیہ کے باپ کی ڈمی تیار کرتے رہے۔ صبح چار بجے ڈمی کو ہدایت دی کہ وہ دن کے نو بجے تک نیند پوری کرے اور پھر دس بجے تک صوفیہ کی کوٹھی میں جائے۔ ایک اندازہ تھا کہ صوفیہ کسی ضرورت سے اپنی کوٹھی میں آتی ہوگی یا ڈاکٹرز ایسوسی ایشن کی لائبریری میں جاتی ہوگی۔

ریحانہ نے کہا "میں دن کے دس بجے سے شام چار بجے تک دور ہی دور سے ڈمی کی نگرانی کرتی رہوں گی۔"

رخسانہ نے کہا "میں شام چار بجے سے رات نو بجے تک نگرانی کروں گی۔ اگر ڈمی کو یہ شبہ ہو کہ صوفیہ اور طارق اس کے قریب آرہے اور اسے ٹریپ کرنا چاہتے ہیں تو ڈمی اپنا سر کھجائے گا۔ میں سمجھ لوں گی کہ دونوں شکار ہماری نظروں میں آگئے ہیں۔ میں خاموشی سے ان کا تعاقب کرکے ان کی خفیہ پناہ گاہ تک پہنچنا چاہوں گی اور ٹرانسمیٹر کے ذریعے جمشید اور ڈیڈ کو اطلاع دیتی رہوں گی۔"

اس پلاننگ کے مطابق انہوں نے اپنی نیندیں پوری کیں۔ دن کے دس بجے ڈمی صوفیہ کی کوٹھی کی طرف روانہ ہوا۔ ریحانہ اپنی کار میں بیٹھ کر اس کی نگرانی کے لئے گئی۔ ان دونوں کے جانے کے بعد جمشید نے صبح کا اخبار پڑھا تو صوفیہ کی طرف سے شائع ہونے والے اشتہار پر نظر پڑی اس نے اپنے باپ اور چھوٹی بہن کو وہ اشتہار پڑھایا۔ رانا حمید نے اسے پڑھنے کے بعد کہا "معلوم ہوتا ہے فرہاد لاہور آگیا ہے۔ وہ اشتہار کے ذریعے حاکم علی کے اندر بے چینی پیدا کرنا چاہتا ہے۔ وہ کبھی نہیں چاہے گا کہ اس کی بیٹی وہ فارمولے کسی کو فروخت کرے۔ بیٹی کو اس دھاندلی سے روکنے کے لئے وہ خفیہ پناہ گاہ سے نکلے گا تو فرہاد کی گرفت میں آجائے گا۔"

جمشید نے کہا "ضروری نہیں کہ فرہاد یہاں موجود ہو۔ ویسے یہ خوب ہے کہ ہم صوفیہ اور طارق کو ٹریپ کرنے کے لئے ڈمی چودھری کو چارا بنارہے ہیں اور وہ چودھری حاکم علی کو ٹریپ کرنے کے لئے اشتہار کا سہارا لے رہے ہیں۔"

اس نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنی بہن ریحانہ کو اخباری اشتہار کے متعلق بتایا پھر کہا "فرہاد یا اس کا ماتحت طارق اشتہار کے ذریعے چودھری کو ٹریپ کرنا چاہتے ہیں۔ ہوشیار رہو۔ دشمن ڈمی چودھری

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

سے دھوکا کھا کر اسے ٹریپ کریں گے۔ ایسی کوئی بات ہو تو فوراً رابطہ کرنا۔"

اس نے ٹرانس میٹر کو آف کیا۔ فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ رانا حمید نے ریسیور اٹھا کر ہیلو کہا۔ دوسری طرف سے ابوداؤد نے پوچھا۔ "تم نے آج کے اخبار میں صوفیہ کا اشتہار پڑھا ہے؟"

"جی ہاں' میں اپنے بچوں سے ابھی اسی موضوع پر گفتگو کر رہا تھا۔ ہم نے چودھری کی ڈمی کو صوفیہ کی کوٹھی کی طرف روانہ کیا ہے۔ ریحانہ اس ڈمی کی نگرانی کر رہی ہے۔"

ابوداؤد نے کہا "جو دوا ساز کمپنیاں صوفیہ سے فارمولے خریدنا چاہیں گی وہ کل کے اخبارات میں اپنے نام' پتے اور ٹیلی فون نمبر شائع کرائیں گی۔ تمہارا کیا خیال ہے' صوفیہ ان خریداروں سے معاملات طے کرنے جائے گی؟"

"میرا خیال ہے وہ ہماری ہی چال چلیں گے۔ ہم نے انہیں پھانسنے کے لئے ڈمی چودھری کو پیش کیا ہے۔ وہ ڈمی صوفیہ کو خریداروں کے پاس بھیجیں گے۔"

"ٹھیک ہے اسی طرح دشمنوں کی چالیں سمجھتے ہوئے جوابی کارروائی کرتے رہو۔"

جمشید نے ریسیور لے کر کہا "باس! ایک اور آئیڈیا ہے۔ چودھری حاکم علی بیشتر دوا ساز کمپنیوں کے مالکان سے واقف ہے۔ ان کے فون نمبروں سے بھی واقف ہوگا۔ اگر آپ اپنے کسی خیال خوانی کرنے والے کا تعاون حاصل کریں اور وہ چودھری حاکم کی فون کال کے ذریعے ان دوا ساز کمپنیوں کے مالکان کے دماغوں میں پہنچ جائے تو ہمیں معلوم ہوتا رہے گا کہ صوفیہ فون کے ذریعے کن لوگوں سے فارمولوں کا سودا کر رہی ہے۔"

"یہ اچھی تدبیر ہے۔ میں اس پر غور کروں گا۔"

ادھر سے رابطہ ختم ہوگیا۔ انہوں نے ہر پہلو سے صوفیہ اور طارق کو ٹریپ کرنے کا منصوبہ بنایا تھا۔ اگر طارق ڈمی چودھری کو پکڑنے جاتا تو خود پکڑا جاتا۔ ابوداؤد اور جمشید وغیرہ ڈمی صوفیہ سے دھوکا نہ کھاتے بلکہ وہ اپنے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے ذریعے فارمولے خریدنے والوں کے دماغوں تک پہنچ رہے تھے اور یہ جو کچھ بھی ہو رہا تھا اس کا علم مجھے اور پارس کو نہیں تھا۔

پارس شیزان میں بیٹھا چائے پی رہا تھا۔ اس کے خیال میں آج فرصت کا دن تھا۔ کیونکہ آج ہی اخبار میں صوفیہ کی طرف سے اشتہار شائع ہوا تھا۔ اس اشتہار کے جواب میں فارمولے خریدنے والے کل کے اخبارات میں صوفیہ کو مخاطب کرنے اور اپنا نام' پتا اور فون نمبر شائع کرانے والے تھے۔

صوفیہ چاہتی تھی آج کا دن پارس کے ساتھ تنہائی میں گزارے لیکن وہ بہانے کر کے تنہا چلا آیا تھا۔ اپنے طور پر کوشش کر رہا تھا کہ صوفیہ کے ساتھ کہیں تنہا وقت نہ گزارے۔ وہ عیاش نہیں تھا مگر ہاں حسن پرست تھا۔ اور حسن پرستی بھی وقت اور حالات کے مطابق کرتا تھا۔ میں نے اسے صوفیہ کا محافظ بنایا تھا۔ اس لئے وہ صرف اس کی جان کا نہیں آبرو کا بھی محافظ رہنا چاہتا تھا۔ انسان اگر شیطان کی حد تک پہنچے تو وہ برا ہے' بدکار ہے اگر انسان کی حد میں رہ کر غلطیاں کرے تو اس میں اچھے برے کی تمیز باقی رہتی ہے اور وہ اچھائی کی طرف لوٹتا رہتا ہے۔

وہ شیزان میں جس میز پر چائے پی رہا تھا۔ اس کے پیچھے والی میز کے اطراف تین آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں سے دو اشخاص کی کرسیوں کی پشت پارس کی کرسی کی پشت سے لگی ہوئی تھی۔ یوں ان کی گفتگو صاف طور سے اس کے کانوں تک پہنچ رہی تھی۔

ایک نے کہا "یار! ایک بج گیا۔ وہ یونیورسٹی کے لڑکے ابھی تک نہیں آئے۔"

دوسرے نے کہا "ایک تو تیری جلد بازی نے پریشان کیا ہوا ہے۔ تو سمجھتا کیوں نہیں کہ یونیورسٹی کے منڈے وقت پر اپنی کلاسوں میں نہیں جاتے۔ پھر وقت پر ادھر کیسے آئیں گے۔"

تیسرے نے کہا "اصل میں یہ شیدا پہلی بار واردات کرنے والا ہے اس لئے گھبرا کر گھڑی گھڑی گھڑی دیکھ رہا ہے۔"

وہ ہنسنے لگا' شیدے نے کہا "میں بزدل اور گھبرانے والا نہیں ہوں مگر آگ لگانے کے لئے یہ جگہ مناسب نہیں ہے۔"

"ابے چپ" ایک نے سرگوشی میں ڈانٹ کر مڑ کر دیکھتے ہوئے پارس کو دیکھا۔ ان سب کو غلطی کا احساس ہوا کہ ایک اجنبی ان کے پیچھے ہی بیٹھا ہوا ہے اور اس نے گفتگو سنی ہوگی۔

تینوں نے ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ پھر ایک نے اسی طرح سر گھما کر پارس کے پیچھے کھنکارا۔ اس کے کھنکارنے کا کوئی اثر نہ ہوا۔ وہ سوچ میں ڈوبا ہوا چائے پی رہا تھا۔ دوسرے نے طنزیہ انداز میں پوچھا "باؤ جی! بہرے بننے کی ایکٹنگ کر رہے ہو۔"

پارس ٹس سے مس نہ ہوا۔ ایک نے اس کے کان کے قریب کہا "ابے کچھ تو بول کنجر کی اولاد!"

پارس نے گالی سن کر بڑے ضبط سے کام لیا۔ دوسرے نے کہا "یہ کتے کا بچہ گالیاں سن کر بھی خاموش ہے' کیا سچ مچ بہرا ہے؟"

تیسرا اپنی جگہ سے اٹھ کر پاس کے پاس آیا پھر اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا "کیا تم بہرے ہو؟"

اس نے چونک کر تیسرے شخص کو دیکھا۔ پھر فوراً ہی جیب میں ہاتھ ڈال کر ائرفون کان سے لگاتے ہوئے بولا "جی کیا فرمایا' آپ نے؟"

وہ تینوں ہنسنے لگے۔ پارس ایک بہرے کے بہروپ میں تھا اور وہ خوش ہو رہے تھے کہ اس نے کچھ نہیں سنا ہے' ایک نے چونک کر کہا "وہ دیکھو اسٹوڈنٹس نے کہا تھا' جو بس بیچ سڑک میں آکر رکے گی ہم اس کو آگ لگائیں گے۔"

انہوں نے رنگل چوک کے قریب ہی پہنچ کر شاہراہ پر بس کو

ترچھی ہو کر رکتے دیکھا تھا۔ ایک نے میز کے نیچے سے پیٹرول کا کین اٹھایا پھر وہ بیرے کو چائے کے عوض بیس روپے دیتے ہوئے باہر چلے گئے۔

پارس نے بھی اٹھ کر بیرے کو دس کا نوٹ دیا۔ پھر ہوٹل کے باہر آگیا۔ رنگل چوک پر لوگ دوڑتے آرہے تھے۔ ترچھی کھڑی ہوئی بس کے اندر سے مسافر بھاگتے ہوئے باہر آرہے تھے۔ چار چھ طلبا بس پر پتھراؤ کر رہے تھے۔ ایک جوان ہاکی سے کھڑکی کے شیشے توڑ رہا تھا۔ لوگ پوچھ رہے تھے کیا بات ہے؟ کس بات کا جھگڑا ہے؟

ایک جوان کہہ رہا تھا "کنڈیکٹر جھگڑا کرتا ہے۔ ہم نے یونیورسٹی کا کارڈ دکھایا پھر بھی پورا کرایہ مانگتا تھا۔ اب تو نہ یہ بس رہے گی۔ نہ یہ پورا کرایہ مانگے گا۔"

جس شخص کے ہاتھ میں پیٹرول کا کین تھا' وہ دوڑتا ہوا بس کی طرف جا رہا تھا۔ بھیڑ سے فائدہ اٹھا کر بس کو آگ لگانا چاہتا تھا تاکہ طلبا کے احتجاج میں زور پیدا ہو جائے لوگ یہی سمجھیں کہ طلبا بری طرح مشتعل ہوگئے ہیں۔

وہ دوڑتا ہوا بس کے اندر آیا۔ پھر انجن ڈرائیور کی سیٹ کی طرف پیٹرول چھڑکنے لگا۔ اس کے پیچھے شیدا بھی آیا تھا۔ پارس دوسرے دروازے سے دوڑتا ہوا اندر آیا۔ اس نے پیٹرول چھڑکنے والے کے منہ پر ایک الٹا ہاتھ رسید کیا۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا دروازے سے گزرتا ہوا باہر جا کر سڑک پر گرا۔ کین کا باقی پیٹرول اس پر الٹ گیا تھا۔ شیدا ماچس کی تیلی جلا کر چھڑکے ہوئے پیٹرول پر پھینکنا چاہتا تھا۔ پارس نے اس کے ہاتھ پر لات ماری۔ جلتی ہوئی تیلی ہاتھ سے نکل کر فضا میں اڑتی ہوئی باہر گرنے والے شخص پر گئی۔ وہ یکبارگی بھڑکتے ہوئے شعلوں میں لپٹ گیا۔

پارس نے شیدے کی گردن دبوچ لی۔ وہ جلنے والا سڑک سے اٹھ کر ادھر ادھر بھاگ رہا تھا اور لوگ آگ کے شعلوں سے بچنے کے لئے اس سے دور بھاگ رہے تھے۔ کچھ لوگ پانی کی بالٹیاں اٹھا کر لا رہے تھے۔ پارس نے شیدے کو سپاہیوں کے سامنے دھکا دے کر گراتے ہوئے کہا "یہ اندر جا کر آگ لگانا چاہتا تھا۔ اس کا ایک ساتھی جل رہا ہے اور دوسرا ساتھی......."

اس نے بھیڑ میں نظر دوڑائی۔ تیسرا ساتھی نظریں ملتے ہی بھاگنے لگا۔ پارس نے اشارہ کرتے ہوئے کہا "پکڑو اسے۔ وہ بھی مجرم ہے۔"

لوگ اسے چاروں طرف سے گھیرنے لگے۔ اس نے فرار کا کوئی راستہ نہ پا کر لانبا سا چاقو نکال لیا۔ لوگ اپنے بچاؤ کے لئے پیچھے ہٹنے لگے۔ پارس نے پیٹرول کے خالی کین کو اٹھا کر اس کی طرف پھینکا۔ تب دوسرے لوگ بھی پتھر اٹھا اٹھا کر اسے دور سے مارنے لگے۔ رنگل چوک کا ایک ضمنی راستہ بن رہا تھا۔ اس راستے پر پتھر بچھائے گئے تھے۔ پتھر بے شمار تھے' مارنے والے بھی بے شمار تھے۔ آخر وہ زخمی ہو کر گر پڑا۔

تمام طلبا وہاں سے چلے گئے تھے۔ صرف وہ پکڑا گیا تھا جو ہاکی سے کھڑکی کا شیشہ توڑ رہا تھا۔ پارس نے اپنے ایک کان میں ائرفون لگا کر کہا "ہاکی ہمارا قومی کھیل ہے۔ جب سے تم لوگوں نے تخریب کاری اور دنگے فساد کے لئے استعمال کرنا شروع کیا ہے تب سے ہماری قومی ٹیم کے کھیل کا معیار گرتا جا رہا ہے۔"

پولیس انسپکٹر نے کہا "جوان تم نے بڑی پھرتی دکھائی ہے۔ لوگوں کا بیان ہے کہ تم نے بس کو جلنے سے بچا لیا ہے لیکن جلانے والے کو جلا دیا۔"

وہ بولا "میں نے دانستہ نہیں جلایا ہے اور آپ کی اطلاع کے لئے عرض کردوں کہ یہ تینوں اسٹوڈنٹس نہیں ہیں۔ کرائے کے غنڈے ہیں۔"

ہاکی والے طالب علم نے کہا "میں قسم کھا کر کہتا ہوں۔ ہم احتجاج کے طور پر تھوڑی سی توڑ پھوڑ کرنا چاہتے تھے۔ آگ لگانا ہماری پلاننگ میں شامل نہیں تھا۔ یہ بھائی صاحب درست کہتے ہیں۔ یہ تینوں غنڈے ہیں۔ ہم نے کبھی انہیں یونیورسٹی میں نہیں دیکھا ہے۔"

انسپکٹر نے کہا "ہم غنڈوں کے ساتھ تمہاری خیریت بھی پوچھیں گے" پھر اس نے پارس سے کہا "تم بھی بیان دینے کے لئے تھانے چلو۔"

پارس نے کہا "ذرا ایک منٹ آپ سے تنہائی میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔"

انسپکٹر اس کے ساتھ بھیڑ سے نکلتا ہوا سڑک سے دور آیا۔ وہاں ذرا فاصلے پر کچھ کاریں کھڑی ہوئی تھیں۔ ان میں سے ایک کار رخسانہ کی تھی جو اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھی وہ ہنگامہ دیکھ رہی تھی۔ اس کے ایک ہاتھ میں موبائل ٹیلیفون کا ریسیور تھا۔ وہ اسے کان سے لگائے کہہ رہی تھی "ایک نوجوان نے کھیل بگاڑ دیا ہے۔ پلاننگ پر بڑی کامیابی سے عمل ہو رہا تھا' پتا نہیں یہ کہاں سے آمرا ہے۔ میں اسے ٹریپ کر کے لاتی ہوں۔ پہلے تم اس کا شجرہ پوچھنا پھر اس کی ہڈیاں توڑ کر نہر میں پھینک دینا۔ میں آرہی ہوں' انتظار کرو۔"

اس نے ریسیور رکھا۔ پھر کار کا دروازہ کھول کر باہر نکل گئی۔ اس کا رخ پارس کی طرف تھا۔ وہ انسپکٹر کو ایک طرف لے جا کر کہہ رہا تھا "میں پولیس تھانے کے چکر میں نہیں پڑنا چاہتا۔ مجرموں کو اچھی خاصی سزا مل گئی ہے۔ ایک جل چکا ہے۔ دوسرے نے اتنے پتھر کھائے ہیں کہ مجنوں کی روح کانپ گئی ہوگی۔ وہ دو دن تک اسپتال کے بستر سے نہیں اٹھ سکے گا۔ میرا فرض پورا ہو چکا ہے' مجھے جانے دیں۔"

"کیسے جانے دوں؟ یہ قانون کا معاملہ ہے۔ یہاں بچے نہیں کھیل رہے تھے۔ تخریب کاری ہو رہی تھی۔ تمہیں تو تھانے چلنا ہی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہو گا۔"

"دیکھئے انسپکٹر صاحب! یہ آگ لگانے والے نچلے طبقے کے غنڈے نہیں ہیں۔ بڑے امیر کبیر لوگوں کے سپوت ہیں۔ تھانے پہنچتے ہی اوپر سے فون آئے گا اور آپ اس کیس کا فائل کھولنے سے پہلے ہی بند کردیں گے۔"

رخسانہ نے اس کے پیچھے سے کہا "انسپکٹر یہ درست ہے۔ ادھر میری مرسڈیز کھڑی ہے۔ اپنے ایک سپاہی کو میرے ساتھ کردو۔ وہ میری گاڑی کی پچھلی سیٹ پر تھانے کے راستے پر آگے جاکر اتر جائے گا۔ اترنے سے پہلے میں پچیس ہزار اسے دوں گی۔"

انسپکٹر نے ہچکچاتے ہوئے کہا "مگر.... میں.... میں اتنے لوگوں سے کیا کہوں گا؟"

"تم نادان بچے نہیں ہو انسپکٹر! انہیں لوگوں کے سامنے پکڑ کر لے جاؤ اور تھانے کے دروازے پر رہا کردو۔ انہیں تھانے کے اندر لے جاؤ گے تو پچیس ہزار سے جاؤ گے۔ اوپر سے رہائی کا حکم آئے گا تو تمہیں پچیس پیسے بھی نہیں ملیں گے۔ میرا وقت ضائع نہ کرو۔ سپاہی کو میری گاڑی میں بھیج دو۔"

انسپکٹر سپاہیوں کی طرف گیا' رخسانہ نے پارس سے کہا "تم نے بڑی پھرتی دکھائی ہے۔ کیا نام ہے تمہارا؟"

وہ بولا "میرا نام سرتاج محمد ہے۔ تم مجھے سرتاج کہہ سکتی ہو۔"

وہ مسکرا کر بولی "میں روز آئینہ دیکھتی ہوں اور جانتی ہوں کہ حسن کا شاہکار ہوں۔ لوگ پہلی ہی ملاقات میں سرتاج بننے کا خواب دیکھتے ہیں۔ اگر واقعی تم سرتاج ہو تو بہت خوب نام ہے۔"

"تمہارا نام پوچھ سکتا ہوں؟"

"مجھے کنیز رخسانہ کہتے ہیں۔ سرتاج کے ساتھ کنیز خوب جچتا ہے' ہمارے ملک کی عورتیں بیویاں بن کر سسرال جاتی ہیں اور کنیز بن کر رہ جاتی ہیں۔"

"تمہاری زبان سے یہ شکایت اچھی نہیں لگتی۔ تم تو پیدائشی کنیز ہو۔"

رخسانہ نے شکایتی نظروں سے دیکھا' پھر کہا "بہت بولتے ہو مگر اچھا بولتے ہو' میرے ساتھ چائے پیو گے؟"

"میں شیزان میں چائے پی رہا تھا۔"

"میں اپنے گھر میں پلاؤں گی۔"

سپاہی آگیا تھا۔ وہ تینوں مرسڈیز کے پاس آئے۔ سپاہی پچھلی سیٹ پر آگیا۔ پارس اگلی سیٹ پر رخسانہ کے برابر بیٹھ گیا۔ پھر وہ کار چل پڑی۔

تھوڑی دور جانے کے بعد اس نے گاڑی روک دی۔ ڈیش بورڈ کا خانہ کھول کر ایک گڈی سے ہزار ہزار کے پچیس نوٹ نکالے۔ پھر وہ رقم سپاہی کو دے کر بولی "جاؤ دفع ہو جاؤ۔"

وہ ایسی شاہانہ طبیعت کی تھی کہ بڑے بڑوں کو خاطر میں نہیں لاتی تھی۔ سپاہی کیا چیز تھا۔ وہ رقم لے کر سلام کرتے ہوئے بقول اس کے دفع ہوگیا۔ اس نے کار آگے بڑھادی' پارس نے کہا "تم اپنے مزاج اور رویے سے کسی ملک کی شہزادی لگتی ہو۔"

"وہ تو ہوں۔"

"تمہیں اپنے حسن وشباب پر بڑا ناز ہے؟"

"وہ تو ہے۔"

"معلوم ہوتا ہے' بے انتہا دولت مند ہو؟"

"وہ تو ہوں۔"

"بے حد مغرور ہو؟"

"وہ تو ہوں۔"

"بے شمار چاہنے والوں کی مرکزِ نگاہ ہو؟"

"وہ تو ہوں۔"

"یعنی بازاری ہو؟"

"وہ تو ہوں۔"

پھر اس نے چونک کر کار کو بریک لگادئے اور چیختے ہوئے پوچھا۔

"کیا؟ تم نے کیا کہا؟ بازاری؟"

"میں نے کہا نہیں تھا' پوچھا تھا۔ تم نے جواب دیا' وہ تو ہوں۔"

"تم نے یہ پوچھنے کی جرات کیسے کی؟"

"تم خود کہتی ہو کہ بے شمار چاہنے والوں کی مرکزِ نگاہ ہو۔ جبکہ شریف لڑکی کا ایک ہی چاہنے والا ہوتا ہے۔"

وہ گھور کر دیکھ رہی تھی اور یہ سوچ کر غصہ برداشت کررہی تھی کہ ابھی میرے سرتاج کی ہڈیاں ٹوٹنے والی ہیں۔ اس وقت پوچھوں گی کہ میں کیا قیامت ہوں؟

وہ دوبارہ کار اسٹارٹ کرتے ہوئے بولی "تم گفتار کے غازی ہو۔ میں نے تمہارے اندازِ گفتگو پر صبر کیا ہے۔ سنا ہے صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے۔"

"میں نے سنا ہے جس کے خاندان میں شوگر کی بیماری ہو' اسے میٹھا پھل نصیب نہیں ہوتا۔"

اس نے چونک کر پارس کو دیکھا' پھر پوچھا "تم میرے خاندان کی ہسٹری کیسے جانتے ہو؟ کون ہو تم؟ کیا ہمیں پہلے سے جانتے ہو؟"

کار راوی کے پل پر سے گزر رہی تھی۔ اس نے پوچھا "یہ تم کہاں جارہی ہو؟ کیا شہر سے باہر رہتی ہو؟"

وہ بولی "کوٹھی شہر میں ہے۔ ادھر آگے ہماری ایک دواؤں کی لیبارٹری ہے۔ ہم وہیں چل کر چائے پئیں گے۔"

اس نے پندرہ منٹ کی ڈرائیونگ کے بعد نعمان لیبارٹری کے احاطے میں داخل ہو کر گاڑی روک دی۔ یہ وہی لیبارٹری تھی جس کا مالک چودھری حاکم علی حاکم تھا۔ چونکہ دواسازی کا کام فی الحال بند تھا۔ اس لئے تنظیم کے سربراہ ابو داؤد نے چودھری سے چابی لے کر اس لیبارٹری کو ایک اڈا بنالیا تھا اور چودھری سے کہا تھا۔ صوفیہ اور طارق ادھر کا رخ کریں گے تو اس کے حواری انہیں زندہ واپس نہیں جانے دیں گے۔

رخسانہ کا خیال تھا کہ سرتاج ایک جذباتی نوجوان ہے۔ اس نے سرکاری بس کو جلنے نہیں دیا۔ اگر وہاں مجمع نہ ہوتا تو رخسانہ کے حواری ایسی پٹائی کرتے کہ سرتاج آئندہ ہیرو بننے سے توبہ کرلیتا۔ اور وہ عام سا جذباتی نوجوان سمجھ کر اُس سے توبہ کرانے لائی تھی۔

اور جہاں لائی تھی' وہاں پہنچ کر پارس کو یقین ہوگیا کہ رخسانہ کا تعلق چودھری حاکم علی سے اور اس گینگ سے ہے جس کے متعلق دعویٰ کیا جاتا تھا کہ اس کا سربراہ اور اس کے تمام ماتحت یوگا کے ماہر ہیں۔

وہ کار سے اترتے ہوئے بولی "چلو اترو' آفس میں تمہیں زبردست چائے ملے گی۔"

وہ جیسے ہی باہر نکلی۔ پارس نے کار کی چابی نکال کر جیب میں رکھ لی۔ رخسانہ نے اس لئے چابی رہنے دی تھی کہ اسے غنڈوں کے حوالے کرکے فوراً واپس چلی جائے گی۔ پارس اس کی واپسی کا راستہ روک کر کار سے باہر آیا۔ پھر اس کے ساتھ چلتے ہوئے دفتری کمرے میں پہنچا۔ وہاں چار باڈی بلڈرز اپنے بازوؤں کی مچھلیاں ابھارے اور چٹانوں جیسے سینے پھلائے کھڑے تھے۔

ایک باڈی بلڈر دروازے کے پاس جاکر کھڑا ہوگیا تاکہ شکار بھاگنے نہ پائے' رخسانہ نے کہا "سرتاج! میں تمہاری خواہش کے مطابق سرتاج کہہ رہی ہوں مگر افسوس اس چار دیواری کے باہر نہ تمہارا سر رہے گا' نہ تم کسی کے تاج بن سکوگے۔"

پھر اس نے ایک باڈی بلڈر سے کہا "پہلے میں نے سوچا تھا کہ اس کے ہاتھ پاؤں توڑ کر کہیں پھینک دیا جائے گا۔ یہ اپاہج بن کر زندہ رہے گا لیکن اسے ہمارے خاندان کی ہسٹری معلوم ہے۔ اس سے پوچھو کہ ہمارے خاندان میں کسی کو شوگر کا مرض ہے' یہ بات اسے کیسے معلوم ہوئی؟ یہ ہمیں کس حد تک جانتا اور پہچانتا ہے؟ یہ جواب نہ دے تو اسے ختم کردو۔"

پارس نے کہا "میں جھوٹ نہیں بولتا' سچ بولتا ہوں۔ میں نے آج پہلی بار رخسانہ کو دیکھا ہے۔ میں اس کے خاندان کے کسی فرد سے واقف نہیں ہوں لیکن تم لوگ یقین نہیں کروگے اور سوال پر سوال کرتے جاؤ گے۔ بہتر ہے کہ میں تمہارا کوئی سوال نہ سنوں۔"

یہ کہہ کر اس نے کان سے ائرفون نکالا پھر جیب سے مائک کی ڈبیا نکالی۔ ائرفون کا تار کھینچ کر توڑدیا۔ اور ڈبیا کو فرش پر ڈال کر اسے جوتے کی ایڑی سے کچل کچل کر ناقابلِ استعمال بنادیا۔

رخسانہ نے غصے سے کہا "یہ ڈھیٹ ہے۔ اپنی اصلیت نہیں بتائے گا' اسے جان سے مار ڈالو۔"

پارس نے اس سے کہا "اے خبردار' میں نے ائرفون توڑ دیا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مجھے گالیاں دینا شروع کردو۔"

وہ چیخ کر بولی "میں گالی نہیں دے رہی ہوں۔ اگر دوں گی تو میرا کیا بگاڑلوگے؟"

وہ بولا "دیکھو اب حلق پھاڑ کے گالیاں دے رہی ہو۔ تمہاری زبان میں چھالے پڑیں گے۔ تمہارے منہ میں کیڑے پڑیں گے۔"

وہ باڈی بلڈرز سے بولی "اسے میرے سامنے مارو۔"

باڈی بلڈرز آگے بڑھنا چاہتے تھے اس سے پہلے ہی پارس نے دو جیبوں میں ہاتھ ڈال کر دو لائٹر نکالے پھر کہا "یہ خطرناک بم ہیں' نمونہ دیکھو۔"

اس نے ایک لائٹر کے اوپر لگی ہوئی ننھی سی چابی کو دانتوں میں دبا کر کھینچا۔ چابی الگ ہوگئی۔ اس نے کھڑکی سے باہر ہاتھ ڈال کر پوری قوت سے لائٹر کو بہت دور پھینک دیا۔

پھینکنے کے تین سیکنڈ بعد ہی ایسا زبردست دھماکا ہوا کہ وہ سب اچھل کر فرش پر گر پڑے۔ بم بہت دور بلاسٹ ہوا تھا پھر بھی اس دفتر کی دیواریں لرز گئی تھیں۔ ایک دیوار تڑخ گئی تھی۔ کھڑکی کی آہنی جالی اور دروازے کے پٹ ٹوٹ گئے تھے۔ میز پر رکھے ہوئے ٹیلیفون اور دوسری چیزیں اچھل کر فرش پر پہنچ گئی تھیں۔

پہلے تو یوں لگا جیسے قیامت آگئی ہے۔ سب کے سب دم سادھے پڑے رہے اور دل کی دھڑکنوں کو سنبھالتے رہے۔ جب ذرا حواس بجا ہوئے تو رخسانہ نے دیکھا' وہ نیچے ہے اور سرتاج اوپر۔ پھر نظریں ملتے ہی وہ بولا "سرتاج ہمیشہ اوپر رہتا ہے۔"

دوسری طرف پڑے ہوئے باڈی بلڈرز اچھل کر کھڑے ہوگئے۔ پارس نے لائٹر کو منہ کے قریب لاکر کہا "دوسرا دھماکا یہاں ہوگا۔ میں تنہا نہیں مروں گا۔ ہم سب کے چیتھڑے اڑیں گے۔ بولو

دنیا کے حیرت انگیز فنِ تحریر شناسی کی مدد سے
دوسروں کی شخصیت کو کھلی کتاب کی طرح پڑھیں۔
تحریر شناسی کے فن پر ایک نادر و رہنما کتاب:
تحریر اور شخصیت
قیمت ۱۵/ روپے
ڈاک خرچ ۱۰ روپے
○ آپ کو بتائے گی کہ آپ کیا کچھ کرسکتے ہیں۔
○ آپ کن صلاحیتوں کے مالک ہیں ○ تحریر کے ذریعے اپنی کمزوریاں اور خامیاں کیسے دور کی جاسکتی ہیں؟
ملنے کا پتہ: مکتبہ نفسیات پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کون کون مرنا چاہتا ہے؟"

وہ لائٹر کی ننھی چابی کو دانتوں تک لایا۔ چاروں باڈی بلڈرز ایک دم سے پلٹ کر دوڑتے ہوئے 'گرتے پڑتے بھاگ گئے۔ رخسانہ چیخنے لگی "رک جاؤ۔ مجھے چھوڑ کر نہ جاؤ۔ نمک حرامو! مجھے مرنے کے لئے چھوڑ کر نہ جاؤ۔"

پارس نے کہا "اے تم پھر چیخ چیخ کر مجھے گالیاں دے رہی ہو۔"

وہ رونے کے انداز میں بولی "لعنت ہے تم پر۔ تم نے ائرفون کیوں توڑ دیا؟ خدا کی قسم' میں نہیں دے رہی ہوں گالی۔"

وہ بہرے کی طرح کان لگا کر سن رہا تھا' پھر سرہلا کر بولا "گالی' یہی تو کہہ رہا ہوں اور تم پھر "گالی" بول رہی ہو۔"

وہ ایک دم سے رو پڑی' کہنے لگی "ایک طرف موت ہے دوسری طرف بہرا۔ بم کے پھٹنے سے شاید بچ جاؤں مگر اس کے سامنے چیخ چیخ کر مر جاؤں گی۔"

پھر وہ پارس کا ہاتھ پکڑ کر اشارے کی زبان سے بولی کہ وہ بم بلاسٹ نہ کرے۔ اس کی جان بخش دے۔ وہ سرہلا کر بولا "اچھا سمجھ گیا۔ میں اس کی چابی نہیں نکالوں گا لیکن ہاتھ میں پکڑے رہوں گا جیسے ہی تم مجھے نقصان پہنچانے کی چالاکی دکھاؤ گی تو....."

وہ نہیں نہیں کے انداز میں سرہلا کر اشارے کی زبان سے بولی کہ اس کا کچومر نکل رہا ہے وہ اوپر سے ہٹ جائے۔ وہ ہٹ گیا۔ رخسانہ عارضی نجات کی گہری گہری سانسیں لینے لگی۔ وہ اٹھ کر کھڑا ہوا تو رخسانہ بھی اٹھ کر بولی "کیا میں جاؤں؟"

"گاؤں؟ تم گانا چاہتی ہو؟ کمال ہے۔ میرے ہاتھ میں موت کا لائٹر ہے اور تم گانا سنانا چاہتی ہو۔"

وہ چیخ کر بولی "گانا نہیں جانا چاہتی ہوں' جانا۔"

"کھانا۔ اچھا اب سمجھا۔ مجھے بھی بھوک لگی ہے۔ چلو کسی ہوٹل میں جا کر آرام سے بیٹھ کر کھائیں گے۔"

رخسانہ نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا۔ اس کے ساتھ چلتی ہوئی باہر آئی۔ وہ جیب سے کار کی چابی نکال کر دیتے ہوئے بولا۔ "میں پہلے سے محتاط رہنے کا عادی ہوں۔ سوچا کہیں تم چھوڑ کر نہ بھاگ جاؤ اس لئے یہ چابی رکھ لی تھی۔"

وہ کچھ نہ بولی۔ چیختے چیختے سر چکرانے لگا تھا۔ وہ کار کا دروازہ کھول کر اندر آئی۔ پارس اس کے برابر بیٹھ گیا۔ اسی وقت موبائل فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ وہ ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھانا چاہتی تھی۔ اس نے ہاتھ پکڑ کر پوچھا "کس کو فون کرنا چاہتی ہو؟"

وہ بولی "میں فون نہیں کر رہی ہوں۔ گھنٹی بج رہی ہے' کوئی مجھے کال کر رہا ہے۔"

"تم کیا کہہ رہی ہو؟ کچھ کہتی بھی ہو یا صرف منہ ہلاتی ہو۔"

اس نے معافی مانگنے کے انداز میں دونوں ہاتھ جوڑ کر اشارے سے سمجھایا کہ کہیں دوسری جگہ سے فون آیا' وہ بولا "اچھا سمجھ گیا۔ اگر تمہارے ماں باپ کا فون ہو تو کہہ دینا ابھی تم میرے سائے میں سانس لے رہی ہو۔ اگر کسی نے پولیس سے رابطہ کیا یا چھپ کر مجھے ہلاک کرنے کی کوشش کی تو میرے ساتھ تم بھی مرو گی۔"

وہ ریسیور اٹھا کر کان سے لگا کر بولی "ہیلو' میں رخسانہ بول رہی ہوں۔"

دوسری طرف سے اس کے بھائی رانا جمشید نے پوچھا "تم خیریت سے ہو؟ ابھی ان بزدل نمک حراموں نے فون پر بتایا ہے کہ تم سراج نامی کسی نوجوان کے چنگل میں پھنس گئی ہو اور اس کے پاس کوئی خطرناک بم ہے۔"

"ہاں۔ بہت ہی تباہ کن بم ہے۔ ہم نے اس کی دل ہلا دینے والی بلاسٹنگ آنکھوں سے دیکھی ہے۔ دوسرا بم اس کے ہاتھ میں ہے۔ یہ بالکل سگریٹ لائٹر نظر آتا ہے لیکن ہینڈ گرینیڈ کی طرح دانتوں سے چابی ہٹاتے ہی تین چار سیکنڈ میں ایسا دھماکا اور تباہی ہوتی ہے کہ میں وہ منظر دیکھنا نہیں چاہتی۔ میں مرنا نہیں چاہتی۔ مجھے اس پاگل سے کسی طرح نجات دلاؤ۔"

"اسے ریسیور دو' میں بات کروں گا۔"

"یہ کمبخت بہرا ہے۔ تم چیخ چیخ کر تھک جاؤ گے' ایک لفظ بھی اس کے کان میں نہیں گھسے گا۔"

"تم اس سے پوچھو' وہ کیا چاہتا ہے' اس کا مطالبہ کیا ہے؟"

"بھائی! میں بھی چیخ چیخ کر پاگل ہو رہی ہوں۔ یہ ابھی کھانے کے لئے مجھے کسی ریستوران میں لے جائے گا۔ میں اسے مال روڈ پر ہوٹل انٹرنیشنل یا پرل کان میں لے جاؤں گی۔"

"ٹھیک ہے' میں پہنچ رہا ہوں۔"

"لیکن اس نے وارننگ دی ہے کہ پولیس سے رابطہ کیا گیا یا کوئی چالاکی دکھائی گئی تو یہ بم کے ذریعے خود بھی مرے گا اور مجھے بھی مار ڈالے گا۔"

"فکر نہ کرو۔ ایسا کام دکھاؤں گا کہ بم اس کے ہاتھ سے نکل جائے گا اور تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

"بھائی! آپ کی ذہانت کا تو چیف بھی قائل ہے۔ مجھے اطمینان ہو گیا ہے' میں آرہی ہوں۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ پارس نے اس موبائل ٹیلیفون کو اٹھایا پھر اسے کار کی کھڑکی سے باہر پھینک دیا۔ وہ چیخ کر بولی "تم نے اسے کیوں پھینک دیا۔"

وہ دروازہ کھول کر باہر جانا چاہتی تھی۔ اس نے بازو پکڑ کر کھینچا تو وہ آغوش میں آگری' وہ بولا "سیدھی طرح بیٹھو اور گاڑی چلاؤ۔"

"وہ فون میرے لئے ضروری ہے۔"

"کیا کہا؟ گاڑی نہیں چلاؤ گی؟"

وہ چیخ کر بولی "میں گاڑی کی نہیں فون کی بات کر رہی ہوں۔ اوہ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

گاڈ! میں چیختے چیختے مرجاؤں گی۔"

"گھر جاؤ گی؟ نہیں میں تمہیں گھر نہیں جانے دوں گا۔ پہلے ہم کسی ریستوران میں کھانے جائیں گے۔"

وہ پھوٹ پھوٹ کر رونا چاہتی تھی۔ پھر خیال آیا۔ تھوڑی دیر کی بات ہے۔ ہوٹل میں پہنچتے ہی اس کا بھائی اس بہرے سے پیچھا چھڑا دے گا۔ وہ کار اسٹارٹ کرکے لیبارٹری کے احاطے سے باہر آئی۔ پھر اسے لاہور کی سمت موڑنا چاہتی تھی' وہ بولا "ادھر نہیں ادھر۔ ہم گوجرانوالہ جائیں گے۔"

"تمہارا دماغ چل گیا ہے۔ میں اتنی دور نہیں جاؤں گی۔"

"کھاؤ گی؟ ٹھیک ہے میں کھلانے ہی لے جارہا ہوں۔ گوجرانوالہ کے کباب بہت لذیذ ہوتے ہیں۔"

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر اشارے کی زبان سے بولی "بڑی مہربانی ہوگی۔ لاہور کی طرف چلو۔"

وہ گوجرانوالہ کی طرف اشارہ کرنے لگا۔ اس کی بات ماننے سے وہ مال روڈ کے ہوٹل نہیں جاسکتی تھی۔ اپنے بھائی کے ذریعے رہائی حاصل نہیں کرسکتی تھی' وہ جھنجلا کر جانے سے انکار کرنے لگی۔ اس نے کہا "انکار کروگی تو پہلے کار کی چابی چھین کر باہر جاؤں گا۔ پھر یہ بم کار کے اندر تمہارے پاس پھینک کر دور بھاگ جاؤں گا۔"

اس نے کار کی چابی کی طرف ہاتھ بڑھایا وہ ہاتھ پکڑ کر بولی۔ "میں تمہارے پاؤں پکڑتی ہوں۔ تم اپنی ہر بات منوالو مگر میری ایک بات مان لو۔ ہم پرل کان میں چل کر کھائیں گے۔"

پارس نے لائٹر کی چابی کو دانتوں میں دبایا۔ اس نے جلدی سے کار اسٹارٹ کرکے اسے گوجرانوالہ کی طرف موڑ دیا۔ تیزی سے ڈرائیو کرتے ہوئے بڑبڑانے لگی "بہرے خاندان کی بہری اولاد! میرا داؤ چلنے دے۔ گن گن کر بدلے لوں گی۔ تیری بوٹی بوٹی کرکے تجھ پر تھوکتی رہوں گی۔"

وہ خاموش بیٹھا رہا۔ وہ بولتی رہی۔ پھر بولتے بولتے تھک کر چپ ہوگئی۔ گوجرانوالہ پہنچ کر اس نے ایک بڑے جنرل اسٹور کے قریب روکتے ہوئے کہا "مجھ میں اتنی سکت نہیں رہی کہ تمہارے سامنے حلق پھاڑتی رہوں۔ چلو اترو۔ میں ابھی تمہارے لئے ایک نیا آلۂ سماعت خریدوں گی۔"

وہ دکان کے اندر آئے۔ وہاں سے ایک آلۂ سماعت خریدا۔ رخسانہ نے مائک کی ڈبیا میں سیل لگا کر ایئرفون کو اس کے کان میں گھسا کر پوچھا "اب سنائی دے رہا ہے؟"

"ہاں' تمہاری سریلی آواز صاف سنائی دے رہی ہے۔"

وہ پرس سے رقم نکال کر آلۂ سماعت کی قیمت ادا کرنے لگی۔ جیسے ہی اس کی توجہ ادھر ہوئی' ادھر پارس نے مائک کی ڈبیا میں سے سیل نکال کر چھپالیا۔ پھر ڈبیا کو اوپری جیب میں رکھ کر ایئرفون کو کان سے لگالیا اب وہ آلۂ سماعت نہ ہونے کے برابر تھا۔

وہ قیمت ادا کرکے بولی "تھینکس گاڈ! ایک مصیبت دور ہوئی' چلو۔"

وہ باہر آئے۔ رخسانہ نے کار میں بیٹھتے ہوئے کہا "جلدی سے کچھ کھاؤ۔ پھر مجھے جانے دو۔"

"ابھی جانے کی بات نہ کرو۔ میں کچھ ضروری باتیں کروں گا۔"

"تو پھر جلدی کرو۔"

"بھوکے پیٹ سے بات نہیں نکلے گی۔"

"یہاں ریلوے پھاٹک کے پاس بہت مشہور کباب اور چرغے کی دکان ہے لیکن شام چھ بجے کے بعد یہ کباب نصیب ہوں گے۔"

"کوئی بات نہیں۔ ہم ایک مہنگے ہوٹل میں کمرا لیں گے۔ اس کمرے میں کچھ منگوا کر کھائیں گے۔"

"ہوٹل میں کمرا لینا کیا ضروری ہے؟"

"ضروری باتیں کرنے کے لئے تنہائی ضروری ہے۔"

"تمہارے ارادے کیا ہیں؟ میں ایسی ویسی لڑکی نہیں ہوں۔"

"یہ اچھی بات ہے' میں بھی ایسا ہوں نہ ویسا ہوں' گاڑی چلاؤ۔"

اس نے گاڑی اسٹارٹ کی۔ پھر ڈرائیو کرتے ہوئے بولی "میں موت کے خوف سے تمہاری ہر بات مانتی جارہی ہوں لیکن عزت پر آنچ آئے گی تو موت سے نہیں ڈروں گی۔ اس لائٹر بم سے ہونے والی موت کو ترجیح دوں گی۔"

"تمہاری پاکیزہ باتیں سن کر میرا ایمان تازہ ہورہا ہے۔ جس طرح آبرو کی حفاظت کرنے سے پاکیزگی قائم رہتی ہے۔ اس طرح ذمے دارانہ عمل سے وطن سلامت رہتا ہے۔ تم آبرو کی سلامتی چاہتی ہو لیکن وطن کی آبرو کا تمہیں خیال نہیں ہے۔ تم پاکستانی کہلاتی ہو اور پاکستان کے ایک خوب صورت شہر میں تخریبی کارروائیاں کرتی ہو۔ شہر کا حسن اجاڑتے وقت یہ نہیں سوچتیں کہ تمہارے بدن کا شہر بھی کوئی اجاڑ سکتا ہے۔"

"میں نے کوئی غلط کام نہیں کیا ہے۔ میں طلبا یونین کی سیکریٹری ہوں۔ طلبا و طالبات کے جائز حقوق کا مطالبہ کرنا ہمارا حق ہے۔"

"ٹھیک ہے' مطالبات منوانے کے لئے بسوں کو جلانا' توڑ پھوڑ کرنا اور امن و امان کا مسئلہ پیدا کرنا تمہارا حق ہے تو آج ایک مرد تم سے رات بھر اپنے مرد ہونے کے حقوق حاصل کرتا رہے گا۔"

"آخر تم ہو کون؟ کیا امن و امان کے ٹھیکیدار ہو؟ اگر سرکاری آدمی ہو تو لین دین کی بات کرو۔"

"میں لین دین کی بات کئے بغیر ہی تمہیں لے آیا ہوں۔"

اس نے ایک ہوٹل کے سامنے کار روکنے کو کہا۔ وہ کار روک کر بولی "میں ہوٹل میں نہیں جاؤں گی۔"

"تم جاؤ گی۔ اگر اپنا صحیح نام' پتا اور خفیہ مصروفیات بتاؤ گی تو میں تمہارا پیچھا چھوڑ دوں گا۔ ورنہ میں نے قسم کھائی ہے کہ تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

اس کے لہجے میں ایسی پختگی تھی کہ رخسانہ کو لائٹر بم سے ہونے والی موت کا یقین آگیا۔ اس نے سوچا "ہوٹل کے کمرے میں جانے کا ایک فائدہ ہے۔ وہاں موقع ملتے ہی میں فون پر بھائی یا ڈیڈی سے رابطہ کرسکوں گی۔"

وہ کار کو ایک طرف پارک کرکے ہوٹل میں آئی۔ پارس نے کاؤنٹر کے پاس آکر ایک کمرا حاصل کیا۔ اس وقت سلمان نے آکر کوڈ ورڈز ادا کئے۔ پارس نے کہا "میرے ساتھ یہ لڑکی رخسانہ ہے۔ آپ میرے خیالات پڑھتے رہیں۔ آپ کو بہت کچھ معلوم ہوگا۔ اگر یہ یوگا جاننے والی ٹیم سے تعلق رکھتی ہے تو آپ کو دماغ میں آنے نہیں دے گی۔ ویسے میں تھوڑی دیر میں اسے دماغی کمزوری میں مبتلا کردوں گا۔"

پھر وہ کاؤنٹر مین سے بولا "ویٹر کو فوراً بھیج دو۔ ہمیں بھوک لگی ہے۔"

وہ رخسانہ کے ساتھ سیڑھیاں چڑھتے ہوئے سیکنڈ فلور پر جانے لگا' وہ بولی "تم مسلسل لائٹر پکڑے ہوئے ہو۔ دیکھنے والے کیا سوچتے ہوں گے۔"

"ہمارے معاشرے میں لائٹر پکڑ کر رہنا معیوب اور قابلِ اعتراض نہیں ہے۔ اعتراض صرف تمہیں ہے۔"

وہ کمرے میں پہنچ کر بولی "میں باتھ روم میں جاؤں گی۔"

"ہاں ضرور چلو۔ آؤ۔"

"کیا؟" وہ گھور کر بولی "تم وہاں بھی میرے ساتھ جاؤ گے؟"

"اگر میں ساتھ نہ گیا تو تم فرار کا کوئی راستہ نکال لوگی۔"

"باتھ روم کا ایک ہی دروازہ ہوتا ہے۔ تم دروازے پر موجود رہنا۔"

پارس نے باتوں کے دوران اپنی انگوٹھی کی خفیہ سوئی نکال لی پھر وہ ہاتھ اس کے بازو پر رکھتے ہوئے بولا "کوئی بات نہیں جاؤ' اس لمحے سے آزاد ہو۔"

بازو میں ہلکی سی چبھن محسوس ہوئی۔ رخسانہ نے آہ کی۔ پھر ایک ہاتھ سے سر کو تھام کر ڈگمگاتی ہوئی پلنگ پر آکر بیٹھ گئی۔ سلمان نے کہا "میں نے تمہارے خیالات پڑھ کر رخسانہ کے متعلق کچھ معلوم کیا ہے۔ اب اسے معمولہ بنا کر بہت سے راز معلوم کرلوں گا۔"

پارس نے رخسانہ سے پوچھا "تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے۔"

"تم...۔ تم نے میرے بازو میں سوئی چبھوئی تھی۔"

"میں سوئی چبھونے والا ڈاکٹر نہیں ہوں۔"

"اپنے ہاتھ دکھاؤ۔"

اس نے دونوں ہاتھ آگے بڑھا کر دکھائے۔ انگلی میں ایک انگوٹھی دکھائی دے رہی تھی۔ وہ بظاہر ایک عام سی انگوٹھی تھی۔

اس کے اندر جو خاصیت تھی وہ کسی کی سمجھ میں نہیں آسکتی تھی۔ اس نے پوچھا "تم باتھ روم جانا چاہتی تھیں؟"

"ہاں' مگر کمزوری سی لگ رہی ہے۔ یہ اچانک کیسے ہوگیا؟ تم نے ضرور کچھ کیا ہے۔"

"تم کمزوری کا بہانہ کرکے میرے سوالوں سے بچنا چاہتی ہو۔ چلو میں تم سے کوئی سوال نہیں کروں گا۔ آرام سے لیٹ جاؤ۔ میں باہر جارہا ہوں۔"

وہ خوش ہوکر بولی "مجھے چھوڑ کر جارہے ہو؟"

"ہاں' اور یہ لائٹر بم تمہیں دے کر جارہا ہوں۔ یہ لو۔"

اس نے وہ لائٹر بم اس کی طرف بڑھایا۔ اسے یقین نہیں آیا کہ جس ہتھیار کے ذریعے وہ اسے مٹھی میں جکڑے ہوئے تھا۔ وہی ہتھیار اس کے حوالے کررہا ہے' وہ بولا "تمہیں یقین نہیں آرہا ہے' دیکھو میں یقین دلا رہا ہوں۔"

اس نے بم کی چابی کو دانتوں میں دبایا۔ وہ کمزوری کے باوجود چیخ کر بولی "نہیں۔ نہیں میں مرنا نہیں چاہتی۔"

اس نے چابی کو دانتوں سے کھینچ لیا۔ لائٹر بم کے اندر سے پھس کی آواز کے ساتھ دھواں نکلا تو وہ اچھل کر پارس سے لپٹ گئی' وہ بولا "چند سیکنڈ رہ گئے ہیں۔ آخری وقت لپٹنے سے کیا حاصل ہوگا؟"

وہ خوف سے کانپتے ہوئے اور اس کی آغوش گھستی ہوئی بولی۔ "سب کچھ حاصل ہوگا۔ میرا تن' من اور دھن سب تم پر نچھاور کردوں گی' مجھے بچالو۔ میں زندگی تمہارے نام کردوں گی۔"

"وعدہ کرتی ہو؟"

"وعدہ کرتی ہوں۔ قسم کھاتی ہوں۔"

"تو پھر تم نہیں مروگی۔ موت کا وقت ٹل گیا ہے۔ دیکھو یہ بم ہماری محبت کے مارے پھٹنا نہیں چاہتا۔"

اس نے ڈرتے ڈرتے الگ ہوکر لائٹر کو دیکھا۔ چابی پہلے ہی الگ ہوگئی تھی۔ اب دھواں بھی ختم ہوگیا تھا۔ وہ کچھ مطمئن تھی کچھ سہمی ہوئی تھی۔ پارس نے اس کے ہاتھ میں زبردستی لائٹر پکڑا دیا۔ تب اسے پورا یقین ہوا۔ وہ گھور کر بولی "یہ بم نہیں تھا؟"

"نہ تھا' نہ ہے۔"

"تم مجھے الو بنا رہے تھے؟"

"نہیں۔ الو کی مادہ بنا رہا تھا۔"

"یو چیٹ' فریبی....."

وہ غصے سے لائٹر پھینک کر مارنا چاہتی تھی۔ پارس نے گھبرا کر کہا "اسے نہ پھینکنا' یہ پھٹ پڑے گا۔"

اس نے ایک دم سے ہاتھ روک لیا۔ پتھر کے مجسمے کی طرح چپ کھڑی رہ گئی۔ وہ قریب آکر اس کے ہاتھ سے لائٹر لے کر بولا "اسے محبت سے چھپا کر رکھو گی تو یہ نہیں پھٹے گا۔"

"میں...اسے کہاں چھپاؤں؟"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اس نے لائٹر کو اس کے گریبان کے اندر ڈال دیا۔ پھر پلٹ کر دروازے کے پاس آیا' وہاں رک کر بولا "میں جارہا ہوں' تین گھنٹے بعد آؤں گا۔"

یہ بات اس نے سلمان کو سنائی۔ پھر کمرے سے باہر آیا۔ ویٹر آرڈر لینے دروازے پر آگیا تھا۔ اس نے کہا "ابھی ضرورت نہیں ہے' جاؤ۔"

وہ چلا گیا۔ پارس ہوٹل سے باہر آکر کار میں بیٹھ گیا۔ پھر اسے ڈرائیو کرتے ہوئے دوسری جگہ جانے لگا۔ تاکہ رخسانہ کے تجیے تلاش کرتے ہوئے ادھر آئیں تو وہ کار ہوٹل کے سامنے نہ دکھائی دے۔ ورنہ وہ اس کمرے میں پہنچ جائیں گے۔

سلمان نے آکر کہا "رخسانہ بہت اہم ہے۔ میں اسے سلا کر آیا ہوں' ابھی جاکر عمل کروں گا۔ آئندہ وہ تمہاری پابند رہے گی۔"

"اس کے پس پردہ کیا ہے؟"

"تمہارا خیال درست نکلا۔ رخسانہ' اس کے بھائی بہن' اس کا باپ اور اس کی دادی سب کے سب بھارتی خفیہ تنظیم "را" کے بہت ہی قابل اعتماد جاسوس ہیں۔ دادی کو چھوڑ کر سب ہی یوگا کے ماہر ہیں۔"

"انکل! جس یوگا ٹیم کے متعلق ہمیں اطلاع ملی تھی۔ یہ سب اسی سے تعلق رکھتے ہیں۔ کیا ان کے سربراہ کا نام اور ٹھکانا معلوم ہوا ہے؟"

"صرف اتنا کہ سربراہ کا نام ابوداؤد ہے۔ وہ یہودی ہے۔ اصل نام ایبے ڈیوڈ ہے۔ پُراسرار بن کر رہتا ہے۔ کبھی کسی کے سامنے نہیں آتا۔ رخسانہ کی فیملی میں بھی کسی نے آج تک اسے دیکھا نہیں ہے۔ رخسانہ کا بھائی رانا جمشید بہت ہی چالاک' مکار اور فولادی فائٹر مانا جاتا ہے شاید وہ ابوداؤد کو اچھی طرح پہچانتا ہوگا۔"

"ٹھیک ہے انکل! آپ رخسانہ کو قابو میں کریں۔ اس پر عمل کرنے کے بعد ایک درخواست ہے۔ پلیز صوفیہ کے پاس جاکر پاپا کے لہجے میں کہہ دیں کہ طارق دوسرے شہر میں مصروف ہے۔ کل یا پرسوں تک آئے گا۔ وہ تنہا باہر نہ نکلے۔"

"ٹھیک ہے' سمجھا دوں گا۔"

سلمان چلا گیا۔ پارس ڈرائیو کرتا ہوا بہت دور نکل آیا تھا۔ اس نے کار کو ایک کچے راستے پر موڑ دیا۔ تھوڑی دور جاکر اسے روک دیا۔ پھر انجن کو بند کیا۔ باہر آکر دروازے لاک کئے۔ چابی جیب میں رکھی اس کے بعد پختہ سڑک پر واپس آگیا۔ وہاں سے ایک بس میں سوار ہوکر پھر گوجرانوالہ پہنچا تو دو گھنٹے گزر چکے تھے۔ مزید ایک گھنٹا گزارنے کے لئے وہ صدر بازار آکر روحانی ریسٹورنٹ میں چائے پینے بیٹھ گیا۔

رخسانہ کے دماغ میں خیال خوانی کی سرنگ بن رہی تھی! اس کے ذریعے "را" تنظیم کے چیف تک پہنچنا آسان نہیں تھا تو مشکل بھی نہیں رہا تھا۔ آگے چل کر مزید کامیابیاں حاصل ہوسکتی تھیں۔ صوفیہ کے نام سے جو اشتہار شائع کرایا گیا تھا اب اس کی اہمیت یہ رہ گئی تھی کہ پارس چودھری حاکم علی کو پھانسنے کی ناکام کوشش کرتا رہتا اور ابوداؤد وغیرہ کو یہ سمجھنے دیتا کہ فرہاد اور اس کا ماتحت چودھری کے پیچھے بھٹک رہے ہیں اور سرتاج نامی نوجوان کوئی محب وطن تھا' جو رخسانہ کو سزا دینے کے بعد کہیں گم ہوگیا ہے۔

جب وہ تین گھنٹے بعد ہوٹل کے کمرے میں پہنچا تو وہ تنویمی نیند سے بیدار ہوچکی تھی۔ اسے دیکھ کر مسکرا رہی تھی اور اس کی مسکراہٹ بتا رہی تھی کہ حسینہ مان گئی ہے۔

پارس نے پوچھا "کیسا محسوس کررہی ہو؟"

وہ بدستور مسکرا کر بولی "مجھے کیا ہوا تھا کہ میں کچھ محسوس کروں؟"

"تم کمزوری محسوس کررہی تھیں۔ میں نے تمہیں لیٹنے کے لئے کہا۔ مگر تم لیٹتے ہی سوگئیں۔"

"ہاں۔ میں گھڑی دیکھ کر حیران ہورہی تھی کہ بے وقت کیسے سوگئی۔"

"اور میں بھوکا رہ کر تمہاری بیداری کا انتظار کرتا رہا۔"

"اوہ سوسوری۔ چلو کہیں کھانے چلتے ہیں۔"

"باہر تمہارے لوگ تمہیں تلاش کررہے ہوں گے۔"

"ہاں' تم مجھے دن کے ایک بجے سے چکر دے رہے ہو۔ اب رات کے دس بج چکے ہیں۔ ڈیڈ اور جمشید بھائی کے کتے ہمیں ڈھونڈتے پھر رہے ہوں گے۔"

پارس نے فون پر ہوٹل سروس کو کھانے کا آرڈر دیا۔ پھر رخسانہ سے پوچھا "کھانے کے بعد گھر واپس جاؤ گی؟"

وہ گردن میں بانہیں ڈال کر بولی "پتا نہیں تمہارے اندر کیا بات ہے۔ میں اپنے میکے والوں کو بھول جانا چاہتی ہوں۔"

"انہیں یاد رکھو۔ اس سسرال والے کا بھلا ہوگا۔"

"یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ جب میں جانا چاہتی تھی تو تم ایک کھلونے سے مجھے ڈرا کر روکتے رہے۔ اب میں نہیں جانا چاہتی ہوں تو مجھے گھر والوں کی یاد دلا رہے ہو۔"

"تمہیں آج یا کل اپنے گھر جانا ہوگا۔"

"سچ پوچھو تو مجھے ملک کے ان دشمنوں سے نفرت ہوگئی ہے۔"

سلمان نے تنویمی عمل کے ذریعے خوب برین واش کیا تھا۔ اس کے اندر حب الوطنی کے جذبات بھر دیئے تھے۔ پارس نے کہا "بیشک ملک دشمن عناصر سے نفرت کرنا چاہئے خواہ وہ باپ اور بھائی کیوں نہ ہوں لیکن اس خفیہ تنظیم کی جڑوں تک پہنچنے کے لئے ان سے مصلحتاً محبت کرو۔ انہیں کبھی شبہ نہ ہونے دینا کہ تم بدل گئی ہو۔"

"میں شبہ نہیں ہونے دوں گی۔ اپنا رول عمدگی سے ادا کروں گی لیکن تم بچھڑ جاؤ گے تو میں اندر سے خالی ہوجاؤں گی۔ تمہارے بغیر توجہ اور دل جمعی سے کام نہیں کرسکوں گی۔ تم میرے ساتھ رہنے کی تدبیر کرو۔"

"میں کل شام کو تم سے ایک نئے روپ میں ملوں گا۔ تم مجھے بوائے فرینڈ بنا کر اپنے گھر والوں سے میرا تعارف کرا سکو گی۔"

"میں تمہیں نئے روپ میں کیسے پہچانوں گی؟"

"اپنی انگوٹھی مجھے دو۔ میں نئے روپ میں رہ کر تمہیں انگوٹھی واپس کروں گا۔ یوں مجھے پہچان لوگی۔"

اس نے انگوٹھی اتار کر دی۔ اسی وقت ہوٹل کا ملازم کھانا لے کر آگیا۔ جب وہ تمام ڈشیں رکھ کر چلا گیا تو رخسانہ نے کہا "یہ انگوٹھی میرے پیار کی نشانی ہے۔ کیا تم کوئی نشانی نہیں دو گے؟"

"اتنی رات ہوگئی ہے جیولرز کی دکانیں بند ہوچکی ہوں گی' کل صبح تمہارے شایان شان ہیرے کی انگوٹھی دوں گا۔"

"مجھے تم مل گئے گویا کوہِ نور ہیرا مل گیا۔ مجھے ہیرے کی نہیں یہ سادی انگوٹھی دے دو۔"

پارس نے اپنی انگوٹھی دیکھی' اسے دیکھنے سے مما (سونیا) یاد آجاتی تھی۔ وہ مسکرا کر بولا "یہ میری ماں نے مجھے پہنائی ہے۔ اسے صرف وہی اتار سکتی ہیں۔"

"صرف وہی کیوں اتار سکتی ہیں؟"

"میری مما کہتی ہیں' بیٹے کی زندگی میں بہو آکر اس کے خیالات بدل دیتی ہے۔ اس کی کھوپڑی سے عقل نوچ لیتی ہے۔ ایسی حالت میں بیٹا ماں کو بھول جاتا ہے۔ میری مما نے کہا ہے' اگر کسی لڑکی نے میری انگلی سے یہ انگوٹھی اتروالی تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ بیٹے کو ماں سے چھین رہی ہے۔ لہٰذا وہ ایسی لڑکی کو کبھی بہو نہیں بنائیں گی۔"

"نہیں۔ تم تم اسے پہنے رہو۔ مجھے اپنی ماں سے ملا دو۔"

"ابھی تو مجھ سے ہی ملتی رہو۔ یہ سلسلہ جاری رہا تو مما سے بھی ملاقات ہوجائے گی۔"

وہ لقمہ چباتے ہوئے سوچنے لگی "مجھے صرف سرتاج سے ہی نہیں اس کی ماں سے بھی اپنائیت محسوس ہورہی ہے۔ اگر یہ میرا جیون ساتھی بن جائے گا تو میں خوشگوار ازدواجی اور گھریلو زندگی گزاروں گی۔ ویسے یہ خواب پورا کرنے کے لئے پہلے سرتاج کا نیک مقصد پورا کرنا ہوگا۔ خفیہ تنظیم کی جڑوں تک پہنچنا ہوگا۔"

دوسری صبح میں پارس کے پاس آیا تو وہ رخسانہ کو ہوٹل سے رخصت کررہا تھا اور اسے سمجھا رہا تھا کہ ان دونوں کو یہاں سے جدا ہوجانا چاہئے۔ وہ شام کو پرل کان کے سوئمنگ پول کے پاس ملے گا۔

وہ اسے چھوڑنا نہیں چاہتی تھی لیکن شام کو ملاقات کرنے کی خوشی میں چلی گئی۔ میں نے کہا "سلمان نے رخسانہ کے تمام خاندان والوں کے متعلق بتایا ہے۔ "را" تنظیم کا چیف ابوداؤد آہنی پردوں میں چھپا ہوا ہے۔ اسے باہر لانے اور اس تنظیم کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے جلد ہی ٹھوس منصوبے پر عمل کرنا ہوگا۔"

وہ بولا "اب اس شہر میں میرا بھی خاندانی بیک گراؤنڈ ہونا چاہئے۔ میں رخسانہ کے ذریعے اس کے باپ اور بھائی سے ملاقات کروں گا تو وہ میری پچھلی ہسٹری معلوم کریں گے اور میں جو ہسٹری سناؤں گا وہ اس کی تصدیق کرائیں گے۔"

"ہاں' رخسانہ کے گھر والوں سے تمہیں گہری دوستی کرنی چاہئے۔ میں ابھی تمہارے لئے کچھ کرتا ہوں۔"

میں وہاں کے آئی جی اکبر درانی کے پاس پہنچا۔ اپنے دماغ میں میری سوچ کی لہروں کو سنتے ہی اس نے خوش ہوکر پوچھا "فرہاد صاحب! کیا آپ لاہور واپس آگئے ہیں؟"

"میں پشاور سے بول رہا ہوں۔ میرا ایک ماتحت طارق وہاں ہے۔ وہ ملک دشمن عناصر کی خفیہ تنظیم کے سربراہ تک پہنچنا چاہتا ہے۔ آج کل میں ان سے دوستی کرنے والا ہے۔ اس سے پہلے لازمی ہے کہ یہاں طارق کا کوئی فیملی بیک گراؤنڈ ہو۔ کیا آپ کے علم میں کوئی ایسا گھر ہے جہاں صرف ایک نوجوان اور اس کے ماں باپ ہوں۔ وہ لوگ بظاہر شریف ہوں مگر جرائم پیشہ ہوں اور قانون کی دسترس سے بچتے رہتے ہوں۔"

"ہمارے ملک میں ایسے شریف جرائم پیشہ افراد کی کمی نہیں ہے۔ ان کے پیچھے بڑے بڑے ہاتھ ہوتے ہیں۔ جو ہم جیسے اعلیٰ افسران کو بھی قانونی کارروائیوں سے روک دیتے ہیں۔ مجھے پندرہ منٹ سوچنے دیں۔ میں سمجھنا چاہتا ہوں کہ آپ کے ماتحت کے لئے کون سا مختصر خاندان مناسب رہے گا۔"

میں نے پوچھا "یہاں کوئی پلاسٹک سرجری کا ماہر ہے؟"

"میں ایک پلاسٹک سرجن کو جانتا ہوں۔ میری ڈائری میں اس کا فون نمبر ہے۔ کیا آپ اس سے رابطہ کریں گے؟"

"جی ہاں۔ آپ فون کرکے اس کی آواز سنائیں پھر ریسیور رکھ دیں۔"

اس نے ڈائری کھول کر نمبر دیکھا۔ پھر ریسیور اٹھا کر ڈائل کیا۔ رابطہ قائم ہونے پر کسی نے پوچھا "ہیلو آپ کون ہیں؟"

آئی جی نے ریسیور رکھ دیا۔ میں بولنے والے کے دماغ میں پہنچا۔ وہ پلاسٹک سرجن یوسف شاہانی تھا۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ وہ پلاسٹک سرجری کے پیشے میں بے انتہا دولت کما رہا ہے۔ بے انتہا دولت ہمیشہ غلط راستوں سے کمائی جاتی ہے۔ ہمیں اتنا وقت نہیں ملتا ہے کہ ہم ہر کس و ناکس کے دماغوں میں جھانکتے پھریں۔ اگر ہر ایک کو اندر سے پڑھتے رہیں تو کتنے ہی معزز پیشے سے تعلق رکھنے والوں کے جرائم کا انکشاف ہوتا رہے گا۔

یہ انکشاف ہوا کہ سرجن یوسف شاہانی کو "را" تنظیم سے لاکھوں روپے ملتے رہتے ہیں۔ اس تنظیم کا کوئی بندہ قانون کی نظروں میں آجاتا ہے تو اسے چھپانے کے لئے یوسف شاہانی سرجری کے ذریعے اس کا چہرہ بدل دیتا ہے پھر وہ بندہ نئے چہرے اور نئے نام

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

سے تنظیم کے لئے کام کرنے لگتا ہے۔

سرحد پار سے جو تربیت یافتہ ہندو سراغ رساں آتے ہیں' سرجن یوسف ان کی ختنہ کرتا ہے تاکہ وہ کبھی چھوٹے موٹے کیس میں پکڑے جائیں تو ان کے ہندو ہونے پر شبہ نہ کیا جائے وہ باہر سے اندر تک مسلمان ہی تسلیم کئے جائیں۔

اس تنظیم سے تعلق رکھنے والا یہ ایک اور مجرم ڈاکٹر ہماری معلومات کی فہرست میں آیا تھا۔ ابھی مجھے ضروری کام نمٹانے تھے اس لئے میں نے فی الحال اسے ڈھیل دے دی۔ پھر کسی وقت اسے عبرت ناک سزا دی جاسکتی تھی۔

میں نے اس کے دماغ سے دوسرے ماہر سرجن کا نام پتا اور فون نمبر معلوم کیا۔ پھر اسے پشاور سے فون کیا۔ رابطہ کرکے اس کی آواز سنی پھر ریسیور رکھ دیا۔ اس پلاسٹک سرجری کے ماہر کا نام زاہد ابن الحسن تھا۔ وہ ایک برس پہلے یہاں آیا تھا اور اپنے پیشے کے تقدس کو برقرار رکھتے ہوئے فرائض ادا کررہا تھا۔

زاہد ابن الحسن کے متعلق یہ انکشاف ہوا کہ اس نے جس ماہر سرجن سے یہ ہنر سیکھا ہے وہ ماہر سرجن بابا صاحب کے ادارے سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد پیرس شہر میں پریکٹس کررہا تھا۔

میں نے ڈاکٹر زاہد ابن الحسن کے دماغ سے بہتیری معلومات حاصل کرنے کے بعد فون پر رابطہ کیا۔ اس نے پوچھا "ہیلو آپ کون ہیں؟"

میں نے کھانستے ہوئے کمزور سی آواز میں کہا "میرے ہونہار شاگرد! میں تمہارا پروفیسر صداقت حسین بول رہا ہوں۔ کیا مجھے پہچان رہے ہو؟"

وہ خوش ہوکر بولا "استادِ معظم پروفیسر صاحب! برسوں کے بعد آپ کی آواز سن رہا ہوں۔ آپ کھانس رہے ہیں' خیریت تو ہے؟"

"میری فکر نہ کرو۔ میرا علاج ہورہا ہے۔ تم سے ایک ضروری بات ہے۔ بابا صاحب کے ادارے سے مجھے ہدایت ملی ہے کہ میں تم سے رابطہ کروں اور یہ درخواست کروں کہ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے فرہاد علی تیمور صاحب سے ایک معاملے میں تعاون کریں۔"

"جناب! آپ درخواست کرکے شرمندہ کررہے ہیں۔ آپ حکم کریں۔ پھر فرہاد صاحب اور بابا صاحب کے ادارے کے لئے کوئی کام کرنا میرے لئے بہت بڑا اعزاز ہے۔ مجھے کیا کرنا ہوگا؟"

"ہمارا رابطہ ختم ہوتے ہی وہ تمہارے دماغ میں پہنچ جائیں گے۔"

میں نے استاد کی حیثیت سے اس سے دوچار باتیں کیں۔ پھر ریسیور رکھ کر اس کے پاس پہنچ گیا۔ اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "ہیلو ڈاکٹر زاہد!"

وہ پہلے تو حیران ہوا' پھر بولا "آپ فرہاد صاحب ہیں؟"

"جی ہاں' ابھی پروفیسر سرجن صداقت حسین صاحب نے آپ سے میرا ذکر کیا تھا۔"

"جناب! آپ کا ذکر تو بڑی مدت سے سنتا آرہا ہوں۔ میرے استاد کچھ نہ کہتے تب بھی آپ کی خدمت کرنا میرے لئے فخر کی بات ہے۔"

میں نے مختصر طور پر یہ بتایا کہ ملک دشمن عناصر سے نمٹنے کے لئے اپنے ایک ماتحت طارق کا چہرہ بدلنا چاہتا ہوں۔ طارق کو کسی کا ہم شکل بنانا ہے اس نے کہا "میں اپنے وطن سے دشمنوں کا ناپاک وجود مٹانے کے لئے دن رات آپ کے کام آتا رہوں گا۔ آپ طارق کو میرے پاس بھیج دیں۔"

"میں بارہ بجے تک اسے بھیج دوں گا۔ آپ شام تک سرجری مکمل کرسکتے ہیں؟"

"جی ہاں' شام سے پہلے ہی آپ کا کام ہوجائے گا۔"

میں شکریہ ادا کرکے پارس کے پاس آیا۔ اسے تمام باتیں بتائیں۔ اس نے کہا "میں نے ڈاکٹر زاہد کا پتا اور فون نمبر ذہن نشین کرلیا ہے وہاں گیارہ بجے تک پہنچ جاؤں گا۔"

میں آئی جی اکبر درانی کے پاس آیا۔ اس نے کہا "اقبال ٹاؤن میں ایک شخص شمشاد علی رہتا ہے۔ اس کی بیوی پاگل ہے۔ اس کے جوان بیٹے کا نام حماد علی ہے۔ یہ باپ بیٹے ہماری بلیک لسٹ میں ہیں۔ ان کے کئی ٹرک لاہور سے قصور اور بارڈر تک جاتے ہیں پولیس افسروں کی جیبیں گرم کرتے رہتے ہیں۔ اب آپ ہی ان کے اندر گھس کر انہیں سزا دے سکتے ہیں۔"

اس نے فون نمبر بتایا پھر ریسیور اٹھا کر ڈائل کیا۔ رابطہ قائم ہونے پر شمشاد علی کی آواز سنائی دی۔ اس نے صرف ہیلو کہا' آئی جی نے پوچھا "کیا تم شمشاد علی ہو؟"

"ہاں۔ تم کون ہو؟"

"کیا تم نے مجھے آواز سے نہیں پہچانا؟"

"میں پہیلیاں نہیں بوجھتا۔ فوراً بتاؤ کون ہو؟ اور کس لئے فون کیا ہے؟"

"کیا بچگانہ سوال ہے کہ فون کس لئے کیا ہے؟ بھئی فون باتیں کرنے کے لئے ہوتا ہے اور میں نے باتیں کرنے کے لئے ہی فون کیا ہے۔ اگر تم باتیں نہیں کرنا چاہتے تو یہ لو بند کردیتا ہوں۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ میں شمشاد علی کے پاس پہنچ کر اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ آئی جی کی بلیک لسٹ میں ایک ایسے مجرم کی حیثیت سے اس کا نام تھا جو کبھی گرفتار نہیں ہوا کیونکہ لاہور سے قصور تک قانون کے چند اہم محافظ اس کے بھی محافظ تھے ایسے مجرم اندر سے کتنے گہرے ہوتے ہیں یہ ان کے رشوتیں لینے والے افسران بھی نہیں جانتے۔ وہ اتنا جانتے تھے کہ شمشاد علی کے ٹرک میں کبھی کبھی مفرور مجرم چھپ کر سرحد کی طرف جاتے تھے پھر لاپتا ہوجاتے تھے اور کبھی کبھی سرحد پار سے دوچار بندے آتے تھے اور شمشاد کے بیٹے حماد علی کے ساتھ نہ جانے کہاں چلے جاتے تھے۔

۔۔۔کہاں جاتے اور آتے ہیں؟ اور کہاں روپوش ہوجاتے ہیں؟ ۔۔۔صرف خیال خوانی ہی بتا سکتی تھی۔ یہاں سے سرحد پار جانے ۔۔۔لے وہ جاسوس ہوتے تھے جو بیمار اور ناقابلِ علاج ہوتے تھے یا ۔۔۔میں "را" تنظیم کی طرف سے ریٹائر کردیا جاتا تھا یا پھر یہودیوں ۔۔۔ے مسلمان ایجنٹ بھارت میں ٹریننگ حاصل کرنے جاتے تھے۔ ۔۔۔ل میں یہودیوں کی بدنامِ زمانہ "موساد" تنظیم کا ایک ٹریننگ سینٹر ۔۔۔ے جہاں اسلامی ممالک کے لالچی اور عیاش مسلمانوں کو حسین ۔۔۔دوشیزاؤں اور دولت کی افراط سے اپنا ایجنٹ بنا کر لایا جاتا ہے اور ۔۔۔میں اپنے ہی وطن میں دہشت گردی اور تخریب کاری کی ٹریننگ ۔۔۔دی جاتی ہے۔

میں نے شمشاد کے دماغ سے اس کے بیٹے حماد کے متعلق ۔۔۔معلوم کیا۔ پتا چلا کہ وہ ایک صحت مند اور یوگا کا ماہر فائٹر ہے۔ ۔۔۔اسے مزید ٹریننگ کے لئے جلد ہی بھارت بھیجا جائے گا۔ ابھی وہ گھر ۔۔۔میں نہیں تھا۔ کسی کام سے باہر گیا ہوا تھا۔

میں نے شمشاد کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اسے بیٹے کے کمرے ۔۔۔میں لاکر وہاں بیٹے کی چند تصویریں نکالیں انہیں ایک لفافے میں رکھ ۔۔۔کر اسے باہر لایا۔ اس کی کار میں بٹھایا۔ تھوڑی دیر بعد وہ کار ۔۔۔ڈرائیو کرتا ہوا ڈاکٹر زاہد ابن الحسن کے دروازے تک پہنچ گیا۔ ۔۔۔اپنے کار سے اتر کر کال بیل کے بٹن کو دبایا۔ ایک ملازم نے ۔۔۔دروازہ کھول کر پوچھا "آپ کون ہیں؟"

میں نے شمشاد کی زبان سے پوچھا "ڈاکٹر زاہد صاحب ہیں؟"

"وہ تو ہیں' لیکن اپائنٹمنٹ کے بغیر ملاقات نہیں کرتے ہیں۔"

"میرا اپائنٹمنٹ ہے۔ ان سے کہو فرہاد کا ایک ماتحت آیا ہے۔"

"اچھا۔ آپ انتظار کریں۔"

وہ دروازہ بند کرکے ڈاکٹر کے پاس گیا۔ اسی وقت ایک نوجوان ۔۔۔ان کے احاطے میں داخل ہوا پھر وہ بھی دروازے کی طرف آنے ۔۔۔لگا۔ میں شمشاد کے دماغ میں اس کا حلیہ معلوم کررہا تھا۔ دن کے ۔۔۔گیارہ بج چکے تھے اس وقت پارس کو وہاں پہنچنا چاہئے تھا۔ شمشاد ۔۔۔کی سوچ نے بتایا کہ آنے والا نوجوان پلکیں نہیں جھپک رہا ہے۔ یہ ۔۔۔اس کی پہچان تھی۔

اس نے شمشاد سے پوچھا "کیا ڈاکٹر زاہد موجود ہیں؟"

اس کی آواز اور لہجہ سن کر میں نے کہا "ہیلو بیٹے! میں اس ۔۔۔کے ذریعے بول رہا ہوں۔ اس کا نام شمشاد علی ہے۔ اس ۔۔۔لفافے میں اس کے بیٹے حماد علی کی تصویریں ہیں۔ میں یہ لفافہ ڈاکٹر ۔۔۔کو پہنچانے آیا تھا۔"

وہ لفافہ لے کر بولا "کیا مجھے حماد علی کے بہروپ میں رہنا ہے؟"

"ہاں۔ تم ڈاکٹر کو یہ تصویریں دکھاؤ۔ میں شمشاد علی کو ٹھکانے لگا کر آؤں گا۔"

میں نے شمشاد کو لاکر کار میں بٹھایا۔ وہ میری مرضی کے مطابق ڈرائیو کرتا ہوا راوی کی طرف جانے لگا۔ میں نے اس کے دماغ کو ذرا سا ڈھیل دے کر کہا "ہیلو شمشاد! کہاں جارہے ہو؟"

وہ بوکھلا کر بریک لگانا چاہتا تھا۔ میں نے ایسا کرنے نہیں دیا۔ وہ گھبرا کر بولا "م... میں کار میں کیسے آگیا؟ کیا میں خواب دیکھ رہا ہوں؟"

"تم نے آج تک جو زندگی گزاری' وہ خواب تھی۔ اگر کچھ حقیقت تھی تو وہ عیاشی تھی جو تم پڑوسی ملک سے ملنے والی دولت پر کرتے رہے اور اب یہ چند سانسوں کی زندگی رہ گئی ہے۔ آرام سے سانس لو اور اپنی عیاشی اور سیاسی دلالی کا حساب کرو۔"

"تم کون ہو؟ کیا یہ ٹیلی پیتھی ہے؟"

"یہ ٹیلی پیتھی مجھے تمہارے جرائم کی طویل داستان سنا رہی ہے۔ میں دنیا والوں کو یہ داستان سناؤں گا تو تمہارے چہرے پر شریفانہ نقاب دیکھ کر کوئی یقین نہیں کرے گا۔ تمہارے خلاف قانونی چارہ جوئی کی جائے گی تو تمہیں پولیس والوں کی پشت پناہی حاصل ہوگی۔ تم نے اپنے خلاف کوئی تحریری ثبوت یا تصویری ثبوت نہیں رہنے دیا ہے۔"

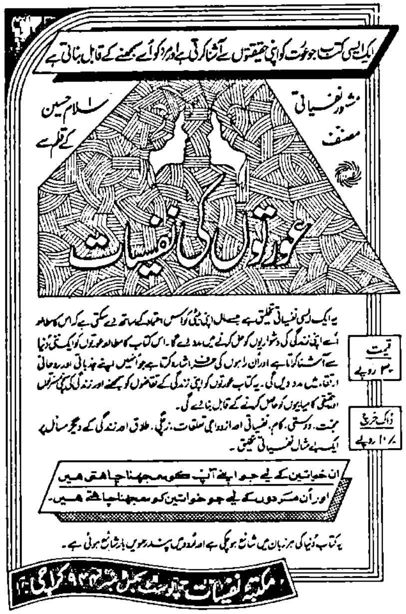

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اس نے کئی بار کوشش کی کہ گاڑی روک کر واپس گھر جائے لیکن میں اس کے ارادوں کو ناکام بنا تا رہا۔ وہ بولا "میں نے سنا ہے کہ ہمارا ایک ہی دشمن فرہاد ہے' کیا تم وہی ہو؟"

"نام نہ پوچھو۔ موت کا کوئی نام نہیں ہوتا۔ جلدی فیصلہ کرو' پانی میں ڈوب کر مروگے یا خشکی پر؟"

وہ ڈرائیو کرتے ہوئے چیخنے لگا "نہیں۔ میں مرنا نہیں چاہتا۔ مجھے چھوڑ دو۔ میرے دماغ سے چلے جاؤ۔ مجھ سے سودا کرو۔ میں تمہیں ڈالرز اور پونڈز کی صورت میں منہ مانگی رقم ادا کروں گا۔"

وہ اپنی مرضی سے بول رہا تھا اور میری مرضی سے رفتار بڑھاتا جارہا تھا۔ سامنے سے آئل ٹینکر آرہا تھا۔ رفتار خطرناک حد تک بڑھ چکی تھی۔ اس کے نتیجے میں وہ کار اتنی تیزی اور قوت سے ٹکرائی کہ اگلا حصہ پچک کر رہ گیا ہوگا۔ اس کے ٹکڑے ہوگئے ہوں گے۔ میں یہ سب کچھ معلوم نہیں کرسکتا تھا کیونکہ اس کے مردہ دماغ نے کنسٹری بند کردی تھی۔

میں نے ڈاکٹر زاہد کے دماغ میں آکر دیکھا۔ وہ حماد کی تصویریں دیکھ چکا تھا اور سرجری کی تیاری کررہا تھا۔ میں نے پارس کے پاس آکر اسے شمشاد کی موت کی خبر سنائی اور بتایا کہ حماد یوگا کا ماہر ہے۔ یعنی وہ بھی ابوداؤد کی یوگا ٹیم سے تعلق رکھتا ہے۔

"پاپا! حماد کے دماغ کو کمزور بنا کر اس کی ذاتی زندگی کی بھی بہت سی خفیہ باتیں معلوم کرنی ہوں گی۔"

میں نے کہا "حماد گھر میں نہیں تھا۔ کہیں باہر گیا ہوا تھا۔ اب باپ کی آخری رسومات ادا کرنے آئے گا تو اسے ٹریپ کیا جائے گا۔"

وہ بولا "رخسانہ کے گھر والے اور حماد ایک ہی خفیہ تنظیم سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس تعلق سے وہ سب ایک دوسرے کو جانتے ہوں گے۔ ہوسکے تو آپ رخسانہ کے ذریعے حماد کی گفتگو سنیں۔ اسے دماغی کمزوری میں مبتلا کرنے کے سلسلے میں رخسانہ سے تعاون حاصل ہوگا۔"

یہ مشورہ مناسب تھا۔ وہ سلمان کی معمولہ تھی۔ اپنے عامل کے سوا کسی بھی پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرکے سانس روک سکتی تھی۔ میں سلمان کی سوچ کا لہجہ اپنا کر اس کے دماغ میں پہنچ گیا اور اس کے خیالات پڑھنے لگا۔

وہ پچھلی رات گھر سے باہر رہنے کے بعد دن کے دس بجے واپس آئی تھی۔ اس کی بہن ریحانہ اور باپ رانا حمید نے اسے دیکھ کر گلے لگالیا۔ وہ منصوبے کے مطابق رونے لگی۔ اغوا کرنے والے سرتاج کو برا بھلا کہنے لگی۔ باپ نے کہا "ہم نے کل کئی بار تمہیں فون کیا پھر نعمان لیبارٹری گئے تو وہاں تمہارا موبائل ٹیلی فون ایک طرف پڑا ہوا تھا۔ وہ بدمعاش تمہیں کہاں لے گیا تھا؟"

وہ بولی "میں اسے لنچ کے لئے جمشید بھائی کے پاس پرل کان میں لانا چاہتی تھی لیکن وہ مجھے گوجرانوالہ لے گیا۔ میں بالکل مجبور ہوگئی تھی۔ وہ ہمیشہ اپنے ایک ہاتھ میں لائٹر بم پکڑے رہتا تھا۔"

ریحانہ نے کہا "ہمارے آدمی گوجرانوالہ کی طرف بھی گئے تھے۔ پورے شہر میں ڈھونڈتے پھرے۔ تمہاری گاڑی کہیں نظر نہیں آئی۔"

جمشید نے کمرے میں داخل ہوکر کہا "گاڑی وہاں سے بیس کلومیٹر دور ایک کچے راستے پر پائی گئی ہے۔"

رخسانہ نے کہا "ابھی میں یہی بتانے جارہی تھی کہ اس نے گاڑی کو وہاں چھوڑ دیا تھا پھر پختہ سڑک پر ایک رکشا مل گیا۔ مجھے رکشا میں بٹھا کر ایک ہوٹل میں لے آیا۔ وہاں اس نے رات کے لئے کمرا کرائے پر لے کر......"

وہ بات ادھوری چھوڑ کر دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا کر رونے لگی' بڑی بہن ریحانہ اسے سینے سے لگا کر تھپکنے لگی۔ جمشید نے غصے سے کہا "میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ میرے سوالوں کا جواب دو۔ کیا وہ پیشہ ور بدمعاش تھا؟"

وہ بولی "میں کیا جواب دوں۔ آج کل تو معمولی سڑک چھاپ بدمعاشوں کی جیبوں میں بھی بم اور پستول ہوتے ہیں۔"

جمشید نے کہا "آدمی کو اس کی گفتگو سے پہچانو۔ کیا تمہیں ٹریننگ نہیں دی گئی ہے؟"

"وہ بہت سلیقے سے بولتا تھا۔ بہت تعلیم یافتہ اور اچھے خاندان کا لگتا تھا۔ انگریزی اچھی طرح بول نہیں پاتا تھا لیکن بولنے کی کوشش کرتا تھا۔"

وہ پارس کے سلسلے میں اصل باتیں چھپارہی تھی اور الٹے سیدھے جوابات دے رہی تھی۔ ریحانہ نے کہا "جمشید بھائی کل سے پریشان ہے۔ اسے آرام سے نیند پوری کرنے دیں۔"

وہ بولا "رخسانہ سے مجھے بھی پیار ہے۔ مجھے بھی اس کی پریشانیوں کا خیال ہے لیکن یہ خیال پریشان کررہا ہے کہ وہ فرہاد کا آلۂ کار نہ ہو۔"

رخسانہ نے کہا "اگر وہ فرہاد کا آلۂ کار ہوتا تو میرے دماغ کو کمزور بنایا جاتا لیکن میں بالکل نارمل ہوں۔ معمول کے مطابق منٹ تک سانس روک سکتی ہوں۔ آپ آزمالیں۔"

"میں اپنی بہن پر اندھا اعتماد کرتا ہوں مگر ہماری بھلائی کے لئے بریدنگ بیگ سے منسلک ہوکر سانس روکو۔"

ان کی کوٹھی کے ایک کمرے میں جمنازیم کا سامان تھا۔ مشقوں سے گزرنے کے لئے ایک اسٹاپ واچ تھی جس کے ذریعے سانسیں روکنے کا صحیح وقت معلوم ہوتا تھا۔ جس طرح اسپتال میں آپریشن کے وقت مریض کی سانسوں کا اندازہ کرنے کے لئے بریدنگ بیگ ہوتا ہے ویسا ہی ایک بیگ وہاں بھی تھا۔

رخسانہ اپنی بہن اور بھائی کے ساتھ آکر بیگ کے پاس بیٹھ گئی۔ ایک آکسیجن ماسک کو اپنے منہ پر چڑھا لیا۔ اس ماسک کی نلکی بریدنگ بیگ سے منسلک تھی۔ رخسانہ کے سانس لینے سے بریدنگ بیگ پچکتا تھا اور سانس چھوڑنے سے بیگ پھول جاتا تھا۔

اگر رخسانہ فریب دینے کے لئے چپکے سے ذرا سی سانس بھی لیتی تو اس بیگ کے پھولنے اور پچکنے سے چوری پکڑی جاتی۔ جمشید نے اسٹاپ واچ لے کر کہا "سانس روکو۔"

اس نے سانس روکی۔ جمشید نے واچ کا بٹن دبایا۔ گھڑی کا کانٹا سیکنڈ کے حساب سے حرکت کرنے لگا۔ ربڑ کا بیگ پھولا ہوا بالکل ساکت تھا اور بتا رہا تھا کہ رخسانہ سانس نہیں لے رہی ہے۔ ایک ایک سیکنڈ کرکے پہلے ایک منٹ گزرا پھر دو منٹ پھر تیسرے منٹ کے ختم ہوتے ہی ربڑ کا بیگ پھولنے اور پچکنے لگا۔ وہ سانس لے رہی تھی۔

جمشید نے مطمئن ہوکر کہا "تھینکس گاڈ! تمہارے دماغ میں نہ کوئی خیال خوانی کرنے والا آیا ہے اور نہ کوئی آسکے گا۔ جاؤ آرام کرو۔"

وہ اپنی خواب گاہ میں آئی۔ پہلے اس نے غسل کیا پھر بستر پر سو گئی۔ جب میں پہنچا تو وہ گہری نیند میں تھی۔ میں نے اس کے خوابیدہ دماغ سے پوچھا "شمشاد علی اور اس کے بیٹے حماد کو جانتی ہو؟"

"اچھی طرح جانتی ہوں۔"

"اس کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟"

"اچھا خوبرو' اسمارٹ جوان ہے۔ ایسے کتنے ہی جوان میرا دل جیتنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔"

"تمہارا دل کیا کہتا ہے؟"

"ہمیں دماغ سے کام لینے کی ٹریننگ دی گئی ہے اور یہ سکھایا گیا ہے کہ کس طرح کام کے آدمیوں کو لبھانا چاہئے اور کس طرح تنہائی میں آنے سے پہلے ٹرخانا چاہئے' میں کسی کو گھاس نہیں ڈالتی۔"

میں نے کہا "سرتاج سے تمہارا عشق چھپا نہیں رہے گا۔"

"تنظیم سے تعلق رکھنے والی لڑکیوں کو اجازت ہے کہ وہ خفیہ شادیاں کرلیں۔ لیکن یونیورسٹی کے جوانوں اور سرکاری اہم افسروں کے سامنے خود کو کنواری ظاہر کریں۔ میرا سرتاج دوسرے بہروپ میں آئے گا تو میرے گھر والوں کو اور تنظیم کے چیف کو ہماری دوستی پر اعتراض نہیں ہوگا۔ وہ جانتے ہیں کہ کنواری لڑکیاں جلدی بھٹکتی ہیں اور ایک غلطی کے بعد دوسری غلطیاں کرتی جاتی ہیں۔ اس لئے انہیں جذباتی طور پر درپردہ آزاد رہنے کی اجازت ہے۔"

میں نے پوچھا "حماد تنظیم کی کون سی ذمے داریاں پوری کرتا ہے؟"

"وہ بھارتی سراغ رسانوں کی رہائش کا انتظام کرتا ہے۔ انہیں پاکستانی شہری ثابت کرنے کے لئے ان کے ڈومیسائل اور شناختی کارڈز بنواتا ہے۔ ان شعبوں کے افسران سے دوستی رکھتا ہے۔ ان کی جیبیں گرم کرتا ہے۔"

"وہ زیادہ وقت کہاں گزارتا ہے؟"

"ایسے ہی افسروں کے دفاتر یا گھروں میں جاتا رہتا ہے۔"

"ایسے افسران کے نام اور فون نمبر یاد ہوں تو بتاؤ۔"

وہ بولی "ایسے افسران سے ہمارا بھی کام نکلتا رہتا ہے۔ اس لئے ان کے نام اور فون نمبر ڈائری میں درج ہیں' مجھے یاد نہیں ہیں۔"

"ڈائری خواب گاہ میں ہے؟"

"ہاں اسی کمرے میں میز پر ہے۔"

"دو منٹ کے لئے آنکھیں کھول کر اٹھو۔ میز کے پاس جاؤ۔ ڈائری کھول کر متعلقہ افسروں کے فون نمبر پڑھو۔"

اس نے میری ہدایات کے مطابق آنکھیں کھول دیں۔ بستر سے اٹھ کر میز کے پاس آئی' ڈائری کو اٹھا کر کھولا' ان افسران کے نمبر تلاش کرتی گئی اور پڑھتی گئی۔ میں نے وہ تمام نمبر نوٹ کرلئے۔

وہ ڈائری بند کرکے میز پر سے اٹھ گئی۔ وہاں سے چلتی ہوئی پلنگ کے پاس آئی۔ دو منٹ پورے ہورہے تھے۔ اس نے بستر پر لیٹ کر آنکھیں بند کرلیں۔ پھر گہری نیند میں دوبارہ ڈوب گئی۔

میں نے اپنی جگہ حاضر ہوکر ٹیلیفون کا ریسیور اٹھایا۔ ان میں سے ایک نمبر ڈائل کیا۔ رابطہ قائم ہونے پر کسی کی آواز سن کر میں نے ریسیور رکھ دیا۔ اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ شناختی کارڈ جاری کرنے والا ایک افسر تھا۔ حماد سے اچھی خاصی رقم لے کر اس کی فرمائش کے مطابق مطلوبہ شناختی کارڈز بنا دیتا تھا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ حماد ایک گھنٹا پہلے آیا تھا۔ ایک اجنبی شخص کا ڈومیسائل حاصل کرنے گیا ہے۔

میں نے اس آفس انچارج کے نمبر ڈائل کئے جو رشوت لے کر کسی انکوائری کے بغیر ڈومیسائل بنوا دیتا تھا۔ اس طرح "را" تنظیم کے سراغ رسانوں کو پاکستانی شہریت حاصل ہوجاتی تھی۔ ان سراغ رسانوں کے لئے لاہور گیٹ وے آف پاکستان تھا۔ وہ یہاں آکر پاکستانی شہری کی حیثیت سے اپنی پوزیشن مضبوط کرتے تھے' پھر اسلام آباد کی طرف روانہ ہوجاتے تھے۔

اس آفس انچارج کے سامنے میز کے دوسری طرف حماد بیٹھا ہوا کہہ رہا تھا "مسٹر خالد! میں کام کرنے کا منہ مانگا معاوضہ دیتا ہوں۔ اِدھر زبان کھولتے ہو اُدھر ہاتھ پر رقم رکھ دیتا ہوں۔ پھر آج کل میرے کام میں دیر کیوں ہورہی ہے؟"

"حماد صاحب! یہ مجھ اکیلے کا کام ہوتا تو ڈومیسائل کے کاغذات پر فوراً ہی دستخط کرکے دے دیتا لیکن ہمارے بڑے صاحب لوگ فرہاد سے سہمے ہوئے ہیں۔ ایسے ہلاک کرتا ہے کہ قتل نہیں خودکشی کا کیس معلوم ہوتا ہے۔ ہمارے بڑے صاحب لوگ ایسی خودکشی نہیں چاہتے اس لئے اچھی طرح جانچ پڑتال کے بعد کاغذات پر دستخط کرتے ہیں تاکہ فرہاد کبھی ان کے دماغوں میں آئے تو وہ دیانت دار اور فرض شناس افسر کہلائیں۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

حماد نے کہا "انہیں سمجھاؤ' فرہاد اس شہر سے جا چکا ہے اور جب تک ہم صوبہ سرحد میں اسے نئے مسائل میں الجھاتے رہیں گے وہ ادھر واپس نہیں آسکے گا۔"

"بہتر ہے' تم دروازہ کھول کر اندر جاؤ اور بڑے صاحب سے مل لو۔ یہ فرہاد والی بات انہیں سمجھاؤ۔ میری عقل تو یہی تسلیم نہیں کرتی ہے کہ ایک آدمی دوسرے کے دماغ میں گھس جاتا ہے۔"

اس نے انٹر کام کے ذریعے اپنے افسر سے رابطہ کیا' پھر کہا۔ "سر! مسٹر حماد آپ سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔"

افسر نے کہا "یہ خالق صاحب ابھی میرے پاس سے اٹھ کر جارہے ہیں۔ ان کے بعد حماد کو بھیج دینا۔"

افسر نے انٹر کام کا بٹن آف کر کے سامنے بیٹھے ہوئے شخص سے کہا "خالق صاحب! آپ کی بھاگ دوڑ سے یہ ریوالور اور لائسنس مل گیا۔ ورنہ حکومت نے نئے لائسنس جاری کرنے پر سختی سے پابندی لگائی ہے۔"

خالق نے اٹھ کر کہا "رحمان صاحب! ہم تو آپ کے خادم ہیں۔ یہ جو قانونی پابندیاں ہوتی ہیں نا' یہ عوام کے لئے ہوتی ہیں۔ آپ جیسے خاص بندوں کے لئے یہ ریوالور کیا چیز ہے۔ حکم کریں تو توپ کا لائسنس لا کر آپ کے قدموں میں رکھ دوں۔"

اس بات پر دونوں نے قہقہہ لگا کر مصافحہ کیا۔ خالق کمرے سے باہر جانے لگا۔ رحمان صاحب نے نیا ریوالور اٹھا کر خوش ہوتے ہوئے اسے دیکھا حماد نے آکر سلام کیا۔ پھر مصافحہ کرتے ہوئے بولا۔ "رحمان صاحب! ہمیں بھی حکم دیں۔ یہ ریوالور کیا چیز ہے۔ ٹی ٹی گن لا کر دے دوں۔"

رحمان صاحب نے ناگواری سے کہا "میں نے یہ ریوالور ذاتی حفاظت کے لئے حاصل کیا ہے۔ ٹی ٹی اور کلاشنکوف تمہارے جیسے بدمعاشوں کے لئے ہوتے ہیں۔"

حماد نے غصہ برداشت کرتے ہوئے پوچھا "آپ نے کس ثبوت کی بنا پر مجھے بدمعاش کہا ہے؟ افسر کی کرسی پر بیٹھنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ سامنے والے کی عزت نہ کریں۔"

"بکواس مت کرو۔ کس لئے آئے ہو؟"

"میں نے اپنے ایک کزن کے ڈومیسائل کے کاغذات پُر کر کے آپ کے پاس پہنچائے تھے۔ ان کاغذات کے پیچھے ہزار ہزار کے پانچ نوٹ تھے۔"

"آہستہ بولو' کیا مجھے مروانا چاہتے ہو۔"

"آپ کو قانون آج تک نہ مار سکا۔ پھر کس سے ڈرتے ہیں؟ فرہاد سے؟"

"میں نے فرہاد کی بہن کے دروازے پر ٹیلی پیتھی کے ذریعے مرنے والوں کا تماشا دیکھا ہے۔ اس کے بعد خود تماشا نہیں بننا چاہتا۔"

"میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ فرہاد پشاور میں ہے اور ہم اسے ادھر آنے کا موقع نہیں دیں گے۔"

رحمان صاحب نے میری مرضی کے مطابق کہا "فرہاد ہزاروں میل دور رہ کر بھی شہ رگ کے قریب رہتا ہے۔ ابھی وہ اچانک میرے دماغ میں گھس آئے اور میری مرضی کے خلاف یوں ریوالور اٹھالے۔"

اس نے میز پر سے ریوالور اٹھالیا پھر کہا "اور یوں ریوالور کا رخ تمہاری طرف کرے۔"

اس نے ریوالور کی نال حماد کی طرف کر دی۔ پھر کہا "مسٹر حماد! تم یہی سمجھو گے کہ یہاں فرہاد نہیں ہے۔ یہ رحمان تمہیں فرہاد سے ڈرا رہا ہے لیکن جب گولی چل پڑے گی اور ایسے چل پڑے گی تو تمہیں یقین نہیں آئے گا۔"

اس نے ٹریگر کو دبا دیا۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ گولی کمال سے گزر گئی۔ حماد کراہتے ہوئے اپنا زخمی بازو تھام کر ڈگمگایا پھر سنبھل کر بولا "تم... تم نے مجھ پر گولی چلائی ہے۔ اس کا انجام جانتے ہو؟"

میں حماد کے اندر پہنچ گیا۔ وہ افسر پریشان ہو رہا تھا کہ گولی کیسے چل گئی؟ دفتر کے لوگ فائر.... کی آواز سن کر دوڑتے ہوئے آئے تھے۔ افسر نے کہا "منہ کیا دیکھتے ہو۔ جلدی جاؤ فرسٹ ایڈ باکس لاؤ۔"

پھر وہ ریوالور کو دراز میں رکھ کر حماد کے پاس آیا اور بولا "مجھے معاف کردو۔ بالکل اچانک ہی بالکل بے خیالی میں گولی چل گئی۔ میں تمہارا دشمن نہیں ہوں۔ ہم تو اچھے دوست ہیں۔ میں ابھی دستخط کر کے وہ ڈومیسائل دے دوں گا۔"

وہ بولا "کوئی بات نہیں۔ آپ میرا کام کر کے گویا زخم پر مرہم لگادیں گے۔"

ایک شخص فرسٹ ایڈ باکس لے آیا۔ زخم کی مرہم پٹی کرنے لگا۔ ایک ہیڈ کلرک نے پوچھا "سر! یہ کیسے ہو گیا؟"

حماد نے افسر کے کچھ کہنے سے پہلے وضاحت کی "بھئی کچھ نہیں ہوا ہے۔ جب میں نے بھی پہلی بار ایک پستول کو ہاتھ لگا کر دیکھا تو اندر سے خواہش ہو رہی تھی کہ اسے چلا کر دیکھوں۔ انسانی فطرت ہے' ہتھیار ہاتھ آئے یا طاقت' وہ کسی طرح بھی طاقتور ہو بے اختیار اس طاقت کو استعمال کرتا ہے۔"

افسر نے کاغذ دستخط کر کے دے دیئے۔ میں حماد کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ ابھی اسے باپ کی موت کی اطلاع ملی تھی۔ کار ایکسیڈنٹ میں اس کے جسم کے ٹکڑے ہو گئے تھے۔ ناقابل شناخت ہو گیا تھا۔ کار کے نمبروں سے سراغ لگایا جا رہا تھا وہ کار کس کی ملکیت تھی۔

حماد کے خیالات بتا رہے تھے کہ گھر میں اس کے بیڈ روم کے اندر کون سی چیز کہاں رکھی ہے۔ الماری کی چابیاں کار کے ڈیش بورڈ والے خانے میں تھیں۔ الماری کے اندر جو چھوٹا سا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

تھا' وہ مخصوص نمبروں سے کھلتا تھا۔ اس سیف میں ملکی اور غیر ملکی بینکوں ... چیک بکس' لاکرز کی چابیاں اور اہم دستاویزات تھیں۔ الماری میں ایک البم تھا۔ جس میں دوست احباب کی تصویریں تھیں۔

چونکہ یوگا کا ماہر تھا اس لئے شراب اور سگریٹ سے پرہیز کرتا تھا۔ حمیرا نامی ایک لڑکی سے دوستی تھی۔ میں نے اسے کار ڈرائیو کرکے ڈاکٹر زاہد کے گھر جانے پر مجبور کیا۔ وہاں پارس کا چہرہ تبدیل ہو چکا تھا۔ میں نے حماد کی زبان سے ڈاکٹر زاہد کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "ڈاکٹر! میں حماد کو لے آیا ہوں۔ آپ اپنے حماد سے اس کا موازنہ کرلیں۔"

پھر پارس سے کہا "اس کی بول چال کی اسٹڈی کرو۔ اور اس کے دستخط کی نقل کرو۔ میں ایک منٹ کے لئے اس کے دماغ سے جا رہا ہوں تم اسے قابو میں رکھو۔"

میں نے سلمان کے پاس آکر کہا "میرے دماغ میں آؤ۔ میں حماد نامی ایک جوان کے دماغ میں تمہیں پہنچاؤں گا۔ پارس وہاں حماد کی حیثیت سے رہنے والا ہے۔ تم اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے نافل رکھو گے۔"

میں سلمان کے ساتھ آیا۔ حماد اس وقت پارس پر حملے کر رہا تھا۔ میں نے اس کے ذریعے پارس سے کہا "میں آگیا ہوں۔ اب یہ تم سے نہیں لڑے گا۔"

اس نے کہا "آپ اسے کچھ دیر لڑنے دیں۔ میں اس کے حملہ کرنے اور لڑنے کا اسٹائل دیکھ رہا ہوں۔"

سلمان نے کہا "میں اس کے اندر رہوں گا۔ آپ اپنا کام کریں۔"

میں نے کہا "اس سے حمیرا نامی لڑکی کے نمبر ڈائل کراؤ۔"

حماد نے نمبر ڈائل کئے۔ رابطہ قائم ہوا۔ حمیرا کی آواز سنائی دی' سلمان نے حماد سے ریسیور رکھوا دیا۔ میں حمیرا کے پاس آگیا۔

حمیرا کے پاس آکر معلوم ہوا کہ وہ کیا ہے؟ آخری قیامت ہے؟ روزِ ازل سے جو عورت کی مکاریاں چلی آرہی ہیں' وہ ان کی ابتدا اور انتہا ہے۔ وہ صرف دولت چاہتی تھی اور دولت کے لئے کچھ بھی کر سکتی تھی۔

اس نے سات برس کی عمر میں اپنی ماں کو ایک دولت مند کے ہاتھوں بکتے دیکھا۔ وہ داشتہ بن کر دو بیٹیوں کی پرورش کرتی تھی۔ جب اس نے دسویں جماعت پاس کی تو ماں مر گئی۔ بڑی بہن بکنے لگی۔ ایسے حالات اسے غصہ اور جھنجلاہٹ میں مبتلا کرتے تھے اور وہ سوچتی تھی کہ کیا ہمارا پورا خاندان جسم کی قیمت لگا کر زندگی کی سانسیں خریدنے کے لئے پیدا ہوا ہے؟

اس نے آنکھ کھولتے ہی اپنے خاندان میں کوئی مرد نہیں دیکھا تھا۔ باپ مر چکا تھا کوئی بھائی نہیں تھا۔ ماں کما کر انہیں کھلاتی اور پڑھاتی تھی ماں کے بعد بڑی بہن نے اس کی تعلیم جاری رکھی۔ اس نے ماں اور بہن سے یہ بنیادی باتیں سیکھیں کہ کسی مرد پر بھروسا نہیں کرنا چاہئے۔ کسی بھی دولت مند کو ایک غریب لڑکی کے مستقبل اور اس کی عزت سے کوئی لگاؤ نہیں ہوتا۔ صرف اس کے گورے بدن سے دلچسپی ہوتی ہے۔ وہ قسموں اور وعدوں سے سبز باغ دکھاتے ہیں۔ ماں اور بہن دونوں نے کہا تھا وہ عورت قیمتی اور انمول ہوتی ہے جو اپنی جوانی کی ہوا لگنے دیتی ہے لیکن بدن کو ہاتھ لگانے نہیں دیتی۔ یہ الگ بات ہے کہ ماں اور بہن نے حالات سے مجبور ہو کر خود کو سستا کر دیا تھا۔ حمیرا نے قسم کھائی تھی کہ وہ بہت مہنگی اور ناقابلِ خرید بن کر رہے گی۔

یونیورسٹی میں اس کی دوستی شاہد زمان سے ہوئی۔ وہ اسٹوڈنٹس یونین کا جنرل سیکریٹری تھا۔ وہ تعلیم سے کم اور سیاست سے زیادہ دلچسپی رکھتا تھا۔ اسے ایک خفیہ تنظیم سے اچھی خاصی رقم ملتی تھی۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ اس تنظیم کی جڑیں "را" سے ملتی ہیں۔ اس کی مخالف یونین کا جنرل سیکریٹری ایک جوان عباس واحدی تھا۔ یونیورسٹی میں دونوں اسٹوڈنٹس یونین کا تصادم ہوتا رہتا تھا۔ لیڈر شپ میں عباس واحدی تگڑا تھا۔ آثار بتا رہے تھے کہ شاہد زمان کے طلبا ساتھی آئندہ الیکشن تک رفتہ رفتہ عباس واحدی کی طرف چلے جائیں گے۔ یہ بات اسے پریشان کر رہی تھی۔ وہ کسی بھی طرح عباس واحدی کو لیڈر شپ کی سطح سے نیچے گرانا چاہتا تھا۔

حمیرا نے پوچھا "اگر میں عباس کو بدنام کردوں اور اسے منہ دکھانے کے قابل نہ چھوڑوں تو کیا انعام دو گے؟"

"تم جو مانگو گی' وہ دوں گا۔ میں اسے ذلیل کرنے کے لئے ہزاروں روپے خرچ کر سکتا ہوں۔"

"مجھے کتنے ہزار دے سکتے ہو؟"

"پورے دس ہزار دوں گا۔"

"میں اسے منہ دکھانے کے قابل نہیں چھوڑوں گی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے ساتھ میں بھی منہ دکھانے کے قابل نہیں رہوں گی۔ اتنی بڑی قربانی مول لینے کا معاوضہ صرف دس ہزار؟"

"بے شک یہ تمہاری عزت کا معاملہ ہے۔ میں پچیس ہزار دوں گا۔"

"تم اتنی بڑی بڑی رقمیں کہاں سے لاتے ہو؟"

"میرا باپ بہت دولت مند ہے۔ تم میری دولت کا حساب نہ کرو۔ اپنے فائدے پر نظر رکھو۔"

"تمہارا کام کرنے میں فائدے سے زیادہ نقصان ہے۔ تم رقم اور بڑھاؤ' جو کہتی ہوں وہ کرتے جاؤ تو عباس واحدی کو یونیورسٹی سے نکلوا دوں گی۔"

وہ خوش ہو کر بولا "تم اسے یونیورسٹی سے نکلوا دو تو میں تم پر قربان ہو جاؤں گا۔ چالیس ہزار دوں گا۔"

"کل بیس ہزار سے بینک میں میرا اکاؤنٹ کھلوا دو۔ مجھے بینک میں ایک لاکر بھی چاہئے۔"

دوسرے دن بینک میں اس کا اکاؤنٹ کھل گیا۔ ایک لاکر بھی حاصل ہو گیا۔ وہ اپنے گریبان میں ایک چھوٹا سا پاکٹ کیسٹ ریکارڈر چھپا کر رکھتی تھی اس سے دو فائدے حاصل کرتی تھی۔ ایک تو کلاس پروفیسروں کے لیکچر ریکارڈ ہو جاتے تھے۔ جنہیں گھر میں بیٹھ کر سکون سے سنتی تھی' لکھتی تھی اور یاد کرتی تھی۔ دوسرے اس نے دیکھا تھا کہ لوگ اپنی زبان سے کہی ہوئی باتوں سے مکر جاتے ہیں اس کی ماں اور بہن سے وعدہ کرنے والے وعدے بھولتے رہے تھے۔ یہ سبق اس نے حاصل کیا تھا اس لئے جو اس سے لگاوٹ کی باتیں کرتا تھا۔ وہ باتیں اس کے گریبان کے اندر ریکارڈ ہو جاتی تھیں۔

اس کے چاہنے والوں میں عباس واحدی بھی تھا۔ اگرچہ سنجیدہ اور ذہین طالب علم تھا لیکن آدم کا بیٹا تھا۔ سینے میں دل اور دل میں کسی کو چاہنے اور کسی سے چاہے جانے کی آرزو رکھتا تھا۔ اور یہ آرزو حمیرا سے پوری کرنا چاہتا تھا۔ حمیرا کے پاس جو کیسٹ تھے ان میں عباس واحدی کے بے شمار محبت بھرے مکالمے ریکارڈ ہو چکے تھے۔

ایک دن اس نے دل سے مجبور ہو کر کہا "حمیرا! میں تم سے تنہائی میں ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ بولی "تنہائی میں ملنے والی لڑکی بدنام ہو جاتی ہے۔"

"میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ تمہیں بدنام نہیں ہونے دوں گا۔ کل ایک بجے کلاس ختم ہو جائے گی۔ اس کے بعد لیبارٹری خالی رہتی ہے۔ میں ایک بجے کے بعد وہاں تمہارا انتظار کروں گا۔"

"وعدہ کرو۔ مجھے ہاتھ نہیں لگاؤ گے تو آؤں گی۔"

"ٹھیک ہے' دل پر جبر کروں گا اور تمہیں ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔"

اسی شام حمیرا نے شاہد زمان سے ملاقات کی۔ اسے ٹیپ ریکارڈر کے ذریعے عباس واحدی کی باتیں سنائیں۔ وہ خوش ہو کر بولا "کل تم اس سے لیبارٹری میں ملنے جاؤ گی؟"

"ہاں جب لیبارٹری کے اندر چلی جاؤں تو ٹھیک پندرہ منٹ کے بعد تم دو ایک پروفیسروں اور چند طلبا و طالبات کو لے کر چلے آنا۔ میں ایسا ڈراما کروں گی کہ اسی دن یونیورسٹی سے عباس واحدی کی چھٹی ہو جائے گی۔"

"میری جان! تم تو کمال کر رہی ہو۔"

"کمال دکھانے کی قیمت ہوتی ہے۔ کل صبح دس بجے تک میرے اکاؤنٹ میں پچاس ہزار جمع کردو۔"

"کیا!" وہ چونک کر بولا "چالیس میں بات طے ہوئی تھی' بیس ہزار دے چکا ہوں۔ بیس اور دوں گا۔ تم پچاس کا مطالبہ کرکے پورے ستر ہزار وصول کرنا چاہتی ہو۔"

"میں چالیس ہزار عباس واحدی کے سلسلے میں لے رہی ہوں اور تیس ہزار تمہیں بدنامی سے بچانے کے لئے مانگ رہی ہوں۔"

"کیسی بدنامی؟"

حمیرا نے ریکارڈر سے پہلا کیسٹ نکال کر دوسرا کیسٹ لگایا پھر اسے آن کرکے سنایا۔ اس میں وہ باتیں ریکارڈ کی ہوئی تھیں جو شاہد زمان اپنے مخالف عباس کے متعلق کہتا رہا تھا۔ پھر وہ معاملات بھی تھے جو اس نے حمیرا سے چالیس ہزار میں طے کئے تھے۔ وہ کیسٹ سننے کے بعد شاہد کو بھی یونیورسٹی سے نکالا جا سکتا تھا۔ اگر وہ اپنے ذرائع استعمال کرکے وہاں رہ بھی جاتا تو یونین کا لیڈر نہ رہتا۔ طلبا اور طالبات ایسے طالب علم کو کوئی عہدہ نہ دیتے جو کسی پر کیچڑ اچھالنے اور کسی کو یونیورسٹی سے نکالنے کے لئے پانی کی طرح رقم خرچ کرتا ہے۔

اس نے حمیرا سے ریکارڈر چھین کر کہا "تم مجھے بلیک میل کرو گی؟ تم ہو کیا چیز؟ میں ایک چٹکی میں تمہیں چیونٹی کی طرح مسل دوں گا۔"

"تم نہ بھی کہو تو میں سمجھتی ہوں کہ ایک کمزور لڑکی ہوں' کوئی بھی مرد مجھے چٹکی میں مسل سکتا ہے۔ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ تم اپنے لباس میں پستول چھپا کر رکھتے ہو۔ چھپ کر مجھے قتل کر سکتے ہو۔"

"بے شک کسی کو پتا بھی نہیں چلے گا کہ کس نے تمہیں حرام موت مارا ہے۔ یہ تمہارا کیسٹ اور ریکارڈر اب میرے پاس رہے

آنکھیں بڑی نعمت ہیں

* کیا آپ کی آنکھیں کمزور ہیں۔
* کیا آپ کی آنکھیں بھینگی ہیں۔
* کیا آپ چشمہ لگاتے ہیں۔
* یا آنکھوں کے کسی مرض کا شکار ہیں؟

تو کتاب

کم نظری اور اس کا سدِ باب

قیمت ۱۵ روپے۔ ڈاک خرچ ۱۰ روپے

آپ کو بتائے گی کہ

عینک سے چھٹکارا کس طرح حاصل کیا جا سکتا ہے۔ بغیر دواؤں کے اپنی آنکھیں کس طرح صحت مند بنائی جا سکتی ہیں۔ اگر آپ کی آنکھیں صحت مند ہیں تو انہیں ہمیشہ کس طرح صحت مند رکھا جا سکتا ہے

ہر شخص کے لئے یکساں طور پر مفید کتاب

مکتبہ نفسیات پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

گا۔"

"میں نے ایک تحریر اپنے لاکر میں رکھی ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ میرے قتل یا حادثاتی موت کی ذمے داری شاہد زمان پر ہوگی۔ وہ مجھے بھاری معاوضہ دے کر غیر قانونی کام کراتا ہے۔ لاکر میں جو کیسٹ رکھے ہوئے ہیں۔ انہیں سن کر یقین ہوجائے گا کہ یونیورسٹی کے ایک جوان کو صرف بدنام کرنے کے لئے وہ چالیس ہزار کی خطیر رقم ادا کرتا ہے۔"

وہ غصے سے بولا "اچھا تو تم نے اسی لئے لاکر حاصل کیا تھا اور ان کیسٹوں کی نقلیں لاکر میں ہیں۔"

"نقل تو تمہارے ہاتھوں میں ہیں۔ لاکر میں اصل ہیں۔"

"تمہیں یہ سمجھ ہے کہ خطرات سے کھیل رہی ہو؟"

"میں کمزور عورتوں کی طرح عزت بیچ کر نہیں' خطرات سے کھیل کر مرنا چاہتی ہوں۔ اچھی طرح سوچ لو' مجھے قتل کرو گے یا کل صبح دس بجے بینک میں ملوگے۔"

وہ غصے سے پاؤں پٹختا ہوا چلا گیا۔ دوسری صبح وہ بینک میں پہنچی تو وہاں رخسانہ تھی۔ مسکرا کر حمیرا سے مصافحہ کرتی ہوئی بولی "تم نے شاہد کی چھٹی کرادی لیکن میں تمہارے پچاس ہزار لائی ہوں اور یہ تمہارا ریکارڈر بھی' اسے شاہد چھین کرلے گیا تھا۔"

حمیرا نے کہا "تم شاہد کی اسٹوڈنٹس یونین کی سیکریٹری ہو' کیا اس کی طرف سے یہ رقم لائی ہو؟"

"ابھی کوئی سوال نہ کرو۔ یہ رقم اپنے اکاؤنٹ میں جمع کراؤ اور آج عباس واحدی کا ڈراپ سین کردو۔ اس کے بعد میں تمہیں ایسا کام دوں گی جس کا معاوضہ ایک لاکھ سے کم نہیں ہوگا۔"

اس نے رقم جمع کرادی۔ رخسانہ کے ساتھ یونیورسٹی آئی' ایک بجے عباس واحدی لیبارٹری میں اس کا انتظار کررہا تھا۔ اسے دیکھ کر بولا "پتا نہیں تم میں کیا بات ہے۔ دن رات تمہارے بارے میں سوچتا ہوں۔"

وہ بولی "جب لڑکی سامنے ہو اور کوئی تیسرا نہ ہو تو سوچنا نہیں چاہئے۔ تم سوچنے کے علاوہ بھی کچھ کرسکتے ہو۔"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا "میں نہیں سمجھا۔"

"میں سمجھاتی ہوں۔ میری ایک نفسیاتی کمزوری ہے۔ میری یہ شدید خواہش ہے کہ میرے پاس آنے والا درندہ بن جائے اور میرے کپڑے پھاڑ ڈالے۔"

"یہ..... یہ کیسی باتیں کررہی ہو؟"

"دیکھو ایسے" حمیرا نے اپنی ایک آستین پھاڑ ڈالی۔ پھر پوچھا "کیا یہ دوپٹہ پھاڑ سکتے ہو۔ اسے لو' پھاڑو....."

وہ ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔ وہ اپنے دوپٹے کو پھاڑتے ہوئے بولی "خبردار! مجھے ہاتھ نہ لگانا۔"

پھر اس کا گریبان پکڑ کر چیخنے لگی "چھوڑو' مجھے چھوڑدو۔ کمینے' شیطان! کیا تو نے اسی لئے یہاں بلایا تھا۔"

بہت سے قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔ پھر دروازہ کھل گیا۔ وہ "بچاؤ بچاؤ" کہتی اور دوڑتی ہوئی آکر ایک پروفیسر کے قدموں میں گر پڑی۔ کتنے ہی طلبا وطالبات وہاں موجود تھے۔ دوسرے پروفیسر نے کہا "عباس! ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے' تمہارے جیسا ذہین اسٹوڈنٹ ایسی گری ہوئی حرکت کرے گا۔ آفس میں آؤ۔"

تمام طلبا اور طالبات عباس واحدی کے خلاف نعرے لگارہے تھے۔ ایک گھنٹے بعد عباس واحدی کو پرنسپل کی طرف سے ایک کاغذ ملا جس پر لکھا تھا کہ اس کی بدچلنی کے باعث یونیورسٹی سے نکالا جارہا ہے۔ اس کی ایک نقل وزارتِ تعلیم کو بھیجی جارہی ہے اور درخواست کی جارہی ہے کہ ایک سال تک عباس واحدی کو ملک کی کسی یونیورسٹی اور کالج وغیرہ میں داخلہ نہ ملے۔"

عباس نے وہ کاغذ لے کر بڑے دکھ سے حمیرا کو دیکھا۔ حمیرا نے منہ پھیرلیا۔ رخسانہ کے ساتھ اس کی کار میں آکر بیٹھ گئی۔ رخسانہ نے کہا "آج تم نے کمال کردیا ہے۔ عباس واحدی ہمارے راستے کا بہت بڑا پتھر تھا۔ کیا تم ہمارے لئے کام کروگی؟"

"تم نے کہا تھا کسی کام کے لئے ایک لاکھ روپے مل سکتے ہیں۔ اگر یہ معاوضہ ہے تو ضرور کروں گی۔"

"کیا تم ایک شخص کی بہن اور ایک ماں کی بیٹی بن کررہ سکتی ہو؟"

"وہ شخص کون ہے؟"

"تمہیں رفتہ رفتہ سب معلوم ہوجائے گا۔ اس کام کے لئے تمہیں اپنے گھر سے رابطہ ختم کرنا ہوگا۔ تم کسی رشتے دار سے نہیں ملوگی۔ انہیں دور سے دیکھ کر کترا جاؤگی۔"

"میری ایک ہی بہن ہے۔ میں اسے سمجھادوں گی تو وہ مجھ سے نہیں ملے گی لیکن یہ سلسلہ کب تک رہے گا؟"

"سال دو سال تک رہے گا۔ اگر تمہاری کارکردگی بہتر رہی تو یہ سلسلہ طویل ہوتا جائے گا۔"

"یہ تو کوئی بہت بڑا کام نہیں ہے۔"

"تم نے جس چالاکی سے عباس واحدی کو یونیورسٹی سے نکلوایا اور ہماری یونین کے لئے میدان ہموار کیا پھر بیک وقت شاہد زمان کو بلیک میل کیا۔ تمہارا یہ طریقہ کار اور مکاریاں ہمارے باس کو بہت پسند آئی ہیں۔"

"باس؟"

"ابھی تم نے ریکارڈر اپنے گریبان میں نہیں چھپایا ہے۔ میری آواز ریکارڈ نہیں ہورہی ہے اس لئے تمہیں راز کی بات بتارہی ہوں۔ میرا تعلق ایک ایسی تنظیم سے ہے جو موجودہ حکومت کے خلاف سرگرم رہتی ہے۔ کیا تم ایسی سرگرمی میں حصہ لوگی؟"

"میں دولت مند بننے کے لئے سب کچھ کرسکتی ہوں۔ صرف عزت کو داؤ پر نہیں لگاؤں گی۔"

"جو شخص بھائی بن کر رہے گا وہ تمہیں بہن بنا کر اعلیٰ سرکاری افسران اور عہدے داران سے ملایا کرے گا۔ جس عہدے دار سے کوئی سرکاری راز اگلوانا ہو' اس سے تم فلرٹ کروگی۔ اس کے ساتھ تنہائی میں وقت بھی گزارا کروگی۔"

"میں کہہ چکی ہوں' عزت نہیں دوں گی۔"

"تمہاری عزت محفوظ رہا کرے گی۔"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تنہائی میں کوئی مرد ہمارے ساتھ تسبیح نہیں پڑھتا۔"

"تمہارے پاس ایک ایسی دوا رہا کرے گی۔ جس کا ایک قطرہ چائے' ٹھنڈی بوتل یا شراب میں ملاؤگی تو پینے والے کو کچھ محسوس نہیں ہوگا وہ بالکل نارمل رہے گا۔ تمہاری خواہش کرتا رہے گا۔ تمہیں ہاتھ لگاتا رہے گا لیکن تمہارا کچھ بگاڑ نہیں سکے گا۔ اس کی مردانگی عارضی طور پر ہاتھی کے دانت کی طرح ہوگی جو دکھانے کے لئے ہوتے ہیں کھانے کے لئے نہیں ہوتے۔"

وہ راضی ہوگئی۔ ایک جوان شخص اور ایک ادھیڑ عمر کی عورت کے ساتھ شاندار کوٹھی میں رہنے لگی۔ ابتدا میں اسے یہ نہیں بتایا گیا کہ جس بھائی اور ماں کے ساتھ رہتی ہے' وہ دونوں بھارتی جاسوس ہیں۔ جب وہ ذہانت بھری مکاریوں سے یہاں کے اعلیٰ عہدے داروں کو پھانسنے اور اپنے حسن وشباب کے جلووں سے دیوانہ بنا کر اہم سرکاری راز معلوم کرنے لگی تو تنظیم کے سربراہ نے اسے اپنا رازدار بنالیا۔ وہ قابلِ اعتماد کارکن بنالی گئی۔

اس تنظیم میں رہ کر اس کی ملاقات حماد سے ہوئی۔ یہ ملاقات دوستی میں اور دوستی محبت میں بدلنے لگی لیکن اس نے حماد کو تنہائی میں بھی ہاتھ پکڑنے کی اجازت نہیں دی۔ وہ جتنا فاصلہ رکھتی تھی' وہ اتنا ہی اس کے لئے تڑپتا تھا۔ آخر اس نے کہا "مجھ سے شادی کرلو۔"

اس نے پوچھا "مجھ سے شادی کیوں کرنا چاہتے ہو؟"

"میں تم سے محبت کرتا ہوں۔"

"محبت کیوں کرتے ہو؟"

"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔ تم مجھے اچھی لگتی ہو۔"

"میں اچھی کیوں لگتی ہوں؟"

"تم بے تکے سوالوں سے چڑا رہی ہو۔"

"یہ بے تکے سوالات نہیں ہیں۔ میں سمجھنا چاہتی ہوں کیوں کہ کتنے ہی عاشقوں نے مجھے شادی کی آفر دی لیکن کسی نے میری ماں سے اور میری بہن سے شادی نہیں کی۔ انہیں داشتہ بنا کر رکھا گیا۔ ان سے ناانصافی کیوں کی گئی؟"

"میں نہیں جانتا کیوں انصاف نہیں کیا گیا۔ میں تو انصافاً تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔"

"یہی تو میں پوچھتی ہوں کہ شادی کیوں کرنا چاہتے ہو؟"

"تم حسین ہو' جوان ہو اور پرکشش ہو۔"

"بے شمار لڑکیاں حسین' جوان اور پرکشش ہوتی ہیں۔"

"بے شمار حسیناؤں میں کوئی ایک دل میں سماتی ہے۔"

"میں یہی جواب چاہتی ہوں کہ تمہارے دل میں کیوں سمارہی ہوں؟"

وہ جھنجلا کر بولا "میں اپنا سر پھوڑ لوں گا۔"

"تمہارا سر ہے' تمہاری مرضی ہے۔ میں کیا کہہ سکتی ہوں۔"

"کیا تم کبھی شادی نہیں کروگی؟"

"میرے سوالوں کا جواب مل جائے گا تو ضرور کروں گی۔"

"میں دعوے سے کہتا ہوں دنیا کا کوئی شخص تمہارے بے تکے سوالوں کے جواب نہیں دے پائے گا۔"

"جو شخص صحیح معنوں میں عورت کو اپنا بنانا چاہتا ہے۔ اس کے پاس عورت کے ہر سوال کا جواب ہوتا ہے۔"

دراصل ماں اور بہن کے ساتھ جو زیادتی ہوئی تھی۔ اس نے حمیرا کو سراپا انتقام بنادیا تھا۔ وہ پاس آنے والے مردوں کو ٹھکرا کر دلی تسکین حاصل کرتی تھی۔ اس نے سوچا تھا کبھی شادی کرے گی تو ایسے مرد سے جو اس سے کمتر ہو اور اس کا محتاج رہے تاکہ کبھی اسے چھوڑ کر کوئی داشتہ نہ رکھے۔

میں نے حمیرا کے ذریعے چند غیر ملکی سراغ رسانوں کے نام اور پتے معلوم کئے۔ پھر حماد کے پاس آگیا۔ پارس اس کی آواز اور لہجے میں بول رہا تھا اس کے دستخط کی نقل کررہا تھا۔ پھر اس نے ڈاکٹر زاہد کا شکریہ ادا کرکے رخصتی مصافحہ کیا۔ اس کے بعد حماد کے ساتھ اس کی کار میں آکر بیٹھ گیا۔ اسے ڈرائیو کرتا ہوا ایک دکان کے سامنے آیا۔ وہاں سے تیزاب کی بوتل خریدی۔ پھر کار میں آکر اسے ڈرائیو کرتا ہوا شہری آبادی سے بہت دور نکل آیا۔

میں نے حماد کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اس نے پارس کو دیکھ کر کہا "تم۔ میرے ہم شکل بن گئے ہو۔ وہاں کسی کوٹھی کے اندر مجھ سے لڑرہے تھے اور یہ۔ یہ مجھے کہاں لے جارہے ہو؟ میرے دماغ میں کون ہے؟"

پارس نے کہا "تمہارے دماغ میں ملک دشمنی ہے۔ حساب کرو' آج تک کتنے جاسوس یہاں لاچکے ہو۔ کتنے چھوٹے بڑے ملکی راز غیر ملکیوں تک پہنچاچکے ہو۔ تم اس زمین کو پرائی بنانے کی کوشش کرتے رہے لیکن یہ زمین تمہیں پرایا نہیں رہنے دے گی۔ تمہیں ایک قبر کی صورت میں اپنے اندر سمیٹ لے گی۔"

میں نے اس کی زبان سے کہا "دیر کرنا مناسب نہیں ہے۔ میں اسے ختم کرتا ہوں تم اسے ناقابلِ شناخت بنادو۔"

میں اسے گاڑی سے باہر لاکر آہستہ آہستہ دوڑانے لگا۔ پارس نے کار اسٹارٹ کرکے تیزی سے ڈرائیو کرتے ہوئے اسے ٹکر ماری۔ وہ دور جاکر گرا۔ اس نے کار موڑ کر پھر ڈرائیو کرتے ہوئے اسے کچلتے ہوئے گزر گیا۔ ایسا دوبار کیا۔ میں نے کہا "وہ ختم ہوچکا ہے۔"

پارس نے کار سے اتر کر اس کے کپڑے اتارے۔ ان کپڑوں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

میں آگ لگائی۔ پھر اس کے چہرے اور ہاتھوں کی انگلیوں پر تیزاب ڈال دیا تاکہ کوئی اسے چہرے اور... انگلیوں کے نشانات سے بھی نہ پہچان سکے۔ کپڑے جل کر راکھ ہوگئے تھے وہ کار میں بیٹھ کر واپس ہوگیا۔

میں نے اب تک درجنوں ملک دشمن عناصر کے نام اور پتے معلوم کرلئے تھے لیکن ان میں سے صرف شمشاد اور حماد کو موت کی سزا دی تھی۔ ان میں سے صرف شمشاد کی حادثاتی موت ظاہر ہوئی تھی۔ حماد کا عبرت ناک انجام چھپ گیا تھا۔ کیونکہ پارس وہاں حماد بن کر پہنچ گیا تھا۔

اگر میں ہر دشمن کو موت کی سزا دیتا تو خفیہ تنظیم کا سربراہ چوکنا ہوجاتا۔ یہ سمجھ لیتا کہ میں یوگا کے ماہرین کی فولادی دیواریں توڑتا ہوا اس تنظیم کے بہت اندر تک پہنچ گیا ہوں۔ وہ اپنے بچاؤ کے لئے زوپوش ہوکر اور زیادہ محفوظ اور پُراسرار بن جاتا۔

اس لئے میں یوگا کے ماہر سربراہ ابوداؤد کی شہ رگ تک پہنچنے کی خاطر چپ چاپ اقدامات کررہا تھا اور ہاتھ آئے ہوئے دشمنوں کو فی الحال زندہ رہنے کا موقع دے رہا تھا۔

پارس حماد کے گھر پہنچا تو پہلے ہی باپ کی لاش وہاں پہنچ گئی تھی۔ دوست احباب افسوس کرنے اور آخری رسومات میں شریک ہونے آرہے تھے۔ ریحانہ اور رانا جمشید بھی آئے تھے۔ لیکن رخسانہ نہیں آئی۔ پارس نے شام کو پرل کان کے سوئمنگ پول کے پاس ملنے کا وعدہ کیا تھا۔ ریحانہ نے اس سے کہا تھا کہ تنظیم کے دستور کے مطابق اسے حماد کے دکھ درد میں شریک ہونا چاہئے اور رخسانہ نے کہا تھا' وہ ایک گھنٹے بعد پرسے کے لئے آجائے گی۔

پارس نے ریحانہ سے پوچھا "رخسانہ نہیں آئی؟"

اس نے جواب دیا "وہ ابھی آجائے گی۔"

وہ سمجھ گیا جب تک وہ اپنے سرتاج سے نہیں ملے گی۔ وہیں سوئمنگ پول پر انتظار کرتی رہے گی۔ اس نے کمرے میں آکر رخسانہ کے موبائل فون کے نمبر ڈائل کئے۔ رابطہ ہونے پر کہا۔

"ہیلو رخسانہ میں سرتاج بول رہا ہوں۔"

اس نے پوچھا "تم کہاں ہو؟ میں انتظار کررہی ہوں۔"

"میں حماد کے گھر میں ہوں۔ اس کا باپ ایک حادثے میں ہلاک ہوگیا ہے۔"

"میں جانتی ہوں۔ مجھے وہاں جانا چاہئے تھا لیکن میں تمہاری محبت میں ادھر دوڑی چلی آئی۔"

"اب ادھر دوڑی چلی آؤ۔"

"ابھی آرہی ہوں۔"

وہ وہاں سے کار ڈرائیو کرتی ہوئی حماد کی کوٹھی میں آئی۔ تمام مرد حضرات قبرستان گئے ہوئے تھے۔ ریحانہ نے کہا "اب آئی ہو' پتا نہیں حماد اور جمشید بھائی کتنی دیر میں آئیں گے۔ میں جارہی ہوں تم بھی چلو۔"

وہ بھلا کیسے جاسکتی تھی۔ وہاں یار کا دیدار ہونے والا تھا۔ اس نے کہا "یہاں آئی ہوں تو حماد سے مل کر افسوس کرکے جاؤں گی۔"

ادھر پارس مشکل میں پڑگیا تھا۔ شمشاد کی موت پر اتنے دوست احباب چلے آئے تھے جنہیں پہچاننا ممکن نہیں تھا۔ وہ کئی ناموں سے واقف تھا لیکن ان نام والوں کے چہرے نہیں پہچانتا تھا۔ پُرسا دینے والوں کے جواب میں ہوں ہاں کہہ کر ٹال رہا تھا۔

وہ قبرستان پہنچ کر وہاں کے منشی کے کمرے میں آیا۔ اسے تدفین کی مقررہ رقم سے دوسو روپے زیادہ دے کر بولا "آپ پانچ منٹ کے لئے باہر جائیں۔ میں فون پر ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ دوسو لے کر خاموش ہوگیا۔ باہر چلا گیا' پارس نے حماد کے موبائل فون کے ذریعے رابطہ کیا' پھر کہا "رخسانہ! میں تمہیں پہلے سے بتادوں کہ آج سے حماد کے بہروپ میں ہوں۔"

"کیا واقعی! حماد کہاں ہے؟"

"ابھی کوئی سوال نہ کرو۔ ملاقات ہوگی تو اطمینان سے بتاؤں گا اور ثبوت کے طور پر تمہاری انگوٹھی بھی دکھاؤں گا۔ فی الحال میری ایک مشکل آسان کرو۔"

"بولو کیا بات ہے؟"

"میں حماد کے کسی دوست اور رشتے دار کو نہیں جانتا ہوں۔ تم ہر ایک سے واقف ہو۔ جیسے ہی میں واپس آؤں تم میرے ساتھ لگی رہنا اور چپکے چپکے ہر ایک کے متعلق بتاتی رہنا۔"

ایسا بھی ہوسکتا تھا کہ جو بھی پارس کے پاس پرسے کے لئے آتا میں اس کے دماغ میں پہنچ کر اُس کا نام' اس کی دوستی یا رشتے کو پہچان کر پارس کو اس کے متعلق بتادیتا لیکن وہاں کئی یوگا کے ماہر تھے۔ ان کے پاس پہنچتے ہی وہ سانس روک لیتے پھر یہ بات کھل جاتی کہ فرہاد ان کے دماغوں میں پہنچنے کی کوششیں کررہا ہے۔

ایک اور راستہ تھا۔ میں حمیرا کے دماغ میں رہ کر پارس کو گائیڈ کرسکتا تھا۔ یہ سوچ کر میں نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے پاس آیا۔ وہ ریسیور کان سے لگائے سن رہی تھی۔ کوئی فون پر پوچھ رہا تھا۔ "تم حماد کے غم میں شریک ہونے نہیں گئیں؟"

وہ بولی "میں جاؤں یا نہ جاؤں' تم کسی نہ کسی بہانے سے فون ضرور کرتے ہو۔"

"میں اپنی ضد سے مجبور ہوں۔ دنیا کی ہر وہ چیز جو انمول ہو اسے ضرور حاصل کرتا ہوں۔"

"اور میں کہہ چکی ہوں' مجھے کبھی حاصل نہیں کرسکو گے۔"

"تمہیں یہ پتا نہیں ہے کہ ضدی عورت زبردست کے آگے ہار جاتی ہے۔"

"تم مرد لوگ اتنا ہی جانتے کہ عورت ایک دلچسپ کھلونا ہے اس سے جی بھر کے کھیلو۔ اگر کھیلنے کو نہ ملے تو اسے توڑ دو لیکن میں ٹوٹنے والی چیز نہیں ہوں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "میں تمہارے حفاظتی انتظامات کو جانتا ہوں۔ تم ایک اجنبی شخص کو بھائی اور ایک اجنبی عورت کو ماں بنا کر رہتی ہو۔ اس کے علاوہ تم نے ایک کوٹھی خریدی ہے۔ جہاں تنہا وقت گزارتی ہو۔ اپنی ذاتی کوٹھی کا پتا اور فون نمبر کسی کو نہیں بتاتی ہو۔ مگر دیکھ لو میں تمہارے اسی پرائیویٹ فون پر بول رہا ہوں۔"

"مانتی ہوں کہ تم میری ٹوہ میں لگے رہتے ہو۔ فون تک پہنچے ہو تو کسی دن کوٹھی کے اندر بھی آجاؤ گے۔"

"کسی دن نہیں' آج ہی رات کو آؤں گا۔ ابھی سات بج رہے ہیں۔ ٹھیک پانچ گھنٹے بعد آدھی رات کو تمہاری سانسوں کے قریب رہوں گا۔"

"تم کوٹھی میں داخل نہیں ہوسکو گے۔"

"جانتا ہوں۔ تمہارے تین مسلح باڈی گارڈز ہیں مگر اب وہ میرے زر خرید ہیں۔ میں تمہیں خرید نہ سکا لیکن تمہارے محافظوں کو خرید چکا ہوں۔"

"یہ نہیں ہوسکتا۔"

"دنیا میں سب ہوجاتا ہے۔ اس فون کا رابطہ ختم ہوتے ہی اس کے تار کاٹ دیے جائیں گے۔ تم کوٹھی سے باہر نہیں جاسکو گی۔ کسی کو مدد کے لئے نہیں بلا سکو گی اور تمہارا کوئی شناسا اس نئی کوٹھی کا پتا نہیں جانتا ہے۔"

"تم یہاں آؤ گے تو پچھتاؤ گے۔"

"تمہاری کوئی دھمکی اور کوئی دوا اثر نہیں کرے گی۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تم ایک دوا کے اثر سے اپنے قریب آنے والوں کو ناکارہ بنا دیتی ہو۔ میں وہاں پہنچ کر ایک گلاس پانی بھی نہیں پیوں گا۔"

اس نے ہنستے ہنستے رابطہ ختم کردیا۔ وہ حیران پریشان ہوکر سوچ رہی تھی۔ یہ اچانک کیا ہوگیا ہے؟ کیا واقعی وہ اپنی ذاتی کوٹھی میں قید ہوکر رہ گئی ہے؟

اس نے ریسیور رکھ کر کال بیل کا بٹن دبایا۔ ایک مسلح باڈی گارڈ اندر آکر اُس کے سامنے ادب سے کھڑا ہوگیا۔ اس نے پوچھا۔ "تم نے کوٹھی کے آس پاس کسی اجنبی کو بار بار دیکھا ہے؟ کسی پر تمہیں شبہ ہے؟"

"نہیں میڈم۔"

"کیا تمہاری وفاداری کوئی خرید سکتا ہے؟"

"جی ہاں میڈم! آج سے ہم تینوں باڈی گارڈز کسی اور کے وفادار ہیں۔"

"کیا بکتے ہو؟"

"عرض کرتا ہوں' یہ بکواس نہیں ہے۔"

وہ پریشان ہوکر بولی "کیا واقعی نمک حرامی کررہے ہو؟"

وہ سر اٹھائے' سینہ تانے فوجی انداز میں ادب سے کھڑا رہا۔

وہ بولی "وہ تمہیں خریدنے والا کون ہے؟"

"ہم میں سے کوئی نہیں جانتا میڈم!"

"تم تینوں نے اس سے جتنی رقم لی ہے۔ میں اس کا دوگنا دوں گی۔"

"سوری میڈم!" وہ اباؤٹ ٹرن ہوگیا۔ فوجی انداز میں چلتا ہوا باہر گیا۔ دروازہ بند ہوگیا۔ وہ دوڑتی ہوئی آئی۔ دروازے کو کھولنے کی کوشش کی۔ وہ باہر سے بند کردیا گیا تھا۔

پھر وہ تیزی سے چلتی ہوئی دوسرے تیسرے دروازوں پر آئی۔ باہر کی طرف کھلنے والے تمام دروازے مقفل ہوگئے تھے۔ وہ ڈرائنگ روم میں واپس آئی۔ ریسیور کو اٹھا کر نمبر ڈائل کرنا چاہا۔ پتا چلا فون مردہ ہوچکا ہے۔ اس کے تار کاٹ دیے گئے تھے۔

اس نے دوڑ کر دروازے پر ہاتھ مارتے ہوئے ایک چیخ ماری۔ "بچاؤ' مجھے بچاؤ۔"

اس کے ساتھ ہی اونچی آواز میں پاپ میوزک گونجنے لگی۔ کوٹھی کے چاروں طرف بڑے بڑے ڈیک سے موسیقی شور مچا رہی تھی۔ وہ لاؤڈ اسپیکر کی آواز سے زیادہ نہیں چیخ سکتی تھی۔ اس کی چیخ پکار نقار خانہ میں طوطی کی آواز کی طرح ڈوب کر رہ گئی تھی۔

آخر وہ تھک ہار کر ایک صوفے پر گر پڑی۔ اس کی خاموشی کے ساتھ پاپ میوزک بھی خاموش ہوگیا۔ دوسرے باڈی گارڈ نے اندر آکر کہا "ہم اس علاقے میں بار بار ریکارڈنگ کا شور برپا نہیں کریں گے۔ آپ سے درخواست ہے کہ خاموش رہیں۔ ورنہ ہم انجکشن کے ذریعے آپ کو اتنا کمزور بنا دیں گے کہ پھر منہ سے آواز نہیں نکال سکیں گی۔"

وہ دھمکی دے کر باہر چلا گیا۔ حمیرا صوفے پر پڑی ہوئی ایک سمت خلا میں تک رہی تھی اور سوچ رہی تھی "کیا مجھ پر بھی وہی وقت آرہا ہے جو میری ماں اور بہن پر آیا تھا؟ وہ دونوں کمزور تھیں' میں نے شہ زور بننے کے لئے مکاریاں کیں۔ زیادہ سے زیادہ دولت حاصل کی کیونکہ دولت مند عورت کو کوئی آسانی سے ہاتھ نہیں لگاتا۔ میں نے بدمعاشوں سے محفوظ رہنے کے لئے تین مسلح باڈی گارڈز رکھے۔ اپنی اس کوٹھی کو قلعہ بنالیا۔"

پھر وہ سرد آہ بھر کر بولی "آہ! میں یہ بھول گئی تھی کہ یہ باڈی گارڈز بھی مرد ہیں۔ یہ نمک حرام میرا نہیں کسی مرد ہی کا ساتھ دے رہے ہیں۔ میں کیا کروں؟ آخر وہ کون ہے جس نے مجھے چاروں طرف سے جکڑ لیا ہے؟"

میں بھی اسی سوال پر غور کررہا تھا کہ آخر وہ کون ہے؟

اس نے فون پر حمیرا سے جتنی گفتگو کی تھی۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ وہ حمیرا کا دیوانہ نہیں بلکہ ایسا جنونی ہے جو لاحاصل کو حاصل کرلیتا ہے۔ عورت کا انکار اس کے لئے چیلنج بن جاتا ہے۔

پھر یہ معلوم ہوا کہ وہ حمیرا کے متعلق بڑی معلومات رکھتا ہے۔ اندر کی بات جانتا ہے کہ وہ کسی اجنبی کی بہن اور کسی اجنبی عورت

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کی بیٹی بن کر رہتی ہے۔ اس سے یہ بات سمجھ میں آرہی تھی کہ تنظیم کے اندر کا ہی کوئی شخص ہے جو یہ راز کی بات جانتا ہے۔ اس سے بھی آگے یہ جانتا ہے کہ حمیرا کے پاس ایسی دوا ہے جو اس کے قریب آنے والوں کو ناکارہ بنا دیتی ہے۔

ایک نہیں تین باڈی گارڈز کو اپنا وفادار بنانا ممکن نہیں تھا۔ بیک وقت سب ہی نمک حرام نہیں ہوتے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ نمک حرام نہیں تھے۔ شروع سے اپنے مالک کے وفادار تھے اور اسی کے حکم پر حمیرا کے باڈی گارڈز بن کر رہتے تھے۔

اگر میں درست سمجھ رہا تھا تو وہ تینوں بھی یوگا کے ماہر ہوں گے۔ خفیہ تنظیم کا سربراہ ابو داؤد یا اسی کی سطح کا کوئی یوگا ماسٹر حمیرا کو حاصل کرنے کی ضد کر بیٹھا تھا۔ آج رات اس کے پاس آنے والا تھا اور اس کی یہ ضد اسے مہنگی پڑنے والی تھی۔

میں رخسانہ کے پاس آیا۔ پارس اس کے بھائی جمشید وغیرہ کے ساتھ قبرستان سے واپس آیا تھا۔ رخسانہ نے قریب آکر کہا "حماد! مجھے افسوس ہے۔ میں تمہارے دکھ کو دل سے محسوس کر رہی ہوں۔"

اس وقت ایک شخص نے آکر پارس سے کہا "حماد! تمہیں باپ کی جدائی کا صدمہ ہے لیکن کچھ کھانا پینا بھی ضروری ہے۔ تمہاری بھا بی کہہ رہی ہیں ہمارے ساتھ گھر چلو۔ کچھ کھا پی لو۔"

میں نے پارس سے کہا "رخسانہ کی سوچ بتا رہی ہے اس شخص کا نام نجیب ہے۔ یہ تنظیم کے حوالے سے حماد کا دوست ہے۔"

پارس نے کہا "نجیب! بھابی سے کہنا ابھی دوست احباب کی آمد کا سلسلہ رہے گا۔ مجھے گھر میں رہنا چاہئے۔"

"ٹھیک ہے میں گھر سے کھانا بھیج دوں گا۔"

رخسانہ نے کہا "میں پہلے ہی حماد سے طے کر چکی ہوں۔ ہم یہاں رات گیارہ بجے تک رہیں گے۔ پھر میں اسے گھر لے جاؤں گی۔"

جمشید نے کہا "یہ اچھی بات ہے۔ میں جا رہا ہوں۔ تم حماد کے ساتھ آجانا۔"

وہ چلا گیا۔ رخسانہ پارس کا بازو تھام کر اسے کسی الگ کمرے میں لے جانے لگی لیکن ہر کمرے میں عورتیں موجود تھیں۔ اور ایک ایک کرکے رخصت ہو رہی تھیں۔ ایک گھنٹے بعد ذرا تنہائی نصیب ہوئی تو وہ بولی "ثبوت پیش کرو۔"

پارس نے کہا "میری انگلی میں تم نے میری ماں کی دی ہوئی انگوٹھی کل دیکھی تھی اور یہ رہی تمہاری انگوٹھی۔"

اس نے جیب سے نکال کر انگوٹھی اس کے ہاتھ پر رکھ دی۔ وہ خوش ہو کر اس سے لپٹ گئی پھر بولی "تم نے تو کمال کر دیا۔ یہ حماد کیسے بن گئے۔"

میں نے پارس سے کہا "مجنوں کی اولاد! یہ ماتمی ماحول ہے۔ اسے اپنے سے الگ کرو۔"

وہ اسے الگ کرتے ہوئے بولا "ملنے کی خوشی میں یہ نہ بھولو کہ حماد کا باپ مر گیا ہے اور ہمارے ملک میں گلے لگ کر ماتم کرنے کا رواج نہیں ہے۔"

"میرا تجسس دور کرو۔ یہ سب کیسے ہو گیا؟"

"اللہ کو یہی منظور تھا۔ مرحوم بڑی خوبیوں والے تھے۔"

"میں تمہارے باپ کی خوبیاں نہیں پوچھ رہی ہوں۔ تم اتنی جلدی حماد کیسے بن گئے؟ اور وہ حماد کہاں ہے؟"

"تمہارے سامنے ہے۔ تم مجھے چاہتی ہو یا حماد کی واپسی؟"

"میں تمہیں اور صرف تمہیں چاہتی ہوں۔"

"تو پھر حماد کی باتیں نہ کرو۔ اس سلسلے میں کوئی سوال نہ کرو۔ آؤ مہمانوں کو رخصت کریں۔"

وہ مہمانوں کے پاس آیا۔ لوگ رخصت ہو رہے تھے۔ میں اسے حمیرا کی موجودہ روداد سنا رہا تھا۔ اس نے سننے کے بعد کہا "پاپا! یہ حمیرا ہمارے لئے بڑی اہم ہو گئی ہے۔ آج رات خفیہ تنظیم کا کوئی اہم شخص اس کی کوٹھی میں بے نقاب ہو سکتا ہے۔"

پارس گم صم کھڑا مجھ سے باتیں کر رہا تھا۔ اس کی اس حالت پر لوگ اسے غمزدہ سمجھ رہے تھے۔ ایک عورت نے رخصت ہوتے ہوئے کہا "حماد! حوصلہ رکھو اور اپنی ماں کا خیال کرو۔ اس پاگل دکھیاری کو یہ بھی پتا نہیں ہے کہ اس کا سہاگ اجڑ گیا ہے۔"

حماد کی ماں پاگل تھی۔ وہ اپنے شوہر اور بیٹے کو کبھی پہچانتی تھی کبھی بھول جاتی تھی۔ زیر لب بڑبڑاتی رہتی تھی۔ کوٹھی کے اندر تمام کمروں میں بھٹکتی پھرتی تھی۔ ادھر کا سامان اٹھا کر اُدھر رکھتی تھی۔ جیسے گھر کو سجا رہی ہو۔

جب تمام لوگ رخصت ہو گئے تو میں بھی پارس کو چھوڑ کر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ وہ رخسانہ کے ساتھ ایک کمرے میں آیا وہاں حماد کی ماں دیوار پر لگی ہوئی شمشاد کی تصویر کو دیکھ کر ہنس رہی تھی اور کہہ رہی تھی "مر گیا۔ آخر ایک دن سب ہی مرتے ہیں لیکن یوں ٹکڑے ٹکڑے ہو کر حرام موت نہیں مرتے۔ ہاہاہا میں بھی مرنے والی ہوں۔"

پارس نے قریب جا کر مخاطب کیا "امی!"

اس نے چونک کر دیکھا۔ پارس پر اس کی نگاہیں یوں جم گئیں جیسے وہ کسی اجنبی کو پہچاننے کی کوشش کر رہی ہو۔ رخسانہ نے جلدی سے کہا "حماد! انکل کی موت نے تمہیں اپسٹ کر دیا ہے۔ تم آنٹی کو ممی کہتے ہو۔"

وہ ممی کے دونوں بازوؤں کو تھام کر بولا "ممی! میں بہت پریشان ہوں۔ اگر آپ کی ذہنی حالت درست ہوتی تو اپنی محبت سے بیٹے کا دکھ کم کر دیتیں۔"

وہ دونوں بازو چھڑا کر پیچھے ہٹ گئی۔ پھر بولی "کون ہو تم؟"

"میں حماد ہوں۔ آپ کا بیٹا ہوں۔"

"نہیں تم میرے کوئی نہیں ہو۔ تم جھوٹے اور فریبی ہو۔ میرے مرحوم شوہر کی دولت اور جائداد پر قبضہ جمانے آئے ہو۔ چلے جاؤ یہاں سے۔"

رخسانہ گھبرا گئی تھی کہ بھید کھل گیا ہے۔ پارس بھی ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا اور سمجھنا چاہتا تھا کہ اس نے سچ مچ پہچان لیا ہے یا پاگل پن میں ایسا کہہ رہی ہے؟

یہ پاگل پن ہی تھا۔ وہ رخسانہ سے کہہ رہی تھی "اور تم... تم میری بہو بن کر مجھے زہر دے کر اس گھر میں راج کرنے آئی ہو۔"

"نہیں آنٹی! میں ابھی حماد کو لے کر یہاں سے چلی جاؤں گی۔ آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔"

وہ قریب آکر بولی "ہاں اس لڑکے کے ساتھ چلی جانا۔ شمشاد مرحوم کی دولت کا لالچ نہ کرنا۔ یہاں کی کسی چیز کو ہاتھ نہ لگانا۔ یہ سب حرام کی ہیں۔ یہ باپ بیٹے حرام کماتے تھے اور حرام کھاتے تھے۔ اسی لئے میں اسے بیٹا نہیں کہتی۔ تم حرام کھانے والے سے شادی کرو گی تو حرام کھانے والی نسل پیدا کرو گی۔"

یہ کہہ کر وہ قہقہے لگانے لگی۔ پھر ہنستے ہنستے اچانک روتے ہوئے بولی "میں کہتی تھی۔ دیکھ شمشاد! توبہ کر لے۔ یہ زمین کتنی اچھی ہے۔ ہم اس پر پاؤں پٹخ پٹخ کر چلتے ہیں۔ اسے لاتیں مارتے رہتے ہیں پھر بھی یہ اپنے سینے پر ہمیں اٹھائے رہتی ہے۔ اس کا سودا نہ کر۔ دلالی نہ کر ورنہ حرام موت مرے گا اور مر گیا۔ آخر حرام موت مر گیا...."

وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ پارس نے اسے کھینچ کر اپنے سینے سے لگا لیا۔ اسے تھپکتے ہوئے بولا "ممی! چپ ہو جاؤ۔ اگر تم پاگل ہو تو میری دعا ہے کہ ہم سب پاکستانی ایسے جذبوں سے پاگل ہو جائیں۔ چپ ہو جاؤ ممی!"

وہ اس کی آغوش میں ساکت ہو گئی تھی۔ نیم بے ہوشی کی حالت میں تھی۔ اس نے آغوش میں اسے اٹھا کر بستر پر ڈال دیا۔ اس کی بند آنکھوں سے جو آنسو نکل چکے تھے انہیں محبت سے پونچھا۔ اس پر ایک چادر ڈال دی۔ پھر اس کی پیشانی پر بوسہ دے کر رخسانہ کے ساتھ کمرے سے باہر آیا اور دروازے کو آہستگی سے بند کر دیا۔

دروازہ بند ہوتے ہی بیگم شمشاد نے آنکھیں کھول دیں۔ گھور کر دروازے کو دیکھا اس کے دیکھنے کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ پاگل نہیں ہے۔

پارس ایک کمرے میں آکر صوفے پر بیٹھ گیا۔ رخسانہ کو حمیرا کے متعلق بتانے لگا۔ وہ بولی "میں جانتی ہوں' وہ بڑی مکار ہے۔ دولت کے لئے کچھ بھی کر سکتی ہے لیکن عزت نہیں دیتی۔"

"وہ اسی طرح وطن کی عزت اور وقار کا پاس رکھتی تو اس کا کردار کتنا بلند رہتا۔"

"میں اس لڑکی کا بیک گراؤنڈ جانتی ہوں۔ اسے اپنی ماں اور بہن کی بے آبروئی کا صدمہ ہے اور وہ ایسی بے حیائی سے محفوظ رہنے کے لئے غلط راستوں پر چل پڑی ہے۔ تم میری زندگی میں آئے تو میں صحیح راستے پر آگئی ہوں۔ اگر حمیرا کی بھی راہنمائی کی جائے تو وہ محب وطن بن جائے گی۔"

"ایسی ذہین اور چالاک لڑکی کو صحیح راستوں پر چلنا چاہئے۔ ہم اس کے لئے کوشش کریں گے۔ فی الحال ہمیں اس کی فکر ہے جو آدھی رات کو ایک فاتح کی شان سے اس کی خوابگاہ میں آنے والا ہے۔ وہ "را" تنظیم کا بہت ہی اہم شخص ہوگا۔"

وہ کلائی کی گھڑی دیکھتے ہوئے بولی "توبج کر بیس منٹ ہوئے ہیں۔ اس کوٹھی میں کس وقت جاؤ گے۔"

"یہاں سے آدھے گھنٹے کا راستہ ہے۔ ساڑھے گیارہ بجے نکلوں گا۔"

"میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی۔"

"پرابلم بن جاؤ گی۔ پتا نہیں وہاں کیسے حالات پیش آئیں گے۔"

"تم جس کار میں جاؤ گے اسے اس کوٹھی کے قریب ہی کہیں روکو گے۔ میں کار میں بیٹھ کر تمہاری واپسی کا انتظار کروں گی۔ تمہارے لئے پرابلم نہیں بنوں گی۔"

"اچھی بات ہے۔ میں ذرا حماد کے سامان کی تلاشی لوں گا۔"

وہ صوفے سے اٹھ کر ایک الماری کے پاس آیا۔ اس نے حماد کو ہلاک کرنے کے بعد اس کی جیب سے چابیاں اور دوسری چیزیں نکال لی تھیں۔ اس نے دو چابیوں سے الماری کھولی۔ پھر اس کے

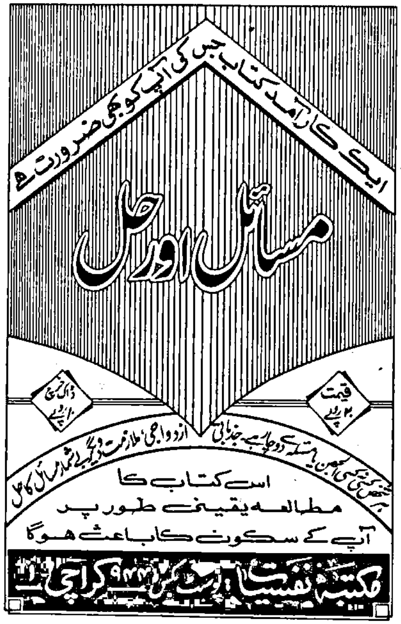

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اندرونی آئرن سیف کو کھولا۔ اس میں پونڈز اور ڈالر کی گڈیاں رکھی ہوئی تھیں۔ کچھ ضروری دستاویزات تھے۔ ایک سائلنسر کے ساتھ ایک ریوالور رکھا ہوا تھا۔ ریوالور پوری طرح لوڈ تھا۔ اس نے سائلنسر کے ساتھ اسے اٹھا کر جیب میں رکھ لیا۔

ہم باپ بیٹے اور سونیا کبھی اپنے پاس ہتھیار نہیں رکھتے تھے۔ کبھی ضرورت کے وقت دشمنوں سے ہی ہتھیار چھین کر استعمال کرتے تھے لیکن آج حمیرا کی کوٹھی کے اطراف سخت پہرا تھا۔ باہر سے آنے والا احاطے میں بھی قدم نہیں رکھ سکتا تھا۔ سخت پہرے کو توڑنے کے لئے سائلنسر لگے ہوئے ہتھیار کی ضرورت تھی اس لئے اس نے احتیاطاً رکھ لیا تھا۔

رخسانہ نے پوچھا "تم نے یہ نہیں بتایا کہ حماد کہاں ہے؟ کیا وہ ختم ہو گیا ہے؟"

"ہاں' برے کو برے انجام تک پہنچانا ہی تھا۔ اس لئے میں نے اسے بھی دوسری دنیا میں پہنچا دیا ہے۔"

"کتنے افسوس کی بات ہے کہ ایسے ملک دشمن قانون کے ہاتھوں سزا نہیں پاتے یا اپنے پیچھے جرائم کے ثبوت نہیں چھوڑتے یا پھر قانون کے محافظوں کو خرید لیتے ہیں۔"

"یہی وجہ ہے کہ ہم اپنی عدالت میں پورے انصاف کے ساتھ ایسے لوگوں کو سزائے موت دیتے ہیں۔"

وہ الماری سے ایک البم نکال کر دیکھنے لگا۔ آج جو لوگ شمشاد کی آخری رسومات کے لئے آئے تھے۔ ان میں سے بہت سے لوگوں کی تصویریں اس میں تھیں۔ رخسانہ پھر ان تصویروں کو دیکھ کر اسے بتانے لگی کہ کس کا نام کیا ہے۔ اور تنظیم سے اس کا کیا تعلق ہے؟

وہ دونوں کمرے کے اندر مصروف تھے۔ باہر بیگم شمشاد کھڑکی سے لگی کھڑی تھی۔ اس نے بیٹے کی موت کے متعلق سن لیا تھا۔ وہ اپنے دل پر ہاتھ رکھے دیوار سے ٹیک لگائے خود کو سنبھال رہی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے ایک سایہ دار درخت کی طرح جڑ سے اکھڑ گئی ہے اور اب نیچے گرنے ہی والی ہے۔

شوہر نے کبھی اسے سکھ نہیں دیا تھا۔ وہ سمجھاتی رہی تھی کہ دولت کی ہوس نہ کرو۔ وہ اسے مارتا پیٹتا رہتا تھا اور کہتا تھا "زیادہ بولے گی تو لات مار کر گھر سے نکال دوں گا اور بیٹے کو چھین کر اپنے پاس رکھ لوں گا۔"

پھر بیٹا جوان ہونے لگا تو اسے بھی اپنے راستے پر لگا لیا۔ وہ بیٹے پر ممتا کا اثر ڈالتی رہی لیکن پتھر ذہنوں پر کلامِ نرم و نازک بے اثر ہوتا ہے۔ وہ باپ سے ہی اثر لیتا رہا۔ اس نے کئی بار سوچا۔ ایمانداری اور حب الوطنی کا تقاضا ہے کہ شوہر کے خلاف قانونی چارہ جوئی کرے لیکن ایک بیوی کا دل نہیں مانتا تھا۔ عقل نے کہا۔ وہ دو چار سال کی سزا کاٹ کر آئے گا تو ملک دشمنی سے توبہ کر لے گا۔ وہ ہمیشہ کشمکش میں رہی۔ یہ کشمکش اس وقت اور بڑھ گئی جب بیٹا بھی باپ کے نقشِ قدم پر چلنے لگا تو وہ ذہنی انتشار میں مبتلا ہو گئی۔ کبھی وہ دماغی توازن کھو دیتی تھی۔ بہکی بہکی باتیں کرنے لگتی تھی اور کبھی نارمل ہو جاتی تھی۔

دراصل بیٹے کو قانون کے حوالے کرانے کی بات دماغ میں آتی تو وہ ایک دم سے بکھر جاتی تھی۔ بیٹے کے جرائم کو بھولنے کے لئے پاگل پن میں پناہ لیتی تھی تاکہ عقل کی اور حب الوطنی کی باتیں دماغ میں نہ آئیں۔ یہ ایک نفسیاتی کیس تھا۔ بہت سے لوگ اندر سے پکے مسلمان رہتے ہیں مگر اوپر سے بے ایمانی پر بھی مجبور ہوتے رہتے ہیں۔ یہی بیگم شمشاد کا معاملہ تھا۔

وہ ڈگمگاتی ہوئی اپنے کمرے میں آئی۔ دروازے کو اندر سے بند کر کے الماری کو کھولا۔ پھر اس میں سے بیٹے کی تصویر نکال کر دیکھی۔ وہ تصویر میں مسکرا رہا تھا۔ ماں کی ممتا کو پکار رہا تھا۔ وہ روتی ہوئی بستر پر آ کر گر پڑی۔ حماد کی تصویر پر اپنا چہرہ رکھ کر ٹھنڈی آہیں بھرنے لگی۔

ممتا انگاروں پر لوٹ رہی تھی۔ اور آنسوؤں میں ڈوب رہی تھی۔ کلیجا پھٹ رہا تھا۔ وہ بیٹے کے قاتل کو معاف نہیں کر سکتی تھی۔ اندر ہی اندر لاوا پک رہا تھا۔ کسی وقت بھی آتش فشاں پھٹ پڑنے کو تھا۔

پھر وہ اٹھ بیٹھی۔ پلنگ کے پاس سے چلتی ہوئی اپنے شوہر شمشاد علی کی الماری کے پاس آئی۔ اسے کھول کر اس میں سے ایک ریوالور نکالا۔ اسے پوری طرح لوڈ کیا۔ پھر تیزی سے چلتی ہوئی کمرے کا دروازہ کھول کر باہر آئی وہاں سے چلتی ہوئی اپنے مقتول بیٹے کے کمرے میں آئی۔ وہ کمرا خالی تھا۔ پارس وہاں نہیں تھا۔

باہر گاڑی اسٹارٹ ہونے کی آواز سنائی دی۔ پارس رخسانہ کے ساتھ جا رہا تھا۔ بیگم شمشاد ہاتھ میں ریوالور لئے دوڑتی ہوئی باہر جانا چاہتی تھی لیکن برآمدے میں آتے ہی ٹھوکر کھا کر فرش پر اوندھے منہ گر پڑی۔ پھر اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ جعلی بیٹے' جعلی حماد کی کار احاطے سے باہر جا چکی تھی۔

❋❋❋❋❋❋

حمیرا نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ لاکھوں روپے کی کوٹھی میں رہ کر اور مسلح محافظ رکھ کر بھی وہ غیر محفوظ رہے گی اور اپنے ہی گھر میں قید ہو کر رہ جائے گی۔

وہ شام سے رات گیارہ بجے تک بار بار گھڑی دیکھتی رہی تھی اور اپنی غیر معمولی ذہانت سے بچاؤ کی تدبیر سوچتی رہی تھی لیکن ہر طرف سے بے دست و پا ہو کر یوں لگ رہا تھا کہ ایسے وقت غیر معمولی ذہانت بھی معمولی ہو کر رہ جاتی ہے۔ اسے کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ اس نے کبھی جان لیوا ہتھیاروں کو ہاتھ نہیں لگایا تھا۔ وہ صرف دور ہی سے حسن و شباب کا چارا ڈال کر ذہانت اور مکاری سے شکار پھانستی تھی۔

کچن میں سبزی کاٹنے والا اور بیڈ روم میں پھل کاٹنے والا چاقو تھا۔ اس سے دشمن زخمی ہو سکتا تھا' مر نہیں سکتا تھا اور زخمی ہو کر جوابی حملے کر سکتا تھا۔ پھر یہ کہ اس کے پاس ریوالور ہوگا تو وہ ریوالور دکھا کر چاقو چھین لے گا۔

وہ طرح طرح سے بچاؤ کے طریقے سوچ رہی تھی لیکن کوئی طریقہ کام آتا نظر نہیں آ رہا تھا۔ آخر اس نے سوچا کہ خوابگاہ کے دروازے کو اندر سے بند کر کے بیٹھ جائے! اگر وہ دروازہ توڑنا چاہے گا تو یہ ہاتھ میں چاقو لے کر اس کی نوک اپنے سینے پر رکھ کر دھمکی دے گی کہ دروازہ ٹوٹنے کے بعد اسے زندہ نہیں ملے گی۔

وہ موت سے نہیں ڈرتی تھی لیکن طبعی عمر تک جینا چاہتی تھی۔ زندگی سے بہت پیار تھا۔ وہ دنیا کا سارا حسن ساری مسرتیں حاصل کرنا چاہتی تھی۔ اس لئے چاقو کی نوک کو اپنے سینے پر رکھنے کے خیال سے ہی پریشان ہو رہی تھی۔

رات کے بارہ بجنے لگے۔ آدھی رات ہونے کو آئی تو وہ عاجزی سے بولی "خدایا! تو نے یہ کیسی دنیا بنائی ہے؟ یہاں عورت کی کوئی عزت نہیں ہے۔ عورت ہزار جتن کے باوجود اپنی حفاظت نہیں کر سکتی۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "عورت شادی سے پہلے باپ اور بھائی کی سرپرستی میں اور شادی کے بعد شوہر کی پناہ میں رہے تو وہ اکثر محفوظ رہتی ہے۔ میں تمہارے ضمیر کی آواز ہوں۔ تم نے وہ راستے اختیار کئے جو سلامتی کی طرف نہیں لے جاتے۔ تم نے عشوہ طرازیوں سے مردوں کو للچایا۔ ان کے لئے چیلنج بن گئیں کہ تم ناقابلِ تسخیر ہو۔ مرد عورت کے چیلنج کی ایسی کی تیسی کر دیتا ہے۔ اگر کوئی ایسی کی تیسی کرنے آ رہا ہے تو تم خدا کی بنائی ہوئی دنیا پر تنقید کیوں کر رہی ہو؟"

وہ ضمیر کی باتوں کو تسلیم کرتی ہوئی بولی "اپنی تباہی کو سامنے دیکھ کر ضمیر کی باتیں سمجھ میں آ رہی ہیں لیکن سمجھ لینے سے مصیبت نہیں ٹلے گی۔"

"اگر صدقِ دل سے توبہ کی جائے۔ گمراہی کو چھوڑ کر راستی پر آنے کا عزم کیا جائے تو خدا نیک نیتی کو سمجھ کر اپنے بندوں کے ذریعے مدد پہنچاتا ہے۔ پہلے خدا پر ایمان پختہ کرو۔"

"میرا ایمان خدا پر ہے۔ میں صدقِ دل سے عزم کرتی ہوں کہ ملک دشمن سرگرمیوں سے باز رہوں گی اور مردوں کو للچانے والا اشتہار نہیں بنوں گی۔"

"تو پھر یقینِ کامل رکھو کہ خدا نے اپنے ایک بندے کو تمہاری حفاظت کے لئے بھیج دیا ہے۔"

وہ پورے یقین کے ساتھ الماری سے ایک لباس نکال کر باتھ روم میں گئی تاکہ پاک و صاف ہو کر خدا کے سامنے سجدہ کرے۔ وہ بچپن میں نماز پڑھا کرتی تھی۔ آج ایک طویل مدت کے بعد پھر ایمان تازہ کرنے والی تھی۔

کوٹھی کے احاطے میں ایک کار آ کر رک گئی۔ کار کے اندر تاریکی تھی۔ اس کا اگلا دروازہ کھول کر ایک قد آور شخص باہر آیا۔ اس نے سر پر سے چہرے کے نیچے تک پتلا سا ماسک چڑھایا ہوا تھا۔ کوئی اسے پہچان نہیں سکتا تھا۔

اس نے ایک باڈی گارڈ سے پوچھا "آس پاس سب ٹھیک ہے؟"

"جی جناب! ہم تینوں محتاط ہیں۔ کوئی انسان کا بچہ بھی باؤنڈری کے اندر نہیں آ سکے گا۔"

"وہ گڑبڑ کر رہی تھی؟"

"نہیں جناب! بالکل خاموش ہے۔"

"بالکل خاموشی کا مطلب کیا ہوا؟ کہیں مر تو نہیں گئی؟"

"نہیں جناب! زندہ ہے۔ نماز پڑھ رہی ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "انسان کے پاس یہی ایک آخری راستہ ہوتا ہے۔ مگر افسوس نماز بھی اسے مایوس کرے گی۔"

اس نے دائیں بائیں' آگے پیچھے دور تک دیکھا۔ کسی طرف سے اندیشہ نہیں تھا۔ وہ اطمینان سے چلتا ہوا کوٹھی کے اندر آیا۔ اندر گہری خاموشی تھی۔ اس نے ڈرائنگ روم میں آ کر چاروں طرف دیکھا۔ وہاں سے کوریڈور میں آیا پھر مختلف کمروں میں دیکھتا ہوا خوابگاہ میں پہنچ گیا۔

وہ فرش پر قبلہ رُو بیٹھی دعا مانگ رہی تھی۔ آنے والے نے جیب سے ایک موبائل فون نکال کر نمبر ڈائل کئے۔ پھر رابطہ ہونے پر بولا "راستہ صاف ہے۔ اندر یہ اکیلی ہے اور کوئی نہیں ہے۔ باہر ہمارے تینوں وفادار بہت ہوشیاری سے....."

دوسری طرف سے کہا گیا "موت کے سامنے ہوشیاری کام نہیں آتی۔ باہر تینوں وفادار موت کی نیند سو گئے ہیں۔ کسی نے سائلنسر لگا کر انہیں شوٹ کیا ہے۔"

"مائی گاڈ' کیا آپ کو یقین ہے کہ یعنی کہ میرا مطلب ہے ابھی میں اندر آیا تو وہ تینوں زندہ تھے۔"

"میں نے سگنل ٹرانسمیٹر سے رابطہ کیا تھا۔ تینوں میں سے کوئی جواب میں سگنل نہیں دے رہا ہے۔ تم باہر نکل کر دیکھو۔"

اس نے فون کو آف کر کے جیب میں رکھا۔ پھر باہر جانے کے لئے تیزی سے چلتا ہوا خوابگاہ کے دروازے سے گزرنا چاہتا تھا اسی وقت منہ پر ایک گھونسا پڑا۔ وہ پیچھے کی طرف ڈگمگایا۔ صوفے پر گرتا ہوا صوفے سمیت دوسری طرف الٹ کر فرش پر لڑھکتا ہوا حمیرا کے سامنے پہنچ گیا۔ وہ بدستور قبلہ رُو بیٹھی دعا مانگنے میں مصروف تھی۔

نقاب پوش اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ پھر دروازے پر رخسانہ اور حماد (پارس) کو دیکھ کر چونک گیا۔ جیب میں ریوالور کے لئے ہاتھ ڈالنا چاہتا تھا۔ پارس نے اسے نشانے پر رکھتے ہوئے کہا "حرکت نہ کرنا۔ اس کی تین گولیوں نے تمہارے تین وفاداروں کو ختم کیا۔ چوتھی اپنے نام نہ کرو۔ دونوں ہاتھ اٹھا کر اباؤٹ ٹرن ہو جاؤ۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

وہ دونوں ہاتھ اٹھا کر دوسری طرف گھوم گیا۔ پارس نے کہا۔ "رخسانہ اس کی جیب سے ریوالور نکال لو۔"

وہ آگے بڑھ کر اس کے قریب آئی۔ نقاب پوش نے سرگوشی میں کہا "میں اصل آواز میں بول رہا ہوں۔ اپنے بھائی کو پہچانو۔"

وہ حیرانی سے بولی "جمشید بھائی؟"

"ہاں۔ میں ہوں۔ حماد کو سمجھا کر یہاں سے لے جاؤ۔"

وہ بھائی کی جیب سے ریوالور نکال کر بولی "حماد! یہ میرے جمشید بھائی ہیں۔"

وہ پارس کے پاس آگئی۔ اس نے پوچھا "بھائی کا ساتھ دو گی یا میرا؟"

"میں حق کا ساتھ دوں گی۔ یہ بھائی ہے مگر دشمنوں کا دلال ہے۔"

جمشید نے ڈانٹ کر پوچھا "کیا بکتی ہو؟ کیا بچپن سے حاصل کی ہوئی تمام تعلیم و تربیت بھول گئی ہو؟ اور حماد! تم... تم تو ہمارے آدمی ہو؟"

"وہ حماد جہنم میں پہنچ گیا ہے۔ اگر تم بھی وہاں نہیں جانا چاہتے تو بتادو کہ ابوداؤد کہاں ہے؟"

"میں کسی ابوداؤد کو نہیں جانتا۔"

رخسانہ نے کہا "میرے سامنے جھوٹ نہ بولو۔ ابوداؤد "را" تنظیم کا چیف بن کر یہاں آیا ہے۔ تم اس کے معتمدِ خاص ہو۔ تمہیں اس کا پتا ٹھکانا ضرور معلوم ہوگا۔"

حمیرا نے مصلے سے اٹھ کر کہا "ابھی یہ فون پر کسی کو انفارم کر رہا تھا کہ میں یہاں اکیلی ہوں اور راستہ صاف ہے لیکن جسے انفارم کر رہا تھا۔ اسے معلوم ہوگیا تھا کہ باہر تینوں پہریدار مارے گئے ہیں۔"

رخسانہ نے پوچھا۔ "جمشید بھائی! اس کا مطلب کیا ہوا؟ کیا ابوداؤد حمیرا کے پاس آنا چاہتا تھا اور تم اس کے لئے راستہ صاف کرنے آئے تھے؟"

جمشید نے ایک جھٹکے سے حمیرا کو کھینچ کر اپنے سامنے ڈھال بنالیا پھر ایک چاقو کی نوک اس کی گردن پر رکھتے ہوئے کہا "ایک بھی گولی چلی تو یہ بھی میرے ساتھ مرے گی۔ راستہ چھوڑو۔ مجھے جانے دو' اپنے اپنے ہتھیار پھینک دو۔"

رخسانہ اور پارس نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ وہ گرج کر بولا۔ "وقت ضائع نہ کرو۔ اپنے اپنے ریوالور کمرے سے باہر پھینکو۔"

دونوں نے دروازے کی طرف گھوم کر دونوں ریوالوروں کو باہر پھینک دیا۔ دروازے سے دور ہٹ گئے۔ جمشید' حمیرا کو چاقو کی نوک پر رکھ کر آہستہ آہستہ دروازے کی طرف بڑھتا ہوا کہہ رہا تھا۔ "خبردار! میں کسی کا لحاظ نہیں کروں گا۔ ذرا بھی چالاکی دکھائی تو پلک جھپکتے میں اس کی گردن کاٹ ڈالوں گا۔ چلو ادھر جاؤ۔"

وہ دونوں پلنگ کی طرف جا رہے تھے۔ جمشید نے رخ بدل لیا تھا۔ اب دونوں کی طرف رخ کرکے دروازے کی طرف پشت کرتے ہوئے پیچھے ہٹ رہا تھا اور کمرے سے نکل رہا تھا۔ اس نے دہلیز پار کرنے کے لئے ایک قدم باہر رکھا۔ اسی وقت ٹھائیں کی آواز رات کے سناٹے میں گونج گئی۔

رخسانہ کے حلق سے چیخ نکلی۔ گولی لگتے ہی جمشید کی کھوپڑی کا تھوڑا سا حصہ اڑ گیا تھا اور وہ فرش پر اوندھے منہ گر کر تڑپ رہا تھا۔ حمیرا دوڑتی ہوئی رخسانہ کے پاس آگئی تھی۔ پھر ان تینوں نے دروازے کی طرف دیکھا۔ وہاں بیگم شمشاد بیگی دونوں ہاتھوں میں ریوالور تھامے پارس کو نشانے پر رکھے کھڑی ہوئی تھی۔

جمشید تڑپ کر ٹھنڈا پڑ گیا۔ بیگم شمشاد نے دانت پیس کر پارس کو گھور کر کہا "قاتل! میرے بیٹے کا قاتل!"

رخسانہ نے کہا "آنٹی! یہ کیا کہہ رہی ہو۔ یہ تمہارا بیٹا....."

وہ بات کاٹ کر بولی "بکواس مت کر لڑکی! میں نے اپنے گھر میں تم دونوں کی باتیں سن لی ہیں۔ اس نے اعتراف کیا ہے کہ برے کا انجام برا ہوتا ہے۔ اس لئے میرے برے بیٹے کو اس نے مار ڈالا ہے۔"

پارس دونوں لڑکیوں سے ذرا دور جا کر بولا "میں نہیں چاہتا کہ نشانہ بہکے اور یہ لڑکیاں ماری جائیں۔ موت کی سزا صرف مجرم کو ملنی چاہئے جبکہ میں بھی مجرم نہیں ہوں۔"

بیگم شمشاد نے کہا "میں مانتی ہوں تم نے ایمان اور قانون کے مطابق مجرم کو سزائے موت دی ہے لیکن ممتا کی عدالت میں تم نے جرم کیا ہے۔ میں بیس برس سے کشمکش میں ہوں کہ میں نے بیٹا پیدا کیا ہے یا کھٹمل؟ وہ قوم کا خون چوس رہا تھا اور ملک کی جڑوں میں دشمنوں کو پہنچا رہا تھا۔ میں اتنے خطرناک مجرم کو ممتا سے مجبور ہو کر بیٹا کہہ رہی تھی میں اسے نقصان پہنچتے نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔ میں نے خود کو سمجھانے کے لئے کہا تھا کہ بیٹا برا ہے تو خدا سمجھے گا۔"

بوڑھی آنکھوں سے آنسو رواں ہوگئے۔ وہ کانپتی ہوئی آواز میں بولی "آج خدا نے سمجھ لیا ہے۔ تمہیں اس کے عبرتناک انجام کا واسطہ بنایا ہے تو مجھ سے برداشت نہیں ہو رہا ہے۔ میری ممتا خدا کے فیصلے سے بھی انکار کر رہی ہے۔ یہ کتنا بڑا کفر ہے۔ میں بیٹے کی محبت میں کافر ہو رہی ہوں۔ میرے مسلمان ہونے کا ایک ہی راستہ ہے کہ میں اپنے اندر کی کافر ماتا کو مار ڈالوں۔"

اس نے ریوالور کا رخ اپنی طرف کرلیا۔ اس کی نال کو پیشانی سے لگا کر پارس سے بولی "میرے بچے! جب تک میرے شہر میں رہنا میرے حماد کے روپ میں نیکیاں کرتے رہنا۔ ایک ماں اپنی آخری خواہش بیان کرنے آئی تھی۔"

یہ کہتے ہی اس نے ٹریگر دبا دیا۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ تینوں کے کلیجے کانپ گئے۔

گند ہم جنس باہم جنس پرواز کبوتر با کبوتر' باز با باز۔

یہ قدرتی امر ہے کہ کبوتر کبوتر کے ساتھ اور باز باز کے ساتھ پرواز کرتا ہے۔ چھوٹا بڑے کے ساتھ چل نہیں سکتا اور کمزور شہ زور پر حملہ نہیں کر سکتا۔ کافور خان اپنے علاقے کا چنگیز خان تھا لیکن میں اس کے مقابلے میں شہ زور تھا اسے مجھ پر حملہ نہیں کرنا چاہئے تھا لیکن اس نے غلطی کی اور غلطی کے نتیجے میں اسپتال پہنچ گیا۔

انتقام لینے والے اسپتال تو کیا قبرستان پہنچ جاتے ہیں' تب بھی ان کا انتقام جاری رہتا ہے۔ اب اس کا بھائی بیرم خان طیش میں آکر قسمیں کھا رہا تھا کہ مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔ اگرچہ اس کی اہمیت نہیں تھی وہ ہتھیاروں کا ذخیرہ اور دشمنوں کی فوج لاکر بھی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تھا۔ تاہم ایک اجنبی نے اس کا پلڑا بھاری کر دیا تھا۔

اور وہ کوئی خیال خوانی کرنے والا اجنبی تھا۔ پتا نہیں کافور خان سے اس کی ملاقات کیسے ہوگئی تھی۔ وہ اس خانِ اعظم سے دوستی کرکے ان بھائیوں کو آلۂ کار بنا کر مجھ تک پہنچنا چاہتا تھا۔ اسے یہ معلوم ہوگا کہ میں گرفت میں آکر بھی نکل جاتا ہوں۔ لہٰذا وہ یقینی گرفت کا انتظار کر رہا ہوگا۔

اس نے کافور خان اور بیرم خان پر عمل کرکے ان کے دماغوں کو لاک کر دیا تھا۔ وہ دونوں مطمئن تھے کہ میں ان کے اندر آکر انہیں نقصان نہیں پہنچا سکوں گا۔ اسی زعم میں انہوں نے ریسٹ ہاؤس کو چاروں طرف سے گھیر کر مجھ پر قاتلانہ حملہ کیا تھا اور یہ سبق حاصل کیا تھا کہ میرے لئے دماغوں کے اندر پہنچنا ضروری نہیں ہے۔ میں باہر مقابلے پر آکر بھی مشکلات پیدا کر دیتا ہوں۔

وہ بڑی مشکل میں تھا۔ آپریشن کے ذریعے جسم سے گولی نکال دی گئی تھی لیکن مرہم پٹی کے وقت میں ایک ڈاکٹر کے دماغ میں تھا۔ میں نے اسے زود اثر دوا لگانے سے روک کر یونہی پٹی کرادی تھی جس کی وجہ سے وہ گولی نکل جانے کے بعد بھی تکلیف میں مبتلا تھا۔

مجھے اس دوران پارس' رخسانہ اور حمیرا کے معاملات میں مصروف رہنا تھا۔ اس لئے میں نہیں چاہتا تھا کہ کافور خان آپریشن کے بعد اس حد تک نارمل ہو کہ میری سوچ کی لہروں کو روکنا شروع کر دے۔ تکلیف میں مبتلا رہ کر وہ مجھے اس اجنبی خیال خوانی کرنے والے کے متعلق کچھ بتا سکتا تھا۔

میں نے اسے مخاطب کیا "ہیلو خان!"

وہ کراہتے ہوئے بولا "میں بڑی دیر سے انتظار کر رہا ہوں۔ تم کہاں رہ گئے تھے؟ فرہاد پھر میرے اندر آجائے گا۔ میں اس کی گولی سے بچ گیا۔ اس کی ٹیلی پیتھی سے نہیں بچ سکوں گا۔ میرے لئے کچھ کرو۔"

"ضرور کروں گا۔ پہلے یہ بتاؤ۔ میرے بارے میں کیا جانتے ہو؟"

"میں کیا جان سکتا ہوں۔ تم پُراسرار بن کر رہتے ہو۔ میں نے کئی بار پوچھا لیکن تم نے اپنے متعلق کچھ نہیں بتایا۔"

میں اس کے چور خیالات پڑھنے لگا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "میرے دماغ کو کسی طرح پھر سے لاک کردو۔ ورنہ وہ مجھے مار ڈالے گا۔ بتاؤ میرے لئے کیا کر رہے ہو؟"

میری طرف سے جواب نہیں ملا۔ وہ اپنے ساتھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو پکار رہا تھا۔ اس کے چور خیالات نے بتایا کہ وہ میرے دشمن خیال خوانی کرنے والے کے نام سے بھی واقف نہیں ہے۔ البتہ ایک فرانسیسی باشندہ آزاد علاقے میں آیا تھا۔ اس نے کافور خان کے پاس پیغام بھیجا تھا کہ وہ ملاقات کرنا چاہتا ہے۔ اور فرہاد کے مسئلے میں اس کے کام آنا چاہتا ہے۔

اندھا کیا چاہے' دو آنکھیں۔ کافور خان اور بیرم خان ہر قیمت پر مجھے اپنے دماغوں میں آنے سے روکنا چاہتے تھے۔ انہوں نے فوراً ہی اس شخص کو حویلی میں بلایا۔ اس سے پوچھا "تم کون ہو؟ اور یہ کیسے جانتے ہو کہ فرہاد ہمارے لئے مسئلہ بن گیا ہے؟"

اس نے کہا "میرا نام جوزف ہے۔ میں پیرس سے آیا ہوں۔ کچھ عرصے سے میرے دماغ کے اندر کوئی بولتا ہے۔ پہلے تو میں بہت پریشان ہوا۔ پھر خوش ہونے لگا کیونکہ مجھے دولت اور خوش حالی مل رہی تھی۔ دو دن پہلے اس نے کہا کہ مجھے پاکستان کے صوبہ سرحد میں جانا ہوگا۔ وہاں ایک جاگیر میں فرہاد علی تیمور پہنچا ہوا ہے۔ مجھے فرہاد کے خلاف وہاں کچھ کرنا ہے۔"

کافور خان نے کہا "ہم دونوں پہلے جرگہ سے چلے آئے ہیں۔ فرہاد نے ہمیں کروڑوں روپے کا نقصان پہنچایا ہے اور ہماری قلعہ نما حویلی کو کھنڈر بنا دیا ہے۔"

جوزف نے کہا۔ "مجھے یہاں پہنچ کر یہ سب کچھ معلوم ہوا۔ جرگہ سے ایک شخص کو گائیڈ بنا کر ابھی آپ کے پاس آیا ہوں۔"

بیرم خان نے پوچھا "تم ٹیلی پیتھی نہیں جانتے ہو' کوئی دوسرا جانتا ہے؟"

"جی ہاں۔ یہ ابھی میرے دماغ میں ہے اور تم دونوں کی باتیں سن رہا ہے۔"

"جو مہربان تمہارے دماغ میں ہے اور جو فرہاد کا دشمن اور ہمارا دوست ہے' ہم اسے خوش آمدید کہتے ہیں۔ مہربان سے بولو' ہم سے باتیں کرے۔"

اجنبی نے اس کے دماغ میں آکر کہا "میں فرہاد کو تلاش کر رہا ہوں۔ میں تمہیں نہیں جانتا تھا۔ جرگہ پہنچ کر یہ معلوم ہوا کہ فرہاد نے تمہیں بہت نقصان پہنچایا ہے تو میں دوست بن کر تمہارے پاس

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

آیا ہوں۔"

"یہ ہماری خوش بختی ہے کہ تم ہمارے پاس آئے ہو۔ وہ ہمیں وارننگ دے کر گیا ہے۔ اڑتالیس گھنٹوں کے بعد ہمیں بالکل تباہ کر دے گا' ہمیں سڑکوں کا بھکاری بنا دے گا۔ خدا کے لئے اس کا راستہ روک دو۔ اس کو ہمارے دماغوں میں نہ آنے دو۔"

"میں تم پر تنویمی عمل کرکے دماغ کو لاک کردوں گا۔ وہ تمہارے اندر کبھی نہیں آسکے گا۔ تمہیں ٹیلی پیتھی کے ذریعے کبھی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔"

"اے ٹیلی پیتھی جاننے والے مہربان! میں تمہارا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔ میرے دماغ کو جلدی مقفل کردو۔"

"ابھی کروں گا لیکن یہ سمجھ لو۔ اگر تم زخمی ہوجاؤ گے یا بیمار پڑجاؤ گے تو تمہارا دماغ بھی بیمار اور کمزور ہوگا ایسے میں وہ دشمن پھر تمہارے اندر آجائے گا۔"

وہ بولا "ہم دونوں بھائی صحت مند ہیں۔ ابھی شاید بیمار نہ پڑیں۔ رہ گئی زخمی ہونے والی بات تو کسی کی مجال نہیں ہے کہ ہمارے مقابلے پر آکر وہ ہمارے جسم پر ہلکی سی خراش بھی ڈال سکے۔"

"فرہاد سے کچھ بعید نہیں ہے' وہ دشمنوں کے اندر پہنچنے کے لئے کچھ بھی کرسکتا ہے۔ اس سے محفوظ رہنا چاہتے ہو تو اسے پہلی فرصت میں ختم کردو۔"

"تم ہمارے دماغوں کو لاک کرو۔ ہم اسے تلاش کرکے گولی مار دیں گے۔"

اس اجنبی نے تنویمی عمل کے ذریعے دونوں کے دماغوں کو لاک کردیا۔ جب وہ تنویمی نیند سے بیدار ہوئے تو اس نے کہا "اپنی بہن مرجینا پر بھی عمل کراؤ ورنہ وہ تمہاری بہن کے دماغ میں رہ کر دشمنی جاری رکھے گا۔"

کافور خان نے کہا "بے شک ہم اپنی بہن کو بھی دشمن سے دور رکھنا چاہتے ہیں۔ وہ اپنی خوابگاہ میں ہوگی۔ میں ابھی اس سے باتیں کرتا ہوں۔ تمہارا تعارف کراتا ہوں۔ پھر تم اس پر عمل کرو۔"

وہ اپنے کمرے سے نکل کر مرجینا کی خوابگاہ میں آیا لیکن پچھلی رات میرے اور مرجینا کے درمیان یہ طے ہوگیا تھا کہ وہ ارسلان سے ملنے پشاور آئے گی۔ اپنی حویلی کو اور بھائیوں کو چھوڑ کر جانے کے لئے اس نے ایک چال چلی' وہ بھائیوں کو ناراض کرنا نہیں چاہتی تھی۔ اس لئے اُس نے مجھ پر الزام لگایا کہ فرہاد اسے اغوا کرکے کہیں لے جارہا ہے۔

اس نے میری طرف سے ایک کاغذ پر لکھا تھا۔ "کافور خان! اس وقت میں نے تمہاری بہن کو عافل بنایا ہے اور یہ غفلت میں تمہیں خط لکھ رہی ہے کہ فرہاد کو تم لوگوں پر بھروسا نہیں ہے۔ پتا نہیں تم اس کی شرائط پر عمل کرو گے یا نہیں؟ اس لئے میں تمہاری بہن کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے یرغمال بنا رہا ہوں۔ میری شرائط پر عمل کرو گے تو تمہاری بہن واپس کردوں گا۔ فقط راقم الحروف فرہاد۔"

اس نے یہ خط اپنے بستر پر رکھ دیا تھا۔ پھر وہاں سے پشاور چلی آئی تھی۔ گھر سے بھاگ کر آئی تھی لیکن بھائیوں کے قہر وغضب کو میری طرف موڑ دیا تھا۔

دونوں بھائی وہ خط پڑھ کر غیرت اور غصے سے گرج رہے تھے۔ اجنبی نے خیال خوانی کے ذریعے کہا "غصہ نقصان پہنچائے گا۔ عقل سے کام لو۔"

بیرم خان نے کہا "وہ ہماری بہن کو لے گیا ہے۔ اب عقل نہیں صرف بندوق کام کرے گی۔"

"جب تک فرہاد نظر نہیں آئے گا تم گولی کسے مارو گے؟"

"اوہ خدایا! کیسی مجبوری ہے۔ پتا نہیں وہ بدبخت کہاں چھپا ہوا ہے۔"

"میں تمہاری بہن کی آواز سن کر اُس کے دماغ میں پہنچ سکتا ہوں۔ اگر اس کے پاس موبائل فون ہو تو اس سے رابطہ کرو۔ میں تمہارے ذریعے اس کی آواز سنوں گا۔"

مرجینا موبائل چھوڑ کر گئی تھی۔ کافور خان نے کہا "ایک بار اس نے لندن سے ایک کیسٹ میں اپنی آواز ریکارڈ کرکے بھیجی تھی۔ میں ابھی وہ کیسٹ سناتا ہوں۔"

اس نے کیسٹ کے ذریعے آواز سنائی۔ اجنبی وہ آواز سن کر مرجینا کے پاس آیا اس نے سانس روک لی۔ یہ بات سمجھ میں آگئی کہ فرہاد نے اس کے دماغ کو لاک کیا ہے۔ وہ میرے لب ولہجے میں اس کے اندر گیا تو دماغ میں جگہ مل گئی۔

اس نے خیالات پڑھ کر اُس کے بھائی کو بتایا کہ وہ ارسلان سے ملاقات کرنے پشاور جارہی ہے اور یہ غلط ہے کہ فرہاد اسے یرغمال بنا کر لے جارہا ہے۔ وہ خود ہی ارسلان کی دیوانی ہے۔ فرہاد ہمارا دشمن ہے لیکن اس دشمن میں یہ خوبی ہے کہ وہ کسی عورت کو جبراً اپنی طرف مائل نہیں کرتا ہے۔ وہ اپنے آلۂ کار ارسلان کو بھی یہ اجازت نہیں دے سکتا تھا۔ تمہاری بہن خود بے حیائی کے لئے یہ گھر چھوڑ کر گئی ہے۔

وہ اجنبی خیال خوانی کرنے والا بھی یہی سمجھتا رہا کہ فرہاد اور ارسلان دو الگ شخص ہیں لیکن جب میں ریسٹ ہاؤس کے بند کمرے میں مرجینا کے ساتھ گفتگو کررہا تھا تب وہ مرجینا کے دماغ میں موجود تھا۔ اس نے میری آواز اور لہجے سے پہچان لیا۔ دونوں بھائیوں کے پاس جاکر بولا۔ "ارسلان ایک فراڈ ہے۔ دراصل وہی فرہاد ہے۔ اس وقت مرجینا کے ساتھ ریسٹ ہاؤس کے بند کمرے میں ہے۔ اسے گھیر کر قتل کرنے کا اس سے بہتر موقع نہیں ملے گا۔"

یہ معلوم ہوتے ہی انہوں نے ریسٹ ہاؤس کو چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا' وہ میں بیان کرچکا ہوں۔ اب کافور خان کا کمزور دماغ مجھے اس اجنبی خیال خوانی کرنے

والے کے متعلق بتا رہا تھا۔ اتنا کچھ بتانے کے باوجود یہ نہیں معلوم ہوسکا کہ وہ کون ہے۔ امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے یا اسرائیلی؟ ان دو ملکوں کا ہی کوئی دشمن ہوگا۔ ایک خیال خوانی کرنے والا ماسک مین کے پاس تھا۔ ماسک مین نے اس کا برین آپریشن کرایا تھا۔ میرے اندازے کے مطابق ابھی وہ زیر تربیت ہوگا۔ ماسک مین اسے اتنی جلدی میرے مقابلے پر نہیں لائے گا۔

پھر یہ کہ ایک عرصہ ہوا' ماسک مین سے کوئی دشمنی نہیں چل رہی تھی۔ البتہ یہودی چاہتے تھے کہ میں صوبہ سرحد میں مصروف رہوں۔ جب انہوں نے دیکھا کہ صوبے میں میری کوئی خاص مصروفیت نہیں رہی ہے اور میں کسی وقت بھی واپس جاسکتا ہوں تو وہ اپنے ایک خیال خوانی کرنے والے کو میرا راستہ روکنے کے لئے لے آئے تھے۔

میری کوشش یہی تھی کہ میں اس اجنبی کو کسی طرح پہچان لوں۔ اس مقصد کے لئے میں بہت دیر تک کافور خان کے دماغ میں خاموش رہا۔ کبھی اس کے اندر جاتا رہا کبھی آتا رہا لیکن دشمن خیال خوانی کرنے والے کی آواز سنائی نہیں دی۔ وہ بہت محتاط تھا۔ یہ سمجھتا تھا کہ میں کافور خان کے کمزور دماغ میں رہ کر اُس کی آواز اور لہجے سے اسے پہچان سکتا ہوں۔

کافور خان اسپیشل وارڈ کے ایک بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ بیرم خان نے آکر کہا "برادر! میں فرہاد کو تلاش کررہا ہوں۔ وہ بزدل اسی شہر میں چھپا ہوا ہے۔"

کافور خان نے کہا "اسے بزدل نہ کہو۔ دشمن اگر شیر ہے تو شیر بولو' وہ ایک چھوٹے سے کمرے میں تھا۔ ہم نے چاروں طرف سے اسے گھیر لیا تھا۔ ہم اسے کتا سمجھ رہے تھے لیکن اس نے ایک حملے میں ہمیں میدان چھوڑنے پر مجبور کردیا۔"

"ٹھیک ہے' تم کہتے ہو تو اسے بزدل نہیں سمجھوں گا لیکن سمجھ میں نہیں آتا اسے کہاں تلاش کروں؟"

"ہمارا مہربان ٹیلی پیتھی جاننے والا اسے تلاش کرسکتا ہے۔"

"وہ کہتا ہے۔ ابھی مجھے فرہاد سے دور رہنا چاہئے۔ ورنہ وہ تمہارے دماغ میں آکر تمہیں نقصان پہنچا سکتا ہے۔"

"ہاں' یہ اندیشہ ہے کہ وہ میرے دماغ میں پہلے کی طرح آئے گا تو اب مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔ مہربان سے بولو' میرے دماغ میں آکر مجھ سے باتیں کرے۔"

"یہ میرے دماغ میں ہے۔ تمہاری ہر بات کا جواب دے گا لیکن تمہارے دماغ میں جانے سے فرہاد اس کو بھی نقصان پہنچا سکتا ہے۔"

"کیا مصیبت ہے۔ ہمارا مہربان فرہاد کی طرح ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ وہ فرہاد کے برابر پہلوان ہے۔ پھر بھی مقابلے پر نہیں آتا۔ اس سے منہ چھپاتا ہے۔"

"برادر! یہ مہربان بولتا ہے۔ فرہاد اندھیرے سے چلنے والا تیر ہے۔ مہربان جب تک اندھیرے میں رہے گا اس اندھے تیر سے محفوظ رہے گا۔"

کافور خان نے کہا "اسے اپنی حفاظت کا خیال ہے تو پھر وہ تھوڑی دیر پہلے میرے دماغ میں کیوں آیا تھا؟"

"مہربان کہتا ہے' جب سے تمہیں گولی لگی ہے' یہ تمہارے دماغ میں نہیں گیا ہے۔ تمہیں دھوکا ہوا ہے۔ فرہاد آیا ہوگا۔"

میں نے کہا "ہاں میں تمہارے پاس آیا تھا اور اب بھی موجود ہوں۔ اپنے مہربان سے پوچھو' کیا وہ تمہیں مجھ سے بچا سکتا ہے۔ میں تمہیں ابھی ہلاک کرنے والا ہوں۔"

وہ گھبرا کر بولا "مہربان! مجھے بچاؤ۔ فرہاد میرے اندر ہے۔ مجھے ہلاک کرنا چاہتا ہے۔ مجھے کسی طرح بچاؤ۔"

بیرم خان نے بھائی کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا "فرہاد! یہ بزدلی ہے۔ مرد کے بچے ہو تو سامنے آکر حملہ کرو۔"

"تم دونوں بھائی کیسے مرد ہو؟ مجھے قتل کرنے کے لئے ریسٹ ہاؤس کے بند کمرے میں مجھے چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔ اکیلے شخص کو پوری فوج کے ساتھ گھیرنا بزدلی نہیں ہے۔ غریب دہقانوں کی بہنوں اور بیٹیوں کو اٹھا کر اپنی حرم سرا میں لے جانا کون سی مردانگی ہے؟"

کافور خان نے بھائی سے کہا "میں نے ابھی تمہیں سمجھایا تھا فرہاد کو بزدل نہ کہا کرو۔" پھر اس نے مجھ سے کہا "فرہاد بھائی! تمہیں خدا کا واسطہ یہ دشمنی ختم کرو۔ ایک بار ہمیں دوست بنا کر آزماؤ۔ ہم تمہارے لئے جان بھی قربان کردیں گے۔"

"جان ہی تو مانگنے آیا ہوں۔ چلو دوست بن کر ہی قربان ہوجاؤ۔"

"نہیں' میں مرنا نہیں چاہتا۔ خدا کے لئے بتاؤ جان بخشنے کا کیا لوگے؟"

"میں نے کہا تھا' پاکستان میں قدم نہ رکھنا لیکن تم خود کو طاقتور اور مجھے کمزور سمجھ کر دوبارہ یہاں آگئے۔ اس کی سزا تو ملے گی۔"

"مم..... میں آج ہی پاکستان چھوڑ دوں گا۔ یہاں سے چلا جاؤں گا۔"

"میں نے کہا تھا' تمہارے بھائی کی حرم سرا میں جتنی عورتیں ہیں ان میں سے ہر عورت کو پانچ لاکھ دے کر آزاد کردو۔"

"میں تمہارے حکم کی تعمیل کروں گا۔ کل ہی یہ تمام ادائیگی ہوجائے گی۔ جو عورت جہاں جانا چاہے گی' اسے وہاں پہنچا دوں گا۔"

"میری تیسری شرط یہ تھی کہ تمام غلاموں کو آزاد کردو گے اور ان کے قرضے معاف کرو گے۔"

"میں زندہ رہنا چاہتا ہوں' کل ہی تمام قرضے معاف کرکے غلاموں کو آزاد کردوں گا۔"

"تو پھر اپنے بھائی سے کہو' ابھی تمہیں یہاں سے لے جائے۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

میں چھ گھنٹے کی مہلت دے رہا ہوں اس مہلت کے بعد پاکستان میں ہرگز نظر نہ آنا۔"

اس نے بیرم خان سے کہا "جان برادر! فرہاد نے جو تین شرائط پیش کی تھیں ان پر فوراً عمل کرو گے تو میری زندگی سلامت رہے گی۔ اس لئے ابھی ہم پاکستان چھوڑ دیں گے۔"

وہ بولا "برادر! ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے مہربان نے ایک لڑکی کی ذمے داری مجھے دی تھی کہ میں اس شہر میں اس کا خیال رکھوں۔ اس سے آخری ملاقات کرنا ضروری ہے۔ میں جا کر اسے بتا دوں کہ وہ چاہے تو اپنے ملک واپس چلی جائے یا پھر ہمارے ساتھ چلے۔"

کافور خان نے پوچھا "وہ لڑکی کون ہے؟ تم نے پہلے اس کے بارے میں کچھ نہیں بتایا؟"

"تم زخمی تھے۔ تمہارے جسم سے گولی نکالی جا رہی تھی۔ تب مہربان نے مجھے اس لڑکی کی ذمے داری سونپی تھی۔ اس کا نام فرمونا آندروف ہے۔"

اس نے بتایا کہ فرمونا کا قیام کسی ہوٹل میں ہے۔ وہ مجھے اس کے متعلق بتا رہا تھا کہ وہ روسی لڑکی ہے۔ ماسک مین کے ملک سے آئی ہے۔ اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے اس لڑکی کا تعلق دور یا نزدیک سے تھا۔ اس تعلق سے صاف ظاہر تھا کہ ماسک مین کا واحد ٹیلی پیتھی جاننے والا ایوان راسکا اس وقت بیرم خان کے دماغ میں تھا اور وہاں اس نے میرے خلاف ان بھائیوں کو آلۂ کار بنایا ہوا تھا۔

کافور خان نے بھائی سے کہا "وہ لڑکی ہمارے مہربان سے تعلق رکھتی ہے۔ ابھی وہ تمہارے دماغ میں ہماری باتیں سن رہا ہے۔ ہمارا پروگرام جانتا ہے کہ ہم یہ ملک چھوڑ رہے ہیں۔ وہ خود اس لڑکی کو جا کر تمہارے متعلق بتا دے گا۔"

"برادر! وہ مہربان ابھی میرے دماغ میں نہیں ہے، کہیں گیا ہوا ہے۔"

"ابھی وہ آجائے گا۔ تم چلنے کی تیاری کرو۔"

میں یقین نہیں کر سکتا تھا کہ ایوان راسکا اس کے دماغ میں موجود نہیں ہوگا۔ فی الحال میں اس اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ایوان راسکا ہی کہوں گا۔ وہ ضرور ایک نئی چال چل رہا تھا۔ کسی فرمونا نامی لڑکی کو میرے سامنے چارا بنا کر پیش کر رہا تھا تاکہ میں اس میں دلچسپی لوں اور وہ اس کے ذریعے مجھ پر نظر رکھے اور موقع پا کر پھر مجھ پر قاتلانہ حملہ کر سکے۔

ہو سکتا ہے یہ بات نہ ہو۔ وہ اس حقیقت کو سمجھتا ہو کہ وہ فرمونا کے ذریعے مجھے ٹریپ کرنا چاہے گا تو میں بھی اس لڑکی کے ذریعے اسے بے نقاب کرنے اور اس کی شہ رگ تک پہنچنے کی کوشش کروں گا اور مجھے ایسا ہی کرنا تھا۔ اس دشمن خیال خوانی کرنے والے کی مصروفیات پر نظر رکھنے کے لئے اب وہی ایک لڑکی ذریعہ بن سکتی تھی۔

اگر میں فوراً ہی فرمونا کے قریب پہنچنا چاہتا یا ٹیلی فون کے ذریعے اس کے کسی ملازم یا رشتے دار کے دماغ میں پہنچ کر فرمونا آندروف کی حقیقت معلوم کرنا چاہتا تو دشمن خیال خوانی کرنے والے ایوان راسکا کو معلوم ہو جاتا۔ میں فی الحال اس سے دور رہ کر ایوان راسکا کو مایوس کرنا چاہتا تھا۔ اسے یقین دلانا چاہتا تھا کہ میں اس لڑکی کو کوئی اہمیت نہیں دے رہا ہوں۔

میں نے آئی جی کو مخاطب کیا۔ "ہدایت اللہ خان صاحب، السلام علیکم۔"

اس نے خوش ہو کر کہا "وعلیکم السلام فرہاد صاحب! خدا کی قسم میں ابھی آپ ہی کو یاد کر رہا تھا۔"

میں نے کہا "فرمایئے، میرے لائق کوئی خدمت ہے۔"

"جناب! ہم آپ کے خادم ہیں۔ اسلام آباد سے انٹیلی جنس کے ایک اعلیٰ افسر کا فون آیا تھا۔ وہ آپ سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتے ہیں۔"

"آپ ان کی آواز سنانے کی زحمت کریں، میں ان سے ضرور باتیں کروں گا۔"

وہ ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرتے ہوئے بولا "میں اپنے ایک ذاتی مسئلے پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ آپ میرے لئے وقت نکالیں۔"

"ابھی وقت ہے۔ آپ نمبر ڈائل نہ کریں۔ پہلے آپ کے مسئلے پر گفتگو ہوگی۔"

"یہ آپ کی محبت ہے کہ پہلے مجھ پر توجہ دینا چاہتے ہیں لیکن یہ رابطہ ہو گیا ہے۔ آپ ان سے گفتگو کر لیں۔"

پھر اس نے فون پر کہا "میں پشاور سے آئی جی بول رہا ہوں۔ صاحب سے بات کراؤ۔"

چند سیکنڈ کے بعد اس نے کہا "ہیلو، آپ کے لئے خوشخبری ہے۔ فرہاد صاحب میرے پاس موجود ہیں۔ ابھی پلک جھپکتے ہی آپ کے پاس پہنچنے والے ہیں۔"

"واقعی یہ خوشخبری ہے۔"

میں نے کہا "میں پلک جھپکنے سے پہلے پہنچ گیا ہوں۔ السلام علیکم۔"

وہ چونک کر بولا "ارے بھئی ہدایت اللہ خان صاحب! مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے میں اپنے اندر اجنبی لہجے میں بول رہا ہوں۔"

آئی جی نے کہا "فرہاد صاحب بول رہے ہیں۔ اب میری ضرورت نہیں رہی۔"

ادھر سے ریسیور رکھ دیا گیا۔ میں نے کہا۔ "جی ہاں، میں فرہاد بول رہا ہوں۔ آپ مستحکم ارادہ کر لیں کہ ریسیور ہاتھ میں مضبوطی سے پکڑے رہیں گے اور اسے کریڈل پر نہیں رکھیں گے لیکن میں رکھوا دوں گا۔"

"چلیں آپ کا یہ کمال دیکھ لیتے ہیں۔ میں نے ریسیور کو مضبوطی سے پکڑ لیا ہے۔ اگر اتنی مضبوطی سے چور کی کلائی پکڑ لوں تو بھاگنے نہ پائے۔ اگر میں......"

وہ کہتے کہتے رک گیا۔ میں نے مختصر طور پر اس کا چور خیال پڑھا کہ وہ کیا کہنا چاہتا تھا۔ پھر میں نے کہا "چور قوت سے ہاتھ چھڑاتا ہے اور محبوبہ اداؤں سے بہلا کر کلائی چھڑا لیتی ہے لیکن آپ نے ریسیور کو اتنی مضبوطی سے پکڑا ہے کہ شاہدہ زریں کی کلائی ہوتی تو وہ بھی نخرے دکھا کر چھڑا نہ سکتی۔"

اس نے حیرانی سے فوراً ہی ریسیور رکھتے ہوئے پوچھا "کک.... کون شاہدہ زریں؟ آپ کس کی بات کر رہے ہیں؟"

"اسی حور تمثال دلربا کی بات کر رہا ہوں جس نے آپ کا دل چھین کر اپنے پاس رکھ لیا۔ جس کا نام سنتے ہی آپ مضبوطی سے پکڑا ہوا ریسیور رکھ دیتے ہیں۔"

اس نے جھینپ کر کہا "آپ نے بڑی چالاکی سے ریسیور رکھوا دیا ہے۔ سچ بتائیں، آپ شاہدہ کے بارے میں کیسے جانتے ہیں؟"

"ابھی آپ کے دماغ سے معلوم کیا تھا۔ آپ کچھ کہیں یا نہ کہیں، ہم خیال خوانی کے ذریعے چور خیالات پڑھ لیتے ہیں۔"

"واقعی یہ کمال کا علم ہے۔ دنیا کا کوئی راز آپ کے سامنے راز نہیں رہتا ہوگا۔"

"یہ خیال خوانی کا علم ایسا ضرور ہے۔ اس کے باوجود ہم اسرارِ خداوندی کو نہ دیکھ سکتے ہیں، نہ سن سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسا زبردست غیر معمولی علم دے کر ہمیں سمجھاتا ہے کہ ہم وہیں تک پہنچتے ہیں جہاں تک وہ عالم الغیب ہمیں پہنچاتا ہے۔ اس سے آگے جانا ہماری جرأت اور فہم و ادراک سے بعید ہے۔"

"بے شک ایسی ہی زندہ مثالوں سے ایمان مستحکم ہوتا ہے۔"

"آپ نے کس لئے یاد کیا تھا؟"

"ہمارے ملک کے کچھ خفیہ معاملات ہیں۔ ان معاملات کی تہ تک پہنچنے کے لئے غیر ملکی جاسوس اور سیکرٹ ایجنٹ اسلام آباد آتے جاتے رہتے ہیں۔ بعض دشمنوں نے شبہات سے بالاتر رہنے کے لئے جہلم، پنڈی اور پشاور میں رہائش اختیار کی ہے۔ وہ ان شہروں سے اسلام آباد آتے ہیں۔ ایک آدھ دن پُراسرار سرگرمیوں میں مصروف رہتے ہیں پھر چلے جاتے ہیں۔"

"پھر تو یقیناً آپ کی نظروں میں ایسے کچھ سیکرٹ ایجنٹ ہوں گے۔"

"جی ہاں۔ مجھے ان پر شبہ ہے۔ آپ اپنے علم سے میرے شبہات کو غلط یا درست ثابت کر سکتے ہیں۔"

"آپ ان کے نام اور پتے بتائیں۔ یا ان کی آوازیں سنائیں۔ میں ان سب کی اصلیت معلوم کرنے کی کوشش کروں گا۔"

"ایک غیر ملکی انجینئر جان ریڈی ہے۔ وہ یہاں فائیو اسٹار ہوٹل تعمیر کرنے آیا ہے۔ ہمارے ایک جاسوس کی رپورٹ ہے کہ وہ برائے نام انجینئر ہے کیونکہ ایک انجینئر کی حیثیت سے ہمارے جاسوس کے ساتھ ٹیکنیکل گفتگو کرتے وقت جھجک رہا تھا۔ وہ تعمیراتی معاملات میں کم دلچسپی لیتا ہے اور سرکاری افسران سے زیادہ دوستی کرتا ہے اور ان کے ساتھ زیادہ وقت گزارتا ہے۔"

"آپ مجھے اس کی آواز سنائیں۔"

"میں رپورٹ پیش کرنے والے جاسوس سے رابطہ کرتا ہوں۔ وہ اپنے طور پر انجینئر جان ریڈی سے فون پر گفتگو کرے گا۔ آپ اس کے ذریعے آواز سن سکتے ہیں۔ اس کے بعد میں دوسرے مشکوک کے متعلق بتاؤں گا۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کئے۔ رابطہ قائم ہونے پر کہا۔ "مسٹر سرفراز! ہمیں فرہاد صاحب کا بھرپور تعاون حاصل ہو رہا ہے۔ یہ میرے پاس موجود ہیں۔ تمہاری آواز سن کر تمہارے دماغ میں آئیں گے پھر تم فون پر جان ریڈی کی آواز فرہاد صاحب کو سناؤ گے۔"

"رائٹ سر! میں فرہاد صاحب کو جان ریڈی کی آواز ابھی سناؤں گا۔"

میں نے سرفراز کے دماغ میں پہنچ کر کہا "ریسیور رکھ دو۔ میں تمہارے اندر موجود ہوں۔"

"جناب! یہ میری خوش قسمتی ہے کہ آپ مجھ ناچیز سے مخاطب

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہیں۔ میں ابھی جان ریڈی سے گفتگو کرتا ہوں اور یہ چاہتا ہوں کہ آپ میرے وہ خیالات پڑھیں، جنہیں میں زبان پر لانا نہیں چاہتا۔"

"اچھی بات ہے' میں پڑھوں گا۔ تم اپنا کام کرو۔"

اس نے جان ریڈی سے رابطہ کرکے پوچھا "ہیلو مسٹر ریڈی! خیریت سے ہو؟"

وہ بولا "یہ تم خیریت معلوم کرنے کے بہانے مجھ پر نظر رکھتے ہو۔"

"فون پر نہ کوئی نظر آتا ہے نہ نظر رکھی جاتی ہے۔ تم ہمارے ملک میں مہمان ہو۔ اس لئے تمہاری خیریت معلوم کرنا میرا فرض ہے۔"

"میں بہت مصروف ہوں' کام کی بات کرو۔"

"کام کی بات یہ ہے کہ تمہارا کام تمام ہونے والا ہے۔"

سرفراز نے ریسیور رکھ دیا۔ اس نے ہیلو ہیلو کہہ کر کریڈل کو کھٹکھٹایا پھر گالیاں دیتے ہوئے ریسیور کو پٹخ دیا۔ اس کے ابتدائی خیالات پڑھتے ہی معلوم ہوگیا کہ وہ بین الاقوامی شہرت کا حامل سیکرٹ ایجنٹ راجر ہڈ ہے۔ امریکی اسے فخر سے کہتے تھے کہ وہ بین الاقوامی شہرت کا حامل ہے۔ دوسرے تمام ممالک اسے بدنام زمانہ جاسوس کہتے تھے۔ وہ جس ملک میں جاتا تھا' وہاں کے اہم معاملات کی جڑوں تک پہنچ جاتا تھا۔

فی الحال امریکا' روس' اسرائیل اور بھارت ہمارے ملک کے دو اہم معاملات کی تہہ تک پہنچنے اور ثبوت حاصل کرنے کے لئے بے چین تھے۔ ایک معاملہ ایٹم بم کا تھا۔ پاکستان ایٹم بم بنانے کا دعویٰ نہیں کرتا تھا۔ لیکن دشمن ممالک بضد تھے کہ بم تیار ہوچکا ہے اور وہ بم انہیں راتوں کو سونے نہیں دیتا تھا۔ اگر سوتے تھے تو ان کے خوابوں میں آکر زبردست دھماکے سے پھٹ پڑتا تھا۔ پاکستان کے نادیدہ بم سے ان کے دماغ پھٹ رہے تھے۔

دوسرا معاملہ پاکستان کی فوجی مشقوں کا تھا۔ پچھلے برس پاکستان کی بحری' بری اور فضائی افواج نے بڑی کامیاب جنگی مشقیں کی تھیں۔ یہ مشقیں اپنے وطن کے آنگن میں کی گئی تھیں لیکن پڑوسی ملک کی نیندیں اڑ گئی تھیں۔ اب وہ سراغرسانوں کے ذریعے معلوم کرنا چاہتا تھا کہ ہماری فوجی طاقت میں کس حد تک اضافہ ہوچکا ہے۔

ان دو اہم معاملات کی تہہ تک پہنچنے کے لئے امریکا اپنے بہترین سیکرٹ ایجنٹ کی خدمات پیش کرتے ہوئے بھارت سے تعاون کررہا تھا اور اسرائیل کا دل خوش کررہا تھا۔

سیکرٹ ایجنٹ راجر ہڈ نے یہاں قدم رکھنے سے پہلے معلومات حاصل کی تھیں کہ اس ملک کے لوگوں کی کمزوریاں کیا ہیں؟ ویسے تو ہر قوم میں کچھ کمزوریاں ہوتی ہیں لیکن ہمیں دوسری قوموں سے کیا لینا ہے' ہمیں تو اپنے گریبان میں جھانکنا ہے۔

ہماری پہلی کمزوری یہ ہے کہ ہم راتوں رات امیر بننا چاہتے ہیں اور دولت کی نمائش میں اپنے بھائی سے برتر اور اپنے پڑوسیوں سے افضل نظر آنا چاہتے ہیں۔

اسی پہلی کمزوری سے باقی دوسری کمزوریاں جنم لیتی ہیں۔ یعنی اگر ایک اپنے خاندان سے بھی زیادہ اعلیٰ خاندان کی لڑکی سے شادی کرتا ہے تو دوسرا مقابلتاً امریکی یا یورپی لڑکی کو دلہن بنا کر لے آتا ہے اور مونچھوں پر تاؤ دے کر بولتا ہے تمہارے پاس تو لوکل مال ہے۔ میں فارن کا آئٹم لایا ہوں۔

سیکرٹ ایجنٹ ایسی ہی کمزوریوں کے پیش نظر شراب اور شباب کا اچھا خاصا ذخیرہ لایا تھا۔ مہنگی سے مہنگی اسکاچ وسکی' حسین سے حسین گوری اور گلابی لڑکیاں' نوٹوں کی گڈیاں' اعلیٰ افسران اور اہم عہدیداران کی بیگمات اور ان کی جوان اولاد کے لئے گرین کارڈز لایا تھا۔

فارن کا اتنا پرکشش سامان ہو تو ایسے ایماندار بھی بک جاتے ہیں جن کے اندر بے ایمانی سوئی رہتی ہے۔ کبھی جاگتی ہے تو بے چارے ایماندار اسے تھپک کر سلاتے ہیں۔ یوں ان کے اندر بے ایمانی کبھی سوتی ہے کبھی جاگتی ہے۔ کبھی ایک آنکھ کھول کر گوری گوری ٹانگیں اور گرین کارڈ دیکھتی ہے۔ پھر ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھتی ہے۔

سیکرٹ ایجنٹ راجر ہڈ کو ابتدا میں دشواریاں پیش آئی تھیں کیونکہ ایٹمی پلانٹ اور سائنسی شعبے سے تعلق رکھنے والے ذہین سائنس دان نہایت فرض شناس تھے۔ صرف اپنے کام سے انہیں دلچسپی تھی۔ انہیں دولتمند بننے کی نہیں بلکہ بہترین کارنامے انجام دینے کی لگن تھی۔

وہ قناعت پسند تھے۔ زندگی گزارنے کے لئے جو مخصوص آمدنی تھی اس سے زیادہ حاصل کرنے کی خواہش نہیں تھی۔ چونکہ شاعر اور عاشق مزاج نہیں تھے اس لئے کوئی حسن کی ملکہ بھی انہیں متاثر نہیں کرتی تھی۔ وہ اپنے بیوی بچوں کی دنیا میں مطمئن رہتے تھے لیکن انسانی کمزوری کہیں ضرور چھپی ہوتی ہے۔ ایسے ہی فرض شناس اور ذمے دار سائنس دانوں کی بیویاں اور جوان بچے گرین کارڈز کے لئے ترستے تھے اور وہ کارڈز ہر قیمت پر حاصل کرنا چاہتے تھے۔

راجر ہڈ نے کہا "تمہارا شوہر اسلام حسین ہم سے دوستی کرے گا تو تم اپنے تمام بچوں کے ساتھ امریکا جا کر رہ سکو گی۔"

وہ بولی "دوستی کرنا اچھی بات ہے لیکن میرے میاں بہت ہی خشک مزاج اور آدم بیزار ہیں۔ کسی شخص سے دوستی تو دور کی بات ہے وہ بات بھی نہیں کرتے۔"

اس نے کہا "تم صرف بیوی نہیں اپنے بچوں کی ماں بھی ہو۔ ان کا مستقبل امریکا ہی میں بنا سکتی ہو۔"

جوان بیٹی نے کہا "یس ممی! اپنا گراف ہالی ووڈ اور ڈزنی لینڈ کی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

رنگا رنگی اور حسین مناظر مجھے خوابوں میں نظر آتے ہیں۔"

بیٹے نے کہا "ممی! اس چھوٹے سے ملک میں کیا رکھا ہے۔ امریکا دنیا کا جدید ترین ملک ہے وہاں ترقی کرنے اور آگے بڑھنے کے بڑے چانس ہوتے ہیں۔"

بیگم نے اس رات اسلام حسین سے کہا "دنیا کہاں سے کہاں پہنچ رہی ہے اور آپ وہیں کے وہیں ہیں۔"

اس نے سر جھکا کر کہا "میں بھی یہی سوچتا ہوں۔ دنیا کے سائنس دان بڑے بڑے تجربات کر رہے ہیں۔ میں بھی اپنے ملک کی ترقی کے لئے بہت سے کامیاب تجربات میں مصروف ہوں۔ انشاء اللہ جلدی....."

وہ بات کاٹ کر بولی "میں بات کچھ کرتی ہوں۔ آپ کا جواب کچھ اور ہوتا ہے۔ سائنس کی دنیا سے باہر نکل کر بھی باتیں کیا کریں۔"

"میری دنیا تو سائنس اور پاکستان ہے۔ اس کے بعد تم اور بچے ہو۔"

"بچوں کی بھلائی کے لئے کہہ رہی ہوں۔ میں انہیں امریکا لے جانا چاہتی ہوں۔"

"پاکستان میں کیا تکلیف ہے؟"

"بات تکلیف کی نہیں، ترقی کرنے کی ہے۔"

"کیا میں نے یہاں ترقی نہیں کی ہے۔ ملک کے اندر اور باہر میری شہرت نہیں ہے۔ کیا ملک کے سربراہ میری عزت نہیں کرتے ہیں کیا یہ ناموری ترقی نہیں ہے۔ بچے امریکا جا کر پاپ میوزک پر ڈانس کریں گے تو ترقی ہوگی؟"

"آپ تو ہمیشہ پتھر مارتے ہیں، باتیں نہیں کرتے۔"

بیٹے نے کہا "ڈیڈی! ہم نئے دور کی پیداوار ہیں۔ آپ پرانے زمانے کے والد صاحب کی طرح ہمیں اس ملک کا پابند نہ کریں۔ ہمیں دنیا دیکھنے دیں۔"

بیٹی نے کہا "ڈیڈی! میں امریکا ضرور جاؤں گی۔ انکل جان (راجر ہڈ) بہت اچھے ہیں۔ آپ ان سے ایک بار ملیں گے تو ہمیشہ کے لئے ان کے دوست بن جائیں گے۔"

"بیٹی فاخرہ! میں اس قدر اہم شعبے میں ہوں اور ایسی اہم ذمے داریاں سنبھالتا ہوں کہ اس کے پیش نظر کسی اجنبی سے ملاقات نہیں کر سکتا۔ کسی غیر ملکی سے بات کرنا بھی مناسب نہیں سمجھتا۔"

بیگم نے کہا "اس کا مطلب یہ ہے کہ حکومت نے آپ کو قیدی یا غلام بنا کر رکھا ہوا ہے۔"

"یہ غلامی نہیں فرض شناسی ہے۔ اپنے ملک کے اہم رازوں کی حفاظت کے لئے مجھے ہزاروں پابندیاں منظور ہیں۔ میرے پابند رہنے سے جلد ہی پوری قوم سائنس کے حوالے سے مجھ پر فخر کرے گی۔"

دوسرے دن بیگم نے راجر ہڈ سے کہا "مسٹر جان! میرا مرد ایک دم پتھر ہے۔ کنوئیں کا مینڈک ہے۔ کوئی دوسرا راستہ بتاؤ۔"

"بتا سکتا ہوں لیکن یہ بات اپنے شوہر سے کہو گی تو وہ مجھے اس ملک سے نکلوا دے گا یا قتل کرا دے گا۔"

"ایسی کیا بات ہے؟"

"پہلے رازداری کا وعدہ کرو۔ تم اور بچے رازدار بن جاؤ گے تو میں آج ہی تمہیں ایک لاکھ روپے یہاں دوں گا۔ امریکا میں پچاس ہزار ڈالر سے تمہارا اکاؤنٹ کھلوا دوں گا۔ تمہاری بیٹی فاخرہ اور بیٹے فہیم کو بہترین اسکول اور ٹیکنیکل انسٹیٹیوٹ میں داخلے مل جائیں گے۔ رہائش کا مفت انتظام ہو جائے گا۔"

وہ تینوں ماں بیٹے تعجب سے سن رہے تھے۔ حیرت سے ان کی آنکھیں پھیل گئی تھیں۔ مسرت سے منہ کھل گئے تھے۔ فاخرہ نے پوچھا "راز کیا ہے بتاؤ؟ ہم وہ راز اپنے سائے کو بھی نہیں بتائیں گے۔"

اس نے رازداری سے کہا "تمہارے ڈیڈی کی تحویل میں کئی اہم فائلیں رہتی ہیں۔ ان میں سے ایسی فائلوں کی مائیکرو فلمیں چاہتا ہوں جن میں یورینیم کے اسٹاک اور ایٹم بم کے فارمولے کی تفصیلات درج ہیں اور وہ تاریخ درج ہے جب پاکستان نے پہلا ایٹم بم بنایا تھا۔"

فہیم نے شدید حیرانی سے پوچھا "کیا پاکستان نے ایٹم بم بنایا ہے۔ یہ تو یقین نہ کرنے والی بات ہے۔"

راجر ہڈ نے کہا "ابھی تم نوجوان ہو۔ تمہارے کھانے کھیلنے کے دن ہیں۔ تم ایسی رازداری اور سیاست کو نہیں سمجھو گے۔"

بیگم نے پوچھا "لیکن ہمیں ان فائلوں کی مائیکرو فلمیں کیسے حاصل ہوں گی؟"

"وہ خود حاصل نہیں ہوں گی۔ انہیں حاصل کرنا ہوگا۔ میں ایک چھوٹے لائٹر سائز کا کیمرا دوں گا۔ اگر فاخرہ اور فہیم اپنے ڈیڈی سے ضد کریں کہ وہ ایٹمی پلانٹ کی عمارت کو اندر سے دیکھنا چاہتے ہیں تو باپ اپنے بچوں کی ضد پوری کر سکتا ہے۔"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میرا میاں اپنے اصولوں اور فرض شناسی کی خاطر اولاد کا دل توڑ دے گا۔ مگر ضد پوری نہیں کرے گا۔"

"کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی ہوگا۔ کچھ کئے بغیر تو کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔"

"میں نے اپنے سائنس دان میاں کے ساتھ اٹھارہ برس گزارے ہیں۔ اسے اچھی طرح سمجھتی ہوں۔ ہمارے مذہب میں تقویٰ ایسا عمل ہے کہ اس عمل سے گزرنے والا دنیا کی ہر خواہش کو مار دیتا ہے۔ صرف اتنا ہی حاصل کرتا ہے جتنا زندگی گزارنے کے لئے لازمی ہوتا ہے۔ اسلام حسین شریعت کا سخت پابند ہے۔ اسی لئے وہ کسی لالچ میں نہیں آئے گا۔"

"تو پھر ایک ہی راستہ ہے۔ اسے اس قدر کمزور بنا دیا جائے کہ وہ شریعت کو بھول جائے اور ہمارے سامنے گھٹنے ٹیک کر وہ فائلیں پیش کر دے۔"

"اسے کس طرح کمزور بنایا جا سکتا ہے؟"

"اگر ہم فاخرہ کو اغوا کرنے کا ڈراما پلے کریں اور اسے یقین ہو جائے کہ جوان بیٹی بدمعاشوں کے چنگل میں ہے اگر ان فائلوں کی مائیکرو فلم نہ دی گئیں تو وہ بے آبرو ہو جائے گی۔ اس کی زندگی برباد ہو جائے گی۔"

بیگم نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ کر کہا "ارے تم پاگل ہو گئے ہو۔ میرے سامنے میری بیٹی کو اغوا کرنے اور اس کے بے آبرو ہونے کی باتیں کر رہے ہو۔"

"میں پاگل نہیں ہوں۔ تمہاری بیٹی کو سچ مچ اغوا نہیں کیا جائے گا۔ ہم فاخرہ اور فہیم کو کہیں چھپا دیں گے اور اسلام حسین کی پدرانہ محبت کو آزمائش میں مبتلا کر دیں گے۔"

"ہاں، تمہاری تدبیر سمجھ میں آ رہی ہے۔"

فاخرہ نے خوش ہو کر کہا "ممی! بڑا زبردست ایڈونچر رہے گا۔ ڈیڈی میرے اور فہیم کے لئے تڑپنے لگیں گے۔ وہ خواہ کتنے ہی اصولوں کے پابند ہوں، ہمارے لئے تمام پابندیاں توڑ دیں گے۔"

فہیم نے بھی تائید کی۔ بیگم بھی راضی ہو گئی۔ ماں کو اندیشہ نہیں تھا کہ جوان بیٹی ہاتھ سے بے ہاتھ ہوگی۔ یہ یقین تھا کہ بھائی کے ساتھ رہے گی پھر جان ریڈی (راجر ہڈ) ان کا سرپرست ہوگا۔

پہلے بیگم نے کہا کہ وہ بھی بیٹی کے ساتھ روپوش ہوگی۔ راجر ہڈ نے سمجھایا، بیگم کو اپنے شوہر کے پاس رہنا چاہئے تاکہ بیٹی کی واپسی کے عوض اسلام حسین سے فائلوں کی مائیکرو فلم کا مطالبہ کیا جائے تو وہ اپنے شوہر کو اولاد کی خاطر مطالبہ منظور کرنے پر مجبور کرتی رہے۔

اس منصوبے کے مطابق راجر ہڈ شام کے پانچ بجے فاخرہ اور فہیم کو اپنے ساتھ لے گیا۔ رات کو اسلام حسین نے گھر آ کر پوچھا۔ "بچے کہاں ہیں؟"

بیگم نے کہا "اب وہ بچے نہیں ہیں۔ جوان ہو گئے ہیں۔ کہیں گھومنے پھرنے گئے ہیں۔ ابھی آ جائیں گے۔"

"جوان لڑکی کو اندھیرا ہونے سے پہلے گھر آ جانا چاہئے۔"

"وہ بھائی کے ساتھ گئی ہے۔"

"بھائی چھوٹا ہے، نادان ہے۔"

"توبہ ہے، آپ اولاد کو امریکا نہیں جانے دیتے۔ بازار تک تو جانے دیا کریں۔"

وہ اپنے کمرے میں جا کر لباس تبدیل کرنے لگا۔ بیگم کچن میں کھانا گرم کرتے ہوئے بڑبڑانے لگی "روز کا یہی دستور ہے۔ صبح اٹھو گھر کے کاموں میں لگے رہو۔ شام کو تفریح کے لئے جاؤ تو طرح طرح کے سوالات پوچھے جاتے ہیں۔ یہ بھی کوئی زندگی ہے۔ امریکا گندم کھاتے ہیں۔ مگر امریکا جانے نہیں دیتے۔"

وہ زور زور سے بڑبڑا رہی تھی تاکہ میاں کے کانوں تک بیوی کی مظلومیت اور فریاد پہنچتی رہے۔ اسی وقت ٹیلیفون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے کہا "میں سالن گرم کر رہی ہوں۔ آپ فون اٹینڈ کریں۔"

اسلام حسین نے ڈرائنگ روم میں آ کر فون کا ریسیور اٹھایا۔ پھر کہا "ہیلو۔"

دوسری طرف سے پوچھا گیا "کیا آپ ہمارے ملک کے معروف سائنس داں اسلام حسین ہیں؟"

"جی میں بول رہا ہوں۔"

"میں بھی بول رہا ہوں۔ ذرا توجہ سے سنو۔ ہم نے تمہاری بیٹی فاخرہ اور بیٹے فہیم کو اغوا کیا ہے۔ دونوں ہمارے قبضے میں ہیں۔ اگر اس سلسلے میں تم نے پولیس کو اطلاع دی یا کسی خفیہ کارروائی کی حماقت کی تو تمہیں ان کی لاشیں ملیں گی۔"

"کون ہو تم؟ یہ کیا بکواس کر رہے ہو؟"

"اپنے بچوں کی آوازیں سنو اور یقین کرو کہ یہ بکواس نہیں ہے۔"

چند سیکنڈ کے بعد فاخرہ کی روتی ہوئی آواز سنائی دی۔ "ڈیڈی مجھے بچاؤ۔ یہ مجھے اور فہیم کو بیدردی سے مار رہے ہیں۔"

باپ نے تڑپ کر پوچھا "بیٹی! حوصلہ کرو، یہ کون لوگ ہیں۔ کیا تم کسی کو پہچانتی ہو؟"

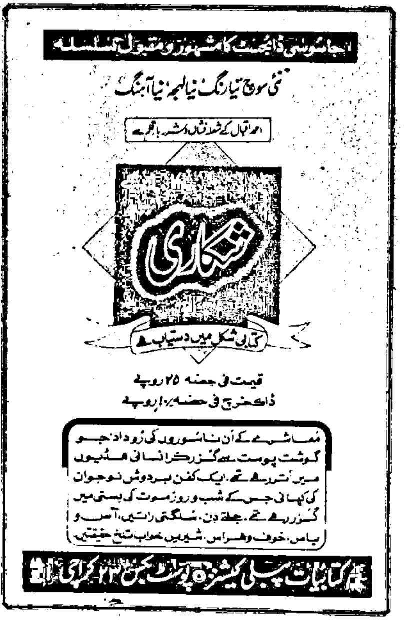

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ایک زور دار طمانچے کے ساتھ بیٹی کے رونے اور چیخنے کی آوازیں سنائی دیں پھر فہیم نے فون پر پکارا۔ "ڈیڈی! یہ لوگ آپی کو مار رہے ہیں۔ کہتے ہیں آپ نے ان کا مطالبہ پورا نہ کیا تو ہم دونوں کو جان سے مار ڈالیں گے۔ پلیز، ہمیں ان سے نجات دلائیں۔"

"گھبراؤ نہیں بیٹے! میں ان کا مطالبہ پورا کروں گا۔ ان سے پوچھو یہ کتنی رقم چاہتے ہیں؟"

ریسیور سے ایک بھاری بھرکم آواز سنائی دی۔ "رقم نہیں بڈھے۔ ان فائلوں کی مائیکرو فلم اتار کر دو جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تم لوگوں نے یورینیم کا کافی ذخیرہ کیا ہے اور فلاں تاریخ کو ایک ایٹم بم یہاں تیار ہو چکا ہے۔"

اسلام حسین نے کہا "اوہ تو اس لئے میرے بچوں کو اغوا کیا گیا ہے ویسے تم لوگوں نے غلط دروازے پر دستک دی ہے۔ ابھی چند لمحے پہلے بچوں کا باپ مرگیا ہے۔ صرف ایک پاکستانی سائنسدان یہاں رہتا ہے۔ میرا نام اسلام حسین ہے اور حسین کا اسلام بچوں کی قربانیاں دے کر ہی زندہ رہتا ہے۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ بیگم نے پوچھا "کیا ہوا؟ آپ ابھی کہہ رہے تھے کہ ہمارے بچوں کو اغوا کیا گیا ہے۔ کس نے کیا ہے؟ کیوں کیا ہے؟ آپ ابھی جائیں، میرے معصوم بچوں کو واپس لائیں۔"

وہ رونے لگی اور شوہر کو پکڑ کر جھنجھوڑنے لگی۔ اسلام حسین نے خود کو چھڑا کر کہا "ہوش میں آؤ۔ فاخرہ اور فہیم کی واپسی کے لئے ایسا مطالبہ کر رہے ہیں جسے میں کبھی پورا نہیں کرسکتا۔"

وہ ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگا۔ بیگم نے کریڈل پر ہاتھ رکھ کر فون کرنے سے روکتے ہوئے پوچھا "کسے فون کر رہے ہیں؟"

"قانون کے محافظوں کو صورتِ حال سے آگاہ کرنا ضروری ہے۔"

"کیا قانون کے محافظ ہمارے بچوں کو زندہ سلامت لے آئیں گے؟"

"میں بچوں کے لئے نہیں، ان فائلوں کی حفاظت کرانے اور ایٹمی پلانٹ کے اندر اور باہر سخت پہرا لگانے کے لئے فون کر رہا ہوں۔ ہٹو، وقت ضائع نہ کرو۔"

"جہنم میں گئیں تمہاری فائلیں۔ کیا وہ اولاد سے بڑھ کر ہیں؟"

اس نے جواب نہیں دیا۔ بیگم کو زور سے دھکا دے کر دور فرش پر گرایا۔ پھر نمبر ڈائل کرنے لگا۔ بیگم فرش پر پڑی اسے دیکھتی رہ گئی۔ منصوبہ کمزور ہو رہا ہے۔ وہ ایک باپ کے جذبات سے کھیلنے میں ناکام رہے تھے۔ سامنے کھڑا ہوا اسلام حسین فون پر باتیں کرتے وقت ایک انسان سے زیادہ فولادی تجوری دکھائی دے رہا تھا۔ جس کے اندر ملکی راز چھپے ہوئے تھے۔ اس تجوری کو توڑنے والے ٹوٹ سکتے تھے، تجوری کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تھے۔

**

شہر سے دور ایک چھوٹی سی پہاڑی پر ایک چھوٹا سا مکان تھا جہاں فاخرہ اور فہیم کو پہنچایا گیا تھا۔ وہاں پہنچنے کے بعد انہیں پتا چلا کہ وہ ڈراما نہیں تھا، تلخ حقیقت تھی۔ وہاں پانچ بدمعاشوں نے ان دونوں کی سچ مچ پٹائی کی تھی۔ راجر ہڈ موبائل فون لے کر آیا تھا۔ فاخرہ نے روتے ہوئے پوچھا "انکل جان! ہمارے ساتھ ایسا سلوک کیوں کر رہے ہو؟"

وہ بولا "بیٹی فاخرہ! تمہاری پٹائی نہیں ہوگی تو سچ مچ آنسو نہیں نکلیں گے۔ آواز میں درد پیدا نہیں ہوگا تو باپ کو فون پر یقین نہیں آئے گا کہ تم دونوں حقیقتاً اغوا کئے گئے ہو اور تم پر سچ مچ ظلم ہو رہا ہے۔"

وہ نمبر ڈائل کرتے ہوئے بولا "میں تمہارے باپ کو کال کر رہا ہوں۔ جب بات کرنے کو کہوں تو اسی طرح روتے سسکتے بولنا۔ ڈرامے میں حقیقت کا رنگ بھر جائے گا۔"

"میں ڈیڈی سے صاف صاف کہہ دوں گی کہ تم فراڈ ہو تمہارا نام راجر ہڈ ہے اور تم نے......"

وہ بات پوری نہ کرسکی۔ اس کی کنپٹی سے ریوالور کی نال لگ گئی۔ وہ بولا "میرا نام لوگی۔ ہمارے بارے میں کوئی اشارہ دینے کی کوشش کروگی تو گولی مار دوں گا۔ پہلے تمہیں پھر تمہارے بھائی کو۔"

دونوں بہن بھائی نے مجبور ہو کر اُس کے حکم کے مطابق باپ سے بات کی۔ پھر وہ فون کو آف کر کے غصے سے بولا "وہ سائنس دان کتے کی موت مرنا چاہتا ہے۔ اگر اس نے مطالبہ پورا نہ کیا تو میں تم دونوں کے ساتھ تمہارے ماں باپ کو بھی مار ڈالوں گا۔ اب ایک آخری حربہ رہ گیا ہے۔ کیمرا لاؤ۔"

ویڈیو کیمرا اور لائٹس وغیرہ کمرے میں لائی گئیں۔ راجر ہڈ نے کرائے کے غنڈوں سے کہا "اپنے چہروں پر ماسک چڑھالو۔ جیسے ہی کیمرا اسٹارٹ ہو۔ تم میں سے تین اس لڑکے کو پکڑ لینا اور باقی دو اس لڑکی کا لباس پھاڑیں گے۔ خوب تماشا بنا کر آہستہ آہستہ دونوں کو بے لباس کرتے رہو۔ جتنے اطمینان سے لباس کی دھجیاں اڑاتے رہو گے ان کا باپ اپنے وی سی آر پر یہ منظر دیکھ کر اتنا ہی غیرت سے مرتا رہے گا لیکن لڑکی کی عزت نہ لینا۔ میں پھر ان کے باپ کو سوچنے سمجھنے کا موقع دوں گا اور کہوں گا، صبح تک میری مطلوبہ مائیکرو فلم نہ ملی تو پھر فاخرہ کے ساتھ شرمناک ویڈیو فلم تیار ہوگی۔"

تمام لائٹس آن ہوگئیں۔ غنڈوں نے چہروں پر ماسک چڑھالئے کیمرا اسٹارٹ ہوا اور غنڈے ایکشن میں آئے تو فاخرہ اور فہیم کی چیخیں گونجنے لگیں۔ اب انہیں معلوم ہوا کہ امریکا کا گرین کارڈ کتنا مہنگا پڑتا ہے۔

اسلام حسین کی رہائش گاہ میں پولیس کے اعلیٰ افسران آگئے تھے۔ وہ ٹیلی فون اور وائرلیس کے ذریعے مختلف پولیس پارٹیوں سے معلوم کر رہے تھے کہ وہ پولیس والے فاخرہ اور فہیم کو کہاں کہاں ڈھونڈتے پھر رہے ہیں۔ اسلام حسین اپنی بیگم سے پوچھ رہا تھا "وہ امریکی کون ہے جو تمہارے اور بچوں کے ذریعے مجھ سے دوستی کرنا چاہتا تھا؟"

بیگم نے کہا "وہ تو نہایت شریف آدمی ہے۔ فاخرہ اور فہیم کو اپنے بچوں کی طرح چاہتا ہے۔"

"وہ شریف ہے یا نہیں، اس کی تحقیقات پولیس والے کریں گے۔ اس کا نام اور پتا بتاؤ؟"

ایک جاسوس نے کہا "جناب! ہم ایسے لوگوں کو نظروں میں رکھتے ہیں جو آپ سے یا آپ کی فیملی سے رابطہ بڑھاتا ہے۔ اس کا نام جان ریڈی ہے۔ یہاں فائیو اسٹار ہوٹل کی تعمیر کے لئے بطور انجینئر آیا ہے۔ میرے دو ماتحت اس کی رہائش گاہ میں اسے چیک کرنے گئے ہیں۔"

بیگم پریشان ہوگئی۔ وہ جانتی تھی جان ریڈی (راجر ہڈ) اپنی رہائش گاہ میں نہیں ہوگا۔ فاخرہ اور فہیم کے ساتھ کہیں چھپا ہوگا اور ان بچوں کے ساتھ شفقت سے پیش آرہا ہوگا۔

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ ایک پولیس افسر نے ریسیور اٹھا کر پوچھا "ہیلو کون ہے؟"

دوسری طرف سے پوچھا گیا "تم کون ہو؟ اسلام حسین کو فون دو۔"

"میں آئی جی پولیس بول رہا ہوں۔ اسلام حسین صاحب سے کیا کام ہے۔ پہلے اپنا نام اور شناخت بتاؤ۔"

"میں نے اسلام حسین کو وارننگ دی تھی کہ میرے معاملات میں پولیس کو خبر نہ کریں لیکن وہ سائنس داں اپنے بچوں کے ساتھ اپنی بھی موت چاہتا ہے۔ اس سے کہو رہائش گاہ کے بالکل سامنے سڑک کے دوسری طرف درخت کی جڑ کے پاس ایک ویڈیو کیسٹ رکھا ہوا ہے۔ اسے اپنے ٹی وی اسکرین پر دیکھے۔ اپنے بچوں کا انجام دکھائی دے گا۔"

دوسری طرف سے ریسیور رکھ دیا گیا۔ پولیس افسر نے ایک سپاہی سے کہا "سامنے سڑک کے اس پار ایک درخت کے پاس ویڈیو کیسٹ رکھا ہوا ہے، اسے لے آؤ۔"

سپاہی نے حکم کی تعمیل کی۔ اسے لے آیا۔ اسلام حسین نے کیسٹ لے کر کہا۔

"اس کیسٹ کے ذریعے وہ مجھے کچھ ایسے مناظر دکھائے گا جو میرے لئے ناقابلِ برداشت ہوں گے۔ بہتر ہے اسے ضائع کر دیا جائے۔"

ایک افسر نے کہا "اسلام صاحب! ہوسکتا ہے اسے دیکھ کر ہمیں مجرم کا کوئی سراغ مل جائے یا وہ بچوں کی واپسی کی نئی شرائط پیش کر رہا ہو تو شاید وہ شرائط ہمارے لئے قابلِ قبول ہوں۔"

"اچھی بات ہے، لیکن یہ کیسٹ پہلے کسی لیڈی پولیس افسر کو دکھائی جائے۔ قابلِ اعتراض باتیں نہ ہوئیں تو ہم اسے دیکھیں گے۔"

بیگم نے کہا "مجھے دیں۔ میں دیکھ لیتی ہوں۔"

"بیگم! اب یہ سرکاری معاملہ ہوگیا ہے۔ اسے صرف قانون کی کوئی محافظ عورت دیکھ کر رپورٹ پیش کرے گی۔"

بیس منٹ بعد ایک لیڈی انسپکٹر نے آکر ایک بند کمرے میں اس کیسٹ کے ذریعے فاخرہ اور فہیم کو دیکھا پھر باہر آکر کہا "فاخرہ اور فہیم کے ساتھ برا سلوک کیا جا رہا ہے۔ بات ابھی تک بے لباسی تک پہنچی ہے۔ وہ دھمکی دے رہا ہے کہ مطالبات پورے نہ کئے گئے تو معاملہ بے آبروئی تک پہنچے گا اور شرمناک مناظر کی فلمیں شہر شہر دکھائی جائیں گی۔"

ایک افسر نے غصے سے کہا "یہ مجرم بے حیائی اور شیطنت کی انتہا کر رہا ہے۔ ایک بار یہ ہاتھ آجائے تو......"

اسلام حسین نے کہا "ہاتھ آنے کی ہی بات ہے۔ جو ہاتھ نہیں آتے وہ ہمیں مجبور اور بے بس بنا دیتے ہیں۔"

وہاں بیٹھے ہوئے جاسوس سرفراز نے اپنے اعلیٰ افسر کا فون ریسیو کیا۔ یہ وہی فون تھا جس کے ذریعے میں سرفراز کے دماغ میں پہنچا۔ پھر سرفراز نے معلوم کیا کہ جان ریڈی اپنی رہائش گاہ میں موجود ہے۔ اس نے فون پر اس سے باتیں کیں۔ اس طرح میں جان ریڈی کے دماغ میں پہنچ گیا۔

راجر ہڈ (جان ریڈی) ایک گھنٹا پہلے اس پہاڑی مکان میں تھا جہاں فاخرہ اور فہیم کی ویڈیو فلم تیار کی گئی تھی۔ پھر وہ ویڈیو کیسٹ لے کر اسلام حسین کے بنگلے کے سامنے سے گزرتے ہوئے اس کیسٹ کو ایک درخت کے پاس چھوڑ گیا تھا۔ گھر آکر فون کے ذریعے اسلام حسین کو بتا چکا تھا کہ وہ درخت کے پاس سے کیسٹ اٹھا کر ٹی وی پر اپنے بچوں کو دیکھ لے۔

وہ تماشے دکھا رہا تھا اور چھپ کر مطمئن تھا کہ اسے کوئی ڈھونڈ نہیں پائے گا۔ زیادہ سے زیادہ اس پر شبہ کیا جائے گا لیکن بہت بڑی سپر پاور کے سیکرٹ ایجنٹ پر شبہ کر کے اسے گرفتار نہیں کیا جاسکتا تھا۔ اگر ثبوت کی بنا پر گرفتار ہوتا تو امریکا ہماری حکومت پر سیاسی دباؤ ڈالتا اور اسے رہا کرا کے لے جاتا۔

میں نے اسے مائل کیا کہ وہ اپنے غنڈوں سے رابطہ کرے۔ اس نے رابطہ کیا۔ میں آواز سنتے ہی ایک غنڈے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پہلے یہ معلوم کیا کہ وہ کون سی جگہ ہے۔ پھر جاسوس سرفراز کے پاس آکر اس جگہ کی نشاندہی کی، اسے بتایا کہ فاخرہ اور فہیم وہاں موجود ہیں۔ ایک پولیس پارٹی جا کر انہیں حفاظت سے لے آئے۔

سرفراز نے یہ خوش خبری اسلام حسین اور دوسرے افسران کو

itsurdu.blogspot.com
itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

سنائی۔ میں نے ایک غنڈے کے پاس آکر دوسرے غنڈوں کی آوازیں سنیں۔ پھر ایک ایک کو مخاطب کرنے لگا۔ وہ پریشان ہو کر اپنا اپنا سر پکڑ رہے تھے اور اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے پوچھ رہے تھے۔ "کون ہے؟ یہ کون ہے؟ مجھے اپنے اندر کسی کی آواز سنائی دے رہی ہے۔"

دوسرے نے کہا "میں بھی اپنے اندر ایسا ہی محسوس کر رہا ہوں۔"

تیسرے نے کہا "میرے اندر بھی کوئی بول رہا ہے۔"

اس تیسرے نے فاخرہ کا لباس اس کے جسم پر ڈالتے ہوئے کہا "ہم دوسری طرف مُنہ پھیرتے ہیں۔ تم یہ لباس پہن لو۔"

پھر اس نے ساتھیوں سے کہا "اُدھر کیا دیکھ رہے ہو' اُدھر مُنہ کرو۔"

ایک نے پوچھا "ابے تو اچانک فرشتہ کیسے بن گیا؟"

اس نے پوچھنے والے کے مُنہ پر ایک گھونسا مارا پھر کہا "فرشتہ نہیں' بھائی بن گیا ہوں۔ یہ میری بہن ہے۔"

ایک اور ساتھی نے کہا "اے رمضو! تیرا دماغ چل گیا ہے۔ ابھی جس کے کپڑے اتارے اسے بہن کہہ رہا ہے۔"

رمضو نے اسے کراٹے کا ایک ہاتھ رسید کیا۔ دوسرے کو گھوم کر ایک کک ماری۔ وہ فائٹنگ کا یہ انداز نہیں جانتا تھا۔ میں اس کے اندر رہ کر ان سب کی پٹائی کرتا جا رہا تھا۔ کبھی رمضو انہیں مارتا تھا اور کبھی وہ خود میری مرضی کے مطابق ایک دوسرے کی پٹائی کرنے لگتے تھے۔

فاخرہ اور فہیم لباس پہن کر ایک گوشے میں سہمے کھڑے تھے اور حیرانی سے انہیں آپس میں لڑتے مرتے دیکھ رہے تھے۔ ایک نے چاقو نکال کر دوسرے کو ہلاک کر دیا تھا۔ جب میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑا تو وہ خود کو قاتل اور دوست کو مقتول پا کر گھبرا گیا۔ رمضو نے اس کے ہاتھ سے چاقو چھین کر پوچھا "یہ تو نے کیا کیا؟ جب ہاتھ میں چاقو ہو تو قتل نہیں کرنا چاہئے۔ صرف زخمی کرنا چاہئے۔ دیکھو اس طرح....."

اس نے چاقو کے وار سے اسے زخمی کیا۔ تیسرے ساتھی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا "رمضو! تو بھی وہی حرکت کر رہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے ہم سب پاگل ہو گئے ہیں۔ یہ چاقو پھینک دے۔"

اس نے رمضو کے ہاتھ سے چاقو چھڑایا۔ میری مرضی کے مطابق اسے ہاتھ میں لے کر ایک اور ساتھی کو زخمی کر دیا۔ ان حالات میں وہ سب بدحواس ہو گئے۔ رمضو نے کہا "معلوم ہوتا ہے کوئی غیبی طاقت ہمیں سزا دے رہی ہے۔ ہم نے معصوموں پر ظلم کیا ہے۔ ہمیں اس کی سزا مل رہی ہے۔"

ایک زخمی نے تکلیف سے کراہتے ہوئے کہا "میں تو کہتا ہوں بھاگ چلو۔"

ایک اور نے کہا "کیسے بھاگ جائیں؟ ہم نے مسٹر جان سے دس دس ہزار لئے ہیں۔ میں نے جان صاحب کو یقین دلایا تھا کہ تم سب جان پر کھیل جانے والے بندے ہو۔ بزدلوں کی طرح بھاگو گے تو میں تم سب سے رقم واپس لے لوں گا۔ گلو اور چنٹے کو رقم دے کر لے آؤں گا۔"

"استاد فخرو! غصہ نہ کرو' غور کرو۔ ہم خود بخود بے بس ہو رہے ہیں۔ خواہ مخواہ ایک دوسرے کو زخمی کر رہے ہیں۔ اگر اس آسیب زدہ مکان میں رہیں گے تو ہمیں نقصان پہنچانے والا آسیب جلد ہی حوالات پہنچا دے گا اور ہم اپنے بچاؤ کے لئے کچھ نہیں کر سکیں گے۔"

فخرو استاد نے کہا "میری تو عقل کام نہیں کر رہی ہے۔ میں جان صاحب کو یہاں کے حالات بتا کر انہیں بلاتا ہوں۔"

اس نے موبائل فون کے ذریعے رابطہ کیا پھر کہا "جان صاحب! آپ فوراً آ جائیں' اُدھر گڑبڑ ہو رہی ہے۔"

راجر ہڈ نے پوچھا "کیا پولیس آ گئی ہے؟"

"نہیں' کچھ عجیب قسم کا معاملہ ہو رہا ہے۔ آپ یقین نہیں کریں گے۔ ہم تمام ساتھی یہاں ایک دوسرے سے لڑ رہے ہیں۔ جبکہ ہم گہرے دوست بھی ہیں لیکن بے اختیار ایک دوسرے کی پٹائی کر رہے ہیں۔ میرے ایک ساتھی نے دوسرے ساتھی کو چاقو سے قتل کر دیا ہے۔ دو ساتھی زخمی ہو گئے ہیں۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "کیا تمہارے دماغوں میں کوئی بولتا ہے؟"

"ہاں' ہم سب نے اپنے اندر کسی کی آواز سنی ہے۔"

"او گاڈ! یہ ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارے دماغوں تک کیسے پہنچ گیا؟"

"جان صاحب! کیا تم کسی ایسے جادوگر کو جانتے ہو جو دوسروں کے دماغوں میں آ کر بولتا ہے اور پاگل بنا دیتا ہے؟"

"وہ جادوگر نہیں ہے۔ فرہاد علی تیمور ہے۔"

"یہ فرہاد کون ہے؟"

"کوئی بھی ہے۔ اب مجھ سے رابطہ نہیں کرنا۔ میں خود تم سے بات کروں گا۔ اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہ جگہ فوراً چھوڑ دو اور جگہ چھوڑنے سے پہلے فاخرہ اور فہیم کو قتل کر دو۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ فخرو استاد نے ہیلو ہیلو کہہ کر پکارا پھر موبائل فون کو آف کر کے ساتھیوں سے کہا "جان صاحب کا حکم ہے ان دونوں کو قتل کر کے فوراً یہ جگہ چھوڑ دو۔"

"نہیں....." وہ بہن بھائی خوف سے چیخنے اور گڑگڑانے لگے۔ "ہمیں جان سے نہ مارو۔ ہمیں چھوڑ دو۔"

فاخرہ نے کہا "رمضو بھائی! ابھی تم نے مجھے بہن کہا ہے۔ کیا بہن کو قتل کرو گے؟"

رمضو نے کہا "کوئی تمہیں ہاتھ نہیں لگائے گا۔ جو تمہیں مارنے آئے گا' وہ خود کو مارے گا۔"

فخرو استاد نے پوچھا "رمضو! کیا پھر تیرا دماغ گھوم رہا ہے؟"

رمضو نے کہا "مجھ سے کیا پوچھتے ہو۔ وہ چاقو فرش پر پڑا ہے۔ ...یں زندگی عزیز نہیں ہے تو ان بچوں پر قاتلانہ حملہ کرو۔"

"ہمیں یہ قصہ فوراً ختم کر کے یہاں سے بھاگنا ہوگا۔"

یہ کہتے ہوئے فخرو استاد نے فرش پر سے چاقو اٹھایا' پہلے فاخرہ ...ی طرف بڑھایا۔ وہ بھائی سے لپٹ کر رونے اور چیخنے لگی۔ استاد ...نے اس کے قریب پہنچ کر وہ چاقو اپنے بائیں بازو میں پیوست کر دیا ...ر تکلیف سے چیختا ہوا پیچھے ایک دیوار سے جا لگا۔

بھائی بہن نے حیرانی سے اسے خود کو زخمی کرتے دیکھا اور ...ونوں ہاتھ دعا کے لئے اٹھا کر کہنے لگے "اللہ میاں! ہمیں معاف کر ...ے۔ ہم امریکا میں رہنے کے لئے اپنے وطن سے غداری کر رہے تھے ...ر باپ سے زیادہ ماں کو عقلمند سمجھ رہے تھے۔ ہمیں ایک بار ...لامتی دے دو۔ ہم آئندہ کبھی غلطی نہیں کریں گے اور ڈیڈی کے ...ش قدم پر چلیں گے۔"

میں نے رمضو کی زبان سے اس کے ساتھیوں سے کہا "دیکھو ...د استاد ان پر حملہ کرنا چاہتا تھا' خود پر حملہ کر بیٹھا۔ پھر بھی عبرت ...صل نہیں ہو رہی ہے تو جو حملہ کرنا چاہتا ہے' وہ آگے بڑھے۔ ...و پھر فرش پر پڑا ہے۔"

کسی نے آگے بڑھنے کی جرات نہیں کی۔ فخرو استاد نے کہا۔ ...م سب کو مرہم پٹی کی ضرورت ہے۔ ہمیں فوراً یہاں سے بھاگنا ہے۔ ان دونوں کو یہیں رہنے دو۔"

رمضو نے پوچھا "کیوں رہنے دو۔ ہم نے ان پر ظلم کیا ہے۔ ...نہیں واپس گھر پہنچانا ہم سب کا فرض ہے۔"

"کیسی باتیں کرتے ہو۔ انہیں واپس لے جا کر گرفتار ہونا ...ہتے ہو؟"

اس کی بات ختم ہوتے ہی دروازے پر دستک سنائی دی پھر ...بھدار آواز میں کہا گیا "اس مکان کو پولیس نے چاروں طرف ...گھیر لیا ہے۔ تم لوگوں کی بھلائی اسی میں ہے کہ ایک ایک کر کے ...ں ہاتھ اٹھا کر باہر آتے جاؤ۔"

میں نے رمضو کے ذریعے کہا "استاد تمہیں گرفتاری کا خوف ...وہ گرفتاری چل کے تمہارے پاس آ گئی ہے۔"

میں نے اسے کچھ سوچنے اور بولنے کا موقع نہیں دیا۔ اس کے ...ر جا کر اسے مکان سے باہر دھکا دے دیا۔ اسی طرح میں نے باقی ...کو بھی پولیس کی تحویل میں پہنچا کر جاسوس سرفراز سے کہا۔ ...نوں بہن بھائی اندر سہمے ہوئے ہیں۔ انہیں پوری حفاظت کا ...دلا کر اسلام حسین صاحب کے پاس پہنچا دو۔ میں تھوڑی دیر ...تمہارے پاس آؤں گا۔"

میں وہاں سے راجر ہڈ کے پاس پہنچا۔ وہ ایک اٹیچی میں ...ری سامان لے کر اپنے سفیر کی رہائش گاہ میں پہنچ گیا تھا۔ اندر ...ری طرح سہما ہوا تھا۔ گھبرا کر سفیر سے کہہ رہا تھا "میں ابھی ...اسی وقت یہاں سے جاؤں گا۔"

"کہاں جاؤ گے؟"

"جس ملک کی فلائٹ میں جگہ مل جائے' میں اسی میں بیٹھ کر پاکستان سے باہر نکل جانا چاہتا ہوں۔"

سفیر نے انٹر کام پر سیکریٹری سے کہا "مسٹر جان ریڈی کے لئے کسی بھی پہلی فلائٹ میں سیٹ حاصل کرو۔ پاسپورٹ اور ضروری کاغذات یہاں آکر لے جاؤ۔"

پھر اس نے انٹر کام کو آف کر کے پوچھا "مسٹر جان! تم اس قدر پریشان اور گھبرائے ہوئے کیوں ہو؟"

"اچانک ٹیلی پیتھی کی مصیبت نازل ہو گئی ہے۔ میں بڑے اطمینان سے نام اور شخصیت بدل کر کام کر رہا تھا۔ شاید صبح تک اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتا لیکن آدھا گھنٹا پہلے معلوم ہوا کہ فرہاد علی تیمور میرے غنڈوں کے دماغوں میں پہنچ گیا ہے۔"

سفیر نے پوچھا "کیا تم نہیں جانتے تھے کہ وہ پاکستان میں ہے؟"

"جانتا تھا' جانتا ہوں۔ مجھے کہا گیا تھا کہ فرہاد کو دوسرے بہت سے مسائل میں الجھا کر رکھا جائے گا۔ اسے میری کوئی خبر نہیں ملے گی۔ وہ لاہور اور پشاور ہی میں مصروف رہے گا۔"

"کیا تمہیں یقین ہے کہ وہ تمہارے دماغ میں نہیں ہے؟"

"پورا یقین ہے۔ جب میرا آلۂ کار فخرو استاد فون پر مجھ سے باتیں کر رہا تھا' اس وقت فرہاد میری آواز سن کر آ سکتا تھا لیکن وہ ابھی تک نہیں آیا ہے۔ اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ فخرو جب مجھ سے باتیں کر رہا تھا تب وہ اس کے دماغ میں نہیں تھا۔ کسی دوسرے کام سے چلا گیا تھا۔"

"خداوندِ یسوع کی مہربانی سے ایسا ہی ہو۔ ورنہ تمہارے ساتھ میں بھی اس کی نظروں میں آ جاؤں گا۔ اسے یہ معلوم ہو جائے گا کہ میں یہاں اپنے ملک کے سیکرٹ ایجنٹوں اور تخریب کاروں کی پشت پناہی کے لئے سفیر بن کر آیا ہوں۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہوگی۔ فرہاد نے میری آواز نہیں سنی ہے۔ اس سے پہلے کہ یہاں کے جاسوس میری پاسپورٹ والی تصویر فرہاد کو دکھائیں اور وہ تصویر کی آنکھوں میں جھانک کر میرے دماغ میں آئے' میں اپنا پاسپورٹ لے کر یہاں سے چلا جاؤں گا۔"

میں اس کے دماغ سے چلا آیا۔ ابھی اسے مخاطب کرنا مناسب نہیں تھا۔ میں اسے اپنے ملک میں گرفتار کراتا یا اسے ملک دشمنی کی سزا دیتا تو امریکی حکام ہمارے حکمرانوں پر سیاسی دباؤ ڈال کر اسے بچا لیتے اور وہ ہمارا بدترین مجرم ہو کر بھی ایک فاتح کی شان سے اپنے ملک پہنچ جاتا۔ ابھی اس کا برا وقت نہیں آیا تھا۔ اس لئے میں نے ڈھیل دے دی۔

فاخرہ اور فہیم اپنے گھر پہنچ گئے تھے' اپنے باپ سے لپٹ کر غلطیوں کی معافی مانگ رہے تھے۔ بیگم اپنے کمرے میں مُنہ چھپا کر بیٹھی ہوئی تھی۔ یہ بھید کھل گیا تھا کہ ماں کی رضامندی سے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

بچوں کے اغوا کا ڈراما شروع کیا گیا تھا۔ پھر یہ ڈراما شرمناک سچ بن گیا تھا۔

میں نے سرفراز کو مخاطب کیا۔ وہ خوش ہو کر بولا "یہ ٹیلی پیتھی کمال کا علم ہے۔ آپ نہ ہوتے تو ہمارے ملک کے ایک عظیم سائنس دان کا گھر تباہ ہو جاتا۔"

"میری تعریف نہ کرو۔ تم نے کہا تھا کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتے ہو۔"

"جی ہاں۔ میں انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسر کا خاص ماتحت ہوں۔ اپنے افسر کو ان کی کسی غلطی پر ٹوک نہیں سکتا۔ دبی زبان میں سمجھاتا ہوں تو وہ برا مان جاتے ہیں۔ آپ میرے خیالات پڑھ کر سمجھ رہے ہوں گے۔"

"تمہارے افسر ارشاد احمد جس عورت سے عشق فرما رہے ہیں اس عورت پر تمہیں شبہ ہے۔"

"جناب! اسے دیکھ کر آپ بھی شبہ کریں گے' وہ بہت خوبصورت اور جوان ہے۔ پہلا سوال یہی پیدا ہوتا ہے کہ ایک جوان حسین عورت بوڑھے سے کیوں عشق کر رہی ہے؟"

"بعض بوڑھے جوانوں سے زیادہ پُرکشش ہوتے ہیں۔"

"لیکن ہمارے افسر صاحب میں کوئی خوبی اور کشش نہیں ہے۔ پھر یہ کہ میں نے اس عورت شاہدہ زریں کو تین بار تین مختلف غیر ملکیوں کے ساتھ دیکھا ہے۔ ان میں سے ایک انگریز تھا۔ باقی دو ایشیائی تھے۔ ان دونوں کا تعلق پڑوسی ملک کے سفارت خانے سے ہے۔"

"پھر تو شاہدہ زریں واقعی مشتبہ ہے۔"

"میں نے یہی رپورٹ اپنے صاحب کو دی تھی۔ انہوں نے کہا شاہدہ زریں کے بہت سے رشتے دار ہندوستان میں ہیں۔ اسی لئے وہ سفارت خانے کے ان افراد سے ملتی ہے۔ ان کے ذریعے اپنے رشتے داروں کو تحائف وغیرہ بھیجا کرتی ہے۔"

"کیا شاہدہ زریں کی آواز سنا سکتے ہو؟"

"جی ہاں لیکن وہ میری آواز پہچان کر صاحب سے شکایت کرے گی۔"

"تم صرف رابطہ کرو اور کچھ نہ بولو۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کئے۔ دوسری طرف فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ کوئی ریسیور نہیں اٹھا رہا تھا۔ میں نے کہا "شاید وہ گھر میں نہیں ہے۔"

وہ ریسیور رکھ کر بولا "وہ اکثر راتوں کو گھر سے باہر رہتی ہے۔"

میں ارشاد احمد کے دماغ میں آیا۔ وہ ایک چائنیز ریستوران میں ایک حسین عورت کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ پتا چلا وہ شاہدہ زریں ہے۔ ان کے درمیان میز پر کینڈل لائٹ کی دھیمی دھیمی سی روشنی رومانی ماحول پیش کر رہی تھی۔ بوڑھا ارشاد اس رومانی ماحول میں اپنی گزری ہوئی جوانی کو آواز دے رہا تھا۔

شاہدہ نے کہا "یہ محبت بھری باتیں گھر پہنچ کر بھی ہو سکتی ہیں۔ یہ بتائیں اسلام حسین کے بچوں کو کس نے تلاش کیا؟"

"جاسوس اور پولیس والے ناکام ہو چکے تھے۔ خوش قسمتی سے پشاور کے آئی جی نے فرہاد سے میرا رابطہ کرا دیا۔"

اس نے چونک کر پوچھا "کون فرہاد؟"

وہ مسکراتے ہوئے بولا "ارے بھئی وہی ٹیلی پیتھی جاننے والا فرہاد۔ اب وہ میرا دوست بن گیا ہے۔"

میں نے شاہدہ کے اندر پہنچ کر دیکھا۔ خوف سے اس کا برا حال تھا۔ دل بے تحاشا دھڑک رہا تھا۔ دماغ میں جیسے آندھیاں چل رہی تھیں۔ ارشاد نے پوچھا "یہ تمہیں کیا ہو رہا ہے؟"

"کک...... کیا ہو رہا ہے؟"

"تمہارے چہرے کا رنگ اڑ گیا ہے۔ کیا تمہیں کوئی پریشانی یا تکلیف ہے؟"

وہ کسی بیماری کا بہانہ کرکے اسے چھوڑ کر جانا چاہتی تھی اس کی ذہانت اسے سمجھا رہی تھی کہ فرہاد کس وقت بھی ارشاد کے ذریعے اس کے دماغ میں آسکتا ہے۔ اسے ارشاد سے' اپنے گھر سے اور اپنے ٹیلی فون سے دور رہنا چاہئے۔ اس کی کوئی تصویر ارشاد کے پاس نہیں تھی۔ اگر وہ اپنی آواز کسی کو نہ سناتی تو میری خیال خوانی سے محفوظ رہتی۔

میں نے اسے بیماری کا بہانہ نہیں کرنے دیا۔ وہ میری مرضی کے مطابق بولی "میں بہت دنوں سے آپ کو ایک راز کی بات بتانا چاہتی تھی۔ پھر ڈرتی رہتی تھی کہ آپ ناراض ہو جائیں گے۔ مجھ سے نفرت کریں گے تو میں آپ کی محبت کے بغیر زندہ نہیں رہ سکوں گی۔"

ارشاد نے جذباتی انداز میں میز کے اوپر ہاتھ بڑھا کر اُس کا ہاتھ تھام لیا پھر کہا "میں تم سے کبھی نفرت کر ہی نہیں سکتا۔ میں تو تمہارا دیوانہ ہوں۔"

"اگر میں یہ کہوں کہ میں مسلمان نہیں ہوں ایک ہندو ہوں تو کیا پھر بھی مجھ سے محبت کرو گے؟"

"کیا ہندو انسان نہیں ہوتے؟ شریف اور مہذب نہیں ہوتے؟ ہر قوم میں اچھے برے لوگ ہوتے ہیں۔ اب یہ مذاق چھوڑو اور وہ بات کہو جو کہنا چاہتی ہو۔"

"آپ مذاق سمجھ رہے ہیں اور میں سچ کہہ رہی ہوں۔ میرا نام شاردا ہے۔"

"اگر تم شاہدہ نہیں شاردا ہو تو میری محبت اور بڑھ جائے گی۔ تم نے دھرم کو نہیں دیکھا۔ ایک مسلمان سے محبت کر رہی ہو۔ میں ہمیشہ تمہاری عزت کرتا رہوں گا۔"

"آپ نے یہ نہیں پوچھا کہ میں مسلمان بن کر کیوں رہتی ہوں؟"

"ہاں' یہ پوچھنا چاہئے۔ دراصل تمہیں دیکھ کر میں ساری دنیا کو بھول جاتا ہوں۔ اپنا بھی ہوش نہیں رہتا۔ واقعی تم شاہدہ بن کر کیوں رہتی ہو؟"

"میں پڑوسی ملک کی جاسوسہ ہوں۔"

وہ ہنسنے لگا۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا۔ وہ میری مرضی کے مطابق بولی "کوئی مجرم اپنے جرم کا اعتراف کرے تو کیا قانون کا محافظ ہنس کر اسے چھوڑ دیتا ہے؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا "بھئی شاہدہ! بس کرو۔ اب کوئی اور بات کرو۔"

میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ پریشان ہو کر سوچنے لگی۔ "میں ارشاد کو اپنی حقیقت کیوں بتا رہی ہوں۔ ہاں شاید اس لئے کہ نہ بتاؤں تب بھی فرہاد ارشاد کو سب کچھ بتا دے گا۔ یہ میری ذہانت ہے کہ میں اس سے پہلے اسے اپنے اعتماد میں لے رہی ہوں لیکن یہ بڈھا تو میری کسی بات کا یقین ہی نہیں کر رہا ہے۔"

میں نے بڈھے کے دماغ میں آکر اُس کی سوچ میں سوال پیدا کیا۔ "میں یقین کیوں نہیں کر رہا ہوں؟ یہ اپنی زبان سے خود کو غیر مسلم اور بھارتی جاسوسہ کہہ رہی ہے۔ یہ کوئی مذاق تو نہیں ہو سکتا۔ مجھے تصدیق کرنا چاہئے۔"

اس نے سنجیدگی سے پوچھا "کیا تم سچ کہہ رہی ہو؟"

"ہاں۔ میں تمہیں دل کی گہرائیوں سے چاہتی ہوں۔ جھوٹ بول کر فریب دے رہی تھی تو میرا ضمیر مجھے ملامت کر رہا تھا۔ ابھی جو کچھ کہا ہے اس کا ایک ایک لفظ سچ ہے۔"

وہ پریشان ہو کر اسے دیکھنے لگا اور سوچنے لگا۔ "آہ! یہ میں کیا سن رہا ہوں۔ یہ ہمارے ملک سے دشمنی کر رہی ہے۔ میں کس دل سے اس کافر حسینہ کو دشمن سمجھوں۔ اسے کیسے گرفتار کراؤں' میں تو خود اس کا گرفتار ہوں۔"

شاردا نے پوچھا "آپ کیا سوچ رہے ہیں؟"

میرا ایک ذہین ماتحت سرفراز تم پر شبہ ظاہر کرتا تھا اور میں اسے ڈانٹ کر خاموش کر دیتا تھا۔ میں کسی کی زبان سے تمہارے خلاف کچھ سننا نہیں چاہتا تھا۔ تمہارے خلاف آنکھوں سے کچھ دیکھ کر بھی اپنی آنکھوں کو جھٹلا سکتا ہوں۔ آخری بار پوری سچائی سے بولو کیا تم پڑوسی ملک کی جاسوسہ ہو؟"

میں فوراً شاردا کے دماغ میں آیا۔ اس کی عقل کہہ رہی تھی کہ جب یہ بے وقوف میری حقیقت کو تسلیم نہیں کر رہا ہے تو مجھے اس کی محبوبہ شاہدہ ہی بن کر رہنا چاہئے۔ وہ مسکرا کر کہنا چاہتی تھی کہ یہ جھوٹ ہے' میں مذاق کر رہی تھی۔

میں نے اسے مسکرانے نہیں دیا۔ وہ بے اختیار سنجیدگی سے بولی "میں آخری بار پوری سچائی سے بول رہی ہوں۔ میں پڑوسی ملک کی جاسوسہ ہوں۔"

ارشاد احمد ایک دم سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ بھی اٹھتے ہوئے پریشانی سے بولی "آپ مجھے پولیس کے حوالے کریں گے؟"

"بکواس مت کرو۔ میرے پیچھے آؤ۔"

وہ جانے لگا۔ شاردا پیچھے پیچھے چلتے ہوئے بری طرح خوفزدہ تھی۔ یہ خوف میری وجہ سے تھا۔ وہ سوچ رہی تھی "میں نے دو بار بے اختیار جاسوسہ ہونے کا اعتراف کیا ہے۔ اعتراف کرتے وقت میں کیوں اپنے آپ میں نہیں تھی؟ دوسری بار میں اپنی اصلیت سے انکار کرنا چاہتی تھی مگر میری زبان نے انکار نہیں کیا۔ زبان ہو' دل ہو یا بدن کا کوئی حصہ ہو۔ وہ دماغ کے تابع رہتا ہے اور دماغ میرے بس میں نہیں تھا۔ کیا فرہاد میرے اندر پہنچ گیا ہے؟

وہ اپنے حالات سے میری موجودگی کو سمجھ رہی تھی اور دعا مانگ رہی تھی کہ جو سمجھ رہی ہے' وہ غلط ہو۔ ہو سکے تو اسے موت آجائے لیکن فرہاد کبھی نہ آئے۔

وہ کار کا اگلا دروازہ کھول کر ارشاد احمد کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ وہ خاموش بیٹھا گہری سنجیدگی سے ونڈ اسکرین کے پار دیکھ رہا تھا۔ اتنی گہری سوچ میں تھا کہ کار اسٹارٹ کرنا بھول گیا تھا۔

شاردا نے پوچھا "کیا فرہاد علی تیمور آپ کے دماغ میں ہے؟"

"میں اسی کا انتظار کر رہا ہوں۔ بار بار تمہارا اعتراف سن کر بھی میرا دل نہیں مان رہا ہے۔ فرہاد دل اور دماغ کی سچی باتیں بتا دیتا ہے۔ میں تمہارے متعلق اس سے حقیقت معلوم کروں گا۔"

"حقیقت یہی ہوگی جو میں کہہ چکی ہوں۔ پھر میرے متعلق آپ کا فیصلہ کیا ہوگا؟"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"تم نے مجھے مشکل میں ڈال دیا ہے۔ میں کس دل سے تمہیں سزا دلاؤں گا۔ اگر تمہاری محبت میں قانونی کارروائی نہیں کروں گا تو میرا ضمیر مجھے بھی ملک کا دشمن کہے گا۔ اگر تم مجھ سے سچی محبت کرتی ہو تو سچ سچ بتا دو کہ اب تک تم نے ہمارے ملک کے خلاف کیا کچھ کیا ہے؟"

"میں قسم کھا کر کہتی ہوں کہ ابھی تک میں نے کچھ بھی نہیں کیا ہے۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں یہاں رہ کر آپ سے دوستی بڑھاتی رہوں اور آپ کو ایسا دیوانہ بنا دوں کہ آپ دیوانگی میں مجھے پاکستان کی سیکرٹ سروس کے متعلق بہت کچھ بتاتے چلے جائیں۔"

"میرا ضمیر مطمئن ہے کہ میں نے تمہیں کوئی راز کی بات نہیں بتائی ہے۔ یہ بتاؤ' یہاں تمہارے ساتھ اور کون لوگ ہیں؟"

"یہاں سفارت خانے میں دو افراد ہیں۔ وہ مجھے گائیڈ کرتے ہیں۔ میں پہلی بار پاکستان آئی ہوں۔ یہاں کئی معاملات میں مجھ سے غلطی ہو جاتی ہے۔ اگرچہ مجھے اپنے ملک میں مسلمان عورت کی طرح زندگی گزارنے کی طویل ٹریننگ دی گئی ہے۔ اس کے باوجود میں اِن دونوں افراد سے رہنمائی حاصل کرتی رہتی ہوں۔"

"میرا ماتحت سرفراز ان دونوں سے واقف ہے۔ میں ان سے نمٹ لوں گا۔ اگر تم نے میرے ملک کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا ہے تو میں تمہیں کل شام تک مہلت دیتا ہوں۔ پاکستان چھوڑ دو۔ اس دوران مسٹر فرہاد کو تمہارے دماغ میں بھیجوں گا۔ یہ تصدیق ہو گی کہ تم نے ابھی تم یہاں کوئی جرم نہیں کیا ہے تو تم خیریت سے سرحد پار چلی جاؤ گی ورنہ مسٹر فرہاد کسی مجرم سے رعایت نہیں کرتے ہیں۔"

اس نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ وہ شاردا کو اس کی رہائش گاہ تک پہنچانے جا رہا تھا۔ میں نے سرفراز کے پاس آ کر کہا۔ "تم بہت ذہین اور محب وطن ہو۔ تمہارا شبہ درست نکلا۔ اس کا اصل نام شاہدہ زریں نہیں شاردا ہے۔ ایک غیر ملکی عورت ہے۔ تم نے پڑوسی ملک کے سفارت خانے کے جن دو آدمیوں کو اس سے ملتے دیکھا ہے۔ ان میں سے ایک کا نام راما راؤ اور دوسرے کا نام اننت کمار ہے۔ شاردا ان سے رہنمائی حاصل کرتی ہے لیکن ان کے متعلق زیادہ نہیں جانتی ہے میں فون نمبر بتا رہا ہوں اس پر رابطہ کرو۔ دوسری طرف کی آواز سناؤ۔"

میں نے نمبر بتائے۔ وہ ریسیور اٹھا کر ڈائل کرنے لگا۔ آدھی رات ہونے کو تھی۔ فون کی گھنٹی دوسری طرف بج رہی تھی۔ بڑی دیر بعد کسی نے ریسیور اٹھا کر نیند بھری آواز میں پوچھا "کون ہے بھائی! اتنی رات کو کیا مصیبت آ گئی ہے۔"

میں نے سرفراز کو ریسیور رکھنے کے لئے کہا۔ پھر راما راؤ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ کوئی جواب نہ پا کر ریسیور کو کریڈل پر پٹخ کر پھر سو گیا۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ وہ اور اننت کمار دراصل جاسوس ہیں۔ اپنے سفارت خانے کے ملازم بن کر یہاں آئے ہیں اور اہم ثبوت حاصل کر کے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ پاکستان سکھ قوم کو بھارتی حکومت کے خلاف بھڑکا رہا ہے اور بے شمار سکھوں کو خفیہ طور پر بغاوت کی ٹریننگ دے رہا ہے۔

چونکہ یہ سچ نہیں تھا' محض الزام تھا۔ اس لئے کوئی دستاویزی یا تصویری ثبوت نہیں مل رہا تھا۔ انہوں نے چند پاکستانیوں کو بھاری رشوت دے کر انہیں سکھ بنا کر ان کی تصویریں اتاری تھیں۔ ان میں سے دو نے پاک آرمی کی وردی پہنی تھی اور تصویر کے ذریعے یہ دکھایا تھا کہ ہماری آرمی کے افسران سکھوں کو گوریلا جنگ کی ٹریننگ اور ہتھیار دے رہے ہیں۔

وہ جھوٹے الزام کو سچ بنا کر پوری دنیا میں پاکستان کے خلاف شور مچانا چاہتے تھے۔ راما راؤ کی خوابیدہ سوچ نے بتایا کہ یہ تمام تصویریں اور جھوٹی دستاویزات سفیر کی تحویل میں ہیں۔ وہ مناسب موقع دیکھ کر یہ چیزیں اپنے ملک ارسال کرنا چاہتا ہے۔

میں نے سرفراز کے پاس آ کر اسے یہ باتیں بتائیں پھر کہا۔ "سفیر کی آواز سناؤ۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کئے۔ رابطہ قائم ہونے پر سفیر کی نیند بھری آواز سنائی دی۔ "کیا مصیبت ہے؟ کون ہے؟ کیا بات ہے؟ کیا ابھی فون کرنا ضروری تھا؟"

سرفراز نے ریسیور رکھ دیا تھا۔ سفیر کو جواب نہیں ملا۔ میں نے اس کے چور خیالات سے معلوم کیا کہ اس نے وہ جھوٹی دستاویزات اور تصویریں کہاں چھپائی ہیں؟ اس کے علاوہ ہمارے ملک کا ایک اہم راز چرا کر رکھا گیا تھا۔

میں نے ایک خفیہ ادارے کے چیف سے رابطہ کیا اسے تمام روداد سنائی۔ راما راؤ اور اننت کمار کی رہائش گاہوں کا پتا بتایا پھر کہا "سفیر سمیت تینوں کی رہائش گاہوں میں گھس کر تینوں کو گرفتار کرو۔ ان کے خلاف ثبوت اور پاکستان کا ایک اہم راز سفیر کے بستر پر دو تکیوں کے اندر چھپا کر رکھا گیا ہے۔"

آرمی کے جوانوں نے فوراً کارروائی شروع کی۔ سفیر کی رہائش گاہ میں گھس گئے۔ ملازموں نے اعتراض کیا۔ اس کے باوجود انہوں نے سفیر کی خوابگاہ کے دروازے پر دستک دی۔ پھر دروازے کو ٹھوکروں سے مارا۔ اندر سے آواز آئی "یہ کیا بدتمیزی ہے؟ کون ہے؟"

ایک افسر نے کہا "آفیسر آن اسپیشل ڈیوٹی۔ دروازہ کھولو۔"

سفیر نے پریشان ہو کر دو تکیوں کی طرف دیکھا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا "گھبرانے کی بات نہیں ہے۔ کسی کا دھیان تکیے کی طرف نہیں جائے گا۔ مجھے اپنی گھبراہٹ پر قابو پانا چاہئے۔"

وہ دروازہ کھول کر بولا "آفیسر! ایسی کیا بات ہو گئی کہ آدھی رات کو نیند خراب کرنے آ گئے؟"

"نیند ہم نے نہیں' ان تکیوں نے خراب کی ہے جن پر تم سر رکھ کر سوتے ہو۔"

اس نے گھبرا کر تکیوں کی طرف دیکھا پھر جلدی سے گھبراہٹ پر قابو پاتے ہوئے بولا "آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟"

افسر نے ایک چاقو نکالا' اسے کھولتے ہوئے بستر کے پاس آ کر [illegible] تکیے کو اٹھایا۔ پھر اس میں چاقو پیوست کرتے ہوئے اسے [illegible] سرے سے دوسرے سرے تک چیر دیا۔ اندر سے کاغذات [illegible] تصویریں نکل کر بستر پر گرنے لگیں۔

پھر اس نے دوسرے تکیے کو بھی اٹھا کر اسی طرح چیر دیا۔ اس [illegible] سے بھی اہم کاغذات برآمد ہوئے۔ دو افسران نے ان تمام [illegible]غذات کا مطالعہ کیا۔ پھر کہا "سفارتی قوانین کے مطابق ہم [illegible]یں گرفتار نہیں کر سکتے' تم پر مقدمہ نہیں چلا سکتے لیکن تمہیں [illegible]بدر کر سکتے ہیں۔"

پھر افسر نے جوانوں سے کہا "ٹیلی فون کے تار کاٹ دو۔ [illegible]زموں کو یہاں سے نکال دو۔ کاروں کی چابیاں سفیر صاحب سے [illegible]لو۔ پڑوسی ملک کے حکمرانوں کو اس کے کالے کرتوت سے آگاہ [illegible]کے اسے سرحد پار بھیج دیا جائے گا تب تک یہ یہاں نظر بند رہے [illegible]۔"

دوسری رہائش گاہوں سے راما راؤ اور اننت کمار کو بھی [illegible]فتار کر لیا گیا تھا۔ میں پھر شاردا کے پاس آ گیا۔ ارشاد احمد نے [illegible]ا تھا اسے اس کی رہائش گاہ میں چھوڑ کر اپنے گھر جائے گا۔ [illegible]ا حسینہ کو چھوڑ کر جانے کو جی نہیں چاہتا تھا' وہ اس کے [illegible]نگ روم میں بیٹھا کہہ رہا تھا۔ "تم چلی جاؤ گی تو میری دنیا ویران [illegible]ائے گی۔ میں یہ ملازمت چھوڑ دوں گا۔ مجھے یقین ہے' تمہاری [illegible]ی مجھے مار ڈالے گی۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "بڑھاپے کا عشق ایسا ہی ہوتا [illegible]۔"

اس نے اپنے سر کو تھام کر سوچا "کیا میں اپنے ہی بارے میں سوچ رہا ہوں؟"

"یہ میں نہیں میرا ضمیر بول رہا ہے۔ میں وطن کے لئے اتنے [illegible]ٹے نہیں سوچ رہا ہوں جتنا کہ ایک عورت کے لئے۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "میں وقت ضائع کر رہا ہوں۔ مجھے ان دو [illegible]رسانوں کو گرفتار کرانا چاہئے۔"

وہ ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگا۔ شاردا نے اس کا ہاتھ [illegible]ر کہا "آپ مجھے بچانے کے لئے اپنا دھیان دوسرے مجرموں [illegible]طرف کر رہے ہیں۔ پہلے آپ اسے گرفتار کریں جو سامنے [illegible]۔"

"فضول باتیں نہ کرو۔ مجھے اپنا فرض ادا کرنے دو۔"

وہ شاردا سے ہاتھ چھڑا کر پھر نمبر ڈائل کرنے لگا۔ میں نے [illegible]ی سوچ میں کہا "واہ کیا فرض کی ادائیگی ہے۔ یہ فرض نہیں [illegible]کا قرض ادا کیا جا رہا ہے۔"

رابطہ قائم ہو گیا اس نے کہا "ہیلو سرفراز! میں تمہیں حکم دیتا [illegible] پڑوسی ملک کے سفارت خانے میں ملازمت کرنے والے راما راؤ اور اننت کمار کو گرفتار کرو۔"

"جناب آپ نے حکم دینے میں دیر کر دی۔ وہ دونوں اپنے سفیر صاحب سمیت گرفتار ہو چکے ہیں۔ فرہاد صاحب نے ان کے خلاف ٹھوس ثبوت پیش کئے ہیں۔"

"تعجب ہے۔ مسٹر فرہاد کو ان کے متعلق کیسے معلوم ہوا؟"

"میں نے شبہ ظاہر کیا تھا۔ فرہاد صاحب نے خیال خوانی کے ذریعے تصدیق کر دی۔"

ارشاد احمد نے کن انکھیوں سے شاردا کو دیکھا۔ پھر سرفراز سے پوچھا "تم نے اور کس کے خلاف شبہ ظاہر کیا تھا؟"

سرفراز نے میری مرضی کے مطابق کہا "اس کے خلاف بھی جو آپ کے ساتھ صوفے پر بیٹھی ہے۔"

"کیا؟" وہ چونک کر بولا "تم کیا جانتے ہو؟ کیسے جانتے ہو کہ میں کہاں ہوں اور کس کے ساتھ ہوں۔"

"جناب میں کچھ نہیں جانتا۔ فرہاد صاحب جانتے ہیں۔"

"مسٹر فرہاد کہاں ہیں؟"

"پتا نہیں جناب! وہ آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں۔"

"کیا تمہیں فرہاد صاحب نے بتایا ہے کہ میں شاہدہ زریں کے ساتھ ہوں؟"

"فرہاد صاحب غلط بات نہیں کہہ سکتے' آپ شاہدہ کے ساتھ نہیں ہیں۔"

"پھر تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میرے ساتھ کوئی صوفے پر بیٹھی ہے۔"

"جناب آپ کے ساتھ شاہدہ نہیں شاردا ہے۔"

ارشاد نے فوراً ہی ریسیور رکھ کر کہا "میرے ماتحت کو بھی معلوم ہو گیا ہے کہ تم شاردا ہو۔"

"کیسے معلوم ہو گیا؟"

"یہ سب خیال خوانی کا کھیل ہے۔ راما راؤ' اننت کمار اور تمہارے دیس کا سفیر بھی ٹھوس ثبوت کے ساتھ گرفتار ہو گئے ہیں۔ سوری شاردا! اب تمہیں کوئی نہیں بچا سکے گا۔"

"فرہاد آپ کو بھی نہیں چھوڑے گا کیونکہ آپ میرے خلاف کارروائی کرنے سے کتراتے آ رہے ہیں۔"

"میں نے اس لئے تمہارے خلاف قدم نہیں اٹھایا کہ تم نے ابھی تک میرے ملک کو نقصان نہیں پہنچایا ہے۔ چونکہ نقصان پہنچانے آئی ہو اس لئے تمہیں ملک سے نکل جانے کا حکم دے رہا ہوں۔ فرہاد جب میرا دماغ پڑھے گا تو دل کا حال بھی معلوم کر لے گا کہ میں تم سے بے انتہا محبت کرتا ہوں۔"

شاردا سوچ رہی تھی' یہاں سے لاہور اور لاہور سے بذریعہ ٹرین ہندوستان چلی جائے گی۔ میں نے بھی یہی فیصلہ کیا کہ اس عورت کو معاف کر دیا جائے کیونکہ وہ سراغرسانی کے معاملات میں اناڑی تھی۔ اس نے ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا تھا۔ عورت پر

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

رحم کرنا چاہئے۔ اس لئے میں نے اسے نظرانداز کردیا۔

ارشاد احمد اس سے رخصت ہوکر باہر آیا۔ پھر اپنی کار میں بیٹھ کر وہاں سے جانا چاہتا تھا۔ میں نے اسے مخاطب کیا "ارشاد! میں آخری بار تمہارے پاس آیا ہوں۔ تم مجھ سے ایک لفظ نہ کہو۔ صرف میرا حکم سنو اور اس پر عمل کرو۔ تم نے اپنے فرض شناس ماتحت سرفراز کو شاردا کی اصلیت تک پہنچنے سے کئی بار روکا اور اس کے خلاف تحقیقات نہیں کرنے دی۔ تم موجودہ عہدے کے قابل نہیں ہو۔ صبح اپنا استعفا پیش کردو۔"

"میں تمہارے حکم پر عمل کروں گا۔ اپنے لئے ابھی ایک لفظ نہیں کہوں گا۔ مگر پلیز' شاردا پر رحم کرو۔"

"تم نہیں جانتے شاردا آٹھ برس کے ایک بیٹے کی ماں ہے۔ وہ بیٹے کو مجبوراً ہندوستان میں چھوڑ کر آئی تھی۔ میں نے تمہاری محبوبہ کو نہیں' ایک ماں کو معاف کیا ہے۔ خدا حافظ۔"

میں اس کے دماغ سے چلا آیا۔ راجر ہڈ ڈومیسٹک فلائٹ سے رات ہی کو کراچی چلا گیا تھا۔ پھر دوسری صبح واشنگٹن کے لئے روانہ ہوگیا۔ میں نے اس کے سفیر کے پاس آکر کہا "ہیلو مسٹر وارزر!"

وہ چونک کر خلا میں تکنے لگا۔ میں نے کہا "میں خلا میں نظر نہیں آؤں گا۔"

اس نے گھبرا کر پوچھا "کون ہو تم؟"

"وہی ہوں۔ جس کے خوف سے تم نے راجر ہڈ کو یہاں سے بھگا دیا ہے۔"

"اوہ مسٹر فرہاد! آپ ہیں؟"

"ہاں میں اس وقت بھی تمہارے اندر تھا جب راجر ہڈ تمہارے پاس بیٹھا مجھ سے دور بھاگ جانے کے لئے بے چین تھا۔ تم نے اپنے وسیع ذرائع استعمال کئے اور اسے بھگا دیا۔"

"جو ہونا تھا' وہ ہوگیا۔ اب کیا چاہتے ہیں آپ؟"

"جو ہونا تھا' وہ نہیں ہوا۔ اب ہوگا۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ اگر میں پاکستان کے اندر راجر ہڈ کے خلاف قانونی کارروائی کراتا تو تمہاری حکومت سیاسی چالبازیوں سے اسے بچا لیتی اور میں اپنے ملک کے دشمنوں کو بچ کر جانے نہیں دیتا۔"

"تت...... تم کیا کروگے؟"

"راجر ہڈ طیارے میں آرام سے سفر کر رہا ہے۔ پاکستان سے باہر جاچکا ہے۔ ایسے میں وہ حرام موت مرے گا تو ہماری حکومت پر کوئی الزام نہیں آئے گا۔ ہماری زمین پر اس کا خون گرتا تو ہمارے حکمرانوں کو صفائی پیش کرنی پڑتی۔ تم نے اسے بھگا کر میرے لئے آسانی فراہم کردی ہے۔"

"مسٹر فرہاد! وہ تمہارے ملک سے دور جاچکا ہے۔ اس پر یہاں کا قانون لاگو نہیں ہوسکتا۔"

"تم اس کی نہیں اپنی فکر کرو۔ اپنے ملک کے سیکرٹ ایجنٹوں کو یہاں پناہ دیتے ہو اور جاسوسی کے لئے سہولتیں فراہم کرتے ہو۔ تمہارے جیسا مجرم سخت سزا کا مستحق ہے۔ سفارتی قوانین کے مطابق میں تمہیں سزا نہیں دے سکتا۔ ہماری حکومت صرف تمہاری حکومت سے شکایت کرسکتی ہے اور مجھے کمزوروں کی طرح شکایت کرنا یا فریاد کرنا نہیں آتا۔"

میں نے اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا۔ ساتھ ہی اس کا منہ بند کیا تاکہ وہ چیخیں نہ مار سکے۔ وہ فرش پر گر کر تڑپنے لگا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا تھا۔ کانوں سے کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ مرچکا ہے اور مرنے کے بعد سمجھ رہا ہے کہ موت کیسی اذیت ناک ہوا کرتی ہے۔

جب ذرا تکلیف کم ہوئی تو وہ رحم کی بھیک مانگنے لگا۔ میں نے کہا "جتنی جلدی ہوسکے میرے ملک سے چلے جاؤ۔ ورنہ ہر بارہ گھنٹے بعد ایسی ہی اذیتوں میں مبتلا ہوتے رہوگے۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں بارہ گھنٹے سے پہلے چلا جاؤں گا بلکہ ابھی کسی پہلی فلائٹ سے پاکستان چھوڑ دوں گا۔ تمہیں تمہارے خدا کا واسطہ میرے دماغ میں اور ایسی قیامت نہ لانا۔ میں مرجاؤں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ اب اپنے حکمرانوں سے رابطہ کرو یا اپنے سپر ماسٹر سے کہو کہ ان کا قابلِ فخر سیکرٹ ایجنٹ اپنی زندگی کا آخری سفر کر رہا ہے۔ فرہاد اس کے سر پر سوار ہے۔ جان لمبوڈا اور دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے اسے بچانے کی کوشش کرسکتے ہیں۔"

اس نے پانچ منٹ کے اندر ایک حاکم سے رابطہ قائم کرنے کے بعد کہا "میں سفیر برائے پاکستان بول رہا ہوں۔ میں اپنے عہدے سے دست بردار ہوکر ابھی کسی پہلی فلائٹ سے واپس آرہا ہوں۔"

پوچھا گیا "ایسی جلدی کیا ہے؟ یہ فیصلہ ہم کریں گے کہ تمہیں وہاں کی ذمے داریوں سے کب سبکدوش کیا جائے۔"

"آپ سے پہلے فرہاد علی تیمور فیصلہ کرچکا ہے۔ اس نے مجھے ایسی دماغی اذیت پہنچائی ہے جسے یاد کرکے کانپ جاتا ہوں۔ میں نے بارہ گھنٹوں کے اندر یہ ملک نہ چھوڑا تو پھر میرے دماغ میں زلزلے پیدا کئے جائیں گے۔"

"کیا فرہاد نے ہماری کوئی سازش پکڑی ہے؟"

"جی ہاں' ہمارا کبھی ناکام نہ ہونے والا جاسوس فرہاد کے سامنے بے نقاب ہوگیا ہے۔ اس نے سائنس دان اسلام حسین پر جو جال پھینکا تھا' اس میں خود الجھ گیا۔ یہاں سے جان بچا کر جارہا ہے۔ ابھی طیارے میں سفر کر رہا ہے۔ فرہاد نے کہا ہے کہ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے راجر ہڈ کو بچا سکتے ہیں تو اپنی سی کوشش کرلیں۔ آپ یہ خبر سپر ماسٹر تک پہنچائیں' ہوسکتا ہے ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی کوششوں سے راجر ہڈ کو نئی زندگی مل جائے۔"

یہ خبر سپر ماسٹر تک پہنچائی گئی۔ پھر انہوں نے پاکستان کی وزارتِ خارجہ اور داخلہ سے رابطہ کرکے میرے خلاف شکایت کی۔ "فرہاد کو قانون ہاتھ میں لینے سے روکا جائے۔ وہ ہمارے ایک انجینئر جان ریڈی (راجر ہڈ) کو پاکستان میں ہلاک کرنا چاہتا تھا۔ وہ جان بچا کر تمہارے ملک سے باہر نکل آیا ہے' اب فرہاد کو اس کا پیچھا چھوڑ دینا چاہئے۔"

ہماری وزارتِ خارجہ کے سیکریٹری نے جواب دیا "آپ کوئی ثبوت پیش کریں کہ فرہاد آپ کے آدمی کو ہلاک کرنا چاہتا ہے۔ پھر یہ کہ وہ ہمارے ملک سے باہر ہے اس کی ہلاکت یا سلامتی کے ذمے دار ہم نہیں ہیں۔"

"وہ ہمارے سفیر کو بھی دماغی اذیتوں میں مبتلا کر رہا ہے۔"

جواب دیا گیا "ہم سفیر محترم کا طبی معائنہ کرائیں گے۔ یہ سچ ہوا تو مسٹر فرہاد کو اس حرکت سے باز رہنے کے لئے کہا جائے گا۔"

"طبی معائنے سے تو سفیر نارمل ثابت ہوگا۔"

"جب وہ نارمل ہوگا' کوئی دماغی تکلیف نہیں ہوگی تو پھر فرہاد کو یہ الزام دیا جاسکے گا۔"

"کیا آپ ہم جیسی سپر پاور سے سفارتی تعلقات بگاڑنا چاہتے ہیں؟"

"ہرگز نہیں۔ انجینئر جان ریڈی نے ہمارے سائنس دان سے چند اہم راز حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔ ایک شریف آدمی کو بے لباس کیا۔ اس کے باوجود ہم نے آپ سے شکایت نہیں کی کیوں کہ ہم سفارتی تعلقات بحال رکھنا چاہتے ہیں۔"

"جان ریڈی نے جو زیادتی کی اس کی تلافی ہم کریں گے۔ اس سلامتی کے لئے بڑی سے بڑی رقم ادا کریں گے۔ یہ رشوت نہیں ہوگی' کفارہ ہوگا۔"

جواب دیا گیا "فرہاد علی تیمور پاکستان کی حدود میں ہمارے اصولوں پر عمل کرتا ہے۔ جو معاملات ہماری سرحد سے باہر ہوں انہیں وہ نمٹنے کے لئے خود مختار ہوتا ہے۔"

وہ بحث کرتے رہے لیکن یہ تسلیم کرنا پڑا کہ جو واردات سرحد کے باہر ہو رہی ہو' اس کے لئے پاکستانی حکمرانوں پر دباؤ نہیں ڈالا جاسکتا۔ اور یہ بھی ثابت نہیں ہوسکتا تھا کہ سفیر کو دماغی عذاب میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ میں نے کہا "مسٹر وارزر! ہوسکتا ہے تم پر تنویمی عمل کرکے میرا راستہ روک دیا جائے۔ ایسی صورت میں تمہارے بیوی بچے میرا نشانہ بنیں گے۔"

وہ دونوں کانوں کو پکڑتے ہوئے بولا "چاہے جان چلی جائے یا امریکا کا صدر بنا دیا جائے تب بھی میں پاکستان میں نہیں رہوں گا۔"

میں راجر ہڈ کے دماغ میں آگیا۔ وہاں جان لمبوڈا اس سے بول رہا تھا "تم نے پاکستان چھوڑ کر بہت بڑی غلطی کی ہے۔ اگر وہاں رہتے تو ہماری حکومت تمہیں کسی طرح کا نقصان نہ پہنچنے دیتی۔ انہوں نے نہایت چالاکی سے تمہیں بھاگنے کا موقع دیا اور تم بھاگ آئے۔"

"کیا یہاں میرے لئے خطرہ ہے؟"

"موت تمہارے سر پر سوار ہے۔ پتا نہیں اس وقت فرہاد یہاں موجود ہے یا نہیں لیکن وہ اس کھوپڑی میں جگہ بنا چکا ہے۔"

"فار گاڈ سیک مسٹر لمبوڈا! اسے یہاں نہ آنے دو۔ تم بھی ٹیلی پیتھی کے ماسٹر ہو۔ اس کا راستہ روک دو۔"

"ایک ہی راستہ تھا کہ تم پر تنویمی عمل کرکے تمہارے دماغ کو لاک کیا جائے۔"

"تو پھر کرو۔"

"فرہاد تنویمی عمل کو ناکام بنا دے گا۔"

"ہوسکتا ہے' وہ ابھی موجود نہ ہو۔"

میں نے ایک پھونک ماری۔ وہ گھبرا کر بولا "یہ پھونک مارنے کی آواز کیسی ہے؟"

"یہ صورِ اسرافیل ہے۔" جان لمبوڈا نے کہا "تمہیں یقین کرنا چاہئے کہ وہ موجود ہے۔"

"موجود ہے تو میں اس سے التجا کرتا ہوں کہ وہ مجھ سے اور تم سے بولے۔ میری جان بخشنے کے لئے وہ جو چاہتا ہے' ہم اس کا مطالبہ پورا کریں گے۔"

اسے جواب نہیں ملا۔ جان لمبوڈا نے کہا "مسٹر فرہاد! آپ موجود ہیں یا آپ کا کوئی ساتھی ہے۔ جو بھی ہے میں اس سے صلح اور سمجھوتے کی درخواست کرتا ہوں۔"

میں نے جواب نہیں دیا۔ یہ لوگ اُسی سے مصلحتاً دوستی کرتے ہیں' جو اُن پر سوا سیر ہوتے ہیں ورنہ چھوٹے بڑے ملکوں کو سپر پاور بن کر اپنے قدموں میں رکھتے ہیں۔ وہ دونوں بار بار مجھے مخاطب کر رہے تھے اور میں واہمہ بن رہا تھا۔ کبھی وہ سوچتے تھے 'میں ہوں' کبھی خود کو جھوٹی تسلی دیتے تھے 'میں نہیں ہوں'۔

راجر ہڈ نے کہا "وہ نہیں ہے۔"

"ہے۔" جان لمبوڈا نے کہا "تم خیال خوانی کرنے والوں کے ہتھکنڈوں کو نہیں جانتے ہو۔ میں بھی اکثر ایسے ہتھکنڈے آزماتا رہتا ہوں۔ یہ ظاہر کرتا ہوں کہ نہیں ہوں لیکن موجود رہ کر اُس کی حرکتیں دیکھتا رہتا ہوں۔"

"مسٹر لمبوڈا! تم مجھے خوف زدہ کر رہے ہو۔"

"میں خیال خوانی کی تکنیک بتا رہا ہوں۔"

"جہنم میں جائے تکنیک۔ میری سلامتی کی کوئی صورت نکالو۔ وہ میرے اندر نہیں ہوگا' تب بھی میں یہ سوچ سوچ کر مرتا رہوں گا کہ وہ ہے اور کسی بھی لمحے مجھے ہلاک کرنے والا ہے۔"

"مسٹر راجر! تمہاری زندگی اسی وقت تک ہے جب تک فرہاد خاموش ہے۔ وہ بولے گا تو موت کا منہ کھولے گا۔"

"تم صرف باتیں بنا رہے ہو۔"

"میں تدبیر بھی سوچ رہا ہوں۔ ابھی ایک بات سمجھ میں آئی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہے کہ اس نے تمہیں سفر کے دوران زندہ کیوں رکھا ہے؟"

"کیوں رکھا ہے؟"

"اسے بے گناہ انسانوں کی سلامتی کا بہت خیال رہتا ہے۔ وہ عورتوں اور بچوں کا محافظ ہے۔ اس طیارے میں تمہیں ہلاک کرکے دہشت نہیں پھیلائے گا۔"

"یعنی میرے ساتھ عورت اور دو چار بچے ہوں تو وہ مجھے ہلاک نہیں کرے گا!"

"وہ معصوموں اور بے گناہوں کو نقصان نہیں پہنچاتا ہے۔ اس لئے اس طیارے میں گڑبڑ نہیں کررہا ہے لیکن جب تمہارا سفر تمام ہوگا اور تم طیارے سے باہر جاؤ گے' تمہارے آس پاس کوئی بے گناہ نہیں ہوگا تو وہ تمہیں کہیں دور' تنہائی میں لے جاکر قتل کرے گا۔"

"مجھے دور کیوں لے جائے گا؟ میرے قتل سے دوسروں کو نقصان کیسے پہنچ سکتا ہے؟"

"وہ جانتا ہے تمہارے پاس ایک ریوالور ہے۔ وہ تمہیں ریوالور استعمال نہیں کرنے دے گا لیکن میں وہ ہتھیار تمہاری جیب سے نکلوا کر آس پاس کے لوگوں پر فائرنگ کرا سکتا ہوں۔ یہ باتیں میں تمہارے ذریعے فرہاد کو سنا رہا ہوں۔ اگر وہ صحیح معنوں میں انسان ہے تو وہ راجر کو ہلاک کرنے سے پہلے دوسروں کو بے وقت اور بے موت مرنے سے بچائے۔"

میں خاموش رہا۔ جواب میں کچھ بولنا ضروری نہیں ہے۔ میں نے ہمیشہ کوشش کی ہے کہ میری انتقامی کارروائی کے وقت کوئی بے گناہ مارا نہ جائے۔ اس وقت بھی میں راجر ہڈ کو دوسرے مسافروں کے طفیل زندہ رہنے کی مہلت دے رہا تھا۔

میں نے سلمان کو بلا کر اسے راجر کے دماغ میں پہنچایا۔ پھر کہا۔ "اس کے پاس مسلسل رہنا ضروری نہیں ہے۔ یہ چھ گھنٹے کے بعد نیویارک پہنچے گا۔ اس کے دماغ میں آتے جاتے رہو۔ اگر یہ سفر کے دوران سونا چاہے اور کوئی اس پر تنویمی عمل کرنا چاہے تو اس عمل کو ناکام بنا دینا یا مجھے بلا لینا۔ میں صرف چار گھنٹے اپنی نیند پوری کرنا چاہتا ہوں۔"

میں اسے سلمان کے حوالے کرکے اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ یہاں پشاور میں بھی کچھ اہم مسائل تھے۔ میں ٹیلی پیتھی جاننے والے ایوان راسکا کو بے نقاب کرنا چاہتا تھا اور وہ ایک روسی لڑکی فرمونا آندروف کے ذریعے میری موجودہ رہائش گاہ کا پتا معلوم کرنا چاہتا تھا۔ تاکہ ریسٹ ہاؤس کی طرح یہاں بھی مجھے گھیر کر قتل کرنے کی کوشش کرسکے۔

ایوان راسکا نے سوچا ہوگا کہ میں فرمونا نامی کسی حسینہ کا ذکر سن کر اس کے ہوٹل کے کمرے میں یا اس کے دماغ میں پہنچنا چاہوں گا اس طرح وہ میری مصروفیات پر نظر رکھتے ہوئے کرائے کے قاتلوں کو مجھ پر مسلط کردے گا۔

لیکن اسے مایوسی ہورہی ہوگی۔ چوبیس گھنٹے گزر گئے تھے اور میں نے فرمونا کو تلاش نہیں کیا تھا۔ مجھے ابھی راجر ہڈ سے فرصت نہیں مل رہی تھی اور جب فرصت ملی تو نیند پوری کرنا ضروری ہوگیا تھا۔ میں آرام سے چار گھنٹے تک سوتا رہا پھر بیدار ہو کر غسل کیا' پیٹ کی آگ بجھائی اس کے بعد سلمان کو مخاطب کیا۔ اس نے کہا "دشمن خیال خوانی کرنے والوں نے آپ کی غیر موجودگی میں دوبار راجر ہڈ پر عمل کرنا چاہا لیکن میں نے اس کے دماغ کو لاک کرنے نہیں دیا۔"

"شکریہ سلمان! اب تم آرام کرو۔"

میں راجر کے پاس آگیا۔ اس دوران اس نے طیارے میں سفر کرنے والے ایک میاں بیوی اور ان کے بچوں سے دوستی کرلی تھی۔ جان لبوڈا اس سے کہہ رہا تھا "فکر نہ کرو۔ میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحتوں نے ایک اور فیملی کے دماغوں میں جگہ بنائی ہے۔ وہ فیملی یہاں سے نیویارک تک تمہارے ساتھ رہے گی۔ تمہیں تنہا نہیں چھوڑا جائے گا۔"

وہ بولا "مجھے کچھ اطمینان ہورہا ہے۔ میں سوچ کے ذریعے فرہاد سے کہتا رہوں گا کہ وہ میرے ساتھ رہنے والے بچوں اور عورتوں کی سلامتی کا خیال رکھے۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "مگر میں ٹائلٹ میں تو اکیلا رہوں گا۔"

"آں؟" وہ گھبرا کر بولا "مسٹر لبوڈا! یہ تو ہم نے سوچا ہی نہیں تھا کہ مجھے ٹائلٹ کے اندر تنہا جانا ہوگا۔ کیا میں دروازہ کھول کر سب کے سامنے کموڈ پر بیٹھوں گا؟"

وہ نیویارک پہنچ گیا تھا۔ وہاں سے ڈومیسٹک فلائٹ میں واشنگٹن جانے والا تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا "اگر ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایسی موت ہوجائے کہ وہ قتل نہ لگے تو ساتھ رہنے والے دہشت زدہ نہیں ہوں گے۔"

وہ لبوڈا سے یہ بات کہنا چاہتا تھا۔ لبوڈا نے کہا "تم نہ کہو' میں تمہاری سوچ پڑھ رہا ہوں۔ مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے فرہاد تمہاری سوچ میں یہ باتیں سمجھا رہا ہے۔"

"یہ تو سب ہی سمجھتے ہیں کہ موت کسی بھی بہانے سے آجاتی ہے لیکن میں طبعی عمر تک زندہ رہنا چاہتا ہوں۔"

"ہم تمہیں سلامت رکھنے کی ہر ممکن کوشش کررہے ہیں۔ ہمارا سپر ماسٹر جناب علی اسد اللہ تبریزی سے رابطہ کررہا ہے۔ وہ باباصاحب کے ادارے کے بزرگِ اول ہیں۔ فرہاد' سونیا اور رسونتی سب ہی بزرگِ اول کے مطیع اور فرماں بردار ہیں۔ ان کا حکم ہوگا تو فرہاد تمہیں ایک ذرا نقصان نہیں پہنچائے گا۔"

"کیا جناب تبریزی صاحب مجھ سے یہ نیکی کریں گے؟"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "شیطان سے نیکی بے ثمر ہوتی ہے۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "میں کیسی کیسی الٹی سیدھی باتیں سوچنے لگتا ہوں۔ میں شیطان تو نہیں ہوں۔"

وہ ایک فیملی کے ساتھ ائرپورٹ کی عمارت سے گزرتے ہوئے باہر آیا۔ اس فیملی نے اسے اپنی گاڑی میں سرکاری بنگلے تک پہنچایا۔ اس بنگلے میں پہلے ہی سرکاری عورتیں اور بچے پہنچا دیئے گئے تھے۔ انہوں نے ایسا انتظام کیا تھا کہ وہ کبھی مرنے کے لئے تنہا نہ رہے۔

اب اس مسئلے پر غور کیا جارہا تھا کہ وہ عورتیں اور بچے اس کے ساتھ ٹائلٹ میں کیسے رہیں گے؟ میں اسے فیملی کے سامنے بڑے سکون سے موت کی گود میں سلا سکتا تھا۔ کوئی دھماکا یا ہنگامہ نہ ہوتا' کوئی دہشت زدہ نہ رہتا لیکن میں نے بھی طے کرلیا تھا کہ راجر جب تک زندہ رہے اپنی سلامتی کے انتظامات کرتے کرتے مرتا رہے۔

فیملی کی ایک خاتون نے کہا "راجر! آئینے میں اپنا حلیہ دیکھو۔ تمہیں شیو کرنا چاہئے۔"

اس نے آئینے میں دیکھا۔ شیو بڑھا ہوا تھا۔ موت کے خوف سے چہرہ زرد پڑگیا تھا۔ یوں لگ رہا تھا برسوں کا بیمار ہے۔ اس نے اٹیچی کو کھول کر شیونگ کا سامان نکالا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "ایک دانشور نے کہا ہے' حجام سے کبھی دشمنی نہ کرو۔ اس کا استرا تمہارے حلق کے قریب رہتا ہے۔"

وہ شیونگ اسٹک میں دو دھاری بلیڈ لگا رہا تھا۔ اس کے ہاتھ سے بلیڈ چھوٹ گیا' وہ پریشان ہو کر سوچنے لگا "میں اپنے ہاتھ سے شیو کررہا ہوں۔ میں خود حجام بنا ہوا ہوں۔ میرا بلیڈ میرے حلق کے قریب رہے گا۔ فرہاد کسی لمحے بھی میرا ہاتھ بہکا سکتا ہے۔ میرا بلیڈ میرے ہی حلق کے آرپار کرسکتا ہے۔"

وہ ایک دم شیونگ کا سامان پھینک کر چیخنے لگا۔ "میرا کیا بنے گا؟ میں محفوظ کیسے رہوں گا؟ نہیں رہ سکوں گا۔ ایک طرف سے بچاؤ کرتا ہوں تو دوسری طرف سے موت کا راستہ کھل جاتا ہے۔"

اس کی چیخ و پکار سن کر عورتیں اور بچے سہم کر دور ہوگئے۔ وہ جان لبوڈا کو پکار رہا تھا۔ "کہاں ہو لبوڈا! کیا میری بائیس برس کی خدمات کا یہ صلہ ہے کہ میری حکومت اور میرے خیال خوانی کرنے والے ایک شخص سے مجھے تحفظ نہیں دے سکتے؟ کہاں ہو لبوڈا! جواب دو۔"

خاتون نے پوچھا "راجر! کیوں چیخ رہے ہو؟ بچے سہم گئے ہیں۔ ہمیں ڈر لگ رہا ہے۔ ہم سب یوں خوف زدہ رہیں گے تو فرہاد سوچے گا' تم خود ہی ہمارے دلوں کو دھڑکا رہے ہو تو پھر تمہیں مار ہی ڈالا جائے۔"

اس کے اندر لبوڈا نے کہا "خاتون درست کہہ رہی ہیں۔ تم اسی لئے اب تک زندہ ہو کہ عورتیں اور بچے سکون سے ہیں۔ ان کا سکون برباد کرو گے تو وہ فوراً ہی تمہاری سانسوں کی سپلائی بند کر دے گا۔"

وہ پاؤں پٹختا اور جھنجلا کر اِدھر سے اُدھر جاتا ہوا بولا "میں شیو بھی نہیں کرسکتا۔"

"کیوں نہیں کرسکتے؟"

"کیوں کہ بلیڈ میرے حلق کے قریب سے گزرتا رہے گا۔ تم کبھی میرے پاس رہتے ہو اور کبھی چلے جاتے ہو۔ وہ بلیڈ سے میری سانسوں کی نالی کاٹ سکتا ہے۔"

"اوہ گاڈ! میں نے یہ تو سوچا ہی نہیں تھا۔ تمہاری حفاظت کرنا ناممکن ہوتا جارہا ہے۔"

"تت ..... تم میری حفاظت کرنے والے یہ کہہ رہے ہو کہ میں محفوظ نہیں رہوں گا۔ جب تمہارا ارادہ کمزور ہے تو میری حفاظت کیسے کرو گے!"

"تم موت کے خوف سے چڑچڑے اور بدمزاج ہوتے جارہے ہو۔ یہ تو سوچو کہ تمہاری موت کے ہزاروں راستے ہیں۔ پھر بھی تم زندہ ہو اور زندہ رہو گے۔ عقل سے کام لو گے تو اسی طرح سانس لیتے رہو گے۔"

"عقل سے کس طرح کام لوں؟"

"فرہاد تمہیں کسی ہتھیار سے ہلاک نہیں کرنا چاہتا۔ ایسا وہ اب تک آسانی سے کرچکا ہوتا۔ وہ تمہیں دہشت سے مارنا چاہتا ہے اور تم دہشت زدہ رہ کر اُس کا مقصد پورا کررہے ہو۔"

"کیسی باتیں کرتے ہو۔ وہ موت کی طرح چپ چاپ آتا جاتا ہے۔ موت یقینی نظر آتی ہے تو کیا آدمی ایسے میں خوف زدہ نہیں ہوگا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ایک دس برس کا لڑکا ایک کمرے سے دوڑتا ہوا آیا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے ایک ریوالور کو پکڑ رکھا تھا۔ راجر کے سامنے آتے ہی اس نے رک کر کہا "خبردار!"

راجر ہڈ' کئی ملکوں میں کامیابی سے جاسوسی کرنے والا موت کو دیکھتے ہی چیخ پڑا۔ لڑکے نے ٹریگر کو دبایا۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ ایک ربر بلٹ اس کی پیشانی سے آکر چپک گیا۔ وہ آخری چیخ مار کر کرسی سمیت پیچھے الٹ کر فرش پر گرا۔ پھر چاروں شانے چت ہوگیا۔

ہارنے والا پہلوان چت ہو کر آئندہ لڑنے کے لئے اٹھ کھڑا ہوتا ہے لیکن موت سے پٹخنی کھانے والا ہمیشہ کے لئے چت رہ جاتا ہے۔ چت رہ کر ہی کفن پہنتا ہے۔ چت رہ کر ہی تابوت میں لیٹتا ہے اور قیامت تک چت رہنے کے لئے قبر میں پڑا رہتا ہے۔

میں ریوالور والے لڑکے کے دماغ میں آگیا۔ وہ نقلی ہتھیار تھا۔ اس میں سے زوردار آواز کے ساتھ ربر کی گولی نکلتی تھی اور سامنے والی دیوار یا کسی ٹارگٹ پر جاکر چپک جاتی تھی۔ وہ راجر ہڈ کی پیشانی سے جاکر چپک گئی تھی۔ اس نے یہی سمجھا' فرہاد نے بچے کے ذریعے اصلی ریوالور سے گولی چلائی ہے۔ موت ایسے بھی آتی ہے۔ بعض

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

مجرم پھانسی کے پھندے تک پہنچنے سے پہلے ہی دہشت سے مرجاتے ہیں۔ اس کا بھی قصہ تمام ہوگیا۔

❀❀❀ ** ❀❀❀

فرمونا آندروف روسی نہیں تھی۔ بلغاریہ کے شہر ورنا سے آئی تھی۔ اس کا دادا جوزف آندروف روس سے ہجرت کرکے ورنا میں آکر اپنے کنبے کے ساتھ آباد ہوگیا تھا۔ فرمونا نے کبھی روس کی زمین پر قدم بھی نہیں رکھا تھا۔ اس کے باوجود دادا کے حوالے سے روسی تھی۔

فرمونا کا باپ یوحنا آندروف تجارت کے سلسلے میں استنبول جایا کرتا تھا۔ وہاں مولانا رومیؒ کی یاد میں ایک ایمان افروز درس گاہ تعمیر کی گئی ہے۔ یوحنا آندروف اس درس گاہ میں حاضری دیتے دیتے مسلمان ہوگیا۔

وہ اپنے چچا اور بھائی کے ساتھ استنبول آیا تھا۔ چچا پوچھتا تھا۔ "کیا تیرا دماغ پھر رہا ہے؟ اس مسلمان عالم کی درس گاہ میں کیوں جاتا ہے؟"

وہ جواب دیتا "انکل شلوم! میں نہیں جانتا پہلی بار ادھر کیسے کشاں کشاں چلا گیا تھا۔ تب سے مجھے وہاں ایسا روحانی سکون ملتا ہے جسے میں لفظوں میں بیان نہیں کرسکتا۔"

یہ سلسلہ کئی برس تک چلتا رہا۔ انکل شلوم نے تمام کنبے اور برادری میں کہہ دیا تھا کہ یوحنا ہاتھ سے نکلا جارہا ہے۔ ورنا کے مذہبی پیشوا ربّی المناوف نے یوحنا کو بلا کر نصیحت کی "توریت آسمانی کتاب ہے۔ اسے پڑھو اور اپنے دینِ موسوی کو سمجھو۔ ہمارا دین مکمل ہے۔"

یوحنا نے کہا "میں تمام آسمانی کتابوں پر ایمان رکھتا ہوں۔ آپ نے ایک وعظ میں فرمایا تھا، آخری بات اتنی ٹھوس اور مدلل ہو کہ اس کے بعد کوئی بات کہنے کو نہ رہ جائے۔"

"بے شک میں نے کہا تھا۔"

"تو پھر آپ تسلیم کرلیں کہ آخری کتاب (قرآن مجید) اتنی ٹھوس اور مدلل ہے کہ اس کے بعد کوئی اور بات کہنے کے لئے کوئی اور کتاب دنیا میں نہیں آئی۔"

انہوں نے سخت لہجے میں پوچھا "کیا تم اپنے ربّی سے مذہبی بحث کروگے!"

"نہیں! میں ناچیز ہوں۔ آپ سے علمی اور مذہبی بحث نہیں کر سکوں گا۔ درس گاہ حضرت رومیؒ میں یہ درس دیا گیا ہے کہ اگر تم عالم نہیں ہو تو بحث نہ کرو۔ کلام پاک کی صرف ایک آیت دہراؤ کہ تمہارا دین تمہارے ساتھ اور ہمارا دین ہمارے ساتھ۔"

یہ کہتے ہی وہ سر جھکا کر عبادت گاہ سے باہر آگیا۔ ربّی المناوف نے اعلان کرا دیا کہ یوحنا کا سماجی بائیکاٹ کیا جائے۔ اسے سمجھایا جائے کہ وہ اپنے دین کی طرف لوٹ آئے اور جب لوٹ آئے تو اسے معاف کرکے گلے لگالو۔

وہ چچا شلوم اور ایک بھائی کے ساتھ تجارت کے لئے استنبول جایا کرتا تھا۔ مال کی خرید و فروخت کے بعد بھائی اور چچا شلوم سرائے میں آرام کرتے تھے اور وہ درس گاہ میں حاضری دینے جایا کرتا تھا۔ اس بار وہ واپس آیا تو اسلام قبول کرچکا تھا۔ اس نے چچا اور بھائی کو مٹھائی پیش کی۔ انہوں نے قبول کی پھر کھاتے ہوئے پوچھا "کس خوشی میں ہے یہ مٹھائی؟ معلوم ہوتا ہے تاجر صلاح الدین سے کوئی بڑا سودا ہوگیا ہے۔"

"ہاں، میں آخرت کا سودا کرکے آیا ہوں۔"

"یہ آخرت کا سودا کیا ہوتا ہے؟! اصل بات کہو، تم نے دام بڑھا کر دیئے اس لئے تمہیں مال کی ایجنسی بلغاریہ کے لئے مل گئی ہے۔ اگر تم دام نہ بڑھاتے تو وہ ایجنسی مجھے مل جاتی۔"

"میں کہہ چکا ہوں میں نے دنیاوی نہیں آخرت کا سودا کیا ہے۔ مجھے ایجنسی اور مال و دولت کا لالچ نہیں ہے۔ میں یہودیت کو ترک کرکے اسلام قبول کرچکا ہوں۔"

"کیا بکواس کرتے ہو؟" بھائی غصے سے کھڑا ہوگیا تھا۔

انکل شلوم نے پوچھا "یوحنا! تم سچ کہہ رہے ہو؟"

وہ بولا "یوحنا کو عربی میں یحییٰ کہتے ہیں۔ آج سے میرا نام محمد یحییٰ آندروف ہے۔ یحییٰ کے معنی ہیں "جیتا ہے" اور میں آج سے نئی زندگی جی رہا ہوں۔"

چچا شلوم نے غصے سے کہا "تم خود غرض اور موقع پرست ہو۔ تم نے ایک مسلمان تاجر صلاح الدین سے لاکھوں ڈالر کی ایجنسی حاصل کرنے کے لئے اسلام قبول کرکے اسے خوش کیا ہے۔"

"آپ کا یہ الزام غلط ہے۔ میں جب سے آیا ہوں، آپ تاجر صلاح الدین کا ذکر کررہے ہیں۔ جب کہ میں نے اس کا مال اٹھانے سے انکار کردیا ہے۔ اس سے بہتر نارمن جیرالڈ کا مال ہے۔ آپ کی اطلاع کے لئے عرض ہے۔ میں نے بلغاریہ کے لئے نارمن کے مال کی ایجنسی لی ہے۔"

محمد یحییٰ آندروف نے ثابت کردیا کہ اس نے مال اور تجارتی منافع کے پیشِ نظر اسلام قبول نہیں کیا ہے، جو کیا ہے وہ دل اور دماغ کی قبولیت سے کیا ہے۔ اس میں کسی کا جبر اور کسی طرح کا لالچ شامل نہیں ہے۔

بلغاریہ کے ساحلی شہر ورنا میں یہودیوں کی اکثریت تھی۔ وہاں سب نے یحییٰ سے منہ پھیر لیا۔ خاندان کے افراد نے اس سے تعلقات ختم کردیئے۔ یحییٰ اپنی بیٹی فرمونا کو لے کر مسلمانوں کے محلے میں آگیا۔ شہر کے مختلف بازاروں میں یہودی تاجروں نے عہد کیا کہ یحییٰ کا مال نہ کوئی خریدے گا اور نہ اپنا مال کوئی اسے فروخت کرے گا۔

لیکن یحییٰ نے پورے بلغاریہ کے لئے ایجنسی حاصل کی تھی۔ مال کی کوالٹی بہت عمدہ تھی اس لئے خریداروں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جارہا تھا۔ یہ ساری دنیا جانتی ہے کہ یہودی سب سے پہلے اپنے

منافع کو اہمیت دیتے ہیں۔ یحییٰ کا پیش کردہ مال نہایت منافع بخش تھا۔ وہ پہلے چوری چھپے پھر اعلانیہ مال خرید کر فروخت کرنے اور منافع کمانے لگے۔ انہوں نے اپنے پیشوا ربّی المناوف سے کہا "یحییٰ کا سماجی اور تجارتی بائیکاٹ کرنے سے تمام یہودی تاجر نقصان اٹھاتے رہیں گے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ یحییٰ کو ذلت نصیب ہو تو اس سے اُس کی ایجنسی چھین لی جائے۔"

ایک بہت بڑے یہودی سرمایہ دار نے نارمن جیرالڈ سے کہا۔ "میں تمہارے مال کی زیادہ قیمت دوں گا۔ یحییٰ سے ایجنسی کے حقوق واپس لے کر مجھے دے دو۔"

نارمن نے کہا "یہاں میرے مال کی قیمت زیادہ دوگے اور وہاں بازار میں اسی مال کی قیمت بڑھاؤ گے۔ خریداروں پر بوجھ ڈالوگے تو میرے مال کی سپلائی اور کھپت میں کمی ہوگی۔ پھر یہ کہ کاروباری معاملات میں مجھے یحییٰ سے کوئی شکایت نہیں ہے۔"

اس نے پوچھا "ایسی کیا صورت ہوسکتی ہے کہ یہ ایجنسی ہمیں مل جائے؟"

"ایک ہی صورت ہے کہ یحییٰ ہمارا مال اٹھانے سے انکار کر دے۔"

وہاں سے ناکامی ہوئی۔ مخالفین نے سر جوڑ کر سوچا۔ یحییٰ اس قدر منافع بخش مال اٹھانے سے انکار نہیں کرے گا۔ ہاں اگر اسے موت آجائے تو وہ ایجنسی ان کے ہاتھ آجائے گی۔

ایک ہفتے کے اندر ہی یحییٰ کو کسی نے قتل کردیا۔ فرمونا نے روتے اور بین کرتے ہوئے کہا "میرے پاپا کو کاروباری عداوت کے نتیجے میں قتل کیا گیا ہے۔ میں قاتل کو زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ اسے قتل کروں گی یا قتل کراؤں گی۔"

باپ کی تدفین کے بعد انکل شلوم نے آکر کہا "بیٹی فرمونا! تمہارے باپ کی زندگی میں ہمیں اس سے شکایت تھی۔ اب نہیں رہی۔ وہ مسلمان تھا۔ مگر تم ہمارے خون کے رشتے سے، قوم کے رشتے سے یہودن ہو۔ ہمارے ساتھ چلو۔"

"آپ کو یہ سن کر خوشی نہیں ہوگی کہ مسلمان باپ کی اولاد از خود مسلمان ہوجاتی ہے۔ میرے پاپا نے مجھے کلمۂ توحید پڑھایا تھا۔ پڑھانے والا مرگیا۔ کلمہ زندہ ہے اور جو تاقیامت زندہ رہنے والا ہے اسے آپ میرے اندر نہیں مار سکیں گے۔"

"تمہاری مرضی ہے۔ میں تو یہ سوچ کر ساتھ لے جارہا تھا کہ تمہارے باپ کے قاتل کو تلاش کروں گا۔"

"میں نہیں جارہی ہوں تو کیا آپ اسے تلاش نہیں کریں گے؟"

"کس رشتے سے تلاش کروں۔ اس مسلمان سے کوئی رشتہ نہیں تھا۔ تم بھی یہودیت سے انکار کررہی ہو۔"

"کیا آپ انسانیت کے رشتے سے قاتل کو سزا نہیں دلا سکتے؟"

"تم سزا دلانے کی بات کررہی ہو، میں تو اسے انعام دوں گا۔

اس نے ایک مسلمان کو قتل کرکے ہماری قوم پر احسان کیا ہے۔"

وہ جانے لگا۔ فرمونا نے کہا "میرے باپ کے قاتل کو انعام دینے والے آج سے میں تمہیں قاتل کا شریک سمجھوں گی۔ کبھی یہ ثابت ہوجائے کہ تم قتل کی سازش میں شریک تھے تو تمہاری موت میرے ہی ہاتھوں سے ہوگی۔"

وہ چلا گیا۔ فرمونا نے پولیس افسر کی رہائش گاہ میں آکر اُس سے ملاقات کی۔ وہ چالیس برس کا کنوارا تھا۔ شادی کی ضرورت نہیں سمجھتا تھا۔ ضرورت ہوتی تو کسی نہ کسی کی مجبوریوں سے کھیل لیا کرتا تھا۔ اب وہ فرمونا کو قاتل کی گرفتاری کا جھانسا دے کر اُس کے ساتھ راتیں گزارنا چاہتا تھا۔

فرمونا نے پوچھا "تم نے مجھے اپنے بنگلے میں آنے کو کہا تو میں نے سوچا، تمہیں قاتل کا سراغ مل چکا ہے۔ میں بڑی آس لے کر آئی ہوں۔"

وہ ہاتھ تھام کر بولا "میں نے بھی بڑی آس لے کر تمہیں یہاں بلایا ہے۔ تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے۔ تم میرے سینے سے لگ کر کلیجے کو ٹھنڈک پہنچاتی رہو، میں تمہارے باپ کے قاتل کو جلد از جلد تلاش کرکے عدالت میں پہنچادوں گا۔"

وہ ہاتھ چھڑا کر بولی "ہمارے درمیان فاصلہ رہنا چاہئے اور مجھے یہ معلوم ہونا چاہئے کہ فاصلہ رہے گا اور میں تمہارے ہاتھ

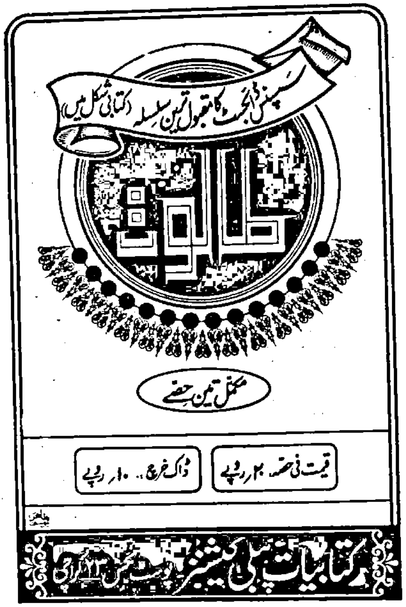

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

نہیں آؤں گی تو کیا قاتل بھی تمہارے ہاتھ نہیں آئے گا؟"

"ہر انسان کی اپنی اپنی ضرورت ہے۔ تمہیں قاتل کی ضرورت ہے اور مجھے تمہاری۔"

"اور فرض کی ادائیگی کوئی چیز نہیں ہے؟"

"ہم ایک دوسرے سے راضی رہے تو قانونی فرائض بھی ادا ہوتے رہیں گے۔"

"اگر میں راضی نہ ہوئی اور وہ قاتل تمہاری نظروں میں آجائے تو کیا کرو گے؟"

"میں قاتل کو صرف نظروں میں رکھوں گا۔ یوں سمجھو کہ وہ میری نظروں میں آچکا ہے۔ تم مان جاؤ گی تو اسے ہتھکڑی پہنا دوں گا۔"

"کیا واقعی وہ تمہاری نظروں میں آچکا ہے؟"

"میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ قاتل میری مٹھی میں ہے۔"

"تم قسم کھا رہے ہو تو میں راضی ہو جاؤں گی لیکن میرے مذہب میں گناہ کی اجازت نہیں ہے۔ اگر تم اسے عدالت سے سزا دلاؤ گے تو میں تم سے شادی کروں گی۔ اس سے پہلے تم مجھے ہاتھ نہیں لگاؤ گے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "پولیس والے... رشوت پہلے لیتے ہیں کیونکہ کام نکل جانے کے بعد کوئی پلٹ کر نہیں پوچھتا۔"

"میں آج ہی بلکہ ابھی شادی کروں گی۔ اس طرح تمہیں یقین ہو جانا چاہئے کہ قانونی اور مذہبی طور سے تمہاری ہو چکی ہوں۔ تمہیں دھوکا نہیں دوں گی لیکن قاتل کو سزائے موت ہونے کے بعد تمہاری خواب گاہ میں آؤں گی۔"

"نہیں میری جان! جب شادی تب سہاگ رات۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ تم مجھے بے وقوف سمجھتے ہو اور خود کو بہت عقل مند اور تجربہ کار پولیس افسر مانتے ہو۔ میں سمجھ گئی ہوں' قاتل تمہاری مٹھی میں نہیں ہے۔"

افسر نے مسکراتے ہوئے ریسیور اٹھایا۔ نمبر ڈائل کئے پھر رابطہ قائم ہونے پر کہا "ہیلو' میں بول رہا ہوں۔"

پھر دوسری طرف سے گفتگو سن کر بولا "تم نے جسے قتل کیا تھا' اس کی بیٹی میرے سامنے ہے۔"

یہ کہتے ہی افسر نے ریسیور کو فرمونا کے کان سے لگا دیا۔ دوسری طرف سے کوئی کہہ رہا تھا "کمال کرتے ہو آفیسر! فرمونا کے سامنے مجھے اس کے باپ کا قاتل کہہ رہے ہو۔ کیا تمہیں جو پچیس ہزار ڈالر دیئے گئے ہیں' وہ کم ہیں؟ فرمونا کو اپنے پاس بلا کر کیا چکر چلا رہے ہو؟"

وہ غور سے بولنے والے کی آواز سن رہی تھی اور یاد کرنے کی کوشش کر رہی تھی' وہ آواز کہاں سنی ہے؟ اسے کچھ یاد نہیں آرہا تھا لیکن اسے یقین تھا کہ دیر سے سہی' اسے یاد آجائے گا۔

افسر نے ریسیور اس کے کان سے ہٹا کر اپنے کان سے لگاتے ہوئے کہا "ہاں' کیا کہہ رہے ہو؟ میں نے سنا نہیں' دھیان دوسری طرف تھا۔ ہاں۔ اچھا اچھا۔ چلو ایسا ہے تو ایسا ہی سہی۔ مجھے کمینہ کہہ لو۔ یہ تم سب جانتے ہو کہ فرمونا کتنی حسین اور پُرکشش ہے۔ اس کے لئے کوئی بھی کمینہ بن سکتا ہے۔ ویسے اپنے سرمایہ دار باپ اور بھائی سے کہو' مجھے اور پچیس ہزار ڈالر ادا کریں۔ میں فرمونا کو ٹال دوں گا۔"

اس نے دو چار باتیں کرنے کے بعد ریسیور رکھ دیا پھر کہا "تم مجھے جھوٹا سمجھ رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں کہ قاتل میری مٹھی میں نہیں ہے۔ میں نے فون پر اس کی آواز سنا دی۔ ثبوت پیش کر دیا۔ اب بولو' منظور ہے؟"

"میں تمہارے مقابلے میں بہت کم عمر اور ناتجربہ کار ہوں لیکن اتنا سمجھتی ہوں کہ تم تھالی کے بیگن ہو۔ ادھر سے مزید پچیس ہزار ڈالر ملیں گے تو مجھے آسانی سے ٹال دو گے۔ یہ بات ابھی تمہاری زبان سے نکل چکی ہے۔"

وہ واپس جانے لگی۔ افسر نے پوچھا "جا رہی ہو؟ باپ کے قاتل سے انتقام نہیں لوگی؟"

"اسے تو میں زندہ نہیں چھوڑوں گی اور اس کا ساتھ دینے والے بھی عبرت ناک انجام کو پہنچیں گے۔ آج سے تم بھی میرے پاپا کے قاتلوں کی فہرست میں ہو۔ میں یہ معاملہ تمہارے اعلیٰ افسران کے پاس لے جاؤں گی۔"

افسر قہقہے لگانے لگا۔ وہ گھر آکر سوچنے لگی۔ فون پر بولنے والا اجنبی تھا مگر وہ اچھی یادداشت کی حامل تھی۔ اسے یاد آرہا تھا کہ ایک ہی بار سہی' کہیں کسی تقریب میں یا پبلک پلیس میں وہ آواز ضرور سنی ہے۔

وہ بڑی دیر تک سوچتی رہی۔ رات کو سوتے وقت اچانک اسے پولیس افسر کی فون والی آخری گفتگو یاد آئی' اس نے کہا تھا "اپنے سرمایہ دار باپ اور بھائی سے کہو' مجھے اور پچیس ہزار ڈالر ادا کریں۔"

اس آخری فقرے سے ظاہر ہوتا تھا کہ قاتل کا باپ سرمایہ دار ہے اور اس قاتل کا ایک بھائی ہے۔ یعنی ایک سرمایہ دار کے دو بیٹے ہیں ان میں سے ایک نے اس کے پاپا کو قتل کیا ہے۔

اس حد تک انکشاف ہونے کے بعد یہ معلوم ہو سکتا تھا کہ وہ سرمایہ دار کون ہے جس کے دو بیٹے ہیں اور جنہیں یحییٰ کے قتل سے فائدہ پہنچ سکتا ہے؟ اس کے شہر ورنا میں اور پورے بلغاریہ میں بے شمار سرمایہ دار تھے۔ وہ سب کو نظر انداز کرکے صرف یہودی سرمایہ داروں کو بھانپنا چاہتی تھی۔ اس نے پہلے اپنے شہر کے یہودیوں کو یادداشت میں تازہ کرنا شروع کیا۔ ایسے یہودیوں کو جو بڑے سرمایہ دار تھے' جن کے دو بیٹے تھے اور جو اس کے پاپا کے قتل سے کوئی فائدہ اٹھا رہے تھے۔

ایسی معلومات حاصل کرنے میں پتا نہیں کتنے دن اور مہینے لگ جاتے۔ وہ دوسرے دن انسپکٹر جنرل کے دفتر میں آئی۔ انسپکٹر جنرل نے اسے اندر بلایا۔ فرمونا نے اپنا تعارف کرایا پھر کہا "آپ کا ایک پولیس افسر قاتل سے رشوت لے چکا ہے اور مزید پچیس ہزار ڈالر حاصل کرنے والا ہے۔ وہ قاتل کو کبھی گرفتار نہیں کرے گا۔"

"مس فرمونا! بہتر ہے کسی ثبوت کے بغیر ایک افسر کو الزام نہ دو۔"

وہ بولی "سر! میری ایک ہوبی ہے۔ میں اکثر گفتگو کرنے والوں کی آواز ریکارڈ کرتی ہوں۔ پھر تنہائی میں ان کی آوازیں اور باتیں سن کر ان کے کردار کا نفسیاتی تجزیہ کرتی ہوں۔ کیوں کہ میں علم نفسیات کی طالبہ ہوں۔"

"کیا تم نے پولیس افسر کی باتیں ریکارڈ کی ہیں؟"

"جی ہاں۔ میں اس پرس میں منی ریکارڈر چھپا کر رکھتی ہوں۔ کسی کو شبہ نہیں ہوتا اور میں مطلوبہ گفتگو ریکارڈ کر لیتی ہوں۔"

اس نے پرس میں سے ایک ریکارڈر نکال کر اسے آن کیا پھر اعلیٰ افسر کے سامنے رکھ دیا۔ اس میں سے پہلے اس کے یہودی انکل شلوم کی گفتگو سنائی دی۔ وہ یہ کہہ کر گیا تھا کہ یحییٰ کے قاتل کو انعام دے گا کیوں کہ اس نے ایک مسلمان کو قتل کیا ہے۔ پھر پولیس افسر کی شروع سے آخر تک کی گفتگو سنائی دی۔ انسپکٹر جنرل نے ریکارڈر کو آف کرنے کے بعد کہا "تم نے یہ طریقہ اختیار کرکے قانون کے ہاتھ مضبوط کئے ہیں۔ قاتل کی نشان دہی بھی کی ہے۔ وہ پولیس افسر بھی سزا سے نہیں بچے گا۔ تم نے اتنا بڑا کارنامہ انجام دیا ہے کہ میں فخر سے تمہیں بیٹی کہنا چاہتا ہوں۔"

فرمونا کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ وہ بولی "یہ میرے لئے فخر کی بات ہے بلکہ خوش قسمتی ہے کہ پاپا کے بعد مجھے باپ کی کمی محسوس نہیں ہوگی۔"

ان باتوں کے دوران انسپکٹر جنرل نے ایک بٹن دبا کر کیسٹ کو ریوائنڈ کیا تھا اور پوچھا تھا "کیا تم نے اس کیسٹ کی دوسری کاپی رکھی ہے؟"

"نہیں' مجھے اس کا موقع نہیں ملا۔ میں پولیس افسر کی گفتگو ریکارڈ کرتے ہی آپ کے پاس اسے لے آئی۔"

"اچھا تم کسی سرمایہ دار کے متعلق کچھ کہہ رہی تھیں؟"

وہ بتانے لگی "پولیس افسر کی فون والی گفتگو سے پتا چلا کہ قاتل کا باپ سرمایہ دار اور اس قاتل کا ایک بھائی ہے......"

وہ جو کچھ یہودی سرمایہ داروں کے متعلق سوچ رہی تھی وہ سب تفصیل سے بتاتی چلی گئی۔ اعلیٰ افسر نے کہا "تم نے باپ کے قتل ہوتے ہی بہت فریب کھائے ہیں۔ کسی نے تمہارا ساتھ نہیں دیا لیکن میں صرف قانون کا محافظ نہیں' باپ بن کر بھی عدالت تک تمہارا ساتھ دوں گا۔"

"آپ کی محبت بھری سرپرستی سے مجھے نئی زندگی مل گئی ہے۔"

وہ ریکارڈر کو آف کرتے ہوئے بولا "لیکن بیٹی! مجھے باپ کہتی ہو تو باپ کے پولیس ڈیپارٹمنٹ کو عدالت میں بدنام کرنے کی کوشش نہ کرو۔"

"پولیس ڈیپارٹمنٹ کیسے بدنام ہوگا؟"

"میرا ماتحت پولیس افسر گرفتار ہوگا تو وہ بیان دے گا کہ اس نے رشوت کے پچیس ہزار ڈالر میں سے صرف پانچ ہزار ڈالر لئے تھے' باقی بیس ہزار مجھے دیئے تھے۔"

وہ حیرانی سے بولی "آ..... آپ کو؟ یعنی آپ بھی......؟"

"ہاں' میں بھی۔"

وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی اعلیٰ افسر اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے قریب آتے ہوئے بولا "میرا ماتحت بہت بڑا کمینہ ہے۔ تمہیں خواب گاہ میں لے جا کر داشتہ بنانا چاہتا تھا۔ مجھ میں شرافت اور اعلیٰ ظرفی ہے۔ میں نے تمہیں بیٹی بنایا ہے۔"

پھر وہ فرمونا سے پرس چھین کر بولا "ہو سکتا ہے تم نے دوسرا ریکارڈر چھپا کر رکھا ہو۔ ہم دودھ کے جلے ہیں' چھاچھ پھونک پھونک کر پیتے ہیں۔"

اس نے پرس کھول کر تلاشی لی پھر مطمئن ہو کر اس کا منی ریکارڈر دیتے ہوئے کہا "میں نے تمہاری گفتگو کے دوران اس کا ریکارڈنگ بٹن دبا کر اپنے ماتحت افسر کی تمام باتیں مٹا دی ہیں۔ اسے گھر جا کر سنو۔ اس میں سے صرف وہی باتیں سنائی دیں گی جو تم یہاں کرتی رہی ہو۔ اب جاؤ۔"

اس نے غصے سے اعلیٰ افسر کو دیکھا پھر تیزی سے چلتی ہوئی دفتر سے باہر چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد اعلیٰ افسر نے ریسیور اٹھا کر ماتحت سے رابطہ کیا پھر کہا "گدھے کے بچے! تم کسی دن میری گردن پھنساؤ گے۔"

"سر! مجھ سے کوئی غلطی ہوئی ہے؟"

"غلطی کے بچے! جب فرمونا تمہارے پاس آئی تھی تو اس کے پرس میں ایک منی ریکارڈر تھا' وہ تمہاری تمام گفتگو ریکارڈ کر چکی تھی۔ تمہارے اور قاتل کے خلاف خاصے ثبوت لے کر آئی تھی۔"

"اوہ گاڈ! میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ اس قدر چالاک ہوگی۔ پھر آپ نے کیا کیا سر؟"

"میں نے اس کیسٹ سے تمہاری گفتگو مٹا دی ہے اور اس کے پاس اس کیسٹ کی دوسری کاپی نہیں ہے۔ وہ بری طرح مایوس ہو کر گئی ہے۔"

"سر! آپ نے کمال کر دیا۔ میں اپنی غفلت کی معافی چاہتا ہوں۔ آئندہ ایسی غلطی نہیں ہوگی۔"

انسپکٹر جنرل پولیس نے ریسیور رکھ دیا۔ اس رات جب وہ گہری نیند سو رہا تھا' تب فون کی مسلسل گھنٹی کی آواز نے اسے جگا دیا۔ اس نے ناگواری سے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو کون ہے؟"

دوسری طرف سے آواز آئی "میں فرمونا بول رہی ہوں۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

وہ غصے سے بولا "یہ کوئی فون کرنے کا وقت ہے؟"

"شامت وقت بے وقت آجاتی ہے۔ تم نے مجھے بیٹی بنا کر بہت بڑی غلطی کی ہے۔"

"تم کہنا کیا چاہتی ہو؟"

"یہی کہ تم نے میرا پرس چیک کیا لیکن بیٹی کا لباس چیک نہیں کر سکتے تھے۔ اگر صرف پولیس افسر رہتے تو تلاشی کے نتیجے میں میرے پاس سے ایک اور ریکارڈر برآمد ہوتا جس میں تمہاری یہ گفتگو ریکارڈ ہے۔ سنو۔"

چند لمحوں کے بعد اسے اپنی ہی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "میرا ماتحت پولیس افسر گرفتار ہوگا تو وہ بیان دے گا کہ اس نے رشوت کے پچیس ہزار ڈالر میں سے صرف پانچ ہزار ڈالر لئے ہیں باقی بیس ہزار مجھے دئے ہیں۔"

انسپکٹر جنرل نے اور جتنی باتیں فرمونا سے کی تھیں وہ سب فون کی دوسری طرف سے سنائی دے رہی تھیں۔ پھر وہ بولی "آفیسر! میں نے تم سے باتوں کے دوران دیکھ لیا تھا کہ تم ریکارڈنگ بٹن دبا کر اپنے ماتحت کی گفتگو سنا رہے ہو۔ میں دیکھ کر بھی انجان بنی رہی۔ تم سے جھوٹ کہا تھا کہ اس کیسٹ کی دوسری کاپیاں نہیں ہیں۔ یہ لو سنو۔"

تھوڑی دیر بعد دوسری طرف سے اپنے ماتحت افسر کی وہ تمام باتیں سنائی دینے لگیں۔ جنہیں وہ اپنی دانست میں مٹا چکا تھا۔ وہ غصے سے دہاڑتے ہوئے بولا "بہت چالاک بنتی ہو۔ صبح ہونے سے پہلے تمام کیسٹوں کے ساتھ فنا ہو جاؤ گی۔"

"آفیسر! فنا کرنے والے مجھے کہاں تلاش کریں گے؟"

"اچھا تو تم روپوش ہو گئی ہو؟"

"ہاں، میں نے تمام کیسٹوں کی کاپیاں بیرسٹر مجید الاسلام اور جسٹس شیل مین کے پاس پہنچادی ہیں۔ کل صبح تمہاری اور ماتحت افسر کی گرفتاری عمل میں آئے گی۔ اب اٹھو اور بچاؤ کی فکر میں اپنی نیند حرام کرو۔"

فرمونا نے ریسیور رکھ دیا۔ اعلیٰ افسر نے فوراً ہی دوسرا نمبر ڈائل کرکے پوچھا "کیا فون ٹیپ ہو رہا تھا؟"

"یس سر!"

"مجھے نوٹ کراؤ، وہ کہاں سے فون کر رہی تھی۔"

اس نے کاغذ قلم لے کر فرمونا کا موجودہ پتا اور فون نمبر نوٹ کیا پھر اپنے ماتحت سے رابطہ کرکے اسے تمام حالات بتائے۔ اس کے بعد کہا "بیرسٹر مجید الاسلام اپنا خاص آدمی ہے۔ میں اس سے نمٹ لوں گا۔ تم جسٹس شیل مین کی تحویل سے وہ تمام کیسٹ نکال لاؤ پھر فرمونا کی رہائش گاہ میں گھس کر تلاشی لو۔ تمام کیسٹوں کو اپنے قبضے میں لو۔ اس کے بعد ہم اس پناہ گاہ میں جائیں گے جہاں وہ چھپی ہوئی ہماری گرفتاری کا انتظار کر رہی ہے۔"

فرمونا کو یقین تھا کہ دشمن اسے تلاش نہیں کر سکیں گے۔ اس کے ایک مسلمان پڑوسی نے کہا تھا "بیٹی! تم میری بیٹی کے گھر چلی جاؤ۔ کل جب دشمن گرفتار ہو جائیں تو واپس چلی آنا۔"

اس کی بیٹی شہر کے مغربی حصے میں رہتی تھی۔ انسپکٹر جنرل اور اس کے ماتحت کا دھیان ادھر نہ جاتا اگر وہ ہر گھر کی تلاشی لیتے تو صبح ہو جاتی اور صبح ان پولیس والوں کی شامت آنے والی تھی۔

وہ بڑی بے فکری سے سو رہی تھی۔ رات کے دو بجے اس نے خواب میں ایک قد آور شخص کو دیکھا۔ وہ کہہ رہا تھا "ایسی بے فکری نقصان پہنچاتی ہے۔ دشمن تمہیں قتل کرنے آرہے ہیں۔"

فرمونا نے پوچھا "دشمنوں کو میرا پتا کیسے معلوم ہو سکتا ہے؟"

"تم نے انسپکٹر جنرل سے فون پر گفتگو کی تھی۔ تمہارا فون ڈیٹیکٹ کیا گیا تھا۔ فون نمبر کا سراغ ملتے ہی اس پناہ گاہ کا بھی پتا چل گیا۔"

"تم کون ہو؟ اور تمہیں یہ سب کچھ کیسے معلوم ہوا؟"

"میں تمہارا دوست ہوں۔ تمہاری ایک تصویر دیکھ کر تم پر ہزار جان سے عاشق ہو گیا ہوں۔"

"تم نے میری تصویر کب اور کہاں دیکھی؟"

"آدھا گھنٹا پہلے دیکھی ہے۔ میں ایک مکان کے پاس سے گزر رہا تھا وہاں میں نے دو آدمی دیکھے، وہ بڑی رازداری سے چوروں کی طرح مکان میں داخل ہو رہے تھے۔ میں بھی ان کے پیچھے داخل ہوا۔ ایک خواب گاہ میں تمہاری بہت ہی خوب صورت سی تصویر دیوار پر لگی ہوئی تھی۔ میں دیکھتے ہی تمہارا دیوانہ ہو گیا۔"

"فضول باتیں نہ کرو۔ ان کے متعلق بتاؤ جو مکان میں داخل ہوئے تھے۔"

وہ بولا "میں نے ان دونوں کی پٹائی کی۔ پھر ان کے خیالات پڑھے تو پتا چلا کہ ان میں سے ایک پولیس افسر ہے اور دوسرا ایک غنڈا ہے۔ وہ تمہارے گھر سے تمام آڈیو کیسٹ اٹھا کر لے جانا چاہتے تھے۔ پھر میں نے ان کے خیالات پڑھ کر......"

وہ بات کاٹ کر بولی "یہ خیالات پڑھنے کا مطلب کیا ہوا؟"

"مطلب یہ ہوا کہ میں خیال خوانی کرتا ہوں۔ ٹیلی پیتھی جانتا ہوں۔ میں نے معلوم کیا وہ پولیس افسر تمہاری عزت سے کھیلنا چاہتا تھا۔ تمہارے باپ کے قاتل کو چھپا رہا تھا۔ تم نے اس کے خلاف کیسٹ ریکارڈ کیا تھا۔ کیسٹ کی ایک کاپی جسٹس شیل مین کو دی تھی۔ اس افسر نے شیل مین کے گھر میں گھس کر اسے قتل کر دیا ہے، وہاں سے کیسٹ لے آیا ہے۔"

فرمونا نے بڑے دکھ سے پوچھا "کیا جسٹس شیل مین قتل کر دیا گیا ہے؟"

"ہاں اور تم بیرسٹر مجید الاسلام سے دھوکا کھا گئیں، وہ انسپکٹر جنرل کا دوست ہے۔ اس نے تمہارے دئے ہوئے کیسٹوں کو انسپکٹر جنرل کے حوالے کر دیا ہے۔ اب وہ اپنے ماتحت افسر کے ساتھ تمہاری طرف آرہا ہے۔"

"اجنبی! تم نے مجھے الجھا دیا ہے۔ کیا واقعی ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔"

"اس بات کا یقین بعد میں بھی کر سکتی ہو۔ پہلے آنکھیں کھولو۔"

اس نے آنکھیں کھول دیں۔ بیڈ روم میں دھیمی دھیمی سی سبز روشنی تھی۔ اس نے سوچا "اوہ، میں تو خواب دیکھ رہی تھی۔"

اسے اپنے دماغ میں وہی اجنبی آواز سنائی دی "ہاں، تم مجھے خواب کے دھندلکے میں دیکھ رہی تھیں۔ اب دماغ میں میری باتیں سن رہی ہو۔"

وہ فوراً ہی اٹھ کر بیٹھ گئی۔ کہنے لگی "یہ کیا ماجرا ہے! خواب میں بھی وہی آواز، بیداری میں بھی اسے سن رہی ہوں۔"

"میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمہارے اندر موجود ہوں۔"

اسی وقت دستک سنائی دی۔ اجنبی نے کہا "لو دشمنِ جاں آگئے۔ اٹھو، دروازہ کھولو۔"

"کیا سچ کہہ رہے ہو؟"

"ابھی تم ان کی صورتیں دیکھو گی۔"

"نہیں، میں ان کے سامنے نہیں جاؤں گی۔"

"گھبراؤ نہیں۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ شاید تمہاری میزبان سہیلی کا شوہر دروازہ کھول رہا ہے۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

مکان کا دروازہ کھلتے ہی انسپکٹر جنرل اپنے ماتحت کے ساتھ بے چارے میزبان کو دھکا دیتے ہوئے اندر آیا۔ پھر گرج کر بولا "تم نے فرمونا کو کہاں چھپا رکھا ہے؟ اسے باہر نکالو۔"

ماتحت افسر نے کہا "یاد رکھو۔ پچھلے دروازے پر بھی ہمارا ایک مسلح آدمی موجود ہے۔ فرمونا ادھر سے بھاگنا چاہے گی تو اسے گولی ماردی جائے گی۔"

پھر اس نے میزبان کو ریوالور کے نشانے پر رکھتے ہوئے کہا۔ "فرمونا کو باہر لاؤ۔ ورنہ ہم تمہیں ختم کر دیں گے۔"

وہ سامنے آکر بولی "میرے میزبان کو چھوڑ دو۔"

انسپکٹر جنرل نے اسے دیکھ کر کہا "تم نے بڑی تیزی دکھائی تھی۔ ہمیں جیل بھیجنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ مگر ہم پولیس والے ہیں۔ خطرناک مجرموں کی کھال اتار کر ان کے جوتے بنا کر پہنتے ہیں۔ اور تم ہم سے چالاکی دکھا رہی تھیں۔"

ماتحت افسر نے کہا "اب چالاکی دکھاؤ اور یہاں سے بچ کر جاؤ۔ اس گھر سے تو تمہاری لاش ہی باہر جائے گی۔"

ایک مسلح شخص نے دروازے پر آکر کہا "یہاں سے فرمونا کی نہیں، تم دونوں کی لاش جائے گی۔"

انسپکٹر جنرل نے ڈانٹ کر کہا "تمہیں پچھلے دروازے پر رہنے کا حکم دیا تھا۔ یہاں کیوں آئے ہو؟"

"میں خود نہیں آیا ہوں، لایا گیا ہوں۔ میرے اندر ٹیلی پیتھی جاننے والا موجود ہے۔"

"یہ کیا بکواس ہے۔"

فرمونا نے ہنستے ہوئے کہا "یہ ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے اندر بھی تھا۔ اب تمہارے آدمی کے اندر ہے۔ مجھے یقین ہو گیا ہے کہ وہ خیال خوانی کرنے والا میرا دوست اور مددگار ہے۔"

"یہ تمہارا دوست نہیں ہمارا ماتحت ہے۔"

مسلح ماتحت نے انسپکٹر جنرل کا نشانہ لیتے ہوئے کہا "میں صرف فرمونا کا دوست ہوں اور اس کا ثبوت یہ ہے۔"

اس نے فائر کیا۔ انسپکٹر جنرل چیخا اور اپنا زخمی بازو پکڑتے ہوئے پیچھے گیا۔ اس کے ماتحت افسر نے پوچھا "یہ تم نے کیا کیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کسی نے تمہارے دماغ پر قبضہ کیا ہے۔ تم ہمارے لئے خطرہ بن گئے ہو۔"

اس نے مسلح شخص کو گولی ماردی۔ اس کی موت پر فرمونا گھبرا گئی کہ اس کا دوست ٹیلی پیتھی جاننے والا مر گیا ہے۔ وہ بولی۔ "ظالمو! یہ تم نے کیا کیا؟ میرے ایک مضبوط سہارے کو ختم کر دیا۔"

ایک صحت مند اور قد آور شخص نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا "ان کے باپ بھی مجھے نہیں مار سکتے۔ میں زندہ ہوں۔"

فرمونا نے خواب میں اس کی دھندلی سی شکل دیکھی تھی اور اس کی آواز سنی تھی۔ پھر اس کی باتیں سن کر خوش ہو گئی۔ اجنبی نے کہا "فرمونا، تماشا دیکھو۔ یہ ریوالور پھینک دے گا۔"

ماتحت افسر نے نشانے پر رکھ کر کہا "میں تمہیں گولی ماردوں گا۔"

لیکن دوسرے ہی لمحے اس نے ریوالور کو اجنبی کی طرف پھینک دیا۔ اجنبی نے اسے فرش سے اٹھا کر ماتحت افسر کی ٹانگ میں گولی ماری۔ وہ چیخ مار کر لڑکھڑاتا ہوا گر پڑا۔ اجنبی نے کہا "میں تمہیں ابھی زندہ رکھوں گا اور تم فرمونا کو اس کے باپ کے قاتل تک پہنچاؤ گے۔"

وہ خوش ہو کر بولی "اے اجنبی! تم نے میرا دل جیت لیا ہے، تم کسی مطالبے، کسی لالچ یا ہوس کے بغیر میرے باپ کے قاتل کو بے نقاب کر رہے ہو۔ میں تمہارے احسان کا بدلہ نہیں دے سکوں گی پھر بھی اپنی حیثیت کے مطابق دوں گی۔"

اجنبی نے ماتحت افسر کو بولنے پر مجبور کیا۔ وہ بولنے لگا "اس یہودی سرمایہ دار کا نام میل برو کس ہے۔ وہ فرمونا کے باپ کو کاروباری دنیا سے نکال دینا چاہتا تھا۔ اس نے استنبول کے نارمن جیرالڈ کو زیادہ رقم دے کر یحییٰ کی ایجنسی چھین لینے کی کوشش کی۔ جب ناکام ہوا تو اس کے بڑے بیٹے وان برو کس نے یحییٰ کو قتل کر دیا۔ اب اس کی ایجنسی بڑی آسانی سے میل برو کس اور اس کے دونوں بیٹوں کو ملنے والی ہے۔"

فرمونا نے غصے سے دانت پیس کر پوچھا "تم اعتراف کرتے ہو کہ وان برو کس میرے پاپا کا قاتل ہے اور تم انسپکٹر جنرل کے ساتھ مل کر قاتل کو پناہ دے رہے ہو؟"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"ہاں۔ میں اعتراف کرتا ہوں؟"

وہ آگے بڑھ کر اسے دونوں ہاتھوں سے مارنے لگی۔ اس کے اعلیٰ افسر کی بھی پٹائی کرنے لگی۔ جنہوں نے اس کے سر سے باپ کا سایہ چھین لیا تھا۔ اسے باپ کی محبت سے محروم کردیا تھا۔ انہیں صرف ہاتھوں سے مارنے سے تسلی نہیں ہو رہی تھی۔ وہ لاتوں سے بھی مار رہی تھی۔ گالیاں بھی دے رہی تھی۔ پھر اجنبی سے ریوالور لے کر ان کے جسموں میں تمام گولیاں اتار دینا چاہتی تھی لیکن اجنبی نے کہا "انہیں قتل کرکے عدالت کے چکر میں نہ پڑو۔ یہ حرام موت مریں گے لیکن اپنے تمام اگلے پچھلے جرائم کو قبول کرنے کے بعد خود موت کو گلے لگائیں گے۔"

پھر اس نے دونوں سے کہا "چلو اٹھو اور اپنے اس آدمی کی لاش اٹھا کر یہاں سے کسی قریبی تھانے میں جا کر اپنے اپنے خلاف بیان لکھو اور جسٹس شیل مین کے قتل کا جرم بھی قبول کرو۔"

وہ گڑگڑا کر معافی مانگنے لگے۔ وہ بولا "میں بکواس نہیں سننا چاہتا۔ وقت ضائع نہ کرو۔ فوراً حکم کی تعمیل کرو۔"

وہ پھر کچھ کہنا چاہتے تھے، اس نے دونوں کے دماغوں میں زلزلے پیدا کئے تو وہ تکلیف کی شدت سے تڑپنے لگے اور کہنے لگے "ہم اپنے تمام جرائم کا اعتراف کریں گے۔ ہم ابھی اس لاش کو لے جائیں گے۔ ہمیں دماغی عذاب میں مبتلا نہ کرو۔"

وہ تکلیف کم ہونے کے بعد اٹھے اور اس لاش کو وہاں سے اٹھا کر لے گئے۔ فرمونا نے اجنبی سے کہا "تم میرے بہت کام آرہے ہو لیکن اہم کام رہ گیا ہے۔ میرے پاپا کے قاتل کو بھی اسی طرح تڑپاؤ۔ اسے اذیتیں پہنچاؤ۔ میں اس کے منہ پر تھوکنا چاہتی ہوں۔"

"میں نے خیال خوانی کے ذریعے افسر کے دماغ سے معلوم کیا تھا کہ قاتل اپنے باپ اور بھائی کے ساتھ جیوز کالونی میں رہتا ہے۔"

"میں اس سرمایہ دار یہودی میل بروکس کو اچھی طرح جانتی ہوں، میرے ساتھ آؤ۔"

"اس کے گھر جانا ضروری نہیں ہے۔ فون پر بات کرو۔ میں تمہارے ذریعے اس کی آواز سنوں گا پھر اس کے دماغ میں پہنچ کر جہاں تم کہو گی اسے لے آؤں گا۔"

اس نے میل بروکس سے رابطہ کیا۔ رات کے تین بج کر پچاس منٹ ہوئے تھے۔ وہ گہری نیند میں تھا۔ ریسیور نہیں اٹھا رہا تھا۔ فرمونا نے کہا "کوئی اٹینڈ نہیں کر رہا ہے۔"

وہ بولا "کمبخت گہری نیند میں ہوگا۔ انتظار کرو۔"

تھوڑی دیر بعد کسی نے جھنجلا کر کہا "کون ہے؟ کیا اس وقت فون کرنا ضروری تھا۔"

اجنبی اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ فون پر بولی "میں فرمونا ہوں۔"

"کون فرمونا؟"

"وہی جس کے بے گناہ باپ کو تم لوگوں نے قتل کیا ہے۔"

اجنبی نے فرمونا کے پاس آکر کہا "یہ میل بروکس کا بیٹا بون بروکس ہے۔"

بون بروکس نے فون پر پوچھا "تم نے اتنی رات کو فون کیوں کیا ہے؟ کیا تم کوئی نفسیاتی حربہ استعمال کر رہی ہو؟ کیا یہ سوچ رہی ہو کہ میں گہری نیند سے چونک کر اقبالِ جرم کرلوں گا۔ جب کہ میں نے کوئی جرم نہیں کیا ہے۔"

وہ بولی "تمہارے بھائی وان بروکس نے قتل کیا ہے اور تم سب قتل کی سازش میں شریک ہو۔"

"تم بکواس کر رہی ہو۔ ثبوت کے بغیر کوئی یقین نہیں کرے گا۔"

اس نے ریسیور رکھنا چاہا۔ اجنبی نے اسے رکھنے نہیں دیا۔ فرمونا نے پوچھا "یہ بکواس ہے یا حقیقت، ابھی تمہیں معلوم ہو جائے گا۔ تمہاری کھوپڑی میں موت گھسی ہوئی ہے۔ ویسے یہ فون تمہارے باپ کا ہے اور بات تم کر رہے ہو۔ اسے بلاؤ۔"

وہ کہنا چاہتا تھا "میں تمہارے باپ کا نوکر نہیں ہوں" لیکن وہ اپنی مرضی سے نہ بول سکا اس نے کہا "ڈیڈی سی پورٹ پر ہیں۔ جہاز سے مال اتر رہا ہے۔"

اس نے اپنے باپ کا موبائل فون نمبر بتایا۔ فرمونا نے اس سے رابطہ ختم کرکے اس کے باپ سے رابطہ کیا پھر کہا "میل بروکس، سمندری جہاز سے مال اتار رہے ہو۔ سمندر کی گہرائی بھی نظر میں رکھو، ابھی تمہیں ڈوبنا ہے۔"

"کون ہو تم؟ یہ کیا بکواس ہے۔"

اجنبی فرمونا کے ذریعے میل بروکس کے اندر پہنچ گیا وہ بولی۔

"انسپکٹر جنرل اور اس کے ماتحت نے خود کو قانون کے حوالے کردیا ہے۔ میرے باپ کے قتل میں جتنے لوگ شریک تھے ان میں سے کوئی زندہ نہیں رہے گا۔"

"اچھا تو تم فرمونا ہو؟"

میل بروکس بحری جہاز سے ذرا دور بندرگاہ کے پلیٹ فارم پر کھڑا ہوا تھا۔ اس کے سامنے دور تک سمندر پھیلا ہوا تھا۔ پیچھے سے دوسرے بیٹے وان بروکس نے مخاطب کیا "ڈیڈی! کس کا فون ہے؟"

وہ پلٹ کر بولا "وہ پاگل کی بچی فرمونا ہے۔ کہتی ہے، مجھے سمندر میں ڈوبنا ہوگا۔"

اجنبی نے وان بروکس کی زبان سے کہا "ڈیڈی! وہ درست کہہ رہی ہے۔"

"کیا کہہ رہے ہو؟ ہوش میں تو ہو؟"

"یہ ہوش کی بات ہے۔ میں نے فرمونا کے باپ کو قتل کیا ہے۔ اور تمہیں اس مقتول کا بزنس اور منافع مل رہا ہے۔"

"آہستہ بولو۔ کیا یہ جگہ ایسی باتیں کرنے کے لئے ہے؟"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

وہ پریشان ہو کر بولا "یہ باتیں بے اختیار میری زبان سے ادا ہو رہی ہیں۔ اب میرا جی چاہتا ہے میں تمہارا گریبان پکڑ کر تمہاری خوب پٹائی کروں۔"

"کیسی باتیں کر رہے ہو؟ کیا اپنے باپ کا گریبان پکڑو گے!"

وہ یکبارگی گریبان پکڑ کر اسے جھنجوڑتے ہوئے بولا "تو کیسا باپ ہے؟ کیا باپ اپنے بیٹے کو قتل کرنا سکھاتا ہے؟"

"ارے میرا گریبان چھوڑو میں نے تم دونوں بھائیوں کا مستقبل بنانے اور زیادہ سے زیادہ دولت کمانے کا ایک طریقہ بتایا تھا۔ بعض اوقات کسی کی لاش پر بیٹھ کر بھی منافع کمایا جاتا ہے۔"

"تو پھر میں اس سبق پر ابھی عمل کروں گا۔ تمہاری لاش گرا کر تمام کاروبار کا منافع تنہا حاصل کروں گا۔ اپنے بھائی کو بھی قتل کر دوں گا۔"

اس نے یہ کہتے ہی باپ کو اٹھا کر پانی میں پھینک دیا۔ اجنبی نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑا تو اس نے بوکھلا کر باپ کو دیکھا۔ ڈوبنے والا ہاتھ پاؤں مارتے ہوئے مدد کے لئے چیخ رہا تھا۔ بیٹا بھی چیختے ہوئے جہاز اور دفاتر کی طرف دوڑنے لگا "بچاؤ۔ میرے ڈیڈی کو بچاؤ۔ وہ ڈوب رہے ہیں۔ ہم باپ بیٹوں کو تیرنا نہیں آتا ہے۔ وہ ڈوب جائیں گے' انہیں بچاؤ۔"

جب وہ کچھ لوگوں کے ساتھ واپس آیا تو پلیٹ فارم کے کنارے موبائل فون پڑا ہوا تھا۔ اس کے ریسیور سے فرمونا کے قہقہے سنائی دے رہے تھے اور ڈوبنے والا پورٹ کے گہرے پانی میں کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔

دو غوطہ خوروں نے پانی میں چھلانگ لگائی۔ وان بروکس نے قہقہہ اگلنے والے ریسیور کو اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے کہا "یو شٹ اپ' میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

"مجھے قتل کرنے سے پہلے یہ تو دیکھو کہ مجھے میرے باپ کی لاش مل گئی تھی۔ تمہیں اپنے باپ کی لاش بھی نہیں ملے گی۔"

"یو شٹ اپ۔ تم کسی سے کالا جادو کرا رہی ہو۔ تم نے میرے ہاتھوں سے میرے ڈیڈی کو۔ ڈیڈی کو......"

وہ کہتے کہتے رک گیا۔ لوگ اسے دیکھ رہے تھے۔ اس کی باتیں سن رہے تھے وہ دوسروں کے سامنے یہ نہیں کہنا چاہتا تھا کہ اس نے خود اپنے ہاتھوں سے باپ کو اٹھا کر سمندر میں پھینکا ہے۔

فرمونا نے کہا "رک کیوں گئے؟ اعلان کرو کہ تم عادی قاتل بن چکے ہو۔"

وہ ریسیور پھینک کر دوڑتا ہوا اپنی کار میں آیا پھر اسے ڈرائیو کرتے ہوئے اپنے گھر کی طرف جانے لگا۔ ادھر فرمونا اجنبی کے ساتھ آ کر کار میں بیٹھ گئی تھی۔ کار میں بیٹھ کر روانہ ہونے تک اجنبی نے خیال خوانی نہیں کی۔ وان بروکس کا دماغ آزاد ہوتے ہی اس نے سوچا "یہ میں کہاں جا رہا ہوں۔"

اس نے گاڑی روک دی۔ وہ اسے واپس بندرگاہ کی طرف موڑنا چاہتا تھا۔ اتنے میں اجنبی نے پھر اس کے اندر آ کر اسے آگے بڑھا دیا۔ وہ چالیس منٹ کی ڈرائیونگ کے بعد اپنی رہائش گاہ کے احاطے میں آیا۔ رات کو دو ہی ملازم رہا کرتے تھے۔ اس نے دونوں کو چھٹی دے دی۔ پھر تیزی سے چلتا ہوا اندر آیا اور اپنے بھائی کے دروازے کو دونوں ہاتھوں سے پیٹنے لگا۔

وہ سونے والا ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے فرمونا نے فون کے ذریعے اسے جگایا تھا۔ وہ دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے بولا "یہ کون بدتمیز ہے۔"

وان بروکس نے کہا "دروازہ کھولو' ڈیڈی سمندر میں ڈوب گئے ہیں۔"

"کیا؟" اس نے جلدی سے دروازہ کھولا۔ وان بروکس نے اندر آتے ہی اس کے منہ پر گھونسا مارا۔ پھر کہا "باپ ڈوبا نہیں' میں نے اسے ڈبویا ہے۔"

وہ جھنجلا کر بولا "یہ کیا حرکت ہے؟ ڈیڈی کہاں ہیں؟"

"میں نے بڈھے کو قتل کر دیا ہے۔ فرمونا کے باپ کو قتل کرنے کے بعد میرے سر پر خون سوار ہو گیا تھا۔ میں نے ابھی ڈیڈی کو ہلاک کیا اور اب تجھے ختم کرنے آیا ہوں۔"

اس نے حملہ کیا۔ بھائی نے روک لیا۔ پھر دونوں سوالی جوابی حملے کرنے لگے۔ ایک مارنا چاہتا تھا تو دوسرا اپنی جان بچانا چاہتا۔ دونوں میں جم کر لڑائی ہو رہی تھی۔ پھر وہ تالی کی آواز سن کر رک گئے۔ فرمونا دروازے پر کھڑی تالی بجا رہی تھی اور کہہ رہی تھی "دو پاؤں والے کتوں کی لڑائی میں مزہ آ رہا ہے۔ جنگ جاری رکھو۔"

اجنبی نے وان بروکس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اس نے پریشان ہو کر اپنے بھائی سے کہا "بون! میرے بھائی! میں اپنے اختیار میں نہیں ہوں۔ یہ لڑکی کسی سے جادو کرا رہی ہے۔ میں جس طرح لڑ رہا ہوں اسی طرح ڈیڈی کو مارتے پیٹتے میں نے انہیں سمندر میں پھینک دیا تھا۔ میرے ہاتھوں تمہارا بھی قتل ہو جائے گا۔ مجھ سے دور بھاگو۔ اپنی جان بچاؤ۔"

اجنبی نے بون کی زبان سے کہا "کیسے بھاگوں! جس جادو کا ذکر تم کر رہے ہو' وہ اب میری کھوپڑی میں ہے۔ اب تم مجھ سے بچو اور بھاگو۔"

بون نے وان کے منہ پر گھونسا مارا۔ وہ مار کھا کر غصے سے فرمونا کو مارنے کے لئے دوڑا۔ وہ گھبرا کر چیخ پڑی لیکن وہ مارنے سے پہلے رک گیا۔ پھر بولا "گھبراؤ نہیں تمہارا دوست اب میرے دماغ میں ہے۔"

پھر وہ پلٹ کر بھائی سے بولا "بون! اب وہ جادو میرے سر چڑھ کر بول رہا ہے۔ مجھے آسانی سے قتل کرنے دو۔ اس لئے کہ اب ہم میں سے کوئی نہیں بچے گا۔ پتا نہیں تمہارے بعد میں کیسی موت مرنے والا ہوں۔"

فرمونا نے دونوں بھائیوں کے درمیان ایک ریوالور پھینکتے

ہوئے کہا "تم دونوں فیصلہ کر لو پہلے کسے مرنا ہے۔ جو زندہ رہ جائے وہ باہر آ جائے۔"

وہ جانے لگی۔ وان نے جلدی سے ریوالور اٹھا کر فرمونا کا نشانہ لیا۔ لیکن سوچنے لگا کہ گولی کیسے مارے؟ ریوالور کیسے چلایا جاتا ہے؟ حالاں کہ وہ جانتا تھا لیکن اجنبی نے اس کی کھوپڑی گھما دی تھی۔

اجنبی فرمونا کی کار میں بیٹھا ٹیلی پیتھی کے ذریعے مکان کے اندر یہ تماشے کر رہا تھا۔ جب وہ مکان سے باہر آ کر کار میں بیٹھ گئی تو ٹھائیں کی آواز اندر سے آئی۔ اس کے ساتھ اگلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے اجنبی نے کہا "بون مر چکا ہے اور تمہارے باپ کا قاتل وان زندہ رہ گیا ہے۔"

"میں خود اسے بلا کر ہلاک کروں گی۔ اسے سڑک پر لے آؤ۔"

وان بروکس ریوالور پھینک کر دوڑتا ہوا مکان کے باہر آیا۔ پھر سڑک پر پہنچ گیا۔ فرمونا نے کار اسٹارٹ کی پھر تیزی سے ڈرائیو کرتی ہوئی قاتل کی طرف بڑھنے لگی۔ اسے سڑک کے درمیان سے بھاگ کر فٹ پاتھ پر جانا چاہئے تھا۔ اور وہ چیخ بھی رہا تھا کہ گاڑی روک لو نہیں تو میں مر جاؤں گا۔

یہ سمجھنے کے باوجود وہ ٹیلی پیتھی کے زیرِ اثر کھڑا رہا۔ فرمونا نے رفتار بڑھا کر ایسی زبردست ٹکر ماری کہ وہ اچھل کر فٹ پاتھ پر گیا۔ اسے سخت چوٹیں آئی تھیں' وہ تکلیف سے چلاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "چھوڑ دو۔ مجھے معاف کر دو۔ آئندہ میں تمہارے باپ کو قتل نہیں کروں گا۔"

وہ باپ کو تو قتل کر چکا تھا۔ اب بھلا کون سے باپ کو قتل کرتا؟ وہ بدحواسی میں ایسا کہہ رہا تھا۔ اجنبی پھر ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے گھسیٹتا ہوا سڑک پر لے آیا۔ فرمونا نے پھر کار اسٹارٹ کی' گیئر بدلا' گاڑی آگے بڑھنے لگی۔ وہ سڑک پر پڑا ہوا تھا۔ دونوں ہاتھ اٹھا کر چیخ رہا تھا۔ "نہیں۔ نہیں۔ نہیں....."

کار تیز رفتاری سے اسے کچلتی ہوئی گزر گئی۔ پھر آگے جا کر رک گئی۔ وہاں سے دوبارہ اپنے شکار کی طرف رخ پھیرنے لگی۔ وہ لہو سے تر بتر ہو رہا تھا۔ اب اس میں چیخنے کی بھی سکت نہیں رہی تھی۔ صرف اس کے ہاتھ پاؤں لرز رہے تھے۔ وہ گاڑی تیزی سے دوڑتی ہوئی آئی پھر ٹھیک اس کے سامنے اچانک رک گئی۔ فرمونا کار کا دروازہ کھول کر آئی اور بولی "میں اپنے پاپا کے قاتل کو ایک ہی وقت میں موت نہیں دوں گی۔ تم آدھے مر چکے ہو آئندہ بھی تمہیں آدھا مارتی رہوں گی۔ جب تم اسپتال سے مرہم پٹی کرانے کے بعد آؤ گے تو میں پھر سڑک پر ملوں گی۔"

یہ کہہ کر اس نے گاڑی کو گھما لیا۔ اجنبی نے پوچھا "اب کیا ارادہ ہے؟"

"صبح ہونے والی ہے۔ تم میرے گھر چلو اور اطمینان سے اپنے بارے میں بتاؤ۔"

وہ ڈرائیو کرتی ہوئی گھر کی طرف جانے لگی' وہ بولا "میرا اتنا تعارف کافی نہیں ہے کہ میں تمہارا کچھ نہ ہوتے ہوئے بھی سب کچھ ہوں۔ کوئی تمہارے راستے سے ایک پتھر نہیں ہٹا سکتا تھا' میں نے پہاڑ ہٹا دیا۔"

"بے شک' تم نے میری تمام مشکلیں آسان کر دی ہیں۔ اگر تم میرے جیون ساتھی بن جاؤ اور میں تمہاری شریکِ حیات بن جاؤں تو بے خطر زندگی گزاروں گی لیکن تمام عمر ساتھ رہنے کے لئے ایک دوسرے کی ہسٹری معلوم کرنا لازمی ہے۔ تم تو خیالات پڑھ لیتے ہو۔ میں صرف پوچھ سکتی ہوں۔"

"پوچھ کر دھوکا کھا سکتی ہو۔ ہو سکتا ہے کہ میں اپنی اصلیت نہ بتاؤں۔ تم سے جھوٹ بول کر کوئی دوسرا شخص بن کر تمہارے حسن و شباب سے کھیل کر یہاں سے جا سکتا ہوں۔"

"تم سب کچھ ہو سکتے ہو' جھوٹے اور فریبی نہیں ہو سکتے۔ میری حفاظت کرنے والا' میرے پاپا کے قاتلوں کو سزا دینے والا دھوکے باز نہیں ہو سکتا۔"

اس نے اپنی رہائش گاہ کے سامنے کار روک دی۔ وہ دونوں کار سے اتر کر مکان کے اندر آئے۔ اس نے کہا "فرمونا! مجھ سے جتنے فائدے اٹھا سکتی ہو اٹھاتی رہو لیکن میرا نام اور میری حقیقت معلوم نہ کرو۔"

"یہ کیسی باتیں کر رہے ہو۔ تم میرے سامنے اندھیرے میں رہو اور میں تمہیں دیکھتے ہوئے بھی تمہاری پیدا کی ہوئی تاریکی میں تمہاری صورت نہ دیکھ سکوں اور ایک اجنبی کو اپنی زندگی کا مالک و مختار بناتی رہوں۔ کیا ایسی زندگی کبھی کسی نے گزاری ہے؟"

وہ اس کے دونوں بازو پکڑ کر اپنے قریب کرتے ہوئے بولا۔ "میں مجبور ہوں۔ تمہیں اپنی اصلیت نہیں بتا سکوں گا۔"

"ایسی کیا مجبوری ہے؟"

"تمہیں کیسے بتاؤں؟ آدھی دنیا میری دشمن ہے۔ سپر پاور کہلانے والے ممالک مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں۔ میں اپنا اصلی چہرہ' اصلی نام اور اپنی پناہ گاہ کسی کو نہیں بتاتا۔ اپنے سائے پر بھی بھروسا نہیں کرتا۔"

وہ اپنے بازوؤں کو اس کی گرفت سے الگ کرتے ہوئے بولی۔ "پلیز! ابھی مجھے ہاتھ نہ لگاؤ۔ پہلے ہم شادی کریں گے۔"

"میں کسی ایک جگہ نہیں رہ سکتا۔ کہیں گھر نہیں بنا سکتا تو پھر شادی کیسے کر سکتا ہوں؟ بیوی اور بچوں کو کس طرح دشمنوں سے پوشیدہ رکھوں گا۔ کہاں کہاں لئے پھروں گا؟"

"تمہاری باتوں سے یوں لگتا ہے جیسے تم گناہ کرنا چاہتے ہو۔ میری جو مدد کی ہے' اس کی قیمت وصول کر کے جانا چاہتے ہو۔"

"گناہ اور ثواب کی بات نہ کرو۔ میری دیانت داری یہ ہے کہ میں قیمت وصول کر کے تم سے منہ پھیر کر نہیں جاؤں گا۔ جسمانی طور پر دور ہونے کے باوجود دنیا کے آخری سرے پر جا کر بھی تم سے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

دماغی رابطہ رکھوں گا۔ تمہیں جس ملک میں، جس شہر میں بلاؤں گا تم چلی آؤ گی۔"

"یعنی میں آؤں گی اور محض تمہاری داشتہ بنی رہوں گی۔ گناہ آلود زندگی گزارتی رہوں گی۔ تمہیں ایسی باتیں کرتے ہوئے شرم آنی چاہئے۔"

"پہلی بار ایسی باتوں سے شرم آتی ہے۔ پھر رفتہ رفتہ شرم ایسی جاتی ہے کہ واپسی کا راستہ بھول جاتی ہے۔"

"میں ایسی لڑکی نہیں ہوں۔ میں بے حیائی سے پہلے جان دے سکتی ہوں۔"

"تمہارے حسن و شباب نے مجھے دیوانہ بنادیا ہے۔ یہ سب کچھ مجھے حاصل ہو جائے گا، اس کے بعد تم جان دے دو گی تو خود ہی جان سے جاؤ گی، میرا کیا بگڑے گا۔"

"تمہارے ارادے بہت ہی ناپاک ہیں۔ میں حیران ہوں کہ تم نے فرشتہ بن کر مدد کی اور دیکھتے ہی دیکھتے شیطان بن رہے ہو۔"

"فرشتے اور شیطان کی باتیں نہ کرو۔ ہم دونوں انسان ہیں۔ انسان کے جذباتی تقاضے مجھ سے کچھ بھی کراسکتے ہیں۔ دیکھو میں تم پر جبر نہیں کروں گا لیکن تم خود ہی کھنچی چلی آؤ گی۔"

اس نے دماغ پر قبضہ جمایا۔ فرمونا نے آگے بڑھ کر اُس کی گردن میں بانہیں ڈال دیں۔ اس نے دماغ کو آزاد چھوڑا تو وہ چونک گئی۔ جلدی سے الگ ہوئی اور دور جا کر بولی "نہیں۔ اپنے جادوئی علم سے مجھے مجبور نہ کرو۔ میری عزت کے دشمن نہ بنو۔"

"میں تمہاری عزت کا دوست ہوں لیکن تمہاری خواب گاہ میں جا کر عزت سے دوستی نہیں کر سکوں گا۔ تمہارے چور خیالات نے بتایا ہے کہ آج سے آئندہ کچھ دن تک میں تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکوں گا۔ یہ عورت پر قدرت کا بڑا احسان ہے کہ وہ ہر ماہ کچھ روز کے لئے اسے تحفظ دیتی ہے۔"

فرمونا حیا والی تھی۔ اس نے شرما کر مُنہ پھیرلیا۔ وہ بولا۔ "تمہیں کچھ دن تک سوچنے سمجھنے کی مہلت مل گئی ہے۔ ایک ہفتہ بعد اپنی مرضی سے خود کو میرے حوالے کرو گی تو دوستی بڑھے گی ورنہ تم دیکھ چکی ہو کہ مجھ سے دشمنی کتنی مہنگی پڑتی ہے۔"

وہ وہاں سے چلا گیا۔ فرمونا آسمان سے گر کر کھجور میں اٹک گئی تھی۔ زبردست دشمنوں اور قاتلوں سے نجات حاصل کر چکی تھی۔ مگر اس ٹیلی پیتھی والے سے پیچھا نہیں چھڑا سکتی تھی۔ دشمن آگے پیچھے یا دائیں بائیں ہو تو اس سے بچا جا سکتا ہے۔ جو دماغ کے اندر ہو اُس سے بچ کر جانے کا کوئی راستہ نہیں ملتا۔

وہ بستر پر آکر گر پڑی۔ بار بار ایک ہی بات دماغ میں آرہی تھی کہ وہ شہر، وہ ملک چھوڑ کر کہیں چلی جائے۔ کیا چپ چاپ جانے سے اسے خبر ہوگی؟

اجنبی نے اس کے دماغ میں آکر کہا "ہاں خبر ہو جائے گی۔"

وہ اچھل کر بیٹھ گئی "کیا تم پھر آگئے؟"

"میں بہت دور جا چکا ہوں۔ لیکن تمہارے اندر ہمیشہ رہوں گا۔"

"خدا کے لئے میرا پیچھا چھوڑ دو۔"

"تم سمجھتیں کیوں نہیں؟ میں تمہارا عاشق ہوں۔"

"عاشق ہو تو اپنی حقیقت بتاؤ، کیا نام ہے تمہارا؟"

"میرا نام ساری نہیں تو آدھی دنیا جانتی ہے۔ سوچتا ہوں تم بھی جان لوگی تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ کیا تم ٹیلی پیتھی کے شہنشاہ کا نام جانتی ہو؟"

"نہیں میں پہلی بار صرف تمہیں خیال خوانی کرتے دیکھ رہی ہوں۔ پلیز اپنا نام بتاؤ۔"

"اچھی بات ہے سنو، میرا نام فرہاد علی تیمور ہے۔"

وہ کوئی زبردست مکار تھا۔ میرا نام اور میری شخصیت اختیار کر رہا تھا۔ میں نے کبھی ٹیلی پیتھی کا شہنشاہ ہونے کا دعویٰ نہیں کیا اور نہ ہی کبھی کسی لڑکی پر جبر کیا۔ اگر ایسے وقت میں فرمونا کے دماغ میں ہوتا تو اس سے نمٹ لیتا لیکن یہ تمام باتیں مجھے بعد میں معلوم ہوئی تھیں۔

بہر حال فرمونا میرا نام سن کر بولی "ایسا لگتا ہے یہ نام میں نے سنا ہے۔"

نقلی فرہاد نے کہا "حسین دوشیزائیں میرا نام ضرور سنتی ہیں اور مجھے ضرور خوش کرتی ہیں۔ تم چوبیس گھنٹے کے اندر یہ شہر چھوڑ دوگی اور پاکستان کے ایک شہر پشاور چلی جاؤ گی۔"

"میں نہ جانا چاہوں گی تو مجبور کرو گے؟"

"ہاں، یہ میری مجبوری ہے۔ وہاں ایک ایسا ٹیلی پیتھی جاننے والا دشمن ہے، جسے تمہارے ذریعے قابو میں کروں گا۔"

"کون ہے وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا؟ اس سے کیا دشمنی ہے؟"

میں اس کا دشمن تھا۔ وہ مجھے قتل کرنے پشاور تک سفر کرنا چاہتا تھا لیکن اس نے فرمونا سے کہا "وہ دشمن خیال خوانی کرنے والا ایک یہودی ہے۔ ان یہودیوں نے تمہارے باپ کے بعد تمہیں بھی ختم کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ تمہارا فرض ہے کہ اس یہودی کے خلاف میری مدد کرو۔"

"میں کیسے مدد کر سکتی ہوں؟"

"تم پشاور پہنچو گی تو میں تمہیں بتا دوں گا۔"

"تم نے میری بہت مدد کی ہے۔ میں ضرور تمہارے کام آؤں گی لیکن میری ایک بات مان لو۔ ایک ہفتہ بعد مجھ سے شادی کر لو۔"

"فرہاد کو جو کھانا ہوٹل میں مل جاتا ہے اسے وہ گھر میں پکا کر نہیں کھاتا۔ مجھ سے شادی کی بات نہ کرو۔ میں جا رہا ہوں۔ پھر آؤں گا۔"

وہ خلا میں تکنے لگی۔ میں اس کے دماغ میں آنے والے کو فرہاد ٹوکوں گا۔ وہ کمبخت تو اس مجبور لڑکی کے ساتھ کوئی چکر چلا کر مجھے

itsurdu.blogspot.com

بھی کسی چکر میں ڈالنا چاہتا تھا۔ مجھے قتل کرنے کے علاوہ بھی کوئی مقصد ہو سکتا تھا۔

اس وقت تو فرمونا کی عزت پر بنی ہوئی تھی۔ ایک ہفتہ بعد وہ زندہ رہتی لیکن بے حیائی کی سولی پر چڑھادی جاتی۔ یہ سوچ سوچ کر وہ رو رہی تھی اور رو رو کر سوچ رہی تھی۔ مگر دور تک راہِ نجات نظر نہیں آرہی تھی۔

****

یہ بات یقینی تھی کہ علی تیمور کا سسر راجرموس چھ میں سے ایک گولڈن برین ہے۔ یا پھر ایسا اہم رازدار ہے جو چھ گولڈن برینز سے ضروری رابطہ قائم رکھتا ہے۔ کیوں کہ ان سے رابطہ رکھنے کے تمام خفیہ آلات اس کے ایک خفیہ کمرے میں رکھے ہوئے تھے۔

علی اس کے گولڈن برین ہونے کی تصدیق چاہتا تھا اور یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ اگر گولڈن برین نہیں ہے تو کن لوگوں سے خفیہ رابطہ رکھتا ہے۔ وہ اپنے سسر راجرموس کے مکان میں تھا۔ دو دن بعد اسے سرکاری بنگلا ملنے والا تھا۔ اس کے بعد وہ اپنی بیوی پامیلا کے ساتھ نئے بنگلے میں چلا جاتا لیکن جانے سے پہلے اپنے سسر کا اصلی روپ دیکھنا چاہتا تھا۔

اس نے لیلیٰ سے کہا "امی! ایک ڈیٹیکٹیو آلہ میرے پاس ہے۔ اسے راجرموس کے خفیہ کمرے میں کہیں چھپا کر رکھا جائے تو میں اس کی تمام خفیہ گفتگو سن کر اُس کی مصروفیات اور اس کی اصلیت کے متعلق بہت کچھ معلوم کر سکتا ہوں۔"

لیلیٰ نے کہا "تمہیں خفیہ کمرے تک پہنچنے کا راستہ معلوم ہو چکا ہے۔ تم وہاں جا کر وہ جاسوسی کا آلہ چھپا سکتے ہو۔"

"میں راجرموس کی عدم موجودگی میں وہاں چھپ کر جا سکتا ہوں لیکن اس کی خواب گاہ سے لے کر خفیہ کمرے تک خفیہ کیمرے اور مائک لگے ہوئے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ میں وہاں جاؤں تو لاعلمی میں میری تصویریں اتر جائیں۔ ان آلات کے ذریعے مجھے کسی دوسری جگہ دیکھ لیا جائے۔"

"ہاں، احتیاط کا تقاضا یہی ہے تمہیں خود وہاں نہیں جانا چاہئے۔ وہ دشمن خیال خوانی کرنے والی الپا تمہاری ساس کو سحرزدہ کر کے خفیہ کمرے میں لے جایا کرتی ہے۔ میں بھی تمہاری ساس کو دماغی طور پر غافل بنا کر ڈیٹیکٹیو آلہ وہاں رکھوا سکتی ہوں۔"

دونوں نے پلاننگ کی۔ اس پلاننگ کے مطابق علی، راجرموس کے ساتھ دفتر چلا گیا تاکہ اس کی راہنمائی میں نئے شعبے کا چارج سنبھالے۔ لیلیٰ نے راجرموس کی بیوی کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے سلایا۔ پھر اسے اپنی معمولہ بنا کر پہلے علی کے کمرے میں لے گئی۔ علی نے ڈیٹیکٹیو آلہ ایک جگہ چھپا رکھا تھا۔ معمولہ اس آلے کو اٹھا کر پھر اپنے شوہر کے کمرے میں آئی وہاں سے اسٹور روم میں پہنچی۔ اسٹور روم کی ایک پرانی سی الماری کو کھول کر اس کے آئرن سیف کو بھی کھولا۔ وہاں برطانوی پونڈز کی گڈیاں رکھی ہوئی تھیں۔

الماری کی پچھلی دیوار پر ایک کی ہول تھا۔ اس کی ہول میں چابی ڈال کر گھماتے ہی الماری کی پچھلی دیوار دو حصوں میں دروازے کی طرح کھل گئی۔

دروازے کے پیچھے ایک کمرا تھا۔ اس کمرے میں ایک بڑا سا ٹرانسمیٹر، آڈیو اور وڈیو ریکارڈر، کمپیوٹر اور ٹی وی وغیرہ تھے۔ دیوار پر ایک مائیکروفون لگا ہوا تھا۔ معمولہ نے ڈیٹیکٹو آلے کو مائیکروفون سے منسلک کر کے اس کے پیچھے چھپا دیا۔ پھر وہاں سے نکل کر اسٹور کی الماری کا دروازہ بند کر کے الماری کو بھی بند کیا۔ اس کے بعد اسٹور روم سے آکر خواب گاہ میں سو گئی۔ لیلیٰ نے آدھے گھنٹے بعد اسے جگایا تو وہ نارمل تھی۔ یہ نہیں جانتی تھی کہ اسے ٹریپ کیا گیا تھا۔

اس دوران سلطانہ، علی کے دماغ میں رہ کر راجرموس کی نگرانی کرتی رہی۔ اگر راجرموس کام چھوڑ کر دفتر سے گھر جانے کا ارادہ کرتا تو وہ فوراً ہی اسے خفیہ کمرے سے باہر لے آتی لیکن ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔ سراغ رسانی کا یہ مرحلہ آسانی سے طے ہو گیا۔

لیلیٰ نے علی سے پوچھا "اب بولو کیا کرنا ہے؟"

"ہمیں جلد سے جلد معلوم ہونا چاہئے کہ اس خفیہ کمرے میں کس قسم کی گفتگو ہوتی ہے۔"

سلطانہ نے کہا "جب راجرموس اس کمرے میں کسی

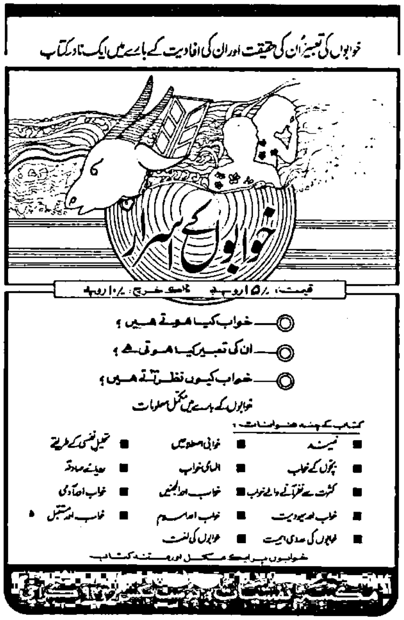

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ضرورت سے جا کر کسی سے باتیں کرے گا تو معلوم ہوگا۔"

"آنٹی! راجر موس کو وہاں جا کر باتیں کرنے پر مجبور کیا جا سکتا ہے؟"

"وہ کیسے؟"

"آپ پاپا سے کہیں وہ اسرائیلی حکام اور گولڈن برینز کو چیلنج کریں۔ ان کے لئے کوئی مسئلہ پیدا کردیں۔ ایسی صورت میں تمام گولڈن برینز ایک دوسرے سے رابطہ کریں گے۔ پھر میرا سسر راجر موس بھی اپنے خفیہ کمرے میں ضرور جائے گا۔"

لیلیٰ نے مجھے مخاطب کیا اور علی کے حالات بتائے۔ میں نے تمام حالات معلوم کرنے کے بعد ایک اسرائیلی حاکم سے دماغی رابطہ کیا اور کہا "ہم اکثر تمہاری دشمنی کے جواب میں تمہیں سزا دے کر پچھلی دشمنی کو نظرانداز کردیتے ہیں لیکن تم لوگ پھر کسی نئی دشمنی کی ابتدا کردیتے ہو۔"

وہ بولا "ہم کوئی دشمنی نہیں کررہے ہیں۔ آپ کو ضرور کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔"

"دماغوں میں گھس کر حقائق معلوم کرنے والا کبھی غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہوتا۔ اپنے گولڈن برینز سے کہو ان کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے نشانے پر ہے۔ وہ اس کی زندگی کا سودا کرسکتے ہیں۔"

یہ سنتے ہی اسرائیلی حکام کے درمیان کھلبلی مچ گئی۔ انہوں نے مخصوص سگنل کے ذریعے گولڈن برینز کو اہم اجلاس کے لئے طلب کیا۔ علی تیمور پامیلا کے ساتھ خواب گاہ میں تھا اس کا سسر اپنی بیگم کے ساتھ اپنے بیڈ روم میں تھا۔ لیلیٰ نے اطلاع دی کہ الپا راجر موس کی بیوی کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے سلا رہی ہے تاکہ راجر موس خفیہ کمرے میں جاسکے۔

ادھر سلطانہ نے علی کی بیوی پامیلا کو گہری نیند سلادیا۔ علی نے اپنے سوٹ کیس سے ایک چھوٹا سا وائرلیس سیٹ نکالا۔ اس کے ہیڈ فون کو کانوں سے لگا کر انتظار کرنے لگا۔

سلمان، سلطانہ، لیلیٰ اور جوجو علی کے دماغ میں تھے تاکہ مختلف بولنے والوں کی آواز اور لہجوں کو یادداشت میں محفوظ کرسکیں۔ تھوڑی دیر بعد راجر موس کی آواز سنائی دی "ہیلو ہیلو۔ میجر یارڈلے! میں نمبرون بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے میجر یارڈلے کی آواز سنائی دی "ہیلو نمبر ون! میجر یارڈلے حاضر ہے۔"

نمبرون راجر موس نے کہا "بقول فرہاد ہمارا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کی نظروں میں آگیا ہے۔ اگر یہ درست ہے تو ہمیں اس سے سمجھوتا کرنا ہوگا۔ اپنے کمپیوٹر اور ٹی وی وغیرہ کا کنکشن وزیر داخلہ کے ٹی وی کے ساتھ ملاؤ۔ ابھی کمپیوٹر کے ذریعے فرہاد سے گفتگو ہوگی۔"

اس کے تھوڑی دیر بعد پھر راجر موس کی آواز سنائی دی "ہیلو مسٹر واسکوڈی! میں نمبرون بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے واسکوڈی کی آواز سنائی دی "ہیلو نمبرون! واسکوڈی تھریا حاضر ہے۔"

نمبرون راجر موس نے اسے بھی بتایا کہ فرہاد سے اہم گفتگو ہونے والی ہے۔ وہ اپنے کمپیوٹر اور ٹی وی وغیرہ کا کنکشن وزیر داخلہ کے ٹی وی کے ساتھ ملائے۔ اس وقت تک ہم راجر موس کے علاوہ دو گولڈن برینز کی آوازیں سن چکے تھے۔

نمبرون نے چوتھے گولڈن برین کو مخاطب کیا۔ اس کا نام جان روبن تھا۔ پانچویں کا نام جان نویل اور چھٹے کا نام ایڈگر تھا۔ ان سب نے وزیر داخلہ کے ٹی وی سے رابطہ کیا تھا پھر نمبرون نے کمپیوٹر کے ذریعے وزیر داخلہ اور دوسرے حکام سے کہا "ہم حاضر ہیں اور فرہاد علی تیمور سے پوچھتے ہیں، ہمارا وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا کون ہے جو اس کی نظروں میں آگیا ہے؟"

یہ گفتگو تحریر کی صورت میں اسکرین پر پڑھی جارہی تھی، میں نے ایک حاکم کے ذریعے وہ تحریر پڑھ کر کہا "تمہارا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا آج کل پاکستان کے شہر پشاور میں ہے۔"

اسکرین پر تحریر ابھری "ہم نے اپنے تمام خیال خوانی کرنے والوں کو کبھی ملک سے باہر جانے نہیں دیا۔ تم نے جسے پشاور میں دیکھا ہے اسے فوراً قتل کردو۔ کیوں کہ وہ ہمارا آدمی نہیں ہے۔"

میں نے کہا "مجھے یہاں جسمانی طور پر کوئی دشمن نظر نہیں آیا ہے۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے اس شہر میں ہے۔ اس نے ایک ریسٹ ہاؤس میں مجھ پر قاتلانہ حملے کرائے۔ ناکام ہونے کے بعد وہ اب دوسرے حملے کے لئے جال بچھا رہا تھا۔"

"ہم پورے ہوش و حواس میں رہ کر یقین دلا رہے ہیں کہ وہ حملہ آور ہمارا آدمی نہیں ہے۔ اگر ہمارا ہوتا تو اس خیال خوانی کرنے والے کو سلامت رکھنے کے لئے ہم تم سے ہر طرح کا سودا اور سمجھوتا کرتے۔"

میں نے کہا "اتنے یقین سے کہہ رہے ہو تو یقین کرلیتا ہوں۔ میں اسے چوبیس گھنٹوں کے اندر اندر ختم کردوں گا۔ میرا مشورہ ہے کہ اپنے تمام خیال خوانی کرنے والوں کو اچھی طرح چیک کرلو۔ ہو سکتا ہے دانیال اور جنرل پارکن کی طرح پھر کوئی خیال خوانی کرنے والا تم سے غداری کررہا ہو۔"

"ہم چیک کر رہے ہیں۔ پندرہ منٹ بعد پھر تم سے رابطہ کریں گے۔"

میں علی تیمور کے پاس آ گیا۔ وہ وائرلیس سیٹ کو آف کر کے کانوں سے ہیڈ فون اتار رہا تھا۔ سلمان کہہ رہا تھا۔ "علی! تم نے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ ہمیں تمام گولڈن برینز کی آوازیں سنادی ہیں۔ اب یہ معلوم کرنا ہوگا کہ نمبرون راجر موس کی طرح باقی پانچوں گولڈن برینز بھی یوگا کے ماہر ہیں یا ہم آسانی سے ان کے دماغوں میں پہنچ سکتے ہیں؟"

"یہ معلوم کرنے کا ایک ہی راستہ ہے۔ میں اپنے سسر راجر موس کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کروں گا۔"

میں نے کہا "تم سب نے ایک ایک گولڈن برین کی آواز سنی ہے۔ ان سب کی آوازوں اور لہجوں کو اپنے ذہنوں میں نقش کرلو۔ علی کوئی مناسب موقع دیکھ کر نمبرون گولڈن برین راجر موس کے دماغ کو کمزور بنائے گا۔ چوں کہ وہ نمبرون ہے۔ باقی پانچ گولڈن برینز کا سربراہ ہے اس لئے ان کے متعلق جانتا ہوگا کہ کون یوگا کا ماہر ہے اور کون نہیں ہے۔"

یہ شاندار کامیابی ہمیں یقین دلا رہی ہے کہ ہم ابھی ان سب کے دماغوں میں پہنچ سکتے ہیں۔ کوئی ضروری نہیں ہے کہ وہ سب ہی یوگا کے ماہر ہوں لیکن زیادہ خوشی اور خوش فہمی بنتا ہوا کام بگاڑ دیتی ہے۔ احتیاطاً ذرا صبر کرنا ہی بہتر تھا۔

ہم سب علی کے دماغ سے چلے آئے۔ صرف لیلیٰ رہ گئی۔ علی نے کہا "امی، الپا نے میری ساس کو خیال خوانی کے ذریعے سلایا تھا۔ آپ ذرا جا کر دیکھیں، کیا وہاں الپا ہے؟ اگر نہ ہو تو میری ساس کی آنکھیں کھول کر اس کے ذریعے معلوم کریں، کیا میرا سسر خفیہ کمرے سے نکل آیا ہے؟"

پھر وہ کچھ سوچ کر بولا "اگر وہ میرا سسر خواب گاہ میں خاموش بیٹھا خلا میں تک رہا ہوگا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ الپا یا جے مورگن اس سے خیال خوانی کے ذریعے باتیں کررہے ہیں، ایسے وقت آپ راجر موس کے دماغ میں جائیں گی تو وہ آپ کی موجودگی کو سمجھ نہیں پائے گا۔"

لیلیٰ چلی گئی۔ وہ ہیڈ فون کو پھر کانوں سے لگا کر وائرلیس سیٹ کو کنٹرول کرنے لگا۔ خفیہ کمرے میں خاموشی تھی۔ کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ لیلیٰ نے آکر کہا "میں نے مسز موس کی آنکھیں کھول کر دیکھا وہاں بیڈ روم کے اندر راجر موس نہیں ہے۔"

وہ بولا "خفیہ کمرے سے بھی کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی ہے۔"

"شاید وہ اسی خفیہ کمرے میں خاموشی سے لکھنے پڑھنے میں مصروف ہوگا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی راجر موس کی آواز سنائی دی "ہیلو مسٹر واسکوڈی تھریا! ہمارے باقی گولڈن برینز نے کمپیوٹر کے ذریعے اپنی رائے پیش کی ہے کہ فرہاد درست کہہ رہا ہے۔ وہ پاکستان کے شہر پشاور میں ہے اور جو ٹیلی پیتھی جاننے والا اس پر قاتلانہ حملے کرا رہا ہے۔ اس کا تعلق سپر ماسٹر اور جان لمبوڈا سے ہے۔"

واسکوڈی تھریا نے کہا "ہم فرہاد کو پاکستان سے نکالنے میں اب تک ناکام رہے ہیں۔ وہ جب تک وہاں رہے گا، ہم بھارت کے تعاون سے نہ اہم معاملات کی سراغ رسانی کرسکیں گے اور نہ ہمارا کوئی پاکستانی زرخرید ایجنٹ ہمارے لئے کچھ کرسکے گا۔"

"اگر کسی دوسرے ملک میں فرہاد کے لئے کوئی ایسا مسئلہ پیدا کردیا جائے جسے حل کرنے کے لئے وہ وہاں جانے پر مجبور ہوجائے تو پاکستان میں ہمارے لئے میدان صاف ہوجائے گا۔"

"میں نے اس پہلو سے سوچا ہے۔ اگر یہ معلوم ہوجائے کہ پارس اور علی تیمور کس ملک میں ہیں تو ہم وہاں ان کے لئے ایسی مشکلات پیدا کرسکتے ہیں، انہیں زندگی اور موت کے درمیان اس طرح پھنسا سکتے ہیں کہ باپ اپنے بیٹوں کی دستگیری کے لئے وہاں جانے پر مجبور ہوجائے گا۔"

"مسٹر تھریا! ہم جیسا سوچتے ہیں، ویسا ہوتا نہیں ہے۔ ان کے لئے کوئی مشکل مشکل نہیں ہوتی۔"

"نمبرون! تمہارے داماد کارمن (علی) نے ہمارے غدار ٹیلی پیتھی جاننے والے جنرل پارکن کو گرفتار کرایا تھا۔ کسی خیال خوانی کرنے والے پر قابو پانا بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ ذہانت کا کھیل ہے۔ تمہارا داماد صرف دلیر ہی نہیں ذہین بھی ہے۔ اسے ابھی سے ٹریننگ دو گے تو وہ آئندہ تمہاری جگہ گولڈن برین کا عہدہ سنبھال سکے گا۔"

"تم نے میرے دل کی بات کہہ دی ہے۔ اگر ہم اسے گائیڈ کریں گے تو وہ بہت ترقی کرے گا۔"

"اسے گائیڈ کیا کرنا ہے۔ عملی میدان میں لے آؤ۔ اسے فرہاد کے معاملے میں شریک کرو۔ اس سے مشورے لیا کرو اور اس کی ذہانت کو آزمایا کرو۔"

"بھئی ابھی تو شادی کو دو ہی دن ہوئے ہیں۔ میں چاہتا ہوں میری بیٹی ابھی اس کے ساتھ مسرتوں بھری زندگی گزارے۔ یہ ان کے ہنسنے کھیلنے کے دن ہیں۔"

"میرا خیال ہے، وہ ہنستے کھیلتے بھی ہمارے لئے کچھ کرسکتا ہے۔ ان دونوں کو شادی کے بعد ہنی مون کے لئے کہیں جانا چاہئے تھا لیکن وہ تمہارے ہی گھر میں ہیں۔ میرا مشورہ ہے، بیٹی اور داماد کو میرے پاس یروشلم بھیج دو۔ اس طرح ان کی آؤٹنگ بھی ہوجائے گی۔ اور میں کارمن (علی) سے فرہاد کے مسئلے پر تفصیلی گفتگو کروں گا اور جواباً اس کی ذہانت کا اندازہ لگاؤں گا۔"

نمبرون راجر موس نے ہنستے ہوئے کہا "کہیں ایسا نہ ہو کہ میرا داماد بھرپور ذہانت کا مظاہرہ کرے اور تمہاری گولڈن برین والی حیثیت کو پہچان لے۔"

"اب تمہارا داماد اتنا بھی ذہین نہیں ہو سکتا کہ ہم جیسے تجربہ کار گولڈن برینز کی پوشیدہ شخصیت کو پہچان لے اور اگر پہچان لے گا تو میں اسے ساتواں گولڈن برین بنانے کی بھرپور سفارش کروں گا۔"

"بھئی وہ صرف میرا ہی نہیں، ہم سب گولڈن برینز کا داماد ہے۔ ہم اسے پوری دیانت داری سے آزماتے رہیں گے جب وہ آزمائشوں میں پورا اتر جائے گا تو گولڈن برینز کی ساتویں کرسی اسے انعام میں دے دی جائے گی۔"

"تو پھر یہ طے ہوگیا کہ پامیلا اور کارمن میرے پاس آرہے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہیں؟"

"پہلے ان سے پوچھ لینے دو کہ وہ یروشلم جانے کے لئے راضی ہیں یا نہیں؟"

"نمبرون! یہ تفریحی پروگرام ہوتا تو ان کی مرضی دیکھی جاتی۔ اس تفریح کے پیچھے ہمارے اہم مقاصد ہیں۔ کارمن ادھر آنے کا قصد کرے گا تو پامیلا خود ہی اس کے ساتھ چلی آئے گی۔"

"درست کہتے ہو۔ تو پھر یہ طے ہو گیا وہ دونوں کل شام تک تمہارے پاس پہنچ جائیں گے۔ اوکے' سوفار۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ علی نے بھی وائرلیس سیٹ کو آف کر کے ایک طرف رکھ دیا۔ لیلیٰ نے کہا "خدا ہم پر مہربان ہے۔ تمہارے لئے راستے کھل رہے ہیں۔"

"بے شک خداوند کریم کا جتنا بھی شکر ادا کریں' کم ہے۔ آپ پاپا اور مما سے اس سلسلے میں بات کریں۔ پہلے تو یہ ارادہ تھا کہ تمام گولڈن برینز کو باری باری ٹریپ کریں گے۔ اب سوچتا ہوں' مجھے گولڈن برینز کی ساتویں سیٹ حاصل کرنا چاہئے۔"

"تمہیں ساتواں گولڈن برین بننے میں کافی عرصہ لگے گا اور یہ تم اچھی طرح جانتے ہو۔ اتنے عرصے تک رہنا بھی چاہتے ہو کیوں کہ پامیلا کا جادو تم پر چل رہا ہے۔"

"امی! آپ پامیلا کے چور خیالات بھی پڑھتی ہیں۔ یہ اعتراف کریں گی کہ وہ بہت اچھی' بہت محبت کرنے والی شریکِ حیات ہے۔"

"ہاں بیٹے! میری دعا ہے اللہ تعالیٰ تم دونوں کو سلامت اور خوش حال رکھے۔ میں جا رہی ہوں' اب آرام کرو۔"

لیلیٰ کے جانے کے بعد علی نے وائرلیس کے کچھ پرزے نکال کر الگ کئے۔ کچھ دوسرے پرزے اس میں لگا دئے۔ جس کے نتیجے میں وائرلیس کی ساخت بدل گئی اور وہ ایک عام سا ریڈیو بن گیا اس نے اسے میز پر رکھ دیا پھر پامیلا کو پیار سے دیکھا۔ وہ گہری نیند میں ڈوبی ہوئی تھی۔ نیند کی حالت میں اس کے گلابی ہونٹ ذرا سے کھل گئے۔ گلاب کی پنکھڑیاں کھل گئی تھیں۔ وہ کھلنے اور کھلنے کا انداز اسے پکار رہا تھا۔ وہ خوابوں میں پکارنے والی پر جھک گیا۔

دوسری صبح اس نے لیلیٰ سے کہا "ابھی میں خواب گاہ سے نکلوں گا تو راجرموس مجھے یروشلم جانے کو کہے گا۔ میں وہاں جانے سے پہلے ان کے لئے ایک اور کارنامہ انجام دینا چاہتا ہوں۔"

"کیا کرنے کا ارادہ ہے؟"

"سوسانہ اور جرائل گرانٹ یہاں اسرائیلی حکام کے لئے دردِ سر بنے ہوئے ہیں۔ میں انہیں یہاں سے بھگا دوں گا تو یہ لوگ میری ذہانت کے اور زیادہ قائل ہو جائیں گے۔"

"سوسانہ اور جرائل اب یہاں ضروری نہیں ہیں۔ یہ تمہارے کارنامے کے باعث چلے جائیں گے تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ تم کرنا کیا چاہتے ہو؟"

"دیکھئے امی! یہ قدرتی بات ہے کہ شہ زور نہایت ہی کمزور سے ڈرتا ہے یا مرتا ہے۔ مثلاً ہاتھی کی سونڈ میں چیونٹی گھس جائے تو اس پہاڑ جیسے جانور کی جان پر بن آتی ہے۔ اگر ہم یہ ظاہر کریں کہ سوسانہ اور جرائل جیسے ناقابلِ شکست روبوٹ کاکروچ (لال بیگ) سے ڈرتے ہیں اور وہ دونوں یہاں کاکروچ کی تعداد زیادہ دیکھ کر ملک سے چلے جائیں تو یہودیوں کے سر سے پہاڑ اتر جائے گا اور میری کارکردگی کی دھاک بیٹھ جائے گی۔"

"میں سوسانہ اور جرائل کو جا کر سمجھاتی ہوں کہ آئندہ انہیں کاکروچ کو دیکھتے ہی خوف زدہ ہونے کی بھرپور ایکٹنگ کرنا ہے۔"

وہ چلی گئی۔ علی لباس تبدیل کر کے باہر آیا۔ پامیلا میز پر ناشتے کی ڈشیں رکھ رہی تھی۔ راجرموس پوچھ رہا تھا "بیٹی! کیا ابھی تک کارمن سو رہا ہے؟"

علی نے آتے ہوئے کہا "نہیں انکل! میں حاضر ہوں۔ میں بے وقت سوتا نہیں اور بے وقت جاگتا بھی نہیں اور ان میں سے بھی نہیں جنہیں وقت کی ٹھوکر جگاتی ہے۔"

"شاباش بیٹے! تم اصولوں کے پابند ہو۔ تمہاری ذہانت اور اصول پسندی بہت جلد تمہیں غیر متوقع بلندیوں پر لے جائے گی۔"

وہ کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا "یہ بلندی کم نہیں ہے کہ میں آپ کا داماد بن گیا ہوں۔"

پامیلا مسکرا کر اُس کے آگے ناشتے کی پلیٹ رکھنے لگی۔ راجرموس نے کہا "تم دونوں کو شادی کے بعد سوئٹزرلینڈ وغیرہ جانا چاہئے تھا۔ تمہاری نئی ملازمت کے باعث پامیلا نے جانے سے انکار کر دیا لیکن کہیں تو تفریح کے لئے جانا چاہئے۔"

"انکل' مصروفیات زیادہ ہوں تو تفریح کا موڈ نہیں بنتا۔"

"میں تمہاری یہاں کی ذمہ داریاں سنبھال لوں گا۔ تم کم از کم یروشلم تک ہو آؤ۔ وہ ہمارے لئے مقدس مقام ہے۔ وہاں میرا ایک دوست واسکوڈی تھرما ہے۔ اس کے بنگلے میں تم دونوں کو ہر طرح کا آرام ملے گا۔"

"آپ کا مشورہ میرے لئے حکم کے برابر ہے۔ میں ضرور جاؤں گا۔ لیکن میں اپنے ملک کے کسی شہر کو کمزور نہیں دیکھنا چاہتا۔ ہمارا یہ شہر تل ابیب دو عدد روبوٹ کے باعث کمزور ہو گیا ہے۔ ہمارے لوگ ان پہاڑ جیسے میاں بیوی سے سہمے رہتے ہیں۔ ہماری پولیس' ہماری فوج ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔"

"ہاں' وہ بن بلائے مہمان اور آفتِ جاں ہیں۔ فرہاد نے انہیں ایک ریموٹ کنٹرولنگ بم کی طرح ہمارے سینے پر لا کر رکھ دیا۔ انہیں یہاں سے بھگانا تقریباً ناممکن ہے۔"

"میں ناممکن کو ممکن بنا سکتا ہوں۔ اگر حکومت مجھ سے تعاون کرے تو میں ایک ہفتے کے اندر اندر انہیں یہاں سے بھگا سکتا ہوں۔"

"ایسی بات ہے تو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ حکومت کا

بھرپور تعاون تمہیں حاصل ہو گا۔"

"یہ تعاون اس طرح حاصل ہونا چاہئے کہ اس کا علم فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو نہ ہو سکے۔ یعنی میرے طریقۂ کار کا علم صرف ہمارے ان افراد کو ہو جو یوگا کے ماہر ہوں اور دشمن خیال خوانی کرنے والے ان کے دماغوں تک پہنچنے میں ناکام رہتے ہوں۔"

"یہ رازداری ممکن ہے۔ تم طریقۂ کار بتاؤ؟"

"کیسے بتاؤں' ہمارے سامنے آنٹی اور پامیلا بیٹھی ہیں اور دشمن ان کے دماغوں میں آ سکتے ہیں۔"

راجرموس قائل ہو گیا۔ ناشتے کے بعد علی کے ساتھ اپنی خواب گاہ میں آ کر بولا "میرا دل کہتا ہے تم آہنی ارادوں کے مالک ہو۔ تمہیں ضرور کامیابی ہو گی۔ بتاؤ انہیں یہاں سے کیسے بھگا سکتے ہو؟"

"انکل! وہ دونوں روبوٹ جب سے یہاں آئے ہیں' میں ان کی تاک میں رہتا ہوں۔ ان کی کسی کمزوری کی تلاش میں رہتا آیا ہوں اور اب میں ان کی ایک کمزوری معلوم کر چکا ہوں۔"

اس نے بے تابی سے پوچھا "کیا ہے وہ کمزوری؟"

"وہ دونوں کاکروچ سے ڈرتے ہیں۔"

"یہ کیا بات ہوئی؟"

"وہی بات کہ چیونٹی کبھی کبھی ہاتھی کی موت کا سبب بنتی ہے۔ یہ قدرت کا عجب تماشا ہے کہ بالشت بھر کا نیولا گز بھر کے زہریلے سانپ کو مار ڈالتا ہے۔ کسی شہ زور کے جسم پر ایک چھوٹی سی پھنسی ہوتی ہے جو پھوڑا بن جاتی ہے۔ پھر ناسور بن کر شہ زور کے کسرتی جسم کو گلا دیتی ہے۔"

"ہاں۔ ان مثالوں سے تمہاری بات سمجھ میں آ رہی ہے۔ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ وہ کاکروچ سے ڈرتے ہیں؟"

"میں نے ایک روز انہیں ایک جنرل اسٹور میں دیکھا۔ وہ اپنی ضرورت کا سامان قیمت ادا کئے بغیر اٹھا رہے تھے۔ ایسے ہی وقت سوسانہ نے ایک جراثیم کش دوا کی بوتل اٹھائی تو بوتل کے لیبل پر کاکروچ کی تصویر دیکھتے ہی وہ چیخ پڑی' اس کے ہاتھ سے بوتل چھوٹ کر گر پڑی۔ جرائل بھی ٹوٹی ہوئی بوتل کے لیبل پر وہ تصویر دیکھ کر سہم گیا۔ فوراً ہی سوسانہ کا بازو پکڑ کر دوڑتا ہوا اسٹور سے باہر چلا گیا۔"

راجرموس نے کہا "وہ کاکروچ کی تصویر دیکھ کر ڈر گئے تھے۔ ہمیں یہ آزمانا چاہئے کہ سچ مچ ایک کاکروچ ان کے سامنے آ جائے تو ان کا ردِ عمل کیا ہو گا۔"

"یہ میں نے آزمایا ہے۔ ہمارے شہر میں مشکل سے کاکروچ نظر آتے ہیں۔ میں نے بڑی تلاش کے بعد ایک کاکروچ پکڑا تھا پھر سے ان کی رہائش گاہ کے اندر پھینک دیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ہی دونوں کی چیخیں سنائی دیں۔ وہ کاکروچ باہر نکل آیا تھا۔ اگر اندر رہتا تو شاید خوف سے وہ مر جاتے۔ جرائل نے کھڑکی کے پاس آ کر دوربین سے کاکروچ کو جاتے ہوئے دیکھا پھر سوسانہ کو دکھایا تو دونوں مطمئن ہو گئے۔"

"تم نے بڑی محنت اور کھوج کے بعد ان کی یہ کمزوری معلوم کی ہے۔ میں اپنے ذرائع استعمال کروں گا اور دو چار کاکروچ ان کی رہائش گاہ کے اندر پہنچا دوں گا۔"

علی نے کہا "دو چار سے کام نہیں چلے گا۔ ہو سکتا ہے انہوں نے کاکروچ مارنے کی دوا اپنے پاس رکھی ہو۔ وہ دو چار کو اور دو چار سو کو دور ہی سے دواؤں کے ذریعے ہلاک کر سکتے ہیں۔ اپنی رہائش گاہ چھوڑ کر دوسروں کے بنگلوں میں گھس کر رہ سکتے ہیں۔"

"تو پھر انہیں کس طرح بھگایا جا سکتا ہے؟"

"سب سے پہلے تل ابیب سے بلکہ تمام شہروں کی دکانوں سے کاکروچ مارنے کی دوائیں غائب کرا دی جائیں۔ پھر ہزاروں لاکھوں کاکروچ اپنے ملک میں پیدا کئے جائیں۔ چوں کہ ان کی پیدائش اور افزائشِ نسل میں کافی وقت لگے گا اس لئے دوسروں ملکوں سے کاکروچ امپورٹ کئے جا سکتے ہیں۔"

"میں سمجھ رہا ہوں۔ کاکروچ کلر دوائیں اس لئے غائب کی جائیں کہ سوسانہ اور جرائل وہ دوائیں کہیں سے حاصل نہ کر سکیں اور شہر میں اتنے کاکروچ ہو جائیں کہ وہ دونوں جس گھر میں پناہ لینے جائیں وہاں وہ انہیں نظر آئیں۔"

"میں یہی چاہتا ہوں انہیں کاکروچ سے کہیں نجات نہ ملے۔ ہو سکتا ہے انہیں تل ابیب میں کہیں پناہ نہ ملی تو وہ بھاگ کر ہمارے کسی دوسرے شہر میں چلے جائیں۔ اس لئے دوسرے شہروں میں بھی لاتعداد کاکروچ ضرور ہوں۔"

وہ قائل ہو کر بولا "اگرچہ یہ بڑا ہی مضحکہ خیز طریقہ ہے لیکن اس طریقے پر عمل کرنے سے وہ دونوں ضرور بھاگ جائیں گے۔ میں یہ ملک گیر کاکروچ مہم آج سے ہی شروع کرتا ہوں۔"

"لیکن اس طرح کہ فرہاد ہمیں الزام نہ دے۔ یہی محسوس ہو کہ قدرتی طور پر کاکروچ ہمارے ملک میں پیدا ہو گئے ہیں۔"

"بیٹے! اطمینان رکھو۔ یہ کام نہایت رازداری سے ہو گا۔ ویسے آج چھٹی کا دن ہے' تمہارا کیا پروگرام ہے؟"

"پامیلا کے ساتھ کہیں تفریح کے لئے جاؤں گا۔"

"بہتر ہے یروشلم چلے جاؤ۔ میں ابھی واسکوڈی تھرما کو فون پر کہہ دیتا ہوں۔"

علی نے سعادت مندی سے یہ مشورہ قبول کر لیا۔ وہ جانتا تھا کہ راجرموس بیٹی داماد کو گھر سے دور بھیج کر خفیہ کمرے میں جائے گا۔ اس نے یہی کیا۔ پامیلا اور علی کے جانے کے بعد اس نے اپنی بیوی سے کہا "میں رات کو اچھی طرح سو نہ سکا۔ اب دروازہ اندر سے بند کر کے ایک آدھ گھنٹا سوؤں گا۔ تم دروازے پر دستک نہ دینا۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

بیوی گھر کے کاموں میں لگ گئی۔ وہ خواب گاہ کے دروازے کو اندر سے بند کر کے خفیہ کمرے میں پہنچ گیا۔ وہاں آرام سے بیٹھ کر تمام گولڈن برینز کو باری باری سگنل دیا۔ جس کے مطابق سب ہی اپنے اپنے کمپیوٹر کی ذریعے ایک دوسرے سے منسلک ہو کر کاکروچ کے موضوع پر گفتگو کرنے لگے۔

ان کے درمیان اس معاملے میں تنقید بھی ہو رہی تھی اور تائید بھی کی جارہی تھی۔ ایک گولڈن برین نے کہا "ملک گیر کاکروچ مہم چلانا ایک دقت طلب مسئلہ ہے اس کے نقصانات بھی ہیں۔ ہمارے تمام شہری اور ہر گھر کا ہر فرد پریشان ہوگا۔ کاکروچ کی بہتات سے کھانے پینے اور دوسری استعمال کی چیزوں کو نقصان پہنچے گا۔"

دوسرے گولڈن برین نے کہا "ملک کے تمام باشندے حکومت کی بدانتظامی پر احتجاج کریں گے۔"

تیسرے نے کہا "لاتعداد لال بیگوں کو کنٹرول نہیں کیا جاسکے گا۔ وہ دفتروں اور حکمرانوں کی رہائش گاہوں میں پھیلیں گے۔ سڑکوں اور گلیوں میں دوڑتے پھریں گے۔ انہیں مارنے کی دوائیں نہیں ہوں گی۔ ہاتھوں سے کتنے مارے جائیں گے!"

راجر موس نے کہا "جب تک وہ دونوں روبوٹ یہاں سے نہیں جائیں گے' ایک بھی کاکروچ کو نہیں مارا جائے گا۔ یہ ہماری پوری یہودی قوم کے لئے تکلیف دہ بات ہوگی۔ ہمیں یہ مقولہ یاد رکھنا چاہئے کہ ایک دائمی تکلیف سے نجات حاصل کرنے کے لئے دوسری عارضی تکلیف کو برداشت کرنا چاہئے۔"

وہ سب کمپیوٹر اسکرین پر تحریر کے ذریعے گفتگو کر رہے تھے۔ دونوں روبوٹ پوری قوم اور ملک کے لئے مسئلہ بن گئے تھے۔ کاکروچ بھی مسئلہ بننے والے تھے۔ گولڈن برین واسکوڈی تھرمانے کہا "ہمیں اگر ان روبوٹ سے پیچھا چھڑانا ہے تو پوری قوم کے ساتھ کاکروچ کا عذاب برداشت کرنا ہوگا۔ مجھے راجر موس کے داماد کارمن ہیرالڈ کی تدبیر پسند آئی' اگر ہم سوسانہ اور جبرائیل کو یہاں سے بھگانے میں کامیاب ہو جائیں گے تو یہ کارمن ہیرالڈ کا دوسرا بڑا کارنامہ ہوگا۔"

دوسرے تمام گولڈن برینز نے کئی اعتراضات کے باوجود اس بات سے اتفاق کیا کہ ہزار مصائب برداشت کر کے بھی دونوں روبوٹ سے نجات حاصل کی جائے۔

انہوں نے فوج کے افسران سے رابطہ کر کے رازداری سے سمجھایا کہ ملک کے ہر شہر اور ہر مکان سے کاکروچ کلر دوائیں ضبط کرلی جائیں اور یہ جواز پیش کیا جائے کہ میڈیکل رپورٹ کے مطابق وہ دوائیں ناقابلِ استعمال ثابت ہوئی ہیں۔ ان کے استعمال سے انسانی جانوں کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔

پھر ان لیبارٹریز پر توجہ دی گئی جہاں جانوروں اور کیڑوں مکوڑوں پر طبی تجربات کئے جاتے تھے۔ فوجی افسران نے ان لیبارٹریز کے ڈاکٹروں کو حکم دیا کہ وہ مرغی فارم کی طرح کاکروچ فارم قائم کریں اور انجکشن اور دواؤں کے ذریعے زیادہ سے زیادہ کاکروچ پیدا کریں۔

چوبیس گھنٹوں کے اندر ملک کے تمام شہروں میں سیکڑوں کاکروچ فارم قائم ہوگئے۔ ان تمام فارموں سے ایک دن میں ہزاروں کاکروچ پیدا ہونے لگے۔ پھر ان کی تعداد لاکھوں تک پہنچنے لگی۔ ابتداء میں انہیں باریک آہنی جالیوں کے پنجروں اور بڑے بڑے ڈبوں میں بند رکھا گیا لیکن بڑھتی ہوئی تعداد قابو سے باہر ہونے لگی۔ وہ سڑکوں اور گلیوں میں نکل آئے۔ انہیں خاص طور پر تل ابیب میں اور اس علاقے میں لایا گیا جہاں سوسانہ اور جبرائیل کا قیام تھا۔

لیلیٰ نے مجھے علی کی پلاننگ بتائی تھی۔ میں نے سوسانہ اور جبرائیل کو اچھی طرح سمجھا دیا تھا کہ وہ کاکروچ کو دیکھتے ہی ایسے خوفزدہ ہوں جیسے ان کی جان نکلی جارہی ہو۔ علی کی پلاننگ کے پانچویں دن وہ کاکروچ منظرِ عام پر آنے لگے۔ سوسانہ اور جبرائیل نے اداکاری شروع کر دی۔ وہ چیختے چلاتے رہائش گاہ سے باہر آئے۔ سامنے والی ایک کوٹھی میں پہنچ کر مالک مکان سے کہا "ہم ایک اعلیٰ حاکم سے فون پر رابطہ قائم کرنا چاہتے ہیں۔ ہمیں فون کرنے دو۔"

مالک مکان نے کہا "فون تو آپ کے گھر پر بھی ہے۔"

"ہے' مگر وہاں کاکروچ ہیں۔ ہم اپنے گھر میں نہیں جائیں گے۔"

"کاکروچ ہمارے گھر میں بھی پیدا ہوگئے ہیں۔ ہم خود ان سے پریشان ہیں۔"

سوسانہ نے سہم کر پوچھا "کیا یہ بلا تمہارے گھر میں بھی ہے؟"

پھر وہ دونوں جواب سنے بغیر وہاں سے بھاگتے ہوئے اپنی کار میں آئے۔ اس میں بیٹھ کر ایک حاکم کے بنگلے کی طرف روانہ ہوگئے۔ راستے میں بے شمار لوگ پریشان نظر آرہے تھے۔ عورتیں گھروں سے نکل کر علاقے کی دوسری عورتوں سے اسی بلا کی شکایتیں کررہی تھیں جو اَب ایک عام شکایت بن چکی تھی۔

وہ حاکم کے بنگلے میں پہنچے تو وہ بنگلے سے باہر ملازموں کو ڈانٹ رہا تھا "یہ اتنے کاکروچ کہاں سے آگئے؟ تم لوگ دوا کیوں نہیں چھڑکتے؟"

پھر اس نے دونوں روبوٹ کو دیکھ کر پریشانی سے پوچھا "مجھ سے کیا شکایت ہے؟ فون پر کہہ دیا ہوتا' یہاں آنے کی زحمت کیوں کی؟"

جبرائیل نے کہا "تمہاری رہائش گاہ میں کاکروچ آگئے ہیں۔ جب تک وہاں مکمل صفائی نہیں ہوگی' ہم یہاں تمہارے ساتھ رہیں گے۔"

وہ بولا "میرے گھر میں بھی یہی مصیبت ہے' اسی لئے میں اپنے گھر سے نکل آیا ہوں۔"

اعلیٰ حاکم کے سیکریٹری کے ہاتھوں میں ایک موبائل فون تھا۔ وہ کسی سے باتیں کررہا تھا۔ اس نے ریسیور رکھ کر کہا "سر! سینیٹری ڈیپارٹمنٹ کا افسر کہہ رہا ہے' ڈی ڈی ٹی اور دوسری تمام جراثیم کش دوائیں ختم ہوچکی ہیں۔ حتیٰ کہ بازار میں بھی یہ دوائیں نہیں ہیں۔"

حاکم نے کہا "یہاں نہیں ہیں تو حیفہ' جافہ یا یروشلم سے دوائیں منگواؤ۔"

سیکریٹری پھر رابطہ قائم کرنے لگا۔ یکے بعد دیگرے تمام شہروں کے متعلقہ شعبوں اور افسروں سے باتیں کرنے لگا۔ ہر جگہ سے یہی جواب ملا کہ وہاں بھی کاکروچ بلا کی طرح ہر طرف نظر آرہے ہیں اور دوائیں آؤٹ آف مارکیٹ ہیں۔

جب یہ معلوم ہوا کہ پورے ملک میں یہ بلا پھیلی ہوئی ہے تو سوسانہ نے کہا "جبرائیل' ائرپورٹ چلو۔ ہم اس ملک میں ایک منٹ بھی نہیں رہیں گے۔"

وہ دونوں دوڑتے ہوئے اپنی کار میں آئے۔ اس وقت تک کار میں بھی کچھ لال بیگ پہنچ گئے۔ وہ دونوں چیخیں مار کر دور چلے گئے۔ حاکم کے ملازموں نے کار میں گھیر کر انہیں قتل کیا۔ پھر انہیں باہر نکال کر پھینکا تب وہ دونوں اندر آئے۔ گاڑی کو اسٹارٹ کیا اور ائرپورٹ پہنچ گئے۔

اس دوران میں وہاں کے اعلیٰ حکام سے شکایتیں کررہا تھا کہ انہوں نے میرے دونوں روبوٹ کو وہاں سے بھگانے کے لئے اپنے پورے ملک میں کاکروچ کی وبا پھیلائی ہے تاکہ انہیں کسی علاقے میں پناہ نہ ملے۔ وہ جہاں جائیں انہیں وہ بلا نظر آتی رہے۔

اور وہ یقین دلا رہے تھے کہ انہوں نے لاکھوں کاکروچ پیدا نہیں کئے ہیں۔ یہ قدرتی عذاب ہے۔ وہ اعلیٰ حکام واقعی یہی سمجھ رہے تھے۔ گولڈن برینز نے انہیں رازدار نہیں بنایا تھا۔ انہوں نے صرف ائرپورٹ پر دواؤں کا خاص انتظام رکھا تھا۔ ادھر آنے والے کاکروچ مر رہے تھے یا راستہ بدل رہے تھے۔ یہ خصوصی انتظام اس لئے تھا کہ دونوں روبوٹ کو صرف ائرپورٹ میں پناہ ملے اور وہ وہاں سے دوسرے کسی ملک کے لئے روانہ ہوجائیں۔"

آخر کار وہ دونوں وہاں سے روانہ ہوگئے لیکن اپنے پیچھے پوری یہودی قوم کو کاکروچ کے عذاب میں مبتلا کر گئے۔ کاکروچ کلر دواؤں کا انتظام خاصی مقدار میں کیا گیا تھا اور انہیں چھپا کر رکھا گیا تھا۔ دونوں کے جاتے ہی دوائیں بازاروں میں آگئیں۔ سرکار کی طرف سے دوائیں اسپرے کرنے والے دن رات سڑکوں گلیوں اور بازاروں میں دوائیں چھڑکنے لگے۔ صفائی کی مہم میں لاکھوں افراد مصروف رہے تب ایک ہفتے کے بعد کسی حد تک کاکروچ سے نجات ملی۔ اس کے بعد بھی مکانوں اور دکانوں کے گوشوں میں اور گوداموں میں رہ گئے جو مہینوں تک نظر آتے رہے۔

راجر موس نے علی کو مشورہ دیا تھا کہ وہ پامیلا کو لے کر بحری جہاز میں چلا جائے۔ وہ جہاز اسرائیل کے مغربی ساحل کے قریب سمندر میں تھا۔ وہاں کاکروچ پہنچ نہیں سکتے تھے۔ علی وہاں سکون سے پامیلا کے ساتھ وقت گزار سکتا تھا لیکن اس نے کہا "نو انکل! ہماری پوری قوم مصیبتوں میں مبتلا رہے گی۔ اپنے لوگوں کے ساتھ میں بھی مصیبت برداشت کروں گا۔ یہی حب الوطنی ہے۔"

دوسرے تمام گولڈن برینز نے بھی اُس کے اس جذبے کی قدر کی اور اس کے دو اہم کارناموں کے ریکارڈ کی ایک فائل تیار کرلی۔ یہ بہت بڑا کارنامہ تھا کہ علی نے یہودیوں کے باغی جنرل پارکن کو گرفتار کیا تھا اور اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ہاتھ سے نکلنے نہیں دیا تھا۔ ورنہ یہ ملک ایک خیال خوانی کرنے والے سے محروم ہوجاتا۔ اب جنرل پارکن کا برین واش کر کے پھر اس کے ٹیلی پیتھی کے علم کو کام میں لایا جاسکتا تھا۔

دوسرا بڑا کارنامہ یہ ہوا کہ علی کی تدبیر سے دو خطرناک روبوٹ کسی خون خرابے کے بغیر ملک چھوڑ کر چلے گئے تھے اور علی کی یا کارمن کی حب الوطنی کا یہ عالم تھا کہ وہ اپنی قوم کو مصیبت میں چھوڑ کر نہیں گیا تھا۔ اپنے لوگوں کے ساتھ مصیبت کے وہ دن گزارے تھے۔

ان دنوں وہ نئے یروشلم کے ایک بنگلے میں پامیلا کے ساتھ تھا۔ واسکوڈی تھرمانے وہ بنگلا انہیں عارضی رہائش کے لئے دیا تھا۔ لیکن وہاں تقریباً بارہ دنوں تک ہنی مون نہ منا سکے۔ دن رات کاکروچ مارتے ہوئے گزار دیے۔ پامیلا اپنا سر پکڑ کر کہتی تھی "یہ ہم پر کیسی مصیبت آگئی ہے۔ آخر اتنے کاکروچ کہاں سے پیدا ہورہے ہیں؟"

علی نے کہا "معلوم ہوتا ہے' یہ آسمانی عذاب ہے۔"

"ہم تل ابیب واپس جائیں گے۔"

"وہاں بھی لال بیگوں کی سرخ فوج شاہراہوں اور گلیوں میں پریڈ کررہی ہے۔ تمہارے ڈیڈی نے فون پر بتایا ہے کہ پورے ملک میں یہ آفت آئی ہوئی ہے۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "اوہ گاڈ! یہ لال بیگ دیکھنے کے بعد کھانے کو جی نہیں کرتا۔"

"لال بیگ کھانے کی ضرورت ہی کیا ہے۔"

وہ ہنس پڑی۔ پھر بولی "پلیز مجھے نہ ہنساؤ۔ یہ لال فوج دیکھ دیکھ کر دل گھبرا رہا ہے۔"

"جب دل گھبرائے تو دل کو بہلانے کی کوشش کرنا چاہئے۔ چلو باہر چلیں۔"

"پڑوسی کہہ رہے تھے کہ راستے گلیوں میں بھی یہ مصیبت رینگتی پھر رہی ہے۔ تفریح کا خاک مزہ آئے گا۔"

"مزہ آئے گا۔ ہم گاڑی کے شیشے چڑھا دیں گے۔"

انہوں نے دو ملازم خاص طور پر کاکروچ مارنے کے لئے رکھے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

تھے۔ ان میں سے ایک ملازم نے کار کی صفائی کی۔ جو کاکروچ اندر تھے۔ انہیں باہر نکالا۔ پھر علی پامیلا کے ساتھ اگلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ گاڑی کے شیشے چڑھا دئے۔ پامیلا نے گاڑی اسٹارٹ کرکے آگے بڑھائی۔ احاطے سے باہر آکر راستوں سے گزرتے ہوئے انہوں نے لوگوں کو پریشان دیکھا۔ اکثر عورتیں اور بچے کاکروچ سے ڈرتے ہوئے چیخ رہے تھے۔ اِدھر سے اُدھر بھاگ رہے تھے۔ ان کے لوگ انہیں سمجھا رہے تھے کہ لال بیگ سے جانی نقصان نہیں پہنچتا اس لئے خوف زدہ نہیں ہونا چاہئے۔

بازاروں میں دکانیں بند تھیں۔ گوشت، سبزی اور پھلوں کی دکانیں کھلی تھیں۔ دکان داروں اور خریداروں نے خرید و فروخت بھی جاری رکھی تھی اور کاکروچ بھی مارتے جارہے تھے۔ پامیلا نے کہا "مجھے ساتھ کیوں لائے ہو۔ یہ قابلِ دید مناظر تو نہیں ہیں۔"

"جو مناظر قابلِ دید نہیں ہوتے، وہ سبق آموز ضرور ہوتے ہیں۔ انسان ان رینگنے والے حقیر جانداروں کو جوتوں تلے مسل دیتا ہے۔ آج یہ حقیر تعداد میں بے شمار ہیں تو جوتوں تلے مسلنے والا انسان ان سے پناہ مانگ رہا ہے۔ ان سے امان چاہتا ہے۔"

"واقعی آج ہم ان کے مقابلے میں کم تر ہیں۔ آخر ان پر کس طرح قابو پایا جائے گا؟"

"جب تک انہیں مارنے والی دوائیں بازار میں نہیں آئیں گی۔ یہ ہمارے اعصاب پر سوار رہیں گے۔"

اس نے ایک بینک کے قریب پہنچ کر پامیلا سے کہا "گاڑی روکو۔"

اس نے کار روک دی۔ بینک کے اندر سے چند عورتوں کے چیخنے کی آوازیں سنائی دی تھیں۔ اس کے بعد ایک گولی چلنے کی آواز آئی تھی۔ وہ کار کا دروازہ کھول کر باہر نکلا۔ پامیلا نے پوچھا۔ "کہاں جارہے ہو؟"

"بینک کے اندر کوئی گڑبڑ ہے۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ دروازہ بند کرکے تیزی سے چلتا ہوا بینک کے دروازے پر آیا۔ ایک شخص نے شاٹ گن سے اس کا نشانہ لیتے ہوئے کہا "رک جاؤ۔ بینک بند ہے۔"

علی نے کہا "واہ کیا منظر ہے۔ تم نے میرا نشانہ لیا ہے اور کوئی تمہارا نشانہ لے رہا ہے۔"

نشانہ لگا لینے والے نے بے اختیار پیچھے سر گھما کر دیکھا۔ علی نے ایک ٹھوکر ماری۔ شاٹ گن اس کے ہاتھوں سے نکل کر فضا میں بلند ہوئی۔ علی کا دوسرا ہاتھ اس کے مُنہ پر پڑا۔ وہ بینک کے اندر جا کر فرش پر گرا۔ علی نے شاٹ گن کو کیچ کرکے دیکھا۔ اندر صرف ایک شخص کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ اس نے بینک مینجر کو نشانے پر لے رکھا تھا۔ بینک کا سیکورٹی گارڈ فرش پر مردہ پڑا ہوا تھا۔ علی نے اندر گھستے ہی شاٹ گن سے فائر کیا۔ ریوالور والے کے ہاتھ میں گولی لگی۔ ریوالور چھوٹ کر میز پر آیا۔ وہ دوسرے ہاتھ سے اٹھانا چاہتا تھا۔ علی نے کہا "خبردار! ذرا بھی حرکت کروگے تو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ مینجر، ریوالور اٹھالو۔"

مینجر نے ریوالور اٹھالیا۔ زخمی ڈاکو کو نشانے پر رکھ کر بولا "تم سب اپنے ہتھیار پھینک دو، ورنہ تمہارا یہ لیڈر مر جائے گا۔"

ایک ڈاکو نے ہتھیار پھینکنے سے پہلے میدان مارنے کی کوشش کی، مینجر کے ہاتھ سے ریوالور گرانا چاہا۔ اس نے صحیح نشانہ لیا۔ لیکن ہاتھ ہل گیا۔ گن سے نکلنے والی گولی اپنے ہی ساتھی کو جا لگی۔ وہ دونوں پیر جھٹک رہا تھا۔ اچھل رہا تھا پتا چلا کاکروچ اس کی پتلون میں گھس گئے تھے اور اسے نچا رہے تھے۔

ناچنے والے کے ایک ہاتھ میں گن اور دوسرے ہاتھ میں ایک اٹیچی تھی۔ لباس کے اندر سے کاکروچ کو باہر نکالنے کے لئے دونوں ہاتھوں کی ضرورت تھی اور وہ گن نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ اس گن کے ذریعہ جان بچا کر بھاگ جانے کی امید تھی۔ وہ اٹیچی پھینک کر کاکروچ مار سکتا تھا لیکن اٹیچی بھی اہم تھی۔ اس میں ڈاکے کا مال بھرا ہوا تھا۔

علی ان سب کا راستہ روکے دروازے پر کھڑا ہوا تھا۔ اس نے راستہ صاف کرنے کے لئے دروازے کی طرف دوڑ لگاتے ہوئے علی پر فائر کیا لیکن لباس کے اندر کئی لال بیگوں نے ہلچل مچادی تھی۔ وہ دوڑنے کے دوران لڑکھڑا کر اوندھے مُنہ فرش پر گرا۔ اس کے ساتھ اٹیچی بھی گر کر کھل گئی۔ اندر سے نوٹوں کی گڈیاں اور کچھ کاغذات اور ایک ڈائری نکل کر فرش پر پھسلتی ہوئی علی کے قدموں میں آئیں۔ علی نے پھسل کر آنے والے کے بازو میں گولی مار کر اُس سے گن چھین لی۔

بینک کا عملہ ڈاکا ڈالنے والوں پر قابو پا رہا تھا۔ علی جھک کر ڈائری اور کاغذات فرش پر سے اٹھا رہا تھا۔ بازو پر گولی کھا کر زخمی ہونے والے نے کراہتے ہوئے کہا "دوست! میرا ساتھ دو۔ میں تمہیں مُنہ مانگی رقم دوں گا۔ ڈائری اور کاغذات چھپالو۔ میں گرفتار ہوجاؤں گا۔ کوئی بات نہیں، ان کاغذات پر جو نام اور پتا لکھا ہے انہیں اس پتے پر پہنچادو۔ پلیز انہیں فوراً چھپادو۔"

علی نے فوراً ہی وہ کاغذات موڑ کر جیب میں ٹھونس لئے۔ ڈائری بھی چھپالی۔ پھر زخمی کے گریبان کو پکڑ کر اٹھاتے ہوئے بینک کے ایک ملازم کو مخاطب کیا "اے مسٹر! ادھر آؤ اور یہ لو نوٹوں کی گڈیاں، مینجر کے پاس لے جاؤ۔"

مینجر نے آگے بڑھ کر علی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے مصافحہ کیا۔ تھوڑی دیر بعد پولیس والے آگئے۔ انہوں نے ڈاکا ڈالنے والوں کو حراست میں لیا اور علی سے پولیس اسٹیشن چلنے کو کہا۔ اس نے ملٹری انٹیلجنس کے چیف واسکوڈی تھرما کا فون نمبر بتا کر انسپکٹر سے کہا "پہلے اس نمبر پر بات کرو۔"

انسپکٹر نے رابطہ کیا۔ چیف کو بینک ڈکیتی اور کارمن ہیرالڈ کے متعلق بتایا۔ پھر علی نے ریسیور لے کر کہا "ہیلو انکل! میں کارمن

بول رہا ہوں۔"

واسکوڈی تھرما نے کہا "شاباش بیٹے! تم نے فرض شناسی اور دلیری کا ثبوت دیا ہے۔ میں تم سے بہت خوش ہوں۔"

"انکل! باہر کار میں پامیلا میرا انتظار کررہی ہے، پولیس اسٹیشن جاؤں گا تو وہ بور ہوجائے گی۔"

"تم ہماری بیٹی کے ساتھ جاؤ۔ ریسیور انسپکٹر کو دو۔"

اس نے ریسیور اسے دیا۔ وہ ریسیور کان سے لگا کر "یس سر یس سر" کرتا رہا پھر علی سے بولا "آپ جاسکتے ہیں۔"

وہ تیزی سے چلتا ہوا باہر آیا۔ پامیلا نے اسے دیکھ کر دروازہ کھولا پھر کہا "تم پولیس والے نہیں ہو۔ پھر خطرات میں کودنے کیوں چلے گئے۔ اگر کوئی گولی لگ جاتی تو؟"

"میں پولیس والا نہیں ہوں لیکن وطن کے ہر فرد کو ضرورت کے وقت سپاہی بن جانا چاہئے۔"

وہ کار آگے بڑھاتے ہوئے بولی "ڈیڈی تمہاری ذہانت اور دلیری پر قربان ہوتے رہتے ہیں لیکن میری تو جان نکلتی رہتی ہے۔ مجھے تمہاری ضرورت ہے، تمہاری دلیری کی نہیں۔"

"میری جان! حوصلہ اور دلیری کے بغیر مرد مرد نہیں ہوتا۔"

"اپنی مردانگی صرف میری ذات تک رکھو۔ دوسروں کو دلیری دکھاؤ گے اور تمہیں ہلکی سی بھی خراش آئے گی تو میں رو رو کر جان دے دوں گی۔"

علی مسکرا کر رہ گیا۔ اب اسے کیا بتاتا کہ زندگی کا ہر دن خطرات سے کھیلتے ہوئے گزر رہا ہے۔ ان لمحات میں بھی اس نے خطرات کی بیٹی کو دلہن بنا رکھا تھا۔ گولڈن برینز میں سے کسی کو اس کی اصلیت معلوم ہوتی تو کہیں سے بھی ایک اندھی گولی آکر اُس کا کام تمام کردیتی۔

وہ اپنے بنگلے میں پہنچ گئے۔ انہوں نے تل ابیب سے آتے وقت سوچا تھا۔ ہوٹلوں میں کھایا کریں گے اور دن رات تفریح کرتے رہیں گے لیکن کاکروچ کی بلا نازل ہونے کے باعث ہوٹلوں کا کھانا قابلِ قبول نہیں تھا۔ کیوں کہ باورچیوں کی ذرا سی غفلت سے کاکروچ کا سالن تیار ہوسکتا تھا۔ اس لئے پامیلا خود ہی کھانا تیار کرتی تھی۔

وہ کچن میں جا کر مصروف ہوگئی۔ علی بیڈ روم میں آکر ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ پھر جیب سے وہ کاغذات نکال کر پڑھنے لگا۔ وہ ڈائری اور کاغذات بینک کے لاکر سے نکالے گئے تھے۔ ان کاغذات پر مسز ایڈگر کا نام پڑھ کر علی چونک گیا۔ کیوں کہ ایڈگر سلومن ایک گولڈن برین کا نام تھا۔

ایک ہی نام کی بے شمار لوگ ہوتے ہیں۔ کوئی ضروری نہیں تھا کہ ان کاغذات کا تعلق گولڈن برین ایڈگر سلومن سے ہوتا۔ کسی ایڈگر کی بیوی نے اپنی اہم دستاویزات لاکر میں رکھی ہوئی تھیں جو ایک ڈاکو کے ذریعے علی کے ہاتھ لگ گئی تھیں۔

ان کاغذات کے مطابق ایڈگر کی بیوی امریکا کی ایک اسٹیٹ کیلیفورنیا میں دس ہزار گز زمین کی مالکہ تھی۔ دوسری دستاویز کے مطابق ایڈگر کا بیٹا سن شائن کار کمپنی کا مالک تھا۔ ایک اندازے کے مطابق اس کمپنی سے سالانہ لاکھوں ڈالر کا منافع حاصل کرتا ہوگا۔"

علی نے ڈائری کی ورق گردانی کی۔ اس کے صفحات پر بینک اکاؤنٹ کا حساب درج تھا۔ جس تاریخ کو جتنی رقم جمع کرائی گئی تھی، ان رقوم کو جوڑنے سے پتا چلا کہ ایڈگر کی بیوی نے امریکا کے ایک بینک میں ایک کروڑ بیس لاکھ ڈالر جمع کئے ہیں۔ یہ کوئی معمولی رقم نہیں تھی۔ اتنی رقم یا تو خوابوں میں نظر آتی ہے یا پھر اپنا وطن بیچ کر یا اپنے ضمیر کو بیچ کر حاصل ہوا کرتی ہے۔ ایڈگر کی بیوی اور بچے اسرائیل میں بڑا لمبا ہاتھ مار رہے تھے۔

علی نے لیلیٰ کا انتظار کیا۔ جب وہ مقررہ وقت پر آئی تو اس نے ایڈگر کی فیملی کی متعلق اسے بتایا پھر کہا "ان کاغذات پر جو فون نمبر درج ہیں میں ان نمبروں پر رابطہ کرتا ہوں۔ آپ ذرا ایڈگر کی بیوی کی اصلیت معلوم کریں۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کئے۔ رابطہ قائم ہونے پر دوسری طرف سے کسی نے رازداری سے پوچھا "ہیلو! کون، مسٹر جیکب؟"

لیلیٰ بولنے والے کے اندر پہنچ گئی۔ وہ ایڈگر کا بیٹا شوبر سلومن تھا۔ امریکا میں سن شائن موٹر کمپنی کا مالک یہی شوبر سلومن تھا۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ اس کا باپ ایڈگر ایک گولڈن برین ہے۔

گولڈن برین ایڈگر نہایت ذمے دار اور فرض شناس تھا۔ اس نے اپنی بیوی اور بچوں پر کبھی ظاہر نہیں کیا تھا کہ وہ ایک گولڈن برین ہے۔ وہ ایک سرکاری افسر کی حیثیت رکھتا ہے لیکن اس کی بیوی ویرا سلومن اور بڑے بیٹے شوبر سلومن کو اس کی اصلیت معلوم تھی۔

جان لمبوڈا کو شبہ تھا کہ ایڈگر ایک بہت ہی اہم شخصیت کا مالک ہے۔ وہ یوگا کا ماہر تھا۔ اس کے چور خیالات نہیں پڑھے جا سکتے تھے۔ اس لئے لمبوڈا نے اس کی بیوی ویرا کو دولت اور جائداد کا لالچ دیا۔ امریکا بلا کر یہ معاہدہ کیا کہ وہ ایڈگر کے خلاف جاسوسی کرے گی، اس کی اصلیت بتائے گی یا اعصابی کمزوری کی دوا اسے کھلا کر اُس کے دماغ میں پہنچنے کا موقع دے گی تو اسے امریکی حکومت تحفظ فراہم کرے گی۔

جان لمبوڈا چاہتا تو ویرا کے دماغ پر قبضہ جما کر ایڈگر کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کرسکتا تھا لیکن ایڈگر کھانے پینے کے معاملہ میں محتاط رہتا تھا۔ بیوی بچوں سے ہفتہ میں ایک بار ملنے آتا تھا۔ ان کے ساتھ کچھ وقت گزارتا تھا۔ کھانے پینے کے معاملے میں صاف کہہ دیتا تھا کہ وہ صرف اپنے ہاتھ کا تیار کیا ہوا کھانا کھاتا ہے۔ بازار کا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کوئی مشروب توکیا پانی بھی نہیں پیتا ہے۔

ایسے میں جان لمبوڈا کوئی ایسا قدم نہیں اٹھانا چاہتا تھا جس سے ایڈگر کو شبہ ہو اور وہ پہلے سے زیادہ محتاط ہو جائے۔ ویرا نے جاسوسی کی۔ اس نے بتایا کہ اس کے شوہر کی رسٹ واچ میں ایک ننھی سی سرخ روشنی کبھی کبھی جلتی بجھتی ہے اور وہ بیوی بچوں سے باتیں کرتے کرتے اچانک ضروری کام کا بہانہ بنا کر چلا جاتا ہے۔

لمبوڈا نے سپرماسٹر کے حکم سے ویرا کو کیلیفورنیا میں زمینیں دیں' اس کے بیٹے شوبر سلومن کو سن شائن موٹر کمپنی کا مالک بنا دیا تب ویرا نے اپنے شوہر ایڈگر کو چھوٹی بیٹی کی سالگرہ میں شریک ہونے اور کھانے پینے پر مجبور کیا۔ چھوٹے بچوں کی ضد اور محبت سے مجبور ہو کر اُس نے پہلی بار ان کے ساتھ کچھ کھایا پیا اور اعصابی کمزوری کا شکار ہو گیا۔ اتفاقاً ایڈگر پہلے سے کچھ بیمار تھا۔ اس لئے اعصابی کمزوری کو بڑھتی ہوئی بیماری سمجھ بیٹھا۔ اسے بیوی اور بڑے بیٹے پر شبہ نہیں ہوا اور جان لمبوڈا اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔

ایک بار قابو میں آنے کے بعد پھر وہ لمبوڈا کے چنگل سے نہ نکل سکا۔ تنویمی عمل کے ذریعے اس کا معمول اور تابعدار بن کر رہ گیا۔ اب نارمل حالت میں یہی سمجھتا آرہا تھا کہ وہ کسی کے زیر اثر نہیں ہے۔

لیلیٰ نے علی کو یہ تمام روداد سنائی۔ علی نے پوچھا "ایڈگر پر تنویمی عمل کب ہوا تھا؟"

"ایک ہفتہ پہلے اس کی چھوٹی بیٹی کی سالگرہ تھی۔ اسی رات وہ اعصابی کمزوری کا شکار ہو گیا تھا۔ اس حساب سے جان لمبوڈا اس کے دماغ میں چھ دن سے قبضہ جمائے ہوئے ہے۔"

علی نے کہا "ابھی میں نے فون کیا تھا تو ایڈگر کا بیٹا کسی جیکب کو پوچھ رہا تھا۔ یہ جیکب کون ہے؟"

"شاید وہی شخص ہے جسے تم نے بینک میں زخمی کیا تھا اور اس نے کہا تھا کہ کاغذات میں جس کا نام اور پتا درج ہے اس کے پاس جاؤ گے تو تمہیں مُنہ مانگی رقم ملے گی۔"

"اگر وہ مجھے ایڈگر کے بیٹے شوبر سلومن کے پاس جانے کو کہہ رہا تھا تو پھر اس نے شوہر اور اس کی ماں کا لاکر توڑ کر کیوں یہ کاغذات نکالے تھے؟"

"قصہ یہ ہے کہ شوبر کی ماں ویرا پچھلی رات مر گئی۔ مرنے سے پہلے اس نے فون پر اپنے شوہر ایڈگر سے کہا کہ اب شاید میں مر جاؤں۔ اس سے پہلے اپنے ضمیر کا بوجھ ہلکا کرنا چاہتی ہوں۔ کیا ابھی میرے پاس آؤ گے؟"

دوسری طرف سے ایڈگر نے کہا "تم ناحق مرنے کے متعلق سوچتی ہو۔ معمولی بیماری ہے' صبح تک ٹھیک ہو جاؤ گی۔ میں فرصت ملتے ہی آجاؤں گا۔"

وہ بولی "تمہیں کبھی فرصت نہیں ملے گی بہرحال مجھے کچھ ہو جائے تو میرا لاکر کھول کر وہ دستاویزات پڑھ لینا جو میں نے تم سے چھپا کر وہاں رکھی ہیں۔"

فون پر ہونے والی ماں باپ کی باتیں بیٹے نے سن لی تھیں۔ اس نے سوچا۔ ماں مرنے سے پہلے ضمیر کا بوجھ ہلکا کر رہی ہے۔ باپ کو حقیقت معلوم ہو گئی تو ماں کی کیلیفورنیا والی زمینوں کے ساتھ میری موٹر کمپنی بھی ہاتھ سے نکل جائے گی۔ میرا محب وطن باپ رشوت کی دولت اور جائداد قبول نہیں کرے گا۔ مجھے صبح ہوتے ہی اپنے اور ممی کے لاکر سے تمام اہم چیزیں نکال لینا چاہئے۔"

یہ سوچ کر وہ اپنے کمرے سے نکل کر ماں کے کمرے میں آیا تو وہ بستر پر چاروں شانے چت پڑی ہوئی تھی۔ اس نے دروازے پر سے کہا "ممی تمہیں مرنا ہے تو شوق سے مر جاؤ۔ مجھے تو کنگال بنا کر نہ جاؤ۔ پلیز ڈیڈی کے سامنے اپنے ضمیر کا بوجھ ہلکا نہ کرو۔ اپنے لاکر کی چابی مجھے دو۔"

ماں کی طرف سے جواب نہیں ملا۔ اس نے قریب آکر دیکھا تو پتا چلا' وہ مر چکی ہے۔ اس کی موت نے پریشان کر دیا۔ وہ لاکر کی چابی دینے سے پہلے مر گئی تھی۔ وہ چابی باپ کو مل جاتی۔ یا نہ بھی ملتی تو بیوی کی موت کے بعد شوہر کو لاکر کھلوانے یا تڑوانے کا حق حاصل ہو جاتا۔

اس نے مردہ ماں کی تلاشی لی۔ تکئے کے نیچے دیکھا۔ الماریاں اور سوٹ کیس وغیرہ کھول کر ایک ایک چیز کو الٹ پلٹ دیا لیکن لاکر کی وہ چابی نہیں ملی۔ مرنے والی شوہر سے یہ کہہ گئی تھی کہ وہ لاکر کھول کر دستاویزات نکالے گا اور پڑھے گا تو وہ اہم باتیں معلوم ہو جائیں گی جو وہ فون پر نہیں کہہ پائی تھی۔

اس طرح یہ اندیشہ پیدا ہو گیا تھا کہ ایڈگر صبح بینک کھلتے ہی اپنی بیوی کا لاکر ضرور... کھلوائے گا۔ شوبر سلومن کے سامنے لاکھوں کروڑوں کی دولت اور جائداد بچانے کا ایک ہی راستہ تھا کہ قانونی طور پر لاکر کھلوانے سے پہلے بیٹا باپ سے پہلے لاکر تڑوا دے۔

انہی حالات سے مجبور ہو کر شوبر سلومن نے ایک بدنام مجرم جیکب کو پچیس ہزار شیکال پیشگی ادا کئے اور کہا "بینک میں ڈاکا ڈالو۔ لاکر نمبر دو سو دو اور دو سو تین کو توڑ کر اس کے تمام کاغذات لے آؤ۔ اس ڈاکے میں جتنی رقم ہاتھ آئے گی' وہ سب تمہاری ہو گی۔ مجھے صرف دونوں لاکر کے کاغذات اور ایک ڈائری لا دو۔"

لیلیٰ نے علی کو تمام روداد سناتے ہوئے کہا "اس طرح وہ ڈاکے کی واردات عمل میں آئی اور یہ کاغذات تمہارے ہاتھ آگئے۔"

علی نے کہا "اس کا مطلب ہے۔ کل رات سے جان لمبوڈا ان میں سے کسی کے دماغ میں نہیں آیا ہے۔ اگر آتا تو شوبر سلومن کو یقین دلاتا کہ اس کا باپ لاکر کھول کر بھی بیٹے کو موٹر کمپنی وغیرہ سے محروم نہیں کرے گا کیوں کہ باپ اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کا تابعدار ہے۔"

"یہی بات ہے' جان لمبوڈا کہیں دوسرے معاملات

میں مصروف ہے۔"

علی نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کئے پھر رابطہ ہونے پر واسکوڈی تھربا سے کہا "انکل! ایک اہم معاملے پر بات کرنا چاہتا ہوں۔ آپ یہاں آجائیں یا مجھے بلالیں۔"

"میں ابھی آرہا ہوں۔"

علی نے ریسیور رکھ کر کہا "امی! ہم خوش ہو رہے تھے کہ ہم نے اپنی ذہانت سے گولڈن برینز کے درمیان جگہ بنالی ہے لیکن دشمن بھی ہم سے کم نہیں ہیں۔ لمبوڈا بھی ان کی درمیان جگہ بنا چکا ہے۔"

"بیٹے! تمہارے مقابلے میں آنے والا کوئی بھی دشمن معمولی نہیں ہو سکتا' ویسے آج تو تم اسے گولڈن برینز کے درمیان سے اکھاڑ ہی پھینکو گے۔"

جان لمبوڈا واقعی پچھلی رات سے دوسرے معاملات میں مصروف ہو گیا تھا۔ اسے اطمینان تھا کہ ایک گولڈن برین اس کا تابعدار ہے۔ وہ ہمیشہ قابو میں رہے گا۔ کوئی گڑبڑ نہیں ہو گی۔

مگر گڑبڑ ہو چکی تھی۔ وہ اپنے معمول گولڈن برین ایڈگر کے پاس آیا تو اس کے خیالات نے بتایا کہ اس کی بیوی ویرا مر چکی ہے اور مرنے سے پہلے یہ بتا گئی ہے کہ چند خفیہ کاغذات بینک کے لاکر میں رکھے ہوئے ہیں۔

لمبوڈا نے اس کے بیٹے شوبر کے دماغ میں آکر کہا "تمہاری ماں نے مرنے سے پہلے حماقت کی ہے لیکن میں تمہارے باپ کو لاکر کے وہ کاغذات پڑھنے نہیں دوں گا۔ تم پر کوئی شبہ نہیں کرے گا۔"

شوبر نے کہا "کل سے کہاں غائب تھے؟ معاملہ پیچیدہ ہو گیا ہے۔ جب تم نہیں آئے تو میرے سامنے ایک ہی راستہ رہ گیا تھا کہ ممی کے لاکر کو تڑوا کر وہاں سے کاغذات نکلوا لوں۔"

لمبوڈا نے پوچھا "تم بینک کا لاکر کیسے تڑوا سکتے تھے؟"

"ایک بدنام مجرم نے میرے لئے ڈاکا ڈالا تھا۔ مجھے امید تھی وہ لاکر سے میری مطلوبہ چیزیں لے آئے گا۔ جب کافی انتظار کے بعد وہ نہیں آیا تو میں بینک کی طرف گیا۔ وہاں پتا چلا ڈاکا ڈالنے والے پکڑے گئے ہیں۔ پتا نہیں وہ ہمارے لاکر تک پہنچا تھا یا نہیں؟ اگر پہنچا ہو گا تو ہمارے کاغذات پولیس کے ہاتھ لگ گئے ہوں گے۔"

لمبوڈا نے غصے سے کہا "تم نے جلدی بازی میں بڑی حماقت کی ہے۔ بینک منیجر کا فون نمبر ڈائل کرو۔ میں کاغذات کی متعلق ابھی معلوم کروں گا۔"

شوبر نے رابطہ کیا۔ لمبوڈا اس کے ذریعے منیجر کے پاس پہنچ گیا۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ ڈاکا ڈالنے والوں نے ویرا اور شوبر کے لاکروں کو فائر کر کے توڑا تھا۔ اس میں سے تمام سامان نکال لیا تھا لیکن گرفتاری کے بعد بینک کی لوٹی ہوئی صرف نقد رقم ہی واپس ملی۔ لاکر کا کوئی سامان نہیں ملا۔ گرفتار ہونے والا یہ بتانے کو تیار نہیں ہے کہ وہ سامان کہاں غائب ہو گیا ہے۔

لمبوڈا نے منیجر کو مائل کیا کہ وہ متعلقہ پولیس افسر سے رابطہ کرے اس نے رابطہ کر کے افسر سے پوچھا "کیا مجرم نے بتایا ہے کہ دونوں لاکروں کے کاغذات کہاں ہیں؟"

افسر نے کہا "نہیں۔ مجرم بہت ڈھیٹ ہے۔ کہتا ہے تمام سامان اٹیچی میں تھا۔ وہ اٹیچی بینک منیجر کے پاس پہنچادی گئی تھی۔"

لمبوڈا اس افسر کو حوالات میں جیکب کے پاس لے گیا پھر جیکب کے خیالات پڑھ کر معلوم کیا کہ ایک جوان نے اچانک بینک میں آکر ڈاکے کی واردات کو ناکام بنایا تھا۔ وہی تمام کاغذات لے گیا ہے۔

لمبوڈا نے پھر اس افسر کی سوچ پڑھ کر معلوم کیا کہ وہ نوجوان ملٹری انٹیلیجنس کے چیف واسکوڈی تھربا کا عزیز ہے اور اس کا نام کارمن ہیر اللہ ہے۔

افسر نے لمبوڈا کی مرضی کے مطابق نمبر ڈائل کئے۔ رابطہ قائم ہونے پر ایک ماتحت نے بتایا کہ چیف واسکوڈی تھربا دفتر سے گھر گئے ہیں۔

افسر نے گھر کا فون نمبر پوچھا۔ پھر اس نے نمبر پر رابطہ قائم کیا۔ دوسری طرف سے علی نے پوچھا "ہیلو کون ہے؟"

افسر نے کہا "میں پولیس افسر ہوں۔ چیف سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

علی نے ریسیور واسکوڈی تھرما کو دیتے ہوئے کہا "کوئی پولیس افسر ہے۔"

اس نے ریسیور لے کر پوچھا "ہیلو میں چیف بول رہا ہوں۔ تم کس علاقے سے بول رہے ہو۔"

دوری طرف سے ریسیور رکھ دیا گیا۔ وہ بھی ریسیور رکھتے ہوئے بولا "شاید لائن کٹ گئی ہے۔"

اسی لمحے اس نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا پھر کہا "کوڈ ورڈز ادا کرو۔"

یہ کہتے ہی اس نے سانس روک لی۔ پھر دوبارہ سانس لیتے ہوئے انتظار کرنے لگا۔ جان لمبوڈا نے ایڈگر کے دماغ میں رہ کر جے مورگن کے کوڈ ورڈز سنے تھے۔ جے مورگن کبھی کبھی ایڈگر کے دماغ میں آکر ضروری باتیں کیا کرتا تھا۔

جب واسکوڈی تھرما نے کوڈ ورڈز کے متعلق پوچھا تو لمبوڈا نے دوبارہ دماغ میں جا کر وہی کوڈ ورڈز ادا کئے۔ واسکوڈی تھرما نے فوراً ہی سانس روک کر اسے بھگا دیا اور سوچا۔ یہ کوڈ ورڈز جے مورگن ایڈگر کے دماغ میں ادا کرتا ہے۔ اگر ابھی جے مورگن آیا تھا تو اس نے وہ کوڈ ورڈز کیوں ادا نہیں کئے جو میرے لئے مخصوص ہیں۔

لمبوڈا نے افسر کے ذریعے فون پر پہلے علی کی آواز سنی تھی۔ وہ واسکوڈی تھرما کے پاس سے ناکام ہو کر علی کے دماغ میں آیا۔ اس نے بھی سانس روک لی۔ کیوں کہ لیلیٰ اس کے پاس آتے ہی کہتی تھی "امی ہوں۔"

علی نے کہا "انکل! ابھی کوئی میرے دماغ میں آنا چاہتا تھا۔"

"ہاں بیٹے! میرے دماغ میں بھی کسی نے آنے کی کوشش کی تھی۔"

"کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس پولیس افسر کے ذریعے ہمارے پاس پہنچنا چاہتا تھا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسے ان کاغذات سے دلچسپی ہے۔"

واسکوڈی تھرما نے وہ کاغذات اور ڈائری پڑھنے کے بعد علی کو یہ نہیں بتایا تھا کہ ویرا اور شوبر ایک گولڈن برین ایڈگر کی بیوی اور بیٹا ہیں۔ ابھی لمبوڈا نے ایڈگر کے لئے مخصوص رہنے والے کوڈ ورڈز ادا کر کے اس شبہ کی تصدیق کی تھی کہ وہ گولڈن برین ایڈگر اور اس کی فیملی وطن سے غداری کر رہے ہیں۔

وہ کاغذات اور ڈائری لے کر وہاں سے اٹھتے ہوئے بولا۔ "کارمن بیٹے! تم نہیں جانتے کہ اب تیسری بار تم ایک اور کارنامہ انجام دے رہے ہو۔ میں تم سے بعد میں باتیں کروں گا۔ ابھی میرا جانا ضروری ہے۔"

وہ باہر کار میں آکر بیٹھ گیا۔ اسے اسٹارٹ کر کے دور تک ڈرائیو کرتا ہوا گیا پھر ایک جگہ رک کر اس نے ڈیش بورڈ کے خانے سے ایک چھوٹا ٹرانسمیٹر نکالا، اسے آپریٹ کیا۔ رابطہ قائم ہونے پر اس نے کہا "ہیلو الپا! اٹ از جی بی ٹو واسکوڈی تھرما اسپیکنگ۔

مجھے پورا یقین ہے جی بی تھری ایڈگر غدار ہے۔ تم جان لمبوڈا کی آواز اور لہجے کو خوب پہچانتی ہو۔"

"جی ہاں۔ اچھی طرح پہچانتی ہوں۔"

"اس کا لہجہ اختیار کر کے ایڈگر کے دماغ میں جاؤ۔ کسی کوڈ ورڈز کے بغیر جگہ مل جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ایڈگر، جان لمبوڈا کا معمول ہے اور تابعدار بن چکا ہے۔ تم خاموشی سے چور خیالات پڑھ آؤ۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ پھر کار اسٹارٹ کر کے اپنے ایک پرائیویٹ بنگلے تک آیا۔ اس بنگلے میں ویسا ہی ایک خفیہ کمرا تھا جیسا کہ راجر موس کے بنگلے میں تھا۔ اس نے وہاں آکر کمپیوٹر کے ذریعے راجر موس سے رابطہ کیا اور اسے موجودہ حالات بتائے۔

راجر موس نے کہا "میرے پاس الپا آئی ہے۔ ابھی میرے اور اس کے درمیان جو گفتگو ہو رہی ہے اسے میں کمپیوٹر کے ذریعے تمہارے سامنے پہنچا رہا ہوں۔"

الپا نے کہا "سر! ایڈگر محبِ وطن ہے۔ کسی فریب میں آکر لمبوڈا کا غلام بن گیا ہے۔ اس کی سوچ نے بتایا۔ اس کی بیوی ویرا مر چکی ہے۔ اس نے موت سے پہلے کہا تھا کہ اس کے بینک کے لاکر سے اہم کاغذات نکال کر ضرور پڑھے جائیں لیکن بینک میں ڈاکا ڈالنے والوں نے وہ کاغذات غائب کر دئے ہیں۔"

واسکوڈی تھرما نے کہا "وہ کاغذات ہمارے پاس پہنچ گئے ہیں۔"

"سر! میں ایڈگر کے بیٹے شوبر کے بیٹے کے پاس گئی تھی اس کی سوچ نے بتایا کہ جان لمبوڈا نے ان ماں بیٹے کو کیلیفورنیا میں زمینیں دی ہیں اور انہیں ایک موٹر کمپنی کا مالک بنا دیا ہے۔"

"شکریہ الپا! تم آرام کرو۔"

پھر اس نے راجر موس سے کہا "نمبرون! ہم نے زبردست دھوکا کھایا ہے۔ جان لمبوڈا ہمارے ایڈگر کے دماغ میں رہ کر ہمارے تمام گولڈن برینز کے نام اور پتے معلوم کر چکا ہے۔ بہت سے اہم معاملات پر ہمارے رازدارانہ فیصلے سن چکا ہے۔ ایسے بہت سے راز معلوم کر چکا ہے جنہیں ہم دنیا سے چھپاتے آرہے ہیں۔ پھر یہ بھی معلوم کر چکا ہے کہ ہم امریکا کو کیسے کیسے ہتھکنڈوں سے بلیک میل کر کے اس سے بھاری امداد حاصل کرتے ہیں۔"

"بے شک، یہ ہمارے ساتھ بہت برا ہوا ہے۔ ہمیں فوراً حفاظتی اقدامات کرنے چاہئیں۔ سب سے پہلے ہم اپنے نام، پتے اور کوڈ ورڈز تبدیل کریں گے۔ یہ بات ہمارے حق میں ہے کہ ایڈگر کسی گولڈن برین کو شکل سے نہیں پہچانتا تھا۔ یہ تو صرف ہم اور تم دوسرے گولڈن برینز کو شکل و صورت سے پہچانتے ہیں۔"

وہ آئندہ کے لئے اپنے طریقۂ کار میں اور اپنی پالیسیوں میں تبدیلیاں کرنے کی پلاننگ کرنے لگے۔ راجر موس نے ایک اعلیٰ حاکم سے کہا کہ وہ امریکی حکام سے شکایت کرے کہ جان لمبوڈا ہمارے ملکی معاملات میں مداخلت کر رہا ہے۔

ادھر لمبوڈا نے سمجھ لیا تھا کہ ایڈگر کو گولڈن برین کے عہدے سے ہٹا دیا جائے گا۔ اس نے اس کے بیٹے شوبر سے کہا "تم باپ بیٹے کی شامت آگئی ہے اور یہ شامت لانے والا ملٹری انٹیلی جنس کا چیف واسکوڈی تھرما ہے۔ اگر تم کسی طرح چیف کو زخمی کر دو تو میں اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے تمہاری حمایت میں بولنے پر مجبور کر دوں گا۔"

جان لمبوڈا کی اب یہی کوشش تھی کہ کسی بھی گولڈن برین کے دماغ پر قبضہ جما کر ان کے درمیان پہلے کی طرح رہا کرے۔ وہ ایڈگر کے ذریعے تمام گولڈن برینز کے نام پتے معلوم کر چکا تھا۔ اس نے یہ نام اور پتے شوبر کو بتائے اور وہاں قیام کرنے والے اپنے چند سیکرٹ ایجنٹس کو بھی بتائے انہیں تاکید کی کہ ایک گھنٹے کے اندر کسی کو بھی زخمی کر دو یا کسی طرح ان کے دماغوں کو کمزور بناؤ۔ دیر ہو گئی تو وہ موجودہ رہائش گاہیں چھوڑ کر کہیں روپوش ہو جائیں گے۔

امریکا ایک باپ کی طرح اسرائیل کو اولاد سمجھ کر اس کی پرورش کرتا آرہا ہے۔ اسے اسلامی ممالک کے مقابلے میں سپر پاور بنا رہا ہے لیکن یہ بھی سمجھتا ہے کہ اسرائیل ناجائز اولاد ہے۔ موقع ملنے پر یہ باپ کی بھی پیٹھ میں چھرا گھونپ دے گا۔ اس لئے سپر ماسٹر کو یہ منظور نہیں تھا کہ گولڈن برینز پراسرار بن کر رہیں اور امریکا کے مشورے کے بغیر وہ خارجہ پالیسیاں مرتب کریں جن سے کبھی امریکا کو بھی نقصان پہنچ سکے۔

لیلیٰ نے آکر علی سے کہا "ابھی میں شوبر کے پاس تھی۔ جان لمبوڈا نے اس جوان کو تین گولڈن برینز کے نام اور پتے بتائے ہیں اور اسے تاکید کی ہے کہ ان میں سے کسی کو بھی فوراً دماغی طور پر کمزور بنائے تاکہ اسے خیال خوانی کے ذریعے گولڈن برینز کے درمیان رہنے کا موقع ملتا رہے۔"

علی یہ سنتے ہی کار میں آکر بیٹھ گیا پھر بولا "آپ شوبر کو دیکھیں وہ جہاں جائے، وہاں تک آپ میری راہنمائی کریں۔"

وہ بولی "ذرا ٹھہرو۔ شوبر اسی طرف آرہا ہے کیوں کہ واسکوڈی تھرما کی رہائش یہیں ہے۔ میں اسے ایک اور گولڈن برین جان نوبل کی طرف لے جاتی ہوں۔ وہ شہر ایلات میں رہتا ہے۔"

"ٹھیک ہے امی! اس طرح ایک اور گولڈن برین سے میرا تعلق ہو جائے گا۔ میں ایلات کی طرف جا رہا ہوں۔"

لیلیٰ چلی گئی۔ وہ تیز رفتاری سے کار ڈرائیو کرتے ہوئے سوچنے لگا جان لمبوڈا صرف شوبر سے کام نہیں لے رہا ہوگا۔ اس کے اپنے جاسوس اور دوسرے آلۂ کار بھی تمام گولڈن برینز پر حملہ کرنے گئے ہوں گے۔

تھوڑی دیر بعد لیلیٰ نے آکر کہا "میں نے شوبر کو ایلات کے راستے پر لگا دیا ہے۔"

"امی! پتا نہیں لمبوڈا کتنے آلۂ کاروں سے کام لے رہا ہے ان میں سے کوئی واسکوڈی تھرما کو نقصان پہنچانے آئے گا تو اس بنگلے میں پامیلا تنہا ہوگی۔"

"فکر نہ کرو۔ میں اس کا انتظام کرتی ہوں۔"

وہ پامیلا کے پاس آئی تو علی کا اندازہ درست ثابت ہوا۔ دو شخص جبراً بنگلے میں گھس آئے تھے اور واسکوڈی تھرما کو پوچھ رہے تھے۔ پامیلا غصے سے کہہ رہی تھی "نکل جاؤ یہاں سے۔ انکل تم لوگوں سے نہیں ملیں گے۔"

ان دونوں نے پامیلا کو گھسیٹ کر ایک کمرے میں بند کر دیا تھا۔ ایک نے کہا "اگر تمہارا وہ انکل ہمیں نہ ملا تو تمہیں گولی مار دیں گے۔"

لیلیٰ بولنے والے کے دماغ میں آگئی۔ اسے اپنا آلۂ کار بنا کر اس کے ریوالور سے گولی چلائی۔ اس کا ساتھی چیخ مار کر ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گیا۔

پھر لیلیٰ نے اس کی زبان سے علی تیمور کے لہجے میں کہا "پامیلا! میں آگیا ہوں۔ تم پریشان نہ ہونا۔ تمہارے کمرے کا دروازہ کھول کر دوسرے دشمن کو بھی ختم کر کے جا رہا ہوں لیکن تم ابھی باہر نہ آنا۔"

پامیلا نے کمرے کے اندر سے پوچھا "مجھے تنہا چھوڑ کر کہاں جا رہے ہو؟"

لیلیٰ نے پھر اس کے ذریعے کہا "ان دشمنوں سے پتا چلا ہے کہ ان کے ساتھی جان نوبل کو نقصان پہنچانے ایلات گئے ہیں۔ انکل آئیں تو بتا دینا میں ایلات گیا ہوں۔"

لیلیٰ نے اس آلۂ کار کے ذریعے دروازے کی چٹخنی نیچے کر دی۔ پھر اسے خودکشی پر مجبور کر دیا۔ پامیلا نے دوسری مرتبہ فائرنگ کی آواز سن کر پوچھا "کارمن! تم خیریت سے ہو؟"

اب کوئی جواب دینے والا نہیں تھا۔ لیلیٰ پامیلا کے پاس آگئی۔ وہ رو رہی تھی اور سوچ رہی تھی وہ دوسری گولی کارمن کو لگی ہے اسی لئے جواب نہیں مل رہا ہے۔

لیلیٰ نے اس کی سوچ میں تسلی دی "نہیں، میرا کارمن ایلات گیا ہے۔ وہ خیریت سے ہے۔ مجھے کمرے سے نکل کر دیکھنا چاہئے۔"

وہ ڈرتے ڈرتے باہر آئی۔ پھر دونوں دشمنوں کی لاشیں دیکھ کر مطمئن ہو گئی۔ اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر ہیلو کہا۔ دوسری طرف سے واسکوڈی تھرما نے کہا "بیٹی! چار مسلح گارڈز بھیج رہا ہوں۔ وہ بنگلے کے اطراف میں پہرا دیں گے، کارمن کہاں ہے؟"

"انکل! یہاں دو بدمعاشوں نے مجھ پر حملہ کیا تھا۔ کارمن نے دونوں کو ہلاک کر دیا ہے۔ ان کی لاشیں یہاں پڑی ہیں۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے۔"

"ریسیور کارمن کو دو۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"وہ ایلات گئے ہیں۔ یہ ہلاک ہونے والے بدمعاش کہہ رہے تھے کہ ان کے ساتھی وہاں کسی جان نویل کو قتل کرنے گئے ہیں۔"

"بیٹی! تم ایک دلیر نوجوان کی شریکِ حیات ہو۔ حوصلے سے رہو۔ مسلح گارڈز پہنچ رہے ہیں۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ لیلیٰ نے علی کے پاس آکر یہ ساری روداد سنادی اس نے کہا "یہ آپ نے اچھا کیا۔ اب یہ جواز پیدا ہوگیا کہ مجھے کسی جان نویل کے بارے میں کیسے معلوم ہوا۔ ویسے امی! جان لبوڈا کی ناکام کوششوں سے ہمیں فائدہ پہنچ رہا ہے۔"

"یہ بات خود لبوڈا سمجھ رہا ہے کہ تمام گولڈن برینز کی رہائش گاہوں کے اطراف اب تک پہرا لگ چکا ہوگا۔ وہ ایک موہوم سی امید پر کوششیں کررہا ہے۔"

واقعی اتنی دیر میں تمام گولڈن برینز کی حفاظت کا انتظام ہوچکا تھا۔ ان سب کی رہائش گاہوں کے اطراف مسلح فوجی جوان پہرا دے رہے تھے لیکن جہاں ٹیلی پیتھی ہو' وہاں فوج اور ہتھیار بھی محض نمائش کی چیزیں بن کر رہ جاتے ہیں۔

جان لبوڈا اور اس کے ماتحت ٹیلی پیتھی جاننے والے کسی نہ کسی کو ذریعہ بنا کر فوجی جوانوں کے دماغ میں پہنچ رہے تھے۔ اسی طرح ایلات میں جان نویل کے بنگلے کے اطراف سخت پہرا تھا۔ شوبر وہاں پہنچا تو جان لبوڈا نے اس کی مدد کی۔ بڑی حکمتِ عملی سے پہریداروں کو ٹریپ کرتا گیا اور شوبر کے لئے بنگلے کے اندر پہنچنے کا راستہ بناتا گیا۔

راستہ اپنے لئے بنایا جاتا ہے اور جب بن جاتا ہے تو پھر دوسرے بھی اس پر چل کر آتے جاتے ہیں۔ شوبر کے پیچھے علی کے لئے بھی راستہ صاف ہوگیا تھا۔ جان نویل نے شوبر کو دیکھا پھر پریشان ہوکر پوچھا "تم کون ہو؟ میری اجازت کے بغیر کیسے آئے ہو؟"

وہ بولا "اجازت تم کبھی نہ دیتے۔ اسی لئے پہرا توڑ کر آیا ہوں۔ تمہیں جان سے نہیں ماروں گا۔ زندہ رہنا چاہتے ہو تو دماغ کے دروازے کھلے رکھو۔ آنے والے کو سانس روک کر نہ بھگاؤ۔"

"میں کسی کو آنے نہیں دوں گا۔ میرا یہ دماغ ملکی رازوں کا امین ہے۔ جو بھی ان رازوں تک پہنچنے کے لئے آئے گا' میں سانس روک لوں گا۔"

وہ ریوالور سے نشانہ لے کر بولا "میں ہمیشہ کے لئے تمہاری سانس روک دوں گا۔"

لبوڈا نے کہا "شوبر! یہ میرے جاتے ہی سانس روک لیتا ہے' اسے زخمی کردو۔"

شوبر نے ٹریگر پر انگلی کا دباؤ بڑھانا چاہا۔ الپا نے کہا "لبوڈا ایک تم ہی خیال خوانی نہیں کرتے۔ تمہارا یہ آلۂ کار میری مرضی کے بغیر ٹریگر نہیں دبا سکے گا۔"

شوبر کا دماغ لبوڈا اور الپا کی کشمکش میں الجھ گیا۔ دونوں خیال خوانی کا زور لگا کر اپنا مقصد پورا کرنا چاہتے تھے۔ کبھی یوں لگتا تھا جیسے گولی چل جائے گی اور کبھی ریوالور کا رخ دوسری طرف ہوجاتا تھا۔ ایسے ہی وقت علی نے آکر اس کے ریوالور پر ٹھوکر ماری۔ پھر گھوم کر دوسری طرف ٹھوکر منہ پر رسید کردی۔ ریوالور ایک طرف گیا وہ دوسری طرف جا کر دیوار سے ٹکرا گیا۔ جیسی گیند دیوار سے ٹکرا کر واپس آتی ہے۔ ویسے ہی وہ آیا۔ آتے ہی کراٹے کا ہاتھ مارنا چاہتا تھا' علی نے ہاتھ پکڑ کر موڑ دیا۔

الپا شوبر کے اندر تھی۔ اسے یوں لگا جیسے شوبر کا ہاتھ آہنی شکنجے میں آگیا ہو۔ جان لبوڈا اس کے اندر رہ کر زور لگا رہا تھا۔ گویا شوبر اور لبوڈا کی دگنی طاقت استعمال ہورہی تھی اس کے باوجود آہنی شکنجے میں مڑا ہوا ہاتھ سیدھا نہیں ہورہا تھا۔

علی نے کہا "شوبر! میں نہیں جانتا کہ یہ مسٹر جان نویل کون ہیں لیکن تم انہیں کمزور بنا کر کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ان کے دماغ میں گھسانا چاہتے ہو تو اس کا مطلب ہے' مسٹر جان نویل میرے ملک کی اہم ترین شخصیت ہیں۔ میرے جیتے جی کوئی میرے وطن کے کسی بھی اہم یا معمولی شخص کو بھی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔"

یہ کہتے ہی اس نے مڑے ہوئے ہاتھ کو ایک جھٹکا دیا۔ شوبر کے حلق سے ایک زوردار چیخ نکلی۔ اس کے ہاتھ کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔

الپا چونک کر اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ بے اختیار اپنے ہاتھ کو یوں سہلانے لگی جیسے شہ زور نے اس کا ہاتھ موڑا ہو۔ دل کی دھک دھک کہہ رہی تھی "چھوڑ میری نازک کلائی" پھر وہ اپنی کلائی کو دیکھ کر اسے سہلاتے ہوئے سوچ رہی تھی "ابھی تو یہ آزاد ہے۔ اس نے پکڑا نہیں ہے۔ جکڑا نہیں ہے۔ یہ تو احساس ہے جس نے جکڑ لیا ہے۔"

ادھر علی نے اس کا ہاتھ توڑ کر دھکا دیتے ہوئے اسے جان نویل کے قدموں میں گرا دیا پھر کہا "سر! میں نے اسے توڑ دیا ہے۔ مگر آپ ہوشیار رہیں۔ اس کے دماغ میں کوئی دشمن چھپا ہوا ہے۔"

جان نویل نے قریب آکر اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر پوچھا "جوان! تم کون ہو؟"

"میرا نام کارمن ہیرالڈ ہے۔ میں راجر موس کا داماد ہوں۔"

اس نے حیرانی اور خوشی سے دیکھا پھر اسے گلے لگاتے ہوئے کہا "تم مسٹر موس کے داماد ہو تو پھر میرے بھی بیٹے ہو۔"

علی نے گلے لگنے کے بعد اسے ایک طرف دھکا دیا۔ اسی لمحے ٹھائیں کی آواز کے ساتھ ایک گولی ان کے درمیان سے گزر گئی۔ علی نے گھوم کر لات ماری۔ ریوالور پھر ایک بار شوبر کے ہاتھ سے نکل کر دور چلا گیا۔ جان لبوڈا' شوبر کی تکلیف کے باوجود اسے گھسیٹ کر فرش پر پڑے ہوئے ریوالور کی طرف لے جانے لگا۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

علی نے ریوالور اٹھا کر جان نویل سے کہا "ابھی میں نے کہا تھا کہ اس کا ہاتھ توڑ دیا ہے لیکن کوئی دشمن اس کے اندر ہے۔ اس نے ہمیں غافل سمجھ کر گولی چلائی تھی۔ اب میں اسے گولی ماروں گا تو دشمن اس کے دماغ میں نہیں رہ سکے گا۔"

یہ کہتے ہی اس نے شوہر کو گولی ماردی۔ جان لبوڈا کا محاذ ختم ہوگیا۔ اب وہ جان نویل کو نقصان پہنچا کر اُس کے دماغ میں نہیں جا سکتا تھا۔ اس لئے گولڈن برین راجر موس کی طرف گیا تاکہ کارمن سے انتقام لینے کے لئے اس کے سسر کے دماغ میں اپنے آلۂ کاروں کے ذریعے جگہ بنانے کی کوشش کرے۔

ادھر الپا پھر شوہر کے پاس آئی تھی اور اسے گولی لگتے ہی اپنی جگہ حاضر ہوگئی تھی۔ اب وہاں کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ پتا نہیں اپنے اندر کیا ہوگیا تھا کہ وہ پھر اس کی آواز اور پتھر جیسا لہجہ سننا چاہتی تھی۔

اس نے ریسیور اٹھا کر جان نویل کے نمبر ڈائل کئے۔ دوسری طرف جان نویل نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو کون ہے؟"

"سر! میں الپا ہوں۔ کوڈ نمبر اے ایل اے ڈبل ون ہے۔"

"ہاں بولو۔ خیریت ہے؟"

"جی ہاں۔ تھوڑی دیر پہلے میں اس قاتل کے دماغ میں تھی جو اب مقتول ہوگیا ہے۔ آپ کی حفاظت کرنے والا جوان شاید کارمن ہیرالڈ ہے۔ مجھے اس کا موبائل نمبر چاہئے تاکہ میں اُس کی ذہانت اور دلیری سے کام لے سکوں۔"

جان نویل نے علی سے کہا "ہماری ایک خیال خوانی کرنے والی الپا کا فون ہے۔ تم اپنا موبائل فون نمبر بتاؤ۔"

علی نے نمبر بتائے۔ جان نویل نے وہ نمبر الپا کو بتا دیئے۔ علی نے کہا "مجھے مس الپا کے کوڈ نمبرز معلوم ہونے چاہئیں۔"

الپا نے فون کے ذریعے کہا "کوڈ نمبرز نہیں کوڈ ورڈز بتا رہی ہوں اور وہ یہ ہیں۔ محبت کے ایک چراغ سے دوسرا چراغ روشن ہوتا ہے۔"

جان نویل نے ہنستے ہوئے کہا "بھئی جوانوں کے کوڈ ورڈز ایسے ہی ہوتے ہیں۔"

اس نے علی کو کوڈ ورڈز سنائے۔ پھر ریسیور دیا۔ وہ ریسیور کان سے لگا کر پتھر جیسے لہجے میں بولا "مجھے یہ کوڈ ورڈز پسند نہیں ہیں۔ جب بھی مجھ سے رابطہ کرو تو یہ کہو "محبت کو بھول جاؤ فرض کو یاد رکھو۔"

وہ بولی "چلو فرض ہی سہی۔ رابطے کا کوئی تو بہانہ رہے گا۔ یہ بتاؤ ابھی تمہارے لئے کیا کر سکتی ہوں۔"

"مسٹر راجر موس کی خیریت معلوم کرو۔"

وہ گئی۔ پھر چند سیکنڈ بعد آکر بولی "بری خبر ہے۔ تمہاری ساس یعنی راجر موس کی بیوی کو دشمنوں نے مار ڈالا ہے اور بنگلے کے اندر وہ راجر موس کو ڈھونڈتے پھر رہے ہیں۔"

"اوہ گاڈ! میں اتنی دور ہوں، فوراً ہی پہنچ نہیں سکتا۔ میں کیا کروں؟"

"کارمن! صرف دس منٹ کی ڈرائیو پر فوجی چھاؤنی ہے۔ وہاں چلو۔ میں تمہارے لئے ایک ہیلی کاپٹر تیار رکھوں گا۔"

وہ جان نویل سے رخصت ہو کر دس منٹ میں فوجی چھاؤنی پہنچا پھر ہیلی کاپٹر میں سوار ہو کر چالیس منٹ میں تل ابیب پہنچ گیا۔ وہ جانتا تھا کہ راجر موس اپنی خواب گاہ کے پیچھے ایک خفیہ کمرے میں چھپا ہوگا اور دشمن اسے تلاش کرنے میں ناکام رہے ہوں گے۔

جب وہ راجر موس کی بنگلے کے سامنے پہنچا تو فوجی جوان محاذ بنائے ہوئے تھے۔ الپا نے ایک فوجی افسر سے علی کا تعارف کرایا۔ افسر نے کہا۔ "مسٹر کارمن! پتا نہیں آپ کے فادر اِن لا کہاں ہیں لیکن بنگلے کے اندر دشمنوں نے مورچا بنا رکھا ہے۔"

علی نے انجان بن کر پوچھا "کیا آنسو گیس کے ذریعے دشمنوں کو باہر آنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا؟"

"ہم ایسا کر سکتے ہیں لیکن میجر یارڈلے .... کا حکم ہے کہ ہم ایسا نہ کریں۔ کسی دوسری تدبیر سے دشمنوں کو باہر نکالیں۔"

"کیا ہمارے خیال خوانی کرنے والے اس سلسلے میں کچھ نہیں کر سکتے؟"

"بنگلے کے اندر جو دشمن ہیں، انہوں نے زبانیں بند رکھی ہیں۔ گونگے بن گئے ہیں۔ ہمارے خیال خوانی کرنے والے ان کے دماغوں میں نہیں پہنچ سکیں گے۔"

الپا نے دماغ میں آکر کوڈ ورڈز ادا کئے "محبت کو بھول جاؤ۔ فرض کو یاد رکھو۔"

علی نے کہا "دماغ میں نہیں، فون پر آؤ۔"

یہ کہتے ہی اس نے سانس روک لی۔ وہ باہر نکل گئی۔ تھوڑی دیر بعد موبائل فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ علی نے فون ریسیور کو کان سے لگایا۔ وہ بولی "اگر دماغ میں رہنے دیتے تو کیا بھیجا کھا لیتی! ایسی بھی کیا بے رخی ہے۔"

"کام کی باتیں کرو۔"

"میں معلوم کر چکی ہوں مسٹر راجر موس خیریت سے ہیں۔"

"تم نے کیسے معلوم کیا؟"

"یہ ایک سرکاری راز ہے۔ میں نہیں بتاؤں گی۔"

"اس کا مطلب ہے میرے سسر کی بھی بہت زیادہ سرکاری اہمیت ہے۔ یہ بتاؤ۔ بنگلے کے سامنے والے دروازے کو بلاسٹ کیا جائے تو مسٹر راجر موس کو نقصان پہنچے گا؟"

"نہیں، وہ محفوظ رہیں گے۔"

"تمہارے اس یقین سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسٹر موس اسی بنگلے کے اندر ہیں مگر کسی محفوظ گوشے میں ہیں۔"

"تم بہت چالاک ہو، باتوں کی ہیرا پھیری سے بہت کچھ معلوم کر لیتے ہو۔"

"کیا فوجی چھاؤنی سے ایک درجن کتے آ سکتے ہیں؟"

"ضرور آ سکتے ہیں۔"

"انہیں فوراً یہاں لانے کی کوشش کرو۔"

آدھے گھنٹے میں ایک درجن کتے آ گئے۔ کتوں کے دو ٹرینرز بھی تھے علی نے ایک آفیسر سے کہا "ہینڈ گرینیڈ سے وہ سامنے والا دروازہ توڑ دو۔"

افسر نے اعتراض کیا۔ الپا نے کہا "میجر یارڈلے کا حکم ہے کہ مسٹر کارمن کے ہر حکم کی تعمیل کی جائے۔"

افسر نے ایک کم قوت کا بم بنگلے کے دروازے کے سامنے پھینکا ایک دھماکے کے ساتھ دروازہ ٹوٹ گیا۔ لبوڈا کے آلۂ کار اندر سے فائرنگ کرنے لگے۔ علی نے جوابی فائرنگ سے منع کر دیا۔ ادھر خاموشی رہی تو ادھر سے بھی فائرنگ بند ہوگئی۔ تب علی کے حکم کے مطابق دونوں ٹرینروں نے اپنے کتوں کو بنگلے کے اندر جانے کا سگنل دیا وہ ایک درجن کتے تیزی سے دوڑ کر بھونکتے ہوئے اندر جانے لگے۔ اندر سے فائرنگ ہونے لگی۔

فائرنگ کے نتیجے میں دو چار کتے گولیاں کھا کر گرے، باقی اندر پہنچ گئے۔ فائرنگ کرنے والوں کی چیخیں سنائی دینے لگیں۔ وہ جان بچانے اور کتوں سے پیچھا چھڑانے کے لئے باہر آنے لگے اور گولیاں کھا کر گرنے لگے۔ چند منٹوں میں میدان صاف ہوگیا۔

الپا نے خیال خوانی کے ذریعے راجر موس کو بتایا "خطرہ ٹل گیا ہے۔ اس سے پہلے کہ کوئی بنگلے کے اندر آئے آپ خفیہ کمرے سے نکل آئیں۔"

جب وہ خفیہ کمرے سے خواب گاہ میں آیا تو مکان کے مختلف حصوں میں فوجی بوٹوں کی چاپ سنائی دے رہی تھی۔ اس نے بلند آواز میں کہا "میں یہاں خیریت سے ہوں۔ کوئی گولی نہ چلائے۔"

خواب گاہ میں سب سے پہلے علی آیا۔ راجر موس نے اسے گلے لگا کر کہا "کارمن بیٹے! تم نے ایسے ایسے کارنامے انجام دیئے ہیں کہ میرا سر فخر سے اونچا ہوگیا ہے۔ تمہیں جلد ہی ایک ایسے عہدے پر فائز کیا جائے گا جس کے متعلق تم کبھی سوچ بھی نہیں سکتے۔"

مختلف شہروں سے خیال خوانی کے ذریعے راجر موس کو اطلاع ملنے لگی کہ تمام گولڈن برینز خیریت سے ہیں اور ایک گولڈن برین ایڈگر کو حراست میں لے لیا گیا ہے۔

لیلیٰ نے میرے پاس آکر کہا "علی ہوا کی رفتار سے بھی زیادہ فاسٹ ہے۔ اس نے تمام گولڈن برینز کے دل و دماغ کو تسخیر کر لیا ہے۔ بہت جلد اسے ایڈگر کی جگہ گولڈن برین بنا دیا جائے گا۔"

میں نے کہا "یہ خوش خبری اس کی سونیا مما کو سناؤ۔"

وہ سونیا کے پاس آئی۔ اس نے کہا "لیلیٰ! خاموشی سے مجھے دیکھو اور چلی جاؤ۔ پھر چھ ماہ تک مجھ سے کوئی رابطہ نہ رکھے۔"

وہ باباصاحب کے ادارے میں تھی۔ اس ادارے میں بابا فرید واسطی مرحوم کا ایک حجرہ تھا۔ جہاں وہ زندگی کا بیشتر حصہ عبادت میں گزار کر گئے تھے۔ ان کی وفات کے بعد وہ حجرہ مقفل رہتا تھا۔ وہاں صرف دو ہی ہستیاں جاتی تھیں۔ جناب علی اسد اللہ تبریزی اسے کھول کر اپنی نگرانی میں صفائی کراتے تھے پھر اسے مقفل کر دیتے تھے۔ دوسری ہستی سونیا تھی جو وہاں قدم رکھ سکتی تھی۔

وہ حجرے کا قفل کھول کر وہاں کی صفائی کر رہی تھی۔ باباصاحب کے مزار سے اگربتی کا خوشبودار دھواں فضا میں پھیل رہا تھا۔

باباصاحب نے اپنی تعلیمات میں کہا تھا۔ مسلمان اور باایمان رہنے کے لئے صرف اپنی نیت نیک رکھو۔ ہماری دنیا میں بہت کم لوگ ہیں جو ہر پہلو سے اپنی نیت صاف رکھتے ہیں۔ ایسے بھی لوگ ہیں جو اپنی ہی نیت کی خرابی کو سمجھنا نہیں چاہتے۔

ایسے بھی لوگ ہیں جو ایک برائی کرتے ہیں۔ پھر ایک بھلائی کرتے ہیں۔ پھر ایک برائی کرتے ہیں۔ پھر ایک بھلائی کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ حساب برابر ہوتا جا رہا ہے۔ وہ غلطی پر ہیں اگر یہ سمجھتے ہیں کہ آخرت میں پکڑ نہیں ہوگی۔

حجرے کی صفائی کرتے وقت سونیا کو بابا مرحوم کی بہت سی باتیں یاد آ رہی تھیں۔ انہوں نے آخری وقت سونیا سے کہا تھا "بیٹی! تیری نیک نیتی بے مثال ہے۔ خدائے واحد پر تیرا ایمان مستحکم ہے۔ اتنا مستحکم کہ تو بندوں سے کچھ نہیں مانگتی۔ اپنی ذات کو اور اپنی خواہشات کو خدا کی رضا پر چھوڑ دیتی ہے۔

اس لئے تیری وہ خواہشیں بھی پوری ہوں گی جو ادھوری رہ گئی ہیں۔

تجھے تیرا بے وفا محبوب ایک دن جیون ساتھی کی حیثیت سے ملے گا۔

جب تو منکوحہ بن جائے گی تو میرے حجرے میں دوبارہ آئے گی، ایک بار چھ ماہ کے لئے۔ دوسری بار چھ دن کے لئے۔

اور جب چھ دنوں کے لئے آئے گی تو وہ تیری زندگی کے آخری دن ہوں گے۔

سونیا نے صفائی کے بعد وضو کیا۔ پھر اس جگہ نماز کے لئے کھڑی ہوگئی جہاں بابا مرحوم نماز پڑھا کرتے تھے۔

انہوں نے فرمایا تھا۔ تو چھ ماہ تک میرے حجرے میں تنہا رہے گی۔ کوئی تجھ سے ملاقات کے لئے نہیں آئے گا۔ تو خود پکائے گی اور کھائے گی۔ حتیٰ کہ چھ ماہ کے آخری ایام میں اس وقت بھی کسی کو آنے کی اجازت نہیں ہوگی جب تو دردِ زہ میں مبتلا رہے گی۔

اور تو اس وقت بھی تنہا رہے گی جب ایک بچے کو جنم دے گی۔

خدا کہتا ہے "کن" اور سب کچھ ہو جاتا ہے۔

اور خدا عالم الغیب ہے۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

جان لمبوڈا کو آزادی اور خود مختاری حاصل تھی۔ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنے ملک کے پیچیدہ مسائل حل کرتا آرہا تھا۔ وہاں کے اعلیٰ حکام اور سپرماسٹر ہولی مین وغیرہ اس پر اندھا دھند اعتماد کرتے تھے۔ حب الوطنی اور فرض شناسی کے پیشِ نظر وہ واقعی قابلِ اعتماد تھا۔

جن دنوں ٹرانسفارمر مشین موجود تھی اور علی تیمور نے اسے تباہ نہیں کیا تھا' اُن دنوں جان لمبوڈا نے ایک نوجوان کے لئے سفارش کی تھی کہ اسے بھی ٹرانسفارمر مشین سے گزار کر ٹیلی پیتھی کا علم سکھایا جائے۔ اس کا نام بی جی تھربال تھا' پورا نام بین جین تھربال تھا۔ وہ اسے مختصر کرکے بی جی تھربال لکھتا تھا۔

تھربال کو مختلف آزمائشی مراحل سے گزارا گیا تھا۔ ملٹری ٹرینگ سینٹر میں اسے ہر طرح کی تربیت دی گئی تھی۔ وہ جان لمبوڈا اور سپرماسٹر ہولی مین کا وفادار تھا۔ دونوں نے بڑی رازداری سے بی جی تھربال کو ٹیلی پیتھی کا علم دیا تھا۔ ٹاپ سیکرٹ فائلوں میں بھی اس کا نام اور ریکارڈ نہیں رکھا تھا۔

وہ اب تک یہی دیکھتے آرہے تھے کہ میں ان کے خفیہ ریکارڈز کے ذریعے ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے نام جان لیا کرتا ہوں' اس لئے انہوں نے بی جی تھربال کو آف دی ریکارڈ رکھا تھا۔ اس کی ڈیوٹی صرف ایک تھی' صرف ایک کہ وہ مجھے تلاش کرے۔ کسی جگہ بھی میری موجودگی کا ہر پہلو سے یقین کرے اور جب یقین ہوجائے کہ میں نظروں میں آگیا ہوں اور درمیان میں کوئی دیوار نہیں ہے تو وہ مجھے قتل کردے۔

اور جب تک مجھے قتل نہ کرے' یہ ظاہر نہ کرے کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے' اس کا نام بی جی تھربال ہے اور اس کا تعلق جان لمبوڈا اور سپرماسٹر سے ہے۔

جب علی تیمور نے اس ٹرانسفارمر مشین کو تباہ کیا تو تھربال نے لمبوڈا سے کہا "مجھے اجازت دی جائے' میں علی تیمور کو قتل کروں گا وہ رشی گن کے آس پاس کہیں ہوگا۔"

لمبوڈا نے کہا "اسے ہمارے تمام جاسوسی اور پولیس والے تلاش کررہے ہیں' تمہیں صرف فرہاد کی موت بنایا گیا ہے' تم اسے تلاش کرو۔"

دشمن بڑی مشکلوں سے سراغ لگاتے ہیں کہ میں کس ملک اور کس شہر میں ہوں۔ سراغ لگانے کے بعد بھی یقین نہیں ہوتا تھا کہ وہ میں ہوں' اسے میری ڈمی سمجھا جاتا تھا۔ جب میں سونیا کے ساتھ تل ابیب میں تھا' تب بھی وہ تصدیق نہ کرسکے۔ سونیا سے میرا نکاح پڑھایا گیا تب بھی انہیں یقین نہیں تھا کہ ہم دلہا دلہن ایک ہی شہر اور ایک ہی گھر میں ہیں یا اور کہیں ہیں۔

بی جی تھربال میری بو سونگھتا پھر رہا تھا اور مجھے اس کے وجود کی خبر نہیں تھی۔ وہ کبھی امریکا سے اسرائیل پھر اسرائیل سے فرانس جاتا رہا' جہاں میری موجودگی کی اطلاع ملتی وہاں پہنچ جاتا تھا۔

پھر ایک غلط اطلاع ملی کہ میں بلغاریہ میں ہوں' اس نے وہاں پہنچ کر فرمونا آندروف کو دیکھا تھا۔

وہ پہلے ہی اپنا یہ طریقۂ کار طے کرچکا تھا کہ مجھے حسین ترین عورتوں کے ذریعے پھانسے گا۔ سپرماسٹر نے اس طریقۂ کار پر اعتراض کرتے ہوئے کہا "فرہاد عمر کے لحاظ سے بدل چکا ہے۔ پہلے جیسا عیاش نہیں ہے۔ تمہاری کوئی آلۂ کار حسینہ اسے سحرزدہ نہیں کرسکے گی۔"

تھربال نے کہا "آدمی کی عمر جتنی گزرتی جاتی ہے' وہ اتنا ہی ہوس پرست ہوتا جاتا ہے۔ فرہاد کے دو جوان بیٹے ہیں۔ اس لئے اب وہ جو کچھ کرتا ہوگا' چھپ کر کرتا ہوگا۔"

"یہ تمہاری قیاس آرائی ہے۔"

"وہ پارسا بن گیا ہوگا تب بھی بدنام ہوگا اور جو حسینہ اسے بدنام کرے گی' وہ حسن وشباب کے اعتبار سے غیر معمولی کشش رکھتی ہوگی۔ فرہاد اسے دیکھ کر توبہ توڑ دے گا۔"

تھربال ایسی ہی کسی جادوگر حسینہ کی تلاش میں تھا۔ اس نے چند حسین ترین لڑکیوں کو آلۂ کار بنا رکھا تھا۔ وہ ایسی لڑکیاں تھیں جن کے سامنے مقابلۂ حسن میں اول آنے والیاں پانی بھرتی نظر آتیں۔ پھر جب اسے فرمونا آندروف نظر آئی تو تھربال کی پچھلی منتخب لڑکیاں بھی فرمونا کے حسن کے آگے بجھ کر رہ گئیں۔

وہ سوچ ہی رہا تھا کہ فرمونا کو آلۂ کار بنائے۔ ایسے ہی وقت لمبوڈا نے آکر کہا "فرہاد پاکستان میں ہے۔"

"مسٹر لمبوڈا! کیا تم نے تصدیق کی ہے؟"

"ہاں' وہ پچھلے کئی دنوں سے پاکستان کے ایک شہر لاہور میں تھا' آج کل پشاور میں ہے۔"

"آپ نے یہ معلومات کیسے حاصل کی ہیں؟"

"ہمارا ایک بہت ہی چالاک جاسوس راجر ہڈ اسلام آباد میں ہے۔ اس نے علاقہ غیر کے ایک پولیٹیکل ایجنٹ سے فون پر گفتگو کی تھی۔ میں نے اس پولیٹیکل ایجنٹ کے دماغ میں جاکر معلوم کیا کہ کافور خان کی حویلی میں ایک ارسلان نامی مہمان آیا تھا۔ وہ کچھ پُراسرار سا ہے۔ کافور خان کی حویلی اور کروڑوں روپے کے زیورات اور اسلحہ تباہ ہوگیا ہے۔ میں فون کے ذریعے کافور خان کے پاس پہنچ گیا تھا۔ تم میرے دماغ میں آؤ۔ میں تمہیں اس کے پاس پہنچا دوں گا۔"

بی جی تھربال نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ جان لمبوڈا کے دماغ میں آیا۔ لمبوڈا نے اسے کافور خان کے دماغ میں پہنچا دیا۔ اس کے تمام خیالات پڑھنے کے بعد تھربال نے ایک فرانسیسی شخص جوزف کو اپنا آلۂ کار بنا کر کافور خان کے پاس بھیجا۔ پھر اس سے اور بہرام خان سے دوستی کی۔ ان کے دماغوں کو لاک کیا تاکہ میں ان کے دماغوں میں آکر پھر انہیں تباہ نہ کروں اور ان کے اندر چھپ کر تھربال کی آواز نہ سن سکوں۔

جس رات تھربال نے ان کے دماغوں کو لاک کیا تھا۔ اس کی ج ان کی بہن مرجینا مجھ سے ملنے پشاور آرہی تھی۔ اس کے بھائی نے مرجینا کی آواز کا کیسٹ سنایا۔ جسے سن کر تھربال مرجینا کے دماغ ں آیا۔ اس لڑکی نے سانس روک لی۔ تب تھربال نے اندازہ لگایا ہ میں نے مرجینا کے دماغ کو لاک کیا ہے۔

وہ میری آواز اور لہجہ اختیار کرکے اس کے دماغ میں گیا تو اس نے سانس نہیں روکی۔ اس طرح پختہ یقین ہوگیا کہ میں مرجینا سے ھیل رہا ہوں' اس کے ذریعے اس کے بھائیوں کی دولت اور جاگیر و تباہ کررہا ہوں اور اب پشاور کے ایک ریسٹ ہاؤس میں مرجینا ے ملاقات کرنے والا ہوں۔

وہاں میری موجودگی کا مکمل یقین کرنے کے بعد تھربال نے نوں بھائیوں کو غیرت دلا کر ریسٹ ہاؤس کا محاصرہ کرایا تھا۔ اس ں شبہ نہیں کہ وہ مجھے قتل کرنے کے لئے زبردست چال چل چکا ا لیکن جسے خدا رکھے اسے کون چکھے کے مصداق میں وہاں سے ندہ سلامت نکل آیا تھا۔

اس دوران تھربال بلغاریہ کے ایک شہر ورنا میں تھا اور وہاں رمونا آندروف کو اپنی معمولہ بنا چکا تھا۔ اس نے فرمونا کو بڑی بڑی شکلات سے نکالا تھا۔ اس کے باپ کے قاتلوں سے انتقام لیا تھا۔ ں کا دل جیت لیا تھا۔ اس قدر فرشتہ بننے کے بعد وہ شیطان بن رہا ا اس کی عزت سے کھیلنا چاہتا تھا۔ وہ عاجزی سے بولی "میں ایسی ی نہیں ہوں۔ بے حیائی سے پہلے جان دے سکتی ہوں۔ تم ایک فرشتے سے شیطان بن رہے ہو' آخر تم کون ہو؟"

"میں تمہارا سچا عاشق ہوں۔"

"عاشق ہو تو اپنا نام بتاؤ۔"

"میرا نام ساری نہیں تو آدھی دنیا جانتی ہے' میں فرہاد علی در ہوں۔"

تھربال زبردست مکار تھا۔ میرا نام اور میری شخصیت اختیار رہا تھا' اس نے فرمونا سے کہا "تم چوبیس گھنٹے کے اندر یہ شہر ڑ دوگی اور پاکستان کے ایک شہر پشاور جاؤگی۔ وہاں ایک ایسا پیتھی جاننے والا دشمن ہے جسے تمہارے ذریعے قابو میں کروں ۔"

وہ بولی "میں تمہارے ضرور کام آؤں گی لیکن میری ایک بات لو' مجھ سے شادی کرلو' میری عزت کے دشمن نہ بنو۔"

وہ بولا "فرہاد کو جو کھانا ہوٹل میں مل جاتا ہے' اسے وہ گھر میں ر نہیں کھاتا۔ مجھ سے شادی کی بات نہ کرو۔"

وہ ڈمی فرہاد جسے میں فرہاد تو کہوں گا' بہت مکار تھا۔ وہ فرمونا کو ا یہ کہہ کر پریشان کررہا تھا کہ ایک ہفتہ بعد اس کی عزت سے ر کھیلے گا۔ جبکہ وہ ایسا کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اسے میرے ریکارڈز ذریعے معلوم ہوا تھا کہ میں ایسی کسی حسینہ کی طرف مائل نہیں ا جسے پہلے ہی کوئی ہاتھ لگا چکا ہو۔ اس لئے وہ مجھے ٹریپ کرنے کے لئے فرمونا کو ہاتھ نہیں لگا رہا تھا۔ صرف اسے دھمکی دے رہا تھا۔

فرمونا نے کہا "تمہیں ایسا شیطانی علم حاصل ہے جس کے ذریعے میرے دماغ کو اپنے بس میں کرلیتے ہو اور میں اپنے بس میں نہیں رہتی۔ میں اپنا ملک چھوڑنا نہیں چاہتی لیکن تم چھڑا دوگے۔"

"جب اچھی طرح جان گئی ہو کہ میرے اشاروں پر ناچتے رہنا ہے تو پھر پاکستان جانے کے لئے تیار ہوجاؤ۔"

"میں جاؤں گی' مگر دل سے تمہارا کوئی کام نہیں کروں گی۔ مجھے موقع ملے گا تو میں تمہارا بنتا ہوا کام بگاڑ دوں گی۔"

"کیا تم اتنی خوب صورت زندگی سے محروم ہونا چاہتی ہو؟"

"جب تم میری عزت چھین لوگے تو بے حیا زندگی جی کر کیا کروں گی؟"

"تم میرے کام آتی رہوگی تو میں تمہیں ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔"

"سچ کہہ رہے ہو؟"

"میں جھوٹ بھی کہوں گا تو کیا بگاڑ لوگی؟ بہتر ہے' مجھ پر بھروسا کرو اور میرا کام کرتی رہو۔"

دوسرے دن وہ بلغاریہ سے پاکستان کے لئے روانہ ہوئی۔ سفر کے دوران اس نے مخاطب کیا "فرہاد! کیا تم موجود ہو؟"

اسے جواب نہیں ملا۔ اس نے دوسری بار آواز دی پھر یقین ہوگیا کہ فرہاد تو موجود نہیں ہے۔ وہ سیفٹی بیلٹ کھول کر آرام سے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر سوچنے لگی "فرہاد سے کیسے نجات حاصل کروں؟"

طیارہ زمین پر تھا نہ آسمان پر۔ اسے اطمینان حاصل ہو رہا تھا کہ وہ فرہاد اس کا پیچھا کرتا ہوا زمین اور آسمان کے درمیان طیارے میں نہیں آسکے گا۔ شاید خیال خوانی کی لہریں بھی اتنی بلندی پر نہیں آتی ہوں گی۔ خدا کرے ایسا ہی ہو اور وہ سفر کے دوران اس سے دور رہے۔

وہ اس سے دور رہنے اور ہمیشہ کے لئے نجات حاصل کرنے کے متعلق سوچتی رہی۔ جب انسان اپنی مدد آپ نہ کرسکے تو وہ دوسروں کا سہارا ڈھونڈتا ہے۔ اس نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے مسافر کو دیکھا' وہ مسکراتے ہوئے بولا "میرا نام رابرٹ ہے' میں پیرس سے آرہا ہوں۔"

اس نے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ وہ مصافحہ کرتے ہوئے بولی "میں فرمونا آندروف ہوں۔ پاکستان جارہی ہوں۔"

"میں بھی اسلام آباد جارہا ہوں۔ صوبہ سرحد کے پار جو علاقہ غیر ہے اس کی تاریخ کے پس منظر میں موجودہ دور کے حقائق لکھنا چاہتا ہوں۔"

وہ بولی "میرا خیال ہے کسی بھی علاقہ کے متعلق بہت زیادہ سچی باتیں نہیں لکھنی چاہئیں۔ وہاں کے باشندوں کے دلوں کو ٹھیس پہنچتی ہے۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"یہ درست ہے لیکن سچ لکھنے سے وہاں کے حسّاس اور غیرت مند لوگ اپنے گمراہ لوگوں کی اصلاح کرتے ہیں اور ایسے قواعد اور قوانین بناتے ہیں جن پر عمل کر کے جرائم سے پاک معاشرہ قائم کرتے ہیں۔ بائی دی وے، تم کیا کرتی ہو؟"

"میں؟ میں کچھ بھی نہیں ہوں۔ کچھ نہیں کرتی ہوں۔ اپنے اختیار میں نہیں رہتی اس لئے اپنی زندگی نہیں گزار رہی ہوں۔ میری زندگی کوئی اور گزار رہا ہے۔"

"تم کوئی فلسفہ بیان کر رہی ہو؟"

"نہیں، یہ میری حقیقت ہے۔"

"اس حقیقت کی وضاحت کرو، تاکہ کچھ سمجھ سکوں۔"

"کیا تم ٹیلی پیتھی کے متعلق کچھ جانتے ہو؟"

"میرا خیال ہے، میں بہت کچھ جانتا ہوں۔"

"کیا تم نے فرہاد علی تیمور کا نام سنا ہے؟"

"کئی بار سنا ہے۔"

"وہ کم بخت فرہاد مجھے کٹھ پتلی بنا رہا ہے۔ جب چاہتا ہے، میرے دماغ پر قبضہ جما لیتا ہے۔ میں خود مختار نہیں رہ پاتی۔ اس کے اختیار میں رہنے لگتی ہوں۔ اس وقت بھی اُس کے حکم کے مطابق سفر کر رہی ہوں۔"

"کیا ابھی وہ تمہارے دماغ میں ہے؟"

"اگر ہوتا تو میں اس کے خلاف بول نہ پاتی۔ میں سوچتے سوچتے تھک گئی ہوں، اس سے نجات پانے کے تدبیر سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔ کیا تم میری مدد کر سکتے ہو؟"

وہ کچھ دیر سوچتا رہا پھر بولا "وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا بعد میں تمہارے خیالات پڑھ کر معلوم کر لے گا کہ میں اس کے خلاف تمہاری مدد کر رہا ہوں۔ پھر وہ میرا دشمن بن جائے گا۔ مجھے بھی ذہنی طور پر اپنا غلام بنا لے گا۔"

"ہاں یہ بڑی مشکل ہے۔ میں تمہارے تعاون کو چھپانا چاہوں تب بھی وہ پڑھ لے گا۔ دنیا کا کوئی شخص مجھے اس شیطان فرہاد سے نجات نہیں دلا سکے گا، مجھے مر جانا چاہئے۔"

"وہ خودکشی کے ارادوں کو سنے گا تو تمہیں مرنے بھی نہیں دے گا۔"

"اسی لئے کہتی ہوں کہ میں اپنی زندگی نہیں گزار رہی ہوں، میری زندگی وہ گزار رہا ہے۔ یہ کیسی بد نصیبی ہے کہ میں مر بھی نہیں سکتی۔"

"تمہیں کوئی ایسا شخص نجات دلا سکتا ہے، جو ٹیلی پیتھی جانتا ہو کیونکہ لوہے کو لوہا ہی کاٹتا ہے۔"

"واقعی کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہی فرہاد کو منہ توڑ جواب دے گا۔ تم نے یہ بات کہہ کر میری آدھی پریشانی ختم کر دی ہے۔"

وہ خوش ہو رہی تھی پھر ایک دم سے مایوس ہو کر بولی "لیکن ایسا فرشتہ کہاں ملے گا؟ تم کسی کو جانتے ہو؟"

"میں جانتا نہیں ہوں لیکن سنا ہے، فرہاد ہمیشہ امریکیوں اور اسرائیلیوں سے جھگڑا کرتا رہتا ہے۔ ان دو ملکوں میں ضرور ٹیلی پیتھی جاننے والے رہتے ہوں گے جو فرہاد کو اپنے ملکوں سے بھگاتے ہوں گے۔"

وہ ناگواری سے بولی "بہت ہی ذلیل ہے، بڑی طاقتوں سے لڑ نہیں سکتا۔ اس لئے میرے دماغ پر حکومت کر رہا ہے۔"

"تمہیں فرہاد سے بہت نفرت ہے؟"

"شدید نفرت ہے اور شدید عداوت ہے۔ تم یہ بتاؤ کہ خیال خوانی کرنے والے تک کیسے پہنچا جا سکتا ہے؟"

"سوری، میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ ہم جن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے نام اور پتے نہیں جانتے ہیں ان کے دروازے تک کیسے پہنچ سکتے ہیں؟"

وہ سوچ میں ڈوب گئی۔ کہیں سے بچاؤ کا کوئی راستہ ڈھونڈ رہی تھی۔ کوئی راستہ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ رابرٹ نے کہا "تم بہت پریشان ہو، میرے بس میں ہوتا تو دشمن کو تمہاری زندگی سے بھگا کر تمہارا دل جیت لیتا۔ تم اتنی حسین ہو کہ میں جان کی بازی لگا سکتا ہوں لیکن جان دینے سے بھی تمہارا بھلا نہیں ہوگا۔"

وہ سوچتے ہوئے بولی "فرہاد مجھے پشاور جانے کے لئے اس وجہ سے مجبور کر رہا ہے کہ میرے ذریعے کسی دشمن کو پھانسنا چاہتا ہے۔ میرا دل کہتا ہے کہ فرہاد کا وہ دشمن بھی ٹیلی پیتھی جانتا ہوگا۔"

"بے شک جانتا ہوگا۔ اس لئے خود اس پر قابو پانے میں ناکام ہونے کے بعد تمہیں استعمال کر رہا ہے۔"

وہ چٹکی بجا کر بولی "پھر تو میں اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن سے دوستی کروں گی۔ وہ فرہاد کی دشمنی میں میری مدد ضرور کرے گا۔"

وہ پھر خوش ہونے لگی۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ اور چہرے پر تازگی آ گئی تھی۔ رابرٹ نے کہا "تم بار بار خوش ہوتی ہو اور بار بار مایوس ہو جاتی ہو۔ پہلے یقین کر لو کہ یہ خوشی قائم رہے گی اور اگر رہے گی تو کیسے رہے گی؟ تمہارا طریقۂ کار کیا ہوگا؟"

"میں جو بھی طریقۂ کار سوچوں گی وہ فرہاد خیال خوانی کے ذریعے معلوم کر لے گا۔ اس سے کچھ چھپانے کی کوشش کرنا حماقت ہے۔"

"پھر تو وہ تمہیں اپنے دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے سے دوستی نہیں کرنے دے گا۔"

"کوئی بات نہیں، وہ میرے دماغ پر قبضہ جما کر مجھ سے دشمنی کراتا رہے لیکن فرہاد کا دشمن بھی میرے چور خیالات پڑھ کر معلوم کر سکتا ہے کہ میں مجبور ہو کر اُس سے دشمنی کر رہی ہوں اور اس سے دوستی کرنا چاہتی ہوں۔"

"ہاں، فرہاد کا دشمن تمہاری مجبوریوں کو سمجھ لے گا۔ تم میرے اندازے سے زیادہ چالاک ہو۔"

وہ مسکرانے لگی، رابرٹ نے کہا "چالاک بھی ہو اور احسان فراموش بھی۔"

وہ تیور بدل کر بولی "یہ کیا کہہ رہے ہو؟"

"فرہاد نے تمہارے دشمنوں سے انتقام لیا۔ تمہارے باپ کے قاتل کو اور قاتل کا ساتھ دینے والوں کو چن چن کر قتل کیا۔ تمہیں اس کا احسان ماننا چاہئے۔ مگر تم اس سے دشمنی کا منصوبہ بنا رہی ہو۔"

"یو شٹ اپ۔ کسی کا احسان مند ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں اپنی عزت و آبرو کو داؤ پر لگا دوں۔"

"فرمونا، تم میری ملکیت ہو، تمہاری آبرو میری چٹکی میں ہے۔"

وہ حیرانی اور سراسیمگی سے رابرٹ کا منہ دیکھنے لگی۔ اس نے کہا "میں فرہاد ہوں، اور رابرٹ کی زبان سے بول رہا ہوں۔ تمہاری زبان سے تمہارے ارادے سن چکا ہوں۔ اب یہ سوچتی رہو کہ میں تمہارے ارادوں کو کس طرح ناکام بناؤں گا۔ میں جا رہا ہوں، پاکستان میں ملاقات ہوگی۔"

یہ بات ختم ہوتے ہی رابرٹ ایسے چونک گیا جیسے نیند سے ہڑبڑا کر اٹھا ہو۔ وہ دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام کر طیارے کے اندرونی ماحول کو دیکھنے لگا۔ فرمونا اسے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھ کر بولی "تم کچھ پریشان ہو؟"

"آں؟ ہاں! مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے میں بیٹھے بیٹھے سو گیا تھا اور نیند میں تم سے کچھ باتیں کر رہا تھا۔"

"بہتر ہے تم پھر نیند میں ڈوب جاؤ اور خواب میں مجھ سے باتیں کرتے رہو۔ میں فی الحال خاموش رہنا چاہتی ہوں۔"

وہ بری طرح مایوس ہو گئی تھی۔ اسے فرہاد پر غصہ آ رہا تھا کہ اس نے چالاکی سے رابرٹ کے دماغ میں رہ کر اُس کی تمام پلاننگ سن لی تھی۔ نہ بھی سنتا تو بعد میں خیال خوانی سے معلوم کر لیتا۔ غصہ اس بات پر آ رہا تھا کہ اس نے رابرٹ کے دماغ میں رہ کر اسے الّو بنایا تھا اور یہ سمجھا دیا تھا کہ اس کی کوئی چالاکی کام نہیں آئے گی اور کوئی اس کے کام نہیں آ سکے گا۔

اس نے مجبور ہو کر خود کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا۔ خاموشی سے سفر کرتی ہوئی کراچی آئی۔ وہاں سے اسلام آباد پہنچی۔ کراچی سے ایک خاتون اس کی ہم سفر رہی تھی۔ اس نے سفر کے دوران فرمونا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "تم بہت خاموش اور فکرمند ہو، کیا بات ہے؟"

وہ بولی "بات کیا بتاؤں؟ وہ تمہارے بھی دماغ میں ہوگا اور میری باتیں سنتا رہے گا۔"

"کون میرے دماغ میں رہے گا؟ کیا یہ کوئی ٹیلی پیتھی کا معاملہ ہے؟"

"ہاں، کیا تم اس سلسلے میں کچھ جانتی ہو؟"

"ہاں، مجھے یہ علم سیکھنے کا بڑا شوق تھا لیکن ہزار کوششوں کے باوجود نہ سیکھ سکی۔ میں نے سنا ہے کہ فرہاد علی تیمور اسلام آباد یا پشاور میں ہے۔ میں اسے تلاش کرنے جا رہی ہوں۔"

"کیا تم اس عیاش کی فین ہو؟"

"یہ کیا کہہ رہی ہو؟ کیا تم نہیں جانتیں کہ فرہاد کسی شریف عورت کو ہاتھ نہیں لگاتا ہے۔ ہو سکتا ہے ایسی عورتوں کی وجہ سے بدنام ہو رہا ہو جو خود ہی دیوانی ہو کر اُس کے پاس چلی آتی ہوں۔"

"تم بھی اس سے ملنے جا رہی ہو؟"

"میں دو بچوں کی ماں ہوں۔ میرا خاوند مجھ سے بہت محبت کرتا ہے اور مجھ پر اعتماد کرتا ہے، یہ باتیں فرہاد میرے دماغ میں پڑھے گا تو مجھے ضرور بہن بنائے گا۔"

"تمہاری اطلاع کے لئے عرض ہے کہ وہ میری عزت کا دشمن بنا ہوا ہے۔"

"میں نہیں مانتی۔"

"وہ میرے دماغ میں آتا ہے۔ ذرا انتظار کرو، وہ کسی بھی وقت آ سکتا ہے۔ پھر میں تمہیں اس کی اصلیت بتاؤں گی۔"

"یہ میری خوش نصیبی ہے کہ اسلام آباد پہنچنے سے پہلے ہی تمہارے ذریعے فرہاد صاحب سے گفتگو کروں گی۔"

"تم اسے دیکھے اور سمجھے بغیر اس کی عقیدت مند کیوں بن گئی ہو؟"

"محبت اور عقیدت کے لئے یہ بہت ہے کہ ہم دونوں شاہ کوٹ میں پیدا ہوئے تھے۔ ہم دونوں پاکستانی ہیں۔"

"اچھا تو وہ پاکستانی ہے۔ مجھے اپنے ملک میں بلایا ہے تاکہ خود امریکی اور اسرائیلی ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے محفوظ رہے۔"

خاتون نے ہنستے ہوئے کہا "تم فرہاد صاحب کے متعلق کچھ نہیں جانتی ہو یا پھر دشمنوں نے اس کے خلاف تمہیں بہکایا ہے۔ وہ ایسا ناقابلِ تسخیر ہے کہ دنیا کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اس سے دور بھاگتے ہیں۔"

تھربال نے خاتون کے دماغ میں کہا "لیکن اب فرہاد دنیا سے بھاگے گا۔"

خاتون نے ایک ہاتھ سے سر تھام کر خلاء میں تکتے ہوئے کہا "میرے دماغ میں کوئی بول رہا ہے۔"

فرمونا جلدی سے بولی "وہی فرہاد ہوگا۔"

"نہیں، یہ کوئی اور ہے۔ فرہاد کے خلاف بول رہا ہے۔"

"اگر اس کے خلاف بول رہا ہے تو میں اس سے دوستی کروں گی اسے کہو، میرے دماغ میں آئے۔"

وہ آ کر بولا "لو آ گیا، فرماؤ کیا فرماتی ہو؟"

"تم... تم تو وہی فرہاد ہو۔"

"ہاں، تمہارے لئے مصیبت ہوں۔ جب تک دشمنی سے سوچتی رہو گی، تمہارے اندر آتے جاتے تمہارا خون خشک کرتا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

رہوں گا۔"

خاتون نے پوچھا "تم زرد پڑ گئی ہو' کیا بات ہے؟؟"

تھرپال نے اس کے پاس آکر کہا "اے دو بچوں کی اماں! خاموش رہ۔ اس لڑکی سے بات نہ کر۔ ورنہ کھوپڑی الٹادوں گا۔"

وہ حیرانی سے بولی "فرہاد صاحب! میں آپ کی عقیدت مند ہوں' ہم دونوں کی جائے پیدائش......"

وہ بات کاٹ کر بولا "یو شٹ اپ۔ ایک ہی جگہ پیدا ہونے والے سب کے سب فرشتہ نہیں ہوجاتے۔ ساری دنیا جانتی ہے کہ میں عیاش اور بدکار ہوں' اس لڑکی کو اپنے مقصد کے لئے اس ملک میں لایا ہوں۔"

خاتون کا دل ٹوٹ گیا تھا۔ عقیدت سے بنایا ہوا فرہاد کا بت پاش پاش ہو رہا تھا۔ اس کے آنکھوں میں آنسو آگئے۔ وہ آنسو بھرے لہجے میں بولی "میرا دل نہیں مان رہا ہے کہ سفید سیاہ ہوگیا ہے اور فرشتہ' شیطان بن گیا ہے۔ خدا کے لئے کہہ دو کہ یہ مذاق ہے۔ تم ہی تمام پاکستانیوں کے آئیڈیل ہو۔ اگر تم جھوٹے ہو تو جھوٹی ہی تسلی دے دو۔"

"تم میرا اور اس لڑکی کا وقت ضائع کررہی ہو۔ دیکھو طیارہ اسلام آباد پہنچ گیا ہے۔ اسے اس کے حال پر چھوڑ دو۔ اس سے باتیں کروگی تو میں تمہارے بچوں کو مارڈالوں گا۔"

وہ گھبرا کر بولی "نہیں نہیں۔ ایسے ظالم نہ بنو۔ میرے بچوں کی طرف نہ جاؤ۔ میں وعدہ کرتی ہوں اس لڑکی سے باتیں کرنا تو کیا اسے دیکھنا بھی گوارا نہیں کروں گی۔"

وہ فرمونا سے مُنہ پھیر کر بیٹھ گئی۔ اس نے بات کی تو خاتون نے اپنے دونوں کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں۔ دونوں آنکھوں کو بند کرلیا۔ فرمونا سمجھ گئی کہ فرہاد اس خاتون کو بھی اس سے دور کررہا ہے۔ اسے کسی کا تعاون حاصل کرنے کا موقع نہیں دے رہا ہے۔

وہ تھرپال کے حکم کے مطابق اسلام آباد سے پشاور آگئی۔ اس نے اپنے ایک آلۂ کار کے ذریعے ریسٹ ہاؤس میں فرمونا کے قیام کا بندوبست کیا تھا۔ ان دنوں میرا رابطہ مرجینا سے تھا۔ اس لئے تھرپال فرمونا کو چھوڑ کر مرجینا کی تصویر کے ذریعے اس کے دماغ میں پہنچ گیا تھا جب یہ معلوم ہوا کہ وہ مجھ سے ملنے ریسٹ ہاؤس میں آرہی ہے تو اس نے فرمونا کو ریسٹ ہاؤس سے نکل کر ایک فور اسٹار ہوٹل میں جانے پر مجبور کیا۔ تھرپال کو یقین تھا کہ وہ مرجینا کے دماغ میں رہ کر میری پوزیشن معلوم کرتا رہے گا۔ اور ریسٹ ہاؤس کا محاصرہ کرا کے مجھے قتل کرادے گا۔

اس منصوبے پر پوری طرح عمل کرنے کے باوجود ناکامی ہوئی۔ میں بال بال بچ گیا۔ خدا کو میری سلامتی منظور تھی۔ چنانچہ میرے نام سے آنے والی گولی مرجینا کو لگ گئی تھی۔ اور بی جی تھرپال حیرانی سے سوچ رہا تھا' کیا فرہاد علی تیمور حیاتِ خضر لے کر آیا ہے۔ ہر پہلو سے مکمل منصوبہ پر عمل کرنے کے بعد بھی بچ نکلتا ہے۔

اس نے جان لبوڈا اور سپر ماسٹر ہولی مین کو یہ روداد سنائی۔ سپر ماسٹر نے کہا "اس میں شبہ نہیں کہ تم نے زبردست پلاننگ کی تھی اور اس پر چاروں طرف سے حملہ کرایا تھا۔ وہ کم بخت قسمت کا دھنی ہے۔"

لبوڈا نے کہا "قسمت ہمیشہ ساتھ نہیں دیتی۔ اگر تم اسی طرح زبردست پلاننگ کرکے اس پر عمل کرتے رہوگے تو وہ جلد ہی حرام موت مرے گا۔"

بی جی تھرپال کو اپنے بڑوں سے شاباشی مل رہی تھی اس کا حوصلہ بڑھ گیا تھا۔ مرجینا کے بعد اب فرمونا رہ گئی تھی جسے وہ میرے لئے چارا بنا کر لایا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ میں زخمی کافور خان کے دماغ میں جاؤں گا۔ اس نے بیرم خان کے ذریعے کافور خان کے سامنے فرمونا کا ذکر کیا تھا تاکہ میں کسی حسین دوشیزہ کا ذکر سن کر اسے دیکھنے جاؤں یا اس دوشیزہ کے ذریعے تھرپال کو ٹریپ کرنا چاہوں تو فرمونا کے حسن و شباب کا اسیر ہو جاؤں۔

میں اس کی توقع کے مطابق فرمونا کے پاس نہیں گیا۔ وہ اس کے دماغ میں چھپ کر میرا انتظار کرتا رہا۔ اگر وہ ہوٹل کے کمرے میں کسی ویٹر کو ضرورت سے بلاتی تو تھرپال اس ویٹر کے دماغ میں جاکر معلوم کرنے کی کوشش کرتا کہ فرہاد وہاں چھپ کر آیا ہے یا نہیں؟

فرمونا ڈائننگ ہال میں کھانے کے لئے جاتی۔ ہوٹل کے منیجر یا کسی اجنبی سے کوئی بات کرتی تو تھرپال کو یہی شبہ ہوتا کہ فرہاد اجنبی بن کر آیا ہے اور اس سے دوستی کرنا چاہتا ہے جبکہ اس حسینہ سے ہر دل والا دوستی کرسکتا تھا۔

جب ایک دن اور ایک رات گزر گئی اور میں نے فرمونا سے دلچسپی نہیں لی تو وہ پریشان ہوگیا۔ مجھے نظروں میں رکھنے کا اور میری مصروفیات کو سمجھنے کا ذریعہ وہی ایک حسینہ رہ گئی تھی۔ باقی بیرم خان اپنے زخمی بھائی کافور خان کو علاقہ غیر لے گیا تھا۔

وہ پریشانی کے عالم میں دل کو سمجھا رہا تھا کہ فرہاد خاموشی سے فرمونا کے دماغ میں رہتا ہے اس کے خیالات پڑھتا ہے اور دشمن سوچ کی لہروں کو سننے کا انتظار کرتا رہتا ہے۔ اس لئے تھرپال اب براہِ راست فرمونا کو مخاطب نہیں کرتا تھا۔ اس کے خیال کے مطابق فرمونا کے دماغ میں دو خیال خوانی کرنے والے خاموشی سے ایک دوسرے کو دبوچنے کی فکر میں تھے۔

دوسرا دن بھی گزرنے لگا تو تھرپال کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا۔ اس نے سوچا پھر کافور خان کو پکڑنا چاہئے اور اسے مجبور کرنا چاہئے کہ وہ فرہاد کی شرائط پوری نہ کرے۔ جتنی عورتوں کو داشتہ اور مردوں کو غلام بنا کر رکھا ہے انہیں آزاد نہ کرے۔

اگر شرائط پوری نہیں ہوں گی تو فرہاد پھر زخمی کافور خان کے دماغ میں آئے گا تو تھرپال کو اس کا سراغ ملتا رہے گا۔

itsurdu.blogspot.com

معاملہ بڑا پیچیدہ ہوگیا تھا۔ ایسے ہی وقت ایک خوبرو جوان فرمونا کے قریب آیا۔ تھرپال محتاط ہوگیا کہ فرہاد آیا ہے۔

ہوا یہ کہ فرمونا ڈنر کے لئے ڈائننگ ہال میں آئی تو اجنبی نوجوان نے اس کی میز کے پاس آکر پوچھا "کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں؟"

"ضرور۔"

وہ کرسی پر بیٹھا تو فرمونا نے جل کر پوچھا "کیا مجھے پھانسنے آئے ہو؟"

"مجھے غلط نہ سمجھو' میں کسی غلط ارادے سے نہیں آیا ہوں۔"

"یہاں اور بھی میزیں خالی ہیں' وہاں کیوں نہیں گئے۔"

"میں تمہیں دو دنوں سے دیکھ رہا ہوں۔ تم میں ایک عجیب سی طلسماتی کشش ہے۔ میں پرسوں سے یہاں آرہا ہوں۔ تمہیں دور سے دیکھتا رہتا ہوں پھر چلا جاتا ہوں۔ گھر جاکر رات بھر کروٹیں بدلتا رہتا ہوں۔"

"یعنی مجھ سے عشق ہوگیا ہے؟"

"تم طنزیہ انداز میں پوچھ رہی ہو اور میں سنجیدگی سے کہہ رہا ہوں' میں ہر قیمت پر تمہیں اپنی دلہن بناؤں گا۔"

وہ ناگواری سے بولی "فرہاد! اور زیادہ ڈراما نہ کرو۔ اتنا بتادو میں کب تک اس ہوٹل میں رہوں گی؟"

وہ سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا "ابھی تم نے مجھے فرہاد کہا ہے؟"

"کیا تمہیں سنائی نہیں دیا؟ پھر سے تمہیں فرہاد کہوں؟"

"لیکن میں فرہاد نہیں سرفراز خان ہوں۔ میری آٹھ عدد فلائنگ کوچ ہیں۔ یہ گاڑیاں پشاور سے لاہور اور لاہور سے پشاور تک چلتی ہیں۔ جی ٹی روڈ پر میرا ایک پٹرول پمپ ہے۔"

"مانتی ہوں کہ تم یہی ہو' لیکن تمہارے اندر فرہاد چھپا ہوا ہے۔"

"آخر یہ فرہاد ہے کون' اور وہ میرے اندر کیسے چھپ سکتا ہے؟"

"ٹیلی پیتھی کے ذریعے۔"

وہ سوچتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔ تھرپال اس کے اندر چھپا ہوا تھا اور سرفراز خان کی باتیں سن رہا تھا۔ پھر اس نے خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے سرفراز کے دماغ میں جانا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ وہ واپس فرمونا کے دماغ میں آکر بولا۔ "یہی میرا ٹیلی پیتھی جاننے والا دشمن ہے۔"

اچانک فرمونا کی دلچسپی بڑھ گئی۔ وہ دشمن کہہ رہا تھا اور یہ دوست بنانے کا سوچنے لگی۔ تھرپال نے سوچ پڑھ کر کہا "مجھے دھوکا نہیں دے سکوگی۔ ویسے میں چاہتا ہوں کہ دوستی کرتی رہو' میں تمہاری دوستی کے پیچھے اسے قتل کرنے کا سنہری موقع تلاش کرتا رہوں گا۔"

سرفراز آہستہ آہستہ سانس لیتے ہوئے سوچ رہا تھا "ابھی میرے دماغ میں بے چینی کیوں پیدا ہوئی تھی؟ میں نے اچانک سانس کیوں روک لی تھی؟"

وہ ٹیلی پیتھی کے متعلق بہت کم معلومات رکھتا تھا اور یہ نہیں جانتا تھا کہ آدمی حساس ہو تو پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی دماغ بے چین ہو کر سانس روکنے پر مجبور کردیتا ہے۔

وہ باڈی بلڈر تھا۔ روز صبح ورزش کرتا تھا اور دو تین میل کی دوڑ لگایا کرتا تھا۔ نماز کا پابند نہیں تھا لیکن اذان ہو رہی ہو اور وہ مسجد کے قریب سے گزر رہا ہو تو اندر جاکر نماز پڑھ لیتا تھا۔ جو لوگ ظاہری اور باطنی طور پر پاک صاف رہتے ہیں اور دماغی طور پر صحت مند رہتے ہیں ان کے اندر کبھی شیطان داخل نہیں ہوتا۔

اسی لئے تھرپال اس کے اندر نہ جاسکا۔ فرمونا کو اس سے دوستی بڑھانے پر مجبور کرتا رہا۔ وہ بولی "میں دوستی کروں گی لیکن تمہارے خلاف ضرور زہر اگلتی رہوں گی۔"

وہ یہی چاہتا تھا کہ فرہاد کے خلاف زہر اگلتی رہے۔ وہ ہنستے ہوئے بولا "میرا نام فرہاد علی تیمور ہے۔ تم میرے خلاف بکواس کرتی رہوگی تب بھی دنیا والے مجھے دیوتا (فرشتہ) سمجھتے رہیں گے۔"

فرمونا نے سرفراز سے کہا "تم بہت ہینڈسم ہو۔ مجھے اچھے لگ رہے ہو لیکن تم مجھے حاصل نہیں کرسکوگے۔"

"کیا اس لئے کہہ رہی ہو کہ انگریز ہو' عیسائی ہو؟"

"الحمد للہ میں مسلمان ہوں۔"

"یہ تو میرے لئے بہت ہی خوشی کی بات ہے' ہماری شادی ضرور ہوگی۔"

"فرہاد نہیں ہونے دے گا۔"

"آخر یہ فرہاد ہے کون؟"

"ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا شیطان ہے' کیا تم بھی ٹیلی پیتھی جانتے ہو؟"

"بالکل نہیں۔"

"پھر فرہاد کو تم سے کیا دشمنی ہے؟"

وہ سوچتے ہوئے بولا "کوئی سات برس پہلے میں نے یہ نام کسی ڈائجسٹ میں پڑھا تھا۔ ہاں یاد آرہا ہے' وہ فرہاد ٹیلی پیتھی جانتا تھا۔"

"جانتا تھا نہیں' جانتا ہے۔ وہ اس وقت بھی میرے دماغ میں موجود ہے۔"

"اس سے کہو' مجھ سے باتیں کرے اور مجھ سے دشمنی کی وجہ بتائے۔"

تھرپال نے کہا "فرمونا! اس سے کہو مجھے اپنے دماغ میں آنے دے' میں خیال خوانی کے ذریعے گفتگو کروں گا۔"

فرمونا نے کہا "سرفراز! فرہاد کو اپنے دماغ میں آنے دو۔"

itsurdu.blogspot.com

"کیسے آنے دوں؟ کیا اس کا کوئی طریقہ ہوتا ہے؟"

تھربال نے فرمونا سے کہا "اس کم بخت سے کہو زیادہ ڈراما نہ کرے' میں آؤں تو سانس نہ روکے۔"

فرمونا نے یہ بات اسے سمجھائی۔ تھربال اس کے دماغ میں آیا لیکن سرفراز نے بے چین ہو کر بے اختیار سانس روک لی' پھر کہا۔ "میرے اندر کچھ عجیب سا ہونے لگتا ہے' میں نہ چاہتے ہوئے بھی سانس روک لیتا ہوں۔"

تھربال نے غصے سے کہا "فرمونا! یہ بڑا چالباز ہے' یہ جانتا ہے کہ میں اس کے اندر جا کر اس کی اصلیت معلوم کرلوں گا۔"

وہ بولی "ہو سکتا ہے' تم اسے غلط سمجھ رہے ہو۔"

"غلط ہو یا صحیح' صرف ایک منٹ میں حقیقت معلوم ہو جائے گی' اسے کہو سانس نہ روکے۔"

وہ سرفراز سے بولی "کیوں بات بڑھا رہے ہو۔ وہ دماغ میں آتا ہے' آنے دو' سانس نہ روکو۔"

"میں نہیں روکتا۔ یہ خود ہی رک جاتی ہے۔ فرہاد سے بولو وہ مرد کا بچہ ہے تو سامنے آکر بات کرے۔"

تھربال نے کہا "دیکھو فرمونا! مجھے چیلنج کر رہا ہے تاکہ میں جوش میں آکر اس کا سامنا کروں۔"

وہ مسکرا کر بولی "یہ پہلا شخص ہے جس کے دماغ میں تم جا نہیں سکتے اور اپنی جان کے خوف سے سامنے بھی نہیں آسکتے۔ آج میں بہت خوش ہوں اور اسی لمحے سے سرفراز خان کو دل و جان سے پسند کر رہی ہوں۔"

"بکواس نہ کرو' تم خاموش رہو۔ میں تمہاری زبان سے اس کے ساتھ باتیں کروں گا۔"

اس نے فرمونا کے دماغ پر قبضہ جمایا' وہ ہنسنے لگی پھر بولی۔ "سرفراز وہ کمبخت چلا گیا ہے۔ پتا نہیں تم سے کیوں ڈرتا ہے۔"

"میں بھی حیران ہوں' ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا مجھ سے ڈرتا کیوں ہے۔ میرے سامنے کیوں نہیں آتا۔"

"پہلے وہ دوسروں کو آلۂ کار بنا کر ان کے دماغ میں رہ کر ان کی زبان سے باتیں کرتا تھا۔ میں سمجھتی تھی وہ میرا ہمدرد اور دوست ہے بعد میں اس کے فریب کا پتا چلتا تھا۔ اب میں مطمئن ہوں کہ وہ تمہیں اپنا آلۂ کار نہیں بنا سکے گا۔"

"میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ فرہاد تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ ہم اتنی دیر سے باتیں کر رہے ہیں اور تم نے اپنا نام نہیں بتایا ہے۔"

"میرا نام فرمونا آندروف ہے۔ میں بلغاریہ سے آئی ہوں۔ تم کیا کھانا پسند کرو گے؟ اس میز پر تم میرے مہمان ہو۔"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ پٹھانوں کی روایت کے خلاف ہے۔ میں تمہارا مہمان نہیں' تم اس ملک میں میری مہمان ہو۔"

اس نے کھانے کا آرڈر دیا۔ پھر ویٹر کے جانے کے بعد بولا۔

"میں تمہیں دو دنوں سے تنہا دیکھ رہا ہوں۔ کیا تمہارا کوئی عزیز ساتھ نہیں ہے؟"

"میرا اس دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ میں بالکل تنہا ہوں۔"

"پھر ہوٹل میں کیوں ہو؟ میرے گھر چلو میری والدہ تمہیں دیکھ کر بہت خوش ہوں گی۔"

"میں ضرور چلوں گی۔ اس سے پہلے ہمیں ایک دوسرے کو اچھی طرح سمجھنا چاہئے۔ کیا خیال ہے' کھانے کے بعد کہیں چاندنی کا لطف اٹھانے چلیں۔"

"ضرور چلیں گے۔"

"میں ایسی جگہ جانا چاہتی ہوں جہاں تنہائی اور ویرانی ہو۔ ویرانے میں چاندنی کچھ اور بہار دیتی ہے۔"

"بڑا ہی شاعرانہ خیال ہے۔ یہاں قریب ہی کچھ تاریخی کھنڈرات ہیں وہ جگہ تمہیں پسند آئے گی۔"

ویٹر کھانے کی ٹرالی لے آیا' تھربال نے فرمونا کے دماغ کو آزاد چھوڑ کر کہا "اس کے ساتھ کھاؤ اور یہ جہاں لے جائے وہاں جاؤ۔"

"ابھی میرا دماغ تمہارے قبضے میں تھا۔ میں سن رہی تھی تم اسے ویرانے میں لے جا رہے ہو۔ اس پر کوئی مصیبت لاؤ گے۔"

"تم اس کے ساتھ ہمدردی کرتی رہو لیکن ہوگا وہی جو میں تمہارے ذریعے کر رہا ہوں۔"

"پلیز مجھے بتاؤ' کیا کرنا چاہتے ہو؟"

"میرے چند کرائے کے غنڈے اسے زخمی کریں گے۔ اس کے بعد یہ سانس نہیں روک سکے گا۔ میں اس کے اندر گھس کر اس کی اصلیت معلوم کرلوں گا۔ اگر یہ میرا دشمن ثابت ہوگا تو میں اسے وہیں قتل کرا دوں گا۔ اگر کوئی غیر متعلق شخص نکلا تو زندہ چھوڑ دوں گا۔"

وہ یہ سن کر پریشان ہو رہی تھی۔ اس نے کہا "چہرے سے پریشانی ظاہر نہ کرو۔ اس کے ساتھ مسکراتی اور کھاتی رہو۔ میں جال بچھانے جا رہا ہوں۔"

"تم اپنی پلاننگ مجھ پر ظاہر کر کے جا رہے ہو۔ کیا یہ نہیں جانتے کہ میں اسے بچانے کی کوشش کروں گی۔ اسے خطرے سے آگاہ کر دوں گی؟"

"بے شک کر دو۔ میرا جو دشمن ہے' وہ بے حد چالاک ہے۔ اپنی سلامتی کا راستہ نکال لیتا ہے۔ اس کی بس ایک ہی کمزوری ہے۔ یہ حسن و شباب کا دیوانہ ہے ان پر آفت آنے کے بعد بھی تمہاری جیسی آفت کو حاصل کرنے سے باز نہیں آئے گا اسی لئے میں نے سیکڑوں ہزاروں حسیناؤں میں سے تمہارا انتخاب کیا ہے۔ یہ تم سے جدا نہیں ہوگا۔ تمہاری خاطر خطرات سے کھیلتا رہے گا اور میری نظروں میں رہا کرے گا۔"

تھربال چلا گیا۔ فرمونا کا دل یہ سن کر سرفراز سے اور زیادہ

محبت کرنے لگا کہ وہ خطرات سے کھیلتا رہے گا لیکن اس کا ساتھ نہیں چھوڑے گا۔ وہ اتنی بڑی دنیا میں ایسا ہی جانباز ساتھی چاہتی تھی۔ اس نے کھانے کے دوران کہا "سرفراز! کیا تمہیں اندازہ ہے کہ میری وجہ سے مصیبت میں گرفتار ہونے والے ہو حتیٰ کہ تمہاری جان بھی جا سکتی ہے۔"

"یہ ایک جان تمہارے لئے جائے۔ اسے جانا ہی چاہئے' یہ تمہارے لئے ہے۔"

وہ خوش ہو کر بولی "تم نے میرا دل جیت لیا ہے۔ تمہارا وہ دشمن بھی یہی کہہ رہا تھا کہ میرے لئے تم خطرات سے کھیلتے رہو گے۔"

"کیا وہ دشمن فرہاد موجود ہے؟"

"نہیں... کرائے کے غنڈوں کے پاس گیا ہے۔ ہم چاندنی کا لطف اٹھانے جہاں جائیں گے' وہاں وہ غنڈے آکر تمہیں نقصان پہنچائیں گے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "تعجب ہے۔ کیا وہ ہمیں ہوشیار کر کے اپنی پلاننگ پر عمل کر رہا ہے۔ یہ بات کچھ پلے نہیں پڑی۔"

"ابھی یہ سوچنے کا وقت نہیں ہے کہ وہ کیوں ایسا کر رہا ہے۔ اپنے بچاؤ کی تدبیر کرو۔"

"سیدھی سی تدبیر یہ ہے کہ میں گھر میں چھپ کر بیٹھ جاؤں اور یہ بزدلی ہمارے خون میں نہیں ہے۔"

"کیا تم جان بوجھ کر میرے ساتھ آؤٹنگ کے لئے جاؤ گے؟"

"تم صرف اتنا بتا دو کہ فرہاد تمہاری جان کو نقصان پہنچا سکتا ہے یا نہیں؟ اگر وہ تمہیں نقصان نہیں پہنچائے تو تمہارے ساتھ پل صراط سے بھی گزر جاؤں گا۔"

"خدا کی قسم۔ میں بھی تمہارے لئے جیوں گی اور تمہارے لئے مروں گی۔ بس کسی طرح اس شیطان سے میری جان چھڑا دو۔"

"خدا اس کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں۔ اطمینان رکھو' جدوجہد ہماری ہوگی اور کامیابی اللہ تعالیٰ دے گا۔"

وہ کھانے کے بعد ہوٹل سے باہر آئے۔ سرفراز خان نے مرسیڈیز کا اگلا دروازہ کھولا' وہ بیٹھ گئی۔ وہ دروازہ بند کر کے اسٹیرنگ سیٹ پر آگیا۔ کار کو اسٹارٹ کر کے پارکنگ ایریا سے باہر نکالنے لگا۔ وہ بولی "میں بزدل نہیں ہوں۔ مگر تمہارے لئے پریشان ہوں۔"

"کیوں پریشان ہو؟"

"میں تمہیں کھونا نہیں چاہتی۔"

"میں بھی تم سے محروم رہنا نہیں چاہتا۔ دن رات تمہیں سانسوں کے قریب رکھنا چاہتا ہوں۔ دل سے پریشانی نکالو۔ مصیبت آرہی ہو تو پورے حوصلے کے ساتھ حاضر دماغ رہنا چاہئے۔ جو دماغ سے کام نہیں لیتے ان پر مصیبتیں غالب آجاتی ہیں۔"

تھربال' فرمونا کے پاس آچکا تھا۔ اس نے کہا "دیکھو یہ بالکل فرہاد کے انداز میں بول رہا ہے۔"

فرمونا نے حیرانی سے پوچھا "فرہاد کے انداز میں! تم کون ہو؟ کیا فرہاد نہیں ہو؟"

وہ گڑبڑا گیا۔ بے دھیانی میں ایسا کہہ گیا تھا۔ پھر جلدی سے باتیں بناتے ہوئے کہا "مم۔ میں فرہاد ہوں۔ دراصل یہ کہنا چاہتا تھا کہ میرا دشمن اسی انداز میں گفتگو کرتا ہے۔ یہ اپنی اصلیت چھپا رہا ہے مگر باتوں سے پہچانا جا رہا ہے۔"

سرفراز کے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ دشمن اسے مختلف پہلوؤں سے فرہاد سمجھ رہا ہے۔ وہ معقول رفتار سے ڈرائیو کرتا جا رہا تھا۔ فرمونا بار بار پیچھے پلٹ کر دیکھ رہی تھی۔ کچھ گاڑیاں تیزی سے آتی تھیں پھر انہیں اوورٹیک کرتی ہوئی آگے چلی جاتی تھیں۔ کچھ گاڑیاں پیچھے ہی کسی راستے پر مڑ جاتی تھیں۔ یونیورسٹی روڈ کے بعد گاڑیوں کی تعداد کم ہو گئی۔ فرمونا نے پوچھا "کہاں جا رہے ہو؟"

وہ بولا "آگے چند میل کے فاصلے پر علاقہ غیر ہے۔ یہاں سے راستہ سنسان ہوتا جا رہا ہے۔ تمہارے دماغ میں آنے والے فرہاد کی آرزو پوری کر رہا ہوں۔ اس کے غنڈے مجھے ویرانی میں گھیرنا چاہتے ہیں۔"

اب گھیرنے والی گاڑیاں نظر آرہی تھیں۔ ایک آگے جا رہی تھی' دوسری تعاقب میں آرہی تھی۔ تھوڑی دور تک وہ گاڑیاں اس انداز میں دوڑتی رہیں تو یقین ہو گیا کہ دشمن آگے پیچھے سے راستہ روکنے والے ہیں۔ پھر تھربال نے بھی کہا "فرمونا! اپنے عاشق سے کہو گاڑی روک دے۔"

اس نے پوچھا "کیا آگے پیچھے تمہارے کرائے کے ٹٹو ہیں؟"

"ہاں' اب کوئی سوال نہ کرو۔ گاڑی رکوا لو۔"

وہ بولی "سرفراز! وہ میرے دماغ میں ہے اور گاڑی روکنے کے لئے کہہ رہا ہے۔ ہمارے آگے پیچھے دشمنوں کی گاڑیاں ہیں۔"

سرفراز نے یکلخت گاڑی کی رفتار بڑھائی۔ جس کے نتیجے میں آگے پیچھے والی گاڑیوں کی بھی رفتار بڑھ گئی۔ اس نے دریائے کابل کے پل پر سے گزرنے کے بعد اچانک بریک لگائے۔ مرسیڈیز آہستہ آہستہ رکتے ہوئے واپس گھوم گئی۔ سرفراز نے گود میں رکھے ہوئے ریوالور کو اٹھا کر پیچھے آنے والی گاڑی کا نشانہ لیا۔ پے در پے تین فائر کئے۔ ایک پہیہ زوردار آواز سے پھٹا۔ اس کے ساتھ ہی وہ گاڑی بے قابو ہو گئی۔ ایک طرف گھوم گئی' پل کی ریلنگ کو توڑتی ہوئی دریائے کابل کی منہ زور لہروں میں چلی گئی۔

وہ بڑی پھرتی دکھا رہا تھا۔ گیئر بدل کر پھر اسی پل پر سے گزرتا جا رہا تھا۔ پہلے جو گاڑی آگے جا رہی تھی اب وہ پیچھے آنے لگی۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں کا انجام دیکھ لیا تھا۔ اس لئے کافی فاصلہ رکھ کر تعاقب کر رہے تھے۔ سرفراز نے واپس اسی پل کو پار کر کے پھر اپنی گاڑی اچانک ہی روک لی۔ اسے پیچھے آنے والی گاڑی کی

itsurdu.blogspot.com
itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

طرف موڑنے لگا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے فائرنگ کی۔ یہ فائرنگ محض دھمکانے کے لئے تھی۔ تعاقب کرنے والی گاڑی پل پر آکر رک گئی۔ تھرہال نے ایک آلۂ کار سے کہا "آگے بڑھو اور جوابی فائر کرو۔ وہ تنہا ہے۔"

آلۂ کار نے کہا "ہماری جانیں اتنی سستی نہیں ہیں۔ ہمارے تین ساتھی گاڑی سمیت دریا میں چلے گئے ہیں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ونڈ اسکرین کا شیشہ ایک چھناکے سے ٹوٹا۔ سرفراز کے ریوالور کی آخری گولی وہ شیشہ توڑتی ہوئی اس آلۂ کار کی پیشانی میں آکر پیوست ہوئی' وہ گاڑی کی اسٹیئرنگ پر اوندھا ہوگیا۔ اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے مسلح افراد گاڑی سے نکل کر بھاگنے لگے' تھرہال نے کہا "رک جاؤ' کہاں جارہے ہو؟"

دوسرے آلۂ کار نے کہا "ہمیں پل کے پار جانے دو۔ ہم وہاں محفوظ رہ کر جوابی فائرنگ کریں گے۔"

ادھر وہ دریا کے اُس پار گئے' ادھر سرفراز ڈرائیو کرتا ہوا شہر کی طرف جانے لگا۔ وہاں قریب ہی باغ ناران کے نزدیک میں آئی جی ہدایت اللہ خان کے ساتھ گاڑی میں بیٹھا باتیں کررہا تھا۔ آئی جی کے ساتھ ایک اور جیپ میں پولیس کے مسلح سپاہی تھے۔ فائرنگ کی آوازیں سن کر آئی جی نے حکم دیا "موو آن۔ دیکھو کہاں فائرنگ ہورہی ہے۔"

جیپ آگے بڑھ گئی۔ ہماری گاڑی اس کے پیچھے دوڑنے لگی۔ آگے جاکر پولیس والوں نے سرفراز کی گاڑی کو روک لیا۔ انسپکٹر نے پوچھا "تم ادھر سے آرہے ہو جدھر فائرنگ ہورہی تھی۔ معاملہ کیا ہے؟"

سرفراز نے کہا "چند نامعلوم افراد مجھے گھیر کر قتل کرنا چاہتے تھے۔ میری کزن کو اغوا کرنا چاہتے تھے۔ میں بڑی مشکل سے جان بچاکر آرہا ہوں۔"

انسپکٹر نے کہا "اپنا ہتھیار ہمارے حوالے کرو۔"

سرفراز نے حکم کی تعمیل کی۔ انسپکٹر نے خالی ریوالور کو دیکھ کر کہا "تم نے چھ گولیاں چلائی ہیں۔ قتل کتنے کئے ہیں؟"

"میری فائرنگ سے بدمعاشوں کی ایک گاڑی دریا میں چلی گئی ہے۔ دوسری گاڑی میں ایک شخص ہلاک ہوا ہے' باقی بھاگ گئے ہیں۔"

انسپکٹر نے فرمونا سے پوچھا "تم غیر ملکی ہو۔ اس کی کزن کیسے ہوگئیں؟ یہ معاملہ کیا ہے؟"

انسپکٹر مقامی زبان پشتو میں بول رہا تھا اور فرمونا اس کی بات نہیں سمجھ رہی تھی۔ وہ سرفراز کے ساتھ گاڑی سے باہر آگئی تھی' میں اس حسینہ کو دیکھ رہا تھا۔ وہ سرفراز جیسے قد آور خوبرو جوان کے ساتھ جچ رہی تھی۔ آئی جی نے انگریزی میں پوچھا "مس تمہارا نام کیا ہے؟"

"میرا نام فرمونا آندروف ہے۔ میں بلغاریہ سے آئی ہوں سرفراز کو پسند کرتی ہوں اس سے شادی کرکے یہاں رہنا چاہتی ہوں مگر وہ شیطان فرہاد علی تیمور ہم سے دشمنی کررہا ہے۔"

جس عزت سے وہ میرا ذکر کررہی تھی اسے سن کر میں نے اسے حیرانی سے دیکھا۔ پھر اس کے چور خیالات پڑھنے لگا۔ آئی جی نے مجھے کن انکھیوں سے دیکھ کر کہا "مس فرمونا! فرہاد صاحب کا نام عزت سے لو۔ وہ ہمارے لئے رحمت کا فرشتہ ہیں۔"

"آپ کے لئے ہوگا۔ میرے لئے وہ ظالم اور بدکار ہے۔"

"تمہیں اس سے کیا شکایت ہے؟"

"میری شکایت سن کر آپ اسے دور نہیں کرسکیں گے۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا اپنی من مانی کرتا رہے گا۔"

اچانک ہی آئی جی نے اپنا ریوالور نکال کر سرفراز کو نشانے پر رکھتے ہوئے کہا "ہاں' میں اپنی من مانی کرتا ہوں اور کرتا رہوں گا۔ ابھی تمہیں زخمی کرکے تمہاری اصلیت معلوم کروں گا۔"

تھرہال بڑی دیر سے فرمونا کے دماغ میں رہ کر آئی جی اور انسپکٹر کی باتیں سن رہا تھا۔ وہ کرائے کے غنڈوں کے ذریعے سرفراز کو نقصان پہنچانے میں ناکام رہا تھا۔ غنڈے کام نہ آئے' اب پولیس کا بڑا افسر یہ مسئلہ حل کرسکتا تھا۔ اس لئے وہ آئی جی کے دماغ پر حاوی ہوکر سرفراز کو زخمی کرنا چاہتا تھا۔ میں بھی آئی جی کے دماغ پر حاوی ہوگیا۔ اس کے ریوالور کی نال نیچی ہوگئی۔

تھرہال نے یہ دیکھ کر پوری طرح دماغ پر قبضہ جمانا چاہا لیکن میری سوچ کی لہریں اسے آئی جی پر مسلط ہونے سے روک رہی تھیں۔ بے چارہ سرفراز یہ نہیں دیکھ سکتا تھا کہ اس کے سامنے زندگی کی کیسی کشمکش جاری ہے۔ وہ دشمن کی کوشش سے مرسکتا تھا اور میری کوشش اسے نئی زندگی دے سکتی تھی۔

اس نے بڑی جوانمردی اور جنگجوئی سے غنڈوں کو مار بھگایا تھا لیکن پولیس کے بڑے افسر کی گولی سے بچنا ناممکن تھا۔ جبکہ اپنا خالی ریوالور بھی انسپکٹر کے حوالے کرچکا تھا لیکن جو جواں مرد ہوتے ہیں' مقدر ان کا ساتھ دیتا ہے۔ میں نے آئی جی کو ریوالور واپس رکھنے پر مجبور کردیا۔

ابھی وہ ریوالور جیب میں رکھ رہا تھا کہ انسپکٹر نے اپنے ہولسٹر سے ریوالور نکالا۔ مجھے یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ دشمن اس انسپکٹر کو آلہ کار بنا رہا ہے۔ میں نے آئی جی کے ہاتھوں سے فوراً ہی گولی چلائی۔ انسپکٹر کے ہاتھ سے ریوالور چھوٹ کر زمین پر آگیا۔ پھر آئی جی نے میری مرضی کے مطابق انسپکٹر سے کہا "میری اجازت کے بغیر تم مسٹر سرفراز کو ریوالور سے نشانہ بنارہے تھے؟"

وہ الرٹ ہوکر بولا "سر! میں بے اختیار ہوکر ایسا کررہا تھا۔"

آئی جی نے تائید کی "بے شک تھوڑی دیر پہلے میں بھی اپنے اختیار میں نہیں تھا۔ ایک دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے ذریعے مسٹر سرفراز کو قتل کرنا چاہتا ہے۔"

فرمونا پشتو زبان نہیں سمجھ رہی تھی۔ اس نے حالات کو دیکھتے ہوئے کہا "آفیسر! آپ تسلیم کرلیں کہ یہ تمام مجرمانہ حرکتیں فرہاد کررہا ہے۔"

آئی جی ہدایت اللہ خان نے کہا "فرہاد تمہیں اور مسٹر سرفراز کو دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے سے بچارہا ہے۔ ابھی انسپکٹر کا ریوالور میں نے نہیں میرے ذریعے فرہاد نے گرایا ہے۔"

"لیکن میرے دماغ میں جو فرہاد آتا ہے وہ مجھے بلغاریہ سے پریشان کرتا آرہا ہے۔ وہ مجھے جبراً یہاں لایا ہے' میرے ذریعے اپنے کسی خیال خوانی کرنے والے دشمن کو قتل کرنا چاہتا ہے۔"

"یہاں اس شہر میں خیال خوانی کرنے والا ہمارا فرہاد علی تیمور ہے' اس نے تمہیں آج ہی دیکھا ہے۔ بلغاریہ سے تمہیں ٹریپ کرکے لانے والا کوئی دشمن ہے اور وہ خود کو فرہاد ظاہر کررہا ہے۔"

پھر آئی جی نے انسپکٹر سے کہا "یہاں جو فائرنگ ہوئی اور بندے ہلاک ہوئے ہیں ان کے خلاف تھانے میں رپورٹ درج کرو کہ چند نامعلوم دہشت گرد ایک غیر ملکی لڑکی کو اغوا کرکے لے جانا چاہتے تھے' پولیس کی کاؤنٹر فائرنگ سے کچھ بدمعاش ہلاک ہوگئے ہیں۔ یہ نوجوان بے قصور ہے۔ اسے جانے دو۔"

سرفراز شکریہ ادا کرکے فرمونا کے ساتھ جانے لگا۔ آئی جی نے سوچ کے ذریعے پوچھا "مسٹر فرہاد! ابھی میں نے اس نوجوان کو بے قصور کہا ہے اور اسے جانے کی اجازت دے رہا ہوں' کیا آپ نے یہ فیصلہ میرے دماغ میں کیا ہے؟"

میں آئی جی کے پاس تھا۔ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا کافور خان کے ذریعے یہ جانتا تھا کہ ارسلان نامی شخص ہی فرہاد ہے اور اب مجھے آئی جی اور دوسرے پولیس والوں کے ساتھ دیکھ کر یہ نہ سمجھ سکا کہ میں ہی وہ ارسلان ہوں۔

وہاں جو کچھ ہورہا تھا اس دوران میں خاموش رہا تھا تاکہ دشمن میری آواز اور لہجے سے مجھے ارسلان کی حیثیت سے نہ پہچان لے۔ وہ یہ جانتا تھا کہ فرہاد ہی ارسلان بن کر مرجینا کی زندگی میں آیا تھا اور آج بھی پشاور شہر میں موجود ہے۔ البتہ اب وہ خود کو سرفراز کہہ رہا ہے اور حسین فرمونا کا محافظ بنا ہوا ہے۔

میں نے آئی جی سے کہا "میں نے ہی آپ کی زبان سے یہ فیصلہ سنایا ہے کہ سرفراز بے قصور ہے۔ آپ موجودہ فائرنگ کے سلسلے میں اسے تھانے اور پولیس کے چکر میں نہ ڈالیں۔"

انسپکٹر سپاہیوں کے ساتھ جائے واردات کی طرف گیا۔ میں نے آئی جی کے ساتھ شہر کی طرف جاتے ہوئے کہا "ابھی فرہاد صاحب نے مجھے بتایا ہے کہ انہوں نے فرمونا کے خیالات پڑھے ہیں۔ اس لڑکی کے ساتھ بڑے پریشان کن حالات پیش آتے رہے ہیں۔ یہ لڑکی ہمارے لئے قابلِ احترام ہے اس نے یہودیت کو چھوڑ کر اسلام قبول کیا ہے۔ اس کے باپ نے مسلمان بن جانے کی بہت بڑی سزا پائی ہے۔ اسے قتل کرنے والے یہودیوں کو ایک نامعلوم ٹیلی پیتھی جاننے والے نے ہلاک کردیا ہے لیکن وہ فرمونا کو اپنی معمول بناکر یہاں لے آیا ہے۔"

آئی جی نے پوچھا "یہ ٹیلی پیتھی جاننے والا کون ہے؟"

"پتا نہیں کون ہے؟ ویسے کوئی بھی ہو فرہاد صاحب سے چھپ نہیں سکے گا۔"

ہم باتیں کرتے ہوئے ہوٹل ڈین میں آئے۔ وہاں میرا قیام تھا' میں نے گاڑی سے اتر کر کہا "میں ابھی یہ ہوٹل چھوڑ دوں گا۔ اس اجنبی خیال خوانی کرنے والے کو میرا نام معلوم ہے۔ وہ میرے ذریعے فرہاد صاحب تک پہنچنے کے لئے مجھے نقصان پہنچا سکتا ہے۔"

"تم کہاں جاؤ گے؟"

"آپ فکر نہ کریں۔ میں کہیں بھی اپنے لئے جگہ بنالوں گا۔"

"ٹھیک ہے' مجھ سے رابطہ ضرور رکھنا۔"

میں نے مصافحہ کیا' وہ چلے گئے۔ میں ہوٹل کے کمرے میں آکر اپنا مختصر سا سامان سمیٹنے لگا۔ جو خیال خوانی کرنے والا دشمن میرا نام اختیار کرکے واردات کررہا تھا' وہ مجھے کسی وقت بھی اس ہوٹل میں گھیر سکتا تھا۔ اسے یہ تو معلوم تھا کہ میں ہی ارسلان بن کر رہتا ہوں لیکن یہ نہ معلوم کرسکا کہ وہ ارسلان پہلے آئی جی کی کوٹھی میں تھا اور اب ہوٹل ڈین میں ہے' ویسے وہ معلوم کرسکتا تھا۔

وہ مجھے چہرے سے نہیں پہچانتا تھا۔ صرف نام کا مسئلہ تھا۔ میں نے ارسلان کے نام کا شناختی کارڈ اپنے سفری بیگ میں چھپادیا پھر دوسرا شناختی کارڈ نکالا۔ اس میں میرے موجودہ حلئے کی تصویر تھی اس شناختی کارڈ کے مطابق میرا نام فخر زمان ہوگیا۔

میں جی ٹی روڈ پر آیا۔ پھر ایک درمیانے درجے کے ہوٹل امین میں ایک کمرا حاصل کیا۔ وہاں آرام سے ایک صوفے پر بیٹھ کر سوچنے لگا۔ یہ اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے خلاف کچھ زیادہ ہی تیزی دکھا رہا ہے۔ ایک بار مجھے قتل کرنے کے لئے کافور خان اور بیرم خان کو ذریعہ بنایا اور اب فرمونا آندروف کے ذریعے میری موت بننا چاہتا ہے۔

مجھے فرمونا کی سوچ نے بتایا تھا کہ وہ سرفراز کو دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا یعنی اسے فرہاد سمجھ رہا ہے۔ اس لئے اس نے اپنی دانست میں دوسری بار مجھ پر حملہ کرایا تھا اور سرفراز کی شامت آگئی تھی۔

میں نے کئی بار اس سلسلے میں غور کیا تھا کہ وہ جان لبوڈا کا کوئی خیال خوانی کرنے والا ہے یا اس کا تعلق اسرائیل سے ہے کیونکہ دونوں ہی حکومتوں کو میرا پاکستان میں رہنا گراں گزر رہا تھا۔ اگر میں شکایت کرتا کہ انہوں نے ایک قاتل خیال خوانی کرنے والے کو میرے پیچھے لگا رکھا ہے تو وہ کبھی یہ الزام تسلیم نہ کرتے۔ یہی کہتے کہ یہ شرارت ماسک مین کی ہے۔

اب تک میں بھی ماسک مین کے اکلوتے خیال خوانی کرنے والے ایوان راسکا پر شبہ کررہا تھا لیکن یہ اس وقت کی بات ہے جب میں فرمونا آندروف کو ایک روسی لڑکی سمجھ رہا تھا۔ اب اس کے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

خیالات پڑھنے سے معلوم ہوا کہ وہ خود مظلوم ہے۔ روسی' امریکی یا اسرائیلی نہیں ہے۔ اسے معمولہ بنایا گیا ہے اور وہ یہودی سے مسلمان بننے کی سزا پاتے ہوئے پاکستان پہنچی ہے۔

ان حالات کے پیش نظر عقل کہہ رہی تھی کہ وہ دشمن خیال خوانی کرنے والا ایوان راسکا نہیں ہے۔ میری ذات سے اس کی دشمنی بتا رہی تھی کہ وہ کوئی یہودی خیال خوانی کرنے والا ہے۔

میں اس معاملے پر غور کر رہا تھا' ایسے وقت لیلیٰ نے آکر کہا۔ "علی ہوا کی رفتار سے زیادہ فاسٹ ہے۔ وہ تمام گولڈن برینز کے دلوں اور دماغوں کو تسخیر کر چکا ہے۔ اسے بہت جلد ایک گولڈن برین ایڈگر کی جگہ دی جائے گی۔"

میں نے کہا "یہ خوش خبری اس کی سونیا مما کو سناؤ۔"

وہ چلی گئی۔ میں نے علی کے پاس آکر کوڈ ورڈز ادا کئے پھر اسے شاندار کامیابی پر مبارک باد دی۔ اس وقت وہ اپنے سسر راجر موس سے گفتگو کر رہا تھا۔ میں نے کہا "آدھے گھنٹے بعد آؤں گا۔ تم سے ضروری کام ہے۔"

میں علی کے پاس سے آیا تو لیلیٰ نے پھر آکر خوش خبری سنائی "مبارک ہو' آپ باپ بن رہے ہیں۔"

میں نے پوچھا "یہ کیا مذاق ہے؟"

"مذاق نہیں حقیقت ہے۔ سسٹر سونیا کو یہ چوتھا مہینہ ہے۔"

میں نے حیرانی سے کہا "مگر لیلیٰ! میرا خون کس قدر زہریلا ہے' میں باپ نہیں بن سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ تم آج تک ماں نہ بن سکیں۔ پھر سونیا کیسے بن رہی ہے؟"

"یہ خدا کی قدرت ہے اور سسٹر کی ذہانت ہے۔ سسٹر نے ثابت کر دیا ہے کہ جو ذہانت سے کوشش کرتا ہے خدا اس کے مقصد میں اسے کامیاب کرتا ہے۔"

"میں سمجھا نہیں' سونیا نے کس طرح کی کوشش کی ہے؟"

"زہریلی ماریا کئی برسوں سے سسٹر سونیا کے ساتھ رہتی رہی اور مختلف تربیتیں حاصل کرتی رہی لیکن تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے۔ صرف ماریا نے سسٹر کی صلاحیتیں حاصل نہیں کیں۔ سسٹر بھی ماریا کے زہر کی عادی بنتی رہی ہیں۔ یہ عمل کئی برسوں تک جاری رہا۔ آج وہ آپ کے مقابلے میں زہریلی بن کر آپ کے بچے کی ماں بننے والی ہیں۔"

آخری فقرہ ادا کرتے وقت لیلیٰ کی آواز جیسے آنسوؤں سے بھرا گئی۔ میں نے کہا "میں تمہارے دکھ کو سمجھ رہا ہوں۔ شادی کے بعد عورت ماں بننے کے انتظار میں رہتی ہے۔ تمہارا انتظار کبھی ختم نہیں ہوگا۔ تم میرے بچوں کی ماں نہیں بن سکو گی۔"

وہ بولی "مجھ میں سسٹر جیسا حوصلہ نہیں ہے۔ میں زہر کی ننھی سی بوند کا عشر عشیر بھی برداشت نہیں کر سکوں گی۔ سسٹر کو یقین تھا کہ وہ زہر کو شکست دے دیں گی۔ مجھے یقین ہے کہ یہی کوشش میں کروں گی تو یہ سراسر خودکشی ہوگی۔"

"جو بات تمہارے لئے انہونی ہے اس کے لئے غم نہ کرو۔"

"میں اس پر راضی ہوں جو خدا کو منظور ہے۔ آپ کو ابھی سسٹر کے پاس جانا چاہئے۔ میں پھر آؤں گی۔"

وہ چلی گئی۔ میں نے سونیا کے پاس آکر کوڈ ورڈز ادا کئے۔ وہ بابا فرید واسطی مرحوم کے حجرے میں فرش پر دوزانو بیٹھی ہوئی تھی۔ ابھی عبادت سے فارغ ہوئی تھی۔ میرے آتے ہی وہ سر جھکا کر شرمانے اور مسکرانے لگی۔ میں نے کہا "مجھے یقین نہیں آرہا ہے سونیا!"

وہ کچھ نہ بولی "میں اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ لیلیٰ نے درست کہا تھا کہ وہ ماریا کے ذریعے اس حد تک زہریلی ہو گئی تھی کہ اب میرے بچے کی ماں بننے والی تھی۔

اور مجھے یہ بات آج معلوم ہوئی کہ بابا فرید واسطی مرحوم نے اپنی زندگی میں پیش گوئی کردی تھی کہ اس کا بے وفا محبوب اسے جیون ساتھی کے طور پر ملے گا۔ اور میں اسے حاصل ہو چکا تھا۔

یہ بھی انہوں نے فرمایا تھا کہ سونیا دوبار حجرے میں آئے گی ایک بار چھ ماہ کے لئے جب وہ ماں بنے گی۔ دوسری بار چھ دن کے لئے جب وہ اپنی زندگی کی آخری سانسیں ختم کر رہی ہوگی۔

سونیا ایک ایسا زندہ جاوید کردار ہے کہ اس کی موت کا تصور کرنے کو بھی جی نہیں چاہتا لیکن موت برحق ہے۔ ایک دن سب کو فنا ہونا ہے' وہ بھی ہو جائے گی۔

فی الحال یہ خوشی کا مقام تھا کہ اس کی گود بھرنے والی ہے۔ جب میں نے خیالات پڑھ لئے تو وہ بولی "میرے بابا نے کہا تھا' چھ ماہ تک کوئی اس حجرے میں نہیں آئے گا۔ کوئی مجھ سے باتیں نہیں کرے گا۔ صرف تم علی الصباح بلاناغہ میرے پاس آیا کرو گے۔ مجھے فجر کی اذان سنایا کرو گے۔ یہ اذانیں تمہاری خیال خوانی سے میرے دماغ کے ذریعے اس ننھے سے وجود تک پہنچتی رہا کریں گی۔ یہ اس کی روحانی خوراک ہوگی۔"

"میں آؤں گا۔ ہر صبح بلاناغہ آتا رہوں گا۔ بابا صاحب کی کچھ اور پیش گوئیاں سناؤ۔"

"وقت سے پہلے کچھ سننے اور کہنے کی اجازت نہیں ہے۔ میں مجبور ہوں۔ تمہارے لئے بابا صاحب کا اتنا ہی حکم تھا کہ فجر کے وقت آؤ گے' اذان سنا کر ایک باپ کا فرض ادا کرو گے۔ پھر میں وضو کرکے نماز کے لئے کھڑی ہو جاؤں تو تم چلے جاؤ گے۔ بس اتنی ہی مختصر سی ملاقات کی اجازت ہے' پلیز اب چلے جاؤ۔"

میں اپنی جگہ دماغی طور پر واپس آگیا۔ ہوٹل کے کمرے میں گہری خاموشی تھی۔ میں دشمن خیال خوانی کرنے والے کی چالوں سے بچنے کے لئے اس معمولی سے ہوٹل میں آیا تھا۔ مجھے امید تھی کہ اسرائیلی اور امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ٹٹولتے ہوئے اس شخص تک پہنچ جاؤں گا جو فرمونا کے ذریعے مجھے پھانسنے اور قتل کرنے کی دوبار ناکام کوششیں کر چکا ہے۔

اب اس کی جڑوں تک پہنچنا لازمی ہو گیا تھا۔ ورنہ تیسری بار وہ اپنے ارادے میں کامیاب ہو سکتا تھا۔ اس کے لئے میں پھر ایک بار علی تیمور کے پاس آیا۔ میں اور میرے ساتھی خیال خوانی کے وقت محتاط رہتے تھے۔ کسی کے دماغ میں پہنچتے ہی اسے مخاطب نہیں کرتے تھے جب وہ سانس روکنے لگتا تو ہم کوڈ ورڈز ادا کرتے تھے۔

علی کے دماغ میں پہنچ کر میں نے انتظار کیا۔ چند سیکنڈ میں معلوم ہو گیا کہ الپا اس کے دماغ میں ہے۔ اسی لئے بیٹے نے میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا۔ وہ کہہ رہی تھی "کارمن! (علی) تم مجھے دماغ میں آنے سے کیوں روکتے ہو۔ کیا مجھ سے بیزاری ظاہر کرتے ہو؟"

اس نے کہا "میں سانس روک رہا ہوں۔ فون پر باتیں کرو تمہاری باتوں کا جواب دوں گا۔"

اس نے سانس روک لی۔ الپا کے ساتھ میں بھی اس کے دماغ سے نکل گیا۔ پھر واپس جا کر کوڈ ورڈز ادا کئے۔ اس کے بعد کہا۔ "ابھی آیا تھا' الپا تم سے باتیں کر رہی تھی۔ اس سے فون پر مختصر گفتگو کرو۔ میں پانچ منٹ بعد آؤں گا۔"

"پاپا! آپ نہ جائیں۔ میں اس سے باتیں کروں گا۔ آپ میرے خیالات پڑھ کر گولڈن برینز کے متعلق تازہ ترین معلومات حاصل کرتے رہیں۔"

فون کی گھنٹی سن کر اُس نے ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف سے الپا کی آواز سنائی دی۔ علی نے کہا "میں تم سے بیزار نہیں ہوں' تمہاری آمد پر خوش ہوتا ہوں۔ کیونکہ تم ہمارے ملک کا سرمایہ ہو محب وطن خیال خوانی کرنے والی ہو لیکن میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی بے چین ہو جاتا ہوں۔ میں اپنے مزاج پر گراں گزرنے والی کوئی بات برداشت نہیں کر سکتا۔"

"چلو یہی کیا کم ہے کہ فون پر برداشت کر رہے ہو۔"

"الپا! اب کام کی بات کرو۔"

"مشینیں بھی ہر وقت کام نہیں کرتیں۔ ہمیں بھی کبھی کبھی دوستی اور محبت کی باتیں کرنی چاہئیں۔"

"کسی کی مثال دو تو اس پر عمل بھی کیا کرو۔ مشینیں بے شک ہر وقت کام نہیں کرتیں اور جب کام نہیں کرتیں تو خاموش رہتی ہیں۔"

"یعنی مجھے خاموش رہنے کا مشورہ دے رہے ہو؟"

"کوئی ضروری نہیں کہ مشورہ پر عمل کرو۔ البتہ مجھے خاموش رہنے دو۔"

"یوں کترانے کی وجہ کیا ہے؟"

"مجھ سے پوچھ رہی ہو جب کہ یہ سمجھتی ہو کہ اپنے ملک کے تمام خیال خوانی کرنے والوں کی طرح تم بھی روپوش رہتی ہو۔ اگر مجھ میں دلچسپی لو گی' مجھ سے ملو گی اور ظاہر ہو جاؤ گی تو کوئی دشمن میرے ذریعے تمہیں ٹریپ کرے گا۔"

"میں سوچ سمجھ کر تمہاری طرف بڑھ رہی ہوں۔ تم یوگا کے ماہر ہو۔ دلیر اور فولادی ہو۔ آج کل میں گولڈن برین کا عہدہ حاصل کرنے والے ہو۔ میں آزادی سے کسی روک ٹوک کے بغیر تم سے مل سکوں گی۔"

"کس تعلق سے ملو گی؟"

"ہمارا تعلق محبت سے شروع ہوگا۔"

"وہ تو شروع ہو چکا ہے۔ میں پامیلا کو دل و جان سے چاہتا ہوں اس کے پیار بھرے اعتماد کو دھوکا نہیں دوں گا۔"

"تم نے مجھے دیکھا نہیں ہے۔ دیکھو گے تو ایسی باتیں کرنا بھول جاؤ گے۔"

"جو عورت اچھی باتیں بھلا دے اس کی طرف دیکھنا ہی نہیں چاہئے۔"

"کیوں مجھے تنگ کر رہے ہو؟"

"میں صاف اور سیدھی بات کرتا ہوں۔ پامیلا کا حق تمہیں نہیں دوں گا مگر ہاں تمام عمر تم سے دوستی کرتا رہوں گا۔"

"چلو دوستی ہی سہی۔ سنا ہے محبت سے دوستی بڑھتی ہے اور دوستی سے محبت پیدا ہوتی جاتی ہے۔"

"ہماری دوستی سے وطن کی محبت اور فرائض کی ادائیگی میں استحکام پیدا ہوگا۔"

"تم بات کو گھمانا خوب جانتے ہو۔"

"الپا! ابھی تک تم نے کام کی بات نہیں کی ہے۔"

"کچھ ایسی اہم باتیں ہیں جو فون پر نہیں کی جا سکتیں۔"

"کیا دماغ میں آکر کہنا چاہتی ہو؟"

"دماغ میں آنے سے تم بے چینی اور ناگواری محسوس کرتے ہو۔"

"سمجھ گیا۔ ملاقات کرنا چاہتی ہو۔"

"دل سے نہیں بلاؤ گے تو ملاقات کا خاک مزہ آئے گا۔"

"فرائض کی ادائیگی کے لئے تمہیں دل سے بلا رہا ہوں۔ بتاؤ کہاں ملاقات ہوگی؟"

"شیرٹن کے ڈائننگ ہال میں۔"

"میں تمہیں کیسے پہچانوں گا؟"

"میں پہچان لوں گی۔"

"کس وقت؟"

"ٹھیک رات کے نو بجے آؤں گی۔"

"او کے۔ سو فار۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ اس دوران میں علی کے خیالات پڑھتا رہا تھا۔ معلوم ہوا کہ اس کے سسر راجر موس نے خود کو گولڈن برین کی حیثیت سے اس کے سامنے ظاہر کر دیا ہے اور یہ خبر سنائی ہے کہ ایڈگر سلومن کو حراست میں رکھا گیا ہے۔ چونکہ وہ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

نادانستگی میں جان لمبوڈا کا معمول بن گیا تھا۔ اس لئے اسے غدار تسلیم نہیں کیا گیا ہے۔ اس کا برین واش کرکے اس کے دماغ سے جان لمبوڈا کو بھگا دیا جائے گا۔ اس وقت تک کے لئے علی تیمور کو قائم مقام گولڈن برین بنایا جائے گا۔

یہ علی تیمور کے لئے آزمائشی مدت ہوگی۔ اس مدت میں وہ مزید ذہانت کا ثبوت دے گا تو ایڈگر سلومن کے واپس آنے کے بعد علی کو مستقل طور پر ساتواں گولڈن برین کا عہدہ دیا جائے گا۔

علی نے ریسیور رکھا تو میں نے کہا "بیٹے! تم سمجھ دار ہو۔ پھر بھی تمہیں سمجھاتا ہوں۔ الپا کسی خاص مقصد سے تمہاری ذات میں دلچسپی لے رہی ہے۔"

"میں سمجھ رہا ہوں پاپا! ابھی اس کا توڑ کر رہا ہوں۔"

وہ اپنے کمرے میں تھا۔ وہاں سے اٹھ کر راجر موس کے کمرے کے سامنے آیا' دروازے پر دستک دی' اندر سے آواز آئی۔ "کم اِن۔"

وہ دروازہ کھول کر اندر آیا۔ راجر موس نے کہا "مائی سن! میں نے تمہیں آرام کرنے کو کہا تھا۔ مگر تم پھر کسی کام سے آئے ہو۔"

وہ ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا "کام بہت ضروری تھا سر!"

"تم مجھے سر کہہ رہے ہو؟ میں گھر میں تمہارا فادر اِن لا ہوں' مجھے ہمیشہ کی طرح انکل کہو۔"

"بے شک آپ میرے انکل ہیں لیکن سرکاری فرائض ادا کرتے وقت آپ کو سر کہہ کر مخاطب کروں گا۔"

"ابھی کون سا سرکاری فرض ادا کرنے آئے ہو؟"

"سر! الپا میری ذات میں دلچسپی لے رہی ہے۔ آج رات نو بجے شیرٹن کے ڈائننگ ہال میں مجھ سے ملنے آئے گی۔"

راجر موس نے کہا "تعجب ہے' الپا ایسی غیر ذمے دار تو نہیں ہے۔"

"یہی میں سوچ رہا ہوں کہ عشق نے اسے سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں رکھا ہے۔ کوئی دشمن اسے میرے ساتھ دیکھ سکتا ہے۔ یا کوئی دشمن خیال خوانی کرنے والا مجھے کسی طرح دماغی طور پر کمزور بنا کر الپا کی شہ رگ تک پہنچ سکتا ہے۔"

"درست کہتے ہو۔ کیا اس نے خیال خوانی کے ذریعے تم سے ملنے کا وعدہ کیا ہے؟"

"نو سر! یہ اس کی دوسری حماقت ہے کہ اس نے فون پر ملاقات کی جگہ اور وقت کا تعین کیا ہے۔ فون پر ہونے والی گفتگو کوئی دوسرا بھی سن سکتا ہے۔"

"میں ابھی الپا سے وضاحت طلب کروں گا۔"

"اگر وہ سنجیدگی سے مجھے چاہتی ہے تو میری شکایت کو اپنی توہین سمجھے گی۔ اسے محبت کا جواب میری محبت سے نہیں ملے گا تو وہ مخالفانہ رویّہ اختیار کر سکتی ہے۔ دوسرے تمام گولڈن برینز کو مجھ سے بدظن کر سکتی ہے۔"

"ہاں' یہ ممکن ہے۔ مجھے یہ سن کر حیرانی ہو رہی ہے کہ وہ تم سے عشق کرکے عقل کھو رہی ہے۔ ہم اپنے خیال خوانی کرنے والوں میں جے مورگن اور الپا کو سب سے زیادہ ذہین اور قابلِ اعتماد سمجھتے ہیں۔ میرے ساتھ آؤ۔ میں الپا کا محاسبہ کروں گا۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ علی کو اپنے ساتھ لے کر ایک اسٹور روم میں پہنچا پھر بولا "آج میں تمہیں اپنا خفیہ کمرا دکھاؤں گا۔ یہ تمہارے سامنے محض ایک پرانے ڈیزائن کی الماری ہے لیکن اس الماری کے اندر سے ایک چور راستہ میرے خفیہ کمرے کی طرف جاتا ہے۔"

وہ علی کو خفیہ راستے کی ایک ایک تفصیل بتاتے ہوئے اس کمرے میں آیا جہاں ہم پہلے ہی اس کی بیوی کو معمولہ بنا کر خیال خوانی کے ذریعے پہنچ گئے تھے۔ اس نے ٹیلی کمپیوٹر کے ذریعے گولڈن برین میجر یارڈلے سے رابطہ کیا پھر کمپیوٹر تحریر کے ذریعے کہا "تمہاری اطلاع کے لئے عرض ہے کہ الپا عشق و محبت کے موڈ میں ہے۔ مسٹر کارمن ہیر اللہ سے عشق کر رہی ہے۔"

میجر یارڈلے نے کہا "معلوم ہوتا ہے یہ معاملہ سرکاری نہیں ذاتی ہے۔ تمہیں یہ شکایت ہے کہ الپا تمہارے داماد کو تمہاری بیٹی سے چھین لینا چاہتی ہے۔"

"میجر! اس کمپیوٹر کے ذریعے میری گفتگو صرف سرکاری ہوتی ہے۔ اگر ذاتی ہوتی تو میں کارمن کو اپنا داماد کہہ کر بیٹی کے سہاگ کا واسطہ دے کر الپا کے خلاف شکایت کرتا۔"

"سوری نمبر ون! میں بات سمجھ گیا۔ الپا کارمن سے یا کسی سے بھی عشق کرے گی تو اس کا محبوب اس کی ذاتی مصروفیات میں دلچسپی لے گا اس طرح اسے ہماری مصروفیات کا علم ہوتا رہے گا۔"

"صرف یہی نہیں۔ یہ بھی اندیشہ ہے کہ الپا کے محبوب کے ذریعے کوئی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارا سراغ لگا سکتا ہے۔ آج رات نو بجے الپا شیرٹن ہوٹل میں کارمن سے ملاقات کرے گی۔ کیا الپا کو اس طرح پبلک پلیس میں جانا چاہئے؟"

"ہرگز نہیں۔ کیا یہ باتیں تمہارے داماد کارمن نے بتائی ہیں؟"

"ہاں اسے بھی یہ تشویش ہے کہ الپا عشق میں اندھی ہو کر پبلک پلیس میں آئے گی تو کوئی دشمن اسے نقصان پہنچا سکتا ہے۔"

"نمبر ون! تمہارا داماد ایک مستقل مزاج اور اصول پسند شخص ہے۔ میرے حکم کے مطابق الپا اسے آزما رہی ہے۔ ہم نے کارمن کو مختلف پہلوؤں سے آزما کر اسے ذہین اور دلیر تسلیم کیا ہے۔ اب ہم اسے رومانی اور جنسی پہلو سے بھی آزمانا چاہتے ہیں۔ اسی لئے الپا نے اسے ہوٹل میں بلایا ہے۔"

"میجر! تم کسی دوسری حسینہ سے بھی کارمن کو آزمانے کا کام لے سکتے تھے؟"

"کسی دوسری میں اور الپا میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ کوئی بھی شخص اس سے صرف جنسی معاملے ہی میں نہیں ٹیلی پیتھی کے معاملے میں بھی دلچسپی لے گا۔"

"تم الپا کی طرف سے بھی غور کرو۔ اگر وہ سچ مچ سنجیدگی سے کارمن پر عاشق ہو جائے گی تو کیا ہوگا؟"

"نمبر ون! اسے سچ مچ عاشق ہونے دو۔ اس میں ہمارا فائدہ ہے۔"

"کیا کہہ رہے ہو؟ میری بیٹی پامیلا پر سوکن لانے کی بات کر رہے ہو؟"

"نمبر ون! یہ تمہارا ہی حکم ہے کہ اپنے ذاتی معاملات کو سرکاری معاملات پر قربان کر دیا کرو۔ الپا کے سلسلے میں سرکاری معاملہ یہ ہے کہ وہ ہمارے نئے گولڈن برین کارمن (علی) کی دوست بن کر رہے گی تو پھر کوئی دشمن اسے دوست بن کر نہیں پھنسائے گا۔ جیسا کہ ماضی میں پارس نے اسے پھنسایا تھا۔"

"تم درست کہہ رہے ہو لیکن میں کارمن کو ایک عرصے سے جانتا ہوں' وہ انتہائی شریف نوجوان ہے۔ ہوس پرستی سے دور رہتا ہے۔ اسے اس دلدل میں لانا مناسب نہیں ہے۔"

"الپا کے جذبات کو لگام دینے اور اس محبِ وطن ٹیلی پیتھی جاننے والی کو کسی غیر کی جھولی میں جانے سے روکنے کے لئے یہ ضروری ہے۔ اگر تمہیں اعتراض ہے تو یہ مسئلہ تمام گولڈن برینز کے سامنے پیش کیا جائے گا۔"

"نہیں میجر! میں سرکاری معاملات پر اعتراض نہیں کروں گا۔ خواہ اعتراض نہ کرنے سے میری جان جائے یا میری بیٹی کا دل ٹوٹتا رہے۔ ویٹس آل۔"

راجر موس نے رابطہ ختم کر دیا۔ علی اس کے پاس بیٹھا اسکرین پر وہ تحریری گفتگو پڑھتا رہا تھا۔ گفتگو کا آخری حصہ ایسا تھا کہ وہ سسر اور داماد ایک دوسرے سے نظریں نہیں ملا رہے تھے۔

میں نے علی سے کہا "راجر موس تمہیں گولڈن برین کے عہدہ پر پہنچا کر اب پچھتا رہا ہے۔ الپا اس کی بیٹی کا آدھا حق حاصل کرے گی۔"

"پاپا! آپ میرے مزاج سے واقف ہیں۔ یہ میرے لئے بھی ایک مسئلہ ہے۔ میں الپا یا کسی بھی دوسری لڑکی سے دلچسپی لینا نہیں چاہتا۔"

"انسان کے نہ چاہنے کے باوجود حالات اسے چاہنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ کبھی تم پامیلا سے شادی کرکے اسے دھوکا نہیں دینا چاہتے تھے مگر اب اس کے ساتھ ازدواجی زندگی گزار رہے ہو۔"

میں کہتے کہتے رک گیا۔ راجر موس نے سر اٹھا کر علی سے کہا۔ "پامیلا میری ایک ہی اولاد ہے۔ میں اسے جان سے زیادہ چاہتا ہوں جب اسے معلوم ہوگا کہ تم کسی دوسری سے ملتے ہو تو اس کا دل ٹوٹ جائے گا۔"

"انکل! مجھے پامیلا کی زندگی عزیز ہے۔ میں گولڈن برین کا عہدہ قبول نہیں کروں گا۔"

"عہدہ قبول نہ کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ دراصل الپا ایک مسئلہ ہے۔ وہ جوان اور حسین ہے۔ ہمیں یہ اندیشہ رہتا ہے کہ پارس کی طرح پھر کوئی دشمن اسے عشق کے جال میں نہ پھانس لے۔ وہ تمہاری محبوبہ بن کر رہے گی تو ہم تمام گولڈن برینز مطمئن رہیں گے۔"

"یعنی آپ بھی یہی چاہتے ہیں کہ میں یہ کڑوا گھونٹ پی لوں؟"

"میں فرض کی ادائیگی کے لئے یہی چاہتا ہوں۔"

وہ دونوں خفیہ کمرے سے باہر آ گئے۔ پامیلا اپنے کمرے میں سوگوار بیٹھی ہوئی تھی۔ اپنی ماں کی موت کا صدمہ برداشت کر رہی تھی۔ علی نے کہا "پاپا! یہ پچھلی رات سے جاگ رہی ہے' آپ اسے سلا دیں۔"

میں پامیلا کے دماغ میں آیا' اسے بستر پر لے گیا۔ وہ سونا نہیں چاہتی تھی۔ خوب رونا چاہتی تھی۔ میں نے اس کی آنکھیں بند کردیں پھر خیال خوانی کی ذریعے اسے گہری نیند میں پہنچا دیا۔

میں نے علی کے پاس آ کر فرمونا آندروف اور اجنبی خیال خوانی کرنے والے کے متعلق تفصیل سے واقعات بتائے پھر کہا۔ "مجھے شبہ ہے کہ وہ اجنبی یہاں کے یہودی خیال خوانی کرنے والوں میں سے کوئی ہے۔"

اس نے کہا "الپا اور جے مورگن انتہائی وفادار اور ذمے دار خیال خوانی کرنے والے افراد ہیں۔ یہ دونوں صرف ملکی معاملات میں گولڈن برینز کے احکامات کی تعمیل کرتے ہیں۔ تیسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا ہیری ہوگن ہے۔ اس پر شبہ کیا جا سکتا ہے کہ یہودیوں نے اسے آپ کے پیچھے لگا دیا ہے۔ چوتھا ٹیلی پیتھی جاننے والا جنرل پارکن قیدی کی زندگی گزار رہا ہے۔ شاید اس کا برین واش کیا گیا ہے۔"

میں نے کہا "الپا' جے مورگن اور ہیری ہوگن شاید گولڈن برین میجر یارڈلے کے ماتحت کام کرتے ہیں۔ اس لئے نمبر ون گولڈن برین راجر موس کو یہ معلوم نہیں تھا کہ الپا میجر یارڈلے کے حکم پر تم سے دوستی کر رہی ہے۔"

"جی ہاں۔ یہ خیال خوانی کرنے والے میجر یارڈلے کے ماتحت ہیں اور شاید میجر نے ہی ہیری ہوگن کو آپ کے پیچھے لگایا ہے۔ مجھے کسی طرح میجر یا ہیری ہوگن کو کمزور بنانا ہوگا۔ اس مقصد کے لئے ان کا پتا ٹھکانا معلوم کرنا ضروری ہے۔"

"تم اس سلسلے میں کوشش کرو۔ میں امریکی خیال خوانی کرنے والوں کو ٹٹولنے جا رہا ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ جان لمبوڈا نے اپنے کسی ماتحت کو میرے پیچھے لگا دیا ہو۔ میں پھر آؤں گا۔"

اس سے رخصت ہو کر میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ اسرائیل

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

میں علی تیمور تھا جس کے ذریعے میں دشمن خیال خوانی کرنے والے کو بے نقاب کرنا چاہتا تھا۔ امریکا میں سونیا ثانی تھی' جو ہمارے تنویمی عمل کے باعث خود کو بھولی ہوئی تھی اور اپنے آپ کو سلوانہ کے نام سے پہچانتی تھی۔

وہ جان لبوڈا کی سرپرستی میں ملٹری ہیڈ کوارٹر کے ایک ٹریننگ سینٹر میں پہنچائی گئی تھی۔ سپر ماسٹر اور جان لبوڈا کا ارادہ تھا کہ ایک دن اسے ٹرانسفارمر مشین سے گزار کر ٹیلی پیتھی کا علم دیا جائے گا۔

سلوانہ عرف سونیا ثانی نے ابتدا ہی سے اپنے کارناموں کے ذریعے جان لبوڈا وغیرہ کو بہت زیادہ متاثر کیا تھا۔ وہ بچپن سے سونیا کے سائے میں رہ کر زبردست ٹریننگ حاصل کرچکی تھی۔ تقریباً دوسری سونیا بن گئی تھی اس لئے اسے سونیا ثانی کہا جاتا تھا۔

جب اس نے ملٹری ٹریننگ سینٹر میں بھی سو فی صد مارکس حاصل کرکے تربیت دینے والے ٹرینرز کو حیران کیا تو یہ فیصلہ کرلیا گیا کہ پندرہ دنوں تک اسے میڈیکل اوبزرویشن میں رکھنے کے بعد ٹرانسفارمر مشین سے گزارا جائے گا۔

میں ثانی کے دماغ میں جاکر چپ چاپ یہ خیالات پڑھ رہا تھا اور یہ انکشاف ہو رہا تھا کہ ایک ٹرانسفارمر مشین سپر ماسٹر کے پاس موجود ہے۔ یا دوبارہ تیار کی گئی ہے اور پندرہ دن بعد ثانی ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے والی ہے۔

میں نے سلمان کو مخاطب کرکے اسے سونیا ثانی کے متعلق بتایا۔ اس نے خوش ہوکر کہا "یہ میرے لئے بہت بڑی خوش خبری ہے۔ ہماری ٹیم میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی کا اضافہ ہونے والا ہے۔"

میں نے کہا "آج سے تمہاری اور سلطانہ کی یہ ڈیوٹی ہے کہ باری باری ثانی کے پاس موجود رہوگے۔ آج سے پندرھویں دن یہ ضرور معلوم کرنا کہ اس کے دماغ میں جان لبوڈا وغیرہ کب تک موجود رہتے ہیں۔ ان کی غیر موجودگی سے فائدہ اٹھا کر ثانی پر تنویمی عمل کرو اور اسے اپنی اصلی شخصیت یاد دلاؤ تاکہ وہ ٹرانسفارمر مشین سے گزرنے کے بعد ہماری ہی رہے۔ غفلت کروگے تو وہ سلوانہ کی حیثیت سے ان کی ٹیلی پیتھی جاننے والی بن جائے گی۔"

میں تمام باتیں سمجھا کر پھر ثانی کے پاس آگیا۔ میں ثانی کے ذریعے کسی ایسے فرد کو پکڑنا چاہتا تھا جسے آلۂ کار بنا کر جان لبوڈا یا سپر ماسٹر ہولی مین کے قریب رہ سکوں۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ لبوڈا کی ایک بیٹی بھی ٹریننگ سینٹر میں ہے اس کا نام کانو وانا لبوڈا تھا۔

میں اپنی داستان میں کانو وانا کا ذکر کرچکا ہوں۔ لبوڈا چاہتا تھا اس کی بیٹی بھی ٹریننگ کے نتیجے میں اے گریڈ حاصل کرکے اور ٹرانسفارمر مشین سے گزر کر ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرے۔ کانو وانا ذہین تھی لیکن اے گریڈ حاصل کرنے والی ذہانت اس کے پاس نہیں تھی۔ وہ بھرپور کوشش کررہی تھی۔ جان لبوڈا نے سلوانہ (ثانی) سے کہا تھا "میری بیٹی کو گائیڈ کرو۔ اسے اپنے ساتھ رکھا کرو۔ تمہاری ذہانت سے یہ بہت کچھ سیکھ لے گی۔"

تب سے کانو وانا اور سلوانہ آپس میں سہیلیاں بن گئی تھیں۔ جب ان کے درمیان بے تکلفی بڑھنے لگی تو ایک دن کانو وانا نے اپنے دل کی بات بتائی کہ اسے ایک گورے امریکی جوان سے محبت ہوگئی ہے۔

سلوان نے پوچھا "کیا وہ بھی تمہیں چاہتا ہے؟"

"دل و جان سے چاہتا ہے۔"

"لیکن تم نیگرو ہو۔ کیا وہ تم سے شادی کرے گا اور کرے گا تو تمہارے سیاہ فام ہونے کا طعنہ نہیں دے گا۔"

"یہاں کالے اور گورے کا جھگڑا رہتا ہے اس کے باوجود بعض کالے گوری عورتوں سے اور گورے مرد کالی عورتوں سے شادیاں کرتے ہیں۔"

"کیا اس نے شادی کا وعدہ کیا ہے؟"

"ہاں' وہ میرے ڈیڈی کا احسان مند ہے۔ ڈیڈی نے اسے یہاں ٹریننگ سینٹر میں داخل کرایا تھا۔ وہ مجھ سے ایک سال سینئر تھا۔ اے گریڈ حاصل کرکے یہاں سے جاچکا ہے۔"

"یعنی ایک برس پہلے ٹرانسفارمر مشین سے گزر چکا ہے۔"

"شاید اس نے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرلیا ہے۔ ڈیڈی راز کی باتیں اپنی اولاد کو بھی نہیں بتاتے ہیں۔"

ثانی نے کہا "میرا خیال ہے اس نے علم حاصل نہیں کیا ہے اگر کرتا تو تمہارے دماغ میں آکر تم سے ضرور باتیں کرتا۔"

"ہاں۔ میں اکثر سوچتی ہوں کہ اے گریڈ حاصل کرکے جانے کا مطلب یہی ہے کہ وہ ٹرانسفارمر مشین سے گزر چکا ہے۔ پھر مجھ سے رابطہ کیوں نہیں کرتا ہے۔"

"ہوسکتا ہے وہ تمہارے ڈیڈی کی طرح سخت اصول پسند ہو اور سپر ماسٹر کے حکم کے مطابق غیر ضروری خیال خوانی سے پرہیز کرتا ہو اسی لئے تمہارے پاس نہ آتا ہو۔"

"کاش ایسا ہی ہو۔ وہ فرائض کی ادائیگی کے باعث مجھ سے رابطہ نہ رکھتا ہو۔ لیکن وہ مجھ سے محبت کرتا ہے' ایک دن ضرور میرے پاس آئے گا۔"

"تم نے اس کا نام نہیں بتایا۔"

"اس کا نام بین جین تھرال ہے مختصر طور پر بی جی تھرال کہلاتا ہے میں اسے صرف تھرال کہتی ہوں۔"

یہ انکشاف ہوتے ہی میں نے اطمینان کی ایک گہری سانس لی۔ ثانی کے چور خیالات پڑھنے سے مشکل آسان ہوگئی تھی۔ اگرچہ میں نے تھرال کا نام پہلے کبھی نہیں سنا تھا لیکن وہ ٹیلی پیتھی سیکھنے کے بعد اچانک گم ہوگیا تھا۔ اپنی محبوبہ سے بھی رابطہ نہیں کررہا تھا۔ کانو وانا نے اپنے باپ لبوڈا کو اس سلسلے میں فکر مند نہیں پایا تھا۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ لبوڈا نے صرف مجھے قتل

کرانے کے لئے تھرال کو چھپا کر رکھا ہے۔ ہماری دنیا میں جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں ان کی فہرست میں لبوڈا نے تھرال کا نام نہیں آنے دیا۔ صرف اس لئے کہ میں محتاط نہ ہوجاؤں اور تھرال کا نام معلوم ہوتے ہی اسے کہیں سے ڈھونڈ نہ نکالوں۔

ہزار رازداری کے باوجود میں نے اسے کسی حد تک تلاش کرلیا' صرف اس کا ٹھکانا معلوم کرنا رہ گیا تھا۔ میں نے علی سے کہا "دشمن خیال خوانی کرنے والے کا نام بی جی تھرال ہے۔ جان لبوڈا سے اس کا گہرا تعلق ہے۔ میں اس سے نمٹ لوں گا۔ تم اپنے معاملات پر توجہ دو۔"

میں فرمونا کے پاس آیا۔ وہ سرفراز خان کے ساتھ اس کے گھر آئی تھی۔ سرفراز خان کی ماں نے اس سے پوچھا "بیٹی! تمہاری اور ہماری تہذیب میں بڑا فرق ہے۔ کیا ہمارے ساتھ گزارہ کرسکوگی؟"

سرفراز نے ماں کی پشتو زبان کا ترجمہ کیا۔ فرمونا نے کہا "میں آپ کو ماں کہتی ہوں اور ساری دنیا کی ماؤں کی تہذیب ایک' اس کا دودھ ایک اور اس کی ممتا ایک ہوتی ہے۔"

پھر وہ سرفراز کے بازو کو تھام کر بولی "آپ کے بیٹے نے مجھے تحفظ دیا ہے اور ہر عورت اسی تہذیب سے محبت کرتی ہے جہاں اسے تحفظ حاصل ہوتا ہے۔ ماں! میں آپ کی زبان سیکھوں گی پھر آپ سے خوب باتیں کیا کروں گی۔"

اسی وقت تھرال نے اس کے دماغ میں کہا "بہت خوش ہو رہی ہو' کیا مجھے چھوڑ کر یہاں گھر بساؤ گی؟"

وہ پریشان ہوکر بولی "سرفراز! وہ پھر میرے اندر آکر بول رہا ہے۔"

سرفراز کے کچھ کہنے سے پہلے میں نے فرمونا کے دماغ میں کہا۔ "ہیلو تھرال! ذرا جلدی یہ حساب کرلو کہ تمہاری سانسیں کتنی رہ گئی ہیں۔"

جواب میں خاموشی رہی۔ فرمونا نے پریشان ہوکر کہا "کوئی کسی تھرال کو اپنی سانسوں کا حساب کرنے کو کہہ رہا ہے۔ پتا نہیں یہ میرے دماغ میں کیا ہو رہا ہے۔ میں پاگل ہوجاؤں گی۔"

میں نے کہا "فرمونا! حوصلے سے کام لو۔ جو فرہاد تمہیں پریشان کررہا ہے اس سے تمہیں جلد ہی نجات مل جائے گی۔"

سرفراز' فرمونا کی پیشانی کو دیکھ کر کہہ رہا تھا "تم کون ہو؟ کیوں میری فرمونا کے دماغ میں آکر پریشان کررہے ہو؟"

میں نے کہا "فرمونا! اپنے محبوب سے کہہ دو۔ میں تمہارا مددگار ہوں۔ میرے آتے ہی فرہاد تمہارے دماغ سے بھاگ گیا۔ میں چاہوں تو ابھی اسے پکڑ سکتا ہوں لیکن مجھے چوہے بلی کا کھیل پسند ہے۔ میں اس چوہے کو دوڑا دوڑا کر ماروں گا۔"

یہ آخری فقرے میں نے تھرال کو سنانے کے لئے کہے۔ میرا اندازہ تھا کہ وہ خاموشی سے موجود ہے۔ یہ بہت بعد میں معلوم ہوا تھا کہ وہ اپنا نام سنتے ہی بھاگ گیا تھا۔ اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوکر حیرانی اور پریشانی سے سوچ رہا تھا کہ مجھے اس کا نام کیسے معلوم ہوگیا؟

میرے متعلق دشمن کہتے تھے کہ میں شیطان ہوں' اچانک کہیں سے آکر سر پر سوار ہوجاتا ہوں اور یہ خوش فہمی ختم کردیتا ہوں کہ ان کے اہم اسرار تک نہیں پہنچ سکتا۔

وہ اندیشوں میں گھرا سوچ رہا تھا کہ میں کہیں بھی موت بن کر پہنچ سکتا ہوں۔ جب نام معلوم ہوچکا ہے تو ٹھکانا بھی معلوم ہوجائے گا اور ہوسکتا ہے کہ معلوم ہوچکا ہو۔ وہ یا اس کا خیال خوانی کرنے والا ساتھی دور ہی دور سے مجھے دیکھ رہا ہو۔

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ جان لبوڈا کے پاس آکر کوڈ ورڈز ادا کئے پھر کہا "سر! مصیبت ہوگئی' فرہاد مجھے جانتا ہے۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا "کیسے جانتا ہے؟"

"میں کیا بتاؤں سر! میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کے ذرائع کیا ہیں؟ اس کا شیطانی طریقۂ کار سمجھ میں نہیں آتا۔ ہم سمجھنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں اور وہ شہ رگ تک پہنچ جاتا ہے۔"

"یہ کیسے معلوم ہوا کہ وہ تمہیں جانتا ہے؟"

"میں تھوڑی دیر پہلے فرمونا کے پاس تھا۔ میرے بچھائے ہوئے جال کے مطابق فرہاد فرمونا کا دیوانہ ہوگیا ہے۔ سرفراز خان کے بھیس میں اُس سے دلچسپی لے رہا ہے۔ میں نے فرمونا کو دھمکی دی کہ وہ میرا ساتھ نہیں دے گی تو سرفراز خان کے ساتھ زندگی نہیں گزار سکے گی' ایسے ہی وقت فرہاد نے فرمونا کے دماغ میں آکر مجھے نام لے کر مخاطب کیا' اس نے کہا' ہیلو تھرال! ذرا جلدی یہ حساب کرلو کہ تمہاری سانسیں کتنی رہ گئی ہیں۔"

جان لبوڈا نے کہا "اس فقرے کے پیچھے یہ یقین چھپا ہوا ہے کہ اس کے ساتھی تمہیں دیکھ رہے ہیں۔ تمہاری سانسوں کا رشتہ تم سے توڑ سکتے ہیں۔ وقت برباد نہ کرو۔ فوراً وہ رہائش گاہ چھوڑ دو۔ ٹھیک دس منٹ کے بعد نکلو۔ ہمارے جاسوس اپنی گاڑیوں میں تمہارے آس پاس رہیں گے۔"

"مجھے کہاں جانا چاہئے؟"

"فی الحال لمبی ڈرائیو کرتے رہو تاکہ ہم تمہارا تعاقب کرنے والوں کو ٹریپ کرسکیں۔"

وہ ایک دستی بیگ میں ضرورت کی چیزیں رکھنے لگا۔ ٹھیک دس منٹ کے بعد لبوڈا نے اس سے کہا "باہر جاؤ اور اپنی کار مسلسل ڈرائیو کرتے رہو۔"

وہ واشنگٹن میں تھا۔ اپنی کار میں بیٹھ کر مختلف سڑکوں سے گزرنا چاہتا تھا۔ لبوڈا نے کہا "شہر کی مصروف شاہراہوں پر تعاقب کرنے والے مشکل سے پہچانے جاتے ہیں۔ میامی کی شاہراہ پر چلو' اس ہائی وے پر فرہاد کے آدمی پہچانے جائیں گے۔"

وہ اس ہائی وے کی سمت جانے لگا۔ میں نے نائب سپر ماسٹر کو مخاطب کرکے کہا "اپنے ماسٹر اور لبوڈا سے کہو فرہاد آیا ہے۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ٹائب نے مخصوص سگنل کے ذریعے سپرماسٹر ہولی مین اور جان لمبوڈا کو اطلاع دی۔ سپرماسٹر نے کمپیوٹر کے ذریعے مجھے ہیلو کہا' میں نے جواباً کہا "جان لمبوڈا میری آمد کو خوب سمجھ رہا ہے اور سپرماسٹر شاید تم بھی سمجھ رہے ہو۔"

سپرماسٹر نے کہا "وقت ضائع نہ کرو۔ پہیلیاں نہ بجھواؤ' اپنی آمد کا مقصد بیان کرو۔"

"وقت تو اب ضائع ہوتا رہے گا سپرماسٹر! تمہاری ایک ٹرانسفارمر مشین کو تباہ کرنے کے بعد ہم نے سوچا تھا کہ اب تمہارے ملک کی طرف نہیں دیکھیں گے' تمہیں مزید کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے لیکن لمبوڈا نے تھرمال کو میرے لئے موت کا فرشتہ بنا کر بہت بڑی حماقت کی ہے۔"

"تمہیں غلط فہمی ہے۔ جان لمبوڈا کسی قاتل تھرمال سے واقف نہیں ہے۔"

"میں لمبوڈا کا جواب سننا چاہتا ہوں۔"

وہ کمپیوٹر کے ذریعے بولنے لگا۔ ٹائب اسکرین کے سامنے بیٹھا وہ تحریر پڑھ رہا تھا اور میں ٹائب کے دماغ سے پڑھتا جا رہا تھا۔ لمبوڈا نے کہا "مسٹر فرہاد! ہم تم سے چھیڑ چھاڑ کرنا نہیں چاہتے۔ تم اپنی جگہ خوش رہو' ہم اپنے ملک میں سکون سے ہیں۔ اگر کوئی تھرمال نامی قاتل تمہاری نظروں میں آیا ہے تو اس کے متعلق ہمیں کچھ بتاؤ۔ ہم اسے سزا دیں گے۔"

میں نے پوچھا "کیا تم یہ معلوم کرنا چاہتے ہو کہ میں تھرمال کو کس حد تک جانتا ہوں؟ کیا تم تھرمال کو دور بھگانے اور چھپانے کی کوشش نہیں کر رہے ہو؟"

یہ آخری فقرہ میں نے اندازے سے کہا۔ میرا خیال تھا جو فرمونا کے دماغ سے بھاگ گیا تھا وہ لمبوڈا کے پاس ضرور گیا ہوگا اور وہ اپنے خفیہ اور پُراسرار ٹیلی پیتھی جاننے والے کو پناہ دینے کی ہر ممکن کوشش کرے گا۔

جان لمبوڈا میری اس بات پر بدحواس ہو گیا تھا کیونکہ تھرمال کو ہائی وے پر دوڑا رہا تھا' اس کی رہائش گاہ تبدیل کرا رہا تھا۔ لمبوڈا نے سنبھل کر کہا "جب تمہارا یہ دعویٰ ہے کہ تم تھرمال کو جانتے ہو اور میں اسے کہیں چھپا رہا ہوں تو اس کے چھپنے سے پہلے اسے گولی کیوں نہیں مارتے؟"

"اسے گولی مارنے سے میرا مقصد پورا نہیں ہوگا۔ میں اس کے ذریعے کہاں پہنچ رہا ہوں' جب یہ انکشاف ہوگا تو تمہارے اور سپرماسٹر کے ہوش اڑ جائیں گے۔"

سپرماسٹر نے کہا "ہمیں دھمکی نہ دو۔ دوستانہ طریقہ اختیار کرو۔ چند ماہ سے ہمارے درمیان صلح اور سکون تھا' تم پھر ہلچل پیدا کرنے کی کوشش کرنے آئے ہو۔"

میں نے کہا "الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔ چلو کوئی بات نہیں۔ میں تمہیں چور ثابت کرکے تھرمال کے ساتھ تم دونوں کو جہنم میں پہنچاؤں گا۔"

میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ اب وہ دونوں تشویش میں مبتلا ہو گئے ہوں گے۔ یہ اندیشہ پیدا ہو گیا ہوگا کہ میں تھرمال کو ایک ذریعہ بنا کر ان دونوں کی خفیہ رہائش گاہوں تک پہنچ سکتا ہوں۔

آدمی اندیشوں میں گھر جائے تو تشویش میں مبتلا ہو کر پریشانی کے دوران کوئی غلطی کر بیٹھتا ہے۔ ان سے بھی اب غلطی سرزد ہونے والی تھی۔ اس کا علم مجھے بعد میں ہوا۔ جان لمبوڈا نے تھرمال کے پاس جا کر کہا "فرہاد کو ہماری ایک ایک حرکت کا علم ہے' وہ جانتا ہے کہ میں تمہیں کہیں چھپانے کے لئے دور لے جا رہا ہوں۔"

تھرمال نے کہا "یہ رپورٹ فرہاد کو وہ لوگ دے رہے ہوں گے جو اس وقت میرا تعاقب کر رہے ہیں۔"

"بے شک وہ تمہارا تعاقب کرنے والوں کے ساتھ ہے۔"

ہائی وے پر کافی گاڑیاں آگے پیچھے دوڑ رہی تھیں' وہ سہمے ہوئے ذہن سے سوچ رہے تھے کہ ان میں سے کسی نہ کسی گاڑی میں فرہاد کے ساتھی یا آلۂ کار موجود ہیں۔

جان لمبوڈا نے کہا "گاڑی واپس موڑ لو۔ کنگسٹن اسٹریٹ کے دسویں بنگلے میں جاؤ۔ وہاں ایک بوڑھے میاں بیوی ہیں' وہ تمہیں ایک خفیہ دروازے سے تہ خانے میں پہنچائیں گے۔ وہاں تم میک اپ کے ذریعے اپنا حلیہ و لباس بدلو گے اور میری طرح سیاہ فام نیگرو بن کر سرنگ کے ذریعے آگے جاؤ گے پھر ایک دوسرے بنگلے میں پہنچ جاؤ گے۔"

اس نے گاڑی واپس موڑ لی تھی۔ وہ لمبوڈا کی ہدایت کے مطابق جا رہا تھا۔ لمبوڈا کہہ رہا تھا "میری بیٹی کانووانا تمہیں یاد کرتی رہتی ہے۔ میں اسے بتاؤں گا کہ تم نیگرو کے روپ میں ہو۔ اور آج اس سے کہیں ملنے والے ہو۔"

یہ میرا برسوں کا تجربہ ہے۔ لوگ گھبراہٹ اور پریشانیوں میں غلطیاں ضرور کرتے ہیں۔ میں نہیں جانتا تھا کہ تھرمال بھیس بدل کر کبھی کانووانا سے ملنے والا ہے لیکن آگے جا کر یہ سب کچھ معلوم ہونے والا تھا۔

○☆○

اے بے ڈیوڈ عرف ابوداؤد تنظیم "را" کا چیف اپنی کار میں بیٹھا دور حمیرا کی کوٹھی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ حمیرا پہلے ہی دن سے اس کے دل و دماغ پر چھا گئی تھی۔ وہ اتنے اہم اور ذمے دار عہدے پر فائز تھا کہ عیاشی کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتا لیکن بعض اوقات سوچ اور سنجیدگی پر جذبات غالب آجاتے ہیں۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ حمیرا تک پہنچنے کے لئے گوشہ نشینی سے نکلنا پڑے گا۔ یا اسے اپنی خفیہ رہائش گاہ میں اغوا کرکے لانا ہوگا۔ دونوں ہی صورتوں میں بے نقاب ہونے کا اندیشہ تھا۔

کوئی حسینہ پسند آجائے تو وہ کسی تیسری جگہ اس کے پاس پہنچ جاتا تھا۔ اس کے خاص ماتحت خفیہ طور سے اس کی نگرانی کرتے

رہتے تھے۔ ایسے معاملات میں اس کا خاص رازدار جمشید رانا تھا۔

ابوداؤد نے کہا تھا کہ کبھی وہ مارا جائے یا بے نقاب ہو جائے تو فوراً ہی پاکستان چھوڑ کر چلا جائے گا پھر اس کی جگہ جمشید رانا سنبھال لے گا۔ جمشید خوش ہو کر اس کی جی حضوری میں لگا رہتا تھا اور حسین عورتوں کی دلالی کرتا رہتا تھا۔

اس بار ابوداؤد نے کہا "میں حمیرا کو اپنے خیالوں سے نکالنا چاہتا ہوں۔ مگر وہ نہیں نکلتی ہے۔ میں نے اسے نظرانداز کرنے کے لئے دوسری تیسری سے دل بہلایا لیکن یہ دل اُسی کے لئے مچل رہا ہے۔"

جمشید نے کہا "سر! حسین عورتوں کی کمی نہیں ہے۔ لیکن آپ دیکھتے آرہے ہیں کہ حمیرا دوسری لڑکیوں سے مختلف ہے' وہ کسی کو اپنے سائے کے قریب بھی آنے نہیں دیتی ہے۔"

"اس کی یہی ضد میرے لئے چیلنج بن گئی ہے۔"

"بے شک جس کی طلب ہو اور وہ حاصل نہ ہو تو طلب میں شدت اور دیوانگی پیدا ہو جاتی ہے۔ ایسی دیوانگی آپ کو نقصان پہنچا سکتی ہے۔"

"دیکھو جمشید! صرف حمیرا کی طرف سے اندیشہ ہے کہ وہ ہمیں پہچان لے گی تو انتقاماً تنظیم کو نقصان پہنچائے گی۔ لہٰذا ایسی چال چلی جائے کہ وہ ہمیں پہچان نہ سکے۔"

"یعنی نقاب پوش بن کر اسے اغوا کیا جائے اور آپ نقاب میں رہ کر اُس کی تنہائی میں جائیں۔"

"ہاں' اسے اس کی کوٹھی میں ہی محصور رکھا جائے' یہ تاثر دیا جائے کہ اس کے تینوں باڈی گارڈز خرید لئے گئے ہیں۔ فون کا تار کاٹ دیا جائے۔ وہ اپنی کوٹھی سے باہر نہیں نکل سکے گی۔ اتنی احتیاط کے بعد بھی پہلے تم نقاب میں اس کے پاس جاؤ گے۔ میں کوٹھی سے ذرا دور حالات کا جائزہ لیتا رہوں گا۔ جب تم ٹرانسمیٹر کے ذریعے میدان صاف ہونے کا یقین دلاؤ گے تو میں کوٹھی کے اندر آؤں گا پھر اس حسینہ کی یہ قسم توڑ دوں گا۔ کہ وہ کسی مرد سے زیر نہیں ہوگی۔"

جو لوگ نہایت سنجیدگی اور دانائی سے اپنے کھیل کھیلتے رہتے ہیں' وہ عام طور سے حسن پرست ہوتے ہیں۔ ان کے ذہنی سکون اور تفریح کا ذریعہ عیاشی ہوا کرتی ہے۔ چونکہ عیاشی پردے میں ہوتی ہے اس لئے ان کی اصلیت کبھی بے پردہ نہیں ہوتی۔

منصوبے کے مطابق حمیرا کو کوٹھی میں محصور کر دیا گیا تھا۔ اس کی بے بسی کا پورا یقین ہو گیا تھا۔ یہ اندیشہ نہیں رہا تھا کہ اس کا کوئی یار و مددگار ہو سکتا ہے۔ ابوداؤد کو یقین تھا کہ آج وہ جوانی کی بارود سے بھرے ہوئے بدن کو حاصل کر لے گا۔

وہ اپنی کار میں حمیرا کی کوٹھی سے ذرا دور انتظار میں بیٹھا ہوا تھا۔ جمشید رانا اس کے سامنے کوٹھی کے احاطے میں داخل ہوا تھا۔ وہ حفاظتی انتظامات کا جائزہ لینے گیا تھا۔ اس کے جانے کے چند سیکنڈ بعد کوئی دوسرا بھی اس احاطے میں داخل ہوا تھا۔ ابوداؤد نے ٹرانسیٹر کے ذریعے تینوں باڈی گارڈز سے رابطہ کرنا چاہا۔ کوٹھی کے چاروں طرف الرٹ رہنے والے باڈی گارڈز کی طرف سے جواب نہیں مل رہا تھا۔ ٹرانسمیٹر سگنل کے جواب میں ان کی خاموشی بتا رہی تھی کہ وہ موت کی خاموشیاں ہیں۔

پھر کوٹھی کے اندر سے جمشید رانا نے موبائل فون پر کہا۔ "راستہ صاف ہے' حمیرا یہاں اکیلی ہے۔ باہر ہمارے تینوں وفادار بہت ہوشیاری سے......"

ابوداؤد نے کہا "موت کے سامنے ہوشیاری کام نہیں آتی۔ باہر تینوں وفادار موت کی نیند سو گئے ہیں۔ تم باہر نکل کر دیکھو۔"

یہ کہہ کر وہ جمشید کے باہر آنے کا انتظار کرنے لگا لیکن وہ کوٹھی سے نہیں نکلا۔ ابوداؤد کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ وہاں رخسانہ اور حماد (پارس) پہنچ گئے تھے۔ انہوں نے جمشید کو بے نقاب کیا تھا۔ پھر وہ حماد کی پگلی ماں پہنچ گئی تھی۔ اداس پاگل مگر محبِ وطن خاتون نے کوٹھی کے اندر ہونے والے ڈرامے کا دل ہلا دینے والا ڈراپ سین کیا تھا۔ اس المیہ ڈرامے کی روداد میں تفصیل سے پہلے ہی بیان کر چکا ہوں۔

ابوداؤد نے دو منٹ تک انتظار کیا۔ جب وہ کوٹھی کے باہر نہیں آیا تو سمجھ میں آگیا کہ کام بگڑ چکا ہے۔ دوسرا منٹ ختم ہونے سے پہلے ہی ایک گولی چلنے کی آواز سنائی دی۔ وہ گولی محبِ وطن خاتون نے جمشید کی پیشانی پر ماری تھی۔

ابوداؤد فائرنگ کی آواز سنتے ہی کار اسٹارٹ کرکے ذرا دور چلا گیا۔ وہ سوچ رہا تھا' جمشید نے شاید کسی مجبوری سے فائر کیا ہے ابھی کسی خطرے سے نمٹ کر آجائے گا۔ لیکن وہ واپس نہیں آیا۔

دور جا کر رات کے سناٹے میں دوسری گولی چلنے کی آواز سنائی دی۔ وہ دوسری گولی خاتون نے اپنی پیشانی پر ماری تھی۔ کوٹھی کے اندر کیا ہو رہا ہے' یہ ابوداؤد کو معلوم نہیں ہو سکتا تھا۔ اس نے پریشان ہو کر موبائل فون کے ذریعے رابطہ کیا۔ ادھر مردہ جمشید کی جیب سے فون سگنل کی آواز آرہی تھی۔ پارس وہاں رخسانہ اور حمیرا کے ساتھ موجود تھا۔ جمشید اور بوڑھی خاتون کی لاش کو دیکھ کر کہہ رہا تھا "حمیرا! یہ دونوں لاشیں تمہارے لئے مصیبت بن جائیں گی۔ پولیس تھانے اور عدالتوں کے چکر میں پڑ جاؤ گی۔"

حمیرا بھی پریشان ہو کر یہی سوچ رہی تھی۔ اسی وقت موبائل فون نے انہیں متوجہ کیا۔ پارس نے آگے بڑھ کر اُس کی جیب سے فون کو نکالا۔ پھر بٹن دبا کر جمشید کی آواز بناتے ہوئے اور کراہتے ہوئے بولا "مم۔ مجھے گولی لگ گئی۔ لیکن میں نے بھی دشمن کو ہلاک کر دیا ہے' پلیز میرا انتظار کریں' میں آرہا ہوں۔ مجھے فوری طبی امداد کی ضرورت ہے۔"

دوسری طرف سے داؤد نے کہا "طبی امداد کے لئے اپنی گاڑی میں سرجن یوسف شہابی کے پاس جاؤ۔ میں بعد میں رابطہ کروں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

گا۔"

پارس نے جلدی سے کہا "ٹھہرئے' یہ حمیرا کا کیا کروں' میں نے اسے نشانے پر رکھا ہے۔"

داؤد ذرا سوچ میں پڑ گیا۔ پارس نے اس کی دُکھتی رگ پر ہاتھ رکھا تھا۔ یہ سارا جھگڑا حمیرا کے لئے ہوا تھا۔ اس جھگڑے میں اس کا حصول دشوار ہو گیا تھا اور اب آسانی ہی آسانی تھی۔ اس نے پوچھا "جمشید! رکاوٹ بننے کے لئے کون آیا تھا۔ تم نے کسے گولی ماری ہے؟"

پارس نے کہا "میرے سامنے اس کی لاش ہے میں اسے چہرے سے نہیں پہچانتا ہوں۔ میرے خیال سے یہ وہی طارق ہے جو صوفیہ کا محافظ بن کر رہتا تھا۔"

ابوداؤد نے کہا "جہاں گولیاں چل چکی ہیں وہاں میرا آنا مناسب نہیں ہے۔ تم بھی وہاں سے فوراً نکل جاؤ' حمیرا کو زندہ نہ چھوڑو' اسے گولی مار دو۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ اس دوران پارس فون پر بات کرتا ہوا چھپتا چھپاتا کوٹھی سے باہر آیا تھا اور دور تک نظریں دوڑا رہا تھا تاکہ اسے داؤد کی جگہ معلوم ہو جائے۔

کوٹھی کے احاطے کے باہر آتے ہی ابوداؤد نے رابطہ ختم کر دیا تھا۔ رات کے سناٹے میں کار اسٹارٹ ہونے کی ہلکی سی آواز سنائی دی۔ پارس نے ادھر دوڑ لگائی۔ گاڑی کی پچھلی سرخ روشنی حرکت میں آگئی تھی پھر وہ روشنی آگے جانے لگی' رفتار بڑھ رہی تھی۔ پارس بھی پوری تیز رفتاری سے دوڑتا جا رہا تھا۔ پھر اس نے چھلانگ لگائی اور سڑک پر اوندھے منہ گرتے ہوئے ایک فائر کیا۔ اس کے ساتھ ہی پچھلا ایک پہیہ دھماکے سے پھٹ گیا۔ تیزی سے جانے والی کار یکلخت گھوم گئی۔ پکی سڑک چھوڑ کے کچے ڈھلان پر نہر کی طرف جاتے ہوئے ایک درخت سے ٹکرا گئی۔

پارس سڑک پر سے اٹھ کر دوڑتا ہوا کار کے پاس آیا۔ اسٹیئرنگ سیٹ خالی تھی۔ ابوداؤد نہر میں چھلانگ لگا کر تیرتا ہوا دوسری طرف جا رہا تھا۔ پارس نے بھی ریوالور کو جیب میں ٹھونس کر چھلانگ لگا دی۔ تیرتے ہوئے اس کا تعاقب کرنے لگا۔

میں خاموشی سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ پارس کی موجودگی میں مجھے مداخلت کا موقع نہیں ملا تھا۔ میں نے حمیرا کی سوچ میں کہا۔ "ہمیں یہاں سے فوراً جانا چاہئے۔ ورنہ پولیس والے مصیبت بن کر آ جائیں گے۔"

حمیرا نے میری مرضی کے مطابق رخسانہ سے کہا "یہاں سے چلو۔"

رخسانہ نے کہا "رک جاؤ۔ حماد کو واپس آنے دو۔"

"حماد کے واپس آنے تک پولیس والے آ جائیں گے۔"

"حمیرا! یہاں سے جانے کے باوجود تم پکڑی جاؤگی کیونکہ کوٹھی کے اندر دو لاشیں اور باہر تین باڈی گارڈز کی لاشیں پڑی ہیں۔ تم بے گناہ ہو' یہ قتل تم نے نہیں کئے ہیں۔ اس لئے حوصلہ سے پولیس والوں کا انتظار کرو۔"

حمیرا تیزی سے چلتی ہوئی کوٹھی کے باہر آئی۔ رخسانہ پریشان ہو گئی۔ کوٹھی کی مالکن جا رہی تھی' ایسے میں تمام قتل کے الزامات اس پر لگائے جاتے۔ وہ دوڑتی ہوئی اپنی کار کی طرف آئی۔ حمیرا اس وقت تک کار میں بیٹھ کر کوٹھی کے احاطے سے نکل گئی تھی۔ میں اسے آئی جی کے پاس لے جا رہا تھا تاکہ اسے قانونی تحفظ حاصل ہو جائے۔

آئی جی اکبر درانی کی کوٹھی قریب ہی تھی۔ میں نے حمیرا کو وہاں پہنچا کر کہا "آپ اس کا بیان سنیں اور قانونی تحفظ دیں۔ یہ لڑکی ہمارے لئے بہت اہم ہے۔ میں ابھی آؤں گا۔"

میں پارس کے پاس آیا۔ اس نے نہر میں تیرنے کے دوران ہی دشمن کو دبوچ لیا تھا۔ دونوں میں برابر کی جنگ جاری تھی۔ ابوداؤد یوگا کا ماہر اور اچھا فائٹر تھا۔ پارس کا ایک ہی فولادی ہاتھ کھا کر سمجھ گیا تھا کہ اس جنگ میں صرف بچاؤ کی کوشش کرنی چاہئے۔ ورنہ دوسرا ہاتھ برداشت نہیں کر پائے گا۔

اس نے لڑتے ہوئے پوچھا "جوان' تم کون ہو؟"

وہ خود کو چھڑا کر پانی میں ڈوبنا چاہتا تھا تاکہ پانی کے اندر ہی اندر چھپ کر نکل جائے۔ پارس نے اس کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر پانی کی سطح کے اوپر لاتے ہوئے کہا "میں تمہاری تنظیم کا حماد ہوں' کیا بھول گئے ہو ابوداؤد؟"

"نن..... نہیں۔ تم حماد نہیں ہو۔ وہ کبھی اتنا اچھا فائٹر نہیں رہا۔ تمہارے ہاتھ فولادی ہیں۔ مجھ سے سودا کرو۔ میں تمہیں مالا مال کر دوں گا۔ ابھی ایک گھنٹے کے اندر ادائیگی کر دوں گا۔"

"کیا ابھی مجھے ایک لاکھ روپے دے سکتے ہو؟"

"ایک لاکھ کچھ بھی نہیں ہیں' میں اس سے زیادہ دوں گا۔"

اُس نے اسی طرح بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر کنارے کی طرف لے جاتے ہوئے کہا "چلو۔ اگر تم نے دھوکا نہیں دیا اور مجھے رقم دی تو پھر تمہارے لئے بھی کام کروں گا۔"

وہ جھانسہ دے کر اسے کنارے پر لے آیا تاکہ مار پیٹ میں وقت ضائع نہ ہو۔ پھر کنارے پر آتے ہی اس نے ایک زوردار ہاتھ اس کے مُنہ پر رسید کیا۔ اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ ایسا ہی لگا جیسے لوہے کی سلاخ مُنہ پر پڑی ہو۔ ناک اور مُنہ سے خون نکلنے لگا تھا۔ وہ گہری گہری سانس لے رہا تھا۔ پارس نے کہا "پاپا! شکار ہانپ رہا ہے' آپ کو دماغ میں آنے سے نہیں روک سکے گا۔"

میں ابوداؤد کے اندر پہنچ گیا۔ اس نے مجھے محسوس کرتے ہی سانس روکنے کی کوشش کی لیکن ہانپنے کی وجہ سے نہ روک سکا۔ میں نے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا۔ وہ چیخ مار کر اچھلا اور نہر کے کنارے گھاس پر گر کر تڑپنے لگا۔

پارس اسے میرے حوالے کرنے کے بعد بولا "پاپا!۔۔۔

آپ کوشش کریں کہ یہ حماد کی حیثیت سے مجھے بھول جائے' ورنہ مجھے حماد کے خول سے نکلنا ہوگا۔"

"اطمینان رکھو۔ یہ تمہیں بھول جائے گا۔"

پارس چلا گیا۔ ابوداؤد بڑا جی دار تھا۔ زلزلے کے پہلے جھٹکے سے سنبھل گیا تھا۔ میں نے دوسرا بڑا جھٹکا پہنچایا تو وہ ذبح ہونے والے بکرے کی طرح حلق سے آوازیں نکالنے اور تڑپنے لگا۔ اس کی قوتِ برداشت جواب دے چکی تھی۔ دماغ پھوڑے کی طرح دکھ رہا تھا۔ میں اس کے خفیہ اڈوں اور اہم ماتحتوں کے متعلق معلومات حاصل کرنے لگا۔

پھر میں نے آئی جی کو وہ تمام اڈے اور بڑے بڑے شریف مجرموں کے نام اور پتے بتائے اور کہا "ابھی وہاں ریڈ نہ کریں۔ کسی کو گرفتار بھی نہ کریں۔ میں ان کے چیف کو آپ کے پاس لا رہا ہوں۔"

جب تک میں یہاں آئی جی سے باتیں کرتا رہا' ادھر ابوداؤد سنبھلتا رہا۔ دماغ پھوڑا بن جائے تو تکلیف نہیں جاتی ویسے تکلیف کی شدت ختم ہو جاتی ہے' وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر نہر کے کنارے سے چلتا ہوا سڑک پر آ گیا تھا۔

فائرنگ کی آوازوں نے اور کار کے حادثے نے سونے والے پڑوسیوں اور علاقے کے لوگوں کو جگا دیا تھا۔ پولیس والے آ گئے تھے۔ ایک پڑوسی کی نشاندہی پر حمیرا کی کوٹھی میں گئے تھے۔ کچھ کار کی طرف آئے تھے۔ ابوداؤد ان سے دور نہر کے دوسری طرف تھا' کسی سپاہی کے روکنے ٹوکنے سے پہلے ایک رکشا میں بیٹھ کر جا رہا تھا۔

دماغ اس قدر کمزور ہو گیا تھا کہ وہ میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر رہا تھا۔ خود کو سمجھا رہا تھا کہ دماغی توانائی بحال ہو گئی ہے۔ کوئی دماغ میں نہیں آئے گا اگر وہ آئے تو میں محسوس کر لوں گا۔

اس نے رکشے والے کو ماڈل ٹاؤن چلنے کے لئے کہا تھا۔ وہ اپنی خفیہ رہائش گاہ کی طرف جا رہا تھا جو ہمارے لئے خفیہ نہیں رہی تھی۔ اس نے اپنی کوٹھی میں چند ہتھیاروں کے علاوہ کچھ ایسی دوائیں بھی رکھی تھیں جو ضرر رساں تھیں۔ دشمنوں کو خاموشی سے ہلاک کر سکتی تھیں یا انہیں اعصابی کمزوریوں میں مبتلا کر سکتی تھیں۔

میں اسے کوٹھی میں پہنچا کر وہ دوائیں کھلا کر اسے مزید کمزور بنا سکتا تھا لیکن اس کی موجودہ کمزوری بہت تھی۔ وہ میری مرضی کے مطابق اپنی خواب گاہ میں آ کر بستر پر لیٹ گیا۔ اس کے بعد میں نے اسے تھپک تھپک کر سلا دیا۔

اس کے ساتھ آدھے گھنٹے تک مصروفیت رہی۔ میں اس پر عمل کرتا رہا اور وہ میرا معمول بنتا رہا۔ میں نے آخر میں ہدایت دی کہ وہ تنویمی نیند سے بیدار ہونے کے بعد یہ بھول جائے گا کہ اس کے دماغ میں کوئی آیا تھا اور کسی نے دماغی اذیتیں پہنچائی تھیں۔ اسے اتنا یاد رہے گا کہ نہر میں کسی سے مقابلہ ہوا تھا اور وہ اُس سے جان چھڑا کر آ گیا تھا۔ نہ کسی نے اس کا تعاقب کر کے اس کی رہائش گاہ دیکھی ہے اور نہ ہی کوئی اس کے دماغ میں آ سکتا ہے۔ یہ بھی یاد نہیں رہے گا کہ اس نے وہاں حماد کو دیکھا تھا۔

میں اسے تنویمی نیند سلا کر آئی جی کے پاس آیا۔ اسے بتایا کہ میں نے اس پر تنویمی عمل کیا ہے۔ آئی جی نے پوچھا "کیا اسے قانون کے حوالے نہیں کروگے؟"

میں نے کہا "وہ بھارت کی ایک خطرناک تنظیم کا مقامی چیف ہے۔ ایک بہت بڑے عہدے پر ہے۔ میں اس کے اندر رہ کر اس تنظیم کے اندر کی اہم باتیں معلوم کرتا رہوں گا۔ ہمیں ان غدار پاکستانی باشندوں کے چہرے نظر آئیں گے جو دولت حاصل کرنے اور امریکا کا گرین کارڈ حاصل کرنے کے لئے اپنے ہی ملک کو کمزور بنانے میں مصروف رہتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے اس طرح تمام غیر ملکی جاسوسی بھی ہماری نظروں میں رہا کریں گے۔ میں نے حمیرا کی روداد سن لی ہے۔ اس سلسلے میں کیا چاہتے ہو؟"

"آپ اس کی رپورٹ درج کرا دیں۔ عدالت سے اس کی ضمانت حاصل کر لیں۔ اور رسمی طور پر پانچوں افراد کے قتل کی تفتیش کراتے رہیں۔ حمیرا کو پہلے کی طرح آزادی سے زندگی گزارنے دیں۔ وہ ہمارے بہت کام آئے گی۔"

پھر میں نے پارس کے پاس آ کر اسے ابوداؤد اور حمیرا کے متعلق بتایا۔ اس نے کہا "پاپا! یہ اچھا ہوا۔ آپ اس کے اندر رہ کر اس تنظیم کے چیف رہیں گے۔ ان کا جوتا ان کے مُنہ پر ماریں گے۔ ویسے آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟"

میں نے کہا "یہودیوں کی تنظیم موساد دہلی میں ہے' اس کے جاسوس وہاں سے یہاں آتے ہیں۔ بھارت اور اسرائیل ایک دوسرے کے گٹھ جوڑ سے ہماری قوم اور حکومت کے خلاف سازشیں کرتے رہتے ہیں۔ میری پہلی کوشش یہی ہوگی کہ تم یہاں سے دہلی جاؤگے اور موساد تنظیم کی جڑیں وہاں سے اکھاڑ پھینکوگے۔"

"را" تنظیم کے اہم افراد نے جمشید رانا کی موت کا بہت اثر لیا تھا۔ وہ ابوداؤد کا دستِ راست سمجھا جاتا تھا۔ ادھر پچھلے دو چار دنوں سے تنظیم کے ایسے ہی اہم افراد قتل ہو رہے تھے یا حادثے کا شکار ہو گئے تھے۔ اب یہ خیال قائم ہو رہا تھا کہ تنظیم کے اہم فرد شمشاد علی کو حادثہ پیش نہیں آیا تھا۔ بلکہ ٹیلی پیتھی نے اسے ہلاک کیا تھا۔ حمیرا کی کوٹھی میں بیگم شمشاد اور جمشید رانا کا قتل اور تین باڈی گارڈز کی لاشیں بھی یہی یقین دلا رہی تھیں۔ اس لئے پاکستان میں اب زیادہ محتاط رہ کر کام کرنے کے سلسلے میں غور کیا جا رہا تھا۔

دوسرے دن اس مقصد کے لئے ایک خفیہ اجلاس منعقد کیا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

گیا تھا۔ بھارت کی "را" تنظیم کے ہیڈکوارٹر سے دلیش پانڈے نامی ہیڈ انچارج آیا تھا۔ اس ہیڈ انچارج دلیش پانڈے کو بھی یہ خوف تھا کہ فرہاد کہیں اس کے دماغ میں بھی نہ پہنچ جائے۔ ابوداؤد نے کہا تھا "میں یوگا کا ماہر ہوں' فرہاد میرے قریب بھی نہیں آسکتا۔ تم میری رہائش گاہ میں رہوگے اور تنظیم کے لئے مرنے والوں کے سلسلے میں تفتیش کروگے۔ پھر ہم فرہاد کے خلاف نئے منصوبوں پر عمل کریں گے۔"

اس تنظیم کے اعلیٰ عہدیداروں کو پورا یقین تھا کہ ابوداؤد کا دماغ میری خیال خوانی سے محفوظ ہے۔ اسی لئے دلیش پانڈے نئے منصوبے بنانے چلا آیا تھا۔ اس نے تاکید کی تھی کہ تنظیم کے بھی کسی فرد کو یہ نہ معلوم ہو کہ وہ کس دن کس فلائٹ سے لاہور پہنچ رہا ہے اور یہ بھی کہہ دیا تھا کہ کسی کے ہاں کھانا کھائے گا نہ پانی پیئے گا۔ ابوداؤد کا باورچی بھی یوگا کا ماہر تھا۔ اس پر بھروسا کیا جاتا تھا۔ کوئی خیال خوانی کرنے والا باورچی کے دماغ میں نہ جا سکتا تھا اور نہ ہی اس کے ذریعے اعصابی کمزوری کی کوئی دوا کھلا سکتا تھا۔

اس باورچی کو ٹریپ کرنا ضروری نہیں تھا۔ اس نے دلیش پانڈے کے سامنے صحیح کھانا لا کر رکھا تھا۔ میں نے ابوداؤد کے ذریعے اس میں دوا ملادی جس کے نتیجے میں وہ کمزوری محسوس کرنے لگا۔ میں نے اس کے اندر پہنچ کر اسے اس کمزوری کا اظہار نہیں کرنے دیا۔ اس نے کھانے کے بعد میری مرضی کے مطابق ابوداؤد سے کہا "میں ذرا لیٹ کر سفر کی تھکن دور کرنا چاہتا ہوں۔"

"کوئی بات نہیں۔ ہم شام کو اہم معاملات پر گفتگو کریں گے۔"

ابوداؤد اسے ایک بیڈ روم میں چھوڑ کر چلا گیا۔ میں نے اسے بستر پر پہنچا کر اس کے یوگا کی بھی ایسی کی تیسی کردی۔ اسے بھی اپنا معمول بنالیا۔ یہ سب کچھ بظاہر آسان نظر آرہا تھا لیکن کوئی کام آسان نہیں ہوتا۔ اسے آسان بنایا جاتا ہے۔ ابوداؤد اور دلیش پانڈے تک پہنچنے میں کئی مہینے لگ گئے۔ میں آیا تھا اپنے بہنوئی کے قاتل کو سزا دینے پھر ایک کے بعد ایک گرہ کھلتی گئی۔ ہمارے ملک میں یہودیوں کی منافع خوری' بھارت کی جاسوسی اور امریکا کی دوغلی پالیسی ظاہر ہوتی گئی اور میں الجھتے الجھتے اور معاملات سلجھاتے سلجھاتے آج "را" تنظیم کے دو خاص عہدیداروں تک پہنچا تھا۔

دلیش پانڈے تنویمی نیند سے بیدار ہونے کے بعد اعصابی کمزوری اور تنویمی عمل کو بھول گیا۔ شام کو ابوداؤد کے ساتھ گفتگو شروع کرتے ہوئے بولا "حمیرا کی کوٹھی میں جو کچھ ہوا اس سے صاف ظاہر ہے کہ فرہاد اس لڑکی کے دماغ میں رہتا ہے۔"

ابوداؤد نے یہ ظاہر نہیں ہونے دیا تھا کہ وہ خود حمیرا کا دیوانہ ہو کر اس کوٹھی میں جانے والا تھا اور اسے آنے والی موت جمشید رانا کو آگئی تھی۔ اس نے ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے کہا "جی ہاں۔ یہ جمشید کی حماقت تھی۔ اگر وہ اپنی دیوانگی مجھے بتادیتا تو میں اسے حمیرا کے حصول سے باز رکھتا اور یہ تو میں اپنے خاص ماتحتوں کو سختی سے کہتا رہتا ہوں کہ کبھی کسی عورت کے چکر میں نہ پڑو لیکن افسوس دیوانے کبھی داناؤں کی بات نہیں سمجھتے۔"

"تم نے حمیرا کے سلسلے میں کیا کیا ہے؟"

"اپنی تنظیم کے تمام افراد کو تاکید کی ہے کہ وہ حمیرا سے دور رہیں اور اسے اپنی آواز بھی نہ سنائیں۔ آج کل یہاں کے آئی جی کی اس پر خاص توجہ ہے۔ ہمارے آدمی موقعے کی تلاش میں ہیں۔ اسے کہیں بھی گولی ماردی جائے گی۔"

"ہماری تنظیم میں حمیرا کے علاوہ بھی ایسے افراد ہوسکتے ہیں جو نادانستگی میں فرہاد کے آلۂ کار بن چکے ہوں گے۔"

"جی ہاں۔ لیکن ہم فرہاد کے کسی آلۂ کار کو پہچان نہیں سکتے اس لئے حمیرا کو بھی پہچان نہیں پائے تھے۔"

"تنظیم کے ہیڈ کوارٹر دہلی میں اس مسئلے پر بحث ہوئی تھی۔ وہاں سب کی متفقہ رائے یہ ہے کہ پاکستان میں تنظیم کو زیادہ پھیلایا نہ جائے۔ چند سراغ رساں فی الحال یہاں کام کریں' باقی تمام کو فارغ کردیا جائے۔"

"اور میری رائے یہ ہے کہ یہاں ہم میں سے کوئی نہ رہے۔ ہماری جگہ نئے لوگ آکر نئے طریقۂ کار سے کام کریں۔ فرہاد پرانے لوگوں کو تلاش کرتا رہے گا اور نئے لوگ خاموشی اور راز داری سے اپنا کام کرتے رہیں گے۔"

"یہ اچھا آئیڈیا ہے لیکن پرانے وفاداروں میں تم سب سے اہم ہو۔ یہاں کے تمام معاملات کو اچھی طرح سمجھتے ہو۔ تمہیں یہاں رہنا چاہئے۔"

ابوداؤد نے کہا "میرا ایک دستِ راست ہے اس کا نام حماد علی ہے۔ بہت ہی باصلاحیت اور حاضر دماغ ہے۔ میں چاہتا ہوں وہ چند ماہ کی ٹریننگ کے لئے دہلی ہیڈ کوارٹر میں جائے۔ وہ ٹریننگ کے بعد چیف کا عہدہ سنبھالنے کے قابل ہوجائے گا۔"

"تم اتنی پُرزور سفارش کررہے ہو تو حماد ضرور دہلی جائے گا۔ آج رات دس بجے ہیڈ کوارٹر سے رابطہ ہوگا تو میں حماد کے لئے اجازت حاصل کرلوں گا۔"

دلیش پانڈے بھی میری مٹھی میں تھا۔ پھر بھلا اجازت کیسے حاصل نہ کرتا۔ اس نے بھی حماد کی تعریف میں اتنے گن گائے کہ اس نوجوان کو دہلی روانہ کردینے کا حکم مل گیا۔ وہ دونوں رات کے دس بجے کیپٹن شرما سے ٹرانسمیٹر پر باتیں کررہے تھے۔ میں ان کے درمیان موجود تھا۔ اور اپنے مطلب کی باتیں ان کی زبان سے کہلوا رہا تھا۔

کیپٹن شرما نے کہا "اگر حماد ایسا ذہین اور قابل ہے جیسا کہ بیان کیا جارہا ہے اور ایسا وفادار ہے جیسا کہ ریکارڈ سے ظاہر ہے تو اسے کل ہی فائنل ٹریننگ کے لئے بھیج دو۔"

ابوداؤد نے پوچھا "سر! وہ کہاں رپورٹ کرے گا؟"

"امرتسر میں رنجیت سنگھ کالونی میں مادام سروجنی کو حاضری دے گا۔ مادام سروجنی فیصلہ کریں گی کہ حماد دہلی ہیڈ کوارٹر میں ٹریننگ حاصل کرنے کے قابل ہے یا نہیں؟"

ان کی گفتگو سے ظاہر تھا کہ حماد (پارس) کو مختلف آزمائشوں سے گزار کر دہلی جانے کی اجازت دی جائے گی۔ میں نے پارس کے پاس آکر اسے تفصیل سے تمام باتیں سمجھادیں۔ اس نے کہا "یہ لوگ تنظیم کے پرانے نمک خواروں کو فارغ کردیں گے اس کا مطلب ہے رخسانہ' ریحانہ اور دوسرے وہ لوگ جو ہماری نظروں میں آچکے ہیں' وہ اب بے کار مہرے بن چکے ہیں۔"

"ہاں "را" تنظیم کی بساط پر کچھ نئے مہرے آرہے ہیں۔ میں ان سے نمٹ لوں گا۔"

"پاپا! یہ رخسانہ میری حقیقت جانتی ہے کہ میں حماد نہیں ہوں۔ اسے اچانک چھوڑ کر جاؤں گا تو راز کسی کے سامنے بھی اگل دے گی۔"

"وہ ایسا نہیں کرے گی۔ آج رات میں اس پر عمل کرکے تمہیں اس کی یادداشت سے گم کردوں گا۔ وہ ایسے بھول جائے گی جیسے تم اس کی زندگی میں کبھی نہیں آئے تھے۔ تم یہ باب بند کرو اور بابِ ہندوستان کھولو۔"

یہ طے پایا تھا کہ دلیش پانڈے حماد کو ساتھ لے کر یہاں سے امرتسر جائے گا۔ وہاں حماد کو مادام سروجنی کے سامنے پیش کرکے خود دہلی چلا جائے گا۔ روانگی سے قبل انہوں نے مادام سروجنی سے رابطہ کیا اسے بتایا کہ وہ شام چار بجے تک اس کی کوٹھی میں پہنچنے والے ہیں۔

دلیش پانڈے کے چور خیالات سے یہ معلوم ہوا تھا کہ مادام سروجنی بڑی سخت اور گرم مزاج ہے۔ پکی بدمعاش ہے۔ اسے شراب میں بلیک ڈاگ اور مَردوں میں جوان چھوکرے پسند ہیں۔ پولیس والے اس کی جی حضوری کرتے ہیں اور بڑے بڑے قاتل بدمعاش اس کے آگے گھٹنے ٹیک دیتے ہیں۔

شراب سے شغل کرنے والی یوگا کا ہنر نہیں جان سکتی تھی۔ میں بڑی آسانی سے اس کے اندر پہنچ گیا۔ میں نے سوچا تھا' وہ جو بھی آزمائشی حربہ استعمال کرے گی' میں پارس کو اس سے آگاہ کردوں گا۔ سروجنی کے دماغ سے ان حربوں کا توڑ بھی معلوم کرلوں گا لیکن یہ سب کچھ اتنا آسان نہیں تھا۔

مادام سروجنی کے خیالات نے بتایا۔ وہ ایسی عورتوں اور مردوں پر ظلم و تشدد کرتی ہے جو بھارت کے خلاف جاسوسی کرتے ہیں۔ اس تنظیم میں یوگا جاننے والے بہت کم تھے اور جو تھے' ان کی اکثریت پاکستان میں تھی تاکہ وہ میری ٹیلی پیتھی کو بے اثر کرتے رہیں۔ اب امرتسر میں دو اور دہلی میں تین یوگا کے ماہر تھے۔ ابتدا میں پارس کا سابقہ ان سے ہی پڑنے والا تھا۔

ان میں سے ایک یوگا کے ماہر کا نام جلّاد سنگھ تھا۔ عورتوں کے معاملے میں بھی جلاد تھا' اسی لئے سروجنی سے گہرے تعلقات تھے۔ وہ جلّاد کے متعلق بہت کچھ جانتی تھی۔ اس کی سوچ نے یہ بتایا آج کل وہ سکھوں کے جذبۂ آزادی سے بہت پریشان تھا۔ وہ خود سکھ تھا لیکن بھارت سرکار کا وفادار تھا۔ آزادی کے لئے جنگ کرنے والے سکھوں کے خلاف جاسوسی کرتا تھا۔ جس کے نتیجے میں سکھ قوم کے افراد اسے لعنت و ملامت کرتے رہتے تھے۔

چوں کہ وہ جاسوس تھا اس لئے کوئی سکھ اسے اپنے گھر کے دروازے پر دیکھنا نہیں چاہتا تھا۔ وہ جس گلی محلے سے گزرتا تھا۔ لوگ محتاط ہوجاتے تھے' ایسے میں وہ سرکار کے خلاف تخریب کاری کرنے والے سکھوں کا سراغ نہیں لگا سکتا تھا لیکن وہ بڑا چالباز تھا۔ اس نے چند مخالف سکھوں کو خرید لیا تھا۔ وہ بظاہر مخالفت کرتے تھے اور درپردہ اس کے لئے مخبری کرتے تھے۔ خالصتان بنانے والی سکھ تنظیم کی آئندہ کارروائیوں کی رپورٹ جلاد سنگھ تک پہنچادیا کرتے تھے۔ وہ پوری سکھ قوم کی نظروں میں کانٹوں کی طرح چبھنے کے باوجود بڑی کامیابی سے جاسوسی کے فرائض انجام دے رہا تھا۔

جب پارس وہاں پہنچا تو سروجنی ایک صوفے پر جلّاد سنگھ کے پہلو میں بیٹھی بلیک ڈاگ پی رہی تھی۔ اس نے پارس کو سر سے پاؤں تک ایسے دیکھا جیسے بڑھاپا للچائی ہوئی نظروں سے جوانی کو دیکھتا ہے۔ وہ بولی "دلیش پانڈے تم نے شام چار بجے آنے کو کہا تھا۔ گھڑی دیکھو' آٹھ بج رہے ہیں۔"

دلیش پانڈے نے کہا "حماد کو سرحد پار کراتا تھا۔ میں پاسپورٹ سے آیا ہوں اور یہ غیر قانونی طور پر' اس لئے دیر ہوگئی۔"

وہ ناگواری سے بولی "تم جانتے ہو۔ یہ میرے پینے کا وقت ہے۔ اس جوان کو گیسٹ ہاؤس پہنچادو۔ میں رات کے کھانے پر ملوں گی۔"

جلّاد سنگھ نے پوچھا "تمہارا نام حماد ہے؟"

پارس نے جواب دیا "ابھی مسٹر پانڈے نے مجھے حماد کہا ہے۔ کیا اونچا سنتے ہو؟"

وہ غرا کر بولا "شٹ اپ' جتنا پوچھا جائے اتنا ہی جواب دو۔"

"میں صرف اپنے سینئر کے آگے جوابدہ ہوں اور ابھی تک یہ نہیں بتایا گیا ہے کہ میرا سینئر کون ہے۔"

وہ اپنا سینہ ٹھونک کر بولا "میں ہوں اور تم میرے ماتحت ہو۔"

پارس نے قہقہہ لگا کر کہا "تم میرے ماتحت بننے کے قابل نہیں ہو اور سینئر بننے کی بات کرتے ہو۔"

وہ اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ دلیش پانڈے نے فوراً ہی درمیان میں آکر کہا "پلیز جلّاد سنگھ! یہ تمہیں جانتا نہیں ہے۔ اسے میں سمجھاتا ہوں۔"

وہ گرج کر بولا "تم سمجھائے بغیر اس گدھے کو کیوں لائے ہو؟"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"گدھے کی آنکھ سے دیکھو گے تو دوسرے گدھے ہی نظر آئیں گے۔"

"میں گدھے کی آنکھ سے دیکھ رہا ہوں؟ تو مجھے گدھا کہہ رہا ہے؟"

وہ اچھل کر آیا۔ راستہ روکنے والے دلیش پانڈے کو ایک ہاتھ مار کر ہٹایا۔ پھر اس نے پارس کو کراٹے کا ہاتھ مارا۔ وہ ہاتھ خالی گیا اس نے پینترا بدل کر دوسرا ہاتھ آزمایا۔ پھر تیسرا ہاتھ۔ اس کے بعد گھوم کر کک ماری۔ مادام سروجنی اور دلیش پانڈے دم بخود ہو کر دیکھ رہے تھے اور ہر حملے پر سوچ رہے تھے اس بار حماد نہیں بچے گا لیکن وہ بڑی صفائی سے بچ رہا تھا۔ بڑی مہارت سے اس کے حملوں کو ناکام بنا رہا تھا۔ خود حملہ نہیں کر رہا تھا۔ اسے تھکاتا جا رہا تھا۔

جلاد سنگھ کے بارے میں مشہور تھا کہ اس کا ایک ہاتھ کھانے والا خون تھوکنے لگتا ہے اور وہ ایک ہاتھ ہی مارنے کے جنون میں پاگل ہو رہا تھا۔ ہر ناکامی پر غصہ بڑھتا جا رہا تھا۔ دماغ پوری طرح گرم ہوتا جا رہا تھا۔ سروجنی کے سامنے ناکام اور کمتر ہونے کی توہین برداشت نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے باقاعدہ حملے ناکام ہونے لگے تو بے قاعدہ بے تکے حملے کر کے کسی طرح اسے ایک ہاتھ مار کر کم از کم ایک پوائنٹ حاصل کرنا چاہتا تھا۔ کیا بدبختی آئی تھی کہ ایک پوائنٹ بھی حاصل نہیں ہو رہا تھا۔

وہ کئی بار حملہ کرنے کے نتیجہ میں دیوار سے ٹکرایا۔ کئی بار فلائنگ کک مارنے کی خوش فہمی میں اچھل کر فرش پر گرا اور ہر بار زخمی ہوتا رہا۔ چوٹیں لگتی رہیں۔ ہڈیاں تڑختی رہیں۔ مقابل سے مار کھائے بغیر لہولہان ہوتا رہا۔ جب سارے داؤ اور ہتھکنڈے آزما لئے اور وہ مقابل کا کچھ نہ بگاڑ سکا تو ڈرائنگ روم کی چیزیں اٹھا اٹھا کر اُس کی طرف پھینکنے لگا۔ گلدان' کرسیاں' میز کی کوئی چیز نہیں چھوڑی اور کوئی چیز بھی پارس کے جسم کو چھو نہ سکی۔ اور یک طرفہ جنگ کا یہی نتیجہ اسے پاگل کر دینے کے لئے کافی تھا۔

جب میں نے دیکھا کہ وہ بری طرح زخمی ہو گیا ہے تو اس کے غصے سے کھولتے ہوئے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ اس نے میری مرضی کے مطابق ایک بڑک ماری۔ پھر کہا "میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ اسے مار ڈالوں گا یا مر جاؤں گا۔"

یہ کہتے ہی اس نے دوڑتے ہوئے جا کر سر کو دیوار سے ٹکرایا' دھڑام کی آواز کے ساتھ ٹکرا کر پیچھے آیا۔ پھر آگے جا کر دیوار سے ٹکرایا اور اسی طرح پیچھے جا کر فرش پر پارس کے قدموں کے قریب گر پڑا۔

جلاد سنگھ کے مسلح گارڈز بڑی دیر سے وہاں آئے ہوئے تھے انہیں سروجنی نے آگے بڑھنے سے روک دیا تھا۔ اس نے اور دلیش پانڈے نے ایسی جنگ پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ پارس صحیح سلامت کھڑا ہوا تھا اور اس پر حملے کرنے والا اور زبردست سمجھا جانے والا اپنے لہو میں ڈوبا ہوا اس کے قدموں میں پڑا تھا۔ مادام سروجنی نے گارڈز کو حکم دیا۔ اسے اٹھا کر لے جاؤ۔ اور مرہم پٹی کرو۔"

وہ لوگ اسے اٹھا کر لے گئے۔ سروجنی نے دلیش پانڈے سے کہا "تم پاکستان سے اچھا دانہ لائے ہو۔ یہ شہ زوری کے پہلو سے خوب ہے۔ اسے باقی پہلوؤں سے بھی آزمایا جائے گا۔ اسے میرے پاس چھوڑو اور تم جاؤ۔"

دلیش پانڈے چلا گیا۔ پارس نے سروجنی سے پوچھا "تم نے کیسے سمجھ لیا کہ میں شہ زور ہوں؟"

"تم نے ناقابلِ شکست سمجھے جانے والے شہ زور کو شکست دی ہے۔"

"میں نے کوئی زور نہیں آزمایا۔ اس پر حملہ نہیں کیا اس کے خلاف اپنی طاقت نہیں آزمائی پھر تم نے مجھے پہلوان کیسے مان لیا؟"

وہ مسکرا کر بولی "واقعی تم اپنی تکنیک سے بچتے رہے۔ تم نے اس پر ایک انگلی نہیں رکھی۔ پھر بھی وہ لہولہان ہو گیا۔ تم بہت چالاک اور پھرتیلے ہو۔"

وہ قریب آ کر اس کے بازو پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولی "باڈی بلڈر ہو۔ یہ چٹان جیسا جسم بتا رہا ہے کہ بہت طاقتور ہو' کسی کو دبوچ لو تو وہ پھڑپھڑا کر رہ جائے۔"

وہ ایک ہائے کے ساتھ اور قریب ہوئی۔ پارس نے دور ہو کر پوچھا "مائی! مجھے کام بتاؤ یا آرام کی جگہ بتاؤ۔"

وہ ایک دم سے بھڑک کر چیختی ہوئی بولی "کیا؟ تم نے مائی کس کو کہا ہے؟"

پارس نے کہا "یہاں اور تو کوئی نہیں ہے۔"

وہ پوری قوت سے چیخ کر بولی "میں تمہارا منہ توڑ دوں گی' فوراً معذرت چاہو اور مجھے مادام کہو۔"

وہ بولا "جب کوئی عورت مس (کنواری) نہیں رہتی اور کسی کی مسز بھی نہیں رہتی۔ اور جب وہ جوان نہیں رہتی اور بوڑھی کہلانا نہیں چاہتی تو اس کا بھرم رکھنے کے لئے اسے مادام کہا جاتا ہے۔ کیا میں بھی تمہارا بھرم رکھنے کے لئے مادام کہوں؟ اس انگریزی لفظ مادام کا ہندی ترجمہ مائی ہوتا ہے۔"

وہ غصے سے بپھر کر بولی "تم نے مجھے پھر مائی کہا' تم سؤر کے بچے....."

پارس نے اس کی ٹھوڑی کے نیچے سے دونوں جبڑوں کو اپنے پنجے میں جکڑ لیا۔ پھر کہا "سؤر کا پنجہ نہیں ہوتا۔ دیکھ یہ شیر کے بچے کا پنجہ ہے۔"

سروجنی کے دیدے پھیل گئے۔ حلق سے آواز نہیں نکل رہی تھی۔ یوں لگ رہا تھا' جبڑے کی ہڈیاں تڑخ رہی ہیں اور دانت ٹوٹ کر باہر آنے والے ہوں۔ پارس نے اسے چھوڑ دیا' اسے دھکا دے

کر صوفے پر پھینکتے ہوئے بولا "دلیش پانڈے کو بلاؤ۔ میں اس کے ساتھ آیا ہوں۔ وہ صحیح معنوں میں انسان ہے۔ میں صرف اس کا حکم مانوں گا۔"

دلیش پانڈے نے دروازے پر آ کر کہا "شاباش حماد! تم ایسے کیڑے مکوڑوں کے ماتحت نہیں رہو گے۔ میری سرپرستی میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ میرے ساتھ آؤ۔"

پارس اس کے ساتھ جانے لگا۔ سروجنی سہمی ہوئی صوفے پر پڑی تھی۔ اپنے منہ سے بہنے والے خون کو پونچھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی "حماد! میں تجھے نہیں چھوڑوں گی۔ یہ دلیش پانڈے تجھے میری کوٹھی سے لے گیا ہے لیکن امرتسر سے نہیں لے جا سکے گا۔

میں نے اس کے خیالات پڑھ کر پارس کو بتائے۔ وہ دلیش پانڈے کے ساتھ کار میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ انٹیلیجنس کے دفتر کی طرف جا رہے تھے۔ پارس نے کہا "مسٹر پانڈے! آپ کو سروجنی کے خلاف میری حمایت نہیں کرنا چاہئے تھی۔ پنجاب کے لوگ ہند سرکار کے خلاف ہیں۔ سروجنی اور جلاد سنگھ سکھ ہیں' وہ مجھ سے انتقام لینے کے لئے سکھوں کو میرے اور تمہارے خلاف بھڑکا سکتے ہیں۔"

پانڈے نے کہا "ایسا نہیں ہو گا۔ مادام سروجنی اور جلاد سنگھ تنظیم کے وفادار ہیں۔ آپس کی لڑائی میں وہ تنظیم کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔"

میں پھر سروجنی کے پاس آیا۔ وہ ہیڈ کوارٹر کے اعلیٰ افسر کیپٹن ثریا کے نام حماد کے خلاف رپورٹ لکھ رہی تھی۔ اس نے لکھا تھا۔

"پاکستان سے آنے والا نیا رنگروٹ نااہل ہے اس میں ذہانت نہیں ہے۔"

اس نے اتنا ہی لکھا تھا' آگے لکھنے والی تھی کہ میں اس سے لکھوانے لگا "اس نے یہاں آتے ہی جلاد سنگھ کو بری طرح زخمی کر دیا ہے۔ پھر میری عزت پر حملہ کرنا چاہتا تھا۔ میں کسی طرح اس سے بچ گئی۔ دلیش پانڈے خواہ مخواہ اس کی حمایت کر رہا ہے۔ وہ غیر قانونی طور پر یہاں آیا ہے۔ ہم اسے پاکستانی جاسوس قرار دے کر گولی مار دیں گے۔ مجھے امید ہے کہ آپ میرے اس اقدام سے اتفاق کریں گے۔ میں اپنی انسلٹ برداشت نہیں کروں گی۔ اگر آپ نے بھی پانڈے کی طرح حماد کی حمایت کی تو میں سکھوں کی بغاوت میں شامل ہو جاؤں گی۔ حماد اور پانڈے کو یہاں سے جانے نہیں دوں گی۔ مجھے آدھے گھنٹے کے اندر جواب دو۔"

یہ لکھ کر اُس نے اس تحریر کو فیکس کیا۔ پھر جواب کا انتظار کرنے لگی۔ فیکس مشین کے پاس ہی ٹیلیفون رکھا ہوا تھا۔ میں نے اسے امرتسر انٹیلیجنس کے چیف سے رابطہ کرنے پر مائل کیا۔ اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیا۔ پھر رابطہ ہونے پر بولی "میں سروجنی بول رہی ہوں' چیف کو بلاؤ۔"

چند سیکنڈ کے بعد چیف کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو مادام! میں حاضر ہوں۔ کوئی خدمت؟"

وہ بولی "دلیش پانڈے ایک مسلمان نوجوان کو میرے گھر سے لے گیا ہے' شہر کی ناکہ بندی کراؤ۔ ان دونوں کو شہر سے باہر نہیں جانا چاہئے۔"

بدنام ترین مُجرم چارلس سوبھراج کے جرائم کی مکمل تفصیل

قیمت ۲۰ روپے

چارلس سوبھراج کی سرگزشت

میں ملاحظہ فرمائیں

اپنے قریبی بک اسٹال سے طلب فرمائیں یا براہِ راست ہم سے حاصل کریں

کتابیات پبلی کیشنز ◎ پوسٹ بکس ۲۳ کراچی ۱

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"مادام! یہ دونوں میرے سامنے بیٹھے ہیں۔ مسٹر پانڈے کا تعلق ہیڈ کوارٹر سے ہے۔ یہ میرے سینئر افسر ہیں۔ میں انہیں کہیں جانے سے نہیں روک سکتا۔"

"تم جانتے ہو۔ ہند سرکار مجھے خوش رکھتی ہے۔ کیوں کہ میں سکھوں کی آزادی کی تحریک کو مختلف ذرائع سے کچلتی ہوں۔ تم میرا حکم نہیں مانو گے اور مجھے ناراض کرو گے تو سرکار کا عتاب تم پر نازل ہوگا۔"

"مادام! بہتر ہے آپ یہ دھمکی مسٹر پانڈے کو دیں ان سے بات کریں۔"

پھر دلیش پانڈے کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو مادام! کیا کہہ رہی ہو؟"

وہ بولی "میں نے ہیڈ کوارٹر ایک رپورٹ فیکس کی ہے' اس کا جواب آنے تک اس شہر میں حماد کا رہنا ضروری ہے۔ تم اسے لے جاؤ گے تو میں اپنی قوم کے سکھ بھائیوں کی تحریک میں شامل ہو جاؤں گی۔ ہند سرکار سے پوچھو میں اور جلاد سنگھ پنجاب میں کتنے اہم ہیں۔"

"بے شک ہماری خفیہ تنظیم میں بھی تم دونوں کی اہمیت ہے تمہارا فرض ہے کہ تنظیم کی خاطر ذاتی جھگڑوں کو بھول جاؤ۔"

"اور تمہارا فرض ہے کہ تنظیم کو ٹوٹ پھوٹ سے بچانے کے لئے حماد کو ہتھکڑیاں پہنا کر میرے پاس پہنچا دو۔"

"حماد کو میں لایا ہوں اسے بحفاظت ہیڈ کوارٹر پہنچانا میرا فرض ہے۔ ویسے فیکس کا انتظار کر لو۔"

دلیش پانڈے نے ریسیور رکھ دیا۔ آدھے گھنٹے بعد فیکس کا جواب موصول ہوا۔ لکھا ہوا تھا "مادام سروجنی! آپ کی خوشی ہماری خوشی ہے۔ میں اس فیکس کے ذریعے مسٹر دلیش پانڈے کو حکم دے رہا ہوں کہ وہ حماد کو آپ کے حوالے کر دے۔ آپ ابھی انٹیلیجنس آفس جائیں اور حماد کو قیدی بنا کر جہاں چاہیں لے جائیں' جو چاہیں اس سے سلوک کریں۔ ہم اسے پاکستانی جاسوس کہہ کر اس کیس پر مٹی ڈال دیں گے۔"

وہ اس حکم نامے کو پڑھ کر خوش ہو گئی۔ اسے تہ کر کے اپنے گریبان میں رکھا۔ آئینے کے سامنے آ کر اپنا میک اپ درست کیا کیوں کہ قیدی حماد کو اپنے بیڈ روم میں لانے جا رہی تھی۔ جب آئینے نے بتایا کہ وہ پہلے سے زیادہ خوب صورت اور جوان لگ رہی ہے تو گنگناتی ہوئی باہر آئی۔ پورچ میں اس کی کار تھی۔ وہ دروازہ کھول کر اسٹیرنگ سیٹ پر بیٹھ گئی۔ کوئی نہیں جانتا تھا اس کا اگلا لمحہ زندہ ہوگا یا مردہ۔ اس نے اگنیشن میں چابی گھمائی' ایک زبردست دھماکا ہوا۔ میں اس کے چیتھڑے ہونے والے دماغ سے نکل کر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔

میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ سروجنی یوں یک لخت نابود ہو جائے گی۔ کیا شان و شوکت سے جی رہی تھی۔ ہند سرکار کو اپنے مطالبے کے سامنے جھکا رہی تھی۔ نہ جھکنے کی صورت میں سکھوں کی بغاوت کو بھڑکا دیتی۔ مگر خلافِ توقع اس کی کار میں موت کے شعلے بھڑک گئے۔

میں نے پارس کو اس عورت کا انجام بتایا۔ اسی وقت ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ چیف نے ریسیور اٹھا کر سنا۔ پھر کہا "یس سر! مسٹر پانڈے یہاں موجود ہیں۔"

اس نے ریسیور دیا۔ پانڈے نے ریسیور کان سے لگا کر کہا۔ "میں پانڈے بول رہا ہوں سر!"

دوسری طرف سے کیپٹن شرما نے کہا "آنکھوں کے ساتھ ذہن بھی کھلا رکھا کرو۔ سروجنی کا دماغ چل گیا تھا وہ ایسے حکم دے رہی تھی اور بلیک میل کر رہی تھی جیسے دہلی کے تخت پر بیٹھی ہو۔ تمہیں اسی وقت قصہ تمام کر دینا چاہئے تھا۔ بہرحال میرے خاص ماتحت نے بتایا ہے کہ اس کا آپریشن کامیاب رہا ہے۔ کار کے دھماکے سے بے چاری مادام کے چیتھڑے اڑ گئے ہیں۔"

"سر! یہ تو کمال ہو گیا۔ اب نہ ہم بلیک میل ہوں گے اور نہ ہی سکھوں کی بغاوت کو تقویت ملے گی۔"

"آج ریڈیو اور ٹیلی وژن سے یہ خبر نشر ہوگی کہ ہند سرکار کی ایک فرض شناس لیڈی افسر سروجنی کو دہشت پسند سکھوں نے بم کے دھماکے سے ہلاک کر دیا ہے۔"

میں نے یہ باتیں پارس کو سنا کر کہا "یہ ہند کے سیاست داں ہیں' انہوں نے مادام سروجنی جیسی اہم اور خطرناک عورت کو بڑی آسانی سے دودھ کی مکھی کی طرح نکال پھینکا ہے۔ کیپٹن شرما کا اقدام اپنے طور پر درست ہے مگر تم ہوشیار رہو۔"

پارس نے وہ رات دلیش پانڈے کے ساتھ گزاری۔ دوسری صبح ائرپورٹ آئے۔ ہندو باشندے ٹرین کے ذریعے امرتسر سے دہلی وغیرہ جاتے ہوئے ڈرتے تھے۔ سکھ باغی ٹرینوں اور کاروں کو روک کر انہیں گولی مار دیتے تھے۔ ہندو مسافروں کی حفاظت کے لئے ٹرینوں میں مسلح فوج رہا کرتی تھی۔ پھر بھی دلیش پانڈے نے فضائی سفر کو ترجیح دی۔

ائرپورٹ پر مسلح فوجیوں کا سخت پہرا تھا۔ مسافروں کی سختی سے چیکنگ کی جاتی تھی۔ سکھوں کا یہ مذہبی دستور ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے ساتھ ایک کرپان (چھوٹا خنجر) رکھتے ہیں۔ انہیں اس کی قانونی اجازت بھی حاصل ہوتی ہے لیکن ائرپورٹ میں یہ ہتھیار رکھنے پر بھی پابندی تھی۔ سکھ مسافر فضائی سفر کے دوران کرپان سے محروم کر دئے جاتے تھے۔

اتنی سختی اور احتیاط کے باوجود اندیشے ختم نہیں ہوتے تھے۔ ائرپورٹ کے عملے میں تمام سکھ ملازم تھے۔ یہ سمجھنا ممکن نہیں تھا کہ ان میں سے کون باغی ہے اور کس پر بھروسا کیا جا سکتا ہے؟ کوئی بھی ملازم دھماکا خیز مادّہ چھپا کر کسی طیارے کو یا مسافروں سے بھرے ہوئے لاؤنج کو تباہ کر سکتا تھا۔ ایسے باغی تخریب کار ملازموں کو

تاڑنے کے لئے ہندو جاسوس وہاں گھومتے پھرتے تھے۔

پارس اور دلیش پانڈے اگرچہ خفیہ تنظیم کے قابلِ اعتماد بندے تھے۔ تاہم ان کی بھی تلاشی لی گئی۔ پارس جب تک اس شہر میں تھا اس کے لئے خطرہ تھا۔ جلاد سنگھ اس کا جانی دشمن بن گیا تھا۔ وہ اسپتال سے گھر آ گیا تھا۔ اس کے جسم پر جگہ جگہ پٹیاں چپکی ہوئی تھیں۔ اسے معلوم ہوا کہ سروجنی ماری گئی ہے اور حماد دہلی جا رہا ہے۔ اس نے اپنے حواریوں سے کہا "اسے زندہ نہ جانے دو۔ ائرپورٹ پہنچنے سے پہلے گولی مار دو۔"

ایک حواری نے کہا "میں اسے ائرپورٹ میں دیکھ کر آ رہا ہوں۔"

جلاد سنگھ نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کئے۔ ائرپورٹ کے ایک سیکورٹی افسر نے دوسری طرف سے پوچھا "ہیلو سیکورٹی افسر راجپال بول رہا ہوں۔ آپ کون ہیں جی؟"

"ست سری اکال۔ میں جلاد سنگھ بول رہا ہوں۔ ہند سرکار کا ایک بہت ہی اہم بندہ دلیش پانڈے ائرپورٹ کے لاؤنج میں ہے اس کے ساتھ ایک مسلمان جاسوس ہے۔ وہ تمہاری خفیہ تحریک کے خلاف جاسوسی کر رہا ہے۔ ان دونوں کو بھی ختم کر دو۔"

راجپال نے کہا "تمہاری انفارمیشن کبھی غلط نہیں ہوتی۔ پھر بھی پوچھ رہا ہوں' تم نے اچھی طرح اس مسلمان جاسوس کو پہچانا ہے یا نہیں؟ ایسا نہ ہو کہ ہم غلط بندے کو مار ڈالیں۔"

"میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں۔ یہ یاد رکھو وہ بہت چالاک اور تیز طرار ہے اس سے کوئی مقابلہ نہ کرے' وہ ہاتھ نہیں آئے گا۔"

"فکر نہ کرو۔ اسے چھپ کر گولی ماردی جائے گی۔ اسے ختم کرنے کے لئے ائرپورٹ میں دھماکا بھی کر سکتا ہوں۔"

اس نے ریسیور رکھ کر اپنے ایک ماتحت کو بلایا۔ پھر پوچھا "تم دلیش پانڈے کو جانتے ہو؟"

"ہاں جی۔ چنگی طرح جانتا ہوں۔"

"اس کے ساتھ ایک مسلمان جاسوس ہے۔ فلائٹ سے پہلے دونوں کو ختم کر دو۔"

"سر! اسے گولی مارنے کا کوئی جواز ہونا چاہئے۔"

راجپال نے اپنی وردی کی اندرونی جیب سے ایک چھوٹا سا بم نکال کر اسے دیتے ہوئے کہا "اس بم کو اس مسلمان جاسوس کی طرف اچھالو گے تو وہ بے اختیار اسے کیچ کرے گا۔ اسی وقت تم اسے گولی مار دو گے تو ثابت ہو جائے گا کہ تم نے اس کے پاس بم دیکھ کر اسے ہلاک کیا ہے۔ اگر ایسا نہ کرتے تو وہ مسافروں کو ہلاک کر دیتا۔"

ماتحت نے کہا "سر! میں یہ بم اس کی طرف اچھالوں گا اور وہ کیچ نہیں کرے گا تو یہ فرش پر گر کر پھٹ جائے گا۔"

"تم گدھے ہو۔ یہ دیوالی کا پٹاخہ نہیں ہے کہ زمین پر گر کر پھٹ جائے گا۔ یہ لو۔"

اس نے بم ہاتھ میں لے کر کہا "سر! یہ پھٹ سکتا ہے۔ آپ گھڑی دیکھیں دن کے ٹھیک بارہ بجے ہیں اور ہم سکھ لوگ بدنام ہیں کہ بارہ بجے ضرور کوئی حماقت کرتے ہیں۔"

"احمق ہو تم۔ یہ بم میری طرف اچھالو میں اسے کیچ کر کے دکھاتا ہوں۔ کم آن اچھالو۔"

ماتحت نے وہ بم اس کی طرف اچھالا۔ میں نے پھرتی سے ماتحت کے ہولسٹر سے ریوالور نکلوا کر گولی چلا دی۔ گولی راجپال کے سینے میں لگی وہ لڑکھڑا کر پیچھے کرسی سے ٹکرا کر گر پڑا۔ پھر اس کے دیدے پھیل گئے۔

ماتحت بوکھلا گیا تھا۔ کتنے ہی سیکورٹی گارڈ گنیں لئے وہاں دوڑتے ہوئے آئے۔ میں نے ماتحت کی سوچ میں کہا "اگر میں گھبراؤں گا تو قاتل سمجھا جاؤں گا۔"

ایک گن مین نے پوچھا "کیا تم نے ہمارے افسر کو گولی ماری ہے؟"

وہ میری مرضی کے مطابق بولا "ہاں۔ افسر کے مردہ ہاتھ کو دیکھو۔ یہ اپنی وردی میں بم چھپا کر لایا تھا اور اسے مسافر لاؤنج میں بلاسٹ کرنے کا حکم دے رہا تھا۔"

فائرنگ کے باعث وہاں بھگدڑ مچ گئی تھی۔ لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے اطمینان دلایا جا رہا تھا کہ پریشانی کی بات نہیں ہے۔ ایک مجرم کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ اس ماتحت کو قانونی کارروائی کی لئے

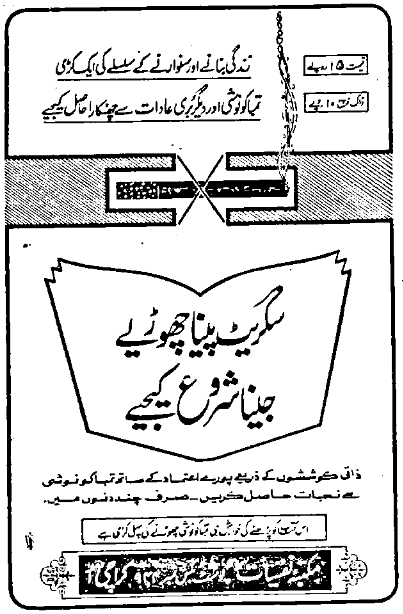

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

حراست میں لیا گیا تھا۔ ایک اعلیٰ افسر اسے شاباشی دیتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ تم نے مسافروں اور یہاں کے عملے کی جانیں بچائی ہیں۔ تمہیں ضروری کارروائی کے بعد رہا کردیا جائے گا۔"

جلاد سنگھ کو جس طرح پارس نے ہلکان کیا تھا اس کے پیشِ نظر جلاد سمجھ رہا تھا کہ حماد اس کے ہاتھوں سے بھی بچ نکلے گا۔ وہ قسم کھا چکا تھا کہ اسے بچ کر نہیں جانے دے گا۔ اس نے سیکورٹی افسر راجپال کو یہ ذمہ داری سونپ کر اطمینان حاصل نہیں کیا تھا۔ بے چین ہو کر خود گھر سے نکل پڑا تھا۔ ایک بیگ میں اس کے ضروری کاغذات اور ریوالور وغیرہ تھے۔ اسے ہنگامی فرائض ادا کرنے کے لئے امرتسر سے دہلی تک سفر کرنے کی اجازت تھی۔ طیاروں کی ہر پرواز میں اس کے اور دوسرے فوجیوں کے لئے دس سیٹیں ریزرو رہا کرتی تھیں۔

جلاد سنگھ اس پہلو سے سوچ رہا تھا کہ مادام سروجنی خفیہ تنظیم کی ایک اہم عہدیدار تھی۔ اس کی موت پر دیش پانڈے کو یہاں رکنا چاہئے تھا لیکن سروجنی کے کریا کرم سے پہلے ہی وہ جا رہا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ سروجنی کی موت سرکاری پالیسی کے مطابق ہوئی ہے۔

جلاد سنگھ کو جو دوسری بات غصہ دلا رہی تھی وہ یہ تھی کہ ایک نئے مسلمان رنگروٹ کے باعث وہ زخمی ہوا تھا اور اس رنگروٹ کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی گئی تھی۔ ان حالات کو دیکھ کر وہ ہند سرکار سے نفرت کر رہا تھا۔ وہ سروجنی کی طرح مرنا نہیں چاہتا تھا۔ اب سکھ تحریک میں شامل ہو کر ہی سرکاری قاتلوں سے محفوظ رہ سکتا تھا۔

اس نے روانگی سے پہلے سکھ تحریک کے سربراہ کو فون پر کہا "تمہارے دو بڑے کارکن دہلی سنٹرل جیل میں ہیں۔ اگر میں انہیں رہائی دلاؤں تو کیا مجھے ہند سرکار کے خلاف پناہ دو گے؟"

"جلاد سنگھ! ہماری تحریک کو تمہارے جیسے دلیر آدمیوں کی ضرورت ہے، دہلی سنٹرل جیل میں ہمارے اہم کارکنوں کی تعداد پچیس ہوگئی ہے۔"

"میں پچیس کو رہائی دلاؤں گا۔ انتظار کرو۔"

اس نے ائیرپورٹ پہنچ کر اپنا شناختی کارڈ دکھایا۔ اس کے لئے دہلی جانے والی فلائٹ میں سیٹ مخصوص ہوگئی۔ سیکورٹی گارڈز نے اس کے ریوالور پر اعتراض نہیں کیا۔ کیوں کہ وہ بہت بڑی سرکاری تنظیم کا ایک اہم افسر تھا۔ وہ جہاں سے گزرتا گیا۔ مسلح فوجی اسے سلام کرتے رہے۔

طیارے میں چار فوجی جوانوں کی سیٹیں آگے تھیں اور چھ فوجی جوان پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ باقی تمام درمیانی سیٹوں پر تھے۔ جب طیارہ پرواز کرنے لگا تو وہ سیٹ بیلٹ کھول کر اٹھ گیا۔ ٹہلنے کے انداز میں سیٹوں کے درمیانی راہداری سے گزرنے لگا۔ آگے راہداری کے سرے پر پارس اور دیش پانڈے بیٹھے ہوئے نظر آرہے تھے۔

وہ ٹہلتا ہوا سامنے آیا تو پارس سے نظریں ملیں۔ دونوں ایک دوسرے کو گھور کر دیکھنے لگے۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی جلاد کو یوں لگا جیسے سانپ آنکھیں ملا رہا ہو۔ یہ پارس کی فطرت بن گئی تھی۔ وہ سانپ کی طرح پلکیں نہیں جھپکاتا تھا۔ ان آنکھوں میں ایسی زہریلی کشش تھی کہ جلاد نے فوراً نظریں پھیر لیں۔

وہ پلٹ کر پائلٹ کیبن کی طرف جانے لگا۔ سوچنے لگا "یہ دشمن پُراسرار قوت کا مالک نظر آرہا ہے۔ کم بخت نگاہوں سے ڈس رہا تھا۔ میری جگہ کوئی کمزور دل کا آدمی ہوتا تو اس کی قدموں پر گر پڑتا۔ نہ جانے کتنی حسینائیں اس پر مرتی ہوں گی مگر آج تو یہ مرے گا۔"

وہ دروازہ کھول کر کیبن میں آیا۔ وہاں پائلٹ اور کو پائلٹ اپنی ڈیوٹی میں مصروف تھے۔ جلاد سنگھ نے کہا "ہیلو کیپٹن!"

کو پائلٹ نے کہا "ہیلو آفیسر! یہ پرواز کیسی لگ رہی ہے؟"

"اچھی ہے۔ اگر یہ طیارہ اسی طرح پرواز کرتے ہوئے جالندھر کے رن وے پر اتر جائے۔"

"اوہ نو آفیسر۔ یہ تو ڈائریکٹ دہلی کی فلائٹ ہے۔"

جلاد سنگھ نے ریوالور نکال کر پائلٹ کی کنپٹی سے لگاتے ہوئے کہا "یہ میرا حکم ہے۔ جالندھر میں لینڈ کرو گے۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "آفیسر! آ... آپ یہ کیا کر رہے ہیں؟"

"وہی کر رہا ہوں جو دیکھ رہے ہو۔ کنٹرول ٹاور سے رابطہ کرو۔"

رابطہ ہو گیا۔ پائلٹ نے یہ بری خبر سنائی کہ طیارہ ہائی جیک کیا جارہا ہے اور حیرانی کی بات ہے کہ ایک سرکاری افسر ایسا کر رہا ہے۔ افسر نے ایک ہاتھ مائیک لے کر کہا "میں جلاد سنگھ آفیسر آن اسپیشل ڈیوٹی۔ وارننگ دے رہا ہوں۔ اگر طیارے کو جالندھر میں نہ اتارا گیا تو ایک بھی مسافر زندہ نہیں ملے گا۔"

ٹاور سے کہا گیا "تم ایک ذمہ دار افسر ہو کر ایسی باتیں کر رہے ہو۔ آخر اس حرکت کا مقصد کیا ہے؟"

"یہ جالندھر پہنچ کر بتاؤں گا۔ میرے حکم کی تعمیل کرو۔ ورنہ....."

اس دلچسپ داستان کے بقیہ واقعات ستائیسویں حصے میں ملاحظہ فرمائیں جو 15 مارچ 1993 کو شائع ہوگا

itsurdu.blogspot.com

شاطر

قیمت فی حصہ ۲۰ روپے | دو حصے مکمل | ڈاک خرچ ۱۰ روپے

شاطر ایک ایسے نوجوان کی حشر انگیز داستان ہے جس نے تاریک گلیوں میں جنم لیا اور بے رحم معاشرے کی ٹھوکروں پر
عالی شان محلوں تک پہنچ گیا ○ وہ جوان ہوا تو شاطر بن گیا ایک ایسا فتنہ جس کے کاٹے کا منتر نہیں تھا جس کی عیاری اور فتنہ گری
سامنے شیطان بھی پناہ مانگتا تھا ○ وہ عجیب فطرت کا مالک تھا کہ بیک وقت فرشتہ بھی تھا اور شیطان بھی! ○ وہ مجرم بھی تھا
معصوم بھی ○ وہ اپنے دشمنوں کو تڑپا تڑپا کر مارتا تھا اور اس کا دل کسی کی معمولی خراش پر تڑپ اٹھتا تھا ○ وہ رحم و مروت کی تصویر تھا
○ وہ قہر و غضب کا دیوتا تھا ○ وہ ابلیس کا اوتار تھا ○ وہ روشن مینار تھا ○ وہ جرائم کا بادشاہ تھا اور معاشرے کا معزز فرد
○ غرض وہ ایک منفرد شخصیت کا مالک تھا۔ بیک وقت مثبت اور منفی جذبوں کا حیرت انگیز امتزاج تھا ○ اس کے پیر میں چکر تھا
دنیا اس کے قدموں تلے تھی ○ وہ جہاں جاتا تہلکہ مچا دیتا ○ اس نے اسرائیل کو ناکوں چنے چبوا دیئے اور امریکی سی آئی اے کو تگنی کا ناچ
رہا۔ مافیا جیسی تنظیم اس کے تعاون کی طلب گار تھی ○ پھر اس کی ملاقات ایک خوبصورت لڑکی سے ہوئی جو اسی کی طرح نا
ستائی ہوئی تھی ○ وہ اس سے بھی چار ہاتھ آگے تھی۔ رستم جلتوں کے کان کترتی تھی ○ وہ دونوں پارٹنر بن گئے اور ہنگاموں کا
نیا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ○ وہ دونوں بھیس بدلنے کے ماہر تھے اور اداکاری ان کے گھر کی لونڈی تھی۔

شاطر

ایک ایسی دلچسپ، ہنگامہ آرا اور سنسنی خیز داستان ہے جس میں قدم قدم سسپنس اور سطر سطر قیامت آرائی

آج ہی طلب فرمائیں

واحد تقسیم کار

itsurdu.blogspot.com
itsurdu.blogspot.com
itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

دیوتا

ایک درازدست
شخص کی سرگزشت۔ ایک
طلسماتی اور سحرانگیز آدمی کے شب و روز
اس نے جسے چاہا فتح کرلیا اور جب چاہا
کسی کو مات دے دی۔ خیال خوانی میں ایک
نیا جہانِ معنی متعارف کرانے والے شخص کی
جولانیٔ طبع کی ضوبے کاری۔ اس کی
شہرت چار دانگ پھیل
چکی ہے۔

"ٹھیک ہے۔طیارہ ہمارے رن وے پر اتر سکتا ہے۔"

میں نے پارس سے کہا "میں جلاد سنگھ کو صرف اس لئے ڈھیل دے رہا ہوں کہ میری کسی حرکت سے خیال خوانی کا شبہ نہ ہو۔"

"میں سمجھ رہا ہوں۔ آپ اطمینان رکھیں۔جب یہ طیارہ جالندھر کی زمین پر ہوگا تو میں اس سے نمٹ لوں گا۔"

لاؤڈ اسپیکر سے آواز آنے لگی۔"لیڈیز اینڈ جنٹلمین! آپ سے درخواست ہے کہ کسی بھی ناگہانی مصیبت کے وقت صبر و تحمل سے اپنی جگہ بیٹھے رہیں۔ یہ طیارہ ہائی جیک کرکے جالندھر کے رن وے پر اتارا جارہا ہے۔"

یہ سن کر سبھی پریشان ہوگئے۔ ہندو عورتیں رونے لگیں کیوں کہ باغی سکھ ہندوؤں کو ہی نقصان پہنچاتے تھے۔ اسپیکر کے ذریعے کہا جارہا تھا "اس طیارے کو جلاد سنگھ اغوا کررہا ہے۔ طیارے میں بیٹھے ہوئے دس فوجی جوانوں کو حکم دیا جارہا ہے کہ وہ مسافروں کی سلامتی کی خاطر کوئی چالاکی نہ دکھائیں۔ وہ ایک ایک کرکے پائلٹ کیبن کے دروازے پر آئیں۔ اس دروازے کو صرف چھ انچ کھولیں اور اپنے ہتھیار اندر پھینکتے جائیں۔ دروازہ زیادہ کھلے گا اور کوئی یہاں داخل ہونے کی حماقت کرے گا تو پلک جھپکتے ہی پائلٹ اور کو پائلٹ کو شوٹ کردیا جائے گا۔ چلو آؤ دیر نہ کرو۔"

فوجی اپنی جگہ سے اٹھ کر ایک ایک کرکے حکم کی تعمیل کرنے لگے۔ مسافروں کی سلامتی کے لئے ہتھیار ڈالنا ضروری ہوگیا تھا۔ جالندھر پہنچنے تک تمام فوجیوں نے اپنے ہتھیار کیبن کے اندر پہنچادیئے۔ جب طیارہ رن وے پر پہنچ کر رک گیا تو جلاد سنگھ نے مائیک کے ذریعے متعلقہ افسران سے کہا "میرا مطالبہ سنو' سکھ آزاد تحریک کے پچیس جوان دہلی سنٹرل جیل میں ہیں۔ انہیں فوراً رہا کرکے خاص فلائٹ میں امرتسر پہنچایا جائے۔ جب تک وہ امرتسر نہیں پہنچیں گے اس طیارے کے مسافر باہر نہیں نکلیں گے اور کوئی مسلح شخص طیارے کے قریب نہیں آئے گا۔"

مسافروں میں خوف و ہراس پھیلا ہوا تھا۔ وہ ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے کہ تمام ہتھیار کیبن میں پہنچ گئے ہیں۔ جلاد سنگھ ان ہتھیاروں سے سب کو مار ڈالے گا۔ کچھ لوگ تسلیاں دے رہے تھے کہ اس کا مطالبہ پورا ہوجائے گا تو وہ کسی کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔

میں نے جلاد سنگھ کو پیاس کا احساس دلایا۔ وہ سوچنے لگا "میں پانی یا بوتل طلب کروں گا تو ہوسٹس یا اسٹیوارڈ مجھے پانی میں کچھ ملا کر دیں گے۔ میں مرجاؤں گا یا بیہوش ہوجاؤں گا۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "اگر پائلٹ اپنے لئے پانی طلب کرے تو اسے صحیح پانی پینے کے لئے دیا جائے گا۔"

اس نے پائلٹ سے پوچھا "تمہیں پیاس لگی ہے؟"

پائلٹ نے انکار میں سر ہلایا۔ وہ بولا "انکار نہ کرو۔ تمہیں پیاس لگی ہے۔ ہوسٹس سے کہو وہ تمہارے لئے پانی لائے یا د

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

رکھو۔پانی اپنے لئے طلب کروگے' میرا ذکر نہیں کروگے۔"

پائلٹ نے اسپیکر کے ذریعے ہوسٹس کو مخاطب کرکے کہا۔ "مجھے پیاس لگی ہے۔ مسٹر جلاد سنگھ پانی لانے کی اجازت دے رہے ہیں۔ تم دروازہ کھول کر باہر سے ہاتھ بڑھا کر پانی دے سکتی ہو۔"

یہ سنتے ہی پارس اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ تیزی سے چلتا ہوا ائر ہوسٹس کے پاس آیا۔ پھر سرگوشی میں بولا "اس میں بے ہوشی کی دوا ملا دو۔"

وہ بولی "نہیں۔پائلٹ بے ہوش ہو جائے گا۔"

"کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اگر جلاد سنگھ پائلٹ کے بہانے پانی منگوا رہا ہے تو ہمیں فائدہ پہنچے گا۔"

"لیکن یہاں بے ہوشی کی دوا نہیں ہے۔"

"میرے پاس ہے۔"

میں نے ہوسٹس کو کسی دوسرے کام سے دوسری طرف گھما دیا۔ پارس نے اپنی انگوٹھی کی سوئی باہر نکال کر بھرے ہوئے گلاس میں ڈبوئی پھر نکال دی۔ اس سے کہا "اسے لے جاؤ اور خبردار ایک لفظ نہ کہنا۔ دروازہ بھی اتنا ہی کھولنا کہ یہ گلاس اندر چلا جائے۔"

وہ بھرا ہوا گلاس لے کر کیبن کے دروازے تک آئی پھر کہا۔ "میں پانی لائی ہوں۔یہ گلاس لے لو۔"

اس نے دروازے کو ذرا سا کھول کر ہاتھ اندر کیا۔ جلاد سنگھ پائلٹ کو نشانے پر رکھے بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے کو پائلٹ سے کہا۔ "گلاس لے کر یہاں آؤ۔"

اس نے اپنے پائلٹ ساتھی کو دیکھا۔ جلاد سنگھ کے ٹریگر دباتے ہی اس کی موت واقع ہو سکتی تھی۔وہ کوئی چالاکی نہیں دکھا سکتا تھا۔ اس نے بڑی فرماں برداری سے گلاس کو ہوسٹس کے ہاتھ سے لیا۔ ہوسٹس کا ہاتھ باہر چلا گیا ہے۔ کو پائلٹ نے دروازہ بند کرکے پائلٹ کو وہ گلاس پیش کیا۔ جلاد سنگھ نے اس کے ہاتھ سے گلاس لے کر کہا "پیاس اسے نہیں مجھے لگی ہے۔"

حالاں کہ اسے پانی کی طلب نہیں تھی۔میں نے طلب پیدا کی تھی۔اس نے گلاس کو منہ سے لگا کر غٹاغٹ پی لیا۔ پھر گلاس ایک طرف رکھ کر مونچھیں آستین سے پونچھتے ہوئے بولا "عجیب سا پانی تھا لیکن تم لوگوں کو یہ بھی اس وقت تک نصیب نہیں ہوگا جب تک میرا مطالبہ پورا نہیں ہوگا۔مطالبہ پورا ہونے کے بعد میں ایک مسلمان نوجوان کو گولی ماروں گا۔ پھر خود کو قانون کے حوالے کروں گا۔ میں اپنی بے عزتی برداشت کرکے زندہ نہیں رہوں گا۔"

وہ بولتے بولتے چپ ہو گیا۔ اسے کمزوری محسوس ہو رہی تھی۔وہ ایک ہاتھ سے سینے کو سہلانے لگا۔ پتا چلا صرف سینے میں تکلیف نہیں ہے۔ سر بھی چکرا رہا ہے۔ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑنے لگے ہیں۔وہ سنبھلنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کے باوجود ریوالور اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑا۔ کو پائلٹ نے اپنی جگہ سے چھلانگ لگائی۔ جلاد سنگھ کو ایک لات ماری۔وہ کٹے ہوئے شہتیر کی طرح فرش پر گر پڑا۔ کو پائلٹ نے ریوالور کو اٹھا لیا۔ پھر دروازہ کھول کر خوشی سے چیختے ہوئے بولا "ہم نے جلاد سنگھ پر قابو پا لیا ہے۔ خطرہ ٹل گیا ہے۔"

فوجی جوان دوڑتے ہوئے اندر آ گئے۔ انھوں نے اپنے اپنے ہتھیار اٹھا لئے۔ جلاد سنگھ کو فرش پر گھسیٹتے ہوئے طیارے کے آخری سرے کی طرف لے جانے لگے۔پائلٹ نے متعلقہ افسران کو بھی وائرلیس کے ذریعے بتایا "خطرہ ٹل گیا ہے۔ جلاد سنگھ گرفتار ہو گیا ہے۔ مسافروں کے لئے سیڑھیاں لگائی جائیں۔"

پھر اس نے مسافروں سے کہا "آپ حضرات لاؤنج میں جا کر کچھ کھا پی کر تازہ دم ہو جائیں۔ پھر آپ کو دہلی تک پہنچایا جائے گا۔"

تمام مسافر نئی زندگی پا کر خوش ہو رہے تھے۔ جہاز کا عملہ اور تمام افسران ائر ہوسٹس کی بروقت ذہانت کی تعریفیں کر رہے تھے۔ پریس رپورٹرز اس سے سوالات کر رہے تھے۔ فوٹوگرافرز اِدھر اُدھر سے اس کی تصویریں اتار رہے تھے۔ وہ خوشی سے پھولی نہیں سما رہی تھی۔ تعریفوں کے ہجوم میں یہ بھول گئی تھی کہ پانی میں کچھ ملانے سے انکار کر رہی تھی۔ ایک مسافر نوجوان نے کمزوری کی کوئی دوا پانی میں حل کی تھی۔

دلیش پانڈے نے پوچھا "حماد! دوا تو تم نے پانی میں ملائی تھی؟"

پارس نے کہا "اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ میں نے ملائی ہو' تم نے ملائی ہو یا ہوسٹس نے۔سیکڑوں مسافروں کی جانیں بچ گئیں۔ہم نے باغیوں کا مطالبہ پورا نہیں ہونے دیا' یہی ہم سب کی کامیابی ہے۔ ہوسٹس داد وصول کر رہی ہے اور ہم تم نیکی سمیٹ رہے ہیں۔"

"شاباش' تمہارے خیالات اور جذبات بہت اچھے ہیں۔ تم بہت عروج حاصل کروگے۔ ویسے جو حقیقت ہے اس کی رپورٹ میں ہیڈ کوارٹر میں پیش کروں گا۔ تمہارے ریکارڈ میں یہ کارنامہ درج ہوگا۔"

لوگ کھانے پینے میں مصروف تھے' ایک دوسرے سے نہیں بول رہے تھے۔ ہوسٹس ابھی تک پریس رپورٹرز اور فوٹوگرافرز وغیرہ کی بھیڑ میں تھی۔ مسکرا مسکرا کر سوالوں کے جواب دے رہی تھی۔ تمام دنیا کے اخباروں اور رسالوں میں اس کا کارنامہ اور تصویریں شائع ہونے والی تھیں۔ ایسی اچانک شہرت کسی کو نصیب نہیں ہوئی تھی اور ایسی بد نصیبی بھی شاید کسی کے حصے میں نہیں آئی تھی۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ کہیں سے گولی چلی۔وہ چیخ بھی نہ سکی۔ سینے پر گولی لگتے ہی دم نکل گیا۔ بے دم ہو کر آس پاس کے لوگوں سے ٹکرا کر فرش پر گر پڑی۔

وہاں بھگدڑ سی مچ گئی۔ لوگ یوں بھاگنے لگے جیسے ان پر بھی گولیاں چلنے والی ہوں۔ فوجی جوان قاتل کو تلاش کرنے لگے۔ ایک لابی سے گولی چلنے کی آواز آئی تھی۔ ادھر جانے پر ایک گن فرش پر پڑی ہوئی نظر آئی۔ اوپر حصے میں سکھ مسافروں کی خاصی تعداد تھی۔ انہیں روکا جا رہا تھا۔ ان سے سوالات کئے جا رہے تھے۔ قاتل کو پہچاننے کی کوششیں کی جا رہی تھیں۔ لیکن ایک قاتل کو پکڑنے کے لئے سیکڑوں سکھوں کو گرفتار نہیں کیا جا سکتا تھا۔ جب کہ یقین تھا کہ کسی باغی سکھ نے ہوسٹس کو اس لئے قتل کیا ہے کہ اس نے جلاد سنگھ کو پچیس قیدی رہا کرانے کا موقع نہیں دیا تھا۔

دلیش پانڈے نے ہوسٹس کی خون آلود لاش دیکھ کر افسوس کا اظہار کیا "بے چاری!"

پارس نے کہا "اگر یہ بے چاری نہ ہوتی تو ابھی تم مجھے بے چارہ کہہ رہے ہوتے۔"

اس نے پارس کو سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھ کر کہا "واقعی بعض حالات میں پردے کے پیچھے رہ کر ہی کام کرنا چاہئے۔"

ہوسٹس کے قتل نے طیارے کی روانگی میں اور تاخیر کر دی۔ وہ رات کے آٹھ بجے دہلی پہنچے۔ فوجی چھاؤنی کے علاقے میں ایک بہت بڑے احاطے میں ٹریننگ سینٹر کی عمارت تھی۔ اس کا ایک کمرا پارس کے لئے مخصوص کیا گیا تھا۔ دلیش پانڈے نے اسے اس کمرے تک پہنچا کر کہا "یار حماد! تم نے میرا دل جیت لیا ہے۔ لڑکیاں تو تم پر مرتی ہوں گی۔"

"کیا اس سینٹر میں لڑکیاں ہیں؟"

"ہاں' ان کا ہوسٹل عمارت کے پیچھے ہے۔"

"کیا تمہارے خیال کے مطابق وہ اتنی دور سے مجھ پر مرنے آئیں گی؟"

"کیا کہتے ہو' عشق تو تلوار کی دھار پر چل کر چلا آتا ہے۔ یہاں رات کو ایک دوسرے سے ملنے پر پابندیاں ہیں۔ ایک دوسرے کو حاصل کرنے کے لئے یہ سرنگ بنا لیتے ہیں۔"

"یہاں جاسوس بننے کی ٹریننگ حاصل کی جاتی ہے۔ یہ بھی ٹریننگ کا ایک حصہ ہے کہ سخت پابندیوں کے باوجود ایک دوسرے تک کیسے پہنچا جاتا ہے۔"

پارس نے اپنے کمرے کا جائزہ لیا۔ وہاں اس کی ضرورت کا ہر سامان مہیا کر دیا گیا تھا۔ پاکستان کی سرحد غیر قانونی طور پر پار کرنے کے لئے وہ اپنے ساتھ کوئی سامان نہیں لایا تھا۔ صرف ایک جوڑا لباس امرتسر میں خریدا تھا۔ اس نے پوچھا "میرے لباس کا کیا ہوگا؟"

"کل صبح دہلی شہر دیکھو اور خریداری بھی کرو۔ میں جا رہا ہوں۔ کل ملاقات ہوگی۔"

وہ دلیش پانڈے کے ساتھ کمرے سے باہر آیا۔ زینے کے قریب دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ دو مسلح نائٹ چوکیدار ایک طرف سے دوڑتے ہوئے آ رہے تھے۔ ان میں سے ایک ٹارچ کی روشنی اِدھر اُدھر پھینک رہا تھا۔ وہ کسی کو تلاش کر رہے تھے۔

دلیش پانڈے نے آواز دے کر پوچھا "کیا بات ہے؟"

ان میں سے ایک پارس کے کمرے میں گیا۔ دوسرے نے قریب آ کر کہا "سر! رمنا پانڈے اپنے کمرے میں نہیں ہے۔ کہیں غائب ہے۔"

زینے سے نیچے فرشی منزل سے بھی کئی ٹارچ کی روشنیاں اِدھر اُدھر بھٹک رہی تھیں۔ وہاں کے کئی گارڈز اسے تلاش کر رہے تھے۔ ایک گارڈ نے پارس کے کمرے سے نکل کر کہا "وہ یہاں نہیں ہے۔"

وہ دونوں دوسرے کمروں میں جا کر تلاش کرنے لگے۔ پارس نے پوچھا "یہ رمنا پانڈے کون ہے؟"

دلیش پانڈے نے کہا "ایک اسٹوڈنٹ ہے۔ اپنے ہوسٹل کے کمرے سے غائب ہے۔"

"کیا غائب ہے کا مطلب مفرور ہے؟"

"نہیں' وہ اسی احاطے میں کہیں روپوش ہے۔ یہاں ایک ٹریننگ سینٹر کی اور دو ہاسٹل کی عمارتیں ہیں۔ وہ ان تین عمارتوں میں کہیں ہے۔ اگر یہاں پہرا دینے والے چھ نائٹ چوکیدار اسے صبح تک تلاش نہ کر سکے تو ان سب کی ایک ایک دن کی تنخواہ کٹ جائے گی۔"

"اور اس اسٹوڈنٹ کو کیا سزا ملے گی؟"

"اسے انعام ملے گا۔ اس کے ریکارڈ میں دس نمبروں کا اضافہ ہوگا۔ جاسوسی آنکھ مچولی کا کھیل بھی ہے۔ اس کھیل میں چھ نائٹ چوکیدار کسی بھی غائب ہونے والے اسٹوڈنٹ کو نظر آتے ہی گولی مار کر زخمی کرتے ہیں۔ کل سے تم یہاں کے اسٹوڈنٹ رہوگے۔ تمہیں بھی کسی رات یہ کھیل کھیلنا ہوگا۔"

"اس کا مطلب ہے رمنا پانڈے کہیں نظر آئے گا تو گولی کھا کر زخمی ضرور ہوگا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "رمنا پانڈے کوئی مرد نہیں لڑکی ہے۔ میرے بھائی مہیش پانڈے کی بیٹی ہے۔"

پارس نے اسے تعجب سے دیکھا پھر پوچھا "وہ تمہاری بھتیجی ہے اور تم اس ادارے کے بہت بڑے عہدیدار ہو۔ کیا پھر بھی اسے گولی مار کر زخمی کیا جائے گا؟"

"اس ادارے میں رشتے داری اور دوستی کا لحاظ نہیں کیا جاتا ہے۔ یہاں صرف ہنرمند اور باصلاحیت اسٹوڈنٹس کی قدر کی جاتی ہے۔"

وہ گھڑی دیکھ کر بولا "یہاں دس بجے کے بعد کوئی اسٹوڈنٹ کمرے سے باہر نہیں نکلتا۔ نائٹ چوکیداروں کو گولی چلانے کی اجازت ہے۔ تم بھی اپنے کمرے میں جاؤ۔ کل ملاقات ہوگی۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

وہ مصافحہ کرکے چلا گیا۔ پارس زینے سے پلٹ کر اپنے کمرے کی طرف جانے لگا۔ دور سے گزرنے والے ایک نائٹ چوکیدار نے بلند آواز سے کہا "ہیو مسٹر نیو کمر، فوراً اپنے کمرے میں جاؤ۔"

اس نے کمرے میں آکر دروازے کو اندر سے بند کرلیا۔ رات کے گیارہ بج گئے تھے۔ سینٹر کے احاطے میں دور تک ویرانی تھی۔ تمام اسٹوڈنٹس اپنے کمروں میں بند تھے۔ باہر صرف چھ نائٹ چوکیدار اپنی گنیں لئے پھر رہے تھے۔ پارس نے سوچا۔ اس احاطے میں صرف تین عمارتیں ہیں۔ ان میں صبح تک چھپ کر نہیں رہا جا سکتا تھا۔ چھ گن مین چھپنے والے کو تلاش کرسکتے تھے اور ابھی تلاش کرنے کے لئے ان کے پاس سات گھنٹے تھے۔

اس نے بستر کے سرے پر بیٹھ کر جوتے اتارے۔ پھر آرام سے ہاتھ پاؤں پھیلا کر لیٹ گیا۔ کل سے ایک اسٹوڈنٹ بن کر یہاں رہنا تھا۔ یہاں کی مختلف آزمائشوں میں کامیاب ہو کر اور زیادہ سے زیادہ نمبر حاصل کرکے ہی وہ "را" تنظیم میں داخل ہو سکتا تھا۔

مجھے اور میرے بیٹوں کو وقت پر کھانے اور وقت پر سونے کا موقع کبھی کبھی ملتا تھا۔ آج اسے جلد سونے کا موقع مل رہا تھا۔ اس لئے اس نے آنکھیں بند کرلیں۔ دماغ کو ہدایات دیں کہ صبح پانچ بجے تک سوتا رہے۔ اگر نیند کے دوران کمرے میں کوئی خطرہ پیش آئے یا کوئی غیر معمولی بات ہو تو فوراً آنکھ کھل جائے۔

ہم ہمیشہ اپنے دماغوں کو ایسی ہدایات دے کر گہری نیند سوتے ہیں۔ اور نیند پوری ہونے تک محفوظ رہتے ہیں۔ ہماری چار دیواری میں کوئی غیر معمولی واقعہ پیش آئے تو فوراً آنکھیں کھل جاتی ہیں لیکن اس رات پارس کی آنکھ نہیں لگی۔ دماغ کو ہدایات دینے کے باوجود اسے نیند نہیں آئی۔

اس نے ذرا انتظار کرنے کے بعد آنکھیں کھول کر سوچا "کیا بات ہے۔ دماغ ہمیشہ ہدایات قبول کرتا ہے۔ آج نیند کیوں نہیں آرہی ہے؟"

اس نے لیٹے ہی لیٹے کمرے میں ہر سمت نظریں دوڑائیں۔ کوئی غیر معمولی بات نظر نہیں آئی۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ پھر بستر سے اتر کر چلتا ہوا باتھ روم کے دروازے پر آیا۔ اسے کھول کر دیکھا۔ اندر کوئی نہیں تھا۔ باتھ روم خالی تھا۔ اس نے دروازے کو دوبارہ بند کیا۔ پھر کمرے میں رکھی ہوئی الماری کو کھول کر دیکھا۔ الماری بھی اندر سے خالی تھی۔ کہیں کچھ نہیں تھا۔

وہ پھر بستر پر آکر لیٹ گیا۔ یہ خیال آیا کہ دماغ کو ہدایات دیتے وقت کوئی غلطی ہوگئی ہے۔ دوبارہ یہ عمل ہونا چاہئے۔ اس نے آنکھیں بند کرلیں، معمول کے مطابق دماغ کو ہدایات دینے لگا۔ اس کے بعد سوچنے لگا کہ نیند آرہی ہے۔ نیند آرہی ہے۔ اب وہ نیند کی وادیوں میں پہنچنے والا ہے۔

عمل کامیاب تھا لیکن دماغ اسے سونے نہیں دے رہا تھا۔

پارس کہہ رہا تھا کہ کمرے میں کوئی غیر معمولی بات ہو تو آنکھ کھل جائے جب آنکھ لگنے سے پہلے ہی کوئی غیر معمولی بات تھی تو پھر دماغ اسے سونے کیسے دیتا؟

پھر گہری خاموشی میں بہت دھیمی دھیمی آواز سنائی دی۔ وہ آنکھیں کھول کر توجہ سے سننے لگا۔ بہت ہلکی ہلکی خراٹوں جیسی آواز تھی۔ وہ پھر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ بستر سے چھلانگ لگا کر فرش پر آیا۔ پھر جھک کر پلنگ کے نیچے دیکھا۔ وہ آرام سے فرش پر لیٹی ہوئی تھی۔ پلنگ کے نیچے نیم تاریکی تھی۔ مگر چاند جیسا سراپا چمک رہا تھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ پورے چاند کی چاندنی سو رہی تھی۔ اس نے اپنے ایک بازو کا تکیہ بنالیا تھا اور یوں تکیہ بنا کر جیسے آرام دہ بستر پر پہنچ گئی تھی۔

وہ تھوڑی دیر تک اسے دیکھتا رہا پھر بولا "کمال ہے۔ تم سو رہی ہو جیسے ماں کی گود میں پڑی ہو۔ اے اٹھو۔"

وہ سوتی رہی۔ اگر اس کا بدن سانسوں کی آمد و رفت کا پتا نہ دیتا تو وہ بالکل مردہ ہی نظر آتی۔ محاورے کے مطابق گھوڑے بیچ کر سو رہی تھی۔ یہ محاورہ شاید یوں استعمال میں آیا کہ کسی گھوڑوں کے سوداگر کو یہ دھڑکا لگا رہتا تھا کہ اس کے گھوڑے چور لے جائیں گے، یہ فکر اسے سونے نہیں دیتی تھی۔ آخر اس نے تمام گھوڑے بیچ دیئے۔ اب چُرائے جانے کا کوئی خوف نہیں تھا اس لئے وہ دن چڑھے تک گہری نیند کے مزے لیتا رہا۔ اسی لئے یہ محاورہ استعمال میں آیا۔ بے فکری سے سونے والے کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ گھوڑے بیچ کر سو رہا ہے۔

لیکن وہ دوشیزہ کیسے بے فکر ہوگئی تھی۔ اس کے پاس گھوڑے نہیں تھے لیکن جوانی کا مال و متاع تھا۔ کوئی بھی چور ایسی غفلت میں اسے لوٹ سکتا تھا۔ ایک اجنبی کے کمرے میں آکر چھپتے وقت اور سوتے وقت یہ دھڑکا کیوں نہ رہا کہ لوٹ مار ہو سکتی ہے۔

وہ خود کو ستا کرنے والی لڑکی تھی یا اسے اپنے کردار کی پختگی پر پورا بھروسا تھا۔ اس لئے وہ یہاں آئی تھی۔ بے فکری کی گہری نیند بتا رہی تھی کہ وہ نیند کی عادی ہے۔ سونے کا وقت ہو تو اسے کانٹوں کے بستر پر بھی نیند آجاتی ہے۔

پارس نے پھر اسے آواز دی "اے اٹھو۔ کیا تم رمنا پانڈے ہو؟"

وہ نیند میں "اوں اوں" کی آوازیں نکالتی ہوئی کروٹ بدل کر چاروں شانے چت ہوگئی۔ یہ بری بات ہے، خوابیدہ لڑکی کو دیکھنا نہیں چاہئے۔ وہ نیند میں کتاب کی طرح کھلتی اور بند ہوتی رہتی ہے۔ سونے والی کو اپنا ہوش نہیں رہتا اور دیکھنے والے کے ہوش اڑتے رہتے ہیں۔

پارس نے اس کے صحت مند بازو کو گرفت میں لیا۔ پھر جھنجوڑتے ہوئے کہا "اے کیوں میری آنکھوں کو گناہ گار بنا رہی ہو۔"

اس نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھول دیں۔ فوراً ہی سمجھ میں نہیں آیا کہ کہاں پڑی ہے۔ گھبرا کر اٹھنا چاہا تو پلنگ کی نچلی سطح سے سر ٹکرا گیا۔ وہ ہائے کہہ کر پھر چت ہوگئی۔ پارس نے پھر اس کے بازو کو پکڑ کر فرش پر گھسیٹتے ہوئے پلنگ کے نیچے سے نکالا۔ وہ پلکیں جھپکتے ہوئے بولی "آہ! میں سمجھ گئی۔ تم نائٹ چوکیدار ہو۔ تم نے مجھے پکڑ لیا ہے۔"

وہ اس کا بازو چھوڑ کر بولا "لو چھوڑ دیا۔ میں نائٹ گارڈ نہیں ہوں۔"

وہ جلدی اٹھ کر اُس کے سامنے فرش پر پلتھی مار کر بیٹھتے ہوئے خوشی سے بولی "نائٹ گارڈ نہیں ہو۔ یعنی کہ میں ابھی پکڑی نہیں گئی یعنی کہ تم دوست ہو۔ یعنی کہ میں صبح تک یہاں چھپی رہوں تو میری مارکس شیٹ میں دس نمبر کا اضافہ ہو جائے گا۔"

"یعنی کہ تمہارا تکیہ کلام ہے؟"

"یعنی کہ میرا تکیہ کلام نہیں ہے۔ تم یہ نہ سمجھنا کہ میں یعنی کہ بولنے کی عادی ہوں۔ جاسوسی کے پیشے میں تکیہ کلام نہیں ہونا چاہئے۔ یعنی کہ بھیس بدلنے والا جاسوس اپنے یعنی کہ سے پہچان لیا جاتا ہے۔"

پارس اس کے سامنے اکڑوں بیٹھا ہوا اس کا مُنہ تک رہا تھا۔ وہ بول رہی تھی "میں نے اپنے ہاسٹل سے نکلتے وقت سوچ لیا تھا کہ لڑکوں کے ہاسٹل میں جاؤں گی۔ جو کمرا کھلا ملے گا اس کے اندر جا کر چھپ جاؤں گی۔ میں نے نیچے سے دیکھا۔ اس منزل پر تمہارے کمرے کی کھڑکی کھلی ہوئی تھی۔ میں پائپ کے ذریعے چڑھتی ہوئی کھڑکی کے راستے اندر آئی۔ اس کھڑکی کو اندر سے بند کیا پھر پلنگ کے نیچے چلی گئی۔ کہو کیسی رہی؟"

"اب تک تو اچھی رہی لیکن اب بند کمرے میں جوان لڑکی ایک جوان لڑکے کے ساتھ ہے۔ اب چوہے بلی کا کھیل شروع ہوگا۔ تم بھاگو گی میں پکڑوں گا۔ پھر چھوڑ دوں گا کیوں کہ باہر نہیں جا سکو گی۔ کمرے سے نکلتے ہی کوئی نائٹ گارڈ گولی چلا کر تمہیں زخمی کردے گا۔ میں تمہیں پکڑوں گا، چھوڑوں گا۔ پھر پکڑوں گا پھر چھوڑوں گا۔ تم حلق سے آواز نہیں نکال سکو گی کیوں کہ تمہاری آواز پر گولی مارنے والے چلے آئیں گے۔ تم وہ گولی کھاؤ گی یا ہوس کی کڑوی گولی کھا کر صبح دس نمبر حاصل کروگی۔ کہو کیسی رہے گی؟"

وہ پارس کے شانے پر ہاتھ مار کر بولی "یار! تم ہو بڑی فنٹاسٹک اور میں ہوں بہت ہی ٹیڑھی لکیر، میں نے قابو میں آنا سیکھا ہی نہیں ہے۔ ابھی ایک چیخ ماروں گی اور تمام گارڈز دوڑے چلے آئیں گے۔ میں دس نمبر ہار جاؤں گی۔ سزا کے طور پر گولی کھا کر زخمی ہو جاؤں گی لیکن اپنی عزت کو زخمی نہیں ہونے دوں گی۔"

"اتنا ہی عزت کا پاس ہے تو لڑکوں کے ہاسٹل میں نہیں آنا چاہئے تھا۔"

"یہ سوچ کر آئی ہوں کہ سب شیطان نہیں ہوتے۔"

"سب نہیں ہوتے۔ کچھ ہوتے ہیں۔ اور پھر جوان لڑکی کو سب سے پہلے شیطان ہی گھیرتا ہے۔"

"میں کہہ چکی ہوں کہ ایسے وقت کیا کروں گی۔ اگر تم چاہتے ہو کہ میں نقصان نہ اٹھاؤں تو دوست بن کر صبح تک مجھے عزت آبرو سے پناہ لینے دو۔ آئندہ میں تمہارے کسی برے وقت میں کام آؤں گی۔"

وہ مسکرا کر بولا "ایسا برا وقت تب آئے گا جب میں بھی یہاں کے آزمائشی دستور کے مطابق کسی رات اپنے کمرے سے نکلوں گا دس نمبر حاصل کرنے کے لئے تمہارے پاس آؤں گا تو تم اپنے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کمرے میں پناہ دوگی۔"

"ایگزیکٹلی' یہی بات ہے۔"

"لیکن میں کسی عورت کے آنچل میں چھپنا بزدلی سمجھتا ہوں۔ میں صبح تک چھپنے کے لئے تمہارے کمرے میں کبھی نہیں آؤں گا۔"

وہ مایوس ہو کر بولی "یعنی کہ میں باہر چلی جاؤں؟"

"نہیں۔ ایک لڑکی کو زخمی ہوتے دیکھنا مردانگی نہیں ہے' تم یہاں صبح تک رہ سکتی ہو۔"

"یعنی کہ مجھ پر احسان کررہے ہو اور میرا احسان کبھی نہیں لوگے؟"

"یہی بات ہے۔ یہ ہماری پہلی اور آخری ملاقات ہے۔ ٹریننگ کے دوران کبھی سامنا ہو تو میں تمہیں پہچاننے سے انکار کردوں گی۔"

"تم کچھ زیادہ ہی مغرور ہورہے ہو۔"

"وہ غرور اچھا ہے جو لڑکیوں سے دور رکھتا ہے۔"

"پتا ہے میں ماہرِ نفسیات ہوں۔ مرد کے مزاج کو خوب پہچان لیتی ہوں۔ مرد' دور دور رہے تو لڑکی اس کی طرف کھنچی آتی ہے۔ تم یہی حربہ مجھ پر آزما رہے ہو۔ تمہیں مایوسی ہوگی۔"

"مجھے مایوس ہونے کا شوق ہے۔ پلنگ کے نیچے جاؤ اور مجھے اوپر سونے دو۔"

وہ اٹھ کر بستر پر آگیا۔ اور وہ فرش پر بیٹھی رہی۔ اس نے پوچھا "کیا بیٹھی رہوگی؟"

"مجھے نیند نہیں آئے گی۔"

"تھوڑی دیر پہلے کیسے آئی تھی؟"

"اس وقت میں اکیلی تھی۔ اب ایک اجنبی مرد ہے۔ میں کیسے سو سکتی ہوں؟"

"اس اجنبی مرد کو تم سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"تم میری انسلٹ کررہے ہو۔ کیا میں اتنی گئی گزری ہوں کہ مجھ میں دلچسپی لینے والی کوئی بات نہیں ہے؟"

"یوں نگاہوں کے سامنے جاگتی رہوگی تو میرے اندر کا شیطان دلچسپی لینا شروع کردے گا۔"

وہ فرش پر لیٹ گئی۔ پھر لڑھکتی ہوئی پلنگ کے نیچے چلی گئی۔ نگاہوں سے اوجھل ہوتے ہی پارس کے خیالوں میں وہ حسین سراپا جھلکنے لگا۔ اگر سرِعام کہیں سامنا ہوتا تو وہ اسے نظرانداز کرکے گزر جاتا۔ مگر وہ بند کمرے میں تھی اور ہاتھوں کی پہنچ تک تھی۔ پلنگ کے نیچے تھی۔ جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی' جب ذرا ہاتھ بڑھایا پکڑلیا۔

وہ بند کمرا ورغلا رہا تھا۔ شیطان کو بند رکھو تو وہ بہت زیادہ بھڑکتا ہے۔ پارس اٹھ کر بیٹھ گیا۔ بستر سے اتر گیا۔ پھر تیزی سے چلتے ہوئے دروازے کے پاس آکر اسے کھول دیا۔ ٹھنڈی ہوا کا جھونکا باہر سے اندر آیا اور اندر سے شیطان کا گرم جھونکا باہر چلا گیا۔ دروازہ کھلا رہے گا تو یہ اندیشہ رہے گا کہ کوئی بھی آسکتا ہے۔ وہ پلنگ کے نیچے سے نکل نہیں سکے گی اور وہ نکال نہیں سکے گا۔

وہ دروازہ کھولنے کے بعد بستر پر آکر لیٹ گیا۔ باہر اندھیرا تھا۔ کمرے کی روشنی کھلے دروازے سے باہر جارہی تھی۔ وہ نیچے سے سرگوشی میں بولی "یہ تم نے کیا کیا؟ کوئی نائٹ چوکیدار آجائے گا۔"

اس نے سرگوشی میں جواب دیا "خاموش رہوگی اور نیچے سے نکل کر جلوہ نہیں دکھاؤگی تو کسی نائٹ گارڈ کو شبہ نہیں ہوگا۔ دروازہ کھلا رہے گا تو انہیں یقین ہوجائے گا کہ تم کم از کم اس کمرے میں نہیں ہو۔"

"ہاں' یہ تم نے عقل کا کام کیا ہے۔"

"تم بولتی رہوگی تو عقل کا کام تمام ہوجائے گا اور ہمارے مکالمے سن کر کوئی چلا آئے گا۔"

وہ خاموش ہوگئی۔ آدھے گھنٹے بعد قدموں کی آواز سنائی دی۔ ایک نائٹ گارڈ نے دروازے کے پاس آکر پوچھا "یہ کھلا کیوں ہے' اسے بند کرو۔"

پارس نے کہا "بند کمرے میں گھٹن سی ہورہی ہے۔"

"سب لوگ بند کمرے میں راتیں گزارتے ہیں۔"

"میں آج یہاں نیا ہوں۔ پلیز کل سے مجھے پابند کرو۔"

"آج کا کام کل پر نہ ڈالو۔ آج ہی سے پابند رہو۔ ویسے بھی ڈیوٹی بدل رہی ہے۔ میں تمہیں اجازت دے کر جاؤں گا تو دوسرا گارڈ آکر اسے بند کرائے گا۔"

پارس نے اٹھ کر دروازے کو بند کردیا۔ پھر بستر کے پاس آیا۔ وہ نیچے سے سر نکال کر بولی "پنکھے کی ہوا یہاں تک نہیں آرہی ہے۔"

"میں کیا کروں؟ کیا مجھے سونے نہیں دوگی؟"

"تم مجھے پناہ دے کر نیکی کررہے ہو۔ کیا نیکی کرنے کے لئے نیند قربان نہیں کرسکتے؟"

"وہ تو کررہا ہوں۔"

"ذرا خوشی سے کرو۔ ویسے تمہارا نام کیا ہے؟"

"میرا کوئی نام نہیں ہے۔"

"یہ تمہارے ماں باپ نے ظلم کیا ہے۔ کوئی تو نام رکھنا ہی چاہئے تھا۔ میرا نام رمنا ہے' یہ تو تم جانتے ہی ہو۔ ایک برس کی ٹریننگ میں پچاس نمبر حاصل کرچکی ہوں۔ مزید پچاس حاصل کرلوں گی تو کامیاب قرار دی جاؤں گی پھر میں خفیہ تنظیم میں رہ کر سراغ رسانی کی صلاحیتوں کا مظاہرہ کرتی رہوں گی۔ مجھے ایسی ایڈونچر لائف بہت پسند ہے۔ میرے انکل دلیش پانڈے اس تنظیم کے بہت بڑے عہدیدار ہیں لیکن میں ان کی سفارش سے نہیں اپنی ذہانت سے مارکس حاصل کررہی ہوں۔"

"کیا تم صبح تک بولتی رہوگی؟"

"کیا صبح تک گونگے بہرے بن کر رہنا اچھا لگے گا؟"

پارس ایک گھنٹے تک اسے برداشت کرتا رہا۔ پھر اٹھ کر دروازے کو کھول دیا۔ وہ فوراً ہی پلنگ کے نیچے چلی گئی۔ اسے خاموش رکھنے کا یہی ایک راستہ تھا۔ دور سے قدموں کی آوازیں آرہی تھیں۔ پارس کھلے ہوئے دروازے پر یوگا کا ایک آسن بنا کر بیٹھ گیا۔ وہاں دو نائٹ گارڈز آکر رک گئے۔ ایک نے پوچھا "یہ کیا ہورہا ہے؟"

پارس سانس روکے خلا میں تک رہا تھا۔ دوسرے گارڈز نے اپنے ساتھی سے کہا "یہ یوگا کی مشقیں کررہا ہے۔ ہمیں اپنی کارروائی شروع کرنا چاہئے۔"

پہلے نے کہا "ٹھیک ہے میں اس کمرے سے تلاشی لیتا ہوا ادھر جاؤں گا تم اس کمرے سے تلاشی شروع کرو۔"

ایک گارڈ پارس کے دائیں طرف کے کمرے میں گیا۔ دوسرا بائیں طرف والے کمرے کی تلاشی لینے گیا۔ پارس کا کمرا تلاشی سے پہلے ہی کھلا ہوا تھا۔ عقل کہتی تھی کہ رمنا پانڈے کھلے ہوئے کمرے میں چھپنے کی حماقت نہیں کرے گی۔

آدھی رات کے بعد ڈیوٹی پر آنے والے چھ گارڈز لڑکوں اور لڑکیوں کے ہاسٹل کی تلاشی لیتے رہے۔ احاطے کے اندر باغیچے اور جھاڑیوں میں بھی دیکھ لیا۔ رمنا کہیں نظر نہیں آئی۔ دستور کے مطابق وہ ایک کمرے کی تلاشی ایک ہی بار لے سکتے تھے۔ بار بار اسٹوڈنٹس کی نیند میں مخل نہیں ہوسکتے تھے۔ صبح چار بجے وہ مایوس ہوگئے۔ ایک گارڈ نے کہا "تمام اسٹوڈنٹس پانچ بجے بیدار ہوتے ہیں۔ اگر چھ بجے پی ٹی کے لئے میدان میں قدم رکھنے سے پہلے اسے گولی مار کر زخمی کریں گے تو ہماری ملازمت پر حرف نہیں آئے گا۔"

پارس نے صبح پانچ بجے سے پہلے دروازہ بند کرکے پوچھا "اب پی ٹی کے لئے باہر میدان میں کیسے جاؤگی؟"

"میں نے پہلے ہی تدبیر سوچ لی ہے۔"

"کیا ہے وہ تدبیر؟"

وہ چٹکی بجا کر بولی "فنٹاسٹک آئیڈیا ہے۔ دیکھو ہر کمرے سے ایک لڑکا نکلے گا۔ کیوں کہ ایک کمرے میں ایک ہی اسٹوڈنٹ ہوتا ہے۔ اس لئے میں تمہارا لباس پہن کر نکلوں گی تو یہی سمجھا جائے گا کہ تم نکل کر جارہے ہو۔"

"تم جاؤگی تو میں پی ٹی کے لئے میدان میں کیسے جاؤں گا؟"

"میرے بعد تم آسکتے ہو۔"

"تم میرا لباس پہن کر جاؤگی تو میرے بدن پر کچھ نہیں رہے گا۔ کیوں کہ میں ایک ہی لباس میں سرحد پار کرکے یہاں آیا ہوں۔"

"کیا واقعی تمہارے پاس دوسرا لباس نہیں ہے؟"

"تم کمرے اور باتھ روم میں دیکھ لو۔"

اس نے الماری اور باتھ روم میں دیکھا۔ پھر بولی "تمہارے پاس لباس تو کیا دوسرا سامان بھی نہیں ہے۔ تم زندگی کیسے گزارتے ہو؟"

"جہیز کے انتظار میں گزارتا ہوں کہ دلہن آئے گی تو زندگی گزارنے کا تمام سامان لے آئے گی اور مجھے نئے کپڑے بھی پہنائے گی۔"

"تمہیں جہیز لیتے ہوئے شرم آنی چاہئے۔"

"تم مجھے شرم دلاؤگی یا یہاں سے نکلنے کی تدبیر کروگی؟"

"تم باتیں ایسی کرتے ہو کہ میں اصل بات بھول جاتی ہوں۔ چلو اپنے کپڑے اتارو۔"

"شادی سے پہلے تمہارا حکم نہیں مانوں گا۔"

وہ جھینپ کر بولی "بکواس نہ کرو۔ باتھ روم میں جاؤ۔"

اس نے باتھ روم میں آکر لباس کو اتارا۔ اپنے اطراف ایک بڑا تولیہ لپیٹ لیا پھر کمرے میں آکر بولا "جاؤ اور لباس پہن لو۔"

وہ پلنگ کے نیچے سے ایک بیگ نکال کر باتھ روم میں چلی گئی۔ چھ بجے تمام اسٹوڈنٹس اپنے کمروں سے نکل کر میدان میں جاتے ہیں۔ جب چھ بجنے میں صرف دو منٹ رہ گئے تو وہ باتھ روم سے نکلی۔ پہلی نظر میں ایک سکھ نوجوان نظر آئی۔ چہرے پر داڑھی مونچھیں اور سر پر پگڑی تھی۔ یہ سامان وہ بیگ میں چھپا کر لائی تھی۔

پارس نے پوچھا "اتنا سامان لائی تھیں' کیا ایک مردانہ لباس نہیں لاسکتی تھیں؟"

"مجھے کیا معلوم تھا جہاں چھپنے جاؤں گی' وہاں ایک ہی لباس ہوگا۔"

وہ لباس اگرچہ رمنا کو بہت ڈھیلا ڈھالا سا لگ رہا تھا۔ تاہم فوراً ہی اس پر شبہ نہیں ہوسکتا تھا۔ وہ بولی "ویل مسٹر گمنام! تم میرے احسان کا بدلہ نہیں لوگے لیکن کبھی تمہارے کام ضرور آؤں گی۔"

اس نے مسکرا کر آنکھ ماری۔ پھر دوڑتی ہوئی باہر چلی گئی۔ میں نے بیٹے کے پاس آکر پوچھا "کیا ہورہا ہے؟"

"تمام رات حسن و جمال کی ایک ملکہ میرے کمرے میں رہی۔ اور میں نے شرافت کی تسبیح پڑھتے ہوئے صبح کردی۔ ایسا تو فرشتے کرتے ہیں۔"

"بیٹے! انسان بھی کرتے ہیں۔ تمہارے جیسے قوتِ ارادی رکھنے والے انسان' اب آگے بولو۔"

وہ مجھے روداد سناتے ہوئے کمرے سے باہر آیا۔ پھر زینے سے اتر کر میدان کی طرف جانے لگا۔ میدان میں پہنچا تو تمام اسٹوڈنٹس لڑکیاں اور لڑکے اسے تولئے میں دیکھ کر ہنسنے لگے۔ رمنا بھی لڑکیوں کی قطار میں کھڑی ہنس رہی تھی ایک گارڈ نے پارس کے سامنے آکر کہا "اچھا تو پچھلی رات تم نے یوگا کے بہانے ہمیں الو بنایا تھا۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

پارس نے کہا "تمہیں تو اوپر والے نے بنایا ہے۔ میرے بنانے کے لئے گنجائش نہیں چھوڑی۔"

وہ مونچھوں پر تاؤ دیتے ہوئے بولا "تم بھی ایسے ہی امتحان سے گزرو گے' تب میں تم سے نمٹ لوں گا۔"

ٹرینر اور ایک اعلیٰ عہدیدار نے آکر کہا "ڈیئر اسٹوڈنٹس! تم سب نے دیکھا ہے۔ رمنا اس آزمائش میں کامیاب رہی ہے۔"

سب لوگ تالیاں بجانے لگے۔ اعلیٰ عہدیدار نے کہا "رمنا پچھلی رات کی عمل روداد لکھ کر ہمارے سامنے پیش کرے گی' اس کے بعد اُس کی مارکس شیٹ میں دس نمبروں کا اضافہ کردیا جائے گا۔"

پھر ایک بار تالیاں بجنے لگیں۔ ٹرینر نے کہا "مجھے فخر ہے کہ رمنا نے میری ٹریننگ سے فائدہ اٹھایا ہے۔ آج رات ایسی ہی آزمائش سے کون گزرے گا؟"

اسٹوڈنٹس اپنا اپنا نام پیش کرتے ہوئے ہچکچانے لگے' کوئی ناکامی کی صورت میں گولی کھا کر زخمی نہیں ہونا چاہتا تھا۔ پارس نے کہا "سر! آج رات میں اپنے کمرے سے نکلوں گا اور صبح دس نمبر حاصل کروں گا۔"

ٹرینر نے اسے گھور کر دیکھا۔ پھر کہا "تم نئے ہو۔ تم نے مجھ سے ٹریننگ حاصل نہیں کی ہے۔"

"سر! کل تمام رات رمنا آپ کی باتیں کرتی رہی اور آپ کی ٹریننگ کے طریقے مجھے بتاتی رہی۔ میں یہ سب کچھ سننے کے بعد آپ کا شاگرد ہونے کا دعویٰ کرتا ہوں۔ کل صبح آپ کا نام اونچا کروں گا۔"

وہ اپنی تعریف سن کر خوش ہوگیا' اس نے پارس کو اجازت دے دی۔ پی ٹی کے بعد رمنا نے قریب آکر کہا "مجھے تمہارا نام معلوم ہوگیا ہے۔ مگر تم نے آج رات آزمائش سے گزرنے کی اجازت لے کر بہت بڑی حماقت کی ہے۔"

پارس نے پوچھا "تم کون ہو؟"

"بکواس مت کرو۔ میں بہت پریشان ہوں۔ تمہیں وہ نائٹ چوکیدار نہیں چھوڑے گا۔ انتقام لینے کے لئے ضرور تم پر گولی چلائے گا۔"

"تم پریشان کیوں ہو؟ کیا میری گھر والی ہو؟"

وہ اپنے ہاسٹل کی طرف جانے لگا۔ اتنے میں دلیش پانڈے آگیا۔ اسے تولئے میں دیکھ کر ہنستے ہوئے بولا "میں آفس سے تمہاری اور رمنا کی رپورٹ سن کر آرہا ہوں۔ دیکھ لو' میری بھتیجی کتنی چالاک ہے۔ تمہارے کپڑے اتروالئے۔"

پارس نے پانڈے کے کان میں کہا "سوچ سمجھ کر بولا کرو۔ پہلے اس نے اتارے' تب میرے پہنے۔ تمہاری بھتیجی کا لباس اب تک میرے کمرے کے باتھ روم میں ہے۔"

وہ جھینپ کر بولا "مجھ سے ایسی باتیں کرتے ہوئے شرم نہیں آئی؟"

"جو بات پورے سینٹر والوں کو معلوم ہو چکی ہے! اس میں شرم کیسی؟"

"اچھا زیادہ باتیں نہ کرو۔ بازار چلو اور خریداری کرو۔"

"کیا تولئے میں چلوں؟"

پانڈے نے اپنی بھتیجی کو دیکھا۔ وہ پارس کا لباس پہنے اپنے ہاسٹل کی طرف جارہی تھی۔ وہ بولا "چلو کسی اسٹوڈنٹ سے لے کر پہن لو۔"

وہ پانڈے کے ساتھ ہاسٹل کی طرف گیا۔ میں اس نائٹ گارڈ کے خیالات پڑھنے لگا جس نے میرے بیٹے کو چیلنج کیا تھا۔ میں نے چھ چوکیداروں کا طریقہ کار کے متعلق معلوم کیا کہ وہ رات کو کس طرح کسی اسٹوڈنٹ کو ڈھونڈ نکالتے ہیں۔ وہ ایسے دو چار مقامات کے بارے میں بھی جانتا تھا۔ جہاں کوئی اسٹوڈنٹ چھپنے کے لئے نہیں جا سکتا تھا۔ میں نے ایسے ہی ایک مقام کے متعلق پارس کو بتادیا۔

وہ پانڈے کے ساتھ دہلی شہر دیکھ رہا تھا۔ ضرورت کی چیزیں خرید رہا تھا۔ پانڈے کہہ رہا تھا "تم نے حاضر دماغی سے کسی خون خرابے کے بغیر سیکڑوں مسافروں کی جانیں بچائی تھیں۔ اس کے انعام میں تمہیں بیس نمبر دئے گئے ہیں۔"

وہ بولا "اس کا مطلب ہے اب مجھے اسی مارکس اور حاصل کرنے ہوں گے۔ کل صبح تک دس نمبر اور مل جائیں گے۔ مجھے بتاؤ زیادہ سے زیادہ مارکس حاصل کرنے کے لئے اور کیا کرنا چاہئے؟"

"اتنی تیزی سے نہ دوڑو۔ منہ کے بل گرو گے۔"

"جہاں گروں گا' وہاں سے بھی کچھ لے کر اٹھوں گا۔ میری فکر نہ کرو۔"

"ٹریننگ سینٹر میں سخت آزمائشوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ اگر رمنا ناکام ہوتی تو کوئی بھی گارڈ اسے گولی مار دیتا اور وہ اس وقت اسپتال میں ہوتی۔ پھر یہ تو زخمی ہونے کی بات ہے۔ چند آزمائشوں میں جان بھی چلی جاتی ہے۔ اسی لئے خفیہ تنظیم میں بہت ہی کم افراد داخل ہوپاتے ہیں۔ باقی ناکام ہو کر سینٹر چھوڑ دیتے ہیں۔ ٹریننگ کے دوران کچھ لوگ مر چکے ہیں۔"

"کیا تم مجھے کہانیاں سنا کر ڈرا رہے ہو؟"

وہ مسکرا کر بولا "یہ ہم اچھی طرح سمجھ گئے ہیں کہ تم ڈرنے اور پیچھے ہٹنے والوں میں سے نہیں ہو۔ جانتے ہو' میں نے تنظیم کے خفیہ چینل میں تمہاری کیا رپورٹ بھیجی ہے؟"

"میں سننا پسند کروں گا۔"

"میں نے لکھا ہے کہ تمہارے جیسے حاضر دماغ اور فولادی فائٹر کو "را" تنظیم کی سیکرٹ سروس میں رکھا جائے۔"

"تنظیم کی سیکرٹ سروس میں کیسی خدمات لی جاتی ہیں؟"

"ان دشمنوں کا سراغ لگایا جاتا ہے جو آستین کے سانپ ہوتے ہیں۔ دوست بن کر رہتے ہیں اور اندر سے جڑیں کاٹنے کی کوششیں کرتے ہیں۔ اسرائیل سے ہمارے بہترین تعلقات ہیں۔ ہم نے پاکستان کے خلاف جاسوسی کرنے کے لئے ان کی جاسوسی تنظیم "موساد" کو اجازت دی ہے کہ وہ یہاں اپنا خفیہ ادارہ قائم کرے لیکن یہودی قابل اعتماد نہیں ہوتے۔ وہ ہماری کمزوریاں اور اہم راز معلوم کرنے کی دوغلی حرکتیں کرسکتے ہیں۔ ہمارے چند جاسوس ان کی نگرانی کرتے ہیں۔ میں نے پُرزور سفارش کی ہے کہ تمہیں "موساد" کے خلاف جاسوسی کرنے کے مواقع دئے جائیں۔"

"مسٹر پانڈے' تم واقعی دوستی کا حق ادا کررہے ہو۔ کیا ایسے لوگوں کے نام اور پتے بتا سکتے ہو جن کا تعلق موساد سے ہے؟"

"تم پھر تیز دوڑنا چاہتے ہو۔"

"تم ساتھ ہو اس لئے تیز رفتار ہوں۔ گرنے سے پہلے تمہارا ہاتھ تھام لوں۔"

پارس نے اس انداز میں تعریف کی جیسے اسی کے سہارے کارنامے انجام دے رہا ہو۔ اس کا نفسیاتی اثر ہوا۔ وہ خوش ہو کر بولا "میری کوشش ہوگی کہ تم کہیں ٹھوکر نہ کھاؤ۔ مجھے ایک فیملی پر شبہ ہے۔ میں اس فیملی کے کسی ممبر سے تمہاری ملاقات کراؤں گا۔"

میں نے پانڈے کی سوچ سے اس فیملی کے متعلق معلوم کیا جب تک وہ پارس کے لئے کی جانے والی شاپنگ سے فارغ ہوا اور اسے سینٹر کے ہاسٹل میں چھوڑ کر اپنے گھر آیا تو اس وقت تک میں بہت کچھ معلوم کرچکا تھا۔

اس ہیڈ آف دی فیملی کا نام شیوچرن تھا۔ چھ برس پہلے اس نے ایک جرمن دوشیزہ سے شادی کی تھی۔ وہ یہودی تھی لیکن خود کو عیسائی ظاہر کرتی تھی۔ جب اسے معلوم ہوا کہ شیوچرن بھارت میں وزارتِ داخلہ کا ایک اہم عہدیدار ہے تو وہ اس پر ہزار جان سے عاشق ہوگئی تھی اور اس کی خاطر ہندو دھرم قبول کرنے کو تیار ہوگئی تھی۔ شیوچرن کے لئے یہ فخر کی بات تھی بھلا ایسی چاہنے والیاں کہاں ملتی ہیں؟ وہ تو مقدر سے مل گئی تھی۔ اس لئے اسے بیاہ کر ہندوستان لے آیا۔

دلیش پانڈے کو شبہ تھا کہ شیوچرن دوست نما دشمنوں کا ایجنٹ بن گیا ہے۔ وہ یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ اس کی جرمن بیوی یہودی ہے۔ میں نے پانڈے کے ذریعے شیوچرن کے دماغ میں پہنچ کر یہ حقیقت معلوم کی۔

پتا چلا ابتدا میں اس کی جرمن بیوی انجیلا اسے خوب شراب پلا کر مدہوش کردیتی تھی۔ وہ نشے میں سرکاری معاملات سے تعلق رکھنے والی باتیں بڑبڑاتا تھا اور یوں ملکی راز فاش ہوتے رہتے تھے۔ لیکن ہوش و حواس میں رہنے کے دوران وہ بڑا دیش بھگت ہوتا تھا۔ اپنے دیش کے خلاف کوئی بات سننا گوارا نہیں کرتا تھا۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

انجیلا کبھی سرکاری معاملے پر کوئی بات چھیڑتی تو اسے سختی سے کہہ دیتا "خبردار! صرف اپنے معاملات پر گفتگو کرو۔ تمہیں میرے دفتری معاملات سے کیا دلچسپی ہے؟"

"مجھے کیوں دلچسپی ہوگی؟ میں تو یہ سمجھنا چاہتی ہوں کہ آپ ایسا کیا کام کرتے ہیں کہ تھک جاتے ہیں۔ کبھی پریشان بھی نظر آتے ہیں کیا آپ کی پریشانی میری پریشانی نہیں ہے؟"

"بے شک ہے۔ لیکن سرکاری پریشانی تمہاری نہیں صرف میری ہے۔"

شیوچرن واقعی محبِ وطن تھا۔ اس کی حب الوطنی کے باعث بہت سی باتیں معلوم نہیں ہوسکتی تھیں۔ نشے میں پوری طرح بول نہیں پاتا تھا۔ اس سے خاطر خواہ معلومات حاصل کرنا ممکن نہیں رہتا تھا۔ کچھ عرصہ بعد اسرائیلی حکومت کو ٹیلی پیتھی جاننے والی الپا مل گئی۔ الپا نے شیوچرن کی آواز سنی اس پر تنویمی عمل کرکے یہ بات ذہن میں نقش کردی کہ وہ ہر رات خفیہ سرکاری باتیں نیند میں بڑبڑایا کرے گا۔ دوسری بات یہ نقش کردی کہ جرمنی سے اس کی ایک نوجوان سالی ایلا جون آرہی ہے۔ وہ ایلا کی دوستی را تنظیم کے کیپٹن رنجیت سے کرائے گا۔ شیوچرن اور کیپٹن رنجیت بچپن کے دوست تھے اور الپا نے شیوچرن کے خیالات سے معلوم کرلیا تھا کہ رنجیت حسن پرست ہے۔ شباب کے ساتھ شراب کا بھی پیاسا رہتا ہے لیکن بہت محتاط رہ کر کسی حسینہ سے دوستی کرتا ہے اور یہ کسی کو نہیں بتاتا کہ اس کا تعلق ایک بہت ہی خفیہ تنظیم سے ہے۔

دو ماہ پہلے ایلا بھارت آئی تھی۔ بہانہ یہ تھا کہ ہندوستانی کلچر پر کتاب لکھنے آئی ہے۔ کیپٹن رنجیت اس حسینہ پر مرمٹا تھا۔ حسینہ جانتی تھی کہ مرد کو کس طرح دیوانہ بنایا جاتا ہے۔ وہ اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دیتی تھی' باقی بدن چرالیتی تھی۔ ایسے میں الپا نے اس پر عمل کیا تھا اور تنویمی عمل کے ذریعے ایلا کا تابعدار عاشق بنادیا تھا۔

میں نے پارس کو یہ تمام باتیں تفصیل سے بتادیں۔ اس نے کہا "شکریہ پاپا! آج رات ہاسٹل کی آزمائش سے گزر کر کل شیوچرن اور رنجیت سے نمٹ لوں گا۔"

ٹریننگ سینٹر میں تمام دن طرح طرح کی مشقیں کرائی جاتی تھیں کچھ اسٹوڈنٹ فائرنگ اور فائٹنگ کی ٹریننگ حاصل کرتے تھے لیکن زیادہ تر پیچیدہ معاملات کو سمجھنے اور سلجھانے کی عملی کوششیں کرائی جاتی تھیں۔ حاضر دماغی کی مشقوں میں کتنے ہی اسٹوڈنٹس ناکام رہتے تھے اور سینٹر سے نکال دئے جاتے تھے۔

سینٹر کے ایک حصہ میں کئی روبوٹ ایک دوسرے کے سامنے دو قطاروں میں کھڑے ہوئے تھے ان کے دونوں ہاتھوں میں ڈنڈے تھے۔ ایک بٹن آن کرتے ہی تمام روبوٹ کے اوپر نیچے ڈنڈے یوں چلاتے تھے کہ ان کے درمیان سے کوئی گزر نہیں سکتا تھا۔ ٹریزنے ایک نوجوان سے کہا "ان کے درمیان سے ڈنڈوں کی مار کھائے بغیر گزر جاؤ۔"

ڈنڈے تو چلتے ہی رہتے۔ وہ ایک روبوٹ کو روکتا تو دوسرے روبوٹ کے ڈنڈے پڑتے۔ نوجوان تھوڑی دیر سوچنے کے بعد دو لانبے بانس لے آیا۔ اس نے ایک قطار میں کھڑے ہوئے سات روبوٹ کے ہاتھوں سے اس طرح بانس کو گزارا کہ ان کے چودہ ہاتھ ڈنڈے چلاتے وقت بانس کی وجہ سے رکنے لگے۔ اس نے دوسری قطار کے روبوٹ کے ہاتھوں کو بھی دوسرے بانس کے ذریعے روک دیا۔

تمام اسٹوڈنٹس اس کی ذہانت کی داد دیتے ہوئے تالیاں بجانے لگے۔ وہ نوجوان فخریہ انداز میں روبوٹ کے درمیان آیا۔ پھر جیسے ہی گزرنے کے لئے قدم بڑھایا ان روبوٹ کے فولادی ہاتھوں کے درمیان دونوں بانس ٹوٹنے لگے۔ نوجوان کے سر اور بدن پر ڈنڈے پڑنے لگے۔ وہ چیختا ہوا بچنے کی کوششیں کرتا قطار کے دوسرے سرے سے باہر آیا تو خاصا زخمی ہوچکا تھا۔

ٹریزنے رمنا سے کہا "اب تم جاؤ۔"

وہ بڑی دیر سے روبوٹ کے ہاتھوں کی حرکتوں کا مطالعہ کرتی رہی تھی۔ ان کے ہاتھوں کے ڈنڈے اوپر سے نیچے حرکت کرتے تھے لیکن گھٹنوں سے نیچے نہیں جاتے تھے۔ وہ روبوٹ کے قریب آکر ان کے قدموں میں لیٹ گئی پھر دونوں کہنیوں کے بل رینگتی ہوئی دو قطاروں کے درمیان سے گزرنے لگی۔ ڈنڈے تیزی سے چل رہے تھے لیکن اس کے جسم تک نہیں پہنچ رہے تھے۔ وہ سانس روکے رینگتی جارہی تھی۔ ہر لمحہ یہی معلوم ہوتا تھا کہ اب ڈنڈے پڑنے ہی والے ہیں۔ آخری روبوٹ کے پاس سے گزرتے وقت اس کا پاؤں ایک روبوٹ سے ٹکرایا تو وہ روبوٹ دوسرے روبوٹ سے ٹکرایا۔ وہ کمر کی طرف سے جھکنے لگے۔ جھکنے کے باعث ڈنڈوں کی حرکت نیچی ہوگئی آخری دو روبوٹ نے رمنا کی پٹائی کردی۔ وہ فوراً ہی قلابازیاں کھاکر ان کے درمیان سے نکل آئی۔

سب لوگ تالیاں بجانے لگے۔ وہ بڑی حد تک کامیاب ہوئی تھی اس نے ذہانت کا ثبوت دیا تھا۔ صرف ذرا سی غفلت سے مار کھاگئی تھی۔ ٹریزنے کہا "ایک اسٹوڈنٹ جو طریقہ آزمائے گا وہی طریقہ دوسرا اختیار نہیں کرے گا۔ اب جو اسٹوڈنٹ آئے گا وہ اپنی ذہانت سے اپنی تدبیر آزمائے گا۔"

رمنا نے مسکرا کر پارس کو دیکھا پھر ٹریزر سے کہا "میرے انکل کہہ رہے تھے حماد کی کھوپڑی میں بہت بڑا بھیجا ہے۔ اس سے کہیں اپنی کھوپڑی آزمائے۔"

ٹریزنے پوچھا "کیا خیال ہے حماد' ایک لڑکی چیلنج کررہی ہے؟"

پارس نے کہا "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ بے جان روبوٹس کے درمیان سے گزرنے کے لیے غیر معمولی ذہانت کیوں ضروری ہے۔ ایک معمولی عقل کا آدمی بھی ان کے درمیان سے گزر سکتا ہے۔"

رمنا نے کہا "لیکچر نہ دو۔ گزر کر دکھاؤ۔"

پارس نے تمام اسٹوڈنٹس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "دوستو! تربیت حاصل کرتے وقت آنکھوں کے ساتھ ذہن کو بھی بیدار رکھو۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے تم آنکھوں سے دیکھ چکے ہو کہ کس طرح ان روبوٹ پر غالب آسکتے ہو۔"

ایک نے کہا "رمنا کی تدبیر دوبارہ آزمانے کی اجازت نہیں ہے۔"

پارس نے کہا "میں لڑکیوں کی تدبیر نہیں آزماتا۔ بلکہ ان کی حماقتوں سے عقل سیکھتا ہوں۔"

وہ روبوٹس کے قریب جاکر بولا "ٹریزر صاحب کا حکم ہے کہ ہم ان کے درمیان سے گزریں خواہ ڈنڈوں کے نیچے سے گزریں یا روبوٹس کی کھوپڑیوں پر سے چلتے ہوئے جائیں۔ ہمیں اِس پار سے اُس پار جانا ہے۔"

ٹریزنے کہا "ہاں کسی طرح بھی جاؤ۔ مگر دو قطاروں کے درمیان سے گزرتے جاؤ۔"

پارس نے کہا "ابھی تم لوگوں نے دیکھا تھا۔ رمنا کا پاؤں ایک روبوٹ کے پاؤں سے ٹکرایا تھا اور یہ روبوٹس اپنی جگہ قائم نہیں رہے ایک دوسرے سے ٹکرا کر جھکتے چلے گئے۔"

اس نے ایک روبوٹ کے پاؤں میں ٹھوکر ماری۔ وہ کمر کی طرف سے جھکتا ہوا دوسرے روبوٹ سے ٹکرایا۔ دوسرا بھی جھکنے لگا۔ پارس نے دوسری قطار کے روبوٹ کو بھی ٹھوکر ماری۔ اس قطار کے روبوٹس بھی ایک دوسرے سے ٹکرا کر جھکنے لگے۔ ایک منٹ کے اندر ہی تمام روبوٹس ایک دوسرے کے سامنے سجدے میں تھے ان کے ڈنڈے چل رہے تھے۔ پارس جس ڈنڈے پر پیر رکھتا تھا' وہ ڈنڈا رک جاتا تھا۔ پھر دوسرے پھر تیسرے ڈنڈوں پر چلتا جارہا تھا۔ پیچھے گزرنے والے ڈنڈے پھر حرکت میں آگئے تھے لیکن پارس آگے نکلتا جارہا تھا۔

سب لوگ تالیاں بجانے لگے۔ رمنا جھینپ رہی تھی۔ ایک نوجوان کہہ رہا تھا "واقعی ہمیں لڑکیوں کی غفلت یا حماقت سے سبق حاصل کرتے رہنا چاہئے۔ حماد کی جے۔"

دوسرے نے کہا "پوری مرد جاتی کی جے۔"

رمنا نے پارس کے قریب آکر کہا "تم سمجھ رہے ہوگے' میں تمہیں ڈنڈوں کی مار کھلانا چاہتی تھی۔ سچ تو یہ ہے کہ تمہاری جے جے کار کرانا چاہتی تھی۔ دیکھو کیسی تعریف اور واہ وا ہورہی ہے۔"

وہ مُنہ پھیر کر جانے لگا۔ وہ پیچھے پیچھے آتے ہوئے بولی "مرد ہو کر عورت کی طرح نخرے کیوں دکھاتے ہو؟ دوستی کرلو۔"

ایک سپاہی نے آکر کہا "تم دونوں کو دفتر میں طلب کیا گیا ہے۔"

وہ پارس کے ساتھ دفتر کی طرف چلتی ہوئی بولی "دوستی کررہے ہو؟"

"دوستی کا مطلب ہے کچھ لینا اور کچھ دینا۔ میں تمہارا احسان لینا نہیں چاہتا۔ تم سے کوئی تعاون نہیں چاہتا۔ پھر دوستی کا فائدہ؟"

"انسان کو انسان سے فائدہ پہنچتا ہی ہے۔ میں کبھی تو کسی کام آؤں گی۔"

"تم میرے کسی کام نہیں آؤگی۔"

"ارے رومال سمجھ کر ہی مجھے جیب میں رکھ لو۔ ناک پونچھنے کے کام آؤں گی۔"

پارس کو ہنسی آگئی۔ وہ چلتے چلتے رک گیا۔ رمنا نے مسکراتے ہوئے دوستی کا ہاتھ بڑھایا۔ وہ ہاتھ تھام کر آگے بڑھ گیا۔

دفتر میں تنظیم کے دو اعلیٰ عہدیدار بیٹھے ہوئے تھے۔ دلیش پانڈے بھی موجود تھا۔ ایک نے پارس اور رمنا کو بیٹھنے کی اجازت دی۔ پھر کہا "حماد تم نے طیارے کے سیکڑوں مسافروں کی جانیں بچا کر بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ تمہیں اس سلسلے میں بیس نمبر دیے گئے ہیں۔"

پارس نے کہا "تھینک یو سر!"

دوسرے عہدیدار نے کہا "پچھلی رات رمنا ایک جاسوس کی طرح چھپنے میں کامیاب رہی ہے لیکن اس کامیابی میں تمہاری ذہانت ہے۔ اس ٹریننگ سینٹر میں ذہانت اور حاضر دماغی کو اہمیت دی جاتی ہے۔ تم نے کمرے کا دروازہ کھول کر اور چوکھٹ پر یوگا کا مظاہرہ کرتے ہوئے تلاشی لینے والوں کو بھٹکا دیا۔ رمنا کو جو دس نمبر ملنے والے تھے اس میں سے پانچ نمبر تمہیں دیے جاتے ہیں۔"

وہ مسکرا کر بولی "میرے پانچ نمبر کٹ گئے پھر بھی خوش ہوں۔ حماد کو اس کا حق مل رہا ہے۔"

دلیش پانڈے نے کہا "شام کے چھ بجنے والے ہیں اور حماد آج تمہیں ایک جاسوس کی طرح چھپنا اور چھ نائٹ گارڈز کو ڈاج دینا ہے۔ مجھے تمہاری کامیابی کی امید ہے۔ اب جاسکتے ہو۔"

رمنا دفتر کے باہر آکر بولی "مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ ایک نائٹ گارڈ تم سے خار کھا رہا ہے۔ اگر تم رات کو نظر آگئے تو وہ تمہیں ضرور گولی ماردے گا۔"

"تم ایسے ٹریننگ سینٹر میں ہو جہاں کسی وقت بھی جان جاسکتی ہے پھر جان جانے کا خوف کیوں ہے؟"

"میں بزدل نہیں ہوں۔ اپنی جان کی بازی لگا سکتی ہوں۔ مگر تمہارے لئے ڈرتی ہوں۔ تمہیں بہت زیادہ پسند کرتی ہوں۔ تم بہت اچھے ہو۔ بہت ہی اچھے ہو۔"

"میں کل صبح اچھی حالت میں ملوں گا۔ فکر نہ کرو۔"

ہاسٹل کے پاس آکر ان کے راستے بدل گئے۔ انہوں نے مصافحہ کیا۔ رمنا نے مضبوطی سے اس کا ہاتھ تھام لیا جیسے چھوڑنا نہ چاہتی ہو۔ اس نے کہا "میرا بس چلے تو آج رات تمہیں اپنے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کمرے میں چھپالوں لیکن نائٹ گارڈز سب سے زیادہ میرے ہی کمرے کی تلاشی لیں گے۔"

"ہاں وہ تمہارے دروازے پر جم کر بیٹھ جائیں گے اور ان کی ایسی ہی حماقتوں سے مجھے فائدہ پہنچے گا۔ اچھا اب جاؤ۔ شبھ راتری (شب بخیر)"

وہ اپنے ہاسٹل کی طرف چلا گیا۔ رمنا اسے جاتے ہوئے دیکھتی رہی۔ جب وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا تو وہ اپنے کمرے میں آگئی۔ لیکن کمرے میں دل نہیں لگ رہا تھا۔ شام کے سائے گہرے ہو کر شب میں تبدیل ہو رہے تھے۔ ہاسٹل کے ڈائننگ ہال میں جا کر کچھ کھانے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ ایک طرح کی بے چینی اور گھبراہٹ سی تھی کہ پتا نہیں حماد کے ساتھ کیا ہوگا؟

ڈنر ٹائم کے بعد نائٹ چوکیدار نے سونے کا وقت ظاہر کرنے کے لئے گھنٹی بجائی۔ اس گھنٹی کے بعد کسی کو کمرے سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں تھی۔ باہر قدم رکھنے والا اسپتال پہنچ جاتا تھا۔

رات کے دس بجے وہ چھ گارڈز ہاسٹل کے ہر دروازے کے سامنے سے گزرتے ہوئے کہتے جارہے تھے "حماد اپنے کمرے میں نہیں ہے۔ اگر کسی نے اسے چھپایا تو باہر نکال دے۔ ورنہ آدھی رات کے بعد ہر کمرے کی تلاشی لی جائے گی۔ اپنی نیندیں حرام کرنے سے بہتر ہے کہ اسے ہمارے سامنے پیش کردو۔"

رمنا کی بے قراری اور بڑھ گئی۔ یہ جذبہ سر اٹھا رہا تھا کہ کمرے سے نکل اس کے پاس چلی جائے اس کے ساتھ چھپتی پھرے اور گولی لگے تو دونوں کو لگے۔ پھر یہ خیال آتا تھا کہ محبت کرنے والے کچے دھاگے سے بندھے چلے آتے ہیں۔ حماد اس کے کمرے میں یا اس کے آنچل میں چھپنے ضرور آئے گا۔

وہ نہیں آیا۔ آدھی رات کے بعد چیکنگ شروع ہوئی۔ جو نائٹ گارڈ پارس کے لئے بغض اور کینہ رکھتا تھا اس نے رمنا کے کمرے کی اچھی طرح تلاشی لی۔ تمام سامان الٹ پلٹ کر رکھ دیا۔ رمنا نے کہا "میرا پرس بھی دیکھ لو شاید اس کے اندر ہو۔"

"یو شٹ اپ۔ یہ میری ڈیوٹی ہے۔"

"ڈیوٹی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم اٹیچی اور تھیلے میں ہاتھ ڈال کر دیکھو۔ اتنا بڑا آدمی تھیلے میں ہوگا؟"

وہ غصے سے بڑبڑاتا ہوا چلا گیا۔ رمنا نے دروازے کو بند کردیا۔ مگر چٹخنی نہیں لگائی۔ دل کہہ رہا تھا وہ چھپتے چھپاتے ادھر آئے گا۔ تمام نائٹ گارڈز کی پریشانی اور جھنجلاہٹ بتارہی تھی کہ وہ نظر نہیں آرہا ہے۔ انہوں نے سینٹر کی عمارت اور دونوں ہاسٹل کی عمارت اور دونوں ہاسٹل کا کونا کونا چھان مارا تھا۔ گارڈن اور جھاڑیوں میں ڈھونڈ لیا تھا۔ صبح پانچ بجے وہ چھ گارڈز ایک جگہ جمع ہوئے۔ ایک نے کہا "تعجب ہے۔ وہ یہاں نیا آیا ہے۔ ہم سے زیادہ اس جگہ کو نہیں جانتا ہے لیکن ایسی جگہ چھپا ہوا ہے کہ ہم وہاں تک نہیں پہنچ رہے ہیں۔"

دوسرے نے کہا "ایسا لگتا ہے کہ وہ جادو جانتا ہے۔"

تیسرے نے کہا "فضول باتیں نہ کرو۔ کیا رمنا بھی جادو جانتی تھی۔ کل اسے بھی ہم تلاش کرنے میں ناکام رہے تھے۔"

"وہ کسی چالاکی سے ہمیں الو بنا رہا ہے۔"

ایک نے چٹکی بجا کے کہا "ہم نے اپنے گھر کی تلاشی نہیں لی ہے وہ بہت مکار ہے ہم میں سے کسی کے گھر میں چھپ سکتا ہے۔"

سب نے تائید کی کہ ایسا ہو سکتا ہے۔ سینٹر کی عمارت کے پیچھے بارہ نائٹ اور ڈے گارڈز کے لئے کوارٹر بنائے گئے تھے وہ اپنی مختصر فیملی کے ساتھ وہاں رہتے تھے۔ پارس پر جھنجلائے چوکیدار نے کہا "وہ میرے گھر میں گھس نہیں سکے گا۔ میں نے اپنی جورو سے کہہ دیا تھا کہ میں بھی دروازے پر آکر آواز دوں تو ہرگز نہ کھولنا۔ وہ مکار میری آواز بنا کر دروازہ کھلوا سکتا ہے اور میری جورو کو دھمکی دے کر چھپ سکتا ہے۔"

دوسرے نے کہا "ویسے میں نے بھی اپنے گھر والوں کو سمجھا دیا تھا پھر بھی ہمیں چیک کرنا چاہئے۔"

وہ سب اپنے اپنے.... کوارٹر میں گئے اور ان چھ گارڈز کے کوارٹروں میں بھی گئے جو دن کو ڈیوٹی کرتے تھے اور راتوں کو سوتے تھے۔ جس گارڈز نے اپنی بیوی کو سختی سے تاکید کی تھی کہ دروازہ نہ کھولے۔ وہ اپنے پتی کی آواز سن کر بھی نہیں کھول رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا "ارے بھلی مانس! میں تیرا سوامی ہوں۔"

آخر وہ دروازہ کھول کر بولی "اے جی! تم نے ہی کہا تھا کہ تمہاری آواز پر بھی نہ کھولوں۔ پھر کیوں اپنی بات منواتے ہو۔"

اس نے اندر آکر چاروں طرف دیکھتے ہوئے پوچھا "کوئی آیا تھا؟"

وہ دوسرے کمرے میں گیا۔ وہاں پارس سو رہا تھا۔ لیکن اسے نظر نہیں آیا۔ میں نے گارڈ کو غائب دماغ کر دیا تھا اسے پارس کی طرف سے پلٹا کر پھر حاضر دماغ کیا۔ وہ وہاں سے پہلے کمرے میں آیا۔ پھر بیوی سے بولا "دروازہ بند کرلو۔ چھ بجے سے پہلے نہ کھولنا۔"

وہ باہر چلا گیا۔ چھ بجنے والے تھے۔ اس کی گھر والی صبح اشنان کرکے پوجا کرنے کی عادی تھی۔ وہ غسل خانے میں چلی گئی۔ ٹھیک چھ بجے پی ٹی کے لئے گھنٹی بجنے لگی تو پارس ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں آیا پھر دروازہ کھول کر دوڑتا ہوا پی ٹی گراؤنڈ میں پہنچ گیا۔ تمام اسٹوڈنٹس تالیاں بجانے لگے۔ رمنا خوشی کے مارے دوڑتی ہوئی آکر لپٹ گئی "اوہ آئی لو یو۔ یو آر سو ونڈرفل۔ تم رئیلی فنٹاسٹک ہو۔"

پارس نے سر جھکا کر کان میں کہا "یہ بیڈ روم نہیں ہے۔"

وہ الگ ہو کر بولی "نہیں ہے تو کیا ہوا میں ڈنکے کی چوٹ پر ساری دنیا سے بولوں گی کہ تم میرے ہیرو ہو۔"

ٹرینر نے آکر اس کی پیٹھ تھپکتے ہوئے کہا "تم بہت اچھے جا رہے ہو۔ بہت ترقی کروگے۔ پچھلی رات کی رپورٹ لکھ کر دفتر میں پہنچا دو۔ شاباش۔"

پی ٹی کے بعد رمنا نے کہا "میں ساری رات تمہارے لئے جاگتی رہی۔"

"اور میں ساری رات راجو گارڈ کے کوارٹر میں آرام سے سوتا رہا۔ وہ ایک بار اپنے گھر کی بھی تلاشی لینے آیا تھا۔"

"پھر کیا ہوا؟"

"میں چھت والے پنکھے پر بیٹھا تھا۔ اس نے پورے کوارٹر کا ہر گوشہ دیکھا لیکن سر اٹھا کر نہیں دیکھا۔"

وہ ہنسنے لگی۔ پارس نے کہا "اب جا کر سو جاؤ۔ ہم ایک بجے کھانے کے بعد گھومنے جائیں گے۔"

"اجازت نہیں ملے گی۔"

"میں نے تمہارے انکل سے کہہ دیا ہے۔ ہمیں شام تک چھٹی مل جائے گی۔"

اچانک فائرنگ کی آواز کے ساتھ ایک گولی سنسناتی ہوئی ان کے درمیان سے گزر گئی۔ پارس رمنا کو کھینچتا ہوا دیوار کی آڑ میں چلا گیا۔ راجو گارڈ کہہ رہا تھا "میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ تم نے میری جورو کے ساتھ رات گزاری ہے۔"

دوسرا گارڈ اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہہ رہا تھا "راجو! یہ کیا حرکت ہے؟ کیا پھانسی پر لٹکنا ہے۔"

وہ اپنے ساتھی چوکیدار کو نشانے پر رکھ کر بولا "خبردار! میرے نزدیک نہ آنا۔ میرے سر پر خون سوار ہے۔"

"بھئی تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ وہ تمہاری بیوی کے پاس رات بھر تھا۔"

"میری عورت نے کہا ہے کہ وہ غسل خانے میں تھی تو کوئی دروازہ کھول کر باہر چلا گیا۔"

"کیا تمہاری عورت نے اسے دیکھا تھا۔"

"نہیں دیکھا تھا۔"

"پھر تو اس نے تمہاری جورو کے ساتھ رات نہیں گزاری۔"

"نہیں گزاری تو وہ اندر کیسے پہنچا ہوا تھا۔ اندر سے بند رہنے والے دروازے کو کھول کر باہر گیا تھا۔"

"تم دفتر میں رپورٹ کرو۔"

"میں پہلے اسے گولی ماروں گا پھر رپورٹ کروں گا۔"

اتنی دیر میں پارس پہلی منزل پر پہنچ گیا تھا۔ اس نے اوپر سے اس پر چھلانگ لگائی۔ اس کے ہاتھ سے گن نکل گئی۔ دونوں زمین پر گرے پھر پارس نے تابڑ توڑ گھونسے جماتے ہوئے اسے زمین پر سے اٹھایا۔ اس کے بعد دونوں ہاتھوں پر اٹھا کر اپنے سر سے بلند کرتے ہوئے دور پھینک دیا۔

ٹرینر اور دوسرے گارڈز آگئے تھے۔ انہوں نے راجو گارڈ کو حراست میں لے لیا۔ سینٹر کے انچارج نے پارس سے پچھلی رات کی روداد سنی پھر کہا "راجو! ایک جاسوس چھپنے کے لئے کسی بھی جگہ جا سکتا ہے۔ تمہاری غفلت نے تمہاری بیوی کی بے پروائی سے حماد کو تمہارے ہاں چھپنے کا موقع مل گیا۔ وہ میرے گھر میں بھی چھپتا اور بعد میں مجھے معلوم ہوتا تو میں ٹریننگ سینٹر کے قواعد کے مطابق اعتراض نہ کرتا۔ تم نے گولی چلا کر حماد کو قتل کرنے کی کوشش کی۔ تمہیں ملازمت سے برخاست کیا جاتا ہے۔ تنظیم کی طرف سے تم پر مقدمہ چلے گا۔ اسے لے جاؤ۔"

دوسرے گارڈز اسے وہاں سے لے گئے۔ دلیش پانڈے نے ایک درخواست دی تھی کہ وہ حماد اور رمنا کو ایک خفیہ مشن کے لئے لے جارہا ہے۔ اس سلسلے میں انہیں چوبیس گھنٹے کے لیے چھٹی دے دی گئی۔

رمنا نے دن کے بارہ بجے تک نیند پوری کی۔ پارس دلیش پانڈے کے ساتھ بیٹھا انجیلا اور ایلا کو بے نقاب کرنے کے پروگرام بناتا رہا۔ پھر وہ ایک بجے رمنا کے ساتھ ٹریننگ سینٹر کے احاطے سے باہر آگیا۔

دلیش پانڈے ڈرائیو کرتے ہوئے بولا "حماد! میں دور ہی سے شیو چرن کی کوٹھی دکھاؤں گا۔ فون نمبر تمہیں بتا چکا ہوں۔ یہ گاڑی بھی تمہیں دے جاؤں گا۔ تم فون کے ذریعے مجھ سے رابطہ کرتے رہنا۔"

اس نے کناٹ سرکس میں سڑک کے کنارے گاڑی روک دی۔ دور ایک کوٹھی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "وہ جو لال اینٹوں والی کوٹھی ہے اس میں شیو چرن اپنی بیوی انجیلا اور سالی ایلا کے ساتھ رہتا ہے۔ کیپٹن رنجیت ہر رات یہاں شراب پینے اور ایلا سے عشق فرمانے آتا ہے۔"

اس نے کوٹھی کی نشان دہی کرکے کار دوسرے راستے پر موڑ لی۔ ایسے وقت میں شیو چرن کی بیوی انجیلا کے دماغ میں الپا کی باتیں سن رہا تھا۔ وہ کہہ رہی تھی "انجیلا! ہندوستانی جاسوس تم پر شبہ کررہے ہیں۔ ان کی نظریں تمہاری بہن ایلا پر بھی ہیں۔"

"کیا تم ہمارے دشمنوں کے دماغوں میں جارہی ہو؟"

"ابھی تک موقع نہیں ملا ہے۔ وہ جاسوس تمہارے قریب آنے والے ہیں۔ پھر تمہارے ذریعے میں انہیں قابو میں کروں گی۔"

"وہ کون لوگ ہیں؟ نام اور حلیہ بتا سکتی ہو؟"

"صرف ایک دلیش پانڈے کو پہچانا گیا ہے۔ ہمارے موساد کے جاسوس نے مجھے بتایا ہے۔ دلیش پانڈے ٹریننگ سینٹر میں ایک نوجوان لڑکی اور لڑکے کو اپنی کار میں بٹھا کر تمہارے علاقے میں آیا تھا۔ تمہاری کوٹھی سے ذرا فاصلے پر اپنی کار روکی تھی اور کوٹھی کی طرف دیکھتے ہوئے اس نوجوان سے کچھ کہہ رہا تھا۔ پھر وہ وہاں سے ڈرائیو کرتا ہوا اپنے گھر تک گیا۔ اور کار سے اتر گیا۔ وہ نوجوان اس لڑکی کے ساتھ کار میں کہیں گیا ہے۔ ہمارا جاسوس اس کے تعاقب میں ہے۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

انجیلا نے کہا "اگر ہمارا جاسوس اس نوجوان سے گفتگو کرے اور تمہیں اس کی آواز سنائے تو تم اس کی کھوپڑی گھما سکتی ہو؟"

"پہلے یقین کرنا ہوگا کہ وہ نوجوان یوگا کا ماہر نہیں ہے۔ ٹریننگ سینٹر میں یقیناً یوگا کی مشقیں کرائی جاتی ہوں گی۔"

انجیلا نے کہا "ہمارا ایک جاسوس اس ٹریننگ سینٹر میں نائٹ گارڈ بن کر رہتا ہے۔ اس کا نام دھرم راج ہے اور راجو گارڈ کہلاتا ہے۔ میں ابھی اسے فون پر بلاتی ہوں۔ وہ سینٹر میں بیٹھ کر اس سلسلے میں کھل کر بات نہیں کر سکے گا۔ تم اس کے خیالات پڑھ سکو گی۔"

انجیلا نے سینٹر کے دفتر میں فون کیا۔ انچارج نے پوچھا "کس سے بات کرنا چاہتی ہو؟"

"میں دھرم راج نائٹ گارڈ کی بہن بول رہی ہوں۔ بھائی سے میری بات کرا دیں۔"

"آپ ہولڈ کریں۔"

انچارج نے چپراسی سے کہا "راجو نائٹ چوکیدار کو بلاؤ اس کا فون ہے۔"

چپراسی نے کہا "جی صاحب! ابھی بلاتا ہوں۔"

الپا انچارج کو چھوڑ کر چپراسی کے پاس آئی۔ چپراسی نے کوارٹر میں آ کر کہا "راجو بھائی! آپ کا فون ہے؟"

"کس نے فون کیا ہے؟"

"یہ تو میں نے نہیں پوچھا۔"

دھرم راج نے کہا "کہہ دو۔ میں کوارٹر میں نہیں ہوں۔ خواہ مخواہ فون سننے اتنی دور دفتر میں جانا ہوتا ہے۔ تم لوگوں کو پوچھنا چاہئے کہ فون پر کون بلا رہا ہے۔"

چپراسی چلا گیا۔ "انجیلا ریسیور رکھ دو۔ میں ابھی آتی ہوں۔"

وہ دھرم راج کے پاس آئی۔ اس کے خیالات نے بتایا۔ آج حماد نامی ایک نوجوان کو وہ غصہ میں قتل کرنا چاہتا تھا۔ اسے ملازمت سے نکال دینے کی دھمکی دی گئی تھی۔ اس پر اقدامِ قتل کا مقدمہ چلایا جانے والا تھا لیکن خفیہ تنظیم کے چند بڑوں نے اسے وارننگ دے کر ملازمت بحال کی تھی اس کی پچھلی خدمات کے سلسلے میں اسے معاف کیا گیا تھا۔

الپا نے اس کے اندر سوچ پیدا کی "کیا یہاں کے اسٹوڈنٹس یوگا کے ماہر ہیں۔"

"سب نہیں ہیں۔ اس کی مشقیں کرتے ہیں۔ کچھ کامیاب رہتے ہیں کچھ کچے رہ جاتے ہیں۔"

الپا نے اسے دلیش پانڈے کے متعلق سوچنے پر مجبور کیا۔ وہ سوچنے لگا "پانڈے خفیہ تنظیم کا کوئی بہت بڑا عہدیدار ہے۔ اب تک پتا نہیں چلا کہ کیا ہے؟ وہ حماد کا حمایتی ہے۔"

"یہ حماد کون ہے؟"

وہ جواباً سوچنے لگا "ایک رنگروٹ ہے۔ بہت سمجھ دار بہت حاضر دماغ ہے۔ دوسروں کو بڑی آسانی سے الو بناتا ہے۔ یہاں کی آزمائشیں اتنی سخت اور جان لیوا ہوتی ہیں کہ کامیابی کا ایک نمبر حاصل کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس نے صرف چھتیس گھنٹوں میں پینتیس نمبر حاصل کئے ہیں۔"

الپا نے اس کی سوچ میں کہا "وہ اس قدر ذہین ہے۔ شاید اسی لئے دلیش پانڈے اس کی حمایت کرتا ہے۔ شاید اسی جوان کو آج سینٹر سے باہر لے گیا ہے۔"

"ہاں حماد اور رمنا کو چوبیس گھنٹوں کی خصوصی چھٹی دی گئی ہے۔ مجھے یقین ہے وہ آج پھر کوئی کارنامہ ایسا کرے گا کہ اس کے نمبر بڑھ جائیں۔ یہاں آنے والے دو برس کی ٹریننگ کے بعد کامیاب ہو کر جاتے ہیں۔ حماد کی تیز رفتاری بتا رہی ہے کہ وہ دو ہفتے ہی میں تمام امتحانات پاس کر لے گا۔"

الپا نے انجیلا کے پاس آ کر کہا "جس نوجوان کو تم دونوں بہنوں کے پیچھے لگایا جا رہا ہے، اس کا نام حماد ہے۔ وہ بہت شاطر ہے۔ اگر وہ یوگا کا ماہر ہوگا تو میرے پہنچتے ہی سانس روک لے گا۔ پھر محتاط ہو جائے گا۔ اسے غفلت میں مارو۔ ایلا سے کہو اس سے دوستی کرے اور اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کرے۔ پھر میں اس سے نمٹ لوں گی۔"

"ٹھیک ہے۔ میں انتظار کرتی ہوں کہ وہ ہمارے قریب آنے کے لئے کیسی چالیں چلتا ہے۔ پھر میں ان چالوں کا توڑ کروں گی۔"

اس نے اپنی بہن ایلا کو یہ باتیں بتائیں۔ ایلا نے فون کے ذریعے کیپٹن رنجیت سے رابطہ کیا۔ پھر کہا "ہیلو کیپٹن!"

دوسری طرف سے آواز آئی "کب تک مجھے غیروں کی طرح کیپٹن کہتی رہو گی، رنجیت کہہ کر مخاطب کرو ڈارلنگ! اپنا رنجیت۔"

"کیسے اپنا کہوں۔ ہمارے درمیان ظالم سماج ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "ظالم سماج تو فلموں میں ہوتا ہے۔ تم کب تک ٹالتی رہو گی۔"

میں نے تو سوچا تھا آج تمہاری ہو جاؤں گی۔ لیکن....."

"لیکن کیا؟"

"کچھ ایسی بات ہے کہ میں فون پر نہیں کہہ سکتی۔"

"تمہارے گھر آ جاؤں؟"

"گھر آنا مناسب نہیں ہے۔ گاندھی پارک میں ملو۔"

"تم پارک کے ریستوران میں پہنچو۔ میں ابھی آ رہا ہوں۔"

ایلا نے ریسیور رکھ کر کہا "اگر حماد ہماری تاک میں ہے تو میرے باہر نکلتے ہی پیچھا کرے گا۔ مس الپا! تم ہمارے جاسوسوں سے کہہ دو، وہ حماد پر نظر رکھیں۔ کوئی ضروری تو نہیں کہ اسے اعصابی کمزوری کی دوا دی جائے۔ ہمارے آدمی اسے زخمی کر کے تمہیں اس کے دماغ میں پہنچا سکتے ہیں۔"

الپا نے کہا "ایسا ہرگز نہ کرنا۔ ورنہ "را" تنظیم کو یقین ہو جائے گا کہ موساد کے یہودی، دوستی کے پردے میں دشمنی کر رہے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تمہاری ہدایت پر عمل کروں گی۔"

میں نے دونوں بہنوں کے خیالات پڑھ کر یہ معلوم کیا تھا کہ ان کے گھر میں اور ان کے بیڈ روم میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کے ذریعے ان پردیس دشمنی کا الزام عائد کیا جا سکے ان کا طریقۂ کار یہ تھا کہ انجیلا اپنے پتی کی خاص باتیں ریکارڈ کرتی تھی۔ ایلا بھی کیپٹن رنجیت سے باتیں کرتے وقت منی ریکارڈر اپنے لباس میں چھپا کر رکھتی تھی۔ پھر وہ منی کیسٹ موساد کے ایک جاسوس کے حوالے کر دیتی تھی۔ پارس ایسے ہی وقت انہیں بے نقاب کر سکتا تھا۔

میں نے اپنے بیٹے کو بتایا کہ کس طرح الپا ان کی مدد کر رہی ہے اور ایک یہودی جاسوس اس کے اور رمنا کے تعاقب میں ہے۔ پارس نے ایک سنیما کے سامنے رمنا کو کار روکنے کے لئے کہا۔ وہ کار روکتی ہوئی بولی "کیا فلم دیکھنے کا ارادہ ہے؟"

وہاں فلمی شائقین کی بہت بھیڑ تھی۔ ٹکٹیں بلیک میں فروخت ہو رہی تھیں۔ وہ دونوں کار سے اتر کر بھیڑ سے گزرتے ہوئے جانے لگے۔ فرنٹ کلاس کا ٹکٹ گھر دوسرے کوریڈور میں تھا۔ وہاں سے دوسرا راستہ باہر جاتا تھا۔ پارس رمنا کا ہاتھ پکڑ کر اس راستے سے باہر آیا۔ پھر بولا "دشمن ہمارے تعاقب میں ہے۔"

"کہاں ہے؟"

"میں نے اسے ڈاج دیا ہے۔ وہ ہماری کار کے قریب ہوگا۔ تم کسی رکشے والے کو ایسے بڑے ہوٹل میں چلنے کو کہو جہاں ہمیں رہائش کے لئے کمرا مل سکے۔"

وہ رکشے میں آ کر بیٹھ گئے۔ رکشے والے نے انہیں ہوٹل تاج محل میں پہنچا دیا۔ پارس نے ایک کمرا حاصل کر کے کہا "تم یہاں رہو۔ میرے واپس آنے تک باہر نہ نکلنا۔"

"حماد! میں بھی جاسوسہ ہوں، تم مجھے گھریلو عورت کی طرح چار دیواری میں کیوں چھوڑ کر جا رہے ہو؟"

"جاسوسی کا وقت آئے گا تو تمہیں ساتھ لے جاؤں گا۔ ابھی تمہارے انکل کی کار واپس لانے جا رہا ہوں۔ آدھے گھنٹے میں آ جاؤں گا۔"

وہ راضی ہو گئی۔ اسے ہوٹل میں چھوڑنے کا مقصد یہ تھا کہ الپا کسی کے ذریعے اس کی آواز سن کر اس کے دماغ کو اپنی مٹھی میں لے سکتی تھی۔ لہٰذا اسے موساد والوں سے دور رکھنا ضروری تھا۔

میں نے سوچا پتا نہیں کب تک رمنا اور پارس کا ساتھ رہے گا۔ وہ ہمیشہ پرابلم بنتی رہے گی۔ یہ مسئلہ حل کرنے کے لئے میں نے رمنا کو بستر پر سلا دیا۔ پھر اسے معمولہ بنا کر اس کے دماغ کو ہدایت دی کہ وہ میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گی۔ باقی کسی بھی پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیا کرے گی۔

ادھر پارس جان بوجھ کر پھر سنیما کے سامنے آیا۔ کار وہیں کھڑی تھی۔ اس نے اسٹیرنگ سیٹ پر بیٹھ کر اسے اسٹارٹ کرنا چاہا تو وہ اسٹارٹ نہیں ہوئی۔ اس نے کار سے اتر کر بونٹ کو اٹھایا تو پتا چلا انجن میں خرابی پیدا کر دی گئی ہے۔

صاف ظاہر تھا، یہ دشمنوں کی کارستانی ہے وہ چاہتے ہیں کار آگے نہ بڑھے یعنی پارس کا وقت انجن کی خرابی دور کرنے میں ضائع ہوتا رہے۔ قریب ہی کاروں کی مرمت کا ایک چھوٹا سا ورکشاپ تھا۔ اس نے ایک مستری کو وہاں سے بلایا۔ وہاں کام کرنے والے کار کو ورکشاپ میں لے گئے۔

دوسری طرف ایلا نے پارک کے ریستوران میں کیپٹن رنجیت سے ملاقات کی۔ وہ بولا "یہ میری خوش قسمتی ہے کہ تم نے مجھے ملاقات کے لئے یہاں بلایا ہے ورنہ میں ہی پیاسے کی طرح تمہارے پاس آ رہا ہوں۔"

"میں نے رومانس کے لئے نہیں بلایا ہے۔ تمہاری تنظیم کے جاسوس ہم پر شبہ کر رہے ہیں۔"

"وہ کون بے وقوف ہے۔ میں اس کے خلاف کارروائی کروں گا۔"

"اسے ہمارے خلاف انکوائری سے روکو گے تو شبہ یقین میں بدل جائے گا۔ یہ سمجھا جائے گا کہ میں تم پر ڈورے ڈال رہی ہوں۔"

"وہ تو ڈال رہی ہو۔"

"مذاق میں وقت ضائع نہ کرو۔ اس جاسوس کا نام حماد ہے۔ تم اسے جانتے ہو گے؟"

"حماد تو ایک رنگروٹ کا نام ہے، وہ ابھی ٹریننگ حاصل کر رہا ہے۔ دلیش پانڈے نے اسے چوبیس گھنٹوں کی چھٹی دلائی ہے۔ اوہ، اچھا سمجھ گیا۔ دلیش پانڈے اس جوان کے ذریعہ جاسوسی کر رہا ہے۔"

"یہی بات ہے۔ وہ نوجوان حماد راکسی سنیما کے قریب ایک کار ورکشاپ میں بیٹھا ہوا ہے کیا اسے دیکھ کر پہچان لو گے؟"

"ہاں میں نے اس کی تصویر دیکھی ہے۔"

"تو پھر جاؤ اور محبت سے اسے یہاں لے آؤ۔ ہم دونوں اسے اپنی طرف مائل کریں گے۔ تم اعلیٰ عہدیدار ہو، وہ تمہارا فرماں بردار بن کر رہ سکتا ہے۔"

"اگر وہ دلیش پانڈے سے زیادہ متاثر ہوگا تو ہماری باتوں میں کبھی نہیں آئے گا۔"

"کوشش کرنے میں کیا حرج ہے۔ اسے یہاں لے کر تو آؤ۔ میں یہیں انتظار کروں گی۔"

کیپٹن رنجیت نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر کہا "میں تمہاری ہر بات مانتا ہوں۔ وعدہ کرو آج میرے بنگلے میں رات گزارو گی۔"

"اگر تم دشمن جاسوس سے نجات دلاؤ گے تو تمہاری دعوت

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

قبول کروں گی۔"

"تو پھر سمجھو وہ نوجوان جاسوس ہماری تابعداری قبول کرے گا یا میں اسے نرک میں پہنچادوں گا۔"

وہ اٹھ کر چلا گیا۔ ایلا اور الپا کو یقین تھا کہ اعصابی کمزوری کی دوا حلق سے اترتے ہی حماد ان کا معمول اور تابعدار بن جائے گا۔ ایلا نے ویٹر کو بلا کر پوچھا "ابھی جو صاحب میرے ساتھ تھے تم نے انہیں دیکھا تھا؟"

"جی' میں رنجیت صاحب کو اچھی طرح جانتا ہوں۔"

"میں گارڈن میں ٹہلنے جارہی ہوں۔ رنجیت صاحب آئیں تو انہیں یہاں انتظار کرنے کو کہہ دینا۔"

"جی بہت اچھا۔"

ایلا نے اس کی آواز سنانے کے لئے اسے بلا کر بات کی تھی۔ الپا نے چند سیکنڈ کے لئے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ ایلا نے دوا کی ننھی سی شیشی ویٹر کے جیب میں رکھ دی۔ پھر وہاں سے اٹھ کر ٹہلنے چلی گئی۔

کیپٹن رنجیت اپنی کار ڈرائیو کرتا ہوا اس ورکشاپ کے پاس آیا پارس ورکشاپ کے باہر ایک کرسی پر بیٹھا تھا۔ رنجیت نے کار روک کر آواز دی "ہیلو مسٹر حماد!"

پارس نے چونک کر اسے دیکھا۔ پھر کرسی سے اٹھا اور قریب آکر بولا "آپ کون ہیں؟ مجھے کیسے پہچانتے ہیں؟"

اس نے مسکراتے ہوئے اپنا شناختی کارڈ دکھاتے ہوئے کہا۔ "میں تمہارا افسر ہوں۔ نئے رنگروٹس کی فائل میں تمہاری تصویر دیکھی تھی۔ تم یہاں کیا کررہے ہو؟"

"پانڈے صاحب کی کار خراب ہوگئی ہے' مرمت کروا رہا ہوں۔"

رنجیت نے مستری سے پوچھا "کیوں بھئی کتنی دیر لگے گی؟"

"صاحب! گھنٹے بھر میں ٹھیک ہوگی۔"

"کم آن حماد! جب تک ہم کہیں سے ٹھنڈی بوتل پی کر آئیں گے۔"

پارس اس کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ رنجیت نے ڈرائیو کرتے ہوئے کہا "میں کسی جونیئر کو لفٹ نہیں دیتا لیکن تم نے امرتسر سے یہاں تک بڑے کارنامے انجام دئے ہیں اس لئے تمہاری قدر کررہا ہوں۔"

"تھینک یو سر! یہ آپ کا بڑک پن ہے۔"

"بڑک پن" رنجیت نے ہنستے ہوئے کہا "تم ہندوستانی الفاظ سیکھ گئے ہو؟"

"نہیں۔ سیکھ رہا ہوں۔"

ایسے وقت الپا اگر رنجیت کے دماغ میں ہوتی تو حماد کا لہجہ اور آواز سن کر چونک جاتی۔ پارس حماد کے روپ میں رہ کر اپنے مخصوص لہجے میں بولتا تھا اور یہ لہجہ الپا خوب پہچانتی تھی۔ وہ پارس کو کبھی بھول نہیں سکتی تھی۔

میں نے اس بات کا خاص خیال رکھا تھا کہ الپا' پارس کی آواز نہ سن پائے۔ میں نے پہلے ہی علی تیمور سے کہہ دیا تھا "الپا ہندوستان میں موساد کے سراغرسانوں کے ساتھ مصروف رہتی۔ آج وہ پارس کی آواز وہاں سن سکتی ہے اور ایسا نہیں ہونا چاہئے۔"

علی نے پوچھا "آپ چاہتے ہیں۔ میں اسے اپنی طرف مصروف رکھوں۔"

"ہاں' آج رات نو بجے وہ تم سے شیرٹن کے ڈائننگ ہال میں ملنے والی ہے۔ اور ابھی تل ابیب میں دن کا ایک بجا ہے۔ تم اسے لنچ کے لئے بلاؤ۔"

"اچھی بات ہے۔ کوشش کرتا ہوں۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کئے۔ رابطہ قائم ہونے پر الپا کی آواز سنائی دی "ہیلو! پلیز کوڈ نمبرز؟"

علی نے کہا "محبت کے ایک چراغ سے دوسرا چراغ جلتا ہے۔"

وہ خوش ہو کر بولی "کارمن! یہ کوڈ ورڈز میں نے بنائے تھے اور تم نے اعتراض کیا تھا۔ کیوں کہ تم محبت کے نام سے بھاگتے ہو۔"

"ہاں' میں نے دوسرے کوڈ ورڈز مقرر کئے تھے کہ محبت کو بھول جاؤ اور فرض کو یاد رکھو۔"

"اس کا مطلب ہے تم میری محبت کو نہیں بھلا پا رہے ہو؟"

"ہاں' ایسا لگتا ہے جیسے تم میرے اندر چپکے سے آگئی ہو اور میرا مزاج اور میرے اصول بدلتی جارہی ہو۔"

"تم مجھے اپنے اندر آنے نہیں دیتے۔ مگر دیکھ لو میری محبت تمہارے دل اور دماغ پر قبضہ جمارہی ہے۔"

"مجھے بھوک لگ رہی ہے۔ میں شیرٹن جارہا ہوں' بولو آرہی ہو؟"

"ابھی؟ او مائی گڈنس مجھے خوشی ہوگی لیکن میں ایک اہم معاملے میں مصروف ہوں۔"

"کیا محبت سے بڑا بھی کوئی معاملہ ہوسکتا ہے؟"

"ایسا نہ کہو۔ ورنہ پر لگا کر چلی آؤں گی۔"

"پلیز آجاؤ۔ میں بہت تنہائی محسوس کررہا ہوں۔"

"تمہاری بیوی کہاں ہے؟"

"بیوی بیوی ہوتی ہے' محبوبہ نہیں ہوتی۔"

وہ فون پر کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔ عورت دوسرے کی بیوی پر ترجیح حاصل کرکے بہت خوش ہوتی ہے۔ علی نے کہا "میں تمہیں فرض کی ادائیگی سے نہیں روکوں گا لیکن تم اپنی ڈیوٹی جے مورگن کو دے سکو تو چلی آؤ۔"

"ٹھیک ہے۔ تم چلو' میں مورگن سے بات کرکے آتی ہوں۔"

اس نے رابطہ ختم کردیا۔ پھر جے مورگن کے نمبر ڈائل کئے۔ رابطہ ہونے پر بولی "ہیلو' الپا ہوں۔ کوڈ نمبر اے ایل اے ڈبل ٹ۔"

وہ بولا "ہیلو الپا؟ کہو کیسے یاد کیا؟"

"میرا ایک کام کروگے؟"

"ہاں بولو۔"

"ابھی میں "را" تنظیم کے معاملے میں مصروف تھی۔ تم وہاں کے معاملات اچھی طرح جانتے ہو۔"

"ہاں جانتا ہوں۔"

"پلیز دو چار گھنٹوں کے لئے میری ڈیوٹی سنبھال لو' میں دوسری طرف مصروف رہنا چاہتی ہوں۔"

"اچھی بات ہے۔ وہاں کے موجودہ حالات بتاؤ۔"

الپا نے اسے دلیش پانڈے اور حماد کے متعلق بتایا پھر کہا "میں نے ویٹر کی جیب میں دوا کی شیشی رکھوادی ہے۔ تم ایلا کے پاس رہ کر معلوم کرلوگے کہ کون رنجیت ہے اور کون حماد ہے۔"

اس نے جے مورگن کو ایلا کے پاس پہنچایا وہ پھولوں کی کیاری کے پاس ٹہل رہی تھی۔ اس نے کہا "ایلا! میں ضروری کام سے جارہی ہوں' ہمارا دوسرا خیال خوانی کرنے والا جے مورگن موجود ہے۔ اس سے باتیں کرو۔ میں پھر آؤں گی۔" اس نے جے مورگن کو ویٹر کے پاس بھی پہنچایا۔ پھر چلی گئی۔ مورگن نے ایلا سے پوچھا "حماد کو جو دوا دی جائے گی اس کی تاثیر کیا ہے؟ کیا وہ کمزوری کے بعد اس ریستوران سے اٹھنے کے قابل رہے گا؟"

"نہیں' میں اور رنجیت اسے سہارا دے کر کار میں لے جائیں گے۔ دوا بہت تیز ہے۔ میں چاہتی ہوں' فوراً اثر کرے اور تم اسے اپنا معمول اور ہمارا تابعدار بنادو۔"

"کیا رنجیت سے ابھی اہم معلومات حاصل ہوں گی؟"

"وہ میرا عاشق کسی وقت بھی اہم باتیں شروع کردیتا ہے۔ میں اپنے پرس میں منی ریکارڈر رکھتی ہوں اور اس کی باتیں ریکارڈ کرتی رہتی ہوں۔ ویسے الپا خیال خوانی کے ذریعے بہت کچھ معلوم کرلیتی ہے لیکن اس کی آواز کا کیسٹ رکھنا بھی ضروری ہے تاکہ اسے کبھی بلیک میل کرنے کے لئے اس کی آواز کا ریکارڈ ہمارے پاس موجود رہے۔"

"وہ تم پر دیوانہ وار مرتا ہے پھر بھی اس پر بھروسا نہیں ہے۔"

"وہ بھونرا ہے' ایک پھول سے دوسرے پھول پر منڈلاتا ہے۔ جس دن مجھے حاصل کرلے گا اس کی دیوانگی ختم ہوجائے گی۔ آئندہ کبھی مجھ سے دل بھر جائے گا تو مجھ سے پیچھا چھڑانے کے لئے غیر ملکی جاسوسہ ہونے کا الزام لگا سکتا ہے۔ مجھے اس ملک سے جانے پر مجبور کرسکتا ہے۔"

وہ ریستوران میں آکر بیٹھ گئی۔ اسی وقت کیپٹن رنجیت پارس کے ساتھ آگیا۔ اس نے کہا "ایلا! اس جوان سے ملو۔ یہ ہمارے ٹریننگ سینٹر کا بہت ہی قابل اسٹوڈنٹ ہے۔ نام ہے حماد اور یہ مس ایلا ہے۔ میری فرینڈ۔"

ایلا نے مسکرا کر بڑی گرم جوشی سے مصافحہ کیا پھر کہا "مسٹر حماد' تشریف رکھیں۔ کیا پینا پسند کریں گے۔"

پارس نے کہا "اپنے افسر کے سامنے پینے والی گرم فرمائش نہیں کرسکتا۔ ٹھنڈا ہی چلے گا۔"

ایلا نے کہا "گرم فرمائش۔ واہ بات کہنے کا کتنا خوب صورت انداز ہے۔"

رنجیت نے کہا "یہاں میں افسر نہیں ہوں۔ ہم تینوں دوست ہیں۔ آج رات میں تمہیں اسکاچ پلاؤں گا۔"

وہ بولی "فی الحال اورنج جوس پر گزارہ کیا جائے۔"

اُس نے اسی ویٹر کو بلا کر جوس کے لئے آرڈر دیا۔ جے مورگن اس ویٹر کے پاس چلا گیا۔ وہ جوس تیار کرانے لگا۔ جب وہ تیار ہوگیا تو ایک ٹرے پر تین جوس بھرے گلاس رکھ کر جانا چاہتا تھا۔ مورگن اسے ایک خالی کیبن میں لے آیا۔ وہاں اس نے جیب سے شیشی نکال کر ایک گلاس میں اس کی دوا ڈالی۔ شیشی کو بند کرکے جیب میں رکھا پھر کیبن سے نکل کر ایلا کی میز پر آیا۔ جے مورگن نے فرررساں جوس کا گلاس پارس کے سامنے رکھوایا۔ باقی دو گلاسوں کو ایلا اور رنجیت نے اٹھالیا۔ پھر مورگن نے ایلا سے کہا "میں نے دوا آلود گلاس حماد کے سامنے رکھوادیا ہے۔"

ایلا نے مسکراتے ہوئے اپنے گلاس سے ایک گھونٹ پیا۔ پھر حماد سے کہا "یہاں کا اورنج جوس بہت مزیدار ہوتا ہے۔ بہت مشہور ہے۔ اسے پی کر دیکھو۔"

پارس نے اسے اٹھا کر ایک گھونٹ پیا۔ پھر سوچا۔ ایلا نے پوچھا "کک۔ کیا ہوا؟ اچھا نہیں ہے۔"

پارس نے پھر ایک گھونٹ پیا پھر کہا "واقعی مزیدار ہے۔"

وہ دونوں خوش ہوگئے۔ رنجیت نے کہا "ایک ہی سانس میں پورا گلاس پیا جائے تو اور مزہ دیتا ہے۔ یہ دیکھو۔" اس نے گلاس کو مُنہ سے لگایا۔ پھر غٹاغٹ پینے لگا۔ آخری گھونٹ پینے کے بعد اس نے گلاس کو مُنہ سے الگ کرتے ہوئے گہری سانسیں لیتے ہوئے کہا "ایسے۔"

پارس نے بھی گلاس کو مُنہ سے لگایا۔ ایلا کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ وہ بھی غٹاغٹ پی رہا تھا۔ سانس روک کر پی رہا تھا۔ بھلا ایک گلاس ختم کرنے میں وقت ہی کتنا لگتا ہے۔ ایلا اور رنجیت کو یوں لگ رہا تھا جیسے وقت ٹھہر گیا ہے اور گلاس لمبا ہوگیا ہے۔ ختم ہونے میں نہیں آرہا ہے۔

دونوں ایک دوسرے کو چور نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ آخر گلاس ختم ہوگیا۔ پارس نے خالی گلاس میز پر رکھ دیا۔ ٹشو پیپر سے مُنہ پونچھتے ہوئے کہا "ونڈرفل۔ بھئی مزہ آگیا۔"

وہ ماریہ کا ڈسا ہوا تھا' اس پر زہر اثر نہیں کرتا تھا پھر بھلا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اعصابی دوا کیا اثر کرتی۔ مورگن نے سوچ کے ذریعے پوچھا "ایلا! تم صحیح دوا لے کر آئی تھیں۔"

"یہ دوا مجھے موساد کے ایک جاسوس نے دی تھی' اس کا دعویٰ تھا کہ اس نے کامیابی سے اسے ایک دشمن پر آزمایا ہے۔"

"تو پھر اس پر اثر کیوں نہیں کر رہی ہے؟"

"یہی تو حیرانی ہے۔ کمبخت بالکل نارمل ہے۔"

مورگن نے کہا "میں ابھی اس دوا کو آزماتا ہوں۔"

وہ پھر ویٹر کے پاس آیا۔ وہ دوسری میز کے لئے مینگو جوس لے جا رہا تھا۔ اس نے جوس کے ایک گلاس میں اسے دوا ملانے پر مجبور کیا۔ تھوڑی دیر بعد نتیجہ ظاہر ہوگیا۔ جس شخص نے وہ جوس پیا تھا۔ اس کے ہاتھ سے گلاس چھوٹ گیا تھا اور وہ کمزوری کے باعث میز پر جھک گیا تھا۔

مورگن نے کہا "ایلا! اس شخص کے حلق سے وہی دوا اتری تھی' اس کا فوری اثر ظاہر ہو رہا ہے۔ آخر یہ نوجوان ہے کیا چیز؟"

وہ بولی "مورگن! برا نہ ماننا۔ تم سے کوئی غلطی ہوئی ہے۔ پلیز ایک بار پھر اسے جوس پلایا جائے اور تم توجہ سے وہ دوا حل کراؤ۔"

مینگو جوس پینے والے ریستوران کے مالک سے پوچھ رہے تھی "یہ جوس میں تم نے کیا ملایا ہے۔"

مالک نے کہا "ہم نے کچھ نہیں ملایا ہے۔ آپ کا ساتھی کسی اندرونی مرض کا شکار ہے۔ وہ مرض یہاں ظاہر ہو رہا ہے۔"

اس نے مینگو کا دوسرا گلاس خود پی کر دکھایا۔ وہ لوگ قائل ہوگئے اور اپنے بیمار ساتھی کو سہارا دے کر لے گئے۔ ایلا نے کہا۔ "یہ لوگ غلط الزام دے رہے تھے۔ یہاں کا مینگو جوس تو پورے شہر میں مشہور ہے۔ حماد کیا خیال ہے۔ ایک ایک گلاس اور ہو جائے؟"

پارس نے کہا "تم زہر بھی پلاؤ تو انکار نہیں کروں گا۔"

ایلا نے تین گلاس مینگو جوس کا آرڈر دیا۔ اس بار جے مورگن نے پوری توجہ سے ویٹر کو معمول بنایا۔ اس کے ہاتھ سے شیشی کھول کر ایک گلاس میں وہ دوا ملائی۔ پھر جب ویٹر نے وہ گلاس پارس کے سامنے رکھا تب اس نے مطمئن ہو کر ایلا سے کہا "میں نے پہلے بھی کوئی غلطی نہیں کی تھی۔ اب بھی نہیں کی ہے۔ وہ گلاس حماد کے سامنے ہے۔"

اس بار وہ ٹھہر ٹھہر کر پینے لگے اور کن انکھیوں سے پارس کو دیکھنے لگے وہ بھی مزے لے لے کر پی رہا تھا اور جوس کی تعریف کرتا جا رہا تھا۔ حتیٰ کہ گلاس خالی ہوگیا۔ ایلا شدید حیرانی سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھ رہی تھی اور سوچ کے ذریعے کہہ رہی تھی۔

"بائی گاڈ! یہ انسان نہیں جن ہے۔"

مورگن نے کہا "اس نوجوان کا اعصابی نظام غیر معمولی ہے۔ میں کسی ڈاکٹر سے اس سلسلے میں معلوم کروں گا۔"

"معلوم کر کے بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے۔ اب ایک ہی راستہ ہے۔ میں اسے رنجیت کے بنگلے میں لے جا رہی ہوں۔ وہاں چار دیواری کے اندر اسے زخمی کیا جائے گا۔ پھر تمہارے لئے راستہ صاف ہو جائے گا۔"

پھر وہ رنجیت سے بولی "یہاں کچھ گرمی سی لگ رہی ہے۔ کیا خیال ہے' تمہارے ائیر کنڈیشنڈ بنگلے میں چلیں؟"

"یہ تو میری خوش قسمتی ہے۔ ہم راستے میں حماد کو کار ورکشاپ میں ڈراپ کریں گے۔ پھر وہاں سے......"

وہ بولی "حماد کو ڈراپ نہیں کریں گے۔ میں کچھ ضروری باتیں حماد سے کروں گی۔ کیا تمہیں اعتراض ہے۔"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا "نہیں' بالکل نہیں چلو۔"

اس نے بل ادا کیا۔ پھر وہ تینوں کار میں آ کر بیٹھ گئے۔ رنجیت ناگواری سے منہ بنا رہا تھا۔ وہ ایلا کو اپنے بیڈ روم کی تنہائی میں لے جانا چاہتا تھا لیکن پارس کباب میں ہڈی بن رہا تھا۔ ایلا بہت مہنگی لگ رہی تھی۔ اسے حاصل کرنے کی بے چینی شدید ہوتی جا رہی تھی۔

اپنے بنگلے میں پہنچ کر اس نے پارس سے کہا "حماد! تم یہاں ڈرائنگ روم میں بیٹھو۔ ہم ابھی آتے ہیں۔"

پارس وہاں بیٹھ گیا۔ وہ ایلا کے ساتھ دوسرے کمرے میں آ کر بولا "اسے یہاں لانے کی کیا ضرورت تھی؟"

وہ بولی "تم نے دیکھا ہے۔ ہم نے حماد کو دو بار اعصابی کمزوری کی دوا جوس میں ملا کر پلائی لیکن وہ نارمل رہا۔"

"حماد کو گولی مارو۔ میں تمہارے حسن و شباب کا طلب گار ہوں۔ میری طلب کی بات کرو۔"

"میں! ابھی تمہاری طلب پوری کروں گی لیکن اس سے پہلے حماد کو زخمی کرو۔ جب تک وہ کمزور نہیں ہوگا۔ ہمارا ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے اپنا تابعدار نہیں بنا سکے گا۔"

"ذرا ہوش کی باتیں کرو۔ وہ ہمارے ٹریننگ سینٹر کا رنگروٹ ہے' میرے گھر میں زخمی ہوگا تو بھید کھل جائے گا۔"

"نہیں کھلے گا۔ زخمی ہوتے ہی اسے تنویمی عمل کے ذریعے اپنا غلام بنا لیا جائے گا۔ وہ ہمارے تمہارے خلاف بیان نہیں دے گا بلکہ ہمارے لئے جاسوسی کرتا رہے گا۔"

رنجیت نے سوچتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھا۔ پھر پوچھا "وعدہ کرتی ہو کہ تم اسی وقت سے میرے بیڈ روم میں رہو گی؟"

"وعدہ کرتی ہوں۔ چلو دیر نہ کرو۔"

اس نے الماری کھول کر ایک ریوالور نکالا۔ اس کی نال میں سائلنسر لگایا۔ پھر ایک مہنگی حسینہ کی جوانی سے کھیلنے کے لئے اپنے ہی ملک کا غدار بن کر اپنے ہی جاسوس کو نقصان پہنچانے ڈرائنگ روم میں آ گیا۔

پارس صوفے سے اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ رنجیت نے اس کی ایک ٹانگ کا نشانہ لیتے ہوئے کہا "چپ چاپ کھڑے رہو۔ میں تمہاری ایک ٹانگ زخمی کرنا چاہتا ہوں۔"

"واہ کیپٹن! کوئی اپنی خوشی سے کڑوی گولی نہیں نگلتا اور تم مجھے گولی مارنا چاہتے ہو۔ میرا قصور بتاؤ۔"

ایلا نے کہا "قصور یہ ہے کہ تم دلیش پانڈے کے چیلے ہو اور یوگا کے ماہر ہو۔ ہمارے دوست نہیں بنو گے۔ ہمارے کام نہیں آؤ گے۔ ریوالور سے زخمی ہونے کے بعد سانس نہیں روک سکو گے۔ ہمارا ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہیں ہمارا تابعدار بنا دے گا۔ اگر چاہتے ہو کہ گولی نہ چلائی جائے تو ہماری خیال خوانی کرنے والے کے لئے دماغ کا دروازہ کھول دو۔"

پارس نے کہا "میں تم سے پوچھتا ہوں کیپٹن رنجیت! یہ غداری کا سلسلہ کب سے چل رہا ہے۔ کیا ایلا کی طرح اس کی بہن انجیلا بھی موساد سے تعلق رکھتی ہے؟"

رنجیت نے کہا "یہ پوچھ کر کیا کرو گے۔ جب تم پر تنویمی عمل کر کے تمہیں موساد تنظیم کا وفادار بنایا جائے گا تو تمہیں بہت کچھ معلوم ہو جائے گا۔"

یہ کہتے ہی اس نے فائر کیا۔ پارس کی نظر اس کے ریوالور پر تھی۔ ریوالور کی ہلکی سی جنبش پر ہی وہ اچھل کر ایک جگہ سے دوسری جگہ چلا گیا تھا۔ میرے دونوں بیٹوں کو ایسے وقت بچاؤ کے طریقے آتے تھے۔ اس کے باوجود میں نے رنجیت کا نشانہ خطا کرایا تھا۔

پارس کی جیب میں منی ریکارڈر تھا۔ جس میں ایلا اور رنجیت کی باتیں ریکارڈ ہو رہی تھیں۔ دوسرا ریکارڈر ایلا کے پرس میں تھا۔ پارس ایسی باتیں چھیڑ رہا تھا جن کے جواب میں رنجیت اور ایلا کا اعترافِ جرم ہوتا جا رہا تھا۔

اس نے کہا "رنجیت! تم نے ایک فائر کیا۔ میں بچ گیا' دوسرا کرو گے تب بھی بچنے کی کوشش کروں گا۔ چاہے اس کوشش میں میری جان چلی جائے لیکن میں زخمی ہو کر اپنا دل اور دماغ یہودیوں کے حوالے نہیں کروں گا۔ تم اس حسینہ کے ساتھ رات گزارنے کے لئے اپنے ملک سے اور را تنظیم سے غداری کر رہے ہو۔ آج میں تمہیں ضرور بے نقاب کروں گا۔"

ایلا نے غصے سے کہا "رنجیت! اس کی باتیں کیا سن رہے ہو۔ گولی چلاؤ۔"

پھر گولی چلی اور نشانہ بھٹک گیا۔ پارس نے اچھل کر ایک فلائنگ کک اس کے سینے پر ماری۔ وہ دیوار سے ٹکرایا۔ دوسری کک ریوالور پر پڑی۔ ریوالور ایک طرف جا کر فرش پر گرا تو ایلا دوڑتی ہوئی گئی اسے جھک کر اٹھانا چاہا لیکن منہ پر ایسی ٹھوکر پڑی کہ الٹ کر فرش پر گری۔ پھر اٹھ نہ سکی۔ بے ہوش ہوگئی۔

جے مورگن نے رنجیت کے ذریعے پارس پر حملہ کیا لیکن گولی چلتے ہی وہ اوندھے منہ گر پڑا۔ اپنی ٹانگ پکڑ کر تکلیف سے کراہنے لگا۔ پارس اطمینان سے چلتا ہوا ٹیلی فون کے پاس آیا۔ صوفے پر بیٹھ کر ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کئے پھر رابطہ قائم ہونے پر بولا "ہیلو پانڈے! کیپٹن رنجیت کے ڈرائنگ روم سے بول رہا ہوں۔ شکار ثبوت کے ساتھ تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ چلے آؤ۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ رنجیت نے تکلیف سے کراہتے ہوئے کہا "تم اور دلیش پانڈے مجھے سمجھتے کیا ہو؟ میرے خلاف کبھی ثبوت پیش نہیں کر سکو گے۔"

پارس نے جیب سے منی ریکارڈر نکال کر اسے ریوائنڈ کیا پھر اسے سنایا۔ وہ اپنی آواز اور اعترافِ جرم سن کر تڑپ گیا۔ تکلیف کی پروا کئے بغیر ایک ٹانگ پر اٹھ کر اچھلتا ہوا اس کی طرف آیا تاکہ منی ریکارڈر چھین لے لیکن گولی کے زخم سے ایسی ٹیسیں اٹھیں کہ وہ پھر اوندھے منہ فرش پر گر پڑا۔

پارس نے کہا "ایسا ہی ایک ریکارڈر ایلا کے پرس میں ہے' تم دو ریکارڈر کے درمیان ہو۔ نہ ادھر آ سکتے ہو' نہ ادھر جا سکتے ہو۔"

وہ بے بسی سے دیکھتے ہوئے بولا "دوست بن جاؤ۔ میرا یہ جرم چھپا لو۔ آئندہ میں تنظیم سے غداری نہیں کروں گا۔"

"جرم چھپانے کی قیمت کیا دو گے؟"

"میری بساط کے مطابق جو مانگو گے وہ دوں گا۔"

"تمہاری بساط کیا ہے؟"

"دس لاکھ روپے۔"

"کیا تم مجھے دس لاکھ دو گے؟"

"ہاں۔ آج ہی دوں گا۔"

"کیا یہ باتیں ریکارڈ کروں؟"

اس نے منی ریکارڈر دکھایا۔ وہ گڑگڑا کر بولا "نہیں' بھگوان کے واسطے ریکارڈ نہ کرنا۔ مجھ پر رشوت دینے کا بھی الزام آ جائے گا۔"

"تو پھر منہ بند رکھو۔ زبان کھولو گے تو میں ریکارڈر کو آن کروں گا۔"

اس نے دونوں ہونٹوں کو سختی سے بند کر لیا۔ وہ کتنے ہی طریقوں سے پارس کو بہلا پھسلا کر ان معاملات پر مٹی ڈالنا چاہتا تھا۔ لیکن بہلانے پھسلانے اور لالچ دینے کے لئے زبان کھولنا ضروری تھا اور یہ مجبوری تھی کہ زبان کھولنے سے منی ریکارڈر کے کان کھل جاتے۔

جے مورگن وہاں سے ناکام ہو کر الپا کے پاس آیا۔ مخصوص کوڈ ورڈز ادا کر کے کچھ کہنا چاہتا تھا۔ الپا نے کہا "میں پہلے کہہ چکی ہوں' مجھ سے فون کے ذریعے رابطہ کیا کرو۔"

اس نے سانس روک لی۔ مورگن چلا آیا۔ پھر ناگواری سے بڑبڑاتے ہوئے الپا کا فون نمبر ڈائل کرنے لگا۔ وہ رپورٹ دینا چاہتا تھا کہ حماد کو قابو میں کرنے کے سلسلے میں ناکامی ہوئی ہے' اس کے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

برعکس ایلا اور رنجیت حماد کے قابو... میں آگئے ہیں اور اب ان کے ساتھ انجیلا اور شیوچرن بھی بے نقاب ہونے والے ہیں۔

فون کی گھنٹی دوسری طرف بجتی رہی لیکن الپا نے فون اٹینڈ نہیں کیا۔ دراصل اس کا موبائل فون اس کے پرس میں رہتا تھا اور ایک ہنگامے میں وہ پرس ایک جگہ رہ گیا تھا اور وہ علی کے ساتھ دوسری جگہ چلی آئی تھی۔

قصہ یوں تھا کہ علی تیمور ہوٹل شیرٹن کے سامنے الپا کا انتظار کررہا تھا۔ وہ کار ڈرائیو کرتی ہوئی پارکنگ ایریا میں آئی پھر کار سے اتر کر ہوٹل کے اندر جانا چاہتی تھی' علی اس کی طرف آرہا تھا۔ اچانک ٹھائیں کی آواز کے ساتھ علی نے چھلانگ لگائی۔ الپا کے اوپر آکر اُس سے لپٹ کر زمین پر گرتے اور اس کے ساتھ لڑھکتے ہوئے ایک محرابی دیوار کے پیچھے چلا گیا۔

فائر علی پر کیا گیا تھا۔ الپا نے سمجھا اس پر کیا گیا ہے۔ وہ بولی۔ "شکریہ کارمن! تم نہ ہوتے تو ابھی میں اس دنیا سے جاچکی ہوتی۔"

علی نے وضاحت نہیں کی۔ اس کا وقت نہیں تھا۔ وہ دور تک نظریں دوڑاتا رہا تھا۔ ہوٹل کے باہر بھگدڑ مچی ہوئی تھی۔ اسی بھاگ دوڑ کے باعث گولی چلانے والا نظر نہیں آرہا تھا۔ وہ الپا کا بازو پکڑ کر بولا۔ "میرے ساتھ دوڑتی چلو۔ پہلے اس دیوار تک پھر اس دیوار سے میری کار تک۔ ناؤ کم آن۔"

الپا کو احساس ہوا کہ اس کا بازو فولادی شکنجے میں ہے' وہ فائرنگ کو بھول کر مسکرانے لگی۔ اس کے ساتھ دوڑتے ہوئے بھرپور تحفظ کا یقین ہو رہا تھا۔ وہ اگلی دیوار کے پیچھے آئے وہاں سے کار تک جاتے جاتے پھر فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ علی نے الپا کو گرتے گرتے سنبھالا۔ اسے ایک بغل میں دبا کر کار تک آیا۔ پھر دروازہ کھول کر اسے اندر دھکیلا۔ وہ کھسکتی ہوئی دوسری سیٹ پر گئی۔ علی نے ایک ہاتھ سے دروازہ بند کیا۔ دوسرے ہاتھ سے چابی گھما کر کار اسٹارٹ کی' گیئر بدلا' پھر اسے ریورس میں لے گیا۔ دوبارہ گیئر بدلا اور کار کو ٹرن کرتے ہوئے تیز رفتاری سے ڈرائیو کرتا ہوا ہوٹل کی باؤنڈری سے باہر چلا آیا۔

تب الپا کو خیال آیا کہ کار کے اندر پہنچنے سے پہلے پرس کہیں گرگیا ہے۔ اس کا شناختی کارڈ اور موبائل ٹیلی فون پرس کے اندر تھا۔ انہیں لینے کے لئے وہ واپس نہیں جاسکتی تھی۔ آج سے پہلے وہ جب بھی اپنی رہائش گاہ سے باہر جاتی تھی تو کسی کو خبر نہیں ہوتی تھی کہ ٹیلی پیتھی جاننے والی الپا شہر کی شاہراہوں اور تفریح گاہوں میں ہے۔ آج پہلی بار اس نے علی تیمور کو گھر سے باہر آنے کی اطلاع دی تھی۔ یہ اطلاع فون پر دی تھی اور فون پر کوئی بھی دشمن یہ سن سکتا تھا۔

وہ بولی "تم مجھے دماغ میں آنے نہیں دیتے۔ اس کا نتیجہ دیکھ لو۔ میں نے فون پر کہا ملاقات کرنے آرہی ہوں اور دشمن مجھ سے پہلے پہنچ گئے۔"

"تمہارا فون کسی دشمن نے نہیں سنا ہے اور نہ ہی کسی نے تم پر گولی چلائی ہے۔"

"کیا ہوٹل کے سامنے دل لگی ہو رہی تھی۔"

"وہ مجھ پر گولیاں چلارہے تھے۔"

وہ حیرانی سے بولی۔ "کیا واقعی؟"

"میں نے پہلی گولی سے بچنے کے لئے تم پر چھلانگ لگائی۔ کیونکہ دوسری تیسری گولیاں تمہیں بھی لگ سکتی تھیں۔"

"وہ کون ہوسکتے ہیں؟"

"جو بھی ہیں' پیچھے آرہے ہیں۔"

"اوہ گاڈ!" اس نے سر گھما کر پیچھے دیکھا۔ بہت سی گاڑیاں آگے پیچھے چلی آرہی تھیں۔ علی نے کہا۔ "سفید رنگ کی کار ہے اس کی ونڈ شیلڈ کلرڈ ہے اور وائپر ٹوٹا ہوا ہے۔"

وہ بولی۔ "ایسی تھرڈ کلاس کار میں کوئی تھرڈ ریٹ کا ہی غنڈا ہوگا۔"

"ٹھیک سمجھ رہی ہو۔ کسی کرائے کے قاتل کو معاوضہ دے کر اس کی خدمات حاصل کی گئی ہیں۔"

"ارے وہ کار تو دوسرے راستے پر مڑگئی ہے۔ تمہارا اندازہ غلط تھا۔"

"درست تھا۔ تعاقب کرنے والوں کا طریقۂ کار یہ بھی ہوتا ہے کہ ایک کار والے کی جگہ دوسری کار والا آجاتا ہے۔ اب کوئی دوسرا ہمارا تعاقب کررہا ہوگا۔ یہ کچھ دیر بعد معلوم ہوگا کہ تعاقب کرنے والی گاڑی کون سی ہے۔"

"میں دیکھتی رہوں گی۔ مسلسل پیچھے آنے والی گاڑی پہچان میں آجائے گی۔"

"یہاں قریب ہی فوراسٹار ہوٹل ہے۔ ہم وہاں رکیں گے اور فوراً ایک کمرا حاصل کریں گے۔ اس طرح ہوٹل کی چاردیواری میں اسے کھل کر سامنے آنا ہوگا۔"

وہ تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا فوراسٹار ہوٹل کے احاطے میں داخل ہوا پھر اسے پورچ میں روک دیا۔ الپا نے کار سے اترتے ہوئے کہا۔ "ہوٹل کی گلی میں ہمارے پیچھے دو گاڑیاں آئی تھیں لیکن وہ آگے چلی گئیں۔"

وہ علی کا بازو تھام کر اس کے ساتھ چلتی ہوئی۔ کاؤنٹر پر آئی' علی نے اپنا کارڈ دکھا کر ایک کمرا حاصل کیا۔ انہیں پانچویں فلور پر کمرا ملا۔ وہ چابی لے کر لفٹ میں آگئے۔ علی نے سرگوشی میں کہا "کاؤنٹر گرل اور ویٹر وغیرہ کے خیالات پڑھتی رہو۔"

"میں نے اس بات کا خیال رکھا ہے۔ کوئی بھی ہمارا کمرا نمبر معلوم کرنے آئے گا تو کاؤنٹر گرل اسے میری مرضی کے مطابق غلط نمبر بتائے گی۔"

وہ پانچویں منزل پر آئے۔ ایک ویٹر نے ان کے لئے پانچ سو نمبر کا کمرا کھولا۔ اُس نے اس سے بات کی تاکہ اس کے دماغ میں بھی جھانکتی رہے۔ علی نے کمرے میں آکر کہا "انسان اپنے طور پر ہر ممکن احتیاطی تدبیر کرتا ہے اس کے باوجود مصیبتیں نازل ہوتی رہتی ہیں۔"

"تم اندازہ کرسکتے ہو کہ تم سے یہ دشمنی کون کررہا ہے؟"

"میری ذات سے جان لبوڈا کو بہت زیادہ نقصان پہنچا ہے۔ اس نے ہمارے ایک گولڈن برین کو اپنا معمول بنا رکھا تھا۔ میں نے اس کا یہ طلسم توڑ دیا۔ وہ ایک کے ذریعے دوسرے تمام گولڈن برینز کے دماغوں پر قبضہ جمانا چاہتا تھا۔ اسرائیل کی خارجہ اور داخلہ پالیسیاں اپنی مرضی سے مرتّب کرنا چاہتا تھا۔ اب کچھ نہیں کرسکے گا۔"

"یہ بات سمجھ میں آتی ہے۔ وہ تمہیں اپنے راستے کا کانٹا سمجھ رہا ہے۔"

وہ اس کے پاس صوفے پر آکر بیٹھ گئی۔ پھر اس کی گردن میں بانہیں ڈالنا چاہتی تھی۔ وہ ہاتھ تھام کر بولا۔ "سر پر مصیبت منڈلا رہی ہے۔ پہلے اسے دور کرنا چاہئے۔"

وہ مسکرا کر بولی "میں نے دیکھا ہے' مصیبت تم سے دور بھاگتی ہے۔"

"ہوسکتا ہے' لیکن یہ سوچو کہ جان لبوڈا جیسا زبردست دشمن صرف مجھ پر فائرنگ نہیں کرائے گا۔ وہ فائرنگ محض پیش لفظ ہوگی۔ وہ کوئی زبردست چال چل رہا ہوگا۔"

"واقعی جذبات غالب آتے ہیں تو مصیبت اور موت یاد نہیں رہتی۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ جان لبوڈا زبردست چالباز ہے۔ تم اس کمرے میں آکر قید ہوگئے ہو۔ وہ آسانی سے ہمیں گھیر سکتا ہے۔"

"میں اس ہوٹل کا جغرافیہ جانتا ہوں۔ اس کمرے کے پیچھے بالکونی ہے وہ بالکونی دوسرے کمرے کی بالکونی سے تین فٹ کے فاصلے پر ہے۔ اطمینان رکھو' ہم پنجرے میں نہیں ہیں۔"

وہ خاموش رہ کر کاؤنٹر گرل اور ویٹر کے خیالات پڑھنے لگی۔ کاؤنٹر گرل کی سوچ نے بتایا۔ ایک شخص سادے لباس میں آیا تھا اس نے ایک شناختی کارڈ دکھا کر کہا۔ "میں انٹیلی جنس ڈیپارٹمنٹ سے آیا ہوں۔ ابھی ایک نوجوان جوڑا یہاں آیا ہے۔ کمرا نمبر بتاؤ۔"

کاؤنٹر گرل نے نمبر بتایا۔ اس کے بعد وہ واپس چلا گیا تھا۔ الپا نے یہ باتیں علی کو بتائیں۔ وہ بولا "اس کے خاموشی سے واپس جانے میں کوئی چال ہے۔ ہوسکتا ہے وہ باہر جاکر دوسروں کو ہمارے کمرے کا نمبر بتائے اور دوسرے لوگ کاؤنٹر گرل سے پوچھے بغیر یہاں آدھمکیں' ایسے وقت تمہاری خیال خوانی کام نہیں آئے گی۔"

ٹیلیفون کی گھنٹی نے مخاطب کیا۔ اس نے ریسیور اٹھا کر پوچھا۔ "ہیلو کون ہے؟" دوسری طرف سے آواز آئی "تمہارا باپ۔"

علی نے رانگ نمبر کہہ کر ریسیور رکھ دیا۔ الپا نے پوچھا۔ "کیا واقعی رانگ نمبر تھا؟"

"ہاں' کسی کا باپ تھا۔"

"یہ کیا بات ہوئی؟"

"بھئی' میں نے پوچھا کون ہو۔ ادھر سے کہا گیا تمہارا باپ اور تم جانتی ہو۔ یہاں میرا باپ نہیں ہے۔ اس لئے رانگ نمبر ہوا۔"

وہ کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔ فون کی گھنٹی پھر بجنے لگی۔ علی نے ریسیور اٹھا کر پوچھا "ہیلو کون ہے؟"

دوسری طرف سے دھاڑتے ہوئے کہا گیا۔ "وہ رانگ نمبر نہیں تھا۔ زیادہ اسمارٹ بننے کی کوشش نہ کرو۔ ہم تمہیں فائرنگ سے ڈرا کر ایسی ہی کسی جگہ پہنچانا چاہتے تھے۔ تم ہماری خواہش کے مطابق چاردیواری میں قید ہوگئے ہو۔"

"برادر' تم بہت سمجھدار ہو۔ دشمنی کی وجہ بتادو۔"

"تمہاری موت سے گولڈن برینز تک پہنچنے کے راستے کھلیں گے۔"

"اچھا تو تم لوگوں کی پشت پر جان لبوڈا ہے؟"

الپا بھی علی سے سر جوڑے ریسیور سے آنے والی آواز سن رہی تھی۔ وہ دوسری طرف سے کہہ رہا تھا۔ "ہاں جان لبوڈا کو تم سمجھتے کیا ہو۔ اُس کی ایک پھونک سے تم اڑ جاؤ گے۔ اس نے تمہارے مقابلے پر ایک ایسی ہستی کو روانہ کیا ہے جسے دیکھتے ہی تمہارے ہوش اڑ جائیں گے۔"

"میرا خیال ہے ایسی کوئی ہستی نہیں ہے جس دیکھ کر میرے ہوش اڑ جائیں۔"

"بات صرف ہوش کی نہیں ہے۔ تم اس پر جوابی حملہ نہیں کرسکو گے۔ لبوڈا ایسی ہی زبردست چال چلتا ہے۔"

کال بیل کی آواز سنائی دی۔ فون پر کہا گیا۔ "میں تمہارے ریسیور سے کال بیل کی آواز سن رہا ہوں۔ جاؤ دروازہ کھول کر اپنی موت کا استقبال کرو۔"

علی ریسیور رکھ کر کھڑا ہوگیا۔ الپا بھی اٹھتے ہوئے بولی "یہ کون ہوسکتا ہے۔"

itsurdu.blogspot.com
itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"یہی میں سوچ رہا ہوں۔ جو بھی آیا ہے اسے لبوڈا نے بڑے چیلنج کے ساتھ یہاں بھیجا ہے۔"

وہ سوچتا ہوا دروازے تک آیا۔ پھر دیوار سے لگ کر بولا۔ "کون ہے؟"

دروازے کے باہر سے نسوانی آواز سنائی دی۔ "دروازہ کھولو۔ میں ہوں۔ میں آئی ہوں۔"

علی چونک گیا۔ وہ آواز اس کی سماعت میں گونج رہی تھی۔ "میں ہوں۔ میں آئی ہوں....."

وہ آواز اس کی بیوی پامیلا کی تھی۔ بیوی مصیبت بن سکتی ہے۔ خطرہ نہیں بن سکتی۔ آخر جان لبوڈا نے کیا سوچ کر اسے بھیجا ہے؟

علی نے فوراً دروازہ کھولا۔ پھر پیچھے ہٹ گیا۔ پامیلا دونوں ہاتھوں میں ریوالور تھامے کھڑی ہوئی تھی۔ الپا پر نظر پڑتے ہی بولی "اس نے درست کہا تھا کہ ایک حسینہ میرے شوہر کو مجھ سے چھین رہی ہے۔"

اس نے الپا کا نشانہ لیا۔ الپا علی کے پیچھے چلی گئی۔ وہ بولا۔ "تماشا نہ بناؤ۔ اندر آؤ۔ تمہیں کس نے بتایا ہے کہ میں یہاں مل سکتا ہوں؟"

پامیلا نے کہا "کیا اب بھی سمجھ میں نہیں آیا۔ یہ جسم تمہاری بیوی پامیلا کا ہے لیکن دماغ جان لبوڈا کا ہے۔"

علی، الپا کے ساتھ پیچھے ہٹتے ہوئے بولا "اچھا تو تم لبوڈا ہو، میری بیوی کو آلۂ کار بنا کر لائے ہو۔"

"ہاں، پچھلی بار میں نے دیکھا تھا، تم بہترین فائٹر ہو، میرے کسی آلۂ کار کے قابو میں نہیں آؤ گے۔ تب یہ آئیڈیا دماغ میں آیا کہ پامیلا کو تمہارا ہرجائی پن بھی دکھاؤں گا اور تمہاری موت بھی بناؤں گا۔"

پامیلا یہ کہتی ہوئی کمرے کے اندر آ گئی۔ اس کی انگلی ٹریگر پر تھی۔ اور نشانے پر علی اور الپا دونوں ہی تھے۔ لبوڈا نے پامیلا کی زبان سے کہا۔ "تمہارے مقابلے پر ایسی ہستی ہے جس سے تم جنگ نہیں کر سکتے۔ یہ تم پر گولیاں چلائے گی۔ تم اس پر ہاتھ نہیں چلاؤ گے اور اگر تم اس سے ریوالور چھیننا چاہو گے تو جانتے ہو کیا ہو گا؟"

علی پوری توجہ سے ریوالور کو دیکھ رہا تھا۔ لبوڈا نے کہا "یہ تمہاری بیوی تمہارے سامنے اپنے ہی ریوالور سے خود کشی کرے گی۔ تم اسے زندہ دیکھنا چاہتے ہو تو اس سے ریوالور نہ چھیننا۔"

اس میں شبہ نہیں کہ لبوڈا نے علی کو مشکل میں ڈال دیا تھا۔ وہ پامیلا کو دل سے چاہنے والا شوہر تھا۔ اس کے بدن پر ہلکی سی خراش لانا بھی اسے گوارا نہیں تھا۔ وہ اسے پیار و محبت سے اپنی طرف مائل بھی نہیں کر سکتا تھا اس کے حواس پر لبوڈا چھایا ہوا تھا۔

الپا چپ چاپ پامیلا کے دماغ میں گئی تھی اور سمجھ گئی تھی کہ وہاں اپنی سوچ کی لہروں سے پامیلا کو قابو میں نہیں کر سکے گی۔ اس کے ہاتھ سے ریوالور بھی نہیں گرا سکے گی۔ اسکے دماغ پر لبوڈا کا مکمل قبضہ تھا۔

کمرے کا دروازہ بند تھا۔ پیچھے بالکونی کی طرف پردہ پڑا ہوا تھا، دن کی روشنی کمرے کے اندر نہیں تھی۔ وہاں صرف ایک بلب روشن تھا اور بس یہی ایک راستہ رہ گیا تھا۔ علی نے بجلی کی سی تیزی سے سوئچ کو آف کرتے ہوئے الپا کو دوسری طرف دھکا دیا۔ اندھیرا ہوتے ہی ریوالور سے گولی چلی۔ تاریکی میں شعلہ سا لپکا۔ پامیلا نے اپنے شوہر پر گولی چلائی تھی۔ اس کے ایک ساعت کے بعد ہی اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔

علی نے اندھیرے میں پامیلا کو پکڑ لیا تھا۔ اس کی کلائی موڑ کر ریوالور چھین لیا تھا۔ اسے اندازہ تھا کہ صوفہ کتنے فاصلے پر ہے۔ اس نے پامیلا کو صوفے پر پہنچا کر کہا۔ "لبوڈا! تمہارا یہ ناپاک ارادہ پورا نہیں ہوگا۔ پامیلا نہ تجھے قتل کرے گی نہ خود کشی کرے گی۔ اب ریوالور میرے ہاتھ میں ہے۔"

اس نے سوئچ بورڈ کے پاس آ کر بٹن کو آن کیا۔ کمرا پھر روشن ہو گیا لیکن پامیلا صوفے پر نہیں تھی۔ اس نے سر گھما کر دیکھا۔ وہ بالکونی کے پاس کھڑی تھی۔ لبوڈا اس کی زبان سے کہہ رہا تھا "میں نے وارننگ دی تھی کہ پامیلا سے ریوالور نہ چھیننا لیکن تم نے خود کو بہت ہی ذہین اور چالاک سمجھ لیا۔ اپنی دانست میں ریوالور چھین کر اسے خود کشی سے باز رکھا ہے مگر دیکھو اور اسے روکو۔ تمہاری پیاری شریکِ حیات جا رہی ہے۔"

وہ دوڑتی ہوئی بالکونی میں گئی۔ علی نے اس کے پیچھے دوڑتے ہوئے آواز دی "رک جاؤ۔ پامیلا! تمہیں میری جان کی قسم، رک جاؤ۔"

لیکن لبوڈا نے اسے رکنے نہیں دیا۔ علی کے بالکونی میں پہنچنے سے پہلے ہی پامیلا نے ریلنگ پر چڑھ کر نیچے چھلانگ لگا دی۔ اس کی آخری چیخ موت کی پستی میں جاتی ہوئی سنائی دی۔ پھر گہرا سناٹا چھا گیا۔

علی ٹھٹک گیا۔ اتنی بلندی سے چھلانگ لگانے کا نتیجہ ایک نادان بھی جانتا ہے۔ اس کے دل پر بوجھ سا پڑ گیا۔ موت سے لڑنے والا اپنی شریکِ زندگی کو موت سے نہ بچا سکا۔ وہ جھجکتا ہوا شرمندہ سا ہو کر بالکونی کی ریلنگ کے پاس آیا۔ پھر نیچے دیکھا۔

کیا دیکھا؟

قدرت کا تماشا دیکھا۔

وہ زمین پر کھڑی ہوئی تھی اور سر اٹھائے پانچویں منزل کی بلندی پر کھڑے ہوئے علی کو دیکھ رہی تھی۔

چشمِ فلک نے ہزارہا قدرت کے تماشے دیکھے ہیں۔ یہ بھی دیکھا ہے کہ ہزاروں فٹ کی بلندی سے گرنے والے طیارے کے تمام مسافر ہلاک ہوئے۔ صرف ایک سہاگن کی چوڑیاں نہیں ٹوٹیں۔ ٹرین کے حادثے میں ایک بوگی کے تمام مسافر چکنا چور ہو گئے صرف ایک بچہ سلامت رہ گیا۔ ایسے ہی حالات میں کہا جاتا ہے۔ جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے؟

اگر یہ ایمان ہو کہ دستِ قدرت سے ناممکن بھی ممکن ہو جاتا ہے تو پامیلا کا زندہ سلامت رہ جانا بہت زیادہ حیرانی کی بات نہیں تھی۔ جان لبوڈا کو یہ معلوم نہیں تھا کہ جس بالکونی کی بلندی سے وہ پامیلا کو چھلانگ لگانے پر مجبور کر رہا ہے۔ اس بالکونی کے نیچے سوئمنگ پول ہے۔

پامیلا کے چھلانگ لگاتے ہی لبوڈا تو مطمئن ہو کر چلا گیا تھا کہ اتنی بلندی سے پامیلا کا باپ بھی نہیں بچے گا لیکن وہ سیدھی سوئمنگ پول کے گہرے پانی میں گئی تھی۔ پھر ابھر کر تیرتی ہوئی کنارے پر آ گئی تھی۔ اسے حیرانی تھی کہ اب تک اپنے آپ میں کیوں نہیں تھی اور اپنی مرضی کے خلاف اپنے شوہر کارمن کو کیوں ہلاک کرنا چاہتی تھی۔ اور جب ہلاک کرنے میں ناکام رہی تو خود کشی کرنے کے لئے بالکونی سے کود پڑی تھی۔

وہ سوئمنگ پول سے نکل کر کنارے کھڑی ہو کر سر اٹھائے پانچویں منزل کی طرف دیکھنے لگی۔ اوپر علی نظر آیا تو اس نے ہاتھ ہلا کر پوچھا "یہ کیا ہو رہا ہے؟ میں نے چھلانگ کیوں لگائی تھی؟"

علی نے اوپر سے چیخ کر کہا "وہیں رہو، میں آ رہا ہوں۔"

پھر اس نے پلٹ کر الپا کے پاس آ کر اس کے دونوں بازوؤں کو خوشی سے جکڑ لیا۔ اسے جھنجھوڑتے ہوئے کہا "وہ زندہ ہے! میری پامیلا زندہ ہے۔ پلیز فوراً اس کے دماغ پر قبضہ جماؤ۔ ابھی وہ نارمل ہے۔ اس کا مطلب ہے لبوڈا نے اسے آزاد چھوڑ دیا ہے۔"

پھر وہ پامیلا کے پاس جانے کے لئے وہاں سے دوڑتا ہوا کمرے سے باہر چلا گیا۔ ان لمحات میں الپا کو شدت سے اپنی توہین کا احساس ہوا۔ اگر اپنا مطلوب و مقصود کسی دوسری کے لئے چھوڑ کر چلا جائے تو یہ بے عزتی کوئی برداشت نہیں کر سکتی۔

الپا ساکت کھڑی ہوئی برداشت کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ خود کو سمجھا رہی تھی "مجھے ذرا صبر کرنا چاہئے۔ کارمن فولاد ہے۔ اسے پامیلا سے توڑنے اور اپنے ساتھ جوڑنے میں وقت لگے گا۔ پھر کارمن، پامیلا اور میرے درمیان سرکاری معاملات ہیں، مجھے جذبات میں بہہ کر فرائض کو نہیں بھولنا چاہئے۔"

وہ تھوڑی دیر تک اپنے آپ کو سمجھاتی رہی پھر پامیلا کے دماغ میں گئی۔ علی اسے آغوش میں لے کر بھرپور محبت سے پیش آ رہا تھا۔ الپا فوراً ہی واپس آ گئی۔ وہ ایسی ہی دیوانہ وار محبت چاہتی تھی جو دوسری کو مل رہی تھی۔

اس کا فرض تھا کہ وہ الپا کے دماغ پر قبضہ جما کر رکھتی تاکہ لبوڈا دوبارہ آ کر اسے نقصان نہ پہنچائے، لیکن اس نے ناگواری سے سوچا "لبوڈا آتا ہے تو آئے۔ میں پامیلا کی چوکیدار نہیں ہوں۔ اگر اسے نقصان پہنچے گا تو میں رپورٹ دوں گی کہ مجھ سے پہلے پھر ایک بار لبوڈا اس کے دماغ پر قبضہ جما چکا تھا۔ اس لئے میں پامیلا کو نہ بچا سکی۔"

وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی بالکونی میں آئی۔ وہاں سے دیکھا۔ نیچے سوئمنگ پول کے کنارے کارمن اپنی شریکِ حیات پر قربان ہو رہا تھا۔ الپا کو یہ محرومی غصہ دلا رہی تھی کہ وہ کارمن کو اپنے لئے ہوٹل کے اس کمرے میں لائی تھی۔ جو کچھ اسے حاصل ہوتا تھا، وہ پامیلا کو حاصل ہو رہا تھا۔

سوال یہ بھی پیدا ہو رہا تھا۔ کیا پامیلا کارمن (علی) کو اپنے ساتھ لے جائے گی اور وہ تنہا نامراد رہ جائے گی؟ اگرچہ بیوی کا حق زیادہ ہوتا ہے لیکن پہلے آؤ، پہلے پاؤ کے اصول کے مطابق الپا نے آج اس مرد کو پہلے پایا تھا، اور پا کر بھی محروم ہو رہی تھی۔

وہ برداشت نہ کر سکی۔ الپا کے اندر پہنچ کر اسے علی سے الگ کر دیا۔ اس نے پوچھا "کیا ہوا؟ مجھ سے دور کیوں ہو گئیں؟"

وہ ..... سوچتی ہوئی نظروں سے علی کو دیکھتے ہوئے بولی "پتا نہیں کیسے دور ہو گئی۔ میں تو تمہارے اندر سما جانا چاہتی تھی۔"

علی نے فوراً سر اٹھا کر دیکھا۔ پانچویں منزل کی بالکونی کی ریلنگ پر الپا دکھائی دی۔ نظریں ملتے ہی وہ ریلنگ سے ہٹ گئی۔ بالکونی میں نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ بڑی حد تک بات سمجھ میں آ گئی۔ اس نے الپا سے کہا تھا کہ پامیلا کے دماغ پر چھا جائے تاکہ لبوڈا پھر کوئی شیطانی حرکت نہ کرے۔

اگر ابھی لبوڈا نے اس کی بیوی کو اس کی آغوش سے الگ کیا ہے تو اس کا مطلب ہے الپا نے فرض کی ادائیگی میں کوتاہی کی ہے۔ اگر وہ فرض شناس ہے اور پامیلا کے دماغ میں موجود رہی تھی تو پھر اس نے بیوی کو شوہر سے الگ کیا ہے۔

علی نے تسلیم کیا کہ وہ عورت جو اپنے جذبات لے کر اس کے ساتھ آئی تھی، وہ شوہر کے ساتھ بیوی کے بھی جذبات برداشت نہیں کر رہی تھی۔ اسے چاہئے تھا کہ وہ اوپر سے الپا کو اپنے ساتھ پامیلا کے پاس لاتا لیکن اس نے پامیلا کی نئی زندگی کی خوشی میں بھول کر الپا کا بھاؤ گرا دیا تھا اور اسے حسد کی آگ میں جلا رہا تھا۔

وہ پامیلا کا ہاتھ تھام کر ہوٹل کی لابی میں آیا۔ پامیلا کو ایک صوفے پر بیٹھنے کو کہا پھر ٹیلیفون کے پاس جا کر ریسیور اٹھا کر آپریٹر سے کمرا نمبر پانچ سو پانچ سے رابطہ کرنے کو کہا۔ آدھے منٹ میں رابطہ ہو گیا۔ الپا کی آواز سنائی دی، وہ بولا "سوری، پامیلا کو زندہ پا کر خوشی میں بہت کچھ بھول گیا۔ میرے جذبات کو سمجھو، میں نے تمہیں نظر انداز نہیں کیا ہے۔"

"تم نے ابھی رابطہ کر کے ثابت کر دیا ہے کہ مجھے نظر انداز نہیں کیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ مجھے کباب میں سے نکل جانا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

جاہئے۔"

"ایسی باتیں نہ کرو۔ آج ہماری پہلی ملاقات ہے۔ یہ ملاقات اتنی جلدی ختم نہیں ہوگی۔"

"تمہاری بیوی کو دکھ ہوگا۔"

"تم نیچے آؤ۔ ہم اسے گھر پہنچائیں گے۔ تم اسے سلا دینا۔ اس کے بعد ہمیں دشمنوں سے بھی نمٹنا ہے' اور پیار بھرے دن رات بھی گزارنے ہیں۔"

وہ خوش ہو کر بولی "تم اسے گھر لے جاؤ' میں اپنے گھر جارہی ہوں۔ وہاں سے الپا پر عمل کروں گی۔ اس کے دماغ کو لاک کردوں گی تو لبوڈا بھی اسے نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔"

علی نے ریسیور رکھ دیا۔ پامیلا کو لے کر گھر کی طرف جانے لگا۔

وہ نارمل تھی جان لبوڈا پلٹ کر نہیں آیا تھا۔ اسے پانچویں منزل سے چھلانگ لگانے پر مجبور کرنے کے بعد وہ مطمئن ہوگیا تھا کہ وہ مرچکی ہے۔ کارمن اپنی بیوی کا ماتم کررہا ہوگا۔ جوش اور غصے میں آکر وہ اور اس کا سسر کوئی ایسی احمقانہ حرکت کرسکتے ہیں جس کے نتیجے میں اسے پھر ایک بار گولڈن برینز کے درمیان جگہ بنانے کا موقع مل سکے گا۔

وہ دوسرے معاملات میں مصروف رہ کر اس بات کا منتظر تھا کہ کارمن یا راجر موس سفارتی سطح پر اسے پامیلا کے قتل کا الزام دیں گے۔ وہ اپنے خاص ٹیلی پیتھی جاننے والے بی جی تھرہال کے سلسلے میں مصروف تھا اس کے لئے یہ خطرہ بڑھتا جارہا تھا کہ فرہاد علی تیمور تھرہال کی اصلیت معلوم کرچکا ہے وہ تھرہال کو فرہاد کے خطرے سے بچانے کی فکر میں تھا۔ جب کئی گھنٹے گزر گئے تو اس نے سوچا' پامیلا کی موت کا ردِ عمل کیوں نہیں ہورہا ہے؟

اس نے خیال خوانی کے ذریعے تل ابیب میں رہنے والے آلہ کار کو مخاطب کیا پھر پوچھا "پامیلا کی موت کا ری ایکشن کیوں نہیں ہورہا ہے؟"

"جناب! کیسی موت! وہ تو زندہ ہے۔"

"زندہ ہے؟ کیا بکواس کررہے ہو۔"

"آپ نے اسے پانچویں منزل سے گرایا تھا۔ لیکن لوکیشن کا خیال نہیں رکھا تھا۔ اس حصے میں سوئمنگ پول ہے۔ وہ پانی میں گری تھی۔"

لبوڈا کی سمجھ میں آگیا۔ اس نے آس پاس کے ماحول کو اچھی طرح نہیں سمجھا تھا۔ یہی یقین کافی تھا کہ بلندی سے گرنے والی زندہ نہیں بچے گی اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ پامیلا کے پاس آیا۔ اس نے سانس روک لی۔ وہ واپس آگیا' یہ دوسری ناکامی تھی۔ تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ کو پرائی سوچ کی لہروں کے لئے حساس بنادیا گیا تھا۔ اب وہ پامیلا کو کارمن کی کمزوری نہیں بناسکتا تھا۔

اس نے اپنے آلۂ کار سے پوچھا "کیا تم میں ایسے ذہین اور چالاک لوگ نہیں ہیں جو کارمن کو قابو میں کرسکیں یا اسے کہیں بھی گولی مارسکیں؟"

"ایسے لوگ ہیں۔ میری پوری کوشش یہی ہوگی کہ جہاں بھی موقع ملے اس کا کام تمام کردیا جائے۔"

"کیا یہ معلوم ہوا کہ ہوٹل کے کمرے میں کارمن کے ساتھ وہ لڑکی کون تھی؟"

"یہ معلوم نہ ہوسکا۔ وہ ہوٹل سے کہیں چلی گئی تھی۔"

"کارمن ابھی کہاں ہوگا؟"

"پتا نہیں سر! پامیلا کے زندہ بچنے کے بعد ہم دو گھنٹے تک آپ کا انتظار کرتے رہے۔ آپ نے رابطہ نہیں کیا تو یہی سمجھ میں آیا کہ آپ کارمن اور پامیلا کو نظر انداز کررہے ہیں۔"

"میں رابطہ نہ کروں تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم لوگ ڈیوٹی چھوڑ دو۔ میں ہزاروں معاملات میں مصروف رہتا ہوں اور تم لوگ ایک معاملے کو ہینڈل نہیں کرسکتے۔ تم لوگوں کی نالائقی سے مجھے ناکامیوں کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچنے لگا۔ اس کی اپنی بھی غلطیاں تھیں اس نے آس پاس توجہ دیئے بغیر پامیلا کو پانی میں گرادیا تھا۔ پامیلا اور کارمن پر اتنی توجہ دی تھی کہ باقی اہم باتیں بھول گیا تھا۔ اس نے یہ معلوم کرنا ضروری نہیں سمجھا کہ کارمن کے ساتھ جوان دوشیزہ کون تھی۔ اگر معلوم ہوجاتا کہ وہ الپا تھی تو پامیلا کو چھوڑ کر اس ٹیلی پیتھی جاننے والی کے پیچھے پڑ جاتا۔

یہ اس کی بدقسمتی تھی کہ وہ علی کو بھی نہیں پہچان رہا تھا۔ اسے ایک نیا گولڈن برین سمجھ رہا تھا۔ اگر علی کی حقیقت سے واقف ہوجاتا تو ہوٹل میں کارمن اور الپا کو چھوڑ کر نہ جاتا ان کی جان سے کھیلنے کے لئے جان کی بازی لگادیتا۔

الپا نے جان لبوڈا کا راستہ روکنے کے لئے پامیلا پر تنویمی عمل کیا تھا۔ اس کے بعد فون پر علی سے پوچھا "اب کہاں ملاقات ہوگی؟"

اس نے کہا "اب تک جان لبوڈا کو معلوم ہوچکا ہوگا کہ وہ انتقامی کارروائی میں ناکام رہا ہے۔ اس کے آلۂ کار ہمیں ہوٹلوں تفریح گاہوں میں ڈھونڈتے پھررہے ہوں گے۔ میری رہائش گاہ کی بھی نگرانی ہورہی ہوگی۔"

"دیکھو کارمن! وعدے سے نہ پھرنا۔ آندھی آئے طوفان آئے' میں آج تم سے ضرور ملوں گی۔"

"ملنے کی ایک ہی جگہ ہے۔"

"کون سی جگہ ہے وہ۔ میں کانٹوں پر بھی چل کر آؤں گی۔"

"یہ ... دوست اور دشمن تمہیں صورت سے نہیں پہچانتے ہیں' کیا یہ درست ہے؟"

"درست ہے۔"

"آج بھی تم میک اپ میں رہیں' وہ تمہارا اصلی چہرہ نہیں تھا؟"

"یہ بھی درست ہے۔"

"اور ابھی تم اپنی رہائش گاہ میں ہو؟"

"ہاں' مگر کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"یہی کہ اگر میں تمہارے گھر چلا آؤں تو وہاں ہم دونوں دشمنوں کو نظر نہیں آئیں گے۔"

"دشمن تمہارا تعاقب کرتے ہوئے آجائیں گے۔"

"میں حلیہ بدل کر آؤں گا۔ نہ کوئی پہچانے گا نہ تعاقب کرے گا۔"

"کارمن! آج تک میں نے کسی کو اپنی رہائش گاہ کا پتا نہیں بتایا ہے۔"

"اگر "کسی" میں' میں بھی شامل ہوں تو مجھے بھی نہ بتاؤ۔"

"میں تمہارے لئے ایک اصول توڑ سکتی ہوں' لیکن گولڈن برینز نے مجھے سختی سے تاکید کی ہے کہ میری رہائش گاہ کا علم کسی کو نہیں ہونا چاہئے۔"

"گولڈن برینز کو تو علم ہوگا۔"

"چھ گولڈن برینز میں سے ایڈگر سلومن اور میجر ارڈلے میری رہائش گاہ جانتے ہیں۔ واسکوڈی تھرہال اور جان روبن کو جے مورگن کا پتا معلوم ہے۔ راجر موس اور جان نوبل ہمارے تیسرے خیال خوانی کرنے والے ہیری ہوگن کا گھر جانتے ہیں۔"

علی نے کہا "میں ایڈگر سلومن کی جگہ گولڈن برین ہوں لہٰذا مجھے تمہارا پتا معلوم ہونا چاہئے۔"

"تم مستقل نہیں قائم مقام گولڈن برین ہو۔ اس لئے کہتی ہوں کہ اصول توڑ کر تمہیں پتا بتارہی ہوں۔ میں تل ابیب میں نہیں ہوں۔ تم گھر سے نکلو اور ہائی وے پر آؤ۔ جب تمہیں یقین ہوجائے کہ کوئی تعاقب نہیں کررہا ہے تو میں فون کے ذریعے پتا بتادوں گی۔"

علی پامیلا کو اس کے میکے یعنی راجر موس کے گھر لایا تھا۔ وہیں ایک بیڈ روم میں الپا نے اسے تنویمی نیند سلادیا تھا۔ راجر موس کے بنگلے کے اطراف سخت پہرا رہتا تھا۔ دور دور تک نظر رکھی جاتی تھی کہ کوئی اس بنگلے کی نگرانی نہ کرسکے۔ علی اپنی شریکِ حیات کو وہاں چھوڑ کر اپنا حلیہ تبدیل کرچکا تھا۔ پہرا دینے والے ایک فوجی کا بہروپ بدل چکا تھا۔ صبح جوانوں کی ڈیوٹی بدل رہی تھی۔ وہ ڈیوٹی بدلنے والوں کے ساتھ فوجی گاڑی میں گیا۔ پھر ایک افسر کے گھر پہنچ کر وہاں لباس تبدیل کرنے کے بعد ایک کار ڈرائیو کرتا ہوا ہائی وے پر آگیا۔

اس نے موبائل فون پر رابطہ کیا پھر کہا "میں ہائی وے پر ہوں۔"

الپا نے کہا "وہاں سے ساحلی راستے پر آجاؤ۔ ساٹھ میل کی ڈرائیو ہے' میں حیفہ میں ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں آرہا ہوں۔"

اس نے رابطہ ختم کردیا۔ میں نے علی سے کہہ دیا تھا کہ دو گھنٹے بعد آؤں گا اس لئے وہ سست رفتاری سے کار چلاتے ہوئے حیفہ کی سمت جانے لگا۔ وہ فطرتاً خواتین بیزار تھا۔ یہ چاہتا تھا کہ الپا کے ساتھ تنہائی میں ایک منٹ بھی گزارنا نہ پڑے۔ اس سے ملاقات ہوتے ہی اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کردے پھر اس کا فرض پورا ہوجائے گا اور میں اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنالوں گا۔

اسے سوا گھنٹے میں وہاں پہنچنا چاہئے تھا۔ وہ دو گھنٹے میں پہنچا۔ الپا نے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا "تم کارمن آرہے تھے یا خچر؟ کیا اتنی دیر لگتی ہے؟"

وہ بات بناتے ہوئے بولا "میں نے سنا ہے محبوب کو انتظار میں جتنا تڑپایا جائے اتنی ہی محبت بڑھتی جاتی ہے۔"

"کبھی اس کے برعکس بھی ہوتا ہے۔ محبت کرنے کا چانس ختم ہوجاتا ہے۔ اوپر سے احکامات صادر ہوئے ہیں کہ ہمیں اسی وقت جولان کے پہاڑی علاقے میں جانا ہے۔"

علی نے کمرے میں آکر فون کے ذریعے راجر موس سے رابطہ کیا' پھر پوچھا "انکل! کیا نئے احکامات ہیں؟"

"ہاں جولان کی پہاڑی بستیوں میں عربوں کی اکثریت کو ختم کرنا ہے اور اتھوپیا سے آنے والے یہودیوں کو وہاں آباد کرنا ہے۔ لیکن وہاں چار گاؤں کے عربوں نے منظم بغاوت کی ہے۔ ہماری فوج نے ان کا محاصرہ کیا ہے۔ الپا ان باغیوں کے سربراہوں کے دماغوں میں پہنچ کر ان کے باغیانہ جذبات کو ختم کرے گی اور ہماری تابعداری پر مجبور کرے گی۔ ان میں سے جو عرب قابو میں نہ آئے' اسے تم جہنم میں پہنچاؤ گے۔"

"اچھی بات ہے۔ میں الپا کے ساتھ جارہا ہوں۔"

الپا نے ویڈیو کیمرا اور ایک بیگ لیا۔ اس بیگ میں لکھنے پڑھنے کا سامان تھا تاکہ وہ لیڈی اخبار رپورٹر دکھائی دیتی رہے۔ وہ دونوں کار میں بیٹھ کر ائرفورس کے ایک ڈبے پر آئے پھر فوجی ہیلی کاپٹر میں بیٹھ کر وہاں سے جولان کی پہاڑیوں کی طرف جانے لگے۔

میں نے علی کے پاس آکر کوڈ ورڈز ادا کئے۔ اس نے کہا "پاپا! الپا کا مقدر ساتھ دے رہا ہے۔ ابھی میں اسے کمزوری میں مبتلا نہیں کرسکوں گا اور نہ ہی آپ اسے تابعدار بنا سکیں گے۔"

اس نے بتایا کہ جولان کے علاقے میں عرب مسلمانوں کی زمینیں چھینی جارہی ہیں اور وہاں یہودیوں کو آباد کیا جارہا ہے۔ یہ واقعہ یوں پیش آرہا تھا کہ اتھوپیا کے شمالی مغربی صوبے ٹیگرے اور گونڈار دنیا کے غریب اور پسماندہ ترین علاقے رہے ہیں۔ یہاں صدیوں سے سیاہ فام یہودی آباد ہیں۔ ان یہودیوں کو فلاشا کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ ان کی زبان میں فلاشا کے معنی اجنبی یا خانہ بدوش کے ہیں۔ یہ گوری نسل کے یہودیوں کے مقابلے میں غیر تعلیم یافتہ اور غیر مہذب ہیں اور صدیوں سے ارضِ فلسطین کو اپنا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

نظریاتی اور روحانی وطن کہتے آرہے ہیں۔

اسرائیل کے یہودی پہلے ان کالے یہودیوں کو تسلیم نہیں کرتے تھے۔ لیکن ۱۹۷۲ء میں ان کے سب سے بڑے ربی اواڈیا یوسف نے فتویٰ جاری کیا اور کہا "فلاش یہودی دراصل گمشدہ ڈان قبیلے کی اولادیں ہیں جن کا ذکر توریت میں آیا ہے۔ حویلا کی سرزمین پر یہ قبیلہ آباد تھا۔"

اس فتوے کے بعد ایتھوپیا کے کالے کلوٹے یہودی ان کے لئے عربوں کے مقابلے میں عزیز ہوگئے۔ انہوں نے مسلمانوں کی آبادی کم کرنے اور اپنی قومی اکثریت بڑھانے کے لئے فلاشا یہودیوں کو اسرائیل میں آباد ہونے کی اجازت دے دی۔ چونکہ فلاشا غیر مہذب تھے اس لئے انہیں شہروں سے دور جولان کی پہاڑیوں میں آباد کرنے لگے۔

اس علاقے کے عربوں نے کوئی سات برس پہلے احتجاج کیا تھا ان کے احتجاج کو فوج کے ذریعے دبادیا گیا تھا۔ اب پھروہی صورتِ حال تھی۔ پانی سر سے اونچا ہورہا تھا۔ فلاشا یہودیوں کی مداخلت اور ان کی آباد کاری عرب مسلمانوں کی برداشت سے باہر ہوگئی تھی اس لئے بغاوت شروع ہوگئی تھی اور خاص مسلمان باغیوں کو ہلاک کرنے کا ناپسندیدہ اور غیر اسلامی فریضہ علی تیمور کے سر آپڑا تھا۔

ہیلی کاپٹر پہاڑی کے سامنے ایک میدان میں اترا۔ علی اور الپا نے دیکھا پہاڑی کے نشیب و فراز میں کچے پکے مکانات نظر آرہے تھے۔ مکانوں کے دروازے بند تھے کیونکہ بستی میں کرفیو نافذ کیا گیا تھا۔ ہوا کے لئے صرف کھڑکیاں کھلی ہوئی تھیں۔ ایک فوجی افسر نے دو سپاہیوں کے ساتھ ان کا استقبال کیا۔ ان کے لئے ایک جیپ مخصوص کی گئی تھی۔ علی نے الپا کے ساتھ جیپ میں بیٹھتے ہوئے افسر سے پوچھا "کیا پوزیشن ہے؟"

افسر نے کہا "ہم نے تین دن ہوئے پانی اور بجلی کی سپلائی بند کردی ہے۔ پھر بھی یہ کمبخت مسلمان باغیانہ حرکتوں سے باز نہیں آرہے ہیں۔ کرفیو کے وقفے میں فلاشا یہودیوں کو قتل کرتے ہیں اور ان کے گھروں سے راشن چرا کرلے جاتے ہیں۔"

علی نے کہا "پانی اور بجلی کی طرح راشن کی بھی سپلائی بند کی ہے۔ یہ تو ظلم ہے' بستی میں عورتیں اور بچے بھی ہیں۔"

افسر نے کہا "سر! ہمارے یہودیوں کی بھی عورتیں اور بچے ہیں پانی اور بجلی کی سپلائی بند کرنے سے ہماری قوم کے لوگوں پر بھی مصیبت آگئی ہے۔"

الپا نے کہا "بستی کا محاصرہ کرنے اور کرفیو نافذ کرنے سے مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ تم کہتے ہو انہیں تین دنوں سے پانی نہیں دیا گیا ہے۔ آخر وہ پیتے کیا ہیں اور جیتے کیسے ہیں؟"

"مادام! ان پہاڑیوں مین غار اور پیچیدہ درّے ہیں اصل بغاوت کرنے والے عرب وہاں چھپے رہتے ہیں۔ انہیں جب بھی موقع ملتا ہے وہ فائرنگ کرتے ہوئے آتے ہیں اور مسلمانوں کے کئی گھروں میں پانی کے مشکیزے دیتے ہوئے واپس چلے جاتے ہیں۔"

الپا نے پوچھا "کیا تمہارا محاصرہ مضبوط نہیں ہے؟"

"مضبوط ہے۔ مگر بستی کے پیچھے پہاڑیاں ہیں۔ وہاں پہرا دینے والے ہمارے اکثر فوجی مارے جاتے ہیں۔ یہ پتا نہیں چلتا وہ کہاں سے فائرنگ کررہے ہیں۔ وہ محاصرہ توڑنے کے بعد بستی میں آتے ہیں پھر فوراً لوٹ جاتے ہیں۔"

علی نے پوچھا "کیا تم نے بستی میں اعلان کرایا ہے کہ دو مسلمان اخباری رپورٹر اور فوٹوگرافر صورت حال کا جائزہ لینے اور ان کے مسائل دنیا والوں تک پہنچانے آئے ہیں؟"

"جی ہاں' ہم پچھلے چار گھنٹوں میں دوبار اعلان کرچکے ہیں۔ بستی کے اندر جانے کے لئے ایک بند گاڑی میں جانا پڑتا ہے۔ عرب عورتیں اور بچے چھپ چھپ کر پتھر مارتے ہیں۔"

الپا نے پریشان ہوکر کہا "ہماری آمد کے اعلان پر پتھر مارنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہمیں مسلمان نہیں سمجھ رہے ہیں یا زر خرید مسلمان سمجھ رہے ہیں۔"

علی چاہتا تھا کہ الپا بستی میں جاکر کسی مسلمان کی آواز نہ سنے۔ اس نے کہا "تم نہ جاؤ۔ میں تنہا جاؤں گا۔ پہلے ان کا اعتماد حاصل کروں گا۔"

وہ بولی "تمہاری جان سستی نہیں ہے۔ میں تمہیں نہیں جانے دوں گی۔ ہم دوسری تدبیر آزمائیں گے۔"

"وہ تدبیر کیا ہے؟"

وہ فوجی افسر سے بولی "تم اپنے جوانوں کے ساتھ بند گاڑی میں جاؤ اور اعلان کرو کہ دو مسلمان رپورٹر اور فوٹوگرافر آچکے ہیں اس بستی کے دو معزز عرب کیمپ میں آکر ان سے ملاقات کریں۔ اگر معزز عربوں کو یقین ہوجائے گا کہ یہ اخبار والے مسائل کے پُرامن حل کے لئے آئے ہیں تو پھر رپورٹر اور فوٹوگرافر بستی میں آئیں گے پھر پانی اور بجلی کی سپلائی بحال کریں گے۔"

یہ معقول تدبیر تھی۔ افسر نے بند گاڑی میں بیٹھ کر یہ اعلان کرایا تو دو بزرگ بستی سے باہر کیمپ میں آئے۔ انھوں نے علی اور الپا سے مصافحہ کیا۔ علی نے انہیں سلام کرتے ہوئے مصافحہ گرم جوشی سے کیا۔ ایک بزرگ نے پوچھا "تمہارا نام کیا ہے؟"

"میرا نام اسد علی ہے۔"

بزرگ نے کہا "تم مسلمان ہو۔ مگر یہ لڑکی مسلمان نہیں ہے۔"

الپا نے بزرگ کو گھور کر دیکھا' علی نے پوچھا "یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں؟"

"اسلامی طور طریقے ظاہر کردیتے ہیں۔ یہ مسلمان ہوتی تو تمہاری طرح بزرگوں کو سلام کرتی۔"

علی نے کہا "اعلیٰ حضرت! یہ سلام کرنا بھول گئی۔ بھولنے کی سزا یہ تو نہیں ہوسکتی کہ اسے اسلام سے خارج کردیا جائے۔"

"جب داخل ہی نہیں تھی تو اسے خارج کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تم یا تو اس لڑکی سے پوری طرح واقف نہیں ہو یا پھر اس کے فریب میں شامل ہو۔"

الپا نے کہا "مسٹر اولڈمین! تم مجھے فریبی کہہ رہے ہو۔"

"لڑکی! تم ایک بلا ہو' ابھی تم نے تلاوت کلام پاک کے دوران مخل ہونا چاہا پھر واپس چلی گئیں۔"

الپا شدید حیرانی سے اس معمّر شخص کو دیکھنے لگی۔ وہ سفید لباس میں تھے۔ داڑھی اور سر کے بال بھی سفید تھے اور کوئی فرشتہ لگ رہے تھے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ الپا کی طرح میں بھی بزرگ کے دماغ میں گیا تھا۔ میں ایک طویل عرصے سے خیال خوانی کرتا آرہا ہوں۔ ہزاروں انسانوں کے دماغوں میں جاکر میں نے عجب تماشے دیکھے بھی ہیں اور عجب تماشے کئے بھی ہیں لیکن بزرگ کے دماغ میں خداوند کریم کی حیران کردینے والی قدرت دیکھی۔ وہ بزرگ الپا اور علی کے سامنے زبان سے گفتگو کررہے تھے اور ان کا دماغ تلاوت میں مصروف تھا۔

میں نے ان کے خیالات پڑھنے کی کوشش کی' نہ پڑھ سکا۔ الپا نے بھی یہی کوشش کی ہوگی۔ ان کے دماغ پر قبضہ جمانا چاہا ہوگا۔ لیکن کلامِ الٰہی پر کون قبضہ جما سکتا ہے۔ وہ کلام' وہ آیتیں بزرگ کے پورے دماغ پر چھائی ہوئی تھیں۔ ہماری سوچ کی لہروں کے لئے وہاں کوئی جگہ نہیں تھی۔

الپا کو یہ سن کر غصہ آرہا تھا کہ بزرگ نے اسے بلا کہا ہے۔ وہ غصہ برداشت کررہی تھی۔ ان کے خلاف کوئی قدم اٹھا کر پوری بستی کو مشتعل نہیں کرنا چاہتی تھی۔ علی نے کہا "محترم! میں اپنی ساتھی کی طرف سے معافی چاہتا ہوں۔ اب ہمیں بستی کے مسئلے پر گفتگو کرنا چاہئے۔"

انہوں نے کہا "تل ابیب میں عربوں کو رہائش اختیار کرنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ ہم یہودیوں کو اپنی بستی میں دیکھنا نہیں چاہتے۔"

افسر نے کہا "یہ ملک ہم یہودیوں کا ہے' تمہارا نہیں ہے۔"

"توریت' انجیل اور قرآن مجید تمام آسمانی کتابیں گواہ ہیں کہ سرزمینِ فلسطین یہودیوں' عیسائیوں اور مسلمانوں کی مشترکہ روحانی ملکیت ہے۔"

الپا نے کہا "تاریخ گواہ ہے کہ اس زمین پر سب سے زیادہ یہودی رہتے آئے ہیں۔"

بزرگ نے کہا "اور تاریخ گواہ ہے کہ سب سے زیادہ یہودی ذلیل و خوار کرکے اس زمین سے نکالے گئے۔"

"شاہ ہیڈرین نے ۱۳۵ء میں تمہاری قوم کو بیت المقدس سے نکال دیا تھا۔ اس شہر میں صدیوں تک تمہاری قوم کا داخلہ ممنوع رہا۔

"۱۴۱۰ء میں یہودی قوم نے عیسائی حکمرانوں سے اجازت حاصل کی کہ وہ آس پاس کی پہاڑیوں پر سے بیت المقدس کو دیکھ سکیں۔

"انیسویں صدی میں تمہارے ربیوں کی درخواست پر تمہارے آباؤاجداد کو حرم کے باہر دیوار کے دوسری جانب گریہ وزاری کی اجازت دی گئی' لیکن یہ حکم تھا کہ وہ دیوار سے تیس فٹ دور رہیں۔

لڑکی! تو تاریخ کی بات کرتی ہے اور تاریخ بتاتی ہے کہ تمہاری قوم کیسی ذلیل اور شکست خوردہ زندگی یہاں گزارتی رہی ہے۔

"یہودی دنیا کی سب سے مکّار قوم ہے۔ اس قوم نے پہلے دُور پہاڑیوں سے بیت المقدس کو دیکھنے کی اجازت حاصل کی۔ پھر بیت المقدس سے تیس فٹ کے فاصلے تک آنے کی اجازت لی اور آج پورے فلسطین کے مالک و مختار بن گئی ہے۔"

الپا نے کہا "تم ہمارے عمل کو مکّاری کہتے ہو' اور ساری دنیا اسے سیاست کہتی ہے۔ اس بحث کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ میں اور میرا ساتھی بستی میں جاکر دوسرے معززین اور ان باغیوں سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں جنہیں تم مجاہدین کہتے ہو۔"

"ہونا تو یہ چاہئے کہ صرف یہ مسلمان اسد علی ہماری بستی میں آئے لیکن یہ آگہی ہے کہ یہ لڑکی ہماری بستی میں آئے گی تو اس کا دل اور اس کی دنیا بدل جائے گی۔ جو کاتبِ تقدیر کی مرضی' وہ ہماری مرضی ہے۔ جب چاہو چلے آؤ۔"

وہ بزرگ اپنے ساتھی بزرگ کے ساتھ چلے گئے۔ رات کی تاریکی پھیل چکی تھی۔ علی نے افسر سے کہا "ہماری روانگی سے پہلے بستی کی بجلی اور پانی بحال کردو۔"

افسر نے ماتحت کو حکم دیا "جو تار کاٹے گئے ہیں انہیں جوڑ دو اور پانی کا والو کھول دو۔"

پندرہ منٹ میں ان احکامات کی تعمیل ہوگئی' علی نے کہا "الپا! ہم وہاں تنہا جائیں گے اور کوئی باڈی گارڈ نہیں ہوگا۔"

وہ بولی "یہ حماقت ہوگی۔ دشمنوں کی بستی میں مسلح باڈی گارڈز کا ہونا لازمی ہے۔"

"کیا وہ تمام مسلح فوجیوں کو داخل ہونے دیں گے؟"

"میں تمام کی بات نہیں کررہی ہوں۔ کم از کم چار مسلح جوانوں کو ہمارے ساتھ ہونا چاہئے۔"

"اگر کوئی گڑبڑ ہوگی تو وہ چاروں کیا ہمیں زندہ سلامت بستی سے نکال کر لاسکیں گے۔ جبکہ یہ فوج بستی میں داخل ہونے کی جرأت نہیں کرتی ہے۔ پہاڑی غاروں اور چٹانوں کے پیچھے مجاہدین نے مورچے بنا رکھے ہیں۔"

وہ قائل ہوکر بولی "درست کہتے ہو۔ دو چار باڈی گارڈز ہمارے کام نہیں آسکیں گے' لیکن ہمیں ان کی موجودگی سے ذرا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

حوصلہ رہے گا۔"

"کمزور حوصلے اور جھوٹی تسلی سے تحفظ حاصل نہیں ہوتا۔ اگر ہم باڈی گارڈز کے بغیر جائیں گے تو وہ متاثر ہو کر سوچیں گے کہ ہم ان پر بھروسا کر رہے ہیں اس لئے کسی فوجی کے بغیر آئے ہیں۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "کیا مصیبت ہے۔ بستی کے دو بوڑھے آئے' ایک گونگا رہا دوسرا بولتا رہا۔ میں بولنے والے کے دماغ پر قبضہ نہ جما سکی۔ اسی لئے بستی میں جانا ضروری ہو گیا ہے۔"

"تو پھر چلو' فکر نہ کرو۔ میں تمہیں زندہ سلامت واپس لاؤں گا۔"

وہ علی کے ساتھ جیپ میں بیٹھ کر بستی میں داخل ہوئی۔ بجلی کی بحالی سے راستے گلیاں اور مکان روشن ہو گئے تھے۔ عورتیں اور بچے ہاتھوں میں پتھر لئے اپنے مکانوں کی کھڑکیوں سے جھانک رہے تھے۔ کئی مرد بندوقیں لئے چھتوں پر اور پہاڑی ٹیلوں پر نظر آ رہے تھے۔ الپا بری طرح سہمی ہوئی تھی لیکن کوئی حملہ نہیں کر رہا تھا۔

سب حیرانی سے اور سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے کیونکہ یہودی بند گاڑی میں مسلح جوانوں کے ساتھ آتے تھے جبکہ الپا اور علی کھلی جیپ میں آئے تھے اور ان کے ساتھ مسلح فوجی نہیں تھے۔

ایک راستے پر وہی فرشتہ صورت و فرشتہ خصلت بزرگ' چند بستی والوں کے ساتھ کھڑے ہوئے تھے۔ علی نے ان سے دور اپنی جیپ روک دی۔ الپا کے ساتھ جیپ سے اتر کر پیدل چلتا ہوا ان کے قریب گیا۔ سب لوگوں نے گرم جوشی سے استقبال کیا۔ بزرگ نے کہا "یہ سامنے والا مکان تمہارے قیام کے لئے ہے۔ ہمارے ساتھ آؤ۔ یہاں مسائل پر گفتگو بھی ہو گی اور صبح تک قیام بھی رہے گا۔"

الپا نے کہا "ہم یہاں رات نہیں گزاریں گے۔ مذاکرات کے بعد چلے جائیں گے۔"

بزرگ نے کہا "تمہارے مقدّر میں لکھا ہے کہ آج رات ہماری مہمان رہو گی۔"

"میں تقدیر بدلنا جانتی ہوں۔"

"ٹھیک پانچ منٹ کے بعد بجلی چلی جائے گی تاریکی میں کیسے جاؤ گی؟"

علی نے کہا "فوجی افسر نے یقین دلایا ہے بجلی نہیں کاٹی جائے گی۔"

"ہماری بستی میں فوجی افسر کے حکم سے بجلی نہیں رہے گی۔ مجاہدین ابھی تار کاٹ دیں گے۔"

"تعجب ہے بجلی لازمی ہوتی ہے اور آپ لوگ تار کاٹ کر تاریکی میں رہنا چاہتے ہیں؟ اس میں مصلحت کیا ہے؟"

"مجاہدین تاریکی میں چھپ کر یہاں بیوی بچوں سے ملنے آتے ہیں' پانی کے مشکیزے لاتے ہیں پھر چلے جاتے ہیں۔ تم لوگوں نے بجلی کی فراہمی روک کر اسے ہمارے لئے زحمت بنانا چاہا۔ تمہارا یہ عمل رحمت بن گیا ہے۔"

وہ باتیں کرتے ہوئے مکان کے اندر آئے۔ الپا نے اس دوران دو چار عربوں کو مخاطب کیا' ان سے کہا "اپنے مسائل بیان کرو' میں اخبار میں لکھوں گی۔"

جواب میں وہ نظریں نیچی کئے خاموش رہے' بزرگ نے کہا "یہ سعادت مند ہیں۔ جب باتیں کرنے والا ایک بزرگ موجود ہو تو اس کی موجودگی میں ادب سے خاموش رہتے ہیں۔"

الپا کا مقصد پورا نہیں ہو رہا تھا۔ نہ کوئی بول رہا تھا نہ اس سے نظریں ملا رہا تھا۔ خیال خوانی کے دونوں راستے بند تھے۔ وہ کسی کے اندر پہنچ کر اسے اپنا آلۂ کار نہیں بنا سکتی تھی۔ اس کے ذریعے مجاہدین کے دماغوں میں نہیں پہنچ سکتی تھی۔

بزرگ نے کہا "ہم جا رہے ہیں' ایک گھنٹے بعد آئیں گے۔ پھر باتیں بھی ہوں گی اور کھانا بھی کھایا جائے گا۔"

وہ اپنے لوگوں کے ساتھ جانے لگے' الپا نے کہا "جو باتیں ابھی ہو سکتی ہیں' انہیں ایک گھنٹے کے لئے ٹالنا کیا ضروری ہے۔"

"ہم پرانے لوگ ہیں' وقت اور حالات کے مطابق کام کرتے ہیں۔"

وہ اپنے معتقدین کے ساتھ چلے گئے۔ الپا نے دروازے پر آ کر غصّے سے انہیں جاتے دیکھا' لیکن چند سیکنڈ سے زیادہ نہ دیکھ سکی۔ اچانک ہی پوری بستی میں تاریکی چھا گئی۔ اس نے پلٹ کر کمرے میں دیکھا۔ علی میز پر رکھی ہوئی موم بتی روشن کر رہا تھا۔ وہ دروازہ بند کر کے اس کے قریب آئی پھر آہستگی سے بولی "کیا ہمیں قیدی بنایا گیا ہے؟"

"میں ایسا نہیں سمجھتا۔"

"سمجھنے کی کوشش کرو۔ انہوں نے ہمیں گن پوائنٹ پر نہیں روکا ہے۔ بستی کے راستوں کو اندھیروں میں گم کر دیا ہے۔ اندھیرے میں کہیں سے بھی چلنے والی گولی ہمیں لگ سکتی ہے۔"

"الپا! یہ عرب بڑے مہمان نواز ہوتے ہیں۔ یہ آج رات میزبانی کے فرائض ادا کر کے صبح ہمیں عزت سے رخصت کریں گے۔"

"کارمن! ان کی چالاکیوں پر غور کرو۔ ہماری آمد کے وقت عورتوں اور بچوں کے ہاتھوں میں پتھر تھے۔ مرد بندوقیں اٹھائے ہوئے تھے۔ یہ وارننگ تھی کہ ہم یہاں سے بھاگنا چاہیں گے تو پتھروں اور گولیوں سے نہیں بچ پائیں گے۔"

"جب یہ سمجھتی ہو کہ یہاں سے بھاگ نہیں پائیں گے تو صبر و تحمل سے صبح کا انتظار کرو۔"

"تمہاری ذہانت کو کیا ہوا ہے؟ کیا مایوس ہو گئے ہو؟ میں ابھی خیال خوانی کے ذریعے افسر کو حکم دیتی ہوں کہ وہ ہمیں یہاں سے....."

"دیکھو الپا! اگر فوجیوں نے ہمیں یہاں سے لے جانے کی

کوشش کی اور وہاں سے گولی چلائی تو یہ عرب ہم دونوں کو یرغمال بنا لیں گے۔ تم یہودی قوم کا سرمایہ ہو۔ میں تمہیں یہاں پھنسنے اور تمہاری ذات کو کسی طرح نقصان پہنچنے نہیں دوں گا۔"

"واقعی یہ ہمیں یرغمال بنا لیں گے۔ میں افسر کو سمجھاتی ہوں ورنہ وہ بستی میں اندھیرا دیکھ کر یہی سمجھے گا کہ ہمیں یہاں گرفتار کر کے واپس جانے سے روک لیا گیا ہے۔"

"تم خیال خوانی کرو۔ میں ذرا پانی پی لوں۔ بہت پیاس لگی ہے۔ کیا تم بھی پیو گی؟"

"انہوں نے پانی میں کچھ ملایا نہ ہو؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا "کیسی بچوں جیسی باتیں کرتی ہو۔ جب وہ آسانی سے ہمیں ہلاک کر سکتے ہیں تو پانی کو ذریعہ کیوں بنائیں گے۔ ایک گولی تمہارے لئے اور ایک میرے لئے کافی ہے۔"

وہ گھڑے کی طرف گیا۔ الپا نے افسر کے پاس پہنچ کر کہا۔ "باغیوں نے بجلی کے تار کاٹ دئے ہیں۔ جنگجو باغیوں کے لئے تاریکی ضروری ہے۔"

"مادام! کیا انہوں نے آپ دونوں کو حبسِ بے جا میں رکھا ہے؟"

"نہیں۔ ابھی تک شائستگی سے پیش آ رہے ہیں۔ وہاں سے ایک بھی گولی نہ چلانا ورنہ یہ کمبخت ہمارے دشمن بن جائیں گے۔"

"اگر آپ پر زیادتی ہوئی تو ایسے میں ہمیں کیا کرنا چاہئے؟"

"پھر تو ہم مرنے مارنے پر مجبور ہوں گے۔ جیسے ہی کوئی بات بگڑے گی میں تمہیں اطلاع دوں گی۔ فی الحال صبر کرو۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہوئی۔ علی گھڑے سے ایک گلاس پانی لے کر آیا پھر بولا "بڑا ٹھنڈا میٹھا پانی ہے۔"

وہ گلاس لے کر پینے لگی۔ علی نے دوا میں ہلکی سی مٹھاس کا اضافہ کیا تھا۔ وہ دو گھونٹ پی کر بولی "واقعی ہلکی سی قدرتی مٹھاس ہے۔ میں پہلی بار اس علاقے کا پانی پی رہی ہوں۔"

اس نے گلاس کو ہونٹوں سے لگا کر غٹاغٹ تمام پانی پی لیا۔ علی نے اس سے گلاس لیتے ہوئے کہا "دراصل یہ مٹھاس میں نے ملائی تھی۔"

"تم نے؟ کیا تم نے پانی کو شربت بنانا چاہا تھا؟"

"نہیں۔ محبوب کے ہاتھوں میں اتنی مٹھاس ہوتی ہے کہ پانی شربت بن جاتا ہے۔"

وہ ہنسنے لگی' ہنستے ہنستے بولی "باتیں خوب بناتے ہو۔ محبوب کے ہاتھوں میں مٹھاس۔ واہ کیا رومانٹک۔ رومانٹک۔ رو۔ رو..."

قہقہے گھٹ گئے۔ بات زبان پر لڑکھڑانے لگی۔ وہ سینے پر ہاتھ رکھ کر بولی "اوہ گاڈ! میرا دل ڈوب...... اوب...... را...... ہے۔"

وہ کرسی سے نیچے ڈھلکنے والی تھی۔ علی نے اسے تھام لیا پھر دونوں بازوؤں میں اسے اٹھا کر دوسرے کمرے میں آیا۔ وہاں ایک بستر تھا۔ اس نے بستر پر لٹا کر کہا "لیجئے پاپا! اس سے مجھے نجات دلائیں۔"

وہ بولی "کارمن! یہ..... یہ تم کیا بڑ... بڑا رہے ہو؟ کس سے بول رہے ہو؟"

"الپا! تمہیں یاد ہے۔ بزرگ نے کہا تھا' تم اس بستی میں آؤ گی پھر یہاں تمہارا دل اور تمہاری دنیا بدل جائے گی۔"

"ہاں۔ مگر یہ سازش ہے۔ کارمن! مجھے بچاؤ۔ وہ بوڑھا ضرور ٹے..... لی پیتھی جانتا ہے۔ وہی میرے دماغ کو کمزور....."

میں نے کہا "الپا! اب نہ بولو۔ آنکھیں بند کر لو۔ میں تمہیں تنویمی عمل کے لئے سلا رہا ہوں۔"

"نہیں" وہ چیخ کر بولنا چاہتی تھی۔ مگر کمزوری کے باعث آواز نہ نکل سکی۔ پھر اس کی سوچ نے پوچھا "کیا تم جان لمبوڈا ہو؟"

"تمہیں تابعدار رہنا ہے۔ غلامی کسی کی بھی ہو غلامی ہے۔"

"پلیز' مجھے یوں بے بس نہ کرو۔ مجھ سے دوستی کر لو۔"

"چلو دوستی کر رہا ہوں۔ آنکھیں بند کر لو۔"

وہ سونا نہیں چاہتی تھی۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چھت کو تک رہی تھی تاکہ عامل اسے سلا نہ سکے۔ دوسروں کے دماغ سے کھیلنے والی یہ بھول رہی تھی کہ آج اپنا دماغ بھی کھلونا بن چکا ہے۔

میں نے آنکھیں بند کرا دیں۔ اسے تھپک تھپک کر سلا دیا۔ پھر سونیا کی آواز اور لہجے میں عامل بن کر اس پر عمل کرنے لگا۔ میں ایسا اس لئے کرتا تھا کہ کوئی دوسرا خیال خوانی کرنے والا میرا لہجہ اختیار کر کے میرے کسی معمول کو ٹریپ کرنے میں ناکام رہے۔ سونیا ٹیلی پیتھی جانتی تھی نہ تنویمی عمل کرتی تھی۔ کوئی دشمن یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میں نے اس کا لہجہ اختیار کر کے کسی کو اپنا معمول بنایا ہے۔

میں نے اس کے ذہن میں یہ نقش کیا کہ وہ صرف سونیا کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گی۔ باقی تمام سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لے گی۔

وہ کارمن (علی) کی تابعدار رہے گی۔ اس کے احکامات پر عمل کرتی رہے گی اور کبھی اس سے جسمانی رشتہ قائم کرنے کی خواہش نہیں کرے گی۔

وہ جان لمبوڈا سے محبت کرے گی اور اسے جلد ہی رُوبرو ملاقات کرنے پر آمادہ کرے گی۔ اس کے چور خیالات میں بھی لمبوڈا کی اتنی حمایت اور محبت رہے گی جسے پڑھ کر وہ اس کی نیک نیتی کا قائل ہو جائے گا۔

یعنی حمایت اور محبت لمبوڈا کے لئے ہو گی۔ تابعدار علی کی رہے گی۔ اس کا اظہار اس کے چور خیالات سے نہیں ہو گا اور سونیا کی سوچ کی لہروں کے متعلق بھی اس کے چور خیالات لمبوڈا کو کچھ نہیں بتائیں گے۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

بڑے محتاط انداز میں عمل کرنے کے بعد میں نے اسے تنویمی نیند سونے کے لئے چھوڑ دیا۔ یہ عمل میں نے رات کے آٹھ بجے کیا تھا۔ وہ تین گھنٹے کے بعد میری ہدایت کے مطابق گیارہ بجے بیدار ہوگئی۔ آنکھیں کھول کر سوچنے لگی "میں کہاں ہوں؟"

پھر اسے یاد آیا کہ وہ کارمن کے ساتھ عربوں کی ایک بستی میں آئی تھی۔ یہاں ایک مکان میں آکر تھک گئی تھی۔ تھکن اتارنے کے لئے بستر پر آکر لیٹی تھی اس کے بعد سوگئی تھی۔

جو باتیں میں نے عمل کے دوران اسے یاد کرائی تھیں' وہی یاد کررہی تھی۔ علی نے آکر پوچھا "نیند پوری ہوگئی؟"

وہ بستر سے اٹھتے ہوئے بولی "میں سوگئی اور تم نے مجھے سونے دیا؟"

"اور کیا کرتا؟ ہمارے عرب میزبان کھانے کے لئے باربار اصرار کررہے ہیں۔ بلکہ اب تو دسترخوان پر کھانا لگارہے ہیں' چلو آؤ۔"

وہ اٹھ کر واش روم میں گئی۔ پھر منہ ہاتھ دھوکر ایک کمرے میں آئی۔ وہاں فرشی نشست کا انتظام کیا گیا تھا۔ دسترخوان پر کھانے کی مختلف ڈشیں نظر آرہی تھیں۔ دو میزبان خواتین اپنے شوہروں کے ساتھ آئی تھیں۔ انہوں نے الپا کو اپنے ساتھ بٹھایا۔ پھر سب نے کھانا شروع کیا۔ کھانے کے دوران بزرگ نے کہا "زمین ہماری تمہاری نہیں ہوتی۔ زمین خدا کی ہوتی ہے۔ ہم ایک ایک ٹکڑے کے حکمران بن کر اسے الگ الگ ملک کا نام دے دیتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں فلسطین میں مسلمانوں کے حقوق دو۔ تم نہیں مانتے' اس لئے ہم نہیں مانتے کہ ہماری بستی میں فلاشا یہودیوں کو رہائشی حقوق دیئے جائیں۔"

الپا نے کہا "لیکن یہ ملک ہمارا ہے۔ ہم اپنی قوم کو کہیں بھی آباد کرسکتے ہیں۔"

"اسی لئے شہروں اور قصبوں میں مسلمانوں پر جبر کرکے اپنی قوم کے لئے آسانیاں پیدا کررہے ہو۔ ان پہاڑی علاقوں میں ہم پر جبر نہیں کرسکتے اس لئے صلح صفائی سے یہاں یہودیوں کے لئے جگہ بنانے آئے ہو۔"

"ہم جبر نہیں کرتے۔ کرنا چاہیں تو فوجی طاقت سے کچل سکتے ہیں۔ راشن اور پانی بند کرسکتے ہیں۔"

"وہ تو کررہے ہو اور تم منہ پر جھوٹ بول رہی ہو کہ ایسا نہیں کیا جارہا ہے۔ ناکامی کی صورت میں تم اپنے ساتھی کے ساتھ یہاں آئی ہو۔"

"اپنا آخری فیصلہ سناؤ۔"

"آخری فیصلہ یہ ہے کہ فلاشا کا کچرا ہماری بستی میں نہیں آئے گا۔ انہیں کہیں دور لے جاؤ۔ دوست بن کر آج ہماری مہمان رہو۔ دشمن ہو تو واپس چلی جاؤ۔"

وہ اٹھتے ہوئے بولی "تمہاری یہ ضد بتارہی ہے کہ تمہاری پشت پر کوئی سپرپاور ہے۔"

"ہاں! ایک ہی سپرپاور ہے اور وہ ہے خدا۔"

وہ علی کے ساتھ مکان کے باہر آئی۔ علی نے بزرگ سے کہا "میں اپنے اعلیٰ حکام سے کہوں گا یہاں فلاشا یہودیوں کو آباد نہیں کیا جائے' لیکن آپ ہماری ایک شرط تسلیم کریں۔"

"قابلِ قبول ہوئی تو ضرور تسلیم کریں گے۔"

"آپ بھی دوسری بستیوں کے مسلمانوں کو یہاں آباد نہ ہونے دیں کسی بھی اجنبی کو پناہ نہ دیں۔"

"ہمیں منظور ہے۔ اگر کوئی بھٹکا ہوا مسافر آئے گا تو اسے صرف ایک رات کے لئے پناہ دیں گے' اس کی خاطرمدارات کریں گے' اس کی اطلاع پولیس چوکی کے انچارج کو دیں گے پھر اس مسافر کو صبح رخصت کردیں گے۔"

اس نے جیپ اسٹارٹ کی۔ اس کی ہیڈ لائٹس سے تاریک راستہ روشن ہوگیا۔ جیپ آگے بڑھ گئی تو الپا نے پوچھا "تم نے یہ کیوں کہہ دیا کہ یہاں ہماری قوم کے لوگ آباد نہیں ہوں گے۔"

"میں نے فیصلہ نہیں کیا ہے بلکہ وعدہ کیا ہے کہ اس سلسلے میں اعلیٰ حکام سے گفتگو کروں گا۔"

اس نے کیمپ میں آکر ٹرانسمیٹر کے ذریعے راجر موس سے رابطہ قائم کیا۔ اسے یہاں کے حالات بتائے پھر کہا "بستی کے وہ بزرگ بہت گہرے ہیں۔ الپا ان کے خیالات نہ پڑھ سکی۔ ایک تو بستی ایسی پہاڑی پر آباد ہے۔ جہاں مکمل فوجی کارروائی نہیں کی جاسکتی۔ راشن پانی بند کرنے سے بیرونی ممالک کے اخبارات ہماری زیادتی پر احتجاج کریں گے۔"

راجر موس نے کہا "دنیا والوں کے ڈر سے ہم نے عربوں کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے تو وہ سر پر چڑھ جائیں گے۔"

"وہ سر پر نہیں چڑھیں گے۔ اگر ہم نے ان پر جبر کیا تو میں نے اندازہ لگایا ہے کہ فرہاد کی ٹیم ان کی مدد کے لئے آجائے گی۔"

"تم نے کیسے اندازہ لگایا ہے؟"

"میں کہہ چکا ہوں بستی کے وہ بزرگ بہت گہرے ہیں۔ انہوں نے سانس نہیں روکی پھر بھی الپا خیالات نہ پڑھ سکی۔ اور بزرگ نے صاف کہہ دیا کہ وہ بلا بن کر ان کے دماغ میں آئی تھی۔ اس کا مطلب ہے وہ بزرگ کسی حد تک ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ یا ان کا رابطہ بابا فرید واسطی کے ادارے سے ہے گویا فرہاد اور سونیا سے دور یا نزدیک کے تعلقات ہیں۔"

"ہاں' یہ تشویش کی بات ہے۔"

"انکل! وہ عرب لوگ ایک پہاڑی گوشے میں آباد ہیں انہیں وہیں تک محدود رہنے دیں۔ ورنہ وہ فرہاد کی ٹیم کا سہارا لے کر آس پاس کے علاقوں میں پھیلتے ہوئے تل ابیب تک چلے آئیں گے۔ بزرگ نے اپنی گفتگو میں اس بات کا اشارہ بھی دیا ہے۔"

"[illegible]؟"

"انہوں نے کہا ہے یہودی قدم کو ایک زمانے میں بیت المقدس سے نکال دیا گیا تھا۔ اس قوم نے سالہا سال بعد دور پہاڑیوں سے بیت المقدس کو دیکھنے کی اجازت حاصل کی' پھر کئی برس بیت المقدس کی دیواروں سے تیس فٹ کے فاصلے پر پہنچ گئے اور آج یہاں کے حکمران بن گئے ہیں۔ یہ اشارہ ہے کہ وہ فرہاد کی ٹیلی پیتھی کے سہارے تل ابیب تک اور ہمارے حکومتی معاملات تک پہنچ سکتے ہیں جیسا کہ فرہاد پہلے بھی کرچکا ہے۔"

"واقعی ہمیں ان عربوں کو پہاڑیوں سے آگے پاؤں پھیلانے کا موقع نہیں دینا چاہئے۔ میں کل تم تمام گولڈن برینز کے متفقہ فیصلے سے یہ معاملہ ختم کردوں گا اور اس پہاڑی علاقے سے فوج کو واپس بلالوں گا۔"

ٹرانسمیٹر سے رابطہ ختم ہوگیا۔ الپا نے علی سے کہا "تمہاری باتیں' تمہاری دلیلیں معقول ہیں۔ یہی فیصلہ ہونا چاہئے' لیکن یہ سراسر ہماری شکست ہے۔"

"یہ شکست کھا کر ہم فرہاد کو یہاں سے دور رکھنے میں کامیاب رہیں گے۔"

"یہ بھی درست ہے۔ تمہاری ہر بات دل کو لگتی ہے۔"

"واپس جانے کے متعلق کیا خیال ہے؟"

"میں یہاں کیمپ میں رات نہیں گزاروں گی۔"

"تو پھر دماغی رابطہ کرو اور ہیلی کاپٹر یہاں لانے کو کہو۔"

"ہیلی کاپٹر کیا ضروری ہے؟ بائی کار کیوں نہ چلیں؟"

"بڑی لانگ ڈرائیو ہوگی۔ میں خواہ مخواہ تھکنا نہیں چاہتا۔"

"اس بہانے مجھ سے بیزاری ظاہر نہ کرو۔ مجھے بھی تمہارے ساتھ دن رات رہنے کا شوق نہیں ہے۔ پتا نہیں مجھے کیا ہوگیا تھا؟ تمہاری آرزو کررہی تھی۔ اچھا ہے جلد ہی نادانی کا احساس ہوگیا۔"

"یہ احساس گھر چل کر بھی کرسکتی ہو۔ چلنے کی بات کرو۔"

الپا نے ٹرانسمیٹر پر میجر یارڈلے سے کہا کہ ہیلی کاپٹر بھیجا جائے۔ ایک گھنٹے میں ہیلی کاپٹر پہنچ گیا۔ وہ دونوں اس میں سوار ہوکر تل ابیب پہنچے پھر ان کے راستے الگ ہوگئے۔ میں نے الپا کی سوچ میں کہا "میں ٹیلی پیتھی جیسا غیر معمولی علم جانتی ہوں۔ میری سوچ کی لہریں دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جاتی ہیں لیکن میں تل ابیب' حیفہ یا یروشلم سے آگے نہیں جاسکتی۔"

اس کے ذہن نے تسلیم کیا "ہاں میں چھوٹے سے تالاب کی مچھلی بن گئی ہوں' سمندر کی وسعتوں میں تیر نہیں سکتی۔ اسرائیل جیسے چھوٹے سے ملک میں پابند ہوگئی ہوں۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "گولڈن برینز کہتے ہیں مجھے ملک سے باہر نہیں جانا چاہئے بلکہ گھر سے باہر نہیں نکلنا چاہئے۔ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے مجھے پھانس لیں گے۔ یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ موت اور دشمن کہیں بھی آجاتے ہیں۔ کیا موت کے ڈر سے انسان دنیا کی سیر نہیں کرتا؟"

اس کے ذہن نے پھر تسلیم کیا "آہ! دنیا میں کیسے کیسے شہر آباد ہیں طرح طرح کے لوگ ہیں۔ دلچسپ تفریح گاہیں ہیں۔ عجیب و غریب نظارے ہیں اور میں پرواز کی قوت رکھتے ہوئے بھی بے شمار نظاروں اور لاکھوں مسرّتوں سے محروم ہوں۔"

میں نے ترغیب دی "میں نے ملک اور قوم کی بہت خدمت کرلی۔ سوائے پابندیوں کے کچھ نہ ملا۔ میرا یہ حسن کس کام کا جسے ساری دنیا نہ دیکھے۔ میری یہ آنکھیں کس کام کی جن سے میں ساری دنیا نہ دیکھوں۔ میں ملک سے باہر جاؤں گی۔"

اس نے خود غرض ہوکر سوچا "ہاں جاؤں گی۔ مجھے اس ملک سے دلچسپی نہیں رہی۔ اس لئے میں نے نئے گولڈن برین کارمن سے بھی بیزاری ظاہر کی ہے۔ اب میری آنکھ کھل رہی ہے۔ یہ تمام گولڈن برینز مجھے ملک کے مفاد کے لئے استعمال کرتے رہے اور یہ نہ سوچا کہ میں عورت ہوں۔ میرے سینے میں دل اور دل میں آرزوئیں ہیں۔ انہوں نے نہیں سوچا مگر میں نے سوچ بھی لیا ہے' سمجھ بھی لیا ہے۔ میں ساری دنیا میں اُڑتی پھروں گی۔"

الپا سوچتے ہوئے گھر پہنچ گئی تھی۔ بستر پر پہنچ کر کروٹیں بدل رہی تھی' میں صبح تک اسے اس مرحلے پر لے آیا جہاں وہ پنجرہ توڑ کر پھُر سے اُڑ جانے پر آمادہ ہوگئی تھی۔ رات بھر جاگنے کے باعث وہ سوگئی۔ میں نے خواب کی اسکرین پر ایک دھندلا سا پیکر پیش کیا۔ الپا نے پوچھا "تم کون ہو؟"

وہ بولا "میں تمہارا نجات دہندہ ہوں۔ میرا نام جان لمبوڈا ہے۔"

"آہ لمبوڈا! یوں لگتا ہے جیسے میں لاشعوری طور پر تمہیں چاہتی رہی ہوں۔"

"ہاں ایسی چاہت بھی ہوتی ہے جس کا احساس چاہنے والی کو نہیں ہوتا۔ جب تم نے بیداری میں مجھے نہیں چاہا تو میں خواب میں آیا ہوں۔"

"اوہ لمبوڈا! میں امریکا چھوڑ کر پچھتا رہی ہوں۔ اسرائیل میں قید ہوکر رہ گئی ہوں۔"

"میرے پاس آجاؤ۔"

"کیسے آؤں؟"

"مجھ سے دماغی رابطہ کرو' پھر ہم اس مسئلے پر بات کریں گے۔"

خواب ٹوٹ گیا۔ فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ اس نے ایک انگڑائی لی۔ پھر ریسیور اٹھا کر پوچھا "ہیلو؟"

دوسری طرف سے گولڈن برین میجر یارڈلے کی آواز آئی "کیا بات ہے الپا! تم ابھی تک سو رہی ہو؟ دن کا ایک بج رہا ہے۔"

"میں پچھلی رات جاگتی رہی تھی۔"

"میری معلومات کے مطابق کارمن اپنے گھر نہیں تھا۔ تم کس

itsurdu.blogspot.com
itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کے ساتھ جاگتی رہیں؟"

"سر! آپ نے میرے پیچھے بھی جاسوس لگا رکھے ہیں۔ ان میں سے کسی نے یہ رپورٹ دی ہوگی کہ میں اپنے بنگلے میں تنہا تھی۔"

"ہاں رپورٹ دی تھی۔ یہی تو پوچھتا ہوں تنہا کیوں جاگ رہی تھیں؟ کوئی پرابلم ہے؟"

"نہیں کوئی خاص پرابلم نہیں ہے۔ کل ویڈیو پر ایک جذباتی فلم دیکھی اس لئے سو نہ سکی۔"

"کارمن سے تعلقات کیوں نہیں ہوئے؟"

"میں نے اسے دور سے دیکھ کر پسند کیا تھا۔ قریب ہونے پر پتا چلا کہ دور کے ڈھول سہانے ہوتے ہیں۔ وہ میرے معیار کا شخص نہیں ہے۔"

"الپا! تمہیں جلد سے جلد کوئی ساتھی تلاش کرنا چاہئے۔ ورنہ جذباتی گھٹن تمہیں گمراہ کردے گی۔"

"اگر میرے ملک میں کوئی پسند کا ساتھی نہ ملے تو کیا کروں؟"

"یہاں ساتھی کیوں نہیں ملے گا ـــ ہمارا ملک بہت چھوٹا ہے مگر قابل اور معیاری افراد کے معاملے میں سب سے بڑا ہے۔"

"کیا میں ملک کے باہر کسی کو اپنا ساتھی نہیں بنا سکتی؟"

"ضرور بنا سکتی ہو۔ مگر فرہاد اور لبوڈا کے ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہاری تاک میں رہتے ہیں۔"

"کیا میں ان کے خوف سے کبھی دنیا نہیں دیکھ سکوں گی؟"

"اگر تمہارے دل میں اسرائیل سے باہر جا کر دنیا دیکھنے کا شوق ہوگا تو پھر یہ تمہاری تباہی کا پیش خیمہ ہوگا۔ تم اپنے ملک میں ہو اس لئے اب تک محفوظ ہو۔"

"میں پریشان ہوں' دو دن کی چھٹی چاہتی ہوں۔"

"خواہ تم کتنی ہی چھٹیاں کرو۔ کسی ساتھی کے بغیر پریشانی دور نہیں ہوگی۔ اس سلسلے میں میں خود کو پیش کرتا ہوں۔ ایک بار مجھے آزما کر دیکھو۔ مجھے یقین ہے پھر کوئی محرومی تمہیں نہیں ستائے گی۔"

"سر! کیا آپ؟"

"ہاں۔ کیا مجھے انسان نہیں سمجھتی ہو؟ میں فرشتہ ہوں؟"

"میں آپ کے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔ اتنا سنا ہے کہ گولڈن برینز چالیس برس سے اوپر ہوتے ہیں۔ اتنے سنجیدہ اور باوقار ہوتے ہیں کہ ان کی زندگی میں بیوی آتی ہے' محبوبہ نہیں آتی۔"

"درست سنا ہے لیکن سنجیدہ اور باوقار شخص کے سینے میں بھی دل ہوتا ہے۔ میری عمر پینتالیس برس ہے۔ اس عمر میں مرد فولاد کی طرح سخت بھی ہوتا ہے اور مکھن کی طرح ملائم بھی۔"

"اوہ سر! آپ میری زندگی میں آئیں گے تو میری قدر و منزلت بڑھ جائے گی۔ میں نہیں جانتی تھی کہ آپ کے دل میں دھڑکتی ہوں۔"

"میں بھی نہیں جانتا تھا کہ تم اتنی خوشی سے مجھے قبول [illegible] کیا خیال ہے آج کی شام صرف میرے اور تمہارے نام؟"

"شام ڈھلتے ہی انتظار کروں گی۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ وہ ریسیور رکھتے ہوئے بڑبڑائی "[illegible] معلومات کے مطابق اس کے جوان بیٹے کی عمر بتیس سال ہے یہ خود کو پینتالیس برس کا کہتا ہے۔ کیا تیرہ برس کی عمر میں باپ بن گیا تھا یہ مرد ہمارے بیڈ روم میں آنے کے لئے اپنی [illegible] گھٹاتے رہتے ہیں۔"

وہ بڑبڑاتی ہوئی باتھ روم میں گئی۔ میں اس کے دماغ سے [illegible] آیا۔ میرے منصوبے کے مطابق الپا تنویمی عمل کے زیر اثر [illegible] جان لبوڈا کے دل میں گھسنے والی تھی۔ اس سے پہلے ایک گو[illegible] برین میجر یارڈلے اسے اپنے دل میں اور اپنے ملک میں چھپا رکھنے آرہا تھا۔ میں نے اس پر جال نہیں پھینکا تھا وہ خود ہی [illegible] ہونے کو تھا۔

وہ باتھ روم سے نہا دھو کر تازہ دم ہو کر آئی۔ ایک ملازم [illegible] بنگلے کی صفائی کے لئے صبح و شام آتا تھا۔ ایک ملازمہ کچن کے [illegible] کے لئے آتی تھی۔ ایک ملازمہ اس کے ملبوسات' سنگھا[illegible] اور ہیئر ڈریسنگ وغیرہ کے لئے حاضر رہتی تھی اور یہ کنیزیں اور ملا[illegible] سب کے سب انٹیلی جنس کے شعبے سے تعلق رکھتے تھے۔

وہ ناشتا کرنے کے بعد بیڈ روم میں آئی۔ ریکارڈر میں اپنی پسند کا کیسٹ لگا کر اسے آن کیا۔ کمرے میں دھیمی دھیمی [illegible] ابھرنے لگی۔ وہ ایک ایزی چیئر پر آکر نیم دراز ہو گئی۔ تھوڑی دیر تک سحر ساز کی لہروں میں بہتی رہی پھر اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ وہ پرواز جان لبوڈا تک پہنچی تو اس نے چونک کر پوچھا "کوڈ ورڈز؟"

وہ بولی "میں الپا ہوں' میرے پاس آؤ گے؟"

لبوڈا نے سانس روک لی۔ وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو[illegible] کمرے کی محدود فضا میں موسیقی گنگنا رہی تھی۔ وہ پرائی سوچ [illegible] لہروں کو محسوس کرتے ہوئے بولی "کوڈ ورڈز؟"

"میں جان لبوڈا ہوں۔ ابھی تم آئی تھیں۔"

"ہاں بہت مجبور ہو کر تم سے رابطہ کر رہی ہوں۔ میں ٹوٹ رہی ہوں۔ بکھر رہی ہوں لبوڈا!"

"بات کیا ہے؟ یہ کوئی نئی چال ہے؟"

"چال ہوتی تو اپنے دماغ میں آنے نہ دیتی۔ میں نے تمہارے لئے یہ کتاب کھول دی ہے۔ میرے چور خیالات پڑھ لو۔"

وہ پڑھنے لگا۔ میں پڑھانے لگا۔ الپا کے چور خیالات [illegible] ذریعے کہنے لگا۔ میں یہودی ہوں' میں اپنے ملک اور قوم کی خدمت کرنا چاہتی ہوں۔ امریکی حکام کو دھوکا دے کر اسرائیل میں آزادی سے رہنا چاہتی تھی۔ لیکن یہاں آکر ایک طویل عرصے کے بعد پتا چلا کہ میں اپنے آزاد ملک میں آزاد نہیں ہوں۔

مجھے گولڈن برینز نے سمجھایا کہ اسرائیل ایک مضبوط قلعہ ہے میں اس قلعے کے اندر رہوں گی تو کوئی دشمن مجھ تک نہیں پہنچ سکے گا۔ مجھے سرحد پار کر کے کسی دوسرے ملک میں نہیں جانا چاہئے۔ فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے' سپر ماسٹر اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے مجھے پکڑ لے جائیں گے۔

اس وقت میں نے گولڈن برینز کی ان نصیحتوں کو تسلیم کر لیا۔ یہ بھول گئی کہ ماسک مین کے جاسوس مجھے اسی اسرائیل سے اغوا کر کے روس لے گئے تھے اور میرا برین واش کر کے میری شخصیت بدل دی تھی۔

میں حب الوطنی کے جذبے میں یہ بھی بھول گئی تھی کہ خیال خوانی کرنے والی شیبا بھی اسی اسرائیل سے ٹریپ کی گئی تھی اور فرہاد کی آغوش میں پہنچ گئی تھی۔ اسرائیل مضبوط قلعہ نہیں ہے۔ یہ بات میں گولڈن برینز سے کہوں گی تو وہ مجھ پر شبہ کریں گے کہ میرے خیالات اور نظریات بدل رہے ہیں اور میں کسی کے ساتھ یہاں سے بھاگنے والی ہوں۔

میں پابندیوں سے بیزار ہو گئی ہوں اور یہ سمجھ رہی ہوں کہ یہ لوگ مجھے انسان نہیں سمجھ رہے ہیں۔ مجھے ٹیلی پیتھی کی مشین سمجھتے ہیں۔ میرے اطراف سخت پہرا رہتا ہے۔ میرے بنگلے میں کام کرنے والے ملازم بھی جاسوس ہیں۔ میرے متعلق دن رات کی رپورٹ گولڈن برینز کو پہنچاتے رہتے ہیں۔

عورت یہ پسند نہیں کرتی کہ کوئی اس پر دن رات نظر رکھے۔ اور کسی کے ساتھ تنہا گھومنے پھرنے کی آزادی نصیب نہ ہو۔ مجھے اپنی بدنصیبی کا احساس شدت سے ہونے لگا ہے۔

ایک بڈھا گولڈن برین میجر یارڈلے مجھ پر عاشق ہو گیا ہے۔ مجھے اپنی داشتہ بنا کر رکھنا چاہتا ہے۔ تاکہ میں جذبات میں اندھی ہو کر کسی جوان کے ساتھ سرحد پار نہ چلی جاؤں۔

ہاں میں زنجیریں توڑ کر جانا چاہتی ہوں لیکن راستہ سجھائی نہیں دے رہا ہے۔ یہ خوف دامن گیر ہے کہ فرہاد کے یا سپر ماسٹر کے ٹیلی پیتھی جاننے والے مجھے تابعدار کنیز بنا لیں گے۔

آج خواب میں جان لبوڈا کو دیکھا تو اس سے متاثر ہو گئی۔ یہ بات سمجھ میں آئی کہ اتنی بڑی دنیا میں کسی بہترین ساتھی کے بغیر محفوظ نہیں رہوں گی۔ اگر کسی کو دوست اور جسم و جان کا مالک بنا لوں تو اس مضبوط سہارے سے مجھے ہمیشہ حوصلہ ملتا رہے گا اور قدرے آسانی سے اسرائیل کی سرحد پار کر سکوں گی۔

جان لبوڈا یہ خیالات پڑھ رہا تھا اور ان خیالات کی صحت اور سچائی کا یقین کر رہا تھا۔ الپا نے اسے دماغ میں آنے اور اس کی سچائی کو پڑھنے کا موقع دے کر لبوڈا کا نصف اعتماد پہلے ہی حاصل کر لیا تھا۔ اب وہ پوری طرح مطمئن تھا کہ وہ فراڈ نہیں کر رہی ہے۔

اس نے کہا "الپا! تم سچی ہو۔ مجھے دل سے اپنی مدد کے لئے بلا رہی ہو۔ میں وعدہ کرتا ہوں۔ اپنی لاڈلی بیٹی کانو وانا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تمہیں مکمل جسمانی اور ذہنی آزادی دوں گا۔ اگر امریکی حکام تم پر کسی طرح کی پابندی عائد کرنا چاہیں گے تو تمہاری حمایت میں سپر ماسٹر سے بھی مخالفت مول لوں گا۔"

وہ بولی "تم نے خواب میں ہی مدد کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ میرے خواب سچے ہوتے ہیں۔ پلیز مجھے یہاں سے جلد نکالو۔"

"تم مجھ پر کس حد تک بھروسا کر سکتی ہو؟"

"بھروسے میں اپنی جان دے سکتی ہوں۔"

"مجھے تنویمی عمل کرنے دو تاکہ دوسرے یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے اور خصوصاً فرہاد اور اس کے ساتھی کبھی تمہارے دماغ میں نہ آسکیں۔ کسی مرد پر بھروسا کرنا چاہو تو وہ میں ہوں۔"

"میں راضی ہوں۔ ابھی مجھ پر عمل کرو۔"

"بائی گاڈ' تم میرا دل جیت رہی ہو۔ بستر پر لیٹ جاؤ۔"

الپا نے ملازمہ کو بلا کر کہا "ٹیلیفون یہاں سے لے جاؤ۔ میں سونا چاہتی ہوں۔ کوئی اہم کال ہو تو کہہ دینا شام چھ بجے مجھ سے گفتگو ہوگی۔"

ملازمہ ٹیلیفون اٹھا کر لے گئی۔ الپا نے دروازے کو اندر سے بند کیا پھر بستر پر آکر لیٹ گئی۔ اس دوران جان لبوڈا اس کے دماغ کو اور اچھی طرح ٹٹول رہا تھا تاکہ کہیں جھوٹ اور فریب چھپا ہوا ہو تو سراغ مل جائے۔

میں نے اس کے دماغ کو آئینے کی طرح صاف کر دیا تھا۔ اس آئینے میں کوئی بال نہیں تھا۔ کوئی گرد نہیں تھی۔ لبوڈا کو الپا کے اندر صرف اپنا چہرہ اور اپنے مفادات صاف نظر آرہے تھے۔ وہ کبھی دیکھ نہیں سکتا تھا کہ آئینے کے پیچھے میں موجود ہوں۔

وہ الپا کے دماغ کو ہدایات دے کر سلانے لگا۔ ایک منٹ کے اندر ہی وہ سو گئی۔ پھر اس کا خوابیدہ دماغ رفتہ رفتہ ہپناٹائز ہونے لگا۔ میں نے مداخلت نہیں کی کیونکہ تنویمی عمل کے اثرات دماغ کے تہ خانے میں نہیں پہنچ رہے تھے۔ وہ تہ خانہ میں بند کر چکا تھا۔ الپا سطحی طور پر ٹرانس میں آرہی تھی اور عارضی طور پر اس کی معمولہ بن رہی تھی۔ میں جب چاہتا اس عمل تنویم کا طلسم توڑ سکتا تھا۔

اس نے ٹرانس میں لانے کے بعد کہا "الپا! میں تمہارا عامل ہوں اور تم میری معمولہ ہو۔"

وہ سحر زدہ آواز اور لہجے میں بولی "تم میرے عامل ہو اور میں تمہاری معمولہ ہوں۔"

"میں تمہارے دماغ کو ہدایت دیتا ہوں کہ وہ بیس سیکنڈ کے لئے بالکل بے حس ہو جائے تاکہ تمہارا جسم بھی اتنا بے حس ہو جائے کہ بدن میں سوئی چبھوئی جائے اور دماغ میں زلزلہ پیدا کیا جائے تو تم ایک مردے کی طرح پڑی رہو اور تمہیں ہلکی سی تکلیف بھی محسوس نہ ہو۔"

لبوڈا یہ حکم دے کر یقین کرنا چاہتا تھا کہ الپا کا دماغ اس کا تابعدار ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہوگا تو بدن میں سوئی چبھوتے ہی یا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

دماغ میں زلزلہ پیدا کرتے ہی الپا چیخ مار کر اٹھ بیٹھے گی اور یوں فراڈ ظاہر ہو جائے گا۔

اس کے حکم کے مطابق الپا کا دماغ سطحی طور پر بے حس ہوا تھا۔ میں نے دماغ کے تہ خانے پر پوری طرح قبضہ جما لیا تاکہ ردِّعمل نہ ہو۔ لبوڈا ہزاروں میل دور تھا۔ اس کے بدن میں سوئی نہیں چبھو سکتا تھا۔ اس نے الپا کے دماغ کو خیال خوانی کے جھٹکے دیئے۔ دوبار زلزلہ پیدا کرنے کی کوشش کی۔ یہ ایسا ظالمانہ عمل تھا کہ زلزلے کے نتیجے میں وہ اپنا دماغی توازن کھو بیٹھتی' لیکن جسم میں ہلکی سی جنبش نہ ہوئی۔ چہرے سے کسی کرب کا اظہار نہیں ہوا۔ وہ لاش کی طرح پڑی ہوئی تھی۔

تب جان لبوڈا نے خوش ہو کر کہا "میں تمہارے دماغ کو حکم دیتا ہوں کہ اب بے حس نہ رہے۔ اب میں تمہاری سچائی اور وفاداری پر پوری طرح یقین کر رہا ہوں۔ تم تمام شبہات سے بالاتر ہو۔ کیا تم میری آواز سن رہی ہو؟"

"میں تمہاری آواز سن رہی ہوں۔"

"میں حکم دیتا ہوں کہ تم تمام گولڈن برینز کے متعلق جو کچھ جانتی ہو' اسے بیان کرو۔"

"میں صرف دو گولڈن برینز کو جانتی ہوں۔ وہ بھی اس حد تک کہ ان کے احکامات ٹرانسمیٹر' ٹیلیفون یا کمپیوٹر کے ذریعے سنتی ہوں اور ان پر عمل کرتی ہوں۔ وہ کبھی میرے سامنے نہیں آئے۔ ان میں سے ایک ایڈگر سولومن تھا جس کا اب برین واش ہو چکا ہے۔ دوسرا میجر یارڈلے ہے۔ یہ دونوں کبھی میرے سامنے نہیں آتے لیکن میری رہائش گاہ کا پتا جانتے ہیں۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولی "میں بہت محتاط رہنے کی عادی ہوں۔ رات کو اپنی رہائش گاہ میں نہیں رہتی۔ ایک پرائیویٹ اپارٹمنٹ میں سونے جاتی ہوں۔ ایک صبح میں اپنی رہائش گاہ میں واپس آئی تو پتا چلا میرے اس بنگلے میں کچھ لوگ داخل ہوئے تھے میرے بیڈ روم کی کچھ چیزیں بے ترتیب ہو گئی تھیں۔ میں نے اندازہ لگایا کہ دشمن مجھے قتل کرنا چاہتے تھے یا زخمی کر کے میرے دماغ میں جگہ بنانا چاہتے تھے۔"

لبوڈا نے کہا "تمہارا اندازہ درست تھا۔ میں گولڈن برین ایڈگر سلومن کے دماغ میں رہا کرتا تھا۔ اس کے ذریعے تمہاری رہائش گاہ کا پتا معلوم کیا تھا۔ اس رات میرے آدمی تمہیں زخمی کرنے گئے تھے تاکہ میں تمہارے دماغ میں پہنچ سکوں لیکن تم غائب تھیں۔ اب تو ایڈگر سلومن بھی میرے ہاتھوں سے نکل گیا ہے۔ دوسرے گولڈن برین کے متعلق بتاؤ۔"

"وہ میجر یارڈلے ہے۔ مجھے اسرائیل تک محدود رکھنے کے لئے مجھ سے عشق کر رہا ہے۔ جوان بچوں کا باپ ہے۔ مجھ سے شادی نہیں کرے گا۔ مجھے داشتہ بنا کر رکھے گا۔ اس کا جواز یہ ہوگا کہ ملک اور قوم کی بہبود کے لئے یہ لازمی ہے۔ یہ میری انسلٹ ہو رہی ہے۔"

"بے شک یہ تمہاری توہین ہے۔ کیا وہ تمہیں اپنی ملکیہ بنا چکا ہے؟"

"نہیں۔ مجھے اپنی ملکیت بنانے آج شام کو آئے گا۔"

"وہ آئے تو اس سے بھرپور محبت کرو۔ پھر موقع پاتے ہی ا[س] کے دماغ کو کمزور بنا دو۔ اس کے بعد خیال خوانی کے ذریعے ا[سے] اس بات پر مائل کرو کہ وہ تمہارے ساتھ عیش کرنے کے لئے تمہیں اسرائیل سے باہر لے جائے۔"

الپا نے وعدہ کیا کہ وہ یہی کرے گی۔ لبوڈا نے پوچھا "ایڈ[گر] سلومن کی جگہ کس شخص کو گولڈن برین کا عہدہ دیا گیا ہے؟"

"راجر موس کے داماد کارمن نے یہ عہدہ سنبھالا ہے۔"

"کیا کارمن سے تمہارا رابطہ رہتا ہے؟"

الپا نے اس بار میری ہدایت کے مطابق کہا "اس نے را[بطہ] نہیں کیا ہے۔ وہ بہت محتاط اور ریزرو رہنے والا شخص ہے۔ میں نے اسے پھانسنا چاہا لیکن اس نے مجھے نظر انداز کر کے میری انسلٹ کی ہے۔"

"میں تمہاری توہین کا بدلہ کارمن سے لوں گا۔"

یہ بات جواب طلب نہیں تھی اس لئے وہ خاموش رہی لبوڈا نے کہا "میں تمہارے دماغ کو حکم دیتا ہوں کہ وہ میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گا۔ باقی دوسری سوچ کی لہروں کے لئے بدستور حساس رہے گا۔"

الپا کے خوابیدہ دماغ نے اسے قبول کیا لیکن اس تنویمی عمل کی بنیاد مضبوط نہیں تھی۔ وہ میری بھی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر سکتی تھی کیونکہ میں دماغ کے تہ خانے میں پہنچتے رہنے کا راستہ پہلے ہی بنا چکا تھا۔

لبوڈا نے اسے تین گھنٹے تک تنویمی نیند سونے کا حکم دیا۔ پھر وہاں سے چلا گیا۔ میں بھی اپنی جگہ شہر پشاور کے ہوٹل امین میں حاضر ہو گیا۔ اس شہر میں پچھلے کئی دنوں سے میرے لئے خاص مصروفیت نہیں رہی تھی۔ میں نے آئی جی اور دوسرے ذمے دار افسران سے رابطہ کیا تھا۔ وہ مطمئن تھے اور خوش ہو کر کہتے تھے۔ "فر[ہاد] صاحب! جب سے آپ آئے ہیں تب سے غیر ملکی ایجنٹ اور بین الاقوامی شہرت رکھنے والے مجرم گوشہ نشین ہو گئے ہیں۔"

"میں ایسا نہیں سمجھتا۔ جرائم کا سلسلہ جاری ہے اور جاری رہتا ہے۔ مجرم گوشہ نشین نہیں ہوتے' محتاط ہو جاتے ہیں۔ ہمارے آپ کی نظروں میں نہیں آتے۔ ویسے میں یہاں سے جانے والا ہوں۔"

"جناب! آپ نے ہمیں خدمت کا موقع نہیں دیا اور جا[نا] چاہتے ہیں۔ آپ اسی شہر میں ہیں لیکن ہم آپ کے دیدار سے محروم ہیں۔"

میں نے بات بنائی "میں یہاں موجود نہیں ہوں۔ جب کہ میں یہاں موجود ہوں تو میری جگہ میرا آلۂ کار موجود ہوتا ہے۔ میری رخصتی کا مطلب یہ ہے کہ میرا آلۂ کار ارسلان رخصت ہو رہا ہے۔"

وہ مایوس ہو گئے۔ مجھے افسوس ہو رہا تھا کہ میں محبت کرنے والے میزبانوں سے جھوٹ بول رہا تھا۔ اپنے تحفظ اور سلامتی کے لئے یہ جھوٹ ضروری تھا۔ وہ میرے مسائل نہیں سمجھتے تھے۔ یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ ایک دشمن خیال خوانی کرنے والا خود کو فرہاد علی تیمور کہہ رہا ہے اور مجھے شہر میں بے نقاب کر کے قتل کر دینا چاہتا ہے۔

اس فریبی فرہاد سے نمٹنے کے لئے میں الپا کو آلۂ کار بنا چکا تھا۔ لبوڈا اپنے چہیتے خیال خوانی کرنے والے جی بی تھرمال کو مجھ سے چھپاتا پھر رہا تھا۔ یہ اندیشہ ہو گیا تھا کہ میں کسی وقت بھی تھرمال کی شہ رگ تک پہنچ سکتا ہوں۔

اسے چھپانے کے لئے لبوڈا نے اسے اپنی طرح سیاہ فام نیگرو بنایا تھا۔ واشنگٹن میں کنگسٹن اسٹریٹ کا ایک بنگلا رہنے کو دیا تھا۔ اس کی بیٹی کانووانا اور تھرمال ایک دوسرے کو چاہتے تھے۔ آئندہ وہ لبوڈا کا داماد بن سکتا تھا۔ بیٹی کی محبت کو سلامت رکھنے کے لئے وہ میرے خلاف خفیہ اقدامات کر رہا ہوگا۔

ابھی اس کی عداوتوں کا علم مجھے نہیں تھا۔ یہی سب کچھ الپا کے ذریعے مجھے معلوم ہو سکتا تھا۔ تین گھنٹے بعد میں نے سوچا' وہ تنویمی نیند سے بیدار ہو گئی ہوگی۔ ادھر سے گولڈن برین میجر یارڈلے اس کے پاس آیا ہوگا۔ ادھر سے لبوڈا اس کے دماغ میں پہنچا ہوگا۔ اس محفل میں مجھے بھی جانا چاہئے' لیکن میں نہ جا سکا۔ لیلیٰ نے آکر کہا "ہم ثانی کے معاملے میں دھوکا کھا گئے ہیں۔"

"کیسا دھوکا؟"

"آپ نے اس کے خیالات پڑھے تھے۔ ثانی کی سوچ نے بتایا تھا کہ پندرہ دن بعد اسے ٹرانسفارمر مشین سے گزارا جائے گا۔ لیکن وہ اس مشین سے گزر چکی ہے۔"

"کیا تم اس کے پاس گئی تھیں؟"

"ہاں' اس نے سانس روک لی تھی۔ پھر دوسری بار گئی تو اس نے کوڈ ورڈز دریافت کئے۔ اس کے مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ اس کے اور لبوڈا کے درمیان کوڈ ورڈز مقرر ہو گئے ہیں' اور اب ہماری سوچ کی لہریں اس کے لئے پرائی ہو گئی ہیں۔ ہم پرائے ہو گئے ہیں۔"

"کیا سلمان اور سلطانہ کو معلوم ہے؟"

"سلمان صدمے سے چور ہے۔ جوان بیٹی دشمنوں میں چلی گئی ہے۔ وہ اور سلطانہ ایک دوسرے کو الزام دے رہے ہیں۔"

میں نے سلمان کے پاس آکر پوچھا "ثانی کے معاملے میں غفلت کیسے ہوئی؟"

وہ بولا "یہ سامنے سلطانہ ہے' اسی سے پوچھیں۔ میں تو ثانی کے دماغ میں آتا جاتا رہتا تھا۔ سلطانہ نے اس معاملے میں کوتاہی کی ہے۔"

وہ بولی "آپ خواہ مخواہ میرے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ میں نے کوتاہی نہیں کی۔ وہ میری مجبوری تھی۔"

پھر وہ مجھے مخاطب کرتے ہوئے بولی "میں مانتی ہوں ڈیوٹی کے طور پر اس وقت مجھے ثانی کے پاس رہنا چاہئے تھا' لیکن میری طبیعت اچانک خراب ہو گئی۔ سلمان گھر میں نہیں تھے۔ میں نے دماغی رابطہ کرنا چاہا تو توانائی کی کمی کے باعث خیال خوانی نہ کر سکی۔ فون کر کے لیڈی ڈاکٹر کو کال کیا۔ ڈاکٹر نے آکر معائنہ کیا۔ دوائیں دیں پھر چلی گئی۔ میں نے دوائیں استعمال کیں۔ تھوڑا سا آرام آیا مگر توانائی بحال نہیں ہوئی۔"

میں نے پوچھا "آخر تمہیں ہوا کیا تھا؟"

لیلیٰ نے کہا "وہ کیا بتائے گی۔ آپ کو سمجھنا چاہئے وہ ماں بننے والی ہے؟"

سلمان نے کہا "محترمہ نے ایک اولاد پیدا کرنے سے پہلے دوسری اولاد کو گنوا دیا ہے۔"

وہ روتے ہوئے بولی "اپنا قصور بھی بتائیں۔ دوپہر کے تین بجے گئے تھے' رات کے بارہ بجے واپس آئے تھے۔ ادھر ثانی کو مشین سے گزارنے کے لئے دشمنوں کو نو گھنٹے مل گئے۔"

میں نے کہا "اب ایک دوسرے کو الزام دینے سے اور رونے سے کیا حاصل ہوگا؟"

"میں اپنے نصیبوں پر رو رہی ہوں۔ دنیا کی تمام عورتیں جب پہلی بار ماں بننے والی ہوتی ہیں تو ان کے شوہر خوش ہوتے ہیں' پیار کرتے ہیں لیکن مجھے شوہر کی نفرت مل رہی ہے۔"

"میں نفرت نہیں کر رہا ہوں۔ یہ بہت خوشی کا موقع ہے کہ تم میرے بچے کی ماں بننے والی ہو' لیکن ایک باپ کا المیہ دیکھو اور بتاؤ کہ۔ میں ثانی کے لئے ماتم کروں یا ہونے والی اولاد کے لئے خوشیاں مناؤں؟"

لیلیٰ نے کہا "سلطانہ! اپنے شوہر کے جذبات اور صدمات کو سمجھو۔ تمہارے ماں بننے کی خوشی مجھے کتنی ہے' میں بیان نہیں کر سکتی لیکن یہ کوئی خوشی بیان کرنے اور تمہیں مبارک باد دینے کا موقع نہیں ہے۔"

میں نے کہا "سلمان! میں جا رہا ہوں۔ فی الحال ثانی کی واپسی کے لئے اس کے دماغ میں جانے کی ناکام کوشش نہ کرنا ورنہ لبوڈا کو شبہ ہوگا کہ کچھ خیال خوانی کرنے والے ثانی کو پہلے سے جانتے ہیں اور اب اس کے ٹیلی پیتھی سیکھنے کے بعد اسے واپس حاصل کرنا چاہتے ہیں۔"

میں دونوں میاں بیوی کو سمجھا کر چلا آیا۔ ہم نے سونیا ثانی کو کچھ عرصے کے لئے سلوانہ بنایا تھا۔ وہ اپنی سونیا ثانی والی حقیقت کو بھولی ہوئی تھی۔ یہ ارادہ تھا کہ ٹرانسفارمر مشین سے گزرنے کا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

وقت آئے گا تو ہم رازداری سے پھر اس پر عمل کریں گے اور اس کے دماغ سے سلوانہ کی شخصیت کو مٹادیں گے۔

قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ وہ سلوانہ کی حیثیت سے ٹرانسفارمر مشین سے گزرنے کے بعد مستقل طور پر سلوانہ بن گئی تھی۔ اس کے اندر چھپی ہوئی سونیا ثانی کی شخصیت مٹ چکی تھی۔ اب وہ ہمیں پہچان نہیں سکتی تھی' ہماری سوچ کی لہروں کو قبول نہیں کرسکتی تھی پھر بھی اُمید تھی کہ وہ جوجو کی طرح کبھی نہ کبھی ہمارے پاس آئے گی لیکن پریشانی یہ تھی کہ وہ جان لمبوڈا کا زبردست مہرہ بن گئی تھی۔

میں الپا کے پاس آیا۔ وہاں میجر یارڈلے موجود تھا۔ جان لمبوڈا نہیں تھا۔ ثانی نے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا تھا اس سلسلے میں وہ ثانی کے ساتھ کسی معاملے میں مصروف ہوگا۔ آج اسے زبردست کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ ثانی اور الپا دو ٹیلی پیتھی جاننے والیوں کا اضافہ اس کی ٹیم میں ہوگیا تھا۔

میجر یارڈلے الپا کے بنگلے میں آیا تو اس نے پوچھا "میں کیسے یقین کروں کہ تم میرے میجر ہو؟"

"تم نے میرا میجر کہہ کر دل خوش کردیا۔ میں کوڈ ورڈز ادا کرتا ہوں۔"

"ہوسکتا ہے تم نے کسی چالاکی سے میرے میجر کے کوڈ ورڈز معلوم کئے ہوں۔"

"تم شبہ کرنے میں حق بجانب ہو' پھر بتاؤ یقین کیسے آئے گا؟"

"میں نے تمہیں گھر میں آنے دیا ہے' تم مجھے اپنے دماغ میں آنے دو۔"

"میں تمہاری بانہوں میں قید ہونے آیا ہوں۔ دل دیا ہے تو دماغ بھی دے رہا ہوں۔ آجاؤ۔"

وہ صوفے پر بیٹھ گیا۔ اس نے خیالات پڑھے پھر اس کے پاس آکر بیٹھتے ہوئے بولی "مجھے اطمینان ہوگیا ہے۔"

وہ مسکرا کر بولا "سر سے پاؤں تک یہ بھی دیکھ لو کہ کوئی جسمانی عیب تو نہیں ہے؟ قربانی کے بکرے کو اچھی طرح ٹٹول لینا چاہئے۔"

وہ ہنسنے لگی۔ جبکہ وہ اپنی دانست میں قربانی کے لئے نہیں عیاشی کے لئے آیا تھا۔ یہ الپا جانتی تھی کہ وہ قربانی کا بکرا ہے۔ اس نے پوچھا "چائے' کافی یا ٹھنڈا جوس؟"

"تمہاری قربت کی گرمی کافی ہے۔ ٹھنڈا پلادو۔"

وہ اٹھ کر جانے لگی۔ میجر نے پوچھا "تم زحمت کروگی؟ گورنس کہاں ہے؟"

"میں نے ملازمہ اور ملازموں کی چھٹی کردی ہے۔ کیا تم پسند کرتے کہ کوئی یہاں ایک گولڈن برین کی صورت دیکھ لے۔"

"تم نے عقل مندی دکھائی ہے۔ میں بھی نادان نہیں ہوں۔ حلیہ بدل کر آیا ہوں۔ یہ میرا اصلی چہرہ نہیں ہے۔"

"پھر تو یہ اچھا ہوا کہ میں نے ابھی تک تمہاری خوبروئی اور نوجوانی کی تعریف نہیں کی۔ تعریف کرتی تو وہ تمہاری نہ ہوتی۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "میں اصلی چہرہ دکھاؤں گا لیکن بیڈ روم میں۔"

وہ ایک ادا سے مسکراتی ہوئی کچن میں آئی۔ جوس تیار کرتے ہوئے سوچنے لگی۔ بیڈ روم میں سب ہی کی اصلیت سامنے آجاتی ہے۔ عورت کو بند کمرے میں دیکھ کر شریفوں کے اندر کی بدمعاشی باہر آجاتی ہے۔ آہنی پردوں کے پیچھے چھپنے والا گولڈن برین بھی بے نقاب ہونے چلا آیا ہے۔ واہ قدرت نے ہمیں کیا خوب بنایا ہے۔

وہ جوس لے کر آئی۔ اس کے پاس بیٹھ کر بولی "یہ جوس بڑی محبت سے بنا کر لائی ہوں۔"

وہ گلاس ہاتھ میں لے کر بولا "ہم گولڈن برین بہت محتاط رہتے ہیں۔ میں احتیاطاً کہہ رہا ہوں۔ پہلے تم آدھا گلاس پیو' باقی میں پی لوں گا۔"

"تم میرے گھر آئے ہو۔ میری بانہوں میں رہوگے اور مجھ پر شبہ کررہے ہو۔"

"میں شبہ تم پر نہیں' دشمنوں پر کررہا ہوں۔ کوئی بھی تمہارے ذریعے کوئی چال چل سکتا ہے۔"

"واقعی تم محتاط گولڈن برین ہو' لیکن میرا یہ مکان بھی مضبوط قلعہ ہے۔ کوئی دشمن یہاں آکر اپنی چال نہیں چل سکتا۔"

"زیادہ نہ بولو۔ اسے پی کر ثابت کرو۔"

الپا نے اسے دیکھا پھر جوس پر نظر ڈالی' پھر گلاس کو ہونٹوں سے لگالیا۔ میجر اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔ وہ ایک ایک گھونٹ پی رہی تھی۔ چار گھونٹ کے بعد میجر نے اس کا ہاتھ تھام کر کہا "تھینک یو۔ تم نے ثابت کردیا ہے۔ یہ آزمائش بھی تھی اور خواہش بھی کہ تمہارے لبوں کی مٹھاس اس میں ملا کر پیوں۔"

وہ مسکرا کر بولی "اور میری خواہش ہے کہ جوس کو منہ لگانے سے پہلے مجھے منہ لگا کر دیکھو اور میرے لبوں کی مٹھاس کی گواہی دو۔"

وہ اس رومانی پیش کش پر خوشی سے جھوم گیا۔ جھوم کر اس پر جھکا۔ ادھر الپا کی ایک انگلی گلاس کے اندر جھکی اور جوس میں ڈوب گئی۔ جب وہ ڈوب کر ابھرا تو الپا نے اس کے ہاتھ میں گلاس تھمادیا۔

اسے ہندی زبان میں تریا چلتر کہتے ہیں۔ عورت کا مکر۔ وہ کچھ دینے سے پہلے بہت کچھ لینے کا سامان کرلیتی ہے۔ اس نے بڑے بڑے تاجداروں کے سروں سے تاج گرادیئے۔ یہ گولڈن برین کیا چیز تھا۔ آج کل کی حسینائیں ایسے ہی مقاصد کے لئے ناخن بڑھاتی ہیں۔ یہ ناخن مخروطی انگلیوں کے حسن میں اضافہ کرتے ہیں اور یہ ناخن اگلے کا منہ نوچنے یا دامن پھاڑنے کے کام آتے ہیں۔ الپا نے ایک انگلی کے ناخن میں اعصابی کمزوری کی دوا ٹھونس رکھی تھی جو جوس میں حل ہوگئی تھی۔

وہ اس کے پہلو سے اٹھ گئی۔ اس نے گلاس خالی کرتے ہوئے کہا "پہلے گرم کیا پھر ٹھنڈا پلایا۔ اب کہاں چلیں۔"

وہ دور ہو کر بولی "یہ دیکھنے کے لئے کہ پیاسا وہاں سے یہاں کیسے آتا ہے؟"

وہ ہنستے ہوئے اٹھا پھر بیٹھ گیا۔ ہنسی حلق میں اٹک گئی۔ کانپتے ہوئے ہاتھ میں گلاس پکڑا نہیں جارہا تھا۔ اس نے سینٹر ٹیبل پر ہاتھ بڑھا کر اسے رکھا پھر اس میز کا سہارا لے کر کھڑا ہوگیا۔ بہت زیادہ کمزوری محسوس ہورہی تھی۔ وہ گھور کر اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔ جسے دیکھ رہا تھا' وہ فاتحانہ انداز میں مسکرا رہی تھی۔

"تم!" وہ اس کی طرف انگلی اٹھا کر بولا "الپا! تم غد.... غداری۔"

وہ بولتے بولتے ہانپنے لگا۔ اس نے سمجھ لیا کہ اگلے چند لمحات میں اور زیادہ کمزوری بڑھے گی۔ اس سے پہلے ہی بچاؤ کی تدبیر کرے۔

وہ سینٹر ٹیبل پر جھک کر ٹیبل کا سہارا لے کر ٹیلیفون کے پاس آیا پھر ریسیور کی طرف ہاتھ بڑھانے لگا۔ ہاتھ ادھر ادھر جارہا تھا لیکن انگلیاں ریسیور کو پکڑ نہیں پارہی تھیں۔ الپا اس کے اندر بیٹھی ہاتھ کو ریسیور کے آس پاس بھٹکا رہی تھی۔ وہ تھرتھراتے ہوئے بولا "تمہیں قوم یہود اور ارضِ اسرائیل کی قسم ہے۔ تباہی کی.... کی طرف نہ.... نہ جاؤ.... مم.... مجھے سس.... سنبھال لو۔"

"آؤ میں سنبھالتی ہوں۔ اٹھو۔"

الپا میجر پر تنویمی عمل کرنا چاہتی تھی۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا "لمبوڈا ابھی تک نہیں آیا۔ مجھے اس کے پاس جاکر یہ خوش خبری سنانا چاہئے کہ میں میجر یارڈلے کو قابو میں کرچکی ہوں۔"

اس نے میری سوچ کے مطابق خیال خوانی کی پرواز کی۔ پھر لمبوڈا کے پاس پہنچ کر بولی "میں ہوں الپا۔"

"ہاں' مجھے ابھی آنا چاہئے تھا۔ میں دوسرے معاملے میں مصروف ہوگیا ہوں اس گولڈن برین میجر یارڈلے کا کیا بنا؟"

"بکرا قربانی کے لئے بالکل تیار ہے۔"

اس نے خیال خوانی کے ذریعے اتنی توانائی پیدا کی۔ وہ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے ڈگمگاتے ہوئے ایک بیڈ روم میں آیا پھر بستر پر چاروں شانے چت ہوگیا۔ وہ اسی بستر تک پہنچنے اور فاتح بننے کے لئے آیا تھا۔ جبکہ بستر کسی کا نہیں ہوتا۔ نہ مرد کا نہ عورت کا۔ یہاں جو چت ہوجائے وہی مغلوب اور معتوب ہوتا ہے۔ الپا نے اسے گہری نیند سلادیا۔ میں جان لمبوڈا کا منتظر تھا۔ وہ ابھی تک الپا کے پاس نہیں آیا تھا۔ مطمئن ہوگیا تھا کہ یہ پوری طرح شکنجے میں ہے۔ اب نہ تو نافرمانی کرے گی نہ ہی اسے کوئی چھین کرلے جاسکے گا۔

اور میں یہ جاننا چاہتا تھا کہ لمبوڈا سونیا ثانی کو کن معاملات میں مصروف رکھنے والا ہے اور اس نے بی جی تھرہال کو کہاں چھپایا ہوا ہے۔

وہ میجر کے متعلق بتانے لگی۔ لمبوڈا کسی کو اپنے دماغ میں آنے اور دیر تک باتیں کرنے کی اجازت نہیں دیتا تھا۔ الپا کے متعلق اطمینان تھا کہ وہ اس کی معمولہ اور تابعدار ہے۔ اپنے عامل کی اجازت کے بغیر اس کے چور خیالات نہیں پڑھے گی۔

اس کے فرشتوں کو بھی میرے طریقۂ کار کا علم نہیں تھا' وہ کبھی یقین نہیں کرسکتا تھا کہ جب تک الپا اس کے دماغ میں بول رہی ہے۔ تب تک میں اس کے اہم خیالات پڑھتا جارہا ہوں۔ اپنی معمولہ کی موجودگی کے باعث اسے میری موجودگی کا علم نہیں ہوسکتا تھا۔

اس کے چور خیالات سے میں نے سب سے پہلے اس کی رہائش گاہ کا پتا معلوم کیا۔

پھر وہ جگہ معلوم کی جہاں ٹرانسفارمر مشین چھپا کر رکھی گئی تھی۔

لمبوڈا اور سپر ماسٹر ہولی مین آپس میں گہرے دوست بھی تھے۔ میں نے اس کے ذریعے سپر ماسٹر کی رہائش گاہ کا بھی پتا معلوم کیا۔

پھر یہ معلوم کیا کہ لمبوڈا اپنے ماتحت ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے دماغوں میں جاکر کون کون سے کوڈ ورڈز ادا کرتا ہے۔

اس کے بعد میں نے فرہاد بن کر فراڈ کرنے والے بی جی تھرہال کی رہائش گاہ کا پتا اور اس کا موجودہ حلیہ معلوم کیا۔ پھر جب ماتحت ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے پتے معلوم کرنے لگا۔ تو صرف ایک خیال خوانی کرنے والے پاسکوروٹ کا پتا معلوم ہوا۔ اسی وقت الپا نے لمبوڈا سے کہا "اچھی بات ہے۔ میں میجر پر تنویمی عمل کرنے جارہی ہوں۔ تم فرصت ملتے ہی میرے پاس آجانا۔"

میں الپا سے پہلے ہی لمبوڈا کے دماغ سے نکل آیا۔ یہ میری بہت بڑی کامیابی تھی۔ میں ایک الپا کو اپنی معمولہ بنا کر جان لمبوڈا اور سپر ماسٹر کے قریب پہنچ رہا تھا' یہ دو بڑی ہستیاں مجھ سے اب چھپ نہیں سکتی تھیں۔

ان کے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے بی جی تھرہال اور پاسکوروٹ کی رہائش گاہوں کے پتے معلوم ہوگئے۔ ان سب کے کوڈ ورڈز بھی یاد کرلئے تھے۔ اگر الپا اور تھوڑی دیر لمبوڈا کے دماغ میں رہتی تو میں اس کے دوسرے خیال خوانی کرنے والے فریزر اور سونیا ثانی کی موجودہ رہائش گاہ کے متعلق معلوم کرلیتا۔

بہرحال زبردست کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ کسی دن ثانی اور فریزر تک بھی پہنچ سکتا تھا۔ میں نے رسونتی سے رابطہ کیا' پھر پوچھا "کیسی ہو؟"

"بہت خوش ہوں۔ اس ایمان افروز ادارے میں رہ کر میری دنیا ہی بدل گئی ہے۔"

"علی سے رابطہ رکھتی ہو؟"

"ہاں' چوبیس گھنٹوں میں ایک بار ضرور اس کے پاس جاتی ہوں۔ میرا بچہ بہت مصروف رہنے لگا ہے۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"اب وہ بچّہ نہیں رہا۔ بچّے کے ساتھ تمہاری بہو ہے۔"

"پتا نہیں بہو کو کب دیکھوں گی؟"

"پامیلا تمہیں پسند ہے؟"

"میرے بیٹے کی پسند ہے' میری پسند ہے ' لیکن دل کی بات پوچھو تو ثانی پر دل اٹکا ہوا ہے۔"

"تمہاری ہونے والی بہو نے ٹیلی پیتھی سیکھ لی ہے۔"

وہ خوش ہو کر بولی "واقعی؟"

"ہاں مگر اس سے دماغی رابطہ نہ کرنا۔ فی الحال وہ ہمیں بھول چکی ہے۔ دشمنوں میں دوست بن کر رہتی ہے۔ خدا نے چاہا تو پھر ہماری ہو جائے گی۔"

"ایک خوشخبری سناؤں؟"

"خوشخبری کبھی پوچھ کر نہیں سنائی جاتی۔"

"محترم بزرگ علی اسد اللہ تبریزی نے مجھے اجازت دے دی ہے۔ میں عملی میدان میں آرہی ہوں۔"

"یہ تو بڑی خوش خبری ہے۔ کیا میرے پاس آؤگی؟"

"ابھی نہیں۔"

"علی کے پاس جاؤگی؟"

"بیٹے اور بہو کے پاس جانے کو بہت دل مچلتا ہے ' لیکن محترم بزرگ فرماتے ہیں مسلمانوں نے صدیوں بعد روسی حکمرانوں سے آزادی حاصل کی ہے نو آزاد جمہوریہ ازبکستان کے مسلمان اسلامی ریاست کی پائیداری میں مصروف ہیں۔ ایسے میں ان پر عالمی سیاست کے سائے پڑ رہے ہیں۔ وہاں امریکا دوستی کے نام پر اپنا وہی پرانا بدنام سیاسی کھیل شروع کر رہا ہے۔ ایسے میں ہدایات ہیں کہ مجھے وہاں جانا چاہئے۔"

"یہ بہت ہی خوشی کی بات ہے۔ تم عملی میدان میں آتے ہی ایک نئی اسلامی ریاست کے لئے اپنی خدمات وقف کر رہی ہو۔ تم وہاں جا کر صورت حال کا جائزہ لو۔ اگر میری ضرورت ہوئی تو میں ضرور آؤں گا۔"

"سونیا کے پاس جاتے ہو؟"

"تمہیں تو معلوم ہے کچھ پابندیاں ہیں۔ میں صرف فجر کی اذان سنانے جاتا ہوں۔ ویسے یہ پابندیاں سمجھ میں نہیں آئیں۔"

"دین کی تمام باتیں آسانی سے سمجھ میں نہیں آتیں۔ انہیں سمجھنے کے لئے روحانی ادراک لازمی ہے۔ بابا فرید واسطی مرحوم نے سونیا اور اس سے ہونے والی اولاد کے لئے اپنی زندگی میں ہی ہدایات دی تھیں۔ ان ہدایات کا روحانیت سے گہرا تعلق ہے۔"

"زندگی رہی تو ہونے والے اُس بچّے سے روحانیت کا تعلق دیکھوں گا۔ فی الحال میں یہ معلوم کرنے آیا ہوں کہ بابا صاحب کے ادارے کے وہ جاسوس جو واشنگٹن میں ہیں' ان سے کیسے رابطہ کیا جائے؟"

"میں ابھی بتاتی ہوں۔"

اس نے ادارے کے متعلقہ عہدے دار سے ملاقات کی۔ واشنگٹن ڈی سی کا فائل نکالا۔ اس فائل میں ان افراد کی ہسٹری اور تصویریں تھیں جو ادارے سے تعلیم حاصل کر کے امریکا کے مختلف علاقوں میں رہائش اختیار کئے ہوئے تھے۔

پھر وہ ایک شخص کی تصویر کی آنکھوں میں جھانکتی ہوئی اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اسے مخاطب کرتے ہوئے بولی "یوسف زائد! میں آمنہ فرہاد یعنی سابقہ رسونتی بول رہی ہوں۔"

"السلام علیکم میڈم! آپ کا یہ اسلامی نام بہت پسند آیا ہے۔ میرے لائق کوئی خدمت؟"

"فرہاد تم سے مخاطب ہو رہے ہیں۔ میں جا رہی ہوں۔"

میں نے پوچھا "رسونتی! مجھے کیوں نہ بتایا کہ تم نے نام تبدیل کیا ہے؟"

"بتانے کے بعد بھی رسونتی کہہ رہے ہو۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "عادتاً زبان سے وہی نام ادا ہو گیا۔"

"یہ نام محترم علی اسد اللہ تبریزی نے دیا ہے۔ کیسا ہے؟"

"آمنہ مسلمانوں کے لئے نہایت مقدس اور معتبر نام ہے۔ خدا تمہیں شاد و آباد رکھے۔ میں اسی نام سے پکاروں گا۔"

میں اس سے رخصت ہو کر یوسف زائد کے پاس آیا۔ اسے بی جی تھرمال کے بنگلے کا پتا بتا کر کہا "یہاں ایک سیاہ فام نوجوان رہتا ہے۔ اس کی ایسی نگرانی کی جائے کہ اسے شبہ نہ ہو۔ یہ نگرانی زیادہ سے زیادہ ایک دن اور ایک رات کے لئے ہوگی۔"

"آپ اس سلسلے میں اور کیا چاہتے ہیں؟"

"وہ صحت مند ہے۔ میں اسے دماغی کمزوری میں مبتلا کرنا چاہتا ہوں۔"

"یہ کوئی مشکل نہیں ہے۔ آپ اخبار اور ٹیلیویژن کے ذریعے یہ جانتے ہوں گے کہ امریکا میں نسلی فسادات پھیل رہے ہیں۔ گورے کالوں کو قتل کر رہے ہیں۔ کالے گوروں کو جہنم میں پہنچا رہے ہیں۔ اگرچہ یہ فسادات ابھی واشنگٹن میں شروع نہیں ہوئے ہیں۔ آپ حکم دیں تو کوئی بھی گورا اس سیاہ فام کو زخمی کر کے دماغی طور پر کمزور بنا دے گا اور کسی کو ہم پر شبہ نہیں ہوگا۔"

امریکا جو اب واحد سُپر پاور ہے۔ جس سے کوئی ملک جنگ کرنے کی جراُت نہیں کرتا ہے۔ اسی ملک کے اندر سیاہ اور سفید فاموں کے درمیان جنگ جاری رہتی ہے۔

اس جنگ میں برسوں سے نہ جانے کتنی ماؤں کی گود اجڑ چکی ہے۔ آگ اور خون کی ہولی کسی بھی وقت شروع ہو جاتی ہے۔ اولاد سے محروم ہونے والی ماؤں نے ایم او ایم ایس کے نام سے ایک انجمن بنائی ہے۔ اس انجمن کی صدر برینڈا جے محمد کہتی ہیں کہ گزشتہ سال پچیس ہزار بیٹے سڑکوں پر مارے گئے ان مقتولین میں ستّر فیصد سیاہ فام تھے۔

پچھلے دنوں چار سفید فام پولیس والوں نے روڈنی کنگ نامی

ایک سیاہ فام کو بری طرح زدو کوب کیا۔ دنیا بھر کے ٹیلیویژن پر یہ منظر دکھایا گیا کہ اکیاسی سیکنڈ میں پولیس والوں نے روڈنی کنگ کو چھپن بار بید اور ٹھوکریں ماریں۔ امریکی عدالت سے اس مظلوم سیاہ فام کو انصاف نہیں ملا تو پوری سیاہ فام قوم جنگل کی آگ کی طرح بھڑک گئی۔ آج وہاں جو کچھ بھی ہو رہا ہے میں اس پر بحث نہیں کروں گا۔ البتہ یوسف زائد نے یہ بات چھیڑی تو خیال آیا کہ کوّے نے ہنس کی چال چلی تھی۔ اپنے کالے رنگ پر سفید رنگ چڑھایا تھا' یہاں بی جی تھرمال نے مجھ سے چھپنے کے لئے اپنے گورے رنگ پر کالا رنگ چڑھا رکھا تھا۔ کوّے کی طرح اس کی بھی شامت آنے والی تھی۔

یوسف زائد نے میری ہدایت کے مطابق تھرمال کے سامنے والے بنگلے کا فون نمبر معلوم کیا پھر رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے ایک خاتون کی آواز سنائی دی۔ میں اس کے اندر پہنچ گیا۔ وہ اپنے بنگلے میں اپنے ایک بیٹے اور بیٹی کے ساتھ رہتی تھی۔ میں باری باری ان تینوں کے دماغوں میں جاتا تھا اور ان کے ذریعے تھرمال کے بنگلے پر نظر رکھتا تھا۔

یوسف زائد وہاں سے دو سو گز کے فاصلے پر اپنی کار میں تھا۔ شام چھ بجے اس خاتون کے ذریعے میں نے دیکھا ایک سیاہ فام دوشیزہ تھرمال کے بنگلے کے سامنے ایک کار میں آئی۔ وہ ہارن بجا کر بنگلے کے مکین کو یعنی تھرمال کو بلا رہی تھی۔ میں سمجھ گیا وہ جان لمبوڈا کی بیٹی کانوواتا ہی ہو سکتی تھی جو اپنے محبوب سے ملنے آئی تھی۔

میں نے یوسف زائد سے کہا "ایک سیاہ فام لڑکی کار لے کر آئی ہے۔ یقیناً تھرمال اس کے ساتھ کہیں جائے گا الرٹ رہو۔"

میں نے خاتون کے دل میں تجسس پیدا کیا کہ یہ کون لڑکی سامنے والے سے ملنے آئی ہے۔ اسے اچھی طرح دیکھنا چاہئے۔"

خاتون اپنے کمرے سے دوربین لے آئی اور اسے آنکھوں سے لگا کر دیکھا۔ میں نے اسے کار کا نمبر پڑھنے پر مجبور کیا۔ اسی وقت تھرمال آ کر کار میں بیٹھ رہا تھا۔ کانوواتا کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھ رہی تھی۔ میں نے یوسف کو کار کا رنگ اور نمبر بتاتے ہوئے کہا "کار تمہاری طرف آرہی ہے۔"

وہ اپنی کار سے اترا اور بونٹ کو کھول کر یوں جھک گیا جیسے گاڑی کی کوئی خرابی دور کر رہا ہو۔ ذرا سی دیر بعد کانوواتا اپنی کار ڈرائیو کرتی ہوئی اس کے قریب سے گزر گئی۔ یوسف زائد نے فوراً بونٹ کو گرایا اور اسٹیئرنگ سیٹ پر آ کر بیٹھا پھر کار اسٹارٹ کر کے تعاقب میں چل پڑا۔

امریکا میں واشنگٹن کی ایک زبردست سیاسی اہمیت ہے۔ اس لئے حکومت نے گوروں اور کالوں کے درمیان امن وامان قائم رکھنے کے لئے سخت حفاظتی انتظامات کئے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ کانوواتا اور تھرمال آزادی سے گھومنے پھرنے نکلے تھے۔ وہ ایک لمبی ڈرائیو کے بعد واشنگٹن چینل کے کنارے سے گزرتے ہوئے

ایسٹ پوٹا میک پارک میں آئے۔ وہاں دور تک چیری بلوسم کے سایہ دار درخت تھے۔ یوسف زائد نے کہا "یہاں ٹریلر کیمپ میں یہ دونوں کچھ کھانے پینے جائیں گے۔"

میں نے کہا "تم بھی وہاں جاؤ۔ ویٹر اور کاؤنٹر گرل کی آواز مجھے سناؤ۔"

وہ کار سے اتر کر دیکھنے لگا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کی بانہہ میں بانہہ ڈالے ہنستے بولتے ہوئے ایک میز کے اطراف آ کر بیٹھ گئے۔ ایک ویٹر ان کے پاس آیا۔ جب وہ آرڈر لے کر جانے لگا تو یوسف زائد نے اسے روک کر پوچھا "کیا میری میز پر بھی تم آرڈر لیتے ہو؟"

"نو سر! میں دوسرے ویٹر کو بھیجتا ہوں۔"

میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر یوسف سے کہا "شیشی جیب میں رکھ دو۔"

اس نے ویٹر کی جیب میں چھوٹی سی شیشی رکھ دی۔ پچھلے کئی دنوں سے ہر محاذ پر یہی طریقۂ کار اپنایا جا رہا تھا۔ دہلی میں پارس نے ایلا اور کیپٹن رنجیت کے ایسے ہی طریقے کو الٹ دیا تھا۔ جولان کی پہاڑی بستی میں علی تیمور نے الپا پر یہی داؤ آزمایا۔ الپا نے میجر کی کھوپڑی اسی طرح الٹائی۔ اب میں تھرمال کے ساتھ یہی سلوک کر رہا تھا۔

دراصل کسی کے دماغ میں جگہ بنانے کا یہ ایسا نسخہ تھا کہ دوسرے دشمنوں کو شبہ نہیں ہوتا تھا۔ اگر تھرمال کو زخمی کیا جاتا تو لمبوڈا کو شبہ ہو جاتا۔ میں نے ویٹر کے ذریعے کافی کا وہ کپ تھرمال تک پہنچایا جسے پینے کے بعد وہ میرا شکار ہو گیا۔ میں نے کانوواتا کے سامنے اسے کمزوری ظاہر نہیں کرنے دی۔ اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما کر اپنی طرف سے اس کے اندر توانائی کو برقرار رکھا پھر اس کی زبان سے کہا "ڈارلنگ! ابھی مجھے خفیہ پیغام موصول ہوا ہے' واپس چلو۔"

وہ اٹھ کر ویٹر کو بل ادا کرنے لگا۔ کانوواتا نے کار کی طرف چلتے ہوئے کہا "آج کی رات تو ہم ساتھ گزارنے والے تھے۔"

"ضرور گزاریں گے۔ میں صرف گیارہ بجے تک مصروف رہوں گا۔ تم ٹھیک گیارہ بجے میرے بنگلے پر چلی آنا۔"

وہ کار میں وہاں سے روانہ ہوئے۔ میں نے اس کے ذریعے کانوواتا سے کہہ دیا کہ بات نہ کرے' وہ خیال خوانی میں مصروف ہے۔ اس طرح میں اس کی کمزوری کو چھپاتا رہا۔ وہ اسے بنگلے میں چھوڑ کر چلی گئی۔ میں نے اسے گہری نیند سلایا اور سلمان کے پاس جا کر کہا "اپنی بیٹی ثانی کی فکر نہ کرو۔ وہ ہماری نظروں میں رہے گی۔ ہم ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنے قابو میں کرتے رہیں گے تو ثانی دور ہونے کے باوجود ہمارے سائے میں رہے گی۔ میرے دماغ میں آؤ۔"

وہ آیا۔ میں اسے یوسف زائد کے پاس لے آیا پھر اس سے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

بولا "اب سلمان تمہارے پاس رہے گا۔ لمبوڈا کے ٹیلی پیتھی جاننے والے پاسکو روٹ کا پتا اور فون نمبر نوٹ کر سلمان کے ساتھ مل کر پاسکو روٹ کو بھی تھرپال کی طرح ٹریپ کرو۔ پھر سلمان، تم اسے اپنا معمول اور تابعدار بناؤ گے۔ بہت ہوشیاری اور احتیاط سے کام کرنا، جان لمبوڈا کے منہ سے لقمہ چھیننا آسان نہیں ہوگا۔"

میں انہیں ہدایت دے کر تھرپال کے پاس آیا۔ وہ گہری نیند میں تھا۔ میں نے اس کے خوابیدہ دماغ میں کہا "ہیلو تھرپال! میری آواز پہچان رہے ہو؟"

"ہاں۔ یہ فرہاد علی تیمور کی آواز ہے۔"

"اس آواز کو کیسے پہچانتے ہو؟"

"مجھے ٹرانسفارمر مشین سے گزارنے سے پہلے فرہاد بنانے کی بھرپور ٹریننگ دی گئی تھی۔ اس کی آواز اور لہجے کی پریکٹس کرائی گئی تھی۔"

"پھر تم نے فرمونا جیسی معصوم اور مظلوم لڑکی کو فرہاد بن کر پریشان کیا اور یہ ظاہر کرنا چاہا کہ فرہاد انسان نہیں شیطان ہے۔"

"ہاں، میں نے سوچا اس طرح فرہاد اپنی بدنامی سے بری طرح مشتعل ہو کر میرے مقابلے پر ظاہر ہو جائے گا۔"

"تمہیں کامیابی ہوئی؟"

"ہاں میری حکمت عملی سے فرہاد دو بار ظاہر ہوا۔ پہلی بار پشاور کے ایک ریسٹ ہاؤس میں چاروں طرف سے گھیرا گیا تھا۔ لیکن وہ بچ نکلا دوسری بار وہ سرفراز خان بن کر فرمونا سے عشق کرنے آیا۔ اس بار بھی میرے آدمیوں نے اسے اچھی طرح گھیر لیا تھا۔ یہ سب ہی دشمن مانتے ہیں کہ وہ بہت ہی ماہر جنگ باز ہے۔ اپنی حاضر دماغی سے جنگ کا نقشہ پلٹ دیتا ہے۔"

"فرہاد اب کہاں ہے؟"

"میں نے کہا نا وہ جنگ کا نقشہ بدل دیتا ہے، پہلے میں اس کے پیچھے تھا اب وہ میرے پیچھے پڑ گیا ہے۔ پتا نہیں اسے میرا ٹھکانا کیسے معلوم ہو گیا تھا۔ میں بڑی مشکلوں سے چھپ کر یہاں آیا ہوں۔"

"وہ یہاں بھی آئے گا تو کیا کرو گے؟"

"یہی سوچ کر ہاتھ پاؤں پھول رہے ہیں۔ بس ایک لمبوڈا کا سہارا ہے، وہی میری مصیبتوں میں کام آتا ہے۔"

"لمبوڈا سے تمہاری ملاقات کیسے ہوتی ہے؟"

"وہ مجھ سے اس وقت ملتا تھا جب میں نے ٹیلی پیتھی نہیں سیکھی تھی۔ میں اس کا شاگرد تھا۔ اسے خوش کرنے کے لئے اس کی بیٹی کا دیوانہ عاشق بن چکا ہوں۔"

"کیا اس کی بیٹی سے عشق نہیں کرتے ہو؟"

"فی الحال تو کر رہا ہوں۔ جب تک لمبوڈا کی سرپرستی رہے گی۔ میں گورا ہو کر بھی اس کالی کو برداشت کرتا رہوں گا۔"

میں نے اس پر عمل کیا۔ اسے اپنا معمول بنایا پھر اسے گیارہ بجے تک سونے کے لئے چھوڑ دیا۔ گیارہ بجے کانوداتا اس کے پاس آنے والی تھی۔ اس لئے میں نے صبح تک کے لئے تھرپال کو ڈھیل دے دی۔

میں نے پارس کی داستان وہاں منقطع کی تھی جہاں وہ رمنا کو ایک ہوٹل میں چھوڑ کر ایلا اور کیپٹن رنجیت سے نمٹنے گیا تھا۔ پھر دونوں کو خوب الجھاتے ہوئے بے نقاب کر چکا تھا۔

"را" تنظیم کے اعلیٰ عہدے دار پارس سے بہت خوش تھے اس کی ذہانت اور صلاحیتوں کے گن گا رہے تھے۔ اس نے ایلا جیسی غیر ملکی ایجنٹ کے ساتھ آستین کے سانپ کیپٹن رنجیت کو بھی ثبوت کے ساتھ گرفتار کرایا تھا۔ تنظیم کے عہدے داروں نے پارس سے ملاقات کی، اسے ایک پرائیویٹ بنگلے میں بلایا پھر بڑی گرم جوشی سے مصافحہ کرتے ہوئے ایک نے کہا "ہماری تنظیم کے اندر چھپے ہوئے غدّار کو ڈھونڈ نکالنا بہت مشکل تھا پھر ہم کیپٹن رنجیت پر کبھی شبہ نہیں کر سکتے تھے۔ تم نے اس کے خلاف ثبوت پیش کر کے ہمیں سمجھا دیا ہے کہ اب ہمیں کسی عہدے دار پر بھی بھروسا نہیں کرنا چاہئے۔"

دوسرے عہدے دار نے کہا "ہم نے سوچا تھا تمہیں پوری طرح ٹریننگ دے کر پاکستان واپس بھیج دیں گے۔ وہاں تم ہمارے لئے جاسوسی کرو گے لیکن یہاں تو ہمارے ہی اندر چور چھپے بیٹھے ہیں۔ ہمیں اپنے اندر کے چوروں کو پکڑنے کے لئے تمہاری ضرورت ہے۔"

تیسرے نے کہا "تم نے تو کمال کر دیا ہے۔ ٹریننگ سینٹر سے پاس ہونے اور تنظیم میں کوئی چھوٹا سا عہدہ حاصل کرنے کے لئے دو سال لگتے ہیں تم نے دو ہی دنوں میں ایسے کمالات دکھائے ہیں کہ ٹریننگ سینٹر کے تمام امتحانات تمہارے سامنے بچکانہ لگ رہے ہیں۔"

دلیش پانڈے نے مسکرا کر کہا "کچھ میری بھی تعریفیں کرو۔ پاکستان سے کیسا ہیرا چن کر لایا ہوں۔"

ایک نے کہا "ہاں بھئی، تمہارا جواب نہیں ہے۔ تم قیامت کی نظر رکھتے ہو اور ہمیشہ قابل لوگوں کا انتخاب کرتے ہو۔"

دلیش پانڈے نے کہا "انجیلا، ایلا، شیو چرن اور کیپٹن رنجیت کے بے نقاب ہونے کے بعد ہم نے انہیں گرفتار کیا ہے۔ ان پر مقدمہ چلے گا لیکن یہودی تنظیم موساد کے خلاف فوری کارروائی کی ضرورت ہے۔ ورنہ یہ لوگ ہمارے اندر سرنگ بناتے رہیں گے۔"

"ہم نے حکم جاری کیا ہے کہ چوبیس گھنٹوں کے بعد یہاں موساد کا نہ دفتر رہے اور نہ ہی اس کا کوئی جاسوس نظر آئے۔ اگر کوئی نظر آئے گا تو اسے گرفتار کر لیا جائے گا۔ گرفتار ہونے والا مزاحمت کرے گا تو اسے گولی مار دی جائے گی۔"

یہ پارس کا ایک کارنامہ تھا کہ وہ یہودی تنظیم کو وہاں سے اکھاڑ رہا تھا۔ اگرچہ وہ یہودی بھارت میں تھے لیکن وہاں سے پاکستان کے خلاف کام کر رہے تھے۔ بھارتی حکومت خوش تھی کہ وہ لوگ بھارت کے سائے میں رہ کر پاکستان کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ پارس نے ثابت کر دیا کہ یہودی اپنے باپ کے بھی نہیں ہوتے۔ بھارت کی جڑوں میں بیٹھ کر بھارت کی ہی جڑیں کاٹ رہے تھے۔

ایک اعلیٰ عہدے دار نے پارس سے کہا "حماد! تم بھارت ہی میں رہو گے۔ ہمارے اندر چھپے ہوئے غدّاروں کو تلاش کرو گے۔ یہودی تنظیم ختم ہو جائے گی لیکن باہر سے دوسرے یہودی دوسرے روپ میں آئیں گے۔ تم ایسے لوگوں کو بے نقاب کرو گے۔ کل تمہیں ایک خصوصی کارڈ دیا جائے گا جس کے ذریعے تم وزیروں، گورنروں اور ملک کے دیگر اکابرین کے پرائیویٹ اجلاس میں اور تقریبات میں بے روک ٹوک جا سکو گے۔"

پارس نے کہا "ایسا ہی ایک کارڈ میرے اسسٹنٹ کے لئے بھی ضروری ہوگا۔"

"تم کسے اسسٹنٹ بنانا پسند کرو گے؟"

"رمنا کو۔"

"وہ تو اَن ٹرینڈ ہے، زیرِ تربیت ہے۔"

"میرے ساتھ رہ کر تربیت حاصل کرے گی۔ آپ کو شکایت کا موقع نہیں دے گی۔"

"یہ ذمے داری تم لیتے ہو تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

ایک اعلیٰ عہدے دار نے دو لفافے اسے دیتے ہوئے کہا "یہ دعوت نامے تمہارے اور رمنا کے لئے ہیں۔ آج شام وزیرِ خوراک آر کے بھنڈاری کی صاحب زادی کی شادی ہے۔ وزیروں کے ہاں کوئی تقریب ہو تو دشمن، دوست کے بھیس میں آتے ہیں۔ تمہیں وہاں آنکھیں کھلی رکھنی ہیں۔"

وہ ضروری گفتگو کے بعد دلیش پانڈے کے ساتھ بنگلے سے باہر آیا پھر اس کی کار میں بیٹھ گیا۔ اس نے کار اسٹارٹ کرتے ہوئے پوچھا "کیا بات ہے حماد! میری بھتیجی میں بڑی دلچسپی لے رہے ہو؟"

"تمہیں اعتراض ہے تو نہیں لوں گا۔"

"خبردار! آئندہ مجھے تم نہیں آپ کہنا اور انکل کہہ کر مخاطب کرنا۔"

"یہ انکل کیوں بن رہے ہو؟"

"میں رمنا کا انکل ہوں۔ اس کے تعلق سے مجھے اور کیا کہو گے؟"

"یعنی تم چاہتے ہو میں بھارتی فلموں کی طرح رمنا سے کسی مندر میں شادی کروں اور تم سے آشیرواد لینے آؤں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "جب آشیرواد دوں گا تو پھر مندر میں جانے کی ضرورت نہیں ہوگی۔"

پارس نے بڑی سنجیدگی سے پوچھا "کیا تمہارے دھرم میں شادی شدہ مرد دوسری شادی کر سکتا ہے؟"

"کرنے والے کر لیتے ہیں۔ مگر یہ ہمارے کلچر میں نہیں ہے۔ تم کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"اس لئے کہ بنگلہ دیش میں میری ایک بیوی ہے۔ تم تو جانتے ہو بنگالی عورتیں بہت بچے پیدا کرتی ہیں۔ جب اس نے سات پیدا کر دیئے تو گھبرا کر بھاگ آیا۔"

دلیش پانڈے نے حیرانی سے پوچھا "تم سات بچوں کے باپ ہو؟"

"سات نہیں، نو بچے۔"

"ابھی سات کہہ رہے تھے پھر نو کیسے ہو گئے؟"

"دو پاکستانی بیوی سے ہوئے۔"

"کیوں مذاق کرتے ہو، تمہاری عمر کیا ہے؟"

"پانڈے! تم بڑے تجربے کار بنتے ہو۔ خود ہی بتاؤ کیا عمر ہے میری؟"

اس نے کار روک دی۔ پارس کو بغور دیکھا اور سوچتے ہوئے کہا "بائیس سے زیادہ کے نہیں لگتے۔ زیادہ سے زیادہ پچیس برس کے ہو۔ چلو چھبیس کہتا ہوں۔"

"پھر موقع دیتا ہوں، صحیح بتاؤ۔"

"بھئی تم اٹھائیس سے زیادہ کے نہیں ہو سکتے۔"

"کیوں نہیں ہو سکتا؟ تمہارے غلط حساب لگانے سے کیا میری پیدائشی تاریخ بدل جائے گی۔ میں تیس اور دو کا یعنی بتیس برس کا ہوں۔"

وہ کار آگے بڑھاتے ہوئے بولا "یقین نہیں آتا، تم کہہ رہے ہو تو مان لیتا ہوں۔"

وہ تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر بولا "میری بھتیجی اٹھارہ برس کی ہے، اور تم دو بیویوں اور نو بچوں والے ہو۔ یہ مناسب نہیں ہے۔"

"ہاں، نو بچے مناسب نہیں ہیں۔"

"میں صرف بچوں کی نہیں، تمہاری عمر کی اور دو بیویوں کی بھی بات کر رہا ہوں۔ تم رمنا سے دور رہو۔"

پارس نے اسے ایک لفافہ دیتے ہوئے کہا "یہ دعوت نامہ رمنا کے لئے تھا۔ اسے واپس کر دو۔"

"اسے واپس کیسے کر دوں؟ یہ تم دونوں کی ڈیوٹی ہے، سرکاری معاملہ ہے؟"

"میں کہہ دوں گا کہ رمنا میری اسسٹنٹ نہیں رہے گی۔ تمہیں اعتراض ہے۔"

"کیسی باتیں کرتے ہو۔ کیا تنظیم میں مجھے ذلیل کرو گے۔ مجھے تم دونوں کے ساتھ ڈیوٹی دینے پر اعتراض نہیں ہے۔ مگر دوسرے معاملے میں اس سے دور رہو۔"

وہ ہوٹل میں آئے۔ رمنا نیند سے بیدار ہو کر غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر حماد (پارس) کا انتظار کر رہی تھی۔ اس کی نیند کے دوران میں نے اس پر تنویمی عمل کر کے اس کے دماغ کو پرائی سوچ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کی لہروں کے لئے لاک کردیا تھا تاکہ کوئی یہودی خیال خوانی کرنے والا رمنا کے دماغ میں آکر پارس کے لئے مشکلات پیدا نہ کرے۔

رمنا نے اسے دیکھتے ہی کہا "مجھے چھوڑ کر کہاں چلے گئے تھے؟"

"مجرموں کو پکڑنے گیا تھا۔"

"میں بھی جاسوس ہوں۔ میں بھی تمہارے ساتھ جاسکتی تھی۔"

دلیش پانڈے نے کہا "بیٹی! آج حمّاد نے جو کارنامہ انجام دیا ہے' وہ تمہارے بس کا نہیں تھا۔ اس کی وجہ سے تمہیں ایک بہت بڑا اعزاز مل رہا ہے۔ تمہیں را تنظیم کا خصوصی کارڈ ملے گا جس کی رو سے تمہیں جاسوسہ تسلیم کیا جائے گا اور وہ کارڈ دکھا کر تم کسی بھی منسٹر کے راج محل میں داخل ہوسکوگی۔"

وہ خوش ہوکر بولی "اوہ آئی لَو یو حمّاد!"

پانڈے نے کہا "یہ لَو والا معاملہ نہیں چلے گا۔"

پارس نے کہا "ہاں رمنا! یہ لَو والا معاملہ نہیں چلے گا۔"

اس نے پوچھا "یہ کیا بات ہوئی؟"

"بات یہ ہے کہ حمّاد کی دو بیویاں اور نو بچے ہیں۔"

"کیا؟" رمنا کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ پھر وہ کڑک کر بولی "یہ جھوٹ ہے۔"

پانڈے نے کہا "یہ سچ ہے۔"

وہ بولی "یہ جھوٹ ہے' نو بچے نہیں ہوسکتے۔"

پارس نے کہا "ایک ساتھ نہیں ہوئے تھے۔"

"تم چپ رہو۔ ہم چچا بھتیجی کو بولنے دو۔"

وہ بولی "انکل! ابھی تو یہ خود بچہ ہے۔ اس کے بچے کیسے ہوسکتے ہیں؟"

"تمہیں کیسے معلوم ہے کہ یہ خود بچہ ہے؟"

"میں جانتی ہوں۔ ہاسٹل میں ایک رات اس کے ساتھ گزار چکی ہوں۔"

"ایں؟" دلیش پانڈے جھینپ گیا پھر بولا "مجھے پتا ہے۔ وہ تمہاری مجبوری تھی۔ اس کے کمرے میں جا پھنسی تھیں لیکن آئندہ محبت میں پھنسنے والی بات نہیں ہونی چاہئے۔"

وہ بولی "بچے جوان ہوجائیں تو بزرگوں کو ان کے معاملات میں نہیں بولنا چاہئے۔"

"بزرگوں کو نصیحت کرنے کا حق ہوتا ہے۔ اس نے سات بنگلہ دیش میں پیدا کرائے' دو پاکستان میں اور اب ہندوستان میں۔ نہیں نہیں..... ہرگز نہیں۔ تم اس سے دور رہوگی۔ چلو میرے ساتھ۔"

پارس نے کہا "لیکن تم نے کہا تھا یہ ڈیوٹی کے وقت میرے ساتھ رہے گی۔"

"ہاں شام کو سات بجے شادی ہے۔ رمنا وہاں پہنچ جائے گی۔"

"سوری انکل! میں آپ کے ساتھ نہیں جاؤں گی۔ مجھے حماد سے معلوم کرنا ہے کہ شادی کی تقریب میں ہماری مصروفیات کیا رہیں گی؟"

"یہ میں تمہیں سمجھاؤں گا۔"

"انکل! میں یہ سمجھ گئی ہوں کہ حماد کے ساتھ کام بھی کرنا ہے اور اس سے دور دور بھی رہنا ہے۔ میں دودھ پیتی بچی نہیں ہوں۔ پلیز آپ ہمیں پلاننگ کرنے کے لئے تنہا چھوڑ دیں۔"

اس نے غصّے سے دیکھا۔ رمنا نے کہا "آپ کو میری عمر معلوم ہے' میں بالغ ہوں۔ اور بالغوں پر اپنی مرضی ٹھونسی نہیں جاتی۔"

وہ پاؤں پٹختا ہوا دروازے تک گیا پھر پلٹ کر بولا "حمّاد! میں تم سے عمر میں دوگنا ہوں۔ تم میرے سامنے بچے ہو۔ پھر بھی میں نے تمہیں اپنا دوست بنایا۔ تمہیں یہاں لاکر آسمان پر پہنچادیا لیکن تم میرے پاؤں تلے سے زمین نکال رہے ہو۔ تم ہوٹل سے باہر آؤ۔ تم سے سمجھ لوں گا۔"

وہ باہر آگیا۔ کمرے کا دروازہ بند ہوگیا۔ وہ کوریڈور میں کھڑا ہوکر سوچنے لگا "یہاں سے کیسے جاؤں؟ بھتیجی اندر ہے۔"

وہ چاہتا تھا کہ اس کی بھتیجی رمنا "را" تنظیم میں اونچا مقام حاصل کرے۔ حماد دو برس کی ٹریننگ سے نجات دلاکر وہ مقام اسے دلا رہا تھا۔ پانڈے کو یقین تھا کہ وہ حماد کے ساتھ کام کرتی رہے گی تو ترقی کی منزلیں طے کرتی ہوئی ایک دن عالمی شہرت بھی حاصل کرے گی۔

اب یہ پریشانی لاحق تھی کہ وہ ہر ملک میں بچے پیدا کرتا جاتا ہے۔ ایسے میں رمنا کو اس کے ساتھ کام کرنا چاہئے یا نہیں؟

وہ ہوٹل کے کوریڈور میں کھڑا ہوا سوچ رہا تھا پھر دروازے پر دستک دیتے ہوئے بولا "حماد! ایک اچھی تدبیر سوجھ رہی ہے۔ آج سے میں بھی تم دونوں کے ساتھ ہر معاملے میں رہوں گا۔ شادی کی تقریب میں بھی آؤں گا۔ مجھے بھی اپنی پلاننگ میں شامل کرو' دروازہ کھولو۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ پھر موسیقی کی آواز آنے لگی۔ انہوں نے ریڈیو یا ٹی وی آن کردیا تھا۔ لیکن دروازہ نہیں کھولا تھا۔ وہ اپنے دل کو تسلی دیتے ہوئے بولا "میں جانتا ہوں یہ سرکاری معاملے میں مصروف ہیں۔ بس آج کے جوانوں میں یہی خرابی ہے کہ وہ ہم بوڑھوں کا تجربہ شامل نہیں کرتے ہیں۔"

پھر وہ ہوٹل سے باہر جاتے ہوئے بڑبڑایا "شریر کہیں کے' سرکاری معاملے میں بھی موسیقی سنتے رہتے ہیں۔"

بھارت میں جو غربت ہے' وہ قابلِ دید ہے۔ بھوکے اور ننگے لوگ تصویروں میں قابلِ دید ہونے کے باوجود دیکھے نہیں جاتے۔ گداگر عموماً ہاتھ پھیلا کر بھیک مانگتے ہیں' لیکن ہندوستان کے غریب اتنے مجبور اور فاقہ زدہ ہوتے ہیں کہ مانگتے مانگتے قدموں میں گر جاتے ہیں۔ یہ سراسر انسانیت کی توہین ہے اور بھارتی حکومت کی بے حسی اور بے پروائی ہے یا پھر یہ سوچ لیا گیا ہے کہ جن کے مقدر میں فٹ پاتھ پر رینگنا ہوتا ہے وہ کیڑے مکوڑے بن کر ہی زندگی گزارتے ہیں اور بھارتی حکمران ان کی بدبختی سے لڑنے کے قابل نہیں ہیں۔

آر کے بھنڈاری وزیر خوراک اور زراعت تھا۔ بھارتی عوام کا اَن داتا تھا۔ اس نے گھر گھر اناج پہنچانے کے لئے راشن کارڈ کا سسٹم جاری رکھا تھا۔ یہ جانتا تھا کہ عوام کا ووٹ لے کر اسے وزیر بنانے والے بنیے اور مہاجن اناج کو گوداموں میں چھپاتے ہیں۔ راشن کارڈ پر برائے نام اناج دیتے ہیں۔ باقی بلیک میں کمانے کے لئے غائب کردیتے ہیں۔ بھنڈاری ان کے خلاف ایکشن نہیں لیتا تھا بلکہ انہیں سر آنکھوں پر بٹھاتا تھا۔

اس نے بیٹی کی شادی میں ایسے ہی دو ہزار مہاجنوں اور سرمایہ داروں کو مدعو کیا تھا۔ اپنی محل نما کوٹھی کے سامنے تین سو گز کے وسیع و عریض میدان میں شامیانہ اور قناتیں لگوائی تھیں۔ اندر اور باہر اتنے بلب اور ٹیوب لائٹس کی روشنی کی تھی کہ رات کو دن بنادیا تھا۔ دور تک موسیقی کا شور سنائی دے رہا تھا۔ شامیانے کے سائے میں امیر کبیر عورتوں اور مردوں کے قہقہے گونج رہے تھے۔

پارس' رمنا کے ساتھ کار میں آیا۔ ایک جگہ کار کو پارک کرکے دروازہ کھول کر باہر نکلا تو شامیانے کے باہر بھوکے اور ننگے لوگوں کو دیکھا۔ ننگے یوں تھے کہ صرف ستر پوشی کے لئے چھوٹا سا پھٹا پرانا کپڑا بدن پر نظر آرہا تھا۔ دس بارہ برس کے بچے بالکل بے لباس تھے۔ یہ دس بارہ نہیں تھے۔ قناتوں کے چاروں طرف بھٹک رہے تھے۔ باسمتی چاولوں کی بریانی کی خوشبو ان کی بھوکی روحوں کو جھنجھوڑ رہی تھی۔ وہ قناتوں کے قریب جاتے تھے تو ہاتھوں میں ڈنڈے لئے ہوئے سپاہی انہیں مار مار کر بھگا دیتے تھے۔

یہ بات نہیں ہے کہ صرف بھارت میں ہی ایسا ہوتا ہے۔ ایسے مناظر بنگلہ دیش اور افریقی ممالک میں بھی نظر آتے ہیں۔ پاکستان اور دوسرے ممالک میں روٹی کے بھوکے کم ہیں لیکن زندگی کی دوسری ضروریات کے بھکاری ہیں اور ہمیں کہنے سننے میں شرم نہ آئے تو ہم زیادہ تر امریکا کے بھکاری ہیں۔ یہاں بھارت میں یہ منظر غیر انسانی تھا کہ قناتوں کے اندر صحت مند لوگ پیٹ بھر بھر کر کھا رہے تھے اور قناتوں کے باہر اسی ملک میں اسی میدان میں اپنی بھوکی قوم کو ڈنڈے مار کر بھگا رہے تھے اور یہ وزیر خوراک کے ہاں شادی کی تقریب میں ہو رہا تھا۔

پارس نے رمنا سے پوچھا "یہ کیسا منظر ہے؟"

وہ بولی "ہم یہاں اپنی ڈیوٹی پر آئے ہیں۔ یہ بھوکے ہمارا مسئلہ نہیں ہیں۔"

"ہیں۔ ہمارا مسئلہ ہیں۔ جب ہم کھاتے ہوں اور یہ منہ دیکھتے ہوں تو یہ شرم کا مسئلہ ہے کہ انسانیت کو شرم کیوں نہیں آتی۔ اگر آزادی کے پہلے دن سے آج ۴۴ سال تک اس ملک میں بھوکوں کی تعداد بڑھتی گئی ہے تو یہ حکومت کے لئے لمحۂ فکریہ ہے کہ وہ فوجی طاقت بڑھا کر ایشیا میں سپر پاور بن رہی ہے۔ یا کروڑوں کی تعداد میں جنتا کو بھوکا رکھ کر سپر بے شرم بنتی جارہی ہے؟"

وہ باتیں کرتے ہوئے شامیانے میں آئے۔ اگرچہ بریانی اور دیگر کھانوں کی خوشبو آرہی تھی لیکن ابھی کھانا شروع نہیں ہوا تھا۔ لگن منڈپ میں دولہا دلہن بیٹھے ہوئے تھے۔ پنڈت جی سنسکرت میں منتر پڑھتے ہوئے انہیں شادی کے بندھن میں باندھ رہے تھے۔

رمنا اور پارس نے منسٹر آر کے بھنڈاری سے مصافحہ کرتے ہوئے چپکے سے کہا "ہم اسپیشل ڈیوٹی پر ہیں۔ یہاں مخالف پارٹی کے لوگ ہوں یا کسی پر شبہ ہو تو ہمیں بتائیں۔"

بھنڈاری نے اپنے سیکریٹری کو حکم دیا۔ "جو ہمارے مخالف ہیں اور ہماری نظروں میں مشکوک ہیں ان کی شکلیں انہیں دور سے دکھاؤ۔"

پارس اور رمنا سیکریٹری کے ساتھ ایک طرف گئے۔ میں بھنڈاری کے خیالات پڑھنے لگا۔ وہ سوچ رہا تھا۔ اقتدار میں رہ کر عوام کے مسائل حل کرنے ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ حکومت کی گدّی پر بٹھانے والے بیوروکریٹ مہاجنوں اور سرمایہ داروں کو خوش رکھنا پڑتا ہے۔

ابھی اس نے پولیس افسران کو حکم دیا تھا کہ باہر بھوکی جنتا پر ڈنڈے نہ برسائے جائیں ورنہ حکومت بدنام ہوگی۔ اخباری فوٹوگرافروں پر کنٹرول رکھا جائے ورنہ وہ ایسی تصویریں اخبارات میں شائع کریں گے۔ وزیر خوراک کے گھر کے سامنے ایسا ہوگا تو اپوزیشن والے موقع سے فائدہ اٹھائیں گے۔ جنتا کو ہمارے خلاف بھڑکائیں گے۔

وہ پریشان ہوکر بڑبڑانے لگا "یہ چھوٹی ذات کے بھوکے ننگے لوگ مرتے کیوں نہیں؟ ہم ایک وقت بھوکے نہیں رہ سکتے اور یہ صدیوں سے بھوکے رہ کر زندہ چلے آرہے ہیں۔"

میں اس مفاد پرست سیاستداں کو چھوڑ کر رمنا کے پاس آیا۔ ایک لیڈر اس میں دلچسپی لیتے ہوئے کہہ رہا تھا "تم بہت سُندر ہو۔ تمہیں دیکھ کر نگاہوں کے سامنے شراب چھلکنے لگتی ہے۔ اب تک تم کہاں تھیں؟"

"تمہاری ماں کے پیٹ میں تھی۔ اب رشتہ سمجھو اور شراب چھلکاؤ۔"

وہ غصّے سے بولا "شٹ اپ۔ جانتی ہو' میں کون ہوں؟ اپوزیشن کا مضبوط بازو ہوں۔ یہ منسٹر بھنڈاری صاحب سمجھ رہے تھے' میں مخالف پارٹی کا بازو ہوں۔ یہ دعوت دیں گے تو نہیں آؤں گا لیکن میں آگیا اب یہ پریشان ہیں کہ میں اتنی بڑی پارٹی میں کیا گل کھلانے والا ہوں۔"

رمنا نے میری مرضی کے مطابق کہا "سو سوری' مجھے نہیں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

معلوم تھا کہ آپ ایسے زبردست ہیں کہ بھنڈاری جیسے منتری بھی آپ سے گھبراتے ہیں۔ اب تو میں ضرور شراب چھلکاؤں گی۔"

وہ رمنا کا ہاتھ تھام کر اس طرف جانے لگا جہاں وی آئی پیز کے لئے ولایتی مہنگی شراب کا انتظام کیا گیا تھا۔ اس کی سوچ نے بتایا اس کا نام آتمارام ہے۔ منسٹر بھنڈاری نے جس ادارے کو دو ہزار افراد کے کھانے تیار کرنے کا آرڈر دیا تھا' آتمارام کے دو آدمیوں نے اس ادارے میں جاکر خفیہ طور سے تمام کھانوں کو زہریلا بنادیا تھا۔ اب وہی کھانا وہاں مہمانوں کے لئے پہنچا ہوا تھا۔

میں نے پارس سے کہا "رمنا آتمارام کو رجھارہی ہے۔ میں دونوں کو ایک گوشے میں لے جاتا ہوں۔ تم پولیس افسران کے ساتھ جاؤ اور کھانے کے انچارج سے کہو' جب تک حکم نہ دیا جائے' کھانا دیگوں سے نہ نکالا جائے پھر تم اعلیٰ افسران کے ساتھ آتمارام کے پاس آؤ۔"

ادھر آتمارام نے بار کے حصے میں آکر ایک بوتل کھولی پھر رمنا سے پوچھا "تم کیا پیوگی؟"

میں نے بوتل کو اس کے منہ سے لگایا اور سوڈے یا پانی کے بغیر کئی گھونٹ اس کے حلق سے اتار دیئے۔ رمنا نے اس کے ہاتھ سے بوتل لے کر کہا "ایسے نہیں' میں اپنے ہاتھوں سے پلاؤں گی۔"

اس نے گلاس میں وھسکی بھر کے دی' وہ بولا "تمہارے سامنے جوش میں آکر سوڈے کے بغیر پی گیا۔ اب تو سوڈا ملادو۔"

"میں محبت میں اور شراب میں ملاوٹ پسند نہیں کرتی۔"

وہ جھوم کر بولا "واہ جانِ من! کیا غضب کی بات کہہ دی ہے تم نے۔ جی چاہتا ہے کہ.... کہ...."

میں نے وہ گلاس مُنہ سے لگادیا۔ وہ ایک ہی سانس میں پینے لگا۔ میں نے رمنا کے ذریعے دیکھا۔ پارس اعلیٰ افسران اور سپاہیوں کے ساتھ آرہا تھا۔ میں آتمارام کے اندر پہنچا۔ وہ میری مرضی کے مطابق گلاس خالی کرتے ہوئے بولا "میری جان! آج مزہ آئے گا۔ بھنڈاری کی وزارت خاک میں مل جائے گی۔"

رمنا نے پوچھا "خاک میں کیسے ملے گی؟"

"میرے آدمیوں نے تمام کھانوں میں زہر ملادیا ہے۔ جب حکومت کے بڑے بڑے لوگ یہ کھانے کھاکر مریں گے تو ذرا سوچو ہمارے مہامنتر بھنڈاری کا انجام کیا ہوگا۔"

پارس کے حکم سے شادی کی ویڈیو فلم بنانے والے آتمارام کی طرف گھوم گئے تھے۔ آڈیو ریکارڈر آن ہوگیا تھا۔ رمنا تعجب سے پوچھ رہی تھی "کیا تم نے تمام کھانوں میں سچ مچ زہر ملایا ہے؟"

"بالکل سچ مچ ملایا ہے۔ میری جان تم نہ کھانا۔ بھوک لگے تو مجھے کھالینا۔ ویسے کھانے کی چیز تو تم ہو۔ ہائے کیا حسن ہے' کیا شباب ہے؟"

"لیکن شراب کے ساتھ شباب کا نہیں کباب کا مزہ آتا ہے' میں تمہارے لئے کباب لاتی ہوں۔"

وہ جانے لگی۔ وہ ہاتھ اٹھاکر چیختے ہوئے بولا "ارے کباب میں بھی زہر ہے۔ تم مجھے زہر کھلانا چاہتی ہو۔ مجھے نشے میں سمجھ کر اُلّو بنانا چاہتی ہو۔ میں بہت ہوشیار ہوں......"

سوڈے کے بغیر خالص شراب دماغ پر چڑھ گئی تھی۔ اب میں اسے مجبور نہیں کررہا تھا۔ وہ خود ہی بول رہا تھا۔ پریس رپورٹرز اور فوٹوگرافرز وغیرہ بھی اس کی باتیں نوٹ کررہے تھے اور اس کی تصویریں اتار رہے تھے۔ ان تمام کارروائیوں کے بعد اسے حراست میں لے لیا گیا۔ اس کے بعد اعلان کیا گیا کہ وہ کتنے بھیانک جرم کا مرتکب ہورہا تھا۔ آج یہاں چند منٹوں میں منسٹر بھنڈاری کے دو ہزار مہمانوں کو موت کے گھاٹ اتارنے والا تھا۔ اگر اس کے جرم کا بھید نہ کھلتا تو ایسی زہر خورانی کے سانحے کو حکومت کی نااہلی کے کھاتے میں ڈال کر اپوزیشن والے جنتا کو حکومت کے خلاف خوب بھڑکاتے۔

تمام کھانوں کے طبی معائنے کے بعد آتمارام کا جرم ثابت ہوگیا تھا۔ وہ اپوزیشن کا بہت مضبوط ہاتھ تھا۔ حکومتی پارٹی کے خلاف زبردست چالیں چلتا تھا۔ بھنڈاری کا دشمن تھا' لیکن اس کی دعوت میں یہ ثابت کرنے آیا تھا کہ وہ بھی زہریلا کھانا کھانے والوں کے ساتھ تھا اس لئے اس نے یا اپوزیشن کے کسی آدمی نے زہر نہیں ملایا ہے۔ اس کی پلاننگ تھی کہ وہ کھانا شروع ہوتے ہی شراب پینا شروع کردے گا تاکہ یہ بہانہ رہے کہ پینے والے پینے کے بعد کھاتے ہیں۔

اپوزیشن پارٹی کو چپ لگ گئی تھی۔ ان کا اہم آدمی ٹھوس ثبوت کے ساتھ گرفتار ہوا تھا۔ اب وہ اپنے غنڈوں کو حکم دے چکے تھے کہ اس لڑکی کو اٹھاکر لاؤ جس نے آتمارام کو بہت زیادہ پلاکر آؤٹ کرادیا تھا۔

تمام مہمانوں میں سنسنی اور دہشت پھیل گئی تھی۔ وہ ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے۔ اگر کھانا کھالیتے تو کیا ہوتا؟ سب کا رام نام ست ہوجاتا۔

دوسرے کھانے کا انتظام ہورہا تھا' لیکن وہ کھانا نہیں چاہتے تھے۔ بھنڈاری کو بیٹی کی شادی کی بدھائی دے کر واپس جانا چاہتے تھے۔ بھنڈاری نے ہاتھ جوڑ کر کہا "آپ کی حکومت کا ایک منتری ہاتھ جوڑ کر بنتی کرتا ہے۔ آپ نہ جائیں۔ اچھی طرح طبی معائنے کے بعد آپ کو کھانا پیش کیا جائے گا۔ دشمنوں نے رنگ میں بھنگ ڈالنے کی کوشش کی تھی۔ ہمارے ذہین سراغ رسانوں نے کوشش کو ناکام بنادیا ہے۔ ہم بہت زیادہ چوکس ہیں۔ آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

بھنڈاری کے سامنے دور تک مہمانوں کی بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ اس نے رمنا اور پارس کو بلاکر مہمانوں سے کہا "ان دونوں کو یوں تو ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے ترقی ملے گی' لیکن میں آپ کے سامنے ان کو منہ مانگا انعام دوں گا۔ بولو رمنا' بولو حماد! کیا چاہتے ہو؟"

رمنا نے کہا "میں وہ انعام چاہتی ہوں جو آپ کے ذریعے بھگوان سے ملتا ہے۔ میں آپ سب کی دعائیں چاہتی ہوں۔"

سب لوگ تالیاں بجانے لگے۔ مہمان عورتوں نے کہا "تمہاری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔ ہم صبح پوجا میں تمہارے لئے پرارتھنا کریں گے۔"

پارس نے کہا "دیس کے مسائل صرف دعاؤں سے حل نہیں ہوتے' دوائیں بھی ضروری ہیں۔ آپ کی محبت اور ہمدردی بھی لازمی ہے اس لئے میں صرف شری بھنڈاری جی سے نہیں آپ تمام سے بھی انعام چاہتا ہوں۔ کیا آپ سب ابھی مجھے انعام دیں گے؟"

سب لوگ کہنے لگے "دیں گے' ابھی دیں گے۔ مانگو' کیا مانگتے ہو؟"

پارس نے اپنی قمیص کا دامن دونوں ہاتھوں سے تھام کر بھیک مانگنے کے انداز میں کہا "میں ان بھوکے اور ننگے لوگوں کے لئے بھیک مانگتا ہوں جو شامیانے سے باہر کھانا مانگنے کے جرم میں ڈنڈے کھارہے ہیں۔"

وہ سب گم صم سے ہوکر سننے لگے۔ وہ بولا "میں مسلمان ہوں۔ ہمارے ہاں جان کا صدقہ دیا جاتا ہے۔ آج آپ سب کی جانیں جاتے جاتے بچ گئیں۔ آپ اپنی جانوں کا صدقہ دیں۔ آپ سب ملک کے اکابرین ہیں' آپ کی مضبوط آواز دیس کی اسمبلیوں میں پہنچے گی تو آپ کی فاقہ کرنے والی غریب جنتا کو ڈنڈوں کے بغیر روٹیاں مل جایا کریں گی۔ اس دیس کے وزیر خوراک نے انعام مانگنے کو کہا تو میں نے مانگ لیا۔ اب انعام کا انتظار کرتا رہوں گا۔"

بھنڈاری نے کہا "میں وعدہ کرتا ہوں۔ اسمبلی میں سب سے پہلے یہی مسئلہ اٹھایا جائے گا اور غریب جنتا کی بھوک مٹانے کا فوری حل تلاش کیا جائے گا۔ اس وقت جتنے بھوکے باہر ہیں میں ان کے لئے ابھی کھانا منگوارہا ہوں۔"

سب لوگوں نے تالیاں بجائیں۔ دوسرے کھانوں کا توجہ سے طبی معائنہ کیا گیا۔ مرد' عورتیں' بچے کھانے میں مصروف ہوگئے۔ رمنا اور پارس شامیانے کے مختلف حصوں میں جاکر دشمنوں کو تاڑنے کی کوشش کررہے تھے۔ ایک خاتون نے رمنا سے کہا "بیٹی! میرے پیٹ میں درد ہورہا ہے۔ پلیز مجھے میری کار تک پہنچادو۔"

وہ خاتون کو سہارا دے کر شامیانے کے باہر پارکنگ والے حصے میں لائی۔ پھر اسے کار تک پہنچا کر جانا چاہتی تھی۔ عورت! اس نے پرس سے ریوالور نکال کر حکم دیا "تم واپس نہیں جاؤگی۔ کار میں چپ چاپ بیٹھ جاؤ۔"

رمنا نے ریوالور دیکھتے ہی پوچھا "یہ کیا مذاق ہے؟"

"مذاق سمجھ کر جانا چاہوگی یا شور مچاؤگی تو مُنہ سے آواز نکلنے سے پہلے ہی گولی ماردوں گی۔ آخری بار کہتی ہوں' بیٹھ جاؤ۔"

میں نے رمنا کو کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھنے کے لئے مائل کیا۔ وہ بیٹھ گئی۔ دو افراد تیزی سے آکر اس کے دائیں بائیں بیٹھ گئے۔ ایک شخص نے اسٹیئرنگ سنبھالی۔ پھر کار کو اسٹارٹ کرکے اسے ڈرائیو کرتے ہوئے ایک سمت جانے لگے۔

میں نے پارس سے کہا "رمنا اغوا کی جارہی ہے۔ اپنی کار میں جاؤ' میں تمہیں گائیڈ کرتا رہوں گا۔"

میں پھر رمنا کے پاس آگیا۔ اس کے دائیں طرف بیٹھا ہوا شخص کہہ رہا تھا "تم نے بڑی مکاری سے آتمارام کو گرفتار کرایا ہے۔ تمہارے جیسی لڑکی کو ہی حسین بلا کہتے ہیں۔"

بائیں طرف والے نے کہا "مکاری کرتے وقت تمہیں ذرا بھی خوف نہیں آیا کہ کیلاش راٹھور تمہارے ساتھ کتنا برا سلوک کرے گا؟"

کیلاش راٹھور اپوزیشن پارٹی کا لیڈر تھا۔ پچھلے الیکشن میں ہارنے کے بعد اس نے پوری ایک بستی میں آگ لگادی تھی کیونکہ وہاں سے کسی نے اسے ووٹ نہیں دیا تھا۔ دوسری بستی میں بھنڈاری کے دو حمایتیوں کو سرعام قتل کیا تھا مگر سزا سے بچ گیا تھا۔ کسی میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ اس کے خلاف گواہی دیتا۔ جو اس کی ہٹ لسٹ میں آجاتا تھا پھر زندہ نہیں رہ پاتا تھا۔ عورتوں کے ساتھ بہت ہی شرمناک سلوک کرنے کے بعد قتل کرتا تھا۔

رمنا کا چہرہ زرد پڑگیا تھا۔ اس نے کیلاش راٹھور کی سنگدلی اور بے شرمی کے بڑے چرچے سنے تھے۔ آج ایسے ہی بے رحم آپریشن سے گزر کر مرنے والی تھی۔ کوئی اسے بچانے والا نہیں تھا۔ اس کی دانست میں حماد اس سے بے خبر تھا۔ پولیس اور انٹیلی جنس والوں کو بھی اس کے اغوا ہونے کا علم نہیں تھا۔ ایسی بے یاری اور مددگاری کی حالت میں شرمناک موت یقینی تھی۔

میں رمنا کے آس پاس بولنے والوں کے چور خیالات پڑھ کر معلوم کرچکا تھا کہ وہ اسے دہلی شہر کے باہر کیلاش راٹھور کے ایک خفیہ اڈے میں لے جارہے ہیں اور یہ معلومات پارس تک پہنچتی جارہی تھیں۔ اس نے موبائل فون کے ذریعے دلیش پانڈے کو اطلاع دی "مسٹر پانڈے! تمہارے حکم کے مطابق رمنا مجھ سے دور ہوگئی ہے۔"

پانڈے نے کہا "چلو اچھا ہے۔"

"اسے اغوا کرنے والے مجھ سے دور لے گئے ہیں۔"

وہ اچھل پڑا پھر بولا "کیا کہا اسے اغوا کیا گیا ہے اور تم اتنے اطمینان سے اطلاع دے رہے ہو۔"

"اطمینان کیوں نہ ہو۔ تم نے مجھ سے دور کرنے کے لئے اسے اغوا کرایا ہے۔"

وہ چیخ کر بولا "عقل کے دشمن! اسے اپوزیشن والے لے جارہے ہوں گے۔ کیلاش بہت خطرناک ہے۔ اس کی ہڈیوں کا بھی پتا نہیں چلنے دے گا۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

پارس نے کہا "وہ ہڈیوں کا کیا کرتا ہے؟"

"مجھے کیا معلوم کیا کرتا ہے۔ فضول باتیں پوچھ رہے ہو۔ فوراً رمنا کا پیچھا کرو۔"

"دیکھو اپنی بھتیجی کا پیچھا کرنے کو کہہ رہے ہو۔ پھر شکایت نہ کرنا۔"

"میں بدمعاشوں کا پیچھا کرنے کو کہہ رہا ہوں۔"

"وہ تو میں کر رہا ہوں۔ فون پر کیوں چیخ رہے ہو؟"

"تم بکواس کروگے تو کیا غصّہ نہیں آئے گا؟ تم آدمی کام کے ہو مگر بہت بیہودہ ہو۔ کیا وہ کسی گاڑی میں اسے لے جارہے ہیں؟"

"نہیں پیدل ٹہلا رہے ہیں۔ میں ان کے پیچھے ٹہل رہا ہوں۔"

"تم سے باتیں کرنے کے لئے مجھے گھی کھانا پڑے گا۔"

"گھی کھانے کی نہیں پینے کی چیز ہے۔"

"مجھے معاف کردو میرے باپ! یہ بتاؤ وہ کس گاڑی میں اسے لے جارہے ہیں۔ گاڑی کا رنگ اور نمبر بتاؤ۔"

"رات کے وقت نمبر پلیٹ پڑھنے قریب جاؤں گا تو انہیں شبہ ہوگا۔"

"اس وقت کس علاقے میں ہو؟"

"میں پہلی بار دہلی آیا ہوں یہاں کے راستوں اور علاقوں کے نام نہیں جانتا ہوں۔"

"تو پھر میں پولیس پارٹی کہاں بھیجوں؟"

"میرے پیچھے بھیجو۔"

"لیکن معلوم تو ہو تم کہاں ہو کس راستے پر ہو۔"

"میں نیکی اور شرافت کے راستے پر ہوں۔ عقل استعمال کرو تم نے اپنی کار مجھے دی ہے۔ کیا اس کار کا رنگ اور نمبر پولیس پارٹی کو نہیں بتا سکتے۔ پولیس میرے پیچھے میں تمہاری بھتیجی کے پیچھے اس طرح یہ دنیا ایک دوسرے کے آگے پیچھے رہتی ہے۔"

پانڈے نے رابطہ ختم کردیا۔ پارس نے اسے یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ تعاقب کرتا ہوا شہر کے باہر آگیا۔ وہ چاہتا تھا پہلے خود اپوزیشن سے نمٹے تاکہ پھر ایک اور کامیابی کا سہرا اس کے سر آئے اور بعد میں پولیس والے پہنچیں، جیسا کہ ہمیشہ ہوا کرتا ہے۔

وہ شہر سے پچاس کلومیٹر دور ایک کچے راستے پر مڑ گئے پھر آدھے گھنٹے کی ڈرائیو کے بعد ایک پرانی سی حویلی میں آئے۔ وہ ایک چھوٹی سی بستی تھی۔ کیلاش راٹھور کی جاگیر تھی۔ حویلی میں پہنچنا تو دور کی بات ہے کوئی بستی میں داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ کیلاش کے تقریباً تین درجن مسلح حواری وہاں مختصر سی فوج کی طرح رہتے تھے اور کسی اجنبی کو بستی میں قدم رکھنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔

میں نے اغوا کرنے والوں کے ذریعے دو چار مسلح حواریوں کی آوازیں سنیں پھر حویلی کے اندر بھی دو اشخاص کے پاس پہنچ گیا۔ ایسے مراحل سے گزرنے میں مجھے دیر لگی۔ اس دوران پارس اپنے طور پر بہت کچھ کرتا رہا۔ اس نے اپنی کار بستی کے باہر چھوڑ دی تھی اور چھپتا چھپاتا حویلی تک پہنچنے کی کوشش کررہا تھا۔

حویلی کے پچھلے دروازے پر ایک بوڑھا پہرے دار تھا۔ وہ اپنی گن ایک طرف رکھے چارپائی پر بیٹھا ہوا تھا۔ پارس دبے قدموں اس کے پیچھے سے گزرتا ہوا اندر چلا گیا۔ بوڑھے گن مین کو خبر نہ ہوئی۔ اگر ہوتی تو میں اسے قابو میں کرلیتا۔

میں نے کہا "وہ رمنا کو اوپری منزل کے ایک کمرے میں لے گئے ہیں۔ اس کمرے کے بند دروازے پر دو پہرے دار ہیں۔"

اس نے سر اٹھا کر اوپری منزل کی طرف دیکھا۔ کیلاش راٹھور ایک بہت بڑی خواب گاہ کے قیمتی صوفے پر بیٹھا پی رہا تھا۔ وہ خواب گاہ قیمتی سامان سے آراستہ تھی۔ ایک بڑے سے ٹی وی اسکرین پر ایک حیا سوز ویڈیو فلم چل رہی تھی۔ ایسے وقت دو غنڈے رمنا کو پکڑ کر لائے۔ وہ خود کو چھڑانے کی کوششیں کررہی تھی۔ اب تک ٹریننگ سینٹر میں جتنے داؤ پیچ سیکھ چکی تھی۔ انہیں غنڈوں پر آزما رہی تھی۔ مگر ناکام ہو رہی تھی۔ انہوں نے اسے دھکا دے کر کیلاش کے قدموں میں گرایا پھر واپس جانے لگے۔

وہ فوراً ہی اٹھ کر بھاگنا چاہتی تھی۔ کیلاش نے بیٹھے ہی بیٹھے ایک زور کی لات ماری۔ وہ تکلیف سے چیختی ہوئی دوسری طرف جاگری۔ دوبارہ اٹھنے تک اسے لانے والے باہر جاکر دروازہ بند کرچکے تھے۔

کیلاش نے گلاس خالی کرتے ہوئے مسکرا کر کہا "ایسی ہی سچویشن پر کہتے ہیں۔ قید میں ہے بلبل، صیاد مسکرائے، چیخا بھی نہ جائے یہاں سے بھاگا بھی نہ جائے۔"

وہ قالین پر سے اٹھتے ہوئے بولی "کیا تم کیلاش ہو؟"

"شاباش، تم نے تعارف کے بغیر ہی اپنے یار کو پہچان لیا۔"

"مجھے بھی پہچان لو۔ میں ملٹری انٹیلی جنس کی ایک جاسوس ہوں۔ اپنی خیریت چاہتے ہو تو مجھے جانے دو۔"

"تم نے ہماری خیریت ہی کہاں رکھی ہے۔ آتمارام کو گرفتار کرا کے جنتا کے سامنے ہمارے پوزیشن دو کوڑی کی کردی ہے اب تو تم ایک کوڑی کی بھی نہیں رہوگی۔ ذرا ٹی وی کی طرف دیکھو۔"

اس نے ٹی وی کی طرف دیکھا پھر جلدی سے مُنہ پھیر لیا۔ شرم اور غصّے سے سرخ ہو کر بولی "تمہیں شرم نہیں آتی؟"

"تمہیں بھی نہیں آئے گی۔ میں دشمنوں کو دیکھے بغیر ہی گولی ماردینے کا حکم دیتا ہوں۔ لیکن جس کے حسن و شباب کی تعریفیں سنتا ہوں اسے چکھنے اور چبانے کے لئے ضرور یہاں بلاتا ہوں۔"

وہ اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ وہ پیچھے ہٹ کر بولی "خبردار! مجھ سے دور رہو۔ مجھے حمّاد کے سوا کوئی چھو نہیں سکتا۔"

"اچھا تو کوئی مسلمان تمہیں جھوٹا کرچکا ہے۔ کیا یہ وہی جوان ہے جس کے ساتھ مل کر تم نے آتمارام کو گرفتار کرایا تھا؟"

"ہاں وہی ہے۔ اس سے ڈرو۔ وہ بہت خطرناک ہے۔ یہاں پہنچے گا تو تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

وہ آگے بڑھتے ہوئے بولا "اس حویلی کا تہ خانہ بہت پُر اسرار ہے۔ تمہارا یار اندر جائے گا تو کبھی واپس نہیں آئے گا۔ تمہیں کھانے کے بعد جو ہڈیاں بچیں گی وہ بھی تہ خانے میں جائیں گی۔"

اس نے لپک کر ساری کا آنچل پکڑ لیا۔ وہ چھڑانے کی کوشش کرتی ہوئی چیخنے لگی۔ "بچاؤ۔ حماد! مجھے بچاؤ۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "یہاں حمّاد کا باپ بھی نہیں آئے گا۔ چلّاؤ خوب چلّاؤ۔"

وہ خود کو چھڑانے کی جدوجہد کرتے ہوئے چیخ رہی تھی "حماد! حماد! حماد۔۔۔"

ایک زوردار آواز کے ساتھ دروازہ کھل گیا۔ اس کے ساتھ ہی ایک پہرے دار لڑکھڑاتا ہوا آکر کمرے میں گرا۔ کیلاش نے دروازے پر دیکھا۔ رمنا نے خوشی سے چیخ ماری "حمّاد!"

پارس نے دروازے کو اندر سے بند کردیا۔ کیلاش دوڑتا ہوا الماری کی طرف گیا۔ وہاں سے ریوالور نکالنا چاہتا تھا۔ پارس اچھل کر اس کے اور الماری کے درمیان آگیا پھر بولا "سنا ہے تم بہت خطرناک ہو۔ اپنے شکار کو بڑی بے دردی سے قتل کرتے ہو۔"

اس نے پارس کو باتوں میں مصروف سمجھ کر حملہ کیا۔ اس پر چھلانگ لگائی۔ پارس نے جھک کر اسے دونوں ہاتھوں پر روک لیا۔ پھر اسے سر سے بلند کرتے ہوئے اس پہرے دار پر پھینکا جو پہلے ہی مار کھا کر زخمی ہو کر کمرے میں آگرا تھا۔ اس زخمی نے اٹھتے ہوئے ایک چاقو نکالا تھا۔ کیلاش اس پر آکر گرا تو چاقو اس کی پسلیوں میں پیوست ہوگیا۔ اس نے چیخ کر۔۔۔۔ گالیاں دیتے ہوئے اپنی پسلیوں سے چاقو کو نکالا پھر غصّے سے پہرے دار کے سینے میں اسے گھونپ دیا۔

پارس نے پوچھا "رمنا! تمہیں کیا ٹریننگ دی گئی ہے؟ اگر زخمی دشمن کے ہاتھ میں ہتھیار ہو تو کیا کرنا چاہئے؟"

اس کے ایک ہاتھ میں خون آلود چاقو تھا دوسرا ہاتھ زخمی پسلیوں پر رکھا ہوا تھا۔ وہ غراتا ہوا پارس کو قتل کرنے آرہا تھا۔ رمنا نے کہا "اے اُدھر کیا جارہے ہو۔ میں تمہاری شامت ہوں۔"

وہ غراتے ہوئے تیزی سے رمنا کی طرف گھوم گیا۔ وہ اچھل کر پیچھے گئی، پارس نے آواز دی "اُدھر کیا جارہے ہو۔ میں حملہ کررہا ہوں۔"

وہ پھر تیزی سے پارس کی طرف گھوم گیا۔ اِدھر دوڑتا ہوا آنے لگا۔ رمنا اس کی طرف دوڑتی ہوئی بولی "میں حملہ کررہی ہوں۔"

وہ دونوں اسے پیچھے سے ہونے والے حملوں سے ڈرا رہے تھے، لیکن حملہ نہیں کررہے تھے۔ وہ کبھی اِدھر کبھی اُدھر بھاگ رہا تھا اور تھک رہا تھا۔ زخم سے بہنے والا خون اسے کمزور بناتا جارہا تھا۔ ایسے میں عقل کام نہیں کررہی تھی۔ وہ آگے پیچھے گھوم گھوم کر چاقو لہرا رہا تھا۔

رمنا نے کہا "کیلاش! یہ زخمی دشمن کو بے بس کرنے کی ایک تکنیک ہے۔ تم ہم دونوں کی طرف گھوم گھوم کر حملے کرتے رہوگے اور نہیں رکوگے۔ رکنا چاہوگے تو پھر دونوں طرف سے حملے ہوں گے۔ لہٰذا دونوں طرف ناچتے رہو اور ٹی وی کی شرمناک فلم دیکھتے ہوئے اپنے شرم ناک انجام کو پہنچتے رہو۔"

پارس نے صوفے پر بیٹھ کر ریسیور کو اٹھایا۔ پھر نمبر ڈائل کرنے لگا۔ رابطہ ہونے پر بولا "مسٹر پانڈے! ہم کیلاش نگر کی حویلی میں ہیں۔"

وہ بولا "میں پہلے ہی سمجھ گیا تھا، وہ شیطان میری بھتیجی کو اسی حویلی میں لے گیا ہوگا۔ اس لئے پولیس پارٹی کے ساتھ یہاں پہنچا ہوا ہوں۔ کیلاش کے غنڈے فائرنگ کررہے ہیں۔ ہم جوابی فائرنگ کرتے ہوئے بستی میں داخل ہو رہے ہیں۔"

پارس نے کہا "حویلی میں داخل نہ ہونا۔"

"کیوں؟ وہاں کیا ہے؟"

"یہاں رمنا کے سامنے ایسی ویڈیو فلم چل رہی ہے جسے تم نہیں دیکھ سکوگے۔"

"کیسی فلم چل رہی ہے؟ اے سچ سچ بتاؤ وہاں کیا ہو رہا ہے؟ میں نے تم سے کہا تھا میری بھتیجی سے دور رہو۔"

"میں دور ہو جاؤں گا تو کیلاش قریب ہو جائے گی۔"

"اے یہاں گولیاں چل رہی ہیں۔ مجھے پریشان نہ کرو۔ سب کو اپنی ماں بہن سمجھو۔"

"یہی میں کیلاش کو سمجھا رہا ہوں۔"

"فوراً ٹی وی آف کرو۔"

پارس نے کہا "اے رمنا! تمہارے انکل غصّہ کررہے ہیں، حکم دے رہے ہیں، فوراً ٹی وی آف کرو۔ آں۔ ہاں۔ ایسے۔ شاباش اچھی بچیاں اسی طرح بزرگوں کا کہنا مانتی ہیں۔ مبارک ہو پانڈے یہاں ٹی وی بند ہوگیا ہے۔"

ادھر سے رابطہ ختم ہوگیا۔ اس دوران کیلاش کے ہاتھ سے چاقو گر گیا تھا۔ رمنا اسے ٹھوکریں مارتے ہوئے کہہ رہی تھی "اٹھو زمین سے اور میری ساڑی اتارو۔ بتاؤ کہ کتنے زبردست ہو۔"

وہ گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے بولا "ڈاکٹر کو بلاؤ۔ زخم سے خون بہہ رہا ہے۔ میں مر جاؤں گا۔"

"زندہ رہنا چاہتے ہو تو تہ خانے کا چور دروازہ دکھاؤ۔ ایک کاغذ پر اپنے تمام جرائم کا اعتراف کرو۔"

وہ ایک میز پر سے کاغذ قلم لے کر آئی۔ اس کے سامنے فرش پر رکھ کر بولی "لکھو۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کوئی مجرم آسانی سے اپنا اعمال نامہ نہیں لکھتا۔ میں اس سے لکھوانے لگا۔ دروازے پر دستک ہو رہی تھی۔ دلیش پانڈے کہہ رہا تھا "ہم آگئے ہیں۔ گھبرانے کی بات نہیں ہے۔ دروازہ کھولو۔"

پارس نے دروازے کے پاس آ کر کہا "پانڈے جی! دروازہ کیسے کھولوں؟ کیلاش میری اور رمنا کی پٹائی کر رہا ہے۔"

باہر سے پانڈے نے کڑک کر کہا "خبردار کیلاش! پانڈے تمہاری موت بن کے آگیا ہے۔ دروازہ کھولو۔"

پارس نے آواز اور لہجہ بدل کر کہا "ہرگز نہیں کھولوں گا۔ میرا نام کیلاش ہے ہاہاہا۔ زبردستی کمرے میں گھسنا چاہو گے تو حماد کو گولی مار دوں گا۔ اور رمنا کو...... اور رمنا کو...... اور رمنا کو ہاہاہا ہا......"

دلیش پانڈے مشکل میں پڑ گیا۔ دروازہ کھلوانے کی صورت نظر نہیں آرہی تھی۔ دروازہ تڑوانے سے وہ حماد کو گولی مار دیتا اور رمنا کو منہ دکھانے کے قابل نہ چھوڑتا۔ وہ عاجزی سے بولا "ٹھیک ہے سمجھوتا کرلو۔"

"کیسا سمجھوتا؟"

"رمنا اور حماد کو ہمارے پاس آنے دو۔ ہم تمہیں گرفتار نہیں کریں گے۔"

"مجھے نادان نہ سمجھو۔ میں حماد کو رہائی دے رہا ہوں۔ رمنا میرے پاس یرغمال بن کے رہے گی۔"

"ٹھیک ہے دروازہ کھولو۔"

پارس کیلاش کو سہارا دے کر دروازے تک لایا۔ وہاں اسے چھوڑ کر وہ رمنا کو قریب لے کر صوفے پر بیٹھ گیا پھر وہ کاغذ اٹھا کر کیلاش کے جرائم کا اعتراف پڑھنے لگا۔ کیلاش نے میرے اشارے پر دروازہ کھول دیا۔ پھر اسے کھولتے ہی لڑکھڑاتا ہوا پانڈے اور پولیس والوں کے سامنے آیا تو سبھی احتیاطاً پیچھے ہٹ گئے۔ انہیں ایسا لگا جیسے کیلاش ان پر حملہ کرنے آیا ہو۔

جب وہ بے دم ہو کر گرا تو پتا چلا کہ بری طرح زخمی ہے۔ پانڈے نے گھور کر پارس اور رمنا کو صوفے پر ایک دوسرے کے قریب بیٹھا دیکھ رہا تھا۔

**

تھربال گہری نیند میں تھا۔ کانوانا نے اسے بڑی محبت سے جگایا۔ پھر چائے کی پیالی بڑھاتے ہوئے بولی "بیڈ ٹی۔"

وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ پیالی ہاتھ میں لیتے ہوئے بولا "اوہ گاڈ! کئی راتوں کے بعد گہری نیند سوتا رہا۔ مجھے خبر نہیں تھی کہ کہاں ہوں۔"

وہ بولی "تمہیں اس طرح گہری نیند سونا چاہئے۔ میں ڈیڈی سے کہوں گی، تمہیں زیادہ مصروف نہ رکھیں۔"

"بات مصروفیت کی نہیں ہے۔ وہ کمبخت فرہاد میرے اعصاب پر سوار ہے۔"

"یہ بھی ڈیڈی کی زیادتی ہے۔ تمہیں فرہاد کے مقابلے پر لا کر یوں منہ چھپانے پر مجبور کر دیا ہے۔"

"منہ چھپانے والی بات نہ کرو۔ میں بزدل نہیں ہوں۔ میرے اور تمہارے ڈیڈی کے اندر ایک ہی کمی ہے کہ ہم فرہاد کے ذرائع کو اور اس کے طریقۂ کار کو سمجھ نہیں پاتے ہیں۔"

"فی الحال یہ اطمینان ہے کہ تم چھپنے میں کامیاب ہو۔ دو راتیں اور دو دن گزر چکے ہیں۔ فرہاد کے کسی آلۂ کار نے تمہیں ٹریس نہیں کیا ہے۔"

وہ اٹھ کر باتھ روم کی طرف جاتے ہوئے بولا "تمہارا کیا پروگرام ہے۔"

"ہاسٹل جاؤں گی۔ شام کو تمہارے پاس آسکتی ہوں۔"

وہ پلگ لگا کر الیکٹرک شیور سے شیو کرتے ہوئے بولا "تمہارے بعد ہاسٹل میں آنے والی سلوانہ (ثانی) ٹرانسفارمر مشین سے گزر کر ٹیلی پیتھی سیکھ گئی ہے۔ اور تم وہیں کی وہیں ہو۔"

"تم جانتے ہو' ڈیڈی اصول کے پابند ہیں۔ میں ٹریننگ کورس میں مارکس کم لائی تھی انہوں نے فیل کر دیا' لیکن میں بھی ضدی ہوں' اگلے سال کامیاب ہو کر ضرور ٹیلی پیتھی سیکھ لوں گی۔" وہ بالوں میں برش کرتے ہوئے بولی "میں جا رہی ہوں۔"

وہ بولا "او کے شام کو ملاقات ہوگی۔"

وہ چلی گئی۔ میں تھربال کو باتھ روم میں چھوڑ کر سلمان کے پاس آیا پھر اس سے پوچھا "پاسکوروٹ کا کیا بنا؟"

"میں نے اسے اپنا معمول بنالیا ہے۔ کیا آپ اس کے پاس جائیں گے؟"

"ابھی نہیں۔ جانا ہوگا تو تمہارا لہجہ اختیار کر کے اس کے خیالات پڑھوں گا۔ یہ ہماری کامیابی ہے کہ لمبوڈا کا ٹیلی پیتھی جاننے والا پاسکوروٹ آئندہ ہمارا آلۂ کار بن کر رہے گا۔"

سلمان نے کہا "پاسکوروٹ کے چور خیالات پڑھ کر ایک اہم انکشاف ہوا ہے۔ اس کی بہن ویرا سُپرماسٹر ہولی مین کی بیوی ہے۔ یعنی پاسکوروٹ سُپرماسٹر کا سالا ہے۔"

"یہ بہت اہم معلومات ہیں۔ کیا ویرا یوگا کی ماہر ہے؟"

"نہیں۔ میں نے پاسکوروٹ کو ویرا کے خیالات پڑھنے پر مائل کیا تھا۔ ویرا نے اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا۔ پھر میں بھی مطمئن ہو کر اس کے خیالات پڑھتا رہا۔ اس کے ذریعے سُپرماسٹر ہولی مین کے متعلق معلوم ہوا کہ وہ صرف ہفتے کی رات بیوی کے پاس آتا ہے۔ اتوار کا دن بیوی بچوں کے ساتھ گزارتا ہے پھر چلا جاتا ہے۔"

میں نے کہا "سلمان! آج ہفتہ ہے۔"

"جی ہاں میں آپریشن کے لئے تیار ہوں وہ آج بیوی بچوں کے پاس آ کر رات کا کھانا کھائے گا۔"

"بہت اچھے جا رہے ہو۔ آج رات خوش خبری سناؤ۔"

"انشاء اللہ سناؤں گا۔"

میں تھربال کے پاس آیا۔ وہ غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر ناشتا کرنے باہر جا رہا تھا۔ میں نے اسے ایک ریستوران میں جا کر ناشتا کرنے کا موقع دیا پھر اسے سوچنے پر مجبور کیا کہ اسے لمبی ڈرائیو جاری رکھنا چاہئے۔ اس طرح معلوم ہوگا کہ دشمن اسے پہچان رہے ہیں یا نہیں؟

وہ کار چلاتا رہا۔ ان راستوں پر جاتا رہا جہاں میں پہنچانا چاہتا تھا پھر میں اسے جان لمبوڈا کے بنگلے کے قریب لے آیا۔ بنگلے کے سامنے ایک بہت بڑا پارک تھا۔ میں نے اسے پارک میں ایسی جگہ پہنچایا جہاں سے بنگلے کا سامنے والا حصہ اور مین گیٹ نظر آتا تھا۔

لمبوڈا ایک عام شہری کی حیثیت سے وہاں رہتا تھا۔ اسے دیکھ کر کوئی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ سُپرماسٹر کا دایاں بازو ہے اور وہاں کے اعلیٰ حکام اس سیاہ فام کے زیر اثر رہتے ہیں۔

تھربال نے اس بنگلے میں ایک سفید فام نوجوان حسینہ کو دیکھا۔ وہ کسی کام سے لان میں آئی تھی پھر اندر چلی گئی تھی۔ میں نے سوچا لمبوڈا اور سُپرماسٹر میں بڑی دوستی ہے۔ ہو سکتا ہے سُپرماسٹر کی بیوی ویرا اس حسینہ کو جانتی ہو جو ابھی لمبوڈا کے بنگلے میں نظر آئی تھی۔

میں سلمان کا لہجہ اختیار کرتے ہوئے ویرا کے دماغ میں پہنچا۔ اس کی سوچ میں کہا 'میری بھی کیا ازدواجی زندگی ہے۔ میرا شوہر ہفتے میں ایک رات اور ایک دن کے لئے آتا ہے پھر غائب ہو جاتا ہے۔'

اس کی اپنی سوچ نے کہا 'کیا کیا جائے۔ وہ چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ ہیں' اربوں ڈالروں کا حساب کرتے ہیں۔ ان کے لئے تنہائی اور سکون لازمی ہے'۔

اس کی سوچ سے پتا چلا ہولی مین نے اپنی بیوی اور بچوں کو بھی یہ نہیں بتایا کہ وہ اس ملک میں سپرماسٹر ہے۔ جب ویرا کو یہ نہیں معلوم تھا تو جان لمبوڈا کے بارے میں وہ بھلا کیا جانتی۔

تھربال کو پارک میں لے جا کر بٹھانے اور اس کے ذریعے لمبوڈا کے بنگلے پر نظر رکھنے سے بات نہیں بن رہی تھی۔ جو حسینہ وہاں نظر آئی تھی وہ یوگا کا ہنر جانتی ہوگی۔ لمبوڈا کسی ایسی حسینہ کو اپنے ساتھ نہیں رکھ سکتا تھا جس کے دماغ میں کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا پہنچ جائے۔ ہو سکتا ہے اس نے تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کر دیا ہو۔

اگر ایسا ہے تو اس کے دماغ میں صرف لمبوڈا جاتا ہوگا۔ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتی ہوگی۔ لیکن میں لمبوڈا کا لہجہ اختیار کر کے جاؤں تو مجھے اس کے اندر جگہ مل جائے گی۔

میں نے تھربال کو پارک سے واپس جانے پر مجبور کیا۔ وہ وہاں سے ڈرائیو کرتا ہوا ایک ٹیلی فون بوتھ میں آیا۔ میں نے لمبوڈا کا فون نمبر اس سے ڈائل کرایا۔ دوسری طرف گھنٹی بجنے لگی۔ تھربال ریسیور کان سے لگائے کھڑا رہا۔ میں اس حسینہ کی آواز سنتے ہی لمبوڈا کے لہجے میں اس کے اندر پہنچنے والا تھا۔ لیکن دوسری طرف سے فون ریکارڈر پر لمبوڈا کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا "مجھے افسوس ہے کہ میں موجود نہیں ہوں۔ یہ ریکارڈر آن ہے آپ اپنا پیغام ریکارڈ کرا دیں۔ بہت بہت شکریہ۔"

مجھے سخت مایوسی ہوئی۔ ویسے کچھ کہنا ضروری تھا ورنہ وہ مجھ پر شبہ کر سکتا تھا۔ میں نے تھربال کی آواز بدل کر اس کی زبان سے کہا "کیا خاک پیغام ریکارڈ کراؤں۔ تم پولیس افسر لوگ ڈیوٹی کے چور ہو۔ گھر پر فون کرو تو رانگ نمبر کہہ دیتے ہیں یا فون کے ساتھ ریکارڈر لگا کر ہم پر احسان کرتے ہو۔ جب فوری ضرورت کے وقت نہیں ملو گے تو پیغام ریکارڈ کرانے کا فائدہ کیا ہے؟"

میں نے ریسیور رکھوا دیا۔ لمبوڈا بہت زیادہ محتاط رہنے کا عادی تھا۔ جس حسینہ کو اپنے بنگلے میں رکھا تھا اسے فون اٹینڈ کرنے کی اجازت نہیں دی تھی۔ ادھر مجھ سے غلطی ہوگئی تھی۔ میں نے غلطی کو نبھانے کے لئے آواز بنا کر بہت کچھ کہا تھا۔ میری وہ بناوٹی آواز ریکارڈ ہوگئی ہوگی۔ لمبوڈا جب بھی گھر آئے گا وہ آواز سنے گا

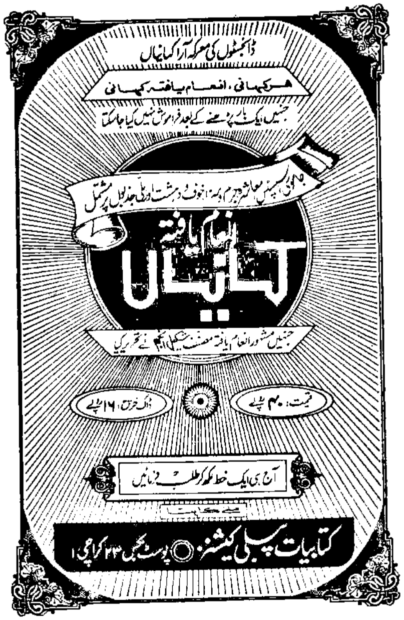

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

پھر اس کے دماغ میں پہنچنا چاہے گا۔ پتا نہیں کس کے دماغ میں پہنچے گا ویسی آواز اور لہجے والا کوئی ہوگا بھی یا نہیں؟ اگر ہوگا تو لمبوڈا کو معلوم ہوگا کہ اس بے چارے نے فون نہیں کیا تھا۔ پھر وہ شبہ کرے گا کہ اس کی رہائش گاہ اور اس کا فون نمبر کسی دشمن کو معلوم ہوگیا ہے۔ بہرحال آئندہ چند گھنٹوں میں معلوم ہو سکتا تھا کہ وہ کس حد تک شبہے میں مبتلا ہوا ہے۔

تھرمال اپنے بنگلے میں آگیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ہی لمبوڈا نے اسے مخاطب کرتے ہوئے پوچھا "خیریت ہے؟"

"جی ہاں۔ چھپنے کی یہ تدبیر کامیاب رہی ہے۔ میں کل شام کانووانا کے ساتھ باہر آگیا تھا۔ آج بھی لمبی ڈرائیو کی ہے۔ نہ کسی نے تعاقب کیا ہے اور نہ ہی کوئی اس بنگلے کی نگرانی کر رہا ہے۔"

"چلو اچھا ہے۔ مجھے تمہاری طرف سے اطمینان رہے گا۔"

"سر! فرہاد پشاور میں ہے' سرفراز کے نام سے فرمونا کے ساتھ رہتا ہے۔ آپ اسے ٹریپ کیوں نہیں کرتے ہیں؟ آپ نے مجھے بھی اس معاملے میں روک دیا ہے۔"

"تم نے دو بار اسے اچھی طرح گھیر لیا تھا۔ نتیجہ کیا نکلا؟"

"کوئی ضروری نہیں ہے کہ تیسری بار بھی بچ نکلے۔"

"تھرمال! تم نے فرہاد کی ہسٹری اچھی طرح یاد کرلی ہے پھر بھی اسے سمجھنے کے لئے بہت کچھ رہ جاتا ہے۔ یہ اچھی طرح یاد رکھو کہ وہ ایک ملک یا ایک شہر میں زیادہ عرصہ نہیں رہتا ہے۔ جب وہ جگہ بدلتا ہے تو اس شہر یا ملک میں اپنا ایک آلۂ کار چھوڑ کر جاتا ہے وہ آلۂ کار فرہاد کا رول ادا کرتا رہتا ہے۔ جس سرفراز کو تم فرہاد سمجھ رہے ہو' وہ محض ایک آلۂ کار ہے۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ فرہاد کا رول ادا کرنے کے باوجود اسے تلاش نہ کر سکا۔ اس کے آلۂ کار سے دھوکا کھاتا رہا؟"

"ایسی بات نہیں ہے۔ تم نے پہلی بار واقعی فرہاد کو ریسٹ ہاؤس میں گھیر لیا تھا۔ جب وہ بچ کر نکل گیا تب ہی میں سمجھ گیا تھا کہ وہ اب اس شہر میں نہیں رہے گا۔ بعد میں اس خیال کی تصدیق ہوگئی ہے۔ رپورٹ کے مطابق وہ لاہور میں ہے۔ وہاں اس نے را تنظیم کے کتنے ہی اہم افراد کو ٹھکانے لگا دیا ہے۔ میرے آدمی یہ معلوم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ وہ لاہور میں کہاں رہتا ہے اور کس بھیس میں رہتا ہے۔"

"سر! اس کا مطلب ہے جب تک اس کا سراغ نہیں ملے گا میں اس گھر میں چھپا رہوں گا؟ پلیز آپ مجھے اپنی صلاحیتوں کو استعمال کرنے کا موقع تو دیں۔"

"تم نے اپنی صلاحیتوں کو جس حد تک استعمال کیا تھا اس پر غور کرو کہ تم نے کہاں کہاں ٹھوکریں کھائی ہیں اور کس طرح کی حماقت نے فرہاد کو تمہارے پیچھے لگا دیا ہے۔ یہ جو تمہیں گوشۂ تنہائی نصیب ہوا ہے تو اس سے فائدہ حاصل کرو۔ اپنا محاسبہ کرو اور آئندہ غلطیوں سے بچنے کے لئے محتاط رہو۔"

"سر! غلطی صرف میں نے نہیں' ہم سب نے کی ہے۔ آپ لوگوں نے مجھے فرہاد کا منفی رول ادا کرنے سے نہیں روکا۔ میری یہ حرکت اس کے لئے چیلنج بن گئی ہے۔ کیا میں خاموشی سے فرمونا کے دماغ میں رہ کر فرہاد کی جڑوں تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔"

"بے شک یہ ہم سب سے غلطی ہوئی تھی۔ کوئی بات نہیں انسان غلطیوں سے بھی سبق حاصل کرتا ہے۔ آرام سے بیٹھ کر سبق حاصل کرتے رہو۔ میں پھر آؤں گا۔"

لمبوڈا شاید چلا گیا۔ تھرمال اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتا تھا۔ اس نے پوچھا "کیا آپ موجود ہیں؟"

اسے جواب نہیں ملا۔ وہ سوچ رہا تھا۔ آئندہ فرہاد کے مقابلے پر آنے کا موقع ملا تو وہ کسی ایسے شخص یا ایسی عورت کے دماغ میں جگہ بنائے گا جو فرہاد کے قریب رہتی ہو اور اس پر حملہ کرنے میں جلد بازی نہیں کرے گا۔ بہت گہرائی تک اس کی جڑوں میں پہنچے گا تاکہ وہ زندہ بچ کر نہ جا سکے۔

میں نے یوسف زائد سے کہا "تھرمال کا فون نمبر ڈائل کرو۔"

اس نے ہدایت پر عمل کیا۔ رابطہ قائم ہونے پر دوسری طرف سے تھرمال کی آواز سنائی دی۔ اس نے آواز اور لہجہ بدل کر کہا "ہیلو۔ آپ کون ہیں؟"

میں نے بھی آواز اور لہجہ بدل کر یوسف زائد کی زبان سے کہا "کیوں بے گورے! تو کالا بن کر ہم کالوں کو دھوکا دے رہا ہے۔ کل ہم نے اپنی قوم کی کالی لڑکی کے ساتھ تجھے دیکھا تھا۔ بعد میں ہمارے ایک آدمی نے بتایا کہ تو گورا ہے۔"

وہ اس انکشاف سے بوکھلا گیا تھا۔ ذرا سنبھل کر بولا "تم لوگوں کو دھوکا ہوا ہے۔ تمہارے آدمی نے جھوٹ بولا ہے۔ میں جنم جنم سے کالا ہوں۔"

"تمہارے آدمی نے جھوٹ نہیں کہا ہے۔ جب تو ریستوران سے اٹھ کر اس سیاہ فام لڑکی کے ساتھ کار میں بیٹھ رہا تھا تو جھک کر بیٹھنے کے باعث تیری گردن نظر آئی وہاں کالا رنگ قمیص کے کالر سے رگڑ کھا کر مٹ گیا تھا اور تیرے جسم کا قدرتی گورا رنگ جھلک رہا تھا۔"

وہ بے اختیار اپنا ایک ہاتھ گردن پر لے جا کر ٹٹولنے لگا۔ ٹٹولنے سے کالا یا گورا رنگ دکھائی نہیں دیتا۔ میں نے کہا "تیری رہائش کہاں ہے؟ اپنا پتا بتا دے۔ سیاہ فاموں کی ایک ٹیم آئے گی اور تیرے سیاہ فام ہونے کی تصدیق کرے گی۔"

اس نے جلدی سے ریسیور رکھ کر رابطہ ختم کردیا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا "مجھ سے بڑی بھول ہوئی کالر والا بٹن نہیں لگایا تھا' اور کالر کے نیچے پورے لباس کے اندر میرا بدن گورا ہے۔ میرا یہ بہروپ پکڑا گیا ہے۔"

اس نے خود سوچا "یہ کمبخت سیاہ فام بہت چالاک ہوتے ہیں۔ پتا نہیں ان لوگوں کو میرا فون نمبر کیسے معلوم ہوگیا۔"

میں نے کہا "کانووانا کی کسی حماقت سے معلوم ہوا ہوگا۔"

اس نے سوچا "وہ فون نمبر کے ذریعے میری رہائش گاہ کا پتا معلوم کر سکتے ہیں۔"

اس نے یہ سوچ کر لمبوڈا کو مخاطب کیا پھر کوڈ ورڈز ادا کئے۔ وہ بولا "میں تمہارے پاس آرہا ہوں۔"

تھرمال دماغی طور پر حاضر ہوا۔ لمبوڈا اس کے اندر آکر بولا "کیا بات ہے؟"

"سر! سیاہ فام سرپھروں کو معلوم ہوگیا ہے کہ میں سیاہ فام نہیں ہوں۔ کسی نے کالر کے نیچے میرا اصلی رنگ دیکھ لیا ہے۔"

"یہ بات تمہیں کیسے معلوم ہوئی؟"

"کسی نے فون پر یہ کہا تھا۔"

"کسی کو تمہارا فون نمبر کیسے معلوم ہوا؟"

"یہی تو سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔ شاید کانووانا نے کسی ٹیلی فون سے میرا نمبر ڈائل کر کے بات کی ہو' اور یہ نمبر دوسروں کی نظروں میں آگیا ہو۔"

"تم نے فون پر اس کی آواز سنی تھی یا اس کے دماغ میں گئے تھے؟"

"آں! وہ...... وہ بات یہ ہے کہ میں گھبراہٹ اور بدحواسی میں اس کی آواز لہجے کو یاد نہیں رکھ سکا۔"

"اس وقت کوئی تمہاری جان نہیں لے رہا تھا پھر بدحواس کیسے ہوگئے؟"

"سر! اپنی ایک کمزوری کا اعتراف کرتا ہوں کہ فرہاد میرے اعصاب پر سوار ہوگیا ہے۔ میں نے اسے عیاش اور بدمعاش ظاہر کرنے کی کوشش کی تھی۔ وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔ پلیز اسے جہنم میں پہنچانے کا فوری انتظام کریں۔"

"بکواس مت کرو۔ اسے مار ڈالنا اتنا آسان ہوتا تو وہ تقریباً اتنے برس سے دردِ سر نہ بنا رہتا۔ تمہارے فون نمبر سے اس بنگلے کا سراغ لگالیا جائے گا۔ فوراً اپنا حلیہ تبدیل کرو۔ گاڑی وہیں چھوڑ دو۔ پچھلے دروازے سے نکل کر پیدل چلتے رہو۔ پھر جو گاڑی تمہارے پاس آکر رکے اس میں بیٹھ جاؤ۔"

لمبوڈا چلا گیا۔ تھرمال میک اپ کا سامان لے کر آئینے کے سامنے آکر بیٹھ گیا پھر اپنے چہرے اور ہاتھوں سے سیاہی چھڑانے لگا۔ اب وہ پھر سے سفید فام بن رہا تھا۔

میں الپا کے پاس بھی آتا جاتا رہتا تھا۔ اس نے گولڈن برین میجر یارڈلے کو اپنا تابعدار بنالیا تھا اور عمل کے دوران اسے حکم دیا تھا کہ وہ دوسری صبح تمام گولڈن برینز کو اس بات پر راضی کرے گا کہ وہ الپا کو لے کر سرکاری دورے پر اسرائیل سے باہر جا رہا ہے۔

الپا اسی تدبیر سے باہر جا کر اسرائیلی حکام اور دوسرے گولڈن برینز کی پابندیوں سے نجات حاصل کر سکتی تھی۔ جان لمبوڈا نے اس کے خیالات پڑھ کر کہا "شاباش الپا! تم نے ایک گولڈن برین کو قابو میں کر کے میرا دل خوش کردیا ہے۔"

وہ بولی "میں جلد سے جلد یہ ملک چھوڑنا چاہتی ہوں۔"

"اس کے لئے تم راستہ ہموار کر چکی ہو۔ میجر یارڈلے تمہیں وہاں کی قید سے نکال کر لے جائے گا۔ میں چاہتا ہوں جانے سے پہلے نئے گولڈن برین کارمن (علی) کو ٹریپ کرو۔ وہ ہمارے لئے بہت بڑا خطرہ ہے۔ اس کے دماغ میں پہنچ کر تم تمام گولڈن برینز پر حکومت کرنے لگو گی۔"

"مجھے ان پر حکومت کرنے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں صرف تمہاری خاطر یہ کام کروں گی۔"

"چلو میری خاطر سہی۔ کارمن کو کسی بہانے تنہائی میں بلاؤ۔"

"وہ اصولوں کا پابند ہے اسے صرف سرکاری ڈیوٹی کے بہانے بلایا جا سکتا ہے۔"

"میجر یارڈلے سے کہو' وہ گولڈن برین کی حیثیت سے کوئی ایسا کام نکالے جس میں تمہارا اور کارمن کا ساتھ ضروری ہو۔"

میں علی تیمور کو الپا کا سارا کھیل بتا چکا تھا۔ وہ اس حد تک جانتا تھا کہ میں نے جان لمبوڈا کو خوش فہمی میں مبتلا کیا ہے۔ لمبوڈا سمجھ رہا ہے کہ الپا اس کی معمولہ اور تابعدار ہے جبکہ وہ درپردہ میری تابعدار تھی۔

علی دوسری بات یہ جانتا تھا کہ الپا وسیع و عریض دنیا میں آزادی سے اُڑتی پھرنے کے لئے اسرائیل کی منڈیر پر سے پر تول رہی ہے اور اس مقصد کے لئے اس نے میجر یارڈلے کو اپنے شکنجے میں کس لیا ہے۔

اس بار میں نے کہا "بیٹے! لمبوڈا اب الپا کے ذریعے تم پر قابو پانا چاہتا ہے۔ وہ کوئی سرکاری فرض ادا کرنے کے بہانے تمہیں تنہائی میں بلانے اور تمہیں ٹریپ کرنے والی ہے۔"

"میں ایک سرکاری کام سے یروشلم جا رہا ہوں۔ یہ سب جانتے ہیں کہ جب تک میں ایک کام پورا نہیں کرتا تب تک دوسرے کام میں ہاتھ نہیں لگاتا اس لئے الپا یا میجر یارڈلے کسی بھی سرکاری کام میں فی الحال مجھے ملوث نہیں کر سکیں گے۔"

"پھر تو ٹھیک ہے' جب تک تم یروشلم سے واپس آؤ گے تب تک الپا میجر کے ساتھ اسرائیل سے باہر جا چکی ہوگی۔"

میں تھرمال کے پاس آیا۔ وہ اپنا حلیہ بدل چکا تھا۔ اپنے اصلی گورے رنگ میں آگیا تھا۔ چہرے پر ہلکی سی تبدیلی کی تھی۔ بنگلے کے پچھلے دروازے سے نکل کر پچھلی گلی سے جا رہا تھا۔ مین روڈ پر پہنچتے ہی ایک ٹیکسی آکر اس کے قریب رک گئی۔ لمبوڈا نے کہا تھا۔ جو گاڑی قریب آکر رکے اس میں بیٹھ جانا۔ وہ بڑی فرمانبرداری سے اس میں بیٹھ گیا۔

اس نے یہ نہیں پوچھا تھا کہ اس کے قریب پرائیویٹ کار آکر رکے گی یا پرائیویٹ ٹیکسی؟ لمبوڈا نے بھی وضاحت نہیں کی تھی۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ڈرائیور نے پوچھا "کہاں چلنا ہے؟"

وہ اس سوال پر کچھ حیران ہوا پھر بولا "چلتے رہو' ابھی بتاؤں گا۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر لبوڈا کے پاس آکر کوڈ ورڈز ادا کئے۔ لبوڈا نے آگے کچھ سننے سے پہلے ہی سخت لہجے میں کہا "میں بہت مصروف ہوں۔ ذرا ذرا سی بات پر ڈسٹرب نہ کرو۔ میں نے تمہارے لئے گاڑی بھیج دی ہے۔"

میں نے تھرال کو مزید بولنے پر مجبور کیا' کیونکہ لبوڈا مصروفیات کی زیادتی کے باعث تھرال کے دماغ میں نہیں آرہا تھا۔ اپنے ہی دماغ سے اسے جلد رخصت کرنا چاہتا تھا۔ اور ادھر میں اس کے کچھ چور خیالات پڑھنے کی کوشش میں تھا۔

تھرال نے کہا "لیکن سر! یہ تو معلوم ہو کہ گاڑی کون سی ہے اور مجھے کہاں جانا ہے؟"

"یو نان سنس! گاڑی میرا آدمی لارہا ہے وہ تمہیں پہچانتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ تمہیں کس بنگلے میں پہنچانا ہے۔"

"سر! آپ کا بندہ مجھے نہیں پہچانے گا' میں نے چہرہ بدلا ہوا ہے۔"

"اوہ گاڈ! پھر تو وہ نہیں پہچانے گا۔ تم جیفرسن روڈ کی پانچویں گلی کے پانچویں مکان میں جاؤ۔ جو دروازہ کھولے اس کے سامنے میرا مخصوص کوڈ ورڈز سنا دینا۔ وہاں تمہیں پناہ مل جائے گی۔"

اس نے سانس روک لی۔ تھرال کے ساتھ میں بھی اس کے دماغ سے نکل آیا۔ ذرا سی دیر میں اس کے خیالات نے بتایا کہ اس کی رہائش گاہ میں جو حسینہ ہے وہ گونگی بہری ہے۔ گھر کی دیکھ بھال بھی کرتی ہے اور اس کے کلیجے کو ٹھنڈک بھی پہنچاتی ہے۔

اس وقت لبوڈا لاس اینجلس میں تھا۔ کالوں اور گوروں کے فسادات کے باعث وہاں الجھا ہوا تھا اور علی تیمور کو پھانسنے کے لئے الپا کو اپنی پلاننگ بتا رہا تھا' ایسے میں تھرال نے اسے مخاطب کیا تھا تو وہ جھنجلا گیا تھا۔ اس سے مختصر سی بات کرنے کے بعد اس نے سانس روک لی تھی۔ میں نے اس کا آخری خیال یہی پڑھا کہ وہ دوسرے دن لاس اینجلس سے واشنگٹن کی رہائش گاہ میں آئے گا۔

اب یہ تشویش ہوئی کہ وہ علی کو پھانسنے کے لئے کیا تدبیر کر رہا ہے۔ یہ معلوم کرنے کے لئے میں پھر الپا کے پاس آیا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ میجر بارڈلے نے علی سے رابطہ کیا تھا اور اس سے کہا تھا کہ وہ الپا کے پاس آئے۔ اور علی نے جواب دیا تھا' وہ اپنی کار میں یروشلم کے لئے روانہ ہو چکا ہے۔

میجر بارڈلے نے کہا تھا "کارمن! ابھی تم نئے گولڈن برین ہو' ہمارے تجربات کی روشنی میں کام کرو۔"

"میں پہلے ہی ایک کام کی ذمے داری لے چکا ہوں اور اس کے لئے ابھی یروشلم کے راستے میں ہوں۔"

"راستے سے پلٹ آؤ۔ بعض اوقات ایسی ایمرجنسی ہوتی ہے کہ پہلا کام چھوڑ کر دوسرا اہم فرض ادا کرنا پڑتا ہے۔"

"وہ اہم فرض کیا ہے؟"

"میں موبائل فون پر نہیں بتا سکتا۔"

"تو پھر ٹرانسمیٹر پر بتائیں۔"

"مجھ سے بحث نہ کرو۔ میں تمہارا سینئر ہوں۔"

"میری معلومات کے مطابق تمام گولڈن برینز برابر رکھتے ہیں۔ کوئی کسی سے سینئر نہیں ہے۔"

"میرا مطلب ہے میں عمر اور تجربات میں تم سے....."

وہ بات کاٹ کر بولا "سوری۔ اکثر بیٹے تجربات کی دنیا سے آگے نکل جاتے ہیں۔ عمر کی کمی بیشی سے دانائی کی پر ہوتی۔"

الپا اور لبوڈا یہ باتیں میجر کے دماغ میں رہ کر سن ر۔ میجر نے رابطہ ختم کر کے کہا "الپا! یہ کارمن لوہے کا چنا ہے۔" الپا نے سوچ کے ذریعے لبوڈا سے پوچھا "اب کیا ہوگا" وہ بولا "کارمن کے خلاف شطرنج کی چال چلو۔ اسے اسے مجبور کر دو کہ وہ یروشلم جانے والی کار کو بریک لگائے ا واپس موڑ لے۔"

"یہ کیسے ممکن ہے؟"

"اپنے دو آلۂ کار بھیجو کہ وہ کارمن کی بیوی پامیلا کریں۔ اس کے اغوا ہوتے ہی یہ خبر پامیلا کے گولڈن بر راجر موس کو سناؤ۔ وہ اپنے گولڈن برین داماد کارمن کو یہ سنائے گا تو کارمن کا سفر ملتوی ہو جائے گا۔"

الپا نے میجر بارڈلے سے اس تدبیر پر عمل کرایا۔ پامی کیا گیا۔ اس وقت میں تھرال کے معاملے میں مصروف تھ لبوڈا کی سوچ پڑھ کر معلوم ہوا کہ علی کو پھانسنے کی تدبیر کی میں فوراً ہی الپا کے پاس آگیا۔

اس کے خیالات نے بتایا کہ میجر بارڈلے کے آد پامیلا کو اغوا کیا ہے۔ ان میں سے ایک شخص نے اغوا ک راجر موس کو دی۔ بے چارے باپ نے پوچھا "کہاں بیٹی؟ تم کون ہو؟ کہاں سے بول رہے ہو؟"

"ہم کون ہیں؟ اور کہاں سے بول رہے ہیں' یہ بتا د مقصد کیا رہ جائے گا۔"

یہ کہتے ہی رابطہ ختم کر دیا گیا۔ راجر موس نے فوراً خوانی کرنے والے ہیری ہوگن سے رابطہ کر کے کہا "میر اغوا کیا گیا ہے۔ فوراً پامیلا کے خیالات پڑھ کر معلوم کہاں چھپایا گیا ہے؟"

ہیری ہوگن' پامیلا کے پاس آیا۔ پتا چلا اس کی آنک باندھی گئی ہے تاکہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے خیا کر وہ جگہ معلوم نہ کر سکے۔ الپا اور جان لبوڈا جانتے ہوگن کے ذریعے معلومات حاصل کی جائیں۔ اس لئے

itsurdu.blogspot.com
itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

آنکھوں پر پٹی باندھ دی تھی۔

ایسے ہی وقت میں نے اپنی بہو کے پاس پہنچ کر اس کے خیالات پڑھے' پتا چلا اس کے گلے میں ایک باریک سی زنجیر پہنائی گئی ہے اس زنجیر سے ایک چھوٹا سا بم منسلک تھا۔ وہ ریموٹ کنٹرولر کے ذریعے دھماکے سے پھٹ جاتا ہے اور وہ ریموٹ کنٹرولر کسی دشمن کے ہاتھ میں ہے۔

پامیلا ایک کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے دونوں ہاتھ پیچھے کی طرف بندھے ہوئے تھے۔ وہ جدوجہد کرتے ہوئے اپنے گلے تک ہاتھ نہیں لے جاسکتی تھی اس بم سے نجات حاصل نہیں کرسکتی تھی۔ ایک ہی منٹ میں یقین ہوگیا کہ میں بھی وہاں خیال خوانی کے ذریعے کچھ نہیں کرسکوں گا۔

میں علی کے پاس آیا۔ راجر موس نے اسے موبائل ٹیلی فون کے ذریعے پامیلا کے حالات بتائے تھے۔ وہ یروشلم کا سفر ملتوی کرکے تل ابیب واپس جارہا تھا۔ میں نے کہا "وہ نہیں بتائیں گے کہ پامیلا کو کہاں چھپاکر رکھا گیا ہے۔ پھر بھی میں اسے بچانے کی کوشش کروں گا۔"

میں پھر پامیلا کے پاس آیا۔ ہیری ہوگن اسے تسلی دے رہا تھا "حوصلے سے کام لو۔ میں تمہاری حفاظت کے لئے موجود ہوں۔"

پامیلا نے کہا "انکل! جب آپ میرے ذریعے کچھ دیکھ نہیں سکتے۔ اس جگہ کو اور دشمنوں کو پہچان نہیں سکتے تو پھر میری مدد کیسے کریں گے؟"

ہیری ہوگن نے کہا "پامیلا کے دماغ میں کون موجود ہے۔ کون اس معصوم اور بے گناہ سے دشمنی کررہا ہے؟ مجھے بتاؤ تمہارے مطالبات کیا ہیں؟"

جان لبوڈا کی سوچ سنائی دی "پامیلا کو ابھی نجات مل سکتی ہے۔ اگر اس کا شوہر مجھ سے دوستی کرلے۔"

"میں یقین دلاتا ہوں۔ مسٹر کارمن تم سے دوستی کریں گے۔"

"میں کیسے یقین کروں کہ پامیلا کی رہائی کے بعد دوستی قائم رہے گی؟"

"مسٹر کارمن زبان کے دھنی ہیں۔ جو وعدہ کرتے ہیں اسے ساری زندگی نباہتے ہیں۔"

"میں کسی کی زبان پر بھروسا نہیں کرتا۔ مجھے ٹھوس ضمانت چاہئے۔"

"کیسی ضمانت چاہتے ہو؟"

"ہماری دوستی صرف دل میں جگہ بنانے سے نہیں ہوتی' دماغ میں بنانے سے ہوتی ہے۔"

"ٹھیک ہے' تم اس کے دماغ میں جاکر بات کرسکتے ہو۔"

"صرف بات نہیں کرنا ہے اس کے دماغ میں گھر بنانا ہے۔"

"یہ تو ممکن نہیں ہے۔ اگر تم اسے اپنا معمول بنانا چاہو گے تو پھر وہ گولڈن برین نہیں رہے گا۔"

"اور اگر وہ گولڈن برین رہے گا تو پامیلا زندہ نہیں رہے گی۔"

"یعنی تم یہ چاہتے ہو کہ مسٹر کارمن کو گولڈن برین کی ٹیم سے نکال دیا جائے؟"

"ہاں' اس نے مجھے بہت نقصان پہنچایا ہے۔"

"کیا اس کے گولڈن برین نہ رہنے سے تمہارا نقصان پورا ہوجائے گا؟"

"ہاں' پھر وہ ایک عام سا آدمی ہوگا' میں اسے کہیں بھی ٹریپ کرکے انتقام لوں گا۔"

صاف ظاہر تھا کہ وہ علی کو صرف اونچے عہدہ سے گرانا نہیں چاہتا تھا بلکہ اسے ہلاک بھی کرنا چاہتا تھا۔ میں نے الپا کے خیالات پڑھ کر معلوم کیا اس وقت پامیلا میجر بارڈلے کے آدمیوں کی گرفت میں تھی۔

پھر میں الپا کا لہجہ اختیار کرکے میجر کے پاس آیا۔ بعض اوقات بہت زیادہ پیچیدہ مسئلے کا حل آسان ہوتا ہے' لیکن گھبراہٹ اور ذہنی پریشانی کے باعث وہ آسان راستہ سمجھ میں نہیں آتا۔

اتنی آسان سی بات میری سمجھ میں نہیں آئی تھی کہ جان لبوڈا اسرائیل میں نہیں تھا۔ الپا اور میجر بارڈلے کو آلۂ کار بنا کر علی سے دشمنی کررہا تھا۔ یعنی جان لبوڈا کی کامیابی کا انحصار الپا اور میجر پر تھا۔ اس لئے میں نے میجر کے خیالات پڑھ کر معلوم کیا تو ایک دم سے مسئلے کا حل سامنے آگیا۔ وہ دو غنڈے میجر کے آلۂ کار تھے جنہوں نے پامیلا کو اغوا کیا تھا۔ میں نے میجر کو مائل کیا کہ وہ غنڈوں سے رابطے کرے۔ وہ رابطہ کے لئے ان کے دماغوں میں باری باری گیا۔ میں بھی وہاں پہنچ گیا۔

ان میں سے ایک کے ہاتھ میں ریموٹ کنٹرولر تھا اور سامنے کرسی پر پامیلا کے گلے میں ننھا سا مگر طاقتور بم بندھا ہوا تھا۔ غنڈے کا دوسرا ساتھی کسی کام سے باہر گیا تھا۔ میجر میری مرضی کے مطابق وہاں سے چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی میں نے ریموٹ کنٹرولر سے سیل نکلوادیا پھر غنڈے کو پامیلا کے قریب لایا۔ اس کے گلے سے بندھا ہوا بم الگ کرادیا۔ اس کی آنکھوں سے پٹی ہٹادی۔ پیچھے بندھے ہوئے ہاتھ کھلوادئے۔ اس عمل کے دوران پامیلا کے دماغ میں جان لبوڈا نہیں تھا' وہ مختلف مصروفیات کے باعث آتا جاتا رہتا تھا۔ اگر وہ موجود ہوتا تب بھی میں اس آلۂ کار غنڈے کے دماغ پر اس کا اور میجر کا قبضہ نہ ہونے دیتا۔

وہ آلۂ کار میری مرضی کے مطابق ٹائلٹ میں گیا وہاں اس نے ریموٹ کنٹرولر کے سیل کموڈ میں ڈال دئے پھر کمرے میں آکر بولا "میڈم باہر وہ گاڑی موجود ہے جس میں آپ کو جبراً لایا گیا تھا۔ تم یہاں سے فوراً چلی جائیں۔"

پامیلا نے پوچھا "یہ تم دشمن سے دوست کیسے ہوگئے؟"

وہ بولا "میرا باپ بھی کسی کا دوست نہیں ہوا۔ یہ ٹیلی پیتھی کا چکر ہے۔ فوراً جاؤ ورنہ کوئی دوسرا چکر چل جائے گا۔"

وہ تیزی چلتی ہوئی باہر آئی۔ ایک ویگن کار کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر اسے اسٹارٹ کیا۔ اسی وقت دوسرا غنڈا آگیا۔ اس نے مین گیٹ پر چیخ کر پوچھا "راجر! یہ کہاں جارہی ہے؟ تم نے اسے کیوں چھوڑ دیا ہے؟"

راجر نے جواب دیا "باس نے حکم دیا ہے۔ مطالبہ پورا ہوچکا ہے۔ اس لئے اسے رہا کردیا گیا ہے۔ اسے جانے دو۔"

آنے والے نے مین گیٹ کو پوری طرح کھول دیا تاکہ پامیلا کی گاڑی گزر جائے۔ اسی وقت لبوڈا آگیا۔ اس نے حیرانی سے پوچھا "پامیلا! تم آزاد کیسے ہوگئیں؟"

پامیلا نے دشمن کے لہجے کو پہچان لیا تھا۔ اس لئے جواب نہیں دیا۔ لبوڈا نے آلۂ کار کے دماغ میں آکر اس سے مین گیٹ بند کرانا چاہا لیکن وہ ڈرائیو کرتی ہوئی بند ہوتے ہوئے گیٹ کو ٹکریں مارتی ہوئی احاطے سے باہر چلی گئی۔

لبوڈا نے الپا سے پوچھا "پامیلا آزاد کیسے ہوگئی؟"

الپا نے میجر سے پوچھا "پامیلا آزاد کیسے ہوگئی؟"

میجر نے آلہ کاروں سے پوچھا "پامیلا آزاد کیسے ہوگئی؟"

جواب جو کچھ بھی ہوتا۔ وہ آزاد تو ہوچکی تھی۔ لبوڈا نے غصے سے کہا "میں یہ ناکامی برداشت نہیں کروں گا۔ میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

اسے غصہ آتا ہی تھا' کیونکہ پہلی بار اس نے پامیلا کو پانچویں منزل کی بلندی سے گرایا تھا اور وہ بچ گئی تھی۔ آج اس کے گلے میں موت کا نیکلس پہنایا تھا۔ تب بھی وہ بچ کر جارہی تھی۔

میں علی کے پاس گیا اور اسے پامیلا کی رہائی کا مژدہ سنایا.....

پھر واپس پامیلا کے پاس آیا تو اس پر قیامت گزر رہی تھی۔ گاڑی ڈرائیو کرنے کے دوران لبوڈا نے اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا تھا۔ ایسی حالت میں انسان خود کو سنبھال نہیں پاتا۔ پھر گاڑی کیسے سنبھلتی۔ پھر اس شیطان نے ایسے وقت زلزلہ پیدا کیا تھا۔ جب سامنے سے ایک بہت بڑا آئل ٹینکر آرہا تھا۔ شدید دماغی تکلیف کے باعث اس نے فلک شگاف چیخ ماری۔ سیٹ پر سے اچھل پڑی۔ جب میں پہنچا تو آئل ٹینکر سے زبردست تصادم ہورہا تھا۔۔ ونڈ اسکرین کا شیشہ چورچور ہوکر اس پر آرہا تھا۔ سینے میں ایسی چوٹ پہنچی تھی کہ وہ سانس نہ لے سکی۔ یکبارگی دم نکل گیا۔ میری سوچ کی لہریں واپس آگئیں۔

چند لمحات کے لئے مجھے چپ سی لگ گئی۔ جنگ کے نتیجے میں کوئی دولت ہارتا ہے' کوئی عزت ہارتا ہے اور کوئی تاج و تخت ہارجاتا ہے۔ میں اپنی بہو ہار گیا تھا۔

آہ! میں نے بڑے کرب سے علی کو مخاطب کیا "بیٹے صبر کرلو۔ پامیلا از نو مور۔"

وہ کار ڈرائیو کرتا ہوا تل ابیب کی طرف واپس آرہا تھا۔ اس نے کار کو سڑک کے کنارے روک دیا۔ سر جھکا کر اتنے بڑے صدمے کو برداشت کرنے لگا۔ اس نے ایک شوہر کی حیثیت سے صحیح معنوں میں اسے بھرپور محبت دی تھی۔ اس پیار کرنے والی نے بھی علی کی ذات سے پیار کی انتہا کردی تھی۔ موت نے اس انتہا کا اختتام کردیا تھا۔

میں اسے بتا رہا تھا کہ وہ آزاد ہوکر اپنے بنگلے کی طرف جارہی تھی۔ ظالم لبوڈا نے اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کرکے اسے گاڑی کے حادثے سے دوچار کیا تھا۔ علی نے گہری سانس لے کر کہا "پاپا! وعدہ کریں آپ جان لبوڈا سے انتقام نہیں لیں گے۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں۔ وہ تمہارا شکار ہے۔"

"پاپا! ہماری زندگی ایسی ہے کہ ہم ہمیشہ دشمنوں کی بھیڑ میں رہتے ہیں۔ یہ دشمن جب ہم سے منہ کی کھاتے ہیں تو ہمارے جذباتی رشتوں کو ہماری کمزوری بنادیتے ہیں۔ میں اس نتیجے پر پہنچ رہا ہوں کہ آئندہ مجھے اور پارس کو شادی اور خانہ آبادی سے توبہ کرلینی چاہئے۔ اگر میں نے پھر ایسی غلطی کی تو پھر کوئی بے چاری ماری جائے گی۔ اولاد ہوئی تو اور ہمارا دل ٹوٹے گا۔"

"بیٹے! کوئی تمہاری ماں جیسی ٹیلی پیتھی جاننے والی ہو۔ تمہاری مما جیسی حاضر دماغ اور ناقابلِ شکست ہو تو کوئی دشمن تمہیں آج کی طرح صدمہ نہیں پہنچائے گا۔ بہرحال میں جارہا ہوں' پھر آؤں گا۔"

میں الپا کے پاس آیا۔ وہ لبوڈا سے کہہ رہی تھی "پامیلا کو ہلاک کرکے تم نے کیا حاصل کیا۔ کارمن تو اپنی جگہ چٹان کی طرح موجود ہے۔"

وہ بولا "اگرچہ میں نے غصے میں انتقام لیا ہے۔ اس کی محبوب شریک حیات کو مار ڈالا ہے اور بظاہر کچھ حاصل نہیں کیا ہے۔ تاہم کارمن کو اچھی طرح سمجھادیا ہے کہ میں موت ہوں۔ آج یہ موت پامیلا کو آئی ہے' کل اسے آئے گی۔"

"اسے اب ڈرانے یا کمزور بنانے کے لئے کیا رہ گیا ہے؟ وہ صرف پامیلا کے لئے کمزور ہوسکتا تھا۔ اب کوئی ایسا مہرہ نہیں ہے جس کے ذریعے اسے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کیا جاسکے۔"

تھوڑی دیر خاموشی رہی پھر وہ بولا "مجھ میں ایک خوبی ہے کہ میں اپنی غلطی تسلیم کرلیتا ہوں۔ واقعی میں غصے میں بھول گیا تھا کہ آئندہ کارمن تک آسانی سے پہنچنے کا راستہ نہیں رہے گا۔ کوئی بات نہیں میں کوئی نیا راستہ نکالوں گا۔ یہ بتاؤ تمہاری روانگی کب ہے؟"

"آج رات کی فلائٹ سے میجر کے ساتھ روانہ ہوجاؤں گی۔"

"میں تمہارا انتظار کررہا ہوں۔ تم آؤ میں جارہا ہوں۔"

وہ الپا کے پاس سے چلا گیا۔ ایک وقت تھا جب الپا اپنی یہودی قوم کی خدمت کرنے اسرائیل آئی تھی۔ آج وہ یہی ملک

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

چھوڑ کر جانے والی تھی۔ اب دیکھنا یہ تھا کہ لمبوڈا اسے اپنے ملک میں بلا کر اس سے کیا کام لینا چاہتا ہے۔

میں نے علی سے وعدہ کیا تھا کہ لمبوڈا کو ہلاک نہیں کروں گا۔ لیکن یہ طے کرلیا کہ اس کی نیندیں اُڑا دوں گا۔ موت کوئی سزا نہیں ہوتی۔ اصل سزا فکر' پریشانی' بے چینی اور بے خوابی ہے۔ یہ ساری بیماریاں ہوں تو زندگی موت سے بدتر ہو جاتی ہے۔

میں ایک نئے ارادے سے تھربال کے پاس آیا۔ وہ ایک نئے مکان میں پناہ لے رہا تھا۔ کمبخت کو فرہاد بن کر مجھ سے ٹکرانے کا شوق تھا۔ اس شوق کے نتیجے میں وہ دربدر ہو رہا تھا۔ اس نے مجھ سے چھپنے کے لئے اپنی خفیہ رہائش گاہ کو چھوڑا۔ بھیس بدل کر سیاہ فام بن کر دوسرے بنگلے میں گیا۔ میں نے اسے وہاں سے بھی یہ کہہ کر بھگایا کہ وہ کالا نہیں ہے اور کالا بن کر سیاہ فام باشندوں کو دھوکا دے رہا ہے۔

وہ بھید کھل جانے کے باعث وہاں سے دوسرے علاقے کے ایک بنگلے میں آیا۔ اس علاقے میں سیاہ فام باشندوں کی تعداد زیادہ تھی۔ لیکن نسلی فسادات کا اندیشہ نہیں تھا۔ حکومت نے وہاں سخت حفاظتی انتظامات کئے تھے۔ ویسے دور سے ایک دوسرے کو گالیاں دی جاتی تھیں۔ ویران راستوں پر کوئی کالا یا گورا تنہا نہیں جاتا تھا۔ کہیں چھپے ہوئے شرپسند اچانک حملے کرتے تھے۔ پھر روپوش ہو جاتے تھے۔

میں نے یوسف زائد کو تھربال کا موجودہ فون نمبر بتایا۔ اس نے نمبر ڈائل کئے۔ رابطہ ہونے پر تھربال کی میزبان خاتون کی آواز سنائی دی۔ میں نے یوسف زائد کی زبان سے کہا "میں تمہارے مہمان سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ انکار کرنا چاہتی تھی کہ اس کے گھر میں کوئی مہمان نہیں ہے لیکن میں نے اسے تھربال کو بلانے پر آمادہ کیا' وہ بولی "تھربال! یہاں آؤ۔ تمہارا فون ہے۔"

تھربال نے خیال خوانی کے ذریعے خاتون سے کہا "آنٹی! کیا کر رہی ہو۔ سر لمبوڈا نے تمہیں تاکید کی تھی کہ میرے متعلق کسی کو کچھ نہ بتایا جائے اور تم مجھے فون اٹینڈ کرنے کو کہہ رہی ہو؟"

وہ بولی "میرے مُنہ سے بے اختیار تمہارا نام نکل گیا۔ دوسری طرف فون پر یہ آواز گئی ہوگی۔ اب میں کیسے کہوں کیا یہاں کوئی تھربال نہیں رہتا ہے۔"

"تم اس کی آواز سناؤ۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کروں گا کہ وہ کون ہے؟"

میں نے اسے ایسا نہیں کرنے دیا۔ اسے فون کے پاس لے آیا تھا۔ خاتون نے کہا "عجیب آدمی ہو۔ ابھی انکار کر رہے تھے اور ابھی چلے آئے۔"

وہ اس کے ہاتھ میں ریسیور دے کر چلی گئی۔ اس نے ریسیور کان سے لگا کر پوچھا "ہیلو کون ہے؟"

"میں تمہارا مقدر ہوں۔ اچھا بھی ہوں' برا بھی ہوں۔"

"اس بات کا مطلب کیا ہوا؟"

"یہی کہ یہاں آکر تم نے اپنے مقدر سے برائی کی ہے۔ کیا تم نہیں جانتے تھے کہ اس علاقے میں کالوں ...کی اکثریت ہے اور تمہارا گورا رنگ تمہارے لئے مصیبت یا موت بن جائے گا۔"

وہ میری عارضی آواز اور لہجے کو گرفت میں لے کر خیال خوانی کر رہا تھا لیکن اس لہجے والے کا وجود نہیں مل رہا تھا۔ پھر اس نے پوچھا "کیا تم آواز بدل کر بول رہے ہو؟"

میں نے پوچھا "کیا تم میری آواز سے مجھے پہچان کر پولیس کو رپورٹ دینا چاہتے ہو؟ میں نادان نہیں ہوں۔ اس لئے آواز بدل کر بول رہا ہوں۔"

اس نے پوچھا "تمہیں مجھ سے کیا دشمنی ہے؟"

"گوری چمڑی سے صدیوں کی دشمنی ہے۔ اگر تم اس علاقے میں زندہ رہنا چاہتے ہو تو گوری چمڑی کو کالی بنالو۔ اگر تم باہر نکلو گے اور سفید رنگ نظر آئے گا تو ہم گولی مار دیں گے۔ چلو اپنے مُنہ پر کالک لگاؤ۔"

میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ اس نے پریشان ہو کر آواز دی "آنٹی تم کہاں ہو؟ پلیز' یہاں آؤ۔"

خاتون نے آکر پوچھا "کیا بات ہے؟"

"میری سمجھ میں نہیں آتا میں کیا کروں؟ کہاں جاؤں؟"

"آخر بات کیا ہے؟"

"میں پہلے جہاں تھا' وہاں کالوں نے فون پر کہا کہ میں بہروپیا ہوں سیاہ فام نہیں ہوں اور سیاہ فام بن کر ایک سیاہ فام لڑکی کی عزت سے کھیل رہا ہوں' انہوں نے دھمکی دی تو میں یہاں آگیا۔"

خاتون نے پوچھا "یہاں کیا پریشانی ہے؟"

"یہاں کالوں کی اکثریت ہے۔ وہ میری گوری چمڑی نہیں دیکھنا چاہتے۔ کہتے ہیں اسے کالا کرو۔"

خاتون نے کہا "یہ بڑی مشکل ہے۔ پولیس والے چوبیس گھنٹے ہماری نگرانی نہیں کر سکتے۔ اگر کچھ سیاہ فام یہاں گھس آئے تو پتا نہیں مجھ جوان بیوہ کی گوری چمڑی کے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔"

"کیا میں یہاں سے بھی بھاگ جاؤں؟"

"بھاگنے کی کیا ضرورت ہے۔ ان کا مطالبہ مان لو۔ کالک لگا کر سیاہ فام بن جاؤ۔"

میں نے بھی اس کے اندر رہ کر اسے کالک لگانے پر مائل کیا۔ جب اس نے چہرے اور ہاتھ پاؤں کو اچھی طرح کالا کر لیا تو پھر یوسف زائد نے نمبر ڈائل کئے۔ اس وقت تھربال بنگلے کے باہر کھڑا ہوا تھا تاکہ مطالبہ کرنے والے اسے اچھی طرح دیکھ لیں۔ خاتون نے ریسیور اٹھا کر پوچھا "ہیلو کون ہے؟"

میں نے پوچھا "کیا تم بیوہ ہو؟"

"ہاں' مگر تم کون ہو؟"

"میں ایک غیرت مند گورا ہوں۔ یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ تم کسی کالے کے ساتھ منہ کالا کرو۔"

"یو شٹ اپ" وہ ریسیور رکھنا چاہتی تھی' میں نے رکھنے نہیں دیا۔ اس کے ذریعے تھربال کو آواز دی' وہ بولی "ذرا بات کرو اور پوچھو کون کمبخت میری عزت پر کیچڑ اچھال رہا ہے؟"

وہ ریسیور کان سے لگا کر بولا "کون ہے؟"

میں نے کہا "ابے کالیے! کیا تیری شامت آئی ہے تو ہماری گوری نسل کی عورت کے ساتھ ایک چھت کے نیچے ہے۔"

وہ بولا "ارے بھائی صاحب! آپ گورے ہیں تو میں راز کی بات بتاتا ہوں۔ میں کالا نہیں ہوں۔"

"ابے اُلّو بناتا ہے۔ ابھی تو باہر کھڑا ہوا تھا۔ تیرا منحوس کالا وجود سر سے پاؤں تک نظر آرہا تھا۔ کیا ہمیں اندھا سمجھتا ہے؟"

وہ پریشان ہو کر بولا "میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں کالا ہوں۔ ن... نہیں' نہیں گورا ہوں۔"

"آخر قسم کھاتے ہی پہلی سچ بات مُنہ سے نکل گئی نا؟"

"میں اپنی پیدا کرنے والی ماں اور گورے گورے باپ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں سیاہ فام نہیں سفید فام ہوں۔"

میں نے تھربال کی زبان سے یہ فقرہ ادا کرایا "بلکہ سفید فام نہیں سیاہ فام ہوں۔"

وہ سنبھل کر بولا "نہیں' نہیں۔ میری زبان سے کچھ سے کچھ نکل گیا' میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ ....."

میں نے بات کاٹ کر کہا "بکواس مت کر۔ اگر تو زندگی چاہتا ہے۔ تو پانچ منٹ کے اندر اس گھر سے چلا جا۔ اگر پولیس کو بلائے گا تو ہم دور ہی سے ایک بم اس گھر میں پھینک کر بھاگ جائیں گے۔"

تھربال ریسیور کو کریڈل پر پٹخ کر چیخ پڑا "یہ میں کس مصیبت میں پڑ گیا ہوں۔ نہ گورا رہ سکتا ہوں نہ کالا بن سکتا ہوں۔"

خاتون نے کہا "تمہاری وجہ سے میں بدنام ہو رہی ہوں۔ اگر سفید فام غنڈے یہاں گھس آئے تو تمہارے ساتھ مجھے بھی قتل کر دیں گے۔ مسٹر لمبوڈا سے رابطہ کرو اور دوسرا ٹھکانا بناؤ۔"

"رابطہ کرنے اور سر کو موجودہ حالات بتانے میں کافی وقت لگے گا۔ ادھر مجھے دھمکی دی گئی ہے کہ میں پانچ منٹ کے اندر یہاں سے چلا جاؤں۔ ورنہ..... ورنہ۔ اوہ گاڈ! تین منٹ گزر چکے ہیں۔ میں جا رہا ہوں' راستے میں سر سے رابطہ کروں گا۔"

وہ تیزی سے چلتا ہوا بنگلے سے باہر آیا۔ دور تک نظریں دوڑائیں۔ وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ اسے چیلنج کرنے والے سفید فام اس کی نگرانی کر رہے ہیں یا نہیں؟ اسے کوئی نظر نہیں آیا۔ پھر یہ خیال آیا کہ نگرانی کرنے والے سفید فام آس پاس کے بنگلوں میں چھپ کر دیکھ رہے ہوں گے۔ وہ احاطے سے باہر آگیا۔

پہلے اس نے سوچا تھا کہ کالا رنگ اتار کر گورے لوگوں کو اپنی اصلیت دکھائے۔ پھر سوچا' اس علاقے کے کالے پیچھے پڑ جائیں گے چونکہ وہاں کالوں کی اکثریت تھی اس لئے وہ سیاہ فام کے ہی روپ میں باہر آگیا تھا۔ گاڑی نہیں تھی۔ اس لئے پیدل چل رہا تھا۔

مین روڈ پر ایک گاڑی اس کے قریب آکر رکی۔ ایک سفید فام حسینہ نے پوچھا "جیفرسن ویسٹ کا علاقہ کون سا ہے۔ پلیز گائیڈ کریں۔"

اس نے ہاتھ کے اشارے سے بتایا "آگے جا کر دائیں مڑ جاؤ۔"

وہ بولی "شکریہ۔ آپ کہاں جا رہے ہیں؟ میرے ساتھ چلیں' جہاں منزل آئے گی وہاں ڈراپ کروں گی۔"

"شکریہ میں چلا جاؤں گا۔"

"کیا میں سفید فام ہوں اس لئے میرے ساتھ نہیں جاؤ گے؟"

"کچھ ایسی ہی بات ہے۔ ہمیں ساتھ دیکھ کر متعصب غنڈے ہمارے دشمن بن جائیں گے۔ مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں۔"

وہ کار ڈرائیو کرتی ہوئی چلی گئی۔ یہ پیدل چلنے لگا۔ بیس منٹ کے بعد ایک ریستوران میں پہنچا۔ وہاں سیاہ فام افراد اپنی گرل فرینڈز کے ساتھ میزوں کے اطراف بیٹھے ہوئے تھے۔ کچھ نوجوان اپنی موٹر سائیکلوں کے پاس کھڑے بیئر پی رہے تھے۔ اسے بھی پیاس لگ رہی تھی۔ اس نے کاؤنٹر چیئر پر بیٹھ کر ایک ٹھنڈی بوتل طلب کی۔ پھر بوتل سامنے آئی تو اس نے ایک ہتھیلی سے اسے پکڑ لیا ایک ایک گھونٹ پینے لگا۔

بوتل کو ہتھیلی سے پکڑنا اس کے حق میں برا ہوا۔ اس کی ٹھنڈک اور نمی سے ہتھیلی کا کالا رنگ چھوٹنے لگا تھا اور وہ اس بات سے بے خبر تھا۔ کاؤنٹر گرل کی نظر گوری ہتھیلی کے کچھ حصے پر پڑ گئی۔ اس نے پہلے حیرانی سے دیکھا کہ کالے کے اندر سے گورا رنگ جھانک رہا ہے۔ پھر اس نے ایک سیاہ فام کو بیئر کا کین دیتے ہوئے چُپکے سے یہ بات بتا دی۔

وہ کین کھول کر اسے مُنہ سے لگاتا ہوا موٹر سائیکل والے کالوں کے پاس آیا اور ان کے کانوں میں یہ بات پھونک دی۔ تھوڑی دیر بعد ہی کئی کالوں نے اسے کاؤنٹر کے پاس گھیر لیا۔ ایک نے کہا "اپنی ہتھیلی دکھاؤ۔"

تھربال بوتل ایک طرف رکھ کر اپنی ہتھیلی دکھاتے ہوئے چونک گیا۔ اپنی ہتھیلی پر اب اس کی نظر پڑی تھی اس نے گھبرا کر آس پاس کھڑے ہوئے سیاہ فام جوانوں کو دیکھا' ایک نے کہا "کالے بھائی! ہم کالوں کی ہتھیلیاں اتنی سرخ و سفید نہیں ہیں۔"

دوسرے نے پوچھا "کہاں تک گورے ہو؟ کہاں تک کالے ہو؟"

تیسرے نے کہا "یہ ابھی دیکھ لیتے ہیں۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

یہ کہتے ہی اس نے پیچھے سے قمیص پھاڑی پھر کہا "ادھر سے گورا ہے۔"

چوتھے نے سامنے سے لباس چاک کیا اور کہا "ادھر سے بھی گورا ہے۔"

وہ چیختے ہوئے کہہ رہا تھا "رک جاؤ۔ میں بتا رہا ہوں۔ میں تمہیں حقیقت بتا رہا ہوں۔"

وہ تمام لباس کی دھجیاں اڑا رہے تھے اور کہہ رہے تھے "تم کیا حقیقت بتاؤ گے۔ تم سفید فام لوگ ذلالت پر اتر آئے ہو۔ کالا رنگ تھوپ کر کالے بن کر جگہ جگہ واردات کرتے ہو۔ قتل کرتے ہو' آگ لگاتے ہو اور تمام جرائم ہم سیاہ فام لوگوں پر تھوپ دیتے ہو۔"

وہ اسے مارتے جا رہے تھے اور کہتے جا رہے تھے' اسے کچھ کہنے کا موقع نہیں دے رہے تھے۔ آخر پولیس کار کا سائرن سن کر وہ اپنی موٹر سائیکلوں پر فرار ہو گئے۔ جب پولیس والے تھرہال کے قریب پہنچے تو اس کے جسم پر لباس کی ایک دھجی نہیں تھی۔ جگہ جگہ زخم آئے تھے اور خون رس رہا تھا۔ اس کے لئے فوراً ایمبولینس طلب کی گئی۔ ایک افسر نے پوچھا "تم کون ہو؟"

اس نے میری مرضی کے مطابق کہا "فرہاد علی تیمور۔"

دوسرے افسر نے کہا "یہ نام کہیں سنا ہے۔"

پہلے افسر نے کہا "تم نئے ہو اس لئے یہ نام یاد نہیں ہے۔ امریکا کی تمام پولیس اور فوج کے افسران اور سپاہی ٹیلی پیتھی جاننے والے فرہاد کو جانتے ہیں۔"

پھر اس نے تھرہال کے منہ پر ٹھوکر مارتے ہوئے کہا "ہم خوش نصیب ہیں کہ یہ ناقابل گرفت آج ہماری گرفت میں آگیا ہے۔"

وہ ٹھوکر کھا کر تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا "میں اصلی فرہاد نہیں ہوں' بنا سپتی ہوں۔"

اس کے منہ پر پھر ٹھوکر پڑی "ابے چپ! تو نے آدھا کالا اور آدھا گورا بن کر بھیس بدلنے کی کوشش کی۔ چھپ نہ سکا تو فرہاد ہونے سے انکار کر رہا ہے۔"

اسے ایمبولینس میں ڈالا گیا۔ افسر نے وائرلیس کے ذریعے یہ خوش خبری اپنے بڑوں کو سنائی۔ ان بڑوں نے اپنے بڑوں کو سنائی۔ تھرہال کے ملٹری اسپتال پہنچنے تک یہ خوش خبری سپر ماسٹر اور جان لبوڈا تک پہنچ گئی۔ سپر ماسٹر نے بے یقینی سے پوچھا "لبوڈا! کیا تمہیں یقین ہے کہ فرہاد ہماری گرفت میں آگیا ہے؟"

لبوڈا نے کہا "یقین نہیں آرہا ہے۔ لیکن ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک پہلوان بڑے بڑے شہ زوروں سے مغلوب نہیں ہوتا اور معمولی نزلے سے مر جاتا ہے۔ ہو سکتا ہے ہمارے ایک معمولی افسر نے واقعی فرہاد کو گرفتار کیا ہو۔"

اس نے ٹیلی فون کے ذریعے اس افسر کی آواز سنی۔ پھر اس کے دماغ میں پہنچا۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ ایک قد آور اور صحت مند شخص سیاہ فام بن کر جیفرسن کے علاقے میں آیا تھا۔ اسے چند سیاہ فام لوگوں نے پہچان لیا کہ وہ سفید فام ہے۔ اس کی پٹائی کرنے سے بھید کھل گیا وہ بہروپیا تھا۔ اس نے بری طرح مار کھانے اور زخمی ہونے کے بعد اعتراف کیا کہ وہ فرہاد علی تیمور ہے۔

لبوڈا اس افسر کے ذریعے اس کمرے میں آیا جہاں تھرہال کی مرہم پٹی ہو رہی تھی۔ باہر فوجی مسلح جوان پہرا دے رہے تھے تاکہ فرہاد علی تیمور بھاگ نہ جائے۔ پولیس والوں کو بھی کمرے کے اندر جانے اور فرہاد سے باتیں کرنے کی اجازت نہیں تھی۔

لبوڈا نے ایک فوجی افسر کے دماغ میں جگہ بنائی اسے کمرے کے اندر لے گیا' تھرہال کی مرہم پٹی ہو چکی تھی۔ افسر نے پوچھا "فرہاد! تم بیان دینے کے قابل ہو؟"

"میں فرہاد نہیں ہوں۔"

لبوڈا اس کی آواز سن کر چونک گیا۔ فوراً اس کے اندر پہنچ کر بولا "میں لبوڈا بول رہا ہوں۔ تمہاری یہ حالت کیسے ہوئی؟"

وہ اپنی روداد سنانے لگا' آخر میں بولا "میرا سر چکرا رہا ہے۔ میں یہ بھولنا چاہتا ہوں کہ کالا ہوں یا گورا؟ فار گاڈ سیک مجھے اس ملک سے باہر جانے دو' نسلی فسادات ختم ہو جائیں گے تو واپس آجاؤں گا۔"

"فضول باتیں نہ کرو۔ فرہاد تمہاری تاک میں ہے۔ تم کہیں نہیں جاؤ گے۔ یہ بتاؤ کہ یہ لوگ تمہیں فرہاد کیوں سمجھ رہے ہیں؟"

"سر! میں نے فرہاد بننے کی اس قدر ریہرسل کی ہے کہ نیند یا نیم بے ہوشی میں خود کو فرہاد کہہ دیتا ہوں۔ زخموں کی تاب نہ لا کر ہذیان بکنے لگا تھا۔ شاید ایسے میں ان لوگوں نے مجھے فرہاد سمجھ لیا۔"

"مجھ سے غلطی ہوئی جو تمہیں فرہاد بنانے کی کوشش کی۔ اب تو وہ کمبخت پیچھے پڑ گیا ہے' دوسرے تم الٹی سیدھی حرکتیں کر رہے ہو۔ تمہاری وہ ذہانت کیا ہوئی جس سے متاثر ہو کر میں نے تمہیں ٹیلی پیتھی سکھائی تھی۔"

"مجھے ذہن سے کام لینے کا موقع ہی نہیں مل رہا ہے۔ کالوں اور گوروں سے نجات ملے تو پھر اپنی ذہانت دکھاؤں گا۔"

"کیا احمقانہ باتیں کر رہے ہو؟ ذہانت کا ثبوت مو... مصیبتوں سے نجات حاصل کر کے بھی دے سکتے ہو۔"

"ٹھیک ہے میں اسپتال سے نکل کر فون کرنے والے کالوں اور گوروں سے نمٹ لوں گا۔"

"یہ بھی احمقانہ فیصلہ ہے۔ نسلی فسادات پھیلانے والوں سے حکومت نمٹ رہی ہے۔ تم ان سے نمٹنے میں وقت کیوں ضائع کرو گے؟ تمہارے پاس عقل ہے تو فرہاد اور اس کے عزیزوں تک پہنچنے کی تدبیر سوچو۔"

"ٹھیک ہے میں اسپتال سے نکل کر......"

"کیا اسپتال اسپتال کی رٹ لگا رکھی ہے۔ کیا یہاں آرام سے تدبیر نہیں سوچ سکتے۔"

"جی ہاں۔ ابھی اچانک ایک تدبیر ذہن میں آئی ہے۔"

"کیا ہے جلدی بولو۔"

"ایک طویل عرصے سے سونیا لاپتا ہے۔ اس کی روپوشی کوئی معنی رکھتی ہے' میں اسے تلاش کروں گا۔"

"کیا اسے تلاش کر کے اپنی اماں بناؤ گے؟ سوئی ہوئی شیرنی کو جگا کر ہماری نیندیں حرام کرو گے؟ فرہاد کے جوتے سر پر پڑ رہے ہیں۔ یہ کم ہے کہ سونیا کا سینڈل اٹھانے جا رہے ہو۔ مجھے تمہاری عقل پر شبہ ہو رہا ہے۔ تم میرے کام کے آدمی نہیں رہے۔"

"سر! آپ نے میری پوری بات نہیں سنی۔"

"میں تمہارے پاس وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا۔"

"میرے پاس صرف آدھا گھنٹا ضائع کریں اور یہ سن لیں کہ وہ ماں بننے والی ہے۔"

"کیا؟" لبوڈا نے شدید حیرانی سے پوچھا "تم نے کیا کہا۔ پھر کہو' مجھے یقین نہیں آرہا ہے۔"

"سر! سونیا ماں بننے والی ہے۔ اب پتا نہیں' یہ آپ کے لئے اچھی خبر ہے یا بری؟"

"تمہیں کیسے معلوم ہوا؟"

"معلوم نہیں ہے اسی لئے تو پوچھ رہا ہوں' اچھی خبر ہے یا بری؟"

"او گدھے! میں اچھی اور بری خبر کی نہیں۔ سونیا کی بات کر رہا ہوں۔ کیسے معلوم ہوا کہ وہ ماں بن رہی ہے؟"

یہ بات میں نے تھرہال کے دماغ میں چھیڑی تھی۔ مقصد یہ تھا کہ سونیا کے ماں بننے کی خبر دنیا میں پھیل جائے۔ میرے باپ بننے کی خبر اتنی اہم نہیں ہو سکتی تھی جتنی کہ سونیا کے ماں بننے کی خبر سے سنسنی پھیلنے والی تھی۔

جان لبوڈا نے پھر پوچھا "جواب دو تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ وہ ماں بننے والی ہے۔"

"سر! میں کہوں گا تو آپ یقین نہیں کریں گے۔ بہتر ہے پہلے بابا صاحب کے ادارے سے رجوع کریں۔"

"پہلے تم بتاؤ۔"

"سر! میں نے خواب میں دیکھا ہے' اس کی گود میں ایک چاند سا تھا۔"

"نان سنس! خواب بیان کر کے میرا وقت ضائع کرتے ہو۔"

"آپ میری ایک بات مان لیں۔ ان کے عالم دین تبریزی صاحب سے معلوم کر لیں۔"

"اچھی بات ہے' میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔ اگر یہ جھوٹ ہوا تو تم سے برا کوئی نہ ہو گا۔"

اس نے جناب علی اسد اللہ تبریزی کو مخاطب کیا۔ انہوں نے یہ نہیں پوچھا تم کون ہو؟ یہ نہیں پوچھا کہ کیا پوچھنے آئے ہو؟ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی کہا "لبوڈا! تم نے جو سنا وہ سچ ہے' جاؤ یہاں سے۔"

انہوں نے سانس روک لی۔ وہ تھرہال کے پاس آ کر بولا "کمال ہے اس عالم دین نے میری سوچ کی لہروں سے مجھے پہچان لیا۔ اور میرا سوال سنے بغیر جواب دے دیا۔"

"کیا جواب دیا سر؟"

"یہی کہ تمہارا خواب درست تھا۔ وہ ماں بننے والی ہے۔"

"سر! ہم اس خبر کو کیا کہیں گے؟"

"یہ منحوس اور تشویش ناک خبر ہے۔"

"ہمیں کیا تشویش ہو سکتی ہے؟"

"کیا تم نے فرہاد کی ہسٹری میں نہیں پڑھا کہ وہ کس حد تک زہریلا ہے۔ کیا یہ زہر اس کی اولاد تک نہیں پہنچا ہو گا۔ پھر وہ اولاد سونیا کے خون سے وجود کی طرف آرہی ہے۔ کیا پارس اور علی تیمور کم قیامت ہیں کہ یہ تیسرا آرہا ہے۔"

"سر! آپ فرما رہے ہیں تیسرا یعنی کہ بیٹا ہو گا۔"

وہ جھنجلا کر بولا "نان سنس! کیا میں دائی ماں ہوں کہ پیٹ کا حال بتاؤں گا۔"

"لیکن آپ اس مسئلے پر تو غور کر سکتے ہیں کہ بیٹا ہونے سے ہمارا زیادہ نقصان ہو گا یا بیٹی ہونے سے؟"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ سونیا بھی تو کسی کی بیٹی تھی۔ اس نے جوان ہونے سے اب تک ہمیں اتنا دہلایا ہے جتنا فرہاد نے دہشت زدہ نہیں کیا ہے۔"

"سر! اگر ہم اس کی اولاد کو دنیا میں آنے ہی نہ دیں تو؟"

"ہاں۔ اب میں اسی پہلو پر غور کروں گا۔ تمہارے پاس آنے سے ذرا جھنجلاہٹ تو ہوئی لیکن وقت ضائع نہیں ہوا۔ بہت اہم بات معلوم ہوئی۔ ابھی میرے آدمی آئیں گے اور تمہیں کسی محفوظ مقام تک لے جائیں گے' سو فار۔"

وہ چلا گیا۔ اسرائیل کے وقت کے مطابق الپا وہاں سے روانہ ہو چکی ہو گی۔ میں یہ معلوم کرنے اس کے پاس آیا تو لبوڈا وہاں پہنچا ہوا تھا۔ وہ خوش ہو کر اس سے کہہ رہی تھی "آج رات سے میری آزادی اور خوشحالی کا دن شروع ہونے والا ہے۔ کیا تم مجھے نیویارک میں لینے آؤ گے؟"

وہ بولا "ہمیں اتنا زیادہ خوش نہیں ہونا چاہئے کہ ہم دشمنوں کو بھول جائیں۔ ہمیں خوب سوچ سمجھ کر اپنے محفوظ مقام سے نکلنا چاہئے۔ کوئی بھی دشمن ہمیں پہچان کر گولی مار سکتا ہے۔"

"یہ درست ہے۔ لیکن میں تمہیں نہ دیکھ کر اداس ہو جاؤں گی۔"

"میری جان! میں تمہارے دماغ میں رہوں گا۔ پھر جہاں موقع ملا وہاں خود تم سے ملنے آجاؤں گا۔"

طیارے میں میجر یا رڈلے اس کے برابر والی سیٹ پر بیٹھا ہوا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

تھا۔ وہ بولی "نیویارک پہنچ کر اس گدھے کا کیا بنے گا؟"

لمبوڈا نے کہا "میں نے بڑی زبردست پلاننگ کی ہے۔ یہ گدھا ہمارے کام آئے گا۔ تم یہاں پہنچو تو سہی۔"

وہ چلا گیا۔ میجر یارڈلے نے الپا کا ہاتھ تھام کر کہا "ڈارلنگ! میں نے پچھلی رات تمہاری خواب گاہ میں گزاری۔ مگر یاد نہیں آرہا ہے' کیسے گزاری۔ میں آج تمام دن سوچتا رہا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔ پلیز' تم بتاؤ یہ ماجرا کیا ہے؟"

وہ بولی "میں شراب سے زیادہ تیز اور زود اثر ہوں۔ شراب کا پہلا جام یاد رہتا ہے۔ پھر نشہ بڑھتا جاتا ہے۔ ایسے میں پیانے کا حساب نہیں رہتا۔ تم میرے قریب آئے پھر اور قریب آئے پھر اور قریب آتے آتے مدہوش ہو گئے بعد میں پتا چلا تم سو گئے ہو۔"

"لیکن میں کیسے سو گیا تھا؟"

"میں کیا بتاؤں۔ میرے پاس جو بھی آتا ہے سو جاتا ہے اسی لئے آج تک کنواری ہوں۔"

"تم ایسی باتیں کر رہی ہو' جن پر یقین نہیں آسکتا۔"

"میں کب کہہ رہی ہوں یقین کرو۔ رات زیادہ ہو چکی ہے چلو سو جاؤ۔"

وہ تنویمی عمل کے حوالے سے الپا کا تابعدار تھا۔ اس کا حکم سنتے ہی اس نے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں۔ تھوڑی دیر بعد وہ گہری نیند میں تھا۔

وہ گولڈن برین تھا۔ اسرائیل کے ذہین ترین لوگوں میں اس کا شمار ہوتا تھا۔ ایسے انتہائی ذہین لوگ دنیا میں بہت گزرے جنہوں نے حسیناؤں کے قدموں میں ذہانت رکھ کر اپنی کھوپڑیاں خالی کر لیں۔

وہ دوسری صبح نیویارک پہنچی۔ جان لمبوڈا لاس اینجلس سے واشنگٹن آگیا۔ وہیں سے اپنے ملک میں الپا کا استقبال کرتا رہا۔ اس سے وعدہ کیا کہ حالات سازگار رہے اور کسی دشمن کی طرف سے اندیشہ نہ رہا تو اسے اپنے پاس بلا لے گا۔

میں نے سلمان سے حالات معلوم کئے۔ اس نے بڑی خوش اسلوبی سے اپنا فرض ادا کیا تھا۔ سپر ماسٹر ہولی مین اپنے معمول کے مطابق ہفتہ کی رات بیوی بچوں سے ملنے آیا تھا اور ان کے ساتھ دوسرا دن گزار کر واشنگٹن واپس جانے والا تھا۔

اس کی بیوی ویرا نے اپنے ہاتھوں سے اس کی پسندیدہ ڈش تیار کی تھی۔ سپر ماسٹر نے خوب سیر ہو کر کھایا۔ اپنے بچوں سے ہنس ہنس کر باتیں کرتا رہا لیکن کافی پینے کے بعد اس کی ہنسی سنجیدگی میں بدل گئی۔ وہ کمزوری محسوس کر رہا تھا اور شبہ کر رہا تھا کہ اسے ٹریپ کیا جا رہا ہے۔

وہ ویرا سے پوچھنا چاہتا تھا کہ اس نے کون سی دوا ملائی ہے۔ وہ بے چاری کچھ نہیں جانتی تھی۔ دوا ملاتے وقت دماغی طور پر حاضر نہیں تھی۔ سلمان نے سپر ماسٹر کے دماغ پر قبضہ جما لیا تاکہ وہ لمبوڈا وغیرہ سے رابطہ کر کے اپنی کمزوری اور اسیری کا ذکر نہ کر سکے۔

سپر ماسٹر' سلمان کی مرضی کے مطابق وقت سے پہلے ... اس کے ساتھ ہی اس کی ذہنی آزادی بھی سو گئی۔ سلمان ا... معمول اور تابعدار بنا چکا تھا۔ وہ خود کبھی اس ملک میں سپر ما... چکا تھا' وہاں کے تمام مسائل اور معاملات کو اچھی طرح جا... اب پھر ہولی مین کے اندر رہ کر سپر ماسٹر کا رول ادا کرنے والا ت...

تھرمال پھر ایک نئے بنگلے میں رہائش کے لئے پہنچا ہوا تھا مخصوص رہائش گاہ چھوڑنے کے بعد یہ تیسرا بنگلا تھا' جہاں ا... پناہ لی تھی۔ وہاں وہ اپنا سفری بیگ ایک طرف رکھے صوفے ... ہوا تھا۔ میزبان نے کہا "چلو میں تمہارا بیڈ روم دکھاؤں۔ جوتے اتار کر آرام سے بستر پر لیٹ جانا۔ تم زخمی ہو۔ تمہیں ... کی ضرورت ہے۔"

"میں یہاں آرام سے ہوں۔ جوتے نہیں اتاروں گا کل مصیبتوں کا کوئی بھروسا نہیں ہے کہ کب چلی آئیں۔"

"تم جانتے ہو میں ملٹری انٹیلی جنس کا چیف ہوں۔ میر... کے احاطے میں کوئی قدم رکھنے کی جرائت نہیں کرے گا۔ دھمکیاں دینے والے کا سراغ لگانے کے انتظامات ہیں معلوم ہو جائے گا کہ کہاں سے فون کیا جا رہا ہے پھر ہم جا کر گردن دبوچ لیں گے۔"

وہ ان باتوں سے مطمئن ہو رہا تھا۔ پھر ایک دم سے اچھل پڑا۔ فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ وہ فون کی طرف انگلی ا... ہوئے بولا "دیکھو دیکھو' پھر کوئی مصیبت آئی ہے۔"

چیف نے کہا "ایزی تھرمال ایزی۔ میں دیکھتا ہوں۔"

اس نے فون کے پاس آکر ریسیور اٹھاتے ہوئے کان ... کہا "ہیلو' میں چیف بول رہا ہوں۔"

"ہیلو انکل' میں کانوواتا بول رہی ہوں۔"

"اچھا سمجھ گیا' لو بات کرو۔"

پھر اس نے ریسیور آگے بڑھا کر کہا "مسٹر لمبوڈا کی بی..."

تھرمال نے ریسیور لے کر کہا "ہیلو کانوواتا۔"

اُدھر سے کانوواتا نے کچھ کہا لیکن میں نے اس کے ... مردانہ آواز سنائی۔ وہ جلدی سے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھتے چیف سے بولا "تم نے کہا تھا کانوواتا بول رہی ہے۔ یہ ... آواز ہے۔"

چیف نے دوبارہ ریسیور لے کر پوچھا "کون ہو تم؟"

"انکل! میں ہوں۔ یہ تھرمال مجھ سے باتیں کیوں نہیں ... ہے؟"

اس نے پوچھا "کیا ابھی تمہارے فون سے کوئی شخص ... تھا؟"

"نہیں۔ میں ہوسٹل کے کمرے میں تنہا ہوں۔ میر... کوئی نہیں ہے۔ آپ ایسی بات کیوں پوچھ رہے ہیں؟"

"تھرمال کہہ رہا ہے' ابھی اس ریسیور سے اس نے ایک اجنبی ... از سنی ہے۔"

"اس کا دماغ چل گیا ہے۔ آپ اسے ریسیور دیں۔"

چیف نے کہا "تھرمال! تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ کیا وہ فون کرنے ... تمہارے حواس پر چھا گئے ہیں۔ تمہیں کانوواتا کی آواز بھی ... لگ رہی ہے؟"

"بائی گاڈ' میں نے کسی اجنبی کی آواز سنی ہے۔"

"وہ ہاسٹل کے کمرے میں تنہا ہے پھر کوئی شخص کیسے فون پر ... گا؟"

اس نے پھر ریسیور لے کر پوچھا "تم کون ہو؟"

وہ بولی "تمہارا سر ہوں۔ میری آواز سن کر بولتے ہو کسی مرد کی ... سنی ہے۔ کیا ہو گیا ہے تمہیں؟"

"میں سچ کہتا ہوں۔ ابھی میں نے ...." پھر وہ رک کر بولا۔ "... ہو جانے دو۔ تمہاری آواز سن کر میں جیسے جی اٹھا ہوں۔ شہر... ں میں تمہاری آواز خوشبو کا جھونکا لگ رہی ہے۔"

"تو پھر آجاؤں؟"

"نہیں ابھی نہیں۔"

"میری قربت سے انکار کر رہے ہو؟"

"میں حالات سے مجبور ہوں۔ میری روداد سنو پھر فیصلہ کرو' ... نکار درست ہے یا نہیں۔"

"میں سن چکی ہوں۔ تم سیاہ فام اور سفید فام لوگوں کے ... ت کے باعث مصیبت میں پڑ گئے ہو۔ مجھ جیسی سیاہ فام ... ے ساتھ دشمنی جائے گی تو پھر غنڈے تم پر حملہ کر سکتے ہیں' ... ہم کسی چار دیواری میں مل سکتے ہیں۔"

"پچھلی بار میں چار دیواری کے اندر تھا۔ پھر بھی دشمنوں کے ... ر فون آتے رہے۔ سوری کانوواتا! ابھی میں کوئی خطرہ مول ... لینا چاہتا۔ پہلے میرے زخم بھرنے دو' پھر نئے زخموں کے لئے ... ملوں گا۔"

"ایسی باتیں نہ کرو۔ میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی۔ ہم یہ شہر ... کر کینیڈا جائیں گے۔ وہاں تم دشمنوں سے محفوظ رہو گے۔"

"تمہارے ڈیڈی نہیں چاہتے کہ میں یہاں سے جاؤں۔"

"میں ڈیڈی کو راضی کر لوں گی۔"

"یہ تمہاری محبت بھی ہو گی اور احسان بھی ہو گا۔ پلیز جلد ہی ... ت حاصل کرو۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ تھرمال اپنا سفری بیگ اٹھا کر بیڈ روم میں ... ا۔ ملٹری انٹیلی جنس کا چیف ڈرائنگ روم میں آکر فون پر رابطہ ... نے لگا۔ میں اس کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ پتا چلا وہ لمبوڈا کی ... رٹی سے باتیں کر رہا ہے اور وہ سیکریٹری یوگا کا ہنر جانتی ہے۔ رابطہ ہونے پر دوسری طرف سے ایک خاتون کی آواز آئی۔ ... نے اپنا نام اور عہدہ بتا کر کہا "سیکریٹری جوزفین سے بات کراؤ۔"

پتا چلا وہ ٹیلیفون آپریٹر تھی۔ اس نے سیکریٹری جوزفین سے رابطہ کرایا۔ میں آپریٹر خاتون کے پاس گیا۔ اس کی ڈیوٹی ختم ہو رہی تھی۔ اس کی جگہ ایک مرد آپریٹر آیا تھا۔ وہ وہاں سے اٹھ کر واش روم میں گئی تو میں واپس آگیا۔

پندرہ منٹ بعد پھر اس کے پاس گیا۔ وہ واش روم سے نکل آئی تھی اور لفٹ کے ذریعے گراؤنڈ فلور تک جا رہی تھی۔ فرشی منزل پر آئی تو وہاں ایک نوجوان اس کا انتظار کر رہا تھا۔ وہ اسے دیکھتے ہی بولی "تم پھر آگئے؟"

وہ اس کے ساتھ چلتے ہوئے بولا "میں بار بار آؤں گا۔ یہ اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم مجھ سے محبت کرتی ہو لیکن اس ملازمت سے مجبور ہو۔"

"ہاں۔ ہم پر پابندی ہے کہ کسی اجنبی سے دوستی نہ کریں۔ یہ حکومت کا بہت ہی اہم شعبہ ہے۔ اس وقت بھی کسی جاسوس کی آنکھ ہمیں دیکھ رہی ہو گی۔ تمہاری وجہ سے میں مشکوک ہو رہی ہوں۔"

"یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ ملازمت کا وقت ختم ہونے کے بعد تم اپنی زندگی جینے کا حق رکھتی ہو۔ تم ایک آزاد ملک کی شہری ہو آزادی سے محبت کر سکتی ہو۔ کسی کو بھی اپنا بوائے فرینڈ بنا سکتی ہو۔"

وہ چلتے چلتے رک گئی پھر بولی "میں نے ملازمت قبول کرنے سے پہلے یہ پابندیاں قبول کی ہیں۔ میں پانچ برس تک نہ کسی سے شادی کر سکتی ہوں اور نہ ہی کسی کو بوائے فرینڈ بنا سکتی ہوں۔"

اسی وقت ایک پولیس کار قریب آکر رکی۔ ایک افسر نے کار سے نکل کر آپریٹر لڑکی سے کہا "تم گھر جاؤ۔"

وہ دوسری طرف چلی گئی۔ افسر نے اجنبی سے پوچھا "نام بتاؤ"

اس نے بتایا؟ میرا نام جان کریزی ہے۔"

"کریزی کے معنی ہیں خبطی۔ یہ نام تم نے خود رکھا ہے یا تمہارے والدین نے؟"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ آپ یہ بتائیں کس جرم کے سلسلے میں محاسبہ کر رہے ہیں۔"

"اس لڑکی سے دور رہو۔ اگر آئندہ اس کے قریب دیکھے گئے تو کسی بھی الزام میں سلاخوں کے پیچھے چلے جاؤ گے' یہ پہلی اور آخری وارننگ ہے۔"

افسر کار میں بیٹھ کر چلا گیا۔ وہ نوجوان جان کریزی وہاں کھڑا سوچتا رہا۔ میں اسے آلۂ کار بنانا چاہتا تھا۔ یہ سمجھ رہا تھا کہ جان لمبوڈا کے شعبے میں کام کرنے والی ٹیلی فون آپریٹر کی نگرانی ہوتی ہے۔ اس کے عاشق کے پیچھے بھی جاسوس لگے ہوں گے۔ ہو سکتا ہے' خیال خوانی کے ذریعے بھی اس کی اصلیت معلوم کی جا رہی ہو۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اور ایسا ہو رہا تھا۔ جان لمبوڈا کا ماتحت پاسکو روٹ یہ معلوم کر رہا تھا کہ نوجوان واقعی عاشق ہے یا غیر ملکی ایجنٹوں کا آلۂ کار ہے؟ میں پاسکو روٹ کی مصروفیت نہیں جانتا تھا' لیکن احتیاطاً یہی سوچ رہا تھا کہ ایسا ہو سکتا ہے۔

میں نے فی الحال اسے چھوڑ دیا' کیونکہ بعد میں اس کی ضرورت تھی۔ میں پھر تھرمال کے پاس آیا تو کانووا نا فون پر اسے کہہ رہی تھی "ڈیڈی راضی ہو گئے ہیں۔ بلکہ تم سے بیزار ہو گئے ہیں۔ کہتے ہیں فرہاد تمہارے اعصاب پر سوار ہو گیا ہے۔ تمہیں واقعی چھٹیاں گزارنے کے لئے اس شہر سے دور جانا چاہئے۔"

"وہ مجھے نااہل سمجھ رہے ہیں' کوئی بات نہیں۔ یہ میرے لئے خوشی کی بات ہے کہ میں اس شہر سے دور چلا جاؤں گا۔"

"میں پہلی فلائٹ میں سیٹیں حاصل کر رہی ہوں۔ ابھی فون کر کے یہاں سے روانگی کا وقت بتاؤں گی۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ لمبوڈا کا یہ فیصلہ اپنی جگہ درست تھا کہ تھرمال اپنے اعصاب پر قابو پانے اور ذہنی تازگی حاصل کرنے یہاں سے چلا جائے' لیکن میں نہیں چاہتا تھا۔ میں نے یوسف زائد سے کہا "کسی بھی ایرے غیرے کا فون نمبر ڈائل کرو۔ وہ نمبر ہمارے اپنوں میں سے کسی کا نہ ہو۔"

اس نے ایک نمبر ڈائل کر کے رابطہ کیا۔ مجھے دوسری طرف کی آواز سنائی پھر رابطہ ختم کر دیا۔ وہ ایک بہت بڑے جنرل اسٹور کے مالک کا فون تھا' میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر تھرمال کے موجودہ نمبر ڈائل کرائے۔

چند لمحوں کے بعد تھرمال کی آواز سنائی دی۔ میں نے اپنے آلۂ کار کی زبان سے کہا "الّو کے پٹھے! تو اپنی حرکتوں سے باز نہیں آئے گا۔ کبھی کالا بن کر گوری عورت کے گھر میں رہتا ہے' کبھی گورا بن کر کالی لڑکی سے عشق کرتا ہے۔ اب اس لڑکی سے تیرا چکر چل رہا ہے۔ کس کے ساتھ کہاں بھاگنے والا ہے؟"

تھرمال حلق پھاڑ کر فون پر چیخنے لگا "تم کون ہو؟ کیوں میرے پیچھے پڑ گئے ہو؟ میں کہیں سکون سے رہ نہیں سکتا۔ میری بھوک مر گئی ہے۔ میری نیند اُڑ گئی ہے۔ تم آخر چاہتے کیا ہو؟ کس برے وقت کی دشمنی نکال رہے ہو؟ دشمن ہو تو سامنے آؤ' مجھے گولی مارو' یا میں تمہیں گولی ماروں گا۔"

چیف نے آ کر اس کے ساتھ سے ریسیور لے کر پوچھا "کیوں حلق پھاڑ پھاڑ چیخ رہے ہو" پھر ریسیور کان سے لگا کر بولا "ہیلو تم کون ہو' مجھ سے باتیں کرو۔"

پھر اس نے تھرمال سے کہا "فون تو خاموش ہے۔"

وہ بولا "اس دشمن نے لائن کاٹ دی ہوگی۔"

چیف نے نمبر ڈائل کئے پھر کہا "ابھی میرے نمبر پر کس فون سے بات ہو رہی تھی؟"

"جناب! ہارڈی جنرل اسٹور کا فون تھا۔"

"مجھ سے بات کراؤ۔"

آپریٹر نے رابطہ کر دیا' چیف نے کہا "مسٹر ہارڈی! میں آف ملٹری انٹیلی جنس بول رہا ہوں۔ ابھی دو منٹ پہلے تم میرے فون پر میرے مہمان سے بات کی تھی؟"

میں نے ہارڈی کی زبان سے کہا "سر! میں نے نہیں' دکان میں آنے والے ایک گاہک نے فون کرنے کی اجازت کی تھی' میں نے اجازت دے دی تھی۔ کیوں جناب! کیا یہ کوئی غیر قانونی بات ہے؟"

"غیر قانونی نہیں ہے لیکن ایک پرابلم ہے' کیا وہ گاہک ہے؟"

"نہیں جا چکا ہے۔"

"حلیہ بتا سکتے ہو؟"

میں نے الٹا سیدھا حلیہ بتا دیا۔ چیف نے ریسیور رکھ کر اس سے پوچھا "یہاں تمہاری کسی سے دشمنی ہے؟"

وہ بولا "تم جانتے ہو کہ مسٹر لمبوڈا کے ماتحت نہ کسی سے دشمنی کرتے ہیں نہ کسی کو دشمن بناتے ہیں۔ ہماری دشمنی صرف ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے ہوتی ہے۔"

"تو پھر یہ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی حرکتیں ہیں۔"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ایسا کوئی دشمن ہوتا تو وہ دماغ میں آ کر مجھے چیلنج کرتا لیکن میں یوگا کا ماہر ہوں۔ کوئی ٹریپ نہیں کر سکتا۔ جو بھی مجھے پریشان کر رہا ہے وہ میری اصلیت نہیں جانتا ہے۔ وہ کوئی گورا یا کالا فسادی ہے۔"

"وہ کوئی بھی ہو۔ تمہاری ہر بدلتی ہوئی رہائش گاہ کو جانتا ہے اور اس کا فون نمبر بھی معلوم کر لیتا ہے۔ اگر وہ خیال خوانی کرنے والا نہیں ہے تو پھر کوئی بہت ہی خرانٹ جاسوس ہے جو نگاہوں سے تمہیں اوجھل نہیں ہونے دیتا ہے۔"

"یہی تو معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ وہ کون ہے۔ کیا ہمارے جاسوس ایسے خرانٹ نہیں ہیں کہ اسے پکڑ سکیں۔"

"ہم ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں۔ وہ جلد ہی پکڑا جائے گا۔"

چیف کے چور خیالات بتا رہے تھے کہ وہ میری اور تھرمال کی دشمنی کے متعلق کچھ نہیں جانتا ہے۔ اس کے باوجود وہ کسی خیال خوانی کرنے والے پر شبہ کر رہا ہے۔

اس سے پہلے وہ اپنا شبہ لمبوڈا پر ظاہر کرتا' میں اپنی چال کے لئے اس عاشق نوجوان جان کریزی کے پاس آ گیا۔ اس کے اندر خاموش رہا۔ شام کا وقت تھا۔ وہ ٹائیڈل بیس کے کنارے کھڑا ہوا ان کشتیوں کو دیکھ رہا تھا' جو راج ہنس کی لانبی گردنوں کی طرح بنی ہوئی تھیں۔ یہ کشتیاں سوان بوٹس کہلاتی ہیں۔ واشنگٹن والے رومانی جوڑے ایسی کشتی میں بیٹھ کر جھیل نما ٹائیڈل بیس کی سیر کرتے ہیں۔ جان کریزی بھی تصور میں اس آپریٹر لڑکی کے ساتھ سوان بوٹ میں بیٹھا ہوا تھا۔

میں نے اس کی سوچ میں کہا "صرف سوچنے سے محبوب نہیں ملتا' اس کے لئے کچھ کر گزرنا ہوتا ہے۔"

اس نے سوچا "میں کیا کروں یہی سمجھ میں نہیں آتا۔"

میں نے سمجھایا "حرکت میں برکت ہے۔ میں خیالوں کی دنیا سے نکل کر آگے بڑھوں گا تو منزل آئے گی۔"

وہ وہاں سے چلتا ہوا اپنی کار میں آ کر بیٹھ گیا۔ پھر اسے اسٹارٹ کر کے آگے بڑھانے لگا' میں اسے لمبوڈا کی خفیہ رہائش گاہ کی طرف لے جانے لگا۔

گزشتہ روز میں نے دھوکے سے اس کے مختصر خیالات پڑھے تھے اور معلوم کیا تھا کہ وہ لاس اینجلس سے آج واشنگٹن پہنچے گا اور شام کو اپنی رہائش گاہ میں اپنی گونگی معشوقہ کے پاس آئے گا۔ جان کریزی نے اس کی رہائش گاہ سے ذرا دور کار روک دی۔ میں نے اس کے ذریعے دیکھا۔ اس کی رہائش گاہ کے احاطے میں ایک کار کھڑی ہوئی تھی۔ پچھلی بار جب میں تھرمال کو ادھر لے گیا تھا تو کار نہیں تھی۔ گھر کا مالک نہیں تھا تو کار کیسے ہوتی؟ اب کار کی موجودگی بتا رہی تھی کہ مالک مکان موجود ہے۔

میں نے جان کریزی کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما لیا۔ وہ اپنی کار وہاں سے اور دور لے گیا۔ اسے ایک جگہ پارک کر کے لمبوڈا کی رہائش گاہ کی طرف پیدل جانے لگا۔ لمبوڈا وہاں ایک عام شہری کی طرح آتا تھا اور گونگی کے ساتھ رات بسر کر کے چلا جاتا تھا۔ اس کی گاڑی اور اس کا حلیہ وغیرہ مختلف ہوتا تھا۔ کوئی اسے سپر ماسٹر کے دستِ راست کی حیثیت سے پہچان نہیں سکتا تھا' اور چونکہ سرکاری حیثیت سے وہاں نہیں آتا تھا۔ اس لیے اس کی رہائش کے آس پاس گارڈز یا جاسوس وغیرہ نہیں ہوتے تھے۔ یعنی وہ اپنی پرائیویٹ لائف میں کسی کو اپنا رازدار بنانے کا عادی نہیں تھا۔

جان کریزی باؤنڈری وال سے لگ کر تھوڑی دیر تک کھڑکیوں اور دروازوں کو دیکھتا رہا۔ ان پر پردے پڑے ہوئے تھے۔ وہ پردے ذرا بھی ہٹے ہوئے ہوتے تو یہ سمجھ میں آتا کہ اندر سے کوئی باہر کا حال دیکھ رہا ہے۔ لیکن ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ وہ بڑی آہستگی سے باؤنڈری کی دیوار پر چڑھ کر اندر پہنچ گیا۔ گھاس پر رینگتا ہوا کار کے قریب پہنچا اور پھر میری پلاننگ کے مطابق کار کے بریک ناکارہ بنانے لگا۔

میں نے اس کام کے لئے جان کریزی کا انتخاب اس لئے کیا تھا کہ انٹیلی جنس والوں کو اس پر شبہ تھا۔ اگرچہ اس کے چور خیالات پڑھنے کے بعد لمبوڈا کے سراغ رسانوں کا شبہ دور ہو چکا ہوگا۔ تاہم وہ ابھی بریک کو ناکارہ بناتے وقت پکڑا جاتا تو مٹنے والا شبہ پھر ابھر آتا۔ میں اس کے چور خیالات سے لمبوڈا کو سمجھاتا کہ وہ یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے جے مورگن کا آلۂ کار ہے۔

کوئی کام صحیح پلاننگ سے صحیح وقت پر ہو تو کامیابی لازمی ہوتی

جاسوسی ڈائجسٹ کا دلچسپ ترین سلسلہ

انسان کی ترقی و تہذیب کے حیات افروز واقعات
صدیوں سے زندہ ایک پُراسرار شخص کی آپ بیتی، ھَوا جس کی دوست تھی، سمندر جس کے لیے آغوشِ مادر تھا، آگ اس کے بدن کو نمو دیتی تھی۔
****
وہ کہانی جس نے اپنے وقت میں مقبولیت کے ریکارڈ توڑ دیے

صدیوں کا بیٹا

پانچ حصوں میں مکمل

قیمت فی حصہ ۴۰/- روپے ● ڈاک خرچ فی حصہ ۱۶/- روپے

کتابیات پبلی کیشنز ... کراچی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہے۔ وہ مطلوبہ کام کرکے پھر اسی طرح گھاس پر رینگتا ہوا باؤنڈری وال کے پاس آیا اور اس پر چڑھ کر احاطے کے باہر پہنچ گیا۔ اطمینان سے دور تک چلتا ہوا کار کی طرف جانے لگا۔ میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑا وہ چلتے چلتے لڑکھڑا گیا۔ پھر سنبھل کر سوچنے لگا "میں کہاں ہوں اور یہاں کیا کر رہا ہوں؟"

سامنے پارک کے قریب اپنی کار نظر آرہی تھی۔ وہ سوچتا ہوا جارہا تھا چونکہ میں نے پوری طرح قبضہ جمایا ہوا تھا۔ اس لئے آزادی کے بعد اسے یاد نہیں رہا کہ کس رہائش گاہ کے احاطے میں گیا تھا اور وہاں کیا کارروائی کرنے کے بعد آیا ہے۔

وہ کار میں بیٹھ کر سوچ رہا تھا کہ اس لڑکی کے عشق میں دیوانہ ہورہا ہے۔ اس کے خیالوں میں ڈوب کر ایسے گم ہوجاتا ہے کہ غائب دماغی کا پتا ہی نہیں چلتا۔ میں کافی دیر تک اس کے اندر خاموش رہا۔ پھر یقین ہوگیا کہ کسی خیال خوانی کرنے والے نے اسے میرا آلۂ کار بنتے نہیں دیکھا ہے۔

میں نے یوسف زائد کو لمبوڈا کا فون نمبر ڈائل کرنے کو کہا۔ اس نے ہدایت پر عمل کیا۔ رابطہ قائم ہونے پر تھوڑی دیر تک فون کی گھنٹی بجتی رہی پھر لمبوڈا کی آواز سنائی دی۔ اس نے آواز بدل کر پوچھا "ہیلو کون؟"

میں نے تھرپال کی آواز بنا کر یوسف زائد کی زبان سے کہا "سر! میں ہوں تھرپال۔ آپ کی آواز کیوں بدل گئی ہے۔"

میں جانتا تھا۔ یہ سنتے ہی وہ تھرپال کے دماغ میں پہنچے گا۔ میں بھی وہاں پہنچ گیا۔ اتفاق سے وہ بھی کان سے ریسیور لگائے کانو وانا سے باتیں کر رہا تھا۔ پہلے چند لمحات میں لمبوڈا نے یہی سمجھا کہ تھرپال ہی فون پر اس سے بول رہا تھا۔ وہ غصّے سے کڑک کر بولا "تمہیں میرا فون نمبر کیسے معلوم ہوا؟"

میں نے تھرپال سے ریسیور رکھوا دیا۔ پھر اس کی سوچ میں جواب دیا "سر! میں صرف فون نمبر ہی نہیں رہائش گاہ بھی جانتا ہوں۔"

"یہی پوچھ رہا ہوں، کیسے جانتے ہو؟"

"آپ نے مجھے فرہاد کا ڈپلی کیٹ بنادیا۔ مجھے یوں لگتا ہے کہ میں سچ مچ کا فرہاد علی تیمور ہوں۔ جیسے وہ سوچتا ہے ویسے ہی میں سوچتا ہوں۔ وہ آپ تک پہنچنا چاہتا ہے۔ میں بھی پہنچتے پہنچتے آپ تک پہنچ گیا ہوں۔ آپ کی رہائش گاہ کی بیرونی دیواریں سرخ اینٹوں کی ہیں اور یہ واشنگٹن چینل والے پارک کے سامنے ہے۔"

خاموشی چھا گئی۔ وہ حیران پریشان ہوگیا ہوگا۔ ایک یہ سوال پریشان کر رہا ہوگا کہ تھرپال جیسا ماتحت یہ کیوں کہہ رہا ہے کہ سچ مچ فرہاد بن گیا ہے۔ دوسری پریشانی یہ تھی کہ اس کا پتا اور فون نمبر اسے کیسے معلوم ہوگیا؟

اور جیسے ہی معلوم ہوا قیامت کا راز معلوم ہوا۔ یہ راز کھلنے سے وہ گرفت میں آتا تو اس کے تمام ماتحت ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی دشمن کی مٹھی میں چلے جاتے۔ ابھی اسے امید ہوگی کہ گرفت میں نہیں آیا ہے۔ دشمن نے صرف سراغ لگایا ہے۔ لہٰذا گرفت سے پہلے اس رہائش گاہ سے بھاگنا چاہئے۔

بعد میں معلوم ہوا کہ وہ تیزی سے دوڑتا ہوا اور گویا کوا طرف دھکا دے کر گراتا ہوا بنگلے سے باہر آیا پھر اپنی کار میں بیٹھ کر اسے اسٹارٹ کیا۔ عجلت اور گھبراہٹ میں کار اسٹارٹ نہیں ہوئی۔ اچھی خاصی گھبراہٹ کے بعد وہ کار چلنے پر راضی ہوئی۔ وہ سوچ رہا تھا "یہ فرہاد کے سوا کوئی نہیں ہوسکتا۔ اس نے فون کے ذریعے تھرپال کے ذریعے یہ معلوم کیا ہے کہ میں اپنے خفیہ بنگلے میں ہوں یا نہیں؟ اب اسے میری موجودگی کا یقین ہوگیا ہے۔ اس کے آلۂ کار بنگلے کے اطراف کہیں چھپے ہوں گے اور اب میرا تعاقب کر رہے ہوں گے۔"

وہ عقب نما آئینے میں دیکھ رہا تھا۔ اندازہ کر رہا تھا کہ کون گاڑی اس کے تعاقب میں ہے۔ یہ اسی وقت معلوم ہوسکتا جب آس پاس کی گاڑیوں کے مقابلے میں رفتار زیادہ سے زیادہ بڑھائی جائے اس طرح تعاقب کرنے والی گاڑی کی رفتار بھی بڑھ کر زیادہ سے زیادہ ہوگی اور وہ نظروں میں آجائے گی۔

اس طریقۂ کار پر عمل کرتے ہوئے اس نے رفتار میں اضافہ کیا۔ پھر آگے کچھ دور جاکر دو گاڑیوں کو اوور ٹیک کرنے کے بعد رفتار میں ذرا کمی کرنی چاہی تو ناکامی ہوئی۔ ڈھلان کے باعث گاڑی اسی تیزی سے بھاگ رہی تھی اور بریک کام نہیں کر رہا تھا۔

اس نے کئی بار بریک لگانے کی کوشش کی اور حادثے سے بچنے کے لئے کار کو سنبھالتا رہا۔ پھر اس نے خیال خوانی کے ذریعے سپر ماسٹر کو مخاطب کیا۔ میں سلمان کے ساتھ سپر ماسٹر ہولی مین کے دماغ میں موجود تھا۔ وہ کہہ رہا تھا "ماسٹر! میں فرہاد کا شکار ہو رہا ہوں۔ نہیں وہ کس حکمتِ عملی سے میرے قریب پہنچ گیا ہے۔ شاید اس نے میری گاڑی کے بریک کو ناکارہ بنایا ہے۔ میں بالٹی مور جانے والی شاہراہ پر ہوں۔ پلیز ٹریفک پولیس کو حکم دو کہ وہ میرے چاروں طرف گاڑیوں سے محاصرہ کرکے میری کار کو روک لیں۔"

میں نے اس کے ماتحت پاسکوروٹ کے لہجے اور آواز میں کہا "مسٹر لمبوڈا میں سپر ماسٹر سے ابھی خیال خوانی کے ذریعے بات کر رہا ہوں۔ اگر آپ مصیبت میں ہیں تو مجھے اپنے دماغ میں آنے دیں۔ سپر ماسٹر کے حکم سے جب تک پولیس والے آئیں گے تب تک ہم دونوں مل کر بچاؤ کی تدبیر کرلیں گے۔"

اس نے کہا "فوراً آؤ" میں فوراً اس کی کھوپڑی میں پہنچا۔ پہنچتے ہی ایک زبردست خیال خوانی کا جھٹکا پہنچایا۔ وہ حلق پھاڑ کر چیخ پڑا۔ ہاتھوں سے اسٹیئرنگ بہک گیا۔ کار اِدھر سے اُدھر جاتی ہوئی دوسری کاروں سے ٹکرائی۔ میں نے اس کے ہاتھوں سے جلد اسٹیئرنگ کو سنبھال لیا۔ وہ دماغی تکلیف کی شدّت سے بے حال ہو رہا تھا۔ شاہراہ پر بے شمار گاڑیاں ایک دوسرے سے ٹکرا رہی تھیں۔ اس ٹکراؤ میں لمبوڈا کی گاڑی ان کے درمیان پھنس کر رک گئی۔ اس کے رکتے ہی میں نے پھر اس کے اندر ایک زلزلہ پیدا کیا۔ وہ ذبح کئے ہوئے بکرے کی طرح تڑپ تڑپ کر کار سے نکلا اور سڑک پر گر کر شدید تکلیف کے باعث کراہنے لگا۔

وہ بڑے ہی مضبوط اعصاب کا پہاڑ جیسا شخص تھا۔ زلزلے کے دو جھٹکوں سے کوئی بھی معمول ہوتا بے ہوش ہوجاتا ہے لیکن وہ بے حد اذیتیں برداشت کرتے ہوئے ہوش میں رہنے کی کوشش کر رہا تھا، آخر میرے تیسرے جھٹکے نے اسے بے ہوش کردیا۔

میں نے سلمان کے پاس آکر کہا "بہت بڑا مہرہ ہاتھ آگیا ہے۔ میں لیلیٰ سے کہتا ہوں وہ پاسکوروٹ کے دماغ میں رہے اور اسے لمبوڈا کے پاس نہ جانے دے۔ دوسرے خیال خوانی کرنے والے فریزر کے متعلق تم نے کہا تھا وہ بیمار ہے۔ اور اسپتال میں زیرِ علاج ہے۔"

"جی ہاں، میں نے سپر ماسٹر کے ذریعے فریزر کو بھی قابو میں کرلیا ہے۔"

"اب ہماری سونیا ثانی رہ گئی ہے۔ جب میں لمبوڈا پر تنویمی عمل کروں گا تو وہ مداخلت کرے گی۔"

سلمان نے کہا "میں اپنی بیٹی کی وجہ سے خود الجھا ہوا ہوں۔ یہ سپر ماسٹر نہیں جانتا ہے کہ ثانی کہاں ہے۔ صرف جان لمبوڈا کو معلوم ہے۔"

"ٹھیک ہے لمبوڈا کے ہوش میں آتے ہی میں اس پر عمل کرکے سب سے پہلے ثانی کے متعلق معلوم کروں گا۔"

پھر میں نے لیلیٰ سے کہا کہ وہ پاسکوروٹ کے دماغ میں سلمان کا لہجہ اختیار کرکے جائے اور اسے لمبوڈا کے پاس جانے نہ دے۔ میں ہر پہلو سے مکمل انتظامات کرنے کے بعد لمبوڈا کے پاس آگیا۔ وہ ہوش میں تھا۔ مگر بے حد کمزور تھا اس کا دماغ پھوڑے کی طرح دکھ رہا تھا۔ وہ کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ اس نے ایک بار آنکھیں کھول کر دیکھا تھا۔ مگر ڈاکٹر، نرس اور کمرے کی دوسری چیزیں دھندلی دکھائی دے رہی تھیں اس لئے پھر اس نے آنکھیں بند کرلیں۔

میں بڑی دیر تک احتیاطاً خاموش رہا۔ کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا چپکے سے وہاں موجود ہوسکتا تھا۔ خاص طور پر سونیا ثانی کی طرف سے خدشہ تھا۔ وہ اپنے سینئر افسر لمبوڈا کے دماغ میں کسی وقت بھی آسکتی تھی۔

میں نے لمبوڈا کی خوابیدہ سوچ میں کہا "سلوانہ (ثانی)! آہ سلوانہ تم کہاں ہو؟ ایسی مصیبت کے وقت مجھے تمہاری ضرورت ہے۔ کہاں ہو آجاؤ۔ آجاؤ۔"

وہ جس درد بھرے انداز میں پکار رہا تھا، وہ پکار سن کر ثانی ضرور اس کے درد کا مرہم بن کر آتی۔ مگر نہیں آئی۔ ثابت ہوا کہ وہ موجود نہیں ہے یا اسے لمبوڈا کے موجودہ حالات کی خبر نہیں ہے۔

میں نے وقت کو غنیمت جانا اور عمل شروع کردیا۔

ہم کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ایک دن اتنی بڑی کامیابی حاصل ہوگی ناقابلِ شکست ٹیلی پیتھی جاننے والا جان لمبوڈا ہماری گرفت میں ہوگا۔ اس ملک کا حکمرانِ ثانی سپر ماسٹر کی کھوپڑی ہماری غلام ہوگی اور دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی ہمارے تابعدار بن جائیں گے۔

امریکا جیسے سپر پاور کو قدموں تلے لانے کے بعد کیا رہ گیا تھا؟ کچھ نہیں۔ اب تو ہم ساری دنیا فتح کرچکے تھے۔ اسرائیل کی انسان دشمن پالیسیوں کو امریکا سے ہی استحکام حاصل ہوتا تھا۔ آئندہ ہم ایسی پالیسیوں کو گٹر میں ڈالنے والے تھے۔ اسرائیل کے گولڈن برینز علی کو اپنا بے تاج بادشاہ بناتے جارہے تھے۔

لہٰذا اب کچھ نہیں رہا تھا۔ ہم نے سارا قصہ تمام کردیا تھا۔

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ حالات ہماری بے خبری میں کروٹ بدلتے رہتے ہیں پھر ایک مخصوص وقت میں ہمیں درسِ عبرت دیتے ہیں۔

حالات نے اچانک ہی کروٹ بدلی۔ میں لمبوڈا پر عمل کر رہا تھا کہ محسوس ہوا مداخلت ہوئی ہے۔ لمبوڈا نے اپنے بازو میں ہلکی سی چبھن محسوس کی تھی اس کے بعد ہی میرے تنویمی عمل کا رشتہ اس سے ٹوٹ گیا۔ کسی نے انجکشن لگایا تھا اور وہ بے ہوش ہوگیا تھا۔

میں نے فوراً ہی سلمان سے کہا "جس کا ڈر تھا، وہی ہوا۔ مداخلت ہوئی ہے۔ کسی نے لمبوڈا کو انجکشن کے ذریعے بے ہوش کردیا ہے۔ سپر ماسٹر کے ذریعے اسپتال والوں سے معلوم کرو، انجکشن کس نے لگایا ہے؟"

سپر ماسٹر نے سلمان کی مرضی کے مطابق اسپتال والوں سے معلوم کیا۔ ڈاکٹر نے کہا "مسٹر لمبوڈا شدید ذہنی کرب میں تھے ہم نے انہیں گہری نیند سلایا ہے۔"

"لیکن وہ تو بے ہوش ہے۔"

"ڈاکٹر ہم ہیں، آپ ہم سے زیادہ نہیں جانتے۔ پلیز ہمیں ڈسٹرب نہ کریں۔"

میں ڈاکٹر کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ پتا چلا وہ ایک مریض کا معائنہ کر رہا تھا۔ اچانک اس کے دل میں بات آئی کہ مسٹر لمبوڈا کو گہری نیند سلانا چاہئے۔ وہ ایسا نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن بے اختیار سرنج میں ایک رقیق مادّہ بھر کر لے گیا۔ اس کی دانست میں وہ نیند کا انجکشن تھا۔ میں سمجھ گیا، ثانی نے بے ہوشی کا انجکشن لگانے پر مجبور کیا تھا۔

"ہماری بلّی اور ہم سے میاؤں" کا مطلب سمجھ میں آگیا۔ وہ ایسی بلّی تھی جو ہم سب کو جان سے پیاری تھی۔ لیکن جان کی دشمن بن کر مقابلہ پر آگئی تھی۔ جو علاقہ ہم نے فتح کیا تھا، وہ علاقہ ہم سے چھین کر لے گئی تھی۔

صرف چند منٹوں کے بعد پتا چلا کہ فوجی افسر اور جوان آئے تھے اور بے ہوشی لمبوڈا کو کہیں لے گئے تھے۔ یہ فوراً ہی معلوم

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

نہیں کیا جا سکتا تھا کہ اسے کہاں پہنچایا گیا ہے۔ جب تک معلومات حاصل ہوتیں تب تک ہماری بیٹی اس کا برین واش کرا دیتی۔

فرہاد علی تیمور نے بہت بڑی بازی ہاری تھی، لیکن ثانی کی حکمت عملی نے دل خوش کردیا تھا۔ آخر میری ہونے والی بہو تھی۔ وہ تو مجھے بابا جانی کہہ کر مجھے گھوڑا بنا کر میری پیٹھ پر سوار ہو سکتی تھی۔

سلمان نے کہا "یہ لڑکی ہمارے لئے پرابلم بنتی رہے گی۔ اسے کسی طرح قابو میں کرنا ہوگا۔"

میں نے کہا "تم باپ ہو، جوان بیٹی کو قابو میں رکھنا تمہارا فرض ہے۔ اگر وہ اسی طرح بے قابو رہی تو ہم برات نہیں لائیں گے۔"

"اوہ فرہاد بھائی! اتنی بڑی ناکامی کے بعد بھی آپ مذاق کے موڈ میں ہیں۔"

"کیسی الٹی باتیں کرتے ہو؟ دنیا مجھے شیر کہتی ہے اور تمہاری بیٹی شیر کے منہ سے لقمہ چھین کر لے گئی ہے۔ اتنی بڑی کامیابی کو ناکامی کہہ رہے ہو؟"

"میں آپ سے بحث نہیں کروں گا۔ یہ کہنے آیا ہوں کہ سپر ماسٹر ہیلی کاپٹر کے ذریعے میامی جا رہا ہے۔"

میں نے چونک کر کہا "میامی کے ایک خفیہ اڈے میں وہ ٹرانسفارمر مشین چھپا کر رکھی گئی ہے۔"

"جی ہاں اس کی سوچ نے بتایا ہے کہ دو گھنٹے بعد کسی نوجوان کو اس مشین سے گزار کر اسے ٹیلی پیتھی کا علم دیا جائے گا چونکہ لمبوڈا زیرِ علاج ہے اس لئے وہاں سپر ماسٹر کی موجودگی لازمی ہے۔"

وہ ہیلی کاپٹر کے ذریعے میامی پہنچ گیا۔ وہاں سے کار میں ایک لمبا سفر شروع ہوا۔ دو فوجی افسران اس کے ساتھ تھے۔ ایک گھنٹے بعد وہ پہاڑیوں کے درمیان پہنچے۔ ان پہاڑیوں کو کاٹ کر بحری فوج کا اڈا بنایا گیا تھا۔ اس تراشیدہ پہاڑی اڈے کے پیچھے کھلے سمندر میں فوج کے بحری جہاز کھڑے رہتے تھے۔ سمندر کے راستے سے کسی کو ادھر آنے کی اجازت نہیں تھی۔ اور جہاں سے سپر ماسٹر کار میں آیا تھا وہ تمام خشکی کا علاقہ عام لوگوں کے لئے ممنوعہ تھا۔

ثانی ہم سے لمبوڈا کو چھین کر مطمئن ہو گئی تھی۔ اس نے یہ سوچا ہی نہ ہوگا کہ ہم سپر ماسٹر جیسی ہستی کو اپنا تابعدار بنا سکتے ہیں۔ وہ اُدھر لمبوڈا کو ہم سے محفوظ رکھنے کی کوششوں میں مصروف ہوگی۔ اِدھر ہمیں ٹرانسفارمر مشین کے چاروں طرف میلوں دور تک حفاظتی انتظامات کو دیکھنے کا موقع مل رہا تھا۔

سپر ماسٹر تراشیدہ پہاڑی اڈے کے مختلف حصوں سے گزر رہا تھا۔ اس کے آگے پیچھے مسلح فوجی جوان اور افسران چل رہے تھے۔ وہاں خلائی سیارے کے ذریعے جاسوسی ہوتی تھی۔ بغیر اجازت وہاں قدم رکھنے والے کو سیارے کی آنکھ دیکھ لیتی تھی اور اسے گرفتار کرا دیتی تھی۔ ویسے سائنس نے ابھی ایسی آنکھ نہیں بنائی تھی جو ہم جیسے دماغوں میں رہنے والوں کو دیکھ لیتی۔

سپر ماسٹر فوجی افسران کے ساتھ ایک بہت بڑے ہال میں پہنچا۔ وہاں پانچ عدد ٹرالی اسٹریچرز تھے۔ وہ مریضوں کو آپریشن تھیٹر میں لے جانے والی ٹرالیاں تھیں۔ چار ٹرالیوں کے اسٹریچرز پر ایک عورت اور تین مرد آنکھیں بند کئے غافل پڑے ہوئے تھے۔ شاید بے ہوش تھے۔ پانچویں ٹرالی خالی تھی۔

ان میں سے دو بے ہوش افراد کو دیکھ کر سپر ماسٹر چونک گیا۔ اس کی سوچ سے ہمیں پتا چلا کہ ان میں سے ایک پاسکو روٹ اور دوسرا فریزر۔ ہم نے جان لمبوڈا کے ان دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنا معمول اور تابعدار بنایا تھا، لیکن لمبوڈا کی طرح دونوں بھی ہمارے ہاتھ سے نکل گئے تھے اور یہاں پہنچا دیئے گئے تھے۔

سپر ماسٹر نے پوچھا "یہ ہمارے اہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو کیا ہوگیا ہے؟"

"انہیں مرضِ تیموریہ ہوگیا ہے" یہ نسوانی آواز ہال میں گونجی تو میں نے اور سلمان نے ثانی کو پہچان لیا۔ وہ ایک غار کے اندرونی حصے سے نکل کر ہال میں آئی پھر بولی "سپر ماسٹر! میں تمہارا اور اس ملک کی ایک ادنیٰ کنیز ہوں۔ یہ بتانے آئی ہوں کہ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر فرہاد غالب آگیا ہے۔"

سپر ماسٹر نے میری مرضی کے مطابق پوچھا "تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ فرہاد نے انہیں ٹریپ کیا تھا اور ان ٹرالیوں پر کون ہیں؟"

وہ بولی "یہ ٹرالی پر پڑی ہوئی عورت الپا ہے۔ اور دوسری پر اسرائیل کا ایک گولڈن برین میجر یارڈلے ہے۔"

سپر ماسٹر نے پوچھا "یہ قصہ کیا ہے؟"

"قصہ یہ ہے کہ فرہاد علی تیمور نے ہم امریکیوں کو عقل پیدل سمجھ لیا ہے۔ اس کی مسلسل کامیابیوں نے اسے خوش فہمی میں مبتلا کردیا ہے۔ وہ بڑی تیزی سے میدان مارتا آرہا تھا اور رہا تھا کہ اس نے اتنے بڑے سپر پاور کہلانے والے امریکا کو فتح کرلیا ہے۔ اب اسے معلوم ہوگا کہ وہ کس بری طرح اُلو بنتا رہا ہے۔"

سلمان نے کہا "بھائی فرہاد! یہ میری بیٹی ہے تو کیا ہوا لیکن برداشت نہیں کروں گا کہ یہ آپ کو اُلو بولے۔"

میں نے کہا "اسی کو بہت سمجھ لو۔ اس سے بڑی گالی اسے نہیں آتی ہے۔"

وہ کہہ رہی تھی "میں اپنے سینئر افسر جان لمبوڈا کے لئے جان کی بازی لگا سکتی ہوں۔ کیونکہ وہ مجھ پر اندھا اعتماد کرتا ہے۔ اس کی خفیہ رہائش گاہ کا پتا اور فون نمبر صرف میں جانتی ہوں۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولی "جب مجھے معلوم ہوا کہ تمہارا گورے اور کالے پریشان کررہے ہیں اور وہ الٹی سیدھی حرکتیں کررہا ہے تو میں خاموشی سے اس کے دماغ میں رہنے لگی۔ مجھ سے یہ بھید کھلتا گیا کہ فرہاد اس کے ذریعے مسٹر لمبوڈا تک پہنچنا ہے یا پہنچ چکا ہے۔ جب اس کی کار کا بریک ناکارہ ہوا تو سمجھ میں آیا کہ فرہاد اسے زخمی کرکے دماغ میں جگہ بنانا چاہتا ہے۔"

وہ پھر ٹھہر کر بولی "میں اس سلسلے میں پاسکو روٹ کو خبردار کرنے آئی تو اس نے میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا۔ کیونکہ پہلے سے کوئی عورت (لیلیٰ) وہاں موجود تھی۔ اس بات کی تصدیق ہوتی تھی کہ فرہاد کی ٹیم ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو شکار کررہی ہے۔ فریزر بیمار تھا اسے تو آسانی سے کوئی بھی ٹریپ کرسکتا تھا۔"

وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی سپر ماسٹر کے قریب آئی پھر بولی "جب ہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا سربراہ لمبوڈا ان کے جال میں پھنس گیا تو یہ بات بھی سمجھ میں آگئی کہ لمبوڈا کی معمولہ الپا اور میجر یارڈلے بھی فرہاد سے محفوظ نہیں ہیں۔ وہ ایک لمبوڈا کے ذریعے ہر ایک کو ٹریپ کرچکا ہے۔ صرف میں محفوظ ہوں۔"

اس نے سپر ماسٹر کی طرف انگلی اٹھا کر کہا "میں تم سے کہہ رہی ہوں۔ فرہاد علی تیمور! تم سے کہہ رہی ہوں۔ تم جو سپر ماسٹر کے دماغ میں چھپ کر میری باتیں سن رہے ہو اور یہ فوجی اڈا دیکھ رہے ہو۔ تمہاری خوش فہمی کہتی ہے کہ یہاں ٹرانسفارمر مشین ہے اور میں اتنی احمق ہوں کہ تمہیں کسی کے دماغ میں بیٹھ کر یہاں تک آنے کی اجازت دے چکی ہوں۔"

وہ انکار میں ہاتھ ہلا کر بولی "نہیں۔ تمہارے فرشتے بھی یہاں مشین کی جھلک نہیں دیکھ سکیں گے۔ ہوسکتا ہے تم نے مسٹر لمبوڈا کے دماغ سے معلوم کیا ہو کہ مشین یہاں ہے۔ یہی سوچ کر میں نے اسے دو گھنٹے پہلے یہاں سے دوسری جگہ منتقل کردیا ہے۔"

وہ پھر سپر ماسٹر کی طرف انگلی اٹھا کر بولی "اور یہ تمہارا سب سے بڑا آخری مہرہ سپر ماسٹر ہے جس کے دماغ پر قبضہ جما کر تم نے سمجھ لیا تھا کہ ہمارے ملک کی سیاست تمہارے ہاتھ میں آگئی۔ یہ آخری جیت بھی ہار میں بدل رہی ہوں۔ دیکھو، وہ جو پانچویں ٹرالی خالی ہے وہ سپر ماسٹر کے لئے ہے۔ ابھی یہ بھی بے ہوش ہوگا، اس کا بھی برین واش ہوگا پھر تم کبھی ان میں سے کسی کے دماغ میں نہیں جاسکوگے جنہیں تم نے اپنا تابعدار بنایا تھا۔ تم نے جتنے اہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو چھین لیا تھا، ان سب کو میں نے واپس جیت لیا ہے۔"

اس نے ایک افسر سے کہا "مسٹر ہولی مین کو انجکشن لگاؤ۔"

ایک فوجی جوان سرنج میں دوا بھرنے لگا۔ میں نے سپر ماسٹر کی زبان سے کہا "شاباش بیٹی! تم نے نہایت عمدہ حکمتِ عملی سے ایک بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔"

وہ قہقہہ لگا کر بولی "اپنی شکست پر پردہ ڈالنے کے لئے مجھے بیٹی کہہ رہے ہو؟"

"نہیں.... اپنے گھر بلانے کے لئے بیٹی کہا ہے اور اس یقین سے کہا ہے کہ تم ہمارے پاس واپس آؤ گی۔"

میری بات ختم ہوتے ہی سپر ماسٹر کو انجکشن لگا دیا گیا۔ وہ بے ہوش ہوا اور میں سلمان کے ساتھ اس کے دماغ سے نکل گیا۔ اب اس کے اور لمبوڈا وغیرہ کے دماغ میں کبھی جگہ نہیں مل سکتی تھی۔ ہم دونوں ہارے ہوئے سپاہیوں کی طرح اپنے اپنے گھر واپس آگئے۔

میں نے لیلیٰ کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا "میں نے تمہیں تاکید کی تھی کہ مستقلاً پاسکو روٹ کے دماغ میں رہوگی لیکن تم وہاں نہیں تھیں۔ ثانی نے موقع پاکر اسے ٹریپ کرلیا۔"

"میں مجبور تھی، نماز کا وقت ہوگیا تھا۔ آپ سب اپنے اپنے معاملات میں مصروف تھے میں نے سوچا مغرب کی نماز مختصر ہوتی ہے۔ میں جلد ہی واپس آجاؤں گی لیکن عبادت سے واپس آئی تو میں نے پاسکو روٹ کو بے ہوش پایا۔"

"نماز نے اور ہماری لاڈلی نے ہمیں میدان چھوڑنے پر مجبور کیا، اس میں قدرت کا کوئی بھید ہے۔ آگے آگے دیکھتے ہیں کیا ہوتا ہے۔"

دو دن گزر گئے۔ ہمیں کچھ معلوم نہ ہوسکا کہ ہم نے جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنے قابو میں کیا تھا، وہ کہاں گئے؟ اور اب کس حال میں ہیں؟

بے ہوشی کے بعد ہوش و حواس میں آنے کے لئے چند منٹ بھی لگتے ہیں، چند گھنٹے بھی لگتے ہیں اور چند دن بھی گزر جاتے ہیں۔ میں وقفے وقفے سے لمبوڈا کے دماغ میں جاتا رہا۔ خیال تھا کسی وقت بھی وہ آنکھ کھولے گا اور حواس میں رہے گا تو پھر ایک بار اسے قابو میں لانے کی کوشش کروں گا لیکن اس کے دماغ کو ٹرانسفارمر مشین کے تابع کردیا گیا تھا۔

اس مشین میں ایک چینل ایسا تھا جس کے چار آلات انسانی کھوپڑی کے چاروں طرف لگا دیئے جاتے تھے۔ پھر جب تک مشین آن رہتی تب تک وہ دماغ بیرونی اثرات قبول نہیں کرتا تھا۔ خیال خوانی کی لہریں بھی بے اثر ہوجاتی تھیں۔ اس لئے میں دوبارہ لمبوڈا کے دماغ کو نہ پاسکا۔

صرف لمبوڈا ہی نہیں اس کے کسی ماتحت ٹیلی پیتھی جاننے والے کو بھی دوبارہ نہ پاسکا۔ سب ہی کو اسی طریقۂ کار کے مطابق مشین کے زیرِ اثر رکھ کر تبدیل کیا گیا تھا۔ سپر ماسٹر اور جان لمبوڈا اتنے اہم عہدے دار تھے کہ ثانی نے انہیں نئی زندگی دے کر ملک کی ڈوبتی ہوئی نبض کو سنبھالا تھا۔ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھی مجھ سے چھین کر تمام حکمران اور اعلیٰ عہدے داران کے دل جیت لئے تھے۔

اس کی حمایت میں مبارک باد کے ساتھ یہ مطالبات پیش کئے جارہے تھے کہ سلوانہ (ثانی) کو سپر ماسٹر کے برابر کوئی عہدہ دیا جائے یا اسے سپر مادام کا خطاب دے کر خصوصی اختیارات دیئے جائیں۔

لمبوڈا فخر سے کہنے لگا "سلوانہ میری بیٹی ہے۔ میری ایسی دریافت ہے جس پر پوری قوم فخر کرتی رہے گی۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہولی مین نے کہا "مجھے دوبارہ سپر ماسٹر بنانے والی سلوانہ ہے۔ میں اسے سلام کرتا ہوں اور اسے سپر مادام تسلیم کرتا ہوں۔"

جان لمبوڈا نے کہا "ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے دو نئے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا اضافہ ہوا ہے۔ وہ دونوں آئندہ سپر مادام سلوانہ کے محکوم اور تابعدار رہیں گے۔"

سپر ماسٹر نے کہا "میں صرف جان لمبوڈا سے اہم معاملات میں مشورے لیا کرتا تھا۔ آج سے سپر مادام میری مشیر خاص رہیں گی۔"

ثانی نے مجھ پر جو سب سے بڑا ظلم کیا تھا' وہ یہ تھا کہ الپا کو بھی چھین لیا تھا۔ اسرائیل کی وہی ایک خیال خوانی کرنے والی میرے قبضے میں تھی۔ اس کے ذریعے میں ایک گولڈن برین میجر یارڈلے کے بھی دماغ میں پہنچ گیا تھا۔ ثانی نے اسے ٹرانسفارمر مشین سے گزار کر امریکی حکومت کا وفادار بنا دیا تھا' لیکن اس چینل سے اسے نہیں گزارا تھا جو ٹیلی پیتھی کے لئے مخصوص تھا۔

اب میجر یارڈلے کے دماغ میں یہ باتیں نقش تھیں کہ وہ بدستور یہودی ہے اور گولڈن برین ہے۔ وہ دل سے اپنے ملک اور قوم کی خدمت کرے گا لیکن درپردہ امریکی حکومت کا وفادار رہے گا اور رازداری سے گولڈن برینز کے درمیان رہ کر امریکی مفادات کے لئے کام کرتا رہے گا۔

مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ مشین کے ذریعے کس کا مزاج کس انداز میں تبدیل کیا گیا لیکن یہ اندازہ تھا کہ الپا اور میجر یارڈلے کو مشین کے ذریعے تبدیل کیا گیا ہوگا اور انہیں مکمل طور سے اپنا وفادار بنایا گیا ہوگا۔

میں نے علی سے کہا "واشنگٹن میں ثانی نے بازی پلٹ دی ہے۔ اب الپا اور میجر یارڈلے واپس آئیں گے تو وہاں تمہاری جان کے دشمن بن کر رہیں گے۔ تم اپنے بچاؤ کی تدبیر کرو۔"

اس نے کہا "گولڈن برینز کے کتنے ہی معاملات میں مجھے میجر اور الپا کے ساتھ مصروف رہنا ہوگا۔ میرے دماغ کو کمزور کرنے اور مجھے تابعدار بنانے کا کوئی نہ کوئی موقع الپا کو ضرور ملے گا۔ میری حفاظتی تدابیر ہمیشہ کام نہیں آئیں گی۔"

"پھر کیا کرو گے؟"

"کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی ہوگا۔ میں سوچتا ہوں۔"

وہ سوچتا رہا پھر اس نے راجر موس سے کہا "انکل! آپ نے اور میں نے گولڈن برین کا عہدہ سنبھال کر بہت نقصان اٹھایا ہے۔ آپ کی شریکِ حیات یعنی میری ساس کو قتل کر دیا گیا۔ لمبوڈا نے اپنی شکست کا انتقام لینے کے لئے شریکِ حیات یعنی آپ کی بیٹی کو بے موت مار ڈالا۔ وہ آئندہ ہم دونوں کو قتل کرنا چاہیں گے۔"

"مجھے اپنی فکر نہیں ہے۔ البتہ تمہارے لئے فکر مند ہوں۔ میں تمہیں صرف داماد ہی نہیں بیٹا بھی سمجھتا ہوں۔ تمام محبوب رشتوں کو کھونے کے بعد تمہیں نہیں کھونا چاہتا۔ تمہیں زیادہ سے زیادہ روپوش رہ کر کام کرنا چاہئے۔"

"روپوش رہنے سے بھی بات نہیں بنے گی۔ پچھلی بار لمبوڈا ہمارے ایک گولڈن برین کے دماغ میں پہنچ کر آستین کا سانپ بن گیا تھا۔ گولڈن برینز اور ہمارے خیال خوانی کرنے والوں کی ٹیم میں پھر آستین کے سانپ پیدا ہو سکتے ہیں۔"

"کیا تمہارے ذہن میں ایسے دشمنوں سے بچاؤ کی تدبیر ہے؟"

"ایک ہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ میں کارمن کی حیثیت سے گم ہو جاؤں اور یہاں کسی دوسرے روپ میں رہوں۔"

"کارمن کی شخصیت کو گم کرو گے تو دوسرے روپ میں گولڈن برین بن کر نہیں رہ سکو گے۔"

"یہ عارضی طور پر ہوگا۔ آپ صرف دو گولڈن برینز دا سکو تھربا اور جان نوبل کی حمایت حاصل کر کے یہ ظاہر کریں کہ گولڈن برین کارمن ہیرالڈ پاکستان کے خلاف ایک خفیہ مشن پر گیا ہے۔"

"ٹھیک ہے یہ آج ہی ہو جائے گا۔ اس کے بعد کیا کرو گے؟"

"آپ ملٹری انٹیلی جنس کے پال ہیر یسن نامی نوجوان کو چھٹی پر یورپ بھیج دیں جو الپا کے بنگلے میں ملازم کی حیثیت سے رہتا ہے۔ میں پال بن کر رہوں گا۔"

"تم الپا سے بے زار رہتے ہو پھر اس بنگلے میں رہنا بھی چاہتے ہو؟"

"میں اس سے نمٹ لوں گا۔ اصل بات یہ ہے کہ وہ یارڈلے کے ساتھ نیویارک گئی ہے۔ ہو سکتا ہے وہ لمبوڈا وغیرہ کے جال میں پھنس جائیں۔ جس طرح ہمیں یہ نہیں معلوم ہو سکا تھا کہ لمبوڈا ہمارے ایک گولڈن برین ایڈگر سلومن کے اندر رہتا ہے۔ اسی طرح ہم میجر یارڈلے اور الپا کے سلسلے میں بھی دھوکا کھا رہے ہیں کہ ان کے اندر دشمن چھپا ہوا نہیں ہے۔"

"واقعی تم دور تک سوچتے ہو۔ ہمیں الپا اور میجر یارڈلے پر شبہ کرنا چاہئے' تم اس کے بنگلے میں رہ کر شبہے کی تصدیق یا نفی کر سکو گے۔"

یہ طے ہو گیا۔ راجر موس نے دو گولڈن برینز کو اپنے اعتماد میں لے کر باقی گولڈن برینز اور ملک کے حکمرانوں پر ظاہر کیا کہ کارمن ایک خفیہ مشن پر گیا ہے۔

پھر انٹیلی جنس کے ایک اعلیٰ افسر کو اعتماد میں لے کر ہیر یسن کو بڑی رازداری سے ملک کے باہر بھیج دیا۔ اس کی روانگی سے پہلے علی نے اس کے ساتھ بارہ گھنٹے گزارے۔ اس کے لہجے' حرکات و سکنات کی مشقیں کرتا رہا۔ اس دوران اس کا چہرہ تبدیل ہوتا رہا۔ جب دشمنوں سے توڑ جوڑ ہونے لگے تو ایسے طریقے اختیار کئے جاتے ہیں۔

وہاں سونیا ثانی اور جان لمبوڈا بھی توڑ جوڑ میں مصروف ہوں گے۔ میرے اندازے کے مطابق اب وہ مجھ سے نہیں ٹکرائیں گے۔ تھریال کو فرہاد بنانے کی غلطی کر کے وہ بہت بڑے نقصان سے دوچار ہونے والے تھے۔ انہوں نے دیکھا تھا کہ میں صرف ایک تھریال کی ڈور پکڑ کر لمبوڈا اور سپر ماسٹر تک پہنچ گیا تھا اور انہیں بھی جکڑ لیا تھا۔

ایسے نقصان دہ تجربات سے دوچار ہونے کے بعد وہ مجھ سے کترائیں گے اور وہاں الپا اور میجر یارڈلے کی موجودگی سے فائدہ اٹھا کر دوسرے گولڈن برینز کو بھی اپنا تابعدار بنانے کی پلاننگ کر رہے ہوں گے۔

ایک ہفتے بعد الپا اور میجر یارڈلے نے گولڈن برین راجر موس کو اطلاع دی کہ وہ دوسرے دن کی فلائٹ سے تل ابیب پہنچ رہے ہیں اور بہت اہم معلومات حاصل کر کے آ رہے ہیں۔ لہٰذا ان کی آمد کے ایک گھنٹے بعد ہی تمام گولڈن برینز کا خفیہ اجلاس ہوگا۔

گولڈن برینز۔۔۔ اجلاس کے لئے ایک جگہ جمع نہیں ہوتے تھے۔ ٹی وی اور کمپیوٹرز کے ذریعے ایک دوسرے سے رابطہ رکھتے تھے۔ دوسرے دن علی ائرپورٹ گیا۔ وہ پہلے دور ہی دور سے الپا اور میجر کو دیکھنا چاہتا تھا۔ یہ تو معلوم ہی تھا کہ وہ دونوں ہی لمبوڈا کے معمول اور تابعدار ہیں۔ دیکھنا یہ تھا کہ لمبوڈا نے دونوں کو اپنے ملک میں کیوں بلایا تھا؟

پھر ایک بات قابلِ غور تھی۔ الپا اسرائیل سے باہر آزاد دنیا میں آزادی سے رہنا چاہتی تھی۔ پابندیوں میں رہنے کے لئے اپنے ملک واپس نہیں آنا چاہتی تھی۔ وہ یہاں سے زنجیریں توڑ کر اور اپنوں کو دھوکا دے کر گئی تھی۔ پھر واپس کیوں آ رہی تھی؟

رن وے پر طیارہ آ کر رک گیا تھا۔ مسافروں کے اترنے کے لئے سیڑھیاں لگائی جا رہی تھیں۔ علی بالکونی میں کھڑا آنکھوں سے دوربین لگائے طیارے کے دروازے کو دیکھ رہا تھا۔ مسافر دروازے پر آ رہے تھے اور سیڑھی سے اترتے جا رہے تھے۔ پھر الپا نظر آئی اس کے ساتھ میجر یارڈلے تھا۔ دونوں سیڑھی سے اترتے ہوئے نظر آ رہے تھے لیکن زیادہ واضح دکھائی نہیں دے رہے تھے۔

وہ بالکونی سے اتر کر ہال میں آیا۔ پارٹیشن کے دوسری طرف وہ امیگریشن کاؤنٹر پر نظر آئی۔ آہنی جالیوں کے پارٹیشن کے باعث وہ واضح طور پر دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ کبھی کبھی میجر یارڈلے بیوار بن کر سامنے آ جاتا تھا۔ علی کو الپا سے کوئی دلچسپی نہیں تھی وہ فرائض کی ادائیگی کے لئے آیا تھا' لیکن محسوس کر رہا تھا کہ وہ جو لپا آئی ہے اس کی طرف بے اختیار دل کھنچا جا رہا ہے۔

دل کیوں کھنچا جا رہا ہے؟

آج اس الپا میں کیا نظر آ گیا تھا؟

کبھی کبھی جھوٹ کے پیچھے حقیقت جھلکتی ہے مگر وہ سچی جھلک سمجھ میں نہیں آتی۔

وہ آ رہی تھی۔ امیگریشن کاؤنٹر سے پارٹیشن کے دروازے کی طرف آ رہی تھی۔ علی سوچتا ہوا' سمجھنے کی کوشش کرتا ہوا دروازے کے قریب آیا' ادھر سے وہ باہر آئی۔ پھر علی کو دیکھ کر ٹھٹک گئی۔ علی اسے دیکھ کر جہاں تھا' وہیں تھم گیا تھا۔

دونوں کے دل تیزی سے دھڑک رہے تھے۔ دونوں کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ بات کیا ہے جو دو بہروپیوں کو ان کی اصلیت کے اندر لے جا رہی ہے۔

ایک کے سامنے الپا تھی' مگر نہیں تھی۔

دوسرے کے سامنے کارمن یا پال ہیر یسن تھا' مگر نہیں تھا۔

اور جو وہ تھی اور جو وہ تھا' قدرت اسی سمت دل کی دھڑکنوں سے اشارہ کر رہی تھی۔ محبت اشاروں میں سمجھی جاتی ہے' اری او البیلی' سمجھتی کیوں نہیں؟

محبت آنکھوں کے پہلے تصادم سے شروع ہوتی ہے' ارے او دیوانے' ہزار بھیس بدل لے' اور وہ محبت ہزار پردوں میں چھپ جائے پر نگاہیں نہیں چھپتیں۔ دونوں نے چہرے بدلے تھے..... لیکن آنکھیں تو وہی تھیں۔

ٹھیک ہے کہ آنکھیں بھی بدل جاتی ہیں' لیکن دیکھنے کا انداز نہیں بدلتا' اور وہی دیکھنے کا انداز دونوں کا دل دھڑکا رہا تھا۔

ایک تجسس پرست نوجوان کی داستانِ حیات جسے کیمیاگری کا جنون تھا اور اس راہ میں اسے قدم قدم پر ایک نئی دنیائے حیرت نظر آئی۔ اس کا جنون کیمیاگری کبھی اسے نیپال کی بھول بھلیوں میں لے گیا تو کبھی ہمالیہ کی وادیوں میں۔ اس سنسنی خیز مسافرت میں ایک روز پارس پتھر اس کے ہاتھ لگ گیا تو ایک دنیا اس کے پیچھے پڑ گئی۔ موت کے فرشتے لمحہ بہ لمحہ اس کے تعاقب میں رہنے لگے۔ کبھی وہ ہندوستان میں چھپتا رہا اور کبھی سرزمین عرب پر پناہ تلاش کرتا رہا۔ بالآخر اسرائیل میں جا پھنسا۔ اسرائیل نے اسے اپنا ایجنٹ بنانا چاہا کیونکہ وہ ان کا آلۂ کار بن گیا۔ وہ اسے صرف طاقت کے معرکوں درپیش نہیں تھے، قدم قدم پر اس کی ذہانت و فطانت کو بھی ایک آزمائش درپیش تھی۔ ہر موڑ پر ان دیکھے دشمن پیغامِ اجل کے ساتھ اس کے منتظر تھے۔

اس طویل داستان کی ہر سطر ایک واقعہ ہے۔ ایکشن، تجسس، تحقیق اور حیرت انگیز واقعات سے بھرپور یہ لازوال کہانی کئی برس سلسلہ وار جاسوسی ڈائجسٹ میں شائع ہوتی رہی اور اب کتابی شکل میں دستیاب ہے۔

مفرور

(پانچ حصوں میں مکمل) — قیمت فی حصہ ۴۰ روپے — ڈاک خرچ فی حصہ ۱۴ روپے

کتابیات پبلی کیشنز ◎ پوسٹ بکس نمبر ۲۳ کراچی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

سونیا ثانی چند لمحوں تک گم صم کھڑی رہ گئی۔ امیگریشن کے گیٹ پر علی تیمور کو دیکھ کر یوں لگا جیسے وہ اپنا ہے۔ علی نے بھی ثانی کو دیکھ کر یہی محسوس کیا تھا۔ یہ چند لمحوں کی بات تھی۔ پھر ثانی جیسے ہوش میں آگئی۔ اس نے فوراً ہی خیال خوانی کے ذریعے میجر سے کہا "پیچھے کیا کررہے ہو؟ فوراً میرے پاس آؤ۔ میرے سامنے ایک اجنبی نوجوان ہے۔ یہ مجھے شناسا نگاہوں سے دیکھ رہا ہے۔ کیا الپا اسے جانتی ہے؟"

میجر یارڈلے پیچھے رہ گیا تھا۔ جلدی سے ثانی کے برابر آیا پھر علی کو دیکھ کر سوچ کے ذریعے بولا "یہ پال ہیریسن ہے' انٹیلی جنس کا بہت ہی ذہین جاسوس الپا کے بنگلے میں ملازم کی حیثیت سے رہتا ہے۔"

ثانی نے مسکرا کر آگے بڑھتے ہوئے علی سے کہا "ہیلو پال! مجھے اتنے غور سے کیوں دیکھ رہے ہو؟"

علی نے کہا "مادام! تم نیویارک گئیں اور ایک ہفتے میں بالکل بدل گئیں۔ تم وہ نہیں ہو جو یہاں سے گئی تھیں۔"

ثانی کو یوں لگا جیسے الپا کے بھیس میں پہچانی جارہی ہے شاید میک اپ میں یا الپا کی نقل کرنے میں خامی رہ گئی ہے۔ میجر نے پوچھا "مسٹر پال! کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو' یہ ہماری الپا نہیں ہے؟"

"بے شک ہیں۔ سر سے پاؤں تک مادام الپا ہیں لیکن ایک ہی ہفتے میں صحت کتنی شاندار ہوگئی ہے۔ بدن کی رنگت پہلے سے زیادہ نکھر گئی ہے۔ اگر میں ڈیوٹی پر نہ ہوتا تو حسن کی اس نئی بہار پر شاعری ضرور کرتا۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی "پہلے تم نہایت سنجیدہ تھے۔ ایک ہفتے میں تمہارے اندر بھی تبدیلی آئی ہے۔ بہت زندہ دل ہوگئے ہو۔"

علی نے اس کے ہاتھ سے اٹیچی لیتے ہوئے کہا "یہ میری ڈیوٹی ہے' آیئے۔"

وہ تینوں ائرپورٹ کی عمارت سے باہر آئے۔ الپا اور میجر کے لئے الگ الگ گاڑیاں آئی تھیں۔ میجر نے کہا "الپا! مجھے ابھی ایک اہم میٹنگ اٹینڈ کرنا ہے۔ تم بھی بنگلے میں پہنچ کر کمپیوٹر روم میں رہنا۔ اس میٹنگ میں تم سے بھی گفتگو ہوگی۔"

وہ اپنی گاڑی میں چلا گیا۔ علی نے ثانی کے لئے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ وہ بولی "اگر تم ڈرائیو کروگے تو میں سامنے بیٹھوں گی۔"

"میں ملازم ہوں' تمہیں میرے ساتھ نہیں بیٹھنا چاہئے۔"

"تم ایک نامی گرامی جاسوس ہو۔ مجھ سے کمتر نہیں ہو۔"

"جب تک ملازم کے بھیس میں ہوں' دنیا والوں کو دکھانے کے لئے تمہیں مالکہ کی حیثیت سے پیچھے بیٹھنا چاہئے۔"

وہ پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ علی نے اس کی اٹیچی آگے رکھی پھر اسٹیئرنگ سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ ثانی اسے چور نظروں سے دیکھتے ہوئے سوچ رہی تھی "پال کو پہلی بار دیکھتے ہی میں کہاں کھو گئی تھی؟

آخر اس میں کیا خاص بات ہے؟" بات سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ وہ بہت ہی متجسس مزاج تھ اس کا خیال تھا کہ آج تک کسی نے اسے متاثر نہیں کیا۔ پھر نوجوان پہلی ہی ملاقات میں اپنی طرف کیسے کھینچ رہا ہے۔ ایسی بات ہے جو اس میں کشش رکھتی ہے؟

اسے نظروں کے پہلے تصادم کا خیال آیا۔ تب کچھ سمجھ میں آیا کہ اس کے دیکھنے کے انداز میں ایسی شناسائی ہے جو یاد نہ آرہی ہے۔ یہ نگاہوں کی شناخت کب اور کہاں ہوئی تھی؟ آ کتنے دن' کتنے برس گزر گئے ہیں کہ یہ نوجوان یادداشت میں محفو نہیں رہا ہے؟ یہی تجسس تھا' جو اسے بے چین کررہا تھا۔

ایسے ہی وقت میں نے علی سے رابطہ کرلیا۔ وہ کار ڈرائیو ہوا ایک شاہراہ سے گزر رہا تھا۔ اس نے کہا "پاپا! کچھ گڑبڑ ہے۔ پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی حسینہ مجھے الپا نہیں لگ رہی ہے۔ یہ ایسی نظروں سے دیکھ رہی ہے جیسے پہچاننے کی کوشش کررہی ہو۔"

میں نے کہا "پھر تو یہ اپنا تجسس دور کرنے تمہارے دماغ آئے گی' میں رہوں گا تو تم اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہ کرسکوگے' میں پھر آؤں گا۔"

ہم حالات کو ہر پہلو سے سمجھتے ہوئے عمل کرتے ہیں۔ ا لئے دشمنوں کی گرفت میں مشکل ہی سے آتے ہیں اور آتے ہی پھر حالات کو خوب سمجھنے کے باعث گرفت سے نکل جاتے ہیں۔

وہ پانچ منٹ کے بعد ہی علی کے دماغ میں آئی اس نے فوراً سانس روک کر گاڑی سڑک کے کنارے روک لی۔ ثانی نے پ "کیا ہوا؟"

وہ بولا "مادام! ابھی میں نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس تھا' آپ ہوشیار رہیں۔ کوئی دشمن میرے ذریعے آپ کو دیکھنا سمجھنا چاہتا ہے۔"

وہ گہری ٹٹولتی ہوئی نظروں سے علی کو دیکھتے ہوئے بولی " دشمن نہیں تھا۔ میں نے تمہارے خیالات پڑھنے کی کوشش تھی۔"

"اگر میں سانس نہ روکتا تو آپ پڑھ لیتیں؟ کیا آپ نہیں جانتیں کہ میں یوگا مین ہوں؟"

"جانتی تھی۔ پھر بھی سوچا شاید کسی کمزوری یا شراب نوشی باعث تم مجھے محسوس نہیں کرسکوگے۔"

"آپ پہلے چوری چھپے میرے دماغ میں کبھی نہیں آئیں۔ کیا بات ہوگئی؟"

وہ بولی "تھوڑی دیر بعد ایک اہم میٹنگ ہے' مجھے بنگلے پر ہے۔ گاڑی چلاؤ۔"

وہ بولا "آپ کے پاس موبائل فون ہے۔ میٹنگ سے آپ کو فون پر اطلاع ملے گی۔"

"جانتی ہوں۔ مجھے ایسے بتارہے ہو جیسے میں پہلی بار اپنی

سنبھال رہی ہوں۔ گاڑی آگے بڑھاؤ۔"

"آپ تحکمانہ انداز اختیار کررہی ہیں۔ جبکہ میں دنیا والوں کے سامنے ملازم ہوں۔ اور حقیقتاً انٹیلی جنس کے شعبے میں آپ کا ماتحت نہیں ہوں۔ تنہائی میں آپ کو تم کہہ سکتا ہوں۔ مادام نہیں' الپا کہہ کر مخاطب کرسکتا ہوں۔"

"تم اتنی باتیں کیوں کررہے ہو؟"

"اس لئے کہ تم نے ملکۂ عالیہ کے انداز میں گاڑی چلانے کا حکم دیا تھا۔ آئندہ یاد رکھو اور تنہائی میں دوستانہ انداز اختیار کرو۔"

"میں بھی کسی کا حکم برداشت نہیں کرتی۔ مگر تمہارے لہجے میں نرمی اور دوستی ہے اور پتا نہیں کیوں میرا دل تمہارا دوست ہورہا ہے۔"

"دل کی دوستی کو عشق کہتے ہیں۔"

"اوہ نو۔ میرا یہ مطلب نہیں ہے۔ تم ایک عرصے سے میرے محافظ بن کر ایک ہی بنگلے میں رہتے آئے ہو۔ سوچتی ہوں پہلے تمہیں دوست کیوں نہیں بنالیا۔ آج تم میں کشش کیوں محسوس ہورہی ہے۔ کیا تم پال ہیریسن نہیں ہو یا میرا مزاج اچانک ہی تمہارے لئے عاشقانہ ہوگیا ہے؟"

وہ کار اسٹارٹ کرکے آگے بڑھاتے ہوئے بولا "سچ پوچھو تو یہی میرے دل کی کیفیت ہے۔ میں پہلے کبھی تم سے متاثر نہیں ہوا۔ آج نہ جانے کیوں تمہاری آنکھوں میں دیکھتے رہنے کو جی چاہتا ہے۔"

وہ پریشان ہوکر سوچنے لگی۔ کیا الپا کا میک اپ کرتے وقت آنکھوں کی تبدیلی میں کوئی خامی رہ گئی ہے؟ یہ پال ہیریسن کا دل کیوں چاہتا ہے کہ میری آنکھوں میں دیکھتا رہے؟

وہ پوری تیاری سے الپا بن کر آئی تھی۔ اتنی ذہین اور تیز طرار تھی کہ کوئی اس پر شبہ نہیں کرسکتا تھا لیکن اسرائیل کی زمین پر قدم رکھتے ہی پال گلے پڑگیا تھا۔ عجیب بات یہ تھی کہ خود اس کا دل پال کی طرف مائل ہورہا تھا۔

کار بنگلے کے احاطے میں پہنچ کر رک گئی۔ علی نے اپنی سیٹ سے نکل کر پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ ثانی نے کار سے نکلتے ہوئے کہا "میں اپنے بیڈ روم میں تنہا رہوں گی۔ آدھے گھنٹے تک ڈسٹرب نہ کرنا۔"

وہ اطمینان سے چلتی ہوئی بنگلے کے برآمدے میں آئی اس نے الپا اور میجر یارڈلے کے ذریعے بنگلے کا پورا نقشہ معلوم کیا تھا۔ یہ جانتی تھی کہ وہاں کتنے کمرے ہیں اور اس کی خواب گاہ بنگلے کے کس حصے میں ہے۔ اس نے خواب گاہ میں پہنچ کر دروازے کو اندر سے بند کرلیا۔ پھر ایک صوفے پر بیٹھ کر میجر یارڈلے کے پاس پہنچی بولی "میں اپنے بنگلے میں پہنچ گئی ہوں۔ اہم اجلاس کب شروع ہوگا۔"

"ٹھیک ایک گھنٹے بعد۔ بائی دی وے کوئی پریشانی تو نہیں ہورہی ہے؟"

پریشانی تو ہورہی تھی لیکن یہ نہیں کہہ سکتی تھی کہ وہ پال کی آنکھوں سے الجھن میں بھی پڑگئی ہے اور متاثر بھی ہورہی ہے پھر پال بھی اس کی آنکھوں سے تاثر لے رہا ہے۔ ایسی باتیں میجر یا لیوڈا سے کہتی تو سب اسے دل کا معاملہ سمجھتے۔ جبکہ وہ پہچانی جانے کے اندیشے میں مبتلا ہورہی تھی۔

اس نے میجر یارڈلے سے کہا "فی الحال کوئی پریشانی نہیں ہے۔ جیسے ہی میٹنگ شروع ہو' مجھے فون پر اطلاع دینا۔"

اس نے رابطہ ختم کیا۔ میٹنگ کے لئے ابھی ایک گھنٹا باقی تھا۔ اس نے سوچا غسل کرکے لباس بدلے گی۔ بنگلے کے دروازوں اور الماریوں کی چابیاں گورنس مارتھا کے پاس رہتی تھیں۔ اس نے مارتھا کو بلانے کے لئے دروازہ کھولا تو سامنے علی کھڑا تھا۔ اس نے پوچھا "مارتھا کہاں ہے؟ اس سے کہو الماری کھولے اور لباس نکالے' میں غسل کروں گی۔"

وہ کمرے میں آکر بولا "لیکن اس الماری میں میرے کپڑے ہیں۔"

"یہاں تمہارے کپڑے کیوں ہیں؟"

"اس لئے کہ یہ میرا بیڈ روم ہے۔"

"کیا؟" وہ حیران ہوئی' فوراً سمجھ میں آگیا کہ اپنے بیڈ روم کو پہچاننے میں غلطی کی ہے۔ اس نے پوچھا "کیا کمرے تبدیل ہوگئے ہیں؟"

علی نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا "کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ میں تمہیں اپنے بنگلے میں لایا ہوں اور تم اسے اپنا بنگلا سمجھ رہی ہو۔"

وہ ایک دم سے اچھل کر ایک قدم پیچھے گئی پھر حملہ کرنے کے انداز میں پینترا بدل کر بولی "تو تم نے فراڈ کیا ہے؟"

وہ بڑے ٹھہرے ہوئے انداز میں بولا "ہم دونوں فراڈ ہیں۔"

وہ ذرا مطمئن ہوئی کہ اس کے سامنے کوئی اسرائیلی جاسوس نہیں ہے۔ اس نے پوچھا "کون ہو تم؟"

"تم راستے میں میرے اندر نہ پہنچ سکیں۔ میں ٹیلی پیتھی کے بغیر تمہارے اندر دیکھ رہا ہوں۔ اسے ذہانت کہتے ہیں۔"

"میں پوچھ رہی ہوں' تم کون ہو؟"

"یہودی نہیں ہوں۔ تمہارے ہی قبیلے سے تعلق رکھتا ہوں۔ تم سپر ماسٹر کی چچی ہو۔ میں ماسک مین کا چچہ ہوں اور ایک محتاط اندازے کے مطابق کہہ سکتا ہوں کہ تمہارا نام سلوانہ ہے۔"

"اوہ' مجھے افسوس ہے۔ اس قدر صحیح اندازے کے بعد تم یہاں سے زندہ نہیں جاؤگے۔"

"تم نے دشمنی کی تو تمہارے متعلق میرا بھی یہی خیال ہوگا' زندہ نہیں جاسکوگی۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"شاید تم نہیں جانتے کہ میں کتنی خطرناک فائٹر ہوں۔"

"صرف خطرناک فائٹر ہی نہیں بلا کی ذہین بھی ہو۔ موجودہ حالات پر قابو پانے کے لئے جنگ سے پرہیز کروگی اور صلح کا راستہ اختیار کروگی۔"

اسی وقت گورنس مارتھا نے آکر کہا "مارننگ میڈم! میں کچن میں مصروف تھی۔ کیا میں ملبوسات کی الماری کھولوں؟"

ثانی نے گھور کر علی کو دیکھا۔ گورنس مارتھا کی موجودگی بتارہی تھی کہ وہ بنگلا الپا ہی کا ہے۔ وہ مارتھا سے بولی "مجھے چابیاں دو اور جاؤ۔"

وہ چابیاں دے کر چلی گئی۔ ثانی نے علی سے کہا "زبردست فراڈ ہو۔ یہ الپا ہی کا بنگلا ہے۔"

"اور میرے سامنے کھڑی ہوئی الپا نے اپنے بنگلے کو نہیں پہچانا۔"

"تم نے بڑی ہوشیاری سے مجھے بے نقاب کیا ہے۔ میں تمہاری ذہانت کی داد دیتی ہوں۔ مجھے یقین ہے تم نے میرے ہتھکنڈوں سے بچنے کے لئے کوئی حفاظتی انتظام کیا ہوگا۔"

"واہ میری ذہانت کی داد دیتی ہو اور بڑی ذہانت سے میرا طریقۂ کار معلوم کرنا چاہتی ہو۔ چلو بتادیتا ہوں، ابھی تم پندرہ منٹ کے لئے اپنے بیڈ روم میں بند ہوگئی تھیں۔ میں نے اتنی دیر میں تمہاری اصلیت کمپیوٹر ڈسک میں ریکارڈ کی اور اسے ایسی جگہ چھپادیا ہے جس کا علم صرف میرے اسسٹنٹ کو ہے۔ اب یہ سمجھانا ضروری نہیں ہے کہ مجھے کوئی نقصان پہنچا تو میرا اسسٹنٹ کیا کرے گا۔"

وہ سوچنے کے انداز میں چلتی ہوئی ایک صوفے کے پاس آئی پھر اُس پر بیٹھ کر بولی "ایک بات سمجھ میں نہیں آئی۔ جب تمہیں میری اصلیت معلوم ہوگئی تھی تو تم نے اپنی اصلیت ظاہر کرنے کی حماقت کیوں کی؟"

"میں سچی بات کہوں گا کہ دل سے مجبور ہوگیا ہوں تو یقین نہیں کروگی لیکن غور کرو تو شاید سمجھ میں آجائے کہ ہمارے درمیان ایسی کوئی بات ہے، ایسا کوئی بھولا ہوا تعلق کہ ہم پہلی بار ایک دوسرے کو دیکھتے ہی ٹھٹک گئے تھے۔"

وہ دل ہی دل میں قائل ہو رہی تھی۔ اسے بھی کوئی بھولا ہوا سا تعلق محسوس ہو رہا تھا اور وہ یہ سمجھ کر نظرانداز کر رہی تھی کہ نوجوانی میں دل بہک رہا ہے۔ اسے پہلی نظر کی محبت سے خود کو بچا کر رکھنا چاہئے۔

علی نے کہا "میں اپنی اصلیت ظاہر کرچکا ہوں اس خیال سے کہ تم میرے دل کو سمجھوگی۔ جو دل میں جھانک کر دیکھ لیتے ہیں وہ انسان کو سمجھ لیتے ہیں۔ پھر سمجھنے کے لئے خیال خوانی کی ضرورت نہیں رہ جاتی۔"

"ہوسکتا ہے تم کسی مصلحت سے ابھی دوستی کرنا چاہتے ہو۔ کوئی کام نکالنے کے بعد میرا راز فاش کرسکتے ہو۔"

"تمہارے اسی شبے کو دور کرنے کے لئے خود کو کھلی کتاب کی طرح پیش کرچکا ہوں۔ تم بھی جب چاہو میری اصلیت کا بھانڈا پھوڑ سکتی ہو۔"

"بے شک ہم دونوں ایک ہی کشتی کے سوار ہیں، جب چاہیں ایک دوسرے کو ڈبو سکتے ہیں۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ وہ اٹھ کر فون کے پاس آئی۔ پھر اسے اٹینڈ کیا۔ دوسری طرف سے میجر یارڈلے نے کہا "دس منٹ کے بعد میٹنگ شروع ہوگی۔ میٹنگ کی ابتدا میں تمہیں طلب نہیں کیا جائے گا۔ پہلے مجھ سے گفتگو ہوگی۔"

"میں سمجھ گئی، جب تک مجھے بلایا نہیں جائے گا، میں تمہارے دماغ میں رہ کر اجلاس کی کارروائی دیکھتی رہوں گی۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا، علی نے کہا "میں بھی اجلاس کی کارروائی دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"جب یہاں الپا تھی تب تم اجلاس میں شریک ہوتے تھے؟"

"تب الپا تھی، اب تم ہو۔ تب پال ہیرلیسن تھا، اب میں ہوں۔ تمہاری طرح میں بھی گولڈن برینز کے اندرونی معاملات معلوم کرنا چاہتا ہوں اور یہ تمہارے ذریعے ممکن ہے۔"

"کیسے ممکن ہے۔ میں تو ٹیلی پیتھی کے ذریعے میجر کے اندر رہوں گی۔"

"لیکن جب الپا کو اجلاس میں بلایا جاتا تھا تو وہ کمپیوٹر کے ذریعے وہاں کی کارروائی معلوم کرتی تھی۔ تم میجر سے کہو وہ اپنے کمپیوٹر ٹی وی کے ذریعے وہاں کی تمام گفتگو یہاں نشر کرے۔ یہاں تمہارے کمپیوٹر اسکرین پر وہ گفتگو پڑھتا رہوں گا۔"

"تم کباب میں ہڈی بن گئے ہو۔ ہم نہیں چاہتے تھے کہ گولڈن برینز کے اندرونی معاملات تک ہمارے سوا کوئی پہنچے۔ مگر تم ذریعہ بنا رہے ہو۔"

"سلوانہ! تمہارے موجودہ حالات ایسے ہیں کہ ان حالات سے سپر ماسٹر اور جان لمبوڈا کو آگاہ کروگی تو وہ میری جان کے دشمن بن جائیں گے۔ خوب سوچ سمجھ کر فیصلہ کرو۔ کیا انہیں میری اصلیت بتاؤگی۔ جب وہ دشمنی کریں گے تو کیا ہماری دوستی رہے گی۔"

"ابھی ہماری دوستی نہیں ہوئی ہے۔"

"اور دشمنی بھی شروع نہیں ہوئی ہے۔"

"ابھی میں سوچ رہی ہوں کہ تم پر کس حد تک بھروسا کر سکتی ہوں۔"

"جب تک سوچتی رہو اور فیصلہ کرتی رہو تب تک میرا راز اپنے سینے میں چھپائے رکھو۔ میں بھی تمہارے راز کا امین رہوں گا۔ یاد رکھو کسی بھی چالاکی سے دھوکا نہ کرنا۔ یہاں میرا ایک دشمن نہیں ہے۔ اگر کسی نے مجھ پر قاتلانہ حملہ کیا تو میں سمجھوں گا کہ تم نے خیال خوانی کے ذریعے لمبوڈا کو میری اصلیت بتائی ہے، جس کے نتیجے میں مجھ پر گمنام حملے ہو رہے ہیں۔"

وہ ایسی پوزیشن میں تھی کہ علی کے خلاف کچھ نہیں کرسکتی تھی۔ اگر لمبوڈا کو معلوم ہوجاتا تو وہ ضرور علی کو ہر صورت میں ختم کرنے کی کوششیں شروع کردیتا۔ یوں علی بھی سلوانہ کی حیثیت سے اسے ظاہر کردیتا۔

اس نے پوچھا "کیا سوچ رہی ہو۔ دس منٹ گزر چکے ہیں۔ پرائیویٹ کمپیوٹر روم میں چلو اور میجر سے کہو ہمیں گولڈن برینز کی گفتگو سنائے۔"

اس نے خیال خوانی کے ذریعے میجر سے رابطہ کیا۔ پھر علی کے ساتھ پرائیوٹ روم میں آگئی۔ وہ دونوں کمپیوٹر اور ٹی وی وغیرہ ہینڈل کرنے لگے۔

میجر یارڈلے کے کمپیوٹرٹی وی اسکرین سے تمام گولڈن برینز کے کمپیوٹروں کا رابطہ تھا اور یہی رابطہ ثانی نے الپا کے کمپیوٹر پر قائم کیا تھا۔

ایک گولڈن برین راجر موس پوچھ رہا تھا "ہیلو میجر تمہارا سفر الپا کے ساتھ کیسا رہا؟"

اسکرین پر میجر کا تحریری جواب ابھرا "بہت کامیاب سفر رہا ہے۔ اتنا کامیاب کہ آپ لوگ توقع بھی نہیں کرسکتے۔"

دوسرے گولڈن برین نے اپنے کمپیوٹر کے ذریعے پوچھا "وہ کامیابی کیا ہے جو ہماری توقع سے بھی زیادہ ہے؟"

میجر نے کہا "ہم نے ٹرانسفارمر مشین کا سراغ لگالیا ہے۔"

"کیا واقعی! ہمیں تو یقین نہیں آرہا ہے۔ میجر! تم نے سراغ کیسے لگالیا؟"

"میں نے نہیں، الپا نے یہ کمال کیا ہے۔ میں چاہتا ہوں آپ لوگ اسے اجلاس میں شریک کریں اور اس کے ذریعے مشین کے متعلق رپورٹ سنیں۔"

"ٹھیک ہے میجر! اسے کال کرو۔"

ایک منٹ بعد علی کے ساتھ بیٹھی ہوئی ثانی نے کمپیوٹر کے ذریعے تمام گولڈن برینز کو مخاطب کیا "ہیلو ایوری باڈی! میں الپا آپ سے مخاطب ہوں۔"

راجر موس نے کہا "میجر یارڈلے ہمیں ٹرانسفارمر مشین کی خوش خبری سنا رہے ہیں۔ کیا تم تفصیلی رپورٹ پیش کروگی؟"

"جی ہاں، یہاں سے نیویارک جاتے وقت میں نے سوچ لیا تھا کہ امریکی فوجی افسران کے دماغوں میں جگہ بناتی جاؤں گی۔ شاید اسی طرح جان لمبوڈا اور سپر ماسٹر تک پہنچ جاؤں گی۔ ایسا تو نہ ہوسکا لیکن میں ایک ایسے افسر تک پہنچ گئی جس کا تعلق میامی بیچ کی بحری فوج سے تھا۔"

اسکرین پر تحریر بدلنے لگی۔ ثانی کی تحریری رپورٹ ابھرتی جارہی تھی، اسکرین پر لکھا تھا "اس بحری فوج کے افسر کا نام ہنری ہربرٹ ہے۔ پہلے وہ امریکی آبدوز..... کا کیپٹن تھا پھر اسے آبدوز سے ہٹا کر خشکی کے میامی فوجی اڈے میں ٹرانسفر کردیا گیا کیونکہ وہ یوگا کا ماہر نہیں تھا۔ کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا اس کے دماغ میں پہنچ سکتا تھا جیسے میں پہنچ گئی تھی۔"

ایک گولڈن برین نے سوال کیا "ہنری ہربرٹ کو آبدوز سے کیوں ہٹادیا گیا؟"

"اس لئے کہ ٹرانسفارمر مشین کو سمندر کی گہرائیوں میں اس آبدوز جہاز کے اندر لے جاکر چھپایا گیا ہے اور وہاں یوگا جاننے والے افسروں اور سپاہیوں کی تقرری کی گئی ہے۔"

ایک گولڈن برین جان نوبل نے کہا "شاباش الپا! تم نے ہماری توقع سے زیادہ اہم معلومات حاصل کی ہیں۔ اگرچہ اس آبدوز میں ہمارے سراغ رسانوں اور جیالوں کا پہنچنا ممکن نہیں ہے لیکن باقاعدہ پلاننگ کرکے ناممکن کو ممکن بنایا جاسکتا ہے۔"

گولڈن برین واسکوڈی تھرہا نے کہا "الپا! تم ملک اور قوم کے لئے بڑے بڑے کارنامے انجام دیتی آئی ہو۔ تمہاری حب الوطنی اور ذہانت کا جواب نہیں ہے۔"

ثانی نے تحریر کے ذریعے کہا "جواب ہے۔ میں نئے گولڈن برین کارمن کو خود سے زیادہ ذہین تسلیم کرتی ہوں۔ میرا خیال ہے اگر کارمن کو ٹرانسفارمر مشین حاصل کرنے کی ذمے داری دی جائے تو وہ اس سلسلے میں بہترین پلاننگ کرے گا۔"

"ہم تمہارے مشورے پر غور کریں گے، فی الحال کارمن ملک سے باہر گیا ہوا ہے۔"

ثانی کو ذرا مایوسی ہوئی۔ جبکہ کارمن (علی) اس کے پاس ہی بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے پچھلے دنوں جان لمبوڈا کے منصوبوں کو ناکام بنادیا تھا۔ لمبوڈا نے گولڈن برینز کے درمیان تقریباً جگہ بنالی تھی۔ علی نے اسے وہاں سے اکھاڑ پھینکا تھا۔ اب ثانی اس مشن پر آئی تھی کہ کارمن کو زندگی سے اکھاڑ پھینکے اور پھر سے لمبوڈا کو گولڈن برینز کی ٹیم میں گھسنے کا موقع دے۔

اس نے خیال خوانی کے ذریعے میجر یارڈلے سے کہا "تم سوال کرو کہ کارمن ملک سے باہر کہاں گیا ہے؟ کیوں گیا ہے؟ اور کب تک واپس آئے گا؟"

میجر نے یہی سوال کیا، جواب ملا "کارمن ایک اہم معاملے میں پاکستان گیا ہے۔ وہاں جب تک اس کا مشن پورا نہیں ہوگا، وہ واپس نہیں آئے گا۔"

ثانی کو پھر مایوسی ہوئی، علی نے کہا "تم کارمن کو بہت پوچھ رہی ہو، کیا بات ہے؟ کیا اس سے عشق ہوگیا ہے؟"

"میں ایسی واہیات باتیں پسند نہیں کرتی۔ تمہیں پہلے سے سمجھاتی ہوں۔ مجھ سے کبھی عشق فرمانے کی حماقت نہ کرنا۔ مجبوری کے باعث جس حد تک تعلق ہے اسی حد میں رہو۔"

"میں بھی پہلے سے تمہیں سمجھا دیتا ہوں کہ میں پہلی نظر میں تم پر مرمٹا ہوں۔ تمہاری پہلی نظر اس بات کی گواہ ہے اور تمہارا دل

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

گھومتے ہیں۔"

"میں تمہیں یقین دلاتی ہوں، چاہے جیسی ضمانت لے لو۔ ہمارا سپر ماسٹر تمہیں ماسک مین سے زیادہ عزت اور اعلیٰ عہدہ دے گا۔"

"تم کیا دوگی؟"

"میں ضمانت دوں گی۔"

اس نے ثانی کا ہاتھ تھام کر کہا "تو پھر اپنا ہاتھ ہمیشہ کے لئے میرے ہاتھوں میں دے دو۔"

وہ فوراً ہاتھ چھڑا کر بولی "یہ کیا حرکت ہے، کیا تم سنجیدہ نہیں ہو؟"

"میں نہایت سنجیدگی سے کہہ رہا ہوں۔ ضمانت کے طور پر تم میری ہو جاؤ گی تو مجھے فریب کھانے کا اندیشہ نہیں رہے گا۔"

"میں تم سے محبت کا اقرار کر کے بھی دھوکا دے سکتی ہوں۔"

"میں صرف محبت سے بہلنے والا نہیں ہوں۔ تم سے شادی کروں گا۔"

"کیا بیویاں دھوکا نہیں دیتی ہیں؟"

"بے شک، لیکن بچہ ہو جائے تو عورت کے پیروں میں زنجیر پڑ جاتی ہے۔ شادی کے بعد بچہ ہو گا تو میں سپر ماسٹر کا وفادار بن جاؤں گا۔ تم پھر بھی دھوکا دینا چاہو گی تو میں تمہاری گود سے اپنا بچہ چھین کر لے جاؤں گا۔ اس کے بعد تم ممتا سے مجبور ہو کر ایسی بیوی بن جاؤ گی جیسی نیک پروین ہوتی ہے۔"

"کیا بکواس کر چکے؟"

"میں جو ضمانت چاہتا ہوں، اسے تم بکواس سمجھو گی تو ہمارے راستے الگ الگ ہوں گے۔"

"ابھی جو دوستی ہے، بس اتنی ہی رہے گی۔ اب جاؤ یہاں سے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں سرکاری طور پر یہاں ملازم کی حیثیت سے ہوں۔ اگر کوئی خاص کام نہیں ہے تو جا رہا ہوں۔"

وہ دونوں خفیہ کمرے سے باہر آئے۔ ثانی نے کہا "مجھے بتایا گیا ہے کہ تمہاری رہائش سامنے والے بنگلے میں ہے۔ کیا تم وہاں سے الپا کی نگرانی کرتے تھے؟"

"ہاں، یہ سرکاری ڈیوٹی ہے۔ اب تم پر نظر رکھوں گا۔"

"میں نہیں چاہتی کہ تم جاسوس کی طرح میرے پیچھے لگے رہو۔"

"سوری۔ یہ میری ڈیوٹی ہے۔"

"تم کوئی سچ مچ سرکاری جاسوس نہیں ہو۔"

"دو ہی بندے پیچھے لگتے ہیں۔ ایک جاسوس دوسرا دیوانہ۔ اگر سرکاری بندہ نہیں سمجھ رہی ہو تو سمجھ لو دیوانہ پیچھے لگا رہے گا۔"

وہ اس سے رخصت ہو کر اپنی رہائش گاہ میں آگیا۔ اگر الپا کی جگہ کوئی دوسری خیال خوانی کرنے والی آتی تو وہ اسے بے نقاب کر کے گولڈن برینز کی ٹیم میں ایک اور کارنامہ انجام دیتا۔ بعد میں اسی ٹیلی پیتھی جاننے والی کو ٹریپ کرنے کا موقع ہمیں دیتا۔ لیکن ثانی کو کسی کے سامنے بے نقاب نہیں کر سکتا تھا۔

اور یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ جان لمبوڈا اپنے معمول اور تابعدار میجر یارڈلے کے ذریعے گولڈن برینز کے درمیان رہے۔ یہ باتیں وہ راجر موس اور دوسرے گولڈن برینز کو بتاتا کہ میجر دشمن کا آلۂ کار بنا ہوا ہے تو سب کو شبہ ہوتا کہ امریکا میں میجر کی طرح الپا کو بھی ٹریپ کیا گیا ہو گا۔ اسے بھی تنویمی عمل کے ذریعے آلۂ کار بنایا گیا ہو گا۔

اگر وہ یہ شبہ دور کرنے کے لئے تنویمی عمل کے ذریعے الپا کے دماغ میں جھانکنا چاہتے تو انہیں ثانی نظر آتی۔ ان حالات کو سمجھتے ہوئے اس نے کسی کے سامنے میجر کی بھی کمزوری ظاہر نہیں کی۔ یہ طے کر لیا کہ پھر ایک بار جان لمبوڈا کو گولڈن برینز کے درمیان سے باہر نکال دے گا۔

راجر موس نے مقررہ وقت کے مطابق ٹرانسمیٹر پر رابطہ کیا۔ پھر پوچھا "ہیلو بیٹے! کیا رپورٹ ہے؟"

"سب ٹھیک ہے، لیکن سب ٹھیک ہو تب بھی میں مطمئن نہیں ہوتا۔"

"تمہاری یہی خوبی تمہیں کامیابی کے راستوں پر لے جاتی ہے۔ کیا تم جانتے ہو انہوں نے ٹرانسفارمر مشین کا سراغ لگا لیا ہے۔"

علی نے انجان بن کر پوچھا "کیا الپا نے سراغ لگایا ہے؟"

راجر موس نے جواباً یہ تفصیل بتائی کہ کس طرح الپا ایک فوجی افسر کے ذریعے میامی بیچ کے اڈے تک پہنچی اور یہ معلوم کیا کہ مشین آبدوز جہاز میں چھپا کر رکھی گئی ہے۔

علی نے تمام تفصیلات سن کر پوچھا "اس سلسلے میں آپ کا کیا خیال ہے؟"

ٹرانسفارمر مشین کے خفیہ اڈے کا سراغ لگانا بچوں کا کھیل نہیں ہے لیکن الپا یا کوئی خیال خوانی کرنے والا کوشش کر کے معلومات حاصل کر سکتا ہے۔ الپا کی یہ رپورٹ کس حد تک درست ہے، پہلے اس کی تصدیق کی جائے گی۔ جب یقین ہو جائے گا کہ واقعی اس مشین کو سمندر کی گہرائی میں چھپا کر رکھا گیا ہے تو پھر اسے حاصل کرنے کی پلاننگ کی جائے گی، تم کیا کہتے ہو؟"

"میں سوچ رہا ہوں کیا لمبوڈا کو یہ معلوم نہیں ہوا ہو گا کہ الپا اور میجر اس کے ملک میں آئے ہیں۔ اگر معلوم ہوا ہو گا تو اس نے دور تک جال بچھانے کے لئے یہ چال چلی ہو گی کہ الپا کو اپنے ایک فوجی افسر کے دماغ میں پہنچنے دیا ہو گا اور اب اس انتظار میں ہو گا کہ الپا یا کوئی دوسرا خیال خوانی کرنے والا ذہین سراغ رسانوں کی ٹیم کے ساتھ میامی بیچ آئے اور وہ سب اس کے قیدی بن جائیں اور

بھی یہی کہتا ہے کہ ہمارے درمیان کوئی انجانی سی کشش ایک دوسرے کے لئے ہے۔"

وہ اس حقیقت کو جھٹلا نہیں سکتی تھی مگر اوپری دل سے انکار کرتے ہوئے بولی "کوئی کشش وشش نہیں ہے۔ مجھے فضول باتوں میں نہ الجھاؤ۔ کام کی باتیں کرنے دو۔"

اسکرین پر تحریر ابھر رہی تھی۔ ایک گولڈن برین کہہ رہا تھا۔ "مس الپا! ہم ٹرانسفارمر مشین تک پہنچنے کے لئے زبردست منصوبے بنائیں گے۔ اس سلسلے میں تم جب چاہو، بہترین مشورے دے سکتی ہو۔"

ثانی نے کہا "بہترین مشورہ یہی تھا کہ اس منصوبے میں کارمن کو شریک کیا جائے۔ میں سمجھتی ہوں ٹرانسفارمر مشین کو حاصل کر کے ہم ساری دنیا پر حکومت کر سکتے ہیں۔ اگر میں درست سمجھ رہی ہوں تو مسٹر کارمن کو ضرور واپس بلانا چاہئے۔"

راجر موس نے کہا "الپا! تم کارمن کو بہت زیادہ اہمیت دے رہی ہو۔ کیا تم اسے ہم سے زیادہ ذہین سمجھتی ہو۔ کیا ہم اس کے بغیر کوئی ٹھوس پلاننگ نہیں کر سکتے؟"

"میں آپ سب کو کارمن سے زیادہ تجربہ کار سمجھتی ہوں۔ لیکن خود آپ ہی لوگوں نے اسے غیر معمولی طور پر ذہین تسلیم کر کے گولڈن برین بنایا ہے۔ اس لئے مشورہ دے رہی ہوں کہ مشین کے معاملے میں بھی اس کی غیر معمولی ذہانت کو آزمانا چاہئے۔"

"ٹھیک ہے۔ ہم سب تمہارے مشورے پر غور کریں گے۔ تم اجلاس سے جا سکتی ہو۔"

ثانی نے وہ پلگ نکال لیا جس کے ذریعے تمام گولڈن برینز کو معلوم ہوتا تھا کہ الپا اجلاس میں موجود ہے۔ اس طرح وہاں سے رابطہ ختم ہو گیا لیکن میجر نے اپنے کمپیوٹر ٹی وی سے ثانی کے کمپیوٹر کے ساتھ رابطہ قائم رکھا تھا۔

اب ان میں سے ایک گولڈن برین مشورہ دے رہا تھا کہ مشین کا معاملہ گولڈن برین راجر موس کے سپرد کیا جائے۔ ثانی کو اس بات سے کوئی دلچسپی نہیں تھی کیونکہ مشین کی باتیں سراسر فراڈ تھیں۔ وہ مشین میامی بیچ میں نہیں کسی دوسرے خفیہ اڈے میں تھی۔

علی نے کہا "تم سپر ماسٹر کی وفادار ہو۔ مشین کا صحیح ٹھکانا کبھی نہیں بتاؤ گی۔ پھر یہ غلط ٹھکانا بتانے کا مقصد کیا ہے؟"

"ہاں! یہ میرے معاملات ہیں۔ تم اپنے معاملات سے مطلب رکھو۔"

"ٹھیک ہے۔ میں دو مقاصد کے لئے اس بہروپ میں ہوں۔ ایک تو یہ کہ یہاں ایک آدھ ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اپنا دوست اور ماسک مین کا وفادار بناؤں گا۔ مجھے خوشی ہے کہ تم دوست بنتی جا رہی ہو۔"

"اچھا ہے، احمقوں کی جنت میں رہو۔ میں تمہارے ماسک مین کے کسی کام نہیں آؤں گی۔"

"اور میں تمہیں ٹریپ کرنے کی بھی کوشش نہیں کروں گا کیونکہ دوست پر جال نہیں پھینکا جاتا۔ ہمیں پہلے سے یہ طے کر لینا چاہئے کہ کون کسے ٹریپ کرے گا مثلاً میں یہودی خیال خوانی کرنے والے جے مورگن کو پھانس کر یہاں سے لے جاؤں گا۔ تم کسی دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو پھانسو گی تو میں تمہارے راستے میں نہیں آؤں گا۔ ویسے کوئی لڑکی کسی مرد کو پھانسے یہ برا لگتا ہے۔"

"تم بولتے بولتے اوور ہو جاتے ہو۔ اپنی حد میں رہ کر بولا کرو۔ اور بتاؤ، دوسرا مقصد کیا ہے؟"

"یہ ہے کہ میں اپنے ماسک مین کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ایوان راسکا کو کسی گولڈن برین کے دماغ میں پہنچاؤں گا تاکہ اسرائیل کی داخلہ اور خارجہ پالیسیاں ہمیں معلوم ہوتی رہیں۔"

ثانی نے اسے گھور کر دیکھا۔ جان لمبوڈا گولڈن برین میجر یارڈلے کے اندر پہنچا ہوا تھا۔ اور اس کے ذریعے تمام گولڈن برینز کی کارروائیاں دیکھتا جا رہا تھا۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ علی کسی اور ٹیلی پیتھی جاننے والے کو وہاں پہنچائے۔

وہ بولی "تمہارا یہ خواب پورا نہیں ہو گا۔ جب تک گولڈن برینز کی ٹیم میں کارمن ہے، وہ ہم میں سے کسی کو وہاں پہنچنے نہیں دے گا۔"

"اور یہ ہماری خوش نصیبی ہے کہ کارمن ملک سے باہر ہے۔"

ثانی بے بسی سے پوچھا "کیا تم کسی طرح پیچھا نہیں چھوڑ سکتے؟"

"کیا تمہیں یہ پسند نہیں ہے کہ ہم گولڈن برینز کے درمیان جگہ بنائیں؟"

"جگہ بنا کر کیا کرو گے؟ ذرا اپنے ملک کے حالات دیکھو۔ روس سپر پاور نہیں رہا۔ جتنے ممالک اس کی گرفت میں تھے وہ آزاد ہو رہے ہیں۔ تمہارے ملک کی فوج ذلتیں اٹھا کر افغانستان سے چلی گئی ہے۔ کیا تم بھی اسرائیل میں شرمناک شکست کھا کے بعد یہاں سے جانا چاہتے ہو؟"

"میں ہارنا یا ٹوٹنا نہیں جانتا۔ ایسا وقت آنے سے پہلے راستہ بدل دیتا ہوں۔ البتہ اس تاریخی حقیقت سے انکار نہیں کروں گا کہ کئی ممالک سے ہمارے حکمرانوں کا اقتدار ختم ہو چکا ہے اور میں کسی سپر پاور کے لئے کام نہیں کر رہا ہوں لیکن امید ہے روس جلد ہی اپنا کھویا ہوا وقار اور برتری حاصل کر لے گا۔"

"اب ہم یہ خواب پورا نہیں ہونے دیں گے۔ تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ ابھی سے راستہ بدل لو۔ میں تمہیں آفر دیتی ہوں"

"میں تمہارے لئے ماسک مین کو تو کیا، دنیا کو چھوڑ سکتا ہوں۔ تمہارے ملک کے حکمران پکے فراڈ ہیں۔ گلے لگا کر پیچھے سے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہمارا ایک خیال خوانی کرنے والا اس کا معمول اور تابعدار بن جائے۔"

"یہ تمہاری قیاس آرائی ہے۔"

"یہی سہی۔ میرا مشورہ ہے۔ اس سلسلے میں کبھی ہمارے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو امریکا نہ جانے دیں۔"

"ہاں۔ ہم یہ احتیاط کریں گے۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ میجر یارڈلے اپنی بیوی اور بچوں کے ساتھ ایک بنگلے میں رہتا تھا۔ اس کی طرح دوسرے گولڈن برینز بھی مختلف علاقوں میں گھریلو زندگی گزارتے تھے۔ ان کی کوشش ہوتی تھی کہ کسی کو ان کی رہائش گاہ کا علم نہ ہو لیکن علی طویل عرصے میں سب ہی کے پتے ٹھکانے اور ٹیلیفون نمبر معلوم کرچکا تھا۔

اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کئے۔ پھر رابطہ ہونے پر کسی خاتون کی آواز سن کر پوچھا "کیا آپ مسز یارڈلے ہیں؟"

خاتون نے پوچھا "آپ کون ہیں؟"

"آپ کا ہمدرد۔ کیا آپ جانتی ہیں کہ میجر صاحب ایک حسینہ کے ساتھ امریکا گئے تھے؟"

"میں اس سے بھی زیادہ جانتی ہوں۔ میجر صاحب بڑھاپے میں جوان ہورہے ہیں۔ میں نے کئی بار سمجھایا ایسی حرکتوں سے باز آجائیں لیکن وہ باز آنے والے نہیں ہیں۔ آج امریکا سے واپس آتے ہی میں ان سے طلاق لے چکی ہوں۔ اپنے ذاتی مکان میں رہائش کے لئے جارہی ہوں۔"

"بے چارے میجر صاحب تنہا رہ جائیں گے۔"

"رنگین مزاج بڈھا کبھی تنہا نہیں رہے گا۔ کسی دن کسی عورت کے ہی ہاتھوں مارا جائے گا۔ اوہ گاڈ! میں تم سے اتنی باتیں کیوں کررہی ہوں۔"

"تم اپنے دل کا غبار نکال رہی ہو۔"

"ہاں، شاید یہی بات ہے۔ سوری، اب نہیں بولوں گی۔"

اس نے رابطہ ختم کردیا۔ علی ریسیور رکھ کر اٹھ گیا۔ وہاں سے چلتا ہوا ایک الماری کے پاس آیا۔ اسے کھول کر اس نے ایک دراز سے ریوالور اور سائلنسر نکالا۔ اس کے بھرے ہوئے چیمبر کو چیک کیا۔ پھر باہر آکر ایک کار میں بیٹھ گیا۔ اسے ڈرائیو کرتا ہوا اپنے بنگلے کے احاطے سے باہر آیا پھر یونہی مختلف سڑکوں پر سے گزرنے لگا۔

اس نے کار میں بیٹھتے وقت عقب نما آئینے میں دیکھا تھا۔ اس آئینے میں ثانی کا سامنے والا بنگلا نظر آرہا تھا۔ وہ بنگلے کی کھڑکی میں تھی اور پردے کی آڑ سے اسے دیکھ رہی تھی۔

ہوسکتا ہے اس نے جان لمبوڈا کو پال ہیریسن (علی) کے متعلق بتایا ہو۔ یا ٹل ابیب میں اس نے اپنے خاص آلۂ کار پہنچادیئے ہوں اور ان میں سے کسی کو علی کے پیچھے لگادیا ہو۔ اس لئے وہ یونہی مختلف سڑکوں پر سے گزر رہا تھا۔ کبھی ڈرائیو کرتا ہوا کسی گلی میں داخل ہوجاتا تھا۔ اس طرح تعاقب کرنے والے نظروں میں آسکتے تھے۔

ویسے تعاقب نہیں ہورہا تھا۔ وہ اچھی طرح مطمئن ہوا میجر یارڈلے کی رہائش گاہ کے قریب پہنچ گیا۔ وہاں ویرانی سی نظر آرہی تھی جیسے بنگلا خالی کردیا گیا ہو۔ وہ کار ڈرائیو کرتا ہوا ذرا آگے گیا۔ پھر اسے روک کر موبائل فون کے ذریعے رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے فون انگیج تھا۔ اس سے پتا چل گیا کہ میجر کا بنگلا خالی نہیں ہے۔ وہاں کوئی ہے اور فون پر کسی سے باتیں کررہا ہے۔

علی نے تھوڑی دیر بعد پھر فون کیا۔ اس بار رابطہ ہوگیا۔ میجر کی آواز سنائی دی۔ علی نے فون بند کردیا۔ موبائل فون کو ایک طرف رکھ دیا۔ اپنی پتلون اتاری۔ اندر ایک سیاہ پتلون پہلے سے تھی۔ پھر اس نے کوٹ اتار کر اسے الٹا کیا۔ وہ کوٹ اندر سے سیاہ تھا۔ اس نے اسے پھر پہن لیا۔ ریوالور میں سائلنسر لگا کر اسے اندرونی جیب میں رکھا پھر کار سے نکل کر اسے لاک کیا۔ اس کے بعد تیز قدم اٹھاتا ہوا میجر کے بنگلے کی طرف جانے لگا۔

بنگلا باہر سے ویران ہی نظر آتا تھا کیونکہ بیوی بچے میجر کو چھوڑ کر جاچکے تھے۔ علی پچھلے حصے میں آیا۔ ایک دیوار کی آڑ میں پہنچ کر اس نے دور تک کا جائزہ لیا۔ وہ اعلیٰ سرکاری عہدے داران کا رہائشی علاقہ تھا۔ وہاں سے عام لوگوں کا گزر نہیں ہوتا تھا۔ دور تک کوئی نظر نہیں آرہا تھا۔ اس نے جیب سے ماسک نکال کر پہن لیا۔ پھر فوراً ہی بنگلے میں داخل ہوگیا۔

دروازہ اندر سے مقفل نہیں تھا۔ اگر ہوتا تو اسے کھولنا اس کے لئے کوئی بڑی بات نہ ہوتی۔ وہ کچن سے گزر کر ایک کوریڈور سے ہوتا ہوا ڈرائنگ روم میں آیا۔ وہاں میجر کسی سے ٹیلیفون پر بات کرنے کے بعد صوفے سے اٹھ رہا تھا۔ اسے دیکھ کر چونک گیا۔ سہم کر بولا "کون ہو تم؟"

علی نے آواز بدل کر کہا "تم نے میری بہن کو طلاق دی۔ اسے بچوں کے ساتھ بے گھر کردیا۔ تمہیں اس عمر میں ایسا کرتے ہوئے شرم نہیں آئی؟"

وہ بولا "میری بیوی کا کوئی بھائی نہیں ہے۔ تم خواہ مخواہ ریوالور لے کر کیوں آئے ہو؟ مجھ سے کیا دشمنی ہے؟"

"میں اپنی بہن کا منہ بولا بھائی ہوں۔"

"تم۔ تم خود کو چھپا رہے ہو۔ اپنی اصل آواز میں نہیں بول رہے ہو میں تم سے اپنی زندگی کی بھیک مانگ رہا ہوں، تم اپنی اصل آواز میں بولو۔"

اس کی باتوں سے معلوم ہوگیا کہ میجر کے اندر لمبوڈا چھپا ہوا ہے اس نے علی کی بناوٹی آواز اور لہجے کو گرفت میں لے کر اس کے دماغ میں آنے کی کوشش کی ہوگی اب ناکام ہو کر میجر کے ذریعے بول رہا تھا کہ علی اپنی اصل آواز میں بولے۔

اس نے وقت ضائع نہیں کیا۔ ریوالور کی نال سیدھی کی۔ گولی چلادی۔ پہلے ایک پھر دو، پھر تین گولیاں۔ وہ فرش پر گرتے ہی بے جان ہوگیا۔ علی نے کہا "جان لمبوڈا! اب میں اصل آواز میں بول رہا ہوں۔ افسوس تم اپنے آلۂ کار کے مردہ دماغ سے نہیں سن سکو گے۔"

میجر کو گولی لگتے ہی جان لمبوڈا خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا ثانی کے پاس آیا۔ پھر بولا "غضب ہوگیا۔ گولڈن برینز کے درمیان رہنے کا ذریعہ ختم ہوگیا۔ کسی نے میجر کو گولی ماردی ہے۔"

ثانی نے پوچھا "آپ نے میجر کے ذریعے قاتل کا حلیہ دیکھا ہوگا؟"

"اس کے چہرے پر ماسک تھا اور وہ سیاہ سوٹ میں تھا۔"

ثانی نے دو گھنٹے پہلے اپنی کھڑکی سے جھانک کر علی کو جاتے دیکھا تھا وہ سفید سوٹ میں تھا اور قاتل سیاہ لباس میں دیکھا گیا تھا۔ زمین آسمان کا فرق تھا، وہ علی پر شبہ نہیں کرسکتی تھی۔ اس نے پوچھا "انکل! وہ قاتل کون ہوسکتا ہے۔ اب یہ تشویش ہورہی ہے کہ میجر ہمارے آلۂ کار کی حیثیت سے شاید پہچان لیا گیا ہے۔"

"نہیں سلوانہ! اگر وہ مشکوک ہوتا تو تم پر بھی شبہ کیا جاتا۔ کیا تم محسوس کررہی ہو کہ خفیہ طور سے تمہاری نگرانی ہورہی ہے؟"

"ابھی تک ایسی کوئی بات نظر نہیں آرہی ہے۔ میری ملازمہ مارتھا اور ملازم پال ہیریسن مجھ سے پوری طرح مطمئن ہیں۔"

"وہ قاتل خود کو میجر کی بیوی کا منہ بولا بھائی کہہ رہا تھا۔ تم قتل کی تفتیش شروع کراؤ۔ کچھ نہ کچھ سراغ ضرور ملے گا۔"

وہ خفیہ کمرے میں آئی، پھر کمپیوٹرائزڈ وی کے ذریعے مختلف گولڈن برینز سے رابطے کے پلگ لگانے لگی۔ لمبوڈا نے پریشان ہوکر کہا "میں ایک بار پھر گولڈن برینز کی ٹیم سے باہر آگیا ہوں۔ پہلی بار کارمن نے دشمنی کی تھی۔ اس بار پتا نہیں میجر کی مطلقہ بیوی کا بھائی کہاں سے پیدا ہوگیا۔"

ثانی نے رابطہ قائم ہونے پر گولڈن برینز سے کہا "میں ابھی میجر یارڈلے کے دماغ میں گئی تھی۔ اس سے ضروری گفتگو کررہی تھی۔ اچانک ایک شخص ہاتھ میں ریوالور لئے اس کے سامنے آگیا۔ اس نے کہا میجر تم نے میری منہ بولی بہن کو طلاق دی ہے، میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ یہ کہتے ہی اس نے میجر کو گولی ماردی۔ وہ مرچکا ہے۔"

جواب ملا "یہ بہت افسوسناک خبر ہے۔ ہمارے جاسوس اور سپاہی ابھی وہاں پہنچ جائیں گے۔ کیا تم اس بولنے والے قاتل کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتی تھیں۔"

"پہنچ سکتی تھی لیکن وہ آواز اور لہجہ بدل کر بول رہا تھا۔ پھر میری کوئی تدبیر آزمانے سے پہلے ہی اس نے میجر کو قتل کردیا، میری خیال خوانی کا راستہ روک دیا۔"

"کیا میجر امریکا سے کسی کو دشمن بنا کر لے آیا تھا؟"

"میری معلومات کے مطابق اس کا کوئی دشمن نہیں تھا۔ آج ہی بیوی نے اس سے طلاق لی اور آج ہی اس کا قتل ہوگیا۔ یہ کوئی گھریلو دشمنی بھی ہوسکتی ہے۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ جان لمبوڈا نے کہا "بیٹی سلوانہ! آئندہ گولڈن برینز کے منصوبے معلوم کرتے رہنے کے لئے مجھے تمہارے دماغ میں آتے رہنا ہوگا اور یہ تمہیں پسند نہیں ہے۔"

"جی ہاں۔ آپ اتنی دیر میرے پاس رہ گئے، کوئی اور خیال خوانی کرنے والا دوست ہوتا تو میں ایک سیکنڈ بھی اسے برداشت نہ کرتی۔"

"تم یقین کرو، تمہیں دل سے بیٹی کہتا ہوں اس لئے تمہارے چور خیالات نہیں پڑھتا۔"

"انکل! یہ صرف چور خیالات پڑھنے کی بات نہیں ہے۔ بلکہ یہ اندیشہ رہتا ہے کہ ہمارے دماغی رابطے کے دوران کوئی تیسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا خاموشی سے آکر ہماری گفتگو سنے گا اور یوں مجھے سلوانہ کی حیثیت سے پہچان لے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تمہارے ذریعے ابھی کسی ایسے شخص کے دماغ میں چلا جاؤں گا جو میجر کے بنگلے میں اس وقت تفتیش کے لئے آیا ہوگا۔"

ثانی نے میجر کے بنگلے میں فون کیا۔ وہاں ایک سپاہی نے ریسیور اٹھا کر پوچھا "آپ کون ہیں؟"

لمبوڈا اس کے پاس چلا گیا۔ ثانی بھی ریسیور رکھ کر سپاہی کے پاس آئی پھر اس کے ذریعے پولیس افسر کے دماغ میں آکر بولی "میں آلپا ہوں، رپورٹ سناؤ۔"

"میڈم! میں دس منٹ پہلے آیا ہوں ابھی اتنا ہی دیکھ رہا ہوں کہ میجر کے جسم میں تین گولیاں لگی ہیں۔ قاتل کچن کے راستے سے آیا تھا کیونکہ جب ہم آئے تو بنگلے کا سامنے والا دروازہ اندر سے بند تھا۔ ہم قاتل کا سراغ لگانے کی پوری کوشش کررہے ہیں۔"

ثانی کی ہدایت پر ایک جاسوس نے میجر کی مطلقہ بیوی کا موجودہ پتا معلوم کیا۔ اسے میجر کے قتل کے متعلق بتایا۔ وہ رونے لگی۔ اگرچہ رشتہ نہیں رہا تھا لیکن بچوں کے حوالے سے شوہر کی جتنی محبتیں ملتی رہی تھیں، وہ محبتیں رلا رہی تھیں۔

ثانی نے جاسوس سے کہہ دیا تھا کہ اس سے کسی قسم کے سوالات نہ کئے جائیں، وہ خیالات پڑھ کر معلوم کرتی رہی۔ اس کا کوئی بھائی نہیں تھا۔ جس نے خود کو اس کا منہ بولا بھائی کہا تھا، اسے بھی وہ نہیں جانتی تھی۔ یہ معلوم ہوا کہ آج کسی اجنبی نے اسے فون کیا تھا اور کہا تھا میجر کسی حسینہ کے ساتھ عیش کرنے کے لئے امریکا گیا تھا۔ جب فون کرنے والے کو معلوم ہوا کہ وہ میجر سے طلاق لے چکی ہے تو اس نے چند باتیں کرکے رابطہ ختم کردیا۔

ثانی حساب کرنے لگی کہ سوا دو گھنٹے پہلے کسی اجنبی نے فون

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کیا تھا اور دو گھنٹے پہلے پال (علی) اپنے بنگلے سے نکل کر کہیں گیا تھا۔ یہ ہو سکتا ہے کہ اس نے پہلے معلوم کیا ہو کہ میجر کی بیوی طلاق لینے کے بعد بچوں کو لے کر وہاں سے جا رہی ہے۔ اس کے بعد میجر بنگلے میں تنہا رہے گا۔ یہ تمام معلومات حاصل کر کے پال اپنے بنگلے سے نکلا تھا۔ اس نے مسلسل کہیں دو گھنٹے ضائع کئے تھے شاید لباس وغیرہ تبدیل کرنے اور قتل کی تیاری کرنے میں وقت لگا ہو گا۔ وہ یہاں سے سفید سوٹ میں گیا تھا لیکن بلیک سوٹ میں قتل کیا تھا۔ چہرے پر ماسک بھی تھا' آواز بھی بدل کر بول رہا تھا۔ کوئی بہت زیادہ جانا پہچانا شخص ہی خود کو اس قدر چھپا کر ایسی واردات کرے گا۔

ثانی کو یقین کی حد تک شبہ تھا کہ یہ علی کی چال ہے۔ شاید وہ جانتا تھا کہ لمبوڈا میجر کے ذریعے گولڈن برینز کے درمیان پہنچتا ہے۔ لمبوڈا کی یہ کامیابی ماسک مین کی پالیسیوں کے خلاف تھی۔ کیونکہ وہ پال کے ذریعے اپنے خیال خوانی کرنے والے کو کسی گولڈن برین کے دماغ میں پہنچانا چاہتا تھا۔ اس طرح یہ بات سمجھ میں آ رہی تھی کہ پال نے میجر کو قتل کر کے لمبوڈا اور سپر ماسٹر کا ایک زبردست محاذ ختم کر دیا ہے۔

وہ بے حد ذہین تھی۔ حالات و واقعات کا صحیح تجزیہ کرتی تھی اور یہ علی اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ چالاک لومڑی پہلے اس پر شبہ کرے گی پھر حالات کے سیاق و سباق سے شبے کو یقین میں بدل لے گی۔

اس نے قتل کرنے کے بعد مزید تین گھنٹے مختلف مصروفیات میں گزارے تاکہ ثانی قتل کے سلسلے میں خوب چھان بین کر لے اور کسی آخری نتیجے پر پہنچ جائے۔ اس نے تین گھنٹے کے بعد ثانی کے بنگلے میں فون کیا۔ وہاں گھنٹی بجتی رہی۔ کسی نے ریسیور نہیں اٹھایا۔ اس نے وقفے سے دوبارہ فون کیا۔ ثابت ہو گیا کہ وہ اپنے بنگلے میں نہیں ہے۔

وہ تل ابیب میں پہلی بار آئی تھی۔ وہاں کے راستے اور گلیاں نہیں جانتی تھی۔ اپنے کسی پرائیویٹ گائیڈ کے بغیر باہر نہیں جا سکتی تھی۔ ملا کی دوڑ مسجد تک کے مصداق وہ زیادہ سے زیادہ علی کے بنگلے تک جا سکتی تھی۔ علی نے اپنے ہی بنگلے میں فون کیا۔ گھنٹی بجنے لگی۔ کسی نے نہیں اٹھایا۔ اس نے انتظار کرنے کے بعد موبائل فون بند کر دیا۔ پھر دوبارہ پانچ منٹ بعد فون کیا۔ دوسری طرف فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ پھر وہ بند ہو گئی۔ کسی نے ریسیور اٹھایا تھا۔ گھنٹی کے بند ہوتے ہی علی نے بری طرح ہانپتے ہوئے کہنا شروع کیا۔ اس کا ہر لفظ سانسوں کے جھٹکے سے ادا ہو رہا تھا اس لئے بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ لہجہ واضح نہیں تھا ورنہ وہ لہجے کو گرفت میں لے کر دماغ میں پہنچ جاتی۔ اتنا ہی سمجھ سکی کہ پال (علی) کا کوئی ماتحت مشکل میں ہے۔ ابھی سانسیں درست ہوں گی تو وضاحت سے بولے گا۔

علی سمجھ گیا تھا کہ اس کے خالی بنگلے میں فون اٹینڈ کرنے والی ثانی ہی ہو سکتی ہے۔ خاموشی سے اس کے لہجے کو گرفت میں لینے انتظار کر رہی ہے۔ اس نے ریوالور نکال کر اپنے ریسیور کے قریب فائر کیا۔ پھر حلق سے ایسی آواز نکالی جیسے گولی لگی ہو اور دم نکل ہو۔

ثانی آخری وقت بھی اس کے دماغ میں پہنچ کر کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتی تھی' اس نے جلدی سے پوچھا "کون ہو تم جلد بولو' میں پال کی دوست ہوں۔ تمہارا پیغام پہنچا دوں گی۔"

جواب میں اسے دوسری طرف سے ایسی آواز سنائی دی جیسے گولی کھانے والے کے ہاتھ سے ریسیور چھوٹ کر جھول رہا ہو اور ادھر ادھر کسی چیز سے ٹکرا رہا ہو۔ ثانی نے انتظار کیا شاید کوئی آواز سنائی دے پھر اس نے ریسیور رکھ دیا۔

وہ سوچنے لگی۔ پتا نہیں پال کے یہاں کتنے ماتحت جاسوس کتنے کرائے کے آلۂ کار ہیں اور وہ کیا کرتا پھر رہا ہے۔ اس کا آدمی شاید کوئی اہم پیغام دینا چاہتا تھا لیکن کسی نے اسے مار دی۔ ویسے میں نے پہلی ملاقات میں ہی سمجھ لیا تھا کہ پال بہت گہرا ہے۔ اس کی آنکھیں کہتی ہیں کہ میرا دیوانہ ہے' مجھے نقصان نہیں پہنچائے گا لیکن اس سے ہمیشہ ہوشیار رہنا چاہئے اور اس پر کبھی اعتماد نہیں کرنا چاہئے۔

وہ ٹیلیفون کے پاس سے اٹھ گئی۔ اس کے بیڈ روم کی ایک ایک چیز کی تلاشی پہلے ہی لے چکی تھی۔ کوئی ایسی چیز ہاتھ نہیں آئی جس سے اس کی کوئی کمزوری ہاتھ آ جاتی۔ اس نے پھر ایک بار کمرے اور اسٹور روم کی دیواروں اور الماریوں کو اچھی طرح دیکھا تاکہ چور دروازہ ہو تو نظر آ جائے لیکن ناکامی ہوئی۔

اسے بہر حال علی کے آنے تک وہاں رہنا تھا۔ وہ اس کے قاتل کا روپ سامنے لانا چاہتی تھی اور یہ بھی امید تھی کہ پھر کوئی فون آئے گا تو فون کرنے والوں کے ذریعے پال کی مصروفیات کا علم ہو سکے گا۔

کافی دیر انتظار کرنا پڑا۔ اس دوران اس نے کچن میں جا کر ... کے چھوٹے سے ڈبے میں اعصابی کمزوری کی دوا کا سفوف ملا دیا ... چھپ کر اسے زخمی کر سکتی تھی لیکن اسے زخمی دیکھ کر گورنس اور دوسرے ملازموں کو شبہ ہوتا۔ وہ سہولت سے علی کے دماغ میں جگہ بنانا چاہتی تھی۔

باہر احاطے میں کار کی آواز سنائی دی۔ وہ بڑی دیر کے بعد واپس آ رہا تھا۔ وہ اس حقیقت سے بے خبر تھی کہ جب تک وہ اس کے گھر کی تلاشی لیتی رہی۔ ادھر وہ اس کے گھر میں اس کے ... کی تلاشی لیتا رہا۔ دونوں ہی ایک دوسرے کے لئے جوڑ کا توڑ ...

علی نے بنگلے میں داخل ہو کر ڈرائنگ روم میں چاروں طرف دیکھا۔ پھر کہا "میں دن کے اجالے میں گیا تھا۔ یہاں کی بتیاں بجھی ہوئی تھیں۔ واپس آیا ہوں تو گھر روشن ہے۔ کسی کے گھر روشنی کرنا نیکی ہے۔ مگر نیکی کر کے چھپنا نیکی کو برباد کرنا ہے۔ آ جاؤ۔"

وہ راہداری والے دروازے سے ڈرائنگ روم میں آئی پھر اس کے سامنے تن کر بولی "کہاں سے آ رہے ہو؟"

"شادی کر لو' پھر یہ سوال کرنا لیکن تم تو گھر میں زبردستی گھس کر بیوی بننے کی ریہرسل شروع کر چکی ہو۔"

"شٹ اپ۔ کام کی باتیں کرو۔"

"چلو کام کی بات بتاؤ۔ میری غیر موجودگی میں یہاں کیا کر رہی ہو؟"

"لہو کے دھبے مٹانے آئی ہوں۔ سوچا اکثر قاتل واردات کے دوران کوئی نہ کوئی حماقت کر جاتے ہیں۔ ذرا اپنا لباس دیکھو کہیں خون کے دھبے نہ رہ گئے ہوں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "کیوں نفسیاتی حربہ استعمال کر کے اقبالِ جرم کرانا چاہتی ہو۔ اپنے گھر بلا کر بھی پوچھتیں تو صاف صاف کہہ دیتا کہ میں نے میجر کو اوپر پہنچا دیا ہے۔"

"کیا؟" وہ حیرانی سے پیچھے ہٹ کر بولی "تم قبول کرتے ہو کہ تم نے اسے قتل کیا ہے؟"

"ہاں' کیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے' تم اب تک قاتل کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر پریشان ہو رہی تھیں۔ میرا انتظار کر لیتیں تو پریشانی نہ ہوتی۔"

"تم... تم نے ہمارا محاذ کمزور کیا ہے۔"

یہ کہتے ہی اس نے کراٹے کا ایک ہاتھ رسید کیا۔ علی نے ہاتھ روک دیا۔ اس نے دوسرے ہاتھ سے حملہ کیا۔ علی نے جس انداز میں اس کے دونوں حملے روکے' اس انداز نے ثانی کو چونکا دیا۔ ایسا لگا جیسے اس طرح کی لڑائی پہلے بھی ہو چکی ہے۔

علی اس کی ذہنی الجھن کو سمجھ رہا تھا۔ اس نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کہا "تمہیں بتایا گیا ہے کہ حملہ ناکام ہوتے ہی سوئنگ کک یا سمر سالٹ کک مارنا چاہئے۔"

وہ پھر چونک گئی۔ سونیا لمانے یہی سکھایا تھا۔ وہ بھول چکی تھی کہ کس نے سکھایا ہے لیکن سیکھا ہوا سبق یاد تھا۔ ابھی وہ اچانک فضا میں سمر سالٹ کر کے علی کو کک مارنا چاہتی تھی لیکن جسے مارنا چاہتی تھی وہی مارنے اور حملے کرنے کے داؤ پیچ بتا رہا تھا۔

ثانی نے فائٹنگ کا انداز بدل دیا۔ وہ اچھل کر پیچھے گئی وہ جمناسٹک کے کرتب دکھاتی ہوئی حملے کرنا چاہتی تھی۔ اسی لمحے علی نے کہا "ہاں' اب تم ہاپ ہاپ کرتی ہوئی فضا میں قلابازیاں کھاتی ہوئی دائیں سے بائیں جاؤ گی۔ تم بجلی کی طرح پھرتیلی ہو۔ میری آنکھیں ایک جگہ تم پر ٹھہر نہیں سکیں گی۔ ایسے ہی لمحات میں تمہارا حملہ مجھ پر کامیاب رہے گا۔"

وہ جمناسٹک کے کرتب کیا دکھاتی۔ حیرانی سے اسے دیکھنے لگی۔ وہ خلا میں تکتا ہوا کہہ رہا تھا "پھر تم جمناسٹک کے دوران میرے سر کی بلندی سے بھی اونچی قلابازی کھاؤ گی۔ میرے پیچھے جاؤ گی۔ میں پیچھے پلٹ کر دیکھوں گا تو تمہاری لات میرے منہ پر پڑے گی۔"

وہ جذب کے عالم میں یوں بول رہا تھا جیسے ماضی کی کچھ باتیں آپ ہی آپ زبان سے ادا ہو رہی ہوں۔ ثانی نے اس کی ٹھوڑی پر ایک گھونسا رسید کیا۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا پیچھے جا کر صوفے پر بیٹھ گیا پھر چونک کر بولا "ہم... میں کہاں تھا؟ مجھے کیا ہو گیا تھا؟"

وہ قریب آ کر بولی "یہ تم کیا بڑبڑا رہے تھے؟"

وہ حیرانی سے بولا "میں کیا بڑبڑا رہا تھا؟"

"تم وہی کہتے جا رہے تھے جو میں سوچتی جا رہی تھی۔ جتنے داؤ پیچ تم پر استعمال کرنا چاہتی تھی اسے تم استعمال سے پہلے ہی بیان کرتے جا رہے تھے۔ تم میری فائٹنگ کا اسٹائل کیسے جانتے ہو؟"

وہ صوفے سے اٹھ کر بولا "پتا نہیں میں کیا جانتا ہوں اور کیا نہیں جانتا ہوں۔ مجھے ایسا لگ رہا تھا جیسے ہم دونوں ایک ہی استاد سے فائٹنگ کے نئے انداز سیکھ رہے ہیں اور تم جمناسٹک کے کرتب دکھاتی ہوئی بڑی کامیابی سے حملے کر رہی ہو۔"

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بولی "تعجب ہے مجھے بھی کچھ ایسا ہی لگ رہا تھا۔"

وہ صوفے پر بیٹھ گئی۔ پھر سر اٹھا کر بولی "تم کون ہو؟ جب سے تمہارا سامنا ہوا ہے تب سے میرے اندر کچھ ہونے لگا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کیا ہونے لگتا ہے۔ کبھی تم دشمن لگتے ہو اور کبھی میری رگوں میں لہو کی طرح دوڑنے لگتے ہو۔"

علی اس کے پاس بیٹھ گیا اور اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "دماغ پر زور نہ دو۔ اگر ہمارا ایک دوسرے سے گہرا تعلق ہے تو ہمیں رفتہ رفتہ معلوم ہو جائے گا۔"

وہ بولی "یہ کیسی عجیب بات ہے۔ ہم خود کو شعوری طور پر پہچانتے ہوئے بھی نہیں پہچان رہے ہیں۔ ہمارے لاشعور میں کوئی بات ہمیں اشارہ دے رہی ہے کہ جو ہم نظر آ رہے ہیں وہ نہیں ہیں' ہم اپنی موجودہ شناخت سے مختلف ہیں۔"

"ہاں' یہ بات یوں بھی سمجھ میں آتی ہے کہ میں اس دنیا میں اکیلا ہوں۔ نہ ماں باپ ہیں' نہ رشتے دار ہیں۔"

وہ بولی "بالکل یہی میرے ساتھ ہے۔ میں نے کئی بار سوچا کہ میرا نام سلوانہ جوزف ہے تو میرا باپ جوزف کہاں ہے' ماں کہاں گم ہو گئی ہے' میں نے جان لمبوڈا سے کہا تھا کہ میرے والدین مر چکے ہیں۔ میرا کوئی نہیں ہے لیکن عقل نہیں مانتی۔ ہمارا تمہارا کوئی تو ہونا چاہئے۔"

"بے شک ہمیں دنیا میں لانے والے کہیں نہ کہیں ہوں گے۔ ہم ان سے بچھڑ گئے ہیں۔ میری ایک بات مانو گی؟"

"ہاں بولو۔"

"پہلے تو یہ تسلیم کر لو کہ ہماری تمہاری اصلی شناخت کچھ اور ہے۔"

"میں تسلیم کرتی ہوں۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"پھر عقل کا تقاضا ہے کہ جب تک ہم اپنی صحیح شناخت نہیں پائیں گے' ایک دوسرے کے دوست رہیں گے تاکہ دوستی کے ذریعے کچھ اور حقائق سامنے آتے رہیں۔"

"درست کہتے ہو۔ جب سے ایک دوسرے کا سامنا ہوا ہے۔ تب سے لاشعور میں چھپی ہوئی باتیں ہمیں اشارے دے رہی ہیں۔"

"ہم اور ایک وعدہ کریں کہ ایک دوسرے کو کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچائیں گے۔"

وہ بولی "میرے اندر خود کو پہچاننے کی شدید بے چینی پیدا ہو گئی ہے۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ تمہیں کبھی نقصان......"

وہ کہتے کہتے چونک گئی۔ اسے کچھ یاد آیا۔ وہ "نہیں" کہتی ہوئی اچھل کر کھڑی ہوئی پھر دوڑتی ہوئی وہاں سے کوریڈور کی سمت جانے لگی۔ علی نے اس کے پیچھے دوڑتے ہوئے پوچھا "کیا ہوا؟ کہاں جا رہی ہو؟"

وہ بھاگم بھاگ بنگلے کے مختلف حصوں سے گزرتی ہوئی کچن میں آئی پھر کافی کے چھوٹے سے ڈبے کو اٹھا کر اسے کھولتے ہوئے کھڑکی سے باہر پھینک دیا۔ علی نے آ کر پوچھا "یہ کیا کر رہی ہو؟"

وہ ایک گہری سانس لیتے ہوئے بولی "میں نے کافی میں اعصابی کمزوری کی دوا ملائی تھی۔ تمہارے دماغ پر قبضہ جمانا چاہتی تھی۔"

وہ بولا "میرے دماغ پر حکمرانی کرنے سے باز کیوں آ گئیں۔"

"تمہارا دماغ کمزور ہو گا تو لبوڈا یا جے مورگن یا کوئی بھی دشمن تمہیں اپنا مطیع و فرمانبردار بنا لے گا۔ پھر میں تمہارے بغیر اپنی اصلی شناخت تک نہیں پہنچ پاؤں گی۔"

"شکریہ سلوانہ! جب تک ہمیں صحیح منزل نہ ملے تب تک ہمارے درمیان کسی دوست اور دشمن کو نہیں آنا چاہئے اور نہ ہی ہماری ادھوری شخصیت کے راز میں کسی کو شریک ہونا چاہئے۔"

"میں لبوڈا اور سپر ماسٹر سے کبھی تمہارا ذکر نہیں کروں گی۔ تم وعدہ کرو۔ میرے ملک اور میرے سپر ماسٹر کو نقصان نہیں پہنچاؤ گے۔"

"اس شرط پر وعدہ کرتا ہوں کہ تمہارے ملک کی طرف سے مجھے بھی کبھی نقصان نہ پہنچے۔"

"تم نے میجر کو قتل کر کے ہمارے آگے بڑھنے کے عمل کو روک دیا ہے۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ تم ہماری ٹیم میں شامل ہو جاتے۔"

"ابھی تم نے ضرر رساں کافی پینے سے مجھے بچا کر میرا اعتماد' میرا دل جیت لیا ہے۔ میں تمہاری ٹیم میں آ جاؤں گا۔ لیکن میری وہی شرط مان لو جو بیان کر چکا ہوں۔"

"کون سی شرط؟"

"شادی اور ازدواجی رشتہ۔"

اس نے سر جھکا لیا۔ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی کچن سے باہر آ گئی۔ وہ دونوں خاموشی سے چلتے رہے۔ بنگلے سے باہر آ گئے پھر سامنے والے ثانی کے بنگلے کی طرف جانے لگے۔ علی اس کے ساتھ اس کے دروازے تک آیا پھر بولا "تم اچھی طرح سوچ سمجھ لو میرا ایمان ہے کہ ہمارا رشتہ آسمانوں پر لکھا جا چکا ہے۔"

"میرا دل بھی یہی کہتا ہے لیکن ہمیں اس معاملے میں جلدی نہیں کرنی چاہئے۔ تمہاری طرح میں بھی دل کے فیصلے کو تسلیم کرتی ہوں لیکن دماغ پوچھتا ہے... ہم کن ناموں سے شادی کریں گے ہمارے اصلی نام کیا ہیں؟ ہم کس مذہب کے مطابق نکاح پڑھوائیں گے۔ کیا میں واقعی عیسائی ہوں؟ کیا تم سچ مچ یہودی ہو؟"

"ہم کوئی بھی ہوں۔ ہمارے سینے میں وہی دل اور سر میں وہی دماغ اور بدن میں وہی روح ہے جو پیدائش کے وقت تھی۔ ہمارے اندر جو ہمارا اصل مذہب چھپا ہوا ہے' اسے کوئی نکال نہیں سکتا ہمارا تمہارا گاڈ ہمارے اندر کے ایمان اور نکاح کی سچائی کو سمجھنے والا ہے۔"

"یہ درست ہے' پھر بھی مجھے سوچنے دو۔"

"اچھی بات ہے۔ پورے اعتماد اور ذہانت سے سوچ کر فیصلہ کرو۔ میں جا رہا ہوں کل صبح ملاقات ہو گی۔"

اس نے اپنا ہاتھ بڑھایا تاکہ ثانی اپنا ہاتھ پیش کرے۔ وہ جھجکتی ہوئی بولی "میرے بنگلے میں تمہاری حیثیت ملازم کی ہے آس پاس کے بنگلوں سے ہمیں دیکھا جا رہا ہو گا۔"

وہ پیچھے ہٹ کر بولا "تو پھر چلوں۔ گڈ نائٹ۔"

"ابھی نہیں۔ میں نے رات کا کھانا نہیں کھایا ہے اور شاید تم نے بھی؟"

"ہاں بھوک تو لگی ہے۔"

"مارتھا فریج میں کھانا رکھ کر گئی ہے۔ میں گرم کر کے لاتی ہوں۔ تم ڈائننگ روم میں بیٹھو۔"

وہ اس کے ساتھ کچن کی طرف چلتے ہوئے بولا "میں ڈائننگ روم میں تنہا رہوں گا مگر تصور میں تمہیں دیکھتا رہوں گا۔ بہتر ہے تمہارے ساتھ رہو اور تمہیں نگاہوں کے سامنے دیکھتا رہوں۔"

وہ مسکرانے لگی' دل ہی دل میں سوچنے لگی "مجھے تل ابیب میں ابھی صرف بارہ گھنٹے گزرے ہیں۔ اتنے کم وقت میں پال میرے دل و دماغ پر چھا گیا ہے۔ ارے ہاں' میں نے ابھی تک اس کا موجودہ نام نہیں پوچھا ہے۔ خواہ مخواہ اسے پال کہہ رہی ہوں۔"

وہ کچن کے دروازے پر رک گئی' پھر بولی "تمہیں اپنا پیدائشی نام یاد نہیں ہے لیکن پال کا بہروپ اختیار کرنے سے پہلے تمہارا نام کیا تھا؟"

وہ خاموش رہا۔ اس کی آنکھوں میں بڑی گہرائی سے دیکھتا رہا پھر بولا "شاید تمہیں میرا وہ نام پسند نہیں آئے گا' تمہارے مزاج پر گراں گزرے گا لیکن اب میں تم سے کچھ نہیں چھپاؤں گا۔"

"یہ میرا دل کہتا ہے کہ مجھ سے کچھ نہیں چھپاؤ گے۔ تم مجھے اپنوں کی طرح اعتماد کرنے لگے ہو۔"

"تم سے بھی یہی چاہتا ہوں کہ اپنا سمجھ کر میرا نام سنو اور مجھے دشمن نہ سمجھو۔ میرا نام جان لبوڈا کے لئے زہریلا تیر ہے۔ میں پال ہیریسن سے پہلے کارمن ہیراللہ کہلاتا تھا۔"

ثانی کے دماغ کو ایک جھٹکا سا لگا۔ وہ پیچھے ہٹ کر دیوار سے لگ گئی۔ جس کارمن کو قتل کرنے آئی تھی' جس سے لبوڈا کی شکست کا بدلہ لینا چاہتی تھی اور جسے گولڈن برینز کی ٹیم سے نکال کر اسے قتل کرنا یا اپنا غلام بنانا چاہتی تھی۔ وہ صبح سے اسے الو بناتا آ رہا تھا۔

ثانی نے دونوں مٹھیاں بھینچ لیں۔

تیور بدل گئے۔

○☆○

"را" تنظیم کے ہیڈ کوارٹر میں بڑی گرما گرمی تھی۔ حماد (پارس) نے اپوزیشن کے بہت بڑے لیڈر کو درجنوں ٹھوس ثبوت کے ساتھ گرفتار کرایا تھا۔ کیلاش راٹھور اپوزیشن کا ایسا پہاڑ تھا جسے پولیس اور فوج والے بھی کاٹ نہیں سکتے تھے۔ اس کے جرائم کے ثبوت اکثر نہیں ملتے تھے' اگر ملتے تو اعلیٰ حکمران سیاسی مجبوریوں کے باعث تمام ثبوت مٹا دیتے تھے کیونکہ اقتدار میں رہنے والے حکمرانوں کی بہت سی کمزوریاں کیلاش راٹھور کے ہاتھوں میں رہتی تھیں۔

اب بھی مسئلہ درپیش تھا۔ پارس نے کیلاش راٹھور سے زبانی طور پر اس کے تمام جرائم کو قبول کرایا تھا۔ اس کی حویلی کے تہ خانے سے درجنوں ثبوت اس کے خلاف حاصل کئے تھے۔ لیکن حکمران پارٹی کے اور اپوزیشن پارٹی کے اعلیٰ عہدے دار "را" تنظیم کے اعلیٰ افسران پر دباؤ ڈال رہے تھے کہ کیلاش راٹھور کا معاملہ دبا دیا جائے۔ اس کی گرفتاری اور اقبالِ جرم کی خبروں کو میڈیا میں جانے سے روک دیا گیا تھا۔

امریکا اور اسرائیل کی طرف سے بھی راٹھور کی حمایت میں مشورے آ رہے تھے کہ اس واقعے کو حماد اور کیلاش راٹھور کے ذاتی جھگڑے پر محمول کیا جائے جہاں تک یہ بات پھیل چکی ہے وہاں تک یہ سرکاری وضاحت شائع کی جائے کہ کیلاش راٹھور کا معاملہ سیاسی نہیں ہے۔ حماد نے ذاتی طور پر انتقام لینے کے لئے راٹھور کی حویلی پر حملہ کر کے اسے بھاری نقصان پہنچایا ہے۔

"را" تنظیم سے کہا جا رہا تھا کہ وہ اپنے جاسوس حماد کے خلاف یہ چارج لگائے کہ اس نے اپنے اختیارات سے فائدہ اٹھا کر کیلاش راٹھور سے ذاتی دشمنی نکالی ہے۔ اسے تنظیم سے نکالا جائے تاکہ اس پر مقدمہ قائم کیا جا سکے۔

دوسری طرف کیلاش راٹھور کو جیل میں نہیں ایک بنگلے میں وی آئی پی یعنی اہم معزز مہمان بنا کر رکھا گیا تھا۔ وہ وہاں گرج رہا تھا۔ اپنی غلامی کرنے والے قاتلوں اور غنڈوں سے کہہ رہا تھا کہ حماد اور اس کی ساتھی لڑکی رمنا کو زندہ پکڑ کر اس کی حویلی کے عقوبت خانے میں پہنچایا جائے۔ وہ اپنے ہاتھوں سے دونوں کو اذیتیں دے کر مارنا چاہتا تھا۔

"را" تنظیم کی ایک خفیہ میٹنگ میں بڑے بڑے عہدے دار بیٹھے ہوئے تھے۔ دلیش پانڈے نے کہا "منسٹر کی بیوی کی شادی میں دو ہزار مہمان تھے۔ انہیں زہریلا کھانا کھلا کر موجودہ حکومت اور وزیرِ خوراک کو بدنام کیا جانے والا تھا۔ عین وقت پر حماد نے کیلاش راٹھور کی اس کمینگی کا انکشاف کیا۔ حماد نے دو ہزار مہمانوں کی جان بچائی۔ حماد نے میری بھتیجی کو کیلاش راٹھور کے ہاتھوں بے آبرو ہونے اور قتل ہونے سے بچایا۔ اور اس ناقابلِ گرفت مجرم کو کئی ٹھوس ثبوت کے ساتھ گرفتار کیا۔ یہ کیسی اندھیر نگری ہے کہ اس قابلِ فخر حماد کو مجرم ٹھہرا کر اصل مجرم راٹھور کو رہا کرنے کی باتیں کی جا رہی ہیں۔ کیا ہم "را" تنظیم کے اتنے ذہین اور باکمال جاسوس کو راٹھور پر قربان کر دیں گے۔"

تنظیم کے ایک اعلیٰ عہدے دار نے کہا "ایسا نہیں ہونا چاہئے لیکن ہماری حکومت اور بیرونی اہم ذرائع کے مالکان کیلاش راٹھور کی رہائی کے تقاضے کر رہے ہیں۔ ہم اس بین الاقوامی سطح کے مجرم کو زیادہ دیر حراست میں معزز مہمان بنا کر نہیں رکھ سکیں گے۔ اسے رہا کرنا ہی پڑے گا۔"

دوسرے عہدے دار نے کہا "ویسے ہم حماد کے خلاف کوئی کارروائی ہونے نہیں دیں گے' اس پر کسی طرح کا مقدمہ قائم ہونے نہیں دیں گے۔ اس نے کیلاش راٹھور جیسے دوسرے مجرموں پر بھی را تنظیم کی دہشت طاری کر دی ہے۔ ہمیں حماد پر فخر ہے۔"

دلیش پانڈے نے کہا "ہم اسے ہر طرح کا تحفظ فراہم کریں گے۔ اس کے باوجود کیلاش زخمی بھیڑیا بن گیا ہے۔ وہ اور اس کے غنڈوں کی فوج اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ میری بھتیجی رمنا کی عزت اور زندگی خطرے میں ہے۔"

"مسٹر پانڈے! ہماری تنظیم کی ہر جاسوس کی زندگی خطرے میں رہا کرتی ہے۔"

"یہ درست ہے' لیکن ہم جاسوس خطرات کو سمجھ کر ان کا توڑ کرتے ہیں۔ حماد بھی راٹھور کے حملوں کا توڑ کرے گا۔ مگر نتیجہ کیا ہو گا۔ آج کی طرح پولیس' فوج اور را تنظیم پھر راٹھور کو تحفظ دے گی۔ ایسے میں حماد ایک دن قتل کر دیا جائے گا۔"

"مسٹر پانڈے! پھر آپ بتائیں۔ ہمیں کیا کرنا چاہئے۔"

"ہمیں حماد کو سلامت رکھ کر اس سے دوسرے محاذ پر کام کرانا چاہئے' وہ پاکستان سے یہاں ٹریننگ کے لئے آیا تھا۔ ہم اسے تربیت دینے کے بعد پاکستان کے خلاف استعمال کرنے والے تھے لیکن وہ ہماری تربیت کے معیار سے بہت آگے ہے۔ اگر ہم اسے ایک اہم مشن پر ہندوستان سے باہر بھیج دیں تو وہ اور رمنا دونوں ہی راٹھور کی دشمنی سے دور ہو جائیں گے۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"یہ بہت ہی معقول مشورہ ہے۔ فی الحال حماد اور رمنا کو دیس سے باہر بھیج دیا جائے گا۔"

دوسرے عہدے دار نے کہا "اگلی میٹنگ میں فیصلہ کیا جائے گا کہ انہیں کس ملک میں کس مشن کے لئے بھیجا جائے۔"

پانڈے نے کہا "یہ فیصلہ کرنے میں دیر لگی تو راٹھور کے غنڈے اپنا کام کر جائیں گے۔ میری گزارش ہے کہ ابھی فیصلہ کیا جائے اور آج ہی رات کو انہیں یہاں سے روانہ کیا جائے۔"

ایک عہدے دار نے کہا "ایسے کئی مشن ہیں جنہیں حماد اپنی ذہانت سے پورا کر سکتا ہے۔ سری لنکا میں تامل ناڈو کی بغاوت اہم مسئلہ ہے۔ کشمیر میں حریت پسندوں کو ٹھنڈا کرنا ہے۔ پاکستان میں علیحدگی پسندوں کی تحریک کو مضبوط کرنا ہے۔ روس کی مداخلت سے پہلے افغانستان ہمارا بہترین دوست تھا لیکن پچھلے برسوں میں پاکستانی حکومت نے افغانیوں کے دل جیت لئے ہیں۔ ہمیں وہاں پاکستان کی سیاسی پوزیشن کمزور کر کے پھر سے افغانیوں کو دوست بنانا ہے۔"

ایک اور عہدے دار نے کہا "روس ہمارا سرپرست تھا مگر اب وہ سپرپاور نہیں رہا۔ اس ملک کی کئی ریاستیں اور کئی محکوم ممالک اس سے ناتا توڑ کر آزاد ہو گئے ہیں۔ ازبکستان میں اسلامی نظام قائم ہو رہا ہے۔ ہمیں وہاں اپنی تہذیب کو بھی دلچسپ اور پُراثر بنا کر پیش کرتے رہنا چاہئے۔"

"ہمارے سیکڑوں ہندو طلبا اور طالبات تاشقند' بخارا اور سمرقند . رہ میں ہیں۔ کئی ہندو انجینئر' ڈاکٹر اور دوسرے ہنرمند ہیں۔ روسی حکمرانوں کے دور میں وہاں ہندوستانی فلمیں کثیر تعداد میں چلتی رہی ہیں۔ وہاں کے لوگ دلیپ کمار' راج کپور اور نرگس وغیرہ کی تصویریں اپنے گھروں میں رکھتے ہیں۔ لتا منگیشکر' محمد رفیع اور کشور کمار وغیرہ کے گانے آج بھی شوق سے سنتے ہیں۔ وہاں ہماری تہذیب اور ثقافت کو جاری رکھنے کے بہت سے ذرائع ہیں۔ اس سے پہلے کہ سخت اسلامی قوانین نافذ ہوں' وہاں کے عوام کو جدید موسیقی اور ناچ گانوں کا رسیا بنا دینا چاہئے۔"

"را" کے سب سے اعلیٰ عہدے دار نے کہا "ہم اپنے پیش نظر تمام مسئلوں میں ان مسئلوں کو پہلے اہمیت دیتے ہیں جو مسلمانوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ پاکستان کے بعد افغانستان اور ازبکستان ہمارے ہمسایہ قریبی ممالک ہیں اور آئندہ کبھی ہمارے لئے مصیبت بن کر سر پر سوار ہو سکتے ہیں۔ اس سے پہلے انہیں قدموں میں گرا کر رکھنا چاہئے۔"

"حماد مسلمان ہے' کیوں نہ اسے افغانستان بھیج دیا جائے؟"

دلیش پانڈے نے کہا "میں تائید کرتا ہوں۔ وہاں حماد کے لئے ایسی سہولتیں ہوں کہ وہ افغانستان سے ازبکستان آتا جاتا رہے۔"

تمام عہدے دار اس بات پر متفق ہو گئے کہ حماد دونوں مسلمان ملکوں میں بھارتی عزائم کی تکمیل کرے گا۔ اس کے ساتھ ہی یہ فیصلہ کیا گیا کہ اپنے حکمرانوں کا حکم مان کر کیلاش راٹھور کو رہا کر دیا جائے۔

جب پولیس کے ایک اعلیٰ افسر نے راٹھور کے پاس آ کر کہا "سر! اوپر سے آرڈر ہے کہ آپ کو چھوڑ دیا جائے" تو وہ حقارت سے اس پر تھوکتے ہوئے بولا "میں تم پر' تمہاری وردی پر اور تمہارے قانون پر تھوکتا ہے۔ ماں کا دودھ پیا ہے تو پھر مجھے گرفتار کر دکھاؤ۔"

وہ اعلیٰ افسر غصے سے کھول رہا تھا اور برداشت کر رہا تھا۔ ... کے مطابق وہ رہائی پانے والے معزز شہری پر ہاتھ نہیں اٹھا سکتا تھا۔ اگر اٹھانے کی حماقت کرتا تو راٹھور کے آدمی اس کا ہاتھ توڑ کر وردی سے باہر کر دیتے اور قانون پھر بھی کیلاش راٹھور کا کچھ نہ بگاڑ پاتا۔

افسر ایک طرف ہٹ گیا۔ وہ فاتح کی شان سے تیز قدم اٹھاتا ہوا باہر جانے لگا۔ پھر ذرا رک گیا۔ پسلیوں پر ہاتھ رکھ کر کراہنے لگا۔ اس کی پسلی زخمی تھی۔ کیلاش نگر کی حویلی میں پارس سے مقابلہ کرنے کے دوران اسے اپنے ہی ایک گارڈ کا چاقو لگ گیا تھا۔

گرفتاری کے بعد نظر بند رہنے کے دوران ایک سرکاری ڈاکٹر اس کی مرہم پٹی کرنا چاہتا تھا۔ اس نے ڈانٹ کر کہا تھا "خبردار! سرکاری کتا مجھے ہاتھ نہیں لگائے گا۔ میرے خاص ڈاکٹر کو بھیجا جائے۔"

بعد میں اس کے خاص ڈاکٹر نے آ کر اس کی مرہم پٹی کی تھی۔ اب رہائی کے وقت وہی ڈاکٹر اور اس کے خاص حواری اس کے لئے کھڑے ہوئے تھے' وہ بولا "ڈاکٹر! میرے زخم سے ... اٹھ رہی ہیں۔ تم کیسے گدھے ہو' ایک معمولی ... زخم ٹھیک نہیں کر سکتے؟"

ڈاکٹر نے بے بسی سے آس پاس کھڑے ہوئے لوگوں کو دیکھا' پھر کہا "سر! آپ میری انسلٹ نہ کریں۔ معمولی سا بھی زخم ہو تو لگاتے ہی بھر نہیں جاتا۔ کچھ وقت لگتا ہے۔"

اس نے ڈاکٹر کو ایک طمانچہ رسید کیا۔ ہاتھ اٹھا کر مارنے کے باعث پھر پسلی کے زخم سے ٹیسیں اٹھنے لگیں۔ وہ تکلیف سے کراہنے لگا۔ اس کے حواریوں نے اسے سہارا دے کر کار کی سیٹ پر بٹھا دیا۔ وہ کراہتے ہوئے بولا "اس حرام خور ڈاکٹر کو میرے بنگلے میں لے چلو۔ میں اسے ہر مہینے دس ہزار دیتا ہوں ... ایک زخم اچھا نہیں کر سکتا۔ اگر اس مرتبہ اس کی دوا سے آرام نہ آیا تو میں اسے گولی مار دوں گا۔"

دو حواریوں نے ڈاکٹر کو دوسری کار میں بٹھا لیا۔ پھر وہ کار شہر کے ایک بنگلے کی سمت جانے لگا۔ راٹھور نے پوچھا "کیا ... پکڑ کے میرے بنگلے میں پہنچا دیا گیا ہے؟"

"حضور! ہمارے دو سو آدمی پورے شہر میں حماد اور ... تلاش کر رہے ہیں۔ ہمارے چالاک جاسوس بھی ان کے پیچھے ہیں۔ تھوڑی دیر میں ضرور خوش خبری ملنے والی ہے۔"

میں اپنے بیٹے کی خیریت معلوم کرنے کے لئے پہنچا۔ اس وقت اسے "را" تنظیم کی دوسری میٹنگ میں بلایا گیا تھا۔ اور اس سے کہا جا رہا تھا کہ آج رات کو وہ ایک خفیہ فلائٹ سے رمنا کے ساتھ کابل جائے گا۔ وہاں چھ جاسوس اس کے ماتحت رہیں گے اور اسے ہر طرح کی سہولتیں فراہم کرتے رہیں گے۔

پارس نے کہا "میں یہاں سے جاؤں گا تو مجھے بھارتی باشندہ سمجھ کر وہاں کے لوگ ناگواری ظاہر کریں گے۔ اگر پاکستان کے راستے جاؤں گا تو وہ مجھے اخباری رپورٹر سمجھ کر عزت دیں گے۔ اگر ہم سے غلطی بھی ہو گئی اور ہم جاسوس یا تخریب پسند سمجھ کر پکڑے گئے تو ہماری جاسوسی اور تخریب کاری کا الزام پاکستان پر آئے گا۔"

ایک عہدے دار نے کہا "بہت عمدہ آئیڈیا ہے۔ اپنی پلاننگ بتاؤ۔"

"میں پریس رپورٹر بن کر جاؤں گا۔ رمنا ایک فلم ڈائریکٹر کی حیثیت سے ایک فلم یونٹ بنا کر اپنے لوگوں کے ساتھ رہے گی۔ وہاں کس جگہ ہم دونوں اجنبیوں کی طرح ملیں گے پھر دوست بن جائیں گے۔"

دوسرے عہدے دار نے کہا "رمنا یہاں سے ایک فلم یونٹ بنا کر طیارے کے ذریعے جائے گی۔ تم دوسرے طیارے سے کشمیر کے شمال میں جموں ہوتے ہوئے ایک خفیہ راستے سے پاکستان میں داخل ہو جاؤ گے۔ وہاں ہمارے ایجنٹ اپنی گاڑیوں کے ساتھ موجود رہیں گے۔ تمہیں پشاور پہنچا دیں گے۔ پشاور میں ہمارا ایک ایجنٹ تمہارے لئے پاکستانی شہری ہونے کے کاغذات پاسپورٹ اور پریس رپورٹر ہونے کے ثبوت میں ضروری کاغذات تمہیں دے گا۔ تم وہاں سے بائی روڈ پشاور جاؤ گے۔"

نئے سفر کی تیاریوں کے سلسلے میں مشورے ہو رہے تھے۔ میں کیلاش راٹھور کے پاس آیا۔ وہ اپنے ایک بنگلے میں پہنچ گیا تھا۔ ڈاکٹر سے کہہ رہا تھا "مجھے ایسی دوا دو کہ میں حماد کے یہاں آنے تک ہاتھ چلانے کے قابل ہو جاؤں۔ اس نے میرے ہاتھوں میں ہتھکڑی پہنائی۔ میری حویلی میں گھس کر مجھے ذلیل کیا۔ میں اپنے ہاتھوں سے اسے تڑپا تڑپا کر ماروں گا۔"

"راٹھور صاحب! میں کوشش کر رہا ہوں۔"

"میں کوشش کی بات نہیں سنتا۔ اپنے مقدر میں صرف کامیابی دیکھتا ہوں۔ تم نے کامیاب علاج نہ کیا تو میرے آدمی تمہیں جوتے مارتے ہوئے بازاروں میں لے جائیں گے۔"

میں نے ڈاکٹر کی سوچ پڑھی۔ وہ دل ہی دل میں کیلاش راٹھور کو گالیاں دے رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔ دنیا کا کوئی ڈاکٹر اسے گھنٹے دو گھنٹے میں کسی دشمن پر ہاتھ چلانے کے قابل نہیں بنا سکے گا اور سزا کے طور پر اس کے آدمی مجھے سرِعام جوتے ماریں گے' میں یہ بے عزتی برداشت نہیں کروں گا۔

ڈاکٹر یہ دیکھتا آیا تھا کہ راٹھور کیسا خردماغ ہے۔ پھر حماد کی طرف سے ملنے والی بے عزتی نے اسے زخمی درندہ بنا دیا تھا۔ وہ ایسے وقت اپنے ماتحتوں کی بھی کوئی غلطی برداشت نہیں کرتا تھا۔

ڈاکٹر بہت پہلے سے اس کا جانی دشمن تھا۔ وہ ایک لیڈی ڈاکٹر سے محبت کرتا تھا۔ اس سے شادی کرنا چاہتا تھا لیکن شادی سے پہلے کیلاش راٹھور کو وہ لیڈی ڈاکٹر پسند آ گئی تھی۔ اس کے آدمیوں نے اسے اغوا کر کے کیلاش نگر کی کوٹھی میں پہنچا دیا تھا۔ ڈاکٹر نے اس کی منت و سماجت کی۔ اس کے پیروں پر گر گیا لیکن اس پر کوئی اثر نہ ہوا جب کوئی اس کے سامنے روتا گڑگڑاتا تھا تو اسے بہت خوشی محسوس ہوتی تھی۔ اس کے ظالمانہ مزاج کو ایسا سکون' ایسی راحت ملتی تھی جیسے سارے جہان کی مسرتیں سمیٹ رہا ہو۔

جب وہ لیڈی ڈاکٹر حویلی سے باہر آئی تو بری طرح نوچی کھسوٹی ہوئی تھی۔ تقریباً نیم مردہ ہو چکی تھی۔ ڈاکٹر نے اسے گھر پہنچایا۔ اس کے ایک گھنٹے بعد اطلاع ملی کہ لیڈی ڈاکٹر نے خود کو زہریلا انجکشن لگا کر اپنی جان دے دی ہے۔

ڈاکٹر نے چور نظروں سے کیلاش راٹھور کو دیکھا۔ پھر سرنج میں زہریلی دوا بھرنے لگا۔ اب اپنی محبوبہ کی موت کا انتقام لینے کا وقت آ گیا تھا۔ جس طرح محبوبہ نے بے آبرو ہو کر بے عزتی اٹھا کر خودکشی کی تھی آج اسی طرح ڈاکٹر سرِعام جوتے کھا کر بے عزت نہیں ہونا چاہتا تھا۔ بعد میں ذلیل اور شرمسار ہو کر مرنے سے بہتر یہی ہے کہ کیلاش کو ختم کر کے اپنی جان دے دے۔

کیلاش راٹھور اپنے بستر پر نیم دراز تھا۔ ڈاکٹر نے اس کی آستین اٹھاتے ہوئے کہا "میں زود اثر انجکشن دے رہا ہوں۔ صرف دس منٹ کے اندر زخم سے اٹھنے والی ٹیسیں ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائیں گی۔"

اس نے بازو میں سوئی پیوست کی۔ سرنج کی دوا اس کے جسم میں منتقل کر کے سوئی باہر نکالی' پھر کہا "میں نے یہ انجکشن لگانے سے پہلے دو زہریلی گولیاں کھائی ہیں۔"

وہ تعجب سے بولا "کیا کہہ رہے ہو؟ کیا سچ مچ تم نے ایسا کیا ہے؟"

وہ لڑکھڑا کر اس کے پاس فرش پر گر پڑا۔ راٹھور کا ایک مسلح باڈی گارڈ اسے اٹھانے کے لئے جھکا۔ وہ خود ہی اٹھتے ہوئے بولا۔ "ہٹ جاؤ۔ مجھے ہاتھ نہ لگاؤ۔"

وہ پھر لڑکھڑاتے ہوئے راٹھور کے قریب آیا اور بولا "سنو! تم نے میری منگیتر کی عزت لوٹی تھی۔ اس نے جو زہریلا انجکشن خود کو لگا دیا تھا۔ وہی انجکشن میں نے ابھی تمہیں لگایا ہے۔"

"نہیں" وہ چیخ مار کر بستر سے اٹھا ... ڈاکٹر نے اس کے منہ پر طمانچہ مارتے ہوئے کہا "تو اسی طرح معزز ڈاکٹروں اور اعلیٰ افسروں کو تھپڑ مارتا ہے اور ان کے منہ پر تھوکتا ہے۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

یہ کہتے ہی اس نے راٹھور کے منہ پر تھوک دیا۔ اس کا باڈی گارڈ ڈاکٹر کو مارنے کے لئے آگے بڑھا اس سے پہلے ہی وہ فرش پر گر کر ٹھنڈا ہوگیا۔ کیلاش راٹھور بستر سے اٹھ کر چیختے ہوئے بولا "مجھے فورا اسپتال لے چلو۔ اس کتے نے مجھے زہریلا انجکشن لگایا ہے۔ میں مرنا نہیں چاہتا۔ مجھے فورا اسپتال....."

وہ تیزی سے باہر جاتے جاتے تکلیف کی شدت سے گر پڑا۔ اس کے حواریوں نے اسے سہارا دے کر اٹھایا۔ میں اس کے اندر کی حالت سمجھ رہا تھا۔ وہ دو گھڑی کا مہمان تھا۔ اسپتال تک پہنچایا نہیں جاسکتا تھا۔

میں نے پوچھا "سیاسی کتے' آخری لمحات میں تیری طاقت جا رہی ہے' اب فرعون بن کر دکھا!"

وہ پریشان ہو رہا تھا کہ اس کے اندر یہ آواز کیسی ہے؟ کیا آخری وقت پچھتاوا بول رہا ہے؟ نہیں نہیں۔ یہ آخری وقت نہیں ہے۔ میں بھلا کیسے مر سکتا ہوں۔ میں بے تاج اور بے تخت کا بادشاہ ہوں' ابھی میرے جینے' حکمرانی کرنے اور عیاشی کرنے کے دن ہیں۔

یہ سوچتے سوچتے اس نے ایک ہچکی لی۔ وہ آخری ہچکی تھی۔ اس کے ساتھ ہی وہ ہمیشہ کے لئے ساکت ہوگیا۔

پاکستان میں "را" تنظیم اور یہودیوں کی "موساد" تنظیم سے تعلق رکھنے والے جتنے بے ضمیر مسلمان تھے میں نے ان کے متعلق تفصیل سے یہاں کے ایماندار اور فرض شناس افسروں اور عہدے داروں کو بتا دیا تھا۔ ان سے کہہ دیا تھا کہ کچھ روز کے لئے پاکستان سے باہر جا رہا ہوں۔ وہ ان وطن دشمن عناصر پر صرف نظر رکھیں ان کے ذریعے غیر ملکی ایجنٹوں کو گرفتار کرتے رہیں۔ میں بہت جلد پھر پاکستان آؤں گا۔

میں نے متعلقہ عہدے داروں کے ذریعے اپنے اور پارس کے لئے نئے شناختی کارڈز' پاسپورٹس اور پریس رپورٹرز کی حیثیت سے ضروری کاغذات چند گھنٹوں میں بنوا لئے۔ ان عہدے داروں نے ٹیلیفون کے ذریعے افغانستان کی عبوری حکومت کے عہدے داروں کو اطلاع دی کہ ارسلان اور حماد نامی دو صحافی آ رہے ہیں۔ وہاں ان دونوں کی آمد و رفت کے لئے سہولتیں فراہم کی جائیں۔

دوسری صبح پشاور میں پارس سے میری ملاقات ہوئی۔ وہاں ایک بھارتی جاسوس جو مسلمان بن کر رہتا تھا' اس نے حماد (پارس) کے نام سے پاکستانی پاسپورٹ اور دیگر ضروری کاغذات بنائے تھے۔ اس نے پارس کو ایک مکان کا پتا دیا تھا۔ وہاں ہم باپ بیٹے گئے۔ اس مکان میں تین افراد تھے۔ انہوں نے پارس کے ساتھ مجھے دیکھ کر پوچھا "مسٹر حماد! یہ کون ہے؟"

پارس نے کہا "یہ میرا نیا دوست ہے۔ آج ہی ملاقات ہوئی ہے۔ اگلی منزلوں میں یہ میرا ہم سفر ہوگا۔ تم بتاؤ پاسپورٹ اور کاغذات تیار ہیں؟"

دوسرے شخص نے اسے پاسپورٹ اور کاغذات دیتے ہوئے کہا "تمہیں کسی اجنبی کے ساتھ یہاں نہیں آنا چاہئے تھا۔"

پارس نے پاسپورٹ دیکھتے ہوئے کہا "یہ تو جعلی پاسپورٹ ہے میری تصویریں بھی نہیں ہیں۔"

تیسرے شخص نے کہا "ہمیں بتایا گیا تھا کہ تم اپنی تصویریں لے کر آ رہے ہو۔"

"ہاں۔ وہ تصویریں میں لایا تھا۔ انہیں میں نے اس پاسپورٹ اور کاغذات میں لگا دیا۔ جو میرے اس دوست ارسلان نے میرے لئے بنائے ہیں۔"

"جب تمہارا رابطہ اپنے دوست سے تھا تو ہمیں پریشان کیوں کیا؟"

"یہ معلوم کرنے کے لئے کہ تم لوگ کون ہو۔ یہاں کس حیثیت سے رہتے ہو اور ایسے کیا ذرائع ہیں کہ جعلی کام کرتے ہو۔ ہندو ہو مگر کبھی گرفتار نہیں ہوتے۔"

وہ تینوں پریشان ہوگئے' ایک نے پوچھا "تم کون ہو؟"

"میں حماد نہیں ہوں۔ ایک معمولی سا پاکستانی ہوں۔ اب بتاؤ جیل جاؤ گے یا یہیں مرنا پسند کرو گے۔"

ایک نے فوراً ہی پستول نکال لیا پھر کہا "تم ہمارے خلاف کوئی جرم ثابت نہیں کر سکو گے۔"

میں نے کہا "تمہارا اسلامی نام تراب خان ہے اور پیدائشی ہندو نام رگھو ویر ہے۔"

وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ میں نے باقی دونوں اشخاص کے بھی اصل اور فرضی نام بتائے پھر کہا "تم لوگ ایک ناکام سیاست داں کے رشتے دار بن کر یہاں رہتے ہو۔ وہ سیاست دان اپنے کھیتوں سے تیار ہونے والی چرس اور ہیروئن تمہارے تعاون سے ہندوستان بھیجتا ہے اور اس کے عوض یہاں تمہیں تحفظ ن... ہے۔"

ایک نے ڈھٹائی سے کہا "تم اگرچہ بہت گہرے ہو۔ ہمارے بارے میں بہت کچھ جانتے ہو۔ اس کے باوجود ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے۔"

دوسرے نے پستول سے نشانہ لیتے ہوئے کہا "اس کی دا... گولیاں تم دونوں کی زبانیں ہمیشہ کے لئے بند کر دیں گی۔"

اس نے بات ختم کرتے ہی اپنے پستول کو میری طرف اچھال دیا۔ میں نے اسے کیچ کر کے تینوں کو نشانے پر رکھا۔ ایک نے پستول پھینکنے والے ساتھی سے غصے میں کہا "یہ کیا بے وقوفی کی ہے تم نے؟"

وہ پریشان ہو کر بولا "میں نے بے اختیار ایسا کیا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا' میرے دماغ کو کیا ہوگیا تھا۔"

میں نے کہا "تمہارا دماغ ہمارے ملک کو کمزور بنانے کے... ہوا میں اڑ رہا تھا۔ اب تم اس دنیا سے اڑ جاؤ۔"

یہ کہتے ہی میں نے اسے گولی مار دی۔ وہ دونوں اپنے ساتھی کو دم توڑتے دیکھ کر سہم گئے تھے۔ پیچھے ہٹ کر دیوار سے لگ گئے تھے۔ پارس نے کہا "تم لوگوں کے خلاف واقعی کوئی ثبوت نہیں ہے۔ تم پکے پاکستانی بنے ہوئے ہو۔ قانونی گرفت میں نہیں آؤ گے اور وہ تمہارا سیاست دان بھی تمہیں کبھی گرفتار نہیں ہونے دے گا۔ کسی نہ کسی داؤ پیچ سے بچا لے گا۔ ان حالات میں ہم تمہارے جیسے آستین کے سانپوں کو فوراً ہی کچل دیتے ہیں۔"

میں نے کہا "تمہیں یہاں سے جانے کا ذرا بھی موقع ملے گا تو تم را تنظیم کو حماد کی اصلیت بتا دو گے اور ایسا نہیں ہونا چاہئے۔"

میں نے دونوں کو جہنم کی طرف روانہ کر دیا۔ خیال خوانی کے ذریعے آئی جی کو اس سیاست داں کا نام بتا دیا۔ جن ذرائع سے چرس اور ہیروئن اسمگل ہوتی تھی ان کی تفصیلات بتائیں۔ پھر کہا۔ "آپ آپ اپنے طور پر اسے قانونی گرفت میں لیں۔ میں جا رہا ہوں۔ انشاء اللہ جلد ہی واپس آؤں گا۔"

ہم وہاں سے روانہ ہوگئے۔ پارس نے کہا "پاپا! اب مزہ آئے گا۔ آپ پشتو اور فارسی نہیں جانتے ہیں اور افغانستان میں یہی دو زبانیں زیادہ بولی جاتی ہیں۔ انگریزی کوئی کوئی جانتا ہے۔ ایسے میں آپ کی ٹیلی پیتھی کام نہیں آئے گی۔"

"بیٹے! افغانی باشندے اپنے روایتی لباس اور رکھ رکھاؤ کے باعث ناخواندہ اور پسماندہ دکھائی دیتے ہیں۔ ورنہ روس جیسے سپرپاور کو شکست دینے والے اور مغربی ممالک سے رابطہ رکھنے والے افغان مجاہدین انگریزی سمجھتے بھی ہیں اور بولتے بھی ہیں۔ پھر یہ کہ میں وہاں قیام نہیں کروں گا۔ تمہاری ماما (سونیا) ازبکستان میں ہے۔ میں ادھر نکل جاؤں گا۔"

اس وقت افغانستان میں ایسے افغان باشندوں کی بھی تعداد خاصی تھی جو اردو سمجھنے اور بولنے لگے تھے کیونکہ یہ افغانی چودہ برس تک ہمارے مہمان رہ چکے ہیں۔ ماضی میں ہندوستان سے ان کے تعلقات گہرے تھے اس طرح وہ آج بھی ہندی اردو سمجھ لیتے تھے۔

ہر پاکستانی کا فرض ہے کہ وہ افغانستان کی تاریخ کو پڑھنے اور اس کے موجودہ حالات کو سمجھنے کی کوشش کرتا رہے کیونکہ اس پڑوسی ملک میں جو اچھا یا برا ہوگا اس کا اثر پاکستان پر ہوتا رہے گا۔

جن دنوں روس نے افغانستان پر قبضہ جمایا تھا۔ ان دنوں یہ خطرہ درپیش تھا کہ روس اس کے بعد پاکستان پر چڑھ دوڑے گا۔ ایسے آزمائشی دور میں پاکستان نے تیس لاکھ افغانی عورتوں' بچوں اور بوڑھوں کو پناہ اور تحفظ دے کر افغان مجاہدین کو بے فکری سے جنگ لڑنے اور جیتنے کا موقع دیا۔ انہیں یہ صدمہ اٹھانے نہیں دیا کہ ان کی عورتیں بچے اور بزرگ مارے جائیں گے۔ آج وہ جنگ جیت کر اپنے خاندانی افراد کو صحیح سلامت اپنے ملک واپس لے جا رہے ہیں۔

لیکن ابھی خطرات باقی ہیں۔ جب تک افغان مجاہدین کے مختلف گروہ آپس میں اقتدار کے لئے لڑتے رہیں گے' ان کی عورتوں کو پھر وہی جان و مال' عزت اور آبرو کے لٹ جانے کا خطرہ رہے گا جو روسی تسلط کے دور میں تھا۔

اور یوں افغان مہاجرین اب بھی واپس جانے میں تامل اور تاخیر کریں گے اور ہماری معیشت کے لئے بدستور مسئلہ بنے رہیں گے۔ میں اپنی داستان میں سیاست اور تاریخ پیش نہیں کرنا چاہتا لیکن آگے چل کر جو دلچسپ اور تجسس انگیز واقعات آپ پڑھنے والے ہیں انہیں پیش کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ آپ یہ معلوم کرلیں کہ وہاں آپس میں لڑائیاں کیوں ہو رہی ہیں؟

ایسی لڑائیاں ہر ملک کے اندر ہوتی ہیں۔ ہمارے پاکستان میں بھی جاری ہیں۔ یعنی زبان اور قومیت کا جھگڑا۔ اپنی نسلی اور قبائلی برتری جتانے کی ضد۔ افغانستان کے مغربی صوبوں اور شہروں میں فارسی زبان بولی جاتی ہے کیونکہ یہ علاقے ایران سے قریب تر ہیں۔ یہ زبان رفتہ رفتہ پورے افغانستان میں سمجھی اور بولی جانے لگی ہے۔ یہ وہاں کی پشتو زبان کے مقابل ہے۔

بہرحال ایسے ہی حالات میں ہم باپ بیٹے اس ملک کی سرحد کے قریب میران شاہ پہنچ گئے۔ اس شہر میں پاک افغان کی بڑی بڑی تنظیموں کے دفاتر اور اسلحہ کے ذخائر ہیں۔ اسے جنگی ہیڈ کوارٹر کہا جاسکتا ہے کیونکہ روس سے لڑی جانے والی چودہ سالہ جنگ کو اسی شہر سے کنٹرول کیا جاتا تھا۔

آج بھی جس طرح دکانوں میں کھانے پینے اور روزمرہ ضروریات کی چیزیں ملتی ہیں اسی طرح کلاشنکوف' مشین گنیں' ٹی ٹی اور دوسرے آتشیں اسلحہ اور ان کی گولیاں کھلے عام یہاں سے خریدی جاسکتی ہیں۔ یہاں ہماری ملاقات جلال شاہ سے ہوئی۔ پاک افغان رابطہ کا جو شعبہ ہے' جلال شاہ اس شعبے کا ایک خاص آدمی تھا اور ہمارے لئے گائیڈ مقرر کیا گیا تھا۔

ہم کسی بھی ملک میں گائیڈ کے بغیر جاتے ہیں لیکن یہ اسلامی ملک ہونے کے باوجود کوئی اجنبی مسلمان محفوظ نہیں رہ سکتا تھا۔ اگر ہم ایک قبیلے کے علاقے سے گزرتے تو وہ ہمیں دوسرے قبیلے کا جاسوس یا تخریب کار سمجھ لیتا۔

پھر سب سے بڑی خرابی یہ تھی کہ ایک عام آدمی کے پاس بھی اسلحہ ہوتا تھا۔ ان میں پتا نہیں کون بدنیت ہوتا۔ ہم سے رقم چھیننے کے لئے گولی چلا دیتا۔ ایسے میں جلال شاہ جیسا گائیڈ دور سے صلح کی جھنڈی کی طرح اشارہ کرتا تھا اور بولتا تھا "پہلے محاسبہ کرو۔ اس کے بعد اطمینان نہ ہو تب گولی چلاؤ۔"

ہم وہاں سے غلام خان کی طرف چلے۔ غلام خان ایک گاؤں کا نام ہے۔ پتا نہیں ایسا نام کیوں رکھا گیا جبکہ خان کسی کے غلام نہیں ہوتے۔ وہ زبردست خان ہوتے ہیں یا محبت خان ہوتے ہیں۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

وہاں دو چھوٹے چھوٹے کھونٹوں سے ایک رسّی بندھی ہوئی دکھائی دی۔ ہمیں بتایا گیا کہ یہ پاکستان اور افغانستان کی سرحد ہے۔

میں نے دنیا کے کتنے ہی ملکوں کی سرحدیں دیکھی ہیں۔ کہیں تار کانٹوں سے سرحدی لائن بنائی گئی ہے۔ کہیں دو ملکوں کے درمیان دیواریں اٹھادی گئی ہیں۔ اگر آپس میں اچھے تعلقات ہوں تو تار کانٹوں' توپوں اور بندوقوں کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ایک رسی سے کام چل جاتا ہے اور قرآنی حکم کی تعمیل ہوتی ہے کہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑو۔ وہ سرحدی رسی ثبوت تھا کہ دونوں ملکوں کے مسلمانوں نے رسّی کو مضبوطی سے پکڑا ہوا ہے۔

ہم نے گاؤں غلام خان میں داخل ہوتے ہی اُن شہدا کا قبرستان دیکھا جو چودہ برس تک جنگ لڑتے رہنے کے دوران شہید ہوتے رہے تھے۔ اس گاؤں کے ایک حصے میں اسلحہ کا بھی قبرستان ہے جہاں استعمال شدہ طیارہ شکن میزائلوں کا انبار لگا ہوا تھا۔ راکٹ لانچر' بڑے بڑے اسکڈ میزائل' ٹینک' بکتر بند گاڑیاں اور ہیلی کاپٹر وغیرہ کے ڈھانچے پڑے ہوئے تھے۔ وہاں دور تک اتنا فولاد بکھرا ہوا تھا کہ ایک فولاد کا کارخانہ تیار ہو سکتا تھا۔

اس گاؤں میں شام ہو گئی۔ گائیڈ نے کہا "رات کو سفر کرنے میں خطرہ ہے۔ بہتر ہے رات یہاں گزاری جائے۔"

پارس نے کہا "مسٹر جلال شاہ! تم نے کہا تھا یہاں اجنبیوں کو دیکھ کر سوال جواب سے پہلے گولی نہیں چلائی جاتی ہے' پھر خطرہ کیسا؟"

اس نے جواب دیا "یہاں سے خوست کے مشرقی علاقوں تک جس قبیلے کے لوگ آباد ہیں۔ ان کا پیشہ ڈکیتی اور رہزنی ہے۔ ان میں شرفاء اور امن پسند لوگ بھی ہیں لیکن رات کی تاریکی میں ڈاکو ہی ملیں گے۔"

گاؤں کے سرے پر لکڑی کا ایک کاٹیج تھا۔ ہم نے وہاں قیام کیا۔ کہیں کاٹیج سے ذرا فاصلے پر ایک نالہ بہہ رہا تھا۔ میں نے اس نالے کے پانی میں دو گاڑیوں کو آتے جاتے دیکھا۔ اپنے گائیڈ سے پوچھا "یہ گاڑیاں نالے سے کیوں گزر رہی ہیں؟"

اس نے کہا "یہاں سے خوست تک کوئی کچی یا پکی سڑک نہیں ہے۔ پہاڑی علاقے میں یہی ایک نالہ ہے جس میں آمدورفت جاری رہتی ہے۔"

ایک قبیلے کے سردار نے ہمیں رات کے کھانے پر مدعو کیا تھا۔ گائیڈ جلال شاہ نے کہا "میں نے آپ دونوں کی طرف سے دعوت قبول کرلی ہے حالانکہ یہ سردار طرم خان کوئی اچھا شخص نہیں ہے۔ آپ کو اس ملک میں ایسے مجاہدین بھی ملیں گے جنہوں نے جہاد میں کبھی حصہ نہیں لیا۔ جنگ کے دوران بھاگ کر پاکستان یا ایران چلے گئے۔ اب یہاں واپس آکر فخر سے کہتے ہیں کہ انہوں نے روسیوں کو مار بھگایا ہے۔"

شہر میں کتنی ہی رات گزرے' ویرانی کا احساس نہیں ہوتا لیکن وہاں رات کا اندھیرا پھیلتے ہی یوں لگا جیسے آدھی رات ہو گئی ہے۔ دور تک گہرا سناٹا اور گہری تاریکی تھی۔ ہماری رہائش گاہ کے باہر کسی انسانی وجود کا پتا نہیں چلتا تھا۔ جنہیں دن کی روشنی میں دیکھا تھا' وہ اندھیروں میں گم ہو گئے تھے۔

جلال شاہ نے طرم خان کی دعوت اس لئے قبول کرلی تھی کہ اس ملک کے موجودہ حالات میں کسی کی مخالفت مول لینا اچھی بات نہیں تھی۔ رات کے آٹھ بجے ہم جلال شاہ کے ساتھ رہائش گاہ سے نکلے۔ باہر دور دور مکانوں میں لالٹین یا چراغوں کی روشنیاں جھلک رہی تھیں۔ ہم تینوں کے پاس ٹارچ اور بھری ہوئی گنیں تھیں۔ پریس رپورٹر ہونے کی حیثیت سے ایک کیمرا اور ننھا سا کیسٹ ریکارڈر بھی تھا۔

دراصل طرم خاں نے اسی لئے مدعو کیا تھا کہ ہم مجاہدین کے کمانڈر کی حیثیت سے اس کی تصویریں اتاریں گے اور اس کا انٹرویو ریکارڈ کریں گے۔ نالے کے اُس پار ایک شکستہ سی حویلی میں اس کی رہائش تھی۔ حویلی کے باہر دو بڑے ٹرک اور دوسری گاڑیاں تھیں۔ چند مسلح افراد ہمارے استقبال کے لئے باادب کھڑے ہوئے تھے۔ طرم خاں نے دروازے سے باہر آکر ہمارا استقبال کیا۔ بڑی گرم جوشی سے مصافحہ کرتے ہوئے بولا "خوش آمدید پاکستانی برادر خوش آمدید! آپ پشتو جانتے ہیں یا فارسی یا ہم انگریزی میں گفتگو کریں؟"

جلال شاہ نے کہا "انگریزی مناسب رہے گی۔"

وہ انگریزی بولتے ہوئے ہمیں حویلی کے ایک بڑے صحن میں لے آیا۔ وہاں فرشی نشست کے لئے دریوں پر چاندنی بچھی ہوئی تھی۔ دسترخوان پر انواع واقسام کے کھانے چنے ہوئے تھے۔ ان کی خوشبو اشتہا انگیز تھی.... دسترخوان کے اطراف رنگ برنگے ملبوسات میں کنیزیں کھڑی ہوئی تھیں۔ ان کے ہاتھوں میں مور کے پروں کے بڑے بڑے پنکھے تھے۔ وہ ہمیں پنکھا جھلنے اور ایک بھوک ختم ہونے کے بعد دوسری بھوک بڑھانے کے لئے مامور کی گئی تھیں۔

طرم خاں نے ایک مکمل الف لیلوی شاہانہ ماحول پیدا کیا تھا۔ اس نے پارس سے پوچھا "کیا یہ ماحول پسند آیا؟"

پارس نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "یہ میرے بزرگ ہیں' پسندیدگی ظاہر کروں گا تو طمانچہ ماریں گے اور خود پسند کرنے کی راہ نکالیں گے۔"

میں نے مسکرا کر کہا "طرم خان صاحب! میری عمر حماد سے کچھ زیادہ ہے۔ اس لئے یہ مجھے بزرگ کہتا ہے۔ بھلا ایسے ماحول میں کوئی بزرگ رہتا ہے۔"

پارس نے کہا "بزرگ نہیں رہ پاتا۔ فوراً جوان ہو جاتا ہے۔"

طرم خاں نے ہنستے ہوئے کہا "یہ مسٹر حماد بڑے زندہ دل ہیں۔ ویسے میں نے آپ لوگوں کی خدمت کے لئے کنیزیں اس لئے رکھی ہیں کہ آپ کو اس ملک میں عورتیں شاید ہی کہیں نظر آئیں گی۔"

پارس نے کہا "آپ بہت باذوق ہیں۔ آپ نے اس خشک زمین پر ان کنیزوں کو خشک میوے کی طرح پیدا کیا ہے۔"

وہ مجاہد اور غازی کہلانے کے لئے عورتوں کی رشوت پیش کر رہا تھا۔ کھانے کے دوران کہہ رہا تھا "خوب سیر ہو کر کھاؤ برادر! کوئی چیز کم ہو تو بتاؤ۔ ابھی پوری ہو جائے گی' بولو کمی ہے؟"

پارس نے پھر میری طرف اشارہ کرکے کہا "مسٹر ارسلان کو میں اپنا باپ سمجھتا ہوں۔ یہاں صرف ماں کی کمی ہے۔"

میں نے اسے گھور کر دیکھا۔ طرم خاں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "بھئی بڑے زندہ دل ہو۔ میری طرف سے اجازت ہے جسے چاہے اپنی ماں بنالو۔"

پھر اس نے مجھ سے پوچھا "کیوں مسٹر ارسلان! ان حسیناؤں میں سے کون سی پسند ہے؟"

میں نے کہا "میں علم نجوم جانتا ہوں۔ میرا علم کہتا ہے' ان میں سے جس کا نام توبہ خانم ہے وہی مجھے پسند آئے گی۔"

اسے اچانک ٹھسکا لگا۔ منہ کے اندر سے لقمہ باہر نکل پڑا۔ اسے کھانستے دیکھ کر ایک کنیز نے پانی کا گلاس بڑھایا۔ وہ پانی پینے کے دوران چور نظروں سے مجھے دیکھتے ہوئے سوچ رہا تھا "یہ اجنبی مہمان توبہ خانم کے متعلق کیسے جانتا ہے! نہیں' یہ شاید کچھ نہیں جانتا۔ اس کے علم نے صرف اتنا بتادیا ہوگا کہ کسی توبہ خانم نامی خاتون سے رشتہ کرنا چاہئے۔ میں خواہ مخواہ گھبرا رہا ہوں۔"

وہ پانی پینے کے بعد گہری سانس لیتے ہوئے بولا "سوری' کھانے میں روغن زیادہ ہونے سے مجھے کھانسی ہونے لگتی ہے۔"

پارس نے پوچھا "معزز میزبان! رشتے کی بات کریں۔ ان میں سے کوئی توبہ خانم ہے؟"

وہ بولا "مجھے افسوس ہے ان میں سے کسی کا یہ نام نہیں ہے۔"

پارس سمجھ گیا تھا کہ میں نے میزبان کے چور خیالات میں کسی توبہ خانم کو پڑھا ہے۔ اس نے کہا "لیکن مسٹر ارسلان کا علم کبھی جھوٹ نہیں بولتا ہے۔ ستاروں کی چال بتاتی ہے کہ جب عطارد ایک قدم آگے بڑھ کر مشتری پر غالب آئے گا اور مشتری کو بخار آئے گا تو وہ خوبصورت توبہ خانم بن کر اس حویلی میں آکر ہم سے ملے گی۔"

طرم خاں پھر کچھ پریشان ہوا اور بولا "میں ستاروں کی چال نہیں سمجھتا لیکن سنا ہے ستاروں کی چال بھی غلط ہو جاتی ہے۔ کوئی مشتری میری حویلی میں توبہ خانم بن کر نہیں آئی ہے۔"

پھر وہ ہنستے ہوئے بولا "ویسے یہ کیا فضول سی بات نکل پڑی ہے۔ آپ میرا انٹرویو کریں۔ تصویریں اتاریں۔ آپ کے اخبار کے ذریعے دنیا والوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ میں چودہ برس تک اپنے ملک میں دشمنوں سے لڑتا رہا ہوں۔"

پارس نے کہا "مولانا جلال الدین حقانی' احمد شاہ مسعود اور گلبدین حکمت یار جیسے مجاہدین کے نام ساری دنیا جانتی ہے۔ یہ غازی دشمن کو ملک سے بھگانے کے لئے آگ اور خون کے دریا سے گزرتے رہے لیکن کسی نے طرم خان مجاہد کا نام نہیں سنا ہے۔ آپ آج تک منظر عام پر کیوں نہیں آئے۔"

وہ بولا "اس لئے کہ دوسرے مجاہدین کے گروہوں سے میرا سیاسی نظریاتی جھگڑا ہے۔ انہوں نے ایک دوسرے سے مل کر مصالحتی کونسل بنائی۔ اس میں مجھے شریک نہیں کیا۔ اس کونسل کے فارمولے کے مطابق یہاں عبوری حکومت قائم کی اس حکومت میں بھی مجھے کوئی عہدہ نہیں دیا لیکن میں نادان بچہ نہیں ہوں۔ ایسی سیاسی چالیں چلوں گا کہ وہ مجھے حکومت میں شامل کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔"

میں نے کہا "حکومت ذہانت سے یا قوتِ بازو سے حاصل ہوتی ہے۔ جس کے پاس یہ دو خوبیاں نہیں ہوتیں' وہ بڑے ملکوں کے ایجنٹ یا دلّال بن کر حکومت میں اپنے لئے جگہ بناتے ہیں۔"

طرم خاں کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ تیور بدل گئے۔ اس نے پوچھا۔ "تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"یہی کہ امریکا بظاہر افغانستان کے معاملے میں خاص دلچسپی نہیں لے رہا ہے۔ مگر عقل کہتی ہے کہ جس امریکا نے روس کو یہاں سے بھگانے کے لئے اربوں ڈالر خرچ کئے' کیا وہ اپنے ڈالر سود سمیت وصول نہیں کرے گا؟"

یہ کہتے ہی میں طرم خاں کے دماغ پر حاوی ہو گیا۔ وہ میری مرضی کے مطابق بولا "درست کہتے ہو برادر! امریکا اور دوسرے مغربی ممالک چاہتے ہیں یہاں اسلامی نظام رائج نہ ہو۔ چودہ برس پہلے یہاں جو مغربی بے حیائی تھی وہ بدستور رہے اور افغانستان سپر پاور کے سائے میں ہمسایہ مسلم ممالک سے اتحاد نہ رکھے۔ یوں ایران' عراق' شام' لبنان اور عرب ممالک کی طرح مسلمان ایک دوسرے کی مخالفت کرتے رہیں۔"

وہ بولا "مختصر یہ کہ میں مغربی ممالک کا دلّال ہوں۔ میں نے بے حیائی کی ابتدا کرتے ہوئے کابل کی عبوری حکومت کے ایک عہدے دار کی بہن توبہ خانم کو اغوا کرایا ہے۔"

گائیڈ جلال شاہ نے غصے سے کہا "شرم سے مر جاؤ۔ تمہارے ہی قبیلے کا وہ مجاہد منّان کوچی کتنا عظیم اور غیرت مند تھا۔ اس کا نام سن کر روسی سپاہی خوف زدہ ہوتے تھے۔ اس کا نشانہ کبھی خطا نہیں ہوتا تھا۔ اس نے اسٹنگر میزائل سے تنہا ستره روسی طیارے گرائے تھے۔ اور تم اپنے ہم وطنوں کو مغربی ملکوں کی جھولی میں گرانے آئے ہو؟"

میں نے اس کے دماغ کو ڈھیل دی' وہ پریشان ہو کر بولا "چا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

نہیں ابھی میں کیا بکواس کر رہا تھا۔"

پارس نے کہا "بکواس نہیں کر رہے تھے۔ تم نے ایک مجاہد کی بہن توبہ خانم کو اغوا کرایا ہے۔ بتاؤ اسے کہاں چھپایا ہے؟"

وہ غصے سے بولا "میں اب تک مہمان سمجھ کر لحاظ کر رہا ہوں اور تم لوگ مجھے اغوا کا مجرم بنا رہے ہو۔ اپنے چاروں طرف دیکھو۔ میرے مسلح گارڈز ایک اشارے پر تم تینوں کو چھلنی کر دیں گے۔"

میں نے اس کی زبان سے اس کے ایک گارڈ کو مخاطب کیا جو انگریزی جانتا تھا۔ اس نے الرٹ ہو کر کہا "یس ماسٹر!"

میں اس گارڈ کے اندر پہنچ گیا۔ اس نے فوراً ہی اپنی گن سیدھی کی اور تڑاتڑ فائرنگ شروع کر دی۔ کتنے ہی مسلح گارڈز نشانہ بنتے ہوئے گرنے لگے۔ کچھ وہاں سے بھاگ کر ستونوں کے پیچھے چھپنے لگے کیونکہ وہ آقا کے حکم کے بغیر جوابی فائرنگ نہیں کر سکتے تھے۔ کنیزیں چیختی چلاتی چھپنے کی کوشش میں گرتی پڑتی بھاگی جا رہی تھیں۔

چند سیکنڈ میں چھ لاشیں گر چکی تھیں۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ گائیڈ جلال شاہ کو میری خیال خوانی کا علم ہو۔ میں نے فائرنگ کرنے والے گارڈ کی گن کا رخ طرم خاں کی طرف پھیر کر اُس کی زبان سے کہا "ماسٹر! تم ماسٹر نہیں بے غیرت دلال ہو۔ دیکھو میں نے ایک برسٹ میں تمہارے کتنے آدمیوں کو جہنم میں پہنچایا ہے۔ کیا تم بھی وہاں جانا چاہتے ہو؟"

وہ سہم کر بولا "گل احمد! یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ تم تو میرے اپنے ہو۔ میرے دستِ راست، میرے رازدار ہو اور تم....."

گل احمد نے بات کاٹ کر کہا "اب میں تمہارا کوئی نہیں ہوں۔ میرا ضمیر بیدار ہو گیا ہے۔ چلو اٹھو اور توبہ خانم کو مہمانوں کے حوالے کر دو۔"

وہ بے بسی سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ میں جانتا تھا وہ ستونوں کے پیچھے چھپنے والے محافظوں کو گل احمد پر فائرنگ کرنے کا حکم دے گا۔ میں نے اس کی زبان سے محافظوں کو ڈانٹ کر کہا "گدھوں کی طرح منہ تک رہے ہو۔ ہتھیار پھینک دو ورنہ گل احمد مجھے گولی مار دے گا۔"

انہوں نے حکم سنتے ہی ہتھیار پھینک دیئے۔ گائیڈ جلال شاہ نے گل احمد کے پاس آ کر اس کے شانے کو تھپک کر کہا "شاباش! تم غیرت مند اور محبِ وطن ہو۔ طرم خاں کو ادھر لے چلو جہاں توبہ خانم کو قید کیا ہے۔"

گل احمد پہلے تو حیران ہوا تھا کہ اچانک غیرت مند کیسے بن گیا ہے لیکن جب اپنے ہاتھوں سے مرنے والے چھ محافظوں کو مرتے دیکھا اور اپنے آقا کے غضبناک ہونے اور سزائے موت پانے کا خیال آیا تو اس نے حرام موت مرنے کے مقابلے میں بدستور غیرت مند اور باضمیر رہنے کا فیصلہ کر لیا۔ اس نے کہا "میں جانتا ہوں اس بے چاری کو حویلی کے پیچھے ایک کمرے میں بند کیا گیا ہے۔ اس کمرے کی چابی اس بے غیرت کے پاس ہے۔"

اس نے طرم خاں کو نشانے پر رکھ کر حکم دیا "چلو۔"

وہ آگے آگے چلتے ہوئے بولا "میرے سیاسی منصوبوں کو خاک میں نہ ملاؤ۔ میں توبہ خانم کو یرغمال بنا کر مجاہدین کے دو گروہوں کو اپنے قابو میں کر سکتا ہوں۔ وہ دونوں گروہ مجھے اقتدار میں شامل کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔"

پارس نے پوچھا "دو گروہ کیسے مجبور ہو جائیں گے؟"

"ایک تو اس لئے کہ یہ خاتون ایک عہدے دار کی بہن ہے۔ ہم نے اس عہدے دار کو پیغام پہنچا دیا ہے کہ وہ اپنی بہن کی گمشدگی کی تشہیر نہ کرے، اگر وہ ایک معاہدے پر دستخط کرے گا تو خاموشی سے اس کی بہن کو واپس اس کے حجرے میں پہنچا دیا جائے گا۔"

"دوسرے گروہ سے خاتون کا کیا تعلق ہے؟"

"وہ خاتون اس قبیلے کے سردار کی بیوہ بہو ہے۔"

"بیوہ بہو!"

"ہاں، وہ اس قبیلے میں ایک دن کے لئے بہو بن کر گئی تھی۔ اسی رات روسی طیاروں کی بمباری کے دوران اس کا شوہر ہلاک ہو گیا۔ اب یہ بیوہ اس قبیلے کی غیرت بن گئی ہے۔ وہ غیرت مند بھی خاموشی سے اپنی بہو کی واپسی چاہتے ہیں۔ وہ بھی ایک معاہدے پر دستخط کرنے کل یہاں آئیں گے۔"

ہم گفتگو کرتے ہوئے حویلی کے ایک دور افتادہ حصے میں جا رہے تھے۔ جو پہرے دار سامنے آتے تھے وہ اپنے آقا کو حراست میں دیکھ کر ہتھیار ڈال دیتے تھے، پارس نے پوچھا "وہ ایسا کیا معاہدہ ہے کہ جس پر دستخط کرنے کے بعد مصالحتی کونسل قائم کرنے والی جماعتیں تمہارے سامنے مجبور ہو جائیں گی۔ وہ توبہ خانم کو واپس حاصل کرنے کی بعد معاہدے کے ساتھ تمہیں بھی جہنم میں پہنچا سکتی ہیں۔"

وہ بولا "برادر حماد! تم اور برادر ارسلان ساتھ دو گے تو میں جلد ہی اقتدار میں شریک ہو جاؤں گا۔ کوئی اس معاہدے سے انکار نہیں کر سکے گا۔ اس معاہدے کے پیچھے ایک بہت بڑے ملک کا ہاتھ ہے اور اس معاہدے کی تحریر میں ایسے سیاسی داؤ پیچ ہیں کہ دستخط کرنے والی دونوں پارٹیاں اپنے عہد و پیمان سے انکار نہیں کر سکیں گی۔"

وہ ایک کمرے کے دروازے کے سامنے رک گیا، پھر بولا "اس دروازے کے پیچھے قید ہے۔ اس دروازے کو کھول کر اسے لے جانے سے پہلے سوچ لو۔ فیصلہ بدل دو، اور فیصلہ بدلنے کی قیمت لاکھوں ڈالر میں بتاؤ۔ میری بات نہیں مانو گے تو حویلی کے باہر جا کر پچھتاؤ گے تم تینوں کو اور گل احمد کو بھی کہیں امان نہیں ملے گی۔ یہاں سے کابل تک ہر قدم پر موت ملے گی۔"

پارس نے اس سے چابی چھین کر قفل کو کھولا۔ پھر دروازہ کو کھول کر دیکھا۔ وہ ایک مسند پر بیٹھی ہوئی تھی۔ کیا غضب کا حسن و شباب تھا۔ رعبِ حسن سے مالکۂ عالم دکھائی دیتی تھی۔ لفظ "بیوہ" سے خیال آیا تھا کہ عمر رسیدہ ہو گی لیکن وہ نوخیز تھی۔ یاد آیا کہ شادی کے بعد وہ سہاگ کی سیج پر تھی اور شوہر اس سے پچاس گز کے فاصلے پر ایک محاذ سے رات گزارنے آ رہا تھا۔ تب ہی روسی طیارے حملہ کرتے ہوئے گزرے اور اس کا سہاگ چھین کر لے گئے۔

ان حالات میں کنواری رہ جانے والی دلہن معصوم اور مظلوم ہوتی ہے۔ لیکن وہ چہرے سے معصوم نہیں زخمی شیرنی دکھائی دیتی تھی۔ اس نے غرا کر طرم خاں کو گھورتے ہوئے کہا "خنزیر کے بچے! دشمنوں کے دلال! یہ کن دلالوں کو اپنے ساتھ لایا ہے؟"

گائیڈ جلال شاہ نے کہا "ہمشیرہ! ہمیں غلط نہ سمجھو۔ ہم تمہاری رہائی کے لئے اسے گن پوائنٹ پر لائے ہیں۔"

اس نے مسند سے اٹھتے ہوئے توجہ سے دیکھا تو سمجھ میں آیا۔ گل احمد نے اپنے آقا کو گن پوائنٹ پر رکھا تھا۔ جلال شاہ نے میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا "یہ مسٹر ارسلان ہیں اور یہ مسٹر حماد! پاکستانی صحافی ہیں، ہماری مقامی زبان نہیں سمجھتے ہیں۔"

وہ انگریزی میں بولی "یہ شیطان کیسے قابو میں آ گیا؟"

"خانم! یہ مسٹر ارسلان ماہر نجومی ہیں۔ انہوں نے اپنے علم سے معلوم کیا تھا کہ تم یہاں قید ہو۔"

وہ مجھے حیرانی سے دیکھتے ہوئے بولی "تعجب ہے۔ علمِ نجوم سے مجرمانہ سرگرمیوں کا پتا چل جاتا ہے؟"

میں نے کہا "اس علم میں مہارت حاصل ہو تو بہت سی معلومات حاصل ہو جاتی ہیں۔ تم دیکھ رہی ہو کہ ہم نے اسے کس طرح قابو میں کیا ہے۔"

اس نے پوچھا "کیا ہم یہاں سے بخیریت نکل سکیں گے؟"

"میرا علم کہتا ہے یہاں سے نکل جائیں گے لیکن راستے میں رکاوٹیں پیش آئیں گی۔ تم جس قبیلے میں بیاہ کر گئی تھیں اس قبیلے کے لوگ درپردہ طرم خاں کے حمایتی ہیں۔ وہ مغربی ممالک کی پالیسیوں کے مطابق یہاں حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ طرم خاں نے تمہاری سسرال والوں کی مدد سے تمہیں اغوا کیا ہے۔"

"میں نہیں مانتی۔ میرے سسرال والے غیرت مند ہیں، میں ان کے قبیلے کی غیرت بن چکی ہوں۔"

میں نے کہا "ان کا بیٹا یعنی تمہارا شوہر زندہ ہوتا تو تم بہو کہلاتیں، جب بیٹا نہیں رہا اور اس سے تمہارا کوئی ازدواجی رشتہ نہیں ہوا تو تم کس حساب میں بہو ہو؟ تم تو محض ایک مہرہ ہو۔"

توبہ خانم نے غصے سے طرم خاں کو دیکھ کر پوچھا "کیا یہ سچ کہہ رہا ہے؟"

میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ سچائی سے انکار نہ کر سکا۔ میری مرضی کے مطابق بولا "ہاں۔ تمہاری سسرال والوں نے مجھ سے کہا کہ انہیں دوسرے مجاہدین کے گروہوں کے سامنے مجبور کیا جائے اور مجبور کرنے کے لئے توبہ خانم کو اٹھا کر لے جاؤ۔ تب وہ اسے غیرت کا معاملہ کہہ کر معاہدے پر دستخط کر دیں گے۔"

"کیا اس دستخط سے بعد میں انکار نہیں کیا جا سکتا؟"

"نہیں۔ کابل کی عبوری حکومت میں مغربی ممالک اور امریکا کے ایجنٹ موجود ہیں۔ وہ ایسے افغانی کمانڈروں کو حکومت میں جگہ دے رہے ہیں جنہوں نے روسی فوج میں رہ کر اپنے ہی وطن کے سیکڑوں افراد کو ہلاک کیا اور طرح طرح کے مظالم ڈھانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔"

وہ بولی "ہاں میں جانتی ہوں کابل کی عبوری حکومت میں ایسے ظالم لوگ موجود ہیں۔ میں یہ بھی جانتی ہوں کہ روس اور مغربی ممالک کے پالتو سیاست داں ہیرک کارمل اور سلطان علی کشتمند مزار شریف کے علاقہ میں پہنچ گئے ہیں۔ انہیں کابل بلا کر حکومت میں شامل کرنے کی سازشیں کی جا رہی ہیں۔ میرا اغوا بھی ایسی ہی ایک سازش ہے۔ ادھر میرا بھائی مجبور ہو کر ان کی حمایت کرے گا ادھر میری سسرال والا گروہ بھی تائید کرے گا تو سامراجی چال کامیاب ہو جائے گی۔ مغربی ممالک کے ایجنٹ حکومت میں شامل ہو جائیں گے۔"

پارس نے کہا "اگر ہم صبح تک کابل پہنچ جائیں تو تمہیں دیکھتے ہی تمہارا بھائی مجبوریوں کے دلدل سے نکل آئے گا۔ تمہاری سسرال والوں کی دوغلی چال ناکام ہو جائے گی۔"

وہ بولی "میں یہاں سے فون پر بھائی کو اپنی خیریت کی اطلاع دے سکتی ہوں۔"

پارس نے کہا "یہ مناسب نہیں ہے۔ کابل میں تمہارے بھائی یا کسی اور کو تمہاری رہائی کی اطلاع نہیں ملنی چاہئے۔ ورنہ دشمن ہوشیار ہو جائیں گے۔ یہاں بھی ہم طرم خان کو یرغمال بنا کر اپنے ساتھ لے جائیں گے۔"

پھر پارس نے طرم خاں سے کہا "تم اپنے خاص لوگوں سے کہہ دو کہ یہاں سے کسی کو توبہ خانم کی رہائی پانے اور تمہارے یرغمال بننے کی اطلاع نہ پہنچے۔ جیسے ہی تمہارے مددگاروں کو اطلاع ملے گی، ہم تمہیں گولی مار دیں گے۔ تم اپنی زندگی کے لئے ہمارے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ساتھ تعاون کرتے رہو۔"

جنگ کی تباہیوں کے باعث ٹیلیفون کے تار بھی سلامت نہیں رہے تھے۔ کابل جیسے اہم مقامات میں یہ نظام بحال کیا گیا تھا۔ ورنہ موبائل فون یا ٹرانسیٹر کے ذریعے گفتگو ہوتی تھی۔ طرم خاں کے پاس ایک ہی موبائل فون تھا' وہ ہم نے اپنے قبضے میں کرلیا۔

ہم طرم خاں کو حویلی کے باہر لے آئے۔ اسے موت کے قریب دیکھ کر اس کے تمام حواریوں نے ہتھیار پھینک دئے تھے۔ وہ اپنے خاص ماتحتوں کو سمجھا رہا تھا کہ اس کے جانے کے بعد یہاں کے حالات اور اس کی گرفتاری کا ذکر کسی سے نہ کیا جائے۔ اس کی سلامتی کے لئے سب لوگ خاموش رہیں۔

ہم سب ایک لینڈ روور میں سوار ہوگئے۔ یہ اونچے پہیوں اور مضبوط ٹائروں والی گاڑی اس علاقے کے لئے نہایت موزوں تھی۔ اسے گل احمد ڈرائیو کرنے لگا۔ اس نے گاڑی کو نالے کے پانی میں ڈال دیا تھا۔ پانی کہیں کم تھا کہیں زیادہ' ڈرائیونگ میں اس کی مہارت دیکھ کر پتا چلا کہ وہ ایسے راستوں پر اکثر آتا جاتا رہتا ہے۔

اگلی سیٹ پر گل احمد کے ساتھ جلال شاہ بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھوں میں ایک گن تھی۔ دونوں کے درمیان طرم خاں تھا۔ میں ایک گن لے کر پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا تاکہ پیچھے سے حملہ ہو تو جوابی فائرنگ کروں۔ درمیانی سیٹوں پر توبہ خانم اور پارس بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ پارس سے بولی "تم دونوں صحافی ہو۔ تمہیں اعلیٰ سطح پر حکومت کے ذرائع سے گلبدین حکمت یار' احمد شاہ مسعود اور مولانا جلال الدین حقانی وغیرہ سے ملاقات کرنا چاہئے۔ تم لوگ یہاں کیسے چلے آئے؟"

پارس نے کہا "ان قابلِ فخر مجاہدین سے دنیا کے تمام صحافی ملاقات کررہے ہیں۔ پاکستانی صحافی بھی ان سے ملتے ہیں۔ ہمارے ملک کے اخبارات اور رسائل میں افغانستان اور یہاں کے جیالوں کے متعلق بہت زیادہ معلومات شائع کی جاتی ہیں لیکن ہم جس انداز سے معلومات حاصل کررہے ہیں اس سے چھپے ہوئے دشمن بے نقاب ہوتے رہیں گے۔ اور یہ حقیقت واضح ہوگی کہ بیرونی طاقتیں افغان مجاہدین کو متحد ہوکر حکومت بنانے کا موقع نہیں دیں گی۔ مشرقی مغربی جرمنی کی طرح افغانستان کے بھی کئی ٹکڑے ہوں گے یا پھر یہاں کی متحدہ حکومت پر سامراجی قوتیں غالب رہیں گی۔"

وہ بولی "خدا نہ کرے کہ ایسا ہو۔ ہمارے مجاہدین کی چودہ برسوں کی محنت اور قربانیاں رائیگاں جائیں گی۔ تم پاکستانیوں نے واے' درمے' سخنے ہمارا بڑا ساتھ دیا ہے۔ تم دونوں کی صحافت کا یہ انداز بہت خوب ہے' ہمارے حق میں ہے۔ جتنی جلدی ممکن ہو' دشمن عناصر کو بے نقاب کرو۔ ہم انہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

وہ بولا "کیا تم کسی کو مارنے سے پہلے توبہ کراتی ہو؟"

"میں نے اب تک کسی کو نہیں مارا ہے۔"

"پھر تو تمہیں خبر نہیں ہے کہ کتنے توبہ توبہ کہتے ہوں گے اور جان دیتے ہوں گے۔"

"توبہ کہی نہیں جاتی' کی جاتی ہے۔"

"میں توبہ کرنے والوں کی نہیں 'توبہ توبہ' ہائے توبہ توبہ' والوں کی بات کررہا ہوں۔"

تب اس کی سمجھ میں آیا کہ جان دینے والے عاشق اسے ہی کہیں گے اس کا کوئی اور نام تو ہے نہیں۔ وہ غصے سے دیکھ کر "مسٹر! میں اس طرح کسی کا فری ہونا پسند نہیں کرتی۔"

گاڑی نے ہچکولہ کھایا تو وہ توازن نہ سنبھال پائی۔ پارس پر آگئی۔ پھر جلدی سے سیدھی ہوکر بیٹھ گئی۔ پارس نے کہا "ہم فری ہورہی ہے۔ کیا اللہ کی شان ہے۔"

وہ دوسری طرف کھڑکی کے باہر دیکھنے لگی۔ باہر تاریکی میں نظر نہیں آرہا تھا۔ سامنے ہیڈلائٹس کی روشنی میں دور تک نالہ پانی شور مچا رہا تھا۔ گاڑی کبھی دائیں بائیں ہچکولے کھاتی تھی، اچھل پڑتی تھی۔ کئی میل کا سفر طے کرنے کے بعد طرم خاں چور خیالات نے بتایا۔ آگے حشام ربانی کا ڈیرا ہے۔ حشام اور میں بڑی اچھی دوستی ہے۔ دونوں ہی غیر ملکی ایجنٹ ہیں لیکن پہلے توبہ خانم کے مسئلے پر ان کا اختلاف ہوگیا۔

طرم خاں کا مقصد صرف سیاسی تھا۔ جبکہ حشام ربانی تھا۔ اس نے طرم سے کہا تھا "مجھے اپنی حویلی میں مہمان کردیا رات کے لئے توبہ خانم کو میرے ڈیرے پر بھیج دو۔ میں دوسرے امانت واپس کردوں گا۔"

طرم خاں نے کہا تھا "جذبات میں اندھے نہ بنو۔ ہمیں کے بڑے سیاست دانوں میں گھستا ہے۔ یہ خانم ہماری سیڑھی اس سیڑھی کو غلیظ بنائیں گے تو اس کا بھائی کابل میں ہمیں مار دے گا۔"

اس نے دلیل پیش کی "کوئی عورت لٹنے کے بعد رسوائی خیال سے زبان نہیں کھولتی۔ توبہ خانم کو مجھ پر چھوڑ دو۔ دوستی پر بھروسا کرو۔"

طرم خاں نے اس کی بات نہیں مانی۔ اب وہ ہمارا قیدی سوچ رہا تھا۔ حشام ربانی یاروں کا یار ہے۔ وہ وقتی طور پر ناراض ہے' اب ہمارے ساتھ توبہ خانم کو دیکھ کر خوش ہوجائے گا۔ ہوشیاری سے کام لے گا تو اپنی مراد بھی پوری کرے گا۔ میری بھی بچا لے گا۔

میں نے گل احمد سے کہا "گاڑی روکو۔ میرا علم کہتا ہے خطرہ ہے۔"

طرم خاں نے حیرانی اور پریشانی سے پلٹ کر مجھے دیکھا۔ اپنی رہائی کی امید تھی اور میرا علم پھر اس کے لئے مصیبت تھا۔ گل احمد نے کہا "برادر! آپ کا علم سچا ہے۔ آگے حشام اپنے حواریوں کے ساتھ رہتا ہے۔"

میں نے انجان بن کر پوچھا "یہ حشام ربانی کون ہے؟"

"طرم خاں کا پرانا یار ہے۔ وہ اس کی مدد کرے گا۔ ہمیں آگے جانے نہیں دے گا۔"

پارس نے پوچھا "ہم کوئی دوسرا راستہ اختیار نہیں کرسکتے؟"

"نہیں۔ تم دیکھ رہے ہو تاریکی میں بھی پہاڑیاں جھلک رہی ہیں۔ ان پہاڑیوں کے درمیان سے گزرنے کا ذریعہ یہی ایک نالہ ہے۔"

میں نے معلوم کیا۔ حشام ربانی صرف پشتو اور تھوڑی فارسی جانتا ہے۔ اس کا دستِ راست زبیر خیری انگریزی سمجھتا اور بولتا ہے۔ میں نے کہا "جب کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے تو گاڑی چلاؤ۔ اللہ مالک ہے۔"

گل احمد نے کہا "آگے بڑھنے سے پہلے وہ بات بتادوں جو توبہ خانم کی وجہ سے اب تک نہیں بتا رہا تھا۔"

وہ بولی "کیا بات ہے؟"

"حشام ربانی تم پر بری نیت رکھتا ہے۔"

پارس نے کہا "اچھی صورت بھی کیا بری شے ہے۔ بروں کی نیت اور بری کردیتی ہے۔"

وہ بولی "یہ تم اپنی زبان میں کیا بول رہے ہو؟"

پارس نے انگریزی میں سمجھایا "بیوٹی سم ٹائمز بکمس بیڈ فار بیڈ پیپلز ٹو ملٹی پلائی بیڈ انٹنشنز۔"

وہ چڑ کر بولی "آگے موت کھڑی ہے اور تم فضول باتیں کررہے ہو۔"

"فضول بات اس طرح درست ہوسکتی ہے کہ اچھی صورت بھی کیا بری شے ہے۔ جب بھی لاتی ہے موت لاتی ہے۔"

وہ پارس سے منہ پھیر کر گل احمد سے بولی "کیا حشام نے مجھے دیکھا ہے؟"

"بدنیت کا دیکھنا ضروری نہیں ہے۔ وہ تعریف سن کر عاشق ہوجاتا ہے۔"

"مجھے اسلحہ دو۔ خود پر آنچ آنے سے پہلے اسے مار ڈالوں گی۔"

میں نے پچھلی سیٹ سے ایک ٹی ٹی گن اٹھا کر اسے دے دی۔ گاڑی آگے چل پڑی۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے پارس سے کہا "نالے کے دائیں بائیں جو پہاڑیاں ہیں۔ ان کے غاروں اور چٹانوں کے سائے میں حشام ربانی اور اس کے حواری رہتے ہیں۔ حواریوں کی تعداد ستائیس ہے' ان کے پاس کافی اسلحہ ہے۔ ٹریسر گولیاں بھی ہیں جن کی ہوائی فائرنگ سے پورے علاقے میں اتنی روشنی پھیل جاتی ہے کہ رات کا اندھیرا اجالے میں بدل جاتا ہے اور چھپے ہوئے لوگ صاف نظر آجاتے ہیں۔"

پارس نے پوچھا "وہاں آپ کے شکار کتنے ہیں؟"

"صرف ایک شخص انگریزی جانتا ہے۔ وہ حشام کا خاص بندہ ہے اس کا نام زبیر خیری ہے۔ تم طرم خاں پر نظر رکھنا۔ وہ وہاں پہنچ کر گڑبڑ کرسکتا ہے۔ توبہ خانم کو ایسے وقت اپنے پیچھے رکھنا۔"

"پھر یہ پیچھے پڑجائے گی۔"

میں نے مسکرا کر کہا "کسی دشمن کو گرینیڈ استعمال نہ کرنے دینا۔ ہم گولیوں کی بوچھار میں بچ سکتے ہیں۔ گرینیڈ کے دھماکوں سے بچنا مشکل ہوگا۔"

"وہ غار کس سمت ہے۔ جہاں حشام اور زبیر خیری قیام کرتے ہیں؟"

"وہ دائیں طرف ہے۔ میں ان سے نمٹ لوں گا۔"

"میں توبہ خانم کو بائیں سمت لے جاؤں گا۔"

ہم باپ بیٹے چپ چاپ پلاننگ کرتے رہے۔ پھر فائرنگ کی آواز پر ہماری گاڑی رک گئی۔ تاریکی میں کسی نے للکار کر کہا "انجن بند کرو۔"

گل احمد نے گاڑی بند کردی۔ نالے کے دونوں طرف سے گاڑی پر ٹارچ کی روشنیاں پڑنے لگیں۔ گل احمد نے کہا "ہم دوست ہیں۔ برادر حشام ربانی سے بولو۔ اس کا دوست طرم خاں اور گل احمد اپنے مہمانوں کے ساتھ کابل جارہے ہیں۔"

پوچھا گیا "کتنے مہمان ہیں۔ سب کے نام بتاؤ۔"

توبہ خانم نے آہستگی سے کہا "میرا نام نہ بتانا۔"

گل احمد نے کہا "وہ لوگ نام سننے کے بعد تصدیق کریں گے ہمارے اوپر روشنی ڈالیں گے۔ ہم تم کو کیسے چھپائیں گے۔"

دوسری طرف سے گرج کر پوچھا گیا "تعداد اور نام بتاؤ۔"

وہ بولا "ہم تعداد میں چھ ہیں۔ میں گل احمد' دوسرا طرم خاں' تیسرا ایک گائیڈ جلال شاہ' چوتھا ایک پاکستانی صحافی حماد' پانچواں بھی ایک پاکستانی صحافی ارسلان اور نمبر چھ۔ چھ....."

"نام بولو۔"

"توبہ خانم" یہ نام پہاڑیوں کے درمیان گونجنے لگا۔ توبہ خانم' توبہ خانم۔ خانم۔ نم۔ نم۔ نم.....

پھر حشام کے قہقہے گونجنے لگے۔ میں اپنے جتنے ساتھیوں کے دماغوں میں جاسکتا تھا۔ ان کے ذریعے مقامی زبان بولنے والے کا انگریزی ترجمہ سن سکتا تھا۔ حشام کہہ رہا تھا "طرم خاں! ہم تو پرانے یار ہیں۔ میں اپنے یار کا راستہ نہیں روکوں گا۔ ضرور کابل جاؤ۔ مگر ٹیکس ادا کرتے جاؤ۔"

پھر وہ چیخ کر بولا "ٹیکس۔ خوب صورت ٹیکس۔ خوب صورت....." رات کی تاریکی میں پہاڑیوں کے درمیان آواز گونجنے لگی۔ خوب صورت۔ خوب صورت۔ صورت۔ صورت۔ صورت۔ رت۔ رت رت....."

توبہ خانم جان پر کھیل جانے کے لئے تن گئی تھی۔ اپنے ہتھیار کو مضبوطی سے جکڑ لیا تھا۔ پارس نے آہستگی سے کہا "جوش میں آؤگی تو ہوش میں نہیں رہوگی۔ میری ہدایات پر عمل کرتی رہو تو میں تمہاری عزت پر آنچ نہیں آنے دوں گا۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

گل احمد کی سوچ نے بتایا کہ یہ زبیر خیری بول رہا ہے۔ اس نے میری مرضی کے مطابق کہا "برادر خیری! ہمارے مہمان ہماری زبان نہیں سمجھتے ہیں۔ ان سے فرنگی زبان میں بولو۔ یہ بھی تم سے کچھ کہنا چاہتے ہیں۔"

وہ انگریزی میں بولا "ہم مہمانوں کو خوش آمدید کہتے ہیں اور انہیں یقین دلاتے ہیں کہ آقا حشام ربانی اپنا ٹیکس وصول کرنے کے بعد بخیریت جانے کی اجازت دے دے گا۔ اب فوراً گاڑی سے نکل آؤ۔"

میں نے خیال خوانی کے ذریعے پارس سے کہا "پلاننگ بدل دو۔ وہ لوگ ہمیں بلا رہے ہیں۔ توبہ خانم کو لے چلو۔ ان کے پورے اڈے کو دیکھنے کے بعد ہم صحیح کارروائی کرسکیں گے۔"

ہم اپنی اپنی طرف کے دروازے کھول کر گاڑی سے نکلنے لگے۔ وہ بولی "میں خالی ہاتھ نہیں جاؤں گی۔ اس شیطان کو اپنے ہاتھ سے گولی ماروں گی۔"

پارس نے کہا "عقل سے کام لو۔ بحث کا وقت نہیں ہے۔ ہتھیار چھوڑ کر فوراً باہر آؤ۔"

اب ہم پر اور زیادہ ٹارچوں کی روشنیاں پڑنے لگیں۔ وہ روشنیاں ہماری نالے کے دائیں سمت راہنمائی کررہی تھیں۔ جہاں پتھروں کو کاٹ کر نالے سے اوپر آنے کے لئے سیڑھیاں بنائی گئی تھیں۔ اس دوران جنریٹر چلایا گیا جس سے آس پاس کی پہاڑیوں میں کتنے ہی بلب روشن ہوگئے۔ دور تک ہر شخص واضح طور پر نظر آنے لگا۔

ہم سے کچھ دور غار کے دہانے کے پاس حشام اور خیری کھڑے ہوئے تھے۔ ادھر طرم خاں کو ہم سے کوئی خطرہ نہیں رہا تھا۔ کیونکہ ہم سب نہتے ہوگئے تھے۔ وہ حشام ربانی کی طرف دونوں بازو پھیلا کر بڑھتے ہوئے بولا "یار حشام! تمہیں ناراض کرنے کے بعد سوچا کہ ایک دوشیزہ کے لئے یاری خراب نہیں کرنا چاہئے۔"

حشام نے ٹھائیں کی آواز کے ساتھ گولی چلائی۔ گولی طرم خاں کی ٹانگ میں لگی وہ زمین پر گر پڑا۔ تکلیف سے کراہنے لگا۔ حشام نے کہا "دوست سے دشمن بننے والا میرے سامنے چل کر نہیں زمین پر گھسٹ کر آتا ہے۔"

وہ زمین پر گھسٹ کر اُس کی طرف جاتے ہوئے بولا "میں دشمن نہیں ہوں۔ تمہارے پاس توبہ خانم کو پیش کرنے آرہا تھا۔ مگر ان پاکستانیوں نے مجھے..."

زبیر خیری نے بات کاٹ کر کہا "ہمیں معلوم ہے۔ تم نے اپنی حویلی کے وفاداروں سے کہا تھا کہ تمہاری گرفتاری اور توبہ خانم کی رہائی کی اطلاع کسی کو نہ دی جائے لیکن تمہارے وفاداروں میں ہمارے وفادار بھی چھپے ہوئے ہیں۔ ہمیں پتا ہے ان میں سے ایک پاکستانی ماہر نجومی ہے۔ کون ہے وہ جس نے اپنے علم سے توبہ خانم کا سراغ لگایا تھا۔"

میں نے ایک قدم آگے بڑھ کر کہا "میں ہوں ارسلان۔"

حشام ربانی نے خیری سے اپنی زبان میں کہا "ہم اسے آزمائیں گے کہ اس کا علم کتنا سچا ہے۔"

پھر وہ اپنی گن طرم خاں کی طرف سیدھی کرتے ہوئے بولا "بڑے کمینے ہو تم نے یہ نہیں بتایا کہ اس حسینہ کی جتنی تعریفیں رہا ہوں یہ سننے سے بھی زیادہ اور دیکھنے سے بھی زیادہ حسین ہے۔"

وہ گڑگڑا کر بولا "میرے دوست! یہی دکھانے اور تمہار خدمت میں پیش کرنے کے لئے اسے یہاں لایا ہوں۔"

"یعنی دلال بن کر آیا ہے۔"

"تم کچھ بھی سمجھ لو۔ میں تمہارا وفادار دوست ہوں۔"

"لیکن میں وفادار نہیں ہوں۔ ہم دونوں حکمران طبقے پہنچنے کے لئے بیرونی ملکوں کی دلالی کررہے ہیں۔ تم نے جس طرح خانم کے معاملے میں میرا ساتھ چھوڑا اسی طرح تنہا حکمران میں پہنچنے کے لئے میرا ساتھ چھوڑ دوگے۔"

"نہیں نہیں۔ میں خدا کی قسم کھاتا ہوں۔ میں تم دھوکا....."

ٹھائیں سے گولی چلی۔ وہ زمین پر سے ذرا اچھل کر فرش اور تڑپنے لگا۔ حشام نے کہا "ہمارے مغربی آقا پوچھیں گے کہ خاں کیسے مارا گیا تو جواب دوں گا' توبہ خانم کو رہائی دلانے وا پاکستانی صحافیوں نے بے چارے وفادار کتے کو مار ڈالا ہے۔"

اس نے پھر ایک اور فائر کرکے اسے ہمیشہ کے لئے خا کردیا اور پھر ہماری طرف گن سیدھی کی۔ میں نے زبیر خیری ذریعے پوچھا "آقا! کیا ان سب کو مار ڈالوگے؟"

"ابھی سوچ رہا ہوں۔ کتے کا وفادار بھی کتا ہی ہوتا ہے ا گل احمد....."

اس نے اچانک ہی گولی چلادی۔ گل احمد سینہ تھام کر ڈگ ہوئے گر پڑا۔ مجھے کچھ سمجھنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ یہ سوچ بھی سکتا تھا کہ وہ گل احمد کو طرم خاں کا وفادار سمجھ کر مار ڈالے گ بے چارہ خواہ مخواہ مارا گیا۔

اب میں' پارس' توبہ خانم اور جلال شاہ رہ گئے تھے۔ م سوچ لیا تھا وہ اس کے بعد گولی نہیں چلا سکے گا۔ میں زبیر خیر دماغ پر قبضہ جما کر اس پر قابو پالوں گا۔

اس کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ حشام ربانی نے گن ک جھکا کر حکم دیا "ان چاروں کو اندر لے آؤ۔"

وہ اپنے دستِ راست زبیر خیری کے ساتھ غار کے چلا گیا۔ چھ مسلح حواریوں نے ہمارے پیچھے اور دائیں ب بندوقیں تان لیں' ہمیں چلنے کا اشارہ کیا۔ ہم ایک حواری کے چلنے لگے۔ ایسے وقت توبہ خانم نے بے اختیار سہارے کے پارس کا بازو تھام لیا تھا۔ وہ کہہ رہی تھی "میں ڈرتا نہیں؟ لیکن بے شرمی کی موت مرنا نہیں چاہتی۔ اسے مارنے کے

میرے پاس ہتھیار نہیں ہے۔"

پارس نے کہا "وہ کمبخت ہتھیار کے بغیر مر رہا ہے اور تم اسی طرح مجھ سے لگی رہیں تو وہ اور جل بھن کر مر جائے گا۔"

ہم اندر پہنچے' وہ غار بہت وسیع و عریض تھا۔ یوں لگتا تھا پتھروں کو کاٹ کر مختلف کمرے اور راہداریاں بنائی گئی ہیں۔ دو حواریوں نے توبہ خانم کو گن پوائنٹ پر دوسری طرف چلنے کو کہا۔ اس نے پارس کو اور مضبوطی سے پکڑ لیا۔ حشام ربانی نے ناگواری سے پارس کو دیکھا پھر توبہ خانم سے پوچھا "کیوں عاشق کو جلا رہی ہو؟ کیا تمہارا یار ہے؟"

وہ بولی "بکواس مت کرو۔ شرم سے ڈوب مرو۔ یہ پاکستانی میری عزت آبرو رکھنے کی کوششیں کرتا آرہا ہے اور تم میرے ہم وطن ہوکر مجھ پر بری نیت رکھتے ہو۔"

وہ ہنستے ہوئے مجھ سے بولا "اے نجومی! اپنے علم سے بتاؤ۔ کیا حسینہ اس جوان پر مرتی ہے؟"

میں نے کہا "نہیں۔ یہ لڑکی ضدی اور ارادوں کی پکی ہے۔ کسی سے عشق نہیں کرتی ہے۔ صرف سہارے کے لئے اس جوان کو پکڑ رکھا ہے۔"

وہ بولا "میں ایسا سہارا دوں گا کہ پھر اسے کسی کی ضرورت نہیں پڑے گی۔"

"میرا علم کہتا ہے کہ یہ حسینہ تمہارے مقدر میں ہے اور تم تنہائی میں کسی عورت سے نہیں ڈرتے ہو۔"

زبیر خیری میری باتیں اسے سمجھا رہا تھا' وہ بولا "اس کا مطلب کیا ہوا کہ میں تنہائی میں کسی عورت سے نہیں ڈرتا ہوں؟"

"مطلب یہ کہ یہ دوشیزہ اسی صورت میں تمہارے ساتھ تنہا رہے گی جب اس کے ہاتھ میں کوئی ہتھیار ہوگا۔ کیا تم اپنی مردانگی پر بھروسا کرکے اس کی تسلی کے لئے اسے ایک چاقو دے سکتے ہو؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا "بس اتنی سی بات ہے؟ کوئی بات نہیں جوانی کی سیج پر اس کے ہاتھ میں چاقو رہے گا تو میرے ہاتھ میں ریوالور۔ بھئی مزہ آجائے گا۔ زندگی میں پہلی بار چاقو اور ریوالور کے سائے میں عیاشی ہوگی۔ اسے ایک چاقو دو اور میرے حجرے میں لے جاؤ۔"

میں اس دوران توبہ خانم کے دماغ میں رہا۔ اس کی سوچ میں اسے سمجھاتا رہا "مجھے حوصلے سے کام لینا چاہئے۔ یہی کیا کم ہے کہ سہارے کے لئے میرے ہاتھ میں چاقو رہے گا۔ اگر میں اس کی جان لینے میں ناکام رہوں گی تو اپنے ہاتھوں اپنی جان دے کر عزت سے مرسکوں گی۔"

ایک حواری نے اسے ایک چاقو دیا پھر کہا "چلو ہمارے ساتھ۔"

دو حواری اسے نشانے پر رکھے ہوئے تھے۔ وہ خاموشی سے ان کے ساتھ غار کے دوسرے حصے میں چلی گئی۔ حشام ربانی نے حکم دیا کہ حماد اور جلال شاہ کو حراست میں رکھا جائے۔ میں نے پوچھا۔ "میرے لئے کیا حکم ہے؟"

"میں تمہارے علم کی سچائی دیکھنا چاہتا ہوں۔ اس لئے میرے سامنے کھڑے رہو اور میرے مستقبل کی باتیں بتاؤ۔"

میں زبیر خیری کے ذریعے جواب دے رہا تھا' میں نے کہا۔ "خیری! میں تمہارے آقا کا مستقبل کیا بتاؤں۔ اس کا صرف آج ہے۔ صرف ابھی ہے۔ یہ کل کا سورج نہیں دیکھے گا۔"

زبیر خیری نے غصے سے پوچھا "کیا بکواس کررہے ہو۔ تمہاری یہ باتیں آقا سے کہوں گا تو یہ ابھی تمہیں گولی ماردے گا۔"

پارس نے کہا "تم اپنے آقا سے نہ کہو' تب بھی پیش گوئی درست ہوگی لیکن یہ ایک شرط پر زندہ رہ سکتا ہے کہ یہ مجھے اپنے ساتھ توبہ خانم کی تنہائی میں لے جائے۔ یہ تنہا جائے گا تو زندہ واپس نہیں آئے گا۔"

خیری نے تصدیق کے لئے مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ میں نے کہا "یہ درست کہتا ہے۔ میں اسے بتا چکا ہوں کہ حشام کی موت کیسے ہوگی۔ اپنے آقا کو سمجھاؤ کہ اس دوشیزہ کے پاس تنہا نہ جائے۔"

خیری ہماری باتیں حشام کو سمجھانے لگا۔ میں ان کی گفتگو کا ترجمہ خیری کی سوچ کے ذریعے سمجھ رہا تھا۔ حشام کہہ رہا تھا "مجھے یہ نجومی نہیں بہروپیا لگتا ہے۔ کیا یہ کوئی ماننے کی بات ہے کہ میں تنہا اس حسین بلا کے پاس جاؤں گا تو مارا جاؤں گا؟"

وہ بولا "آقا ستاروں کی چال سمجھ میں نہیں آتی۔ مقدر کے تماشے عجیب ہوتے ہیں۔ آپ تنہا نہ جائیں۔ ان کی بات مان لینے میں کیا حرج ہے؟"

"کیا تمہارا سر مغز سے خالی ہے؟ ایک حسینہ کے ساتھ بند کمرے میں اس جوان کو لے جاؤں گا تو کیا یہ وہاں فاتحہ پڑھے گا۔"

"آپ ساتھ لے جائیں' پھر اسے وہاں سے بھگادیں اس طرح پیش گوئی کے مطابق آپ وہاں تنہا نہیں جائیں گے۔ بعد میں اسے نکال کر توبہ خانم کے ساتھ تنہا رہیں گے۔"

وہ قائل ہوکر بولا "ہاں' وہ حسینہ اس جوان سے چپکی ہوئی تھی۔ اب میں اس کے سامنے اسے چپکاؤں گا۔ پھر اسے لات مار کر باہر کردوں گا۔"

وہ پارس کے پاس آیا۔ اُس کے ایک ہاتھ میں گن تھی اس نے دوسرے ہاتھ سے میرے ہی سامنے میرے بیٹے کا گریبان پکڑا۔ پھر اسے کھینچتا ہوا اس حصے میں جانے لگا۔ جہاں توبہ خانم کو رکھا گیا تھا۔

یوں گریبان پکڑ کر لے جانا' وہ بھی پارس کو؟ یہ توہین ہم باپ بیٹے برداشت نہیں کرسکتے تھے لیکن لے جانے والا ہماری نظروں میں بے چارہ تھا۔ چند گھڑیوں کا مہمان تھا' یہ حقیقت بھول گیا تھا کہ لوگ تھوڑی دیر کے لئے ایک دوسرے کا گریبان پکڑ کر گھسیٹتے ہیں۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

موت ہمیشہ کے لئے انہیں گھسیٹ کر لے جاتی ہے۔

حشام پارس کو کھینچتا ہوا اس کمرے میں آیا جہاں توبہ خانم ایک پتھر پر بیٹھی ہوئی تھی۔ قریب ہی ایک آرام دہ بستر بچھا ہوا تھا وہاں کسی کمرے کا دروازہ نہیں تھا۔ غار کے حصوں کو توڑ کر کمروں کی صورت دی گئی تھی۔ ادھر کوئی دروازہ لگانے والا مستری نہیں تھا۔

جب حشام ربانی اس کمرے میں آرام کرنے آتا تھا تو کوئی حواری اس وقت تک ادھر کا رخ نہیں کرتا تھا جب تک اسے طلب نہ کیا جائے۔ حشام نے توبہ خانم کے سامنے پارس کو دھکا دے کر کہا "دیکھ تیرا یار میرے سامنے کیسا چوہا ہے۔ اب بتا چوہے سے یاری کرے گی یا شیر سے؟"

وہ بولی "میں نے کسی سے یاری نہیں کی۔ مگر اس نوجوان کی شخصیت کے سامنے تم مٹی دھول ہو۔ اگر شیر ہو تو نہتے ہو کر اسے چوہا بناؤ۔"

"ملک اور عورت کو فتح کرنے کے لئے ہتھیار لازمی ہوتے ہیں۔"

پارس نے کہا "میں ہتھیار کے بغیر بھی تمہارے سامنے اس دوشیزہ کو جیت سکتا ہوں کیونکہ اس شریف زادی کو صرف محبت اور شرافت سے جیتا جا سکتا ہے۔ ہتھیار تو تمہارے لئے ضروری ہے۔ اس لئے اپنی یہ گن مجھے دے دو۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی حشام کے سامنے جیسے بجلی کوند گئی۔ پارس نے اتنی پھرتی سے حملہ کیا تھا کہ اس کی نظریں اِدھر سے اُدھر ہوتی رہی تھیں۔ کیونکہ حملے کرنے والا بجلی کی طرح کبھی اِدھر لپک رہا تھا کبھی اُدھر کڑک رہا تھا۔ اسے اپنے بچاؤ کی کوششوں میں ہاتھ سے نکل جانے والی گن کو دوبارہ حاصل کرنے کا موقع نہیں ملا تھا۔

وہ پہاڑوں میں رہ کر پہاڑ جیسا سخت اور قد آور تھا۔ دو بندوں کو بغل میں دبوچ کر بے ہوش کر دیتا تھا۔ لیکن فری اسٹائل کا فن نہیں جانتا تھا۔ پھر پہلے کبھی ایسے فولادی جوان سے پالا نہیں پڑا تھا۔ اس کے ہاتھ پاؤں ایسے چلتے تھے جیسے بدن پر لوہے کی سلاخیں پڑ رہی ہوں۔

جب اس نے بچاؤ کی کوئی صورت نہیں دیکھی تو چیخ کر اپنے حواریوں کو پکارنے لگا۔ پارس فوراً ہی زمین پر سے گن اٹھا کر اسے نشانے پر رکھتے ہوئے بولا "اپنے آدمیوں کو واپس جانے کا حکم دو۔"

کئی مسلح افراد دروازے پر آ کر رک گئے کیونکہ ان کا آقا نشانے پر تھا۔ حشام نے کہا "جاؤ چلے جاؤ، ادھر کوئی نہیں آئے گا۔"

وہ پس و پیش میں رہے اپنے آقا کو موت کے مُنہ میں چھوڑ کر جانا نہیں چاہتے تھے۔ میں نے زبیر خیری کے دماغ پر قبضہ جمایا اس نے کلاشنکوف سے اپنے چار بندوں کو مار گرایا۔ پھر کہا "تم لوگوں نے آقا کا حکم نہیں سنا۔ وہ ادھر سے جانے کو بولتا ہے۔"

باقی تین حواری حشام کے دروازے سے واپس چلے گئے۔ ادھر پارس نے کہا "اب میرے ہاتھ میں ہتھیار ہے لیکن تجھے یہ ... ہے کہ میں ہتھیار کے بغیر توبہ خانم کا دل جیت رہا ہوں اور تمہیں نفرت مل رہی ہے۔"

وہ ایک قدم آگے بڑھ کر اُس پر تھوکتے ہوئے بولی "میں شیطان پر تھوکتی ہوں اور تمہارے جیسے انسان کو سلام کرتی ہوں۔ اسے گولی مار دو۔"

"نہیں خانم! جس طرح ہم طرم خاں کو یرغمال بنا کر اس کے حواریوں کے خون خرابے سے بچ گئے تھے اسی طرح ایک ... چلائے بغیر اسے یہاں سے لے چلیں گے۔ چلو حشام، اٹھو۔"

وہ بے بسی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ دروازے کی طرف ... لگا۔ جیسے فرار کا راستہ دیکھ رہا ہوں۔ پھر وہ جھنجلا کر بولا "خیری کہاں ہو؟ مجھے اس ذلت سے نکالو۔ اسے جہنم میں پہنچا دو۔"

میں زبیر خیری کے اندر تھا۔ وہ دروازے پر آ کر اس کا ... لیتے ہوئے بولا "یہ لوگ تمہیں ذلت نہیں دے رہے ہیں۔ ... اور ذلت دینے والا خدا ہے۔ تم نے توبہ خانم کی ذلت کا ارادہ ... جس کا ارادہ کیا' وہی ذلت تمہیں مل رہی ہے۔"

"تم میرے نمک خوار ہو کر ایسی باتیں کر رہے ہو؟ میرے دوسرے وفادار کہاں ہیں؟"

پارس نے اسے ایک لات مار کر کہا "باتیں نہ کرو۔ ... رہو۔"

وہ کمرے سے نکلتے ہوئے بولا "خیری! ان کی زبان میں ... سمجھاؤ کہ یہ یہاں سے زندہ نہیں جائیں گے۔"

خیری نے اسے پیچھے سے دھکا دیتے ہوئے کہا "جس کے ... میں اسلحہ ہوتا ہے' وہی آقا کہلاتا ہے۔ تم خالی ہاتھ ہو' محکوم ... مجبور ہو۔ یہاں کوئی تمہارے حکم کی تعمیل نہیں کرے گا۔"

وہ مجبور ہو کر قیدی کی حیثیت سے چل رہا تھا اور دور ... ہوئے خاموش نمک خواروں کو ایک تماشائی بنتے دیکھ رہا تھا۔ ... سے باہر بھی اس کے محافظوں نے اس کی سلامتی کی خاطر ہتھیار ... پھینک دیئے۔ ہم پھر نالے کے پانی میں اتر کر اپنی گاڑی میں آ... زبیر خیری نے نالے کے کنارے ایک چٹان پر کھڑے ہو کر بلند ... میں کہا "معزز مہمانوں کو جانے دو۔ جب تک یہ نظروں سے او... نہیں ہوں گے تب تک کوئی زمین سے ہتھیار نہ اٹھائے۔"

گاڑی چل پڑی حشام ربانی ہمارے درمیان قیدی بنا ہوا تھا۔ ہم سے صلح صفائی اور لین دین کی باتیں کرنا چاہتا تھا۔ ... خانم نے کہا "یہاں صلح صفائی کی بات نہ کرو۔ آگے جا کر ... صفایا ہو جائے گا۔"

آگے کئی میل جانے کے بعد اس نے کہا "گاڑی روک ... میں اس کتے کے ساتھ سفر نہیں کروں گی۔"

گاڑی رک گئی۔ وہ باہر نکل کر حشام سے بولی "اے نیچے آؤ۔"

حشام نے ہمیں سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ سمجھنا چاہتا تھا کہ ہم اسے چھوڑ کر آگے چلے جائیں گے یا گولی ماریں گے۔

توبہ خانم گاڑی کے آگے ہیڈ لائٹس کی روشنی میں چلی گئی تھی اس کی مٹھی میں چاقو کا پھل چمک رہا تھا۔ حشام ربانی اس کی طرف آیا تو وہ بولی "تم میری عزت سے کھیلنا چاہتے تھے۔ آؤ کھیلو' میرے ہاتھ سے چاقو چھین لو۔ مجھے بے بس کر دو۔"

حشام نے سر گھما کر گاڑی کی سمت دیکھا۔ وہ ہماری طرف ہاتھ اٹھا کر بولی "کوئی گاڑی سے باہر نہ آئے۔ مجھے اغوا کرنے والوں میں ایک طرم خاں مارا گیا۔ دوسرے کو میں قتل نہیں کروں گی تو انتقامی جذبے کو تسکین نہیں ملے گی۔"

میں نے کھڑکی سے سر نکال کر کہا "حشام! یہ ہمارا وعدہ ہے۔ ہم میں سے کوئی تمہارا ہاتھ روکنے نہیں آئے گا۔"

گائیڈ جلال نے پوچھا "مسٹر ارسلان! کیا یہ مناسب ہے کہ ایک دوشیزہ کو ظالم کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا جائے۔"

میں نے کہا "وہ تمہاری قوم کی بیٹی ہے۔ افغان بچی ہے' تماشا دیکھو۔"

وہ اس کے ہاتھ سے چاقو چھیننے کے لئے پینترے بدل رہا تھا۔ وہ بھی حملہ کرنے کے انداز میں اس کے پینتروں کو دیکھ رہی تھی۔ حشام نے اچانک ہی اچھل کر اس پر چھلانگ لگائی' خانم جھک گئی پھر اس نے پسلی میں چاقو مارتے ہوئے اسے اپنے سر کے اوپر سے گزار دیا۔ وہ اس کے پیچھے پانی میں جا کر چھپاک سے گرا۔ پانی کے چھینٹے دور تک اچھلتے ہوئے گئے۔ پھر وہ سنبھل کر اٹھنے لگا۔ اس کی قمیص اور آس پاس کا پانی لہو سے سرخ ہو رہا تھا۔

جب روسی جارحیت کے باعث جنگ شروع ہوئی تھی۔ تب توبہ خانم چھ برس کی بچی تھی۔ اس کے بچپن کی معصومیت کو جنگ کی تباہ کاریوں نے کھا لیا۔ اس نے چودہ برس تک کوئی لوری یا موسیقی نہیں سنی۔ راکٹ لانچروں اور توپوں کی گھن گرج سنتی رہی۔ اس نے پریوں اور شہزادے کے خواب نہیں دیکھے۔ ظالموں اور درندوں کے خوفناک چہرے دیکھے۔ کبھی کابل' کبھی جلال آباد' کبھی خوست اور کبھی پکتیا کے علاقوں میں جان بچانے' دشمنوں کو فریب دے کر نکل جانے کے عملی تجربات سے گزرتی رہی۔ وہ چھ برس کی بچی جو طویل جنگ کے دوران بارود کی فضا میں سانس لیتی ہوئی جوان ہوئی' بھلا اسے ایک عیاش کیسے زیر کر سکتا تھا؟

میں نے اس کے خیالات سے اس کی ہسٹری پڑھنے کے بعد ہی اسے حشام کے مقابلے میں تنہا چھوڑا تھا۔ پہلے اس نے مردانہ شہ زوری کے غرور میں حملہ کیا تھا۔ توبہ خانم کے ایک ہی وار نے سمجھا دیا کہ مردانگی نہیں چلے گی۔ وہ زخمی پسلی کو تھام کر حملہ کرنے سے زیادہ بچنے کی کوشش کرنے لگا۔ اس کی نظریں چاقو پر تھیں۔

اگر چاقو کسی طرح پانی میں گر جاتا تو وہ ایک مرد کا مقابلہ ہاتھ پاؤں سے نہیں کر سکتی تھی۔

وہ دونوں پینترے بدل رہے تھے۔ موقع کی تاک میں تھے۔ حشام نے اچانک ہی جھک کر دونوں ہاتھوں سے پانی کو اس کی طرف اچھالا۔ پانی اس کے چہرے اور آنکھوں میں آیا۔ اس نے آنکھیں بند کرتے ہوئے ذرا سا مُنہ گھمایا۔ حشام نے ہاتھ پر لات ماری' چاقو ہاتھ سے نکل کر اچھلتا ہوا ایک جگہ پانی میں چلا گیا۔

وہ دوڑتا ہوا ادھر آیا۔ پانی میں جھک کر دونوں ہاتھوں سے ٹٹولنے لگا۔ چاقو ڈھونڈنے لگا۔ توبہ خانم نے پیچھے سے لات ماری تو وہ پانی میں اوندھا ہو کر قلابازی کھاتا ہوا ذرا دور گیا۔ سانس رکنے لگی تو پانی سے ہڑبڑا کر ابھرا۔ وہ اتنی دیر میں ایک بڑا پتھر دونوں ہاتھوں میں اٹھا کر تیار کھڑی تھی۔ اس کے ابھرتے ہی پتھر سر پر دے مارا۔ اس کے حلق سے چیخ نکلی جیسے آسمان سے زندگی کی بھیک مانگ رہا ہو۔ پھر وہ آسمان کی طرف سر اٹھائے آہستہ آہستہ پانی میں چاروں شانے چت گر پڑا۔ ڈوبنے کے بعد دم گھٹنے لگا تو توانائی نہ رہنے کے باوجود سانس لینے کے لئے سر اٹھایا۔ توبہ خانم نے اپنا ایک پیر اس کے مُنہ پر رکھا۔ وہ پھر ڈوب گیا۔ اس میں اتنی سکت نہیں رہی تھی کہ وہ دونوں ہاتھوں کو حرکت دے کر اپنے منہ پر سے ایک عورت کا پیر ہٹاتا۔ جسے وہ اپنے پیروں میں لانا چاہتا تھا اسی کے پیر تلے زندگی ہار گیا۔

وہ تھوڑی دیر تک اسی طرح پاؤں رکھے کھڑی رہی۔ سنسناتی ہوئی ہوائیں پہاڑیوں کے درمیان گونج رہی تھیں۔ سر بہ فلک پہاڑوں کی چوٹیاں بھی زلزلے کے ایک جھٹکے سے زمین بوس ہو جاتی ہیں۔ انسان کیا چیز ہے؟ کس عورت کے قدموں تلے ہونے والی موت سے دوسرے شہ زوروں کو بھی عبرت حاصل کرنا چاہئے۔ دراصل شہ زور کو کمزور عورت نہیں مارتی' غرور مارتا ہے۔

وہ پاؤں ہٹا کر پیچھے ہٹ گئی۔ گاڑی کی طرف آتے ہوئے جھک جھک کر دونوں ہاتھوں سے پانی لیتے ہوئے اپنے لباس سے لہو کے دھبے دھوتی رہی۔ پارس نے دروازہ کھول دیا۔ وہ اس کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔ دروازہ بند کر لیا۔ پھر گاڑی آگے بڑھ گئی۔

ہم نے زبیر خیری اور دوسرے حواریوں کو کئی میل پیچھے چھوڑ دیا تھا۔ وہاں سے چلتے وقت میں نے خیری کے دماغ پر قبضہ جمائے رکھا تھا تاکہ وہ تعاقب میں نہ آئیں۔ پھر توبہ خانم اور حشام کی جنگ شروع ہونے سے پہلے خیری کو آزاد چھوڑا تو وہ چونک کر خود کو اور ساتھیوں کو دیکھنے لگا۔ حیرانی سے بولا "کیا میں خواب دیکھ رہا تھا یا یہ حقیقت ہے؟ میں نے دیکھا یہاں آنے والے پاکستانی ہمارے آقا کو پکڑ کر لے گئے ہیں اور میں آقا کو ان کے حوالے کر رہا ہوں۔"

ایک نے کہا "یہ سچ ہے۔ تم نے ایسا کیا ہے' وہ لوگ ہمارے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

آقا کو لے گئے ہیں اور تم اس کے ذمے دار ہو۔"

پھر سب ہی کہنے لگے "تم ذمے دار ہو' تم ذمے دار ہو۔ تم آقا کے دشمن ہو۔ اسے دشمنوں کے حوالے کرکے یہاں اس کی جگہ لینا چاہتے ہو۔"

وہ گھوم گھوم کر ایک ایک کو دیکھ رہا تھا۔ سب اسے لعن طعن کررہے تھے۔ حشام کے کئی وفاداروں نے اسے نشانے پر رکھا۔ وہ ہاتھ اٹھا کر بولا "ٹھہرو' میری بات سن لو۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں میں نے آقا سے غداری نہیں کی ہے۔ وہ دونوں پاکستانی جادوگر ہیں انہوں نے مجھے...."

ٹھائیں سے گولی چلی اور اس کے شانے کی ہڈی کو توڑتی ہوئی گزر گئی۔ وہ لڑکھڑا کر گرتے گرتے سنبھلتے ہوئے بولا "میں... میں آقا کو واپس لاؤں گا۔ مجھے مہلت دو۔"

دوسری گولی اس کے سینے میں لگی۔ وہ اچھل کر زمین پر گر پڑا۔ گولی مارنے والے نے کہا "خنزیر کے بچے نے ہماری آنکھوں کے سامنے آقا سے دشمنی کی اور ہمارے ہی منہ پُر غداری سے انکار کررہا تھا۔"

میں اس کے بعد کچھ نہ سن سکا۔ اسی لمحہ میں خیری نے دم توڑ دیا تھا چلتے وقت ایک غلطی ہوئی کہ ہم نے حشام کا موبائل فون نہیں لیا۔ اب اس کے حواری دوسرے علاقوں کے ساتھیوں کو ہماری مہم جوئی کی رپورٹ پہنچا رہے ہوں گے۔

میں یہ باتیں پارس وغیرہ سے نہ کہہ سکا کیونکہ اس وقت توبہ خانم نے حشام کو مقابلے کے لئے چیلنج کیا تھا۔ میں جانتا تھا کہ وہ گولے بارود اور آگ اور خون کی فضاؤں میں پرورش پانے والی لڑکی بہت دلیر اور سخت جان ہے لیکن یہ نہیں جانتا تھا کہ دشمنوں پر کس طرح غالب آتی ہے۔ اس لئے میں اس کے دماغ میں موجود رہا۔ تاکہ حشام غالب آئے تو میں توبہ خانم کی مدد کروں۔ لیکن ایسی نوبت نہیں آئی۔ اس لڑکی نے بڑے اعتماد سے جنگ جیت کر میرا دل خوش کردیا۔

جب وہ پارس کے پاس آکر بیٹھ گئی اور گاڑی آگے بڑھنے لگی تو میں نے گائیڈ سے کہا "جلال شاہ! ہم سے ایک بھول ہوگئی۔ ہمیں حشام کا موبائل فون وہاں چھوڑ کر نہیں آنا چاہئے تھا۔ آگے کی منزلوں میں توبہ خانم کے دشمنوں کو خبریں پہنچ رہی ہوں گی۔"

وہ بولا "مسٹر ارسلان! کیا فرق پڑتا ہے۔ ہم طرم خاں کا موبائل فون لے آئے تھے۔ پھر بھی حشام کو اطلاع مل گئی تھی۔ یہاں ہر گروہ اور ہر قبیلے میں ایک دوسرے کے جاسوس گھسے ہوئے ہیں۔ ویسے ایک بات مجھے الجھا رہی ہے۔"

"کون سی بات؟"

"یہی کہ دشمنوں کے جو دستِ راست اور معتمد خاص ہوتے ہیں وہ اچانک ہمارے حمایتی کیسے بن جاتے ہیں۔ طرم خاں کا وفادار گل احمد کسی وجہ کے بغیر ہمارا دوست اور اپنے آقا کا دشمن بن گیا تھا۔"

میں نے کہا "اس میں حیرانی کی کیا بات ہے' اس کا ضمیر بیدار ہوگیا تھا۔"

"کیا زبیر خیری کا بھی ضمیر بیدار ہوگیا تھا۔ اس نے اچانک حشام کی مخالفت کی اور ہمیں وہاں سے فرار ہونے کا موقع دیا بلکہ اپنے آقا کو بھی مارنے کے لئے ہمارے حوالے کردیا۔"

میں نے کہا "صاف ظاہر ہے' وہ حشام ربانی کی جگہ سردار بننا چاہتا تھا۔"

"مسٹر ارسلان! میں یقین سے کہتا ہوں کہ حشام کے وفاداروں نے اسے قتل کردیا ہوگا۔ حشام کے قبیلے میں خیری جیسے ملازموں کو کبھی سردار تسلیم نہیں کیا جاتا ہے۔"

توبہ خانم نے کہا "اب مجھے یاد آرہا ہے کہ خیری نے اپنے آقا کے خلاف ہمارا ساتھ دیا تھا۔ اور وہ گل احمد بھی میرا دشمن تھا۔ اسی نے طرم خاں کی حویلی کے ایک کمرے میں مجھے بند کیا تھا۔ واقعی سوچو تو سمجھ میں نہیں آتا۔ ہر مقام پر میری عزت کے دشمن کیسے مہربان ہوتے گئے؟"

پارس نے ان کے تجسس کو مذاق میں اڑانے کے لئے کہا "جس طرح وہ دشمن دوست ہوگئے اسی طرح جی چاہتا ہے دوست سے دشمن ہو جاؤں۔"

وہ بولی "اس سے کیا حاصل ہوگا؟"

"مجھے کچھ حاصل نہیں کرنا ہے۔ میں سچ کہہ رہا ہوں' میرے اندر کچھ ہورہا ہے۔ شدید تحریک پیدا ہورہی ہے کہ میں دشمن بن کر جھپٹ پڑوں۔"

جلال شاہ نے گاڑی روک کر پیچھے دیکھتے ہوئے کہا "کیا کہہ رہے ہو؟ ایسی تحریک پیدا ہورہی ہے؟"

"ہاں' پتا نہیں یہاں کی فضا میں ایسی کیا بات ہے کہ دشمن دوست اور دوست دشمن ہوجاتے ہیں۔ توبہ خانم! توبہ توبہ کرتے ہوئے التجا کرتا ہوں' اگر تم پر جھپٹ پڑوں تو مجھے دشمن نہ سمجھنا۔"

وہ مسکراتی ہوئی بولی "میں کبھی تمہیں دشمن نہیں سمجھوں گی۔ تم نے جس انداز میں حشام کی پٹائی کی اور مجھے عزت و آبرو سے لے آئے میں یہ بات کبھی نہیں بھولوں گی۔"

پارس فرانسیسی زبان میں بڑبڑایا "پاپا! یہ پھسل رہی ہے۔"

وہ بولی "کیا تم کچھ کہہ رہے ہو؟"

"میں اپنی زبان میں شکر ادا کررہا ہوں کہ تمہارے کام آنے کا موقع ملا۔"

میں نے خیال خوانی کے ذریعے کہا "بیٹے! یہ لڑکی عشق و محبت نہیں جانتی ہے۔ بچپن سے اب تک اس کے اندر ٹینک' طیارے' راکٹ لانچر اور اسٹنگر میزائل کے فولادی ٹکڑے بھرتے رہے ہیں۔ اس کا دل' اس کا دماغ اور اس کا مزاج سب فولاد کے ہیں۔

یہ سن کر افسوس ہو رہا ہے پاپا! یہ سپر طاقتیں دوسرے ملکوں میں جنگیں چھیڑ کر کتنا ظلم کرتی ہیں۔ کیا کسی امن و امان والے ملک کے لوگ یہ سوچ سکتے ہیں کہ افغانستان کی ایک لڑکی نے کبھی کھلتے ہوئے پھول نہیں دیکھے' صرف گولے اور بارود دیکھتی رہی ہے۔"

پھر پارس نے اس سے پوچھا "تمہاری تعلیم کتنی ہے؟"

وہ بولی "تعلیم ہے اے ون گن شوٹنگ۔ ہر طرح کے ہتھیار استعمال کرسکتی ہوں۔ گوریلا جنگ لڑسکتی ہوں۔ تاریکی میں راستے پہچان سکتی ہوں۔ آہٹ سن کر بتا سکتی ہوں کہ دشمن کتنے فاصلے پر ہیں اور کس سمت سے آرہے ہیں۔"

"میں اسکول اور کالج کی تعلیم کے متعلق پوچھ رہا ہوں۔"

وہ ہنسنے لگی' پھر بولی "چودہ برس سے کسی اسکول کا دروازہ نہیں کھلا۔ موجودہ نسل کے کسی افغانی جوان کو تعلیم نصیب نہیں ہوئی۔"

"تم انگریزی اتنی روانی سے کیسے بولتی ہو۔"

"میں چھ برس تک ریڈ کراس سوسائٹی میں رہی۔ آدھی ڈاکٹر بن گئی ہوں۔ گولی جسم کے کتنے ہی گہرے حصے میں گھس جائے آپریشن کرکے نکال دیتی ہوں۔ میں نے وہاں انگریزی سیکھی۔ ایک برس روسیوں کی قید میں رہی۔ روسی زبان اور ازبک زبان سیکھ لی۔ مجھے ازبکستان کی ایک جیل میں رکھا گیا تھا۔"

"تمہاری جیسی دلیر لڑکی سے ہمدردی نہیں کرنا چاہئے' تم پر فخر کرنا چاہئے۔"

جلال شاہ نے رات کے دو بجے اس نالے سے گاڑی نکالی ہم نے ہیڈ لائٹس کی روشنی میں دور تک کچھ جلے ہوئے درخت اور مرجھائی ہوئی ہریالی دیکھی۔ جنگ نے قدرتی مناظر کے حسن کو بھی مار ڈالا تھا۔ اب پہاڑیاں بہت دور نظر آرہی تھیں۔ چاند بھی نکل رہا تھا۔ جلال شاہ نے کہا "یہاں سے پندرہ میل کے فاصلے پر کوچی قبیلہ آباد ہے۔ منان کوچی کی مجاہدانہ عظمت کے پیشِ نظر اب کوئی کوچی باشندوں کو ڈاکو اور رہزن نہیں کہتا ہے۔ انہوں نے اپنی طرزِ زندگی بدل ڈالی ہے۔ مجھے یقین ہے وہ ہمیں خوش آمدید کہیں گے۔"

میں نے پوچھا "کیا اور کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے؟"

"دوسرا راستہ بہت لمبا اور پیچیدہ ہے ہم جلال آباد ہوکر پل چرخی سے گزرتے ہوئے کابل پہنچیں گے۔ پتا نہیں راستے میں کن قبیلوں اور گروپوں سے سابقہ پڑے گا۔ میں ادھر کا نہیں ادھر کا راستہ بہتر جانتا ہوں۔"

"تو پھر ادھر چلو۔ جو ہوگا' خدا کی مرضی سے ہوگا۔"

جلال شاہ نے مجھے ٹنکی میں پیٹرول ڈالنے کے لئے کہا۔ پھر موبائل فون لے کر رابطہ کرنے لگا۔ میں پیٹرول ڈالتے وقت اس کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ وہ رابطہ ہونے کے بعد مقامی زبان میں کہہ رہا تھا "ہیلو' میں جلال شاہ بول رہا ہوں۔ کمانڈر مسعود بیگ سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

دوسری طرف سے آواز آئی "ہیلو جلال شاہ' میں مسعود بیگ بول رہا ہوں' کہو خیریت سے ہو؟"

"خدا کا شکر ہے۔ میں میران شاہ سے آرہا ہوں۔ میرے ساتھ دو پاکستانی صحافی اور حاتم شہریار کی بہن توبہ خانم ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "مجھے پتا ہے۔ یہاں ایک گھنٹہ پہلے اطلاع پہنچ گئی تھی کہ تم لوگوں نے طرم خاں اور حشام ربانی کو ٹریپ کیا تھا۔ حشام نے طرم خاں کو گولی ماردی۔ یہ بتاؤ حشام کا کیا بنا؟"

"وہ خانم کی عزت کا دشمن بن گیا تھا۔ خانم نے اسے اپنے ہاتھوں سے ہلاک کردیا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "یہ تو لطیفہ سنا رہے ہو' پہاڑ جیسے حشام کو ایک چیونٹی نے کاٹ کر گرادیا؟"

"یہ سننے میں لطیفہ لگتا ہے۔ یہ غضب ناک لڑکی ہے۔ زبردست جنگ باز ہے۔ حشام کو ہماری آنکھوں کے سامنے صرف دس منٹ میں ہلاک کردیا تھا۔"

"چلو مان لیتا ہوں۔ آگے بولو۔ کیا اس کے بھائی حاتم شہریار کے پاس جارہے ہو؟"

"ہاں' ابھی تمہارے علاقے سے گزرنے والے ہیں۔ وہاں دو تین گھنٹے آرام کریں گے۔ پھر صبح ہوتے ہی آگے چل پڑیں گے۔"

کمانڈر مسعود بیگ نے کہا "یار جلال شاہ! تم میرے علاقے سے نہ گزرو۔"

"کیوں؟ بات کیا ہے؟"

"توبہ خانم کے بھائی سے ہماری کشیدگی ہے۔ کابل میں اقتدار کی جو سرد جنگ جاری ہے اس میں حاتم شہریار ہمارا حریف ہے۔"

"اس سے ہمارا کیا تعلق ہے؟"

"تعلق ہے۔ توبہ خانم یہاں آئے گی' ہم اسے سر آنکھوں پر بٹھائیں گے' اسے عزت دیں گے۔ لیکن ہماری نادانستگی یا بے خبری میں کسی نے اسے نقصان پہنچایا تو حاتم شہریار اسے سیاسی دشمنی کا نام دے گا۔"

وہ قائل ہوکر بولا "ایسا ہوسکتا ہے۔ جب سے توبہ خانم ہماری پناہ میں آئی ہے۔ ہم یہی دیکھ رہے ہیں کہ کوئی جنسی ہوس اور کوئی اقتدار کی ہوس پوری کرنے کے لئے اس لڑکی کو ٹارگٹ بنا رہا ہے۔"

"اسی لئے کہتا ہوں یہاں سے کابل تک جس مال کی چھین جھپٹ ہورہی ہو اسے ادھر نہ لاؤ۔"

"میرے دوست کمانڈر! جلال آباد والا راستہ بہت لمبا ہے۔"

"تم ادھر نہ جاؤ۔ ہمارے علاقے سے دس میل مغرب کی سمت گھوم کر حمزہ کے پختہ راستے پر آجاؤ۔ یہ مسافت زیادہ نہیں ہوگی۔ تم مہمانوں کے ساتھ صبح آٹھ بجے تک کابل پہنچ جاؤ گے۔"

میں اس انتظار میں تھا کہ وہ اپنی زبان بولنے کے دوران شاید

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

انگریزی میں بولیں گے' جیسا کہ لوگوں کی عادت ہوتی ہے لیکن وہ اپنی ہی زبان پر ڈٹے ہوئے تھے۔ میں جلال شاہ کے ذریعے کمانڈر مسعود بیگ کی باتیں سمجھ رہا تھا۔ مگر اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتا تھا۔

اس سے دلچسپی اس لئے پیدا ہو گئی تھی کہ وہ توبہ خانم کے بھائی کا سیاسی مخالف تھا اور انسانیت اور شرافت کے مطابق سیاسی معاملہ میں توبہ خانم کی طرف سے کوئی الزام اپنے سر نہیں لینا چاہتا تھا۔

میں نے جلال شاہ کو بے اختیار انگریزی بولنے پر مجبور کیا۔ اس نے کہا "تم نے اچھا مشورہ دیا ہے۔ میں تمہارے علاقے سے کترا کر نکل جاؤں گا۔"

جب ایک انگریزی بولتا ہے تو دوسرا بھی وہی زبان بولنے لگتا ہے۔ کمانڈر بیگ نے کہا "توبہ خانم سے کہہ دینا۔ میں اس کے بھائی کا مخالف ہوں مگر عورت کی عزت کرتا ہوں اور اس کی سلامتی کا خواہاں ہوں۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ میں کمانڈر مسعود بیگ کے دماغ میں آ گیا۔ اس کے کمرے میں دو مسلح ماتحت کھڑے ہوئے تھے اس کا ایک خاص ماتحت میز پر جھکا کچھ لکھ رہا تھا۔ کمانڈر بیگ نے اسے مخاطب کیا "ہاشم!"

"یس سر!" وہ اٹھ کر ادب سے کھڑا ہو گیا۔

کمانڈر نے کہا "اب اونٹ پہاڑ کے نیچے آئے گا۔ وہ لعنتی شہریار خود کو بہت بڑا سیاست داں سمجھتا ہے۔ میں اس کی سیاست کی دھجیاں اڑا دوں گا۔ چلو اپنے پندرہ مسلح جوانوں کو تیار کرو۔ میں انہیں سمجھاؤں گا کہ حملہ کہاں کرنا ہے؟ کیسے کرنا ہے؟ اور توبہ خانم کو کہاں سے کہاں پہنچانا ہے؟"

وہ ابھی اپنے جوانوں کو حملے کی پوری تفصیل سمجھانے والا تھا لیکن میں اس کے چور خیالات سے پہلے ہی سمجھ چکا تھا خیال خوانی کے دوران دور ایک پہاڑی کی طرف تک رہا تھا۔ جلال شاہ نے آ کر پوچھا "برادر! کیا سوچ رہے ہو؟"

میں نے چونک کر کہا "کچھ نہیں' بس یونہی' یہ بتاؤ بات ہو گئی؟"

"ہاں کمانڈر مسعود بیگ نے مشورہ دیا ہے کہ ہم توبہ خانم کو اس کے علاقے میں نہ لائیں کیونکہ اس کے بھائی سے سیاسی دشمنی ہے۔ اس نے ہمیں ایک اور راستہ بتایا ہے۔ اس راستے سے جانا مناسب ہو گا۔"

میں نے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے پوچھا "یہ خانم اور حماد کہاں ہیں؟"

"میں بھی یہی پوچھنے والا تھا۔ انہیں تنہا کہیں دور نہیں جانا چاہئے۔"

میں نے خانم کے پاس آ کر دیکھا۔ وہ دونوں ٹہلتے ہوئے ایک چھوٹی سی پہاڑی کے دوسری طرف چلے گئے تھے۔ اس لئے ہماری نظر میں نظر نہیں آ رہے تھے۔ خانم نالے کے شفاف پانی میں پاؤں ڈالے ایک پتھر پر بیٹھی ہوئی تھی' چاندنی میں پانی کی ابھرتی ہوئی لہریں چاندی کی طرح چمک رہی تھیں۔ وہ خوش ہو کر کبھی چاندنی کبھی لہروں کی چاندی کو دیکھ رہی تھی۔

پارس نے پوچھا "کیا یہاں اچھا لگ رہا ہے؟"

وہ لہروں پر دونوں پاؤں مارتے ہوئے بولی "بہت اچھا لگ رہا ہے۔ پہلے بارود کے دھوئیں میں یہ چاند' یہ چاندنی اور یہ چمکتی لہریں میلی میلی دکھائی دیتی تھیں۔ آج ہر چیز صاف ہے۔ ایسا ہے۔ پہلے جنگ نے آنکھیں چھین لی تھیں۔ آج آنکھیں ملی ہیں' آج نظر بھی ہے' نظارے بھی ہیں۔"

پارس نے کہا "کئی ماہ سے جنگ جاری نہیں ہے' بارود کا دھواں بھی نہیں ہے۔ پھر آج یہ چاندنی دل کو کیوں چھو رہی ہے؟"

"آں؟" اس نے چونک کر پارس کو دیکھا۔ پھر چاند کو دیکھا پھر پارس کو دیکھا پھر لہروں کی بہتی ہوئی چاندی کو دیکھا۔ لہروں اور ہواؤں کی سنگت سے رس بھرا ترنم ابھر رہا تھا۔ ایسا ابھی ابھی تھا۔ آنکھوں سے نظاروں کے حسن کی پہچان ہو رہی تھی۔ کانوں میں سُر سنگیت کا رس ٹپک رہا تھا۔ سانسوں میں ہوا معطر ہو رہی اور دل میں لہروں کی چاندی بج رہی تھی۔

پارس نے کہا "کسی کی شخصیت سے ماحول بدل جاتا ہے۔ ابھی کوئی دشمن تمہارے سامنے ہوتا تو نظاروں کا یہ حسن یہ نظارہ موجود ہوتا مگر تمہیں صرف دشمن کی کمینگی دکھائی دیتی۔"

وہ بولی "تم نے بہت اچھی بات کہہ دی۔ تمہارے جیسے دوست کی موجودگی میں یہ دنیا میرے لئے خوب صورت ہو گئی ہے۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ جلال شاہ کہہ رہا تھا "چلو انہیں تلاش کریں۔"

میں نہیں چاہتا تھا کہ ہم ان کی تنہائی میں مخل ہوں۔ میں نے مخالف سمت اشارہ کرتے ہوئے کہا "میں نے دونوں کو اُدھر جاتے دیکھا تھا۔"

"تو پھر اُدھر ہی چلتے ہیں۔ ذرا چہل قدمی ہو جائے گی گھنٹوں گاڑی میں بیٹھے رہے ہیں۔"

میں نے اسے دور لے جانے کے لئے باتوں میں الجھاتے ہوئے پوچھا "یہ کمانڈر مسعود بیگ کیسا آدمی ہے؟"

"بہت زبردست مجاہد ہے۔ مگر سیاست میں پڑ گیا ہے۔"

پھر سیاسی گفتگو چھڑ گئی۔ میں اسے سیاست کی دلدل میں لے گیا۔ مجھے پتا نہیں دوسری طرف کیا ہو رہا تھا۔ یہ بعد میں معلوم ہوا وہاں ان کی تنہائی میں مداخلت شروع ہو گئی تھی۔

ایک گاڑی نالے کے پانی کے چھینٹے اڑاتی آ رہی تھی۔ خانم اور پارس ایک بڑے سے پتھر کے پیچھے چھپنے کے لئے دوڑتے گئے لیکن آنے والوں نے انہیں دیکھ لیا تھا۔ وہ گاڑی کو نالے سے نکال کر خشکی پر لا رہے تھے۔

پارس نے کہا "ہو سکتا ہے انہوں نے ہمیں دیکھا ہو۔ یہ جگہ بدل دو۔ تم زمین پر رینگتی ہوئی ادھر جاؤ۔"

"اور تم؟"

"میں آنے والوں کے پیچھے پہنچنے کی کوشش کرتا ہوں۔"

وہ دونوں زمین پر لیٹ گئے اور دو مخالف سمتوں میں رینگتے ہوئے جانے لگے۔ پارس کچھ دور جانے کے بعد اٹھ گیا۔ پھر جھکتا ہوا چھپتا ہوا ایک پتھر سے دوسرے پتھر ایک ٹیلے سے دوسرے کی طرف جانے لگا۔ اس کی نظر آنے والوں پر تھی۔ وہ گاڑی کو خشکی پر لے آئے تھے اور اب اس میں سے نکل کر دور تک نظر دوڑا رہے تھے۔

وہ تعداد میں پانچ تھے۔ آپس میں کچھ بول رہے تھے' اپنی اپنی گنوں کو چیک کر رہے تھے۔ ایک شخص انہیں ہاتھ کے اشارے سے مختلف سمت جانے کے لئے کہہ رہا تھا۔ گویا وہ چاروں طرف سے گھیرنا چاہتے تھے۔ ایک مسلح شخص دوڑتا ہوا اس ٹیلے کے پاس آیا جس کے پیچھے پارس موجود تھا۔ وہاں پہنچتے ہی وہ ٹھٹک گیا۔ پھر اسے صرف ٹھٹکنے کی مہلت ملی۔ پارس نے کلاشنکوف کا دستہ اس کے سر پر دے مارا۔ اس کے حلق سے کراہ بھی نہ نکل سکی ایسے میں وہ زمین پر گرتا تو دھپ سے آواز ہوتی۔ اس نے گرتے ہوئے کو تھام لیا۔ گرتے ہوئے کو تھامنا نیکی ہے۔ اس نے چپ چاپ اسے نیکی سے زمین پر لٹا دیا۔

اسے قریب سے دیکھنے کے بعد معلوم ہوا۔ وہ حشام کے وفاداروں میں سے تھا۔ اسے دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی۔ اس نے ایک طرف دیکھا۔ ایک شخص دوڑتا ہوا ایک چٹان کی طرف جا رہا تھا۔ پارس نے نشانہ لے کر اسے اڑا دیا۔ وہ فضا میں اچھل کر جیسے اڑتا ہوا چٹان سے جا ٹکرایا پھر زمین پر گر کر ساکت ہو گیا۔

اس فائرنگ نے سب کو چوکنا کر دیا۔ وہ آواز رات کے سناٹے میں ہم تک پہنچی۔ جلال شاہ نے چونک کر کہا "شاید دشمن آ گئے۔ ہمیں یہاں زیادہ دیر ٹھہرنا نہیں چاہئے تھا۔"

ہم واپس جانا چاہتے تھے کہ ایک گاڑی کی آواز نے متوجہ کیا۔ وہ گاڑی نالے سے باہر نکلنے اور خشکی میں آنے کی کوشش میں آوازیں پیدا کر رہی تھی۔ میں نے پارس سے پوچھا "میں یہاں فائرنگ سن رہا ہوں۔ خیریت ہے؟"

"جی ہاں' یہ حشام کے حواری ہیں۔ پانچ تھے۔ میں نے دو کو گرایا تیسرے کو توبہ خانم نے گولی ماری ہے۔"

میں نے پارس کے ذریعے دیکھا۔ باقی دو بچنے والے اپنی گاڑی کی طرف دوڑ لگا رہے تھے۔ ایک ٹیلے پر سے پارس دوسرے ٹیلے پر سے خانم نے ان کا نشانہ لیا پھر گولیوں کی بوچھار کر دی۔ انہوں نے بچنے کی کوشش کی مگر کتنی گولیوں سے بچ سکتے تھے۔ چیخیں مارتے ہوئے زندگی سے خالی ہو کر پتھریلی زمین پر گر پڑے۔

میں نے پارس سے مختصر الفاظ میں کہا "یہاں بھی دشمن آ رہے ہیں۔ حالات کا تقاضا ہے کہ تم توبہ خانم کو دشمنوں کی اس چھوڑی ہوئی گاڑی میں لے جاؤ۔ جو سڑک "توگر" کی طرف جا رہی ہے اسی کابل کی سمت جاؤ۔ کسی دوسرے راستے پر نہ جانا۔ میں تھوڑی دیر بعد تمہیں صحیح حالات بتاؤں گا۔"

میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ توبہ خانم ٹیلے پر کھڑی دونوں ہاتھ فاتحانہ انداز میں اٹھا کر کہہ رہی تھی "حماد! وی ہیو وَن۔"

پھر وہ دوڑتی ہوئی ٹیلے سے اترنے لگی۔ پارس بھی ٹیلے سے اتر آیا پھر اس کے ساتھ گاڑی کی طرف بڑھتے ہوئے بولا "ہمیں اس گاڑی میں اپنا سفر جاری رکھنا چاہئے۔"

"اور وہ ارسلان اور جلال شاہ؟"

"وہ اپنی گاڑی میں آ جائیں گے۔"

"کیا تم انہیں چھوڑ کر جانا چاہتے ہو؟"

"ہاں۔ یہی سمجھ لو۔"

"او نو حماد! یہ دوستی تو نہ ہوئی۔"

"دوستی کی بات نہیں ہے۔ مجھے ارسلان نے کہا تھا کہ ہم آگے جا کر بچھڑ جائیں گے۔ پھر کچھ فاصلے پر جا کر ایک دوسرے سے مل جائیں گے۔ دیکھو مسٹر ارسلان کی پیش گوئی کتنی درست ہوتی ہے۔ ہمیں علیحدہ سفر کرنے کے لئے یہ گاڑی مل گئی ہے۔"

اسی وقت فائرنگ کی آوازیں پھر گونجنے لگیں۔ میں نے اور جلال شاہ نے اس طرف آنے والے دشمنوں سے نمٹنا شروع کر دیا تھا۔ ہمارے درمیان فائرنگ کا تبادلہ ہو رہا تھا۔

پارس نے کہا "دیر نہ کرو' گاڑی میں بیٹھو۔"

وہ اسٹیئرنگ سیٹ پر آ گیا۔ توبہ بولی "اپنے ساتھیوں کو دشمنوں میں چھوڑ کر جانا بزدلی ہے۔"

"جب ساتھی نے ہی وقت سے پہلے کہہ دیا تھا کہ ہمیں مختلف راستے اختیار کرنے چاہئیں تو پھر اسے بزدلی کیوں کہتی ہو۔"

"تم مجھے کہاں لے جانا چاہتے ہو؟"

"تمہارے اس سوال سے صاف ظاہر ہے کہ تمہیں مجھ پر بھروسا نہیں ہے۔ سمجھتی ہو میں کہیں بھگا کر لے جا رہا ہوں۔ ٹھیک ہے جہاں اعتماد نہ ہو' وہاں دوستی نہیں ہوتی۔"

اس نے ناراضگی سے منہ پھیر کر گاڑی اسٹارٹ کی۔ انجن آواز کے ساتھ بیدار ہوا۔ اس نے گیئر بدل کر گاڑی آگے بڑھائی وہ گاڑی کے ساتھ چلتی ہوئی بولی "تمہیں شرم نہیں آتی۔ مجھے یہاں چھوڑ کر جا رہے ہو؟"

وہ بولا "مسٹر ارسلان نے تمہاری بھلائی کے لئے پیش گوئی کی تھی لیکن تمہیں نہ ان پر بھروسا ہے نہ مجھ پر ہے۔ میں تو ایک اجنبی پاکستانی ہوں' قابلِ اعتماد نہیں ہوں۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

وہ جلدی سے دروازہ کھول کر چلتی گاڑی میں بیٹھتی ہوئی بولی۔ "فضول باتیں نہ کرو۔ میں نے پاکستان کا نام سنا تھا۔ دیکھا نہیں تھا۔ آج تمہاری صورت میں پاک نام دیکھ رہی ہوں۔ تمہاری نظروں میں اور تمہارے عمل میں میرے لئے پاکیزگی اور محافظت ہے لیکن تم بہت خراب ہو۔"

"یہ کیا بات ہوئی؟"

"اور کیا' کسی کی مجال نہیں ہے کہ مجھ سے اپنی بات منوا سکے۔ تم بہت تھرڈ کلاس ہو۔ اپنی بات منوا کر لے جا رہے ہو۔"

پارس نے گاڑی کی رفتار تیز کردی۔

ہمارے مقابلے پر سات مسلح افراد تھے۔ ان کے پاس اسلحہ اور کارتوس کی کمی نہیں تھی۔ ہم گاڑی کو پہاڑی کے پیچھے چھوڑ کر ٹہلتے ہوئے آئے تھے۔ دوسرے لفظوں میں میں جلال شاہ کو باتوں میں الجھا کر اتنی دور لے آیا تھا۔ تمام اسلحہ اور کارتوس گاڑی میں رہ گئے تھے۔ ہم دونوں کے پاس ایک ایک ٹی ٹی اور چند کارتوس تھے۔ اگر ہم ضروریات کے مطابق پوری طرح لیس ہوتے تو میں چند منٹوں میں ان کا تختہ کر دیتا۔

اب تو بہت محتاط رہ کر بچ نکلنے کا مسئلہ تھا۔ دشمن اس انداز میں گھیر رہے تھے کہ ان میں سے اب تک کوئی نشانے پر نہیں آیا تھا۔ میں نے جلال شاہ سے کہا "جب تک پورا یقین نہ ہو کہ نشانہ خالی نہیں جائے گا اس وقت تک گولی نہ چلانا۔"

"اگر انہوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا تو؟"

"تو تم لوگوں نے برسوں جنگ لڑی ہے۔ بتاؤ کیا سیکھا ہے؟ نہ بتا سکے تو میں بتاؤں گا۔"

"ہم نے یہ سیکھا ہے کہ میدان جنگ میں مارنا ہے یا مرجانا ہے۔ تیسرا کوئی راستہ نہیں ہے۔"

میں نے کہا "تیسرا راستہ خود کو موت سے بچانے کا ہے۔ جب اسلحہ نہ ہو یا کم ہو تو ہر ممکن کوشش سے دشمنوں کے اسلحہ خانے تک پہنچنا چاہئے' وہ دیکھو وہ اپنی گاڑی چھوڑ کر ہمیں گھیرنے کے ارادے سے دور نکل آئے ہیں۔ ہمیں اُن کی اس غلطی سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔"

"ہم گاڑی تک کیسے جائیں گے؟ اور کیا ضروری کہ اس گاڑی میں ہمارے لئے ہتھیار رکھے ہوں۔"

"فائرنگ شروع ہو تو تم صرف پندرہ منٹ تک انہیں الجھائے رکھنا' وہاں ہتھیار نہ ہوئے تو میں گاڑی اور اس کے پیٹرول کو ہتھیار بنالوں گا۔"

میری بات سمجھ میں آئی تو وہ متاثر ہو کر مجھے دیکھنے لگا۔ میں وہاں سے کھسک گیا۔ ہاتھوں اور گھٹنوں کے بل چلتا ہوا ایک جگہ آکر رک گیا۔ وہاں چھوٹے بڑے پتھر رکھے ہوئے تھے۔ میں نے چاند کو دیکھا پھر سوچا چاندنی رات میں نظریں دور سے دھوکا کھاتی ہیں۔ مجھے فریبِ نظر سے کام لینا چاہئے۔

میں نے ایک بڑا سا پتھر اٹھا کر اسے اپنی دونوں ٹانگوں پر رکھ لیا۔ پھر دوسرا پتھر اپنی رانوں پر' تیسرا پتھر لیٹنے کے بعد پیٹ پر رکھ چوتھا اپنے سینے پر رکھ لیا۔ یوں چاروں شانے چت ہو کر پشت کے بل دونوں کہنیوں سے زمین پر رینگنے لگا۔

میں کھلی جگہ پر لیٹا ہوا تھا۔ دور سے یوں لگ رہا تھا کہ زمین پر پتھر پڑے ہوئے ہیں اور ایسے ہی پتھر جگہ جگہ پڑے ہوئے تھے۔ اتنی آہستگی سے کھسک رہا تھا کہ دور سے پتھروں کے متحرک ہونے کا پتا ہی نہیں چلتا ہوگا۔

میں نے جلال شاہ کے اندر پہنچ کر دیکھا۔ وہ ایک چٹان کی آڑ میں چھپا ہوا دور تک نظریں دوڑا رہا تھا۔ اس کی نظریں میری طرف بھی آئیں لیکن وہ مجھے دیکھ نہ سکا۔ مجھ پر رکھے ہوئے پتھر اسے نظر آئے۔ اس طرح اطمینان ہوا کہ دشمن بھی دھوکا کھا رہے ہوں گے۔

مجھ پر رکھے ہوئے چار عدد پتھر کوئی گوبھی کے پھول نہیں تھے۔ سائز میں بڑے تھے' وزن میں ایک ایک پتھر پچیس کیلو سے کم نہ ہوگا۔ ایک آدھ اور زیادہ وزنی ہوگا۔ پھر یہ بھی خیال تھا کہ وہ پیروں پر رکھے ہوئے پتھر گرنے نہ پائیں۔ ورنہ ان کے لڑھکنے سے میں دشمنوں کی توجہ کا مرکز بن جاتا۔ ایسی حالت میں کہنیوں اور پشت کے بل کتنی صبر آزما تکلیفوں سے کھسک رہا تھا۔ یہ میرا دل ہی بہتر جانتا ہے۔

ادھر فائرنگ شروع ہو گئی تھی۔ جلال شاہ میری ہدایت پر عمل کر رہا تھا۔ اپنی طرف سے فائرنگ نہیں کر رہا تھا۔ بچنے کی کوشش کر رہا تھا۔ جب دشمنوں نے دیکھا کہ جوابی فائرنگ نہیں ہو رہی ہے تو کچھ نے سوچا کہ شکار چٹان کے پیچھے سے کھسک کر دوسری طرف چلا گیا ہے۔ وہ دوسری جگہ تلاش کرنے لگے۔ کچھ نے ارادہ کیا کہ اسی چٹان کو محاذ بنایا جائے۔ وہ دبے قدموں چلتے ہوئے آئے۔ جلال شاہ کے دماغ میں محتاط رہ کر اُن کے قریب آنے کا انتظار تھا۔ جب یقین ہوا کہ اب گولیاں ضائع نہیں ہوں گی تو میں نے اس کے ذریعے تڑاتڑ گولیاں چلائیں۔ ایک ضائع ہوئی۔ دو کام آگئیں۔ دو آدمی چیخ مار کر گرے۔ ایک وہاں کی ڈھلان سے لڑھکتا ہوا کھلی جگہ آتے آتے مجھ سے ٹکرا کر رک گیا۔

وہ بھی زمین پر پڑا تھا۔ میں بھی پتھروں کے نیچے چاروں شانے چت لیٹا ہوا تھا۔ گولی کام دکھا چکی تھی۔ دم نکلتے وقت وہ آنکھیں پھاڑ کر مجھے دیکھ رہا تھا۔ اس نے منوں پتھروں کے نیچے اپنی زندگی میں کسی زندہ انسان کو نہیں دیکھا ہوگا۔ مرتے مرتے یہ تماشا دیکھ رہا تھا۔

میں نے آہستگی سے پوچھا "ہیلو! جا رہے ہو۔"

اس کی گردن ڈھلک گئی۔ مرنے کے بعد بھی اس کی کھلی آنکھیں مجھ پر لگی ہوئی تھیں۔ میں نے موقع سے فائدہ اٹھا کر اپنے اوپر سے پتھر گرا دئے۔ دشمن یہی سمجھیں گے کہ ان کے ساتھی کے ٹکرانے سے پتھر اِدھر اُدھر ہو گئے ہیں۔ پھر میں نے بڑی پھرتی سے اس کی لاش کو کھینچ کر اپنے اوپر رکھ لیا۔ اس حرکت سے یہ سمجھ میں آئے گا کہ گولی لگنے والا ساتھی ابھی زندہ ہے اور اوندھا ہو کر رینگتا ہوا گاڑی کی طرف جا رہا ہے جبکہ لاش کے نیچے میں کھسک رہا تھا۔

میں نے یہ جان لیوا تدبیر اس لئے بھی آزمائی کہ اگر دشمنوں کو وہاں میری چالاکی کا پتا چل جاتا اور وہ گولیاں برساتے تو میں اس لاش کی وجہ سے تقریباً بلٹ پروف ہو چکا تھا۔ اگر کچھ اونچ نیچ ہوتی تو پھر حکمت عملی سے کچھ کر گزرتا۔

ہاتھی کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ مرے بھی تو سوا لاکھ کا۔ میرے لئے تو وہ دشمن مرنے کے بعد سوا لاکھ کا ہو گیا تھا۔ خدا اسے غریقِ رحمت کرے۔ اس نے مجھے گاڑی تک پہنچا دیا۔

میں نے گاڑی کی آڑ میں پہنچ کر لاش کو ایک طرف ڈھلکا دیا۔ پھر زمین سے اٹھ کر ادھر کا دروازہ کھول کر دیکھا۔ پچھلی سیٹ کے نیچے چھوٹے راکٹ ایک لانچر کے ساتھ رکھے ہوئے تھے۔ میں نے راکٹ کو لانچر میں ایڈجسٹ کرنے کے بعد پہاڑی کی طرف دیکھا۔ کوئی نظر نہیں آرہا تھا۔

جب سے جلال شاہ نے فائرنگ کی تھی۔ تب سے وہ لوگ محتاط ہو کر چھپ گئے تھے۔ تھوڑی دیر بعد چار افراد پہاڑی کے اوپر نظر آئے۔ وہ لوگ اس بلندی سے ایک بڑے اور بھاری پتھر کو نیچے لڑھکانے کی کوشش کر رہے تھے۔ ان کا ارادہ سمجھ میں آگیا۔ جس چٹان کے پیچھے جلال شاہ چھپا ہوا تھا وہیں وہ بھاری پتھر آکر اس پر گر سکتا تھا۔

میں نے لانچر کو شانے پر رکھ کر دشمنوں کا نشانہ لیا پھر اسی لمحے میں جلال شاہ کے اندر پہنچ کر اسے وہاں سے بھگایا۔ جیسے ہی وہ چٹان سے ذرا دور گیا' میں نے راکٹ چلا دیا۔ دوسرے ہی لمحے میں پہاڑی کی بلندی پر جیسے قیامت آگئی۔ زبردست دھماکا ہوا۔ اس دھماکے میں مرنے والوں کی چیخیں گم ہو گئیں۔ کتنے ہی انسانی جسموں کے ٹکڑے بلندی سے گرتے ہوئے بھاری پتھر کے ساتھ وہاں پہنچے جہاں پہلے جلال شاہ تھا۔

جلال شاہ دور جا کر یہ ہولناک منظر دیکھ رہا تھا اور اپنے کان پکڑ کر کہہ رہا تھا "خدایا! میں بے اختیار وہاں سے بھاگ کر نہ آتا تو میری ایسی موت ہوتی کہ لاش پہچانی نہ جاتی۔"

میں نے اس کے ذریعے کسی کی آہٹ سنی۔ اسے فوراً ہی زمین پر اوندھے منہ گرا دیا۔ کئی گولیاں تڑاتڑ کی آواز کے ساتھ اس کے اوپر سے گزر گئیں۔ اس نے ایک دم سے چت ہو کر ٹی ٹی سے فائرنگ کی۔ وہ گولیاں چلانے والا چیخ مار کر گر پڑا۔ سات میں سے چھ ختم ہو گئے۔ ساتواں خود کو تنہا پا کر گاڑی کی طرف دوڑنے لگا۔ تاکہ جان بچا کر گاڑی میں فرار ہو جائے لیکن قریب پہنچتے ہی ٹھٹک گیا۔ گھبرا کر منہ سے چیخ نکل گئی۔ میں گاڑی کے پیچھے سے اچانک روبرو آگیا تھا۔

وہ پلٹ کر بھاگنے لگا۔ دوسری طرف سے جلال شاہ اس کا نشانہ لیتا ہوا آرہا تھا۔ اس نے ایک گولی چلائی پھر دوسری گولی میں اسے گرا دیا۔ تھوڑی دیر تک گولیوں کی آواز پہاڑیوں سے ٹکراتی رہی اور ہمارے پاس واپس آتی رہی۔ اس کے بعد سناٹا چھا گیا۔ جلال شاہ مجھے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ میں نے گاڑی کے اندر اسلحہ کا ذخیرہ دیکھنے کے بہانے اس کے خیالات پڑھے' اب وہ مجھ پر شبہ کر رہا تھا۔

اس کی سوچ کہہ رہی تھی "میں اچانک چٹان کے پیچھے سے کیوں بھاگ نکلا تھا؟ میں نہیں جانتا تھا کہ اوپر سے بھاری پتھر اور دشمن مجھ پر گرنے والے تھے۔ یہ ارسلان جانتا تھا کہ ایسا ہونے والا ہے کیونکہ اس نے بلندی سے دشمنوں اور پتھر کو میری جگہ گرایا تھا۔ میرا دل کہتا ہے یہ اللہ کا ولی ہے' اس کا برگزیدہ بندہ ہے۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "یہ کوئی ولی نہیں ہے۔ میری چھٹی حس نے مجھے ہوشیار کیا تھا اور میں چٹان کے پیچھے سے ہٹ گیا تھا۔"

"کیا اس وقت بھی چھٹی حس نے ہوشیار کیا تھا جب پیچھے سے دشمن نے مجھ پر فائرنگ کی تھی اور میں دشمن کو دیکھے بغیر فوراً ہی زمین پر گر پڑا تھا۔ پھر تیزی سے زمین پر چت ہو کر اسے گولی مار دی تھی۔ یہ سب کچھ میرے کسی ارادے کے بغیر ہوا تھا۔"

اس نے سوچتے ہوئے پھر مجھے دیکھا "نہیں' یہ خدا کا نیک بندہ ایسے خطرات کے وقت جان بچاتا ہے جب ایک عام آدمی کبھی ان حالات میں بچ نہیں سکتا۔ طرم خاں اور حسّام ربانی کے دونوں دستِ راست نے اچانک ہمارے حمایتی بن کر ہمارے آگے جانے کے لئے راستے ہموار کئے تھے ورنہ کم از کم توبہ خانم کی عزت و آبرو کبھی سلامت نہ رہتی۔"

میں نے کہا "جلال شاہ! اتنی دیر سے فائرنگ ہوتی رہی۔ کیا توبہ خانم اور حماد نے آوازیں نہیں سنی ہوں گی؟ انہیں آنا چاہئے تھا۔"

"شاید انہوں نے چھپنا مناسب سمجھا ہوگا۔ آؤ آگے چل کر انہیں دیکھیں گے۔"

ہم اس گاڑی میں بیٹھ گئے۔ جلال شاہ نے ڈرائیو کرتے ہوئے کہا "اس ملک میں قدم قدم پر موت ہے لیکن میں آپ کے سائے میں ایسے محفوظ ہوں اور رہوں گا جیسے بچہ ماں کی گود میں رہتا ہے۔"

میں نے مسکرا کر کہا "اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت کرتا ہے۔"

"وہ تو کرتا ہی ہے لیکن اس معبود حافظ و ناصر نے آپ کو خاص طور پر ہم گناہ گاروں کی سلامتی کے لئے بھیجا ہے۔"

"بے شک خدا تمام بندوں کو ایک دوسرے کی حفاظت کا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

وسیلہ بنا تا ہے۔"

"جناب! آپ وہ نہیں ہیں جو نظر آتے ہیں اور جو نظر نہیں آتے اسے آپ ظاہر نہیں کریں گے۔ خدا کے پُراسرار بندے ایسے ہی ہوتے ہیں۔"

"برادر! کیا تم مجھے پُراسرار سمجھ رہے ہو؟"

"آپ میرے سمجھنے کی بات نہ کریں۔ عقل کا اندھا بھی یہ کہے گا کہ طرم خاں کی حویلی سے یہاں تک مجھے اور توبہ خانم کو غیبی مدد ملتی رہی ہے۔"

"غیبی مدد بندوں سے نہیں خدا سے ملتی ہے۔"

وہ چپ ہو گیا۔ مگر قائل نہیں ہوا۔ ہم اپنی پہلی گاڑی جہاں چھوڑ آئے تھے وہاں پہنچ گئے۔ جلال شاہ نے کہا "وہ دونوں یہاں بھی نہیں ہیں۔"

"ان کی فکر نہ کرو۔ وہ ہم سے کہیں راستے میں ملیں گے۔ ہمیں آگے بڑھنا چاہئے۔"

ہم دشمنوں کی گاڑی سے چند خاص ہتھیار اور پٹرول سے بھرے ہوئے کین اٹھا کر اپنی گاڑی میں رکھنے لگے۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "آپ نے پیش گوئی کی ہے تو وہ دونوں آگے ضرور ملیں گے۔ میں آپ کے پُراسرار علم کو صدقِ دل سے مانتا ہوں۔"

وہ پھر ڈرائیونگ سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ اسے اسٹارٹ کرتے ہوئے بولا "پہلے ہم توبہ خانم کی وجہ سے راستہ بدل رہے تھے۔ اب وہ نہیں ہے' ہم کمانڈر مسعود بیگ کے علاقے سے چلیں گے۔"

میں نے کہا "کمانڈر نے جس راستے ت جانے کا مشورہ دیا ہے اسی راستے پر جانا چاہئے۔"

"میں چاہتا تھا کمانڈر کے علاقے سے گزرتے ہوئے اس سے ملاقات کرتے چلیں۔"

"اسی دوسرے راستے پر کمانڈر سے ملاقات ہوگی۔"

اس نے چونک کر مجھے دیکھا۔ پھر گاڑی کو آگے بڑھاتے ہوئے بولا "خدائے بزرگ و برتر کی قسم! آپ کی پیش گوئی پر میرا ایمان ہے۔ وہ کمانڈر اس راستے پر ضرور ملے گا۔"

ہماری گاڑی کمانڈر کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے لگی۔ میں نے پارس کے پاس جا کر دیکھا۔ وہ ڈرائیو کر رہا تھا اور توبہ خانم اس کے پاس اگلی سیٹ پر ایک گن لئے بیٹھی ہوئی تھی' اس نے کہا "پاپا! ابھی تک ہم خیریت سے سفر کر رہے ہیں۔"

میں نے کہا "خانم کے بھائی حاتم شہریار اور کمانڈر مسعود بیگ ایک دوسرے سے سیاسی دشمنی رکھتے ہیں۔"

"پھر آپ نے ہمیں کمانڈر کے علاقے سے گزرنے کو کیوں کہا ہے؟"

"اس لئے کہ وہاں ابھی کمانڈر نہیں ہے۔ وہ خانم کو اغوا کرنے دوسرے راستے پر گیا ہے۔ قصہ یہ ہے کہ جلال شاہ نے کمانڈر کو بتایا تھا کہ ہم خانم کے ساتھ اس کے علاقے سے گزرنے والے ہیں۔ اس نے کہا خانم کی وہ عزت کرتا ہے لیکن دشمنوں سے اس لڑکی کو نقصان پہنچے گا تو خواہ مخواہ کمانڈر مسعود بیگ پر الزام آئے گا۔ لہٰذا خانم کو ہم دوسرے راستے سے لے جائیں۔"

"اچھا سمجھ گیا۔ ایک طرف کمانڈر مسعود بیگ نے خانم کو اپنے علاقے سے دور رکھا تاکہ اس پر الزام نہ آئے اور دوسری طرف اسے اغوا کرنے دوسرے راستے پر گیا ہے۔"

"بالکل یہی بات ہے۔ کمانڈر کی سوچ نے بتایا ہے کہ وہ اپنے خاص ماتحت ہاشم کو اپنے علاقے میں چھوڑ کر پندرہ وفاداروں کے ساتھ خانم کو اغوا کرنے دوسرے راستے پر آیا ہوا ہے۔"

پارس نے پوچھا "میں خانم کے ساتھ ادھر سے گزروں گا تو ہاشم سے سامنا ہوگا؟"

"ہاں ایک چھوٹی سی پہاڑی پر ہاشم دس مسلح افراد کے ساتھ ہے' نیچے سڑک سے تمہاری گاڑی گزرے گی تو وہ گاڑی کو دیکھیں گے اور تمہیں رکنے کا سگنل دیں گے۔ تم رکے بغیر آگے جاؤ گے تو ایک بارودی سرنگ پھٹ پڑے گی۔ میں ابھی اس سرنگ کو ناکارہ بنا کر آتا ہوں۔"

میں نے ہاشم کے پاس پہنچ کر اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ ایک کاٹیج سے باہر جاتے ہوئے اپنے مسلح افراد سے بولا "تم لوگ یہاں ٹھہرو۔ میں ابھی بارودی سرنگ چیک کر کے آ رہا ہوں۔"

وہ باہر آکر پہاڑی سے اترتا ہوا سڑک پر آیا۔ وہاں سے آدھ نصف میل کے فاصلے پر وہ بارودی سرنگ تھی۔ ادھر پہنچ کر وہ میری مرضی کے مطابق اسے ناکارہ بنانے لگا۔ اسی وقت جلال شاہ نے میری آنکھیں بند دیکھ کر کہا "آپ سو جائیں' کوئی پرابلم ہوگا تو آپ کو جگا دوں گا۔"

"میں سو نہیں رہا ہوں' ذرا آرام کر رہا ہوں۔"

میں اسے جواب دے کر پھر ہاشم کے پاس آیا۔ وہ حیران ہو کر سوچ رہا تھا "میں نے اس بارودی سرنگ کو بیکار کیوں بنا دیا ہے؟"

اس سے پہلے کہ وہ اسے دوبارہ کارآمد بناتا' میں نے پھر اس پر قبضہ جما لیا۔ وہ پھر نصف میل واپس چلتا ہوا آیا اور کاٹیج تک جانے کے لئے پہاڑی پر چڑھنے لگا۔ میں نے اس کے ذریعے دور ایک گاڑی کو آتے دیکھا۔ ایک مسلح سپاہی اونچے پتھر پر کھڑا ہوا لالٹین ہلا رہا تھا اور گاڑی کو رکنے کا اشارہ کر رہا تھا۔

میں ہاشم کو چھوڑ کر خانم کے پاس آیا۔ اس کے ذریعے دیکھا وہی شخص لالٹین کے ذریعے گاڑی روکنے کا اشارہ کر رہا تھا۔ خانم کہہ رہی تھی "ادھر خطرہ ہے۔ اوپر پہاڑی پر مسلح افراد نظر آ رہے ہیں۔"

میں نے پارس سے کہا "گاڑی نہ روکو بڑھتے چلے جاؤ۔"

ادھر ہاشم پھر آزاد ہو کر بڑبڑا رہا تھا "ارے یہ مجھے کیا ہو گیا ہے۔ میں بارودی سرنگ کے پاس سے یہاں کیسے آگیا؟" اسے اپنے سوالوں کا جواب نہیں ملا۔ میں نے اس کے ذریعے اسے

اٹھا کر چیختے ہوئے کہا "لالٹین رکھ دو۔ گاڑی نہ روکو اسے جانے دو۔"

اس شخص نے لالٹین کو پتھر پر رکھ دیا۔ پہاڑی پر کھڑے ہوئے لوگوں نے اپنی گنیں نیچی کر لیں۔ پارس تیز رفتاری سے ڈرائیو کرتا ہوا ان کے سامنے سے گزر گیا۔ آگے بارودی سرنگ سے بھی پار چلا گیا۔

خانم کھڑکی سے باہر پیچھے دیکھ کر بولی "حیرت ہے۔ وہ ہمیں رکنے کے لئے کہہ رہے تھے۔ پھر خود ہی ہمیں جانے دیا ہے۔ کوئی تعاقب بھی نہیں کر رہا ہے۔"

پارس نے تائید کی "ہاں حیرانی کی بات ہے۔ وہ پیچھے نہیں آ رہے ہیں۔ لیکن آگے رکاوٹیں ہو سکتی ہیں۔ ہمیں محتاط رہنا چاہئے۔"

ہاشم کہہ رہا تھا "یہ..... یہ کیا ہو رہا ہے۔ وہ جو گاڑی آ رہی تھی کہاں چلی گئی۔"

ایک حواری نے کہا "برادر ہاشم! تم نے گاڑی کو جانے کی اجازت دی ہے۔ ہم تو اسے روکنا چاہتے تھے۔"

وہ سڑک پر کھڑی ہوئی تین گاڑیوں کی طرف دوڑتے ہوئے بولا "فوراً آؤ۔ ابھی وہ کمبخت دور نہیں گئے ہیں' ہم انہیں پکڑ لیں گے۔"

دس حواری اس کے پیچھے دوڑتے آ رہے تھے۔ ہاشم گاڑیوں کے پاس پہنچتے ہی اپنی گن سے نشانہ لے کر ان کے پہیوں کو گولی مارتا گیا۔ پہیئے زوردار آوازوں سے پھٹتے رہے۔ حواری چیختے ہوئے آ رہے تھے "برادر! یہ کیا کر رہے ہو؟"

مگر وہ کر چکا تھا۔ تمام گاڑیاں بے کار ہو چکی تھیں۔ صرف دوڑنے والے پاؤں رہ گئے تھے۔ اور وہ دوڑ کر جانے والوں کے پیچھے نہیں جا سکتے تھے۔ میں نے کسی خون خرابے کے بغیر توبہ خانم کو دشمن کے علاقے سے پار کرا دیا تھا۔

خانم نے کہا "حماد! یہ سب کچھ جادوئی تماشا لگ رہا ہے۔"

پارس نے کہا "میں دعا مانگ رہا تھا کہ ہم دشمنوں کے علاقوں سے صحیح سلامت نکل جائیں۔ دعا قبول ہو گئی ہے تو تمہیں جادوئی تماشا لگ رہی ہے۔"

"پلیز سنجیدگی سے سوچو۔"

"کیا دعا غیر سنجیدہ ہوا کرتی ہے؟"

"میں دعا کی قبولیت کو مانتی ہوں لیکن ہر مرحلے پر دعا قبول نہیں ہوتی۔ ہر مرحلے پر دشمن دوست نہیں بنتے' ہر قدم پر عزت کے لٹیرے نیکی کے فرشتے نہیں بن جاتے۔ ایسے معجزے ہونے لگیں تو انسان کوشش کرنا اور جدوجہد کرنا چھوڑ دے۔ ایسا ہوتا تو یہاں مجاہدین نظر نہ آتے' ہم دعا مانگ کر روس کو بھگا دیتے۔"

"تم اتنی لمبی تقریر کیوں کر رہی ہو؟"

"میں سمجھنا چاہتی ہوں' کیا ہو رہا ہے؟ جب سے تم میرے ساتھ ہو کچھ معجزوں جیسی باتیں ہو رہی ہیں۔"

"تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ ہم دونوں نے ذہانت اور دلیری سے دشمنوں کا مقابلہ نہیں کیا ہے۔ دشمن جادو سے مرتے گئے ہیں۔"

"یہ بات نہیں ہے۔ ہم نے بھرپور ذہانت اور دلیری سے کام لیا ہے لیکن اس کے علاوہ بھی کچھ عجیب سے واقعات ہو رہے ہیں ابھی ہمارا راستہ روکا جا رہا تھا پھر دوسرے ہی منٹ میں کچھ کہے سنے بغیر جانے کی اجازت دے دی گئی۔"

"کہو تو واپس چل کر پوچھتے ہیں انہوں نے ایسا کیوں کیا؟"

"کیا تمہیں حیرانی نہیں ہو رہی؟"

"کوئی خاص حیرانی کی بات نہیں ہے۔ روکنے والوں نے دیکھ لیا ہوگا کہ حاتم شہریار کی ہمشیرہ جا رہی ہے اس لئے روکتے روکتے جانے کی اجازت دے دی۔"

"اگر انہوں نے پہچان کر میری عزت کی ہے تو ذرا دیر کو گاڑی روک کر ایک گلاس پانی یا قہوے کے لئے پوچھ سکتے تھے۔"

"آگے کہیں قہوہ پلا دوں گا۔ جو منزل گزر گئی اس کے بارے میں سوچ کر وقت ضائع نہ کرو۔ یہ بتاؤ آگے کیسے لوگوں سے سابقہ پڑ سکتا ہے؟"

اس نے توبہ خانم کو باتوں میں الجھا دیا۔ وہ اگلی منزلوں کے متعلق بتانے لگی۔ ہمارے راستے میں وہ منزل آگئی جہاں کمانڈر بیگ ہمارا انتظار کر رہا تھا۔ اس نے اور اس کے وفاداروں نے اپنی اپنی پگڑیوں کے ایک حصے سے چہرے چھپا لئے تھے تاکہ توبہ خانم کو اغوا کرنے کا الزام کمانڈر بیگ اور اس کے ساتھیوں پر نہ آئے۔

ان پندرہ افراد کی چار گاڑیوں نے ہمارا راستہ روک لیا۔ جلال شاہ نے گاڑی سے اتر کر کہا "میں تمام مجاہدین کی رابطہ کونسل کا نمائندہ جلال شاہ ہوں۔ تم لوگ اپنا تعارف کراؤ۔"

ایک نے کہا "اپنا تعارف کرانا ہوتا تو ہم چہرہ نہ چھپاتے۔"

میں کمانڈر بیگ کے اندر پہنچا ہوا تھا۔ اس نے آواز بدل کر بولنا چاہا لیکن میری مرضی سے اپنی آواز میں بولا "تمہاری گاڑی میں ایک حسین بلا ہے جسے توبہ خانم کہتے ہیں۔ اگر سلامتی سے آگے جانا چاہتے ہو تو اس دوشیزہ کو ہمارے حوالے کر دو۔"

جلال شاہ نے حیرانی سے پوچھا "کمانڈر بیگ! یہ تم ہو؟ جب اصل آواز میں بول رہے ہو تو پھر چہرہ کیوں چھپا رہے ہو؟"

کمانڈر بیگ نے پریشان ہو کر سوچا "یہ کیا حماقت ہو گئی' میں آواز بدل کر بولنا چاہتا تھا پھر اپنی آواز میں کیسے بول گیا؟"

جلال شاہ نے کہا "میرے کمانڈر دوست! میرے ساتھ ایک پاکستانی صحافی ہے۔ نام ارسلان ہے۔ غضب کا نجومی ہے۔ اس کی کوئی پیش گوئی غلط نہیں ہوتی۔ اس نے کہا تھا' اس راستے پر تم سے ملاقات ہوگی۔ اب تم لاکھ چہرہ چھپاؤ۔ اس خدا کے بندے کی پیش گوئی غلط نہیں ہوگی۔ سامنے آؤ' دوستوں سے بھلا کیا پردہ؟"

وہ اپنے چہرے پر سے کپڑا ہٹاتے ہوئے مسکرا کر بولا "میں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

یہاں اچانک تمہارے سامنے آکر سرپرائز دینا چاہتا تھا۔ مگر تمہارے نجومی نے پہلے ہی یہ سسپنس ختم کردیا تھا۔ بہرحال تم ذرا یہاں آؤ'میں تم سے تنہائی میں ایک اہم بات کرنا چاہتا ہوں۔"

میں جانتا تھا وہ کیا کہے گا۔ میں نے جلال شاہ کے اندر رہ کر اسے یہ بولنے نہیں دیا کہ ہماری گاڑی میں توبہ خانم نہیں ہے۔ جلال شاہ تیزی سے چلتا ہوا ان چار گاڑیوں کی طرف جارہا تھا۔ کمانڈر بیگ اپنی گاڑی سے اتر کر مصافحہ کرتے ہوئے بولا "ذرا ادھر چلو۔"

وہ دونوں سڑک کے کنارے کچے پر گئے۔ پھر کمانڈر بیگ نے کہا "جلال شاہ! تم میرے بہترین دوست ہو۔ چونکہ رابطہ کونسل سے تمہارا تعلق ہے اس لئے تم کسی پارٹی کے طرف دار نہیں ہو۔ مگر ایک معاملے میں میری طرف داری کرو۔"

"کون سا معاملہ؟"

"تمہاری گاڑی میں توبہ خانم ہے اسے میری گاڑی میں بٹھادو۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو؟ تم نے ایسے الزام سے بچنے کے لئے مجھے اس راستے سے گزرنے کا مشورہ دیا تھا۔"

"اسی لئے مشورہ دیا تھا کہ یہ میرا علاقہ نہیں ہے یہاں سے وہ حسینہ غائب ہوگی تو مجھ پر الزام نہیں آئے گا۔"

"مجھ پر تو الزام آئے گا۔ کابل میں میرا محاسبہ کیا جائے گا۔"

"تم کہہ دینا وہ دونوں پاکستانی توبہ خانم کو لے کر سرحد پار چلے گئے۔ ابھی ان دونوں کو یہاں قتل کرکے لاش چھپادی جائے گی۔"

"تم کتنی لمبی لمبی پلاننگ کررہے ہو۔ پہلے یہ تو جاکر دیکھو گاڑی میں خانم ہے بھی یا نہیں؟"

اس نے چونک کر پوچھا "کیا! وہ نہیں ہے؟"

"نہیں۔ وہ ہم سے راستے میں بچھڑ گئی ہے۔"

وہ تیزی سے چلتا ہوا ہماری گاڑی کے پاس آیا۔ اندر جھانک کر دیکھنے لگا۔ میں نے گاڑی سے باہر آکر کہا "ادھر نالہ پار کرتے ہی دشمنوں نے حملہ کیا تھا۔ ان سے جنگ کرنے اور وہاں سے فرار ہونے کے وقت ہمارے راستے الگ ہوگئے۔ وہ میرے ایک ساتھی حماد کے ساتھ گئی ہے۔"

وہ جھنجلا کر میری باتیں سن رہا تھا۔ پھر اس نے پوچھا "کیا تم وہی نجومی ہو؟"

"جی ہاں' میرا نام ارسلان ہے۔"

ایک وفادار گاڑی سے اتر کر موبائل فون لاتے ہوئے بولا۔ "سر! برادر ہاشم کا فون ہے۔"

کمانڈر بیگ نے فون کو کان سے لگاتے ہوئے پوچھا "کیا بات ہے؟"

"سر! یہاں عجیب جادوئی تماشا ہوگیا ہے۔ میں بیان کروں گا تو آپ یقین نہیں کریں گے۔"

"بکواس مت کرو۔ جو بات ہے فوراً بولو۔"

"سر! یہاں سے ایک گاڑی گزر گئی۔ میں نے اپنے آدمیوں کو چیک کرنے نہیں دیا۔ اس گاڑی کو جانے کی اجازت دے دی۔"

"وہ کس کی گاڑی تھی؟ تم نے ایسا کیوں کیا؟ کیا وہ گاڑی بارودی سرنگ پر سے بھی گزر گئی؟"

"جی ہاں۔ اسی لئے تو اسے جادوئی تماشا کہہ رہا ہوں۔ مجھے ایسا لگ رہا تھا جیسے کسی نے میرے دماغ کو جکڑ لیا تھا۔ میں نے آپ ہی آپ بارودی سرنگ کو ناکارہ بنادیا۔ ہمارے وفادار سامنے سے نکل [illegible] والی گاڑی کا تعاقب کرنا چاہتے تھے میں نے تیزی سے گاڑیوں کے پہیوں کو گولیاں مار کے بیکار کردیا۔"

"پاگل کے بچے! یہ کیا بکواس ہے؟"

دوسری طرف سے آواز آئی "سر! میں کرامت اللہ بول رہا ہوں۔ یہاں ہم سب گواہ ہیں کہ برادر ہاشم غدار نہیں ہے۔ لیکن وہ گاڑی کے جانے تک پاگلوں جیسی حرکتیں کرتا رہا۔ مگر اب نارمل ہے۔"

"کیا واقعی ایسا ہوا ہے۔ کیا تم سب ہاشم کی بے گناہی کے گواہ ہو؟"

اسے فون پر بہت سی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ ادھر سے سب کہہ رہے تھے "سر! ہم گواہ ہیں۔ ہم نے جادو کے متعلق بہت کچھ سنا تھا۔ آج آنکھوں سے اپنے ہی اوپر گزرنے والا جادو دیکھا ہے۔"

"اس گاڑی میں کون تھا؟"

"گاڑی کے اندر اندھیرا تھا۔ لیکن کھڑکی کے پاس بیٹھی ہوئی توبہ خانم کو میں نے پہچان لیا تھا۔"

"اوہ گاڈ! یہ میں کیا سن رہا ہوں۔ توبہ خانم میرے علاقے سے گزر گئی اور ایک بھی گولی نہیں چلی؟ میرا انتظار کرو' میں آرہا ہوں۔"

اس نے فون بند کرکے جلال شاہ کو گھورتے ہوئے پوچھا "کیا خانم کے ساتھ کوئی جادوگر ہے؟"

"میں نہیں جانتا۔ تم سے کہہ چکا ہوں' خانم کا راستہ الگ ہوگیا تھا اور وہ مسٹر ارسلان کے ایک ساتھی حماد کے ساتھ گئی ہے۔"

"وہ میرے علاقے سے میرے آدمیوں کو جادو میں جکڑ کر آرام سے گزر گئی ہے۔"

پھر اس نے مجھے گھور کر دیکھا اور پوچھا "کیا تم لوگ جادوگر ہو؟"

میں نے کہا "ہم مسلمان ہے۔ اسلام میں جادو سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کی ممانعت ہے۔"

"پھر وہ کیسے بارودی سرنگ پر سے بخیریت گزر گئی؟"

میں نے کہا "آپ ایسے ڈانٹ کر پوچھ رہے ہیں جیسے میں نے اسے وہاں سے پار کرایا ہے جبکہ اس سے کئی میل دور آپ کے سامنے ہوں۔"

وہ ذرا نرم پڑ کر بولا "ہاں۔ تم تو یہاں ہو۔ مگر جلال شاہ کا دعویٰ ہے کہ تم زبردست نجومی ہو۔ اپنے علم سے کچھ تو بتاؤ۔ یہ کیا ہوگیا ہے؟"

"میرا علم کہتا ہے کہ توبہ خانم کے ستارے عروج پر ہیں۔ اس کے دوست بن کر رہنے والوں کے لئے بھی عروج اور ترقیاں ہیں اور اس سے دشمنی کرنے والوں کے مقدر میں تباہی' بربادی' ذلت اور موت ہے۔"

"بکواس کرتے ہو تم۔ ایک گولی ماروں گا تو ستاروں کا حساب کرنے آسمان پر پہنچ جاؤ گے۔ وہ کوئی پیر یا ولی کی بیٹی نہیں ہے کہ اسے اغوا کرنے سے ہم پر قہر نازل ہوگا۔"

جلال شاہ نے کہا "یار م! خدا کا خوف کرو۔ مسٹر ارسلان خدا کے برگزیدہ بندے ہیں۔ ان سے اونچی آواز میں بات نہ کرو۔"

"تو پھر اس بندے سے کہو' توبہ خانم کے متعلق بتائے۔ وہ ابھی کہاں ہے اور میں اسے کیسے حاصل کرسکتا ہوں۔"

میں نے کہا "وہ "لوگر" پہنچ رہی ہے۔ تم جانتے ہو' وہاں سے کابل کتنا قریب ہے۔ تم اس کے تعاقب میں جاؤ گے تو تمہارے لوگر پہنچنے تک وہ کابل پہنچ جائے گی۔"

وہ سوچ میں پڑ گیا۔ ٹہلنے کے انداز میں ذرا دور ہوگیا پھر پلٹ کر بولا "خانم اور حماد کے پاس فون یا ٹرانسیٹر ہوگا۔ تم ان سے رابطہ کرکے انہیں "لوگر" میں رکنے اور تمہارا انتظار کرنے کو کہہ سکتے ہو۔"

"ان کے پاس فون یا رابطے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔"

"جھوٹ بولتے ہو۔ اگر رابطے کا ذریعہ نہیں ہے تو تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ وہ "لوگر" پہنچ رہی ہے۔"

"میں اپنے علم سے معلوم کرتا ہوں۔"

"تو پھر اپنے علم سے اسے روکو۔"

"میں کسی کے بھی متعلق معلوم کرسکتا ہوں لیکن اس کے معاملے میں مداخلت نہیں کرسکتا۔ تم مجھ سے پندرہ فٹ کے فاصلے پر ہو۔ میں جانتا ہوں کہ ادھر آتے وقت تم لڑکھڑا کر گرو گے۔ لیکن جاننے کے باوجود تمہیں گرنے سے نہیں روک سکتا۔"

"کیا بچگانہ بات کہہ رہے ہو۔ یہ چند قدم چل کر آؤں گا تو گر پڑوں گا؟ کیا تم مجھے آنکھوں والا اندھا سمجھتے ہو۔ یہ لو۔"

وہ تیز چلتا ہوا میری طرف آنے لگا۔ اگرچہ وہ محتاط تھا۔ اس کے باوجود میں نے اسے ایک ساعت کے لئے غائب دماغ بنا کر اس کی دونوں ٹانگوں کو آپس میں الجھادیا۔ وہ لڑکھڑا کر اوندھے منہ گر پڑا۔

یہ درست پیش گوئی دیکھتے ہی جلال شاہ میرے قدموں میں بیٹھ گیا "حضور! اب تو میں ایمان لے آیا ہوں۔ آپ اللہ تعالیٰ کے خاص اور پُراسرار بندے ہیں۔ میں ہمیشہ آپ کے قدموں میں رہوں گا۔"

کمانڈر بیگ گرنے کے بعد تھوڑی دیر زمین پر بیٹھا رہا۔ وہیں سے سر اٹھا کر مجھے حیرانی سے دیکھنے اور سوچنے لگا۔ اب وہ متاثر ہورہا تھا۔ سوچ رہا تھا "واقعی یہ زبردست عالم اور باکمال بندہ ہے۔ مجھے اس کے قدموں میں رہ کر اس کی خوشنودی حاصل کرکے سیاسی فائدہ اٹھانا چاہئے۔"

وہ زمین پر بیٹھے ہی بیٹھے ہاتھ پاؤں سے رینگتے ہوئے میرے قدموں سے آکر لپٹ گیا۔ گڑگڑا کر کہنے لگا "مجھے معاف کردیں۔ میں نے آپ کی شان میں گستاخی کی ہے۔ میں بھی اپنے دوست جلال شاہ کی طرح آپ کے قدموں میں رہوں گا۔"

میں نے جھک کر دونوں کو قدموں سے اٹھاتے ہوئے کہا "یہ کیا کرتے ہو اٹھو! مجھے گناہ گار نہ کرو۔ میں اللہ تعالیٰ کا ایک عاجز بندہ ہوں۔"

کمانڈر بیگ نے کہا "آپ کے عجز میں کمال ہے۔ آپ برائے کرم میرے علاقے میں چلیں' مجھے میزبانی کا شرف بخشیں۔"

میں نے کہا "تم خود اپنے علاقے میں نہیں جاسکو گے پھر مجھے وہاں کیسے مہمان بناسکو گے؟"

وہ حیرانی سے بولا "کیا یہ آپ کا علم کہتا ہے کہ میں واپس نہیں جاسکوں گا؟ میرے راستے میں کیسی رکاوٹیں ہیں؟"

"بظاہر کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ لیکن حالات تقاضا کررہے ہیں کہ کل صبح تک تمہیں کابل میں ہونا چاہئے۔ وہاں کا حکمران گروہ تمہارے ایک خاص آدمی عدنان باری کو خرید رہا ہے۔ اگر وہ ان کے ہاتھوں بک جائے گا تو کابل میں تمہاری پوزیشن کمزور ہوجائے گی۔"

وہ میرے دونوں ہاتھ تھام کر بولا "خدا کی قسم' آپ خدا کے سچے بندے ہیں۔ بارہ گھنٹے پہلے میرے مخبر نے بتایا تھا کہ میرا معتمدِ خاص عدنان باری ایک دشمن حکمران سے ملاقات کرنے والا ہے۔ میں نے اس پر شبہ نہیں کیا۔ مگر آپ کی دی ہوئی خبر نے' آپ کی معلومات سے میں انکار نہیں کروں گا میں کابل ضرور جاؤں گا...اور آپ کے سائے میں رہ کر جاؤں گا۔"

"میرے ساتھ ضرور چلو۔ لیکن میں مستقل تمہارا مہمان نہیں رہوں گا۔ جب چاہوں گا' جہاں چاہوں گا چلا جاؤں گا۔"

اس نے اپنے وفاداروں کو حکم دیا کہ ہمارے پیچھے آئیں' ہم کابل جارہے ہیں۔ اس کے بعد ہمارا قافلہ چل پڑا۔ اس نے راستے میں کہا "آپ مجھ پر نظرِ کرم رکھیں گے تو میں موجودہ عبوری حکومت میں ایک بڑا عہدہ حاصل کرلوں گا۔"

وہ عبوری حکومت میں ایک مشیر کی حیثیت سے تھا اور صدر کا عہدہ حاصل کرنا چاہتا تھا۔ میں نے کہا "تمہاری پوزیشن اتنی مضبوط ہے کہ تم دو پارٹیوں کی حمایت حاصل کرکے اپنا مقصد پورا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کرسکتے ہو۔"

"خدا آپ کا بھلا کرے۔ آپ درست فرما رہے ہیں لیکن کسی پارٹی سے گٹھ جوڑ نہیں ہو رہا ہے۔ اگر آپ چاہیں تو میری مشکل آسان ہو سکتی ہے۔"

"میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں۔ اپنے علم سے معلومات فراہم کر سکتا ہوں لیکن کسی معاملے میں عملی حصہ نہیں لے سکتا۔"

"آپ مجھے ایسا راستہ دکھائیں جو مجھے کامیابی کی طرف لے جائے۔"

"تم سب سے پہلے اپنے معتمدِ خاص عدنان باری کو دوسری پارٹی میں جانے سے روکو۔ ورنہ وہ دوسری پارٹی مضبوط ہو جائے گی۔"

"میں اسے ہر حال میں روک لوں گا۔"

"توبہ خانم کا بھائی حاتم شہریار زبردست سیاسی مداری ہے۔ امریکا اور فرانس کا خفیہ نمائندہ ہے۔ اس کی کوشش یہی رہتی ہے کہ یہاں خانہ جنگی رہے کوئی مضبوط حکومت قائم نہ ہو اور جب بھی کوئی حکومت قائم ہو تو اس کے زر خرید سیاست داں ضرور اس میں اعلیٰ عہدے دار رہا کریں۔"

"حضور! آپ تو اندر کی وہ باتیں جانتے ہیں جو کوئی جان نہیں سکتا۔ میں اسی لئے خانم کو یرغمال بنانا چاہتا تھا۔ اس سے شادی کر لیتا، اس سے ازدواجی رشتہ قائم کر لیتا، حاتم کا بہنوئی بن جاتا تو وہ مجھے اقتدار کی اونچی کرسی تک پہنچا دیتا۔"

"کمانڈر بیگ! تمہاری قسمت اچھی ہے کہ تم نے توبہ خانم کو ہاتھ نہیں لگایا ہے۔ اسی لئے اب تک تم پر تباہی نہیں آئی ہے۔ میرا مشورہ ہے اس سے دور رہو اور کوشش کرو کہ اس کی صورت ہی نہ دیکھو۔ اس میں تمہاری بہتری ہے۔"

"میں آپ کی ہدایت پر عمل کروں گا۔ کیا حاتم شہریار سے کسی طرح دوستی ہو سکتی ہے؟ اس نے میرے بھائی کو قتل کرایا تھا۔ میں خون معاف کر سکتا ہوں۔ اس سے دوستی کرنے کے لئے کچھ بھی کر سکتا ہوں۔"

"بھائی کا خون معاف کرو گے تو دوستی ہو سکتی ہے۔"

کچھ عرصہ پہلے کمانڈر بیگ کو اپنا بھائی عزیز تھا۔ اس وقت اسے حاتم شہریار کی طاقت کا صحیح اندازہ نہیں ہوا تھا۔ اب یہ بات واضح ہو رہی تھی کہ حاتم شہریار کی پشت پر کتنے بڑے ممالک ہیں۔ ان کے ذریعے وہ افغانستان میں بادشاہ ساز یا شاہ گر بن گیا ہے، جسے چاہتا ہے بدلتی ہوئی حکومتوں میں بڑے عہدے پر پہنچا دیتا ہے۔ ان حقائق کے پیش نظر اب خون کا بدلہ خون نہیں رہا۔ وہ بھائی کے قاتل سے دوستی کرنے پر آمادہ ہو گیا تھا۔

ہماری گاڑی کے آگے پیچھے کمانڈر بیگ کے وفاداروں کی گاڑیاں تھیں۔ ہم ایک دوسرے سے کافی فاصلے پر رواں دواں تھے۔ انہوں نے ایک طویل جنگ لڑ کر اسی انداز سے سفر کرنا سیکھا تھا۔ اپنے آقا کو درمیان میں رکھ کر آگے پیچھے چلتے تھے۔ قافلے کے اس دستور نے ہمیں بچا لیا۔ اچانک آگے جانے والی گاڑی ایک دھماکے سے اڑی۔ وفاداروں کی چیخیں گونجنے لگیں۔ یہ پچھلی گاڑی کے وفادار چیخ رہے تھے۔ ورنہ اگلی کے تو چیتھڑے اڑ گئے تھے۔ ہم بھی دروازے کھولتے ہوئے باہر چھلانگیں لگاتے ہوئے سڑک کے دو طرف ڈھلانوں میں لڑھکتے چلے گئے تھے۔

وہ شامت کی ماری اگلی گاڑی بارودی سرنگ پر سے گزرتے ہوئے سواروں سمیت فنا ہوئی تھی۔ اس کے ساتھ ہی پتا نہیں کہاں کہاں سے فائرنگ ہونے لگی تھی۔ میں اور کمانڈر بیگ نشیب میں پہنچ کر زمین پر اوندھے پڑے رہے۔ ذرا سی حرکت سے کوئی گولی ہمیں لگ سکتی تھی۔ ایک اندازے کے مطابق جہاں ہم پڑے ہوئے تھے وہ نسبتاً محفوظ جگہ تھی۔

پیچھے والی گاڑی میں بھی گرینیڈ کا دھماکا ہوا، وہاں سے بھی شعلے اٹھنے لگے۔ اس میں بیٹھے ہوئے وفادار کچھ مرے، کچھ زخمی ہوئے۔ حملہ کرنے والے بڑی سوچی سمجھی پلاننگ کے مطابق ہمارے آگے پیچھے کے حفاظتی دستوں کو ختم کر رہے تھے یا انہیں فرار ہونے پر مجبور کر رہے تھے۔ کمانڈر بیگ بڑبڑایا "یہ کمبخت کون ہو سکتے ہیں؟"

میں نے کہا "تمہارے دشمن ہو سکتے ہیں۔ میرا تو یہاں کوئی دشمن نہیں ہے۔"

دور ایک درخت کے موٹے تنے کے پیچھے سے کسی نے مقامی زبان میں کہا "جلال شاہ! ہم تمہیں نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ توبہ خانم اور پاکستانی صحافیوں کے ساتھ کھلی سڑک پر آ کر کھڑے ہو جاؤ اور کمانڈر مسعود بیگ! تمہارے جتنے بدمعاش زندہ رہ گئے ہیں ان کے ساتھ تم بھی سڑک پر آ جاؤ۔ جس کے پاس اسلحہ نظر آئے گا اسے گولی مار دی جائے گی۔"

اس کی باتوں سے اندازہ ہوا کہ وہ حملہ کرنے والے بھی توبہ خانم کے بیمار عاشقوں میں سے ہیں۔ اس نے درخت کے پیچھے سے حکم دیا "فائر۔"

اس حکم کے ساتھ ہی فائرنگ ہونے لگی۔ کئی سمتوں سے گولیاں چل رہی تھیں۔ پھر ایک دم سے خاموشی چھا گئی۔ اس شخص نے کہا "چوہوں کے بلوں سے نکل کر سڑک پر آ جاؤ۔ آخری بار کہا جا رہا ہے۔"

ہم زمین پر سے اٹھ گئے۔ دوسرے بھی اٹھ رہے تھے اور دونوں ہاتھ اٹھائے سڑک پر جا رہے تھے۔ سڑک کے دوسری طرف کی ڈھلان سے جلال شاہ بھی آ گیا۔ ہمیں بھی ہاتھ اٹھا کر ان لوگوں میں شامل ہونا پڑا۔ ہمیں خالی ہاتھ دیکھ کر حملہ کرنے والے درخت کے پیچھے سے اور گڑھوں کے اندر سے ابھر کر سامنے آنے لگے۔

ان کے سردار نے پوچھا "توبہ خانم کہاں ہے؟"

جلال شاہ نے کہا "تمہیں غلط فہمی ہے۔ ہمارے ساتھ کوئی خاتون نہیں ہے۔"

وہ بولا "جلال شاہ! جب ہم تمہیں جانتے ہیں اور یہ معلومات رکھتے ہیں کہ تمہارے ساتھ دو پاکستانی صحافی بھی ہیں اور توبہ خانم کو حاصل کرنے کے لئے کمانڈر بیگ نے بھی تمہیں راستے میں گھیرا تھا تو پھر یہ غلط کیسے ہو سکتا ہے کہ تمہارے ساتھ گاڑی میں توبہ خانم نہیں ہے؟"

"پہلے گاڑی میں دیکھ کر تسلی کر لو۔"

ان کا سردار ہماری گاڑی کی طرف گیا۔ وہ سب مقامی زبان بول رہے تھے۔ میں نے جلال شاہ سے کہا "تم لوگوں کی باتیں سمجھ میں نہیں آ رہی ہیں۔ ان سے کہو انگریزی بولیں۔"

"حضور! یہ بہت ہی پسماندہ افغانی ہیں۔ صرف اپنی زبان بولتے ہیں۔ دوسری کوئی زبان نہیں جانتے ہیں۔"

مجھے مایوسی ہوئی۔ میں کسی حملہ آور کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتا تھا۔ صرف جلال شاہ اور کمانڈر بیگ کے ذریعے ان کی گفتگو سمجھ سکتا تھا۔

وہ سردار گاڑی میں توبہ خانم کو نہ پا کر غصے سے گرج رہا تھا "تم لوگ زندہ رہنا چاہتے ہو تو سچ سچ بتاؤ خانم کہاں ہے؟"

جلال شاہ نے کہا "تم دیکھ رہے ہو کہ ہمارے ساتھ دوسرا پاکستانی صحافی بھی نہیں ہے۔ پہاڑی نالے کے پاس دشمنوں نے حملہ کیا تھا۔ ان سے بچ کر فرار ہوتے وقت ان کے راستے ہم سے الگ ہو گئے۔ خانم اس دوسرے پاکستانی حماد کے ساتھ گئی ہے۔"

سردار نے پلٹ کر کمانڈر بیگ سے پوچھا "تم کیا کہتے ہو؟"

وہ بولا "یہ سچ ہے۔ میں نے بھی توبہ خانم کو حاصل کرنا چاہا تھا، پتا چلا وہ دوسرے راستے سے کابل گئی ہے۔"

وہ گرج کر بولا "میں کیسے یقین کروں۔ یہ تم سب کی ملی بھگت ہوگی۔ اسے کہیں چھپا دیا ہے اور حاتم شہریار سے سودا کرنے کابل جا رہے ہو۔"

"کسی کے گھر کی عزت کو اغوا کرنے والے بہ نفسِ نفیس سودا کرنے نہیں جاتے۔ وہ ہمارے پاس ہوتی تو ہم اپنے دلالوں کے ذریعے حاتم شہریار کو بلیک میل کرتے۔"

وہ قائل ہو کر بولا "یہ بات سمجھ میں آتی ہے۔ لیکن جب تک خانم نہیں ملے گی تم سب ہمارے قیدی بن کر رہو گے۔ اور تم کمانڈر! اپنے آدمیوں سے کہو، یہاں سے خالی ہاتھ دوڑتے ہوئے واپس جائیں۔ جو نہیں دوڑے گا اور پیچھے مڑ کر دیکھے گا، اسے گولی ماری جائے گی۔"

کمانڈر بیگ کا حکم سنتے ہی اس کے وفادار دونوں ہاتھ اٹھا کر دوڑتے ہوئے جانے لگے۔ انہوں نے نظروں سے اوجھل ہونے تک پیچھے پلٹ کر نہیں دیکھا۔ پھر مجھے، جلال شاہ اور کمانڈر بیگ کو تین مختلف گاڑیوں میں مسلح افراد کے درمیان بیٹھنے پر مجبور کیا گیا۔ اس کے بعد وہ نیا قافلہ نئی منزل کی طرف چل پڑا۔

جب سے ہم اس ملک کی سرحد میں داخل ہوئے تھے تب سے نئے نئے قافلے اور قبیلے مل رہے تھے۔ مجاہدین کے ہر گروہ اور ہر قبیلے کی سیاست اپنے ملک میں اپنی برتری قائم رکھنے کے لئے تھی۔ وہ پوری افغان قوم کی برتری کی خاطر متحد نہیں ہو رہے تھے۔

ہمارا سفر بڑا لمبا ہو گیا تھا۔ میں جن مسلح افراد کے درمیان بیٹھا ہوا تھا وہ میری بات نہیں سمجھ رہے تھے اور میں ان کی زبان سے واقف نہیں تھا۔ میں نے جلال شاہ کی سوچ میں یہ سوال پیدا کیا "آخر یہ ہمیں قیدی بنانے والے کون ہیں؟"

ان کا سردار، جلال شاہ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے سردار سے پوچھا "کم از کم یہ تو بتا دو کہ تم کون ہو؟ کس قبیلے یا سیاسی پارٹی سے تعلق رکھتے ہو؟"

وہ غرا کر بولا "قیدیوں کو سوال کرنے کا حق نہیں دیا جاتا۔ خاموش بیٹھے رہو۔"

اس نے ایک ہی بات کہہ کر زبان بند کر دی۔ میں نے کمانڈر بیگ کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ بھی مسلح افراد کے درمیان مجبور بیٹھا ہوا تھا اور ایک ایک سے کہہ رہا تھا "تم لوگ گونگے کیوں بنے ہوئے ہو۔ چلو یہ نہ بتاؤ کہ کون ہو؟ صرف اتنا بتا دو کہاں لے جا رہے ہو؟"

وہ سب ایسے خاموش تھے جیسے سچ مچ گونگے بہرے ہوں۔ ان کی خاموشی کی وجہ بعد میں معلوم ہوئی۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ ہمیں معلوم ہو کہ ہمیں پُل چرخی جیل میں لے جایا جا رہا ہے۔ اگر معلوم ہوتا تو جلال شاہ اپنے ساتھ مجھے بھی جان پر کھیل جانے کو کہتا مگر جیل کے احاطے میں قدم نہ رکھتا۔

جب جیل کے بڑے آہنی دروازے کے سامنے گاڑیاں رکیں تو کمانڈر بیگ نے چیخ کر پوچھا "یہ ہمیں کہاں لے آئے ہو؟ کون ہو تم لوگ؟ تمہارے کیا ارادے ہیں؟"

جلال شاہ کے ساتھ بیٹھا ہوا سردار قہقہے لگا رہا تھا۔ تینوں گاڑیوں کے علاوہ جیل کے سامنے بھی مسلح افراد تھے۔ وہاں سے فرار کی کوئی صورت ممکن نہیں تھی۔ ہم گاڑیوں سے باہر نکلے جلال شاہ کہہ رہا تھا "... میں رابطہ کونسل کا عہدے دار ہوں مجھے اور پاکستانی صحافی کو یہاں قید کر کے تم بہت بڑی غلطی کرو گے۔ مجھے فون پر مصالحتی کونسل کے ممبران سے گفتگو کرنے دو۔"

وہ احتجاج کر رہا تھا لیکن کوئی اس کی نہیں سن رہا تھا۔ ہمیں تین الگ الگ کوٹھریوں میں آہنی سلاخوں والے دروازے کے پیچھے بند کر دیا گیا۔ میری ایک عمر گزر گئی، آج تک کوئی میرے ہاتھ میں ہتھکڑی نہ پہنا سکا۔ کوئی مجھے جیل کے اندر نہ لا سکا۔ اور اب جہاں لایا گیا تھا وہ جیل بھی کوئی معمولی نہیں تھی۔ یہاں ہمیشہ غیر معمولی قیدی آتے رہے ہیں۔

پُل چرخی جیل کو دنیا کی بدترین جیل کہا جاتا ہے۔ شاید ہی کوئی خوش قسمت قیدی ہوگا جو یہاں سے زندہ واپس گیا ہوگا۔ کابل کی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

موجودہ عبوری حکومت کے صدر پروفیسر صبغت اللہ مجددی کے خاندان کے سربراہ سید ابراہیم مجددی کو ان کے چوبیس عزیز رشتے داروں کے ساتھ گرفتار کیا گیا تھا اور اس جیل میں رکھا گیا تھا۔ روس کو پسپا کرنے کے بعد اس خاندان کا ایک فرد بھی وہاں نہیں ملا۔ یہ سوچا گیا کہ شاید اسیری کے دَور میں انہیں روسی علاقوں تاشقند یا سمرقند وغیرہ کی جیلوں میں منتقل کیا گیا ہوگا لیکن تفتیش اور تلاش کے باوجود آج تک اتنے عظیم اور معزز خاندان کے ایک فرد کا بھی سراغ نہ مل سکا۔

یہ وہ جیل ہے جہاں ایک ہی وقت میں ایک ہزار قیدیوں کو فائرنگ اسکواڈ کے سامنے کھڑا کرکے گولیاں ماردی گئیں۔ یہاں کے عقوبت خانے میں بجلی کے جھٹکے پہنچائے جاتے ہیں' شکنجوں میں جسم کی ہڈیاں چٹخادی جاتی ہیں اور انگلیوں سے ناخن کھینچ کر نکال لئے جاتے ہیں۔ یہ اتنی ذلیل اتنی ظالم اور ایسی غیرانسانی جیل ہے کہ بعض قیدیوں کو پیشاب پیخانے میں ڈال کر رکھا جاتا ہے۔ جہاں کی بدبو سے قیدی اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھتے ہیں۔

دنیا کی تاریخ میں بڑے عجیب و غریب واقعات پڑھنے میں آتے ہیں۔ افغانستان میں جیلوں کی تاریخ نہایت دلچسپ اور عجیب ہے۔ قارئین کی دلچسپی کے لئے بتاتا چلوں۔ یہاں مزئل جیل' صدارت جیل' قلعہ کرنیل' خواجہ نعیم جیل اور پُل چرخی جیلیں ہیں۔ ان میں سے ہر جیل کی تعمیر کرنے والا شخص اپنی ہی بنائی ہوئی جیل میں قیدی بن کر آتا رہا۔ یہ تاریخ پڑھو تو یقین نہیں آتا کہ جس نے جو جیل بنائی وہ اس جیل کا پہلا قیدی بن کر وہاں گیا۔

۱۹۷۳ء میں سردار داؤد خان نے ظاہر شاہ کا تختہ الٹنے کے بعد پل چرخی جیل کا منصوبہ بنایا۔ یہ جیل بھارت' جرمنی اور جاپان کے تعاون سے مکمل ہوئی تو ۱۹۷۸ء میں سردار داؤد کا تختہ الٹ گیا۔ اور اسے اس کے پورے گھرانے اور خواتین کے ساتھ اسی جیل میں قید کردیا گیا۔

موجودہ زمانے میں اس سے زیادہ خوف ناک اور جان لیوا جیل دنیا کے کسی ملک میں نہیں ہے۔ بڑے بڑے بدنام زمانہ مجرم اس جیل کے نام سے کانپ جاتے ہیں۔ لیکن میرے لئے جیل اور قلعے کی پتھریلی چٹانی دیواریں کیا معنی رکھتی تھیں۔ میں وہاں قدم رکھتے ہی رہائی کا راستہ نکال لیتا۔ لیکن میں نے صبر کیا۔ جبراً یہاں قید کیا جاتا تو میری توہین ہوتی۔ مجھے قید کرنے والے یہ نہیں جانتے تھے کہ میں اپنی مرضی سے اسیری قبول کررہا ہوں۔

کوٹھری کا دروازہ بند ہوگیا۔ اس پر تالا لگادیا گیا۔ میں نے ایک جگہ بیٹھ کر پارس کو مخاطب کیا اور اپنے حالات بتائے۔ اس وقت دن کے دس بج رہے تھے' وہ کابل پہنچ گیا تھا۔ خانم کی آبائی حویلی میں قیام پذیر تھا اس نے کہا "پاپا! میں ابھی پل چرخی جیل کی طرف آتا ہوں۔"

"نہیں بیٹے! ہم دونوں پچھلی رات سے جاگ رہے ہیں۔ تم نیند پوری کرو۔ میں بھی سو رہا ہوں۔"

"کیا جیل میں سوئیں گے؟"

"ہاں۔ ایسی جگہ ہزاروں لاکھوں انسان سوتے ہیں میں انسان ہوں' سو سکتا ہوں۔"

"لیکن پاپا! آپ پل چرخی جیل کی ظلم و ستم سے بھرپور [...] پڑھ چکے ہوں گے۔"

"ہاں مگر جیل والوں نے میری ہسٹری نہیں پڑھی ہے ابھی حکومتِ پاکستان اور فرانس کو اپنی اسیری کی اطلاع دو[ں] یہاں کی عبوری حکومت متزلزل ہوجائے گی۔ میں جیل سے آجاؤں گا۔ ایک اہم سیاسی شخصیت تسلیم کیا جاؤں گا اور میں یہ نہیں چاہتا۔ ہم یہاں صرف بڑے لوگوں میں نہیں عوام میں رہیں گے۔"

"آل رائٹ پاپا! نیند سے بیدار ہونے کے بعد رابطہ کر[وں گا] سو فار۔"

میں نے دماغی طور پر حاضر ہوکر نیم تاریک کوٹھری کو [...] مسکرایا پھر آنکھیں بند کرلیں۔ دماغ کو ضروری ہدایات دیں کے بعد گویا کانٹوں کے بستر پر سوگیا۔

مجھے نیند آگئی لیکن جلال شاہ اور کمانڈر بیگ غصے اور پر[یشانی] سے جاگتے اور تلملاتے رہے۔ یہ ابھی تک واضح نہیں ہوا تھا کس نے وہاں قید کرایا ہے۔ جیل چونکہ حکومت کی [تحویل] میں اس لئے عبوری حکومت کی ایسی کسی پارٹی نے یہ حرکت کی ہو[گی جسے] کمانڈر بیگ اور جلال شاہ سے عداوت ہوگی۔ جلال شاہ جانتا [تھا] کسی پارٹی کے لیڈر کو اس سے بغض و عناد نہیں ہے۔ ایک [...] کونسل کے عہدے دار کی حیثیت سے سب اس کی عزت کر[تے] تھے۔ کوئی الزام عائد کرنے کے بعد ہی اس کی ایسی بے عز[تی کی] جاسکتی تھی۔

جہاں تک الزام عائد کرنے کا تعلق ہے' اسے اس با[ر] مجرم سمجھا جارہا ہوگا کہ اس نے کمانڈر بیگ کے ساتھ مل کر خانم کو اغوا کرنے کی سازش کی ہے۔ دونوں میں گٹھ جوڑ ہے لئے ایک ساتھ گرفتار ہوئے ہیں۔ اس حوالے سے معلوم ہو[تا ہے] کہ حاتم شہریار نے انہیں قید کرایا ہے۔

اگر ایسا ہے تو توبہ خانم نے اپنے بھائی حاتم شہریار کو اب بتادیا ہوگا کہ جلال شاہ اور ارسلان بے قصور ہیں بلکہ دوست محسن ہیں۔ میں پانچ گھنٹوں تک گہری نیند سونے کے بعد بیدار ہو[ا] پارس سے معلوم ہوا کہ توبہ خانم کو اب تک وضاحت کا موقع نہ[یں] ملا ہے۔ بھائی سے اس کی ملاقات نہیں ہوئی ہے۔

پارس نے کہا "خانم! میں نے خواب دیکھا ہے کہ جلال اور ارسلان کسی قید خانے میں صعوبتیں اٹھا رہے ہیں۔ میر[ے] خواب جھوٹے نہیں ہوتے' اپنے بھائی سے کہو' وہ دونوں کابل [...] کرلاپتا ہوگئے ہیں۔ ان کے پاس موبائل فون تھا۔ فون سے رابطہ نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ مصیبت میں ہیں۔ فوراً ان کی خبرلو۔"

وہ بولی "میں سونے سے پہلے اور اب بیدار ہونے کے بعد کئی بار فون پر بھائی سے رابطہ کرنے کی کوشش کرچکی ہوں۔ لیکن وہ بے معروف ہیں۔ چھوٹے بڑے ممالک کے نمائندے اور پریس رپورٹرز وغیرہ کا تانتا بندھا رہتا ہے۔ وہ سیاسی داؤ پیچ میں اس قدر معروف رہتے ہیں کہ ہم سے فون پر باتیں کرنے کی فرصت ہی نہیں ملتی۔"

"تو پھر ہم اپنے ساتھیوں کو تلاش کرنے چلیں؟"

"بڑی مشکل ہے' بھائی حاتم کو صبح معلوم ہوا کہ میں گھر پہنچ گئی ہوں تو انہوں نے حکم صادر کیا کہ مجھے حویلی سے باہر نہ جانے دیا جائے۔ ہماری تہذیب' ہمارے ماحول میں لڑکیاں آزادی سے نوجوانوں کے ساتھ سرِعام نظر نہیں آتیں۔ میری بھابی اور رشتے دار تمہارے پاس مہمان خانے میں بھی آنے سے منع کرتے ہیں مگر میں ضد کرکے چلی آتی ہوں۔"

"ٹھیک ہے تم مجبور ہو۔ میں تو نہیں ہوں۔ ابھی غسل کرکے لباس تبدیل کروں گا پھر تمہاری حویلی سے چلا جاؤں گا۔"

وہ ایک دم سے اداس ہوگئی "چلے جاؤ گے؟"

"جن ساتھیوں نے برے وقتوں میں ساتھ دیا انہیں تلاش کرنے نہ جاؤں؟"

"یہاں امن و امان نہیں ہے۔ تم یہاں کے راستے گلیاں نہیں جانتے ہو۔ ہر شخص اسلحہ لئے پھرتا ہے ان میں سے کتنے ہی بدمعاش ہوتے ہیں' گولی مار کر جیب سے رقم لے جاتے ہیں۔ تم تنہا باہر جاتے ہی نئی نئی مصیبتوں میں گرفتار ہوتے رہو گے۔"

"کیا مصائب کے خوف سے چاردیواری میں چھپا رہوں!"

"میں یہ نہیں کہتی۔"

"پھر کیا کہتی ہو؟"

"وہ۔ بات یہ ہے کہ..... کہ تمہیں تنہا جانے نہیں دوں گی۔ میں بھی ساتھ چلنے کی تدبیر سوچ رہی ہوں۔ تم بھی کچھ سوچو کوئی راستہ نکالو۔"

"اچھی بات ہے' تم بھی سوچو۔ میں بھی سوچتا ہوں۔ ایک گھنٹا بعد ملاقات ہوگی۔ میں غسل کرنے جارہا ہوں۔"

وہ مہمان خانے سے باہر آئی۔ وہ مہمان خانہ ایک انیکسی کی طرح حویلی کے احاطے میں چند قدم کے فاصلے پر تھا۔ وہ وہاں سے حویلی میں آئی تو اس کے باپ نے غصے سے کہا "تمہیں وہاں جانے سے منع کیا گیا تھا؟"

"وہ میرا محسن ہے؟"

"اس لئے مہمان بنا کر عزت دی ہے۔ اگر تم چاہتی ہو کہ اس کی عزت رہے اور ہم اسے دھکے دے کر نہ نکالیں تو صرف ہمیں میزبانی کرنے دو۔"

"آخر مجھ پر پابندی کیوں ہے؟ میں کوئی پردے میں رہنے والی لڑکی نہیں ہوں۔ برسوں سے شہر شہر بھٹکتی رہی ہوں' آج پردہ کیوں ہے؟"

"تمہاری سلامتی اور ہماری عزت کے لئے ہے۔ تم سیاسی معاملات میں میرے بیٹے' اپنے بھائی کے لئے مسئلہ بن گئی ہو۔"

"آخر مسئلہ کیا ہے؟ کچھ مجھے بھی بتایا جائے؟"

"ایک بہت بڑے ملک کا بہت بڑا آدمی تمہیں پسند کرتا ہے۔ کہتا ہے تمہیں اس کے حوالے نہ کیا گیا تو تمہارے بھائی حاتم کی سیاست کو یہاں ناکام بناتا رہے گا۔ پتا نہیں وہ کیسے ذرائع کا مالک ہے' اس نے حاتم کی کئی چالیں ناکام بنادی ہیں۔ کہتا ہے ایک بار تمہارا اس سے سامنا کرایا جائے یا تم سے فون پر گفتگو کرائی جائے۔"

"وہ کون ہے؟ مجھے کیسے جانتا ہے؟"

"تمہارے بھائی کو اتنی فرصت ہی نہیں ملتی کہ وہ اس کے متعلق وضاحت سے بتائے۔ اتنا معلوم ہوا ہے کہ ایک ہفتہ پہلے اس نے تمہیں علاقہ مزار شریف میں دیکھا تھا۔ وہ تم سے گفتگو کرنا چاہتا تھا لیکن تم پشتو میں اس کچھ کہہ کر چلی گئیں۔ وہ کچھ سمجھ نہ سکا۔ اس نے تمہارا تعاقب کیا۔ لیکن تم نظروں سے اوجھل ہونے کے بعد پھر دکھائی نہیں دیں۔ اس نے کسی طرح معلوم کرلیا کہ تم حاتم شہریار کی بہن ہو۔"

"وہ بھائی حاتم سے کیا کہتا ہے؟"

"ایک ہی بات کہتا ہے کہ ایک بار تم سے ملاقات کرے گا پھر تم خود ہی اس پر مرمٹو گی۔"

"میں تھوکتی ہوں اس پر۔"

"تھوکنے سے شیطان نہیں بھاگتا۔ جب تمہیں اغوا کیا گیا تو ہم نے یہی سمجھا کہ یہ اسی کی شرارت ہے لیکن وہ قسم کھاکر کہہ رہا تھا کہ ایک بار تمہاری تصویر دکھادی جائے پھر وہ تمہیں دشمنوں کے تہ خانے سے بھی نکال لائے گا۔"

میں خانم کے پاس تھا یہ باتیں سن رہا تھا۔ خانم جن حالات سے گزرتی رہی تھی ان حالات میں کس کو تصویریں اتروانے کی فرصت نہیں ملتی۔ اس لئے اُس کی کوئی تصویر نہیں تھی۔ چنانچہ اس اجنبی کے ہاتھ نہیں لگی تھی۔

ویسے میں کھٹک گیا تھا۔ وہ اجنبی یہ کیوں کہتا تھا کہ ایک بار خانم سے ملاقات ہوگی تو وہ اس پر مرمٹے گی۔ یہ کیوں چاہتا تھا کہ ایک بار اس سے فون پر ہی بات ہوجائے؟ کیا فون پر بات کرتے ہی اس کا دل جیت لے گا؟ ایسا تو میں کرتا ہوں۔ ایسا تو ٹیلی پیتھی جاننے والے کرتے ہیں۔

یوں تجزیہ کرنے سے یقین کی حد تک شبہ ہو رہا تھا کہ وہ کوئی خیال خوانی کرنے والا ہے اور خانم پر عاشق ہوگیا ہے یا محض ہوس پرست ہے۔ توبہ خانم کو خدا نے چونکا دینے والا حسن اور شخصیت

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

دی تھی۔ اس پر اُس کی تنی ہوئی بھویں، شیرنی جیسی نگاہیں اور غضب ناک تیور ایسے تھے کہ ضدی مردوں کے لئے وہ چیلنج بن جاتی تھی۔

وہ اپنے باپ سے بولی "کیا اس کے ڈر سے مجھے چھپایا جارہا ہے؟"

"میں کہہ چکا ہوں کہ تم ایک سیاسی مسئلہ بن گئی ہو۔"

"یہی تو پوچھ رہی ہوں، میرا سیاست سے کیا تعلق ہے؟"

"ہم اجنبی کو الزام دیتے تھے کہ اس نے تمہیں اغوا کیا ہے۔ اجنبی ہمیں الزام دیتا تھا کہ ہم تمہیں اس سے چھپا رہے ہیں۔ اس نے کہہ دیا ہے جب تک تم اس کے پاس نہیں جاؤ گی وہ تمہارے بھائی کے حق میں پچاس کروڑ کا قرضہ منظور نہیں ہونے دے گا۔ کئی سیاست دانوں کو خریدنے کے لئے تمہارے بھائی کو اس رقم کی ضرورت ہے اور بھی کئی مسائل ہیں جن میں وہ اجنبی حاتم شہریار کے قدم یہاں مضبوطی سے جمائے رکھ سکتا ہے۔"

میں نے خانم کے ذریعے سوال کیا "وہ اجنبی کہاں ہے؟"

باپ نے کہا "وہ کل تک یہاں تھا۔ پھر اہم کام کے سلسلے میں مزار شریف گیا ہے شاید شام تک آئے گا تو تم سے ضرور ملاقات کرے گا۔"

"اس سے ملاقات کرانے کے لئے ہی مجھے اس چار دیواری میں رکھا جارہا ہے۔ بھائی حاتم مجھ سے فون پر بھی باتیں نہیں کررہا ہے۔ شاید اسے شرم آرہی ہے کہ میرے سامنے آکر پچاس کروڑ کی سیاست کیسے کرے گا؟"

"بکواس مت کرو۔"

اس نے طمانچہ مارنا چاہا۔ بیٹی نے ہاتھ پکڑ لیا پھر کہا "بھائی حاتم سے کہنا، باپ کا ہاتھ تھا اس لئے چھوڑ دیا۔ اس ہاتھ میں اجنبی کا ہاتھ آیا تو توڑ کر پھینک دوں گی۔"

وہ باپ کا ہاتھ جھٹک کر چلی گئی۔ میں نے پارس سے کہا۔ "یہاں کسی خیال خوانی کرنے والے کا سراغ مل رہا ہے۔ توبہ خانم پر اُس کی نیت خراب ہے شاید باپ اور بھائی بھی اسے سیاست کی بھٹی میں جھونک دیں گے۔"

"یعنی توبہ خانم حالات کا رخ بدلنے والی ہے۔"

"ہاں۔ اس سے پہلے اسے خیال خوانی کرنے والے اجنبی سے محفوظ رکھنا ہے۔ میں اس کے دماغ کو لاک کرنے جارہا ہوں۔"

میں اس کے پاس آیا۔ وہ اپنے کمرے میں تھی۔ غصے میں ٹہل رہی تھی۔ غصے کی بات ہی تھی۔ سب اسے چھینا جھپٹنا چاہتے تھے۔ سیاست کی بساط پر بھی اسے مہرہ بنایا جارہا تھا۔ اتنی بڑی جنگ و جدل اور بے عدل دنیا میں اسے ایک پارس ایسا نظر آرہا تھا جو اس کے حسن و شباب کو نہیں مانگ رہا تھا۔ بلکہ مانگنے اور چھیننے والوں سے بچاتا آرہا تھا۔

وہ سوچ رہی تھی۔ باپ کے بیان کے مطابق وہ اجنبی شام تک آئے گا، اس سے پہلے پھر گھر سے بے گھر ہونا چاہئے وہ تنہا تھی، اب پارس کے ساتھ بے گھر اور دربدر ہو کر بھی مطمئن رہے گی۔

وہ وہاں سے بھاگ نکلنے کی پلاننگ سوچ رہی تھی۔ میں دماغ پر قبضہ جما کر اسے بستر پر پہنچایا پھر اسے سلا دیا۔ اس پر تنویمی عمل کرکے دماغ کو حساس بنایا، یہ بات نقش کردی کہ وہ صرف پارس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گی باقی تمام پرائی سوچ کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیا کرے گی اور کتنے ہی غیر یقینی حالات ہوں وہ پارس پر بھروسا کرتی رہے گی۔

اس کے بعد اسے دو گھنٹے کے لئے سلا دیا۔ پارس کے پاس آکر کہا "توبہ خانم حالات سے پریشان ہو کر تمہارے ساتھ بھاگنے کا ارادہ کررہی ہے۔"

"ہم اسے ساتھ رکھ کر ساری رات پریشان ہوتے رہے اب کیا ساری زندگی پریشان کرنا چاہتی ہے۔"

"تم اسے سمجھاؤ۔ فی الحال حویلی سے بھاگنا دانشمندی نہیں ہے۔ حالات نے بہت زیادہ مجبور کیا تو پھر فرار کا راستہ نکالا جائے گا۔"

"کیا وہ میری سن لے گی؟"

"ہاں میں نے اس کے دماغ کو لاک کردیا ہے اور یہ نقش کیا ہے کہ وہ تم پر ہر حال میں اعتماد کرے گی۔"

"خدا آپ جیسا باپ سب کو دے۔ راستہ صاف کردیا۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ جیلر کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔ وہ کہہ رہا تھا "اے کھڑے ہو جاؤ۔"

میں نے فرش پر سے اٹھتے ہوئے دیکھا۔ جیلر اور دو مسلح سپاہیوں کے ساتھ ایک قد آور شخص تھا۔ وہ میری طرف اشارہ کرتے ہوئے جیلر سے پوچھ رہا تھا "کیا یہی پاکستانی صحافی ارسلان ہے؟"

میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ حاتم شہریار تھا۔ اس نے ہم سب کو یہاں قید کرایا تھا۔ جیلر کہہ رہا تھا "جی ہاں! یہی ارسلان ہے اور وہ ساتھ والی کوٹھری میں کمانڈر بیگ ہے۔"

اس نے حکم دیا "فائرنگ اسکواڈ کو بلاؤ۔"

جیلر نے ماتحت کو حکم دیا۔ فائرنگ اسکواڈ کو بلانے کا مطلب یہی تھا کہ جو قیدی لائے گئے ہیں انہیں ایک قطار میں کھڑا کرکے گولیوں سے چھلنی کردیا جائے۔ اس نے حکم دیا "کمانڈر کو نارگٹ پر لے جاؤ۔"

حکم کی تعمیل ہوئی۔ چار سپاہی دوسری کوٹھری سے اسے لائے۔ سامنے وسیع و عریض کھلی چار دیواری تھی۔ کمانڈر کو لے جا کر نارگٹ سے باندھ دیا گیا۔ وہ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا "شہریار! میں پہلے ہی سمجھ گیا تھا کہ تم نے مجھ کو گرفتار کرایا ہے۔ قسم کھا کر کہتا ہوں، اب میں تمہارا مخالف نہیں ہوں۔ یہ ار[illegible]

بہت بڑا نجومی ہے۔ اس سے پوچھ لو اس نے مجھے سمجھایا ہے کہ جو شخص توبہ خانم کو ہاتھ لگائے گا، وہ تباہ و برباد ہو جائے گا۔ خانم بھی کے ستارے عروج پر ہیں۔ اس سے ٹکرانے والے نابود ہو جائیں گے۔ تب سے میں نے توبہ کرلی۔ تمہاری بہن کو اپنی بہن سمجھتا ہوں۔"

میں نے حاتم شہریار کی نظروں میں پہلی بار اپنے لئے نرمی دیکھی۔ وہ اس بات سے خوش تھا کہ میں دوسروں کو اس کی بہن کی عزت پر مائل کرتا ہوں۔

فائرنگ اسکواڈ کے چار سپاہی ایک قطار میں لیفٹ رائٹ کرتے ہوئے آئے اور کمانڈر بیگ کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ حاتم شہریار نے کہا "میں نہیں جانتا کہ نجومی نے برے ارادے بدل دیئے یا موت کو سامنے دیکھ کر بدل رہے ہو؟ بات کچھ ہو، نتیجہ ایک ہی نکلا ہے کہ تم نے میری بہن کو بری نظر سے دیکھا۔ کیوں دیکھا؟ کیا اپنی بہن کو اسی طرح دیکھتے ہو اور کسی نجومی کے پاس جا کر توبہ کرتے ہو؟"

"میں شرمندہ ہوں۔ ایک بار میری جان بخش دو۔"

"جان بخشا ہوتا تو اپنے آدمیوں سے یہ نہ کہتا کہ گونگے بہرے بن جائیں۔ تمہیں اور تمہارے آدمیوں کو یہ نہ معلوم ہونے دیں کہ میں نے تمہیں بلایا ہے۔ یہ پل چرخی جیل ہے۔ یہاں کسی مرنے والے قیدی کی لاش کبھی باہر نہیں بھیجی جاتی۔ تمہارے قبیلے کے لوگوں کو کبھی معلوم نہیں ہو سکے گا کہ تمہیں یہاں لا کر کتے کی موت مارا گیا تھا۔ فائر۔"

اس کی زبان سے فائر کا لفظ نکلتے ہی چار گنیں سیدھی ہوئیں پھر فائرنگ کی چار آوازوں کے بعد خاموشی چھا گئی۔ گولی مارنے والے سپاہی رائٹ ٹرن ہو گئے۔ پھر اس طرح ایک قطار میں چلتے ہوئے نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

حاتم شہریار پہاڑ جیسے ڈیل ڈول اور گونجتی ہوئی آواز کا مالک تھا اسے دیکھتے ہی اس کی شخصیت کا رعب طاری ہو جاتا تھا۔ اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ہمیں کوٹھریوں سے نکالا گیا۔ پھر ہم اس کے پیچھے چلتے ہوئے جیل کے ایک دفتری کمرے میں آگئے۔ میں اس کے خیالات پڑھتا جارہا تھا۔ پہلے میں نے غلط سمجھا تھا کہ وہ پچاس کروڑ کا قرضہ حاصل کرنے کے لئے بہن کو سیاست میں ایک مہرہ بنائے گا۔

وہ بہت غیرت مند تھا۔ یہ تصور بھی نہیں کرسکتا تھا کہ کوئی اس کی بہن کو ہاتھ لگائے۔ اس نے کمانڈر بیگ کو اسی لئے گولیوں سے اڑا دیا تھا کہ اس نے توبہ خانم کے لئے بری نیت کی تھی۔ لیکن اب دو باتیں اسے پریشان کررہی تھیں۔

ایک تو یہ کہ چودہ برس کی جنگ نے توبہ خانم کو اپنے گھر سے اور اپنے خاندان والوں سے دور رکھا تھا۔ کسی کو اس کی خبر نہیں ملتی تھی کہ وہ کہاں ہے؟ زندہ بھی ہے یا مر چکی ہے؟ ان حالات نے بہن کو آزاد، ضدی اور خود سر بنا دیا تھا۔ اسے جبراً گھر کی چار دیواری میں قید کرکے نہیں رکھا جاسکتا تھا۔

دوسری بات یہ تھی کہ وہ اجنبی خیال خوانی کرنے والا اس کے حواس پر چھایا ہوا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ کیوں اجنبی کے سامنے مجبور ہو جاتا ہے۔ توبہ خانم کے معاملے میں انکار کرنا چاہتا ہے مگر اقرار کرلیتا ہے۔ اس نے اجنبی سے وعدہ کیا ہے کہ بہن واپس آئے گی تو وہ اس سے ملاقات کرائے گا پھر وعدہ کرنے کے بعد سوچ رہا تھا کہ اس نے ایسی بے غیرتی کیوں کی ہے؟ وہ مجبور کیسے ہو جاتا ہے؟

دفتر کے ایک کمرے میں بیٹھنے کے بعد اس نے کہا "برادر جلال شاہ! مجھے افسوس ہے کہ آپ کو چند گھنٹوں کے لئے قیدی بن کر رہنا پڑا۔ میرے ساتھ ایسے حالات پیش آرہے ہیں کہ میں ایسا کرنے پر مجبور ہو گیا تھا۔"

جلال شاہ نے کہا "کوئی بات نہیں۔ میں آپ کو بہت پریشان دیکھ رہا ہوں۔ میری درخواست ہے کہ حضور ارسلان صاحب کے سامنے پریشانی بیان کریں یہ خدا کے برگزیدہ بندے ہیں۔ یہ......"

میں نے بات کاٹ کر کہا "جلال شاہ! خدا کے لئے ایسی تعریف نہ کرو۔ اتنا ہی تعارف کافی ہے کہ میں نجومی، دست شناس اور قیافہ شناس ہوں، کسی کی پریشانی دور نہیں کرسکتا۔ لیکن پریشانیوں کا حل بتا سکتا ہوں۔"

حاتم شہریار نے میری طرف ہاتھ بڑھا کر کہا "میرا ہاتھ دیکھو۔ اگر پریشانیوں کا حل بتا سکو تو یہی بہت ہو گا۔"

اس کا ہاتھ شیر کے پنجے کی طرح پھیلا ہوا اور بھاری بھرکم تھا پتا نہیں اس ہاتھ سے اُس نے کتنی گنیں، راکٹ لانچر اور کتنی توپیں چلائی ہوں گی۔ کتنے انسانوں کو موت کے گھاٹ اتارا ہو گا اور یہ بھولتا رہا ہو گا کہ ایک دن اسے بھی موت کے گھاٹ اترنا ہے۔ یہ اٹل حقیقت ہے۔ کسی کو عزت سے اور کسی کو ذلت سے مرنا ہوتا ہے۔

میں نے پوچھا "پہلے تمہاری پریشانیاں بیان کروں یا زندگی کے حالات سننا چاہو گے؟"

"میرے حالات مجھے معلوم ہیں۔ میری پریشانیاں اور ان کا حل بیان کرو۔"

"سیاسی محاذ پر تمہیں کوئی مات نہیں دے سکتا تھا لیکن ایک غیر ملکی ایجنٹ ایک غلط راستے سے تم پر حاوی ہو رہا ہے۔"

"یہ درست ہے۔"

"وہ تمہارے گھر کے راستے تمہاری سیاست کو نقصان بھی پہنچا سکتا ہے اور فائدہ بھی۔"

وہ چونک کر بولا "گھر کے راستے سے؟ ہاں ہاں، تم بڑی حد تک اصل معاملے کو سمجھ رہے ہو۔"

"تمہیں یہ پریشانی ہے کہ اس کی بات نہیں مانو گے تو وہ مغربی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ممالک کی مالی امداد تمہارے مخالف لیڈر کو پہنچادے گا۔"

"بالکل یہی بات ہے۔"

"اگر بات مان لوگے تو تم پر سے یہ الزام مٹادیا جائے گا کہ پہلے تم روسی ایجنٹ تھے۔ تمہیں امریکا کی سرپرستی کے ساتھ بہت بھاری رقم بھی ملے گی۔ لیکن تمہارا ضمیر گوارا نہیں کر رہا ہے۔"

"تم واقعی ماہر دست شناس ہو' آگے بولو۔"

"تم ملک اور قوم کو امریکی پالیسیوں کے زیر اثر لانا چاہتے ہو لیکن گھر کی عزت کو سیاست کی سیج پر لانا نہیں چاہتے۔"

وہ غصے سے سرخ ہو کر بولا "اے پاکستانی! غصہ مت دلاؤ۔ بات کو پردے میں رکھ کر بولو۔"

"ہم بہت سی باتیں اسی لئے چھپا لیتے ہیں کہ سننے والے کو اپنی توہین محسوس ہوتی ہے اور وہ حقیقت سے انکار کرتے ہوئے ہمارے علم کو جھوٹا کہتے ہیں۔"

"تم اس کا حل پیش کرو۔"

"کیسے کروں؟ جبکہ ہاتھ کی لکیریں صرف یہ بتاتی ہیں کہ پریشان ہو مگر یہ نہیں بتاتیں کہ پریشانی کے پیچھے اصل بات کیا ہے۔ وہ بات معلوم نہیں ہوگی' اپنا مسئلہ نہیں بتاؤگے تو حل کیسے پیش کروں گا!"

اس نے ہچکچاتے ہوئے کہا "جلال شاہ! پلیز تھوڑی دیر کے لئے ذرا باہر چلے جاؤ۔"

وہ چلا گیا' اس نے کہا "وہ اجنبی امریکی ایجنٹ میری بہن توبہ خانم کو مانگتا ہے۔"

"تم نے کیا جواب دیا ہے؟"

"میں اسے گولی مار دینا چاہتا ہوں۔ اس کی بات سے انکار کرنا چاہتا ہوں۔ مگر نہ جانے کیسے بات مان لیتا ہوں۔ یہی پریشانی ہے کہ اس پر میرا زور نہیں چل رہا ہے۔ مجھے وہ کوئی جادوگر لگتا ہے۔ کسی غیبی قوت سے اپنے حق میں فیصلہ کراتا ہے اور میں اس کے حق میں بول پڑتا ہوں۔"

"ان حالات میں تم چاہتے ہو کہ غیرت بھی برقرار رہے اور ملک میں سیاسی برتری بھی قائم رہے۔"

"بالکل یہی چاہتا ہوں۔"

"پہلے تو یہ یقین کرلو کہ جو بھی توبہ خانم کو جبراً حاصل کرنا چاہے گا وہ تباہ و برباد ہوگا اور فنا ہو جائے گا۔"

"یہی بات تم نے کمانڈر بیگ سے کہی تھی۔ کیا واقعی یہ سچ ہے؟"

"تم نے خود ہی کمانڈر کو جہنم میں بھیج دیا۔ کیا وہ توبہ خانم پر بری نظر رکھنے والا فنا نہیں ہوا؟"

"ہاں ہاں' وہ فنا ہو گیا مگر اس شیطان کا کیا ہوگا جو میرے پیچھے پڑ گیا ہے؟"

"وہ بھی برباد ہوگا۔"

"وہ برباد ہوگا تو میرا بھلا نہیں ہوگا۔"

"کیا بہن کی بربادی چاہتے ہو؟"

"نہیں' ہرگز نہیں۔"

"مسٹر شہریار! پچھلی رات تمہاری بہن میری ہم سفر تھی نے اس کے مقدر کا حال معلوم کیا ہے۔ اس کے ساتھ جو حماد ہے اس کے اور خانم کے ستارے خوب ملتے ہیں۔ جب تک ساتھ رہیں گے کوئی ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔"

وہ جھنجلا کر بولا "تم میرے بگڑنے اور بننے کی بات کرو۔"

"جس طرح بہن کا سودا نہیں کرنا چاہتے اسی طرح ملک قوم کا سودا نہ کرو۔ اس طرح عزت سے جی سکوگے۔"

"میں سیاست کی مسند پر عزت کمانا چاہتا ہوں۔"

"تو پھر خانم کی ملاقات اس سے کراؤ۔ اگر وہ خانم کو طرف مائل کرنے میں کامیاب ہو گیا تو تمہارے ضمیر پر بوجھ رہے گا۔"

"تمہاری یہ بات کچھ سمجھ میں آرہی ہے۔"

"تم اجنبی سے کہو کہ اپنی بہن پر جبر نہیں کروگے۔ اس تمہاری غیرت قائم رہے گی کیونکہ تم یہ معاملہ خانم پر چھوڑ ہو۔ وہ راضی ہو کر اجنبی کے ساتھ جائے گی تو سمجھ لینا ایک اسے میکے سے رخصت ہونا تھا۔ سو وہ اپنی مرضی سے چلی اجنبی سے تمہاری سیاسی دوستی بھی قائم رہی۔"

"واقعی اس طرح میرے ضمیر پر بوجھ نہیں پڑے گا۔ بڑی ذہانت سے مشورہ دیا ہے۔"

وہ خوش ہوتے ہوتے پھر سوچ میں پڑ گیا۔ میں نے پوچھا ہوا؟"

وہ مایوس سا ہو کر بولا "اگر وہ راضی نہ ہوئی۔ اجنبی کو کیا تو کیا ہوگا؟"

"اگر میں خانم کے قریب رہوں گا تو وہ اجنبی کو ضرور کرے گی۔"

"اگر ایسا ہو سکتا ہے تو میرے ساتھ گھر چلو اور وہیں قیام مجھے میزبانی کا شرف حاصل ہوگا۔"

ہم وہاں سے اٹھ گئے۔ اس نے باہر آکر جلال شاہ سے رابطہ کونسل میں جاکر اپنی اور مسٹر ارسلان کی آمد کی رپورٹ ان کے مہمان خانے میں قیام کرو۔ مسٹر ارسلان میرے رہیں گے۔"

میں نے جلال شاہ سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "شاہ! طور پر جدا ہو رہے ہیں۔ میں جلد ہی تمہارے پاس آجاؤں گا۔"

وہ بڑی عقیدت کا اظہار کرتا رہا۔ میں حاتم شہریار کے اس کی قیمتی کار میں آکر بیٹھ گیا۔ کار کے آگے پیچھے مسلح جوانو گاڑیاں تھیں۔ جب وہ قافلہ وہاں سے چلنے لگا تو اچانک ہی سانس روک لی۔ کوئی میرے دماغ میں آنا چاہتا تھا۔

میں نے لیلیٰ اور سلطان وغیرہ کے پاس جاکر پوچھا۔ کیا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

میرے دماغ میں آنا چاہتے تھے؟ معلوم ہوا ہمارا کوئی خیال خوانی کرنے والا نہیں آیا تھا۔ بات صاف ہوگئی۔ وہی اجنبی خیال خوانی کرنے والا بڑی دیر سے حاتم شہریار کے دماغ میں چھپ کر ہماری باتیں سن رہا ہوگا اور اب میرے خیالات پڑھنے کی ناکام کوشش کے بعد واپس گیا ہوگا؟

حاتم شہریار نے پوچھا "کیا سوچ رہے ہو؟"

یہ دراصل وہی اجنبی اس کے ذریعے پوچھ کر میرے دماغ میں آنے کا ردعمل معلوم کرنا چاہتا ہوگا۔ میں نے جواب دیا "میں پاکستان سے آرہا ہوں۔ وہاں ٹیلی پیتھی جاننے والے فرہاد علی تیمور کا بڑا چرچا ہے۔ میں نے سنا ہے مجھ جیسے باڈی بلڈر اور سانسوں پر قابو رکھنے والے کے دماغ میں وہ نہیں آسکتا۔ میں حیران ہوں کہ وہ افغانستان پہنچا ہوا ہے پھر بھی میرے اندر آنا چاہتا تھا۔"

اس نے پوچھا "کیا اس سے پہلے فرہاد کبھی تمہارے دماغ میں آیا تھا؟"

"ہاں' ایک بار میں لاہور کے آئی جی سے باتیں کررہا تھا۔ وہ آئی جی کے دماغ میں تھا۔ میرے پاس آیا تو میں نے سانس روک لی۔ اس نے آئی جی سے کہا' میں مسٹر ارسلان کے دماغ میں جاکر معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ یہ سچی پیش گوئی کیسے کرتے ہیں؟ میں نے کہا' مجھے افسوس ہے میں اپنے علم کا راز کسی کو نہیں بتا سکتا۔ میں فرہاد صاحب سے ان کی ٹیلی پیتھی کا راز نہیں پوچھتا ہوں' وہ بھی نہ پوچھیں۔"

حاتم شہریار نے پوچھا "پھر کیا ہوا؟"

حاتم شہریار کو ٹیلی پیتھی کے متعلق معلومات تھیں نہ دلچسپی۔ یہ سوالات اس کے اندر اجنبی کررہا تھا۔ میں نے جواب دیا "فرہاد نے آئی جی کے ذریعے مجھ سے پوچھا کہ میں اس کے مستقبل کی باتیں بتاؤں۔ میں نے کہا فرہاد صاحب' بہت لمبی عمر ہے تمہاری۔ لیکن کبھی افغانستان نہ جانا' وہاں تمہاری موت ہے۔ اس نے پوچھا' موت کیسے ہوگی؟ میں نے کہا' تمہارا کوئی پرانا دشمن اس لئے تم پر غالب آجائے گا کہ وہاں خوش قسمتی کا ستارہ تمہارا ساتھ نہیں دے گا۔"

میں اتنا کہہ کر چند لمحوں کے لئے خاموش ہوا پھر حاتم شہریار کو دیکھ کر بولا "معلوم ہوتا ہے فرہاد کو میری پیش گوئی کا یقین نہیں آیا تھا اس لئے وہ یہاں آگیا ہے۔ اس دن کی طرح آج بھی میرے دماغ میں آنا چاہتا تھا۔ برادر شہریار! وہ یہاں آگیا ہے۔ ٹھہرئے ذرا سوچنے دیجئے۔"

میں نے یونہی سوچنے کا بہانہ کیا پھر چونک کر پوچھا "برادر شہریار! آپ نے کہا تھا کہ آپ اس اجنبی کے سامنے بے بس ہوجاتے ہیں؟"

"ہاں میں بے بس ہوجاتا ہوں۔"

"آپ نے یہ بھی کہا تھا کہ آپ اس کی بات ماننے سے انکار کرتے ہیں مگر بے اختیار بات مان لیتے ہیں!"

"ہاں ایسا ہوتا ہے۔ لیکن...."

"لیکن کو بھول جائیے۔ فرہاد کو یاد رکھئے۔ وہ آپ کے دماغ میں آتا ہے اور آپ کے انکار کو اقرار میں بدلتا ہے۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو؟"

"برادر! وہ جو امریکی ایجنٹ بن کر آپ سے ملتا ہے اور آپ کی ہمشیرہ پر بری نظر رکھتا ہے وہ کوئی عیسائی یا غیر مسلم نہیں ہے۔ مسلمان ہے' فرہاد ہے۔ حسین عورتوں کے معاملے میں بہت بدنام ہے۔ اس لئے وہ آپ کی عزت پر بھی کیچڑ اچھالنا چاہتا ہے۔ میں پورے یقین سے کہتا ہوں کہ وہ فرہاد ہے اور ابھی آپ کے دماغ میں موجود ہے۔"

"نہیں میرے دماغ میں کوئی نہیں ہے۔"

"آپ سانس روکنا نہیں جانتے ہیں اس لئے آپ کسی خیال خوانی کرنے والے کو اپنے اندر محسوس نہیں کرتے ہیں۔ میری بات کا یقین کریں' وہ آپ کے دماغ سے ابھی میرے دماغ میں آیا تھا۔ میرے سانس روکتے ہی واپس چلا گیا ہے۔"

"کہاں چلا گیا ہے؟"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ شاید نہ گیا ہو' اب بھی آپ کے اندر موجود ہو۔"

"تم ایسی باتیں کررہے ہو جسے کوئی بھی صاحب عقل تسلیم نہیں کرے گا۔"

"آپ تسلیم نہ کریں۔ جب میری پیش گوئی کے مطابق فرہاد کی موت اس ملک میں ہوگی تو آپ کو یقین آجائے گا کہ وہ آپ کو پریشان کررہا تھا۔"

پھر میں نے زبردستی حاتم شہریار کا ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کرتے ہوئے کہا "مبارک ہو۔ آپ کی پریشانیاں خود ہی ختم ہوجائیں گی۔ یہاں وہ ضرور مرے گا۔"

"اگرچہ میں ٹیلی پیتھی وغیرہ کو بکواس سمجھتا ہوں لیکن تمہاری اس پیش گوئی سے خوش ہوں کہ جو بھی میرے لئے مصیبت بنا ہوا ہے' وہ مرجائے گا۔"

پھر وہ خاموش ہوکر سوچنے لگا۔ میں چپ چاپ اس کے اندر پہنچ گیا وہ خیال خوانی کرنے والا شہریار کے دماغ میں رہ کر نہیں بولتا تھا۔ شہریار کی سوچ میں بول کر اس سے اپنی مرضی کے مطابق عمل کراتا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا "کیا توبہ خانم اس اجنبی کو پسند کرلے گی؟ اگر اس نجومی ارسلان کی پیش گوئی کے مطابق وہ پسند کرلے گی تو میں اسے سچا نجومی مان لوں گا اور اسے ہمیشہ کے لئے اپنا مشیر بنالوں گا۔"

اس اجنبی کو یقین ہوگا کہ وہ توبہ خانم کے دماغ میں جاکر اس پر قبضہ جماکر اسے اپنی طرف مائل کرلے گا۔ میں نے پارس سے کہا "بیٹے! میں نے درست اندازہ لگایا تھا۔ حاتم شہریار کے دماغ میں ٹیلی پیتھی کا چکر چل رہا ہے۔ اب ہمیں بھی ایک چکر چلانا پڑے گا۔"

"ضرور چلائیں گے۔ کیا سوچا ہے آپ نے؟"

"میں حاتم شہریار کا مہمان بن کر تمہارے پاس آرہا ہوں۔"

"پھر تو کمال ہورہا ہے۔"

"توبہ خانم کو اپنے اعتماد میں لو۔ اسے سمجھاؤ کہ شام کو جو مہمان اس سے ملنے آئے گا' اس سے وہ نفرت نہ کرے۔ اس کے ساتھ جانے کے لئے راضی ہوجائے۔"

"وہ بڑی زہریلی ہے۔ ایسی بات پسند نہیں کرے گی۔ پھر بھی میں اسے سمجھاؤں گا۔"

اس نے انٹرکام کے ذریعے توبہ خانم کو مخاطب کیا "ہیلو توبہ! مہمان خانے میں آسکتی ہو؟"

"یہ مجھے یاد کیوں کیا جارہا ہے؟"

"ایک اہم مسئلے پر بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"اچھا ابھی آئی۔"

وہ ریسیور رکھ کر سوچنے لگی۔ اس کی سوچتی ہوئی آنکھوں میں چھپی چھپی سی مسکراہٹ تھی۔ اس کے فولاد جیسے دل نے کبھی نازک جذبوں کو محسوس نہیں کیا تھا۔ مگر اب وہ کچھ محسوس کرنے لگی تھی۔ اور جو محسوس ہوتا تھا اسے واضح طور پر سمجھ نہیں پاتی تھی۔

وہ مہمان خانے میں کھنچی چلی آئی لیکن عادت کے مطابق سنجیدہ رہی۔ دروازے پر رک کر بولی "وہ اہم مسئلہ کیا ہے؟"

"دروازے پر یوں رک گئی ہو جیسے مسئلے نے ڈنک مارنا چاہا تو فوراً بھاگ جاؤ گی۔"

"تو اندر آگئی' اب بولو۔"

"میں یہاں سے جانا چاہتا تھا۔ تم نے کہا تھا مجھے تنہا جانے نہیں دوگی۔"

"ہاں کہا تھا۔ اب بھی کہہ رہی ہوں۔"

"تمہارے بزرگ یہاں سے تمہیں نکلنے دیں گے؟"

"وہ تو شاید مجھے کسی کے حوالے کرکے اپنی سیاسی برتری قائم رکھنا چاہتے ہیں۔"

"وہ کون ہے جس کے حوالے تمہیں کیا جاسکتا ہے؟"

"کوئی بھی ہو مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"اس میں دلچسپی لو۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو؟"

"کچھ سوچ سمجھ کر ہی کہہ رہا ہوں۔ اگر تم میرے ساتھ گھر چھوڑ کر جاؤ گی تو تمہارا بھائی میرے خلاف سیاسی قوت استعمال کرے گا۔ اگر بھائی کی مرضی سے اس اجنبی کے ساتھ جاؤ گی تو میں اجنبی کے گھر سے تمہیں لے جاؤں گا۔ ایسے وقت تمہارے بھائی کا تم پر کوئی حق نہیں ہوگا۔ کیونکہ سوداگر فروخت کئے ہوئے مال کی واپسی کا تقاضا نہیں کرتا۔"

"بہت زبردست آئیڈیا ہے۔ میں تمہاری پلاننگ پر عمل کروں گی۔"

"وہ اجنبی آئے تو تم اسے پسند کروگی پھر وہ جہاں لے جائے وہاں جاؤ گی۔"

"تم کہاں رہو گے؟"

"میں ابھی یہاں سے جارہا ہوں۔ جب تم اجنبی کی رہائش گاہ میں پہنچو گی تو میں وہاں موجود رہوں گا۔"

"تم پھر اکیلے جانا چاہتے ہو۔"

"میں بچہ نہیں ہوں۔ کہیں کھو نہیں جاؤں گا۔ کھو گیا تو اپنے آپ کو ڈھونڈ لوں گا۔"

اسی وقت ہماری گاڑیاں حویلی کے احاطے میں داخل ہوئیں۔ توبہ خانم اور پارس مہمان خانے سے باہر آئے۔ میں شہریار کے ساتھ کار سے اترا۔ توبہ خانم نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ "برادر! میں صبح سے کئی بار فون کرچکی ہوں' کیا آپ کو بہن سے ملاقات کرنے کی فرصت نہیں ملتی؟"

حاتم شہریار نے پارس کو ناگواری سے دیکھ کر پوچھا۔ "تم

موسیقی کی ا، ب، ت کا قاعدہ
گانا سیکھنے کے لیے نہایت موزوں کتاب

ابجدِ موسیقی

برصغیر کے نامور گلوکار مہدی حسن کہتے ہیں کہ:

موسیقی کے استاد نظام الدین خان کہتے ہیں کہ:

معروف ادیب و صحافی شکیل عادل زادہ کہتے ہیں کہ:

جواں نسل معروف شاعر جمال احسانی کہتے ہیں کہ:

کتابیات پبلی کیشنز — پوسٹ بکس ... حمید امیش بنیوریٹ ... آئی آئی چندریگر روڈ۔ کراچی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

مہمان خانے میں کیوں گئی تھیں؟"

وہ اس سوال کو نظرانداز کرتے ہوئے، مجھے دیکھتے ہوئے خوش ہو کر بولی "آہا! مسٹر ارسلان! آپ کو اچانک یہاں دیکھ کر مجھے کتنی خوشی ہو رہی ہے میں بیان نہیں کر سکتی۔"

حاتم شہریار نے بہن کا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف لے جاتے ہوئے پوچھا "تم سب کے سامنے میرے سوال کو نظرانداز کر رہی ہو؟ بتاؤ مہمان خانے میں کیوں گئی تھیں؟"

وہ اپنا ہاتھ چھڑا کر بولی "اس سوال سے پہلے یہ پوچھیں کہ اغوا ہونے کے بعد دو دن کس کس کے مہمان خانوں میں رہ کر آئی ہوں؟ پھر اس سے بھی پہلے پوچھیں کہ ریڈکراس شفاخانے میں کتنے جوانوں کے ساتھ رہتی آئی ہوں اور اس سے بھی پہلے پوچھیں کہ روسیوں نے مجھے تاشقند کے جیل خانہ میں پہنچا کر میرے ساتھ کیا سلوک کیا تھا۔ غیرت مند بھائی بنتا ہے تو بہن کا تمام ریکارڈ سامنے رکھ کر غیرت کا مظاہرہ کریں۔ اپنے ہی گھر کے مہمان خانے میں دو گھڑی گزارنے کی رپورٹ حاصل کرکے ضمیر کا کون سا بوجھ ہلکا کرنا چاہتے ہیں؟"

وہ کوئی جواب نہ دے سکا۔ آہستگی سے بولا "تم بہت منہ زور ہو گئی ہو۔" پھر وہ مجھ سے بولا "مسٹر ارسلان! آپ مہمان خانے میں اس نوجوان کے ساتھ کچھ وقت گزاریں، میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ حویلی کی طرف جانے لگا تو بہ خانم نے آواز دی "برادر! رک جائیں۔"

وہ رک گیا پلٹ کر بولا "کوئی مجھے پیچھے سے آواز دینے کی جرات نہیں کرتا ہے۔ بولو کس لئے آواز دی ہے۔"

"حماد نے جان پر کھیل کر مجھے دشمنوں سے بچایا ہے، آپ پہلے اس جوان کا شکریہ ادا کریں تب حویلی میں جائیں۔"

"تم مجھے حکم دے رہی ہو؟"

"نہیں اخلاق اور تہذیب یاد دلا رہی ہوں۔"

"ہوشٹ اپ! برسوں سے سیکڑوں ہزاروں مجاہدین ہماری حفاظت کے لئے جان پر کھیلتے رہے ہیں۔ وفاداروں اور نمک خواروں کا شکریہ ادا نہیں کیا جاتا، انہیں انعام دیا جاتا ہے۔ میں اس جوان کو بھی کوئی انعام دے دوں گا۔"

"میں اس انعام پر تھوک دوں گی۔ یہ آپ کا نمک خوار نہیں میرا یار ہے۔"

"کیا؟" وہ گرجتا ہوا بولا "تم نے کیا کہا؟ کیا تم یار کا مطلب سمجھتی ہو؟"

"سمجھتی ہوں، یار کے معنی ہیں دوست، جان کا محافظ۔ یار ایک ایسا لفظ ہے جس کا مطلب ہر شخص اپنی نیت کے مطابق سمجھتا ہے۔ آپ کیا سمجھ رہے ہیں برادر؟"

"تم میرا وقت برباد کر رہی ہو۔ حویلی میں چلو۔"

وہ بھائی کی طرف بڑھتی ہوئی بولی "اگر آپ نے حویلی میں جانے سے پہلے حماد کا شکریہ ادا نہ کیا تو میں اس اجنبی کی بے عزتی کروں گی جو یہاں آنے والا ہے۔"

حاتم شہریار خوب اکڑ رہا تھا۔ اچانک غبارے سے ہوا نکل گئی۔ اسے یاد آیا کہ تو بہ خانم نے اجنبی کو پسند نہ کیا اور اس کی انسلٹ کی تو وہ سیاست، عزت اور وقار کی بازیاں ہار جائے گا۔

وہ مسکراتا ہوا پارس کے پاس آ کر اس سے مصافحہ کرتے ہوئے بولا "یہ میری بہن انگارے چباتی ہے اور غصہ دکھاتی ہے اتنا بھی نہیں سوچتی کہ میرے سر پر کام کا بوجھ رہتا ہے۔ ہزار طرح کی مصروفیات میں گھرا رہتا ہوں۔ ایسے میں شکریہ ادا کرنے کا موقع نہ ملے تو مجھے غلط نہیں سمجھنا چاہئے۔ بہرحال میں دل کی گہرائیوں سے تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں۔" پھر وہ پلٹ کر بہن سے بولا "غصہ تھوک دو۔ میں نے تمہاری بات مان لی ہے۔ مجھے امید ہے کہ تم بھی میری باتیں مانتی رہو گی۔"

ایک مسلح گارڈ نے آ کر اطلاع دی "آقا کا اقبال بلند ہو۔ مسٹر فریزر تشریف لائے ہیں۔"

حاتم شہریار نے جلدی سے تو بہ خانم کا ہاتھ تھام کر کہا "وہ آ گیا ہے۔ تم میری اچھی بہن ہو۔ پلیز اس کے ساتھ بدتمیزی نہ کرنا۔"

تمام مسلح افراد احاطے کے گیٹ کے اندر دو قطاروں میں مستعد کھڑے ہو گئے تھے۔ ایک قیمتی مرسڈیز گیٹ کے اندر داخل ہو رہی تھی۔ تمام گارڈز ایڑیاں بجا کر سلیوٹ کر رہے تھے۔ مرسڈیز کار کی کھڑکی کے شیشے کلرڈ تھے۔ اندر بیٹھنے والا دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

وہ کار ایک جگہ آ کر رک گئی۔ حاتم شہریار استقبال کے لئے آگے بڑھا۔ ایک مسلح گارڈ نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ ہم سب نے تجسس بھری نظروں سے ادھر دیکھا۔ ادھر جیسے لاٹری نکل رہی تھی۔

پھر میں ایک دم سے چونک گیا۔ پچھلی سیٹ سے نکلنے والا فرہاد علی تیمور تھا۔ میری آنکھوں کے سامنے میں نظر آ رہا تھا۔

پھر اس کار کا دوسری طرف والا پچھلا دروازہ کھلا، اب بھلا چونکا دینے والی بات کیا رہ گئی تھی؟ مگر رہ گئی تھی۔ دوسرے دروازے سے پارس باہر آیا۔

میرے بیٹے پارس نے چونک کر آنے والے پارس کو دیکھا۔ پھر ہم باپ بیٹے نے ایک بار خود کو اور ایک بار آنے والے باپ بیٹے کو دیکھا۔

غضب کا تماشا ہو گیا۔ باپ بیٹے دو دونی چار ہو گئے۔

ہماری زندگی میں ایسے بے شمار عجیب تماشے ہو چکے ہیں

ہم بھی کئی بار اپنے چہروں پر دشمنوں کے چہرے بناتے رہے ہیں اور انہیں فریب دیتے رہے تھے اور یہی طریقۂ کار دشمن بھی اختیار کرتے ہیں۔ ہمارا چہرہ اور ہمارا نام اپنا کر ہمارے لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں۔ وہ ایسا کئی بار کر چکے ہیں۔ ابھی حال ہی کی بات ہے، جان لیوڈا کے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحت بی جی تھرہال نے میرا نام استعمال کیا تھا اور فرہاد علی تیمور بن کر بے چاری فرمونا کو پریشان کرتا رہا تھا۔

لیکن یہ موجودہ معاملہ ذرا مختلف تھا۔ ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا تھا کہ ہم باپ بیٹے کے سامنے دشمن بیک وقت ہم باپ بیٹے کے مثل بن کر آئیں۔ یعنی فرہاد کے سامنے نقلی فرہاد اور پارس کے سامنے نقلی پارس نمودار ہوئے تھے۔

یہ اچھا ہوا کہ ہم باپ بیٹے اصلی روپ میں نہیں تھے ورنہ ہم چاروں مثل وہاں موجود افراد کے سامنے تماشا بن جاتے۔ پارس حماد بنا ہوا تھا۔ اور میں ارسلان کے نام اور چہرے سے پہچانا جا رہا تھا۔ وہ نقلی فرہاد اور نقلی پارس ہمیں اصلی روپ میں دیکھ لیتے تو ہیں ان کے بارہ بج جاتے۔ پھر ان لمحات میں امن و سکون نہ رہتا۔ ایک دوسرے کے سامنے بھید کھلتے ہی ہم اپنی اپنی بقا کے لئے جنگ شروع کر دیتے۔

ان نقلی فرہاد اور نقلی پارس کے ساتھ ایک ادھیڑ عمر کا انگریز تھا۔ اس نے حاتم شہریار سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "ویل مسٹر حاتم! کیا تم اس بین الاقوامی شہرت کے مالک فرہاد علی تیمور کو جانتے ہو؟"

حاتم نے چونک کر نقلی فرہاد کو دیکھا۔ میں نے تھوڑی دیر پہلے حاتم شہریار سے کہا تھا کہ میں فرہاد کو جانتا ہوں اور یہ بھی بتایا تھا کہ لاہور میں آئی جی کے ذریعے فرہاد میرے دماغ میں آنا چاہتا تھا لیکن میں نے اسے اندر آنے نہیں دیا اور ایک نجومی کی حیثیت سے پیش گوئی کی کہ فرہاد ابھی افغانستان نہ جائے۔ اگر جائے گا تو اس کی زندگی مختصر ہو جائے گی۔ وہ وہاں سے زندہ واپس نہیں آئے گا۔

حاتم نے بناسپتی فرہاد سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "مجھے آپ سے مل کر خوشی ہوئی۔ اگرچہ میں ٹیلی پیتھی کے علم پر زیادہ یقین نہیں رکھتا۔ تاہم مسٹر ارسلان سے مل کر کچھ یقین کرنے لگا ہوں۔ ان سے ملئے، یہ میرے مہمان مسٹر ارسلان ہیں۔"

وہ مجھ سے مصافحہ کرتے ہوئے بولا "اچھا آپ ہیں مسٹر ارسلان؟ میں نے لاہور کے آئی جی کے ذریعے تمہاری گفتگو سنی تھی۔ تم نے میری موت کی پیش گوئی کی تھی کہ میں افغانستان آؤں گا تو مر جاؤں گا۔ دیکھو میں زندہ ہوں۔"

میں نے کہا "ہر زندہ شخص یہی کہتا ہے کہ ابھی میں مرنے والا نہیں ہوں اور موت مسکراتی ہے کہ تم جینے والے نہیں ہو۔"

اس نے پوچھا "مسٹر ارسلان! تم نے کبھی موت کا ارادہ بدلتے دیکھا ہے؟"

میں نے کہا "موت اٹل ہوتی ہے۔"

"ہوتی ہوگی لیکن میرے سامنے اپنے ارادے بدل دیتی ہے۔ تم اپنے علم سے تقدیر کا حال بتاتے ہو اور میں تدبیر سے حال چال بدل کر رکھ دیتا ہوں۔"

اس کے دعوے پر ہنسی آئی۔ کیونکہ میں کوئی نجومی نہیں تھا۔ میں نے کوئی پیش گوئی نہیں کی تھی۔ بس حاتم سے یونہی جھوٹ کہہ دیا تھا لیکن حالات بتا رہے تھے کہ جھوٹ سچ ہونے والا ہے۔ میری ناکردہ پیش گوئی کے مطابق وہ نقلی فرہاد افغانستان میں مرنے کے لئے آ گیا تھا۔

وہ جس انگریز کے ساتھ آیا تھا اس کا نام جیک چارلٹن تھا۔ جیک چارلٹن نے نقلی پارس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "ان سے ملیں، یہ مسٹر فرہاد کے صاحبزادے پارس ہیں۔"

میں نے اس سے مصافحہ کرتے ہوئے اپنے بیٹے کو مخاطب کیا۔ "حماد! ادھر آؤ اور مسٹر پارس سے ملاقات کا شرف حاصل کرو۔"

پارس نے قریب آ کر اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا "میں نے سنا ہے آپ لوگ مسٹر حاتم کی ہمشیرہ تو بہ خانم کا رشتہ مانگنے آئے ہیں۔ باپ بیٹے کو دیکھ کر سوال پیدا ہوتا ہے، باپ شادی کرنا چاہتا ہے یا بیٹا؟"

جیک چارلٹن نے کہا "مسٹر فرہاد ابھی تک جوان نظر آتے ہیں۔ اس لئے تم یہ سوال کر رہے ہو لیکن پارس بھی اپنے باپ کی طرح عاشق مزاج ہے۔ تو بہ خانم سے عشق کرتا ہے۔"

نقلی فرہاد نے کہا "بائی دی وے، یہ ہمارا اور حاتم شہریار کا معاملہ ہے۔ تم لوگ اس معاملے میں مت بولو۔"

نقلی پارس نے اپنے نقلی باپ سے کہا "پاپا! میں یہ معلوم کرنا چاہوں گا کہ جس حسینہ کو میں حاصل کرنے آیا ہوں اس کے ساتھ ابھی یہ حماد کیوں کھڑا ہوا تھا۔ ان کا آپس میں کیا ریلیشن ہے؟"

تو بہ خانم نے آگے بڑھ کر کہا "میں بتاؤں کہ حماد سے میرا رشتہ کیا ہے؟"

حاتم نے جلدی سے بہن کا ہاتھ پکڑ کر کہا "پلیز تم کچھ نہ بولو۔ اندر چلو۔"

اس لمحہ تو بہ خانم نے یکبارگی سانس روک لی۔ پھر سانس لیتے ہوئے ایک ہاتھ سے سر کو تھام کر کہا "پتا نہیں اچانک میری سانس کیوں رک گئی تھی؟"

یہ بات پارس نے سمجھ لی۔ میں نے تنویمی عمل کے ذریعے تو بہ خانم کے دماغ کو پرائی سوچ کی لہروں کے خلاف لاک کر دیا تھا اور ابھی نقلی فرہاد نے اس کے دماغ میں جانے کی ناکام کوشش کی ہوگی۔

اتنے میں پارس نے اچانک سانس روک لی۔ پھر سانس لیتے ہوئے بناسپتی فرہاد سے کہا "جو پوچھنا چاہتے ہو، پوچھو۔ میں سامنے کھڑا ہوا ہوں۔ میرے دماغ میں کیوں آنا چاہتے ہو؟"

تو بہ خانم نے کہا "حماد! ابھی میں نے دیکھا ہے تم نے سانس روک لی تھی۔ ابھی میرے ساتھ بھی یہی ہوا تھا۔"

پارس نے کہا "میں یوگا کا ماہر ہوں۔ کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

والا میرے دماغ میں آئے تو میں فوراً سانس روک لیتا ہوں۔ اس طرح وہ آنے والا ہمارے اندر رہ کر ہمارے خیالات نہیں پڑھ پاتا۔"

توبہ نے پوچھا "ابھی میں نے جو سانس روکی تھی تو کیا میرے دماغ میں بھی کوئی آیا تھا؟"

میں نے کہا "ہاں' یہ مسٹر فرہاد تمہارے خیالات پڑھنے آئے تھے لیکن تمہارے سانس روکنے کے باعث واپس چلے گئے۔"

توبہ نے ناگواری سے حاتم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "برادر! یہ کون ہوتا ہے میرے خیالات پڑھنے والا۔ میں یہ برداشت نہیں کروں گی۔"

میں نے کہا "خانم! تمہارے ساتھ خدا ہے۔ اس لئے تمہارے دماغ میں کوئی نہیں آئے گا۔ غصہ تھوک دو۔"

نقلی فرہاد نے پوچھا "مسٹر حاتم! کیا تمہاری بہن یوگا جانتی ہے۔"

حاتم نے کہا "میں اپنی بہن کے متعلق بہت کم جانتا ہوں۔ اس نے حالات سے مجبور ہو کر ہمیشہ ہی گھر سے دور رہ کر زندگی گزاری ہے۔ یہ ہمیشہ بارود سے اور ہتھیاروں سے کھیلتی رہی ہے۔"

نقلی فرہاد نے مطمئن ہو کر کہا "اسی لئے سانسوں کو اپنے کنٹرول میں رکھتی ہے۔"

میں پارس کے ساتھ مہمان خانے میں آگیا۔ وہ لوگ حویلی کے اندر آگئے اور ایک بڑے سے بیٹھک ہال میں جا کر صوفوں پر بیٹھ گئے۔ میں حاتم کے دماغ میں رہ کر ان کی باتیں سن رہا تھا۔ نقلی پارس کہہ رہا تھا "مجھے حماد اور ارسلان کھٹک رہے ہیں۔"

جیک چارلٹن نے پوچھا "کیوں کھٹک رہے ہیں؟"

"پتا نہیں۔ میری چھٹی حس کہتی ہے' یہ زبردست لوگ ہیں۔ ان کا تعلق ہمارے دشمنوں سے ہوگا۔"

حاتم نے ہنستے ہوئے کہا "یہ پاکستانی ہیں' میں نے کاغذات دیکھے ہیں یہ ایک ہفتے کے دورے پر یہاں آئے ہیں۔"

نقلی فرہاد نے بھی ہنستے ہوئے کہا "دراصل ہمارے پارس کو یہ اندیشہ ہے کہ حماد کہیں توبہ کو بھگا کر نہ لے جائے۔"

حاتم نے کہا "پلیز مسٹر فرہاد! آپ اس انداز میں میری بہن کے بھاگنے کی بات نہ کریں۔ ایسی باتوں سے ہماری غیرت جوش مارتی ہے۔"

جیک چارلٹن نے ایک سگریٹ سلگاتے ہوئے کہا "مسٹر حاتم درست کہتے ہیں۔ تم لوگ مس خانم کی فکر نہ کرو۔ یہ ہمارے ساتھ جائے گی۔ تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس لڑکی کا برین واش کرو گے تو یہ تیز طرار لڑکی ہمارے بہت کام آئے گی۔"

میں نے حاتم کے ذریعے جیک چارلٹن کو سگریٹ کا کش لگاتے دیکھا تو یقین ہو گیا کہ وہ یوگا نہیں جانتا ہے۔ سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گا۔ میں اس کے اندر پہنچ گیا۔ یہ تو معلوم ہی تھا کہ وہ امریکا کا سیاسی دلال ہے۔ کابل میں امریکی مفادات کے مطابق عبوری حکومت میں تبدیلیاں کرتا رہتا ہے اور اس مقصد کے لئے حاتم شہریار جیسے مردوں کو استعمال کیا کرتا ہے۔

میں نے نقلی فرہاد اور نقلی پارس کے متعلق معلوم کیا۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ ان دونوں کو سپر ماسٹر نے وہاں بھیجا ہے۔ وہ کون ہیں؟ یہ جیک چارلٹن نہیں جانتا تھا۔ اتنا جانتا تھا کہ وہ دونوں خیال خوانی کرتے ہیں۔ میرے اپنے اندازے کے مطابق ان میں سے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا فریزر تھا۔ جان لبوڈا نے پلاسٹک سرجری کے ذریعے فریزر کو میرا ہم شکل بنایا تھا۔ اسے ٹرانسفارم مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم دیا تھا۔

یہ بہت عرصہ پہلے کی بات ہے' لبوڈا اسے میرا ہم شکل بنا کر کسی خاص موقع پر میرے خلاف استعمال کرنا چاہتا تھا لیکن ایسا کوئی موقع نہیں ملا تھا۔ اس لئے فی الحال اسے افغانستان بھیج دیا گیا تھا۔ اس میں بھی کوئی مصلحت ہوگی' سپر ماسٹر نے سوچا ہوگا کہ فرہاد پاکستان میں ہے۔ نئے اسلامی ممالک افغانستان اور ازبکستان کی طرف آسکتا ہے۔ اس لئے فریزر کو پہلے سے فرہاد بنا کر بھیج دیا گیا تھا تاکہ اسلامی ممالک کے سربراہ اور عوام مجھے اسلام دشمن تخریب کار سمجھ لیں۔

وہ دوسرا خیال خوانی کرنے والا جو پارس بن کر آیا تھا' وہ جان لبوڈا کا خاص ماتحت پاسکو روٹ تھا۔ پچھلے دنوں سلمان نے امریکا میں پاسکو روٹ کو ٹریپ کیا تھا۔ اسے اپنا معمول بنایا تھا۔ میں نے بھی اس کی آواز اور لہجے کو سنا تھا۔ مجھے یاد آگیا کہ یہ نقلی پارس وہی ہے کیونکہ وہ یہاں بھی اپنے اصل لہجے میں بول رہا تھا۔

اب پاسکو روٹ ہمارا تابعدار اور معمول نہیں رہا تھا۔ سونیا ثانی اسے ہمارے شکنجے سے نکال کر لے گئی تھی۔ میں نے پارس کو ان دونوں نقلی باپ بیٹے کے متعلق بتایا۔ اس نے کہا "وہ دونوں مجھے پُراسرار اور خطرناک سمجھ رہے ہیں۔ اس سے پہلے کہ وہ میرے خلاف کوئی قدم اٹھائیں۔ مجھے یہاں سے چلے جانا چاہئے۔"

میں نے تائید کی "یہی مناسب ہے۔ ان سے دور رہ کر ان کا تعاقب کرو۔ اور وہاں پہنچو' جہاں یہ توبہ خانم کو لے جانے والے ہیں۔"

وہ پہلے ہی تیار بیٹھا تھا۔ اپنا بیگ اٹھا کر مہمان خانے سے باہر گیا۔ باہر جگہ جگہ سیکیورٹی گارڈز تھے۔ احاطے کے مین گیٹ پر سیکیورٹی افسر نے پوچھا "آپ کہاں جا رہے ہیں؟"

پارس نے پوچھا "کیا اپنی مرضی سے باہر جانا منع ہے؟"

"مرضی کی بات نہیں ہے۔ آپ کے سلامتی کے لئے روکا جا رہا ہے۔"

"میری سلامتی کو کیا خطرہ ہے؟"

"آپ جانتے ہیں یہاں خانہ جنگی جاری ہے۔ حویلی کے باہر کون کس کا دشمن ہے' کس کی گولی کہاں سے آکر لگے گی یہ آپ جیسے اجنبی مہمان کو خبر نہیں ہوگی اور خبر ہونے سے پہلے موت آجائے گی۔"

پارس نے کہا "مسٹر حاتم سے میری بات کراؤ۔"

افسر نے کیبن میں آکر انٹر کام سے رابطہ کیا' پھر کہا "آقا! یہ مسٹر حماد حویلی سے باہر جانا چاہتے ہیں اور آپ سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔"

حاتم نے کہا "بات کراؤ۔"

افسر نے ریسیور بڑھایا۔ پارس نے ریسیور کان سے لگا کر کہا۔ "مسٹر حاتم! میں آپ کی خواہش پوری کر رہا ہوں۔ میرے یہاں سے جانے میں آپ کا فائدہ ہے۔"

میں حاتم کے اندر تھا وہ میری مرضی کے مطابق بولا "ہاں ہاں ٹھیک ہے تم جا سکتے ہو۔ سیکیورٹی افسر کو ریسیور دو۔"

افسر نے پھر ریسیور لیا۔ وہاں سے حکم سنا پھر کہا "آپ جا سکتے ہیں۔"

پارس گیٹ سے باہر چلا گیا۔ ہمارا گائیڈ جلال شاہ اسی شہر میں تھا۔ وہ مصالحتی کونسل کا ایک عہدے دار بھی تھا۔ پارس کے پاس جا رہا تھا اگر حاتم یا نقلی فرہاد کوئی نقصان پہنچانا چاہتے تو جلال شاہ ہتھیاروں اور اپنے جانبازوں کے ساتھ اس کے لئے ڈھال بن سکتا تھا۔

حاتم شہریار نقلی پارس سے کہہ رہا تھا "مسٹر پارس! آپ کو حماد کی موجودگی پر اعتراض تھا۔ ابھی سیکیورٹی افسر نے بتایا ہے کہ وہ یہاں سے چلا گیا ہے۔"

فریزر عرف نقلی فرہاد سیدھا ہو کر بیٹھ گیا' پھر بولا "وہ اچانک کیوں چلا گیا؟ اس کی موجودگی بھی کھٹک رہی تھی' اس کا جانا بھی کھٹک رہا ہے۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں نے آپ لوگوں کے آنے سے پہلے اسے وارننگ دی تھی کہ یہاں سے چلا جائے ورنہ نقصان اٹھائے گا۔ اسی لئے وہ چلا گیا ہے۔ آپ کسی طرح کی فکر نہ کریں۔"

"ٹھیک ہے لیکن یہ ارسلان کیوں رہ گیا ہے؟"

حاتم نے جیک چارلٹن سے کہا "مسٹر جیک! آپ انہیں سمجھائیں' ارسلان میرا مہمان ہے۔ میں اسے یہاں لایا ہوں۔ خواہ مخواہ کے اعتراضات میں وقت ضائع کیا جا رہا ہے۔"

جیک چارلٹن نے کہا "مسٹر فرہاد! اگر آپ کو شبہ ہے تو ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنے آدمیوں کو حماد کے تعاقب میں لگا دیں۔ یہاں ارسلان کی نگرانی کے لئے سیکیورٹی گارڈز کافی ہیں۔"

فریزر آنکھیں بند کر کے خاموش رہا۔ میں نے پارس کے پاس آکر کہا "فریزر کے آدمی تمہاری تلاش میں ہیں پھر تمہاری کڑی نگرانی ہوگی۔"

"انہیں آنے دیں پاپا! میں نمٹ لوں گا۔"

میں پھر دشمنوں کی محفل میں آیا۔ نقلی پارس یعنی پاسکو روٹ کہہ رہا تھا "بہتر ہے ہم اپنی باتیں کریں۔ مس توبہ نظر نہیں آرہی ہیں۔"

"آپ شرماری ہیں۔ اگرچہ جنگجو مزاج ہے۔ پھر بھی اس میں مشرقی شرم و حیا ہے۔"

"ہمیں اس کا یہی جنگجو مزاج پسند ہے۔ ہماری ٹریننگ کے بعد وہ ہماری سیاسی بساط پر بہت کام آئے گی۔"

پاسکو روٹ نے کہا "مسٹر حاتم! آپ کا خاندان ماڈرن ہے پھر توبہ گھر کی چار دیواری میں رہنے والی لڑکی نہیں ہے۔ پلیز ہمیں ایک دوسرے سے تنہائی میں ملنے اور گفتگو کرنے کا موقع دیں۔"

حاتم یہ نہیں چاہتا تھا لیکن میں چاہتا تھا۔ اس نے ملازمہ کو بلا کر کہا "خانم بی بی سے کہو کہ مسٹر پارس سٹنگ روم میں آرہے ہیں۔ لہٰذا ان کی خاطر تواضع کی جائے۔"

ملازمہ چلی گئی۔ پھر واپس آکر پاسکو روٹ سے بولی "تشریف لائیے۔"

میں نے توبہ خانم کے پاس آکر خیالات پڑھے۔ وہ سوچ رہی تھی "گدھے کا بچہ مجھ سے عشق کرنے آیا ہے۔ آج کے بعد میں اسے کسی سے عشق کے قابل ہی نہیں رہنے دوں گی۔"

پہلے میں نے سوچا تھا توبہ کے ذریعے اسے اعصابی کمزوری کی دوا کھلا دیں تاکہ اس کے دماغ میں جگہ مل سکے لیکن اس سلسلے میں توبہ کو مائل نہیں کرنا پڑا۔ اس نے خود ہی طے کیا تھا کہ اس پارس کے بچے سے ایسا سلوک کرے گی جس کے بعد وہ کسی بھی توبہ کے پاس جانے سے پہلے توبہ توبہ کرے گا۔

میں حاتم شہریار کے پاس آگیا تاکہ فریزر کی باتیں سن سکوں اور فریزر اور جیک چارلٹن کو وہیں مصروف رکھوں۔ ایک اندیشہ تھا کہ فریزر خیال خوانی کے ذریعے کسی وقت بھی پاسکو روٹ سے رابطہ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کرے گا تو توبہ کی کسی حرکت سے چوکنا ہو جائے گا۔

وہ تینوں کابل کی موجودہ سیاست پر گفتگو کر رہے تھے۔ مجھے خشک اور پیچیدہ سیاست سے دلچسپی نہیں ہے اور نہ ہی میں اپنے قارئین کو بور کرنا چاہتا ہوں لیکن ایسی سیاسی چالبازیاں جن کا تعلق میری داستان سے ہو' انہیں ضرور بیان کروں گا۔

ان تینوں کے لئے وہ مجاہدین دردِ سر بنے ہوئے تھے جو سچے افغانی اور محبِ وطن تھے۔ ایک آزاد مملکت قائم کرنے کے لئے چودہ برس سے طویل جنگ لڑتے آ رہے تھے۔ انہوں نے روس جیسی سُپر طاقت کو اپنے ملک سے بھگا دیا تھا۔ جسمانی طور پر لڑنے والی جنگ میں وہ بڑے بڑے دشمن ممالک کو شکست دے سکتے تھے لیکن سامراجی سیاسی چالبازیوں کو نہیں سمجھ پاتے تھے۔

یہ سبھی جانتے تھے کہ حاتم شہریار اور جیک چارلٹن سیاسی دلّال ہیں لیکن کوئی انہیں اپنے ملک سے نہیں نکال سکتا تھا کیونکہ وہ اس امریکا کے زیرِ سایہ تھے جس نے روس کو بھگانے میں ان کی مدد کی تھی۔

اب جیک چارلٹن کہہ رہا تھا "مسٹر حاتم! تم موجودہ عبوری حکومت میں ہو' یہ حکم منظور کراؤ کہ کابل شہر کے اندر کسی شخص یا گروہ کے پاس اسلحہ نہیں رہے گا۔ جن کے پاس اسلحہ ہے وہ اسلحہ جمع کرا دیں یا شہر سے باہر چلے جائیں۔"

فریزر نے کہا "اس طرح مجاہدین بھی اپنے اسلحے کے ساتھ شہر میں نہیں رہ سکیں گے۔ وہ نہتے ہوں گے تو ہمارے دباؤ میں رہیں گے۔"

جیک نے کہا "یہاں صرف سرکاری فوج مسلح رہے گی اور اس فوج پر ہمارا پورا کنٹرول رہے گا۔"

حاتم نے کہا "اس حکم پر عمل کرانا بہت مشکل ہو گا۔ مجاہدین چودہ برس سے چھوٹے بڑے اسلحے کو لباس کی طرح اپنے بدن پر پہنتے ہیں۔ وہ اسے اتار پھینکنے پر کبھی آمادہ نہیں ہوں گے۔"

"ضرور آمادہ ہوں گے۔ مجاہدین کے تمام گروہوں نے حلف اٹھایا ہے کہ عبوری حکومت کے احکامات پر عمل کریں گے۔ وہ امن وامان کی خاطر اسلحہ لے کر شہر سے دور جا سکتے ہیں یا اسلحہ سرکاری فوج کے حوالے کر سکتے ہیں۔"

جیک نے کہا "ابتدا میں قانون پر عمل کرانے میں دشواری ہوتی ہے پھر رفتہ رفتہ عمل ہونے لگتا ہے۔"

یہ مجاہدین کو کابل شہر میں مجبور اور بے بس بنا کر رکھنے کا منصوبہ تھا۔ میں نے موبائل فون کے ذریعے جلال شاہ سے رابطہ کیا۔ اس نے خوش ہو کر کہا "حضور! آپ نے مجھے یاد کیا ہے۔ یہ میری خوش قسمتی ہے۔"

جلال شاہ مجھے سچی پیش گوئی کرنے والا نجومی سمجھتا تھا اور میرا بڑا معتقد تھا۔ میں نے پوچھا "کیا حماد' تمہارے پاس پہنچ گیا ہے؟"

"جی ہاں۔ یہ خیریت سے ہے۔ آپ کب آ رہے ہیں؟"

"جلد ہی آؤں گا۔ جانباز مجاہدین کو یہ بتا دیں کہ اس وقت حاتم شہریار کی حویلی میں ان کے خلاف منصوبے بنائے جا رہے ہیں۔"

"حضور! کیا آپ منصوبے کے متعلق کچھ بتا سکیں گے؟"

"بے شک۔ یہاں سے احکامات صادر کئے جائیں گے جن کی تعمیل کرنے کے بعد مجاہدین کابل شہر میں نہتے ہو جائیں گے اور ایسا ضرور ہو گا' میری پیش گوئی ہے۔"

"آپ کی پیش گوئی پر میرا ایمان ہے۔ میں اس سلسلے میں مجاہدین کے مختلف گروہوں سے ابھی ملنے جا رہا ہوں۔"

میں جلال شاہ سے رابطہ ختم کر کے توبہ خانم کے دماغ میں آ گیا۔ وہ ایک صوفے پر نقلی پارس یعنی پاسکو روٹ کے ساتھ بیٹھی ہوئی..... اسے قہوہ پیش کر رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا "میں اکثر معاملات میں اپنے باپ پر بھی بھروسا نہیں کرتا اور تم سے تو پہلی ملاقات ہے۔ میں بھلا تم پر کیسے بھروسا کر سکتا ہوں؟"

توبہ نے اسے رجھانے کے لئے مسکرا کر پوچھا "تم ہی بتاؤ کیسے بھروسا کرو گے؟"

"تمہاری صورت اور تمہاری چالاک مسکراہٹ بتا رہی ہے کہ مجھے دشمن سمجھتی ہو۔ مجھ سے نجات حاصل کرنے کے لئے قہوے میں زہر یا ضرر رساں دوا ملا سکتی ہو۔"

"تو تمہیں یہ قہوہ پینے سے انکار ہے؟"

"پہلی بار اپنے خوب صورت ہاتھوں سے پیش کر رہی ہو اس لئے انکار نہیں کروں گا۔ یوں کرو' اس پیالے سے آدھا تم پی لو آدھا میں نوش کروں گا۔ اس طرح تمہارے لبوں کی مٹھاس بھی مل جائے گی۔"

توبہ نے اسے گہری سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ پھر پیالے کو اپنے لبوں سے لگا کر ایک گھونٹ پینے کے بعد کہا "تم اناڑی ہو۔ مجھ میں جو غصہ اور سختی ہے وہ جنگ کی پیداوار ہے ورنہ تم اتنے زبردست دکھائی دیتے ہو کہ تمہیں دیکھتے ہی گلے لگنے کو جی چاہتا ہے۔ میں اس خواہش کو لگام دیتی ہوں۔"

"کیوں لگام دے کر خود پر اور مجھ پر ظلم کر رہی ہو۔"

اس نے توبہ کے ہاتھوں سے پیالہ لے کر اسے سینٹر ٹیبل پر رکھ دیا۔ پھر دونوں بازو پھیلا کر کہا "میری دھڑکنیں بے چین ہو رہی ہیں۔ انہیں قرار دو۔"

وہ قریب ہو کر گلے لگ گئی۔ اس نے آستین میں ایک چھوٹی سی سرنج چھپائی ہوئی تھی۔ اپنے دونوں ہاتھ اس کی گردن میں حمائل کر کے آستین سے وہ سرنج نکالی۔ پھر ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر اس کی سوئی گردن میں پیوست کر دی۔ پاسکو روٹ کے حلق سے ایک آہ نکل کر رہ گئی لیکن وہ ایک عاشق کی آہ نہیں تھی۔

میں توبہ کے پاس تھا۔ اسی لمحے میں نے محسوس کیا' ایک سوئی توبہ کی بھی گردن میں پیوست ہوئی ہے۔ اس کے حلق سے ایک کراہ

[...]وہ یکبارگی کمزوری محسوس کرنے لگی تھی۔ میں کبھی پارس کے [...]بھی حاتم وغیرہ کے پاس آتا جاتا رہتا تھا۔ اس لئے یہ یاد نہ [...]پاسکو روٹ بھی توبہ کے دماغ میں جگہ بنانے کے لئے اسی [...]کوئی چال چل سکتا ہے۔ بہرحال دونوں نے بیک وقت ایک [...]رے کو کمزور بنا دیا تھا۔

[...]کمزوری کے باعث صوفے پر گر پڑی تھی۔ اسی صوفے کے [...]رے سرے پر پاسکو روٹ بیٹھا اپنی گردن سہلا رہا تھا اور گہری [...]سانسیں لے رہا تھا۔ اُس کی یہ حالت دیکھ کر میں نے اس کے [...]اغ میں چھلانگ لگائی۔ اس نے مجھے محسوس نہیں کیا پھر سب [...]پہلے یہ تصدیق ہو گئی کہ وہ پاسکو روٹ ہی ہے۔

اس کے خیالات نے بتایا کہ وہ اور فریزر بہت بڑے مشن پر [...]ئے تھے۔ مغربی ممالک کے سینوں میں یہ بات چبھ رہی تھی کہ [...]فانستان کے ساتھ ساتھ ازبکستان کے مسلمان بھی آزاد ہو گئے [...]ہیں۔ اگر آزادی کی ابتدا ہی میں ان مسلمانوں پر مغربی کلچر مغربی [...]بے حیائی اور مغربی سیاست مسلط نہ کی گئی تو یہ اسلامی کلچر' سیاسی [...]ت اور اتحاد سے سپر پاور کے مقابلے میں آ سکتے ہیں۔

ایسے اندیشوں کے پیشِ نظر سپر ماسٹر نے فریزر اور پاسکو روٹ [...]و اپنے ایک ایجنٹ جیک چارلٹن کے پاس بھیجا تھا اور یہ تاکید کی [...]تھی کہ وہ موجودہ مشن کے لئے ایسی جگہ ہیڈ کوارٹر بنائیں جہاں سے [...]بہ آسانی افغانستان سے ازبکستان جا سکیں اور فوری ضرورت [...]کے وقت پھر افغانستان واپس آ سکیں۔

اس مقصد کے لئے انہوں نے بلخ شہر کو اپنی مصروفیات کا مرکز [...]بنایا تھا۔ وہ اس مقام سے کبھی ہیلی کاپٹر کے ذریعے کابل آتے [...]تھے' کبھی تاشقند اور سمرقند وغیرہ پہنچ جاتے تھے۔ ازبکستان ایک نو [...]آزاد ملک ہے۔ اس لئے اس کی سرحدیں ابھی زیادہ مضبوط نہیں [...]ہیں۔ غیر ملکی ایجنٹوں نے اس ملک میں داخل ہونے اور آتے [...]جاتے رہنے کے لئے کتنے ہی چور دروازے بنائے ہیں اور بناتے رہتے ہیں۔

[...]ہم باپ بیٹے اس لئے یہاں آئے تھے اور یہاں سے اس لئے ازبکستان جانے والے تھے کہ اسلامی ممالک میں چور دروازے بنانے والوں کو چور دروازوں سے دوسری دنیا کے لئے روانہ کریں۔ میں پاسکو روٹ کے چور خیالات سے ان کے منصوبوں کو [...]سمجھ رہا تھا۔ ان کے اہم افراد کے نام پتے اور دونوں ملکوں میں ان کے اہم ذرائع اور وسائل کی تفصیلی معلومات حاصل کر رہا تھا۔

وہ اپنی گردن پر ہاتھ رکھ کر توبہ خانم کو دیکھتے ہوئے بولا "تم بہت خطرناک ہو۔ مجھے تمہارے تیور دیکھ کر ہی چوکنا رہنا چاہئے تھا۔"

وہ گہری سانسیں لے رہا تھا۔ کمزوری کو برداشت کر رہا تھا پھر بولا "سچ سچ بتاؤ کون سی دوا انجکٹ کی ہے۔ مجھ سے خیال خوانی کی پرواز نہیں ہو رہی ہے۔"

وہ نقاہت سے بولی "خنزیر کی اولاد! تو نے بھی میرے ساتھ یہی حرکت کی ہے۔ مجھ میں ذرا سی توانائی آنے دے پھر میں تجھے زندہ نہیں جانے دوں گی۔"

اسی وقت فریزر نے پاسکو روٹ کے دماغ میں آ کر پوچھا "کیا بات ہے پاسکو! میرے آنے پر تم نے سانس نہیں روکی؟ مجھ سے کوڈ ورڈز نہیں پوچھا؟ اوہ گاڈ! تم تو کمزوری محسوس کر رہے ہو۔"

"ہاں' میں توبہ کے دماغ کو کمزور بنا چکا ہوں لیکن اس نے یہی داؤ مجھ پر استعمال کیا ہے۔"

اب ان کے ذہنوں میں یہ سوال پیدا ہو رہا تھا کہ توبہ نے پاسکو کے دماغ کو کمزور کیوں بنا دیا ہے؟ ایسا تو ٹیلی پیتھی جاننے والے کرتے ہیں تاکہ دشمن کے چور خیالات پڑھ سکیں۔ کیا توبہ کے ذریعے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا پاسکو کے اندر آ چکا ہے؟

میں توبہ کے دماغ میں آیا تاکہ فریزر کی بے چینی معلوم کر سکوں۔ اس وقت توبہ کی سوچ کہہ رہی تھی "میں نے ایک مخصوص انجکشن کے ذریعے اس کمبخت کو مردانہ صفات سے محروم کر دیا ہے۔"

اس کی سوچ میں ایک سوال پیدا ہوا "یہ حماد میری زندگی میں کیا رول ادا کر رہا ہے؟"

میں سمجھ گیا فریزر یہ سوال اس کی سوچ میں پیدا کر رہا تھا۔ توبہ کی سوچ نے کہا "وہ میری زندگی میں ایسے ایسے رول ادا کر رہا ہے جن کے نقوش میرے دل و دماغ سے کبھی نہیں مٹیں گے۔"

فریزر نے پھر اس کی سوچ میں پوچھا "وہ ایسا کیا کر رہا ہے؟"

"یہی کیا کم ہے کہ وہ پچھلی تمام رات دشمنوں سے میری جان اور آبرو بچاتا رہا۔ میں اس کے ساتھ تنہا ویرانوں سے گزری وہ چاہتا تو مجھے برباد کر سکتا تھا۔ میں حیران ہوں کہ درندوں کی اس دنیا میں خدا نے یہ فرشتہ میرے لئے بھیجا ہے۔ پتا نہیں اللہ تعالیٰ میری کون سی نیکی سے خوش ہو کر یہ انعام دے رہا ہے۔"

"کیا یہ حماد ٹیلی پیتھی جانتا ہے؟"

"میں آج صبح سے کئی بار ٹیلی پیتھی کا ذکر سن چکی ہوں اور اب پھر یہی ٹیلی پیتھی کی بات ذہن میں آ رہی ہے۔ آخر یہ کیا بلا ہے؟"

فریزر کو مایوسی ہو رہی ہو گی۔ توبہ کے ذریعے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کا سراغ نہیں لگا سکتا تھا۔ وہ اس علم کے متعلق کچھ جانتی ہی نہیں تھی۔ فریزر نے اس کی سوچ میں پوچھا "یہ میرا دماغ لاک کیسے ہو گیا تھا؟"

توبہ کی سوچ نے کہا "یا خدا! میں کمزوری کے باعث کیسی بے تکی باتیں سوچ رہی ہوں۔ بھلا یہ دماغ کیسے لاک ہوتا ہے؟"

فریزر جھنجلا گیا۔ اس بار اپنی سوچ میں بولا "جب میں نے پہلی بار تمہارے دماغ میں آنے کی کوشش کی تو تم نے سانس روک لی تھی۔ مجھے بتاؤ یوگا کیسے جانتی ہو؟"

اس بار میں نے توبہ کی سوچ میں کہا "میں نے باقاعدہ یوگا کی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

مشقیں نہیں کی ہیں۔ میں جنگ کے دوران افغانستان اور ازبکستان کے کتنے ہی علاقوں میں دشمنوں سے اور اپنے بدترین حالات سے لڑتی رہی۔ پہاڑی علاقوں میں چڑھتی اترتی رہی۔ میری طرح شاید ہی کوئی لڑکی اس قدر سانسوں کو قابو میں رکھتی ہوگی۔

پھر میں نے توبہ کے ذریعے ایک آہ بھر کر کہا "آہ! میں کئی منٹ تک سانس روکتی تھی۔ مگر اب کمزور ہوگئی ہوں۔ اس ذلیل دشمن نے مجھے دوا کے ذریعے کمزور بنادیا ہے۔"

وہ کمزوری کے باعث نڈھال سی ہوکر اپنی آنکھیں بند کررہی تھی شاید فریزر اس کے دماغ سے چلا گیا تھا۔ میں نے حاتم کے پاس آکر دیکھا۔ فریزر اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑا ہوگیا تھا اور جیک چارلٹن سے کہہ رہا تھا "مسٹر چارلٹن! حویلی کے اندر میرے بیٹے پارس کے ساتھ دھوکا کیا گیا ہے۔ توبہ خانم نے اسے ایک انجکشن کے ذریعے کمزور بنادیا ہے۔"

حاتم نے اٹھ کر پوچھا "آپ بیٹھے بیٹھے اچانک اٹھ کر میری بہن کو الزام کیوں دے رہے ہیں۔ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ حویلی کے اندر کیا ہورہا ہے؟ کیا یہ بھی کوئی ٹیلی پیتھی ہے؟"

جیک نے کہا "ہاں۔ مسٹر فرہاد بیٹھے بیٹھے دنیا کی خبر لے آتے ہیں۔ تم ہمارے ساتھ اندر چلو اور اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔"

وہ تینوں سٹنگ روم میں آئے۔ ایک بڑے صوفے پر ایک طرف توبہ خانم اور دوسرے سرے پر پاسکو نظر آئے۔ دونوں کمزور اور نڈھال سے دکھائی دے رہے تھے۔ فریزر نے کہا "مسٹر حاتم! اپنی آنکھوں سے دیکھو تمہاری بہن نے میرے بیٹے سے دشمنی کی ہے۔ اسی وقت فیصلہ کرو' کابل کی عبوری حکومت میں اپنا اقتدار قائم رکھنا چاہتے ہو یا نہیں؟"

حاتم نے خوشامدانہ انداز میں کہا "میں تو جیک چارلٹن صاحب کا دوست اور تمہارے ملک کا وفادار ہوں۔ یہاں اقتدار میں رہنا چاہتا ہوں۔"

"تو پھر میں تمہاری بہن کو لے جارہا ہوں۔"

"یہ بہت کمزور اور بیماری لگ رہی ہے۔ اسے کیوں لے جانا چاہتے ہو؟"

"مجھے شبہ ہے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا دشمن اسے آلۂ کار بناکر ہم پر حملے کررہا ہے۔ اس نے میرے بیٹے کو خیال خوانی کے قابل نہیں چھوڑا' میں توبہ کے ذریعے اس منہ چھپانے والے تک ضرور پہنچوں گا۔"

حاتم تذبذب میں تھا۔ فریزر توبہ کا بازو پکڑ کر اسے صوفے پر سے اٹھا رہا تھا۔ وہ کمزوری کے باوجود اپنا بازو چھڑانے کی کوشش کررہی تھی۔ حاتم نے ہچکچاتے ہوئے کہا "ذرا ایک منٹ مسٹر فرہاد! آپ مسلمان ہیں۔ ایک مسلمان گھرانے کی عزت کو اس طرح نہ لے جائیں۔"

وہ بولا "اس طرح لے جانا ایک سیاست ہے' تم پریس والوں اور دنیا والوں کے سامنے واویلا کرسکتے ہو کہ ایک مغربی ملک کے دلال فرہاد علی تیمور نے مسلمان ہوکر مسلمان گھرانے کی آبرو نہیں رکھی۔ نکاح کے بغیر اپنے بیٹے کے لئے لے گیا ہے۔ دونوں باپ بیٹے بے غیرت بھی ہیں اور نئی مسلم ریاستوں کی آزادی کے دشمن بھی ہیں۔"

حاتم نے حیرانی سے پوچھا "مسٹر فرہاد! یہ کیسی سیاست ہے آپ خود کو اور بیٹے کو بدنام کررہے ہیں۔"

یہی بات توبہ سوچ رہی تھی۔ یہ فرہاد نہیں ہے۔ بین الاقوامی شہرت حاصل کرنے والا یوں خود کو بدنام نہیں کرے گا۔

حاتم نے پوچھا "میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے' آپ مسلم ریاستوں میں بیٹے کے ساتھ بدنام کیوں ہونا چاہتے ہیں؟"

"یہ سیاست تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی۔ بس اتنا سمجھو کہ شیطان جتنا بدنام ہوتا ہے' اتنا ہی دنیا میں اس کا نام ہوتا ہے ہمارے جانے کے بعد غور کرنا۔"

وہ توبہ کو کھینچ کر لے جانے لگا۔ حاتم نے راستہ روک کر عاجزی سے کہا "پلیز' یہ تو سوچو' توبہ کو اس طرح لے جاؤ گے تو باہر کھڑے ہوئے سیکیوریٹی گارڈز مجھے بے غیرت سمجھیں گے۔"

فریزر نے کہا "میں توبہ کے دماغ میں رہوں گا۔ یہ میری مرضی کے مطابق ہنستی بولتی جائے گی تو دیکھنے والے یہ سمجھ نہیں پائیں گے کہ تم نے بہن کو دے کر اقتدار حاصل کیا ہے۔"

حاتم نے حیرانی سے پوچھا "کیا یہ اپنی مرضی کے خلاف ہنسنے بولنے لگے گی؟"

فریزر نے توبہ کے دماغ پر قبضہ جماکر اسے ہنسنے بولنے پر مجبور کیا۔ وہ ہنستی ہوئی اپنے بھائی سے بولی "برادر! تم مجھے سہارا دے کر ان کی گاڑی میں لے جاکر بٹھاؤ۔ میں تمہارے ساتھ مسکراتی ہوئی جاؤں گی۔"

وہ فریزر کی مرضی کے مطابق اپنے بھائی کے پاس آگئی' پھر بولی "اب تمہاری بدنامی نہیں ہوگی۔ چلو اور مجھے بیچ کر اقتدار کی گارنٹی پکی کرلو۔"

وہ حاتم کا بازو تھامے ہوئے تھی۔ پاسکو روٹ نے جیک چارلٹن کا سہارا لیا تھا۔ فریزر یہ قافلہ لے کر باہر جانے کے لئے پلٹا پھر ٹھٹک گیا۔ میں دروازے پر کھڑا ہوا تھا۔ حاتم شہریار نے پریشان ہوکر پوچھا "تم یہاں کیوں آئے ہو؟"

"یہ دیکھنے آیا ہوں کہ لوگ اقتدار حاصل کرنے کے لئے کتنا گرجاتے ہیں؟"

جیک چارلٹن نے ریوالور نکال لیا۔ مجھے نشانے پر رکھتے ہوئے بولا "اس ملک میں انسان کیڑوں مکوڑوں کی طرح مررہے ہیں۔ تم بھی مرجاؤ گے تو پتا نہیں چلے گا کہ ایک مٹی کا کیڑا کب اور کیسے مٹی میں مل گیا۔"

میں جانتا تھا جیک چارلٹن کے اوورکوٹ کی جیب میں ایک سائلنسر رکھا ہوا ہے۔ اس نے ایسے ہی خاص موقعے کی لئے سائلنسر رکھا تھا۔ وہاں مجھے گولی مارتا تو باہر سیکوریٹی گارڈز تک ہڑبڑ کی آواز جاتی۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا "مجھے ریوالور میں سائلنسر لگانا چاہئے۔"

اسی وقت فریزر نے کہا "مسٹر چارلٹن! سائلنسر کے بغیر فائر نہ کرنا۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا "ہاں بھئی' میری موت کی پبلسٹی نہیں ہونی چاہئے' مجھے خاموشی سے قتل کردو۔"

وہ کوٹ کی جیب سے سائلنسر نکال کر ریوالور کے ساتھ ایڈجسٹ کرنے لگا۔ فریزر نے مجھے گھور کر دیکھا' پھر کہا "یہ شخص بہت گہرا ہے' اپنے ہی قتل کا مشورہ دے رہا ہے۔"

میں نے کہا "قتل کا مشورہ اس لئے دے رہا ہوں کہ یہ مجھے زخمی کرکے تمہیں میرے دماغ میں نہ پہنچائے۔"

فریزر نے چونک کر کہا "اوہ' میری عقل کو کیا ہوگیا ہے توبہ کو یہاں سے لے جانے کی دھن میں یہ بھول گیا کہ مجھے اس نجومی کی اصلیت معلوم کرنی چاہئے۔ مسٹر چارلٹن! اسے قتل نہ کرو۔ اس کی ایک ٹانگ پر گولی مارو۔"

اس نے میری ٹانگ کا نشانہ لیا۔ میں نے اس کی کھوپڑی فریزر کی طرف گھمادی۔ اس نے ادھر گولی چلادی۔ وہ کراہتے ہوئے فرش پر گرا اور بولا "یو نان سنس' تم نے مجھے زخمی کرکے میری ٹیلی پیتھی کی قوت چھین لی ہے۔"

جیک چارلٹن نے ریوالور میری طرف اچھالا۔ میں نے اسے کیچ کرتے ہوئے کہا "گولی گولی پر مرنے والے کا نام ہوتا ہے۔ تم لوگوں کے پاس میرے نام کی کوئی گولی نہیں ہے کیونکہ تم میں سے کوئی میرا نام نہیں جانتا ہے۔"

میں نے ریوالور کا رخ حاتم کی طرف کرتے ہوئے کہا "توبہ کو صوفے پر بٹھادو۔"

اس نے میرے حکم کی تعمیل کی۔ توبہ نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا "مسٹر ارسلان' تم نے اور حماد نے میرے لئے بہت کیا کچھ ہے' ایک احسان اور کرو۔"

میں نے پوچھا "کیا چاہتی ہو؟"

"یہ ریوالور مجھے دو۔ میں بے غیرت بھائی کو اپنے ہاتھوں سے گولی مارنا چاہتی ہوں۔"

"پہلے تم اپنی کمزوری پر قابو پالو پھر تمہاری یہ خواہش پوری ہوجائے گی۔"

حاتم نے گھبرا کر کہا "خبردار! مجھے ہلاک کرنے کی حماقت نہ کرنا۔ میرے جسم پر ہلکی سی خراش بھی آئے گی تو میرے مسلح محافظ تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

جیک چارلٹن نے کہا "میں مسٹر ارسلان! ہم میں سے کسی کو نقصان پہنچانا چاہو گے تو یہاں سے صحیح سلامت نہیں جاسکو گے۔"

میں نے کہا "یہ آنے والا وقت بتائے گا کہ ہم میں سے کسے سلامتی ملنے والی ہے۔ میں حاتم سے کہتا ہوں' اپنا یہ قافلہ اپنے بیڈ روم میں لے چلو۔"

وہ چونک کر بولا "میرے بیڈ روم میں کیوں؟"

"بھئی سمجھوتا ہوگا۔ کیوں فریزر' سمجھوتا کرو گے؟"

فریزر نے گولی کے زخم سے کراہتے ہوئے مجھے پریشانی سے دیکھا۔ پھر پوچھا "کون ہو تم؟ میرا نام کیسے جانتے ہو؟"

میں نے کہا "تمہاری ٹانگ سے خون بہہ رہا ہے۔ تمہیں طبی امداد کی ضرورت ہے اور یہ امداد بیڈ روم میں ملے گی۔"

وہ زخمی ٹانگ کو پکڑ کر بڑی تکلیف سے بولا "ہاں فوری طبی امداد کی ضرورت ہے۔ مسٹر حاتم! ڈاکٹر کو فون کرو۔"

میں نے کہا "کوئی فون کو ہاتھ نہیں لگائے گا۔ اگر تم لوگوں نے بیڈ روم میں جانے کے لئے اب دیر کی تو حاتم اور جیک چارلٹن کو بھی فریزر کی طرح اپاہج بنادوں گا۔"

میں ان پر عذاب کی طرح نازل ہوگیا تھا۔ وہ میرے احکامات کی تعمیل پر مجبور تھے۔ میں نے توبہ کو سہارا دیا پھر سب کے سب حاتم کی خواب گاہ میں آگئے۔ حاتم نے کہا "لو یہاں آگئے۔ اب بتاؤ کیا چاہتے ہو؟"

میں نے کہا "چور دروازہ کھولو۔"

وہ ایک دم سے اچھل پڑا۔ شدید حیرانی سے بولا "تم کیسے جانتے ہو؟"

"یہ صرف میں نہیں' فریزر اور پاسکو بھی جانتے ہیں۔ ہم سب تمہاری کھوپڑی میں آتے جاتے رہتے ہیں۔"

توبہ نقاہت سے بستر پر لیٹ گئی تھی۔ اس نے بھی حیرانی اور بے یقینی سے پوچھا "کیا یہاں چور دروازہ ہے؟"

"ہاں اور اس چور دروازے کے پیچھے ایک تہ خانہ ہے۔"

پاسکو نے کہا "اب یقین ہوگیا ہے کہ تم بھی ہمارے طرح ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔ پلیز' ہم سے دوستی کرلو' ہم تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والے متحد ہوکر ایک بہت بڑی طاقت بن جائیں گے۔"

"ہم تہ خانے میں جاکر متحد ہوں گے۔"

میں نے حاتم کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے ایک چور دروازے کو کھولا۔ میں نے توبہ سے کہا "ڈاکٹر کو فون کرو اور اسے اپنی حالت بتاؤ تاکہ وہ تمہیں اعصابی کمزوری سے نجات دلاسکے۔"

وہ فون کرنے لگی۔ حاتم نے انٹرکام کے ذریعے سیکیوریٹی افسر سے کہا "ایک ڈاکٹر ابھی آئے گا۔ اسے حویلی کے اندر پہنچادینا۔"

پھر میں نے فریزر کو اپنی مرضی کے مطابق بیان دینے پر مجبور کیا۔ اس نے کہا "مس توبہ! میں تہ خانے میں جانے سے پہلے کچھ حقائق بیان کررہا ہوں۔ میں فرہاد علی تیمور نہیں ہوں اور یہ میرا بیٹا پارس نہیں ہے۔ ہم چاہتے تھے کہ دونوں باپ بیٹے مسلم ممالک

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

میں ہمارے سیاسی عزائم کے سامنے دیوار نہ بنیں۔ یہ اتنے بدنام ہوجائیں کہ کوئی اسلامی ملک ان کی نیک نیتی پر بھروسا نہ کرے۔"

پاسکو نے کہا "میرا نام پاسکو روٹ ہے اور یہ فرہاد نہیں فریزر ہے۔ ہم دونوں ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ ہماری موجودہ شکست سے صاف ظاہر ہے کہ ہم پر حاوی ہونے والا فرہاد ہے۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ تمہاری جان اور آبرو کو سلامت رکھنے والا فرہاد ہی ارسلان ہے۔"

سب ہی نے چونک کر مجھے دیکھا۔ توبہ بستر پر اٹھ کر بیٹھ گئی۔ میں نے کہا "آرام سے لیٹی رہو۔ میں ابھی تہ خانے سے واپس آکر باتیں کروں گا۔"

پھر میں نے دشمنوں سے کہا "تہ خانے میں چلو۔"

جیک چارلٹن سہما ہوا تھا۔ اس نے پوچھا "تم ہمیں تہ خانے میں کیوں لے جارہے ہو؟"

"میں سیاسی سمجھوتا کرنا چاہتا ہوں۔"

"سمجھوتا یہاں بھی ہوسکتا ہے۔"

"بحث نہ کرو۔ تہ خانے میں چلو۔"

"نہیں۔ تم ہمیں مارڈالو گے میں نہیں جاؤں گا۔"

میں نے جیک چارلٹن کے دماغ میں زلزلہ پیدا کرتے ہی اس کا منہ بند کردیا۔اس کے دانت پر دانت جمادئے تاکہ اس کے چیخنے کی آواز باہر نہ جائے' وہ دماغی تکلیف کے باعث اچھل کر فرش پر گرپڑا تھا اور مچھلی کی طرح تڑپنے لگا۔ توبہ اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا "یہ شاید ٹیلی پیتھی کا ہتھیار ہے جو اسے اذیت پہنچا رہا ہے۔"

میں نے حاتم' فریزر اور پاسکو سے پوچھا "تم بھی یہی سزا چاہتے ہو یا شرافت سے تہ خانے میں چلوگے۔"

وہ تینوں چور دروازے سے داخل ہوئے۔ میں نے جیک چارلٹن کو گردن سے پکڑ کر اٹھایا پھر دھکا دے کر ان کے پیچھے لے گیا۔ چور دروازے کے پیچھے ایک تنگ سی راہداری تھی۔ وہ سب میرے آگے ایک زینے سے اترتے ہوئے تہ خانے کے فرش پر پہنچ گئے۔

وہاں بلب کی مدھم روشنی میں کئی انسانی ڈھانچے فرش پر پڑے ہوئے تھے۔ عجیب سی بدبو پھیلی ہوئی تھی۔ میں نے کہا "یہ انسانی ڈھانچے اس بات کا ثبوت ہیں کہ اس حویلی میں مرنے والوں کا سراغ نہیں ملتا۔ کیوں حاتم! کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟"

جیک چارلٹن کا دماغ ابھی تک دکھ رہا تھا۔ وہ کمزور لرزتی ہوئی آواز میں بولا "تم ہمیں قتل کرکے اپنے لئے مصیبتیں مول لوگے۔ حاتم کے خاندان پر بھی ایسی مصیبت آئے گی کہ اس خاندان کا اور حویلی کا نام ونشان نہیں رہے گا۔"

میں نے کہا "تمہارے دماغوں سے چور خیالات پڑھ چکا ہوں۔ تم فریزر اور پاسکو کے ساتھ ایک گاڑی میں یہاں آئے ہو۔ تمہارے کسی بھی متعلقہ فرد کو تمہاری یہاں آمد کا علم نہیں ہے۔ تم تینوں کے بعد حویلی کے احاطے میں کھڑی ہوئی گاڑی غائب کردی جائے گی تو کوئی تمہارا سراغ بھی نہیں لگا پائے گا۔"

جیک چارلٹن بچاؤ کی کوئی صورت نہ دیکھ کر زینے کی طرف بھاگنے لگا' میں نے اسے گولی ماردی۔ پھر دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کہا "کیسی مجبوری اور بے بسی ہے۔ تم لوگ خیال خوانی کے ذریعے جان لمبوڈا اور سپر ماسٹر کو پکار بھی نہیں سکتے۔"

میں نے پاسکو روٹ کو گولی ماردی۔ فریزر نے لنگڑاتے ہوئے بھاگنے کی کوشش کی۔ میں نے اس کی دوسری ٹانگ کو زخمی کردیا۔ وہ فرش پر گر کر تڑپتے ہوئے بولا "مجھے نہ مارو۔ میں تمہارا غلام بن کر رہوں گا۔"

"کیوں؟ لمبوڈا کی غلامی بھول گئے؟ اگر وہ تمہاری مدد کے لئے آتا اور مجھ پر غالب آجاتا تو تم مجھے اپنا غلام بنالیتے۔ اس دنیا میں وہی جیتا ہے جو سیر پر سوا سیر بن کر رہنا جانتا ہے۔"

میں نے حاتم سے کہا "میں نے تمہیں بتایا تھا کہ پیش گوئی کے مطابق اگر فرہاد افغانستان آئے گا تو موت کا فرشتہ اسے زندہ واپس نہیں جانے دے گا۔"

حاتم نے تائید میں سرہلا کر کہا "ہاں تم نے یہ کہا تھا لیکن اصل فرہاد تو شاید تم ہو؟"

"ہاں۔ میں ہوں اور میری پیش گوئی اس نقلی فرہاد کے لئے تھی پھر نہ کہنا کہ میں سچی پیش گوئی کرنے والا نجومی نہیں ہوں۔"

میں نے نشانہ لیا۔ پھر ٹھائیں کی آواز کے ساتھ ہی پیش گوئی درست کردی۔ حاتم شہریار تھوک نگل کر رحم طلب نظروں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں نے کہا "ابھی تمہارے مقدر میں شاید موت نہیں ہے۔ اوپر چلو اور یہ تہ خانہ بند کردو۔"

ہم سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اوپر خواب گاہ میں آگئے۔ توبہ خانم نے کہا "میں سمجھ گئی۔ تم نے ان تینوں کی چھٹی کردی ہے۔ اس بے غیرت بھائی کو میری خاطر چھوڑدیا ہے۔"

وہ گڑگڑا کر بولا "نہیں توبہ! ایسی باتیں نہ کرو۔ بے شک میں اقتدار کے لالچ میں بہن کے رشتے کی توہین کررہا تھا لیکن ٹھوکریں کھاکر عقل آگئی ہے۔ میں معافی مانگتا ہوں۔ ہم دونوں ایک باپ ایک ماں کی اولاد ہیں۔ مجھے معاف کردو۔"

توبہ نے مجھ سے کہا "تم دماغ میں پہنچ کر نیک یا بدنیت لوگوں کو پہچان لیتے ہو۔ کیا یہ واقعی راہِ راست پر آگیا ہے۔ میں بھروسا کروں؟"

"یہ ابھی معلوم ہوجائے گا۔ فی الحال حاتم! تم باہر جاؤ۔ ڈاکٹر آئے تو یہاں بھیج دو۔ جیک چارلٹن جس گاڑی میں یہاں آیا تھا اسے حویلی سے دور بھیج دو۔ اپنے بھروسے کے آدمی کو کہو گاڑی میں بم رکھ کر بلاسٹ کردے۔ ان تینوں کا نام ونشان مٹانے کے لئے گاڑی کو نابود کرنا ضروری ہے۔"

وہ جانے لگا' میں نے پوچھا "کیا تمہارے تمام سیکیورٹی گارڈز ملازم ان تینوں کے سلسلے میں اپنی زبانیں بند رکھیں گے؟"

"بے شک' وہ قابلِ اعتماد وفادار ہیں۔ ہمارے لئے ہر موقعے پر جان ہارتے ہیں' زبان کبھی نہیں ہارتے۔"

"تم بھی حویلی کے باہر جاکر اپنی عقل نہ ہارنا۔ ہمارے خلاف کوئی قدم نہ اٹھانا۔"

"میں ایسی غلطی نہیں کروں گا۔"

وہ فوراً ہی بیڈ روم کے باہر چلا گیا۔ اس کا ذہن تیزی سے سوچ رہا تھا کہ اپنے مسلح گارڈز کے درمیان پہنچتے ہی محفوظ ہوجائے گا۔ وہ ٹیلی پیتھی کے متعلق زیادہ نہیں جانتا تھا۔ اس لئے خود کو چالاک سمجھ کر ایسا سوچ رہا تھا۔

توبہ نے مجھ سے پوچھا "کیا تم واقعی فرہاد علی تیمور ہو؟ وہ دشمن تہ خانے میں جانے سے پہلے تمہیں فرہاد کہہ رہا تھا۔"

"میں فرہاد ہوں مگر تھوڑی دیر خاموش رہو۔ تم سے باتیں کروں گا تو تمہارے دوغلے بھائی کو یہاں سے کنٹرول نہیں کرسکوں گا۔"

وہ پھر حاتم کے پاس پہنچا۔ وہ سیکیورٹی افسر کے پاس جاکر کہنا چاہتا تھا کہ وہ ایک درجن مسلح گارڈز کے ساتھ فوراً بیڈ روم میں جائے اور نجومی ارسلان کو گولی مار کر توبہ خانم کو حراست میں لے کر ایک کمرے میں قید کردے۔

وہ اسی ارادے سے افسر کے پاس آیا' پھر بولا "ایک ڈاکٹر آرہا ہے اسے میرے بیڈ روم میں توبہ خانم کے پاس پہنچادینا۔"

افسر نے الرٹ ہوکر کہا "یس سر!"

حاتم نے پریشان ہوکر سوچا "میں کیا کہنے آیا تھا اور کیا کہہ رہا ہوں۔"

اس نے پھر ہمارے خلاف کہنے کے لئے زبان کھولی۔ افسر سے کہا "تم سب میرے وفادار ہو۔ کیا میں تم میں سے ہر گارڈ کو رازدار بناسکتا ہوں۔"

"یس سر! آپ نے پہلے بھی ہمیں آزمایا ہے۔ ہم رازداری کی خاطر جان بھی دے سکتے ہیں۔"

"اس گاڑی میں جیک چارلٹن اپنے دو مہمانوں کے ساتھ آیا تھا۔ اسے حویلی سے دور لے جاکر بم سے اڑادو۔ اگر انکوائری ہو تو بھی یہ نہ کہنا کہ جیک چارلٹن اپنے مہمانوں کے ساتھ واپس نہیں گیا تھا۔"

"سر! یہ راز ہمارے سینوں میں دفن رہے گا۔"

افسر نے اپنے دو ماتحتوں کے ذریعے اس گاڑی کو وہاں سے روانہ کرایا۔ اس کے بعد ڈاکٹر آگیا۔ اسے خانم کے پاس پہنچادیا گیا۔ حاتم ایک طرف کھڑا سوچ رہا تھا "مجھے کیا ہوگیا ہے؟ میں کہنا کچھ چاہتا ہوں' کچھ اور کہہ دیتا ہوں۔ کیا نگاہوں سے اوجھل ہونے کے بعد ٹیلی پیتھی جاننے والا دماغ کو کنٹرول کرسکتا ہے؟"

اقتدار کا لالچ ایسا تھا کہ وہ دوغلے پن سے باز نہیں آسکتا تھا لیکن مجھ سے بری طرح خوف زدہ تھا۔ میں نے ایسے دشمن نمبر غیر ملکی ایجنٹوں کو اس کے سامنے موت کے گھاٹ اتارا تھا جن کے ذریعے وہ اقتدار میں رہتا تھا۔ وہ ایسے زبردست لوگ تھے جنہیں اس ملک کے چھوٹے بڑے سب ہی سجدہ کرنے کے انداز میں جھک کر سلام کرتے تھے۔

وہ سوچ رہا تھا "میرے بیڈ روم میں بیٹھا ہوا شخص فرہاد علی تیمور ہے' اسے میرے اندر کی چھپی ہوئی باتیں معلوم ہوجاتی ہیں۔ میں کیا کروں؟ صدیوں سے ہمارے خاندان کے بزرگ کسی نہ کسی صورت میں یہاں حکمرانی کرتے رہے ہیں اور اپنے دشمنوں کو حویلی کے تہ خانے میں زندہ درگور کرتے رہے ہیں۔ آج میں ذرا بھی کمزور پڑوں گا تو فرہاد مجھے اسی تہ خانے میں مارڈالے گا۔"

وہ دوبارہ حویلی کے اندر آتے ہوئے سوچ رہا تھا "یا خدا! میں اقتدار سے الگ ہونا نہیں چاہتا۔ فرہاد کے شکنجے سے بھی نکلنا چاہتا ہوں۔ سپر ماسٹر کو کیسے اطلاع دوں کہ یہاں ہماری سیاست کی بساط الٹ چکی ہے؟"

وہ قابلِ اعتماد نہیں تھا۔ ہمیں کسی وقت بھی دھوکا دے سکتا تھا لیکن اسے ابھی زندہ رکھنا اور اس سے کچھ کام لینا ضروری تھا۔ اس لئے وہ ابھی تک سانس لے رہا تھا۔

ڈاکٹر نے توبہ کو زوداثر انجکشن لگایا تھا۔ کھانے کے لئے دوائیں دی تھیں۔ اس نے آدھے گھنٹے بعد کہا "میں پہلے سے اب بہتر محسوس کررہی ہوں۔ انشاء اللہ ایک آدھ گھنٹے میں چلنے پھرنے بلکہ دوڑنے کے قابل ہوجاؤں گی' کیا اب تمہیں باتیں کرنے کی فرصت ہے؟"

"ہاں' تمہارا بھائی مصیبت بنا ہوا ہے۔ اس کے دماغ میں یہ بات گھسی ہوئی ہے کہ اسے ہر صورت میں اقتدار میں رہنا ہے وہ سپر ماسٹر کو میرے خلاف رپورٹ دینا چاہتا ہے۔"

"جو بہن کا نہ ہوا' وہ تمہارا کیا ہوگا؟ بائی دی وے مجھ میں اتنی توانائی آگئی ہے کہ میں اسے گولی مارسکتی ہوں۔"

"اسے قتل کرنے کے بعد سیکیورٹی گارڈز ہمیں جانے نہیں دیں گے۔ کابل کی انتظامیہ ہمارے خلاف حرکت میں آجائے گی۔ اس آگ اور بارود کے شہر میں دشمنوں کی تعداد بڑھانا دانش مندی نہیں ہے۔"

وہ بولی "دشمنوں کو دوست بنائے رکھنے کا ایک راستہ ہے۔"

"مجھے وہ ایک راستہ بتاؤ۔ میں کئی راستے نکال لوں گا۔"

"ہمارا خاندان تاریخی اہمیت کا حامل ہے۔ یہاں ہر آنے والی حکومت میں ہمیں حکمرانی کا تھوڑا حصہ ضرور ملتا ہے۔ اگر آج برادر حاتم نہ ہوتا تو میں اس کی جگہ عبوری حکومت میں ہوتی۔"

"سمجھ گیا۔ اب بھی حاتم نہ ہو تو اس کا عہدہ تم سنبھال لوگی۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"ہاں۔ مگر برادر کے معاملے میں عبوری حکومت کو کسی طرح کا شبہ نہ ہو۔"

"فکر نہ کرو۔ میں ایک نئی بازی شروع کرتا ہوں۔"

میں نے حاتم کو بیڈ روم میں بلا کر کہا "کاغذ قلم لو اور عبوری حکومت کے صدر، سرکاری فوج کے کمانڈر اور ہیئت مصالحہ (مصالحتی کونسل) کو الگ الگ مختصر سے خط لکھو۔"

اس نے پوچھا "کیا لکھوں؟"

"لکھو کہ تم مخالف گروہ سے بہت زیادہ خطرہ محسوس کر رہے ہو اور کچھ دنوں کے لئے روپوش ہو رہے ہو۔"

"لیکن میں روپوش ہونا نہیں چاہتا۔"

"ہم چاہتے ہیں۔ فضول بحث نہ کرو اور یہ لکھو کہ روپوشی کے دوران تمہاری بہن توبہ خانم تمہاری سیاسی ذمے داریاں سنبھالے گی۔ لہٰذا تمہاری واپسی تک توبہ خانم کو تمہارے عہدے پر کام کرنے کا موقع دیا جائے۔"

اس نے پریشان ہو کر پوچھا "لیکن میرا کیا ہوگا؟ پہلے میری سلامتی کی ضمانت دو۔ پھر لکھوں گا۔"

میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اداروں اور عہدے داروں کے نام خطوط لکھ دیئے۔ ان پر دستخط کر کے اسکی خاص مہر بھی لگادی پھر سیکیورٹی افسر کو بلا کر کہا "میں ایک اہم مقصد کے لئے کچھ عرصہ تک روپوش رہوں گا۔ میری عدم موجودگی میں تم سب توبہ خانم کے وفادار رہوگے اور اس کے تمام احکامات کی تعمیل کرتے رہوگے۔"

اس نے "یس سر" کہا۔ پھر سیلوٹ کر کے چلا گیا۔ حاتم نے بڑی بے بسی سے کہا "میں جو نہیں چاہتا ہوں، وہ کرتا جا رہا ہوں۔"

میں نے کہا "اور جو چاہتے ہو، وہ کر نہیں سکتے۔ تم نے دوسرے کمرے میں جا کر امریکن ایجنسی کو فون کرنا چاہا تھا۔ انہیں اطلاع دینا چاہتے تھے کہ فرہاد نے ان کے تین اہم افراد کو قتل کیا ہے اور تمہاری جان بھی جا سکتی ہے۔"

وہ سہم کر بولا "ہاں۔ مگر میں نے فون نہیں کیا۔ تمہارے اعتماد کو دھوکا نہیں دیا۔"

"اس لئے کہ میں نے تمہیں ایسا کرنے نہیں دیا۔ تم نے کئی بار ریسیور اٹھا کر ڈائل کرنے کی کوششیں کیں لیکن ڈائل نہ کر سکے۔ تمہیں اب تک سمجھ لینا چاہئے کہ ٹیلی پیتھی کیا بلا ہے۔"

"میں سمجھ گیا ہوں۔ اچھی طرح سمجھ گیا ہوں۔ اتنی بڑی دنیا میں کوئی ایسی پناہ گاہ نہیں ہے کوئی ایسا گوشہ نہیں ہے جہاں میں تم سے چھپ کر رہ سکوں۔ میں تمہارے ہی قدموں میں سلامت رہوں گا۔ مجھے اپنی وفاداری ثابت کرنے کا ایک اور موقع دو۔ اگر میں ــــــ"

توبہ اچھل کر بستر سے فرش پر آ کھڑی ہوئی۔ غصے سے بولی۔ "ہرگز نہیں، ایسا بھائی، بھائی نہیں کتا ہوتا ہے اور تم تو ہمارے وطن پرست مجاہدین پر بھونکنے والے کتے ہو۔ مسٹر فرہاد! مجھے ریوالور دو۔"

میں نے ریوالور اس کی طرف اچھالا۔ اس نے کیچ کر لیا۔ حاتم شہریار خوف سے کانپتے ہوئے دیوار سے لگ گیا "نہیں، میں ایسی موت مرنا نہیں چاہتا۔ بچاؤ، مجھے بچاؤ۔"

اس کا خیال تھا کہ وہ چیخ چیخ کر سیکیورٹی گارڈز کو بلا رہا ہے پھر خیال آیا کہ وہ منہ نہیں کھول رہا ہے اور جب منہ نہیں کھول رہا ہے تو آواز کیسے نکلے گی؟ اور جب آواز نہیں نکلے گی تو کوئی مدد کیسے آئے گا؟

اس نے کئی بار بولنے کی کوشش کی۔ پھر اس کی سوچ نے کہا "یہ جادو کر رہا ہے میں زبان نہیں ہلا سکوں گا۔ مجھے زندگی کی بھیک مانگنے کے لئے اس کے قدموں پر گرنا چاہئے۔"

وہ میرے قدموں پر سر رکھنے کے لئے آگے آیا۔ میں نے اسے پلٹا دیا، وہ بے اختیار دوڑتا ہوا چور دروازے کی طرف گیا۔ پھر وہاں سے گزر کر تہ خانے میں جانے لگا۔ میں اس کے اندر تھا اور توبہ اس کے پیچھے تھی۔ تہ خانے میں آکر بولی "میں نے چودہ برسوں کی جنگ میں غیرت مند بھائیوں کو دیکھا ہے، انہیں بہنوں کی خاطر جان پر کھیلتے دیکھا ہے۔ تمہیں دیکھ کر اتنی شرم آرہی ہے کہ تم نہیں مروگے تو میں شرم سے مر جاؤں گی۔ لہٰذا تم جہنم میں جاؤ۔"

وہ کچھ کہنا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے ہی بہن نے اسے گولی ماردی۔ یہ سب کچھ طاقت کی فراوانی پر ہے۔ یہ فراوانی پہلے حاتم شہریار کو نصیب تھی۔ اگر وہ بدستور طاقتور رہتا تو بادشاہ ساز ایجنٹوں کے عیش کدے میں بہن کو پہنچا دیتا۔ یہی طاقت بہن کو نصیب ہوگئی تو اس نے بھائی کو حرام موت دے دی۔

وہ سر جھکا کر تہ خانے سے باہر آئی۔ چور دروازے کو بند کیا۔ پھر تھکے ہوئے انداز میں بستر پر لیٹ گئی۔ میں نے کہا "تھوڑی دیر آرام کرلو۔ اس کے بعد ہم یہ جگہ چھوڑ دیں گے۔"

وہ مجھے عزت اور عقیدت سے دیکھتے ہوئے بولی "تم اور حماد پچھلی رات سے میرے حواس پر چھائے جا رہے ہو۔ تم ارسلان بن کر رہے اور فرہاد علی تیمور ثابت ہوئے۔ اب یہ بھی بتا دو کہ حماد کی اصلیت کیا ہے؟"

"وہ میرا بیٹا ہے۔"

وہ اٹھ کر بیٹھ گئی، پھر بولی "نقلی فرہاد کے بیٹے کا نام پارس تھا۔ تمہارے بیٹے کا نام کیا ہے؟"

"یہی ہے۔ میری اور پارس کی صورتیں ہو بہو ویسی ہی ہیں جیسی تم نے نقلی باپ بیٹے کی دیکھی تھیں۔ ابھی ہمارے چہروں پر یہ عارضی چہرے ہیں۔"

وہ خلا میں تکنے لگی۔ جس نقلی پارس کو دیکھا تھا۔ وہی چہرہ حماد کے چہرے پر دیکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی "پارس کا چہرہ بھی پُرکشش ہے۔ مگر مجھے غصہ آرہا ہے۔ بہروپیا بن کر رہنے کی کیا ضرورت تھی؟ کیا مجھے اصلی چہرہ نہیں دکھا سکتا تھا۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "میں اس کے حالات نہیں جانتی۔ نہ جانے پتا نہیں وہ کتنے خطرناک دشمنوں سے چھپنے کے لئے اپنا چہرہ چھپاتا رہتا ہے۔"

وہ قائل ہو کر بولی "ٹھیک ہے، اسے محتاط رہنا چاہئے لیکن مجھ پر تو بھروسا کر سکتا تھا۔"

"کس رشتے سے بھروسا کرتا؟ ایک دوسرے کے لئے جان دینے والا رشتہ ہو تب بھروسا کیا جاتا ہے۔"

اس نے تائید میں سر ہلا کر سوچا "درست ہے، کل رات سے اب تک وہی میرے لئے جان پر کھیلتا آیا ہے۔ مجھے اس کے لئے کچھ کر گزرنے کا موقع نہیں ملا ہے۔ جب تک میں اس کے لئے کچھ نہیں کروں گی وہ مجھ پر اعتماد کیسے کرے گا؟"

اس نے پوچھا "کیا پارس بھی ٹیلی پیتھی جانتا ہے؟"

"نہیں۔ وہ ٹیلی پیتھی کے بغیر ہی اپنے باپ کا باپ ہے۔"

"کیا تم یہاں رہ کر اُس کے دماغ میں جا سکتے ہو؟"

"میں یہاں بیٹھے بیٹھے دنیا کے آخری سرے تک جا کر چشم زدن میں واپس آسکتا ہوں۔"

"مجھے بتاؤ۔ وہ کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے؟"

"وہ گائیڈ جلال شاہ کے پاس ہے اور ہمارا انتظار کر رہا ہے۔"

وہ فوراً ہی بستر سے اتر کر کھڑی ہوگئی میں نے کہا "آرام کرو۔ کمزور ہو۔"

"میں کبھی چند گھنٹوں سے زیادہ بیمار اور کمزور نہیں رہتی۔ تمہیں پہلے بتانا چاہئے تھا کہ حماد میرا انتظار کر رہا ہے۔ اوہ بھول گئی، پارس میرا انتظار کر رہا ہے۔"

پھر وہ پلنگ کے سرے پر بیٹھ گئی۔ دو انگلیوں سے اپنی پیشانی کو سہلاتی ہوئی بولی "پارس کوئی اجنبی سا لگتا ہے۔"

میں نے پوچھا "کیا مسئلہ ہے؟"

"یہ حماد کا نام پہلی ملاقات سے متاثر کر رہا ہے۔ تم اس کے باپ ہو۔ بالکل غیر جانب داری سے بتاؤ، مجھے پارس سے متاثر ہونا چاہئے یا حماد سے؟"

میں نے مسکرا کر کہا "باپ کی زبان سے بولوں گا۔ تب بھی حماد میرا پارس اور پارس میرا حماد ہے۔"

"لیکن مجھے حماد کا نام کیوں اچھا لگتا ہے؟"

"اس لئے کہ فرسٹ امپریشن از دی لاسٹ امپریشن یعنی پہلا تاثر پائیدار ہوتا ہے۔"

"ہاں، اسی لئے حماد بھاری بھرکم لگتا ہے۔"

میں نے کہا "اس کے علاوہ بھی ایک راز کی بات ہے۔"

"وہ کیا ہے؟"

"یہی کہ ایک شریف اور عزت دار لڑکی صرف ایک جوان سے محبت کرتی ہے۔"

"ہاں، یہ درست ہے۔"

"چونکہ حماد سے محبت ہے اس لئے پارس کو دل نہیں دینا چاہتی ہو۔"

وہ چٹکی بجا کر بولی "بالکل یہی بات ہے۔ حماد اپنے نام اور شخصیت سے میرے روئیں روئیں میں بسا ہوا ہے۔ میں اس سے....."

وہ کہتے کہتے چونک گئی۔ پھر مجھے گھور کر بولی "میں نے کب کہا ہے کہ حماد سے محبت کرتی ہوں؟ وہ تو بس ایک دوست ہے۔"

میں مسکرا کر اُس کی آنکھوں میں جھانکنے لگا۔ وہ نظریں چرانے لگی۔ اسے یاد آگیا کہ میں دل کے بھید پڑھ لیتا ہوں اور حماد کے لئے اس کے احساسات اور جذبات کو خوب سمجھ رہا ہوں۔

وہ اپنا سر کھجاتے ہوئے بولی "یہ اچھی بات نہیں ہے، تم دل میں چھپے ہوئے چور کو دیکھ لیتے ہو۔"

"بھئی میں کچھ نہیں کہہ رہا ہوں۔ ساری باتیں تم ہی سوچ رہی ہو تم ہی کہہ رہی ہو۔"

میں ایک صوفے پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر میرے پاس آئی پھر فرش پر گھٹنے ٹیک کر میرے گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر بولی "وعدہ کرو۔ میرے دل کی بات اپنے بیٹے کو نہیں بتاؤ گے۔"

"وعدہ کرتا ہوں۔"

"میں کیسے یقین کروں؟ تم باپ ہو۔ اپنے بیٹے کی طرف داری کروگے۔"

میں نے اس کے چہرے کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر کہا۔ "وہ صرف بیٹا ہے۔ تم بیٹی بھی ہو اور میرے بیٹے کی محبت بھی۔ اب بتاؤ اس کی طرف داری کروں گا یا تمہاری؟"

"میری" اس نے میرے ہاتھوں کو تھام کر چوم لیا۔ پھر فرش سے اٹھ کر بولی "میں لباس بدل کر اپنا سفری بیگ لے کر آتی ہوں۔ وہ ہمارا انتظار کر رہا ہوگا۔"

وہ جانے لگی میں نے پوچھا "وہ کون؟ حماد یا پارس؟"

وہ ایک سمت دیکھتے ہوئے ٹہلتے ہوئے سوچنے لگی۔ اس کے تصور میں حماد موجود تھا اور اس کے چہرے پر پارس کا چہرہ گڈمڈ ہو رہا تھا۔ وہ ہنسنے لگی۔

میں نے پوچھا "کیا ہوا؟"

وہ دروازے کے پاس جا کر رک گئی۔ ہنستی ہوئی بولی "میں نہ حماد کے پاس جا رہی ہوں، نہ پارس کے پاس۔"

"پھر؟" میں نے پوچھا۔

"میں جا رہی ہوں دونوں کی کھچڑی کے پاس یعنی حمارس سے ملنے۔"

وہ ہنستی کھلکھلاتی چلی گئی۔ میں اسے پچھلی رات سے دیکھ رہا تھا۔ وہ آگ اور خون کے دریا سے گزرنے والی، بارود کے دھوئیں میں سانسیں لینے والی ایسا فولاد دکھائی دیتی تھی جس میں کبھی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

نرمی اور لچک پیدا نہیں ہوتی لیکن محبت نے چوبیس گھنٹوں کے اندر اندر اسے پھول کی طرح کھلا دیا تھا اور خوشبو کی طرح دور تک پرواز کرنا سکھا دیا تھا۔ محبت ایسی ہی ہوتی ہے۔ سپاہی کے ایک ہاتھ میں بندوق ہو تو اس کے دوسرے ہاتھ میں پھول پکڑا دیتی ہے۔

○☆○

سونیا ثانی ذہنی الجھنوں میں گرفتار تھی۔ جس دن سے الپا کے بھیس میں تل ابیب پہنچی تھی اسی دن سے علی اس کے دل میں گھنٹیاں سی بجا رہا تھا اور ذہن کو یوں متاثر کر رہا تھا جیسے صدیوں سے جان پہچان رہی ہو۔

وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ سنگدل ہونے کے باوجود دل میں علی کے لئے نرم گوشہ کیوں ہے؟ پہلے دن ثانی کو پتا چلا کہ وہ بھی بہروپیا ہے۔ ثانی الپا بن کر آئی تھی اور وہ الپا کے ایک خاص ملازم پال ہیریسن کے روپ میں پہلے سے موجود تھا۔

ثانی اس کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھا سکی۔ علی نے محبت سے سمجھا دیا تھا کہ وہ بھی اس کا بھید کھول دے گا۔ وہ دونوں وہاں گولڈن برینز کے خلاف اپنے اپنے مشن پر آئے ہیں۔ انہیں صرف اپنے کام سے کام رکھنا چاہئے۔ اگر وہ ایک دوسرے سے دشمنی کریں گے تو دونوں کا نقصان ہو گا۔

بعد میں ثانی کو علی کے ساتھ وقت گزارتے ہوئے پچھلی زندگی کی کچھ باتیں یاد آئیں۔ ان باتوں نے ثانی کو علی کی محبت میں گرفتار کر لیا۔ علی نے سمجھایا۔ "اگر ہم شادی کر لیں تو پھر ایک دوسرے کے دشمن نہیں رہیں گے' ازدواجی زندگی گزارتے رہنے سے پچھلی زندگی کی بہت سی باتیں یاد آتی رہیں گی۔"

ثانی نے راضی ہو کر کہا "تمہیں معلوم ہو گیا ہے کہ میں الپا نہیں سلوانہ ہوں اور مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ تم پال نہیں ہو۔ پھر کون ہو؟"

علی نے کہا "ہمارے درمیان بڑی حد تک اعتماد قائم ہو گیا ہے۔ کیا میں امید کروں کہ میں بتاؤں کہ میں کون ہوں تو تم برداشت کر لو گی؟"

"تم میرا تجسس بڑھا رہے ہو۔ جلدی بتاؤ کون ہو؟"

"وہی ہوں جسے تم قتل کرنے آئی ہو۔"

"کیا مطلب صاف صاف کہو۔"

"میرا نام کارمن ہیرالڈ ہے۔"

یہ سنتے ہی ثانی کے دماغ کو جھٹکا سا لگا۔ وہ لبوڈا کے لئے گولڈن برینز کے درمیان جگہ بنانا چاہتی تھی۔ اس سے پہلے لازمی تھا کہ وہ کارمن کو ہمیشہ کے لئے راستے سے ہٹا دیتی لیکن جس کارمن کو قتل کرنے آئی تھی اسی کی محبت میں گرفتار ہو گئی تھی۔ اس پر اعتماد کرنے لگی تھی۔ حتیٰ کہ اس سے شادی کرنے کے لئے راضی ہو گئی تھی۔

وہ شدید حیرانی سے علی کو دیکھ رہی تھی۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ کارمن ہے اور وہ یوں آسانی سے دھوکا کھاتی رہی۔ اس نے کہا "دیکھو پال! مذاق نہ کرو۔ سچ بتاؤ تم کون ہو؟"

"تمہیں سچ بہت کڑوا لگ رہا ہے۔ اس لئے برداشت نہیں کر پا رہیں۔"

"کیا اس دشمن کا نام برداشت کروں جس نے جان لیوڈا کو دودھ کی مکھی کی طرح گولڈن برینز کے درمیان سے نکال پھینکا اور جو ہماری ہر چال کو ناکام بناتا رہتا ہے۔"

"بھئی وہ ملکی اور سیاسی معاملات ہیں۔ کارمن سیاست کے معاملے میں دشمن ہے لیکن محبت کے معاملے میں جاں نثار رہا ہے۔"

"پتا نہیں کیوں مجھے یقین نہیں آ رہا ہے۔ میں آخری بار پوچھ رہی ہوں کیا تم کارمن ہو؟"

"اتنے غصے سے پوچھ رہی ہو۔ کیا میری شامت آئی ہے کہ خود کو کارمن کہوں گا!"

"یعنی کارمن نہیں ہو؟"

"جو نام تمہیں پسند نہیں ہے میں اس نام سے دست بردار ہوتا ہوں۔ تم میرا اچھا سا کوئی نام رکھ دو۔"

"میں تمہارا سر توڑ دوں گی۔ تم مجھ سے اپنی اصلیت چھپا رہے ہو۔"

"میں محبت میں جھوٹ نہیں بول سکتا۔ دھوکا نہیں دے سکتا اور تم میری اصلیت سے انکار کر کے مجھے جھوٹ بولنے پر مجبور کر رہی ہو۔ کیا میں اپنا نام ایکس وائی یا زیڈ بتا دوں تو تم فریب کھا کر مطمئن ہو جاؤ گی؟"

اس نے سوچتی ہوئی نظروں سے علی کو دیکھا۔ پھر سخت لہجے میں بولی "اس کا مطلب ہے تم واقعی کارمن ہیرالڈ ہو۔"

"ہاں تمہارے پیار میں سچ کہہ چکا ہوں۔"

وہ غصے سے مٹھیاں بھینچ کر بولی "مکار! فریبی! تم کارمن ہو کر پال بن کر یہ راز معلوم کر رہے تھے کہ میں تمہیں قتل کرنے آئی ہوں۔"

"وہ تو میں قتل ہو چکا ہوں۔ اپنے دماغ سے گرمی نکالو اور سوچو تمہارے خطرناک ارادوں کو سمجھتے ہوئے بھی میں نے یہ کیوں بتایا کہ میں تمہارا ہونے والا مقتول ہوں۔"

"تم کوئی زبردست چال چل رہے ہو۔ تم نے میرے اطراف ایسا زبردست نادیدہ پہرا لگایا ہو گا کہ میں تمہاری اصلیت معلوم ہونے کے بعد بھی یہاں سے فرار نہیں ہو سکوں گی۔"

اس نے ہنستے ہوئے کہا "مجھے پہرا لگانے کی کیا ضرورت ہے اگر تم مجھے عزیز نہیں ہو تو میں چشم زدن میں تمہیں گولی مار سکتا ہوں۔ میں ایک گولڈن برین کی حیثیت سے اشارہ کروں تو تمہیں ٹارچر سیل میں پہنچا دیا جائے گا۔ اگر مجھے محبت نہ ہوتی تو میں تمہیں زنجیروں سے باندھ کر تمہارے حسن و شباب سے کھیل کر تمہارا کچومر نکال دیتا۔ جان لیوڈا اور سپر ماسٹر کو تمہارا نام و نشان بھی نہ ملتا۔"

وہ بولی "ایسا اس لئے نہیں کر رہے ہو کہ میں ٹیلی پیتھی جانتی ہوں۔ تم مجھے برباد کرو گے یا مار ڈالو گے تو کچھ حاصل نہ ہو گا۔ محبت سے اپنی طرف مائل کرتے رہو گے تو میرے ساتھ میری ٹیلی پیتھی بھی تمہارے کام آتی رہے گی۔"

"تم منفی انداز میں سوچ رہی ہو۔"

"اس لئے کہ کارمن ہیرالڈ کٹر یہودی ہے۔ وہ ہر پہلو سے اپنا فائدہ دیکھتا ہے۔ نقصان ہو تو دشمن کو زندہ نہیں چھوڑتا۔ مجھ سے بڑے ہی فائدے ہیں اس لئے تمہارے اندر چھپا ہوا کٹر یہودی مجھ سے محبت کر رہا ہے۔"

اس نے مسکرا کر کہا "جہاں تک محبت کا تعلق ہے اس کی سچائی کا گواہ خود تمہارا دل ہے۔ جب سے ہم ملے ہیں تب سے ہمارے دماغوں میں پچھلی زندگی کی کوئی نہ کوئی بات ابھرتی رہتی ہے... جس طرح تم الپا نہیں ہو' سلوانہ بھی نہیں ہو... کوئی گم شدہ لڑکی ہو۔ اسی طرح میں پال نہیں ہوں' کارمن بھی نہیں ہوں... کوئی گم شدہ بدنصیب ہوں پھر میں کارمن کی حیثیت سے تمہیں نقصان پہنچانے کی حماقت کیوں کروں جبکہ تم میرے لئے کوئی بہت ہی اہم بھولی ہوئی ہستی ہو۔"

وہ دونوں کچن میں تھے۔ ثانی کھانا گرم کر رہی تھی۔ پھر وہ کھانے کی میز پر آ گئے۔ وہ خاموش تھی۔ کھانے کے دوران سنجیدگی سے سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ علی نے کہا "خوب سوچو اور ذہانت سے سمجھو' پھر بھی سمجھنے کے لئے ہمارے ماضی کی بہت سی باتیں رہ جائیں گی۔"

وہ بولی "خاموش رہو۔ مجھے تم پر غصہ بھی آ رہا ہے اور......"

"اور پیار بھی۔"

"شٹ اپ۔ ان حالات میں پیار و یار کی باتیں اچھی نہیں لگتیں۔ چپ چاپ کھاؤ اور یہاں سے جاؤ۔"

وہ کھانا چھوڑ کر اٹھ گیا۔ ثانی نے کہا "ارے کھانا تو کھاؤ۔"

"جب چپ چاپ کھانا ہے' چپ چاپ رہنا ہے تو میرے جاتے وقت بھی چپ رہو۔"

وہ پلٹ کر جانے لگا۔ کرسی الٹ کر گر پڑی۔ ثانی نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے پیچھے آتے ہوئے کہا "رک جاؤ۔"

وہ برآمدے میں آ کر بولا "جب تک میری طرف سے تمہارا دل اور دماغ صاف نہ ہو تب تک خاموشی بہتر ہے۔ نو مور ٹاک۔ ناٹ اے سنگل ورڈ۔ گڈ نائٹ اینڈ سو فار۔"

وہ تیزی سے چلتا ہوا بنگلے کے احاطے سے باہر آ گیا۔ گلی پار کر کے اپنے بنگلے کے احاطے میں داخل ہو گیا۔ ثانی اپنے برآمدے کی تاریکی میں کھڑی اسے دیکھ رہی تھی۔ یہ اطمینان کرنا چاہتی تھی کہ وہ اپنے ہی بنگلے کے اندر جا رہا ہے۔ جب وہ اندر چلا گیا تو اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ پھر کوڈ ورڈز ادا کر کے بولی "رپورٹ دو۔ پال کے بنگلے میں اور کون ہے؟"

"میڈم! بنگلے کے اندر صرف ایک ملازم ہے اور ابھی مسٹر پال اندر گئے ہیں۔"

"پال پر نظر رکھو۔ جیسے ہی وہ باہر نکلے۔ مجھے موبائل پر اطلاع دو۔"

"آل رائٹ میڈم۔"

ثانی نے اس سے رابطہ ختم کیا۔ پھر ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک ماتحت کے دماغ میں پہنچی۔ ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے حال ہی میں دو آدمیوں کو ٹیلی پیتھی کا علم دیا گیا تھا۔ ان میں سے ایک کا نام مونارو اور دوسرے کا نام ٹالبوٹ تھا۔ وہ دونوں ثانی کے ماتحت تھے اور بڑی رازداری سے تل ابیب پہنچے ہوئے تھے۔ ثانی نے ان میں سے ایک کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "ٹالبوٹ! میں آدھے گھنٹے بعد بنگلے سے نکلنے والی ہوں۔ یہاں سے پیدل مین روڈ تک جاؤں گی۔ تم دور سے جائزہ لیتے رہو۔ کسی تعاقب کرنے والے کو تاڑنے کی کوشش کرتے رہو۔ کسی پر ذرا بھی شبہ ہو تو مجھے بتا دینا۔"

پھر اس نے مونارو سے رابطہ کیا۔ اس سے کہا "میں آدھے گھنٹے بعد یہ بنگلا چھوڑ رہی ہوں۔ مین روڈ کے راؤنڈ اباؤٹ کے پاس گاڑی لے آؤ۔"

ایسی احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کے بعد اس نے لباس تبدیل کیا۔ ایک بیگ میں ضروری سامان رکھ لیا۔ یہ فیصلہ کر چکی تھی کہ کارمن پر اس وقت تک اعتماد نہیں کرے گی جب تک یہ انکشاف اور یقین نہ ہو جائے کہ ماضی میں اس سے اہم اور گہرے تعلقات رہے ہیں اور وہ اصل میں کارمن نہیں ہے' ایک گم شدہ شخص ہے۔

دراصل کارمن نے جان لبوڈا کو بری طرح شکست دی تھی' اسے گولڈن برینز کی ٹیم میں گھستے ہی اکھاڑ پھینکا تھا۔ آج اس نے میجر یارڈلے کو قتل کر دیا تھا۔ لبوڈا کے کسی شخص کو معاف نہیں کرتا تھا۔ ثانی کا خیال تھا ایسے طوفانی مزاج کا آدمی اچانک ہی اسے بھی قتل کر سکتا ہے یا بے نقاب کر سکتا ہے۔ لہٰذا وہ علی پر مکمل اعتماد ہونے تک اس سے دور جا رہی تھی۔

موبائل فون پر اشارہ موصول ہوا۔ اس نے فون کو آپریٹ کرتے ہوئے کہا "ہیلو الپا ہیر۔"

دوسری طرف سے ماتحت نے کوڈ ورڈز ادا کر کے کہا "میڈم! پال کا ملازم گھر جا رہا ہے۔ پال بنگلے میں تنہا ہے۔"

"ملازم کو جانے دو۔ پال پر نظر رکھو۔ وہ باہر نکلے تو اطلاع دو۔"

اس نے ٹیلی فون بند کر دیا۔ وہ جانتی تھی کہ ملازم رات کو

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

گھر جاتا ہے اس لئے اس کے جانے کی پروا نہیں کی۔ اگر بنگلے سے نکل کر دیکھتی تو شاید پہچان لیتی کہ علی جارہا ہے۔ اس کی نگرانی کرنے والا ماتحت دھوکا کھاگیا تھا۔ علی نے کوئی میک اپ نہیں کیا تھا۔ صرف ملازم کا لباس پہنا تھا۔ اس کا پرانا ہیٹ سرپر رکھا تھا۔ پھر ملازم کو اپنے بستر پر سونے کے لئے چھوڑ گیا تھا۔ اسٹریٹ کی نیم تاریکی نے بھی اسے کافی حد تک چھپالیا تھا۔ وہ مین روڈ پر آیا اور ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر انٹیلی جنس کے دفتر پہنچ گیا۔

اس نے دفتر سے اپنے گولڈن برین سسر راجر موس کو فون کیا۔ "ہیلو انکل!"

اس نے کہا "ہیلو مائی سن! تم نے اتنی رات کو نیند سے جگایا ہے۔ ضرور کوئی اہم معاملہ ہو گا۔"

"جی ہاں۔ مجھے انٹیلی جنس ڈیپارٹمنٹ کا ایک کتا چاہئے۔"

"کسی مجرم کا تعاقب کررہے ہو؟"

"یہی سمجھ لیں۔ میں صبح تفصیلی رپورٹ دوں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں ابھی کتوں کے انچارج اور ٹرینر کو فون کرتا ہوں۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ وہ پچھلی شام ثانی کی لاعلمی میں اس کے بنگلے کے اندر گیا تھا۔ اس کے سامان کو چیک کیا تھا اور احتیاطاً اس کے اتارے ہوئے لباس کا ایک مختصر سا حصہ چھپا کر لے آیا تھا۔ یہ ارادہ تھا کہ ثانی کبھی دھوکا دے کر رُوپوش ہوگی تو وہ سراغ رساں کتے کے ذریعے اسے ڈھونڈ نکالے گا۔

وہ آدھے گھنٹے بعد کتوں کے انچارج اور ٹرینر کے پاس گیا۔ اس سے ایک کتا لے کر بولا "مجھے اس کے منہ پر باندھنے والا بیلٹ چاہئے۔ تاکہ یہ اتنی رات کو ہر علاقے سے بھونکتا ہوا نہ گزرے۔"

پھر اس نے ثانی کی اترن جیب سے نکال کر اسے دیتے ہوئے کہا "میں اس لباس والی کا سراغ لگانا چاہتا ہوں۔"

ٹرینر وہ اترن لے کر کتے کی ناک کے سامنے ہولے ہولے لہرانے لگا۔ کتا ہر لہر کے ساتھ ناک اِدھراُدھر کرتا ہوا ثانی کی مخصوص بو کو پہچاننے لگا۔

پھر اچانک ٹرینر نے ثانی کی اترن کو ایک پلاسٹک کی تھیلی میں ڈال کر مجھے دیا۔ میں نے اسے جیب میں رکھ لیا۔ پلاسٹک کی تھیلی میں بند ہونے کے باعث اترن کی مخصوص بو چھپ گئی تھی۔ اس کتے کے لئے ختم ہوگئی تھی لیکن وہ منہ اٹھا کر فضا میں اس بو کو تلاش کرنے لگا۔ ہر سُو سونگھتے ہوئے ایک سمت زور زور سے بھونکنے لگا۔

ٹرینر نے اسی سمت انگلی کا اشارہ کرتے ہوئے کہا "مسٹر پال! آپ کا شکار اُدھر ہے۔ میرا ٹائیگر آپ کو ٹھیک اس کی پناہ گاہ کے اندر پہنچادے گا۔"

اس نے کتے کے منہ پر بیلٹ باندھتے ہوئے کہا "اب یہ نہیں بھونکے گا۔ جس سمت مُنہ اٹھاتا جائے آپ اسی سمت جائیں' وہ کسی تہ خانے میں بھی ہوگی تو یہ اُدھر لے جائے گا۔"

علی انٹیلی جنس ڈیپارٹمنٹ کی ایک کھلی جیپ میں کتے کو سیٹ پر لے کر بیٹھ گیا۔ ٹرینر نے اسے اس طرح زنجیر سے باندھ [...] وہ شکار کے قریب پہنچ کر بے قابو ہو کر جیپ سے باہر نہ بھاگ [...] علی جیپ اسٹارٹ کرکے اُدھر چل پڑا جدھر کتا اشارہ کررہا تھا۔

وہ ثانی کے ساتھ ..... تقریباً دو برس رہ چکا تھا۔ اس [کے] ساتھ تبت تک ایک لمبا سفر کرچکا تھا۔ اس کے مزاج کو خوب [سمجھتا] تھا۔ اکثر اس کا موڈ یکلخت بدل جاتا تھا۔ وہ ہنستے ہنستے [اچانک] خطرناک بن جاتی تھی۔ اگرچہ وہ ماضی کو بھول چکی تھی۔ پھر بھی [اس] کی یادداشت میں ماضی کی باتیں کبھی کبھی بجلی کی طرح چمک کر [گزرتی] رہتی تھیں اور کچھ یاد رہنے کے باوجود وہ اپنی فطرت کے م[طابق] تیور بدلنے لگتی تھی۔ علی نے اس کے تیوروں کو سمجھ کر پورے [یقین] سے سوچا تھا کہ وہ کسی وقت بھی دھوکا دے کر روپوش ہوسکتی [ہے]۔ پھر یہ بھی سوچا کہ دھوکا نہ دے تب بھی کیا فرق پڑتا ہے۔ وہ کتے [کے] ساتھ گھوم پھر کر اپنے بنگلے میں واپس آجائے گا۔"

وہ جیپ ڈرائیو کررہا تھا۔ کتا ثانی کے بنگلے کی سمت بو نہ[یں] سونگھ رہا تھا۔ اس سے صاف ظاہر تھا کہ ثانی بنگلے میں نہیں [ہے] بلکہ ادھر ہے جدھر وہ بے زبان بو سونگھتا ہوا لے جارہا ہے۔

علی ڈرائیو کرتا ہوا مرچنٹ کالونی میں پہنچ گیا۔ اس کالونی [میں] کروڑپتی اور ارب پتی بزنس مینوں کی بڑی بڑی شاندار کوٹھیاں تھیں۔ جیپ ایک اسٹریٹ سے گزر رہی تھی۔ ایسے ہی وقت [کتا] ایک کوٹھی کی طرف مُنہ اٹھا کر اچھلنے لگا۔ ادھر جانے کے لئے [مچلنے] لگا لیکن زنجیریں اجازت نہیں دے رہی تھیں۔

علی نے اسے تھپکتے ہوئے کہا "ایزی ٹائیگر ایزی! میں سمجھ [گیا۔] محترمہ اسی کوٹھی میں پہنچی ہیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ بڑی پہنچی ہوئی ہیں۔"

وہ انٹیلی جنس ڈیپارٹمنٹ میں واپس آگیا۔ ٹرینز کو شکریے [کے] ساتھ کتا واپس کرکے کمپیوٹر سیکشن میں آیا۔ وہاں ایک لڑکی ڈیوٹی [پر] تھی۔ اسے دیکھ کر ادب سے کھڑی ہوگئی۔ اس نے کہا "مرچنٹ کالونی کی کوٹھی نمبر دو سو دو کے متعلق معلومات چاہتا ہوں۔"

لڑکی نے ایک الماری کے خانے سے ایک پیکٹ نکالا۔ اس پیکٹ سے ایک ڈسک نکالا پھر اسے کمپیوٹر میں ایڈجسٹ کیا۔ اسکرین پر تحریر نظر آئی۔ کمپیوٹر نے بتایا کہ یہ مرچنٹ کالونی والے کی کوٹھی نمبر ایک سو ایک سے تین سو تک کی معلومات ہیں۔

لڑکی نے کئی بٹن دبائے اسکرین پر تحریر بدل گئی۔ وہاں لکھا ہوا تھا۔

کوٹھی نمبر:202

مالک کا نام: بنجامن کروسو۔

بزنس: ایک امریکن کمپنی کے اشتراک سے اسپورٹس کاریں امپورٹ کرتا ہے۔

فیملی: ایک بیوی' ایک بیٹا اور ایک بیٹی۔

تفصیل: لبنان کی حالیہ خانہ جنگی میں بیوی اور بیٹا مارے گئے۔ ایک جوان بیٹی لارا کروسو ہے۔

کمپیوٹر ہینڈل کرنے والی لڑکی نے پوچھا "مسٹر پال! آپ [م]زید اور کس نوعیت کی معلومات چاہتے ہیں؟"

علی نے آنکھیں بند کرکے سوچا۔ موجودہ فیملی پوزیشن بتارہی تھی کہ اس کوٹھی میں بنجامن کروسو اور لارا کروسو یعنی باپ بیٹی رہتے ہیں۔ وہاں ثانی کو یہ تشویش ہوگی کہ انٹیلی جنس والے اس فیملی میں تیسرے ممبر کے اضافہ کے متعلق پوچھ کچھ کریں گے کہ وہ انجانی لڑکی کون ہے؟ اور کہاں سے آئی ہے؟ ان سوالوں سے بچنے اور شکوک شبہات سے بالاتر رہنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہوسکتا [تھا۔] اصل لارا کروسو کو چھپا کر اس کی جگہ ثانی لارا بن سکتی تھی اور اسی صورت میں ممکن تھا کہ سپر ماسٹر نے دونوں باپ بیٹی کو خرید لیا ہو یا پھر لبوڑا نے ان باپ بیٹی کو تنویمی عمل کے ذریعے معمول اور تابعدار بنا رکھا ہو۔

علی نے ان تمام پہلوؤں پر غور کرنے کے بعد لڑکی سے کہا [میں] لارا کی جسمانی اور ذہنی میڈیکل رپورٹ اور اس کی عام وخاص مصروفیات معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ کمپیوٹر کو آپریٹ کرنے لگی۔ اسکرین پر تحریر نظر آنے لگی۔

لارا کروسو: قد پانچ فٹ چھ انچ۔

مینٹل رپورٹ: نارمل

فزیکل رپورٹ: ایک حادثہ میں بائیں ہاتھ کی ہڈی ٹوٹ گئی [تھ]ی۔ علاج کامیاب رہا تھا۔ وہ زیادہ آسانی سے بائیں ہاتھ کو حرکت [نہ]یں دے سکتی ہے۔ بائیں پسلی پر زخم کا نشان ہے۔

تعلیم: سینئر کیمبرج۔

میریٹل رپورٹ: شادی نہیں ہوئی۔ کرنل تھامپسن کے بیٹے [مو]سس سے منگنی ہوچکی ہے۔ لارا اور موسس میں لو افیئر ہے۔ [ک]رنل تھامپسن اور موسس کی کمپیوٹر رپورٹ ڈسک نمبر آر سی صفر [ن]و میں ہے۔

علی نے کچھ دیر سوچا۔ پھر کہا "تھینکس اے لاٹ۔ تم نے بڑی [معل]ومات فراہم کی ہیں۔ کیا نام ہے تمہارا؟"

وہ ہنستے ہوئی بولی "اتفاق سے میرا نام بھی لارا ہے۔"

علی اپنے سسر راجر موس کے بنگلے میں آگیا۔ صبح ہوچکی تھی۔ راجر موس اپنے باغیچے میں جوگنگ کررہا تھا۔ اسے دیکھ کر بولا "کم آن مائی سن! تمہارا حلیہ بتا رہا ہے کہ رات بھر مصروف رہے ہو۔"

"جی ہاں۔ اب آپ مصروف رہیں گے اور میں نیند پوری کروں گا۔"

"ضرور بیٹے! اندر چلو اور بتاؤ معاملہ کیا ہے؟"

وہ دونوں ایک کمرے میں آئے۔ علی نے اپنے چہرے سے پال [کا] میک اپ اتارتے ہوئے کہا "آپ سے یہ درخواست ہے کہ جو کچھ میں کہنے جارہا ہوں اسے آپ اپنی ذات تک محدود رکھیں گے اور ابھی اس معاملے کو گولڈن برین کی سطح پر نہ لائیں۔"

"ٹھیک ہے۔ جب تک مناسب سمجھا جائے گا اس معاملے کو راز رکھا جائے گا۔"

"میں پال کا میک اپ اس لئے اتار رہا ہوں کہ اس کی ضرورت نہیں رہی۔ میں جس الپا کی نگرانی کررہا تھا' وہ غائب ہوگئی ہے۔"

"کیا؟" وہ چونک کر سیدھا بیٹھ گیا "کیا دشمنوں نے اسے اغوا کیا ہے؟"

"میں ابھی یقین سے نہیں کہہ سکتا۔ ویسے میرا اندازہ ہے کہ وہ مصلحتاً رُوپوش ہوگئی ہے۔ آج کسی وقت سرکاری طور پر اپنی روپوشی کی رپورٹ دے سکتی ہے۔"

"اگر رپورٹ نہ دے تو؟"

"آپ مناسب سمجھیں تو ابھی جے مورگن کو کال کریں۔ وہ الپا کے دماغ میں جاکر اُس کی خیریت معلوم کرے گا۔"

راجر موس نے فون کے ذریعے جے مورگن سے رابطہ کیا۔ مخصوص کوڈ ورڈز ادا کئے پھر کہا "میں راجر موس ہوں۔ تم گولڈن برین کارمن ہیرالڈ سے بات کرو۔"

علی نے ریسیور لے کر کان سے لگاتے ہوئے کہا "ہیلو مورگن! الپا رات کے ساڑھے تین بجے بنگلے سے باہر پیدل گئی تھی۔ جبکہ اپنی کار میں بھی جاسکتی تھی۔ شبہ ہے کہ وہ ٹرپ نہ کی گئی ہو۔ اس سے رابطہ کرکے شبہ دور کرو۔"

"ٹھیک ہے سر! میں ابھی حقیقت معلوم کرکے آپ کو رپورٹ دوں گا۔"

فون کا رابطہ ختم ہوگیا۔ علی نے راجر موس سے کہا "میں کرنل تھامپسن کے بیٹے موسس تھامپسن اور اس کی منگیتر لارا کروسو کے متعلق معلومات چاہتا ہوں۔"

"کیا وہ دونوں کسی اہم معاملے میں ملوث ہیں؟"

"ایسی بات نہیں ہے۔ میں نے پال کا میک اپ اتار دیا ہے' فی الحال کارمن کی حیثیت سے نہیں رہوں گا۔ لہٰذا کچھ روز کرنل کے بیٹے موسس کے روپ میں رہوں گا۔"

"میں ابھی کرنل تھامپسن سے بات کرتا ہوں۔"

"اس کے بیٹے موسس کو نہ معلوم ہو کہ اسے ملک سے باہر کیوں بھیجا جارہا ہے۔"

"کیا اسے ملک سے باہر بھیجنا ضروری ہے؟"

"جی ہاں۔ وہ اسی ملک کے کسی شہر میں رہے گا تو اپنی منگیتر سے چھپ کر ملاقات کرنے آئے گا۔ موسس کو اچانک یہاں سے بھیجا جائے تاکہ وہ لارا کو اپنی روانگی کے متعلق کچھ نہ بتا سکے۔"

"میں کوشش کروں گا کہ موسس آج ہی یہاں سے چلا جائے۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ علی نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو' میں کالڈمن بول رہا ہوں۔"

"سر! میں مورگن ہوں۔ ابھی میں نے خیال خوانی کے ذریعے الپا سے گفتگو کی ہے۔"

"کیا تم اس کے دماغ میں گئے تھے؟"

"جی ہاں۔ وہ کہہ رہی تھی ہمارے مخبر کو مغالطہ ہوا ہے۔"

میں نے تعجب سے پوچھا "مجھے مغالطہ ہوا ہے؟"

"جی۔ میں نے آپ کا ذکر نہیں کیا۔ صرف مخبر کہا ہے۔"

"یہ تم نے اچھا کیا۔ وہ اور کیا کہتی ہے؟"

"کہتی ہے... رات ساڑھے تین بجے کہیں نہیں گئی تھی۔ صبح پانچ بجے تک اپنے بنگلے میں سوتی رہی تھی۔"

"چلو یہ تو اطمینان ہو گیا کہ وہ اغوا نہیں کی گئی ہے۔ ویسے یہ بات راز میں رکھو۔ وہ رات کو باہر گئی تھی۔"

"سر! وہ اس بات سے انکار کیوں کر رہی ہے؟"

"وہ ہم سے کچھ چھپا رہی ہے۔ جے مورگن! تم جانتے ہو میں دھوکا اور وطن دشمنی برداشت نہیں کرتا ہوں۔"

"لیس سر! آپ حکم دیں۔ مجھے کیا کرنا چاہئے؟"

"تم خاموشی سے اس کی نگرانی کرو۔ اس کی ذاتی مصروفیات کے متعلق چھان بین کرتے رہو۔"

"آل رائٹ سر! میں اس پر نظر رکھوں گا۔"

"اور سنو۔ دوپہر تک تمہارے پاس دو نوجوانوں کی تصویریں پہنچائی جائیں گی۔ ان میں سے ایک کا نام موسس اور دوسری کا نام لارا ہے۔ تم تصویروں کی آنکھوں میں جھانک کر ان کی ذاتی اور پرائیویٹ مصروفیات کے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرو۔ پھر شام پانچ بجے تک مجھ سے رابطہ کرو۔"

اس نے احکامات کی تعمیل کا وعدہ کیا۔ علی نے ریسیور رکھ کر راجر موس سے کہا "انکل' آپ لارا اور موسس کی تصویریں اس طرح حاصل کریں کہ انہیں شبہ نہ ہو۔ یہ تصویریں آپ جے مورگن کے پاس بھیج دیں۔ میں سونے جا رہا ہوں۔"

"ایک منٹ بیٹے! کیا الپا مشکوک ہے؟"

"انکل! وہ امریکا سے گھوم کر آئی ہے۔ اس کے ساتھ جانے والا میجر یارڈلے قتل ہو چکا ہے۔ الپا بھی قتل کی جا سکتی ہے۔ یا ہم سے چھینی جا سکتی ہے اور ہو سکتا ہے کہ لبوڈا اسے ہم سے چھین چکا ہو۔"

"تم یہ خدشات بیان کر رہے ہو اور آرام سے ہو؟"

"آرام سے ہوتا تو رات بھر جاگتا نہ رہتا۔"

"بھئی سیدھی سی بات ہے۔ الپا کو حراست میں لیا جائے۔ اس پر تنویمی عمل کرایا جائے اور چور خیالات سے معلوم کیا جائے کہ لبوڈا اسے ٹریپ کر رہا ہے یا نہیں؟"

"انکل! یہ بات اتنی سیدھی نہیں ہے۔ لبوڈا کو ذرا بھی شبہ ہوگا تو وہ الپا کو ہلاک کر دے گا تاکہ ہمیں کوئی راز معلو[م نہ] ہو سکے۔ لبوڈا کا کچھ نہیں بگڑے گا۔ ہماری ٹیلی پیتھی جاننے [والی] الپا ہم سے ہمیشہ کے لئے چھن جائے گی۔"

"درست کہتے ہو۔ جلد بازی میں نقصان ہو سکتا ہے۔ ار[ے] میں تو بھول گیا کہ تم رات بھر کے جاگے ہوئے اور تھکے ہو[ئے ہو]۔ جاؤ سو جاؤ۔"

علی دوسرے کمرے میں آ کر بستر پر لیٹ گیا۔ وہ بستر کبھی ا[...] اور پامیلا کا تھا۔ وہاں اس نے جی جان سے چاہنے والی پامیلا [کے] ساتھ بہت سے یادگار دن رات گزارے تھے۔ وہ لیٹ کر سو[چنے] لگا۔ اس بنگلے میں اصلی الپا لوٹ آئی ہے۔ اس کا اصلی ہونا [یہ] ثابت ہوتا ہے کہ جے مورگن الپا کی آواز اور لہجے کو گرفت [میں] لے کر ڈمی الپا یعنی ثانی کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتا تھا۔ خ[یال] خوانی کی لہریں اسی مخصوص لہجے والی الپا کے پاس لے گئی تھیں۔

علی نے راجر موس وغیرہ کو ثانی کے متعلق کچھ نہیں بتایا [...] ثانی نے بھی لبوڈا وغیرہ کو یہ نہیں بتایا تھا کہ پال کے پیچھے کار[من] ہیر اللہ چھپا ہوا ہے۔ اس نے سوچا "اگر کارمن بھی پچھلی زند[گی] بھول چکا ہے' اگر اس سے میرا گہرا تعلق رہا ہے تو پھر وہ ا[ب] کارمن نہیں کوئی اور ہے' صرف میرا محبوب ہے۔ میں لبوڈا [...] کو کارمن کے پیچھے نہیں لگاؤں گی اور روپوش رہ کر آزماؤں گ[ی] کارمن مجھ سے دوستی برقرار رکھے گا یا گولڈن برینز کی خاط[ر] خاطر مجھ سے دشمنی کرے گا۔"

ثانی نے جان لبوڈا سے یہ بات بنائی تھی کہ وہ الپا کا رول کرتے ہوئے خطرہ محسوس کر رہی ہے۔ لہٰذا عارضی طور پر ا[...] الپا کو اس کی جگہ بھیج دیا جائے۔

لبوڈا نے پوچھا تھا۔ "تم کس طرح کا خطرہ محسوس کر[رہی] ہو؟"

ثانی نے جواب دیا تھا "مجھے بنگلے میں کسی عورت نے فو[ن کیا] تھا کہ وہ میری اصلیت جانتی ہے اور میں وہ نہیں ہوں جو نظر [آتی] ہوں۔"

"کیا تم فون کرنے والی کے دماغ میں گئی تھیں؟"

"گئی تھی۔ اس نے سانس روک لی تھی۔ اسی لئے بنگلا چھ[وڑ] کر الپا کے پاس جا رہی ہوں۔ آپ الپا سے کہہ دیں' میرے ب[...] اپ کا سامان تیار رکھے۔ میں اسے دیکھ کر لارا کا میک اپ کروں[گی]۔ پھر وہ اپنا لارا والا میک اپ اتار کر یہاں بنگلے میں آ جائے گی۔"

الپا اتنے دنوں سے لارا کے بہروپ میں تھی اور لبوڈا [کے] اشاروں پر یہودیوں کے خلاف کام کر رہی تھی۔

لارا کا باپ بنجامن کروسو سپر ماسٹر کا زر خرید غلام تھا۔ اس[...] غلامی کے عوض وہ اسپورٹس کاریں بنانے والی کمپنی کا مالک بن[ا ہوا] تھا۔

اس کی بیٹی لارا بھی سپر ماسٹر کی وفادار تھی۔ اس لئے اسرائیل [...]

[...]چھوڑ کر امریکا چلی گئی تھی۔ اس کی جگہ الپا بزنس مین بنجامن کروسو [...]کی بیٹی بنی ہوئی تھی اور اب ثانی اس کی جگہ پہنچ گئی تھی۔

ثانی نے کروسو کی کوٹھی میں پہنچ کر لارا کا میک اپ کیا تھا اور الپا سے لارا کے منگیتر موسس کے متعلق پوچھتی رہی تھی۔ الپا نے کہا "اپنا بایاں ہاتھ زیادہ حرکت میں نہ لانا کیونکہ لارا کے اس ہاتھ میں نقص تھا اور اپنی بائیں پسلیوں پر زخم کا نشان بنا لو۔"

ثانی نے کہا "وہ نشان تو میرے لباس میں چھپا رہے گا۔ اسے [بنا]نا ضروری نہیں ہے۔"

"ضروری ہیں۔ لارا کا منگیتر بڑا زبردست ہے محبت کرنے پر [آت]ا ہے تو نشان تک پہنچ جاتا ہے۔"

وہ بولی "میرا نام سلوانہ ہے۔ کسی کی مجال نہیں ہے کہ مجھے [ہا]تھ لگائے۔ اگر وہ شرافت سے نہ رہا تو اسے اپاہج بنا کر چھوڑ دوں گی۔"

الپا نے ہنستے ہوئے کہا "جب ایسا وقت آتا ہے تو مرد کے [س]امنے ایک نہیں چلتی۔"

ثانی نے بھی ہنستے ہوئے کہا "ایسے کئی مرد آ چکے ہیں جن کی [می]رے سامنے ایک نہیں چلی۔"

"سلوانہ! تم خلافِ فطرت باتیں کرتی ہو آخر تمہارے بھی [...]اری تقاضے ہوں گے۔"

"بے شک ہیں اور وہ صرف اپنے مرد کے لئے ہیں۔"

"کون ہے وہ خوش نصیب؟"

"وہ!" ثانی سوچ میں پڑ گئی۔ "وہ...وہ..."

کوئی اپنا نہیں تھا مگر شاید تھا۔

وہ خلا میں تکنے لگی۔ نگاہوں کے سامنے کبھی پال اور کبھی [کا]رمن جھلک رہا تھا۔ وہ ایک ہی شخص تھا لیکن دو اشخاص کے پیچھے [چھ]پا ہوا تھا اور جو چھپا ہوا تھا' وہی اس کے جسم و جان کا مالک تھا۔

الپا نے پوچھا "کس سوچ میں پڑ گئی ہو' کیا اس کا نام نہیں بتاؤ [گی]؟"

وہ خیالات سے چونک کر بولی "کیا بتاؤں؟ اس کا وجود ہے' مگر [...]نظر نہیں آتا۔"

"کیا پہیلی بجھوا رہی ہو؟"

"تم اسے پہیلی سمجھو گی' میری باتوں کا یقین نہیں کرو گی۔ میرا [مح]بوب ایسا ہی ہے۔ میں اس سے باتیں کرتی ہوں مگر وہ نظر نہیں [آت]ا۔"

"یوں کہو' وہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے' خیال خوانی کے [ذ]ریعے باتیں کرتا ہے مگر دکھائی نہیں دیتا۔"

"میرا وہ بڑا وہ ہے۔ ٹیلی پیتھی نہیں جانتا ہے۔"

"تعجب ہے کہ وجود ہے اور نظر نہیں آتا ہے۔ خیال خوانی [بھ]ی نہیں جانتا ہے۔ بھئی اس کا نام اور پتا ضرور ہو گا۔"

"ہائے' نام ہوتا تو اسے پکار لیتی۔ پتا ہوتا تو برات لے کر پہنچ جاتی۔"

"مجھے تو معاف کرو۔ میرے پاس اتنا دماغ نہیں ہے کہ تمہارے یار اور پیار کو سمجھ سکوں۔"

"بہتر ہے نہ ہی سمجھو اور کام کی بات کرو۔"

"کام کی بات یہ ہے کہ جان لبوڈا پھر ایک بار کامیاب ہو گیا تھا اور میجر یارڈلے کے ذریعے گولڈن برینز کے درمیان پہنچنے لگا تھا۔ مگر وہ اچانک قتل کر دیا گیا۔ لبوڈا پھر گولڈن برینز کی ٹیم سے باہر آ گیا ہے۔"

ثانی نے کہا "یہ اب تک معلوم نہیں ہو سکا کہ قاتل کون ہے؟"

"میں یقین سے کہتی ہوں' قاتل کارمن ہے۔ لبوڈا بھی یہی کہتا ہے۔ کارمن نے روپوش ہو کر ہمارے لئے خطرات پیدا کر دیئے ہیں۔"

"گولڈن برین میجر یارڈلے اپنی حماقت سے مارا گیا ہے۔"

"سوال پیدا ہوتا ہے کہ کارمن کو اس پر شبہ کیسے ہوا؟ وہ کمبخت جب تک چھپا رہے گا' ہمارے تمہارے لئے بھی خطرہ بنا رہے گا۔"

ثانی کا خیال تھا کہ کارمن ابھی تک پال کے روپ میں ہے۔ وہ جلد سے جلد اس کی دوستی یا محبوبیت کو آزمانا چاہتی تھی۔ آزمائش کے بعد ہی وہ اس سے دشمنی کر سکتی تھی یا ہمیشہ کے لئے اسے اپنا سکتی تھی۔

ثانی نے کہا "تم کچھ زیادہ ہی کارمن سے خوفزدہ ہو۔"

"خوفزدہ نہیں محتاط ہوں۔ اگر تم اسے کچھ نہیں سمجھتی ہو تو اس کے خلاف کوئی قدم اٹھاؤ۔ کم از کم یہ تو معلوم کرو کہ وہ کہاں چھپا ہوا ہے؟"

"اسے چوہے کی بل سے باہر لانے کا ایک راستہ ہے۔"

"اور وہ راستہ بہت پیچیدہ ہو گا۔"

"پیچیدہ راستوں سے گزرنے والے ہی کامیاب ہوتے ہیں۔"

"وہ راستہ کیا ہے؟"

"میں انکل لبوڈا کے لئے گولڈن برین راجر موس کو ٹریپ کروں گی۔"

"سلوانہ! تم نہیں جانتیں۔ راجر موس کے بنگلے کے چاروں طرف سخت پہرا رہتا ہے۔ شاید وہاں کارمن بھی چھپ کر رہتا ہو' ادھر کوئی جانے کی جرات نہیں کرتا ہے۔"

"پھر تو میں جاؤں گی۔"

"کیا کہہ رہی ہو؟" الپا نے حیرانی سے کہا "یہ تو بارود کے ڈھیر پر بیٹھ کر سگریٹ سلگانے والی حماقت ہو گی۔"

"میں بارود کو آگ لگانے ہی امریکا سے آئی ہوں۔ مجھے راجر موس کا پتا بتاؤ؟"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

الپا اسے پتا تھا کر اس بنگلے میں آئی جسے تین گھنٹے پہلے بانی نے چھوڑا تھا۔ لبوڈا نے الپا سے کہا "میں تمہارے پاس تھا اور سلوانہ کی باتیں سن رہا تھا مجھے یقین ہے وہ گولڈن برین راجر موس کو ضرور ٹریپ کرے گی۔"

"آپ کو یقین کیسے ہے؟"

"وہ نفسیاتی حملہ کرنے والی ہے۔ جو شخص جتنا مطمئن اور بے فکر رہتا ہے اتنی ہی جلدی دھوکا کھاتا ہے۔ راجر موس کو کارمن کی موجودگی اور مسلح فوجی جوانوں کے پہرے کے باعث اطمینان ہوگا۔ اس کا یہی اطمینان سلوانہ کی کامیابی کا ضامن ہوگا۔"

وہ کیسی چالیں چلے گی' یہ علی نہیں جانتا تھا۔

اور علی کیسی چالیں چلے گا' ثانی نہیں جانتی تھی۔

وہ موسس کے روپ میں رہ کر ثانی کے قریب رہنے کے انتظامات کر رہا تھا۔ وہ اور ثانی پچھلی رات کے جاگے ہوئے تھے۔ دوپہر تک سوتے رہے۔ انہوں نے بیدار ہونے کے بعد اپنی اپنی پناہ گاہ میں غسل کیا۔ لباس تبدیل کیا۔ پھر علی نے لنچ کرنے کے دوران جے مورگن کا فون اٹینڈ کیا۔ وہ کہہ رہا تھا "سر! مجھے لارا اور موسس کی تصویریں مل گئی ہیں۔ میں ان کے چور خیالات پڑھ رہا ہوں۔"

علی نے پوچھا "وہ دونوں کہاں ہیں؟"

"لارا نیویارک میں ہے اور موسس کو ابھی پندرہ منٹ پہلے ایک خاص فلائٹ سے ملک کے باہر بھیج دیا گیا ہے۔

وہ علی کو ان دونوں کے متعلق بتا رہا تھا۔ دوسری طرف ثانی نے خیال خوانی کے ذریعے لبوڈا سے پوچھا "انکل! مجھے پامیلا کی تصویر مل سکتی ہے؟"

"کون پامیلا؟ کیا کارمن کی مقتول بیوی؟"

"جی ہاں اور ایک ایسی لڑکی بھی چاہئے جو قد اور جسامت میں پامیلا جیسی ہو اور وہ ایسی تربیت یافتہ ہو کہ پامیلا کا رول بخوبی ادا کر سکے۔"

"میں سمجھ رہا ہوں تم کیا کرنا چاہتی ہو۔ راجر موس اپنی مقتول بیٹی کو زندہ دیکھ کر چونکے گا لیکن وقتی طور پر اسے حیران کر کے کوئی خاص فائدہ حاصل نہیں کر سکو گی۔"

"آپ کا خیال ہے وہ ہماری چال کو سمجھ لیں گے؟"

"بے شک۔ راجر موس اور کارمن نے پامیلا کی لاش دیکھی ہے اسے اپنی آنکھوں کے سامنے دفن کیا ہے۔ وہ کسی ڈمی سے دھوکا نہیں کھائیں گے۔"

"انکل! انہوں نے جس کی لاش دیکھی وہ پامیلا نہیں تھی جسے انہوں نے دفن کیا' وہ پامیلا نہیں تھی۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے' پامیلا کے جسم پر ایسا مخصوص نشان نہیں ہے جس سے وہ پہچانی جا سکے۔"

"یعنی وہ ہماری ڈمی پامیلا کو دیکھ کر سوچنے پر مجبور ہو جائیں گے یہ اصلی پامیلا قتل کی گئی تھی۔ وہ ہماری ڈمی پر بھی شبہ کریں گے کشمکش میں رہیں گے۔ ایک پامیلا کے وجود سے انکار کریں گے۔"

"جی ہاں۔ آپ ڈمی پامیلا پر تنویمی عمل کریں گے تاکہ یہودی خیال خوانی کرنے والے اس کے چور خیالات پڑھیں تو پتا چلے کہ وہ اپنی پچھلی زندگی بھول گئی ہے۔"

"اچھی بات ہے' ہم یہ تدبیر بھی آزمائیں گے۔ میں پامیلا کی ڈمی تیار کرتا ہوں۔"

فون کی گھنٹی سن کر ثانی نے خیال خوانی ختم کی۔ پھر ریسیور اٹھا کر بولی۔ "ہیلو کون ہے؟"

"میں الپا بول رہی ہوں۔"

"ہاں بولو' خیریت ہے؟"

"جے مورگن نے مجھ سے رابطہ کیا تھا۔ اسرائیلی سراغرساں بہت چالاک ہوتے ہیں' انہوں نے اطلاع دی تھی کہ الپا ساڑھے تین بجے رات کو بنگلے سے باہر گئی تھی۔"

"کیا جے مورگن پوچھ رہا تھا؟"

"ہاں' میں نے انکار کر دیا۔ صاف کہہ دیا کسی نے غلط مخبری کی ہے۔ میں صبح پانچ بجے تک اپنے بنگلے میں سوتی رہی تھی۔"

"تمہیں اقرار کرنا چاہئے تھا کہ رات کو کسی کام سے گئی تھیں۔ تم نے چشم دید حقیقت سے انکار کر کے کسی جاسوس کی رپورٹ کو جھٹلایا ہے۔"

"جب میں موجود تھی اور بنگلے کے فون پر جے مورگن سے باتیں کر رہی تھی تو میری بات سچ مانی جائے گی۔ تم فکر نہ کرو۔ میں یہاں کا معاملہ سنبھال لوں گی۔"

"ایک بات یاد رکھو' تم نے جس جاسوس کو جھٹلایا ہے وہ تمہارے پیچھے پڑ جائے گا۔"

"میں بھی اس کے پیچھے پڑ جاؤں گی۔ ویسے یہ پال مجھ سے عشق کرنے لگا ہے' کیا تم سے کوئی چکر چل گیا تھا؟"

ثانی کو تصور میں پال (علی) دکھائی دیا۔ وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔ "ہاں' بہت سی معلومات حاصل کرنے کے لئے میں نے اسے ذرا فری ہونے کا موقع دیا تھا۔ کیونکہ اس کے دماغ میں جا کر چور خیالات نہیں پڑھ سکتی تھی۔"

"تم نے اسے ذرا نہیں بلکہ زیادہ فری کیا ہے' وہ مجھ سے شادی کے لئے پوچھ رہا تھا۔"

"اس بیچارے کو پتا نہیں ہے کہ وہاں میری جگہ تم آگئی ہو۔ اب اسے ٹال دو یا ایک مشغلہ بنائے رکھو۔"

الپا نے ہنستے ہوئے رابطہ ختم کر دیا۔ ثانی نے ریسیور کو کریڈل پر رکھ کر وہاں سے اٹھنا چاہا۔ فون کی گھنٹی پھر بجنے لگی۔ وہ اٹھتے اٹھتے بیٹھ گئی۔ پھر ریسیور اٹھا کر بولی۔ "ہیلو کون ہے؟"

دوسری طرف سے علی نے موسس کی آواز اور لہجے میں کہا

"میں کتنی دیر سے رنگ کر رہا ہوں۔ فون انگیج مل رہا تھا۔ اتنی لمبی باتیں کس سے ہو رہی تھیں؟"

"تم کون ہوتے ہو پوچھنے والے؟"

"تمہارا منگیتر' تمہارا یار' دلدار۔ کیا ہو گیا ہے تمہیں' میری آواز نہیں پہچان رہی ہو؟"

وہ سنبھل کر بولی "اوہ موسس! یہ تم ہو؟ دراصل میں فون پر ڈیڈی سے نئی اسپورٹس کار کے لئے جھگڑا کر رہی تھی۔ دماغ پر بوجھ تھا اس لئے فوراً ہی تمہیں فون پر نہ پہچان سکی۔"

"کوئی بات نہیں' میں پہچان بڑھانے کے لئے آ رہا ہوں۔ میرا انتظار کرو۔"

وہ پیچھا چھڑانے کے لئے بولی "میں ابھی باہر جا رہی ہوں' ابھی نہ آنا۔"

"ابھی کہاں جا رہی ہو؟"

"تمہیں بتانا ضروری نہیں ہے۔"

"تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ میرے بغیر کہیں جاتی نہیں ہو اور آج تیور بدل کر جا رہی ہو۔ سچ بتاؤ کیا تم میری لارا ہو؟"

وہ جلدی سے بولی "لارا ہوں۔ لارا نہیں تو اور کون ہوں۔ یہ میری کوٹھی ہے۔ میری کوٹھی میں کوئی دوسری تم سے باتیں کرنے کیسے آئے گی۔"

"اگر تم ہی میری لارا ہو تو انتظار کرو۔ کوٹھی میں تمہارے ڈیڈی نہیں ہیں۔ ہم دونوں تنہائی میں ہاہاہا۔ ہوہوہو۔ یعنی سمجھ گئیں نا؟"

وہ ناگواری سے بولی "فضول باتیں نہ کرو۔"

"یہ فضول باتیں ہیں؟ پرسوں رات مجھ پر قربان ہو رہی تھیں۔ میں جانا چاہتا تھا۔ تم جانے نہیں دیتی تھیں۔ صبح تک اپنے حسن و شباب کا اسیر بنا کر رکھا تھا۔"

ثانی غصے سے دانت پیس رہی تھی۔ وہ میلی نظر سے دیکھنے والے کو جہنم میں پہنچا دیتی تھی۔ آج تک کسی نے اسے ہاتھ نہیں لگایا تھا۔ کجا یہ کہ وہ اسے لارا سمجھ کر اس کی پارسائی کا پوسٹ مارٹم کر رہا تھا۔

اس نے غصے سے ریسیور رکھ دیا۔ اگر نہ رکھتی تو منہ میں جو گالیاں آتیں وہ دیتی چلی جاتی۔ اگر وہ سامنے ہوتا تو اس کی ہڈیاں پسلیاں توڑ ڈالتی۔ ویسے سامنا تو ہونا ہی تھا جب لیلیٰ بنی ہوئی تھی تو مجنوں کو دیوانہ وار آنا ہی تھا۔ وہ آدھے گھنٹے بعد آگیا۔

کوٹھی کے اندر آتے ہی ثانی کو محبت پاش نظروں سے گھورا اور دونوں بازو پھیلا کر بولا "ہائے میری جان لارا! ہم مل کر بچھڑتے ہیں اور بچھڑ کر ملتے ہیں۔ دیکھو پھر مل رہے ہیں۔ آؤ گلے لگ جاؤ۔"

وہ تیزی سے گلے لگنے آیا۔ ثانی اچھل کر ایک طرف ہٹ گئی۔ وہ گھوم کر ادھر آیا۔ وہ پھر کترا کر بولی "خبردار! مجھے ہاتھ نہ لگانا۔ دور سے بات کرو۔"

وہ اس کی طرف بڑھتے ہوئے بولا "تمہیں کیا ہو گیا ہے لارا؟ میں کوئی غیر نہیں ہوں۔ کئی بار ایسی ہی تنہائی میں......"

وہ تنبیہہ کے انداز میں انگلی اٹھا کر بولی "شٹ اپ آگے کچھ نہ کہنا۔ تمہیں ایسی باتیں کرتے ہوئے شرم آنی چاہئے۔ اگر تم کہتے ہو کہ ہم نے پہلے غلطیاں کی ہیں تو تم نے کی ہوں گی' مجھ پر کیچڑ اچھالو گے تو منہ توڑ دوں گی۔"

علی نے حیرانی ظاہر کرتے ہوئے پوچھا "کیا کہہ رہی ہو کہ صرف میں نے ہی غلطیاں کی ہیں اور تم نے نہیں کی ہیں۔ کیا تالی کبھی ایک ہاتھ سے بجتی ہے؟ میری جان! وہ رنگین راتیں یاد کرو۔ جب......"

"اے خبردار! آگے نہ بولنا ورنہ میں......"

اس نے ایک ہاتھ مارا۔ علی بچ سکتا تھا لیکن جان بوجھ کر مار کھاتے ہوئے صوفے پر گر پڑا پھر بولا "تعجب ہے۔ تم میرے ساتھ ایسا سلوک کر رہی ہو' جیسے میری لارا نہیں ہو۔"

"ہاں میں لارا نہیں ہوں۔" پھر وہ سنبھل کر بولی "میں پہلے جیسی لارا نہیں رہی۔ میں نے عہد کیا ہے کہ شادی سے پہلے تمہیں اپنے بدن کو ہاتھ لگانے نہیں دوں گی۔"

وہ صوفے سے اٹھتے ہوئے بولا "تو ایسے بولو نا کہ شادی تک میرے ہی لئے ریزرو رہو گی۔ یہ بات میرے ہی حق میں ہے۔ اس کے لئے انگارے چبانے اور آندھی بننے کی کیا ضرورت ہے۔ آؤ دوستی کر لو۔"

علی نے دوستی کا ہاتھ بڑھایا۔ وہ پیچھے ہٹ کر بولی "شادی سے پہلے ہمارے ہاتھ بھی نہیں ملیں گے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "چلو ہاتھ بھی نہیں ملیں گے' تم جیسے خوش رہو گی' میں ویسے ہی تمہیں راضی رکھوں گا لیکن پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔"

ثانی نے دل میں کہا "کمبخت واقعی پیچھا نہیں چھوڑے گا۔ میں اس کے دماغ میں بھی نہیں جا سکتی۔ یہ اسپورٹس مین ہے۔ چار سو میٹر کی دوڑ لگانے والا کھلاڑی ہے۔ الپا بتا رہی تھی کہ حساس دماغ کا مالک ہے۔ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہوئے سانس روک لیتا ہے۔"

علی نے کہا "آؤ سمندر کنارے چلیں۔"

وہ مسکرانے لگی۔ علی نے کہا "مجھے معلوم ہوتا سمندر کے ذکر پر مسکراتی ہو تو میں یہاں آتے ہی سمندر سمندر کرتا رہتا۔"

وہ مسکرا کر بولی "مجھے سمندر کا نظارہ اچھا لگتا ہے۔ میں ضرور چلوں گی۔ پہلے ہم چائے پی لیں۔ میں ابھی لے کر آتی ہوں۔"

وہ تبسم کی بجلیاں گراتی ہوئی کچن کی طرف چلی گئی۔ علی نے دل میں کہا۔ "عورت کی گھٹی میں شرم اور شرافت ہو تو وہ یادداشت کھو کر بھی گمراہ نہیں ہوتی۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

وہ نادان نہیں تھا۔ یہ سمجھ رہا تھا کہ ثانی اسے اپنا محکوم بنا کر رکھنے کے لئے دماغی کمزوری میں مبتلا کرنے کے ہتھکنڈے استعمال کرے گی۔ اسی لئے چائے پلانے سے پہلے محبوبانہ انداز میں مسکرانے لگی تھی۔

وہ مسکراتی ہوئی چائے کی دو پیالیاں لے کر آئی۔ ایک پیالی اس کے سامنے سینٹر ٹیبل پر رکھ۔ دوسری اپنے سامنے رکھی لی۔ علی نے کہا "تمہیں زحمت تو ہوگی۔ مجھے پیاس لگی ہے۔ ذرا پانی پلادو۔"

وہ پانی لانے کے لئے فریج کی طرف گئی۔ اسے لارا کا منگیتر موسس سمجھ رہی تھی اس لئے یہ شبہ نہیں کرسکتی تھی کہ موسس اس پر کسی قسم کا شبہ کرے گا اور کوئی چالاکی دکھائے گا۔ وہ ایک گلاس میں پانی لے کر آئی۔ اس نے گلاس لے کر چند گھونٹ حلق سے اتارے۔ پھر کہا "تم نے ٹھنڈا پانی پلا کر کلیجا ٹھنڈا کر دیا ہے۔ اب کیا گرم چائے پلا کر گرمیِ محبت پیدا کرو گی؟"

وہ پیالی اٹھا کر اس کے ہاتھ میں دیتے ہوئے بولی "باتیں نہ بناؤ۔ ہمیں باہر جانا ہے۔ جلدی پیو اور چلو۔"

علی نے وہ پیالی لے لی۔ ثانی دوسری پیالی اٹھا کر اپنے ہونٹوں سے لگانے لگی۔ علی نے آہستگی سے کہا "میں نے پیالی بدل دی ہے۔"

"کیا؟" اس نے چونک کر پوچھا۔

وہ بولا "اس میں چونکنے کی کیا بات ہے۔ میں نے پیالی بدل دی ہے۔"

ثانی نے اتنی تیزی سے پیالی کو ایک طرف پھینکا جیسے بچھو ہاتھ میں آگیا ہو۔ پھر گھور کر بولی "تم نے پیالیاں کیوں بدلیں؟"

علی نے پوچھا "تمہیں اعتراض کیوں ہے؟"

"اعتراض اس لئے ہے کہ تم نے چائے میں کچھ ملا کر پیالیاں تبدیل کی ہیں۔"

"اگر میں کچھ ملاتا تو تمہیں پینے سے پہلے آگاہ نہ کرتا۔"

اس نے سوچتی ہوئی نظروں سے علی کو دیکھا۔ وہ بولا "سوچو کہ تمہیں اپنے فراڈ کا اعتراف کرنا چاہئے یا نہیں؟"

"میں نے کوئی فراڈ نہیں کیا ہے۔"

"تم نے چائے قالین پر گرادی ہے۔ اب میں قالین کو کسی لیبارٹری میں لے جا کر ثابت نہیں کر سکوں گا کہ چائے میں کچھ ملایا گیا تھا۔"

"تم اتنی بکواس کیوں کر رہے ہو؟"

"اس لئے کہ جس چائے میں تم نے کچھ ملایا تھا وہ چائے نہیں پھینکی گئی ہے۔ یہ چائے میرے پاس ہی ہے۔ میں نے پیالی نہیں بدلی تھی۔"

اس نے چونک کر علی کے پاس رکھی ہوئی پیالی کو دیکھا۔

وہ بولا "مجھے یقین ہے' میری فرمائش کے باوجود تم اس پیالی کو منہ نہیں لگاؤ گی اور نہ ہی میں تمہیں منہ لگانے دوں گا۔"

وہ گم صم سی ہو کر اسے دیکھ رہی تھی۔ اس نے کہا "میں نہیں چاہتا کہ کسی ضرر رساں دوا کے اثر سے تمہارا دماغ کمزور ہو اور دشمن خیال خوانی کرنے والے تمہیں سلوانہ کی حیثیت سے پہچان لیں۔"

وہ فوراً ہی اچھل کر کھڑی ہوگئی۔ پھر غراتی ہوئی بولی۔ "کون ہو تم؟"

"میں وہ ہوں جس نے تمہیں یہ چائے دھوکے سے نہیں پلائی۔ تمہیں دشمنوں کی معمولہ اور تابعدار بننے والی کمزوری سے بچایا۔ مجھ سے نہ پوچھو' میں کون ہوں۔ اپنے دل سے پوچھو' وہ کہے گا میں تیرا دیوانہ ہوں۔ کبھی بھونرا کبھی عاشق' کبھی پروانہ ہوں۔ تم میری گم شدہ زندگی کی کتاب سے نکلی ہو' میں تمہاری زندگی کے گم شدہ اوراق سے نکل کر آیا ہوں۔"

اس کی غراہٹ' اس کا غصہ یکلخت ختم ہوگیا۔ وہ خوش ہو کر بولی "تم۔ تم پال ہو؟ نہیں کارمن ہو؟ تم نے مجھے اتنی جلدی ڈھونڈ نکالا۔ خدا کی قسم' اب میرا دل گواہی دیتا ہے کہ تم ازل سے میرے اور ابد تک میرے ہی رہو گے۔ میں تمہاری ہوں صرف تمہاری......"

وہ شاخِ گل کی طرح ذرا خم کھا کر آگے بڑھی۔ پھر اس کے گلے کا ہار بن کر ہار گئی۔

O☆O

روسی سیاست زوال پذیر تھی۔ اس کے زیرِ اثر اور محکوم رہنے والے کتنے ہی ممالک آزاد ہوتے جا رہے تھے۔ بظاہر یوں دکھائی دے رہا ہے کہ روس کی ہڈیاں ٹوٹ رہی ہیں اور اتنے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہو رہے ہیں کہ اس کا وجود مٹتا جا رہا ہے۔ کوئی وقت آتا ہے کہ روس تاریخ کا ایک گم شدہ باب بن کر رہ جائے گا۔

ویسے یہ حقیقت نہیں ہے۔ یہ فطری امر ہے کہ فنا ہونے والا اپنی بقا کی جنگ لڑتا رہتا ہے۔ دنیا کے نقشے میں سب سے زیادہ رقبہ پر پھیلا ہوا ملک آسانی سے نابود نہیں کیا جاسکتا۔ ماسک مین کی بھی یہی کوشش تھی کہ تمام نو آزاد ممالک معاشی' اقتصادی اور سیاسی لحاظ سے اس کے زیرِ اثر رہیں اور کسی نہ کسی پہلو سے ان ممالک کو کمزور بنا کر رکھا جائے۔

اس نے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ایوان راسکا کو دنیا والوں سے اور خصوصاً ہم سے چھپا رکھا تھا کیونکہ ہم ماضی میں اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں یا تو قتل کر چکے تھے یا اغوا کر کے لے آئے تھے۔ اس بار اس نے ایوان راسکا کو گوشۂ گمنامی میں رکھا تھا۔ ہمیں اس کی کوئی خبر نہیں تھی اور نہ ہی ادھر سے ہمیں کوئی شکایت پیدا ہو رہی تھی۔ اس لئے ہم نے ایوان راسکا' ماسک مین اور اس کے ملک کو نظر انداز کیا ہوا تھا۔

اب اس کے پر نکل رہے تھے۔ اس کے پاس ٹیلی پیتھی کا ہی ایک ہتھیار ایسا رہ گیا تھا جس کے ذریعے وہ چھوٹے بڑے ممالک کے خفیہ معاملات کو سمجھ سکتا تھا اور ان معلومات کے ذریعے وہ ان ممالک میں اپنا اثر قائم رکھ سکتا تھا۔

اس نے ایوان راسکا کے متعلق یہی فیصلہ کیا تھا کہ اسے منظرِ عام پر آنے نہیں دے گا۔ پہلے کی طرح گمنام رکھ کر اس سے کام لیتا رہے گا۔ ایوان راسکا ایک شاندار محل میں رہتا تھا۔ اسے ہر طرح کا عیش و آرام حاصل تھا۔ ماسک مین اس کی ہر خواہش پوری کرتا تھا۔ صرف عورت اور شراب کو ہاتھ لگانے نہیں دیتا تھا۔ محل کے اندر اور باہر کسی سے ملنے کی اجازت نہیں تھی۔ اتنا سخت پہرا رہتا تھا کہ کوئی پرندہ اڑتا ہوا آئے تو اسے اس لئے گولی ماری جاتی تھی کہ وہ کبوتر کی طرح پیامبر نہ ہو۔

محل کے چاروں طرف خونخوار کتوں کے پنجرے بنے ہوئے تھے۔ وہ تمام کتے ایوان راسکا کی بو پہچانتے تھے۔ وہ محل کے باہر قدم رکھتا تو سب ہی جنون میں بھونکتے جیسے آہنی سلاخیں.... توڑ کر اس پر جھپٹنا اور اس کی بوٹی بوٹی کر دینا چاہتے تھے۔ وہ اس قدر دہشت زدہ رہتا تھا کہ محل سے باہر قدم نہیں رکھتا تھا۔

فصیل کی دیواروں پر مسلح فوجی جوان ہمہ وقت چوکس رہتے تھے۔ رات کو کوئی چھپ کر اس فصیل کے قریب نہیں آسکتا تھا۔ سرچ لائٹس کی گردش کرتی ہوئی روشنیاں اسے اجاگر کر دیتی تھیں۔ محل میں داخل ہونے والے راستوں میں ایسا خفیہ بجلی کا نظام تھا کہ وہاں قدم رکھنے والا بجلی کے جھٹکے کھا کر فنا ہو جاتا تھا۔ ایوان راسکا کو کھلی فضا میں سانس لینے کے لئے صرف چھت پر جانے کی اجازت تھی۔

وہ ان حالات میں خدمات انجام دے رہا تھا۔ اس نے ایک بار بغاوت کی تھی اور کہا تھا "مجھے حبسِ بیجا میں رکھا جائے گا تو میں خیال خوانی نہیں کروں گا۔"

ماسک مین نے اسے کال کوٹھڑی میں پھنکوا دیا اور کہا "محل میں پھر بھی تازہ ہوا ملتی تھی۔ یہاں تاریکی اور آلودگی میں اپنی زندگی کے دن پورے کرو۔"

وہاں کال کوٹھڑی میں ناقابلِ برداشت بدبو تھی۔ تعفن سے دماغ پھٹنے لگا۔ خیال خوانی کے ذریعے کسی کو مدد کے لئے نہیں بلا سکتا تھا۔ یہ نہیں جانتا تھا کہ وہ کال کوٹھڑی کہاں ہے؟ اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر لایا گیا تھا۔ یہ بھی سمجھ رہا تھا وہاں مزید چند گھنٹے رہے گا تو خیال خوانی کے قابل نہیں رہے گا بلکہ دماغی توازن سے محروم ہو جائے گا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے ماسک مین سے معافی مانگی تو پھر اسے محل میں واپس پہنچا دیا گیا۔

یہ بات اس کی کھوپڑی میں نقش کر دی گئی کہ تمہاری ٹیلی پیتھی مملکتِ روس کے کام نہیں آئے گی تو پھر تم کسی کام کے نہیں رہو گے کوئی دوسرا ملک تم سے فائدہ نہیں اٹھا سکے گا۔

پھر جسے مدد کے لئے بلاؤ گے وہ اس علاقے میں ہی داخل نہیں ہوسکے گا جہاں وہ محل ہے اور وہاں کے جان لیوا انتظامات سے ظاہر تھا کہ اس محل میں کوئی زندہ داخل نہیں ہوسکے گا۔

ایوان راسکا ٹی وی اسکرین پر ایشیا' یورپ اور امریکا کے سربراہان کی چلتی پھرتی تصویریں دیکھتا تھا۔ ان کے بیانات اور انٹرویو سنتا تھا پھر ان کے دماغوں میں پہنچ کر ان کے اندر کا تمام خفیہ کچا چٹھا ماسک مین کو سنا دیتا تھا۔

وہ اس محل میں بیٹھا بیٹھا ہر ملک کے فوجی افسران تک پہنچ جاتا تھا۔ عالمی مالیاتی اداروں' فوجی رازوں اور عالمی سراغرساں ایجنسیوں کا ایک ایک راز لے آتا تھا۔ ماسک مین اسے روپوش رکھ کر کام کرا رہا تھا اور خوش تھا لیکن مطمئن نہیں تھا کیونکہ پھر سے بڑی سیاسی بازی کھیلنے کے لئے اسے بڑے ملکوں کے بڑے اہم راز اور ان کی کمزوریاں معلوم ہو رہی تھیں لیکن ان ملکوں کو اپنے دباؤ میں لانے کے لئے اور اپنے طور پر نت نئی چالیں چلنے کے لئے کوئی دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا ماتحت نہیں تھا۔

وہ ایوان راسکا کو عملی میدان میں لانا نہیں چاہتا تھا۔ اسے ہمیشہ آہنی پردوں میں چھپا کر رکھنے کا ارادہ تھا لہٰذا اب اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ کچھ ایسے ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحت چاہئیں جو دوسرے ممالک کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے مقابلے میں منظرِ عام پر آکر اپنے کارناموں سے مطلوبہ ممالک میں ہلچل پیدا کرسکیں اور وہاں سے روسی مفادات حاصل کرنے کا سلسلہ جاری رکھ سکیں۔

اس مقصد کے لئے ماسک مین نے کہا "راسکا! تم اس دنیا کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ریکارڈ پڑھ چکے ہو۔ تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ ان میں سے کون زندہ ہے اور کون مر چکا ہے۔ ان میں ایسے بھی ہیں جو اپنے ہی ملکوں میں قیدی بنا کر رکھے گئے ہیں۔"

وہ بولا "جیسا کہ میں یہاں نظر بند رکھا گیا ہوں۔"

"ہاں۔ شکر کرو۔ اسی لئے اب تک زندہ ہو۔ ورنہ منظرِ عام پر آنے والوں میں صرف ایک فرہاد ہے جو لمبی عمر گزار رہا ہے۔ تم اس محل سے باہر جاؤ گے تو ہر ملک' ہر شہر' ہر راستے' ہر گلی میں موت تمہارے ساتھ ساتھ چلے گی۔"

"موت تو اس محل میں بھی ایک دن آئے گی۔"

"لیکن وہ طبعی موت ہوگی۔ کوئی دشمن یہاں تمہیں قتل نہیں کرے گا۔ ویسے باہر کی دنیا میں جانے کے لئے بے چین ہو تو آزادی کا ایک راستہ ہے۔"

"کون سا راستہ؟"

"دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ٹریپ کر کے ماسکو لے آؤ۔ اس کے انعام میں تمہیں ملک سے باہر جانے کی آزادی دی جائے گی۔"

"کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ٹریپ کرنا اس لئے مشکل ہوتا ہے کہ وہ یوگا کا بھی ماہر ہوتا ہے۔ وہ مجھے دماغ میں آنے نہیں دے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

گا۔ جب دماغی رابطہ نہیں ہوگا تو کام کی بات بھی نہیں ہو سکے گی۔"

"انسانی ذہانت کے آگے کوئی کام ناممکن نہیں رہتا۔ تم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ریکارڈ فائل میں ان کی تصویریں دیکھو۔ باری باری ہر تصویر کی آنکھوں میں جھانک کر اُس کے دماغ میں جاؤ۔ وہ سانس روکے تو واپس آجاؤ۔ کوڈورڈز پوچھے تو جواب نہ دو۔ یہ کبھی معلوم نہ ہونے دو کہ تم ایوان راسکا ہو اور تمہارا تعلق ماسک مین سے ہے۔"

"اس طرح خیال خوانی کرنے کا فائدہ کیا ہوگا؟"

"ہوگا۔ کبھی کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا بیمار ہوجاتا ہے یا حادثہ میں زخمی ہوجاتا ہے۔ ایسے افراد کے دماغوں میں تم بے روک ٹوک پہنچو گے اور ایسے کسی فرد کو ٹریپ کرنا اسے اپنا معمول اور تابعدار بنانا نہایت آسان ہوتا ہے۔"

اس نے ماسک مین کے حکم کی تعمیل کی۔ پہلے ایک تصویر کی آنکھوں میں دیکھا۔ خیال خوانی کی پرواز کی۔ پھر واپس آگیا۔ ماسک مین نے پوچھا "کیا ہوا؟"

وہ بولا "میں سپرماسٹر اور جان لبوڈا کی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی رائمہ جان کے پاس جانا چاہتا تھا۔ وہ مرچکی ہے۔"

اس نے پھر خیال خوانی کی اور ہر خیال خوانی کی پرواز کے بعد کہنے لگا۔ لبوڈا نے سانس روک لی ہے۔ فریزر اور پاسکو روٹ بھی مرچکے ہیں۔ اس ملک کی سب سے خطرناک خیال خوانی کرنے والی مرینا ڈی فونزا نے سانس روک لی تھی۔ اس کے سانس روکنے تک اتنا معلوم ہوگیا کہ پارس کی وہ محبوبہ تبت کے ایک لامہ مندر میں ہے۔

ماسک مین نے کہا "کاش مرینا مجھے مل جاتی۔ وہ بہت ذہین اور تیز طرار ہے۔ میں حیران ہوں کہ وہ تبت کے کسی بدھ مندر میں کیا کررہی ہے؟"

اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کئے پھر رابطہ ہونے پر کہا۔ "ذہین اور تجربہ کار سراغرسانوں اور یوگا جاننے والے دلیر جوانوں کی ایک ٹیم بناؤ۔ بارہ افراد پر مشتمل یہ ٹیم ایک اہم لڑکی کو تلاش کرنے تبت جائے گی۔ آج شام پانچ بجے کے اجلاس میں اس لڑکی کے متعلق اہم گفتگو ہوگی۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر ایوان راسکا سے پوچھا "کیا امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے اتنے ہی ہیں؟ اور وہ سب پال ہوپ کن' ٹیڈ سنتانا' جوراجوری اور جوڈی نارمن کہاں ہیں؟ ایک شلپا نامی عورت بھی تھی؟"

"یہ سب فنا کی آغوش میں ہیں یا ہوسکتا ہے ان میں سے کچھ لوگوں کے برین واش کئے گئے ہوں۔ کافی طویل عرصہ گزر چکا ہے' ہم نے کبھی ان کے متعلق معلومات نہیں رکھیں۔ اس عرصے میں کافی تبدیلیاں آگئی ہیں۔"

ماسک مین نے کہا "بے شک ان کے پاس ٹرانسفارمر مشین ہے۔ ہوسکتا ہے' انہوں نے کچھ نئے خیال خوانی کرنے والے پیدا کئے ہوں۔"

ایوان راسکا پھر خیال خوانی کرنے لگا اور رپورٹ سنانے لگا۔ اس بار وہ اسرائیلی خیال خوانی کرنے والوں کے پاس گیا تھا۔ الپا' جے مورگن اور ہیری ہوگن نے سانسیں روک لی تھیں۔ اس سے پوچھا تھا کہ وہ کون ہے؟ لیکن اس نے اپنی آواز نہیں سنائی تھی۔ چپ چاپ واپس آگیا تھا۔

پھر اس نے ماسک مین سے کہا "آپ کی یہ تدبیر کامیاب ہورہی ہے۔ مجھے ایک یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے جنرل پارکن کے دماغ میں جگہ مل گئی ہے۔"

ماسک مین نے خوش ہوکر کہا "دیکھو اتنی مایوسیوں کے بعد ایک کامیابی حاصل ہو رہی ہے۔ ابھی اسی لمحے جاکر اسے اپنا معمول اور تابعدار بناؤ' میں جب تک جنرل پارکن کا ریکارڈ پڑھتا رہوں گا۔"

وہ جنرل پارکن کی فائل کھول کر پڑھنے لگا۔ یہ وہی جنرل پارکن تھا' جو چند ماہ پہلے اسرائیلی حکام سے باغی ہوگیا تھا اور علی نے اس کی بغاوت کا انکشاف کرکے اسے گرفتار کرایا تھا۔

گولڈن برینز کے فیصلے کے مطابق جنرل پارکن کو پہلے ایک فوجی قلعے میں نظربند رکھا گیا۔ پھر تنویمی عمل کے ذریعے اس کا برین واش کیا گیا۔ چونکہ وہ کافی عرصے تک بیمار رہا تھا اس لئے برین واش کئی ماہ بعد ہوا۔ اب ایوان راسکا اس کے دماغ میں آیا تو وہ ایک فوجی ہسپتال کے بیڈ پر پڑا ہوا تھا اور اسے خبر نہیں تھی کہ اس کے چور خیالات پڑھنے والا کوئی آیا ہوا ہے۔

اس کے خیالات سے پہلی بات یہ معلوم ہوئی کہ گولڈن برینز اپنے خیال خوانی کرنے والوں کو ایک دوسرے سے دور رکھتے ہیں۔ کوئی اہم ضرورت ہو تو جے مورگن پر اعتماد کرتے ہیں اور اسے اپنے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے دماغوں میں جانے کی اجازت دیتے ہیں۔

دوسری بات یہ کہ اس اصول کے مطابق اب تک کوئی یہودی خیال خوانی کرنے والا جنرل پارکن کے دماغ میں نہیں آیا تھا۔ ایک ہپناٹزم کے ماہر نے پارکن پر تنویمی عمل کرکے اس کا برین واش کیا تھا۔ گویا اسے سب سے چھپا کر رکھنے کے فیصلے پر عمل کیا جارہا تھا۔

جب اس پر تنویمی عمل ہوا تب اس نے مکاری سے کام لیا۔ ایک ننھی سی کیل اپنی پشت کے نیچے چھپالی تاکہ وہ چبھتی رہے اور وہ عامل کے ٹرانس میں نہ آئے۔ پھر یہی ہوا۔ وہ ہپناٹائز کرنے والا بہت ہی ماہر اور تجربہ کار عامل تھا۔ بڑی مہارت سے کسی کو بھی مطیع و فرمانبردار بنالیتا تھا اور اس کے ذہن سے پچھلی تمام باتیں بھلا دیتا تھا لیکن وہ جنرل پارکن سے دھوکا کھا گیا' یہی سمجھتا رہا کہ پارکن سحرزدہ ہوگیا ہے اور اس کا معمول بن کر سوالوں کے جوابات دے رہا ہے اور عمل کے احکامات کے مطابق اپنی زندگی کی پچھلی باتیں بھولتا جارہا ہے۔

اگر اس ہپناٹائز کرنے والے کی جگہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا جے مورگن یا الپا اس پر عمل کرتی تو عمل کے دوران اس کے دماغ میں رہنے سے یہ انکشاف ہوجاتا.... کہ اس کی پشت کے نیچے بستر پر رکھی ہوئی کیل چبھ رہی ہے۔ وہ معمول نہیں بن رہا ہے۔ فریب دے رہا ہے۔

دوسری صبح عامل نے اور دو گولڈن برینز نے اس سے سوالات کئے ایک نے پوچھا "تمہارا نام کیا ہے؟"

"میں اسرائیلی فوج کا ایک جنرل ہوں۔"

"اپنے متعلق کچھ بتاؤ؟"

"میں لبنان کی جنگ میں زخمی ہوگیا تھا۔ میری یادداشت گم ہوگئی ہے۔ بس اتنا یاد ہے کہ میں یہودی اور محب وطن ہوں اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنے ملک اسرائیل کے کام آتا رہتا ہوں۔"

دونوں گولڈن برینز مطمئن ہوگئے انہوں نے باقی گولڈن برینز سے رابطہ کرکے کہا "جنرل پارکن کے دماغ سے بغاوت ختم کردی گئی ہے۔ یہ تنویمی عمل کس حد تک کامیاب رہا ہے یا اس میں کیا خامیاں رہ گئی ہیں یہ چیکنگ جے مورگن سے اس وقت کرائی جائے گی جب پارکن کو پھر سے عملی میدان میں لایا جائے گا۔"

اسے بسترِ علالت پر صحت یاب ہونے تک چھوڑ دیا گیا تھا۔ اب جبکہ وہ صحت یاب ہو رہا تھا تو ایسے میں ایوان راسکا اس کے اندر پہنچ گیا تھا۔ اس نے اسی رات جنرل پارکن کے خوابیدہ دماغ پر عمل کیا۔ اس بار وہ کوئی مکاری نہ دکھا سکا کیونکہ اسے خبر نہیں تھی کہ راسکا اس کے دماغ میں آنے لگا ہے۔ پھر خوابیدہ دماغ تو غفلت میں ہی گرفتار ہوتا ہے۔

وہ انجانے میں راسکا کا معمول بن گیا۔ راسکا نے اسے ہر پہلو سے گرفت میں لے کر یہ باتیں نقش کردیں کہ وہ گولڈن برینز کے عامل کے مطابق خود کو جیری سیمسن ظاہر کرے گا۔ کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا دماغ میں آئے گا تو وہ سانس روک لے گا۔ گولڈن برینز کے حکم سے کوئی خیال خوانی کرنے والا دماغ میں آئے تو تمام چور خیالات لاک ہوجائیں گے۔ اس کا ذہن یہی کہے گا کہ وہ یہودی اور محب وطن ہے۔ اگر اس پر دوبارہ تنویمی عمل کیا جائے گا تو وہ صرف بارہ گھنٹوں کے لئے اس عامل کا معمول اور تابعدار رہے گا۔ اس کے بعد اس عمل کا اثر زائل ہوجائے گا۔ پھر وہ بدستور ایوان راسکا کا معمول اور تابعدار بن کر رہے گا۔

پھر راسکا نے اس کے ذہن میں یہ نقش کیا کہ وہ موقع کی تاک میں رہے گا۔ جیسے ہی حالات موافق ہوں گے' وہ اسرائیل سے نکل کر روس چلا جائے گا۔ اسے پوری طرح اپنا وفادار بنانے کے بعد راسکا نے ماسک مین کو یہ خوشخبری سنائی۔ وہ خوش ہوکر بولا "ہمیں آج تمہاری ٹیلی پیتھی کا سب سے بڑا فائدہ حاصل ہوا ہے۔ ہمیں ایک نیا خیال خوانی کرنے والا مل رہا ہے۔"

"مل نہیں رہا ہے بلکہ مل چکا ہے۔ میں اسے حکومتِ روس کا وفادار بنا چکا ہوں۔"

"تم نے بہت بڑا کمال کیا ہے۔"

"آپ اپنے وعدے پر قائم رہیں گے۔ جب میں کسی دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو بھی ٹریپ کرکے یہاں لے آؤں گا تو آپ مجھے روس کی حد سے باہر جانے دیں گے۔"

"میں اپنے وعدے پر قائم رہوں گا۔ تمہیں بھرپور آزادی ملے گی۔ یہ فائل دیکھو نیچے دبی ہوئی تھی۔ تمہاری نظروں میں نہیں آئی۔"

"یہ کس کی فائل ہے؟"

"اس میں ان طلبا اور طالبات کی معلومات ہیں جو امریکا کی ایک فوجی چھاؤنی میں تربیت حاصل کررہے ہیں۔ شاید ان کی تربیت مکمل ہوچکی ہے اور انہیں ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم دیا گیا ہے۔"

راسکا نے فائل کھول کر دیکھا۔ سب سے پہلے جان لبوڈا کی بیٹی کانووانا کی تصویر اور اس کی رپورٹ تھی۔

دوسرے صفحہ پر سلوانہ (ثانی) کی تصویر اور رپورٹ تھی۔ راسکا نے تصویر دیکھ کر کہا "بے حد حسین اور پُرکشش ہے۔ اس کی آنکھوں سے پتا چلتا ہے کہ انتہائی ذہین اور انتہائی خطرناک ہے۔"

وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتا اور خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا ثانی کے دماغ میں پہنچا۔ اس نے سانس روک لی وہ واپس آکر بولا۔ "یہاں دال نہیں گلے گی۔"

ماسک مین نے کہا "ٹیلی پیتھی جاننے والی جوان لڑکیاں نہ ہوں تو بہتر ہوگا۔ ہم ایک بار جوجو کو اور دوسری بار الپا کو یہاں لے کر آئے دونوں لڑکیاں ہمیں دھوکا دے کر چلی گئیں۔ تم کسی جوان مرد کو ٹریپ کرو۔"

اس فائل کے تیسرے اور چوتھے صفحات پر موتارو اور ٹالبوٹ کی تصویریں تھیں۔ راسکا کو ان کے دماغوں میں بھی جگہ نہیں ملی۔

اس نے کہا "یہ جان لبوڈا کی بیٹی رہ گئی ہے۔ آپ ٹیلی پیتھی جاننے والی لڑکی نہیں چاہتے۔ اس لئے یہ فائل واپس رکھیں۔"

ماسک مین نے کہا "ٹھیک ہے کہ میں لڑکیوں سے بیزار ہوں لیکن یہ لبوڈا کی بیٹی ہے۔ اس کی ایک الگ اہمیت ہے۔"

راسکا نے فائل لے کر مس کانووانا لبوڈا کی تصویر دیکھی پھر اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے آسانی سے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ وہ دو سال تک ٹریننگ حاصل کرتے رہنے کے باوجود امتحانات میں ناکام رہی ہے اور ٹرانسفارمر مشین سے گزرنے کے سلسلے میں نااہل قرار دی گئی ہے۔ اس کے ساتھ ٹریننگ حاصل کرنے والی سلوانہ (ثانی) موتارو اور ٹالبوٹ کامیاب

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہو کر ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کر چکے ہیں۔

کانووانا کسی کام کی نہیں تھی لیکن اس کے خیالات کے ذریعے انکشاف ہوا کہ بی جی تھرہال نامی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا شخص ہے جس سے ابھی ایک دن پہلے کانووانا کی شادی ہوئی ہے۔ جان لبوڈا نے تھرہال کو ٹیلی پیتھی کا علم دے کر بڑی رازداری سے چھپا رکھا تھا لیکن وہ ایک بار فرہاد کی گرفت میں آکر بچ نکلا تھا۔

لبوڈا نے تھرہال کو تاکید کی تھی کہ وہ کبھی ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ کہیں نہیں کرے گا اور اس کی بیٹی کے ساتھ گمنام رہ کر ازدواجی گھریلو زندگی گزارتا رہے گا۔ وہ بڑی سعادت مندی سے اپنے سسر لبوڈا کے حکم کی تعمیل کر رہا تھا۔

راسکا نے ماسک مین سے کہا "مبارک ہو۔ ایک اور ٹیلی پیتھی جاننے والا ہاتھ لگ رہا ہے۔"

"کیا واقعی؟"

"جی ہاں۔ جان لبوڈا نے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے داماد کو بڑے راز میں رکھا تھا۔ اسی لئے وہ کبھی ہماری نظروں میں بھی نہیں آیا۔ اس کی بیٹی کے دماغ میں جاتے ہی یہ زبردست انکشاف ہوا ہے۔"

"تم اسے کیسے ٹریپ کرو گے؟"

"یہ کام زیادہ مشکل نہیں ہوگا۔ میں کانووانا کے ذریعے نہایت سہولت اور آرام سے تھرہال کو کمزوری میں مبتلا کروں گا پھر اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا لوں گا۔"

ماسک مین نے خوش ہو کر کہا "آج سے ہماری خوش بختی شروع ہو رہی ہے۔ راسکا! تم صحیح معنوں میں ٹیلی پیتھی کو استعمال کر رہے ہو۔"

"سر! آپ امریکا اور اسرائیل میں اپنے سراغرسانوں کو الرٹ کر دیں۔ وہ تھرہال اور پارکن کو یہاں آنے کے سلسلے میں مدد بہم پہنچائیں گے۔"

"سارے انتظامات ہو جائیں گے۔ تم بے فکر رہو۔ میں جا رہا ہوں۔ تم تھرہال کو ہمارا تابعدار بناتے ہی مجھے خوشخبری سناؤ۔"

وہ ایوان راسکا کے محل سے نکل کر ایک بلٹ پروف کار میں بیٹھا اور اپنی سرکاری رہائش گاہ کی طرف جانے لگا۔ شام کے پانچ بجنے والے تھے۔ اس کی رہائش گاہ میں فوج کے چند اعلیٰ افسران اور بارہ ایسے افراد حاضر ہو گئے تھے جو ایک ٹیم کی صورت میں تبت جانے والے تھے۔

جب وہ میٹنگ روم میں پہنچا تو سب اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ اس نے سب ہی سے مصافحہ کیا۔ فوجی افسران اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ باقی بارہ افراد کھڑے رہے۔ ایک فوجی افسر نے اس سے کہا۔ "سر! ہم تمام افسران نے متفقہ انتخابات کے ذریعے ان بارہ افراد کو موجودہ مشن کا اہل قرار دیا ہے۔"

ماسک مین نے ان بارہ افراد کو دیکھا۔ ان میں سے آٹھ عدد گبھرو جوان تھے۔ باقی چار ادھیڑ عمر کے سراغرساں تھے۔ ایک افسر نے کہا "سر! اگرچہ یہ چار عمر میں کچھ زیادہ ہیں لیکن صحت مند ہیں۔ بلا کے ذہین اور شکار کی بو سونگھنے والے جاسوس ہیں۔ یہ بار بار تبت کے مختلف مشن پر جا چکے ہیں۔"

ایک افسر نے کہا "یہ آٹھ نوجوان یوگا کے ماہر ہیں۔ تبت کی مقامی زبان سمجھتے اور بولتے ہیں۔ بے حد خطرناک فائٹرز ہیں۔ یہ ایک بار جنگ شروع ہو جائے تو مخالفین کو ہلاک بنائے یا اپاہج کئے بغیر لڑائی ختم نہیں کرتے۔"

ماسک مین نے اپنی کرسی کی طرف آتے ہوئے کہا "مجھے بھی بارہ افراد پسند آرہے ہیں۔ لیکن......"

وہ اپنی کرسی پر آکر بیٹھ گیا۔ پھر بولا "لیکن پہلے یہ سن لو کہ میں نے فون پر اتنا ہی کہا تھا کہ تبت میں ایک اہم لڑکی کو تلاش کرنا ہے۔ اب بتا رہا ہوں کہ اس لڑکی کا نام مرینا ڈی فونزا ہے اور وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔"

ایک افسر نے کہا "ٹیلی پیتھی جاننے والی لڑکیاں ہمارے ملک کے لئے بدبختی کی علامت بن گئی ہیں۔"

ماسک مین نے کہا "میں بدبختی کو نہیں مانتا لیکن یہ آزمائی ہوئی حقیقت ہے۔ ہم ٹیلی پیتھی جاننے والی جوجو اور الپا سے دھوکے کھا چکے ہیں۔ میں خود لڑکیوں کو ناپسند کرتا ہوں لیکن مرینا کے معاملے میں اپنی رائے بدل رہا ہوں۔"

"سر! کوئی خاص بات ہے؟"

"آپ لوگ مرینا کے متعلق نہیں جانتے ہیں۔ میں جانتا ہوں۔ وہ غیر معمولی ذہانت کی حامل ہے۔ ایسی چالاک اور تیز طرار ہے کہ اس نے ایک طرف سپر ماسٹر کو اور دوسری طرف فرہاد کو کچھ عرصہ تک نچا کر رکھ دیا تھا۔"

وہ مرینا کے متعلق بتا رہا تھا لیکن وہ بھی اس لڑکی کے حالات نہیں جانتا تھا۔ اسے اتنا ہی معلوم تھا کہ مرینا اپنی ذہانت اور حاضر دماغی سے تمام امریکی خیال خوانی کرنے والوں پر حاوی ہو گئی تھی۔ دوسری طرف پارس کی محبوبہ بن گئی تھی۔

میں نے مرینا کو بیٹی کہا تھا۔ اسے اپنی بہو بنانا چاہتا تھا۔ ماسٹر سے جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے چھین لئے تھے وہ سب مرینا کو لوٹا دیئے تھا تاکہ وہ ہم پر بھرپور اعتماد کرے اور ہماری ٹیم میں رہے۔

اس نے قسمیں کھا کر اپنی محبت اور وفاداری کا یقین دلایا اور اس میں شبہ نہیں کہ وہ پارس کو دل و جان سے چاہتی تھی لیکن اس کے اندر بے اعتمادی تھی۔ اسے بھی ہم نے برداشت کیا۔ پھر ایک ایسی بات ہوئی جس نے ہمیں اس سے بدظن کر دیا۔

بات یہ تھی کہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا وارنر ہیگ جو یوٹوپیا میں رہتا تھا اور ایک مسلمان لڑکی حمائلہ سے محبت کرتا تھا۔ اس نے حمائلہ سے شادی کرنے کے لئے اسلام قبول کر لیا۔ یہ بات مرینا کو بھی لگ گئی۔ اس نے پارس سے کہا "تم بھی مجھ سے شادی کرنے کے لئے عیسائیت قبول کر لو۔"

پارس نے سمجھایا کہ یہ اپنے اپنے دل اور مزاج کی بات ہے۔ ایک مذہب چھوڑ کر دوسرا مذہب قبول کر لینے سے آدمی عیسائی یا مسلمان نہیں ہو جاتا۔ کسی بھی مذہب سے تعلق رکھنے کے لئے دل میں عقیدے کا مستحکم رہنا لازمی ہے۔ پارس نے کہا "جب میرے دل میں اسلام مستحکم ہے تو اپنی ضد سے عیسائی بننے کو نہ کہو۔ مذہب جبر سے نہیں دل کی رضا سے قائم رہتا ہے۔"

مرینا نے ادھر سے ناکام ہو کر اس مسلمان لڑکی حمائلہ کو سزا دی۔ اس کے اور وارنر ہیگ کے دماغوں میں زلزلہ پیدا کیا۔ ہیگ وارنر اسلام سے پھر کر پھر عیسائیت کی طرف آئے اور حمائلہ وارنر کو چھوڑ کر آئندہ کسی کو مسلمان بنانے سے توبہ کر لے۔

اس بات نے مجھے مجبور کیا کہ میں مرینا کو سزا دوں۔ پہلے تو میں نے وارنر ہیگ اور حمائلہ کو اس کے انتقام سے بچا کر دونوں کو اس کی خیال خوانی کے ظلم سے بہت دور بھیج دیا۔ پھر میں نے اس پر تنویمی عمل کر کے اسے اپنی معمولہ بنا لیا۔ تب اس کا غرور ٹوٹ گیا۔ تب اس نے تسلیم کیا کہ وہ طاقت کے غرور میں گمراہ ہو گئی تھی۔ اب وہ مجھے اپنے دماغ سے نہیں نکال سکے گی۔ اس کا ایک ہی راستہ ہے کہ زندہ رہے لیکن دنیا والوں سے منہ موڑ لے۔ دوستی اور دشمنی کے تمام راستے چھوڑ کر خدا کی خوشنودی کا راستہ اختیار کرے۔

میں بعد میں وقتاً فوقتاً اس کے دماغ میں جاتا تھا اور معلوم کرتا تھا کہ وہ خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کون سا راستہ اختیار کر رہی ہے؟ اس نے ایک لمبا سفر شروع کیا تھا۔ مختلف ملکوں میں بھٹکتی ہوئی تبت کے شہر لاسہ پہنچ گئی تھی۔ وہاں ایک بوڑھے بدھ بھکشو سے من کی شانتی اور آتما کی شکتی کا درس لینے لگی اور اس کے لئے مختلف عملی مشقوں سے گزرنے لگی۔

یہ ایسا بور کرنے والا عمل تھا کہ میں بیزار ہو گیا۔ مرینا کے دماغ میں جانا چھوڑ دیا۔ دوسرے معاملات میں مصروفیات اتنی بڑھ گئیں کہ پھر کبھی مرینا کے پاس جانے کا خیال نہ آیا.....

ماسک مین اتنی تفصیل سے مرینا کے حالات نہیں جانتا تھا، وہ اپنی معلومات کے مطابق فوجی افسران اور بارہ افراد کو بتا رہا تھا کہ جو لڑکی امریکا کو اور فرہاد کو چکر دے سکتی ہے، وہ ہمارے قابو میں آجائے تو ہم اس کا برین واش کر کے اس بار اسے جوجو اور الپا کی طرح آزاد نہیں چھوڑیں گے۔ اسے ایوان راسکا کی طرح قیدی بنا کر رکھیں گے۔

ایک جاسوس نے کہا "سر! میں کچھ پوچھنے کی اجازت چاہتا ہوں۔"

"اجازت ہے۔ ضرور پوچھو۔"

"سر! تبت جا کر مرینا کو کسی بدھ مندر میں تلاش کرنا ہے۔ مانا کہ وہ غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والی لڑکی ہے۔ پھر بھی کس قدر غیر معمولی ہے؟ کیا ہم دو چار مرد اسے گرفتار نہیں کر سکیں گے۔ کیا ہم اس کے ٹیلی پیتھی والے دماغ کو کمزور بنا کر یہاں نہیں لا سکیں گے۔"

ایک اور جاسوس نے سوال کیا "کیا مرینا تنہا نہیں ہے؟ اس کے ساتھ باڈی گارڈز رہتے ہیں؟"

ماسک مین نے کہا "ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ وہ شاید وہاں تنہا ہے۔ اسے دھوکے سے اعصابی کمزوری میں مبتلا کرو گے تو ہمارا ایوان راسکا اس کے دماغ پر قبضہ جما کر آسانی سے اسے یہاں بلائے گا لیکن دو باتیں کھٹک رہی ہیں۔"

سب ہی ماسک مین کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ وہ بولا۔ "ہم نے پہلے جوجو کو اغوا کیا۔ وہ پارس کی بیوی تھی۔ پھر الپا کو اغوا کیا۔ وہ پارس کی محبوبہ تھی۔ اب جس مرینا کو لانے جا رہے ہو وہ بھی پارس کی دیوانی ہے۔ پارس کی کوئی چیز ہماری مٹھی میں نہیں رہ سکی۔ یہ تیسری جو ہاتھ آنے والی ہے اس کے پیچھے جو مصیبتیں آئیں گی اس پر ہمیں پہلے سے غور کرنا چاہئے۔"

ایک افسر نے پوچھا "دوسری کون سی بات کھٹک رہی ہے۔"

ماسک مین نے جواب دیا۔ "تبت ہم سے دور ہے لیکن پارس کے نزدیک ہے۔ موجودہ اطلاعات کے مطابق وہ دونوں باپ بیٹے پاکستان میں ہیں۔ اگر وہ افغانستان اور ازبکستان کی طرف آئیں گے تو تبت اور قریب ہو جائے گا۔"

"کیا پارس کو معلوم ہے کہ مرینا تبت میں ہے؟"

"یہ ابھی معلوم نہیں ہوا لیکن مرینا کی طویل روپوشی سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ایک دوسرے سے بچھڑ گئے ہیں۔"

"یہ اچھی بات ہے کہ پارس تبت میں مرینا کی موجودگی سے بے خبر ہے۔ اگر کسی وجہ سے وہاں پہنچ بھی جائے گا تو ضروری نہیں ہے کہ اسے ڈھونڈ نکالے۔ تب تک ہم اسے لے آئیں گے۔"

"خدا کرے ایسا ہی ہو لیکن ایک اور اہم بات ہے جو پارس کے ریکارڈ میں درج ہونے والی ہے اور وہ اہم بات یہ ہے کہ وہ آدھا انسان اور آدھا سانپ ہے۔"

سب نے یوں چونک کر دیکھا جیسے ماسک مین بے تکی ہانک رہا ہو۔

اس نے کہا "شاید آپ یقین نہ کریں لیکن یہ ٹیم جو وہاں جا رہی ہے اس کے ہر فرد کو یاد رکھنا چاہئے کہ پارس میں زہریلے سانپ کی خاصیتیں ہیں۔ وہ جسے ایک بار گلے لگا لیتا ہے اس کے جسم کی بو کے ذریعے اسے دوبارہ تلاش کر لیتا ہے۔ اگر وہ تبت پہنچے گا اور مرینا لاکھ بھیس میں چھپی رہے گی اور اس کے قریب سے گزرے گی تو وہ اسے جانے نہیں دے گا اور اسے لے جانے والوں کے لئے مصیبت بن جائے گا۔ کیا آپ لوگوں کو میری عقل پر بھروسا ہے کہ میں نارمل رہ کر یہ حقائق بیان کر رہا ہوں؟"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

سب کے سب ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ ان کی نظریں پوچھ رہی تھیں ماسک مین کی باتوں پر کہاں تک اعتماد کیا جائے؟

لیکن وہ ماسک مین تھا۔ کسی چوپال میں بیٹھ کر قصہ خوانی کرنے والا شخص نہیں تھا۔ ایک بہت بڑے ملک کے سربراہان میں سے ایک تھا۔ اس کی زبان سے نکلا ہوا ہر فقرہ پتھر کی لکیر ہوتا تھا۔ سربراہانِ ملک کے احکامات جائز ہوں یا ناجائز' ان کی تعمیل کرنی پڑتی ہے۔ بیانات صحیح ہوں یا غلط' ان کو تسلیم کرنا پڑتا ہے۔

یوں بھی دنیا میں بڑے بڑے عجوبے ہیں۔ پارس کو بھی ایک عجوبہ تسلیم کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں تھا۔ بارہ افراد کی ٹیم نے یہ بات گرہ میں باندھ لی کہ اس عجوبے سے سامنا ہوگا تو اسے ذرا آزمائیں گے۔ اس سے ذرا ٹکرائیں گے۔ سانپ ہوا تو سانپ کی طرح سر کچل دیں گے۔ آدمی ہوا تو گولی مار دیں گے۔

○☆○

کوئی ایک برس پہلے سونیا ثانی اور علی تیمور ایک ساحرِ اعظم کو جہنم میں پہنچانے تبت آئے تھے۔ میں نے ان واقعات کو قلمبند کرتے ہوئے تبت کے متعلق بہت کچھ لکھا تھا۔ اب میری داستان کا ایک حصہ پھر اس علاقے میں گردش کرنے آیا ہے۔ پہلے جادوگر پاپاڈوک کا ذکر ہوا تھا۔ اب تبت کے لامہ کا ذکر کروں گا۔ یہ ذکر معلوماتی بھی ہوگا اور دلچسپ بھی۔

ساری دنیا میں تبت کے لامہ بہت پُراسرار سمجھے جاتے ہیں۔ ان کے متعلق طرح طرح کی قیاس آرائی کی جاتی ہے۔ زمانۂ قدیم کے سیاحوں نے لامہ کو جادوگر کہا ہے۔ مذہبی تواریخ میں یہ پُراسرار پجاری کہے گئے ہیں۔ یہ بدھ مت کے بھکشو کہلاتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ زمانۂ قدیم سے دورِ جدید تک یہ روحانی پیشوا رہے ہیں۔ بڑی عبادت اور سخت ریاضت سے روحانیت کی گہرائیوں میں ڈوبتے ہیں۔ لامہ کے معنی ہیں ٹیچر یعنی تعلیم دینے والا۔ یہ لامہ روحانیت کا درس دیتے ہیں۔ مرینا یہی درس حاصل کرنے تبت کے شہر لاسہ میں آئی تھی۔

لاسہ میں ایک جوکھانگ مندر ہے جس کی چھت سونے کی ہے۔ مندر میں یوں تو سب ہی عبادت کے لئے آتے ہیں لیکن اس کی وسیع و عریض چھت پر ایک کھلی درس گاہ ہے۔ جہاں صرف روحانیت کی تعلیم حاصل کرنے والے آتے ہیں۔ مرینا نے اس درس گاہ میں آکر وہاں کے انچارج سے کہا "میں یہاں تعلیم حاصل کرنے اور یہاں کے ہاسٹل میں قیام کرنے آئی ہوں۔"

انچارج اسے ایک ٹک دیکھ رہا تھا۔ وہ امریکن حسینہ دودھ کی طرح سفید اور انگارے کی طرح سرخ تھی۔ تیور بتا رہے تھے کہ مزاج میں بھی دودھ کی شیرینی اور انگارے کی تپش ہے۔

وہ اعتراض کرنا چاہتا تھا کیونکہ وہ جس ملک سے آئی تھی اس کے سفارت خانے کی اجازت کے بغیر وہاں قیام کرنے اور تعلیم حاصل کرنے کی مجاز نہیں تھی لیکن اس سے پہلے کہ وہ اعتراض کرتا' مرینا نے اس کے اندر پہنچ کر اس کی سوچ میں کہا "یہ اعتراض نہیں کرنا چاہئے۔ یہ اپنے ملک سے پاسپورٹ' ویزا اور یہاں قیام کرنے کا اجازت نامہ لے کر آئی ہوگی۔"

اس نے کہا "تم پاسپورٹ اور یہاں قیام کرنے کا اجازت نامہ پیش کرو' تمہیں داخلہ مل جائے گا۔"

وہ بڑے گمبھیر لہجے میں بولی "مسٹر فانگ لو! میں زندہ دکھائی دے رہی ہوں۔ مگر بھٹکی ہوئی آتما ہوں۔ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جانے کے لئے ایک روح کو پاسپورٹ کی ضرورت نہیں پڑتی۔"

وہ حیرانی سے بولا "میں آج پہلے دن یہاں ڈیوٹی پر آیا ہوں کوئی میرا نام نہیں جانتا۔ پھر تمہیں میرا نام کیسے معلوم ہوا؟"

پھر اسے یاد آیا کہ وہاں کے معلم نے سمجھایا تھا۔ یہ لامہ علوم کی درس گاہ ہے۔ یہاں عجیب و غریب ہستیوں سے سامنا رہتا ہے۔ پھر روحانیت کے طالب علم معزز اور مقدس سمجھے جاتے ہیں۔ ایسی ہستیوں سے بحث نہیں کرنا چاہئے۔

اس نے سوچا "یہ خود کو بھٹکی ہوئی آتما کہہ رہی ہے۔ شاید سچ ہے۔ یہ آتما ہے۔ تبھی میرے اندر گھس کر میرا نام معلوم کر لیا ہے۔"

وہ جھجکتے ہوئے بولا "میں نے زندگی میں کبھی کسی روح سے ملاقات نہیں کی۔ اگر آپ سچ مچ روح ہیں تو میں ابھی جا کر مہالامہ کو آپ کی آمد کی اطلاع دوں گا اور اگر روح نہیں ہیں اور یہ آپ کے بولنے کا فلسفیانہ انداز ہے تو پلیز پاسپورٹ پیش کریں۔"

مرینا نے بڑی بڑی غزالی آنکھوں سے گھور کر دیکھا۔ پھر اس کی سوچ میں کہا "جاؤ! مہالامہ کے پاس جاؤ!"

وہ فوراً ہی اٹھ کر یوں کھڑا ہو گیا جیسے مرینا نے آنکھیں دکھائی ہوں بلکہ اس کے دماغ کو چابک رسید کیا ہو۔ وہ چابک کھانے والے گھوڑے کی طرح دوڑا اور سیڑھیاں چڑھتا ہوا درس گاہ میں آیا۔ پھر ایک حجرے میں پہنچا۔ وہاں ایک صحت مند بوڑھا یوگا کے آسن میں تھا۔ اور اسی آسن میں رہ کر عبادت میں غرق دکھائی دیتا تھا۔

انچارج نے سامنے آکر ڈنڈوت کیا یعنی فرش پر اوندھا لیٹ کر سجدہ کیا۔ پھر اٹھا اور دونوں گھٹنوں کے بل بیٹھ کر دونوں ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا "مہالامہ کنچن دیو! وہ آئی ہے۔ کہتی ہے بھٹکی ہوئی آتما ہے۔ وہ میرا نام جانتی ہے۔ اس کی آنکھوں میں دیکھو تو نگاہوں سے پگھلا دیتی ہے۔"

مہالامہ کنچن دیو نے بھاری بھرکم آواز میں کہا "پہلے آتما پرماتما! اس سے پوچھو وہ کیا چاہتی ہے۔"

"گرو دیو! وہ آتما گیان اور آتما شکتی کے لئے آئی ہے اور ہاسٹل میں قیام کرنا چاہتی ہے۔"

"اسے آنے دو۔"

انچارج سر جھکائے اٹھ گیا۔ الٹے پاؤں چلتا ہوا نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ اسی لمحے میں مہالامہ کنچن دیو نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ پھر کہا۔ "چھپ کر نہ آؤ۔ سامنے چلی آؤ۔"

یہ کہہ کر کنچن دیو نے سانس روک لی۔ یوگا کا آسن چھوڑ کر پالتی مار کر بیٹھ گیا۔ تبت سے لے کر چین اور ہندوستان تک کنچن دیو کی آتما شکتی کا چرچا تھا۔ وہ روحانیت کے ذریعے کئی بیماریوں کا علاج کرتا تھا۔ اس کے وجود میں اتنی کشش تھی کہ لوگ پہلی ہی نظر میں اس کی طرف کھنچنے لگتے تھے۔ وہ کہتا تھا یہ وجود' یہ شریر (جسم) عارضی ہے۔ روح کی چار دیواری ہے۔ روح جتنی پاکیزہ ہوگی' جسم اتنا ہی خوبصورت ہو جائے گا۔ مکان کی اہمیت کم' مکین کی اہمیت زیادہ ہوتی ہے۔ مکین جتنے صاف ستھرے ذہن کا مالک ہوگا' مکان کو اتنا ہی خوبصورت بنا کر رکھے گا۔ اسی طرح جسم کے مکان میں رہنے والی آتما کی اہمیت ہے۔ آتما کو سمجھو۔ پہلے آتما پھر پرماتما۔ جب تک آتما کو نہیں سمجھو گے۔ پرماتما (خدا) کو نہیں پہچانو گے۔

مرینا اس کے حجرے میں آئی۔ اس کے سامنے گھٹنے ٹیک کر دوزانو ہو گئی۔ پھر سر جھکا کر بولی "ابھی میں آپ کے دماغ میں آئی تھی۔ آپ نے میری سوچ کی لہروں کو روک دیا۔ آپ جان گئے ہیں کہ میں ٹیلی پیتھی جانتی ہوں۔ میں اس علم کے ذریعے دنیا جہان کی دولت اور خوشیاں حاصل کرتی ہوں مگر من کی شانتی اور روحانی سکون حاصل کرنے میں ناکام رہتی ہوں۔"

وہ بھاری بھرکم آواز میں بہت آہستگی سے بولا "روح کا سکون؟ اسی لئے کہا جاتا ہے۔ پہلے آتما پھر پرماتما۔ تمہیں آتما کا گیان ہوگا تو سارا جہان تمہارا ہوگا۔"

"میں گیان حاصل کرنے آئی ہوں۔ آپ مہاگرو ہیں' مجھے روحانیت کے ایسے راستے پر لے جائیں جہاں میں ساری دنیا کو بھول جاؤں۔"

"دنیا میں رہ کر دنیا کو بھولنے کا مطلب ہے مر جانا۔ موت کے بغیر دنیا کو بھلایا نہیں جا سکتا۔ تم اپنے دل کی بات زبان پر لاؤ۔ آخر کسے بھلانا چاہتی ہو؟"

مرینا نے سر جھکا لیا۔ مہالامہ کنچن دیو نے پوچھا "کوئی پریمی ہے؟"

نگاہوں کے سامنے پارس کی صورت آگئی۔ دل میں اس کا نام دھڑکنے لگا۔ وہ سحر زدہ سی ہو کر بولی "میں اسے ہمیشہ یاد رکھوں گی۔ وہی میرا اول ہے' وہی میرا آخر ہے۔"

"تو پھر اس کا ذکر کرو جسے بھلانا چاہتی ہو؟"

"اس کا نام فرہاد علی تیمور ہے۔ اس نے مجھ پر ایسا تنویمی عمل کیا ہے جس سے میں کبھی آزاد نہیں ہو سکوں گی۔ یہ سوچ سوچ کر میں کُڑھتی ہوں کہ وہ میرے دماغ میں جب چاہے چلا آتا ہے۔"

"وہ تمہارے اندر آکر کیا کہتا ہے؟"

"کچھ نہیں کہتا۔"

"کیا کرتا ہے؟"

"کچھ نہیں کرتا۔"

"پھر تمہیں شکایت اور پریشانی کیا ہے؟"

"کیا یہ پریشانی کم ہے کہ عورت اپنے دل کا بھید کسی کو نہیں

مقبول ناول نگار ایچ اقبال کی دو نئی کتابیں۔ ہر کتاب میں دو مکمل ناول

عمران سیریز
عجیب ہنگامے
ایک جلد میں
پانچواں کالم
صفحات: ۳۲۰۔ قیمت ۔/۲۵ روپے

پرمود سیریز
ریکارڈ کی چوری
ایک جلد میں
موت کا راستہ
صفحات: ۳۲۰۔ قیمت ۔/۲۵ روپے

ڈاک خرچ فی ناول ۲۰ روپے ۔۔۔ دونوں ناول ایک ساتھ منگانے پر ڈاک خرچ ۲۴ روپے

کتابیات پبلی کیشنز ◎ پوسٹ بکس نمبر ۲۳ کراچی ۱

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

بتائی اور وہ چھپ کر معلوم کرتا رہتا ہوگا۔"

"یعنی شبہ ہے کہ بھید معلوم کرتا ہوگا۔ یقین نہیں ہے؟"

"یقین ہے' اس نے اسی مقصد کے لئے مجھ پر تنویمی عمل کیا تھا۔ میرے دماغ کو اپنی سوچ کی لہروں کے لئے بے حس بنا چکا ہے۔ میں کبھی اسے اپنے اندر سے بھگا نہیں سکوں گی۔"

"جو پریشان نہ کرے' نقصان نہ پہنچائے وہ دوست ہوتا ہے اور دوست کو بھگایا نہیں جاتا۔"

"لیکن بغیر اجازت ایک لڑکی کے دماغ میں نہیں آنا چاہئے۔"

"کیا وہ تمہارا عاشق ہے؟"

"نن۔ نہیں' وہ تو مجھے بیٹی کہتا تھا۔"

"کیا اب نہیں کہتا؟"

"کہتا ہے۔ ہمیشہ کہے گا کیونکہ میں اس کے بیٹے کی محبوبہ ہوں۔"

مہالامہ نے اسے گھور کر دیکھا۔ اس نے نظریں جھکالیں۔ وہ بولا۔ "تعجب ہے۔ تم باپ پر شبہ کرتی ہو کہ وہ بیٹی کی تنہائی میں آتا ہے۔"

"اگر نہیں آتا ہے تو اپنی سوچ کی لہروں کے لئے میرے دماغ کو کس لئے بے حس بنایا ہے۔"

"شاید یہ تمہیں کسی غلطی کی سزا مل رہی ہے۔ اگر تم مجھے گرو مان کر آئی ہو تو مان لو کہ وہ تمہارے دماغ میں نہیں آتا ہے۔ تمہارے دماغ میں شک آتا ہے' شبہ آتا ہے' غصہ آتا ہے۔"

"میرے دماغ میں میری اجازت کے بغیر جو بھی آتا ہے' میں اسے نکال دینا چاہتی ہوں۔"

"محنت کروگی' یوگا کے مراحل سے گزرتی رہوگی اور روحانیت کی مشقیں کرتی رہوگی تو کوئی تمہاری اجازت کے بغیر نہیں آئے گا۔"

"میں آپ کی تمام ہدایات پر عمل کروں گی۔"

"یہاں تمہارا داخلہ ہوجائے گا۔ یہ بتاؤ گرود کشنا کیا دوگی؟"

اس درس گاہ میں تعلیم شروع کرنے سے پہلے استاد پوچھتا تھا کہ استاد کو نذرانہ کیا دیا جائے گا۔ وہ مال و دولت نہیں مانگتا تھا' زمین جائداد نہیں چاہتا تھا۔ اپنے ہونے والے شاگرد سے ایسی چیز مانگتا تھا جسے شاگرد گرود کشنا کے طور پر دے کر علم کی دولت سے مالا مال ہوجاتا تھا۔

مرینا نے پوچھا "آپ گرودیو ہیں۔ آپ بتائیں گرود کشنا میں کیا چاہتے ہیں؟"

"جو مانگوں گا دوگی؟"

"ہاں دوں گی۔"

"اور دینے کے بعد کبھی واپس نہیں لوگی؟"

"وعدہ کرتی ہوں' کبھی واپس نہیں مانگوں گی۔"

"تو پھر اپنا غصہ مجھے دے دو۔"

وہ حیرانی سے بولی "یہ کیا بات ہوئی؟"

"غصہ مجھے دے دوگی تو یہ تمہارے پاس نہیں رہے گا۔ کیونکہ یہ جہاں ہوتا ہے وہاں دوست نہیں آتے' وہاں سے محبت اور مسرتوں کا گزر نہیں ہوتا۔ آج سے تم ہر لمحہ اپنے اندر سے غصہ نکالنے کی مشق جاری رکھوگی۔ جب کامیاب ہوجاؤ گی تو مجھے گرود کشنا مل جائے گی اور تمہاری باقاعدہ تعلیم شروع ہوجائے گی۔"

گرو نے اپنے ایک چیلے کو بلایا اور کہا "یہ لڑکی یہاں کے طور طریقے نہیں جانتی ہے' تم اس کی راہنمائی کرو۔ جاؤ۔"

مرینا دونوں ہاتھ جوڑ کر سر جھکا کر چند قدم الٹے پاؤں گئی پھر حجرے سے باہر آگئی۔ تبت میں سال کے آٹھ دس مہینے برف گرتی رہتی تھی۔ کرۂ ارض میں یہ علاقہ سب سے بلندی پر ہے۔ اس مناسبت سے اسے دنیا کی چھت کہا جاتا ہے۔ یوں اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ وہاں کیسی غضب کی سردی پڑتی ہوگی۔ موسم جیسا بھی رہے اس درسگاہ کے طلبا اور طالبات صبح چار بجے بیدار ہوتے تھے۔ اس وقت سورج کی ایک کرن بھی نہیں جھلکتی تھی۔ ہر سو اندھیرا چھایا رہتا تھا۔ ایسے وقت وہ سب درس گاہ سے نکل کر پورے لاسہ شہر کے اطراف دوڑ لگاتے تھے۔ ان میں سے جو تھک جاتے تھے اور ان کی سانسیں اور پھیپھڑے ہارنے لگتے تھے۔ وہ واپس مندر میں آجاتے تھے۔ ان میں سے چھ ایسے تھے جو تھکنا اور ہارنا نہیں جانتے تھے۔ وہ مہالامہ کنچن دیو کے خاص چیلے تھے ان کے متعلق کہا جاتا تھا کہ وہ روحانیت کی اتنی گہرائیوں میں پہنچ چکے ہیں جہاں ان کی روحیں ان کا جسم چھوڑ کر اپنے مطلوبہ مقام تک جاتی ہیں پھر ان کے جسموں میں واپس آجاتی ہیں۔

مرینا صبح بیدار ہو کر دوڑ لگاتی تھی۔ پھر مندر آکر دوسرے طلبا اور طالبات کے ساتھ بھجن گاتی تھی۔ اس نے دوسرے دن مہالامہ سے کہا "میں عیسائی ہوں۔ تمہارے پرمیشور کی عظمت کے گیت گانا مناسب نہیں سمجھتی۔"

کنچن دیو نے کہا "یہ درس گاہ ہندو دھرم کے لئے مخصوص نہیں ہے۔ یہاں آکر کوئی ہندو' مسلمان اور عیسائی نہیں رہتا۔ جسے ایشور کہتے ہیں' تم اسے گاڈ اور تمہارا پارس اسے اللہ کہتا ہے۔ ہماری زبان ہندی ہے اس لئے ہم اپنی زبان میں ایشور کہتے ہیں اور ہم نے اپنی زبان اور دستور کے مطابق تعلیم دینے کے اصول اور قاعدے قانون بنائے ہیں۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولا "یوگا میں سانس چھوڑنے اور سانس لینے کا جو طریقہ ہے' وہ ہمارے دستور کے مطابق ہرے کرشنا کے الفاظ پر مشتمل ہے۔ تم "ہرے" کہہ کر سانس چھوڑتی جاؤ۔ اپنے جسم کو اندر سے بالکل خالی کرلو۔ جسم کا یہ خالی مکان ایک گیان کے لئے ہے۔ تم "کرشنا" کہتے ہوئے سانس اندر لیتی جاؤ۔"

مرینا اس کے سامنے یوگا کے ایک آسان سے آسن میں تھی اور گرودیو کی ہدایات پر ہرے کرشنا' کرشنا کے الفاظ کے ساتھ سانس کبھی چھوڑ دیتی تھی اور کبھی اپنے اندر سانس کھینچ رہی تھی۔ علم ایسی چیز ہے جسے حاصل کرنے کے لئے وہاں کی زبان' وہاں کے ماحول اور وہاں کے دستور کے مطابق عمل کرنا پڑتا ہے۔

پھر اسے اپنے اندر سے غصہ نکالنے کے لئے ہدایت کی گئی کہ جیسے ہی کسی بات پر غصہ آئے۔ وہ سانس روک لے پھر آہستہ آہستہ سانس چھوڑتے ہوئے بولے "بھاؤنا سے کرتو اونچا ہے۔" یعنی جذبات سے کردار اونچا ہوتا ہے۔ غصے کے جذبات میں بہنے سے بہتر ہے صبر کرو۔ اپنی ذات کو نرم اور لچک دار بناؤ۔

اسے آزمائشوں سے گزارنے کے لئے غصہ دلایا جاتا تھا۔ اس کے مزاج کے خلاف کوئی بات کہہ دی جاتی تھی۔ وہ برداشت کرتی تھی' کبھی غصہ آتا تو یوگا کے آسن میں سانسوں کی آمدورفت کے ساتھ کہتی تھی' بھاؤنا سے کرتو اونچا ہے۔

رفتہ رفتہ وہ ہندی زبان' ہندی طرزِ حیات اور ہندی طرزِ عبادت سیکھتی جارہی تھی اور ذہنی طور پر متاثر بھی ہوتی جارہی تھی۔ سانس روکنے کے دوران اس کی سوچ میں بھگوان ہوتا تھا۔ اچھی باتوں کو اپنے اندر سمونے اور بری باتوں کو باہر نکالنے کے عمل اور مختلف طریقۂ کار کے دوران اس کی سانسوں میں بھگوان کا نام آتا جاتا تھا اور پھر ذہن میں نقش ہو کر رہ جاتا تھا۔

مہالامہ کنچن دیو کی شخصیت میں اتنی کشش تھی کہ تعلیم حاصل کرنے کے دوران اس کی ایک ایک بات سے اور ایک ایک حرکت سے متاثر ہوتی رہتی تھی۔ اس کی طرح پوجا کرتے کرتے بظاہر عیسائیت کو نظر انداز کرتی جارہی تھی۔ یہ وہی مرینا تھی جو وارزبیگ کو اسلام قبول کرنے سے روکتی رہی تھی اور عیسائیت پر قائم رہنے کے لئے مجبور کرتی رہی تھی۔ اب وہ بہت ہی غیر محسوس طریقوں سے اور بڑی ہی نادانستگی میں اپنے مذہب کو تقریباً نظر انداز کرچکی تھی۔

دن رات عبادت اور ریاضت جاری رہے تو سیکھنے کے لئے چھ ماہ کا عرصہ بہت ہوتا ہے۔ مرینا کو پہلے ہی یوگا میں مہارت حاصل تھی۔ اس عرصہ میں وہ چالیس منٹ تک سانس روکنے کی عادی ہوگئی تھی۔ ایسے وقت اسے ہاتھ لگاؤ تو وہ مردہ لگتی تھی۔ دل کی دھڑکن اتنی سست ہوجاتی تھی کہ محسوس نہیں ہوتی تھی۔

وہ ایسی تربیت کے دوران مندر کی کھلی ہوئی چھت پر مہالامہ کے سامنے چاروں شانے چت پڑی رہتی تھی۔ وہ ہدایات دیتا تھا۔ "اپنی آتما پر دھیان رکھتے ہوئے سانس روکو اور خود ہی اپنی آتما کو اپنے شریر (جسم) سے باہر نکالو۔ اپنی سوچ کی پوری قوت سے دیکھو تمہیں اپنی روح دکھائی دے گی۔"

اس نے ہدایت پر عمل کیا۔ ہرے کرشنا کہتے کہتے سانس روک لی اور یہ خیال قائم کرتی رہی کہ اب اس کی روح اس کا جسم چھوڑ کر باہر آرہی ہے۔

چند لمحات کے بعد اس نے دیکھا' وہ اپنے جسم سے الگ ہورہی۔ جسم چاروں شانے چت فرش پر پڑا ہوا ہے اور وہ اٹھ کر کھڑی ہوگئی ہے۔ خود کو نور کا مجسمہ پارہی ہے۔ مندر کی چھت پر مہالامہ کنچن دیو اس کے بے جان جسم کے پاس پلتھی مارے دھیان گیان میں بیٹھا ہوا ہے۔

اس کی آتما نے دور تک دیکھا برف باری کا سماں تھا۔ ماحول دھندلایا ہوا تھا۔ اس کے باوجود وہ برفانی چاندنی میں دور تک دیکھ سکتی تھی۔ اس نے پرواز کرنے کے لئے سوچا پھر سوچتے ہی پرواز کرنے لگی۔

وہ اب تک خیال خوانی کی پرواز کرتی رہی تھی۔ یعنی اس کا خیال ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتا تھا۔ آج اس کا نورانی بدن پرواز کرتا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ اس کی پرواز کی ایک ہی منزل تھی اور اس منزل کا نام پارس تھا۔

وہی اس کی دنیا کا مرکز تھا۔ وہی اس کی زندگی کا منشا تھا۔ وہ گہری نیند میں تھا۔ کسی عمارت کے ایک کمرے میں آرام سے پڑا ہوا تھا۔ مرینا کا نورانی بدن اس کے بستر پر آگیا۔ وہ اسے پیار سے دیکھ رہی تھی۔ اسے چھو رہی تھی لیکن تسلی نہیں ہو رہی تھی۔ کیونکہ وہ آتما کی چھونے والی انگلیوں کو اپنے جسم پر محسوس نہیں کر رہا تھا۔ اگر بیدار ہوتا تو اس آتما کو دیکھ بھی نہ پاتا۔ ظاہر ہے آج تک کسی نے روح کو دیکھا ہے' نہ دیکھ سکتا ہے۔

وہ دیکھ رہی تھی۔ پارس کا چہرہ بدلا ہوا تھا۔ وہ اپنے اصلی روپ میں نہیں تھا۔ اس کے باوجود مرینا کی آتما ٹھیک اس کے پاس پہنچ گئی تھی کیونکہ آنکھوں کی بصارت ہر چیز کو اوپر ہی اوپر دیکھتی ہے لیکن روحانی بصیرت قلب و ذہن کے اندر پہنچ جاتی ہے۔

مرینا نے سوچا وہ چھونے سے بیدار نہیں ہورہا ہے اسے پیار سے آواز دی جائے۔ اس نے پکارا "پارس! آنکھیں کھولو۔ مجھے دیکھو۔ تمہاری مرینا ایک نئے انداز میں آئی ہے۔"

اسے محسوس ہوا کہ وہ بول رہی ہے لیکن منہ سے آواز نہیں نکل رہی ہے۔ یعنی قدرت نے روح کو خاموشی دی ہے۔ یہ قدرتی امر ہے کہ جس کے پاس علم کا خزانہ جتنا زیادہ ہوتا ہے' وہ اتنا ہی خاموش رہتا ہے۔

اس کی آتما اپنے علم سے پارس تک پہنچ گئی تھی لیکن اپنی موجودگی بیان نہیں کرسکتی تھی۔ عجب نامرادی تھی۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے آتی تو پارس سانس روک لیتا۔ روبرو آکر بول رہی تھی تو اس کی آواز محبوب کی سماعت تک نہیں پہنچ رہی تھی۔

آج وہ بہت خوش تھی۔ خیال خوانی کی پرواز کے علاوہ آتما کی پرواز بھی سیکھ لی تھی۔ وہ اپنی مسرتوں میں پارس کو شریک کرنا چاہتی تھی۔ اسے بتانا چاہتی تھی کہ اب وہ محض دماغ میں ہی نہیں روبرو

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

بھی آسکتی ہے جب چاہے اس کے پاس پہنچ سکتی ہے۔

اس نے آس پاس دیکھا۔ ایک میز پر لکھنے پڑھنے کا سامان رکھا ہوا تھا۔ وہ اپنے محبوب کے نام ایک رقعہ لکھ سکتی تھی کہ میں آئی تھی۔ تم سو رہے تھے۔ سوتے وقت اور خوبرو لگتے ہو۔ بڑا پیار آرہا ہے لیکن آتما پیار کرے گی تو تمہیں احساس تک نہ ہوگا۔ بہرحال جارہی ہوں۔ پھر آؤں گی۔ اگرچہ تم مجھے دیکھ نہیں سکو گے تاہم اسی طرح پھر کاغذ پر لکھ کر اپنی موجودگی کا یقین دلاؤں گی۔

وہ میز کے پاس آئی۔ وہاں کتابیں تھیں۔ فائلوں کے پاس کاغذات کا ایک پیڈ اور قلم رکھا ہوا تھا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر قلم کو اٹھانا چاہا تو وہ انگلیوں کی گرفت میں نہیں آیا۔ آتما جب کسی کو چھو نہیں سکتی تو پکڑ کس طرح سکتی ہے۔ یہ ذریعہ بھی موجودگی کا یقین دلانے کے کام نہیں آسکتا تھا۔ اسے تسلیم کرنا پڑا کہ ایسی ہی وجوہات کی بنا پر روحیں نظر نہیں آتی ہیں اور نہ ہی موجودگی کا نشان چھوڑتی ہیں۔

اتنی ناکامیوں کے باوجود یہ بات اطمینان بخش تھی کہ وہ پارس کی لاعلمی میں اسے دیکھ سکتی تھی۔ اس پر نظر رکھ سکتی تھی۔ یہ معلوم کرسکتی تھی کہ وہ کہاں ہے؟ اور کیا کرتا پھر رہا ہے؟

وہ جس ماحول سے گزرتی ہوئی پارس کے پاس آئی تھی وہ ماحول دھواں دار تھا۔ توپوں سے گولے برسائے جارہے تھے۔ جو لوگ فائرنگ کررہے تھے وہ اپنے لباس سے پٹھان نظر آرہے تھے۔ اس سے پتا چل رہا تھا کہ وہ افغانستان کا کوئی علاقہ ہے اور پارس وہاں سے کئی میل دور ایک عمارت میں سو رہا ہے۔

وہ پارس کے کمرے سے چلتی ہوئی ایک دروازے کے پاس آئی۔ دروازہ بند تھا لیکن اس کی آتما آہنی دروازوں کے آرپار پہنچ رہی تھی اس نے دوسرے کمرے میں آکر دیکھا۔ ایک نہایت حسین دوشیزہ بستر پر محوِ خواب تھی۔ اس کے لباس سے پتا چلتا تھا کہ وہ افغانی ہے۔

وہ توبہ خانم تھی۔ مریتا اسے نہیں جانتی تھی اور جاننے کے لئے بے چین ہو رہی تھی۔ پارس اور توبہ کا کمرا ساتھ ساتھ تھا۔ ان کے درمیان صرف ایک دروازہ تھا جو بند تھا لیکن دونوں کے جذبات اس دروازے کو کسی وقت بھی کھول سکتے تھے۔ شاید انہوں نے کھولا ہوگا اور اب بند کرکے تھکے تھکائے سو رہے ہیں۔

وہ پارس کے کمرے میں آکر اسے دیکھتے ہوئے غصہ سے بولی۔

"بدمعاش۔"

اس کے ساتھ ہی اس نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھول دیں۔ کھلی ہوئیں آنکھوں نے دیکھا۔ وہ مندر کی چھت پر کھلے آسمان کے نیچے چاروں شانے چت پڑی ہے۔ اور اس کے دائیں طرف مہالامہ کنچن دیو پالتی مارے چھت کے ننگے فرش پر بیٹھا ہے۔ فرش پر دور تک برف کی دبیز تہ جم رہی تھی۔ ایسی کڑاکے کی سردی میں وہ دونوں جیسے گرمی کے موسم میں پہنچے ہوئے تھے۔ روح میں گرمی اور تازگی ہو تو باہر کا کوئی موسم اثر انداز نہیں ہوتا۔

مہالامہ نے اپنی بھاری بھرکم اور گہری آواز میں کہا "تم نے مقررہ وقت سے پہلے روحانی سفر ختم کیا ہے۔ کیا بات ہے؟"

"گرودیو! میں شرمندہ ہوں۔ غصہ برداشت نہ کرسکی۔ اچانک آتما کا سفر ٹوٹ گیا تو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔"

"میں نے پہلے ہی دن گرود کشنا میں تم سے تمہارا غصہ مانگا تھا۔"

"آپ خود گواہ ہیں۔ چھ ماہ تک مجھے ایک بار بھی غصہ نہیں آیا تھا لیکن اپنے پریمی کے قریب اسے دیکھ کر میں برداشت نہیں کرسکی۔"

گرودیو نے کہا "غصہ ایک پتھر کی طرح آتما کو لگتا ہے۔ دیکھا تم نے؟ تم کس طرح آتما کی بلندی سے پستی میں آگئیں؟"

"شما چاہتی ہوں گرودیو! اب ایسی غلطی نہیں ہوگی۔ میں غصہ برداشت کروں گی۔"

"عورت سر پر آپڑنے والے پہاڑ کو برداشت کرلیتی ہے۔ سوکن کو برداشت نہیں کرپاتی۔ اوپر سے صبر کروگی تب بھی غصہ تمہارے اندر کہیں چھپا رہے گا۔"

"میں کیا کروں؟ مجھے راستہ دکھائیں۔"

"اپنے اندر یہ اعتماد رکھو کہ تم سوکن کو پاؤں کے کانٹے کی طرح نکال پھینکوگی۔ کسی کو راستے سے ہٹانے کے لئے غصہ ضروری نہیں ہے۔ مرد جنگ لڑتا ہے' خون بہاتا ہے' تب تاج و تخت حاصل کرتا ہے۔ عورت ایک تبسم سے تاج و تخت جیت لیتی ہے۔ مسکراہٹ ایک بہت بڑی طاقت ہے۔ اپنی سوکن کے پاس جاؤ۔ اسے دیکھ کر مسکراؤ۔ یونہی مسکراتے مسکراتے ایک دن اسے اپنے پریمی سے جدا کردوگی۔ کسی معاملے میں جلدی نہ کرو۔ صبر' تحمل اور تبسم سے کام کرتی رہو۔"

"گرودیو! میں ابھی جاکر اپنا صبر آزمانا چاہتی ہوں۔"

"ضرور جاؤ۔ میں یہاں تمہارے جسم کی نگرانی کررہا ہوں۔"

اس نے آنکھیں بند کیں۔ پھر ہرے کرشنا کہتے کہتے سانس روک لی۔ پوری طرح سانس روکنے کے بعد سوچ کے ذریعے "اوم نواشوائے......"

اس کے ساتھ ہی اس نے خود کو اپنے جسم سے الگ ہوتے ہوئے دیکھا۔ پھر وہ پرواز کرتی ہوئی دوبارہ پارس کے کمرے میں آئی۔ وہاں سے توبہ کے پاس پہنچی۔ اسے دیکھ کر مسکراتے ہوئے سوچنے لگی۔ ہمیشہ کمزور کو غصہ آتا ہے اور میں کمزور نہیں ہوں۔ میں ہر حال میں مسکراتی رہوں گی اور پاؤں کے کانٹے نکالتی رہوں گی۔

اس نے بڑی کامیابی سے غصے کو کچل ڈالا تھا۔ وہ اپنے آپ کو اچھی طرح سمجھ رہی تھی کہ زندگی میں اونچ نیچ' ہار جیت ہوتی رہتی ہے۔ نفع کے بعد نقصان کو بھی ہنستے ہوئے برداشت کرو تو تب

پورا کرنے کی تدبیر عمل میں آجاتی ہے۔ میں بھی حکمتِ عملی سے دودھ کی مکھی کی طرح اسے نکال پھینکوں گی۔

اس نے توبہ خانم کو نظرانداز کرکے سوچا۔ دیکھنا چاہئے اس عمارت میں اور کون ہے۔ وہ اس کمرے سے چلتی ہوئی تیسرے کمرے میں آئی۔ وہاں جلال شاہ سو رہا تھا۔ وہ جلال شاہ کو نہیں پہچانتی تھی۔ لہٰذا وہاں سے گزرتی ہوئی چوتھے کمرے میں آئی۔ وہاں میں تھا۔

وہ کبھی میرے روبرو نہیں آئی تھی۔ البتہ اس نے میری تصویریں دیکھی تھیں۔ میرا چہرہ پہچانتی تھی۔ اس لئے اپنی آتما شکتی سے ارسلان کے پیچھے فرہاد کو پہچان رہی تھی اور سوچ رہی تھی۔ اچھا تو یہ باپ بیٹے ایک ساتھ ہیں۔ ان کے ریکارڈ میں یہ پہلے کہیں درج نہیں ہے کہ فرہاد کی فیملی کے دو چار افراد کہیں ایک جگہ آکر ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہوں۔

وہ درست سوچ رہی تھی۔ یہ خطرہ ہمیشہ سر پر منڈلاتا رہتا ہے کہ کوئی دشمن میری فیملی کو ایک جگہ دیکھ کر جال بچھائے گا تو سب ہی بیک وقت دشمن کے قابو میں آجائیں گے۔

حالانکہ ہم کئی بار دو دو' چار چار کی تعداد میں ایک دوسرے سے ملتے رہے ہیں لیکن یہ ملاقاتیں ریکارڈ نہیں ہوئیں۔ ہماری احتیاطی تدابیر کی وجہ سے ہم کبھی ایک ساتھ دشمنوں کی نظروں میں نہیں آئے۔ مریتا اپنی آتما شکتی کے باعث ہم باپ بیٹے کو ایک ساتھ دیکھ رہی تھی۔ اور وہ تسلیم کررہی تھی کہ غصہ نہ کرنے کا بہت فائدہ پہنچ رہا ہے۔ بہت سی معلومات حاصل ہو رہی ہیں۔ میری آتما فرہاد اور اس کی فیملی کے ہر فرد کے پاس پہنچ کر معلوم کرسکتی ہے کہ کون کس ملک اور کس شہر میں ہے اور وہ سب کیا کرتے پھر رہے ہیں۔

او گاڈ! میں فرہاد کی معمولہ بن کر کتنے عذاب میں مبتلا رہی تھی۔ دن رات یہ فکر مارے ڈالتی تھی کہ وہ میرے اندر چھپ کر رہتا ہے۔ اس آتما شکتی نے اسے میرے دماغ سے نکال دیا ہے۔ میرا برین واش ہوگیا ہے۔ میں آزاد ہوگئی ہوں۔ ہاہاہا......

وہ آتما تھی قہقہے نہیں لگا سکتی تھی۔ اس لئے سوچ میں قہقہے لگائے۔ پھر وہ تعجب سے مجھے دیکھنے لگی۔ میں پارس اور توبہ وغیرہ کی طرح محوِ خواب نہیں تھا۔ اپنے بستر پر بیٹھا ہوا تھا اور خیال خوانی کے ذریعے سونیا کے دماغ میں پہنچا ہوا تھا۔ اس وقت پیرس میں فجر کا وقت ہو رہا تھا۔ سونیا نے مجھ سے وعدہ لیا تھا کہ میں ہر صبح اس کے دماغ میں آکر اسے اذان سناؤں گا۔ وہ اذان اس کے دماغ کے ذریعے ہونے والے بچے تک پہنچتی رہے گی۔

میں ہر صبح اپنا وعدہ پورا کرتا تھا۔ مریتا کی آتما یہ سمجھ نہیں پائی کہ میں کیا کررہا ہوں۔ اور اپنے دونوں ہاتھ کانوں پر کیوں رکھے ہوئے ہوں؟ میں سونیا کے دماغ میں رہ کر اپنی جگہ زیرِ لب اذان دے رہا تھا۔ میرے کمرے میں کوئی بھی آنے والا وہ اذان سن سکتا تھا۔ مگر آتما کو اس دنیا کی کوئی آواز سنائی نہیں دیتی۔ اسے میرے ہونٹ صرف ہلتے ہوئے نظر آرہے تھے۔

آتما اپنے جسم میں واپس آگئی۔ مریتا اٹھ کر بیٹھ گئی۔ پھر مہالامہ کنچن دیو کے قدموں میں جھک کر بولی "آپ نے مجھے کرودھ (غصہ) سے بچا کر دشمنوں کی قید سے رہائی دلائی ہے۔ میں آپ کا احسان کبھی نہیں بھولوں گی۔"

"یہ احسان نہیں ہے۔ تم نے دن رات کی سخت محنت اور ریاضت کے بعد آتما شکتی حاصل کی ہے۔ میں نے تو صرف تمہیں راستہ دکھایا ہے۔"

"میں چاہتی ہوں' آپ آئندہ بھی مجھے گائیڈ کرتے رہیں۔ میں نے اپنے طریقۂ کار کے مطابق کام کرکے اپنا بہت نقصان کیا ہے۔"

"میری ہدایات پر عمل کرنا چاہتی ہو تو کسی معاملے میں جلد بازی کا مظاہرہ نہ کرو۔ جلد بازی میں ہمیشہ کوئی ایسی غلطی ہو جاتی ہے جس سے دشمن فائدہ اٹھانے لگتا ہے۔"

"میں وعدہ کرتی ہوں کسی معاملے میں بھی عجلت سے کام نہیں لوں گی۔"

"آج تم نے اپنے پریمی کو دیکھا ہے۔ تم نے سوکن کو بھی دیکھا ہے اور مسکرا کر برداشت کررہی ہو لیکن تمہارے اندر ایک بے چینی ہے' تم اپنے محبوب کو جلد سے جلد حاصل کرنا چاہو گی۔"

"بے شک وہ میرا محبوب ہے مگر اسے محکوم بنا کر صرف اپنے لئے ریزرو رکھنا چاہتی ہوں۔"

"یہی غلطی تمہیں پھر لے ڈوبے گی۔ کیا پہلی غلطی سے سبق حاصل نہیں کروگی؟"

"پہلے میں مجبور ہوگئی تھی۔ فرہاد میرے دماغ پر قبضہ جما چکا تھا۔ اگر میں اس کے بیٹے کو محکوم بنا کر رکھنا چاہتی تو وہ میرے ارادوں کو پڑھ لیتا۔ اب میں فرہاد کے تنویمی عمل سے نجات حاصل کرچکی ہوں۔ آئندہ کبھی اس کی گرفت میں نہیں آؤں گی۔ اس کے بیٹے کو اس سے جدا کردوں گی۔"

"ٹھیک ہے۔ مگر جو کرو' رفتہ رفتہ کرو۔ اب جاؤ تمہیں آرام کرنا چاہئے۔"

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر کھڑی ہوگئی۔ سر جھکا کر چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد اس کے چھ چیلے آئے۔ ان چیلوں کو خاص اہمیت حاصل تھی۔ یہ وہی تھے جو ہر صبح لاسہ شہر کے اطراف دوڑ لگاتے تھے اور تھکتے نہیں تھے۔ ان میں سے کوئی ایک گھنٹے کوئی دو گھنٹے تک سانس روکنے کا ماہر تھا۔ سانسوں پر غیر معمولی کنٹرول رکھنے کے باعث ان کی صحت قابلِ رشک تھی۔ ان کے سینے چٹان کی طرح پھیلے ہوئے تھے اور قد چھ فٹ سے نکلتا ہوا تھا۔ وہ تقریباً دو برس سے عبادت اور ریاضت کے اصولوں پر دن رات عمل کرتے آئے تھے اور یوں ان سب نے بھی آتما شکتی حاصل کی تھی۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

وہ چھ کے چھ زبردست اور کسی بھی معاملے میں ناقابلِ شکست تھے۔ ان میں سے ایک کا نام کنچن جوگی تھا۔ مہالامہ کنچن دیو نے کہا "کنچن جوگی! ارادے کی پختگی انسان کو کبھی ناکام ہونے نہیں دیتی۔ مرینا زبردست قوتِ ارادی کی مالک ہے۔ اس نے دن کو دن اور رات کو رات نہیں سمجھا۔ کم سے کم سوئی اور زیادہ سے زیادہ محنت کرتی رہی۔ تکلیف دہ مشقوں سے گزر کر اس نے صرف چھ ماہ میں آتما شکتی حاصل کی ہے۔"

ایک نے پوچھا "کیا اس کی آتما شکتی کا مظاہرہ کامیاب رہا ہے؟"

"ہاں بہت کامیاب رہا۔ وہ پارس اور فرہاد علی تیمور کے پاس گئی تھی۔ دونوں باپ بیٹے افغانستان میں ہیں۔"

کنچن جوگی نے پوچھا "گرودیو! یہ اونٹنی کس کروٹ بیٹھے گی؟"

"ہماری ہی کروٹ آئے گی۔ یہ تقریباً ہمارا دھرم اختیار کر چکی ہے اور ایک آدھ مہینے میں اس کا برین پوری طرح واش ہو جائے گا۔ وہ ہندو دھرم قبول کرلے گی۔ اور بھارتی مفادات کے لئے کام کرنے لگے لیکن ایک مشکل ہے۔"

"وہ کیا ہے گرودیو؟"

"پارس اس کی جڑوں میں گھسا ہوا ہے۔ ہم نے اس کے اندر سے عیسائیت کو ختم کر دیا۔ پہلے وہ امریکا کے گن گاتی تھی۔ اب ہمارا بھجن گاتی ہے۔ میری تعلیمات نے رفتہ رفتہ اسے اندر سے بدل دیا ہے۔ مگر یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس نوجوان میں ایسا کیا ہے جسے وہ بھلا نہیں پاتی ہے؟"

"کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ ہم پارس کو بھی برین واش کر کے اسے اس لڑکی کا کھلونا بنا کر رکھیں؟"

"پارس جہاں رہے گا' وہاں فرہاد اور سونیا کا خطرہ منڈلاتا رہے گا۔ وہ ادھر کا رخ کریں گے تو ان سے ہماری حقیقت چھپی نہیں رہے گی۔"

"اور ہم مرینا کو ازبکستان لے جائیں گے تب بھی ہمارے بے نقاب ہونے کا خطرہ ہے۔ افغانستان میں باپ بیٹے کی موجودگی بتا رہی ہے کہ وہ ازبکستان بھی پہنچیں گے۔"

"اسی پہلو سے معاملہ پیچیدہ ہو رہا ہے کہ مرینا ضرور پارس سے رابطہ رکھے گی۔"

"سیدھی سی بات ہے' مرینا کے دل و دماغ سے پارس کا طلسم توڑنا ہوگا۔ اس مقصد کے لئے یہ معلوم کرنا ہوگا کہ وہ پارس سے منہ موڑ کر کسی دوسرے جوان سے دل لگاتی ہے یا نہیں؟"

"بے شک۔ اگر کسی دوسرے سے دل لگ جائے تو پھر وہ پارس کی دیوانی نہیں رہے گی۔"

اسی شام کنچن جوگی نے مرینا سے تنہائی میں ملاقات کی اور کہا۔ "آج میں دل کی بات کہہ رہا ہوں۔ جب سے تم یہاں آئی ہو' میرے دل و دماغ پر چھاگئی ہو۔ کیا ہم ایک دوسرے کے جیون ساتھی بن سکتے ہیں۔"

"مجھے افسوس ہے جوگی! میں بہت پہلے ہی کسی کی ہو گئی ہوں۔"

"کیا جس کی ہو چکی ہو' اس سے میں کمتر ہوں۔ مجھے گرودیو نے بتایا ہے' تم دشمن کے بیٹے پارس سے محبت کرتی ہو۔ یہ دانشمندی نہیں ہے۔ ایک بار ان کے ہاتھوں تباہ ہو چکی ہو۔ دربدر کی ٹھوکریں کھا کر یہاں آئی ہو۔ پھر ایسی غلطی نہ کرو۔"

"میں مانتی ہوں' دوبارہ دھوکا ہو سکتا ہے لیکن وہ ایک نشہ ہے اور نشہ کبھی نہیں چھوٹتا۔"

"مجھے بتاؤ وہ کیسا نشہ ہے۔ میں تمہیں تباہی سے بچانے کے لئے اس کا متبادل بننے کی کوشش کروں گا۔"

"تم متبادل نہیں بن سکو گے' کوئی نہیں بن سکے گا۔"

"میں مانتا ہوں ایک شریف عورت ایک کے بعد دوسرے کو کبھی پسند نہیں کرتی لیکن جان خطرے میں ہو اور وہ شخص ذلت اور تباہی کا بھی سبب بن رہا ہو تو شرافت اور ذہانت اسی میں ہے کہ اس شخص کو چھوڑ دے اور جو تحفظ فراہم کرتا ہے اسے جیون ساتھی بنا لے۔"

"تمہیں گرودیو کی سوگند ہے۔ مجھے بتاؤ آخر اس میں ایسی کیا بات ہے؟"

"وہ زہریلا ہے۔"

"کیا؟" وہ چونک کر حیرانی سے بولا "وہ... وہ زہریلا ہے؟"

"ہاں' وہ سامنے آتا ہے تو اس کے وجود سے زہریلی آنچ آتی ہے۔ وہ محبت کرتا ہے تو رگوں میں ایسا نشہ بھر دیتا ہے کہ مجھے اپنا ہوش نہیں رہتا۔ اتنی بڑی دنیا میں گبرو جوان بہت ہیں مگر جادوگر ایک ہی ہے۔"

کنچن جوگی اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ بے خودی میں بول رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں نشہ اتر آیا تھا اور جوگی دل ہی دل میں کہہ رہا تھا۔ "ٹھیک ہے تمہارا علاج سمجھ میں آگیا ہے۔"

مرینا بہت خوش تھی۔ اس نے ٹیلی پیتھی کے بعد آتما شکتی حاصل کی تھی۔ پھر تیسری صلاحیت یہ تھی کہ چالیس منٹ تک سانس روک لیتی تھی۔ اس نے اپنی صلاحیتوں میں اضافہ کیا تھا۔ اس کی مناسبت سے ذہانت میں اور پختگی آئی تھی۔ حاضر دماغی' چالاکی اور تیز طراری اور بڑھ گئی تھی۔ اگر مہالامہ کنچن دیو اور اس کے چھ آتما شکتی حاصل کرنے والے چیلے ٹیلی پیتھی جانتے اور اس کے چور خیالات ضرور پڑھتے تو انہیں یہ عقل آتی کہ جس نے فرہاد علی تیمور کی بیٹی بن کر وفا نہیں کی وہ مہالامہ کی شاگرد بن کر کیا وفا کرے گی؟

وہ بھجن گاتی رہی تھی۔ بھگوان کی پوجا کرتی رہی تھی۔ ہندی الفاظ اور سنسکرت میں منتر پڑھ کر آتما شکتی حاصل کرتی رہی تھی مگر اندر سے کٹر عیسائی رہی۔ اپنے ملک امریکا کی وفاداری میں ذرا فرق

آنے نہیں دیا۔ اس حسین بلا نے ایک نیا غیر معمولی علم حاصل کرنے کے لئے ہندو دھرم کا چولا پہن رکھا تھا۔

اس نے ہاسٹل میں آکر باتھ روم میں غسل کیا۔ پھر ہلکا پھلکا سا لباس پہن کر سونے کے لئے بستر پر آگئی۔ سویٹر کمبل اوڑھ کر چاروں شانے چت لیٹ گئی۔ پھر اس نے پارس کا تصور کیا۔ اسے دیکھ کر مسکرائی پھر مسکراتے مسکراتے اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اس نے پوچھا "کوڈ ورڈز؟"

"میں تمہاری مرینا ہوں۔ کوڈ ورڈز اتنے پرانے ہو چکے ہیں کہ اب یہ دشمنوں کے علم میں آگئے ہوں گے۔"

"درست کہتی ہو لیکن میں یقین کرنا چاہتا ہوں تم مرینا ہو۔"

"میں اپنی اور تمہاری کچھ ایسی باتیں بتا رہی ہوں جو کسی تیسرے کے علم میں نہیں ہیں۔"

پھر وہ شرماتے ہوئے بتانے لگی۔ پارس نے سننے کے بعد کہا۔ "توبہ توبہ' کیسی بے حیا بے شرم ہو۔ ایک مرد سے ایسی باتیں کرتے زمین نہ پھٹ گئی۔ آسمان نہ ٹوٹ پڑا تم پر؟"

وہ ہنستی ہوئی بولی "کیا کروں میرا مرد ہی ایسا ہرجائی اور بے موت ہے۔ خود بے شرم ہے' مجھے بھی بے شرم بنا دیتا ہے۔"

"اتنے دنوں تک کہاں غائب رہیں؟ میں تو سمجھ رہا تھا بہت اوپر چلی گئی ہو؟"

"تم ٹھیک سمجھ رہے تھے۔ میں اتنی بلندی پر آگئی ہوں کہ اب سر اٹھا کر دیکھنے والوں کی گردنیں ٹیڑھی ہو جایا کریں گی۔"

"مجھے اپنی گردن عزیز ہے۔ میں کبھی سر اٹھا کر نہیں دیکھوں۔ معاف کرو بی بی! کوئی دوسرا گھر دیکھو۔"

"میں پیچھا چھوڑنے والی نہیں ہوں۔ نئے کوڈ ورڈز مقرر کرو۔"

"سوری مرینا! آئندہ میرے پاس نہ آنا۔ ماضی کے تمام تعلقات کو جیسے اب تک بھولی ہوئی تھیں ویسے ہی ہمیشہ کے لئے بھول جاؤ۔"

"یہ تو میری آخری سانس تک ناممکن ہے۔"

"دیکھو مرینا! تم نے کبھی مجھ پر اعتماد نہیں کیا۔ صرف جسمانی خواہش کے لئے پیار جتاتی رہیں۔ تم نے پاپا کی بیٹی بن کر ان کے اعتماد کو دھوکا دیا۔ ایک مسلمان لڑکی کے دماغ میں اس لئے زلزلے پیدا کئے کہ اس کا محبوب اسلام قبول کر چکا تھا۔ تم بہت کم ظرف ہو۔"

"تم کون سے اعلیٰ ظرف ہو؟ نگر نگر گھومتے ہو اور بھانت بھانت کی لڑکیوں سے عشق کرتے ہو۔"

"اگر میں گناہگار ہوں تو مجھ جیسے دنیا کے ہر مذہب میں ہیں اور گناہگار جو بھی ہو' وہ اپنے مذہب پر آنچ آتے دیکھتا ہے تو پھر مرینا جیسی حسینۂ عالم کو بھی ٹھکرا دیتا ہے۔"

"تمہارے ٹھکرانے کا یہی انداز مجھے پاگل کر دیتا ہے۔ میں تو تمہیں ایک بہت بڑی خوشخبری سنانے آئی ہوں۔"

"تو پھر جلدی سے سناؤ اور جاؤ۔"

"میں تمہارے پاس آکر اسلام قبول کرنا چاہتی ہوں۔"

"کیا؟" پارس نے حیران ہو کر پوچھا۔

وہ بولی "ہاں مجھے اپنی غلطیوں کا احساس ہو گیا ہے۔ میں نے حمائلہ کو اور مسلمان ہونے والے وارز ہیگ کو بہت ستایا ہے۔ اس کی تلافی اسی طرح ممکن ہے کہ میں خود مسلمان ہو جاؤں' پھر تمہارے پاپا بھی مجھے معاف کر دیں گے۔"

"مرینا! مجھے یقین نہیں آرہا ہے۔ اگر تم سچ کہہ رہی ہو تو پھر ہماری دوستی پھر سے پکی ہو جائے گی۔"

"صرف دوستی ہوگی؟ کیا ایک مسلمان ہونے والی سے شادی نہیں کرو گے؟"

"ضرور کروں گا' تمہیں عزت' مان' مرتبہ سب کچھ دوں گا۔"

"پھر اس کا کیا کرو گے جو تمہارے ساتھ رہتی ہے؟"

"کون رہتی ہے؟ کس کی بات کر رہی ہو؟"

"اسی کا ذکرِ خیر کر رہی ہوں جو پچھلی رات دوسرے کمرے میں تھی اور تمہارے کمروں کا درمیانی دروازہ مقفل نہیں تھا۔"

"کمال ہے۔ تم کیسے جانتی ہو؟"

"تم ہی سوچو۔ تمہارے چور خیالات کا خانہ مقفل رہتا ہے۔ میں نے یہ سب کچھ تمہارے دماغ سے چوری چوری معلوم نہیں کیا ہے اور میں جو کہہ رہی ہوں' چشم دید گواہ کی حیثیت سے کہہ رہی ہوں۔ تم آج کل ایک افغانی دوشیزہ کے ساتھ رہتے ہو۔"

"تم مجھے حیران پریشان کر رہی ہو۔ تمہاری باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ تم کل رات یہاں آئی تھیں۔ یا تم نے ہمارے گائیڈ جلال شاہ کو آلۂ کار بنایا ہے اور اس کے دماغ میں چھپ کر ہمیں دیکھتی رہتی ہو۔"

"تم یقین کرو یا نہ کرو' میں کسی جلال شاہ کو نہیں جانتی ہوں اور نہ ہی کسی کو آلۂ کار بنا کر تمہارے قریب آئی ہوں۔"

"کیا تم نے کالا جادو سیکھ لیا ہے؟"

"میں کالے جادو پر تھوکتی ہوں۔"

"گویا تم ایک معما بن رہی ہو؟"

"یہی سمجھ لو۔ فی الحال بہت تھک گئی ہوں۔ سونے جا رہی ہوں۔ آئندہ آؤں گی تو کوڈ ورڈز ادا کروں گی۔ گڈ بائی!"

وہ دماغی طور پر اپنے بستر پر حاضر ہو گئی۔ اس کا چہرہ خوشی سے کھل گیا تھا۔ اس نے ایک معما بن کر پارس کو الجھا دیا تھا۔ آئندہ اوپری دل سے اسلام قبول کر کے نام نہاد مسلمان بن کر مجھے اور پارس کو فریب دینے والی تھی۔ وہ کہیں عیسائی تھی' کہیں ہندو اور کہیں مسلمان' سبھی کو چکر دے رہی تھی اور اس بات پر اسے خوب ہنسی آرہی تھی۔

تھوڑی دیر بعد وہ اپنے دماغ کو ہدایات دے کر سو گئی۔ وہاں سے کچھ فاصلے پر ایک بند کمرے میں مہالامہ کنچن دیو ایک اونچی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

مسند پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سامنے چھ چیلے فرش پر پالتھی مارے بیٹھے تھے۔ ایک قد آور شخص اپنے سینے پر ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔ کنچن جوگی نے کہا۔

"گرودیو! یہ ایک سپیرا ہے اس کا نام فانگ فوٹیلی ہے۔"

فانگ فوٹیلی نے کہا "گرودیو! میں زہریلا ہوں۔ ایسا زہریلا ہوں کہ عورتیں مجھ پر مرتی ہیں۔ وہ میرے زہر سے مرتی نہیں ہیں مدہوش ہوجاتی ہیں۔ منشیات کے عادی لوگوں کی طرح میری دیوانی ہوجاتی ہیں۔"

کنچن جوگی نے کہا "مرینا کے دماغ سے پارس کے بھوت کو بھگانے کا یہی ایک راستہ ہے۔ وہ ایک بار اس سے ملنے کے بعد پارس کو ہمیشہ کے لئے بھول جائے گی۔"

مہالامہ نے پوچھا "کیا مرینا اسے قبول کرے گی؟"

"قبول کرے یا نہ کرے۔ عام طور پر بھوت کو جبراً نکالا جاتا ہے۔"

"اس پر جبر ہوگا اور اسے ہم پر شبہ ہوگا تو ہماری ساری محنت برباد ہوجائے گی۔ وہ ہم سے بدظن ہوجائے گی۔"

"گرودیو! اسے شبہ نہیں ہوگا۔ ہم ابھی یہاں سے دریائے سنگے زانگبو کے ساحل پر عبادت کے لئے جارہے ہیں۔ اس کی چیخ و پکار ہمارے کانوں تک نہیں پہنچے گی۔"

وہ سب تھوڑی دیر تک اس مسئلے پر بحث کرتے رہے۔ پھر وہاں سے اٹھ کر عمارت سے باہر آئے اور دریا کی سمت جانے لگے۔ وہ زہریلا شخص فانگ فوٹیلی وہاں رہ گیا۔ اسے اچھی طرح سمجھا دیا گیا تھا کہ مرینا کو کوئی نقصان نہ پہنچے اور اگر بات بگڑ جائے' وہ پکڑا جائے تو درس گاہ کے کسی بڑے شخص کا نام زبان پر نہ لائے۔

وہ ہاسٹل میں آیا۔ دن کے وقت ہاسٹل تقریباً خالی رہتا تھا۔ طلبا اور طالبات درس گاہ میں شام تک رہتے تھے۔ مرینا نے پچھلی رات عبادت اور ریاضت میں اور اپنی آتما شکتی کو آزمانے میں گزاری تھی۔ اس لئے دن کے دس بجے سے سو رہی تھی۔

اس نے سونے سے پہلے دروازے کو لاک کردیا تھا۔ باہر سے کوئی اندر نہیں آسکتا تھا لیکن مہالامہ نے اسے اس دروازے کی ڈپلیکیٹ چابی دی تھی۔ اس نے دروازے کے پاس آکر راہداری میں دائیں بائیں دیکھا۔ کوئی نہیں تھا۔ دوسرے کمروں کے دروازے بھی بند تھے۔ اس نے جیب سے چابی نکال کر بڑی آہستگی سے دروازے کو کھولا۔ پھر چابی کو جیب میں رکھ لیا۔

اگرچہ اس نے بڑی احتیاط سے اور آہستگی سے دروازہ کھولا تھا۔ اس کے باوجود مرینا کی آنکھ کھل گئی کیونکہ اس نے سونے سے پہلے دماغ جو ہدایات دی تھیں ان میں سے ایک ہدایت یہ تھی کہ کمرے میں کوئی غیر معمولی بات ہو یا کوئی داخل ہو تو فوراً آنکھ کھل جائے۔

اس نے آنکھ کھولتے ہی دروازے پر ایک قد آور پہلوان نما شخص کو دیکھا۔ فوراً ہی اٹھ کر بیٹھتے ہوئے بولی "کون ہو؟ یہ دروازہ تم نے کیسے کھولا ہے؟"

وہ کمرے میں قدم رکھتے ہوئے بولا "میں نے بڑی رازداری سے ایک چابی بنوائی ہے۔ میں تمہارا دیوانہ ہوگیا ہوں۔"

"بکواس مت کرو۔ اپنی خیریت چاہتے ہو تو فوراً چلے جاؤ۔"

وہ بستر سے اتر کر چپل پہننا چاہتی تھی۔ پھر جلدی سے کمبل میں چھپ گئی کیونکہ ہلکا پھلکا سا لباس پہنا ہوا تھا۔ جسے پہننے کے باوجود بدن کا حسن پھٹا پڑتا تھا۔ وہ اس کی طرف بڑھتے ہوئے بولا "تمہیں یہ سن کر خوشی ہوگی کہ میں زہریلا ہوں۔ ایک بار میری آغوش میں آؤ گی تو بار بار مجھے یاد کرو گی۔"

وہ چیخ کر بولی "میں تھوکتی ہوں تم پر۔ یہاں سے جاؤ۔ ورنہ تم نے مہالامہ کے چھ جوانوں کو دیکھا نہیں ہے۔ وہ فولاد ہیں۔ تمہاری ہڈیاں توڑ کر پھینک دیں گے۔"

وہ بستر پر آکر جھک گیا۔ اس کے سڈول بازوؤں کو پکڑ کر کہا "کیا قیامت کا بدن ہے۔ اگر جان دے کر تمہیں حاصل کیا جاسکتا ہے تو سمجھ لو میں جان پر کھیلنے آیا ہوں۔"

اس نے پہلے پکڑا پھر جکڑا۔ وہ خود کو چھڑانے کے لئے پوری قوت سے جدوجہد کرنے لگی۔ یہ بھی محسوس کررہی تھی کہ آنے والے کے جسم سے بھی ویسی ہی زہریلی آنچ آرہی ہے جیسی وہ پارس کی قربت میں محسوس کرتی رہی تھی۔ اگر وہ محض ہوس زادی ہوتی تو فانگ فوٹیلی کی قربت میں ہار جاتی لیکن اس کی انا اور اس کے اندر کی عورت کسی دوسرے مرد کو قبول نہیں کرتی تھی۔

اس نے خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کرنا چاہا مگر وہ سانس روک کر بولا "میں جانتا ہوں تم کھوپڑی کے اندر پہنچنے والی جادوگرنی ہو لیکن یہ جادو مجھ پر نہیں چلے گا۔"

وہ غالب آنا چاہتا تھا۔ وہ قابو میں نہیں آرہی تھی لیکن یہ سمجھ رہی تھی کہ یہ جنگ اسی طرح جاری رہی تو ہار جائے گی۔ اپنے حسن و شباب کو صرف اپنے محبوب کے لئے سنبھال کر رکھا ہے۔ آج یہ بدن دو کوڑی کا ہو کر رہ جائے گا۔ خود کو بچانے کا صرف ایک راستہ رہ گیا تھا۔ صرف ایک راستہ۔

اس نے اپنے بدن کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔ ہرے کرشنا کہتے ہوئے سانس چھوڑ دی۔ اپنے بدن کو سانسوں سے خالی کرتے ہی اس کی آتما باہر آگئی۔ فانگ فوٹیلی نے چونک کر دیکھا اس کے بازوؤں کی گرفت میں جو بدن تھا وہ ایک دم سے ساکت ہوگیا تھا اور مرینا کے دیدے پھیل کر بے جان سے لگ رہے تھے۔

آتما بستر کے کنارے کھڑی اپنے بدن کو اور زہریلے شکاری کو دیکھ رہی تھی۔ وہ اس کے بدن کو بستر پر ڈال کر کبھی اس کی نبض ٹٹول رہا تھا اور کبھی کان لگا کر دل کی دھڑکنیں سننے کی کوشش کررہا تھا لیکن نہ تو نبض مل رہی تھی اور نہ ہی دھڑکن سنائی دے رہی تھی۔

وہ پریشان ہو کر اس کے بدن کو دونوں ہاتھوں سے جھنجھوڑنے لگا۔ اس کے منہ پر طمانچے مارنے لگا تاکہ کسی طرح سانس واپس آجائے لیکن اس شکاری کو اس کا زندہ شباب نہیں مل رہا تھا۔ ہوس کی عمر صرف سانسوں کے چلنے تک ہے۔ بدن مرتا ہے تو اس کی طرف بڑھنے والی ہوس بھی مرجاتی ہے۔

وہ پیچھے ہٹ کر بستر سے اتر گیا۔ اسے حسرت سے دیکھنے لگا۔ اس پہنچے ہوئے حسن و شباب کو چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ موت بڑی ظالم ہوتی ہے' دل سے تمام خواہشیں چھڑا دیتی ہے۔

اس نے آخری کوشش کی۔ اس کے پیروں کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ پھر باری باری دونوں پاؤں کے تلوے کو ہتھیلی سے رگڑنے لگا تاکہ گرمی سے جان آجائے۔

جان کیسے آتی؟ خود کو اپنے محبوب کے نام لکھ دینے والی نے اپنی جان آپ ہی اپنے جسم سے کھینچ لی تھی۔ وہ گھبرا کر اٹھ گیا۔ پیچھے ہٹ گیا پھر پلٹ کر تیزی سے چلتا ہوا کمرے سے باہر آگیا۔ اس نے دائیں بائیں سر گھما کر دیکھا۔ وہاں کوئی اسے دیکھنے والا نہیں تھا۔ مگر آتما دیکھ رہی تھی۔

وہ دوڑ کر ہاسٹل کی سیڑھیاں اترتا ہوا عمارت سے باہر آگیا۔ اس کی رفتار سے زیادہ آتما تیز رفتار تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ تھی۔ وہ دریا کی طرف جارہا تھا۔ اس نے سنا تھا کہ مہالامہ اپنے چھ چیلوں کے ساتھ دریا کے کنارے جارہا ہے۔ اب وہ بھی وہاں جاکر رپورٹ پیش کرنا چاہتا تھا کہ جو چاہا تھا وہ نہیں ہوا اور جو نہیں ہونا تھا وہ ہوگیا ہے۔ وہ مرچکی ہے۔ بڑی آن اور عزت والی تھی۔ عزت دینے سے پہلے ہی جان دے دی۔

وہ بے خبر تھا۔ جسے شکار کرنے گیا تھا اس کی آتما اس کے ساتھ جارہی تھی۔ اس نے دریا کے ساحل پر ایک کھنڈر میں مہالامہ اور اس کے چیلوں کو دیکھا۔ وہ تعجب سے سوچنے لگی۔ "میری عزت پر حملہ کرنے والا گھبرا کر گرودیو کے پاس کیوں آیا ہے؟ کیا اپنے جرم کا اعتراف کرنے آیا ہے؟"

فانگ فوٹیلی نے ان کے قریب پہنچتے ہی ہانپتے ہوئے کہا۔ "غضب ہوگیا ہے۔ وہ مرگئی ہے۔"

مہالامہ نے بے یقینی سے پوچھا "کون مرگئی ہے؟"

"وہی مرینا۔ میں نے اسے راضی کرنا چاہا۔ وہ راضی نہیں ہوئی تب میں نے زبردستی کی۔ وہ بڑی ضدی تھی۔ میرے قابو میں نہیں آئی۔ پتا نہیں کیسے اس نے اپنی جان دے دی۔ میرا خیال ہے اس نے کچھ کھالیا ہوگا۔"

کنچن جوگی نے پوچھا "کیا کہہ رہے ہو؟ وہ اچانک مرگئی تھی؟"

"ہاں بالکل اچانک جان دے دی۔"

"ابے الو کے پٹھے! وہ مری نہیں زندہ ہے اس نے اپنی آتما شکتی سے خود کو مردہ ظاہر کیا ہے۔"

دوسرے چیلے نے کہا "تو الو بن گیا ہے۔ تجھے اس کی عزت کی ایسی کی تیسی کرنا چاہئے تھا۔"

یہ باتیں مرینا کی آتما کے سامنے ہورہی تھیں لیکن آتما نہ بول سکتی تھی نہ سن سکتی تھی۔ وہ سمجھنے کی کوشش کررہی تھی کہ وہ آپس میں کیا بول رہے ہیں؟ چونکہ مہالامہ کے چیلے غصے میں فانگ فوٹیلی سے بول رہے تھے۔ اس لئے وہ سمجھ رہی تھی کہ وہ لوگ ٹیلی کی مجرمانہ حرکت پر برہم ہورہے ہیں۔

وہ مہالامہ اور اس کے چیلوں پر شبہ نہیں کررہی تھی۔ البتہ اتنا سمجھنا چاہتی تھی کہ مجرم بھاگتا ہوا ان لوگوں کے پاس کیوں آیا ہے؟"

ادھر فانگ فوٹیلی بھی برہم ہو کر کہہ رہا تھا۔ "اے مجھے بار بار الو مت کہو۔ الو گدھے تو تم لوگ ہو۔ تمہیں بتانا چاہئے تھا کہ آتما شکتی کس بلا کو کہتے ہیں اور وہ کس طرح خود کو مردہ بنالیتی ہے۔ یہ بھی بتانا چاہئے تھا کہ وہ مردہ بن جائے تو ایسے وقت مجھے کیا کرنا چاہئے تھا؟"

مرینا کی آتما نے مہالامہ کے قریب ہو کر کہا "گرودیو! اسے معاف نہ کریں۔ یہ میری عزت کا دشمن بن کر آیا تھا۔ اسے سخت سزا دی جائے۔"

اس کی آواز کوئی سن نہیں سکتا تھا۔ گرودیو نے کہا "اچھا بنتا ہوا کام بگڑ گیا ہے۔ اب اس پر بحث کرنے اور غصہ کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ وہ ہوشیار ہوگئی ہے۔ آئندہ کوئی دوسری تدبیر سوچی جائے گی۔ لاؤ اس کمرے کی چابی دو۔"

فانگ فوٹیلی نے اپنی جیب سے چابی نکال کر مہالامہ کی طرف بڑھائی تب مرینا نے حیرانی سے سوچا۔ میرے کمرے کی ڈپلیکیٹ چابی اس زہریلے شکاری نے گرودیو سے لی تھی۔ اس کا مطلب ہے یہ ان سب کی ملی بھگت ہے۔

بات صاف ہورہی تھی۔ مہالامہ کنچن دیو یعنی ان کا گرودیو وہ چابی لے کر چابیوں کے گچھے میں رکھ رہا تھا۔ اور زہریلا شکاری دونوں ہاتھ جوڑ کر گرودیو کو پرنام کرکے واپس جارہا تھا گویا اس نے کوئی جرم نہیں کیا تھا۔ اس لئے جانے کی اجازت دے دی گئی تھی۔

ساری بات سمجھ میں آگئی۔ کنچن جوگی نے مرینا کے پاس تنہائی میں آکر پوچھا تھا کہ وہ پارس کو کیوں نہیں چھوڑنا چاہتی ہے اور مرینا نے بتایا تھا کہ پارس اس کا زہریلا محبوب ہے اور اس محبوب کا متبادل کوئی نہیں ہوسکتا اور اب یہ واضح ہوگیا تھا کہ کنچن جوگی نے گرودیو کی رضامندی سے پارس کا طلسم توڑنے کے لئے اس زہریلے فانگ فوٹیلی کو اس کے کمرے میں بھیجا تھا اور اس معاملے میں ناکام ہوئے تھے۔

مہالامہ اپنے چیلے کنچن جوگی سے کچھ کہہ رہا تھا۔ مرینا کی آتما سمجھنے کی کوشش کررہی تھی کہ اب وہ اس کے خلاف کیا سازشیں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کر رہے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد کنچن جوگی کھنڈر کے ایک شکستہ فرش پر چاروں شانے چت لیٹ گیا۔ مرینا سمجھ گئی کہ کنچن جوگی اپنی آتما شکتی سے کچھ معلومات حاصل کرنے والا ہے۔ اس کی آتما اس کے جسم سے نکل کر کہیں جائے گی اور جب وہ اپنے جسم سے نکلے گی تو وہاں مرینا کی آتما کو دیکھ لے گی۔

وہ پلک جھپکتے ہی اپنے کمرے میں اپنے خالی جسم کے پاس آ گئی۔ پھر اس جسم میں داخل ہو گئی۔ وہ جسم سانس لینے لگا۔ وہ لیٹے ہی لیٹے دیدے گھما کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔ اسے یقین تھا کہ کنچن جوگی کی آتما اسے یہاں دیکھنے آئی ہو گی یا آ چکی ہو گی۔

وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ بستر اور کمبل سے نکل کر الماری کے پاس آئی۔ وہاں سے ایک لباس نکالا۔ دروازہ اندر سے لاک تھا۔ کوئی اسے لباس بدلتے دیکھ نہیں سکتا تھا۔ مگر ایک غیر مرد کی آتما دیکھ رہی ہو گی۔ وہ باتھ روم میں چلی گئی۔ خیال تھا کہ آتما میں تھوڑی شرافت ہو گی۔ وہ اسے دیکھنے باتھ روم میں نہیں آئے گی۔

ایک خیال یہ بھی تھا کہ وہاں بھی آ جائے گی تو وہ اس کا کیا بگاڑ لے گی۔ اعتراض بھی نہیں کر سکے گی۔ کیونکہ وہ آتما کی طرف سے انجان بنی ہوئی تھی۔ پھر کسی چھپ کر کام کرنے والے کو کوئی نظر نہ آئے تو وہ مطمئن ہو جاتا ہے کہ اسے کوئی نہیں دیکھ رہا ہے اور اگر کوئی نادیدہ پردوں میں چھپ کر دیکھ رہا ہو تو یوں دیکھے جانے والی بات مشکوک ہوتی ہے' یقینی نہیں ہوتی۔

وہ لباس بدل کر باتھ روم سے کمرے میں آئی۔ پھر دروازہ کھول کر راہداری میں پہنچی۔ ہاسٹل ویران سا تھا۔ وہاں قیام کرنے والی کوئی طالبہ نظر نہیں آئی۔ یہ احساس تھا کہ نظر نہ آنے کے باوجود آتما اس کے قریب ہے اور اس کا تعاقب کر رہی ہے۔ اس نے درس گاہ کے دفتر میں آ کر انچارج سے پوچھا۔ "گرودیو کہاں ہیں؟"

"وہ تھوڑی دیر پہلے کہیں گئے ہیں۔ شاید جلد ہی لوٹ آئیں گے۔"

وہ وہاں بیٹھ کر انتظار کرنے لگی۔ مہالامہ اور اس کے چیلوں کو واپس آنا ہی تھا۔ کنچن جوگی نے دریا کنارے جا کر یہ بتایا ہو گا کہ مرینا اپنے کمرے سے نکل کر درس گاہ کے دفتر میں آئی ہے اور ان کا انتظار کر رہی ہے۔ تقریباً دو گھنٹے بعد مہالامہ اپنے چھ چیلوں کے ساتھ واپس آیا۔ اسے دیکھ کر بولا "میں سمجھ رہا تھا تم سو رہی ہو۔ یہاں دفتر میں کیا کر رہی ہو؟"

وہ بولی "میں آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔"

"میرے حجرے میں آؤ۔"

وہ سب آگے پیچھے سیڑھیاں چڑھتے ہوئے گرودیو کے حجرے میں آئے۔ وہاں گرو اپنے مخصوص انداز میں ایک مسند پر پالتی مار کر بیٹھ گیا۔ مرینا اور اس کے تمام چیلے اس کے سامنے ادب سے دوزانو ہو گئے۔ پھر مرینا نے سر جھکا کر کہا "گرودیو! آپ کا ہاسٹل جوان لڑکیوں کے لئے محفوظ نہیں رہا ہے۔"

مہالامہ نے حیرانی کا اظہار کیا۔ "یہ کیا کہہ رہی ہو؟"

مرینا نے صاف محسوس کیا کہ گرو بناوٹی حیرانی ظاہر کر رہا [...] اس نے اپنے کمرے میں ہونے والی واردات کا ذکر کیا۔ وہ لو[...] سن رہے تھے اور کھوکھلی حیرانی کا اظہار کر رہے تھے۔ کنچن جوگی [...] مٹھیاں بھینچ کر کہا "مرینا ہماری درس گاہ کی طالبہ ہے۔ ہماری در[س] گاہ کی عزت ہے' کس ذلیل نے ہاسٹل میں داخل ہونے کی جرا[ت] کی ہے؟ کیا تم اسے پہچانتی ہو؟ وہ کون ہے؟ اس کی طرف ا[...] اشارہ کرو' ہم اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

مہالامہ نے ہاتھ اٹھا کر کہا "شانتی' صبر' صبر کرو۔ غصہ آ[...] کی عقل کو کھا جاتا ہے۔ مجرم جو بھی ہے۔ اس کا محاسبہ کیا جا[ئے] گا۔ ہمیں بھگوان کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ مرینا کی عزت و آ[برو] سلامت رہی ہے۔"

"میں شکر ادا کر رہی ہوں اور سوچ رہی ہوں' وہ شیطان م[...] دروازہ کھول کر کیسے آیا تھا۔ ایک چابی میرے پاس رہتی ہے [...] کے پاس دوسری چابی کہاں سے آ گئی؟"

مہالامہ نے اپنے چیلوں کی طرف دیکھا۔ ایک چیلے نے [...] "اس قسم کی واردات کرنے والوں کے لئے مقفل دروازے ک[...] لینا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔"

دوسرے چیلے نے کہا "کسی نے موم کی شیٹ پر تمہار[ے] دروازے کی کی ہول کا سانچہ اتار لیا ہو گا۔ اس کے بعد چابی بن[انا] آسان ہوتا ہے۔"

"اس درس گاہ اور ہاسٹل میں آج تک ایسی واردات [نہیں] ہوئی۔ یہ شرم کی اور تشویش کی بات ہے۔"

"ہمیں جلد سے جلد اس شیطان کا سراغ لگانا چاہئے۔"

مرینا نے دریا کے کنارے اپنی آنکھوں سے دیکھا [...] انہوں نے اس شیطان کو سامنے آنے پر بھی چھوڑ دیا تھا۔ اس کمرے کی چابی لے کر یوں جانے دیا تھا جیسے اس نے کوئی خطا [نہ کی] ہو اور اب دعوے کر رہے تھے کہ اس کا سراغ لگائیں گے۔

وہ بولی "گرودیو! میں یہاں آپ کے سائے میں رہتی ہو[ں] مجھے یقین ہے کوئی مجھے نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔"

گرودیو نے خوش ہو کر کہا "اپنے گرو پر بھروسا مضبوط ہے [...] لئے تم ہر بلا سے محفوظ رہو گی۔"

وہ بولی "میری ایک عرض ہے۔ میرے ساتھ جو کچھ ہوا [...] میرا معاملہ رہنے دیں۔ وہ میرا مجرم ہے۔ میں آج رات آتما کے ذریعے اس کے پاس جاؤں گی۔ میری آنکھوں میں اس کی ت[...] ہے۔ وہ پاتال میں بھی چھپے گا تو میری آتما وہاں پہنچ جائے گی۔"

مہالامہ نے کہا "ٹھیک ہے۔ تمہیں حق پہنچتا ہے کہ اپنے [مجرم] کو آپ سزا دو۔ اس سلسلے میں ہم ہمیشہ تعاون کے لئے تیار ر[ہیں] گے۔"

میں کوشش کروں گی کہ میرے معاملے میں کسی کو زحمت نہ [...]

[...]اس نے گرودیو کے سامنے دونوں ہاتھ جوڑے اور سر جھکا کر [...]تی۔ اس کے جانے کے بعد ایک چیلا حجرے کے باہر کھڑا [...]یا تاکہ مرینا کسی وجہ سے واپس آئے تو وہ اندر آ کر انہیں [اط]لاع دے۔

حجرے کے اندر گرودیو نے کہا "کنچن جوگی! معاملہ بگڑنے والا [...] وہ پہلے آتما شکتی سے اس کی رہائش گاہ تک پہنچے گی۔ پھر [رو]حانی طور پر وہاں جا کر کسی طرح اس کے دماغ میں گھس کر ہم [...] کا کچا چٹھا معلوم کر لے گی۔"

کنچن جوگی نے کہا "آپ فکر نہ کریں۔ آج رات سے پہلے ہی [...]ارا ایک ساتھی فانگ نوٹیلی کو ہمیشہ کے لئے خاموش کر دے گا۔"

مرینا اپنے کمرے میں آ گئی تھی۔ اس نے دروازے کو اندر [...]ے لاک کر کے دوپہر تک نیند پوری کی۔ پھر منہ ہاتھ دھو کر لباس [تب]دیل کیا۔ دوپہر کے کھانے سے فارغ ہو گئی۔ پھر درس گاہ میں جانا [چ]اہتی تھی... ایک ملازم نے اطلاع دی کہ چند غیر ملکی اس سے [ملا]قات کرنا چاہتے ہیں۔

وہ دفتر میں آئی۔ وہاں بارہ عدد غیر ملکی بیٹھے ہوئے تھے۔ [ا]نچارج نے کہا "مس مرینا! یہ مسٹر کریمر ہیں۔ اپنے ان ساتھیوں [ک]ے ساتھ ماسکو سے آئے ہیں اور مسٹر کریمر! یہ مس مرینا ہیں۔"

کریمر نے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا "تم سے [م]ل کر خوشی ہوئی۔ میں نے تمہیں دیکھتے ہی پہچان لیا۔"

وہ مصافحہ کرتے ہوئے بولی "تم نے کیسے پہچان لیا؟"

"دنیا کے ہر بڑے ملک میں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی [تص]ویریں ان کی پوری ہسٹری کے ساتھ موجود رہتی ہیں۔"

"اچھا سمجھ گئی۔ اب یہ بھی سمجھا دو یہاں میری موجودگی کا [س]راغ کیسے ملا؟"

"ہمارا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ایوان راسکا تین دن پہلے [ت]مہارے دماغ میں آنا چاہتا تھا لیکن تم نے سانس روک لی۔ اسے [ص]رف چند سیکنڈ تمہارے دماغ میں رہنے کا موقع ملا۔ اتنی سی دیر [می]ں اس نے ایک مندر میں تمہارے ساتھ کسی لامہ کو دیکھا۔ اس [س]ے اندازہ ہوا کہ تم تبت کے کسی مندر میں ہو۔"

"اچھا تو میں اس مندر میں مل گئی۔ مجھ سے ملاقات بھی [ہ]و گئی۔ اب کچھ چھپائے بغیر مقصد بھی بتا دو۔"

"کیا یہ بہتر نہ ہو گا کہ ہم کہیں تنہائی میں دو باتیں کریں۔"

"مجھے اعتراض نہیں ہے لیکن یہ تو معلوم ہو کہ مجھے تلاش [ک]رنے اور مجھ سے ملاقات کرنے بارہ افراد کی فوج کیوں آئی ہے۔ [ک]یا تم تنہا کافی نہ ہوتے؟"

کریمر نے دل میں کہا "کمبخت اگلوانا چاہتی ہے کہ میں اسے [اغ]وا کرنے کے لئے یہ چھوٹی سی فوج لایا ہوں۔"

وہ بات بناتے ہوئے بولا "تم جانتی ہو روس اور جمہوریہ چین ایک دوسرے کے مخالف ہیں اور یہ دونوں ملکوں کا درمیانی علاقہ ہے۔ یہاں دشمنوں سے دوستی کی توقع نہیں تھی اس لئے یہ میرے ساتھ آئے ہیں۔"

کریمر کے ایک ساتھی جاسوس نے کہا "تمہارا اعتماد حاصل کرنے کے لئے ہم سب یرغمال کے طور پر بیٹھے رہیں گے۔ تم کریمر کے ساتھ تنہا چلی جاؤ۔"

"اس کے باوجود میں درس گاہ اور مندر سے باہر نہیں جاؤں گی۔ تم دوسرے کمرے میں چل کر مجھ سے باتیں کر سکتے ہو۔"

وہ دونوں درس گاہ کے ایک خالی کمرے میں آئے۔ کرسیوں پر آمنے سامنے بیٹھ گئے۔ کریمر نے کہا "ہمیں حال ہی میں معلوم ہوا کہ تم سپرماسٹر سے بدظن ہو گئی ہو۔ تم نے اپنا ملک چھوڑ دیا ہے اور ایک طویل عرصے سے بھٹک رہی ہو' تنہا زندگی گزار رہی ہو۔"

"یہ درست ہے۔ آگے بولو۔"

"ایک حسین اور نوجوان لڑکی تنہا رہے تو اس کی آبرو کے بے شمار دشمن پیدا ہو جاتے ہیں۔"

"میں مانتی ہوں۔ میرے ساتھ پچھلی رات ایسا ہو چکا ہے۔ میرے لئے کوئی دروازہ کوئی دیوار مضبوط نہیں ہے۔"

"پھر تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو۔ تمہارے اس علم سے فائدہ اٹھانے کے لئے تمہارے خلاف سازشیں ہو سکتی ہیں۔"

مرینا نے دل میں کہا "سازشیں ہو رہی ہیں۔ پارس کو مجھ سے دور کرنے کے لئے اس جیسا ایک زہریلا شخص بھیجا گیا تھا۔ میرا اندازہ ہے کہ مہالامہ اور اس کے چھ چیلے بھارتی حکومت کے لئے کام کر رہے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ میں ان کا دھرم قبول کر چکی ہوں۔ اور اب کی سیاست کو بھی قبول کر کے ٹیلی پیتھی کے ذریعے انہیں فائدہ پہنچاؤں گی۔"

کریمر نے پوچھا۔ "کیا سوچ رہی ہو؟"

"تمہاری باتوں پر غور کر رہی ہوں۔ تم بہت صحیح وقت پر آئے ہو۔ ایک مدت سے تنہا رہ کر اور دربدر ہو کر طرح طرح کی مصیبتیں اٹھا کر اس نتیجے پر پہنچ رہی ہوں کہ اگر کسی بڑے ملک کی سرپرستی حاصل نہیں کروں گی تو کوئی میری آبرو کا سرمایہ لوٹ کر مجھے اغوا کر کے کسی سپر پاور کی قید میں پہنچا دے گا۔"

وہ خوش ہو کر بولا "بالکل یہی باتیں تمہیں سمجھانے آیا ہوں لیکن جیسے تمہاری ذہانت کے چرچے سنے تھے' تم اس سے بھی زیادہ ذہین اور معاملہ فہم ہو۔ میرے سمجھانے سے پہلے ہی دانشمندانہ فیصلے کر رہی ہو۔"

وہ مسکرا کر بولی "میری زیادہ تعریفیں نہ کرو۔ میں کچھ تو حالات سے مجبور ہو کر اور کچھ دل کی بات مان کر یہ فیصلہ کر رہی ہوں۔"

"یہ دل کی بات کیا ہے؟"

وہ ذرا شرماتے مسکراتے ہوئے بولی "دفتر میں تمہیں دیکھتے ہی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

دل نے کہا' مجھے یہاں سے نکلنے کے لئے تمہارے ہی جیسا ساتھی چاہئے۔ تمہاری شخصیت میں بلا کی کشش ہے۔"

کریمر کی کھوپڑی عشق کی طرف گھوم گئی۔ ایک حسین اور جوان دوشیزہ جو ٹیلی پیتھی بھی جانتی ہو اگر وہ کسی پر عاشق ہو جائے یا اس کی معشوق بن جائے تو اس کی خوش قسمتی کا تو کوئی ٹھکانا نہیں ہو گا۔ کریمر نے چشم زدن میں خود کو ساری دنیا کا بادشاہ بنتے دیکھا۔ خوشی سے کانپتے ہوئے بولا "مرینا! کیا تم سچ کہہ رہی ہو؟ مجھے اپنا دوست بناؤ گی؟"

"پہلے آزماؤں گی۔"

"میں تمہاری ہر آزمائش پر پورا اترنے کی کوشش کروں گا۔"

"کیا تمہارا ٹیلی پیتھی جاننے والا ایوان راسکا ہماری دوستی اور محبت کو برداشت کرے گا؟ کیا وہ تمہارے دماغ میں آتا ہے؟"

"میری مرضی کے بغیر نہیں آسکتا۔ ایوان راسکا اور ماسک مین وغیرہ ہماری دوستی اور محبت پر اعتراض نہیں کریں گے بلکہ خوش ہوں گے۔"

"تمہارے ملک سے دو شرائط پر دوستی کروں گی۔ ان شرائط میں اضافہ بھی ہو سکتا ہے۔"

"وہ دو شرائط کیا ہیں؟"

"ایک تو یہ کہ میں روس میں نہیں رہوں گی۔ دنیا کے کسی اور ملک میں رہ کر تمہارے ماسک مین کے کام آتی رہوں گی۔"

"میں تمہاری یہ شرط ماسک مین تک پہنچا دوں گا۔"

"دوسری شرط یہ ہے کہ یہاں میرے سات دشمن ہیں۔ میں انہیں جہنم میں پہنچا کر یہاں سے جاؤں گی۔"

"ان کے نام اور پتے بتاؤ۔ ہم انہیں ٹھکانے لگا دیں گے۔"

"نہیں۔ تم اور تمہارے ساتھی ان ساتوں کو زخمی کریں گے پھر میں ان کے دماغوں میں جا کر انہیں سزا دوں گی۔"

"جیسا چاہو گی' ویسا ہی ہو گا۔ ان کے نام بتاؤ۔"

"اس درس گاہ کا مہالامہ اور اس کے چھ چیلے میرے مجرم ہیں۔"

"ان کے متعلق کچھ بتاؤ۔"

"یہ گرو اور چیلے آتما شکتی کے مالک ہیں۔"

"آتما شکتی سے کیا مراد ہے؟"

"میں آتما شکتی کی حیرت انگیز باتیں بیان کروں گی تو تمہیں یقین نہیں آئے گا۔ فی الحال اتنا ہی سمجھ لو۔ ان میں سے کوئی آدھا گھنٹا' کوئی گھنٹا اور کوئی دو گھنٹے سانس روک لیتا ہے۔ جنگ شروع ہو جائے تو ان میں سے کوئی تھکنا یا گرنا نہیں جانتا۔ اپنے مقابل کو ہانپنے کانپنے مرنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ ان پر غالب آنا بچوں کا کھیل نہیں ہے۔"

"ہم بڑوں کا کھیل کھیلیں گے۔ ذہانت سے کام لیں گے۔"

"میں بھی یہی چاہتی ہوں۔

"میں یہاں سے اٹھ کر مہالامہ وغیرہ سے ملاقات کروں گی تاکہ تمہارے دشمنوں کے چہرے پہچان سکوں۔"

"ان سے ملاقات نہ کرو۔ مہالامہ اور اس کے چیلے پورے تبت میں مشہور ہیں۔ یہاں سے باہر جا کر کہیں بھی انہیں پہچان لو گے۔ ابھی تو میں تمہیں غصہ دکھاؤں گی اور الزام دوں گی کہ مجھے یہاں سے جبراً لے جانے کی دھمکی دے رہے ہو۔"

"یعنی تم یہ نہیں چاہتیں کہ مہالامہ کو ہماری دوستی کا علم ہو اور وہ شبہ نہ کرے کہ انہیں نقصان پہنچانے میں تمہارا ہاتھ ہے۔"

"بالکل یہی بات ہے۔ اب چلو یہاں سے۔"

وہ دونوں کمرے سے باہر آئے۔ مرینا ناگواری سے منہ بنائے ہوئے تھی جیسے کریمر اس کے لئے ناپسندیدہ شخص ہو۔ انچارج کے دفتر میں کریمر کے گیارہ ساتھی انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے۔ مہالامہ اپنے خاص چیلے کنچن جوگی کے ساتھ وہاں آگیا تھا اور ان غیر ملکیوں کی آمد کی وجہ دریافت کر رہا تھا۔

مرینا نے وہاں آکر کہا "گرودیو! یہ لوگ یہاں سیاسی مکاریاں دکھانے آئے ہیں۔ یہ کریمر چاہتا ہے میں آپ کی تعلیم و تربیت چھوڑ کر اس کے ساتھ ماسک مین کی غلامی کرنے جاؤں۔"

کنچن جوگی نے گھور کر کریمر کو دیکھا۔ پھر کہا "اپنی سلامتی چاہتے ہو تو کل صبح تک یہ شہر چھوڑ کر چلے جاؤ۔ ورنہ تم میں سے کوئی ایک کے بعد دوسری سانس نہیں لے سکے گا۔"

کریمر نے اپنے ساتھیوں سے کہا "چلو یہاں سے۔ ہم دیکھیں گے کہ یہاں سانس لینے کے لئے کون باقی رہے گا۔"

وہ سب وہاں سے اٹھ کر چلے گئے۔ مہالامہ نے مرینا سے پوچھا "انچارج کہہ رہا ہے' وہ تم سے بہت دیر تک تنہائی میں باتیں کرتا رہا تھا۔"

"ہاں میں خود اسے باتوں میں الجھاتی رہی۔"

"کوئی خاص بات؟"

"جی ہاں ایک تو میں چاہتی تھی کہ آپ اس کی موجودگی میں آجائیں۔ پھر ان کے متعلق بہت کچھ معلوم کر رہی تھی۔ پتا چلا بارہ افراد یوگا کے ماہر ہیں۔ میں ان کے چور خیالات نہیں پڑھ سکوں گی۔ وہ میرے لئے خطرہ بن کر آئے ہیں۔"

ایک چیلے نے کہا "ہم ایسے خطروں کو خاک میں ملانا جانتے ہیں۔"

وہ بولی "دشمنوں کو کمزور نہیں سمجھنا چاہئے۔ ان کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ایوان راسکا ان کے دماغوں میں آتا جاتا رہتا ہے۔ وہ ان کے ذریعے مجھے ٹریپ کر سکتا ہے۔"

مہالامہ نے کہا "ہاں یہ تشویش کی بات ہے۔ کنچن جوگی نے انہیں صبح تک یہاں سے جانے کے لئے کہا ہے اور صبح بہت دور ہے۔ ابھی تو شام کا اندھیرا بھی نہیں پھیلا ہے۔ دشمن آج رات ہی کچھ کر سکتے ہیں۔"

"آپ فکر نہ کریں گرودیو! رات ہونے دیں یہ رات ان پر بہت بھاری ہو گی۔ میں ابھی ان کا بندوبست کرتا ہوں۔"

وہ چلا گیا۔ مہالامہ نے مرینا سے کہا "تم اب جاؤ' تمہارا گیان دھیان کا وقت ہو گیا ہے۔"

وہ گرودیو سے رخصت ہو کر درس گاہ کے ایک بڑے ہال میں آئی۔ اس ہال کے فرش پر کئی طلبا اور طالبات ایک دوسرے سے دور پالتی مارے دھیان گیان میں بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ بھی ایک جگہ آکر فرش پر بیٹھ گئی۔ یوں ظاہر کرنے لگی جیسے وہ بھی گیان دھیان میں ڈوب گئی ہو۔

وہ اب دوسرے دھیان میں تھی۔ اپنی حکمتِ عملی سے دو پارٹیوں کو ایک دوسرے سے لڑا رہی تھی۔ اگر مہالامہ کی پارٹی کریمر وغیرہ کو زخمی کرتی تو وہ ان کے دماغوں میں پہنچ جاتی اور کریمر کی پارٹی مہالامہ وغیرہ کو زخمی کرتی تو وہ ان کے اندر پہنچ کر انتقام لیتی۔

اس حکمتِ عملی سے وہ محفوظ رہتی۔ خود کسی کے روبرو جا کر اسے زخمی کرنے اور کوئی خطرہ مول لینے کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ ان میں سے ہر ایک کے سامنے دوستی کا نقاب پہنے ہوئے تھی۔

یوں دونوں پارٹیوں کو ایک دوسرے کے خلاف صف آرا کرکے اس نے فانگ فوٹیلی کا تصور کیا اس کی آواز اور لہجے کو گرفت میں لیا۔ اگرچہ وہ سانس روک لیا کرتا تھا۔ پھر بھی اس کے پاس بار بار جا کر اسے پریشان کرنے کے لئے اس کے اندر پہنچی تو وہاں جگہ مل گئی۔

بعض اوقات اتفاقاً کامیابی حاصل ہو جاتی ہے اور یہ کامیابی یوں حاصل ہوئی کہ فانگ فوٹیلی زخمی ہو گیا تھا اس کے پاس مہالامہ کا ایک چیلا یانگ لی کھڑا ہوا تھا۔ اس کی گرفت میں ایک خون آلود چاقو تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "ٹیلی! تم نے بہت برا کیا' جو مرینا کے کمرے سے ناکام واپس آئے۔ تمہاری ناکامی ہمارے لئے مصیبت بننے والی ہے۔ وہ آج رات آتما شکتی کے ذریعے حقیقت معلوم کر لے گی۔ اس سے پہلے میں تمہیں ٹھکانے لگا دوں گا۔"

ٹیلی نے کہا "میں اس کی آتما شکتی سے دھوکا کھا گیا تھا۔ مجھے ہلاک نہ کرو۔ ایک موقع اور دو۔ اس بار میں اسے......"

"بکواس مت کرو۔ ابھی تم نہ مرے تو ہمارے منصوبوں کو موت آجائے گی۔ اسے معلوم ہو جائے گا کہ تم سے سرزد ہونے والے جرم میں ہم بھی برابر کے شریک رہے ہیں۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والی ہمارے گرودیو کی اصلیت کو ننگا کر دے گی۔"

مرینا ٹیلی کے خیالات پڑھ رہی تھی۔ پتا چلا ٹیلی نے زخمی ہونے سے پہلے اس چیلے یانگ لی سے زبردست مقابلہ کیا تھا اور اس پر غالب آنے والا تھا۔ ایسے ہی وقت یانگ لی نے چاقو نکال کر اس پر حملہ کیا تھا۔ وہ حملہ بھی ناکام رہا کیونکہ وہ صرف زخمی ہوا تھا۔ اور اب اسے باتوں میں الجھا کر جوابی حملہ کرنے والا تھا۔

فانگ فوٹیلی ایک سپیرا تھا۔ وہ زخمی ہونے کے بعد جہاں آکر ہانپ رہا تھا وہاں سانپوں کے کئی پٹارے رکھے ہوئے تھے۔ اس نے اچانک ایک پٹارہ کھولتے ہوئے ایک سانپ کو اس کی طرف اچھال دیا۔ وہ چاقو اٹھائے تیزی سے حملہ کرنے آرہا تھا۔ اپنے اوپر ایک سانپ کو آتے دیکھ کر بوکھلا گیا۔ فضا میں چاقو لہراتے ہوئے سانپ کو ہلاک کرنا چاہا۔ ٹیلی نے اس پر دوسرا پھر تیسرا سانپ بھی پھینکا۔ لوگ تو ایک ہی سانپ سے خوفزدہ ہو جاتے ہیں۔ اتنے سانپوں کے حملوں سے وہ چیخنے لگا۔ وہاں سے بھاگنے کے لئے دروازے کی طرف گیا لیکن بدحواسی میں دیوار سے ٹکرا کر فرش پر گر پڑا۔

چاقو بہت پہلے ہی ہاتھ سے نکل گیا تھا۔ دہشت زدہ ذہن نارمل نہیں رہتا اس لئے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتا۔ مرینا اس کے اندر پہنچی تو اس نے محسوس نہیں کیا۔ اس کے دماغ کو کمزور بنانے کے لئے اس نے ایک زلزلہ پیدا کیا۔ وہ چیلا حلق پھاڑ کر چیختے ہوئے فرش پر تڑپنے لگا۔

فانگ فوٹیلی نے پہلے تعجب سے اسے تڑپتے ہوئے دیکھا۔ پھر حقارت سے بولا "گدھے کے بچے! میں نے ان سانپوں کا زہر نکال دیا تھا۔ ان میں سے کسی نے تجھے نہیں ڈسا پھر ایسے کیوں تڑپ رہا ہے؟"

اس نے فرش پر پڑے ہوئے چاقو کو اٹھا کر کہا "چل اٹھ اور مجھ پر حملہ کر۔"

وہ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھامے دماغی تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا۔ "میں تجھ پر حملہ نہیں کر سکوں گا اور نہ ہی تو مجھ پر کر سکے گا۔ ہم دونوں بری طرح پھنس گئے ہیں۔ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے دماغ میں زلزلہ پیدا کر رہا ہے۔ وہ تمہارے بھی دماغ میں ہو گا یا ہو گی۔"

مرینا نے ٹیلی کے دماغ میں رہ کر اس کی زبان سے کہا "ہاں میں آگئی ہوں۔ تم لوگوں کی کمینگی میں بہت پہلے سمجھ گئی تھی۔ تم دونوں بڑے جیالے تھے۔ سانس روک کر میرا رستہ روک لیتے تھے اور ٹیلی! تم مردانگی دکھانے میرے کمرے میں آئے تھے۔ اب دکھاؤ مردانگی۔ میں تمہارے دماغ میں ہوں۔"

فانگ فوٹیلی نے انکار میں سر ہلا کر کہا "میں تمہارا دشمن نہیں ہوں۔ یہ مہالامہ کے چیلوں نے مجھے بہکایا تھا۔ مجھے معلوم ہوتا کہ تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو اور میرے لئے لوہے کا چنا ثابت ہو گی تو تمہیں چبانے کی ناکام کوشش نہ کرتا۔"

"لوہے کا چنا۔" مرینا نے کہا "یہ تم نے خوب کہا تمہیں لوہے کے چنے چبانے چاہئے۔ تمہاری سوچ بتا رہی ہے کہ دوسرے کمرے میں ہر سائز کی کیلیں رکھی ہوئی ہیں۔ تم کھڑکیوں اور دروازوں کی مرمت کے لئے یہ چیزیں لائے ہو۔ چلو دوسرے کمرے میں جاؤ اور وہ کیلیں اٹھاؤ۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

وہ ہدایت پر عمل کرتا ہوا دوسرے کمرے میں آیا۔ پھر ایک جگہ رکھی ہوئی کیلوں کو ایک مٹھی میں لے لیا۔ مرینا نے کہا "یہ لوہے کی ہیں انہیں چنے سمجھ کر چبانا شروع کردو۔"

کوئی ہوش مند لوہے کی کیلیں چبانے پر راضی نہیں ہوتا لیکن اس کا دماغ اپنے قابو میں نہیں تھا۔ اس نے اپنے منہ میں کیلیں بھرلیں۔ انہیں چبانے لگا۔ تکلیف سے بلبلانے اور تڑپنے لگا۔ مرینا نے اس کے دماغ کو اس حد تک ڈھیل دی تھی کہ وہ تکلیف کا احساس کرسکتا تھا۔

اس کے دانت، مسوڑھے، زبان اور حلق سب ہی لہولہان ہو رہے تھے۔ وہ منہ سے کیلیں تھوکنا چاہتا تھا۔ مرینا تھوکنے نہیں دیتی تھی۔ اندر سے لہو ابل کر باہر آتا جارہا تھا۔

وہ بولی "سوچ ٹیلی! سوچ جب ایک لڑکی کی آبرو جبراً لی جاتی ہے تو اس کی روح کو کیسے زخم پہنچتے ہیں۔ ایسے ہی جیسے لوہے کے چنے چباتے وقت ملتے ہیں۔"

وہ سوچ کے ذریعے چبانے سے انکار کررہا تھا لیکن بے اختیار چباتا جارہا تھا۔ پھر کیلیں اس کے منہ سے نکل نکل کر گرنے لگیں کیونکہ چبانے والے دانت بھی اپنی جڑیں چھوڑ کر کیلوں کے ساتھ باہر آرہے تھے۔

وہ تکلیف کی شدت اور کمزوری سے نڈھال ہورہا تھا۔ گرنے سے سنبھل رہا تھا۔ آخر وہ ڈگمگاتے اور خون تھوکتے ہوئے اس کمرے میں واپس آیا جہاں گرودیو کا چیلا یانگ لی فرش پر پڑا ہوا تھا۔

اس کی دماغی تکلیف کسی حد تک کم ہوگئی تھی لیکن کمزوری تھی وہ سوچ رہا تھا وہاں سے اٹھ کر بھاگ جائے اور جاکر مہالامہ کو خبر کرے کہ مرینا ان سب کے لئے موت بن گئی ہے۔ اسے ہاسٹل سے نکلنے نہ دو۔ وہیں دفن کردو۔"

مرینا نے سوچ کے ذریعے کہا "اچھا گرودیو کے پاس جانا چاہتے ہو؟"

وہ انکار میں ہاتھ ہلا کر بولا "نہیں نہیں۔ میں کسی کے پاس جاکر تمہاری شکایت نہیں کروں گا۔ مجھے معاف کردو۔ یہاں سے جانے دو۔"

"تم جاؤ گے تو تمہارے پیچھے یہ فانگ فوٹیلی میری شکایت کرنے کے لئے زندہ رہے گا۔ یہ مہالامہ کو بتادے گا کہ میں ان سب کی دشمن بن گئی ہوں۔ لہٰذا جانے سے پہلے اسے ختم کردو۔"

وہ اپنی جگہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ پھر چاروں ہاتھ پاؤں فرش پر ٹیک کر ایک چوپائے کی طرح چلتا ہوا فانگ فوٹیلی کے پاس آیا۔ چاقو اس کے پاس پڑا ہوا تھا۔ اس نے چاقو اٹھالیا۔

ٹیلی کا منہ اس قابل نہیں رہا تھا کہ وہ گڑگڑا کر زندگی کی بھیک مانگتا۔ جسم میں اتنی توانائی نہیں رہی تھی کہ اپنی زندگی بچانے کے لئے قاتل سے لڑتا۔ اس کے حلق سے عجیب عجیب سی آوازیں نکل رہی تھیں۔ چیلے یانگ لی نے وہاں سے ... چاقو کا پھل اس کے سینے میں اتار دیا۔ اس میں جان ہی کیا رہ گئی تھی۔ وہ ذرا سا تڑپ تڑپ کر ٹھنڈا پڑ گیا۔

مرینا نے کہا "اب یہ چاقو تم اسی طرح پکڑے رہو اور سوچو طاقت کتنی ہرجائی ہوتی ہے۔ کل میں کمزور نظر آرہی تھی اور تم سب شہ زور تھے اب میں شہ زور ہوں۔ کیا تمہارا گرودیو اور تمہارے فولادی قوت رکھنے والے ساتھی یہاں تمہیں بچانے آسکتے ہیں۔"

وہ گڑگڑانے لگا "مجھے صرف تم ہی زندگی دے سکتی ہو۔ بس یا آخری بار مجھے معاف کردو۔"

"تم نے آتما شکتی حاصل کی ہے۔ سانس روکو اور اپنی آتما کو باہر نکالو تاکہ میں تمہارے مردہ جسم کو چھوڑ کر چلی جاؤں۔"

"تم نے میری سانس لینے کی توانائی چھین لی ہے۔ میری التجا پر غور کرو۔ مجھے زندہ رکھ کر اپنا دوست یا غلام بنا سکو گی۔ مجھے مار کر کچھ حاصل نہیں کرسکو گی۔"

"حاصل کروں گی۔ رازداری حاصل رہے گی۔ تمہاری موت کے بعد مہالامہ اور تمہارے ساتھیوں کو میری دشمنی کا پتا نہیں چلے گا۔"

مرینا نے اسے وہاں سے اٹھایا۔ وہ چلتا ہوا ایک دیوار کے پاس آیا۔ اس نے ایک ہاتھ میں چاقو پکڑ کر اس کی نوک دوسرے ہاتھ پر رکھی پھر اسے چبھو کر ایک لانبی خون کی گہری لکیر بنائی۔ اس زخم سے خون ابلنے لگا۔ اس نے اپنی ایک انگلی خون میں ڈبوئی اور دیوار پر کریمر کا نام لکھنے لگا۔

نام لکھنے کے بعد اس نے چاقو کے دستے کو دونوں ہاتھوں سے یوں پکڑا کہ اس کی نوک اپنی طرف ہوگئی۔ مرینا نے کہا "اپنی زندگی کی آخری بات بولو۔"

اس نے کہا "موت اٹل ہے لیکن آدمی کو بداعمالی سے حرام موت نہیں مرنا چاہئے۔"

اس نے نوک اپنے سینے پر رکھی پھر دستے تک اس کے پھل کو اپنے جسم میں پیوست کرلیا۔ مرینا اس کے تڑپنے تک رہی پھر اس کے مردہ دماغ نے اسے باہر نکال دیا۔

وہ دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ درس گاہ کے بڑے ہال میں گہری خاموشی تھی۔ وہ دوسرے طلبا و طالبات کی طرح بدستور فرش پر پلتھی مارے بیٹھی ہوئی تھی اور دھیان گیان میں غرق دکھائی دے رہی تھی۔

اس نے ایک منٹ کے بعد پھر خیال خوانی کی پرواز کی۔ کریمر کے دماغ میں آئی۔ وہ سانس روکنا چاہتا تھا۔ اس نے کہا "میں مرینا ہوں۔"

"میں کیسے یقین کروں؟"

"ہمیں کوڈورڈز مقرر کرنے چاہئیں تھے۔ فی الحال پہچان

... یہ کہتی ہوں کہ ہم پہلی ملاقات میں دوست بن گئے ہیں۔ ... عشق میں بدل رہی ہے۔ اب یقین آیا؟"

"ہاں محبت کی زبان سے یقین آجاتا ہے۔ آئندہ یہی کوڈورڈز ... کہ دوستی محبت بیگم سے ہوتی ہے۔ نفرت بیگم نے آج تک ... دوست نہیں بنایا۔"

"تم کوئی جادوگر ہو۔ تم نے پہلی ملاقات سے ہی مجھے محبت بیگم ... بنالیا ہے۔"

وہ خوش ہوکر بولا "تم ایسی باتیں کرتی ہو تو میں خود کو دنیا کا خوش نصیب انسان سمجھتا ہوں۔"

"میں یہ بتانے آئی ہوں کہ میں نے ایک سپیرے فانگ فوٹیلی اور مہالامہ کے چیلے یانگ لی کو ہلاک کردیا ہے۔"

"تم بڑی خطرناک ہو۔ اتنی جلدی دو دشمنوں کو کیسے بھگتالیا؟"

اس نے تفصیل سے بتایا۔ پھر آخر میں کہا "میں نے اس چیلے کو ہلاک کرنے سے پہلے اس کے خون سے دیوار پر تمہارا نام لکھ دیا ہے۔"

"یعنی مجھے پھنسادیا ہے۔ وہ تم پر شبہ نہیں کریں گے۔ مجھے قاتل سمجھیں گے۔"

"کیا تمہیں اعتراض ہے؟"

"ہرگز نہیں۔ تم نے انہیں قتل کیا ہے۔ مجھے بھی کردو تو اف نہیں کروں گا۔"

"یہی بات میں کہتی ہوں۔ دنیا کا کوئی شہ زور مجھے زیر نہیں کرسکے گا لیکن تمہارے بازوؤں میں راضی خوشی مرجاؤں گی۔"

اس کی کھوپڑی ہواؤں میں اڑنے لگی۔ وہ بولا۔ "تم مجھے محبت کی نامعلوم بلندیوں میں اڑا رہی ہو۔ بولو میں تمہارے لئے کیا کروں؟"

"وہی جو وعدہ کیا ہے۔ پہلے سات دشمن تھے اب چھ رہ گئے ہیں۔"

"میرے ساتھی ایکشن میں آچکے ہیں۔ جلد ہی تمہارے دشمنوں کے زخمی ہونے کی خبر سناؤں گا۔"

"خبر سننے کے لئے ضروری ہے کہ میں تمہارے پاس آتی جاتی رہوں۔"

"یوں تمہارے آتے جاتے رہنے سے بہار آتی رہے گی۔"

وہ اپنی ... اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوکر یہ ظاہر کرتی رہی کہ دھیان ... میں مصروف ہے۔

ادھر درس گاہ کے باہر یانگ لی کی لاش لائی گئی تھی۔ پولیس والے وہ لاش لائے تھے۔ ایک افسر مہالامہ سے کہہ رہا تھا۔ "آپ کے چیلے کی لاش ایک سپیرے فانگ فوٹیلی کے مکان میں پائی گئی ہے۔ وہیں ایک دیوار پر خون سے لفظ "کریمر" لکھا ہوا ہے۔ کیا یہ کسی دشمن کا نام ہے؟"

انچارج نے کہا "جی ہاں ماسکو سے بارہ افراد کی ایک ٹیم آئی ہے ان کے لیڈر کا نام کریمر ہے۔"

مہالامہ کنچن دیو نے کہا "وہ ہماری درس گاہ کی ایک طالبہ مرینا کو یہاں سے اغوا کرکے لے جانا چاہتے ہیں۔ ہم پر دباؤ ڈالنے اور ہمیں دہشت زدہ کرنے کے لئے انہوں نے میرے اس ذہین طالب علم کو قتل کیا ہے۔"

کنچن جوگی نے پوچھا "افسر! کیا آپ اسے گرفتار کررہے ہیں؟"

افسر نے کہا "میں اس مقصد کے لئے جارہا ہوں لیکن وہ ایک بہت بڑے ملک کا شہری ہے، پتا نہیں کیسے مضبوط ذرائع کا مالک ہے۔ دیوار پر صرف کریمر لکھ دینے سے وہ قاتل ثابت نہیں ہوگا جبکہ ایک ہی نام کے کئی لوگ ہوتے ہیں۔ پھر بھی ہم اس کا محاسبہ کریں گے۔"

افسر سپاہیوں کے ساتھ سیاحوں کے کاٹیج میں آیا تو وہاں دو لاشیں ملیں۔

کریمر نے کہا "مہالامہ کنچن دیو کے چیلوں نے انہیں قتل کیا ہے۔ ان دو مقتولوں نے دم توڑنے سے پہلے کنچن جوگی اور رگھوناتھ کا نام بتایا تھا۔"

افسر نے کہا "آپ نے بھی ان کا ایک بندہ مارا ہے۔"

"ایک مارا ہے۔ ایک اور مارا جائے گا تو حساب پورا ہوگا۔"

"میں آپ کو دوستانہ مشورہ دیتا ہوں۔ آپ فوراً یہ شہر چھوڑ دیں۔ اپنے ملک واپس چلے جائیں۔ مہالامہ اور اس کے چیلے آتما شکتی کے ذریعے آپ میں سے کسی کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ ان کے سامنے یہاں کی سرکار اور یہاں کی پولیس بے بس تماشائی بن کر رہتی ہے۔"

کریمر نے کہا "ان کے پاس آتما شکتی ہے۔ ہمارے پاس ٹیلی پیتھی ہے۔ میں بھی تمہیں اور تمہاری سرکار کو دوستانہ مشورہ دیتا ہوں کہ دور سے تماشا دیکھے۔ ابھی دو چار گھنٹوں میں ہمارے دو کی جگہ ان کے دس مارے جائیں گے۔"

یہ معاملہ ایک افسر نمٹا نہیں سکتا تھا۔ وہ اپنے بڑوں کو رپورٹ دینے چلا گیا۔ مرینا نے کریمر کے دماغ میں آکر کوڈورڈز ادا کرنے چاہے۔ پتا چلا کریمر نے اسے محسوس نہیں کیا ہے کیونکہ اس کے دماغ میں ایوان راسکا بول رہا تھا۔ کریمر کو حکم دے رہا تھا کہ وہ جلد سے جلد مہالامہ کے چیلوں کو زخمی کرکے مرینا کے حوالے کرے تاکہ مرینا اپنے تمام دشمنوں کو ختم کرکے ماسک مین پر اعتماد کرسکے اور دوستی قائم رکھے۔

مرینا نے کہا۔ "ہیلو ایوان راسکا! میں مرینا بول رہی ہوں۔"

"خوش آمدید مرینا! تمہاری دوستی ہمارے لئے بہت بڑا اعزاز ہے۔"

"کیا میری پہلی شرط ماسک مین کو منظور ہے؟"

"بالکل منظور ہے۔ ماسک مین نے کہا ہے جب تک تمہیں

itsurdu.blogspot.com
itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہماری بے لوث دوستی کا یقین نہ ہو جائے، تم روس نہ آنا۔ اپنے وعدے کے مطابق کسی بھی ملک میں رہ کر تم دوستی کے حقوق ادا کرسکتی ہو۔"

اسی وقت موبائیل فون کا بزر بول اٹھا۔ کریمرنے فون اٹینڈ کیا۔ اس کے ایک ماتحت کی آواز آئی۔ "ہم نے مہالامہ کے دو چیلوں رگھوناتھ اور سنگ نوران کو زخمی کردیا ہے۔"

کریمر نے کہا "شاباش! یہی رفتار رکھو۔ صبح سے پہلے سب کو ٹھکانے لگانا ہے۔ یہ کام ہوتے ہی ہم واپس جائیں گے۔"

اس نے فون کا رابطہ ختم کیا۔ مرینا نے کہا "میں ابھی ان دو زخمیوں کے پاس جارہی ہوں۔ ایوان راسکا! کیا تم میرے دماغ میں آؤ گے؟"

"یہ میری خوش قسمتی ہے۔ میں ابھی آرہا ہوں۔"

وہ آگیا۔ مرینا نے کہا "میں تمہیں ان زخمیوں کے دماغوں میں پہنچارہی ہوں۔ تم وہاں خاموش رہنا۔ میں ضرورت پڑنے پر تم سے تعاون حاصل کروں گی۔ ان سے نمٹنے کے بعد تم سے اہم گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔"

"میں تمہارے ساتھ رہوں گا۔"

مرینا رگھوناتھ کے پاس آئی۔ وہ ایک بستر پر زخمی حالت میں پڑا ہوا تھا۔ مہالامہ کا ایک اور چیلا سادھن رائے اس کی مرہم پٹی کرچکا تھا۔ اس سے کہہ رہا تھا "میں مہالامہ کو تمہارے بارے میں بتانے جارہا ہوں۔ تم اس مکان سے باہر نہ نکلنا۔ دشمن ہماری تاک میں ہیں۔"

رگھوناتھ نے کہا "پھر تو تمہارے لئے بھی باہر خطرہ ہے۔"

سادھن رائے نے جیب سے پستول نکال کر کہا "ہم سب اس وقت تک مسلح رہیں گے جب تک ایک دشمن بھی زندہ رہے گا۔"

وہ بولا "ذرا یہ پستول میرے ہاتھ میں دو۔ بہت عرصہ گزر چکا ہے، میں نے اسے ہاتھ نہیں لگایا۔"

سادھن رائے نے اسے پستول دیا۔ اس نے اس کے چیمبر کی گولیاں چیک کیں۔ پھر اچانک ہی سادھن رائے کا نشانہ لیتے ہوئے بولا "میں مرینا بول رہی ہوں۔ تم سب لاماؤں سے تمہاری کینگی کا حساب چکارہی ہوں۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "رگھوناتھ! یہ کیا کہہ رہے ہو دیکھو۔ گولی چل جائے گی۔"

گولی چل گئی۔ مرینا نے ایوان راسکا سے کہا۔ "تم اس زخمی کو سزائے موت دو۔ میں دوسرے زخمی کے پاس جارہی ہوں۔"

وہ زخمی چیلے سنگ نوران کے پاس آئی۔ وہ ایک ایزی چیئر پر بیٹھا ہوا تھا۔ کنچن جوگی نے اس کے زخم کی مرہم پٹی کردی تھی۔ اس سے پوچھ رہا تھا "کیا چلنے پھرنے کے قابل ہو؟"

"بیشک میں ان روسیوں سے انتقام لئے بغیر چین سے نہیں بیٹھوں گا۔"

وہ اپنی گن اور میگزین کو چیک کرتے ہوئے بولا "چلو۔"

سنگ نوران نے ایزی چیئر پر سے اٹھ کر میز پر رکھی ہوئی دوسری گن اٹھائی۔ اسے چیک کیا۔ کنچن جوگی دروازے کی طرف جارہا تھا۔ سنگ نے اس کا نشانہ لیا پھر گولی چلادی۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ کنچن جوگی اچھل کر فرش پر گرا۔ اس کے ہاتھ سے گن چھوٹ گئی۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے زخمی ٹانگ کو پکڑ کر کراہتے ہوئے حیرانی اور بے یقینی سے سنگ کو دیکھا۔ مرینا نے اس کی زبان سے کہا "حیرانی سے نہ دیکھو اپنے گریبان کے اندر جھانکو۔ وہاں مرینا کے ساتھ ہونے والی مکاری اور تمہارا کمینہ پن نظر آئے گا۔ میں تمہارے دماغ میں آرہی ہوں۔"

مرینا اس کے اندر آکر بولی "میں آگئی ہوں۔ مجھے سانس روک کر بھگا نہیں سکو گے۔ البتہ یہ دیکھو، یہ تمہارا ساتھی سنگ نوران بھاگ رہا ہے، اسے اپنے ہاتھوں سے گولی مار دو۔"

"نہیں، میں اپنے ساتھی کو گولی نہیں ماروں گا۔ نہیں ہرگز نہیں۔"

وہ نہیں نہیں چیختے ہوئے سنگ کا نشانہ لے رہا تھا۔ سنگ نے بچنے کے لئے دیوار سے باہر چھلانگ لگائی۔ مرینا نے اسے الٹی چھلانگ پر مجبور کرکے واپس کمرے میں پہنچایا۔ کنچن جوگی کے اندر آئی۔ جوگی نے اسی لمحے میں اپنے ساتھی کو گولی مار کر موت کی گود میں پہنچادیا۔

تھوڑی دیر کے لئے اس پر سکتہ طاری رہا۔ مرینا نے پوچھا "کنچن جوگی! چوکڑی بھول گئے؟ کیا میری آبرو کا کچرا نہیں کروگے؟ تمہارے پاس یوگا کی مہارت ہے۔ جسمانی قوت ہے۔ آتما شکتی اور ہاتھ میں گن ہے۔ اتنی قوتیں رکھ کر کیا اس کمزور لڑکی کو نہیں مار سکتے جسے بے آبرو کرنا بچوں کا کھیل سمجھ رہے تھے۔"

وہ بڑے اعتماد سے بولا "جب تک شہ زور رہا سر اٹھا کر رہا۔ آج ایک عورت کے سامنے سر نہیں جھکاؤں گا۔ اس سے پہلے کہ تم مجھے مرنے پر مجبور کرو، میں سر اٹھا کر جان دے رہا ہوں۔"

مرینا نے اسے نہیں روکا۔ وہ مردانہ شان سے مرنا چاہتا تھا۔ وہ بولی "یہ عورت کی شان ہے کہ تمہاری آخری خواہش پوری کررہی ہے۔ مرجاؤ۔"

اس نے خود کو گولی ماری۔ ایوان راسکا نے کہا "میں نے رگھوناتھ کو تڑپا تڑپا کر مار ڈالا ہے۔ تم مجھ سے اہم گفتگو کرنے والی ہو؟"

"میں نے تمہیں اپنے پاس آنے دیا تم مجھے اپنے پاس آنے دو۔"

"ہاں دوستی کا یہی تقاضا ہے۔ اگرچہ ماسک مین نے سختی سے منع کیا ہے کہ میں کسی کو اپنے دماغ میں آکر باتیں کرنے کا موقع نہ دوں۔ پھر بھی تمہیں خوش آمدید۔"

وہ راسکا کے پاس آکر بولی۔ "شکریہ۔ ہم اسی طرح ایک دوسرے کا اعتماد حاصل کرسکتے ہیں۔"

"جب کوئی مہمان گھر میں آتا ہے تو اس کی خوب خاطر مدارات کی جاتی ہے۔ تم دماغ میں آئی ہو۔ تمہاری کیا خاطر کروں؟"

"سچ بولنا انسانیت کی سب سے بڑی خاطر داری ہے۔ کیا سچ بولوگے؟"

"تم کوئی بھی بات پوچھ کر آزمالو۔"

"یہ جانتی ہوں کہ تم روسی نہیں امریکی ہو۔ ماسکو میں تمہیں دھوکے سے پہنچایا گیا ہے۔ کیا دھوکا کھانے کے بعد بھی روس کے وفادار ہو؟"

"تم یہ بات دماغ میں آکر پوچھ رہی ہو کوئی اور سننے والا نہیں ہے۔ اس لئے سچ بول رہا ہوں۔ یہاں میری حیثیت ایک قیدی کی ہے۔ میں آزادی چاہتا تھا۔ میں نے بغاوت کی کہ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی طرح مجھے بھی آزاد چھوڑا جائے ورنہ میں خیال خوانی کے ذریعے انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچاؤں گا۔ انہوں نے مجھے بغاوت کی بہت بڑی سزا دی۔ ایسی غلاظتوں میں لے جاکر پھینک دیا جہاں بدبو سے دماغ پھٹنے لگتا تھا۔ انہوں نے ایسی ایسی اذیتیں پہنچائی تھیں کہ میں لفظوں میں بیان نہیں کرسکتا۔ آخر میں حکمران کا وفادار بن گیا کہ حرام موت نہیں مرنا چاہئے۔ زندہ رہ کر رہائی کی صورت نکالنا چاہئے۔ آج تم سے ملاقات کرکے میں اپنے اندر ایک نیا حوصلہ پارہا ہوں۔"

"تم مجھے اس ملک کا وفادار رہنے کے لئے کوئی چال نہیں چل رہے ہو۔ سچ بول رہے ہو۔ اس سچائی کے عوض میں تمہیں یہاں سے رہائی دلانے کی ممکن کوشش کروں گی۔"

"ایک سچ اور سن لو۔ میں نے امریکا سے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے بی۔جی تھرپال کو اور اسرائیل سے جنرل پارکن کو ٹریپ کیا ہے۔ دونوں کو اپنا معمول اور تابعدار بنایا ہے۔ ماسک مین نے کہا ہے اگر میں دو خیال خوانی کرنے والوں کو ماسکو پہنچاؤں گا تو وہ مجھے ملک سے باہر آزاد رہ کر کام کرنے کی اجازت دے گا۔"

"اگر وہ اجازت نہیں دے گا، تمہارے دونوں تابعداروں کو بھی تمہاری طرح غلام بنا کر رکھے گا تو اس کا کیا بگاڑلوگے؟"

"یہ بات میری سمجھ میں آرہی ہے۔ اسی لئے میں تھرپال اور جنرل پارکن کو اپنا معمول بنانے کے بعد بھی ماسک مین کو ٹال رہا ہوں۔"

"اسے ٹالتے رہو۔ تھرپال اور جنرل پارکن ہمارے کام آئیں گے۔ میں تبت سے نکلنے کے بعد تمہیں روس سے باہر لانے کی کوشش کروں گی۔"

"مرینا! بڑا سخت پہرا ہے۔ میرے سامنے اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ مجھے یہاں سے زندہ نکلنے کی کوئی صورت نظر نہیں آرہی ہے۔"

"تم قیدی کی حیثیت سے سوچ رہے ہو۔ اور میں آزاد پنچھی کی اڑان سے تمہیں دیکھ رہی ہوں۔ ذرا صبر کرو۔ آزادی کو تمہارا مقدر بنادوں گی۔ آؤ ذرا مہالامہ سے نمٹ لیں۔ تم میرے دماغ میں آجاؤ۔"

مرینا دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ درسگاہ کے ایک ہال کے فرش پر وہ کئی گھنٹوں سے بیٹھی ہوئی تھی اور وہیں بیٹھے بیٹھے میدان مارتی جارہی تھی، اٹھتے ہوئے بولی "راسکا، میں ہاسٹل کے کمرے میں جارہی ہوں۔ تم کریمروغیرہ کی خیریت معلوم کرکے آؤ۔"

وہ درس گاہ کے ہال سے نکل کر حجرے میں آئی۔ وہاں مہالامہ نہیں تھا۔ اب اس کے دشمنوں میں وہی ایک مہالامہ اور اس کا ایک چیلا آتما رام رہ گئے تھے۔ اس نے انچارج سے پوچھا "گرودیو کہاں ہیں؟"

"پتا نہیں۔ پندرہ منٹ پہلے کہیں گئے ہیں۔"

"آتما رام کہاں ہے؟"

"وہ بھی ان کے ساتھ کہیں گیا ہے۔ آپ کو باہر نہیں جانا چاہئے۔ حالات بہت خراب ہیں۔ گرودیو کے پانچ چیلے مارے جاچکے ہیں۔"

"گرودیو پوچھیں تو بتادینا۔ میں ہاسٹل میں ہوں۔"

آنکھیں بڑی نعمت ہیں
* کیا آپ کی آنکھیں کمزور ہیں۔
* کیا آپ کی آنکھیں بھینگی ہیں۔
* کیا آپ چشمہ لگاتے ہیں۔
* یا آنکھوں کے کسی مرض کا شکار ہیں ؟
تو کتاب
کم نظری اور اس کا سدباب
قیمت ۲۵ روپے۔ ڈاک خرچ ۱۶ روپے
آپ کو بتائے گی کہ
عینک سے چھٹکارا کس طرح حاصل کیا جاسکتا ہے۔ بینیوداؤں کے اپنی آنکھیں کس طرح صحت مند بنائی جاسکتی ہیں۔ اگر آپ کی آنکھیں صحت مند ہیں تو انہیں ہمیشہ کس طرح صحت مند رکھا جاسکتا ہے
ہر شخص کے لئے یکساں طور پر مفید کتاب
مکتبہ نفسیات پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی ۱

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

وہ دفتر سے نکل کر ہاسٹل کی عمارت میں آئی۔ پھر اپنے کمرے کی طرف جانے لگی۔ ایوان راسکا نے آکر کہا۔ "غضب ہوگیا۔ کریمر کی ٹیم کے تمام افراد موت کی نیند سوگئے ہیں۔ کریمر بھی دم توڑ رہا ہے۔"

مرینا دروازہ کھول کر کمرے میں آئی پھر دروازہ بند کرکے ایک کرسی پر بیٹھ کر کریمر کے پاس پہنچ گئی۔ اس کے سانسیں اکھڑ رہی تھیں۔ مرینا نے پوچھا "یہ کیسے ہوا؟"

اس کی سوچ نے کہا "دشمنوں نے ہمارے کھانے میں زہر ملادیا تھا۔ دو ساتھیوں کے قتل ہونے کے بعد ہم دس رہ گئے تھے۔ انہوں نے ایسے محاذ سے حملہ کیا جس کے متعلق ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ ہم نے ایک ساتھ بیٹھ کر رات کا کھانا کھایا اور ایک ساتھ موت... موت....."

کہتے کہتے اس کی سوچ ڈوب گئی۔ پھر اس کا ذہن اندھیروں میں ڈوب گیا۔ مرینا اپنے کمرے میں حاضر ہوگئی۔ راسکا نے کہا "ایک ہی وقت میں پوری ٹیم کا صفایا ہوگیا۔ یہ بہت بڑی ٹریجڈی ہے۔"

مرینا نے پوچھا "کیا تمہیں دکھ ہو رہا ہے؟"

"کیا دکھ نہیں ہونا چاہئے؟"

"میرا خیال ہے نہیں ہونا چاہئے۔"

"تم پتھر ہو۔"

"نہیں انسان ہوں۔ ایک لڑکی ہوں۔ اچھے لوگ دنیا سے اٹھیں تو دل کو صدمہ پہنچتا ہے۔ یہ مرنے والے تو وہ ہیں جو مجھے بھی تمہاری طرح غلامی کی زنجیریں پہنانا چاہتے تھے۔ کیا زنجیریں پہنانے والوں کا ماتم کروگے؟"

"نہیں، میں تھوڑی دیر کے لئے دشمنوں کے اعمال بھول گیا تھا۔ واقعی وہ بارہ افراد روسی تھے۔ ماسک مین کے وفادار تھے۔"

وہ ہنسنے لگی۔ پھر بولی "میں نے کریمر سے عشق کیا تھا۔"

"ہاں، میں نے اس کے چور خیالات سے معلوم کیا تھا کہ تم دونوں میں محبت کا سلسلہ شروع ہوگیا ہے۔ اب سمجھ رہا ہوں کہ تم اسے الو بنا رہی تھیں۔"

"بیشک میں نے اسے فریب دیا لیکن آخری وقت میں نیکی کی۔ میں نے اسے مرتے وقت بھی محبت کی مسرتوں سے مالا مال رکھا۔"

"درست ہے، بعض اوقات انسان جان بوجھ کر نیکی نہیں کرتا۔ وہ نیکی خود بخود ہو جاتی ہے۔"

"ایسا نہ کہو۔ میں اس کی آخری سانسوں میں اسے دشمن کہہ کر اُس کا دل توڑ سکتی تھی لیکن میں نے نفرت ظاہر نہیں کی اسے محبت سے رخصت کیا ہے۔"

"تمہارے دو دشمن رہ گئے ہیں۔"

"میں نے تھوڑی دیر پہلے معلوم کیا تھا، انچارج نے بتایا ہے کہ مہالامہ اپنے چیلے آتما رام کے ساتھ کہیں گیا ہے۔"

"کیا وہ روپوش ہوگیا ہے؟"

"ہوسکتا ہے، اس کے پانچ آتما شکتی والے چیلے مارے گئے ہیں۔ اس نے اپنے لئے خطرہ محسوس کیا ہوگا۔ اس لئے آخری چیلے کے ساتھ روپوش ہوگیا ہوگا۔"

"اگر ایسا ہے تو اسے واپس آنا چاہئے۔ وہ جن بارہ افراد کو جانی دشمن سمجھتا تھا، وہ سب مرچکے ہیں۔ اسے تم پر شبہ نہیں ہے۔"

"ہاں، میں اس کے لئے اہم ہوں۔ اسے میری سلامتی کی خیریت معلوم کرنے کے لئے ضرور آنا چاہئے۔"

راسکا نے کہا "میں یہاں ایک فون اٹینڈ کر رہا ہوں۔ تم پاس آؤ۔"

مرینا نے آکر دیکھا۔ وہ ریسیور کان سے لگا کر کہہ رہا تھا "سر! میں حاضر ہوں۔"

دوسری طرف سے ماسک مین کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "تم نے ابھی تک کریمر کی رپورٹ نہیں دی۔"

"میں ابھی رابطہ کرنے ہی والا تھا۔ بہت تکلیف دہ خبر ہے۔ تبت جانے والے بارہ افراد میں سے کوئی زندہ نہیں ہے۔"

"کیا بکتے ہو؟ اتنا بڑا نقصان ہوگیا تم کیا کر رہے تھے؟"

"میں کریمر کی ٹیم سے ہر ممکن تعاون کر رہا تھا لیکن دشمن نے ایسی چال چلی تھی جس کی توقع نہیں کی جاسکتی تھی۔ انہوں نے کھانے میں زہر ملا دیا تھا۔ سب کے سب ایک ہی ساتھ کھا کر فنا ہوگئے۔"

"تم اور کریمر دعوے کر رہے تھے کہ مرینا دوست بن گئی ہے۔ کیا اس کی دوستی کام نہیں آرہی ہے؟"

"میں اس کے پاس گیا تھا وہ سانس روک لیتی ہے۔"

"یعنی وہ دھوکا دے رہی ہے؟"

"نو سر! وہ ناراض ہے۔ مجھ سے کہہ رہی تھی کہ میں اپنے دماغ میں آنے دوں۔ میں نے صاف کہہ دیا ماسک مین کی اجازت نہیں ہے۔ تب وہ بولی میری عقل بھی اجازت نہیں دیتی کہ کسی کو اپنے دماغ میں آنے دوں۔"

"اس لڑکی کو کسی طرح راضی کرو۔"

"کیسے کروں؟ کیا اسے اپنے دماغ میں آنے دوں؟"

"ہرگز نہیں، تم ہمارے اکلوتے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہو۔ تمہارے دماغ میں پہنچتے ہی کوئی مکاری دکھا سکتی ہے۔ تمہیں پہلے بھی سمجھا چکا ہوں اس بات کو دماغ میں نقش کرلو کہ کبھی کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ایک ساعت کے لئے بھی اپنے اندر نہ آنے دینا۔"

"میں نے اب تک اسے آنے نہیں دیا ہے۔ آپ کے حکم کی تعمیل کر رہا ہوں۔"

"تم تبت میں کوئی آلۂ کار پیدا کرو۔ اس کے ذریعے مرینا سے رابطہ کرو۔"

"مرینا جس درس گاہ میں رہتی ہے وہاں سب ہی یوگا جانتے ہیں۔ وہاں ہمارے بارہ آدمی آلۂ کار تھے وہ نہیں رہے۔ یہاں سے کچھ لوگوں کو بھیجنا پڑے گا۔"

"ہمارے بہت سے کام کے آدمی مارے گئے ہیں، اب اور ہم اتنے نہیں جائیں گے۔ تم نے جنرل پارکن اور تھرال کو ٹریپ کیا ہے۔ ان کے ذریعے ہمارے ملک کے باہر ایک ٹیم بناؤ۔ اس کو مرینا کے پاس روانہ کرو۔"

راسکا نے مرینا کی ہدایت کے مطابق جھوٹ بولا "سر! ابھی اس نے سانس روکی ہے۔ وہ آنا چاہتی تھی۔"

"خبردار! اسے نہ آنے دینا۔"

"سر! میں نے پھر سانس روکی ہے۔ معلوم ہوتا ہے وہ کوئی ضروری بات کہنا چاہتی ہے۔"

"ہمارے لئے تم سے ضروری کوئی نہیں ہے۔ اسے نہ آنے دو۔ خود اس کے پاس جاکر پوچھو۔"

"ٹھیک ہے۔ آپ ہولڈ کریں۔ میں ابھی بات کرتا ہوں۔"

پھر اس نے مرینا سے پوچھا۔ "اب مجھے کیا کہنا چاہئے؟"

"وہ لمبی باتیں کر رہا ہے اور ہم دونوں کو اسی کمرے میں حاضر رکھنا چاہتا ہے۔ ماسک مین سے پیچھا چھڑاؤ۔"

وہ فون پر بولا "سر! میں اس کے پاس گیا تھا اس نے سانس روک لی۔ وہ بڑی ضدی ہے۔"

"ہم بھی ضدی ہیں۔"

"آپ مجھے سوچنے کا موقع دیں وہ ایسے دوست نہیں بنے گی۔ اسے کسی داؤ پیچ سے پھانسنا ہوگا۔"

"ٹھیک ہے۔ ہر پہلو سے سوچو۔ میں بعد میں فون کروں گا۔"

ادھر سے فون بند ہوگیا۔ راسکا ریسیور رکھ کر مرینا کے پاس آیا۔ وہ بولی۔ "بڑی دیر ہوگئی ہے۔ مہالامہ کی خبر لینا چاہئے۔"

"ہمیں انچارج کے اندر جانا چاہئے۔"

انہوں نے انچارج کی سوچ پڑھی۔ پتا چلا ابھی ابھی آتما رام آیا تھا اور اس سے باتیں کرکے اوپر حجرے کی طرف گیا ہے۔ مرینا نے انچارج کی سوچ میں پوچھا۔ "آتما رام گرودیو کے ساتھ گیا تھا۔ وہ اکیلا کیوں آیا ہے؟ گرودیو کہاں رہ گئے ہیں؟"

انچارج کی سوچ نے کہا "میں نے پوچھا تھا لیکن اس نے بتایا نہیں کہ وہ کہاں ہیں۔ صرف اتنا کہہ دیا کہ وہ اپنی مرضی کے مالک ہیں۔ کہیں کسی ضرورت سے گئے ہیں۔ جب ضرورت سمجھیں گے آجائیں گے۔"

ایوان راسکا نے کہا "مرینا گڑبڑ ہے۔ تمہارا گرودیو بہت گہرا ہے۔ اس کے روپوش ہونے کی کوئی خاص وجہ ہوگی۔"

"میں بھی وہی سوچ رہی ہوں۔ ہمیں آتما رام کے چور خیالات سے حقیقت معلوم ہوگی۔"

"تو پھر اسے زخمی کرنا ہوگا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں انچارج کو آلۂ کار بنا رہی ہوں لیکن تم اعتراف کروگے کہ یہ سارا خیال خوانی کا کھیل تم کھیل رہے ہو۔"

وہ دونوں انچارج کے دماغ میں آئے پھر اس پر قبضہ جمایا۔

اس نے میز کی دراز میں سے پستول نکالا اور اسے لباس میں چھپا کر سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اوپر آیا۔ حجرے کا دروازہ بند تھا۔ اس نے آہستگی سے اسے کھولا۔ اندر گہری تاریکی تھی۔ اس تاریکی میں آتما رام کی دھیمی دھیمی سی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ زیر لب کہہ رہا تھا۔ "ہرے رام ہرے کرشنا۔ کرشنا کرشنا ہرے ہرے۔"

انچارج حجرے کے اندر آیا۔ پھر بولا "آتما رام! تم اندھیرے میں عبادت کر رہے ہو؟ میں لائٹ آن کرتا ہوں۔"

وہ اندھیرے میں ٹٹولتا ہوا سوئچ بورڈ کی طرف گیا۔

ایک بٹن کو دبایا تو حجرہ روشن ہوگیا۔ اس کے ساتھ حجرے کا دروازہ باہر سے بند کردیا گیا۔

مرینا اور راسکا نے انچارج کے ذریعے چونک کر دیکھا۔ جس مسند پر مہالامہ بیٹھا کرتا تھا وہاں ایک ٹیپ ریکارڈر رکھا ہوا تھا۔ اس میں سے آتما رام کی دھیمی دھیمی آواز ابھر رہی تھی۔ "ہرے راما ہرے کرشنا۔ کرشنا کرشنا ہرے ہرے۔"

راسکا کی مرضی کے مطابق انچارج نے حجرے کے دروازے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا "یہ کس نے بند کیا ہے اسے کھولو۔"

باہر سے آتما رام کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا "مرینا! اس درس گاہ میں یہی ایک انچارج ایسا ہے۔ جو سانس روکنے کا ہنر نہیں جانتا ہے اور تم اس کے دماغ میں آتی جاتی رہتی ہو۔"

انچارج نے دروازہ پیٹ کر کہا "آتما رام! تم غلطی کر رہے ہو۔ میں مرینا نہیں یہاں کا انچارج کیشوراج ہوں۔"

"اس وقت تم صرف انچارج نہیں ہو۔ مرینا بھی ہو۔ صرف ہمارے وفادار ہوتے تو پستول لے کر حجرے میں نہ جاتے۔"

اندر سے انچارج کی آواز آئی "تم درست کہتے ہو، میں صرف کیشوراج نہیں ہوں۔ ایوان راسکا بھی ہوں۔ میں انچارج کیشوراج کو آلۂ کار بنا کر تمہارے لئے یہاں نہیں آیا ہوں۔"

"پھر یہاں کس لئے آئے ہو؟"

"میں مرینا کو تلاش کر رہا ہوں۔ اسے یہاں سے ماسکو لے جاؤں گا۔"

آتما رام نے پوچھا "کیا سچ کہہ رہے ہو کہ تم ایوان راسکا ہو اور مرینا کو تلاش کرنے آئے ہو؟"

"ہاں بالکل سچ کہہ رہا ہوں۔"

"پھر تو تمہارا جھوٹ کھل گیا مرینا! تم یہ بھول گئیں کہ انچارج

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

سے کہہ کر گئی تھیں کہ تم ہاسٹل کے کمرے میں جارہی ہو۔ اگر ایوان راسکا انچارج کے دماغ میں آتا تو اسے معلوم ہو جاتا کہ تم حجرے میں نہیں ہاسٹل کے کمرے میں ہو۔"

واقعی جھوٹ پکڑا گیا۔ مرینا نے راسکا سے کہا "تم نے یہ کیوں کہہ دیا کہ مجھے ڈھونڈنے حجرے میں گئے تھے؟"

"مجھے یاد نہیں رہا کہ تم انچارج کو بتا کر ہاسٹل میں آئی ہو۔ بڑی زبردست غلطی ہوئی ہے۔"

"میں مصیبت میں گھر گئی ہوں۔ یہ راز کھل گیا ہے کہ مہالامہ کے چیلوں کو ختم کرنے یا کرانے میں میرا ہاتھ ہے۔ انہیں یہ بھی معلوم ہے کہ میں اس کمرے میں ہوں۔"

"تو پھر سوچتی کیا ہو؟ یہاں سے نکلو۔ اس چار دیواری میں رہو گی تو فرار کا راستہ نہیں ملے گا۔"

وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ عقل یہی سمجھا رہی تھی کہ جتنی جلدی ممکن ہو' درس گاہ کی حدود سے باہر چلی جائے۔ کھلی جگہ ہو تو بچاؤ کے کئی راستے نکل آتے ہیں۔

وہ تیزی سے چلتی ہوئی دروازے کے قریب آئی۔ اسے کھولنے کے لئے ہاتھ بڑھایا اسی لمحے میں مہالامہ گرن دیو کی بھاری بھرکم آواز سنائی دی۔

"باہر جانے کی زحمت نہ کرو واپس ہو جاؤ۔"

گرودیو کی آواز سن کر دہشت سے وہ چیخ پڑی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ پلنگ کے نیچے موجود تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک ریوالور تھا۔ وہ کھسکتا ہوا پلنگ کے نیچے سے نکل رہا تھا۔ وہ خوف پر قابو پاتے ہوئے بولی۔

"گرودیو! آپ' میرے کمرے میں؟"

"کس کا گرودیو! اور کہاں کا گرودیو؟ تم نے مجھ سے آتما شکتی حاصل کی اور میری ہی آتما کو میرے جسم سے چھین لینے کی کوشش کی۔"

"آ... آپ مجھے غلط سمجھ رہے ہیں۔"

"یہ کیوں بھول رہی ہو کہ میں آتما شکتی میں گرو مانا جاتا ہوں۔ میں یونہی تمہارے بستر کے نیچے نہیں تھا۔ وہاں نیچے میرا خالی جسم تھا اور میری آتما حجرے کے اندر اور باہر دیکھ رہی تھی کہ میرے چیلے آتما رام نے کس طرح انچارج کو حجرے میں قید کیا اور ایک آلۂ کار کے بغیر تمہیں بے دست و پا بنا دیا۔"

مرینا ریوالور کو اپنی طرف دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی۔ اس کمبخت گرو سے کیسے پیچھا چھڑایا جائے؟ لیکن وہ ایسا برا وقت تھا جو ٹل نہیں سکتا تھا اور کوئی مدد کو آ نہیں سکتا تھا... وہاں کوئی اس کا اپنا نہیں تھا۔ پیچھے دروازہ مقفل تھا اور آگے ریوالور کی نال اس پر اٹھی ہوئی تھی۔

مہالامہ فرش پر سے اٹھ کر بولا "مرینا! آج تم نے مجھے جیسی چوٹ دی ہے ایسی چوٹ کبھی نہیں کھائی۔ تم نے کنچن ...، رگھوناتھ' یانگ لی' سنگ نوران اور سادھن رائے جیسے پانچ ... ہیرے خاک میں ملا دیئے۔ میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

یہ کہتے ہی اس نے گولی چلائی۔ وہ دہشت زدہ ہو کر چیخی' اچھل کر ایک طرف گئی۔ گولی سے بچ گئی لیکن توازن قائم نہ ... سکی' فرش پر گر پڑی۔ اس نے دوسرا فائر کیا۔ وہ بھی خالی گیا۔ ... کی قسمت ساتھ دے رہی تھی۔

تیسرے فائر میں قسمت نے ذرا سی بے وفائی کی۔ گولی اس ... ٹانگ کو چھوتی ہوئی گئی۔ وہ موت کے خوف سے چیخ پڑی۔ اُدھر مہالامہ نے دونوں ہاتھوں سے ریوالور کو اچھی طرح پکڑ کر کہا "... اس میں تین گولیاں ہیں۔ ان میں سے کوئی ایک ضرور تیرا کام ... کرے گی۔"

وہ چیخنے لگی۔ "بچاؤ۔ بچاؤ کوئی خدا کے لئے بچاؤ....."

وہ صحیح نشانہ لے رہا تھا لیکن گولی چلانے سے پہلے ہی باہر فائرنگ ہوئی۔ دروازے کا لاک ٹوٹ گیا۔ پھر وہ دروازہ ٹوٹنے ... انداز میں ایک دھماکے سے کھل گیا۔ کوئی اچھل کر اندر آیا۔ مہالامہ نے ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر آنے والے پر تڑاتڑ ... چلا دیں۔ اس کا سر اور چہرہ ماسک میں چھپا ہوا تھا۔ وہ گولیاں ... تڑپتا ہوا فرش پر گر کر ٹھنڈا پڑ گیا۔

مہالامہ ریوالور کو اسی طرح دونوں ہاتھوں سے پکڑے ہوئے تھا۔ اس نے حقارت سے کہا "دیکھ مرینا! تیرے لئے آسمان ... ایک مدد آئی تھی' یہ بھی خاک ہو گئی۔ یہ تیرے پاس پڑا ہے ... کے چہرے سے نقاب ہٹا۔ میں دشمن کا چہرہ دیکھوں گا۔"

مرینا نے ہاتھ بڑھا کر لاش کے چہرے پر سے ماسک ہٹا... مہالامہ کے دماغ کو جھٹکا سا پہنچا۔ اس کے سامنے اپنے ہی چیلے ... رام کی لاش پڑی تھی اور اس کے منہ سے ایک ٹیپ چپکا ہوا ... جس کے باعث وہ گرو دیو کو گولی چلانے سے روک نہیں پایا تھا ... گرودیو نے بھی اندھا دھند اس پر گولیاں چلا دی تھیں۔

وہ ریوالور کا رخ کھلے ہوئے دروازے کی طرف کرتے ہوئے بولا "باہر کون ہے؟ کس نے میرے چیلے کو یہاں دھکا دیا تھا؟"

روشنی کمرے میں تھی۔ راہداری میں تاریکی تھی۔ اس تاریکی ... سے ایک قد آور سایہ چلتا ہوا دروازے پر آیا۔ پھر بولا "... گھنشال! تم نے آخری تین گولیاں اپنے چیلے پر خرچ کر دیں ... میرے ہاتھوں تم خرچ ہونے کے لئے رہ گئے ہو....."

مرینا آنے والے کی آواز سنتے ہی خوشی سے چیخ کر بولی "پاپا پاپا پا......" وہ مارے خوشی کے ہکلاتی چلی گئی۔

میں توبہ خانم کے ساتھ حاتم شہریار کی حویلی سے باہر آیا ... احاطے میں مسلح سیکورٹی گارڈز کھڑے ہوئے تھے۔ احاطے کا ... گیٹ بند تھا اور وہ حاتم شہریار کے حکم کے بغیر نہیں کھل سکتا تھا۔ سیکورٹی افسر نے قریب آ کر توبہ خانم کے سامنے الرٹ ہو کر پوچھا "کیا آپ باہر جا رہی ہیں؟"

توبہ نے اپنے مزاج کے مطابق شاہانہ انداز میں کہا "ہاں گیٹ کھولو۔"

"لیکن خانم! شہر میں گولیاں چل رہی ہیں۔"

"چلنے دو۔ تم حکم کی تعمیل کرو۔"

وہ گیٹ کی طرف جانے لگا پھر رک گیا۔ کچھ سوچتے ہوئے ہماری طرف گھوم کر بولا "آقا حاتم نے فرمایا تھا' وہ کچھ عرصہ تک روپوش رہیں گے میں ان کی عدم موجودگی میں آپ کے احکامات کی تعمیل کرتا رہوں گا لیکن میں ان سے انٹرکام پر باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

توبہ خانم اپنے بھائی حاتم شہریار کو گولی مار چکی تھی۔ حویلی کے اندر انٹرکام پر باتیں کرنے والا کوئی نہیں تھا۔ وہ بولی "برادر حاتم روپوش ہیں وہ کسی سے گفتگو بھی نہیں کریں گے۔ جو حکم دے رہی ہوں اس کی تعمیل کرو۔"

وہ پلٹ کر گیا۔ اندر سے مطمئن نہیں تھا۔ اپنے ماتحتوں کو حکم دینا چاہتا تھا کہ گیٹ کو بند رکھیں اور ہمیں گھیر لیں۔ اس وقت تک ہمیں باہر نہ جانے دیں جب تک آقا حاتم شہریار کی خیریت معلوم نہ ہو۔

یوں بات بگڑ سکتی تھی۔ میں نے اس کے دماغ کو اپنے قابو میں کیا۔ اس نے فوراً ہی گارڈز کو گیٹ کھولنے کا حکم دے دیا۔ میں نے توبہ سے کہا "تم ڈرائیو کرو۔ میں اس کے دماغ کو کنٹرول کروں گا۔"

میں نے جتنی دیر توبہ سے یہ بات کی۔ اتنی دیر تک سیکورٹی افسر میری گرفت سے آزاد رہا۔ اس نے گرج کر ماتحتوں سے کہا "گیٹ بند کرو۔"

وہ گیٹ کھول رہے تھے۔ پھر بند کرنے لگے۔ توبہ نے اسٹیرنگ سیٹ سنبھال لی تھی۔ میں اس کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ وہ مجھے دیکھ کر بولی "وہ کمبخت گیٹ بند کرا رہا ہے۔"

"پرواہ مت کرو گاڑی آگے بڑھاؤ۔"

میں نے پھر افسر پر قبضہ جمایا۔ وہ پھر ایک بار گیٹ بند کرنے والوں سے گرج کر بولا "تم سب کیسے گدھے ہو۔ کیا میرا حکم مان کر مالکہ کو جانے سے روکو گے؟ گستاخی کی سزا جانتے ہو؟ اسے فوراً کھولو۔"

وہ اپنے افسر کی حرکتوں سے کچھ حیران اور کچھ پریشان ہو رہے تھے' انہوں نے گیٹ کھول دیا۔ ہماری کار حویلی کے احاطے سے باہر آئی۔ سیکورٹی افسر چپ چاپ کھڑا ہوا تھا۔ پریشانی سے سوچ رہا تھا یہ مجھے کیا ہو رہا ہے' میں انہیں روکنا چاہتا ہوں لیکن جانے کی اجازت دے چکا ہوں۔ یہ باہر جا چکے ہیں۔ میں فائر کر کے کار کا پہیہ بیکار کر سکتا ہوں۔"

میں نے اس کے دماغ کو اس حد تک ڈھیل دی تھی کہ وہ اپنے طور پر سوچ سکتا تھا۔ اس نے دور جانے والی کار کے پہیے پر گولی چلانے کے لیے اپنی گن سیدھی کی۔ میں نے اس کے ذہن سے بھلا دیا کہ اس نے گن کیوں سنبھالی ہے؟ وہ یاد کرنے لگا۔ اسے یاد نہیں آ رہا تھا۔ اس نے ایک ماتحت کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں؟"

وہ بولا "ضرور جناب! کیا پوچھنا چاہتے ہیں؟"

پھر وہ پوچھنا بھی بھول گیا۔ اپنے ہونٹ سکوڑ کر سیٹی بجانے لگا۔ چند ماتحتوں نے اسے دیکھا تو اس نے آنکھ ماری۔ تمام ماتحت چونک گئے اور ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ افسر نے اشارہ کرنے کے انداز میں منہ سے آواز نکالی "شش شش۔"

تمام گارڈز اس کی حرکتوں سے ذہنی طور پر الجھ گئے تھے۔ سوچ رہے تھے اسے صحیح الدماغ سمجھا جائے یا نہیں؟ ویسے اس نے کوئی قابلِ اعتراض حرکت نہیں کی تھی۔ وہ حیران ہو سکتے تھے' اعتراض نہیں کر سکتے تھے۔

اس نے "شش' شش" کہتے ہوئے دونوں ہاتھوں کے اشارے سے انہیں قریب بلایا۔ وہ سب رک رک کر سوچ سوچ کر قریب آنے لگے۔ ایک نے جھجکتے ہوئے پوچھا "سر! یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟"

"ہش!" اس نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ سبھی نے خاموش رہنے کے لیے سختی سے ہونٹوں کو بھینچ لیا۔

دراصل میں افسر کو ایسی ہی حماقتوں میں مبتلا رکھ کر توبہ کے ساتھ دور نکل جانا چاہتا تھا۔ افسر نے پھر ہونٹ سکوڑ کر سیٹی بجاتے ہوئے ماتحتوں کو سمجھایا کہ اس کی طرح وہ بھی سیٹی بجائیں۔

سیکورٹی گارڈز کو اپنے افسر کا ہر جائز اور ناجائز حکم ماننا پڑتا ہے۔ وہ تمام گارڈز الجھن میں پڑ گئے تھے کہ یہ کیسا حکم ہے؟ آخر کیوں احمقوں کی طرح سیٹی بجائی جائے؟

افسر نے انہیں گھور کر دیکھا پھر ڈانٹ کر کہا "کیری آن مائی آرڈر!"

وہ سپاہی تھے' اپنے کمانڈر کے حکم پر مجبوراً سیٹی بجانے لگے جب وہ ایک حکم پر انسانوں کو گولیاں مار سکتے تھے تو سیٹی بجانے میں کیا مضائقہ تھا؟

اس وقت وہ مضحکہ خیز تماشا بن گئے تھے۔ اگر شہر میں امن و امان ہوتا تو وہاں تماشا دیکھنے والوں کی بھیڑ لگ جاتی۔ توبہ گاڑی ڈرائیو کر رہی تھی اس نے اچانک بریک لگائے۔ میں غافل تھا ڈیش بورڈ سے ٹکراتے ٹکراتے بچا۔ وہ بولی "سوری' مجھے اچانک راستہ بدلنے کے لیے بریک لگانا پڑا۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

میں نے پوچھا "راستہ کیوں بدل رہی ہو؟"

اس نے ایک طرف اشارہ کرکے کہا "اُدھر آگ ہی آگ دھواں ہی دھواں نظر آرہا ہے۔ زبردست جنگ چھڑی ہوئی ہے۔ ہم اِدھر سے جائیں گے۔"

"مجبوری ہے تو پھر اِدھر ہی چلو یہ کون سا راستہ ہے؟"

"یہ راستہ ہمیں شہر سے باہر لے جائے گا۔"

"توبہ! ہمیں یہ شہر چھوڑنا ہوگا۔ میں نے سیکورٹی افسر کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا ہے۔ اب وہ متعلقہ حکام کو ہمارے خلاف رپورٹ پیش کررہا ہوگا۔ حاتم شہریار کو تلاش کررہا ہوگا۔ اسے حویلی میں آقا نظر نہیں آئے گا تو حالات ہمارے خلاف ہوجائیں گے۔"

"کیا اس کے دماغ کو مزید قابو میں نہیں رکھ سکو گے؟"

"آخر کب تک قابو میں رکھوں گا۔ مجھے دماغی طور پر حاضر رہنا پڑتا ہے۔"

"کمبخت کو گولی ماردینا چاہیے تھا۔"

"اب بھی اسے ہلاک کرسکتا ہوں لیکن دوسرے گارڈز ہمارے خلاف بولیں گے۔ آخر کتنوں کو قتل کرکے زبانیں بند کی جاسکتی ہیں؟"

"درست ہے لیکن پارس شہر میں ہے۔ کیا ہم اسے چھوڑ کر جائیں گے؟"

"میں اسے خیال خوانی کے ذریعے کہتا ہوں کہ وہ ہم سے شہر کے باہر ملاقات کرے۔ یہاں سے دور کسی جگہ کا نام بتاؤ؟"

"اس سے کہو۔ وہ پروان کے راستے پر پہلی چوکی میں آکر ملاقات کرے۔"

میں نے پارس کو مخاطب کیا پھر اپنے حالات بتائے۔ اس نے کہا "آپ نے درست فیصلہ کیا ہے۔ ہمارا گائیڈ جلال شاہ بھی یہی کہہ رہا ہے۔ یہ شہر آفت زدہ ہے۔ موت پُرامن شہریوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے رہی ہے۔"

پارس نے جلال شاہ سے کہا "ہم ابھی پروان کے راستے پر جائیں گے۔"

وہ بولا "نہیں برادر! اس راستے پر کمیونسٹ ملیشیا ہے۔ ہمارے ملک سے روس تو چلا گیا۔ مگر کمیونسٹوں کو چھوڑ گیا ہے۔"

"پھر ہمیں کس سمت جانا چاہیے۔"

"ہم وارد ک کے راستے پر جائیں گے۔"

"وہاں کدھر قیام کریں گے؟"

"وہاں حشمت آباد نامی ایک چھوٹی سی بستی ہے۔ اس بستی میں حزبِ مومن کے مجاہدین ہیں۔ وہاں ہم پوری طرح محفوظ رہیں گے۔"

میں پارس کے ذریعے سن رہا تھا۔ جلال شاہ نے کہا "حضور ارسلان صاحب کو بھی ہمارے ساتھ ہونا چاہیے۔" وہ میرا عقیدت مند تھا۔ مجھے حضور کہتا تھا۔ پارس نے کہا "حضور بہت پہنچے ہوئے ہیں، وہ حشمت آباد پہنچ جائیں گے۔"

میں نے توبہ سے کہا "جلال شاہ کی معلومات کے مطابق پروان کے راستے میں کمیونسٹ ملیشیا ہے۔ ہمیں وارد ک کے راستے پر جانا چاہیے۔ پارس تمہیں حشمت آباد میں ملے گا۔"

وہ گاڑی کو ایک چھوٹے سے کچے راستے پر موڑتے ہوئے بولی "ہمیں کابل شہر کے باہر ہی باہر دس کلومیٹر کا چکر کاٹ کر جانا ہوگا لمبی ڈرائیو ہے۔"

"فکر نہ کرو۔ ایندھن کا کانٹا بتا رہا ہے کہ ٹنکی فل ہے۔ ڈکی میں ایکسٹرا پٹرول کے کین ضرور ہوں گے۔"

"بات صرف پٹرول کی نہیں ہے۔ صبح سے اس کی خیریت معلوم نہیں ہوئی ہے۔"

میں نے انجان بن کر پوچھا "کس کی خیریت؟"

وہ کن انکھیوں سے دیکھ کر بولی "سمجھ رہے ہو اور انجان بن رہے ہو۔"

"اس کا نام کیوں نہیں لیتیں؟"

"کون سا نام لوں؟ حماد یا پارس؟"

"تم نے دونوں ناموں کی کھچڑی پکائی تھی؟"

وہ ہنستی ہوئی بولی "یعنی حماد سے حما اور پارس سے رس تو نام ہوا حمارس۔"

ہم دونوں ہنسنے لگے۔ پھر وہ بولی "کسی کام میں جلدی کرو تو بھول چوک ہوجاتی ہے۔"

"اب کیا ہوا؟"

"جلدی میں موبائل فون لانا بھول گئی۔ فون ہوتا تو ابھی حمارس سے خوب باتیں کرتی۔"

سفر طویل تھا۔ میں نے اس کا دل بہلانے کے لیے کہا "تم فون کیے بغیر بھی پارس سے تمہاری گفتگو کراسکتا ہوں۔"

"سچ؟" وہ خوشی سے چیخ پڑی۔ پھر گاڑی روک کر بولی "بات کراؤ۔"

گاڑی چلاؤ اور کسی بستی سے گزرو۔ ہم نے صبح سے ناشتا نہیں کیا ہے۔ اگر پارس سے تمہاری بات کراؤں گا تو دوپہر کے کھانے کا وقت بھی گزر جائے گا۔"

"کھانا مل جائے گا۔ پچھلی سیٹ پر بند ڈبّوں میں موجود ہے۔ پلیز پارس سے بات کراؤ۔ مجھے یقین نہیں آرہا ہے کہ میں تمہاری ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس سے کس طرح گفتگو کروں گی؟"

"کیا تم مذاق سمجھ رہی ہو؟"

"مذاق نہیں ہے تو خواہ مخواہ وقت کیوں ضائع کررہے ہو۔"

"پہلے ٹیلی پیتھی کی تکنیک سمجھ لو۔ میں پارس کے دماغ میں جاؤں گا۔ اس کی سوچ کی لہروں کو خیال خوانی کے ذریعے اپنے دماغ میں کھینچوں گا۔ پھر اسے تمہارے دماغ میں پہنچاؤں گا۔"

"تو پھر کھینچنے میں اور اسے میرے دماغ میں لانے میں کافی وقت لگے گا؟"

"ہرگز نہیں۔ یہ چشم زدن میں ہوگا۔"

"یہ تکنیک میرے پلّے نہیں پڑ رہی ہے۔ پھر بھی چلو باتیں کراؤ۔"

"میں اسے تمہارے پاس لا رہا ہوں لیکن تم ڈرائیونگ پر دھیان رکھنا۔ ورنہ ہم دونوں غائب دماغ رہیں گے تو یہ گاڑی ہمیں کسی گڑھے یا کھائی میں پہنچادے گی۔"

"میں وعدہ کرتی ہوں محتاط ڈرائیونگ جاری رہے گی۔"

میں خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ میں آیا۔ تھوڑی دیر تک اسے بے چینی سے انتظار کرنے دیا پھر پارس کے لہجے اور اسٹائل میں بولا "ہیلو توبہ! کیا تم مجھے سن رہی ہو؟"

وہ خوش ہو کر بولی "ہاں، سن رہی ہوں۔ تم پارس ہی ہو نا؟ ذرا ٹھہرو ابھی بات کرتی ہوں۔"

اس نے کن انکھیوں سے مجھے اپنے پاس بیٹھے ہوئے دیکھا۔ میری نظریں ونڈ اسکرین کے پار ساکت تھیں۔ اس کی سمجھ میں آرہا تھا کہ میں خیال خوانی میں مصروف ہوں۔ میں نے اس کے اندر سوچ کے ذریعے پوچھا "تم میری طرف کیا دیکھ رہی ہو؟ پارس سے باتیں کرو۔"

اس نے پوچھا "کیا تم بھی موجود رہو گے؟"

"میں تمہارے دماغ میں رہوں گا۔ تب ہی پارس کی سوچ کی لہروں کو کھینچتا رہوں گا۔"

پھر میں نے پارس کے لہجے میں کہا "توبہ! پاپا کی موجودگی لازمی ہے ورنہ میری باتیں تمہارے پاس نہیں پہنچیں گی۔"

وہ بولی "پارس! یہ تو کمال ہوگیا۔ ہم فون کے بغیر باتیں کررہے ہیں۔"

"فی الحال پاپا کو ٹیلی فون سمجھ لو۔ ہم ان کے ذریعے بول رہے ہیں۔"

"ہاں، بس یہی ذرا گڑبڑ ہورہی ہے۔"

میں نے اپنے لہجے میں کہا "کہو تو چلا جاتا ہوں۔"

پھر فوراً ہی پارس کے لہجے میں بولا "نہیں پاپا! آپ کے جانے سے ہمارا رابطہ ٹوٹ جائے گا۔"

"لیکن توبہ مجھے کباب میں ہڈی سمجھ رہی ہے۔"

"وہ بولی "نن..... نہیں بالکل نہیں۔ تم ہمارے بزرگ ہو، ہمیں بزرگوں کے سائے میں رہنا چاہیے۔"

"شاباش! بڑی سعادت مند بچی ہو۔"

پھر پارس کے اسٹائل میں بولا "پاپا! اب آپ خاموش رہیں۔ ہمیں کچھ باتیں کرنے دیں۔"

"ضرور باتیں کرو، کیا میں منع کررہا ہوں۔"

"آپ بولتے رہیں گے تو کیا ہم خاک بولیں گے؟"

"لیکن میں بول کہاں رہا ہوں۔"

"بزرگوں کی یہی بری عادت ہے۔ بولتے بھی جاتے ہیں اور خاموش رہنے کا دعویٰ بھی کرتے ہیں۔"

"دیکھو پارس! تم اپنے باپ سے گستاخی کررہے ہو۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "ٹھہرو ٹھہرو۔ میری بات سنو۔ آپس میں جھگڑا نہ کرو۔"

میں نے پوچھا "جھگڑا میں کررہا ہوں؟ تم بھی پارس کی حمایت میں بول رہی ہو۔"

"نہیں۔ میں دونوں سے کہہ رہی ہوں۔"

میں نے پارس کے لہجے میں پوچھا "توبہ! دونوں کا مطلب یہ ہوا کہ تم مجھے بھی جھگڑالو کہہ رہی ہو۔ میں پوری ایک رات تمہارے ساتھ رہا تھا۔ کیا تم نے مجھے بدمزاج اور جھگڑالو پایا تھا؟"

"بالکل نہیں، تم تو بہت سلجھے ہوئے شریف نوجوان ہو۔"

میں نے اپنے لہجے میں کہا "اچھا تو وہ سلجھا ہوا ہے۔ شریف ہے اور میں بدمعاش ہوں۔ جھگڑا کرتا ہوں۔"

"نہیں، میرا یہ مطلب نہیں ہے۔ خدا کے لیے یہ بحث ختم کرو۔"

"بحث ختم ہوجائے گی۔ پارس سے کہو، مجھ سے معافی مانگے۔"

پھر میں نے پارس کے لہجے میں کہا "ارے واہ پاپا! میں کس بات کی معافی مانگوں؟"

"تم نے باپ کی شان میں گستاخی کی ہے۔"

"ہرگز نہیں۔ توبہ کے بیان کے مطابق میں سلجھا ہوا شریف نوجوان ہوں۔"

وہ بولی "بیشک تم نے گستاخی نہیں کی لیکن یہ تمہارے باپ ہیں، معافی مانگ لو۔"

میں نے اچانک ہی خیال خوانی ختم کرتے ہوئے کہا "ارے گاڑی سنبھالو۔"

اس نے فوراً ہی اسٹیئرنگ کو قابو میں کیا۔ ورنہ گاڑی سڑک کے کنارے ایک بڑے ٹیلے سے ٹکرانے والی تھی۔ وہ گاڑی روک کر بولی "میرا نام توبہ ہے مگر تم باپ بیٹے نے مجھے توبہ کروادی ہے۔ تم کیسے باپ ہو۔ اتنی عمر ہوگئی جوان بیٹا پیدا کردیا مگر یہ عقل نہیں آئی کہ بیٹے اور اس کی گرل فرینڈ کے درمیان نہیں بولنا چاہیے۔"

میں نے ناگواری سے پوچھا "کیا تم نوجوانوں کو زیب دیتا ہے کہ اپنی باتوں میں بزرگوں کا ادب لحاظ بالکل ہی بھول جاؤ؟"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے! تمہارا بیٹا جوان لڑکیوں کا دیوانہ نہیں ہے۔ میں نے ایک رات میں اسے پہچان لیا ہے۔ غلطی تمہاری تھی، تم کچھ زیادہ ہی بزرگ بن رہے تھے۔"

"ہاں ہاں، میں خبطی بوڑھا ہوں۔ گاڑی چلاؤ۔"

"چلاؤں گی، پہلے وعدہ کرو۔"

"کیسا وعدہ؟"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"اس سے بات کراؤ گے۔"

اس نے گاڑی اسٹارٹ کی۔ میں نے کہا "میں تمہیں کنوئیں میں دھکیلنا نہیں چاہتا۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ جو باپ کا نہ ہوا' وہ تمہارا کیا ہوگا؟ آج اس نے تمہارے لیے مجھ سے بدتمیزی کی' کل کسی اور کے لیے تمہیں ٹھکرا دے گا۔ اس سے پہلے تم اسے ٹھکرا دو۔ میں نے تمہیں بیٹی کہا ہے۔ تمہارے لیے کوئی دوسرا داماد پسند کروں گا۔"

"تم سٹھیا گئے ہو۔ جو باپ سگے بیٹے کا نہ ہوا' وہ منہ بولی بیٹی کا کیا ہوگا؟"

"اے تم میری بات الٹا کر مجھے بول رہی ہو۔"

"کیا تم ٹھنڈے دماغ سے باتیں نہیں کرسکتے؟"

"نئی نسل گستاخیاں کرتی ہے اور بزرگوں سے کہتی ہے' دماغ ٹھنڈا رکھو۔"

"مجھے معاف کردو۔ میں تم سے بحث نہیں کرسکتی۔"

"میں کب کہتا ہوں بحث کرو۔ بحث کرنے سے اختلافات بڑھتے ہیں۔"

"اتنی دانشمندی سے باتیں کرتے ہو اور بچوں کی غلطیاں معاف نہیں کرتے۔"

"اس نے معافی مانگنے سے انکار کیا ہے۔ تیموری آن کو للکارا ہے۔ میں اسے..... جانے دو۔"

وہ خوش ہوکر بولی "یعنی کہ تم نے معاف کردیا ہے؟"

"تمہاری خوشی کے لیے کیا ہے۔"

"تم بہت گریٹ ہو' پلیز اس سے بات کراؤ۔"

"اچھی بات ہے لیکن اسے سمجھا دینا' آئندہ میرا ادب کرے۔"

"سمجھا دوں گی۔ تم سے بھی التجا ہے' ہمارے درمیان نہ بولنا۔"

میں تھوڑی دیر خاموش رہا پھر اس کے دماغ میں پہنچ کر پارس کے لہجے میں بولا "ہیلو توبہ! میں نے پاپا سے معافی مانگ لی ہے۔"

"یہ تم نے بہت اچھا کیا۔ بتاؤ کیسے ہو؟"

"اچھا ہوں' کیا تم مجھے یاد کرتی ہو؟"

"ہاں۔ قسم سے دن رات یاد کرتی ہوں۔"

میں نے باپ بن کر کہا "توبہ! قسم کھا کر جھوٹ نہیں بولنا چاہیے۔ کوئی کسی کو دن رات یاد نہیں کرسکتا۔ دن رات میں کتنے ہی کام ہوتے ہیں' خاص طور پر رات کو سوتے وقت کوئی کسی کو یاد نہیں کرسکتا۔"

وہ بولی "اوہ پاپا! تم پھر مداخلت کررہے ہو۔"

"میں غلطی کی نشاندہی کررہا ہوں۔ انسان تو خدا کو بھی دن رات یاد نہیں کرتا۔ قسم کھا کر جھوٹی بات کا یقین دلانا گویا محبت میں دھوکا دینا ہے۔"

وہ جھنجلا کر بولی "میں نے محبت میں شدت پیدا کرنے کے لیے ایسا کہا تھا۔ اگر کوئی کہتا ہے کہ انتظار میں وہ رات بھر تارے گنتا رہا تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ واقعی تارے گن رہا تھا۔ تم بوڑھے ہو' ہم نوجوانوں کی محبت تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی۔ پلیز ہمیں بات کرنے دو۔"

پھر وہ پارس کو مخاطب کرتے ہوئے بولی "ہاں پارس! میں کہ رہی تھی کہ تین گھنٹوں کے اندر حشمت آباد پہنچوں گی' تم کب پہنچ رہے ہو؟"

"میرا تو دل کہتا ہے۔ میں ابھی اڑ کر تمہارے پاس آجاؤں۔"

میں نے لہجہ بدل کر کہا "نہیں بیٹے! دل کبھی نہیں کہتا۔ دل انسان کے جسم میں خون پمپ کرنے کا ایک آلہ ہے۔ دراصل تمہارا ذہن سوچتا ہے اور تم دل کو الزام دیتے ہو کہ وہ بے چارہ کہتا ہے۔"

"پاپا! محبت میں ایسا ہی کہتے ہیں۔"

"بیٹے! محبت میں غلط کہنے سے آگے جاکر محبت غلط ہوجاتی ہے۔"

وہ بے زار ہوکر بولی "اوہ پارس! اس طرح تو میں کبھی تم سے باتیں نہیں کرسکوں گی۔"

میں نے کہا "بیٹی! بزرگوں کے سائے میں رہ کر باتیں کرو گی تو بولنے کا سلیقہ آئے گا۔"

وہ بولی "تمہارے جیسے بزرگوں کے سائے میں باتیں کرنا تو سانس لینا بھی دشوار ہے۔ میں آخری بار پوچھتی ہوں' مجھے پارس سے باتیں کرنے دو گے یا نہیں؟"

"بھئی خوب باتیں کرو' لیکن زبان و بیان کی غلطیوں سے پرہیز کرو۔"

"اچھی بات ہے۔ اب خاموش رہو۔ ہاں پارس! بولو۔"

میں نے پارس کے لہجے میں کہا "کیا بولوں؟ میں نے اب سے پہلے کسی بزرگ کے سائے میں رومانس نہیں کیا۔"

"میری بھی پہلی بار شامت آئی ہے۔"

"برداشت کرو توبہ! زندگی میں بہت کچھ برداشت کرنا پڑتا ہے۔"

"درست کہتے ہو۔ اس وقت میں خون کے گھونٹ پی رہی ہوں۔"

میں نے کہا "میں سب سن رہا ہوں۔ تم دونوں مجھے مجبوراً برداشت کررہے ہو۔ خون کے گھونٹ پی رہے ہو۔ ایک تو بچھڑے ہوئے دلوں کو ملا رہا ہوں' اوپر سے بدنام ہورہا ہوں۔ بہتر ہے میں تمہارے درمیان سے چلا جاؤں۔"

میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ وہ آوازیں دینے لگی "پارس! تم خاموش کیوں ہوگئے؟ پارس! بولو' کیا رابطہ ختم ہوگیا ہے؟"

اس نے گاڑی کی رفتار دھیمی کردی۔ مجھے گھور کر دیکھتے ہوئے پوچھا "یہ کیا حرکت ہے؟ تم نے پارس کو مجھ سے دور کردیا ہے؟"

"میں تمہارے دماغ سے نکل آیا ہوں۔ رابطہ تو لازمی ختم ہوگا۔"

"میں نے اپنے دماغ سے تمہیں جانے کے لیے نہیں کہا تھا۔"

"میں مصیبت ہوں' اس لیے خود ہی چلا آیا۔"

"تمہیں ٹیلی پیتھی کیا آگئی ہے' مزاج ہی نہیں ملتا۔ چلو بلاؤ اپنے بیٹے کو۔"

میں پارس کو کبھی اس سے ملاتا رہا' کبھی اس سے دور کرتا رہا۔ پھر اسی طرح اسے بہلاتا ہوا حشمت آباد پہنچ گیا۔ پارس اور جلال شاہ ہم سے پہلے پہنچے ہوئے تھے۔ توبہ اسے دیکھ کر خوشی سے کھل گئی۔ اس کا جی چاہتا تھا' بڑے پیار سے ملے اور پیار ظاہر بھی نہ ہو۔ اس کا خیال تھا کہ اس نے پارس کے سامنے ابھی محبت کا اظہار نہیں کیا ہے۔ جبکہ وہ تھوڑی دیر پہلے بے اختیار اظہار کرچکی تھی۔ پارس بھی کوئی اناڑی نہیں تھا کہ اسے کچھ بتانے کی ضرورت پیش آتی۔ وہ بولی "پہلی ملاقات میں تم حماد تھے۔ دوسری ملاقات میں پارس ہو۔ کیا آئندہ بھی غیر متوقع انکشاف ہوگا؟"

میں نے کہا "اگلی بار انکشاف ہوگا کہ میں اس کا باپ نہیں ہوں' یہ میرا باپ ہے۔"

وہ ناگواری سے بولی "تم نہ ہی بولو تو اچھا ہے۔ تم نے بہت ستایا اور جلایا ہے۔"

پارس نے پوچھا "تمہیں پاپا سے شکایت ہے؟"

"تم مجھ سے پوچھ رہے ہو! میں تم سے پوچھتی ہوں' ایسے باپ کے ساتھ زندگی کیسے گزارتے ہو؟"

"آخر بات کیا ہے؟ میرے پاپا تو بہت گریٹ ہیں۔"

"گریٹ ہیں؟ یہ تم کہہ رہے ہو؟ گھنٹے بھر پہلے کی باتیں اتنی جلدی بھول گئے؟"

پارس نے حیرانی سے پوچھا "گھنٹے بھر پہلے کیا ہوا تھا؟"

"ارے تم موجود تھے اور مجھ سے پوچھ رہے ہو؟"

میں وہاں سے کھسک کر جلال شاہ کے پاس آگیا تو پارس سے کہہ رہی تھی "ابھی سفر کے دوران میں نے کئی بار تم سے رابطہ کیا لیکن جب بھی باتیں کرتی تھی یہ حضرت بیچ میں بولنے لگتے تھے۔ تم سے بری طرح جھگڑا کیا تھا۔"

اس نے تشویش سے پوچھا "توبہ! تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟ کیسی بہکی بہکی باتیں کررہی ہو؟"

وہ بولی "تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟ ایک گھنٹے پہلے کی باتیں بھول رہے ہو۔"

"توبہ! باتیں کیسے ہوسکتی تھیں؟ میں نے موبائل فون کے ذریعے کئی بار تم سے رابطہ....."

وہ بات کاٹ کر بولی "میں موبائل فون حویلی میں چھوڑ آئی ہوں۔ پاپا نے خیال خوانی کے ذریعے ہمارا رابطہ کرایا تھا۔ تمہیں میرے دماغ میں لے کر آئے تھے' تم نے مجھ سے باتیں کی تھیں۔"

وہ قہقہہ لگانے لگا۔ توبہ نے پوچھا "کیوں ہنس رہے ہو؟"

وہ بولا "تمہارے درمیان بہت دیر تک رابطہ رہا ہے نا؟"

"ہاں بالکل۔ اتنی لمبی مسافت کیسے طے ہوگئی۔ کچھ پتا ہی نہ چلا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "یہ پاپا کا نفسیاتی طریقۂ کار ہے۔ انہوں نے سفر کے دوران تمہیں بور ہونے نہیں دیا۔ مجھے تمہارے پاس پہنچاتے رہے اور تم مجھ سے باتیں کرتی رہیں۔"

"اچھی طرح باتیں نہیں ہوسکیں۔ وہ ہمارے درمیان بول پڑتے تھے۔ بار بار اپنی بزرگی جتانے لگتے تھے۔ جب تم سے جھگڑا کررہے تھے تو مجھے بہت برا لگ رہا تھا لیکن تم سے باتیں کرتے رہنے کے لیے انہیں مجبوراً برداشت کرتی رہی۔"

"مختصر یہ کہ تم نے بہت اچھا وقت گزارا۔ تمہیں میری کمی محسوس نہیں ہوئی۔"

"بالکل نہیں۔ یوں لگ رہا تھا جیسے تم میرے پاس ہو۔"

"اسی لیے میں پاپا کو گریٹ کہتا ہوں۔"

"میں سمجھی نہیں۔"

"میں موجود نہیں تھا لیکن انہوں نے تمہارے اندر میرے وجود کا چراغ جلائے رکھا۔"

"اس لحاظ سے وہ گریٹ ہے لیکن....."

"لیکن یہ کہ میں تمہارے دماغ میں نہیں آیا تھا اور نہ ہی تم سے کوئی بات کی تھی۔"

وہ حیرانی سے بولی "کیا کہہ رہے ہو؟"

"سچ کہہ رہا ہوں۔ ٹیلی پیتھی کے علم میں ایسا کوئی طریقۂ کار نہیں ہے کہ پاپا مجھے تمہارے اندر اور تمہیں میرے اندر پہنچا کر ایک دوسرے سے باتیں کرواتے رہیں۔"

"لیکن میں نے صاف طور سے تمہاری آوازیں' تمہاری باتیں سنی ہیں۔"

"وہ کبھی اپنے اور کبھی میرے لہجے میں بولتے رہے ہوں گے۔"

"یعنی فراڈ کررہے تھے؟ مجھے الّو بنا رہے تھے؟"

"بچے کو چاند سے اور محبوب کو خیالِ یار سے بہلانا فراڈ نہیں ہے۔"

وہ مسکرانے لگی پھر ہنسنے لگی۔ دور سے مجھے گھونسا دکھانے لگی۔ میں نے بھی مسکرا کر اسے دیکھا۔ پھر جلال شاہ کو حاتم شہریار کی حویلی میں ہونے والے تمام واقعات سنائے۔ اسے اپنی اصلیت بھی بتادی۔ اس نے میرے گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر کہا "آپ فرہاد

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

صاحب ہیں اور اب تک نجومی ارسلان بن کر رہے۔ آپ دونوں ہی حیثیت سے میرے لیے معزز اور محترم ہیں۔ کیا اب بھی آپ باپ بیٹے ارسلان اور حماد بن کر رہیں گے؟"

"ہمارے پاسپورٹ اور دیگر اہم کاغذات انہی ناموں سے ہیں۔ ہمیں اسی بھیس میں رہنا ہوگا۔"

"آپ کی آمد کا مقصد کیا ہے؟"

"موجودہ کاغذات کی رو سے ہم صحافی ہیں لیکن حقیقت میں موجودہ عالمی سیاست کے آئینہ دار ہیں۔ میں آئینہ دکھا رہا ہوں کہ پسماندہ ممالک میں اور خاص طور پر نئے اسلامی ممالک میں کیسی سیاسی چالبازیاں ہو رہی ہیں اور مسلمانوں کو آپس میں کس طرح لڑایا جا رہا ہے۔"

وہ بولا "بے شک' ہمارے افغانستان میں پختون مجاہدین' ایرانی شیعہ مجاہدین' ازبک ملیشیا وغیرہ کتنے ہی گروہ آپس میں لڑ رہے ہیں۔ جبکہ یہ سب ہی مسلمان ہیں۔"

"یہی ساری دنیا کے مسلمانوں کا المیہ ہے۔ برے وقت میں یہ سب ایک دوسرے پر الزام تراشی کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو تباہ و برباد اور نابود کرنے کی حد تک لڑتے ہیں۔"

"جی ہاں' لبنان میں سنّی اور شیعہ مسلمان لڑتے رہے۔ پھر عراق اور ایران نے دل کھول کر جنگ کی۔ پھر سعودی عرب کی زمین پر کویت کی آزادی کے بہانے مسلمان ممالک کے ہزاروں لاکھوں سپاہی خاک اور خون میں مل گئے۔ عراق کے چالیس فیصد مسلمان مارے گئے۔ اب افغانستان میں بھی یہی ہو رہا ہے۔"

میں نے کہا "مسلمانوں کو سب کچھ ملتا ہے' صرف عقل نہیں ملتی۔"

جلال شاہ نے پوچھا "کیا آپ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان سب کے دماغوں کو درست نہیں کر سکتے؟"

"ان سب کو درست اور متحد رکھنے والی ایک ہی کتاب قرآن مجید ہے۔ اس کتاب کی روشنی پھیلانے والے ہمارے ایک رسولِ اکرم محمد مصطفیٰؐ ہیں۔ یہ تمام مسلمان سرورِ کائنات کی ہدایات ایک دوسرے کو بڑی عقیدت سے سناتے ہیں۔ پھر بڑی طاقت اور تکبّر سے اپنے ہی مسلمانوں کا خون بہاتے ہیں۔ بڑی قرأت سے کلام پاک پڑھتے ہیں اور اس میں پڑھے ہوئے اسلامی دستور کو بھلا کر بڑے ممالک کے چمچے بن جاتے ہیں۔ مسجدوں میں ایک ہی خدا کو سجدہ کرتے ہیں اور مسجدوں سے باہر آ کر سجدہ کرنے والی گردنیں کاٹتے ہیں۔"

خدا جب کسی قوم سے ناراض ہوتا ہے تو اسے اسی طرح عقل کا اندھا بنا دیتا ہے۔ جلال شاہ اپنے ملک کے حالات سے مایوس تھا۔ سر جھکائے میری باتیں سن رہا تھا۔ میں نے کہا "ٹیلی پیتھی کے ذریعے دو چار یا دس کو راہِ راست پر لانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ پوری قوم کا قبلہ درست نہیں کیا جا سکتا۔"

ہم نے ماضی میں وقتاً فوقتاً کئی افراد کو گمراہی سے بچایا۔ وہ راہِ راست پر آئے لیکن پھر کسی لالچ یا ہوس میں پڑ کر گمراہ ہو گئے۔ ٹیلی پیتھی کی تلوار ہمیشہ سر پر نہیں لٹکتی۔ اس لیے توبہ کرنے والے پھر توبہ توڑ دیتے ہیں۔

اس نے پوچھا "آپ کی ٹیلی پیتھی سے ہمارے ملک کو کہاں تک مدد مل سکتی ہے؟"

میں نے کہا "اس ملک میں دو ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن فریزر اور پاسکوروٹ آئے تھے۔ اس سے پہلے کہ وہ مجاہدین کے دماغوں کو شیطانی ٹیلی پیتھی سے جکڑ لیتے' میں نے انہیں جہنم میں پہنچا دیا۔"

میں نے ایک ذرا توقف سے کہا "تم نے پوچھا ہے' میں کس حد تک مدد کر سکتا ہوں' تو میری طرف سے یہی امداد ہے کہ میں یہاں دشمنوں کو ٹیلی پیتھی کے حربے آزمانے نہیں دوں گا۔"

میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا "ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے نو آزاد اسلامی ممالک میں جمہوریت قائم نہیں کر سکتے۔ جمہوریت کسی بھی ملک کے عوام قائم کرتے ہیں۔ ہم تو صرف دشمنوں کی چالوں کا توڑ کرتے رہتے ہیں۔"

اس نے پوچھا "آگے کہاں جانے کا ارادہ ہے؟"

"ہم یہاں سے بلخ جائیں گے۔ سپر پاورز نے وہاں اپنے دفاتر اور خفیہ اڈے بنا رکھے ہیں۔"

"ٹھیک ہے' صبح روانہ ہوں گے۔ آج رات اسی عمارت میں گزاریں گے۔ یہاں حزبِ مومن کے مجاہدین ہمارے دوست ہیں۔ اگر حاتم شہریار کے حمایتی توبہ خانم کی تلاش میں آئیں گے تو یہاں سے ان کی لاشیں جائیں گی۔"

ہم نے رات وہاں گزاری۔ کھانے کے بعد عمارت کے سامنے ایک بڑے باغ میں کھیل تماشے اور گیت سنگیت کی محفل منعقد ہوئی۔ وہاں تفریح کا یہی ایک ذریعہ رہ گیا تھا۔ بڑے بڑے شہروں میں سینما ہال اور تفریح گاہیں بند ہو چکی تھیں۔ گولے بارود کے دھماکے سنتے رہنے والے کبھی کبھی موسیقی کی مترنم آوازیں سنتے تھے اور ایک دوسرے کو لطیفے سنا کر خوب ہنستے تھے کیونکہ اگلا کوئی بھی لمحہ ماتم کا ہو سکتا تھا۔

وہاں ہمارے لیے چار کمرے مخصوص تھے۔ ہم رات کے گیارہ بجے سونے کے لیے اپنے اپنے کمرے میں آ گئے۔ توبہ اور پارس کے کمروں کے درمیان ایک دروازہ تھا۔ وہ رات گئے تک کھلا رہا۔ وہ دیر تک اس کے کمرے میں بیٹھی رہی اور باتیں کرتی رہی۔ اس کا جی نہیں چاہتا تھا کہ اپنے کمرے میں جائے۔ وہ چاہتی تھی کہ پارس پھول کھلنے اور دل دھڑکنے کی باتیں کرے اور پارس اس موضوع سے کترا رہا تھا۔

ایسی بات نہیں تھی کہ وہ فرشتہ بن گیا تھا۔ شاید ہی کوئی ایسا ہو جو حسین اور جوان عورت کے ساتھ رات کی تنہائی میں فرشتہ بنا رہ جاتا ہو۔ دل تو مچلتا ہے' شیطان تو بہکاتا ہے لیکن وہ اس پہلو سے گزار رہا تھا کہ جس کے ساتھ زندگی نہیں گزار سکتا اس کے ساتھ رات نہیں گزارنا چاہیے' جس کے ساتھ وفا نہ ہو سکے اس کے ساتھ محبت کا کھیل نہیں کھیلنا چاہیے' جہاں تک ممکن ہو دامن بچا کر نکلنا چاہیے۔

ایسی بات بھی نہیں تھی کہ توبہ خانم میں کشش نہ ہو۔ اس کے حسن میں' سراپے میں اور شخصیت میں توبہ توڑنے والی کشش تھی لیکن دنیا میں لاکھوں حسینائیں ہیں جو پہلی نظر میں دیوانہ بنا دیتی ہیں۔ آدمی کہاں کہاں دیوانہ بنے۔ پارس نگر نگر جاتا تھا اور ڈگر ڈگر پر حسین بلائیں ملتی تھیں۔ اگر وہ ہر ایک کو گلے کا ہار بناتا جاتا تو کسی دن ہار کے بوجھ سے گردن ہی ٹوٹ جاتی۔

رات کے ایک بجے وہ بولی "یہ تمہاری نیند اور آرام کا وقت ہے اور میں تمہیں جگا رہی ہوں۔"

وہ بولا "صرف جگا نہیں رہی ہو' میرے لیے جاگ بھی رہی ہو۔"

"ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا مگر تم نے مجھے بہت زیادہ متاثر کیا ہے۔"

"یہ تاثر دوستی تک قائم رہے تو اچھا ہے۔ بات عشق و محبت تک بڑھے گی تو ہم مسائل میں گرفتار ہو جائیں گے۔"

اس نے پوچھا "کیسے مسائل؟"

"یہی کہ میں ایک مسافر ہوں۔ آج ہوں' کل چلا جاؤں گا اور کہاں جاؤں گا یہ خود نہیں جانتا۔"

"تو پھر کوئی منزل کوئی گھر تو بناؤ گے؟ آج میرے وطن میں آگ اور خون کی بارش ہو رہی ہے' کل خدا نے چاہا تو امن و امان ہوگا ہم یہاں اپنا گھر بسا سکتے ہیں۔"

"جس دن میں کسی ایک مقام پر ٹھہر جاؤں گا' وہ دشمنوں کے لیے عید کا دن ہوگا۔ ہم بھیس بدل کر اور جگہ بدل بدل کر انہیں دھوکا دیتے ہیں اس لیے زندہ رہتے ہیں۔"

"آخر تم لوگوں نے سپر پاورز سے دشمنی کیوں مول لی ہے؟"

"اس لیے کہ سپر پاورز دوست نہیں بناتے' غلام بناتے ہیں اور ہمیں غلامی منظور نہیں ہے۔"

توبہ نے اسے نظر بھر کے دیکھا۔ اس کی آنکھوں سے نشہ چھلک رہا تھا۔ وہ بولی "کیا تم پتھر ہو؟ میری ذات میں کوئی کشش محسوس نہیں کرتے ہو؟"

"تم بہت پرکشش ہو' میرے دل میں تمہارے لیے خوب صورت جذبے ہیں۔ میں تم سے کوئی رشتہ جوڑ کر پھر تم سے دور ہو کر خوب صورت جذبوں کو ٹھیس نہیں پہنچانا چاہتا۔"

"تم جب سے ملے ہو۔ میرے دل میں گھر کرتے جا رہے ہو۔ میں سوچتی رہتی ہوں' تم سے جدائی ہوگی تو کیسے برداشت کروں گی؟ میں الجھ کر رہ گئی ہوں۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی "میں اپنی زمین پر چودہ برس سے جنگ لڑتی آ رہی ہوں۔ مجھے یہاں کی مٹی سے اتنی محبت ہے کہ میں اس سے الگ نہیں ہو سکتی۔ میں فولاد ہوں۔ بڑے زخم کھا چکی ہوں۔ دیکھوں گی کہ تمہاری جدائی کا زخم کتنا گہرا ہوگا۔"

پارس نے کہا "ابھی کچھ روز ہمارا ساتھ رہے گا۔ پاپا چاہتے ہیں تم محبِّ وطن مجاہدین کے گروہ میں شامل ہو جاؤ۔ یا اپنی الگ تنظیم بنانا چاہو تو تمہیں اسلحہ' ڈالرز اور پونڈز کی کمی نہیں ہوگی۔"

"یہ سب کچھ مجھے کہاں سے حاصل ہوگا؟"

"پاپا ایک اشارہ کریں گے' حکومت فرانس تمہارے لیے خزانے کا منہ کھول دے گی۔"

وہ بولی "حزبِ مومن کے مجاہدین سچے اور محبِّ وطن ہیں۔ ہمارے ہاں عورتوں کو بے پردگی کی اجازت نہیں ہے۔ اگر میری طرف سے انہیں اسلحہ اور مالی امداد حاصل ہوگی تو میں ان کے درمیان خود مختار رہ سکوں گی۔ کوئی میرے کہیں آنے جانے اور کسی سے ملنے جلنے پر اعتراض نہیں کرے گا۔"

"اچھی بات ہے' کل یہ معاملات طے ہو جائیں گے۔ اب جا کر آرام کرو۔"

وہ جانا نہیں چاہتی تھی۔ اس نے جھکی جھکی نظروں سے مگر بھرپور نظروں سے دیکھا۔ پھر بے دلی سے اٹھ گئی۔ پارس بھی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے ساتھ چلتا ہوا درمیانی دروازے تک آیا۔ وہ دروازہ ایک سرحد کی لائن کی طرح تھا۔ اِدھر پارس کی مملکت میں شب خوابی تھی اُدھر توبہ کی نگری میں شبِ بیداری تھی' اِدھر سلانے والا تھا' اِدھر جگانے والی نامرادیاں تھیں۔ وہ اس پار جاتی دروازہ بند ہو جاتا تو صبح سے پہلے نہ کھلتا اور محبت کا جو دروازہ دوبارہ نہ کھلے اسے بند نہیں ہونا چاہیے۔

پارس نے الوداعی مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ توبہ نے اسے تھام لیا' جیسے ہاتھ تھام کر بھاگتے ہوئے وقت کو گرفتار کر لینے کا موقع مل گیا ہو۔ کبھی کبھی کوئی لمحہ تھم جاتا ہے مصافحے کی دہلیز پر جم جاتا ہے۔ خاموش جذبے پوچھتے ہیں اب کیا ہوگا؟ وہی ہوگا جو فطرت کا تقاضا ہے اور قدرت کا اصول ہے اور اصول یہ ہے کہ کھال اپنے گوشت سے الگ نہیں ہوتی اور گوشت اپنی کھال سے جدا نہیں ہوتا۔

جی ہاں۔ بعض حالات میں خدا حافظ کہنے والے بچھڑ نہیں پاتے' ان کا خدا ہی حافظ ہوتا ہے۔

O☆O

میں اپنے کمرے میں تھا اور بستر پر بیٹھا ہوا تھا۔ یہ وہی عمارت تھی' جس کے ایک کمرے میں پارس' دوسرے میں توبہ اور تیسرے کمرے میں جلال شاہ سو رہا تھا اور یہ وہی جگہ تھی جہاں مرینا آتما شکتی کے ذریعے آئی تھی۔

میں نے آج تک جتنے خیال خوانی کرنے والوں کو ٹریپ کیا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہے' انھیں سلمان' سلطانہ اور لیلیٰ کے حوالے کرتا رہا ہوں تاکہ وہ انھیں اپنا معمول بنا کر اپنی نگرانی میں رکھیں۔ ایک وقت ایسا آیا تھا جب سپر ماسٹر کے درجنوں خیال خوانی کرنے والے مثلاً پال ہوپ کن' ٹیٹو سنتانا' جورا جوری' جوڈی نارمن' وارنر بیگ' جان گاڈوی' جے مورگن اور ایسے ہی کتنے ہمارے قابو میں آگئے تھے۔

میں نے مرینا کو بیٹی بنا کر اس کا دل جیتنے کے لیے اکثر خیال خوانی کرنے والوں کو اس کے حوالے کردیا تھا۔ وہ ہم پر اعتماد کرسکتی تھی ہماری بیٹی بن کر رہ سکتی تھی' لیکن اس نے زبردست دھوکا دیا تھا۔

ان حالات کے پیشِ نظر میں نے مرینا پر تنویمی عمل کرکے اسے اپنی معمولہ بنالیا تھا اور یہ طے کیا تھا کہ سلمان وغیرہ کو اس کی نگرانی پر مامور نہیں کروں گا۔ خود اس پر نظر رکھوں گا اور اسے پھر کبھی فراڈ کرنے کا موقع نہیں دوں گا۔

میں بڑی پابندی سے ہفتے میں دو ایک بار اس کے دماغ میں جاتا رہا تھا۔ اس کا حساس دماغ میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتا تھا۔ وہ پریشان سی رہتی تھی۔ یہ اندیشہ ستاتا تھا کہ میں اس کے دماغ میں چھپ کر آتا ہوں۔ وہ یوگا میں مزید مہارت حاصل کرکے اس اندیشے کو دور کرنا چاہتی تھی لیکن کسی بھی طریقہ' کار سے اپنے اندر کے شکوک و شبہات مٹانے میں ناکام رہتی تھی۔

کئی ماہ گزر گئے اور میں نے خیال خوانی کے ذریعے اسے کبھی مخاطب نہیں کیا اور نہ ہی اس نے مجھے محسوس کیا تو اسے کچھ اطمینان سا ہونے لگا کہ میں بھول گیا ہوں اور ہمیشہ کے لیے اسے نظرانداز کرچکا ہوں اور پہلا تنویمی عمل جو میں نے اس پر کیا تھا' اس عمل کی مقررہ مدت ختم ہوچکی ہے۔

میں اس چالاک لومڑی کے معاملے میں محتاط رہتا تھا تنویمی عمل کی پہلی مدت ختم ہونے سے پہلے ہی پھر اس کے خوابیدہ دماغ پر عمل کرتا تھا اور تاکید کرتا تھا کہ وہ صبح اٹھ کر تنویمی عمل کو بھول جائے اور یہی ہوتا تھا۔ وہ بھول جاتی تھی اور خوش فہمی میں رہتی تھی کہ میری گرفت سے رہائی حاصل کرچکی ہے۔

لیکن جیسا کہ اس کا مزاج تھا بے اعتمادی اور بے اطمینانی اس کی گھٹی میں پڑی تھی۔ وہ کسی ایسے علم کے لیے بھٹکتی رہی جو اسے ٹیلی پیتھی کی دشمن طاقتوں سے تحفظ دے سکے۔ آخر ایک ہندوستانی جوگی نے اسے بتایا کہ جو آتما شکتی حاصل کرلے' وہ صرف پرماتما کے قبضے میں رہتا ہے' باقی کوئی انسان اس پر غالب نہیں آسکتا۔

جوگی نے کہا "تبت کے ایک شہر لاسہ میں ایک مہالامہ گنچن دیو رہتا ہے۔ وہی اسے آتما شکتی کے مراحل سے گزار سکتا ہے اور اس کی منوکامنا (دل کی مراد) پوری کرسکتا ہے۔"

مختصر یہ کہ وہ مہالامہ کی درس گاہ میں پہنچ گئی تھی اور پہلی ہی ملاقات میں گرو دیو سے کہا تھا "میرا ایک دشمن فرہاد علی تیمور میرے اعصاب پر سوار ہے۔ شاید میں اس کے تنویمی عمل کے زیرِ اثر ہوں۔ اس اندیشے سے کڑھتی رہتی ہوں کہ وہ جب چاہتا ہوگا میرے اندر چلا آتا ہوگا۔"

ایسے وقت جب وہ میرے خلاف مہالامہ سے بول رہی تھی' میں اس کے اندر موجود تھا۔ گرو دیو مہالامہ نے اس سے پوچھا "کیا وہ تمہارا عاشق ہے؟"

"نہیں وہ مجھے بیٹی کہتا ہے۔"

وہ گھور کر بولا "تعجب ہے' تم باپ پر شبہ کرتی ہو کہ وہ بیٹی کے دماغ میں آتا ہے۔"

"اگر نہیں آتا ہے تو میں اس کے آنے جانے کے اندیشوں میں کیوں مبتلا رہتی ہوں؟"

"شاید تمہیں کسی غلطی کی سزا مل رہی ہے اگر مجھے گرو مان کر آئی ہو تو مان لو کہ وہ تمہارے دماغ میں نہیں آتا' محض تمہارے اندر شک آتا ہے' شبہ آتا ہے اور غصہ آتا ہے۔"

اسے گرو دیو کی باتوں سے اطمینان ہوا کہ واقعی وہ شک اور شبہ میں کڑھتی رہتی ہے۔ اگر فرہاد آتا بھی ہے تو آتما شکتی حاصل کرنے کے بعد وہ تنویمی عمل کے اثر سے نکل آئے گی۔

پھر وہ بڑی لگن سے نئے جذبوں کے ساتھ نیا غیر معمولی علم سیکھنے لگی۔ دن رات مصروف رہنے لگی' ایک تو وہ بلا کی ذہین تھی پھر بے حد محنتی تھی۔ اس لیے چھ ماہ میں اس نے آتما شکتی حاصل کرلی۔ اس رات وہ درس گاہ کی چھت پر چاروں شانے چت لیٹ گئی تھی۔ مہالامہ اس کے پاس پالتی مار کر بیٹھ گیا تھا۔ اس نے کہا تھا "یوگا شکتی سے کام لو' جو کئی گھنٹوں تک سانس روک کے رکھنے پر قادر ہوجاتے ہیں ان کی سانسوں کی طرح ان کی روحیں بھی ان کے قابو میں رہتی ہیں۔ آج سے تم جب چاہو گی' روح تمہارا جسم چھوڑ دیا کرے گی اور جب چاہو گی وہ جسم میں واپس آجایا کرے گی۔"

میں مرینا کے دماغ میں رہ کر ایک غیر معمولی اور حیرت انگیز علم کا طریقہ' کار دیکھ رہا تھا۔ مرینا ہرے کرشنا کرشنا کہتے کہتے سانس چھوڑ رہی تھی لیکن یہ میرے لیے اچھا نہیں ہوا۔ اس کی سانسوں کے ساتھ میں بھی باہر نکل گیا۔ سانس نہیں تو روح نہیں' سانس آئے تو روح آتی ہے اور سانس نہ رہے تو خیال خوانی کی لہریں بھی اندر نہیں رہتیں۔

میں سمجھ رہا تھا کہ اس کے اندر رہ کر یہ دیکھنے کا موقع ملے گا کہ اس کے نیم مردہ دماغ میں زندگی کب اور کیسے آتی ہے لیکن میں باہر آگیا تھا۔ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا تھا۔ اگر وہ سانس نہ چھوڑتی تب بھی دماغی رابطہ ختم کرنا پڑتا' کیونکہ پیرس میں فجر کی نماز کا وقت ہورہا تھا۔ میں اپنے وعدے کے مطابق سونیا کے دماغ میں جاکر اسے فجر کی اذان سنانے لگا۔

وہ بابا فرید واسطی مرحوم کی کٹیا میں تنہا رہتی تھی کسی سے ملاقات نہیں کرتی تھی۔ اس کٹیا میں صرف چھ گھنٹے سوتی تھی باقی اٹھارہ گھنٹے عبادت میں اور روزمرہ کی مصروفیات میں گزارتی تھی۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اوارے کے اس حصے میں گھنے درخت تھے' وہ کلہاڑی سے درخت کاٹتی تھی پھر اس کی لکڑیوں سے کھانا پکاتی تھی۔

سونیا کے ایک حکم سے دنیا جہان کی دولت اس کے قدموں میں آسکتی تھی۔ انواع و اقسام کے لذیذ کھانے اس کے دسترخوان پر پہنچ سکتے تھے لیکن وہ کلہاڑی سے درخت کاٹتی تھی تاکہ حمل کے دوران محنت و مشقت کی حرارت بچے تک پہنچتی رہے۔

وہ تمام کام اپنے ہاتھوں سے کرتی تھی' کھانا پکاتی تھی' برتن اور کپڑے دھوتی تھی' کٹیا کو صاف ستھرا رکھتی تھی' تاکہ ایک گھڑی کے لیے بھی ستانے یا سونے کی خواہش پیدا نہ ہو۔ میں اس کے دماغ میں اذان سنا کر آجاتا تھا پھر نماز کے بعد اس کے پاس جاتا تھا۔ وہ کلام پاک کی تفسیر پڑھتی تھی' میں اس کے تحت الشعور میں پہنچ کر ہونے والی اولاد تک وہ تفسیر پہنچاتا تھا۔

مانا کہ سونیا کی کوکھ میں ابھی وہ محض گوشت کا لوتھڑا ہو گا ابھی جسم بننے کا عمل جاری ہو گا' اس کے ابھی کان نہیں ہوں گے لیکن کلام پاک سننے والی روح موجود ہو گی۔ جب مرینا اور مہالامہ اپنے دھرم کے طریقۂ کار کے مطابق آتما شکتی حاصل کر سکتے ہیں تو پھر ہماری ہونے والی اولاد کی روح تک کلام پاک کی تفسیر کیوں نہیں پہنچے گی؟ ضرور پہنچے گی۔ یہ ہمارا اپنا ایمان ہے اور ہم اپنے ایمان کے مطابق عمل کرتے رہتے تھے۔

میں دو گھنٹے بعد مرینا کے پاس آیا۔ پہلے اس کے اندر سے تمام سانسیں نکل گئی تھیں اس لیے میں بھی نکل گیا تھا۔ اب واپس آیا تو وہ سانس لے رہی تھی۔ میرے لیے یہ بات قابل اطمینان تھی کہ اس نے میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا تھا۔ یعنی اس کی آتما شکتی نے میرے تنویمی عمل کو نہیں مٹایا تھا۔ یہ آتما شکتی صرف اس وقت میری سوچ کی لہروں کو کاٹ دیتی تھی' جب روح اس کے جسم سے باہر رہا کرتی تھی۔ اس وقت وہ سو رہی تھی' میں نے اپنے تنویمی عمل کو مزید پختہ کرنے کے لیے پھر اس کے خوابیدہ دماغ کو پناٹائز کیا پھر عمل کے دوران پوچھا "کیا واقعی تم نے آتما شکتی حاصل کی ہے؟"

اس کی سحرزدہ سوچ نے کہا "ہاں' حاصل کی ہے۔"

"کیا تمہاری روح تمہارا جسم چھوڑ کر الگ ہو جاتی ہے؟"

"ہاں' جسم سے الگ ہو جاتی ہے۔"

"پھر تمہارا جسم زندہ کیسے رہتا ہے؟"

"یہی آتما شکتی کا گیان ہے۔ جسم سے روح جدا ہونے کے بعد بھی دونوں کے درمیان ایک ناقابل فہم قدرتی تعلق ہوتا ہے۔"

اس کی یہ بات قابل غور تھی۔ ہماری دنیا میں ایسا ہوتا ہے ایسے کئی واقعات دیکھنے میں آئے ہیں کہ ایک شخص مرجاتا ہے' جسم بے جان ہو جاتا ہے۔ ڈاکٹر موت کی تصدیق کر دیتا ہے' اس کے باوجود ایک آدھ منٹ یا ایک آدھ گھنٹے میں روح واپس آجاتی ہے اور وہ زندہ ہو جاتا ہے۔ ہماری دنیا میں ایسے کئی مرنے والوں کے اور دوبارہ جی اٹھنے والوں کے ریکارڈ موجود ہیں۔ ان ریکارڈ سے ثابت ہوتا ہے کہ روح جسم کو چھوڑ کر الگ ہوتی ہے لیکن جسم میں واپس بھی آجاتی ہے۔

اسے قدرتی کرامات کہنا چاہیے اور علوم کی دنیا میں جتنے قدرتی مظاہر ہیں وہ انسانی کی دسترس .... سے دور نہیں ہیں۔ انسان اپنی محنت' لگن اور ذہانت سے ایسے علوم حاصل کر لیتا ہے۔ یہ ناقابل تردید حقیقت ہے کہ روح واپس آجاتی ہے یا پھر وہ قیامت تک کے لیے ٹوٹ جاتا ہے۔

میں نے اپنی معمولہ مرینا سے کہا "تمہارے گرو دیو نے کہا کہ تمہاری آتما جسم سے الگ ہو کر دنیا کے کسی بھی حصے میں جا سکتی ہے' تمہاری آتما کہاں گئی تھی؟"

اس نے جواب دیا "پارس کے پاس گئی تھی۔"

مجھے یقین نہیں آیا کہ اس کی آتما تبت سے افغانستان گئی تھی جہاں ہم نے قیام کیا ہے لیکن یقین کرنا پڑا کیونکہ تنویمی عمل کے ذریعے معمول بننے والا کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔ پھر یہ کہ سوچ کی لہریں دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پلک جھپکتے میں جاتی ہیں تو آتما کیوں نہیں جا سکتی؟

میں نے پوچھا "کیا واقعی پارس کے پاس گئی تھیں؟ سچ بولو؟"

"میں اپنے عامل سے سچ کہہ رہی ہوں۔"

"یہ بتاؤ تم نے پارس کو کہاں دیکھا؟ وہ کیا کر رہا تھا؟"

"وہ ایک عمارت کے کمرے میں سو رہا تھا۔"

"اپنی آتما کے سفر کو تفصیل سے بیان کرو۔"

وہ کہنے لگی "میں نے اسے بستر پر سوتے دیکھا' اس پر پیار آرہا تھا۔ میں نے اسے چھونا چاہا لیکن میری انگلیاں' میرا وجود ٹھوس نہیں تھا اس لیے اسے چھو نہ سکی۔ میں صرف دیکھ سکتی تھی' سن نہیں سکتی تھی اور نہ ہی بول سکتی تھی۔"

وہ ٹھہر ٹھہر کر بول رہی تھی "میں معلوم کرنا چاہتی تھی کہ پارس کس مکان میں اور کس علاقے میں ہے؟ میں دوسرے کمرے میں گئی وہاں ایک حسین دوشیزہ سو رہی تھی۔ تیسرے کمرے میں ایک پٹھان محو خواب تھا۔ اس حسینہ اور پٹھان کے لباس سے معلوم ہوا کہ پارس افغانستان میں ہے۔"

میں نے پوچھا "کیا تم میرے کمرے میں آئی تھیں؟"

"آئی تھی۔ تم بستر پر بیٹھے دونوں ہاتھ اپنے کانوں پر رکھے لب کچھ پڑھ رہے تھے۔"

میں سمجھ گیا کہ وہ میرے اذان دینے کے وقت آئی تھی۔ یہ بات تشویشناک تھی کہ ہم دنیا کے کسی بھی حصے میں کسی بھی روپ میں چھپے رہتے وہ وہاں پہنچ کر ہمیں پہچان لیتی۔ اس کی آتما نے مجھے ارسلان کے بھیس میں اور پارس کو حماد کے روپ میں پہچان لیا تھا۔

اسی طرح خیال آیا کہ سونیا' رسونتی' علی تیمور' سونیا' جوجو' سلمان' سلطانہ اور لیلیٰ وغیرہ جہاں بھی روپوش ہوتے' مرینا اپنی آتما کے ذریعے وہاں کی تمام معلومات حاصل کر لیتی۔ آئندہ میں اور میری فیملی کے تمام افراد مرینا سے نہ چھپ کر رہ سکتے تھے اور نہ ہی اپنی کوئی بات چھپا سکتے تھے۔ اس کمبخت نے بڑی عجیب اور ناقابل یقین روحانی قوت حاصل کی تھی۔

میں نے کہا "میں حکم دیتا ہوں کہ تم آتما شکتی سے ہمارے متعلق جو بھی معلومات حاصل کرو گی' اسے جسم میں آنے کے بعد بھول جایا کرو گی۔"

میں نے اپنے تمام فیملی ممبرز اور بابا صاحب کے ادارے کے تمام افراد کے متعلق یہ اس کے ذہن میں نقش کر دیا کہ وہ ان کے خلاف اپنی آتما کے ذریعے جاسوسی نہیں کرے گی۔ اس نے میرے احکامات کی تعمیل کرنے کا وعدہ کیا۔ میں نے پوچھا "دو غیر معمولی علوم حاصل کرنے کے بعد تمہاری نظروں میں پارس کی کیا اہمیت رہی ہے؟"

وہ بولی "اپنے مرد کی مردانگی کے سامنے دنیا کے تمام علوم دماغ سے گم ہو جاتے ہیں۔ علوم کی کیا بات ہے' اس کے سامنے میں چھوٹی پڑ جاتی ہوں۔ اسے اپنی مٹھی میں رکھنے کی کوشش کرتی رہتی ہوں' میں چاہتی ہوں وہ صرف میرا اسیر رہ کر مجھے اسیر کرتا رہے۔"

"تم اسے شدت سے چاہتی ہو پھر اس سے دور کیوں ہو؟"

"اس کے باپ سے بچ کر رہنے کے لیے اس سے دور رہتی ہوں۔"

"تمہارا کیا خیال ہے' میں تمہارے دماغ میں آیا کرتا ہوں؟"

"نہیں آتے ہو۔ ایک طویل عرصہ گزر چکا ہے۔ تم نے کبھی دماغ میں آکر مجھے مخاطب نہیں کیا۔ تمہارے چوری سے آنے کا بھی علم نہ ہو سکا۔ پھر گرو دیو نے یقین دلایا ہے کہ آتما شکتی حاصل کرنے کے بعد کوئی شخص دل و دماغ کو تسخیر نہیں کر سکتا۔"

میں نے سوال کیا "دل کو بیٹے نے اور دماغ کو باپ نے تسخیر کیا ہے' اس سلسلے میں کیا کہتی ہو؟"

"ابھی میں تنویمی عمل کے دوران سمجھ رہی ہوں کہ میرے دماغ پر تمہارا قبضہ ہے۔ تنویمی نیند سے بیدار ہونے کے بعد تمہارا قبضہ بھول جاؤں گی۔ صرف دل پر پارس کی حکمرانی یاد رہ جاتی ہے۔"

"آج بھی نیند سے بیدار ہو کر میرے تنویمی عمل کو بھول جاؤ گی۔"

اس نے وعدہ کیا۔ میں نے مزید ضروری ہدایات دیں پھر اسے تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا۔

○☆○

ہم ایک رات حشمت آباد میں گزار چکے تھے دوسرے دن وہاں سے بلخ کی سمت روانہ ہونے والے تھے' پارس نے کہا "ہم جب تک اس ملک میں ہیں توبہ ہمارے ساتھ رہے گی۔ اس کے بعد تنہا رہ جائے گی۔ اس کی تنہائی مجاہدین کے گروہ میں رہ کر دور ہو سکتی ہے۔"

میں نے پوچھا "وہ کس گروہ میں رہنا پسند کرے گی؟"

"ہم کل رات سے یہاں حزب مومن کی پناہ میں ہیں۔ توبہ اسی گروہ کو ترجیح دے رہی ہے۔ میں چاہتا ہوں اس گروہ میں توبہ کا ایک اونچا مقام ہو' وہ اپنے مزاج کے مطابق کسی کی پابند نہ رہے۔ اگر توبہ کی پشت پر حکومت فرانس ہو تو؟ آپ تو جانتے ہیں جس کی پشت پر بڑا ملک ہو وہ اہم ہو جاتا ہے۔"

میں نے گائیڈ جلال شاہ کو ساتھ لے کر حزب مومن کے لیڈر اور مجاہدین کے کمانڈر وغیرہ سے بات کی۔ ان سے کہا "اگر آپ لوگ اپنی جماعت میں توبہ خانم کو آزاد اور خود مختار رہنے کی اجازت دیں گے تو ملک فرانس سے آپ لوگوں کو چوبیس گھنٹے کے اندر بہت بڑی امداد ملے گی۔"

لیڈر نے پوچھا "کچھ معلوم تو ہو کتنی بڑی امداد ملے گی؟"

میں نے کہا "پہلی امداد کے طور پر منہ مانگا جدید اسلحہ اور پچاس لاکھ ڈالر۔ اس کے بعد بھی توبہ خانم جب ضرورت سمجھے گی' فرانس سے مزید امداد حاصل کرتی رہے گی۔"

حزب مومن کے اکابرین اپنی مقامی زبان میں ایک دوسرے سے مشورے کرنے لگے پھر کمانڈر نے کہا "یہ درست ہے کہ مجاہدین کسی بڑے ملک سے امداد حاصل کیے بغیر جنگ جاری نہیں رکھ سکتے لیکن ایک قباحت ہے۔"

جلال شاہ نے پوچھا "وہ کیا؟"

"وہ یہ کہ جس ملک سے امداد حاصل کی جاتی ہے اس کے مفادات ہمارے ملک سے وابستہ ہو جاتے ہیں۔"

اکابرین میں سے ایک نے کہا "فرانس بھی دل کھول کر ہماری مدد کرے گا لیکن اپنی پالیسیوں کے مطابق ہمیں ضرور اپنے دباؤ میں رکھے گا۔"

میں نے کہا "جب بھی کوئی بڑا ملک اناج' رقم اور اسلحہ وغیرہ امداد کے طور پر دیتا ہے تو وہ متعلقہ چھوٹے ملک سے تحریری معاہدہ کرتا ہے تاکہ اسے دباؤ میں رکھے۔ میں یقین دلاتا ہوں' فرانس کی طرف سے کوئی تحریری یا زبانی معاہدہ نہیں ہو گا۔ آپ لوگوں پر کسی طرح کا دباؤ نہیں ڈالا جائے گا۔"

ایک نے کہا "یہ عقل نہیں مانتی۔ بڑے ممالک جتنی امداد دیتے ہیں' اس سے زیادہ خون چوس لیتے ہیں۔ مطلب کے بغیر کوئی کسی کے کام نہیں آتا۔"

میں نے کہا "بیشک حکومت فرانس کو تمہاری مدد کرنے سے پہلے ہی میری ذات سے بے شمار فائدے حاصل ہوتے رہے ہیں اور وہ آئندہ بھی فوائد حاصل کرتے رہیں گے۔"

لیڈر نے پوچھا "آپ سے اس ملک کو کیا فائدے حاصل ہوتے ہیں؟"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"آپ یہ نہ پوچھیں۔ یہ میرا اور حکومت فرانس کا معاہدہ ہے۔ آپ صرف اپنا فائدہ اور سہولت دیکھیں۔ آپ سے کوئی معاہدہ نہیں کیا جائے گا۔ کسی دستاویزی ثبوت کے بغیر بھاری اسلحہ اور مالی امداد پہنچتی رہے گی۔"

بات معقول تھی۔ سب قائل ہورہے تھے۔ میں نے کہا "آپ کو یہ منظور ہے تو توبہ خانم کو اپنے گروہ میں کوئی ایسا عہدہ دیں جو خانم کے شایانِ شان ہو۔"

کمانڈر نے پوچھا "خانم کیا چاہتی ہیں؟"

توبہ کو بلایا گیا۔ وہ اس اجلاس میں آئی اس نے آتے ہوئے جھکی جھکی نظروں سے پارس کو یوں دیکھا جیسے صرف اسی کے لیے آئی ہو۔ حزبِ مومن کے لیڈر نے کہا "ہماری جماعت میں کوئی عورت نہیں ہے لیکن تمہاری چودہ سالہ جدوجہد کو نصف افغانستان جانتا ہے۔ تم مردوں کے مقابلے میں مردانگی دکھاتی رہی ہو لہٰذا ہمیں تمہاری شمولیت پر اعتراض نہیں ہے۔"

کمانڈر نے کہا "خانم! ہم آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ آپ فرمائیں ہماری جماعت میں اپنا کیا مقام چاہتی ہیں؟"

توبہ نے پھر ایک بار پارس کو بھرپور نظروں سے دیکھا اس کے بعد کہا "فی الحال کوئی عہدہ نہیں چاہتی' جب میں آٹھ برس کی تھی تب سے ہتھیاروں کے ساتھ کھیل رہی ہوں۔ میں نے چودہ برس میں کسی گروہ کا سہارا نہیں لیا جو سچا مجاہد نظر آیا اس کے شانہ بشانہ لڑتی رہی۔آج بھی ایک مجاہد کے شانہ بشانہ ہوں۔"

اس نے آخری فقرے کی مناسبت سے پارس کو دیکھا پھر کہا "میں آزاد تھی' آزاد رہوں گی۔ ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جہاں چاہوں گی' جاتی رہوں گی۔ اپنے کسی معاملے میں میں کسی کی پابندی برداشت نہیں کروں گی یہاں کوئی عہدہ قبول کرنے سے مجھے جماعت کے قوانین کا پابند ہونا پڑے گا لہٰذا میں صرف آپ کے مددگار کی حیثیت سے تعلق رکھوں گی۔ جیسا کہ مسٹر ارسلان نے فرمایا ہے' چوبیس گھنٹوں میں پہلی امداد آپ کے پاس پہنچ جائے گی۔"

سب نے اس کی باتوں کو تسلیم کیا۔ حزبِ مومن کے اکابرین نے وعدہ کیا کہ وہ بھی توبہ خانم کی ضرورت کے وقت اس کی ہر طرح کی مدد کرتے رہیں گے۔ انہوں نے مطلوبہ اسلحے کی ایک فہرست لکھ کر مجھے دی۔ میں نے حکومت فرانس سے رابطہ قائم کرنے کے لیے مجاہدین کے سامنے ان کا فون استعمال کیا۔ الٹے سیدھے نمبر ڈائل کیے۔ جس کے نتیجے میں کسی سے رابطہ نہیں ہوا لیکن میں فرانس کے ایک حاکم کے پاس پہنچ گیا۔ اسے صورت حال سے آگاہ کیا اور کہا کہ چوبیس گھنٹوں کے اندر اپنے ایک نمائندے کے ذریعے رقم اور اسلحہ افغانستان پہنچادے۔

میں نے مجاہدین کو دکھانے کے لیے ریسیور کان سے لگائے اونچی آواز میں بول رہا تھا اور اسلحے کی فہرست پڑھ کر سنا رہا تھا۔ پھر میں نے ریسیور رکھ کر لیڈر سے کہا۔ "کل اسی وقت تک پہلی ا[مداد] پہنچ جائے گی۔"

"ان سے ان معاملات میں نمٹ کر میں پارس کے ساتھ ا[پنے] کمرے میں آیا۔ وہ بولا۔ "پاپا! آج بہت عرصہ بعد مرینا میرے پا[س] آئی تھی۔"

"ہوں۔ ابھی میں اس کی خیریت معلوم کرنے جاؤں گا۔ وہ کیا کہہ رہی تھی؟"

"وہ کچھ پُراسراری ہوگئی ہے۔ پچھلی رات میرے کمرے [میں] آنے کا دعویٰ کررہی تھی۔"

"اچھا میں سمجھ گیا۔ اس نے بتایا ہوگا کہ تمہارے قریب [ایک] افغانی دوشیزہ کو بھی دیکھا ہے۔"

"جی ہاں۔ وہ جانتی ہے کہ میں افغانستان میں ہوں۔ ہمارے [بہر]وپ میں ہونے کے باوجود اس نے مجھے پہچان لیا ہے۔"

میں نے مسکرا کر کہا۔ "گویا اس نے خود کو مُعمّا بنا کر پیش [کیا] ہے۔"

"لفظ مُعمّا پر یاد آیا' اس نے میرے پاس آئندہ آنے کے [لیے] اسی قسم کے کوڈ ورڈز مقرر کیے ہیں۔"

"وہ کوڈ ورڈز کیا ہیں؟"

"یہ ہیں کہ میں دشمنوں کی اماں ہوں اور تمہارے لیے [مُعمّا] ہوں۔"

"درست کہتی ہے اگر میں اسے مستقل طور سے معمول نہ[بنا]نہ رکھتا تو ہم سب کے لیے مُعمّا بن جاتی۔"

میں نے بیٹے کو آتما شکتی کے متعلق تفصیل سے بتایا۔ وہ [توجہ] سے سنتا رہا پھر بولا۔ "پاپا! اس میں کتنی صداقت ہے؟"

"بیٹے! سو فیصد صداقت ہے۔ کل رات وہ اپنی آتما [کے] ذریعے ہم سب کو اس عمارت میں دیکھ کر گئی ہے۔"

جہاں بھی چھپ کر رہیں گے' اس کی آتما پہنچ جایا کرے گی؟"

"میں نے اس کے دماغ میں ایسی گرہ لگائی ہے کہ اس کی [آتما] ہمیں دیکھا کرے گی لیکن دماغ بھول جایا کرے گا۔"

"بائی دی وے' وہ دشمن بن کر میرے پاس نہیں آئی تھی۔"

"وہ تو تمہارے پاس دوست بن کر ہی آتی رہے گی۔"

"وہ خوشخبری سنانے آئی تھی۔ کہہ رہی تھی اس نے آپ[کا] دل دُکھایا ہے۔ اس کی تلافی کرے گی اور جلد ہی میرے پاس [آکر] اسلام قبول کرے گی۔"

"وہ پیدائشی عیسائی ہے۔ مہالامہ کے پاس پہنچ کر ہندو بن [گئی] ہے' تمہارے پاس آکر مسلمان بن جائے گی۔ دنیا میں جتنے مذاہب ہیں' وہ موقع محل دیکھ کر ایک کو قبول کرتی رہے گی' دوسرے [کو] چھوڑتی رہے گی۔ جو عقل کا دامن نہیں چھوڑے گا' وہی اس چالاک لومڑی سے بچ پائے گا۔"

"وہ آخر کیا کرتی پھر رہی ہے؟"

"جس تھالی میں چھ ماہ تک کھاتی رہی ہے اسی میں چھید کرنے [و]الی ہے۔ اپنے گرودیو اور اس کے چھ چیلوں کی چھٹی کرنے والی ہے۔ تم اسے دور تک جانتے ہو اس کے باوجود جاننے کے لیے ابھی بہت کچھ رہ گیا ہے۔ وہ بہت گہری ہے۔"

"میں جانتا ہوں۔ اس لیے کبھی میں نے ایک لمحے کے لیے بھی اس پر بھروسا نہیں کیا۔"

اسی دن میں نے مرینا کے چور خیالات پھر پڑھے۔ پتا چلا کہ [م]اسک مین کی ایک ٹیم مرینا کو حاصل کرنے وہاں پہنچی ہوئی ہے۔ [اگ]ر وہ آسانی سے حاصل نہ ہوتی تو ٹیم کے افراد کو اسے اغوا کرنے [ک]ا حکم تھا۔

وہ اپنی جگہ ایک مکّار تھی۔ اس نے ٹیم کے لیڈر سے دوستی [ک]ی۔ اسے یقین دلایا کہ وہ مہالامہ اور اس کے چھ چیلوں کو قتل [ک]رنے کے بعد اس کے ساتھ تبت جائے گی۔

پھر اس نے مہالامہ کو ماسک مین کی ٹیم کے خلاف بھڑکایا۔ [نت]یجہ یہ ہوا کہ دونوں پارٹیاں اسے حاصل کرنے کے لیے آپس میں [لڑ]تی رہیں اور ایک دوسرے کو زخمی کرتی رہیں۔ مرینا ان زخمیوں کے اندر پہنچ کر انہیں موت کے گھاٹ اتارتی رہی۔

جیسا کہ قارئین جانتے ہیں۔ آخر میں صرف مہالامہ کنچن دیو [ک]ے ایک چیلے آتمارام کے ساتھ زندہ بچ گیا تھا۔

جس وقت مرینا نے دونوں پارٹیوں کو لڑانے کا سلسلہ شروع کیا [تھ]ا اس وقت ایک ہیلی کاپٹر حشمت آباد کے قریب آکر اترا تھا۔ [اس] سے سرکاری فوج کا ایک افسر چار مسلح سپاہیوں کے ساتھ آیا [تھا]۔ ہم تھوڑی دیر کے لیے ایک کمرے میں چھپ گئے۔ میں نے [جل]ال شاہ کو سمجھایا کہ وہ آنے والوں سے انگریزی یا روسی زبان [می]ں گفتگو کرے۔

جلال شاہ نے حزبِ مومن کے لیڈر اور کمانڈر کے ساتھ [س]رکاری فوج کے افسر کا استقبال کیا۔ پھر انگریزی زبان میں کہا۔ "ہم آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ فرمایئے سرکاری فوج کو ہماری یاد [ک]یسے آگئی؟"

افسر نے کہا۔ "ہمیں توبہ خانم اور دو پاکستانی صحافیوں کی [ت]لاش ہے۔"

لیڈر نے پوچھا۔ "آپ انہیں کیوں تلاش کررہے ہیں؟"

"وہ کابل کی عبوری حکومت کے مجرم ہیں۔ انہوں نے حاتم [ش]ہریار اور تین غیرملکیوں کو کہیں غائب کردیا ہے۔"

لیڈر نے کہا۔ "حاتم شہریار غیرملکی دلال تھا۔ اسے قتل کرنا یا [ک]ہیں اغوا کرکے لے جانا نیکی ہے۔"

"اس کا مطلب ہے' وہ تینوں مجرم تمہاری پناہ میں ہیں؟"

"انہیں مجرم نہیں مجاہد کہو۔"

"ہم یہاں جنگ کرنے نہیں آئے ہیں۔ اگر ان تینوں کو [ہم]ارے حوالے نہیں کروگے تو ہم کابل حکومت کو رپورٹ کریں گے۔"

میں پارس اور توبہ کے ساتھ ان کے سامنے آگیا۔ انہیں مخاطب کرتے ہوئے بولا "ہم بھی جنگ نہیں چاہتے۔ نظریات کا فرق پیدا ہو تو جنگ چھڑ جاتی ہے۔ تمہاری نظروں میں ہم مجرم ہیں کیونکہ ہم نے غیرملکیوں کو اور دلالوں کو سزا دی ہے اور تم ہماری نظروں میں مجرم ہو کیونکہ تم نے بڑے ممالک کو اس ملک میں مداخلت کرنے کی سہولتیں فراہم کی ہیں۔"

"ہم بحث کرنے نہیں آئے ہیں۔ حاتم شہریار اور تینوں غیرملکیوں کو ہمارے حوالے کردو۔"

میں نے کہا۔ "تم اپنا یہ ہیلی کاپٹر میرے حوالے کردو۔ اپنے جوانوں کو حکم دو کہ یہ اپنے تمام ہتھیار ہیلی کاپٹر کے اندر ڈال دیں اور بالکل نہتے ہوجائیں۔"

یہ کہتے ہی میں نے افسر کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ مسلح سپاہیوں سے بولا۔ "اپنے تمام ہتھیار ہیلی کاپٹر کے اندر ڈال کر آؤ اور میری یہ گن اور کارتوس بھی لے جاؤ۔"

سپاہیوں نے حیران ہو کر اپنے افسر کو دیکھا۔ پھر ایک نے کہا "لیکن سر؟"

وہ ڈانٹ کر بولا۔ "شٹ اپ۔ کوئی لیکن ویکن نہیں۔ فوراً حکم کی تعمیل کرو۔"

ہیلی کاپٹر وہاں سے سو گز کے فاصلے پر تھا۔ وہ سپاہی وہاں گئے اور تمام ہتھیار وہاں ڈال کر چلے آئے۔ تمام مجاہدین حیرانی سے یہ تماشا دیکھ رہے تھے۔ لیڈر مجھ سے اس سلسلے میں کچھ پوچھنا چاہتا تھا لیکن جلال شاہ نے اسے باتوں میں الجھا لیا۔

میں پارس اور توبہ کے ساتھ ہیلی کاپٹر میں سوار ہوگیا۔ پارس نے پائلٹ کی سیٹ سنبھال لی۔ میں نے افسر کے دماغ پر قبضہ جمایا ہوا تھا۔ ایک سپاہی اس سے کہہ رہا تھا۔ "سر! ہم نے آپ کے حکم کی تعمیل کی ہے لیکن یہ کیا ہورہا ہے؟"

دوسرے سپاہی نے کہا۔ "وہ ہمارا ہیلی کاپٹر لے جارہے ہیں۔"

افسر نے کہا۔ "لے جانے دو۔"

ہیلی کاپٹر کا پنکھا تیزی سے گردش کررہا تھا۔ وہ فضا میں بلند ہورہا تھا۔ سرکاری فوج کا افسر حزبِ مومن کے لیڈر اور کمانڈر سے کہہ رہا تھا۔ "وہ تینوں تمہارے شریف مہمان تھے۔ ہم نے بھی شرافت سے ہیلی کاپٹر ان کے حوالے کردیا ہے۔ اس ملک میں امن و امان بحال کرنے کا یہی طریقہ ہے کہ سرکاری فوج آپ جیسے مجاہدین کو اپنے ہیلی کاپٹرز اور اسلحہ دے دیا کرے۔"

میں نے پارس سے کہہ دیا تھا کہ ہم بلخ جائیں گے۔ وہ اسی سمت جارہا تھا۔ میں نے بیس منٹ بعد افسر کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اس نے چونک کر اپنے سپاہیوں اور حزبِ مومن کے مجاہدین کو دیکھا پھر پوچھا۔ "ہمارا اسلحہ کہاں ہے؟"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ایک سپاہی نے کہا۔ "سر! ابھی آپ نے اسلحہ اور ہیلی کاپٹر انہیں دیا ہے جنہیں گرفتار کرنے آئے تھے' وہ جا چکے ہیں۔"

"کیا؟" وہ بے یقینی سے سب لوگوں کو دیکھنے لگا۔ اسے کچھ کہنے کے لیے الفاظ نہیں مل رہے تھے۔ اس کی سمجھ میں کچھ آتا تو وہ بولتا۔ وہ چکرا کر ایک چارپائی پر بیٹھ گیا۔

ایک مجاہد نے پوچھا۔ "کیا تمہارا دماغی توازن ٹھیک ہے؟"

اس نے مجاہدین کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ ان کے کمانڈر نے کہا۔ "جی ہاں! آپ کچھ ایب نارمل ہیں۔ آپ نے اپنے سپاہیوں کو خود ہی حکم دیا تھا کہ اسلحہ اور ہیلی کاپٹر ان کے حوالے کر دیا جائے۔"

"نان سنس۔ کیا میں پاگل ہوں کہ ایسا حکم دوں گا؟"

لیڈر نے کہا۔ "آفیسر! آپ نے ابھی ہم سے کہا ہے کہ امن و امان بحال کرنے کے لیے سرکاری فوج کو اپنا اسلحہ اور ہیلی کاپٹر وغیرہ مجاہدین کے حوالے کر دینا چاہیے۔"

وہ دہاڑتے ہوئے بولا۔ "ہرگز نہیں۔ میں نے ایسا کچھ نہیں کہا۔"

"آپ کے اپنے سپاہی گواہ ہیں۔"

چاروں سپاہیوں نے گواہی دی۔ افسر بیٹھا ہوا تھا۔ اچھل کر کھڑا ہو گیا پھر میری مرضی کے مطابق ڈانس کرنے لگا اسے ٹھمکے لگاتے دیکھ کر مجاہدین قہقہے لگانے لگا۔ چاروں سپاہی اس کی منت کر رہے تھے۔ "سر! یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ پلیز ڈانس نہ کریں ہماری انسلٹ ہو رہی ہے۔"

میں نے اس کے دماغ کو ذرا سی ڈھیل دی۔ وہ ناچتے ہوئے کہنے لگا۔ "میں ڈانس نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن بے اختیار کر رہا ہوں۔ حاتم شہریار کا سیکیورٹی افسر بھی ایسی بے تکی حرکتیں کر چکا ہے۔ اس کا بیان سن کر ہمیں یقین نہیں آیا تھا۔ میں یہاں سے جا کر بیان دوں گا تو مجھ پر بھی عبوری حکومت کے عہدیدار اور فوج کے افسران یقین نہیں کریں گے۔"

اس نے ایک سپاہی سے کہا۔ "میرا ناچ کیا دیکھ رہے ہو۔ فوراً ہیڈ کوارٹر سے رابطہ کرو۔"

"سر! کیسے کریں۔ ہمارا موبائل فون ہیلی کاپٹر میں رہ گیا ہے۔"

وہ ناچتے ہوئے بولا۔ "میں مجاہدین کے لیڈر سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنا فون یا ٹرانسیٹر ہمیں استعمال کرنے دے۔"

لیڈر نے کہا۔ "توبہ خانم ہماری مجاہدہ ہے اور دونوں صحافی ہمارے مہمان ہیں۔ ان کے خلاف ہیڈ کوارٹر میں رپورٹ کرنا چاہو گے تو ہم تمہاری کوئی مدد نہیں کریں گے۔"

توبہ نے میری ہدایت کے مطابق موبائل ٹیلی فون کے ذریعے لیڈر کو مخاطب کیا پھر کہا۔ "میں خانم بول رہی ہوں۔ کل تک واپس آنے کی کوشش کروں گی اور کل تک اسلحے کے ساتھ مالی امداد بھی پہنچے گی۔ سرکاری فوج کے افسر کو فون اور ٹرانسیٹر استعمال کرنے دو لیکن یہ چیزیں ان کے لیے خود ہینڈل نہ کرو۔"

اس نے رابطہ ختم کیا۔ لیڈر نے افسر سے کہا۔ "ناچنا بند کرو اور یہ فون لے کر اپنے لوگوں سے رابطہ کرو۔"

اس نے ڈانس کرتے ہوئے موبائل فون کو آپریٹ کیا لیکن ہیڈ کوارٹر کا نمبر نہ ملا سکا۔ جب بھی وہ نمبر ملاتا تھا' میں غلط کر دیتا تھا۔ وہ جھنجلا کر بولا۔ "تمہارا فون خراب ہے۔"

"تمہارا دماغ خراب ہے۔"

وہ ناچتے ہوئے بولا "میں تھک گیا ہوں۔ آخر کب تک ناچتا رہوں گا۔ پلیز سب مل کر مجھے پکڑو اور کہیں باندھ دو۔"

سپاہیوں نے اسے پکڑ کر ایک کھاٹ پر لٹا دیا۔ پھر اسے رسیوں سے اس طرح باندھ دیا کہ وہ ہلنے کے قابل نہیں رہا۔ میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ پارس نے ہیلی کاپٹر کو بیچ سے پانچ کلو میٹر دور اتارا تھا تاکہ ہم کسی کی نظروں میں نہ آئیں۔ میں نے پارس اور توبہ سے کہا۔ "تم دونوں شہر میں کہیں قیام کرو۔ میں ہیلی کاپٹر لے کر تبت کے شہر لاسہ جا رہا ہوں۔"

میں نے پہلے ہی پارس کو مرینا کے حالات بتا دیے تھے کہ وہ بڑی مکاری سے ماسک مین کی پوری ٹیم کو مہالامہ کے ذریعے ہلاک کرا چکی ہے اور اس ٹیم کے ذریعے مہالامہ کے پانچ آتما شکتی جاننے والوں کو موت کے گھاٹ اتار چکی ہے اب وہاں صرف مہالامہ اور اس کا ایک خاص چیلا آتما رام رہ گیا ہے۔

وہ دونوں گرو چیلے اب مرینا پر شبہ کر رہے تھے۔ اس لیے روپوش ہو گئے تھے اور کسی وقت بھی اس پر قاتلانہ حملے کر سکتے تھے۔ میں نے مرینا کے ذریعے درس گاہ کے انچارج کے دماغ میں بھی جگہ بنائی تھی۔ وہاں دوسرے طلبا اور طالبات یوگا کی مشقیں کرتے رہتے تھے اس لیے میں مرینا کے علاوہ صرف انچارج کے دماغ میں ہی جا سکتا تھا۔

میں نے شہر لاسہ کے مندر اور درس گاہ کے قریب ہیلی کاپٹر کو اتارا۔ اس وقت انچارج گرو دیو کے حجرے میں قید ہو گیا تھا۔ آتما رام حجرے کے دروازے کو باہر سے بند کر کے کہہ رہا تھا کہ اس وقت انچارج کے اندر مرینا گھسی ہوئی ہے۔ اس لیے اسے قید کیا جا رہا ہے تاکہ مرینا باہر نکل کر اسے اور اس کے گرو دیو کو نقصان نہ پہنچائے۔

میں درسگاہ کی سیڑھیاں چڑھ کر چھت پر آیا۔ آتما رام حجرے کے دروازے کو باہر سے بند کر کے پہریدار کے طور پر بیٹھا ہوا تھا تاکہ مرینا انچارج کو آلہ کار نہ بنا سکے۔ وہ مجھے دیکھتے ہی بولا۔ "کون ہو تم؟"

میں نے کہا۔ "تم نے مجھے حجرے میں بند کیا تھا۔ میں باہر آ گیا ہوں۔"

"یہ جھوٹ ہے۔" اس نے تعجب سے بند دروازے کو دیکھا

پھر دستک دے کر انچارج کو آواز دی۔ "کیشو راج! کیا تم اندر موجود ہو؟"

میں نے انچارج کو بولنے نہیں دیا۔ اس نے کئی بار دستک دے کر پوچھا۔ اندر خاموشی رہی۔ میں نے اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ "مرینا نے میرا بھیس اور حلیہ بدل دیا ہے۔ اس لیے تم اپنی درسگاہ کے انچارج کو نہیں پہچان رہے ہو۔ میں باہر ہوں۔ اندر کوئی نہیں ہے۔"

اس نے اندر دیکھنے کے لیے جلدی سے دروازے کو کھولا۔ میں نے اسے ایک لات ماری وہ کھلے ہوئے دروازے سے اندر گیا۔ میں نے حجرے کے اندر آ کر دروازے کو بند کر دیا اس نے پلٹ کر حملہ کیا' میں نے حملہ روک کر ایک الٹا ہاتھ جماتے ہوئے کہا "تم آتما شکتی کے ماہر ہو مگر فائٹر نہیں ہو۔"

پھر بھی اس نے پلٹ کر حملہ کیا اور پھر مار کھا کر پیچھے گیا اچھا قد آور اور مضبوط جسم اور مضبوط حوصلوں کا مالک تھا۔ میں نے کہا "تمہاری پٹائی کرتے کرتے تمہیں زخمی کرنے میں بڑا وقت ضائع ہو گا۔ تم ایک گھنٹے تک سانس روکنے والی توانائی رکھتے ہو' بہتر ہے پیار محبت سے بتا دو مہالامہ کنچن دیو کہاں روپوش ہے؟"

لیکن وہ پٹائی کو ترجیح دے رہا تھا۔ بار بار حملے کر رہا تھا۔ جب میرا ہاتھ اس کے جسم پر پڑتا تھا تو وہ سانس روک لیتا تھا۔ سانس جسم میں بھرتے ہی وہ فولاد کی طرح سخت ہو جاتا تھا۔ میرا ہاتھ جیسے کھال منڈھے ہوئے لوہے پر پڑتا تھا۔ کئی بار اپنے ہاتھ اور اپنی لاتیں آزمانے کے بعد یقین ہو گیا کہ نہ وہ زخمی ہو گا نہ مجھے اس کے دماغ سے مہالامہ کا سراغ ملے گا۔

اسی وقت اس نے چاقو نکال لیا' میں نے کہا "واہ بھئی! یہ تم نے مجھ پر احسان کیا ہے۔ لاؤ چاقو مجھے دے دو۔"

اس نے حملہ کرنے کے انداز میں چاقو پکڑ کر پینترا بدلتے ہوئے کہا "زندہ رہنا چاہتا ہے تو دروازے سے ہٹ جا۔"

انچارج میرے پیچھے سہما کھڑا ہوا تھا۔ وہ دروازہ کھول کر بھاگنے لگا۔ آتما رام نے بھی چاقو لے کر میری طرف دوڑ لگائی میں پینترا بدل کر ایک طرف ہوا' وہ چوکھٹ سے ٹکرایا۔ میں نے اسے آرم لاک لگا کر چاقو چھین لیا۔ پھر اس چاقو سے اس کے جسم پر ایک ہلکا سا زخم لگایا۔ اس کے منہ سے ایک ہلکی سی کراہ نکلی۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر چشم زدن میں معلوم کیا کہ مہالامہ اسی ہاسٹل میں مرینا کے کمرے میں چھپا ہوا ہے۔

میں اس چیلے کو مارتا اور رگیدتا ہوا درس گاہ کے دفتر میں لایا۔ اس کے ہاتھوں کو پشت پر باندھا منہ پر ٹیپ لگایا پھر کانوں اور گردن تک پہنچنے والی اونی ٹوپی سے اس کا چہرہ ڈھانپ دیا۔ اس کے بعد اسے دھکا دیتے ہوئے ہاسٹل میں لے کر آیا۔ اچانک انچارج نے ایک راہداری میں آ کر ریوالور سے نشانہ لے کر بولا "آتما رام کو چھوڑ دو۔"

میں نے اس کی کھوپڑی پر خیال خوانی کی چپت لگائی اس نے ریوالور کو میری طرف اچھال دیا۔ میں نے اسے کیچ کر کے کہا "ادھر آؤ۔"

وہ قریب آیا' میں نے ریوالور کے دستے سے اس کے سر پر ضرب لگائی۔ وہ چکرا کر فرش پر گرا پھر بے ہوش ہو گیا۔ میں اس کے دماغ سے یہ معلوم کر چکا تھا کہ مرینا ہاسٹل کے کمرا نمبر بارہ میں رہتی ہے۔ میں نے راہداری سے گزرتے ہوئے آتما رام کو دھکے دے کر آگے چلاتے ہوئے مرینا کی سوچ پڑھی۔

مہالامہ اس کے کمرے میں پلنگ کے نیچے چھپا ہوا تھا۔ وہاں سے نکل کر مرینا پر گولی چلا رہا تھا۔ وہ اچھل کر ایک طرف ہو گئی۔ گولی سے تو بچ گئی لیکن توازن قائم نہ رکھ سکی' فرش پر گر پڑی۔ اس کا دوسرا فائر بھی خالی گیا۔ تیسری گولی مرینا کی ٹانگ کو چھو کر گزری۔ وہ موت کے خوف سے چیخنے لگی۔

خوف لازمی تھا۔ جبکہ وہ کبھی خوف زدہ نہیں ہوتی تھی۔ شاید اس لیے کہ ہر خطرناک موڑ سے اپنی ذہانت اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے بچ نکلتی تھی۔ اس بند کمرے سے بچ نکلنا ناممکن تھا لہٰذا اُسے موت کا یقین ہو گیا تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ خدا مہربان ہو تو آسمان سے مدد پہنچتی ہے۔

میں نے مرینا کی چیخ سنتے ہی دروازے کے لاک پر گولی ماری اس کے ساتھ آتما رام کو دھکا دیا۔ وہ دروازے سے ٹکراتا ہوا اندر گیا۔ مہالامہ نے اپنی حفاظت کے لیے اندر آنے والے پر گولیوں کی بوچھار کر دی' اپنے ہی چیلے کو ہلاک کر دیا۔

جب اس کے چہرے پر سے نقاب ہٹایا تب مہالامہ کو اپنی غلطی کا علم ہوا۔ وہ ریوالور کا رخ کھلے ہوئے دروازے کی طرف کرتے ہوئے بولا "باہر کون ہے؟ کس نے میرے چیلے کو یہاں دھکا دیا تھا؟"

کمرے میں روشنی تھی اور راہداری میں جہاں میں کھڑا ہوا تھا' وہاں تاریکی تھی۔ میں تاریکی سے روشنی کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔ "گرو گھنٹال! تم نے آخری تین گولیاں اپنے چیلے پر خرچ کر دیں اب تم میرے ہاتھوں خرچ ہونے کے لیے رہ گئے ہو۔"

مرینا نے پہلے میری آواز سنی' پھر میرے روشنی میں آتے ہی خوشی سے چیخ کر بولی "پا۔ پا۔ پا۔ پا۔ پا....."

اسے موت کا پورا یقین ہونے کے بعد زندگی مل رہی تھی۔ وہ مارے خوشی کے پاپا کی گردان کرتی چلی گئی۔ موت کی دہشت اور حیاتِ نو کی مسرتوں نے اسے کچھ بولنے نہیں دیا۔ وہ فرش پر پڑی ہوئی تھی سر اٹھا کر مجھے دیکھنے کے بعد بڑے اعتماد سے بے ہوش ہو گئی۔ اس کا سر فرش سے ٹک گیا۔ اعتماد یہ تھا کہ اب کوئی دشمن اسے نہیں مار سکے گا۔

مہالامہ کنچن دیو گولیوں کا حساب بھول گیا تھا اُسے میری بات کا یقین نہیں آیا کہ ریوالور خالی ہو گیا ہے۔ اس نے دوبارہ میرا نشانہ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

لگا کر ٹریگر کو دبایا۔ کھٹ کھٹ کی آواز کے ساتھ خاموشی چھا گئی میں اسے نظرانداز کرنے لگا جیسے اس کی کوئی اہمیت نہ ہو۔ میں کمرے میں داخل ہو کر اطمینان سے چلتے ہوئے ایک میز پر آیا۔ وہاں سے پانی کا جگ اٹھانے لگا۔ وہ مجھے غافل سمجھ کر دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔ میں نے کہا "ایک گولی چلے گی اور لنگڑے ہو جاؤ گے اور تم نے تو دیکھا ہی ہے کہ مرینا زخمی ہونے والوں کے دماغوں میں گھس آتی ہے۔"

وہ دروازے کے قریب پہنچ گیا تھا لیکن میرا ریوالور اس کی طرف اٹھا ہوا تھا۔ شاید سوچ رہا تھا کہ وہ ایک ہی چھلانگ میں دروازہ پار کرتے ہوئے راہداری کے اندھیرے میں گم ہو سکتا ہے یا نہیں؟"

اس کے لیے اس نے مجھے باتوں میں الجھایا۔ مجھ سے پوچھا۔ "تم کون ہو؟"

"تم پر برا وقت بن کر آیا ہوں' لہٰذا دوست نہیں ہو سکتا۔"

میں نے میز پر سے جگ اٹھالیا تھا۔ مرینا پر پانی چھڑک کر اسے ہوش میں لانا چاہتا تھا۔ میں نے اس مقصد کے لیے مرینا کی طرف رخ کیا اسی لمحے میں اس نے دروازے کی سمت چھلانگ لگائی۔ چھلانگ کے معنی ہیں فضا میں اُڑ کر ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچنا لیکن ابھی وہ فضا میں ہی تھا کہ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ وہ چیختا ہوا یوں دروازے کی چوکھٹ پر گرا کہ آدھا باہر آدھا اندر رہ گیا۔

مہالامہ کنچن دیو پہلوان تھا۔ پتا نہیں کتنے گھنٹوں تک سانس روک لیتا تھا۔ آئندہ دماغ میں جا کر معلوم ہو سکتا تھا۔ ویسے مہالامہ جیسے اہم اور غیر معمولی کردار جب دو کوڑی کے ہو جاتے ہیں تو پھر ان کے متعلق کچھ معلوم کرنا ضروری نہیں رہ جاتا۔ بہرحال وہ فولادی جسم کا مالک تھا۔ چوکھٹ پر گرنے کے باعث کوئی خاص چوٹ نہیں آئی لیکن میرے ریوالور کی گولی اس کی ران میں پیوست ہو گئی تھی وہ اس کے اندر انگارے کی طرح جل رہی تھی اور اس کے دماغ میں میری خیال خوانی کا شعلہ بھڑک چکا تھا۔

وہ کراہتے ہوئے سوچ رہا تھا "آہ! پتا نہیں یہ کون بلائے ناگہانی کی طرح آگیا ہے۔۔۔ پربھو! کیا میرا انتم سے آگیا ہے؟"

میں اپنا ریوالور اس کی طرف پھینک کر مرینا پر جھکا اور اس کے چہرے پر پانی چھڑکنے لگا۔ اس نے چونک کر آنکھیں کھول دیں۔ ابھی وہ سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی کہ کہاں ہے اور کس حال میں؟ ادھر مہالامہ نے میرے پھینکے ہوئے ریوالور کو اٹھا کر دیکھا۔ اس کے چیمبر میں گولیاں تھیں اس نے پہلے تو مجھے حیرانی سے دیکھا۔ پھر سمجھ گیا۔ میری طرف ریوالور پھینکتے ہوئے بولا "میں نادان نہیں ہوں تم میرے اندر رہو' مجھے گولیاں چلانے نہیں دو گے۔"

مرینا اٹھ کر بیٹھ گئی۔ میری گردن میں بانہیں ڈال کر بولی "پاپا! آپ نے باپ ہونے کا حق ادا کر دیا' ہزاروں میل دور سے اپنی بیٹی کو نئی زندگی دینے آگئے۔"

"میں نے ایک عرصہ پہلے جب تمہیں بیٹی کہا تھا' مسلسل تمہیں ایک باپ کی محبت اور توجہ دے رہا ہوں لیکن تم نے کبھی بیٹی ہونے کا حق ادا نہیں کیا۔"

"پاپا! مجھے شرمندہ نہ کریں۔ مجھے ایک موقع اور دیں اس بار میں سچ مچ بیٹی بن کر دکھاؤں گی۔"

"تم ایک موقع مانگ رہی ہو۔ میں پہلے دن سے مواقع دیتا آرہا ہوں' آئندہ بھی دیتا رہوں گا۔"

اس نے مہالامہ کو دیکھتے ہوئے فرش پر سے ریوالور کو اٹھالیا۔ میں نے پوچھا "گولی مارو گی؟"

"ہاں۔ میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

"کیا بہت غصے میں ہو؟"

"او پاپا! کیا مجھے غصہ نہیں آنا چاہیے؟"

"بالکل نہیں آنا چاہیے۔ تم اپنا غصہ گرو دکشنا میں دے چکی ہو۔"

وہ حیرانی سے بولی "آپ کیسے جانتے ہیں؟"

"میں نے ابھی گرو دیو کے خیالات پڑھے ہیں۔ میں تمہاری حفاظت کے لیے ان کا دشمن بن کر آیا تھا لیکن خیالات پڑھ کر قائل ہو گیا ہوں کہ یہ بہت بڑے گیانی ہیں۔"

"پاپا! آپ دشمن کی تعریف کر رہے ہیں؟"

"تم نے جس زبان سے گرو دیو کہا ہے اسی زبان سے دشمن نہ کہو۔ آخر یہ انسان ہیں ان سے ایک چھوٹی سی غلطی ہو گئی۔ غلطیاں ہم سے تم سے بھی ہوتی ہیں۔"

"کیا آپ چاہتے ہیں اسے زندہ چھوڑ دوں؟"

"تم اپنا غصہ گرو دیو کو دے چکی ہو' دی ہوئی چیز واپس نہیں لی جاتی۔ پھر یہ تم نے گرو سے حاصل کی ہوئی تعلیمات کے صلے میں دیا ہے۔ کیا انکار کر سکتی ہو کہ تم نے ان سے آتما شکتی کا غیر معمولی علم حاصل نہیں کیا ہے؟"

"میں تسلیم کرتی ہوں۔ اس معاملے میں یہ ایک عظیم معلّم ہیں۔"

"تو پھر اپنا دیا ہوا غصہ واپس نہ لو۔ دماغ کو اس لعنت سے بالکل خالی کر کے فیصلہ کرو' کیا طیش اور جنون میں آئے بغیر کوئی کسی کو قتل کر سکتا ہے؟"

اس کا سر جھک گیا' ریوالور کی نال بھی جھک گئی۔ میں نے کہا "گرو دیو کو دیکھو' یہ فرش پر بے حس و حرکت پڑے ہوئے ہیں۔ کسی کے جسم میں بلٹ گھس جائے تو وہ تکلیف کی شدت سے چیختا مارتا ہے اور بے ہوش ہو جاتا ہے لیکن یہ ایک آدھ بار کراہنے کے بعد خاموش ہیں اور ہوش و حواس میں ہیں' جانتی ہو یہ کیا ہے؟"

"شاید آتما شکتی کا کمال ہے۔"

"ہاں۔ آؤ ان کے اندر چلیں۔"

ہم دونوں ان کے اندر آگئے۔ اندر وہ گولی جلتا ہوا انگارہ بنا ہوئی تھی۔ اس لیے وہ پوری طرح سانس نہیں روک سکتے تھے لیکن سانس کھینچ کھینچ کر درد کے احساس کو زائل کر رہے تھے۔ بلٹ آدھے سے زیادہ ران میں پیوست ہوا تھا۔ انہوں نے دو انگلیوں سے اس بلٹ کو پکڑ کر باہر کھینچ لیا ادھر کا گوشت ذرا پھٹ گیا تھا۔ انہوں نے خون کا بہاؤ روکنے کے لیے اس پر ہتھیلی رکھ لی اور سنسکرت زبان میں زیرِ لب کوئی منتر پڑھنے لگے۔

میں نے مرینا سے کہا "جاؤ مرہم پٹی کا سامان لے آؤ۔"

وہ فوراً ہی اٹھ کر درس گاہ کی ڈسپنسری کی طرف چلی گئی۔ میں خیال خوانی کے ذریعے حیرانی سے دیکھ رہا تھا۔ مہالامہ بڑے سکون سے لیٹے ہوئے تھے۔ ان کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ ہندوستان میں پیدا ہوئے تھے۔ بی اے تک تعلیم حاصل کی تھی۔ بچپن سے ہی ایک غیر معمولی آدمی بننے کی لگن تھی۔ وہ یاترا اور بھگتی کے لیے بنارس اور متھرا گئے۔ خواجہ معین الدین چشتیؒ کے مزار کے احاطے میں تقریباً ایک برس تک چلہ کشی کی پھر گیان حاصل ہوا کہ انہیں آتما شکتی کے لیے تبت کے شہر لاسہ جانا چاہیے۔

یہاں آکر انہوں نے کئی برس تک سخت محنت' عبادت اور ریاضت کی' اب تین گھنٹوں تک سانس روک کر مردہ ہو جاتے ہیں اور آتما شکتی سے پھر اپنے مردہ جسم میں واپس آجاتے ہیں۔ وہ کہتے تھے جسم بیمار ہوتا ہے روح کبھی بیمار یا کمزور نہیں ہوتی' جسم پر لگنے والا بلٹ روح کو نہیں لگتا۔ ایسے وقت یوگا شکتی کے ذریعے سانسوں کو زیادہ سے زیادہ قابو میں رکھا جائے اور تکلیف کو مٹانے کی کوشش کی جائے تو یوگا اور آتما شکتی کے ذریعے تمام تکالیف معدوم ہو جاتی ہیں۔

یہی وجہ تھی کہ وہ گہرے زخم کے باوجود سکون اور آرام سے لیٹے ہوئے تھے۔ مرینا درس گاہ کے وید مہاراج کو لے آئی کیونکہ مہالامہ کنچن دیو انگریزی ادویات استعمال نہیں کرتے تھے۔ وید اپنے ایک معاون کی مدد سے ان کے علاج میں مصروف ہو گیا۔ میں مرینا کے ساتھ درس گاہ سے جانے لگا۔ وہاں طلبا و طالبات کی بھیڑ لگ رہی تھی وہ ہم دونوں کو مجرم سمجھ رہے تھے۔ ہمیں شکایت بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ جبکہ انہیں ہم پر غصہ آنا چاہیے تھا لیکن گرو دیو تعلیم شروع کرنے سے پہلے ہر طالب علم کا غصہ گرو دکشنا میں مانگ لیتے تھے۔ پھر اس لیے بھی غصہ نہیں تھا کہ ہم نے صرف زخمی کیا تھا اور خود وید کو بلا کر علاج بھی کرا رہے تھے۔

ہم درس گاہ کے دفتر میں آکر بیٹھ گئے۔ پھر خیال خوانی کے ذریعے مہالامہ کو مخاطب کیا۔ پہلے مرینا نے کہا "گرو دیو! میرے پاپا نے سمجھایا' غلطی انسان سے ہی ہوتی ہے' میں یہ بات سمجھ گئی۔ ہمارے درمیان جو کچھ ہوا اسے آپ بھول جائیں' میں بھی بھول جاتی ہوں۔ آپ کو یہ بتانے آئی ہوں کہ پاپا کے ساتھ جا رہی ہوں۔"

"جاؤ اور جہاں جاؤ دوسروں کو خوشیاں دو اور خوش رہو۔ میں تمہارے پاپا کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔"

میں نے کہا "میں موجود ہوں اور آپ کے مہاگیانی ہونے کا اعتراف کرتا ہوں۔ میرا ایمان ہے کہ عالم خواہ کسی مذہب کا ہو' اسے اپنی طبعی عمر تک جینا چاہیے تاکہ اس کی ذات سے دنیا کو علم حاصل ہوتا رہے۔"

"تم مجھے قتل کر سکتے تھے مگر طبعی عمر تک جینے دے رہے ہو بہت عظیم انسان ہو۔"

"انسانیت کی راہوں پر عظمت حاصل ہوتی ہے۔ میں پاکستانی سیاست اور حکومت کے معاملات میں نہیں پڑتا البتہ وہاں رہ کر میں نے تخریب کاروں اور غیر ملکی ایجنٹوں کا محاسبہ کیا ہے۔ اس میں آپ کے بھارتی سراغرساں بھی تھے۔ میرے بیٹے پارس نے ہندوستان جا کر را تنظیم میں رہ کر تمہاری حکومت کو نقصان نہیں پہنچایا بلکہ ایک بہت بڑے سیاستدان اور دو ہزار ہندوستانیوں کو زہر خورانی سے بچایا۔ آپ سے بھی درخواست ہے کہ ذات اور مذہب سے بالاتر ہو کر انسانیت کی بھلائی کے لیے آتما شکتی کو کام میں لائیں۔ آپ نے مرینا کو ہندو بنانے اور صرف ہندوستانی مقاصد کے لیے استعمال کرنے کی کوشش کر کے ایک غلطی کی۔ آپ بہت ذہین ہیں' دوبارہ ایسی غلطی نہیں کریں گے۔"

میں نے ایک ذرا توقف سے کہا "آپ کے چھ چیلے جو آتما شکتی حاصل کر چکے تھے' وہ فنا ہو گئے۔ آپ نے انہیں را تنظیم کے لیے ٹیلی پیتھی کے مقابلے میں تیار کیا تھا۔ ابھی آپ کے چور خیالات بتا رہے ہیں کہ آپ کو غلطی کا احساس ہو گیا ہے اور آپ یہ تسلیم کر رہے ہیں کہ اپنے غیر معمولی علم کو انسانیت کی بھلائی کے لیے استعمال کریں گے۔ میں پھر کبھی آپ سے رابطہ کروں گا۔ اگر آپ انسانیت کی راہ پر رواں دواں رہے تو میں آپ کا جاں نثار دوست بن کر رہوں گا۔ تب تک کے لیے خدا حافظ۔"

میں اور مرینا اس کے دماغ سے چلے آئے۔

○☆○

محبت میں صداقت ہو تو وہ مٹائی نہیں جاتی اور بار بار برین واش کرنے کے باوجود بھلائی نہیں جاتی۔ ثانی برین واشنگ کے مطابق پچھلی زندگی بھول چکی تھی لیکن کبھی کبھی گم شدہ یادوں سے علی کی خوشبو آتی تھی۔

پہلے وہ الپا کے بھیس میں چھپی ہوئی تھی۔ دنیا والوں سے چھپنے میں کامیاب ہونے کے باوجود علی پر ظاہر ہو گئی تھی اور علی کو پہچانتے پہچانتے بھول جاتی تھی۔

پھر وہ انجانے خطرناک محبوب سے چھپنے کے لیے الپا کے خول سے نکل آئی۔ اس نے ایک لڑکی لارا کا بھیس بدل لیا لیکن علی وہاں لارا کا منگیتر موسس بن کر پہنچ گیا۔ اس نے ثانی کو یقین دلایا کہ وہ کہیں محفوظ نہیں ہے۔ اگر وہ چاہتا تو موسس کے روپ میں اسے اعصابی کمزوری کی دوا پلا کر جے مورگن کو اس کے دماغ پر مسلط کر دیتا اور اس میں شبہے کی کوئی گنجائش بھی نہ ہوتی۔ علی کے ہاتھ میں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

وہ چائے کی پیالی تھی جسے وہ پینے والی تھی اور جس میں اعصابی کمزوری کی دوا حل کی گئی تھی۔ تب وہ مان گئی کہ علی اس کا سچا دوست ہے اور جب تک یادداشت کی بندھی ہوئی گرہ نہیں کھلے گی' وہ اپنے محبوب پر اندھا اعتماد کرتی رہے گی۔

علی نے کہا "میں اکثر سوچتا ہوں' کسی دشمن نے میرا اور تمہارا برین واش کیا ہے۔ ہمارے دماغوں سے پچھلی زندگی بھلا کر ہمیں اپنا معمول اور تابعدار بنا کر ہماری مرضی کے خلاف ہمیں استعمال کررہا ہے۔"

"جب سے تم ملے ہو' میں بھی اسی پہلو سے سوچ رہی ہوں۔ اگر میں سلوانہ نہیں ہوں تو کسی نے مجھے سلوانہ بنا کر میری اصلی شناخت گم کردی ہے اور جس نے بھی ایسا کیا ہے' وہ کوئی کھیل تماشا نہیں کررہا ہوگا۔ مجھے سلوانہ بنا کر نامعلوم فوائد حاصل کررہا ہوگا۔"

"صاف ظاہر ہے' سپرماسٹر اور جان لبوڈا تمہاری ٹیلی پیتھی اور ذہانت سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔"

"ہاں' میں یہ بھی سوچتی ہوں' لیکن انہوں نے ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے مجھے ایک غیر معمولی علم دے کر احسان کیا ہے۔"

"کیا تمہارے ماں باپ کو اور تمہارے محبوب کو چھین کر تم پر احسان کیا گیا ہے؟ کیا ایسا علم قابلِ قبول ہوتا ہے' جو خون کے اور محبت کے رشتوں کو بھلا دیتا ہے؟"

"تم مل گئے ہو تو بچھڑے ہوئے والدین بھی مل جائیں گے۔"

"والدین مل جائیں گے لیکن یادداشت واپس آنے پر پتا چلے کہ تمہارا محبوب یا شوہر کوئی اور ہے اور وہ میں نہیں ہوں تو تمہارا دل کس طرح دُکھے گا۔"

"اوہ گاڈ! میں نے اس پہلو سے سوچا ہی نہیں تھا۔ شاید اس لیے کہ میں روح کی گہرائیوں سے تمہیں اپنا مانتی ہوں۔ یہ سوچنا ہی نہیں چاہتی کہ کوئی دوسرا شخص مجھے چھو بھی سکتا ہے۔"

"خدا نے تمہیں ذہانت دی ہے' تمہیں یہ سمجھنا چاہئے اور اپنی پچھلی زندگی کو یاد کرنے کی معقول تدبیر کرنا چاہئے۔"

"کیا تمہارے ذہن میں کوئی تدبیر ہے؟"

"ایک ہی راستہ ہے کہ ہم کسی ہپناٹائز کرنے والے پر بھروسا کریں۔ وہ ہمیں ٹرانس میں لاکر پچھلی زندگی کے متعلق سوالات کرے اور ہم اسے جو جوابات دیں' انہیں کیسٹ میں ریکارڈ کرتا جائے۔"

"ہاں۔ اس طرح ماضی آئینے کی طرح صاف ہوجائے گا لیکن کسی عامل پر بھروسا نہیں کیا جاسکتا۔ اگر وہ کوئی دشمن نکلا تو پھر ہمیں تنویمی عمل میں جکڑ لے گا۔"

"اگر تم تنہا ہوتیں یا میں تنہا ہوتا تو یہ اندیشہ بجا ہوتا لیکن جب تم پر عمل ہوگا تو میں تمہارے پاس موجود رہوں گا اور عامل کو غلط عمل کرنے کی اجازت نہیں دوں گا۔ اسی طرح مجھ پر عمل کیا جائے گا تو تم میرے پاس موجود رہو گی اور عامل کو کسی دشمنی یا مکاری کا موقع نہیں دو گی۔"

"بے شک یہ نہایت ہی محفوظ رکھنے والا اور مطمئن کرنے والا طریقۂ کار ہے۔"

علی نے کہا "ہمیں ہر کام خدا کا نام لے کر کرنا چاہیے۔ ہم یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ ہم یہودی ہیں عیسائی ہیں یا مسلمان ہیں اور ہمیں خدا کو کو کیا کہنا چاہئے۔"

"ہاں۔ ہمیں یقین سے یہ معلوم ہونا چاہئے کہ ہماری مذہبی شناخت کیا ہے۔"

"اتنی بڑی دنیا میں صرف ایک ہی جگہ ایسی ہے جہاں یہودی' عیسائی اور مسلمان تینوں اپنے اپنے خدا کو یاد کرنے آتے ہیں۔ وہ تینوں کی عبادت کا مشترکہ مقام ہے اور وہ ہے بیت المقدس۔"

"درست ہے۔"

"ہمیں پچھلی زندگی کو یاد کرنے کے لیے اپنی تدبیر پر عمل بھی کرنا چاہئے اور خدا سے کامیابی کی دعا بھی مانگنی چاہئے ہم بیت المقدس جاکر خدا سے پوچھیں گے' اے ہمارے معبود! ہماری مذہبی شناخت کیا ہے....؟ ہمیں اپنی دعاؤں کا جواب ضرور ملے گا۔"

"میں ضرور چلوں گی۔ تم جاؤ اور پاک صاف ہوکر مختصر سا سفری سامان لے آؤ۔"

"میں ہمیشہ پاک صاف رہتا ہوں اور مجھے کبھی سفری سامان کی ضرورت نہیں ہوتی۔ میری کار میں کافی رقم ہے اور کریڈٹ کارڈ بھی ہے۔ ہم جہاں رہیں گے وہاں ضرورت کا سامان خرید لیں گے۔"

وہ ڈرائنگ روم سے اٹھ کر بیڈ روم میں گئی۔ لڑکیاں کہیں جانے کے لیے گھنٹوں میک اپ کرتی اور زلفیں سنوارتی ہیں پھر لباس کے انتخاب میں بھی وقت ضائع ہوتا ہے۔ وہ دس منٹ میں واپس آگئی پھر وہ دونوں کار میں آکر بیٹھ گئے۔ علی نے کار اسٹارٹ کرکے آگے بڑھائی ثانی نے کہا "جان لبوڈا کسی وقت بھی مجھ سے رابطہ کرسکتا ہے۔ میں اس سے کہہ دوں گی کہ لارا کی حیثیت سے اپنے منگیتر موسس کے ساتھ یروشلم جارہی ہوں۔"

"اس بات کو لبوڈا کے مزاج کے مطابق اور معقول بنا سکتی ہو۔ اس سے کہہ سکتی ہو کہ ایک گولڈن برین واسکوڈی تھرا یروشلم میں رہتا ہے۔ تم اسے ٹریپ کرنے جارہی ہو۔"

"واقعی یہ بہانہ معقول رہے گا۔ کچھ عرصہ پہلے تم پامیلا کے ساتھ واسکوڈی تھرا کی رہائش گاہ میں مقیم تھے اور وہیں تم نے ایک گولڈن برین کے دماغ سے لبوڈا کو نکالا تھا۔"

وہ ساحلی راستے سے اشکیلان کی سمت جارہے تھے۔ وہاں سے ایلات پہنچ کر پھر بیت المقدس کا رخ کرنے والے تھے۔ اسی وقت لیلیٰ نے رابطہ کیا' کوڈ ورڈز ادا کرتے ہوئے پوچھا "ہیلو بیٹے! کیسے ہو؟ میں پچھلی رات سے تمہارے پاس نہ آسکی' بہت مصروف تھی۔"

"ممی! آپ کی دعاؤں سے بخیریت ہوں۔ ثانی میرے پاس لارا کے روپ میں بیٹھی ہوئی ہے۔ آپ بتائیں مصروفیت کیا تھی؟ کوئی تشویش کی بات تو نہیں ہے؟"

"تشویش تھی' وہ دور ہوگئی۔ تمہاری آنٹی یعنی ہونے والی ساس سلطانہ ماں بننے والی ہے۔ کچھ کمزور ہوگئی ہے' میں کل سے اس کی تیمارداری میں لگی ہوئی تھی۔"

"کب تک خوشخبری ملے گی؟"

"کوئی آٹھ مہینے بعد۔ پہلے سسٹر (سونیا) کی زچگی ہوگی پھر سلطانہ ماں بنے گی' اپنے موجودہ حالات بتاؤ۔"

علی نے ثانی سے کہا "سلوانہ! ابھی میرے پاس جے مورگن آیا تھا۔ میں نے اس سے بیس سیکنڈ بعد آنے کے لیے کہا ہے۔ وہ آتا ہی ہوگا۔ تم اس وقت تک مجھے مخاطب نہ کرنا جب تک میں تمہیں مخاطب نہ کروں۔"

اس نے "اوکے" کہا۔ علی خاموشی سے ونڈ اسکرین کے پار دیکھنے لگا۔ یہ تاثر دینے لگا کہ جے مورگن محوِ گفتگو ہے۔ اس نے لیلیٰ کو پچھلی رات سے اب تک کے واقعات سنائے کہ ثانی کس طرح الپا سے لارا بن گئی ہے اور وہ خود لارا کے منگیتر موسس کے بھیس میں ہے پھر اس نے کہا "امی! ثانی کو اب اپنی پچھلی زندگی یاد آجانا چاہئے۔"

"یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ تنویمی عمل کے ذریعے یہ پھر ہماری ہوجائے گی۔"

"لیکن یہ کسی کو اپنے دماغ میں نہیں آنے دے گی۔"

"بیٹے! ہم اس کی بھلائی کے لیے اسے دماغی کمزوری میں مبتلا کرسکتے ہیں۔"

"ابھی تقریباً دو گھنٹے پہلے مجھے موقع ملا تھا۔ میں اسے کمزوری میں مبتلا کرسکتا تھا لیکن میں اپنے پیار کو کمزور نہیں دیکھنا چاہتا۔"

"یہ تم جذباتی اور احمقانہ بات کہہ رہے ہو۔ اسے دماغی کمزوری نقصان نہیں پہنچائے گی بلکہ ہم سب ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے مضبوط قلعے میں پہنچائے گی۔"

"آپ درست کہہ رہی ہیں لیکن یہ اس طریقۂ کار پر آمادہ ہے کہ کوئی ہپناٹائز کرنے والا اس پر عمل کرکے ماضی یاد دلائے اور اس عمل کے دوران میں موجود رہوں تاکہ کوئی عامل شرارت یا دشمنی سے اسے اپنی معمولہ نہ بنائے۔"

"کیا تمہاری نظروں میں ایسا کوئی عامل ہے جو ثانی کی اصلیت معلوم ہونے کے بعد رازدار رہے گا؟"

"جی ہاں' بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والا ایسا ایک عامل یروشلم میں رہتا ہے۔ آپ ادارے سے اس کا موجودہ نام و پتا معلوم کرکے مجھے بتاسکتی ہیں۔"

"ٹھیک ہے' میں ابھی پانچ منٹ میں آتی ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ علی انتظار کرنے لگا۔ وہ اپنی خاموشی سے ثانی پر ظاہر کررہا تھا کہ ابھی تک جے مورگن سے گفتگو جاری ہے لیلیٰ نے واپس آکر کہا "بیٹے! اس عامل کو ادارے میں واپس بلایا گیا تھا اور اب اسے کسی دوسرے مشن پر بھیجا گیا ہے۔"

"پھر تو یہ مسئلہ ہوگیا۔"

"ثانی کو دماغی طور پر کمزور کردو یا اسے راضی کرو کہ وہ ہم میں سے کسی کو اپنے دماغ میں آنے دے۔"

"وہ پوچھے گی کون دماغ میں آئے گا؟ میں کیا جواب دوں گا؟ مجھے تو جے مورگن کا نام بتانا ہوگا اور وہ کسی یہودی کو آنے نہیں دے گی۔ وہ لبوڈا کے حوالے سے پاپا کو اور ہمارے خاندان کو اپنا دشمن سمجھتی ہے۔"

"سیدھی سی بات ہے' اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کرو۔"

"میں ثانی کے ساتھ بیت المقدس جارہا ہوں۔ اس نیت سے جارہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہماری دعا قبول کرے گا اور جب اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر نیت کی ہے تو مجھے ثانی کو کمزوری میں مبتلا نہیں کرنا چاہئے۔ اب اس کی واپسی کے لیے جو راستہ نکلے گا' اللہ کی طرف سے نکلے گا۔"

"خدا تمہارے ایمان کو اور مستحکم کرے۔ میں جارہی ہوں' گھنٹے دو گھنٹے بعد آؤں گی۔"

اس کے جانے کے بعد علی نے ایک گہری سانس لے کر ثانی سے کہا "مورگن چلا گیا ہے۔"

"وہ کیا کہہ رہا تھا؟"

"سرکاری معاملات پر بول رہا تھا۔"

"وہ جو بول رہا تھا' وہ مجھے نہیں بتاؤ گے؟"

"تم لبوڈا اور سپرماسٹر کی باتیں مجھے نہیں بتاتی ہو پھر گولڈن برینز کی باتیں مجھ سے کیوں پوچھ رہی ہو؟"

"پہلے نہیں بتاتی تھی۔ آج تو تم نے میری آنکھیں کھول دی ہیں مجھ سے جو پوچھو گے وہ بتاؤں گی۔ جب تک میں خود کو نہیں پہچانوں گی تب تک غیر جانبدار رہوں گی۔"

"میں بھی غیر جانبدار رہوں گا اور لبوڈا سے تعلق رکھنے والے تمہارے معاملات میں مداخلت نہیں کروں گا۔"

"یہ موضوع ختم کرو' ہم اپنی باتیں کریں گے۔"

"ہاں اور اپنی بات یہ ہے کہ سب سے پہلے ہم کافی پئیں گے کیونکہ اعصابی کمزوری پیدا کرنے والی چائے تمہارے ڈرائنگ روم میں چھوڑ آئے ہیں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "وہ چائے تمہیں پلانے والی تھی۔ بعض اوقات ہم سے انجانے میں بڑی غلطیاں ہوجاتی ہیں۔"

"بھئی' غلطیوں میں مجھے شامل نہ کرو' میں غلطیاں نہیں کرتا۔"

"اونہہ' بڑے فرشتے آئے ہو۔ جناب سے کبھی غلطی ہی نہیں ہوتی۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"تمہارے معاملے میں نہیں ہوتی۔ جب بھی تم نے غلط راستے پر مجھے ڈالنا چاہا' میں نے صحیح راستے پر آکر تمہیں پکڑلیا۔"

ثانی نے دل میں تسلیم کیا جب سے تل ابیب کے ائرپورٹ پر سامنا ہوا تھا' تب سے وہ اسے ہر بھیس میں پہچانتا اور اسے متاثر کرتا آرہا تھا۔ انہوں نے اشکیلان پہنچ کر سینڈوچز کھائے پھر کافی پینے لگے اس بار جے مورگن نے رابطہ کیا۔ کوڈورڈز ادا کیے۔ ان ہی لمحات میں لبوڈا نے ثانی سے رابطہ کیا۔ ثانی اُدھر اور علی اِدھر مصروف ہوگیا۔

جے مورگن نے علی سے کہا "سر! یہ الپا واقعی مشکوک ہوتی جارہی ہے۔"

"ہوں۔ وضاحت کرو۔"

"وہ ہمارے ایک گولڈن برین جان نوبل سے فری ہورہی ہے۔ اس نے آج رات اسے ڈنر کی دعوت دی ہے۔"

"تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ ہمارے کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو کسی گولڈن برین سے ذاتی تعلقات قائم کرنے کی اجازت نہیں ہے اور وہ درپردہ تعلق قائم کرکے خلافِ ضابطہ حرکتیں کررہی ہے۔"

"جی ہاں۔ وہ گولڈن برین جان نوبل کے دماغ میں آتی ہے۔"

"یہ تمہیں کیسے معلوم ہوا؟"

"ابھی آدھا گھنٹا پہلے میں نے جان نوبل سے فون پر رابطہ کرنا چاہا' پتا چلا فون خراب ہے لہٰذا میں نے خیال خوانی کے ذریعے مخاطب کرنا چاہا' وہاں پہنچتے ہی الپا کا لہجہ سنائی دیا وہ کہہ رہی تھی "مسٹر جان! میں ابھی فون پر رابطہ کررہی تھی۔ پتا چلا تمہارا فون خراب ہے اس لیے مجبور ہوکر تمہارے دماغ میں آئی ہوں۔"

گولڈن برین جان نوبل نے کہا "کوئی بات نہیں۔ بولو کیا کام ہے؟"

"میں یہ کہنے آئی ہوں کہ تمام گولڈن برینز خود کو راز میں رکھنے کے لیے بہت محتاط رہتے ہیں۔ خود کو کبھی کسی پر ظاہر نہیں کرتے لیکن میں نے نیو ایئرس نائٹ کی پارٹی میں تمہیں پہچان لیا ہے۔"

وہ پریشان ہوکر بولا "کیا کہہ رہی ہو؟ تم نے کیسے پہچان لیا؟"

"تمہاری آواز اور لہجے سے۔ تم نے یہ نہیں سوچا کہ اس پارٹی میں ٹیلی پیتھی جاننے والے آسکتے ہیں۔ میں اور جے مورگن تمہاری آواز اور لہجے کو پہچانتے ہیں۔ تمہیں وہاں لہجہ بدل کر بولنا چاہئے تھا جب تم میجر کی جوان بیٹی سے گفتگو کررہے تھے تب میں تمہارے قریب ہی تھی۔"

"او گاڈ! مجھے خیال نہیں رہا تھا کہ میں اپنے لہجے میں بول رہا ہوں۔"

"کیسے خیال رہتا' میجر کی بیٹی حسین بھی ہے اور جوان بھی۔ تمہیں فری ہونے کا موقع بھی دے رہی تھی۔"

"یہ..... یہ بات نہیں ہے' تم مجھے غلط سمجھ رہی ہو۔"

"میں اتنی دیر سے تمہارے دماغ میں ہوں۔ ذرا اندازہ کرو میں نے تمہیں باتوں میں لگا کر کتنے چور خیالات پڑھے ہیں۔"

"یہ دیکھو' یہ غلط بات ہے' میں چور خیالات نہیں پڑھنے دوں گا۔ سانس روک رہا ہوں۔"

"اگر سانس روکو گے تو میں تمہاری بے پروائی کی رپورٹ تمام گولڈن برینز کے سامنے پیش کروں گی۔ وہ اس اندیشے کے تحت تم سے یہ عہدہ چھین لیں گے کہ میری طرح کوئی دوسرا خیال خوانی کرنے والا دشمن بھی تمہارے لہجے کو سن چکا ہے اور تمہیں چہرے سے پہچان چکا ہے ۔ میں وہ چور خیالات بھی پیش کروں گی' جواب تک پڑھ چکی ہوں۔"

اس نے پریشان ہوکر پوچھا "کیا پڑھ چکی ہو؟"

"یہی کہ تم نے اٹھائیس دسمبر کی رات ریٹا نامی ایک لڑکی کے مکان میں گزاری ہے اور یہ انتہائی غیرذمے داری کا ثبوت ہے۔ میں نے ریٹا کا فون نمبر اور پتا بھی تمہارے خیالات سے معلوم کیا ہے۔"

وہ سمجھ گیا کہ بری طرح پھنس چکا ہے۔ اس نے عاجزی سے کہا "الپا! پلیز میرے خلاف رپورٹ پیش نہ کرو۔"

"پیش کرنا ہوتا تو تمہارے پاس نہ آتی۔ تمہیں نوجوان لڑکیاں پسند ہیں اور مجھے تمہارے جیسے بوڑھے مرد۔ کیا سمجھے؟"

"سمجھ گیا' یہ تو میری خوش قسمتی ہے' کیا ہم مل سکتے ہیں؟"

"نہیں ملیں گے تو بڑھاپے اور جوانی کا ملاپ کیسے ہوگا؟"

"تو آج رات میری طرف سے ڈنر کی دعوت ہے۔"

"کسی ہوٹل میں دعوت دو گے تو تنہائی نصیب نہیں ہوگی پھر ہم دونوں ایک ساتھ دیکھ لیے جائیں گے۔ ہماری ملٹری انٹیلیجنس کے جاسوس بڑے تیز ہیں۔"

"ٹھیک کہتی ہو' اپنے بنگلے کا پتا بتاؤ۔ میں رات کے آٹھ بجے حاضر ہوجاؤں گا۔"

جے مورگن الپا کی یہ روداد علی کو سنا رہا تھا۔ علی نے کن انکھیوں سے پاس بیٹھی ہوئی ثانی کو دیکھا' وہ خاموش تھی۔ اپنے دماغ میں لبوڈا کی باتیں سن رہی تھی' دونوں اپنی اپنی جگہ گفتگو میں مصروف تھے۔ علی نے جے مورگن سے کہا "میں نے پہلے ہی الپا پر شک ظاہر کیا تھا اب یہ شک یقین میں بدل رہا ہے۔ وہ ہمارے ساتھ جو ناٹک کھیل رہی ہے' آج اس کا ڈراپ سین ہونا چاہئے۔"

"ضرور ہوگا سر! آپ حکم دیں۔"

"گولڈن برین راجر موس سے کہو۔ میں لارا کے ساتھ ہوں اس لیے فون پر ایسی خفیہ اہم باتیں نہیں کرسکوں گا۔ میں چاہتا ہوں ہمارے ذہین سراغرساں اور فوج کے جوان اس وقت الپا کے بنگلے کو گھیر لیں جب جان نوبل اس سے ملاقات کے لیے آئے ہمارا ایک جوان بنگلے میں داخل ہوتے ہی الپا کو بے ہوشی کا

انجکشن لگائے گا تاکہ لبوڈا وغیرہ ناکامی کی صورت میں الپا کو ہلاک نہ کرسکیں۔"

"سمجھ گیا سر! میں ابھی آپریشن کی تیاری کرتا ہوں۔"

"اور سنو۔ الپا کا برین جلد سے جلد واش ہونا چاہئے۔ دشمنوں کو ذرا بھی مداخلت کا موقع نہ دینا۔"

"ایسا ہی ہوگا سر!"

جے مورگن چلا گیا۔ اُدھر ثانی کے دماغ میں لبوڈا بھی اسی موضوع پر باتیں کررہا تھا اور فخر سے کہہ رہا تھا کہ الپا نے ایک گولڈن برین جان نوبل کو پھانس لیا ہے۔ ابھی تین گھنٹے بعد وہ الپا کے بنگلے میں ڈنر کے لیے آئے گا تو اس کا دماغ کمزور ہوگا پھر اسے اپنا معمول اور تابعدار بنالیا جائے گا۔"

ثانی نے تمام باتیں سننے کے بعد کہا "میں اس وقت لارا کے منگیتر موسس کے ساتھ ہوں اور یروشلم جارہی ہوں۔"

"اوہ نو سلوانہ! ہم ایک اہم گولڈن برین کو ٹریپ کررہے ہیں ایسے وقت تمہیں الپا کے قریب رہنا چاہئے۔"

"نہیں انکل! پہلے آپ یہ تو پوچھیں کہ میں یروشلم کیوں جارہی ہوں۔"

"ہاں' یہ تو میں نے پوچھا ہی نہیں۔"

"آپ جانتے ہیں ایک گولڈن برین واسکوڈی تھربا یروشلم میں رہتا ہے۔ لارا کے منگیتر موسس سے اس کی رشتہ داری ہے۔ میں اس کے گھر جارہا ہوں۔"

وہ خوش ہوکر بولا "یہ تو کمال ہوگیا۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ تم اس گولڈن برین کو ضرور ٹریپ کروگی۔"

"جی ہاں۔ جب بھی کامیابی ہوگی' میں آپ کو اور سپر ماسٹر کو خوشخبری سنانے آؤں گی۔"

لبوڈا چلا گیا' ثانی نے ایک گہری سانس لے کر کہا "تمہیں بتانے کا موقع نہیں ملا۔ اچانک جان لبوڈا آگیا تھا اور ایک معاملے پر گفتگو کررہا تھا۔"

علی نے کہا "یہی میرے ساتھ ہورہا تھا۔ جے مورگن مجھ سے باتیں کررہا تھا۔"

وہ ثانی کے ساتھ کافی ہاؤس سے باہر آیا پھر دونوں کار میں بیٹھ کر یروشلم کی طرف جانے لگے۔ وہ شام کے سات بجے وہاں پہنچے۔ یروشلم کے مغربی حصے میں یہودیوں کی نئی آبادی ہے۔ اس حصے میں کسی عرب اور دروز قبیلے کے لوگوں کو رہائش کی اجازت نہیں دی جاتی ہے۔ وہیں ایک بنگلے میں گولڈن برین واسکوڈی تھربا رہتا تھا۔ علی نے ثانی کو کہا "پہلے ہم مسجدِ اقصیٰ میں حاضری دیں گے پھر واپس آکر انکل تھربا سے ملاقات کریں گے۔"

اس نے کار اُدھر موڑلی جدھر دنیا کا سب سے قدیم مذہبی تاریخی فصیل بند شہر تھا۔ اس شہر کو بیت المقدس کہتے ہیں۔ دنیا کے کونے کونے سے تین مذاہب کے ماننے والے یہاں ہرماہ ہرموسم میں زیارت کے لیے اور ایمان تازہ کرنے کے لیے آتے ہیں۔

وہ فصیل کے ایک دروازے سے بیت المقدس میں داخل ہوئے پھر حرم شریف میں آئے۔ ثانی نے پوچھا "تم پہلے مسلمانوں کے حرم شریف میں کیوں آئے ہو۔ سنا ہے اس سے ملحقہ ایک حصے میں وہ احاطہ ہے جہاں حضرت عیسیٰ کی خالی قبر ہے۔ قبر اس لیے خالی ہے کہ وہ آسمان پر اٹھا لیے گئے تھے اور یہ ایمان ہے کہ حضرت عیسیٰ زندہ ہیں اور ایک دن دنیا میں واپس آئیں گے۔"

علی نے کہا "ہم عیسائیوں کے اس کلیسا میں بھی جائیں گے جو ان کی سب سے مقدس زیارت گاہ ہے۔ یہ دیکھو یہ مسجدِ اقصیٰ ہے۔ اس احاطے کی پشت پر یہودیوں کی دیوارِ گریہ ہے۔"

"یہ دیوارِ گریہ کیا چیز ہے؟"

"یہودیوں کے عقیدے کے مطابق یہاں حضرت سلیمان علیہ السلام کی عبادت گاہ تھی۔ جسے رومنوں نے دو ہزار سال قبل مسمار کردیا تھا۔ یہودی اس سانحے کے غم میں آج بھی اس دیوار سے لگ کر روتے ہیں۔ یہ آہ وزاری ان کی عبادت کا ایک حصہ ہے۔"

وہ دونوں مسجدِ اقصیٰ کا نظارہ کررہے تھے۔ علی دل ہی دل میں دعائیں مانگ رہا تھا "یا اللہ! میری ثانی مجھے واپس دے دے۔ میں اس کی دماغی توانائی کو کمزور نہیں کروں گا یہاں جو ہوگا تیری رضا سے ہوگا۔"

مسجدِ اقصیٰ کو اکثر مسلمان مسجدِ عمر بھی کہتے ہیں۔ حضرت عمر نے یروشلم کو فتح کرنے کے بعد اس مسجد کے اس حصے میں نماز ادا کی تھی جہاں سے آنحضرت' معراج کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ علی اور ثانی وہاں سے نکل کر صخریٰ کی عمارت میں آئے۔ صخریٰ کے اندر ایک گھیرے میں وہ چٹان ہے جس پر کھڑے ہوکر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے قربانی کا وعدہ کیا تھا۔ اس چٹان کے قریب اس وقت دوسرے زائرین بھی تھے۔ ان میں عیسائی اور یہودی بھی تھے۔ ایک یہودی نے ثانی کے قریب آکر کہا۔ "ہیلو لارا! تم تو ایسے غائب ہوتی ہو کہ مہینوں صورت نظر نہیں آتی۔"

ثانی نے ناگواری سے کہا "میں لارا نہیں ہوں۔"

وہ اپنے ایک ساتھی کو مخاطب کرتے ہوئے بولا "روبن! سنو یہ کیا کہتی ہے؟ یہ لارا نہیں ہے۔"

دراصل لارا فلرٹ کرنے والی لڑکی تھی۔ پتا نہیں تل ابیب سے نیویارک تک کتنے شہروں میں کتنے عاشق بنا رکھے تھے۔ یروشلم آنے والے عاشق ثانی کو لارا سمجھ رہے تھے۔ دوسرے عاشق نے سامنے آکر کہا "واہ میری جان! مذاق کررہی ہو یا سچ مچ پہچاننے سے انکار کررہی ہو۔"

علی نے فوراً ہی ثانی کا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف لے جاتے ہوئے کہا "حرم شریف سے باہر چلو' ورنہ یہاں بات بڑھے گی تو اس مقدس مقام کا احترام مجروح ہوگا۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

وہ دونوں تیزی سے باہر آرہے تھے۔ تین نوجوان پیچھے پڑ گئے تھے۔ ایک کہتا آرہا تھا "یار! بات سمجھا کرو' ایک نئے عاشق کے ساتھ ہے اس لیے ہم سے انجان بن رہی ہے۔"

دوسرے نے کہا "لیکن یہ تو ہماری انسلٹ ہے۔ اس کے ساتھ رات گزارنے کے لیے ہمیں ٹھکرا رہی ہے۔"

علی نے حرم شریف کے باہر قدم رکھتے ہی اس کے منہ پر ایک الٹا ہاتھ رسید کیا ہاتھ کیا تھا لوہے کی سلاخ تھی۔ وہ چیخیں مارتا ہوا دور جاکر گر پڑا۔ وہ عیاشی کرنے والے جوان دبلے پتلے نازک سے تھے۔ لڑنا نہیں جانتے تھے۔ انہوں نے ذرا دور بھاگ کر پتھر اٹھا کر مارنا شروع کیا۔ علی نے ثانی کو پتھروں سے بچانے کے لیے ڈھال بننے کی کوشش کی' زخمی بھی ہوا لیکن تین اطراف سے پتھر آرہے تھے۔ وہ ثانی کے ساتھ دوڑتا ہوا حرم شریف میں واپس آیا۔ اپنی جانِ حیات کو دیکھا تو وہ بھی زخمی ہوچکی تھی۔ پیشانی سے لہو بہہ رہا تھا اور وہ ان بھگوڑوں کو گھور رہی تھی جو بہت دور جاکر کھڑے ہوگئے تھے۔

ایک پولیس افسر اور کئی سپاہی آگئے تھے۔ علی نے اپنا کارڈ دکھایا تو سب نے الرٹ ہوکر سیلوٹ کیا۔ وہ بولا "تینوں رئیس زادے اِدھر کھڑے ہوئے ہیں۔ انہیں پہچانو اور گرفتار کرو۔ یہ گرفتار نہ ہوئے تو تم سب کی وردیاں اتار لی جائیں گی۔"

وہ تینوں بھاگنے لگے۔ سپاہیوں نے ان کے پیچھے دوڑ لگائی۔ ثانی کے سر پر سخت چوٹ آئی تھی۔ علی اپنی چوٹیں بھول گیا۔ اسے سہارا دے کر کار میں لے آیا۔ وہ دونوں فولاد تھے۔ ایسی چوٹیں کوئی اہمیت نہیں رکھتی تھیں لیکن ایمان اور عقیدے سے دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ نے علی کی دعا قبول کرلی تھی۔ ثانی کو کمزوری میں مبتلا کردیا تھا۔

جب لیلیٰ آئی تو علی اور ثانی گولڈن برین واسکوڈی تھربا کے بنگلے میں آگئے تھے۔ تھربا نے ڈاکٹر کو کال کیا تو لیلیٰ نے کہا "علی! تمہارا ایمان اور تمہارا جذبہ صادق ہے۔ خدا نے تمہاری سن لی۔ ثانی کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ اس کی واپسی کا اہتمام قدرت نے کیا ہے۔"

جب ڈاکٹر مرہم پٹی کرکے چلا گیا تو لیلیٰ چپکے سے ثانی کے دماغ میں آگئی۔ اسے تھپک تھپک کر سلایا پھر اس پر عمل کرنے لگی۔

○☆○

خدا جب کسی شخص یا کسی قوم کو دولت اور قوت دیتا ہے تو کبھی برسوں تک اور کبھی صدیوں تک اس کا ظرف آزماتا ہے۔ روس نصف صدی سے زیادہ عرصہ تک سپر پاور رہا مگر اس کی کم ظرفی نے اسے توڑ دیا۔ امریکا اور اسرائیل کا بھی جلد یا بدیر کچھ ایسا ہی انجام ہونے والا ہے۔

دانشمندی تو یہ ہے کہ ہم اپنے ہی اسلامی ممالک کا جائزہ لیں۔ اللہ تعالیٰ نے مشرق وسطیٰ کی تمام مسلمان ریاستوں کو تیل کی اتنی بڑی دولت دی جس کی مثال دنیا کے کسی اور ملک میں نہیں ملتی لیکن اس دولت سے کوئی ایسی فوج تیار نہیں ہوئی جو اسرائیل کے مقابلے میں ایک دن کی بھی جنگ لڑنے کے قابل ہو۔ اس دولت سے جدید اسلحہ کی کوئی فیکٹری نہیں بنائی گئی' ان ریاستوں میں سے کسی نے اس دولت سے کسی مسلمان کو ریاضی داں اور سائنس داں نہیں بنایا بلکہ اپنی پوری قوم کو امریکا کا دوست اور وفادار بنا دیا۔ امریکا ان کی دوستی اور وفاداری کی قدر اسرائیل کے بعد کرتا ہے۔

افغانستان جیسے اسلامی ملکوں کو خانہ جنگی میں مبتلا کرکے اس قدر کھوکھلا کردیا جاتا ہے کہ وہ کسی بڑے ملک کے سہارے کے بغیر اپنا وجود قائم نہیں رکھ سکتے۔ اب میری داستان جس نو آزاد اسلامی ملک سے گزرنے والی ہے اس کا نام ازبکستان ہے۔

اس اسلامی ملک پر ساری دنیا کے عیسائیوں اور یہودیوں کی نظریں لگی ہوئی ہیں۔ یہاں یہودی اپنی مذہبی شناخت سے نہیں بلکہ کمیونسٹ پارٹی کے لیڈرز اور ورکر کی حیثیت سے غلبہ پانے کی جدوجہد میں مصروف ہیں۔

میں جانتا ہوں' میرے قارئین بڑی معلومات کے حامل ہوتے ہیں اس کے باوجود یہ داستان کا تقاضا ہے۔ میں بتاتا چلوں کہ مغربی ممالک ازبکستان پر اثر انداز کیوں ہونا چاہتے ہیں؟

سب سے پہلی اور ناقابلِ انکار حقیقت یہ ہے کہ مغربی ممالک کبھی اسلامی ممالک کو متحد ہونے نہیں دیں گے اور اپنے انجام سے بے خبر مسلمان خود کبھی متحد نہیں ہوں گے۔

پھر یہ کہ خدا نے جس طرح مشرقِ وسطیٰ کے مسلم ممالک کو تیل کی دولت دی ہے اسی طرح ازبکستان کو سونے کا ذخیرہ دیا ہے۔ یہاں سونے کی کانوں سے تقریباً چالیس ٹن سونا سالانہ نکالا جاتا ہے۔ قدرتی گیس' کوئلے اور دیگر دھاتوں کے وسیع ذخائر پائے جاتے ہیں اور اسّی فیصد اعلیٰ درجے کی کپاس یہیں پیدا ہوتی ہے۔ یہاں ایسے سائنسی ادارے ہیں جہاں چالیس لاکھ افراد کام کرتے ہیں۔ یہاں کے لوگ فن میں اس قدر آگے ہیں کہ زلزلہ پروف عمارتیں تعمیر کرتے ہیں۔ ایسی عمارتیں اب تک بیس زلزلوں کے شدید جھٹکے برداشت کرچکی ہیں۔

ایسے ذہین' جی دار اور قدرتی دولت سے مالا مال مسلمان مغربی ممالک کی نظروں میں یقیناً کھٹکتے رہیں گے۔ انہیں شیشے میں اتارنے کے لیے بین الاقوامی سیاست کی بساط پر جو چالیں چلی جارہی ہیں اس کی کچھ جھلکیاں اس داستان میں ملتی رہیں گی۔

میں نے مرینا کے چور خیالات پڑھے تھے۔ وہ ازبکستان جانا چاہتی تھی۔ اس کی وجوہات یہ تھیں کہ وہ روس کے قریب رہ کر ایوان راسکا کے ذریعے اپنی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ٹیم بنانا چاہتی تھی۔ اب تک دو ٹیلی پیتھی جاننے والے جنرل پارکن اور ولی جی تھربال اس کی مٹھی میں آچکے تھے۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ وہ مجھ سے دور رہنا چاہتی تھی۔ میں نے اس سے کہا تھا کہ میں تبت سے واپس افغانستان پارس کے پاس جاؤں گا تب اس نے کہا تھا "پاپا! آپ مجھے ازبکستان کے کسی سرحدی شہر میں ڈراپ کردیں۔ مجھے وہاں کچھ ضروری کام ہے۔"

میں اس ہیلی کاپٹر میں اسے لے گیا جو میں افغانستان سے لے کر آیا تھا۔ ابھی نو آزاد ملکوں کی سرحدیں مضبوط نہیں تھیں۔ ایسے ممالک میں داخل ہوتے وقت کوئی خاص پریشانی نہیں ہوتی ہے۔ اگر ہوتی تو ہم ٹیلی پیتھی کے ذریعے بگڑی بنا سکتے تھے۔ میں نے ایک مشرقی شہر فرغانہ کے قریب اسے ہیلی کاپٹر سے اتار دیا اور تھوڑی دیر کے لیے انجن بند کردیا۔ وہ بولی "آپ نے یہ نہیں پوچھا کہ میں پارس سے ملنے آپ کے ساتھ کیوں نہیں جارہی ہوں؟"

میں نے جواب دیا "یہ تمہارا اور پارس کا معاملہ ہے۔ مجھے کوئی سوال نہیں کرنا چاہیے۔"

"آپ ایک سوال کا صحیح جواب دیں گے؟"

"میں تو صحیح جواب دوں گا لیکن تمہیں میری سچائی کا یقین نہیں آئے گا۔ تم نے کبھی کسی پر بھروسا کرنا سیکھا ہی نہیں ہے۔"

"چلیں یہی سہی' آپ کو پتہ کیسے معلوم ہوا کہ میں تبت میں ہوں اور خطرات میں گھری ہوئی ہوں۔"

"تبت میں میرے کئی آلۂ کار ہیں' ان میں سے ایک نے مجھے درسگاہ کے انچارج کے دماغ میں پہنچایا تھا۔"

"آپ اپنے بیٹے پارس کی قسم کھاکر کہیں گے کہ مجھ پر تنویمی عمل نہیں کیا ہے اور میرے دماغ میں نہیں آتے ہیں؟"

"تم نے میرا پورا ریکارڈ پڑھا ہے۔ اس میں یہ لکھا ہوا ہے کہ میں کبھی قسم نہیں کھاتا اور اس فکر میں دبلا نہیں ہوتا کہ قسم کے بغیر اگلا مجھ پر یقین کررہا ہے یا نہیں؟"

"تو پھر قسم کے بغیر ہی میرے سوال کا جواب دیں۔"

"میں تمہارے دماغ میں آیا کرتا تھا۔ جب سے تم نے آتما شکتی حاصل کی ہے' تب سے تمہارا دماغ میری گرفت سے نکل چکا ہے۔ میں نے ایک بار چپ چاپ تمہارے پاس آنے کی کوشش کی تھی' تم نے سانس روک لی تھی۔"

وہ مطمئن اور خوش ہوگئی۔ میں نے کہا "پارس نے مجھے بتایا تھا کہ تم نے اس سے رابطہ کیا تھا اور وعدہ کیا تھا کہ اسلام قبول کرو گی۔"

"بے شک۔ میں نے آپ کا دل دکھایا تھا۔ میں اسی طرح تلافی کرسکتی ہوں۔ آپ کا دل جیت سکتی ہوں اور میری جان بچا کر تو آپ نے مجھے خرید لیا ہے۔ میں آپ لوگوں کی ہوں۔"

"پارس کو کوئی پیغام دو گی؟"

"آپ اس سے کہہ دیں کہ اسی کی موجودگی میں اس کا مذہب قبول کروں گی۔ شرط یہ ہے کہ وہ اس افغانی دوشیزہ کو چھوڑ کر میرے پاس آئے گے۔"

میں نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ وہ الوداعی مصافحہ کرکے جانے لگی۔ جب وہ دور نکل گئی تو میں نے انجن اسٹارٹ کیا۔ گردش کرنے والے پنکھے کی طوفانی ہوائیں دور مرینا تک پہنچ رہی تھیں۔ اس کی زلفیں اور لباس ہوا کی زد میں لہرا رہے تھے۔ میرا ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہوتا ہوا اس سے دور ہوتا چلا گیا۔

مرینا کو پورا یقین ہوگیا کہ مجھ سے پیچھا چھوٹ گیا تھا۔ وہ موجودہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والیوں میں سب سے ذہین اور مکار تھی (ابھی ثانی سے اس کا پالا نہیں پڑا تھا) یہ بڑی سپر طاقتوں کو چکر دیتی آرہی تھی۔ کبھی کسی کے قابو میں نہیں آتی تھی۔ اس بار مہالامہ کے ہاتھوں ماری جاتی۔ میں نے اس لیے عین وقت پر بچایا تھا کہ میں ابتدا سے اس کے حواس پر چھایا ہوا تھا۔ اس بار کام آکر مزید اس کے دماغ میں نقش ہوگیا تھا۔ وہ میرا نام ہی سن کر احساسِ کمتری میں مبتلا ہوجاتی تھی۔ اس لیے جب اسے معلوم ہوا کہ میں افغانستان جارہا ہوں تو اس نے ازبکستان کو اپنی منزل بنالیا۔

میں نے اسے فرغانہ تک پہنچا دیا تھا لیکن مجھے ازبکستان میں کسی بھی دشمنِ اسلام کی موجودگی گوارا نہیں تھی۔ اس کی اہم وجہ بیان کرتا ہوں۔ یہاں کے مسلمانوں کو ایک دو برس سے نہیں ستّر برس سے غلام بناکر رکھا گیا تھا۔ ان کی دینی زندگی پر قانونی پابندیاں عائد کی گئی تھیں۔ بے شمار علما کو تختۂ دار پر لٹکایا گیا تھا۔ نماز اور قرآن مجید پڑھنے والوں کو ستایا جاتا تھا۔ مختلف حیلوں بہانوں سے انہیں آہنی سلاخوں کے پیچھے دھکیل دیا جاتا تھا دین کا پرچار کرنے والوں کو شدید مصائب میں مبتلا رکھنے کے لیے سائبیریا بھیج دیا جاتا تھا۔

وہاں کے مسلمان اپنی زبان عربی رسم الخط میں لکھا کرتے تھے۔ اسے روسی رسم الخط میں تبدیل کردیا گیا تھا۔ کمیونسٹ حکمرانوں نے دینِ اسلام کے خلاف لاکھوں کتابیں شائع کیں اور انہیں گھر گھر تقسیم کرتے رہے۔ ایسے آزمائشی حالات میں ستر برسوں تک یہاں کے لوگ کفر کے نرغے میں رہے پھر بھی ان کی اکثریت مسلمان ہی رہی۔ یہ اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ خدا اپنے دین کی خود حفاظت کرتا ہے۔

آزاد ہونے کے بعد دشمنانِ اسلام کو ان کی ہر چال کا جواب دیا جارہا تھا۔ اب وہ دوبارہ عربی رسم الخط شروع کرچکے ہیں۔ قرآن مجید کی تعلیم عام کی جارہی ہے۔ ہر مدرسے' اسکول اور کالج میں اسلامی تعلیمات لازمی قرار دی گئی ہے۔ شہروں یا دیہی علاقوں میں کوئی خلافِ اسلام حرکت ہو تو اسلامی پاسبانوں کے دستے اس کی روک تھام کرتے ہیں۔

گویا ازبکستان میں ابھی کفر اور اسلام کی جنگ جاری تھی۔ ایسے میں مرینا وہاں پہنچی تھی۔ وہ دوسرے تمام مذاہب کو مذاق سمجھتی تھی۔ کوئی سا بھی مذہب قبول کرکے اسے چھوڑ دینا اس کے لیے محض ایک کھیل تھا۔ اسے مسلمانوں سے خدا واسطے کا بیر تھا۔ اس نے ٹیلی پیتھی جاننے والے وارنر ہیگ کو اسلام قبول کرنے کی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

سزا دی تھی۔ آئندہ پارس کو دھوکا دینے کے لیے نمائشی طور پر اسلام قبول کرنا چاہتی تھی۔ ایسی مکّار لڑکی اس ملک میں دشمنانِ اسلام کے لیے بہت بڑی طاقت بن سکتی تھی۔

میں نے افغانستان واپس جانے کا ارادہ ترک کردیا۔ پارس سے رابطہ قائم کرکے اسے مریتا کے حالات اور خیالات بتائے پھر کہا "مریتا فرغانہ گئی ہے۔ تاشقند وہاں سے سو کلو میٹر کے فاصلے پر ہے۔ میں تاشقند میں قیام کرکے اس کی مصروفیات پر نظر رکھوں گا۔"

"ٹھیک ہے پاپا! آپ واپس نہ آئیں' میں آپ کے پاس جلد آؤں گا۔"

پارس وہاں توبہ خانم کے ساتھ تھا اور بڑے ہی قابلِ ذکر حالات سے گزر رہا تھا۔ میں نے سلمان کو مخاطب کرکے کہا "پارس کے پاس آتے جاتے رہو۔ اسے کسی وقت بھی ہماری ضرورت پڑ سکتی ہے۔"

"بھائی جان! آپ فکر نہ کریں۔ میں پارس سے رابطہ رکھوں گا۔"

"فکر تو ہوتی ہے۔ پارس کی نہیں کروں گا تو تمہاری کروں گا۔"

"میری فکر کس لئے؟"

"میاں! سلطانہ ماں بننے والی ہے۔ تمہیں باپ بنا رہی ہے۔"

"یہ فکر کی نہیں خوشی کی بات ہے۔"

"ہاں' خوشی کی بات تو ہے لیکن لیلیٰ مجھے بتا رہی تھی کہ تمہاری بیگم بڑی فکرمند رہتی ہے۔"

"اس نے مجھے نہیں بتایا اور آپ کو معلوم ہوگیا؟"

"بھئی بہت سی باتیں عورتیں اپنے مرد کو نہیں بتاتیں۔ سلطانہ اپنی بہن (لیلیٰ) سے کہہ رہی تھی کہ وہ ماں بننے والی ہے۔ ایسے دنوں میں مرد آوارہ ہوجاتے ہیں۔ اپنی خالی راتیں دوسری جگہ گزارتے ہیں۔"

"کیا سلطانہ میرے متعلق ایسی رائے رکھتی ہے؟ مجھے آوارہ سمجھتی ہے؟"

پھر وہ چونک کر بولا "ارے بھائی جان! آپ پھر میاں بیوی کو لڑانے والی باتیں کررہے ہیں۔ شیطان کو بھگانے کے لیے لاحول پڑھتے ہیں۔ آپ کے لیے کیا پڑھوں؟"

میں مسکراتا ہوا دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ ہیلی کاپٹر کو پہلے ہی ایک پہاڑی کے دامن میں اتار چکا تھا۔ وہاں سے تین کلو میٹر کے فاصلے پر ایک پختہ سڑک تھی جو تاشقند کو جاتی تھی۔ میں نے ڈیش بورڈ کے ایک خانے سے ایک کاغذ اور قلم نکالا اس پر جلی حروف میں لکھا۔

"ایک ملک سے دوسرے ملک آنے والا مہمان اپنے میزبانوں کے لیے تحائف ضرور لاتا ہے۔ میں دشمنوں سے چھینا ہوا یہ ہیلی کاپٹر تحفے کے طور پر ازبک مسلمانوں کو پیش کرتا ہوں۔ م قبولِ افتد زہے عزّو شرف۔"

میں وہ کاغذ ڈیش بورڈ پر ایک ٹیپ کے ذریعے چپکا کر ہیلی کاپٹر سے اتر گیا۔ پھر وہاں سے پختہ سڑک کی طرف پیدل جانے لگا۔ اب وہاں غیر قانونی رہائش کا مسئلہ تھا۔ میں نے فرانس کے ایک اعلیٰ حاکم سے رابطہ کیا اس نے کہا "فرہاد صاحب! ہم نے افغانستان کی حزبِ مومن کے لیڈر تک اسلحہ اور مالی امداد پہنچادی ہے اور فرمائیں؟"

میں نے کہا "آپ کی امداد کا شکریہ' میں تاشقند شہر میں داخل ہونے والا ہوں۔ میرے پاس یہاں رہنے کے لیے قانونی کاغذات نہیں ہیں' آپ اس سلسلہ میں کیا کرسکتے ہیں؟"

"آپ تو جانتے ہیں' ازبکستان میں ہمارا باقاعدہ سفارت خانہ قائم نہیں ہوا ہے۔ وہاں ہمارا ایک سیاسی نمائندہ اور اس کے دو معاون ہیں۔ ان کے علاوہ فرانس کے چار بڑے اخبارات کے صحافی' شاعر اور ادیب ہیں اور آپ تو درپردہ حقائق کو سمجھتے ہی ہیں۔ یہ سب فرانس کے جاسوس ہیں۔"

"آپ ابھی کسی خاص جاسوس سے فون پر رابطہ کریں۔ اسے بتائیں کہ میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا ہوں اور اب اس سے جو کام لوں' اسے وہ آپ کا حکم سمجھ کر تعمیل کرتا رہے۔"

اس نے فون کے ذریعے تاشقند میں قیام کرنے والے ایک جاسوس سے رابطہ کیا پھر پوچھا "کیا رپورٹ ہے؟"

وہ رپورٹ پیش کرنے لگا۔ میں اس کے اندر پہنچ گیا۔ وہ فرانس کے ایک اخباری رپورٹر کی حیثیت سے وہاں قیام کررہا تھا۔ اس کا نام جیکی ہارپ تھا۔ اس سے کہا گیا کہ میں ان کی گفتگو سن رہا ہوں اور شاید جیکی ہارپ کے دماغ میں پہنچ گیا ہوں۔ میں نے کہا "یس جیکی! میں تمہارے پاس ہوں۔"

وہ مسکرا کر بولا "خوش آمدید مسٹر فرہاد۔"

پھر اس نے اعلیٰ حاکم سے کہا "مسٹر فرہاد مجھ سے رابطہ قائم کرچکے ہیں۔"

اعلیٰ حاکم نے کہا "اپنی ٹیم کے تمام افراد سے کہہ دو کہ جب بھی فرہاد صاحب کوئی حکم دیں اس پر فوراً عمل کریں اور انہیں ہر طرح کی سہولتیں فراہم کرتے رہیں۔"

فون کا رابطہ ختم ہوگیا۔ میں نے جیکی ہارپ سے کہا "تم نے میری جسامت اور قد دیکھا ہے۔ یا ریکارڈ میں پڑھا ہے۔ کیا اس کے مطابق تمہاری ٹیم میں کوئی شخص ہے؟"

"جی ایسا شخص ہے۔ میں نے آپ کو ویڈیو کیسٹ میں متحرک دیکھا ہے۔ ہمارا آدمی شاید قد میں آپ سے ایک آدھ انچ چھوٹا ہوگا۔ کیا یہ فرق چلے گا؟"

"چلے گا۔ اگر وہ میری جسامت اور مشابہت رکھتا ہے تو جلد ایک ... اور ... آپ کے جملہ سامان کا انتظام کرو۔ میں اس ... کاغذات کے مطابق یہاں رہوں گا۔ اسے پیرس واپس بھیج دیا جائے گا۔"

"میں اس سلسلے میں انتظامات کررہا ہوں۔ آپ اس وقت کہاں ہیں؟"

میں نے اپنے چاروں طرف دیکھتے ہوئے وہاں کا محلِ وقوع بیان کیا۔ اس نے کہا "آپ پختہ سڑک کے قریب انتظار کریں' ہمارا ایک آدمی آرہا ہے۔ وہ گرے کلر کے اوور کوٹ اور فیلٹ ہیٹ میں ہوگا۔ اس کے ہاتھ میں ایک زرد رنگ کا رومال رہے گا۔ آپ اسے مخاطب کریں گے وہ آپ سے کہے گا' آپ نے تشریف لاکر مشکل آسان کردی ہے۔"

میں نے اوکے کہہ کر رابطہ ختم کردیا۔ اس کی سوچ سے پتا چل گیا کہ جو شخص آنے والا ہے اسے میرے پاس پہنچنے میں شاید ایک گھنٹہ لگے گا۔ میں پہاڑی کے دامن میں ایک چشمے کے کنارے بیٹھ گیا۔ دور تک کہیں کہیں برف جمی ہوئی دکھائی دیتی تھی۔ سردی بڑھنے والی تھی۔ برف باری میں اضافہ ہونے والا تھا۔ چشمے کا پانی بھی نیم برفیلا ہورہا تھا۔ وہاں سے دور ایک پختہ سڑک نظر آرہی تھی۔ میں آنے والے اجنبی کو وہاں بیٹھ کر دیکھ سکتا تھا۔

پھر میں بیٹھے بیٹھے مریتا کے پاس آگیا۔ وہ فرغانہ کے ایک مضافاتی علاقے میں تھی۔ اس علاقے میں ایک چرچ تھا۔ وہ وہاں پہنچ کر اپنے لیے جگہ بنا رہی تھی۔ اس نے دو گھنٹے پہلے چرچ کے ایک پادری سے ملاقات کی تھی۔ اس سے کہا تھا کہ وہ وہاں راہبہ بننے کے لیے آئی ہے۔ پادری نے پوچھا "تم کون ہو؟ اور کہاں سے آئی ہو؟"

"فادر! اگر میں اپنے متعلق کچھ نہ بتاؤں تو کیا آپ مجھے اس چرچ کی خدمت کرنے نہیں دیں گے؟"

"تم عیسائی ہو تو یہ جانتی ہوگی کہ کنفیشن باکس میں جاکر اپنی غلطیوں کا اعتراف کرنا پڑتا ہے اور یہ اعتراف چرچ کا پادری سنتا ہے۔ اگر تم اعتراف سے بچنا چاہو گی تو سمجھ لو یہاں اسلامی حکومت ہے۔ اسلامی پاسبانوں کے دستے جگہ جگہ گھومتے اور نگرانی کرتے رہتے ہیں۔ وہ ادھر آئیں گے تو تمہارا محاسبہ کریں گے پھر تم ان سے اپنی اصلیت نہیں چھپا سکو گی۔"

وہ چرچ کے دروازے پر سر جھکائے کھڑی تھی اور پادری کے خیالات پڑھ رہی تھی۔ پھر سنجیدگی سے بولی "مجھے خداوند یسوع نے تم لوگوں کی مدد کے لیے بھیجا ہے۔ آسمان کی نامعلوم بلندیوں سے وہ نامعلوم باتیں میرے دل میں اترتی ہیں جو دوسروں کو وقت سے پہلے معلوم نہیں ہوتیں۔"

"تمہیں ایسی کون سی بات معلوم ہے جسے ہم نہیں جانتے تھا؟"

"آپ جانتے ہیں' آج سے نصف صدی پہلے کمیونسٹ حکام نے مسجدوں اور گرجوں کو بند کرادیا تھا۔ اس چرچ میں کوئی عبادت کرنے والا نہیں رہا۔ جب یہاں کے مسلمانوں نے آزادی حاصل کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور حکومتِ روس کو یقین ہوگیا کہ ازبکستان آزاد ہوکر ہی رہے گا تو اس وقت کے حکّام نے بظاہر مذہبی آزادی دے دی۔ مسجدوں اور گرجوں کو کھولنے کی اجازت دی پھر تمہیں پادری بنا کر دس راہب اور چھ راہباؤں کے ساتھ اس چرچ میں بھیج دیا تاکہ تم اس نو آزاد اسلامی مملکت کے خلاف جاسوسی کرتے رہو۔"

نام نہاد پادری نے اسے چونک کر دیکھا۔ گھبرا کر آس پاس دور تک نظریں دوڑائیں پھر فوراً ہی اپنے لباس سے ایک ریوالور نکال کر سختی سے کہا "اندر چلو۔ کم آن' چلو ورنہ گولی ماردوں گا۔"

وہ اس کے آگے چلتی ہوئی اندر آئی پھر بولی "مسٹر آندریو! تم یہ ریوالور خود ہی میرے ہاتھ میں دو گے۔"

اس نے پلٹ کر آندریو کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ آندریو نے وہ ریوالور اس کے ہاتھ میں دیا پھر جیسے ہی دماغ کو آزادی ملی' وہ گھبرا کر بولا "یہ..... یہ کیسے ہوگیا؟ میں نے یہ تمہیں کیسے دے دیا؟"

"تم اس ریوالور کے بدلے اپنی جان دے سکتے تھے۔ یقین نہ ہو تو آزمالو۔"

اس نے ریوالور واپس کیا۔ آندریو نے جھپٹ لیا۔ فوراً ہی اس کی نال اپنی کنپٹی سے لگا کر کہا "خبردار! اپنی اصلیت بتاؤ ورنہ گولی ماردوں گا۔"

پھر اسے غلطی کا احساس ہوا۔ وہ اپنی کنپٹی پر ریوالور رکھ کر اسے قتل کرنے کی دھمکی دے رہا تھا۔ اس نے ریوالور کا رخ بدلنا چاہا لیکن مریتا کی سمت نہیں ہورہا تھا۔ اس کی نال کنپٹی پر واپس آجاتی تھی۔

وہ خاموش کھڑی اسے سنجیدگی سے دیکھ رہی تھی۔ پھر بولی "ابھی میں نے کہا تھا تم اپنی جان دو گے اور تم دیکھ رہے ہو کہ کسی بھی لمحے گولی تمہاری کنپٹی کے اندر گھسنے والی ہے۔"

"نن..... نہیں' مجھے معاف کردو۔ خداوند یسوع نے تمہیں ہماری مدد کے لیے بھیجا ہے۔ مجھے معاف کردو۔"

وہ سخت لہجے میں بولی "خبردار! اپنی ناپاک زبان سے خدا اور مسیح مصلوب کا ذکر نہ کرنا۔ تم لوگ عیسائیت کو بدنام کرنا چاہتے ہو۔ تم لوگوں نے چرچ کو سراغرسانی کا اڈا بنایا ہے۔"

"پلیز غصہ تھوک دو' تمہارے جذبات سے سمجھ گیا ہوں کہ تم کٹّر عیسائی ہو' میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں بھی عیسائی ہوں۔ یہ الگ بات ہے کہ تمہارے مقابلے میں میرا ایمان کمزور ہے۔"

"ایمان کی کمزوری کا بہانہ نہ کرو' یہ تمہارے پاس ہے ہی نہیں۔ چرچ کے پیچھے تم اپنی رہائش گاہ میں چھپ کر شراب پیتے ہو اور جنہیں راہبہ بنایا ہے ان کے ساتھ تم گیارہ جاسوس اپنی راتیں کالی کرتے ہو۔"

چرچ کے ایک حصے سے گونجتی ہوئی سی آواز آئی "حسینہ! تم

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

بہت خطرناک ہو۔ تمہیں اس چار دیواری سے باہر نہیں جانا چاہیے۔"

مرینا نے سر گھما کر دیکھا۔ بڑی سی صلیب کے نیچے دو افراد راہبوں کے سفید لباس میں تھے اور ان کے ہاتھوں میں سیاہ گنیں تھیں۔ چرچ کے دوسرے دروازے سے مزید تین راہب اسی طرح ہتھیار اٹھائے داخل ہوئے۔ ان میں سے ایک نے کہا "تمہاری معلومات بہت وسیع ہیں۔ تعجب ہے بند کمروں میں ہونے والے گناہوں کا علم تمہیں کیسے ہو گیا؟"

چرچ کے اندر بنے ہوئے کنفیشن باکس سے تین راہب اور نکلے۔ ان کی گنوں کا رخ بھی مرینا کی طرف تھا۔ ان میں سے ایک نے کہا "تمہیں گولی مارنے میں دیر نہیں لگے گی لیکن پہلے یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ تم کون ہو اور ہمارے تمام راز کیسے جانتی ہو؟"

وہ گھوم گھوم کر انہیں دیکھتے ہوئے بولی "تم تعداد میں نو ہو باقی دو کہاں ہیں؟"

ایک نے گالی دے کر کچھ کہنا چاہا۔ مرینا اس کی زبان دانتوں کے درمیان لے آئی۔ وہ تکلیف کی شدت سے بلبلا اٹھا' ایسا لگا جیسے اپنے ہی دانتوں کے درمیان زبان کٹ کر رہ گئی ہے۔ اس نے جھنجلا کر اپنے ساتھی کو گن کے دستے سے مارتے ہوئے کہا "یو سن آف اے بِچ! تمہارے دھکا دینے سے میری زبان دانتوں میں آگئی ہے۔"

مار کھانے والے نے اس کے منہ پر گھونسا رسید کرتے ہوئے کہا "کتے کے بچے! میں نے دھکا نہیں دیا تھا۔"

صلیب کے پاس کھڑے ہوئے شخص نے پوچھا "یہ تم لوگ کیوں خواہ مخواہ جھگڑا کر رہے ہو۔"

اس کے ساتھی نے کہا "جھگڑا کرنے دو' تمہارے باپ کا کیا جاتا ہے؟"

"یو شٹ اپ' تم میرے باپ تک پہنچ رہے ہو؟"

اس نے ایک الٹا ہاتھ رسید کر دیا۔ ادھر ان کے درمیان بھی لڑائی ہونے لگی۔ مرینا نے اسی طرح باقی تین افراد کو بھی ایک دوسرے سے لڑنے پر مجبور کیا لیکن وہ دو چار کو آپس میں لڑاتی تو دوسرے دو چار دماغی طور پر آزاد ہو کر سوچتے کہ وہ کیوں خواہ مخواہ ایک دوسرے پر حملے کر رہے ہیں۔ میں نے مرینا کی مدد کی۔ ان کے دماغوں میں گھس کر انہیں ایک دوسرے کے ذریعے زخمی کرنے لگا۔

مرینا سمجھ رہی تھی وہ جس کا دماغ چھوڑ کر جاتی ہے وہ دماغی طور پر آزاد ہو کر بھی غصے میں لڑائی جاری رکھتا ہے اسی لیے وہاں تیسری جنگ عظیم جاری ہے جو کسی نتیجے کے بغیر ختم نہیں ہو گی۔ ان کا لیڈر آندریو ان کے درمیان صلح کرانے کے لیے دوڑتا پھر رہا تھا۔ ایک ایک سے کہہ رہا تھا "رک جاؤ' ذرا عقل سے سمجھو۔ یہ لڑکی پُراسرار ہے۔ میں اسے گولی نہ مار سکا تم بھی اپنے ہتھیاروں سے اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے۔"

کوئی اس کی نہیں سن رہا تھا۔ بلکہ بیچ بچاؤ کے دوران وہ بھی کھا رہا تھا۔ آخر تھک ہار کر مرینا کے قدموں میں آکر بیٹھ گیا۔ اس کے پاؤں پکڑ کر بولا "میری ماں! تو کون ہے؟ میں تیری برتری تسلیم کرتا ہوں۔ اگر یہ ایک دوسرے پر فائرنگ کریں گے تو دور تک آواز جائے گی' ہم قانونی معاملات میں پھنس جائیں گے۔ تمہارے پاؤں پکڑ رہا ہوں' انہیں مزید پاگل ہونے سے روکو۔"

وہ تھک ہار کر گرتے رہے۔ آپس کی لڑائی رفتہ رفتہ ختم ہو گئی اس کے بعد کسی میں اتنی سکت نہیں رہی کہ اٹھ کر دوسرے کو طمانچہ مارتا۔

ان کے لیڈر آندریو نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا "کیا تم لوگوں نے؟ یہ لڑکی ہے۔ ہم سے جسمانی طور پر کمزور ہے۔ خالی ہاتھ ہے۔ ہم سے لڑنے کے لیے ایک انگلی بھی نہیں اٹھائی۔ اس کے باوجود تم سب زمین چاٹ رہے ہو۔"

ان میں سے جو فرش پر پڑا ہوا تھا وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے اٹھ کر بیٹھ گیا جو بیٹھا ہوا تھا وہ کھڑا ہو گیا جو کھڑا ہوا تھا لڑکھڑاتا ڈگمگاتا ہوا مرینا کو حیرانی اور پریشانی سے دیکھنے لگا۔ ایک نے کہا "یہ جادو جانتی ہے۔"

دوسرے نے گن سنبھالتے ہوئے کہا "ایک ہی گولی میں اس کا جادو ہَوا ہو جائے گا۔"

آندریو نے کہا "تم احمق ہو۔ اب بھی نہیں سمجھے میرے ہاتھ میں ریوالور ہے' میں نے کئی دفعہ اس پر گولی چلانے کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔"

"میں ناکام نہیں رہوں گا۔ میرے ہاتھوں میں گن چلانے کی قوت ہے' گن میں کارتوس ہیں' میرا نشانہ کبھی نہیں چوکتا پھر میں ناکام کیسے رہ سکتا ہوں۔"

اس نے یہ کہتے ہی مرینا کا نشانہ لیا۔ اس کے ساتھ ہی گھوم کر اپنے ایک ساتھی کو ٹارگٹ بنا لیا۔ وہ ایک جگہ چھپتے ہوئے بولا "یہ کیا کر رہے ہو؟ گن پھینک دو ورنہ میں تمہیں گولی مار دوں گا۔"

وہ چھپنے والا اب اس کا نشانہ لے رہا تھا۔ مرینا نے کہا "اپنے حالات پر غور کرو اور سمجھو' جس طرح تم سب ابھی دست بدست لڑائیوں میں مصروف تھے' اِسی طرح ان ہتھیاروں سے ایک دوسرے کو مار کر خود نابود ہو جاؤ گے۔"

وہ سب سوچ میں پڑ گئے۔ وہ بولی "میں نے تم میں سے کسی کو اب تک گولی نہیں چلانے دی۔ فائرنگ کی آواز دور تک جائے گی اور یہاں لاشیں پائی جائیں گی تو یہاں کے مسلمان پولیس اور اسلامی پاسبان کے رضاکار تم سے کتوں جیسا سلوک کریں گے۔"

ان کی بے بسی اور آپس کی لڑائی سمجھا رہی تھی کہ کچھ ہونے والا ہے۔ ایک نے کہا "تمہاری بات ہماری سمجھ میں آرہی ہے مگر یہ تو بتاؤ ہم تمہارے سامنے بے بس کیوں ہو گئے ہیں؟"

"مجھے میرے خدا نے غیر معمولی طاقت دی ہے۔ اس پاور کے ...یہ میں تم سب کو اپنا غلام بناؤں گی۔"

ان سب نے گھٹنے ٹیک دیے' ایک نے کہا "ہم تمہاری ...بانہ طاقت کو مانتے ہیں اور تمہارے وفادار رہنے کی قسم کھاتے ہیں۔"

ان کے لیڈر آندریو نے کہا "ہم تمہارے احکامات کی تعمیل ...نے رہیں گے۔"

وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی پرچنگ اسٹیج پر آکر بولی "میرا سب ...پہلا حکم یہ ہے کہ یہاں چرچ میں اور اس کے احاطے میں جہاں ...اسلحہ' شراب اور بے حیا عورتیں چھپا کر رکھی گئی ہیں انہیں ...گھنٹے کے اندر یہاں سے دور لے جاؤ۔"

"ہم یہ ذخیرہ کہاں لے جائیں گے؟"

"تم لوگوں کا اور کوئی خفیہ اڈا ہو گا۔"

ایک نے کہا "ہمارے پاس دوسرا کوئی خفیہ اڈا نہیں ہے۔"

مرینا نے اس کے دماغ کو ہلکا سا جھٹکا دیا۔ وہ چیخ مار کر دونوں ...وں سے سر تھام کر لڑکھڑایا۔ پھر ایک ساتھی سے ٹکرا کر گر پڑا۔ ...ولی "جو مجھ سے جھوٹ بولے گا اور آئندہ دھوکا دینا چاہے گا اس ...کی حالت ہوا کرے گی۔ تم بولو آندریو! کوئی دوسرا اڈا ہے؟"

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا "اتنی دیر بعد سمجھ میں آیا ہے کہ تم ...بھی جانتی ہو۔ تم اب تک ہمارے دماغوں پر قبضہ جماتی رہی ...مجھے ریوالور سے فائر نہیں کرنے دیا اور ان سب کو آپس ...لڑاتی رہیں۔"

"ہاں' میں تمہاری کھوپڑیوں میں گھس کر پیٹ کی آنتیں نکال ...ہوں۔ اس وقت ایک ایک کے چھپے ہوئے خیالات پڑھ رہی ...کہ کون میرے بارے میں کیا سوچ رہا ہے۔"

وہ ایک شخص کو دیکھ کر بولی "جیکب! تم سوچ رہے ہو کہ کسی ...بھی مجھے غافل پا کر ہلاک کر دو گے۔"

وہ جلدی سے اپنی گن کو ایک طرف پھینکتے ہوئے بولا "مجھے ...معاف کر دو' بیشک میں نے یہی ارادہ کیا تھا' میں کان پکڑ کر کہتا ہوں ...تمہارے خلاف کبھی کوئی بات دل میں نہیں لاؤں گا۔"

وہ دوسرے سے بولی "اور تم سوچ رہے ہو اپنا دوسرا اڈا مجھے ...نہ دکھاؤ گے۔ وہ دس میل کے فاصلے پر ہے' مجھے ادھر کا رخ نہیں ...کرنے دو گے۔"

وہ جلدی سے بولا "نن..... نہیں میڈم۔ مم..... میں بتا رہا ہوں"

"بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں جانتی ہوں' وقت ضائع نہ ...فوراً اپنی لغویات سمیٹ کر یہاں سے لے جاؤ۔ صرف آندریو ...میرے پاس رہے گا اور میرے احکامات تم لوگوں تک پہنچاتا رہے ...گا۔"

"لیکن ہم یہاں عیسائیوں کی حیثیت سے تھے۔ چرچ سے جانے کے بعد یہاں کی انٹیلی جنس کو کیا جواب دیں گے۔"

"یہی کہ تم لوگ چرچ کے انتظامات سنبھالنے کے قابل نہیں تھے اس لیے اب محض عیسائی شہری بن کر رہو گے۔ چرچ کا انتظام دوسرے فادر سنبھالیں گے۔"

پھر اس نے آندریو سے کہا "تمہارے چور خیالات نے بتایا ہے کہ فرغانہ میں ایک نہایت ایماندار فادر رہتے ہیں۔ وہ ایک بار یہاں عبادت کے لیے آئے تھے۔ تم لوگوں کی عبادت کرنے کے طریقوں پر اعتراض کیا تھا' کیونکہ تم سب صحیح طور سے عبادت کرنا جانتے ہی نہیں ہو۔ اپنی غلطیوں کو چھپانے کے لیے تم لوگوں نے اس بے چارے کو یہاں سے بھگا دیا تھا۔"

"میڈم! آپ سے کوئی بات چھپی نہیں رہ سکتی۔ میں اس فادر سے معافی مانگ لوں گا۔"

"صرف معافی نہیں مانگو گے۔ انہیں عزت کے ساتھ یہاں لاؤ گے۔ میں یہ چرچ ان کے حوالے کروں گی۔"

اس کے احکامات کی تعمیل کے لیے آندریو شہر کی طرف گیا اور اس کے دوسرے ساتھی وہاں سے اپنا بوریا بستر سمیٹنے چلے گئے۔ میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ مجھے دور سڑک پر ایک گاڑی رکتی ہوئی دکھائی دی۔ میں چشمہ کے پاس سے اٹھ گیا۔ اس گاڑی سے ایک شخص باہر آیا۔ وہ گرے کلر کے اوور کوٹ اور فیلٹ ہیٹ میں تھا اور اس کے ہاتھ میں زرد رنگ کا ایک رومال تھا۔

جیکی ہارپ نے میرے پاس آنے والے کی یہی نشانیاں بتائی تھیں اور ایک مخصوص کوڈ بھی تھا۔ میں نے تیزی سے چلتے ہوئے اس کے قریب آکر کہا "ہیلو مسٹر؟"

اس نے مسکرا کر کہا "آپ نے تشریف لا کر مشکل آسان کر دی ہے۔"

اس نے کوڈ کے طور پر صحیح فقرہ ادا کیا تھا۔ میں نے اس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "مجھے اطمینان ہو گیا ہے۔"

مجھے صرف پہلی ملاقات میں شناسائی کی ضرورت تھی۔ باقی میں اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کر سکتا تھا۔ وہ مجھے گاڑی کے پچھلے حصے میں لایا' وہاں ایک شخص بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے اس شخص سے تعارف کراتے ہوئے کہا "سر! یہ بولا اینڈرسن ہے۔ قد اور جسامت میں آپ جیسا ہے' صرف ایک انچ قد میں کم ہے۔"

میں نے اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا "اتنا سا فرق چلے گا"

ہم سب پچھلے حصے میں آکر بیٹھ گئے۔ ڈرائیور نے گاڑی آگے بڑھا دی۔ وہاں میک اپ کا سامان اور بڑا سا آئینہ سب کچھ تھا۔ میں نے تھوڑی دیر تک بولا اینڈرسن کے چہرے کو ہر زاویے سے دیکھا پھر اپنے چہرے پر میک اپ کرنے لگا۔ اس سے کہا "اپنے متعلق بتاتے رہو۔ یہاں کتنے دنوں سے ہو' کتنے مردوں اور عورتوں سے خاصی جان پہچان ہوئی ہے اور ان سے کس طرح کی باتیں ہو چکی ہیں؟"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

وہ اپنے متعلق تمام باتیں تفصیل سے بتانے لگا۔ میں میک اپ کرنے کے دوران سن رہا تھا اور اہم باتیں ذہن نشین کر رہا تھا۔ انسان کو پچھلی تمام باتیں پوری تفصیل سے یاد نہیں رہتیں وہ کچھ بھول بھی جاتا ہے پھر اس کی ذات سے وابستہ کچھ ایسی باتیں ہوتی ہیں جنہیں وہ کسی کے سامنے زبان پر نہیں لاتا۔

اس وقت میں میک اپ پر توجہ دے رہا تھا۔ اس لیے اس کے خیالات نہیں پڑھ رہا تھا۔ ڈرائیور سے کہہ دیا گیا تھا کہ وہ سست رفتاری سے ڈرائیو کرے اور تاشقند پہنچنے میں زیادہ دیر لگائے۔ اس نے یہی کیا۔ یوں تو ایک گھنٹے ہی میں میک اپ ہو گیا تھا لیکن فائنل ٹچ کرتے کرتے پونے دو گھنٹے لگ گئے۔ ببولا اینڈرسن اور دوسرے میزبان مجھے حیرانی سے اور تعریفی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ ایک نے کہا "سر! آپ کمال کے فنکار ہیں۔ ببولا کو پیدا کرنے والی ماں بھی آپ کو دیکھے گی تو دھوکا کھا جائے گی۔"

ببولا نے کہا "مجھے تو ایسا لگ رہا ہے جیسے میں خود کو آئینے میں دیکھ رہا ہوں۔ یہ آپ نہیں ہیں آئینہ ہے اور سامنے میرا عکس ہے۔"

میں نے کہا "اور یہ عکس تمہاری ہی آواز اور لہجے میں بول رہا ہے۔"

"سر! ہم نے آپ کے متعلق جو کچھ سنا تھا' آپ اس سے بھی زیادہ ہیں۔ آپ ذرا پھر میرے لہجے میں بولیں۔"

میں نے کہا "اب تو میں جب تک یہاں رہوں گا' تمہاری ہی آواز اور لہجے میں بولتا رہوں گا۔ کیا ہم تاشقند میں داخل ہو گئے ہیں؟"

مجھے کھڑکی کے باہر شہری مناظر دکھائی دے رہے تھے۔ ایک نے کہا "جی ہاں ہم تاشقند پہنچ گئے ہیں۔ یہ فواروں کا شہر کہلاتا ہے۔"

ببولا نے کہا "ازبک زبان میں تاشقند کے معنی ہیں "پتھروں کا شہر" قدیم زمانے میں حملہ آوروں سے محفوظ رہنے کے لیے شہر کے اطراف پتھروں کی فصیل کھڑی کی گئی تھی' تب سے یہ نام پڑ گیا ہے۔"

میں ان کی باتیں سن رہا تھا اور کھڑکی کے باہر اس خوب صورت شہر کو دیکھ رہا تھا۔ ہم ماضی کے لینن اسکوائر سے گزر رہے تھے۔ عوام نے آزادی کے بعد اس کا نام آزادی اسکوائر رکھ دیا تھا۔ جدید عمارتوں کے ساتھ قدیم اسلامی طرز کی عمارتیں بھی نظر آ رہی تھیں۔ وہ عمارت بھی نظروں سے گزری جہاں ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ کے بعد تاشقند معاہدے پر دستخط کئے گئے تھے اور بھارتی وزیراعظم لعل بہادر شاستری کی موت واقع ہوئی تھی۔

میں نے ببولا اینڈرسن سے کہا "مجھے ان تمام جگہوں پر لے چلو جہاں سے تم گزرتے رہے ہو۔ اس دوران میں لباس' جوتے اور شیونگ کا سامان وغیرہ خریدتا رہوں گا۔"

ہم مزید تین گھنٹوں تک گاڑی میں بیٹھے شہر میں گھومتے رہے اور میں شاپنگ کرتا رہا۔ انہوں نے اس شہر کے مشہور و معروف ہوٹل چہار سو میں قیام کیا تھا۔ اس ہوٹل میں داخل ہونے سے پہلے میں نے کہا "اور نصف گھنٹا گاڑی میں سیر کرو۔ میں اس دوران خاموش رہوں گا۔"

پھر میں ببولا اینڈرسن کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کی یادداشت میں چھپی ہوئی باتیں پڑھنے لگا۔ پھر میں نے اس سے کہا "ببولا نے یہ کیوں نہیں بتایا کہ شراب پیتے ہو؟"

وہ بولا "سر! ہمارے ملک اور سوسائٹی میں شراب عام ہے۔ لوگ پانی کی طرح پیتے ہیں اس لیے میں نے شراب نوشی کے ذکر کو اہمیت نہیں دی۔"

"میں نہیں پیتا ہوں اس لیے میرے سامنے ذکر کرنا چاہیے تھا۔"

"غلطی ہو گئی سر!"

"تم نے اپنی یہاں کی تمام مصروفیات بتائیں اور اس لولیتا کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔"

وہ حیرانی اور پریشانی سے مجھے دیکھنے لگا۔ میں نے کہا "پھر کہو کہ غلطی ہو گئی۔ آج رات وہ تمہارے کمرے میں آنے والی ہے۔ تم اس کے ساتھ روسی واڈکا پینے والے تھے اور رات گزارنے والے تھے۔"

"ہاں۔ وہ' بات یہ ہے سر کہ میں...."

"بکواس مت کرو۔ میں تمہارے کمرے میں قیام کرنے والا ہوں' وہ رات کو آتی اور میں اسے فوراً نہ پہچانتا تو بات بگڑ سکتی تھی۔"

"سر! وہ بے ضرر لڑکی ہے۔ اس کا تعلق کسی تنظیم یا پارٹی سے نہیں ہے۔"

"تم یقین سے کیسے کہہ سکتے ہو؟"

"جناب! میں قیافہ شناس تو نہیں ہوں پھر بھی چہروں سے کسی حد تک انسان کو پہچان لیتا ہوں۔"

میں نے کہا "تمہارے کوٹ کی اندرونی جیب میں اس کی تصویریں ہیں' مجھے دکھاؤ۔"

اس نے اندرونی جیب سے دونوں تصویریں نکال کر میری طرف بڑھا دیں پھر کہا "میں آپ کو تنہائی میں اس کے متعلق بتانے والا تھا۔"

"تم صفائی پیش نہ کرو۔ تمہارے چور خیالات مجھے بتا رہے ہیں کہ لولیتا نے تمہیں سچی محبت کا یقین دلایا ہے۔ وہ تمہارے پیار کی خاطر اپنا یہ وطن چھوڑ کر تمہارے ساتھ پیرس جانے کو تیار ہے۔"

"یس سر! میں آپ سے یہی کہنے والا تھا کہ ابھی مجھے جس راستے سے سرحد پار کرائی جائے گی میری درخواست ہے کہ لولیتا کو اپنے ساتھ لے جانے کی اجازت دی جائے۔"

"شاباش! کل لولیتا سے تمہاری دوستی ہوئی ہے' ابھی چوبیس گھنٹے نہیں گزرے اور اتنی جلدی سچی محبت ہو گئی ہے کہ وہ اپنے باپ دادا کی زمین چھوڑ کر تمہارے ساتھ جانے کے لیے راضی ہو گئی ہے۔"

"سر! ایسی بات ہے میں کیسے یقین دلاؤں۔"

"یقین نہ دلاؤ' میں ابھی معلوم کر لیتا ہوں۔"

میں نے لولیتا کی تصویر دیکھی پھر اس کی آنکھوں میں جھانکتا ہوا اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ایک سوئمنگ پول کے کنارے مساج بیڈ پر اوندھی لیٹی ہوئی تھی۔ اس کے بدن پر اتنا مختصر سا کپڑا تھا کہ اس کے بعد وہ اور مختصر نہیں ہو سکتا تھا۔ ایک عورت اس پر جھکی ہوئی ہولے ہولے مساج کر رہی تھی۔ یہ بے حیائی غلامی کے دور سے تھی۔ چونکہ ابھی کئی شعبوں پر روس کا غلبہ تھا اور مغربی ملکوں سے آنے والی بے حیائی کو چھوٹ دی جا رہی تھی۔ اس لیے اب بھی سرِراہ شراب پینے والے اور عورتوں کے ساتھ فری ہونے والے مناظر کہیں نظر آ جاتے تھے۔

یہاں اسلامی تہذیب اور شرافت کو عام ہونے میں کئی برس لگنے۔ غیر ملکیوں کی یہ پوری کوشش تھی کہ اسلامی جمہوریت اپنے مکمل اقدار کے ساتھ قائم نہ ہو۔ میں تھوڑی دیر تک لولیتا کے خیالات پڑھتا رہا پھر دماغی طور پر حاضر ہو کر ببولا اینڈرسن سے کہا۔ "کل رات تم لولیتا کے ساتھ اوپیرا میں تھے۔ تمہیں احساس نہیں تھا کہ وہ باتوں ہی باتوں میں تمہیں زیادہ پلا رہی ہے۔"

"نو سر! کل میں مدہوش نہیں ہوا تھا۔"

"پھر لولیتا کو کیسے معلوم ہوا کہ تمہارے بریف کیس میں آئل ریفائنری کی ایسی تصویریں ہیں۔ جو فوجی نقطۂ نظر سے بہت اہم ہیں اور خدانخواستہ آئندہ کبھی جنگ چھڑے گی تو ان تصویروں کے ذریعے دشمنوں کو تیل کے کنوؤں میں گولے برسانے کی مکمل رہنمائی ملے گی۔"

"سر! لولیتا تصویروں کے بارے میں کچھ نہیں جانتی ہے۔"

میں نے ایک زور کا الٹا ہاتھ اس کے منہ پر رسید کیا پھر پوچھا۔ "تم ہوش میں ہو کہ کس کے سامنے بول رہے ہو۔ میں تصویروں کے بارے میں لولیتا کے دماغ سے معلوم کر رہا ہوں اور تم حقیقت سے انکار کر رہے ہو۔"

وہ طمانچہ کھا کر اپنی انسلٹ پر تلملا رہا تھا۔ کہنے لگا "آپ نے مجھ پر ہاتھ اٹھا کر اچھا نہیں کیا۔ میں فرانسیسی انٹیلی جنس کا چیف ہوں۔"

میں نے کہا "چیف تھے۔ میرے طمانچے کے بعد نہیں رہے۔ فرانس کے اعلیٰ حکام بھی تمہارا یہ عہدہ بحال نہیں کر سکیں گے۔"

"مسٹر فرہاد! یہ آنے والا وقت بتائے گا۔"

"کیا ایسا کوئی آنے والا وقت تم دیکھ سکو گے؟"

"آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟"

"یہی کہ تم یہ راز جانتے ہو کہ فرہاد یہاں تمہارے بھیس میں موجود ہے۔ تم لولیتا کی دیوانگی میں آئندہ شراب پی کر اس کے سامنے میری اصلیت اگل دو گے۔ اس لیے تمہاری زبان کو ہمیشہ کے لیے بند ہو جانا چاہیے۔"

وہ سہم کر بولا "کیا آپ ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجھے ہلاک کرنا چاہتے ہیں؟"

"فی الحال تو میں تمہیں آزاد کر رہا ہوں۔ ڈرائیور گاڑی روکو۔"

گاڑی رک گئی۔ میں نے کہا "باہر جاؤ۔ لولیتا تمہارا انتظار کر رہی ہے۔"

وہ فوراً ہی باہر نہ جاتا شاید مجھ سے بحث کرتا لیکن لولیتا کا نام سن کر تیر کی طرح گاڑی سے باہر چلا گیا۔ میں اسے تھوڑی دور چلاتا ہوا لے گیا۔ آگے ایک کار کھڑی ہوئی تھی۔ اس کا مالک کسی قریبی عمارت میں گیا ہوا تھا۔ ببولا دروازہ کھول کر بیٹھ گیا' چابی گھما کر کار کو اسٹارٹ کیا پھر اسے آگے بڑھا دیا۔

اس نے سوچ کے ذریعے پوچھا "مسٹر فرہاد! کیا آپ موجود ہیں؟"

میں نے جواب نہیں دیا۔ اس نے کہا "میں آپ سے ایک ضروری بات کہنا چاہتا ہوں۔"

وہ مجھے بولنے پر اکسا رہا تھا پھر کہنے لگا "مجھے طمانچہ کھانے کے بعد غصہ آ گیا تھا' میں معافی چاہتا ہوں۔ یہ تسلیم کرتا ہوں کہ فرانس کا کوئی حاکم آپ کی اجازت کے بغیر مجھے ڈیپارٹمنٹ میں واپس نہیں آنے دے گا۔ آپ بہت فراخ دل ہیں۔ پلیز مجھے معاف کر دیں۔"

وہ بول رہا تھا مگر اس کے چور خیالات کہہ رہے تھے کہ وہ منافق اور دوغلا ہے۔ وہ پہلے ایسا نہیں تھا۔ آدمی وقت اور حالات کے ساتھ بدلتا ہے اسے لولیتا کے حسن و شباب نے بدل دیا تھا۔ حالانکہ ابھی وہ ہاتھ نہیں آئی تھی دور ہی دور سے ترسا رہی تھی۔ یہ لالچ شدید تھا کہ آج رات وہ مہربان ہو گی۔

وہ مجھ سے دوستی کر کے آج رات یہاں رکنے کی اجازت چاہتا تھا تاکہ صبح تک لولیتا کے ساتھ رہے یا پھر اسے چور راستے سے اپنے ساتھ پیرس لے جائے۔ دو میں سے کوئی ایک بات ممکن ہو جاتی لیکن لولیتا اس مجنوں کی لیلیٰ نہیں تھی۔ اہم تصاویر حاصل کرنے کے لیے اسے اُلّو بنا رہی تھی اور اس حقیقت کو وہ دیوانہ عاشق تسلیم نہیں کر رہا تھا۔

اس نے کئی بار مجھے مخاطب کیا پھر کہا "میں جانتا ہوں فرہاد نے مجھے اس لیے آزاد چھوڑا ہے کہ میں سیدھا اپنی لولیتا سے جا کر ملوں۔ پھر وہ میرے ذریعے میری ڈارلنگ کو نقصان پہنچائے لیکن میں اتنا نادان نہیں ہوں کہ خود پر جان دینے والی کی جان کا دشمن بن کر ابھی اس کے پاس جاؤں۔ میں ایسے وقت جاؤں گا جب وہ ہماری آنکھ میں نہیں رہے گا۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ایسا سوچتے وقت اکثر شکار ہونے والے بھول جاتے ہیں کہ وہ اپنی مرضی سے نہ کچھ سوچ سکتے ہیں نہ کوئی حرکت کرسکتے ہیں وہ بھی بھول رہا تھا۔ اتنا تو یقین ہوگیا تھا کہ وہ بھروسے کے قابل نہیں رہا ہے۔ اس کے ذریعے لولیتا کے پیچھے چھپے ہوئے دشمنوں کو یہاں میری موجودگی کا علم ہوجائے گا۔

وہ ڈرائیو کرتا ہوا شہر سے باہر آیا' ایک جگہ کار روکی پھر دروازہ کھول کر باہر آیا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی "یہ میں کیا کررہا ہوں؟ اس ویرانے میں کیوں آیا ہوں؟"

وہ خالی الذہن ہو کر سوچنے لگا کہ ادھر کیوں آیا ہے؟ دراصل اس وقت میں اس کے دماغ میں نہیں تھا۔ اچانک دماغی طور پر اپنی گاڑی میں حاضر ہونا پڑا۔ میرے ایک میزبان نے موبائل فون کا ریسیور مجھے دیتے ہوئے کہا "مسٹر ہارپ آپ سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔"

جیکی ہارپ ان کی ٹیم کا لیڈر تھا۔ اس نے کہا "ہیلو مسٹر فرہاد! چھ گھنٹے گزر چکے ہیں' آپ ابھی تک ہوٹل نہیں پہنچے۔ میں انتظار کررہا ہوں۔"

میں نے کہا "فون رکھ دو میں گفتگو جاری رکھتا ہوں۔"

اس نے فون بند کردیا۔ میں نے اس کے پاس آکر اسے بولا اینڈرسن کی احمقانہ عشقیہ داستان سنائی۔ اس نے کہا "جناب! اس بولا نے تو بڑی حماقت کا ثبوت دیا ہے۔"

"جی ہاں' اگر میں نے اسے جہنم میں نہیں پہنچایا تو وہ شراب کے نشے میں لولیتا کو میری اصلیت بتادے گا۔"

"میں ٹیم کے لیڈر کی حیثیت سے کہہ رہا ہوں اسے زندہ نہیں رہنا چاہیے۔"

میں نے کہا "مسٹر ہارپ! آپ فوراً بولا کے کمرے میں جائیں اور اس کے بریف کیس سے آئل ریفائنری کی تمام تصویریں نکال کر اپنے پاس چھپالیں۔ میں ابھی بولا کے پاس سے آتا ہوں۔"

میں بولا کے پاس آتے ہی چونک گیا تھا۔ وہ آگ کے شعلوں میں گھرا ہوا تھا۔ میں نے جلدی جلدی اس کے خیالات پڑھے کیونکہ اس کا دماغ ملک الموت کی ایک پھونک سے بجھنے والا تھا۔

میں نے سوچا تھا کہ اسے ویرانے میں پہنچا کر مجبور کروں گا کہ وہ اپنے اوپر پٹرول چھڑک کر آگ لگائے اور اس طرح جل مرے کہ اس کی صورت پہچانی نہ جائے۔ اس طرح میں یہاں بولا بن کر رہ سکتا تھا۔

لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس نے خود ہی اپنے اوپر پٹرول چھڑک کر آگ کیوں لگائی؟ اسے کس نے مجبور کیا تھا۔ جبکہ میں اس کے دماغ میں نہیں تھا۔ میں جیکی ہارپ سے باتیں کررہا تھا یہ سوچا نہیں جاسکتا تھا کہ وہ خود ہی جل کر مرگیا ہوگا۔

وہ موت کو نہیں' محبوبہ کو گلے لگانا چاہتا تھا۔ میری غیر موجودگی میں کس نے اسے مرنے پر مجبور کیا تھا لیکن وہ کون تھا؟ اس ویرانے میں اس کے آس پاس کوئی نہیں تھا۔ شعلے بھڑکتے کچھ لوگوں نے دور سے دیکھا تھا اور اس کی سمت دوڑتے تھے۔ اس کے خیالات بتاچکے تھے کہ اس نے اپنی مرضی سے خود کو آگ لگائی ہے۔

اس سے صاف ظاہر ہوگیا کہ یہ حرکت ٹیلی پیتھی کے ذریعے کی گئی ہے۔ میرے علاوہ کوئی اس کے اندر موجود رہا تھا اور چپ چاپ میری تمام کارروائیاں دیکھتا رہا تھا۔ اسے معلوم ہوگیا کہ اب میں بولا بن کر وہاں رہنے والا ہوں۔ وہ دماغ میں رہ کر یہ سن چکا تھا کہ میں بولا کو ویرانے میں لے جاکر قتل کرنے والا ہوں۔ اسی لیے جب میں تھوڑی دیر کے لیے جیکی ہارپ کے پاس گیا تو اجنبی خیال خوانی کرنے والا یہ معلوم نہ کرسکا کہ میں بولا کے اندر موجود ہوں یا نہیں۔ اس نے میرے پروگرام کے مطابق اسے مرنے پر مجبور کردیا۔

میں نے جیکی ہارپ کے پاس آکر کہا "تمہارا منصوبہ بھی ناکام ہورہا ہے۔ کوئی دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا پتا نہیں کب سے بولا کے دماغ میں تھا اور تم سب کی مصروفیات کو دیکھتا رہا تھا۔ اس نے بولا کو ختم کردیا ہے۔ کیا تم نے اس کے بریف کیس سے تصویریں نکال لیں؟"

"افسوس کے ساتھ کہتا ہوں سر! تصویریں غائب ہیں۔ خیال خوانی کرنے والے نے بولا کے دماغ سے بریف کیس کے لاک کا نمبر پڑھا ہوگا۔ اس کے مطابق وہ بریف کیس کھول کر تصویریں لے گیا ہے۔"

میں نے فوراً ہی لولیتا کے دماغ کی طرف چھلانگ لگائی اور واپس آگیا۔ اس کا دماغ موت کی تاریکی میں ڈوب چکا تھا۔ میں نے جیکی ہارپ سے کہا "بولا کی طرح لولیتا کو بھی ہلاک کردیا گیا۔ بات سمجھ میں آگئی ہے۔ وہ تصویریں حاصل کرلینے کے بعد بولا کے کسی کام کا نہ رہا تھا۔"

"اس ٹیلی پیتھی جاننے والے نے لولیتا کو کیوں مار ڈالا؟"

"اس لیے کہ میں اس لڑکی کے ذریعے اجنبی خیال خوانی کرنے والے کے دوسرے آلہ کاروں تک پہنچ سکتا تھا۔"

"جناب! اس معاملے میں ہم بری طرح ناکام رہے ہیں۔"

"ناکامی تو میری ہے کہ وہ اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والا یہاں فرہاد علی تیمور کو دیکھ رہا ہوگا اور جال پھیلا رہا ہوگا۔ میں کسی کو اتنا موقع نہیں دیتا کہ وہ چھپ کر مجھ پر نظر رکھے۔"

میں نے ڈرائیور سے کہا "گاڑی تمتان کی طرف لے جاؤ۔"

جیکی ہارپ نے مجھ سے پوچھا "آپ کہاں جارہے ہیں؟"

"میں ایسی جگہ چھپنے جارہا ہوں جہاں دشمن کا گھیرا ٹوٹ جائے گا۔"

"آپ واقعی عمدہ چالیں چلتے ہیں۔ آپ جہاں بھی جائیں اطلاع دیتے رہیں تاکہ میں آپ کے لیے سہولتیں فراہم کروں۔"

"جب میں کہہ رہا ہوں کہ چھپنے جارہا ہوں تو پھر تمہیں وہاں کے متعلق اطلاع کیوں دیتا رہوں۔ دراصل مسٹر ہارپ! میں اسی طریقۂ کار سے دشمنوں کا سراغ لگاتا ہوں۔ اس وقت وہ خیال خوانی کرنے والا تمہارے دماغ میں چھپا ہوا ہے۔"

جیکی ہارپ نے کہا "جناب! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

"میں جو کہہ رہا ہوں سنتے جاؤ۔ وہ تمہارے پاس رہ کر ناکام ہوگا تو ڈرائیور کے دماغ میں آئے گا۔ وہ تمہاری ٹیم میں اپنے لیے جگہ بنا چکا ہے۔"

میں نے گاڑی رکوادی۔ اپنے آس پاس بیٹھے ہوئے میزبانوں سے کہا "آپ لوگ گاڑی سے اتر جائیں اور کوئی سوال نہ کریں۔"

وہ کوئی بحث کیے بغیر اتر گئے۔ گاڑی آگے بڑھ گئی۔ ڈرائیور نے مخاطب کیا "ہیلو مسٹر فرہاد! میں ڈرائیور کی زبان سے بول رہا ہوں۔"

میں نے ڈرائیور کو دیکھا وہ تیزی سے گاڑی ڈرائیو کرتا ہوا جارہا تھا اور کہہ رہا تھا "فرہاد علی تیمور! کبھی ایسا ہوا ہے کہ تم کسی گاڑی میں رہو اور وہ تمہارے قابو میں نہ رہے۔ اس گاڑی کا ڈرائیور...... کشتی کا ملاح جب چاہے تمہیں ڈبو دے۔"

میں نے کہا "ٹرانسفارمر مشین نے دودھ پیتے بچوں کو بھی ٹیلی پیتھی سکھادی ہے۔ تم ماں کا دودھ چھوڑتے ہی میرے پاس مرنے چلے آئے ہو۔"

"میں وہ بچہ ہوں کہ دشمنوں کو بھی اپنے ساتھ دودھ پلاتا ہوں۔ ایک دودھ کی گاڑی تمہارے پیچھے آرہی ہے' ایک گاڑی آگے جارہی ہے۔ اس ڈرائیور کا دماغ میرے قبضے میں ہے۔ تمہیں ہتھیار رکھنے کی عادت نہیں ہے اس لیے میرے آلۂ کار ڈرائیور کو نقصان نہیں پہنچا سکو گے۔"

"ابے او ٹیلی پیتھی کی ناجائز اولاد! یہ کیوں بھول گیا کہ ابھی میں بولا اینڈرسن کا میک اپ کرنے کے لیے قینچی سے داڑھی مونچھیں کتر رہا تھا۔ قینچی بھی تو ایک ہتھیار ہے۔"

یہ کہتے ہی میں نے قینچی کی نوک ڈرائیور کی گردن پر ماری تیز رفتاری سے چلنے والی گاڑی ذرا ڈگمگائی' رفتار سست ہوئی میں نے آگے کی طرف جھکتے ہوئے دروازہ کھولتے ہوئے ڈرائیور کو باہر دھکا دیا۔ وہ باہر لڑھکتا گیا گاڑی ایک طرف مڑتے ہوئے رک گئی۔ میں نے پھرتی سے اسٹیئرنگ سیٹ سنبھال کر اسے دوبارہ اسٹارٹ کیا۔ پیچھے آنے والی گاڑی سے فائرنگ ہونے لگی۔ آگے جانے والی گاڑی سے کچھ لوگ باہر نکل کر میری طرف فائرنگ کررہے تھے لیکن میری گاڑی کو تیزی سے اپنی طرف آتے دیکھ کر بوکھلا گئے وہ سڑک کے دونوں کناروں کی طرف دوڑتے جارہے تھے تاکہ درختوں یا پتھروں کی آڑ لے کر فائرنگ کرسکیں۔

ان کی گاڑی سڑک پر کھڑی ہوئی تھی۔ میری گاڑی اسے ٹکر مارتی ہوئی آگے نکل گئی۔ میں نے عقب نما آئینے کو ایڈجسٹ کرتے ہوئے دیکھا وہ لوگ فائرنگ کرتے ہوئے دوڑ کر آئے اور سڑک پر ترچھی ہوجانے والی گاڑی میں بیٹھ گئے۔

اس گاڑی کے ترچھی ہوجانے سے پیچھے آنے والے ساتھیوں کی گاڑی رک گئی تھی۔ ان کے دوبارہ گاڑی میں بیٹھنے اور گاڑی کو سیدھی کرکے آگے بڑھنے میں جو وقت لگا اتنی دیر میں' میں ان سے دور ایک موڑ پر پہنچ گیا۔ میں اکثر وہ تدبیر کرتا ہوں جس کے بارے میں دشمن سوچ بھی نہیں سکتے۔ وہ گاڑی مجھے آگے بھاگنے میں مدد دے سکتی تھی لیکن میں نے اسے روک دیا۔ دروازہ کھول کر باہر آیا اپنے لیے جو نیا لباس خریدا تھا اسے پھاڑ ڈالا۔ میک اپ کے سامان سے ماچس نکالی پھر چابی سے پٹرول ٹنکی کو کھولا پھٹے ہوئے کپڑے کو پٹرول میں بھگویا آدھا کپڑا ٹنکی کے اندر گھسایا' آدھا باہر لٹکایا پھر ایک تیلی سلگا کر کپڑے کو آگ دکھاتے ہی وہاں سے بھاگتا چلا گیا۔ سڑک کے ایک طرف کسی فیکٹری کی تعمیر کے لیے احاطے کی دیوار دور تک نظر آرہی تھی جیسے ہی میں چھلانگ لگا کر دیوار پر چڑھا ایک زوردار دھماکا ہوا' میں دیوار کے دوسری طرف پہنچ گیا۔ وہاں سے سڑک نظر نہیں آرہی تھی لیکن دھماکے سے پھٹنے والی کار کے ٹکڑے فضا میں بلندی تک اڑتے ہوئے دکھائی دیے۔

میں دیوار کے پیچھے چھپتے ہوئے اس سمت دوڑنے لگا جدھر سے دشمن دو گاڑیوں میں آرہے تھے۔ وہ مجھے دیوار کے پیچھے نہیں دیکھ سکتے تھے لیکن دھماکے والے موڑ پر پہنچ کر رک گئے تھے۔ گاڑی کے پچھلے حصے میں وافر پٹرول تھا جو سڑک پر پھیل گیا تھا۔ اس کے ساتھ آگ بھی پھیل گئی تھی۔ کوئی گاڑی وہاں سے نہیں گزر سکتی تھی۔

میں بہت دور جاکر پھر دیوار پر چڑھ کر سڑک کی سمت اتر گیا۔ بہت سے لوگ بھڑکتے ہوئے شعلوں کی طرف جارہے تھے۔ پیچھے آنے والی گاڑیاں سڑک پر رکتی جارہی تھیں۔ دشمنوں کی گاڑیاں سڑک کے کنارے اتر کر گھاس پر چلتی ہوئی آگ سے بچ کر... آگے جارہی تھیں۔ ان کا خیال تھا میں اپنی گاڑی کو آگ لگا کر ان کا راستہ روک کر کہیں آگے بھاگتا چلا گیا ہوں۔

اس سڑک پر گاڑیاں جا بھی رہی تھیں اور آ بھی رہی تھیں میں نے ایک کار والے سے کہا "مسٹر! کیا مجھے تاشقند تک لفٹ ملے گی؟"

وہ شخص بہت ہی زندہ دل تھا' مسکرا کر بولا "اگر لفٹ نہیں دوں گا تو اچانک تم ہتھیار نکال کر مجھے ہلاک کرنے کی دھمکی دو گے۔ میں مجبور ہوجاؤں گا۔ لہٰذا مجبور ہونے سے بہتر ہے میں تمہاری شرافت کی زبان سمجھ لوں۔ آجاؤ' اسے اپنی ہی گاڑی سمجھو۔"

میں دروازہ کھول کر اس کے برابر والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ وہ گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے بولا "میری شادی نہیں ہوئی ہے بیوی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

بچے نہیں ہیں۔ اس لئے اطمینان سے کسی کو بھی لفٹ دے دیتا ہوں کہ میرے پیچھے کوئی رونے والا نہیں ہے۔"

میں نے سیٹ کی پشت سے سر ٹیک کر آنکھیں بند کرلیں پھر اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ وہ بول رہا تھا "یا مجتبیٰ! تم سو رہے ہو' میں نے باتیں کرنے کے لیے لفٹ دی ہے۔ میرے جذبات کا خیال کرو۔ اے میرے خوابیدہ ہم سفر! میں تم سے بول رہا ہوں۔"

میں اسے سنانے کے لیے خراٹے لینے لگا' اس نے کہا "مجھے حسین عورت کے خراٹے اچھے نہیں لگتے۔ میں تمہارے کیسے سنوں؟ یا اللہ! رحم کر۔"

اس نے ڈیش بورڈ کے ایک خانے سے تھوڑی سی روئی نکالی۔ پھر اسے دونوں کانوں میں ٹھونس لی۔ میں نے خراٹے بند کردیے۔ اس کے خیالات نے بتایا وہ ایک کارنیوال کا مالک ہے اس کارنیوال میں سرکس کے تماشے دکھائے جاتے ہیں۔ طرح طرح کے کھیل اور دلچسپیاں ہوتی ہیں۔ اسٹیج پر ناچ گانے پیش کیے جاتے ہیں۔ اسٹالوں پر رائفل سے نشانہ بازی ہوتی ہے اور فری اسٹائل کشتیاں بھی دکھائی جاتی ہیں۔

کارنیوال کے مالک کا نام یعقوب ہمدانی تھا۔ اس کے تقریباً دو سو ملازم کارنیوال کے مختلف شعبوں میں کھیل تماشے دکھاتے تھے جن میں سے ستر لڑکیاں تھیں۔ ادھر کچھ دنوں سے کچھ لوگ یعقوب ہمدانی کو پریشان کر رہے تھے اسے دھمکیاں دے رہے تھے کہ اگر اس نے اپنے کارنیوال میں چار اجنبی مردوں اور دو عورتوں کو ملازمت نہ دی اور یہاں کی سرکار کو مطمئن نہ کیا کہ وہ چھ بندے اس کے کارنیوال کے پرانے ملازم ہیں تو اس کا نتیجہ برا ہوگا۔

ایسی دھمکی سے صاف ظاہر تھا کہ وہ دو اجنبی عورتیں اور چار مرد غیر قانونی طور پر ازبکستان آئے ہیں اور جعلی شناختی کاغذات کے ذریعے کارنیوال میں پناہ لینا چاہتے ہیں۔ گویا کوئی خفیہ تنظیم تھی جو اپنے چھ بندوں کو وہاں کی شہریت دلانا چاہتی تھی۔

یعقوب ہمدانی کے ساتھ اکثر ایسا ہوتا تھا۔ جب وہ روس کی ایک ریاست سے دوسری ریاست میں اپنا کارنیوال لے جاتا تھا تو حکومت کے باغی کارنیوال میں چھپ کر اور کافی اسلحہ چھپا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے تھے۔ آج کل غیر ملکی جاسوس اس کے پاس چھپنے آیا کرتے تھے۔

میں نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا پھر سیٹ پر سیدھا ہو کر بیٹھتے ہوئے حیرانی سے پوچھا "کیا میں سو گیا تھا؟"

وہ چڑ کر بولا "نہیں میں سو رہا تھا اور تم ڈرائیو کر رہے تھے۔"

"سوری۔ دراصل بات یہ ہے کہ جب کوئی زیادہ بولتا ہے تو اس کی بات شروع ہوتے ہی مجھے نیند آجاتی ہے۔"

"میں اُلّو نہیں ہوں' تمہیں نیند نہیں آئی تھی تم مجھ سے پیچھا چھڑا رہے تھے۔ یہ بتاؤ تاشقند میں کہاں ڈراپ کروں؟"

"اپنے کارنیوال میں۔"

"کیا؟" وہ چونک کر بولا "تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میرا تعلق کارنیوال سے ہے؟"

"تمہاری پیشانی پر لکھا ہے کہ تمہارا نام یعقوب ہمدانی ہے اور تم کارنیوال کے مالک ہو۔"

اس نے کار روک دی' عقب نما آئینے کو اپنی طرف گھما کر اپنی پیشانی کو دیکھا۔ پھر کہا "میری پیشانی پر کچھ لکھا ہوا نظر نہیں آرہا ہے۔"

"پیشانیوں پر لکھی ہوئی تحریریں صرف میں پڑھتا ہوں۔"

"اچھا تو پڑھو اور بتاؤ کیا کیا لکھا ہے؟"

"تم چھ اجنبیوں سے پریشان ہو' وہ آج رات تمہارے کارنیوال میں پناہ لینے آرہے ہیں۔"

"کمال ہے۔ تم پریشان کرنے والوں کی تعداد سے بھی واقف ہو۔ سچ بتاؤ کیا ان کے نمائندے ہو؟"

"بالکل نہیں۔ میں نے کبھی ان میں سے کسی کی صورت بھی نہیں دیکھی۔ تم ایسے لوگوں کو ناراض نہیں کرتے کیونکہ وہ تمہارے کارنیوال کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ ایسے لوگ دوست بن کر تمہیں مالی فائدہ پہنچاتے ہیں اور کچھ پڑھوں؟"

"ہاں' یہ بتاؤ جب ان سے مالی فائدہ پہنچتا ہے تو میں پریشان کیوں ہوں؟"

"موجودہ حکومت نے تمہیں تاکید کی ہے اگر تمہارے کارنیوال میں کوئی جاسوس چھپا ہوگا یا کارنیوال کی آڑ میں ملک دشمنی کرو گے تو لمبے عرصے کے لیے جیل چلے جاؤ گے۔"

"بھئی' تم تو میری پیشانی کو کتاب کی طرح پڑھ رہے ہو۔"

"ہاں' تمہارے کارنیوال میں پہلے سے چند ناپسندیدہ لوگ ہیں۔ تم ایسے تمام لوگوں سے نجات حاصل کرنا چاہتے ہو۔ آج تم نے بڑی مدت کے بعد فجر کی نماز پڑھی اور دعا مانگی کہ خدا تمہیں ایسے لوگوں سے نجات دلائے' خدا نے تمہاری سن لی۔ اگر تمہارا ایمان مستحکم ہے تو یقین کرلو اس معبود نے مجھے نجات دہندہ بنا کر تمہارے پاس بھیجا ہے۔"

وہ مجھے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ انسان کو ایمان مضبوط رکھنا چاہیے۔ قدرت کب اور کس بہانے مدد پہنچاتی ہے' یہ بندہ نہیں سمجھ پاتا۔ اگر سمجھنے کی کوشش کی جائے تو ناگہانی مدد سمجھ میں آجاتی ہے۔ وہ میرا ہاتھ تھام کر بولا "تم میرے ساتھ کارنیوال چلو گے؟"

اس نے کار آگے بڑھائی۔ میں نے کہا "ہاں' فی الحال تمہارے ساتھ رہوں گا میں بھی اس ملک میں اجنبی ہوں۔"

"میں تم پر کس حد تک بھروسا کر سکتا ہوں؟"

"میں مسلمان ہوں' پاکستانی ہوں۔ مسلمانوں کی نو آزاد اسلامی جمہوریت کی راہ میں جو بھی حائل ہوگا میں اس کے پیروں تلے سے زمین سرکا دوں گا۔ مجھ پر اعتماد کرنے کے لیے صرف آج رات تک میرے ساتھ رہو' میں تمہارے کارنیوال کو تمام ناپسندیدہ عناصر سے خالی کرا دوں گا۔"

اس نے مجھ سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا "میں تم پر بھروسا کروں گا۔ آج تم میری مشکل آسان کرو گے تو کل صبح سے تمہیں اس ملک کا باقاعدہ شہری بنا دوں گا۔ متعلقہ شعبے میں بہت اوپر تک میری پہنچ ہے۔ اعلیٰ افسر کے سامنے نوٹوں کی گڈیاں رکھتے ہی کام بن جاتا ہے کیا اپنا حلیہ تبدیل کرو گے؟"

اس نے گاڑی آگے بڑھائی۔ میں نے کہا "یہ میرا اصلی چہرہ نہیں ہے۔ عارضی میک اپ میں ہوں۔ اپنے لیے کچھ ضروری سامان خریدوں گا۔"

میں نے تاشقند پہنچ کر پھر نیا لباس اور دوسری ضروریات کی چیزیں خریدیں پھر کار میں آگیا۔ وہ ڈرائیو کرنے لگا۔ کارنیوال کے احاطے میں پہنچنے تک میں نے ببولا اینڈرسن کے میک اپ سے نجات حاصل کرلی۔ اپنے چہرے پر مونچھوں کا اور ہلکی سی خوب صورت تراشیدہ داڑھی کا اضافہ کیا تھا۔ آنکھوں میں ہلکے سبز رنگ کے لینسز لگائے تھے۔ چھوٹی چھوٹی تبدیلیوں سے چہرہ بالکل بدل گیا تھا۔

اس نے تعریفی نظروں سے دیکھا پھر پوچھا "تمہارا نام کیا ہے؟"

"مجھے ظہیر الدین بابر کہتے ہیں۔"

وہ بولا "ظہیر الدین بابر تاریخ کا ایک اہم کردار ہے۔ وہ یہاں سے سو میل کے فاصلہ پر فرغانہ میں پیدا ہوا تھا۔ اس نے ہندوستان میں عظیم الشان مغلیہ سلطنت کی بنیاد ڈالی تھی۔"

میں نے کہا "میرے والدین نے اسی شہنشاہ سے متاثر ہو کر میرا نام ظہیر الدین بابر رکھا ہے۔"

ہم کارنیوال کے احاطے میں پہنچے۔ وہاں شام پانچ بجے سے رات گیارہ بجے تک کھیل تماشے جاری رہتے تھے۔ جب ہم پہنچے تو شام ہونے والی تھی۔ کارنیوال کے تمام اسٹال کھل رہے تھے۔ سرکس اور تھیٹر وغیرہ کے خیموں سے موسیقی کی آواز ابھرنے لگی تھی۔ وہاں کے تمام ملازمین یعقوب ہمدانی کو دیکھ کر سلام کر رہے تھے۔ دو چار نے میرے متعلق اس سے سوال کیا۔ اس نے کہا "یہ میرے نئے پرسنل سیکریٹری مسٹر ظہیر الدین بابر ہیں اب یہ میرے ساتھ رہا کریں گے۔"

جو مجھے تجسس اور تشویش سے دیکھ کر میرے متعلق سوالات کرتا تھا میں ان کے اندر کا حال معلوم کرنے لگتا تھا۔ میں نے یعقوب ہمدانی سے کہا "تمہارا یہ پہلوان زرک زرتاج اس کارنیوال کا دادا بنا ہوا ہے۔ اس سے سب ہی ڈرتے ہیں یہ تمہیں بھی خاطر میں نہیں لاتا۔"

"ہاں پہلوانوں کی کشتیاں دیکھنے والے شائقین زیادہ ہیں۔ تمام پہلوانوں پر نقد رقوم کی شرائط لگائی جاتی ہیں' زرک زرتاج ان شرائط کی آدھی رقم خود رکھ لیتا ہے۔ یہاں کے بڑے بڑے پہلوان بھی اس سے ڈرتے ہیں۔"

"آج رات میرے ساتھ اس کی کُشتی کا اعلان کردو۔"

وہ حیرانی سے بولا "تم اس سے مقابلہ کرو گے؟ پورے ازبکستان میں اس کے مقابلے کا کوئی پہلوان نہیں ہے۔ جو پہلے تھے وہ اس سے اپنے ہاتھ پاؤں تڑوا چکے ہیں۔ وہ تمہارے مقابلے میں پہاڑ ہے۔"

میں نے کہا "پہاڑ کو آدمی ہی کاٹ کاٹ کر چھوٹا کرتا ہے۔"

"پھر بھی پہلے تم میرے چھوٹے دشمنوں کو کاٹو۔ ورنہ یہ زرک زرتاج تمہیں آج اسپتال بھیج دے گا۔"

"ہمدانی! اگر میں بیکار ثابت ہوا تو پھر تمہیں فکر نہیں کرنی ہوگی کہ میں اسپتال جارہا ہوں یا قبرستان۔ اس لیے کہ میں تمہارے کسی کام کا نہیں رہوں گا اور اگر کارآمد ثابت ہوا تو پھر تمہارے ساتھ یہیں مستقل رہوں گا۔"

اس نے کارنیوال کے منیجر کو بلا کر کہا "ریسلنگ ایرینا میں اعلان کراؤ۔ آج رات ایک نیا پہلوان ظہیر الدین بابر یہاں آیا ہوا ہے اور وہ ناقابلِ شکست پہلوان زرک زرتاج کو مقابلے کے لیے چیلنج کر رہا ہے۔ شرط لگانے والوں کو دو کے چار' دس کے بیس اور پچاس کے سو ملیں گے۔ یہی اعلان پوسٹر کی صورت میں لکھوا کر کارنیوال کے تمام اسٹالوں پر لگوا دو۔"

وہ اپنے دفتر میں آیا۔ وہاں ایک میز کے پیچھے ایک حسین و جمیل عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ پہلے ہمدانی نے اسے محبت میں پھانسا تھا۔ اب وہ اسے شادی کے لیے پھانس رہی تھی۔ ہمدانی شادی کا معاملہ زیادہ عرصہ تک ٹال نہیں سکتا تھا کیونکہ وہ پہلوان زرک زرتاج کی چھوٹی بہن تھی اور زرک زرتاج نے ہمدانی سے صاف صاف کہہ دیا تھا "میری بہن زرینہ زرتاج سے شادی کرو۔ اگر کسی وجہ سے نہیں کرنا چاہتے تو کارنیوال کی آدھی آمدنی اس کے نام لکھ دو۔"

جب زرینہ زرتاج کو معلوم ہوا کہ میں اس کے بھائی سے مقابلہ کرنے والا ہوں تو وہ مجھے حقارت سے دیکھتے ہوئے بولی "ہمدانی! کیا میرے بھائی کے مقابلے کے لیے تمہیں ایسے ہی کیڑے مکوڑے ملتے ہیں۔ میرا بھائی اس پر تھوکے گا تو یہ گر پڑے گا۔"

میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا "یہ تو بتاؤ وہ کیسے تھوکے گا؟ کیا ایسے؟"

میں نے آخ تھو کہتے ہوئے اس پر تھوک دیا۔ مارے غصے کے اس کا دماغ پھٹنے لگا۔ وہ پوری قوت سے چیختی ہوئی کرسی سے اچھل کر کھڑی ہوئی پھر مجھ پر حملہ کرنے کے لیے آگے بڑھی۔ سامنے ایک کرسی تھی۔ اس نے کرسی کو لات ماری پھر اسے اٹھا کر پٹخنے لگی' اس کے دماغ میں یہ بات تھی کہ وہ مجھے اٹھا کر پٹخ رہی ہے۔

میں نے پھر اس کے اندر یہ خیال پیدا کیا کہ اس پر دوبارہ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

تھوک رہا ہوں۔ وہ غصے کی شدت سے چیخ چیخ کر بھائی کو آوازیں دیتی ہوئی دفتر کے باہر بھاگتی چلی گئی۔ ہمدانی نے اپنے سر کے بالوں کو نوچتے ہوئے کہا "ہائے بابر! یہ تم نے کیا کیا؟ اب تو یہاں تمہاری لاش گرے گی اور میرے ہاتھ پاؤں ٹوٹیں گے۔ تمہیں یہاں لانے کی سزا مجھے بھی ملے گی۔"

میں دفتر سے باہر آیا' وہاں پورے کارکنوں پر بمن بھائی کی دہشت طاری تھی۔ ہمدانی کے تمام ملازمین زرینہ کو جھک جھک کر سلام کرتے تھے۔ آج اسے روتے اور بھاگتے دیکھ کر ہلچل سی مچ گئی۔ جب یہ پتا چلا کہ میں نے میڈم کی بے عزتی کی ہے تو کتنے ہی لوگ ہمدانی کے پاس آئے۔ ہمدانی نے کہا "مجھے اس بات کا افسوس ہے کہ میں اسے مہمان بنا کر یہاں لایا ہوں۔ بہرحال وہ تمہارے آقا کا مہمان ہے۔ تم میں سے کوئی اس پر ہاتھ نہیں اٹھائے گا البتہ وہ زرینہ کا مجرم ہے اس مجرم کو زرک زرتاج سزا دے گا۔ وہ بمن کا انتقام لینے آتا ہی ہوگا۔"

کارنوال کے وسط میں ایک اونچا سا اسٹیج بنا ہوا تھا۔ میں وہاں جا کر کھڑا ہوگیا۔ پھر زرک زرتاج کے اندر پہنچ گیا۔ زرینہ غصے سے چیخ چیخ کر کہہ رہی تھی "اسے مار ڈالو' جان سے مار ڈالو۔ جب وہ آدھا مر جائے تو اسے میرے حوالے کردینا۔ میں اس پر تھوکتی جاؤں گی اور اس کے جسم پر خنجر سے زخم لگاتی جاؤں گی۔"

وہ بمن بھائی جہاں حکمرانی کرتے تھے وہاں کوئی ان پر تھوک دے' یہ تو مرجانے یا مار ڈالنے والی بات تھی۔ زرک شیر کی طرح دہاڑتا ہوا اپنے خیمے سے باہر آیا۔ ہمدانی کے دفتر کی طرف دوڑتے ہوئے مجھے گالیاں دینا چاہتا تھا میں نے اسے اوندھے منہ گرادیا۔ اس نے دوبارہ اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے گالی دینا چاہا۔ میں نے پھر اسے اوندھے منہ گرادیا۔

وہ جہاں گر رہا تھا وہاں ایک پتھر تھا جس سے چہرہ لہولہان ہو رہا تھا۔ میں نے اس کے اندر ہی خیال پیدا کیا کہ گالیاں دیتا رہے گا تو اوندھے منہ پتھر پر گرتا رہے گا۔ وہ گالیاں چھوڑ کر گرجتا اور للکارتا ہوا اٹھا پھر دوڑتا ہوا آنے لگا۔ لوگ دور ہٹ رہے تھے۔ زرینہ بھی ہاتھ میں خنجر لیے بھائی کے پیچھے چلی آرہی تھی۔

کارنوال کے تمام لوگ زرک پہلوان کو لہولہان دیکھ کر حیران ہو رہے تھے۔ وہ گرج کر پوچھ رہا تھا "کہاں ہے وہ بدمعاش؟ آج وہ عبرت ناک موت مرے گا۔"

لوگوں نے میری طرف اشارہ کیا۔ وہ اچھل کر اسٹیج پر میرے سامنے آیا پھر گرجتے ہوئے مجھ پر چھلانگ لگائی۔ سیدھا مجھ پر آیا میں نے ذرا جھک کر اسے دونوں ہاتھوں پر روک لیا۔ اسے اپنے سر سے بلند رکھتے ہوئے سیدھا کھڑا ہوگیا پھر گول گھوم کر اسے اسٹیج سے باہر تماشائیوں کے اوپر پھینکا۔ تماشائی وہاں سے بھاگے۔ وہ زمین پر جا کر گرا پھر تکلیف سے کراہنے لگا۔

زرینہ خنجر اٹھائے دوڑتی ہوئی اسٹیج پر آئی۔ مجھ پر خنجر سے حملہ کیا۔ میں نے اس کی کلائی پکڑی تو وہ تکلیف برداشت نہ کرسکی۔ خنجر گر پڑا۔ میں نے اسے ایک جھٹکے سے لوگوں کی طرف گھماتے ہوئے کہا "اسے دیکھو۔ غرور نے اس کے دل و دماغ سے انسانیت کا احترام مٹا دیا ہے۔ یہ بھائی کی شہ زوری کے بل پر تم سب کو حقارت سے دیکھتی تھی۔ اس نے مجھ پر تھوکنے کی بات کی تو میں نے اس پر تھوک کر دکھا دیا۔"

زرک زمین پر سے اٹھ رہا تھا۔ میں نے زرینہ کو اٹھا کر اس پر پھینک دیا۔ کارنوال میں کام کرنے والے میری باتوں سے قائل ہو رہے تھے کیونکہ وہ زرک سے سہمے رہتے تھے۔ وہاں تماشے دکھانے اور ناچنے گانے والی لڑکیاں بھی اس کے خلاف ہمدانی سے شکایتیں کرتی تھیں اور بے چارہ ہمدانی زرک کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کہتا تھا' پلیز لڑکیوں کو پریشان نہ کرو' وہ بھاگ جائیں گی تو پھر کارنوال کے لیے ایسی تربیت یافتہ لڑکیاں مشکل ہی سے ملیں گی۔

آج وہ لڑکیاں بمن بھائی کو مار کھاتے دیکھ کر خوش ہو رہی تھیں لیکن ان لڑکیوں کی طرح دوسرے مرد بھی اپنی مسرتوں کو چھپا رہے تھے۔ انہیں ابھی پوری طرح یقین نہیں ہوا تھا کہ میں اس خطرناک پہلوان پر آخر تک غالب رہوں گا۔

زرینہ اور زرتاج کی عزت پر بن آئی تھی۔ ان کے سامنے دو ہی راستے تھے کہ مجھے مار ڈالتے یا پھر آدھا کارنوال جوان کے قبضے میں تھا۔ اسے چھوڑ کر بھاگ جاتے اور کوئی اپنی حکومت اور اقتدار کی جگہ چھوڑ کر جانا نہیں چاہتا۔ اس لیے زرک جان لڑا کر مجھ سے مقابلہ کرنے لگا لیکن داؤ پیچ جاننے اور جی جان لگانے کے باوجود وہ بری طرح مار کھا رہا تھا کیونکہ میں اس کی سوچ کے ذریعے اس کے حملوں کے انداز کو سمجھ لیتا تھا اور خود حملے کرتے وقت اسے اپنے بچاؤ کا موقع نہیں دیتا تھا۔

زرینہ بھائی کو لہولہان ہوتے دیکھ کر بھاگتی ہوئی گئی تھی اس کی سوچ نے بتا دیا تھا کہ وہ اپنے خیمے سے گن اور کارتوس لینے گئی ہے۔ واپس آتے ہوئے اس نے ایک ہوائی فائر کیا۔ جس کے باعث بھیڑ چھٹ گئی۔ وہ مجھے گن پوائنٹ پر رکھتے ہوئے بولی "زرک! اسے خوب مارو۔ یہ تم پر ہاتھ سے حملہ کرے گا تو میں اس کے ہاتھ پر گولی ماروں گی۔ یہ تم پر لات چلائے گا تو میں اس کے پیروں کو زخمی کروں گی۔"

زرک نے مجھے کرانے کا ایک ہاتھ رسید کرنے کے لیے ہاتھ اٹھایا۔ میں نے سوچ لیا تھا کہ زرینہ کے دماغ میں گھس کر اس کے بھائی کے ہاتھ پر گولی ماروں گا اس سے پہلے ہی ٹھائیں کی آواز کے ساتھ گولی چلی اور زرک اپنا زخمی بازو تھام کر کراہنے لگا۔

سب کی نظریں ایک حسینہ پر جم گئیں۔ وہ ایک ریوالور کو دونوں ہاتھوں سے پکڑے زرک کو نشانے پر رکھتے ہوئے بول رہی تھی "زرینہ! بھائی کو زندہ دیکھنا چاہتی ہو تو اپنی گن پھینک دو۔ انصاف نہیں ہے کہ بابر نہتا لڑے اور تم اسے گولی مارنے کی دھمکی دے کر بھائی کی شکست کو فتح میں بدلنے کی بے ایمانی کرو۔"

اس حسینہ کی جرأت نے دوسروں کو حوصلہ دیا' سب کہنے لگے "ہاں' ہاں یہ بے ایمانی ہے۔ زرک مردانگی سے لڑ یا میدان چھوڑ دو۔"

زرینہ اپنی گن پھینک کر بھائی کو بے یار و مددگار نہیں بنانا چاہتی تھی۔ اس نے یعقوب ہمدانی سے کہا "تم ایک اجنبی کے بل پر ہماری ذلت کا تماشا دیکھ رہے ہو۔ یاد رکھو' بازی کسی وقت بھی پلٹ سکتی ہے۔ اپنی بھلائی اور سلامتی چاہتے ہو تو اس اجنبی کو ابھی یہاں سے نکال دو۔"

پھر ٹھائیں سے ایک گولی چلی۔ زرینہ کے ہاتھوں سے گن چھوٹ گئی۔ وہ اپنے زخمی بازو پر ہاتھ رکھ کر کراہنے لگی۔ حسینہ نے کہا "اجنبی کو یہاں سے نکالنے کا حکم نہ دو۔ انصاف کا تقاضا پورا ہونے دو۔ جو میدان ہارے گا وہی یہاں سے جائے گا۔"

میں نے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا "مجھ اجنبی سے محبت کرنے والے دوستو! میرا مقابل زخمی ہوچکا ہے۔ میں اس پر ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا۔"

یعقوب ہمدانی نے زرینہ کی گری ہوئی گن اٹھا کر کہا "ایک نیام میں دو تلواریں نہیں سماتیں۔ میرے کارنوال میں دو شہ زور نہیں رہ سکتے۔ کسی ایک کو رہنا ہے۔"

اس نے زرک کا نشانہ لیتے ہوئے کہا "ایک بار تم نے سب کے سامنے میرا گریبان پکڑا تھا۔ اس کارنوال کے مالک کو ذلیل کیا تھا۔ تم بمن بھائی مجھے آقا نہیں ایک مجبور غلام سمجھتے تھے۔"

اس نے زرک کی ایک ٹانگ پر گولی ماری۔ وہ چیخ مار کر گر پڑا۔ ہمدانی نے زرینہ سے کہا "ایک بار تم نے اپنے بھائی کی موجودگی میں مجھے طمانچہ مارا تھا۔ میں نے اسی دن طے کرلیا تھا کہ بھائی کے ذریعے مجھ پر حاوی رہنے والی سے کبھی شادی نہیں کروں گا۔"

اس نے زرینہ کا نشانہ لیا۔ وہ گڑگڑانے لگی "نہیں' مجھے گولی نہ مارو۔"

وہ قریب آکر اس کے منہ پر طمانچہ مارتے ہوئے بولا "اس روز نہ تم نے مجھے طمانچہ مارا تھا نہ آج میں نے تمہیں مارا ہے۔ یہ تمہیں طاقت مار رہی ہے۔ اس لیے چند روزہ طاقت پر غرور نہیں کرنا چاہیے۔ یہ طاقت بڑی ہرجائی ہے' کبھی تمہارے پاس رہتی ہے کبھی اچانک تم پر تھوکنے کے لیے ہمارے پاس چلی آتی ہے۔"

پھر اس نے کہا "ان بمن بھائی کے تین غنڈے حمایتی ہیں' وہ اسٹیج پر جائیں اور اپنے پہلوان کو اٹھا کر میرے کارنوال سے دور لے جائیں۔"

وہ تینوں حمایتی اسٹیج پر سے زرک کو اٹھا کر لے جانے لگے۔ ہمدانی نے زرینہ کو دھکا دیتے ہوئے کہا "جاؤ اور کبھی ادھر نظر نہ آنا۔ اس بار تم بھائی کے ساتھ زندہ جارہی ہو اگلی بار موت تم لوگوں کو لے جائے گی۔"

وہ دونوں اپنے تین غنڈوں کے ساتھ ایک گاڑی میں بیٹھ کر چلے گئے۔ کارنوال کے تمام ملازمین اب کھل کر خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔ کوئی مجھ سے مصافحہ کر رہا تھا کوئی مجھے گلے لگا رہا تھا۔ وہ حسینہ دور کھڑی مجھے دیکھ رہی تھی اور مسکرا رہی تھی۔ اس کا نام سمورا زویکوف تھا۔ کارنوال میں رائفل شوٹنگ اسٹال کی انچارج تھی۔ اس کا تعلق کسی تنظیم سے نہیں تھا اور وہ کسی کی آلۂ کار نہیں تھی۔

میں لوگوں سے مصافحہ کرنے کے دوران سمورا کے دماغ میں جھانک آیا۔ ضروری معلومات سے مطمئن ہو کر یعقوب ہمدانی کو دیکھا۔ وہ قریب آکر بولا "تمہیں داد دینے کے لیے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں' تمہاری یہ بات میرے دل کو لگ گئی ہے کہ میں نے آج فجر کی نماز میں دعا مانگی تھی۔ خداوند کریم نے دعا قبول کرلی' واقعی تمہیں نجات دہندہ بنا کر میرے پاس بھیجا ہے۔ اب میں تمہیں کہیں جانے نہیں دوں گا۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا "شام کا اندھیرا پھیل رہا ہے کارنوال کا دھندا شروع کرو' اپنی باتیں بعد میں ہوں گی۔"

یعقوب ہمدانی نے دو چوکیداروں کو حکم دیا "ٹکٹ کاؤنٹرز کھول دو' لوگوں کو اندر آنے دو۔"

دونوں چوکیدار چلے گئے۔ مجھے اپنے پیچھے مترنم سی آواز سنائی دی "ہیلو بابر!"

میں نے گھوم کر دیکھا۔ سمورا زویکوف مسکرا رہی تھی۔ اس نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا' میں نے وہ گداز ہاتھ تھام لیا۔ اچھی خاصی اوور کوٹ پہننے والی سردی تھی' اس کے باوجود سمورا کا ہاتھ گرم تھا وہ اٹھائیسویں برس کی گرم عمر سے گزر رہی تھی لیکن اب تک شادی نہیں کی تھی اور نہ ہی کسی مرد سے دوستی کی تھی ایسا کیوں تھا؟ یہ تفصیل سے چور خیالات پڑھنے کے بعد معلوم ہوتا۔ جس کا موقع ابھی نہیں تھا۔

وہ بولی "تم نے آج مجھ پر احسان کیا ہے۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "احسان تو تم نے کیا ہے' زرک کو گولی مار کر اسے زخمی کرکے فوراً ہی جنگ ختم کرادی۔"

"اگر تم اسے مار مار کر نیم مردہ نہ کرتے تو میں اس پر گولی چلانے کا حوصلہ نہ کرپاتی۔ اس شیطان نے چیلنج کیا تھا کہ آج رات میرے خیمے میں آئے گا۔"

میں نے مسکرا کر پوچھا "اگر آجاتا تو کیا کرتیں؟"

"میں نے ایک پستول اور ایک خنجر تکیے کے نیچے اور پیروں کی طرف چھپا کر رکھ دیا تھا۔ یہ قسم کھائی تھی کہ اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ ناکام ہوئی تو خودکشی کرلوں گی۔"

میں نے پھر مسکرا کر کہا "خودکشی کی نوبت نہیں آئی' تم کسی خوش نصیب کے لیے بچ گئی ہو۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"میری زندگی میں کسی خوش نصیب یا بدنصیب کے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے۔"

"یہ تم فطری تقاضوں کے خلاف بول رہی ہو۔"

اس نے میرے ہاتھوں میں اپنے ہاتھ کو دیکھا پھر کہا "تم نے یہ ہاتھ بہت دیر رکھ لیا' اب واپس کردو۔"

میں نے اسے چھوڑتے ہوئے کہا "تم نے اپنی خوشی سے میرے ہاتھوں میں دیا تھا۔ میں کبھی کسی سے کچھ نہیں مانگتا۔ تم سے بھی ایک نگاہِ کرم کی بھیک نہیں مانگوں گا۔ ویسے جب کبھی سوچنا تو یہ ضرور سوچنا کہ گیا وقت نہیں ہوں کہ بلاؤ تو پھر آنہ سکوں۔"

اسی وقت یعقوب ہمدانی تیزی سے چلتا ہوا آیا پھر بولا "سمورا! تم جاؤ پھر کچھ گڑبڑ ہونے والی ہے۔"

وہ ہمیں سوالیہ نظروں سے دیکھتی ہوئی چلی گئی۔ ہمدانی نے کہا "دیکھ رہے ہو بابر! ابھی تک کارنیوال کا پھاٹک نہیں کھلا ہے' ٹکٹ کاؤنٹرز بند ہیں۔"

"کیوں بند ہیں؟ باہر سے تماشائی کیوں نہیں آرہے ہیں؟"

"جس شخص نے مجھ سے کہا تھا کہ میں اس کے چھ بندے اپنے کارنیوال میں ملازم رکھ لوں اس نے یہاں غنڈا گردی شروع کردی ہے۔ کاؤنٹرز پر غنڈے ہیں' وہ کسی کو ٹکٹ خریدنے نہیں دے رہے ہیں۔"

میں نے کہا "یہ محض سینماؤں اور تھیٹروں میں ہونے والی غنڈا گردی نہیں ہے۔ اس کے پیچھے سیاست اور غیر ملکی ایجنٹوں کی چالیں ہیں۔ کسی بھی غیر ملکی سیاسی تنظیم کو تمہارے کارنیوال سے بہت سے فائدے حاصل ہوں گے اس لیے وہ شخص چاہتا ہے کہ یہاں صرف اس کے چھ بندے نہ رہیں بلکہ پورا کارنیوال اس کے قبضے میں آجائے۔"

ہمدانی نے کہا "ایسی کوئی بات نہیں ہے' اس شخص کا مطالبہ ہے کہ میں تمہیں اس کے حوالے کردوں۔"

میں نے تعجب سے پوچھا "کیا واقعی؟"

"ہاں' وہ کہتا ہے' تمہارا نام ظہیر الدین بابر نہیں بلکہ فرہاد علی تیمور ہے۔"

میں یکبارگی اندر سے الرٹ ہوگیا۔ بینڈ باجے کی آواز سنائی دی' کارنیوال کے احاطے کا گیٹ کھلنے لگا۔ بینڈ باجے والے اپنی دُھن بجاتے ہوئے لیفٹ رائٹ کے انداز میں چلتے ہوئے احاطے میں داخل ہورہے تھے۔ ان کے پیچھے دو گاڑیاں تھیں ان میں مسلح افراد تھے ایک گاڑی کی چھت پر ایک شخص گن لیے کھڑا تھا۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر ایک چٹکی بجائی اس کے ساتھ ہی چاروں طرف احاطے کی دیوار پر گن مین چڑھتے ہوئے دکھائی دیے۔

وہ سب چھپے ہوئے تھے اب ظاہر ہورہے تھے۔ گاڑی کی چھت پر کھڑے ہوئے شخص نے دونوں ہاتھوں سے ایک سگنل دیا۔ اس کے ساتھ ہی احاطے کی دیوار پر سے چاروں طرف ہوائی فائرنگ ہوئی پھر خاموشی چھا گئی۔

وہ شخص بلند آواز سے بولا "یہ ہوائی فائرنگ ایک وارننگ ہے۔ اگر کسی نے مقابلہ کرنے کی حماقت کی تو کارنیوال کے ایک ایک فرد کو گولیوں سے چھلنی کردیا جائے گا۔"

وہ دور سے میری طرف انگلی کرتے ہوئے بولا "یہ موجودہ صدی کا سب سے خطرناک شخص فرہاد علی تیمور ہے اس کے سامنے روس اور امریکا ہار جاتے ہیں حتیٰ کہ اس کے پاس آکر موت بھی ہار جاتی ہے۔"

وہ اپنا سینہ ٹھونکتے ہوئے بولا "میں پہلا شخص ہوں کہ اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کے دماغ کے اندر جاکر اپنی خیال خوانی کی حکومت قائم کرنے والا ہوں۔"

وہ چاروں طرف دیکھتے ہوئے بولا "لوگو! میں اسے جان سے نہیں ماروں گا صرف زخمی کروں گا پھر یہ میرا تابعدار بن جائے گا۔ اپنی مرضی سے میرا غلام بن کر یہاں سے جائے گا اس لیے تم لوگوں کو ہمارے معاملہ میں نہ اعتراض کرنا چاہیے' نہ ہمارے مقابلے پر آنے کی حماقت کرنا چاہیے۔"

اس نے گن سیدھی کی پھر مجھ سے کہا "فرہاد! تم یہ معلوم کرنے کے لیے بہت بے چین ہوگے کہ میں نیا خیال خوانی کرنے والا کون ہوں اور کس ملک یا کس تنظیم سے تعلق رکھتا ہوں۔"

میں نے اسے باتوں میں الجھانے کے لیے کہا "مجھے اسیر کرنے سے پہلے بہتر ہے کہ مجھے اپنی ہسٹری بتادو۔"

"تمہاری کھوپڑی کے اندر آکر سب کچھ بتادوں گا۔ میں تمہیں صرف ایک منٹ دیتا ہوں تم اچھی طرح پچویشن کو سمجھ لو۔ خیال خوانی کے ذریعے اپنی پوری فیملی کو مدد کے لیے بلالو اور یہ وقت دعا کا بھی ہے لیکن ایسا برا وقت ہے کہ خدا بھی دعا قبول نہیں کرے گا۔"

اس میں شبہ نہیں تھا کہ اس نے زبردست محاصرہ کیا تھا۔ تقریباً پچیس تیس مسلح افراد چاروں طرف احاطے کی دیوار پر کھڑے ہوئے تھے۔ میں کارنیوال کے کھلے ہوئے حصے میں ایک اسٹیج پر تھا۔ وہاں سے کسی طرف بھی بھاگتے وقت گولیوں کی بوچھاڑ سے بچنے اور چھپنے کے لیے کوئی آڑ نہیں تھی۔

مجھے یقین ہوگیا کہ ان حالات میں اپنی کوششوں سے بچنا ناممکن ہے پھر بھی میں نے اپنی سی کوشش کی' اس سے کہا "سنو! میں نے فرہاد کی فیملی سے ابھی رابطہ کیا تھا۔ انہیں اپنی حالتِ زار بتائی تھی۔ وہ کہتے ہیں بچاؤ کی کوئی صورت نہیں ہے۔ مجھے تمہارے ہاتھوں زخمی ہوکر اپنا دماغ تمہارے حوالے کردینا چاہیے۔"

اس شخص نے کہا "تم مجھے یہ سمجھانا چاہتے ہو کہ تمہاری فیملی کو تمہارے اسیر ہونے کی کوئی پروا نہیں ہے۔ یعنی تم فرہاد نہیں ہو۔ اگر فرہاد ہوتے تو تمہارے لوگ ابھی جان کی بازی لگا دیتے۔"

میں نے کہا "میں اپنی زبان سے فرہاد ہونے یا نہ ہونے کا یقین نہیں دلاؤں گا اور نہ ہی تم یقین کروگے میرا خیال ہے ایک منٹ کی مہلت ختم ہوچکی ہے۔"

اس نے اپنی گن سے میری ایک ٹانگ کا نشانہ لیتے ہوئے کہا "میں صرف زخمی کررہا ہوں' اگر ذرا بھی ہلوگے تو جان بھی جاسکتی ہے۔"

میرے پاس کھڑے ہوئے یعقوب ہمدانی نے کہا "تمہارا یہ دشمن سمجھ میں نہیں آیا۔ جب یہ تمہیں جان سے مار سکتا ہے تو پھر زخمی کیوں کررہا ہے؟"

اس سوال کا جواب ملنے ہی والا تھا۔ فائرنگ کی آواز گونجی گولی سنسناتی ہوئی آئی' میں ایکدم سے اچھل کر ہمدانی پر آ گرا' ایک چیخ بلند ہوئی پھر ہم دونوں ایک دوسرے سے لپٹے ہوئے اسٹیج پر گر پڑے۔ یہ درست ہے کہ یہ دنیا ایک اسٹیج ہے۔ ہم سب پیدا ہوکر مرنے تک ایکٹنگ کرتے ہیں پھر اس اسٹیج سے ہمیشہ کے لیے چلے جاتے ہیں۔

دشمنِ جاں نے مجھے ہمیشہ کے لیے رخصت نہیں کیا' میں نے دماغ میں اس کی سوچ کی لہروں کو سنا۔ وہ قہقہے لگا رہا تھا اور کہہ رہا تھا "میں دنیا کا پہلا خیال خوانی کرنے والا ہوں کہ فرہاد کے دماغ میں فتح کے جھنڈے گاڑ رہا ہوں۔"

وہ پھر ایک بار قہقہہ لگا کر بولا "افسوس فرہاد! آج سے تمہاری غلامی کا دور شروع ہوتا ہے۔"

○☆○

بدی کو کچلنے اور نیکی کا بول بالا رکھنے کے مخصوص ایمان افروز طریقے ہیں۔ اسی طرح نیکی برباد کرنے اور بدی کا سربلند رکھنے کے لیے بھی بے شمار ہتھکنڈے آزمائے جاتے ہیں۔ ہم انسانوں کی مذہبی دنیا میں بھی ایسی چالیں چلی جاتی ہیں۔ اگر ایک مذہب بڑھتا اور پھیلتا جارہا ہو تو اس کے مقابلے میں دوسرے مذہب کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا جاتا ہے اور اس دوسرے مذہب میں طرح طرح کی دلچسپیاں پیدا کی جاتی ہیں تاکہ کمزور عقیدے کے لوگ کشاں کشاں آتے رہیں اور اپنے بڑھنے' پھلنے پھولنے والے مذہب کی نفی کرتے رہیں۔

ابھی کچھ زیادہ صدیاں نہیں گزریں۔ ہندوستان میں شہنشاہ اکبر نے ایک نئے مذہب دینِ الٰہی کی داغ بیل ڈالی تھی۔ رانی جودھابائی سے شادی کرکے اس روایت کا آغاز کیا تھا کہ ہندو بھی مسلمان عورتوں سے شادی کرسکتے ہیں۔ موجودہ دور میں بھارت کے سیکولر پالیسی کے مطابق آج بھی ہندو اور مسلمان کہیں کہیں ایک دوسرے کی عورتوں سے شادیاں کرتے پائے جاتے ہیں۔

ایسی بات نہیں ہے کہ وہاں کے مسلمان راسخ العقیدہ اور مستحکم ایمان نہیں رکھتے ہیں بلکہ ایسے ایمان والے ہیں کہ کفر کے ماحول میں اسلام کو سدا بہار بنا کر رکھتے ہیں۔ قباحت یہ ہے کہ دینِ الٰہی کے نام پر سیکولرازم کا بیج بودیا گیا تھا۔ اب ایک کمزور عقیدہ مسلمان کو ہندو مذہب کی حسینہ مل رہی ہو تو وہ انکار کیوں کرے گا یا اپنی بیٹی یا بہن ہندو کو دینے سے اپنی سیاسی پوزیشن مضبوط ہوتی ہو تو وہ اقتدار کی طرف کیوں نہیں جائے گا؟

میں اپنی داستان کی طرف آتا ہوں۔ ازبکستان میں ایسے ہی ایک نئے مذہب کا پرچار کرنے والی جماعت موجود تھی۔ اس جماعت کا نام متحدہ مذہبی فرنٹ تھا اور اس کے مذہب کا نام دینِ انسان تھا۔ ان کی باتیں بڑی خوب صورت تھیں وہ کہتے تھے۔

"مذہب وہ ہے جو انسان کو تہذیب کے دائرے میں رکھتا ہے اور تہذیب اسی صورت میں قائم رہتی ہے جب تمام انسان ذات برادری اور مذہبی تعصب سے بالاتر ہوں۔ یہ "دینِ انساں" ایسا مذہب ہے جو دنیا کے تمام انسانوں کو ایک پلیٹ فارم پر لاتا ہے۔

دینِ انسان کے ماننے والے اپنے اپنے گھروں اور عبادت گاہوں کی چار دیواریوں میں ہندو' یہودی' عیسائی اور مسلمان ہوتے ہیں لیکن سڑکوں' بازاروں' دفتروں' کلبوں' تفریح گاہوں اور اسمبلیوں میں صرف انسان ہوتے ہیں۔ سرِعام محفلوں اور مجلسوں میں کسی کا کوئی ذاتی مذہب نہیں رہتا' سب کا مشترکہ مذہب "انسانیت" ہوتا ہے۔"

دیکھا جائے تو یہ باتیں حقیقتاً دانشمندانہ ہیں' لیکن یہ حقیقت پسندی اور نام نہاد انسانیت ازبک مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے تھی۔

روسی حکمرانوں کے دور میں ازبکستان کے عوام صرف نام کے مسلمان رہے تھے۔ انہیں مذہبی فرائض ادا کرنے کی اجازت نہیں دی جاتی تھی۔ وہ شراب پیتے تھے اور سرِعام ناچتے گاتے تھے۔ راستوں اور تفریح گاہوں میں اپنی پسند کی عورتوں سے بغل گیر ہوتے تھے۔ ایسے میں کہیں ایک نئے مذہب دینِ انسان نے یہ تبلیغ کی کہ شراب اور عورت پر پابندیاں صرف گھروں اور مسجدوں تک رہیں۔ باہر وہ مسلمان نہیں دینِ انسان کے نیک بندے ہیں جو دوسرے مذاہب کا احترام کرتے ہیں ان کے ہاں شراب اور پرائی عورت جائز ہے۔ اس لئے مسلمان بھی صرف انسان بن کر ایسی رنگ رلیوں میں مصروف رہ سکتے ہیں۔

شراب اور شباب میں بڑی کشش ہوتی ہے۔ وہ دل سے کی ہوئی توبہ توڑ دیتی ہے۔ ہندوؤں میں شیو پرساد کے نام پر بھنگ پینے اور پوجا کے نام پر عورتوں کو رقص کرنے کی اجازت ہے۔ عیسائیوں نے شراب اور شباب کو تمام مغربی ممالک میں دعوتِ عام کی طرح پھیلا رکھا ہے۔ یہودی بھی ان سے پیچھے نہیں ہیں صرف اسلامی ممالک میں ان خرافات کی اجازت نہیں ہے۔ چونکہ ازبکستان میں ابھی اسلامی قوانین نافذ نہیں ہوئے تھے اس لیے پہلے ہی اس کا توڑ کرنے کے لیے وہاں متحدہ مذہبی فرنٹ نامی جماعت "دینِ انسان" لے کر آگئی تھی۔

اس متحدہ مذہبی فرنٹ میں ہندو' یہودی اور عیسائی کے علاوہ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

بکاؤ مسلمان بھی تھے۔ یہ معاملہ صرف یہیں تک ہوتا تو یہ متحدہ مذہبی فرنٹ کامیاب نہ ہوتا۔ کیونکہ ازبکستان کے مسلمان تقریباً ستر برس تک اسلام سے دور رکھے جانے کے باوجود کٹر مسلمان تھے۔ وہاں کی تمام مسجدوں اور درس گاہوں میں مسلمان نمازیں پڑھتے اور قرآنی تعلیمات حاصل کرتے کثیر تعداد میں نظر آتے ہیں۔

وہاں ایمان افروز مناظر دیکھ کر یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ متحدہ مذہبی فرنٹ والے انہیں کبھی ایمان کے راستے سے نہیں ہٹا سکیں گے لیکن ایک بڑا خطرہ تھا اور وہ خطرہ ٹیلی پیتھی کا تھا۔ اس متحدہ مذہبی فرنٹ میں ایک نہیں تین ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے۔

اس "دینِ انسان" کے تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے متعلق مجھے بعد میں معلوم ہوا تھا لیکن اپنی داستان کے تسلسل کے لحاظ سے حقائق پہلے بیان کررہا ہوں۔

اگر قارئین میری داستان کے پچھلے حصے پر نظر دوڑائیں تو انہیں تین ٹیلی پیتھی جاننے والے یاد آئیں گے ایک کا نام روکی ہڈسن دوسرے کا جیری ہاک اور تیسری باربرا نکسن تھی۔ وہ تینوں کبھی برین ماسٹر کے قبضے میں تھے بعد میں، میں نے ان تینوں کو ٹریپ کرکے ایک تاریک قید خانے میں پہنچایا تھا (ماہ اگست ۱۹۹۱ء کی قسط ملاحظہ فرمائیں۔)

میں نے ان تینوں کو اپنا تابعدار بنا کر بعد میں آزاد چھوڑ دیا تھا یہ اطمینان تھا کہ وہ دنیا کے جس گوشے میں بھی جائیں گے، میرے معمول بن کے رہیں گے اور مجھے اپنی کھوپڑیوں کے اندر آنے سے نہیں روک سکیں گے لیکن وہ میری عدیم الفرصتی یا غفلت کے باعث آزاد ہوگئے۔

مجھے اعتراف ہے کہ میں نے اب تک جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنا معمول اور تابعدار بنایا ہے ان میں سے صرف مرینا پر توجہ دیتا رہا ہوں اور ہمیشہ یہ یاد رکھتا رہا ہوں کہ اس خطرناک لڑکی پر اگلا تنویمی عمل کتنی مدت کے بعد کرنا ہے۔ اس لیے وہ آج بھی میری گرفت میں تھی۔

بہرحال جن تین خیال خوانی کرنے والوں کو میں نے خطرناک نہیں سمجھا تھا اور جن پر زیادہ توجہ نہیں دی تھی وہی عذابِ جان اور دشمنِ ایمان بن کر ایک نئی حکمتِ عملی کے ساتھ وہاں آئے تھے۔ وہ نئے مذہب "دینِ انسان" کا ستون تھے۔ پختہ عقیدہ رکھنے والے مسلمانوں کے دماغوں میں گھس کر انہیں نئے دین کی طرف مائل کرسکتے تھے۔

اس کا سب سے تشویشناک پہلو یہ تھا کہ یہ ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن اس آزاد اسلامی مملکت کے ان علمائے کرام کو ٹریپ کرسکتے تھے جو وہاں کا آئین بنانے والے تھے۔ اگر ان پر تنویمی عمل کیا جاتا تو وہ اسلامی آئین نہ بنا پاتے۔ اس آئین میں نئے مذہب "دینِ انسان" کے پھلنے پھولنے کے لیے سہولتیں پیدا کرتے اور بے چارے علما کو پتا بھی نہ چلتا کہ وہ سحرزدہ ہوکر دینِ اسلام کے خلاف ایسا کررہے ہیں۔

یہ جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں انہیں سب سے پہلے اپنے بچاؤ کی فکر ہوتی ہے۔ یہ پہلے ہی معلوم کرتے ہیں کہ فرہاد اور ٹیلی پیتھی جاننے والی اس کی پوری فیملی کن ممالک میں کیا کرتی پھر رہی ہے۔ ان تینوں نے ازبکستان میں آکر پہلے ہی معلوم کیا تھا کہ میں اس اسلامی ملک سے کوئی دلچسپی لے رہا ہوں یا نہیں؟

یہ معلوم کرنے کے لئے انہوں نے فرانس سے آنے والی ٹیم کے تمام افراد کو اپنی نظروں میں رکھا، کیونکہ میرا اور میری فیملی کا فرانس سے گہرا تعلق رہتا ہے۔ اس ٹیم کا لیڈر جیکی ہارپ تھا۔ ابتدا میں ان تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ذرا اطمینان ہوگیا کہ فرانس کی ٹیم میں ہمارا کوئی خیال خوانی کرنے والا نہیں ہے۔

لیکن ایک معاملہ ان کے لئے تشویشناک تھا اور وہ یہ کہ وہاں اسلامی حکومت قائم کرنے والے جتنے مسلمان اکابرین تھے وہ سب پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتے تھے۔ یہ ماننے والی بات نہیں تھی کہ وہ سب یوگا کے ماہر ہوں گے البتہ یہ سمجھ میں آنے والی بات تھی کہ فرہاد نے یا اس کے خیال خوانی کرنے والے ساتھیوں نے ان مسلمان اکابرین پر تنویمی عمل کرکے ان کے دماغوں کو لاک کردیا ہے جبکہ میں نے ایسا کچھ نہیں کیا تھا۔

ابھی یہ بات میرے علم میں نہیں تھی۔ ورنہ میں یہ ضرور معلوم کرتا کہ اس ملک کے اکابرین نئے مذہب کے شرپسندوں سے کس طرح محفوظ ہیں۔ ایک بار اس سلسلے میں متحدہ مذہبی فرنٹ کے اہم افراد کا اجلاس ہوا۔ اس اجلاس میں تین ٹیلی پیتھی جاننے والے روکی ہڈسن، جیری ہاک اور باربرا نکسن کے علاوہ دو عیسائی فادر ایک یہودی ربی اور ایک ہندو ہپناٹزم کا ماہر تھا۔

ان کی تعداد سات تھی لیکن وہاں پانچ موجود تھے جیری اور باربرا جسمانی طور پر حاضر نہیں تھے اس میٹنگ میں خیال خوانی کے ذریعے شریک تھے۔ ایک فادر نے کہا "ہم سات افراد نے مذہبی فرنٹ قائم کیا تھا۔ آج ہماری اس تنظیم میں ستر افراد ہیں جو یہاں کے بڑے شہروں تاشقند، سمرقند اور بخارا میں نئے مذہب کی تبلیغ کررہے ہیں۔"

یہودی ربی نے کہا "امریکا، روس، اسرائیل، بھارت اور دوسرے ملکوں نے ہمیں بڑی بڑی آفر دی ہے۔ یہ اپنی طرز کی ایک ایسی تنظیم ہے جس کی پشت پر کوئی چھوٹا بڑا ملک نہیں ہے۔"

دوسرے نے کہا "جی ہاں۔ ہم نے یہ تنظیم سیاسی جنگ لڑنے کے لئے نہیں صرف مذہبی جنگ جاری رکھنے کی خاطر قائم کی ہے۔"

"دنیا کا نقشہ اٹھا کر دیکھو تو اسلامی ممالک کی تعداد بڑھتی ہوئی نظر آتی ہے۔ بڑے بڑے مغربی ممالک ان اسلامی ملکوں کو محتاج اور پسماندہ رکھتے ہیں۔ انہیں آپس میں لڑا کر ان کی تعداد کم کرتے ہیں پھر بھی یہ کینسر کی طرح پھیلتے جارہے ہیں۔"

"دینِ اسلام کو اس طرح سے لڑانے اور مسلمانوں کو دین سے پھیرنے کا بس یہی طریقہ ہے جو ہم نے اختیار کیا ہے۔"

"بے شک، جس طرح لوہا لوہے کو کاٹتا ہے اسی طرح ایک نیا مذہب چودہ سو سال پرانے مذہب کو کاٹے گا۔"

"یہ ایسی جنگ ہے جس میں کوئی آتشی اسلحہ استعمال نہیں ہوگا۔ ہماری تنظیم میں چالیس حسین اور نوجوان لڑکیاں ہیں مسلمانوں کو اسلامی جمہوریہ کی جنت سے نکالنے کے لئے اور حوّا زادیاں آجائیں گی۔"

"اور یہ بات ہمارے حق میں ہے کہ ابھی اس ملک میں شراب پر پابندیاں عائد نہیں کی گئی ہیں۔ اوپیرا ہاؤس اور نائٹ کلبس وغیرہ ہیں۔ ہم ان کلبوں میں اضافہ کریں گے۔"

ربی نے کہا "میں نے امریکا اور اسرائیل سے صاف کہہ دیا ہے کہ ہم اپنی تنظیم میں کسی کی مداخلت نہیں چاہتے۔ چونکہ اسلام کو ختم کرنا بہت بڑی نیکی ہے۔ اس لئے وہ ہم سے دور رہ کر نیکی کرسکتے ہیں، ہماری ضرورت کے وقت ہمیں مالی امداد دے سکتے ہیں ورنہ ہماری تنظیم کسی کی محتاج نہیں ہے۔"

ٹیلی پیتھی جاننے والے روکی ہڈسن نے کہا "جب ہم یہاں آئے اور کام شروع کیا تو ہمیں منزل پالینا آسان نظر آیا لیکن اب مشکلات پیدا ہورہی ہیں۔ یہ سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ یہاں کے اکابرین کے دماغ پتھر کیسے ہوگئے ہیں۔ ہماری سوچ کی لہریں ٹکرا کر واپس آجاتی ہیں۔"

"اگر دو ایک ایسے ہوں تو سوچا جاسکتا ہے کہ وہ یوگا کے ماہر ہیں۔"

باربرا نکسن اس اجلاس میں خیال خوانی کے ذریعے موجود تھی وہ ایک فادر کی زبان سے بولی "میں باربرا بول رہی ہوں۔ میں نے بھی کئی اکابرین کے دماغوں میں جانے کی کوششیں کیں مگر ناکام رہی۔ یہ سب کے سب یوگا کے ماہر نہیں ہوسکتے۔ مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ان کی دماغوں کو لاک کرکے ہمارا راستہ روک دیا ہے۔"

ربی نے کہا "مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے فرہاد اور اس کے ساتھی ہی ہوسکتے ہیں ہمیں یہ معلوم کرنا ہوگا کہ ان دشمنوں میں سے کون ازبکستان میں موجود یا مصروف ہے؟"

باربرا نے کہا "جیری ہاک اس سلسلے میں چھان بین کررہا ہے جو بھی مشکوک دکھائی دیتا ہے اس کی دماغ میں جھانک کر دیکھتا ہے۔ میں اور روکی بھی مختلف دماغوں میں جاتے رہتے ہیں، آخر کسی نہ کسی کے دماغ میں اس کا سراغ ضرور ملے گا۔"

اجلاس میں گفتگو ہورہی تھی اسی دوران جیری ہاک نے ہندو ہپناٹزم کرنے والے کے پاس آکر کورڈز ادا کئے پھر کہا "مہاشکتی راج! ہمارے ساتھیوں سے کہو۔ میں تمہاری زبان سے ایک اہم خبر سنانے آیا ہوں۔"

مہاشکتی راج نے کہا "آپ لوگ ذرا خاموش ہوجائیں اور مجھ پر توجہ دیں، جیری ہاک میری زبان سے ایک اہم خبر سنا رہا ہے۔"

جیری نے کہا "اور یہ ہم سب کے لیے بری خبر ہے۔ فرہاد علی تیمور کوئی آدھے گھنٹے میں تاشقند پہنچنے والا ہے۔"

"کیا یہ پکی خبر ہے؟"

"جی ہاں، میں اس فرانسیسی ٹیم کے لیڈر جیکی ہارپ کے دماغ میں تھا۔ جیکی ہارپ اپنے ایک آدمی سے کہہ رہا تھا۔ فرہاد صاحب اس کے جاسوس ببولا اینڈرسن کے میک اپ میں رہیں گے اور اصل ببولا چور راستے سے سرحد پار کرکے فرانس واپس چلا جائے گا۔"

میں پہلے بیان کرچکا ہوں کہ میں نے قانونی طور پر ازبکستان میں قیام کرنے کے لئے فرانس کی ایک سراغرسانوں کی ٹیم سے رابطہ کیا تھا اور ہمارے درمیان یہ طے پایا تھا کہ میں ایک اہم فرانسیسی جاسوس ببولا اینڈرسن کی صورت میں وہاں رہوں گا۔ میں نے ببولا کا بہروپ اختیار کرلیا تھا پھر مجھے پتا چلا کہ ببولا دشمنوں کی ایک آلۂ کار لولیتا کے عشق میں گرفتار ہے۔

لولیتا کا تعلق اسی متحدہ مذہبی فرنٹ سے تھا۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے جیری ہاک کو یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ میں ببولا بن کر لولیتا سے عشق کروں گا اور اس کے خیالات پڑھوں گا تو مجھے معلوم ہوجائے گا کہ لولیتا کا تعلق نئے مذہب دینِ انسان سے ہے اور اس مذہب کے پیچھے تین ٹیلی پیتھی جاننے والے چھپے ہوئے ہیں۔

اس راز کے فاش ہونے سے پہلے ہی جیری نے لولیتا کو قتل کردیا اور ببولا کے دماغ میں بھی گھس کر اسے زندہ جل جانے پر مجبور کردیا۔ اس اجلاس میں جیری کی رپورٹ سننے کے بعد سب نے اتفاقِ رائے سے یہ کہا کہ ایسی صورت میں لولیتا کو مار ڈالنا ہی بہتر تھا ورنہ فرہاد اس تنظیم متحدہ مذہبی فرنٹ کی اصلیت تک پہنچ جاتا۔

جیری نے کہا "فرہاد ابھی ببولا کے روپ میں ہے اور اس گاڑی میں تاشقند سے واپس جارہا ہے۔ اسے گھیر کر قتل کیا جاسکتا ہے۔"

روکی ہڈسن نے کہا "تم مجھے گاڑی کے ڈرائیور کے دماغ میں پہنچاؤ اور اپنے مسلح آلہ کاروں سے کہو وہ اس گاڑی کا تعاقب کریں۔"

وہ مجھے قتل کرنے کے اس منصوبے پر عمل کرنے لگے۔ یہ بھی میں بیان کرچکا ہوں کہ میں نے کیسی حکمتِ عملی سے اپنی جان بچائی تھی۔ پھر مجھے تاشقند واپس جانے کے لیے کارنول کے مالک یعقوب ہمدانی کی کار میں لفٹ مل گئی تھی۔ ہمدانی نے بتایا کہ ایک نامعلوم شخص اسے مجبور کررہا ہے کہ اس کے چھ آدمیوں کو کارنول میں ملازمت دی جائے اور ان کے جعلی کاغذات بنوائے جائیں ان کاغذات سے ثابت ہو کہ وہ چھ افراد کئی برسوں سے کارنول کے ملازم ہیں اور ازبکستان کے پیدائشی باشندے ہیں۔

اس سے صاف ظاہر تھا کہ وہ نامعلوم شخص کسی غیر ملک کا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ایجنٹ ہے یا کسی دشمن تنظیم کا اہم فرد ہے۔ چونکہ مختلف ممالک کے جاسوس اور مختلف دشمن تنظیمیں ازبکستان پہنچی ہوئی تھیں۔ اس لیے میرے ذہن میں یہ بات نہیں آئی کہ اپنے چھ آدمیوں کو کارنیول میں چھپانے کا ارادہ کرنے والا اسی متحدہ مذہبی فرنٹ سے تعلق رکھتا ہوگا اور وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا روکی ہڈسن ہوگا۔

میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ روکی فون کے ذریعے یعقوب ہمدانی سے گفتگو کرتا ہوگا اور اس کے دماغ میں بھی آتا جاتا ہوگا ایسی ہی آمدورفت کے دوران اسے معلوم ہوگیا کہ میں بھی ہمدانی کے کارنیول میں پناہ لینے آیا ہوں۔

میں نے اس کارنیول میں ہمدانی کے دشمنوں کو مار بھگایا تھا۔ وہ دشمن تو بھاگ گئے لیکن روکی ہڈسن نے بڑی کامیابی سے مجھے گھیر لیا۔ کارنیول کے احاطے کی چار دیواری پر اس کے مسلح آدمی کھڑے ہوگئے تھے۔ میرے لیے کہیں سے فرار کا راستہ نہیں چھوڑا تھا۔

میری پوزیشن یہ تھی کہ میں ایک اونچے اسٹیج پر کھڑا تھا۔ اسٹیج چاروں طرف سے کھلا ہوا تھا۔ یوں چاروں طرف سے مجھ پر گولیاں برسائی جاسکتی تھیں۔ میرے بالکل قریب ہمدانی کھڑا تھا۔ روکی کہہ رہا تھا کہ وہ مجھے جان سے نہیں مارے گا۔ صرف زخمی کرکے میرے دماغ پر قبضہ جمائے گا پھر مجھے ہمیشہ کے لیے اپنا معمول اور تابعدار بنالے گا۔

وہ کار کی چھت پر گن لیے کھڑا تھا اور میری طرف انگلی اٹھا کر لوگوں سے کہہ رہا تھا "یہ موجودہ صدی کا سب سے خطرناک شخص فرہاد علی تیمور ہے۔ اس کے سامنے روس اور امریکا ہار جاتے ہیں حتیٰ کہ اس کے پاس آکر موت بھی ہار جاتی ہے۔"

وہ اپنا سینہ ٹھونک کر کہہ رہا تھا "میں پہلا شخص ہوں کہ اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کے دماغ میں جاکر اپنی خیال خوانی کی حکومت قائم کرنے والا ہوں۔"

اس نے گن سیدھی کی۔ پھر مجھ سے کہا "فرہاد! تم یہ معلوم کرنے کے لئے بے چین ہوگے کہ میں نیا خیال خوانی کرنے والا کون ہوں اور کس ملک یا کس تنظیم سے تعلق رکھتا ہوں؟"

اس نے میری ایک ٹانگ کا نشانہ لیتے ہوئے کہا "میں صرف زخمی کررہا ہوں اگر ذرا بھی ہلوگے تو جان بھی جاسکتی ہے۔"

میرے پاس کھڑے ہوئے یعقوب ہمدانی نے کہا "تمہارا یہ دشمن سمجھ میں نہیں آیا۔ جب یہ تمہیں جان سے مار سکتا ہے تو پھر زخمی کیوں کررہا ہے؟"

اس سوال کا جواب ملنے ہی والا تھا۔ فائرنگ کی آواز گونجی گولی سنسناتی ہوئی آئی میں ایک دم اچھل کر ہمدانی پر آکر گرا۔ ایک چیخ بلند ہوئی پھر ہم دونوں ایک دوسرے سے لپٹے ہوئے اسٹیج پر گر پڑے۔ یہ درست ہے کہ یہ دنیا ایک اسٹیج ہے ہم سب پیدا ہوکر مرنے تک ایکٹنگ کرتے ہیں پھر اس اسٹیج سے ہمیشہ کے لیے چلے جاتے ہیں۔

دشمنِ جاں نے مجھے ہمیشہ کے لئے رخصت نہیں کیا۔ میں نے دماغ میں اس کی سوچ کی لہروں کو سنا۔ وہ قہقہے لگا رہا تھا اور کہہ رہا تھا "میں دنیا کا پہلا خیال خوانی کرنے والا ہوں کہ فرہاد کے دماغ میں فتح کے جھنڈے گاڑ رہا ہوں۔"

وہ پھر ایک بار قہقہہ لگا کر بولا "افسوس فرہاد! آج سے تمہاری غلامی کا دور شروع ہورہا ہے۔"

میں نے کراہتے ہوئے پوچھا "آہ! میری ٹانگ سے گولی نکالو۔ بڑی تکلیف ہورہی ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "گولی ٹانگ سے نکل جائے گی لیکن میں تمہارے دماغ سے کبھی نہیں نکلوں گا۔"

"تم..... تم کون ہو؟"

وہ بولا "یاد کرو' آج سے بہت عرصہ پہلے تم نے امریکا میں تین خیال خوانی کرنے والوں کو ٹریپ کرکے تاریک کمروں میں قید کیا تھا اور انہیں تنویمی عمل کے ذریعے اپنا معمول اور تابعدار بنایا تھا کیا تمہیں یاد ہے؟"

"ہاں' یاد ہے۔ ان میں سے ایک خیال خوانی کرنے والی کا نام باربرا نکسن' دوسرے کا نام جیری ہاک اور......"

"اور وہ تیسرا میں ہوں روکی ہڈسن' بولو تمہاری یہ بے چینی دور ہوگئی کہ میں کون ہوں اور کچھ بتاؤں؟"

میں نے کہا "ورنہ بتاؤ۔ میں باقی معلومات تمہارے دماغ میں آکر حاصل کروں گا۔"

وہ قہقہہ لگا کر بولا "لنگڑا گھوڑا کبھی نہیں دوڑتا' زخمی ٹیلی پیتھی جاننے والا فرہاد میرے دماغ میں خیال خوانی کی دوڑ نہیں لگا سکے گا۔"

میں اسٹیج کے فرش پر یعقوب ہمدانی کے ساتھ زخمی حالت میں پڑا ہوا تھا اور یہی میری چال تھی کہ میں زخمی نہیں تھا۔ زخمی یعقوب ہمدانی تھا۔

ابھی میں نے کہا تھا کہ یہ دنیا ایک اسٹیج ہے' ہم سب اپنی پیدائش سے لے کر موت تک ایکٹنگ کرتے رہتے ہیں ان لمحات میں میں نے بھی ایکٹنگ کی تھی۔ میں نے گولی چلانے والے روکی ہڈسن کی انگلی اور ٹریگر پر نظر رکھی تھی جیسے ہی انگلی نے ٹریگر پر حرکت کی میں ادھر اچھل پڑا میرے پاس کھڑے ہوئے ہمدانی کی ٹانگ میں گولی لگی! اسے گولی کھا کر گرنا ہی تھا اس سے پہلے ہی میں اچھل کر اس پر گرا اس سے لپٹ اسٹیج کے فرش پر گر پڑا۔

یوں میں نے فوری طور پر دو مقاصد حاصل کیے ایک تو روکی کو یہ سمجھنے پر مجبور کیا کہ گولی مجھے لگی ہے اور میں ہمدانی سے ٹکرا کر اس کے ساتھ گر پڑا ہوں۔ دوسرا فائدہ یہ ہوا کہ میں نے گرتے گرتے ہمدانی کے کوٹ کی اندرونی جیب سے بھرا ہوا ریوالور نکال لیا۔ یہ میں اس کی سوچ سے معلوم کرچکا تھا کہ اس نے اندرونی جیب میں ریوالور چھپا رکھا ہے اور اسے استعمال نہیں کررہا ہے کیونکہ چاروں طرف سے ہم گھرے ہوئے ہیں۔

گولی لگتے ہی ہمدانی چیخ پڑا تھا۔ وہ لحاتی چیخ سن کر روکی یہ سمجھ نہ پایا کہ ہمدانی زخمی ہوکر چیخ پڑا ہے۔ روکی کو تو یہ سب سے بڑا اعزاز حاصل ہونے والا تھا کہ وہ فرہاد کے دماغ کے اندر پہنچ گیا ہے۔

اور میں نے اسے اپنے دماغ میں آنے کی کھلی چھٹی دے دی۔ تکلیف سے کراہتے ہوئے یہ تاثر دینے لگا جیسے گولی لگنے کی اذیت برداشت کرنے کی کوشش کررہا ہوں۔ روکی جیت کے نشے میں سرشار تھا۔ قہقہے لگا رہا تھا اور حقارت سے کہہ رہا تھا کہ آج سے میری غلامی کا دور شروع ہورہا ہے۔

میں نے صرف اتنا معلوم کیا کہ اس کے ساتھ دو اور خیال خوانی کرنے والے ہیں۔ اب وہ کہاں ہیں؟ کیا کرتے پھر رہے ہیں؟ یہ باتیں وہ کبھی نہ بتاتا۔ لہٰذا مزید معلومات کے لیے اس کے دماغ میں پہنچنا ضروری ہوگیا تھا۔ میں اسٹیج کے فرش پر اچانک ہی کروٹ بدل کر روکی کی طرف گھوم گیا وہ گاڑی کی چھت پر گن لیے کھڑا تھا۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ گولی چلتے ہی وہ اچھل کر چھت پر سے نیچے زمین پر آ گرا۔ میں نے ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے زمین پر سے اٹھایا۔ اس کے مسلح ماتحت بھی اسے سہارا دینے آئے تھے۔ میں نے اس کی زبان سے بلند آواز میں کہا "خبردار! میرے حکم کے بغیر کوئی گولی نہ چلائے۔"

تمام دشمنوں کی گنیں مجھ پر مرکوز ہوگئی تھیں۔ روکی کے ایک حکم پر مجھے اور ہمدانی کو گولیوں سے چھلنی کردیا جاتا لیکن روکی کی زبان سے خلاف توقع حکم سن کر وہ ہمیں نشانے پر رکھ کر ساکت ہوگئے تھے جیسے بے جان مجسمے تھے۔ صرف روکی کے اشاروں پر کٹھ پتلیوں کی طرح حرکت کرسکتے تھے۔

روکی کا ایک پیر زخمی ہوا تھا۔ میں نے اسے دوبارہ کار کی چھت پر چڑھا دیا پھر اس کے حلق سے چیخ کر کہا "یہ فرہاد بہت خطرناک ہے۔ میں نے ابھی اس کے دماغ میں جاکر یہ معلوم کیا ہے کہ اس کی ایک چھوٹی سی خفیہ فوج نے کارنیول کو چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے اگر ہم ایک بھی گولی چلائیں گے تو پھر وہ ہمیں یہاں سے زندہ واپس جانے نہیں دیں گے۔ میں حکم دیتا ہوں' یہاں سے فوراً بھاگ چلو۔"

جو مسلح دشمن کارنیول کی دیواروں پر چڑھے ہوئے تھے وہ فوراً ہی دوسری طرف چھلانگیں لگاتے ہوئے نظروں سے اوجھل ہوگئے۔ روکی کی گاڑی دوسری سمت گھوم گئی اور کارنیول کے احاطے سے باہر جانے لگی ذرا سی دیر میں میدان صاف ہوگیا میں نے اسٹیج پر کھڑے ہوکر کہا "دوستو! خطرہ ٹل گیا ہے۔ مسٹر ہمدانی زخمی ہیں انہیں فوراً طبی امداد پہنچاؤ۔"

کتنے ہی لوگ دوڑتے ہوئے آئے اور ہمدانی کو اٹھا کر لے

زندگی کے نشیب و فراز
گناہ و ثواب
اندھیروں اور اجالوں
وقت اور حالات کے بھنور میں جنم لینے والی ایک
بصیرت افروز کہانی۔

غلام روحیں

میاں شاہد علی کی داستانِ حیات۔ سب رنگ ڈائجسٹ میں شائع ہونے والی سلسلہ وار کہانی جو پہلی بار کتابی شکل میں منظرِ عام پر آئی ہے
ایک مجبور اور بے بس شخص کی الم انگیز کہانی۔ اس نے جرم و گناہ کے راستوں کو اپنانے سے انکار کیا تو مجرم بنا کر اسے جیل کی آہنی سلاخوں کے پیچھے پھینک دیا گیا۔ قسمت نے اُسے گھر بار اور والدین کے سائے سے محروم کردیا۔!!
وہ جیل سے رہا ہوکر باہر آیا تو اُس کا سینہ فگار تھا۔ انتقام کے شعلے اُس کے وجود کو جھلسا رہے تھے۔ لیکن — ایک دوست نے اس کی رہنمائی ایک مردِ کامل کے آستانے تک کردی۔!!
وہ عشقِ حقیقی میں ڈوب گیا۔ اس نے اپنی آنکھیں بند کیں تو قلب روشن ہوگیا۔ لیکن ایک اچانک حادثے نے ماضی کے زخموں کو کرید کر پھر ہرا کردیا تو اس نے تڑپ کر آنکھیں کھول لیں۔!!
تاریک راہوں کی گھٹن سے ابھرنے والی ایک خوبصورت اور عبرت انگیز داستان۔

قیمت:- ۲۰ روپے

ملنے کا پتہ
کتابیات پبلیکیشنز، پوسٹ بکس نمبر ۲۳، کراچی

itsurdu.blogspot.com

گئے۔ سمورا زویکوف مسکراتی ہوئی آئی پھر میرے ایک بازو کو تھام کر بولی "او مائی گڈنس۔ تم فرہاد علی تیمور ہو؟ تمہیں چھو کر بھی یقین نہیں آرہا ہے۔"

"اسے چھونا نہیں کہتے' تم نے تو سختی سے پکڑا ہوا ہے۔"

وہ ہنسنے لگی میں نے کہا "مائیک کے ذریعے اعلان کرو تاکہ ٹکٹ کاؤنٹرز کھول دیے جائیں اور تماشائی تفریح کے لیے یہاں آئیں۔"

"آؤ دفتر میں چلیں۔"

وہ میرا بازو اسی طرح تھام کر اسٹیج سے نیچے آئی پھر بولی "میں چھ برس تک ماسکو میں رہ چکی ہوں وہاں پہلی بار تمہارا ذکر سنا تھا۔"

"وہاں کس سے ذکر سن لیا؟"

وہ مسکراتے ہوئے بولی "اب تو تمہیں سچ بتانا ہی ہوگا۔ ورنہ کب میرے دماغ میں گھس آؤ گے' مجھے پتا بھی نہیں چلے گا۔"

دفتر میں پہنچنے سے پہلے ہی ہمدانی نے مائیک کے ذریعے اعلان کیا "میرے دوستو! اور وفادارو! میں خیریت سے ہوں' کارنیول کا گیٹ کھول دو اور لوگوں کو اندر آنے دو۔ مسٹر فرہاد! آپ کہاں ہیں؟ میں انتظار کر رہا ہوں۔"

میں نے اس کے پاس آکر کہا "میں حاضر ہوں۔"

وہ اٹھ کر مصافحہ کرنا چاہتا تھا۔ میں نے اٹھنے نہیں دیا اس نے پھر اٹھنے کی کوشش کی۔ پھر حیران ہو کر بولا "یہ مجھے کیا ہو گیا ہے؟ میں اٹھنا چاہتا ہوں مگر بیٹھا رہ جاتا ہوں۔"

سمورا ہنس کر بولی "مسٹر فرہاد نے تمہیں ٹیلی پیتھی کے ذریعے بٹھا رکھا ہے۔ شاید یہ چاہتے ہیں کہ تم زخمی حالت میں نہ اٹھو۔"

میں نے ہمدانی پر جھک کر اس کے شانے کو تھپکتے ہوئے کہا "اٹھنا اور مصافحہ کرنا ضروری نہیں ہے۔ تم آرام کرو' میں تھوڑی دیر بعد تمہارے پاس آؤں گا۔"

"جاؤ لیکن میں سمورا سے زیادہ حسین ہوتا تو اسی کمرے میں رہ جاتے۔"

میں ہنستا ہوا سمورا کے ساتھ دوسرے کمرے میں آیا پھر بولا۔ "اپنے متعلق کچھ بتا۔ نہ۔ نہ۔ پہلے ایک کپ گرم کافی پلاؤ۔"

"یعنی اتنی دیر میں تم میرے چور خیالات پڑھو گے؟"

"ہرگز نہیں۔ میں اس دشمن کے پاس جا رہا ہوں جو ابھی یہاں سے گیا ہے' وہ کمبخت پلٹ کر آسکتا ہے۔"

وہ کافی لانے چلی گئی۔ میں روکی ہڈسن کے اندر پہنچ گیا۔ وہ کارنیول سے دور جا کر رک گیا تھا۔ ایک حواری نے اس کے زخمی پیر کی مرہم پٹی کی تھی۔ جب سے میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑا تھا تب سے وہ پریشان ہو کر سوچ رہا تھا' اب کیا کرے؟ کہاں جا کر چھپے؟ اب وہ دنیا کے کسی گوشہ میں' پاتال میں اور سمندر کی اتھاہ گہرائیوں میں بھی چلا جائے گا تب بھی فرہاد سے چھپ نہیں سکے گا۔

اس کی سوچ کہہ رہی تھی "او گاڈ! اس دنیا میں ہر ذی روح کو موت آتی ہے' فرہاد کو کیوں نہیں آتی۔ بہترین منصوبہ بندی کرو' اس کی شہ رگ پر خنجر رکھو۔ تب بھی زندہ رہ جاتا ہے۔ فرار کے تمام راستے مسدود کردو تب بھی وہ گرفت سے نکل جاتا ہے' آخر اس میں کیا بات ہے جو ہم میں پیدا نہیں ہوتی؟"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "ہم اُلّو کے پٹھے ہیں خداوند کریم کی عطا کردہ ذہانت سے بروقت کام لینا نہیں جانتے۔"

وہ قائل ہو کر سوچنے لگا "یہ درست ہے' فرہاد کے چاروں طرف موت تھی۔ بچنے کی کوئی صورت نہیں تھی لیکن وہ ایسے اعصابی تناؤ اور انتہائی مایوسیوں کے لمحات میں بھی پوری ذہنی صلاحیتوں سے سوچنا اور حالات سے نمٹنا جانتا ہے۔ اس کے ذہن نے سوچ لیا تھا کہ وہ یقینی موت کے سامنے صرف میرے ہی دماغ پر قبضہ جما کر زندہ رہ سکتا ہے اور میرے دماغ تک پہنچنے کے لیے اس نے جو چال چلی وہ قابل تعریف ہے۔"

روکی جس گاڑی میں بیٹھا سوچ رہا تھا۔ اس میں ہپنا ٹائز کرنے والا مہا شکتی راج بھی تھا۔ وہ روکی کے ساتھ اس لیے کارنیول تک آیا تھا کہ ان سب کو میرے اسیر ہو جانے کا یقین ہو گیا تھا۔ شکتی راج نے روکی سے کہا تھا "جیسے ہی تم اسے زخمی کر کے دماغی کمزوری میں مبتلا کرو گے' میں اسے کارنیول کے کسی خیمے میں لے جا کر اس پر تنویمی عمل کروں گا اور اسے تمہارا تابعدار بنا دوں گا۔"

وہ لوگ مجھے غلام بنانے کے لئے بڑی تیاریوں کے ساتھ آئے تھے اور بڑی ذلت آمیز شکست کھا کر کارنیول سے دور ایک جگہ گاڑی روکے سوچ رہے تھے کہ اب کیا کرنا چاہیے؟

شکتی راج نے کہا "اب سوچنے کے لیے کیا رہ گیا ہے۔ تم تمام مسلح کرائے کے آلہ کاروں کو حکم دیا کہ وہ کارنیول سے بھاگ جائیں اور وہ بھاگ گئے۔ اب کیا اکیلے جا کر فرہاد سے پنجہ لڑاؤ گے؟"

روکی نے کہا "شکتی راج! میں نے اپنے لوگوں کو بھاگنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ فرہاد نے انہیں بھگایا ہے۔"

"کیوں جھوٹ بولتے ہو' میں نے اپنی ان دو آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سنا ہے' تم نے چیخ چیخ کر اپنی زبان سے حکم دیا تھا۔"

"بھئی' سمجھا کرو۔ فرہاد میری زبان سے بول رہا تھا۔ یہ ٹیلی پیتھی کا ایک طریقۂ کار ہے۔"

"تم نے تو کہا تھا کہ وہ تمہارے دماغ میں نہیں آسکے گا پھر تمہاری زبان پر کیسے آگیا تھا؟"

"تمہیں ہم سب نے سمجھایا ہے کہ اپنے بدن سے زہریلا خون نکالا کرو۔ زہریلے خون کی گرمی سے تمہارا دماغ زیادہ سوچنے کے قابل نہیں رہتا ہے۔ بھئی جب میں نے فرہاد کو زخمی کر کے اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی تھی تو کیا وہ مجھے زخمی کر کے میرے دماغ میں نہیں آسکتا ہے؟ آسکتا ہے۔ بلکہ آگیا ہے اور شاید اس وقت بھی ہمارے دماغوں میں ہے۔"

"تم اپنی بات کرو' وہ میرے دماغ میں کیوں آئے گا۔ ویسے سچ سچ بتاؤ' کیا وہ میرے اندر بھی آسکتا ہے؟"

"ہاں' اپنے دماغ کا انشورنس کراؤ گے تب بھی وہ آئے گا۔ پلیز یہ سوچو کہ ہمیں اپنی ٹیم کے تمام اہم افراد سے ملنا چاہیے یا نہیں؟"

"ضرور ملنا چاہیے۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ فرہاد ہمارے دماغوں سے ان کے دماغوں میں بھی جائے گا؟"

"ہاں' یہی اندیشہ ہے ویسے میں نہ جانا چاہوں تب بھی وہ مجھے جبراً ہمارے تمام اڈوں میں لے جائے گا۔ میں اسی انتظار میں ہوں دیکھنا چاہتا ہوں کہ وہ مجھ پر جبر کرے گا یا مجھے میرے حال پر چھوڑ دے گا۔"

وہ دونوں سوچنے لگے' ان کی باتوں سے یہ معلوم ہوا کہ مہا شکتی راج ایک زہریلا آدمی ہے۔ یقیناً وہ تنویمی عمل کے دوران کسی بھی معمول پر اپنی زہریلی آنکھوں اور زہریلے لب و لہجے کے ذریعے غالب آتا ہوگا۔ میں چپکے سے اس کے دماغ میں آیا۔ وہ یوگا کا ماہر نہیں تھا لیکن اس کے زہریلے دماغ میں بے چینی سے پیدا ہوگئی تھی۔

پارس کی زہریلی محبوبہ ماریا کے ساتھ بھی یہی ہوتا تھا۔ اسے یوگا میں مہارت حاصل نہیں تھی اس کے باوجود اپنے دماغ میں پیدا ہونے والی بے چینی سے سمجھ لیتی تھی کہ اس کے خیالات پڑھنے کوئی آیا ہے۔ سونیا نے ٹریننگ کے دوران اسے ایسے حالات میں سانس روکنے کی تربیت دی تھی۔ بہرحال شکتی راج اس لیے سانس نہیں روک سکتا تھا کہ وہ نشے کا عادی تھا۔ جب تک کوئی سانپ اسے ڈستا نہیں تھا اس پر نشہ طاری نہیں ہوتا تھا۔

میں اس کے چور خیالات پڑھ رہا تھا اور وہ روکی سے کہہ رہا تھا "میرے اندر کچھ ہو رہا ہے' عجیب بے چینی سی ہو رہی ہے۔"

"شاید وہ تمہارے اندر ہے۔ فرہاد! مسٹر فرہاد! اگر تم موجود ہو مجھ سے باتیں کرو۔"

وہ شکتی راج کو پکڑ کر جھنجوڑتے ہوئے مجھے مخاطب کر رہا تھا۔ شکتی راج نے خود کو چھڑاتے ہوئے کہا "اے بھائی روکی! تمہارا دماغ چل گیا ہے؟ مجھے فرہاد کہہ رہے ہو اور پکڑ پکڑ کر ہلاتے جا رہے ہو۔"

"میں تمہیں نہیں تمہارے اندر چھپے ہوئے فرہاد کو پکار رہا ہوں۔ تم بھی اس سے التجا کرو کہ ہم سے سمجھوتا کرلے۔"

"روکی! میں پہلے جیسا اکیلا ہوں میرے اندر کوئی نہیں ہے۔"

"ہے' ابھی تم نے کہا تھا کہ تمہارے اندر بے چینی ہو رہی ہے ذرا غور سے محسوس کرو' یہ بے چینی نہیں فرہاد ہے۔"

"میرا دماغ خراب نہ کرو۔ جب مجھے نشے کی طلب ہونے لگتی ہے تو ایسی ہی بے چینی سی پیدا ہوتی ہے۔ مجھے فوراً میرے کاٹیج میں پہنچاؤ' میرا سانپ بھوکا ہوگا۔ آج اسے دودھ نہیں پلایا ہے' میں جاؤں گا اس کے سامنے پیالے میں دودھ رکھوں گا خود کو ڈسواؤں گا پھر اسے دودھ پینے کے لیے چھوڑ دوں گا۔"

روکی نے اپنا سر پیٹ کر کہا "او گاڈ! میں نے تمہیں اپنے ساتھ لا کر حماقت کی ہے۔ کیا تمہیں اس خطرے کا ذرا بھی احساس نہیں ہے کہ ہمارے دماغوں میں ایک انتہائی زہریلا سانپ گھسا ہوا ہے۔"

"دیکھو روکی! اگر وہ ہمارے اندر ہوتا تو ہم اتنی آزادی سے یہاں بیٹھے نہ رہتے' وہ ہمیں تگنی کا ناچ نچاتا رہتا۔"

"ہاں' میں بھی خود کو آزاد محسوس کر رہا ہوں لیکن اس نے مجھ سے انتقام کیوں نہیں لیا؟"

"ارے کوئی دشمن تمہیں قتل نہیں کرے گا تو کیا تم اس سے لڑو گے کہ وہ قتل کیوں نہیں کر رہا ہے؟ عجیب احمق ہو۔"

"احمق تم ہو۔ یہاں بات قتل کرنے کی نہیں اپنا تابعدار بنانے کی ہے۔ وہ مجھے تابعدار اور اپنا آلۂ کار کیوں نہیں بنا رہا ہے؟"

"تم اتنے ہی بے چین ہو تو اپنی ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کے پاس جاؤ اور گڑگڑا کر کہو کہ وہ تمہیں اپنا غلام بنا لے یا تمہیں مار ڈالے۔ کسی طرح بھی تمہیں تڑپنے اور بے چین ہوتے رہنے سے بچا لے۔"

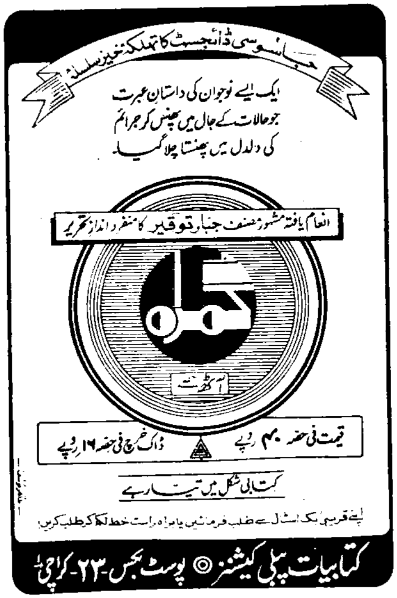

روکی نے ایک ماتحت سے کہا "گاڑی چلاؤ' شکتی راج کے کامپج چلو۔"

گاڑی اسٹارٹ ہوکر آگے بڑھ گئی۔ روکی سوچ رہا تھا فرہاد کو خیال خوانی کے ذریعے مخاطب کرنا نادانی ہوگی۔ وہ ضرور کسی دوسرے اہم معاملہ میں الجھ گیا ہے اسی لیے مجھے عارضی طور پر چھوٹ مل گئی ہے۔ مجھے اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ فوراً ہی اپنی ٹیم کے تمام اہم افراد کو فرہاد کے بڑھتے ہوئے خطرے سے آگاہ کردینا چاہیے۔"

اس نے آنکھیں بند کرکے خیال خوانی کی پرواز کی لیکن زخمی ہونے کے باعث دماغی کمزوری کا احساس ہوا۔ میں چاہتا تھا کہ وہ اپنے لوگوں سے رابطہ کرے اس لیے میں نے روکی کے اندر پھر خیال خوانی کی تحریک پیدا کی۔ پھر اس کے دماغ میں توانائی کا اضافہ کیا تو وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک ساتھی جیری ہاک کے دماغ میں پہنچ گیا۔

وہ سانس روکنا چاہتا تھا روکی نے مخصوص کوڈ ورڈز ادا کیے پھر کہا "میں روکی اینڈرسن بول رہا ہوں' بڑی گڑبڑ ہوگئی ہے۔"

"صاف اور سیدھی بات کرو۔ تمہید نہ باندھو' کس قسم کی گڑبڑ ہوئی ہے؟"

"فرہاد میری گرفت میں آتے آتے نکل گیا ہے۔ اس کمبخت نے مجھے زخمی کردیا ہے۔ وہ میرے دماغ میں بھی آیا تھا۔"

"کیا بکواس کررہے ہو۔ وہ دشمن تمہارے دماغ میں آنے لگا ہے اور تم ایسے وقت میرے دماغ میں آئے ہو اسے میرے بھی دماغ میں پہنچا رہے ہو۔ میں سانس روکنے سے پہلے تمہیں سمجھا رہا ہوں کہ میرے بعد ہماری ٹیم کے اور کسی فرد سے رابطہ نہ کرنا۔"

"ٹھہرو' سانس نہ روکو۔ ابھی فرہاد میرے دماغ میں نہیں ہے۔ تمہارے لئے کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

"تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ ابھی وہ ہمارے درمیان نہیں ہے؟"

"میں یقین سے کہتا ہوں وہ کسی دوسرے معاملے میں بے حد مصروف ہے۔ میں اس موقع سے فائدہ اٹھاکر تمہیں صورتِ حال سے آگاہ کررہا ہوں۔"

جیری نے سانس روک لی۔ روکی دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ پھر جیری نے اس کے اندر آکر کہا "روکی! تم نے میرے پاس آنے کی زبردست حماقت کی تھی اس لیے میں تمہیں اپنے اندر سے نکال کر تمہارے اندر آیا ہوں تاکہ فرہاد موجود ہو تو وہ تمہارے ذریعے میرے دماغ میں چھپ کر نہ رہ سکے۔"

"یہ تم نے اچھا کیا۔ پلیز فرہاد کو اپنے دماغ سے دور رکھنے کی کوئی تدبیر بتاؤ۔"

"تدبیر سوچنے پھر اس پر عمل کرنے میں وقت لگتا ہے۔ پتا نہیں فرہاد اب تک تمہارے دماغ سے کیا کچھ معلوم کرچکا ہے۔ وہ تمہیں خاموشی سے مجبور کرتا رہے گا اور تم انجانے میں ہمارے تمام راز اس کے سامنے اگلتے رہو گے۔"

ابھی تھوڑی دیر پہلے جب روکی' جیری کے دماغ میں گیا تھا تب میں بھی جیری کے اندر اس کے چور خیالات پڑھ رہا تھا۔ پہلے تو یہ معلوم کیا کہ وہ باربرا نکسن کے دماغ میں کن کوڈ ورڈز کے ذریعے جاتا ہے اور باربرا اس کے پاس آکر کون سے کوڈ ورڈز ادا کرتی ہے؟ ان دونوں کی رہائش کہاں ہے؟

فی الحال میں زیادہ معلومات حاصل نہ کرسکا کیونکہ جیری سانس روک کر روکی کے پاس آگیا تھا۔ یوں اس نے انجانے میں مجھے بھی اپنے دماغ سے باہر نکال دیا تھا۔ میں نے سوچا جیری روکی کے اندر ابھی موجود رہے گا اور میں روکی کو اپنی مرضی کے مطابق اپنا آلۂ کار نہیں بنا سکوں گا۔ بعد میں اس سے رابطہ کروں گا۔ یہ سوچ کر میں اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔

سمورا میرے سامنے بیٹھی مسکرا رہی تھی۔ مجھ سے بولی "میں تمہاری فرمائش کے مطابق کافی لے کر آئی تھی۔ تمہیں خیال خوانی میں مصروف دیکھ کر دروازے سے لوٹ گئی اب تھرماس میں کافی لائی ہوں۔ صبح تک خیال خوانی کرتے رہوگے تب بھی یہ ٹھنڈی نہیں ہوگی۔"

اس نے ایک پیالی میں کافی انڈیل کردی۔ میں نے اسے پیتے ہوئے پوچھا "تم مجھے اپنے متعلق کچھ سچ سچ بتانا چاہتی تھیں؟"

وہ بڑی رازداری سے بولی "میرا تعلق روس کی ملٹری انٹیلیجنس سے ہے۔ جن دنوں سونیا ماسکو میں تھی ان دنوں مجھے اس کی خفیہ نگرانی پر مامور کیا گیا تھا۔ میں نے تمہاری سونیا جیسی باکمال عورت آج تک نہیں دیکھی۔ یوں لگتا تھا جیسے اس کے دائیں بائیں آگے پیچھے آنکھیں ہی آنکھیں ہیں۔ میں ہمیشہ اس کی نگرانی کرنے میں ناکام رہتی تھی شاید اسے پتا چل جاتا تھا کہ ہم خفیہ جاسوس اسے مختلف ذرائع سے دیکھتے اور سنتے رہتے ہیں اس۔ جاسوسی کیمروں اور خفیہ آڈیو ریکارڈنگ سسٹم کو بھی ناکارہ بنا دیتا تھا۔"

میں نے کہا "وہ میری بیوی ہے اور تم اس کے متعلق مجھے بتا رہی ہو جبکہ تم نے اپنے بارے میں گفتگو شروع کی تھی۔"

"اوہ سوری۔ دراصل میں سونیا سے بہت متاثر ہوں بلکہ اس سے مرعوب ہوں' جب وہ ماسکو میں تھی اور ایک زہریلی لڑکی ماسکو۔۔۔۔"

"سمورا! تم پھر پٹری سے اتر رہی ہو' چلو میں ہی تمہیں پٹری پر لاتا ہوں۔ یہ بتاؤ روس کی ملٹری سروس چھوڑ کر کارنول میں کیا کررہی ہو؟"

"ظاہر ہے اپنے ملک کے لئے جاسوسی کررہی ہوں۔ رپورٹ حاصل کرتی رہتی ہوں کہ یہاں کی نئی اسلامی حکومت میں کیسے کیسے سیاستدان ہیں اور کتنے سیاستدان خریدے جاسکتے ہیں اور یہ کہ دوسرے ممالک سے آنے والے جاسوس یہاں کیا رول پلے کررہے ہیں اور کیسی کیسی غیر معمولی معلومات حاصل کررہے ہیں۔"

"تم جانتی ہو' میں مسلمان ہوں اور اس اسلامی ملک کے خلاف جاسوسی نہیں ہونے دوں گا۔ ایسے میں تم کیا کروگی؟"

وہ مسکراکر بولی "تمہارے سامنے سچ بولنے کا مطلب یہ ہے کہ میں ہتھیار ڈال چکی ہوں۔ تمہاری مرضی کے خلاف کوئی کام کروں گی تو اس میں ناکامی ہوگی۔ تم میری مخالفانہ چالوں کو میرے خیالات پڑھ کر معلوم کرلیا کروگے۔ سیدھی سی بات ہے میں دوست بن کر رہوں گی۔"

"ملٹری انٹیلیجنس کے اعلیٰ افسران تمہیں وفاداری تبدیل کرنے کی سزا دیں گے۔"

"کیا تم ان کے عذاب سے مجھے نہیں بچاؤ گے؟"

"جب تک یہاں موجود ہوں' تمہاری حفاظت کرتا رہوں گا لیکن یہاں سے جانے کے بعد دوسری مصروفیات میں گم ہوجاؤں گا تو میری عدم موجودگی تمہیں نقصان پہنچائے گی۔"

"تم جہاں جاؤ گے میں خدمت گزاری کے لیے ساتھ رہا کروں گی۔"

"میرے بیوی بچے بھی میرے ساتھ نہیں رہ پاتے۔ ابھی کل تک پارس میرے ساتھ تھا لیکن حالات نے اچانک ہمیں جدا کردیا۔ میں ایسا مقدر لے کر پیدا ہوا ہوں کہ میرے ساتھ کوئی مستقل نہیں رہ پاتا۔"

"میں رہ کر دکھاؤں گی۔ میں تمہارا مقدر بدل دوں گی' ہمارے درمیان جدائی کا کوئی لمحہ نہیں آسکے گا۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "آج تک کوئی میرے معمولات میں تبدیلیاں نہیں لاسکا۔ اگر تم لاسکو تو چلو تمہاری ہی جیت ہوگی ورنہ ہارنا بہت مہنگا پڑے گا۔ بہت دل دکھے گا' نہ گھر کی رہو گی' نہ گھاٹ کی۔"

"تمہارے نام سے تو پہچانی جاؤں گی۔"

"میں ایک طرح سے تمہارا بچاؤ کرتا ہوں۔ تم اپنے کسی اعلیٰ افسر سے رابطہ کرو۔"

"میں افسر سے کیا کہوں گی؟ تمہارا ارادہ کیا ہے؟"

"تمہیں کچھ کہنا نہیں ہوگا۔ میں تمہاری زبان سے بولتا رہوں گا۔"

"میری اصلیت یعقوب ہمدانی کو معلوم نہیں ہے۔ میں اپنے سامان میں ایک ٹرانسیٹر چھپا کر رکھتی ہوں اور وہ سامان میرے خیمے میں ہے۔"

میں اس کے ساتھ دفتر سے باہر آیا پھر کارنول کے مختلف حصوں سے گزرتا ہوا اس کے خیمے میں پہنچ گیا۔ باہر بہت رونق تھی لوگ کھیل تماشوں میں حصہ لے رہے تھے۔ خیمے کے اندر خاموشی اور تنہائی تھی اس نے میری گردن میں بانہیں ڈال کر کہا "شاید میں نے آج تک کسی کو اپنی سانسوں کے قریب اسی لیے آنے نہیں دیا کہ میرے مقدر میں تم لکھے ہوئے تھے۔ مجھے یقین کرنے دو کہ میں نے تمہیں پالیا ہے۔"

میں نے تھوڑی دیر اسے یقین کرنے دیا پھر کہا "کام بہت ضروری ہے' اپنے افسر سے رابطہ کرو۔"

وہ اپنی ایک اٹیچی کے پاس گئی۔ میں بستر پر بیٹھ گیا۔ خیمے کے اندر ایک سنگل بیڈ' ایک کرسی اور عام استعمال کی دو چار مختلف چیزیں رکھی تھیں۔ وہ ایک ننھا سا ٹرانسیٹر لے کر آئی پھر بستر پر مجھ سے لگ کر بیٹھ گئی۔ رابطہ قائم کرنے لگی چند سیکنڈ کے بعد دوسری طرف سے کسی کی آواز آئی۔ سمورا نے کوڈ ورڈز ادا کیے ادھر سے بھی ایک افسر نے اپنے کوڈ ورڈز سنائے پھر کہا "سمورا! رپورٹ سناؤ۔"

وہ بولی "بہت بری رپورٹ ہے۔ یہاں فرہاد علی تیمور ہے۔"

"کیا تاشقند میں ہے؟"

"میرے دماغ میں ہے' مجھے تم سے رابطہ قائم کرنے پر مجبور کررہا ہے اور اب تمہارے دماغ میں آرہا ہے۔"

اس نے ٹرانسیٹر کو آف کیا۔ میں نے افسر کے پاس پہنچ کر کہا "ہیلو! میں فرہاد علی تیمور تم سے مخاطب ہوں۔"

وہ اپنی جگہ گم صم بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی "یہ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

پہاڑ اچانک ہمارے راستے میں آگیا ہے۔ ہمارے تمام منصوبے خاک میں مل جائیں گے۔ کوئی اور ٹیلی پیتھی جاننے والا ہوتا تو اس سے دوستی ہوجاتی' بہت سی شرائط پر سمجھوتا ہوجاتا لیکن یہ فرہاد تو ازل سے ہمارا دشمن ہے۔"

وہ میرے خلاف بے اختیار سوچ رہا تھا۔ پھر اس کے دماغ میں یہ بات آئی کہ میں اس کے یہ خیالات پڑھ رہا ہوں گا۔ وہ جلدی سے بولا "مسٹر فرہاد! آپ میرے پاس آئے ہیں' یہ میری خوش قسمتی ہے۔"

میں نے کہا "اور بد نصیبی بھی ہے۔ صبح ہونے تک اپنے پورے عملے کے ساتھ یہ ملک چھوڑ دو۔ صرف سمورا یہاں رہے گی' میں نے اس پر تنویمی عمل کرکے اسے اپنی فرمانبردار کنیز بنایا ہے۔ جب تنویمی عمل کا اثر ختم ہوگا تو وہ تمہارے پاس واپس چلی آئے گی۔"

"پلیز' آپ ہمارے متعلق ایسا دو ٹوک فیصلہ نہ کریں' ہم سے مذاکرات کریں' کوئی سمجھوتا کرلیں۔"

"سمجھوتے مجبوری کی حالت میں کیے جاتے ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے مجھے تمہارا محتاج نہیں بنایا ہے۔ صبح چھ بجے یہاں پائے گئے تو تم سب کے ذہنی توازن بگاڑ کر سائبریا کے پاگل خانے میں پہنچادوں گا۔"

میں نے رابطہ ختم کردیا۔ دماغی طور پر سمورا کے خیمے میں حاضر ہوگیا۔ اس نے پوچھا "کیا ہوا؟"

میں نے کہا "تمہارے افسر سے کہہ دیا ہے کہ میں تم پر تنویمی عمل کرکے اپنی تابعدار بناچکا ہوں۔ جب اس عمل کا اثر ختم ہوگا اور تم اپنے اختیار میں رہوگی تو ان کے پاس چلی جاؤ گی۔"

"یہ تم نے اچھا کیا۔ اب میں ان کی نظروں میں غدار نہیں رہوں گی۔ وہ مجھے تمہاری معمولہ اور مظلوم سمجھتے رہیں گے۔ اوہ' تمہارا جواب نہیں ہے۔ میں تمہارے ساتھ آزادی سے رہوں گی اور وہ لوگ سمجھیں گے میں تمہاری کنیز بن کر رہ رہی ہوں۔"

وہ بہت خوش تھی اور جی بھر کے خوشی کا اظہار کررہی تھی۔ انسان کو زندگی میں مسرتیں بہت کم ملتی ہیں۔ اس لیے ایک کو دوسرے سے مسرتیں ملتی ہوں تو ان تمام مسرتوں کو فراخ دلی سے دوسرے کی جھولی میں ڈالتے رہنا چاہیے۔ حاتم طائی بھی یہی کرتا تھا لیکن میں نے اس رات حاتم طائی بن کر بڑا نقصان اٹھایا۔ بڑی دیر تک روکی ہڈسن سے غافل رہا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ میری گرفت سے ہمیشہ کے لیے آزاد ہوگیا۔

دوسری صبح جب میں نے خیال خوانی کی پرواز کی اور روکی کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو میری سوچ کی لہروں کو اس کا دماغ نہیں ملا۔ وہ اب اس دنیا میں نہیں رہا تھا۔ طبعی موت مرچکا تھا یا پھر کسی نے اسے قتل کردیا تھا۔

مجھے یقین کی حد تک شبہ تھا کہ جیری ہاک نے اسے قتل کیا ہے۔ میں نے بارہا ایسے تماشے دیکھے ہیں۔ کسی تنظیم میں خواہ کتنا ہی اہم شخص ہو' اس اہم شخص سے اگر تنظیم کو نقصان پہنچنے والا ہوتا ہے تو اس کی اہمیت کو نظر انداز کرکے اسے موت کی نیند سلادیا جاتا ہے۔ روکی' باربرا' ہکمن کو بھی یہ اندیشہ کھانے لگا ہوگا کہ میں انہیں بھی اپنا معمول اور تابعدار بنالوں گا۔ ایسا وقت آنے سے پہلے ہی روکی کو ختم کردیا گیا تھا۔

جیری اور باربرا ایک بار میرے معمول رہ چکے تھے۔ میں پچھلی شام روکی کے ذریعے جیری کی آواز سن چکا تھا۔ اس کے اور باربرا کے کوڈ ورڈز بھی معلوم کرچکا تھا۔ اب انہیں ٹریپ کرنے کا یہی ایک راستہ رہ گیا تھا کہ میں جیری بن کر باربرا کے پاس جاؤں اور باربرا بن کر جیری کے دماغ میں جاکر اس کی کوئی بڑی کمزوری معلوم کروں۔

میں نے اسی مقصد کے لئے پہلے ہی دونوں کے کوڈ ورڈز معلوم کرلیے تھے۔ میں نے آنکھیں بند کیں' باربرا کے لب و لہجے کو ذہن میں دہرایا پھر پرواز کرتے ہوئے اس کے پاس پہنچ گیا۔ جیری کے لہجے میں کہا "ہیلو باربرا!"

وہ بولی "پلیز' کوڈ ورڈ؟"

میں نے وہی کوڈ ورڈز ادا کئے جو جیری نے اس کے پاس آنے کے لئے مقرر کئے تھے لیکن اس نے سانس روک لی۔ مجھے شبہ ہوا کہ وہ دھوکا کھانے سے پہلے ہوشیار ہوگئی ہے۔ پھر بھی میں نے دوسری کوشش کی ایک منٹ کے بعد پھر اس کے پاس آکر پوچھا "کیا بات ہے؟ میں جیری ہوں۔"

اس نے پھر سانس روک لی۔ اس بار میں نے باربرا کا لہجہ اختیار کیا اور جیری کے دماغ میں آیا۔ باربرا نے جو کوڈ ورڈز مقرر کیے تھے اسے سنایا۔ جیری نے فوراً ہی سانس روک لی۔ مجھے یقین ہوگیا کہ دونوں نے احتیاطی تدابیر پر عمل کرتے ہوئے اپنے درمیان نئے کوڈ ورڈز مقرر کیے ہیں اور یہ فرض کرلیا ہے کہ ان کے پرانے کوڈ ورڈز کے ذریعے دماغوں میں آنے والا فرہاد ہی ہوگا اور میں نے اپنی حرکتوں سے ثابت کردیا تھا۔

سمورا نے خیمے میں آکر پوچھا "کیا خیال ہے' آؤٹنگ کے لیے چلوگے؟"

"ہاں۔ میں تاشقند شہر اچھی طرح دیکھنا چاہتا ہوں۔"

میں نے ریڈی میڈ میک اپ کے ذریعے چہرے میں ذرا سی تبدیلی کی۔ سمورا نے پوچھا "کیا اس لیے خود کو چھپا رہے ہو کہ روکی تمہیں دیکھ کر گیا ہے؟"

"روکی اب اس دنیا میں نہیں ہے۔ دشمنوں نے اپنی سلامتی کے لیے اسے مار ڈالا ہے۔"

"اوہ گاڈ! انہوں نے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو مار ڈالا ہے۔ کیا اس کے ساتھ ایسا کوئی خاص آدمی تھا جس نے تمہیں کل رات یہاں دیکھا تھا؟"

سمورا کا سوال سن کر مجھے مہا شکتی راج یاد آیا۔ پچھلی بار جب

...اس کے دماغ میں تھا تو وہ بے چینی محسوس کررہا تھا اور یہ سمجھ ...تھا کہ نشے کی طلب کے باعث اس کے اندر بے چینی پیدا ہوگئی ...۔ وہ نشہ حاصل کرنے کے لئے خود کو سانپوں سے ڈسواتا تھا۔ ...اں اس نے رہائش اختیار کی تھی وہاں تین پٹاروں میں تین قسم ...کے زہریلے سانپ تھے جنہیں وہ دودھ پلاتا تھا۔ ہر روز ان میں سے ...ایک سانپ اسے ڈس لیا کرتا تھا۔

پچھلی رات روکی اس کے ساتھ اس کی رہائش گاہ میں آیا ...۔ اس وقت جیری ہاک روکی کے دماغ میں تھا اور یہ یقین کرنا ...چاہتا تھا کہ اس وقت میں روکی کے اندر موجود ہوں یا نہیں؟

میں وہاں سے چلا آیا تھا۔ اب تقریباً بارہ گھنٹے کے بعد مہا شکتی ...راج کے پاس گیا تو وہ پھر اپنے دماغ میں بے چینی محسوس کرنے لگا۔ ...اس کی سوچ کہہ رہی تھی "کیا پھر میرے دماغ میں جیری آیا ہے؟"

میں نے کہا "ہاں میں جیری بول رہا ہوں۔ یہ بتاؤ کل رات ...کی تمہارے ساتھ اس رہائش گاہ میں آیا تھا۔ وہ کہاں ہے؟"

"واہ' بہت خوب۔ تم مجھ سے پوچھ رہے ہو۔ میرے ہاتھوں ...نے اسے ہلاک کرلیا اور مجھ سے پوچھ رہے ہو؟"

میں نے اسے سوچنے پر مجبور کیا تو وہ پچھلی رات کے واقعات ...سوچنے لگا۔ وہ نشے کی طلب سے مجبور ہوکر اپنی رہائش گاہ میں آیا ...۔ اس کے ساتھ روکی تھا۔ جب وہ ایک پٹارہ کھول کر ایک ...سانپ نکالنے لگا تو روکی سہم کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس نے کہا۔ ...ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ سانپ میری گرفت میں ہے' یہ ...میری مرضی کے مطابق صرف مجھے ڈسے گا۔"

شکتی راج نے ایسا کہتے وقت اپنے اندر جیری ہاک کی آواز ...سنی۔ وہ کہہ رہا تھا "نہیں شکتی راج! یہ سانپ میری مرضی کے ...مطابق تم سے پہلے روکی کو ڈسے گا۔"

شکتی راج انکار کرنا چاہتا تھا لیکن خود کو بے بس محسوس کررہا ...تھا۔ وہ روکی سے کہنا چاہتا تھا "بھاگ جاؤ یہاں سے وہ دوسرا ٹیلی ...پیتھی جاننے والا تمہاری موت چاہتا ہے۔"

...وہ ایسا نہ کرسکا۔ جیری نے کہا "تمہارا دل' دماغ' تمہاری زبان ...اور تمہارا تمام جسم میرے قبضے میں ہے۔ دیکھو تم سانپ کو اس کی ...جانب لے جارہے ہو۔" وہ روکی کو ہلاک نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن ...بے اختیار سانپ کو اس کی طرف لے جارہا تھا۔ روکی اچھل کر کھڑا ...ہوگیا۔ سانپ کی ایسی دہشت تھی کہ کرسی سے اچھلتے ہی توازن قائم ...نہ رکھ سکا۔ فرش پر گر پڑا۔ پھر اسے اٹھنے کا موقع نہ ملا۔ شکتی راج ...نے سانپ کے منہ کو اس کی گردن پر رکھا۔ دوسرے ہی لمحے میں ...روکی کے حلق سے چیخ نکلی۔ تب جیری نے شکتی راج کے دماغ کو ...آزاد کر دی۔ وہ حیرانی سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر روکی کو دم ...توڑتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔

جیری نے کہا "شکتی راج! اسے بھول جاؤ اور یاد رکھو تمہیں ...نشے کی طلب ہورہی تھی۔"

مشہور مصنفین کی مختلف کتابیں

روشنی کے مینار
اسلام کے خاموش مبلغوں اولیائے کرام کے دلچسپ اور پُراثر واقعات ضیاء تسنیم بلگرامی کے قلم سے
قیمت ۱۴۰ روپے' ڈاک خرچ ۱۶ روپے

عظمت کے مینار
ضیاء تسنیم بلگرامی کے مضامین کا دوسرا مجموعہ
قیمت ۱۴۰ روپے' ڈاک خرچ ۱۶ روپے

ایمان کا سفر
محی الدین نواب کی ۱۰ معاشرتی کہانیوں کا مجموعہ وہ فن پارے' جن کی آپ کو تلاش ہے۔
قیمت ۱۰۶ روپے' ڈاک خرچ ۱۶ روپے

کچرا گھر
محی الدین نواب کی کہانیوں کا دوسرا مجموعہ جسے آپ آنکھوں سے نہیں دل سے پڑھیں گے
قیمت ۱۰۰ روپے' ڈاک خرچ ۱۶ روپے

آدھا چہرہ
محی الدین نواب کا پہلا طویل معاشرتی ناول۔ ان لوگوں کے لیے ایک تازیانہ جو پاکیزگی کے لبادے میں اپنا اصل چہرہ چھپا کر رکھتے ہیں
قیمت ۲۰۰ روپے' ڈاک خرچ ۲۴ روپے

کالی کہانیاں
جرائم' جادو' شیطان ازم' ارواح' طنز و مزاح' اسرار و خوف' سسپنس اور تجسس پر مبنی ۲۶ کہانیاں
قیمت ۳۰ روپے' ڈاک خرچ ۱۶ روپے

نک ویلوٹ کی بیویاں
مشہور ہے نک ویلوٹ جو بیش قیمت چیزیں چرا لے جاتا ہے
قیمت جلد اوّل ۴۰ جلد دوم ۴۰
ڈاک خرچ فی جلد ۱۶ روپے

کتابیات پبلی کیشنز
پوسٹ بکس ۲۳ سعید منزل لیمو یا اسٹریٹ آئی آئی چندریگر روڈ کراچی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

یہ منظر دیکھ کر وہ اور بھی نشے کا محتاج ہو گیا تھا۔ اس نے اس سانپ کو پٹارے میں رکھ کر بند کر دیا۔ اس کے پالتو سانپ ایک وقت میں ایک ہی بار ڈستے تھے' پھر دودھ مانگتے تھے۔ وہ دوسرا سانپ دوسرے پٹارے سے نکالتے ہوئے بولا "لیکن جیری صاحب! میں تو ابھی مدہوش ہو جاؤں گا۔ اس لاش کا کیا بنے گا؟"

"اس کی فکر نہ کرو۔ یہ غائب کر دی جائے گی۔"

شکتی راج نے اپنا منہ کھول کر زبان نکالی پھر مٹھی میں پکڑے ہوئے سانپ کو بالکل قریب لایا۔ سانپ نے اس کی زبان کو ڈس لیا۔ اس کے حلق سے ایک کراہ نکلی۔ اس نے فوراً ہی اسے پٹارے میں ڈال کر بند کر دیا۔ پھر لڑکھڑاتا ہوا آکر بستر پر گر پڑا۔ تھوڑی دیر بعد اسے ہوش نہیں رہا۔ وہ کھلی آنکھوں سے کمرے کو دیکھ رہا تھا لیکن نشے کی رنگین وادیوں کی سیر کر رہا تھا۔

دوسری صبح آنکھ کھلی تو یاد آیا کہ پچھلی رات وہ کیا کرتا رہا تھا۔ اس نے کرسی کی طرف دیکھا وہاں فرش پر رودکی کی لاش نہیں تھی۔ جیری کے آدمی اسے اٹھا کر لے گئے تھے۔ میں شکتی راج کے یہ خیالات پڑھ رہا تھا۔ جیری کے لہجے میں بولا "ہاں وہ لاش میرے آدمی لے گئے ہیں۔ تم متحدہ مذہبی فرنٹ کے ربی اور پادریوں کو فون کے ذریعے اطلاع دو کہ رودکی مارا گیا ہے۔"

"جیری صاحب! میں کیسے اطلاع دوں۔ آپ جانتے ہیں۔ ہم تمام اہم افراد ایک دوسرے کی رہائش گاہ اور فون نمبر نہیں جانتے ہیں' آپ ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمیں ایک دوسرے کی خبریں پہنچاتے ہیں اور کسی مقرر کی ہوئی جگہ ہمیں میٹنگ کے لیے بلاتے ہیں۔"

اس کی باتوں سے پتا چلا کہ وہ سب بہت محتاط ہیں کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن سے محفوظ رہنے کے لیے یہ طریقہ کار اختیار کیا ہے۔ چونکہ رودکی سب کے نام پتے اور فون نمبر وغیرہ جانتا تھا اور ان سے دماغی رابطہ بھی رکھتا تھا۔ اس لیے پہلی فرصت میں اسے مار ڈالا گیا تھا تاکہ اس تنظیم تک پہنچنے کا مجھے کوئی راستہ نہ ملے۔"

میں نے دماغی طور پر واپس آکر سمورا کو دیکھا' وہ بولی "خیال خوانی سے فرصت مل گئی ہے تو چلو۔"

"فرصت کہاں ملتی ہے؟ ہمارے دشمن سیر سے سوا سیر ہو جاتے ہیں۔ میں کبھی کبھی جیتنے والی بازی ہار جاتا ہوں۔"

"یہ تو میرے لیے دکھ کی بات ہے کہ میرے آتے ہی تمہارا کام بگڑ رہا ہے۔"

"اس میں شبہ نہیں ہے کہ تم میرا چال چلن بگاڑتی رہیں۔ اگر کل رات رودکی کے ساتھ لگا رہتا تو اس تنظیم کے تمام اہم افراد کے نام اور پتے معلوم کر لیتا۔"

وہ قریب آکر بولی "میں بہت بری ہوں کیا مجھے چھوڑ دو گے؟"

"نہیں' تم نے کام بگاڑا ہے' تم ہی اسے سنوارو گی۔ ابھی تاش کا ایک پتا ہاتھ میں ہے۔ میں نے جیری کے دماغ سے صرف کوڈ ورڈز ہی نہیں اس کی اور باربرا کی رہائش گاہوں کے پتے بھی معلوم کیے تھے۔ یقین تو نہیں ہے کہ وہ ان مکانوں میں ہوں گے۔ کوڈ ورڈز کی طرح رہائش بھی بدل دی ہوگی۔ پھر بھی چلو۔ میں پتا بتا رہا ہوں وہاں تک میری رہنمائی کرو۔"

ہم خیمے سے باہر آئے۔ یعقوب ہمدانی سے ملاقات ہو گئی اس نے سمورا سے کہا "تم نے میرے یار کو ایسا دیوانہ بنایا ہے کہ مجھے بھول گیا ہے۔ کہاں ہے وہ؟"

وہ بولی "تم یاری کا دعویٰ کرتے ہو اور یار کو نہیں پہچانتے ہو۔"

اس نے چونک کر مجھے دیکھا' پھر قریب آکر اور غور سے دیکھنے لگا۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا "ہمدانی! میں فرہاد ہوں۔"

وہ مجھ سے لپٹ کر بولا "کمال ہے' تم تو بالکل ہی بدل گئے ہو۔ کیا پھر دشمنوں سے سامنا ہو گا؟"

"خدا بہتر جانتا ہے۔ سامنا ہو سکتا ہے اسی لیے اتنی احتیاط سے باہر جا رہا ہوں۔"

ہم باتیں کرتے ہوئے سمورا کی کار کے پاس آئے۔ ہمدانی نے کہا "تمہارے آتے ہی مجھے تمام دشمنوں سے نجات مل گئی۔ میرا خیال ہے اب کوئی مجھے پریشان نہیں کرے گا۔"

"ایسی بات نہیں ہے' غیر ملکی ایجنٹوں کے چھپنے کے لیے تمہارا یہ کارنیول بہت ہی محفوظ پناہ گاہ ہے۔ تمہیں تو کچھ پتا ہی نہیں تھا؛ کل رات میں نے یہاں سے روسی جاسوسوں کو بھی بھگایا ہے؟"

اس نے حیرانی سے پوچھا "کیا واقعی؟ لیکن وہ بھاگنے والے جاسوس کون تھے؟ میں تو اپنے تمام ملازموں کو جانتا ہوں۔"

"وہ تمہارے ملازم نہیں تھے وہ سمورا اور دوسرے لوگ ملازموں کو ٹریپ کر کے انہیں حکومت کی خلاف جاسوسی اور تخریب کاری کے لیے استعمال کرنا چاہتے تھے۔"

"بھئی یہ کارنیول تو میرے لیے مصیبت بن رہا ہے' میرے دوست فرہاد! تم نہیں رہو گے تو میں دشمنوں کو کبھی پہچان نہ سکوں گا۔"

سمورا نے کہا "دشمنوں کو جلد ہی یقین ہو جائے گا کہ تمہارا کارنیول موت کا کنواں ہے۔ جو دشمن بن کر آئے گا وہ زندہ واپس نہیں جائے گا اور جو واپس گیا۔ وہ دوبارہ آنے کی جرأت نہیں کرے گا۔"

میں سمورا کے ساتھ کار میں بیٹھ کر جانے لگا۔ ہمدانی نے کہا "یار! جلدی واپس آنا' مجھے معلوم ہوا کہ تمہارے بغیر یہ کارنیول جاری نہیں رکھ سکوں گا تو میں تمہارے بغیر پیدا ہونے سے انکار کر دیتا۔"

ہم ہنستے ہوئے کارنیول کے احاطے سے باہر آگئے۔ سمورا ڈرائیو کر رہی تھی۔ اچھی خاصی سردی پڑ رہی تھی۔ چونکہ ہم اپنی زندگی کا زیادہ حصہ سرد علاقوں میں گزارتے رہے ہیں۔ اس لیے اس شدید سردی کے باوجود موسم خوشگوار لگ رہا تھا۔ میں نے سمورا کو سب سے پہلے باربرا کی رہائش گاہ کا پتا بتایا۔ وہ مجھے شہر کے ایک دور افتادہ حصے میں لے آئی۔ وہاں چھوٹے چھوٹے کاٹیج بنے ہوئے تھے اس نے ایک کاٹیج کے سامنے کار روک دی۔

میں نے کاٹیج کا نمبر پڑھا' وہی تھا' سمورا نے کہا "تم بیٹھو میں جاتی ہوں۔ ہو سکتا ہے وہاں تمہارے لیے جال بچھایا گیا ہو۔"

"جب یہ سمجھتی ہو کہ وہاں جال بچھایا جا سکتا ہے تو یہ بھی سمجھ لو میں یہاں آرام سے بیٹھ کر تمہیں وہاں جانے نہیں دوں گا۔"

"تم یہاں بیٹھ کر میرے دماغ میں رہ کر میری حفاظت کر سکتے ہو لیکن وہاں تمہیں کچھ ہو گیا تو میں تمہارے لیے کچھ نہیں کر سکوں گی۔"

وہ درست کہہ رہی تھی۔ میرا جواب سنے بغیر کار سے نکل کر کاٹیج کے احاطے میں گئی وہاں خاموشی اور ویرانی سی تھی جیسے اس کاٹیج میں کوئی رہتا ہی نہ ہو۔ سمورا نے برآمدے میں پہنچ کر دروازے کے ساتھ لگی ہوئی کال بیل کا بٹن دبایا۔ ذرا انتظار کیا پھر بٹن دبایا اندر سے کسی کی آہٹ بھی سنائی نہیں دے رہی تھی۔

اس نے تیسری بات بٹن دبایا۔ میں نے سوچ کے ذریعے کہا۔ "دروازے پر دستک دو۔"

اس نے دستک دینے کے لئے دروازے پر ہاتھ مارا تو وہ کھلتا چلا گیا۔ سمورا نے اسے پوری طرح کھول کر دیکھا۔ پھر چونک گئی کمرے کے وسط میں فرش پر ایک نوجوان لڑکی کی لاش پڑی تھی۔ وہ بولی "فرہاد! تم میرے اندر ہو؟"

"ہاں اور تمہارے ذریعے ایک لاش دیکھ رہا ہوں۔ اندر جاؤ کسی سے بھی سامنا ہو تو اسے بولنے پر مجبور کرنا تاکہ میں اس کے اندر پہنچ کر تمہیں اس سے محفوظ رکھ سکوں۔"

وہ محتاط انداز میں کمرے کے اندر آئی۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔ پھر وہ دوسرے کمرے میں گئی' باتھ روم' اسٹور روم اور کچن وغیرہ میں بھی جا کر دیکھ لیا۔ جب یقین ہو گیا کہ کاٹیج کے اندر اور باہر کوئی دشمن نہیں ہے۔ تو میں کار سے نکل کر اس کمرے میں آیا اس لاش کو دیکھا بڑی حیرانی ہوئی۔ وہ باربرا نکسن تھی۔

مجھے یقین نہیں آ رہا تھا۔ اس کے قتل ہونے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ میں نے یقین کرنے کے لیے خیال خوانی کی پرواز کی۔ میری سوچ کی لہروں کو باربرا کے دماغ میں پہنچنا چاہیے تھا لیکن وہ بھٹک رہی تھیں باربرا کا دماغ نہیں مل رہا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ دماغ والی اور اپنے مخصوص لب و لہجے والی اب اس دنیا میں نہیں رہی ہے۔

سمورا نے پوچھا "کیا اسے پہچانتے ہو؟ یہ کون ہے؟"

میں نے اس کے ساتھ کاٹیج سے باہر آتے ہوئے کہا "وہ باربرا کی لاش تھی۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے اس کی موت کا یقین کیا ہے۔"

ہم دونوں کار میں آکر بیٹھ گئے۔ وہ اسے اسٹارٹ کرنا چاہتی تھی۔ میں نے کہا "ٹھہرو۔ مجھے یقین کرنے کے بعد بھی یقین نہیں آ رہا ہے۔"

"یہ کیا بات ہوئی؟ کیا خیال خوانی کا علم غلط ہو سکتا ہے؟"

میں نے اسے ہاتھ کے اشارے سے خاموش رہنے کے لیے کہا پھر اپنی سوچ کی لہروں کو جیری تک پہنچایا۔ مزید حیرانی ہوئی۔ جیری بھی مردہ تھا۔ شاید وہ بھی قتل کیا گیا تھا۔

کیا مجھے یقین کرنا چاہئے کہ ایک تنظیم کی تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والے اس دنیا سے ایک ہی دن میں اٹھ گئے ہیں؟ رودکی کا قتل سمجھ میں آگیا تھا۔ میں اس کے ذریعے جیری اور باربرا کو بے نقاب کر سکتا تھا اس تنظیم کو تباہ کر سکتا تھا۔ اس لیے جیری نے اسے ختم کر دیا تھا لیکن جیری اور باربرا کو کس نے مارا؟ کیوں مارا؟ عقل تسلیم نہیں کرتی تھی کہ ایک تنظیم کے بے حد اہم ستون گرا دیے گئے ہیں۔

میں نے سمورا سے کہا "کیا تم یقین کرو گی کہ ان کا دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا جیری بھی قتل ہو چکا ہے؟"

جاسوسی ادب کی معیاری کتابیں کم سے کم قیمت میں
جاسوسی ناولوں کے مقبول ترین مصنف ایچ اقبال کے قلم سے
عمران سیریز
ایک جلد میں دو کتابیں ○ قیمت: ۲۰/- روپے
پرمود سیریز
ایک جلد میں دو کتابیں ○ قیمت: ۲۰/- روپے
آج ہی طلب فرمائیے
کتابیات پبلی کیشنز پوسٹ بکس ۲۳ کراچی ۱

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"اگر تمہاری ٹیلی پیتھی کہتی ہے تو پھر مان لینا چاہیے۔ بائی دی وے، تم یقین کیوں نہیں کر رہے ہو؟"

میں نے ونڈ اسکرین کے پار خلا میں تکتے ہوئے کہا "میں چاہوں تو میں بھی دشمنوں کو یقین دلا سکتا ہوں۔ ان کی سوچ کی لہریں بھی انہیں یقین دلائیں گی کہ فرہاد مر چکا ہے۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

"اگر کوئی مجھ پر تنویمی عمل کرے اور میرے دماغ سے میری اپنی آواز اور لہجے کو مٹا دے اور اس دماغ میں نیا لب و لہجہ نقش کر دے تو میرے پچھلے لب و لہجے کا سہارا لے کر آنے والی سوچ کی لہریں میرے دماغ تک نہیں پہنچیں گی کیونکہ وہ گم کر دی گئی ہیں۔ جو گم ہو جائے اس کے پاس سوچ کی لہریں بھلا کیسے پہنچیں گی؟"

"تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ باربرا اور جیری پر تنویمی عمل کیا گیا ہے ان کے دماغوں سے ان کی پیدائشی آواز اور لہجہ مٹا دیا گیا ہے تاکہ تمہاری سوچ کی لہریں بھٹکتی رہیں اور یقین کر لیں کہ وہ دونوں مر چکے ہیں۔"

"ہاں مجھے ایسا دھوکا دیا جا سکتا ہے بلکہ وہ دونوں زندہ رہ کر مجھے دھوکا دے رہے ہیں۔"

سمورا چونک گئی پھر چٹکی بجا کر بولی "سانچ کو آنچ کیا ہے۔ وہ لاش کمرے میں پڑی ہے ہم اس کے چہرے کو ٹٹول کر معلوم کر سکتے ہیں کہ وہ واقعی باربرا ہے یا اس پر باربرا کا میک اپ کیا گیا ہے۔"

"سمورا! فی زمانہ پلاسٹک سرجری کا میک اپ نہایت آسان ہو گیا ہے۔ جس طرح میں، سونیا، پارس اور علی تیمور اپنی کئی ہم شکل ڈمی تیار رکھتے ہیں اسی طرح باربرا نے بھی اپنی ڈمی کی لاش یہاں چھوڑی ہوگی۔ ہم جیری کی رہائش گاہ میں جائیں گے تو وہاں جیری کی ڈمی پڑی ہوگی۔ اب وہ پرانے زمانے کا میک اپ نہیں رہا ہے کہ جب چاہا وینشنگ کریم کے ذریعے میک اپ اتار کر بہروپیوں کی اصلیت معلوم کر سکیں۔"

یہ ہر طرح سے ثابت ہو چکا تھا کہ وہ دونوں مر چکے ہیں۔ اس کے باوجود کوئی بات کھٹک رہی تھی اور وہ بات کیا تھی جو میرے اندر اٹکی ہوئی تھی اور سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ سمورا نے کہا "تمہارا دل نہیں مانتا ہے تو نہ مانو۔ اگر یہ دھوکا ہے تو دشمن کب تک دھوکا دیتے رہیں گے؟ وہ کسی بہروپ میں بھی آئیں گے تو تم اپنی ذہانت سے انہیں پہچان لو گے۔"

"میں مانتا ہوں اگر وہ زندہ ہیں تو جلد ہی انہیں ڈھونڈ نکالوں گا لیکن کوئی بات میرے اندر پھنسی ہوئی ہے۔ اگر تمہارے حلق میں مچھلی کا کانٹا پھنس جائے تو اسے نکالے بغیر سکون ملے گا؟"

اس نے انکار میں سر ہلایا۔ میں نے کہا "یہی حال میرا ہے۔ مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ میں اس فراڈ کی حقیقت ابھی معلوم کر سکتا ہوں لہٰذا مجھے حقیقت معلوم کیے بغیر یہاں سے نہیں جانا چاہیے۔"

وہ بولی "ہمیں پاسپورٹ اور دیگر شناختی کاغذات میں یہ لکھنا ہوتا ہے کہ ہمارے جسم پر کوئی زخم کا یا کسی طرح کا پیدائشی نشان ہے یا نہیں؟ کیا باربرا کے جسم پر کوئی پیدائشی......"

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی میں چونک گیا اس کے شانہ پر ہاتھ مار کر بولا "وہ مارا!"

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے اپنے شانے کو سہلاتے ہوئے بولی "ایسی بھی کیا خوشی کہ مجھے مار ڈالو۔"

میں نے اس کے شانے کو سہلاتے ہوئے کہا "سوری! وہ بات یاد آ گئی جو میرے دماغ کے چور گوشے میں چھپی ہوئی تھی۔ باربرا پیدائشی طور پر نہ لڑکی ہے نہ لڑکا۔"

(دیوتا قسط اگست ۱۹۹۱ء صفحہ نمبر ۱۹۷ ملاحظہ فرمائیں)

سمورا نے حیرانی سے پوچھا "یہ کیا بات ہوئی؟"

میں نے کہا "یہی بات ہے۔ قدرتی طور پر اس کے جسم کا نظام ایسا ہے جس کے پیشِ نظر نہ اسے لڑکی کہا جا سکتا ہے نہ لڑکا۔ وہ فطرتاً خود کو لڑکی سمجھتی ہے لیکن اس میں لڑکی کے جذبات نہیں ہیں نہایت سرد مزاج کی حامل ہے۔ ڈاکٹروں نے کہا تھا کہ وہ معقول علاج اور آپریشن کے بعد لڑکی بن سکتی ہے لیکن باربرا نے کبھی اپنا علاج نہیں کرایا۔"

"کیا تم نے اس کا جسم دیکھا ہے؟"

"نہیں، جہاں شرم روکتی ہے، وہاں میں اپنی خیال خوانی کی لہروں کو جانے نہیں دیتا۔ تم کاٹیج میں جاؤ، ایک عورت کی حیثیت سے اسے چیک کر کے چلی آؤ۔ میں اسے دیکھنے کے لیے تمہارے دماغ میں نہیں رہوں گا۔"

وہ میری ہدایت کے مطابق کاٹیج میں گئی۔ اس لاش کو چیک کیا پھر میرے پاس آ کر بولی "تمہارا یقین درست ہے۔ وہ باربرا کی لاش نہیں ہے۔ وہ مقتولہ جسمانی اعتبار سے مکمل عورت تھی۔"

میں نے اطمینان کی سانس لی۔ جو پھانس اٹکی ہوئی تھی، وہ نکل گئی۔ باربرا نے مجھے دھوکا دینے کے لئے اس ڈمی کو اپنا چہرہ دیا تھا مگر اپنا جسمانی نظام نہیں دے سکی تھی۔ اس نے سوچا ہوگا کہ میں اتنی دور تک نہیں پہنچوں گا، اس کے فراڈ نے ثابت کر دیا کہ جیری ہاک بھی مردہ نہیں، زندہ ہے۔

میں پارس اور توبہ کو بلخ شہر کے قریب چھوڑ کر ہیلی کاپٹر تبت کی سمت لے گیا تھا۔ میرے جانے کے بعد وہ ایک وسیع میدان میں دور تک چلتے رہے۔ اطراف میں پہاڑیاں نظر آ رہی تھیں لیکن کوئی چھوٹی بڑی انسانی آبادی دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ تقریباً دو گھنٹے تک چلتے رہنے کے بعد بلخ شہر نظر آنے لگا۔ شہر کے باہر بہت سے لوگوں کی بھیڑ لگی ہوئی تھی، قریب پہنچے ... معلوم ہوا کہ بزکشی کا

مقابلہ ہو رہا ہے۔

یہ افغانوں کا روایتی کھیل ہے جو صدیوں سے دلیری اور جوانمردی کے مظاہرے کے طور پر کھیلا جاتا ہے اس کھیل میں کئی قبیلے کے جواں مرد شریک ہوتے ہیں۔ یہ تمام جواں مرد گھوڑوں پر سوار رہتے ہیں۔ اور کئی میل کی دوڑ لگاتے ہیں۔ ایک جگہ زمین پر ذبح کیا ہوا بکرا پڑا ہوتا ہے۔ شرط یہ ہوتی ہے کہ کوئی شہ سوار گھڑ سواری کرتا ہوا اس بکرے کو وہاں سے اٹھا کر لے جائے۔

جو بھی اٹھا کر لے جاتا ہے دوسرے سوار تیز رفتاری سے اس کے برابر گھوڑا دوڑاتے ہوئے اس بکرے کو اس سے چھینتے ہیں۔ یوں کئی میل کی دوڑ میں کتنے ہی سوار ایک دوسرے سے وہ بکرا چھینتے رہتے ہیں اس طرح چھیننے جھپٹنے کے عمل کو بزکشی کہتے ہیں جو جواں مرد آخری فتح کے نشان تک بکرا چھین کر لاتا ہے وہی فاتح کہلاتا ہے۔

اکثر یہ کھیل زندگی اور موت کا کھیل بن جاتا ہے کیونکہ کوئی قبیلہ کسی سے شکست کھانا اپنی توہین سمجھتا ہے۔ ایک مردہ بکرے کو حاصل کرنے اور اپنی برتری قائم رکھنے کے لیے وہ زندہ انسان کو مار کر فاتح کہلاتے ہیں۔ دیکھا جائے تو آج کے افغانستان میں یہی بزکشی کا کھیل ہو رہا ہے۔ مسلمانوں کے کئی گروہ اس ملک میں اپنی اپنی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ ایک مردہ بکرے کی طرح اس ملک کو ایک قبیلہ دوسرے قبیلے سے چھین رہا ہے۔ خدا جانتا ہے افغانستان کے مسلمان قبیلوں کی یہ بزکشی کتنے عرصے تک قائم رہے گی؟

پارس بزکشی کے کھیل کے متعلق کچھ نہیں جانتا تھا۔ میدان سے گزرتے ہوئے ایک بکرے کو زمین پر پڑا دیکھ کر رک گیا پھر بولا۔ "یہ اتنی دور کس نے بکرے کو ذبح کر کے چھوڑ دیا ہے؟"

توبہ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا "یہاں سے فوراً کسی درخت یا ٹیلے کی آڑ میں چلو ادھر گھڑ سوار آتے ہوں گے۔"

"تم کیسے جانتی ہو کہ یہاں گھڑ سوار آتے ہوں گے؟"

"یہ ہمارے ملک کا ایک روایتی کھیل ہے۔ درجنوں گھڑ سوار تیز رفتاری سے ابھی آئیں گے اور اس بکرے کو اٹھا کر اسے ایک دوسرے سے چھینتے ہوئے لے جائیں گے۔"

بکرے کے قریب ہی ایک گہرا گڑھا تھا۔ پارس نے اس بکرے کو اٹھا کر اس گڑھے میں پھینک دیا۔ توبہ نے کہا "ارے، یہ تم نے کیا کیا؟"

وہ بولا "میری جان! اگر کوئی چیز ہموار زمین پر رکھی ہو تو اسے اناڑی بھی گھڑ سوار اٹھا سکتا ہے۔ کمال تو یہ ہوگا کہ یہاں کے شہ سوار اسے گڑھے میں سے نکال کر لے جائیں۔"

وہ ہنس کر بولی "تم بھی خوب شرارتیں کرتے ہو۔"

اسی وقت گھوڑوں کے ٹاپوں کی آوازیں سنائی دیں۔ انہوں نے سر گھما کر دیکھا۔ بہت دور گرد کا طوفان سا اٹھ رہا تھا۔ اس افقِ گرد میں درجنوں گھڑ سوار تیز رفتاری سے چلے آ رہے تھے۔

توبہ پارس کا ہاتھ تھام کر وہاں سے بھاگنے لگی۔ وہ دونوں جلد سے جلد کسی محفوظ جگہ پہنچنا چاہتے تھے وہ آندھی طوفان کی طرح آنے والے اس جگہ پہنچ گئے جہاں بکرا پڑا ہوا تھا لیکن اب وہ وہاں نہیں تھا۔

تیزی سے آنے والے سواروں نے اپنے اپنے گھوڑے روک لیے ان کا کھیل بگڑ گیا تھا۔ وہ مردہ بکرا نہیں تھا جس کے لیے زندہ لوگ آپس میں مقابلہ کرنے والے تھے۔ ایک سوار نے گڑھے کی طرف اشارہ کیا، وہ سب گھوڑوں پر بیٹھے گڑھے کے کنارے آئے پھر وہاں بکرے کو پا کر غصے سے دور تک دیکھنے لگے ان کی نظریں پارس اور توبہ پر تھم گئیں۔

گھوڑے اِدھر سے اُدھر جانے کے لیے مچل رہے تھے اور ان کے سوار لگامیں کھینچ کھینچ کر انہیں اپنے قابو میں رکھ رہے تھے۔ آپس میں کچھ بول رہے تھے، پارس اور توبہ کی طرف اشارے کرتے جا رہے تھے۔ پھر ان سب نے ایک ساتھ ان کی طرف دوڑ لگائی۔ توبہ نے کہا "اوہ گاڈ! وہ ہماری طرف آ رہے ہیں، بھاگو۔"

وہ بھاگنا چاہتی تھی، پارس نے ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا "ہم نے کوئی جرم نہیں کیا ہے، وہ ہمیں سزائے موت دینے نہیں آ رہے ہیں۔"

وہ اسے کھینچتا ہوا ایک ٹیلے کے اوپر آیا۔ گھڑ سوار قریب آ گئے تھے اور ٹیلے کے چاروں طرف چکر لگا رہے تھے۔ ایک نے کہا۔ "اوئے، یہ تو حسینہ ہے۔"

دوسرے نے کہا "معشوق ہے، معشوق۔"

تیسرے نے کہا "او جانِ جاناں! تم نے تو دل گرفتار کر لیا ہے۔"

پارس نے سخت لہجے میں پوچھا "تم لوگ کیا چاہتے ہو؟"

وہاں شاید انگریزی زبان کوئی نہیں سمجھتا تھا یا پھر توبہ کے حسن و شباب کے آگے کوئی اس کی نہیں سن رہا تھا۔ توبہ نے مقامی زبان میں پوچھا "یہ کیا حرکت ہے؟ تم لوگ کیا چاہتے ہو؟"

ایک نے کہا "تم نے یا تمہارے یار نے بکرے کو گڑھے میں پھینک کر ہمارا کھیل خراب کیا ہے، ہمیں الو بنانے والا مذاق کیا ہے۔"

دوسرے نے کہا "ہم بزکشی کر رہے تھے اب زن کشی کریں گے۔"

"اس بکرے کی جگہ تمہارے نازک بدن کی کھینچا تانی کریں

مطالعہ کرنے امتحان دینے اور یاد داشت بڑھانے کیلئے ایک بے حد کار آمد نفسیاتی کتاب

امتحان میں کامیابی حاصل کیجیے

قیمت ۳۵ روپے ڈاک خرچ ۱۶ روپے

مکتبہ نفسیات پوسٹ بکس نمبر ۹۹۳ کراچی نمبر ۱

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

گے۔"

ایک اور سوار نے کہا "جو نوجوان فتح کے نشان تک بکرا چھین کر لے جاتا ہے اسے نقد رقم کے علاوہ وہ بکرا بھی دے دیا جاتا ہے۔ ہم میں سے جو تمہیں چھین کر فتح کے نشان تک لے جائے گا تم اسے انعام میں مل جاؤ گی۔"

وہ اپنے گھوڑوں کو چابک مارتے ہوئے انہیں ٹیلے کی بلندی پر لا رہے تھے۔ کچھ گھوڑے ڈھلان میں پھسل رہے تھے کچھ اپنا توازن نہیں رکھ پا رہے تھے۔ ان کے ہنہنانے اور سواروں کے ہانکنے کی آوازوں سے فضا گونج رہی تھی۔ توبہ ایسے حالات میں شیرنی بن جاتی تھی۔ پہلے تو اس نے سوچا تھا کہ اپنے ہم وطنوں کے خلاف ہتھیار استعمال نہیں کرے گی لیکن اس نے مجبوراً اپنے شانے پر سے گن اتاری۔ پہلے ایک ہوائی فائر کیا تاکہ وہ منتشر ہو کر میدان چھوڑ دیں مگر اچانک ہی ایک سوار نے اس کے ہاتھ پر ٹھوکر ماری۔ گن ہاتھوں سے چھوٹ کر ڈھلان میں لڑھکتی چلی گئی۔ وہ گن کے پیچھے دوڑی سوار اس کے پیچھے دوڑے۔ اس سے پہلے کہ وہ جھک کر گن اٹھاتی، دو سواروں نے دونوں طرف سے اس کے بازوؤں کو جکڑ لیا پھر اسے اٹھاتے ہوئے لے گئے۔

پارس دوسرے سواروں کے درمیان الجھا ہوا تھا اور توبہ کے قریب پہنچنا چاہتا تھا۔ سوار اسے آگے پیچھے سے چابک مارتے جا رہے تھے۔ اس نے توبہ کو اغوا ہوتے دیکھا تو ایک سوار پر چھلانگ لگائی، اسے لیے ہوئے گھوڑے سمیت ڈھلان کی طرف گرا۔ سوار کو یوں لگا جیسے دو فولادی ہاتھ منہ پر پڑے ہوں۔ اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا تھا وہ مقابلے کے قابل نہیں رہا تھا۔ پارس نے اس کے ہاتھ سے چابک چھین کر گھوڑے کو پھرتی سے کھڑا کیا۔ اس پر اچھل کر سوار ہوا۔ پھر اسے ایڑ لگاتا ہوا ان سواروں کے پیچھے دوڑ پڑا جو توبہ کو لیے جا رہے تھے۔

توبہ کی حالت قابلِ دید تھی۔ اسے دو سوار دو طرف سے پکڑے اپنی اپنی طرف کھینچتے ہوئے برق رفتاری سے لیے جا رہے تھے۔ دوسرے سوار بھی ان کے برابر گھوڑے دوڑاتے ہوئے توبہ کو ان سے چھین لینا چاہتے تھے۔ بُزکشی کے مقابلہ میں انعام پانے کا لالچ ہوتا ہے اور زن کشی میں تو فاتح کو ایک نہایت حسین و جمیل عورت ملنے والی تھی اس لیے ہر سوار کی یہ خواہش تھی کہ وہ دوسروں سے توبہ کو چھین کر لے جائے۔

پارس اپنے گھوڑے کو برق رفتاری سے دوڑاتا ہوا دوسرے سواروں سے سبقت لے جا کر توبہ کے قریب پہنچ گیا، دوسرے سواروں کے چابک کھا رہا تھا اور اپنے چابک سے انہیں مارتا جا رہا تھا۔ وہ چیخیں مار رہی تھی اپنے دونوں بازوؤں کو دو طرفہ گرفت سے چھڑانے کی کوششیں کر رہی تھی لیکن بازو ایسے ہی لمحات میں نجات پاتے تھے کہ کوئی تیسرا آ کر اسے پکڑ کر کھینچتا ہوا لے جاتا تھا۔

توبہ کی چیخوں میں آنسو نہیں تھے اور نہ ہی وہ عام عورتوں کی طرح نازک اور کمزور تھی، وہ غصہ اور جوش میں جہاد کرتے ہوئے چیختی جا رہی تھی۔ پارس کے لیے دشواری یہ تھی کہ وہ ایک سوار سے توبہ کا بازو چھڑاتا تو دوسرا اسے سخت زمین پر گھسیٹتے ہوئے لے جاتا۔ ابھی تو وہ دو سواروں کے درمیان زمین سے اٹھی ہوئی جا رہی تھی۔

وہ برق رفتار گھوڑے کی پیٹھ پر کھڑا ہو گیا۔ ہاتھوں میں لگام تھی اور وہ اپنا توازن قائم رکھتا ہوا ان دو سواروں کے پیچھے تھا جو توبہ کو ایک دوسرے سے چھینتے ہوئے جا رہے تھے۔ ایسی جدوجہد کے دوران دونوں کے گھوڑے قریب ہو جاتے تھے۔ توبہ ان گھوڑوں کے درمیان پھنسنے الجھنے لگتی تھی۔ ایسے ہی وقت پارس نے ان کے پیچھے سے چھلانگ لگائی پھر قریب ہونے والے دونوں سواروں کی گردنیں اپنے دونوں بازوؤں میں دبوچ لیں۔ ان گھوڑوں کی رفتار اتنی تیز تھی کہ دونوں سواروں کے پاؤں رکابوں سے نہ نکل سکے۔ گھوڑوں کی پیٹھ سے گرتے ہی وہ پھنسے ہوئے پیروں کے ساتھ گھسٹتے ہوئے جانے لگے۔ توبہ ان کی گرفت سے چھوٹ کر پارس کے ساتھ زمین پر لڑھکتی جا رہی تھی۔

پیچھے آنے والے گھڑ سوار دور سے توبہ کو تاکتے آ رہے تھے۔ اب وہ اسے اٹھا کر لے جانے والے تھے۔ پارس نے کہا "یہ چابک لو۔ اس کے سامنے وہ تمہیں ہاتھ لگائے بغیر گزر جائیں گے۔"

توبہ نے چابک نہیں لیا۔ اپنی جیکٹ میں ہاتھ ڈال کر پستول نکالا پھر قریب آنے والے گھڑ سوار کو گولی سے اڑا دیا۔ وہ گھوڑے کی پیٹھ پر سے اڑتا ہوا نیچے آ کر زمین بوس ہو گیا۔ اس ایک گولی کی آواز نے گھڑ سواروں کو منتشر کر دیا۔ وہ بُزکشی کے مقابلے کے لیے صرف خنجر اور چابک لے کر نکلے تھے۔ کسی کے پاس آتشی اسلحہ نہیں تھا۔ اس لیے وہ گولی کی رینج سے دور نکلتے ہوئے شہر کی طرف جا رہے تھے۔

گولی کی زد میں آنے والے سوار کا گھوڑا لڑکھڑا کر گر پڑا تھا۔ پارس نے دوڑ کر اس کی لگام ہاتھوں میں لے لی تھی۔ پھر اس پر سوار ہو گیا تھا۔ توبہ بھی دوڑتی ہوئی آ کر اس کے پیچھے بیٹھ گئی پھر بولی "وہ گھڑ سوار جدھر گئے ہیں، ادھر نہ جاؤ وہ اپنے قبیلے والوں کے ساتھ مسلح ہو کر آئیں گے۔"

اس نے لگام دوسری سمت موڑ دی پھر وہ ایک لمبا چکر کاٹ کر شہر میں داخل ہوئے۔ بلخ شہر دو اہم شخصیات کی بدولت مشہور ہے ایک تو یہ کہ یہاں مولانا جلال الدین رومیؒ پیدا ہوئے تھے دوسرے یہ کہ یہاں حضرت ابراہیم ادھم کا مزار ہے۔ اسی مزار کے قریب حزبِ مومن کے مجاہدین رہتے تھے۔ توبہ نے حشمت آباد سے لایا ہوا خط حزبِ مومن کے لیڈر کو دیا۔ یہ خط حشمت آباد کے حزبِ مومن کے لیڈر نے توبہ خانم اور حماد (پارس) کے تعارف میں لکھا تھا۔ ان دونوں کو بے حد عزت اور احترام سے خوش آمدید کہا گیا۔ ان کی رہائش کے لیے ایک چھوٹا سا مکان مخصوص کر دیا گیا۔

توبہ نے انہیں بُزکشی کا واقعہ سنایا۔ مجاہدین کے کمانڈر نے کہا۔ "مغربی ملکوں کے ایجنٹ مقامی لوگوں کو خوش رکھنے کے لیے یہاں کھیل تماشے کراتے رہتے ہیں۔ ابھی ہمارے جاسوس معلوم کر کے آئیں گے کہ تمہارے خلاف ان لوگوں کا ردِ عمل کیا ہے؟"

لیڈر نے پوچھا "یہاں تم لوگوں کے ارادے کیا ہیں؟"

پارس نے کہا "پہلے تو آپ یہاں رہنے والے غیر ملکیوں اور جاسوسوں کے متعلق تفصیلی معلومات فراہم کریں۔ وہ لوگ یہاں بیٹھ کر کابل میں مجاہدین کی طاقت کو توڑ رہے ہیں۔ ہم یہاں ان توڑنے والوں کو توڑیں گے۔"

کمانڈر نے بلخ شہر کا نقشہ ان کے سامنے بچھا دیا۔ پھر بتانے لگا کہ دشمنوں کے خفیہ اڈے اور اسلحہ خانے وغیرہ کہاں ہیں اور کن علاقوں میں ان کی پوزیشن مضبوط ہے۔ تمام تفصیلات بتانے کے بعد کمانڈر نے کہا "ان کے اسلحہ خانوں اور رہائش گاہوں کے اطراف اتنا سخت پہرا رہتا ہے کہ ہم ہزار کوششوں کے باوجود کبھی انہیں نقصان نہیں پہنچا سکے۔ سچ بات تو یہ ہے کہ اس شہر میں ہماری پوزیشن بہت کمزور ہے۔"

توبہ نے کہا "اللہ پر بھروسا رکھیں۔ میں بھی یہاں تنہا اور بے یار و مددگار تھی، خدا نے حماد کو وسیلہ بنا کر بھیجا ہے تب سے میں دشمنوں پر غالب آتی جا رہی ہوں۔ خدا بڑا کارساز ہے۔ انشاءاللہ یہاں بھی آپ مجاہدین کا پلڑا بھاری رہے گا۔"

لیڈر نے کہا "تم حشمت آباد سے تعارفی خط نہ لاتیں تب بھی ہم تمہیں پہچان لیتے۔ تم ارسلان اور حماد غیر ممالک کے ایجنٹوں اور کمیونسٹ ملیشیا کے لیے چیلنج بن گئے ہو۔ یہ تمام دشمن تم تینوں کو تلاش کر رہے ہیں۔ ویسے مسٹر ارسلان کہاں ہیں؟"

"وہ دوسرے شہر میں ہیں، ہم سے جلد ہی آملیں گے۔"

پارس اور توبہ کی پشت پر ایک ایک کِٹ بندھی تھی جس میں ان کا لباس اور دوسری ضروری چیزیں رہتی تھیں۔ بزکشی کی جنگ کے دوران دونوں کی پشت پر وہ کٹ بندھی رہی تھیں۔ انہوں نے مکان میں آ کر غسل کیا، لباس تبدیل کیا، میزبانوں کے ساتھ دوپہر کا کھانا کھایا پھر پارس نے کہا "ہم شام تک آرام کریں گے پھر رات کو اپنے خاص مشن پر روانہ ہوں گے۔"

"آپ مشن کے متعلق بتائیں، ہمارے مجاہدین آپ کے ساتھ رہیں گے۔"

"ہم آپ کا صرف ایک گائیڈ لیں گے۔ وہ مجھے اور توبہ کو مطلوبہ مقامات تک پہنچا دے گا انشاءاللہ کل صبح تک دشمنوں کے ہوش اڑ چکے ہوں گے۔"

وہ اٹھ کر جانے لگے تو ایک بزرگ نے کہا "بیٹے حماد! ہمیں ایک سوال پریشان کر رہا ہے۔"

پارس نے کہا "وہ سوال مجھ سے ہے تو میں ضرور جواب دوں گا۔"

"تم اور توبہ آپس میں محرم ہو یا نامحرم؟"

توبہ اور پارس نے ایک دوسرے کو ہچکچاتے ہوئے دیکھا پھر پارس نے کہا "نامحرم۔"

"پھر تو ایک چھت کے نیچے ایک ہی چار دیواری میں ساتھ رہنا خلافِ شریعت ہے۔"

"جی ہاں، ہم اس بات کو اچھی طرح سمجھتے ہیں لیکن حالات کے مطابق ہمارا ساتھ رہنا اور جہاد کے متعلق منصوبوں پر تنہائی میں بحث کرنا ضروری ہے۔"

"اگر رازدارانہ گفتگو لازمی ہو تو کھلی جگہ دور جا کر بیٹھ جایا کرو۔ یوں باتیں کرو کہ دوسرے نہ سن سکیں اس طرح دوسرے لوگ دور سے تمہاری پاکبازی کے گواہ رہیں۔"

دوسرے مجاہدین بھی بزرگ کی تائید کرنے لگے۔ توبہ نے کہا۔ "آپ حضرات درست فرما رہے ہیں، میں اس سلسلے میں کچھ کہنے سے پہلے حماد سے تنہائی میں باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

"بے شک آپس میں ضرور مشورہ کرو۔"

وہ دونوں اس مکان سے باہر کھلی فضا میں آئے پھر ذرا دور جا کر توبہ نے کہا "یہ کیا نیا مسئلہ پیدا ہو گیا ہے۔ میں تم سے الگ نہیں رہوں گی۔"

"یہ کوئی نیا مسئلہ نہیں ہے۔ اسلامی قانون ہے۔ یہاں جتنے مجاہدین ہیں ان کے اندر یہ غیرت مند سوال مچل رہا ہے کہ ان کی قوم کی ایک بیٹی ایک مسلمان مہمان کے ساتھ کس رشتے سے ایک چھت کے نیچے رہتی ہے؟"

"میں کچھ نہیں جانتی، ایک ساتھ رہنے کی کوئی صورت نکالو۔"

"صرف ایک ہی صورت ہے کہ ہمارا نکاح ہو جائے۔"

"تو پھر ابھی ان کے سامنے نکاح پڑھوا لو۔"

"کیسی باتیں کرتی ہو۔ میں نے تمہیں اچھی طرح سمجھایا ہے کہ میں ایک مسافر ہوں کسی دن بھی یہ ملک چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔"

"ہاں، تم نے سمجھایا تھا لیکن میری سمجھ میں کچھ آتا نہیں ہے تو سمجھانے کا فائدہ کیا ہے؟ پلیز ابھی نکاح پڑھوا لو۔"

"میں تمہیں شریکِ حیات بنانے کے بعد کس دل سے تمہیں یہاں چھوڑ کر جاؤں گا؟ اور تم نے صاف کہہ دیا ہے کہ اپنا ملک چھوڑ کر نہیں جاؤ گی۔"

"جب میں تمہارے ساتھ یہ ملک چھوڑ کر نہیں جاؤں گی تو تمہاری ذمے داری ختم ہو جاتی ہے۔ تمہارے ضمیر پر بوجھ نہیں رہے گا اور اگر بوجھ رہے گا تو میں اپنی خوشی سے ہمیشہ کے لیے علیحدگی اختیار کر لوں گی مگر ابھی میری بات مان لو۔"

پارس نے لیڈر، کمانڈر اور دوسرے بزرگوں کے پاس آ کر کہا۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"حالات ہمارے موافق نہیں ہیں۔ انجانے دشمن قدم قدم پر ہیں ایسی صورت میں' مَیں توبہ کو خود سے الگ نہیں کروں گا۔ آپ حضرات سے گزارش ہے کہ ابھی ہمارا نکاح پڑھادیں۔"

بزرگ نے کہا "سبحان اللہ' نیک ارادوں پر فوراً عمل ہونا چاہیے۔"

پھر عمل ہوگیا۔ ایک گھنٹے کے اندر دونوں کا نکاح پڑھادیا گیا۔ پھر وہ ایک چار دیواری میں ایک چھت کے نیچے آگئے۔ پارس نے پوچھا "آخر تم نے اپنی ضد پوری کرلی؟"

وہ مسکرا کر بولی "یہ بے جا ضد نہیں' میری بے انتہا محبت ہے۔"

"تم نے انجام کی پروا نہیں کی ہے۔"

"انتہائی نتیجے کو انجام کہتے ہیں' جب میری محبت کی انتہا ہی نہیں ہے تو بھلا انجام کیا ہوگا؟"

وہ پارس کی ایسی دیوانی ہوئی تھی کہ اس سے ابھی ایک لمحے کی جدائی بھی گوارا نہیں تھی مگر آئندہ کبھی جدائی کی گھڑیوں میں کیا ہوگا؟ وہ دل کو کیسے سمجھائے گی؟ دیوانگی کو کیسے منائے گی؟

وہ جذبوں میں ڈوب کر سانسوں کے قریب ہوکر سرگوشی میں بولی "تمہارے پیار کی دیوانگی نے مجھے جہاد کا ایک نیا سبق سکھایا ہے؟"

"اچھا؟ بھلا وہ سبق کیا ہے؟"

"میں اپنے ملک کے اندر ایک نہ ختم ہونے والی جنگ اپنی بقاء کے لیے لڑتی رہتی تھی۔ اب بقاء کے لیے نہیں مرجانے کے لیے جنگ جاری رکھوں گی۔"

"یہ ایک بے تکی سی بات ہے۔"

"یہ بات تمہارے خیال میں بے تکی ہے۔ چودہ برسوں سے میرا کوئی گھر نہیں رہا۔ کوئی عزیز رشتے دار نہیں رہا۔ اپنے وطن کے سوا کسی کے لیے جینے یا مرنے کا جذبہ پیدا نہیں ہوا۔ اب تمہارے لیے یہ جذبہ پیدا ہوا ہے۔ تم کسی دن چلے جاؤ گے تو میں سینے پر بم باندھ کر دشمنوں کے کسی اسلحہ خانہ میں گھس جاؤں گی۔"

پارس نے اپنا سر پیٹ لیا۔ وہ نکاح پڑھوانے کے بعد اس کے دماغ پر بوجھ ڈال رہی تھی کہ چھوڑ کر جائے گا تو وہ دشمنوں سے خودکشی کے انداز میں لڑمرے گی۔ وہ بولی "تم نے سر کیوں پکڑلیا ہے؟"

"اور کیا کروں؟ تم نے نکاح سے پہلے جو وعدہ کیا تھا' اس سے مکر رہی ہو۔ پتا نہیں کب یہاں سے جاؤں گا لیکن ابھی سے رکاوٹیں پیدا کررہی ہو۔"

"خواہ مخواہ الزام دے رہے ہو۔ میں تو کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کررہی ہوں۔"

"کیا یہ سن کر میں تمہیں چھوڑ کر جاسکوں گا کہ میرے جانے کے بعد تم جنگ لڑنے کے بہانے جان دے دوگی؟"

"جنگ کے بہانے نہیں' سچ مچ جنگ کرتے کرتے جان دینا وطن پر قربان ہونا ہے۔ میں کوئی خودکشی تو نہیں کروں گی۔"

"کیا آج رات تم اپنے سینے پر بم باندھ کر دشمنوں کے اسلحہ خانے میں داخل ہوجاؤ گی؟"

"آج نہیں' ابھی تو مجھے زندگی کی ایسی مسرتیں مل رہی ہیں جنہیں عورت کبھی فراموش نہیں کرتی۔"

"یعنی جب تک میں رہوں گا' تم زندگی سے بھرپور لمحات گزارتی رہو گی اور خطرات سے بچتے ہوئے جنگ جاری رکھو گی جیسے ہی جاؤں گا' تم جنگی تدابیر اور احتیاطی طریقہ کار بھول جاؤ گی' ایک بم لے کر دشمنوں کے کسی اڈے میں گھس جاؤ گی؟"

"تم تو ایک ہی بات کے پیچھے پڑگئے ہو۔"

"اور تم اس ایک بات کو واضح الفاظ میں تسلیم نہیں کروگی کہ دانشمندانہ جنگی حکمت عملی کو بھول کر سینے پر بم باندھ کر کسی اسلحہ خانے میں گھسنا وطن پر قربان ہونا نہیں ہے' سراسر خودکشی ہے۔"

"میں کان پکڑتی ہوں توبہ کرتی ہوں' آئندہ ایسی باتیں نہیں کروں گی۔"

جنگ کے دوران جو چیز سب سے زیادہ قریب رہتی ہے' وہ موت ہے اور تنہائی میں جو سب سے قریب رہتی ہے وہ محبت ہے۔ وہ دونوں رات کے آٹھ بجے تک محبتیں اور مسرتیں سمیٹتے رہے پھر موت کی طرف پیش قدمی کے لیے تیار ہوگئے۔

ایسے ہی وقت سلمان نے پارس کے پاس آکر گڈ ورڈز ادا کیے پھر کہا "اچھا تو حضور نے شادی کی ہے؟"

پارس نے حیرانی سے پوچھا "آپ تو ابھی میرے پاس آئے ہیں۔ میری شادی کے متعلق کیسے معلوم ہوگیا؟"

"میں نکاح کے وقت توبہ کے دماغ میں تھا۔ تمہارے پاپا نے کہا تھا' میں تمہاری خیریت معلوم کرتا رہوں۔"

"تو پھر آپ نے مجھ سے رابطہ کیوں نہیں کیا؟"

"میں کیسے رابطہ کرتا؟ آپ تو نئی نئی دلہنیں پیدا کرکے اپنے باپ کا نام روشن کررہے ہیں۔ تمہارے باپ نے تمہاری عمر میں ریکارڈ توڑ عشق کیے ہیں اور کیا عجب ہے کہ حضرت اس عمر میں بھی کہیں گل کھلا رہے ہوں۔"

"انکل! میرے پاپا شہرت کی جن بلندیوں پر ہیں وہاں ان کے چاروں طرف گل ہی گل کھلتے ہیں۔ پاپا کو گل کھلانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ ویسے یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ دنیا میرے پاپا کو دل پھینک کیوں کہتی ہے۔ ان حسیناؤں کو کیوں نہیں کہتی جو خود ہی دل پھینکنے چلی آتی ہیں۔ کیا پاپا انہیں گھر سے بلا کر لاتے ہیں یا ٹیلی پیتھی کے ذریعے انہیں اپنی طرف مائل کرنے کی بداخلاقی اور بدنیتی کا ثبوت دیتے ہیں۔"

"بھئی یہ دشمن بھی مانتے ہیں کہ تمہارے پاپا کسی کو جبراً اپنی طرف مائل نہیں کرتے۔ پھر بھی اب انہیں......"

پارس نے بات کاٹ کر کہا "انہیں تسبیح ہاتھ میں لے کر ایک گوشے میں بیٹھ جانا چاہیے۔ کیونکہ ایسا ہی عبادت گزار دنیا کی رنگینیوں سے دور رہتا ہے۔ خدا نے فرشتوں کو اسی لیے دنیا میں نہیں بھیجا کہ یہاں کی رنگینیاں ان کی بھی معصومیت کو ختم کردیں گی اور آپ تو جانتے ہی ہیں کہ میرے پاپا فرشتہ نہیں ہیں' انسان ہیں۔"

"آخر ہو نا اپنے باپ کے بیٹے' بات خالی نہیں جانے دو گے۔ یہ بحث ختم کرو کام کی بات سنو۔ جب تمہیں بلخ شہر کا نقشہ دکھا کر بتایا جارہا تھا کہ دشمنوں کے خفیہ اڈے اور اسلحہ خانے کہاں کہاں ہیں اس وقت بھی میں تم لوگوں کے درمیان تھا۔ میں لیڈر کمانڈر اور دوسرے مجاہدین کے دماغوں میں جاتا رہا۔ تب پتا چلا ان میں دو آدمی ایسے ہیں جو دشمن کے جاسوس ہیں اور یہاں مجاہدین بن کر رہتے ہیں' یہاں کی اہم خبریں وہاں پہنچاتے رہتے ہیں۔"

"وہ دونوں کون ہیں؟"

"ابھی معلوم ہوجائے گا ان میں سے ایک کا نام اکبر اور دوسرے کا نام دلاور ہے۔ اکبر نے خفیہ طور سے ٹرانسمیٹر کے ذریعے ایک شخص سے رابطہ کیا تھا اور اسے یہ بتا چکا ہے کہ جن غیر ملکی جاسوسوں کو حماد اور توبہ خانم کی تلاش ہے وہ حماد اور توبہ یہاں حزبِ مومن کے علاقے میں موجود ہیں۔"

سلمان نے بتایا کہ ایسے وقت اس نے اکبر کے دماغ میں رہ کر اس کی زبان سے کہا "توبہ اور حماد آج آدھی رات کو ازبکستان جانے کے لیے ہائی وے سے گزریں گے۔"

دوسری طرف سے کہا گیا کہ آدھی رات کے بعد ان دونوں کو گھیر کر گولیوں سے چھلنی کردیا جائے گا۔ پھر سلمان دوسری طرف سے بولنے والے کے اندر پہنچا۔ وہ شخص قلعہ ساسان میں تھا۔ اس نے انٹرکام کے ذریعے ایک انگریز کو مخاطب کیا۔ پھر اسے حماد اور توبہ کے متعلق بتایا۔ اس انگریز نے کہا "تم خود مسلح سپاہیوں کے ساتھ ہائی وے پر جاؤ' ہم کوشش کریں گے کہ حزبِ مومن کے اڈے پر ہی حملہ کرکے مجاہدین کے ساتھ ان دونوں کو ختم کردیں۔"

سلمان اس انگریز کے اندر گیا اس کا نام ایڈی پاویل تھا۔ وہ پھر سے اور پارس کے خون کا پیاسا تھا۔ میں نے اس کے ایک ساتھی جیک چارلٹن اور دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں فریزر اور پاسکو لوٹ کو حاتم شہریار کی حویلی سے غائب کردیا تھا۔ اب انہیں یقین ہوگیا تھا کہ میں نے ان تینوں غیر ملکیوں کو حاتم سمیت قتل کردیا ہے اور ہم باپ بیٹے حاتم کی بہن توبہ کو لے کر کہیں چھپتے پھر رہے ہیں۔

اب وہ یقین کے ساتھ سوچ رہا تھا کہ حماد اور توبہ اپنی جان بچانے کے لیے افغانستان سے ازبکستان کی طرف بھاگ رہے ہیں پھر شام کو یہ اطلاع ملی کہ سرکاری فوج کا ایک افسر مسلح سپاہیوں کے ساتھ ہیلی کاپٹر میں حشمت آباد گیا تھا۔ وہاں توبہ' ارسلان اور حماد موجود تھے۔ ان کے سامنے وہ افسر دماغی طور پر غائب ہوگیا تھا۔ وہ تینوں کو گرفتار کرنے آیا تھا لیکن اس نے تینوں کو اپنا ہیلی کاپٹر لے جانے کی اجازت دے دی تھی' بعد میں افسر نے دماغی طور پر حاضر ہوکر بیان دیا کہ وہ اپنے اختیار میں نہیں تھا۔ کسی نے اس کے دماغ پر قبضہ جمالیا تھا۔

اس طرح یہ سب ہی جان گئے کہ ارسلان وغیرہ ٹیلی پیتھی جانتے ہیں اور یہ بھی رائے قائم کی جارہی تھی کہ مسلمانوں کی حمایت اور امریکی پالیسیوں کی مخالفت کرنے والا ارسلان ہی فرہاد ہوگا۔

قلعہ ساسان میں رہنے والا ایڈی پاویل سوچ رہا تھا کہ بلخ شہر میں صرف توبہ اور حماد آئے ہیں۔ وہ ارسلان یا فرہاد کہاں غائب ہوگیا ہے؟ کیا وہ چھپ کر یہاں آیا ہے؟ کیا اس مضبوط قلعے کے اندر پہنچ سکتا ہے؟

ایڈی پاویل نے سپر ماسٹر کو رپورٹ دی تھی کہ ان کے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے فریزر اور پاسکو روٹ غائب ہوگئے ہیں ان کے ساتھ جیک چارلٹن اور حاتم شہریار بھی لاپتا ہیں۔ تھوڑی دیر بعد جان لمبوڈا نے خیال خوانی کے ذریعے تصدیق کی اور کہا ان چاروں کے دماغ موت کی تاریکیوں میں گم ہوگئے ہیں اور انہیں اس انجام کو پہنچانے والا فرہاد ہی ہوسکتا ہے۔

سپر ماسٹر نے ایڈی پاویل سے کہا تھا کہ اسے بہت محتاط رہنا چاہیے اگر واقعی فرہاد افغانستان میں ہے تو اسے معلوم ہوجائے گا کہ سپر ماسٹر نے قلعہ ساسان کو اپنا اڈا بنایا ہوا ہے اور اس قلعے کے ایک بہت وسیع و عریض حصہ میں جدید اسلحہ' راکٹ لانچرز اور گولہ بارود وغیرہ ہیں لہٰذا قلعے کے اندر اور باہر سخت احتیاطی انتظامات کیے جائیں اور تمام مسلح گارڈز کو ہدایات دی جائیں کہ وہ کسی بھی اجنبی سے گفتگو نہ کریں' کسی کو اپنی آواز نہ سنائیں۔

اس کے باوجود آدمی گفتگو کرنے اور اپنی آواز سنانے پر مجبور ہوتا ہے۔ ایڈی پاویل کا بھی یہ خیال تھا کہ اپنے خاص آدمی سے انٹرکام پر گفتگو کرکے وہ محفوظ ہے اور کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے اس کی آواز نہیں سنی ہے جبکہ سلمان اس کے اندر رہ کر وہاں کے دوسرے اہم افراد کے دماغوں میں بھی پہنچتا جارہا تھا۔

حزبِ مومن کے لیڈر' کمانڈر اور دیگر اکابرین نے توبہ اور پارس کو رات کے کھانے پر مدعو کیا۔ پارس نے کہا "پیٹ بھرنے کے بعد آرام کی طلب اور نیند کی خواہش ہوگی۔ ہم اس مہم سے واپس آنے کے بعد کھائیں گے۔"

ایک بزرگ نے پوچھا "اگر واپسی میں صبح ہوگی تو کیا تمام رات بھوکے رہوگے؟ یہ دانشمندی نہیں ہے۔"

پارس نے کہا "ہم قلعہ ساسان کو تباہ کرنے جارہے ہیں۔ اس مقصد میں کامیاب ہونے کے لیے زیادہ سے زیادہ دو گھنٹے لگیں گے۔"

کمانڈر نے بہت زوردار قہقہہ لگایا۔ دوسرے بھی ہنسنے لگے۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

لیڈر نے مسکراتے ہوئے کہا "مسٹر حماد! برا نہ ماننا۔ تم نے بہت ہی بچگانہ بات کی ہے۔ تم نے تو قلعے کا نام سنا ہے' اسے دیکھا نہیں ہے۔ وہاں ایک چیونٹی بھی رینگ کر نہیں جا سکتی۔ تم اسے دور سے دیکھ سکتے ہو لیکن اس قلعہ کی ایک اینٹ کو بھی ہاتھ نہیں لگا سکو گے۔"

پارس نے کہا "میرے بھائیو! ہماری دنیا میں کوئی کام ناممکن نہیں ہے۔ اگر کوئی کام ناممکن ہوتا ہے تو سمجھ لو وہ ہمارے اندر چھپے ہوئے غداروں کی وجہ سے ہوتا ہے۔ تمہارے ان مجاہدین میں دو غدار چھپے ہوئے ہیں۔"

"کیا؟" سب نے حیرانی اور بے یقینی سے دیکھا۔ دلاور نے آگے بڑھ کر کہا "یہاں کا ایک ایک مجاہد اللہ سے ڈرتا ہے اور قوم کا وفادار ہے۔ تم ہم میں سے کسے غدار سمجھتے ہو؟"

"دلاور خان! اللہ تعالیٰ کا نام اپنی ناپاک زبان پر نہ لاؤ۔ یہاں کے کمانڈر اور مجاہدین کی موت کا سامان تمہاری جیب میں ہے۔ ابھی رات کے کھانے کے بعد کمانڈر اور چند دلیر مجاہدین قہوہ پینے والے ہیں۔ اس میں تم بے ہوشی کی دوا ملا کر دینا چاہتے ہو وہ دوا تمہاری جیب میں ہے۔"

وہ ایک دم سے بوکھلا گیا۔ اس کے دونوں ہاتھ اپنی جیبوں پر گئے' وہ اپنے بچاؤ کے لیے کوئی بات بنانا چاہتا تھا لیکن سلمان نے اسے اپنی مرضی کے مطابق بولنے پر مجبور کیا۔ وہ بھاگنے کے انداز میں پیچھے ہٹ کر بولنے لگا "خبردار! کوئی میری تلاشی نہ لے میرے پاس دوا ہے اور بے ہوشی کی دوا رکھنا جرم نہیں ہے۔ میں اپنی مرضی کا مالک ہوں۔"

لیڈر نے کہا "مگر تم نے کس مقصد کے لیے وہ دوا رکھی ہے؟ تم کسے بے ہوش کرنا چاہتے ہو؟"

"میں تمہارے سوالوں کا جواب نہیں دوں گا۔ تم لوگوں کو مجھ پر بھروسا نہیں ہے تو میں یہاں سے چلا جاؤں گا۔"

سلمان نے دوسرے غدار اکبر کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ دلاور کو اپنی گن کے نشانے پر رکھتے ہوئے بولا "اپنے جرم کا اعتراف کرلو۔ میں بھی اعتراف کرتا ہوں کہ میں نے ایڈی پادیل سے پچاس ہزار ڈالر لیے ہیں اور یہاں کی تمام خبریں قلعے میں پہنچاتا ہوں۔"

سب لوگ یہ باتیں سن کر گم صم سے رہ گئے تھے۔ اکبر نے کہا۔ "میں نے قلعے میں یہ خبر پہنچادی ہے کہ توبہ اور حماد یہاں آئے ہوئے ہیں اور آج رات ان کا کوئی اسلحہ خانہ تباہ کرنے والے ہیں۔"

دلاور نے کہا "میرے سامنے سے اپنی گن ہٹاؤ اور مجھے جانے دو۔ تمہارا دماغ چل گیا ہے۔ تم یہاں مرو' مجھے جانے دو۔"

"کیسے جانے دوں۔ ایڈی پادیل کے فوجی افسر آدھی رات کو یہاں حملہ کریں گے' اس سے پہلے تم کمانڈر اور چند اہم مجاہدین کو بے ہوشی کی دوا پلاؤ گے تاکہ یہ مجاہدین ان کے حملے کا جواب دینے کے قابل نہ رہیں اور آسانی سے ان کے ہاتھوں ہلاک ہو جائیں مگر اس سے پہلے تم جہنم میں جاؤ۔"

یہ کہتے ہی اس نے دلاور کو گولی ماردی۔ پھر اپنی گن کی نال اپنے سینے پر رکھتے ہوئے بولا "غداروں کا یہی انجام ہونا چاہیے۔"

لیڈر نے کہا "رک جاؤ' خود کو ہلاک نہ کرو۔ تم نے اپنے جرم کا اعتراف کیا ہے' ہم تمہاری سچائی کے پیش نظر......"

وہ بات کاٹ کر بولا "کیسی سچائی؟ مجرم اتنے احمق نہیں ہوتے کہ پچاس ہزار ڈالر انگریزوں سے لے کر اپنی قوم سے وفاداری کریں۔ جب ہم جیسے کمینوں کے سر پر ٹیلی پیتھی کی تلوار لٹکتی ہے تب ہم سچ بولنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ یہ ایک مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے کا حکم ہے کہ میں ایک غدار کی موت مرجاؤں۔ اس لیے مر رہا ہوں۔"

اس نے دوسرے ہی لمحے میں ٹریگر کو دبایا۔ اسے اچھل کر زمین پر گرنا تھا' وہ موت کی گود میں گرا۔ چند لمحوں تک وہاں گہری خاموشی رہی۔ ایک بزرگ نے پارس سے کہا "نوجوان! تم نے درست کہا تھا' دونوں غدار خود ہی اپنے انجام کو پہنچ گئے ہیں۔"

لیڈر نے پوچھا "مسٹر حماد! یہ ٹیلی پیتھی کا کیا معاملہ ہے؟ اکبر مرنے سے پہلے اس کے متعلق کچھ کہہ رہا تھا۔"

پارس نے پوچھا "کیا آپ لوگ ٹیلی پیتھی کے علم کے متعلق کچھ نہیں جانتے ہیں؟"

کمانڈر نے کہا "میں جانتا ہوں۔"

دوسرے کئی مجاہدین نے بھی ہاتھ اٹھا کر کہا کہ وہ اس سلسلے میں کچھ نہ کچھ جانتے ہیں۔ پارس نے لیڈر سے کہا "آپ اس علم کے بارے میں مجاہدین سے معلومات حاصل کرتے رہیں' باقی میں واپس آکر بتاؤں گا۔"

وہ توبہ کے ساتھ ایک لینڈروور گاڑی میں آکر بیٹھ گیا۔ اس میں ہر طرح کے جدید ہتھیار موجود تھے۔ ایک مجاہد گاڑی ڈرائیو کرنے لگا وہ ان کا گائیڈ بھی تھا۔ اس نے بتایا کہ وہاں سے قلعہ سامان آدھے گھنٹے کی مسافت پر ہے۔ لیلیٰ نے آکر کوڈورڈز ادا کیے پھر کہا۔ "پارس! میں توبہ کے دماغ میں رہوں گی۔ سلمان بھائی قلعے میں گئے ہیں' وہاں تمہارے لیے راستہ ہموار کریں گے۔"

سلمان قلعے کے اندر اسلحہ خانے کے انچارج کے پاس آیا۔ اس کے دماغ پر قبضہ جماتے ہی وہ سپاہیوں سے بولا "تم لوگ باہر رہو۔ میں ابھی اندر کا معائنہ کرکے آتا ہوں۔"

اس نے اندر آکر دروازے کو بند کردیا۔ وہ ایک بہت ہی وسیع و عریض ہال تھا۔ اس سے متصل دوسرے بڑے کمرے بھی تھے جن میں بے حد حساب اسلحہ اور بارود بھرا ہوا تھا۔ بے شمار ٹائم بم بھی رکھے ہوئے تھے۔ وہ ایک ایک ٹائم بم میں پندرہ منٹ کا وقت مقرر کرتے ہوئے انہیں اسلحہ خانے کے مختلف حصوں میں رکھنے لگا۔ پھر اس نے چار ہینڈ گرینیڈ اپنی جیبوں میں رکھے۔ اس کے بعد باہر آگیا۔

باہر آتے ہی سلمان نے اسے قلعے کے بیرونی دروازے کی طرف دوڑایا۔ سپاہیوں نے سوالیہ نظروں سے اسے دوڑتے ہوئے دیکھا چونکہ وہ افسر تھا' اس نے اپنے ساتھ دوڑنے کا حکم نہیں دیا تھا اس لیے وہ اپنی جگہ ڈیوٹی پر کھڑے رہے۔ وہ انچارج بیرونی بڑے دروازے سے کچھ فاصلہ پر رک گیا۔ وہ دروازہ اتنا مضبوط اور بھاری تھا کہ اسے کئی سپاہی زور لگا کر کھولتے تھے۔

وہاں ایک دوسرے افسر اور سپاہیوں کی ڈیوٹی تھی' وہ انچارج کے حکم سے دروازہ نہ کھولتے۔ اس نے اپنی جیبوں سے پہلے دو گرینیڈ نکالے پھر کہا "فرہاد علی تیمور کے صاحبزادے تشریف لا رہے ہیں اس لیے دروازے کو کھلنا چاہیے۔"

اس نے دونوں گرینیڈوں کی پن دانتوں سے نکالی۔ افسر اور سپاہیوں نے چیخ کر کہا "یہ کیا کر رہے ہو؟"

مگر وہ تو کر چکا تھا۔ اس نے دونوں بم دروازے کے پاس پھینکے۔ تمام ڈیوٹی دینے والے وہاں سے بھاگنے لگے۔ دوسرے دو گرینیڈ نکالنے تک دروازے پر زوردار دھماکا ہوا۔ بھاگنے والے افسر نے دوڑ کر انچارج کو گولی ماری۔ گولی لگنے سے پہلے ہی باقی دو گرینیڈ بھی دروازے سے لگ کر پھٹ پڑے تھے۔ اس مضبوط اور بھاری بھرکم دروازے کے چیتھڑے اڑ گئے تھے۔ قلعے کے اندر جانے کا راستہ بن گیا تھا۔

اس کے دو منٹ بعد ہی اسلحہ خانہ میں پہلا زبردست دھماکا ہوا۔ ایسا لگا جیسے زلزلہ آگیا ہے۔ قلعے کی مضبوط دیواریں لرزنے لگیں۔ پھر یکے بعد دیگرے قیامت کے دھماکے ہونے لگے۔ بھاگنے اور مرنے والوں کی چیخیں دور تک جا رہی تھیں۔ اتنے بڑے اسلحہ خانے میں بھرا ہوا بارودی سامان رہ رہ کر دھماکے کر رہا تھا' یوں لگ رہا تھا جیسے آسمان پھٹ پڑا ہے۔ مضبوط دیواروں کے پتھر روئی کے گالوں کی طرح فضا میں اڑتے اور بکھرتے جا رہے تھے۔

ایڈی پادیل اور دوسرے غیر ملکی ایجنٹ اس جگہ سے تقریباً ایک ہزار گز کے فاصلے پر تھے اس لیے محفوظ تھے۔ وہاں کی چار دیواری سے نکل کر بھاگتے ہوئے دور باغیچے کی گھاس پر اوندھے لیٹ گئے تھے۔ سلمان نے میرے لہجے میں کہا "ہیلو ایڈی پادیل! یہ قیامت کے دھماکے پورے بلخ شہر میں گونج رہے ہیں۔ تم ان دھماکوں کو فرہاد کے قدموں کی چاپ سمجھ سکتے ہو۔"

اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ آگ کے دبیز شعلے آسمان کو جیسے چھو رہے تھے' ان کی روشنی میں رات دن ہوگئی تھی۔ بہت دور مسلح سپاہی اور افسران دوڑتے بھاگتے نظر آرہے تھے۔ وہ گڑگڑا کر بولا۔ "فرہاد صاحب! یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ یہ جنگی اصولوں کے خلاف ہے۔ جنگ شروع کرنے سے پہلے مذاکرات ہوتے ہیں۔ امن و امان قائم رکھنے کی کوششیں کی جاتی ہیں۔ کوششوں میں ناکام ہونے کے بعد جنگ شروع ہوتی ہے۔"

سلمان نے کہا "اگر یہ جنگ ہوتی تو میں اصولوں کا پابند رہتا۔ جنگ تو دو ملکوں اور دو فوجوں کے درمیان ہوتی ہے' میرا کوئی ملک نہیں ہے میری کوئی فوج نہیں ہے اور تمہارا بھی یہ ملک نہیں ہے۔ تمہیں افغانستان کی زمین پر فوج رکھ کر لڑنے اور سیاسی سازشیں کرنے کا حق کس نے دیا ہے؟"

وہ بولا "یہاں کے مسلمانوں نے ہمیں مدد کے لیے پکارا تھا اس لیے ہم آئے ہیں۔"

"مسلمان مدد کے لیے صرف خدا کو پکارتا ہے۔ تمہیں جن نام نہاد مسلمانوں نے پکارا وہ بین الاقوامی دلال ہیں تم نے سے روس کے خلاف یہاں کے مجاہدین کی مدد اس لیے نہیں کی کہ تمہیں مسلمانوں سے محبت ہے۔ تم اپنے مقابلے کی سپر پاور روس کو کچلنا چاہتے تھے۔ تمہیں افغان مجاہدین کا احسان ماننا چاہیے کہ انہوں نے اپنی زمین پر تمہاری جنگ لڑی اور تمہارے دشمن روس کو شکست فاش دی۔"

"تمہاری ہر بات سر آنکھوں پر مگر یہ دھماکے بند کرو۔ پھر پرامن فضا میں گفتگو کرو۔"

"ابھی سر پر جوتے پڑ رہے ہیں اس لیے میری باتیں سر آنکھوں پر لے رہے ہو۔ اگر تم افغان قوم کے اچھے اور سچے دوست ہو تو فوراً یہاں سے چلے جاؤ اور افغانوں کو اپنے طور پر یہاں اسلامی حکومت قائم کرنے دو۔ لیکن اسلامی حکومت تو تمہاری پالیسیوں کے خلاف ہے۔ اس لیے تم یہاں مجاہدین کو آپس میں لڑا رہے ہو اور اپنے زرخرید مسلمانوں کے ذریعے یہاں اپنی پسند کی حکومت قائم کرنا چاہتے ہو۔"

زبردست دھماکے مسلسل ہو رہے تھے' قلعے کی مضبوط اور موٹی دیواریں گر رہی تھیں۔ اس کا وہ حصہ کھنڈر ہو چکا تھا جہاں اسلحہ خانہ تھا۔ دو افسر دونوں سپاہیوں کے ساتھ دوڑتے آرہے تھے۔ کیونکہ اب قلعے میں وہی جگہ محفوظ تھی جہاں غیر ملکیوں نے پناہ لے رکھی تھی۔ ان میں سے ایک افسر نے سیلوٹ کرتے ہوئے کہا۔ "سر! مسٹر پارس کی گاڑی قلعے میں داخل ہوگئی ہے۔"

ایڈی پادیل نے گھاس پر سے اٹھتے ہوئے پوچھا "کیا اس گاڑی کو روکا گیا ہے؟"

"سر! ہمارے افسروں کے دماغ خراب ہوگئے ہیں۔ جن سپاہیوں نے اس گاڑی پر فائرنگ کی اس کے جواب میں افسروں نے اپنے ہی سپاہیوں پر گولیاں برسا کر انہیں ہلاک کردیا اس کے بعد خود ان افسروں نے ایک دوسرے پر گولیاں چلائیں۔ عقل یہ سمجھنے سے قاصر ہے کہ ہمارے لوگ خود ہی ایک دوسرے کو کیوں ہلاک کر رہے ہیں؟"

وہ بولا "نو نان سنس! فرہاد اور اس کی پوری ٹیم ٹیلی پیتھی جاننے والی فیملی ہمارے تمہارے دماغوں میں گھسی ہوئی ہے۔ پارس

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کا راستہ نہ روکو اسے عزت اور احترام سے لے کر آؤ۔"

ایڈی پاویل کے ایک انگریز ساتھی نے کہا "مسٹر پاویل! فرہاد کو اس زیادتی سے روکنے کا ایک ہی طریقہ ہے۔ اس کے بیٹے پارس کو گرفتار کر کے اسے یرغمال بنا کر رکھا جائے۔"

ایک افسر نے گن سیدھی کرتے ہوئے کہا "پارس کے خلاف کوئی منصوبہ بنانے والا دوسری سانس نہیں لے گا۔"

یہ کہتے ہی اس نے ایڈی پاویل کے انگریز ساتھی کو گولی مار دی۔ پاویل نے غصے سے اس افسر کو دیکھا پھر دوسرے افسر سے کہا۔ "اس سے گن چھین لو اور گرفتار کر لو اس نے میرے دوست کو گولی مارنے کی احمقانہ جرات کی ہے۔"

دوسرے افسر نے ایڈی پاویل کو نشانے پر رکھ کر کہا "تمہارے ساتھی کو میرے ساتھی افسر نے نہیں فرہاد نے گولی ماری ہے۔ تمہارا بھی یہی انجام ہو سکتا ہے لیکن فرہاد تمہیں مذاکرات کے لیے زندہ رکھنا چاہتا ہے جاؤ پارس کا استقبال کرو۔"

"ہم..... میں ابھی جا رہا ہوں۔ دیکھو گولی نہ چلانا۔ مجھے ادھر لے چلو۔ ہم سب مل کر اس کا استقبال کریں گے۔"

وہ سب ادھر جانے لگے۔ توبہ اور پارس گاڑی میں بیٹھے ہوئے تھے، توبہ کے ہاتھوں میں کلاشنکوف تھی لیکن اس سے ایک گولی بھی چلانے کی نوبت نہیں آئی تھی۔ قلعے میں داخل ہونے کے بعد وہ دیکھ رہی تھی کہ جہاں سے گاڑی گزرتی تھی اور سپاہی گولیاں چلاتے آتے تھے، وہاں وہ خود ایک دوسرے کو ہلاک کرنے لگتے تھے۔

گاڑی ڈرائیو کرنے والا مجاہد بھی شدید حیرانی سے کہہ رہا تھا۔ "یہ تو معجزہ لگتا ہے، ہم مجاہدین کبھی اس قلعے کے سامنے سے گزر نہیں سکتے تھے اور آج ایسے داخل ہو رہے ہیں جیسے اپنے گھر میں آئے ہوں۔ برادر حماد! گاڑی کدھر لے جاؤں؟"

"اس قلعے کے ہر حصے سے گزرتے رہو۔ ذرا دیکھو تو سہی، کتنا راکھ ہو چکا ہے اور کیا بچا رہ گیا ہے؟"

ایک جگہ چند انگریز اور مقامی سپاہی اور افسر امن اور صلح کا جھنڈا لہراتے آ رہے تھے۔ سلمان نے کہا "پارس! یہ ایڈی پاویل اور غیر ملکی ایجنٹ ہیں، صلح کے لیے آ رہے ہیں، ان کے غبارے سے سپر پاور کی ہوا نکل گئی ہے۔ یہ تمہیں نقصان نہیں پہنچائیں گے۔"

پارس نے گاڑی روکنے کے لیے کہا۔ گاڑی رک گئی۔ ایڈی پاویل نے آگے بڑھتے ہوئے کہا "مسٹر پارس! ہم سب آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ پلیز اپنے پاپا سے کہو، یہ تباہی روک دیں، ہمیں یہاں سے بحفاظت جانے دیں۔"

پارس نے گاڑی سے باہر آ کر کہا "ہم اتنے احسان فراموش بھی نہیں ہیں کہ افغانستان پر تمہارے احسانات کو بھول کر تمہیں یہاں سے بھگا دیں۔ تمہارے سپر ماسٹر نے یہاں کی چودہ سالہ جنگ میں افغان مجاہدین کو بے انتہا دولت اور اسلحہ دیا ایسی امداد کے بغیر روس کی پسپائی مشکل ہوتی، مجاہدین نے امریکا کی برتری اور اپنے ملک کی آزادی کے لیے جنگ لڑی ہے۔"

ایڈی پاویل نے کہا "آپ درست فرماتے ہیں لیکن۔۔۔"

"لیکن یہ کہ آپ کے امریکا کو برتری حاصل ہو چکی ہے، جس طرح آپ نے دولت اور اسلحے سے مدد کی تھی اسی طرح ایک آزاد اسلامی حکومت قائم کرنے میں ان سے تعاون کریں۔ سپر ماسٹر کی پالیسی نے مجاہدین کو ایک دوسرے کے خلاف مختلف گروہوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ تم لوگ سپر ماسٹر کے ایجنٹ بن کر اسی شرط پر یہاں رہ سکتے ہو کہ مجاہدین کے اختلافات ختم کرنے کی کوشش کرو۔ میں بھی مجاہدین کو سمجھاتا آ رہا ہوں، خدا کے لیے عقل کے ناخن لیں اور یہ دیکھیں کہ دنیا کے تمام اسلامی ممالک کو کس طرح آپس میں لڑایا جا رہا ہے۔ ان کی احمقانہ عداوتوں سے اسرائیل اور مغربی ممالک کو کس قدر سیاسی قوتیں حاصل ہو رہی ہیں۔"

"مسٹر پارس! اس سے بڑی بات اور کیا ہوگی کہ مجاہدین آپس کے اختلافات کے زہر کو سمجھ لیں۔ جناب! جس ملک کے عوام صحیح سیاستدانوں کے ذریعے حکومت قائم کرتے ہیں وہ حکومت کبھی کسی بڑے ملک کے دباؤ میں نہیں آتی۔ کوئی سپر پاور ان کے ملک میں آ کر ان کی حکومت کو بدلنے کی جرات نہیں کرتا۔"

سپر ماسٹر کے ایک اور ایجنٹ نے کہا "ہم تمام مجاہدین کے گروہوں کے لیڈروں کو دعوت دیں گے کہ وہ یہاں آتے رہیں اور ہمارے سامنے بیٹھ کر اپنے اختلافات دور کریں۔"

پارس نے کہا "کوشش کرتے رہنے سے اختلافات رفتہ رفتہ ختم ہو جائیں گے۔ آپ بھی کسی ایک یا دو گروہوں کی زیادہ حمایت نہ کریں، ہم نے اسلحہ خانہ اسی لیے تباہ کیا ہے کہ یہاں سے آپ کے چہیتے گروہ کو اسلحہ پہنچایا جاتا تھا اگر آئندہ بھی ایسا ہوا تو تم جیسے اسلحہ سپلائی کرنے اور سیاسی چالیں چلنے والے ایجنٹ اس ملک میں زندگی کی ایک سانس نہیں لے سکیں گے۔"

توبہ یہ باتیں سن رہی تھی۔ پارس گاڑی میں آ کر بیٹھ گیا پھر مجاہد ڈرائیور سے بولا "واپس چلو۔"

گاڑی گھوم کر واپس جانے لگی۔ توبہ نے کہا "تم یہاں کے مختلف گروہوں کو نہیں جانتے ہو، تمام گروہوں کے لیڈر کبھی ایک دوسرے سے سمجھوتا نہیں کریں گے اور یہ امریکی ہیرک کارل اور کتمند جیسے مفاد پرست لوگوں کو کابل حکومت میں لے آئیں گے۔"

پارس نے کہا "توبہ! تم نے ایک بار پہلے بھی ہیرک کارل اور کتمند کے خلاف اپنی رائے ظاہر کی تھی۔ میں اور پاپا اس لیے خاموش رہے کہ یہ تمہاری ذاتی رائے ہے، ہر شخص اور ہر گروہ کا اپنا ایک نظریہ ہوتا ہے اگر کسی دن ہیرک کارل اور کتمند یہاں ایک مضبوط اور پُرامن حکومت بنانے میں کامیاب ہو جائیں گے تو تمہیں اپنے مخالفانہ نظریے پر شرمندگی ہوگی۔"

میں دعوے سے کہتی ہوں کہ وہ کبھی کامیاب نہیں ہوں

یہاں کا ہر گروہ ایک دوسرے کے خلاف ایسا ہی دعویٰ کرتا پشتون مجاہدین یہاں اپنی حکومت چاہتے ہیں۔ ایران کی سے جنگ کرنے والے مجاہدین یہاں اپنا غلبہ چاہتے ہیں۔ ملیشیا اپنے مفادات کے لیے جنگ کر رہی ہے۔ امریکا کی حاصل کرنے والے مجاہدین اپنا اقتدار چاہتے ہیں، یوں ے ملک کے ٹکڑے ہوتے دکھائی دے رہے ہیں۔"

وہ بولی "پارس! ہم افغانی ہیں، ایک بار کسی کو دشمن سمجھ لیتے رتے دم تک اسے دشمن ہی سمجھتے رہتے ہیں۔"

"اور میں سمجھتا ہوں، تم سب اپنے دشمن آپ ہو۔ اپنے ے لڑ رہے ہو۔ اپنے مذہب سے لڑ رہے ہو۔ یہ غلط ہے کہ غیر اں آ کر دشمنی کرتے ہیں۔ باہر کے دشمن تو ایک قومی اتحاد اگ جاتے ہیں مگر اپنے اندر کے دشمن کو مارنا یا بھگانا بہت ہوتا ہے۔"

س نے دوسری طرف منہ پھیر لیا وہ پارس کی باتیں نہیں سمجھ ی یا سمجھنا نہیں چاہتی تھی۔ پارس نے بھی خاموشی اختیار حزب مومن کے مجاہدین کو یہ خبر مل چکی تھی کہ توبہ اور حماد ے کو تباہ کر دیا ہے وہ انہیں واپس آتا دیکھ کر خوشی میں ہوائی کرنے اور اچھل اچھل کر رقص کرنے لگے۔ پارس کو اپنے وں پر اٹھا کر ناچنے لگے۔ وہ تھوڑی دیر تک مسرتوں کا اظہار رہے پھر کمانڈر کے حکم سے خاموش ہو گئے۔

یڈر نے پوچھا "مسٹر حماد! ہماری سمجھ میں آ گیا ہے کہ اتنی بڑی ی ٹیلی پیتھی کے ذریعے نصیب ہوئی ہے۔ اب قلعے کی کیا ن ہے؟"

وہ بولا "اسلحہ خانہ مکمل طور پر تباہ ہو گیا ہے۔ وہاں ایک بھی ر اور گولہ بارود نہیں رہا۔ آدھا قلعہ کھنڈر بن چکا ہے وہاں ی فوجیوں اور غیر ملکی ایجنٹوں نے ہتھیار ڈال دیے ہیں۔"

کمانڈر نے خوش ہو کر کہا "مرحبا حماد، مرحبا! اب تو اس قلعے پر قبضہ ہو گا۔"

توبہ نے کہا "مسٹر حماد! ہمیں یہ خوشی نہیں دیں گے۔ کیونکہ صاحب نے وہ قلعہ پھر غیر ملکی ایجنٹوں کے حوالے کر دیا ہے۔"

لیڈر نے حیرانی سے پوچھا "کیا یہ سچ ہے؟"

پارس نے کہا "سچ ہے۔ جس امریکا نے چودہ برس تک آپ کو ر اور ڈالرز دیے اس کے ایجنٹوں سے ایک قلعہ چھین کر میں احسان فراموشی کا الزام نہیں لگانا چاہتا تھا۔ آپ وہ قلعہ لے کر کے کابل میں اپنی حکومت نہیں بنا سکتے تھے۔"

لیڈر نے کہا "ہم اپنی حکومت بنا سکتے ہیں یا نہیں۔ یہ آپ جانتے۔ اگر ہم اس قلعے پر قبضہ جما لیں تو ہمارا دبدبہ بڑھ جائے۔"

پارس نے پوچھا "یعنی آپ لوگ صرف دبدبہ چاہتے ہیں۔ ایک دوسرے پر سبقت لے جانے والی جنگ جاری رکھنا چاہتے ہیں۔ ایک متحدہ قومی حکومت بنانے کا راستہ اختیار نہیں کرنا چاہتے؟"

"ایسا ہم چاہتے ہیں لیکن ہماری اپنی حکمت عملی سے حکومت قائم ہوگی۔ آپ ہمارے مہمان ہیں، دوست ہیں۔ دوستی کا ثبوت دیں اور وہ قلعہ خالی کرا دیں۔ ہم صبح ہوتے ہی وہاں حزبِ مومن کا پرچم لہرائیں گے۔"

"مجھے افسوس ہے، میں وہ قلعہ ان کے حوالے کر آیا ہوں۔ دی ہوئی چیز واپس نہیں لوں گا۔"

کمانڈر نے پوچھا "آپ انکار کر رہے ہیں؟ یعنی ان کی حمایت کر رہے ہیں، کیا آپ بھی امریکی ایجنٹ ہیں؟"

"ہرگز نہیں، یہ دنیا جانتی ہے کہ فرہاد علی تیمور اور اس کا پورا خاندان امریکا کا دوست کبھی نہیں رہا۔ لیکن ہم انصاف کے تقاضے پورے کرنے کے لیے دشمنوں کے معاملے میں بھی لچک پیدا کرتے ہیں۔"

ایک بزرگ نے پوچھا "ٹیلی پیتھی جاننے والے فرہاد سے تمہارا کیا تعلق ہے؟"

"میں فرہاد علی تیمور کا بیٹا ہوں۔ آپ حضرات اپنی عقل سے سمجھتے ہیں۔ میں اپنی عقل سے سمجھاتا ہوں آپ نے مسلسل جہاد کیا اور روس سے اپنے ملک کو چھین لیا لیکن آج تک یہ چھوٹا سا قلعہ کیوں نہیں چھین سکے؟"

کمانڈر نے ناگواری سے پوچھا "کیا تم آج کی کامیابی پر مغرور ہو کر ہمیں طعنے دے رہے ہو؟"

"میں کہہ چکا ہوں کہ سمجھا رہا ہوں۔ سمجھو کہ چودہ سالہ جنگ کے دوران تم سب متحد ہو کر روس سے لڑتے تھے، اس سپر پاور کو بھگانے کے بعد یہاں اقتدار حاصل کرنے کے لیے تمہارا اتحاد ٹوٹ گیا۔ تم سب گروہوں میں جیسے پہلے بٹے ہوئے تھے اب پھر بٹ گئے ہو۔ اگر تم کسی غیر ملکی کے قلعے پر حملہ کرتے ہو تو تمہارے ہی وطن کا دوسرا گروہ ان غیر ملکیوں کے لیے ڈھال بن جاتا ہے۔ ایسی صورت میں تم ایک چھوٹا سا قلعہ فتح نہیں کر سکتے۔ اسے طعنہ نہ سمجھو۔ میرے خلوص اور دوستی پر شبہ نہ کرو۔"

توبہ نے کہا "بے شک یہ دانشمندی کی باتیں ہوں گی۔ ہم سب اس پر غور کریں گے لیکن میری ایک عرض ہے کہ تم افغانی مزاج کو نہیں سمجھتے ہو۔ اس لیے مجاہدین کو ان کی حکمتِ عملی کے مطابق چلنے دو۔ میری دوسری عرض یہ ہے کہ تمہارے پاپا پلک جھپکتے ہی وہ قلعہ خالی کرا سکتے ہیں، تم ہمارے ان مجاہدین کو صبح سے پہلے وہاں پرچم لہرانے دو۔"

"توبہ! تم میرا جواب سن چکی ہو۔ پھر بھی ضد کر رہی ہو؟"

وہ بولی "تم ہماری جیت کو ہار میں بدل رہے ہو اور مجھے ضدی کہہ رہے ہو۔ غیر ملکیوں کو ذلت آمیز شکست دینا... ہمیشہ سے میری

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

خواہش رہی ہے۔ یہ بات ابھی کابل تک پہنچ گئی ہوگی کہ توبہ خانم کسی حماد کے ساتھ حزبِ مومن میں ہے اور اسی توبہ نے قلعہ ساسان کی اینٹ سے اینٹ بجادی ہے۔ یہاں کے مجاہدین اور دیگر افغانی باشندے ٹیلی پیتھی کے متعلق کچھ نہیں جانتے ہیں وہ تو صرف سطحی خبریں سنیں گے کہ توبہ اور حزبِ مومن کے مجاہدین آدھا قلعہ تباہ کرنے کے باوجود اس پر قبضہ نہیں کرسکے۔"

ایک نے کہا "بے شک یہ ہم تمام مجاہدین کی توہین ہے۔"

دوسرے نے کہا "جب تمہیں تنہا قلعے کو تباہ کرنا تھا اور تنہا اپنے فیصلے کے مطابق پھر وہ قلعہ انہیں واپس کرنا تھا تو بلخ آکر ہماری جماعت میں پناہ نہیں لینا چاہیے تھا۔"

تیسرے نے کہا "ابھی صرف دو گھنٹے کے اندر پورے بلخ شہر کی زبان پر ہماری کامیابی کے چرچے ہیں۔ دوسرے گروہ کے لوگ سہمے ہوئے ہیں کہ پتا نہیں ہمیں قلعہ تباہ کرنے والی طاقت کہاں سے مل گئی ہے لیکن صبح قلعے پر ہمارا پرچم نہیں ہوگا تو ہمارے سر ندامت سے جھک جائیں گے۔"

پارس ایک ایک کی باتیں سن رہا تھا اور سمجھ رہا تھا کہ ان لوگوں نے قلعہ کی فتح کو انا کا مسئلہ بنالیا ہے۔ آخر وہ اپنی جگہ سے اٹھا۔ پھر اس مکان کی طرف جانے لگا جو اس کے اور توبہ کے لیے مخصوص کیا گیا تھا۔ وہ مکان کے دروازے کے پاس پہنچ کر رک گیا پھر پلٹ کر سب پر سرسری نظر ڈالتے ہوئے کہا "اگر قلعے پر آپ کا پرچم لہرانے سے آپ کی انا کو تسکین مل سکتی ہے تو صبح ایک شرط پر وہاں پرچم لہرائے گا۔"

کمانڈر نے اٹھ کر پوچھا "بولو کیا شرط ہے؟"

پارس نے کہا "آج سے وہ قلعہ افغان قوم کے اتحاد کی علامت بن جائے گا۔ وہاں کل صبح تمام گروہوں کے پرچم لہرائیں گے اور وہاں تمام گروہ کے اکابرین آکر ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے اور آپس کی رنجشیں دور کرلیں گے۔ حزبِ مومن کو یہ اعزاز حاصل ہوگا کہ اس نے تمام گروہوں کو متحد کرکے ایک پلیٹ فارم پر پہنچایا ہے۔"

وہ ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ پارس نے کہا "آپ حضرات اچھی طرح غور کرلیں، میں جواب کا انتظار کروں گا۔"

وہ دروازہ کھول کر مکان کے اندر چلا گیا۔ کمانڈر نے کہا "توبہ خانم! یہ تو کوئی بات نہ ہوئی، تم نے ہمارے لیے اتنے بڑے قلعے کو فتح کیا۔ لیکن وہاں ہمارے پرچم کے ساتھ ان کے بھی پرچم لہرائیں گے جو کبھی قلعہ فتح کرنے کے قابل نہیں رہے، کیا کتے بھی شیر کے شانہ بشانہ دکھائی دیتے ہیں۔"

وہ بولی "آپ ذرا تحمل سے کام لیں، میں جاکر سمجھاتی ہوں، مجھے یقین ہے کہ میں اسے منالوں گی۔"

وہ بھی مکان کی طرف جانے لگی۔ مجاہدین میں سے ایک جوان نے دوسرے جوان کے قریب سرگوشی میں کہا "عورت کے ... بڑے بڑے سورما ہتھیار ڈال دیتے ہیں اور یہ توبہ تو قیامت ہے ... کمرے میں اس کی توبہ توڑ دے گی۔"

توبہ نے کمرے میں آکر دروازے کو اندر سے بند کرلیا۔ پار... بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ وہ بولی "تم اتنے ضدی کیوں ہو؟"

"سچائی، انسانیت اور امن و سلامتی کے لیے ضد کر... ہوں۔"

"لیکن یہ اصول ہر جگہ قابلِ عمل نہیں ہوتے۔ مجاہدین... گروہوں میں ناخواندہ افراد کثرت سے ہیں، وہ تمہارا اتحاد والا... نہیں سمجھیں گے۔"

وہ بستر پر آکر پارس پر جھکنا چاہتی تھی۔ اسے اپنی اداؤں... اور اپنے بدن کی قربت سے پگھلانا چاہتی تھی لیکن بستر کے قریب... جاسکی لیلیٰ اس کے اندر موجود تھی اور چاہتی تھی کہ وہ جوانی... حرارت سے پارس کو مائل نہ کرسکے، اپنی بات عقلی دلائل... سمجھائے یا پھر پارس کی دانشمندی کو تسلیم کرلے۔

وہ بولی "تم تمام گروہوں کے اکابرین کو اس قلعے میں مل بیٹھ... موقع دینا چاہتے ہو لیکن یہ جب بھی ملیں گے ایک دوسرے پر کیچڑ... اچھالیں گے۔ یہ سب اپنے آپ کو زبردست ... ہیں۔ کوئی کسی... سے کسی بھی معاملے میں کمتر ہونا نہیں چاہے گا۔"

پارس نے کہا "ایسی بات ہے تو پھر انہیں ان کے حال پر چھوڑ... دو اور یہاں سے چلو۔ نادانوں کے درمیان رہنا سراسر نادانی... ہے۔"

"دیکھو میری قوم کے لوگوں کو نادان نہ کہو۔ یہ شیر دل مجاہد... ہیں، چلو سوری بولو۔"

"سوری، تم بھی یہ سمجھ لو کہ دنیا کی ہر قوم میں صرف گھوڑے نہیں ہوتے گدھے بھی ہوتے ہیں۔ میں نے تمہاری پوری قوم کو نہیں، صرف گدھوں کو گدھا کہا ہے۔ بائی دی وے تم ادھر ادھر کیوں ٹہل رہی ہو؟"

"میں ٹہل نہیں رہی ہوں۔ تمہارے پاس آنا چاہتی ہوں مگر آتے آتے رہ جاتی ہوں۔"

"محبت سے آنا چاہو گی تو ضرور چلی آؤ گی، مجھے گمراہ کرنا چاہو گی تو ناکام رہو گی۔"

"کیا بیوی شوہر کے پاس آکر اسے گمراہ کرتی ہے؟"

"بعض بیویاں اپنی ناجائز باتیں منوانے کے لیے تنہائی میں جذبات کی آندھی بن جاتی ہیں۔"

"آندھی تب بنتی ہیں جب قریب آتی ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہارے قریب آتے آتے کیوں رہ جاتی ہوں۔ میں نے تمہاری آغوش میں آنا چاہا مگر سوچ کر ہی رہ گئی، اپنے کسی ارادے پر عمل نہیں کرسکی کیا... یہ... یہ..."

وہ ایک دم سے چونک کر بولی "کیا مجھے ٹیلی پیتھی کے ذریعے ...ارے پاس آنے سے روکا جارہا ہے؟"

پارس نے مسکرا کر ہاں کے انداز میں سرہلایا۔ وہ غصے سے بولی۔ ...بہت ہی شرم اور بے غیرتی ہے۔ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ ...ارے پاپا اپنے بیٹے اور بہو کی تنہائی میں آئیں گے۔"

"میرا باپ بہت غیرت مند ہے۔ بے سوچے سمجھے نہ بولا کرو۔ ...وقت تمہارے دماغ میں تمہاری ساس یعنی میری امی ہیں۔"

وہ حیرانی سے بولی "کیا واقعی تمہارا پورا خاندان ٹیلی پیتھی جانتا ...؟"

"ہمارے خاندان کے کئی افراد جانتے ہیں۔"

"یہ علم تم نے بھی سیکھا ہے؟"

"بالغ ہونے کے بعد سیکھ لوں گا۔ تم موضوع سے ہٹ رہی ..."

"اوہ میں چند لمحوں کے لیے بھول گئی تھی۔ تمہاری امی میرے ...رہیں اگرچہ وہ خاتون ہیں پھر بھی ہماری تنہائی میں کسی تیسرے کی ...ودگی خلافِ تہذیب ہے۔"

لیلیٰ نے کہا "بہو! اگر تم میرے بیٹے کے قریب ہوتیں تو میری ...ودگی خلافِ تہذیب ہوتی، میں نے اسی لیے تمہیں بیٹے سے دور ...ا ہے کہ مجھ پر بے غیرتی کا الزام نہ آئے۔"

"پلیز آپ چلی جائیں۔"

"پہلے قلعے کے متعلق میرے بیٹے کے دانشمندانہ فیصلے کو ...ین کے سامنے تسلیم کرلو۔ پھر میں چلی جاؤں گی۔"

وہ جھنجلا کر بولی "یہ کیسی بے تکی باتیں ہیں؟ پارس، میں نے ...لیے تم سے شادی نہیں کی ہے کہ تمہارے ماں باپ میرے ...غ میں آتے رہیں اور مجھ سے اپنی بے تکی باتیں منواتے ...یں۔"

"توبہ! غصہ تھوک دو۔ میری امی محض اس لیے موجود ہیں کہ ...ں میرے لیے خطرات و خدشات پیدا ہورہے ہیں۔ تمہاری اور ...ہدین کی انا اور خودداری کا بھرم نہیں رکھوں گا تو یہاں کوئی بھی ...را میرے خلاف جان لیوا قدم اٹھالے گا۔"

"یہاں ایسی کوئی بات نہیں ہوگی۔ تم میرے مجازی خدا ہو، ...تم پر آنچ نہیں آنے دوں گی۔"

"مجازی خدا مانتی ہو تو میری بات مان لو۔ میرا اٹل فیصلہ انہیں ...ا دو۔ وہ قلعہ افغان قوم کے اتحاد کی پہلی منزل بنے گا۔ اگر ...ہدین کو یہ منظور نہ ہو تو ہم ابھی یہ جگہ چھوڑ دیں گے۔"

"تم یہ جگہ چھوڑ دوگے لیکن میں کہاں جاؤں گی۔ اپنے ملک ...جس حصے میں جاؤں گی قلعے کی نامراد کامیابی کا مضحکہ خیز چرچا ...رے ساتھ جائے گا۔ یہ مجاہدین میرے خلاف ہوجائیں گے۔ تم تو ...ان بھی چلے جاؤگے... مجھے تو انہی اپنے لوگوں میں رہنا ہے۔"

"میں ایک نیک مشورہ دیتا ہوں۔ کچھ عرصہ کے لیے یہ ملک چھوڑ دو، میرے ساتھ ازبکستان چلو۔ جب یہاں امن و امان ہوجائے گا اور تمہاری قومی امنگوں کے مطابق جمہوری حکومت قائم ہوجائے گی تو واپس چلی آنا۔"

"میں تمہیں بار بار کہہ چکی ہوں کہ اپنا ملک چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گی۔"

"کچھ عرصہ کے لیے جاؤ گی تو یہاں سے تمہارا رشتہ نہیں ٹوٹے گا، تمہیں یہاں دوبارہ داخل ہونے سے کوئی نہیں روکے گا۔"

"میں شادی سے پہلے اپنا فیصلہ تمہیں سنا چکی تھی، اب تم اس سلسلے میں بحث نہ کرو۔"

"تو پھر میرا بھی فیصلہ سن لو۔ میں یہاں لوگوں کی مخالفتیں مول لے کر نہیں رہوں گا، صبح تک یہ ملک چھوڑ دوں گا۔"

لیلیٰ نے کہا "توبہ! اپنے شوہر سے ضد بحث نہ کرو۔ وہ تمہاری بہتری چاہتا ہے۔"

توبہ نے غصے سے چیخ کر کہا "تم ابھی تک میرے اندر موجود ہو؟ یہ کیسی زبردستی ہے؟ کیا مجھے میرے شوہر کے ساتھ تنہا رہنے نہیں دوگی؟ چلی جاؤ، میں کہتی ہوں چلی جاؤ یہاں سے۔"

"توبہ! میں کہہ چکی ہوں جب تک میرے بیٹے کا فیصلہ تسلیم نہیں کیا جائے گا، جب تک مجھے یقین نہیں ہوگا کہ یہ پوری طرح محفوظ ہے تب تک میں اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھیوں کے ساتھ موجود رہوں گی۔"

"کیا یہاں اور بھی خیال خوانی کرنے والے ہیں؟"

"ہاں، وہ سب لیڈر اور کمانڈر وغیرہ کے اندر موجود ہیں اور ان میں سے کسی کو میرے بیٹے کے خلاف کوئی چال چلنے نہیں دیں گے۔"

وہ بولی "پارس! اپنی امی سے کہو باہر کسی کے دماغ میں رہیں اور ہمیں تنہا چھوڑ دیں۔"

وہ بستر سے اٹھ کر بولا۔ "اب ہم تنہا نہیں رہیں گے۔ باہر چلو۔ میں یہاں سے جارہا ہوں، تمہارے دل میں میرے لیے جگہ ہے تو میرے ساتھ چلو۔ ورنہ اپنے غلط فیصلوں پر پچھتانے کے لیے یہاں رہ جاؤ۔"

وہ دروازہ کھولتا ہوا باہر آگیا۔ وہاں دور تک مجاہدین اور ان کے لیڈر اور کمانڈر وغیرہ بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک دوسرے سے مقامی زبان میں زور زور سے بول رہے تھے۔ پارس کو دیکھتے ہی چپ ہوگئے۔ وہ ان کے درمیان آکر کھڑا ہوگیا۔ توبہ بھی مکان سے نکل کر اس کے پاس آگئی۔ پارس نے لیڈر سے کہا۔ "میں نے ایک معقول فیصلہ سنا دیا تھا۔ امید ہے کہ آپ حضرات نے اس پر غور فرمایا ہوگا۔"

ان سب نے توبہ کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ بولی۔ "مجھے افسوس ہے، میں اپنے خاوند کا فیصلہ نہ بدل سکی۔ یہ اس قلعے کو امن و امان کی آماجگاہ بنانا چاہتے ہیں اس لیے تمام گروہوں کے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

پرچم اس قلعے پر لہرائیں گے۔"

کمانڈر نے کہا۔ "ہم غیر ملکی دلالوں کے پرچموں کے ساتھ اپنے پرچم کو ناپاک نہیں کریں گے۔ مسٹر پارس! تم ہمارے پرچم کی بے حرمتی کرنا چاہتے ہو۔"

لیڈر نے کہا۔ "یہ بات صاف طور سے سمجھ میں آرہی ہے کہ تم ہمیں قلعے کے اندر کم ظرف دشمنوں سے گلے ملا کر ہمارا گلا کاٹنے چاہتے ہو۔ تم درپردہ امریکی دلال ہو۔"

یہ کہتے ہی اس کی زبان دانتوں کے درمیان آگئی۔ وہ تلملانے اور چیخنے لگا۔ کچھ لوگ اسے سنبھال رہے تھے اور اس کی تکلیف کی وجہ پوچھ رہے تھے۔ پارس نے کہا۔ "مجھ سے پوچھو۔ تمہارے لیڈر نے مجھے امریکی دلال کہا۔ یہ بات غلط ہے اس لیے یہ اذیت میں مبتلا ہوگیا ہے۔ آپ حضرات سے میری التجا ہے کہ جوش اور غصے میں میرے خلاف کوئی بات نہ کریں اور نہ ہی میری مخالفت میں کوئی قدم اٹھائیں۔"

توبہ نے کہا۔ "آپ حضرات نے دیکھا ہے کہ میرے خاوند نے چند منٹوں میں لاکھوں ڈالرز کا اسلحہ تباہ کرا دیا۔ آدھے قلعے کو کھنڈر بنا دیا۔ آپ سب میرے اپنے ہیں۔ میں بھی التجا کرتی ہوں کہ آپ نہایت سنجیدگی اور ٹھنڈے دماغ سے کسی نتیجے پر پہنچیں۔"

کمانڈر نے کہا۔ "جیتی ہوئی بازی ہمارے سامنے ہے۔ ہم ابھی قلعے میں جا سکتے ہیں مگر تمہارا خاوند ہمیں غصہ دلا رہا ہے۔"

"غصہ کرتے وقت سوچ لو کہ تم سب کے سروں پر ٹیلی پیتھی کا عذاب نازل ہو چکا ہے۔ ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے وہ قلعہ محفوظ نہیں رہا تو تم سب کیسے محفوظ رہو گے۔ چند منٹوں میں یہاں کا ایک ایک جوان مارا جائے گا۔ اس لیے غصے اور دشمنی کی بات نہ کرو۔ بے موت مرنے کا راستہ اختیار نہ کرو۔"

کمانڈر نے پارس کو نشانے پر رکھتے ہوئے کہا "اگر میں اسے گولی ماردوں تو کیا ٹیلی پیتھی اسے بچائے گی؟"

اس کا گن والا ہاتھ آپ ہی آپ گھومنے لگا۔ گن اس کی کنپٹی سے جا کر لگ گئی۔ سلمان نے سوچ کے ذریعے کہا۔ "ٹیلی پیتھی اس طرح پارس کو بچائے گی۔ دیکھو تمہاری اپنی گن تمہاری اپنی کنپٹی سے لگ گئی ہے۔ تم لاکھ کوششیں کرو اسے یہاں سے نہیں ہٹا سکو گے۔"

وہ ہٹانے کی کوشش کرنے لگا۔ پھر چیخ کر بولا۔ "ٹیلی پیتھی میری گن سے میرا نشانہ لے رہی ہے۔ مجھے بچاؤ۔"

آس پاس کھڑے ہوئے جوان اس گن کو اس کی کنپٹی سے ہٹانے کے لیے آئے۔ سلمان نے کمانڈر کے ذریعے ایک ہوائی فائر کیا۔ وہ جوان دور چلے گئے۔ کمانڈر نے پھر گن کو اپنی کنپٹی پر رکھ کر کہا۔ "مجھے بچانے کا ایک ہی طریقہ ہے۔ پارس کو یہاں سے صحیح سلامت جانے دو۔"

اس چونیشن پر سب لوگ ساکت و جامد رہ گئے۔ وہ اپنے کمانڈر کی حرام موت نہیں چاہتے تھے۔ لیڈر نے کہا۔ "ٹھیک ہے۔ کوئی پارس کا راستہ نہ روکے۔ اسے جانے دو۔"

وہ سب ایک وسیع دائرے کی صورت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کچھ کھڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے ایک طرف ہٹ کر پارس کے جانے کے لیے راستہ بنا دیا۔ پارس نے کہا۔ "یہ میری شریک حیات توبہ خانم میرے ساتھ نہیں جانا چاہتی ہے۔ میری عمر بھی ہے اس کی عمر میں پہلی بار ایسی عورت دیکھی ہے جسے شوہر سے زیادہ اپنی زمین سے محبت ہے۔ میں یہاں سے جا رہا ہوں اور نہیں جانتا کہ تقدیر کبھی یہاں لائے گی یا نہیں؟ اس لیے آپ سب کے سامنے پوچھتا ہوں، یہ میری عدم موجودگی میں کیسے زندگی گزارے گی؟"

وہ بولی۔ "میں تنہا زندگی گزارتی آرہی ہوں۔ یہ میرے لیے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔"

"میرے لیے ہے کیونکہ تم یہاں میری شریک حیات کہلاؤ گی۔ میں وعدہ کرتا ہوں۔ کابل حکومت اب تم پر کوئی الزام عائد نہیں کرے گی۔ میرے پاپا تمہارے بھائی حاتم شہریار، فریزر پاسکول اور جیک چارلٹن کو قتل کرنے کا اعتراف کریں گے۔ کابل کی حویلی اور دیگر جائداد تمہارے حوالے کر دی جائے گی اور تمہیں قانونی طور پر دو سو مسلح گارڈز رکھنے کی بھی اجازت دی جائے گی۔ اس کے علاوہ اور کیا چاہتی ہو؟"

توبہ کی آنکھیں ایسی ہو رہی تھیں جیسے رونے ہی والی ہو۔ بولی۔ "میں فولاد ہوں۔ میری آنکھوں میں کبھی آنسو نہیں آئے۔ اپنے مرد کو چھوڑنے کے وقت دل ٹکڑے ٹکڑے ہوتا ہے۔ تم تو آؤ گے۔"

"یہ خدا جانتا ہے۔ میں نہیں جانتا مذہب کی رُو سے عورت ایک مخصوص مدت تک خاوند کا انتظار کرنا چاہیے تاکہ اس کے حالات اسے گمراہ نہیں کر دیں۔ لہٰذا ایک برس تک میری واپسی کی توقع رکھو۔ ٹھیک ایک برس بعد خود بخود طلاق ہو جائے گی۔ خدا حافظ۔"

وہ پلٹ کر تیزی سے جانے لگا۔ زندگی میں پہلی بار توبہ کی آنکھیں ایک ذرا سی بھیگ گئیں۔ وہ دھندلائی ہوئی آنکھوں سے ایک دن کے سہاگ کو رخصت ہوتے دیکھ رہی تھی۔

○———□———○

ثانی نے آنکھ کھول دی۔ وہ ایک عمدہ سی خواب گاہ میں ایک آرام دہ بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ کوئی انجانی سی جگہ ہو تو وہاں آنکھ کھلتے ہی پہلا خیال یہی آتا ہے کہ وہ کون سی جگہ ہے؟

ایک ذرا دماغ پر زور ڈالتے ہی یاد آگیا کہ وہ ایک گولڈن برین واسکوڈی تھریا کے بنگلے میں ہے۔ اس کے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ اس پٹی کو چھونے سے یاد آیا کہ وہ کارمن (علی) کے ساتھ بیت المقدس گئی تھی۔ وہاں کچھ شرپسند لوگوں نے ان پر پتھراؤ سا کیا تھا جس کے باعث وہ زخمی ہو گئی تھی۔

اس کے ذہن میں سوال پیدا ہوا، کارمن سے اس کی ملاقات کیسے ہوئی؟ وہ اسرائیل کیسے پہنچ گئی ہے؟

اس کی یادداشت نے جواب دیا۔ وہ سپرماسٹر اور جان لمبوڈا کی طرف سے یہاں آئی ہے۔ پہلے الپا کے بھیس میں تھی۔ اب ایک رئیس زادی لارا کے بھیس میں ہے۔ اس نے ٹرانسفارمر مشین سے گزر کر ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا ہے۔ سپرماسٹر نے اسے سحر ...ام کا خطاب دیا ہے اور وہ ایک خاص مشن پر اسرائیل آئی ہوئی ہے۔

یہ سب کچھ یاد کرنے کے دوران وہ دورِ ماضی تک پہنچی تو ایک دم سے یادداشت روشن ہو گئی، وہ فوراً ہی بستر پر سے اٹھ کر بیٹھ گئی بے اختیار زبان سے بولی۔ "میں سونیا ثانی ہوں۔"

وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس خواب گاہ کو دیکھنے اور سوچنے لگی اب اسے ایک ایک بات یاد آرہی تھی کہ لیلیٰ نے اس پر تنویمی عمل کر کے اسے سلوانہ بنایا تھا۔ پھر وہ مختلف چکروں میں پڑتی ہوئی جان لمبوڈا کے ہاتھ لگ گئی تھی۔ وہ اس کی صلاحیتوں سے بے حد متاثر تھا۔ اس نے کئی طرح سے اس کی وفاداریوں کو آزمایا پھر اسے ٹرانسفارمر مشین سے گزار کر ٹیلی پیتھی کا علم سکھا دیا۔

پھر یہ بھی یاد آیا کہ وہ تمام گولڈن برینز کو ٹریپ کرنے اور ایک گولڈن برین کارمن (علی) کو قتل کرنے آئی ہے لیکن اس کارمن سے اتنی گہری دوستی ہو گئی ہے، جو محبت میں بدل چکی ہے۔

اب یہ محبت ایک گالی لگ رہی تھی کیونکہ وہ تو علی پر جان دیتی تھی اور ایک دن اس کی شریکِ حیات بننا تھا۔ اس نے بیزاری سے سوچا "یہ کم بخت کارمن کہاں سے محبت کرنے کے لیے آمرا ہے؟ وہ بھی یہودی؟ میں تو اس کی کھوپڑی توڑ دوں گی۔"

یہ بات بھی مزاج کے خلاف تھی کہ وہ کارمن کے ساتھ بیت المقدس آئی ہے اور اُس کے ساتھ اس بنگلے میں ہے۔ پھر یہ کہ وہ ابھی ایک گولڈن برین واسکوڈی تھریا کا ہے۔

وہ سوچنے لگی۔ اب اسے ڈبل گیم کھیلنا ہوگا۔ پہلے وہ سلوانہ یا سحر ...ام بن کر سپرماسٹر کے لیے گولڈن برینز کو ٹریپ کرنے آئی تھی۔ اب جب کہ حقیقتاً وہ سلوانہ نہیں سونیا ثانی ہے اور اب اسے صرف گولڈن برینز کو ہی ٹریپ کرنا نہیں ہے بلکہ سپرماسٹر اور لمبوڈا کو بھی شکار کرنا ہے۔

صورتِ حال بدل چکی تھی اب اسے اپنے باپ فرہاد اور اپنے ...ب علی تیمور کے لیے نئے سرے سے کھیل شروع کرنا تھا اور کھیل شروع کرنے سے پہلے یہ سمجھنا تھا کہ وہ کارمن کے ساتھ بیت المقدس کیوں آئی ہے؟ یہاں آنے کا کوئی تو مقصد ہوگا؟

پھر اچانک یاد آیا کہ کارمن بھی اس کی طرح پچھلی زندگی کو بھولا ہوا تھا۔ وہ اصل میں کارمن ہیرالڈ نہیں تھا۔ کوئی اور تھا۔ ... ثانی کی ... اسے بھی یاد نہیں آرہا تھا کہ وہ کون ہے؟ کیا واقعی یہودی ہے؟

اور اسی مذہبی شناخت کے لیے وہ بیت المقدس آئی تھی۔ کیونکہ یہی ایک ایسی مشترکہ عبادت گاہ ہے جہاں یہودی عیسائی اور مسلمان اپنے اپنے خدا کو یاد کرنے آتے ہیں۔ وہ کارمن کے ساتھ خدا سے پوچھنے آئی تھی "اے ہمارے معبود! ہم تجھے کس مذہبی شناخت سے پکاریں؟"

اور ثانی کو اپنی دعا کا جواب مل گیا تھا۔ اسے معلوم ہو گیا تھا کہ الحمدللہ وہ مسلمان ہے۔ وہ سوچ رہی تھی۔ مجھے یاد آگیا ہے تو یقیناً اللہ تعالیٰ نے اس پر بھی کرم کیا ہوگا۔ اسے بھی یاد آہی گیا ہوگا کہ وہ.....

وہ سوچتے سوچتے رک گئی۔ کمرے کا دروازہ کھل رہا تھا اور وہاں کارمن نظر آرہا تھا۔ وہ خوش ہو کر بولنا چاہتی تھی کہ اسے پچھلی زندگی یاد آگئی ہے۔ وہ مسلمان ہے اور اس کا نام ثانیہ سلمان عرف سونیا ثانی ہے۔

وہ بولتے بولتے رک گئی۔ اس کی حاضر دماغی نے کہا "پہلے یہ معلوم کرو کہ کارمن کی یادداشت واپس آئی ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو پھر یہ یہودی رہے گا اور یہ معلوم ہونے پر کہ میں فرہاد علی تیمور کے خاندان سے تعلق رکھتی ہوں، میرا دشمن بن جائے گا۔"

وہ کمرے میں آکر مسکراتے ہوئے بولا "ہیلو کیا پچھلی زندگی یاد آئی؟"

"کیا تمہیں یاد آئی؟"

"مجھ سے کیوں پوچھ رہی ہو؟"

"پہلے تم بتاؤ۔ پھر میں بتاؤں گی۔"

"تم نہ بھی بتاؤ تو میں جانتا ہوں۔ تم میری جان سونیا ثانی ہو۔"

اس نے حیرانی سے دیکھا۔ وہ بولا "پہلے میں تمہیں اپنے دماغ میں آنے نہیں دیتا تھا۔ اب آسکتی ہو۔ میرے خیالات پڑھ سکتی ہو۔"

وہ بستر پر آکر چاروں شانے چت لیٹ گیا۔ ثانی اس کے اندر پہنچ کر چور خیالات پڑھنا چاہتی تھی۔ علی کی پہلی ہی سوچ نے چونکا دیا۔ وہ خوش تھی مگر بے یقینی سے بولی۔ "تم...تم علی ہو۔ میرے علی ہو؟"

"تم میری زبان پر بھروسا نہیں کرو گی۔ اس لیے اپنے دماغ میں آنے دیا ہے۔ خوب اچھی طرح میرے خیالات پڑھ لو۔"

اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ اتنی بڑی خوشی مل گئی ہے۔ اس کا محبوب اس کے بالکل قریب ہے۔ اس نے طرح طرح سے چور خیالات کو کھنگالا پھر خوشی سے چیختی ہوئی اس پر آگری۔ علی بھی دل کھول کر قہقہے لگانے لگا۔ وہ دو قالب تھے، ایک قالب ہو کر بستر پر لوٹنے لگے۔

ان کی مسرتوں کی کوئی حد اور انتہا نہیں تھی۔ ایسی مسرتوں کی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

مُنہ زور لہروں میں دو محبت کے متوالے، نہ جانے کتنی دور تک بہہ جاتے لیکن وہ فوراً ہی الگ ہو گئے۔ بستر کے ایک سرے پر علی اور دوسرے سرے پر ثانیہ چلی گئی۔ پھر علی جھینپ کر اسے دیکھنے لگا اور وہ شرما کر نظریں چرانے لگی۔ دونوں کے مزاج میں جنسی خواہش اور ہوس پرستی نہیں تھی۔ وہ دونوں اپنے جذبات کو لگام دینا جانتے تھے۔ اس لیے زیادہ سے زیادہ ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑتے تھے اس سے آگے نہیں جاتے تھے۔

وہ بولا "ثانی! آج تمہیں پا کر مجھے نئی زندگی مل گئی ہے۔"

"تم نے تو مجھے الپا کے روپ میں ہی پہچان لیا تھا۔ میں تو آج پہچان رہی ہوں۔ تم نے مجھے پہلے پا لیا تھا۔ میں آج پا رہی ہوں۔ جی چاہتا ہے کہ ایک ننھی بچی کی طرح خوب اچھلنا کودنا شروع کر دوں۔ یہ بتاؤ، تمہیں اپنی پچھلی زندگی کب یاد آئی؟"

"مجھ سے کیوں پوچھ رہی ہو۔ ابھی تم نے میرے خیالات پڑھے ہیں۔"

"تمام خیالات نہیں پڑھے۔ یہ یقین ہوتے ہی کہ تم میرے علی ہو، میں سب کچھ بھول گئی۔"

"کوئی بات نہیں، اب پڑھ لو۔"

"پڑھنا کیا ضروری ہے؟ تم خود ہی کیوں نہیں بتا دیتے؟"

"بھئی، کچھ ایسی بات بھی ہے جسے میں زبان سے نہیں کہہ سکوں گا۔ میں فون کے ذریعے جے مورگن سے باتیں کرتا ہوں، تم اپنی موجودگی ظاہر کیے بغیر میرے دماغ میں رہو کیونکہ جے مورگن بھی کسی ضرورت سے میرے اندر آ سکتا ہے۔"

وہ ٹیلیفون کے پاس جا کر ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگا۔ رابطہ قائم ہوتے ہی اس نے کوڈ ورڈز ادا کیے پھر کہا "ہیلو مورگن! کیا رپورٹ ہے؟"

"سر! ہم نے الپا کو حراست میں لیتے ہی اسے بے ہوش کر دیا ہے تاکہ جان لبوڈا بازی ہار کر اسے ہلاک نہ کر دے۔"

الپا نے ایک گولڈن برین جان نوبل کو اپنا دیوانہ بنایا تھا۔ اسے اپنے بنگلے میں رات کے کھانے کی دعوت دی تھی۔ علی نے جے مورگن کو اچھی طرح سمجھا دیا تھا کہ الپا اور جان نوبل کو بڑی ہوشیاری سے گھیرنا ہو گا کیونکہ لبوڈا بھی خیال خوانی کے ذریعے وہاں موجود ہو گا۔ جب وہ دیکھے گا کہ الپا ہاتھ سے نکلی جا رہی ہے تو کسی کو آلۂ کار بنا کر اسے مار ڈالے گا۔ تاکہ ٹیلی پیتھی جاننے والی اسرائیل میں نہ رہے اور گولڈن برینز اس سے محروم ہو جائیں۔

جے مورگن نے الپا کو گرفتار کرتے ہی بے ہوش کر دیا تھا۔ جان نوبل کو بھی ملٹری کی تحویل میں پہنچا دیا تھا تاکہ اسے فوجی قوانین کے مطابق سزا دی جائے۔ علی نے کہا "مورگن! ہماری ٹیلی پیتھی جاننے والی الپا خطرے سے باہر نہیں ہے۔ لبوڈا اس کے ہوش میں آنے کا انتظار کرے گا یا پھر اسے قتل کرنے کے لیے کئی آلۂ کار استعمال کرے گا۔"

"سر! ملٹری اسپتال میں سخت پہرا ہے۔ اسپتال کے اس مخصوص حصے میں صرف ایک ڈاکٹر ہی جاتا ہے۔ کسی وارڈ بوائے اور نرس کو بھی ادھر جانے کی اجازت نہیں ہے۔ الپا کو ایک مخصوص مدت تک کوما میں رکھا جائے گا۔ ہم لبوڈا کی کوئی چال کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔"

علی نے کہا "الپا کچھ عرصہ تک فیلڈ میں نہیں رہے گی۔ صرف تم اور ہیری ہوگن ہمارے خیال خوانی کرنے والے رہو گے۔ جنرل پارکن کی کیا رپورٹ ہے؟"

"میں آپ سے اسی کا ذکر کرنے والا تھا۔ وہ ہمارا تیسرا خیال خوانی کرنے والا پورے فارم میں ہے۔ اس کا برین واش کرنے کے بعد ہپناٹائز کرنے والے نے یقین دلایا ہے کہ وہ پچھلی تمام باتیں بھول گیا ہے۔ میں بھی چپ چاپ اس کے خیالات پڑھ چکا ہوں۔ ہم اس پر بھروسا کر کے اس کی ٹیلی پیتھی کو چھوٹے اور کم اہم معاملات میں استعمال کر سکتے ہیں۔"

"ہمارے دوسرے خیال خوانی کرنے والے ہیری ہوگن پر تم کس حد تک بھروسا کرتے ہو؟"

"آپ سچ پوچھیں تو ہم میں سے کوئی بھی قابلِ اعتماد نہیں ہے۔ دشمن کسی موقع پر بھی ہمیں ٹریپ کر کے ہماری وفاداری کو غداری میں بدل سکتے ہیں؟"

"تم درست کہتے ہو۔ ویسے ہیری ہوگن نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے کوئی قابلِ ذکر کارنامہ انجام نہیں دیا ہے۔"

"وہ کارنامے انجام دے سکتا ہے لیکن اس سے شراب چھڑانا چاہو تو چھپ کر پی لیتا ہے۔ اس بری لت کے باعث وہ سانس روکنے کا عادی نہیں رہا۔ آپ سے پہلے کسی گولڈن برین نے اسے کسی دشمن کے خلاف استعمال نہیں کیا۔ اس سے ہم صرف حکومت کے ایسے اہم کام کراتے ہیں جسے کرنے کے دوران دشمنوں سے اس کا سامنا نہیں ہوتا۔"

"لبوڈا کو معلوم ہو گا تو اسے پہلی فرصت میں اپنا غلام بنا لے گا۔"

"اسی لیے اسے منظرِ عام پر آنے نہیں دیا جاتا ہے۔ اس کے لیے یہی بہتر ہے کہ وہ گمنام رہ کر اپنا کام کرتا رہے۔"

علی نے اور دو چار باتیں کر کے اپنا رابطہ ختم کر دیا۔ ریسیور رکھ کر ثانی کو دیکھا تو وہ ناراض ہونے کی ادا دکھاتی ہوئی دوسری طرف منہ پھیر کر بیٹھ گئی۔ وہ بولا "میں جانتا تھا جب تمہیں معلوم ہو گا کہ میں نے پامیلا سے شادی کی تھی تو تم ناراض ہو جاؤ گی۔"

وہ بولی "کیا تمہارے اس کارنامے پر مجھے خوش ہونا چاہیے؟"

"بے شک وہ ایک سیڑھی تھی، اس کے ذریعے میں گولڈن برین کہلاتا ہوں۔"

"اور دو چار شادیاں کر لو۔ ڈائمنڈ اور پلاٹینم برین بھی کہلاؤ گے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "تم جانتی ہو کہ میں عشق کے معاملے میں کتنا کنجوس ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ خدا نے مجھے صرف تمہارے لیے پیدا کیا ہے۔"

"جی ہاں، تمہیں میرے لیے اور پامیلا کو تمہارے لیے پیدا کیا تھا۔"

"پلیز یقین کرو۔ میں نے اپنی خوشی سے ایسا نہیں کیا تھا۔ میرے پاپا اور تمہاری ڈیڈی کی یہ پلاننگ تھی کہ مجھے اس حکمتِ عملی سے گولڈن برینز کے درمیان پہنچنا چاہیے۔"

"سنا ہے، شیر کے منہ کو لہو کا چسکا اور مرد کی نیت کو عورت کی جوانی کا چسکا پڑ جائے تو وہ اسے بھولتا نہیں ہے، ایک کے بعد دوسرا شکار ڈھونڈتا ہے۔"

علی نے اپنے دونوں کانوں کو پکڑتے ہوئے کہا "خدایا! تو نے ثانی کو غیر معمولی ذہانت دی لیکن اسے عورت کی وہی شکی طبیعت دی ہے۔ میری دعا ہے کہ اس کے دل سے میل نکل جائے۔"

"جب مرد کوئی غلطی کرتا ہے تو بدحواسی میں الٹی سیدھی حرکتیں کرتا ہے۔ تم دونوں کان پکڑ کر دعا مانگ رہے ہو جب کہ کان پکڑ کر معافی مانگی جاتی ہے۔ تمہاری یہ بدحواسی ظاہر کر رہی ہے کہ تم اب بھی کچھ چھپا رہے ہو۔"

"بس میں سمجھ گیا۔ جب دل میں ایک بار شک پیدا ہو جائے تو مرتے دم تک نہیں نکلتا۔ ٹھیک ہے میں عاشق مزاج اور عیاش ہو گیا ہوں۔ کسی دوسرے موضوع پر گفتگو کرو۔"

"ایک تو تم نے میرے سوا دوسری کا منہ دیکھا۔ اوپر سے اکڑ رہے ہو۔ میرے سر پر ہاتھ رکھ کر بولو کیا پامیلا سے محبت نہیں کی تھی؟"

"تم اچھی طرح جانتی ہو، میں کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔ پہلے پامیلا سے محبت نہیں تھی، شادی کے بعد قدرتی طور پر محبت ہو گئی۔ وہ بہت اچھی تھی۔ اس کی صاف دلی سے پتا چلا کہ یہودیوں میں بھی محبت کرنے والی ہستیاں ہوتی ہیں۔ میں اپنے دل میں صدمات کو ظاہر نہیں ہونے دیتا لیکن پامیلا کی بے وقت موت سے مجھے بہت صدمہ پہنچا تھا۔"

ثانی نے قریب آ کر اُس کا ہاتھ تھام کر کہا "تم بہت سچے ہو۔ میں نے تمہارے خیالات پڑھ کر معلوم کر لیا تھا کہ تمہیں اس بیوی سے محبت ہو گئی تھی اور یہ واقعی قدرتی بات ہے۔ میرا دل چاہ رہا تھا کہ تم سے روٹھ جاؤں۔ ورنہ تم سے کوئی شکایت نہیں ہے۔"

"یعنی اب ہم دوسرے موضوع پر باتیں کر سکتے ہیں؟"

"ہاں یہ بتاؤ۔ اس بنگلے کا مالک گولڈن برین واسکوڈی تھا، وہ کہاں ہے؟"

"ہم جیسے نوجوان جوڑے کو یہاں رات گزارنے کا موقع دے کر دوسرے بنگلے میں گیا ہے۔ یہاں ہم ہیں اور کوئی تیسرا نہیں ہے۔"

"اب یہ طے کرنا ہے کہ مجھے بدستور سلوانہ اور سپر مادام کا رول ادا کرنا چاہیے یا نہیں؟"

"عقل کہتی ہے فی الحال اپنی اصلیت ظاہر نہ کرو۔ سپر مادام بن کر سپر ماسٹر اور لبوڈا کے لیے کام کرتی رہو۔"

"میں بھی یہی چاہتی ہوں لیکن پاپا سے مشورہ کر لینا چاہیے۔"

"یہ تم پر اللہ تعالیٰ کا بڑا کرم ہے کہ تمہیں ٹیلی پیتھی کا علم دیا ہے۔ پہلے امی سے بات کرو۔ ورنہ پاپا کے پاس جاؤ گی تو وہ یقین نہیں کریں گے کہ تم دماغ میں آ کر بول رہی ہو۔ امی نے تم پر تنویمی عمل کیا تھا۔ وہی پاپا سے رابطہ کریں گی۔"

ثانی نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ پھر لیلیٰ کو مخاطب کیا۔ "امی! میں ہوں ثانی۔"

"بیٹی! ہمارے درمیان کوڈ ورڈز مقرر نہیں ہوئے ہیں۔ تم چلو میں علی کے پاس آ رہی ہوں۔"

ثانی نے دماغی طور پر حاضر ہو کر علی سے کہا "امی تمہارے پاس آ رہی ہیں۔"

لیلیٰ نے آ کر کوڈ ورڈز ادا کیے۔ "ثانی کے لیے کوڈ ورڈز مقرر کرو۔ تاکہ دشمن ہمیں دھوکا نہ دے سکیں۔" علی نے ذرا سوچ کر یہ

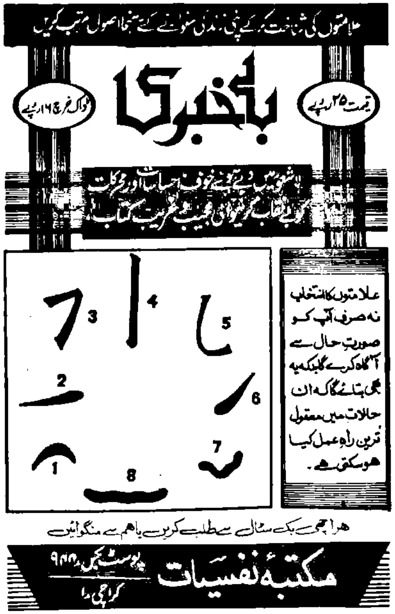

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کوڈورڈز سنائے "ثانی' اے بلومنگ فلاور" (ثانی ایک کھلتا ہوا پھول)"

لیلیٰ نے مسکرا کر کہا "یہ رومانی کوڈورڈز تمہارے دماغ میں آکر سنائے گی تو اچھا لگے گا۔ اس سے کہو' میں اس کے پاس آکر کہوں گی۔ دی نیو رائزنگ سن سونیا ثانی" (نیا ابھرتا ہوا آفتاب سونیا ثانی۔)

"اور ثانی آپ کے پاس آکر کیا کہے گی؟"

"وہ ہم تمام بزرگوں کے پاس آکر کہا کرے گی۔ یورلولی بے بی" (آپ کی پیاری بے بی)

"ٹھیک ہے آپ پاپا کے پاس جائیں۔ ثانی آرہی ہے۔"

لیلیٰ میرے پاس آگئی۔ چند لمحوں کے بعد ثانی نے آکر کہا "ہیلو پاپا! می سونیا ثانی۔ یورلولی بے بی۔"

میں نے خوش ہو کر کہا "بے شک و شبہ تم لولی بی بی ہو۔ ایک عرصے کے بعد تمہیں اپنے درمیان پا کر کتنی خوشی ہو رہی ہے۔ یہ تم میرے خیالات پڑھ کر معلوم کر سکتی ہو۔"

"پاپا! مجھے تو اپنی کھوئی ہوئی جنت مل گئی ہے۔ میں ابھی ڈیڈی اور ممی کے پاس جاؤں گی' پہلے ایک مشورہ چاہتی ہوں۔ کیا مجھے اصلیت ظاہر کرنا چاہیے یا پُراسرار بن کر رہنا چاہیے؟"

"بھئی تم نادان بچی نہیں ہو۔ اپنی عقل سے فیصلہ کرو۔"

"میں نے اور علی نے سوچا ہے' ڈبل گیم کھیلا جائے۔ فی الحال اصلیت ظاہر نہیں کروں گی۔"

"میں اس منصوبے کی تائید کرتا ہوں۔ تمہاری امی اپنے تمام لوگوں کو تمہاری آمد اور کوڈورڈز کے متعلق بتا رہی ہیں۔ جاؤ اور تمام بزرگوں کو سلام کرو۔ سب سے پہلے جناب اسد اللہ تبریزی کی خدمت میں حاضری دو۔"

ثانی نے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام کیا۔ انہوں نے دعائیں دیں پھر کہا "بیٹی! اپنے تمام عزیزوں اور رشتے داروں سے ملاقات کرو۔ صرف اپنی مما "سونیا" کے پاس نہ جانا۔ اُس نے ایک مخصوص مدت کے لیے گوشہ نشینی اختیار کی ہے۔"

وہ سلمان اور سلطانہ کے پاس آئی۔ وہ اس کے والدین تھے اس کے ساتھ تھوڑی دیر ہنستے بولتے رہے پھر ثانی نے سلطانہ سے پوچھا "ممی! یہ بتائیں' ہماری مما نے گوشہ نشینی کیوں اختیار کی ہے؟"

"بیٹی! وہ ماں بننے والی ہیں۔ تمہارے نانا جان بابا فرید واسطی مرحوم نے انہیں ہدایات دی تھیں کہ زچگی ہونے تک وہ تمہارے نانا جان کے حجرے میں رہیں گی۔ کسی سے ملاقات نہیں کریں گی اور کسی ذریعے یعنی ٹیلیفون اور خیال خوانی کے ذریعے سے بھی گفتگو نہیں کریں گی۔"

وہ بولی "ممی! میں آپ کی باتیں سن رہی ہوں اور خیالات پڑھ رہی ہوں یہ انکشاف ہو رہا ہے کہ آپ بھی ماں بننے والی ہیں۔"

سلطانہ شرمانے اور مسکرانے لگی۔ وہ مبارکباد دے کر پارس کے پاس آئی پھر کوڈورڈز ادا کیے۔ "میں ہوں سونیا ثانی۔ یورلولی بے بی۔"

وہ بولا "لاحول ولا قوۃ۔ جو ہو ماں نہ بن سکی۔ میرے نصیب میں شاید بچہ نہیں ہے پھر یہ پیاری بے بی کہاں سے پیدا ہو گئی ہے۔"

"امی نے کہا ہے کہ میں بزرگوں کے دماغوں میں جا کر یہی کوڈورڈز سنایا کروں۔"

"اچھا تو میں تمہارا بزرگ ہوں۔ علی بھی میرا ہم عمر ہے' کیا تم اُس کی بھی بچی ہو؟ ذرا اسے ابا حضور کہو۔"

"اے میں تمہارا منہ توڑ دوں گی۔ تم مجھ سے اور علی سے جلتے کیوں ہو؟"

"جلنے کی تو بات ہے۔ وہ تم سے شادی کرنا چاہتا ہے جب کہ میں تم سے عشق کرتا ہوں۔"

"منہ دیکھا ہے آئینے میں؟ سات سمندروں سے پہلے منہ دھو کر آؤ۔ تب بھی گھاس نہیں ڈالوں گی۔"

"اس کا مطلب ہے علی کو گھاس ڈالتی ہو۔"

"ہاں ڈالتی ہوں۔"

"تمہیں شرم آنی چاہیے۔ گھاس ڈال ڈال کر میرے بھائی کو جانور بنا دیا ہے۔ بیچارہ انسانوں کی خوراک بھول گیا۔ کسی نے سچ کہا ہے' عورت انسان کو انسان نہیں رہنے دیتی۔ عجوبہ بنا دیتی ہے۔"

"میری پہلی اور آخری خواہش یہی ہے کہ کوئی عورت تمہیں عجوبہ بنا دے۔"

"یہی خواہش پوری کرنے کے لیے میں نے تم سے عشق کیا ہے۔"

"دیکھو پارس! میں سمجھا دیتی ہوں۔ یہ عشق و محبت کی بکواس مجھ سے نہ کیا کرو۔"

"اگر یہ بکواس ہے تو اللہ کرے تمہارے سامنے ایسی بکواس کرنے والے کے مُنہ میں چھالے پڑیں۔ ذرا علی کا مُنہ کھول کر دیکھو' چھالے تو نہیں ہیں؟"

وہ دماغی طور پر علی کے سامنے حاضر ہو کر بولی "خدا بچائے تمہارے بھائی سے۔ دماغ کھا لیتا ہے' کیا تم اسے منع نہیں کر سکتے؟"

"کس بات کے لیے منع کروں؟"

"وہ مجھ سے عشق کرنے کا دعویٰ کرتا ہے۔"

علی نے ہنستے ہوئے کہا "عشق تو اس کی گھٹی میں پڑا ہوا ہے اس سے نجات حاصل کرنے کا ایک ہی راستہ ہے۔ تم بھی اس سے عشق شروع کر دو۔"

"یہ تم کہہ رہے ہو؟ کیا دماغ صحیح ہے؟"

"ہاں صحیح ہے۔ جب تم ذہیث بن جاؤ گی تو پھر وہ مذاق کرنے کا انداز بدل دے گا لیکن تمہیں چھیڑنے سے باز نہیں آئے گا۔ میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں' وہ میرے رشتے سے تمہیں بہت چاہتا ہے وہ اپنی محبت سے تمہاری ناک میں دم کرتا رہے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں آئندہ اس سے نمٹ لوں گی۔ دوسری بات کرو' میں نے لمبوڈا سے کہا تھا کہ میں گولڈن برین واسکوڈی تھرما کو ٹریپ کرنے والی ہوں۔"

"تو پھر اپنی کارکردگی دکھاؤ۔ اسے ٹریپ کر کے لمبوڈا اور سپر ماسٹر کو خوش کرو۔"

"ہم دشمن کو گولڈن برین کے دماغ میں پہنچائیں گے تو ہمارا نقصان نہیں ہو گا؟"

"نہیں ہو گا۔ یہ تمام گولڈن برینز کون سے ہمارے رشتے دار ہیں۔ انہیں دشمنوں کے قبضے میں جانے دو۔ ہم تو یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنے قبضے میں رکھیں گے۔"

"ہاں تم الپا کے سلسلے میں فون پر باتیں کر رہے تھے۔"

"الپا کو کوما میں رکھا جائے گا۔ فی الحال تم ہیری ہوگن کو ٹریپ کر سکتی ہو۔"

"یہ ٹیلی پیتھی جاننے والا ہوگن نہ کبھی نظر آتا ہے نہ ہی کبھی اس کا ذکر سنا جاتا ہے۔ یہ رہتا کہاں ہے؟"

"تمہیں معلوم ہو جائے گا' میں فون پر باتیں کروں گا۔ اگر وہ اپنے مکان میں ہو گا تو کمرا بند کر کے پی رہا ہو گا۔ تمہیں اپنے دماغ میں محسوس نہیں کرے گا۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ علی نے ریسیور اٹھا کر ہیلو کہا۔ دوسری طرف سے گولڈن برین واسکوڈی تھرما نے پوچھا "ہیلو کارمن! میں نے تمہیں ڈسٹرب تو نہیں کیا؟"

"اوہ نو انکل! آپ کیسی بات کر رہے ہیں؟ آپ کو تو ہمارے ساتھ رہنا چاہیے۔"

"جوانوں کے ساتھ بوڑھا اچھا نہیں لگتا۔ بائی دی وے' میں ڈنر کے لیے کرب بوزاِن جا رہا ہوں۔ کیا لارا کے ساتھ مجھے جوائن کرو گے؟"

"ودھ گریٹ پلیژر انکل! ہم ابھی کرب بوز پہنچ رہے ہیں۔ تھینک یو۔"

اس نے ریسیور رکھ کر کہا "ثانی! تمہارا کام بن رہا ہے۔ گولڈن برین نے ہمیں ڈنر کے لیے انوائیٹ کیا ہے۔"

وہ اٹھتے ہوئے بولی "میں چینج کر کے آتی ہوں' تم ہیری ہوگن سے رابطہ کر کے مجھے اس کی آواز سنواؤ۔"

وہ دوسرے کمرے میں گئی لیکن علی کے دماغ میں رہی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ دوسری طرف دیر تک گھنٹی بجتی رہی پھر کسی عورت کی آواز سنائی دی۔ علی نے کہا "ریسیور ہوگن کو دو۔"

"یہاں کوئی ہوگن نہیں رہتا ہے۔ رانگ نمبر۔"

علی نے ڈانٹ کر کہا "خبردار! ریسیور نہ رکھنا۔ یہ ملٹری کے اہم معاملات سے تعلق رکھنے والے فون میں سے ایک ہے۔ یہ کبھی رانگ نمبر نہیں ہو سکتا۔ ہری اپ یو ڈرٹی لیڈی! ہوگن کو ریسیور دو۔"

وہ سہم کر بولی "یس سر! آپ کون ہیں سر! مسٹر ہوگن پیتے وقت فون اٹینڈ نہیں کرتے ہیں۔"

"اس سے بولو گولڈن برین کارمن ہیرالڈ اسے فون پر بلا رہا ہے۔"

اس عورت نے ہوگن کی طرف ریسیور بڑھاتے ہوئے کارمن کا نام بتایا' وہ فوراً سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ پھر ریسیور کان سے لگا کر بولا "یس سر! میں ہوگن بول رہا ہوں۔ میں نے بالکل نہیں پی ہے۔ صرف تھوڑی سے چکھی ہے۔ آدھی بوتل چکھنے میں اور پینے میں بڑا فرق ہوتا ہے' یہ تو آپ جانتے ہی ہیں۔"

"میں نہیں جانتا کیونکہ نہ کبھی پی ہے' نہ کبھی چکھی ہے۔ یہ تمہارے ساتھ عورت کون ہے؟"

"سر! یہ رلی ڈارلنگ ہے۔ مم میرا مطلب ہے رلی باورچن ہے۔ کھانا اچھا پکاتی ہے۔"

"تم ہر ہفتے ملازمہ بدلتے رہتے ہو۔ کسی دن بری طرح پھنسو گے۔"

"مجھے کوئی نہیں پھانسے گا۔ آپ تو جانتے ہی ہیں کہ میرے چاروں طرف فوجیوں کا سخت پہرا رہتا ہے۔"

ثانی دوسرے کمرے سے لباس بدل کر آگئی۔ اس نے بولی "میں اس گدھے کے دماغ میں پہنچ گئی ہوں۔ بعد میں اس سے نمٹ لوں گی۔"

علی نے ریسیور رکھتے ہوئے اسے تعریفی نظروں سے دیکھا۔ پھر کہا "مجھے شاعری نہیں آتی' صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ اس لباس میں بہت پیاری لگ رہی ہو۔"

وہ دونوں باہر آئے۔ علی نے بنگلے کے دروازے کو لاک کیا۔ پھر ڈرائیونگ سیٹ پر آکر بیٹھ گیا' وہ اس کے برابر آکر بیٹھ گئی۔ گاڑی اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھنے لگی تو اس نے کہا "مجھے مخاطب نہ کرنا۔ میں لمبوڈا کے پاس جا رہی ہوں۔"

وہ مخصوص کوڈورڈز کے ساتھ لمبوڈا کے پاس آکر بولی "ہیلو انکل! کیا الپا کامیاب ہو گئی؟"

"اوہ مائی ڈارلنگ بے بی! بہت بڑا نقصان ہوا ہے۔ الپا ہمارے ہاتھ سے نکل گئی ہے۔ یہ کارمن ہیرالڈ اور جے مورگن بہت دردِ سر بنے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ الپا کی نگرانی کر رہے تھے۔ انہیں شبہ تھا کہ وہ ہمارے لیے کام کر رہی ہے۔ اس شبے کی تصدیق ہوتے ہی انہوں نے اسے گرفتار کر کے بے ہوش کر دیا۔ پھر اسے کوما میں پہنچا دیا۔ پتا نہیں وہ کوما سے کب نکالی جائے گی۔ میری عدم

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

موجودگی میں اس کا برین واش کردیا جائے گا۔ اب وہ ہمارے ہاتھ نہیں آئے گی۔"

"ڈونٹ وری انکل! جہاں نقصان ہوتا ہے' وہاں فائدہ بھی پہنچتا ہے۔"

"اسرائیل میں ابھی تک ہمیں کوئی فائدہ نہیں ہوا ہے۔ وہاں تمہارا بھی وقت ضائع ہو رہا ہے۔"

"میں وقت ضائع نہیں کرتی۔ میں بھی الپا کا نقصان پورا کروں گی۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والی چلی گئی۔ میں آپ کو دوسرے یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے پاس پہنچاؤں گی۔"

"کیا واقعی؟ کب پہنچاؤ گی؟ کون ہے وہ؟"

"وہ ہیری ہوگن ہے۔ آپ میرے پاس آئیں' میں ابھی ہوگن کے دماغ میں ہوں۔"

وہ ہوگن کے اندر پہنچی۔ لبوڈا نے ثانی کے دماغ میں آکر ہوگن کی آواز اور لہجے کو گرفت میں لے کر کہا۔ "یہ نشے میں ہے' میں اسے اپنا تابعدار بنا لوں گا۔ شکریہ بے بی! تم نے پھر ایک کارنامہ انجام دیا ہے۔"

"ایک اور کارنامہ انجام دوں گی۔ ٹھیک آدھے گھنٹے بعد آئیں' میں آپ کو گولڈن برین واسکوڈی تھرپا کی کھوپڑی میں پہنچا دوں گی۔"

وہ خوش ہو کر بولا "برے وو (شاباش) تم صحیح معنوں میں سُپر مادام ہو۔"

ثانی نے سانس روک لی۔ لبوڈا اس کے دماغ سے ہوگن کے دماغ میں منتقل ہو گیا۔ وہ دماغی طور پر کار میں حاضر ہو کر علی سے بولی۔ "میں نے اچانک فیصلہ کیا کہ ہوگن کو لبوڈا کے حوالے کر دینا چاہیے۔"

"وہ کیوں؟"

"میں نے ہیری ہوگن کے خیالات پڑھے ہیں۔ وہ ایک ایسا مریض ہے جس کا علاج کرنے والے ڈاکٹروں نے دواؤں کے ساتھ شراب کو بھی لازمی قرار دیا ہے۔ شراب ڈاکٹری نسخے میں ہے' وہ جب تک جیتا رہے گا' پیتا رہے گا۔ لبوڈا کے ہاتھ سے الپا نکل گئی ہے۔ میں نے یہ کھوٹا سکہ دے کر اسے خوش کر دیا ہے۔"

"مگر ثانی! کبھی کبھی کھوٹا سکہ بھی کام آجاتا ہے۔"

"جب کام لینا ہو گا تو پاپا یا ڈیڈی اس کے دماغ میں لبوڈا کا لہجہ اپنا کر پہنچ جائیں گے کیونکہ آئندہ ہوگن اسی لبوڈا کا معمول اور تابعدار رہے گا۔ جو بھی اس کا لہجہ اپنا کر آئے گا' ہوگن اسے اپنا عامل سمجھے گا۔"

"ہاں یہ سمجھ میں آنے والی بات ہے۔ ہیری ہوگن دشمن کا ہو کر بھی ہماری دسترس میں رہے گا۔"

"میں نے تم سے مشورہ کیے بغیر ہوگن کو لبوڈا کے حوالے کر دیا۔ تم نے اسے انا کا مسئلہ بنا کر یہ نہیں پوچھا کیوں بی بی! اپنے مرد سے مشورہ کیے بغیر اتنا بڑا قدم کیوں اٹھایا؟"

"ثانی! تم نے مما (سونیا) سے تربیت حاصل کی ہے۔ مما کی ذہانت سے سوچتی ہو' تیزی سے فیصلہ کرتی ہو اور تیزی سے ہی عمل کرتی ہو' تمہیں بھلا کون روکے ٹوکے گا؟"

"پھر بھی اپنا مرد جائز یا ناجائز باتوں پر روکتا ٹوکتا اور غصہ دکھاتا ہے تو اچھا لگتا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ عورت کی یہ نفسیات یاد رکھوں گا۔ آئندہ ہوشیار رہنا۔"

وہ ہنسنے لگی۔ دونوں یوزان میں پہنچ گئے۔ واسکوڈی تھرپا ان کا انتظار کر رہا تھا۔ علی نے ثانی کا تعارف کراتے ہوئے کہا "انکل! یہ میری گرل فرینڈ لارا ہے اور لارا! تمہیں تو بتا ہی چکا ہوں کہ یہ میرے بہت پیارے انکل ہیں۔"

ثانی اور واسکوڈی تھرپا نے مصافحہ کیا پھر وہ کھانے کی میز کے اطراف بیٹھ گئے۔ ان کے سامنے سوپ لا کر رکھتے وقت لبوڈا نے آکر کہا "ہیلو بے بی! میں آگیا ہوں۔"

اسی وقت علی نے کہا "انکل! ذرا واش روم سے ہاتھ دھو کر آئیں۔"

"ہاں ہاں ضرور۔ میں تم سے یہی کہنے والا تھا۔"

وہ دونوں واش روم کی طرف گئے۔ لبوڈا نے کہا "میں نے واسکوڈی تھرپا کی آواز اور لہجے کو یاد کر لیا ہے۔"

ثانی نے کہا "آپ دس منٹ بعد آئیں' وہ سوپ پی رہا ہو گا' اس وقت اس کے دماغ کا دروازہ آپ کے لیے کھلا ہو گا۔"

لبوڈا چلا گیا۔ واسکوڈی تھرپا نے واش روم میں آکر کہا "کارمن! تم یہاں کچھ کہنے کے لیے مجھے بلا کر لائے ہو؟"

"جی ہاں۔ ہیری ہوگن کی شراب نوشی اسے لے ڈوبے گی۔ ہم مطمئن ہیں کہ اس کے اطراف فوجیوں کا پہرا رہتا ہے لیکن کوئی دشمن خیال خوانی کرنے والا اس کے دماغ میں گھس آئے گا تو ہماری جاسوسی اور پہریداری دھری کی دھری رہ جائے گی۔"

"درست کہتے ہو۔ ہم اس مسئلے کو تمام گولڈن برینز کے سامنے پیش کریں گے۔ ویسے یہ لڑکی لارا بہت فلرٹ ہے' اس کے کتنے بوائے فرینڈز ہیں۔"

"ہونے دیں۔ مجھے کون سی زندگی گزارنی ہے اس کے ساتھ۔ صبح اس کی چھٹی کر دوں گا۔"

وہ ہنستا ہوا علی کے ساتھ واش روم سے باہر آیا۔ پھر میز کے پاس آکر اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔ وہ تینوں اپنے اپنے پیالے میں سوپ لے کر پینے لگے۔ ثانی نے واسکوڈی تھرپا کے خالی پیالے میں پہلے ہی دوا کی ایک ننھی سی بوند ٹپکا دی تھی۔ اب وہ بوند سوپ میں حل ہو کر اس کے حلق سے اتر رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ہی اس نے کمزوری محسوس کی۔ لبوڈا ٹھیک دس منٹ کے بعد اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کی زبان سے بولا۔ "سوری' میری طبیعت کچھ خراب ہو رہی ہے۔ میں فوراً ہی میڈیکل ٹریٹمنٹ کے لیے جا رہا ہوں۔ آپ دونوں مائنڈ نہ کریں۔"

ثانی نے کہا "کوئی بات نہیں۔ آپ جا سکتے ہیں۔"

لبوڈا اسے لے گیا۔ علی نے کہا "سپر ماسٹر اور جان لبوڈا بہت خوش ہو رہے ہوں گے کہ ایک گھنٹے کے اندر ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا اور ایک گولڈن برین ان کے ہاتھ آگیا ہے۔"

وہ مسکرا کر بولی "سچ کہنا علی' یہ طریقۂ کار کیسا ہے۔ ہم انہیں شکار کھیلنے دے رہے ہیں لیکن وہ تمام شکار ہمارے کام آتے رہیں گے۔"

"تمہارا بھی جواب نہیں ہے۔ تم نے یہ نیا سلسلہ خوب نکالا ہے۔ آئندہ حالات کے مطابق ایسے ہی طریقۂ کار پر عمل کرتے رہیں گے۔"

وہ کھانے کے دوران باتیں کرتے رہے۔ ایسے ہی وقت لبوڈا نے ثانی کو مخاطب کیا۔ "ہیلو بے بی سلونا! میں ابھی اپنے شکار واسکوڈی تھرپا کے چور خیالات پڑھ رہا تھا۔ جانتی ہو کتنا زبردست انکشاف ہوا ہے؟"

"کیسا انکشاف؟"

"تمہارے ساتھ جو بوائے فرینڈ ہے' وہ بھی گولڈن برین ہے اور وہ کارمن ہیرالڈ ہے جسے ہم قتل کرنا چاہتے ہیں۔"

"جی ہاں' یہ کارمن ہیرالڈ ہے لیکن وہ نہیں ہے جسے ہم قتل کرنا چاہتے ہیں۔ یہ میری چال ہے۔ میں کارمن کی ڈی اپنی ساتھ لے کر گھوم رہی ہوں۔ اس ڈی سے دھوکا کھا کر واسکوڈی تھرپا نے اپنے بنگلے میں ہمیں جگہ دی۔ اس بنگلے میں واسکوڈی تھرپا کی ایک ڈائری ہاتھ لگی جس میں ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیری ہوگن کا پتا اور فون نمبر تھا۔"

"میں سمجھ گیا اسی فون نمبر کے ذریعے تم نے ڈی کارمن اور ہیری ہوگن کی بات کرائی اور مجھے ہوگن کے دماغ میں پہنچا دیا۔ مائی ڈارلنگ بے بی! تم بے مثال ہو۔ ہم بوڑھے اور تجربہ کار ہو کر ایسی چالیں نہیں چل پاتے جیسی تم چل جاتی ہو۔"

"انکل! اس ڈی کارمن کے ذریعے میں نے خطرہ مول لیا ہے۔ اصلی کارمن جہاں بھی چھپا ہو گا' وہ اچانک مجھ پر حملہ کرے گا۔ میں کل صبح تک لارا کے میک اپ سے نجات حاصل کرنا چاہتی ہوں۔"

"آج رات کہاں گزارو گی؟ اصلی کارمن واسکوڈی تھرپا کے بنگلے میں آسانی سے پہنچ کر تمہیں نقصان پہنچا سکتا ہے۔"

"میں بنگلے میں نہیں جاؤں گی۔ اس ڈی کے ساتھ تفریح کرتی رہوں گی۔ پھر رات دو بجے ڈومیسٹک فلائٹ سے تل ابیب چلی جاؤں گی۔ آپ وہیں کسی فیملی میں ایسی لڑکی کا انتخاب کریں جس کا روپ میں اختیار کر سکوں۔"

"یہ کام ہو جائے گا۔ تمہارے تل ابیب پہنچنے تک میں پوری انفارمیشن دوں گا۔ میں ابھی جا کر گولڈن برین واسکوڈی تھرپا پر تنویمی عمل کر رہا ہوں۔"

وہ چلا گیا۔ ثانی نے علی کو دیکھا۔ اس نے کہا "تمہاری خاموشی بتا رہی تھی کہ خیال خوانی میں مصروف ہو۔"

"ہاں' لبوڈا آیا تھا۔ اسے واسکوڈی تھرپا کے خیالات پڑھ کر پتا چلا کہ تم کارمن ہیرالڈ ہو۔ میں نے بات بنا دی کہ ڈی کارمن ہو اور تمہیں کارمن بنا کر میں اتنی ساری کامیابیاں حاصل کر رہی ہوں لیکن اصلی کارمن سے خطرہ ہے اس لیے میں بنگلے میں واپس نہیں جاؤں گی۔ رات دو بجے کی فلائٹ سے تل ابیب روانہ ہو جاؤں گی۔ وہاں مجھے دوسری لڑکی کا روپ اختیار کرنا ہے۔"

"پہلے تم الپا کے روپ میں ملیں پھر لارا بن کر ساتھ ہو۔ کل صبح تمہارے چہرے پر کوئی نئی لڑکی ہو گی۔ مجھے یوں لگ رہا ہے جیسے مجھ میں آوارگی پیدا ہو گئی ہے اور میں مختلف لڑکیوں سے فلرٹ کرتا جا رہا ہوں۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی "اسے کہتے ہیں ایک ٹکٹ میں کئی تماشے۔ چلو اٹھو۔"

وہ بل ادا کر کے ارکیا ARKIA اسرائیلی ڈومیسٹک فلائٹس کے دفتر میں آئے۔ اپنے لیے دو ٹکٹس لیں۔ پھر ثانی نے پوچھا۔ "ہمیں بنگلے میں واپس نہیں جانا ہے۔ دو بجے تک کہاں وقت گزارا جائے؟"

"وہ سامنے کیسینو ہے۔ سنا ہے وہاں لاکھوں روپے کا جوا کھیلا جاتا ہے۔ کیا خیال ہے کروڑ پتی اور ارب پتی جواریوں کا کباڑا کیا جائے؟"

"یہ نیک کام ضرور کرنا چاہیے۔ شاید کوئی بری طرح ہارنے والا آئندہ جوا کھیلنے سے توبہ کر لے۔"

اس قمار خانے کی کئی منزلوں میں مختلف قسم کا جوا کھیلا جاتا تھا۔ وہ تیسری منزل میں آئے' وہاں تاش کی بازیاں جاری تھیں۔ بڑا دھواں دھار ماحول تھا۔ ہر سُو سگریٹ کا دھواں اور شراب کی بو پھیلی ہوئی تھی۔ جواریوں کی میزوں پر حسین نوجوان اور بوڑھی عورتیں بھی نظر آرہی تھیں۔ ثانی اور علی دیکھتے جا رہے تھے کہ کون کون سی میز پر زبردست کھیل ہو رہا ہے۔ ایک میز کے پاس کچھ لوگ غصے میں باتیں کر رہے تھے اور قمار خانے کے گارڈز غصے کی وجہ پوچھ رہے تھے۔ ایک شخص نے دوسرے شخص کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "یہ کھیل میں کوئی ایسا فراڈ کر رہا ہے جو ہماری سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔"

دوسرے نے تائید کی "میں بھی اس کے ساتھ چھ بازیاں کھیل چکا ہوں۔ اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ ہمارے پاس کون کون سے پتے ہیں۔"

ثانی اور علی نے چونک کر ایک دوسرے کو دیکھا۔ وہ شاطر کہہ رہا تھا "یہ دونوں تقریباً تین لاکھ ہارنے کے بعد جھنجلا گئے ہیں۔ مجھے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

خواہ مخواہ فراڈ کہہ رہے ہیں۔ میں بھلا کیسے معلوم کر سکتا ہوں کہ میرے سامنے والے کھلاڑی کے پاس کون کون سے پتے ہیں۔"

ثانی نے فوراً ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ اس شاطر کے دماغ میں پہنچی۔ شاطر نے فوراً ہی سانس روک لی۔ پھر کچھ پریشان ہو کر بھیڑ میں نظریں دوڑانے لگا جیسے کسی خیال خوانی کرنے والے کو تاڑنا چاہتا ہو۔

ثانی نے کہا "علی! یہ شاطر یا تو ٹیلی پیتھی جانتا ہے یا کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کا آلۂ کار ہے۔ ابھی اس نے سانس روک لی تھی۔"

"ہمیں معلوم کرنا چاہیے کہ یہ محض آلۂ کار ہے یا کوئی اہم شخص ہے۔"

"اگر ہم اس سے کھیلنے کا ارادہ ظاہر کریں گے تو یہ کھیلنے سے پہلے ہمارے اندر آنا چاہے گا۔ ہم سانس روکیں گے تو یہ کھیلنے سے انکار کر دے گا۔"

"سیدھا راستہ یہی ہے کہ اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کر دیا جائے یا اسے کسی طرح زخمی کیا جائے۔"

"یہاں کچھ لوگ غصے میں ہیں۔ جھگڑا کرنے کے موڈ میں ہیں۔ کیوں نہ جھگڑا بڑھا دیا جائے اور اسی ہنگامے میں اس شاطر کو زخمی کر دیا جائے۔"

ثانی نے ایک غصہ کرنے والے شخص کے دماغ پر قبضہ جما کر اس کے ہاتھوں میں اس کے ہی ایک پاؤں کا جوتا نکالا اور پھر اسے دور ہی سے کھینچ کر شاطر کے منہ پر مارا۔ وہ ایک دم تلملا کر غصے سے گرجنے لگا۔ "کس نے جوتے سے مارا ہے۔ مرد کا بچہ ہے تو سامنے آئے۔"

اس وقت تک ثانی نے دوسرے پر قبضہ جما کر اُس کے ایک گھونسا رسید کیا۔ وہ گھونسا کھاتے ہی پیچھے ایک کرسی سے ٹکرا کر گر پڑا۔ قمار خانے کے گارڈز اسے پکڑ کر فرش پر سے اٹھانے لگے۔ لوگوں کو دور بھگانے لگے۔ گارڈز تعداد میں کم تھے۔ ثانی نے ایک اور شخص کو آلۂ کار بنا کر گارڈ پر حملہ کرایا۔ پھر دوسرے شخص نے بھی اسی طرح حملہ کیا۔ یوں گارڈز اور جواریوں کے درمیان باقاعدہ جنگ شروع ہو گئی۔

علی نے کہا "یہ شاطر ابھی تک زخمی نہیں ہوا ہے اسے ایک ہاتھ جمانا ہی ہو گا۔"

اس نے بیچ بچاؤ کے انداز میں لڑنے والوں کے درمیان گھستے ہوئے شاطر کے منہ پر ایک فولادی ہاتھ رسید کیا۔ شاطر کی آنکھوں کے سامنے تارے ناچنے لگے۔ سر چکرانے لگا۔ ایسے ہی وقت ثانی اس کے سر میں سما گئی۔

وہ ایک آلۂ کار تھا۔ اس کے اندر کوئی بول رہا تھا۔ "گدھے! یہاں سے فوراً نکلو۔ سیکورٹی افسر کے پاس جاؤ۔ وہ پوری طرح تمہاری حفاظت کرے گا۔"

ثانی نے اس آلۂ کار کے دماغ میں توانائی پیدا کی تاکہ اس اجنبی خیال خوانی کرنے والے کو اس کی کمزوری معلوم نہ ہو۔ وہ وہاں سے دوڑتا ہوا سیکورٹی گارڈز کے روم میں چلا گیا۔ اجنبی نے کہا "تم یہاں آرام سے بیٹھو۔ میں معلوم کرنے کی کوشش کرتا ہوں کہ کس نے تمہارے دماغ میں آنے کی کوشش کی تھی؟"

جب پہلی بار ثانی آلۂ کار کے دماغ میں گئی تھی اور اس نے سانس روک لی تھی تب سے وہ اجنبی خیال خوانی کرنے والا تشویش میں مبتلا ہو گیا کہ اس قمار خانے میں کوئی دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا کیسے پہنچ گیا ہے؟ اور کس مقصد کے لیے پہنچا ہوا ہے؟

ادھر آلۂ کار کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ اپنے دماغ میں آنے والے شخص کو نہیں جانتا ہے وہ آلۂ کار ایک بہت بڑا سرکاری افسر تھا۔ لبنان کے جنوبی ساحل پر یہودیوں کی خاصی آبادی تھی۔ اکثر یہودی خاندان وہاں مسلسل جنگ جاری رہنے کے باعث پریشان ہو گئے تھے اور اسرائیل میں آکر پناہ لے چکے تھے۔

اب اسرائیلی حکومت انہیں وہاں واپس بھیج رہی تھی۔ وہ آلۂ کار اس شعبے کا سب سے بڑا سرکاری افسر تھا جہاں لبنان جانے والے یہودیوں کی فہرست تھی۔ ان کی منتقلی کے کاغذات وہیں تیار کیے جاتے تھے۔ وہ اجنبی خیال خوانی کرنے والا بھی اسرائیل کی سرحد پار کر کے لبنان جانا چاہتا تھا۔ اس مقصد کے لیے اس نے اعلیٰ افسر کو اپنا آلۂ کار بنا لیا تھا۔

اجنبی نے افسر کے دماغ میں آکر کہا تھا "میں چاہوں تو تم سے زبردستی اپنا کام نکال سکتا ہوں۔ تم انکار کرو گے تو تمہارے بیوی بچوں کو قتل کر سکتا ہوں۔ تمہیں سمندر میں لے جا کر ڈبو سکتا ہوں لیکن میں ظالم نہیں ہوں۔ تم سے دوستی رکھنا چاہتا ہوں۔ تمہیں دولت مند بنانا اور زیادہ سے زیادہ فائدے پہنچانا چاہتا ہوں۔"

افسر نے پوچھا "تم چاہتے کیا ہو؟"

"میں تو جو چاہتا ہوں وہ ہو جاتا ہے۔ میں تمہیں دماغی طور پر غائب کر کے اپنے منتقلی کے کاغذات بنوا کر لبنان جا سکتا ہوں۔ میرے لیے تمہاری یا کسی کی مدد ضروری نہیں۔"

"ایسا نہ کہو۔ مدد ضروری نہ ہوتی تو تم میرے پاس نہ آتے۔"

"ایک طرح سے یہ بھی درست ہے۔ مجھے اپنے لیے نہیں دوسروں کے لیے تمہارا تعاون چاہیے۔ میرے دو جاسوس یہاں سے اپنے ملک واپس جائیں گے اور وہاں سے ہمارے تین جاسوس آئیں گے یوں آنے جانے کا سلسلہ لگا رہے گا اور تمہیں اسرائیلی کرنسی میں لاکھوں شیکل ملتے رہیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ مجھ سے ملاقات کرو اور کچھ رقم پیشگی ادا کرو۔"

"مجھ سے ملاقات کرنا ضروری نہیں ہے ابھی نرپڈ اور کامرس بینک جاؤ۔ کاؤنٹر کے پاس ایک شخص بلیو سوٹ اور بلیک ٹائی میں ہو گا۔ اس کے بائیں ہاتھ میں ایک چیک ہو گا۔ تم اس کے پاس جا کر خاموشی سے کچھ کہے بغیر وہ چیک اس کے ہاتھ سے لے لینا۔ جتنی جلدی ہو سکے اسے کیش کرا کے وہاں سے چلے آنا۔"

افسر نے کہا "میں سوسائٹی میں بہت معروف ہوں۔ وہ شخص مجھے پہچانتا ہو گا۔"

"میں اسے غائب دماغ رکھوں گا تب وہ تمہیں نہیں پہچانے گا۔"

"لیکن وہاں کئی جان پہچان والے مجھے بینک سے رقم لے جاتے ہوئے دیکھیں گے۔ وہ رقم کتنی ہو گی؟"

"تم بتاؤ کیا چاہتے ہو؟"

"وطن سے غداری ہزاروں میں نہیں لاکھوں شیکل میں ہو گی۔ میں تمہارے ایک آدمی کو سرحد پار کرانے کے لیے دو لاکھ شیکل لوں گا۔"

"تمہیں دو لاکھ مل جائیں گے۔ اگر یہ شبہ ہے کہ اتنی بڑی رقم کیش کراتے وقت کاؤنٹر گرل کی نظروں میں آؤ گے تو خود نہ جاؤ۔ اپنے بھروسے کے آدمی کو بھیج دو۔"

اس افسر نے اپنی بیوی کو بھیجا۔ وہ اپنے شوہر کی ہدایت کے مطابق بینک کے کاؤنٹر کے پاس آئی۔ ایک شخص بلیو سوٹ اور بلیک ٹائی میں نظر آیا۔ اس نے بائیں ہاتھ میں ایک چیک پکڑا ہوا تھا۔ خاتون نے خاموشی سے وہ چیک اس کے ہاتھ سے لیا۔ وہ شخص بے جان مجسمہ کی طرح کھڑا رہا۔ اس نے فوراً ہی وہ چیک کاؤنٹر پر دیا۔ دس منٹ کے اندر اسے دو لاکھ شیکل مل گئے۔ وہ انہیں بریف کیس میں رکھ کر بینک سے چلی آئی۔

دوسرے دن اُس افسر نے اس اجنبی کے دو جاسوس جعلی کاغذات کے ذریعے لبنان پہنچا دیے۔ پھر اجنبی سے کہا "میری بیوی ... بینک جا کر رقم نہیں لائے گی۔ کوئی دوسرا ذریعہ اختیار کرو۔"

وہ بولا "تمہاری سوچ بتا رہی ہے تمہیں جوا کھیلنے کا بہت شوق ہے۔ تم کیسینو جاؤ۔ میں تمہیں پانچ لاکھ سے دس لاکھ شیکل جیتنے کا موقع دوں گا لیکن اس سے پہلے میرے جعلی کاغذات تیار کرو۔ میں کل یہاں سے لبنان چلا جاؤں گا۔"

"کیا تمہارے جانے کے بعد میری آمدنی کا ذریعہ ختم ہو جائے گا؟"

"میں دنیا کے کسی ملک میں بھی رہ کر تمہارے دماغ میں آسکتا ہوں۔ میں اپنے خاص لوگوں کو اسرائیل پہنچانے اور وہاں سے انہیں بلانے کے سلسلے میں تم سے کام لیتا رہوں گا۔ کام نہ ہونے کی صورت میں تمہیں ماہانہ پچاس ہزار شیکل ملتے رہا کریں گے۔"

یہ معاملہ طے ہونے کے بعد کیسینو میں کھیلنے آیا تھا۔ تقریباً تین لاکھ شیکل جیت چکا تھا۔ اگر وہاں ہنگامہ شروع نہ ہوتا تو اور دو چار گھنٹوں میں چھ سات لاکھ جیت چکا ہوتا۔ اس کے مقابل کھیلنے والوں کو اس پر شبہ ہو گیا تھا۔ وہ ان سے جان بچانے کے لیے سیکورٹی گارڈز کے روم میں آکر بیٹھ گیا تھا۔ علی کا ایک ہاتھ کھانے کے بعد پہلے تو چکرا کر رہ گیا تھا۔ عارضی طور پر دماغی توانائی میں فرق آگیا تھا۔ اب وہ نارمل تھا۔

اجنبی نے اس کے پاس آکر کہا "میں کیسینو میں اچھی طرح تلاش کر چکا ہوں۔ یہاں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نظر نہیں آرہا ہے۔"

"شاید یہاں ایسا کوئی نہیں ہو گا۔ ہوتا تو نظروں میں آجاتا۔"

"پھر وہ کون تھا جو تمہارے اندر آنا چاہتا تھا اور تم نے سانس روک لی تھی۔"

"ہو سکتا ہے ان جواریوں سے لڑنے کے دوران گھبراہٹ یا پریشانی میں سانس رک گئی ہو۔"

"چلو ٹھیک ہے۔ یہ تین لاکھ شیکل لے کر گھر جاؤ۔ وہاں اور تین لاکھ پہنچ جائیں گے۔ کل میری روانگی کے وقت بحری جہاز میں ضرور موجود رہنا۔ جعلی کاغذات میں کوئی بات شبہ پیدا کرے گی تو اسے تم ہی دور کر سکو گے۔"

ثانی خاموشی سے افسر کے دماغ میں رہ کر یہ معلومات حاصل کر رہی تھی پھر اس نے علی کو یہ سب کچھ بتایا۔ وہ سوچ میں پڑ گیا۔ کہنے لگا "یہ اجنبی خیال خوانی کرنے والا کون ہو سکتا ہے؟"

ثانی نے کہا "دو باتیں ہو سکتی ہیں۔ یہودی خیال خوانی کرنے والوں میں سے کوئی اس ملک سے بھاگ رہا ہے۔ یا پھر کسی ملک سے تعلق رکھنے والا یہاں ٹیلی پیتھی کے ذریعے کچھ کرنے آیا ہو گا اب ناکام یا کامیاب ہو کر واپس جا رہا ہے۔"

وہ بولا "ثانی! اس ملک کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں الیا کوما میں ہے۔ ہیری ہوگن کو لبوڈا نے اسیر کیا ہے۔ جے مورگن پورے فارم میں ہے اور گولڈن برینز کے لیے کام کر رہا ہے۔ جنرل پارکن کے متعلق بھی رپورٹ ہے کہ اس کا برین واش کرنے کے بعد وہ قابلِ اعتماد ہو گیا ہے اور اس سے معمولی نوعیت کے کام لیے جا رہے ہیں۔"

"تو پھر جنرل پارکن مشکوک ہے۔ برین واش ہونے کے بعد کسی دشمن کو اتنا موقع مل گیا ہو گا کہ وہ اسے ٹریپ کر سکے اور اب وہ اس دشمن کے اشاروں پر یہ ملک چھوڑ رہا ہو گا۔"

"تمہارے دو ماتحت خیال خوانی کرنے والے مونارو اور تالبوٹ اس ملک میں موجود ہیں۔ کہیں وہ کسی کے غلام نہ بن گئے ہوں۔ انہیں فوراً چیک کرو۔"

ثانی نے دونوں سے باری باری رابطہ قائم کیا۔ وہ کسی کے زیرِ اثر نہیں تھے۔ بالکل خیریت سے تھے اور کوئی ایسا ٹیلی پیتھی جاننے والا ان کے علم میں نہیں تھا جو اسرائیل میں موجود ہو اور کل یہاں کی سرحد پار کرنے والا ہو۔

علی نے کہا "اب تو یہ کل ہی معلوم ہو گا کہ وہ ذاتِ شریف کون ہیں۔"

وہ ائرپورٹ آئے۔ لبوڈا نے ثانی کے پاس آکر بتایا کہ تل

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ابیب کے ائرپورٹ میں ایک میاں بیوی اس کے استقبال کے لیے آئیں گے۔ وہ ان کے گھر جائے گی اور ان کی ایک جوان بیٹی کا چہرہ اپنائے گی۔ علی نے فون کے ذریعے جے مورگن کو مخاطب کیا۔ پھر کہا "میں طیارے میں سوار ہونے جا رہا ہوں۔ میرے پاس رہو۔ تم سے ضروری باتیں کرنی ہیں۔"

وہ ریسیور رکھ کر ثانی کے ساتھ رن وے کی طرف جانے لگا۔ جے مورگن نے آکر گوڈ ورڈز ادا کیے۔ علی نے کہا "ایک تشویشناک مسئلہ ہے۔ میں جو کہنے جا رہا ہوں وہ بات کسی اور کو نہ معلوم ہو۔ ہمارے ملک میں ایک خیال خوانی کرنے والا ہے۔ اس نے کل بحری راستے سے یہاں کی سرحد پار کرنے کے انتظامات کر لیے ہیں۔"

"سر! یہ کون ہو سکتا ہے؟"

"وہ کوئی ہمارا دوست بھی ہو سکتا ہے اور دشمن خیال خوانی کرنے والا بھی۔ ویسے میں جنرل پارکن پر شبہ کر رہا ہوں۔ اگر میرے اور تمہارے سوا کسی تیسرے کو یہ بات معلوم نہ ہوئی تب اسے آسانی سے گرفتار کرلیں گے۔"

"ٹھیک ہے سر! لبنان جانے والا بحری جہاز گیارہ بجے روانہ ہوگا۔ میں آپ سے دس بجے رابطہ کروں گا۔"

جی مورگن چلا گیا۔ ثانی اور علی طیارے میں بیٹھے تل ابیب کی طرف پرواز کر رہے تھے۔ یہ ایسے راستے پر جا رہے تھے اور ایسی حکمتِ عملی اختیار کر رہے تھے جو میں نے اور سونیا نے بھی کبھی اختیار نہیں کی تھی۔ ہم اپنی بقا اور اپنے مفاد کے لیے دشمنوں سے جنگ کرتے آئے تھے۔ ہمارے برعکس سونیا ثانی اور علی دشمنوں کے حق میں ان کی بقا کے لیے مصروف ہو گئے تھے۔ ثانی لبوڑا کو فائدے پہنچا رہی تھی۔ علی الپا اور جنرل پارکن کو دشمنوں کی قید میں جانے سے بچا کر گولڈن برینز کو فائدے پہنچا رہا تھا اور یوں یہ دونوں ان کی جڑوں میں گھس گئے تھے۔

ایک بار سلمان نے بھی اسی طرح جڑوں میں گھس کر سپر ماسٹر کا عہدہ حاصل کر لیا تھا۔ علی سب سے زبردست گولڈن برین بن چکا تھا۔ اب پتا نہیں ثانی سپر مادام سے اور کیا کچھ بننے والی تھی۔

○☆○

مرینا اس چرچ پر قبضہ جمانے کے بعد بہت مصروف ہو گئی تھی۔ پہلے اس چرچ میں ایک فراڈ پادری آندریو تھا۔ اس کے ساتھ دس راہب اور چھ راہبائیں تھیں اور یہ سب کے سب روسی جاسوس تھے۔ مرینا نے ان سب کو اپنا تابعدار بنا کر انہیں ایک خفیہ اڈے میں رہائش کی اجازت دی تھی۔ چرچ کو ان کے وجود سے پاک کر کے فرغانہ سے ایک صحیح پادری اور چند عبادت گزار راہب اور راہباؤں کو بلا کر وہ چرچ ان کے حوالے کیا تھا۔ اپنے لیے چرچ کے پیچھے ایک کمرا مخصوص کر لیا تھا۔

مرینا نے طرز زندگی بدل لیا تھا۔ رنگین بلاؤز' پینٹ کوٹ' شرٹ چھوڑ کر راہبہ کا سفید لباس پہن لیا تھا۔ حسین چہرے پر سنجیدگی اور بردباری دیکھ کر لوگ متاثر ہوتے تھے۔ نیا پادری فادر جوزف بھی متاثر ہوا تھا۔

اس نے پہلے ہی دن کہا تھا۔ "بیٹی! تم ابھی کم سن لگتی ہو لیکن تمہارے اندر بزرگوں جیسی سنجیدگی اور اپنے دین کی لئے محبت ہے۔ یہاں مسلمانوں کی کثیر تعداد کے بعد کمیونسٹ زیادہ نظر آتے ہیں۔ عیسائی کم نظر آتے ہیں۔ ہماری کوشش ہوگی کہ اس چرچ میں عبادت کرنے والے زیادہ تعداد میں آئیں۔"

اس نے کہا "فادر! ہماری یہی کوشش ہوگی کہ یہاں عیسائیوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہے۔ اس مقصد کے لیے میں ایک تبلیغی جماعت بنا کر تاشقند جا رہی ہوں۔"

"بیٹی! وہاں ہماری ایک بہت بڑی تبلیغی جماعت ہے' تم اس میں شامل ہو جاؤ۔"

"فادر! میری جماعت ان سے مختلف ہوگی۔ میں اپنے دین کی تبلیغ کی خاطر سیاسی چالیں چلوں گی۔ شرافت کا جواب شرافت سے اور مکاری کا جواب مکاری سے دوں گی۔"

"تمہاری اس بات سے یاد آیا ازبکستان کے ہر بڑے شہر میں ایک نئی تنظیم قائم ہوئی ہے۔ اس تنظیم کا نام متحدہ مذہبی فرنٹ ہے۔ وہ ایک نئے مذہب "دینِ انساں" کی تبلیغ کر رہے ہیں۔ سنا ہے وہ بیماروں کو شفا دیتے ہیں۔ اور لوگوں کو مختلف پریشانیوں اور مصیبتوں سے نجات دلاتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے وہ مذہبی فرنٹ والے جادو جانتے ہیں۔"

"فادر! آپ کو جادو کا خیال کیوں آیا؟ وہ ایسا کیا حیرت انگیز کارنامہ دکھاتے ہیں؟"

"بخارا کے دو بڑے ڈاکٹروں نے ایک شخص کا طبی معائنہ کر کے رپورٹ دی تھی کہ اسے کینسر ہے اور وہ زیادہ سے زیادہ چھ ماہ جی سکے گا۔ "دینِ انساں" کے ایک عالم نے اس پر صبح سے شام تک روحانی عمل کیا پھر کہا' جاؤ اور ڈاکٹروں سے کہو تمہیں کینسر نہیں ہے۔ وہ طبی معائنہ کر کے تصدیق کر سکتے ہیں۔"

مرینا نے کہا "انہوں نے طبی معائنہ کیا ہوگا اور یہ حیرت انگیز انکشاف ہوا ہوگا کہ کینسر کا مرض ختم ہو چکا ہے۔"

"ہاں' ایک اور شخص بہت زیادہ خوفزدہ تھا۔ ایک دشمن اسے قتل کرنا چاہتا تھا۔ اس نے مذہبی فرنٹ میں جا کر پناہ لی۔ اس دین کے ایک پادری نے روحانی عمل سے اس دشمن کو بلایا۔ دشمن آتے ہی قدموں میں گر کر معافی مانگنے لگا۔ پھر اس نے قسم کھائی کہ کبھی کسی کو قتل کی دھمکی نہیں دیا کرے گا۔"

مرینا نے ہنستے ہوئے کہا "میں بھی ایسے ہی کمالات دکھا کر لوگوں کو اپنے دین کی طرف مائل کرنا چاہتی تھی لیکن یہ "دینِ انساں" والے مجھ سے پہلے ہی ایسی چالیں چلنے لگے ہیں۔ میں تاشقند پہنچ کر ان سے نمٹ لوں گی۔"

فادر نے تعجب سے پوچھا۔ "کیا تم ان کی طرح کمالات یا رامات دکھا سکتی ہو؟"

"میں بہت کچھ کر سکتی ہوں۔ کیا آپ "دینِ انساں" کے کسی ہبی پیشوا یا ان کے کسی اہم آدمی کا نام اور فون نمبر وغیرہ جانتے ں؟"

فادر جوزف نے اپنی فائل میں سے ایک کتابچہ نکال کر دیتے ے کہا یہ "دینِ انساں" کا ایک تبلیغی کتابچہ ہے۔ اس میں لیمات کے علاوہ تنظیم کے اہم افراد کے نام پتے اور فون نمبرز غیرہ درج ہیں۔"

مرینا نے اسے اپنے پاس رکھ لیا۔ فادر سے رخصت ہو کر فراڈ دری آندریو کے پاس آئی پھر بولی "سامان سفر باندھو اور تبلیغی ن پر تاشقند چلو۔ باقی باتیں راستے میں ہوں گی۔"

آندریو' دس فراڈ راہب اور چھ راہباؤں کے ساتھ چلنے کی ریاں کرنے لگا۔ مرینا سمجھ گئی کہ متحدہ مذہبی فرنٹ میں کوئی ٹیلی فی جانتا ہے۔ اس نے دو بڑے ڈاکٹروں کے دماغوں میں گھس کر صحت مند شخص کے لیے کینسر کی میڈیکل رپورٹ لکھوائی ہو ۔ پھر اس شخص پر جھوٹ موٹ کا روحانی عمل کر کے اسے پھر معائنہ کے لیے بھیجا ہوگا۔ دوسری بار ان ڈاکٹروں کو آلۂ کار ں بنایا گیا ہوگا اور انہوں نے ہوش و حواس میں رہ کر نئی میڈیکل پورٹ لکھی ہوگی کہ واقعی کینسر کا مرض حیرت انگیز طور پر ختم ہو چکا ہے۔

اسی طرح وہ دشمن جو کسی کو قتل کرنا چاہتا تھا وہ بھی ٹیلی پیتھی کے زیرِ اثر معافی مانگنے اور توبہ کرنے پر مجبور ہو گیا ہوگا۔ مرینا نے تاشقند پہنچ کر ایک بہت بڑی عمارت کا ایک پورا فلور کرائے پر حاصل کیا۔ آندریو اور اس کے تمام راہب اور راہباؤں کو حکم دیا کہ اس فلور میں مکمل مذہبی ماحول قائم کریں۔ اگر وہاں کسی نے شراب پی اور کوئی گناہ کیا تو وہ اسے تڑپا تڑپا کر مار ڈالے گی۔

وہ لوگ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ملنے والی اذیتیں برداشت کر چکے تھے' اب ان اذیتوں کے تصور سے ہی کانپ جاتے تھے۔ پھر یہ کہ مرینا اس عرصے میں ان سب کو تنویمی عمل کے ذریعے اپنا تابعدار بنا چکی تھی۔ اس لیے وہ نیک راہب اور راہباؤں جیسی زندگی گزارنے والے تھے۔

مرینا نے وہاں تمام انتظامات مکمل کرنے کے بعد اپنے لیے ہوٹل چہار سُو میں ایک کمرا لیا۔ پھر وہاں آرام سے بیٹھ کر کتابچے کو دیکھا' اس میں ہر شہر کے یہودی ربّی' عیسائی پادری اور مسلمان علماء کے نام پتے اور فون نمبرز تھے۔ ان یہودی' عیسائی اور مسلمانوں کے پیشواؤں نے دعویٰ کیا تھا کہ یہ نیا "دینِ انساں" تمام مذاہب کو ایک پلیٹ فارم پر لاتا ہے اور دنیا سے تمام مذہبی منافرتوں کو ختم کرتا ہے۔

مرینا نے ایک یہودی ربّی کے نمبر ڈائل کیے۔ پھر رابطہ قائم

آزمائش کی کڑی دھوپ میں ایک پاکستانی جاں باز کا سفر

جب آنکھیں آہن پوش ہوئیں...... جب خون جگر برفاب ہوا

جاسوسی ڈائجسٹ میں سلسلہ وار شائع ہونے والی مقبول کہانی
علی یار خان کی سرگزشت

مجاہد

کتابی شکل میں چار حصے شائع ہو گئے ہیں

قیمت فی حصہ =/۸۰ روپے ...... ڈاک خرچ ۱۶ روپے
چاروں حصے ایک ساتھ منگانے پر ڈاک خرچ معاف

کتابیات پبلی کیشنز۔ پوسٹ بکس نمبر ۲۳۔ کراچی نمبر ۷۴۲۰۰

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہونے پر پوچھا۔ "کیا میں محترم ربّی سے مخاطب ہوں؟"

"ہاں خاتون! میں ربّی ہوں۔"

"محترم میں خاتون نہیں' ایک دوشیزہ ہوں۔ ابھی میری شادی نہیں ہوئی ہے۔ آپ نے مجھے خاتون کہہ کر میرا دل توڑ دیا ہے۔"

"مجھے افسوس ہے کہ میں نے تمہاری آواز سے غلط اندازہ لگایا۔ ویسے تم کون ہو؟ اور کیا چاہتی ہو؟"

"میں نے آپ لوگوں کا کتابچہ پڑھا ہے اور یہ بھی سنا ہے کہ آپ لوگ روحانی عمل کے ذریعے معجزے دکھاتے ہیں۔ کینسر جیسے ناقابلِ علاج مرض کو ختم کر کے مریض کو نئی زندگی دیتے ہیں اور دشمنوں کو اپنے قدموں میں گڑگڑانے پر مجبور کر سکتے ہیں۔"

"ہاں' ہم برائیوں اور بیماریوں کو ختم کر دیتے ہیں۔ تمہارا کیا مسئلہ ہے؟"

"میں تمہارے جیسی برائیاں ختم کرتی ہوں۔ اگر روکنا چاہو تو اپنے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو میرے پاس بھیج دو۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر اس ربّی کے اندر پہنچ گئی۔ پتا چلا وہ ربّی کا ایک شاگرد ہے۔ اصل ربّی' پادری اور علماء نے گوشہ نشینی اختیار کر لی ہے۔ وہ روپوش نہیں ہوئے تھے لیکن کسی سے رابطہ نہیں رکھتے تھے۔ مریتا نے اس کی سوچ میں پوچھا۔ "تنظیم کے ان اکابرین نے گوشہ نشینی کیوں اختیار کی ہے؟"

اس کی سوچ نے کہا "اچانک ہی کچھ گڑبڑ ہو گئی تھی۔ سب پریشان ہو گئے تھے۔ پھر سب ہی نے فیصلہ کیا کہ وہ اکابرین فی الحال کسی سے بات نہیں کریں گے۔ تنظیم کے دوسرے افراد عوام سے رابطہ رکھیں گے۔"

اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ ربّی اس رہائش گاہ میں موجود ہے مریتا اسے وہاں سے اٹھا کر چلاتی ہوئی ربّی کے کمرے میں لے گئی۔ ربّی نے کہا "ادھر میرے فون کی گھنٹی بجی تھی۔ میں باتھ روم میں تھا۔ کیا تم نے اٹینڈ کیا تھا؟"

وہ اس کے سوال کا جواب دینے لگا۔ مریتا نے ربّی کے دماغ میں پہنچنا چاہا۔ اس نے سانس روک لی۔ ہڑبڑا کر اٹھتے ہوئے بولا۔ "فرہاد آ رہا ہے۔ وہ تمہارے اندر ہے۔ میرے اندر آنا چاہتا ہے۔ جاؤ یہاں سے بھاگ جاؤ۔ میں اندر سے دروازہ بند کروں گا۔"

اس نے اپنے شاگرد کو دروازے کی طرف دھکا دیا۔ مریتا نے اس شاگرد پر پوری طرح قبضہ جما لیا تھا۔ وہ اچھل کر ایک طرف گیا۔ سینٹر ٹیبل پر ایک ٹرے میں بہت سے پھل رکھے ہوئے تھے۔ پھل کاٹنے والا چاقو بھی تھا۔ اس نے لپک کر چاقو اٹھایا پھر ربّی کے سنبھلتے سنبھلتے حملہ کر دیا۔ اس کے حلق سے ایک چیخ نکلی۔ جان سے مار ڈالنے کا ارادہ ہرگز نہ تھا۔ اس لیے وہ صرف زخمی ہوا۔ مریتا اس کے اندر پہنچ گئی۔

اس نے سب سے پہلے یہ سوال کیا "اس تنظیم میں ٹیلی پیتھی جاننے والا کون ہے؟"

اس کی سوچ نے کہا "تین ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے۔ ان میں سے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا روڈی بڈن سانپ کے ڈسنے سے مر گیا ہے۔ باقی دو خیال خوانی کرنے والے باربرا اکسن اور جیری ہاک روپوش ہو گئے ہیں۔"

وہ بولی "ابھی تم کہہ رہے تھے کہ فرہاد تمہارے اندر آنا چاہتا ہے۔ کیا وہ تم لوگوں کو جانتا ہے؟"

"ہاں جانتا ہے۔ شاید نہ جانتا لیکن ہمارے خیال خوانی کرنے والے روڈی کی شامت آ گئی تھی' وہ فرہاد کو ٹریپ کر کے اپنا تابعدار بنانا چاہتا تھا مگر خود اس کے دام میں آ گیا۔ فرہاد کو اس کے ذریعے ہماری تنظیم کا کچا چٹھا معلوم ہو گیا۔ شاید اسی نے روڈی کو سانپ کے ذریعے ہلاک کیا ہے۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر ناگواری سے سوچنے لگی۔ "کیا مصیبت ہے۔ فرہاد ان کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔ مجھ سے پہلے ہی ان کے اندر پہنچا ہوا ہے۔"

وہ مجھے منہ کے سامنے بڑی محبت سے پاپا کہتی تھی مگر مجھ سے دور ہوتے ہی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا فرہاد کہا کرتی تھی۔ ایسے وقت اس کے دل میں ایک ذرا محبت اور مروّت نہیں ہوتی تھی۔

اب مسئلہ یہ تھا کہ جس طرح وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے کرامات دکھا کر لوگوں کو عیسائیت کی طرف مائل کرنا چاہتی تھی' اسی طرح "دینِ انساں" والے کرامات دکھا رہے تھے۔ وہ اپنی طاقت سے اس نئی مذہبی تنظیم کو مٹا سکتی تھی مگر یہ کام میں کر رہا تھا۔ اسے میری مداخلت پسند نہیں تھی کیونکہ باربرا اور جیری کو ٹریپ کر کے اپنا تابعدار بنانا چاہتی تھی اور ایسا میری موجودگی میں ممکن نہیں تھا۔

میں نے اس سے کہا تھا کہ افغانستان جا رہا ہوں لیکن پلٹ کر تاشقند آ گیا تھا۔ وہ نہیں جانتی تھی لیکن جب یہ سنا کہ روڈی یہاں مجھے ٹریپ کرنا چاہتا تھا مگر میرے ہاتھوں ہلاک ہو گیا ہے تو تشویش اور بڑھ گئی کہ میں اسی شہر میں اس کے قریب ہوں' اب اس کی چالاک فطرت سمجھا رہی تھی کہ اسے بیٹی بن کر میری پدرانہ محبت سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔

اس نے خوب سوچنے سمجھنے کے بعد مجھے مخاطب کیا۔ "ہیلو پاپا! میں آپ کی بیٹی مریتا ہوں۔"

"ہاں بولو۔ کیسے یاد کیا؟"

"میں آپ سے اگر کچھ مانگوں گی تو کیا آپ دے دیں گے۔"

"دینے کی کوئی چیز ہو گی تو ضرور دوں گا۔ جو چاہتی ہو اسے پہلی بتا کر نہ مانگو۔"

"یہاں دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں' ایک باربرا اور دوسرا جیری' میں ان دونوں کو اپنا تابعدار بنانا چاہتی ہوں۔"

"کیا تم ان کے دماغوں میں جا سکتی ہو۔"

"میں نے ان کی آواز اور لہجہ نہیں سنا ہے۔ کیا آپ سنا سکتے ہیں؟"

"مجھے افسوس ہے کہ نہیں سنا سکوں گا۔ وہ دونوں شاید مر چکے ہیں یا پھر ان دونوں پر کچھ ایسا تنویمی عمل کیا گیا ہے کہ جس کے نتیجے میں ان کے دماغ سے ان کی اپنی آوازیں اور لہجے مٹ گئے ہیں۔ ...ری خیال خوانی کی لہریں ان لہجوں کے مطابق جاتی ہیں اور واپس جاتی ہیں۔ یہی سمجھ میں آتا ہے کہ سوچ کی لہروں کو دماغ نہیں مل ...ا ہے۔ اس لیے وہ مر چکے ہیں؟"

"میں سمجھ گئی' انہوں نے آپ سے چھپنے کے لیے خود کو مردہ بنا ...ہے۔ اچھا میں جا رہی ہوں۔"

"ٹھہرو۔ مجھے یہ بتاؤ' تم دوسرے خیال خوانی کرنے والوں کو ...ا تابعدار کیوں بنانا چاہتی ہو؟"

"وہ لوگ نیا دین پھیلانے کے بہانے فراڈ کر رہے ہیں' میں ...لوم کرنا چاہتی ہوں آخر وہ فراڈ کیا ہے۔"

"فراڈ یہی ہے کہ دینِ اسلام کو کمزور کرنے کے لیے یہ نیا دین ...گیا ہے۔ ازبکستان کے باشندے طلوعِ اسلام سے اب تک ...لمان رہے ہیں۔ ادھر تقریباً ستر برسوں سے روس نے دوسرے ...ب کے ساتھ اسلام کو بھی اس ملک سے ختم کرنے کی کوشش ...گر ختم نہ کر سکے لیکن اسلامی تعلیمات ختم کر دیں جو اب دوبارہ ...ی ہو چکی ہیں۔ ایسی صورت میں ابھی مسلمانوں کو بہکانے کے ...مواقع ہیں۔ اس لیے بہکانے کی خاطر یہ نیا دین لایا گیا ہے۔"

"پھر تو میں اس فراڈ دین والوں کو جہنم میں پہنچاؤں گی۔"

"تمہیں اسلام سے کیا دلچسپی ہے؟"

"میں جلد ہی پارس کی موجودگی میں اسلام قبول کرنے والی ...ہے۔"

"تم کبھی مسلمان نہیں بن سکو گی۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

"جن دنوں میں تمہارے دماغ میں آیا کرتا تھا ان دنوں ...رے خیالات پڑھ کر معلوم ہو گیا تھا کہ تم کٹر عیسائی ہو۔ اپنی ...نارے سکتی ہو مگر اپنا دین نہیں چھوڑ سکتیں۔"

"وہ بہت عرصہ پہلے کی بات ہے۔ اب میرا فیصلہ بدل گیا ...ہے۔"

"کیا یقین کرنے کے لیے مجھے اپنے دماغ میں آنے دو گی؟"

"آں؟ نن نہیں۔ پلیز آپ نہ آئیں۔ میں سانس روک لوں ...۔ آپ اس بحث کو جانے دیں' میں عیسائی رہوں گی۔"

"تو پھر یہاں عیسائیت کی تبلیغ کے لیے کام کرتی رہو گی۔ ایسی ...رت میں میں نہیں چاہوں گا کہ تم کسی خیال خوانی کرنے والے ...اپنا تابعدار بناؤ اور یہاں کے مسلمانوں کے خلاف اپنی طاقت ...ماؤ۔"

"میں آپ کو پاپا کہتی ہوں اور آپ مخالفانہ انداز میں گفتگو کر ...تے ہیں۔"

"میرا اپنا بیٹا بھی اسلام کے خلاف محاذ بنا کر مجھے پیار سے پاپا کہے گا تو میں اُس کی بھی مخالفت کروں گا۔"

"اچھی بات ہے پاپا! میں مایوس ہو کر جا رہی ہوں۔"

"جاؤ بیٹی! جہاں رہو' خوش رہو' شاد و آباد رہو۔ دودھوں نہاؤ پوتوں پھلو۔"

وہ میرے دماغ سے نکل کر اپنی جگہ حاضر ہو گئی۔ اسے مجھ پر غصہ آ رہا تھا۔ میں چپ چاپ اس کے اندر پہنچ گیا تھا اور اسے خبر نہیں تھی۔ خوش فہمی تھی کہ آتما شکتی حاصل کرنے کے بعد اس کے دماغ میں میری سوچ کی لہریں آنے میں ناکام رہتی ہیں۔

وہ سوچ رہی تھی' وہاں کے لوگ اگرچہ مسلمان ہیں مگر دین و ایمان کے مستحکم اصول کو نہیں جانتے ہیں۔ ایسے میں عیسائیت کے اصول انہیں سمجھائے جائیں اور انہیں خیال خوانی کے ذریعے اپنی طرف مائل کیا جائے تو... خاطر خواہ کامیابی ہو گی لیکن اس مقصد کے لیے ایسا راستہ اختیار کرنا ہو گا جہاں فرہاد سے سامنا نہ ہو۔

وہ مجھے مصیبت اور مسئلہ سمجھ کر غور کر رہی تھی۔ میں نے سوچا جب یہ کسی نتیجے پر پہنچ کر عمل کرے گی تو میں اس کے پاس آ کر اس کی چالوں کو سمجھ لوں گا۔ میں وہاں سے چلا آیا۔ پھر ایک گھنٹے بعد اس کے پاس آیا تو ایوان راسکا بول رہا تھا۔ "مریتا! جنرل پارکن کے پاس پہنچو۔ وہ اسرائیلی سرحد پار کر کے لبنان پہنچنے والا ہے۔"

ایوان راسکا نے جنرل پارکن کو پہلے اپنا معمول بنایا تھا پھر مریتا نے ایوان راسکا سے اسے اپنے قبضے میں لے لیا تھا۔ وہ جنرل پارکن کے پاس آئی۔ پھر بولی۔ "کیا تم پوری طرح مطمئن ہو کہ اسرائیلی سرحد پار کرتے وقت کوئی رکاوٹ پیش نہیں آئے گی؟"

"میں پوری طرح مطمئن ہوں مادام! اعلیٰ افسر نے جس نام سے میرے کاغذات تیار کیے ہیں' میں اسی میک اپ میں ہوں۔ اب بندرگاہ کی طرف جا رہا ہوں۔ اس اعلیٰ افسر کی موجودگی میں کوئی مجھ سے کسی قسم کا سوال نہیں کرے گا۔"

"مجھے اس افسر کے دماغ میں لے چلو۔"

وہ افسر کے دماغ میں آ کر بولا "میں اپنی رہائش گاہ سے چھپ کر نکل رہا ہوں۔ بحری جہاز تک بیس منٹ میں پہنچ جاؤں گا۔"

مریتا نے کہا "میں افسر کے خیالات پڑھتی رہوں گی۔ تم ہوشیاری سے آؤ اور تعاقب اور نگرانی کرنے والوں کا خاص خیال رکھو۔"

وہ چلا گیا۔ مریتا اپنے اطمینان کے لیے افسر کے خیالات پڑھنے لگی۔ پتا چلا وہ پچھلی رات نئے یروشلم کے ایک قمار خانے میں تھا۔ پھر رات ہی کی فلائٹ سے تل ابیب آ گیا تھا۔ قمار خانہ میں چند جواریوں سے جھگڑا ہوا تھا اور اس سے قبل ایک بار سانس روک لی تھی۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

سانس روکنے والی بات نے مریتا کو تشویش میں مبتلا کیا۔ اس نے پوچھا۔ "کیا تمہارے دماغ میں کوئی آیا تھا؟"

وہ بولا "میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ مار کھا کر گرتے وقت چند ساعتوں کے لیے ہوش و حواس معطل ہوگئے اور سانس رکی تھی۔ میں یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ ایسا مار کھا کر بدحواسی میں ہوا اس دوران یا اس سے قبل کوئی دماغ میں آیا تھا۔"

"اس کے بعد کیا پھر تم نے سانس روکی تھی؟ یا پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا تھا؟"

"نہیں میں نے کسی بھی سوچ کی لہر کو محسوس نہیں کیا اور نہ ہی کسی وقت سانس روکی ہے۔ اگر کوئی ناکام ہو کر جاتا تو پھر کامیاب ہونے کی کوشش میں دوبارہ آتا لیکن وہ پھر پلٹ کر نہ آیا۔"

مریتا نے جنرل پارکن کے پاس آکر پوچھا "کوئی تعاقب کر رہا ہے؟"

وہ ڈرائیو کر رہا تھا۔ عقب نما آئینے میں دیکھتے ہوئے کہا "میں بہت محتاط ہوں۔ اپنے بنگلے سے دیکھتا آرہا ہوں۔ بنگلے کے آس پاس نہ کوئی نگرانی کرنے والا تھا اور نہ اب کوئی تعاقب کر رہا ہے۔"

وہ بندرگاہ کے پارکنگ ایریا میں کار سے اتر گیا' اٹیچی لے کر امیگریشن کاؤنٹر پر آیا۔ وہاں وہ اعلیٰ افسر موجود تھا۔ اس نے جنرل کے کاغذات لے کر کلرک سے کہا "یہ اوکے ہے۔ ان پر مہر لگا دو۔"

کاغذات پر سرحد پار کرنے کی مہر لگ گئی۔ افسر اس کے ساتھ چلتا ہوا۔ جہاز کی سیڑھیوں تک آیا۔ وہاں دو افسر اور مسلح فوجی جوان کھڑے ہوئے تھے۔ علی بھی موجود تھا۔ اس کا اشارہ پاتے ہی دو جوانوں نے جنرل پارکن کو جکڑ لیا۔ وہ بولا "یہ کیا حرکت ہے؟"

علی نے کہا "تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ میں کارمن ہیرالڈ ہوں' تمہارا گولڈن برین۔ تم سرحد پار نہ جاؤ۔ آہنی سلاخوں کے پار جاؤ۔"

یہ کہتے ہی اس نے سرنج کی سوئی اس کے بازو میں پیوست کر دی۔ جنرل پارکن دوسرے ہی لمحے میں بے ہوش ہو گیا۔ مریتا کو اس کے دماغ سے نکلنا پڑا۔ وہ اعلیٰ افسر کے پاس آئی۔ اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑی لگ چکی تھی۔ اس نے علی کے دماغ میں آنا چاہا وہاں جگہ نہ ملی' اس نے افسر سے پوچھا۔ "کیا یہی کارمن ہے؟ گولڈن برین ہے؟"

وہ بولا "میں نے اسے پہلی بار دیکھا ہے۔ یہ خود کو ابھی گولڈن برین کہہ رہا تھا۔"

مریتا نے کہا "اپنے آس پاس کے فوجی جوانوں اور افسروں کو کسی طرح بولنے پر مجبور کرو' میں ان میں سے کسی کے ذریعے گولڈن برین کو زخمی کردوں گی۔ تمہیں اور جنرل کو رہائی دلاؤں گی۔ میرے لیے یہ گولڈن برین کے اندر پہنچنے کا بہترین موقع ہے۔"

اس افسر نے چیخ چیخ کر کہا "میں ایک ذمہ دار سرکاری افسر ہوں۔ تم مجھے ہتھکڑی پہنا کر غلطی کر رہے ہو۔ مجھ سے اس معاملے میں بات کرو۔ بولو افسر تمہارا نام کیا ہے؟"

علی نے کہا "خواہ مخواہ ان کی زبان کھلوانے کی کوشش کر رہے ہو۔ ان میں سے کوئی افسر اور جوان اپنا نام نہیں بتا سکے گا۔ کیونکہ یہ سب گونگے ہیں۔"

"جھوٹ بولتے ہو۔ فوج میں کسی گونگے اور بہرے کو سپاہی نہیں بنایا جاتا۔"

"لیکن میں تمہاری ٹیلی پیتھی جاننے والی کے لیے انہیں گونگا کرلایا ہوں۔ یہاں کوئی چال کامیاب نہیں ہوگی۔ بائی دی وے تم کون ہو مادام؟ کیا اپنا تعارف کراؤ گی؟"

مریتا اپنی ناکامی کو سمجھ گئی تھی۔ افسر کے دماغ سے چلی گئی۔ اسی افسر کے اندر ثانی اور جے مورگن چھپے ہوئے تھے۔ مورگن نہیں جانتا تھا کہ وہاں ٹیلی پیتھی جاننے والی کوئی ثانی موجود ہے۔ البتہ ثانی اس کی موجودگی کے متعلق جانتی تھی۔ علی نے افسر کو دیکھتے ہوئے مورگن کو مخاطب کیا "مورگن! وہ محترمہ جو فوجیوں کو بولنے پر مجبور کرنا چاہتی تھیں ابھی تک خاموش کیوں ہیں؟"

وہ بولا "شاید چلی گئی ہے۔ یا سوچ رہی ہے کہ اپنا جھوٹا تعارف کیسے کرائے؟"

"اسے سوچنے دو یا اگر چلی گئی ہے تو بڑا کرم کیا ہے۔ تم جنرل پارکن کو کوما پہنچانے تک اس کی سختی سے نگرانی کرتے رہو۔"

علی وہاں سے چلتا ہوا بندرگاہ کے پارکنگ ایریا میں آیا۔ ایک بہت ہی قیمتی کار اس کے سامنے آکر رک گئی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر ایک نہایت ہی حسین و جمیل دوشیزہ بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ دروازہ کھول کر باہر آئی۔ بدن پر قیمتی اور جاذب نظر لباس تھا۔ وہ ایک ادائے ناز سے چلتی ہوئی اس کے سامنے آکر بولی۔ "اے مسٹر! تمہیں دکھائی نہیں دیتا' یہ راستہ ہے۔ اگر میں بریک نہ لگاتی تو کچلے جاتے۔"

علی نے مسکراتے ہوئے کہا "تم تو مجھے کچلنے کے لیے ہی پیدا ہوئی ہو۔ کب تک بریک لگاتی رہو گی۔ مجھ پر چڑھتی چلی آؤ۔"

وہ ہنس کر بولی "تم پامیلا سے شادی کرنے کے بعد بدمعاش ہو گئے ہو۔ پہلے ایسی باتیں نہیں کرتے تھے' یہ بتاؤ یہ نیا حسن کیسا ہے؟ کیا میں حسین اور پُرکشش لگ رہی ہوں؟"

"تم خواہ کتنی ہی حسین بن جاؤ۔ میری ثانی کے اصلی چہرے کے سامنے دنیا کی کوئی صورت نگاہوں میں نہیں سماتی۔"

"اے! تم نے مجھے کیسے پہچان لیا۔ کہو' کیا میرے میک اپ میں کوئی خامی رہ گئی ہے یا آواز اور لہجہ بدلنے میں ناکام رہی ہوں؟"

"تمہاری کوئی خامی یا ناکامی نہیں ہے۔ پرفیکٹ میک اپ ہے۔ یہ کیوں بھولتی ہو کہ ہم ہزار پردوں میں بھی ایک دوسرے کو پہچان لیتے ہیں۔ تم نے مجھے پال ہیرس کے روپ میں اور میں نے تمہیں الپا کے روپ میں پہچان لیا تھا۔ اگرچہ تم یادداشت کھو چکی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

تھیں اس کے باوجود مجھے اپنا سمجھ رہی تھیں۔ ہم بصارت سے نہیں بصیرت سے ایک دوسرے کو پہچان لیتے ہیں۔"

وہ مسکرا کر بولی۔ "میری گاڑی میں چلو گے یا اپنی گاڑی میں؟"

"میری گاڑی ملازم لے آئے گا۔ مجھے تمہاری جیسی حسینہ سے لفٹ لینا چاہیے۔"

وہ دونوں ہنستے ہوئے کار کی اگلی سیٹ پر آ کر بیٹھ گئے۔ ثانی نے اسے اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتے ہوئے کہا "میرا موجودہ نام کم فنی ہے۔ میں ایک ارب پتی یہودی پرائز ہولڈن کی بیٹی ہوں۔ لندن سے سینئر کیمبرج کا امتحان پاس کر کے آئی ہوں۔ ممی ڈیڈی نے کہا ہے کہ مجھے جلد ہی ایک لائف پارٹنر تلاش کر لینا چاہیے۔"

"یعنی تمہارے ممی ڈیڈی کو معلوم ہو چکا ہے کہ تم بالغ ہو چکی ہو؟"

"جی ہاں۔ معلوم ہو چکا ہے۔"

"کیسے معلوم ہو گیا؟ کیا تمہاری کوئی بالغانہ حرکت پکڑی گئی ہے۔"

"اے مسٹر! زیادہ فری ہونے کی کوشش نہ کرو اور کام کی بات کرو۔ اس افسر کے دماغ میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والی بول رہی تھی۔ تم کچھ اندازہ کر سکتے ہو وہ کون تھی؟"

"اندازہ ہی نہیں یقین ہے کہ وہ مرینا تھی۔ آج کل سپر ماسٹر کی ٹیم میں صرف تم ہی ایک خیال خوانی کرنے والی لڑکی ہو' باقی سب مرد ہیں۔ ماسک مین کے پاس صرف ایک ایوان راسکا ہے۔ اسرائیل میں ایک الپا ہے جو ابھی کوما میں ہے۔ شلپا اور جورا جوری جیسی پرانی خیال خوانی کرنے والیاں نابود ہو چکی ہیں۔ صرف ایک مرینا رہ گئی ہے۔ وہی ایسی حرکتیں کر رہی ہے۔"

"بہت عرصہ پہلے میں نے سنا تھا کہ مرینا کو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ٹیم بنانے کا خبط ہے۔ آج وہ جنرل پارکن کو یہاں سے لے جانا چاہتی تھی۔ اس کا مطلب ہے' وہ پرانا خبط ابھی تک اس کے دماغ میں ہے۔"

"تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں وہی ایک ایسی عورت ہے جو یہ علم حاصل کرنے کے بعد بھی آج تک بھٹک رہی ہے۔ نہ زندگی گزارنے کے لیے ٹھوس اصول بناتی ہے' نہ کسی پر اعتماد کرتی ہے۔ نہ اس کا کوئی گھر ہے اور نہ ہی کوئی محفوظ پناہ گاہ ہے۔ کسی مصیبت کی گھڑی میں کوئی اس کی پشت پناہی کرنے والا نہیں ہے۔ وہ ایک دن بہت پچھتائے گی۔"

ٹیلی پیتھی سیکھ لینے کے بعد پتا نہیں لوگوں کو کیا ہو جاتا ہے۔ وہ پھر زمین پر پاؤں ہی نہیں رکھتے۔ آسمانوں پر اڑنے لگتے ہیں۔ ثانی نے کہا "خدا کا شکر ہے۔ صرف ہمارے خاندان کی تمام ٹیلی پیتھی جاننے والی خواتین ہمیشہ سے محفوظ رہی ہیں اور خدا نے چاہا تو ہمیشہ عزت و آبرو سے زندگی گزارتی رہیں گی۔"

علی کچھ کہنا چاہتا تھا۔ ثانی نے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

کیونکہ لبوڑا اس کے پاس آ کر کوڈ ورڈز ادا کر رہا تھا۔ پھر اس نے کہا "مائی ڈارلنگ بے بی! وہ کم بخت ہیری ہوگن تو فضول سا ٹوی ہے۔ ٹیلی پیتھی جانتا ہے مگر ہمارے کام نہیں آئے گا۔"

"وہ اس قدر ناکارہ کیوں ہے انکل؟"

"وہ کم بخت بہت زیادہ شراب پیتا ہے۔ ہم اُس سے یہ لعنت نہیں چھڑا سکیں گے۔ یہ ڈاکٹروں کی متفقہ رائے ہے کہ اس کے جسم میں شراب تھوڑی بہت پہنچتی رہے۔ اسے پینے سے روکا جائے گا تو وہ وقت سے پہلے مر جائے گا۔"

وہ ایک جگہ گاڑی روک کر بولی "انکل! ایسا شخص نقصان زیادہ پہنچائے گا۔ دشمن اس کے دماغ میں چھپ کر ہماری مصروفیات معلوم کرتے رہیں گے۔ مجھے افسوس ہے کہ میں نے ایک ناکارہ شخص کو آپ کے حوالے کیا ہے۔"

"بیٹی ایسا نہ کہو۔ تم تو زبردست کام دکھا رہی ہو۔ ہمارے مقدر میں ہی خرابی ہے۔ اس لیے الپا بھی ہمارے ہاتھ سے نکل گئی ہے۔"

"کام اگر بنتے ہیں تو بگڑتے بھی ہیں۔ آپ الپا کی خبر لیتے رہیں۔ ہو سکتا ہے وہ پھر ہمارے قبضہ میں آ جائے۔"

"میں کئی بار جا چکا ہوں۔ وہ کوما میں ہے۔ ٹھیک ہے پھر جا کر دیکھتا ہوں۔"

وہ چلا گیا۔ ثانی نے ایک گہری سانس لے کر علی کو دیکھا پھر مسکرائی۔ علی نے پوچھا "مسکرا رہی ہو۔ کیا کوئی لطیفہ سنا گیا ہے؟"

"یہ لطیفہ ہی تو ہے۔ جان لبوڑا اس ہیری ہوگن کو پا کر جتنا خوش ہوا تھا اب اتنا ہی تلملا رہا ہے۔"

وہ دونوں ہنسنے لگے۔

O☆O

بلخ کے قلعے ساسان کا انچارج اور اعلیٰ افسر ایڈی پاویل' پارس کا احسان مند تھا کیونکہ اس نے قلعہ فتح کرنے کے بعد پھر اسے اُس کے حوالے کر دیا تھا۔ جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ پارس حزب مومن کے اکابرین کے فیصلوں سے مایوس ہو کر آیا ہے اور تنہا رہ گیا ہے تو ایڈی پاویل نے کہا "مسٹر پارس! آپ تنہا نہیں ہیں۔ یہ قلعہ آپ ہی کا ہے۔ ہمیں حکم دیں' ہم آپ کے لیے کیا کر سکتے ہیں؟"

"آپ میرے ازبکستان جانے کی انتظامات کر دیں۔ میں یہاں سے صبح روانہ ہونا چاہتا ہوں۔"

"آپ وہاں رہائش کے لیے کون سا طریقہ اختیار کریں گے قانونی یا غیر قانونی؟"

"قانونی طریقہ۔ حکومتِ فرانس کو اطلاع دے دی گئی ہے۔ کل صبح میرے قانونی کاغذات تیار ہو کر سمرقند میں فرانسیسی سفیر کے پاس فیکس کے ذریعے پہنچ جائیں گے۔ آپ ہیلی کاپٹر کا انتظام کریں اور مجھے سمرقند پہنچا دیں۔"

"آپ نے حکومتِ فرانس کو کیوں زحمت دی ہے۔ سپر ماسٹر کی ...ے تمام انتظامات ہو جائیں گے۔"

"میرے پاپا نے کبھی سپر ماسٹر کا تعاون حاصل نہیں کیا۔ سمرقند ...نے کے لیے ہیلی کاپٹر اس لیے لے رہا ہوں کہ یہ قلعہ اور یہاں ...باقی ماندہ چیزیں میری خیرات کی ہوئی ہیں۔ میں ہیلی کاپٹر مانگ ...رہا ہوں۔ مانگنے کے حالات ہوں گے تو چھین کر لے جاؤں ..."

وہ سب خاموش رہے۔ ان کی خواہش تھی کہ کسی طرح دن ...اور فرہاد کا بیٹا وہاں سے چلا جائے۔ افغانستان میں ہم ان کے ...نہ رہیں' وہ ایسی خواہش نہ کرتے تب بھی پارس کو وہاں سے ...ی تھا۔ وہ دوسرے دن سمرقند پہنچ گیا۔

سمرقند کو میٹھی زمین کہا جاتا ہے۔ وہ پورا علاقہ اتنا روشن اور ...ا ہوا سا ہے جیسے نور برس رہا ہو۔ پارس نے ہیلی کاپٹر کی پرواز ...دوران دیکھا تھا اس شہر کے تین اطراف خوبصورت برف پوش ...یاں ہیں اور چوتھی سمت دریائے زرافشاں کا صاف و شفاف ...بہتا ہے۔ شاید اسے زرافشاں اسی لیے کہا جاتا ہے کہ اس کا ...پانی چاند کی طرح چمکتا رہتا ہے۔

اس نے پرواز کے دوران کوہک پہاڑی کے دامن میں ایک ...بڑی رصد گاہ دیکھی۔ ایک بہت بڑی پیپر مل بھی نظر آئی۔ ...بہت ہی عمدہ کاغذ تیار ہوتا ہے۔ اگرچہ پارس کا ان چیزوں ...کوئی تعلق نہیں تھا۔ لیکن ہو سکتا ہے اس پورے علاقے کو ...اور سمجھنا ضروری ہو۔ حالات اسے ان علاقوں کی طرف بھی ...سکتے تھے۔

...ہیلی کاپٹر وہاں کے ایک ہیلی پیڈ پر اتر گیا۔ فرانس کے سفیر ...دوسرے افسران اس کا استقبال کرنے کے لیے آئے تھے۔ ...سفارت خانے اس کی وہاں باقاعدہ رہائش کے لیے قانونی کاغذات اس ...کے حوالے کیے۔ ایک چھوٹے سے کاٹیج اور ایک ملازم کا انتظام ...کیا تھا۔ لیلیٰ نے ملازم کو اندر سے پرکھ لیا پھر پارس سے کہا "یہ ...کسی کا جاسوس ہے اور تمہارا وفادار رہے گا۔ کیا میں تمہارے پاپا ...کو اطلاع دے دوں؟"

"ابھی رہنے دیں۔ دو چار روز میں یہاں تنہا رہنا چاہتا ہوں۔ ...نئی جگہ ہے۔ نئے لوگ ہیں اس لیے پلیز آپ گھنٹے دو گھنٹے میں ...خیریت معلوم کرتی رہیں۔"

"ہاں بیٹے! میں آتی رہوں گی۔ اب آرام کرو' میں جا رہی ...ہوں۔"

...وہ چلی گئی۔ پارس نے ملازم سے کہا "میں سونے جا رہا ہوں۔ ...کھانا تین بجے کھاؤں گا۔ اس سے پہلے نہ جگانا۔"

اس نے کمرے کا دروازہ اندر سے بند کیا۔ پھر بستر پر آ کر ...تھوڑی ہی دیر میں گہری نیند سو گیا۔ اس کا کاٹیج ایک پہاڑی کے ...دامن میں تھا۔ ایک کشادہ کھڑکی کا پردہ ہٹانے سے دریائے زرافشاں بہتا ہوا دکھائی دیتا تھا۔ اس کاٹیج کے اطراف بڑے خوبصورت مناظر تھے ایسے مناظر کو دیکھتے رہنے سے جی نہیں بھرتا تھا۔ پھر یہ کہ مشینی دنیا اور مشینی زندگی کے برعکس وہاں بہت خاموشی اور سکون تھا۔

وہ بڑے سکون سے سو رہا تھا۔ دماغ کو ہدایات دی تھیں کہ دوپہر کے دو بجے بیدار ہوں گا لیکن ایک گھنٹا پہلے ہی آنکھ کھل گئی۔ کوئی غیر معمولی بات ہوئی تھی۔ وہ فوراً ہی اٹھ کر بیٹھ گیا۔ کاٹیج کا فرش اور دیواریں لکڑیوں کی تھیں۔ لکڑی کے فرش پر دور کوئی ٹھہر ٹھہر کر چل رہا تھا۔ جیسے چھپ کر آ رہا ہو۔ پارس نے فوراً ہی جوتے پہن لیے۔ پھر سوئیٹر پہنتا ہوا ایک میز پر چڑھ گیا۔ اس کمرے کی چھت پر ایک آسمانی کھڑکی تھی جس کے پٹ اندر سے بند کیے جاتے تھے۔ وہ دونوں پٹ کھول کر اوپر چھت پر آ گیا۔

چھت پر برف جمی ہوئی تھی۔ وہ چاروں ہاتھ پاؤں سے رینگتا ہوا چھت کے کنارے آیا۔ کاٹیج سے ذرا فاصلے پر دو مسلح افراد فرغل' سمور کی ٹوپی اور فل بوٹ پہنے کھڑے تھے۔ ان کے پاؤں تھوڑے سے برف میں دھنسے ہوئے تھے۔ ایک نے اشارے سے کچھ کہا۔ پھر وہ دو مختلف سمتوں سے کاٹیج کو گھیرنے لگے۔ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے کاٹیج کے اندر آنے لگے۔

پارس پھر چھت کی برف میں رینگتا ہوا۔ دوسرے کمرے کی آسمانی کھڑکی کے پاس آیا اسے کھول کر اندر دیکھا۔ اس کمرے میں ایک مسلح شخص کھڑکی کے پاس کھڑا باہر سے آنے والوں کو دیکھ رہا تھا۔ پارس نے آسمانی کھڑکی کھولی تو اس شخص نے سر اٹھا کر اوپر دیکھا پارس نے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ پھر اسے اوپر آنے کے لیے کہا۔ وہ فوراً ہی ایک کرسی پر چڑھ گیا۔ اپنا ہاتھ اوپر کی طرف بڑھایا' پارس نے ہاتھ پکڑ کر اسے اوپر کھینچ لیا۔

اس نے اوپر آ کر پوچھا "تم کون ہو؟"

"میں اس کاٹیج میں رہتا ہوں۔ تم کیوں میرے گھر میں گھس آئے۔ یہ معاملہ کیا ہے؟"

"وہ چار تھے۔ میں نے دو کو ختم کر دیا ہے۔ دو رہ گئے ہیں۔"

"کیا ان دو کو رشتے دار سمجھ کر چھوڑ دیا ہے؟"

اجنبی نے غصے سے رشتے کی ماں بہن ایک کی۔ پھر کہا "گولیاں ختم ہو گئی ہیں۔ یہ گن خالی ہے۔ کیا تمہارے پاس گن ہے؟"

"مجھے ایسے ہتھیاروں سے ڈر لگتا ہے۔ انہیں رکھنا تو دور کی بات ہے' میں تو ہاتھ بھی نہیں لگاتا۔"

"اتنے قد آور جوان ہو کر ہتھیاروں سے ڈرتے ہو۔"

"اگر تم نہیں ڈرتے ہو تو ان ہتھیاروں سے بھاگ کر میرے پاس کیوں آئے ہو؟"

"بکواس مت کرو۔ ان سے بچنے کی تدبیر کرو۔"

"تدبیر کیا کرنا ہے۔ وہ گمراہ ہیں' قتل و غارت گری کے راستے پر چل رہے ہیں۔ میں انہیں نصیحت کروں گا۔ خدا کا خوف دلاؤں گا'

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

وہ نادم ہو کر ہتھیار پھینک دیں گے۔"

"یہ تم واقعی بچگانہ باتیں کر رہے ہو یا میرے برے حالات میں مذاق فرما رہے ہو۔"

"کیا بھٹکے ہوئے لوگوں کو راہِ راست پر لانا تمہاری نظروں میں مذاق فرمانا ہے؟ دیکھو، میں ابھی انہیں درندے سے انسان بنا دیتا ہوں؟"

یہ کہتے ہی اس نے بلند آواز سے پکارا "ارے بھائی صاحبان میں یہاں ہوں۔"

اجنبی نے جلدی سے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ کر غصے اور سرگوشی میں کہا "یہ تم نے کیا کیا؟ انہیں معلوم ہو جائے گا کہ میں یہاں ہوں۔"

"خدا کو سب معلوم ہے، تم کہاں ہو؟ وہ آسمان پر ہے، تم چھت پر ہو۔ جب اس سے نہیں چھپتے تو بندوں سے کیوں چھپتے ہو۔"

کاٹیج کے اندر سے کسی نے کہا "تم وہ نہیں ہو، جس کی ہمیں تلاش ہے۔ تم کون ہو؟ نیچے آؤ ورنہ گولی مار دوں گا۔"

پارس نے کہا "خدا سے ڈرو۔ ایک دن سب کو اوپر سے نیچے آنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ زندگی جینے کے لیے دی ہے۔ گولی مارنے کے لیے نہیں دی ہے۔"

پارس نے آسمانی کھڑکی کے پٹ اٹھا کر کمرے میں جھانکتے ہوئے دونوں کو دیکھا۔ پھر کہا "السلام علیکم۔"

دونوں نے اوپر دیکھتے ہوئے کہا "وعلیکم السلام۔ تم نے ہم پر سلامتی بھیجی ہے، ہم نے تم پر۔ سلام کرنے سے جان کی امان ملتی ہے۔ نیچے آجاؤ۔"

وہ آسمانی کھڑکی کے راستے کمرے کے اندر لٹک کر فرش پر آگیا پھر ان سے مصافحہ کرتے ہوئے بولا "مجھے خوشی ہے کہ میرے گھر میں مسلمان بھائی آئے ہیں۔ میں خوش آمدید کہتا ہوں۔ تشریف رکھیے، آپ کے لیے قہوہ حاضر کروں گا۔"

"ہم قہوہ نہیں اس دشمن کا خون پئیں گے۔"

"اتنی سردی میں اس کا خون رگوں میں جم رہا ہے۔ آپ نہیں پی سکیں گے۔ پھر وہ میرا مہمان ہے۔ آپ جانتے ہیں، مسلمان جان دے دیتا ہے مگر مہمان پر آنچ نہیں آنے دیتا۔ اس نے میرے پاس پناہ لی ہے۔"

"دیکھو برادر! اس نے ہمارے دو آدمی مار دیے ہیں۔ وہ قاتل ہے۔ اسے ہمارے حوالے کر دو۔"

"جب میرا مہمان میرے گھر سے نکل کر چالیس قدم دور چلا جائے گا تو اسے بے شک گولی مار دینا ابھی یہ ممکن نہیں ہے۔"

ایک نے حیرانی سے پوچھا۔ "تمہیں یہ ڈر نہیں ہے کہ ہمارے ہاتھوں میں بھری ہوئی بندوقیں ہیں۔"

"تم وعلیکم السلام کہہ کر سلامتی دے چکے ہو۔ پھر ڈر کیسا؟"

دونوں نے ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ پھر کہا۔

"تم بہت چالاک ہو۔ ہم سے سلامتی حاصل کر لی۔ ٹھیک ہے ہم جا رہے ہیں یہاں سے چالیس قدم دور جا کر اس قاتل کا انتظار کریں گے۔"

وہ ناگواری سے پاؤں پٹختے ہوئے باہر آئے۔ پارس نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا "فی امان اللہ۔"

وہ دونوں پیچھے ہٹ گئے، ایک نے کہا "ہم زیادہ عربی نہیں جانتے ہیں۔ تم پھر سلامتی جیسی کوئی بات کہہ کر دشمن قاتل کو چالیس قدم دور بھی سلامتی دلاؤ گے۔ نہیں، تم دور رہو۔ ہم مصافحہ نہیں کریں گے۔"

وہ دونوں جانے لگے۔ جب ذرا دور چلے گئے تو پارس نے کمرے میں آکر کہا "وہ جا چکے ہیں۔ اندر آجاؤ۔"

اجنبی آسمانی کھڑکی سے لٹک کر کمرے میں آیا پھر بولا "تم نے تو کمال کر دیا۔ یہ آج معلوم ہوا کہ سلام کرنے کے بعد مسلمان ایک دوسرے کی سلامتی کے ذمہ دار ہو جاتے ہیں۔"

"ہاں مگر چالیس قدم کے فاصلے پر موت تمہارا انتظار کرتی رہے گی۔"

اس نے زوردار قہقہہ لگایا پھر کہا "میں موت کا رخ پھیر دوں گا۔ ان دونوں کو چالیس قدم تو کیا چالیس میل دور رکھا دوں گا۔ بائی دی وے پینے کے لیے قہوہ ملے گا؟"

"ابھی میرا ملازم آئے گا، قہوہ مل جائے گا۔ اپنے متعلق بتاؤ۔ یہ معاملہ کیا ہے؟"

"یہ لوگ میری گرل فرینڈ پر بری نظر رکھتے تھے۔ میں نے انہیں سمجھایا کہ یہ اللہ والی ہے۔ اس کے لیے برا سوچو گے تو عذاب نازل ہو گا مگر انہوں نے ایک نہیں سنی۔ پھر ان پر عذاب اترا۔ ان میں سے دو نے خود ہی ایک دوسرے کو گولی ماری اور مر گئے۔"

"لیکن تم نے تو چھت پر کہا تھا کہ ان دونوں کو تم نے ختم کیا ہے۔"

"شاید میں ڈینگیں مارتے ہوئے ایسا کہہ گیا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں نے میری کی بددعاؤں کے نتیجے میں خودکشی کی ہے۔"

"کیا میری تمہاری گرل فرینڈ کا نام ہے؟"

"ہاں وہ میری جان ہے، میری آرزوؤں کی جنت ہے۔"

"چالیس قدم پر جہنم ہے۔ تمہاری جنت کتنے فاصلے پر ہے۔"

"وہ اسپتال میں ہے اس کا آپریشن ہو رہا ہو گا بلکہ ہو چکا ہو گا۔ مجھے وہاں پہنچنا تھا لیکن ان دشمنوں نے راستہ روک رکھا ہے۔"

"کوئی بات نہیں۔ آپریشن تو کامیاب رہا ہے۔" مطمئن

"ہاں میری توقع سے زیادہ کامیاب رہا ہے۔ میں ہوں۔"

"تم اسپتال نہیں پہنچ سکے تو آپریشن کی کامیابی کا یقین کیسے ہو گیا۔"

"آں؟" وہ گڑبڑایا۔ پھر جلدی سے مسکرا کر بولا "یہ دل کے معاملات ہیں۔ محبت میں دل گواہی دیتا ہے۔ آپریشن اُدھر ہوتا ہے اور۔۔۔"

"بچہ اِدھر ہو جاتا ہے، میں سن چکا ہوں محبت میں بڑے بڑے تماشے ہوتے ہیں۔"

پارس اپنے داؤ پیچ سے اس حد تک معلوم کر چکا تھا کہ وہ [اج]نبی ٹیلی پیتھی جانتا ہے یا اس کے پیچھے یہ علم جاننے والا کوئی چھپا [ہ]وا ہے۔ ایک تو یہ بات حلق سے نہیں اتری کہ اسے قتل کرنے کا [ا]رادہ کرنے والوں میں سے دو نے خود ہی ایک دوسرے کو قتل کر دیا۔ [ا]یسے جان لیوا تماشے ٹیلی پیتھی کے ذریعے کیے جاتے ہیں پھر وہ [ہ]نری کے پاس پہنچے بغیر خیال خوانی کے ذریعے معلوم کر چکا تھا کہ [آ]پریشن کامیاب رہا ہے۔

ملازم نے آکر کہا "سر! آپ وقت سے پہلے بیدار ہو گئے۔ [مجھ]ے معلوم ہوتا تو شہر نہ جاتا۔"

"کوئی بات نہیں۔ آدھے گھنٹے بعد کھانا لگا دو۔ یہ میرے [مہم]ان یہاں میرے ساتھ کھائیں گے اور کھانے کے بعد قہوہ پئیں [گے]۔ میں ابھی باتھ روم سے آرہا ہوں۔"

اس نے باتھ روم میں آکر دروازے کو اندر سے بند کیا۔ اسی [وق]ت کوئی دماغ میں آیا۔ اس نے صرف تین سیکنڈ انتظار کیا۔ پھر [سا]نس روک لی۔ اگر لیلیٰ ہوتی تو آتے ہی کوڈورڈز ادا کرتی چنانچہ [پار]س کا یقین اور پختہ ہو گیا وہ اجنبی جو اس کاٹیج میں تھا وہ ٹیلی پیتھی [جا]نتا تھا۔

وہ دوسری بار نہیں آیا۔ سمجھ گیا کہ جس کے ہاں پناہ لے رہا [ہے]، وہ یوگا کا ماہر ہے، پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس [رو]ک لیتا ہے۔ پارس نے باتھ روم سے آکر لباس تبدیل کیا۔ پھر [کھ]انے کی میز پر آکر اجنبی سے بولا "چلو دوست! کھانا شروع کرو۔ [تم]ہے تم نے اب تک اپنا نام نہیں بتایا۔ ہو سکے تو نام کے ساتھ کام [بھی] بتا دو۔"

"میرا نام پال ہنری ہے اور کام میرا عشق کرنا اور حسن کے ناز [اٹھ]انا ہے۔ اس کے علاوہ جتنے بھی کام ہیں وہ دنیا کے بدنصیبوں کے [ل]یے ہیں۔"

"میں تمہاری میری کو ضرور دیکھوں گا جس سے عشق کرنے تم [اس] ملک میں آئے ہو۔ وہ کس اسپتال میں ہے؟"

وہ منہ میں لقمہ لے کر چباتے ہوئے بولا "میں تمہیں اسپتال [لے] چلوں گا۔ شرط یہ ہے کہ ان دشمنوں کو ٹال دو جو چالیس قدم پر [میر]ی موت بن کر کھڑے ہوئے ہیں۔"

پارس وہاں سے اٹھتے ہوئے بولا "میں ان دشمنوں کو جا کر [سمجھ]اتا ہوں کہ تم مرنے سے پہلے اسپتال تک جا کر اپنی محبوبہ کا آخری دیدار کرنا چاہتے ہو۔ اس طرح تم اسپتال تک پہنچتے پہنچتے اپنے بچاؤ کا راستہ نکال لینا۔"

"دشمنوں کی خوشامد کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے ایک گن یا کارتوس دے دو، میں منٹوں میں انہیں فنا کر دوں گا۔"

"سوری، میں اپنے پاس کبھی ہتھیار نہیں رکھتا۔ تم یہ بتاؤ، وہ کس اسپتال میں ہے تاکہ وہاں تک لے جانے کی اجازت حاصل کر سکوں۔

اس نے اسپتال کا نام اور پتا بتایا۔ پارس تیزی سے چلتا ہوا کاٹیج سے باہر آیا۔ پال ہنری کے قتل کا ارادہ کرنے والے کاٹیج کے دائیں بائیں چالیس قدم کے فاصلے پر کھڑے ہوئے تھے تاکہ وہ کسی بھی سمت سے بھاگ نہ سکے۔ پارس ایک کے قریب آیا۔ اس نے کہا "برادر! تم نزدیک نہیں آؤ۔ تم پھر کوئی چالاکی دکھاؤ گے۔ تم مسلمان ہو کر اس بے دین کی حمایت کرتے ہو۔"

"تم کیسے جانتے ہو کہ وہ بے دین ہے؟"

"او برادر! یہ اور اس کا ساتھی ایک نئے مذہب کی تبلیغ کر رہے تھے، ازبک مسلمانوں کو بہکاتے ہیں۔ یہ ہم سے بھی کہتا تھا کہ ہم دین اسلام چھوڑ کر "دینِ انساں" کو قبول کر لیں۔ ہم اسے مارنے کے لیے دوڑے تو اس نے ہمارے دو ساتھیوں کو قتل کر دیا؟"

کیسے قتل کیا؟ ذرا تفصیل سے بتاؤ۔"

"یہ ہماری سمجھ میں بھی نہیں آیا۔ یہ دینِ انساں کے خبیث لوگ شاید جادو جانتے ہیں۔ پہلے اس کافر نے دونوں کو گولی مارنے کی کوشش کی مگر وہ زخمی ہوئے۔ پھر پتا نہیں کیا جادو چل گیا، ہمارے دونوں ساتھیوں نے ایک دوسرے کو گولی مار دی۔"

پارس نے پوچھا "کیا تم لوگ یوگا کے ماہر ہو۔"

اس نے پوچھا "یہ یوگا کیا ہوتا ہے؟"

"سانسوں کو قابو میں رکھنے والے ورزشی آسنوں کو یوگا کہتے ہیں۔"

"ہاں ہم لوگ ازبکستان کے معروف پہلوان ہیں۔ صبح و شام ورزش کرتے ہیں اور کئی منٹ تک سانس روک لیتے ہیں۔"

"وہ کاٹیج میں جو مہمان ہے وہ کہتا تھا کہ تم لوگ اس کی محبوبہ کو اس سے چھیننا چاہتے تھے۔"

"شیطان کا بچہ جھوٹ بولتا ہے۔ ہم نے اس کی محبوبہ کو تو کیا اس کی ماں کو بھی نہیں دیکھا۔"

اسی وقت لیلیٰ نے آتے ہی کوڈورڈز ادا کیے، پارس نے کہا۔ "امی! ایک خیال خوانی کرنے والا مرنا میرے کاٹیج میں ہے۔ میں آپ ہی کا انتظار کر رہا تھا۔ آیئے میں آپ کو اس کے دماغ میں لے چلوں۔"

پھر اس نے ازبک مسلمان سے کہا "آؤ دوست! ہم کاٹیج میں چلتے ہیں۔ وہ مہمان نہیں شیطان ہے۔ اس نے مسلمانوں کو بے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

دین بنانے کے لیے ہمارے دو مسلمان بھائیوں کو ہلاک کیا۔ اس کا انجام بھی ہلاکت ہو گا۔"

وہ ازبک مسلمان کے ساتھ کاٹیج میں آیا۔ وہاں پال ہنری نہیں تھا۔ ملازم ایک جگہ بندھا ہوا تھا اور اس کے مُنہ سے ٹیپ چپکا ہوا تھا۔ پارس نے مُنہ سے ٹیپ ہٹایا پھر رسّیاں کھولتے ہوئے پوچھا "وہ کہاں ہے؟"

وہ جاسوس جو ملازم بن کر رہتا تھا۔ اس نے کہا "اس مہمان نے پیچھے سے میرے سر پر ضرب لگائی۔ پھر میرے دماغ میں پہنچ کر پڑھنے لگا۔ اسے معلوم ہو گیا کہ میں ایک فرانسیسی جاسوس ہوں اور میری ایک اٹیچی میں ریوالور بلٹس اور سائلنسر رکھے ہوئے ہیں اس نے مجھے یہاں باندھ دیا۔ میں کوئی جدّوجہد نہ کر سکا کیونکہ اس کے اختیار اور قابو میں تھا۔ وہ میرے ریوالور میں سائلنسر لگا کر پچھلے راستے سے باہر گیا ہے۔"

وہ سب دوڑتے ہوئے پچھلے دروازے سے باہر آئے۔ وہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ برف میں دھنسے ہوئے پیروں سے چلتے ہوئے ایک جگہ رک گئے۔ وہاں دوسرے ازبک مسلمان کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ پال اسے سائلنسر لگے ہوئے ریوالور سے ہلاک کر کے گیا تھا۔ دوسرا ازبک پال کو گالیاں دینے لگا۔ اسے ہر حال میں قتل کرنے کے لیے قسمیں کھانے لگا۔ پارس نے جاسوس ملازم سے پوچھا "کیا وہ تمہارے دماغ میں آ کر سوالات کر رہا تھا؟"

"جی ہاں، آپ کے متعلق پوچھ رہا تھا۔ میں نے کہا آپ فرانس کے بہت بڑے سرکاری افسر ہیں۔ اس نے میرے چور خیالات سے بھی یہی معلوم کیا ہو گا۔ اس لیے مجھ سے زیادہ بحث نہیں کی۔ میرا ہتھیار لے کر چلا گیا۔"

پارس نے ازبک دوست سے کہا "غم نہ کرو، جو مقدر میں تھا وہ پورا ہوا۔ تم اپنے ساتھی کی لاش کو اس کے عزیزوں میں پہنچا کر اُسی اسپتال میں آؤ جہاں اس کی محبوبہ کا آپریشن ہوا ہے۔ اسی محبوبہ کے ذریعے پال کا سراغ ملے گا۔"

جاسوس ملازم پارس کی حقیقت نہیں جانتا تھا۔ اسے بہت بڑا سرکاری افسر سمجھتا تھا لیکن پال سمجھ گیا تھا کہ سرکاری افسر کے پیچھے کوئی پُراسرار شخص چھپا ہوا ہے۔ پھر یہ کہ ملکِ فرانس کا نام آتے ہی اس کا ہر پُراسرار شخص فرہاد ہی سمجھ میں آتا تھا۔ پال کو بھی یہی شبہ ہوا تھا اس لیے وہ جان پر کھیل کر اُس کاٹیج سے نکل بھاگا تھا۔

پارس جاسوس ملازم کے ساتھ دور تک چلتا ہوا مین روڈ پر آیا۔ وہاں سے گزرتی ہوئی گاڑیوں کو لفٹ مانگنے کا اشارہ کرنے لگا۔ آخر ایک گاڑی میں لفٹ مل گئی۔ وہ دونوں پچھلی سیٹ پر آ گئے۔ پارس نے ڈرائیو کرنے والے کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا "پلیز ہمیں جلد سے جلد دارالشفاء تک پہنچا دو۔ یا کسی ٹیکسی اسٹینڈ تک لے جاؤ۔"

اس نے ڈرائیو کرتے ہوئے پوچھا "دارالشفاء کیوں جانا چاہتے ہو؟"

"وہاں ہمارا ایک مریض ہے اس کی عیادت کے لیے جا رہے ہیں۔"

"آپ وہاں اصولوں کے مطابق کیوں نہیں جانا چاہتے؟"

پارس نے پوچھا۔ "یہ اصولوں کے مطابق کیسے جایا کرتے ہیں؟"

"بھئی جس طرح عبادت گاہوں میں عبادت گزار جاتے ہیں اسی طرح اسپتالوں میں صرف بیماروں اور زخمیوں کو جانا چاہیے۔ ذرا صبر کرو۔ میں ابھی کار ایکسیڈنٹ کے ذریعے تمہیں زخمی کر کے وہاں پہنچا رہا ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس نے اچانک اسٹیئرنگ گھما دی۔ گاڑی کے پہیے ٹرن لیتے ہوئے سڑک چھوڑ کر ڈھلان پر آئے۔ نیچے ایک گاڑی کھڑی ہوئی تھی۔ وہ کار اس سے ٹکرا کر رک گئی۔ اس ٹکراؤ سے پہلے ہی پارس دروازہ کھول کر باہر چھلانگ لگا چکا تھا۔

چند لمحوں کے بعد ہی پارس نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہوئے کہا "پال! تم نے میرے دماغ میں آنے کے لیے چال اچھی چلی تھی۔ ملاقات کی ایسی جلدی بھی کیا ہے۔ میں جلد ہی بھاگ کر تمہارے پیچھے آ رہا ہوں۔ ناؤ گیٹ آؤٹ۔"

اس نے سانس روک لی۔ دوڑتا ہوا کار کے پاس آیا۔ کار ڈرائیو کرنے والا اور جاسوس ملازم کسی قدر زخمی ہو گئے تھے۔ پارس نے کہا "تم طبی امداد کے لیے دوسری جگہ جاؤ۔ میرے ساتھ نہ رہو۔ کیونکہ پال تمہارے ذریعے مجھ پر نظر رکھتا ہے۔"

اس نے جاسوس ملازم کا ساتھ چھوڑ دیا۔ وہاں سے دوڑتا ہوا چڑھائی پر سڑک کے کنارے آیا۔ لیلیٰ نے آتے ہی گُڈ ورڈز ادا کیے پھر پوچھا۔ "خیریت سے ہو؟"

"جی ہاں، وہ کم بخت چاہتا ہے میں اسپتال تک نہ پہنچوں۔"

"میں جا رہی ہوں۔ کہیں وہ میری موجودگی کا فائدہ نہ اٹھائے۔ آدھے گھنٹے کے بعد آؤں گی۔"

وہ چلی گئی۔ پارس کو اسپتال تک پہنچنے میں دشواریاں پیش آ رہی تھیں۔ اس راستے سے بہت کم گاڑیاں گزرتی تھیں۔ آخر ایک خاتون نے اسے لفٹ دی۔ وہ ساتھ والی سیٹ پر دروازہ بند کرتے ہوئے بولا "میڈم بہت شکریہ۔ میں بڑی دیر سے یہاں کھڑا ہوا تھا۔ کوئی لفٹ ہی نہیں دے رہا تھا۔"

وہ گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتی ہوئی بولی "شکریہ تو مجھے ادا کرنا چاہیے تھا۔ تمہیں اپنے برابر بٹھانے سے میری عمر کچھ کم ہو گئی ہے۔"

پارس نے اسے چونک کر دیکھا۔ وہ چالیس برس سے کم نہیں ہو گی۔ یہ سمجھ میں آ گیا کہ اکثر عورتوں کی طرح اسے کم عمر کہلانے کا خبط ہے۔

وہ بولا "تمہاری عمر زیادہ تو نہیں لگتی۔"

وہ خوش ہو کر بولی "کیا واقعی؟ سچ سچ بتاؤ۔ میری عمر کتنی لگتی ہے؟"

"میں بہت زیادہ بھی سوچوں تو تم بیس برس کی ہو۔"

"چل جھوٹے کہیں کے۔"

"کیا میں نے زیادہ بتا دی ہے؟"

"کم بتائی ہے۔ میں اپنی عمر کبھی نہیں چھپاتی، آج میں پورے بیس برس اور ایک دن کی ہو گئی ہوں اور تم نے میری عمر میں ایک دن کم کر دیا۔"

"واہ! عمر کے معاملے میں تمہاری جیسی سچی لڑکی پہلی بار دیکھ رہا ہوں۔ ذرا تیزی سے ڈرائیو کرو مجھے دارالشفاء پہنچنا ہے۔"

"بائی دی وے... تمہاری عمر کیا ہے؟"

"مجھے بھی تمہاری طرح سچ بولنے کا مرض ہے۔ پورے چالیس برس اور ایک دن کا ہوں۔"

"کیوں مذاق کرتے ہو۔ کوئی اندھا بھی تمہیں چھو کر بتائے گا کہ میرے ہم عمر ہو۔"

"کسی اندھے کی کیا مجال کہ تمہیں میری ہم عمر کہہ کر تمہیں [چا]لیس برس کی بڑھیا کہہ دے۔"

اس کے اندر کی بوڑھی ذرا سٹپٹائی پھر بولی "سچ بولو۔ تم بھی [بی]س کے ہو نا؟"

"نہیں ہوں مگر بیس کا لگتا ہوں۔ کیونکہ معجون کھاتا رہتا [ہو]ں۔"

"[ک]ون سا معجون کھاتے ہو۔ مجھے بتاؤ۔"

"وہ ایسی دوا ہے جسے کھانے سے آدمی عمر کم ہو جاتی ہے۔ تم [کھ]اؤ گی تو دس برس کی نظر آؤ گی۔ اس لیے تمہیں استعمال نہیں [ک]رنا چاہیے۔"

"نہیں میں دس برس کی نہیں بیس ہی کی نظر آؤں گی۔ تم [مے]ری عمر کے جھگڑے میں نہ پڑو۔ اس معجون کا نام بتاؤ۔"

"کیا میں معجون پیش کر کے اپنا نقصان کر لوں۔ تم دس برس کی [ہو] جاؤ گی تو میں عشق کس سے کروں گا۔ ہاں اگر تم چالیس کی ہوتیں [تو پ]ھر اپنی طرح میں تمہیں بیس کی بنا لیتا۔"

وہ جھنجلا کر بولی "میں چالیس کی ہوں۔ مجھے وہ دوا بتاؤ۔"

"کیوں جھوٹ بولتی ہو۔ ابھی سچ کہہ چکی ہو کہ بیس برس ایک [دن] کی ہوں۔ تم اتنی سچی ہو کہ ایک دن کی بھی کمی بیشی کو بے ایمانی [سمج]ھتی ہو۔ پھر ایک دم سے اپنی عمر دوگنی کیوں بتا رہی ہو؟"

"میں قسم کھا کر کہہ رہی ہوں کہ پہلے جھوٹ بول رہی تھی، اب [سچ] بول رہی ہوں۔ چالیس کی ہوں، اپنی طرح معجون کھلاؤ اور مجھے [بیس] کی بنا دو۔"

اس نے گاڑی روک دی۔ پارس نے کہا۔ "گاڑی تو چلاؤ۔"

"کیا اسپتال کے اندر لے جاؤں؟ یہی تو اسپتال "دارالشفاء"

تحریر جیسی انگلش سکھانے والی بہترین کتابیں

HOW TO WRITE A LETTER
خطوط نویسی کے لیے قیمت: ۱۰/- روپے

HOW TO WRITE AN ESSAY
مضمون نگاری کے لیے قیمت ۱۲/- روپے

HOW TO WRITE AN EXPLANATION
وضاحت و تشریح کے لیے قیمت: ۱۰/- روپے

HOW TO LEARN CORRECT SPELLING
صحیح ہجے لکھنے کے لیے قیمت: ۱۰/- روپے

HOW TO DO COMPREHENSION
ادراک و فہم کا اظہار کرنے کے لیے قیمت: ۱۲/- روپے

CORRECT POSITIONS OF PREPOSITIONS
پری پوزیشن کے صحیح استعمال کے لیے قیمت ۱۰/- روپے

HOW TO PUNCTUATE
رموز اوقاف جاننے کے لیے قیمت: ۱۰/- روپے

10 DAYS TO TRANSLATION
اُردو سے انگلش میں ترجمہ کرنے کے لیے قیمت: ۱۵ روپے

○ اندرونِ ملک ڈاک خرچ ایک یا ایک سے زائد کتابوں کا ۱۲ روپے ہوگا۔ پورا سیٹ منگانے پر ڈاک خرچ معاف (صرف اندرونِ ملک کے لیے) ○ کتابوں کی قیمت اور ڈاک خرچ بذریعہ منی آرڈر ارسال کریں۔ منی آرڈر کوپن پر اپنا نام و پتا اور کتابوں کا نام ضرور لکھیں ○ کسی قسم کی نقد رقم خط میں ڈال کر ہرگز نہ بھیجیں۔ منی آرڈر ارسال کرنے کا پتا: مکتبہ نفسیات، پوسٹ بکس ۹۴۴ سید منشن ہیریاٹ اسٹریٹ کراچی ۱
○ بیرونِ ملک پورے سیٹ کی قیمتیں مع ڈاک خرچ: مشرقِ وسطیٰ۔ ۲۵۰ پاکستانی روپے، یورپ اور مشرقِ بعید۔ ۳۰۰ پاکستانی روپے، آسٹریلیا، امریکہ، افریقہ۔ ۳۵۰ پاکستانی روپے ○ بیرونِ ملک کتابیں منگانے کے لیے رقم بذریعہ ڈرافٹ روانہ کریں۔ ڈرافٹ پر نام اس طرح لکھوائیں۔

MAKTABA NAFSIAT A/C 688 H. B. L
MANSFIELD STR. BR. KARACHI

۳۴ رمضان مینشن نزد دفتر اخبار جنگ
آئی آئی چندریگر روڈ کراچی فون ۲۶۲۸۵۱۷

مکتبہ نفسیات پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہے۔"

پارس نے کھڑکی سے باہر دیکھا۔ سامنے دارالشفاء کی بڑی سی عمارت تھی۔ وہ اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر الوداعی مصافحہ کرتے ہوئے بولا۔ "تم نے اپنی عمر کے گھوڑے پر مجھے بٹھا کر یہاں تک پہنچادیا ہے۔ پتا ہی نہ چلا کہ راستہ کیسے کٹ گیا۔"

"مجھے معجون کا نام بتا کر جاؤ۔"

"معجون کے استعمال کے لیے چند شرائط ہیں۔ پہلی شرط یہ کہ عورت شراب پیتی ہو۔"

"وہ تو میں پیتی ہوں۔"

"دوسری شرط یہ ہے کہ ہر رات اس کا ایک نیا عاشق بدلتا رہے۔"

"میں تو عاشق بدلتی رہتی ہوں۔ معجون کا نام بتاؤ۔"

"اس معجون کا نام ہے بے حیائی۔ بے حیائی کی خوراک کھانے والیاں ہر رات بیس برس کی ہوتی ہیں اور ہر صبح آئینے میں اپنی عمر کا چالیسواں دیکھتی ہیں۔ ورنہ حیا والیاں اس عمر میں ماں کے مقدس مرتبے پر پہنچ کر فخر کرتی ہیں۔"

وہ دروازہ کھول کر باہر آگیا۔ وہ غصے سے پھٹ پڑی۔ چیخ چیخ کر گالیاں دینے لگی لیکن وہ گالیوں کی رینج سے دور نکل آیا۔ اسپتال کے انکوائری کاؤنٹر پر آکر بولا۔ "میں مس میری سے ملنا چاہتا ہوں۔ آج صبح اس کا آپریشن ہوا ہے۔ پلیز مجھے اس کا وارڈ اور روم نمبر بتائیں۔"

کاؤنٹر گرل نے کمپیوٹر کو آپریٹ کیا۔ پھر کہا "ایک مس میری کا آپریشن گزشتہ کل ہوا تھا۔ آج تین بج کر پندرہ منٹ پر یعنی اب سے آدھا گھنٹا پہلے وہ اسپتال سے چلی گئی ہے۔"

"کہاں گئی ہے؟ کیا تم پتا بتا سکتی ہو؟"

"اس کے ساتھی نے اسے اسپتال میں داخل کرتے وقت دو سو سات اعظم اسٹریٹ، ریگستان چوک کا پتا لکھوایا تھا۔"

"لیکن مس، کل آپریشن ہوا آج چھٹی کیسے دے دی گئی۔ کیا معمولی آپریشن تھا؟"

"ہمیں آپریشن کی نوعیت کا علم نہیں ہے۔ آپ ڈاکٹر آفندی سے معلوم کرسکتے ہیں۔ فرسٹ فلور پر ڈاکٹر کا کمرا ہے۔"

وہ فرسٹ فلور پر آیا، ایک دروازے پر ڈاکٹر آفندی کی نیم پلیٹ تھی۔ اس نے دستک دی، آواز آئی۔ کم اِن۔"

اسی وقت لیلیٰ آگئی۔ "میں ڈاکٹر آفندی سے معلوم کرنے جارہا ہوں کہ میری کو اسپتال سے چھٹی کیوں دے دی گئی۔" وہ ڈاکٹر کے چیمبر میں آیا پھر بولا۔ "میں فرانس سے آیا ہوں اور مس میری کے ایک عزیز کا پیغام لایا ہوں۔ کاؤنٹر پر معلوم ہوا کل اس کا آپریشن ہوا تھا۔ آج چھٹی ہوگئی۔ کیا معمولی آپریشن تھا؟"

"نہیں بہت میجر اور سیریس آپریشن تھا۔ ہم مس میری کو کبھی چھٹی نہ دیتے لیکن مسٹرپال اسے زبردستی لے گئے ہیں۔"

"آپ نے اسپتال کے قوانین کے خلاف مسٹرپال کی ضد کیسے مان لی؟"

وہ قدرے پریشان ہوا اور سر جھکا کر بولا۔ "میں یہ سمجھنے سے معذور ہوں کہ اس کی ضد کیسے مان لی۔ میں نے انکار کیا تھا لیکن جانے کیسے بے اختیار ہو کر اسے میری کو لے جانے کی اجازت دے دی، مجھے تو یوں لگتا ہے جیسے مجھ پر کوئی جادو کیا گیا تھا۔"

پارس نے اس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "کوئی بات نہیں ڈاکٹر! میں اسے تلاش کرلوں گا۔ شکریہ۔"

وہ اسپتال سے باہر جانے لگا۔ لیلیٰ نے کہا۔ "بیٹے! ڈاکٹر کی سوچ پڑھ کر معلوم ہوچکا ہے کہ میری اور پال دراصل باربرا اور جیری ہاک ہیں۔ ڈاکٹر ان کی اصلیت نہیں جانتا ہے لیکن میں نے آپریشن کی نوعیت سے حقیقت معلوم کی ہے۔"

"آپریشن کی نوعیت کیا ہے؟"

"کیا تمہیں پتا ہے کہ باربرا جسمانی اعتبار سے نہ لڑکی تھی نہ لڑکا۔"

"مجھے اس بات کا علم نہیں تھا۔ کیا آپریشن کے ذریعے اس کی جنس تبدیل کی گئی ہے؟"

"ہاں، آپریشن کامیاب رہا ہے۔ اس کا علاج جاری رہا تو وہ مکمل لڑکی بن جائے گی۔"

وہ اسپتال سے باہر آکر گارڈن میں بیٹھ گیا۔ پھر بولا۔ "آپ باربرا اور جیری کے متعلق اہم معلومات فراہم کرسکتی ہیں؟"

لیلیٰ نے اسے شروع سے ان کے حالات بتائے اور یہ بھی بتایا کہ وہ چند یہودی ربی، عیسائی پادری اور نام نہاد ملّاؤں کے ذریعے ایک نئے مذہب "دینِ انساں" کی تبلیغ کر رہے تھے ان کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ساتھی روڈی ہڈسن میرے چنگل میں آگیا تھا۔ جیری نے روڈی کو مار ڈالا تاکہ اس کے ذریعے میں اس کے اور باربرا کے دماغ میں نہ پہنچ جاؤں۔ پھر ان دونوں نے کسی عمل سے اپنی آواز اور لہجے کو بدل ڈالا۔ مجھے یہ سمجھانا چاہا کہ وہ دونوں بھی مرچکے ہیں۔ پھر وہ تاشقند سے بھاگ کر سمرقند آگئے۔

پارس نے کہا "آسمان سے گرنے والے کھجور میں اٹکتے ہیں۔ وہ دونوں باپ سے بچ کر بیٹے کے پاس اٹکنے آگئے ہیں۔"

"بیٹے! جیری نے باربرا کو اسپتال سے لے جا کر حماقت کی ہے۔ کیونکہ اس لڑکی کو صبح و شام میڈیکل ٹریٹ منٹ اور توجہ کی ضرورت ہے۔ اگر دن رات علاج کی سہولتیں حاصل نہ ہوئیں تو کیس بگڑ جائے گا۔"

"اس کا مطلب ہے وہ مجھ سے جہاں بھی جاکر چھپے گا، وہاں کسی ڈاکٹر سے ضرور رابطہ رکھے گا۔ اسے علاج کے لیے شہر میں ہی رہنا پڑے گا۔"

"ہاں، اسے باربرا کی بہتری کے لیے ایسا کرنا ہوگا۔ اس سلسلے میں ایک اور بات اہم ہے۔ باربرا سرد مزاج کی تھی۔ اس میں لڑکیوں جیسے جذبات نہیں تھے اور نہ ہی وہ کبھی لڑکی بننا چاہتی تھی۔ پھر وہ آپریشن کے لیے کیسے راضی ہوگئی۔ یہ تبدیلی کیوں قبول کررہی ہے؟"

"ہوسکتا ہے۔ اس کے خیالات بدل گئے ہوں۔ وہ خوشی سے یہ تبدیلی قبول کررہی ہو۔"

"جب پہلی بار تمہارے پاپا نے اسے ٹریپ کیا تھا تب سے میں اس لڑکی کے خیالات کئی بار پڑھ چکی ہوں۔ وہ پتھر ہے۔ ٹوٹنا جانتی ہے، بدلنا نہیں جانتی۔ مجھے شبہ ہے کہ اس کے مزاج کو جبراً بدلا گیا ہے۔"

"شبہے کی کوئی توجیہ ہوگی؟"

"ہاں، باربرا کی طرح کبھی جیری بھی ہمارا معمول تھا۔ میں نے اس کے بھی خیالات پڑھے ہیں۔ وہ باربرا کا دیوانہ ہے۔ کئی بار اسے آپریشن کرانے کے لیے کہہ چکا ہے اور یہ سوچتا بھی رہا ہے کہ یہ سیدھی طرح نہیں مانے گی تو میں کسی حکمتِ عملی سے اسے مکمل لڑکی بناؤں گا۔"

"پھر تو آپ کا شبہ درست ہوسکتا ہے۔ اس وقت باربرا دماغی اور جسمانی طور پر کمزور ہوگی۔ آپ کو اس کا موجودہ لہجہ معلوم ہوجائے تو آپ کو ساری حقیقت معلوم ہوجائے گی۔"

"پہلے تو یہ معلوم کرنا ہوگا کہ جیری اسے کہاں چھپاتا پھر رہا ہے۔ وہاں کوئی بڑا ڈاکٹر ضرور جائے گا اور شہر میں بڑا آپریشن کرنے و[...]ر تبدیلیِ جنس کے معاملات کو ٹریٹ کرنے والے گنتی کے چند [ڈا]کٹر ہوں گے۔ میں ابھی ان کے نام اور پتے معلوم کرکے آتی [ہو]ں۔"

لیلیٰ پھر اس ڈاکٹر کے دماغ میں آئی جس نے باربرا کا آپریشن [ک]یا تھا اور اسے دوسرے ہی دن اسپتال سے لے جانے کے باعث [پر]یشان ہو رہا تھا۔ لیلیٰ نے خاموشی سے اس کے خیالات پڑھ کر [...]ات ڈاکٹروں کے نام پتے اور فون نمبرز نوٹ کیے۔ پھر پارس کے [پا]س آکر کہا۔ "چلو میں نمبرز بتا رہی ہوں تم یکے بعد دیگرے سب [ڈا]کٹروں کی آوازیں سنواؤ۔"

اس نے ایک بوتھ میں آکر لیلیٰ کے بتائے ہوئے پہلے ڈاکٹر کے [نم]برز ڈائل کیے۔ دوسری طرف سے کسی نے کہا۔ "وہ موجود نہیں [ہیں]۔ ابھی چند منٹ پہلے اچانک ہی کہیں گئے ہیں۔"

پارس نے ریسیور رکھا۔ لیلیٰ اس بولنے والے کے خیالات [پڑھ]کر آئی پھر بولی۔ "بیٹے! تم نے جس کی آواز سنائی وہ ایک [اسس]ٹنٹ لیڈی ڈاکٹر تھی۔ وہ یہ سوچ کر حیران اور پریشان ہو رہی [ہے]، کہ ڈاکٹر مریضوں کو دیکھ رہا تھا پھر اچانک یہ کہہ کر چلا گیا کہ [اسس]ٹنٹ باقی مریضوں کو دیکھے، اسے واپس آنے میں دیر ہوجائے [گی]۔"

"اچانک اٹھ کر جانے کا مطلب یہ ہوا کہ جیری اس کے اندر [...]س کر اسے جبراً وہاں سے لے گیا ہے۔"

"یہی بات ہے۔ لیڈی ڈاکٹر کی سوچ بتا رہی ہے کہ ڈاکٹر نے [جا]نے سے قبل کسی سے فون پر مختصری بات کی تھی۔ صاف ظاہر [ہے] کہ جیری نے فون کے ذریعے اس ڈاکٹر کو ٹریپ کیا ہے۔"

"جب تک وہ ڈاکٹر واپس نہیں آئے گا، آپ لیڈی ڈاکٹر کے ذریعے اس کی آواز نہیں سن پائیں گی؟"

"ابھی سن سکتی ہوں۔ ڈاکٹر کے پاس موبائل فون ہے۔ وہ اپنی اسسٹنٹ کی کال سن سکتا ہے۔ میں ابھی آتی ہوں۔"

وہ لیڈی ڈاکٹر کے پاس آئی۔ وہ ایک مریضہ کا معائنہ کر رہی تھی اور اس کے لیے سوچ رہی تھی کہ مریضہ کو کون کون سی دوا لکھ کر دے گی۔ لیلیٰ نے اس کے اندر یہ بات پیدا کی کہ وہ ڈاکٹر سے اس سلسلے میں مشورہ کرے۔ مشورہ کیے بغیر سینئر ڈاکٹر کے نسخے میں تبدیلی کرنا مناسب نہیں ہے۔

لیڈی ڈاکٹر نے قائل ہو کر فون کے ذریعے رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے ڈاکٹر کی آواز سنائی دی۔ اسسٹنٹ نے مریضہ کی دواؤں کے متعلق مشورہ طلب کیا۔ ڈاکٹر نے ناگواری سے کہا "اپنے اندر خود اعتمادی پیدا کرو اور میری عدم موجودگی میں پورے اعتماد سے نسخے لکھا کرو۔"

ڈاکٹر نے رابطہ ختم کیا۔ لیلیٰ خاموشی سے اس کے اندر پہنچ گئی۔ وہ کار ڈرائیو کرتا جارہا تھا اور یہ نہیں جانتا تھا کہ کہاں جارہا ہے۔ ایسی حالت میں یہی سوچا جاسکتا تھا کہ منزل صرف جیری کو معلوم ہے۔ وہ اس کے اندر خاموشی سے موجود ہے اور اسے مخصوص راستوں سے گزار کر اپنی خفیہ پناہ گاہ کی طرف لے جارہا ہے۔

لیلیٰ نے سفیر کے پاس آکر اسے ایک کار فراہم کرنے کے لیے کہا۔ اسے بتایا کہ پارس دارالشفاء کے سامنے ہے، کار وہاں پہنچائی جائے۔

پھر پارس سے کہا۔ "ڈاکٹر سحرزدہ ہو کر ڈرائیو کرتا جارہا ہے۔ تمہارے لیے ایک کار آرہی ہے۔ تم کالا دریا کی سمت بڑھتے رہنا، میں ابھی آکر ڈاکٹر اور جیری کی منزل بتاؤں گی۔"

وہ پھر ڈاکٹر کے پاس آگئی۔ وہ گم صم اسٹیرنگ سیٹ پر بیٹھا ڈرائیو کر رہا تھا اور نہیں سمجھ پا رہا تھا کہ کن راستوں سے گزر رہا ہے۔ لیلیٰ نے ایک بار دریا کی لہروں کا شور سنا تھا اور ڈاکٹر کو آکٹرائے کی رقم ادا کرتے پایا تھا اس لیے سمجھ گئی تھی کہ وہ کالا دریا کے پل پر سے گزر رہا ہے۔

کوئی پون گھنٹے بعد لیلیٰ پارس کے پاس آئی۔ وہ بھی اب کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ اس نے کہا "وہ قبرستان شاہ زندہ کے ڈھلان والے حصے میں کار سے اترا اور پیدل چلتا ہوا آگے بڑھا۔ میری گھڑی کے حساب سے وہ پندرہ منٹ تک چلتا رہا۔ پھر ایک کھنڈر نما عمارت میں داخل ہوگیا۔ اس کے اوپری حصے کے ایک شکستہ سے کمرے میں باربرا ایک بستر پر پڑی ہے۔"

"کیا آپ نے اس کے خیالات پڑھے ہیں؟"

"ابھی پڑھنے جارہی ہوں۔ کیا وہاں تک پہنچ جاؤگے یا مزید رہنمائی کروں۔"

"نہیں امی! آپ باربرا پر دھیان دیں۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

وہ باربرا کے پاس آگئی۔ ڈاکٹر اس کا معائنہ کر رہا تھا۔ جیری نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا تھا۔ پہلے تو ڈاکٹر نے پریشان ہو کر اس شکستہ کمرے اور مریضہ کو دیکھا تھا اور سوچنے لگا تھا کہ وہاں کیسے پہنچ گیا ہے۔ تب جیری نے سوچ کے ذریعے کہا تھا۔ "ڈاکٹر! سوچنے میں وقت ضائع نہ کرو۔ اپنی پریشانی بھول کر مریضہ کی پریشانیاں دور کرو۔ اگر یہ زندہ نہ رہی تو تم بھی یہاں سے زندہ نہیں جاؤ گے۔"

اس نے پوچھا۔ "مگر تم کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟"

"ان تمام باتوں کا جواب مل جائے گا۔ پہلے اسے اٹینڈ کرو۔"

وہ باربرا کا معائنہ کرتے ہوئے آپریشن کی نوعیت معلوم کرنے لگا۔ وہ اس کے سوالات کے جواب دیتی گئی۔ ایسے وقت لیلیٰ اس کے چور خیالات پڑھ رہی تھی۔ باربرا کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ قدرتی طور پر جیسی تھی ویسی ہی رہنا چاہتی تھی لیکن جیری کے اصرار پر وہ تبدیلی کے لیے راضی ہو گئی تھی۔

لیلیٰ نے اس کی سوچ میں سوال کیا۔ "میں تو اپنے فیصلے کبھی نہیں بدلتی۔ پھر راضی کیسے ہو گئی؟"

"پتا نہیں میں پہلی جیسی کیوں مستقل مزاج نہیں رہی۔ جیری کا حکم سنتے ہی اس کی تعمیل کرتی ہوں اور اپنا فیصلہ بھول جاتی ہوں۔"

باربرا کے ان خیالات سے صاف ظاہر تھا کہ جیری نے باربرا کو بھی دھوکے سے دماغی توانائی میں مبتلا کیا ہوگا پھر اسے تنویمی عمل کے ذریعے اپنی معمولہ اور تابعدار بنا لیا ہوگا۔ اس طرح وہ نہ چاہتے ہوئے بھی آپریشن کے مرحلے سے گزر کر مکمل لڑکی بن گئی تھی۔

ڈاکٹر نے اس کا معائنہ کرنے کے بعد پوچھا۔ "تمہیں مکمل توجہ، علاج اور دیکھ بھال کی ضرورت ہے۔ ایسی حالت میں تمہیں صرف اسپتال میں رہنا چاہیے۔ کون پاگل کا بچہ تمہیں اس کھنڈر میں لے آیا ہے؟"

جیری نے سوچ کے ذریعے کہا "ڈاکٹر! میں نے احمقانہ حرکت کی ہے لیکن میں مجبور تھا۔ دشمن اس لڑکی کو اغوا کرنا چاہتے ہیں اس لیے میں نے اسے یہاں چھپایا ہے۔"

"تم اس سلسلے میں پولیس کی مدد لے سکتے تھے۔ تم ان دشمنوں سے زیادہ دشمن ہو۔ اس بیچاری کو یہاں لا کر کیس بگاڑ رہے ہو۔ یہ مر بھی سکتی ہے۔"

"نہیں ڈاکٹر! ایسا نہ کہو۔ میں اسے جی جان سے چاہتا ہوں۔ اس کے لیے جان دے سکتا ہوں۔"

"تم کون ہو سامنے آکر بات کیوں نہیں کرتے؟"

"میں اس جگہ سے بہت دور ہوں۔ میرا تمہارا رابطہ صرف ٹیلی پیتھی کے ذریعے رہے گا۔"

"کیا تم بھی دشمنوں سے چھپ رہے ہو؟"

"ہاں، مجبوری ہے۔"

"فار گاڈ سیک۔ اس لڑکی کو نہ چھپاؤ۔ فوراً میرے اسپتال پہنچاؤ۔ میں وعدہ کرتا ہوں اس کے کمرے کے باہر اور وارڈ میں پولیس کا سخت پہرا رہے گا۔"

"ڈاکٹر! میری طرح دشمن بھی ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ وہ فولادی پہرا توڑ کر اسے لے جائیں گے؟"

"لے جائیں گے تو مردہ لڑکی ہاتھ لگے گی۔ تم اسے اسپتال نہیں پہنچاؤ گے تو تمہارے حصے میں... بھی اس کی لاش آئے گی۔ یہ صرف اور صرف اسپتال میں زندہ رہ سکتی ہے۔"

لیلیٰ نے پارس کے پاس آکر کہا۔ "بیٹے! ابھی ادھر نہ جاؤ۔"

وہ گاڑی روک کر بولا۔ "کیا بات ہو گئی؟ میں قبرستان شاہ زندہ کے سامنے پہنچ گیا ہوں۔"

"اپنی گاڑی کسی دوسرے حصے میں لے جاؤ ورنہ ڈاکٹر کی گاڑی کے قریب تمہاری گاڑی دیکھ کر جیری کو تعاقب کا شبہ ہوگا۔"

وہ قبرستان دور تک پھیلا ہوا تھا اور پہاڑی کی ڈھلان پر تھا۔ پارس گاڑی کو دوسری سمت لے جانے لگا۔ لیلیٰ نے کہا "جیری وہاں موجود نہیں ہے۔ اس کے آلۂ کار ہو سکتے ہیں۔ ڈاکٹر اسے قائل کر رہا ہے کہ باربرا کو فوراً اسپتال پہنچائے ورنہ وہ زندہ نہیں رہے گی۔"

"کیا جیری قائل ہو جائے گا؟"

"نہیں ہوگا تو اسے باربرا کی لاش ہی ملے گی۔ وہ دیوانہ ہے، اسے مرنے نہیں دے گا۔"

وہ ایک طرف گاڑی روک کر باہر نکلا پھر قیمتی پتھروں اور خوبصورت نقش و نگار سے تیار کردہ مزاروں کے درمیان سے گزرتا ہوا پہاڑی کے اوپری حصے کی طرف جانے لگا۔

ایک روایت کے مطابق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کے عم زاد حضرت قسم یا قاسم ابنِ عباس ۶۷۷ء میں یہاں دفن کیے گئے تھے۔ ان کے تمام عزیز و اقارب کی قبریں یہاں ہیں۔ یہ بھی روایت ہے کہ حضرت قاسم ابنِ عباس نماز ادا کر رہے تھے ایسے ہی وقت دشمنوں نے ان کا سر تن سے جدا کر دیا۔ حضرت اپنا کٹا ہوا سر اپنے ہاتھوں میں لیے ہوئے مسجد کی شق ہونے والی محراب میں غائب ہو گئے تھے۔ اسی لیے انہیں شاہ زندہ کہا جاتا ہے اور وہ قبرستان انہی کے نام سے موسوم ہے۔

پارس نے پہاڑی کی بلندی سے دیکھا۔ دو آدمی ایک اسٹریچر اٹھائے ایک کھنڈر نما عمارت سے نکل رہے تھے۔ لیلیٰ نے آکر کہا۔ "وہ باربرا کو لے جا رہے ہیں۔ ڈاکٹر نے مشورہ دیا ہے کہ اسے دارالشفاء میں ہی پہنچایا جائے کیونکہ اس کا آپریشن کرنے والا ڈاکٹر آفندی باربرا کے پیچیدہ کیس کی اچھی طرح اسٹڈی کر چکا ہے۔ جیری کے دو آلۂ کار اسے دارالشفاء لے جا رہے ہیں۔"

"امی! جب جیری اس کا اتنا ہی دیوانہ ہے کہ اس کی سلامتی کے لیے اسے کھلے عام اسپتال پہنچا رہا ہے تو وہ اپنی محبوبہ سے دور نہیں رہے گا۔"

"ہو سکتا ہے وہ کہیں قریب ہی رہ کر باربرا کی نگرانی کر رہا ہو۔"

"یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اسٹریچر لے جانے والے دو آدمیوں میں سے ایک وہ خود ہو۔"

ان دونوں نے اسٹریچر کو گاڑی کے پچھلے حصے میں رکھ دیا تھا۔ ایک ڈرائیونگ سیٹ پر گیا تھا اور دوسرا باربرا کے اسٹریچر کے پاس بیٹھ گیا تھا۔ ڈاکٹر اپنی کار اسٹارٹ کر کے جا رہا تھا۔ باربرا کی گاڑی بھی اس کے پیچھے چل پڑی تھی۔ پارس ڈھلان پر دوڑتا ہوا اپنی کار میں آکر بیٹھ گیا۔ ویسے خاص جلدی بھی نہیں تھی۔ یہ معلوم ہو چکا تھا کہ اسے دارالشفاء لے جایا جا رہا ہے۔ صرف یہ معلوم کرنا تھا کہ ان دو میں سے کوئی ایک جیری ہے یا نہیں؟

جیری مجھ سے بہت خوفزدہ تھا۔ میری معلومات کے دائرے سے نکل جانے کے لیے اس نے اپنے ساتھی روڈی ہڈسن کو قتل کیا تھا تاکہ مجھے کبھی معلوم نہ ہو سکے کہ وہ باربرا کے ساتھ کہاں گم ہو گیا ہے۔ لیکن اپنی آواز اور لہجہ بدلنے کے باوجود یہ دہشت باقی تھی کہ میں کہیں ان کے قریب ہوں۔ اگر یہ معلوم ہو جاتا کہ پارس نے اسے تاڑ لیا ہے تو شاید وہ دہشت سے مر جاتا۔

ابھی وہ پارس کو محض ایک فرانسیسی افسر سمجھ رہا تھا اور شبہ کر رہا تھا کہ اس افسر کا تعلق فرہاد علی تیمور سے ہو سکتا ہے یا وہ افسر تاشقند میں فرہاد تک یہ خبر پہنچا سکتا ہے کہ سمرقند میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے جو فرانسیسی افسر کے جاسوس ملازم کو زخمی کر کے بھاگ گیا اور اس بھاگنے والے کی محبوبہ دارالشفاء میں ہے۔

ان حالات کو سمجھتے ہوئے وہ باربرا سے دور تھا۔ دارالشفاء کے قریب نہیں گیا تھا۔ باربرا اور ڈاکٹر آفندی کے دماغوں میں رہ کر یہ معلوم کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ ہم اس کی محبوبہ تک پہنچ رہے ہیں یا نہیں؟

لیلیٰ نے باربرا کے پاس پہنچ کر خود کو ظاہر نہیں کیا تھا۔ پارس بھی ان سے دور ہی تھا۔ ان کی یہ دوری اور خاموشی جیری کو ایک طرف مطمئن کر رہی تھی کہ دشمن اس سے اور باربرا سے بے خبر ہیں۔ دوسری طرف اندیشے تھے کہ گہری خاموشی بہت بڑے طوفان کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔

پھر جیری کو یہودی ربی نے اطلاع دی تھی کہ کوئی خیال خوانی کرنے والی اس کے دماغ میں آئی تھی، یہ اور زیادہ پریشان کرنے والی بات تھی، ربی نے بتایا کہ وہ دینِ انساں کے تینوں خیال خوانی کرنے والوں کے متعلق پوچھ رہی تھی یعنی اسے یہ نہیں معلوم تھا کہ فرہاد کی وجہ سے روڈی ہڈسن مارا گیا ہے اور جیری اور باربرا لاپتا ہو گئے ہیں۔

جیری نے ربی سے کہا۔ "اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس خیال خوانی کرنے والی کا تعلق فرہاد سے نہیں ہے۔ وہ دوبارہ آئے تو مجھے موبائل فون پر اطلاع دینا۔ میں اس سے فون کے ذریعے یا تمہارے دماغ میں آکر گفتگو کروں گا۔ ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ وہ کون ہے؟ اور کیا چاہتی ہے؟"

پھر اسی شام "دینِ انساں" کے پادری نے فون پر اطلاع دی کہ وہ خیال خوانی کرنے والی موجود ہے۔ جیری فون بند کر کے پادری کے دماغ میں پہنچا پھر بولا۔ "ہیلو میں جیری ہوں۔ میرے مردہ بن کر رہنے کا منصوبہ ناکام رہا ہے۔ فرہاد سے چھپنا بہت محال ہے۔"

وہ بولی "ایسا بھی محال نہیں ہے۔ میں کامیابی سے چھپ کر رہتی ہوں۔ وہ میرے دماغ میں نہیں آسکتا ہے۔"

"تم کون ہو؟"

"میرا نام دنیا کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو معلوم ہے۔ مجھے مرینا ڈی فونزا کہتے ہیں۔"

"او مرینا! یہ تم ہو۔ تمہاری ذہانت اور حاضر دماغی کے سامنے برین ماسٹر اور بلیک سیکریٹس وغیرہ مٹ گئے۔ فرہاد تمہیں بیٹی بنا کر بھی اپنا تابعدار نہ بنا سکا۔ تم تو فولاد ہو فولاد۔"

"مجھے ایسا سمجھتے ہو تو مجھ سے دوستی کرو۔ جس فرہاد سے خوفزدہ ہو کر چھپتے پھر رہے ہو میں اس کے خلاف ایک مضبوط محاذ بنا رہی ہوں، جو میری ٹیم میں آتا ہے اس کی خوش قسمتی یہ ہوتی ہے کہ وہ ہمیشہ کے لیے فرہاد کی دشمنی سے محفوظ ہو جاتا ہے۔"

"میں نے یہاں دینِ اسلام کے خلاف ایک نئی مذہبی تنظیم بنائی تھی۔ مجھے اس میں ناکامی..."

وہ بات کاٹ کر بولی۔ "مجھے معلوم ہو چکا ہے۔ ہم سب ناکامی کا منہ اس وقت تک دیکھتے رہیں گے جب تک فرہاد کی فیملی کی طرح ہمارے درمیان بھی مضبوط اتحاد نہیں ہوگا۔"

"درست کہتی ہو۔ میں خود کو بہت تنہا اور بے یار و مددگار پا رہا ہوں۔ مجھے تمہارے جیسے مضبوط سہارے کی ضرورت ہے۔ میں تمہاری ٹیم میں شامل ہونے کو تیار ہوں۔"

"میں تمہیں خوش آمدید کہہ رہی ہوں، مجھے اپنی مشکلات بتاؤ میں ان کا حل بتاؤں گی۔"

وہ بتانے لگا کہ چار ازبک مسلمان اس کے پیچھے پڑ گئے تھے۔ وہ دو کو قتل کر کے اپنی جان بچاتا ہوا ایک کاٹیج میں پناہ لینے گیا تو وہاں ایک پُراسرار نوجوان ملا۔ اس کے جاسوس ملازم سے معلوم ہوا کہ وہ فرانس کا ایک اعلیٰ افسر ہے لیکن وہ یوگا کا ماہر ہے۔ میں ایک بار اس کے دماغ میں گیا تو افسر نے ذرا انتظار کیا جیسے کوڈ ورڈز سننا چاہتا ہو پھر اس نے سانس روک لی۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ اسے اپنے دماغ میں کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کا انتظار تھا۔

مرینا نے کہا "اتنی لمبی باتیں نہ کرو۔ اس نوجوان کا حلیہ اور گفتگو کا انداز بتاؤ۔"

"گفتگو کا انداز کیا بتاؤں۔ وہ تو عجیب و غریب ہے۔ اپنے پاس ہتھیار نہیں رکھتا ہے۔ باتوں کے ذریعے ان دو ازبک مسلمانوں کو اپنے کاٹیج سے چالیس قدم دور پہنچایا اور میری جان بچائی۔"

"سنو! یہ فرہاد، سونیا، پارس اور علی تیمور کی پہچان ہے کہ وہ کبھی اپنے پاس ہتھیار نہیں رکھتے۔ اب ایک سوال کا جواب خوب سوچ سمجھ کر دو۔ کیا اس نوجوان کی پلکیں ساکت رہتی ہیں یا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

وہ پلکیں جھپکتا ہے؟"

وہ چند لمحوں تک سوچتا رہا پھر بولا "میں اس سے ملنے کے بعد یہ سوچ کر الجھتا رہا کہ اس میں کوئی عجیب سی بات ہے جو دوسروں میں دیکھی نہیں گئی۔ اب یاد آرہا ہے کہ وہ پلکیں نہیں جھپکتا تھا اور میں باتوں کے دوران اس سے زیادہ نظریں نہیں ملا سکتا تھا۔ میری نظریں جھک جاتی تھیں۔"

"میں سمجھ گئی۔ وہ بہت ہی خطرناک زہریلا سانپ ہے۔ اسے فرہاد علی تیمور کا بیٹا پارس کہتے ہیں۔"

"اوہ مائی گاڈ! مجھ سے کتنی بڑی حماقت ہوئی تھی۔ میں پارس کے کاٹیج میں پناہ لینے گیا تھا۔ اس کی زہریلی آنکھوں نے اور میری چھٹی حس نے خطرے کا احساس دلایا اور میں بھاگ آیا ورنہ اب تک میں مرچکا ہوتا یا فرہاد کا غلام بن جاتا۔"

"ایک بار بچ گئے۔ یوں ہی تنہا رہو گے تو بار بار نہیں بچ سکو گے۔ اپنی سلامتی چاہتے ہو تو مجھ پر بھروسا کرو اور مجھے اپنے دماغ میں آنے دو۔ یاد رکھو' جہاں میں آتی ہوں وہاں فرہاد کبھی نہیں آتا۔"

"ٹھیک ہے لیکن میرے دماغ میں آنا کیا ضروری ہے۔ ہم اسی طرح کسی آلۂ کار کے دماغ میں مل لیا کریں گے۔"

"میں صرف اس سے ملتی ہوں اور اسے دوست بناتی ہوں جو مجھ پر بھروسا کرتا ہے اور اپنا ذہن میرے حوالے کردیتا ہے۔"

"صاف لفظوں میں کیوں نہیں کہتیں کہ مجھے اپنا معمول اور تمہاری مخالفت میں قدم اٹھاؤں گی اور سیدھی باربرا کے دماغ میں پہنچوں گی۔"

"تم باربرا کے موجودہ لہجے کو نہیں پہچانتی ہو' اس کے پاس تابعدار بنانا چاہتی ہو۔"

"تم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے مقدر میں غلامی لکھی ہے۔ جو میرا تابعدار نہیں بنے گا جلد یا بدیر فرہاد کا غلام بن جائے گا۔"

"جب ایسا وقت آئے گا تو دیکھا جائے گا۔"

"ایسا وقت آچکا ہے جیری! ذرا عقل سے سوچو اور سمجھو کیا فرہاد کا بیٹا اتنا نادان ہے کہ تم بھاگو گے اور وہ تم پر نظر نہیں رکھے گا۔ اگر تم اب تک آزاد ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ باپ بیٹے نے کوئی ایسی جگہ بنالی ہے جہاں سے وہ مطمئن ہو کر چپ چاپ تمہاری نگرانی کررہے ہیں۔"

مرینا کی یہ بات دل کو لگی۔ وہ پریشان ہو کر بولا۔ "ہاں' باربرا بیمار ہے۔ اس کا دماغ کھلی کتاب کی طرح ہے کوئی بھی اس کے اندر رہ کر مجھے ٹریپ کرنے کے لیے انتظار کرسکتا ہے لیکن......"

وہ پھر سوچ میں پڑ گیا۔ مرینا نے کہا "جب باربرا کا دماغ کھلی کتاب بن چکا ہے تو یقین کی گنجائش نہیں رہی ہے۔"

"لیکن فرہاد کو کیسے معلوم ہوگا کہ میں نے اسے علاج کے لیے کہاں چھپایا ہے اور پارس کو یہ کیسے معلوم ہوگا کہ میں جیری ہوں اور میری بیمار محبوبہ کا نام باربرا ہے؟"

"جب معلوم ہوجائے گا تو دن میں تارے نظر آجائیں گے اور وہ ایسا برا وقت ہوگا کہ میں بھی تمہیں فرہاد سے نہیں بچا سکوں گی اور اس لیے نہیں بچاؤں گی کہ ہماری یہ ملاقات ختم ہوتے ہی کیسے پہنچوں گی۔"

"جس طرح تم اس کے دیوانے ہو' اسی طرح پارس میرا دیوانہ ہے۔ پندرہ منٹ کے بعد باربرا کے پاس آؤ' وہاں میں ملوں گی۔"

وہ ناگواری سے بولا۔ "پارس کا باپ بھی باربرا کی موجودہ آواز اور لہجے کو نہیں پہچانتا ہے۔ تم ان کے ذریعے قیامت تک اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکو گی۔ تم بہت مغرور ہوگئی ہو۔ مجھے غلام بنانا چاہتی ہو۔ میں تھوکتا ہوں تمہاری دوستی پر۔"

اسے جواب نہیں ملا۔ اس نے مخاطب کیا۔ "مرینا! میں دوستوں کا دوست اور دشمنوں کا دشمن ہوں۔ اپنے دماغ سے غرور کے کیڑے نکال کر میرے پاس آؤ۔ خاموش کیوں ہو۔ جواب دو۔"

اسے پھر جواب نہیں ملا۔ مرینا وہاں سے چلی آئی تھی اور سوچ رہی تھی۔ پارس کے پاس جاکر اسے محبت سے بہلانا پھسلانا چاہیے' وہ ضرور جانتا ہوگا کہ باربرا کہاں ہے؟

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ پھر کسی رکاوٹ کے بغیر پارس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اس نے سانس نہیں روکی۔ مقدر نے مرینا کا ساتھ دیا تھا۔ وہاں لیلیٰ پہلے سے موجود تھی۔ اس لیے پارس نے مرینا کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا۔ یوں اس کے نصیب سے کام آسان ہوگیا۔ وہ اس کی لاعلمی میں چور خیالات کے ذریعے معلوم کرنے لگی کہ باربرا کس اسپتال میں ہے اور کس ڈاکٹر کے زیر علاج ہے۔

اگر وہ یہ ساری باتیں پارس کو مخاطب کرکے پوچھتی تو وہ شاید نہ بتاتا۔ اسے زیادہ دیر اپنے دماغ میں رہنے بھی نہ دیتا۔ لیلیٰ اس وقت کہہ رہی تھی "بیٹے! میں جارہی ہوں۔ ایک گھنٹے بعد آؤں گی۔"

لیلیٰ سے پہلے ہی وہ دماغ سے نکل آئی تاکہ پارس کو اس کی موجودگی کا علم نہ ہو۔ اس نے ٹیلی فون انکوائری سے سمرقند کے ڈاکٹر آفندی کا فون نمبر معلوم کیا۔ اس نمبر کے ذریعے رابطہ کرکے آفندی کی آواز سنی۔ پھر اس کے ذریعے باربرا تک پہنچ گئی۔

وہاں جیری کہہ رہا تھا۔ "باربرا! ہمارے ستارے گردش میں ہیں۔ ایک طرف فرہاد عذاب جاں بنا ہوا ہے۔ دوسری طرف مرینا مجھے چیلنج کررہی ہے۔ کہہ رہی تھی' پندرہ منٹ میں تمہارے اندر پہنچے گی۔ وہ بہت لمبے دعوے کرنے لگی ہے۔"

مرینا نے کہا "کیا دعویٰ غلط ہے؟ گھڑی دیکھو' ٹھیک پندرہ منٹ میں آئی ہوں۔"

وہ ایک دم سے بوکھلا کر بولا۔ "تت تم۔ مرینا یہ تم ہو؟ تم کیسے آگئیں؟"

"ایسے آئی ہوں جیسے ستارے گردش میں آتے ہیں۔ کیوں باربرا' میں ٹھیک کہہ رہی ہوں نا؟ میں نے تمہارے یار کو سمجھایا تھا کہ مجھ پر بھروسا کرکے میرا تابعدار بن جائے لیکن......"

باربرا نے بات کاٹ کر کہا۔ "مرینا! پلیز جیری کو میرا یار نہ کہو۔ میں یہ سوچ سوچ کر پریشان ہوتی ہوں کہ آخر کیوں اس کے احکامات کی تعمیل کرنے لگتی ہوں۔ میں آپریشن کے خلاف تھی لیکن اپنی مرضی کے خلاف مکمل لڑکی بن گئی ہوں۔"

"ان باتوں سے صاف ظاہر ہے کہ اس نے تمہیں اپنی معمولہ بنا رکھا ہے۔"

"میری عقل بھی یہی سمجھاتی ہے کہ اس نے مجھے مکمل لڑکی بنا کر حاصل کرنے کے لیے ایسی ہی کوئی چال چلی ہے۔ میں اس کے خلاف سوچتی ہوں لیکن اس سے نفرت نہیں کرتی ہوں۔ آخر اس کی معمولہ ہوں کیسے نفرت کرسکتی ہوں۔"

"تمہاری پوری روداد سمجھ میں آگئی ہے۔ میں تمہیں ایک لڑکی کی حیثیت سے اس کی ہوس کا شکار نہیں ہونے دوں گی۔ جتنی جلدی ہوسکے گا' میں اس کم بخت کو تمہارے دماغ میں آنے سے ہمیشہ کے لیے روک دوں گی۔"

وہ بولا۔ "مرینا! میں تمہاری ذہانت اور صلاحیتوں کا قائل ہوگیا ہوں۔ پلیز مجھے دشمن نہ سمجھو' اگر تم میری ایک شرط مان لو تو میں تمہارا تابعدار بن جاؤں گا۔"

"بولو کیا شرط ہے؟"

"اسی پادری کے دماغ میں چلو۔"

وہ دونوں پھر پادری کے اندر آئے۔ وہ بولا۔ "کیا بات ہے؟"

جیری نے کہا "تم خاموش رہو۔ میں مرینا سے بات کررہا ہوں اور اس سے کہہ رہا ہوں کہ وہ باربرا کو میری رہنے دے۔ اس کے دل میں میرے لیے محبت بھردے۔ میں اسے حاصل کرنے کی خاطر اپنی آزادی داؤ پر لگادوں گا اور مرینا تمہارا تابعدار بن جاؤں گا۔"

"اگر میں مجبور ہوتی تو باربرا کو تمہاری جھولی میں ڈال کر تمہیں اپنا غلام بنالیتی لیکن میں چند گھنٹوں میں کوئی شرط تسلیم کیے بغیر تمہارے اندر پہنچ جاؤں گی۔ جاؤ اور مجھ سے چھپنے کی ہر ممکن تدبیر کرتے رہو۔"

وہ چلی گئی۔ جیری اسے آوازیں دیتا رہا لیکن جواب نہیں ملا۔ وہ کمزور اور بزدل نہیں تھا۔ تنہا حالات کا مقابلہ کرسکتا تھا لیکن میرا خوف بری طرح حاوی تھا۔ عقل اسے سمجھا رہی تھی کہ ایسے وقت اسے کوئی مضبوط سہارا حاصل کرنا چاہیے۔ ایسا سہارا جو فرہاد سے زیادہ مضبوط ہو۔

وہ خوف اور پریشانی سے سوچ رہا تھا۔ اب فرہاد اور مرینا کے مقابلے میں محفوظ رہنے کا ایک اور سہارا تھا اور وہ تھا جان لبوڈا۔ یہ اچھی طرح معلوم تھا کہ جان لبوڈا بھی اسے اپنا ماتحت بناکر رکھے گا لیکن یہ ماتحتی اپنے وطن امریکا کے لیے بھی ہوگی۔ فرہاد اور مرینا کا غلام بننے سے بہتر ہے کہ اپنے امریکا کی خاطر لبوڈا کا تابعدار بن جائے اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر لبوڈا کے پاس آکر کہا۔

"سانس نہ روکنا۔ میں ایک گم شدہ ٹیلی پیتھی جاننے والا جیری ہاک ہوں۔"

"نائب سپر ماسٹر کے دماغ میں آؤ۔"

یہ کہہ کر لبوڈا نے سانس روک لی۔ جیری اس کے دماغ سے نکل کر نائب سپر ماسٹر کے پاس آیا۔ پھر بولا۔ "میں تمہارے دماغ میں مسٹر جان لبوڈا سے باتیں کررہا ہوں۔"

لبوڈا نے کہا "میں موجود ہوں۔ بولو۔"

"سر! آپ جانتے ہیں' میں ابتدا میں برین ماسٹر اور بلیک سیکرٹ کا ماتحت تھا پھر فرہاد نے مجھے اور باربرا کو اسیر کرلیا تھا۔"

"میں جانتا ہوں۔ آگے بولو۔"

"فرہاد کچھ عرصہ سے ہم سے غافل ہوگیا تھا۔ ہمیں اس سے نجات حاصل کرنے کا موقع مل گیا۔ ہم نے ازبکستان میں اسلام کا زور کم کرنے کے لیے ایک نئے "دین انساں" کی تبلیغ شروع کردی لیکن بری طرح ناکامی ہورہی ہے۔ ہمارا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا روڈی مارا گیا ہے۔ باربرا اسپتال میں ہے۔ فرہاد اور مرینا نے اس کے دماغ میں جگہ بنالی ہے اور اب مجھے پھانسنے کی فکر میں ہیں۔"

"مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"تحفظ اور سلامتی چاہتا ہوں۔"

"فرہاد اور مرینا بھی تمہیں پناہ دے سکتے ہیں۔"

"وہ مجھے غلام بنالیں گے۔"

"میں بھی تمہیں اپنا ماتحت بناکر رکھوں گا۔"

"مجھے اپنے ملک اور اپنی قوم کی خاطر آپ کی ماتحتی قبول ہے۔"

"شاباش۔ وطن کی محبت میں آئے ہو تو میں تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں۔ یہ بتاؤ مجھے کب تنویمی عمل کرنے دوگے؟"

"آپ جب چاہیں کرسکتے ہیں۔ میں اس سلسلے میں آپ سے ایک مہربانی چاہتا ہوں۔"

"میں تمہاری ہر خواہش' ہر مطالبہ پورا کروں گا۔ بولو کیا چاہتے ہو؟"

"میں باربرا کو دل و جان سے چاہتا ہوں۔"

"مجھے جہاں تک یاد ہے باربرا مکمل لڑکی نہیں ہے۔"

"اس کا آپریشن ہوچکا ہے۔ وہ لڑکی بن چکی ہے۔ میں اس کے ساتھ ازدواجی زندگی گزار سکتا ہوں۔"

"اچھا تو وہ اسی لیے اسپتال میں ہے اور اس کا دماغ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لیے کھل گیا ہے۔"

"یہی پرابلم ہے سر! فرہاد یا مرینا اسے اپنا تابعدار بنائیں گے۔"

"میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔ فی الحال تم ان سے دور رہو۔ ہوسکے تو چار دیواری سے باہر نہ نکلو۔ کسی سے فون پر بھی رابطہ نہ کرو۔ ابھی میں تمہارے پاس آتا ہوں۔ تم مجھے باربرا کے پاس

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

پہنچاؤ۔"

وہ جیری کے اندر چلا آیا۔ جیری نے کہا۔ "سر! میں کسی سے رابطہ نہیں رکھوں گا لیکن باربرا کی خیریت معلوم کیے بغیر سکون نہیں ملے گا۔"

"یہ کوئی پرابلم نہیں ہے۔ تم خاموشی سے خیریت معلوم کرنے اس کے پاس جاؤ گے اور خاموشی سے آؤ گے۔ اگر کوئی حماقت کرو گے اور اپنی موجودگی کا احساس دلاؤ گے تو مرینا اور فرہاد تمہیں نہیں چھوڑیں گے۔"

اس نے لبوڈا کو باربرا کے پاس پہنچا دیا۔ باربرا کا دماغ لیلیٰ، مرینا اور لبوڈا کا اکھاڑہ بن گیا تھا۔ تینوں وہاں تھے اور تینوں خاموش رہتے تھے۔ فی الحال اسے چھیڑنے سے یعنی اپنی معمول بنانے کی کوشش کرنے سے وہ دماغی توازن کھو بیٹھتی، اس کی جسمانی اور دماغی صحت پر بہت برا اثر پڑتا۔ کوئی اسے نقصان نہیں پہنچانا چاہتا تھا۔ سب ہی اس کی بہترین صلاحیتوں کے ساتھ اسے حاصل کرنا چاہتے تھے۔

جان لبوڈا نے پہلی بار وہاں جا کر خاموشی دیکھی۔ دوسری بار آکر کہا "ہیلو باربرا! میں لبوڈا بول رہا ہوں۔ تمہیں شاید معلوم ہو کہ تمہارے اندر مرینا اور فرہاد بھی آتے ہیں۔"

لیلیٰ نے کہا "فرہاد نہیں میں آتی ہوں۔ مجھے مسز لیلیٰ فرہاد کہتے ہیں۔"

"میں پہلی بار بیگم فرہاد کی سوچ کی لہروں کو سن رہا ہوں۔ مجھے خوشی ہو رہی ہے۔ کیوں مرینا! تم کچھ نہیں بولو گی؟"

مرینا نے کہا "اپنی موجودگی ظاہر کر رہی ہوں۔ یہ اس لیے ضروری ہے کہ ہمیں باربرا کے معاملے میں کسی نتیجے پر پہنچنا چاہیے۔"

لیلیٰ نے پوچھا۔ "اس لڑکی کا انجام کیا ہوگا۔ ہم میں سے ہر ایک اسے حاصل کرنا چاہتا ہے جو حاصل کرنے میں ناکام رہے گا وہ اسے مار ڈالے گا تاکہ یہ دشمن کے کام نہ آسکے۔"

لبوڈا نے پوچھا۔ "کیا تم اسے مار ڈالو گی؟"

لیلیٰ نے جواب دیا۔ "جو ہمیں نقصان پہنچاتا ہے، ہم اسے نہیں چھوڑتے لیکن باربرا ہمارے ہاتھ نہیں آئے گی تو ہم کچھ نہیں کھوئیں گے کیونکہ اس کی ٹیلی پیتھی ہماری پیداوار نہیں ہے۔ تمہاری پیداوار ہے۔ یہ تمہارے ہاتھ سے نکلے گی تو تم نقصان برداشت نہیں کرو گے۔ اسی طرح مرینا بھی برداشت نہیں کرے گی۔ تم دونوں اسے قتل کرنا چاہو گے۔"

مرینا نے کہا۔ "اگر تم قتل نہیں کرو گی اور تمہیں اسے حاصل نہ کرنے کا دکھ نہیں ہوگا تو پھر یہاں سے چلی جاؤ، یہ تمہیں نہیں ملے گی۔"

"میں اسے حاصل کرنے نہیں آئی ہوں۔ اسے تم دونوں کی کم ظرفی سے بچانے کے لیے موجود ہوں۔"

لبوڈا نے کہا "بھئی میں بہت کم ظرف ہوں۔ میری ٹرانسفارمر مشین سے پیدا کی ہوئی باربرا مجھے نہیں ملے گی تو میں اسے ختم کر کے مشین کے ذریعے دوسری باربرا پیدا کرلوں گا۔"

باربرا نے نقاہت سے کہا۔ "کیا ضروری ہے کہ تم سب جو سوچ رہے ہو، وہ ہو جائے اور جو نہیں سوچ رہے ہو، وہ نہ ہو؟"

"کیا تقدیر تمہارے سوچنے سے بنتی ہے اور تمہارے سوچنے سے بگڑتی ہے؟"

مرینا نے کہا۔ "تم ہماری ٹیلی پیتھی کی ٹھوکروں میں ہو۔ اس لیے تم نہ بولو۔"

"یہ تمہاری خوش فہمی ہے کہ میں ٹھوکروں میں ہوں۔ کیا تمہیں محسوس نہیں ہو رہا ہے کہ میری سوچ کے لہجے میں توانائی ہے؟"

"ہاں توانائی محسوس ہو رہی ہے لیکن ایک بڑے آپریشن کے بعد اس قدر کمزور ہو چکی ہو کہ ہفتوں اور مہینوں ہمیں اپنے اندر آنے سے نہیں روک سکو گی۔"

"تو پھر باہر جاؤ۔"

یہ کہتے ہی باربرا نے سانس روک لی۔ لیلیٰ، مرینا اور لبوڈا اس کے دماغ سے باہر نکل آئے۔ جیری بھی چھپا ہوا تھا وہ بھی وہاں سے نکل آیا۔ سب ہی شدید حیرانی میں مبتلا ہو گئے۔ یہ بات انتہائی حیران کن تھی کہ بہت بڑے آپریشن کے نتیجے میں کمزور ہو جانے والی لڑکی نے بڑی توانائی سے سانس روک لی تھی۔

وہ چاروں پھر اس کے دماغ میں گئے۔ وہ سانس لے رہی تھی۔ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی اس نے پھر سانس روک لی۔ دوبارہ اس کے اندر سے باہر نکل آنے کے بعد بھی یقین نہیں آرہا تھا کہ ایک بے حد کمزور لڑکی یہ معجزہ دکھا رہی ہے۔

یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ یہ ناممکن ہے۔ وہ چاروں ڈاکٹر آفندی کے پاس آئے، اسے دوڑاتے ہوئے باربرا کے کمرے کے سامنے لے آئے۔ دروازہ بند تھا۔ لبوڈا نے ڈاکٹر کے ذریعے دستک دیتے ہوئے کہا "دروازہ کھولو۔ اندر کون ہے؟"

پھر ایک نیا انکشاف ہوا کہ باربرا صرف سانس ہی نہیں روکتی۔ خیال خوانی کی پرواز بھی کرتی ہے۔ وہ ڈاکٹر کے دماغ میں آکر بولی۔ "میں نے دروازہ اندر سے بند کیا ہے۔ تنہائی چاہتی ہوں۔ پلیز ڈاکٹر! آپ صرف معائنے کے وقت تشریف لائیں۔"

مرینا نے پوچھا "لیکن تم خیال خوانی کیسے کر رہی ہو۔ تم تو چند منٹ پہلے بہت کمزور تھیں۔"

"تم چند منٹ پہلے شہ زور تھیں۔ لبوڈا کا دعویٰ تھا کہ میں اس کے ہاتھ نہ آئی تو وہ مجھے مار ڈالے گا۔ اب یہاں سے جاؤ اور سنج بیٹھ کر سوچو کہ میں مردہ تھی زندہ کیسے ہو گئی؟ آئندہ اس بیچارے ڈاکٹر کے دماغ میں آکر اسے اور مجھے پریشان نہ کرو۔ کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ گڈ بائی اینڈ سو فار۔"

جان لبوڈا دماغی طور پر حاضر ہو کر حیرانی سے سوچنے لگا۔ "کیا یہ خواب تھا؟ عقل تسلیم نہیں کرتی ہے کہ اس نے چند منٹ میں اچانک ہی توانائی حاصل کی ہے۔ مجھے اپنے ایجنٹوں کے ذریعے اس ہسپتال پر اور باربرا پر نظر رکھنا چاہیے۔ اس لڑکی کی حیرت انگیز اور غیر معمولی توانائی کے پیچھے ضرور کوئی راز ہے جو ابھی سمجھ میں نہیں آرہا ہے لیکن میں اس راز کو ضرور سمجھوں گا۔"

لیلیٰ ڈاکٹر کے دماغ سے نکلتے ہی میرے پاس آئی پھر کوڈ ورڈز ادا کر کے بولی "ایک ناقابلِ یقین واقعہ ظہور میں آیا ہے۔ آپ بھی سنیں گے تو حیران رہ جائیں گے۔"

اس نے باربرا کے توانائی حاصل کرنے والا واقعہ پوری تفصیل سے سنایا۔ میں بھی حیران رہ گیا۔ بے یقینی سے بولا۔ "یہ کیسے ممکن ہے۔ میرا خیال تھا کہ درجنوں ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے دماغ میں آتے جاتے رہیں گے تو وہ کمزوری کے باعث پاگل ہو جائے گی لیکن وہ تو ہوش مندوں کو پاگل بنا رہی ہے۔"

میں نے آزمائش کے طور پر اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا مگر اس نے سانس روک لی۔ میں واپس آگیا۔ اب تو یہ جادو سا لگ رہا تھا۔ جو بات فہم سے بالاتر ہو، وہ جادو لگتی ہے۔ میں نے کہا "لیلیٰ! تم اور نرس اس لڑکی پر نظر رکھو۔ اس کے دماغ میں یا اس کے آس پاس ضرور ایسی کوئی بات ہے یا کوئی ہستی ہے، جو اسے تحفظ دے رہی ہے۔"

ادھر مرینا بھی بے چین تھی۔ ایسی بات ہو گئی تھی، جس کی تہہ تک پہنچے بغیر سکون نہیں مل سکتا تھا۔ باربرا سانس روک لیتی تھی۔ دماغ کے دروازے بند کر کے اور زیادہ پُراسرار ہو گئی تھی۔ مرینا کچھ دیر تک کمرے میں ٹہلتی رہی اور اس معاملے پر ہر پہلو سے سوچتی رہی۔ پھر وہ رک گئی۔ خلا میں تکتے ہوئے مسکرانے لگا۔ اسے کوئی راستہ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ اس نے دروازے پر آکر اپنے ایک ماتحت کو بلایا۔ پھر کہا۔ "میں آرام کر رہی ہوں۔ اندر نہ آنا۔ کوئی فون آئے تو کہہ دینا میں موجود نہیں ہوں۔"

پھر اس نے دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ کھڑکیاں پہلے ہی بند تھیں۔ فرش پر قالین بچھا ہوا تھا۔ وہ قالین پر چاروں شانے چت لیٹ گئی۔ دونوں ہاتھ سینے پر رکھ لیے پھر آنکھیں بند کرتے ہوئے اپنے اندر آہستہ آہستہ سانس کھینچتے ہوئے کہنے لگی۔ "اوم پربھو آتما شکتی۔ اوم پربھو آتما شکتی۔"

وہ زیرِ لب بولتے بولتے خاموش ہو گئی۔ اس کے ہونٹ لفظ ادا کرتے کرتے ایک دوسرے سے چپک گئے۔ جسم ساکت ہو گیا۔ ایسے ہی حالت میں مرینا نے خود کو اپنے جسم سے باہر دیکھا۔ اس کا بدن لیکن بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا۔ وہ وہاں سے چل پڑی۔

اس نے ارادہ کیا تھا کہ باربرا کے پاس جائے گی۔ لہٰذا چشم زدن میں وہاں پہنچ گئی۔ آتما کے سامنے کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔ وہ دروازہ اور ٹھوس دیواروں کے آرپار چلی آتی ہے۔ اس نے کمرے میں آکر دیکھا۔ باربرا بستر پر آرام سے لیٹی ہوئی چھت کی طرف تک رہی تھی اور کسی سوچ میں گم تھی۔

اس کے سرہانے ایک حسین و جمیل نرس کھڑی ہوئی تھی۔ اس کے چہرے پر نور برس رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا وہ نرس نہ ہو، آسمان سے حور اتر کر آئی ہو۔ عجیب بات یہ تھی کہ وہ حور اسے گھور کر دیکھ رہی تھی۔ آتما کسی کو نظر نہیں آتی۔ مرینا بھی ایسے وقت کسی کو نظر نہیں آسکتی تھی کیونکہ نظر آنے والا جسم اپنے کمرے کے قالین پر چھوڑ کر آئی تھی۔ یہی بات عجیب اور حیران کن تھی کہ حور اسے دیکھ رہی تھی۔

مرینہ کمرے میں دائیں سے بائیں جانے لگی تو حور کی نظریں بھی اس کے ساتھ ساتھ زاویہ بدلنے لگیں۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ وہ واقعی مرینا کی آتما کو دیکھ رہی ہے۔ پھر اس حور نے دروازے کی طرف انگلی سے اشارہ کیا۔ اشارہ بالکل واضح تھا، وہ مرینا کی آتما کو کمرے سے باہر جانے کا حکم دے رہی تھی۔

شاید وہ حکم کی تعمیل نہ کرتی۔ وہاں سے نہ جاتی لیکن اب باربرا کے کمرے میں مزید دیکھنے اور سمجھنے کے لیے کچھ نہ رہا تھا۔ وہ دوسرے ہی لمحے میں اپنے کمرے میں اپنے جسم کے اندر آگئی۔ بدن میں ہلکی سی لرزش ہوئی۔ ہونٹ وا ہوئے۔ اس نے "اوم پربھو آتما شکتی" کہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں لیکن اسی طرح لیٹی رہی۔ چھت کو گھورتے ہوئے سوچنے لگی۔ "وہ نرس کون تھی؟"

آج ایسے واقعات رونما ہو رہے تھے جنہیں عقل تسلیم نہیں کر رہی تھی۔ یہ تو سب جانتے ہیں اور سب مانتے ہیں کہ روح کسی کو نظر نہیں آتی، لیکن باربرا کے کمرے میں ڈیوٹی دینے والی نرس روح کو واضح طور سے دیکھ رہی تھی۔

اس طرح یہ سمجھ میں آرہا تھا کہ وہ نرس کوئی غیر معمولی علم جانتی ہے اور ایسے ہی علم سے باربرا کو دماغی توانائی پہنچا رہی ہے۔

وہ قالین پر اٹھ کر بیٹھ گئی۔ پھر خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی ڈاکٹر آفندی کے پاس پہنچ گئی۔ اس کی سوچ میں سوال کیا "مس میری (باربرا) کے کمرے میں کس نرس کی ڈیوٹی ہے؟"

ڈاکٹر کی سوچ نے جواب دیا "اس کمرے میں کسی نرس کی ڈیوٹی نہیں ہے۔"

مرینا نے اسے باربرا کے کمرے تک آنے پر مجبور کیا۔ وہ دروازہ کھول کر اندر آیا۔ باربرا بستر پر اٹھ کر بیٹھتے ہوئے بولی۔ "آیئے ڈاکٹر! میں بہت آرام اور سکون محسوس کر رہی ہوں۔"

ڈاکٹر نے پوچھا۔ "کیا اس کمرے میں ابھی کوئی نرس تھی؟"

"نہیں۔ میں تو بالکل تنہا تھی۔"

مرینا نے ڈاکٹر کی زبان سے کہا۔ "تم جھوٹ بولتی ہو۔ ابھی ایک منٹ پہلے ایک نرس تمہارے سرہانے کھڑی ہوئی تھی۔"

وہ تیزی سے چلتا ہوا ٹائلٹ میں گیا۔ کمرے میں دوسرا دروازہ نہیں تھا۔ ڈاکٹر کے چور خیالات بھی مرینا سے کہہ رہے تھے کہ دوسر

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

سے اس کمرے میں کوئی نرس نہیں گئی ہے کیونکہ باربرا تنہائی چاہتی تھی۔

مرینا پھر قالین پر لیٹ گئی۔ آتما شکتی کے عمل کے ذریعے اپنے جسم سے جدا ہو کر باربرا کے کمرے میں آئی تو ڈاکٹر ابھی وہاں موجود تھا۔ باربرا بستر پر بیٹھی ہوئی تھی اور بستر کے سرہانے وہی حور دکھائی دے رہی تھی۔ ڈاکٹر کمرے سے جارہا تھا اور وہ حور پھر ہاتھ کے اشارے سے اس کی آتما کو وہاں سے جانے کا حکم دے رہی تھی۔

آتما واپس آگئی۔ مرینا قالین پر اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس کا سر چکرا رہا تھا۔ یقین نہیں آرہا تھا کہ باربرا کے کمرے میں موجود جو حور تمثال حسینہ ہے' وہ بھی ایک روح ہے کیونکہ جب مرینا نے مادی طور پر ڈاکٹر کے دماغ میں رہ کر دیکھا تو باربرا کے کمرے میں حور نظر نہیں آئی اور جب آتما شکتی سے دیکھا تو وہ حسین آتما نظر آگئی۔

کیا باربرا کے ساتھ بھی کوئی آتما شکتی والی ہستی ہے؟ جو سرہانے نظر آئی تھی' وہ لاجواب حسن کی مالک تھی۔ بالکل نیا چہرہ تھا۔ مرینا نے پہلی بار وہ صورت دیکھی تھی۔ اس کے دل میں شبہ پیدا ہوا کیا تبت کا مہالامہ کنچن دیو اپنی شکست کا بدلہ لینے آیا ہے؟ اور یہاں میرے خلاف باربرا کو توانائی دے کر اسے میرے مقابلے پر لانا چاہتا ہے؟

ایسا ممکن تھا۔ اس دنیا میں کیا نہیں ہوتا؟ جو نہ سوچو' وہ ہوجاتا ہے۔ فی الحال مرینا ہر طرف سے دباؤ میں آگئی تھی۔ اگر آتما شکتی کے حوالے سے مہالامہ کنچن دیو مقابلے پر آیا ہے تو مصیبت میں اضافہ ہوچکا ہے۔ پہلے میں ہی کیا کم تھا۔ ازبکستان آکر اس کے سر پر مسلط ہوگیا تھا۔ پھر اسرائیل میں علی نے جنرل پارکن کو اس سے چھین لیا تھا۔ جنرل کے بعد اب صرف بی جی تھرپال ہی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے قبضے میں رہ گیا تھا۔

وہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ایک مضبوط ٹیم بنانا چاہتی تھی اور اب اندیشہ پیدا ہوگیا تھا کہ کہیں تھرپال بھی ہاتھ سے نہ نکل جائے۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر ٹہلنے لگی اور سوچنے لگی۔ "ہاری ہوئی بازی جیت سکتی ہوں اگر باربرا اور جیری میرے قبضے میں آجائیں اور فرہاد یہ ملک چھوڑ کر چلا جائے یا مرجائے۔"

اسے یاد آیا وہ "دین انساں" کے ایک ربی کے خیالات پڑھ رہی تھی تو یہ معلوم ہوا تھا کہ روکی ہڈسن نے فرہاد کو ایک کارنول میں گھیر لیا تھا لیکن خود فرہاد کے شکنجے میں آگیا تھا۔ اس طرح یہ معلوم ہوچکا تھا کہ وہ کارنول میں رہتا ہے۔ یا کارنول کے کسی شخص کے ذریعے اس کی رہائش گاہ کا پتا معلوم کیا جاسکتا ہے۔

وہ ٹہلتے ٹہلتے رک گئی۔ پھر بیٹھ گئی۔ ذہن تیزی سے سوچ رہا تھا کہ فرہاد کی رہائش گاہ معلوم ہوجائے تو اس کی غفلت میں اس پر وار کیا جاسکتا ہے۔ کسی بڑی واردات کی ضرورت پڑے گی صرف ذرا سا زخمی کرکے فرہاد کو اپنا غلام بنایا جاسکتا ہے۔ اوہ گاڈ میں نے اس پہلو سے کیوں نہ سوچا کہ فرہاد اسی شہر میں ہے۔ میں ذرا سی کوشش کے بعد اس کا پتا ٹھکانا معلوم کرسکتی ہوں یا اس کے قریب رہنے والے کسی فرد کو آلۂ کار بنا سکتی ہوں۔"

وہ بڑے جوش و جذبے سے سوچ رہی تھی۔ کبھی اٹھ رہی تھی کبھی بیٹھ رہی تھی۔ یہ بات دماغ میں پک رہی تھی کہ کبھی فرہاد نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا تھا اور اسے تابعداری کے عذاب میں مبتلا رکھا تھا۔ اب وہ بھی فرہاد کو معمول اور مجبور بنا سکتی ہے۔

اس نے کارنول کے کئی فون نمبر معلوم کیے۔ پھر فون کے ذریعے یعقوب ہمدانی کی آواز سن کر اس کے خیالات پڑھے۔ پتا چلا ہمدانی نے فرہاد علی تیمور کو دوست بنایا ہے اور فرہاد ایک روسی حسینہ کے ساتھ اس کے کارنول والے خیمے میں رہتا ہے۔ مرینا نے کارنول کے ایک اور شخص کی آواز سنی۔ پھر اسے آلۂ کار بنا کر سمورا کے خیمے میں لے گئی۔ سمورا وہاں تنہا تھی۔ میں اس وقت موجود نہیں تھا اور نہ ہی اپنے خلاف مرینا کی یہ مصروفیات دیکھ رہا تھا۔

مرینا مجھے وہاں نہ پاکر ذرا مایوس ہوئی لیکن اس نے سمورا کے دماغ میں جگہ بنالی۔ پھر اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ اسے پورا یقین تھا کہ مجھے سمورا کے ذریعے ٹریپ کرسکے گی۔ اس کے باوجود میری پوری ہسٹری اس کے پیش نظر تھی۔ اس نے میرا ریکارڈ پڑھا تھا' یہ دیکھا اور سنا بھی تھا کہ میں ہمیشہ حکمت عملی سے یا مقدر سے بچ نکلتا ہوں۔

ابھی پچھلی بار روکی ہڈسن نے مجھے گولی مارنے' زخمی کرنے اور مجھے غلام بنا لینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ تمام دشمنوں کے دلوں میں یہ دہشت اور یقین ہے کہ میں دنیا والوں کے سامنے مرجاتا ہوں۔ برسوں مردہ رہتا ہوں۔ پھر زندہ ہو کر جرائم سے بھری ہوئی دنیا میں واپس آجاتا ہوں۔

مرینا بھی کامیابی کا یقین کرنے کے باوجود اندر سے سہمی ہوئی تھی کہ ناکام ہوگی اور میں محفوظ رہوں گا تو پھر میری انتقامی کارروائی کے نتیجے میں وہ خیریت سے نہیں رہ سکے گی۔

مجھے غلام بنالینے والا کارنامہ ایسا زبردست ہوتا جیسے تنہا ساری دنیا کو فتح کرلیا ہو اور وہ زندگی میں پہلی بار اتنا بڑا کام کرنے سے پہلے پریشان اور بے چین ہو رہی تھی۔ اسے مضبوط سہارے کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔ آج اسے یہ غلطی سمجھ میں آرہی تھی کہ وہ اب تک تنہا زندگی گزارتی رہی ہے جبکہ امریکا میں' اسرائیل میں' روس میں اور میری فیملی میں تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تحفظ حاصل ہے۔ ان کے اپنے بہت برے وقت میں کام آسکتے ہیں جبکہ آج وہ مجھے ٹریپ کرنے کا خطرہ مول لینے والی تھی تو اس کا سہارا بننے کے لیے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ساتھی نہیں تھا۔

ایوان راسکا اس کا دوست تھا۔ لبوڈا کے داماد بی جی تھرپال کو اپنا تابعدار بنا چکی تھی مگر وہ دونوں کچھ زیادہ ذہین اور حاضر دماغ نہیں تھے۔ عین وقت پر کام بگاڑ سکتے تھے۔ پھر بھی اس نے سوچا' وہ تھرپال سے سمورا کی نگرانی کا کام لے سکتی ہے۔

اس نے تھرپال کو مخاطب کیا۔ وہ بولا۔ "یس مادام! میں آپ کا خادم ہوں۔ کیا خدمت کروں؟"

"میں تمہیں ایک عورت کے دماغ میں لے جارہی ہوں' تم اس کے اندر بالکل خاموش رہوگے۔ وہاں اپنی موجودگی کا احساس نہیں ہونے دوگے۔ اس عورت کا نام سمورا ہے۔ اگر سمورا کا کوئی یار اس کے قریب آئے تو مجھے فوراً اطلاع دینا۔"

"یس مادام! میں حکم کی تعمیل کروں گا۔"

مرینا نے اسے سمورا کے پاس پہنچادیا۔ پھر ایوان راسکا کے پاس آکر بولی۔ "میں ایک بہت بڑا معرکہ سر کرنے والی ہوں۔ اگر کامیاب ہوگئی تو سمجھو ہم ساری دنیا پر حکومت کریں گے۔"

"وہ ایسا کون سا معرکہ ہے؟"

"میں فرہاد کو اپنا تابعدار بنانے والی ہوں۔"

اس نے شدید حیرانی سے پوچھا۔ "کیا فرہاد علی تیمور کو؟"

"ہاں' کیا یقین نہیں آرہا ہے؟"

"یہ تو سمجھ میں آتا ہے کہ چیونٹی شیر پر چڑھ سکتی ہے لیکن اس پر چڑھنا اور بات ہے اور فرہاد پر چڑھ دوڑنا اور بات ہے۔ بڑے بڑے شہ زور اور انتہائی ذہین ترین لوگ اس سے دھوکا کھاتے جا رہے ہیں۔"

"میں دھوکا نہیں کھاؤں گی۔ پہلے پوری طرح تصدیق کروں گی کہ وہ فرہاد ہی ہے پھر اس پر حملہ کروں گی۔"

"کیا حملہ کرنا اتنا ہی آسان ہوگا؟ جسے حادثات زخم نہیں پہنچاتے' اسے تم کیسے زخمی کروگی؟"

"جو سوچا ہے اس پر عمل کروں گی۔ خواہ مخواہ مایوس ہو کر بیٹھے رہنے سے بہتر ہے' آدمی کچھ کر گزرے' ہوسکتا ہے مقدر میں کامیابی لکھی ہو۔"

اسی وقت بی جی تھرپال نے آکر کہا۔ "مادام! سمورا کے پاس ایک شخص آیا ہے' وہ اسے فرہاد کہہ کر مخاطب کررہی ہے۔"

وہ بولی۔ "راسکا! تم میرے ساتھ سمورا کے اندر آؤ۔ وہاں بالکل خاموش رہنا۔ جب تک میں کچھ نہ کہوں کوئی حرکت نہ کرنا۔"

وہ دونوں سمورا کے پاس آئے۔ میں سمورا کے پاس خیمے میں آکر بستر پر بیٹھ گیا تھا اور اس سے کہہ رہا تھا۔ "اپنا ضروری سامان بیگ میں رکھ لو۔ ہم شہر میں کوئی چھوٹا سا بنگلا لے کر رہیں گے۔"

سمورا نے پوچھا۔ "کیا یہاں خطرہ محسوس کررہے ہو؟"

میں نے بستر پر لیٹتے ہوئے کہا "ہاں۔ جیری روپوش ہے۔ مجھ پر اچانک ہی کہیں سے حملہ کرسکتا ہے۔ پھر مرینا بھی یہاں ہے۔ وہ بلا کی مکار ہے۔ اچانک ہی ایسا کوئی کام کرجاتی ہے جس کی توقع پہلے نہیں ہوتی۔ ہوسکتا ہے سپر ماسٹر کے خیال خوانی کرنے والے بھی یہاں پہنچے ہوئے ہوں۔ میں یہاں سے نکلتے ہی اپنا حلیہ بھی بدل لوں گا۔"

میں بستر پر لیٹا ہوا بولتا جارہا تھا۔ سمورا پر نظر نہیں تھی۔ کیونکہ وہ میرے سرہانے تھی۔ وہاں ایک صندوق کو کھول کر ایک خنجر نکال رہی تھی۔ وہ اپنے آپ میں نہیں تھی۔ دماغی طور پر غائب ہوچکی تھی۔ مرینا اس کے اندر پوری طرح قبضہ جما کر میرے قریب آئی۔ میں اسے دیکھ سکتا تھا لیکن جب شامت آئی ہو تو کیسے دیکھ لیتا؟

میں نے آنکھیں بند کرتے ہوئے کہا۔ "سمورا! تھوڑی دیر تک مجھے مخاطب نہ کرنا۔ میں مرینا کی خبر لے کر آتا ہوں۔"

جس کے پاس جارہا تھا وہ شہ رگ کے قریب پہنچ گئی تھی۔ میں نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ مرینا کے دماغ میں پہنچتے ہی دیکھا' وہ مجھ پر حملہ کررہی ہے۔ یہ کسی خواب کی طرح غیر متوقع تھا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایسا حملہ ہوگا اور ایسا میری معمولہ کرے گی۔

وہ صرف ایک ساعت کی بات تھی۔ مجھے سنبھلنے کا موقع نہیں ملا۔ اس نے خنجر کو میرے شانے میں پیوست کردیا۔ میرے حلق سے ہلکی سی کراہ نکلی۔ میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ سمورا مجھ پر جھکی ہوئی تھی اور بڑی پھرتی سے خنجر کو میرے شانے سے کھینچ کر نکال رہی تھی۔ چیخ رہی تھی۔ "نہیں نہیں .... یہ میں نے کردیا۔ مجھے پتا بھی نہیں چلا اور میں نے تم پر قاتلانہ حملہ کیا ہے۔ ہائے میں مرجاؤں گی۔ تمہیں کچھ ہوا تو اپنی بھی جان دے دوں گی۔ کوئی ہے۔ فرسٹ ایڈ بکس لاؤ۔"

وہ دوڑتی ہوئی خیمے سے باہر چلی گئی۔ مرینا میرے اندر آگئی۔ فاتحانہ انداز میں قہقہہ لگا کر بولی۔ "فرہاد! ہاہاہا فرہاد! دنیا کے سب سے بڑے شہ زور! مقدر کو اپنی مٹھی میں رکھنے والے! آج سے تمہارا ناقابل تسخیر دماغ میری چنگی میں رہا کرے گا۔ ہاہاہا....."

اور یہ کوئی خواب نہیں تھا۔ پچھلی بار میں نے جھوٹ موٹ گولی کھا کر زخمی ہونے کا ڈراما کرکے روکی ہڈسن کو الو بنایا تھا لیکن یہ کوئی ڈراما نہیں تھا۔ میں سچ مچ مرینا کے چنگل میں پھنس گیا تھا۔ خنجر کا زخم اتنا گہرا تھا کہ میں خیال خوانی بھی نہیں کرسکتا تھا۔ ورنہ سلمان اور لیلیٰ کو مدد کے لیے بلا لیتا۔ آہ! پتا نہیں' سونیا نے کب کہا تھا مگر کبھی کہا تھا۔ ان لمحات میں یاد آیا۔ آہ! اس نے کہا تھا۔ "فرہاد! تمہیں موت نہیں مارے گی جب بھی مارے گی' کوئی عورت ہی مارے گی....."

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

غبارے میں اس کی گنجائش سے زیادہ ہوا بھری جائے تو وہ پھٹ جاتا ہے۔ انسان کو اس کی اوقات سے زیادہ خوشیاں ملیں تو وہ ہوش و حواس سے بیگانہ ہو جاتا ہے۔ ہنستے ہنستے پاگل ہو جاتا ہے اور پاگل پن میں بھی ہنستا چلا جاتا ہے۔

یہی حال مرینا کا تھا۔ وہ فرہاد علی تیمور کے دماغ پر حکومت کرنے والی ملکۂ عالیہ بن گئی تھی۔ اتنی بڑی کامیابی آج تک کسی کو نصیب نہیں ہوئی تھی۔ اس لیے مسرتوں کی شدت سے اچھل رہی تھی۔ ناچ رہی تھی‘ گا رہی تھی‘ قہقہے لگا رہی تھی۔ میرے دماغ میں بولتی جا رہی تھی "میرے غلام! میرے کمرے میں پاپ میوزک گونج رہا ہے۔ میں جھوم جھوم کر رقص کر رہی ہوں۔ تو مجھے دیکھ نہیں سکتا۔ مگر اپنے اندر میرے قہقہے سن رہا ہے۔ میں اس خوشی میں ناچ رہی ہوں کہ آنے والے دنوں میں تجھے ساری دنیا کے سامنے نچاؤں گی۔ ہاہاہاہا۔ ہاہاہاہا..."

کوئی اور ہوتی تو ناچتے گاتے‘ ہنستے ہنستے نڈھال ہو کر گر پڑتی۔ لیکن وہ تھکنا اور گرنا نہیں جانتی تھی۔ کیونکہ وہ آتما شکتی والی یوگا کی مہارت رکھتی تھی۔ چالیس منٹ تک سانس روک لیتی تھی۔ پھر یہ کہ ایسی زبردست کامیابی حاصل ہوئی تھی کہ خوشیاں منانے کے دوران تھکنا بھول گئی تھی۔

ادھر سمورا کارنیول کے ڈاکٹر کو لے آئی تھی۔ وہ میرے زخم کی مرہم پٹی کر رہا تھا۔ یعقوب ہمدانی بھی آگیا تھا۔ غصے سے سمورا کو کہہ رہا تھا "تم پاگل کی بچی ہو؟ تم نے ہمارے محسن پر خنجر سے حملہ کیا اور کہتی ہو جان بوجھ کر نہیں کیا تھا۔"

میں نے کہا "ہمدانی! غصہ نہ کرو۔ سمورا درست کہہ رہی ہے۔ یہ اپنے اختیار میں نہیں تھی۔ یہ ٹیلی پیتھی کا چکر ہے۔ ایک دشمن نے اس کے دماغ میں گھس کر اسے غائب دماغ بنا دیا تھا۔ اس نے اپنی مرضی سے ایسا نہیں کیا ہے۔"

وہ رو رہی تھی اور کہہ رہی تھی "میں نے جان بوجھ کر حملہ نہیں کیا تھا پھر بھی شرم سے مری جا رہی ہوں۔ خدانخواستہ تمہیں کچھ ہو گیا تو میں اسی خنجر سے اپنی جان دے دوں گی۔"

میں نے تکلیف کے باوجود مسکراتے ہوئے کہا "تمہارے جان دینے سے وہ تمام مصیبتیں دور نہیں ہوں گی جو اب مجھ پر آنے والی ہیں۔"

ہمدانی نے کہا "دوست! کیسی مصیبتیں آنے والی ہیں‘ تمہارے ذہن میں احتیاطی تدابیر ہوں تو مجھے بتاؤ۔"

میں پھر مسکرائے بغیر نہ رہ سکا۔ وہ بے چارہ یہ نہیں جانتا تھا کہ میرے ذہن میں اب جتنی احتیاطی تدابیر آئیں گی اسے پہلے مرینا پڑھ لیا کرے گی۔

میں نے کہا "میری فکر نہ کرو کیونکہ میں خود اپنی فکر نہیں کر رہا ہوں۔ دشمن کے رحم و کرم پر ہوں۔ مجھے تنہا چھوڑ دو۔ میں سونا چاہتا ہوں۔"

یعقوب ہمدانی بولا "تمہاری مرہم پٹی ہو چکی ہے۔ اس کے باوجود میں تمہیں یہاں کے بہترین اسپتال میں لے چلتا ہوں۔"

"نہیں‘ میں کہہ چکا ہوں۔ میری فکر نہ کرو۔ مجھ سے اور تم سب سے زیادہ میری فکر میری دشمن کو ہے۔ وہ مجھے ہر حال میں زندہ اور تندرست رکھنے اور دیگر دشمنوں سے مجھے چھپاتے رہنے کی فکر میں اپنی نیندیں حرام کرتی رہے گی۔"

وہ میرے اندر تھی کہنے لگی "تو سچ کہتا ہے۔ مجھے جتنا خوش ہونا تھا‘ ہو گئی۔ تجھے پا کر اتنی دولت مند ہو گئی ہوں کہ دشمنوں سے تجھے چھپا کر رکھنے کی فکر ستا رہی ہے۔ میں سب سے پہلے تنویمی عمل کے ذریعے تجھے اپنا غلام بناؤں گی اور تیرے دماغ کو لاک کروں گی تاکہ کوئی دوسرا تیرے اندر نہ آسکے۔"

"مرینا! انسان کو کسی کامیابی پر مغرور ہو کر اپنا ظرف اور اپنا لہجہ نہیں بدلنا چاہیے۔ تم اب تک مجھے پاپا کہتی تھیں۔ آپ سے مخاطب کرتی تھیں۔ اب آپ سے تو پر آگئی ہو۔ اگر اگلے کسی لمحے میں تقدیر نے پلٹا کھایا اور تمہیں پھر تو سے آپ پر آنا پڑا تو تم معافی مانگنے کی بھی حقدار نہیں رہو گی۔"

"معافی اور میں تجھ سے مانگوں گی؟ بڑی خوش فہمی ہے کہ میری گرفت سے نکل جائے گا۔ میرا نام مرینا ہے۔ تو نے اور تیرے بیٹے نے دیکھا ہے کہ میں اپنے قیدیوں کو کس طرح تاریک کوٹھریوں میں رکھتی ہوں۔ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اور تیرے دونوں ناکام شکست بیٹے بھی یہ کبھی معلوم نہیں کر سکیں گے کہ میں نے تجھے کس پاتال میں چھپا رکھا ہے۔"

"چلو یہ حسرت بھی پوری کر کے دیکھ لو۔"

"حسرتیں تو بہت ہیں۔ بہت سی انتقامی آرزوئیں ہیں۔ میں تجھے طرح طرح کی اذیتیں دے کر اپنے دل کی تمام حسرتیں نکالوں گی۔"

"آخر کتنی خواہشیں پوری کرو گی۔ ہر خواہش پہ دم نکلے گا۔"

وہ ناگواری سے بولی "میں فوراً ہی تجھ پر تنویمی عمل کرنا چاہتی تھی مگر تو شکست کھا کر بھی فاتح کی شان سے اکڑا ہوا ہے۔ میں پہلے تیرے اندر زلزلہ پیدا کر کے تجھے سزا دوں گی۔ تیری اکڑ خاک میں ملاؤں گی۔"

یہ کہتے ہی اس نے میرے دماغ کو زبردست جھٹکا پہنچایا اور مجھے منہ کھولنے بھی نہیں دیا۔ اگر منہ کھل جاتا تو میری چیخیں خیمے سے باہر کارنیول میں دور تک گونجتی چلی جاتیں۔ میں تکلیف کی شدت سے بستر سے تڑپتا ہوا زمین پر آگرا۔ پھر وہاں بھی نیم ذبح کیے ہوئے مرغ کی طرح پھڑپھڑانے لگا۔

خیمے سے ہمدانی وغیرہ جا چکے تھے۔ صرف سمورا میری دیکھ بھال کے لیے موجود تھی۔ مجھے ماہیٔ بے آب کی طرح پھڑپھڑاتے دیکھ کر اپنا سینہ پیٹتی ہوئی آئی۔ مجھ سے لپٹ کر پوچھنے لگی "کیا ہو گیا؟ یہ تمہیں کیا ہو رہا ہے؟ کیا دشمن تمہیں اذیتیں دے رہے ہیں؟"

مرینا میرے اندر بولی "تیری داشتہ کیسے تڑپ رہی ہے تیرے لیے۔ تو پکا بدمعاش ہے۔ کسی حسین عورت کو نہیں چھوڑتا۔ میں تیرے بیٹے کے لیے تھی‘ مجھے ہاتھ نہیں لگا سکتا تھا اس لیے میرے دماغ پر قبضہ کیا تھا۔ میں ہمیشہ اس عذاب میں مبتلا رہتی تھی کہ ایک خبیث میرے اندر چھپا ہوا ہے۔ اب بتا یہ عذاب کیسا ہے۔ تکلیف کی شدت سے چیخ نہیں سکتا‘ میں نے تیری آواز بند کر دی ہے۔ نہ چیخ سکے گا نہ فریاد کر سکے گا۔ اپنے اندر تڑپ تڑپ کر جیتا رہے گا‘ اور تڑپ تڑپ کر مرتا رہے گا لیکن میں مرنے نہیں دوں گی‘ اگلے عذاب کے لیے زندہ رکھوں گی۔ ہاہاہا۔ ہاہاہا۔ بائی گاڈ میرا کلیجا ٹھنڈا ہو رہا ہے۔"

سمورا میری حالت دیکھ کر وہاں سے جانا اور ہمدانی وغیرہ کو بلا کر لانا چاہتی تھی۔ میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچ لیا۔ شدید تکلیف کے باوجود اسے اپنی آغوش میں لے کر بولا "مرینا! شیر جنگل میں آزاد رہے یا گولیوں کی بوچھاڑ میں رہے۔ وہ اپنی فطرت اور عادت کا شیر نر ہوتا ہے۔ دیکھ یہ حسینہ میری آغوش میں ہے۔ تو مجھے اور اذیت دے‘ یہ بعد میں پتا چلے گا کہ مجھے سزا دینے کی حماقت میں کتنا نقصان اٹھا رہی ہے۔"

میں نے بے انتہا تکلیف کے باوجود سمورا کو آغوش میں لے کر اسے غصہ دلایا تھا کہ وہ دماغی جھٹکے دے کر ایک مرد کو نہیں توڑ سکے گی اور یہ شوشہ بھی چھوڑ دیا تھا کہ وہ ایسی حماقت کر کے نقصان اٹھا رہی ہے۔

اس بات پر وہ سوچ میں پڑ گئی۔ خاصی ذہین تھی اس لیے فوراً سمجھ گئی کہ فرہاد انتہائی تکالیف کے نتیجے میں ذہنی توازن کھو بیٹھے گا تو وہ ایک پاگل کو غلام بنا کر کچھ حاصل نہیں کر سکے گی۔ دنیا ہنسے گی کہ فرہاد کو تابعدار نہ بنا سکی‘ ایک پاگل کو تابعدار بنایا تو کیا کمال کیا؟

وہ ناگواری سے بولی "تم خطرناک حد تک ذہین ہو۔ مجھے اس مرحلے پر الجھا دیا ہے۔ یہ بات عقل میں آگئی ہے کہ تمہیں اس سے زیادہ اذیت نہیں پہنچانا چاہیے۔ ٹھیک ہے پھر کبھی تم سے نمٹ لوں گی۔ تھوڑی دیر میں تمہاری دماغی تکلیف ختم ہو گی تو میں تم پر عمل کروں گی۔"

میں نے مسکرا کر کہا "ذرا غور کرو۔ تو سے تم پر آگئی ہو۔ میں صبح تک آپ پر لے آؤں گا۔"

وہ غصے سے بھڑک کر کچھ کہنا چاہتی تھی پھر اس نے خود پر قابو پایا اور کہا "میں سمجھ رہی ہوں تم مجھے طیش دلا کر سزا پانا چاہتے ہو۔ اب میں ٹھنڈے دماغ سے کام کروں گی۔"

وہ خاموش ہو گئی۔ شاید تھوڑی دیر کے لیے چلی گئی۔ سمورا نے کہا "تم تھوڑی دیر سے پُرسکون ہو۔ کیا میرے قریب آنے سے تمہیں قرار آ رہا ہے۔"

میں نے سرد آہ بھر کر کہا "عورت کی قربت جتنی زندگی دیتی ہے اتنی ہی موت بھی دیتی ہے۔ فی الحال تم زندگی دے رہی ہو۔ ابھی وہ آئے گی پھر مجھ پر عمل کرنے کے لیے مجھے گہری نیند سلا دے گی۔"

"میں اسے عمل کرنے نہیں دوں گی۔ تمہیں سونے نہیں دوں گی۔"

"میرے لیے جوش اور جذبات میں آکر ایسی غلطی نہ کرنا۔ اس کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کرو گی تو وہ تمہیں دماغی اذیتیں پہنچائے گی۔"

"میں دماغی اذیتیں برداشت کرتے کرتے مر جاؤں گی مگر آخری سانس تک اسے عمل کرنے سے روکتی رہوں گی۔"

"تمہاری آخری سانس کے بعد کیا ہو گا؟ کیا میں اس کے تنویمی عمل سے محفوظ ہو جاؤں گا؟ تم خواہ مخواہ جان سے جاؤ گی۔ یوں جان دینے کا کیا فائدہ کہ میرا بھلا نہ ہو۔ میں تمہیں سمجھاتا ہوں۔ خیمے سے چلی جاؤ اور جب تک میں نہ بلاؤں واپس نہ آؤ۔"

"نہیں میں تمہیں بے یار و مددگار چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔"

وہ سمورا کے اندر آکر بولی "یہاں سے نہیں جاؤ گی تو دنیا سے جاؤ گی۔"

سمورا نے کہا "فرہاد! یہ میرے اندر بول رہی ہے۔"

میں نے کہا "پلیز سمورا! فوراً یہاں سے چلی جاؤ۔ پہلے تمہیں سمجھا رہا تھا اب حکم دیتا ہوں‘ چلی جاؤ۔ فوراً چلی جاؤ۔"

"تمہارا حکم مان کر میں تمہیں غلامی یا موت نہیں دوں گی۔"

مرینا نے کہا "تم میرا قیمتی وقت ضائع کر رہی ہو۔ چلو خنجر اٹھاؤ۔"

اس نے سمورا پر قبضہ جمایا۔ وہ غائب دماغ ہو گئی۔ اس نے اپنے پاس چھپایا ہوا خنجر نکال لیا۔ اس کے دستے کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اس کی نوک کو اپنی طرف کر لیا۔ میں نے تڑپ کر کہا۔ "نہیں مرینا! یہ ظلم نہ کرو۔ اس بے چاری کو ہلاک نہ کرو۔ یہ اپنی محبت سے مجبور ہو کر تمہارا راستہ روک رہی ہے۔ میں اسے ابھی یہاں سے..."

میری بات پوری ہونے سے پہلے ہی سمورا نے خنجر کے تیز پھل کو اپنے سینے میں گھونپ لیا۔ میں فرش پر سے اٹھتے اٹھتے ایک آہ کے ساتھ نڈھال ہو کر پھر گر پڑا۔ وہ مجھ سے کچھ فاصلے پر زمین پر پڑی اپنے لہو میں بھیگ رہی تھی اور تڑپ تڑپ کر دم توڑ رہی تھی۔

میں اٹھ کر اس کے پاس جانا چاہتا تھا لیکن بستر پر آگیا۔ میں نے پھر اس جان دینے والی کے سامنے جانے کی کوشش کی لیکن پھر بستر پر گر پڑا۔

مرینا نے کہا "چپ چاپ پڑے رہو۔ مجنوں بن کر لیلیٰ سے لپٹنے نہ جاؤ۔"

میں نے بستر سے سر اٹھا کر دیکھا۔ وہ زمین پر لہو میں ڈوبی پڑی تھی اور دم توڑ چکی تھی۔ میں بے بسی سے بستر پر چاروں شانے چت ہو گیا۔ وہ بولی "فرہاد علی تیمور! کبھی ایسے بے بس اور مجبور ہوئے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

تھے؟ میں بیان نہیں کرسکتی کہ تمہاری یہ حالت دیکھ کر مجھے مسرتوں کا کتنا خزانہ مل رہا ہے۔"

"تمہاری مسرتیں ابھی مایوسی میں بدل جائیں گی۔"

یہ کہتے ہی میں نے ایک زور کی چیخ ماری۔ پھر چیختا چلا گیا۔ اس نے میرے دماغ پر حاوی ہو کر چیخیں روک دیں۔ پھر پوچھا "اس حرکت کا مقصد کیا ہے؟"

"مجھ سے کیوں پوچھتی ہوں؟ اب تو تم میرے مقاصد اور منصوبے چپکے سے اور آسانی سے پڑھ سکتی ہے۔"

وہ چپ رہی۔ شاید پڑھنے لگی۔ میری چیخیں سن کر کارنیول کے لوگ ہمدانی کے ساتھ دوڑے آئے تھے۔ میں یہی چاہتا تھا کہ سمورا کے قتل کا پتا چلے، لوگوں کی بھیڑ لگے۔ پولیس والے بھی آجائیں۔ میرے پاس متعلقہ افراد کا آنا جانا لگا رہے اور ایسی افراتفری میں مرینا تنویمی عمل کے لئے مجھے گہری نیند نہ سُلا سکے۔

وہ چاہتی تھی دوسرے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں اور خصوصاً میرے اپنے خیال خوانی کرنے والوں کا راستہ روکنے کے لیے میرے دماغ کو لاک کردے۔ یہ کام اسے... جلد سے جلد کرنا چاہیے تھا، لیکن انتقامی حسرت پوری کرنے کے لیے میرے اندر زلزلہ پیدا کیا اور وقت ضائع کیا پھر سمورا کو قتل کرتے وقت نہیں سوچا کہ یہ قتل تنویمی عمل میں رکاوٹیں پیدا کرے گا۔

وہ اس قتل کو تھوڑی دیر چھپا سکتی تھی۔ مجھے وہاں سے جبراً دوسری جگہ لے جاسکتی تھی، لیکن اس رازداری کا پہلے ہی میں نے چیخ چیخ کر بھید کھول دیا۔ وہاں کچھ لوگ کہہ رہے تھے کہ میں نے سمورا کے سینے میں خنجر گھونپ کر اسے ہلاک کیا ہے کیونکہ سمورا نے بھی مجھے زخمی کیا تھا۔ میں نے اسی کا انتقام لیا ہے۔

ہمدانی انہیں سمجھا رہا تھا کہ یہ ساری وارداتیں ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہو رہی ہیں۔ وہ کارنیول کا مالک تھا اس لیے لوگ قائل ہونے لگے لیکن پولیس والے آگئے۔ یوں معاملہ اور بڑھ گیا۔

مرینا نے کہا "واقعی فرہاد! ذہانت یا مکاری تم پر اور تمہارے خاندان والوں پر ختم ہے۔ میں تمہیں جیت چکی ہوں مگر کسی وقت بھی ہار سکتی ہوں۔ تم نے یہاں تنویمی عمل کرنے کا چانس ختم کردیا ہے۔ لیکن میں جلد سے جلد یہ عمل کرکے رہوں گی۔"

یہ بعد میں پتا چلا کہ وہ پولیس افسر کے دماغ میں گھس گئی تھی۔ افسر نے پوچھا "مسٹر فرہاد! کیا تم پولیس اسٹیشن تک چلنے کے قابل ہو یا ایمبولینس منگوائی جائے؟"

میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ پھر سپاہیوں کے درمیان چلتا ہوا ان کی گاڑی میں آکر بیٹھ گیا۔ یعقوب ہمدانی نے کہا "دوست فرہاد! فکر نہ کرنا۔ میں بھی اپنی گاڑی میں آرہا ہوں۔ تمہیں ضمانت پر رہا کراؤں گا۔ تمہارا مقدمہ لڑوں گا تمہارا یار ابھی زندہ ہے۔"

پولیس کی گاڑی مجھے کارنیول سے لے جانے لگی۔ ہمدانی نے اپنی گاڑی میں بیٹھ کر اسے اسٹارٹ کرنا چاہا، لیکن نہ کرسکا۔ الٹی سیدھی حرکتیں کرنے لگا۔ کبھی چابی گھمانا بھول جاتا تھا۔ کبھی ایکسیلریٹر پر پاؤں نہیں رکھتا تھا۔ کبھی گاڑی اسٹارٹ کرلیتا تو آگے بڑھا کر بریک لگا دیتا اور انجن بند کردیتا۔

مرینا نے کہا "ہمدانی! ان حماقتوں سے سبق سیکھو۔ میں تمہیں فرہاد کے پیچھے جانے نہیں دوں گی۔ جانے کی ضد کرو گے تو سمورا کی طرح تمہیں بھی قتل کردوں گی۔"

وہ فضا میں تکنے لگا۔ اتنی دیر میں پولیس والوں کی گاڑیاں کئی میل دور نکل گئی تھیں۔ افسر نے ایک جگہ گاڑیاں رکوا دیں۔ اپنے ماتحت افسر سے بولا "تم سمورا کی لاش کو تھانے لے جاکر کیس کی انٹری کرو پھر اسے پوسٹ مارٹم کے لیے اسپتال پہنچاؤ۔ میں فرہاد کو لے جارہا ہوں۔ اس کے زخم کی میڈیکل رپورٹ لے کر آؤں گا گو اینڈ کیری آن مائی آرڈر۔"

افسر نے اپنی گاڑی سے سپاہیوں کو بھی اتار دیا۔ پھر مجھے اگلی سیٹ پر بٹھا کر وہاں سے لے چلا۔ آگے جاکر مرینا نے اس کی زبان سے کہا "دیکھا فرہاد! تمہیں مکھن کے بال کی طرح نکال لائی ہوں۔ یہ افسر بالکل غائب دماغ ہے۔ یہ تمہیں میرے خفیہ اڈے پر چھوڑ کر جائے گا پھر اسے یاد نہیں رہے گا کہ یہ تمہیں کہاں پھینک کر آیا ہے۔"

وہ گاڑی کئی گھنٹے تک چلتی رہی۔ ہم فرغانہ کی طرف آئے تھے۔ فرغانہ سے سو کلومیٹر دور فراڈ پادری آندریو کا ایک خفیہ اڈا تھا۔ آندریو اور اس کے تمام ساتھی مرینا کے غلام تھے۔ افسر نے مجھے اس اڈے میں پہنچا کر آندریو سے کہا "میں اس افسر کے اندر تمہاری مادام مرینا بول رہی ہوں۔ میرے اس شکار کو بستر پر آرام سے لٹاؤ مگر باندھ کر رکھو۔ میں ابھی آتی ہوں۔"

انہوں نے مجھے پکڑ کر ایک بستر پر باندھ دیا۔ وہاں صرف چار افراد تھے۔ میں زخمی ہونے کے باوجود زورِ بازو سے اور حکمتِ عملی سے ان پر غالب آسکتا تھا، لیکن یہ جانتا تھا کہ وہ مجھے مقابلہ نہیں کرنے دے گی اور میرے اندر آکر کمزور بناتی رہے گی۔

جب انہوں نے مجھے باندھ دیا تو وہ مطمئن ہو کر افسر کو وہاں سے لے گئی۔ اسے فرغانہ اور تاشقند کے درمیانی راستے پر لاکر ایک گہری کھائی میں گاڑی سمیت گرادیا۔ وہ مجھے غلام بنانے کے لیے پاگل ہو رہی تھی۔ بے گناہ افراد کو ہلاک کرتی جارہی تھی۔ اس نے آندریو کے پاس آکر کہا "اس کمرے سے باہر جاؤ۔ دروازے کو باہر سے بند رکھو۔ جب تک میرا حکم نہ ہو، دروازہ نہ کھولو اور نہ ہی اندر آؤ۔ کمرے کے اطراف خاموشی رہے، جاؤ۔"

آندریو نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ باہر جاکر دروازے کو بند کردیا۔ مرینا نے کہا "فرہاد! بہت چالاکیاں دکھالیں، یہاں تمہاری کوئی مکاری نہیں چلے گی۔ دیکھو کتنی خاموشی اور سکون ہے۔ تنویمی عمل کے لیے ماحول سازگار ہے۔ آؤ اپنا ذہن میرے حوالے کردو۔"

میں بستر پر چپ چاپ پڑا رہا۔ وہ بولی "تمہاری خاموشی کچھ معنی رکھتی ہے۔ کیا میں چور خیالات پڑھوں؟"

"پڑھو گی تو یہی معلوم ہوگا کہ مجھے تمہارے تنویمی عمل پر یقین نہیں ہے۔ مجھے اپنا تابعدار نہیں بنا سکو گی۔"

"کیا تمہارے لیے کہیں سے مدد پہنچنے والی ہے؟ میں نے سوچ لیا ہے کہ تمہارے خیال خوانی کرنے والوں میں سے کسی نے یہاں آکر تنویمی عمل میں رکاوٹ پیدا کی تو میں ناکامی برداشت نہیں کروں گی۔ تمہارا دماغی توازن بگاڑ دوں گی۔"

"اطمینان رکھو، میں اپنے خیال خوانی کرنے والوں کو منع کروں گا۔ وہ واپس چلے جائیں گے، اس کے بعد بھی تم ناکام رہو گی۔"

"بکواس کررہے ہو اور میرا وقت ضائع کررہے ہو۔"

"تم نے کارنیول میں میری باتوں کو بکواس سمجھ کر دو غلطیاں کیں جس کے نتیجے میں اب تک مجھ پر عمل نہ کرسکیں۔"

"میں ٹھیک ایک منٹ بعد عمل شروع کردوں گی۔ تمہیں سُلا دوں گی۔ اس سے پہلے بتانا چاہو تو بتاؤ کہ تمہیں میری ناکامی کا یقین کیوں ہے؟"

میں نے کہا "اس وقت یہاں شام کا اندھیرا پھیل رہا ہے۔ مجھے پیرس کے وقت کے مطابق فجر کی نماز سے پہلے سونیا کے پاس جانا ہے اور اپنے ہونے والے بچے کو اذان سنانا ہے۔"

وہ کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔ میں نے چند سیکنڈ تک اس کی ہنسی سنی پھر کہا "تم ایک منٹ بعد عمل شروع کرنے والی تھیں۔ وہ ایک منٹ تم نے ہنسی میں ضائع کردیا۔"

وہ سوچ کی لہروں سے میرے دماغ کو تھپکنے لگی۔ مجھے سلانے لگی۔ اگلے ایک منٹ کے اندر میں گہری نیند میں ڈوب گیا پھر اس نے تنویمی عمل کے طریقۂ کار کے مطابق مجھے اپنا معمول بنالیا۔ اس کے بعد اس نے کہا "میں حکم دیتی ہوں۔ تمہارا دماغ حساس رہے گا۔ تم کمزوری کے باوجود سوچ کی لہروں کو محسوس کرو گے اور سانس روک کر انہیں دماغ سے نکال دیا کرو گے۔"

میں نے وعدہ کیا کہ ایسا ہی کروں گا۔ پھر اس نے کہا "صرف میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرو گے۔ میرے خلاف کبھی نہیں سوچو گے اور میرے ہر جائز و ناجائز حکم کی تعمیل کرتے رہو گے۔"

میں نے ایک معمول کی حیثیت سے تمام احکامات کی تعمیل کرنے کا وعدہ کیا پھر وہ بولی "تم اپنے سگے اور خون کے رشتوں کو بھول جاؤ گے۔ سونیا، پارس اور علی تیمور کو جانی دشمن سمجھ کر، یکے بعد دیگرے قتل کرو گے۔"

میں نے خون کے رشتوں کو پہچاننے سے انکار کیا اور ان تینوں کو قتل کرنے کا عہد بھی کیا۔ اس نے پوچھا "کیا تم نے مجھ سے نجات حاصل کرنے کے لیے کسی کو مدد کے لیے دماغ میں بلایا ہے یا کوئی چال چل رہے ہو؟"

"میں نے سلمان کو بلانے کے لیے خیال خوانی کی پرواز کی تھی لیکن دماغی کمزوری کے باعث رابطہ نہ کرسکا۔ میں تم سے نجات حاصل کرنے کے لیے کوئی چال نہیں چل رہا ہوں۔"

"اگر کوئی فراڈ نہیں کررہے ہو تو یقین سے کیسے کہتے ہو کہ صبح نماز سے پہلے سونیا کے پاس جاؤ گے؟"

"میں نے کسی منصوبے کے بغیر اپنے ایمان اور یقین سے ایسا کہا ہے۔ اس پختہ ایمان کا بھرم اللہ رکھے گا۔"

مرینا نے اور کئی سوالات کیے پھر آخر میں کہا "تم پیرس کے وقت کے مطابق صبح سات بجے تک سوتے رہو گے۔ اس سے پہلے تم سونیا کے پاس جانے اور اذان سنانے کے لیے بیدار نہیں ہوسکو گے۔"

اس نے تمام احکامات میرے ذہن میں نقش کرنے کے بعد مجھے تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا۔ اس دوران مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے مجھ پر خوابیدہ حالت میں عمل نہیں کیا گیا تھا۔ میں جاگ رہا تھا لیکن بیداری کا احساس نہ مجھے تھا اور نہ ہی مرینا کو تھا۔ البتہ یہ ہوا کہ اس نے تنویمی نیند سونے کے لیے کہا تو میں بے خبر سو گیا۔

یہ بعد میں پتا چلا کہ وہ پھر آدھے گھنٹے کے بعد آئی تھی اور یہ اطمینان کیا تھا کہ میرے دماغ میں کوئی چھپا ہوا تو نہیں ہے اور یہ کہ میں گہری نیند سو رہا ہوں۔ اسے اپنی کامیابی کا پوری طرح یقین نہیں آرہا تھا۔ میری یہ بات چبھ رہی تھی کہ میں صبح دماغی کمزوری کے باوجود خیال خوانی کی پرواز کروں گا اور اپنے ہونے والے بچے کو اذان سنانے سونیا کے پاس جاؤں گا۔

یہ بظاہر بچکانہ بات تھی۔ یہ سنتے ہی مرینا نے پہلی بار قہقہہ لگایا تھا۔ یوں مذاق اڑانے کا سبب یہ تھا کہ میں کوئی اللہ والا نہیں تھا کہ دماغی کمزوری کے باوجود خیال خوانی کی پرواز کا معجزہ دکھاتا اور یہ مادہ پرست لوگوں کے لیے انتہائی مضحکہ خیز بات تھی کہ پیٹ کے بچے کو اذان سنائی جارہی ہے۔

بعد میں مرینا کے اندر یہ حقیقت گردش کرنے لگی کہ یہ بچکانہ عمل نہیں ہے۔ سائنس اور روحانیت کا مشترکہ عمل ہے۔ میں روحانی تسکین کے لیے سونیا کے اندر پہنچ کر اذان سناتا ہوں۔ نفسیاتی حقیقت یہ ہے کہ ایک عورت حمل کے پہلے دن سے زچگی کے دن تک اپنے حالات اور اپنے ماحول سے جسمانی اور ذہنی طور پر جو تاثرات قبول کرتی ہے وہ اثرات بچہ قبول کرتا رہتا ہے۔

وہ سوچ رہی تھی "فرہاد اور سونیا کی اکثر باتیں اور حرکتیں وقت گزرنے کے بعد سمجھ میں آتی ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ پانی میرے سر سے گزر جائے اور تب معلوم ہو کہ صبح ہوچکی ہے اور فرہاد سونیا کے پاس جاکر واپس آچکا ہے۔"

وہ پھر اپنا شبہ دور کرنے کے لیے میرے دماغ میں آئی۔ میں بدستور گھوڑے بیچ کر سو رہا تھا اور خوابِ خرگوش دیکھ رہا تھا۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

خرگوش کسی جگہ صرف اپنا منہ چھپالیتا ہے تو سمجھتا ہے کہ پوری طرح دنیا کی نظروں سے چھپ گیا ہے۔ مرینا مجھے تنویمی عمل کے پردے میں چھپا کر سمجھ رہی تھی کہ مجھے تمام خیال خوانی کرنے والوں کی دست رس سے دور کردیا ہے۔

وہ دوسری بار بھی مطمئن ہو کر چلی گئی۔ آدھی رات کے بعد مجھے مردانہ آواز میں ہنسی سنائی دی۔ پھر کسی نے مخاطب کیا "ہیلو فرہاد! کیسے ہو؟"

آواز جانی پہچانی تھی لیکن میں خواب میں سمجھ نہیں پایا۔ وہ بول رہا تھا "بھئی بالشت بھر کی مرینا نے تو ٹیلی پیتھی کی دنیا کا سب سے حیرت انگیز اور یادگار رہنے والا کارنامہ انجام دیا ہے۔ شیر کو چوہا بنادیا ہے۔"

وہ ہنسنے لگا۔ ہنستے ہنستے کہنے لگا "تم سے ٹکرانا تو دور کی بات ہے۔ ہم تمہارا نام سن کر کان پکڑتے تھے اور توبہ کرتے تھے' آج تم ایسے پڑے ہو جیسے تمہارے اندر سے سارا خون نچوڑ لیا گیا ہو۔"

وہ ذرا چپ ہوا' پھر بولا "ہاں' میں تمہارے خیالات پڑھتا جارہا ہوں۔ تم نیند میں میری آواز نہیں پہچان رہے ہو۔ بھئی میں لبوڈا ہوں۔ تمہارا پیارا جان لبوڈا۔"

وہ قہقہہ لگا کر بولا "اگر موت کا فرشتہ مجھ سے آخری سانسوں میں پوچھتا کہ بولو آخری خواہش کیا ہے تو میں اس سے تمہارا سر مانگتا۔ ہاہاہا..... دیکھو میری خوش قسمتی' میں آخری سانس نہیں گن رہا ہوں مگر تمہارا سر مجھے مل گیا ہے۔ میں کتنے آرام سے اس سر میں گھس کر بدمعاشی کررہا ہوں۔ بولو اس دھرتی کے سورما! کیا مجھے یہاں سے نکال سکتے ہو؟"

اب میں سمجھ رہا تھا۔ ایک گئی تھی۔ دوسرا آیا تھا۔ سوال پیدا ہوا کیسے آگیا جبکہ وہ میرے دماغ کو لاک کرچکی تھی؟

جواب پرانا تھا۔ ایسا ہم بھی دوسروں کے دماغوں میں کرچکے ہیں۔ کسی کے دماغ میں چھپ کر کسی کے تنویمی عمل کو ناکام بناتے رہے' لیکن وہ لبوڈا کیسے آگیا تھا؟ مرینا نے تو بڑی رازداری سے کام کیا تھا۔ کسی دشمن کو میری اسیری کی خبر نہیں ہونے دی تھی۔

لبوڈا نے ہنستے ہوئے کہا "میں بتاتا ہوں۔ ایک یاد رکھنے والی بات یہ ہے کہ جو جتنا زیادہ عقلمند ہوتا ہے وہ اتنی ہی بڑی غلطی کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ عقلمند سے کبھی غلطی نہیں ہوتی۔ تم نے یہ غلطی کی کہ سمورا سے کارنیول جیسی کھلی جگہ میں دوستی کی اور مرینا کے لیے اسے ایک ذریعہ بنادیا۔"

میں نے کہا "تم اپنی بات بتاؤ۔"

"میری بات یہ ہے کہ میں نے مرینا کی غلطی سے فائدہ اٹھایا۔ میں بہت زیادہ عقلمند نہیں ہوں اور اتنا احمق بھی نہیں ہوں کہ بی جی تھرہال جیسے غلطیاں کرنے والے کو اپنا داماد بناؤں۔ داماد اس لیے بنایا کہ وہ میری بیٹی کی پسند ہے۔ تم اس احمق سے ایک بار فائدہ اٹھا کر میرے دماغ میں گھس آئے تھے۔ تب میں نے سوچا کہ کسی دن میں بھی اپنے احمق داماد سے ایسا ہی کوئی بڑا فائدہ اٹھا سکتا ہوں۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولا "پھر میں نے ایک روز اپنے داماد کے چور خیالات پڑھنے کی کوشش کی تو پتا چلا کہ وہ سانس روک لیتا ہے جبکہ وہ ایسا نہیں کرتا تھا۔ میں نے دھوکے سے اسے کمزوری میں مبتلا کیا' اس کے خیالات پڑھے تو معلوم ہوا مرینا اسے اپنا معمول اور تابعدار بناچکی ہے۔ پھر میں نے مرینا کے عمل کا توڑ کرکے اپنے طور پر اسے اپنا معمول اور تابعدار بنایا۔ یہ بات اس کے ذہن میں نقش کردی کہ وہ بدستور مرینا کا تابعدار بنا رہے گا لیکن اس کی تمام مصروفیات کی اطلاع مجھے چپکے سے دیتا رہے گا اور یہ کہ مرینا کی موجودگی میں میرے تنویمی عمل کو بھول جایا کرے گا۔"

لبوڈا فخریہ انداز میں کہہ رہا تھا کہ مرینا پچھلی شام بی جی تھرہال کے پاس آئی تھی اور اسے سمورا کی نگرانی کا حکم دیا' اس سے کہا کہ کوئی بھی سمورا سے تنہائی میں ملنے آئے تو وہ مرینا کو اطلاع دے۔

اس نے اطلاع دی تھی کہ جو شخص تنہائی میں ملنے آیا ہے سمورا اسے فرہاد کہتی ہے۔ تھرہال نے یہی بات لبوڈا کے پاس آکر بتائی۔ یوں لبوڈا پہلے سمورا کے پاس آیا۔ اس کے اندر رہ کر معلوم کیا کہ مرینا نے اس کے ذریعے فرہاد کو زخمی کیا ہے اور اب مغرور فرہاد دی گریٹ کا دماغ کھلا مکان بن گیا ہے۔ تب سے وہ میرے اندر آکر چھپا ہوا تھا۔

اس نے کہا "فرہاد! غرور سے سر اٹھانے والی پہاڑ کی فلک بوس چوٹیاں بھی زلزلے کے ایک جھٹکے سے زمین بوس ہوجاتی ہیں۔ تم آخر کب تک ہمارے قدموں میں نہ آتے؟"

میں نے کہا "اگر میں نے کبھی نادانستگی میں غرور کیا ہو تو اسے خدا معاف کرنے والا ہے۔ ویسے دشمن اس لیے مجھے مغرور کہتے ہیں کہ مجھ پر غالب آنے میں ناکام ہوتے رہتے ہیں۔ جب لومڑی انگوروں کو الزام دے سکتی ہے تو دشمن مجھے کیوں نہ دیں گے؟"

"کیا مجھے باتوں میں الجھا کر میرے تنویمی عمل سے محفوظ رہنا چاہتے ہو؟"

میں خاموش رہا' اس نے پوچھا "خاموش کیوں ہو؟"

"میں بولوں گا تو بولو گے کہ بولتا ہے اور تنویمی عمل سے محفوظ رہنا چاہتا ہے۔"

"تعجب ہے۔ اس حال میں بھی تمہاری زندہ دلی باقی ہے۔ چلو اب میں عمل شروع کررہا ہوں۔ تمام توجہ مجھ پر مرکوز کرو اور مرینا کو بھول جاؤ۔"

مرینا کی آواز سنائی دی "تم اس پر عمل کرسکو گے تب یہ مجھے بھولے گا۔"

لبوڈا نے کہا "اوہ گاڈ! تم اسے تنویمی نیند سلانے کے بعد بھی چلی آئیں؟"

"میں کئی بار آچکی ہوں۔ مجھے شبہ تھا کہ کہیں سے کوئی گڑبڑ ہورہی ہے۔ مجھے فرہاد کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی طرف سے خطرہ تھا۔ میں یہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تمہارے داماد کو اپنا تابعدار بنا کر اتنا بڑا نقصان اٹھاؤں گی۔"

لبوڈا خاموش تھا۔ وہ بھی خاموش رہی۔ دونوں اپنی اپنی جگہ سوچ رہے تھے کہ یہ کیا ہوگیا؟ میں بالکل تر نوالہ نظر آیا تھا۔ ان کے خیال سے وہ فوراً ہی مجھے نگل جاتے۔ مگر سوال یہ تھا کون نگلے گا اور کون مجھ سے دست بردار ہوگا؟

سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا کہ ان میں سے کوئی میرے حصول سے باز آجاتا۔ مجھے حاصل کرنے کا موقع پھر کبھی نہ ملتا۔ مجھے اپنا اپنا غلام بنانے کے جس مقام تک وہ پہنچ گئے تھے' وہاں سے ایک انچ بھی پیچھے ہٹنے والے نہیں تھے۔

بڑی دیر بعد لبوڈا نے کہا "میں جانتا ہوں تم موجود ہو۔"

"وہ تو میں موجود رہوں گی۔ اسے میں نے شکار کیا ہے۔"

"جس لمحے سے تم نے شکار کرنا شروع کیا تھا اسی لمحے سے میں سمورا کے اندر موجود تھا۔ میں بھی سمورا کے ذریعے اسے زخمی کرسکتا تھا یا اسے تمہارا شکار ہونے سے بچا سکتا تھا۔ میرا احسان مانو کہ میں نے رکاوٹ پیدا نہیں کی۔"

وہ بولی "ان باتوں سے مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ اگر اس کے خیال خوانی کرنے والے آجائیں گے تو ہم میں سے کوئی اسے اپنا تابعدار نہیں بنا سکے گا۔"

وہ بولا "ہمیں پانچ منٹ کے اندر فیصلہ کرنا چاہیے کہ ہم میں سے کون اسے اپنا معمول اور تابعدار بنائے گا۔"

"ان پانچ منٹوں میں بازی پلٹ سکتی ہے۔ ایک لمحہ بھی ضائع نہ کرو۔ یہ طے ہے کہ نہ تم باز آؤ گے نہ میں اسے چھوڑوں گی۔ فی الحال یہی ایک راستہ ہے کہ ہم دونوں اس پر تنویمی عمل کریں اور جلد سے جلد اس کے دماغ کو لاک کردیں۔ اس کا کوئی فیملی ممبر کسی وقت بھی آسکتا ہے۔"

"ٹھیک ہے' پہلے میں عمل شروع کرتا ہوں۔"

"نہیں' پہلے میں شروع کروں گی۔"

"پہلے میں اور پہلے میں کی تکرار ہوتی رہی تو یہ شیر ہاتھ سے نکل جائے گا۔"

وہ چونک کر بولی "او گاڈ! یہ کہہ رہا تھا کہ پیرس کے وقت کے مطابق یہ خیال خوانی کے ذریعے سونیا کے پاس جائے گا اور اپنے ہونے والے بچے کو اذان سنائے گا۔"

لبوڈا نے کہا "جب یہ تم سے کہہ رہا تھا تب میں موجود تھا۔ یہ سب کچھ میں نے سنا ہے۔ تم نے بے یقینی سے قہقہہ لگایا تھا جبکہ یہ ایسا کرسکتا ہے۔"

وہ حیرانی سے بولی "کیا تمہیں ایسی بے تکی بات کا یقین ہے؟"

"مرینا! تم اتنی بڑی کامیابی حاصل کرکے خوشیوں کی بھیڑ میں بہت کچھ بھول رہی ہو۔ ابھی چند گھنٹے پہلے ہم باربرا منکسن کے دماغ میں تھے۔ وہ آپریشن کے بعد اتنی کمزور ہوگئی تھی کہ نہ یوگا کا مظاہرہ کرسکتی تھی اور نہ ہی خیال خوانی کے قابل رہی تھی' لیکن اچانک ہی اس نے سانس روک کر ہم سب کو اپنے دماغ سے نکال دیا تھا۔"

مرینا نے کہا "واقعی یہ تو میں بھول ہی گئی تھی۔ باربرا نے انتہائی کمزوری کے باوجود خیال خوانی کی تھی اور ڈاکٹر کے دماغ میں پہنچ کر کہا تھا کہ وہ تنہائی چاہتی ہے لہٰذا کوئی اس کے کمرے میں نہ آئے۔"

جب یہ واقعہ ہوا تھا تب لبوڈا' مرینا' لیلیٰ اور جیری سب کے سب باربرا کے دماغ میں تھے اور ایک ساتھ سب ہی اس کے اندر سے نکل آئے تھے۔ اگر ان کے ساتھ ایسا نہ ہوتا تو وہ کبھی یقین نہ کرتے کہ ایک بہت بڑے آپریشن سے گزرنے والی نے انتہائی کمزوری کے باوجود سانس روکی ہے اور خیال خوانی کا مظاہرہ کیا ہے۔

اس واقعہ کے پیش نظر لبوڈا نے کہا "اب سوچو مرینا! اگر باربرا انتہائی کمزوری کے باوجود خیال خوانی کرسکتی ہے تو فرہاد بھی سوچ کے ذریعے سونیا کے پاس پہنچ سکتا ہے۔ ہم وقت ضائع کررہے ہیں۔"

"ہاں' ہم فوراً عمل کریں گے۔ ہم دونوں اسے گہری نیند سلاتے وقت اپنی اپنی آوازیں سناتے رہیں گے اس کے اندر ایک بار میں بولوں گی۔ دوسری بات تم بولو گے۔ یہ ہم دونوں کی آواز سے سحرزدہ ہو کر ہمارا معمول بن جائے گا۔"

وہ بولا "ایسا تنویمی عمل آج تک کسی نے نہیں کیا۔"

"مگر ہم کریں گے۔"

"ذرا عقل سے سوچو۔ ایسا ممکن نہیں ہے کہ ایک شخص بیک وقت دو عاملوں کا معمول بن جائے۔ ایک وقت میں ایک ہی کا سحر طاری ہوتا ہے۔"

"ہوسکتا ہے ہمارا یہ تجربہ کامیاب رہے۔"

"اور ناکامی ہوئی تو پھر ایک بار ساری دنیا تسلیم کرلے گی کہ فرہاد کبھی حکمت عملی سے اور کبھی مقدر سے بچ نکلتا ہے۔"

"اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے اسے بچانے آجائیں گے۔ فار گاڈ سیک' میری بات مان لو مجھے اس پر تنویمی عمل کرنے دو۔"

"تم خواہ مخواہ ضد کررہی ہو۔ خود کو اپنے ملک کا وفادار کہتی ہو۔ میں ملک کی بہتری کی خاطر اسے اپنا معمول بنانا چاہتا ہوں اور تم رکاوٹیں پیدا کررہی ہو۔"

"تم اور سپر ماسٹر گواہ ہو کہ میں نے اپنے ملک کو کبھی نقصان نہیں پہنچایا ہے۔ میں فرہاد کو تابعدار بنا کر تم ہی لوگوں کو فائدہ پہنچاؤں گی۔"

"کیا تم مجھے نادان بچہ سمجھتی ہو؟"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"نہیں یہ تو تم مجھے سمجھ رہے ہو۔"

"بات سمجھ میں آگئی ہے۔ ہمارے جھگڑے سے یقیناً فرہاد کو فائدہ پہنچے گا۔ ہم میں سے کوئی اسے تابعدار نہیں بنا سکے گا۔"

"میں قسم کھا چکی ہوں' اسے اپنا محکوم نہ بنا سکی تو مار ڈالوں گی۔"

اس نے ایک ماتحت کے اندر آکر کہا "دروازہ کھول کر اندر جاؤ اور اس قیدی کو جہاں باندھ کر لٹایا ہے۔ اس بستر کے نیچے ریموٹ کنٹرول بم رکھ کر باہر آجاؤ۔ میں جب بھی تمہیں حکم دوں' کنٹرولر کا بٹن پش کر دینا۔"

ماتحت آندریو نے حکم کی تعمیل کی۔ دروازہ کھول کر اندر آیا۔ اسٹور روم سے جاکر ایک ریموٹ کنٹرولر اور بم لے آیا۔ کنٹرولر اور بم کے ایڈجسٹمنٹ کو چیک کرنے کے بعد اس نے بم کو بستر کے نیچے رکھ دیا۔ پھر باہر آکر دروازے کو بند کرکے ایسی کھڑکی کے پاس بیٹھ گیا جہاں سے بم اور کنٹرولر کا الیکٹرونک رشتہ قائم رہ سکتا تھا۔

مریتا نے کہا "فرہاد! تمہارا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا مدد کرنے آئے تو اسے بتا دینا تم بارود پر لیٹے ہوئے ہو۔ اگر وہ فوراً تمہارے دماغ سے نہ گئے تو بچاؤ کے اقدامات سے پہلے ہی تمہارے چیتھڑے اڑا دیے جائیں گے۔"

پھر وہ بولی "اور لبوڈا! تم بھی سن لو۔ اگر کوئی چال چلنا اور چالاکی دکھا کر اسے مجھ سے چھیننا چاہو گے تو یہ تمہیں زندہ نہیں ملے گا۔"

وہ بولا "مر جائے تو خس کم جہاں پاک۔ اگر زندہ رہے گا تو میرا ہی تابعدار بن کر رہے گا۔"

"یعنی تم اس کا پیچھا نہیں چھوڑو گے؟"

"تم نے اس کے نیچے بم رکھ کر یہ سمجھ لیا کہ میں اس کی موت کا یقین کرکے چلا جاؤں گا اور تم اپنا اُلّو سیدھا کرلو گی۔ تم اپنی چالاکی دکھاؤ میں اپنی دکھاؤں گا۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "فار گاڈ سیک' کوئی سمجھوتا کرو۔ یہ ہاتھ سے نکل جائے گا تو ہم دونوں پچھتاتے رہ جائیں گے۔"

"مریتا! تم اکیلی ہی کچھ کم مصیبت نہیں ہو۔ فرہاد کو تابعدار بنا کر تو تم قیامت بن جاؤ گی۔"

"تم منفی انداز میں سوچ رہے ہو۔ یہ کیوں نہیں سوچتے کہ میں امریکی حکومت اور امریکی قوم کی بھلائی کے لیے...."

"بکواس مت کرو۔ تمہیں ہمارے ملک اور ہماری قوم کی بھلائی کا ذرا بھی خیال ہوتا تو یوں ملک چھوڑ کر نہ جاتیں۔ تم نے برسوں باہر رہ کر اس ملک کے لیے کیا کام کیا ہے۔ قوم کو کیا فائدہ پہنچایا ہے؟"

"پہلے فرہاد رکاوٹیں پیدا کر رہا تھا۔ اب یہ قابو میں رہے گا تو میں صرف اپنے وطن کے لیے کام کرتی رہوں گی۔"

"مریتا! اپنی بکواس میں وقت ضائع کر رہی ہو۔ گھڑی دیکھو اور حساب لگاؤ۔ پیرس کے وقت کے مطابق صبح ہونے میں صرف پانچ گھنٹے رہ گئے ہیں اور یہ اندیشہ اپنی جگہ قائم ہے کہ یہ صبح کی نماز کے وقت سونیا کے پاس جا سکتا ہے۔ پھر کوئی ایسا معجزہ ہو سکتا ہے جیسا باربرا کے ساتھ ہوا تھا۔"

وہ پریشان ہو کر سوچنے لگی۔ لبوڈا بولا "عقل سے کام لو۔ اس سے پہلے کہ فرہاد کو بھی معجزاتی طور پر توانائی اور خیال خوانی کی قوت ملے' اس کے دماغ کو لاک کرنے دو۔"

"یہی تو کہہ رہی ہوں۔ مجھے لاک کرنے دو' تم جاؤ۔"

"یہ ثابت ہو گیا کہ تمہیں ملک اور قوم سے محبت نہیں ہے۔ تم خود غرض ہو۔"

"ہاں' میں خود غرض ہوں۔ پہلے اپنی قوت' اپنا اقتدار' اپنا تحفّظ دیکھتی ہوں۔ عورت کو اپنا بدن اور اپنی آبرو سب سے زیادہ عزیز ہوتی ہے۔ میں نے یہ بھی پارس کو دے کر اس سے اور اس کے باپ سے وفا نہیں کی۔ اپنے ملک سے صرف اسی حد تک وفا کروں گی جس حد تک میرے اغراض و مقاصد کو نقصان نہ پہنچے۔ میں نقصان اٹھانے اور تم لوگوں سے کمتر بن کر رہنے کے لیے پیدا نہیں ہوئی ہوں۔"

"تو پھر ٹھیک ہے میں یہاں جم کر رہوں گا۔ اس کی موت کے بعد ہی دماغ سے نکلوں گا۔"

وہ دونوں میرے دماغ میں جھگڑا کر رہے تھے اور درپردہ یہ کوشش کر رہے تھے کہ کسی طرح ایک دوسرے کی پناہ گاہ معلوم کرلیں۔ ان میں سے کوئی کسی کو زخمی کرنے یا مار ڈالنے میں کامیاب ہو جاتا تو پھر تنہا مجھے اپنا محکوم بنا لیتا۔

جان لبوڈا کے کئی جاسوس ازبکستان کے مختلف شہروں میں تھے۔ اس نے سب ہی کو حکم دیا تھا کہ وہ مریتا کو تاشقند سے فرغانہ تک تلاش کریں۔ اسے کسی بھی طرح ڈھونڈ کر زخمی کریں۔ فرغانہ کے قریب اس کا ایک خفیہ اڈا ہے۔ اسے بھی تلاش کیا جائے۔ وہاں جو شخص اس کو کمرے میں بندھا ہوا نظر آئے اسے اپنی تحویل میں لیا جائے۔ باقی افراد کو گولیوں سے چھلنی کر دیا جائے۔ آندریو نامی ایک شخص کے پاس ریموٹ کنٹرولر ہے۔ اسے کنٹرولر استعمال کرنے کا موقع نہ دیا جائے۔ ورنہ جس قیدی کو وہاں سے لانا ہے وہ بم کے دھماکے سے فنا ہو جائے گا۔

مریتا بھی یہی چاہتی تھی کہ کسی طرح جان لبوڈا کا پتا ٹھکانا معلوم ہو جائے تاکہ اسے زخمی کرکے ایک طرف تو اسے میرے دماغ سے بھگا سکے دوسرے اسے بھی اپنا معمول اور تابعدار بنا سکے۔

مریتا کے پاس ایک ہی خیال خوانی کرنے والا ایوان راسکا رہ گیا تھا۔ بی جی تھرال کو استعمال کرکے وہ دھوکا کھا چکی تھی۔ اس نے ایوان راسکا سے کہا "لبوڈا میرے لیے پرابلم بن گیا ہے۔ میں اسے فرہاد کے دماغ سے نکالنے کے لیے اس کے آس پاس کے لوگوں کو آلۂ کار بنانا چاہتی ہوں' لیکن ایسا کرنے کے دوران لبوڈا

فرہاد کے اندر تنہا رہ جائے گا اور میری عدم موجودگی میں اسے اپنا تابعدار بنا لے گا۔ اس کے دماغ کو لاک کرلے گا پھر میں اس کے اندر نہیں جا سکوں گی۔"

"کیا آپ چاہتی ہیں کہ میں آپ کی عدم موجودگی میں فرہاد کے اندر رہوں اور لبوڈا کو عمل نہ کرنے دوں؟"

"ہاں بہت محتاط رہو۔ اس کی باتوں اور اس کی چالوں میں نہ آؤ۔ آئندہ پانچ گھنٹوں میں کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ میں تمہارے پاس آتی رہوں گی۔ بہتر ہے تم لبوڈا کو اپنی آواز نہ سناؤ۔ اس سے بات نہ کرو' اپنی موجودگی ظاہر نہ کرو۔ جب وہ فرہاد پر عمل کرنا چاہے تو خاموشی سے رکاوٹیں پیدا کر دیا کرو۔"

"ٹھیک ہے' میں بالکل خاموش رہ کر رکاوٹیں پیدا کرتا رہوں گا۔"

جان لبوڈا بھی یہی چاہتا تھا کہ میرے دماغ میں بیٹھا نہ رہے۔ باہر نکل کر اور دوسرے ذرائع سے مریتا کو ٹریپ کرے۔ اسے اندیشہ تھا کہ اپنے کسی ماتحت کو میرے اندر نگرانی کے لیے چھوڑ کر جائے گا تو مریتا اسے کسی چالاکی سے دھوکا دے کر اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے گی۔ لہٰذا اپنے کسی ایسے خیال خوانی کرنے والے کو میرے دماغ میں رکھے جو مریتا کے جوڑ کا توڑ ہو۔

اور وہ جوڑ کا توڑ ایک ہی تھی اور وہ تھی سونیا ثانی عرف سلوانہ عرف سپر مادام۔ لبوڈا نے فوراً ہی ثانی کے پاس آکر کہا۔ "سلوانہ! بہت بڑی خوش خبری ہے۔ اگر ابھی ایک رکاوٹ دور ہو جائے تو ہم فرہاد علی تیمور کو اپنا غلام بنا سکتے ہیں۔"

ثانی نے حیرانی سے پوچھا "کیا واقعی؟ یقین نہیں آرہا۔"

وہ بولا "مائی ڈارلنگ بے بی! واقعی یہ یقین نہ کرنے والی بات ہے' لیکن یہ سچ ہے۔ مریتا بڑی چالاکی سے فرہاد کو زخمی کرکے اس کے دماغ میں گھس آئی ہے۔ مریتا کی ایک حماقت سے مجھے بھی فرہاد کے اندر پہنچنے کا موقع مل گیا ہے۔ ہم دونوں میں بڑی دیر سے یہ جنگ جاری ہے کہ فرہاد کو کون اپنا محکوم بنائے گا۔ میں کسی طرح اس کمینی کو وہاں سے بھگانا چاہتا ہوں۔"

یہ سن کر ہی ثانی کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا تھا کہ میں ٹریپ کیا گیا ہوں۔ ایسے میں وہ لبوڈا کو اپنے دماغ میں رہ کر بولنے دیتی تو وہ میرے لیے ثانی کی محبتوں اور جذبوں کو پڑھ لیتا۔ وہ بولی "انکل! میں باتھ روم میں جا رہی ہوں۔ آپ جائیں میں ابھی آرہی ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس نے سانس روک لی۔ پھر علی کے دماغ میں آکر بولی "تم کہاں ہو' فوراً میرے پاس آؤ۔ ابھی لبوڈا نے بتایا ہے کہ مریتا نے پاپا کو زخمی کرکے ان کے دماغ پر قبضہ جما لیا ہے۔ تم یہاں آؤ۔ میں ڈیڈی کے پاس جا رہی ہوں۔"

اس نے فوراً ہی سلمان کو مخاطب کرتے ہوئے کوڈ ورڈز ادا کیے پھر کہا "ڈیڈی! غضب ہو گیا۔ پاپا کا دماغ مریتا کے قابو میں آگیا ہے۔ آپ ممی وغیرہ کو آگاہ کریں اور پاپا کے پاس جا کر صورتِ حال معلوم کریں۔ ان حالات میں جب بھی میرے پاس آئیں محتاط ہو کر آئیں کیونکہ لبوڈا سے میرا مسلسل رابطہ رہے گا۔"

پھر اس نے لبوڈا کے پاس آکر کہا "سوری انکل! اب آپ فرمائیں' فرہاد کو محکوم بنانے کے لیے آپ کی حکمتِ عملی کیا ہوگی؟"

"فرہاد قسمت کا دھنی ہے۔ مریتا کی رکاوٹ دور نہ کی گئی تو وہ ہمارے ہاتھ سے نکل جائے گا۔ پھر ایسا انمول موقع کبھی کسی کو نصیب نہیں ہوگا۔ میں چاہتا ہوں تم فرہاد کے دماغ میں موجود رہو تاکہ میں دوسرے ذرائع سے مریتا کو اس کے اندر سے نکلنے پر مجبور کرسکوں۔"

"میں سمجھ گئی' آپ چاہتے ہیں کہ مریتا آپ کی غیر موجودگی میں فرہاد پر تنویمی عمل نہ کرے۔ آپ اطمینان سے جائیں۔ میں مریتا سے نمٹ لوں گی۔ میں فرہاد کی آواز اور لہجے سے واقف نہیں ہوں' آپ مجھے وہاں پہنچا دیں۔"

وہ میرے پاس آتی جاتی رہی تھی لیکن سلوانہ کی حیثیت سے لاعلمی ظاہر کر رہی تھی۔ لبوڈا نے اسے میرے دماغ میں پہنچا دیا۔ میرے اندر گہری خاموشی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے دماغ میں کوئی دشمن یا دوست نہ ہو۔ ثانی نے میرے پاس آتے ہی معلوم کرنا چاہا کہ لبوڈا نے میرے چور خیالات پڑھے ہیں یا نہیں؟

ثانی میرے چور خیالات نہ پڑھ سکی۔ اس سے پتا چل گیا کہ مریتا نے میرے دماغ کے اس خانے پر سختی سے قبضہ جمایا ہوا ہے۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ لبوڈا کو ایک بہت بڑی حقیقت معلوم ہو اور وہ حقیقت یہ تھی کہ مریتا لاعلمی میں میری معمولہ بن کر رہتی تھی اور میں اس کے بے خبری میں اس کے دماغ میں جاتا رہا ہوں۔

اگر یہ بات لبوڈا کو معلوم ہو جاتی تو وہ میرا لب و لہجہ اپنا کر اس کے دماغ میں پہنچ کر زلزلہ پیدا کر دیتا۔ پھر بڑی آسانی سے مجھے اپنا معمول اور تابعدار بنا لیتا۔

مریتا نے ایوان راسکا سے کہا تھا کہ وہ اس کی عدم موجودگی میں میرے اندر رہے گا۔ وہ راسکا کو خاص طور پر تاکید کرنا چاہتی تھی کہ میرے دماغ کے چور خانے میں سختی سے جما رہے اور لبوڈا کی سوچ کی لہروں کو اُدھر نہ آنے دے لیکن پھر عقل آئی کہ ایوان راسکا میرا وہ چور خیال پڑھ لے گا جس سے مریتا کی کمزوری معلوم ہو جائے گی۔

وہ اپنے سائے پر بھی بھروسا نہیں کرتی تھی پھر راسکا پر کیسے اعتماد کر لیتی۔ اس کی بھی نیت بدل سکتی تھی وہ بھی اسے اپنی معمولہ بنا سکتا تھا۔

وہ مجھے ٹریپ کرکے بڑی مشکل میں پڑ گئی تھی۔ میرے دماغ سے نکل کر کہیں نہیں جا سکتی تھی۔ بھید کھلنے پر لبوڈا صرف مجھے ہی نہیں اسے بھی اپنا تابعدار بنا سکتا تھا۔

ثانی نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا "ہیلو فرہاد! میں سلوانہ عرف سپر مادام بول رہی ہوں۔ تم لوگوں نے پہلے کبھی یہ نام نہیں سنا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہوگا اور آج بھی نہ سنتے۔ لیکن میں یہ دیکھنے آئی ہوں کہ تمہارے جیسے پہاڑ کے دماغ میں یہ کون چڑیل گھسی ہوئی ہے۔"

مرینا کے لیے بھی سپرمادام سلوانہ کا نام نیا تھا۔ اپنے لیے چڑیل کا لفظ سن کر اسے غصہ آیا تھا لیکن وہ خاموشی سے برداشت کررہی تھی۔

ثانی نے کہا "کیا بات ہے۔ میں فرہاد کے چور خیالات پڑھنا چاہتی ہوں لیکن میری سوچ کی لہریں ناکام ہورہی ہیں۔"

اسے جواب نہیں ملا۔ وہ بولی "مرینا! آخر کب تک ہٹ دھری کروگی۔ فرہاد کے ٹیلی پیتھی جاننے والے آجائیں گے تو پھر قیامت تک اسے اپنا محکوم نہیں بناسکوگی۔ پھر تمہیں کیا حاصل ہوگا؟"

مرینا نے کہا "مجھے حاصل نہیں ہوگا تو دوسرے بھی خالی ہاتھ رہ جائیں گے۔ میں نے فرہاد کے بستر کے نیچے بم رکھ دیا ہے۔ میرے ناکام ہوتے ہی وہ بم فرہاد کے چیتھڑے اڑا دے گا۔"

ثانی نے لبوڈا کے پاس آکر پوچھا "کیا آپ جانتے ہیں کہ اس نے فرہاد کے بستر کے نیچے بم رکھا ہے۔"

"مائی ڈارلنگ بے بی! یہ مرینا بدحواس ہوگئی ہے اس نے میری موجودگی میں اپنے ماتحت آندریو سے بم رکھوایا تھا، لیکن حکم کی تعمیل کراتے وقت آندریو کے دماغ میں نہیں تھی، کیونکہ فرہاد کے دماغ سے ہلنا نہیں چاہتی تھی۔ میں نے اس ماتحت کو غائب دماغ بنا کر بم وہاں سے ہٹادیا ہے اور ریموٹ کنٹرولر کا سیل بھی نکال دیا ہے۔"

"شکر ہے کہ فرہاد زندہ رہے گا۔ مرینا کی چال ناکام ہوگئی۔"

"لیکن ہم بھی کامیاب نہیں ہوں گے۔ فرہاد کے رشتے دار کسی وقت بھی اس کے دماغ میں پہنچ جائیں گے۔"

"انکل! کیا آپ نے فرہاد کے چور خیالات پڑھے ہیں؟"

"وہ کمبخت سانپ بن کر بیٹھی ہے۔ بھلا کیسے پڑھ سکتا ہوں۔"

"اس کا مطلب ہے فرہاد کے دماغ میں کوئی ایسا راز چھپا ہوا ہے جو ہمیں معلوم ہوجائے تو یہ معلومات مرینا کو نقصان پہنچا سکتی ہے۔"

"بے شک، کوئی ایسی ہی بات ہے۔"

"انکل! ذرا دماغ لڑائیں کہ وہ بات کیا ہوسکتی ہے؟"

"بے بی غور و فکر کا وقت نہیں ہے۔ میں یہاں طرح طرح کے ذرائع مرینا کے خلاف استعمال کرنے میں مصروف ہوں۔"

"میں آپ کا وقت ضائع نہیں کروں گی، صرف دس منٹ چاہتی ہوں۔"

"دس منٹ کیا، تمہارے لیے تو ہماری پوری زندگی حاضر ہے بولو!"

"مرینا پارس کی محبوبہ تھی۔ فرہاد نے اسے بیٹی بنایا تھا لیکن یہ فرہاد اتنا نادان نہیں ہے کہ مرینا کی مکارانہ فطرت پر اعتماد کرتا رہا ہو۔ کیا اس نے دھوکے سے چپ چاپ مرینا کو اپنی معمولہ نہیں بنایا ہوگا؟"

"ہاں بے بی! تمہاری بات دل کو لگتی ہے۔ اس نے ایسا کیا ہوگا؟"

"پھر آج مرینا نے اس کے دماغ میں گھس کر یہ معلوم کیا ہوگا کہ وہ دھوکا کھاتی رہی ہے اور اب تک نادانستگی میں اس کی معمولہ بن کر رہتی آئی ہے۔ کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ مرینا آپ سے یہی راز چھپانے کے لیے چور خیالات پڑھنے کا موقع نہیں دے رہی ہے؟"

"ایسا ہوسکتا ہے۔"

"ہوسکتا ہے تو انتظار کس بات کا ہے۔ فرہاد کا لب و لہجہ اختیار کرکے اس چالاک لومڑی کے دماغ میں پہنچیں۔ ہوسکتا ہے ناکامی ہو۔ آزمانے میں حرج کیا ہے۔"

اس نے فوراً ہی آنکھیں بند کیں۔ میرے لب و لہجے کو گرفت میں لیا پھر مرینا کے لب و لہجے سے رابطہ قائم کرتے ہوئے اس کے دماغ میں پہنچا تو جگہ مل گئی۔ اس نے سانس نہیں روکی۔ اس کی آمد سے بے خبر رہی۔ لبوڈا کو پہلے چند لمحوں تک یقین نہیں آیا پھر یقین آیا تو خوشی سے اچھل پڑا۔ ثانی کے پاس آکر بولا "سلوانہ! میری جان! میری بیٹی! ہم سب کی سپرمادام! تم کیا چیز ہو؟ اس دنیا کی نہیں ہو۔ کسی سیارے سے آئی ہو۔ کمپیوٹر سے زیادہ فاسٹ ہو۔ ارے تم نے مجھے کہاں پہنچا دیا۔ اب فرہاد کے ساتھ مرینا جیسی مکار عورت بھی میری مٹھی میں آگئی ہے۔"

"انکل! زیادہ خوشی کام بگاڑ دے گی۔ مرینا کو فوراً فرہاد کے دماغ سے نکال کر دونوں کو قابو میں کریں اور مجھے جانے دیں۔"

"صرف دس منٹ انتظار کرو۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ ثانی سے رخصت ہوکر مرینا کے پاس آیا۔ پھر اسے مخاطب کیا "ہیلو مرینا! مجھے پہچان رہی ہو؟"

وہ خوف سے چیخ پڑی "نہیں! تت...... تم فرہاد نہیں ہو۔ وہ تو زخمی ہے۔ خیال خوانی کے قابل نہیں ہے۔"

"بالکل درست سمجھ رہی ہو۔ میں لبوڈا ہوں۔ فرہاد کا لہجہ اختیار کرکے آیا ہوں۔"

"نہیں، میں تمہیں اپنے دماغ میں نہیں رہنے دوں گی۔"

"مجھے بھگانا چاہوگی تو زلزلہ پیدا کردوں گا۔ میں نے تمہیں سمجھایا تھا، مجھ سے مقابلہ نہ کرو۔ فرہاد کو میرے لیے چھوڑ دو۔ مگر تم پر کامیابی کا نشہ چھایا ہوا تھا۔"

وہ دوڑتی ہوئی دروازے کے پاس گئی۔ اس نے کہا "بھاگو کتنی دور بھاگ سکوگی؟"

اس نے دروازے کو اندر سے بند کردیا۔ لبوڈا نے کہا "تعجب ہے، میں سمجھ رہا تھا تم اس کمرے سے اس عمارت سے باہر بھاگنا چاہتی ہو۔ مگر تم نے تو دروازہ بند کرلیا۔ کیا مجھے اندر آنے سے روک رہی ہو۔"

اس کی باتوں کے دوران وہ فرش پر جھکتی ہوئی چاروں شانے چت ہوگئی۔ وہ بولا "یہ کیا ڈراما کررہی ہو۔ میں ابھی تمہارے دماغ کو کمزور بنانے کے بعد اپنے ایک ماتحت کو تمہارے اندر نگرانی کے لیے چھوڑ دوں گا تاکہ تم فرہاد کے دماغ میں نہ آسکو۔"

وہ اس کے اندر زلزلہ پیدا کرکے دماغی کمزوری میں مبتلا کرنا چاہتا تھا، اس سے پہلے ہی مرینا نے کرشنا، کرشنا ہرے کرشنا کہتے ہوئے اپنے اندر کی تمام سانسوں کو باہر نکالا۔ اس کے ساتھ ہی اس کی آتما بھی جسم سے الگ ہوگئی۔

لبوڈا دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ وہ ایک خفیہ رہائش گاہ میں سپرماسٹر ہولی مین کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ سپرماسٹر کو جب سے یہ معلوم ہوا تھا کہ میں ان کا محکوم اور تابعدار بننے والا ہوں تب سے وہ بے چین تھا۔ رکاوٹ پیدا کرنے والی مرینا کو گالیاں دے رہا تھا۔ اسے تاشقند اور فرغانہ میں ڈھونڈ نکالنے کی ہر ممکن کوشش کررہا تھا۔

پھر لبوڈا نے بتایا کہ اس مرحلے پر بھی سپرمادام سلوانہ کی ذہانت کام آئی ہے۔ وہ مرینا کے دماغ میں پہنچ گیا ہے۔ سپرماسٹر کی خوشی کا ٹھکانا نہیں تھا۔ وہ قسمیں کھا رہا تھا کہ سپرمادام سلوانہ اس صدی کی سب سے ذہین لڑکی ہے۔ وہ جیسے حیرت انگیز کارنامے انجام دے رہی ہے ویسی مثال دنیا کی کوئی لڑکی نہیں پیش کرسکتی۔

پھر سپرماسٹر خوش ہوتے ہوئے جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔ لبوڈا نے بتایا کہ مرینا نے سانس روک لی ہے اور اسے دماغ سے باہر نکال دیا ہے۔ یہ اطلاع دے کر وہ پھر ایک بار مرینا کے پاس گیا۔ خیال تھا کہ وہ سانس لے رہی ہوگی۔ لیکن سوچ کی لہروں کو مرینا کا دماغ نہیں ملا۔ یہ یقین کرنے والی بات نہیں تھی کہ وہ اچانک مرگئی ہے۔

لبوڈا اور سپرماسٹر وغیرہ کو مرینا کی آتما شکتی کے متعلق کچھ معلوم نہیں تھا۔ آتما جسم کا ساتھ چھوڑ دے تو بدن عارضی طور پر مردہ ہوجاتا ہے۔ دماغ بھی خالی گھر بن جاتا ہے۔ لبوڈا کی سوچ کی لہریں اس خالی مکان میں بھٹک کر واپس آگئی تھیں۔

اس نے دس منٹ کے بعد پھر اس کے اندر آنا چاہا۔ پھر پندرہ منٹ پھر بیس منٹ کے بعد بھی آیا لیکن ناکامی ہوئی۔ سپرماسٹر نے پوچھا "کیوں وقت ضائع کرتے ہو۔ فرہاد کو قابو میں کرو۔"

"میں حیران ہوں کہ وہ اچانک کیسے مرگئی۔ میں بیس منٹ تک برابر اس کے دماغ میں جاتا رہا ہوں۔ اس سے زیادہ سانس روکنا اس کے لیے ممکن نہیں ہوگا، وہ یقیناً مرچکی ہے۔"

"اسے جہنم میں جانے دو۔ فرہاد پر عمل کرو۔"

اس نے ثانی کے پاس آکر مرینا کے متعلق اسے بتایا۔ وہ بولی "بڑے بڑے یوگا کے ماہر آدھے گھنٹے بعد کئی کئی گھنٹے سانس روک لیتے ہیں۔ شاید اس نے بھی ایسی ہی صلاحیت حاصل کرلی ہو۔ میں یقین نہیں کروں گی کہ وہ مرگئی ہے۔"

"بے شک، وہ بہت مکار ہے۔ شاید کوئی چال چل رہی ہے۔ ایسا کرو، تم وقفے وقفے سے اس کے اندر جانے کی کوشش کرتی رہو۔ میں جلد ہی فرہاد پر تنویمی عمل سے فارغ ہوجاؤں گا۔"

وہ تنویمی عمل کرنے میرے اندر آگیا۔ ثانی نے سلمان کے پاس آکر پوچھا "ڈیڈی! آپ لوگ پاپا کے تحفظ کے لیے کیا کررہے ہیں؟"

"لیلیٰ مستقل بھائی جان کے دماغ میں ہے۔ دشمنوں کو نقصان پہنچانے نہیں دے گی۔ میں آدھا گھنٹا پہلے بھائی جان کا لہجہ اختیار کرکے مرینا کے اندر چھپا ہوا تھا۔ پھر لبوڈا وہاں پہنچ گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ اس کے اندر زلزلہ پیدا کرتا، اس نے آتما شکتی کے ذریعے عارضی موت اختیار کرلی۔"

ثانی نے حیرانی سے پوچھا "آتما شکتی؟"

"ہاں اس نے تبت کے ایک بہت بڑے لامہ کے پاس رہ کر کٹھن تپسیا (ریاضت) کے بعد یہ شکتی حاصل کی ہے۔ چالیس منٹ تک سانس روک لیتی ہے۔ پھر ایک منٹ سانس لے کر مزید چالیس منٹ تک سانس روکنے کا عمل جاری رکھتی ہے۔"

"تعجب ہے۔ ہماری دنیا میں کیسے کیسے حیرت انگیز علوم ہیں۔ آخر وہ اس طرح سانس روک کر کیا کررہی ہوگی؟"

"اس کی آتما پلک جھپکتے ہی دنیا کے کسی بھی حصے میں پہنچ جاتی ہے۔ چونکہ لبوڈا اس کا راستہ روک رہا ہے اس لیے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ اس کی آتما لبوڈا کے پاس پہنچی ہوگی اور اسے نقصان پہنچانے کی تدبیر کررہی ہوگی۔"

"لیکن آتما تو غیر مرئی ہوتی ہے۔ نہ اسے کوئی دیکھ اور چھو سکتا ہے نہ وہ کسی کو چھو سکتی ہے۔"

"بھائی جان نے ہمیں بتایا تھا کہ وہ صرف دیکھ سکتی ہے لیکن کسی کو چھو نہیں سکتی۔ کسی کی آواز سن نہیں سکتی اور نہ کسی کو اپنی آواز سنا سکتی ہے۔"

"پھر ایسے میں وہ لبوڈا کا کیا بگاڑ لے گی؟"

"ابھی ہم کیا کہہ سکتے ہیں؟ یہ تو جانتے ہیں کہ بہت مکار ہے۔ لبوڈا کو کامیاب نہیں ہونے دے گی۔"

"پارس کہاں ہے؟"

"سمرقند میں تھا۔ اب فرغانہ کی طرف چل پڑا ہے۔ جلد ہی اپنے پاپا کے پاس پہنچ جائے گا۔"

ثانی نے لیلیٰ کے پاس آکر کوڈ ورڈز ادا کیے۔ لیلیٰ میرے دماغ میں خاموش تھی اور لبوڈا کی لاعلمی میں اس کے عمل کو کمزور بنا رہی تھی۔ ثانی نے کہا "امی! آپ مرینا کے لہجے میں لبوڈا کو مخاطب کریں اور دونوں کو ایک دوسرے سے لڑاتی رہیں۔"

لیلیٰ نے پوچھا "کوئی خاص مصلحت ہے؟"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"جی ہاں' وہ آتما شکتی کا مظاہرہ کررہی ہے۔ لبوڈا یہ سمجھنے سے قاصر ہے کہ وہ زندہ ہے یا مردہ؟ وہ اس کے دماغ میں جاتا ہے اور بھٹک کر واپس آجاتا ہے۔ وہ آپ کے ذریعے اس کی آواز سن کر یہ عمل چھوڑ کر اس کے پیچھے جانے پر مجبور ہو جائے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ اسے تھوڑی دیر کے لیے یہاں سے بھگانا چاہیے۔"

لیلیٰ نے مرینا کی سوچ کا لہجہ اختیار کیا پھر لبوڈا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "میں پھر آگئی ہوں۔"

اس کا تنویمی عمل ادھورا رہ گیا۔ وہ غصے سے بولا "شیطان کی بچی! تیری وجہ سے ٹیلی پیتھی کا یہ فلک بوس پہاڑ سر نہیں ہو گا۔ میں تجھے آخری وارننگ دیتا ہوں۔ مجھے عمل کرنے نہیں دے گی تو ابھی آکر تیرے دماغ میں زلزلہ پیدا کروں گا۔"

"تو آئے گا تو پھر مر جاؤں گی' جائے گا تو پھر جی جاؤں گی۔"

"سچ سچ بتاؤ تم کیا عمل کرتی ہو؟ کیا گھنٹوں سانس روک لیتی ہو؟"

"کچھ بھی سمجھ لو۔ جو عمل کررہی ہوں اس کے نتیجے میں تمہاری زندگی مختصر ہو رہی ہے۔"

"میں ابھی تمہاری زندگی مختصر کرتا ہوں۔"

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا مرینا کی تلاش میں آیا۔ لیکن اسے وہ پُراسرار دماغ نہیں ملا۔ وہ ابھی تک آتما شکتی کے عمل سے گزر رہی تھی۔ ابھی چالیس منٹ پورے نہیں ہوئے تھے۔ لیلیٰ نے مرینا کے لہجے میں گفتگو کر کے اسے اور الجھا دیا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا "یہ کیسا علم ہے ادھر مردہ بنی ہوئی ہے ادھر میرے پاس آکر بول رہی ہے۔"

اس نے میرے دماغ میں آکر پوچھا "مرینا! تم موجود ہو؟"

لیلیٰ نے کہا "ہاں موجود ہوں۔"

اس نے فوراً ہی مرینا کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ خیال تھا کہ ادھر مرینا سے بولتے بولتے اُدھر فوراً ہی دماغ میں پہنچ جائے گا لیکن پھر ناکامی ہوئی تھی۔ اس کے جانے کے بعد چالیس منٹ پورے ہوئے تو مرینا کی آتما واپس آئی۔ اس نے میرے دماغ میں آکر سنا۔ لبوڈا کہہ رہا تھا "میری سمجھ میں نہیں آتا تم کیا بلا ہو؟ ادھر بولتی ہو ادھر مردہ بن کر رہتی ہو۔"

مرینا نے سوچا "یہ کیا بک رہا ہے۔ میں تو ابھی نہیں بول رہی تھی۔"

لیکن اس کے پاس سوچنے کا زیادہ وقت نہیں تھا۔ وہ صرف سانس لینے اور یہ معلوم کرنے آئی تھی کہ میں ابھی تک اس کے لیے محفوظ ہوں یا نہیں؟ میں ابھی اس کی دسترس میں تھا۔ وہ مطمئن ہو کر دماغی طور پر حاضر ہوئی۔ پھر سانس روک کر آتما شکتی کے ذریعے لبوڈا کے پاس پہنچ گئی۔

وہ سپر ماسٹر کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اب اٹھ کر ٹہل رہا تھا۔ اس کا انداز اور اس کے ہلتے ہوئے ہونٹ بتا رہے تھے کہ وہ پریشان ہو کر کچھ کہتا جا رہا ہے۔ سپر ماسٹر بھی جواباً کچھ کہہ رہا تھا۔ ان کی پریشانیاں یہی ہو سکتی تھیں کہ فرہاد اور مرینا میں سے کوئی ہاتھ نہیں آرہا ہے۔ ابھی سب سے بڑا مسئلہ مرینا کو زیر کرنا تھا۔

اسی وقت ایک اعلیٰ فوجی افسر کمرے میں داخل ہوا۔ اس نے سلیوٹ کرنے کے بعد کچھ کہا۔ جسے سن کر لبوڈا نے سپر ماسٹر سے مصافحہ کیا۔ پھر اعلیٰ افسر کے پیچھے چلتا ہوا کمرے سے باہر آیا۔ باہر چھ مسلح فوجی گارڈز تھے۔ وہ اسے چاروں طرف سے گھیر کر اس بنگلے سے باہر اسے لے آئے۔ ایک گارڈ نے بڑی سی کار کا دروازہ کھولا۔ لبوڈا اس میں بیٹھ گیا۔ اس کار میں پہلے سے فوجی افسران اور گارڈز موجود تھے۔ کار کے آگے پیچھے بھی فوجی گاڑیاں تھیں۔ پھر وہ قافلہ آگے چل پڑا۔

مرینا کی آتما بھی اس کار میں تھی۔ لبوڈا کی شہ رگ کے قریب' مگر کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی تھی۔ یہ سمجھنے کی کوشش کررہی تھی کہ وہ کہاں جا رہا ہے۔ کوئی صحیح منزل معلوم ہوتے ہی وہ اسے ٹھکانے لگانے کا انتظام تقریباً کرچکی تھی۔

اس نے صرف لبوڈا کے داماد تھرمال کو ہی نہیں اس کی بیٹی کانوواتا کو بھی اپنی معمولہ بنا کر رکھ چھوڑا تھا۔ اسے لاشعوری طور پر یہ ہدایت دی تھی کہ وہ اپنی کار میں لبوڈا کی خفیہ رہائش گاہ کے قریب موجود رہے۔ جب بھی اس کا باپ اس رہائش گاہ سے باہر کہیں جائے وہ اس کا پیچھا کرتی رہے۔

اور وہ ایسا کررہی تھی۔ مرینا کی آتما نے اس کی کار میں بھی آکر دیکھا تھا۔ وہ تعاقب کررہی تھی۔ آتما پھر لبوڈا کے پاس آگئی۔ ان راستوں کو دیکھتی رہی جہاں سے وہ گزر رہا تھا۔ پھر وہ سمجھ گئی اب وہ اس راستے سے گزر رہا تھا جہاں سے صرف سرکاری عہدیدار گزرتے تھے اور وہ راستہ اس پرائیویٹ ائرپورٹ کے سامنے ختم ہوتا تھا جہاں سے ملک کے حکمران خصوصی طیاروں میں پرواز کرتے تھے۔

وہ سمجھ گئی۔ لبوڈا ایک خصوصی طیارے میں کہیں جا رہا ہے موجودہ حالات میں یہی سوچا جا سکتا تھا کہ وہ ازبکستان جا رہا ہے تاکہ خود مرینا کو ختم کر کے مجھے وہاں سے بحفاظت اپنے ملک لے جا سکے۔

اس کے بعد آتما واپس آگئی۔ وہ ایک گہری سانس لینے کے بعد اٹھ بیٹھی۔ پھر دوسرے ہی لمحے میں خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے کانوواتا کے پاس پہنچ گئی۔ ایک فوجی چوکی پر اسے روک لیا گیا تھا۔ وہ اپنا شناختی کارڈ اور فوجی تربیت گاہ کے کاغذات دکھا رہی تھی۔ چیک کرنے والے افسر نے کاغذات سے مطمئن ہو کر مزید سوالات نہیں کیے' کیونکہ وہ جان لبوڈا کی بیٹی تھی اور باپ آگے جا چکا تھا۔

اس نے بھی گاڑی آگے بڑھا دی۔ مرینا نے ایکسیلیٹر پر اس کے پیر کا دباؤ بڑھایا یوں کار کی رفتار بڑھاتے ہوئے ائرپورٹ کے احاطے میں پہنچ گئی۔ لبوڈا اپنی کار سے اتر کر مسلح گارڈز کے درمیان جا رہا تھا۔ بیٹی کی آواز سن کر رک گیا۔ وہ کہہ رہی تھی "ہیلو ڈیڈی یور ڈارلنگ کانوواتا۔"

وہ کار روک کر دروازہ کھول کر باہر آئی۔ جب تک اندر تھی کسی نے اس کے ہاتھ میں ریوالور نہیں دیکھا تھا۔ یہ پوچھنے کی نوبت نہیں آئی کہ کیوں آئی ہو؟ یہ کیسے معلوم ہوا کہ میں باہر جا رہا ہوں؟

شامت آتی ہے تو کچھ سوچنے سمجھنے سے پہلے ہی آتی ہے۔ اس نے کار کے دروازے سے نکلتے ہی ریوالور کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر بڑی پھرتی سے فائرنگ کی۔ ایک فائر خالی گیا' دوسری گولی سینے میں پیوست ہوئی۔ مسلح گارڈز نے جوابی فائرنگ کر کے اس کے ہاتھ سے ریوالور کو گرایا۔ فوجی اسے جان سے بھی مار سکتے تھے لیکن پہلے ہی فائر پر باپ نے بچنے کی کوشش کرتے ہوئے چیخ کر کہا تھا "اسے جان سے نہ مارنا۔ دشمن نے اسے آلۂ کار بنایا ہے۔"

اتنا کہتے کہتے وہ سینے پر گولی کھا کر گر پڑا۔ مرینا نے اس کے اندر آکر کہا "کیا ہوا لبوڈا؟ فرہاد کی کھوپڑی پر قبضہ نہیں جماؤ گے؟ اب جاتے جاتے مہربانی کرو۔ ذرا جلدی سے آخری سانس لے لو۔ ابھی بہت سے کام نمٹانے کو پڑے ہیں۔"

لبوڈا نے سینے کی تکلیف کا آخری جھٹکا کھایا۔ پھر ہمیشہ کے لیے ٹھنڈا پڑ گیا۔ وہ میرے دماغ میں آکر قہقہے لگانے لگی۔ ہنستے ہنستے کہنے لگی "کتا کتے کی موت مر گیا۔ میرے دماغ میں پاگل کتے کی طرح کاٹنے آیا تھا۔ میں نے اس کی سانس کا رشتہ زندگی سے کاٹ دیا ہے۔ اب میں بلا شرکت غیرے تمہارے دماغ پر حکمرانی کروں گی۔"

لیلیٰ نے کہا "افسوس!"

وہ چونک گئی پھر بولی "کون ہو تم؟"

"یہ جان کر کیا کرو گی۔ سمجھنے کے لیے اتنا کافی ہے کہ دوسری رکاوٹ سامنے آگئی ہے۔"

"کیا تم نے پہلی رکاوٹ کا انجام نہیں دیکھا۔"

"دیکھا نہیں ہے مگر تمہارا طریقۂ کار جانتی ہوں۔ تم جس کو جانتی پہچانتی ہو اس کے پاس آتما شکتی کے ذریعے جاتی ہو۔ اس کے آس پاس کی معلومات اور اس کی مصروفیات دیکھتی ہو پھر کسی کو آلۂ کار بنا کر اسے قتل کر دیتی ہو۔ لبوڈا اسی طرح مارا گیا۔"

"اور اب تمہاری باری ہے۔"

"نہیں مرینا! تم آتما شکتی کے ذریعے صرف ان کے پاس پہنچتی ہو جنہیں پہلے کبھی دیکھ چکی ہو۔ تم نے مجھے کبھی دیکھا نہیں ہے پھر مجھے راستے سے ہٹانے کیسے آؤ گی۔"

وہ غصے سے بولی "کون ہو تم؟ مجھے یقین ہے کہ تم فرہاد کی بیوی ہو۔"

"خود سوال کرتی ہو' خود جواب دیتی ہو۔"

مرینا اچانک دماغی طور پر اپنے کمرے میں حاضر ہو گئی۔ اسے عجیب سی مہک کا احساس ہوا تھا۔ اس نے دیکھا کمرے میں ہلکا ہلکا سا دھواں پھیل رہا تھا۔ وہ فوراً ہی فرش پر سے اٹھ گئی۔ اگرچہ ہلکی سی خوشبو کا احساس تھا۔ تاہم بعض بے ہوشی کی دوائیں دھیمی خوشبو کی طرح گوارا ہوتی ہیں اور وہ خوشبو سے بہل نہیں سکتی تھی۔ کمرے میں اس کے پھیلاؤ سے خطرے کی بُو آرہی تھی۔ خیریت اسی میں ہوتی کہ وہ فوراً کمرے سے باہر نکل جاتی۔

تیزی سے چلتی ہوئی دروازے کے پاس آئی۔ اسے کھولنے کے لیے ہینڈل پر ہاتھ رکھا۔ پھر رک گئی۔ عقل نے سمجھایا کوئی اسے باہر نکالنے کے لیے ایسی حرکت کر رہا ہے۔ کھڑکیاں کھولنے سے دھواں کم ہو سکتا ہے۔

وہ پلٹ کر کھڑکی کے پاس آئی اس کے پردوں کو ہٹایا پھر اسے کھول دیا۔ تازہ ہوا کا ایک جھونکا سا آیا۔ اس کے ساتھ ہی دھواں کم ہونے لگا۔ پھر اسے کچھ ایسی آواز سنائی دی جیسے تیزی سے پانی گر رہا ہو۔ اس نے سر گھما کر باتھ روم کی طرف دیکھا۔ تیزی سے چلتی ہوئی دروازے کے پاس آئی۔ پھر اسے کھولتے ہی پانی بہتا ہوا اس کے پیروں پر سے گزرتا ہوا کمرے میں آنے لگا۔ پانی کی پائپ لائن کہیں سے ٹوٹ گئی تھی' یا توڑ دی گئی تھی۔ جس کے نتیجے میں باتھ روم کا فرش پانی میں ڈوب گیا تھا۔ اور اب وہ پانی کمرے کے فرش پر پھیل رہا تھا۔ اس کے تیز بہاؤ سے پتا چل رہا تھا کہ جلد ہی وہ کمرے کے سامان کے ساتھ تیرنے لگے گی۔

گویا کمرے سے باہر جانا ناگزیر ہو چکا تھا۔ وہ دروازے کے پاس آکر چیختی ہوئی بولی "کون ہے؟ باہر کون ہے؟"

کوئی جواب نہیں ملا۔ اس نے کھڑکی کے پاس آکر آواز دی۔ حدِ نظر تک کوئی دکھائی دے رہا تھا۔ وہ پلٹ کر کمرے کے وسط میں آگئی۔ پانی ٹخنوں سے اوپر پنڈلیوں تک پہنچنے والا تھا۔ وہ آتما شکتی کے ذریعے باہر جا کر دشمن کو دیکھ سکتی تھی' لیکن اس کے لیے چاروں شانے چت لیٹ کر جسم کو ڈھیلا چھوڑ کر آتما کو باہر لانا پڑتا ہے اور وہاں فرش پر لیٹ نہیں سکتی تھی۔ پانی بھرا ہوا تھا۔ اس کمرے میں کوئی پلنگ نہیں تھا اور ایسے صوفے تھے جن پر وہ لیٹ نہیں سکتی تھی۔

وہ ایک اونچی میز پر آکر بیٹھ گئی۔ اس پر یوگا کا ایک آسن اختیار کیا۔ وہ آزمانا چاہتی تھی کہ اس انداز سے آتما شکتی کا کامیاب عمل ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اس نے گہری سانس لی پھر سانس چھوڑتے ہوئے بولی "کرشنا' کرشنا' ہرے کرشنا۔۔۔"

وہ کامیاب ہو گئی۔ آتما باہر آگئی۔ پھر اس نے بند دروازے سے باہر آکر دیکھا کوئی نہیں تھا۔ اس بنگلے کے دوسرے کمرے خالی تھے۔ وہ بنگلے کے باہر آئی' گلی میں کچھ لوگ آتے جاتے دکھائی دیے۔ چند قدم کے فاصلے پر شاہراہ تھی۔ وہاں اچھا خاصا ٹریفک

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

تھا۔ مرد، عورتیں، بوڑھے اور بچے فٹ پاتھ اور دکانوں میں دکھائی دیے تھے۔ اتنے ہجوم میں کسی انجانے دشمن کو پہچاننا مشکل تھا۔ اگر وہ دشمن کی صورت آشنا ہوتی تو لاکھوں کی بھیڑ میں سیدھی اس کے پاس پہنچ جاتی، لیکن یہی معلوم نہیں تھا کہ وہ کون ہے؟

ایک بات واضح تھی کہ میں پھر اس پر بھاری پڑ رہا تھا۔ میری شریکِ حیات لیلیٰ میرے دماغ میں پہرا دے رہی تھی۔ وہ ناکامی کی صورت میں بم کے ذریعے بھی میرے چیتھڑے نہ اڑا سکی۔ اسے میدان چھوڑنا پڑ رہا تھا۔ ایسے وقت یہی سمجھ میں آ رہا تھا کہ میرے ہی لوگ اسے اس بنگلے میں گھیرنے آگئے ہیں۔ چونکہ پارس اس ملک میں موجود تھا اس لیے دھیان اس کی طرف گیا کہ وہ ہی دشمن بن کر اسے پکڑنے آیا ہے۔

پارس کا دھیان آتے ہی اس کی آتما اس کے پاس پہنچ گئی۔ وہ سڑک کے کنارے ایک کار میں ایسی جگہ تھا جہاں سے وہ گلی اور بنگلا دکھائی دے رہا تھا۔ وہاں مرینا نے رہائش اختیار کی تھی۔ پارس کا خیال تھا کہ وہ مجبور ہو کر باہر نکلے گی اور کہیں بھی جائے گی تو نظروں میں رہے گی۔

لیکن اس کی آتما باہر آئی۔ وہ اس کی آمد سے بے خبر تھا۔ اس یقین کے ساتھ کار میں بیٹھا ہوا تھا کہ وہ دھوئیں اور پانی سے گھبرا کر ضرور باہر آنے پر مجبور ہو جائے گی۔

آتما واپس آگئی۔ وہ یوگا کا آسن چھوڑ کر میز پر سیدھی بیٹھ گئی۔ وہ بنگلے کے پیچھے کسی تنگ گلی سے فرار ہو سکتی تھی لیکن پارس سے نادانی کی توقع نہیں تھیں۔ وہاں بھی اس کی نگرانی کرنے والے ہو سکتے تھے۔ اس نے مجھے محکوم بنانے کے لیے بہت بڑی دشمنی کا مظاہرہ کیا تھا اس لیے اس کے اطراف گھیرا تنگ کیا گیا ہوگا۔

ایسے میں فرار کا راستہ اختیار کرنے سے بہتر تھا کہ وہ پارس سے پیار کی تجدید کرے۔ وہ دشمن بن کر آیا تھا تاہم محبوب تھا کسی اور دشمن کے چنگل سے بچ نکلنے کی امید نہیں تھی، محبوب کے لات جوتے کھا کر بچاؤ کا راستہ نکال لینے کا یقین تھا۔

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر پارس کے اندر پہنچتے ہی کہا "میں ہوں مرینا، سانس نہ روکنا۔"

وہ ناگواری سے بولا "کیوں آئی ہو؟"

"عورت پر برا وقت آئے تو وہ اپنے محبوب کے قدموں ہی میں پناہ ڈھونڈتی ہے۔"

"اور اگر عورت اپنے محبوب پر برا وقت لائے تو اس کا انجام کیا ہونا چاہیے؟"

"برے کا برا انجام ہوتا ہے، لیکن محبت کے جذبے لچک پیدا کرتے ہیں۔ تم میری خوب پٹائی کرو۔ مار مار کر آدھی جان کر دو۔ صرف اتنی سی زندگی دو کہ میں آئندہ غلطیوں سے توبہ کرتی رہوں۔"

"سیدھی طرح میرے پاس چلی آؤ۔"

"آرہی ہوں۔ اتنا بتا دو تم نے مجھے کیسے تلاش کیا ہے؟"

"تم سے سچی محبت ہے، پیار کی کشش یہاں لے آئی ہے۔"

"یہ تو سچ ہے۔ تم میرے دیوانے ہو اور میں تمہاری۔ مگر پلیز بتا دو کہ میری رہائش گاہ کا پتا کیسے چل گیا؟"

"یہ تو ہم سب جانتے ہی تھے کہ تم تاشقند میں ہو۔ میں پچھلے تین گھنٹوں سے تمہیں ہر علاقے میں ڈھونڈ رہا ہوں۔ ہر گھر کے دروازے پر چند سیکنڈ کے لیے رکتا تھا۔ پھر اس دروازے پر تمہارے بدن کی بُو مل گئی۔"

وہ بھول گئی تھی کہ پارس اس کی مہک سے لاکھوں میں اسے پہچان سکتا ہے۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر سوچا "اب دوہری مصیبت سے کبھی نہیں نکل پاؤں گی۔ ایک طرف باپ دماغ میں گھسا رہتا ہے۔ دوسری طرف بیٹا بُو سونگھ کر شہ رگ تک پہنچ جاتا ہے میں کیا کروں؟ ان دونوں سے کیسے نجات حاصل کروں؟"

پھر اس نے پارس سے پوچھا "تم نے دروازے پر دستک دے کر مجھے کیوں نہیں بلایا؟ کمرے میں دھواں اور پانی چھوڑنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"تم اس قابل نہیں ہو کہ میں تمہارے دروازے پر آتا۔ میں سانپ کو اس کے بل سے نکالنا جانتا ہوں۔ پھر یہ بھی چاہتا تھا کہ گھر سے نکل کر ہر سمت جاؤ اور یقین کر لو کہ فرار کے تمام راستے مسدود ہو چکے ہیں۔ اگر تم اسی طرح مجھے باتوں میں لگا کر کہیں جانا ہو تو جاؤ، واپس میرے ہی پاس آؤ گی۔"

"میں سیدھی تمہارے پاس آرہی ہوں۔"

وہ بنگلے سے باہر آگئی۔ گلی سے گزرتے ہوئے مین روڈ پر آگئی۔ پارس کی کار فٹ پاتھ سے لگی کھڑی تھی۔ اس نے اگلی سیٹ کا دروازہ کھول کر اس کے برابر بیٹھنے کا ارادہ کیا لیکن دروازہ اندر سے لاک تھا۔ کھڑکیوں کے شیشے چڑھے ہوئے تھے۔ وہ اشاروں کی زبان سے بولی "دروازہ کھولو۔"

پارس نے ہاتھ سے اپنے سر کی طرف اشارہ کیا۔ وہ دماغ میں آکر بولی "کیا بات ہے، دروازہ کیوں نہیں کھولتے؟"

"میں وہی ہوں، جو تمہارے لیے دل کے دروازے کھولتا رہا اب تمام دروازے بند ہو چکے ہیں۔ تم اس قابل نہیں ہو کہ میرے قریب آسکو اور میرے برابر بیٹھ سکو۔"

"تم بے شک مجھ دھتکار دو۔ مگر ٹھنڈے دماغ سے میری بات سن لو۔"

"میرا دماغ ٹھنڈا ہے اس لیے میرے ہاتھوں سے بچی ہوئی ہو ورنہ تمہاری جیسی ذلیل عورت کو تو میں عبرتناک سزائیں دے کر مار ڈالتا۔ تم نے میرے پاپا کو زخمی کیا۔ چڑیل بن کر ان کے دماغ میں گھس گئیں۔ کیا تم نے پاپا کو اتنا ہی غیر محفوظ سمجھا ہے؟"

"میں اپنی اس حماقت پر شرمندہ ہوں اور تمہارے ہاتھوں سزا پانے کو تیار رہوں۔"

"جان لیوا دشمنی کو حماقت کا نام دے رہی ہو تاکہ سزا دشمنی کی نہ ملے حماقت کی ملے۔ اب سے پہلے بھی تم نے کئی بار دشمن ہونے کا ثبوت پیش کیا اور پاپا تمہیں معاف کرتے رہے لیکن اب معافی کی کوئی گنجائش نہیں رہی ہے۔ لہٰذا آج سے تم غلامی کی زندگی گزارو گی۔"

"میں تمام عمر تمہاری غلامی کرتی رہوں گی۔"

"میں تم پر تھوکتا ہوں۔ تمہیں ابھی قتل کر دینا چاہتا تھا مگر میرے بزرگوں نے مجھے اجازت نہیں دی۔ یہ فیصلہ کیا کہ تمہیں زندہ رکھا جائے گا اور بدترین زندگی گزارنے پر مجبور کیا جائے گا۔ تم مرنا چاہو گی تو اپنی مرضی سے مرنے بھی نہیں دیا جائے گا۔"

"میں پاپا کے قدموں میں گر کر......"

وہ ڈانٹ کر بولا "خبردار! آئندہ اپنی گندی زبان سے پاپا نہ کہنا۔"

"بیٹیاں غلطیاں کرتی ہیں۔ بزرگ انہیں معاف کر دیتے ہیں۔ میں ایک نہیں ہزار بار انہیں پاپا کہوں گی۔"

اس کے دماغ کو ایک ہلکا سا جھٹکا لگا۔ وہ چکرا گئی۔ گرتے گرتے کار کا سہارا لے کر سنبھل گئی۔ پارس کار اسٹارٹ کر کے چلا گیا۔ وہ آواز دینا چاہتی تھی لیکن دماغ کے اندر آواز آئی "آئندہ پاپا کا رشتہ نہ جوڑنا ورنہ زلزلہ آجائے گا۔ تم اپنا دماغی توازن کھو دو گی۔ تمہیں پاگل خانے پہنچا دیا جائے گا۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "کون ہو تم؟ لہجہ فرہاد کا ہے مگر فرہاد نہیں ہو۔"

جواب ملا "دشمن کا کوئی بھی نام ہو۔ وہ ہوتا دشمن ہے۔ میں کوئی بھی ہوں تمہاری مرضی کے خلاف آیا ہوں۔ اور تم مجھے آنے جانے سے نہیں روک سکو گی۔ یہی تمہاری غلامی اور مجبوری ہے۔"

وہ سر جھکا کر شکست خوردہ انداز میں بنگلے کی طرف جانے لگی۔ اس کے اندر سلمان تھا۔ اس نے پوچھا "کہاں جا رہی ہو؟ اس شہر میں اور اس ملک میں تمہارا کوئی گھر اور کوئی عارضی رہائش گاہ نہیں ہے۔"

وہ چلتے چلتے رک گئی۔ سلمان نے کہا "تمہیں بارہ گھنٹے کی مہلت دی جاتی ہے۔ اس ملک سے نکل جاؤ۔ ان بارہ گھنٹوں میں تم کسی چھت کے نیچے آرام نہیں کرو گی۔ اس ملک کا پانی نہیں پیو گی، کھانا نہیں کھاؤ گی۔ بھوک پیاس برداشت کرنے کا حوصلہ نہ ہو تو بارہ گھنٹے سے پہلے چلے جانے کی کوشش کرو تاکہ کسی دوسرے ملک میں جا کر پیٹ بھر سکو۔ میں تھوڑی تھوڑی دیر میں آکر دیکھتا رہوں گا۔ اگر تم نے میرے احکامات کے خلاف عمل کیا تو میں تمہارا دماغی توازن بگاڑ دوں گا۔"

وہ بولی "میں چلی جاؤں گی لیکن ایک بار پاپا سے...."

اس کے دماغ میں ہلکا سا زلزلہ پیدا ہوا۔ وہ چیخ مار کر فٹ پاتھ پر گر پڑی۔ راہ گیر دوڑتے ہوئے آنے لگے۔ سلمان نے کہا۔ "تمہیں وارننگ دی گئی تھی کہ پاپا نہ کہنا۔ رشتہ نہ جوڑنا..."

لوگ اسے سہارا دے کر اٹھا رہے تھے۔ کچھ اسے اسپتال پہنچانا چاہتے تھے۔ وہ بولی "میں بالکل ٹھیک ہوں۔ اگر کسی سے لفٹ ملے تو پاسپورٹ آفس جانا چاہوں گی۔"

ایک شخص نے اسے اپنی کار میں لفٹ دی۔ وہ سوچ رہی تھی "فی الحال محکوم بن کر احکامات کی تعمیل کرنی ہوگی۔ اوہ گاڈ! میں کتنی بے بس ہو گئی۔ ایک کمزور اور بدترین عورت کی طرح احکامات کے آگے جھکی ہوئی ہوں۔ کیا مجھے نجات کا راستہ نہیں ملے گا؟"

"ملے گا" عقل نے سمجھایا "شہرِ دشمناں سے جانے کے بعد آرام سے، اطمینان سے اور آزادی سے سوچوں گی۔ میں جسمانی قید برداشت کر سکتی ہوں لیکن ذہنی غلامی برداشت نہیں کروں گی۔"

وہ بڑے کرب میں مبتلا تھی۔ کوئی اندر چھپا ہو اور اپنی موجودگی ظاہر نہ کرتا ہو تو اندر سوچنے کی اور منصوبہ بندی کی آزادی ختم ہو جاتی ہے۔ اس نے پاسپورٹ آفس کے افسرِ اعلیٰ سے ملاقات کی پھر کہا "مجھے ابھی ایک پاسپورٹ چاہیے۔ میں لندن جاؤں گی۔"

افسر نے کہا "پاسپورٹ اتنی جلدی نہیں مل جاتا۔ تم کون ہو؟ اس ملک میں کہاں سے آئی ہو؟"

"اتنے سوالات نہ کرو جو کہہ رہی ہوں وہ کرتے جاؤ۔"

اس نے افسر کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ افسر نے اپنے دراز میں سے ایک کیمرا نکال کر اس کی تصویریں اتاریں۔ کیمرے سے نیگیٹو رول نکال کر اسسٹنٹ کو بلا کر اسے دیتے ہوئے کہا "ایک گھنٹے کے اندر یہ پاسپورٹ سائز تصویریں پرنٹ کر کے لاؤ۔"

وہ نیگیٹو لے کر چلا گیا۔ اعلیٰ افسر نے مرینا کا نام اور فرضی پتا اور عمر وغیرہ لکھ کر اپنے جونیئر کو دیتے ہوئے حکم دیا "فوراً ایک پاسپورٹ تیار کرواؤ اور ویزا فارم بھی پُر کرو۔"

وہ سب مشین کی طرح حرکت میں آگئے۔ اس دوران مرینا اس افسر کے دماغ میں گھسی رہی۔ اس نے لندن جانے کا پروگرام بدل دیا۔ اس تبدیلی کے مطابق افسر نے دو گھنٹے کے اندر ہندوستان جانے کے لیے پاسپورٹ تیار کیا اور بھارتی سفارت خانے سے ویزا بھی منگوا لیا۔

مرینا نے انڈین ائر لائن میں فون کیا۔ اسے رات کی فلائٹ سے جگہ مل گئی۔ اس وقت پیرس کے وقت کے مطابق صبح ہونے والی تھی۔ سلمان نے آکر کہا "مرینا! تم چند ساعتوں کے لیے فرہاد کے دماغ میں جا کر دیکھ سکتی ہو۔ وہ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا سونیا کے پاس جا رہا ہے۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی "میں کیا دیکھوں؟ فرہاد کو ہر پہلو سے مجبور کرنے کے بعد بھی میں مجبور ہو گئی۔ کامیابیوں کی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

انتہائی بلندی پر پہنچ کر انتہائی پستی میں آگری ہوں۔ اپنی شکست کا تماشا دیکھنے کے بعد میرا یہ ایمان پختہ ہوگیا ہے کہ فرہاد اِس دنیا میں ہماری عبرت کا سامان بن کر آیا ہے۔“

”مجھے خوشی ہے کہ تم عبرت حاصل کررہی ہو‘ لیکن خوش فہمی نہیں ہے کہ کُتیا کی دُم سیدھی ہوسکتی ہے۔ گڈ نائٹ سوفار۔“

وہ چلا گیا۔ مرینا کو یقین نہیں تھا کہ وہ جاچکا ہے۔ وہ موجود ہوسکتا تھا اور نہیں بھی ہوسکتا تھا۔ یہی ہونے اور نہ ہونے کے اسرار مرینا کو ذہنی اضطراب میں مبتلا کردیتے تھے۔

بہت دیر بعد جب اسے یقین ہوگیا کہ دماغ میں کوئی نہیں ہے تو وہ سوچنے لگی ”میں نے مہالامہ سے مکمل تعلیم حاصل نہیں کی۔ یہی میری بہت بڑی غلطی تھی۔ اگر میں تعلیم جاری رکھتی‘ کئی گھنٹوں تک سانس روکنے میں مہارت حاصل کرلیتی تو دماغ فولاد ہوجاتا پھر فرہاد کا تنویمی عمل بھی زائل ہوجاتا۔ وہ ٹیلی پیتھی کا پہاڑ بھی میرے دماغ میں آنے کے قابل نہ رہتا۔“

اب وہ سوچ رہی تھی فرہاد اور اس کی فیملی سے پیچھا چھڑانے کا اور ذہنی غلامی سے نجات حاصل کرنے کا یہی ایک راستہ ہے کہ کسی ویرانے میں جاکر عبادت اور ریاضت میں مصروف ہوجائے اور یوگا اور آتما شکتی کی انتہا کو پہنچنے کا مشکل ترین عمل جاری رکھے۔

وہ ضروری کاغذات حاصل کرکے پاسپورٹ آفس سے اٹھ گئی۔ کافی پینے کا جی چاہ رہا تھا لیکن اس ملک میں کھانے پینے کی ممانعت تھی۔ اس نے سوچا اگرچہ فلائٹ میں کافی دیر ہے تاہم ائرپورٹ پر ہی وقت گزارنا چاہیے۔ وہ فٹ پاتھ پر آکر ٹیکسی کے انتظار میں کھڑی ہوگئی۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی ایک ویگن کار قریب آکر رک گئی۔ ڈرائیو کرنے والے نے کھڑکی سے جھانک کر پوچھا۔ ”ہیلو مس! میں کسی کام آسکتا ہوں؟“

وہ کسی سے لفٹ لیتے ہوئے ڈرتی نہیں تھی۔ کوئی بدمعاش ٹکرا جائے تو اسے سیدھا کرنے کا ہنر آتا تھا۔ وہ مسکرا کر شکریہ ادا کرتی ہوئی اس کے برابر والی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ اس شخص نے گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے پوچھا ”کہاں جاؤگی؟“

اس نے مختصر سا جواب دیا ”ائرپورٹ۔“

”پھر ائرپورٹ سے کہاں جاؤگی؟“

اس نے سر گھما کر دیکھا۔ پھر کہا ”انڈیا۔“

”کیا انڈیا میں دشمن نہیں ہوں گے؟“

وہ ایک دم سے چونک کر بولی ”اس سوال کا مطلب کیا ہے؟“

”مطلب پوچھتے پوچھتے میری کھوپڑی میں نہ آنا۔ مایوسی ہوگی۔“ منع کرنے کے باوجود اس نے کوشش کی۔ اس جوان شخص نے سانس روک لی۔ پھر پوچھا ”تسلی ہوگئی؟“

”کون ہو تم؟ گاڑی روکو۔“

وہ گاڑی روک کر بولا ”میں جانے سے نہیں روکوں گا لیکن گاڑی کے باہر بھی دشمن ہے جن سے بھاگ کر انڈیا جارہی ہو۔ میں دشمن ہوں یا نہیں‘ ابھی تم نے مجھے آزمایا نہیں ہے۔“

”تو پھر یقین دلاؤ کہ دشمن نہیں ہو۔“

”تم اتنی نادان تو نہیں ہو کہ زبان سے دوستی کا دعویٰ سن کر یقین کرلوگی۔ بھئی مجھے آزماؤ پھر یقین کرو۔“

”کیا مجھے ائرپورٹ پہنچا کر میرا پیچھا چھوڑ سکتے ہو؟“

وہ گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے بولا ”میں وہاں پہنچا کر ویٹنگ ہال میں رہوں گا۔ تم اندر چلی جانا اور جہاز کے پرواز کرنے تک فیصلہ کرنا کہ مجھ پر بھروسا کرسکتی ہو یا نہیں؟ بھروسا کرسکو تو لوٹ آنا۔“

”بات بھروسے کی نہیں ہے۔ فرہاد کے کسی خیال خوانی کرنے والے نے دھمکی دی ہے کہ اگر میں یہ ملک چھوڑ کر نہیں جاؤں گی تو وہ مجھے دماغی اذیتوں میں مبتلا کرکے پاگل خانے پہنچادے گا۔“

”کیا فرہاد اور اس کے فیملی ممبرز نے ہمیشہ غالب آنے اور میدان مارنے کا مقدر نامہ لکھوالیا ہے؟ کیا ایک بڑی شکست نے تمہاری کمر توڑ دی ہے؟“

”میں ہارنا نہیں جانتی۔ ایک بار کسی طرح دشمنوں کو اپنے دماغ سے نکال دوں تو پھر آتش فشاں بن جاؤں گی۔“

”یہ تو صرف میری ہی دوستی سے ممکن ہے۔“

”کیا تم میرے دماغ کو فرہاد کے تنویمی عمل کے اثرات سے نجات دلا سکتے ہو؟“

”کوشش کرے انسان تو کیا ہو نہیں سکتا۔“

”اچھی بات ہے۔ میں فرہاد کے غلبے سے نجات پانے کے لیے تم پر بھروسا کرتی ہوں۔ بولو مجھے کیا کرنا چاہیے؟“

وہ گاڑی روک کر بولا ”پچھلی سیٹ پر چلی جاؤ۔ وہاں آرام سے لیٹ کر آتما شکتی کے ذریعے ان باپ بیٹے پر نظر رکھو۔ میں تمہیں ایک خفیہ اڈے میں لے جارہا ہوں۔“

”میں اعتماد کررہی ہوں۔ اگر تم نے دھوکا دیا تو؟“

”تم نے بڑی ہی بچکانہ بات کی ہے۔ بھئی تمہاری آتما مجھے بھی دیکھتی رہے گی۔ اگر مجھ سے دھوکا ہوگا تو تم کسی وقت بھی آسانی سے مجھ پر حملہ کرسکوگی۔ تم پیچھے رہوگی اور مجھے پیچھے کی خبر نہیں ہوگی۔ ڈیش بورڈ میں پستول ہے‘ اپنے پاس رکھ لو۔“

اس نے ڈیش بورڈ کے خانے کو کھول کر دیکھا۔ واقعی بھرا ہوا پستول رکھا ہوا تھا۔ وہ اسے لے کر پچھلی سیٹ پر آگئی۔ گاڑی پھر آگے بڑھ گئی۔

وہ بولی ”ایک بات بتادوں کہ اس ملک میں مجھے کہیں بھی چھپاؤ گے تو پارس میری بُو سونگھ کر پہنچ جائے گا۔ وہی ایک ایسا دشمن ہے جو اچانک سر پر آپہنچتا ہے۔“

”اور باپ سر کے اندر پہنچ جاتا ہے۔ اسی لیے کہتا ہوں آتما شکتی سے ان پر نظر رکھو۔ ان کی کمزوریاں معلوم کرتی رہو۔ وقت ضائع نہ کرو۔ ان میں سے کوئی بھی تمہارے اندر ہوسکتا ہے۔ شاید ہماری باتیں سن رہا ہے۔ اگر ایسا ہے تو وہ تمہیں آتما شکتی کا طریقہ اختیار نہیں کرنے دے گا۔“

”میرے خیال سے ابھی ہمارے درمیان کوئی تیسرا نہیں ہے۔ میں آزماتی ہوں۔“

وہ پچھلی سیٹ پر لیٹ گئی۔ پھر آتما شکتی کے طریقۂ کار پر عمل کرنے لگی۔ ایسا کرتے وقت کوئی رکاوٹ پیش نہیں آئی۔ اس کی آتما پچھلی سیٹ سے اگلی سیٹ پر اس اجنبی دوست کے پاس آگئی۔ اجنبی ڈرائیونگ میں مصروف تھا۔ اس نے سر گھما کر دیکھا۔ پچھلی سیٹ پر مرینا کا جسم بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا۔ اس نے پھر سر گھما کر ونڈ اسکرین کے پار دیکھتے ہوئے پوچھا ”ویل مرینا! کیا تم کامیاب گئی ہو؟ کوئی تمہارے اندر رکاوٹ بنا ہوا تو نہیں ہے؟“

اسے جواب نہیں ملا۔ اس نے پھر پوچھا ”کیا میں تمہاری اس خاموشی کو کامیابی سمجھوں؟“

جب دوسری بار بھی جواب نہیں ملا تو وہ مطمئن ہوگیا۔ آتما اس کے بالکل قریب تھی۔ وہ چاہتی تھی پہلے اس اجنبی کی حقیقت معلوم کرے۔ فرہاد اور پارس سے تھوڑی دیر بعد نمٹ لے گی۔ اگر ایسا نہیں کرے گی تو ایک دشمن سے نجات پانے کے لیے اندھا دھند دوسرے دشمن کی ٹھوکروں میں چلی جائے گی۔

دوسری طرف سلمان نے سوچا تھا کہ ہر آدھے گھنٹے بعد مرینا کے دماغ میں جایا کرے گا۔ جب تک وہ ازبکستان سے نکل کر انڈیا نہیں پہنچے گی۔ اس کا پیچھا نہیں چھوڑے گا‘ لیکن آدھے گھنٹے بعد آیا تو اسے مرینا کا دماغ نہیں ملا۔ اس نے پریشان ہوکر پھر خیال خوانی کی۔ پھر ناکام ہوا۔ اس کے بعد میرے پاس آکر بولا ”بھائی جان! وہ آتما شکتی کے عمل سے گزر رہی ہے۔“

”یعنی تمہیں اپنے دماغ سے دور کررہی ہے۔“

فرغانہ کے ایک اسپتال میں میری باقاعدہ مرہم پٹی ہوچکی تھی۔ توانائی بحال ہورہی تھی۔ لیلیٰ نے یعقوب ہمدانی سے کہا تھا کہ شہر میں میری علیحدہ رہائش کا انتظام کرے۔ وہ اپنی کار میں میرے پاس پہنچنے والا تھا۔

سلمان نے کہا ”اب وہ تقریباً چالیس منٹ تک ہماری گرفت سے آزاد رہے گی۔“

میں نے کہا ”وہ چالیس منٹ کے لیے ہمیں دھوکا دے کر نہیں گئی ہے۔ اسے کوئی ایسا راستہ مل گیا ہے۔ جس پر وہ لمبی آزادی حاصل کرتی رہے گی اور ہمارے تنویمی عمل کے اثر سے نکلنے کی کوشش کرتی رہے گی۔“

”مگر بھائی جان! چالیس منٹ کے بعد وہ ضرور سانس لے گی اس وقت ہمیں آنے سے نہیں روک سکے گی۔“

”ہاں اگر صحیح وقت پر تم جاؤگے تو نہیں روک سکے گی‘ کیونکہ چالیس منٹ تک سانس لینے کے بعد پھر چالیس منٹ کے لیے نجات حاصل کرلے گی۔“

”میں ٹھیک چالیس منٹ کے بعد پہنچنے کی کوشش کروں گا۔“

”ہوسکتا ہے وہ بیس منٹ یا تیس منٹ میں ہی ایک منٹ کے لیے سانس لینے حاضر ہوجائے۔ ادھر تم چالیس منٹ کا انتظار کرتے رہ جاؤگے۔“

”ہاں وہ بڑی چکرباز ہے۔ ایسا کرسکتی ہے پھر بھی میں اس کی طرف جاتا آتا رہوں گا۔ کبھی تو وہ گرفت میں آئے گی۔“

”اور جب تک گرفت میں نہیں آئے گی میرے اور پارس کے لیے دردِ سری رہے گی۔ اس وقت وہ میرے یا میرے بیٹے کے قریب ہوگی۔ پارس کو موجودہ صورتِ حال سے آگاہ کرو۔ یہ بات خاص طور سے سمجھاؤ کہ مرینا کسی کو آلۂ کار بنا کر اسے نقصان پہنچا سکتی ہے۔ لہٰذا وہ کسی بھی ہتھیار والے سے دور رہے۔ کسی اجنبی سے ملاقات کرنے سے پہلے یقین کرلے کہ وہ نہتا ہے۔ مختصر یہ کہ وہ مرینا کی ہر مکاری اور گہری چالوں کو دھیان میں رکھے۔“

وہ پارس کے پاس چلا گیا۔ میں نے مرینا کی طرح ضدی لڑکی نہیں دیکھی تھی۔ وہ شکست کھا کر ٹوٹ جانا نہیں جانتی تھی۔ ایک تنکے کا سہارا ملے تو اڑ کر پہاڑ کے سر پر سوار ہوجاتی تھی۔ ہم نے تو اسے نیم مردہ کردیا تھا۔ اسے ایک حقیر کنیز کی طرح زندگی گزارنے پر مجبور کرچکے تھے۔ ایسے میں وہ جال توڑ کر نکل گئی تھی۔ اب حالات بتا رہے تھے کہ وہ باپ بیٹے کو زندہ نہیں چھوڑے گی یا ہم دونوں کو کسی بھی ہتھکنڈے سے اپنا معمول اور تابعدار بنالے گی اور جب تک کامیاب نہیں ہوگی آتما شکتی کے ذریعے خطرہ بن کر ہمارے سروں پر منڈلاتی رہے گی۔

○☆○

جان لمبوڈا کی موت سے سپر ماسٹر کی ٹیلی پیتھی کے تمام شعبوں میں ماتمی سناٹا چھا گیا۔ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ یوں اچانک اپنی ہی بیٹی کے ہاتھوں مارا جائے گا۔

اس کی بیٹی کانووانا کو حراست میں لے لیا گیا تھا لیکن یہ سب ہی جانتے تھے کہ وہ قتل کرنے کے باوجود قاتل نہیں ہے۔ یہ مرینا کی انتہائی کمینگی ہے کہ جو بیٹی دل و جان سے باپ کو چاہتی تھی اس کو آلۂ کار بنا کر باپ کا خون بہادیا۔

اب وہاں ٹیلی پیتھی جاننے والی جان لمبوڈا جیسی قد آور شخصیت نہیں تھی۔ سپر ماسٹر نے ہاٹ لائن پر سونیا ثانی سے کہا۔ ”فوراً چلی آؤ۔ لمبوڈا کی جگہ تم ہی لے سکتی ہو۔ میں بالکل تنہا رہ گیا ہوں۔“

”اچھی بات ہے۔ میں یہاں دستیاب پہلی فلائٹ سے آنے کی کوشش کروں گی۔“

اس نے اپنے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحتوں کو حکم دیا ”میرا پاسپورٹ اور ضروری کاغذات لے جاؤ۔ متعلقہ سفارت خانے سے آج کی روانگی کے لیے مہر لگواؤ اور کسی پہلی فلائٹ میں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

سیٹ ریزرو کراؤ۔ میں واشنگٹن جاؤں گی۔ تم دونوں یہاں اپنے فرائض انجام دیتے رہو گے۔"

پھر اس نے علی سے کہا "میں آج ہی کسی فلائٹ سے امریکا جارہی ہوں۔"

"مجھ سے کچھ پوچھا نہیں اور روانگی کی تیاری کررہی ہو۔"

"حضور! آپ کو ابھی مجازی خدا بننے کا شرف حاصل نہیں ہوا ہے لہٰذا رعب نہ دکھائیں۔ ویسے جناب کو یہ تو معلوم ہوگا کہ شادی سے پہلے کیا ہوتا ہے؟"

"کیا ہوتا ہے؟"

"لڑکا لڑکی کے پیچھے گھومتا ہے۔ جہاں جہاں لڑکی جاتی ہے اس کا دل جیتنے کے لیے پیچھے پیچھے جاتا ہے۔"

"یعنی میں تمہارے پیچھے امریکا چلوں؟"

"ہاں' یہ میں سنجیدگی سے کہہ رہی ہوں۔ یہاں بہت رہ چکے۔ اب اگلی منزل کی سمت کوچ کرو۔"

"ہونا تو یہی چاہیے۔ واقعی میں یہاں بور ہورہا ہوں۔"

"ہم بہت عرصہ تک جدا رہے۔ اگر جدا ہی رہتے تو صبر کرتے رہتے' لیکن مل کر بچھڑنے سے دکھ بڑھ جاتا ہے۔ میرا دھیان تمہاری طرف رہے گا تو میں وہاں توجہ سے کوئی کام نہیں کرسکوں گی۔"

"اچھی بات ہے۔ یہاں گولڈن برینز تو کھوکھلے ہوچکے ہیں۔ یہودیوں کا صرف ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا جے مورگن نارمل ہے باقی مرچکے ہیں یا کوما میں پڑے ہیں۔ یہ کوما سے نکلیں گے' ان کے برین واش کیے جائیں گے۔ پھر یہ نئے نام نئی شخصیت میں ڈھالے جائیں گے۔"

"اور جب ایسا ہوگا تو تم ہزاروں میل دور رہ کر بھی ان سے اور گولڈن برینز وغیرہ سے نمٹ لوگے' کیونکہ تم جانتے ہو کہ یہ سب لوگ کیسے کیسے حفاظتی انتظامات میں رکھے جاتے ہیں۔ تم ان فوجی افسران سے بھی رابطہ رکھتے ہو جو ان کی حفاظت کے ذمے دار ہوتے ہیں۔"

"یہ درست ہے۔ پھر بھی میں آج ہی تمہارے ساتھ نہیں جاسکوں گا۔ ملک سے باہر جانے کا جواز پیدا کرنا ہوگا۔"

"ان کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا جے مورگن نارمل ہے اور بڑے کام کا آدمی ہے۔ اسے میں اغوا کرکے لے جاؤں گی۔ تم گولڈن برینز سے کہوگے کہ ان کے سب سے اہم ٹیلی پیتھی جاننے والے کو واپس لانے امریکا جارہے ہو۔"

"واہ' تم نے فوراً ہی جواز پیدا کرلیا۔"

"نیک کام کرنے میں دیر نہیں کرنا چاہیے۔ یہ بتاؤ جے مورگن کے بنگلے میں کتنے ملازم اور کتنے سیکورٹی گارڈز ہیں۔ میرا خیال ہے وہ سب ہی یوگا کے ماہر نہیں ہوں گے۔ اور جو ماہر نہیں ہیں ان میں سے کسی کی آواز سنادو۔"

"اس بنگلے کا ایک سیکورٹی افسر تمہارا آلۂ کار بن سکتا ہے۔ میں ابھی اس سے رابطہ کرتا ہوں۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے سیکورٹی افسر کی آواز آئی "ہیلو' آپ کون ہیں؟"

علی نے گولڈن برین کارمن کے کوڈ ورڈز ادا کیے پھر پوچھا "مورگن صاحب کہاں ہیں؟"

"بنگلے کے اندر ہیں سر!"

"کیا گارڈز بنگلے کے چاروں طرف الرٹ ہیں؟"

"یس سر!"

"بنگلے کے اندر اور کون ہے؟"

"وہی ایک بوڑھا باورچی ہے۔ صاحب کو کھانا کھلانے کے بعد وہ بھی چلا جائے گا۔"

"ٹھیک ہے' اسی طرح ڈیوٹی انجام دیتے رہو۔"

علی نے ریسیور رکھ کر ثانی کو دیکھا۔ وہ صوفے پر آرام سے بیٹھی خلا میں تک رہی تھی۔ یہ سمجھ میں آگیا کہ وہ سیکورٹی افسر کے پاس پہنچی ہوئی ہے۔

ثانی اس افسر کو بنگلے کے اندر جانے پر مائل کررہی تھی اور وہ یہ سمجھ رہا تھا کہ اندر چیکنگ کرنے کے خیال سے جارہا ہے۔ اس نے کچن میں آکر باورچی سے بات کی۔ ثانی بوڑھے باورچی کے خیالات پڑھنے لگی۔ پتا چلا کہ پورے بنگلے میں ایسی کوئی دوا یا نیم بے ہوشی طاری کرنے یا زخمی کرنے کے لیے کوئی ہتھیار نہیں ہے۔ البتہ ایک چاقو سبزی کاٹنے کے لیے تھا۔

وہ چاہتی تھی جے مورگن کو جسمانی زخم نہ لگایا جائے ورنہ دیکھنے والوں کو شبہ ہوگا۔ اس نے علی سے کہا "واقعی بہت سخت پہرا ہے۔ اس کے بنگلے میں کوئی خواب آور دوا بھی نہیں ہے۔"

"اسے زخمی کروگی تو گارڈز کو شبہ ہوگا۔"

"زخمی نہیں کروں گی۔ لیکن کچھ تو کرنا ہی ہوگا۔"

اس نے اپنے ایک ماتحت تالبوٹ کو مخاطب کیا۔ اسے اپنے دماغ میں بُلا کر کہا "میں سیکورٹی افسر کے دماغ میں تمہیں پہنچا رہی ہوں۔ جے مورگن اس وقت رات کا کھانا کھا رہا ہے۔ اس کے بعد باورچی اس بنگلے سے چلا جائے گا۔ تم مورگن کو اس طرح قابو میں کروگے کہ اس کے حلق سے آواز نہ نکلے۔ اس کی دماغی توانائی برقرار نہ رہے اور میں اس کے اندر آسانی سے پہنچ جاؤں۔"

"یس مادام! میں ایسا ہی طریقہ اختیار کروں گا۔"

"اس کے جسم کے کسی حصے کو زخمی نہیں کروگے۔"

"یس مادام! زخمی نہیں کروں گا۔"

"میں آدھے گھنٹے بعد تمہارے پاس آؤں گی۔"

وہ پھر علی کے پاس حاضر ہوگئی۔ علی نے پوچھا "کام ہورہا ہے؟"

"ہورہا ہے۔ کامیابی کی امید ہے۔"

itsurdu.blogspot.com

"جے مورگن اپنے بنگلے سے چوبیس گھنٹوں میں ایک بار تفریح اور تازہ ہوا خوری کے لیے نکلتا ہے۔ اسے اس ملک سے کیسے نکال کرلے جاؤگی؟"

"تم جانتے ہو' میرے لیے کوئی کام ناممکن نہیں ہے' لیکن تم تعاون کروگے تو یہ مرحلہ آسان ہوجائے گا۔"

وہ بولا "جتنے یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں انہیں کوئی نہ کوئی سرکاری عہدہ دیا گیا ہے۔ جے مورگن آفیسر آن اسپیشل ڈیوٹی ہے۔ وہ اپنا کارڈ دکھا کر ممنوعہ اور خفیہ فوجی اڈوں میں بھی جاتا ہے۔ اسی طرح وہ مخصوص کارڈ دکھا کر رن وے پر کسی بھی پرواز کرنے والے طیارے میں چیکنگ کے لیے جاسکتا ہے۔"

"میں سمجھ گئی۔ اب اسے آسانی سے اغوا کرکے لے جاؤں گی۔ اگر ایسے وقت تم بھی کسی ڈیوٹی کے بہانے وہاں موجود رہو گے تو کسی ناگہانی رکاوٹ کو دور کرسکوگے۔"

"بھئی تم مجھے چھوڑ کر جارہی ہو۔ آخری دیدار کے لیے ضرور موجود رہوں گا۔"

"خدا نہ کرے کہ آخری دیدار ہو۔ ذرا سوچ سمجھ کر الفاظ ادا کیا کرو۔"

اس کے ایک ماتحت موتارو نے دماغ میں آکر کوڈ ورڈز ادا کیے پھر بتایا کہ روانگی کے سلسلے میں تمام کاغذات تیار ہوچکے ہیں اور صبح ... بجے کی فلائٹ میں سیٹ ریزرو ہوچکی ہے۔

ثانی نے کہا "فرضی نام سے ایک اور سیٹ ریزرو کراؤ۔"

"مادام! کس پاسپورٹ کے حوالے سے ریزرو کراؤں؟"

"کسی بھی پاسپورٹ کا حوالہ دو۔ ٹیلی پیتھی سے کام نکالو۔"

ثانی نے آدھے گھنٹے بعد دوسرے ماتحت تالبوٹ سے پوچھا۔ "کیا رپورٹ ہے؟"

"مادام! باورچی کام ختم کرکے بنگلے سے باہر جارہا ہے۔ سیکورٹی افسر رات کی آخری چیکنگ کے لیے اندر آیا ہے۔ چیکنگ کے بعد یہ بھی باہر جائے گا پھر مورگن دروازوں کو اندر سے بند کرلے گا۔"

"ٹھیک ہے' شروع ہوجاؤ۔"

سیکورٹی افسر ایک کمرے میں آکر دیکھ رہا تھا کہ کوئی دشمن یا قابلِ اعتراض چیز وہاں نہ ہو۔ اسی لمحہ تالبوٹ نے اس پر قبضہ کرکے اسے غائب دماغ بنادیا۔ اسے وہاں سے چلاتا ہوا جے مورگن کے بیڈ روم میں لایا۔ مورگن سلیپنگ سوٹ پہننے کے بعد ایک کتاب پڑھنے کے لیے میز پر بیٹھ رہا تھا۔ یہ اس کا معمول تھا۔ کچھ دیر پڑھنے کے بعد اسے نیند آتی تھی۔

وہ سیکورٹی افسر کو دیکھ کر کتاب کے پاس سے اٹھتے ہوئے بولا "کیا ... ہوگئی؟"

افسر قریب آکر بولا "یس سر! میں باہر جارہا ہوں' آپ اندر سے دروازہ بند کرلیں' لیکن سر! وہ کتاب میز پر سے گرنے والی ہے۔"

مورگن نے گھوم کر کتاب کو دیکھا۔ افسر نے پیچھے سے گردن دبوچ لی۔ وہ اس اچانک افتاد سے کچھ بدحواس ہوگیا۔ خود کو چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے پوچھنا چاہتا تھا کہ دشمنی کیوں کررہے ہو لیکن گردن اس بری طرح پھنسی ہوئی تھی کہ حلق سے آواز نہیں نکل رہی تھی۔

وہ پوری قوت سے تڑپ کر آزاد ہونے کی کوشش کرنے لگا لیکن وہ افسر ڈبل ہارس پاور بنا ہوا تھا۔ ثانی اور تالبوٹ دونوں ہی اس افسر کو اپنی قوت پہنچا رہے تھے۔ جب ثانی نے دیکھا کہ مورگن اسی حالت میں سانس روکنے کے قابل نہیں رہا ہے تو اس نے دماغ میں زلزلہ پیدا کرتے ہی اس کا مُنہ بند کردیا تاکہ وہ چیخنے چلانے کے قابل نہ رہے۔

پھر اس نے تالبوٹ سے کہا "اس کی گردن چھوڑ دو' افسر کو بدستور غائب دماغ رکھو۔"

اس نے گردن چھوڑ دی۔ مورگن قالین پر گر کر تڑپنے لگا۔ ثانی نے کہا "ہیلو مورگن! تمہیں تکلیف تو ہورہی ہے لیکن تمہیں قابو میں رکھنے کے لیے یہ ضروری ہے۔"

اس نے پوچھا "تم کون ہو؟ مجھ سے کیا دشمنی ہے؟"

"ابھی بتاؤں گی کہ کون ہوں۔ فی الحال تمہارے سیکورٹی افسر کو یہاں سے ٹالنا ہے۔"

itsurdu.blogspot.com

مورگن نے جھنجلا کر افسر سے پوچھا "کیا تم دشمنوں کا ساتھ دے رہے ہو؟"

"یہ غائب دماغ ہے' تمہاری کسی بات کا جواب نہیں دے گا۔"

وہ سر کی تکلیف برداشت کرتا ہوا اٹھ کر کھڑا ہوا۔ ثانی نے کہا "تمہارے چور خیالات کہہ رہے ہیں کہ تم کھڑکی کے پاس جا کر چیخنا اور دوسرے گارڈز کو پکارنا چاہتے ہو۔ اگر میں ایک اور دماغی جھٹکا دوں تو تم خاصی دیر تک بولنے کے قابل نہیں رہو گے۔"

وہ انکار میں ہاتھ ہلا کر بولا "نہیں' نہیں......"

لیکن دماغ میں دوسری بار ہلکا سا زلزلہ آگیا۔ وہ پھر قالین پر گر کر تڑپنے لگا۔ اس کے حلق سے کربناک آوازیں نکل رہی تھیں۔ وہ تکلیف کی شدت سے چیخنا چاہتا تھا لیکن ثانی ایسا نہیں چاہتی تھی اس لیے وہ خاموشی سے ناقابلِ برداشت اذیت کو برداشت کر رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد تکلیف کم ہونے لگی۔ اس کی دماغی حالت بتا رہی تھی کہ وہ ایک آدھ گھنٹے تک خیال خوانی کرنے اور سانس روکنے کے قابل نہیں ہو سکے گا۔ ثانی نے اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما کر اسے قالین پر اٹھا کر کھڑا کیا۔ اس کا لباس درست کیا پھر ٹالبوٹ کو مخاطب کرکے کہا "مورگن میز پر جھک کر کتاب بند کرنے لگے تو تم افسر کے دماغ کو آزاد چھوڑ دینا کیونکہ ایسی ہی پوزیشن میں تم نے اسے غائب دماغ لیا تھا۔ اسے یقین دلانا ہے کہ وہ غائب دماغ نہیں تھا۔"

مورگن ثانی کی مرضی کے مطابق میز پر جھک کر کتاب بند کرنے لگا۔ افسر نے چونک کر سوچا کیا بات ہے؟ کیا مجھے کچھ ہو گیا تھا؟ یوں لگتا ہے ابھی میں یہاں نہیں تھا۔ مگر تھا اور اب بھی ہوں۔"

ٹالبوٹ نے اس کی سوچ میں کہا "میں کیا فضول باتیں سوچ رہا ہوں۔ ابھی ایک ساعت بھی نہیں گزری ہے۔ میں نے صاحب سے کہا تھا کہ کتاب میز پر سے گرنے والی ہے اور صاحب کتاب کے پاس جانے کے لیے ادھر گھوم گئے۔ اور اب وہ جھک کر کتاب بند کر رہے ہیں۔"

اسی وقت مورگن نے ثانی کی مرضی کے مطابق کہا "چلو اب میں دروازہ بند کرکے سونے جاؤں گا۔"

سیکورٹی افسر اس کے آگے چلتا ہوا بیرونی دروازے تک آیا۔ پھر اسے سیلوٹ کرکے باہر چلا گیا۔ مورگن دروازے کو اندر سے بند کرکے اپنی خوابگاہ میں آیا۔ پھر اپنے بستر پر چاروں شانے چت لیٹ گیا۔ ثانی اسے تھپک تھپک کر سلانے لگی۔ اس کے بعد اس کے خوابیدہ ذہن پر عمل کرنے والی تھی۔

اور اب اس عمل کے سامنے کوئی رکاوٹ نہیں رہ گئی تھی۔ دیکھا جائے تو اب اس دنیا میں کسی کے لیے کوئی رکاوٹ نہیں رہی۔ اونچے سے اونچے اور مضبوط سے مضبوط قلعے کی دیوار بھی چھوٹی پڑ جاتی ہیں اور ہیلی کاپٹر اندر چلا آتا ہے۔ سرحد پر پوری فوج کھڑی رہتی ہے اور جاسوس ملک کے اندر گھس آتے ہیں۔

گولڈن برینز نے بھی جے مورگن کو زبردست پہرے میں چھپا کر رکھا تھا۔ اس کے باوجود ثانی ٹیلی پیتھی کی سرنگ بناتی ہوئی اس کے اندر گھس آئی تھی۔

اس نے ایک گھنٹے کے اندر اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا لیا۔ دو گھنٹے تک اسے تنویمی نیند سونے دیا۔ جب وہ جاگا تو ان احکامات پر عمل کرنے لگا جو تنویمی عمل کے دوران اس کے دماغ میں نقش کر دیے گئے تھے۔ اس نے فون کے ذریعے گولڈن برین راجر موس سے رابطہ قائم کیا پھر کہا "سر! صبح پانچ بجے والی فلائٹ سے ایک دشمن یہاں کے کچھ اہم راز لے جا رہا ہے۔"

"کون ہے وہ دشمن؟"

"میں نے جس شخص کو خیال خوانی کے ذریعے ٹریپ کرکے معلومات حاصل کی تھیں' اس کا قتل ہو چکا ہے۔ وہ اس دشمن کا نام نہیں جانتا تھا۔ اسے صرف اتنا معلوم تھا کہ کوئی یہاں کے کچھ راز چرا کر صبح کی فلائٹ سے جا رہا ہے۔"

"کیا تم اسے ائرپورٹ پر پہچان لو گے؟"

"ائرپورٹ پر لوگوں کی بھیڑ ہوتی ہے۔ میں مجرم کو طیارے میں سوار ہونے کا موقع دوں گا۔ طیارے میں مسافروں کی مخصوص تعداد ہوگی وہاں ایک ایک کے خیالات پڑھ کر مجرم کو پہچان لوں گا۔"

"یہ بہترین طریقۂ کار ہے۔ میں سیکورٹی فورس سے کہتا ہوں وہ تمہیں ائرپورٹ لے جائیں گے۔"

"سر! سیکورٹی کے اعلیٰ افسر سے کہہ دیں کہ ان میں سے کوئی رن وے اور طیارے میں نہ آئے ورنہ مجرم ہوشیار ہو جائے گا۔"

"ٹھیک ہے' میں انہیں سمجھا دوں گا۔"

صبح فلائٹ کے وقت علی ثانی کے ساتھ ائرپورٹ آیا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے دیر تک باتیں کرتے رہے۔ علی نے وعدہ کیا کہ وہ جلد ہی واشنگٹن آئے گا۔ پھر ثانی اس سے رخصت ہو کر طیارے میں سوار ہونے چلی گئی۔

جے مورگن سیکورٹی فورس کی جوانوں کی نگرانی میں تھا' لیکن یہ جوان اور افسران اس سے دور تھے۔ مورگن آفیسر آن اسپیشل ڈیوٹی کا کارڈ دکھا کر ایگزٹ گیٹ سے طیارے کی طرف چلا گیا۔ نگرانی کرنے والے گیٹ کے پاس کھڑے رہ گئے۔

مورگن طیارے میں آیا۔ ثانی کنٹرول ٹاور کے اعلیٰ افسر کے دماغ میں تھی۔ ٹالبوٹ نے پائلٹ کے دماغ پر قبضہ جمایا تھا۔ مورگن نے بڑی تابعداری سے ائرپورٹ انتظامیہ کو سنبھال لیا تھا۔ وہاں کے انچارج کو سیڑھیاں ہٹانے پر مائل کیا تھا۔ طیارے کے دروازے بند کر دیے گئے تھے۔ کنٹرول ٹاور سے سگنل مل چکا تھا۔ ایسے میں دیر کیا ہوتی؟ طیارہ چل پڑا۔ رن وے پر دوڑتا ہوا

فضا میں پرواز کرنے لگا۔

سیکورٹی فورس کے اعلیٰ افسر نے حیرانی سے کہا "طیارہ چلا گیا اور مسٹر مورگن نے کسی مجرم کی نشاندہی نہیں کی اور واپس بھی نہیں آئے۔"

ائرپورٹ کے سیکورٹی افسر نے کہا "مسٹر مورگن تو جا چکے ہیں۔"

"کہاں جا چکے ہیں؟"

"یہ تو میں نہیں جانتا۔ وہ اسی فلائٹ میں گئے ہیں۔"

"کیا کہہ رہے ہو؟" اس نے بے یقینی سے پوچھا۔ پھر ٹرانسیٹر کے ذریعے گولڈن برین راجر موس سے رابطہ کیا؟ سر! مسٹر مورگن نے ہمیں یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ ملک سے باہر جا رہے ہیں۔ آپ نے بھی یہ بات راز میں رکھی۔"

"کیسا راز؟ میں نے جب یہ نہیں کہا تھا کہ وہ ملک سے باہر جائے گا تو پھر وہ کیسے جا سکتا ہے؟ کیا سچ کہہ رہے ہو کہ وہ باہر گیا ہے؟ اگر گیا ہے تو تم لوگوں نے جانے کیوں دیا؟"

"ہم کیسے روک سکتے تھے۔ ہمیں طیارے کے قریب جانے سے منع کیا گیا تھا۔ وہ طیارہ مسٹر مورگن کو لے کر کیسے پرواز کر گیا یہ ہم نہیں جانتے۔"

"طیارے کو روکو۔"

"طیارہ فضا میں کیسے رکے گا۔ آگے سرحد ہے ائرپورٹ نہیں ہے۔"

"یو ایڈیٹ' اسے واپس لاؤ۔ کنٹرول ٹاور سے رابطہ کرو۔"

وہ دوڑتا ہوا قریبی دفتر میں گیا۔ پھر فون پر کنٹرول ٹاور سے رابطہ قائم کرنے کے بعد بولا "میں گولڈن برینز سیکورٹی فورس کا کیپٹن بول رہا ہوں۔ ابھی جو طیارہ یہاں سے گیا ہے' اسے واپس لاؤ۔ ہمارے ملک کی ایک اہم شخصیت کو اغوا کیا جا رہا ہے۔"

دوسری طرف سے کہا گیا "آپ ہولڈ آن رکھیں۔ میں پائلٹ کو کال کر رہا ہوں۔"

"ٹھیک ہے' جلدی کال کریں۔"

"آپ نے ہولڈ آن کیا ہے نا؟"

"ارے ہولڈ آن ہے۔ تب ہی تو ہم باتیں کر رہے ہیں۔"

"ہاں یہ تو میں بھول ہی گیا تھا کہ فون ایک طرف سے بند ہو تو دونوں طرف سے بند ہو جاتا ہے اور ایک طرف سے چالو ہو تو دوسری طرف سے بھی چالو رہتا ہے۔ ہم انسان بھی یہی کرتے ہیں۔ اگر ایک بات نہ کرے تو دوسرا بھی بولنا چھوڑ دیتا ہے۔"

کیپٹن نے گرج کر کہا "یو مسٹر! وہ طیارہ سو میل دور نکل چکا ہوگا اور تم بکواس میں وقت ضائع کر رہے ہو۔"

"اور یو کیپٹن! جب سانپ نکل جاتا ہے تو ہم اسی طرح لکیریں پیٹ کر وقت ضائع کرتے ہیں۔ آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ پائلٹ سے رابطہ قائم نہیں ہوگا۔"

"کیوں نہیں ہوگا؟"

"اس لیے کہ میرے دماغ پر کسی نے قبضہ جما رکھا ہے۔ میں پائلٹ سے رابطہ کرتا ہوں تو بیوی سے رابطہ ہو جاتا ہے۔"

کیپٹن نے گالیاں دیتے ہوئے ریسیور رکھ دیا۔ پھر ٹرانسیٹر کے ذریعے راجر موس کو بتایا کہ مورگن کو اغوا کرنے والے ٹیلی پیتھی جانتے ہیں اور انہوں نے کنٹرول ٹاور کو اپنے کنٹرول میں رکھا ہوا ہے۔ لہٰذا طیارہ واپس نہیں آئے گا۔

راجر موس نے تمام گولڈن برینز کا ہنگامی اجلاس طلب کیا۔ ان میں گولڈن برین کارمن (علی) بھی تھا۔ سب کمپیوٹر کے ذریعے یہ معلوم کر رہے تھے کہ جے مورگن اغوا کر لیا گیا ہے۔ وہ امریکن ائرلائن کے طیارے میں لے جایا جا رہا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ سپر ماسٹر نے یہ چال چلی ہے اور اسرائیلی حکام کسی بھی ذریعے سے اس طیارے کو اگلی کسی منزل پر نہیں روک سکیں گے۔ اور نہ ہی کسی دوسرے ملک کے ائرپورٹ سے جے مورگن کو چھین کر واپس لا سکیں گے۔

ایک گولڈن برین نے کہا "ہماری نیویارک کی سیکرٹ ایجنسی نے اطلاع دی ہے کہ گزشتہ روز جان لمبوڈا کو قتل کر دیا گیا ہے۔"

دوسرے نے کمپیوٹر کے ذریعے کہا "یہ چونکا دینے والی اطلاع ہے۔ جان لمبوڈا ٹیلی پیتھی کا ناقابلِ شکست روبوٹ کہلاتا تھا۔ اتنا بڑا آدمی اچانک مارا جائے تو اس کی موت کا یقین نہیں ہوتا۔ کیا

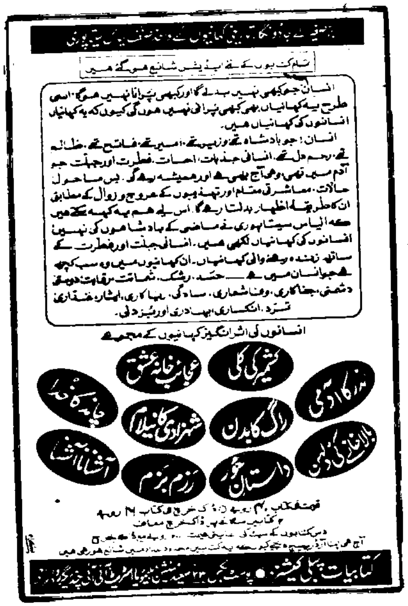

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

مستند ذرائع سے تصدیق کی گئی ہے؟"

"ہمارے ملک کے حکام نے سپرماسٹر سے یہ سوال کیا تھا۔ اس نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ جان لبوڈا لاپتا ہے۔ کسی مصلحت کی بنا پر اس کی موت چھپائی جارہی ہے۔"

"اگر وہ قتل ہوچکا ہے تو سپرماسٹر کے پاس کہنے کو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج ہوگی۔ لیکن لبوڈا جیسا کوئی خرانٹ نہیں ہوگا۔ میری عقل تسلیم نہیں کرتی کہ سپرماسٹر کے ناتجربہ کار ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے مورگن کو اغوا کیا ہے۔"

گولڈن برین کارمن عرف علی نے کہا "آپ بھول رہے ہیں کہ کچھ عرصہ پہلے ہمارے پاس ایک رپورٹ آئی تھی۔ اس میں ایک بہت ہی چالاک ٹیلی پیتھی جاننے والی سلوانہ کا ذکر ہے۔ فرہاد نے ایک بار لبوڈا اور اس کے کئی ماتحتوں کے دماغوں میں جگہ بنالی تھی۔ ان سب کو سلوانہ نے فرہاد سے نجات دلائی تھی۔ اسے سپرمادام کا عہدہ دیا گیا ہے۔ میری عقل کہتی ہے کہ اسی سپرمادام نے مورگن کو اغوا کیا ہے۔"

"نیویارک اور واشنگٹن میں ہماری جتنی خفیہ ایجنسیاں ہیں ان سب کو مورگن کے سلسلے میں فوراً آگاہ کرنا چاہیے۔"

علی نے کہا "مورگن ہمارا سب سے اہم اور قابلِ اعتماد ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے۔ ہم اس کی واپسی کے لیے صرف خفیہ ایجنسیوں پر بھروسا نہیں کریں گے ہمیں ذاتی طور پر بھی کچھ کرنا ہوگا۔"

"ہم ذاتی طور پر کیا کرسکتے ہیں؟"

"یہ آپ لوگ سوچیں۔ میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں خود جے مورگن کو لانے امریکا جاؤں گا۔"

راجر موس نے کہا "ملک اور قوم کے لیے تمہارا جذبہ قابلِ تحسین ہے لیکن اسی ملک اور قوم کے لیے تم بہت زیادہ اہم ہو۔ ہم تمام گولڈن برینز تمہاری ذہانت اور حاضر دماغی کے معترف ہیں۔ سیدھی سی بات ہے۔ ہم تمہیں کھونا نہیں چاہتے۔"

"اس میں کھونے کی کیا بات ہے؟ میں زیادہ سے زیادہ ایک ہفتے کے لیے جاؤں گا اور اسے کسی طرح واپس لے کر آجاؤں گا۔"

"ہوسکتا ہے تم کسی سازش کا شکار ہوجاؤ' بیمار ہوجاؤ یا کوئی حادثہ پیش آجائے۔ تم ہمارا وہ سرمایہ ہو جسے ہم کھودینے کے خیال سے ہی ڈر جاتے ہیں۔"

"مجھے حادثہ اپنے ملک میں بھی پیش آسکتا ہے۔ یہاں بھی میں کسی سازش کا شکار ہوسکتا ہوں۔ آپ لوگ مجھے اپنے درمیان رکھ کر میری کسی بد بختی سے نہیں لڑ سکیں گے۔"

ایک گولڈن برین نے کہا "مسٹر کارمن! اپنا ملک چھوڑ کر جانے کے سلسلے میں ابھی بحث نہ کرو۔ ہم اس مسئلے پر بعد میں غور کریں گے۔"

"جب تک یہاں غور کیا جائے گا' وہاں مورگن کا برین واش کردیا جائے گا۔ میں اس وفادار ٹیلی پیتھی جاننے والے کو دشمنوں کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑوں گا۔ ہم میں سے ہر گولڈن برین سال میں ایک ماہ کی چھٹی لیتا ہے۔ مجھے اجازت نہ دی گئی تو میں چھٹی لے کر جاؤں گا۔ چھٹی نہ دی گئی تو میں استعفا پیش کردوں گا۔"

تمام گولڈن برینز کے کمپیوٹر اسکرین تھوڑی دیر تک تاریک رہے پھر راجر موس نے کہا "میں تمام گولڈن برینز سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ کارمن کے بارے میں حتمی فیصلہ سنائیں۔"

ایک نے کہا "کسی بھی گولڈن برین سے اس کے مزاج کے خلاف کام لیا جائے گا تو وہ پوری ذہانت اور ذمے داریوں سے کام نہیں کرپائے گا۔ بہتر ہے کارمن کو جانے کی اجازت دی جائے۔"

سب نے باری باری تائید کی۔ راجر موس نے کہا "امریکا کے لیے اگلی فلائٹ پندرہ گھنٹے بعد ہے۔ کارمن! تم جانے کی تیاری کرو اور ان پندرہ گھنٹوں میں ملک سے باہر جانے کا ارادہ بدل لو تو ہم سب کو خوشی ہوگی۔"

"میں اگلی فلائٹ کے انتظار میں یہاں پندرہ گھنٹے ضائع نہیں کروں گا۔ ایک خصوصی طیارے میں استنبول جاؤں گا۔ مجھے وہاں سے ایک گھنٹے بعد ہی امریکا کے لیے فلائٹ مل جائے گی۔"

علی نے اپنی بات منوالی۔ سفر کی تیاریاں شروع کرنے لگا۔ ایسے ہی وقت ثانی نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کوڈ ورڈز ادا کیے پھر پوچھا "کب آرہے ہو؟"

"تقریباً ایک گھنٹے بعد یہاں سے روانہ ہوجاؤں گا۔ تم کہاں ہو؟"

"ہمارا طیارہ یونان سے گزر رہا ہے۔ یہ آگے جاکر روم میں اترے گا۔ وہاں ہمارے لیے ایک خصوصی طیارہ موجود ہوگا۔ میں مورگن کے ساتھ اس میں سفر کروں گی۔"

وہ دونوں خوش ہورہے تھے۔ تقریباً بارہ گھنٹے بعد واشنگٹن میں ان کی ملاقات ہونے والی تھی۔ لیکن علی کی لاعلمی میں اچانک ہی مخالف ہوا چلنے لگی تھی۔ وہ اپنے بنگلے سے نکل کر ائرپورٹ جانا چاہتا تھا' اس سے پہلے ہی فوج کے جوانوں نے اس کے بنگلے کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ کرنل نے کہا "مسٹر کارمن! ہمیں افسوس ہے۔ ایک انکوائری کے سلسلے میں آپ اپنی رہائش میں نظر بند رہیں گے۔ یہاں سے باہر نہیں نکلیں گے۔"

اس نے پوچھا "کیا میرے خلاف انکوائری ہورہی ہے؟"

"کچھ ایسی ہی بات ہے۔ آپ ابھی مزید سوال نہ کریں۔"

وہ اپنے بنگلے کے اندر آگیا۔ ایک فوجی جوان نے دروازے کو باہر سے بند کردیا۔ معاملہ بہت گڑبڑ لگ رہا تھا۔ ورنہ وہ ایک گولڈن برین کو اس طرح نظر بند نہ رکھتے۔

وہ سوچ رہا تھا "شاید میرے خلاف کوئی ثبوت ہاتھ آگیا ہے۔ ورنہ اس ملک میں میری جو عزت' مان مرتبہ اور رعب دبدبہ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہے' اس کے پیشِ نظر یہ مجھے حراست میں نہ رکھتے۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر ہیلو کہا۔ دوسری طرف سے راجر موس نے کہا "بیٹے! میرے لیے یہ بڑے دکھ کی بات ہے کہ تمہیں حراست میں رکھا گیا ہے۔ ہم تمام گولڈن برینز تمہارے لیے فائٹ کر رہے ہیں۔"

اس نے پوچھا "انکل! آخر معاملہ کیا ہے؟"

راجر موس نے کہا "ایک مرینا نام کی ٹیلی پیتھی جاننے والی ہے۔ اس نے اعلیٰ حکام کے دماغوں میں آ کر کہا ہے کہ تم اصل کارمن ہیرالڈ نہیں ہو' بلکہ فرہاد علی تیمور کے بیٹے علی تیمور ہو۔"

"کیا ایک دشمن خیال خوانی کرنے والی کی بات تسلیم کی جا رہی ہے؟"

"وہ ثبوت پیش کرنے کے لیے کہہ رہی ہے کہ تمہاری انگلیوں کے نشانات لیے جائیں۔ یہ نشانات اصل کارمن ہیرالڈ کی انگلیوں کے نشانات سے مختلف ہوں گے۔"

علی اس بات پر چونکا۔ مرینا اسے بہت دور سے گھیر رہی تھی۔ وہ بظاہر ہنستے ہوئے بولا "انکل! اتنی سی بات کے لیے مجھے حراست میں رکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ آپ ان سے کہہ دیں کہ فوراً میری انگلیوں کے نشانات لے کر یہاں سے مجھے جانے دیا جائے۔"

"میں ابھی کہتا ہوں۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ علی ریسیور رکھ کر اسٹور روم میں آیا۔ وہاں اس نے اپنی کچھ خفیہ چیزیں سنبھال کر رکھی تھیں۔ اصل کارمن ہیرالڈ کا تعلق بھی بابا صاحب کے ادارے سے تھا۔ جب وہ راجر موس کا ماتحت بننے والا تھا تب سرکاری کاغذات پر اس کے دستخط کے علاوہ انگلیوں کے نشانات بھی لیے گئے تھے۔

اور جب علی کو کارمن سمجھ کر گولڈن برین کا عہدہ دیا جا رہا تھا تب بھی نئے سرے سے نئے تقرری کے کاغذات پر علی کی انگلیوں کے نشانات لیے گئے تھے۔ اب یقیناً پرانے کارمن کے کاغذات اور نئے کارمن گولڈن برین کے کاغذات کا مطالعہ کیا جا رہا ہو گا۔ فنگر پرنٹس سیکشن کے ماہرین دونوں کاغذات پر لگے ہوئے انگلیوں کے نشانات کا معائنہ کر رہے ہوں گے۔

معائنہ کرنے کے نتیجے میں دونوں نشانات ایک ہی کارمن کے ظاہر ہونے والے تھے۔ کیونکہ ایسے موقع پر علی ٹرانسپیرنٹ دستانے پہنتا تھا۔ وہ دستانے اتنے باریک اور آئینے کی طرح شفاف تھے کہ وہ ہاتھوں کی اصل جلد ہی کی طرح دکھائی دیتے تھے۔ ان دستانوں کی انگلیوں پر اصل کارمن ہیرالڈ کی انگلیوں کے نشانات کے اسٹیکر لگے ہوئے تھے۔ وہ کسی بھی چیز کو پکڑتا یا کاغذ پر انگوٹھے کا نشان ثبت کرتا تو یہی انگلیوں کے نشانات دستانے کے نیچے ہوتے اور کارمن کا اسٹیکر اوپر ہوتا اس میں کارمن کی انگلیوں کے نشانات نقش ہو جاتے تھے۔

اب پھر وہی مرحلہ درپیش تھا۔ چند ماہرین کے سامنے اس کی انگلیوں کے نشانات لیے جانے والے تھے۔ اس لیے اس نے اسٹور روم میں آ کر الماری کے ایک خانے سے وہ مخصوص دستانے نکال لیے۔ انہیں دونوں ہاتھوں میں اچھی طرح پہن لیا۔ وہ جلد سے ایسے چپک جاتے تھے کہ دستانے لگتے ہی نہیں تھے۔ صاف طور سے ہاتھ ننگے دکھائی دیتے تھے۔

بڑی دیر بعد دو فوجی افسر ایک فنگر پرنٹس کے ماہر کے ساتھ آئے۔ انہوں نے مجھ سے مصافحہ کیا۔ ایک اعلیٰ افسر نے کہا "مسٹر کارمن! اس وقت میرے دماغ میں مس مرینا موجود ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ تم کارمن نہیں ہو۔"

علی نے کہا "اس کا دعویٰ غلط ہو گا تب بھی وہ آپ لوگوں کے دماغوں پر قبضہ جما کر اپنی بات منوا لے گی اور مجھے اپنی ہی یہودی قوم کا دشمن ثابت کر دے گی۔"

دوسرے افسر نے کہا "میں یوگا کا ماہر ہوں۔ وہ میرے اندر نہیں آ سکے گی۔ ابھی ہم آپ کے پرانے فنگر پرنٹس چیک کر کے آ رہے ہیں۔ میں نے آپ کی حمایت میں رپورٹ لکھی ہے کہ ان تمام نشانات کے مطابق آپ گولڈن برین کارمن ہیرالڈ ہیں۔"

علی نے کہا "تھینک یو۔ لیکن جب میں کارمن ثابت ہو چکا ہوں تو اب آپ حضرات کیا چاہتے ہیں؟"

اعلیٰ افسر نے کہا "مس مرینا کا اصرار ہے کہ ابھی آپ کی انگلیوں کے نشانات لیے جائیں۔ پلیز ہم سے تعاون کریں۔"

فنگر پرنٹس کے ماہر نے ایک کاغذ میز پر رکھا۔ علی خود سیاہی لے کر اپنے ہاتھوں میں لگانے لگا تاکہ ماہر سیاہی لگانے کے لیے اس کا ہاتھ نہ پکڑے۔ پکڑنے سے بھید کھلنے کا خدشہ تھا۔

اس نے دونوں ہتھیلیوں اور دس انگلیوں کے نشان مختلف کاغذات پر نقش کر دیے۔ ماہر نے ان کا سرسری معائنہ کرنے کے بعد کہا "ٹھیک ہے' آپ اپنے ہاتھ صاف کر لیں۔ میں ابھی بغور معائنہ کر رہا ہوں۔"

علی ایک کپڑے سے دونوں ہاتھ پونچھنے لگا۔ ماہر اپنے کام میں مصروف تھا۔ محدب شیشے سے پچھلے نشانات اور تازہ نشانات کا موازنہ کر رہا تھا اور کہتا جا رہا تھا "ٹھیک' بالکل ٹھیک ہے۔ کوئی فرق نظر نہیں آ رہا ہے۔"

وہ بڑی دیر تک معائنہ کرتا رہا اور بڑبڑاتا رہا۔ پھر اس نے فیصلہ سناتے ہوئے کہا "آپ لوگ وقت ضائع کر رہے ہیں۔ اگلے پچھلے تمام نشانات ان ہی کارمن صاحب کے ہیں اور اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔"

اعلیٰ افسر نے خلا میں گھورتے ہوئے مرینا کو مخاطب کیا اس سے پوچھا "تم نے سن لیا؟ تم نے میرے دماغ میں رہ کر دیکھ لیا کہ مسٹر کارمن نے ہمارے سامنے ہاتھوں اور انگلیوں کے نشانات پیش کیے۔ یہ ہم نے بھی دیکھا' تم نے بھی دیکھا اور ماہر نے تصدیق کر دی۔ کیا اب بھی تم ہمارے معزز گولڈن برین کو فراڈ کہہ کر ہمیں

گمراہ کرو گی؟"

وہ ذرا خاموش رہا پھر بولا "چپ کیوں ہو؟ جواب دو؟"

اسے جواب نہیں ملا۔ وہ ناگواری سے بولا "لعنت ہے اس پر۔ وہ کمبخت ناکام ہوتے ہی بھاگ گئی ہے۔ مسٹر کارمن! ہم بہت شرمندہ ہیں۔"

علی نے کہا "شرمندگی کی کوئی بات نہیں ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ آپ لوگوں نے فرض ادا کرنے کے لیے گولڈن برین کا بھی لحاظ نہیں کیا۔"

وہ تینوں علی سے رخصت ہونے کے لیے مصافحہ کرنا چاہتے تھے' اس نے دور ہی سے اپنے دونوں ہاتھ دکھاتے ہوئے کہا "یہ کپڑے سے پونچھنے کے باوجود سیاہ ہیں۔ آپ کے ہاتھوں میں بھی کالک لگ جائے گی۔"

وہ صرف ہاتھ لہرا کر گڈ بائی کہتے ہوئے رخصت ہو گئے۔ ان کے جاتے ہی علی نے اطمینان کی سانس لی۔ پھر اپنے بیڈ روم میں آیا۔ باتھ روم کا دروازہ کھول کر واش بیسن کے پاس پہنچا اور نل کھول کر صابن سے دونوں ہاتھوں کو دھونے لگا۔

دونوں ہاتھ صاف ہو گئے۔ اس نے کمرے میں آ کر چھت کے پنکھے کو آن کیا۔ ان ہاتھوں کی نمی کو خشک کیا۔ پھر ٹرانسپیرنٹ دستانوں کو اتارتے ہوئے اسٹور روم میں آ گیا۔ الماری کے جس خانے سے وہ دستانے نکالے تھے پھر انہیں وہیں چھپا دیا۔

فوج کا اعلیٰ افسر اپنے جونیئر افسر اور ماہر کے ساتھ ایک کار میں واپس جا رہا تھا۔ وہ یکبارگی چونک گیا۔ مرینا نے اس کے اندر چیخ کر کہا "گاڑی روکو' ڈرائیور سے کہو وہ گاڑی روکے۔"

وہ جھلا کر بولا "تم کیوں پیچھے پڑ گئی ہو؟ اب کیا چاہتی ہو؟"

"میں کہتی ہوں گاڑی رکواؤ' ورنہ کھوپڑی میں زلزلے پیدا کر دوں گی۔"

اس نے ڈرائیور سے کہا "گاڑی روکو۔"

گاڑی رک گئی۔ ماتحت نے پوچھا "کیا بات ہے سر؟"

اعلیٰ افسر نے کہا "میری شامت آ گئی ہے۔ مرینا میرا پیچھا نہیں چھوڑ رہی ہے۔"

وہ بولی "اس بار میں ثابت کر دوں گی کہ وہ گولڈن برین کارمن نہیں ہے۔"

"فار گاڈ سیک مرینا! سفید کو سیاہ ثابت نہیں کیا جا سکتا۔"

"میں ابھی دیکھ کر آ رہی ہوں۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھوں میں ٹرانسپیرنٹ دستانے پہنے تھے۔ ان دستانوں پر اصلی کارمن کے ہاتھوں اور انگلیوں کے نشانات کے اسٹیکر تھے۔"

"مرینا! تم ہمارے گولڈن برین کارمن کے دماغ میں نہیں جا سکتیں۔ وہ یوگا کا ماہر ہے۔ پھر تم نے اس کے پاس کیسے جا کر دیکھ لیا؟"

"میں ٹیلی پیتھی کے بغیر بھی دیکھ سکتی ہوں۔"

"یہ تو کوئی احمق بھی تسلیم نہیں کرے گا کہ تم ہزاروں میل دور سے دیکھ لیتی ہو۔"

"میرے پاس ایسے دیکھ لینے کا ایک غیر معمولی علم ہے۔ میں اس علم کے متعلق ابھی نہیں بتا سکتی۔ فوراً واپس چلو۔"

اس کے بعد اس نے بحث کو طول نہیں دیا۔ اعلیٰ افسر کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ اس نے ڈرائیور کو حکم دیا "مسٹر کارمن کے بنگلے کی طرف واپس چلو۔ ہری اپ۔"

گاڑی واپس مڑ گئی۔ تیز رفتاری سے دوڑتی ہوئی بنگلے کے احاطے میں آئی۔ اعلیٰ افسر نے گاڑی سے اترتے ہوئے سیکورٹی افسر اور گارڈز سے کہا "میرے ساتھ بنگلے کے اندر چلو اور کارمن ہیرالڈ کو....."

سیکورٹی افسر نے کہا سر! بنگلا لاکڈ ہے' کارمن صاحب نہیں ہیں۔"

وہ دھاڑتے ہوئے بولا "کیا بکتے ہو۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے کارمن یہاں تھا۔"

"سر! بیس منٹ تھوڑے نہیں ہوتے۔ وہ تو اب ائرپورٹ پہنچ گئے ہوں گے۔"

"وہ ائرپورٹ کیوں گیا ہے؟"

"سر! وہ کہاں جاتے ہیں' کیوں جاتے ہیں؟ ہم معمولی افسر ہو کر ان سے پوچھ نہیں سکتے۔"

وہ سیکورٹی افسر سے بولا "اپنے کیبن میں چلو۔ کیا تمہارے پاس ٹرانسمیٹر ہے؟"

وہ کیبن کی طرف چلتے ہوئے بولا "یس سر! مگر کوئی خرابی پیدا ہو گئی ہے۔ ہم فون سے کام چلا رہے ہیں۔"

اعلیٰ افسر نے کیبن میں آ کر فون کے ذریعے گولڈن برین راجر موس سے رابطہ کیا "سر! وہ جو آپ کا داماد کارمن ہے' وہ دراصل کارمن نہیں ہے۔ میں ابھی ثابت کر سکتا ہوں کہ وہ فراڈ ہے۔"

راجر موس نے کہا "کیا بکواس ہے۔ ابھی مجھے بتایا گیا ہے کہ تمہارے ساتھ جانے والے فنگر پرنٹس کے ماہر نے میرے داماد کے کارمن ہونے کی تصدیق کر دی ہے۔ تصدیق کرانے کے بعد اسے فراڈ کیوں ثابت کرنا چاہتے ہو؟"

"سر! تفصیل بتانے کا وقت نہیں ہے۔ وہ فرار ہونے کے لیے ائرپورٹ کی طرف گیا ہے۔"

"تمہارا دماغ چل گیا ہے۔ وہ فرار نہیں ہو رہا ہے' ہم تمام گولڈن برینز کی رضامندی سے خصوصی طیارے کے ذریعے امریکا جا رہا ہے۔"

"پلیز آپ اس طیارے کو پرواز کرنے سے رکوا دیں۔ میں ثابت کر دوں گا کہ وہ اپنے ہاتھوں میں اصلی کارمن کے فنگر پرنٹس پہن کر رہتا ہے۔"

"یہ میرے لیے نئی بات ہے۔ فنگرز پرنٹس کیسے پہنے جاتے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہیں؟"

"دراصل وہ دستانے پہنتا ہے ان دستانوں پر فنگر زپرنٹس کے اسٹیکر لگے رہتے ہیں۔"

"تعجب ہے۔ اس کی انگلیوں کے نشانات لیتے وقت تم لوگوں نے اس کے دستانے کیوں نہیں اتارے اور ان اسٹیکرز کو اپنی تحویل میں کیوں نہیں لیا؟"

"سر! ہم آپ کے ہر سوال کا جواب دیں گے۔ پہلے آپ طیارے کو رکوائیں۔ مگر نہیں، آپ نہیں رکوائیں گے۔ وہ آپ کا داماد ہے۔"

اعلیٰ افسر نے راجر موس سے رابطہ ختم کرکے دوسرے گولڈن برین واسکوڈی تھرما کے نمبر ڈائل کیے۔ پھر واسکوڈی تھرما کی آواز سن کر بولا "سر! میں میجر ہارورڈ بول رہا ہوں۔ ابھی میں نے ایک ماہر کے ذریعے کارمن کی تازہ انگلیوں کے نشانات لیے تھے۔"

تھرما نے کہا "یہ تازہ انگلیاں کیا ہوتی ہیں؟"

"میرا مطلب ہے، تازہ نشانات لیے تھے۔"

"ہمیں معلوم ہے تمام گولڈن برینز کو یہ خوشخبری مل گئی ہے کہ ہمارے گولڈن برین کارمن کے خلاف الزام غلط تھا۔"

"تو سر! وہ خوشخبری غلط تھی۔ میں ثابت کرسکتا ہوں کہ وہ کارمن فراڈ ہے۔"

"تصدیق کرنے کے بعد مخالفت کیوں کررہے ہو۔ کیا تمہارے پاس کوئی ٹھوس ثبوت ہے؟"

"جی ہاں، مگر آپ اسے ائرپورٹ جانے سے روک دیں۔"

"اسے تو کوئی گولڈن برین نہیں روکے گا۔ وہ ایک خفیہ مشن میں یہاں سے جارہا ہے۔ میرا خیال ہے میجر ہارورڈ! وہ مرینا پھر تمہارے دماغ میں گھس آئی ہے اور اپنی الٹی سیدھی حرکتوں سے کارمن کو امریکا جانے سے روکنا چاہتی ہے۔ سوری ٹو سے، ہمارے گولڈن برین کارمن کو جانے سے مرینا کا باپ بھی نہیں روک سکے گا۔ دیٹس آل۔"

واسکوڈی تھرما نے ریسیور رکھ دیا۔ مرینا نے لیو ہارورڈ کے اندر چیخ کر کہا "یہ کیا ہورہا ہے؟ وہ فرہاد کا بیٹا علی ہے۔ اسے کسی طرح روکو ورنہ میں تمہیں مار ڈالوں گی۔"

میجر نے کہا "مرینا! تم بھی کچھ دماغ لڑاؤ۔ اسے روکنے کی ترکیب بتاؤ۔ یہ یاد رکھو۔ جب تک کوئی گولڈن برین حکم نہیں دے گا تب تک وہ طیارہ نہیں رکے گا۔ فی الحال کسی طرح اسے پرواز سے روکنا ہے۔"

وہ بولی "فوراً ایرپورٹ سیکورٹی افسر کو فون کرو اور اس سے کہو خصوصی طیارے میں بم رکھا ہوا ہے۔ اس میں گولڈن برین کارمن کو سوار نہ ہونے دیا جائے۔"

میجر ٹیلی فون ڈائریکٹری کھول کر نمبر ڈھونڈنے لگا۔ مرینا غصے سے بولی "کیا تمہیں اپنے ملک کے ائرپورٹ کا نمبر معلوم نہیں ہے؟"

"معلوم ہے۔ لیکن سیکورٹی ڈیپارٹمنٹ الگ ہے۔ اب میں ہر ڈیپارٹمنٹ کے نمبر زبانی یاد نہیں رکھ سکتا۔"

نمبر مل گیا۔ اس نے ڈائل کیا.... تھوڑی دیر میں رابطہ ہوا۔ ادھر مرینا انگاروں پر لوٹ رہی تھی اور سوچ رہی تھی، آخر یہ فرہاد اور اس کی فیملی کے لوگ مقدر سے کیسے دوستی رکھتے ہیں؟ فرہاد بری طرح پھنسنے کے بعد مکھن کے بال کی طرح نکل گیا۔ علی پورے ثبوت کے ساتھ گرفتار ہونے والا ہے لیکن گرفتار کرنے والے فوجی اور تمام گولڈن برینز خود اسے ملک سے باہر بھگا رہے ہیں۔

میجر نے رابطہ ہونے پر کہا "میں میجر ہارورڈ بول رہا ہوں۔ فوراً الرٹ ہوجاؤ۔ کارمن کے طیارے میں بم رکھا ہوا ہے۔"

سیکورٹی افسر نے گھبرا کر چیختے ہوئے پوچھا "کس طیارے کی بات کررہے ہو۔ اس وقت دو رن وے پر دو طیارے پرواز کے لیے کھڑے ہیں۔ جلدی بتاؤ۔ یہ کارمن کا طیارہ کس طیارے کو کہہ رہے ہو؟"

"یہ ایک خصوصی طیارہ ہے۔ اس میں ایک گولڈن برین کارمن سفر کرنے والا ہے۔"

"یہ گولڈن برین کیا ہوتا ہے؟ کیا کوئی بہت بڑی سرکاری شخصیت ہے؟"

"ہاں، ایک بہت بڑا سرکاری عہدیدار جانے والا ہے، فار گاڈ سیک اس طیارے کو پرواز سے روک دو۔"

"میجر صاحب! یہ تل ابیب کا بن گورین BEN GOURIN ائرپورٹ ہے۔ سرکاری عہدیداروں کے خصوصی طیارے ائرفورس کے رن وے سے پرواز کرتے ہیں۔"

ادھر سے رابطہ ختم ہوگیا۔ مرینا نے غصے سے تلملا کر کہا "گدھے کے بچے! تمہیں میجر کس نے بنایا ہے؟ تم یہ بھی نہیں جانتے کہ خصوصی طیارے کہاں سے پرواز کرتے ہیں؟"

وہ پریشان ہوکر بولا "اگر تم جانتی تھیں تو مجھے بتادیتیں۔"

اس نے پھر ڈائریکٹری میں نمبر تلاش کیے۔ نمبر ملنے کے بعد رابطہ کیا۔ پھر رابطہ قائم ہونے پر کہا "میں میجر ہارورڈ بول رہا ہوں۔ ایک گولڈن برین کارمن ہیرالڈ خصوصی طیارے سے جانے والے ہیں۔ انہیں روک دیا جائے کیونکہ طیارے میں بم رکھا ہوا ہے۔ وہ پرواز شروع کرتے ہی ایک دھماکے سے پھٹ پڑے گا۔ گولڈن برین کے چیتھڑے اڑ جائیں گے۔"

دوسری طرف سے پوچھا گیا "آپ کو یہ اطلاع کہاں سے ملی؟"

"یہ سوال جواب کا وقت نہیں ہے۔ اس طیارے کو فوراً روکو۔"

"کیا آپ یقین سے کہہ رہے ہیں کہ بم رکھا ہوا ہے اور وہ پرواز کرتے ہی پھٹ پڑے گا۔"

"بالکل یقین ہے۔"

"لیکن بم تو نہیں پھٹا۔ طیارہ بخیریت پرواز کرچکا ہے۔"

یہ سنتے ہی مرینا غصے سے پھٹ پڑی۔ اس نے میجر کے دماغ کو زبردست جھٹکا پہنچایا۔ وہ چیخیں مارتا ہوا اچھل کر کیبن کے فرش پر گر پڑا اور یوں تڑپنے لگا جیسے اسے ذبح کیا جارہا ہو۔ سیکورٹی گارڈز وغیرہ دوڑتے ہوئے آگئے تھے۔ میجر کا ماتحت کہہ رہا تھا "مس مرینا! یہ ظلم ہے، ناانصافی ہے۔ تم اپنے دشمن کا غصہ میرے سینئر پر اتار رہی ہو۔ جبکہ یہ تمہارے تمام احکامات کی تعمیل کرتے آرہے ہیں۔"

مرینا نے سیکورٹی افسر کی زبان سے کہا "ایسے احکامات کی تعمیل کا کیا فائدہ کہ جو دشمن آسانی سے گرفت میں آسکتا تھا وہ اتنی ہی آسانی سے فرار ہوگیا۔"

"ہم نے اسے فرار نہیں کرایا ہے۔"

"بکواس مت کرو۔ اس بنگلے کے اندر اس کے خلاف ثبوت موجود ہے، اندر جاؤ میں تمہیں گائیڈ کروں گی۔"

"جانے والا چلا گیا۔ اب کیوں اس کے پیچھے پڑی ہو؟"

"میں تمہارے گولڈن برینز کو اور تمام حکمرانوں کو بتانا چاہتی ہوں کہ میں نے اس فرار ہونے والے پر غلط الزام نہیں لگایا تھا۔"

ماتحت افسر نے سیکورٹی افسر سے کہا "مسٹر کارمن کا بنگلا ہونو۔"

"سوری سر! یہ ایک گولڈن برین کا بنگلا ہے۔ کسی دوسرے گولڈن برین کے حکم سے ہی کھولا جاسکتا ہے۔"

مرینا نے کہا "کتو! میں ابھی تم سے بنگلا کھلوا سکتی ہوں، لیکن سارے بڑوں کو بتانا چاہتی ہوں کہ تم سب کو ایک دشمن کے فریب سے بچانے کے لیے اتنی کوششیں کررہی ہوں۔ چلو فون کرو۔"

ماتحت افسر نے راجر موس سے رابطہ قائم کرنے کے بعد کہا۔ "سر! یہ درست ہے کہ مرینا ہماری خیر خواہ نہیں ہے لیکن فرہاد سے دشمنی کے دوران اس کا اور ہمارا محاذ ایک ہوسکتا ہے بلکہ ایک ہے۔"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"سر! وہ اب بھی ثابت کرسکتی ہے کہ ابھی ملک سے باہر جانے والا کارمن دراصل علی تیمور ہے۔"

"ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے، اسے ثابت کرنے دو۔"

"وہ ثبوت حاصل کرنے کے لیے یہ بنگلا کھولنا ہوگا۔"

"ٹھیک ہے، سیکورٹی افسر کو فون دو۔"

سیکورٹی افسر نے ریسیور لیا۔ راجر موس نے کہا "اپنے گارڈز کے ساتھ بنگلے کے اندر جاؤ۔ یہ افسر وہاں سے کوئی ثبوت حاصل کرے تو مجھے اطلاع دو۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ سیکورٹی افسر میجر ہارورڈ، اس کے ماتحت اور فنگر پرنٹس کے ماہر کے ساتھ بنگلے کے بیرونی دروازے پر آیا پھر اس کا لاک کھولنے لگا۔ مرینا نے قسم کھائی تھی کہ پیچھا نہیں چھوڑے گی۔ وہ علی کو یہودیوں کی قید اور عقوبت گاہ میں نہ پہنچا سکی۔ اس ناکامی کے بعد وہ ہمیشہ کے لیے اسے گولڈن برینز کے حلقے سے نکال کر پھینکنے والی تھی۔ ابھی علی کی تقدیر اور مرینا کی تدبیر کے درمیان جنگ جاری تھی۔

○☆○

علی کا خصوصی طیارہ لبنان سے گزر چکا تھا اور ترکی کی فضاؤں میں پرواز کرتا ہوا انقرہ کی طرف جارہا تھا۔ ایسے ہی وقت ثانی نے اسے مخاطب کیا۔ وہ بولا "فوراً کوڈ ورڈز ادا کرو کیونکہ مرینا بھی دھوکا دے کر آسکتی ہے۔"

اس نے کوڈ ورڈز ادا کیے "ثانی اے بلومنگ فلاور" (ثانی ایک کھلتا ہوا پھول ہے۔)

"اپنے منہ سے اپنے حسن کی تعریف کررہی ہو۔"

"یہ کوڈ ورڈز تم نے ہی مقرر کیے ہیں ورنہ میں تعریف کی محتاج نہیں ہوں۔ بائی دی وے، ابھی تم مرینا کی بات کررہے تھے؟"

"وہ ہم سب کے پیچھے پڑ گئی ہے۔ چونکہ تم سے بے خبر ہے اس لیے تمہاری طرف نہیں آرہی ہے۔"

"لیکن امی نے تو بتایا تھا کہ پاپا کو اس کی گرفت سے نجات مل گئی ہے اور وہ خود میرے ڈیڈی (سلمان) کے چنگل میں پھنس گئی ہے۔ اسے ازبکستان سے نکل جانے کا حکم دیا گیا تھا۔"

"بیشک، وہ محکوم اور مجبور ہوگئی تھی پھر کسی کا مضبوط سہارا حاصل ہوتے ہی آتما شکتی کے ہتھکنڈوں سے ہم پر غالب آنے کی کوشش کررہی ہے۔"

"وہ تمہارے ساتھ کیا کررہی ہے؟"

"گولڈن برینز اور یہودی حکام کے سامنے میرا فراڈ ثابت کردیتی۔ اس نے میرے فنگر پرنٹس کا مسئلہ پیدا کردیا تھا۔"

وہ اس سلسلے میں ثانی کو تمام تفصیلات بتانے لگا کہ کس طرح اس نے فنگر پرنٹس کے ماہر اور فوجی افسران کو دھوکا دیا ہے۔

علی کو اس کے بعد کے حالات نہیں معلوم تھے کہ مرینا کی ضد پر اسے کس طرح ملک سے باہر جانے سے روکا جارہا تھا اور وہ کئی رکاوٹوں کے باوجود وہاں سے نکل آیا ہے اور یہ کہ مرینا ابھی تک اس کے پیچھے پڑی ہوئی ہے۔ وہ ان تمام کٹھن حالات سے بے خبر تھا۔

ثانی نے پوچھا "پھر تو وہ پاپا اور پارس کو بھی پریشان کررہی ہوگی؟"

"وہ ایسا ضرور کررہی ہوگی۔ تم پاپا اور پارس کے پاس جاکر ان کی خیریت معلوم کرتی رہو۔"

"میں ابھی جاؤں گی۔ تم شاید انقرہ پہنچنے والے ہو؟"

وہ جواب نہ دے سکا۔ فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا۔ طیارے کے پائلٹ نے کہا "سر! ہولڈ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

آن کریں، تل ابیب سے کال ہے۔"

تھوڑی دیر بعد راجر موس کی آواز سنائی دی "ہیلو کارمن! کیسے ہو؟"

"فائن سر! میرا سفر جاری ہے۔ تقریباً ڈیڑھ گھنٹے میں استنبول پہنچ جاؤں گا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "مرینا تمہارے پیچھے پڑ گئی ہے۔ ابھی وہ چند افسران کو ساتھ لے کر تمہارے بنگلے میں گئی ہے۔ دعوے کرتی ہے کہ تمہارے بنگلے سے ثبوت حاصل کرلے گی۔"

"بکواس کرتی ہے۔ میں اپنی سچائی کے تمام ثبوت پیش کرچکا ہوں۔"

"وہ کمبخت کہتی ہے، تم دستانے پہن کر اور اصل کارمن کی انگلیوں کے نشانات والے اسٹیکر لگا کر فراڈ کررہے ہو۔"

علی نے چونک کر سوچا۔ یہ دستانے اور اسٹیکر والی بات مرینا کو کیسے معلوم ہوگئی۔ میں تو ایسی چیزیں بڑی رازداری سے چھپا کر رکھتا ہوں۔

ثانی اس کے اندر رہ کر راجر موس کی باتیں سن رہی تھی۔ اس نے کہا "اوہ خدایا! علی تم نے اس کمبخت کی آتما شکتی کو بھلا دیا تھا۔ جب یہ چیزیں تم چھپا کر رکھ رہے ہوگے تو اس کی آتما نے آکر دیکھا ہوگا۔"

دوسری طرف سے راجر موس نے پوچھا "ہیلو، ہیلو کارمن! تم خاموش کیوں ہوگئے؟ کیا میری آواز آرہی ہے؟"

"ہاں، آرہی ہے لیکن مرینا بھی آرہی ہے اور میں بار بار سانس روک رہا ہوں۔ پلیز آپ تھوڑی دیر بعد مجھ سے رابطہ کریں۔ ابھی میں اسے بھگا رہا ہوں۔"

اس نے ریسیور رکھ کر رابطہ ختم کردیا پھر ثانی سے کہا "میں نے ان دستانوں کو الماری کے ایک خانے میں چھپا کر رکھا تھا۔ اس کمبخت کی آتما شکتی ہمارے لیے عذاب بن گئی ہے۔ ہم اسے دیکھ نہیں سکتے وہ قریب آکر ہماری خفیہ حرکتیں دیکھ لیتی ہے۔"

ثانی نے کہا "اس نے الماری کے خانے سے یہ چیزیں برآمد کرالی ہوں گی۔ تمہارے خلاف ٹھوس ثبوت پیش کرچکی ہوگی۔"

"گویا اسرائیل میں گولڈن برین کی حیثیت سے میں داخل نہیں ہوسکوں گا۔ بہرحال فوراً احتیاطی تدبیر پر عمل کرو۔ میرا بھید کھلتے ہی اس طیارے کے پائلٹ کو میرے خلاف ہدایات دی جائیں گی۔ تم اسے قابو میں رکھوگی۔"

وہ تھوڑی دیر پہلے پائلٹ کی آواز سن چکی تھی اس لیے اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ تھوڑی دیر بعد ہی پائلٹ نے کال ریسیو کی۔ راجر موس کہہ رہا تھا کہ کارمن ہیرالڈ سے بات کرائی جائے۔ پائلٹ نے علی تک پیغام پہنچا کر ریسیور رکھ دیا۔ ثانی علی کے پاس آگئی۔

دوسری طرف سے راجر موس کہہ رہا تھا "بیٹے کارمن! تمہارے خلاف ایک ایسا ٹھوس ثبوت حاصل ہوا ہے جسے دیکھ کر میرا دل ڈوب رہا ہے۔ اس وقت تمام گولڈن برینز کمپیوٹرز کے ذریعے ایک دوسرے سے مربوط ہیں۔ میں جو کہہ رہا ہوں وہ باتیں کمپیوٹر اسکرین پر آرہی ہیں۔ اس طرح تمہارے جوابات بھی نشر ہوتے رہیں گے۔"

علی نے کہا "انکل! ٹھوس ثبوت کے پیشِ نظر میرا فراڈ واضح ہوچکا ہے۔ اس کے بعد میں دشمن کہلاتا رہوں گا۔ پھر بھی آپ کو انکل کہتا رہوں گا، کیونکہ میں نے آپ کی بیٹی کے ساتھ ایک خوشگوار ازدواجی زندگی گزاری ہے۔ وہ بہت ہی شریف اور نیک بخت تھی۔ آپ یہودیوں کے درمیان رہ کر میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ یہودی بھی انسان ہوتے ہیں۔ مہذّب اور انسان دوست ہوتے ہیں۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولا "آپ لوگ غور کریں اور حساب کریں تو میں نے دشمنی کے دوران ہمیشہ ان یہودی اکابرین کے لیے جان کی بازیاں لگائی ہیں اور انہیں لبوڈا جیسے دشمنوں سے نجات دلائی ہے، جو مجھے انسان دوست نظر آتے رہے۔ میں آپ تمام گولڈن برینز کی شہ رگ کے قریب رہا لیکن آپ اس لیے زندہ سلامت ہیں کہ آپ لوگ نہایت ہی سلجھے ہوئے انسان ہیں۔ یہ میرا وعدہ ہے کہ میں اور میرے پاپا آئندہ بھی آپ لوگوں کے دوست رہیں گے اور جب تک آپ کی طرف سے دشمنی میں پہل نہیں ہوگی ہم دوستی نباہتے رہیں گے۔"

itsurdu.blogspot.com

ایک گولڈن برین نے کہا "یہ دشمن ہمارے اندر گھس کر ہمیں اُلّو بناتا رہا اور بھید کھلنے پر دوستی کا دعویٰ کررہا ہے۔"

راجر موس نے یہ بات فون کے ذریعے علی تک نہیں پہنچائی۔ اس سے کہا "بیٹے! میں اس مسئلے پر تم سے بعد میں گفتگو کروں گا۔ وعدہ کرو کہ آئندہ مجھ سے رابطہ رکھوگے۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں۔ اپنے پاپا کی طرح آپ کی عزت کرتا ہوں۔"

راجر موس نے فون کا رابطہ ختم کرکے کمپیوٹر اسکرین پر کہا "میں نے علی تیمور سے رابطہ ختم کردیا ہے۔ اس سے بعد میں گفتگو کروں گا۔ پہلے ہم اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ علی جاچکا ہے اس سے اب دوستی کرنے میں فائدہ ہے یا دشمنی میں؟"

ایک گولڈن برین نے کہا "تم نے اس سے رابطہ کیوں ختم کردیا؟ مرینا ہمارے فیصلے کی منتظر ہے۔ ہم اسے پائلٹ کے دماغ میں پہنچا دیں تو زیادہ سے زیادہ ہمارے ایک پائلٹ اور طیارے کا نقصان ہوگا۔ لیکن فرہاد اپنے لاڈلے بیٹے کی موت برداشت نہیں کرسکے گا۔ جیتے جی آدھا مرجائے گا۔"

دوسرے گولڈن برین نے کہا "یہ فرہاد کو عبرت ناک سزا دینے کا بہترین موقع ہے۔ اسے عبرت حاصل ہوگی تو وہ آئندہ گولڈن برینز کے قریب آنے کی جرأت نہیں کرے گا۔"

گولڈن برین واسکوڈی تھرپا نے کہا "اگر ہم علی تیمور کو نقصان نہ پہنچائیں تو یہ فرہاد سے دوستی کی بہترین ابتدا ہوگی۔ میں راجر موس کی تائید کرتا ہوں، ہمارا قدم دوستی کی طرف بڑھے گا۔"

ایک اور گولڈن برین نے علی کی حمایت کی۔ یوں مرینا کو وہاں بھی ناکامی ہوئی۔ وہ راجر موس کے دماغ میں پہنچ نہیں سکتی تھی ورنہ اسے قابو میں کرکے پائلٹ کے اندر پہنچ کر طیارے کو علی سمیت تباہ کردیتی۔ یہ بالکل سامنے کی بات تھی وہ ایسا کرسکتی تھی لیکن کوئی گولڈن برین اسے اپنے پاس پھٹکنے نہیں دے رہا تھا۔

○☆○

وہ قوم کا نیپالی اور ذات کا گورکھا تھا۔ ہمالیہ کی ترائی میں مورتی نامی گاؤں میں رہتا تھا۔ وہاں کے مندر کا پجاری تھا۔ پنڈت بھی کہلاتا تھا کیونکہ جوتش ودیا میں اسے کمال حاصل تھا۔ جس بات کی وہ پیش گوئی کرتا تھا، وہ بات ضرور پیش آتی تھی۔ ہمالیہ کی ترائی سے جنوب میں سری لنکا تک اس کی جوتش ودیا کا چرچا تھا۔

اس شہرت کے باعث اس گمنام گاؤں کی رونق بڑھ گئی تھی۔ بڑے بڑے گیانی اس سے یہ علم سیکھنے آتے تھے۔ راجے مہاراجے، کروڑ پتی اور ارب پتی سرمایہ دار اپنے اپنے مقدر کا بھید معلوم کرنے آتے تھے۔ اور مرادیں پوری ہونے پر اس کی جھولی سونے چاندی سے بھر جاتے تھے۔ وہاں اسکول اور اسپتال وغیرہ بنادیتے تھے۔ وہاں انسانی زندگی کی سہولتیں حاصل ہونے لگیں تو لوگ آکر آباد ہونے لگے۔ رفتہ رفتہ وہ گاؤں ایک چھوٹے سے شہر میں تبدیل ہوگیا۔ اس پجاری پنڈت کو لوگ سرنا مہاراج کہتے تھے۔ اس کے نام پر وہ چھوٹا سا شہر سرنا ٹاؤن کہلانے لگا۔

itsurdu.blogspot.com

پھر سرنا مہاراج کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا۔ اس کی جوتش ودیا نے بتایا تھا کہ اس کے ہاں ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہوگی۔ دونوں ہی بچے مہاگنی اور مہاگیانی ہوں گے۔ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ان کا بول بالا رہے گا اور دشمنوں کا منہ کالا ہوتا رہے گا۔

اس نے بیٹے کا نام پے پے سرنا رکھا۔ چار برس بعد ایک بیٹی ہوئی۔ جوتش ودیا کے مطابق اس کا شی تارا نام رکھا گیا۔ اس عرصے میں سرنا مہاراج اتنا دولت مند ہوگیا تھا کہ اپنے لیے قلعہ نما حویلی بنوالی تھی۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ اس حویلی کے تہ خانے میں کتنی دولت چھپی ہوئی ہے۔

اس کی دولت مندی کا اندازہ یوں ہوتا تھا کہ وہ اپنے بیٹے پے پے سرنا اور بیٹی شی تارا کے لیے یورپ اور امریکا سے استادوں کو لاتا تھا۔ استادوں سے کوئی بھول چوک ہوتی تو انہیں وہاں سے بھگا کر دوسرے بلوالیتا تھا۔

کسی نے پوچھا۔ اپنے بچوں کو یورپ کے مہنگے اسکولوں میں کیوں نہیں بھیج دیتے؟ اس نے جواب دیا۔ بچے میرے سائے سے محروم ہوکر وہ ودیا نہیں سیکھ پائیں گے، جس سے مجھے عروج حاصل

موسیقی کے شائقین کے لیے
اپنے طرز کی اچھوتی کتاب

امجدِ موسیقی

سازوں کی سنگت میں گانا ایک مشکل فن ہے

[illegible] کے بارے میں بھی واقفیت ہو جاتی ہے

سُر، لے، گیت، راگ، ٹھاٹھ اور
موسیقی کے دیگر اسرار و رموز
آشکار کرنے والی بیحد کارآمد کتاب

برِصغیر کے نامور گلوکار اس کتاب کے بارے میں کہتے ہیں کہ:

یہ نئے سیکھنے والوں کے لیے مشعلِ راہ ہے

مہدی حسن کا تفصیلی تبصرہ
مع اُن کی رنگین تصویر کے
اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں

یہ کتاب موسیقی کے اُستاد کی جگہ پوری کرتی ہے

قیمت: ۱۰۰/- روپے ٥ ڈاک خرچ: ۱۸/- روپے
پیشگی رقم بذریعہ منی آرڈر بھیجنے پر ڈاک خرچ معاف

کتابیات پبلی کیشنز
پوسٹ بکس نمبر ۲۳ سید مینشن بلیموریا اسٹریٹ آئی آئی چندریگر روڈ کراچی ۱

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہے۔ ستاروں کی چال اور سیاروں کی گردش بتا رہی ہے' یہ بچے مجھ سے بھی زیادہ حیرت انگیز اور غیر معمولی علوم حاصل کریں گے۔

اس نے دونوں کو بچپن ہی سے سکھایا کہ کسی ایک چیز پر کیسے دھیان جما کر رکھنا چاہیے۔ جب ایک چیز کو دیکھو اور اسے سمجھتے رہو تو اس وقت ساری دنیا کو بھول جایا کرو۔ وہ بچے چاند کو دیکھتے تو اسے پلکیں جھپکائے بغیر دیکھتے رہ جاتے۔ ان کے پیچھے بیٹھا ہوا باپ اپنے بھاری بھرکم لہجے میں مگر دھیمی آواز میں کہتا رہتا۔ یہ چاند ہے۔ اس کی ٹھنڈی روشنی تمہاری آنکھوں میں آرہی ہے۔ تمہارے دل میں پہنچ رہی ہے اور تمہاری آتما میں اتر رہی ہے۔

بچے اگر پھول کو ایک ٹک دیکھتے رہتے تو ان کے کانوں میں باپ کی آواز سرگوشی کرتی۔ پھول کی سُندرتا تمہارے ذہنوں میں نقش ہو رہی ہے۔ اس کا رنگ آنکھوں میں اتر رہا ہے اور خوشبو دلوں میں بس رہی ہے۔

وہ علاقہ سال کے آٹھ دس مہینے برف سے ڈھکا رہتا تھا۔ باپ ان بچوں کو صبح سویرے برف پر دوڑاتا تھا۔ ان کے پیر برف میں دھنستے رہتے تھے اور وہ دوڑتے جاتے تھے۔ ان حالات میں اور ایسے موسم میں ان بچوں کی سانسیں کیسی مستحکم ہوتی ہوں گی' یہ ورزش کرنے والے پہلوان ہی سمجھ سکتے ہیں۔ دس برس کی عمر میں وہ ایسے ہوگئے تھے کہ میلوں دور تک دوڑتے رہنے کے باوجود نہ تھکتے تھے اور نہ ہانپتے تھے' بڑی سہولت سے سانس لیتے رہتے تھے۔

بھارت سے آنے والے استاد انہیں ہندی اور اردو پڑھاتے تھے' یورپ سے آنے والے انہیں انگریزی' سائنس اور جدید ٹیکنالوجی کی تعلیم دیتے تھے' اور باپ ان سے جسمانی مشقیں کراتا تھا۔ اس نے چین اور جاپان سے جوڈو کراٹے کے بڑے بڑے استادوں کو بلایا تھا اور اس جستجو میں رہتا تھا کہ اس کے بچوں کو خوب سے خوب تر اساتذہ ملتے رہیں۔

پھر کسی نے اسے بتایا کہ فی زمانہ ایک ہی استاد ایسا ہے جو اپنے ہنر اور تربیت سے انسان کو فولاد بنا دیتا ہے اور اس استاد کا نام ہے ماسٹر واشو روکی۔

سرنا مہاراج نے پوچھا "ماسٹر واشو روکی کہاں ہے؟ اسے ہر قیمت پر یہاں لے آؤ۔"

اس کے سیوک نے کہا "مہاراج! وہ کسی قیمت پر نہیں آئے گا۔ کیونکہ وہ پیرس کے ایک مضافاتی علاقے میں ہے۔ وہاں بابا فرید واسطی کا ایک ادارہ اور تربیت گاہ ہے۔"

"ہم اس تربیت گاہ سے زیادہ اسے معاوضہ دیں گے۔"

"وہ پھر بھی نہیں آئے گا۔ کیونکہ فرہاد علی تیمور کے دو بیٹوں کو ٹریننگ دے رہا ہے۔ وہ دونوں بھی پے پے سرنا کی طرح دس برس کے ہیں۔"

سرنا مہاراج نے کہا "یہ میرے لیے دکھ اور شرم کی بات ہے کہ انسانوں کو فولاد بنانے والا واشو روکی میرے بچوں کو فولاد بنانے یہاں نہیں آئے گا۔ آخر یہ فرہاد کون ہے کیا مجھ سے زیادہ دولت مند ہے؟"

سیوک نے کہا "میں پیرس گیا تھا تب معلومات حاصل ہوئیں۔ فرہاد اتنا دولت مند ہے کہ اس کا اپنا ایک مکان نہیں ہے۔ اس کی جیب میں کبھی نقد رقم نہیں رہتی۔ وہ اپنے بدن پر ایک ہی لباس پہن کر ایک ملک سے دوسرے ملک جاتا ہے۔"

"پھر تو وہ بہت کنگال ہے۔"

"نہیں مہاراج! وہ جیب میں اس لیے رقم نہیں رکھتا کہ دنیا کی تمام تجوریاں کھول سکتا ہے۔ جب چاہتا ہے رقم ہاتھ میں آجاتی ہے۔ اس کے سر پر اپنی چھت اس لیے نہیں ہے کہ پلک جھپکتے ہی دنیا کے تمام شاندار محلوں اور بڑے بڑے ملکوں کو اپنے نام لکھوا سکتا ہے۔ ایک لباس میں اس لیے گھر سے نکلتا ہے کہ جس ملک اور جس شہر سے گزرتا ہے وہاں کے شاہی درزی اس کے لیے نئے ملبوسات تیار رکھتے ہیں۔"

سرنا مہاراج نے سیوک کو گھور کر کہا "کیوں لمبی لمبی ہانک رہا ہے۔ فرہاد کیا آدمی نہیں دیوتا ہے۔"

"مہاراج! وہ اوتشے دیوتا ہے۔ یقین نہ ہو تو اس کی جنم کنڈلی بنا کر دیکھ لیں۔"

سرنا مہاراج نے اس رات تنہائی میں بیٹھ کر جنم کنڈلی تیار کی تو حیران رہ گیا۔ انکشاف ہوا کہ فرہاد علی تیمور ٹیلی پیتھی جانتا ہے اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ وہ مقدر کا دھنی ہے۔ گرتے گرتے سنبھل جاتا ہے۔ ٹوٹتے ٹوٹتے جڑ جاتا ہے۔ کئی بار مر کر جی اٹھے گا۔ نہ کبھی حادثاتی موت مرے گا' نہ کوئی اسے مار سکے گا۔ بابا فرید واسطی کی پیش گوئی کے مطابق وہ اپنی اس شریک حیات کی آغوش میں طبعی موت مرے گا جس کا نام انگریزی کے حرف ایس سے شروع ہوتا ہے۔

سرنا مہاراج کی جوتش ودّیا نے سمجھا دیا کہ فرہاد سے دوستی اچھی ہے' دشمنی مہنگی پڑے گی۔ اس کی کوئی چیز کبھی جبراً حاصل نہ کی جائے۔ یہ علم حاصل ہونے کے بعد سرنا مہاراج نے واشو روکی کو بابا صاحب کے ادارے سے جبراً لانے کا ارادہ ترک کر دیا۔

وہ دوسرے بڑے بڑے نامی گرامی استادوں کی خدمات حاصل کرنے لگا۔ جب پے پے سرنا دس برس کا اور شی تارا چھ برس کی تھی تو ان کے مزاج اور طبیعت کے رجحانات واضح ہونے لگے۔ پے پے سرنا طوفان کی طرح تیز و تند ہو رہا تھا۔ اس کے مزاج میں جنگجوئی اور مہم جوئی تھی۔ وہ ہر دشوار گزار مرحلے سے گزر جانا چاہتا تھا۔ کبھی ناکام ہوتا تو مایوس نہیں ہوتا تھا۔ ناکامی اسے اور ضدی بنا دیتی تھی۔

شی تارا کے مزاج میں بلا کی سنجیدگی اور سرد مہری تھی۔ وہ ہر بات ٹھنڈے دماغ سے سنتی اور سمجھتی تھی اور دھیمی آواز میں بولتی تھی۔ کسی چیز کو پلکیں جھپکائے بغیر دیکھنے اور اس پر توجہ قائم رکھنے کی مشقوں نے اسے ارتکازِ توجہ کا عادی بنا دیا تھا۔ یہ عادت اسے شمع بینی کی طرف لے گئی۔ اس نے گیارہ برس کی عمر سے ان مشقوں کا آغاز کر دیا۔ وہ اتنی گہری تھی کہ اپنے اندر کی بات اپنے باپ کو بھی نہیں بتاتی تھی۔ وہ ہر سال بیٹی سے پوچھتا تھا۔ "اب تو تم گیان دھیان میں دن سے رات اور رات سے دن گزار دیتی ہو۔ کیا تمہیں فرہاد جیسا کوئی علم حاصل ہو رہا ہے؟"

وہ جواب دیتی تھی "میں کسی فرہاد یا دیوداس جیسا کوئی مقابلہ کرنے والا علم حاصل نہیں کرنا چاہتی۔ علم مقابلہ کرنے کے لیے نہیں' بلکہ لوگوں کو فیض پہنچانے اور دنیا کو خوب صورت بنانے کے لیے حاصل کیا جاتا ہے۔"

اس نے باپ کی جوتش ودّیا کو پوری ذہانت سے حاصل کیا تھا۔ بعض اوقات ایسی پیش گوئی کرتی تھی کہ باپ حیران رہ جاتا تھا۔ لیکن وہ عام نجومیوں کی طرح زبان سے نہیں بولتی تھی۔ ایک کاغذ پر لکھ کر اسے لفافے میں بند کر کے ایک ایسی الماری میں رکھتی تھی جو دو چابیوں سے کھلتی تھی۔ اس کی ایک چابی اپنے پاس رکھتی تھی اور دوسری باپ کو دے کر کہتی تھی "ہم اسے مقررہ وقت پر کھولیں گے۔ پھر آپ میری تحریر میں وہی سب کچھ پڑھیں گے جو آپ کے سامنے پیش آچکا ہوگا۔"

ایک بار باپ نے بیٹے اور بیٹی کو بلا کر کہا "کل ٹاٹا اسٹیل مل کے ایک مالک کا بیٹا مجھ سے ملنے آرہا ہے۔ وہ ہم سے اپنے ایک مسئلے کا حل معلوم کرنا چاہتا ہے۔"

سرنا مہاراج صرف جوتشی نہیں تھا۔ مکھ ودّیا بھی جانتا تھا۔ یعنی کہ قیافہ شناس بھی تھا۔ چہرہ اور آنکھیں پڑھ کر بہت سی سچی باتیں بتا دیتا تھا۔ اس نے ٹاٹا اسٹیل مل کے مالک کے بیٹے کی تصویریں دکھاتے ہوئے کہا "جیسا کہ تم دونوں جانتے ہو مجھ سے جو بھی ملنے آتا ہے اور اپنا مسئلہ پیش کرتا ہے وہ اپنی تصویر پہلے بھیجتا ہے۔ یہ اسی نوجوان دھنپت رائے کی تصویر ہے جو کل یہاں آرہا ہے۔ تصویر کے پیچھے اس کا نام اور تاریخِ پیدائش وغیرہ لکھی ہوئی ہے۔ تم دونوں اس کی جنم کنڈلی بنا کر بتاؤ۔ اس کا ماضی' حال اور مستقبل کیا ہے؟"

ان دنوں شی تارا سولہ برس کی تھی اور پے پے سرنا بیس برس کا قد آور پہلوان بن چکا تھا۔ باپ نے بیٹے اور بیٹی کو فولاد بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی اور ذہنی طور پر کئی طرح کے علوم سے مالا مال کیا تھا۔ اس نے بیٹی سے کہا تھا "شی تارا! تم ہمیشہ اپنی پیش گوئی چھپاتی ہو بعد میں تحریر کے ذریعے ثابت کرتی ہو کہ تم نے پہلے ہی پیش آنے والے حالات کو درست سمجھ لیا تھا۔ لیکن اس بار میں صرف دو گھنٹے کا وقت دیتا ہوں' تم میرے سامنے بیٹھ کر دھنپت رائے کے بارے میں پیش گوئی کرو۔"

دو گھنٹے بعد پے پے سرنا اور شی تارا اپنے باپ کے سامنے پالتھی مار کر بیٹھ گئے۔ پے پے سرنا نے کہا "باپو! یہ دھنپت رائے جمشید پور ٹاٹا کے ایک بہت بڑے ساہوکار کا بیٹا ہے۔ اس کے پاس دولت کی کمی نہیں ہے لیکن یہ گھریلو پریشانی میں مبتلا ہے۔ اس کی بیوی طلاق لے کر اپنے کسی دوسرے عاشق سے شادی کرنا چاہتی ہے۔ دونوں میں اسی ماہ علیحدگی ہو جائے گی۔"

باپ نے کہا "وہ علیحدگی کے بعد بیوی کو اپنا بچہ نہیں دینا چاہتا ہے۔ اس کے متعلق بتاؤ۔"

پے پے سرنا نے کہا "قانونی طور پر بچہ باپ کے پاس رہے گا۔ وہ بیٹا ہے اور چھ برس کا ہو چکا ہے۔ ماں اسے نہیں لے جاسکتی۔ لیکن ستارے کہتے ہیں وہ لے جائے گی۔ دھنپت رائے اور اس کی قانونی کارروائی ماں کو بچہ لے جانے سے نہیں روک سکے گی۔ میں نے اس ماں کی جنم کنڈلی بھی دیکھی ہے۔ اس کے ستارے بڑے شکتی مان ہے۔ دھنپت رائے ہار جائے گا۔"

باپ نے کہا "شاباش بیٹے! میرا گیان بھی یہی کہتا ہے لیکن دھنپت رائے ہماری آسامی ہے۔ اس نے دو لاکھ روپے میرے اکاؤنٹ میں پیشگی جمع کرا دیے ہیں۔ اگر وہ ہار جائے گا تو ہمیں دو لاکھ واپس کرنے ہوں گے۔ اگر اس کی جیت ہوگی تو ہمیں مزید تین لاکھ روپے ملیں گے۔ وہ پورے پانچ لاکھ کی اسامی ہے۔"

شی تارا نے کہا "باپو! دو لاکھ آپ کے اکاؤنٹ میں رہیں گے۔ باقی تین لاکھ نہیں ملیں گے۔ آپ دھنپت رائے کا پلڑا بھاری کرنا چاہتے ہیں لیکن آپ ناکام رہیں گے۔"

باپ نے محبت سے گھور کر دیکھا۔ بھائی نے پیار سے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ دونوں باپ بیٹے شی تارا کو جان سے زیادہ چاہتے تھے۔ پے پے سرنا نے مسکرا کر کہا "باپو! آپ کی یہ بیٹی آپ کی جوتش ودّیا کی ایسی کی تیسی کر دے گی۔ جب اس چڑیل نے کہہ دیا ہے تو ہمیں پورے پانچ لاکھ نہیں ملیں گے۔"

باپ نے بڑے اعتماد سے کہا "میرا چالیس برس کا تجربہ ہے۔ میں نے کئی بار تدبیر سے دوسروں کی تقدیریں بدل دی ہیں۔ دھنپت رائے کی بیوی شیلا رائے کی جنم کنڈلی بتاتی ہے کہ وہ بے وفا عورت ہے' اپنے پتی کو دھوکا دے کر دوسرے سے عشق کرتی ہے۔"

شی تارا نے کہا "دھنپت رائے بھی شرابی اور عیاش ہے اور وہ اپنی بیوی شیلا سے پیچھا چھڑانا چاہتا ہے اور بچے کو چھین کر اس کی ممتا کو تڑپانا چاہتا ہے۔"

"بیٹی! یہ ان کا مسئلہ ہے۔ میں نے شیلا کی جیت کو ہار میں بدلنے اور اپنی اسامی کا پلڑا بھاری رکھنے کے لیے یہ تدبیر سوچی ہے کہ......"

"باپو! آپ کی تدبیر بہت اچھی ہوگی' لیکن آپ اسے آزما نہیں سکیں گے۔ اس کا وقت گزر چکا ہے۔"

"تم میری بات کیوں کاٹ دیتی ہو۔ جب تم میری تدبیر نہیں

itsurdu.blogspot.com
itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

جانتی ہو کہ میں کیا کرنے والا ہوں تو یہ کیسے کہتی ہو کہ کچھ کرنے کا وقت گزر چکا ہے۔ میں کل تمہیں دکھاؤں گا جب د منپت رائے یہاں آئے گا تو......"

"وہ نہیں آئے گا باپو۔"

اس نے پھر باپ کی بات کاٹی۔ باپ نے غصے سے کہا "کیوں نہیں آئے گا کیا وہ مرگیا ہے، جبکہ ابھی وہ کئی سال جئے گا۔"

وہ اپنے دھیمے اور ٹھنڈے لہجے میں بولی "وہ زندہ ہے مگر نہیں آئے گا۔"

پے بے سرہانے کہا "شی تارا! میری آنکھوں کا تارا! ہمیں بتاؤ، وہ کیوں نہیں آئے گا؟"

وہ پلتھی مارے بیٹھی تھی۔ اس نے دونوں ہاتھ دونوں گھٹنوں پر رکھ کر آنکھیں بند کرلیں۔ پھر گہری سانس لے کر بولی "اوم نمئے وائے۔ میرا علم کہہ رہا ہے، جمشید پور ٹاٹا میں موسلا دھار بارش ہورہی ہے۔ رات کا وقت ہے۔ د منپت رائے اپنی ایک داشتہ کے مکان میں شراب پی رہا ہے۔"

وہ بولتے بولتے رک گئی۔ آنکھیں کھول کر باپ اور بھائی کو دیکھا۔ پھر آنکھیں بند کرتے ہوئے کہا "د منپت رائے سے بہت دور اس کی بیوی شیلا اپنے بیڈ روم میں ہے۔ وہ سوچ رہی ہے۔ پتی کبھی میرا نہیں ہوگا۔ مجھے طلاق دے کر دوسری کو لے آئے گا۔ میرے بیٹے کو مجھ سے چھین لے گا۔ میں ہر طرح سے ہار رہی ہوں۔ پتی بھی، اس کی دولت بھی اور اپنا بیٹا بھی.....

"شیلا سوچ رہی ہے۔ عورت اتنی کمزور بھی نہیں ہوتی کہ چپ چاپ اپنا سب کچھ ہار جائے۔ میں ایک تنکا نہیں ہاروں گی۔ سب کچھ جیت لوں گی۔

"شیلا الماری کے پاس آئی ہے اور اسے کھول کر ایک بھرا ہوا ریوالور نکال رہی ہے۔ وہ ریوالور اس کے پتی د منپت رائے کا ہے۔

"وہ باہر پورچ میں آگئی ہے۔ اپنی کار میں بیٹھ کر احاطے سے باہر جارہی ہے۔ بادل گرج رہے ہیں۔ بجلیاں چمک رہی ہیں۔ دھواں دار بارش کی وجہ سے راستے ویران ہیں۔ اِکّا دُکّا راہ گیر دکھائی دیتے ہیں۔ کوئی اسے دیکھنے اور پہچاننے والا نہیں ہے۔

"اس نے ایک مکان کے سامنے کار روک دی ہے۔ کار کا دروازہ کھول کر تیز بارش میں بھیگتی ہوئی مکان کے برآمدے میں آگئی ہے اور دائیں بائیں دور تک دیکھ رہی ہے۔ آدھی رات کے بعد محلّہ خالی خالی سا ہوگیا ہے۔ مکانوں کی کھڑکیاں اور دروازے بند ہیں۔ ایسی واردات کے لیے موسم برسات نہایت سازگار ہوتا ہے۔ لوگ گھروں میں چھپے رہتے ہیں۔ واردات کرنے والے کے قدموں اور گاڑی کے پہیوں کے نشانات بارش میں دُھلتے جاتے ہیں۔

شیلا دروازے پر دستک دے رہی ہے۔ کئی بار دستک دینے کے بعد وہ داشتہ دروازہ کھولتی ہے اور شیلا کو دیکھ کر گھبرا جاتی ہے۔ سائیلنسر لگے ہوئے ریوالور کو دیکھتے ہوئے پیچھے ہٹنے لگتی ہے۔

شیلا دروازے کو بند کرتے ہوئے کہتی ہے "میں نے شام کے وقت د منپت کو تم سے فون پر بات کرتے سنا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا آج تمہارے ساتھ ساون من بھاون منائے گا۔ کہاں ہے وہ؟"

داشتہ پریشان ہو کر بیڈ روم کی طرف دیکھتی ہے۔ شیلا کہتی ہے "تم نہ بھی کہو تب بھی میں اس مرد کو برسوں سے سمجھتی ہوں۔ وہ ایسے موسم میں پی پی کر مدہوش ہوجاتا ہے۔ چلو۔"

داشتہ ریوالور کے نشانے پر چلتی ہوئی بیڈ روم میں آتی ہے۔ وہاں د منپت رائے بستر پر غافل پڑا ہے۔ قالین پر شراب کی خالی بوتل پڑی ہے۔ شیشے کا گلاس ٹوٹ گیا ہے۔ شیلا اس عورت سے کہتی ہے "چلو بستر پر جاؤ۔"

وہ سہم کر بستر پر آتی ہے۔ اسی وقت شیلا اسے گولی مارتی ہے۔ وہ ایک ہی گولی میں ذرا تڑپ کر مرجاتی ہے۔ اس کے سینے سے ابلتا ہوا لہو بستر پر پھیلتا ہوا د منپت رائے کے پاس آرہا ہے۔ شیلا ریوالور سے سائیلنسر نکال کر اسے اپنے گریبان میں چھپا رہی ہے اور ریوالور کے دستے کو ساڑی کے آنچل سے صاف کرکے اسے د منپت رائے کے ہاتھ میں پکڑا رہی ہے۔

وہ ریوالور د منپت رائے کی ایک مٹھی میں آگیا ہے۔ شیلا قالین پر بیٹھ گئی ہے۔ اپنی ساری اتار کر اس سے وہ تمام جگہیں پونچھتی جارہی ہے جہاں سے گزر کر بیڈ روم میں آئی تھی۔

دوسرے کمرے میں قالین نہیں ہے وہ ننگے فرش کو پونچھتی ہوئی بیرونی دروازے تک آئی ہے۔ دروازے کے جس حصے کو ہاتھ لگا کر بند کیا تھا اس حصے کو بھی پونچھ کر ساڑی سے دروازے کو پکڑ کر اسے کھولتے ہوئے برآمدے میں آگئی ہے۔ بارش کی تیز بوچھاڑ سے برآمدے کا فرش بھیگ رہا ہے۔ وہاں قدموں کے نشانات خود ہی مٹ گئے ہیں۔ وہ کار میں آکر بیٹھ گئی ہے اور وہاں سے جارہی ہے۔

ایک گھنٹے بعد پولیس والے اس مکان میں داخل ہوگئے ہیں۔ انہوں نے قاتل کو مقتول کے ساتھ ایک ہی بستر پر دیکھا ہے۔ قاتل کو مدہوشی سے ہوش میں لا کر اسے آلۂ قتل کے ساتھ گرفتار کرلیا ہے۔"

• • • • • • • • • • • • • •

اس دلچسپ داستان کے بقیہ واقعات اٹھائیسویں حصے میں ملاحظہ فرمائیں جو ۱۵ ستمبر ۱۹۹۳ کو شائع ہوگا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com
itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ایک دراز دست شخص کی سرگزشت۔ ایک طلسماتی اور سحرانگیز آدمی کے شب و روز۔ اس نے جو چاہا فتح کر لیا اور جب چاہا کسی کو مات دی۔ خیال خوانی میں ایک نیا جہانِ معنی متعارف کرانے والے شخص کی جولانیٔ طبع کی فسوں کاری۔ اس کی شہرت چار دانگ پھیل چکی ہے۔

دیوتا

itsurdu.blogspot.com

شی تارا اپنے باپ اور بھائی کے سامنے پالتھی مارے بیٹھی ہوئی تھی آنکھیں بند کیے بولتی جارہی تھی اور وہ دونوں خاموشی اور سنجیدگی سے سن رہے تھے۔ شی تارا کی پیش گوئی کا یہی انداز ہوتا تھا۔ وہ کاغذ پر لکھ کر بتاتی تھی یا زبان سے بولتی تھی اور تمام حالات حقائق کو پورے ڈرامائی انداز میں پیش کرتی تھی۔

پھر اس نے آنکھیں کھول دیں۔ باپ کو دیکھ کر کہا "باپو! میں ان ہی حالات کے پیش نظر پیش گوئی کرتی ہوں کہ دھنپت رائے کل یہاں نہیں آئے گا۔ وہ حراست میں ہے اس پر قتل کا مقدمہ چلتا رہے گا اور میری یہ پیش گوئی بھی درست ہوگی کہ آپ کو باقی تین لاکھ روپے نہیں ملیں گے۔"

پھر وہ بھائی کو دیکھ کر بولی "شی تارا کی جان! بھائی سرنا! تو نے سچ کہا تھا کہ شیلا کے ستارے بڑے شکتی مان ہیں۔ دھنپت رائے ہار جائے گا اور بچہ شیلا کو مل جائے گا۔"

پے پے سرنا نے کہا "میری آنکھ کا تارا! تو نے جو روداد سنائی ہے اگر وہ درست ہے تو شیلا کو اب طلاق بھی نہیں ہوگی۔ دھنپت رائے کے پھانسی چڑھنے کے بعد وہی اس کی دولت اور جائیداد کی مالکہ ہوگی۔"

باپ سر جھکائے ایک بڑے سے کاغذ پر آڑی ترچھی لکیریں بنا رہا تھا۔ سنسکرت کے شبد اور کچھ ہندی اعداد لکھتا جا رہا تھا۔ انگلیوں پر کبھی گنتا تھا کبھی بیٹی کو گھور کر دیکھتا تھا۔ پھر اس نے کاغذ اور پرکار کو فرش پر رکھ کر کہا "بے شک، وہ کل نہیں آئے گا۔ لیکن دنیا کا کوئی جوتشی یہ نہیں بتا سکتا کہ وہ کیوں نہیں آئے گا۔ اس کے قاتل ہونے کی پیش گوئی کی جاسکتی تھی لیکن یہ کوئی نہیں بتا سکتا کہ اس نے شراب پی، ایک داشتہ کو اس کی بیوی نے قتل کیا اور وہ قاتل کہلایا۔ جب قتل ہوا تو طوفانی بارش ہو رہی تھی اور قتل کرنے والی نے کتنے اہتمام اور احتیاط سے وہ قتل کیا تھا۔"

پے پے سرنا نے کہا "میری بہنا! تو ایسے بتا رہی تھی جیسے تیری بند آنکھوں کے سامنے وہ فلم چل رہی ہو۔ کیا تیرے اندر پر میشور بولتا ہے؟! اگر ایسا ہے تو ہم سے نہ چھپا۔"

"میں کچھ نہیں چھپاؤں گی۔ جب میں کسی کی آواز سن کر یا کسی کی تصویر کی آنکھوں میں جھانک کر اپنی آنکھیں بند کرتی ہوں تو اس آدمی کے پاس اس کے ماحول میں پہنچ جاتی ہوں۔"

باپ نے خوش ہو کر کہا "بیٹی! یہی ٹیلی پیتھی ہے۔ کچھ اور بتاؤ۔"

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر بولی "باپو! شما کریں، آپ جانتے ہیں، میں بچپن سے ہی ایسی ہوں۔ بہت کم بولتی ہوں جو کہہ دیا اس سے آگے نہیں کہوں گی۔"

باپ نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا "جگ جگ جیو! آج تم

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

نے دل خوش کردیا۔ اب میں چاہتا ہوں تم دونوں اس علاقے سے باہر نکلو۔ تم لوگوں نے یورپ اور امریکا کا مختصر سا سفر کیا ہے۔ اب دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک نگر نگر کی سیر کرو۔ زمانے کے سرد و گرم کو اور لوگوں کی محبت اور مکاریوں کو سمجھو۔ دشوار گزار مرحلوں سے گزرو اور تجربات کی بھٹی میں پکتے پکتے کندن بن جاؤ۔"

پے پے سرنا اگرچہ ٹیلی پیتھی کا علم حاصل نہیں کرسکا تھا تاہم ایک گھنٹا اور چند منٹوں تک سانس روکنے کی مشقوں نے اس میں آتما شکتی پیدا کردی تھی۔

اس کے باپ سرنا مہاراج نے اپنے بیٹے کو ایک برس کے لیے تبت کے اسی لاسہ مندر میں مہالامہ کے پاس بھیجا تھا جہاں سے بعد میں مرینا نے آتما شکتی حاصل کی تھی۔ دونوں بہن بھائی علم و ہنر اور غیر معمولی صلاحیتوں میں بے مثال اور ناقابلِ شکست تھے۔ اس چھوٹے سے سرنا ٹاؤن سے نکل کر نگر نگر کی سیر کرتے رہے تھے۔

دونوں نے یہ طے کیا تھا کہ شی تارا اپنے ٹیلی پیتھی کے علم کو اور پے پے سرنا اپنی آتما شکتی کو حتی الامکان چھپائے رکھے گا۔ وہ دونوں کبھی مصیبت کی گھڑی میں اپنے غیر معمولی علم کے ذریعے خاموشی سے اپنا بچاؤ کریں گے اور عام انسانوں کی طرح دوستوں اور دشمنوں کو پرکھتے رہیں گے۔

دونوں نے پانچ برسوں تک خانہ بدوشوں جیسی زندگی گزاری اس دوران ان کے باپ سرنا مہاراج کا دیہانت ہوگیا۔ انہوں نے اسرار اور خاموشی کے پردوں میں رہ کر بڑی بڑی بین الاقوامی سطح کی خطرناک تنظیموں سے ٹکر لی پھر اچھا خاصا تجربہ حاصل کرکے روپوش ہوگئے۔ خطرناک قسم کے قاتلوں، دہشت گردوں اور اسمگلروں کو تگنی کا ناچ نچایا پھر ان کی نظروں سے بھی اوجھل ہوگئے۔

وہ دونوں میرے اور سونیا کے پیچھے بھی رہے۔ پارس اور علی تیمور کے متعلق بھی معلومات حاصل کرتے رہے۔ انہیں کسی حد تک معلومات حاصل ہوتی رہیں لیکن ہم سے کبھی سامنا نہیں ہوا۔ عقل نے سمجھایا، اگر وہ کسی طرح بابا صاحب کے ادارے میں داخل ہوجائیں تو شاید وہ میرے پورے خاندان کو قریب سے دیکھ سکیں گے۔

اس مقصد کے لیے وہ بابا صاحب کے ادارے کے دروازے پر آئے۔ سیکورٹی افسر نے پوچھا "کیوں آئے ہو؟ کس سے ملنا چاہتے ہو؟"

پے پے سرنا نے کہا "ہم بدھ مت کے پیرو ہیں۔ یہاں اسلام قبول کرنے آئے ہیں۔ اور ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ سے ملنا چاہتے ہیں۔"

سیکورٹی افسر نے فون پر رابطہ قائم کیا۔ کچھ باتیں کیں پھر ان دونوں سے کہا "آؤ فون پر بات کرلو۔"

شی تارا نے کیبن میں آکر ریسیور لیا پھر اسے کان سے لگا کر کہا۔ "محترم! میرا نام شی تارا ہے۔ میں اپنے بھائی پے پے سرنا کے ساتھ آئی ہوں۔ ہم اسلام قبول کرکے اس ادارے میں تعلیم حاصل کرنا اور یہاں کے ہاسٹل میں رہنا چاہتے ہیں۔"

دوسری طرف سے آواز آئی "بیٹی! میں خدا کا ایک عاجز بندہ ہوں۔ میرا نام علی اسد اللہ تبریزی ہے۔"

وہ آواز سنتے ہی ان کے دماغ میں پہنچ گئی۔ لیکن سمجھ میں نہیں آیا کہاں پہنچ گئی ہے۔ اس کے چاروں طرف نور ہی نور تھا۔ ایک عجیب سی مست کردینے والی خوشبو کا احساس ہورہا تھا۔ دھوئیں کی طرح پھیلتے ہوئے نور میں کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ انہی بزرگ کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ کہہ رہے تھے "بیٹی! جب عقل دائرہ نکل آئے تو چلی آنا۔ بھائی کے ساتھ جتنی جلدی ممکن ہو اس علاقے سے دور چلی جاؤ۔"

خاموشی چھا گئی۔ آواز گم ہوگئی۔ شی تارا نے چونک کر دیکھا نہ نور تھا نہ خوشبو تھی۔ وہ کیبن میں ریسیور پکڑے کھڑی ہوئی تھی اور وہ ریسیور بھی خاموش تھا۔ اس نے اسے کریڈل پر رکھ دیا۔ کیبن سے باہر آگئی۔ بھائی نے پوچھا "کیا ہوا؟"

وہ بولی "فون پر بات نہیں ہوئی۔ میرے اندر کوئی بول رہا تھا۔ اس کی آواز کی مٹھاس اور لہجے کی دھمک سے اب تک میرا دل دھڑک رہا ہے۔"

وہ کار میں آکر بیٹھ گئی۔ پے پے سرنا نے اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے پوچھا "واپس کیوں جارہی ہو؟ کیا انہوں نے ادارے میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی؟ کچھ تو بولو۔"

"بھائی سرنا! اس ادارے میں کوئی مہاگیانی ہے۔ اس نے شاید سمجھ لیا ہے کہ ہم سچ مچ اسلام قبول کرنے نہیں آئے ہیں۔ جھوٹ بول کر ادارے میں رہنا چاہتے ہیں۔"

"کیا وہ مہاگیانی ٹیلی پیتھی جانتا ہے؟ وہ تمہارے دماغ میں آیا تھا؟"

"وہ آتا تو میں سانس روک لیتی۔ میں خود اس کے دماغ میں گئی تھی۔ یہ کوئی روحانیت کا عمل ہوسکتا ہے۔ اس نے کہا بیٹی! جب عقل دائرہ نکل آئے تو چلی آنا۔ اس بات سے صاف ظاہر ہے کہ وہ مہاگیانی ہمارے فراڈ کو سمجھ گیا ہے۔"

دونوں وہاں سے ناکام ہوکر چلے گئے۔ انہوں نے بچپن سے اب تک یہ سیکھا تھا کہ ناکامی کو دل سے تسلیم کرو۔ اسے تسلیم کرو گے تو ناکامی کے صحیح اسباب سمجھ میں آئیں گے اور اگلی کامیابی کے راستے ہموار ہوں گے۔

پھر انہوں نے دوسرا طریقۂ کار اختیار کیا۔ وہ مختلف بہروپ میں اور مختلف ہتھکنڈوں سے ہمارے دشمنوں کے کبھی دوست بن کر اور کبھی آلۂ کار بن کر رہے اور ان کے ذریعے ہماری حکمتِ عملی اور لائن آف ایکشن کو سمجھتے رہے۔ وہ ہم سے دور رہ کر بڑی ذہانت سے ہماری اسٹڈی کرتے رہے۔ ایسا کرنے کے لیے وہ کبھی یہودیوں کے آلۂ کار بنتے رہے کبھی سپر ماسٹر کی ٹیم میں گھستے رہے۔

ان پانچ برسوں میں بہن بھائی نے بڑی بڑی ناکامیاں برداشت کیں۔ بڑی بڑی کامیابیوں سے ہمکنار ہوتے رہے۔ ایسے ایسے خطرات سے دوچار ہوئے کہ زندگی ساتھ چھوڑنے لگی اور موت سر پر منڈلاتی رہی، لیکن انہوں نے زبردست قوتِ ارادی، قوتِ بازو اور بے انتہا ذہانت سے موت کا رخ پھیر دیا۔ ایسے ہی تجربات کی آگ میں جل جل کر کندن بن گئے۔

ان میں کچھ اچھائیاں تھیں، کچھ برائیاں بھی تھیں۔ انہیں زیادہ سے زیادہ دولت جمع کرنے کی ہوس باپ سے ورثے میں ملی تھی۔ وہ جس ملک میں گئے وہاں کے اہم شہروں میں آتما شکتی کے ذریعے چھپے ہوئے خزانوں کا سراغ لگایا اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے وہ خزانہ حاصل کیا۔ ہر شہر میں ہزاروں گز زمین خرید کر قلعہ نما محل بنوائے، ان کے خفیہ خانوں اور تہ خانوں میں بے حساب سونے، چاندی، ہیرے جواہرات کا ذخیرہ کیا۔ شی تارا اگرچہ نہایت سنجیدہ اور سرد مزاج کی حامل تھی تاہم نت نئے ملبوسات پہننے اور اپنے بدن پر ہیرے جواہرات سجانے کا بہت شوق تھا۔ جب بھی اسے پتا چلتا کہ کس کے پاس دنیا کا نایاب ہیرا ہے یا غیر معمولی موتی یا قیمتی پتھر ہے تو وہ بھائی سے فرمائش کرتی تھی۔ پے پے سرنا آتما شکتی سے اس جگہ کا سراغ لگاتا تھا جہاں وہ نایاب شے چھپا کر رکھی جاتی تھی۔ وہ وہاں پہنچتا تھا۔ مشکل سے مشکل تجوری کے مالک کو مختلف طریقوں سے اسے کھولتے ہوئے دیکھتا تھا پھر بہن کو آکر تمام احوال سناتا تھا۔

بہن کسی کو آلۂ کار بناتی تھی اور اسے تجوری تک پہنچا کر اسے مختلف طریقوں سے اسے کھلوا کر اپنی مطلوبہ چیز حاصل کرلیتی تھی۔ دنیا کے بڑے بڑے ارب پتی اور کھرب پتی سرمایہ داروں کو یہ تشویش ہونے لگی کہ ان کی خفیہ تجوریوں سے نایاب ہیرے جواہرات پُراسرار طریقے سے غائب ہوجاتے ہیں۔ پھر ان کا سراغ نہیں ملتا۔

ان دونوں نے تمام بڑے ممالک کے فوجی افسران اور سائنس دانوں کے دماغوں میں جگہ بنائی اور اہم راز معلوم کرتے رہے تاکہ کوئی ملک کبھی ان کے خلاف کوئی کارروائی نہ کرسکے۔

جب وہ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک تمام اہم مقامات پر رازداری سے اثر انداز ہوچکے اور اپنے چند اہم خفیہ اڈے بنالیے تب شی تارا نے کہا "اب میں تقریبات میں اور تفریح گاہوں میں بیش قیمت ہیرے جواہرات پہن کر جایا کروں گی۔ اگر کوئی ان جواہرات کو اپنی ملکیت کہنے کی ضد کرے گا تو زندگی کی ملکیت سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔"

پے پے سرنا نے کہا "اس کا مطلب یہ ہوا کہ اب کوئی تمہارے جواہرات پر اعتراض کرے گا تو تم کھل کر ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ کروگی۔"

"کوشش کروں گی کہ یہ علم ظاہر نہ ہو۔ ظاہر ہوگا تو کسی دشمن سے ردِعمل کا خوف نہیں رہے گا۔ اب ہم نے اپنے اطراف فولاد کی دیواریں کھڑی کرلی ہیں اور بڑے بڑے ممالک کی اور خطرناک تنظیموں کی کمزوریاں معلوم کرلی ہیں۔"

"میری بہن کی خوشی میری خوشی ہے۔ تم جو چاہو وہ کرو۔ مگر ایک دن اور صبر کرلو۔ میرے گرودیو مہالامہ کا دیہانت ہوچکا ہے۔ ہم ایک دن کے لیے تبت کے شہر لاسہ جائیں گے۔"

لندن اور شکاگو میں ان کے دو ذاتی طیارے اور دو ہیلی کاپٹر اور تین اسپیڈ بوٹس تھیں، لیکن لندن کے طیارے اور ہیلی کاپٹر کو صرف یورپ کے چند شہروں تک پرواز کی اجازت تھی۔ اسی طرح شکاگو کے طیارے اور ہیلی کاپٹر صرف امریکا کی حدود میں پرواز کرسکتے تھے۔ ویسے وہ بہن بھائی کسی کی اجازت کے محتاج نہیں تھے۔ شی تارا نے متعلقہ افسران کے اندر پہنچ کر لندن سے تبت تک لمبی پرواز کا اجازت نامہ حاصل کرلیا۔

وہ لاسہ پہنچے۔ مہالامہ کا کریا کرم ہوچکا تھا۔ پے پے سرنا نے گرودیو کی آتما شانتی کے لیے پوجا پاٹ کی۔ اسی مندر اور مدرسے کے منیجر نے بتایا کہ پچھلے دنوں ایک امریکی دوشیزہ مرینا آئی تھی۔ اس نے مہالامہ سے آتما شکتی کا علم حاصل کیا تھا۔ پھر ان کی دشمن بن گئی تھی۔ اس نے گرودیو کے چھ اہم شاگردوں کو ہلاک کردیا۔ وہ گرودیو کو بھی قتل کرنا چاہتی تھی لیکن عین وقت پر ایک اجنبی نے آکر ان کی جان بچالی۔

پے پے سرنا نے پوچھا "وہ اجنبی فرشتہ کون تھا؟"

"میں ذاتی طور پر اسے نہیں جانتا اور نہ ہی گرودیو نے اس کا کبھی ذکر کیا تھا، لیکن مرتے سے انہوں نے اپنی خواہش بیان کرتے ہوئے کہا کہ میرے تمام شاگردوں سے کہہ دینا، ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا فرہاد علی تیمور کا مجھ پر قرض ہے۔ اس نے مرینا سے میری جان بچائی تھی۔ لہٰذا میرے شاگرد بھی کم از کم ایک بار فرہاد کے کسی آڑے وقت میں ضرور کام آئیں۔"

اپنے آنجہانی گرودیو کی یہ آگیا سننے کے بعد شی تارا نے کہا۔ "ہمیں روانگی سے پہلے پھر ایک بار فرہاد اور اس کے فیملی ممبرز کی جنم کنڈلی پڑھنا چاہیے۔"

وہ دونوں میرے اور میرے بیویوں اور بچوں کی جنم کنڈلی بہت پہلے بنا چکے تھے اور اسے پڑھ کر مایوس ہوچکے تھے، کیونکہ ہمارے ستارے ان سے نہیں ملتے تھے۔ اور اس لیے ہمارے مزاج ان

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

سے نہیں ملتے تھے۔

میری فیملی کے بیشتر افراد ٹیلی پیتھی جانتے تھے اس کے باوجود ہم نے دولت کا ذخیرہ نہیں کیا۔ دنیا کے نایاب ہیرے وجواہرات دوسروں کی تجوریوں سے نہیں نکالے، اور ہم نے دشمنوں کے خلاف محاذ بنانے کے لیے ان کی طرح جگہ جگہ خفیہ اڈے نہیں بنائے۔ صرف بابا صاحب کا ادارہ پناہ گاہ تھی۔

اگر پے پے سرنا سے کہا جاتا کہ وہ دولت کا ذخیرہ نہ کرے تو وہ کبھی باز نہ آتا۔ شی تارا ہیرے جواہرات پر جان دیتی تھی اور ان کے مختلف خفیہ اڈوں سے پتا چلتا تھا کہ آئندہ وہ بہت ہی خطرناک تنظیم کی صورت میں ابھرنے والے ہیں۔

ہمارے اور ان دونوں کے راستے مختلف تھے اور جہاں بھی یہ راستے ملتے تھے، وہاں ملتے نہیں تھے، ٹکراتے تھے۔ اب پے پے سرنا کے گرودیو نے مرتے سمے حکم دیا تھا کہ فرہاد سے دوستی کی جائے۔ اگر گرودیو کو ہماری جنم کنڈلی معلوم ہوتی تو وہ کبھی اپنے شاگردوں کو ایسا حکم نہ دیتے، لیکن تیر کمان سے نکل چکا تھا۔ گرودیو اپنا حکم واپس لینے دوبارہ دنیا میں نہیں آسکتے تھے۔ اب ہر حال میں ان کی آگیا کا پالن کرنا ضروری ہوگیا تھا۔

دونوں بہن بھائی نے پھر ایک بار ہماری جنم کنڈلی دیکھی اور اپنی جنم کنڈلی کے حوالے سے پیش آنے والے حالات پڑھے۔ شی تارا کے ستارے پہلے بھی کہہ رہے تھے اور اب بھی سمجھا رہے تھے کہ وہ فرہاد کی فیملی میں قدم نہ رکھے۔ اسے بے شمار فائدے پہنچیں گے لیکن ایک بہت بڑا نقصان ہوگا۔ وہ دھرم سے بے دھرم ہوجائے گی۔ اپنا دھرم چھوڑ کر ایک دن اسلام قبول کرلے گی۔

پے پے سرنا نے کہا "پیاری بہنا! ہم ذات کے برہمن ہیں۔ اگر برہمن اپنا دھرم چھوڑ دیں گے تو ہندو جاتی کا کیا بنے گا؟"

"میں تو بے دھرم ہونے کا تصور بھی نہیں کرسکتی۔ جب اس فیملی سے دور رہ کر عیش و آرام سے جی رہی ہوں تو مجھے ان مسلمانوں کے پاس جانے کی ضرورت ہی کیا ہے۔"

"لیکن ادھر جانے کا کوئی بہانہ پیدا ہوجاتا ہے۔ کیا ہم گرودیو کے حکم کی تعمیل نہیں کریں گے؟"

"بیشک کریں گے۔ گرودیو نے آخری سانسوں میں کہا تھا کہ ان کے شاگردوں کو کم از کم ایک بار فرہاد کی کسی مصیبت میں کام آنا چاہیے۔ اس لیے بھائی سرنا! تو ایک بار اس کے کام آجا۔ اس کے بعد اس سے دور ہوجا۔"

"بہنا! تو میرے دل کی بات کہہ رہی ہے۔ میں یہی کروں گا۔ میرا خیال ہے تجھے لندن واپس جانا چاہیے۔"

"نہیں، میری جوتش ودیا کہتی ہے کہ فرہاد کا بیٹا پارس مجھ پر اثرانداز ہوگا۔ اس میں کوئی ایسی صلاحیت ہے جس سے وہ جوان لڑکیوں کو متاثر کرتا ہے۔ اگر میں خود کو بچانے کی کوشش نہیں کروں گی تو متاثر ہوجاؤں گی اور اس کا مذہب قبول کرلوں گی۔ اس سے نجات حاصل کرنے کا صرف ایک راستہ ہے۔"

"راستہ بتا، ہم جان دے کر بھی اس کمبخت سے نجات حاصل کریں گے۔"

"جان ہمیں نہیں، اسے دینا ہوگی۔ اگر وہ مرجائے یا ہم اسے قتل کردیں تو ہمیشہ کے لیے میرے بے دھرم ہونے کا اندیشہ ختم ہوجائے گا۔ وہی ایک ایسا ہے جو میری زندگی میں بہت بڑی تبدیلی لاسکتا ہے۔ وہ نہیں رہے گا تو تبدیلی کا خطرہ ٹل جائے گا۔"

"پھر تو مطمئن ہوجا، وہ میرے ہاتھوں مارا جائے گا۔"

"نہیں، میری ودیا کے مطابق وہ میرے ہاتھوں سے مرے گا۔ جس طرح وہ میرے لیے منحوس ہے اسی طرح میں اس کے لیے منحوس ہوں۔ اگر میں اس علاقے میں رہوں جہاں وہ رہتا ہے اور کبھی کبھی میرا سایہ اس پر پڑتا رہے تو ایسے میں ہر ماہ کی تین، تیرہ اور تیئس تاریخیں اس کے لیے منحوس ہوں گی۔ ان تاریخوں میں اس پر قاتلانہ حملہ کامیاب ہوگا۔"

"مجھے تیری تدبیروں اور چالاکیوں پر پورا بھروسا ہے۔ تُو نے بڑے خطرناک لوگوں کو خاک میں ملایا ہے، لیکن یہ فرہاد کی فیملی کا معاملہ ہے۔ اس فیملی کے کسی بھی فرد کو ہاتھ لگانا گویا موت سے مصافحہ کرنا ہے۔ اس لیے میں ہر مرحلے پر تیرے ساتھ رہوں گا۔"

یہ انسان بھی کیا چیز ہے۔ اپنی بقا کے لیے دوسرے کو باقی نہیں رہنے دیتا۔ وہ دونوں اپنے گرو کی آگیا سے کسی موقع پر میری جان بچانا چاہتے تھے اور اپنے دھرم پر قائم رہنے کے لیے میرے بیٹے کی جان لینا چاہتے تھے۔ باپ سے دوستی اور بیٹے سے دشمنی طے کرچکے تھے۔

وہاں کے منیجر نے مرینا کی ایک تصویر پے پے سرنا کو دی۔ وہ بہن سے بولا "فرہاد نے گرودیو کی جان بچائی تھی اور مرینا کو اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ اگر یہ اب تک فرہاد کے ساتھ ہے تو ہم اس کے ذریعے پارس تک بھی پہنچ سکیں گے۔"

وہ مرینا کی تصویر دیکھتے ہوئے بولی "اس نے آتما شکتی حاصل کی ہے۔ میں اس کے اندر جانا چاہوں گی تو یہ سانس روک لے گی۔"

"پہلے میں سراغ لگاتا ہوں۔ یہ تو معلوم ہو کہ وہ کس ملک اور کس شہر میں ہے اور کیا کرتی پھر رہی ہے۔"

وہ دونوں مندر کے ایک مہمان خانے میں تھے۔ شی تارا نے اٹھ کر کمرے کے دروازے کو اندر سے بند کردیا۔ پے پے سرنا فرش پر چاروں شانے چت لیٹ کر آتما شکتی کے منتر جاپ کرنے لگا۔ ایک منٹ کے اندر ہی اس کی آنکھیں بند ہوگئیں۔ ہونٹ ساکت ہوگئے اور پورا جسم ایک لاش کی مانند بے حس و حرکت ہوگیا۔

اس کی آتما مرینا کے پاس پہنچ گئی۔ وہ واشنگٹن میں سپرماسٹر کی خفیہ رہائش گاہ میں تھی اور وہاں آتما شکتی کے ذریعے تھی یعنی خود نہیں تھی۔ آتما کے ذریعے سپرماسٹر اور جان لبوڈا کو دیکھ رہی تھی۔ پھر لبوڈا فوجی گارڈز کے درمیان چلتا ہوا اس رہائش گاہ سے باہر آیا اور ایک کار میں بیٹھ گیا۔ اس کے آگے پیچھے فوجی گاڑیاں تھیں۔ مرینا کی آتما وہاں سے دور ایک کار میں آئی۔ اس کار میں لبوڈا کی بیٹی کانوواتا بیٹھی ہوئی تھی۔

اس کے بعد وہ آتما مرینا کے جسم میں واپس آگئی۔ اس کے ساتھ ہی پے پے سرنا کی آتما بھی اس کمرے میں آگئی۔ مرینا فرش پر بیٹھ گئی تھی۔ اس کے انداز سے پتا چل رہا تھا کہ وہ خیال خوانی میں مصروف ہے۔ وہ معلوم نہیں کرسکتا تھا کہ وہ خیال خوانی میں کہاں پہنچی ہوئی ہے۔ ایک اندازہ تھا کہ وہ کانوواتا کے ذریعے لبوڈا کی نگرانی کررہی ہوگی۔

پے پے سرنا کی آتما نے اس کمرے سے نکل کر معلوم کیا کہ مرینا کس شہر اور ملک میں ہے۔ پتا چلا ازبکستان کے شہر تاشقند میں بیٹھی ہوئی ہے۔ اس وقت میں نہیں جانتا تھا کہ اس نے مجھے دماغی کمزوری میں مبتلا کیا ہوا ہے اور لبوڈا سے اس کا جھگڑا چل رہا ہے۔ وہ لبوڈا کو میرے دماغ میں آنے سے روکنے کے لیے کانوواتا کے پاس جارہی ہے۔

پے پے سرنا نے سوچا "شی تارا لبوڈا کے پاس جائے گی تو وہ سانس روک لے گا۔ اس کی بیٹی کے دماغ میں رہ کر ہی معلوم کرسکتی ہے کہ مرینا کیا کرتی پھر رہی ہے۔"

شی تارا کو کانوواتا کے دماغ میں اس لیے جگہ مل گئی کیونکہ مرینا وہاں موجود تھی، اور اس کے اندر رہ کر جو کچھ بول رہی تھی اس سے اس کے خطرناک ارادوں کا اندازہ ہورہا تھا۔

پھر اندازہ درست نکلا۔ لبوڈا سرکاری عہدیداروں کے خصوصی ائرپورٹ سے ایک خصوصی طیارے میں کہیں جانے والا تھا۔ بیٹی نے اچانک اس کے سامنے پہنچ کر اسے گولی ماردی۔ یہ چونکا دینے والی حرکت تھی۔ شی تارا سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ مرینا ٹیلی پیتھی کے اتنے بڑے پہاڑ کو گرادے گی۔

سرنا نے مرینا کے کمرے میں آکر دیکھا۔ وہ فاتحانہ انداز میں قہقہے لگارہی تھی، کچھ کہتی بھی جارہی تھی۔ وہ اپنے جسم میں واپس آگیا۔ آنکھیں کھول کر فرش پر سے اٹھتے ہوئے بولا "یہ قہقہے کیوں لگارہی ہے؟"

شی تارا نے قتل کی تمام روداد سنا کر کہا "وہ فرہاد کے ساتھ اس مندر سے گئی تھی۔ اگر وہ تاشقند میں ہے تو فرہاد بھی وہیں ہوگا۔"

"وہ جس بنگلے میں ہے۔ میں وہاں کا ہر کمرا دیکھ چکا ہوں۔ فرہاد اس کے ساتھ نہیں ہے۔ ویسے ہم ابھی تاشقند چلیں تو مرینا کو ٹریپ کرسکتے ہیں اور فرہاد کو بھی تلاش کرسکتے ہیں۔"

وہ مندر کے مہمان خانے سے باہر آئے۔ شی تارا نے کہا۔ "مرینا نے اتنے بڑے شخص کو قتل کیا ہے۔ اس قتل کی کوئی خاص وجہ ہوگی۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس معاملے میں فرہاد اس کی پشت پناہی کررہا ہو۔"

"ایسا ہوسکتا ہے۔"

وہ دونوں طیارے کے پاس آکر رک گئے۔ سرنا نے کہا "ایک آئیڈیا ہے۔ تم لبوڈا کی بیٹی کانوواتا کے چور خیالات پڑھ کر کچھ معلوم کرسکتی ہو۔ اس کے شوہر بی جی تھرہال سے بھی بہت کچھ معلوم ہوسکتا ہے۔"

وہ طیارے کے اندر آئے۔ سرنا نے پائلٹ کی سیٹ سنبھال لی۔ شی تارا نے اپنی اٹیچی کھولی۔ اس میں کئی کیسٹس اور چھوٹے بڑے ریکارڈر تھے۔ ان کیسٹوں میں بہت سے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی اور دیگر اہم شخصیات کی آوازیں بھری ہوئی تھیں تاکہ کبھی کسی کی آواز اور لہجہ یاد نہ رہے تو کیسٹ سن کر یاد آجائے۔

اس نے ایک کیسٹ کے ذریعے کانوواتا اور تھرہال کی آوازیں سنیں پھر ریکارڈر کو آف کردیا۔ یہ جانتی تھی کہ تھوڑی دیر پہلے مرینا کی موجودگی کے باعث کانوواتا نے سانس نہیں روکی تھی۔

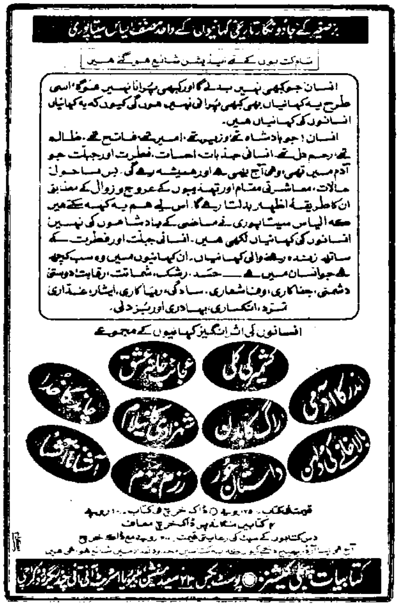

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اب کانووانا اسے دماغ میں محسوس کرتے ہی بھگا دے گی۔

اس نے یہ سوچ کر تھرپال کو آزمایا تو اس کے دماغ میں جگہ مل گئی۔ وہ اسپتال میں تھا۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ وہ نادانستگی میں مرینا کا معمول اور تابعدار بن گیا۔ جب مرینا فرہاد کو زخمی کرکے اس کے دماغ پر قبضہ جما رہی تھی تو تھرپال بھی وہاں سمورا کے دماغ میں تھا۔

ثی تارا نے اس سے آگے تھرپال کے خیالات نہیں پڑھے۔ یہی بات چونکا دینے کے لیے کافی تھی کہ مرینا نے فرہاد کو زخمی کیا ہے اور اس کے دماغ کو کمزور کردیا ہے۔ یہ معلوم ہوتے ہی ثی تارا نے وہ کیسٹ ریکارڈر میں لگایا جس میں میری آواز تھی۔ اس نے سپر ماسٹر کے ریکارڈ روم سے میری اور میرے خاندان کے تمام افراد کی آوازیں بڑی رازداری سے حاصل کی تھیں۔

اس نے میری آواز سنی۔ پھر بڑی آسانی سے میرے دماغ میں آگئی۔ پہلے تو وہ اس کامیابی پر حیران ہوئی پھر خوشی سے چیخ کر بولی۔ "بھائی سرنا! میں فرہاد علی تیمور کے دماغ میں پہنچ گئی ہوں۔"

طیارہ فضا میں پرواز کر رہا تھا۔ وہ ونڈ اسکرین کے پار بادلوں کو دیکھتے ہوئے بولا "بھائی کی جان! مجھے یقین نہیں آرہا ہے' کیا سچ کہہ رہی ہو؟"

"بالکل سچ کہہ رہی ہوں۔ میں نے لبوڈا کے داماد کے خیالات پڑھے تھے۔ پتا چلا کہ مرینا نے سمورا نامی ایک آلۂ کار کے ذریعے فرہاد کو زخمی کیا ہے۔ بس اتنا معلوم ہوتے ہی میں فرہاد کے اندر پہنچ گئی ہوں۔"

"تو پھر ایک لمحہ بھی ضائع نہ کر۔ فرہاد کے جتنے چور خیالات پڑھ سکتی ہے' جتنی کمزوریاں معلوم کرسکتی ہے' فوراً یہ ساری معلومات حاصل کرلے۔"

وہ میرے خیالات پڑھنے لگی۔ اس وقت لیلیٰ میری حفاظت کے لیے موجود تھی تاکہ کوئی مجھ پر تنویمی عمل نہ کرسکے۔ جب مرینا نے میرے پاس آکر کہا کہ وہ لبوڈا کو قتل کرچکی ہے اور اب کوئی اسے تنویمی عمل سے نہیں روک سکے گا تو لیلیٰ نے مداخلت کی تھی۔

مرینا لبوڈا کو کامیابی سے قتل کرنے کے بعد میرے دماغ میں ناکام ہورہی تھی۔ غصے میں مجھے مار ڈالنا چاہتی تھی لیکن اس سلسلے میں بھی مایوسی ہوئی۔ سلمان نے میرا لہجہ اختیار کرکے اس کے دماغ کو اپنے قابو میں رکھا تھا اور اسے وارننگ دی تھی کہ وہ بارہ گھنٹے کے اندر ازبکستان سے باہر چلی جائے۔

یوں میرے چور خیالات پڑھنے سے ثی تارا کو یہ بھی معلوم ہوگیا کہ کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا میرا لہجہ اختیار کرکے مرینا کے دماغ میں پہنچ سکتا ہے۔ وہ خوش ہو کر بولی "بھائی سرنا! ایک اور کامیابی۔ میں مرینا کے بھی دماغ میں جاسکتی ہوں۔"

"میری بہن! تو کمال کررہی ہے۔ اب دیر نہ کر' پارس کے متعلق معلوم کر۔"

میری سوچ نے اسے بتایا کہ وہ ازبکستان میں ہے' لیکن یہ معلوم نہیں ہے کہ کس شہر میں ہے۔ ثی تارا نے میری سوچ میں کہ "مجھے پارس کے متعلق لیلیٰ سے پوچھنا چاہیے۔"

میں نے اس تحریک پر لیلیٰ سے پوچھا' وہ بولی "ہمارا بیٹا سمرقند میں باربرا اور جیری کے پیچھے لگا ہوا تھا۔ آپ کے زخمی ہونے کی اطلاع پانے کے بعد یہاں آرہا ہے۔"

یہ سن کر ثی تارا کی معلومات یہ اضافہ ہوا کہ باربرا اور جیری سمرقند میں ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوگیا کہ باربرا کا آپریشن ہوا ہے اور جیری کہیں روپوش ہے۔ وہ بہن بھائی تقریباً دو گھنٹے میں تاشقند پہنچ گئے۔ ثی تارا نے سفر کے دوران میرے اندر رہ کر معلوم کیا کہ سونیا بابا صاحب کے ادارے میں ہے اور ماں بننے والی ہے۔

رسونتی کے متعلق معلوم ہوا' وہ بھی ازبکستان آنے والی تھی یا شاید آچکی ہے۔ وہ ایک طویل عرصہ تک گوشۂ گمنامی میں رہی تھی اور جناب علی اسد اللہ تبریزی کے سائے میں روحانیت سے بھرپور زندگی گزارتی رہی تھی۔ رسونتی کے متعلق یہ قیاس آرائی تھی کہ وہ ٹیلی پیتھی کے علاوہ روحانی علوم سے بھی مالا مال ہوچکی ہے۔

علی کے متعلق پتا چلا کہ وہ اسرائیل میں ایک گولڈن برین یہودی بن کر تمام گولڈن برینز کو دھوکا دے رہا ہے اور ایک گولڈن برین کا داماد بھی رہ چکا ہے۔

میری دماغی کمزوری کے باعث میرے خاندان کے ہر فرد کا بھید کھلتا جارہا تھا۔ ثی تارا نے میری سوچ کے ذریعے معلوم کیا کہ سلوانہ عرف سپر مادام دراصل ہماری سونیا ثانی ہے۔

یہ بہت برا ہورہا تھا۔ ہمارے ایسے راز عیاں ہورہے تھے جن کے انکشاف سے میرے بچوں کو جانی نقصان پہنچ سکتا تھا۔ اسے یہ بھی معلوم ہورہا تھا کہ ہم ایک دوسرے کے دماغوں میں کن کوڈ ورڈز کے ذریعے آتے ہیں۔

انہوں نے تاشقند پہنچنے کے بعد ایک ویگن کار کرائے پر حاصل کی۔ سرنا نے کہا "ہم اس علاقے میں جائیں گے جہاں میرا آتما مرینا کو دیکھ چکی ہے۔"

"یہ بہت بڑا شہر ہے' تم اس علاقے کو کیسے ڈھونڈو گے۔ اس جگہ کا نام تمہیں معلوم ہے؟"

"ہاں' اس کی رہائش گاہ کے باہر تھوڑے فاصلے پر ایک شاہراہ ہے۔ اس شاہراہ کے ایک چوراہے پر بابر چوک لکھا ہوا ہے۔"

وہ بابر چوک کا پتا پوچھتے ہوئے اس رہائش گاہ تک پہنچ گئے۔ ثی تارا نے کہا "وہ یہاں سے جاچکی ہے۔"

"تجھے کیسے معلوم ہوا؟"

"میں ابھی بتاچکی ہوں کہ فرہاد کا لہجہ اختیار کرکے مرینا کے دماغ میں جانے لگی ہوں۔ وہ اس وقت پاسپورٹ اور ضروری کاغذات لے کر ائرپورٹ کی طرف جانے والی ہے۔ سلمان نے

اسے وارننگ دی ہے کہ وہ ازبکستان چھوڑ کر نہ گئی تو دنیا چھوڑ کر جانا ہوگا۔"

وہ دونوں سفارت خانے کا پتا پوچھتے ہوئے اس عمارت کے پاس آئے۔ مرینا دور ایک فٹ پاتھ پر کھڑی ہوئی کسی ٹیکسی کا انتظار کررہی تھی۔ ثی تارا نے گاڑی سے اتر کر کہا "میں کچھ ضروری شاپنگ کرکے سیدھی اپنے طیارے کے پاس آؤں گی۔ تم مرینا کو ٹریپ کرکے ادھر لے جانا۔"

وہ گاڑی آگے بڑھا کر مرینا کے پاس جاکر رک گیا۔

یہ ذکر ہوچکا ہے کہ ایک اجنبی نے کس طرح مرینا کو اپنی گاڑی میں لفٹ دی تھی اور پھر دوست بن کر اسے یقین دلایا تھا کہ فرہاد اور اس کے دوسرے ساتھی نہ اسے ازبکستان سے بھگا سکیں گے اور نہ ہی اسے کوئی نقصان پہنچا سکیں گے۔

مرینا گاڑی کی پچھلی سیٹ پر جاکر لیٹ گئی تھی۔ وہ آتما شکتی کے ذریعے معلوم کرنا چاہتی تھی کہ میری توانائی بحال ہونے تک کس طرح میری حفاظت کی جارہی ہے اور پارس اس شہر میں کیا کرتا پھر رہا ہے۔

ادھر ثی تارا ایک ریسٹوران میں جاکر بیٹھ گئی تھی اور کافی کا آرڈر دے کر سوچ رہی تھی کہ پارس کا سراغ کیسے لگائے اور کیسے اسے ٹریپ کرکے قتل کرے۔ فی الحال میں ہی ایک ذریعہ تھا۔ وہ میرے دماغ میں آکر پھر کچھ معلوم کرنا چاہتی تھی لیکن خیال خوانی نہ کرسکی۔ ایک شخص اس کے سامنے میز کے دوسری طرف آکر بیٹھ گیا تھا۔ وہ اسے ناگواری سے دیکھ کر بولی "کیا بات ہے؟"

وہ مسکرا کر بولا "لاجواب حسن ہے۔ تمہارے چہرے کے نقوش ایسے جاذبِ نظر ہیں کہ نظریں یہاں سے ہٹنا نہیں چاہتیں۔"

دو افراد اس اجنبی کے پیچھے آکر کھڑے ہوگئے۔ ثی تارا نے پوچھا "کیا یہ بھی میرے دیوانے ہیں؟"

"دیوانہ صرف میں ہوں۔ ان میں سے ایک میرا دایاں اور دوسرا بایاں بازو ہے۔"

وہ بولی "ذرا اٹھ کر اپنے دائیں ہاتھ سے دائیں چمچے کو اور بائیں ہاتھ سے بائیں چمچے کو مارو۔"

یہ کہتے ہی اس نے دماغ پر قبضہ جمالیا۔ وہ اچانک ہی اٹھ کر اپنے دونوں چمچوں کی پٹائی کرنے لگا۔ وہ بوکھلا کر پوچھ رہے تھے "یہ کیا کررہے ہو؟ ایک حسینہ کے کہنے سے ہماری انسلٹ کررہے ہو۔ ہم کہتے ہیں ہاتھ روک لو۔ دیکھو' آخری بار سمجھاتے ہیں ہاتھ روک لو۔"

اس کا دماغ اور دونوں ہاتھ قابو میں نہیں تھے اس لیے نہیں رک رہے تھے۔ تب اس کے دونوں ساتھی غصے میں اس پر پل پڑے۔ ریسٹوران میں اچھا خاصا ہنگامہ ہوگیا۔ پولیس کے آنے تک وہ عاشق اپنے ساتھیوں سے اچھی طرح مار کھا کر زخمی ہوگیا تھا۔

ایک نوجوان نے پولیس افسر سے کہا "یہ غنڈے بدمعاش ہیں۔ یہ بے چاری آنٹی یہاں اکیلی بیٹھی ہوئی تھیں' یہ لوگ اسے چھیڑ رہے تھے۔"

ثی تارا نے نوجوان کو گھور کر دیکھا۔ وہ ابھی بیس برس کی تھی اور وہ بے وقوف سا نوجوان اسے آنٹی کہہ رہا تھا۔ پولیس افسر نے بھی اسے گھور کر دیکھتے ہوئے پوچھا "مسٹر! تمہاری بینائی درست ہے؟ اس کمسن لڑکی کو آنٹی کہہ رہے ہو؟"

نوجوان نے آنکھیں پھاڑ کر ثی تارا کو دیکھا۔ پھر جیب سے عینک نکال کر اپنی آنکھوں پر چڑھائی۔ پھر ندامت سے کہا "اوہ سوری' مجھے افسوس ہے کہ تم جوان ہو۔"

ثی تارا نے پوچھا "کیا تجھے میرے جوان ہونے پر افسوس ہے!"

"نہیں' شاید میں غلط کہہ گیا۔ مجھے اس بات پر افسوس ہے کہ تم عینک کے بغیر آنٹی دکھائی دیتی ہو۔ اکثر عورتیں میک اپ کے بغیر بھی آنٹی دکھائی دیتی ہیں۔ کیا تم نے میک اپ کیا ہے؟"

"تو کھڑا ہوا ہے میں بیٹھی ہوئی ہوں۔ تجھے دیکھنے سے گردن دکھ رہی ہے' بیٹھ جا۔"

وہ بیٹھا۔ مگر ایک دم سے اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بولا "مار ڈالوں گا' شیطان کے بچے تجھے مار ڈالوں گا۔"

ثی تارا نے اس کے خیالات پڑھنے کی کوشش کی تھی اور وہ سانس روک کر اچھل پڑا تھا۔ کسی شیطان کے بچے کو غصہ دکھا رہا تھا' وہ بولی "یہ تجھے کیا ہوگیا ہے۔ یہ شیطان کسے کہہ رہا ہے؟"

وہ بیٹھ کر دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بولا "اب سے پہلے دو بار ایسا ہوچکا ہے۔ وہ میرے اندر کچھ بولنا چاہتا ہے۔ میں سانس روک لیتا ہوں تو وہ ایسے چپ ہوجاتا ہے جیسے بھاگ گیا ہو۔"

"وہ کون ہے؟"

"مجھے کیا معلوم۔ اس نے پہلی بار کہا تھا' سانس مت روکو کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ مگر میں نے سانس روک لی۔"

"تجھے اس کی بات سننا چاہیے تھا۔"

"میں بھی یہی سوچتا ہوں کہ اب آئے گا تو اس کی بات سنوں گا مگر نہ جانے کیوں بے اختیار سانس رک جاتی ہے۔"

"تو کوشش کرے گا تو سانس لیتا رہے گا اور اس کی باتیں سنتا رہے گا۔"

"ہاں' میں چاہوں تو ایسا کرسکتا ہوں۔ مگر سوچتا ہوں وہ کوئی شیطان ہے۔ اس لیے اس کے آتے ہی سانس رکنے لگتی ہے۔ اگر وہ میرے اندر زیادہ دیر بولے گا تو میری سانس ہمیشہ کے لیے رک جائے گی۔"

"تو نہیں مرے گا۔ اسے آنے دے۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"اچھی بات ہے' وہ آئے گا تو آنے دوں گا۔"

ویٹر کافی لے کر آیا۔ وہ بولی "ان صاحب کے لیے بھی کافی لاؤ۔"

وہ بولا "نہیں' میں کافی نہیں پیتا۔"

"پھر کیا پیئے گا؟"

"میں تو دودھ پیتا ہوں۔"

"یہ تو تجھے دیکھ کر ہی معلوم ہو جاتا ہے کہ تو دودھ پیتا بچہ ہے۔"

اس نے ویٹر کو دودھ لانے کو کہا پھر اس کے جاتے ہی اجنبی جوان کے دماغ میں آگئی۔ نوجوان نے اسے ہاتھ کا اشارہ کیا پھر سرگوشی میں کہا "اے لڑکی! وہ میرے اندر آیا ہے۔ آنے دوں؟"

وہ خود اس کے اندر تھی۔ باہر سے مسکرا کر بولی "اسے آنے دے۔ اس سے باتیں کر۔ پہلے خاموش رہنا اور انتظار کرنا کہ وہ کیا کہتا ہے۔"

ثی تارا نے اسے خاموش رہنے اور انتظار کرنے کے لیے کہا تاکہ وہ اتنی دیر میں اس کے چور خیالات پڑھ کر اس کی اصلیت معلوم کر سکے۔

وہ بھلا کیا معلوم کرتی۔ بہت عرصے پہلے پارس جب بابا صاحب کے ادارے میں تھا تب جناب علی اسد اللہ تبریزی نے روحانی عمل سے اس کے دماغ میں بندش کی تھی جس کے نتیجے میں کوئی اس کے دماغ کی تہ تک نہ پہنچ سکتا تھا اور نہ ہی چور خیالات پڑھ سکتا تھا۔

ابھی آدھا گھنٹا پہلے وہ ریستوران کے باہر کھڑا ہوا تھا۔ اسی ریستوران والی عمارت میں سفارت خانہ تھا جہاں مرینا اپنے پاسپورٹ وغیرہ کے لیے گئی تھی۔ سلمان نے اس سے کہا تھا "بیٹے! میں تھوڑی دیر کے لیے ضروری کام سے جا رہا ہوں۔ میری واپسی تک مرینا کی نگرانی کرو۔ وہ پاسپورٹ حاصل کرنے کے بعد اس ملک سے باہر نہ جائے تو اسے جانے پر مجبور کرو۔"

پارس اس عمارت کے سامنے اپنی کار میں تھا اور دیکھنا چاہتا تھا کہ مرینا اس عمارت سے نکل کر ائرپورٹ جاتی ہے یا نہیں؟

وہ عمارت سے باہر آکر ٹیکسی کے انتظار میں فٹ پاتھ پر کھڑی ہوگئی تھی۔ تب پارس نے دیکھا۔ اس سے تھوڑی دور ایک ویگن کار رکی تھی اور اس میں سے ایک نہایت ہی حسین دوشیزہ باہر آئی تھی۔ اس نے بہت ہی دلکش انداز میں ساڑی پہنی ہوئی تھی۔ اپنے پہناوے سے ہندوستانی لگتی تھی۔ پارس صرف دیکھنے کی حد تک دلچسپی لیتا لیکن دلچسپی اس لیے بڑھ گئی کہ وہ ویگن کار وہاں سے آگے بڑھ کر مرینا کے سامنے رک گئی تھی اور وہ اس میں بیٹھ کر جا رہی تھی۔

یہ یقین کی حد تک اندازہ ہوا کہ اس گاڑی والے سے اور اس حسین دوشیزہ سے مرینا کا کوئی تعلق ہے یا کسی مقصد سے تعلق پیدا کیا جا رہا ہے۔ مرینا کسی کے ساتھ جا چکی تھی۔ اسے تھوڑی دیر بعد سلمان قابو میں کر سکتا تھا۔ پارس دوشیزہ کے پیچھے پڑ گیا۔ یہ معلوم کرنا ضروری تھا کہ اسے اور اس گاڑی والے کو مرینا سے کیا دلچسپی ہے۔

پھر ریستوران میں جھگڑا ہوا تو وہ ایک احمق نوجوان بن کر ثی تارا کے سامنے آگیا۔ اب وہ اس کے خیالات پڑھ رہی تھی اور وہ اپنی سوچ میں کہہ رہا تھا۔ میرا نام پرتھوی راج ہے۔ ہندوستان کی تاریخ میں پرتھوی راج اور سنجوگتا کی محبت کی داستان درج ہے۔ میں بھی سوچتا تھا کہ میں پرتھوی راج ہوں اور کسی سندر سنجوگتا سے محبت کر کے شادی کروں گا اور اپنے بچوں کے نام پرتھوی راج اور سنجوگتا رکھتا رہوں گا۔ یہ نسل اتنی آگے بڑھے گی کہ ہندوستان کے ہر گھر میں پرتھوی راج اور سنجوگتا نظر آتے رہیں گے۔ کیا میں اس لڑکی سے پوچھوں کہ یہ میرے بچوں کی ماں بنے گی یا نہیں؟"

ثی تارا کو شرم آئی۔ غصہ بھی آیا۔ وہ برداشت کرتے ہوئے بولی "تم کون ہو؟ کہاں کے رہنے والے ہو؟ تاشقند میں کیا کر رہے ہو؟"

وہ چونک کر میز پر اس کے قریب جھکتے ہوئے بولا "اے' تمہیں پتا ہے وہ جو میرے اندر آکر بولتا تھا۔ وہ آج عورت کی آواز میں بول رہا ہے۔"

"بولنے دو۔ وہ جو پوچھ رہا ہے یا پوچھ رہی ہے' اس کا جواب دے دو۔"

"کچھ سمجھے بغیر کیسے جواب دوں؟ پہلے معلوم ہونا چاہیے کہ اس کی آواز کیسے بدل گئی ہے' اور اگر بدل گئی ہے تو کیا جنس بھی بدل گئی ہے۔ پتا نہیں وہ مرد سے عورت بننے کے بعد کیسا لگتا ہوگا...... یا لگتی ہوگی؟"

وہ چڑ کر بولی "تو احمقوں سے بھی زیادہ احمق ہے۔ وہ جیسا بھی لگتا ہوگا یا لگتی ہوگی' تجھے اس سے کیا لینا ہے۔ وہ تیرا کوئی رشتے دار نہیں ہے۔"

"جب وہ میرا یا میری کوئی نہیں ہے تو میں اس کے سوالوں کے جواب کیوں دوں۔"

وہ تھک کر بولی "چلو میں پوچھتی ہوں' کہاں سے آیا ہے؟"

"ماں کے پیٹ سے۔"

"میں یہ گرم کافی تیرے منہ پر پھینک دوں گی۔ سیدھی طرح جواب دے۔"

"کیا یہ سیدھا سا جواب نہیں ہے۔ کیا ہم ماں کے پیٹ سے پیدا نہیں ہوئے ہیں۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی "ٹھیک ہے' یہ جواب بالکل صحیح دے کہ کہاں پیدا ہوا تھا؟ مقام پیدائش کہاں ہے؟"

"میٹرنٹی ہوم۔"

وہ غصے سے چیخ کر کھڑی ہوگئی۔ ریستوران میں بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے کچھ کمزور دل والے تھے۔ وہ بھی گھبرا کر کھڑے

ہو گئے۔ تھوڑی دیر پہلے جھگڑا ہوا تھا۔ لوگوں نے سمجھا پھر کچھ ہوا ہے۔ منیجر دوڑا ہوا آیا' پریشان ہو کر بولا "یس مس! اب کیا ہو گیا؟"

وہ غصہ کرنا نہیں چاہتی تھی۔ پارس کو کرید کر اس کی حقیقت معلوم کرنا چاہتی تھی۔ اب پچھتا رہی تھی کہ کیوں چیخ پڑی؟ غصہ برداشت کر لیتی تو یوں تماشا نہ بنتی۔

وہ ہچکچاتے ہوئے بولی "کچھ نہیں' وہ بات یہ ہے کہ میں اپنے ساتھی کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کا پاؤں اچانک میرے پاؤں پر آگیا۔ میں سمجھی چوہا چڑھ آیا ہے۔ میں چوہے سے بہت ڈرتی ہوں اس لیے چیخ پڑی۔"

منیجر نے ریستوران میں بیٹھے ہوئے لوگوں سے کہا "میں معذرت چاہتا ہوں۔ آپ لوگوں نے مس کی باتیں سن لیں۔ دنیا کی ننانوے فیصد خواتین چوہے سے ڈرتی ہیں۔ آپ حضرات ایزی ہو کر بیٹھ جائیں۔"

وہ بھی پارس کے سامنے بیٹھ گئی۔ اسے گھور کر دیکھنے لگی' سوچنے لگی "اس کی اصلیت کیسے معلوم کروں کہ یہ حماقت نہ کرے' مجھے غصہ نہ آئے اور میں نارمل رہ کر سب کچھ معلوم کرلوں۔"

وہ بولا "مجھے تم سے مل کر بہت دکھ ہو رہا ہے۔ تم بہت جھوٹی ہو۔ میرا پاؤں تمہارے پاؤں کے اوپر نہیں آیا تھا۔ تم چوہے سے نہیں ڈرتی ہو۔ بھگوان جھوٹ بولنے والوں کو نرک میں پہنچاتا ہے۔"

"اے! تو مجھے نصیحت نہ کرنا اور نہ ہی غصہ دلانا۔ مجھ سے سچی اور سیدھی بات نہیں کرے گا تو میں یہ پیالی تیرے سر پر توڑ دوں گی۔"

"تم کیسی لڑکی ہو؟ خود جھوٹ بولتی ہو اور میرے سچ پر چیخ پڑتی ہو۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ سچ کیسے بولوں اور جھوٹ بولنا مجھے آتا نہیں ہے۔"

"میں تجھ سے سچ سننا چاہتی ہوں۔ کوئی تیرے دماغ میں کیوں آتا ہے؟"

اسی وقت سلمان آگیا۔ پارس نے چپکے سے کہا "انکل! میرے سامنے ایک خیال خوانی کرنے والی بیٹھی ہے۔ یہ جیسے ہی میرے دماغ میں آئے آپ دو چار فقرے ادا کر کے چلے جائیں۔"

"بیٹے! میں یہ کہنے آیا ہوں کہ مرینا ہمارے ہاتھوں سے نکلنے کی کوشش کر رہی ہے۔ آتما شکتی کے ذریعے تم باپ بیٹے کو نقصان پہنچانے کی ضرور کوشش کرے گی۔"

"ٹھیک ہے' میں پچویشن سمجھ گیا ہوں۔ مرینا اس لڑکی کے ایک ساتھی کے ساتھ گئی ہے۔ میں اسے باتوں میں الجھا رہا ہوں آپ اس کے پیچھے ہمارے دو ایک جاسوس لگا دیں۔"

یہ کہتے ہی اس نے چونک کر خلا میں دیکھا۔ پھر آہستگی سے کہا "اے لڑکی! وہ پھر میرے اندر آیا ہے۔ مرد کی آواز میں بول رہا ہے۔ تم بھی آجاؤ۔"

وہ کچھ سوچے سمجھے بغیر دماغ میں آگئی۔ اس خیال خوانی کرنے والے اجنبی کو سننا اور سمجھنا چاہتی تھی کہ وہ کون ہے؟ اس عجلت میں یہ بھول گئی کہ اس کی خیال خوانی کی صلاحیت ظاہر ہو رہی ہے۔

سلمان نے اتنی دیر میں پارس کا عارضی نام معلوم کر لیا تھا۔ اس نے کہا "اے پرتھوی راج! کیوں اس لڑکی پر مرتا ہے۔ یہ تیری سنجوگتا نہیں بنے گی۔ تو احمق ہے مگر فولاد ہے۔ دشمنوں کی ہڈیاں توڑ دیتا ہے اس لیے میں تجھ سے کام لینا چاہتا ہوں۔ اس کام کے بدلے تجھے بہت دولت مند بنا دوں گا۔ میں ایک گھنٹے بعد آؤں گا۔ جب آؤں گا تو سانس نہ روکنا۔"

سلمان خاموش ہو گیا۔ پارس خلا میں یوں تکتا رہا جیسے دماغ میں اس کے بولنے کا انتظار کر رہا ہو۔ ثی تارا بھی اس کے دماغ سے نکل کر اس کی آنکھوں کے سامنے انگلیاں نچاتے ہوئے بولی۔

"خلا میں کیا تک رہا ہے۔ وہ تیرے اندر سے جا چکا ہے۔"

پارس نے پوچھا "تم نے پوری طرح یقین کر لیا ہے کہ وہ جا چکا ہے؟"

"ہاں' جب وہ کہہ چکا ہے کہ ایک گھنٹے بعد آئے گا تو پھر وہ جا چکا ہے۔"

"یعنی تم بھی ٹیلی پیتھی جانتی ہو؟"

وہ چپ رہی۔ تھوڑی دیر اسے گھورتی رہی پھر بولی "ہاں جانتی ہوں' تو نے اس سے یہ کیوں نہیں پوچھا کہ وہ تجھ سے کیا کام لینا چاہتا ہے؟"

"جب مجھے اس کا کوئی کام کرنا ہی نہیں ہے تو کیوں پوچھوں؟"

"کیا تو سچ مچ اتنا طاقتور ہے کہ ہڈیاں توڑ دیتا ہے؟"

"کیا تم نے ایسے شہ زور نہیں دیکھے ہیں؟"

وہ بڑے فخر سے بولی "میرا بھائی اتنا شہ زور ہے کہ جس کلائی کو پکڑ لیتا ہے اسے توڑ کر ہی چھوڑتا ہے۔"

"بھائی کا نام کیا ہے؟"

"بے بے ...." وہ نام بتاتے بتاتے رک گئی پھر گھور کر بولی "خبردار! مجھ سے کوئی سوال نہ کرنا۔"

وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ پارس نے پوچھا "کیا جا رہی ہو؟"

"نہیں ابھی واش روم سے آتی ہوں۔"

وہ جانے لگی۔ سوچنے لگی "اس نوجوان پرتھوی راج کو دماغی کمزوری میں مبتلا کیے بغیر سہولت سے چور خیالات نہیں پڑھ سکوں گی۔ پھر یہ کہ اس کے دماغ پر قبضہ جما کر یہ بھی معلوم کرتی رہوں گی کہ اس کے اندر کون اجنبی آتا ہے اور اس سے کیا کام لینا چاہتا ہے؟"

وہ کچن میں آکر وہاں کے انچارج سے بولی "میں نے بہت دیر پہلے اپنے ساتھی کے لیے دودھ کا آرڈر دیا تھا۔ یہاں کی سروس اتنی بوگس کیوں ہے؟"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"تھوری مس' میں ابھی بھیجتا ہوں۔"

وہ واپس کچن کے باہر آئی اور انتظار کرنے لگی۔ تھوڑی دیر میں ایک ویٹر ایک ٹرے پر دودھ اور چینی وغیرہ لے کر کچن سے نکلا۔ شی تارا نے اسے روک کر پوچھا "مجھے پہچانتے ہو؟"

"نیس مس! یہ دودھ آپ کی میز پر لے جارہا ہوں۔"

اس نے ویٹر کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اپنے پرس میں سے ایک ننھی سی شیشی نکالی پھر اس میں سے چند قطرے دودھ کے پیالے میں ٹپکا دیے۔ اس کے بعد شیشی کو پرس میں رکھتے ہوئے ویٹر کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اس نے سر کو ذرا جھٹک کر سوچا "ابھی مجھے کیا ہو گیا تھا؟"

وہ بولی "کیا تم نشہ کرتے ہو؟ ابھی مجھ سے بولتے بولتے کہاں گم ہو گئے تھے؟"

"پتا نہیں وہ مجھے' وہ....."

وہ بات کاٹ کر بولی "اچھا اچھا' نشہ کر دیا جہنم میں جاؤ' پہلے یہ دودھ میز پر لے جاؤ۔"

ویٹر آگے بڑھ گیا۔ وہ پیچھے پیچھے اطمینان سے چلتی ہوئی آئی۔ ویٹر دودھ اور چینی رکھ کر چلا گیا۔ وہ اپنی کرسی پر بیٹھ کر بولی "پیارے دودھ پیتے بچے! تیری خوراک آگئی ہے اسے پی لے۔"

وہ دودھ میں چینی ملاتے ہوئے بولا "ایک کپ تم بھی پی لو۔"

"میرے دودھ کے دانت ٹوٹ چکے ہیں۔ میں گوشت کھاتی ہوں اور دشمنوں کی ہڈیاں چباتی ہوں۔ یہ دودھ تجھے مبارک ہو۔"

اس نے پیالہ اٹھا کر ایک گھونٹ پیا۔ وہ دوا اتنی تیز اور زود اثر تھی کہ دو گھونٹ میں اعصاب کو کمزور کر دیتی' لیکن پارس نے چار گھونٹ پی لیے۔ شی تارا غزالی آنکھوں سے اسے ٹٹول رہی تھی۔

وہ پیالے کو میز پر رکھتے ہوئے بولا "دودھ کا مزہ کچھ نیا نیا سا ہے۔"

وہ بولی "تیری طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟"

"ہاں طبیعت کو کیا ہو گا۔ دودھ پینے سے تو جان بنتی ہے۔"

"تو پھر جان بنا اور پیتا جا۔"

وہ پیالہ اٹھا کر پینے لگا۔ شی تارا پریشان ہو گئی۔ اس نے سوچا تھا کہ شکار دو چار گھونٹ پی کر دودھ چھوڑ دے گا' لیکن وہ پیتا جا رہا تھا۔ کسی کمزوری کا اظہار نہیں کر رہا تھا۔ اور وہ پورا پیالہ اس کی جان بھی لے سکتا تھا۔

اس نے آزمائش کے طور پر اس کے دماغ میں آنا چاہا۔ اسے دودھ پیتے پیتے ٹھسکا لگا۔ منہ میں بھرا ہوا دودھ شی تارا کے چہرے پر پچکاری کی طرح آکر پھیل گیا۔ وہ کھانستے ہوئے بولا "تم میری دشمن ہو۔ تم نے یہ بھی نہیں سوچا کہ پیتے وقت دماغ میں آؤ گی اور میں بے اختیار سانس روکوں گا تو مجھے ٹھسکا لگے گا۔"

اس نے حسین مکھڑے پر دودھ کی کلی کی تھی۔ شی تارا کو بہت غصہ آیا تھا' لیکن وہ ساڑی کے آنچل سے چہرہ صاف کرتے ہوئے سوچ رہی تھی "واقعی میری غلطی ہے۔ جب یہ پیالہ منہ سے ہٹا لیتا تب مجھے اس کے اندر جانا چاہیے تھا' لیکن یہ کتنی حیرانی کی بات ہے۔ کئی بار کی زود اثر آزمودہ دوا اس پر اثر نہیں کر رہی ہے۔ یہ بالکل نارمل ہے۔"

وہ پیالہ خالی کر کے کھڑا ہو گیا۔ شی تارا نے پوچھا "کیا ہوا؟ کیا تیری طبیعت خراب ہو رہی ہے؟"

وہ حیرانی سے بولا "میری سمجھ میں نہیں آتا۔ تم میری طبیعت کے پیچھے کیوں پڑ گئی ہو؟ میں بالکل ٹھیک ہوں۔"

وہ پریشان ہو کر اسے دیکھتے ہوئے بولی "ہاں ٹھیک ہے' تجھے ٹھیک ہی رہنا چاہیے۔ مگر کھڑا کیوں ہے؟ کہاں جا رہا ہے؟"

"دودھ دینے جا رہا ہوں۔"

"دودھ دینے؟" اس نے حیرانی سے پوچھا۔

"میرا مطلب ہے ٹائلٹ جا رہا ہوں۔"

وہ چلا گیا۔ وہ اسے دیکھتی رہی جب وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا تو دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر سوچنے لگی "میں نے دنیا گھوم لی۔ مگر ایسا سر گھمانے والا آدمی پہلی بار دیکھ رہی ہوں۔ آخر میں کیسے معلوم کروں کہ یہ آخر کیا بلا ہے؟"

اس نے اُدھر دیکھا جدھر وہ گیا تھا۔ پھر سوچنے لگی "یہ احمق ہے' مگر کام کا آدمی ہے۔ تب ہی کوئی اس کے دماغ میں آکر اسے دولت کا لالچ دے رہا ہے۔ یہ میرے بھائی جیسا قد آور پہاڑ ہے اس میں کچھ اور بھی غیر معمولی خوبیاں ہیں۔ یہ بھی غیر معمولی اور ناقابل یقین بات ہے کہ میری دوا اس پر بے اثر رہی۔"

ادھر سلمان نے پارس کے پاس آکر کہا "مرینا ہمارے ہاتھ سے تقریباً نکل چکی ہے۔ وہ چالیس منٹ سانس روکتی ہے لیکن ایک گھنٹہ گزر چکا ہے۔ میں کئی بار اس کے دماغ میں جانے کی ناکام کوششیں کر چکا ہوں۔ تمہارے پاپا نے کہا ہے کسی بھی اجنبی سے دور رہو۔ یہ لڑکی جو ریستوران میں ہے اسی کا کوئی ساتھی مرینا کو کسی طرح تقویت پہنچا رہا ہے..... اس لڑکی سے دور رہ کر اس کی نگرانی کرو۔ دیکھو یہ کہاں جاتی ہے۔ ہمیں یقین ہے یہ جہاں جائے گی' وہاں تمہیں مرینا نظر آئے گی۔"

پارس ریستوران کے پچھلے دروازے سے نکل کر دور کھڑی ہوئی اپنی کار میں جا کر بیٹھ گیا۔ وہاں سے ریستوران کا دروازہ دکھائی دیتا تھا۔ شی تارا اندر بیٹھی بور ہو رہی تھی۔ پھر اس نے ایک ویٹر کو بلا کر کہا "میرا ساتھی بڑی دیر سے ٹائلٹ گیا ہوا ہے۔ ذرا جا کر دیکھو اور اسے بلا لاؤ۔"

ویٹر وہاں سے گیا۔ وہ ویٹر کے دماغ میں رہ کر خود ہی ٹائلٹ میں پہنچی۔ اسے کہیں پرتھوی راج نظر نہیں آیا۔ اس نے ویٹر کو ریستوران کے دوسرے حصوں میں گھما پھرا کر اسے تلاش کیا مگر تلاش ناکام رہی۔ وہ کافی اور دودھ کا بل ادا کر کے باہر آگئی پھر فٹ

پاتھ پر پہنچ کر ٹیکسی کا انتظار کرنے لگی۔ اس نے ایک بار دور کھڑی ہوئی پارس کی کار کو بھی دیکھا۔ کار کے شیشے ڈارک تھے۔ اس لیے اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھا ہوا پارس نظر نہیں آیا۔

پھر وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر جانے لگی۔ بھائی سرنا سے کہہ چکی تھی کہ شاپنگ کر کے جلد ہی آئے گی' لیکن شاپنگ بھی نہ کر سکی۔ پرتھوی راج نے اسے الجھا دیا تھا۔ وہ اسے شہر میں ضرور تلاش کرتی لیکن وقت نہیں تھا۔ وہ ائرپورٹ کے اس حصے میں پہنچ گئی جہاں سے چارٹرڈ طیارے پرواز کرتے تھے۔

بے پے سرنا نے اسے دیکھتے ہی پوچھا "بھائی کی جان! تو کہاں رہ گئی تھی اور تھوڑی دیر نہ آتی تو میری آتما تیری تلاش میں نکل پڑتی۔"

"بھائی سرنا! آج میں نے ایک عجیب و غریب نوجوان سے ملاقات کی ہے۔ وہ اچانک ہی کہیں چلا گیا ہے۔ ہو سکتا ہے کسی نے اسے اغوا کیا ہو۔ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس سے کوئی کام لینا چاہتا تھا۔"

"تو کن چکروں میں پڑ گئی تھی؟ کیا اس ٹیلی پیتھی جاننے والے نے تیرے بارے میں کچھ معلوم نہیں کیا ہو گا؟"

"نہیں' میں نے اس جوان کے دماغ میں گھس کر باتیں سنی تھیں۔ وہ اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والا مجھے ایک عام سی لڑکی سمجھ رہا تھا۔"

"چلو ٹھیک ہے۔ پرواز کا وقت ہو چکا ہے۔"

وہ طیارے کی طرف جانے لگے۔ شی تارا نے پوچھا "مرینا کہاں ہے؟ خیریت سے ہے؟"

"طیارے میں اب تک خیریت سے ہے۔ وہ بتا رہی تھی کہ وہ بڑی دیر تک آتما شکتی کے ذریعے فرہاد اور پارس کو دیکھتی رہی ہے لیکن خود خوفزدہ ہے۔ آخر کب تک سانس روکتی رہے گی۔ دشمن کسی وقت بھی اس کے اندر زلزلے پیدا کر سکتے ہیں۔"

"اسے بچائے رکھنے کا ایک ہی راستہ ہے کہ ہم تنویمی عمل کے ذریعے اس کا برین واش کر کے فرہاد کے تنویمی عمل کو مٹا دیں۔"

بے پے سرنا نے ایک آفیسر کے پاس آکر روانگی کے کاغذات پر دستخط کیے پھر بہن کے ساتھ طیارے میں آگیا۔ وہاں مرینا بیٹھی ہوئی تھی۔ سرنا نے اس سے بہن کا تعارف کرایا مرینا اسے دیکھ کر چونک گئی۔ پھر بے پے سرنا سے بولی "تمہاری یہ بہن ابھی میرے دشمن کے ساتھ تھی۔"

سرنا نے پوچھا "یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟"

"سچ کہہ رہی ہوں۔ میری آتما پہلے فرہاد کے پاس گئی تھی۔ پھر پارس کے پاس گئی۔ وہ ایک ریستوران میں تمہاری بہن کے ساتھ بیٹھا باتیں کر رہا تھا۔"

بھائی نے پوچھا "کیا تم ریستوران میں تھیں؟"

"ہاں' مگر وہ پارس نہیں پرتھوی راج تھا۔"

مرینا نے کہا "یہ تم یقین سے نہیں کہہ سکتیں۔ میں یقین سے کہتی ہوں کیونکہ اسے اچھی طرح پہچانتی ہوں۔"

"کیا یہ بھی یقین ہے کہ تو نے مجھے پارس کے ساتھ دیکھا ہے؟"

"ہاں' وہ تم ہی تھیں۔ تم نے اس کے دودھ میں دوا ملائی تھی اور اس نے وہ سارا دودھ پی لیا تھا۔"

شی تارا مرینا کے پاس بیٹھ کر بولی "پھر تو تو درست کہہ رہی ہے۔ اوہ گاڈ! میں اتنی دیر سے اسے احمق سمجھ رہی تھی اور وہ مجھے احمق بنا تا رہا تھا۔"

پھر وہ بھائی کا ہاتھ تھام کر بولی "میری جوتش ودیا نے یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ اس قدر مکار اور غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والا دشمن ہے۔ بھائی سرنا! میں مر جاؤں گی مگر مسلمان نہیں بنوں گی' اپنا دھرم نہیں چھوڑوں گی۔"

"میری پیاری بہن! میری آنکھوں کا تارا! موت تجھے نہیں ان باپ بیٹے کو آئے گی۔"

مرینا نے کہا "وہ باپ بیٹے مجھے بھی مسلمان بنانا چاہتے تھے لیکن میں عیسائیت پر قائم رہی۔ کیا پارس تمہیں مسلمان بننے پر مجبور کر رہا ہے۔"

شی تارا نے کہا "پارس سے میری باقاعدہ جان پہچان نہیں ہے۔ یہ تو میں نے جوتش ودیا سے معلوم کیا ہے کہ وہ میری زندگی میں آئے گا تو میں اپنے دھرم سے ہٹ جاؤں گی۔"

سرنا نے پائلٹ کی سیٹ سنبھال لی تھی۔ طیارہ رن وے پر دوڑتا ہوا فضا میں بلند ہو رہا تھا۔ جب اس کی پرواز ہموار ہو گئی تو سرنا نے کہا "مگر میری بہن کہتی ہے پارس ریستوران سے کہیں چلا گیا تھا۔ تیری آتما نے اسے کہیں جاتے دیکھا ہو گا۔"

"ہاں' وہ ریستوران کے پچھلے دروازے سے نکل کر شاہراہ پر آیا تھا۔ وہاں ایک کار کھڑی ہوئی تھی۔ پارس اسی کی اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ میری آتما اس کا پیچھا کرنے کے لیے کار کے اندر جانا چاہتی تھی مگر نہ جا سکی۔"

سرنا نے پوچھا "کیوں نہ جا سکی؟ آتما کے سامنے کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔ تجھے کوئی روک نہیں سکتا تھا۔"

"بیشک ہمارے گرودیو مہالامہ نے ہمیں یہی بتایا تھا لیکن سمرقند کے ایک اسپتال میں میری آتما کے سامنے رکاوٹ پیدا ہو گئی تھی۔ وہاں باربرا آپریشن کے بعد زیر علاج تھی۔ ہم کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے اسے اپنی معمولہ بنانا چاہتے تھے۔ لیکن اچانک اس بیمار لڑکی نے سانس روک کر ہم سب کو دماغ سے نکال دیا۔"

مرینا نے ایک ذرا توقف سے کہا "جب مجھے اس کے دماغ سے نکلنا پڑا تو میں آتما شکتی کے ذریعے اس کے کمرے میں گئی۔ وہاں باربرا کے سرہانے ایک حسین دوشیزہ کھڑی ہوئی تھی۔ اس کے چہرے سے نور برس رہا تھا۔ وہ مجھے دیکھ رہی تھی جبکہ آتما کو کوئی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

دیکھ نہیں سکتا۔"

شی تارا نے پوچھا "کیا وہ بھی کسی کی آتما تھی؟"

"ہاں' ایسی ہی کوئی چیز تھی۔ انگلی کی اشارے سے مجھے کمرے سے باہر جانے کو کہہ رہی تھی۔ میں بیان نہیں کر سکتی کہ اس کے اس اندازِ میں کیسا رعب اور دبدبہ تھا۔ مجھے ایسا لگا جیسے کوئی پراسرار قوت دھکا دے رہی ہے۔ میں آپ ہی آپ اس کمرے کے باہر چلی گئی۔"

سرنا نے کہا "اس کا مطلب ہے ہماری آتماؤں کے سامنے بھی رکاوٹیں پیدا ہوتی ہیں۔"

"ہاں' میں یہی بتانے جا رہی تھی کہ میں پارس کی کار کے اندر نہ جا سکی۔ وہی دوشیزہ جو باربرا کے سرہانے نظر آئی تھی' پچھلی سیٹ پر بیٹھی تھی اور مجھے گھور کر اشارے سے دور رہنے کا حکم دے رہی تھی۔ اس بار بھی میں بے اختیار دور چلی گئی۔ پھر اس طیارے میں اپنے جسم کے اندر واپس آ گئی۔"

شی تارا نے پریشان ہو کر کہا "بھائی سرنا! یہ پارس تو ہماری توقع سے زیادہ خطرناک اور ناقابلِ شکست ہے۔ کوئی آتما اس کی باڈی گارڈ ہے۔ اب سمجھ میں آ رہا ہے کہ اعصابی کمزوری کی دوا نے اس پر اثر کیوں نہیں کیا۔ اس آتما نے دوا کو بے اثر بنایا ہوگا۔"

سرنا نے کہا "نہیں نہیں! یہ بچکانہ بات ہے۔ آتما ایسی کوئی حرکت نہیں کر سکتی۔ وہ نہ سن سکتی ہے نہ اپنی آواز سنا سکتی ہے اور نہ ہی دنیا کی کسی چیز کو چھو سکتی ہے۔ پھر وہ دوا کو کیسے بے اثر بنائے گی۔"

"پھر اس پر اثر کیوں نہیں ہوا؟"

مرینا نے کہا "میں بتاتی ہوں۔ وہ زہریلا ہے۔ اس پر کسی سانپ کا زہر اثر نہیں کرتا ہے۔"

شی تارا نے سہم کر پوچھا "کیا واقعی وہ زہریلا ہے؟"

"ہاں' جس پر زہر اثر نہ کرتا ہو' اس پر تمہاری دوا کیا اثر کرے گی۔"

وہ بولی "بھائی سرنا! تو جانتا ہے میں نے بڑے بڑے شہ زوروں کو مٹی چٹائی ہے' لیکن یہ تو انسان نہیں ناگ ہے۔ مجھے اس سے ہزاروں میل دور لے جا۔"

"تارا! تو میری جان ہے۔ تجھ پر ذرا بھی آنچ نہیں آئے گی۔ یہی تو آزمائش کا وقت ہے کہ تو کتنی دلیر' ہوشیار اور غیر معمولی صلاحیتوں کی مالک ہے۔ کیڑوں مکوڑوں کو مارا تو کیا مارا۔ دلیری اور چالاکی تو یہ ہے کہ سانپ کو اس کے پھن سے پکڑ کر اس کا سارا زہر نکالو اور اسے ایک بے ضرر کچھوے کی طرح رینگ رینگ کر مرنے کے لیے چھوڑ دو۔"

"میں دراصل اس بات سے خوفزدہ ہوں کہ وہ بہروپیا ہے آئندہ کبھی سامنا ہوگا تو کیسے پہچانوں گی؟"

مرینا نے کہا "میں تمہیں بتاتی ہوں کہ کیسے پہچانوگی' اس کی سب سے بڑی پہچان یہ ہے کہ اس کی آنکھیں سانپ کی طرح کھلی رہتی ہے۔ وہ پلکیں نہیں جھپکتا ہے۔ کبھی کبھی جھپک بھی لیتا ہے۔"

"او مائی گاڈ! اب مجھے یاد آ رہا ہے' واقعی اس کی آنکھیں عجیب تھیں۔ میں سوچ رہی تھی کہ اس میں کوئی غیر معمولی بات ہے مگر یہ بات اس وقت سمجھ میں نہیں آئی تھی۔"

"اس کی دوسری پہچان یہ ہے کہ کوئی بھی مضر دوا اس پر اثر نہیں کرتی ہے۔ چونکہ زہریلا ہے اس لیے کئی بوتل شراب اسے پلا دو نشہ نہیں ہوگا۔"

پے پے سرنا نے کہا "مرینا! تُو نے اس کی یہ دو بڑی نشانیاں بتا کر ہمارے لیے سہولتیں پیدا کر دی ہیں۔ وہ کمبخت میرے لیے بہت بڑا چیلنج بن گیا ہے۔"

شی تارا نے کہا "تیرے لیے وہ خواہ کتنا ہی چیلنج بن جائے لیکن جوتش ودّیا کے مطابق وہ میرے ہاتھوں سے مارا جائے گا اور بھائی سرنا! پارس کی تین منحوس تاریخوں میں سے کل ایک منحوس دن ہوگا۔ کل تیرہ تاریخ ہے۔ میں اس کے آس پاس رہوں گی تو اس کی موت بن جاؤں گی۔"

وہ بولا "اسی لیے ہم سمرقند جا رہے ہیں۔ ہم کوئی ذریعہ اختیار کر کے اسے سمرقند بلا سکتے ہیں یا پھر تاشقند جا سکتے ہیں۔"

مرینا نے پوچھا "کیا تمہارا علم نجوم کہتا ہے کہ تمہیں پارس کے آس پاس رہنا چاہیے؟"

"ہاں' میں دور رہوں گی تو تین' تیرہ اور تیئس تاریخیں اس کے لیے منحوس نہیں رہیں گی۔"

"لیکن اس کی ایک خطرناک صلاحیت ہے جو ہم سب کے لیے تشویش ناک ہے۔"

"کیا اس کی اور بھی کوئی خطرناک صلاحیت ہے؟"

"ہاں' وہ ایک بار جس کے ساتھ تھوڑا وقت گزار لیتا ہے اس کے بدن کی مہک یاد رکھ لیتا ہے۔ پھر ہزاروں بہروپ میں رہو' وہ بدن کی مہک سے پہچان لیتا ہے۔"

"بے شک تم اس کے ساتھ خاصا وقت گزار کر آئی ہو۔"

"اے بھگوان! یہ تو پکا شیطان ہے۔ جوتش ودّیا کہتی ہے کہ اس کے قریب رہوں گی تو تین' تیرہ اور تیئس کی تاریخیں اس کے لیے عذاب جان بن جائیں گی۔ اور اس کی شیطانی خصلت دھمکی دے رہی ہے کہ کسی بھی بھیس میں رہوں گی تو قریب آتے ہی وہ مجھے پہچان لے گا۔"

سرنا نے کہا "واقعی تقدیر کی ہیرا پھیری بہت مشکل سے سمجھ میں آتی ہے۔ اب یہ بات سمجھ میں آ رہی ہے کہ وہ تین منحوس تاریخیں صرف اس کے لیے ہی نہیں تیرے لیے بھی جان کا عذاب رہیں گی۔"

پھر اپنے باپ سرنا مہاراج کو یاد کرتے ہوئے بولا "باپو نے اپنی زندگی میں پیش گوئی کی تھی کہ ہمارے راستے فرہاد سے بالکل مختلف ہیں۔ ہمیں ان سے دور رہنا چاہیے ان کی دشمنی مہنگی پڑے گی اور دوستی سے دھرم چھوٹ جائے گا۔"

شی تارا نے کہا "باپو نے صاف طور سے نہیں بتایا تھا کہ کس طرح دھرم پر بات آئے گی۔ یہ میری ودّیا نے بتایا ہے۔ بھائی سرنا! فرہاد کی نگری میں دلدل ہی دلدل ہے۔ ہمیں بہت ذہانت سے' بڑی سنجیدگی سے اور نہایت سکون سے بیٹھ کر ایسے طریقۂ کار اور حکمت عملی کا تعین کرنا ہوگا جس پر عمل کرنے کے دوران کامیابی ہو یا ناکامی' ہر صورت میں ہمیں جسمانی اور دماغی نقصان نہ پہنچے۔ ہماری سلامتی کی ضمانت پہلے ہونی چاہیے۔"

"میری بہنا! دشمنوں کو ہوّا سمجھنے سے وہ حواس پر چھا جاتے ہیں۔ اگر ان کی کمزوریوں کو نظروں میں رکھیں تو کامیابی کا یقین بھی ہوتا ہے اور حوصلہ بھی بڑھتا ہے۔ میری آتما شکتی کے ذریعے فرہاد' پارس' علی تیمور اور سونیا ثانی وغیرہ کی مصروفیات ہم سے چھپی نہیں رہتی ہیں۔ ان کے بہت سے اہم راز بھی ہمیں معلوم ہو چکے ہیں۔ ان سے جنگ شروع ہونے سے پہلے ہی ہماری پوزیشن بہت مضبوط ہو چکی ہے۔"

وہ سمرقند پہنچ گئے۔ وہاں انہوں نے دریائے زرفشاں کے کنارے ایک بڑا سا کاٹیج کرائے پر حاصل کیا۔ شی تارا نے خیال خوانی کے ذریعے کہا "بھائی سرنا! پہلے اس مرینا کا برین واش کرنا چاہیے۔ ورنہ دشمن اس کے دماغ میں آ کر ہماری یہ رہائش گاہ معلوم کر لیں گے۔"

وہ دونوں مرینا کے ساتھ ایک کمرے میں آئے۔ پے پے سرنا نے کہا "مرینا! یہاں بستر پر لیٹ جاؤ۔ میں تمہارا برین واش کروں گا۔"

وہ بستر پر بیٹھ گئی۔ سرنا نے کہا "ٹھہر جا! لیٹنے سے پہلے اعصابی کمزوری کی دوا پی لے۔ ابھی تارا لے کر آ رہی ہے۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "جب میں برین واشنگ کے لیے راضی ہوں تو مجھے کمزور کیوں کرنا چاہتے ہو؟"

"تو کمزور رہے گی تو ہمارے عمل کے دوران کسی طرح کا اعتراض یا مزاحمت نہیں کرے گی۔"

"یعنی کوئی ایسا عمل کرنا چاہتے ہو جس پر مجھے اعتراض ہو سکتا ہے۔ مجھے ہمیشہ کے لیے تابعدار بنانا چاہتے ہو؟"

"فضول بحث میں وقت ضائع نہ کر۔"

شی تارا ایک گلاس میں شربت لے آئی۔ مرینا بستر سے اٹھ کر بولی "نہیں' یہ میں نہیں پیوں گی۔"

پے پے سرنا نے ایک طمانچہ رسید کیا۔ وہ ایسا فولادی ہاتھ تھا کہ ہلکے سے طمانچے سے سر چکرا گیا۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا سا چھا گیا۔ وہ بستر پر گر پڑی۔ سرنا نے اس پر جھک کر صرف دو انگلیوں سے اس کے جبڑوں کو دبایا۔ ایسی سخت انگلیاں تھیں کہ مُنہ کھل گیا۔ شی تارا کھلے ہوئے مُنہ میں شربت انڈیلنے لگی۔ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی غٹاغٹ پی رہی تھی کیونکہ مُنہ بند نہیں کر سکتی تھی اور سانس لینے کے لیے اس دوا کو حلق سے نیچے اتارنا پڑ رہا تھا۔

پھر دونوں بہن بھائی نے اسے چھوڑ دیا۔ فولادی طمانچے کی تکلیف ابھی کم نہیں ہوئی تھی کہ کمزوری غالب آنے لگی۔ وہ نقاہت سے کراہتے ہوئے بولی۔

"آہ! میں ایک دلدل سے نکلنے کے لیے دوسری دلدل میں دھنس رہی ہوں۔ اوہ گاڈ! مجھے دشمنوں سے کب نجات ملے گی؟ کیسے نجات ملے گی؟"

نجات کے تمام راستے بند ہو چکے تھے۔ شی تارا نے اس کے اندر پہنچ کر اسے گہری نیند سلا دیا پھر تنویمی عمل کے ذریعے سب سے پہلے میرے تنویمی عمل کے اثرات کو ختم کیا پھر اسے اپنی اور اپنے بھائی سرنا کی معمولہ اور تابعدار بنایا۔ اس کے بعد اسے تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا۔

جب وہ نیند سے بیدار ہوئی تو ان بہن بھائی کی پوری طرح محکوم اور تابعدار بن چکی تھی۔ شی تارا نے کہا "مرینا! تو نے فرہاد کی دماغی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر اس کے خاندان کے تمام افراد کے متعلق معلومات حاصل کی ہیں۔ یہ معلومات مجھے بھی حاصل ہو چکی ہیں۔ اب یہ بتا کہ تو علی تیمور کو کس طرح ٹریپ کر سکتی ہے۔"

مرینا نے کہا "سونیا ثانی بھی علی تیمور کے ساتھ تل ابیب میں ہے۔ ایک کو پھانسنے سے دونوں ہی پھنس جائیں گے۔ میں وہاں کے ایک اعلیٰ حاکم کے دماغ میں جا سکتی ہوں۔ کیا تم میرے ساتھ آؤ گی؟"

وہ مرینا کے اندر آ کر اس کے ذریعے ایک اعلیٰ حاکم کے پاس پہنچی۔ یہ انہیں معلوم ہو چکا تھا کہ کارمن ہی دراصل علی ہے۔ لیکن سونیا ثانی کا سراغ نہیں مل رہا تھا۔ شاید آتما شکتی کے ذریعے کچھ معلوم ہو سکتا تھا۔ شی تارا اور مرینا نے ایک سیاسی رسالے میں اسرائیل کے ایک حاکم کی تصویر دیکھی۔ مرینا نے آتما شکتی کے طریقے پر عمل کیا۔ پھر اس کی آتما اس اسرائیلی حاکم کے پاس پہنچ گئی۔ اس طرح شی تارا اس حاکم کے دماغ میں آ گئی تھی۔ اس نے حاکم کو علی کی رہائش گاہ کی سمت جانے پر مجبور کیا۔

مرینا اس حاکم کی کار میں علی کی رہائش گاہ تک پہنچی۔ اس کے ذریعے سیکورٹی افسر کو دیکھا اور شی تارا نے اس سیکورٹی افسر کی آواز اس حاکم کے ذریعے سنی۔ پھر اس افسر کو کسی کام کے بہانے علی کے پاس لے گئی۔ یوں مرینا نے کارمن کا یعنی علی کا موجودہ چہرہ دیکھ لیا۔

یہ بیان کر چکا ہوں کہ مرینا نے علی کو اسرائیلی حکام اور گولڈن برینز کے سامنے کتنے ہتھکنڈوں سے بے نقاب کرنے کی کوشش کی تھی اور ناکام رہی تھی۔ علی اس ملک سے باہر جا چکا تھا اور علی سے پہلے ثانی وہاں سے جا چکی تھی۔ اگر مرینا اور پے پے سرنا ثانی کے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

صورت آشنا ہوتے تو آتما شکتی کے ذریعے اس کے پاس پہنچ جاتے۔ ویسے امید تھی کہ جلد ہی کسی کو آلۂ کار بنا کر ثانی عرف سلوانہ سپرادام تک پہنچ جائیں گی۔

مرینا نے پے پے سرنا سے کہا "میں نے اپنی زندگی میں سب سے بڑی کامیابی حاصل کی تھی۔ فرہاد کو تسخیر کیا تھا اور میری سب سے بڑی ناکامی یہ ہے کہ جسے تسخیر کیا تھا اسی کی معمولہ اور تابعدار بن کر رہتی آئی تھی۔"

سرنا نے کہا "بہت بڑی کامیابی کے بعد ناکامی برداشت نہیں ہوئی۔"

وہ بولی "میں دشمنوں کو اپنے دماغ سے بھگانے کے لیے تمہاری کنیز بن گئی ہوں۔ مجھے کنیز بننے کا کچھ تو فائدہ پہنچنا چاہیے۔"

"کیا یہ فائدہ کم ہے کہ فرہاد اور اس کے ساتھی تمہارے اندر نہیں آسکیں گے۔ تم ان کے مظالم سے محفوظ رہو گی' ان کے احکامات کی پابند نہیں رہو گی۔"

"میں نے تمہاری تابعداری صرف اپنی حفاظت کے لیے نہیں کی ہے۔ میں فرہاد کو غلام بنانا چاہتی ہوں۔ میں نے اس ناکامی کو کامیابی میں بدلنے کے لیے تمہارے پاس پناہ لی ہے۔"

"تم اس سلسلے میں جو کرنا چاہو گی' ہماری طرف سے پابندی نہیں ہوگی۔ ہمارا بھرپور تعاون رہے گا' لیکن فرہاد اور اس کی فیملی کے سامنے میرا اور میری بہن کا نام نہ آئے۔ یہ کبھی نہ معلوم ہو کہ درپردہ ہم دشمنی کررہے ہیں۔"

شی تارا نے کہا "وہ دو دن سے زخمی پڑا ہوا ہے۔ اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی اس کے دماغ میں چوبیس گھنٹے پہرا نہیں دیتے ہوں گے۔ کبھی تو وہ دماغی طور پر تنہا رہتا ہوگا ایسے وقت تم کامیاب ہوسکتی ہو۔"

مرینا نے میرا دھیان کیا پھر خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی میرے پاس آئی۔ میں نے سانس روک لی۔ وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر بولی "اس کمبخت کی دماغی توانائی بحال ہوگئی ہے' اب وہ کبھی ہاتھ نہیں آئے گا۔"

"مایوس کیوں ہوتی ہو۔ اس پر غالب آنے کا پھر کوئی راستہ نکل آئے گا۔ اسے یہ تو بتادو کہ تم ناکام ہوئی ہو تو وہ بھی تمہارے دماغ میں آنے میں ناکام رہے گا۔"

وہ پھر میرے پاس آئی۔ میں نے پوچھا "کون ہے؟ کوڈ ورڈز بتاؤ؟"

"میں تمہیں دماغی توانائی کی بحالی پر مبارکباد دینے آئی ہوں۔"

"میں نے تم سے کہا تھا کہ صبح سے پہلے نجات حاصل کرلوں گا اور ہر حال میں خیال خوانی کے ذریعے سونیا کو اذان سنانے جاؤں گا۔"

"میں مانتی ہوں' تم نے جو کہا تھا' وہی پیش آیا۔ تم میرے دماغ میں چوری چھپے آتے ہو۔ کیا اب نہیں آؤ گے؟ آؤ' میں دعوت دے رہی ہوں۔"

"جب میں دماغ میں آئے بغیر تمہارے موجودہ حالات کو سمجھ رہا ہوں تو پھر خیال خوانی کی ضرورت ہی کیا ہے؟"

"کیا تم جانتے ہو کہ میں کہاں ہوں؟"

"تم پے پے سرنا اور شی تارا کے ساتھ سمرقند میں ہو' بس اب جاؤ۔"

میں نے سانس روک لی۔ وہ دماغی طور پر بہن بھائی کے سامنے حاضر ہو کر بولی "وہ تم دونوں کے نام جانتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ میں تمہارے ساتھ اس شہر میں ہوں۔"

شی تارا اور پے پے سرنا نے پریشان ہو کر ایک دوسرے کو دیکھا پھر ایک نے پوچھا "وہ ہمارے متعلق اور کیا جانتا ہے؟"

"اس نے مزید کچھ پوچھنے کا موقع نہیں دیا۔ سانس روک لی۔"

"تو پھر جا۔ اس سے معلوم کر' ہمیں تشویش میں مبتلا نہ کر۔"

وہ پھر میرے پاس آئی۔ میں نے سانس روک لی۔ تھوڑی دیر بعد پھر آئی پھر مایوس ہو کر گئی۔ سرنا سے بولی "وہ راستہ روک رہا ہے۔ ویسے بات سمجھ میں آگئی ہے۔ دراصل فرہاد اس طرح حواس پر چھا جاتا ہے کہ ہم عقل سے سوچنا بھول جاتے ہیں۔ پارس نے تاشقند میں شی تارا کا پیچھا کیا ہوگا اور ائرپورٹ تک آیا ہوگا۔ چارٹرڈ طیاروں کے دفتر میں یہ درج ہوتا ہے کہ کتنے افراد پرواز کے لیے جارہے ہیں اور کہاں تک جارہے ہیں۔ پارس نے اس دفتر میں ہم تینوں کے نام پڑھے ہوں گے اور ہماری منزل بھی معلوم کی ہوگی۔"

"ہاں یہی بات ہے۔ پارس اور فرہاد اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتے ہیں۔"

سرنا نے کہا "شی تارا! میرے ساتھ شہر چلو۔ مرینا یہاں رہے گی۔ ہم وہاں سے جنگجو قسم کے لوگوں کو اچھے خاصے معاوضے پر لائیں گے۔ تم دونوں ان مسلح ملازموں کے دماغوں کو ٹٹول کر ان کی وفاداری کا یقین کرلینا۔"

وہ اسلحہ' گاڑیاں' باڈی گارڈز اور دوسری ضروریات کا سامان خریدنے چلے گئے۔ مرینا سے کہہ دیا کہ وہ پارس کی خبر رکھے اور ان سے دماغی رابطہ قائم کرتی رہے۔ جب وہ شہر پہنچ گئے تو مرینا نے سرنا کے دماغ میں آکر کہا "اسپتال دارالشفا میں ٹیلی پیتھی جاننے والی باربرا ہے' وہاں اس کا نام میری ہے۔ اس کا علاج کرنے والے ڈاکٹر کا نام آفندی ہے۔ اگر تم کوشش کرو تو باربرا عرف میری تک پہنچ سکتے ہو۔ اس کا عاشق جیری ضرور وہاں چھپ کر آتا ہوگا۔ اسے اور باربرا کو قابو میں کرلو گے تو ہماری ٹیم میں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا اضافہ ہوجائے گا۔"

○☆○

جیری کی حالت بہت خراب تھی۔ وہ بالکل تنہا رہ گیا تھا۔ اگر کسی دوسرے ملک میں ہوتا تو تنہائی سے نہ گھبراتا لیکن ازبکستان میں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی تعداد بڑھتی جارہی تھی۔ ابھی اسے لبوڈا کی موت کی خبر نہیں ملی تھی۔ لہٰذا پہلا خطرہ سپرماسٹر سے تھا۔ دوسرا مجھ سے اور پارس وغیرہ سے اور تیسرا مرینا سے تھا۔ اس فہرست میں شی تارا کا اضافہ ہوگیا تھا۔ جس سے وہ ابھی بے خبر تھا۔ دانشمندی یہ ہوتی کہ وہ یہ ملک چھوڑ کر چلا جاتا یا کم از کم سمرقند سے نکل جاتا لیکن برا ہو عشقِ خانہ خراب کا جو اسے خراب کررہا تھا۔ وہ باربرا کا دیوانہ تھا۔ اس کے بغیر زندہ نہیں رہنا چاہتا تھا۔ اس لیے زندگی کو داؤ پر لگا کر دشمنوں کے شہر میں چھپتا پھر رہا تھا۔ کسی ایک جگہ مستقل رہائش نہیں رکھتا تھا۔ جگہ بدلتا رہتا تھا۔ اپنے قریب آنے والوں کو پریشان ہو کر دیکھتا تھا کہ کوئی دشمن کسی بھیس میں نہ آرہا ہو۔

وہ اسپتال جا کر باربرا کو ایک نظر دیکھنا چاہتا تھا۔ آپریشن کے بعد وہ جب تک دماغی کمزوری میں مبتلا رہی وہ خیال خوانی کے ذریعے اس کے پاس جاتا رہا۔ پھر ایک دن اچانک ہی معجزاتی طور پر باربرا کو توانائی حاصل ہوگئی اور اس نے سانس روک کر دوسرے خیال خوانی کرنے والوں کے ساتھ اپنے عاشق کو بھی دماغ سے نکال دیا تب سے اس نے کئی بار اسے مخاطب کیا "پلیز باربرا! غصہ تھوک دو مجھے اپنے دماغ میں آنے دیا کرو۔"

لیکن وہ سانس روک لیتی تھی۔ اسے اس بات کا غصہ تھا کہ اس کا آپریشن کیوں کرایا گیا۔ وہ لڑکی بننا نہیں چاہتی تھی اور جیری ایک عرصے سے اس کے پیچھے پڑا ہوا تھا کہ قدرت نے اسے لڑکیوں جیسا حسن دیا ہے لیکن اِدھر کا رکھا ہے نہ اُدھر کا تو اسے اِدھر کا ہوجانا چاہیے۔ وہ اس سے شادی کرنا چاہتا تھا اور وہ اسے دھتکار دیتی تھی۔

جیری نے جب دیکھا کہ وہ راضی نہیں ہورہی ہے تو اس نے ایک دن اسے دھوکے سے اعصابی کمزوری میں مبتلا کردیا پھر اسے تنویمی عمل کے ذریعے اپنی معمولہ بنالیا۔ معمولہ بننے کے بعد اسے یاد نہیں رہا کہ جیری نے اس پر عمل کیا ہے۔ ہپناٹزم کے ذریعے اس کے دماغ میں یہ بات نقش ہوگئی تھی کہ اسے آپریشن کرانا چاہیے۔ لڑکی بننا چاہیے اور جیری سے شادی کرنا چاہیے۔

اس طرح وہ ایک کامیاب آپریشن کے مرحلے سے گزر گئی۔ ڈاکٹر آفندی کی رپورٹ تھی کہ وہ مکمل لڑکی بن چکی ہے۔ یہ جیری کی بدنصیبی تھی کہ باربرا کے ساتھ کوئی معجزہ ہوگیا اس کی دماغی توانائی بحال ہوگئی اور دماغ سے جیری کا کیا ہوا تنویمی عمل مٹ گیا اسے معلوم ہوگیا کہ جیری نے دھوکے سے اسے معمولہ اور تابعدار بنایا تھا اور اس کے مزاج کے خلاف آپریشن بھی کراچکا تھا۔

اب وہ گھر کا رہا تھا نہ گھاٹ کا۔ باربرا پاس آنے نہیں دیتی تھی اور وہ دور جانا نہیں چاہتا تھا۔ بھیس بدل کر اسپتال کے چکر لگاتا تھا۔ اسپتال کے اندر جا کر معشوق کو دیکھنے کا حوصلہ نہیں ہوتا تھا۔ دشمنوں کا اندیشہ تھا۔ کوئی بھی کہیں سے ٹپک کر اسے دبوچ سکتا تھا اور وہ دماغی طور پر کسی کا غلام نہیں بننا چاہتا تھا۔

جب اس نے دیکھا کہ محبوبہ سے وصال کی کوئی صورت نہیں ہے تو اس کے نام ایک محبت بھرا خط لکھا۔ اپنی غلطیوں کی معافی مانگی اور اپنے اطراف پھیلے ہوئے خطرات کا ذکر کیا۔ اسے سمجھایا کہ وہ خطرات کو نظرانداز کرکے اسے ایک نظر دیکھنے آتا ہے۔ اسپتال میں داخل ہوگا تو پھنس جائے گا۔ اس لیے اسپتال کی سخت پتھریلی عمارت کو دیکھ کر چلا جاتا ہے۔ روز یہی ہوتا ہے اور جب تک اس کا دیدار نہیں ہوگا یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

جیری نے یہ خط لکھ کر ایک خاتون کے دماغ پر قبضہ جمایا اور اس کے ذریعے یہ محبت نامہ باربرا تک پہنچایا۔ اس نے خط میں لکھ دیا تھا کہ ٹھیک پندرہ منٹ بعد یعنی چار بجے اس کے دماغ میں آئے گا اس امید پر کہ وہ سانس نہیں روکے گی۔

وہ ٹھیک پندرہ منٹ کے بعد گیا۔ وہ خاموش رہی۔ اس نے کہا۔ "میں تمہاری اس مہربانی اور محبت کو نہیں بھولوں گا۔"

"محبت نہیں' صرف مہربانی کہو۔ میں تھوڑی دیر کے لیے مہربان ہوں پھر سانس روک لوں گی۔ جو کہنا ہے جلدی کہہ کر دفع ہوجاؤ۔"

"ایسی سختی دکھا کر میرا دل نہ توڑو۔ میری غلطی کی بڑی سے بڑی سزا دو مگر اپنے سے دور نہ کرو۔"

"سب سے بڑی سزا تو سزائے موت ہوتی ہے۔"

"میں مرجاؤں گا تو تم سے محبت کرنے کے لیے زندگی کہاں سے لاؤں گا؟"

"اگر مجھ سے سچ مچ محبت کرتے ہو تو تمام عمر میرے تابعدار رہ کر محبت کرو۔"

"میں تو پہلے بھی تابعدار تھا آئندہ بھی رہوں گا۔"

"تو پھر کوئی دوا کھا کر دماغی کمزوری میں مبتلا ہوجاؤ۔ میں تمہارے دماغ میں آکر تنویمی عمل کروں گی اور تمہیں پکا تابعدار بنالوں گی۔"

"پلیز باربرا! ایسا نہ کہو۔ میں نے تمہاری محبت سے مجبور ہو کر ایک غلطی کی۔ تم اس غلطی کو مجھ پر نہ دہراؤ۔"

"میں اسی شرط پر محبت کروں گی کہ ہپناٹزم کے ذریعے تم میرے تابعدار بن جاؤ۔ یہ ایسی سزا ہے جسے پانے کے بعد میری محبت بھی پاسکو گے۔"

"میری جان! میری محبت اور دیوانگی کو سمجھو۔ مجھ دیوانے کو اتنی بڑا سزا نہ دو۔"

"اب میں سانس روک رہی ہوں۔ رات کے دس بجے تمہارے دماغ میں آؤں گی۔ مجھے تنویمی عمل کرنے دو گے تو دوستی آگے بڑھے گی۔ ورنہ کبھی میرے پاس نہیں آسکو گے۔ رات دس

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

مجھے تک سوچنے کا بہت وقت ہے' جاؤ اور فیصلہ کرتے رہو۔"

اس نے سانس روک لی۔ وہ اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ سر پکڑ کر سوچنے لگا کیا کرے؟ کیا ایک نوآموز لڑکی کا غلام بن جائے؟

کچھ روز پہلے مرینا نے ایک آلۂ کار کے ذریعے جیری سے رابطہ کیا تھا وہ بھی یہی کہہ رہی تھی کہ وہ دشمنوں اور خاص کر فرہاد سے محفوظ رہنا چاہتا ہے تو تنویمی عمل کے ذریعے اس کا تابعدار بن جائے۔

اگر وہ لبوڈا یا سپرماسٹر کے پاس جاتا تو وہ بھی اسے اپنا محکوم بناتے۔ میرے متعلق بھی اس کا یہی خیال تھا۔ دشمنوں سے بھری اس دنیا میں ایک باربرا اس کی دوست تھی اب وہ بھی اسے محکوم بنانا چاہتی تھی۔

وہ اسپتال کے سامنے ایک دکان کی دیوار سے ٹیک لگائے کھڑا تھا اسے کہیں جانا نہیں تھا۔ کہیں بھی جاتا تو محبوبہ کے لئے ہی سوچتا۔ اسی لیے اس کے اسپتال کے سامنے کھڑا دیواروں کو یوں تک رہا تھا جیسے آرپار محبوبہ نظر آرہی ہو۔

ایک گھنٹے بعد شام کے سائے گہرے ہونے لگے۔ وہ اسی طرح پتھر کا بت بنا کھڑا رہا اور سوچتا رہا۔ ایسے وقت مرینا آئی۔ جیری نے سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی خوش ہو کر پوچھا "کون باربرا! یہ تم ہو؟ تم میرے پاس آئی ہو؟"

مرینا نے فوراً ہی باربرا کا لہجہ اپنا کر کہا "ہاں' میں ہوں۔"

وہ بولا "میرا دل کہتا ہے' تم نے مجھے معاف کر دیا ہے۔"

"ہاں' معاف کر دیا ہے۔ آگے بولو۔"

"میں تمہاری ایک جھلک دیکھنے کو ترس گیا ہوں۔ ایک بار تمہارے سامنے آکر دل چیر کر دکھانا چاہتا ہوں کہ تمہارا کیسا دیوانہ ہوں۔"

"میں بھی تم سے ملنا چاہتی ہوں۔ اس اسپتال سے گھبرا گئی ہوں' تم انتظار کرو میں باہر آرہی ہوں۔"

"کیا ڈاکٹر تمہیں آنے دے گا؟"

"میں اجازت لے کر نہیں' خیال خوانی کے ذریعے ڈاکٹروں اور نرسوں کو دھوکا دے کر آؤں گی۔"

وہ خوش ہو کر بولا "اوہ میری جان باربرا! تم میرے لیے بستر سے اٹھ کر آرہی ہو۔ میں خوشی سے پاگل ہو جاؤں گا۔"

"تم انتظار کرو۔ میں کمرے سے نکل رہی ہوں۔"

وہ اسپتال کی طرف نظریں جمائے آنے والی کا انتظار کرنے لگا۔ مرینا نے سرنا کے دماغ میں آکر کہا "وہ پیرا ڈائز بک اسٹال کی دیوار سے ٹیک لگائے کھڑا ہے۔"

وہ بہن بھائی اسپتال کے آس پاس آنے جانے والوں کو تاڑ رہے تھے۔ جس پر شبہ ہوتا تھا اس سے کسی بہانے باتیں کر کے اس کے دماغ میں پہنچ جاتے تھے پھر مایوس ہو جاتے تھے انہیں جیری نہیں مل رہا تھا۔ جب مرینا نے نشاندہی کی تو اس نے چونک کر بک اسٹال کی سمت دیکھتے ہوئے شی تارا سے کہا "مرینا کہہ رہی ہے۔ وہ جو وہاں دیوار سے ٹیک لگائے کھڑا ہے وہی جیری ہے۔"

شی تارا نے کہا "میں اسے بڑی دیر سے دیکھ رہی ہوں وہ بت بنا کھڑا ہوا ہے۔ میں سوچ ہی رہی تھی کہ اس کے اندر پہنچا جائے۔"

"تو وہاں جا کر کتابیں اور رسالے دیکھنے کے بہانے اس پر نظر رکھ میں گاڑی لے کر آرہا ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ سرنا تیزی سے چلتا ہوا پارکنگ ایریا میں آیا پھر وہاں سے گاڑی ڈرائیو کرتا ہوا بک اسٹال کے سامنے آکر رک گیا۔ ڈیش بورڈ کے خانے میں ایک انجکشن کی ننھی شیشی اور سرنج رکھی ہوئی تھی۔ اس نے سرنج میں دوا بھری۔ پھر اسے لے کر گاڑی سے باہر آیا۔ اطمینان سے چلتا ہوا جیری کے سامنے پہنچا تو اس نے گھبرا کر دیکھا۔ سرنا نے کہا "تو کسی مجرم کی طرح خوفزدہ ہے اور میں تجھے خوف سے نجات دلانے آیا ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس نے گردن دبوچ لی۔ جیری کو اپنی گردن پر وہ آہنی گرفت یوں لگی جیسے وہ چوہا ہو اور شیر کے پنجے میں آگیا ہو۔ سرنا نے گردن کے پاس ہی سوئی پیوست کر دی۔ دوسرے ہی لمحے میں وہ ڈھیلا پڑ گیا۔ سرنا اسے سہارا دے کر وہاں سے چلاتا ہوا گاڑی کے پاس لایا۔ راہ گیر سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ شی تارا نے کہا "یہ میرا ایک عزیز ہے اس پر کبھی کبھی دورہ پڑتا ہے۔"

ایک شخص نے کہا "سامنے اسپتال ہے' اسے لے چلو۔"

وہ بولی "نہیں' ہم اسے فیملی ڈاکٹر کے پاس لے جا رہے ہیں۔"

وہ جیری کے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ سرنا نے گاڑی اسٹارٹ کی پھر ڈرائیو کرنے لگا۔ شی تارا نے جیری کے دماغ میں آکر کہا "میں تیرے پاس بیٹھی ہوں اور دماغ کے اندر بھی ہوں۔ سنا ہے تو ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمنوں سے بہت ڈرتا ہے۔"

وہ کمزوری کے باعث گہری سانسیں لیتے ہوئے بولا "میں تمہارے قبضے میں ہوں۔ اب نجات ممکن نہیں ہے۔ مجھ پر ایک مہربانی کرو۔ تھوڑی دیر کے لیے واپس اسپتال کے سامنے چلو۔ میری باربرا مجھ سے ملنے کے لیے آنے والی ہے۔ مجھے وہاں نہیں دیکھے گی تو بے وفا سمجھے گی۔"

مرینا نے باربرا کے لہجے میں کہا "کیا تو مجھے پہچان رہا ہے؟"

وہ خوش ہو کر بولا "میری جان! میری باربرا! اچھا ہوا تم آگئیں دیکھو میں تمہارے پیار کی دیوانگی میں دشمنوں کے ہتھے چڑھ گیا ہوں۔"

"گدھے! میں مرینا ہوں۔ تیری باربرا کے لہجے میں بول رہی ہوں۔ اس سے پہلے بھی اسپتال کے سامنے باربرا نے تجھ سے رابطہ نہیں کیا تھا۔ وہ تو اپنے بیڈ پر پڑی ہے' اسے باہر کی خبر نہیں ہے۔"

جیری نے شکست خوردگی سے ایک آہ بھرتے ہوئے آنکھیں

بند کر لیں۔ شی تارا نے کہا "مرینا! تو نے ایک اچھی حکمتِ عملی سے جیری کو پھانسا ہے۔ ہماری ٹیم میں خیال خوانی کرنے والوں کی تعداد بڑھ رہی ہے' کیا تو باربرا کو بھی ٹریپ کر سکتی ہے؟"

وہ بولی "بستر پر پڑی ہوئی مریضہ کو شکار کرنا نہایت آسان ہوتا ہے' لیکن یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ باربرا کے ساتھ کیا معجزہ ہو گیا ہے اسے تو آپریشن کے بعد کم از کم ایک ماہ تک کمزور رہنا تھا لیکن اس نے ایک ہی دن میں توانائی حاصل کر لی۔ اب وہ کمبخت ہمیں اندر آنے نہیں دیتی ہے۔"

"تو آتما شکتی کے ذریعے جا سکتی ہے۔"

"میں بہت پہلے ایک بار گئی تھی۔ تمہیں اور سرنا کو بتا چکی ہوں کہ ایک حسین دوشیزہ میرا راستہ روکتی ہے۔"

"ہمیشہ نہیں روکے گی' تجھے پھر وہاں جانا چاہیے۔"

"اچھی بات ہے۔ ابھی جا رہی ہوں۔"

وہ کاٹیج کے ایک کمرے میں لیٹی ہوئی تھی۔ اس نے پہلے سوچا تھا کہ پارس کے پاس جا کر معلوم کرے گی کہ وہ کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے؟ پھر اس نے سوچا' وہ ضرور ہمارے پیچھے سمرقند کی طرف آرہا ہوگا۔ یہاں پہنچنے میں وقت لگے گا اس لیے پہلے جیری کی خبر لینا چاہیے۔ اب وہ جیری کو شی تارا کے حوالے کر چکی تھی۔ شاید باربرا کے سلسلے میں بھی ایسی ہی کامیابی مقدر بن جاتی۔ لہٰذا اس نے آتما شکتی کا طریقہ استعمال کیا پھر اسپتال کے اندر باربرا کے کمرے میں پہنچ گئی۔

پھر وہی خوب صورت دیوار تھی' وہی پہلے دن کی طرح منظر تھا باربرا بستر پر لیٹی ہوئی تھی اور وہ حسین دوشیزہ اس کے سرہانے کھڑی ہوئی تھی۔ مرینا کی آتما کو گھور کر دیکھ رہی تھی اور ہاتھ کے اشارے سے اسے باہر جانے کا حکم دے رہی تھی۔

اس کی آتما کمرے سے نکل گئی۔ اپنے جسم میں واپس آگئی۔ وہ بستر پر اٹھ کر بیٹھ گئی۔ پریشانی سے سوچنے لگی۔ آخر وہ کون ہے؟ کیسی پُراسرار قوت ہے کہ اس کا حکم سمجھتے ہی میری آتما بھاگ آتی ہے؟

O☆O

یہ بہت عرصہ پہلے کی بات ہے' جب میری عارضی موت کے دوران رسونتی کو سپرماسٹر نے اغوا کرایا تھا۔ اس وقت کے سپرماسٹر نے اس کا برین واش کرایا تھا۔ میرے دونوں بیٹوں اور میری پوری فیملی کے خلاف اسے دشمن بنانے کی کوشش کی تھی' لیکن میرا ایک بیٹا جان پر کھیل کر اپنی ماں کو سپرماسٹر کی قید سے چھڑا لایا تھا۔ تب سے رسونتی بابا صاحب کے ادارے میں گوشہ نشین ہو گئی تھی۔

گوشہ نشینی کی کئی وجوہات تھیں۔ ایک تو وہ ذہنی طور پر ٹوٹ پھوٹ گئی تھی۔ ہمیں اچھی طرح پہچانتی نہیں تھی۔ نیم پاگل سی ہو گئی تھی۔ اسے ادارے کے اسپتال میں کئی ماہ تک زیرِ علاج رکھا گیا۔ جب وہ نارمل ہو گئی تو جناب علی اسد اللہ تبریزی نے کہا "بیٹی! صرف جسم اور دماغ صحت مند رہے تو انسان پوری طرح صحت مند نہیں کہلاتا۔ اصل چیز ایمان کی صحت مندی ہے۔ اپنے خیالات کو جس قدر پاکیزہ رکھو گی ایمان اسی قدر مستحکم ہو گا۔"

وہ سر جھکا کر بولی "کٹھن حالات نے مجھے بڑے زخم پہنچائے ہیں۔ میں تھک گئی ہوں' تنہائی' خاموشی اور سکون چاہتی ہوں۔"

"تم جو چاہتی ہو' بے تکان بولتی جاؤ۔"

"مجھے زندگی سے بہت محبت تھی۔ میں مرنا نہیں چاہتی تھی اب زندگی سے بے زار ہوں' مرنا چاہتی ہوں۔ کیا ایسی زندگی ممکن ہے کہ دنیا والوں سے میرا کوئی تعلق نہ رہے۔ اپنوں سے کوئی رابطہ نہ ہو اور میں خلقِ خدا کی خدمت کرتے کرتے مر جاؤں اور مرتے دم یہ یقین ہو کہ خدا مجھ سے خوش ہے؟"

"بے شک' اللہ تعالیٰ کو راضی رکھنے کے لیے ایسی زندگی گزاری جاتی ہے کیا تم نہیں دیکھ رہی ہو کہ میں دنیا والوں سے دور اس حجرے میں اللہ اللہ کرتا ہوں۔ دنیا کے زیادہ سے زیادہ علوم یہیں بیٹھ کر حاصل کرتا ہوں۔ بیماروں کی تیمارداری اور حاجت مندوں کی حاجت روائی کے لیے باہر نکلتا ہوں۔ پھر اس گوشے میں چلا آتا ہوں۔"

انہوں نے ایک ذرا توقف سے کہا "جو بندے دنیا سے مال و دولت اور انعام و اکرام نہیں چاہتے وہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور روحانیت کا اعلیٰ درجہ حاصل کرتے ہیں۔"

"مجھے مال و دولت' انعام و اکرام اور تعریف و توصیف نہیں چاہیے۔ میں تنہائی کے لیے ایسا ہی ایک گوشہ چاہتی ہوں۔"

"گوشہ تو کہیں بھی مل جائے گا' لیکن عبادت مستقل مزاجی سے کرنا اور ریاضت کے سخت مراحل سے گزرنا بہت دشوار ہوتا ہے۔"

"اگر آپ میری راہنمائی فرمائیں گے تو دشواریاں آسان ہوتی رہیں گی۔"

اس دن سے وہ جناب علی اسد اللہ تبریزی کے حجرے میں دن رات حاضری دینے لگی۔ ان سے دین و ایمان کا درس لینے لگی۔ وہ صبح منہ اندھیرے بیدار ہوتی تھی۔ غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر نماز پڑھتی تھی پھر دوڑ لگاتی تھی۔ کھلی فضا میں ورزش کرتی تھی۔ صبح ایک گھنٹا اور شام کو ایک گھنٹا یوگا کی مشقیں کرتی تھی۔ ایک ہوتی ہے' ظاہری تربیت جو دماغ کو روشن کرتی ہے اور ایک ہوتی ہے باطنی تربیت جو انسان کو اندر سے صاف ستھرا اور پاکیزہ بناتی رہتی ہے۔ وہ دونوں طرح کی تربیتیں حاصل کر رہی تھی۔

بہت عرصہ پہلے سونیا نے بابا فرید واسطی کے حجرے میں دن رات رہ کر ایسی ہی تعلیم و تربیت حاصل کی تھی۔ حالات نے رسونتی کو بھی ایسی ہی خوش نصیبی عطا کی تھی۔ وہ بھی تبریزی صاحب کے سائے میں روحانیت کے مدارج سے گزر رہی تھی۔ وہ فرماتے تھے "روح کا کوئی جسمانی خاکہ نہیں ہوتا' اس کی آنکھیں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اور کان نہیں ہوتے۔"

رسونتی نے کہا "لیکن آتما شکتی کا گیان کرنے والے کہتے ہیں کہ آتما جسم سے باہر نکل کر دیکھ سکتی ہے۔"

"بیٹی! جب ہم قدرت کے کسی بھید کو ایمان کی انتہائی گہرائی سے سمجھتے ہیں تو عام الفاظ میں کہتے ہیں کہ ہماری روح اس بھید کو دیکھ رہی ہے یا پا رہی ہے۔ ہندو دھرم میں اور دوسرے مذاہب میں کہتے ہیں کہ روح جسم سے نکل کر سفر کرتی ہے اور اپنے مطلوبہ مقامات تک جا کر واپس جسم میں آتی ہے اور اس دوران ساری دنیا کو دیکھتی اور سمجھتی ہے۔"

"اس سلسلے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟"

"روح ایک ہی بار جسم سے جدا ہوتی ہے۔ اس کے بعد جسم کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ پھر اس جسم میں روح واپس نہیں آتی۔ اگر آسکتی تو آتما شکتی حاصل کرنے والے کبھی نہ مرتے اور قیامت تک باقی رہتے جبکہ باقی رہنے والی ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔"

انسانی عقل ایک حد تک دین اور دنیا کو سمجھتی ہے۔ جب آنکھ دیکھتی ہے تو عقل تسلیم کرتی ہے۔ لیکن مومن کی آنکھ نہ دیکھے تب بھی وہ ذرّے ذرّے میں معبودِ حقیقی کو حاضر و ناظر پاتا ہے۔ یہ محض عقیدہ نہیں ہے۔ عقیدہ تو کسی بھی شیطانی موڑ پر کمزور پڑ سکتا ہے لیکن وہ علم جو عقل کی حد سے نکل کر روحانیت کے دائرۂ کار میں پہنچتا ہے اور عالم کو آگہی دیتا ہے، وہ آخری سانس تک کمزور نہیں پڑتا۔

سال دو سال چار سال گزرتے جا رہے تھے۔ وہ روحانیت کے علوم اور آگہی کے مدارج سے گزرتی جا رہی تھی اور سمجھتی جا رہی تھی کہ جناب علی اسد اللہ تبریزی جیسے عالم اور دین دار بزرگ کیسے کیسے حیرت انگیز کشف و کمال کے مالک ہوتے ہیں۔ ہماری دنیا میں خدا کے ایسے برگزیدہ بندے موجود ہیں جو آنکھوں کی بصیرت سے کم اور روح کی بصارت سے زیادہ دیکھتے ہیں۔ کسی ایک مقام پر بیٹھ کر دنیا کے آخری سرے تک کسی مطلوبہ شخص کی خبر لے آتے ہیں۔

جناب تبریزی صاحب نے جب یہ دیکھا کہ رسونتی عبادت اور ریاضت میں کامل ہو رہی ہے تب انہوں نے روحانی طریقۂ کار کے بعض معاملات میں اسے رازدار بنایا۔ وہ حجرے میں بیٹھے بیٹھے رسونتی کو ساتھ لے کر روحانیت میں ڈوبتے تھے اور اسے علم بصیرت دیتے تھے۔ دیکھو بیٹی! تمہارا بیٹا علی وہ رہا۔ تمہاری ہونے والی بہو ثانی کے ساتھ تبت میں ہے اور بدترین ساحر پاپا ڈوک کو اس کے عبرت ناک انجام تک پہنچانے کے لیے طلسم کدے میں داخل ہو رہا ہے۔

پہلے علی پر ذرا بھی مصیبت آتی تھی تو رسونتی کی ممتا تڑپ جاتی تھی۔ جناب تبریزی صاحب نے ابتدائی مراحل میں رشتوں کی محبت کا خاتمہ کیا تھا اور سمجھایا تھا۔ محبت صرف خون کے اور زبان کے رشتوں کے لیے نہ ہو۔ پوری خلقِ خدا کے لیے ہو، اور محبت کسی کے لیے بھی ہو اس میں جذبات کی شدت نہ ہو۔ شدت جب بھی ہو تو اپنے معبودِ حقیقی کے لیے ہو۔

یہی وجہ تھی کہ اس نے بیٹے کو خطرات سے کھیلتے دیکھا لیکن اس کے لیے پریشان نہیں ہوئی۔ خدا پر اس قدر اعتماد ہو کہ بچانے والا صرف وہی ہے اور مارنے والا بھی صرف وہی ہے تو ایمان کی اس پختگی کے بعد ماں کی پیشانی پر اولاد کے لیے شکن نہیں پڑتی۔

جناب تبریزی صاحب فرماتے تھے، ہم ساری دنیا کو قوتِ روحانی سے دیکھتے اور سنتے ہیں۔ یہ بھی آگہی ملتی ہے کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے لیکن ہماری زبان خاموش رہتی ہے۔ یہ حکم نہیں ہے کہ ہم کسی بندے کو پیش آنے والی کسی مصیبت سے آگاہ کریں کیونکہ وہ بندہ اپنے عمل کے ردِّ عمل کے مطابق اس مصیبت کی طرف جا رہا ہوتا ہے۔"

"لیکن حضور! آپ نے بہت سے بندوں کو مصیبتوں سے بچایا بھی ہے۔"

"بیشک، ایسے بندوں کو بچایا ہے جن سے آئندہ اچھائی کی توقع ہے۔ تم بھی یہی کرو گی۔ سمرقند میں باربرا اور جیری دو ٹیلی پیتھی جاننے والے بندے ہیں۔ باربرا آپریشن کے نتیجے میں مکمل لڑکی نہیں بننا چاہتی تھی۔ جیری نے اسے دھوکا دے کر لڑکی بنا دیا۔ میں نے اس معاملے میں مداخلت نہیں کی۔"

"آپ نے مداخلت کیوں نہیں کی؟"

"یہی قدرت کا منشا تھا۔ قدرت کے کسی کام میں مداخلت نہیں کرنا چاہیے۔ اس کی آگہی اب تمہیں بھی ملا کرے گی، اور کسی کو آنے والی مصیبتوں سے نجات دلانے کا جذبہ خود تمہارے اندر پیدا ہو گا۔ اسی لیے تمہارے اندر سے دنیاوی جذبات ختم کیے گئے ہیں تاکہ آئندہ تمہارے اندر روحانی جذبے کی تحریک پیدا ہوتی رہے۔"

پھر انہوں نے فرمایا "باربرا کے کمزور دماغ میں دوستوں اور دشمنوں کی آمدورفت شروع ہونے والی ہے۔ جیری بھی جلد ہی دشمنوں کی گرفت میں آنے والا ہے۔ تم باربرا کی حفاظت کرو گی، لیکن جیری کو نظرانداز کرو گی کیونکہ باربرا کے مقدر میں راستی اور نیکی لکھی گئی ہے، جیری کے مقدر میں خواری ہے۔"

جناب تبریزی صاحب نے اس کا نام آمنہ فرہاد رکھا۔ وہ ایک طویل عرصے تک گوشہ نشین رہنے کے بعد پہلی بار میدانِ عمل میں یوں آئی کہ اس کی آمد کا علم مجھے اور میرے بیٹوں کو بھی نہ ہو سکا۔ پہلی بار مرینا نے آتما شکتی کے ذریعے اسے باربرا کے سرہانے دیکھا۔ وہ آمنہ فرہاد کی روح نہیں تھی کیونکہ جس وقت وہ باربرا کے سرہانے دیکھی گئی انہی لمحات میں وہ تبریزی صاحب کے حجرے کے اندر زندہ جسم کے ساتھ موجود تھی۔

باربرا کے سرہانے نور کا وہ خاکہ تھا جسے آمنہ فرہاد نے روحانیت کی قوت سے ہزاروں میل دور قائم کیا تھا اور مرینا کے دماغ میں یہ خیال پیدا کیا تھا کہ باربرا کے سرہانے ایک حسین دوشیزہ ہے۔

مرینا کو یہی دوشیزہ اس کار کی پچھلی سیٹ پر نظر آئی تھی جس کی اسٹیئرنگ سیٹ پر پارس بیٹھا ہوا تھا۔ تیسری بار جب مرینا نے جیری کو سرنا اور شی تارا کے شکنجے میں پھنسا دیا تو باربرا کو بھی ٹریپ کرنے گئی۔ اس بار بھی اس نے باربرا کے سرہانے اسی دوشیزہ کو دیکھا۔ وہ دوشیزہ پہلے کی طرح اسے باربرا کے کمرے سے باہر جانے کا حکم دے رہی تھی۔

حقیقت یہ ہے کہ آمنہ فرہاد کو ایسی روحانی قوت حاصل ہو گئی تھی کہ اس کے سامنے ٹیلی پیتھی کا علم محض دنیاوی رہ گیا تھا۔ وہ روحانی قوت سے سانس روکنے والوں کے دماغوں میں بھی پہنچ جاتی تھی اور انہیں احساس نہیں ہوتا تھا۔ اس نے مرینا کے دماغ میں بھی یہ بات نقش کر دی تھی کہ اس کی آتما شکتی کو ایک نورانی دوشیزہ نظر آئے گی وہ اشاروں میں جو بھی حکم دے گی مرینا اس پر فوراً عمل کرے گی۔ یہ باتیں اس کی نادانستگی میں نقش ہوتی رہی تھیں۔

یہی وجہ تھی کہ اسے باربرا اور پارس کے پاس وہ دوشیزہ نظر آئی تھی اور دوشیزہ کا اشارہ پاتے ہی اس کی آتما بھاگ گئی تھی آمنہ نے مرینا کے ذریعے پے پے سرنا اور شی تارا کو بھی دیکھا تھا اور ان دونوں کی صلاحیتوں اور قوتوں سے آگاہی حاصل کی تھی۔

مرینا باربرا کے کمرے سے ناکام ہو کر جسمانی اور دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوئی تو آمنہ اس کے دماغ میں آگئی۔ مرینا خیال خوانی کے ذریعے سرنا کے پاس جا کر کہہ رہی تھی "شاید ہم باربرا کو ٹریپ نہیں کر سکیں گے۔"

اس نے پوچھا "کیا پھر وہی رکاوٹ ہے؟"

"ہاں، پتا نہیں وہ کیسی روح یا قوت ہے۔ وہ مجھے واپس جانے کا اشارہ کرتی ہے اور میں فوراً بھاگ آتی ہوں۔"

"ایسی کون سی غیر معمولی قوت ہے جو تجھے بھاگنے پر مجبور کر دیتی ہے؟"

"میری تو سمجھ میں نہیں آتا۔ تم آتما شکتی کے ذریعے جا کر دیکھ لو۔"

سرنا اور شی تارا نے شہر کے ایک دور افتادہ ویران سے علاقے میں ایک اور مکان کرائے پر حاصل کیا تھا۔ وہ جیری کو ٹریپ کر کے وہاں لے آئے تھے۔ شی تارا ایک کمرے میں اس پر تنویمی عمل کر رہی تھی۔ سرنا دوسرے کمرے میں تھا۔ وہ بستر پر لیٹ کر مرینا سے بولا "میں ابھی اپنی آتما کو اسپتال کے کمرا نمبر دو سو دو میں پہنچا رہا ہوں۔ تو مجھ سے ایک منٹ بعد رابطہ کر۔"

مرینا چلی گئی۔ وہ آنکھیں بند کر کے آتما شکتی کے طریقۂ کار پر عمل کرنے اور ایک مخصوص منتر کا جاپ کرنے لگا۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی پتا چلا کہ وہ سانس روک کر آتما کو باہر لانا چاہتا ہے مگر لا نہیں سکتا۔ سانس روکتے ہی اندر بے چینی سی پیدا ہوتی ہے۔ صرف اتنا ہی نہیں، وہ منتر بھی الٹے سیدھے پڑھ رہا ہے۔

وہ آنکھیں کھول کر چھت کو تکنے لگا۔ سوچنے لگا "یہ کیا ہو رہا ہے؟ کیا میں منتر اور طریقۂ کار بھول گیا ہوں؟ کیا میری یادداشت کمزور ہو گئی ہے؟"

ایک منٹ بعد مرینا نے آکر پوچھا "باربرا کے پاس گئے تھے؟"

"کیسے جاتا؟ میری آتما باہر نہیں آرہی ہے۔"

"کیا کہہ رہے ہو؟"

"سچ کہہ رہا ہوں۔ کبھی منتر بھول جاتا ہوں، کبھی سانس روکتا ہوں تو گھبراہٹ اور بے چینی سی ہوتی ہے۔"

"کیا تمہارے دماغ میں کوئی خلل پیدا کر رہا ہے؟"

"کیا بکواس کرتی ہے۔ اب میں ڈیڑھ گھنٹے تک سانس روک لیتا ہوں۔ میرا دماغ فولاد ہے۔ یہاں کوئی خلل پیدا کرنے ٹیلی پیتھی کے ذریعے نہیں آسکتا۔ میرے سامنے کوئی رکاوٹ نہیں بن سکتا۔"

"جب میری آتما کے سامنے وہ رکاوٹ بن جاتی ہے تو پھر تمہارے سامنے رکاوٹ کیوں نہیں بن سکتی۔ ہو سکتا ہے، وہ ابھی تمہارے پاس موجود ہو اور تمہاری آتما کو جسم سے باہر آنے سے روک رہی ہو۔"

وہ اٹھ کر بیٹھ گیا، چاروں طرف دیکھتے ہوئے بولا "یہاں کوئی نہیں ہے۔ اگر وہ نظر نہیں آتی ہے تو پھر ہماری جیسی آتما ہے۔"

"ہمیں یہ بھید معلوم کرنا چاہیے کہ آخر وہ کیا ہے؟ یہ رکاوٹ دور نہ ہوئی تو ہم دوسرے معاملات میں بھی پسپا ہوتے رہیں گے۔"

"میں اپنی بہن کے لیے فکرمند ہوں۔ یہ چاہتا ہوں کہ کل جو منحوس تاریخ ہے وہ صرف پارس کے لیے منحوس ہو، وہ میری شی تارا کے ہاتھوں مارا جائے۔"

"اور اس کامیابی کے لیے لازمی ہے کہ اس رکاوٹ بننے والی ہستی کا سراغ لگایا جائے۔ ویسے ایک بات ہے۔ ابھی تم باربرا کے پاس جانے کی کوشش کر رہے تھے تو اس ایک منٹ میں میری آتما پارس کے پاس گئی تھی۔ وہاں مجھے روکنے والی وہ دوشیزہ نظر نہیں آئی۔ میں نے دیکھا پارس کار میں سفر کر رہا ہے۔ یعنی وہ اسی شہر کی طرف آرہا ہے۔"

"گیدڑ کی موت آتی ہے تو وہ شہر کی طرف آتا ہے۔ کل تیرہ تاریخ کو شی تارا کامیاب نہ ہوئی تو میں پارس کو بے موت مار دوں گا۔"

وہ ایسا کہتے وقت بھول رہا تھا کہ تین، تیرہ اور تیئس تاریخیں صرف پارس کے لیے ہی نہیں، شی تارا کے لیے بھی منحوس تھیں۔ کوئی ضروری نہیں کہ منحوس دو میں سے کوئی ایک ہو۔ نحوست دونوں کے سر آسکتی تھی۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

میں بستر سے اٹھ گیا کیونکہ وہ کانٹوں کا بستر بن چکا تھا جب تک زخمی حالت میں وہاں لیٹا رہا' دشمن میرے دماغ میں آکر طرح طرح کی معلومات حاصل کرتے رہے۔ انہوں نے میرے اور میرے خاندان کے افراد کی تمام کمزوریاں معلوم کرلیں' اور اس میں شبہ نہیں رہا تھا کہ ان کا پلڑا بھاری ہوگیا تھا۔ وہ کسی وقت بھی ہم میں سے کسی کے خلاف کچھ بھی کرسکتے تھے۔

یعقوب ہمدانی نے کہا "دوست! یہ کیا کرتے ہو؟ تمہیں بستر سے اٹھنا نہیں چاہیے' خنجر کا زخم ابھی بھرا نہیں ہے۔"

میں نے محبت سے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا "میرے یار! تم نے خوب دوستی نبھائی ہے۔ دن رات میرے بستر سے لگے رہے۔ میری فکر نہ کرو' آؤ ذرا آؤٹنگ ہوجائے۔"

وہ مجھے علاج کے لیے فرغانہ کے ایک اسپتال میں لے آیا تھا اور میری بڑی خدمت کی تھی۔ ہم اسپتال سے باہر آئے۔ اس نے اپنی کار کی اسٹیئرنگ سیٹ سنبھال لی۔ میں اس کے برابر بیٹھ کر بولا "اسپتال کی چار دیواری میں گھٹن سی ہورہی تھی' میرا مشورہ ہے تاشقند چلو۔ لمبی ڈرائیو کے دوران میں ذرا خیال خوانی میں مصروف رہوں گا۔"

وہ سمجھ گیا کہ راستے میں اسے کچھ بولنا نہیں چاہیے۔ وہ خاموشی سے ڈرائیو کرنے لگا۔ مجھے یہ کبھی نہ معلوم ہوسکا کہ جناب علی اسد اللہ تبریزی بڑی خاموشی سے روحانی طریقۂ کار کے مطابق ہمارے لیے کچھ کرتے رہے ہیں اور میں یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ آمنہ فرہاد (رسونتی) روحانیت کے کس درجے تک پہنچی ہوئی ہے وہ ازبکستان میں ہے یا تبریزی صاحب کے ہی حجرے میں رہ کر ہزاروں میل دور ہماری مدد کے لیے آتی ہے اور چلی جاتی ہے۔

جو روحانیت میں کمال حاصل کرلیتے ہیں ان کے ہونٹوں پر چپ کی مُہر لگ جاتی ہے۔ آمنہ کو بھی یہی تاکید کی گئی تھی کہ اپنے شوہر سے' اپنے بچوں سے اور دیگر احباب سے کوئی رابطہ نہ کرے اور نہ ہی کسی ذریعے سے اپنی مصروفیات ظاہر کرے۔ بس چپ چاپ نیکیاں کرتی رہے۔

یہی وجہ تھی کہ مجھے اور میرے بچوں کو آمنہ کی طرف سے حاصل ہونے والے کسی تعاون کا علم نہیں تھا۔ اس کے تعاون سے ہمیں اتنا ہی فائدہ پہنچ رہا تھا جتنا کسی غائبانہ امداد سے پہنچتا ہے۔ آمنہ ابھی صرف باربرا اور پارس کی نگرانی کررہی تھی اور انہیں دشمنوں سے محفوظ رکھنے کی کوشش میں مصروف تھی جبکہ دشمن علی اور ثانی کے خلاف بھی اقدامات کے منصوبے بنا رہے تھے اور وہ سلمان' سلطانہ اور لیلیٰ کے خلاف بھی محاذ آرائی کرسکتے تھے۔

مجھے یہ معلوم ہوچکا تھا کہ مرینا پے پے سرنا اور شی تارا سے مل چکی ہے۔ ابھی یہ نہیں معلوم ہوا تھا کہ وہ ان کی دوست ہے یا تابعدار؟ بہرحال میں نے فیصلہ کرلیا تھا کہ تاشقند پہنچ کر سمرقند کے لیے عزمِ سفر کروں گا کیونکہ وہ تینوں دشمن وہیں تھے۔

فی الحال میں نے ثانی کی خبر لی۔ اس کے پاس پہنچتے ہی کوڈورڈز ادا کیے "دی نیو رائزنگ سن سونیا ثانی (نیا ابھرتا ہوا آفتاب سونیا ثانی!) میں ہوں تمہارا پاپا!"

وہ خوش ہوکر بولی "ہیلو پاپا! آپ کو پھر سے خیال خوانی کرتے دیکھ کر خوشی ہورہی ہے' زخم کیسا ہے؟"

"خاصا بھر گیا ہے' میں سانس روکنے کے معاملے میں بھی نارمل ہوں۔ تمہیں یہ اندازہ ہوچکا ہوگا کہ دشمنوں نے میرے چور خیالات کے ذریعے تمہاری اصلیت معلوم کرلی ہوگی۔"

"ہاں پاپا! اس بات کا افسوس ہے کہ دشمن مجھے سونیا ثانی کی حیثیت سے پہچان گئے ہیں۔ اب وہ سپرماسٹر کو اور یہاں کے اعلیٰ حکام کو میری اصلیت بتانے اور انہیں مجھ سے بدظن کرنے کی پوری کوشش کریں گے۔"

"یعنی ابھی کوشش شروع نہیں کی ہے۔"

"میرے علم میں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے وہ حکومت اور فوج کے اہم افراد کو خاموشی سے میرے خلاف ورغلا رہے ہوں اور ملٹری انٹیلیجنس والے بڑی رازداری سے میری نگرانی کررہے ہوں۔"

"ہاں یہ ممکن ہے۔ اب تو میں مرینا کے خیالات بھی نہیں پڑھ سکتا۔ وہ میری گرفت سے نکل کر پے پے سرنا اور شی تارا کی پناہ میں چلی گئی ہے۔"

"یہ پے پے سرنا اور شی تارا میرے لیے نئے نام ہیں۔"

"میرے لیے بھی نئے ہیں ان کے متعلق زیادہ معلومات نہیں ہیں لیکن مرینا نے ان کے پاس پناہ لے کر یہ ثابت کیا ہے کہ وہ دونوں زبردست ہیں اور آئندہ ہمارے مقابلے میں اسے تحفظ دیتے رہیں گے۔"

"اس سے ظاہر ہوتا ہے پاپا کہ ان دونوں نے مرینا کا برین واش کیا ہے یعنی وہ دونوں ٹیلی پیتھی اور ہپناٹزم جانتے ہیں۔"

"بیشک ان میں غیر معمولی صلاحیتیں ہوں گی۔"

وہ بولی "پاپا! میرے کمرے میں ایسے انتظامات ہیں کہ میں جب چاہوں سپرماسٹر سے' اعلیٰ حکام سے اور اعلیٰ فوجی افسران سے رابطہ کرسکتی ہوں۔ ابھی میرے کمپیوٹر کا ایک ننھا سا سرخ بلب اسپارک کررہا ہے' آپ ذرا خاموش رہیے گا۔"

وہ کمپیوٹر آپریٹ کرنے لگی۔ دوسری طرف سے سپرماسٹر اسے مخاطب کررہا تھا۔ کمپیوٹر اسکرین پر لکھا ہوا تھا "ہیلو سپرمادام! میں سپرماسٹر تم سے مخاطب ہوں۔ ان لمحات میں تمہارے بنگلے کو فوجیوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔ تشویش کی بات نہیں ہے' ہم صرف اپنا شبہ دور کرنا چاہتے ہیں۔"

ثانی نے کمپیوٹر تحریر کے ذریعے پوچھا "مجھ پر شبے کی وجہ کیا ہے؟"

تحریری جواب نظر آیا "ایک نامعلوم ہستی ہمارے حکام اور فوجی افسران کو بار بار کہہ رہی ہے کہ تم ہماری سلوانہ سپرمادام نہیں ہو بلکہ سلمان واسطی کی بیٹی اور بابا فرید واسطی مرحوم کی نواسی سونیا ثانی ہو۔"

ثانی نے جواب دیا "مجھے ہنسی آرہی ہے لیکن آپ کمپیوٹر کے ذریعے میری ہنسی نہیں سن سکیں گے۔ آپ متعلقہ افسران سے کہہ دیں کہ میرے بنگلے کا دروازہ کھلا ہے' وہ یہاں آکر ہر طرح اپنی تسلی کرلیں۔"

سپرماسٹر نے کہا "میں اور لبوڈا تمہیں بیٹی کہتے رہے ہیں۔ بے چارہ لبوڈا نہیں رہا۔ مجھے شبہ ہے کہ مرینا تمہارے خلاف سازش کررہی ہے' تمہیں بھی ختم کرکے ہمیں کمزور بنانا چاہتی ہے۔"

"آپ مرینا کو اپنی چال چلنے دیں۔ اسے میرے سلسلے میں ناکامی ہوگی۔"

"مرینا نے اسرائیل میں ایک بڑا کارنامہ انجام دیا ہے اس نے فرہاد کے بیٹے علی تیمور کو وہاں بے نقاب کیا ہے۔ وہ وہاں کارمن ہیر اللہ کے نام سے گولڈن برین بنا ہوا تھا۔"

"میں سمجھ گئی۔ ہمارے امریکی حکام اور اعلیٰ فوجی افسران یہ سوچ رہے ہیں کہ جب مرینا نے وہاں علی کو بے نقاب کیا ہے تو مجھے بھی ثانی کہنے میں کسی حد تک درست ہوگی۔"

"ہاں بیٹی! انہیں اپنی تسلی کرلینے دو۔"

"مجھے انکار نہیں ہے لیکن آپ غور کریں جو افسران مجھے چیک کرنے آرہے ہیں' وہ کس حد تک قابلِ اعتماد ہوسکتے ہیں۔ کیا مرینا ان میں سے کسی کے اندر چھپی نہیں ہوگی۔"

"تمہارے پاس جو افسران آئیں گے وہ یوگا کے ماہر ہوں گے۔"

"انکل لبوڈا کی بیٹی جوراجوری بھی یوگا جانتی تھی کسی کو دماغ میں آنے نہیں دیتی تھی۔ پھر مرینا نے کس طرح اس کے ذریعے اس کے باپ کو قتل کیا؟"

"درست کہتی ہو۔ ہم یوگا جاننے والے افسران پر بھی بھروسا نہیں کرسکتے۔ تم ہی بتاؤ ہم اپنے اکابرین کی تسلی کیسے کریں؟"

"آپ اکابرین سے سوال کریں' کیا جان لبوڈا کی طرح سپرمادام سلوانہ کو بھی ایسی ہی اچانک اندھی موت کے حوالے کیا جائے؟ اگر وہ یہی چاہتے ہیں تو میں اپنی موت کا خطرہ مول لے کر یہاں آنے والے افسران کا سامنا کروں گی اور سامنا کرنے سے پہلے فون پر ہر افسر کی آواز سن کر ان سب کی دماغی توانائی کا یقین کروں گی۔"

"اچھی بات ہے' میں تمام اکابرین سے گفتگو کرنے کے بعد تم سے رابطہ کروں گا۔ ابھی آرام کرو' سوفار۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ ثانی نے کمپیوٹر کو آف کرنے کے بعد مجھ سے کہا "پاپا! میرے پاس جو افسران آنے والے ہیں اگر آپ ان کے دماغوں میں مرینا کا لہجہ اختیار کرکے جائیں اور کوئی افسر سانس نہ روکے تو ہمارے سامنے وہ آلۂ کار ظاہر ہوجائے گا۔"

"میں بھی یہی سوچ رہا تھا لیکن ضروری نہیں کہ وہ مرینا کے آلۂ کار ہوں۔ وہ پے پے سرنا اور شی تارا کے بھی آلۂ کار ہوسکتے ہیں۔ اگر وہ دونوں بھی ٹیلی پیتھی جانتے ہیں تو ہمیں ان دونوں کا لب و لہجہ معلوم نہیں ہے۔ ہم ان کے کسی آلۂ کار کے اندر نہیں پہنچ سکیں گے۔"

"یہ لوگ ضرور مجھے چیک کریں گے اور شبہ دور ہونے تک مجھ سے مطمئن نہیں رہیں گے۔ مجھے ان افسران کے سامنے جانے کا خطرہ مول لینا پڑے گا۔"

"کوئی بات نہیں' خطرہ مول لو۔ ہم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہارے پاس موجود رہیں گے۔ میں جارہا ہوں جیسے ہی وہ افسران آنا چاہیں' تم ہمیں بلالینا۔"

میں واپس آگیا۔ یعقوب ہمدانی آرام سے ڈرائیو کرتا جارہا تھا۔ میں نے کہا "یار! تم بور ہورہے ہو۔ میری موجودگی میں بھی تنہا ہو۔"

"میں یہ دیکھ کر خوش ہورہا ہوں کہ تمہاری دماغی توانائی بحال ہوگئی ہے۔ اب کوئی دشمن تمہارے دماغ کے اندر نہیں آسکے گا۔"

"ہاں' خدا کا شکر ہے کہ میں اس پہلو سے محفوظ ہوں' لیکن میں تمہاری بوریت کی بات کررہا تھا۔ اگر سفر کے دوران تمہاری تنہائی اور بوریت دور ہوجائے تو مجھے دعائیں دوگے۔"

"میری ساری عمر کی دعائیں تمہارے لیے ہیں لیکن میری تنہائی دور کرنے کے لیے مجھ سے باتیں کرتے رہوگے تو تمہارے اہم معاملات کا کیا ہوگا؟"

"بھئی تنہائی میں نہیں' کوئی عورت دور کرے گی۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "کیوں مذاق کرتے ہو؟"

میں نے دور ونڈ اسکرین کے پار دیکھتے ہوئے کہا "آگے بس اسٹاپ پر کچھ لوگوں کے ساتھ دو خواتین نظر آرہی ہیں وہاں گاڑی روک کر کافی پئیں گے اور دیکھیں گے ان میں سے کوئی تمہیں لفٹ دیتی ہے یا نہیں؟"

اس نے بس اسٹاپ کے قریب ایک اسنیک بار کے سامنے گاڑی روک دی پھر کہا "یار! کہیں جوتے نہ کھلوا دینا۔"

"دو چار جوتوں کا خطرہ مول لینے سے ہی عورت ملتی ہے۔"

"جانے دو' اسی لیے میں نے آج تک شادی نہیں کی۔ جو لڑکیاں مجھے پسند کرتی تھیں' وہ مجھے پسند نہیں تھیں اور جو مجھے پسند تھیں ان کے سامنے مدعا بیان کرتے وقت سینڈلوں پر نظر پڑجاتی تھی۔"

ہم کار سے اتر کر بار کے اوپن کاؤنٹر پر آئے' کافی کا آرڈر دیا پھر وہاں کے پہاڑی مناظر کو دلچسپی سے دیکھنے لگے۔ ایک معمر خاتون

itsurdu.blogspot.com
itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہمارے پاس آئی۔ اس کی عمر پچاس برس سے کم نہ ہوگی لیکن جوان لڑکیوں کی طرح چیختے ہوئے رنگوں کا لباس پہنا تھا۔ چہرے پر چہرے سے زیادہ میک اپ نظر آتا تھا اسے دیکھتے ہی یعقوب ہمدانی نے منہ پھیر لیا۔

شامت آئی ہے تو منہ پھیرنے سے واپس نہیں جاتی۔ وہ اس کے سامنے آکر کاؤنٹر پر کہنی ٹیک کر ایک ادائے ناز سے بولی "ہیلو مسٹر چاکلیٹ!"

وہ بولا "سوری میرا نام چاکلیٹ نہیں ہے۔"

"نام کوئی سا ہو' تمہاری طرح میٹھا ہوگا۔"

"میڈم! یوں فری ہونے کا مقصد کیا ہے؟"

"تم مجھے میڈم کہہ رہے ہو؟ کیا میں اتنی عمر والی ہوں کہ میڈم نظر آرہی ہوں۔ اپنی آنکھوں کا علاج کراؤ' عینک لگاؤ۔"

میں نے کہا "ہمدانی! بہت افسوس کی بات ہے۔ تم ایک بیس بائیس برس کی دوشیزہ کو میڈم کہہ رہے ہو۔"

وہ خوش ہو کر میری طرف پلٹ گئی پھر بولی "تم باذوق اور قدردان ہو۔"

بوڑھی جوانی مجھ پر مہربان ہونا چاہتی تھی' میں نے فوراً ہی اسے پھر ہمدانی کی طرف گھما دیا۔ اسے بولنے پر مجبور کیا "دیکھو تمہارا ساتھی کتنا باذوق ہے۔ کیا واقعی تمہاری نظر کمزور ہے؟"

ہمدانی نے کافی کا مگ اٹھا کر کہا "میرا ساتھی ساون کا اندھا ہے اسے ہر عورت ہری بھری نظر آتی ہے۔ پلیز' تم اس کی طرف گھوم جاؤ۔"

وہ غصے سے بولی "گھوم جاؤ کا کیا مطلب ہوا؟ کیا میں کسی پر بھی لٹو ہو جاتی ہوں۔ مسٹر ہمدانی! میں نے تمہیں دل دیا ہے تمہارے لیے جان بھی دے سکتی ہوں۔"

"تمہیں میرا نام کیسے معلوم ہوا؟"

"ابھی تمہارے ساتھی نے تمہیں مخاطب کیا تھا۔ آؤ' ہم قدم سے قدم ملا کر دنیا کے آخری سرے تک چلیں۔"

"میں پیدل کیوں جاؤں جبکہ میرے پاس گاڑی ہے۔"

"ہاں' میں بھول گئی تھی' میں تمہاری گاڑی میں لفٹ لینے آئی ہوں۔"

"میں عمر اور وزن کے حساب سے لفٹ دیتا ہوں۔ تمہارا وزن اگر ڈیڑھ من سے زیادہ ہوگا اور عمر پچاس برس سے کم ہوگی تو گاڑی پنکچر ہو جائے گی۔"

"میرا وزن زیادہ ہے نہ عمر اور یہ کیا بات ہوئی کہ گاڑی پنکچر ہو جاتی ہے۔ میں پورے بائیس برس کی ہوں۔"

"لفٹ لینا چاہتی ہو تو عمر کچھ بڑھاؤ۔"

"ہرگز نہیں۔"

"اگر بائیس کی ہو تو دوڑ لگانے سے سانس نہیں پھولے گی۔"

"میں خواہ مخواہ دوڑ کیوں لگاؤں؟"

"خواہ مخواہ نہیں' مجھے محبت سے ایک پھول پیش کرو۔ وہ سامنے گارڈن میں پھول کھلے ہوئے ہیں لیکن شرط یہی ہے کہ دوڑ کر جاؤ دوڑ کر آؤ۔"

وہ ہچکچانے لگی۔ باتیں بنا کر دوڑ لگانے سے بچنا چاہتی تھی۔ میں نے اس کے اندر دوڑنے کی تحریک پیدا کی تو وہ دوڑتی چلی گئی۔ وہ گارڈن ایک فرلانگ کے فاصلے پر تھا۔ ہمدانی نے کہا "بھاگو یہاں سے۔"

میں نے کہا "آرام سے کافی پیو۔ وہ دوڑنا نہیں چاہتی تھی' میں نے اسے دوڑایا ہے۔ وہ گارڈن تک پہنچنے کے بعد پھول توڑنے کے قابل نہیں رہے گی۔"

ہم نے کافی ختم کی' بل ادا کیا پھر وہاں سے کار کی طرف آئے لیکن قریب پہنچ کر ٹھٹک گئے۔ اگلی سیٹ پر ایک حسینہ بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے ہمیں دیکھ کر پوچھا "کیا یہ تمہاری گاڑی ہے؟"

ہمدانی نے کہا "اتفاق سے ہماری ہے' کیا تم اپنی سمجھ کر بیٹھ گئی ہو؟"

"یہ میری بری عادت ہے۔ میں ہر چیز کو' ہر شخص کو اپنا سمجھ لیتی ہوں۔ تم دونوں مجھے اپنے ہی لگ رہے ہو' آؤ بیٹھ جاؤ۔"

میں نے ہمدانی کو دیکھا' وہ بولا "آسمان سے گرے کھجور میں اٹکے۔ ایک سے پیچھا چھڑایا دوسری آگئی۔"

میں نے کہا "آنے دو' یہ دیکھو بے حد خوب صورت اسامی ہے۔ جب میں ساتھ ہوں تو تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا' کم آن۔"

وہ اسٹیئرنگ سیٹ پر چلا گیا۔ میں پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر اس حسینہ کے خیالات پڑھنے لگا۔ میں نے اپنی زندگی میں اس دنیا کے بڑے بڑے دماغوں کو پڑھا ہے' لیکن ایسا دماغ پہلی بار پڑھنے کو ملا۔ وہ سوچ رہی تھی "میں کوئی پاگل کی بچی تو نہیں ہوں کہ کل کی بات آج اور صبح کی بات شام کو بھول جاؤں۔ اس دنیا میں کون نہیں بھولتا لیکن کوئی اپنے مطلب کی بات نہیں بھولتا۔ مجھے بھی اپنے مطلب کی بات یاد ہے۔ میں اسپتال سے آزادی حاصل کرنے کے لیے بھاگی تھی۔ پھر یاد آیا کہ رقم کے بغیر نہ کھانا ملے گا' نہ کہیں جانے کے لیے گاڑی ملے گی لیکن یہ گاڑی مل گئی۔"

گاڑی مل جانے پر وہ خوش ہو کر قہقہہ لگانے لگی۔ ہمدانی نے چونک کر پوچھا "کون سا لطیفہ یاد آگیا؟"

میں نے کہا "یہ صبح سے بھوکی ہے اس کے لیے سینڈوچ اور کوئی ڈرنک لے آؤ پھر آگے چلو۔"

وہ کار سے نکل کر اسنیک بار کی طرف گیا۔ وہ میری طرف پلٹ کر بولی "تم بہت اچھے ہو۔ میں تو بھول ہی گئی تھی کہ مجھے بھوک لگی ہے لیکن جب بھوک برداشت نہ ہو تو روٹی یاد آجاتی ہے۔"

"تمہارا نام کیا ہے؟"

"آں؟" وہ سوچنے لگی "میرا نام کیا ہے؟ کیا نام یاد رکھنا ضروری ہوتا ہے؟ ہرگز نہیں' اگر ضروری ہوتا تو مجھے نام یاد رہتا۔ ہے ہاں' وہ لوگ مجھے کچھ کہہ کر پکارتے تو تھے۔ ہاں' کچھ یاد آرہا ہے۔"

وہ اپنے سوئٹر کے اندر ہاتھ ڈال کر اپنی شرٹ پر لگے ہوئے بیج و نکالتے ہوئے بولی "یہ ہے نام' وہ لوگ مجھے سیون کہتے تھے۔ ے نمبر سیون' اِدھر آؤ۔ اے نمبر سیون اُدھر جاؤ۔"

میں نے اس کے ہاتھ سے بیج لے کر دیکھا۔ اس پر بڑا سا ات کا عدد کندہ کیا ہوا تھا اور ایک دماغی اسپتال اور پاگل خانہ کا م لکھا ہوا تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں سوال پیدا کیا "میں سپتال میں کتنے دنوں سے ہوں؟"

اس کی سوچ نے کہا "میں کتنے دنوں۔۔۔ ہوں؟ کیا دن رات کا حساب کرنے سے عمر کم ہو جاتی ہے یا زندگی طویل ہو جاتی ہے؟ اگر یا کچھ نہیں ہوتا ہے تو دن' مہینے اور سال گننے کا فائدہ کیا ہے؟"

میں نے حیرانی سے سوچا' اس سے پہلے وہ بھولنے اور یاد کرنے کے موضوع پر سوچ رہی تھی اور اب وہ دن رات کی گنتی کے متعلق سوچ رہی تھی۔ ہر بار اس کے سوچنے کا انداز فلسفیانہ رہا۔ کوئی اس کے خیالات سنے گا تو اسے کبھی پاگل یا نیم پاگل نہیں کہے گا۔ آخر یہ ہے کیا چیز؟

میں نے دماغ کی تہ میں پہنچ کر اس کی پچھلی زندگی کے متعلق معلوم کرنا چاہا تو بڑی حیرانی ہوئی۔ اس کی یادداشت کا خانہ خالی تھا صبح سے اب تک کی باتیں یاد تھیں کہ وہ کس طرح دماغی سپتال سے نکل کر آئی تھی اور کہاں کہاں بھٹکتی رہنے کے بعد ہماری گاڑی میں آکر بیٹھی ہوئی تھی۔ آج صبح سے پہلے کی کوئی بات سے یاد نہیں رہی تھی۔

یعقوب ہمدانی اس کے لیے کھانے کا سامان لے آیا۔ وہ خوش ہو کر کھانے لگی۔ اس نے کار اسٹارٹ کرکے آگے بڑھاتے ہوئے پوچھا "دوست! کیا تم نے اس کا نام پتا معلوم کیا ہے؟"

میں نے سوچ کے ذریعے کہا "میں اس کے سامنے کچھ بولنا نہیں چاہتا اس لیے تمہارے اندر جو بول رہا ہوں اسے سن کر بدحواس نہ ہو جانا۔"

"کیا تم مجھے بزدل سمجھ کر ڈرا رہے ہو۔ اگر اسے خوف ناک کہو گے تب بھی میں ڈرنے والا نہیں ہوں۔"

"شاباش! یہ جو تمہارے پہلو میں بیٹھی ہوئی ہے' پاگل خانے سے بھاگ کر آئی ہے۔"

اس نے گھبرا کر چیخ مارتے ہوئے گاڑی روک دی۔ ایک نظر اس پر ڈالی جو کھانے میں مصروف تھی۔ لقمہ چباتے ہوئے بولی "ایسے کیا دیکھ رہے ہو؟ کیا سینگ نکل آئے ہیں؟"

"نن۔۔۔۔ نہیں بس یوں ہی دیکھ رہا ہوں۔"

وہ بولی "کسی کھانے والے کا منہ تکنا ندیدہ پن ہوتا ہے۔"

"تم درست کہتی ہو۔ تمہارا نام کیا ہے؟"

"لکی سیون۔"

"لکی سیون' خوش نصیبی کا سات نمبر ہے۔ یہ نام تو نہیں ہے۔"

"تمہارا نام کیا ہے؟"

"نام تو خاصا بڑا ہے' تم مجھے ہمدانی کہہ سکتی ہو۔"

"یہ ہمدانی کیا ہوتا ہے؟"

"ہمدان ایک علاقے کا نام ہے۔ اس کے حوالے سے میں۔۔۔"

وہ بات کاٹ کر بولی "جب یہ کسی جگہ کا نام ہے تو تمہارا نام کیسے ہوا؟ تم آدمی ہو یا علاقہ؟"

"ایسی بات نہیں ہے' دراصل میرا نام یعقوب ہے۔"

"یعقوب کا مطلب کیا ہوا؟"

"یہ دراصل ایک پیغمبر حضرت یوسف علیہ السلام کے والد کا نام ہے۔"

وہ بولی "کیا تم پاگل ہو؟ میں تمہارا نام پوچھ رہی ہوں اور تم کسی دوسرے کے والد کا نام بتا رہے ہو۔"

وہ مجھے دیکھ کر بولا "اس کی باتوں میں ہوش مندی بھی ہے اور کچھ الٹی منطق بھی۔ مجھے تو یہ پاگل نہیں لگتی۔"

وہ بولی "تمہارے دماغ میں یہ بات کیسے آئی کہ میں پاگل لگتی ہوں؟"

ہمدانی نے گاڑی آگے بڑھائی۔ میں نے کہا "تمہارا یہ بیج بتا رہا ہے کہ تم مینٹل اسپتال سے آئی ہو۔"

اس نے کہا "یہ بیج بتا نہیں رہا ہے' دکھا رہا ہے۔ یہ تو بے زبان ہے۔ بتائے گا کیسے؟ تم دونوں مجھے پاگل سے لگتے ہو۔"

میں نے کہا "ہمدانی! تمہیں باتیں کرنے کے لیے ایک ہم سفر کی ضرورت تھی' لو ضرورت پوری کرو۔ میں ذرا سونا چاہتا ہوں۔"

"اے خبردار! تم سو نہیں سکتے۔ معلوم تو ہو یہ مصیبت کہاں تک ہمارے ساتھ رہے گی۔"

وہ بولی "اے! تم مصیبت کسے کہہ رہے ہو؟"

"تمہیں کہہ رہا ہوں۔ زبردستی گلے پڑنے والی کو مصیبت کہتے ہیں۔"

وہ بولی "کیا کسی نے تمہیں دنیا میں آنے کے لیے کہا تھا؟ کبھی نہیں۔ تم تو زبردستی پیدا ہو کر دنیا والوں کے گلے پڑ گئے ہو' کیا تم بھی مصیبت ہو۔"

وہ بولا "میں زبردستی نہیں آیا ہوں۔ میری ماں چاہتی تھی' میرا باپ چاہتا تھا کہ میں اس دنیا میں آؤں۔"

"تمہارے ماں باپ نے تمہیں پیدا ہونے سے پہلے کیسے دیکھ لیا تھا اور کب یہ کہا تھا کہ تم ہی آؤ۔ تمہاری ماں کے پیٹ سے میں آسکتی تھی۔ یہ جو پیچھے بیٹھا ہے' یہ بھی آسکتا تھا۔ کسی جان پہچان کے بغیر آنے والے کو بن بلایا مہمان کہتے ہیں۔ تم ماں باپ سے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

جان پہچان کے بغیر زبردستی کیوں آگئے۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "مجھے معاف کردے میری ماں! غلطی سے دنیا میں آگیا۔ اتنا بتادے تجھے جانا کہاں ہے؟؟"

"کیا تم بتا سکتے ہو کہ تمہیں جانا کہاں ہے؟؟"

"ہم تاشقند جارہے ہیں۔"

"جھوٹ' کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ جہاں جارہا ہے' وہیں پہنچے گا۔ ہم سب اپنی اپنی منزل سے ناواقف ہیں۔ جسے منزل سمجھتے ہیں اودھر چلتے چلتے تقدیر راستے بدل دیتی ہے۔"

"تم کبھی فلسفیوں کی طرح بولتی ہو۔ کبھی پہنچی ہوئی اللہ کی بندی لگتی ہو۔"

"میں اللہ کی بندی ہوں' کیا تم نہیں ہو؟"

"پلٹ کر ایسا سوال مارتی ہو کہ لاجواب ہوجاتا ہوں۔ بھائی فرہاد! کیا تم بھی. س سے ہار گئے ہو۔"

اس وقت ثانی مجھے بلا رہی تھی۔ میں نے سوچ کے ذریعے ہمدانی سے کہا "میں بہت اہم معاملے میں مصروف ہوں۔ مجھے مخاطب نہ کرنا۔ یہ لکی سیون پوچھے گی تو کہہ دینا میں سو رہا ہوں۔ اس کے ساتھ الجھو گے تو یہ اور الجھائے گی۔ بہتر ہے محبت اور دوستی سے پیش آتے رہو۔"

پھر میں نے باری باری سلمان' لیلیٰ اور جوجو کو ثانی کے دماغ میں بلایا۔ ثانی نے کہا "ابھی سپر ماسٹر نے اطلاع دی ہے کہ فوج اور انٹیلیجنس کے چار افسران مجھے چیک کرنے آرہے ہیں۔ وہ پہلے فون پر مجھ سے گفتگو کریں گے۔"

اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ ثانی نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو؟"

دوسری طرف سے کسی نے کوڈ ورڈز ادا کیے پھر کہا "مادام! میں انٹیلیجنس کا ڈائریکٹر جنرل بول رہا ہوں۔ آپ کے بنگلے کے احاطے میں موجود ہوں' ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ ملاقات کی وجہ تو آپ جانتی ہی ہیں۔"

"پلیز! ایک منٹ ہولڈ کریں۔"

پھر ثانی نے کہا "پاپا! آپ ڈائریکٹر جنرل کے دماغ میں جائیں۔"

میں نے اس کے پاس جانا چاہا۔ اس نے سانس روک لی۔ دوسری بار مرینا کا لب و لہجہ اختیار کیا۔ پھر گیا تب بھی اس نے یوگا کا مظاہرہ کیا۔ میں نے ثانی کو صورتِ حال بتائی۔ وہ فون پر بولی "ہیلو میں مطمئن ہوں۔ آپ تنہا اندر آکر ڈرائنگ روم میں تشریف رکھیں۔"

اس نے رابطہ ختم کردیا۔ دوسری بار پھر فون کی گھنٹی بجی۔ اس بار انٹیلیجنس کے شعبے سے تعلق رکھنے والے ہپناٹزم کے ایک ماہر نے رابطہ کیا۔ اس سے صاف ظاہر تھا کہ وہ لوگ ثانی پر تنویمی عمل کرکے اس کے اندر سے اس کی اصلیت اگلوانا چاہتے ہیں۔ ایسے

طریقہ کار سے ثانی یقیناً بے نقاب ہونے والی تھی۔

سلمان نے اس کے دماغ میں جانا چاہا تو ناکامی ہوئی۔ مرینا کا لہجہ اپنانے کے باوجود ثابت ہوگیا کہ وہ ہپناٹزم کا ماہر دشمنوں کا آلۂ کار نہیں ہے۔ ثانی نے اسے بھی تنہا اندر آکر ڈرائنگ روم میں بیٹھنے کو کہا۔ تیسری بار فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے فون پر رابطہ کیا۔ اس بار لیلیٰ گئی پھر واپس آگئی' لیکن مرینا کا لہجہ اختیار کرتے ہی اس کے دماغ میں جگہ مل گئی۔

ثانی یہ صورتِ حال معلوم کرکے جان بوجھ کر انجان بن گئی۔ اس اعلیٰ افسر کو اور اس کے بعد رابطہ کرنے والے ایک اعلیٰ افسر کو بھی اندر آنے کی اجازت دے دی۔ پھر اس نے مجھ سے کہا "پاپا! مرینا کو خوش فہمی ہے کہ ہم اس کے آلۂ کار کو سمجھ نہیں پائیں گے۔ اب بتائیں' کیا ارادہ ہے؟؟"

میں نے اسے سمجھادیا کہ ہمیں کرنا کیا ہے۔ اس کے مطابق اس نے کمپیوٹر کے ذریعے سپر ماسٹر سے کہا "میں چاروں افسران سے مطمئن ہوں۔ وہ سب یوگا کے ماہر ہیں۔ پھر بھی میں خدشہ ظاہر کرچکی ہوں۔ مرینا بہت مکار ہے۔ میرے خلاف کوئی ایسی چال چل سکتی ہے جس کی ہم توقع نہیں کرسکتے ہیں۔ اگر زندہ بچ گئی تو خوش نصیب کہلاؤں گی ورنہ آپ کو آخری سلام کرتی ہوں۔"

"نہیں بیٹی سلوانہ! ایسی بات نہ کہو۔ میں تمہیں کچھ نہیں ہونے دوں گا۔ اس وقت تمہارے بنگلے کے اندر کے تمام خفیہ ٹی وی کیمرے اور ریکارڈر آن ہیں۔ ہمارے گارڈز چوکنے ہیں۔ خدا پر بھروسا کرو اور جاؤ۔"

وہ اپنے کمرے سے نکل کر ڈرائنگ روم کی طرف جانے لگی۔ اس کے ہاتھ میں ایک بھرا ہوا ریوالور تھا۔ ہم میں سے کوئی ہتھیار لے کر دشمنوں کے سامنے کبھی نہیں جاتا' لیکن میری پلاننگ کے مطابق یہ ضروری تھا۔

وہ ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی۔ وہ چاروں اٹھ کر کھڑے ہوگئے۔ ثانی نے انہیں بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا "مجھے افسوس ہے کہ میں ریوالور لے کر ملاقات کرنے آئی ہوں۔ کیا آپ حضرات کو اعتراض ہے؟؟"

ایک نے کہا "تم اپنے یقینی تحفظ کے لیے کچھ بھی کرسکتی ہو' ویسے ہم سب نہتے ہیں۔ اول تو کوئی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے دماغوں میں نہیں آسکے گا۔ فرض کرو کسی چالاکی سے آئے گا تو ہمیں نہتا دیکھ کر آلۂ کار نہیں بنا سکے گا۔"

وہ بولی "ہم سب اسی حد تک سوچتے ہیں جہاں تک عقل کام کرتی ہے۔ بعض اوقات دشمنوں کی عقل ہماری حد سے زیادہ ہماری توقع سے زیادہ کام دکھا جاتی ہے۔"

میں ان کی باتوں کے دوران اس افسر کے دماغ میں تھا جو کسی کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتا تھا۔ اس وقت مرینا بھی وہاں موجود تھی اور میری موجودگی سے بے خبر۔ خود کو تنہا سمجھ کر اسے کہہ رہی تھی "پائپ میں تمباکو بھرو اور اسے ہونٹوں میں دبا کر سلگاؤ۔ جیسے ہی ہونٹوں میں اسے دباؤ گے' ٹھیک آنکھوں کے سامنے تمباکو فلنگ کی جگہ ایک سرخ نشان ابھرے گا اس نشان سے سپر مادام کی پیشانی کا نشانہ لے کر پھونک مارو۔ ایک زہریلی سوئی ٹھیک سپر مادام کی پیشانی پر پیوست ہوجائے گی۔ کم آن وقت ضائع نہ کرو۔"

اعلیٰ افسر اپنی جیب سے پائپ اور تمباکو کی ڈبیا نکالنے لگا۔ میں نے ثانی کے پاس آکر کہا "اس افسر کی اسموکنگ پائپ میں زہریلی سوئی ہے' اسے استعمال نہ کرنے دو۔"

روکنے کو تو میں اور میرے ساتھی بھی اس افسر کو روک کر مرینا کے قاتلانہ حملے کو ناکام بنا سکتے تھے لیکن وہاں ڈراما پلے کرنا ضروری تھا کیونکہ جگہ جگہ ٹی وی کیمرے آن تھے اور ہم چاہتے تھے ثانی پر ہونے والے قاتلانہ حملے کی ویڈیو ریکارڈنگ ہوجائے۔

یہی ہوا۔ جیسے ہی اس افسر نے پائپ کو ہونٹوں سے لگانا چاہا' ثانی نے کچھ کہے سنے بغیر ریوالور سے نشانہ لیا اور گولی چلادی ٹھائیں کی آواز کے ساتھ گولی اس کے شانے کی ہڈی توڑتی ہوئی گزر گئی۔ پائپ فرش پر گرا اور باقی افسران دور بھاگتے ہوئے کہنے لگے "نو نو' پلیز ڈونٹ شوٹ' آخر بات کیا ہے؟؟"

فائرنگ کی آواز سنتے ہی ثانی کے تمام مسلح گارڈز دوڑتے ہوئے اندر آگئے تھے اور ان تمام افسران کو نشانے پر رکھ رہے تھے۔ سیکورٹی گارڈ کہہ رہا تھا "آپ تمام افسران ہمارے لیے محترم ہیں۔ پھر بھی ہماری مادام کے حکم کے بغیر کوئی اپنی جگہ سے حرکت نہ کرے۔"

چند لمحوں میں سب کے سب ساکت ہوگئے۔ جو جہاں تھا وہیں بت بن کر رہ گیا۔ ثانی نے بلند آواز سے کہا "ہمارے معزز حکمران' فوج کے اعلیٰ افسران اور سپر ماسٹر! آپ سب ٹی وی اسکرین پر ہمیں دیکھ رہے ہیں۔ یہ اعلیٰ افسر جسے میں نے زخمی کیا ہے' یہ مجھے قتل کرنا چاہتا تھا۔ ابھی آپ کے سامنے اقبالِ جرم کرے گا۔"

پھر وہ زخمی افسر سے بولی "اپنی زبان سے بتاؤ تم نے وہ آلۂ قتل کہاں چھپایا ہے۔ اگر بولنے میں ذرا بھی دیر کی تو دوسری گولی تمہاری کھوپڑی میں سوراخ کردے گی۔"

وہ جلدی سے بولا "نن...... نہیں گولی نہ چلانا۔ اس پائپ کے اندر ایک زہریلی سوئی ہے۔ اسے استعمال کرنے کا ایک مخصوص طریقہ ہے۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مادام سے میری کوئی دشمنی نہیں ہے۔ کوئی میرے دماغ میں گھسی ہوئی تھی۔ مجھے قتل کرنے پر مجبور کررہی تھی۔ میں یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ کب اور کیسے میرے اندر آئی تھی اور کس طرح مجھے اپنا تابعدار بنا لیا تھا۔"

ثانی نے کہا "پائپ کے اندر سے وہ زہریلی سوئی نکال کر دکھاؤ۔"

وہ حکم کی تعمیل کرنے لگا۔ زہریلی سوئی نکال کر دکھانے لگا۔ ان تمام مناظر کی ویڈیو ریکارڈنگ ہورہی تھی۔ ثانی نے انٹیلیجنس کے ڈائریکٹر جنرل سے کہا "آپ اس پائپ اور سوئی کو اپنی تحویل میں لے کر ان کی میڈیکل رپورٹ حاصل کرلیں۔"

پھر وہ ایک طرف خلا میں دیکھتے ہوئے بولی "میرے ملک کے تمام اکابرین مجھے دیکھ رہے ہیں اور میری آواز سن رہے ہیں۔ میں ان کی اطلاع کے لیے عرض کردوں کہ میں سپر مادام کے عہدے سے استعفا دینے جارہی ہوں۔ آئندہ میں کوئی چھوٹا بڑا عہدہ قبول نہیں کروں گی۔ اگر مجھ پر شبہ ہے کہ میں سپر مادام سلوانہ نہیں بلکہ سونیا ثانی ہوں تو مجھے اس ملک سے نکال دیا جائے۔"

پھر اس نے سیکورٹی افسر سے کہا "معزز افسران کو بنگلے کے باہر پہنچادو' تمہارے سوا کوئی اندر نہیں آئے گا۔"

وہ ڈرائنگ روم سے چلتی ہوئی بیڈ روم میں آگئی۔ میں نے کہا "بیٹی! استعفا دینے والی بات صرف دھمکی تک رہے۔ تمہیں یہاں بدستور سپر مادام بن کر رہنا چاہیے۔"

"نہیں پاپا! میں صرف غصہ دکھا رہی ہوں۔"

کمپیوٹر سے رابطہ کرنے کے لیے اشارہ موصول ہونے لگا۔ اس نے اپنے کمپیوٹر کو آپریٹ کیا۔ اسکرین پر سپر ماسٹر کی تحریر ابھرنے لگی۔ وہ کہہ رہا تھا "سپر مادام سلوانہ! تمہارا ناراض ہونا بجا ہے۔ ابھی تم سے ذرا بھی چوک ہوتی تو ہم لیبوڈا کی طرح تم سے بھی محروم ہوجاتے۔ میں اس ملک کے تمام اکابرین سے تمہارے لیے فائٹ کررہا ہوں اور تمہیں سمجھا رہا ہوں کہ استعفا ہرگز نہ دینا۔ اگر تم نے ایسا کیا تو میں بھی سپر ماسٹر کا عہدہ چھوڑ دوں گا اور یہ بات میں تمام اکابرین سے کہہ رہا ہوں۔"

"میں جانتی ہوں' آپ مجھے بہت چاہتے ہیں لیکن میں اسی شرط پر موجودہ عہدے پر رہوں گی کہ مجھ پر شبہ نہ کیا جائے اور شبہ ہو تو مجھے ملک بدر کردیا جائے۔ اس کے سوا کوئی تیسری بات میرے لیے قابلِ قبول نہیں ہوگی۔"

"تم جو چاہتی ہو' وہی ہوگا۔ آئندہ کوئی تمہیں چیک کرنے نہیں آئے گا۔ اگر دشمنوں نے ٹیلی پیتھی کے حربے استعمال کرکے ہمارے اکابرین کو تمہاری مخالفت پر مجبور کیا تو میں تمہیں چور راستے سے اس ملک سے باہر بھیج دوں گا۔ تم غصہ تھوک دو اور آرام کرو۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ لیلیٰ' سلمان' جوجو اور میں نے اطمینان کا اظہار کیا۔ اب ثانی کے لیے خطرہ نہیں رہا تھا۔ دشمنوں کی اب کوئی چال ثانی کے خلاف کامیاب نہیں ہوسکتی تھی۔

میں دماغی طور پر کار کی پچھلی سیٹ پر حاضر ہوگیا۔ اگلی سیٹ پر وہ مصیبت بیٹھی ہوئی تھی۔

○☆○

صرف مرینا ہی نہیں' شی تارا بھی اس فوجی افسر کے دماغ میں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

تھی جو پائپ کے ذریعے زہریلی سوئی پھونک کر ثانی کو ہلاک کرنا چاہتا تھا۔

مرینا نے بڑی کوششوں سے اس اعلیٰ افسر کو ٹریپ کیا تھا اور تنویمی عمل کے ذریعے اپنا تابعدار بنالیا تھا پھر شی تارا کو اپنے ساتھ اس کے دماغ میں لے گئی تھی۔ ان دونوں کو یقین تھا کہ ہم میں سے کسی کو اس اعلیٰ افسر پر شبہ نہیں ہوگا اور وہ اس کے ذریعے ثانی کا کام تمام کرکے مجھ پر یہ ثابت کریں گی کہ میری کیلی کی اور بہت سی کمزوریاں ان کے ہاتھوں میں ہیں اور وہ اسی طرح علی اور پارس کو بھی ٹھکانے لگائیں گی۔

سوچا تھا کیا اور کیا ہوگیا؟

اتنا بھرپور منصوبہ تھا کہ ثانی کے مقدر میں موت لکھ دی گئی تھی۔ اس کے بچاؤ کا کوئی راستہ نہیں چھوڑا گیا تھا۔ اس کے باوجود وہ بچ گئی تھی اور ان کا آلۂ کار ناکارہ ہوگیا تھا۔

وہ دونوں دماغی طور پر حاضر ہوکر ایک دوسرے کا منہ تکنے لگیں۔ شی تارا نے حیرانی سے کہا "یہ کیا ہوگیا؟"

مرینا نے کہا "تم میرے ساتھ وہاں موجود تھیں۔ تم نے بھی دیکھا ہے۔ منصوبے میں کوئی خامی نہیں تھی۔ ایسی رازداری تھی کہ میرے سوا کوئی اس افسر کے دماغ میں نہیں جاسکتا تھا پھر ثانی کو کیسے معلوم ہوگیا کہ وہ افسر زہریلی سوئی کے ذریعے اسے ہلاک کرنے والا ہے۔"

شی تارا نے کہا "اس افسر کے اندر ہماری موجودگی نے ثانی کو بھی وہاں پہنچایا ہوگا اور وہ آلۂ کار کے ذریعے قتل کے ارادے کو سمجھ گئی ہوگی۔"

بے پے سرنا خاموش بیٹھا ان کی باتیں سن رہا تھا۔ اس نے کہا "جو کچھ بھی ہوا ثانی کے لیے اچھا ہوا۔ اب امریکی اکابرین کا اعتماد ثانی پر مضبوط ہوجائے گا۔ انہیں پختہ یقین ہوجائے گا کہ لیوڈا کی طرح ان کی سپرادام کو بھی قتل کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ قتل کرنے والی سازش نے ثابت کردیا ہے کہ وہی سپرادام سلوانہ ہے۔"

بہن نے پوچھا "بھائی سرنا! یہ کیا ہورہا ہے؟ کیا فرہاد اور اس کے خاندان والوں نے کامیابیوں کا ٹھیکا لے رکھا ہے۔ کیا ان کے مقدر میں کبھی شکست لکھی نہیں گئی ہے؟"

مرینا نے کہا "کیوں نہیں‘ میں نے اسے پچھاڑ دیا تھا۔ مجھ سے پہلے بھی فرہاد اور اس کے بیٹے ناکام ہوتے رہے ہیں۔ ان میں ایک بڑی صلاحیت ہے کہ وہ اپنی ناکامیوں کو حیرت انگیز طور پر بڑی جلدی کامیابیوں میں بدل دیتے ہیں۔"

سرنا نے کہا "مانتا ہوں وہ بڑی ذہانت اور حوصلے والے لوگ ہیں۔ ان سے ٹکرانے کی ابھی ابتدا ہوئی ہے اور ابتدا ہی میں مجھے یہ سبق حاصل ہوا ہے کہ ہم ان کے مقابلے میں ذہانت سے کام نہیں لے رہے ہیں۔"

شی تارا سر جھکا کر سوچتی رہی پھر بولی "یہ درست ہے ہم جلد بازی سے کام لے رہے ہیں اور جلدبازی ذہانت کو پیچھے چھوڑ دیتی ہے۔ آدمی کو سوچنے سمجھنے کا موقع نہیں دیتی۔"

وہ اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ ٹہلتی ہوئی ایک طرف گئی پھر پلٹ کر بولی "کل تیرہ تاریخ ہے اور یہ پارس کے لیے ہی نہیں میرے لیے بھی منحوس ہے۔ وہ میرے ہاتھوں قتل ہوگا لیکن منصوبہ ناکام ہوا تو میں اس کے چنگل میں پھنس جاؤں گی۔"

وہ بھائی کے قریب آکر بولی "کوئی ضروری تو نہیں کہ میں کل ہی اس پر حملہ کروں اور کروں گی تو یہ جلدبازی اور حماقت ہوگی۔ پارس کی اگلی منحوس تاریخ تیئس ہے۔ میں ان دس دنوں میں پوری طرح ذہانت سے کام لے کر اسے گھیرنے اور سمجھنے کی کوشش کرتی رہوں گی اور ستاروں کی چال کو اچھی طرح سمجھتی رہوں گی۔"

وہ بولا "تو ٹھیک کہتی ہے۔ میں بھی جوتش ودیا سے اپنے اور تیرے مستقبل اور مقدر کا حال معلوم کرتا رہوں گا۔"

شی تارا نے جیری کو تنویمی عمل کے ذریعے اپنا معمول اور تابعدار بنالیا تھا۔ وہ تنویمی نیند پوری کرنے کے بعد بیدار ہوگیا اور آنکھیں کھول کر سوچ رہا تھا کہ وہ کہاں ہے اور بستر پر کیوں ہے؟

وہ باربرا کا دیوانہ تھا۔ سب سے پہلے وہی یاد آئی۔ وہ اٹھ بیٹھ گیا۔ اسے یاد آیا کہ اس کی محبوبہ اسپتال میں ہے اور وہ دشمنوں کے ڈر سے اس سے ملنے کے لیے نہیں جاسکتا تھا اور محبوبہ بھی سنگدل تھی۔ اس سے دھوکا کھانے کے بعد اس سے نفرت کرنے لگی تھی۔

باربرا نے اس سے کہا تھا کہ اگر وہ تنویمی عمل کے ذریعے اس کا معمول اور تابعدار بن جائے تو وہ تمام عمر اس سے محبت کرتی رہے گی۔

محبت کرنے والے اپنی جان بھی دے دیتے ہیں۔ اگر وہ اپنا دماغ باربرا کے حوالے کردے تو کیا فرق پڑے گا۔ جس سر میں عشق کا سودا سمایا ہے‘ وہ سر اس معشوق کا ہوجائے تو کوئی بات نہیں۔

اس نے سوچا‘ خیال خوانی کی پرواز کرے اور باربرا کے پاس پہنچ کر اس سے گفتگو کرے۔ اس نے آنکھیں بند کیں‘ باربرا کا تصور کیا‘ اس کی آواز اور لہجے کو گرفت میں لے کر پرواز کرنا چاہا تو حیران رہ گیا۔ تصور میں باربرا نہیں آئی۔ شی تارا دکھائی دی۔ وہ باربرا کے پاس جانا چاہتا تھا لیکن بے اختیار شی تارا کے پاس آگیا۔

وہ بولی "ہیلو جیری! تجھے یاد نہیں ہے کہ تو اسپتال کے سامنے ایک اسٹال کے پاس کھڑا ہوا تھا پھر یہاں کیسے آگیا۔"

"ہاں مجھے یاد نہیں آرہا ہے‘ تم کون ہو؟"

"میں تیری مالکہ ہوں اور تو میرا غلام ہے۔ میری مرضی کے بغیر خیال خوانی نہیں کرے گا۔ چھپ کر باربرا کے پاس جانا چاہے گا تو تیری غلامانہ ذہنیت سوچ کی پرواز کو میرے پاس لے آیا کرے گی۔"

"آہ! میں سمجھ گیا۔ تم نے مجھ پر عمل کیا ہے اور اپنا تابعدار بنالیا ہے۔"

"ہاں‘ میں تجھے حکم دیتی ہوں کہ باربرا کی دیوانگی میں اس کے قریب نہیں جائے گا۔"

"میں نہیں جاؤں گا لیکن مجھے اس سے دور کیوں کرتی ہو؟"

"تیری سلامتی کے لیے۔ کیا تجھے یاد ہے کہ باربرا کو ایک بڑے آپریشن کے بعد ہی دماغی توانائی حاصل ہوگئی تھی جبکہ ایسی مریضہ ماہ دو ماہ تک دماغی اور جسمانی طور پر کمزور رہتی ہے۔"

"ہاں مجھے یاد ہے۔ میں حیران ہوں کہ اسے اچانک کیسے توانائی حاصل ہوگئی تھی۔"

"میں بتاتی ہوں۔ اس کے ساتھ کوئی پراسرار قوت ہے‘ ایک نادیدہ ہستی اس کے آس پاس رہتی ہے۔"

"تم ناقابل یقین بات کہہ رہی ہو لیکن میری مالکہ ہو اس لیے یقین کررہا ہوں۔ جیسا کہ میں تمہارا غلام بن چکا ہوں‘ تمہارے تمام احکامات کی تعمیل کرتا رہوں گا کیا اس کے صلے میں میری ایک آرزو پوری کروگی؟"

"میں جانتی ہوں‘ تیری آرزو باربرا ہے۔ کیا اب بھی تجھے عقل نہیں آئی کہ اس کی آرزو میں بھٹکتے ہوئے میرا غلام بن گیا ہے۔ آئندہ پھر بھٹکے گا تو کوئی دوسرا تجھے جوتا بنا کر پہن لے گا؟"

"میں بھٹکنا نہیں چاہتا۔ تم کسی طرح باربرا کو یہاں لاکر مجھے تباہی سے بچا سکتی ہو۔"

"حالات سازگار ہوں گے تو ضرور اس لڑکی کو تیری جھولی میں ڈالوں گی۔ فی الحال اس کا خیال دماغ سے نکال دے اور کمرے سے نکل کر پورے مکان کی صفائی کرا اور کچن میں جاکر کھانے کا انتظام کر۔ ہم یہاں کسی ملازم کو رکھ کر کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتے۔ اور خبردار! میری اجازت کے بغیر اس مکان سے باہر قدم نہ رکھنا۔"

وہ رابطہ ختم کرکے اپنے کمرے میں آئی۔ جیری وہاں آکر صفائی کرنے لگا پھر رات کا کھانا تیار کرنے کے لیے کچن کی طرف گیا تو شی تارا نے دروازے کو اندر سے بند کرلیا اس کے بعد میری‘ پارس کی اور اپنی جنم کنڈلی کھول کر بیٹھ گئی۔ بے پے سرنا بھی اپنے کمرے میں یہی کررہا تھا۔ دونوں بہن بھائی نے طے کرلیا تھا کہ آئندہ ستاروں کی چال کے مطابق اپنی چالیں چلیں گے۔

شی تارا دو گھنٹے تک جوتش ودیا کے مطابق معلومات حاصل کرتی رہی اور حساب لگاتی رہی کہ کل ہی تیرہ تاریخ کو پارس ہمیشہ کے لیے راستے سے ہٹ جائے۔ ہر بار حساب کرنے سے یہی بات سامنے آرہی تھی کہ وہ دوست بن کر اس کانٹے کو اپنی زندگی سے نکال کر پھینک سکتی ہے۔

جوتش ودیا کہہ رہی تھی کہ دونوں کے ستارے خوب ملتے ہیں۔ دونوں خوب شیر و شکر ہوسکتے ہیں۔ شی تارا کے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے وہ ساری دنیا پر حکومت کرے گی لیکن ایک قباحت ہے۔ پارس سے شیر و شکر ہوتے ہوتے اسلام قبول کرلے گی۔

اس نے ناگواری سے انکار کے انداز میں سر کو جھٹک کر کہا "ہرگز نہیں۔"

وہ علم نجوم اور علم الاعداد سے دوسری راہیں تلاش کرنے لگی۔ دوسرا راستہ یہ تھا کہ وہ پارس سے دور رہے۔ ہر ماہ کی صرف تین تاریخوں میں پارس کے خلاف منصوبوں پر عمل کرے لیکن کل کی تیرہ تاریخ دوستی کے لیے موزوں ہے۔ دشمنی کے لیے حالات سازگار نہیں ہیں۔ اسے آئندہ تیئس تاریخ کا انتظار کرنا ہوگا۔

رات کو کھانے کی میز پر شی تارا نے بھائی سے پوچھا "کیا تو نے میری جنم کنڈلی دیکھی تھی؟"

"ہاں‘ تو بڑی نصیبوں والی ہے۔ ستاروں کی چال‘ اعداد کا شمار اور ہاتھ کی لکیریں سب یہی کہتی ہیں کہ تو ساری دنیا پر اثر انداز ہوگی۔ جہاں جائے گی حکمرانی کرے گی لیکن حکمرانی کا بنیادی پتھر پارس ہے۔"

"یہ تو میں بھی جانتی ہوں۔ اگر اس کمبخت کو راستے سے ہٹانے میں کامیاب ہوجاؤں گی تو کسی اور کے ساتھ ازدواجی زندگی گزاروں گی لیکن عام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی طرح محدود رہوں گی۔ کوئی نمایاں مقام حاصل نہیں کرسکوں گی۔"

"تو پھر کیسی زندگی گزارے گی؟ کامرانی اور حکمرانی یا گمنامی؟"

"میں اپنے دھرم پر قائم رہنے کے لیے گمنام ہی رہنا پسند کروں گی۔"

"شاباش‘ پھر تو ایک دن تو پارس کو ضرور موت کے گھاٹ اتارے گی اور ایسے وقت میں تیرے ساتھ رہوں گا۔"

"کیا تیری ودیا نے بتایا ہے کہ کل کی تیرہ تاریخ ہمارے لیے موافق نہیں ہے؟"

"ہاں‘ دس دنوں کے بعد شاید تیئس تاریخ ہمارے موافق ہو۔"

"شاید کیوں کہہ رہا ہے؟"

"اس لیے کہ کوئی نادیدہ رکاوٹ ہے۔ پتا نہیں وہ کسی کی آتما ہے یا زندہ ہستی ہے۔ مرینا نے اسے تین بار دیکھا ہے۔"

"ہوسکتا ہے‘ مرینا کسی طور دھوکا کھا رہی ہو۔"

"میں تو دھوکا نہیں کھا سکتا۔ میں نے اپنی آتما کو باربرا تک پہنچانا چاہا لیکن آتما میری جسم سے باہر نہیں آئی۔ میں سانس روکتے وقت بھی یوں گھبرا جاتا تھا جیسے سانس نہ رک رہی ہو‘ دم نکل رہا ہو۔"

"بھائی سرنا! یہ کیسی بلا ہے جو ہمارے پیچھے پڑ گئی ہے؟"

"ہمیں یہ بھید معلوم کرنا ہی ہوگا۔ اگر وہ آتما ہے تو ہمیشہ اپنے جسم سے باہر نہیں رہتی ہوگی اور زندہ ہستی ہے تو ہمیشہ باربرا اور پارس کی نگرانی نہیں کرتی ہوگی۔"

مرینا نے کہا "تم نے بہت اچھا نکتہ بیان کیا ہے۔ ہم اس ہستی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کی عدم موجودگی میں باربرا اور پارس کے پاس جاسکتے ہیں۔"

شی تارا نے پوچھا "یہ کیسے معلوم ہوگا کہ وہ ہستی ان کے قریب موجود ہے یا نہیں؟ اس کے آنے جانے کا ٹائم ٹیبل معلوم ہونا چاہیے۔"

سرنا نے کہا "مرینا! تو ابھی آتما شکتی کے ذریعے پارس کے پاس جا میں باربرا کے پاس جاتا ہوں۔ یوں وقفے وقفے سے آتے جاتے رہیں گے تو ہمیں اس پُراسرار ہستی کا ٹائم ٹیبل معلوم ہوجائے گا۔"

انہوں نے کھانے سے فارغ ہوکر کچھ دیر آرام کیا پھر مرینا اپنے کمرے کا اور سرنا اپنے کمرے کا دروازہ اندر سے بند کرکے بستر پر لیٹ گئے۔ آتما شکتی کے طریقۂ کار پر عمل کرتے ہوئے اپنے جسم سے اور اپنی رہائش گاہ سے باہر نکل گئے۔

مرینا چشم زدن میں پارس کے پاس پہنچ گئی۔ وہ ایک فوراسٹار ہوٹل کے کمرے میں تھا اور وہ ہوٹل اس رہائش گاہ سے صرف سوگز کے فاصلے پر جہاں شی تارا اور پے پے سرنا نے قیام کیا تھا۔

پارس ایک پلنگ پر آدھا لیٹا ہوا، آدھا بیٹھا ہوا تھا اور خلا میں یوں تک رہا تھا جیسے کسی خیال خوانی کرنے والے کی باتیں اپنے دماغ میں سن رہا ہو۔

یہ اچھا موقع تھا اگر مرینا اپنی آتما جسم میں واپس لے آتی اور خیال خوانی کے ذریعے پارس کے دماغ میں آسانی سے پہنچ جاتی وہ اسے محسوس نہ کرتا کیونکہ پہلے سے کوئی اس کے اندر موجود تھا جس کی باتیں سنتے وقت وہ خلا میں تک رہا ہے۔

اس طرح دو فائدے حاصل ہوتے ایک تو وہ پارس کے ساتھ ہونے والی پرائیویٹ گفتگو سن کر معلومات میں اضافہ کرتی۔ دوسرے دماغ میں دیر تک رہ کر کچھ اور چور خیالات پڑھ لیتی۔ قسمت ساتھ دیتی تو موقع پاکر اس کے اندر زلزلہ بھی پیدا کردیتی۔ اب تو وہ میرے اور میرے بیٹوں کے معاملات میں قسمت پر ہی بھروسا کرنے لگی تھی۔ اپنی پیدائشی مکاری کام نہیں آرہی تھی۔

وہ فوراً اپنے بند کمرے میں اپنے جسم کے پاس آئی پھر ٹھٹک گئی۔ اس کا جسم بستر پر بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا اور اس کے پاس وہ نورانی دوشیزہ بیٹھی ہوئی تھی۔ مرینا نے سوچا کہ یوگا کا عمل ختم کرے تاکہ آتما جسم میں آئے اور وہ سانس لینا شروع کرے۔

وہ سانس نہ لے سکی۔ آتما کو اپنے جسم کی طرف آنے کا راستہ نہیں مل رہا تھا۔ وہ جدھر سے آنا چاہتی تھی اُدھر نور حائل ہوجاتا تھا۔

اس نے کئی سمت سے اپنے جسم میں آنے کی کوشش کی لیکن ناکام ہوئی۔ پریشان ہوکر سوچنے لگی "کیا کروں؟ اپنے بدن میں کیسے جاؤں؟ میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ ایسا نور میری آتما کا راستہ یوں روکے گا کہ میرے لیے زندگی کے دروازے بند ہوجائیں گے۔"

وہ ایک لاش کی طرح پڑے ہوئے جسم کو دیکھ رہی تھی۔ ابھی اس جسم کو زندگی ملنے کی امید تھی کیونکہ وہ چالیس منٹ تک سانس روک لیتی تھی۔ اس عرصہ میں وہ جسم کے اندر آکر سانس لے سکتی تھی ورنہ چالیس منٹ کے بعد ہمیشہ کے لیے دم باہر ہی رہ جاتا۔

بہت بری طرح پھنس گئی تھی۔ ابھی آٹھ منٹ گزرے تھے بتیس منٹ رہ گئے تھے۔ ان گزرتے ہوئے لمحات میں زندگی بھی مل سکتی تھی اور موت بھی۔

یہ بات یقین کی حد تک سمجھ میں آگئی تھی کہ وہ نور اسے جسم تک پہنچنے نہیں دے گا۔ اس سلسلے میں پے پے سرنا سے مدد حاصل کرنا چاہیے۔

پے پے سرنا آتما شکتی کے ذریعے دارالشفا کے اس کمرے میں گیا تھا جہاں باربرا آرام کررہی تھی۔ اس نے دیکھا، وہ ایک بستر پر لیٹی ہوئی تھی اور تنہا تھی۔ رات کے وقت اسپتال میں ویرانی سی تھی۔ مریضوں اور عیادت کرنے والوں کی آمدورفت نہیں تھی۔ اسپتال کا مختصر سا عملہ تھا گویا راستہ بالکل صاف تھا۔

وہ وہاں جاکر باربرا کو کمزور بنا کر اس کے دماغ پر قبضہ جما سکتا اور اسے آسانی سے اپنی رہائش گاہ میں لاسکتا تھا۔ سب سے زیادہ اطمینان کی بات یہ تھی کہ وہ نورانی دوشیزہ پہرا نہیں دے رہی تھی۔

وہ اسپتال سے واپس ہوگیا۔ اپنے بند کمرے میں اپنے ساکت جسم کے پاس آیا مگر ٹھٹک گیا۔ اس کا جسم ایک لاش کی طرح بستر پر پڑا ہوا تھا اور بستر کے پاس ایک نورانی بزرگ بیٹھے ہوئے تھے بے شک و شبہ وہ جناب علی اسد اللہ تبریزی تھے۔

سرنا نے آتما شکتی سے اپنے جسم میں آنا چاہا لیکن نور کی ایک کرن حائل ہوگئی۔ راستہ رک گیا۔ اس نے دوسری سمت سے چاہا۔ اس سمت میں بھی نور کی چادر تنی ہوئی تھی۔

اس نے اپنے جسم میں داخل ہونے کے لیے کئی طرح کے جتن کیے اور ناکام ہوتا رہا۔ پریشان ہوکر سوچنے لگا "میں کیا کروں اپنے بدن میں کیسے جاؤں؟ یہ بزرگ کون ہیں جو میرے اور زندگی کے درمیان موت بن کر کھڑے ہوئے ہیں؟"

وہ ڈیڑھ گھنٹے تک سانس روکنے کا عادی تھا۔ یعنی ڈیڑھ گھنٹے زندگی رہ گئی تھی۔ اس مختصر سی مدت میں جسم سانس لیتا تو زندگی ہوتی، ورنہ موت۔

وہ پریشان ہوکر سوچ رہا تھا کہ کیا کرے؟ اس وقت مرینا کی آتما نظر آئی۔ وہ سرنا سے مدد مانگنے آئی تھی اسے اشارے سے اپنے ساتھ چلنے کو کہہ رہی تھی۔ وہ اپنے جسم کو چھوڑ کر نہ جاتا لیکن اس خیال سے گیا کہ شاید کہیں سے کوئی مدد حاصل ہو اور جسم میں جگہ مل جائے۔

اس نے مرینا کے بند کمرے میں آکر دیکھا۔ وہاں بستر پر مرینا کا جسم بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا اور اس جسم کے پاس بیٹھی ہوئی آمنہ فرہاد کو وہ پہچان نہیں سکتے تھے۔

سرنا نے مرینا کی آتما کو اشارے سے کہا کہ وہ اپنے جسم میں جائے۔ اس نے اشارے میں جواب دیا کہ وہ نورانی پیکر راستہ روک رہا ہے۔

وہ مرینا کے ساتھ اپنے کمرے میں آیا پھر نورانی بزرگ کی طرف انگلی اٹھائی۔ اشارے کی زبان میں سمجھایا کہ یہ بزرگ بھی میرا راستہ روک رہے ہیں۔

وہ دونوں گھبرا کر اپنی رہائش گاہ سے باہر آگئے۔ زندگی کی طرف لوٹ آنے کی کوئی تدبیر سجھائی نہیں دے رہی تھی۔ وہ ایک دوسرے سے اشاروں میں پوچھ رہے تھے کہ کیا کرنا چاہیے؟ کیا ایسے وقت کوئی ان کے کام آسکتا ہے؟

پھر سرنا نے مرینا کو ساتھ آنے کا اشارہ کیا وہ دونوں وہاں سے چلے اور پلک جھپکتے ہی لاسہ کے مندر میں گرودیو مہالامہ کے استھان تک پہنچ گئے۔ مندر کی ایک چھت پر آنجہانی گرودیو کے کئی شاگرد سانس روکے یوگا کے مختلف آسنوں میں دکھائی دے رہے تھے۔ وہ دونوں اس امید پر آئے تھے کہ ان میں سے کوئی آتما شکتی کی مشق کررہا ہوگا اور ایسا کرتے وقت وہ اپنے جسم سے نکلے گا تو ان دونوں کی آتماؤں کو دیکھے گا۔ وہ اشاروں میں حالتِ زار بیان کریں گے اور اس سے مدد طلب کریں گے۔

وہاں آنجہانی گرودیو کے جتنے چیلے تھے، سب یوگا کی مشقوں میں مصروف تھے، ان میں سے کوئی آتما شکتی کی مشق نہیں کررہا تھا۔ وہ دونوں کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد مایوس ہوکر واپس آگئے۔

اس بند کمرے میں بزرگ کی آواز ابھری "واپس آگئے؟"

پے پے سرنا کے دماغ میں وہ آواز گونجنے لگی "واپس آگئے؟ واپس آگئے؟ آگئے آگئے؟"

مرینا کے دماغ میں بھی یہی آواز اور الفاظ گردش کررہے تھے۔

بزرگ نے پوچھا "میری آواز تمہیں کہاں موصول ہورہی ہے؟ اپنے دماغ میں یا اپنی آتما میں؟

لیکن آتما تو سن نہیں سکتی، بول نہیں سکتی۔

اس لیے تم میری باتیں اپنے دماغ میں سن رہے ہو۔

اور اگر دماغ میں سن رہے ہو تو اس کا مطلب ہے تمہارا جسم زندہ ہے، زندہ نہ ہوتا تو دماغ نہ سنتا۔

یوں ثابت ہوا کہ تمہاری آتما یا روح جسم کے باہر نہیں ہے باہر ہوتی تو تم مرچکے ہوتے۔

تم سمجھتے ہو کہ آتما شکتی سے تمہاری روح جہاں چاہتی ہے وہاں پہنچ جاتی ہے۔ یہ غلط ہے۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ روح ایک ہی بار جسم سے علیٰحدہ ہوتی ہے پھر وہ عالمِ ارواح میں چلی جاتی ہے پھر قیامت کے دن ہی وہ خالقِ حقیقی ہمیں زندگی دیتا ہے اور اعمال کے مطابق جنت اور جہنم دیتا ہے۔

ہماری دنیا میں ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ آدمی سانس روک کر عارضی طور پر مرتا ہو اور اپنی روح کو ساری دنیا کی سیر کرانے کے بعد پھر جی اٹھتا ہو۔

یہ جو تم ابھی لاسہ کے مندر گئے تھے، یہ جو میں پیرس سے یہاں پہنچا ہوا ہوں تو یہ ہماری تمہاری روح نہیں ہے۔

یہ روح کی وہ توانائی ہے جو ہزاروں میل کی دوری تک دیکھتی ہے پیرس کے ٹی وی کیمرے کے سامنے ایکٹ کرنے والا اداکار ازبکستان کے ہر ٹی وی اسکرین پر دیکھا جاتا ہے۔

فرق یہ ہے کہ اسکرین کے کردار کو ہماری ظاہری آنکھ دیکھتی ہے اور روحانی کردار کو صرف باطنی آنکھ دیکھ پاتی ہے۔ ہم نے تم نے روحانیت میں کمال کا درجہ حاصل کیا اس لیے بصارت سے نہیں بصیرت سے ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہیں۔

وائس آف امریکا سے نشر ہونے والی آواز ازبکستان میں سنی جارہی ہے۔ اسی طرح روحانی توانائی سے تم میری آواز اپنے دماغ میں سن رہے ہو۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ روح کا تماشا نہیں ہے تو پھر کیا ہے؟

یہ روحانی ٹیلی پیتھی ہے جو صرف عبادت اور ریاضت سے حاصل ہوتی ہے اور اس کے لیے پاکیزگی لازمی ہے۔

سرنا! تمہاری روحانی قوت محدود ہے اور محدود رہے گی کیونکہ تمہاری پاکیزگی محدود ہے۔ سوائے مسلمانوں کے دنیا کی کسی قوم میں استنجا والی پاکیزگی نہیں ہے۔ ایسی طہارت کا سبق ہمیں روح کی پاکیزگی تک لے جاتا ہے اور روح ہمیں لامحدود توانائی تک لے جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں تمہارے سامنے سانس لے رہا ہوں تم اور مرینا ہمارے سامنے سانس لینے کے قابل نہیں رہے ہو۔

سانسوں کا لین دین قادرِ مطلق کی مرضی سے جاری رہتا ہے۔ ہمیں حکم تھا کہ صرف اتنی دیر تمہارے سانسوں کو روکیں پھر رواں رہنے دیں۔ سو وہ وقت گزر گیا۔ ہم جارہے ہیں۔ خدا تمہیں عقل اور ایمان دے۔"

دوسرے ہی لمحے میں سرنا ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا اُدھر مرینا اپنے بستر پر اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔ دونوں کو یوں لگ رہا تھا جیسے ایک خواب تھا جو ٹوٹ گیا ہے اور آنکھ کھل گئی ہے۔

انہوں نے گھڑی دیکھی۔ پتا چلا تقریباً آدھے گھنٹے تک سانس رکی رہی تھی۔ مرینا اپنے کمرے سے نکلی اور سرنا کے کمرے میں آکر کہا "مائی گاڈ! مجھے تو یقین ہوچلا تھا کہ ہم کبھی زندگی کی طرف لوٹ کر نہیں آسکیں گے۔"

سرنا گہری سنجیدگی سے سوچتے ہوئے بولا "آج ہم قسمت سے بچ گئے، آئندہ کیا ہوگا؟"

وہ بولی "ہم دیوار پر زور سے گیند نہ ماریں تو وہ گیند پلٹ کر ہماری طرف نہیں آئے گی۔ اگر ہم فرہاد سے اور اس کے تمام احباب سے دور رہیں، ان پر پتھر نہ پھینکیں تو جواباً ہمیں وہ لوگ پتھر

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

نہیں ماریں گے۔"

"یہ ہے تو دانشمندی کی بات لیکن میں مرد ہوں' شہ زور ہوں یہ میرے لیے دشمن کے سامنے گھٹنے ٹیکنے والی بات ہوگی۔ مرد جب میدانِ جنگ میں ہوتا ہے تو شکست کھا کر میدان سے نہیں بھاگتا بلکہ شکست کی وجہ معلوم کرتا ہے۔ اپنی کمزوریوں کو دور کرتا ہے۔ آج ہم نادانستگی میں پھنس گئے تھے۔ آئندہ نہیں پھنسیں گے۔"

"وہ بوڑھا جو تمہارے بے حس جسم کے پاس بیٹھا تھا' وہ کہہ رہا تھا' یہ آتما واتما کچھ نہیں ہے' بلکہ روحانی ٹیلی پیتھی ہے اور وہ مسلمان تم سے اور مجھ سے زیادہ اس روحانی ٹیلی پیتھی میں پاور فل ہے۔ اس کا مطلب ہے وہ آئندہ بھی ہماری آتما شکتی کے لیے پرابلم بنے گا۔ اگر وہ آئندہ ہمارے سانس روکنے کے دوران آئے گا تو پھر ہمیں دوبارہ سانس لینے نہیں دے گا۔ وہ اولڈ مین ہمیں مار ڈالے گا۔"

"یہ بچوں کا کھیل نہیں ہے کہ وہ بار بار ہمیں ٹریپ کرتا رہے گا۔ میں مانتا ہوں اس کی آتما شکتی زیادہ ہے۔ اگر میں آتما شکتی کے ذریعے فرہاد اور اس کے کسی رشتے دار کے پاس نہ جاؤں تو وہ بوڑھا میری سانس روکنے نہیں آئے گا لیکن میں جسمانی طور پر فولاد ہوں فرہاد اور اس کے بیٹوں کو گیلے کپڑوں کی طرح نچوڑ سکتا ہوں۔ ایسے محاذ پر وہ بوڑھا روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والا میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔"

"ہمیں شی تارا کو اس موجودہ تجربے کے متعلق تفصیل سے بتانا چاہیے۔"

"میری بہن میرے دماغ میں موجود ہے' سب کچھ سن رہی ہے اور سمجھ رہی ہے۔ یہ بتاؤ تم پارس کے پاس گئی تھیں؟"

"ہاں' میں تو بتانا بھول گئی' یہ جو سامنے ہوٹل ہے اس کے ایک کمرے میں پارس موجود ہے۔"

وہ چونک کر کھڑا ہوگیا "کیا واقعی؟"

"میں سچ کہہ رہی ہوں۔ تمہیں یہی بتانے اپنے جسم میں واپس آنا چاہتی تھی مگر اس نورانی دوشیزہ نے راستہ روک لیا تھا۔"

سرنا نے کہا "اوہ گاڈ! دشمن ہمارے اس قدر قریب ہے اور ہم اب تک اس سے غافل رہے۔"

شی تارا نے پوچھا "مرینا! کیا پارس تمہیں موجودہ حلیے میں پہچانتا ہے؟"

"نہیں' اس نے یہ موجودہ بہروپ نہیں دیکھا ہے۔ میرا خیال ہے وہ ہم میں سے کسی کو نہیں پہچان رہا ہے۔ یونہی اتفاقاً سامنے والے ہوٹل میں آگیا ہے۔"

"کیا وہ تنہا ہے؟"

"بالکل تنہا ہے۔ جب میں وہاں گئی تو اس کمرے میں کوئی دوسرا نہیں تھا۔"

"کمرا نمبر بتاؤ؟"

"تھری او سیون۔"

وہ جوتے پہنتے ہوئے بولا "میں ابھی اس سے نمٹ لوں گا۔"

"بھائی سرنا! ستاروں کی چال کے خلاف نہ چل۔ تو اسے جان سے نہیں مار سکے گا۔"

"میں جانتا ہوں۔ اسے جان سے نہیں ماروں گا صرف اپاہج بنا کر چھوڑ دوں گا۔ گھڑی دیکھو' رات کے بارہ بج کر پانچ منٹ ہو چکے ہیں۔ اس کی منحوس تیرہ تاریخ شروع ہو چکی ہے۔"

"ہاں' اس لحاظ سے اس کی شامت آسکتی ہے۔ تو ہمالیہ پہاڑ ہے' پارس کو پیس کر رکھ دے گا۔"

وہ جاتے ہوئے بولا "میری واپسی میں خواہ کتنی ہی دیر ہو جائے تو میرے دماغ میں خیریت معلوم کرنے نہ آنا۔ تیرے آنے سے دشمنوں کے لیے میرے دماغ کا دروازہ کھلا رہے گا۔"

"بھائی سرنا! تو قریب ہی جا رہا ہے واپسی میں دیر نہیں ہونی چاہیے۔"

"میری بہنا! اگر وہ جان چھڑا کر بھاگے گا تو اس کا تعاقب کرنے کے لیے مجھے دور جانا ہی ہوگا۔ مرینا! میری بہن کو لے جا اور میرے آنے تک اسے اپنے ہی پاس سُلانا۔ میرے لیے خواہ مخواہ نہ جاگنا۔"

وہ جانے لگا۔ شی تارا اور مرینا اسے دور تک جاتے ہوئے دیکھتی رہیں چونکہ ہوٹل سامنے ہی تھا اس لیے سرنا گاڑی نہیں لے گیا۔ شی تارا نے کہا "مرینا! مجھے نیند نہیں آئے گی۔ جیری سے کہو کافی بنائے۔"

مرینا نے جیری کو بلا کر کافی بنانے کا حکم دیا۔ شی تارا سامنے ہوٹل کی تیسری منزل کی طرف دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی اسی منزل کے کمرا نمبر سات میں پارس ہے۔ آدھی رات گزر چکی ہے' وہ سو رہا ہوگا ویسے جاگتا بھی ہوگا تو فرق نہیں پڑے گا۔ میرا بھائی سوئے ہوئے شیر کو جگا کر شکار کرتا ہے۔

پھر وہ سوچنے لگی لیکن یہ باپ بیٹے حواس پر چھائے رہتے ہیں۔ سب ہی کہتے ہیں اور ان کی ہسٹری بھی کہتی ہے کہ یہ کبھی آسانی سے قابو میں نہیں آتے' لیکن یہ تو بہت آسان سا لگ رہا ہے۔ بس اس کمرے میں جانا ہے اور اس خطرناک نوجوان کو توڑ پھوڑ کر آجانا ہے۔

مرینا نے پاس آکر پوچھا "ہوٹل کی طرف کیا تک رہی ہو؟"

وہ ایک انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے بولی "پارس اُدھر تیسری منزل میں ہے۔ ابھی اس کے ٹوٹنے پھوٹنے کی خوشخبری ملے گی۔"

"نہیں شی تارا! یہ اتنا آسان نہیں ہے۔ میں مانتی ہوں' تمہارا بھائی پہاڑ ہے۔ مگر پارس بھی فولاد ہے۔ پھر یہ کہ وہ طاقت سے زیادہ مکاری سے کام نکالتا ہے۔ میں اس کی رگ رگ سے واقف ہوں۔"

"ہاں تو اس کے ساتھ دن اور راتیں گزار چکی ہے۔ اس نے تجھے پھنسایا تھا یا خود پھنس گئی تھی؟"

"میں ہی دیوانی ہو گئی تھی۔ سچ پوچھو تو آج بھی اس کے سامنے کوئی دوسرا مرد متاثر نہیں کرتا۔"

"اس میں ایسی کیا بات ہے؟"

"اس کے پیار میں' اس کی قربت میں' زہریلی کشش ہے۔ ایک بار اس کا زہر رگوں میں دوڑ جائے تو بار بار آرزوئیں اسے ہی پکارتی رہتی ہیں۔ شی تارا تم نے اسے ریستوران میں بڑی دیر تک قریب سے دیکھا ہے۔ کیا اس کی خوبروئی متاثر نہیں کرتی ہے؟"

وہ منہ پھیر کر بولی "اونہہ' ابھی میرا بھائی اس کی خوبروئی کو مٹی میں ملا کر آنے والا ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی دور سے سرنا آتا ہوا دکھائی دیا۔ وہ دونوں دوڑتی ہوئی اس کی طرف جانے لگیں۔ شی تارا دوڑتی ہوئی بولی "بھائی سرنا! جلدی بول' ہارا یا جیت؟"

وہ قریب آتے ہوئے دونوں ہاتھوں کو فضا میں لہراتے ہوئے بولا "میری بہنا! بھلا تیرا بھائی کبھی میدان ہار سکتا ہے۔ میں نے اس کے دونوں ہاتھوں کی ہڈیاں توڑ دی ہیں' اسے اپاہج بنا دیا ہے۔"

بہن خوشی سے دوڑتی ہوئی بھائی سے جا کر لپٹ گئی۔ مرینا نے کہا "مجھے یقین نہیں آرہا ہے۔ سرنا! تم نے کس بے چارے کو اپاہج بنا دیا ہے؟"

"پارس کو اور کس کو؟"

"تم نے اسے کیسے پہچانا؟"

"تو نے بتایا تھا کہ وہ کمرا نمبر تھری او سیون میں ہے۔"

"میں نے رات کے دس بجے کہا تھا۔ کتنا وقت گزر چکا ہے۔ ہوسکتا ہے پارس وہاں سے چلا گیا ہو اور دوسرا مسافر وہاں آیا ہو۔"

"مرینا! تُو نے اور بھی پہچان بتائی تھی کہ وہ زہریلا ہے اور کئی بوتل شراب پینے کے بعد بھی اسے نشہ نہیں ہوتا ہے۔"

وہ بولی "ہاں' یہ پارس کی پہچان ہے۔"

"تو پھر مجھ سے غلطی نہیں ہوئی ہے۔ میں نے کمرے میں داخل ہوتے ہی دیکھا' وہ زہریلا جوان بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ اس کے سرہانے والی میز پر سانپوں کے دو پٹارے رکھے ہوئے تھے۔ فرش پر شراب کی دو خالی بوتلیں پڑی ہوئی تھیں۔"

"اوہ سرنا! وہ زہریلا تو ہے مگر اپنے ساتھ سانپوں کے پٹارے نہیں رکھتا ہے۔ دو خالی بوتلوں کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ بوتلیں اس نے خالی کی ہوں گی۔"

شی تارا نے کہا "تم دونوں اتنی بحث کیوں کر رہے ہو۔ ابھی پارس کے دماغ میں چل کر دیکھ لیتے ہیں۔"

وہ مرینا کے دماغ میں آئی۔ مرینا پارس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ پھر دوسرے ہی لمحے واپس آگئی۔ پارس نے سانس روک لی تھی۔ شی تارا نے کہا "بھائی سرنا! تو دھوکا کھا گیا ہے۔ وہ تو صحیح سلامت ہے اس نے اپنے دماغ سے ہمیں بھگا دیا ہے۔"

"اس کا مطلب ہے میرے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی وہ ہوٹل کا کمرا چھوڑ کر کہیں چلا گیا ہے۔ آخر ان کمبخوں کو خطرات سے آگاہی کیسے ہو جاتی ہے؟"

شی تارا "او مائی گاڈ" کہتی ہوئی ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ سرنا نے پوچھا "کیا ہوا؟"

"ہوگا کیا؟ تُو سوچے سمجھے بغیر اسے اپاہج بنانے چلا گیا۔ یہ بات ہم میں سے کسی نے نہیں سوچی کہ روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والی دوشیزہ اور بوڑھے نے تمہاری آتما شکتی والی مصروفیات دیکھی تھیں۔ انہوں نے پارس کو بتایا ہوگا کہ ہم نے اسے ہوٹل کے کمرے میں دیکھ لیا ہے وہ اسی وقت ہوٹل چھوڑ کر چلا گیا ہوگا۔"

سرنا نے کہا "واقعی ہم نے اس پہلو سے نہیں سوچا تھا۔"

"اب ایک اور تشویشناک پہلو ہے۔ ان روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے پارس کو ہماری یہ رہائش گاہ بھی بتا دی ہوگی۔ اب یہ اندیشہ رہے گا کہ وہ ہوٹل چھوڑ کر دور نہیں گیا ہے بلکہ ہمارے بنگلے کے آس پاس ہی کہیں ہماری تاک میں ہے۔"

وہ سب آرام سے بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک دم سے اٹھ کر کھڑے ہوگئے۔ اس لمحے سے ان کا سکون رخصت ہوگیا۔ کوئی دروازے کی طرف گیا' کوئی کھڑکیوں کی طرف۔ وہ سب باہر نیم تاریکی اور نیم روشنی میں دور تک دیکھنے لگے۔ ان کا خیال تھا کہ ان کی تاک میں رہنے والا پارس نظر آجائے گا۔

جیری گرما گرم کافی لے کر آیا۔ شی تارا نے وہ ٹرے اٹھا کر پھینک دی غصے سے بولی "نو نان سنس! یہاں جان پر بنی ہوئی ہے اور تجھے کھانے پینے کی سوجھ رہی ہے۔"

پے پے سرنا نے بہن کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا "کیا بھول گئی؟ ہمارے باپو کا اور گرودیو کا پہلا سبق ہے کہ غصہ کرنے والا عقل سے خالی ہو جاتا ہے۔ دھیرج رکھ اور غصہ تھوک دے۔ سکون سے سوچنا شروع کر دے کہ پارس کوئی آسمانی بلا نہیں ہے۔ انسان کا بچہ ہے۔ انسانی چالیں چلے گا۔ دیوی دیوتاؤں والا جان لیوا حربہ استعمال نہیں کرے گا۔ تو ذہانت اور علم و ہنر میں اس سے کم نہیں ہے اور ذہانت اسے کہتے ہیں جو غصے کے وقت سکون سے سوچنے کا عمل سکھاتی ہے۔"

بھائی بولتا رہا' بہن شانت ہوتی رہی۔ پھر وہ مسکرا کر اس کے سینے پر سر رکھتے ہوئے بولی "میرے بھائی جیسا دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ تیری ایک بات سے میرے اندر حوصلے بھر جاتے ہیں۔ میرا سکون برباد کرنے والے شیطان کے بچے سے میں نمٹ لوں گی۔"

وہ پھر کھڑکیوں اور دروازوں کے پاس جا کر باہر دور تک دیکھنے لگے۔ مرینا نے شی تارا سے کہا "تم کہتی ہو' وہ تمہارا سکون برباد کر رہا ہے۔ ذرا غور کرو' وہ تو شاید تم بہن بھائی کو اچھی طرح جانتا بھی نہیں ہے۔ اس نے کبھی تم سے چھیڑ نہیں کی۔ کبھی دشمن کا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

رویہ اختیار نہیں کیا۔"

"کیا یہ دشمنی نہیں ہے وہ ہمیں اندیشوں میں اور اضطراب میں مبتلا کر رہا ہے۔"

"وہ نہیں کر رہا ہے تم خود مضطرب ہو رہی ہو۔ ہو سکتا ہے وہ کہیں دور آرام سے سو رہا ہو۔ میں اس پورے خاندان کو جانتی ہوں۔ وہ لوگ کبھی خواہ مخواہ کسی پر حملہ نہیں کرتے۔ جب تک پارس کو چھیڑا نہیں جائے گا تب تک وہ ہم سے دور رہے گا۔ زیادہ سے زیادہ یہ کرے گا کہ ہم سے باخبر رہنے کے لیے ہماری نگرانی کرتا رہے گا۔ ہماری رہائش گاہ کے اطراف اس کے آدمی ہوں گے۔ وہ خود کہیں آرام سے سو رہا ہو گا۔"

سرنا نے کہا "مرینا! تیری بات سمجھ میں آتی ہے۔ جب ہم نے ابھی تک اس کا کچھ بگاڑا نہیں ہے اور اس نے ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا ہے تو وہ خواہ مخواہ ہم پر حملہ نہیں کرے گا۔ ہمارے اور اس کے درمیان دشمنی کی کوئی بنیادی وجہ نہیں ہے۔"

شی تارا نے کہا "وجہ ہے۔ دراصل وہ ہمارا دشمن نہیں ہے ہماری جوتش ودّیا نے ہمیں اس کا دشمن بنا دیا ہے۔ ہماری ودّیا کہتی ہے کہ وہ آئندہ میری زندگی میں انقلابی تبدیلیاں لائے گا جو ہمارے دھرم کے خلاف ہوں گی اور یہ معلوم ہوتے ہی ہم اس کے خلاف ہوئے ہیں۔"

"دشمنی یہیں سے شروع ہوئی ہے اور ہم سے شروع ہوئی ہے لیکن میری بہنا یہ ہماری مجبوری ہے۔ اگر ہم دوستی کریں گے تو دھرم کے حوالے سے نقصان اٹھائیں گے۔"

"بہتر یہ ہے کہ دشمنی کی جائے نہ دوستی۔ میرے ستارے کہتے ہیں اگر میں اپنی پسند کے کسی نوجوان سے شادی کر لوں تو ایک خوشحال گھریلو زندگی گزاروں گی۔ میری شادی ہوتے ہی پارس کی بلا ٹل جائے گی۔"

"میری بہن! ہم نے غیر معمولی علوم حاصل کرنے کے لیے بچپن سے محنت اور کڑی مشقت کی ہے۔ یہ اس لیے نہیں کہ تو گمنام گھریلو زندگی گزار کر اس دنیا سے چلی جائے۔ جب ہماری ودّیا نے ہمیں پارس کی تین منحوس تاریخیں بتا دی ہیں تو پھر فکر کیوں کرتی ہے۔ وہ تیرے ہاتھوں مرے گا اور ضرور مرے گا۔"

"بھائی سرنا! کل کی منحوس تاریخ میں میری چال کامیاب نہیں ہو گی۔ مجھے اس سے دور رہنا چاہیے۔ کیوں نہ میں دس دن کے لیے لندن چلی جاؤں۔"

وہ کچھ دیر سوچ کر بولا "میں کبھی اپنے سے تجھے جدا نہیں کرتا لیکن تیرے آرام اور سکون کے لیے راضی ہوں۔ ان دس دنوں میں یہ اطمینان رہے گا کہ تو محفوظ ہے۔ میں یہاں اس عرصے میں پارس کو صحیح سلامت نہیں رہنے دوں گا۔ اس کے باپ کا پتا ٹھکانا بھی معلوم کر لوں گا۔"

وہ ٹیلی فون کے پاس آ کر بیٹھتی ہوئی بولی "میں ابھی ائرپورٹ کے متعلقہ افسران سے کہتی ہوں کہ صبح چھ بجے اپنے ذاتی طیارے میں لندن جاؤں گی۔ وہ لوگ اس سلسلے کے ضروری کاغذات تیار رکھیں گے۔"

اس نے فون کرنے کے لیے ریسیور اٹھایا پھر رک گئی۔ باہر گاڑیوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ سرنا نے تیزی سے کھڑکی کے پاس آ کر باہر دیکھا پھر کہا "فکر کی بات نہیں ہے، پولیس والے ہیں۔"

اس نے دروازے کے پاس آ کر اسے کھولا۔ دو پولیس افسر اور پانچ سپاہی تھے۔ سب کے سب قد آور پہلوان دکھائی دیتے تھے۔ ازبکستان کے لوگ صحت مند اور قد آور ہوتے ہیں۔ ایک افسر نے مقامی زبان میں کچھ کہا۔ سرنا کی سمجھ میں نہیں آیا۔ دوسرے افسر نے انگریزی میں کہا "یہ پوچھتا ہے، تم لوگ کون ہو کہاں سے آئے ہو؟"

سرنا بتانے لگا کہ وہ لندن سے آئے ہیں اور ان کا ایک ذاتی طیارہ ائرپورٹ پر موجود ہے۔ شی تارا نے تمام ضرور کاغذات لا کر دکھائے۔ افسر نے ان پر سرسری نظر ڈالی پھر کہا "تم سب امن پسند اور شریف دکھائی دیتے ہو لیکن ہوٹل کے ایک ویٹر نے بیان دیا ہے کہ واردات کے بعد ایک شخص اس بنگلے میں آیا تھا۔"

شی تارا نے پوچھا "کیسی واردات؟"

"کسی ظالم نے کمرا نمبر تھری او سیون کے ایک مسافر کے دونوں ہاتھ توڑ دیے ہیں۔"

سرنا نے کہا "لیکن میں تو شام سے اپنے بنگلے کے اندر ہوں۔ باہر نہیں گیا۔ اس واردات سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے نہ ہی مجھے کسی سے دشمنی ہے۔"

شی تارا اور مرینا بھی اس کی حمایت میں بولنے لگیں پھر شی تارا نے افسر کو اپنے قابو میں رکھنے اور اپنا حمایتی بنانے کے لیے خیال خوانی سے کام لیا۔ افسر نے ایک دم سے سانس روک کر حیرانی سے دوسرے افسر کو دیکھا پھر مقامی زبان میں بولنے لگا۔ دوسرا افسر بھی جواب میں کچھ بول رہا تھا۔ پھر اس نے گھونسا دکھاتے ہوئے سرنا سے کچھ کہا۔ سرنا نے پوچھا "آپ لوگ غصے میں کیا کہہ رہے ہیں، پلیز انگریزی میں بولیں۔"

انگریزی جاننے والے افسر نے کہا "ہمارے ملک میں ٹیلی پیتھی جاننے والے دھڑا دھڑ چلے آ رہے ہیں۔ قانون کو اپنے ہاتھوں میں لے رہے ہیں۔ تم بھی ٹیلی پیتھی جانتے ہو یا تمہاری عورتیں جانتی ہیں۔"

"یہ غلط ہے، ہم یہ علم نہیں جانتے ہیں۔"

"کیا میں جھوٹ کہہ رہا ہوں۔ ابھی میرے دماغ میں گڑبڑ ہوئی تھی پھر میں سانس روکنے کے بعد نارمل ہو گیا۔ آخر یہ سب کیا ہے؟"

شی تارا نے کہا "ہم خود پریشان ہیں، کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے دماغوں میں بھی آ کر ہمیں پریشان کرتا رہتا ہے۔"

افسر نے کہا "تمہیں تو کوئی بھی پریشان کر سکتا ہے۔ تم حسین ہو، جوان ہو لیکن مجھے کیوں کر رہا ہے؟ خیر چھوڑو۔ کام کی بات یہ ہے مسٹر سرنا کہ ابھی تمہیں اسپتال چلنا ہو گا۔"

"اسپتال کیوں؟"

"جس کے دونوں ہاتھ توڑے گئے ہیں وہ اسپتال میں ہے۔ اگر وہ تمہیں دیکھ کر یہ بیان دے کہ تم نے یہ ظلم نہیں کیا ہے تو فوراً رہا کر دیے جاؤ گے ورنہ حوالات کے اندر۔"

اس نے اپنی بہن کو پریشان ہو کر دیکھا۔ بہن نے سوچ کے ذریعے کہا "وہ اپاہج تجھے پہچان لے گا۔"

سرنا کی سوچ نے کہا "اس کے باوجود مجھے جانا ہو گا۔ ہم اپنے بچاؤ کے لیے قانون کے خلاف کوئی حرکت کریں گے تو بات بڑھ جائے گی۔"

"فکر نہ کر میرے بھائی! میں بھی ساتھ چلوں گی۔ بات بگڑے گی تو ہم اپنی غیر معمولی صلاحیتوں سے کام لیں گے۔"

افسر نے پوچھا "اے تم دونوں آنکھیں کیوں لڑا رہے ہو، کیا رشتہ ہے تمہارا۔"

"ہم بہن بھائی ہیں۔"

"تعجب ہے! میں نے پہلی بار اس رشتے کو آنکھ لڑاتے دیکھا ہے۔"

شی تارا نے کہا "میں اپنے بھائی کے ساتھ چلوں گی۔"

افسر نے مرینا کی طرف اشارہ کر کے پوچھا "یہ کون ہے؟"

سرنا ذرا ہچکچایا پھر بولا "یہ...... یہ میری بیوی ہے۔"

اس نے جیری کی طرف اشارہ کر کے پوچھا "یہ کون ہے؟"

"یہ ہمارا ملازم ہے۔"

"بنگلے کے اندر اور کون ہے؟"

"اور کوئی نہیں ہے، ہم صرف چار ہیں۔"

"ٹھیک ہے، یہ مکان لاک کرو اور سب کے سب گاڑی میں بیٹھ جاؤ۔"

انہوں نے حکم کی تعمیل کی۔ انہیں اطمینان تھا کہ پولیس کو رشوت وغیرہ دے کر جان نہ چھڑا سکے تو پھر غیر معمولی صلاحیتوں کو آزمائیں گے۔ وہ سب گاڑی کے پچھلے حصے میں آ کر بیٹھ گئے۔ دو سپاہیوں نے دروازہ بند کر کے اسے لاک کر دیا۔

اندر بیٹھنے کے بعد پتا چلا کہ وہ چاروں طرف سے بند ہو گئے ہیں۔ ڈرائیونگ سیٹ اور ان کے درمیان ایک لوہے کی چادر تھی۔ دائیں بائیں کی آہنی چادروں میں کوئی کھڑکی نہیں تھی۔ چھت پر ایک ننھا سا بلب روشن تھا۔ اس کی مدھم روشنی میں سفید دھواں سا پھیلتا ہوا دکھائی دیا۔ تب پتا چلا کہ وہ جال میں پھنس گئے ہیں۔

دھواں بڑھتا اور پھیلتا جا رہا تھا۔ پے پے سرنا نے غرّاتے ہوئے پوری قوت سے دروازے کو ٹکر ماری۔ وہ طاقت اور ڈیل ڈول میں ہاتھی جیسا تھا۔ دروازہ لرز گیا لیکن فولادی تھا، ٹوٹ نہیں سکتا تھا، مقفل تھا، کھل نہیں سکتا تھا۔

پھر کچھ کر گزرنے کی زیادہ مہلت نہیں ملی۔ وہ دھواں سرنا جیسے ہاتھی کو اعصابی کمزوریوں میں مبتلا کر رہا تھا۔ شی تارا اور مرینا ایک دوسرے سے لپٹ کر سیٹ پر سے نیچے لڑھک گئی تھیں۔ جیری بے ہوش ہو گیا تھا۔ جب سرنا بھی غافل ہو گیا تو لیلیٰ نے کہا "بیٹا دھواں خارج کرو۔ کام ہو چکا ہے، پچھلا روشن دان کھول دو۔"

پارس نے اپنی امی کی ہدایات پر عمل کیا۔ وہ اور اس کے ساتھ آنے والے پولیس کی وردیاں اتار چکے تھے۔ وہ گاڑی وہاں سے لے کر چلے گئے۔

O☆O

کوئی دن برا نہیں ہوتا اور کوئی تاریخ منحوس نہیں ہوتی۔ ہمارا عمل اسے اچھا یا منحوس بناتا ہے یا پھر سیاروں کی گردش اور ستاروں کی چال یہ پیش گوئی کرتی ہے کہ بدتری یا بہتری پیش آنے والی ہے۔ بہتر عمل سے بدتر حالات کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔

اور یہ تو سرنا اور شی تارا کی جوتش ودّیا نے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ تین، تیرہ اور تئیس تاریخیں اگرچہ پارس پر بھاری پڑنے والی ہیں تو ان کا ردِعمل شی تارا پر بھی پڑے گا۔

بچاؤ کی ایک صورت جوتش ودّیا نے بتائی تھی کہ شی تارا پارس سے دور رہے اور اسے قریب آنے کا موقع نہ دے لیکن ٹھیک آدھی رات کو جب بارہ تاریخ تیرہ میں بدل گئی تھی تب سرنا نے پارس کو اپاہج بنانے کے ارادے سے ہوٹل کا رخ کیا تھا۔

جناب علی اسد اللہ تبریزی نے لیلیٰ سے رابطہ کر کے یہ بتا دیا تھا کہ سرنا، شی تارا، مرینا اور جیری ہوٹل کے سامنے والے بنگلے میں ہیں۔ لیلیٰ نے یہ رپورٹ پارس کو دی۔ اس نے فوراً کمرا تبدیل کر لیا۔ پھر اس کے بعد وہی ہوا جو ان کی جوتش ودّیا نے بتایا تھا کہ تیرہ تاریخ کو کوئی بھول چوک ہو گی تو یہ تاریخ شی تارا کے لیے بھی منحوس ثابت ہو گی۔

بہرحال تیرہ تاریخ کی وہ صبح طلوع ہو گئی۔ سب سے پہلے پے پے سرنا کی آنکھ کھلی۔ وہ ابتدائی چند لمحات میں خالی الذہن رہا۔ نگاہوں کے سامنے ایک دیوار نظر آ رہی تھی وہاں تیرہ کا ایک بڑا سا ہندسہ لکھا ہوا تھا۔

اس ہندسے کو پڑھتے ہی بیک وقت شی تارا اور پارس کی یاد آئی۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا تب پتا چلا کہ وہ کڑکڑاتی سردی میں ننگا ہے۔ صرف ایک لنگوٹ نے اس کی شرم رکھی ہوئی ہے۔

وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے سینے پر اور پشت پر بھی تیرہ کا ہندسہ لکھا ہوا تھا اور وہ فٹ پاتھ پر کھڑا ہوا بری طرح بوکھلا کر کبھی دائیں بائیں کبھی آگے پیچھے دیکھ رہا تھا۔ صبح کا وقت تھا راہ گیر برائے نام تھے اور جو بھی تھے وہ اسے حیرت سے دیکھتے ہوئے گزر

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

رہے تھے۔ کچھ اس کے بدن پر لکھے ہوئے نمبر کو بلند آواز سے پڑھ رہے تھے "تیرہ تیرہ' تھرٹین۔ تھرٹین۔ تیرہ۔ تیرہ۔ تھرٹین۔ تھرٹین۔ تیرہ' تھرٹین۔ تیرہ' تھرٹین۔"

وہ وہاں سے بھاگنے لگا۔ اس وقت دور تک بچے نہیں تھے ورنہ ہاتھوں میں پتھر لے کر اس کے پیچھے دوڑتے۔ وہ دوڑتا ہوا ایک حمام میں آکر گھس گیا۔ حمام کے مالک نے پریشان ہوکر کہا "اے! تم کون ہو؟ کیا پاگل خانے سے آئے ہو؟ اتنی سخت سردی میں ننگے نہانے آئے ہو؟"

وہ عاجزی سے دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا "میں پاگل نہیں ہوں میرے دشمنوں نے مجھے اس حال کو پہنچایا ہے۔ میں دنیا کا امیر ترین شخص ہوں' تمہیں مالا مال کردوں گا۔ مجھے اسٹیم باتھ روم میں پہنچا دو اور کوئی لباس لادو۔"

وہ اسے ایک طرف چلنے کا اشارہ کرتے ہوئے بولا "ادھر آؤ' میں نے تمہارے جیسے ڈینگیں مارنے والے دولت مند بھکاری بہت دیکھے ہیں۔ مجھے مال و دولت کا لالچ نہ دو۔ میں صرف ایک انسان کی حیثیت سے مہربانی کررہا ہوں۔"

وہ ایک بڑے سے دروازے کے سامنے رک کر بولا "اندر جاؤ' تمہیں ایک لباس مل جائے گا۔"

وہ دروازہ کھول کر اندر آیا۔ نگاہوں کے سامنے ایک بڑا سا ہال تھا۔ ہر سو گرم بھاپ سی دکھائی دے رہی تھی۔ جس کے باعث پورے ہال کا موسم گرم ہوگیا تھا۔ کئی لوگ بھاپ سے نیم غسل کررہے تھے۔ وہ بھی آرام سے سیمنٹ کے ایک چھوٹے سے چبوترے پر لیٹ گیا۔

جان کو ذرا آرام اور دماغ کو ذرا سکون ملا تو وہ سوچنے لگا "یہ کیا ہورہا ہے؟ ہماری اتنی ذلت ہوسکتی ہے؟ کوئی ہمارے بدن کے کپڑے اتار سکتا ہے؟ یہ تو میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ کیا دشمنوں نے میری بہن کے ساتھ بھی....."

بہن کی یاد آتے ہی وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا بے اختیار اسے آواز دی "شی تارا!"

اس کی آواز پورے ہال میں گونجنے لگی۔ اسٹیم باتھ لینے والے لوگ چونک کر اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ وہ آواز باہر تک گئی تھی۔ ہال کا دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا۔ حمام کا مالک ایک ملازم کے ساتھ اندر آتے ہوئے بولا "کیا بات ہے؟ ابھی کس نے چیخ ماری تھی؟"

وہاں سب نے سرنا کی طرف انگلی اٹھائی۔ سرنا نے چبوترے سے اٹھتے ہوئے کہا "میں اپنی بہن کو پکار رہا تھا۔"

مالک نے پوچھا "تمہارا دماغ چل گیا ہے' مردوں کے حمام میں بہن کو پکار رہے ہو؟"

"دراصل وہ میرے ساتھ تھی۔"

"وہ تمہارے ساتھ نہیں تھی' تم حمام میں اکیلے آئے ہو۔"

"ارے میں حمام کی بات نہیں کر....."

اس کی بات ادھوری رہ گئی۔ ایک پولیس افسر تین سپاہیوں کے ساتھ اندر آکر حمام کے مالک سے بولا "کیا آپ نے مجھے فون کیا تھا؟"

"جی ہاں' یہ پہاڑ جیسا جوان کہیں سے لنگوٹ پہنے بھاگتا ہوا آیا ہے۔ مجھے تو پاگل لگتا ہے۔"

افسر نے سرنا کے قریب آکر پوچھا "تم کون ہو؟ نام بتاؤ؟"

وہ بولا "میرا نام....."

وہ سوچنے لگا' اسے نام یاد نہیں آرہا تھا۔ میں نے اس پر تنویمی عمل کرکے اسے تابعدار بنایا تھا اور یہ حکم دیا تھا کہ وہ اپنے متعلق تمام باتیں یاد رکھے گا لیکن وہ باتیں زبان پر یا کاغذ پر لاتے وقت بھول جایا کرے گا۔ بہن کو تنہائی میں دیکھ کر پہچان لے گا لیکن دوسروں کے سامنے بھول جائے گا' اسے پہچاننے سے انکار کردے گا۔

افسر نے پوچھا "رک کیوں گئے؟ اپنا نام بتاؤ؟"

وہ پھر یاد کرنے کے انداز میں بولا "جی میرا نام' وہ..... میرا نام وہ ہے' کیا کہتے ہیں وہ....."

"اچھا تو تمہارا نام وہ ہے۔ وہ تو بڑا عجیب سا نام ہے۔ بہرحال کس ملک سے آئے ہو؟ اس شہر میں کہاں قیام کررہے ہو؟"

وہ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر یاد کرنے لگا۔ میرے تنویمی عمل کے مطابق اسے یاد آیا کہ وہ بہن کے ساتھ ذاتی طیارے میں لندن سے آیا ہے۔ اس نے منہ کھول کر یہ کہنا چاہا مگر کہنے سے پہلے بھول گیا۔ اٹکتے ہوئے بولا "میں...... میں وہاں سے آیا ہوں۔"

"وہاں سے کا کیا مطلب ہوا؟ آخر کہاں سے آئے ہو؟"

"مجھے ابھی ملک اور شہر کا نام یاد تھا۔ ذرا ایک منٹ میں ابھی یاد کرکے بتاتا ہوں۔"

وہ سب اسے گھور کر دیکھ رہے تھے۔ وہ زیرلب بڑبڑا رہا تھا۔ "مجھے یاد ہے' میں کہاں سے آیا ہوں' کیوں آیا ہوں۔ بہن کے ساتھ کہاں قیام کررہا ہوں۔ سب یاد ہے' سب میرے دماغ میں ہے مگر زبان پر نہیں آرہا ہے۔"

افسر نے کہا "میں ایک آخری بات پوچھتا ہوں اور یہ ایسی بات ہے جو دنیا کے ہر ہوشمند کو یاد رہتی ہے۔ بولو تمہارے باپ کا نام کیا ہے؟"

سرنا نے سینہ تان کر بڑے جوش سے کہا "میرے باپ کا نام......"

جوش ٹھنڈا پڑ گیا۔ باپ کا نام بھی یاد نہیں آرہا تھا۔ وہ پیشانی پر ہاتھ مار مار کر یاد کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ افسر نے پوچھا۔ "تمہارا کوئی باپ ہے بھی یا نہیں؟"

وہ غرا کر بولا "مائنڈ یور لنگویج۔ میں عزت دار شریف خاندان سے تعلق رکھتا ہوں۔ میں اتنا دولتمند ہوں کہ میرا ذاتی طیارہ بھی ہے۔"

"کیا طیارہ گھر میں چھوڑ کر آئے ہو۔"

"میرا مذاق نہ اڑاؤ۔ مجھ پر جو گزری ہے اس کی وجہ سے اپ سیٹ ہوگیا ہوں۔ مجھ پر شبہ ہے تو اپنی کسٹڈی میں رکھو۔ میں کچھ دیر آرام اور سکون حاصل کرنے کے بعد آپ کے سوالات کے جواب دوں گا پھر آپ لوگوں کو اپنے طیارے میں بھی لے چلوں گا۔"

افسر نے کہا "ٹھیک ہے' کپڑے پہنو اور ہمارے ساتھ چلو۔"

حمام کے مالک نے ایک جوڑا منگوایا۔ وہ اسے پہننے کے دوران سوچتا رہا پتا نہیں میری شی تارا کہاں ہوگی؟ کیا فرہاد اور پارس ہمارے ساتھ ایسا سلوک کررہے ہیں؟ میں اور شی تارا پچھلے برسوں میں بڑے بڑے ممالک کے راز حاصل کرتے رہے۔ بین الاقوامی سطح کے مجرموں کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کرتے رہے۔ خطرناک تنظیموں کے کتنے ہی سربراہوں کو خاک و خون میں ملادیا لیکن یہ کیسے دشمن ہیں' سامنے آنے سے پہلے ننگا کررہے ہیں۔ سامنا ہونے کے بعد پتا نہیں کیا کریں گے؟

وہ غصے سے تلملا رہا تھا۔ حوصلہ ہارنے اور میدان چھوڑنے والوں میں سے نہیں تھا۔ یہ سمجھ رہا تھا کہ غصہ نقصان پہنچاتا ہے اس لیے اپنی توہین کو برداشت کرنے کی کوشش کررہا تھا۔ حمام سے باہر آکر پولیس کی گاڑی میں بیٹھتے ہوئے بولا "میں اپنی بہن کے ساتھ فور اسٹار ہوٹل کے سامنے والے بنگلے میں تھا۔ پلیز آپ وہاں چلیں' ہمارے تمام ضروری کاغذات اسی بنگلے میں ہیں۔"

پولیس والے اسی طرف جانے لگے۔ افسر نے پوچھا "کچھ یاد آرہا ہے؟"

"جی ہاں کل آدھی رات کے بعد پولیس والے ہمارے بنگلے میں آئے تھے۔ انہوں نے ہمیں ایک گاڑی کے پچھلے حصے میں بٹھایا پھر اس پچھلے حصے کو گیس چیمبر بنا کر ہمیں بے ہوش کردیا۔"

"پولیس والے ایسا کبھی نہیں کرتے۔"

"جی ہاں' اپنا یہ حال دیکھ کر یقین ہوگیا ہے کہ وہ ہمارے دشمن تھے۔ پولیس کی وردی میں آئے تھے۔"

"کون ہیں تمہارے دشمن؟ کہاں رہتے ہیں؟"

"وہ ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ اپنا پتا ٹھکانا کسی کو نہیں بتاتے۔"

"ان کے کچھ نام تو ہوں گے؟"

"جی ہاں ان کے نام...... نام......"

وہ رک گیا۔ دماغ میں میرا اور میرے بیٹے کا نام تھا لیکن زبان تک آنے سے پہلے وہ بھول جاتا تھا۔ اس نے فرہاد اور پارس کے دو ناموں کو ذہن میں اچھی طرح نقش کیا پھر جلدی سے زبان پر لاتے ہوئے کہا "ان کے نام ہیں فدہار (فرہاد) اور سرپا (پارس)"

"کچھ عجیب سے نام ہیں' ان کے متعلق کچھ بتاؤ۔"

وہ اور کیا بتاتا؟ الٹے نام بتا کر پریشان ہورہا تھا۔ جلدی سے ناموں کو درست کرتے ہوئے بولا "مجھ سے ان کے نام غلط ادا ہوئے تھے۔ دراصل ان میں سے ایک کا نام ہرفاد اور دوسرے کا نام پرسا ہے۔"

"یہ بھی عجیب سے نام ہیں۔ پھر سوچ لو..... مگر تم کیا سوچو گے؟ تم نے تو ابھی تک اپنا نام نہیں بتایا ہے۔"

پولیس کی گاڑی بنگلے کے سامنے آکر رک گئی۔ سرنا نے گاڑی سے اترتے ہوئے کہا "ابھی میرے کاغذات دیکھ کر آپ کو میرا نام اور میری اونچی حیثیت معلوم ہوجائے گی لیکن...."

اس نے بند دروازے کو دیکھ کر کہا "لیکن چابی تو میرے اس لباس میں تھی جسے وہ اتار کر لے گئے ہیں۔"

افسر نے مالک مکان کو بلا کر کہا "تمہارے پاس دوسری چابی ہو تو دروازہ کھولو۔ ورنہ میں قانونی کارروائی کے مطابق لاک توڑوں گا۔"

"سر! لاک توڑ دیں' میرے پاس دوسری چابی نہیں ہے۔"

سپاہیوں نے لاک توڑ دیا۔ وہ سب اندر آئے پچھلی رات وہ جس حالت میں بنگلا چھوڑ گئے تھے تمام سامان اسی حالت میں نظر آرہا تھا۔ سرنا نے اپنے کمرے میں جاکر اٹیچی کھولی۔ اس میں دس ہزار روبل تھے اور ہر چیز تھی لیکن پاسپورٹ' شناختی کارڈز اور دوسرے ضروری کاغذات نہیں تھے۔

وہ افسر کے ساتھ شی تارا کے کمرے میں آیا۔ اس کے سامان کو چیک کیا اس کے بیگ میں پچیس ہزار روبل تھے لیکن اس کے بھی ضروری کاغذات نہیں تھے۔ افسر نے کہا "کاغذات ہوں گے تو ملیں گے۔ تمہارے جیسے بے شمار جاسوس اور تخریب کار چور راستوں سے ازبکستان میں داخل ہورہے ہیں۔ تم لوگ پاسپورٹ کے بغیر تمام ملکوں کی سرحدیں پار کرلیتے ہو۔"

"میں جاسوس نہیں ہوں۔ دشمنوں نے ہمارے پاسپورٹ اور ضروری کاغذات غائب کردیے ہیں۔"

"دروازہ بند تھا' ہم لاک توڑ کر آئے ہیں۔ یہاں اتنی زیادہ روسی کرنسی رکھی ہوئی ہے کہ چور پہلے اسے چراتا۔ اسے تمہارے کاغذات چرا کر کیا ملے گا؟"

"وہ ہمیں پریشان کررہا ہے۔"

"دشمن پریشان اس طرح نہیں کرتے۔ وہ پاسپورٹ نہ لے جاتے' تمہیں لے جاتے اور قتل کردیتے۔ دشمن کو تمہارے پاسپورٹ سے کیا حاصل ہوجائے گا۔"

"شیطان جان سے نہیں مارتا' ہلکان کرتا ہے۔ دشمن چاہتے ہیں' میں دربدر کی ٹھوکریں کھاتا رہوں۔"

"اگر دشمن ایسا چاہتے تو یہ ہزاروں روبل تمہارے لیے چھوڑ کر نہ جاتے۔ تم اتنی رقم سے یہاں ایک ماہ تک عیش کرسکتے ہو۔ اگر دشمن نے ایسا کیا ہے تو پھر وہ دوست ہے۔"

سرنا نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا۔ ثابت یہی ہورہا تھا کہ دشمن نے کچھ نہیں کیا ہے بلکہ وہ خود پاگل یا نیم پاگل ہے جسے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اپنا نام تک یاد نہیں ہے۔

وہ بولا "جناب! ایک آخری مہربانی کریں۔ میرے ساتھ ائرپورٹ چلیں۔ وہاں چارٹرڈ طیاروں کے شعبے سے میری سچائی کا ثبوت مل جائے گا۔"

"اتنی دور جانے کی کیا ضرورت ہے۔ اپنا نام اور ذاتی طیارے کا لائسنس نمبر بتادو۔ میں ابھی فون کے ذریعے تصدیق کرلوں گا۔"

"میں آپ کو کیسے سمجھاؤں کہ مجھے اپنا نام، نمبر اور اپنا سب کچھ یاد ہے لیکن یہ سب کچھ زبان پر لانے تک بھول جاتا ہوں۔"

"تمہاری یہ بات کسی کی سمجھ میں نہیں آئے گی۔ کسی کی عقل تسلیم نہیں کرے گی کہ اپنا اور اپنے باپ کا نام بھی حافظے سے زبان تک نہیں آرہا ہے۔"

ایک سپاہی نے کہا "سر! یہ زبان سے بول نہیں سکتا مگر کاغذ پر لکھ تو سکتا ہے۔"

افسر نے کہا "یہ اچھا پوائنٹ ہے، چلو کاغذ پر لکھو۔"

اس کے سامنے کاغذ اور قلم رکھا گیا۔ وہ قلم پکڑ کر سوچنے لگا۔ اپنا نام پے پے سرنا اچھی طرح یاد تھا اس نے فوراً ہی لکھ دیا "سرنے پے تا۔"

افسر نے اسے پڑھ کر پوچھا "یہ کس قسم کا نام ہے؟ کیوں ہمارا وقت ضائع کررہے ہو؟"

وہ بولا "پلیز، میری وہی آخری بات مان لو۔ ائرپورٹ چلو۔"

"اچھی بات ہے۔ یہ آخری موقع دے رہا ہوں، چلو۔"

سرنا نے ایک بیگ میں اپنا ایک جوڑا اور تمام روبل رکھے پھر ان کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ کر جانے لگا۔ راستے میں افسر نے کہا۔ "تم بہت ہی قد آور اور خوب صورت کسرتی جسم کے مالک ہو۔ میں تم سے متاثر ہوں اس لیے اتنی بھاگ دوڑ کررہا ہوں ورنہ تم اب تک حوالات میں ہوتے۔"

"میں تمہارا بہت شکر گزار ہوں۔ جلد ہی میرے حالات سازگار ہوں گے پھر میں تمہیں اس شہر کا سب سے دولت مند شخص بنادوں گا۔"

"ایسی باتیں نہ کرو۔ رشوت کی بُو آتی ہے۔"

وہ ائرپورٹ کے اس شعبے میں پہنچے جو چارٹرڈ طیاروں کے لیے مخصوص تھا۔ پولیس افسر نے وہاں کے انچارج سے پوچھا "کیا آپ ان صاحب کو پہچانتے ہیں؟ ان کا ایک ذاتی طیارہ کسی ہینگر شیڈ میں ہے۔"

انچارج نے سرنا کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا "مجھے یاد پڑتا ہے انہیں کہیں دیکھا ہے مسٹر! آپ کا نام کیا ہے؟"

افسر نے کہا "ان کے ساتھ پرابلم ہے۔ یہ اپنا نام بھول گئے ہیں۔ آپ کے ہینگر میں چند ذاتی طیارے ہوں گے۔ آپ ان طیاروں کے کاغذات نکال کر دیکھیں۔ ان میں سے کسی ایک طیارے کے کاغذات میں ان کی تصویر ضرور ہوگی۔ اس تصویر کے حوالے سے کاغذ پر ان کا نام لکھا ہوگا۔"

انچارج نے ایک فائل نکال کر افسر کو دیتے ہوئے کہا "آپ خود ہی چیک کرلیں۔ فی الوقت تین عدد ذاتی اور چارٹرڈ طیارے ہیں، ان تینوں کے کاغذات اس فائل میں ہیں۔"

افسر نے فائل کھول کر دیکھی۔ سرنا بھی جھک کر دیکھنے لگا۔ پہلے ہی کاغذات پر پے پے سرنا اور شی تارا کا نام لکھا ہوا تھا۔ وہ خوش ہوکر بولا "آفیسر! یہی ہے میرا نام اور یہ...... یہ میری... کا نام ہے۔"

افسر نے اسے گھور کر دیکھا پھر کہا "پاگلوں جیسی حرکتیں نہ کرو۔ پے پے سرنا اس شخص کا نام ہے جس کی یہ تصویر ہے۔"

(ذاتی طیارے سے تعلق رکھنے والے کاغذات پر سرنا کا...)

لیکن میں نے ایک اجنبی شخص کی تصویر وہاں لگوادی تھی اور... کی تصویر ضائع کرادی تھی۔ ایسی صورت میں یہ کوئی تسلیم نہیں کرے گا کہ پے پے سرنا اس کا نام ہے۔

وہ بولا "میں قسم کھا کر کہتا ہوں، میرا نام پے پے سرنا ہے۔ یہ میرے طیارے کے کاغذات ہیں۔"

انچارج نے پوچھا "آفیسر! آپ کس پاگل کو پکڑ کر لے آئے ہیں۔"

"ہاں، مجھے یقین ہوگیا ہے کہ یہ پاگل ہے اور میرا وقت ضائع کررہا ہے۔"

پھر وہ فائل بند کرتے ہوئے بولا "ایک اور آخری موقع دے رہا ہوں۔ ذاتی طیارے کے کاغذات پر پے پے سرنا کے دستخط ہیں۔ سادہ کاغذ لو اور وہی دستخط کرکے دکھاؤ۔"

سرنا نے کاغذ قلم لیا۔ جو دستخط وہ برسوں سے کرتا آیا تھا اس کے ذہن میں نقش تھا لیکن قلم لے کر کاغذ پر جھکتے ہی بھول گیا۔ یاد نہیں آیا کہ دستخط کس حرف سے شروع کرے اور کس حرف پر اس کا اختتام ہو۔

پولیس افسر کرسی سے اٹھ کر انچارج سے بولا "مجھے افسوس ہے۔ میں نے آپ کا وقت ضائع کیا۔ دراصل یہ شخص یادداشت کھوچکا ہے۔"

وہ سرنا کے ساتھ ائرپورٹ سے باہر آیا پھر بولا "تمہارے خلاف کسی جرم کا ثبوت میرے پاس نہیں ہے۔ میں تمہیں پاگل سمجھ کر حراست میں رکھنا چاہتا تھا لیکن تم نارمل ہو۔ تمہیں بھولنے کی بیماری ہے۔ میں تمہیں ایک شرط پر آزاد چھوڑ رہا ہوں۔"

"آفیسر! تم مجھ پر بہت مہربان ہو، میں تمہارا احسان مند رہوں گا۔"

"تم اسی بنگلے میں قیام کرو اور صبح و شام اس شہر میں اپنی موجودگی کی رپورٹ مجھے دیتے رہو۔"

"شکریہ آفیسر! میں صبح و شام تمہارے احکامات کی تعمیل کرتا رہوں گا۔"

پولیس افسر اسے بنگلے میں پہنچا کر چلا گیا۔ وہ دروازہ کھول کر سوچنے لگا۔ کل رات تک ہم چار تھے۔ آج اکیلا رہ گیا ہوں، پتا نہیں باقی تین کہاں ہیں؟

○☆○

جیری تو ابتدا ہی سے ناکارہ تھا۔ پتا نہیں کس کی سفارش سے ٹرانسفارمر مشین سے گزارا گیا تھا اور اسے ٹیلی پیتھی سکھادی گئی تھی۔ اتنا زبردست علم حاصل کرنے کے بعد بھی اس نے کوئی قابلِ ذکر کارنامہ انجام نہیں دیا تھا۔

وہ میرے لیے بالکل بے کار تھا۔ سلمان نے اس کا برین واش کرکے اسے ٹیلی پیتھی کے علم سے خالی کردیا تاکہ کوئی دشمن اسے ہمارے خلاف استعمال نہ کرسکے۔ پھر اس کے امریکا واپس جانے کا بندوبست کرکے اسے آزاد چھوڑ دیا تھا۔

تیسری مرینا تھی۔

جب وہ غفلت سے ہوشمندی کی طرف آنے لگی تو اس نے محسوس کیا کہ وہ ہل رہی ہے۔ جیسے جھولا جھول رہی ہو۔ آہستہ آہستہ وہ آنکھیں کھولنے لگی۔ آنکھیں کھلتے ہی جو منظر دیکھا اسے دیکھتے ہی چیخ نکل گئی، وہ زمین پر تھی نہ آسمان پر بلکہ فضا میں معلق تھی۔

ایک بہت اونچے درخت کی شاخ پر رسّی بندھی ہوئی تھی اور اس رسّی سے مرینا بندھی ہوئی لٹک رہی تھی۔ صبح کا وقت تھا۔ درخت کے نیچے سے کوئی گزرتا ہوا دکھائی نہیں دے رہا تھا چونکہ وہ بلندی پر جھول رہی تھی اس لیے دور تک دیکھ رہی تھی۔ دور اِکا دُکا راہ گیر نظر آرہے تھے۔

وہ حلق پھاڑ کر چیخنے لگی "ہیلپ، ہیلپ۔ بچاؤ مجھے بچاؤ۔"

دور سے گزرنے والے رک گئے۔ سر اٹھا کر آنکھوں کے اوپر ہتھیلی کا چھجا بنا کر دیکھنے لگے۔ پھر اس درخت کے قریب آنے لگے۔ وہ لوگ مقامی زبان میں کچھ پوچھ رہے تھے اور آپس میں بھی کچھ بول رہے تھے۔

وہ اوپر سے چیخ کر بول رہی تھی "میں تمہاری زبان نہیں سمجھتی ہوں۔ پہلے مجھے نیچے اتارو۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "میں چاہوں تو کوئی تمہیں نیچے نہیں اتارے گا۔ تم ساری زندگی یونہی لٹکتے لٹکتے ایک دن مرجاؤ گی۔"

وہ دہشت زدہ ہوکر خلا میں تک رہی تھی اور میری باتیں سن رہی تھی۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ میں اس کے دماغ میں بول رہا ہوں۔

"تم پے پے سرنا کی پناہ میں چلی گئی تھیں۔ شی تارا کی معمولہ اور تابعدار بن گئی تھیں تاکہ میں کبھی تمہاری پرچھائیں تک بھی نہ پہنچ سکوں۔"

وہ انکار میں سر ہلاتے ہوئے بولی "نن...... نہیں، نہیں، یہ خواب ہے۔ میں سو رہی ہوں۔"

"تم لٹک رہی ہو۔"

وہ زور زور سے چیخ کر پکارنے لگی "سرنا! تم کہاں ہو؟ شی تارا! تم نے مجھ پر عمل کیا تھا پھر کوئی دوسرا میرے اندر کیسے آسکتا ہے؟ میرے پاس آؤ، مجھے یقین دلاؤ کہ میں خواب دیکھ رہی ہوں۔"

"اپنی انگلی دانتوں تلے لاکر دیکھو۔"

میں نے اسے مجبور کیا۔ اس نے ایک انگلی کو دانتوں کے درمیان لاکر چبا ڈالا۔ اس کے ساتھ ہی تکلیف سے چیخیں مارنے اور تڑپنے لگی۔ تڑپنے کے باعث فضا میں جھولنے لگی۔ میں نے پوچھا "یقین آیا کہ جاگ رہی ہو اور موت کی گود میں جھول رہی ہو؟"

وہ تکلیف سے کراہتی ہوئی بولی "ہاں ہاں، یقین آگیا۔ آپ میرے پاپا......"

میں نے اس کے دماغ کو ایک جھٹکا دیا۔ وہ انتہائی تکلیف کی شدّت سے حلق پھاڑ پھاڑ کر چیخنے لگی۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا رہا تھا۔ وہ بالکل نیم مردہ سی ہورہی تھی۔

دو افراد اوپر چڑھ گئے تھے اور شاخ سے رسی کھول کر اسے زمین پر پہنچا رہے تھے۔ ایک ایمبولینس اور پولیس کی گاڑی بھی آگئی تھی۔ اسپتال پہنچنے تک دماغی تکلیف کسی حد تک دور ہوگئی تھی۔ ایک ڈاکٹر اسے اٹینڈ کررہا تھا۔ میں نے کہا "تم نے اپنی گندی اور دوغلی زبان سے مجھے پاپا کہہ کر مخاطب کیا تھا اس لیے میں نے تمہارے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا۔ آئندہ کبھی کوئی رشتہ جوڑنے کی حماقت کروگی تو ہمیشہ کے لیے دماغی مریضہ بنادوں گا۔"

وہ عاجزی سے بولی "میں آئندہ ایسی غلطی نہیں کروں گی مگر آپ سے معافی مانگتی ہوں کہ......"

میں نے کہا "آپ کیوں کہہ رہی ہو؟ تم تو مجھے دماغی طور پر کمزور بنانے کے بعد حقارت سے تو کہا کرتی تھیں۔ میں نے تمہیں اسی وقت سمجھایا تھا غرور نہ کرو، کبھی سر نیچا ہوگا تو پھر آپ کہوگی۔"

"بے شک آپ نے سمجھایا تھا۔ میں تو اب معافی مانگنے کے قابل بھی نہیں رہی ہوں۔"

"اور میں نے قسم کھائی ہے کہ تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گا۔"

وہ رونے لگی۔ اگرچہ پتھر دل تھی، فولادی ارادے رکھتی تھی لیکن نجات کا راستہ نہ پاکر آنکھوں میں آنسو آگئے تھے۔ میں اس کے دماغ سے چلا گیا۔ ڈاکٹر نے اسے ایک انجکشن لگایا تھا۔ کیپسول اور گولیاں کھانے کو دی تھی۔ پھر پولیس افسر سے یہ کہہ کر چلا گیا کہ وہ بیان لے سکتا ہے۔

افسر نے اس کے قریب کرسی پر بیٹھ کر پوچھا "میڈم! تم کون ہو

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اور کس ملک سے آئی ہو؟"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی "میرا نام نمی را ہے۔"

اسے احساس ہوا کہ وہ مرینا نام کے حروف الٹ پلٹ کر چکی ہے۔ اس نے جلدی سے کہا "مجھ سے غلطی ہوگئی دراصل میرا نام زیما ہے۔"

"اچھا تو تمہارا نام زیما ہے۔ تم کس ملک سے..."

وہ بات کاٹ کر بولی "نن........ نہیں' میرا نام زیما نہیں ہے۔ ٹھہریے میں ابھی بتاتی ہوں۔"

وہ پریشان ہو کر سوچنے لگی۔ اسے اپنا نام اور اپنی زندگی کی تمام تفصیلات معلوم تھیں۔ وہ کہنا چاہتی تھی کہ اس کا نام مرینا ہے لیکن کہنے کے لیے لب کھولتے ہی نام بھول جاتی تھی۔

افسر نے کہا "کوئی بات نہیں' تم اپ سیٹ ہو۔ میں بعد میں سوالات کروں گا۔ چلو تمہیں گھر پہنچادوں۔ کہاں قیام ہے؟"

وہ ڈاکٹر کے چیمبر سے باہر آکر بولی "مجھے جگہ کا نام یاد نہیں ہے۔ وہاں ایک فور اسٹار ہوٹل ہے۔ اس کے سامنے سڑک کے دوسری طرف ایک بنگلے میں میری رہائش ہے۔"

افسر نے اسے گاڑی میں بٹھاتے ہوئے کہا "اس شہر میں صرف تین عدد فور اسٹار ہوٹل ہیں۔ میں تینوں کے سامنے تمہیں لے چلتا ہوں۔"

اس نے گاڑی اسٹارٹ کرکے آگے بڑھادی۔ مرینا کو سب کچھ یاد تھا۔ وہ سوچ رہی تھی پتا نہیں سرنا' شی تارا اور جیری کہاں ہوں گے اور کس حال میں ہوں گے؟

وہ گزرتے ہوئے مناظر کو اور راہ گیروں کو دیکھتی جارہی تھی کہ شاید ان میں سے کوئی اپنا ساتھی نظر آجائے' لیکن مایوسی ہو رہی تھی۔ ایک فور اسٹار ہوٹل کے بعد دوسرے فور اسٹار ہوٹل کے سامنے پہنچی تو اس بنگلے کو پہچان کر بولی "یہی ہے' بس یہاں روک دو۔"

سرنا نے گاڑی کی آواز سن کر دروازہ کھولا۔ مرینا افسر اور دو سپاہیوں کے ساتھ گاڑی سے اتر رہی تھی۔ اس نے سرنا کو دیکھ کر پوچھا "اے تم کون ہو' اس مکان میں تو میں رہتی ہوں۔"

سرنا نے کہا "تم کون ہو؟ اور یہ مکان تمہارا کیسے ہوگیا؟ کیا پولیس والوں کے ساتھ یہاں قبضہ جمانے آئی ہو؟"

افسر نے کہا "مسٹر! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میڈم کے ساتھ بہت ظلم ہوا ہے' کسی نے انہیں باندھ کر درخت سے لٹکادیا تھا۔ یہ ذہنی پریشانیوں میں مبتلا ہے۔ ہوسکتا ہے یہ اپنا مکان پہچاننے میں غلطی کر رہی ہوں۔"

وہ بولی "ہرگز نہیں' مجھے اچھی طرح یاد ہے یہ میرا مکان ہے یہاں میں اپنے شوہر' ایک نند اور ایک ملازم کے ساتھ رہتی ہوں۔"

سرنا نے پوچھا "تمہارے وہ رشتے دار کہاں ہیں' تم اکیلی کہاں سے آرہی ہو؟"

اتنے میں مالک مکان نے آکر پوچھا "یہ پولیس والے پھر کیوں آگئے؟ پہلے دروازے کا تالا توڑ کر گئے تھے' اب کیا معاملہ ہے؟"

سرنا نے کہا "یہ عورت میرے مکان کو زبردستی اپنا مکان کہہ رہی ہے۔"

مالک مکان نے مرینا کو دیکھا پھر سرنا سے کہا "مسٹر! تمہیں کیا ہوا ہے۔ یہی تو تمہاری بیوی ہے' یہ تم دونوں کا مکان ہے۔"

مرینا چونک کر بولی "یہ میرا شوہر نہیں ہے۔"

سرنا نے کہا "یہ میری بیوی نہیں ہے۔"

مالک مکان بولا "لیکن مکان کرائے پر لیتے وقت تم نے کہا تھا کہ یہ تمہاری بیوی ہے۔ دیکھو مسٹر! تم صبح سے پولیس والوں کو بھی پریشان کرتے رہے ہو۔ تمہیں تو اپنا نام بھی یاد نہیں ہے۔"

مرینا بولی "مجھے بھی اپنا نام یاد ہے مگر میں بتا نہیں سکتی۔"

سرنا نے کہا "ایسا میرے ساتھ بھی ہو رہا ہے۔"

مرینا نے پوچھا "تمہارے ساتھ اور کیا ہو رہا ہے؟ تھوڑی دیر کے لیے میرے ساتھ مکان کے اندر چلو۔ میں اندر کی کچھ باتیں بتانا چاہتی ہوں۔"

مالک مکان نے کہا "یہ بہتر ہے' تم میاں بیوی کو تنہائی میں اپنے اختلافات دور کرنے چاہئیں۔ جاؤ اور صلح صفائی سے کام لو۔"

وہ دونوں بنگلے کے اندر آئے۔ سرنا نے دروازے کو بند کیا پھر تنہائی ملتے ہی مرینا نے خوش ہو کر کہا "ارے سرنا! یہ تم ہو۔"

سرنا نے آگے بڑھ کر اسے آغوش میں لیتے ہوئے کہا "او مرینا! یہ ہمارے ساتھ کیا ہوگیا ہے؟ میری بہن بچھڑ گئی ہے [illegible] وہ کہاں ہوگی۔"

"فکر نہ کرو۔ ہم ابھی باہر نکل کر اسے تلاش کریں گے۔ وہ ضرور ملے گی۔"

وہ تھوڑی دیر تک ایک دوسرے کی آغوش میں گم رہے پھر سرنا نے کہا "پیار و محبت کے لیے بہت وقت ملے گا' چلو پہلے شی تارا کو تلاش کریں۔"

وہ الگ ہوگئے پھر دروازہ کھول کر باہر آئے۔ باہر مالک مکان اور پولیس والے ان کے منتظر تھے۔ ان کے سامنے پہنچتے ہی وہ ایک دوسرے کو بھول گئے۔ میں نے تنویمی عمل کے ذریعے یہی حکم دیا تھا کہ وہ' سرنا اور شی تارا تنہائی میں ایک دوسرے کو پہچانیں گے لیکن دوسروں کی موجودگی میں آپس کے رشتے بھول جایا کریں گے۔

افسر نے کہا "میڈم! میرا خیال ہے' آپ دونوں میں صلح ہوگئی ہے۔"

مرینا نے پوچھا "صلح کیسی؟ اس کمبخت نے میرے گھر پر قبضہ جمالیا ہے۔"

سرنا نے کہا "اے خبردار! یہ تیرا نہیں میرا گھر ہے۔"

مالک مکان نے پوچھا "کیا تم دونوں میاں بیوی ہونے سے انکار کرتے ہو؟"

سرنا نے کہا "ہزار بار انکار کرتا ہوں۔"

وہ بولی "میں لاکھ بار انکار کرتی ہوں۔"

مالک مکان نے پولیس افسر سے کہا "یہ دونوں ڈراما کر رہے ہیں ہمیں اُلّو بنا رہے ہیں۔ ابھی میں نے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا تھا۔ یہ دونوں میاں بیوی بن کر گلے مل رہے تھے اور کیا بتاؤں کیا کر رہے تھے۔ باہر آکر پھر اجنبی بن رہے ہیں۔"

افسر نے پوچھا "کیا یہ سچ ہے؟"

سرنا نے کہا "جھوٹ ہے۔"

مرینا نے کہا "بالکل جھوٹ ہے۔ میں ایسی آوارہ نہیں ہوں کہ کسی کے بھی گلے لگ جاؤں۔"

مالک مکان نے افسر سے کہا "یہ دونوں مجھے جھوٹا کہہ رہے ہیں۔ میں کہتا ہوں آپ انہیں پھر اندر جانے کا حکم دیں۔"

افسر نے پوچھا "اندر جانے سے کیا ہوگا؟"

"میں اپنی سچائی ثابت کروں گا۔ پلیز! آپ انہیں حکم دیں۔"

افسر نے حکم دیا "اے تم دونوں اندر جاؤ اور دروازہ بند کرو۔"

دونوں نے پہلے اعتراض کیا پھر افسر کا حکم ماننا پڑا۔ وہ اندر آئے پھر سرنا نے دروازہ بند کیا۔ تنہا ہوتے ہی دونوں نے چونک کر ایک دوسرے کو دیکھا۔ پھر خوش ہو کر ایک دوسرے سے لپٹ گئے۔ وہ بولی "تم ابھی کہاں گم ہوگئے تھے۔"

"تم بھی تو کہیں گم ہوگئی تھیں۔ میں نے کہا تھا کہ پہلے ہم اپنی شی تارا کو تلاش کریں گے۔"

"تو میں نے کب انکار کیا تھا۔ میں تو تمہارے ساتھ مکان سے باہر جارہی تھی۔"

"پھر باہر کیوں نہیں گئیں؟"

"میں تو عورت ہوں' اپنے مرد کے ساتھ جاؤں گی۔ تم مجھے باہر لے چلو۔"

وہ ایک دوسرے سے الگ ہوئے۔ سرنا نے اس کا ہاتھ پکڑا پھر دروازہ کھول کر باہر آگیا۔ دروازے کے سامنے کوئی نظر نہیں آیا۔ افسر اور سپاہی وغیرہ کھڑکی کے پاس کھڑے ہوئے تھے' انہیں دیکھتے ہی سرنا نے مرینا کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ مرینا نے ناگواری سے پوچھا "تم نے میرا ہاتھ کیوں پکڑا تھا۔ کیا لگتے ہو تم میرے؟"

افسر نے کھڑکی کے پاس سے آتے ہوئے کہا "ہم نے سارا تماشا دیکھا ہے۔ آخر تم دونوں یہ ناٹک کیوں کر رہے ہو؟"

وہ دونوں ماننے کو تیار نہیں تھے کہ ناٹک کر رہے ہیں اور دنیا ماننے کو تیار نہیں.... تھی کہ وہ جلوت میں اجنبی اور خلوت میں شناسا ہیں۔

افسر بڑبڑاتا ہوا اپنے سپاہیوں کے ساتھ چلا گیا۔ مالک مکان

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

نے کہا "پتا نہیں، میں نے کن پاگلوں کو مکان کرائے پر دیا ہے۔ اگر تم دونوں شرافت سے میاں بیوی بن کر نہیں رہو گے تو میں تم میں سے کسی کو یہاں رہنے نہیں دوں گا۔"

وہ بھی بڑبڑاتا ہوا چلا گیا۔ سرنا نے کہا "پتا نہیں کیوں یہ لوگ ہمیں میاں بیوی کہہ رہے ہیں۔ یہ مالک مکان کہتا ہے کہ تم بھی اسی مکان میں رہتی ہو۔"

"درست کہتا ہے مگر میں تمہاری بیوی نہیں ہوں۔"

"ہو یا نہیں، آئندہ یہاں رہنے کے لیے ہمیں یہی رشتہ ظاہر کرنا ہو گا ورنہ یہ ہمیں یہاں رہنے نہیں دے گا۔"

"یہ تو میں شام کو سوچوں گی۔ ابھی اپنے ساتھی کو تلاش کرنے جا رہی ہوں۔"

سرنا نے دروازہ لاک کرتے ہوئے پوچھا "تمہارا ساتھی کون ہے؟"

اسے سرنا کا نام معلوم تھا مگر وہ نام زبان پر لاتے لاتے بھول گئی۔ اس نے کہا "میرا دماغ کمزور ہو گیا ہے۔ اپنے ساتھی کا اور اپنا نام جانتی ہوں مگر یہ نام بتانے سے پہلے بھول جاتی ہوں۔"

"یہی میرے ساتھ ہو رہا ہے۔ میں اپنا اور بہن کا نام جانتا ہوں مگر کسی کو بتا نہیں سکتا۔ ہم دونوں ایک جیسے پرابلم میں ہیں۔"

وہ دونوں پریشانی سے سوچتے رہے پھر سر جھکا کر دو مختلف سمتوں میں جانے لگے۔ ان کی منزل ایک ہی تھی اور ایک دوسرے کے سامنے تھی لیکن وہ منزل چھوڑ کر بھٹکنے جا رہے تھے۔

○☆○

لیلیٰ نے شی تارا کو قابو میں کیا تھا۔

پہلے ہم شی تارا اور پے پے سرنا کو نہیں جانتے تھے۔ جب مرینا ان کی پناہ میں گئی تب ہمیں ان کے نام معلوم ہوئے لیکن یہ معلوم نہ ہوا کہ وہ کیسے کیسے غیر معمولی علوم کے حامل ہیں۔ جناب علی اسد اللہ تبریزی اور آمنہ فرہاد ان کے بارے میں بہت کچھ جانتے تھے۔ وہ روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والے اور نہ معلوم کس قدر دنیا جہاں کی معلومات رکھتے تھے اور ہماری لاعلمی میں بدی کی قوتوں سے لڑتے رہتے تھے۔ لیکن ہمیں ان کے متعلق اسی وقت بتاتے تھے جب بتانا بہت ضروری ہوتا تھا۔

جب لیلیٰ نے اپنے عمل کے ذریعے شی تارا کو اپنی معمولہ بنایا تب پتا چلا وہ دونوں بہن بھائی ہمالیہ کی ترائی سے آئے ہیں۔ بھائی فولاد ہے۔ آتما شکتی حاصل کر چکا ہے دونوں بہن بھائی علمِ نجوم اور قیافہ شناسی میں مہارت رکھتے ہیں۔ بہن چالاک ہے اور ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔

ان دونوں نے چھ برسوں میں اتنی دولت جمع کر لی تھی جسے شمار نہیں کیا جا سکتا تھا۔ وہ ہیرے جواہرات کی دیوانی تھی۔ لندن کی ایک خفیہ پناہ گاہ کے تہ خانے میں دنیا کے نایاب ہیرے، موتی چھپا کر رکھتی تھی۔ دونوں نے اس عرصے میں بڑے بڑے ممالک کے اہم راز معلوم کیے تھے اور اہم شخصیات کی کمزوریاں دستاویزی ثبوت کے ساتھ رکھی تھیں۔ وہ خطرناک تنظیموں سے بڑی کامیابی کے ساتھ ٹکراتے رہے اور ان پر غالب آتے رہے تھے۔

انہوں نے قدم قدم پر کامیابیاں حاصل کرنے کے بعد ہماری طرف رخ کیا تھا۔ وہ ابتدا میں خوب سوچ سمجھ کر ہم سے دور رہتے ہوئے ہماری اسٹڈی بھی کرنا چاہتے تھے اور دوسروں کو آلۂ کار بنا کر ہماری طاقت اور ہماری حکمتِ عملی کو سمجھنا بھی چاہتے تھے۔ اس مقصد کے لیے انہیں مرینا مل گئی تھی۔

وہ مرینا اور جیری کو ہمارے خلاف استعمال کرنا چاہتے تھے۔ ایسے وقت یہ بھول گئے کہ ہم بھی مرینا اور جیری کی وجہ سے ان کی جڑوں تک پہنچ سکتے ہیں۔ انہوں نے یہ نہیں سوچا تھا اور اب سوچنے کا وقت گزر چکا تھا۔

لیلیٰ نے تنویمی عمل کے دوران پوچھا "شی تارا! تم ازبکستان کیوں آئی ہو؟"

"میں پارس سے نجات حاصل کرنے آئی ہوں۔"

"اس سے نجات کس طرح حاصل کرو گی؟"

"میری ودّیا کہتی ہے، پارس اس دنیا سے اٹھ جائے یا میں اسے قتل کردوں تو پھر میرے بے دھرم ہونے والا مقدر بھی بدل جائے گا۔"

"تمہیں بے دھرم ہونے کا اندیشہ کیوں ہے؟"

"ہمارے ستارے کہتے ہیں کہ میں پارس کی زندگی میں قدم رکھوں گی، اس سے محبت کروں گی اور شادی کروں گی تو ان حالات میں اسلام قبول کر لوں گی اور میں اپنا دھرم چھوڑنا کبھی نہیں چاہوں گی، اسے مار ڈالوں گی یا خود مر جاؤں گی۔"

"کیا تم ستاروں کی چال کے مطابق اپنے اہم کام کرتی ہو؟"

"ہاں، خصوصاً فرہاد اور اس کے بیٹے کے معاملے میں بہت محتاط رہتی ہوں۔ جب تک جوتش ودّیا کے اشارے اچھی طرح نہ سمجھ لوں تب تک کوئی بڑا قدم نہیں اٹھاتی۔"

"کیا تمہارا علمِ جوتش یقین دلاتا ہے کہ تم پارس کو قتل کر سکو گی؟"

"ہاں، ہر ماہ کی تین، تیرہ اور تیئس تاریخیں پارس کے لیے بھاری ہیں۔ ان تاریخوں میں صرف میں ہی اسے نقصان پہنچا سکتی ہوں۔"

"کیا تمہارے علم نے یہ نہیں بتایا کہ یہ آج تیرہ تاریخ جو شروع ہو چکی ہے اس کے شروع ہوتے ہی تم بہن بھائی کو نقصان پہنچنے والا ہے۔ تم دونوں تابعدار بنا لیے جاؤ گے؟"

"ہمیں نقصان پہنچنے کا اشارہ مل گیا تھا اس لیے میں نے طے کیا تھا کہ تیرہ تاریخ کو پارس سے دور رہوں گی اور جہاں تک تابعدار بن جانے کی بات ہے تو ہماری ودّیا نے یقین کے ساتھ بتایا ہے کہ دنیا کا کوئی عامل سات دنوں سے زیادہ ہمیں تابعدار نہیں بنا سکے گا اور یہ تو دنیا کے سارے عامل جانتے ہیں کہ جو معمول فولادی ارادوں کے مالک ہوتے ہیں انہیں چند دنوں سے زیادہ اپنے زیرِ اثر نہیں رکھا جا سکتا۔"

"یہ درست ہے لیکن ہم ساتویں دن تم بہن بھائی پر پھر تنویمی عمل کریں گے تاکہ آئندہ سات دنوں تک پھر تابعدار بن کر رہ سکو۔ تمہاری ودّیا اس سلسلے میں کیا کہتی ہے؟"

"یہی کہ ہم ہر حال میں آٹھویں دن کسی بھی منفی عمل سے آزاد ہو جائیں گے۔ آٹھویں دن ہمارے خلاف جتنی بھی کوششیں ہوں گی وہ ناکام ہو جائیں گی۔"

اب یہ تو ایک ہفتہ بعد ہی معلوم ہونے والا تھا کہ ان کی جوتش ودّیا کس حد تک درست ہے ویسے میں نے بھی پے پے سرنا پر عمل کیا تھا تو اس نے بھی تنویمی عمل کے دوران یہی کہا تھا اور ان کی ودّیا کوئی معمولی نہیں تھی۔ وہ بہن بھائی اپنی اسی ودّیا کے ذریعے چھ برس تک دشمنوں سے لڑتے اور انہیں زیر کرتے آئے تھے۔

فی الحال لیلیٰ نے اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنا لیا۔ تمام اہم باتیں اس کے دماغ میں نقش کرنے کے بعد کہا "جب تم تنویمی نیند کے بعد آنکھیں کھولو گی تو تمہیں یاد آئے گا کہ نقلی پولیس والے سرنا، مرینا اور جیری کے ساتھ تمہیں بھی اغوا کرنا چاہتے تھے لیکن تم پولیس کی گاڑی میں بیٹھنے سے پہلے وہاں سے بھاگ گئیں۔ سپاہیوں نے تمہارا تعاقب کیا لیکن تم چھپتے چھپاتے اور بچتے بچاتے اس مکان میں آ کر اس بستر پر گر پڑیں جہاں تمہاری آنکھ کھلی ہے۔"

یہ باتیں اس کے دماغ میں نقش کرنے کے بعد اس نے اسے تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا۔ وہ سوتی رہی۔ بڑے آرام سے گہری نیند کے مزے لیتی رہی۔ حتیٰ کہ تیرہ تاریخ کی صبح ہو گئی۔

پھر آنکھیں کھل گئیں۔ اس نے چھت کو تکتے ہوئے سوچا میں کہاں ہوں؟ اس نے دائیں طرف سر گھما کر دیکھا۔ دیوار پر کیلنڈر تھا اور کیلنڈر پر جلی ہندسے میں تیرہ لکھا ہوا تھا۔ تب اسے پارس یاد آیا۔ اس کے ساتھ اپنے بھائی کی بھی یاد آئی۔ بھائی نے اسے سمجھایا تھا کہ آج وہ پارس سے دور رہے۔ اس نے سر گھما کر بائیں طرف دیکھا پھر ایک دم سے ہڑبڑا کر اٹھ گئی۔

اس کے ساتھ بستر پر ایک خوبرو جوان لیٹا ہوا تھا جو قد اور جسامت میں اس کے بھائی کی طرح پہاڑ دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے بڑی حیرانی سے سوچا "یہ میں کہاں آ گئی ہوں؟"

تب اسے یاد آیا کہ وہ پچھلی رات خطرہ محسوس کرتے ہی پولیس کی کسٹڈی سے نکل بھاگی تھی۔ پھر اس مکان میں داخل ہو کر تھکن سے نڈھال ہو کر یہاں بستر پر آ گری تھی۔ یہ یاد نہیں آ رہا تھا کہ اس وقت وہ نوجوان بھی بستر پر موجود تھا یا نہیں؟ بہرحال وہ ایک اجنبی جوان کے ساتھ ایک ہی بستر پر رات گزار چکی تھی۔

اس نے غور سے اس جوان کو دیکھا۔ صورت کچھ جانی پہچانی تھی۔ یاد نہیں آ رہا تھا کہ اسے کہاں دیکھا ہے۔ اس نے ایک آنکھ کھول کر اسے دیکھتے ہوئے کہا "اتنی دیر تک نہ دیکھو کہ جی مر مٹ جائے۔"

وہ فوراً دور ہو گئی، بستر سے اتر کر بولی "کون ہو تم؟"

وہ اٹھ کر بیٹھتے ہوئے بولا "کیا زمانہ آ گیا ہے۔ آج کل کی لڑکیاں پوری رات گزارنے کے بعد صبح اٹھ کر مسافرِ شب کا نام پوچھتی ہیں۔"

"بکواس مت کرو۔ میں نے تمہارے ساتھ رات نہیں گزاری ہے۔"

"انکار کر سکتی ہو کیونکہ یہاں کوئی چشم دید گواہ نہیں ہے۔ ویسے چیز اچھی ہو۔ کچھ یاد آیا کہ مجھ سے آج دوسری بار مل رہی ہو۔"

وہ چونک کر بولی "میں بھی یہی سوچ رہی ہوں کہ پہلے کہیں ملاقات ہو چکی ہے۔ مجھے بتاؤ ہم پہلے کہاں ملے تھے؟"

"تمہاری یادداشت کمزور ہے۔ تاشقند کے ایک ریستوران میں ہماری ملاقات ہوئی تھی۔ چند غنڈوں نے تمہیں چھیڑا تھا۔ ویسے ان غنڈوں کا قصور نہیں ہے۔ تم اتنی حسین اور بھرپور ہو کہ میں بھی چھیڑنے کے لیے تمہاری میز پر آ گیا تھا۔"

"ہاں، یاد آ گیا۔ تم پرتھوی راج بن کر آئے تھے لیکن میں تمہاری اصلیت جان گئی ہوں۔ تم ہرفاد کے بیٹے سارپ ہو۔"

"یہ ہرفاد اور سارپ کیا چیز ہیں؟"

اس کے دماغ میں فرہاد اور پارس کے نام تھے۔ وہ یہی نام زبان سے ادا کرنا چاہتی تھی۔ اس نے کہا "نام کے حروف الٹ پلٹ ہو گئے، کیا تمہارا نام راسپ نہیں ہے؟"

"ایسا نام تو کسی گھوڑے کا بھی نہیں ہوتا۔ مجھے کوئی اچھا سا نام دو۔"

وہ جھنجلا کر بولی "میں تمہارا اصلی نام جانتی ہوں۔ مگر یہ زبان پر نہیں آ رہا ہے۔"

"لڑکیاں پہلی بار نام لینے سے اسی طرح شرماتی ہیں۔"

"شٹ اپ۔ مجھے تم سے عشق نہیں ہوا ہے۔ اگر میں اٹک رہی ہوں تو کم از کم تم اپنا نام بتا سکتے ہو۔"

"جب تک تمہیں نام یاد نہیں آئے مجھے تیرہ نمبر کہا کرو۔"

اس نے پریشان ہو کر کیلنڈر کو دیکھا پھر پارس کو۔ اسے آج اس نوجوان سے دور رہنا تھا لیکن تقدیر اس کے بیڈ روم میں لے آئی تھی۔ پارس نے پوچھا "کیا یہ نمبر تمہیں پسند نہیں ہے۔ بائی دی وے، تم کون ہو؟ کبھی تاشقند میں نظر آتی ہو کبھی سمرقند میں۔"

"میں کوئی بھی ہوں تم کون ہوتے ہو پوچھنے والے۔"

"رات بھر کے مضبوط رشتے کے بعد کوئی تو تمہارا لگنے لگا ہوں۔"

"بکواس مت کرو۔ ہمارے درمیان کوئی رشتہ نہیں ہوا ہے۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"کیا تمہیں یاد ہے کہ رات کیا ہوا تھا؟"
"کیا ہوا تھا؟"
"تم بہکی ہوئی تھیں۔ ہوش و حواس میں نہیں تھیں۔ پتا نہیں کہاں سے بھاگتی ہوئی آئی تھیں۔ آتے ہی میرے کمبل میں گھس گئی تھیں۔"
"میں پولیس سے پیچھا چھڑا کر یہاں چھپنے آئی تھی۔"
"کیا چھپنے کے لیے میرا ہی کمبل ملا تھا۔ میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اچانک میری عزت خطرے میں پڑ جائے گی۔ میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہوں گا۔"
"یہ کیا بکواس کر رہے ہو؟"
پھر وہ اپنے اندر محسوس کرنے اور سمجھنے کی کوشش کرنے لگی "کیا واقعی کچھ ایسا ہو گیا ہے۔ ستارے تو صحیح پیش گوئی کر چکے تھے کہ ایک دن یہی میرے جسم و جان کا مالک بنے گا۔ کیا پیش گوئی پوری ہو چکی ہے؟"
پارس نے کہا "تم پریشان لگ رہی ہو، میں نے کل رات ہی کہا تھا کہ صبح جب ہوش میں آؤ گی تو پہلے یقین نہیں کرو گی اور یقین آئے گا تو پریشان ہو جاؤ گی لیکن اب پچھتانے سے کیا ہوگا۔ ویسے میں نے اپنی زندگی کی سب سے حسین اور یادگار رات گزاری ہے۔"
وہ حلق پھاڑ کر بولی "بکواس مت کرو۔ میں ابھی یہاں سے جا رہی ہوں۔"
"کہاں جاؤ گی؟ بیدار ہونے کے بعد آئینہ دیکھا ہے۔ باہر تمہیں جو بھی دیکھے گا یہی کہے گا کہ کہیں سے منہ کالا کرکے آ رہی ہو۔"
اس نے غرّا کر اسے دیکھا پھر تیزی سے چلتی ہوئی باتھ روم میں آئی۔ اس نے تمام لائٹس آن کرکے آئینے میں خود کو دیکھا۔ بال بکھرے ہوئے تھے۔ لباس کئی جگہ سے پھٹا ہوا تھا۔ چہرہ پھول کی طرح شاداب تھا لیکن آنکھوں سے تھکن ظاہر ہو رہی تھی اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ تقدیر اپنی ضد پوری کر چکی ہے۔
عقل نے سمجھایا کہ فوراً کسی لیڈی ڈاکٹر سے ملاقات کرے اور اپنا چیک اپ کرائے۔ میڈیکل رپورٹ سے ثابت ہو جائے گا کہ اس نے پارس کے ساتھ رات گزاری ہے یا نہیں؟
وہ باتھ روم سے نکل کر بیڈ روم میں آئی۔ پارس الماری سے اپنا لباس اور تولیا نکال رہا تھا۔ وہ بولی "میں اس پھٹے ہوئے لباس میں باہر کیسے جاؤں گی؟"
"میں غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر یہ لباس پہن کر بازار جاؤں گا پھر تمہارے لیے لباس خرید کر لاؤں گا۔"
"میں گھنٹوں بیٹھ کر انتظار نہیں کروں گی۔"
پارس نے باتھ روم میں گھس کر دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ وہ تیزی سے آکر دروازے کو پیٹ پیٹ کر بولی "دروازہ کھولو، پہلے میں غسل کروں گی، اتنے تم بازار جا کر میرا لباس لاؤ۔"
وہ دروازے پر ہاتھ مارتی رہی اور چیختی رہی لیکن دروازہ نہیں کھلا۔ وہ جھنجلا کر کمرے میں ٹہلنے لگی، سوچنے لگی "پارس کا ایک لباس نکال کر پہنے اگرچہ وہ بدن پر تھیلا لگے گا لیکن تھوڑی دیر کے لیے کارٹون بن کر ہی سہی، بازار جا کر لباس خرید کر لے آؤں گی۔"
وہ تیزی سے چلتی ہوئی الماری کے پاس آئی۔ اس کا ایک پٹ کھول کر دیکھا وہاں مردانہ ملبوسات تھے۔ اس نے دوسرے پٹ کو کھولا تو خوش ہو گئی۔ اس حصے میں بلاؤز پینٹ کوٹ اور ازبکستان کی دوشیزاؤں کا روایتی لباس نظر آ رہا تھا۔ اس نے ایک لباس کا انتخاب کیا پھر دوسرے کمرے کے باتھ روم میں چلی گئی۔
غسل کرنے کے دوران سوچنے لگی، مجھے فوراً پارس سے پیچھا چھڑانا چاہیے۔ یہ تقدیر بھی کیا چیز ہے۔ ہزار تدبیروں کے باوجود اپنی بات پوری کر دکھاتی ہے۔ بھگوان کرے میرا اس سے کوئی جسمانی رشتہ قائم نہ ہوا ہو۔ اگر یہ ہو چکا ہوگا تو وہ غیر شعوری طور پر میرے احساسات پر چھایا رہے گا پھر میرے اندر کی عورت صرف اسی کو مانگے گی نہیں ایسا نہیں ہونا چاہیے۔
اس نے جلدی جلدی غسل کیا۔ لباس پہن کر کمرے میں آئی وہ کمرے میں نہیں تھا۔ اس نے باتھ روم کے دروازے سے کان لگا کر سنا، اندر سے پانی گرنے کی آواز آ رہی تھی۔ اس نے دروازے کو باہر سے بند کر دیا تاکہ وہ قید ہو کر رہ جائے اور اس کے پیچھے نہ آئے۔
یہاں سے مطمئن ہو کر اس نے آئینے کے سامنے بالوں کو ڈرائی کیا پھر برش کیا۔ سینٹر ٹیبل پر کار کی چابی رکھی ہوئی تھی، وہ جرابیں اور جوتے پہن کر بنگلے کے باہر آ گئی۔ دروازے کے سامنے کار کھڑی ہوئی تھی۔ وہ تیزی سے آکر دروازہ کھول کر اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ گئی۔ اسے اسٹارٹ کرکے ڈرائیو کرتی ہوئی مین روڈ پر آکر رک گئی سوچنے لگی، کس سمت جائے۔ کوئی لیڈی ڈاکٹر کہاں ملے گی؟
اسی وقت پارس کی آواز سنتے ہی خوف سے چیخ پڑی۔ سر گھما کر پیچھے دیکھا وہ پچھلی سیٹ پر بیٹھا کہہ رہا تھا "گائیڈ کی موجودگی میں یہ نہ سوچو کس سمت جاؤ گی۔ اتنا بتا دو، کہاں جانا چاہتی ہو؟"
"جہنم میں! تم باتھ روم سے کیسے نکل آئے؟ میں نے دروازہ باہر سے بند کیا تھا۔"
"بند کرنے سے پہلے دیکھ لینا چاہیے تھا کہ میں اندر ہوں یا نہیں؟ میں تو دس منٹ کے بعد ہی لباس وغیرہ پہن کر اس کار میں آبیٹھا تھا۔"
"تم مکار ہو، فریبی ہو۔"
"اور تم کیا ہو؟ میری کار لے کر بھاگ رہی تھیں۔"
"میں لعنت بھیجتی ہوں تمہاری کار پر۔"
وہ گاڑی سے اتر کر پیدل جاتے ہوئے بولی "میرے پیچھے ہرگز نہ آنا۔"
وہ اسٹیئرنگ سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ اسے سست رفتاری سے ڈرائیو کرنے لگا۔ وہ فٹ پاتھ پر چل رہی تھی۔ کار سے ذرا پیچھے ہو گئی تھی۔ پارس نے کھڑکی سے جھانکتے ہوئے پوچھا "تم میرے پیچھے کیوں آ رہی ہو؟"
وہ غصے سے گھور کر تیزی سے چلنے لگی تاکہ پیچھے نہ رہے اور پیچھا کرنے کا الزام نہ آئے لیکن وہ گاڑی کی رفتار آہستہ آہستہ بڑھا رہا تھا اور وہ پیچھے رہ جاتی تھی۔ آخر ہانپتی ہوئی بولی "تم پکے بدمعاش ہو۔ میں اچھی طرح جانتی ہوں۔ آج کا دن میرے لیے منحوس ہے۔ تم آسانی سے پیچھا نہیں چھوڑو گے۔"
"جب نجات ممکن نہیں ہے تو گاڑی میں بیٹھ جاؤ اور اپنی منزل بتاؤ۔"
"میں کسی لیڈی ڈاکٹر کے پاس جاؤں گی۔"
وہ فوراً ہی کار روک کر باہر نکلا اور دوڑتا ہوا اس کے پاس آیا پھر اس کا ایک بازو پکڑ کر بولا "کمال ہے! ایک ہی رات میں اتنی بڑی خوش خبری سنا رہی ہو۔ چلو کار میں بیٹھو۔ مجھے پہلے معلوم ہوتا کہ پاؤں بھاری ہیں تو پیدل چلنے نہ دیتا۔"
وہ ایک جھٹکے سے بازو چھڑاتے ہوئے بولی "میں تمہارا منہ توڑ دوں گی۔ میں نے آج تک نہیں سنا ہے کہ ایک ہی رات میں پاؤں بھاری ہو جاتے ہیں۔"
"یہ باتیں سننے سے نہیں تجربے سے سمجھ میں آتی ہیں۔"
اسی وقت اس نے منہ پر ہاتھ رکھا اسے ابکائی سی آ رہی تھی۔ پارس نے کہا "الٹیاں، ابکائیاں اور ستے مبارک ہو۔"
وہ غصے سے کچھ کہنا چاہتی تھی مگر سر چکرا رہا تھا جی متلا رہا تھا۔ وہ گھبرا کر سوچ رہی تھی کیا ایسا ہو جاتا ہے؟ کیا ایسا ہو چکا ہے؟
وہ اسے سہارا دے کر کار کے پاس لے آیا۔ وہ دروازہ کھول کر بیٹھ گئی۔ اس کا دماغ کام نہیں کر رہا تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ وہ تیرہ تاریخ کو اس کی زندگی میں آئے گا اور تیرہ ہی تاریخ کو ماں بننے کے آثار نمایاں ہو جائیں گے۔ ایسا ہوتا تو نہیں ہے مگر ہو رہا تھا۔
ویسے پارس بھی سوچ میں پڑ گیا تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ اس نے پچھلی رات شی تارا کو ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا۔ دوسرے بیڈ روم میں سوتا رہا تھا۔ صبح اسے پریشان کرنے کے لیے اس کے بیدار ہونے سے پہلے اس کے بستر پر آکر لیٹ گیا تھا۔
پارس بھی کسی لڑکی کی تنہائی میں جرأ نہیں گیا۔ یہ معلوم ہونے کے باوجود کہ شی تارا اسے قتل کرنا چاہتی ہے، اس نے اس کی عزت کا قاتل بننا گوارا نہیں کیا۔ کیونکہ ایسی حرکتیں کوئی مہذب اور ذی فہم شخص نہیں کرتا۔ لیکن اب وہ چکرا رہا تھا کہ اسے متلی کیوں ہو رہی ہے؟
اس کی امی لیلیٰ نے بتایا تھا کہ شی تارا دشمن ہے مگر عزت دار اور حیا والی ہے۔ آج تک جس نے بھی اسے ہاتھ لگانے کی جرأت کی وہ اس کے ہاتھوں جہنم میں پہنچ گیا۔ فکر کا مقام تھا کہ اس کے باوجود اس کی یہ حالت کیوں تھی۔
وہ ایک اسپتال میں آئے۔ پارس نے اس سے پوچھا "میرا نام یاد ہے نا؟"
"مجھے تمہارے نام سے کیا لینا ہے؟"
"لیڈی ڈاکٹر بچے کے باپ کا نام پوچھے گی۔"
"کوئی بچہ وچہ نہیں ہے، مجھے غصہ نہ دلاؤ۔"
وہ لیڈی ڈاکٹر کے چیمبر میں چلی گئی۔ پارس ویٹنگ روم میں بیٹھ گیا۔ لیلیٰ نے آکر پوچھا "میرے عاشق بیٹے! کیا حال ہے؟"
"اوہ امی! یہ شی تارا ماں کیسے بن رہی ہے؟"
"جیسے ہر لڑکی بن جاتی ہے۔"
"آپ نے تو کہا تھا کہ یہ ابھی تک پاک دامن ہے۔"
"میں نے جھوٹ نہیں کہا تھا۔ یہ کل رات سے پہلے پارسا تھی۔"
"یعنی آپ مجھے الزام دے رہی ہیں؟ میں نے اسے ہاتھ بھی نہیں لگایا ہے اور آپ مجھے ہونے والے بچے کا باپ کہہ رہی ہیں۔"
لیلیٰ نے ہنستے ہوئے کہا "تم اپنے باپ کی طرح عشق کے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

معاملے میں بدنام ہو۔ ساری دنیا تمہیں اس بچے کا باپ کہے گی۔"

"دیکھیے امی! آپ کچھ گڑبڑ کررہی ہیں۔ سچ بتائیں کوئی چکر چلا رہی ہیں نا؟"

لیلیٰ نے ہنستے ہوئے اعتراف کیا "ہاں، دراصل شی تارا نے کل رات سے کچھ کھایا نہیں ہے۔ صبح ناشتا بھی نہیں کیا۔ یہ پریشانی بھی ہے کہ تیرہ تاریخ کو پارس اس کے پیچھے پڑگیا ہے۔ ایسے حالات میں اس کا جی متلانے لگا تو میں نے اس کی اندر گھبراہٹ اور ابکائی کا احساس پیدا کیا۔ اس کا سر چکرانے لگی۔ آگے تم سمجھ لو، اب میں اس کے ذریعے لیڈی ڈاکٹر کے پاس جارہی ہوں۔"

وہ لیڈی ڈاکٹر شی تارا کا معائنہ کررہی تھی اور اس سے پوچھ رہی تھی "تمہاری شادی کب ہوئی تھی؟"

"میں کنواری ہوں۔"

"کیا کہہ رہی ہو؟"

"بالکل سچ کہہ رہی ہوں۔"

لیلیٰ ڈاکٹر کے دماغ پر چھائی ہوئی تھی۔ ڈاکٹر نے پوچھا "تمہارا کوئی بوائے فرینڈ ہے؟"

"میں کبھی مردوں سے دوستی نہیں کرتی۔"

"پھر تم ماں کیسے بننے والی ہو؟"

وہ گھبرا کر بولی "ڈاکٹر! یہ کیا کہہ رہی ہو؟"

"وہی کہہ رہی ہوں جو تمہارے حالات کہہ رہے ہیں۔ ابھی تم نے کہا ہے کہ یہاں آتے وقت تمہیں متلی ہورہی تھی، ابکائیاں سی آرہی تھیں۔ ان آثار کے بعد میڈیکل رپورٹ بھی یہی کہہ رہی ہے۔"

"لیکن ایک ہی رات میں یہ کیسے ممکن ہے۔"

"تم ایک رات کی بات کررہی ہو۔ ایک ساعت میں حمل قرار پاتا ہے۔ میری رپورٹ پر بھروسا نہیں ہے تو کسی اور ڈاکٹر سے تصدیق کرالو۔"

وہ سر جھکا کر چیمبر سے باہر آئی۔ پارس پر نظر پڑتے ہی دل کی دھڑکن ذرا تیز ہوگئی۔ اپنے اندر پرورش پانے والے بچے کے باپ کو سامنے دیکھ کر کچھ عجیب سی کشش محسوس ہوئی۔ کچھ غصہ بھی آیا کہ وہ دشمن ہے۔ وہ منہ پھیر کر جانے لگی۔

وہ پیچھے پیچھے آتے ہوئے بولا "میں جانتا ہوں۔ تم اس لیے ناراض ہو کہ ابھی ماں بننے کی عمر نہیں ہے۔ ہمیں برس دو برس تک رومانس کرنا چاہیے تھا۔ ہنسنا، گانا، ناچنا، بارش میں بھیگ بھیگ کر انڈین فلموں کا کورس مکمل کرنا تھا لیکن قدرت کو یہ منظور نہیں تھا اس لیے ایک ہی رات میں معجزہ ہوگیا ہے۔"

وہ چلتے چلتے رک گئی پھر بولی "تم میرا پیچھا چھوڑنے کی کیا قیمت لوگے؟"

"قیمت تو نو ماہ بعد ہی چکا سکو گی۔ میرا بچہ مجھے دے دو۔ پھر میں تمہارے پیچھے نہیں آؤں گا۔"

"اوہ گاڈ! کیا تم نو ماہ تک میرے ساتھ رہو گے؟"

"مجبوری ہے۔ ویسے سنا ہے کہ سات مہینے میں بھی مُنّا ہ... ہے۔ تم جیسی کوشش کرو گی اسی حساب سے جلدی نجات ... گی۔"

وہ اسپتال سے باہر آکر بولی "میرا بھائی آئے گا تو تمہیں چٹکی میں مسل کر مجھے نجات دلائے گا۔"

"کہاں ہے تمہارا بھائی؟"

"ایک فور اسٹار ہوٹل کے سامنے ہم ایک بنگلے میں ر... تھے۔ کل رات چند بدمعاش پولیس والوں نے ہمیں ٹریپ کیا۔ وہاں سے بچ کر تمہارے پاس آپھنسی ہوں۔ میرا بھائی ناقا... شکست ہے، وہ بھی کسی طرح بچ گیا ہوگا۔"

پارس نے کار کا دروازہ کھول کر کہا "بیٹھو اور اس بنگلے م... شاید وہاں تمہارا بھائی مل جائے۔"

وہ بیٹھ گئی۔ پارس اسٹیئرنگ سیٹ پر آیا پھر کار اسٹارٹ کر... آگے بڑھاتے ہوئے بولا "بھائی کا نام کیا ہے؟"

وہ بولی "نے نے پرسا۔ نن.... نہیں اس کا نام جے ب..."

وہ چپ ہوکر نام یاد کرنے لگی۔ اسے اچھی طرح یاد آیا... بھائی کا نام پے پے سرنا ہے لیکن زبان پر آنے تک وہ نام ... سے مٹ جاتا تھا۔

پارس نے کہا "آج کل کی لڑکیوں کو محبوب مل جائے تو ... اور بھائی کے نام تک بھول جاتی ہیں۔"

"اے! فضول باتیں نہ کرو۔ میں اپنے بھائی کے سوا دنیا... اور کسی سے پیار نہیں کرتی ہوں۔ میں خود کو بھلا سکتی ہوں مگر ... نہیں بھلا سکتی۔ بھائی کا نام بہن کو معلوم نہیں ہوگا تو کیا ... معلوم ہوگا؟ اس کا نام ہے...."

وہ بولتے بولتے پھر بھول گئی۔ دونوں ہاتھوں سے سر تھام... سوچنے لگی "یہ میری یادداشت کو کیا ہوگیا ہے؟"

وہ بولا "پریشان کیوں ہوتی ہو، بنگلے میں پہنچ کر نام ... کرلینا۔"

وہ دونوں بنگلے کے سامنے پہنچ گئے۔ پارس نے مالک مکان ... کر کہا "یہ لڑکی کہتی ہے اس کا بھائی اس بنگلے میں رہتا ہے۔ ... اسے پہچانتے ہو؟"

مالک مکان نے شی تارا کو دیکھ کر کہا "میں یہ مکان کرائے ... دے کر پچھتا رہا ہوں۔ آج صبح تمہارا بھائی آیا۔ عجیب بہکی ... باتیں کرتا رہا پھر اس کی بیوی آئی۔ اب تم آئی ہو۔ یہ تم ... قسطوں میں آرہے ہو اور جارہے ہو، آخر یہ معاملہ کیا ہے؟"

پارس نے پوچھا "اس کے بھائی کا نام کیا ہے؟"

مالک مکان نے کہا "یہ لوگ نام پتا بھی غلط بتارہے ہیں۔ ... لیتے وقت وہ اپنا نام پے پے سرنا بتا رہا تھا۔"

شی تارا نے جلدی سے کہا "یہی نام ہے میرے بھائی کا۔ ...

... پرنا، میرے بھائی کا نام سے سے پرنا ہے۔"

پھر اسے غلطی کا احساس ہوا۔ وہ غلط نام لے رہی تھی۔ مالک مکان نے کہا "یہ پورا خاندان پاگل معلوم ہوتا ہے۔ اس کا بھائی بھی اپنا الٹا سیدھا نام بتاتا ہے۔ پولیس والوں نے ائرپورٹ جاکر اس کے ذاتی طیارے کے کاغذات دیکھے۔ وہ کسی پے پے سرنا اور شی تارا کے نام ہیں۔"

وہ بولی "ہاں ہاں، یہی میرا نام ہے ستارہ، میرا نام ستارہ ہے۔"

مالک مکان نے کہا "ستارہ نہیں شی تارا۔"

"یہی تو کہہ رہی ہوں۔ ستارہ نہیں تی شارا۔"

مالک مکان اپنی پیشانی پر ہاتھ مار کر جانے لگا۔ پارس نے کہا۔ "بھائی صاحب! اتنا بتادیں۔ اس کا بھائی اس مکان میں آتا ہے؟"

"ہاں، یہاں میرے سینے پر مونگ دلنے آتا ہے۔ رات گزارنے ضرور آئے گا۔"

وہ چلا گیا، پارس نے کہا "سن لیا تم نے۔ تمہارا بھائی اب یہاں رات کو آئے گا۔ اس بنگلے کی چابی اس کے پاس ہے۔"

"وہ ائرپورٹ گیا ہوگا، وہاں ہمارا ذاتی طیارہ ہے۔"

وہ شی تارا کو ائرپورٹ لے آیا۔ متعلقہ شعبے میں جاکر اسے ذاتی طیارے کے کاغذات دکھائے۔ ان کاغذات پر پے پے سرنا اور شی تارا کے نام درج تھے لیکن تصویریں ایک دوسرے مرد اور دوسری عورت کی تھیں۔

وہ پھر پارس کے ساتھ آکر کار میں بیٹھ گئی۔ سر پکڑ کر سوچنے لگی "یہ میرے ساتھ کیا ہورہا ہے؟ کیا میرے بھائی نے بھی طیارے کے یہ کاغذات دیکھے ہوں گے اور وہ مایوس ہوکر یہاں سے گیا ... ہوگا؟"

پارس نے کار اسٹارٹ کرکے آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ "عورت کو ایسی حالت میں خوش رہنے کی کوشش کرنا چاہیے۔"

"کیسے خوش رہوں، اپنا نام زبان پر نہیں آتا ہے۔ ہمارا طیارہ ہمارا نہیں رہا ہے۔ میرا بھائی مجھ سے بچھڑ گیا ہے۔ اب خوشی کی کون سی بات رہ گئی ہے۔"

"تم یہ سوچو کہ بھائی سے شام تک ملاقات ہوگی جب اسے معلوم ہوگا کہ وہ ماموں بننے والا ہے تو خوشی سے ناچنے لگے گا۔ تم بھی بچے کے متعلق سوچتی رہو، وہی تمہارے بڑھاپے کا سہارا ہوگا۔"

"میرا بھائی تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

"میرا قصور کیا ہے؟"

"تم مسلمان ہو، مجھے بھی مسلمان بناؤ گے اور میرے بچے کو بھی۔"

"ہم کسی کو جبراً مسلمان نہیں بناتے۔ ایمان ہمیشہ دل سے لایا جاتا ہے۔ رہ گئی بچے کی بات تو وہ میرا خون ہے۔ قدرتی اور قانونی طور پر مسلمان ہی پیدا ہوگا۔"

"میرا بھائی تمہیں جہنم میں پہنچا دے گا تو بچہ قدرتی طور پر ماں کے حوالے سے ہندو رہے گا۔"

"کیا تمہارے پاس کوئی ایسا علم ہے جس کے ذریعے تم یقین سے یہ کہتی ہو؟"

اسے اپنی جوتش ودّیا یاد آئی۔ اس ودّیا نے کبھی بچے کے متعلق اسے کچھ نہیں بتایا تھا۔ وہ زیر لب بڑبڑانے لگی "میں حیران ہوں کہ ماں کیسے بن رہی ہوں؟"

وہ چونک کر بولی "میری جوتش ودّیا نے بچے کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے۔ اس کا مطلب ہے بچہ ضائع ہوجائے گا۔ مجھے اس سلسلے میں کسی لیڈی ڈاکٹر سے معاملہ طے کرنا چاہیے۔"

"کیا تم ایک ماں ہوکر اپنے بچے کو قتل کرنا چاہتی ہو! میں تمہیں ہرگز ایسا نہیں کرنے دوں گا۔"

"تم کون ہوتے ہو، مجھے روکنے والے؟ میں تمہارے بچے کو جنم نہیں دوں گی!"

"میں تمہارے ہاتھ پاؤں توڑ کر اپنے بیڈ روم کے بستر پر سلا کر رکھوں گا۔ نو ماہ تک اٹھنے نہیں دوں گا، اپنا بچہ لینے کے بعد تمہیں جانے دوں گا۔"

وہ غصے سے چیخ کر بولی "کیا تم مجھے مارو گے؟ میرے ہاتھ پاؤں توڑو گے۔ گاڑی روکو، باہر نکلو اور مجھ سے مقابلہ کرو۔ میں بتاؤں گی کہ کتنی زبردست فائٹر ہوں۔ تمہارے ہاتھ پاؤں توڑ کر اپاہج بنادوں گی۔"

پارس نے کار روک کر کہا "میں سرِعام تم سے فائٹ کرکے اپنا مذاق نہیں بننے دوں گا۔ شوہر وہ ہوتا ہے جو گھر کے اندر بیوی کی پٹائی کرتا ہے تاکہ خود پٹ جائے تو کوئی دیکھنے والا نہ ہو۔"

"میں نے تمہاری طرح بزدل نہیں دیکھا۔ ایک لڑکی کا چیلنج قبول کرنے سے ڈرتے ہو۔"

"تم سے پچھلی رات مقابلہ کیا تو تم نے مجھے باپ بنادیا۔ نہ بابا، اب میں کوئی خطرہ مول نہیں لوں گا۔"

وہ گاڑی سے اترتے ہوئے بولی "کم آن باہر آؤ۔"

وہ بولا "تمہیں اپنا اور بھائی کا نام یاد نہیں ہے۔ اس ملک میں آنے اور رہنے کا اجازت نامہ نہیں ہے۔ مجھے تماشا بنا کر پھنس جاؤ گی۔"

وہ جلدی سے گاڑی میں آکر بیٹھ گئی۔ اس نے گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے کہا "جو عورت فوراً سمجھوتا کرلے وہ کامیاب بیوی ثابت ہوتی ہے۔"

"میں بیوی نہیں ہوں، ہماری شادی نہیں ہوئی ہے۔"

"ہاں مگر شادی کے آثار پیدا ہوگئے ہیں۔"

"میں مرجاؤں گی مگر تم سے شادی نہیں کروں گی۔ وہ دیکھو، سامنے اسپتال ہے گاڑی روکو۔"

اس نے اسپتال کے سامنے پہنچ کر گاڑی روک دی۔ وہ گاڑی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

سے اتر کر اسپتال کے اندر جانے لگی۔ ایک لیڈی ڈاکٹر کے کمرے میں پہنچ کر بولی "میں اندر آسکتی ہوں؟"

پیچھے سے پارس نے کہا "ڈارلنگ! اندر چلی گئی ہو پھر اندر جانے کی اجازت کیوں طلب کر رہی ہو؟"

وہ پاؤں پٹختی ہوئی ڈاکٹر کے سامنے میز کے دوسری طرف کرسی پر بیٹھ گئی۔ پارس نے اپنی کھوپڑی کی طرف انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے ڈاکٹر کو سمجھایا کہ آنے والی ذہنی مریضہ ہے۔

شی تارا نے کہا "ڈاکٹر! میں بہت کم سن ہوں، ماں بننے کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ اس لیے بچے سے نجات حاصل کرنا چاہتی ہوں۔"

پارس نے کہا "ڈاکٹر! یہ مینٹل کیس ہے' اپنی یادداشت کھو چکی ہے۔ کوئی بچہ نہیں ہوتا پھر بھی کہتی پھرتی ہے کہ ماں بننے والی ہے۔"

وہ بولی "ڈاکٹر! یہ جھوٹا ہے' میرا دشمن ہے۔ میں نے میڈیکل چیک اپ کرایا ہے۔ میں ماں بننے والی ہوں۔"

ڈاکٹر نے کہا "اچھی بات ہے مسز! میں ابھی چیک کرتی ہوں۔"

وہ بولی "میں مسز نہیں ہوں' ابھی میری شادی نہیں ہوئی ہے؟"

"تو پھر ماں کیسے بن سکتی ہو؟ تمہارا نام کیا ہے؟"

"میرا نام؟ مم..... میرا ہاں' میرا نام وہ ہے وہ..."

وہ سوچنے لگی۔ پارس نے کہا "ڈارلنگ وہ کوئی نام نہیں ہوتا تمہیں یاد نہ آرہا ہو تو میں نام بتادوں۔"

"ہرگز نہیں' میں اپنا نام خود نہیں بتاؤں گی تو یہ مجھے پاگل ثابت کرے گا۔ میرا نام تی شارا ہے۔"

وہ بولا "دیکھو تم الٹا نام بتارہی ہو۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "ہاں نام ذرا الٹا ہو گیا۔"

"میں سیدھا کردوں؟"

"یو شٹ اپ' میرا نام کچھ بھی ہو' تمہیں کیا؟"

لیڈی ڈاکٹر نے پوچھا "یعنی تم اپنا نام نہیں جانتی ہو۔"

"جانتی ہوں مگر بتا نہیں سکتی۔ آپ کوئی دوسری بات پوچھ لیں۔"

"اچھا بتاؤ' یہ کیفیت کتنے ماہ سے ہے؟"

"پچھلی رات سے ہے۔"

"کیا یہ کہنا چاہتی ہو کہ پچھلی رات شادی ہوئی اور صبح ماں بن گئیں۔"

"جی ہاں۔ آپ مجھے پاگل نہ سمجھیں' میرے ساتھ یہی ہوا ہے۔"

لیڈی ڈاکٹر نے جھلا کر کہا "ارے کیا تم کوئی کمپیوٹر ہو کہ سوال فیڈ کرتے ہی جواب حاضر کر دیتی ہو۔ اے مسٹر! لے جاؤ اپنی پاگل بیوی کو۔"

وہ غصے سے اٹھ کر بولی "پاگل ہو گی تو' تیرا خاندان۔ تو اس بدمعاش کے بہکانے سے مجھے....."

پارس اس کا بازو پکڑ کر وہاں سے کھینچ کر لے جاتے ہوئے بولا "ڈارلنگ! تمہیں کتنا سمجھایا ہے' گھر سے نہ نکلا کرو۔ یہ دنیا پاگل کو پاگل نہیں کہتی۔ تمہارے جیسی ہوش مند کو پاگل کہتی ہے۔ اسے تجربہ کہتے ہیں کہ ہوش مند ہو اور پاگل کہلا رہی ہو۔"

وہ کار کے پاس آکر اپنا بازو چھڑاتے ہوئے بولی "تم کیوں پیچھے پڑ گئے ہو؟"

"تمہارے سوال کا جواب تمہارے ہی پاس ہے۔ یاد کرو تمہاری جوتش ودیا نے کہا تھا جو تاریخ میرے لیے منحوس ہے وہ تمہارے لیے بھی منحوس ہو سکتی ہے اس لیے خاص طور پر تیرہ تاریخ کو میرے قریب نہ آنا۔ اور تم آدھی رات کو تیرہ تاریخ کا آغاز ہوتے ہی میرے پاس بھاگ کر چلی آئیں۔"

وہ سر جھکا کر سوچنے لگی "واقعی میں خود اس کے قریب آئی ہوں۔ یہ تقدیر کیسی ہیرا پھیری سے مجھے اس کے پاس الجھا رہی ہے۔ مجھے اس الجھن سے میرا بھائی نکال سکتا ہے' اسے کہاں ڈھونڈوں؟"

وہ بولی "یہ میری غلطی ہے کہ تمہارے پاس پناہ لینے آگئی۔ مجھے معاف کردو اور میرے پیچھے نہ آؤ۔"

"تم میری جان کی دشمن تھیں' ہو اور رہو گی لیکن میں تم سے نیکی کروں گا۔ تمہارے بھائی کے پاس تمہیں پہنچاؤں گا پھر پہنچانے کے بعد پیچھا چھوڑ دوں گا۔ پھر نو ماہ بعد بچہ لینے آؤں گا۔"

"تم زبردست فراڈ ہو۔ یہاں اسپتال میں کہہ رہے تھے کہ میں ماں بننے والی نہیں ہوں۔ کیا پہلی میڈیکل رپورٹ غلط ہے؟"

"درست ہے۔ میں نے یہاں اس لیے غلط کہا کہ تم بچے کو ضائع نہ کرا سکو۔ تم جب بھی ایسی حماقت کرنا چاہو گی' میں تمہیں مختلف ہتھکنڈوں سے روکنے کی کوشش کروں گا۔"

وہ یہ سوچ کر کار میں بیٹھ گئی کہ پہلے بھائی کو تلاش کرے گی پھر پارس سے پیچھا چھڑائے گی۔ پارس اسٹیئرنگ سیٹ پر آگیا۔ لیلیٰ نے آکر کہا "مرینا اور سرنا یہ سامنے والی مارکیٹ میں ہیں۔ ان بہن بھائی کا سامنا کراؤ۔"

وہ قریبی مارکیٹ میں آکر رک گیا۔ اس سے بولا "میں کچھ ضروری چیزیں خریدنا چاہتا ہوں' آؤ تم بھی کچھ شاپنگ کرلو۔"

وہ انکار نہ کر سکی کیونکہ میک اپ کا سامان خریدنا ضروری تھا۔ وہ بازار میں آئے' ایک دکان میں مرینا اور سرنا کوئی چیز خرید رہے تھے۔ پارس شی تارا کو ادھر لے گیا۔ مرینا ایک نیکلس پسند کر رہی تھی۔ لیلیٰ نے شی تارا کو مجبور کیا' وہ مرینا سے چھین کر بولی "یہ مجھے پسند ہے۔"

سرنا نے اس کی کلائی پکڑ کر کہا "اے! اسے میری ساتھی پسند کر چکی ہے۔"

"تم نے میرا ہاتھ پکڑنے کی جرأت کیسے کی۔ اگر میرا بھائی ہوتا تو تمہارے ہاتھ توڑ دیتا۔"

پھر وہ پارس سے بولی "تمہیں غیرت نہیں ہے۔ تمہارے سامنے اس نے میری کلائی پکڑی ہے۔"

پارس نے کہا "غلطی تمہاری ہے۔ تم نے یہ نیکلس چھین کر لیا ہے۔"

سرنا نے کہا "واہ دوست' تم نے انصاف کی بات کہہ کر دل جیت لیا ہے۔ میں اس بات پر یہ نیکلس تمہاری وائف کو دیتا ہوں۔"

سرنا نے ہاتھ چھوڑ دیا۔ پارس نے کہا "اگر تم اسے بھائی سمجھ لیتیں تو اس کے ہاتھ پکڑنے سے غصہ نہ آتا۔"

سرنا نے کہا "سچ پوچھو تو اسے دیکھ کر اپنی بہن یاد آگئی۔ وہ اسی شہر میں کہیں گم ہو گئی ہے' ہم اسے تلاش کر رہے ہیں۔"

"عجیب اتفاق ہے۔ میری وائف کا بھائی گم ہو گیا ہے۔ یہ اسے تلاش کر رہی ہے۔"

"اس کے بھائی کا حلیہ کیا ہے۔ نام بتاؤ' ہم تلاش کرنے میں مدد کریں گے۔"

"میں حلیہ نہیں بتا سکتی مگر اسے دیکھ کر پہچان لوں گی۔ نام بھی مجھے یاد ہے مگر کسی کو بتانے سے پہلے بھول جاتی ہوں۔"

سرنا نے کہا "یہ بھی عجیب اتفاق ہے۔ میں بہن کا حلیہ نہیں بتا سکتا لیکن اسے دیکھ کر پہچان سکتا ہوں اور اپنا نام بھی نہیں بتا سکتا جبکہ اپنا نام اچھی طرح یاد ہے۔"

پارس نے کہا "تم دونوں اپنے بھائی اور بہن کو تلاش کرنے میں ایک دوسرے کی مدد نہیں کر سکو گے۔ کیونکہ تم لوگوں کے پاس خود اپنے شناختی ثبوت نہیں ہیں لیکن یہ تو معلوم ہو گا کہ اب سے پہلے رہتے کہاں تھے؟"

مرینا نے کہا "ہاں یاد ہے۔ ہم ایک فور اسٹار ہوٹل کے سامنے رہتے ہیں۔"

شی تارا نے کہا "وہاں تو میں بھی رہتی ہوں وہ ایک سرخ ٹائلز کی چھت والا بنگلا ہے۔"

سرنا نے کہا "اسی بنگلے میں ہم رہتے ہیں۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے جبکہ میں اپنے بھائی کے ساتھ وہاں رہتی ہوں۔"

"میں اپنی بہن کے ساتھ وہاں رہتا ہوں۔"

"میں مالک مکان کی گواہی پیش کر سکتی ہوں۔"

سرنا نے کہا "تم زبردستی گلے پڑ رہی ہو۔ یہاں آتے ہی یہ نیکلس چھین لیا' اب ہمارے گھر کو اپنا گھر کہہ رہی ہو۔ اے مسٹر! تم اس کے شوہر ہو' تم ہی بتاؤ کیا یہ سچ کہہ رہی ہے؟"

"مجھے افسوس ہے میں ایک رات کا شوہر ہوں۔ اس کے متعلق کچھ نہیں جانتا ہوں۔ ویسے مالک مکان کہہ رہا تھا کہ میری یہ وائف اپنے بھائی کے ساتھ وہاں رہتی تھی۔"

مرینا نے کہا "مالک مکان جھوٹا ہے۔ وہ مجھے اور میری ساتھی کو میاں بیوی کہہ رہا تھا جبکہ ہم میاں بیوی نہیں ہیں! ایک دوسرے کے لیے اجنبی ہیں۔ آج صبح ہماری دوستی ہوئی ہے۔"

"بہتر ہے اس بنگلے میں چل کر مالک مکان سے حقیقت معلوم کی جائے۔"

وہ سب راضی ہو گئے۔ پارس کی گاڑی میں بیٹھ کر اس بنگلے کے سامنے آئے۔ سرنا نے شی تارا سے کہا "اگر یہ تمہارا بنگلا ہے تو تمہارے پاس دروازے کی چابی ضرور ہو گی۔"

"چابی میرے بھائی کے پاس ہے۔"

سرنا نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولتے ہوئے کہا "تم چاہو تو اندر آکر دیکھ سکتی ہو' یہ تمہاری رہائش گاہ نہیں ہے۔"

"میں ثابت کردوں گی' اندر میرا سامان رکھا ہوا ہے۔"

وہ سرنا اور مرینا کے پیچھے بنگلے میں داخل ہوئی۔ پارس باہر اپنی کار سے ٹیک لگائے کھڑا رہا۔ سرنا نے اندر آکر جیسے ہی دروازہ بند کیا ویسے ہی بہن بھائی نے ایک دوسرے کو چونک کر دیکھا۔ خوشی سے آگے بڑھ کر ایک دوسرے سے لپٹ گئے۔

"بھائی کی جان! تم کہاں گم ہو گئی تھیں؟ میں صبح سے تمہیں تلاش کر رہا ہوں۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"میں بھی صبح سے تلاش کر رہی ہوں۔ ہمیں اپنا پاسپورٹ اور ضروری کاغذات کو اپنے پاس رکھنا چاہیے۔ کیونکہ میں دوسروں کے سامنے اپنی شناخت بھول جاتی ہوں۔"

"میں بھی بھول جاتا ہوں۔ مرینا بھی بھول جاتی ہے لیکن یہاں ہمارا تمام سامان موجود ہے صرف ہمارے تمہارے شناختی کاغذات نہیں ہیں۔"

شی تارا نے اپنے بیڈ روم میں آ کر اپنے سامان میں وہ کاغذات تلاش کیے۔ وہاں سب کچھ تھا مگر وہ ضروری کاغذات نہیں تھے۔

مرینا نے کہا "بڑی مشکل یہ ہے کہ ہم تینوں بند کمرے میں ایک دوسرے کو پہچان رہے ہیں لیکن باہر جاتے ہی بھول جاتے ہیں۔"

شی تارا نے کہا "یہ کیسی ناقابلِ یقین بات ہے۔ جس بھائی کو جان سے زیادہ چاہتی ہوں اسے باہر نہ پہچان سکی۔"

"میرے لیے بھی شرم کی بات ہے کہ اپنی بہن کو پہچان نہ سکا۔ پتا نہیں یہ دماغ کیسے کمزور ہو گیا ہے؟ فرہاد ہمارے خلاف کوئی چال چل رہا ہے۔"

وہ فرہاد کے نام پر چونک کر بولی "میں نے پارس کے ساتھ رات گزاری ہے۔ ہم ابھی جس کی کار میں آئے ہیں وہی پارس ہے۔"

سرنا نے مُٹھیاں بھینچ کر پوچھا "کیا سچ کہہ رہی ہو؟"

"سچ کہہ رہی ہوں۔ میں ایک بار تاشقند میں اس سے مل چکی ہوں، اسے پہچانتی ہوں۔ پھر اس نے خود پارس ہونے کا اعتراف کیا ہے۔"

"تم دونوں یہاں ٹھہرو، میں اس سے نمٹ کر آتا ہوں۔"

وہ تیزی سے چلتا ہوا دروازے کے پاس آیا۔ پھر اسے کھول کر باہر نکلا۔ وہاں مالک مکان آ چکا تھا، پارس سے باتیں کر رہا تھا۔ باہر آتے ہی چار دیواری والی تنہائی ختم ہو گئی۔ وہ بھول گیا کہ باہر کیوں آیا ہے۔

پارس نے کہا "ہیلو مسٹر! میری وائف کہاں ہے؟ کیا وہی تمہاری بہن ہے اور تم میرے سالے ہو؟"

"بکواس مت کرو۔ نہ وہ میری بہن ہے نہ میں تمہارا سالا ہوں۔"

"تو پھر میری وائف مجھے واپس کرو۔"

"ٹھیک ہے، میں ابھی اسے باہر بھیجتا ہوں۔"

وہ دروازہ کھول کر اندر آیا۔ پھر اسے بند کرتے ہوئے شی تارا کو دیکھ کر بولا "میری جان! میری بہن! میں پھر تھوڑی دیر کے لیے تجھے بھول گیا تھا اور...... اور وہ پارس؟ او گاڈ! باہر جا کر یاد نہ رہا کہ وہاں میرا دشمن پارس کھڑا ہوا ہے۔"

وہ پھر باہر جانا چاہتا تھا، شی تارا نے ہاتھ پکڑ کر کہا "باہر نہ جاؤ پھر بھول جاؤ گے۔ ہمارے ساتھ کچھ ایسا ہو رہا ہے کہ ہم تنہائی میں ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں۔ چار دیواری سے باہر دوسروں کی موجودگی میں خون کے رشتوں کو بھی بھول جاتے ہیں۔"

مرینا نے کہا "یہ ٹھیک کہہ رہی ہے، ہم میں سے کسی کو باہر نہیں جانا چاہیے۔"

وہ سوچ میں پڑ گیا پھر بولا "کیسی مجبوری ہے، باہر دشمن کھڑا ہے اور میں اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔"

وہ بولی "بھائی سرنا! وہ ہمارا بہت کچھ بگاڑ چکا ہے۔ میں اس کے بچے کی ماں بننے والی ہوں۔"

وہ شیر کی طرح دہاڑتے ہوئے بولا "ہرگز نہیں، تُو دشمن کے بچے کی ماں نہیں بن سکتی۔ یہ جھوٹ ہے۔"

"میرا طبّی معائنہ ہو چکا ہے، یہ سچ ہے۔"

مرینا نے کہا "میں پارس کو اچھی طرح جانتی ہوں، وہ زہریلا ہے۔ کبھی بچے کا باپ نہیں بن سکے گا۔ تم اس کے بچے کی ماں نہیں بن سکتیں۔ میڈیکل رپورٹ غلط ہو سکتی ہے۔"

"مرینا! تم نے کئی برس سے اس سے علیحدگی اختیار کی ہوئی ہے، اس کے موجودہ حالات نہیں جانتی ہو۔ ہو سکتا ہے اب وہ زہریلا نہ رہا ہو۔ میڈیکل رپورٹ غلط نہیں ہو سکتی۔ میں خود بھی سے ماں بننے کے آثار محسوس کر رہی ہوں۔"

سرنا نے غصے سے ٹہلتے ہوئے کہا "وہ میری بہن کو برباد کر چکا ہے۔ میں اس کا خون پی جاؤں گا۔ ایسی کیا تدبیر کروں کہ باہر جا کر دشمن کو یاد رکھوں اور اسے فوراً جہنم میں پہنچا دوں؟"

وہ غصے میں کوئی تدبیر سوچ رہا تھا جبکہ غصے کی حالت میں دماغ سوچنے سمجھنے کے قابل ہی نہیں رہتا۔ وہ باہر کھلنے والے دروازے کے سامنے آ کر رک گیا۔ پھر جیسے دروازے کے پار دشمن کو دیکھتے ہوئے گھونسا دکھاتے ہوئے گرج کر بولا "پارس! میں جانتا ہوں تو باہر موجود ہے، میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

باہر سے پارس نے بلند آواز سے کہا "ابے سالے! اپنی بہن کو مجھ سے چھپا رہا ہے۔ وہ میری وائف ہے، اسے میرے حوالے کردے۔"

وہ دہاڑتے ہوئے بولا "وہ تیری کوئی نہیں ہے۔"

"وہ تو کیا؟ تو بھی میرا سالا ہے۔ میرے ہونے والے بچے کا ماموں ہے۔"

"میں تیرا خون پی جاؤں گا۔"

"پینے کے لیے باہر آنا پڑے گا۔ مرد کا بچہ ہے تو باہر آ کر مقابلہ کر۔"

اس نے گرجتے ہوئے دروازہ کھولا اور پھر دہلیز پر سے باہر چھلانگ لگا دی۔ بالکل شیر کی طرح جھپٹ پڑنے کا انداز تھا لیکن باہر آتے ہی ایک دم سے ٹھنڈا پڑ گیا۔ پارس کو دیکھ کر سوچنے لگا۔ مالک مکان نے پوچھا "مسٹر سرنا! کیا تم اپنی پوری فیملی کے ساتھ پاگل خانے سے آئے ہو۔ گھر کے اندر جا کر کچھ بولتے ہو، باہر آ کر کچھ کرتے ہو۔ ادھر دشمن بن جاتے ہو ادھر دوست ہو جاتے ہو۔ آخر یہ کیا تماشا ہو رہا ہے؟"

وہ پریشان ہو کر بولا "میں تو اس کی وائف کو اس کے حوالے کرنا چاہتا ہوں۔ مگر اندر جا کر بھول جاتا ہوں۔ ہو سکے تو آپ لوگ اسے آوازیں دے کر یہاں بلائیں۔"

پارس نے آگے بڑھ کر دروازے پر دستک دیتے ہوئے کہا "اے میرے بچے کی ماں! باہر آجا۔"

اندر سے اس کی آواز آئی "میں نہیں آؤں گی، یہاں اپنے بھائی کے ساتھ رہوں گی۔"

پارس نے کہا "مسٹر سرنا! میں تمہیں قتل کرنے کی دھمکی دوں گا تو وہ فوراً باہر آئے گی۔"

"میرا اس سے کیا رشتہ ہے کہ وہ مجھے بچانے آئے گی۔"

"وہ مجھے یعنی اپنے شوہر کو قتل کرنے سے باز رکھنے کے لیے آئے گی۔"

پارس نے مالک مکان سے اس کا پستول مانگ کر سرنا کی کنپٹی سے لگاتے ہوئے آواز دی "میں سرنا کو گولی مار رہا ہوں۔ اگر تم نہیں آؤ گی تو گولی چل جائے گی۔"

وہ اندر سے بولی "یہ ظلم ہے، میرے بھائی کو کیوں مارنا چاہتے ہو؟"

"اس لیے کہ میرا بچہ تمہارے پاس ہے۔ بچہ مجھے دو، اپنا بھائی لے جاؤ۔"

"بچہ نو ماہ بعد ملے گا۔"

"تم نو ماہ تک میرے پاس رہو گی۔ میں تین تک گنتا ہوں، باہر نہیں آؤ گی تو تین کہتے ہی گولی مار دوں گا۔ ایک......"

شی تارا نے دروازے کے کی ہول سے جھانک کر دیکھا۔ بھائی کی کنپٹی سے لگے ہوئے پستول کو دیکھتے ہی وہ تڑپ گئی۔ چیختی چلاتی، دروازہ کھولتی ہوئی باہر آئی پھر لڑکھڑا کر گر پڑی۔

پارس نے مالک مکان کو پستول دے دیا۔ شی تارا نے زمین پر سے سر اٹھا کر انہیں دیکھا اور سوچا "میں دوڑتی ہوئی کیوں آئی تھی؟"

پارس نے آگے بڑھ کر اسے تھام لیا اور زمین پر سے اٹھاتے ہوئے کہا "میرے گلے سے لگنے کے لیے یوں دوڑ کر آنے کی کیا ضرورت تھی۔ مجھے آواز دیتیں، میں دوڑا چلا آتا۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "پتا نہیں، میں سو رہی ہوں یا جاگ رہی ہوں۔ مجھے یوں لگتا ہے جیسے ابھی میں نے اپنے بھائی سے ملاقات کی تھی۔ شاید وہ اس بنگلے میں ہے۔"

سرنا نے دروازے کے سامنے کھڑے ہو کر راستہ روکنے کے انداز میں دونوں ہاتھ پھیلا کر کہا "خبردار! اس بنگلے میں نہ آنا۔ تم ایک بار اندر جا کر دیکھ چکی ہو۔ یہاں تمہارا بھائی نہیں ہے۔ چلی جاؤ یہاں سے۔"

"میں نہیں جاؤں گی۔ میرا بھائی اندر ہو گا تو ضرور باہر آئے گا اور باہر کہیں بھٹک رہا ہو گا تو رات گزارنے یہاں آئے گا۔ میں اس کا انتظار کروں گی۔"

پارس نے کہا "ایسی سردی میں باہر رہو گی تو تمہاری قلفی جم جائے گی۔ پھر یہ مالک مکان صاحب فرما رہے ہیں کہ تم سب کے خلاف قانونی کارروائی کریں گے اور سب کو بنگلے سے نکالیں گے۔"

پھر اس نے سرگوشی میں کہا "تمہارے پاس اس ملک میں رہنے کا کوئی اجازت نامہ، پاسپورٹ اور ضروری کاغذات نہیں ہیں، تم اپنا نام تک بتا نہیں سکتی ہو۔ پولیس والے تمہیں جیل یا پاگل خانے پہنچا دیں گے۔"

وہ قائل ہو کر پارس کے ساتھ کار میں بیٹھ کر جانے لگی۔

○☆○

علی بخیریت اسرائیل سے نکل آیا تھا۔ لیکن جو ہمیشہ نہ رہے اسے خیریت کہتے ہیں۔ یہ خیریت تھوڑی دیر کے لیے آتی ہے اور اپنے ساتھ اگلی خیریت کی فکر کا سامان لاتی ہے۔

علی نادان نہیں تھا۔ یہ سمجھتا تھا کہ جو دشمن اسے اسرائیل میں بے نقاب کرنا چاہتے تھے انہوں نے آگے بھی راستے میں رکاوٹیں پیدا کی ہوں گی اور وہ آسانی سے اپنی ثانی کے پاس واشنگٹن نہیں پہنچ پائے گا۔

وہ ایک خصوصی طیارے میں تل ابیب سے روانہ ہوا تھا۔ اس کی اگلی منزل انقرہ تھی۔ وہاں سے وہ استنبول آیا اور خصوصی طیارے کو وہیں چھوڑ دیا کیونکہ وہ طیارہ پہچان بن گیا تھا کہ فرہاد کا بیٹا علی اس میں سفر کر رہا ہے۔ پتا نہیں یہ معلومات اور کتنے دشمنوں تک پہنچی ہوگی۔

اس نے استنبول کے ایک ہوٹل میں رہائش اختیار کی اور وہاں رہ کر دشمنوں کو تاڑنے لگا۔ ثانی نے سوچ کے ذریعے کہا "جس پر شبہ ہو اس کی آواز مجھے سنا دو۔ میں اس کی اصلیت معلوم کر لوں گی۔"

"یہاں اکثر ایسے لوگوں سے سامنا ہوتا ہے جو مقامی زبان بولتے ہیں۔ ہم ان کی زبان نہیں سمجھ پائیں گے۔ ان کی حرکتوں سے ہی ان کے ارادوں کو سمجھنا ہو گا۔"

لیکن ایسے نگرانی کرنے والے بھی ہوتے ہیں جو کبھی سامنا نہیں کرتے مثلاً ہوٹل کے کچن میں کوئی دشمن ہو سکتا تھا اور کھانے پینے کی چیزوں میں کوئی مُضر دوا ملا سکتا تھا۔ یا کوئی چھپ کر کسی بے آواز ہتھیار سے ہلاک کر سکتا تھا۔ جب چھپے ہوئے دشمن نظر نہ آئیں تو موت کا اندھا تیر کسی وقت بھی کہیں سے آ سکتا ہے۔

علی نے رات کے ایک بجے اچانک ہی وہ ہوٹل چھوڑ دیا۔ چھوڑتے وقت اس بات کا خیال رکھا کہ ہوٹل والوں کی نظروں میں نہ آئے۔ ہوٹل سے باہر آ کر وہ دور تک پیدل چلتا رہا۔ ایک فٹ پاتھ سے دوسرے فٹ پاتھ پر جا کر اندازہ کرتا رہا کہ تعاقب کرنے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

والے بھی راستہ بدل رہے ہیں یا نہیں؟

رات کا وقت تھا۔ فٹ پاتھ اور سڑکیں ویران سی تھیں کچھ لوگ یا کچھ گاڑیاں آتی جاتی دکھائی دیتی تھیں پھر نظروں سے اوجھل ہوجاتی تھیں۔ ایسے ہی وقت دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔

وہ فوراً ہی ایک بڑے سے مجسمے کے پیچھے چھپ گیا۔ اس نے مجسمے کی آڑ سے جھانک کر دیکھا۔ کچھ فاصلے پر ایک عورت دوڑتی ہوئی آرہی تھی۔ اس سے کچھ فاصلے پر تین افراد دوڑتے ہوئے اس کا تعاقب کررہے تھے۔ ان میں سے ایک کچھ کہہ رہا تھا۔ شاید اس عورت کو رکنے کے لیے کہہ رہا تھا لیکن وہ ایسے بھاگ رہی تھی جیسے موت کے سوداگر پیچھے پڑگئے ہوں۔

وہ موت کے سوداگر ہی تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ شکار ہاتھ سے نکل رہا ہے تو گولی چلا دی۔ عورت کی ایک دلخراش چیخ رات کے سناٹے میں دور تک گونجتی چلی گئی۔ وہ اچھل کر پختہ راستے پر گری پھر وہاں سے پھسلتی ہوئی مجسمے کے دوسری طرف علی کے قدموں کے پاس آکر چاروں شانے چت [illegible]

اس کا تعاقب کرنے والے [illegible] تک دور ہی سے جائزہ لیتے رہے۔ [illegible] ایک لاش بن چکی تھی۔ پولیس کار کے سائرن [illegible] آواز سنائی دینے لگی۔ وہ لوگ آواز سنتے ہی پلٹ کر بھاگتے چلے گئے۔ ایک گاڑی کا دروازہ کھول کر بیٹھ گئے۔ اس کے ساتھ ہی وہ گاڑی اسٹارٹ ہوکر تیزی سے جاتی ہوئی نظروں سے اوجھل ہوگئی۔

جانے والی گاڑی کی آواز گم ہوگئی۔ آنے والی پولیس گاڑی کی آواز اور واضح ہونے لگی تو وہ عورت فوراً ہی اٹھ کر بیٹھ گئی۔ بہت دور کار کی ہیڈ لائٹس دکھائی دے رہی تھی۔ وہ اٹھ کر سڑک پر سے چھلانگ لگا کر فٹ پاتھ پر آئی تو مجسمے کے پیچھے علی سے ٹکرا گئی۔ اسے دشمن سمجھ کر چیخ پڑی۔ اس نے کہا "میں دشمن نہیں ہوں۔ پولیس والے آرہے ہیں تمہیں ڈرنا نہیں چاہیے۔"

"نہیں' پلیز مجھے چھپنے دو۔ ورنہ پولیس والے ایک قتل کے کیس میں ملوث کریں گے۔"

علی اس کا ہاتھ پکڑ کر دوڑتا ہوا ایک دکان کے پیچھے چلا گیا۔ پولیس کار سائرن بجاتی ہوئی آئی پھر تیزی سے گزر گئی۔ وہ علی کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولی "تم تو بالکل نوجوان ہو۔ بالکل میرے بیٹے جیسے ہو اگر وہ زندہ ہوتا تو آج تمہارے جیسا لمبا چوڑا ہوتا۔"

"تم مجھے اپنا بیٹا سمجھو۔ یہ بتاؤ تم کون ہو؟ تم پر گولی چلانے والے وہ بدمعاش کون تھے؟"

"دشمن تھے اسی لیے گولی چلائی تھی۔ میرا نام مریم ہے۔ میرا شوہر یوسف پاشا ایک جزیرے میں ان کا قیدی ہے۔ میں نے ایک موٹر بوٹ والے سے سودا کیا تھا۔ وہ مجھے اس جزیرے تک پہنچانے والا تھا لیکن ان دشمنوں نے اس موٹر بوٹ والے کو قتل کردیا۔ وہ مجھے بھی قتل کرنے کے لیے یہاں تک دوڑتے آئے تھے۔ پولیس کار کے سائرن نے انہیں بھاگنے پر مجبور کردیا ورنہ وہ قریب آکر مجھے دیکھتے اور زندہ پاتے تو پھر گولی مار دیتے۔"

ثانی نے سوچ کے ذریعے کہا "یہ درست کہہ رہی ہے۔ میں ابھی چور خیالات پڑھ رہی ہوں۔"

علی نے مریم سے پوچھا "اب کہاں جاؤگی؟"

"بیٹے! میرا کوئی ٹھکانا نہیں ہے۔ اپنے گھر جاؤں گی تو دشمن وہاں پھر آسکتے ہیں۔ میں چاہتی ہوں آج رات کسی طرح اس جزیرے میں چلی جاؤں۔"

"تمہارا شوہر کس جزیرے میں ہے؟"

"مارکیوسان میں۔"

"مارکیوسان؟" علی نے تعجب سے کہا "یہ جزیرہ یہاں کے سمندر میں نہیں ہے۔ یہ جنوبی امریکا کے انتہائی مغرب میں واقع ہے۔"

"بیٹے! میں نہیں جانتی وہ لوگ جزیرے کا یہی نام بتارہے تھے۔"

"غلط بتا رہے تھے اور وہ موٹر بوٹ والا بھی تمہیں کسی اور جزیرے میں پہنچا کر اپنی رقم کھری کرنے والا تھا۔"

"میں کیا کروں؟ میرے آس پاس جیسے سب ہی دھوکا دینے والے لوگ ہیں۔ میرے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے کہ جو بھی سامنے آئے اس پر بھروسا کرلوں۔ شاید کوئی فرشتہ مل جائے۔ شاید تم میرے بیٹے بن کر میرے کام آسکو۔"

"تم فکر نہ کرو۔ میں تمہیں وہاں پہنچاؤں گا لیکن معلوم تو ہو کہ انہوں نے تمہارے شوہر کو قیدی بنا کر کیوں رکھا ہے اور تمہیں اس کے پاس کیوں نہیں پہنچنے دے رہے؟"

وہ دونوں ایک طرف چلنے لگے۔ مریم نے ایک گہری سانس لے کر کہا "میرا شوہر ایک معروف سائنس داں ہے اور علم الابدان کا ماہر ہے۔ اس کا پورا نام یوسف البرہان عرف پاشا ہے' میں اسے پاشا کہتی ہوں۔ کیا تم نے اس کا نام سنا ہے؟"

"مجھے افسوس ہے' میں نے اتنی معروف ہستی کا نام پہلے کبھی نہیں سنا۔ بائی دا وے' معاملہ کیا ہے؟"

"وہ انسانی حواسِ خمسہ پر ریسرچ کرتا رہتا ہے۔ پچھلے پندرہ برس سے اس دھن میں لگا رہا کہ انسان کی قوتِ بصارت اور قوتِ سماعت کس طرح غیر معمولی بنائی جاسکتی ہے۔"

"غیر معمولی سے کیا مراد ہے؟"

"وہ کہتا ہے آدمی حدِ نظر تک کسی عینک یا دوربین کے بغیر صاف طور پر دیکھ سکتا ہے۔ اگر کوئی میل دو میل یا دس میل کے فاصلے پر کسی پہاڑ کی چوٹی پر یا انتہائی گہری کھائی میں پڑا ہے تو اسے رات کے اندھیرے میں بھی صاف طور پر دیکھا جاسکتا ہے۔"

"یہ سائنس داں بڑے خبطی ہوتے ہیں۔ معاف کرنا میں تمہارے شوہر کو خبطی کہہ رہا ہوں۔"

"ایک تم ہی نہیں ساری دنیا میرے پاشا کو خبطی کہتی ہے۔ وہ ایسی باتیں کرتا ہے جنہیں عقل تسلیم نہیں کرتی۔"

علی نے کہا "عقل تسلیم کرتی ہے۔ جب بلی اور چیتا رات کی تاریکی میں دیکھ لیتے ہیں۔ اینٹی ڈارک آئی لینس کے ذریعے ہم بھی تاریکی میں کسی حد تک دیکھ لیتے ہیں تو پھر ہماری بینائی میں دوربینی کی صلاحیت کیوں نہیں پیدا کی جاسکتی؟"

"میرے پاشا کی نظریں بڑھاپے میں بھی تیز ہیں۔ وہ دور تک صاف دیکھ لیتا ہے اور میلوں دور کھڑے ہوئے کسی شخص کا صحیح حلیہ بتا سکتا ہے۔"

"کیا اسی صلاحیت کی وجہ سے اسے قیدی بنایا گیا ہے؟"

"صرف قوت بصارت کی وجہ سے نہیں قوت سماعت کی وجہ سے بھی اسے اغوا کیا گیا ہے۔ تم یقین نہیں کروگے لیکن یہ حقیقت ہے کہ اس وقت پاشا ہماری گفتگو سن رہا ہے۔"

"لیکن وہ تو یہاں سے ہزاروں میل دور ہے۔"

"یہی تو میرے پاشا کا کمال ہے۔ کوئی اس پر آسانی سے یقین نہیں کرتا۔ ایک بار وہ لندن میں تھا اور میں یہاں استنبول میں تھی اس نے فون کے ذریعے بتایا کہ میں آدھا گھنٹا پہلے اس کی تصویر سے باتیں کررہی تھی۔ میں نے جتنے فقرے تصویر کے سامنے ادا کیے تھے وہ تمام اس نے لفظ بہ لفظ دہرائے۔ یہ حیرانی کی...... بلکہ نہ یقین کرنے والی بات ہے۔ میں اپنے بند کمرے میں تصویر سے باتیں کررہی تھی' کوئی آس پاس سننے والا نہیں تھا اور وہ لندن میں بیٹھا میری باتیں سن رہا تھا۔"

علی اس کے ساتھ خاموشی سے چلتا رہا۔ فی الحال اپنی کوئی رائے پیش نہیں کرسکتا تھا۔ اسے ایسی غیر معمولی قوتِ سماعت کا یقین نہیں تھا اور وہ بے یقینی کا اظہار کرنا نہیں چاہتا تھا کیونکہ ہماری دنیا جتنی تیزی سے سائنسی اور طبی کامیاب تجربات سے گزر رہی ہے اس کے پیشِ نظر ایک ناممکن بات کسی وقت بھی ممکن ہوجاتی ہے۔

وہ بول رہی تھی "پاشا کہتا ہے بات صرف یہ نہیں ہے کہ دوسروں کی آوازیں ہوا کی لہروں کے ذریعے ہم تک پہنچتی ہیں۔ یہ آوازیں تو ایک بہرے تک بھی پہنچتی ہیں لیکن وہ سن نہیں پاتا۔ اصل قوت سننے کی ہے۔ ہمارے جسم میں آوازیں سننے کا جو نظام ہے اس میں خرابی ہو تو آدمی کم سنتا ہے اور خرابی نہ ہو' یہ سماعتی نظام مکمل ہو تو وہ ہلکی سے ہلکی آہٹ بھی دور سے سن لیتا ہے۔ میرے پاشا نے تجربات کے کئی مراحل سے گزر کر سماعتی نظام کو ایسا غیر معمولی بنادیا ہے کہ ہزاروں میل دور کی بات سننے کے لیے وہ ٹیلی فون کے آلے کا محتاج نہیں رہا ہے۔ کیا تمہیں پتا ہے کہ آواز چشم زدن میں دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچتی ہے۔ جب یہ فضا میں گردش کرتی ہے تو اسے غیر معمولی قوتِ سماعت سے سنا بھی جاسکتا ہے۔"

اس کی باتوں کے دوران ثانی سوچ کے ذریعے کہہ رہی تھی "مریم ایک سیدھی سادی شریف عورت ہے۔ یہ جو کہہ رہی ہے درست کہہ رہی ہے۔ اس کے چور خیالات سے فی الحال یہی معلوم ہورہا ہے کہ یہ نہ تو ہماری دشمن ہے اور نہ ہی دشمن کی آلۂ کار ہے۔"

علی نے کہا "بعض آلۂ کار خود نہیں جانتے کہ وہ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بنے ہوئے ہیں۔ مریم بھی نادانستگی میں کسی کی آلۂ کار بن سکتی ہے یا بن چکی ہے۔"

"یہ تو آئندہ معلوم ہوگا لیکن جو معلوم ہوچکا ہے وہ دلچسپی سے خالی نہیں ہے۔ یوسف البرہان عرف پاشا غیر معمولی قوتِ بصارت اور قوتِ سماعت رکھتا ہے اور ایسی غیر معمولی صلاحیتیں پیدا کرنے کی دواؤں کا فارمولا جانتا ہے۔ جن لوگوں نے اسے جزیرے میں قید کیا ہے وہ یقیناً اس سے وہ فارمولا حاصل کرنا چاہتے ہوں گے۔"

"لیکن وہ مریم کو اس سے ملنے کیوں نہیں دیتے؟"

"مریم کے خیالات سے پتا چلتا ہے کہ دشمن اس کے شوہر کو دھمکیاں دے رہے ہیں کہ اگر اس نے فارمولا نہیں بتایا تو اس کی بیوی کو قتل کردیا جائے گا۔"

وہ چلتے چلتے رک گیا پھر مریم سے بولا "ہم کہاں جارہے ہیں؟"

"رات کہیں گزارنی ہوگی۔ کیا تم مجھے اپنے ہاں پناہ دوگے؟"

"میرا کوئی گھر نہیں ہے۔ میں ایک مسافر ہوں' تمہاری طرح بھٹک رہا ہوں۔"

"تم کہاں سے آرہے ہو اور کہاں جاؤگے؟"

"آیا ہوں بہت دور سے' جانا ہے بہت دور۔ اتفاق سے ہم دونوں کا راستہ ایک ہے۔ میں واشنگٹن جاؤں گا وہاں سے آگے تمہارا سفر جاری رہے گا لیکن پہلے تمہیں یقین کرنا ہوگا کہ پاشا واقعی جزیرے مارکیوسان میں ہے۔"

"مجھے یقین ہے وہ اسی جزیرے میں ہے۔ لیکن وہ تو ہزاروں میل دور ہے میں وہاں کیسے جاؤں گی۔ دشمنوں نے مجھے بے گھر کردیا ہے۔ میرے پاس دو وقت کھانے کے رقم نہیں ہے۔ میں اتنا طویل سفر کیسے کروں گی۔"

"کیا پاسپورٹ ہے؟"

"ہاں' یہ میرے پرس میں ہے۔"

"فکر نہ کرو۔ تمہیں ضرورت سے زیادہ رقم مل جائے گی۔ یہ دس ہزار ڈالر رکھو اور اپنا پاسپورٹ دو۔ میں کل کی فلائٹ میں تمہارے لیے ایک سیٹ حاصل کرلوں گا۔"

اس نے دس ہزار ڈالر دیے اور اس کا پاسپورٹ لے کر اسے مشورہ دیا کہ وہ کسی ہوٹل میں آج کی رات گزارے۔ کل صبح دس بجے ائرپورٹ پر ملاقات ہوگی۔

وہ اسے رخصت کرکے فرانس کے سفیر کے پاس آیا۔ اس کے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

بنگلے میں رات گزاری اور اس کے ذریعے اپنی اور مریم کی روانگی کا انتظام کیا۔ چونکہ مریم پر پوری طرح بھروسا نہیں کیا جاسکتا تھا اس لیے اس نے اپنا حلیہ تھوڑا سا تبدیل کیا تاکہ دشمن نگرانی کررہے ہوں تو اسے مریم کے ہم سفر کی حیثیت سے پہچان نہ سکیں۔

دوسری صبح دس بجے مریم ائرپورٹ پر اس کا انتظار کررہی تھی۔ سفیر کے ایک ملازم نے اس کے پاس آکر کہا "میڈم! آپ جس کی منتظر ہیں وہ صاحب نہیں آئیں گے۔ ابھی اسی شہر میں قیام کریں گے۔ یہ آپ کا پاسپورٹ اور ٹکٹ ہے اور مزید اخراجات کے یہ پندرہ ہزار ڈالر رکھ لیں۔"

مریم نے وہ سب کچھ لیتے ہوئے کہا "میں حیران ہوں کہ وہ سخی داتا کون ہے جس نے ایک مختصر سی ملاقات میں مجھے پچیس ہزار ڈالر دے دیے۔ امریکا تک سفر کرنے کا ٹکٹ بھی دیا۔ اس سے کہنا ایک ماں کی دعائیں ہمیشہ اس کے ساتھ رہیں گی۔"

وہ طیارے میں آئی۔ وہاں علی بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اسے پہچان نہ سکی۔ اس کے پاس بیٹھ کر بولی "میں امریکا جارہی ہوں خاصا طویل سفر ہے۔ تم کہاں جارہے ہو؟"

"نیویارک جارہا ہوں۔"

آدھے گھنٹے بعد طیارے نے پرواز کی۔ ثانی نے آکر کہا "میں نے جزیرہ مارکیوسان کے بارے میں کچھ معلومات حاصل کی ہیں۔ یہ خوب صورت مناظر سے بھرپور جزیرہ ہے۔ اس کے آس پاس مزید دس جزیرے ہیں جس میں سے ایک کا نام آئی لینڈ آف مین ہے۔ یعنی صرف مردوں کا جزیرہ۔"

"یہ تو عجیب سا نام ہے۔ کیا واقعی وہاں صرف مرد رہتے ہیں؟"

"ہاں' آج تک کسی عورت نے وہاں کی زمین پر قدم نہیں رکھا ہے۔ یہ دنیا عجائبات سے بھری پڑی ہے۔ یہاں ایسے ایسے واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں جنہیں دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔"

"واقعی' سوچو تو عجیب سا لگتا ہے کہ ہماری دنیا کے اندر ایک ایسی الگ دنیا ہے جو سمندر کے بیچ میں ہے جہاں صرف مرد رہتے ہیں۔ کیا عورت کے بغیر کوئی دنیا ہوسکتی ہے اور اگر ہوجائے تو کیا وہ دنیا قائم رہ سکتی ہے؟"

"وہ پچھلے پچاس برسوں سے قائم ہے۔ وہاں سزا یافتہ مجرموں کو پہنچایا جاتا ہے۔ وہ ایسی جیل ہے' جہاں لوہے کی سلاخیں اور مضبوط دیواریں نہیں ہیں۔ چاروں طرف گہرا سمندر ہے' کوئی بڑے سے بڑا جی دار مجرم تیر کر وہ سمندر پار نہیں کرسکتا۔ وہاں سے دوسرے جزیرے دس پندرہ میل کے فاصلوں پر ہیں۔"

"اب سمجھا کہ وہ جزیرہ کیسے اب تک قائم ہے۔ ہماری دنیا اس لیے آباد ہے کہ عورت نئی نسل کو جنم دیتی رہتی ہے اور اس جزیرے کی دنیا اس لیے آباد ہے کہ جرائم کی سزا پانے والے مجرم قیدیوں میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ پرانے مرتے رہتے ہیں' نئے آتے رہتے ہیں۔"

"ایک اخباری رپورٹر نے وہاں کے تفصیلی حالات بیان کیے ہیں جو پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔"

"میں سوچ رہا ہوں' وہاں کے تمام مرد عورتوں کے بغیر کیسے رہتے ہوں گے؟"

وہ بولی "شرم نہیں آتی ایسا سوچتے ہو؟"

"بھئی' میرے لیے تو تم ہو۔ میں اپنے لیے نہیں ان بے چاروں کے لیے سوچ رہا ہوں۔"

"عورت کے بغیر بھی زندگی گزر جاتی ہے۔"

"سب کی نہیں گزرتی۔ عورت نہ ہو تو مرد غلط راہیں اختیار کرلیتا ہے۔"

"اے مسٹر! مجھ سے ایسی بے شرمی کی باتیں نہ کرو۔"

"کیا اس جزیرے میں رہنے والوں کی زندگی کے حالات معلوم نہیں کرنا چاہیے۔ میں سوچ رہا ہوں' مجھے وہاں جانا چاہیے۔ اس طرح دو فائدے حاصل ہوں گے۔"

"کون سے دو فائدے؟"

"ایک تو یہ کہ ایک ایسی انسانی جنت دیکھوں گا جہاں شجر ممنوعہ نہیں ہوگا۔ دوسرے یہ کہ یوسف البرہان کو وہاں سے لاسکوں گا۔"

"ہاں وہ شخص بہت اہم ہے۔ اگر اس کا فارمولا مجرموں کے ہاتھ لگے گا تو ہماری یہ دنیا اور زیادہ جرائم کا اڈا بن جائے گی۔ ایسے مجرم ہزاروں میل دور بیٹھ کر قوتِ سماعت کے ذریعے ملکوں اور فوجوں کے راز معلوم کرتے رہیں گے۔ اپنے خلاف ہونے والی قانونی کارروائیوں کو قبل از وقت معلوم کرلیں گے۔ قوتِ بصارت کے ذریعے بھی تہلکہ مچاتے رہیں گے۔"

"یوسف البرہان نے ابھی تک وہ فارمولا کسی کے حوالے نہیں کیا ہے' اسے کہیں چھپا کر رکھا ہے۔ اسی لیے ایک قیدی کی زندگی گزار رہا ہے۔"

"اگر یہ کسی کے ہاتھ نہیں لگا ہے تو اچھی بات ہے۔ ہمیں جلد سے جلد اس ماہرِ طب اور سائنس داں کو اس جزیرے سے لے آنا چاہیے۔"

"تم یہاں واشنگٹن پہنچتے ہی جزیرے مارکیوسان کے لیے روانہ ہوجاؤ میں کل روانہ ہونے والے طیارے میں تمہاری اور مریم کی سیٹ ریزرو کرادوں گی۔"

"ہاں' فوراً ہی جانا بہتر ہے کیونکہ واشنگٹن میں تم سپرماڈام ہو اور میں ایک عام سا آدمی سمجھا جاؤں گا۔ تم سے ملاقات کروں گا تو بے شمار جاسوس پیچھے پڑجائیں گے۔"

"مجھے بھی افسوس ہوگا کہ بالکل قریب آنے کے باوجود ہم ایک دوسرے سے کوئی بات نہیں کرسکیں گے بلکہ سامنا ہی نہیں کرسکیں گے۔ بہرحال میں ابھی مریم کے خیالات پڑھ کر جارہی ہوں۔"

وہ مریم کے پاس آئی۔ اس کے خیالات سے پتا چلا کہ وہ بے چین ہے کیونکہ پاس بیٹھا ہوا ہم سفر بڑی دیر سے آنکھیں بند کیے ہوئے تھا جیسے سو رہا ہو اور مریم کو کچھ زیادہ بولنے کی عادت تھی۔ بات نہ کرے تو وقت نہیں گزرتا تھا۔

اس کی اور کوئی پریشانی نہیں تھی اور نہ ہی وہ منفی انداز میں کچھ سوچ رہی تھی۔ ثانی نے علی کے پاس آکر کہا "تمہاری اماں جان تنہائی محسوس کررہی ہیں۔ انہیں کمپنی دو۔ میں جارہی ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ علی نے آنکھیں کھول دیں پھر زیرِ لب بڑبڑایا "اوہ گاڈ! میں تو سو گیا تھا۔"

وہ بولی "تم نوجوانوں کا کوئی ٹائم ٹیبل نہیں ہوتا۔ بے وقت کھاتے ہو اور بے وقت سوتے ہو۔ کیا رات کسی کلب میں جاگتے رہے تھے؟"

"نہیں' میں رات گھر میں تھا' اپنے بستر پر... بات یہ ہے کہ جب کہیں سفر کرنا ہوتا ہے تو خوشی سے نیند نہیں آتی اور جب سفر شروع ہوتا ہے تو نیند آجاتی ہے۔"

وہ مسکرا کر بولی "اتنے بڑے ہوگئے ہو مگر بچوں جیسی عادتیں ہیں۔ تمہارا نام کیا ہے؟"

"میرا نام یوسف ہے۔"

وہ چونک کر' خوشی سے بولی "کیا واقعی تم یوسف ہو۔ ہاؤ لولی میرے شوہر کا بھی یہی نام ہے' یوسف البرہان! میں اسے پاشا کہتی ہوں۔"

"مجھے کیا کہو گی؟"

"بیٹا یوسف کہوں گی۔"

"ایسا نہ کہنا' شوہر سے رشتہ ٹوٹ جائے گا۔ وہ یوسف بیٹا ہوجائے گا۔"

وہ گھور کر بولی "کیا بکواس کرتے ہو۔ کیا میں کسی دوسرے یوسف کو بیٹا نہیں کہہ سکتی؟"

"بیٹا کہہ سکتی ہو لیکن بیٹا یوسف کہنا کچھ نامناسب ہے' تم خود ہی غور کرو۔"

وہ تھوڑی دیر تک غور کرتی رہی پھر قائل ہوکر بولی "درست کہتے ہو' ویسے تمہارا پورا نام کیا ہے؟"

"یوسف سرتاج۔"

"ہاں' یہ ہوئی نا بات۔ میں تمہیں سرتاج کہوں گی۔"

"تو میڈم! سرتاج تو شوہر کو کہتے ہیں' تم ایک شوہر کے ہوتے ہوئے مجھے سرتاج کیسے کہہ سکتی ہو؟"

وہ چڑ کر بولی "تمہاری ماں بھی تو تمہیں سرتاج کہتی ہوگی۔"

"میری مائیں اور بہنیں مجھے یوسف کہتی ہیں باقی لڑکیاں سرتاج کہا کرتی ہیں۔"

وہ ذرا الجھ گئی۔ سرتاج کہنے سے یوں لگتا جیسے شوہر کو مخاطب کررہی ہو اور یوسف تو شوہر کا نام ہی تھا۔ آخر وہ بولی "تم بہت شریر ہو' مجھے الجھا رہے ہو۔ میں تمہیں نائی بوائے کہوں گی۔"

علی ہنسنے لگا۔ وہ بولی "تم نے بتایا تھا کہ نیویارک جارہے ہو۔ کیا بزنس ٹور ہے؟"

"نہیں ایک شخص کی تلاش ہے وہ علم الابدان کا ماہر ہے۔ بہت مشہور طبیب ہے۔ سنا ہے' وہ آپریشن کے بغیر آنکھوں کی بینائی درست کردیتا ہے اور حیرت انگیز طور پر قوت سماعت بڑھا دیتا ہے۔"

وہ حیرت سے منہ کھولے سن رہی تھی پھر بولی "اس طبیب کا نام کیا ہے؟"

"ڈاکٹر برنارڈ ہنٹر۔"

وہ ناگواری سے بولی "ارے یہ ڈاکٹر ہنٹر وہنٹر میرے شوہر کے سامنے تیل بیچتے ہیں۔ میرے شوہر نے قوتِ بصارت اور سماعت کے متعلق ایسے حیرت انگیز کامیاب تجربات کیے ہیں کہ تم سنو گے تو یقین نہیں کروگے۔"

علی نے کہا "میری بینائی کمزور ہے۔ دور کی چیزیں دھندلی نظر آتی ہیں۔ میں رات کے وقت بہرا ہوجاتا ہوں' کیا تمہارا شوہر میرا علاج کرسکتا ہے؟"

"ارے ایسا علاج کرے گا کہ تم کئی میل تک صاف دیکھ سکو گے اور کئی میل دور کی آوازیں سن سکو گے۔"

"کیوں ہانک رہی ہو۔ بھلا آج تک کسی نے میلوں دور کی آواز سنی ہے؟"

"میں جھوٹ نہیں بول رہی ہوں' اپنی سچائی ثابت کردوں گی۔"

"ٹھیک ہے' ثابت کرو۔"

"اپنے شوہر سے ملاقات کرتے ہی اس سے کہوں گی کہ وہ تمہارا علاج کرے اور تمہیں غیر معمولی قوتِ بصارت اور سماعت دے۔"

"تمہارا شوہر کہاں ہے؟"

"دشمنوں کی قید میں ہے۔"

"کیا نیویارک میں ہے؟"

"نہیں جزیرہ مارکیوسان میں۔"

"اوہ گاڈ! وہ تو بہت دور ہے۔"

"تمہیں اپنا علاج کرانے اور غیر معمولی بصارت اور سماعت حاصل کرنے کے لیے دنیا کے آخری سرے تک جانا چاہیے۔"

"مارکیوسان میرے لیے انجانی سی جگہ ہے۔"

"میرے لیے بھی ہے' میں پہلی بار جارہی ہوں۔ تمہارا ساتھ ہوگا تو مجھے میرا شوہر مل جائے گا اور تمہارا کامیاب علاج ہوجائے گا۔"

"اچھی بات ہے' میں ابھی سفر کے دوران غور کروں گا اور

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

فیصلہ کروں گا کہ اس جزیرے تک جانا چاہیے یا نہیں؟"

مریم اسے قائل کرنے کی کوشش کرنے لگی۔ اسے اپنا دکھڑا سنایا کہ کس طرح دشمن اس اکیلی عورت کو پریشان کر رہے ہیں اور اسے اپنے شوہر سے ملنے کا موقع نہیں دیتے ہیں۔ علی پچھلی رات اس کی زبان سے یہی روداد سن چکا تھا اس لیے سننے کے دوران ہوں ہاں کرتا رہا اور اس سے ہمدردی جتاتا رہا۔

○☆○

یوسف البرہان عرف پاشا نے اپنا حلیہ اور نام بدل لیا تھا اور مارکوسان کی نئی سوسائٹی میں مسٹر مارکوسولو کہلاتا تھا۔ اپنی پرانی شخصیت کے ساتھ دنیا والوں سے یہ بات چھپائی تھی کہ وہ علم الابدان کا ماہر، مشہور طبیب اور سائنس داں ہے۔

وہ ایسا کرنے پر مجبور تھا۔ چھ ماہ پہلے شی تارا اور پے پے سرنا اس کے پیچھے پڑ گئے تھے۔ ان کی پہلی ملاقات اس طرح ہوئی کہ شی تارا کو ایک رئیس زادی کے گلے کا ہار پسند آگیا تھا۔ اس نیکلس میں ایک بہت قیمتی اور نایاب ہیرا جڑا ہوا تھا۔ شی تارا نے کہا۔ "بھائی سرنا! میں چاہوں تو اس رئیس زادی کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ کر کے وہ نیکلس حاصل کرلوں لیکن ہمیں اپنے اصولوں پر قائم رہنا چاہئے۔ خواہ مخواہ ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ کر کے لوگوں کی نظروں میں نہیں آنا چاہئے۔"

سرنا نے کہا "بے شک ہم خاموشی اور رازداری سے کام کرتے ہوئے ہر معاملے میں کامیاب ہوتے جا رہے ہیں۔ آج ہم بڑے بڑے ممالک کو اپنے اشاروں پر چلا سکتے ہیں۔ خطرناک تنظیمیں ہم سے خوفزدہ ہیں۔ انہیں آج تک پتا نہیں چل سکا کہ ہم بہن بھائی کون ہیں؟ کہاں سے آئے ہیں اور ہماری طاقت اور اثر و رسوخ کی انتہا کیا ہے؟ لہٰذا ہم وہ نیکلس خاموشی سے حاصل کرلیں گے۔ آج رات کو سر آرتھر ہال میں لندن کے لارڈز اپنی بیگمات کے ساتھ ڈنر پر آنے والے ہیں۔ تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے وہاں کے دو دعوت نامے حاصل کرلو۔"

"میں دعوت نامے بھی حاصل کرلوں گی اور پاور ہاؤس کے انچارج کو بھی قابو میں رکھوں گی۔ موقع غنیمت دیکھ کر بجلی کی سپلائی بند کرادوں گی۔ تاریکی پھیلتے ہی تم رئیس زادی کے گلے سے ہار نوچ کر لے جاؤ گے۔"

چند سیکنڈ کے بعد فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ سرنا نے ریسیور اٹھا کر پوچھا "ہیلو کون ہے؟"

دوسری طرف سے آواز آئی "دوست ہوں، مجھے تمہاری یہ پلاننگ پسند آرہی ہے۔ اگر شی تارا بجلی کی سپلائی ایک منٹ کے لیے روک دے تو وہ نیکلس میں چرا کر لے جاؤں گا۔"

سرنا نے پریشان ہو کر پوچھا "تم کون ہو اور ہماری اس پلاننگ کے متعلق کیسے جانتے ہو؟"

"میں کیسے جان سکتا ہوں؟ یہ پلاننگ تو ابھی تم بہن بھائی کے دماغوں میں آئی ہے اور تم دونوں ایک بند کمرے میں ہار کی چوری کا منصوبہ بنا رہے ہو۔ تمہاری باتیں کسی نے نہیں سنی ہیں۔ صرف میں سنتا رہا ہوں۔"

"تم کہاں ہو؟ ہمارے بنگلے میں کوئی تیسرا نہیں ہے۔ تمام دروازے اندر سے بند ہیں۔ پھر تم ہماری باتیں کیسے سن رہے ہو؟"

"تم دونوں لندن میں ہو اور یقین نہیں کرو گے کہ میں اسکاٹ لینڈ میں ہوں۔ تمہاری باتیں اور آوازیں یہاں بیٹھ کر سن رہا ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس نے سانس روک لی پھر مسکرا کر کہا "اچھا تو تمہاری بہن میرے دماغ میں آنا چاہتی ہے، بے چاری کو مایوسی ہو رہی ہے۔"

"چلو یہ تو معلوم ہوا کہ تم یوگا کے ماہر ہو اور کوئی ایسا پُراسرار علم جانتے ہو جس کے ذریعے ہماری باتیں سن رہے ہو۔"

"تمہاری بہن کی طرح ٹیلی پیتھی نہیں جانتا ہوں اسی لیے فون کے ذریعے گفتگو کر رہا ہوں۔"

"آخر یہ کون سا علم ہے؟"

"یہ طبی سائنس کا کمال ہے۔ میں ایک ڈاکٹر اور سائنس داں ہوں۔ میں نے پندرہ برس کی مسلسل محنت اور لگن سے اپنی قوتِ سماعت اور بصارت میں حیرت انگیز اضافہ کیا ہے اور غیر معمولی ذہنی توانائی رکھتا ہوں۔ مجھے خواہ کتنی ہی ذہنی اور جسمانی اذیتیں پہنچائی جائیں، میرے دماغ پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔"

"کیا ہمیں بچہ سمجھ کر بہلا رہے ہو۔ تمہاری ان باتوں پر بچے ہی یقین کریں گے۔"

"ہاں، بچوں کے علاوہ وہ بوڑھے ڈاکٹر اور سائنس داں بھی یقین کریں گے جو ان موضوعات پر تحقیقات جاری رکھتے ہیں اور آج رات اس ہار کے غائب ہونے کے بعد تم بہن بھائی بھی میری غیر معمولی صلاحیتوں کو تسلیم کرو گے۔"

"آج رات کے بعد پھر تم سے کہاں ملاقات ہو سکے گی؟"

"اسی ٹیلی فون پر آدھی ملاقات ہوتی رہے گی۔"

"کیا بنفسِ نفیس ملاقات نہیں کرو گے؟"

"کبھی کوئی حماقت کرنے کا ارادہ کروں گا تو ضرور ملاقات کروں گا۔"

"اپنا نام تو بتا سکتے ہو؟"

"تمہاری بہن مجھے جس نام سے پکارے، وہی میرا نام ہوگا۔"

"اگر وہ گدھا کہے تو؟"

"تمہیں برا لگے گا کیونکہ میں اسے اپنی گدھی بنانے والا ہوں۔"

شی تارا اپنے بھائی کے دماغ میں رہ کر فون پر ہونے والی گفتگو سن رہی تھی۔ غصہ میں آکر بھائی سے ریسیور چھین کر چیختی ہوئی بولی "کمینے! کتے! میں تیرے پورے خاندان کو گدھوں کا خاندان بنا دوں گی۔"

"دنیا کی ہر بہو اپنے سسرال کو اپنے جیسا بناتی ہے۔"

"مرد کا بچہ ہے تو سامنے آ۔ میرا بھائی تیری ہڈیاں توڑ دے گا۔"

"سالا بن جانے کے بعد ہاتھ نہیں اٹھائے گا۔"

شی تارا نے ریسیور کو کریڈل پر پٹخ کر کہا "وہ مجھے اپنی باتوں سے طیش دلا رہا ہے۔"

ادھر یوسف البرہان نے ریسیور رکھ دیا۔ وہ ایک تاریک کمرے میں بیٹھا ہوا تھا۔ دن کا وقت تھا لیکن دروازے کھڑکیاں بند تھیں تاریکی کے ساتھ گہری خاموشی تھی۔ اس خاموشی میں وہ اپنی قوتِ سماعت سے سن رہا تھا۔ شی تارا کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ اپنے بھائی سے کہہ رہی تھی "وہ مجھے اپنی باتوں سے طیش دلا رہا ہے۔"

سرنا کی آواز سنائی دی "میری بہنا! یہ غصہ کرنے کا وقت نہیں ہے۔ دماغ ٹھنڈا رکھو اور سوچو کہ وہ ہم بھائی بہن کو کیسے جانتا ہے جبکہ ہم اپنے اصل نام اور اصل شخصیت کو کسی پر ظاہر نہیں کرتے ہیں۔"

تھوڑی دیر خاموشی رہی۔ یوسف البرہان کمرے کی تاریکی میں گھورتے ہوئے انتظار کر رہا تھا پھر شی تارا کی آواز آئی۔ وہ کہہ رہی تھی "بھائی سرنا! دماغ کام نہیں کر رہا ہے۔ ہم نے ابھی نیکلس کی چوری کا ارادہ کیا اور پلک جھپکتے ہی اسے خبر ہوگئی۔ کیا وہ جادو جانتا ہے؟"

سرنا نے کہا "ایسا ہی کوئی عمل جانتا ہوگا۔ اگر ٹیلی پیتھی جانتا اور ہمارے دماغوں میں آتا تو ہم سانس روک لیتے۔ اس کی اس بات پر غور کرنا ہوگا کہ وہ غیر معمولی قوتِ سماعت کا حامل ہے اور اسکاٹ لینڈ میں بیٹھ کر لندن میں ہونے والی گفتگو سن لیتا ہے۔"

"کیا وہ اس وقت بھی ہماری باتیں سن رہا ہوگا۔"

"شاید سن رہا ہو۔"

"پھر تو یہ مصیبت بن جائے گا۔ ہماری ہر بات سن لیا کرے گا۔"

"بہتر ہے، ابھی تم سوچ کے ذریعے گفتگو کرو۔"

اس کے ساتھ ہی خاموشی چھا گئی۔ اب وہ یقیناً خیال خوانی کے ذریعے باتیں کر رہے ہوں گے۔ یوسف البرہان کے سننے کا طریقہ یہ تھا کہ وہ دور جا کر صرف اسی کی آواز سن سکتا تھا جس سے پہلے کبھی گفتگو کر چکا ہو۔ یا اسے دوسروں سے باتیں کرتے ہوئے سن چکا ہو۔

پھر وہ تنہائی میں آرام سے بیٹھ کر اپنی تمام توجہ اس ایک آواز اور لہجے پر مرکوز کرتا تھا اور چشم زدن میں اسے سننے لگتا تھا۔ وہ سرِعام راہ چلتے بھی اپنی مطلوبہ آوازیں سن سکتا تھا اور مطلوبہ آواز کے آس پاس جو لوگ بول رہے ہوں ان کی آوازیں بھی سنائی دینے لگتی تھیں۔

اس نے ایک ہفتہ قبل شی تارا کو لندن کی ایک شاہی تقریب میں دیکھا تھا اور اس کے حسن و جمال پر فدا ہو گیا تھا۔ اگرچہ وہ عمر رسیدہ تھا۔ دو برس بعد پورے پچاس برس کا ہونے والا تھا۔ ایک محبت کرنے والی بیوی مریم تھی جو اب پرانی ہو گئی تھی۔ وہ اسے دل و جان سے چاہتا تھا لیکن جذبات کے معاملے میں جوانوں کی طرح منچلا تھا۔ اس نے اپنی ذات پر ایسے ایسے طبی تجربات کیے تھے کہ پچیس برس کا جوان دکھائی دیتا تھا۔ دماغی قوت ایسی تھی کہ ہنستے ہنستے بجلی کے جھٹکے برداشت کر لیتا تھا۔ جسمانی طور پر فولاد تھا۔ آہنی سلاخیں موڑ دیتا تھا اور دشمنوں کی ہڈیاں توڑ دیتا تھا پھر ایسی قوتوں کا مالک ہو کر وہ عاشق مزاج کیسے نہ بنتا۔

اس نے تقریب میں شی تارا سے دوستی کرنے کی کوشش کی۔ لیکن وہ مغرور تھی کسی سے بے تکلف ہونا پسند نہیں کرتی تھی۔ تب اس نے سوچا پہلے اس کے متعلق معلومات حاصل کی جائیں۔ پھر اس کی اوقات کے مطابق چارا ڈالا جائے۔

اس رات اس نے تقریب سے گھر واپس آکر اپنے بستر پر لیٹ کر شی تارا کی آواز اور لہجے پر توجہ مرکوز کی پھر اس کی باتیں سننے لگا "بھائی سرنا! تم نے اس شخص کو دیکھا تھا جس کی آنکھوں میں عجیب سی چمک تھی، ایک عجیب سی کشش تھی۔"

"ہاں، میں نے بھی یہی محسوس کیا تھا اور اس کے متعلق معلومات حاصل کی تھیں۔ پتا چلا اس کا نام یوسف البرہان ہے۔ استنبول کا رہنے والا ہے، ایک معروف ڈاکٹر اور سائنسداں ہے۔"

"میں اس کے دماغ میں جانا چاہتی تھی لیکن اس نے سانس روک لی۔ وہ کوئی پُراسرار شخص ہے۔"

"شی تارا! وہ پُراسرار ہے تو ہم اس سے کم نہیں ہیں۔"

یوسف البرہان ان کی باتیں سن رہا تھا اور اسے معلوم ہو رہا تھا کہ بظاہر.... مس ڈیلا نکہ کہلانے والی کا اصل نام شی تارا ہے۔ پے پے سرنا اس کا بھائی ہے اور وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔

وہ اگلے دو چار دنوں تک بہن بھائی کی باتیں سنتا رہا اور معلوم کرتا رہا کہ وہ دونوں واقعی پُراسرار ہیں۔ بڑے بڑے ممالک کے اہم رازوں سے واقف ہیں۔ خطرناک تنظیموں کو اپنے زیرِ اثر لا چکے ہیں اور دنیا کے ہر بڑے شہر اور اہم علاقے میں ان کے خفیہ اڈے اور ہزاروں مسلح گارڈز ہیں ان سے چھیڑ کرنا گویا موت کو دعوت دینا تھا۔

لیکن وہ موت کو دعوت دینے پر مجبور ہو گیا کیونکہ شی تارا پر دل آگیا تھا۔ وہ اپنی صلاحیتوں سے متاثر کر کے اسے حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اسی لیے پہلی بار ٹیلی فون کے ذریعے رابطہ کر کے اسے اور سرنا کو بتایا کہ وہ بڑی خوبیوں کا مالک ہے۔ جو ہار وہ چرانا چاہتے ہیں اسے وہ خود اڑا لے جائے گا۔

شی تارا اور سرنا نے طے کیا کہ وہ نیکلس چوری نہیں کریں گے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے پاور ہاؤس کے انچارج کو بجلی کی سپلائی روکنے پر مجبور نہیں کریں گے۔ چپ چاپ یہ تماشا دیکھیں گے کہ وہ کون ہے جو رئیس زادی کے گلے سے نیکلس نوچ کر لے جائے گا۔

سر آرتھر ہال میں لندن کے بڑے بڑے لارڈز اور بزنس مین اپنی بیویوں کے ساتھ آئے ہوئے تھے۔ شی تارا نے ان سرمایہ داروں کی بھیڑ میں یوسف البرہان کو دیکھا۔ اس کی آنکھوں کی غیر معمولی چمک نے متوجہ کیا تھا۔ وہ کترا کر بھیڑ میں گم ہو گیا۔ شی تارا کے دماغ میں بات آئی۔ یہ پُراسرار یوسف البرہان وہی شخص تو نہیں ہے جس نے فون پر چیلنج کیا تھا؟

اس نے خیال خوانی کے ذریعے سرنا سے کہا "مجھے شبہ ہے کہ ہم سے فون پر باتیں کرنے والا یہی یوسف البرہان ہے۔ اس پر نظر رکھو، یہ نیکلس اڑانے کے لیے اس رئیس زادی کے آس پاس رہے گا۔"

یوسف اور وہ بہن بھائی تینوں ہی اس رئیس زادی کے اطراف منڈلاتے رہے پھر یکبارگی تاریکی چھا گئی۔ یوسف نے اپنے آدمیوں کے ذریعے ایسا انتظام کیا تھا کہ اس پورے علاقے کی بجلی چلی جائے۔

ہال میں اندھیرا ہوتے ہی سب ایک دوسرے کی نظروں سے گم ہو گئے۔ صرف یوسف البرہان کی چمکتی ہوئی آنکھیں صاف طور سے ایک ایک فرد کو دیکھ رہی تھیں۔ شی تارا اور سرنا تاریکی میں راستہ بنانے اور رئیس زادی کے قریب پہنچنے کی کوششیں کر رہے تھے۔ یوسف پاشا نے وقت ضائع نہیں کیا۔ رئیس زادی کے گلے سے ہار نوچ کر وہاں سے پلٹ گیا۔ کچھ فاصلے پر شی تارا بھیڑ میں ٹکریں کھا رہی تھی۔ یوسف پاشا نے قریب پہنچ کر اس کے پرس پر ہاتھ مارا۔ پرس فرش پر گر پڑا۔ اس نے فوراً ہی اسے اٹھا کر اسے کھول کر نیکلس کو اس میں رکھا، اسے بند کیا پھر جھک گیا کیونکہ شی تارا بھی جھک کر فرش پر پرس تلاش کرنے کے لیے دونوں ہاتھوں سے ٹٹول رہی تھی۔ اس نے پرس اس کے ہاتھوں میں پکڑا دیا۔

وہاں کوئی لائٹر جلا رہا تھا۔ کوئی موم بتیاں لانے کو کہہ رہا تھا۔ اکثر ایسے تھے جو تاریک ہال سے باہر جانے کے لیے ایک دوسرے سے ٹکرا رہے تھے۔ یوسف پاشا بھی جان بوجھ کر اس سے ٹکرا گیا۔ اسے بازوؤں میں دبوچ لیا۔ شی تارا نے اتنا ہی دیکھا کہ دو چمکتی ہوئی آنکھیں اس کی آنکھوں کے قریب آگئی ہیں۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن اس کے لبوں پر مُہر لگ گئی۔ دل کی دھڑکنیں پاگل ہو گئیں۔ اس نے خود کو چھڑانے کی کوششیں کیں مگر وہ فولادی شکنجہ بن گیا تھا۔ جب وہ شکست خوردہ انداز میں ڈھیلی پڑنے لگی تو اس نے چھوڑ دیا۔ وہاں سے پلٹ کر تاریکی میں گم ہو گیا۔

اس افراتفری میں رئیس زادی کو ابھی تک معلوم نہیں ہوا تھا کہ گلے سے ہار نکل چکا ہے۔ شی تارا نے سوچا۔ اگر وہ نیکلس کے لیے چلائے گی تو ہال کے دروازے بند کر دیے جائیں گے، ایک ایک فرد کی تلاشی لی جائے گی۔ گھنٹوں بور ہونا پڑے گا۔ وہ تاریکی میں راستہ بناتی، کچھ لائٹروں کی روشنی میں دیکھتی ہوئی جانے لگی۔ سوچ کے ذریعے بولی "بھائی سرنا! میں کار کی طرف جارہی ہوں فوراً چلے جاؤ ورنہ تلاشی دینے کے لیے گھنٹوں رکنا پڑے گا۔"

پارکنگ ایریا میں کئی گاڑیوں کی ہیڈلائٹس روشن ہو گئیں اور ادھر کافی روشنی پھیل گئی تھی۔ وہ کار میں آکر بیٹھ گئے۔ وہ دل دھڑک رہا تھا اور یوسف پاشا پر غصہ آرہا تھا کہ آج تک اس کے ساتھ وہ جرأت نہیں کی جو وہ کر چکا تھا۔ اس نے چمکتی آنکھوں کے باعث اسے پہچان لیا تھا۔ اس نے دل ہی دل میں قسمیں کھائیں کہ اسے زندہ نہیں چھوڑے گی۔

سرنا نے آکر اسٹیئرنگ سیٹ سنبھال لی۔ گاڑی اسٹارٹ کر کے اسے آگے بڑھاتے ہوئے کہا "شاید وہ ہار چرانے میں ناکام رہا ہے۔"

"یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو؟"

"ایسے کہ اس ہار والی نے شور نہیں مچایا، اس کے گلے سے ہار اتارا جاتا تو وہ چیخ چیخ کر زمین آسمان ایک کر دیتی۔"

شی تارا نے کار کی اندرونی لائٹ آن کر دی۔ سرنا نے دیکھا پھر پوچھا "یہ تمہارا حلیہ کیا ہو گیا ہے۔ ساری لپ اسٹک چہرے پر پھیل گئی ہے۔"

دل کی دھڑکنیں پھر تیز ہو گئیں۔ چمکتی ہوئی آنکھیں خوابوں میں چھانے لگیں۔ اس نے ٹشو پیپر سے چہرہ صاف کرنے کے لیے پرس کھولا۔ اس میں جھانک کر دیکھا تو حیرت سے چیخ پڑی۔

سرنا نے چونک کر پوچھا "کیا ہوا؟"

اس نے پرس میں ہاتھ ڈال کر ہار نکالا۔ شدید حیرانی سے بولی "یہ قیمتی نیکلس میرے پرس میں کیسے آگیا؟"

سرنا نے سڑک کے کنارے گاڑی روک دی پھر کہا "پُراسرار شخص تو کمال دکھا رہا ہے۔"

"اب وہ پُراسرار نہیں رہا۔ وہ بے شک و شبہ یوسف البرہان ہے۔ میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

"اس نے تمہارے پرس میں ہار پہنچایا اور تم اس کی جان لینا چاہتی ہو۔"

"تم نہیں جانتے، اس نے اندھیرے میں ایسی حرکت کی جس کی سزا صرف موت ہو سکتی ہے۔"

وہ پرس میں سے بے بی مرر اور ٹشو پیپر نکال کر چہرہ صاف کرنے لگی۔ بھائی نے غصے سے تلملا کر بہن کو دیکھا پھر کہا "بار میں ابھی اسے کتے کی موت ماروں گا۔ تم یہ گاڑی لے کر جاؤ۔ میں واپس جارہا ہوں۔ وہ ابھی اسی ہال میں ہوگا۔"

اس نے جانے کے لیے دروازہ کھولا بہن نے دونوں ہاتھوں سے اسے پکڑتے ہوئے کہا "تم غصے میں بھول رہے ہو کہ وہ شیطان کہیں بیٹھا ہوا ہماری یہ باتیں سن رہا ہوگا۔ تمہارا خطرناک ارادہ معلوم کرنے کے بعد اس ہال سے جارہا ہوگا۔ تمہارے ہاتھ نہیں آئے گا۔ گھر چلو۔"

بات معقول تھی۔ سرنا نے صبر کیا مگر اسے گالیاں دیتے ہوئے کار ڈرائیو کرنے لگا۔ وہ سوچ کے ذریعے بولی "اسے گالیاں دینے سے وہ نہیں مرے گا۔ وہ ایک معروف ڈاکٹر اور سائنس داں ہے۔ آج تک کہاں اور استنبول میں اس کے تمام ٹھکانوں کے متعلق معلوم کرنا ہو گا۔ اس کے بیوی بچے اور دوسرے رشتے دار ہوں گے ان کے دماغوں میں گھس کر اس شیطان کی کمزوری معلوم کرنی ہو گی۔ غصہ تھوک دو اور سہولت سے اس کے خلاف منصوبے بناؤ۔"

وہ بولا "ہم نے بڑی خطرناک تنظیموں کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کیا ہے۔ یہ ایک کمینہ کس گنتی میں ہے۔ میں صبح ہونے سے پہلے اس کی رگ رگ تک پہنچ جاؤں گا۔"

"بھائی سرنا! اسے جان سے ہرگز نہ مارنا اور نہ ہی اپاہج بنانا۔ غصے میں یہ نہ بھولو کہ ہم اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا کر اس کی غیر معمولی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔"

"درست کہتی ہو۔ اسے مار ڈالنے سے وہ ایک ہی بار اذیت برداشت کر کے مرے گا، اسے بدترین غلام بنا کر ہم اس کی زندگی موت سے بدتر بنا دیں گے۔"

وہ اپنی رہائش گاہ میں آئے۔ تھوڑی دیر بعد فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ سرنا ریسیور اٹھانا چاہتا تھا۔ وہ بولی "ٹھہرو، وہی کمبخت ہوگا۔ میں اس سے بات کروں گی۔"

وہ ریسیور اٹھا کر بولی "ہیلو کون؟"

یوسف پاشا کی آواز آئی "تم نے پرس کھول کر دیکھا۔ کچھ حیران ہوئیں، کچھ گالیاں بھی دیں۔ ویسے پیار کا یہ تحفہ ضرور قبول کرو گی کیونکہ ہیرے جواہرات تمہاری کمزوری ہیں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "پیار کے اس تحفے سے زیادہ تمہارا پیار اچھا لگا۔ اب تو ہم دوست ہو گئے ہیں۔"

"اتنی جلدی دوستی؟ تم تو مجھے خوش نصیب بنا رہی ہو۔"

"تو پھر آجاؤ۔ میں انتظار کر رہی ہوں۔"

"میرا خیال ہے یہ باتیں فون پر نہ ہوں تو بہتر ہے۔ تم میرے دماغ میں چلی آؤ۔"

"کیا واقعی؟"

"ہاں، آکر دیکھو، میں خوش آمدید کہہ رہا ہوں۔"

"اچھا ابھی آتی ہوں۔"

اس نے ریسیور رکھ کر کہا "اس نے مجھے اپنے دماغ میں آنے کی دعوت دی۔ میں بیڈ روم میں جارہی ہوں۔ صبح ملاقات ہوگی۔"

پھر وہ سوچ کے ذریعے بولی "تم اپنے طور پر اس کمبخت تک پہنچنے کی کوشش کرو۔ کچھ کامیابی نظر آئے تو مجھے بلا لینا۔"

وہ اپنے بیڈ روم میں آکر بستر پر آرام سے لیٹ گئی پھر اس کے دماغ میں پہنچی تو وہ بولا "خوش آمدید میرے محبوب!"

وہ بولی "میں بہترین صلاحیتیں رکھنے والوں کی قدر کرتی ہوں اور تم تو غیر معمولی صلاحیتوں کے حامل ہو۔ اب یقین ہو گیا ہے کہ تم حیرت انگیز اور ناقابلِ یقین قوتِ سماعت رکھتے ہو۔"

"اور میری قوتِ بصارت کے متعلق کیا خیال ہے۔ میں نے تاریکی میں ہاتھوں کی صفائی دکھائی اور بڑی صفائی سے پیار بھی دکھایا، بولو کیسی رہی؟"

"مانتی ہوں۔ تم نے مجھے جیت لیا ہے۔"

"میری ایک اور صلاحیت کو مان لو گی۔ اس وقت میرے اندر ہو۔ میں تمہیں اجازت دیتا ہوں، میرے دماغ میں زلزلہ پیدا کرو۔"

وہ جھجکتے ہوئے بولی "کیا کہتے ہو دماغ ہل جائے گا، پھوڑا بن جائے گا پھر میں تمہارے دماغ پر ہمیشہ کے لیے قبضہ جما لوں گی۔"

"میں یہی چاہتا ہوں کہ تم میرے دل و دماغ کی مالکہ بن جاؤ۔"

اس نے یکبارگی دماغی جھٹکا پہنچایا۔ وہ ہنسنے لگا، اس نے دماغ کو ہلا ڈالنے اور زلزلے پیدا کرنے کے تمام ہتھکنڈے استعمال کیے لیکن ایسا لگتا رہا جیسے سوچ کی لہریں فولاد کی دیواروں سے ٹکرا رہی ہوں، اس پر کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔ وہ پھر ہنستے ہوئے بولا "بس کرو، تھک جاؤ گی۔"

وہ شدید حیرانی سے بولی "تم کیا چیز ہو؟"

"میں طبی سائنس کا کمال ہوں۔ میں نے دن رات کی محنتوں سے ایسی ادویات تیار کی ہیں جن کے استعمال سے جسم اور دماغ فولاد بن جاتے ہیں اور قوتِ سماعت و بصارت حیرت انگیز اور ناقابلِ یقین ہو جاتی ہے۔"

"کیا وہ دوائیں تمہارے پاس ہیں؟"

"تیار نہیں ہیں لیکن ان کے فارمولے زبانی یاد ہیں۔"

"مسٹر یوسف! کیوں نہ ہم صاف اور سیدھی سودے بازی کریں۔"

"تمہاری یہ صاف گوئی مجھے پسند آئی۔ میں بھی صاف صاف کہہ دوں کہ تمہارا دیوانہ عاشق نہیں ہوں فقط حسن و شباب کا رسیا ہوں۔"

"تمہاری جو خواہش ہو گی پوری ہو جائے گی۔ ابھی صرف کام کی باتیں کرو، کیا ہماری ٹیم میں شامل ہونا پسند کرو گے؟"

"اگر میں پسند نہ کروں تو؟"

"تو پھر فارمولے کی قیمت بتاؤ۔"

"یہ میں کسی قیمت پر فروخت نہیں کروں گا۔"

"پلیز، انکار اور ضد کی راہ اختیار نہ کرو۔ تم نہیں جانتے ہم بہن بھائی کتنے گہرے اور پُراسرار ہیں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "تمہاری جیسی پُراسرار حسینہ کو میں نے آغوش میں سمیٹ لیا تھا۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"یوسف! یہ تمہاری خوش فہمی ہے۔ آج تک شی تارا کو کسی مرد نے ہاتھ نہیں لگایا۔ میں ایسی آہنی دیواروں کے پیچھے رہتی ہوں کہ ان دیواروں میں کوئی دروازہ بنا کر نہیں آسکتا۔"

"تم اتنی ڈینگیں مار رہی ہو' کیا ایک گھنٹے پہلے میں نے تمہیں ہاتھ نہیں لگایا تھا۔"

"وہ میں نہیں تھی' شی تارا تھری تھی۔"

"یہ کیا بات ہوئی؟"

"یہی تو اسرار ہیں۔ میری چھ عدد ڈی ہیں شی تارا ون' شی تارا ٹو' شی تارا تھری' شی تارا فور' شی تارا فائیو اور شی تارا سکس۔ اسی طرح میرے بھائی پے پے سرنا کی چھ ڈی ہیں۔ ساتویں نمبر پر ہم اصل بہن بھائی ہیں۔ کہاں ہیں اور کیسی کیسی حکمتِ عملی سے دنیا پر چھا رہے ہیں' یہ کوئی معلوم نہیں کرسکے گا۔"

"تم بہن بھائی کے نام شاید اسی لیے میرے علم میں آئے ہیں کہ میں اصل تک پہنچ جاؤں گا۔"

"تمہیں حق پہنچتا ہے کہ ہم تک پہنچنے کی کوشش کرو۔ ویسے عمر گزر جائے گی اس دشت کی سیاحی میں۔ ایک شی تارا اور سرنا ازبکستان میں ہیں' فرہاد اور اس کے بیٹے پارس کو اُلو بنانے والے ہیں۔ دوسری شی تارا اور سرنا واشنگٹن میں ہیں اور سپر ادام سلوانہ کو بے نقاب کرکے یہ ثابت کرنے والے ہیں کہ وہ سونیا ثانی ہے۔"

یوسف نے کہا "اور شی تارا تھری مجھ سے ہم کلام ہے۔"

"نہیں' وہ شی تارا تھری جسے تم نے تاریکی میں پکڑ لیا تھا' وہ اپنے بیڈ روم کے بستر پر سحرزدہ ہے اور سمجھ رہی ہے کہ وہ خیال خوانی میں مصروف ہے۔ میری تمام ڈی کی حرکات سے یہی ظاہر ہوتا کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہیں جبکہ صرف میں خیال خوانی کرتی ہوں اور ایسے وقت وہ سحرزدہ رہتی ہے جس کی طرف سے میں سوچ کے ذریعے بولتی ہوں۔"

"گویا اس وقت میرے اندر اصل شی تارا بول رہی ہے۔"

"ہاں' اس آواز اور لہجے میں بول رہی ہوں جو میری تمام ڈی کے لیے مخصوص ہے۔ تم میری اصل آواز اور لہجہ کبھی نہیں سن سکو گے۔ اپنی غیر معمولی قوتِ سماعت کے ذریعے میری کوئی بات تمہارے کانوں تک نہیں پہنچے گی۔"

"ایسا دعویٰ نہ کرو۔ تم کسی قبر میں نہیں' دنیا میں رہتی ہو۔ گھومتی پھرتی اور محفلوں میں آتی جاتی رہتی ہو۔ جس طرح میں نے اتفاقاً شی تارا تھری کی آواز سن لی' اسی طرح کسی دن تمہاری اصل آواز سن لوں گا۔"

"میں اپنے محل سے نکل کر کبھی اصل لہجے میں نہیں بولتی ہوں۔ تم صرف میری ہی باتیں نہ کرو' دوستی کے راستے ہموار کرو۔"

"دوستی آج ہو سکتی ہے' ابھی ہو سکتی ہے۔ میرے پاس چلی آؤ۔"

"میں نے وعدہ کیا ہے کہ جو خواہش کرو گے اسے پورا کروں گی۔ آج سے یہ شی تارا تھری تمہاری ہے۔"

"مجھے نقلی مال نہیں' اصلی چاہیے۔"

"اصل کو تو مرتے دم تک چھو نہیں سکو گے۔"

"پھر میں بھی کہہ دوں کہ تم مرتے دم تک میری غیر معمولی دواؤں کے فارمولے حاصل نہیں کرسکو گی۔"

وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگئی۔ وہ شی تارا تھری کی حاضر نہیں ہوئی تھی۔ چونکہ اصل تھی اس لیے دہلی شہر کے ذاتی محل میں تھی۔ اصل پے پے سرنا ازبکستان میں شی تارا کے ساتھ تھا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے بھائی سرنا کو یوسف پاشا کے متعلق تفصیل سے بتایا۔ وہ بولا "میری بہنا! ہمیں صورت میں یوسف البرہان کی دواؤں کے وہ فارمولے حاصل کرنے ہوں گے۔ ہم بہن بھائی وہ دوائیں استعمال کرکے ہمیشہ کے ناقابلِ شکست ہوسکتے ہیں۔ ساری دنیا ہمارے سامنے سر جھکائے گی۔"

"میں پوری کوشش کررہی ہوں' قبر تک اس کا پیچھا کروں گی اور وہ فارمولے حاصل کرکے رہوں گی۔"

وہ پھر اپنے محل میں حاضر ہوگئی اور اپنے دست راست کو ہدایات دینے لگی کہ کس طرح یوسف البرہان اور اس کے خاندان کے متعلق معلومات حاصل کرنا ہے اور یوسف کو ہوشیاری سے ٹریپ کرنا ہے۔

یوسف البرہان اپنے کمرے میں بیٹھا تمام حالات کا جائزہ لے رہا تھا اور خوب سمجھ رہا تھا کہ اس کی تلاش شروع ہوچکی ہوگی۔ شی تارا اور سرنا کے ذرائع بہت وسیع تھے۔ وہ تیزی سے اس کے گرد گھیرا تنگ کرسکتے تھے۔ اگرچہ اس نے اپنی رہائش گاہ دوست کو بھی نہیں بتائی تھی تاہم خطرے کا احساس بڑھتا جا رہا تھا۔

اس نے آئینے کے سامنے بیٹھ کر اپنا حلیہ تبدیل کیا' چہرے معمولی سی تبدیلی کی پھر اس رہائش گاہ کو چھوڑ کر کار میں روانہ ہوگیا۔ اس نے ڈرائیونگ کے دوران شی تارا تھری اور سرنا تھری کی آوازیں سننے کی کوششیں کیں لیکن دونوں طرف سے خاموشی تھی۔ شاید وہ سو رہے ہوں گے۔

اس نے ڈی شی تارا تھری کے بنگلے کے سامنے گاڑی روک دی پھر توجہ سے سننے کی کوشش کی۔ سرنا تھری کی آواز سنائی دی۔ کسی پولیس افسر سے کہہ رہا تھا "یہ پچاس ہزار پونڈز ہیں۔ یہ اسے تلاش کرنے کا معاوضہ ہے اور وہ بہت معروف ڈاکٹر ہے۔ کوئی گمنام شخص نہیں ہے۔ لندن آنے والوں اور یہاں قیام کرنے والوں کی باقاعدہ انٹری ہوتی ہے۔ تم آدھے گھنٹے میں اس کی رہائش گاہ کا پتا معلوم کرسکتے ہو۔"

افسر نے کہا "میرے ساتھ آؤ میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔"

یوسف پاشا نے ریوالور نکال کر اس میں سائیلنسر لگایا پھر کار سے نکل کر تیزی سے چلتا ہوا بنگلے کے دروازے پر پہنچا۔ دروازہ مقفل تھا۔ اس نے بے آواز فائرنگ کرکے اسے کھول دیا۔ اندر آکر مختلف کمروں میں جھانک کر دیکھا۔ ایک کمرے میں وہ سو رہی تھی۔ شاید اس نے سونے سے پہلے دماغ کو ہدایات دی تھیں۔ اس لیے بیڈ روم کا دروازہ کھلتے ہی آنکھ کھل گئی۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔ اسے حیرانی سے دیکھ کر بولی "تم؟"

"ہاں' میں وہ فارمولا دینے آیا ہوں۔ شرط یہ ہے کہ میرے دماغ میں آکر باتیں کرو۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کرنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہی۔ پریشان ہوکر بولی "ہم روبرو ہیں پھر خیال خوانی کیا ضروری ہے۔ فارمولا کہاں ہے؟"

"وہ میں شی تارا کو دوں گا اور شی تارا کی پہچان یہ ہے کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔"

"میں جانتی ہوں۔"

"تم ایک ڈی ہو۔ شی تارا جب تمہاری طرف سے خیال خوانی کرتی ہے تو ایسے وقت تمہیں سحرزدہ کردیتی ہے۔ تم سمجھتی ہو کہ خیال خوانی کررہی ہو جبکہ وہ واپس تمہارے دماغ میں آکر خیال خوانی کے ذریعے ہونے والی تمام گفتگو نقش کرتی ہے اور چلی جاتی ہے۔"

"تم بے تکی باتیں کررہے ہو۔"

"چلو بے تکی سہی۔ یہ ثابت ہوگیا کہ اصل شی تارا تمہارے اندر موجود نہیں ہے اور یہاں میری موجودگی کا اسے علم نہیں ہے۔ شاید وہ سو رہی ہوگی یا مجھے پھانسنے کے چکر میں اپنے لوگوں کے ساتھ مصروف ہوگی۔"

"تم فضول باتیں کررہے ہو۔ فارمولا کہاں ہے؟"

"میں تمہارے سامنے ہوں' میری آغوش میں آکر دیکھو کہ فارمولے نے کس طرح مجھے انسان سے جن بنا دیا ہے۔"

اس نے پکڑ لیا۔ وہ خود کو چھڑانے کی کوششیں کرنے لگی جب یقین ہوگیا کہ فولادی شکنجے سے نہیں نکل سکے گی تو چیخنے کے لیے منہ کھولا۔ یوسف کی پانچ انگلیوں نے اس کے جبڑوں کو گرفت میں لیا تو تکلیف کی شدت سے چیخنا بھول گئی۔ وہ بولا "میں خوش خوراک ہوں۔ اچھی خوراک کو منہ لگائے بغیر نہیں چھوڑتا۔ پھر تمہاری وجہ سے خطرناک بہن بھائی کو دشمن بنا چکا ہوں۔ ان بہن بھائی کو بھی جلد ہی معلوم ہوجائے گا کہ میں لوہے کا چنا ہوں' مجھے چبانے والے دانت ٹوٹ جاتے ہیں۔"

یہ کہہ کر اس نے شی تارا تھری کو دونوں ہاتھوں سے اٹھایا' اسے سر سے بلند کیا پھر اسے بستر پر پھینک دیا۔

دوسرے دن اس نے ایک کمرے میں بیٹھ کر مریم کا تصور کیا اس کی آواز اور لہجے پر توجہ مرکوز کی پھر اس کی آوازیں سننے لگا۔ وہ کسی سے کہہ رہی تھی۔ "میں نہیں جانتی' میرا شوہر کہاں ہے؟ کل اسکاٹ لینڈ سے اس نے فون کیا تھا۔ شاید وہیں ہوگا تم اسے کیوں پوچھ رہے ہو؟"

کسی نے جواب دیا "ابھی تو پوچھ رہے ہیں' وہ شام تک نہ ملا تو ہم تمہیں اٹھا کر لے جائیں گے۔"

یوسف پاشا صرف سن سکتا تھا۔ ہزاروں میل دور سے جواباً کچھ کہہ نہیں سکتا تھا۔ اس وقت وہ اس اجنبی کی آوازوں پر توجہ دیتا رہا۔ وہ اجنبی جہاں جاتا تھا' جن لوگوں سے ملتا تھا یوسف ان لوگوں کی باتیں بھی سنتا تھا۔ ان کی باتوں سے بیشتر دشمنوں کے پتے ٹھکانے معلوم ہوجاتے تھے۔

وہ کئی گھنٹوں تک معلومات حاصل کرتا رہا۔ پھر اس نے فون کے ذریعے استنبول میں رہنے والے اپنے حواریوں سے رابطہ کیا انہیں دشمنوں کے پتے ٹھکانے بتائے اور انہیں حکم دیا کہ تمام دشمنوں کو شہر چھوڑنے اور مریم سے دور رہنے پر مجبور کردو۔ جو مجبور نہ ہوں اور مریم کے لیے مصیبت بن جائیں انہیں ہمیشہ کے لیے ختم کردو۔

پھر اس نے فون کے ذریعے مریم سے گفتگو کی۔ اس سے کہا۔ "میری جان! مجھے سب پتا ہے کہ تمہیں کس طرح پریشان کیا جارہا ہے۔ فکر نہ کرو وہ دشمن جلد ہی تمہارا پیچھا چھوڑ دیں گے۔"

مریم نے کہا "مجھے دشمنوں کی پروا نہیں ہے۔ تمہاری فکر ہے۔ میرے پاس چلے آؤ۔ میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی۔"

"ارے بڑھاپے میں کیوں رومانی ڈائیلاگ بول رہی ہو۔ اللہ اللہ کرو اور مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ میں دشمنوں سے چھپتا پھر رہا ہوں' یہاں سے کہیں دور چلا جاؤں گا۔ خیریت سے رہا تو تمہاری خیریت معلوم کروں گا ورنہ سمجھ لینا کہ دشمنوں نے مجھے قید کرلیا ہے یا پھر مار ڈالا ہے۔"

"ایسی بات منہ سے نہ نکالو۔ موت تمہیں نہیں دشمنوں کو آئے گی۔ اگر تم لندن میں ہی رہو گے تو میں وہاں چلی آؤں گی۔"

یوسف نے اس کی بات ختم ہونے سے پہلے ہی رابطہ ختم کردیا تھا وہ نہیں چاہتا تھا۔ کہ مریم اس کے پیچھے آئے۔ وہ پینتالیس برس کی ایسی گھر گرہستی والی بیوی تھی جسے گھر کی چار دیواری میں رکھا جاتا ہے۔ اس عمر میں عورت بوڑھی اور مرد پھر سے جوان ہوجاتا ہے اور باہر کی رنگ رلیوں میں بیوی کی مداخلت پسند نہیں کرتا۔

ادھر شی تارا نے اپنے آدمیوں کے ذریعے مریم کے دماغ میں جگہ بنائی تھی تاکہ اس کے ذریعے یوسف پاشا کے متعلق معلومات حاصل ہوتی رہیں۔ اس نے مریم کو احساس ہونے نہیں دیا کہ اس کے دماغ میں آتی جاتی رہتی ہے۔ وہ چپ چاپ اس کے اندر تحریک پیدا کرتی رہی کہ استنبول چھوڑ کر اپنے شوہر کی تلاش میں جائے۔

اس مقصد کے لیے اس نے اپنے آدمیوں کے ذریعے مریم کو

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

بتایا کہ یوسف پاشا گرفتار ہوگیا ہے اور دشمنوں نے اسے مارکیوسان کے جزیرے میں قید کر رکھا ہے۔ مریم یہ سن کر پریشان ہوگئی تھی اور جلد سے جلد اس جزیرے میں پہنچنا چاہتی تھی۔

یوسف نے اس کی آوازیں سن کر معلوم کیا کہ شی تارا کے آدمی اس بے چاری سے جھوٹ بول رہے ہیں اور وہ شوہر کی تلاش میں اس جزیرے تک جانے کے لیے بے چین ہوگئی ہے اس نے فون کے ذریعے اپنے حواریوں سے کہا "مریم کو پتا نہیں ہے کہ مارکیوسان جزیرہ کہاں ہے۔ اسے بتاؤ کہ جزیرہ قریب ہی ہے استنبول کے ساحل سے کوئی پچاس میل کے فاصلے پر ہے اور تم لوگ اپنے باس یوسف پاشا کو وہاں سے رہائی دلا کر لے آؤ گے۔"

شی تارا چاہتی تھی کہ مریم استنبول سے ہزاروں میل دور بھٹکتی رہے اور یوسف کے لیے پرابلم بنتی رہے اور یوسف شی تارا کو خوش فہمی میں مبتلا کر رہا تھا کہ وہ اپنی بیوی کے لیے بہت پریشان ہے اس لیے اپنے قریب آنے سے روک رہا ہے۔

ایک رات اس نے مریم کی آوازیں سنیں۔ وہ ایک موٹر بوٹ والے کو خاصی رقم دے کر جزیرے تک جانا چاہتی تھی لیکن شی تارا کے آدمیوں نے موٹر بوٹ والے کو قتل کر دیا۔ مریم وہاں سے جان بچا کر بھاگنے لگی۔ دشمن اسے قتل کرنا نہیں چاہتے تھے صرف ہراساں کرنا چاہتے تھے تاکہ وہ شوہر کی پناہ میں جانے کے لیے استنبول سے باہر نکلے اور جب باہر نکلنا چاہے تو اسے جانے بھی نہ دیا جائے۔

یہ وہی رات تھی جب مریم جان کی سلامتی کے لیے علی کی پناہ میں پہنچ گئی تھی۔ یوسف اپنے کمرے میں بیٹھا بیوی کی باتیں سن رہا تھا۔ اسے قدرے اطمینان ہوا... کہ وہ کسی نوجوان کے پاس محفوظ ہے اور فائرنگ کرنے والے دشمن بھاگ گئے ہیں۔

پھر یہ بھی فکر ہوئی کہ وہ نوجوان کون ہے؟ کہیں وہ شی تارا کا کوئی نیا آلۂ کار نہ ہو۔ ادھر شی تارا خاموشی سے مریم کے اندر چھپی ہوئی تھی۔ اس نے علی کی آواز سنتے ہی اسے پہچان لیا۔ اپنے بھائی سے بولی "بھائی سرنا! علی روپوش ہوگیا تھا پھر سامنے آگیا ہے۔ وہ مریم کے ساتھ نیویارک یا واشنگٹن تک جائے گا۔"

سرنا نے پوچھا "وہ دونوں امریکا کیوں جا رہے ہیں؟"

"مریم کا خیال ہے کہ یوسف البرہان مارکیوسان جزیرے میں ہے۔ اس لیے وہ امریکا سے ہو کر ادھر جائے گی اور علی تو ظاہر ہے ثانی سے ملنے جا رہا ہوگا۔"

"کیا مریم نے علی کو بتا دیا ہے کہ یوسف کیسی غیر معمولی صلاحیتوں کا حامل ہے؟"

"ہاں مریم کو زیادہ بولنے کی عادت ہے۔ بڑے فخر سے اپنے شوہر کی باتیں کرتی ہے۔ اس نے علی کو بتا دیا ہے۔"

"پھر تو وہ بھی ان فارمولوں کو حاصل کرنا چاہے گا۔"

"اس نے یہ بات مریم سے نہیں کہی ہے لیکن اسے جزیرے تک جانے کے لیے جہاز کا ٹکٹ اور خاصی رقم دے رہا ہے آدھے راستے تک اس کا ہم سفر رہے گا۔ ہو سکتا ہے وہ مریم کے ذریعے یوسف کو ٹریپ کرے۔"

"یہ یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ یوسف اس جزیرے میں ہے لیکن علی ضرور کوئی ایسی چال چلے گا کہ وہ میاں بیوی ایک دوسرے سے ملنے پر مجبور ہو جائیں۔ اس طرح وہ یوسف کو پا لے گا۔"

"ایک طرح سے یہ بات ہمارے حق میں ہے کہ مریم کی وجہ سے علی ہماری نظروں میں رہے گا۔ دوسری بات تشویش ناک ہے کہ وہ فارمولوں کے پیچھے پڑ جائے گا۔"

دوسری طرف یوسف پاشا اپنے کمرے میں علی کی طرف کان لگائے بیٹھا تھا۔ وہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ نوجوان کون ہے جس نے اس کی بیوی کو ابھی دس ہزار ڈالر دیے ہیں اور اس کے جہاز کا ٹکٹ بھی لینے والا ہے۔ وہ نوجوان مریم سے دوسری صبح ائرپورٹ میں ملاقات کرنے کا وعدہ کر کے رخصت ہوگیا تھا۔

پھر یوسف نے بڑی دیر تک اس کی آواز نہیں سنی۔ اس کے بعد پتا چلا کہ وہ فرانس کے سفیر کے پاس آیا ہے۔ سفیر نے بڑی گرم جوشی سے اسے مسٹر علی تیمور کہہ کر مخاطب کیا۔ تب یوسف کو پتا چلا کہ وہ فرہاد علی تیمور کا بیٹا ہے۔

وہ پریشان ہو کر سوچنے لگا۔ یہ تو اور مصیبت ہوگئی۔ شی تارا اور سرنا پہلے ہی پیچھے پڑے ہوئے ہیں، اب فرہاد کا پورا خاندان عذاب جان بن جائے گا۔

اس نے مریم کو علی کے متعلق بتانا چاہا۔ اسے علی سے دور رہنے کی تاکید کرنا لازمی تھا لیکن مریم جس خاتون کے ہاں بے اتگ گیسٹ بن کر رات گزارنے گئی تھی اس کے ہاں ٹیلی فون نہیں تھا ان کی باتوں سے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ اس مکان کا نمبر کیا ہے اور وہ کس علاقے میں ہے۔ اگر یہ معلوم ہوتا تو وہ اپنے حواریوں کے ذریعے مریم کو علی سے دور کر دیتا۔

وہ دوسری صبح دیر سے اٹھا۔ مریم ائرپورٹ پر علی کا انتظار کر رہی تھی۔ وہ ٹیلی فون کے ذریعے اسے مخاطب کر سکتا تھا۔ استنبول ائرپورٹ کا نمبر معلوم نہیں تھا۔ جب وہ ڈائریکٹری میں نمبر تلاش کر رہا تھا تب ہی سفیر کے ایک ملازم نے مریم کے پاس آکر اسے پاسپورٹ، جہاز کا ٹکٹ اور پندرہ ہزار ڈالر دیے اور بتایا کہ وہ جس کا انتظار کر رہی ہے، اس نے سفر کا ارادہ ملتوی کر دیا ہے۔

یہ سن کر یوسف کو اطمینان ہوا کہ علی خود ہی مریم سے دور ہوگیا ہے۔ یہ اطمینان تھوڑی دیر تک رہا۔ پھر طیارے میں مریم نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے مسافر سے گفتگو کی تو یوسف نے لہجے کی معمولی سی تبدیلی کو محسوس کیا اور سمجھ لیا کہ علی بھیس بدل کر اس کی بیوی کے ساتھ سفر کر رہا ہے۔

شی تارا نے سفیر کے دماغ میں رہ کر معلوم کر لیا تھا کہ علی بھیس بدل کر مریم کے ساتھ رہے گا۔ اس طرح ان بہن بھائی کو یقین ہوگیا کہ علی نے ان فارمولوں کو حاصل کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے اور جب تک یوسف البرہان کی گردن نہیں پکڑے گا تب تک مریم کا ساتھ نہیں چھوڑے گا۔ یہ حالات بتا رہے تھے کہ آگے چل کر وہ سب آپس میں بری طرح ٹکرائیں گے۔

وہ جہاز دو گھنٹے کے لیے لندن میں اترا۔ مریم ائرپورٹ کے ریستوران میں کافی پینے آئی۔ اسے اطلاع دی گئی کہ ٹیلی فون کاؤنٹر پر مسٹر پاشا کا فون ہے۔ وہ تیزی سے چلتی ہوئی کاؤنٹر پر آئی پھر ریسیور کان سے لگا کر پوچھا "ہیلو پاشا! یہ تم ہو؟"

"ہاں، میں بول رہا ہوں۔ یہ تم کس کے ساتھ سفر کر رہی ہو؟ آخر کہاں جا رہی ہو؟"

"میں تمہارے پاس آرہی ہوں۔ تم جزیرہ مارکیوسان میں ہو نا؟"

"میں جہنم میں ہوں۔ مجھے تلاش مت کرو۔ دشمن تمہارے پیچھے میری تاک میں ہیں۔"

"میں تمام دشمنوں کو استنبول چھوڑ آئی ہوں، کوئی نہیں جانتا کہ میں اس طیارے میں سفر کر رہی ہوں۔"

"تم دوستوں اور دشمنوں کے فریب کو سمجھتی نہیں ہو۔ یہ جو تمہارا ہم سفر ہے۔ تمہاری ساتھ والی سیٹ پر ہے اور جس نے اپنا نام یوسف سرتاج بتایا ہے وہ دراصل...."

وہ بات کاٹ کر بولی "ہاں اس کا نام بھی یوسف ہے۔ تم جانتے ہو۔ مجھے یوسف نام سے بہت محبت ہے اور وہ تو بڑا ہی شریر اور دلچسپ نوجوان ہے۔"

وہ دوسری طرف سے ڈانٹ کر بولا "یو شٹ اپ! پہلے میری بات توجہ سے سنو۔ یہ یوسف سرتاج وہی جوان ہے جو پچھلی رات تم سے ملا تھا اور اس نے تمہیں دس ہزار ڈالرز دیے تھے۔"

"پاشا! یہ وہ نہیں ہے۔"

"چپ رہو۔ وہ وہی ہے اور اس کا اصلی نام علی تیمور ہے۔ وہ فرہاد علی تیمور کا بیٹا ہے۔"

وہ خوش ہو کر بولی "کیا سچ کہہ رہے ہو۔ وہ فرہاد علی تیمور کا بیٹا ہے۔ کیا وہ علی تیمور ہے؟ اس کی ماں سونیا ہے؟ رسونتی ہے؟ یا وہ کیا نام ہے بھلا سا۔ ہاں اعلیٰ بی بی...."

وہ غصے سے دہاڑتے ہوئے بولا "یہ لانگ ڈسٹنس کال ہے اور تم مجھ سے ان لوگوں کا خاندانی شجرہ پوچھ رہی ہو۔ تمہیں ان لوگوں سے کیا دلچسپی ہے۔ کیا تمہیں احساس نہیں ہے کہ میں خطرات میں گھرا ہوا ہوں؟"

"تم خود ہی خطرات کو دعوتیں دیتے رہتے ہو۔ یاد ہے دو برس پہلے بابا فرید واسطی مرحوم کے ادارے سے تمہیں آفر دی گئی تھی۔ جناب علی اسد اللہ تبریزی نے تمہاری ذہانت اور صلاحیتوں کو سراہا تھا اور ادارے کے لیے تمہاری خدمات حاصل کرنا چاہی تھیں مگر

بدنام ترین مُجرم چارلس سوبھراج کے جرائم کی مکمل تفصیل

قیمت ۲۰ روپے

چارلس سوبھراج کی سرگزشت

میں ملاحظہ فرمائیں

اپنے قریبی بک اسٹال سے طلب فرمائیں یا براہ راست ہم سے حاصل کریں

کتابیات پبلی کیشنز ◎ پوسٹ بکس ۲۳ کراچی ۱

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

تم نے انکار کردیا تھا۔ یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ تم مصیبتوں میں.... ہیلو' ہیلو سن رہے ہو۔ ہیلو پاشا...."

یوسف پاشا نے رابطہ ختم کردیا تھا اور سر پکڑ کر سوچ رہا تھا "یہ عورت سنتی نہیں ہے۔ سناتی چلی جاتی ہے۔ اب یہ جب تک میری تلاش میں بھٹکتی رہے گی میرے لیے خطرات بڑھتے رہیں گے۔ یہ فرہاد اور اس کے بچے بڑے چکرباز ہیں۔ یہ لوگ مریم کو گھما پھرا کر کسی نہ کسی دن میرے پاس لے آئیں گے۔"

وہ شی تارا اور سرنا کو جھانسا دینے کے لیے لندن سے نیویارک آگیا تھا اور ڈمی شی تارا اور سرنا کی آوازیں سنتا رہتا تھا۔ اسے انتظار تھا کہ ان کی باتوں سے کبھی نہ کبھی اصلی شی تارا کا سراغ ضرور ملے گا۔

ایسا سوچنے کے دوران اس نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا پھر سانس روکنے سے پہلے پوچھا "کون ہو تم؟"

"شی تارا' تمہاری قسمت کا ستارہ۔"

"تو پھر آجاؤ' میرے دل کے آسمان پر چمکنے کے لیے۔"

"ستارے دور چمکنے کے لیے ہوتے ہیں۔ ہاتھوں میں آنے کے لیے نہیں ہوتے۔ یہ تم نے جزیرہ مارکیوسان کا کیا چکر چلایا ہے میں کبھی یقین نہیں کروں گی کہ تم اس جزیرے میں ہو۔"

"یہ چکر تم نے چلایا ہے۔ تمہارے آدمیوں نے میری بیوی سے کہا تھا کہ مجھے وہاں قیدی بنا کر رکھا گیا ہے۔"

"یہ غلط ہے۔ میرے آدمیوں نے مریم سے ایسی کوئی بات نہیں کہی تھی۔ یہ تمہاری چالبازی ہے۔ تم نے اپنے ہتھکنڈوں سے یہ اعلان کردیا ہے کہ تم اس جزیرے میں ہو تاکہ ہم سب اُدھر دوڑے چلے جائیں۔"

"میں تو نہیں کہتا اُدھر جاؤ۔ تم جدھر ہو اُدھر کا پتا بتا دو۔ پتا نہیں ہمارے درمیان کب تک یہ کھیل جاری رہے گا۔ میں تم سے چھپتا پھروں گا تم مجھ سے چھپتی پھرو گی۔ میں تمہیں قابو میں کرنا چاہوں گا۔ تم مجھے ٹریپ کرنے کی کوششیں کرتی رہو گی۔"

"میں بہت جلد تمہیں ان فارمولوں کے ساتھ پکڑ لوں گی۔"

"اتنا بڑا چیلنج کرنے سے پہلے یہ مت بھولو کہ ہمارے درمیان علی تیمور آکودا ہے۔ اگر ہم ایک نہ ہوئے تو وہ ہم دونوں پر جھپٹ پڑے گا۔"

"ہاں' یہ تشویش ناک پہلو ہے۔ علی کے پیچھے فرہاد کی پوری فیملی چلی آئے گی۔ ہم ان سے خوفزدہ نہیں ہیں۔ خوفزدہ وہ ہوتے ہیں جو کم تر ہوتے ہیں۔ ابھی تو ہم برتر ہیں۔ ازبکستان میں دونوں باپ بیٹے کو اُلو بنا رہے ہیں۔ یہاں علی سے بھی نمٹ لیں گے۔ پریشانی صرف یہ ہے کہ علی اچانک ہی ہمارے درمیان چلا آیا ہے ابھی تمہارے خلاف تیاریاں مکمل کرنے کا ہمیں موقع نہیں ملا ہے۔"

"یہی فکر مجھے ہے کہ تمہارے خلاف پوری طرح پلاننگ کا موقع مجھے نہیں مل رہا ہے۔ اپنے ذرائع مزید مستحکم کرنے میں دیر لگ رہی ہے۔ ایسے میں ہم دونوں کا نقصان ہو سکتا ہے۔"

"اسی لیے سمجھاتی ہوں' میرے پاس آجاؤ۔ میری ٹیم میں شامل ہو جاؤ۔ یہاں تم اپنے طور پر آزاد زندگی گزارو گے۔"

"اور میں بھی تمہیں سمجھاتا ہوں' مجھے سبز باغ نہ دکھاؤ۔ میں مرد ہوں اپنے طور پر تمہیں بے دست و پا بنا کر لے آؤں گا۔ یہاں سے جاؤ۔" اس نے سانس روک لی۔ وہ یکلخت باہر نکل گئی۔

جہاز لندن سے روانہ ہوا۔ نیویارک کی سمت پرواز کرنے لگا۔ مریم اور علی اسی طرح ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ تھوڑی دیر تک منہ پھلائے رہی پھر بولی "اے لڑکے! تمہیں پتا ہے کہ میں تم سے ناراض ہوں اور تم سے بات نہیں کر رہی ہوں۔"

علی نے کہا "ہاں میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ تم مجھ سے بات کر رہی ہو لیکن مجھ سے ناراض کیوں ہو؟ میری غلطی کیا ہے؟"

"یہی کہ تم بدمعاش حاتم طائی ہو۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "جو بدمعاش ہو گا وہ کبھی حاتم طائی نہیں ہو گا اور جو حاتم طائی ہو گا وہ کبھی بدمعاش نہیں ہو گا۔"

"مگر تم ہو۔ تم نے پچھلی رات مجھے دس ہزار ڈالرز دیے۔"

"میں نے نہیں دیے۔ میں تو تمہیں جانتا بھی نہیں۔"

"بکواس مت کرو۔ لندن میں پاشا نے فون پر بتایا ہے کہ تم نے ابھی بھیس بدلا ہوا ہے۔ میں دھوکا کھا سکتی ہوں لیکن وہ غیر معمولی قوتِ سماعت رکھنے والا اس وقت بھی تمہاری آواز سن رہا ہے اور تمہیں پہچان رہا ہے۔ آخر اس بدمعاشی کی وجہ کیا ہے؟ کیا میں نے تمہیں بیٹا نہیں کہا ہے۔ کیا تم مجھے ماں نہیں سمجھتے ہو؟"

"اوہ نہیں ممی! آپ میری ماں ہیں۔ بھیس بدلنا میری مجبوری ہے۔"

"تو پھر ماں سے چھپنا نہیں چاہیے تھا۔"

"دشمن ماں کے جذبات کو خوب سمجھتے ہیں۔ وہ آپ کی باتوں اور ممتا سے پہچان لیں گے کہ میرا آپ سے گہرا رشتہ ہے۔"

"میرا کتنا ہی گہرا رشتہ ہو' سونیا اور رسونتی سے زیادہ گہرا نہیں ہو گا؟"

وہ حیرانی سے چونک کر بولا "آپ یہ کیا کہہ رہی ہیں؟"

"زیادہ بننے کی کوشش نہ کرو۔ میں جانتی ہوں' تم علی تیمور ہو۔"

علی نے ایک گہری سانس لے کر پوچھا "آپ کو کس نے بتایا؟ کیا آپ کے دماغ میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے؟"

"نہیں بیٹے! مجھے پاشا نے تمہارا اصل نام بتایا ہے۔"

"مسٹر پاشا نے صرف میری آواز سن کر نام کیسے معلوم کرلیا؟"

"تم خود سوچو' تم نے کل سے اب تک کسی ایسے دوست یا رشتے دار سے ملاقات کی ہو گی جس نے تمہارا نام لے کر تمہیں مخاطب کیا ہو گا اور پاشا نے سن لیا ہو گا۔"

علی کو یاد آگیا۔ پچھلی رات فرانس کے سفیر نے اسے نام لے کر مخاطب کیا تھا۔ مریم نے کہا "بابا فرید واسطی صاحب کے ادارے سے پاشا کو بہت بڑی آفر دی گئی تھی۔ اگر وہ اسے قبول کرلیتا تو آج جانے انجانے دشمنوں سے محفوظ رہتا۔ اس کے غیر معمولی طبی تجربات سے اس ادارے کے ذریعے اندھوں' بہروں اور ذہنی مریضوں کو معجزانہ طور پر بینائی' سماعت اور دماغی توانائی حاصل ہوتی۔"

"آپ درست کہتی ہیں ممی۔ اب بھی کچھ نہیں بگڑا ہے۔ ہم دونوں مسٹر پاشا کو ادارے میں لے جانے کی کوشش کریں گے۔ اس سے پہلے کہ وہ کسی خطرناک تنظیم کے ہتھے چڑھ جائے' ہمیں اسے ڈھونڈ نکالنا چاہیے۔"

علی اس سے باتیں کر رہا تھا اور سوچ رہا تھا اگرچہ مریم کے ذریعے یوسف تک پہنچنے میں کچھ آسانی ہو گی تاہم یہ نقصان ہو رہا ہے کہ وہ پہچان لیا گیا ہے۔ یوسف پاشا اسے جانتا ہے۔ اگر کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا دشمن مریم کے دماغ میں آتا جاتا ہو گا تو اسے بھی علی کی اصلیت معلوم ہو جائے گی۔

علی کے ایسا سوچنے سے پہلے ہی شی تارا اور سرنا کو سب کچھ معلوم ہو چکا تھا اور وہ اس پہلو پر غور کر رہے تھے کہ یوسف سے پہلے علی کو زیرِ دام لایا جائے۔ اگر وہ گرفت میں آجائے گا اور اسے یرغمال بنا کر رکھا جائے گا تو فرہاد کی فیملی کا کوئی فرد ان کے اور یوسف کے درمیان نہیں آئے گا پھر وہ کسی کی مداخلت اور رکاوٹ کے بغیر وہ تمام فارمولے حاصل کرلیں گے۔

جب تک علی طیارے میں سفر کرتا رہا وہ بہن بھائی اسے ٹریپ کرنے کی کوئی اچھی سی تدبیر سوچتے رہے۔ یوں تو کئی تدابیر ذہن میں آرہی تھیں لیکن وہ مطمئن نہیں ہو رہے تھے۔ سرنا نے کہا "فرہاد اور اس کے بیٹے قسمت کے دھنی ہیں' آہنی شکنجوں سے بھی نکل جاتے ہیں۔ ان کے ساتھ جسمانی طور پر مقابلہ نہ ہو۔ ان سے ذہانت میں مقابلہ کیا جائے تو کامیابی کی توقع کی جا سکتی ہے۔"

وہ بولی "ان کا طیارہ دو گھنٹے بعد نیویارک پہنچ جائے گا میری عقل کہتی ہے اگر اسے ائرپورٹ ہی سے ٹریپ نہ کیا گیا تو وہ پھر مشکل ہی سے ہاتھ آئے گا۔"

"میری بہنا! وہ علی تیمور ہے۔ اسے ائرپورٹ سے جبراً اغوا کرنے کا تصور بھی نہ کرو۔ ہم تم سوچ بھی نہیں سکتے کہ وہ کیسی قیامت برپا کردے گا۔"

"اسے ہاتھ لگائے بغیر اغوا کیا جا سکتا ہے۔"

"یہ ہے ذہانت کی بات۔ اب بتاؤ کیسے؟"

"ایسے کہ ثانی اور علی کے درمیان دماغی رابطہ رہتا ہو گا۔"

"ہاں' وہ عاشق معشوق ہیں۔ ضرور رابطہ رکھتے ہوں گے۔"

"میں ثانی کا لہجہ اختیار کر کے علی کے دماغ میں جا سکتی ہوں۔"

"ان کے درمیان کوڈورڈز ہوں گے اور وہ تم نہیں جانتی ہو۔"

"کوڈورڈز کی فکر نہ کرو۔ میں بات بنا لوں گی۔"

"اچھا آگے بولو۔"

"آگے کچھ بولنے سے بہتر ہے' پہلے میں اس کے دماغ میں جا کر یہ تدبیر آزماؤں۔ کامیابی ہو گی تو تمہیں منصوبے کا اگلا حصہ بتاؤں گی۔"

"ایسا نہ ہو کہ تم سے پہلے ثانی اس کے دماغ میں پہنچی ہو اور انہوں نے اپنا کوئی اگلا پروگرام بنایا ہو۔"

"اگر ایسا ہو گا تو زیادہ سے زیادہ یہی ہو گا کہ ہمیں ناکامی ہو گی۔ علی ہمارے پھانسے میں نہیں آئے گا۔ دشمن کبھی پھنستے ہیں' کبھی جال توڑ کر نکل بھاگتے ہیں۔"

"اچھی بات ہے۔ ہمارے پاس زیادہ وقت بھی نہیں ہے۔ اپنی تدبیر آزماؤ۔"

شی تارا آنکھیں بند کر کے تھوڑی دیر تک دل ہی دل میں ثانی کی آواز اور لہجے کی ریہرسل کرتی رہی پھر خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے علی کے دماغ میں پہنچ گئی۔ پہنچتے ہی پریشان سی ہو کر بولی "علی! ہمیں اپنے کوڈورڈز بدلنا ہوں گے۔ ابھی کوئی میرے دماغ میں آکر پاپا کے لہجے میں بول رہا تھا۔ حالانکہ اس نے صحیح کوڈورڈز ادا کیے تھے لیکن مجھے کچھ شبہ سا ہوا تو میں نے کہا' پاپا آپ پہلے علی کے پاس جائیں میں پانچ منٹ بعد آؤں گی۔ مجھے بتاؤ علی! کیا ابھی تمہارے پاس کوئی آیا تھا؟"

علی نے کہا "ابھی تک کوئی نہیں آیا ہے یعنی تمہارا شبہ درست ہے۔ کسی دشمن کو ہمارے کوڈورڈز معلوم ہو گئے ہیں۔"

"آئندہ میں تمہارے پاس آؤں گی تو کہوں گی' ثانی فار علی اینڈ علی فار ثانی۔"

"بہت ہی محبت بھرے کوڈورڈز ہیں میں یاد رکھوں گا۔"

"ایک اور سرپرائز دیتی ہوں میں تم سے ملنے واشنگٹن سے نیویارک آگئی ہوں۔ ائرپورٹ پر موجود رہوں گی۔"

"لیکن تم نے تو کہا تھا کہ وہاں تم سرپا دام ہو' مجھ جیسے عام مسافر سے ملاقات کرو گی تو تمام انٹیلی جنس والے ہمارے پیچھے پڑ جائیں گے۔"

"میں اتنی نادان نہیں ہوں کہ تمہیں ائرپورٹ پر دیکھتے ہی سب کے سامنے گلے لگ جاؤں۔"

مُطالعہ کرنے امتحان دینے اور یادداشت بڑھانے کیلئے ایک بے مثال نفسیاتی کتاب
امتحان میں کامیابی حاصل کیجیے
قیمت ۱۵ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے
مکتبہ نفسیات پوسٹ بکس نمبر ۹۴۴ کراچی نمبر ۱

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"گلے لگنے کی باتیں نہ کرو۔ تمہارے ساتھ گزارے ہوئے رنگین و سنگین لمحات یاد آجاتے ہیں۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی "ان یادوں کو زندگی دینے کے لیے میں نے اپنے ذاتی ذرائع سے ایک جگہ تمہاری رہائش کا انتظام کیا ہے' میں رات کے وقت وہاں چھپ کر آؤں گی۔"

"پھر تو اچھا وقت گزرے گا۔ لیکن مریم کا کیا بنے گا؟"

"وہ بے چاری اچھی عورت ہے۔ تمہاری رہائش گاہ کے کسی کمرے میں رہے گی۔ ائرپورٹ پر دو افراد تمہارا استقبال کریں گے۔ وہ دونوں سفید سوٹ اور سرخ نکٹائی میں ہوں گے۔"

"وہ مجھے کیسے پہچانیں گے؟"

"تم ان کے سامنے جاکر کہو گے' سفید سوٹ پر سرخ نکٹائی ایسی لگتی ہے جیسے کفن پر سرخ پھول رکھا ہو۔"

"بہت اچھے کوڈ ورڈز ہیں۔"

"تمہیں بہت زیادہ محتاط رہنا چاہیے۔ اس لیے یہ بتادوں کہ وہ دونوں تمہیں جس کار میں لے جائیں گے اس کا رنگ بھی سفید ہوگا اور اس کا نمبر ہے فور زیرو ون ون فور۔"

"میں نمبر یاد رکھوں گا۔"

"میں جارہی ہوں۔ ائرپورٹ پر چھپ کر تمہیں دیکھتی رہوں گی۔ پھر رات کے آٹھ بجے چپ چاپ آؤں گی۔ اچھا جارہی ہوں۔ سوفار۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ خوش ہوکر بولی "بھائی سرنا! توقع سے زیادہ کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ اس نے ایک ذرا شبہ نہیں کیا ہے۔ مجھے ثانی سمجھتا رہا ہے۔ چلو اٹھو اپنے دو خاص ماتحتوں کو سفید سوٹ اور نکٹائی پہننے کے لیے کہو۔ گیراج سے سفید کار فور زیرو ون ون فور نکالو۔ باقی باتیں راستے میں بتاؤں گی۔"

راستے میں سرنا نے کہا "بھائی کی جان! اچھی طرح سوچ لو۔ کہیں ہم خوش فہمی میں دھوکا نہ کھارہے ہوں۔ وہ پورا چالبازوں کا خاندان ہے۔"

"فرض کرو اس نے میرے فراڈ کو سمجھ لیا ہے اور سمجھ کر بھی انجان بن رہا ہے تو ائرپورٹ پر ہمارا کیا بگاڑ لے گا۔ ہم دونوں اس کا سامنا نہیں کریں گے۔ دور سے تماشا دیکھیں گے۔ ہمارے دو خاص ماتحت اس کا استقبال کریں گے اور اسے کار میں لے جائیں گے۔"

"ہاں' ایک بار وہ ہمارے اڈے میں پہنچ جائے تو پھر وہاں سے نکل نہیں سکے گا۔"

وہ بولی "اور اگر وہ فراڈ کررہا ہے اور ہمیں ٹریپ کرنا چاہتا ہے تو یہاں سونیا ثانی نے ہمارے لیے جال بچھا رکھا ہوگا اور وہ بھی موجود ہوگی۔ میں دعا کررہی ہوں کہ وہ موجود رہے اور ایک بار ہماری نظروں میں آجائے۔ تو پھر ہم یوسف اور علی کو اور سارے دشمنوں کو چھوڑ کر اسے بے بس کریں گے۔"

سرنا نے کہا "بس اتنا یقین ہوجائے کہ نظروں میں آنے والی ثانی ہے' میں فوراً ہی گولی چلا کر اسے زخمی کروں گا۔ وہ گرفتار ہوجائے گی تو سپر مادام سلوانہ کا پول کھل جائے گا۔ سپر ماسٹر اس کا دشمن بن جائے گا۔ دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ اسے یرغمال بنائیں گے تو علی جان کی بازی لگانے ہماری آگ میں آکودے گا۔"

وہ ائرپورٹ پہنچ گئے۔ طیارہ رن وے پر دوڑتا ہوا پھر ہوا ایک مخصوص مقام پر رک گیا تھا۔ طیارے سے سیڑھیاں لگائی جارہی تھیں۔ دروازے کھل رہے تھے۔ مسافر باہر آرہے تھے۔ چند مسافروں کے بعد مریم اور علی دروازے پر نظر آئے۔

اس وقت ائرپورٹ میں جان کی بازیاں لگانے والے کئی موجود تھے۔

لگیج ہال کے دروازے پر دو سفاک قاتل سفید سوٹ اور سرخ نکٹائی میں اٹینشن تھے۔ دیکھو تو یوں لگتا تھا جیسے سفید کفن پر سرخ پھول رکھے ہوئے ہیں۔

ہال کے ایک حصے میں شی تارا کئی عورتوں کے درمیان کھڑی ہوئی تھی۔ اس کی تیز چبھتی ہوئی نظریں لگیج ہال کے دروازے پر لگی ہوئی تھیں۔

ٹائلٹ کے ایک بند دروازے کے پیچھے پے پے سرنا ریوالور میں سائیلنسر لگا رہا تھا۔ اس ریوالور کی ایک ایک گولی پر ثانی کا نام مخصوص کردیا گیا تھا۔

الرٹ! باادب' باملاحظہ ہوشیار' راستہ صاف رکھو۔ سپر مادام سلوانہ تشریف لارہی ہیں۔ کھٹ' کھٹ' کھٹ' کھٹ۔ اونچی ایڑی کے سینڈل چکنے فرش کی چھاتی پر دھڑکتے جارہے تھے۔ اسکرٹ اور بلاؤز میں اس بازی گر دوشیزہ کا بدن نگاہوں میں جذب ہورہا تھا۔ ملٹری سیکرٹ سروس کے مسلح جوانوں کے درمیان شیرنی کے انداز میں چل رہی تھی۔ دوسرے فوجی جوان دوڑتے ہوئے آگے ہو کر مختلف جگہ اٹینشن ہورہے تھے۔

وہ ایک شانِ بے نیازی سے چلتی ہوئی لگیج ہال کے دروازے کی طرف جارہی تھی اور اس دروازے سے علی باہر آرہا تھا۔

اچانک ایک لائٹر نے اسپارکنگ کی۔ ایک ننھا سا شعلہ بھڑکا۔ اس شعلے نے ایک سگریٹ کو سلگایا۔ اس کی ننھی سی روشنی میں یوسف البرہان عرف پاشا کی غیر معمولی آنکھیں چمک رہی تھیں۔

وہاں کون نہیں تھا؟

وہاں سب ہی تھے۔

اے مقدر کے کھلاڑی' بتا کون کسے ٹریپ کرے گا؟

کیونکہ علی اور سونیا ثانی نے ایک دوسرے کو نہ پہچاننے کی غلطی کی ہے۔ علی دروازے سے نکل کر سفید کفن اور سرخ پھول کے پاس گیا ہے اور ثانی دروازے سے داخل ہوکر لگیج ہال کے اندر چلی گئی ہے۔

یہ ناشناسائی ضرور رنگ لائے گی۔

پے پے سرنا اپنا ریوالور لوڈ کرچکا تھا۔ اس نے ریوالور سمیت دونوں ہاتھ اپنے اوورکوٹ کی جیبوں میں ڈالے پھر باتھ روم سے چلتا ہوا باہر آیا۔ باہر آتے ہی جا بجا مسلح فوجیوں کو دیکھ کر پریشان ہوگیا۔ اس نے سونیا ثانی کو گولی مارنا بہت آسان سمجھا تھا۔ یہ بھول گیا تھا کہ وہ محض سونیا ثانی ہی نہیں اس ملک کی سپر مادام بھی ہے۔

شی تارا ائرپورٹ پر آنے والی چند عورتوں کے درمیان کھڑی ہوئی تھی۔ وہ دور ہی سے اپنے بھائی سرنا کو دیکھ رہی تھی پھر اس نے دیکھا کہ سرنا باتھ روم میں واپس جارہا ہے۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے پوچھا "بھائی سرنا کوئی پریشانی ہے؟"

"ہاں' ہم یہ کھیل جتنا آسان سمجھ رہے تھے' اتنا ہی مشکل دکھائی دے رہا ہے۔ یہ کم بخت ملکۂ عالم کی طرح فوجیوں کی چھاؤنی میں آئی ہے۔ ہر سو مسلح فوجی جوان دکھائی دے رہے ہیں۔ کوئی ایسی جگہ نہیں ہے' جہاں سے چھپ کر ثانی پر گولی چلائی جاسکے۔"

"میں تم سے یہی کہنے والی تھی۔ تمہارے پاس اس ریوالور کا لائسنس نہیں ہے۔ یہاں کوئی واردات ہوگی اور چیکنگ شروع ہوگی تو تم پکڑے جاؤ گے۔ لہٰذا اسے باتھ روم میں کہیں پھینک کر چلے آؤ۔"

کیا ناکامی سی ناکامی تھی؟ ایک آتش بازی کا شوق تھا' وہ بھی ثانی نے پورا نہیں ہونے دیا' وہ جھنجلا کر بولا "ثانی یہاں بہت وسیع ذرائع کی مالک ہے۔ یہ آئندہ بھی ہمارے منصوبوں کو ناکام بناتی رہے گی۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ وہ میرے ہاتھوں زخمی ہوکر یہاں سے جاتی۔"

"وہ مسلح پہرے داروں کے ساتھ آئی ہے' انہی کے ساتھ واپس جائے گی۔ یہ سوچو کیا یہ حملہ اس کی رہائش گاہ میں کیا جاسکتا ہے۔"

"نہیں تارا! وہاں بھی سخت پہرا لگا رہتا ہے۔ اس رہائش گاہ کے اطراف ایسا الیکٹرانک نظام قائم کیا گیا ہے جسے کوئی ناکام بنا کر وہاں قدم نہیں رکھ سکتا۔"

"تو پھر مجبوری ہے۔ فی الحال علی پر توجہ دی جائے۔"

یوسف البرہان بہت دور ایک گوشے میں کھڑا اپنی غیر معمولی قوتِ سماعت سے ان دونوں کی باتیں سن رہا تھا اور مسکرا رہا تھا۔ اسے فی الحال ثانی اور علی سے اتنی دلچسپی نہیں تھی' وہ جلد سے جلد شی تارا اور سرنا سے پیچھا چھڑانا چاہتا تھا۔ وہیں ائرپورٹ پر ان دونوں کا کام تمام کرسکتا تھا لیکن یہ تصدیق کرنا چاہتا تھا کہ وہی اصلی شی تارا اور سرنا ہیں یا نہیں؟

سرنا تیزی سے چلتا ہوا باتھ روم کے ایک ٹائلٹ میں آیا' دروازے کو اندر سے بند کیا پھر جیب سے ریوالور اور فاضل کارتوس نکال کر انہیں فلش کی ٹنکی میں ڈال دیا۔ اس بات کا دکھ ہورہا تھا کہ ثانی نے ہاتھ نہیں چلایا تھا' زبان نہیں چلائی تھی اور اسے ہتھیار پھینکنے پر مجبور کردیا تھا۔ وہ مات کھائے ہوئے سپاہی کی طرح باتھ روم سے باہر آگیا۔

ادھر علی' مریم کے ساتھ لگیج ہال سے باہر آگیا تھا۔ اس نے دور تک نظریں دوڑائیں۔ مریم نے پوچھا "کسی شناسا کو دیکھ رہے ہو؟"

"ہاں' آج نیویارک میں قیام کریں گے۔ تمہارے پاشا کے متعلق معلوم کروں گا کہ واقعی وہ جزیرہ مارکیوسان میں ہے یا نہیں؟ معلومات کے مطابق آئندہ سفر کریں گے۔"

اس کی نظریں ان دو آدمیوں پر ٹھہر گئیں جو سفید سوٹ اور سرخ نکٹائی پہنے ہوئے تھے۔ وہی اس کے دشمن میزبان تھے۔ وہ آرام سے چلتا ہوا ان کے سامنے آیا پھر انہیں سر سے پاؤں تک دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا "یہ سوٹ اور یہ نکٹائی ایسی لگ رہی ہے جیسے سفید کفن پر سرخ پھول رکھا ہوا ہو۔"

ان دونوں نے جواباً مسکرا کر اس سے مصافحہ کیا' ایک نے کہا "رائٹ سر! ہماری جان پہچان کے لئے یہی کوڈ ورڈز مقرر کئے گئے تھے۔ ہمیں آپ کی میزبانی کا شرف حاصل ہورہا ہے۔ تشریف لائیں۔"

وہ آگے بڑھنا چاہتے تھے' پھر رک گئے۔ لگیج ہال سے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ لوگ چونک کر اُدھر دیکھنے لگے' ایک لحیم شحیم شخص دوڑتا ہوا لگیج ہال سے باہر آرہا تھا۔ ثانی اس کا تعاقب کررہی تھی پھر وہ ایک لمبی چھلانگ لگا کر فرش پر آئی۔ اس چکنے فرش پر پھسلتی ہوئی' تیز رفتاری سے گھومتے ہوئے ایک سوئپنگ کک ماری۔ بھاگنے والا اچھل کر فرش پر اوندھے مُنہ گر پڑا۔

عورتیں بچے بوڑھے اِدھر اُدھر بھاگنے لگے۔ اچھی خاصی بھگدڑ شروع ہوگئی۔ مسلح فوجیوں نے اس شخص کو نرغے میں لے لیا' اپنی گنیں اس کی طرف سیدھی کرلیں۔ ثانی نے کہا "اسے کسٹم آفیسر کے کمرے میں لے چلو۔"

وہ حکم دے کر اُس کمرے کی طرف جانے لگی۔ چند جوانوں نے اس قیدی کو جکڑلیا تھا اور اسے کھینچتے ہوئے لے جارہے تھے۔ علی نے اپنے میزبانوں سے پوچھا "یہ دوشیزہ کون ہے؟ بہت ہی اسمارٹ اور بہترین فائٹر ہے۔"

شی تارا ایک سرخ نکٹائی والے میزبان کے دماغ میں تھی۔ میزبان نے اس کی مرضی کے مطابق کہا "جناب! یہ ہماری مادام ہیں۔ سپر مادام' تعجب ہے آپ نے نہیں پہچانا۔"

"مجھے افسوس ہے۔ میں تمہاری کسی مادام کو نہیں پہچانتا ہوں۔ جب سامنا ہوگا تو پہچان شروع ہوجائے گی۔"

مریم نے کہا "دوشیزہ ہے زبردست۔"

علی نے پوچھا "کیا خیال ہے' ابھی ملاقات کی جائے؟"

دوسرے میزبان نے کہا "نو سر! مادام نے کہا ہے پبلک پلیس

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

میں آپ سے ملاقات نہیں کریں گی۔ جہاں آپ کا قیام ہوگا وہاں وہ خود چلی آئیں گی۔"

علی اور مریم ان کے ساتھ ائرپورٹ کی عمارت سے باہر جانے لگے۔ دوسری طرف ثانی کسٹم آفیسر کے کمرے میں آگئی تھی۔ اس کے پیچھے وہ قیدی لایا گیا۔ اس نے مسلح جوانوں سے کہا "تم سب باہر جاؤ۔"

انہوں نے اس حکم کی تعمیل کی اور باہر چلے گئے۔ ثانی نے دروازے کو اندر سے بند کیا پھر مسکرا کر قیدی کو دیکھا۔ آگے بڑھ کر اس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "سوری مسٹر جوزف! میں نے آپ کی پٹائی کردی۔"

وہ خوش دلی سے بولا "کوئی بات نہیں۔ فرض کی ادائیگی میں ایسا ہوتا ہے۔ بائی دی وے' مارٹن کہاں ہے؟"

"تمہارا وہ جاسوس سرخ نکٹائی والوں کے پیچھے لگا ہوا ہے۔"

وہ سب ایک ڈراما پلے کر رہے تھے اور اس کمرے کے اندر وہ دوشیزہ سپرمادام سلوانہ یعنی ثانی نہیں تھی۔ محض ایک ڈمی تھی اسی لئے علی نے اسے نظر انداز کیا تھا۔ اصلی ثانی اپنے بیڈ روم میں بیٹھی آرام سے تمام حالات پر قابو پارہی تھی۔

اس نے ڈمی مادام سے کہا "میرا رول اچھی طرح ادا کررہی ہو۔ اب اسی کمرے میں جوزف کے ساتھ رہو۔ آدھے گھنٹے سے پہلے نہ نکلنا۔"

علی اور مریم میزبانوں کے ساتھ ائرپورٹ کی عمارت سے باہر آئے' وہاں سفید رنگ کی زیرو ون ون فور نمبر والی کار کھڑی تھی۔ ایک میزبان نے ان کے لئے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ وہ اندر بیٹھ گئے۔ دونوں میزبان اگلی سیٹ پر آگئے لیکن کار اسٹارٹ کرنے سے پہلے ہی چند مسلح فوجیوں نے انہیں گھیر لیا۔ ایک میزبان نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

فوجی افسر نے سوال کیا "تم نے کار یہاں کیوں کھڑی کی تھی؟"

"جناب! یہاں نوپارکنگ کا کوئی سائن نہیں ہے۔"

"بے شک یہاں نوپارکنگ لکھا ہوا نہیں ہے لیکن ہماری سپرمادام یہاں آرہی تھیں۔ تمہاری گاڑی نے ڈسٹرب کیا ہے۔"

"اگر ہمیں معلوم ہوتا کہ سپرمادام تشریف لارہی ہیں تو آپ کو یہ کار یہاں نظر نہ آتی۔"

"درست ہے۔ تم سے انجانے میں ایسا ہوا ہے اس لئے ہم درگزر کرتے ہیں' تم جاسکتے ہو۔"

اس افسر نے مصلحتاً انہیں باتوں میں الجھایا تھا۔ ان کی باتوں کے دوران جاسوس مارٹن نے اس کار کے نیچے ایک جاسوسی آلہ لگادیا تھا۔ اب وہ کار جہاں بھی جاتی' وہ نشاندہی کرنے والا آلہ ثانی کے ایک آلے کو اسپارکنگ کے ذریعے بتاتا رہتا کہ وہ گاڑی کہاں پہنچ رہی ہے۔

یوسف البرہان عرف پاشا اپنی کار میں آکر بیٹھ گیا تھا۔ وہ اپنی قوتِ سامعت کے ذریعے شی تارا اور سرنا کی آوازیں سننے کا عا[دی] تھا۔ تھوڑی دیر بعد ان بہن بھائی کی آوازیں سنائی دیں۔ وہ ا[پنی] کار میں آکر بیٹھ گئے۔ سرنا کہہ رہا تھا "علی کے پیچھے جانا ضرور[ی] نہیں ہے۔ ہم اطمینان سے چلیں گے۔ وہ گاڑی ہمارے خفیہ اڈے میں ضرور پہنچے گی۔"

یوسف پاشا ان کی آوازیں سن سکتا تھا لیکن یہ دیکھ نہ سکتا تھا۔ کہ وہ کس رنگ کی اور کس نمبر کی گاڑی میں شی تارا [کے] ساتھ جارہا ہے۔ شاہراہوں پر ہزاروں گاڑیاں رینگ رہی تھیں۔ وہ اندازاً ایک گاڑی کے پیچھے چل پڑا تھا اور ان کی گفتگو سن رہا تھا۔ شی تارا کہہ رہی تھی "ہم نے ہی اسے آنے کو کہا تھا۔"

"مجھے کیا معلوم تھا کہ وہ عام شہری کی حیثیت سے نہیں بلکہ مادام بن کر آئے گی اور ہماری آدھی پلاننگ چوپٹ کردے گی۔"

سرنا نے کہا "یہ بھی ہمارے حق میں اچھا ہوا کہ وہ کسی بڑے مجرم کے معاملے میں مصروف ہوگئی ہے۔ اس مصروفیت کے باعث وہ علی سے رابطہ نہیں کررہی ہے۔"

"ہوسکتا ہے اس نے رابطہ کیا ہو۔"

"اگر کرتی تو اسے معلوم ہوجاتا کہ علی کو غائب کیا جارہا ہے اور وہ ثانی سے ملنے کے دھوکے میں کہیں جاکر پھنسنے والا ہے۔"

"جب وہ رابطہ کرے گی اور حقیقت معلوم ہوگی تو ہمارے خفیہ اڈے کی طرف ضرور آئے گی۔"

"بس ایک بار آجائے۔ اس بار میں اس چالاک لومڑی کو جانے نہیں دوں گا۔"

شی تارا نے کچھ سوچ کر کہا "میں نے علی کے دماغ میں جاکر جھانسا دیا تھا کہ میں ثانی ہوں اور دشمنوں کو ہمارے کوڈ ورڈز معلوم ہوچکے ہیں پھر میں نے علی کی مرضی سے کوڈ ورڈز بدل دیئے تھے مجھے یہ معلوم کرنا چاہئے کہ ثانی سابقہ کوڈ ورڈز کے ذریعے علی سے رابطہ کرتی ہے یا نہیں؟"

سرنا نے کہا "تم ثانی بن کر پھر اسے آزما کر دیکھو کہ وہ ثانی کوڈ ورڈز کے مطابق اس سے باتیں کرتا ہے یا نہیں؟"

شی تارا نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر علی کے پاس آکر ثانی کے لہجے میں کوڈ ورڈز ادا کئے۔ علی نے کہا۔ "تم میری ثانی نہیں ہو۔ تم نے کسی طرح ہمارے کوڈ ورڈز معلوم کرلئے ہیں لیکن ہمارے نئے کوڈ ورڈز کبھی معلوم نہیں کرسکو گی۔ جاؤ یہاں سے۔"

اس نے سانس روک لی۔ شی تارا نے دماغی طور پر حاضر ہو کر سرنا سے کہا "ہماری چال کامیاب رہی ہے۔ وہ ثانی کے سابقہ کوڈ ورڈز کو تسلیم نہیں کررہا ہے۔ اس نے مجھے دشمن سمجھ کر دماغ سے نکال دیا ہے۔ اب میں اپنے طے شدہ کوڈ ورڈز کے مطابق اس سے رابطہ کررہی ہوں۔"

وہ تھوڑی دیر خاموش بیٹھی سوچتی رہی پھر علی کے پاس پہنچ کر بولی "ثانی فار علی اینڈ علی فار ثانی۔"

علی نے کہا "ہاں یہ ہمارے نئے کوڈ ورڈز ہیں۔ تم میری ثانی ہو۔ تھوڑی دیر پہلے کوئی دشمن خیال خوانی کرنے والی آئی تھی' ہم نے جو تبدیلی کی ہے اس کا علم اسے نہیں تھا' میں نے اسے بھگادیا۔"

"بروقت تبدیلی کے باعث تم دھوکا کھانے سے بچ گئے ہو۔"

"میں تمہارے پاس آرہا ہوں۔ کیا تم وہاں میری منتظر ہو۔"

"تم میرے پاس نہیں آرہے ہو۔ میری ایک خفیہ رہائش گاہ کی طرف جارہے ہو۔ میں رات آٹھ بجے تک تمہارے پاس آنے کی پوری کوشش کروں گی۔"

"ہائے آٹھ بجے تک تو میرے انتظار کے بارہ بج جائیں گے۔ اتنا وقت کیسے گزاروں گا؟"

وہ ہنس کر بولی "انتظار کے بغیر وصالِ یار نہیں ہوتا۔"

"جہاں میں جارہا ہوں' وہاں تمہارا کوئی لباس ضرور ہوگا۔"

"ہاں ضرور ہے۔ میرے لباس کا کیا کروگے؟"

"تمہارے آنے تک اس لباس سے لپٹ کر دل کی دھڑکنوں کو آرام پہنچاتا رہوں گا۔"

شی تارا ہنستی ہوئی دماغی طور پر حاضر ہوگئی پھر سنجیدہ ہو کر اداکاری سے بولی "فرہاد کا یہ بیٹا تو بالکل ہی زن مرید لگتا ہے۔ اسے کوئی بھی حسینہ الو بنا سکتی ہے۔"

سرنا نے کہا "میں نے تو سنا ہے علی تیمور بہت ہی سنجیدہ اور ٹھوس کردار والا جوان ہے' پارس کے بالکل برعکس ہے' عورتوں سے دور بھاگتا ہے۔"

"دور کے ڈھول ایسے ہی سہانے سنائی دیتے ہیں۔ نزدیک جاؤ تو ہوس کی بے ڈھنگی آوازیں بجتے رہتے ہیں۔"

وہ بولا "یہ پل کراس کرنے کے بعد شاید دائیں ہاتھ مڑنا ہے۔"

"ہاں۔ دائیں ہاتھ واشنگٹن اسٹریٹ تک چلو پھر اسٹریٹ فورٹی میں موڑلو۔"

"بس یاد آگیا۔ اسٹریٹ فورٹی تھری کا بڑا بنگلا ہمارا ہے۔"

وہ بہن بھائی ساری دنیا کے ملکوں اور بڑے بڑے شہروں میں جائداد اور کوٹھیاں وغیرہ خریدتے رہتے تھے کہ ہر ایک کا پتا اور تفصیلات یاد نہیں رکھ سکتے تھے۔ انہوں نے یادداشت کے لئے ایک قابلِ اعتماد شخص کو اپنی جائداد کا نگراں بنادیا تھا۔ جس کوٹھی خفیہ اڈے وغیرہ کے متعلق کچھ بھول جاتے تھے' اس نگراں سے رابطہ کرکے معلوم کرلیا کرتے تھے۔ فوری طور پر معلومات حاصل کرنے کے لئے شی تارا اس کے دماغ میں پہنچ جاتی تھی پھر واپس آکر سرنا کو تفصیلات بتادیتی تھی۔

ان کے بھولنے کا فائدہ یوسف پاشا کو پہنچ رہا تھا۔ وہ اطمینان سے کار ڈرائیو کرتا ہوا ان کی باتیں سن رہا تھا اور معلوم کررہا تھا۔ کہ اس وقت وہ دونوں کسی خفیہ اڈے کی طرف جارہے ہیں۔ اس اڈے کا پورا پتا اسے معلوم ہوچکا تھا۔

علی کی کار اس رہائش گاہ کے احاطے میں پہنچ گئی۔ وہ رہائش گاہ کیا تھی ایک وسیع و عریض محل تھا۔ اتنا بڑا محل کہ وہ محل کے اندر چلی آئی تھی۔ محل کے سلائیڈنگ دروازے بند ہوگئے تھے' پھر کار ایک جگہ رک گئی تھی۔

وہ سرخ نکٹائی والے اگلی سیٹوں سے اتر کر کار سے باہر گئے پھر دروازے کو بند کردیا۔ علی نے پچھلی سیٹ سے نکلنا چاہا۔ پتا چلا تمام دروازے لاک ہوگئے ہیں۔ اس نے ایک انگلی سے کھڑکی کے شیشے پر دستک دی انہیں مخاطب کرنا چاہا لیکن وہ دور جاچکے تھے۔

مریم نے پریشان ہو کر پوچھا "کیا انہوں نے ہمیں یہاں بند کررکھا ہے؟"

"ہاں' اب اپنی اصلیت دکھا رہے ہیں۔"

"ہم سے دشمنی کیا ہے؟"

"یہ شاید تمہیں یرغمال بنا کر تمہارے یوسف پاشا کو پکڑنا چاہتے ہیں۔"

"او خدایا! میری وجہ سے تم پھنس گئے ہو۔"

"ایسی بات نہیں ہے۔ یہ میرے بھی دشمن ہیں۔"

ان کی باتوں کے دوران وہ کار آہستہ آہستہ فرش میں دھنس رہی تھی۔ یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ وہ ایک انڈر گراؤنڈ لفٹ ہے' انہیں کسی تہ خانے میں لے جارہی ہے۔

یہ جان بوجھ کر پھنسنے والی بات تھی۔ علی نے یہ نہیں دیکھا تھا کہ اس لفٹ کو کہاں سے اور کس طرح آپریٹ کیا جاتا ہے چونکہ وہ نہیں جان پایا تھا اس لئے ثانی بھی اس کے ذریعے کچھ معلوم نہیں کرسکتی تھی۔

وہ لفٹ ایک جگہ رک گئی۔ کار کے سامنے ایک آہنی سلائیڈنگ دروازہ دو حصوں میں تقسیم ہو کر کھلنے لگا۔ کھلنے والے دروازے کے عین وسط میں ایک حسینہ کھڑی ہوئی تھی۔ وہ بڑے نازو انداز سے چلتی ہوئی پچھلے دروازے کے پاس آئی پھر اسے کھولتے ہوئے بولی "خوش آمدید علی تیمور!"

وہ مریم کے ساتھ کار سے باہر آیا' پھر بولا "یوں استقبال کرنے کا پراسرار انداز مجھے پسند آرہا ہے۔"

وہ مسکرا کر بولی "کیا میں پسند نہیں آرہی ہوں۔ یہ نہیں پوچھو گے کہ میں کون ہوں؟"

"پوچھنے کی کیا ضرورت ہے؟ خود ہی بتاؤ گی۔ تم کوئی راز ہوتیں تو چھپی رہتیں یوں ظاہر نہ ہوتیں۔"

"تمہیں یہ سن کر دکھ ہوگا کہ یہاں دھوکا کھا کر آئے ہو۔"

"مجھے جان بوجھ کر دھوکا کھانے میں مزہ آتا ہے۔"

"پھر تو واقعی جی دار ہو' موت کو دعوت دیتے ہو' آؤ چلیں۔"

وہ لفٹ سے باہر ایک وسیع و عریض ہال میں آئے۔ وہ ہال ایک شاہی عیش کدے کی طرح سجا ہوا تھا۔ ایک خوب صورت سا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

فوارہ تھا۔ فوارے کے اطراف حوض میں حسین عورتیں ایک دوسرے پر پانی کے چھینٹے اڑا رہی تھیں اور کھلکھلا کر ہنس رہی تھیں۔ کچھ ساز بجا رہی تھیں اور کچھ نازک اندام حسینائیں رقص کررہی تھیں۔

مریم نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا "توبہ! یہ ہم کہاں آگئے ہیں۔"

علی نے کہا "یہ تھرڈ کلاس نوٹنکی کرنے والوں کا تماشا ہے۔"

میزبان حسینہ نے کہا "یہ تماشا نہیں کامیابی کا جشن ہے۔ میرا نام شی تارا ہے۔ آج میں نے بیک وقت دو شکار کیے ہیں۔ فرہاد اور یوسف البرہان کی بڑی کمزوریاں میری مٹھی میں ہیں۔"

مریم نے کہا "ناچتی ہوئی مورنی بھول جاتی ہے کہ اس کے پاؤں کتنے بھدے ہیں۔ تو بھی کامیابی کی خوشی میں بھول رہی ہے کہ میرا پاشا اس وقت ہماری گفتگو سن رہا ہوگا، اسے معلوم ہورہا ہوگا کہ میں کہاں ہوں اور کس حال میں ہوں؟ تیری شامت آگئی ہے۔"

وہ ہنسنے لگی پھر بولی "یہی تو میری پلاننگ ہے کہ وہ ہماری گفتگو سنے اور معلوم کرے کہ میں تمہیں کن راستوں سے گزار کر یہاں لائی ہوں، وہ تجھے بچانے کے لئے یہاں مرنے آئے گا۔ علی کی جانِ حیات بھی یہی حماقت کرنے والی ہے۔"

وہ عیش کدے کی سیر کرنے کے انداز میں چل رہے تھے پھر ایک جگہ رک گئے۔ نگاہوں کے سامنے ایک دروازہ کھل رہا ہے۔ وہاں ایک اور شی تارا نظر آرہی تھی۔ مریم نے حیرانی سے دونوں کو دیکھا۔ وہ دونوں قد اور جسامت میں اور چہرے کے ناک نقشے میں بالکل ایک جیسی تھیں۔ بالکل جڑواں بہنیں لگتی تھیں۔

دوسری شی تارا نے علی کے قریب آکر پوچھا "ایک بات سمجھ میں نہیں آئی۔ تم نے ائیرپورٹ پر سونیا ثانی کو کیوں نہیں پہچانا؟"

علی نے کہا "وہاں ثانی نہیں تھی پھر کیسے پہچانتا؟"

"تمہارے سرخ نکٹائی والے نے تمہیں بتایا تھا کہ وہ سپر اوام سلوانہ ہے۔"

"ہاں یہ بتایا تھا لیکن مجھے یقین نہیں تھا۔ میں اپنی جانِ حیات کو کسی کی زبان سے نہیں اپنی آنکھوں سے پہچانتا ہوں۔"

"لیکن ائیرپورٹ پر سب ہی جان رہے تھے کہ وہ سپر اوام سلوانہ ہے اور تم یہ جانتے ہو کہ سلوانہ ہی ثانی ہے۔"

"کوئی ضروری نہیں ہے کہ جو سلوانہ ہو وہ ثانی بھی ہو۔"

"تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ وہ اصلی سپر اوام نہیں تھی۔"

"تم ذرا دیر سے سمجھتی ہو۔"

"تمہیں کیسے پتا چلا کہ وہ سپر اوام کی ڈمی ہے؟"

"میرے اور ثانی کے درمیان کئی طرح کے گونگے اشاروں کی زبان جاری رہتی ہے۔ اسے میرے دماغ میں آنے اور زبان ہلانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ اس ڈمی نے لگیج ہال میں ثانی کا بتایا ہوا ایک مخصوص اشارہ کیا تھا اور میں سمجھ گیا تھا کہ مجھے انجان بن کر رہنا چاہئے۔"

اس عیش کدے کے نیچے بھی کوئی تہ خانہ تھا۔ اس کی سیڑھیاں چڑھتی ہوئی ایک اور شی تارا نمودار ہوئی۔ مسکرا کر بولی "میں ہوں شی تارا تھری۔ میں تمہاری باتیں تھی۔ ثانی کی چالاکی معلوم ہوگئی۔ وہ ائیرپورٹ پر خود چھپی ہوئی ہے اور ہمارا تعاقب کرتی ہوئی یہاں میں ہے لیکن وہ بھٹکتی رہے گی، یہاں نہیں پہنچ سکے گی۔"

"یہ تمہارا خیال ہے اور میرا خیال ہے وہ پہنچ گئی ہے اور خفیہ اڈے کا محاصرہ کررہی ہے۔"

"یہ ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ جگہ جگہ ہمارے ماتحت کی نگرانی کررہے ہیں۔ کسی نے تمہاری کار کا تعاقب نہیں کیا۔ پھر اسے اس اڈے کا علم کیسے ہوسکتا ہے؟"

دوسری شی تارا نے پوچھا "کیا وہ تمہارے دماغ میں معلوم کرتی رہی ہے؟"

"میں کہہ چکا ہوں جب سے تم دماغ میں آرہی ہو آرہی ہے۔"

"ویسے وہ اگر دماغ میں آکر تمہارے ذریعے یہاں راستوں کو دیکھتی رہی ہے تو پھر دھوکا کھا گئی ہے کیونکہ ماتحتوں نے عارضی طور پر تمام راستوں اور گلیوں کے ہیں۔ اصل ناموں پر فرضی ناموں کی پلیٹیں چڑھا دی ہیں۔"

ایک اور شی تارا نے ہنس کر کہا "ثانی تمہارے ذریعے ہونے والے ناموں کے راستے اور گلیاں تلاش کرتی ہوگی۔"

علی نے کہا "جہاں تک تمہاری عقل نے سمجھایا، تم تک داؤ پیچ استعمال کرلئے۔ ہماری عقل نے اس کار ڈیٹیکیٹو آلہ لگا دیا تھا جو مجھے یہاں تک لائی ہے۔"

ایک اور شی تارا تہ خانے کی سیڑھیوں سے ابھر کر بولی "ثانی یہاں آکر کس شی تارا کو گرفتار کرے گی؟ مجھے اسے یا اسے؟ وہ کسے مارے گی اور کسے پکڑے گی؟"

وہ سیڑھی کے پاس آیا۔ نیچے تہ خانے میں جانا چاہتا تھا تاراؤں نے سامنے آکر راستہ روک لیا۔ ان میں سے "ادھر جانے کی اجازت نہیں ہے۔"

دوسری نے کہا "تمہیں قیدی بن کر رہنے کے لئے ہال کافی ہے۔"

وہ بولا "تم نہیں چاہتیں کہ میں تہ خانے میں جاؤں چھپائی ہوئی غیر قانونی چیزیں دیکھوں؟ بائی دی وے، اور نہ دیکھنے سے کیا فرق پڑتا ہے۔ ثانی یہاں آکر قانونی مارے گی اور غیر قانونی چیزوں کے ذخائر دریافت کرے گی۔"

ایک نے کہا "اور ہم تمام شی تاراؤں کو گرفتار کرلے

اوس اصلی شی تارا کی پرچھائیں تک بھی نہیں پہنچ پائے گی۔"

ایک سمت سے پے پے سرنا کی آواز سنائی دی۔ علی نے گھوم دیکھا، وہ کہہ رہا تھا "میری بہن! صرف اپنے فائدہ پر نہیں بھی نظر رکھا کرو۔ میں نے ابھی معلوم کیا ہے۔ سپر اوام ہمارے اس اڈے کو چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔ ہمارا ڈالرز کا مال پکڑا جائے گا اور یہ بہترین خفیہ اڈا ہمارے سے نکل جائے گا۔"

ایک اور پے پے سرنا نے آکر کہا "دنیا میں ہر جاندار کا جوڑا ہوتا ہے۔ ہماری انڈر گراؤنڈ دنیا میں ہم دونوں کا جوڑا پیدا ہوتا رہتا ہے۔ ہر پے پے سرنا کے ساتھ ایک شی تارا پیدا ہوتی باس کا حکم ہے کہ فوراً یہ اڈا خالی کردو۔"

وہ تمام شی تارائیں اور دوسری حسینائیں جانے لگیں۔ نا نے ایک دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "مسٹر علی! ساتھ آؤ۔"

وہ کسی سرنا کا حکم نہ مانتا۔ وہیں ہنگامہ شروع کردیتا لیکن وہ تہ سے باہر جانے کا راستہ دیکھنا چاہتا تھا اور یہ معلوم کرنا چاہتا کہ وہ اپنے بچاؤ کے لئے کیا کررہے ہیں۔

وہ ان کے ساتھ چلتا ہوا ایک دروازے تک آیا۔ دوسرے نا نے اس دروازے کو کھولا۔ دوسری طرف ایک سرنگ دور نظر آرہی تھی۔ سرنگ کے فرش پر ریلوے لائن بچھی ہوئی تھی ایک چھوٹی سی ریل کار کھڑی ہوئی تھی۔ ان میں سے ایک نے الور نکال کر علی سے کہا "چلو بیٹھو۔"

علی نے کہا "یہ کھلونا دکھا کر دھمکی دو گے تو مجھے یہاں سے انچ نہیں ہلا سکو گے۔"

"کیا تمہیں زندگی عزیز نہیں ہے؟"

"مجھ سے زیادہ تم لوگوں کو میری زندگی عزیز ہے۔ اگر مجھے مار دوگے تو میرے پاپا کو بلیک میل کیسے کروگے؟"

دوسرے سرنا نے پہلے سے کہا "ریوالور جیب میں رکھ لو۔ وقت ضائع نہ کرو۔ ہمیں یہاں سے فوراً نکلنا ہے۔"

اس نے ہتھیار جیب میں رکھ لیا۔ انہیں اندیشہ تھا کہ ثانی یوں کے ساتھ راستہ ڈھونڈ کر وہاں تک چلی آئے گی۔ وہ سب ل کار میں آکر بیٹھ گئے۔ وہ کار وہاں سے جانے لگی۔ ایسا تہ خانہ ر ایسی لمبی سرنگ کسی بہت ہی مالدار اور بین الاقوامی سطح کے م نے ہی بنوائی ہوگی۔ اس مجرم کو شی تارا نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ کیا ہوگا اور آج وہ خفیہ اڈا ان دونوں کے ہاتھوں سے نکل رہا تھا۔

وہ ریل کار ست رفتاری سے جارہی تھی۔ اس تہ خانے اور اڈے سے دور کسی ایسی جگہ۔ وہ سب انڈر گراؤنڈ سے نکل کر کے حملے سے محفوظ رہ سکتے تھے۔ علی نے کہا "تم لوگوں نے مجھے است میں رکھ کر اپنے لئے مصیبت مول لی ہے۔ مجھے جہاں لے جاؤگے، میرے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اس جگہ کا علم ہوتا رہے گا۔"

ایک نے کہا "ہم تمہیں بے ہوش کرکے لے جائیں گے۔"

"یہ حسرت ہی رہ جائے گی۔"

سرنا نے کہا "تمہیں میری جسمانی قوت کا اندازہ نہیں ہے۔"

"میں نے اصلی پے پے سرنا کی غیر معمولی جسمانی قوت کے متعلق بہت کچھ سنا ہے۔ تم سب نقلی ہو۔ مجھے نقلی قوتوں سے مرعوب نہ کرو۔"

وہ سب خاموش رہے۔ وہ ریل کار کافی فاصلہ طے کرنے کے بعد ایک جگہ رک گئی۔ انہوں نے علی کو کار سے اترنے کے لئے کہا اور دروازہ کھول دیا۔ علی نے دروازہ کھولنے والے کو اچانک ہی ایک لات ماری۔ وہ لات کھا کر ریل کار سے باہر سرنگ میں گیا۔ اس نے دوسرے کو سنبھلنے اور حملہ کرنے کا موقع نہیں دیا۔ اس کی ناک پر ایک کراٹے کا ہاتھ مارا، وہ ہاتھ گوشت پوست کا نہیں تھا۔ لوہے کی سلاخ تھا، مار کھانے والا چکرا گیا۔ وہ ذرا جھکا تو علی نے اس کی گردن دبوچ کر اس کی جیب سے ریوالور نکال لیا۔ کار سے باہر گرنے والے نے اپنی دانست میں پھرتی دکھائی تھی، فوراً ہی اچھل کر کھڑا ہوگیا تھا۔ اپنا ریوالور نکال کر کار کی کھڑکی کے پاس آتے ہی گولی چلادی تھی۔ نشانہ درست تھا لیکن علی نے جس کی گردن دبوچ رکھی تھی اسے نشانے پر رکھ دیا تھا اور اس کے ساتھ ہی جوابی فائرنگ سے دوسرے سرنا کو لڑھکا دیا تھا۔

ڈرائیور نہتا تھا۔ پریشان ہوکر اپنے مرنے والے ساتھیوں کو دیکھ رہا تھا۔ علی نے کہا "میں زبان کا دھنی ہوں۔ تمہیں قتل نہیں کروں گا اور قانون کی گرفت سے بھی بچاؤں گا۔ اس سرنگ سے باہر لے چلو۔"

وہ دونوں ریل کار سے اتر کر ڈرائیور کے پیچھے چلتے ہوئے ایک زینے تک آئے۔ مریم کہہ رہی تھی "بیٹا! میں نے تو کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ اس دنیا میں ایسے ایسے خفیہ اڈے اور ایسے جان کے دشمن بھی ہوتے ہیں، آفرین ہے تمہاری ماں پر، جس نے تمہارے جیسے دلیر بیٹے کو جنم دیا ہے۔"

وہ سیڑھیاں چڑھتے ہوئے ایک دروازے کے پاس آئے۔ علی نے ڈرائیور سے پوچھا "وہ تمام شی تارائیں اور دوسری عورتیں کہاں گئی ہیں؟"

"وہ دوسری ریل کار میں اسی جگہ آئی ہیں۔ اس دروازے کے پیچھے ایک بنگلے کا خفیہ کمرا ہے۔ اس کمرے سے گزرنے کے بعد ایک وسیع ڈرائنگ روم ہے۔"

"اس کا مطلب ہے۔ یہاں دشمن ہماری تاک میں ہیں۔ یہ میں سمجھ رہا ہوں کہ خیال خوانی کرنے والی اصلی شی تارا تمہارے دماغ میں ہے اور میرے موجودہ حالات سے باخبر ہے۔"

"جناب! میرے دماغ میں کوئی نہیں اور اگر کوئی چھپا ہو تو

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اسے محسوس نہیں کرسکتا۔ میں سانس روکنے کا ہنر نہیں جانتا ہوں۔"

علی مریم کا بازو پکڑ کر دروازے کے سامنے سے ہٹ گیا پھر ڈرائیور سے بولا "پہلے تم جا کر دروازہ کھولو۔"

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ دیوار پر لگے ہوئے ایک بٹن کو دبایا۔ وہ سلائیڈنگ دروازہ کھلنے لگا۔ "اس دروازے سے ڈرائنگ روم میں جاؤ۔ اگر کوئی ہو تو کہنا' سپر مادام فوجیوں کے ساتھ تہ خانے میں گھس آئی ہے' اس نے دونوں سرناؤں کو قتل کر کے علی اور مریم کو اپنی حفاظت میں لے لیا ہے۔ تم بڑی مشکلوں سے جان بچا کر آئے ہو۔ وہ فوجی کسی وقت بھی یہاں پہنچ سکتے ہیں۔"

وہ دروازے سے گزر کر دوسری طرف ڈرائنگ روم میں گیا۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔ اس نے پورے بنگلے میں گھوم کر دیکھا' کوئی نظر نہیں آیا۔ وہ سب سمجھ گئے تھے کہ سپر مادام تہ خانے میں داخل ہوگی تو سرنگ کے راستے اس بنگلے میں بھی آئے گی اور انہیں گرفتار کرلے گی۔ اسی خوف سے کسی نے وہاں ٹھہرنا مناسب نہیں سمجھا۔ جتنی شی تارائیں تھیں' وہ سب بھاگ گئی تھیں۔

ڈرائیور نے آکر کہا "جناب! بنگلا خالی ہے۔ میں ایک ایک کمرا اور اسٹور روم وغیرہ دیکھ چکا ہوں۔"

علی اور مریم نے بھی بنگلے کے ہر حصے کو دیکھ کر اطمینان کیا پھر وہ آرام سے صوفوں پر بیٹھ گئے۔ مریم نے کہا "توبہ ہے' میں تو تھک گئی ہوں۔ خدا کو تلاش کرنے میں اتنی مشکلات پیش نہیں آتیں جتنی مجازی خدا کو تلاش کرنے میں پیش آرہی ہیں۔ پتا نہیں پاشا سے کب ملاقات ہوگی۔"

علی نے کہا "پاشا اپنی سلامتی کے لئے دشمنوں سے چھپتا پھر رہا ہے۔ اگر وہ مجھ پر بھروسا کرلے تو کوئی اسے نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔"

"یہی تو میں اسے برسوں سے سمجھا رہی ہوں۔ اسے بابا فرید واسطی کے ادارے میں اپنی خدمات پیش کرنے کے مشورے دے رہی ہوں لیکن وہ آزاد پنچھی کی طرح اڑتا پھر رہا ہے۔ میری تو سنتا ہی نہیں ہے۔"

اسی وقت شی تارا نے خیال خوانی کے ذریعے مخاطب کیا۔ علی نے پوچھا "کوڈ ورڈز؟"

وہ بولی "کوڈ ورڈز سن کر کیا کرو گے؟ میں سمجھ رہی تھی کہ ثانی بن کر اور کوڈ ورڈز تبدیل کر کے تمہیں فریب دینے میں کامیاب ہوگئی ہوں لیکن تم مجھے فریب دیتے آرہے تھے۔"

"اب تم نے کیا سبق حاصل کیا ہے؟"

"یہی کہ فرہاد اور اس کے رشتے داروں کو چھیڑنا نہیں چاہئے۔ نقصان کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ آج ہمارا ایک بہترین خفیہ اڈا ہاتھ سے نکل گیا ہے۔"

"اچھا اب جاؤ اور اللہ اللہ کرو۔"

اس نے سانس روک لی۔ وہ دماغ سے نکل گئی پھر تھوڑی بعد مریم کی زبان سے بولی "میں مریم کے ذریعے مخاطب ہو بہت چالاک ہو' اپنے چور خیالات پڑھنے کا موقع نہیں دیتے ہو"

"کام کی بات کرو۔"

"مجھے بتاؤ کہ تمہیں میرے فراڈ کا علم کیسے ہوا تھا اور دوران ثانی سے تمہارا رابطہ کیسے رہا تھا؟"

"یہ ہماری اپنی حکمتِ عملی ہے۔ مجھے افسوس ہے' ہمارا طریقۂ کار کبھی معلوم نہیں ہوگا۔"

"تم اپنے بھائی پارس سے بالکل مختلف ہو۔ تم کترا اور وہ میری ذات سے دلچسپی لیتا ہے۔"

"جس دن اس کی اصلیت معلوم ہوگی' سر پکڑ کے رو ؤگی"

"یہ بھی مانتی ہوں اس نے میری ایک ڈی کو بڑی چالاکی ٹریپ کیا ہے۔"

"میرے پاپا نے پے پے سرنا پر بھی تنویمی عمل کیا ہے اس متعلق کیا کہتی ہو؟"

"اگرچہ ازبکستان میں اصلی پے پے سرنا ہے لیکن وہ رہتا ہے۔ تمہارے باپ نے ایک ڈی کو ٹریپ کیا ہے۔ تم لوگ بہن بھائی کی پرچھائیں تک بھی نہیں پہنچ سکو گے۔"

"چلو یہ سن کر خوشی ہوئی کہ ہم تمہاری لعنت کی پرچھائیں سے بھی دور رہیں گے۔ سنا ہے تم دونوں ستاروں کی چال کو خوب ہو پھر تم نے اپنے ستاروں سے یہ کیوں نہیں پوچھا کہ ہمیں گھیرنے کا نتیجہ مایوس کن ہوگا۔"

"ستاروں نے کہا تھا کہ ناکامی کے امکانات اگرچہ ہیں کامیابی کی بھی امید ہے۔"

"کیا یہ درست ہے کہ تین' تیرہ اور تیئس تاریخیں پارس لئے منحوس ہیں۔"

"ہاں' یہ پکی بات ہے۔ یہ تاریخیں ہم دونوں کے لئے سعد ہیں اور منحوس بھی۔ وہ ان تاریخوں میں میرے ہاتھوں مارا گا' یا میں اس کے ہاتھوں اسلام قبول کروں گی اور ایسا میں نہیں کروں گی۔"

"کیا تمہارے ستارے کہتے ہیں کہ تم تقدیر سے لڑ سکو گی کبھی ہمارے دین میں نہیں آؤ گی؟"

"ہاں' میرے ستارے حوصلہ دیتے ہیں کہ میں اپنی مزاجی کے باعث صرف اپنے دھرم پر قائم رہوں گی اور حکمتِ عملی سے پارس کو کتے کی موت ماروں گی۔"

"یہی حوصلہ تمہارے ستاروں نے میرے سلسلے میں دیا تھا کیا ہوا؟"

"ہم نے تمہیں اور ثانی کو سمجھنے میں جلدی کی اور دیکھی لیکن میں پارس کے معاملے میں بہت محتاط ہوں۔ اس ایک ایک رگ کو سمجھنے کے بعد ہی کسی منحوس تاریخ کو آزماؤ

اور آزماتے وقت بھی اس سے ہزاروں میل دور رہوں گی۔"

مریم نے کہا "تم میری زبان سے بولتی جارہی ہو۔ یہ بھی تو بولو کہ میرے پاشا کا پیچھا کب چھوڑو گی؟"

وہ بولی "میرے والدین نہیں ہیں۔ میں تمہیں اور پاشا کو ماں باپ بنانا چاہتی ہوں۔ اس سے میری محبت اور خلوص کا اندازہ کرو اور میرے پاسان پاشا کو سمجھاؤ۔"

"تم مسلمان ہونا نہیں چاہتیں اور مسلمان کو باپ بنانا چاہتی ہو' اس سے تمہاری دوغلی فطرت کا خوب اندازہ ہو رہا ہے۔"

"انسانی رشتے مذاہب سے بالاتر ہوتے ہیں۔ بہر حال پاشا تم سے شاید گفتگو کرنے کے لئے بے چین ہوگا۔ ہماری باتیں بھی سن رہا ہوگا اگر وہ اپنی مریم سے باتیں کرنا چاہتا ہے تو میں اس بنگلے کا فون نمبر بتا رہی ہوں۔"

اس نے فون نمبر بتایا۔ پاشا ایک جگہ کار میں بیٹھا ان کی باتیں سن رہا تھا۔ اس نے ائرپورٹ سے چلتے وقت شی تارا اور سرنا کی گفتگو سے معلوم کیا تھا کہ وہ مریم کو کس جگہ لے گئے ہیں لیکن وہاں پہنچا تو پتا چلا' فوجی جوان اس رہائش گاہ کو چاروں طرف سے گھیر رہے ہیں۔

پاشا وہاں سے دور چلا آیا۔ ایک جگہ گاڑی روک کر مریم اور علی کے ذریعے کئی شی تاراؤں اور کئی سرناؤں کی باتیں سننے لگا پھر پتا چلا اس تہ خانے سے تمام دشمن بھاگ رہے ہیں۔ علی نے دو سرناؤں کو گولی ماردی ہے' یوں اصلی شی تارا اور سرنا یہ بازی ہار چکے ہیں۔

وہ حیران تھا۔ پہلے یہی سمجھ رہا تھا کہ فرہاد کا بیٹا شی تارا کے جال میں پھنس چکا ہے اور اس جال سے نکلنا اس کے لئے ممکن نہیں رہا ہے۔ یہی حیرانی کی بات تھی' بظاہر وہ پھنس رہا تھا لیکن ان دونوں بہن بھائیوں کو پھانس رہا تھا۔ اگرچہ وہ بہن بھائی بھی کافی پُراسرار اور ناقابلِ شکست تھے تاہم پاشا کو علی اور ثانی کی ذہانت یا چالاکیوں کا یقین ہوگیا ورنہ وہ پہلے یہی سمجھتا تھا کہ دشمنوں پر فرہاد کی دہشت طاری رہتی ہے' اس دہشت سے بیٹے بھی تیس مار خاں نظر آتے ہیں۔ اب یقین ہوا کہ باپ سیر ہے تو بیٹے سوا سیر ہیں۔

اس نے ایک بوتھ میں آکر فون کے ذریعے رابطہ کیا۔ علی اور مریم نے چونک کر اس رہائش گاہ کے فون کو دیکھا۔ گھنٹی بج رہی تھی۔ مریم نے کہا "شاید پاشا کا فون ہے۔"

علی نے کہا "ہاں۔ ہمیں یہاں کوئی جانتا نہیں ہے۔ پاشا نے شی تارا کا بتایا ہوا نمبر سن لیا ہوگا۔"

مریم فون کی طرف آنے لگی' علی نے کہا "ٹھہرو! دشمنوں کا بھی فون ہوسکتا ہے۔"

وہ ریسیور اٹھا کر بولا "ہیلو کون ہے؟"

پاشا کی آواز آئی "ہیلو علی تیمور! میں تمہاری آواز پہچانتا ہوں۔ آئندہ تم جس روپ میں بھی رہو گے' میں تمہیں آواز کے ذریعے پہچان لیا کروں گا۔ یوں تم بڑے نقصان میں رہے ہو۔"

"یوں تم نے اچھا کیا کہ یہ بات ذہن نشین کرادی۔ میں آئندہ بھیس بدلنے کے ساتھ آواز بھی بدل لیا کروں گا۔ اپنی عقل کا ماتم کرو۔ زیادہ بولنے والے نقصان میں رہتے ہیں۔ لو میری ممی سے بات کرو۔"

اس نے مریم کو ریسیور دیا۔ مریم نے کہا "ہیلو پاشا! تم کہاں ہو؟ مجھے کیوں اپنے پیچھے دوڑا رہے ہو؟"

وہ بولا "تم بہت کام کی چیز ہو مریم! میں تمہارے ذریعے دشمنوں کو اپنے پیچھے دوڑاتے دوڑاتے ایک دن ان کی گردنیں دبوچ لوں گا۔"

"یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ کیا میں اس عمر میں دوڑنے کے لئے رہ گئی ہوں۔"

"تمہارا یہ بڑھاپا بھی بڑے کام کا ہے۔ دیکھو تم نے فرہاد کے بیٹے کو بیٹا بنالیا ہے' وہ تمہیں ممی کہتا ہے۔ بس اسی طرح رشتے جوڑتی رہو' مجھے فائدہ پہنچتا رہے گا۔"

"میں پوچھتی ہوں' یوں چوروں کی طرح کب تک چھپتے پھرو گے۔ عقل سے کام لو۔ بابا صاحب کے ادارے میں پناہ لو۔ تمام دشمن ٹھنڈے پڑجائیں گے۔"

"میں عورت کی عقل سے نہیں سوچتا۔ آزاد رہنا چاہتا ہوں اور آزاد رہنے کے لئے شیر کو جنگل کے دوسرے درندوں سے لڑتے رہنا پڑتا ہے۔"

"میرے پاشا! اب میری زندگی تھوڑی رہ گئی ہے۔ پتا نہیں کب دنیا سے اٹھ جاؤں۔ ایک بار تو تمہارا دیدار ہوجائے۔"

"ہوجائے گا۔ جزیرہ مارکیو سان چلی آؤ۔ میں دشمنوں کو الجھا کر تم سے ملنے ضرور آؤں گا۔"

"میں آج ہی یہاں سے روانہ ہونے کی کوشش کروں گی۔ کیا کل تک تم سے ملاقات ہوسکے گی؟"

"میرے دشمن تمہارے دماغ سے یہ باتیں سن رہے ہیں۔ کیا تم چاہتی ہو انہیں ہماری ملاقات کا دن اور وقت معلوم ہوجائے۔"

"نہیں' مجھ سے غلطی ہوگئی۔ میں اس جزیرے میں آخری سانس تک انتظار کروں گی۔ تم جلدی نہ کرنا۔ سوچ سمجھ کر میرے پاس آنا۔ اللہ کرے ہماری ملاقات سے پہلے سارے دشمن مرجائیں۔"

پاشا نے ہنستے ہوئے رابطہ ختم کردیا۔ مریم خوش ہورہی تھی شوہر سے جلد یا بہ دیر ملاقات کا یقین ہوگیا تھا۔ اس نے ریسیور رکھتے ہوئے کہا۔ "پلیز' آج ہی میری روانگی کا انتظام کردو اور تم بھی میرے ساتھ چلو۔"

علی نے کہا "مجھے نیویارک میں ضروری کام ہے' اسے نمٹا کر آؤں گا۔ اب رات ہو چلی ہے۔ شاید ہی کوئی طیارہ اس جزیرے کی طرف جاتا ہو۔ میں معلومات حاصل کرنے کے بعد تمہاری روانگی ... ستار ہو۔ میں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کے لئے کچھ کروں گا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی دروازہ پیٹنے کی آواز سنائی دی۔ کچھ لوگ سرنگ کے راستے آگئے تھے۔ ایک شخص گرج کر کہہ رہا تھا۔ "دروازہ کھولو' ورنہ ہم توڑدیں گے۔"

علی نے دروازے کے قریب آکر کہا "دروازہ ٹوٹنے سے پہلے ہم فرار ہوسکتے ہیں لہٰذا جوش میں نہ آؤ۔ اگر سپر مادام کے ساتھ آئے ہو تو ہم دوست ہیں۔ مادام سے کہو اپنی آواز سنائے۔"

دوسری طرف سے کہا گیا "مادام نے ہمیں بتایا تھا کہ اگر تم مریم کے بیٹے سرتاج پاشا ہو تو پھر دوست ہو' دروازہ کھولو۔"

علی نے دروازہ کھول دیا۔ کئی فوجی دندناتے ہوئے ڈرائنگ روم میں آگئے۔ علی نے کیپٹن سے کہا "میں ہوں سرتاج پاشا اور یہ میری ممی مریم ہیں۔"

کیپٹن نے مصافحہ کیا پھر ایک بند لفافہ اسے دیا۔ علی نے اسے کھول کر پڑھا۔ ثانی نے لکھا تھا "ٹھیک آٹھ بجے رابطہ ہوگا۔ میرے نئے کوڈورڈز ہیں' شی واز شی تارا' ی سپرمادام سلوانہ۔"

علی نے اس پرچی کو جیب میں رکھ لیا' اب اسے اپنی ثانی کا انتظار تھا۔

○☆○

میں نے اپنی دانست میں بڑا تیر مارا تھا۔ سمرقند میں لیلیٰ اور پارس کے تعاون سے پے پے سرنا' شی تارا اور مریم کو ٹریپ کیا تھا اور انہیں اپنا معمول اور تابعدار بنالیا تھا۔

میں نے پے پے سرنا پر اور لیلیٰ نے شی تارا پر تنویمی عمل کیا تھا۔ انہوں نے معمول بن کر سچ کہا تھا کہ وہ سرنا اور شی تارا ہیں۔ وہ بے چارے خود نہیں جانتے تھے کہ وہ ان دونوں کی ڈمی ہیں اور ان دونوں نے اپنی تمام ڈمیوں کے دماغوں کو اتنی گہرائی سے واش کیا ہے کہ وہ ہمیشہ کے لئے اپنا ماضی اور اپنی اصلیت بھول چکے ہیں۔ ہم تنویمی عمل کرنے کے باوجود ان کے دماغ کے کسی گوشے سے ان کی اصلیت معلوم نہیں کرپائے تھے۔

ہم ایک رات اور ایک دن اس خوش فہمی میں رہے کہ وہ اصلی ہیں' پھر شی تارا نے علی کو نیویارک کے ایک خفیہ اڈے میں قید کرنے کی ناکام کوششیں کیں تو پتا چلا ایک نہیں کئی شی تارا اور کئی سرنا ہیں۔ سب کے سب ڈمی ہیں۔ ان میں اصل بہن بھائی کون ہے' کوئی نہیں جانتا کیونکہ وہ رُوپوشی یا گمنامی کی زندگی گزار رہے ہیں۔

انہوں نے یہ ثابت کردیا کہ وہ ہمارے مقابلے میں خاصے تگڑے ہیں اور بڑی عمدہ حکمتِ عملی سے اپنی اپنی ڈمی کے ذریعے ہمارے بالکل قریب رہتے ہیں اور دور سے ہماری جوابی کارروائیوں کا مشاہدہ بھی کرتے رہتے ہیں۔

میں نے پارس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "بیٹے! ہم ان ...نوں کے مقابلے میں کامیاب نہیں ہیں۔ محض کامیابی کا فریب کھا رہے ہیں۔"

پارس نے حیرانی سے پوچھا "یہ کیسے ممکن ہے۔ کوئی بھی معمول ٹرانس میں آنے کے بعد اپنے عامل سے جھوٹ نہیں بولتا پھر آپ نے اور امی (لیلیٰ) نے ان پر عمل کرتے وقت ان کا جھوٹ کیوں نہیں پکڑا۔ کیا وہ ٹرانس میں نہیں آئے تھے؟"

"آئے تھے لیکن ان دونوں ڈمیوں کے دماغوں سے ان کا ماضی اور ان کی اصلیت بالکل مٹادی گئی تھی۔ وہ دونوں خود کو سچ مچ شی تارا اور سرنا ہی سمجھتے ہیں۔"

"اس کا مطلب ہے اس ڈمی شی تارا کے ذریعے اصل شی تارا میری مصروفیات کو دیکھ رہی ہے۔ موقع پاکر مجھ پر قاتلانہ حملے کرسکتی ہے؟"

"وہ بہن بھائی جوتش ودّیا کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ وہ تیرہ تاریخ گزر چکی ہے جسے تمہارے لئے منحوس سمجھا جارہا ہے۔ آئندہ وہ تیئس تاریخ کو تمہارے خلاف کچھ کرے گی۔"

"مجھے اس ڈمی سے پیچھا چھڑالینا چاہئے۔ یہ ہمارے کسی کام نہیں آئے گی۔"

اسی وقت رسونتی نے اسے مخاطب کیا "ہیلو بیٹے! میں تمہاری ماما ہوں۔ آمنہ فرہاد۔"

وہ خوش ہوکر بولا "او میری پیاری ماما! ایک طویل عرصے کے بعد آپ کی آواز سن رہا ہوں۔"

"ہاں بیٹے! میں عبادت اور ریاضت میں مصروف رہا کرتی ہوں۔ دنیاداری سے اتنا ہی لگاؤ ہے' جتنا ضروری ہونا چاہئے۔"

میں نے کہا "میری آمنہ! میں پارس کے پاس موجود ہوں۔"

"مجھے معلوم ہے۔ بس تمہاری باتیں سن کر ہی آئی ہوں۔ یہ درست ہے کہ پارس کے ساتھ شی تارا کی ڈمی ہے لیکن پے پے سرنا اصلی ہے۔"

"کیا واقعی؟"

"ہاں اصل کی پہچان یہ ہے کہ وہ آتما شکتی کا طریقۂ کار جانتا ہے اور آتما کی شکتی سے ہزار میل دور بیٹھے ہوئے مطلوبہ شخص کو دیکھ لیتا ہے پھر اس کی حرکات وسکنات سے اس شخص کے ارادوں کو بھانپ لیتا ہے۔ وہ پرسوں رات آتما شکتی کے ذریعے باربرا کے پاس گیا تھا' جناب علی اسداللہ تبریزی نے اس رات اس کی آتما شکتی میں رکاوٹیں ڈالی تھیں۔ اگر وہ ڈمی ہوتا تو جناب تبریزی صاحب کبھی دھوکا نہ کھاتے۔"

"گویا ہم ایک حد تک کامیاب ہیں۔ اصل سرنا ہمارے قابو میں ہے۔"

"میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتی کہ شی تارا تمہاری نصف کامیابی کو ناکامی میں بدل سکتی۔"

"تم اس سے زیادہ کیوں نہیں کہہ سکتیں۔ ایک مدت کے بعد آئی ہو' میرے دماغ میں آؤ' مجھ سے کچھ دیر باتیں کرو۔"

"مجھے افسوس ہے۔ عبادت اور ریاضت کا تقاضا ہے کہ میں کسی بھی دنیاوی رشتے سے خاص لگاؤ نہ رکھوں۔ البتہ بوقتِ ضرورت خلقِ خدا کے کام آتی رہوں۔ ایک اہم معلومات فراہم کرچکی ہوں۔ اب جارہی ہوں خدا حافظ۔"

اس کے جانے کے بعد ہم باپ بیٹے چند لمحوں تک خاموش رہے پھر پارس نے کہا "ماما بالکل بدل گئی ہیں۔"

"بیٹے! بہت کم خوش نصیب ایسے ہوتے ہیں جنہیں صراطِ مستقیم پر چلنا نصیب ہوتا ہے۔"

"ہمیں یہ معلوم ہوچکا ہے کہ پے پے سرنا اصلی ہے۔ آپ اس کے ساتھ کیسا رویّہ اختیار کریں گے؟"

میں نے کہا "اس پر تنویمی عمل کرنے کے دوران اس کی سوچ نے بتایا تھا کہ جوتش ودّیا کے مطابق کوئی اسے اور اس کی بہن کو سات دنوں سے زیادہ اپنے زیراثر نہیں رکھ سکے گا۔ آٹھویں دن وہ تنویمی سحر سے آزاد ہوجائیں گے لہٰذا یہ اصلی سرنا بھی ہم سے نجات حاصل کرسکتا ہے۔"

"پاپا! کچھ ایسا سلسلہ ہو کہ ہم سرنا کے ذریعے اصلی شی تارا تک پہنچ سکیں اور سرنا تنویمی اثر سے نجات پاکر بھی ہماری نظروں میں رہے۔"

"میں نے ان کے تمام خفیہ اڈے معلوم کئے ہیں۔ سرنا کے دماغ سے ان دونوں سے تعلق رکھنے والا ایک ایک راز معلوم کیا ہے لیکن اصلی شی تارا جو آزاد ہے اور اپنے بھائی کو سحرزدہ دیکھ رہی ہے وہ یہ بھی سمجھ رہی ہوگی کہ میں اس کے بھائی کے دماغ سے کیا کچھ معلوم کررہا ہوں۔ وہ محتاط ہوگئی ہوگی۔ پچھلے چوبیس گھنٹوں میں اس نے تمام اہم دستاویزات اور ہیرے جواہرات دوسری جگہ منتقل کئے ہوں گے۔ خود ایسی جگہ رُوپوش ہوگی' جہاں ہم سرنا کی راہنمائی سے بھی نہیں پہنچ سکیں گے۔"

"ان دونوں میں بڑی محبت ہے۔ وہ کبھی نہ کبھی محبت سے مجبور ہوکر بھائی سے کہیں ملاقات کرے گی۔"

"شی تارا بہت چالاک ہے' شاید ایسی جذباتی غلطی نہ کرے پھر بھی میں آج ہی سے پے پے سرنا کو نشے کا عادی بنادوں گا تاکہ تنویمی عمل کے زیراثر نہ رہنے کے باوجود وہ نشے کے باعث دماغی طور پر کمزور رہے۔ ہمیں اس کے دماغ میں جگہ ملتی رہے اور ہم شی تارا کو اس کی دماغی توانائی بحال کرنے کا موقع نہ دے سکیں۔"

میں سرنا کے پاس چلا گیا۔ ایک شی تارا پارس کے ساتھ اس کی رہائش گاہ میں تھی۔ پارس نے اسے اصلی سمجھ کر اس چکر میں ڈالا ہوا تھا کہ وہ اس کے بچے کی ماں بننے والی ہے تاکہ وہ اس عذاب میں مبتلا رہے کہ جسے قتل کرنا چاہتی ہے' وہی اس کے جسم وجاں کا مالک اور اس کے بچے کا باپ بن گیا ہے مگر اب یہ کھیل نتیجہ خیز نہیں رہا تھا۔ وہ اصلی نہیں تھی' اس ڈمی کی کوئی اہمیت نہیں رہی تھی۔

دروازے پر دستک ہوئی۔ اس نے صوفے سے اٹھ کر دروازہ کھولا۔ سامنے شی تارا کھڑی ہوئی تھی۔ دروازہ کھلتے ہی اندر آتے ہوئے بولی "میں نے اپنے موجودہ حالات پر ٹھنڈے دماغ سے غور کیا ہے اور اس نتیجے پر پہنچ رہی ہوں کہ تمہاری دشمن بن کر نہیں رہ سکوں گی۔ آئندہ تمہاری شریکِ حیات بن کر رہوں گی۔"

"تمہارے اس فیصلے سے تقدیر نہیں بدلے گی۔ تین' تیرہ اور تیئس تاریخوں کو مجھے ہمیشہ تمہاری طرف سے جان کا خطرہ رہے گا۔"

"جب میں دھرم بدل کر تمہاری بیوی بن جاؤں گی تو تمہاری جان کی دشمن نہیں رہوں گی۔"

"اصلی شی تارا کے دھرم بدلنے اور مسلمان بننے سے خطرہ ٹلے گا اور تم اصلی نہیں ہو۔ شی تارا کی ایک ڈمی اور آلۂ کار ہو۔"

"یہ جھوٹ ہے۔ میں اصلی ہوں۔ ثبوت یہ ہے کہ میں خیال خوانی کرتی ہوں' ابھی تمہارے دماغ میں آسکتی ہوں۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ اصلی شی تارا اس وقت تمہارے دماغ میں موجود ہے' وہ اپنی کسی بھی ڈمی کو سکتے کی حالت میں رکھ کر خیال خوانی کرتی ہے۔ دیکھنے والے یہی سمجھتے ہیں کہ تمہاری جیسی ڈمی خیال خوانی میں مصروف ہے۔"

"تم خواہ مخواہ شبہ کررہے ہو' دراصل میں......"

پارس نے بات کاٹ کر کہا "دراصل شی تارا کو یہ معلوم نہیں ہے کہ میرے پاپا اس وقت سرنا کے ساتھ کیا سلوک کررہے ہیں اور اس کے ساتھ جو ہورہا ہے' وہ میں نہیں بتاؤں گا۔"

یہ کہہ کر وہ چند سیکنڈ کے لئے چپ رہا پھر بولا "اگر تم اصلی ہو تو اب میرے دماغ میں آؤ۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کرنے کی کوشش کی مگر ناکام رہی پھر اس نے آنکھیں بند کرکے دوبارہ یہی کوشش کی۔ پارس نے مسکرا کر کہا "میں نے اصلی شی تارا کو اس کے بھائی کے پاس جانے پر مجبور کردیا ہے۔ ابھی وہ تمہارے اندر نہیں ہے اس لئے خیال خوانی کی فضول کوشش نہ کرو۔"

وہ آنکھیں کھول کر اسے پریشانی سے دیکھتے ہوئے بولی "میں ڈمی نہیں ہوں' پتا نہیں ابھی کیا ہوگیا ہے۔ خیال خوانی کو پرواز نہیں مل رہی ہے۔"

"اصلی نے تمہارا برین اس طرح واش کیا ہے کہ تم مرتے دم تک خود کو اصلی شی تارا ہی سمجھتی رہوگی۔"

اچانک وہ غصے سے بولی "تم پکے فراڈ ہو۔ ابھی میں نے بھائی سرنا کے پاس جاکر دیکھا ہے۔ وہ خیریت سے ہے اس کے ساتھ کوئی برا سلوک نہیں کیا جارہا ہے۔"

پارس نے مسکرا کر کہا "دیکھا' اصلی شی تارا اپنے بھائی کے پاس گئی تھی۔ اب چاہو تو تم خیال خوانی کرسکوگی۔"

وہ اچانک ہنسنے لگی پھر کہنے لگی "تم زبردست مکار ہو۔ میں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

نے تمہارے متعلق سنا تھا اور تمہارا تمام ریکارڈ پڑھا تھا۔ اس لئے شروع سے محتاط ہوں۔ تم سے دور رہ کر اپنی ڈی کے ذریعے تم باپ بیٹے کی چالاکیاں دیکھ رہی تھی!"

"خود کو روپوش رکھ کر اپنے حق میں برا کر رہی ہو۔ یہ انسانی فطرت ہے کہ جو چیز چھپائی جاتی ہے اسے دریافت کرنے کے لئے آدمی جی جان کی بازی لگا دیتا ہے۔ اسے کہیں نہ کہیں سے ڈھونڈ نکالتا ہے۔"

"تو پھر مجھے ڈھونڈ نکالو۔"

"یہ چیلنج ہے یا تمہاری خواہش کہ عاشق کی طرح ڈھونڈنے نکلوں؟"

"خبردار! مجھ سے عشق و محبت کی باتیں نہ کرنا۔"

"کیا اپنے مقدر کو خبردار کہہ سکتی ہو؟ کاتبِ تقدیر نے پہلے ہی تمہیں میرے نام لکھ دیا ہے۔"

"اور میرے ہاتھوں تمہاری موت بھی لکھ دی ہے۔"

"میں تین مخصوص تاریخوں میں تمہیں نظر نہیں آؤں گا۔ باقی ہر ماہ کے ستائیس دن تمہارے ساتھ ہولی کھیلوں گا اور ستائیس راتوں میں دیوالی مناؤں گا۔"

"میں تم سے بات کرنا بھی گوارا نہیں کرتی۔"

"مگر کر رہی ہو۔"

وہ چپ رہی۔ پارس نے کہا "دیکھا میں کس طرح بولتی بند کر دیتا ہوں۔"

"شٹ اپ! میں تمہاری بولتی بند کر دوں گی۔"

"دیکھا پھر بول پڑیں۔"

"میں نفرت سے بول رہی ہوں۔"

"کسی بہانے بول تو رہی ہو۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچنے لگی۔ پریشان ہونے لگی کہ واقعی نفرت بھی کر رہی تھی، بولنا بھی نہیں چاہتی تھی اور بول بھی رہی تھی۔ جی چاہتا تھا اس سے الجھتی رہے لیکن الجھنے کا مطلب بھی یہی ہوتا ہے کہ کسی طور رابطہ رکھا جا رہا ہے۔

اس وقت اُس کا ذہن بوجھل سا تھا۔ پہلا پریشان کن بوجھ یہ تھا کہ جان سے پیارا بھائی سرنا میرے زیرِ اثر تھا۔ ایک قیدی بنا ہوا تھا۔ میں اسے موقع نہیں دے رہا تھا کہ وہ اپنے بھائی پر دوبارہ تنویمی عمل کرے اور اسے میرے سحر سے نجات دلائے۔ وہ اس سلسلے میں آدھی رات کے بعد تین بار کوششیں کر چکی تھی۔ میں سرنا کے دماغ سے جانے سے پہلے اسے لاک کر دیتا تھا۔ وہ بہن کے آتے ہی سانس روک لیتا تھا اور وہ ناکام واپس چلی جاتی تھی۔

دوسرا بوجھ یہ تھا کہ وہ نیویارک میں علی اور ثانی کو ٹریپ کرنے میں ناکام رہی تھی اور ایک بہت بڑا اور اہم خفیہ اڈا اس کے ہاتھ سے نکل گیا تھا۔ صرف اتنا ہی نہیں، بڑی محنت سے تیار کئے ہوئے ڈی سرنا اور ڈی شی تارا میں سے دو عدد سرنا علی کے ہاتھوں مارے گئے تھے۔

تیسرا پارس تھا جو مستقل عذاب بنا ہوا تھا۔ وہ بہن بھائی بڑے سکون سے زندگی گزار رہے تھے پھر شامت آئی تھی کہ اپنے باپ کی نصیحت بھول گئے تھے۔ باپ نے مرنے سے پہلے سمجھایا تھا، فرہاد اور اس کے خاندان والوں سے دور رہو۔ کبھی اتفاقاً سامنا ہو تو ان سے کترا کر نکل جاؤ۔ ان سے ٹکرانے اور برتری جتانے میں فائدے تو ہیں مگر نقصانات زیادہ ہیں۔

شی تارا نے پوچھا تھا "لیکن باپو! تقدیر کا یہ فیصلہ کیسے بدلا جائے گا کہ پارس کو تین مخصوص تاریخوں میں میرے ہاتھوں سے مرنا ہے یا مجھے اس کے زیرِ اثر آ کر اپنا دھرم بدلنا ہے؟"

باپ نے کہا "بیٹی! وقت کے ساتھ ساتھ ستارے اپنی چال بدل دیتے ہیں۔ کبھی کبھی کوئی منحوس گھڑی اچانک ہی ٹل جاتی ہے۔ اسے ٹالنے میں بھی انسانی تدبیر اور عمل کی کارفرمائی ہوتی ہے۔ اگر تم بہن بھائی کبھی فرہاد اور پارس وغیرہ کی طرف رخ نہ کرو تو کسی حد تک شی تارا کے مقدر میں تبدیلی آ سکتی ہے۔"

وہ بولی "ہم کبھی ان کی طرف جانا گوارا نہیں کریں گے۔"

باپ نے کہا "دوسری اہم بات یہ ہے کہ اپنی زندگی میں پارس کے آنے سے پہلے کسی اور سے شادی کر لے گی تو بے دھرم ہونے کا اندیشہ ختم ہو جائے گا۔ کیونکہ پارس کبھی کسی بیاہتا عورت میں دلچسپی نہیں لیتا ہے۔"

اسے باپ کی دونوں نصیحتیں یاد تھیں۔ اس نے فیصلہ کیا کہ اپنی پسند کے کسی گبرو جوان سے شادی کر لے گی اور اپنی زندگی سے ہمیشہ کے لئے پارس کا کانٹا نکال پھینکے گی۔

اتنی بڑی دنیا میں گبرو جوانوں کی کمی نہیں ہے۔ ایک سے بڑھ کر ایک ہیں۔ ایک ہی نظر میں حسیناؤں کے دل لوٹ لیتے ہیں۔ شی تارا نے خوب سے خوبرو جوانوں سے دوستی کی۔ کسی نے اسے کمزور حسینہ سمجھ کر دست درازی کی تو اس کے ہاتھوں بے موت مارا گیا۔ کوئی خوبروئی میں یکتا نکلا تو حیثیت اور معیار میں کم تر ثابت ہوا۔ کچھ ایسے بھی آئے جو اپنی تمام دولت اس پر لٹانے کو تیار رہتے لیکن دولت تو شی تارا کی ٹھوکروں میں رہتی تھی۔ بڑے سے بڑا شہ زور اس کی ٹیلی پیتھی کے آگے چوہا تھا۔ کوئی ایسی غیر معمولی صلاحیت نہیں رکھتا تھا، جس کے بل پر وہ اس حسینہ سے برتر کہلاتا اور وہ کسی کم تر کو اپنے جسم و جاں کا مالک بنانا اپنی توہین سمجھتی تھی۔

بے بے سرنا نے کہا "میری بہنا! میری نظروں میں کوئی ایسا مرد نہیں ہے جو تیری صلاحیتوں کے آگے دم مارے، جو بھی آئے گا وہ تیرے پاؤں کی دھول ہوگا۔ بہتر ہے کسی خوبرو جوان کو اپنا لے شادی کے بعد اسے جوتی بنا کر پہنے رہنا۔ اس جوتی کے طفیل پارس کی بلا ٹل جائے گی۔"

شی تارا نے بلا ٹالنے کے لئے آخر ایک ایسے جوان کا انتخاب کیا جو خوبرو اور شہ زور تھا۔ اس کا باڈی گارڈ بن کر رہ سکتا تھا پھر

وہ دھرم کا راجپوت تھا، قول کا سچا اور عمل کا پکا تھا۔ شی تارا نے اپنی ٹیلی پیتھی کی صلاحیت اس پر ظاہر نہیں کی تھی۔ چپ چاپ اس کے چور خیالات پڑھے تھے۔ وہ صحیح معنوں میں سچا اور کھرا مخلص تھا۔

لیکن شی تارا کو جو بات ناگوار گزری، وہ یہ تھی کہ وہ شادی کے بعد اسے اپنی جودھپور والی حویلی میں رکھنا چاہتا تھا۔ جبکہ وہ پابندی میں رہنے کی قائل نہیں تھی۔ سرنا نے کہا "جگ پال! جودھپور اور ہندوستان کو بھول جاؤ۔ دنیا کے ہر شہر میں میری بہن نے راج محل تعمیر کرائے ہیں۔ ہر ملک کی کرنسی تمہارے قدموں میں رہا کرے گی۔ تم شادی کے بعد میری بہن کے ساتھ رہو گے۔"

"سوری مسٹر سرنا! راجپوت گھر داماد بننے کے لئے پیدا نہیں ہوتے۔ شادی ہمارے رسم و رواج کے مطابق ہوگی۔ دلہن میرے گھر آئے گی۔ میں اس کے گھر نہیں جاؤں گا۔"

شی تارا نے کہا "تم تو مجھ سے محبت کرنے کے دعوے کرتے تھے۔"

"آج بھی کرتا ہوں لیکن مردانگی ہار کر محبت نہیں ہوتی، غلامی ہوتی ہے۔"

"اپنی زبان کی لمبائی سے زیادہ نہ بولو۔ میں چٹکی بجا کر تمہیں غلام بنا سکتی ہوں۔"

"شی تارا! تم میں یہی ایک برائی ہے۔ تم بہت مغرور ہو۔ پلیز محبت کی زبان سے بولو۔ میں تمہیں دل و جان سے چاہتا ہوں، میری محبت کی قدر کرو۔"

"ضرور قدر کروں گی۔ کل صبح کا سورج دیکھنے سے پہلے تم میرے تابعدار بن جاؤ گے۔"

وہ چیلنج کر کے چلی گئی۔ جگ پال مایوس ہو کر سوچنے لگا۔ اس کے ساتھ زندگی نہیں گزرے گی۔ یہ ہمیشہ برتری کے غرور میں رہے گی۔ بہتر ہے اس کی محبت کو دل سے نوچ کر پھینک دوں۔ دل پر صدمہ گزرے گا لیکن ایک عورت کے زیرِ اثر رہنے سے بہتر ہے کہ محبت میں ناکامی کا صدمہ برداشت کیا جائے۔

اس رات وہ بستر پر آیا تو محسوس ہوا اس پر نیند غالب آ رہی ہے۔ جبکہ وہ سونے سے پہلے گھنٹہ بھر کوئی کتاب یا رسالہ پڑھنے کا عادی تھا۔ بہرحال وہ خلافِ معمول سو گیا۔ خواب میں شی تارا کو دیکھا، وہ مسکرا رہی تھی اور کہہ رہی تھی "اسی لمحے سے تمہاری غلامی کا دور شروع ہو رہا ہے۔"

وہ کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن کہہ نہیں پا رہا تھا اور وہ کہہ رہی تھی۔ "تم نیند میں ہو لیکن میرے سحر میں جکڑے ہوئے ہو۔ میں نے سوچا تھا کبھی تم پر عمل نہیں کروں گی، تمہیں زبردستی اپنانے سے وہ لطف حاصل نہیں ہوگا جو قدرتی طور سے محبت پا لینے کے بعد ہوتا ہے لیکن تم بڑے مرد بنتے ہو، مجھے پابندیوں میں رکھنا چاہتے ہو۔ اس لئے تمہیں تابعدار بنا کر رکھنا لازمی ہو گیا ہے۔"

وہ اسے خواب ہی سمجھ رہا تھا اور محسوس کر رہا تھا کہ جواباً کچھ کہنے کے قابل نہیں رہا ہے، وہ بولی "میں تجھے بولنے کی توانائی دیتی ہوں۔ بول کیا کہنا چاہتا ہے؟"

اسے قوتِ گویائی ملی۔ اس نے پوچھا "تم اتنی بدلی ہوئی سی کیوں لگ رہی ہو۔ تمہارے چہرے پر پہلے جیسی محبت کا نور نہیں ہے۔ تم ایک خوب صورت بلا دکھائی دے رہی ہو۔"

"تم میری شرائط پر محبت اور شادی نہیں کرنا چاہتے اس لئے میں ایسی بلا بن گئی ہوں جس سے تم مرتے دم تک نجات حاصل نہیں کر سکو گے۔"

"تم کیا کرنا چاہتی ہو؟"

"میں تم پر تنویمی عمل کر رہی ہوں۔ تم راضی خوشی میرے معمول بنو گے۔"

"نہیں، تمہارا یہ عمل محبت کی توہین ہے۔ چلی جاؤ۔ میرے سامنے سے چلی جاؤ۔"

"بیوقوف! میں تیرے سامنے نہیں، تیرے دماغ کے اندر ہوں۔ تو نیند میں ہے لیکن خواب نہیں دیکھ رہا ہے۔ میرے سحر میں جکڑا ہو کر مجھے دیکھ رہا ہے اور میری باتیں سن رہا ہے۔ اب کچھ دیر بعد میرا غلام بننے والا ہے۔"

"شی تارا! تو ایک ہندوستانی لڑکی ہے اور ہندوستانی لڑکیاں اپنے پریمی اور پتی کے لئے جان دیتی ہیں۔ ان کی توہین برداشت نہیں کرتیں اور تو مجھے غلام بنا کر میری توہین کر رہی ہے۔"

"میں کسی کو اپنا پتی بنانے کے لئے برسوں سے بھاگ دوڑ میں لگی ہوں اور اس نتیجے پر پہنچ گئی ہوں کہ مرد شوہر بننے کے بعد اپنی برتری جتاتے ہیں۔ مجھے حکومت کرنے والے پسند نہیں ہیں اور نہ ہی غلام بن کر رہنے والے پسند ہیں۔"

"پھر مجھے کیوں غلام بنا رہی ہو؟"

"یہ ایک مجبوری ہے۔ میں تجھ سے شادی نہیں کروں گی تو ایک بدمعاش مسلمان میری زندگی میں آ جائے گا۔"

"تو کیسی نادان ہے۔ ایک مسلمان کا راستہ روکنے کے لئے اپنے ہی ایک ہندو کو غلام بنا رہی ہے۔"

"بکواس مت کر۔ یہ میری مجبوری ہے۔"

"میں اپنے چند سوالوں کے جواب چاہتا ہوں۔"

"جو بولنا ہے جلدی بول۔"

"کیا تنویمی عمل کے بعد میں واقعی اپنی غیرت اور راجپوتانہ وقار کو بھول جاؤں گا؟"

"صرف میرے سامنے بھول جایا کرے گا۔ مجھ سے دور رہ کر غیرت مند راجپوت رہا کرے گا۔ جیسے ہی میں تیرے دماغ میں آ کر بلاؤں گی تو کتے کی طرح دُم ہلاتا ہوا میرے قدموں میں آ جایا کرے گا۔ اپنی انا، خودداری اور غیرت سب بھول جایا کرے گا۔"

"میں مرد ہوں، تجھ سے رحم کی بھیک نہیں مانگوں گا لیکن اپنی

itsurdu.blogspot.com

آزادی کی موت پر میری آخری خواہش پوری کرے۔"

"کیا ہے تیری خواہش؟"

"یہی کہ غلامی کی حالت میں بھی میری غیرت اور خودداری زندہ رہے۔"

"یہ ممکن نہیں ہے۔ جو خوددار ہوتے ہیں' وہ غلام نہیں ہوتے اور جو غلام بن جاتے ہیں ان کی خودداری مرجاتی ہے۔"

"اور جب تو سامنے نہ رہے تو؟"

"تو میرا وعدہ ہے تو ہر حال میں غیرت مند راجپوت رہے گا۔ بس اب خاموش ہوجا۔"

وہ اس پر عمل کرنے لگی۔ بے چارہ محبت کرکے پھنس گیا تھا۔ دوسری صبح ہونے تک اس کا معمول اور تابعدار بن گیا۔ جب تنویمی نیند کے بعد آنکھ کھلی تو کوئی غیر معمولی بات سمجھ میں نہیں آئی کیونکہ پچھلی رات کے عمل کو بھول گیا تھا پھر شی تارا آئی۔ اس سے بولی "جب میں نظر آؤں' میری تعظیم کے لئے اٹھ کر کھڑے ہوجایا کرو۔"

وہ فوراً اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ دونوں ہاتھ جوڑ کر سر جھکا کر بولا۔ "میں آپ کا تابعدار ہوں۔ آپ کے ہر حکم کی تعمیل کیا کروں گا۔"

وہ مسکرا کر بولی "آج ہماری شادی ہے اور شادی کے بعد تم ہندوستان اپنے ماں باپ کے پاس نہیں جاؤگے' میرے پاس رہا کروگے۔"

"میں تمہارے پاس رہوں گا۔ تمہاری خدمت کرتا رہوں گا۔"

وہ فاتحانہ انداز میں مسکراتی ہوئی چلی گئی۔ اس کے نظروں سے اوجھل ہوتے ہی جگ پال نے سوچا "یہ میں کیسی زن مریدوں والی باتیں کررہا تھا؟ مجھے کیا ہوگیا تھا؟"

اسے اپنے اندر شی تارا کی آواز سنائی دی "جگ پال! تمہیں غلامی کا روگ لگ گیا ہے؟"

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بولا "یہ .... یہ تو شی تارا کی آواز ہے۔ یہ میرے اندر کیسے گونج رہی ہے؟"

"یہ ٹیلی پیتھی ہے۔ میں واقعی شی تارا تمہارے اندر بول رہی ہوں۔"

"ہے بھگوان! کیا تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو؟"

"ہاں' جب تک تمہارے سامنے یا تمہارے اندر رہوں گی تم میرے تابعدار بن کر رہوگے۔ بولو! ابھی خود کو کیا سمجھ رہے ہو۔"

"تمہارا غلام سمجھ رہا ہوں۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی "میرے جاتے ہی تم غیرت مند راجپوت بن جاؤگے۔ لو جارہی ہوں۔"

اگلے لمحے جگ پال نے چونک کر سوچا "ہاں' میں غیرت مند ہوں۔ میں کسی عورت کی غلامی کبھی قبول نہیں کروں گا۔"

ایسا سوچنے کے باوجود اس نے شام کو بڑے بڑے معزز افراد کی موجودگی میں اس سے شادی کرلی۔ یہ شرط پیش نہیں کی کہ دلہن کو جودھپور کی حویلی میں لے جاکر رکھے گا۔

چند عورتیں شی تارا کو دلہن کی طرح سجے ہوئے کمرے میں لے گئیں۔ جگ پال اپنے کمرے میں آیا۔ اس کے دوست بھی آئے۔ اس نے کہا "پلیز' مجھے تنہا چھوڑ دو۔ میں تھوڑی دیر کے لئے تنہا رہنا چاہتا ہوں۔"

دوست چلے گئے۔ وہ دروازے کو اندر سے بند کرکے سوچنے لگا۔ "مجھے شی تارا کے سامنے کیا ہوجاتا ہے۔ میں اس کا غلام کیوں بن جاتا ہوں۔"

وہ ٹہلتے ہوئے حیرانی سے سوچ رہا تھا "تعجب ہے' اتنی خوشی میں مَیں نے اپنے والدین اور قریبی رشتے داروں کو شریک نہیں کیا۔ شی تارا نے شادی کا حکم دیا اور میں نے شادی کرلی۔"

وہ بیٹھ گیا پھر کھڑا ہوگیا۔ اس کی غیرت اور مردانگی اسے بے چین کررہی تھی۔ یوں ایک عورت کے اشارے پر چلنے کے باعث شدت سے توہین محسوس کررہا تھا اور سمجھ رہا تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے غلام بنارہی ہے۔ جب وہ سامنے ہوتی ہے اور دماغ میں ہے تو میں تابع دار بن جاتا ہوں پھر اس کے دور ہونے کے بعد مرد راجپوت کی طرح غیرت مند بن کر پچھتانے لگتا ہوں کہ عورت کا تابعدار نہیں رہنا چاہئے۔

وہ پھر ٹہلتے ہوئے سوچنے لگا "میں کیا کروں؟ یہ تو ساری زندگی اسی طرح میرے ہوش و حواس پر مسلط رہے گی اور میں قریب پہنچ کر بھی اس کا گلا نہیں دبا سکوں گا۔ ایک کتے کی طرح اس کے قدموں میں لوٹتا رہوں گا۔ ہے بھگوان! میری سہائتا کر۔ میں کیسے نجات حاصل کروں؟"

یہ اِدھر گہری سنجیدگی سے فیصلہ کررہا تھا کہ جان دے دے گا لیکن عورت کا غلام بن کر یہ نئی زندگی شروع نہیں کرے گا۔

اُدھر وہ دلہن بنی پھولوں کی سیج پر بیٹھی محسوس کررہی تھی کہ وہ دلہن نہیں ایک مالکہ ہے۔ وہ پیار سے آنے والے جیون ساتھی کا نہیں بلکہ غلام بن کر آنے والے ایک ایسے شخص کا انتظار کررہی تھی۔ جو صحیح معنوں میں شوہر نہیں ہوگا۔ اس پر صرف شوہر کا لیبل لگا ہوگا۔

دلہن بننے والی لڑکی کی ایک قدرتی خوشی ہوتی ہے کہ اس کے جسم وجاں کا مالک آرہا ہے۔ یہی خوشی اسے نہیں مل رہی تھی کیونکہ جو مالک بننے والا تھا' اس کی وہ پہلے ہی مالکہ بن چکی تھی۔ اسے اپنے بس میں کرچکی تھی۔ اب اپنے مرد کے بس میں جانے کی مسرت کیسے ملتی؟

وہ حالات سے سمجھوتا کررہی تھی۔ دل کو سمجھارہی تھی کہ پارس کا راستہ کاٹنے کے لئے ایسا کررہی ہے۔ آج سے وہ مسلمان ہمیشہ کے لئے اس سے دور ہوچکا ہے اور آئندہ کسی راستے سے اس کی زندگی میں داخل نہیں ہوگا۔

محض خیال نہیں تھا۔ لگن منڈپ میں جانے اور بیاہ رچانے سے پہلے اس نے اپنی جنم کنڈلی اور ستاروں کی چال دیکھی تھی اور یہ یقین حاصل ہوا تھا کہ جگ پال سے شادی ہوتے ہی پارس کے آنے اور اس کے بے دھرم ہونے کا اندیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہوجائے گا لیکن ستارے یہ بھی کہہ رہے تھے کہ شاید وہ شادی کرنے میں ناکام رہے گی۔

اس نے ستاروں کی پیش گوئی ختم کردی تھی اور شادی کرچکی تھی اور اب سہاگ کی سیج پر بیٹھی دُلہا کا انتظار کررہی تھی۔ اگر وہ غلام شوہر کی طرح نہ آتا تو اسے خیال خوانی کے ذریعے آنے پر مجبور کردیتی' ویسے وہ آگیا۔

دروازہ کھلنے کی آواز پر شی تارا نے گھونگٹ کو ذرا اور لانبا کرلیا۔ سر کو جھکالیا۔ بس یہیں ایک بار دلہن سر جھکاتی ہے اس کے بعد مرد ساری عمر جھکا رہتا ہے۔

وہ قریب آگیا۔ اس کی گہری گہری سانسیں سنائی دے رہی تھیں۔ وہ ہانپتے ہوئے بولا "اچھا ہوا تم گھونگٹ میں ہو۔ نہ تمہیں دیکھوں گا اور نہ سحرزدہ ہوسکوں گا۔ مجھے یہ کہنے کا موقع مل رہا ہے کہ میں ایک سچا غیرت مند راجپوت ہوں۔ جو دل میں ٹھان لیتا ہوں' وہ کرگزرتا ہوں۔ میں نے قسم کھائی ہے کہ میں تمہارا شوہر بن کر نہیں رہوں گا۔ تمہارا باپ بھی ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجھے تمہارا شوہر بننے پر مجبور نہیں کرے گا۔"

وہ اس چیلنج پر غصے سے بھڑک گئی۔ گھونگٹ کو نوچ کر ایک طرف پھینکتے ہوئے کچھ کہنا چاہتی تھی پھر اسے دیکھ کر سکتے میں رہ گئی۔

جگ پال کی حالت قابلِ دید تھی۔ اس کا لباس اس کے لہو سے بھیگ رہا تھا۔ وہ پھولوں کی سیج پر سے اٹھتے ہوئے بولی "کیا تو خودکشی کررہا ہے؟"

"نہیں میں زندہ رہوں گا لیکن تیرا مردہ شوہر رہوں گا۔ تجھے میں اپنی ذات سے سہاگ کی خوشیاں حاصل نہیں کرنے دوں گا۔"

"اگر تونے خودکشی کی حماقت نہیں کی ہے اور اگر تیرے نصیب میں زندہ رہنا ہے تو پھر میں تیرے نصیب میں زندگی بھر کی غلامی لکھ چکی ہوں' تو میری ایک ایک خواہش ایک ایک خوشی پوری کرے گا۔"

"شی تارا! تیری ٹیلی پیتھی اس راجپوت کی ضد اور خودداری کے آگے ہار گئی ہے۔ یقین نہ ہو تو مجھے سہاگ کی سیج پر بلا کر دیکھ لے۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے چور خیالات پڑھے تو شدید حیرانی سے اس ضدی مرد کو دیکھتی رہ گئی۔ اس کے خیالات بتارہے تھے کہ اس نے خودکشی نہیں کی ہے بلکہ خود کو اس طرح زخمی کیا ہے کہ آئندہ کبھی شی تارا کے ساتھ ازدواجی رشتہ قائم نہیں کرسکے گا۔ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے غلام بناسکے گی لیکن اس غلام سے کسی خواہش کی تکمیل نہیں کراسکے گی۔

وہ گھبرا کر پیچھے ہٹ گئی "یہ .... یہ تونے کیا کیا؟"

"میں نے غلامی سے نجات پانے کے لئے ایک نمونہ پیش کیا ہے اس کے بعد بھی تو میرے ہوش وحواس پر قبضہ جمائے رکھنا چاہے گی تو میں اپنی جان پر کھیل جاؤں گا۔"

شی تارا نے سرنا کو بلا کر کہا "اسے اسپتال بھیج دو۔ میں نے ایسے راجپوت نہیں دیکھے جو اپنی مردانگی کو قتل کردیتے ہیں۔"

وہ بولا "میں نے صرف اس مردانگی کو قتل کیا ہے جو تیرے لئے ہوسکتی تھی۔ میں آج بھی اپنے دیش اور دھرم کے لئے اور اپنے والدین کی خدمت کے لئے اور دکھی انسانیت کو اپنا خون دینے کے لئے پہلے جیسا شہ زور اور جان دار مرد ہوں۔"

سرنا کے آدمی اسے اٹھا کر اسپتال لے گئے۔ جگ پال کی اس حرکت سے اگرچہ شی تارا کی توہین ہوئی تھی تاہم یہ بات ذہن میں نقش ہوگئی کہ مرد ایسے بھی ہوتے ہیں جو نہ دولت سے خریدے جاتے ہیں اور نہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے غلام بنائے جاسکتے ہیں۔ اگر وہ انتقاماً اس کے دماغ میں زلزلے پیدا کرتی اور اسے ذہنی مریض بنادیتی تو وہ مرجاتا یا پاگل ہوجاتا لیکن اس کی غلامی کے قابل نہ رہتا۔

اس نے جگ پال سے انتقام نہیں لیا۔ اُسے اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ کچھ عرصے اس خوش فہمی میں رہی کہ شادی تو ہوچکی ہے۔ اب پارس اس کی زندگی میں نہیں آئے گا۔ ایک بار وہ ہندوستان گئی تو اس کی بوڑھی آیا نے کہا "بیٹی! جگ پال سے شادی نہ ہوسکی۔ تم کوئی دوسرا لڑکا پسند کرلو۔"

وہ بولی "ماں جی! کیسی باتیں کرتی ہو۔ میں بیاہتا ہوں' جگ پال زندہ ہے' میرا سہاگ سلامت ہے۔"

"اے بیٹی! کیسا سہاگ؟ تو ابھی تک کنواری ہے' تونے اپنے پتی کے ساتھ ایک رات بھی نہیں گزاری' پھر سہاگن کیسی؟"

"میں نے لگن منڈپ میں پوترا گنی کے گرد جگ پال کے ساتھ سات پھیرے لگائے ہیں۔ اسے ورمالا پہنائی ہے۔ اپنی مانگ میں اس کے نام کا سیندور بھرتی ہوں۔"

"میں مانتی ہوں لیکن وہ پتی جو سہاگ کی سیج پر آنے سے پہلے مرجائے یا زندہ رہے اور پتنی کو ہاتھ لگانے کے قابل ہی نہ رہے تو پھر وہ پتنی کنواری لڑکی ہی رہتی ہے' ہمارے قانون' دھرم اور دنیا میں کوئی اسے سہاگن تسلیم نہیں کرتا۔ تو روزِ اول کی طرح کنواری ہے۔ تیرا کوئی پتی ہے نہ تو سہاگن ہے۔ تیری شادی نہیں ہوئی ہے۔ اس مسلمان کا خطرہ سر پر منڈلا رہا ہے۔"

دوسرے دن اس کے بھائی سرنا نے بھی یہی کہا "میں نے اپنے اور تیرے ستاروں کی چالیں دیکھی ہیں۔ وہ مسلمان تیری بھاگیہ ریکھا میں پھر ابھر رہا ہے۔"

وہ بولی "میں نے جو شادی کی' وہ کیا محض دکھاوا تھی؟"

"جو ہوچکا ہے' اس پر مٹی ڈالو۔ آگے کی سوچو۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"آگے کیا سوچوں؟ بس یہی سمجھ میں آتا ہے کہ کہیں رُوپوش رہوں اور جب تک پارس کو موت نہ آئے' میں گوشۂ گمنامی سے باہر نہ آؤں۔"

پے پے سرنا سر جھکائے سوچتا رہا پھر بولا "تیری اس بات میں وزن ہے۔ اگر تو روپوش رہے اور میں پارس کے پیچھے پڑ جاؤں اور اسے قتل کردوں تو تیرے سر سے بلا ٹل جائے گی۔"

"نہیں ٹلے گی۔ تقدیر کی ستم ظریفی دیکھو۔ ہمارا علم یہ بھی کہتا ہے کہ پارس کی موت طبعی ہوگی یا پھر میرے ہاتھوں ہوگی۔ اسے ہلاک کرنے کے لئے مجھے اس کے قریب جانا ہوگا۔"

"میری بہنا! تیرا قریب جانا ضروری نہیں ہے' تو ہزاروں میل دور رہ کر ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کا کام تمام کرسکتی ہے۔ میں اس کے قریب جاؤں گا۔ اس کی آواز اور لہجہ تجھے سناؤں گا پھر اسے اعصابی کمزوریوں میں جتلا کروں گا تو تُو اس کے اندر آسانی سے پہنچ کر اُس کا کام تمام کرسکے گی۔"

"ہاں' یہ تدبیر عمدہ ہے۔ میں پارس سے اسی طرح دور رہوں گی لیکن تیرے لئے خطرہ بڑھ جائے گا۔"

"میں تجھ پر جان دیتا ہوں' کیا تیرے لئے خطرات سے کھیل نہیں سکتا؟"

"مگر باپو کی نصیحت یاد کر۔ انہوں نے سمجھایا تھا کہ ہم جب تک فرہاد اور اس کی فیملی سے دور رہیں گے' شادو آباد رہیں گے۔"

"بیشک ہم شادو آباد ہیں مگر فکر مند ہیں کہ نہ جانے پارس کدھر سے بھٹکتا ہوا تیرے قریب چلا آئے۔"

"وہ ابھی آیا نہیں ہے اور شاید خود نہ آئے۔ تقدیر مجھے لے جائے۔ ابھی ہم اندیشوں میں گھرے ہیں۔ میرا خیال ہے' میں اب رُوپوش رہا کروں۔ تو اپنے ساتھ میری ایک ڈمی رکھا کر۔ اگر کہیں وہ ٹکرائے گا تو ہمیں یہ معلوم ہوسکے گا کہ وہ میری صورت شکل والی ڈمی میں دلچسپی لیتا ہے یا نہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں فی الحال تیری ڈمی کو ساتھ رکھوں گا۔ تبت کے مشہور مہالاما جو میرے گرو تھے' ان کا دیہانت ہوگیا۔ میں ان کی سادھی پر حاضری دینے کل شہر لاسہ جاؤں گا۔"

وہ دوسرے دن ڈمی شی تارا کے ساتھ تبت گیا تو پتا چلا وہاں مرینا آتما شکتی حاصل کرنے آئی تھی پھر میں بھی وہاں پہنچا تھا اور آج کل میں پارس کے ساتھ ازبکستان میں ہوں۔

اصلی شی تارا دن میں کئی بار خیال خوانی کے ذریعے بھائی سرنا سے رابطہ رکھتی تھی۔ سرنا نے کہا "یہ اچھا موقع ہے' میں تیری ڈمی کے ساتھ ازبکستان جارہا ہوں اور وہاں قریب سے فرہاد اور اس کی فیملی کے کچھ لوگوں کو دیکھ سکوں گا۔ اگر پارس موجود ہوا تو اسے کسی نہ کسی طرح ٹریپ کروں گا۔"

وہ بولی "بھائی سرنا! ہم نے بڑی توجہ سے ان کے ریکارڈز پڑھے ہیں۔ وہ سب بے حد خطرناک ہیں۔ دشمنوں کی چال الٹ دیتے ہیں۔"

"میری بہنا! اگر وہ مجھ پر چال الٹیں گے تو تُو میری حفاظت کے لئے محفوظ رہے گی۔ اپنی موجودہ جگہ چھوڑ دے اور کہیں روپوش ہو جا۔ مجھے بھی نہ بتانا کہ کہاں ہے؟ بس اپنی خیریت سے آگاہ کرتا رہنا اور اپنی ڈمی کے دماغ میں رہ کر فرہاد اور اس کی فیملی کی اسٹڈی کرتی رہنا۔"

وہ راضی ہوگئی۔ ایسی حکمتِ عملی سے وہ محفوظ رہ سکتی تھی اور کہیں بھی رہ کر بھائی کی مصیبتوں میں کام آسکتی تھی۔ اس نے لندن کا خفیہ اڈا چھوڑ دیا۔ کسی دوسرے شہر کے ان اڈوں میں نہیں گئی جن کا علم اس کے بھائی سرنا کو تھا۔ اس نے ایک شہر میں نئی پناہ گاہ کے لئے ایک شاندار محل نما کوٹھی خریدلی۔ اپنے چہرے پر تھوڑی سی تبدیلیاں کرلیں تاکہ اپنی تمام ڈمیوں کی مشابہت سے پہچانی نہ جاسکے۔

یہ درست ہے کہ منہ چھپانے سے' صورت بدل لینے سے دوسرے پہچان نہیں پاتے لیکن موت اور شامت دو ایسی بلائیں ہیں جو ہر صورت میں اپنے شکار کو پہچان لیتی ہیں۔ اسی لئے اس نے طے کرلیا تھا کہ کچھ عرصہ تک اس پناہ گاہ سے باہر نہیں نکلے گی اور نہ ہی کسی سے فون پر بھی رابطہ رکھے گی۔ اپنی خدمت کے لئے اس نے صرف ایک بوڑھی آیا کو رکھا تھا' جس پر بچپن سے اندھا اعتماد تھا۔

صرف صحت مند' سلامت اور محفوظ رہنے سے بات نہیں بنتی' دل کا سکون لازمی ہوتا ہے۔ آخر وہی ہوا جس کا اندیشہ تھا۔ باپ نے منع کیا تھا' فرہاد کے قریب سے نہ گزرنا اور پے پے سرنا یہ حماقت کر بیٹھا تھا۔ شی تارا کو اپنی ڈمی اور مرینا کی فکر نہیں تھی' وہ بھائی کے لئے پریشان تھی کہ کس طرح اسے میرے تنویمی عمل کے اثر سے نکالے اور اسے ایسی جگہ پہنچادے جہاں ہم نہ پہنچ سکیں اور بھائی آئندہ محفوظ رہے۔

شطرنج کے کھیل میں کسی زبردست مخالف مہرے کو روکنے' پیچھے ہٹانے یا مارنے کے لئے دوسرے چھوٹے بڑے مہروں سے اسے گھیرا جاتا ہے۔ اس کی کسی کمزوری کو سمجھا جاتا ہے۔ شی تارا میری فیملی کے تمام افراد کے متعلق معلوم کررہی تھی کہ کون کہاں ہے؟ اور کس حال میں ہے؟

پتا چلا' سب محتاط ہیں۔ بیدار ذہن رکھتے ہیں۔ پارس کی شریکِ حیات جوجو اور زہریلی ماریا آج کل بابا صاحب کے ادارے میں ہیں اور وہاں تک کوئی خیال خوانی کرنے والا دشمن پہنچ نہیں پاتا۔ سونیا بھی اسی ادارے میں ہے اور اگلے ماہ تک ایک بچے کو جنم دینے والی ہے۔

شی تارا کی خیال خوانی کا پرندہ اس ادارے میں پر نہیں مار سکتا تھا۔ علی اور ثانی سے نیویارک میں ٹکرا کر ایک بڑا نقصان اٹھا چکی تھی مگر یہاں اسے تین اہم مہرے نظر آرہے تھے۔ سلمان' سلطانہ اور لیلیٰ۔

بابا صاحب کے ادارے میں میاں بیوی کو ساتھ رہنے کی اجازت نہیں تھی۔ اس لئے سلمان اپنی بیوی سلطانہ کے ساتھ پیرس میں رہتا تھا اور لیلیٰ پیرس سے دور فرہاد ولیج کی نئی بستی کے انتظامات سنبھالتی تھی۔ وہ پچھلے دو دنوں سے اپنی بہن سلطانہ کے پاس آئی ہوئی تھی کیونکہ سلطانہ بھی اگلے دو ماہ میں ماں بننے والی تھی۔ یوں میرے تین ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک جگہ جمع ہوگئے تھے۔

شی تارا نہیں جانتی تھی کہ لیلیٰ کہاں ہے۔ ویسے اندازہ تھا کہ بہن کی خدمت کے لئے پیرس ضرور آئے گی۔ پیرس کے ایک حصے میں فوجی چھاؤنی تھی۔ سلمان اور سلطانہ اس چھاؤنی کے ایک بنگلے میں رہتے تھے۔ شی تارا کے لئے یہ بھی ایک مشکل تھی کہ اس کے اطراف مسلح فوجی رہتے تھے۔ اس کے باوجود میری فیملی کے یہی تین افراد ایسے تھے' جنہیں شکار کرنے میں دشواری ضرور تھی لیکن کامیابی کے کافی امکانات تھے۔

اس نے چھاؤنی کے اطراف اپنے آلۂ کاروں کو پھیلادیا تھا۔ وہ لوگ فوجی افسروں پر نظر رکھتے تھے۔ چھاؤنی سے باہر کسی دکان میں' ہوٹل میں یا کسی کلب میں سامنا کرتے تھے۔ بات چیت کا کوئی بہانہ نکالتے تھے اور ان کی آوازیں شی تارا کو سناتے تھے۔

اس طرح وہ چھاؤنی کے اندر فوجیوں کے دماغوں میں پہنچتی رہی۔ ان افسران کے پاس بھی پہنچی جو سلمان سے رابطہ رکھتے تھے اور کبھی اس کے بنگلے میں وقت گزارنے جاتے رہتے تھے۔ ان سے سلطانہ اور لیلیٰ کی بھی گفتگو ہوا کرتی تھی۔ شی تارا ان بہنوں کی آوازیں سننے کے علاوہ ان کے حالات بھی معلوم کرتی رہتی تھی۔

ایک رات اچانک ہی سلطانہ کی طبیعت خراب ہوگئی۔ اگرچہ زچگی کا وقت ابھی دور تھا۔ سلطانہ کی بے احتیاطی کے باعث کچھ گڑبڑ ہوگئی تھی۔ ایسی حالت میں وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرکے سانس نہیں روک سکتی تھی۔ شی تارا نے اس موقعے سے فائدہ اٹھایا۔ سلطانہ ملٹری اسپتال میں رات گزار رہی تھی۔ سلمان اور لیلیٰ مطمئن تھے کیونکہ اب تک کسی دشمن کی طرف سے کوئی چھیڑ چھاڑ نہیں ہوئی تھی۔

پھر بھی لیلیٰ اور سلمان رات کو جاگنے تک کبھی کبھی اس کے دماغ میں جھانکتے رہے پھر صبح تک کے لئے سوگئے۔ سلطانہ بھی گہری نیند میں تھی۔ شی تارا نے اس کے دماغ کو دبوچ لیا۔ اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بناتے ہوئے یہ بات اس کے ذہن میں نقش کردی کہ تنویمی نیند سے بیدار ہونے کے بعد اسے شی تارا اور اس کا تنویمی عمل یاد نہیں رہے گا۔ وہ پہلے کی طرح نارمل رہے گی۔ خیال خوانی کرے گی اور پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرکے معمول کے مطابق سانس روک لیا کرے گی لیکن شی تارا کی سوچ کی لہروں کو کبھی محسوس نہیں کرے گی اور غیر محسوس طریقوں سے اس کے احکامات کی تعمیل کرتی رہے گی۔

اس نے میری فیملی سے ٹکرانے اور پے در پے نقصانات اٹھانے کے بعد پہلی بار ایک بڑی کامیابی حاصل کی۔ سلطانہ کو اس کے حال پر چھوڑ دیا اور مزید معرکے سر کرنے کا انتظار کرنے لگی۔ اس کا خیال تھا کہ وہ میری بیوی لیلیٰ کو ٹریپ کرے گی اور مجھے کانٹوں کے بستر پر پہنچادے گی۔ میں اپنی شریکِ حیات کی جان اور عزت بچانے کے لئے اس کے بھائی سرنا کو رہا کرنے پر مجبور ہو جاؤں گا۔

وہ درست سوچ رہی تھی۔ اس کی ایسی حکمتِ عملی پر میں یقیناً مجبور ہو جاتا لیکن اگلے چار دنوں میں اسے کوئی مناسب موقع نہیں ملا۔ وہ اپنی معمولہ سلطانہ کے ذریعے اسے اعصابی کمزوری میں جتلا نہیں کرسکی۔ ویسے لیلیٰ کو زخمی کرنے کا موقع ملا لیکن اس طرح اسے زخمی کرنے سے بات کھل جاتی کہ کوئی دشمن ان بہنوں کے دماغوں میں گھس رہا ہے۔

ہمارے سبھی دشمن جانتے تھے کہ خطرات کا سامنا ہوتے ہی ہم کتنی ذہانت اور تیزی سے جوابی کارروائیاں کرکے الٹا دشمنوں کے لئے مصیبت بن جاتے ہیں۔ ان بہن بھائیوں نے روحانی ٹیلی پیتھی کا بھی کمال دیکھا تھا۔ اس لئے شی تارا محتاط تھی۔ مکمل کامیابی حاصل کرنے کے بعد ہی اپنے بھائی کی رہائی کا مطالبہ کرنے والی تھی۔

چار دنوں میں سلطانہ صحت یاب ہوگئی۔ لیلیٰ پھر کبھی آنے کا وعدہ کرکے فرہاد ولیج واپس چلی گئی۔ اس کے بعد زیادہ اہمیت سلمان کی تھی۔ وہ بابا فرید واسطی مرحوم کا داماد تھا اور ہماری ٹیم میں سب سے اہم رول ادا کیا کرتا تھا۔ وہ سلمان کو ٹریپ کرکے اس کی بیٹی سونیا ثانی کو بھی جذباتی رشتوں اور لہو کے رشتوں کے حوالے سے کمزور کرسکتی تھی۔

سلطانہ گھر کے کام کاج میں عملی طور پر دلچسپی لیتی تھی تاکہ حاملہ رہنے کے دوران چلتی پھرتی اور کچھ کام وغیرہ کرتی رہے۔ اس نے ایک دن سلمان کے لئے خصوصی سویٹ ڈش تیار کی' جسے کھاتے ہی وہ کمزوری محسوس کرنے لگا۔ اس نے گھبرا کر کہا "سلطانہ! کچھ گڑبڑ ہے۔ میں کمزوری محسوس کررہا ہوں۔ ٹھہرو میں جناب علی اسد اللہ تبریزی سے رابطہ کرتا ہوں۔"

وہ اچانک خطرہ محسوس کرتے ہی مجھ سے یا تبریزی صاحب سے رابطہ کرتا تھا لیکن اس وقت خیال خوانی کی پرواز نہ کرسکا۔ پریشان ہو کر سلطانہ سے بولا "میں خیال خوانی کے قابل نہیں رہا۔ تم رابطہ کرو۔"

شی تارا نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا "تمہاری چہیتی پہلے ہی میری محکوم اور تابعدار ہے۔ وہ تمہارے حق میں کچھ نہیں کرے گی۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

سلمان نے سر گھما کر فون کی طرف دیکھا' وہ بولی "بیکار ہے' میں تمہیں وہاں تک نہیں پہنچنے دوں گی۔ بستر پر جاؤ اور آرام سے لیٹ جاؤ۔"

وہ نہیں جانا چاہتا تھا لیکن شی تارا نے اس کے دماغ کو جکڑ لیا تھا۔ وہ اٹھ کر ڈگمگاتا ہوا بستر پر آکر گر گیا۔ چاروں شانے چت ہوگیا۔ سلطانہ پریشان ہوکر کہہ رہی تھی "سلمان! خود کو سنبھالو۔ یہ تمہارے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ میں خیال خوانی کرنا چاہتی ہوں مگر نہیں کر پا رہی ہوں۔ پتا نہیں کیا بات ہے۔ میں کسی فوجی افسر کو بلانا چاہتی ہوں لیکن سمجھ میں نہیں آتا کیسے جاؤں؟ جانے سے پہلے رک جاتی ہوں۔ کوئی قوت ہے جو مجھے تمہارے کام آنے سے روک رہی ہے۔"

سلمان نے شی تارا کی مرضی کے مطابق کہا "کوئی بات نہیں۔ تم دوسرے کمرے میں جاکر آرام کرو۔ مجھے نیند آرہی ہے۔ میں سو رہا ہوں۔"

سلطانہ نے اس کی باتیں سنیں' پھر اسے آنکھیں بند کرکے سوتے ہوئے دیکھا تو چپ چاپ اس کے کمرے سے باہر آگئی۔ اس کا دروازہ بند کردیا اس کے بعد دوسرے کمرے میں سونے چلی گئی۔

دوسری صبح سلمان شکنجے میں آچکا تھا۔ یہ بھول چکا تھا کہ پچھلی رات اعصابی کمزوری میں مبتلا ہوا تھا۔ شی تارا اس کے دماغ میں آئی تھی اور وہ اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا چکی ہے۔ وہ اپنی دانست میں بالکل نارمل تھا جیسے اس کی مرضی کے خلاف کچھ نہ ہوا ہو۔

پھر شی تارا نے سلطانہ کے اندر تحریک پیدا کی کہ مزید صحت یابی کے لئے سوئٹزرلینڈ جانا چاہئے۔ سلمان اور سلطانہ کہیں جانے سے پہلے جناب علی اسد اللہ تبریزی کو اطلاع دیتے تھے کہ فلاں ملک اور فلاں شہر جارہے ہیں تاکہ ہم سب کو ان کی جگہ کی تبدیلیوں کا علم رہے۔ وہ دونوں تفریح کے لئے جنیوا چلے گئے۔

ادھر شی تارا نے زیورچ میں زمین اور ایک بنگلا خریدا۔ اپنے آلۂ کاروں کے ذریعے وہاں ضرورت کا تمام سامان پہنچایا۔ ایک شخص کو اپنا معمول اور تابعدار بنا کر اس بنگلے اور زمینوں کا منتظم بنادیا۔ یہ بات اس کے دماغ میں نقش کرادی کہ مسٹر راجر وھائٹ وہاں کی جائداد کے مالک اور اس کے آقا ہیں اور وہ اپنی وائف میلا وھائٹ کے ساتھ وہاں پہنچنے والے ہیں۔

دنیا کی ساری دولت اپنی ہو اور خیال خوانی کی بے پناہ قوت ہو تو کیا حاصل نہیں ہوتا۔ سب کچھ قدموں میں ہوتا ہے۔ شی تارا نے صرف تین دنوں میں سارے انتظامات مکمل کرلئے۔ سلطانہ اور سلمان جنیوا میں تھے۔ اس نے ایک رات انہیں اپنے اپنے چہرے پر تبدیلی کرنے کے لئے مجبور کیا۔ ان کی صورتیں اور حلیے تبدیل کئے۔ انہیں مسٹر راجر وھائٹ اور مسز میلا وھائٹ بنادیا پھر دوسری صبح تک انہیں زیورچ کے بنگلے میں پہنچادیا اور ان کے اندر یہ بات نقش کردی کہ آئندہ وہ فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنے اندر ایک ساعت کے لئے بھی آنے نہیں دیں گے۔

اتنے سارے حفاظتی انتظامات کے بعد ایک اندیشہ یہ رہ گیا تھا کہ ہم کسی بہت بڑی مصیبت میں گرفتار ہوتے تھے تو ہمارے روحانی ٹیلی پیتھی کی امداد پہنچ جاتی تھی۔ اسی روحانی ٹیلی پیتھی کے باعث پے پے سرنا ہماری گرفت میں آیا تھا۔

شی تارا نے اس پہلو پر اچھی طرح غور کیا تھا اور اس نتیجے پر پہنچی تھی کہ بھائی سرنا ازبکستان میں رہنے کے دوران اپنے اصل روپ میں تھا اور اپنی اصل آواز اور لہجے میں بولتا تھا۔ تبریزی صاحب اور آمنہ فرہاد نے ان کی اصل آوازیں سنی تھیں۔ ان کی صورتیں پہچان گئے تھے اس لئے ان کی گردنوں تک پہنچ گئے تھے۔ اصلی شی تارا کا چہرہ صرف بھائی نے دیکھا تھا۔ اب وہ کسی کے سامنے نہیں آتی تھی اور نہ ہی اپنی اصل آواز اور لہجہ سناتی تھی۔ اس لئے یقین تھا کہ روحانی ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کی گردن تک نہیں پہنچ پائیں گے۔

ہر پہلو سے مطمئن ہونے کے بعد اس نے پارس کو مخاطب کیا۔ حالانکہ مجھ سے رابطہ کرنا چاہئے تھا لیکن دماغ کے چور گوشے میں پارس چھپا ہوا تھا۔ نفرت کے باوجود جوانی کے پہلے دن سے یہ بات ذہن پر مسلط تھی کہ وہی اس کا فاتح ہوگا۔ زمین خواہ کتنی دور رہے' آسمان اس کے حواس پر چھایا رہتا ہے۔ اگر ان لمحات میں کوئی شی تارا کا نفسیاتی تجزیہ کرتا تو وہ کبھی یہ نہ مانتی کہ پارس غیر شعوری طور پر اس کے حواس پر چھایا ہوا ہے۔

اس نے پہلی بار پارس کے دماغ میں براہِ راست پہنچنا چاہا۔ وہ بولا "گوڈ ورڈز ادا کرو۔"

پھر اس نے سانس روک لی۔ وہ دوبارہ آکر بولی "تو گوڈ ورڈز' میں شی تارا ہوں۔"

"اچھا تم ہو' میرے بغیر دل کو قرار نہیں آتا؟"

"بکواس مت کرو۔ میں اینٹ کا جواب پتھر سے دینے آئی ہوں۔"

"مجنوں کو بھی پتھر مارے جاتے تھے' آخر ہوا نا وہی عشق کا معاملہ۔"

"کیا تم سنجیدگی سے گفتگو نہیں کروگے؟"

"میں محبت کے ماحول میں سنجیدہ رہتا ہوں۔ نفرت کو ہنسی میں اڑا دیتا ہوں۔ فیصلہ کرو محبت سے بولوگی یا نفرت سے؟"

"میں تم سے نفرت کرتی ہوں۔ تم پر تھوکتی ہوں۔"

اس نے آخ تھو کہہ کر تھوکا۔ پارس نے ہنستے ہوئے کہا "اگر تم گھر میں ہو تو تم نے اپنے ہی گھر میں تھوکا ہے اور باہر ہو تو یہ تھوک تمہارے سائے پر پڑا ہے۔"

شی تارا نے دماغی طور پر حاضر ہوکر دیکھا۔ وہ اپنی خفیہ رہائش گاہ کی چھت پر کھڑی تھی' سورج اس کے پیچھے تھا اور سایہ آگے تھا۔ واقعی اس نے اپنے سائے پر تھوک دیا تھا۔

"اوہ گاڈ!" اس نے حیرانی سے سوچا "ایسا لگتا ہے جیسے وہ میرے آس پاس ہے اور مجھے اپنے ہی سائے پر تھوکتے ہوئے دیکھ چکا ہے۔"

اس نے پریشان ہوکر چاروں سمت گھوم کر دیکھا۔ وہ چھت پر تنہا تھی۔ بوڑھی آیا کچن میں مصروف تھی۔ تیسرا کوئی نہیں تھا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بیٹھ گئی' ہنستے ہوئے بولی "یہ کیا بچپنا ہے۔ یہاں تو اس کا باپ بھی نہیں آسکے گا۔ یہ مانتی ہوں کہ کم بخت گفتار کا غازی ہے۔ باتوں ہی باتوں میں نفسیاتی حملے کرتا ہے۔"

وہ ہنستے ہنستے ایک دم سے چپ ہوگئی۔ اچانک احساس ہوا کہ وہ پارس کی بات پر ہنس رہی تھی۔ یعنی خوش ہو رہی ہے۔ اس کے لئے بڑی مصیبت تھی' نفرت سے اس کے پاس جاتی تھی اور چور محبت سے واپس آتی تھی۔

وہ جھنجلا کر چھت سے اتر آئی۔ بیڈ روم میں آکر بیٹھ گئی۔ سوچنے لگی "میں غلطی کررہی ہوں' مجھے نفرت اور دشمنی سے بھی اس کے قریب نہیں جانا چاہئے۔ وہ پتھر کے جواب میں پھول مارے گا تو میں غیر شعوری طور پر متاثر ہوتی رہوں گی۔"

اس نے قسم کھائی' خواہ کچھ ہوجائے' پارس سے کبھی رابطہ نہیں کرے گی۔ اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر میرے پاس آکر بولی "سانس نہ روکنا میں شی تارا ہوں۔"

میں نے کہا "میں دوسرے معاملات میں مصروف ہوں پھر کسی وقت آؤ۔"

میں نے سانس روک لی۔ وہ چلی گئی۔ چند سیکنڈ کے بعد پھر آکر بولی "تمہارے تمام معاملات سے زیادہ اہم معاملہ پیش کرنے آئی ہوں۔"

"واپس جاؤ۔"

"میں نے تمہارے دو عزیز رشتے داروں کو ٹریپ کیا ہے۔"

"واپس جاؤ۔"

"ان کے نام سنوگے تو ہوش اڑ جائیں گے۔"

"واپس جاؤ۔"

"ان میں سے ایک نام ہے....."

میں نے نام سننے سے پہلے ہی سانس روک لی۔ وہ دماغی طور پر اپنی خواب گاہ میں حاضر ہوکر غصے سے تلملانے لگی۔ میں نہیں جانتا تھا کہ اس نے سلمان اور سلطانہ کو ٹریپ کیا ہے۔ بہرحال جنہیں بھی پھانس لیا تھا' وہ تو پھنس ہی گئے تھے۔ گھبرانے' پریشان ہونے اور عجلت کا مظاہرہ کرنے سے میرے دونوں رشتے دار فوراً رہا نہ ہوتے۔

یہ بات موٹی عقل سے بھی سمجھ میں آسکتی ہے کہ وہ میرے لوگوں کو یرغمال بنا کر اپنے بھائی کی رہائی کا مطالبہ کرنے والی ہے اور جب تک بھائی بخیریت رہا نہیں ہوگا' وہ میرے آدمیوں کو بھی

معاشرتی جبر کے خلاف زاہدہ حنا کا قلم تیغِ برہنہ بن جاتا ہے

اُن کی کتاب

قیدی سانس لیتا ہے

کا تیسرا ایڈیشن شائع ہوگیا ہے

اُردو افسانے میں
زاہدہ حنا
کا نام اور کام
کسی تعارف کے
محتاج نہیں

سسکیاں
بھرتے ہوئے مظلوموں
کے لیے اُن کی تحریریں
مرہم کا درجہ
رکھتی ہیں

قیمت ۶۰/ روپے ڈاک خرچ ۱۲/روپے
رقم پیشگی منی آرڈر
بھیجنے پر ڈاک خرچ معاف

زاہدہ کے افسانوں کا یہ مجموعہ
مشاہیرِ ادب اور عوامی حلقوں سے
خراجِ تحسین حاصل کرچکا ہے

کتابیات پبلی کیشنز

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

بخیریت رکھے گی۔ انہیں نقصان پہنچا کر اپنے بھائی کی موت کا سامان نہیں کرے گی۔

وہ سمجھتی تھی' سلمان اور سلطانہ کے اغوا ہونے سے میں انگاروں پر لوٹنے لگوں گا۔ میری بے پروائی اور بے نیازی دیکھ کر وہ خود ہی جلنے بھننے لگی۔ وہ یہ معلومات فراہم کرکے میری فیملی میں اور بابا صاحب کے ادارے میں بہت بڑا دھماکا کرنا چاہتی تھی۔ اس کا یہ شوق پورا نہیں ہوا تھا۔ اتنے بڑے کارنامے کی داد نہیں مل رہی تھی۔ بھائی کی رہائی کے لئے مذاکرات شروع نہیں ہو رہے تھے۔ ایسے میں غصہ آنا اور آگ بگولہ ہونا لازمی تھا۔

وہ اٹھ کر ٹہلنے لگی۔ پاؤں پٹخ پٹخ کر ٹہلنے لگی پھر اس نے شیشے کا ایک قیمتی گلدان اٹھا کر ایک خوب صورت مجسمے پر دے مارا۔ مجسمہ مضبوط تھا۔ گلدان نازک تھا' ٹوٹ کر چکنا چور ہو گیا۔ بوڑھی آیا دوڑتی ہوئی کچن سے آئی۔ قالین پر گلدان کو ریزہ ریزہ دیکھا۔ بچپن سے اس کے مزاج کو سمجھتی تھی اس لئے سمجھ گئی پھر بھی انجان بن کر بولی "کیا ہوا بیٹی؟"

وہ جھنجلا کر بولی "کچھ نہیں ہوا۔ جاؤ یہاں سے' مجھے تنہا رہنے دو۔"

"جا رہی ہوں لیکن یہ بول کر جا رہی ہوں کہ تجھے باپ اور بھائی سے بڑا پیار ہے مگر ان کی یہ نصیحت یاد نہیں رکھتی کہ غصہ دشمن کو فائدہ پہنچاتا ہے۔"

"مگر میں نے دشمن کو نقصان پہنچایا ہے اور وہ بہت بڑے نقصان کا رتی بھر اثر نہیں لے رہا ہے۔"

"یہ تو ہو نہیں سکتا کہ بہت بڑا نقصان ہو اور نقصان اٹھانے والا نہ ٹوٹے۔ چالاک دشمن اندر سے گھائل ہوتے ہیں اور اوپر سے مسکراتے ہیں۔"

"لیکن اس نے تو سنا ہی نہیں ہے کہ میں نے کیا نقصان پہنچایا ہے۔"

"اس نے نہیں سنا ہے لیکن جب نقصان کا علم ہو گا تو ضرور تجھ سے رابطہ کرے گا۔ ذرا صبر کر۔ اسے نقصان کا احساس ہونے دے۔"

وہ بولتی رہی۔ اسے سمجھاتی رہی اور قالین پر شیشے کے ٹکڑے چنتی رہی پھر خواب گاہ سے چلی گئی۔ شی تارا نے ایک صوفے پر بیٹھ کر آنکھیں بند کرلیں پھر سوچنے لگی "آیا ماں درست کہتی ہے۔ فرہاد اپنے دو رشتے داروں کے ٹریپ ہونے کی بات پر اندر سے ٹوٹ گیا ہو گا۔ اس نے اوپر سے بے حسی اور بے نیازی دکھائی ہے اور اب خیال خوانی کے ذریعے معلوم کرتا پھر رہا ہو گا کہ میں نے کن دو افراد کو پھانس لیا ہے۔ یہ کم بخت باپ بیٹے بہت چالاک ہیں۔ مجھے یہ تاثر دے رہے ہیں کہ ان کے خلاف میرے کسی کارنامے کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔"

وہ سوچ رہی تھی اور غصے کی آگ کو بجھا رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ہی وہ سکون اور اطمینان محسوس کرنے لگی۔ بات سمجھ میں آ گئی کہ وہ بہت بڑی کامیابی حاصل کر چکی ہے اور اس کامیابی سے فرہاد اور اس کے رشتے دار انکار نہیں کریں گے۔ اس فکر میں ہوں گے کہ سلمان اور سلطانہ کو کس طرح میرے شکنجے سے نکال کر لے جائیں۔

ٹھنڈے دماغ سے سوچتے وقت اپنی ایک غلطی کا احساس ہوا۔ اس نے سوچا "فرہاد کو سلمان سے اتنا لگاؤ نہیں ہو گا جتنا کہ ثانی کو ہو سکتا ہے' وہ بیٹی ہے' باپ کے لئے تڑپ جائے گی۔ باپ بخیریت حاصل کرنے کے لئے فرہاد کو مجبور کرے گی کہ وہ بھائی کو رہا کر دے۔"

یہ سوچ کر اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر ثانی کے دماغ میں پہنچتے ہی بولی "سانس نہ روکنا۔ میں شی تارا ہوں۔"

وہ مسکرا کر بولی "میں تمہیں خوش آمدید کہتی ہوں۔ ہائی دی وے آنے کا مقصد کیا ہے؟"

"تمہیں یہ خوش خبری سنانے آئی ہوں کہ تمہارے باپ سلمان واسطی کو میں لے آئی ہوں۔"

"تم بہت گریٹ ہو شی تارا! میرے باپ کو اپنا باپ بنا کر لے گئی ہو۔ میں کسی کو زیادہ دیر دماغ میں رہنے نہیں دیتی اس لئے جاؤ۔"

اس نے سانس روک لی۔ شی تارا دماغی طور پر حاضر ہو کر جھنجلانے لگی لیکن خود کو پُرسکون رکھنے کی بھی کوشش کرنے لگی۔ حیران تھی کہ باپ کے اغوا ہونے پر بیٹی نے پریشانی اور بے چینی کا اظہار نہیں کیا تھا۔ بلکہ اس نے زندہ دلی سے کہا تھا کہ وہ سلمان کو اپنا باپ بنا کر لے گئی ہے یعنی اتنے بڑے اغوا کے معاملے میں ایسا مذاق اڑایا تھا جیسے باپ کو کوئی نقصان نہ پہنچا ہو۔

دراصل میں نے اپنے تمام بچوں اور رشتے داروں سے کہہ دیا تھا کہ شی تارا کو لفٹ نہ دی جائے۔ سلمان اور سلطانہ کے سلسلے میں کوئی نوٹس نہ لیا جائے۔ میں نے شی تارا کی زبان سے اغوا ہونے والوں کے نام نہیں سنے تھے۔ اسے دماغ سے بھگانے کے بعد خود ہی معلومات حاصل کیں۔ اپنے ایک ایک عزیز کے دماغ میں گیا تو پتا چلا سلمان اور سلطانہ سانس روک لیتے ہیں۔ میں نے مخصوص کوڈ ورڈز بھی ادا کئے لیکن دونوں نے مجھے اپنے دماغوں میں آنے نہیں دیا۔

جس طرح میں نے پے پے سرنا کے دماغ کو لاک کر دیا تھا اور شی تارا کو بھائی کے پاس جانے اور اس سے گفتگو کرنے کا موقع نہیں دے رہا تھا' اسی طرح شی تارا نے بھی سلمان اور سلطانہ کے پاس جانے کا راستہ روک دیا تھا۔

ایک بار میں نے شی تارا کی آواز اور لہجے کو گرفت میں لے کر اس سے رابطہ کرنا چاہا تو اس ڈمی شی تارا کے دماغ میں پہنچ گیا تھا' جو ازبکستان میں پارس کے پاس آئی تھی۔ یوں سمجھ میں آ گیا کہ وہ

اصلی شی تارا بہت محتاط ہے۔ اس نے اپنی تمام ڈمیوں کو نہ اپنی آواز سنائی ہے اور نہ ہی انہیں خود سے مشابہ رکھا ہے۔

کوئی دو گھنٹے بعد اس نے پھر مجھ سے رابطہ کیا۔ میں نے کوڈ ورڈز پوچھے تو بولی "میں شی تارا ہوں۔ تمہیں اب تک اپنے نقصان کا اندازہ ہو چکا ہو گا۔"

"کیا نقصان؟ سلمان اور سلطانہ اگر کچھ روز تمہاری نگرانی میں رہیں گے تو اس میں پریشانی کی کیا بات ہے؟"

"میں ان دونوں کو ایسے عذاب میں مبتلا کروں گی کہ تم سب گھٹنے ٹیک کر معافیاں مانگو گے۔"

"تم تو ایسے کہہ رہی ہو جیسے بھائی کو زندہ سلامت دیکھنا نہیں چاہتی ہو۔"

"چاہتی ہوں۔ اسی لیے تو تمہارے دو چہیتوں کو اغوا کر کے منہ توڑ جواب دیا ہے۔"

"یہ منہ توڑ جواب نہیں ہے۔"

"تم لوگ ایسی بے نیازی دکھا رہے ہو جیسے سلمان اور سلطانہ سے دور کا بھی رشتہ نہ ہو۔"

"ان سے ہمارا بہت گہرا رشتہ ہے لیکن ہمیں اطمینان ہے کہ وہ دونوں اچھے ہاتھوں میں گئے ہیں۔ تم انہیں سوئی چبھوتے وقت یاد رکھو گی کہ بھائی کو نیزہ چبھے گا۔"

"میں نے بھی یہی سوچ کر تمہارے آدمی پکڑے ہیں تاکہ میرے بھائی پر کوئی ظلم نہ کر سکو۔"

"اور کیا سوچ کر ایسا کیا ہے؟"

"یہی کہ ہم قیدیوں کا تبادلہ کریں گے۔"

"کیا میرے آدمیوں کو تمہارے پاس کوئی تکلیف پہنچ رہی ہے؟"

"نہیں' وہ آرام سے ہیں۔"

"یہاں تمہارا بھائی بھی آرام سے ہے۔ ان سب کو آرام سے رہنے دو۔ تبادلہ ضروری نہیں ہے۔"

"کیسی باتیں کرتے ہو؟ مجھے میرا بھائی چاہئے۔"

"لیکن مجھے سلمان اور سلطانہ کی ضرورت نہیں ہے۔"

"تم نہایت ہی خود غرض اور مطلب پرست ہو۔ ان کی جگہ تمہارا کوئی بیٹا میری قید میں ہوتا تو تم میرے سامنے گھٹنے ٹیک کر گڑگڑاتے۔"

"وہ تو تم نے کوشش کی تھی۔ علی کو ٹریپ نہ کر سکیں اور پارس کو کبھی نہیں کر سکو گی۔ تمہارے ستارے پارس کے معاملے میں تمہیں دھمکیاں دے رہے ہیں۔"

"سلمان اور سلطانہ اتنے ہی غیر اہم ہیں تو کیا انہیں گولی مار دوں؟"

"تم نے مجھ سے پوچھ کر انہیں اغوا نہیں کیا تھا اس لئے یہ نہ پوچھو کہ ان کا کیا کرو گی؟ بس اتنا یاد رکھو جو کرو گی اس کا ردِعمل تمہارے بھائی پر ہو گا۔ میں بھی تمہیں ایک گولی کی آواز سناؤں گا۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ پریشان ہو کر سوچنے لگی۔ سلمان اور سلطانہ کو اغوا کرانے میں بڑی محنت کی تھی۔ بڑا وقت ضائع کیا تھا اور نتیجہ خاطر خواہ نہیں نکل رہا تھا۔ میں نے تبادلے سے انکار کر کے اس کی ساری محنت پر پانی پھیر دیا تھا۔

ایسے وقت وہ ناکامی سے جھنجلا کر سلمان اور سلطانہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی تھی۔ موجودہ حالات میں وہ دونوں قیدی نہیں رہے تھے بلکہ اس کے پاس میری امانت تھے اور اس کے بھائی کی سلامتی کی ضمانت تھے۔ اگر انہیں ذرا بھی تکلیف پہنچتی تو سرنا ان سے زیادہ تکالیف میں مبتلا ہو جاتا۔

اب یہ فکر تھی کہ سلطانہ آٹھویں ماہ کی حاملہ تھی۔ اگر ایسے میں کوئی اونچ نیچ ہو جائے یا ہونے والے بچے کو پیٹ میں ہی کچھ ہو جائے تو سارا الزام اس پر آتا کہ اس نے سلطانہ کو قید کر کے کوئی تکلیف پہنچائی ہے۔ اس نے بیٹھے بٹھائے ایک مصیبت مول لی تھی۔

اس نے اس معاملے کے ہر پہلو پر غور کیا۔ ہر پہلو سے یہی سمجھ میں آیا کہ اس نے سلمان اور سلطانہ کو یرغمال بنا کر بہت بڑی غلطی کی ہے۔ ان دونوں میں سے کسی کو چھینک بھی آئے گی تو میں سرنا کی قلفی جما دوں گا۔

اس کے سامنے اب یہ سوال نہیں تھا کہ ہماری نظروں میں سلمان اور سلطانہ کی کتنی اہمیت ہے؟ اہمیت تو بھائی کی تھی۔ وہ اس کی جان تھا۔ اتنی بڑی دنیا میں وہی ایک سگا تھا۔ کبھی بہن کے پاؤں میں کانٹا چبھنے نہیں دیتا تھا پھر وہ بھائی کو کسی مصیبت میں دیکھنا کیسے گوارا کرتی۔

اس نے زیورچ کی جائیداد والے منیجر کو حکم دیا۔ "آج ہی کسی فلائٹ سے مسٹر راجر اور میلاد حاشٹ کو پیرس روانہ کر دو۔"

پھر اس نے سلمان اور سلطانہ پر عمل کیا۔ انہیں حکم دیا کہ وہ اپنی اصلی شخصیت کو پہچانیں گے۔ یہ سمجھیں گے کہ شی تارا نے انہیں ٹریپ کیا تھا لیکن کبھی شی تارا کے خلاف شکایت نہیں کریں گے اور نادانستگی میں اس کے معمول اور فرمانبردار بن کر رہیں گے۔ اسے اپنے دماغوں میں کبھی محسوس نہیں کریں گے۔

گویا اس نے دونوں کو نصف آزادی دی پھر میرے پاس آ کر کہا۔ "میں نے سلمان اور سلطانہ کو آزاد کر دیا ہے۔ وہ دوپہر دو بجے کی فلائٹ سے پیرس پہنچ رہے ہیں۔"

میں نے پوچھا "یہ کیسے یقین کیا جائے کہ تم نے انہیں تنویمی عمل سے بھی رہا کیا ہے؟"

"تم اپنے طریقوں سے معلوم کرو۔ میں جھوٹ نہیں بول رہی ہوں۔"

"میں تو یہ بھی معلوم کرلوں گا کہ وہ دونوں اصلی ہیں یا تم نے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ان کی ڈمی بھیجی ہے۔ اب جاؤ۔"

"ٹھہرو' سانس نہ روکنا۔ انسانیت کے تقاضے پورے کرو۔ میرے بھائی کو رہا کردو۔"

"ضرور کروں گا۔ پہلے سلمان اور سلطانہ کو اچھی طرح چیک کروں گا۔"

میں نے سانس روکی۔ وہ اپنی جگہ حاضر ہوگئی۔ اتنی محنت اور بھاگ دوڑ کے بعد بھی بات نہیں بن رہی تھی۔ اس کے بھائی کی رہائی میرے رحم وکرم پر تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ ہم کب تک سلمان اور سلطانہ کی چیکنگ کریں گے۔ ان کے برین واش کرکے اس کے تنویمی عمل کو مٹائیں گے اس کے بعد سرنا کی رہائی کا دن مقرر کریں گے۔ وہ اس دن کا انتظار کرتے رہنے پر مجبور تھی۔

مجبوری اپنی جگہ ہے لیکن وہ انتظار کے دوران ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنا نہیں چاہتی تھی۔ بھائی کے لئے جدوجہد کے دوسرے راستے اختیار کرنا چاہتی تھی اور دوسرا راستہ یا دوسرا ذریعہ یوسف البرہان عرف پاشا ہی تھا۔

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی اور یوسف پاشا کو مخاطب کیا' وہ کار چلا رہا تھا۔ اس نے ایک جگہ کار روک کر کہا "شی تارا! میں تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں لیکن ابھی میں کھلی فضا میں ہوں۔ تم میرے دماغ میں رہ کر معلوم کرسکتی ہو کہ میں کس ملک کے کس شہر میں ہوں۔ راستے کے سائن بورڈ اور گائیڈ پلیٹیں تمہیں بہت کچھ بتادیں گی۔ بہتر ہے' آدھے گھنٹے بعد آؤ۔ مجھے خوشی ہوگی' اب جاؤ۔"

اس نے سانس روک لی۔ شی تارا نے بوڑھی آیا کو بلاکر کہا "کھانا لگاؤ۔ بھوکے پیٹ عقل کام نہیں کرتی ہے۔"

آیا گئی' پھر پیتل کی تھالی میں کھانا پروس کر لے آئی۔ اس نے آدھے گھنٹے میں کھانا ختم کیا' پھر یوسف پاشا کے پاس آگئی۔ اس بار وہ ایک اندھیرے کمرے میں بیٹھا ہوا تھا۔ تاریکی کے باعث کوئی خیال خوانی کرنے والا یہ معلوم نہیں کرسکتا تھا کہ وہ کہاں ہے اور خود اس کا دماغ ایسا فولادی تھا کہ کوئی اس کی مرضی کے بغیر اس کے چور خیالات نہیں پڑھ سکتا تھا اور نہ ہی اس کے اندر زلزلہ پیدا کرکے اسے کمزور بنا سکتا تھا۔

اس نے کہا "شی تارا! میں پھر ایک بار تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں۔ ویسے تم کب تک اپنی اصلی آواز اور لہجہ چھپاؤگی؟ آج بھی تم اپنی ڈمی کی آواز میں بول رہی ہو۔"

"جس دن ہم دوست بن جائیں گے' درمیانی تمام پردے اٹھ جائیں گے۔ میں تمہیں یقین دلانا چاہتی ہوں کہ پوری سچائی سے کسی بھی قیمت پر تم سے دوستی کرنے آئی ہوں۔"

"یہ میری خوش قسمتی ہے۔ بتاؤ' کیسے دوستی ہوسکتی ہے؟"

"دراصل ہمیں ایک دوسرے پر اعتماد نہیں ہے۔ ہم سوچتے ہیں کہ تم ہماری اصلیت اور ہمارا اصل ٹھکانا معلوم کرکے ہمیں نقصان پہنچاؤگے اور تم سوچتے ہو کہ ہم تمہارے قریب پہنچتے ہی تمہیں کسی طرح دماغی کمزوری میں مبتلا کرکے تنویمی عمل کے ذریعے تمہیں غلام بنالیں گے۔"

"ہم دونوں اپنی اپنی جگہ غلط نہیں سوچ رہے ہیں۔"

"اور جب تک اس طرح سوچتے رہیں گے' دوستی کا کوئی راستہ نکال نہیں پائیں گے۔"

"درست کہتی ہو' پھر کیا سوچ کر آئی ہو؟"

"یہی کہ دوستی کرنے کے لئے ایک دوسرے کا پتا ٹھکانا معلوم کرنا یا ایک دوسرے کا سامنا کرنا ضروری نہیں ہے۔ ہزاروں میل دور رہ کر بھی ہم دوستی نباہ سکتے ہیں۔ تمہیں آدھی رات کو بھی میری ضرورت پڑے تو میں تمہاری مدد کے لئے آسکتی ہوں اور مجھے تمہارے تعاون کی ضرورت ہو تو تم میرے کام آسکتے ہو۔"

"بے شک' ایک دوسرے کے سامنے آکر مصافحہ کرنے اور گلے ملنے سے دوستی نہیں ہوگی۔ دور رہ کر بھی ایک دوسرے کے کام آنے کا نام دوستی ہے لیکن۔۔۔"

وہ بولتے بولتے رک گیا۔ شی تارا نے پوچھا "لیکن کیا؟"

"وہ یہ کہ تمہیں آدھی رات کو بھی میری ضرورت ہوگی تو تم خیال خوانی کے ذریعے مجھے آواز دے سکوگی۔ میں اپنے برے وقت میں تم سے رابطہ کیسے کروں گا' اور کہاں آواز دیتا پھروں گا؟"

"یہ ایک پرابلم ہے اس کا حل یوں ہوسکتا ہے کہ میں صبح شام اور رات کو یعنی ہر روز تین بار تم سے رابطہ کروں پھر تمہاری خیریت معلوم کرکے چلی جاؤں۔"

"ہاں۔ اسی طرح یہ مسئلہ حل ہوسکتا ہے۔ ایسے طریقۂ کار کے مطابق تمہاری دوستی مجھے منظور ہے لیکن۔۔۔۔"

"کیا پھر کوئی بات کھٹک رہی ہے؟"

"نہیں' تمہیں اور تمہارے بھائی کو قسم کھانا ہوگا کہ آج سے میرا تعاقب نہیں کروگے اور نہ ہی کسی آلۂ کار کے ذریعے مجھے تلاش کروگے۔"

"یہ بھی کوئی کہنے کی بات ہے۔ ہم ایسی کوئی حرکت نہیں کریں گے' جس سے تمہارے دل میں کوئی شبہ پیدا ہو میں اس سلسلے میں اپنے جان سے زیادہ عزیز بھائی پے پے سرنا کی قسم کھاتی ہوں۔"

"اپنے بھائی سے کہو' وہ بھی قسم کھاتے ہوئے اپنی آواز سنائے۔"

"میرا بھائی فرہاد علی تیمور کی قید میں ہے۔ اس نے بھائی کے دماغ کو لاک کردیا ہے۔ میں خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ میں جانا چاہتی ہوں تو وہ سانس روک لیتا ہے۔ اس ظالم فرہاد نے بھائی کو بہن سے جدا کردیا ہے۔"

"یہ تو بڑے دکھ کی بات ہے۔ اب میری اور تمہاری صلاحیتیں ایک ہوگئی ہیں۔ ہم کوئی ٹھوس منصوبہ بناکر پے پے سرنا کو رہائی دلاسکتے ہیں۔"

وہ خوش ہوکر بولی "اوہ پاشا! آئی لو یو۔ تم نے میرے دل کی بات کہہ دی ہے۔ تم بھائی سرنا کی رہائی کے لئے مجھ سے تعاون کروگے تو یقیناً کامیابی ہوگی۔ میں تمہارا احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گی۔"

"دوستی میں کسی پر احسان نہیں کیا جاتا۔ صرف دوستی نباہی جاتی ہے۔ تمہارے ذہن میں کوئی پلاننگ ہے تو بتاؤ۔"

"ہاں' ایک تدبیر ہوسکتی ہے۔ تم نے فرہاد کی آواز ضرور سنی ہوگی۔"

"وہ ساری دنیا میں شیطان کی طرح مشہور ہے۔ ہماری طرح غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والے ہر شخص نے اس کی تصویر دیکھی ہوگی۔ ویڈیو پر اسے متحرک دیکھا ہوگا اور آوازیں بھی سنی ہوں گی۔ بہرحال میں نے اسے چھوٹی اسکرین پر دیکھا بھی ہے اور آواز بھی سنی ہے۔"

"اگر تم اس پر دن رات توجہ دو' اس کی باتیں سنتے رہو تو یہ معلوم ہوسکے گا کہ اس نے میرے بھائی کو سمرقند سے لے جاکر کس ملک اور کس شہر میں پہنچایا ہے۔"

"ہاں یہ بھی معلوم ہوسکتا ہے کہ وہ خود تمہارے بھائی سے ملنے جاتا ہے یا نہیں۔ اگر جاتا ہے تو میں تمہارے بھائی کے ساتھ اس کی تمام گفتگو سن سکوں گا۔"

"اس کے علاوہ اس کی دوسری تمام مصروفیات کا علم ہوتا رہے گا۔ ان تمام معلومات کے ذریعے ہم کوئی بڑا فائدہ اٹھاسکیں گے۔"

"میں ابھی اس کی آواز سننے کی کوشش کرتا ہوں۔ تم جب تک چاہو' میرے دماغ میں رہ سکتی ہو اور میرے ذریعے دشمن کی گفتگو سن سکتی ہو۔"

"شکریہ پاشا! تم میرا دل جیت رہے ہو۔"

یوسف پاشا نے سر جھکاکر آنکھیں بند کیں۔ میرا تصور کیا' میری آواز اور لہجے کو یاد کیا پھر میری آواز سننے کا انتظار کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد شی تارا نے کہا "اس کی آواز نہیں آرہی ہے۔ شاید تم نے صحیح طرح رابطہ قائم نہیں کیا ہے۔"

"رابطہ درست ہے' وہ شاید تنہا ہے اس لئے خاموش ہے یا سو رہا ہے یا پھر خیال خوانی میں مصروف ہے۔"

"تمہیں میری وجہ سے زحمت ہو رہی ہے۔ پتا نہیں وہ کم بخت کب بولے گا۔"

وہ بولا "تم میرے دماغ میں ہو اور دل میں دھڑک رہی ہو۔ اس لئے یہ زحمت بھی میرے لئے رحمت ہے۔"

شی تارا نے دل میں کہا "اُلّو کا پٹھا' عشق فرما رہا ہے۔ ایسے دل پھینک لوگوں کو اُلّو بنائے رکھنا آسان ہوتا ہے۔"

پھر وہ بولی "پتا نہیں تمہارے دل میں کتنی حسینائیں دھڑکتی ہیں۔ میں اس معاملے میں تم پر بھروسا نہیں کروں گی۔"

گھر بیٹھے انگلش سکھانے والی بہترین کتابیں

HOW TO WRITE A LETTER
خطوط نویسی کے لیے قیمت: ۶/- روپے

HOW TO WRITE AN ESSAY
مضمون نگاری کے لیے قیمت ۶/- روپے

HOW TO WRITE AN EXPLANATION
وضاحت وتشریح کے لیے قیمت: ۶/- روپے

HOW TO LEARN CORRECT SPELLING
صحیح ہجے لکھنے کے لیے قیمت: ۶/- روپے

HOW TO DO COMPREHENSION
ادراک وفہم کا اظہار کرنے کے لیے قیمت: ۶/- روپے

CORRECT POSITIONS OF PREPOSITIONS
پری پوزیشن کے صحیح استعمال کے لیے قیمت ۶/- روپے

HOW TO PUNCTUATE
رموز اوقاف جاننے کے لیے قیمت: ۶/- روپے

10 DAYS TO TRANSLATION
اُردو سے انگلش میں ترجمہ کرنے کے لیے قیمت: ۱۲/- روپے

○ اندرون ملک ڈاک خرچ ایک یا ایک سے زائد کتابوں کا ۱۰/- روپے ہوگا۔ پورا سیٹ منگانے پر ڈاک خرچ معاف (صرف اندرون ملک کے لیے) ○ کتابوں کی قیمت اور ڈاک خرچ بذریعہ منی آرڈر ارسال کریں۔ منی آرڈر کوپن پر اپنا نام و پتا اور کتابوں کا نام ضرور لکھیں ○ کسی قسم کی نقد رقم خط میں ڈال کر ہرگز نہ بھیجیں۔ منی آرڈر ارسال کرنے کا پتا: مکتبہ نفسیات، پوسٹ بکس ۹۴۴ سید مینشن، ٹیمپوریا اسٹریٹ، کراچی ۱ ○ بیرون ملک پورے سیٹ کی قیمتیں مع ڈاک خرچ: مشرق وسطیٰ ۱۰۰/- پاکستانی روپے، یورپ اور مشرق بعید ۱۵۰/- پاکستانی روپے، آسٹریلیا، امریکہ، افریقہ ۲۰۰/- پاکستانی روپے ○ بیرون ملک کتابیں منگانے کے لیے رقم بذریعہ ڈرافٹ روانہ کریں۔ ڈرافٹ پر نام اس طرح لکھوائیں۔

MAKTABA NAFSIAT . A/C 688 H. B. L
MANSFIELD STR. BR. KARACHI

Sales Office
ذاتی طور پر حاصل کرنے کے لیے:
MAKTABA NAFSIAT 404 HUSSAIN
CENTRE, SHAHRAHE IRAQ SADDAR
KARACHI - PHONE: 526689

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"میں ہرجائی نہیں ہوں۔ ایک بار میری زندگی میں آکر دیکھو۔ میں دنیا کے تمام حسن وشباب سے منہ موڑلوں گا۔"

"اوہ پاشا! ہم اپنی باتوں میں لگ گئے ہیں۔ پلیز' اس کی آواز سنو۔"

"میں باتیں تم سے کررہا ہوں مگر کان ادھر لگے ہوئے ہیں۔"

پھر وہ سنبھل کر سیدھا بیٹھ گیا۔ اسے میری آواز سنائی دی۔ میں اپنی جگہ خیال خوانی میں مصروف تھا۔ دروازے پر دستک سن کر چونک گیا تھا۔ طویل خاموشی کے بعد میں بڑبڑایا "اوہ' یہ کون آگیا۔ نان سنس۔"

میں اٹھ کر دروازے کے پاس آیا پھر اسے کھولنے سے پہلے پوچھا "کون ہے؟"

دوسری طرف سے لکی سیون کی آواز سن کر میں نے پریشان ہوکر سوچا۔ "آگئی مصیبت..."

میں اپنی داستان کے پچھلے حصے میں بیان کرچکا ہوں کہ جب یعقوب ہمدانی کے ساتھ فرغانہ سے تاشقند جارہا تھا تو ایک نیم پاگل لڑکی ہماری کار میں آکر بیٹھ گئی تھی۔ وہ ایک دماغی اسپتال سے بھاگ کر آئی تھی۔ اس کا المیہ یہ تھا کہ اس کی یادداشت بہت کمزور ہوگئی تھی۔ وہ صرف اپنی پچھلی زندگی ہی نہیں بھولی تھی بلکہ صبح کی بات شام تک بھول جاتی تھی۔ کبھی کبھی تو ایک گھنٹہ پہلے کی بات یاد نہیں رہتی تھی۔

اسے اپنا نام بھی یاد نہیں رہا تھا۔ اس کے پاس دماغی اسپتال کا ایک بیج تھا جس پر سات نمبر لکھا ہوا تھا۔ اس لئے میں اور یعقوب ہمدانی اسے لکی سیون کہتے تھے۔ اس کی گفتگو بڑے کمال کی ہوتی تھی۔ ہمیشہ الٹی باتیں کرتی تھی لیکن منطقی دلائل سے وہ باتیں درست ہوتی تھیں۔

میں نے بند دروازے کے پیچھے سے پوچھا "اے لکی سیون! یہاں میرے پاس کیوں آئی ہو؟"

وہ دروازے کے دوسری طرف سے بولی "اے تم کون ہو؟ اور مجھے لکی سیون کیوں کہہ رہے ہو؟ ارے ہاں یاد آیا' وہ آدمی جو مجھے یہاں چھوڑ گیا تھا' وہ بھی مجھے لکی سیون کہتا تھا۔"

میں نے اس کے خیالات پڑھے۔ وہ بھول چکی تھی کہ کون اسے میرے دروازے پر چھوڑ گیا تھا لیکن میں سمجھ گیا تھا۔ وہ یعقوب ہمدانی کے کارٹول میں تھی۔ میں نے ہمدانی سے کہا تھا کہ لڑکی معصوم ہے اسے اپنے کارٹول میں تحفظ دو۔ میں خیال خوانی کے ذریعے اس کی یادداشت واپس لاؤں گا' اسے دماغی توانائی پہنچاؤں گا۔

میں نے یعقوب ہمدانی کے خیالات پڑھے' وہ لکی سیون کو میرے دروازے پر چھوڑ کر اپنی کار میں جارہا تھا۔ میں نے پوچھا "یہ کیا حرکت ہے' تم اسے میرے پاس کیوں چھوڑ گئے ہو؟"

وہ غصے سے منہ بنا کر بولا "میں تم سے بات نہیں کروں گا۔ واہ خوب دوستی نباہتے ہو۔ ایک تو مجھ سے ملتے نہیں۔ دوسرے اس پگلی کو میرے سر پر سوار کردیا ہے' اس کا علاج بھی نہیں کرتے ہو۔"

"بھئی میری مجبوری سمجھو۔ میں بہت سے اہم معاملات میں الجھا ہوا ہوں۔ سوچ رہا تھا' فرصت ملتے ہی تم سے رابطہ کروں گا۔"

"دیکھو دوست! تمہاری مصروفیات اپنی جگہ ہیں لیکن یہ پگلی نہیں ایک زلزلہ ہے۔ اس نے میرے دماغ کی چولیں ہلا ڈالی ہیں۔ اگر میں اسے تمہارے پاس لاکر نہ چھوڑتا تو تمہیں اس کے ساتھ میرے دماغ کا بھی علاج کرنا پڑتا۔ سوسوری' مجھے پاگل بننے کا شوق نہیں ہے۔"

"تم کیسے مرد ہو' ایک لڑکی سے ڈر گئے ہو۔"

"ذرا اسے چوبیس گھنٹے برداشت کرلو پھر میں تمہاری مردانگی کے متعلق پوچھوں گا۔ وہ میرے پاس رہ سکتی ہے۔ شرط یہ ہے کہ تم بھی میرے ساتھ رہو گے۔"

"تم نے دیکھا ہے' میں خطرات میں گھرا رہتا ہوں۔ کیا بھول گئے' مجھ پر چلائی جانے والی گولی تمہارے بازو میں لگی تھی؟"

"وہ بازو میں لگی تھی' میں تمہارے لئے سینے پر گولی کھانے کی آرزو رکھتا ہوں۔"

میں نے مسکراتے ہوئے اس کے لئے نیک تمناؤں کا اظہار کیا پھر دروازہ کھول دیا۔ وہ سامنے کھڑی ہوئی تھی۔ بڑی پیاری کی معصوم سی لڑکی تھی۔ مجھے دیکھ کر وہیں کھڑی رہ گئی۔ سوچنے لگی' میں نے پوچھا "کیا تمہیں یاد آرہا ہے کہ مجھے کہیں دیکھا ہے؟"

وہ بولی "یاد اسے کیا جاتا ہے جسے کبھی دیکھا ہو۔ میں نے تمہارے جیسا نامکمل انسان پہلے کبھی نہیں دیکھا۔"

"نامکمل؟ تم مجھے نامکمل کیسے کہہ رہی ہو؟"

"کیا تم آئینہ نہیں دیکھتے؟ تمہارے کان کہاں ہیں؟"

میں نے بے اختیار دونوں ہاتھوں سے اپنے دونوں کانوں کو چھولیا۔ شدید سردی کے باعث میں نے مفلر لپیٹ رکھا تھا۔ جس سے دونوں کان چھپ گئے تھے لیکن کانوں کا ہاتھ لگانے کا عمل بے اختیاری تھا جیسے واقعی کان نہ ہوں اور بقول اس کے میں نامکمل ہوں۔

وہ کھلکھلا کر ہنستی ہوئی بولی "کیا مجھے پاگل سمجھتے ہو؟ کیا میں اتنا بھی نہیں جانتی کہ تمہارے کان منی کمبل میں چھپے ہوئے ہیں۔"

میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اندر کھینچا پھر دروازہ بند کرکے کہا "باہر سردی میں تمہاری قلفی جم جائے گی اور یہ منی کمبل نہیں مفلر ہے مفلر۔"

"کیا یہ اُون کا ہے؟"

"ہاں' اون کا ہے۔"

"کمبل بھی اون کا ہوتا ہے۔ وہ بڑا ہوتا ہے۔ اسے پاؤں سے

سر تک اوڑھتے ہیں۔ اسے سر سے گردن تک لپیٹتے ہیں۔ وہ بھی اون' یہ بھی اون۔ وہ بھی گرم یہ بھی گرم۔ وہ بھی سردی سے بچاتا ہے' یہ بھی سردی سے بچاتا ہے۔ وہ بھی...."

میں نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ کر کہا "میں مان گیا ہوں میری ماں! یہ منی کمبل ہے۔"

میں اس کا بازو پکڑ کر اسے آتش دان کے پاس لے آیا' پھر بولا۔ "کیا تمہیں سردی نہیں لگتی ہے۔ گرم کپڑے کیوں نہیں پہنے۔ وہ گدھا تمہیں ایسے ہی پکڑ کر یہاں لے آیا تھا۔"

"گدھا؟" وہ حیرانی سے مجھے دیکھتے ہوئے بولی "کیا تم پاگل ہو' کوئی گدھا کسی انسان کو کیسے پکڑ سکتا ہے؟ مجھے ایک آدمی یہاں چھوڑ گیا ہے۔"

"میں اسی آدمی کو غصے میں گدھا کہہ رہا ہوں۔"

"ایسا غصہ کس کام کا جو آدمی کو گدھا بنادے۔ مجھے یاد ہے اس نے مجھے بہت سے کپڑے پہننے کو دیے تھے اور میں نے پہنے بھی تھے۔"

"پھر کہاں ہیں وہ کپڑے؟"

وہ سوچنے لگی۔ آتش دان کے انگاروں کو تکنے لگی۔ میں کوئلے ڈال کر آگ بڑھانے لگا' وہ بولی "ہاں' یاد آیا۔ مجھے گرمی لگ رہی تھی۔ میں نے سارے کپڑے اتار کر پھینک دیے۔"

"پھر یہ اسکرٹ اور بلاؤز کیوں پہن رکھا ہے۔ کیا اور گرمی لگے گی تو اسے بھی اتار پھینکو گی؟"

"میں پاگل کی بچی نہیں ہوں۔ یہ میری کھوپڑی دیکھو۔"

وہ ایک انگلی سے اپنی کھوپڑی بجاتے ہوئے بولی "میں بہت عقلمند ہوں۔ خوب جانتی ہوں کہ جانور ننگے ہوتے ہیں' انسان نہیں۔"

میں نے اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "شاباش' اسی طرح عقل کی باتیں کیا کرو۔ اب عقل سے یہ بھی سمجھو کہ سردی کے موسم میں گرم کپڑے پہنے جاتے ہیں۔"

اس نے مجھے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا' پھر کہا "یہی تو سمجھ میں نہیں آتا۔ ہمارے بدن پر وہی کھال ہوتی ہے جو گرمی کے موسم میں ہوا کرتی ہے۔ ان دنوں ہم گرم کپڑے نہیں پہنتے' پھر آج کل کیوں پہنتے ہیں؟"

"اس لئے کہ سرد ہوا چلتی ہے۔"

"کیا گائے' گھوڑے اور بکریوں کے لئے سرد ہوا نہیں چلتی؟ وہ تو گرم کپڑے نہیں پہنتے؟"

"خدا نے جانوروں کو ایسا بنایا ہے۔ ان پر سردی' گرمی اور بارش اثرانداز نہیں ہوتی۔"

"مجھے بھی خدا نے ایسا ہی بنایا ہے۔ ہزاروں ہزاروں سال پہلے جب کپڑے نہیں تھے' گھر نہیں تھے' لوگ کھلی فضا میں ننگے رہتے تھے۔ کیا اس زمانے میں سرد ہوائیں نہیں چلتی تھیں؟"

میں حیرانی سے آنکھیں پھاڑ کر اسے تکنے لگا۔ واقعی انسان جب غاروں میں یا درختوں پر رہتا تھا اور لباس کا نام تک نہیں جانتا تھا۔ تب وہ جانوروں کی طرح بے لباس رہ کر ہر موسم کی سختیاں جھیل لیا کرتا تھا اور نزلہ زکام میں مبتلا نہیں ہوتا تھا۔

وہ بولی "اے تم مجھے اس طرح آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر کیوں دیکھ رہے ہو؟"

میں نے کہا "میں تمہارے سامنے خود کو ایسا بچہ سمجھ رہا ہوں' جسے تم سے بہت کچھ سیکھنا چاہئے۔ کیا میں تمہیں دادی اماں کہا کروں؟"

"نہیں۔ مجھے تو وہ اپنا والا نام پسند ہے۔"

"کون سا نام؟ کیا تمہیں یاد ہے؟"

"ہاں' یاد ہے۔ وہ آدمی جو مجھے یہاں چھوڑ گیا ہے۔ وہ بار بار مجھے میرا نام یاد دلاتا رہتا تھا۔ کیا بھلا سا نام تھا۔"

"لکی سیون۔"

وہ خوش ہوکر بولی "ہاں لکی سیون۔ میرا نام لکی سیون ہے۔ تعجب ہے' تم کیسے جانتے ہو؟"

میں نے موضوع بدل کر پوچھا "تمہیں بھوک لگی ہوگی۔ کچھ کھاؤ گی؟"

"ہاں' میں تکلیف میں ہوں' کھاؤں گی۔"

"اسی تکلیف کو ہی بھوک کہتے ہیں۔ یہ بھوک آدمی کو اندر سے بے چین اور کمزور کردیتی ہے۔"

"تم اندر کی بات کیسے جانتے ہو۔ میں واقعی بے چینی اور کمزوری محسوس کررہی ہوں۔"

"میرے ساتھ آؤ اور کچن وغیرہ دیکھ لو۔ کھانے کے لئے بہت کچھ ہے۔ کیا تم چولہا جلانا اور کھانا گرم کرنا جانتی ہو؟"

"میں نادان بچی نہیں ہوں۔ سب جانتی ہوں' لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ ٹھنڈا کھانا بھی وہی ہوتا ہے اور گرم کرنے کے بعد بھی کھانا وہی رہتا ہے پھر اسے گرم کرکے کھانا کیا ضروری ہے۔"

"اصل لذت گرم کھانے میں ہوتی ہے۔"

"تو پھر اسے گرم کرنے کے بعد پھونک پھونک کر لقمہ ٹھنڈا کرکے منہ میں کیوں ڈالتے ہو۔ کیا تم لوگوں کی کھوپڑی الٹی نہیں ہے کہ ٹھنڈے کو گرم کرتے ہو پھر اس کو منہ میں نہیں رکھتے دوبارہ اسے ٹھنڈا کرکے چباتے ہو۔"

میں نے ایک گہری سانس لے کر سوچا' آفرین ہے یعقوب ہمدانی پر کہ اس نے چار دنوں تک اس لڑکی کو برداشت کیا۔ عجیب منطقی گفتگو کرتی تھی۔ اس کی باتوں کے جواب میں کچھ کہنا مشکل ہوجاتا تھا۔ وہ ہوشمند لگتی تھی اور ہمیں احساس ہوتا تھا کہ ہم الو کے پٹھے ہیں' الٹی سیدھی حرکتیں کرتے ہیں اور خود کو ہوشمند کہتے ہیں۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ادھر یوسف پاشا ہماری گفتگو سن رہا تھا اور یہی باتیں شی تارا اس کے دماغ میں رہ کر سن رہی تھی۔ حیرانی سے بولی "آخر یہ لڑکی ہے کون؟ کہاں سے آئی ہے؟"

پاشا نے کہا "تم اس کی آوازیں سن رہی ہو۔ اس کے چور خیالات بھی پڑھ سکتی ہو۔"

"ابھی میں یہی کررہی تھی لیکن اس کی یادداشت کا خانہ خالی ہے۔ یہ تو یہ بھی بھول چکی ہے کہ دو گھنٹے پہلے ہمدانی کے کارندوں میں تھی۔ یہ ہمدانی کا بھی نام بھول چکی ہے۔ جبکہ چار دن اس کے ساتھ رہ چکی ہے۔"

پاشا نے پوچھا "کیا وہ واقعی سردی محسوس نہیں کرتی ہے اور کوئی موسم اس پر اثر انداز نہیں ہوتا ہے۔"

"ہاں، میں نے اس کے دماغ میں رہ کر محسوس کیا ہے، یہ اندر سے بہت گرم ہے۔ اس کے بدن پر ازبکستان کی شدید سردی کا اثر نہیں ہورہا ہے۔ یہ قدرتی طور پر مختلف موسمی اثرات سے بے نیاز رہی ہے۔"

"یہ تو عجیب سی بات ہے۔"

"ہاں، یہ لڑکی عجیب و غریب ہے۔ بے حد ذہین ہے مگر نیم پاگل ہے۔ سردی، گرمی، بارش اور برف باری کا اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا ہے۔ اس کی اسٹڈی کرتے رہنے سے معلوم ہوتا رہے گا کہ آخر یہ بلا کیا ہے؟"

"کیا تم اسے فرہاد کے خلاف استعمال کرسکوگی؟"

"ابھی یقین سے نہیں کہہ سکتی۔ اسے آلۂ کار بنا کر فرہاد کو زخمی کرنا چاہوں گی اور ناکام رہوں گی تو وہ ہوشیار اور مزید محتاط ہوجائے گا۔ فی الحال فرہاد پر ہمیشہ نظر رکھنے کے لئے وہ ایک ذریعہ بن گئی ہے۔"

"یہ یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ وہ لکی سیون کو کب تک اپنے قریب رہنے دے گا۔ ہوسکتا ہے وہ اسے کھلانے پلانے کے بعد دماغی اسپتال میں یا کسی فلاحی ادارے میں پہنچادے۔"

"میں اس لڑکی کے ذریعے اس رہائش گاہ کا محلِ وقوع معلوم کروں گی۔ جب بھی وہ لڑکی کو کہیں چھوڑ کر آئے گا میں پھر اسے اس کے گھر پہنچادیا کروں گی۔"

"ہاں، اس طرح تم اس کی نگرانی کرتی رہوگی۔"

"لیکن، ابھی تک ہمارا اصل مقصد پورا نہیں ہوا ہے۔ بھائی سرنا کا کوئی سراغ نہیں مل رہا ہے۔"

"فرہاد تمہارے بھائی کے سلسلے میں کسی سے گفتگو کرے گا تو میں سن سکوں گا۔ ہوسکتا ہے کہ اس نے سرنا کو اسی رہائش گاہ میں چھپا رکھا ہو، جہاں ابھی اس پگلی کے ساتھ ہے۔"

"ایسا ہوسکتا ہے۔ میں لکی سیون کے ذریعے معلوم کرنے کی کوشش کرتی ہوں۔"

وہ لکی سیون کے دماغ میں آگئی۔ وہ بڑے مزے سے ٹھنڈا کھانا کھا رہی تھی۔ اسے گرم اور ٹھنڈے کا فرق محسوس نہ تھا۔ شی تارا نے اس کی سوچ میں کہا "پتا نہیں، میں کس کے پاس آگئی ہوں۔ مجھے اس شخص کا نام پوچھنا چاہئے۔"

وہ لقمہ چباتے ہوئے بولی "مجھے نام کیوں پوچھنا چاہئے؟"

میں نے پوچھا "کیا تم میرا نام پوچھنا چاہتی ہو؟"

وہ بولی "نہیں، خواہ مخواہ میرے دماغ میں بات آرہی ہے کہ تمہارا نام پوچھنا چاہئے مگر تم ہی بتاؤ میں پوچھ کر کیا کروں گی۔ تمہارا نام ایکس وائی زیڈ کچھ بھی ہوگا مگر تم آدمی ہی رہوگے۔ ایکس ہونے سے آدمی اور وائی ہونے سے جانور تو نہیں ہوجاؤگے۔ میرے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ میں ایک انسان کے پاس آرہی ہوں۔"

میں یہ سنتے ہی چونک گیا تھا کہ میرا نام پوچھنے والی بات اس کے دماغ میں آئی تھی جبکہ وہ پوچھنا نہیں چاہتی تھی۔ یقین کی حد تک شبہ ہوا کہ اس معصوم کے دماغ میں کوئی ہے۔ میں نے ظاہر نہیں کیا۔ انجان بن کر کہا "اگر دماغ میں یہ بات آئی ہے کہ پوچھنا چاہئے تو اس کا مطلب ہے تمہیں سوسائٹی کے طور طریقے معلوم ہورہے ہیں۔ جب دو اجنبی ملتے ہیں تو ایک دوسرے کا نام پوچھتے ہیں۔"

"اچھی بات ہے تو پھر اپنا نام بتاؤ؟"

"میرا نام فرہاد ہے۔"

"فرہاد کا مطلب کیا ہوا؟"

"یہ ایک فولادی عزم رکھنے والے عاشق کا نام ہے۔"

"کیا تم عاشق ہو؟"

"بے شک ہوں۔"

"کس سے عشق کرتے ہو؟"

"اپنی بھولی بھالی بیٹی سے۔"

"بیٹی کہاں ہے؟"

"یہ میرے سامنے بیٹھی ہے۔"

وہ خوش ہو کر بولی "سچ؟ تمہاری بیٹی ہوں، تم نے پہلے نہیں بتایا۔ آج سے تم مجھے بیٹی کہو۔ میں تمہیں بیٹا کہوں گی۔"

"بیٹی اپنے باپ کو بیٹا نہیں کہتی ڈیڈی یا پاپا کہتی ہے۔ میرے بچے مجھے پاپا کہتے ہیں تم بھی یہی کہو۔"

"پاپا! ہاں، یہ اچھا لگتا ہے۔ تمہارے دوسرے بچے کہاں ہیں؟"

"دوسرے ملکوں میں ہیں۔"

"یہاں اکیلے ہو؟"

اب وہ ہوشمندوں کی طرح سوالات کررہی تھی اور شبہ یقین میں بدلتا جارہا تھا۔ میں نے تجسس پیدا کرنے کے لئے کہا "یہاں اکیلا بھی اور نہیں بھی ہوں۔"

"پاپا! اس کا مطلب کیا ہوا؟"

"اس کا مطلب؟"

"یہی کہ آپ یہاں اکیلے بھی ہیں اور اکیلے نہیں بھی ہیں۔"

"چھوڑو اس بات کو۔ یہ کھانا ختم کرو۔"

"میں نہیں کھاؤں گی پہلے بتاؤ یہاں اور کون ہے؟"

پھر وہ خود ہی جھنجلا کر بولی "ارے اتنا اچھا کھانا کیوں نہیں کھاؤں گی۔ یہ میرے دماغ میں الٹی سیدھی باتیں کیوں آرہی ہیں کہ یہاں کون ہے اور کون نہیں ہے۔ مجھے کسی سے کیا لینا ہے؟"

میں نے اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "میری بچی بہت معصوم ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ اس معصوم کو کوئی آلۂ کار بنائے۔ شی تارا! میں تمہیں وارننگ دیتا ہوں آئندہ ایک سیکنڈ کے لئے بھی میری اس بچی کے دماغ میں آؤگی اور اسے آلۂ کار بنانے کی غلطی کروگی تو اس غلطی کی بہت بڑی سزا تمہارے بھائی کو ملے گی۔ بھاگ جاؤ یہاں سے۔۔۔"

وہ بولی "جارہی ہوں۔ ابھی جارہی ہوں مگر ایک مہربانی کرو، مجھے تھوڑی دیر کے لئے بھائی سے باتیں کرنے دو۔"

"میں نے وارننگ دی تھی کہ ایک سیکنڈ بھی اس بچی کے دماغ میں نہ رہنا لیکن تم کئی سیکنڈ رہ گئی ہو۔ اس کی سزا تمہارے بھائی کو ملے گی۔ تم پانچ منٹ کے بعد سرنا کے دماغ میں آسکوگی۔ ناؤ گیٹ لاسٹ۔"

وہ یوسف پاشا کے دماغ میں آئی۔ پاشا نے کہا "فرہاد زبان سے بول رہا تھا۔ اس لئے میں صورتِ حال سمجھ رہا ہوں۔ بائی دی وے، شی تارا! تم بار بار ایک ہی غلطی کرتی آرہی ہو اور وہ یہ کہ فرہاد کے مقابلے میں جلد بازی سے کام لیتی ہو۔"

"میں مانتی ہوں۔ مجھے جلد بازی کی عادت سی ہوگئی ہے۔ میں نے لکی سیون کو اچھی طرح سمجھے بغیر آلۂ کار بنایا اور فرہاد پر اپنی موجودگی ظاہر کردی۔ میں نے جلد بازی میں یہ نہیں سوچا کہ سلمان اور سلطانہ کو اغوا کرنے سے خاطر خواہ نتیجہ سامنے نہیں آئے گا۔"

"اور یہ بھی نہیں سوچا تھا کہ ثانی اور علی کو ٹریپ کرنے کی حماقت کرنے سے کتنا نقصان اٹھاؤگی۔ اس عرصے میں ایک ہی عقلمندی کی ہے کہ مجھے دوست بنایا ہے۔ اگر کوئی قدم اٹھانے سے پہلے مجھ سے مشورے کرتی رہوگی تو تمہاری تمام ناکامیوں کو کامیابیوں میں بدل دوں گا۔"

"میں کس منہ سے تمہارا شکریہ ادا کروں۔ تم میرے اچھے اور سچے دوست ہو۔ ایک منٹ گزر رہا ہے۔ آئندہ چار منٹ کے بعد بھائی کے دماغ میں تھوڑی دیر کے لئے جگہ ملے گی۔ مجھے مشورہ دو کیا اس موقع سے کوئی فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔"

"تم دو منٹ کے لئے جاؤ۔ مجھے سوچنے دو اور تم بھی غور کرو۔ شاید کوئی اچھی سی تدبیر دماغ میں آجائے۔"

وہ چلی گئی۔ دونوں اپنی اپنی جگہ سوچتے رہے۔ سر کھپاتے رہے پھر آخری دو منٹ میں وہ واپس آئی۔ پاشا نے کہا "کوئی خاص تدبیر نہیں سوجھی۔ یوں بھی جلد بازی میں کچھ سوچ کر اس پر عمل کرنا حماقت ہوگی پھر بھی ایک فنٹاسٹک آئیڈیا ہے، اس پر ضرور عمل کرنا۔"

"وہ کیا ہے؟ جلدی بولو۔"

"اپنے بھائی کو زبان سے بولنے پر مجبور کرنا تاکہ میں اس کی آواز سن سکوں۔ ایک بار اس کی باتیں سن لوں گا تو مجھے دن رات اس کے حالات معلوم ہوتے رہیں گے۔ یہ بھی معلوم ہوجائے گا کہ اسے کہاں چھپا کر رکھا گیا ہے۔"

"بیشک آئیڈیا اچھا ہے لیکن تم بھائی کی آواز کس ذریعے سے سن پاؤگے؟ میں تو خیال خوانی کی ذریعے اس سے باتیں کروں گی۔"

"کیا ٹیلی پیتھی کے علم میں ایسی کوئی تکنیک نہیں ہے کہ تم مجھے اپنے دماغ میں بلاکر اپنے بھائی کی باتیں سنا سکو؟"

"ایسی کوئی تکنیک نہیں ہے۔"

"پھر تو یہی ہوسکتا ہے کہ تم اپنی اصلی آواز مجھے سناؤ۔ اس طرح تم سرنا کی آواز سنوگی تو میں تمہارے ذریعے اس کی باتیں سنتا رہوں گا۔"

"سوری پاشا! آج ہی ہماری دوستی ہوئی ہے۔ میں اتنی جلدی بھروسا نہیں کروں گی۔ کچھ عرصہ گزرنے دو۔ ہماری دوستی مضبوط ہوتی رہے گی تو صرف آواز نہیں سناؤں گی بلکہ خود تمہارے پاس چلی آؤں گی۔"

"مجھے خوشی ہے کہ آئندہ پائیدار دوستی کے لئے اتنی دور تک سوچ رہی ہو۔ تم جاؤ، آخری منٹ گزرنے کو ہے۔"

اس نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا "میں شی تارا ہوں۔ پانچ منٹ پورے ہوگئے۔ کیا بھائی کے پاس جاؤں؟"

"میں اس وقت سرنا کے ہی دماغ میں ہوں یعنی تم بھائی کے پاس ہو۔"

وہ میرے دماغ سے نکلی اور بھائی کے پاس پہنچ کر بولی "بھائی سرنا! شی تارا کی جان! میں تیرے پاس آئی ہوں، یہ تو کہاں ہے؟"

وہ گہری تاریکی میں ایک جگہ بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی سوچ سے پتا چلا کہ وہ ہونٹوں میں ایک سگریٹ دبا کر اسے سلگانے والا ہے۔ وہ حیرانی سے بولی "بھائی! تو کبھی سگریٹ کو منہ نہیں لگاتا تھا۔ کیا تو نشہ کرنے لگا ہے؟"

اس نے ایک تیلی جلائی پھر سگریٹ سلگاتے ہوئے کہا "لگے دم، مٹے غم۔ یہ میں چرس پی رہا ہوں۔ بائی دی وے، تم یہ خود کو شی تارا اور مجھے اپنا بھائی کیوں کہہ رہی ہو؟"

"ارے! کیا تو مجھے یعنی اپنی شی تارا کو بھول گیا؟"

"میں دنیا بھلا سکتا ہوں اپنی بہن کو نہیں بھلا سکتا۔ تمہاری آواز تو تمام ذی شی تاراؤں جیسی ہے۔ میری بہن ہو تو اصلی آواز میں بولو۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"تم جانتے ہو اصل آواز میں بولوں گی تو یوسف البہان کسی ذریعے سے میری آواز سن لے گا اور اس وقت ہمارے درمیان فرہاد بھی موجود ہے۔"

وہ سگریٹ کا کش لگا کر دھواں چھوڑنے لگا' پھر بولا "ہاں یاد آیا۔ فرہاد کہہ رہا تھا' اگر تم بار بار میرے دماغ میں آنا چاہوگی تو وہ اسی طرح مجھے تاریک قید خانے میں رکھے گا۔ ورنہ روشنی میں آزادی سے گھومنے پھرنے دے گا۔"

"کیا وہ تمہیں کھلی فضا میں تنہا چھوڑتا ہے؟"

"ہاں' آج میں چھ گھنٹے تک شہر میں تنہا گھومتا رہا۔ لوگوں سے باتیں کرتا رہا۔ وہ مقامی زبان بولتے تھے مگر انگریزی بھی سمجھ لیتے تھے۔"

"بھائی! تو کس شہر میں ہے؟"

"ملک اور شہر کا نام تھوڑی دیر پہلے یاد تھا۔ فرہاد نے آکر کہا' تم آنے والی ہو اس لئے موجودہ مقام کا نام اور اہم معلوماتی باتیں بھول جاؤ۔ میں اس کے حکم کے مطابق بھول گیا ہوں۔"

وہ مجھے مخاطب کرتے ہوئے عاجزی سے بولی "فرہاد۔ ایک بار میرے بھائی کو معاف کردو۔ اسے آزاد کردو۔ میں اپنے مرے ہوئے باپ کی قسم کھا کر کہتی ہوں' ہم بہن بھائی آئندہ کبھی تمہارے راستے میں نہیں آئیں گے' تمہارے خلاف کبھی کچھ سوچنے کی حماقت بھی نہیں کریں گے۔"

"میں مانتا ہوں' تم بھائی کے لئے سچی قسم کھا رہی ہو۔ جو کہہ رہی ہو' اس پر عمل کرنا چاہوگی' لیکن تقدیر سے کیسے لڑوگی۔ تمہارے ستارے واضح طور پر کہہ رہے ہیں کہ تم میرے بیٹے کو ایک دن جانی نقصان پہنچاؤگی۔ میں اپنے بیٹے کی ہونے والی قاتلہ کی کمزوری اپنے ہاتھوں میں کیوں نہ رکھوں۔"

"لیکن ستارے یہ بھی کہتے ہیں کہ میں پارس سے شادی کرلوں تو دشمنی دوستی میں بدل جائے گی۔ میں بھائی کی رہائی کے لئے تمہارا مذہب قبول کرلوں گی۔"

"مذہب اسلام شرائط پر قبول نہیں کیا جاتا۔ کسی کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر اسے مسلمان نہیں بنایا جاتا۔"

"میں کسی دباؤ میں آکر ایسا نہیں کروں گی۔ دل سے پارس اور اس کے دین کو قبول کروں گی۔"

"پارس نے ابھی تک تمہیں دیکھا نہیں ہے اور جب دیکھا نہیں ہے تو پسند کیسے کرے گا اور جب پسند نہیں کرے گا تو شادی کیسے کرے گا؟"

"تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ میں پارس سے ملاقات کروں تاکہ وہ مجھے پسند کرلے پھر شادی کی بات چلے۔"

"ایسا ہی ہوتا آیا ہے' یہی دستور ہے۔"

"تم اس طرح میرا اصل چہرہ دیکھنا اور مجھے ٹریپ کرنا چاہتے ہو۔"

"ہونے والی بہو ٹریپ نہیں کی جاتی۔ اس کے شا... اس کا استقبال کیا جاتا ہے۔ اگر تم دل سے ہماری بننا چاہ... پہلے پسندیدگی کے مرحلے سے گزرو۔ پارس سے ملاقات کرو..."

"نہیں۔ تم بڑی محبت سے جال بچھا رہے ہو۔"

"میرا خیال ہے' تم بہت دیر بھائی کے پاس رہ گئی ہو... تمہیں جانا چاہئے۔"

وہ جلدی سے بولی "پلیز' ابھی نہیں۔ میں نے تو بھائی... ہی نہیں کی ہے۔ تم سے باتیں کرتی رہی ہوں۔ تمہیں تمہار... کا واسطہ تھوڑا سا وقت اور دو۔"

"ٹھیک ہے۔ وقت دے رہا ہوں۔"

"لیکن اس سے پہلے تم سے دو باتیں اور کرنا چاہتی ہوں..."

"میں سن رہا ہوں۔"

"تم سلمان اور سلطانہ کی واپسی سے مطمئن ہو گئے ہو... اب تو میرے بھائی کو رہا کرنا تمہارا انسانی فرض ہے۔"

"کیا تم نے انسانی فرض ادا کیا ہے؟"

"ہاں' میں نے ان دونوں کو صحیح سلامت واپس کیا ہے۔"

"اغوا جیسی غیر انسانی حرکتیں کرکے پھر انسانی فرض ا... کون سی انسانیت ہے۔"

"تم نے بھی میرے بھائی کو اغوا کیا ہے۔"

"میں کب انکار کرتا ہوں۔ ہم سب غیر انسانی حرکتیں کرتے... ہیں اور دوسروں کو انسانی فرائض سکھاتے ہیں۔"

"میں تم سے بحث نہیں کرنا چاہتی۔ میں ہی اکیلی خطا... ہوں۔ مجھے اور میرے بھائی کو ایک بار معاف کردو۔"

"میں کوئی کھیل زیادہ دیر نہیں کھیلتا۔ جلدی اس کا دی اینڈ... دوسرا کھیل شروع کردیتا ہوں۔ تمہیں ایک سبق سکھانا تھا... سکھا دیا ہے لہٰذا تمہیں بھائی کی آزادی مبارک ہو۔"

وہ خوش ہو کر بولی "کیا سچ کہہ رہے ہو۔ میں سننے میں غلط... نہیں کر رہی ہوں؟"

"میں زبان دے کر نہیں پھرتا۔ سرتا پیرس میں ہے... تمہیں... گھنٹے بعد ایفل ٹاور کے کسی اسنیک بار میں ملے گا۔ میں دو گھ... کے لئے اس کا دماغ لاک کر رہا ہوں' لہٰذا جاؤ۔"

میں نے سانس نہیں روکی۔ سرتا کے دماغ کو لاک کیا۔ وہ... جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ اسے بھائی کی رہائی کی بے حد خوشی... مگر سنجیدگی سے سوچ رہی تھی کہ یہ میری کوئی چال بھی ہو سکتی ہے...

اس نے سوچا یہ خوش خبری یوسف پاشا کو سنائے پھر خیال... اسے معلوم ہوگا کہ بھائی سرتا پیرس میں ہے اور ایفل ٹاور... پاس کہیں ملنے والا ہے تو وہ اپنے ماتحتوں کو وہاں جاسوسی کے... بھیج دے گا۔ اس کے جاسوس سرتا کا تعاقب کریں گے کہ ا... اب کہاں لے جایا جا رہا ہے پھر یہ کہ پاشا ایک بار کسی کے ذر... سرتا کی آواز سن لے گا تو ہمیشہ کے لئے سرتا کا سایہ بن جائے...

بھائی سرتا ہزار بھیس میں رہے یا کسی خفیہ اڈے میں چھپا رہے' پاشا اس کی آواز کے ذریعے بہت کچھ معلوم کرتا رہے گا۔

اس نے اپنی ڈی شی تارا اور ڈی پے پے سرتا سے رابطہ کیا۔ وہ دونوں پیرس میں تھے۔ اصل شی تارا نے ڈی سے کہا "پیرس کے وقت کے مطابق صبح نو بجے میرا بھائی سرتا ایفل ٹاور کے کسی اسنیک بار میں دکھائی دے گا۔ تم دونوں وہاں جاؤ گے۔ اپنے آس پاس اپنے ہوشیار ماتحتوں کو چھپ کر رہنے کی ہدایت کرو۔ جب تم بھائی سرتا کو محفوظ مقام تک لاؤ گے تو فرہاد کے جاسوس ضرور تم پر نظر رکھیں گے اور ہمارے ماتحت ان جاسوسوں کے تعاقب کو ناکام بنائیں گے۔"

ڈی شی تارا نے کہا "یس میڈم! ہم اپنے باس سرتا کو بڑی ہوشیاری سے خفیہ اڈے میں لائیں گے۔"

"فرہاد یا اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے بھائی کے دماغ میں چھپے ہوں گے' لہٰذا بھائی کو اپنی گاڑی میں بٹھاتے ہی اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ دینا تاکہ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے ذریعے ان راستوں کو نہ معلوم کرسکیں جہاں سے تم اسے لے جاؤ گے۔"

"ہم یہی کریں گے۔ کیا ایسے وقت آپ ہمارے پاس رہیں گی۔"

"میں اپنے بھائی کے دماغ میں موجود رہوں گی۔ تم لوگوں کو ایک گھنٹہ پہلے ہی ایفل ٹاور پہنچنا چاہئے۔"

"یہاں سات بج کر پندرہ منٹ ہو چکے ہیں۔ ہم ابھی جا سکتے ہیں؟"

"ابھی نہیں' پہلے اپنے خاص ڈاکٹر کو کوما ٹریٹمنٹ کے تمام سامان کے ساتھ خفیہ اڈے میں پہنچا دو۔ بھائی سرتا کو وہاں لاتے ہی کوما میں پہنچا دیا جائے گا۔"

وہ ڈاکٹر کے پاس چلے گئے۔ شی تارا نے دوسرے ڈاکٹر کے دماغ پر دستک دی' وہ لندن میں تھا۔ اس نے کہا "یس میڈم! میرے لائق کوئی خدمت؟"

"ہاں' برین واشنگ کا کیس ہے؟"

"میں آپ کے حکم سے چھ لڑکیوں اور چھ جوانوں کے برین واش کر چکا ہوں اور آپ انہیں چھ شی تارا اور چھ پے پے سرتا بنا چکی ہیں۔ اب کتنے لوگ ہیں؟"

"صرف ایک اور وہ میرا سگا بھائی ہے۔ پتا نہیں فرہاد نے ٹیلی پیتھی اور ہپناٹزم کے کیسے کیسے ہتھکنڈے آزمائے ہیں۔ اس لئے تم پہلے میڈیکل ٹریٹمنٹ سے بھائی سرتا کا برین واش کروگے۔ بچپن سے اب تک کی تمام باتیں اور اس کا لب و لہجہ سب کچھ اس کے دماغ کے سلیٹ سے مٹا دوگے۔ تاکہ فرہاد کسی بھی چور راستے سے میرے بھائی کے دماغ میں نہ آسکے۔"

"آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ میں مسٹر سرتا کے دماغ سے ماضی کی تمام یادیں مٹا دوں گا۔"

"آج ہی پہلی فلائٹ سے زیورچ جاؤ۔"

"کیا زیورچ میں ہمارا نیا اڈا ہے؟"

"ہاں فرہاد' بھائی سرتا کے چور خیالات پڑھ کر ہمارے تمام خفیہ اڈوں کو جان گیا ہے۔ اس لئے میں نے یہ نیا اڈا زیورچ میں بنایا ہے۔ وہاں میری جائداد کا منیجر تمہاری رہائش کا انتظام کرے گا۔ تم سرجری اور برین واشنگ کا تمام سامان لے جاؤ یا پھر جنیوا سے نیا سامان خرید لو۔"

وہ ایسے انتظامات کرتی جارہی تھی کہ آئندہ میں کبھی اس کے بھائی کو اپنا غلام نہ بنا سکوں اور جو انتظامات وہ کر رہی تھی' ان کا علم مجھے نہیں تھا لیکن ایک اندازہ تھا کہ یہی کچھ کرے گی۔ کسی بھی دشمن خیال خوانی کرنے والے کے تنویمی عمل سے نجات دلانے کا آخری طریقہ یہی ہے کہ پہلے اسے کوما میں پہنچا دو تاکہ دشمن اس کے دماغ تک نہ پہنچ سکے۔

اور میں اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتا تھا اور نہ ہی اپنے خیال خوانی کرنے والے ساتھیوں کے ساتھ اس تاک میں رہ سکتا تھا کہ کس دن اور کس وقت وہ بھائی کو کوما سے نکال کر اس کا برین واش کرائے گی۔ ہمارے پاس اتنا وقت نہیں ہوتا کہ کسی کوما میں رہنے والے کے سرہانے بیٹھے نگرانی کرتے رہیں۔

اسے دو گھنٹے بعد بھائی کے دماغ میں جگہ مل گئی۔ بھائی ایفل

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ٹاور کے ایک اسنیک بار میں مل گیا۔ اسے ڈی شی تارا اور ڈمی سرنا کے ذریعے ایک خفیہ اڈے میں پہنچادیا گیا۔ وہاں پہنچانے تک اس کی آنکھوں پر پٹی باندھی گئی تھی اور وہ بھائی کے دماغ میں موجود رہ کر یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتی رہی کہ میں اس کے اندر موجود ہوں یا نہیں؟

اس نے کئی بار مجھے مخاطب کیا "فرہاد! اگر تم بھائی کے اندر موجود ہو تو مجھ سے بولو۔ میں کچھ اہم باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

میں موجود نہیں تھا۔ اس کے بھائی کے اندر رہنا ضروری نہیں تھا لیکن وہ سمجھ رہی تھی، میں فراڈ کررہا ہوں اور موجود رہ کر جواب نہیں دے رہا ہوں۔ بہرحال اسے اطمینان تب ہوا، جب اس نے بھائی کو ایک محفوظ جگہ لے جاکر کوما میں پہنچادیا۔

وہ خوش اور مطمئن ہوگئی، اسے بھائی مل گیا تھا۔ میں اپنی جگہ مطمئن تھا، اس کا بھائی بدستور میری قید میں تھا۔

○☆○

میں نے ایک ہفتہ پہلے اسے اپنا معمول اور تابعدار بنایا تھا۔ اس کے دماغ سے بہت سی اہم معلومات حاصل کی تھیں۔ ان میں سب سے اہم معلومات یہ تھیں کہ چھ ڈی شی تارا اور چھ ڈمی سرناؤں کی موجودگی میں اصل شی تارا اور اصل سرنا کی پہچان کیا ہے؟

پتا چلا سب ہی کے چہرے ایک جیسے ہیں۔ بعد میں اصل شی تارا نے پلاسٹک سرجری کے ذریعے اپنے چہرے پر کچھ تبدیلیاں کیں، خود کو پہلے سے زیادہ حسین بنالیا۔ تمام شی تاراؤں کی آواز اور لہجے کو اپنی اصل آواز اور لہجے سے مختلف بنادیا۔

اس نے بھائی کو بھی ایسی تبدیلیوں کے لئے کہا لیکن اس نے پلاسٹک سرجری نہیں کرائی۔ البتہ تنویمی عمل کے ذریعے تمام ڈمی سرنا کی آواز اور لہجوں کو اپنی آواز اور لہجے سے مختلف بنادیا۔

اب سرنا کی آواز اور لہجے کو صرف اصل شی تارا جانتی تھی۔ بعد میں اسے معمول بناکر میں نے بھی اس کی اصل آواز اور لہجہ معلوم کرلیا۔

ایک اور خاص پہچان تھی۔ اصل سرنا کی کمر میں دائیں طرف ایک نمایاں سا پیدائشی نشان تھا۔ یہ نشان کسی اور ڈمی سرنا کی کمر میں نہیں تھا۔ وہ بہن بھائی ایسی ہی مخصوص نشانیوں کے ذریعے ایک دوسرے کو کسی شک وشبے کے بغیر پہچان لیتے تھے۔

میں نے اصل سرنا سے یہ تمام معلومات حاصل کرنے کے بعد اس کی ایک ڈمی تیار کی۔ اس کی کمر میں دائیں طرف وہ مخصوص پیدائشی نشان پلاسٹک سرجری کے ذریعے بنوایا۔ ایسا کرنے کے لئے ہی میں نے ڈمی کو پیرس بھیج دیا تھا تاکہ وہ ان مراحل سے بہ آسانی گزرتا رہے پھر میں نے تنویمی عمل کے ذریعے سرنا کی اصل آواز اور لہجہ اس کے ذہن میں نقش کردیا اور اصل سرنا کے ذہن سے اس آواز اور لہجے کو یکسر مٹادیا۔

وہ شخص جسے میں نے ڈمی سرنا بنایا تھا، وہ پہلے ہی نشے کا عادی تھا۔ میں نے شی تارا کو یہ تاثر دیا کہ میں نے اس کے بھائی کو نشے کا عادی بنادیا ہے، اب وہ گھنٹوں سانس روک کر آتما شکتی کا مظاہرہ نہیں کرسکے گا۔

ہم خیال خوانی کرنے والے کسی کے لب ولہجے کو گرفت میں لے کر اس کے دماغ میں پہنچتے ہیں۔ اس نکتے کے پیشِ نظر وہ لب ولہجہ جس شخص کا ہوتا ہے، ہم اس شخص کے دماغ میں جاتے ہیں۔ میں نے سرنا کا لہجہ ڈمی کو دے دیا تھا اور ڈمی کا لہجہ سرنا کے دماغ میں نقش کردیا تھا اسی لئے جب شی تارا نے اپنے سگے بھائی کے اصل لب ولہجے کو گرفت میں لے کر خیال خوانی کی تو اسے میری بنائی ہوئی ڈمی کے دماغ میں جگہ ملی۔

وہ اپنے بھائی اصل سرنا کے پاس نہ پہنچ سکی کیونکہ پہنچنے کا ذریعہ وہ مخصوص آواز اور لہجہ تھا جس سے اصل سرنا محروم کردیا گیا تھا۔

وہ چرس کا دم لگانے والے سرنا کے پاس پہنچی تھی۔ اسلئے ٹاور کے ایک اسنیک بار میں بھی اسے وہی چرسی ملا تھا۔ وہ پورے یقین سے اسے اپنا سگا بھائی سمجھ رہی تھی۔ ایک محفوظ پناہ گاہ میں لے جاکر اس کی کمر پر پیدائشی نشان بھی دیکھا تھا۔ میں نے کسی پہلو سے شبہے کی گنجائش نہیں چھوڑی تھی۔

اس نے چرسی بھائی کو کوما میں پہنچانے کے بعد زیورچ کے خفیہ اڈے میں پہنچادیا۔ اب اطمینان تھا کہ برین واشنگ کے بعد وہ فرہاد کے تنویمی اثر سے نکلے گا تو نشے کی لعنت سے بھی نجات حاصل کرلے گا۔ وہ بھائی کو پہلے جیسا شہ زور، آزاد اور آتما شکتی جاننے والا پے سرنا بنانے میں اس قدر مصروف ہوگئی کہ دوسرے تمام معاملات کو کچھ عرصہ کے لئے نظرانداز کردیا۔

اس سے پہلے وہ یوسف پاشا سے دوستی کررہی تھی۔ اس سے یہ کہہ کر گئی تھی کہ فرہاد اسے بھائی کے دماغ میں جانے کا موقع دے رہا ہے۔ وہ جلد ہی واپس آئے گی لیکن واپس نہیں آئی۔ اپنے بھائی کے معاملے میں مصروف ہوگئی۔

پاشا انتظار کرتا ہی رہ گیا۔ کئی گھنٹوں تک انتظار کرنے کے بعد اسے غصہ آیا کہ کم بخت خودغرض نکلی۔ شاید بھائی کو واپس حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئی ہے اور کامیابی حاصل کرتے ہی دوستی کو بھول گئی ہے۔ اس نے صرف بھائی کی واپسی کی خاطر دوستی کی تھی۔

وہ بچہ نہیں تھا۔ گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا ہوا تھا۔ دنیا والوں کو خودغرض سمجھتا تھا۔ کسی پر بھروسا نہیں کرتا تھا لیکن شی تارا کو حاصل کرنے کے لئے کسی حد تک دوستی میں سنجیدہ رہنا چاہتا تھا۔ اس کی بے رخی نے اسے پھر عقل سکھادی۔

ایک خیال آیا کہ شاید وہ کسی مصیبت میں گرفتار ہوگئی ہے پھر اس نے سوچا۔ مصیبت میں ہوتی تو اسے ضرور بتاتی شاید کسی وجہ سے یا دشمن کی چال سے دماغی کمزوری میں مبتلا ہوگئی ہے اسی لئے خیال خوانی نہیں کرپا رہی ہے۔ جب بھی خیال خوانی کے قابل ہوگی ضرور رابطہ کرے گی۔

وہ چاہتا تو فون کے ذریعے کسی ڈمی شی تارا اور سرنا کو مخاطب کرکے خیریت معلوم کرسکتا تھا لیکن فون کرنے سے وہ لوگ مختلف ذرائع سے معلوم کرسکتے تھے کہ وہ جزیرے مارکوسان میں پہنچا ہوا ہے۔

پہلے اس نے سوچا تھا مارکوسان نہیں جائے گا کیونکہ علی وہاں مریم کے ساتھ جارہا تھا۔ وہ چاہتا تھا، دونوں اس کی تلاش میں مارکوسان اور آس پاس کے جزیروں کی خاک چھانتے رہیں۔ بالآخر ناکام ہوکر چلے جائیں پھر اسے تدبیر سوجھی کہ فرہاد کے ایک بیٹے کو طویل عرصے کے لئے مردوں کے جزیرے میں قید کرادینا چاہئے۔

میں پہلے بیان کرچکا ہوں کہ مارکوسان دس چھوٹے بڑے جزیروں پر مشتمل ہے، ان میں ایک جزیرہ ایسا ہے جس میں صرف مرد رہتے ہیں۔ انہوں نے تقریباً پچاس برس سے کوئی عورت نہیں دیکھی۔ ان میں سے کئی لوگ بوڑھے ہوکر مرگئے۔ جو جوان تھے وہ بوڑھے ہورہے تھے۔ ان کے مرنے کے بعد بھی جزیرہ مردوں سے خالی نہیں ہوتا تھا کیونکہ وہاں نئے مرد قیدی آتے رہتے تھے۔

مارکوسان میں جن قاتلوں اور خطرناک مجرموں کو کالے پانی کی سزا دی جاتی تھی، انہیں اس جزیرے میں پہنچاکر ہتھکڑیاں اور بیڑیاں کھول دی جاتی تھیں۔ انہیں وہاں آزاد چھوڑ دیا جاتا تھا۔ جزیرے کے چاروں طرف گہرا سمندر تھا۔ وہاں سے دوسرے جزیروں کا فاصلہ اتنا زیادہ تھا کہ کوئی قیدی تیر کر فرار نہیں ہوسکتا تھا۔ کئی بار مختلف قیدیوں نے کشتیاں بناکر سمندر میں اتاریں لیکن وہ بحری پولیس کی گولیوں کا نشانہ بن گئے۔

اس جزیرے کے اطراف دن رات بحری پولیس کا سخت پہرا رہتا تھا۔ راتوں کو سرچ لائٹ کی روشنیاں دور ساحلوں پر رینگتی رہتی تھیں۔ پچھلے پچاس برسوں میں صرف ایک قیدی فرار ہونے میں کامیاب ہوا تھا۔ اس کے بعد بحری پولیس کا پہرا اور سخت ہوگیا تھا۔

مشکل یہ تھی کہ فرار ہونے والے قیدی کو جزیرہ مارکوسان میں آنا پڑتا تھا کیونکہ وہاں سے قریب ترین ملک امریکا تھا۔ جس کا جنوب مغربی ساحل تقریباً ایک ہزار میل کے فاصلے پر تھا اور وہاں تک کسی کشتی سے پہنچنا ممکن نہیں تھا۔ وہ فرار ہونے والا قیدی مارکوسان جانے پر مجبور تھا۔ وہ وہاں سے بھی فرار ہونے کے لئے بحری جہاز میں سوار ہونا چاہتا تھا۔ ایسے ہی وقت پولیس مقابلے میں مارا گیا۔ اس کی لاش مردوں کے جزیرے میں بھیج دی گئی۔ وہاں تمام قیدیوں کو دکھائی گئی تاکہ یقین ہوجائے کہ وہاں سے فرار ہونے والوں کے مقدر میں آزادی نہیں صرف موت لکھ دی جاتی ہے۔

کوئی کسی کی موت نہیں لکھ سکتا۔ زندگی اور موت خدا کے ہاتھ ہے، وہی کاتبِ تقدیر ہے۔ وہ چاہے تو کسی بندے کے ہاتھوں کسی بندے کی موت لکھ دے۔ وہ چاہے تو طبعی عمر گزارنے تک زندگی دے دے۔ علی مریم کے ساتھ وہاں آگیا تھا۔

مریم نے کہا "بیٹے! میرے منع کرنے کے باوجود تم نے یہاں تک میرا ساتھ دیا ہے۔ تم سمجھتے کیوں نہیں کہ پاشا میرے ذریعے تمہاری گفتگو بھی سنتا ہوگا۔ اس سے تمہیں نقصان پہنچ سکتا ہے۔"

"ممی! آپ میری فکر نہ کریں۔ وہ آپ تک پہنچ سکتا ہے لیکن مجھ تک کبھی پہنچ نہیں پائے گا۔"

"نہیں۔ وہ ابھی ان لمحات میں سمجھ رہا ہوگا کہ ہم جزیرے کے کس ہوٹل میں ہیں۔"

"اگر وہ ہماری گفتگو سن رہا ہے تو اسے یہ بھی سن لینے دیں کہ ہم کمرا نمبر چار سو بارہ میں ہیں۔"

"ارے بیٹا! تم خواہ مخواہ کیوں مصیبت مول لینا چاہتے ہو۔ معلوم ہوتا ہے تم نے اپنے بچاؤ کے لئے اور اسے پکڑ کر میرے حوالے کرنے کے لئے کوئی زبردست منصوبہ بنایا ہے۔"

"اب آپ جو چاہے سمجھیں۔ میں فرہاد علی تیمور کا بیٹا ہوں۔ میں جان بوجھ کر اسی وقت پھنستا ہوں جب دشمنوں کو الٹا پھانسنے کے لئے ہر طرف جال بچھالیتا ہوں۔"

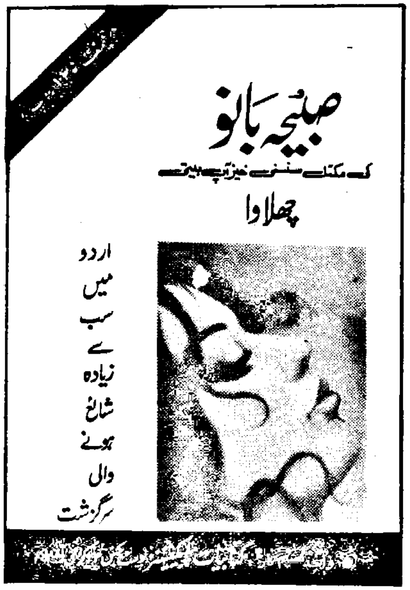

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"مجھے بھی بتاؤ' تم نے منصوبہ کیا بنایا ہے؟"

"زبان سے بولوں گا' تو وہ سن لے گا۔ میں کاغذ پر لکھ کر بتاتا ہوں۔ اس منصوبے میں آپ کے بھرپور تعاون کی ضرورت ہے۔ میری تحریر پڑھ کر آپ بھی تحریر کے ذریعے جواب دیں گی۔"

وہ دونوں خاموش ہو گئے۔ پاشا ان سے بہت دور ایک خفیہ پناہ گاہ میں بیٹھا اپنی بیوی اور علی کی باتیں سن رہا تھا۔ ان کے خاموش ہوتے ہی بے چین ہو گیا۔ وہ علی کی اس بات کا معترف تھا کہ فرہاد کی اولاد ایسے وقت پھنستی ہے جب الٹا دشمنوں کو پھانسنے کے لئے پہلے سے جال بچھا چکی ہوتی ہے۔ اس نے دیکھا تھا کہ شی تارا نے نیویارک میں علی کو پھانسنا چاہا اور وہ آسانی سے پھنستا گیا۔ اس کے خفیہ تہ خانے میں جا کر قید بھی ہو گیا لیکن اچانک بازی پلٹ گئی۔

بازی آپ ہی آپ اچانک نہیں پلٹ جاتی' اس کے پیچھے ٹھوس پلاننگ ہوتی ہے۔ جو ہم باپ بیٹوں کی لائن آف ایکشن کا طرۂ امتیاز ہے' پاشا نے نیویارک میں شی تارا کو بہت بڑا نقصان اٹھاتے اور علی کو مکھن کے بال کی طرح اس کی قید سے نکلتے دیکھا تھا۔

اب اس کے اندر کھلبلی پیدا ہو گئی تھی کہ علی اس کی بیوی کے ساتھ مل کر اسے پھانسنے کے لئے کیا منصوبہ بندی کر رہا ہے؟ وہ دونوں بولتے بولتے چپ ہو گئے تھے۔ کاغذ پر تحریر کے ذریعے پلاننگ کی باتیں کر رہے تھے۔ ان کی اس حرکت نے پاشا کے اندر تجسس اور سسپنس کی بارود بھر دی تھی۔

وہ جھنجلا کر انہیں گالیاں دینے لگا۔ بے چینی سے اٹھ کر ٹہلنے لگا۔ اس کی عقل میں یہی بات آ رہی تھی کہ جلد سے جلد علی کو قابو میں نہ کیا تو خود علی کی پھیلائی ہوئی دلدل میں دھنستا جائے گا لیکن اسے قابو میں کرنے کے لئے اس ہوٹل کے کمرا نمبر چار سو بارہ میں جانے کا حوصلہ نہیں تھا۔ یہ خوف سایا ہوا تھا کہ وہاں ان دیکھا جال بچھایا جا چکا ہے۔

اس نے جزیرے میں آتے ہی چند خطرناک مجرموں کو خرید لیا تھا اور ان سے کہا تھا "ہمیشہ میرے وفادار رہو گے تو منہ مانگا معاوضہ دیتا رہوں گا۔ اگر دھوکا دینے کی حماقت کرو گے تو اس حماقت پر پچھتانے کے لئے زندہ نہیں رہو گے۔"

اس نے چھ بدمعاشوں کو عیش کرنے کے لئے یونہی دس دس ہزار ڈالر دیئے تھے اور کہا تھا کہ جب بھی ضرورت ہوگی وہ انہیں بلا لے گا۔ ان کے جانے کے بعد وہ اپنے بند کمرے میں بیٹھ کر ان کی باتیں سننے لگا۔ وہ سب بہت خوش تھے۔ ایک کہہ رہا تھا "موٹی اسامی ہے۔ اس نے کسی کام کے بغیر اتنی بڑی بڑی رقمیں دی ہیں۔ کام کرائے گا تو اس کا معاوضہ ہماری توقع سے زیادہ دے گا۔"

دوسرے نے کہا "یوں رقم لٹانے والے کوئی معمولی کام نہیں لیتے۔ وہ ہم سے قتل کرائے گا۔ خود روپوش رہے گا۔ ہم گرفتار ہوں گے تو کالے پانی کی سزا ہوگی۔ ہمیں مردوں کے جزیرے میں لے جا کر پھینک دیا جائے گا۔ جہاں ہم عورت اور بچوں سے ... کر بوڑھے ہو کر مر جائیں گے۔"

تیسرے نے کہا "کیوں اتنی دور تک سوچ رہے ہو۔ ہم بچے نہیں ہیں۔ اگر وہ کسی کو قتل کرنے کا معاوضہ لاکھوں ڈالر ... گا تو اس سے رقم لیں گے پھر اسے ہی قتل کر کے اس کی رہائش گاہ میں کہیں گاڑ دیں گے۔"

وہ ان کی باتیں سنتا رہا۔ یہ اچھی طرح جانتا تھا کہ بڑے ... صرف بدمعاشی سے ہی قابو میں آتے ہیں۔ اس نے دوسرے ... میں بڑے خطرناک مجرموں کو اپنے اشاروں پر نچایا تھا۔ جہاں ... تھا مختلف ہتھکنڈوں سے ایسے لوگوں کو غلام بنا لیتا تھا۔ اس ... کے ذریعے چھ میں ایک بدمعاش کو مخاطب کیا پھر کہا "آج ... دس بجے میری رہائش گاہ میں آؤ۔ اپنے پانچ ساتھیوں کو بھی ... ایک چھوٹا سا کام ہے جس کا معاوضہ ایک لاکھ ڈالر پیشگی ... کام ہونے کے بعد مزید ایک لاکھ ادا کروں گا۔"

اس نے کہا "یس باس! ہم تو آپ کے غلام ہیں' ضرور ... گے۔"

اس نے ریسیور رکھ کر ساتھیوں کو بلایا اور ان سے کہا ... واقعی موٹا مرغا ہے۔ آج رات دس بجے بلایا ہے۔ کہتا ہے ... چھوٹے سے کام کے پیشگی ایک لاکھ ڈالر دے گا۔"

"ایک لاکھ؟" سب نے حیرانی سے پوچھا۔

"ہاں اور کام ہونے کے بعد مزید ایک لاکھ دے گا۔"

ایک نے کہا "اس میں شبہ نہیں کہ ہمارے ستارے ... ہیں لیکن وہ الو کا پٹھا ہم سے کام کیا کرائے گا؟"

"یار! چھوٹا سا کام کرائے گا۔ کوئی قتل نہیں کرائے گا۔"

"ہاں' اس میں سوچنے اور تشویش میں مبتلا ہونے کی کیا ... ہے۔ وہ ہم سے زبردستی کچھ نہیں کرائے گا۔ ہم چھ ہیں اور وہ ... ہے۔ زیادہ باس بننے کی کوشش کرے گا تو مار مار کر اس کا کچومر ... دیں گے اور جو کچھ اس کے پاس ہے سب اٹھا کر لے آئیں گے۔"

سیاست داں بن کر عوام کو بیوقوف بنانا اور ان پر حکومت کرنا اتنا مشکل نہیں ہوتا' جتنا کہ سرغنہ بن کر بدمعاشوں ... حکومت کرنا ہوتا ہے۔ جھوٹوں' مکاروں' فریبیوں اور قاتلوں ... میں کرنا تقریباً ناممکن ہی ہوتا ہے۔ ان میں سے کوئی کسی وقت ... اپنے سرغنہ کو قتل کر کے خود سرغنہ بن جاتا ہے۔

وہ چھ بدمعاش رات کے دس بجے آئے۔ پاشا نے انہیں ... بڑے ہال میں بلایا۔ اس ہال میں کوئی سامان نہیں تھا۔ بیٹھنے ... لئے ایک کرسی بھی نہیں تھی۔ ان کے ہال میں آتے ہی تاریکی ... چھا گئی۔ اس تاریکی میں پاشا کی آواز ابھری "میں سوئچ آف ... ہے۔ یہاں روشنی نہیں ہو سکے گی۔ البتہ تم لوگ اس گھپ ... اندھیرے میں دو چمکتی ہوئی آنکھیں دیکھ رہے ہو۔"

انہیں وہ آنکھیں نظر آ رہی تھیں ایسا لگ رہا تھا' کوئی خونخوار ... چیتا جنگل کی تاریکی میں گھور کر دیکھ رہا ہو' ایک نے پوچھا "تم نے یہ اندھیرا کیوں کیا ہے؟"

"صرف اندھیرا نہیں کیا ہے۔ یہاں سے باہر جانے کے راستے بھی بند کر چکا ہوں۔ جس دروازے پر جاؤ گے' وہ مقفل ملے گا۔"

"لیکن اس کا مقصد کیا ہے؟"

"مقصد ہے غداروں کو سزا دینا' میں نے کوئی کام کرائے بغیر تم سب کو بھاری رقمیں دیں۔ ساتھ ہی وارننگ بھی دی کہ مجھے دھوکا دینے کی حماقت نہ کرنا۔ ورنہ پچھتانے کے لئے زندہ نہیں رہو گے۔"

"تو تم نے یہاں ہمیں قتل کرنے کے لئے بلایا ہے؟"

"مجھے یہی کرنا چاہئے لیکن ایسا نہیں کروں گا کیونکہ مجھے اس جزیرے میں تمہارے جیسے حرام خوروں کی ضرورت ہے۔ آج میں صرف سزا دوں گا۔"

ایک نے کہا "مسٹر گمنام! تم اس جزیرے میں ہمارے باس بننے آئے ہو۔ ہم پر حکومت کرنا چاہتے ہو لیکن تمہیں ہماری طاقت اور بدمعاشیوں کا اندازہ نہیں ہے۔"

"تم چھ ہو' میں اکیلا ہوں۔ میرے پاس ہتھیار نہیں ہے۔ ایک پنسل چھیلنے والا چاقو بھی نہیں ہے۔ آگے بڑھو' مجھے قتل کرو اور چلے جاؤ۔"

وہ چیتے کی طرح چمکنے والی آنکھیں اچانک غائب ہو گئیں' وہ بولا "یہ نہ سمجھنا' میں بھاگ رہا ہوں۔ میں نے گہرا سیاہ چشمہ پہن لیا ہے تاکہ میری آنکھیں نظر نہ آئیں۔ ویسے تم سب روزِ روشن کی طرح مجھے نظر آ رہے ہو۔ اچھا روکی' تم نے جیب سے پستول نکالا ہے۔ اسے استعمال کرو گے تو دور تک فائرنگ کی آواز جائے گی۔ پولیس والے آ جائیں گے۔ میں بیان دوں گا کہ تم سب ڈاکا ڈالنے میرے گھر میں گھس آئے تھے۔ بری طرح پھنسو گے۔ عقل سے کام لو۔ بے آواز ہتھیار نکالو۔"

روکی سوچ میں پڑ گیا۔ کوئی بدمعاش یہ نہیں چاہتا کہ پولیس کے ہاتھوں میں جائے اور ایک بیرونِ ملک سے آئے ہوئے شخص کی رہائش گاہ میں گھس کر وہ سب مجرم بن گئے تھے۔

پاشا کی آواز ابھری "پیٹر! تم نے چاقو نکالا ہے اور اسے آہستہ آہستہ کھول رہے ہو۔ یہ سمجھداری ہے۔ اسی طرح بے آواز جرم کرنا چاہئے۔ آؤ میری آواز کی سمت بڑھو۔"

وہ ایک اندھے کی طرح سنبھل سنبھل کر بڑھنے لگا۔ پاشا نے جگہ بدل دی۔ روکی کے پیچھے آ کر اس کی کلائی پکڑ لی پھر کہا "میں نے سمجھا دیا تھا کہ پستول استعمال نہ کرو لیکن تم اسے اب تک پکڑے ہوئے ہو۔"

روکی کو پاشا کی جسمانی قوت کا اندازہ نہیں تھا اور نہ ہی یہ جانتا تھا کہ وہ علم الابدان کا ماہر اور طبیب ہے' اس نے اپنے جسم اور دماغ کو مختلف طبی تجربات سے گزار کر فولاد بنا لیا ہے۔ غیر معمولی بصارت سے تاریکی میں دیکھتا ہے اور غیر معمولی سماعت سے ہزاروں میل دور کی آوازیں سن لیتا ہے۔

روکی محسوس کر رہا تھا کہ اس کی کلائی آہنی شکنجے میں آ گئی ہے۔ اس نے پستول کو دوسرے ہاتھ میں لینا چاہا۔ پاشا نے دوسری کلائی بھی جکڑ لی۔ روکی نے کئی داؤ آزما کر پاشا کو اپنے پیچھے سے آگے لانا چاہا تاکہ پستول کے نشانے پر لا سکے لیکن وہ ناکام رہا۔ پاشا نے کلائی کو ایک جھٹکا دیا۔ پستول ہاتھ سے گر گیا' پھر اس نے کہا "میں تمہاری دونوں کلائیاں توڑ سکتا ہوں لیکن تم لوگوں سے کام لینا ہے اس لئے صرف زخمی کروں گا۔"

اس نے اسے آزاد کر دیا پھر اپنے سر سے اس کے سر پر ایک ٹکر ماری۔ روکی کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ تاریکی میں آنکھوں کے سامنے قمقمے جلنے بجھنے لگے۔ وہ چکرا کر گر پڑا۔

ایک ساتھی نے پلٹ کر پوچھا "روکی! کیا ہوا؟"

وہ آواز کی سمت دونوں ہاتھوں سے راستہ ٹٹولتا ہوا آگے بڑھا۔ اس کے منہ پر ایک زبردست گھونسا پڑا۔ یوں لگا جیسے دانت ہل گئے ہوں۔ دوسرا گھونسا ناک پر پڑتے ہی وہ ناک آؤٹ ہو گیا۔

پیٹر کے پیٹ پر لات پڑی تو ہاتھ سے چاقو گر پڑا دوسری ٹھوکر منہ پر لگی۔ وہ لڑکھڑایا پھر پیروں پر کھڑا نہ رہ سکا۔ زمین بوس ہو گیا۔ پاشا کی آواز سنائی دی "چاقو فرش پر تمہارے آس پاس ہے۔ اسے تلاش کرتے رہو۔"

اس نے باقی تین کی بھی اچھی خاصی پٹائی کی۔ سب ہی کو ہاتھ جوڑنے اور گڑگڑانے پر مجبور کر دیا۔ وہ تاریکی میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر رحم کی بھیک مانگ رہے تھے اور آئندہ وفاداری کی قسمیں کھا رہے تھے۔

تھوڑی دیر بعد وہ ہال روشن ہو گیا۔ وہاں اب پاشا نہیں تھا۔ وہ سب ایک دوسرے کو دیکھ کر تکلیف سے کراہ رہے تھے۔ کسی کی آنکھیں سوج گئی تھیں۔ کسی کے ہونٹ پھول گئے تھے۔ باچھوں سے لہو رِس رہا تھا۔ کسی کی ناک کی ہڈی چٹخ گئی تھی اور کسی کا سر پھوڑے کی طرح دُکھ رہا تھا۔ ان کا پستول اور چاقو وغیرہ قریب ہی فرش پر پڑے ہوئے تھے۔

پھر پاشا کی آواز سنائی دی۔ وہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس کی آواز ہال میں گونج رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا "میں نے نمونے کے طور پر یہ تھوڑی سی سزا دی ہے۔ آئندہ ہاتھ پاؤں توڑ کر اپاہج بنا دوں گا۔ لہٰذا وفاداری کی قسمیں کھانے کے بعد وفادار ہی رہو۔ غداری بہت مہنگی پڑے گی۔"

روکی نے کہا "ہمیں معاف کر دو۔ آخر تم نے یہ سزا ہمیں کیوں دی ہے۔ ہمیں ہمارا قصور تو بتاؤ۔"

اس نے کہا "روکی! تم کہہ رہے تھے کہ مجھے قتل کر کے میری ہی رہائش گاہ میں مجھے کہیں گاڑ دو گے۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"یہ جھوٹ ہے۔ میں نے ایسا نہیں کہا ہے؟"

"اپنی زبان سے کہی ہوئی باتوں سے انکار کرو گے تو میں آؤں گا اور تمہارا منہ توڑ دوں گا۔ جو کہا ہے اس سے انکار نہ کرو۔"

"نہیں۔ پلیز تم ہمارے پاس مت آؤ۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ تمہارے خلاف ایسا کہا تھا۔"

اس نے کہا "اور پیٹر! تم نے کہا تھا' تمہارے ستارے عروج پر ہیں لیکن وہ الّو کا پٹھا ہم سے کام کیا کرائے گا۔ تم نے مجھے الّو کا پٹھا کہا تھا۔"

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا "مجھ سے بھول ہو گئی۔ آئندہ آپ کے خلاف کبھی ایسی باتیں نہیں کروں گا۔"

"اور ہڈسن! تم نے کہا تھا کہ تم چھ ہو اور میں ایک ہوں۔ زیادہ باس بننے کی کوشش کروں گا تو مار مار کر میرا کچومر نکال دو گے۔"

"ہاں' میں نے کہا تھا۔ مجھے معاف کر دو پھر کبھی گستاخی نہیں کروں گا۔ اتنا بتا دو کہ کیا تم کوئی پُراسرار علم یا جادو جانتے ہو؟"

دوسرے نے کہا "ہم نے یہ باتیں ایسی جگہ کی تھیں جہاں ہمارے سوا کوئی نہیں پہنچ سکتا تھا۔ وہ ہمارا خفیہ اڈا ہے۔ تم نے ہماری باتیں کیسے سن لیں؟"

"میرا ایک ہم زاد ہے۔ وہ میرے ساتھ پیدا ہوا تھا لیکن کسی کو نظر نہیں آتا ہے۔ میں نے اسے تم لوگوں کے درمیان رہنے کو کہا ہے۔ وہی مجھے تمہاری تمام گفتگو سناتا ہے۔"

"تم کون ہو؟ اپنے متعلق کچھ بتاؤ؟"

پاشا نے کہا "پاسپورٹ اور شناختی کاغذات پر میرا نام مارکو سولو ہے۔ لہٰذا یہی میرا نام ہے۔ میں جس ملک میں جاتا ہوں' وہاں کے چھٹے ہوئے بدمعاشوں کو اپنا مطیع و فرمانبردار بنا لیتا ہوں۔ تم لوگ بھی میری اطاعت کرو گے۔ ورنہ دنیا سے جاؤ گے۔ اب یہاں سے جاؤ۔ دروازوں کے لاک کھل چکے ہیں۔"

وہ سب تکلیف سے کراہتے ہوئے دروازے کھول کر باہر آ گئے۔ ایک نے کہا "میں یقین سے کہتا ہوں' مسٹر مارکو سولو ٹیلی پیتھی جانتے ہیں اور ہمارے ذہنوں میں آ کر ہماری خفیہ باتیں سن لیتے ہیں۔"

دوسرے نے کہا "وہ کچھ بھی جانتے ہوں کچھ بھی کرتے ہوں' ہمیں ان کے خلاف نہ بولنا چاہئے' نہ سوچنا چاہئے۔ روکی' تم کیا کہتے ہو؟"

وہ بولا "مجھ سے نہ پوچھو۔ مجھے نیند آ رہی ہے۔ میں تو سونے جا رہا ہوں۔"

وہ ان سے رخصت ہو کر دوسرے راستے پر آ گیا۔ ایک جگہ چھپ کر دیکھنے لگا کہ کوئی تعاقب کر رہا ہے یا نہیں؟ جب اطمینان ہو گیا تو وہاں سے نکل کر پولیس اسٹیشن آ گیا۔ انسپکٹر نے اسے دیکھ کر کہا "کہو روکی! پچھلے کئی ماہ سے تم نے کوئی واردات نہیں کی۔ کیسے گزارہ ہو رہا ہے؟"

"جناب' آپ نے سیدھے راستے پر چلنے کا حکم دیا۔ میں ا[...] رہا ہوں۔ آپ نے یہ بھی کہا تھا کہ مجرموں کی نشاندہی کرو گے [...] انعام ملے گا۔"

"بے شک قانون کا ہاتھ مضبوط کرنے والے انعام کے م[...] ہوتے ہیں۔"

وہ قریب آ کر بولا "ہمارے جزیرے میں ایک پُراسرار [...] آیا ہے۔ پاسپورٹ کے مطابق اس کا نام مارکو سولو ہے۔ وہ یہ[...] کے چھٹے ہوئے بدمعاشوں کو اپنی دولت اور طاقت سے اپنا تابع[...] بنا رہا ہے۔"

"اس نے تمہیں کتنی رقم دی ہے؟"

"صبح دس ہزار ڈالر دیئے تھے۔ میں نے چار ہزار قر[...] خواہوں کو دے دیئے' یہ چھ ہزار آپ کو پیش کر رہا ہوں۔ اس [...] سے کچھ مجھے انعام کے طور پر دے دیجئے۔"

انسپکٹر نے چھ ہزار گنے پھر اسے ایک ہزار دے کر پانچ ہز[ار] اپنی جیب میں رکھتے ہوئے پوچھا "اور کتنے بدمعاشوں نے اس [...] رقم لی ہے؟"

روکی نے اپنے ساتھیوں کے نام بتا کر کہا "جناب! پہلے آپ مارکو سولو کو قابو میں کریں۔ وہ ہماری یہ باتیں سن رہا ہے۔"

"کیسے سن رہا ہے؟ کہاں ہے وہ؟"

"وہ سی سائیڈ ویو کے ایک بنگلے میں ہے لیکن اس کا ہم زا[د] ہمارے قریب ہے۔ ہم اسے دیکھ نہیں سکتے لیکن وہ ہمیں دیکھ رہا ہے' ہماری باتیں سن رہا ہے۔"

"وہاٹ اے نان سنس۔ میں ایسی بکواس پر یقین نہیں کرتا۔"

اس نے اپنے ایک ماتحت افسر کو بلایا۔ اس سے کہنا چاہتا تھا کہ وہ روکی کے تمام ساتھیوں کو پکڑ کر لائے' آج ہر ایک سے پانچ پانچ ہزار ڈالر کی آمدنی ہونے والی تھی لیکن ماتحت کو حکم دینے سے پہلے ہی فون کی گھنٹی نے متوجہ کر لیا۔ اس نے ریسیور اٹھا کر پوچھا "ہیلو' کون ہے؟"

آواز آئی "میں تمہارا دوست ہوں۔ میرا نام مارکو سولو ہے۔ ابھی تمہارے سامنے میرا ذکرِ خیر ہو رہا ہے۔"

"اچھا تو تم ہو۔"

"ہاں تمہارے لئے بہت مالدار اسامی ہوں۔ دوستی کرو گے تو بے حساب ڈالر سے کھیلتے رہو گے۔ یہ غلط نہیں ہے کہ میرا ہم زاد تمہارے قریب موجود ہے۔ تم فون بند کر کے اپنے لوگوں سے جو بھی بات کہو گے' وہ میں لفظ بہ لفظ سنا دوں گا۔ مجھے آزما لینے میں حرج کیا ہے۔ میں ٹھیک ایک منٹ بعد فون کروں گا اور ہاں اپنے ماتحت کو ان پانچ غنڈوں کے پاس نہ بھیجنا۔ ان سے جو پچیس ہزار ڈالر تمہیں مل سکتے ہیں' وہ میں ادا کروں گا۔"

"تم کیسے جانتے ہو کہ میں اپنے ماتحت کو ان کی گرفتاری کے لئے بھیجنے والا ہوں؟"

"روکی بتا چکا ہے۔ میں بھی کہہ چکا ہوں کہ میرا ہم زاد تمہارے قریب موجود ہے' وہ مجھے بتا رہا ہے۔ اس لئے کہتا ہوں پھر ایک بار آزما لو۔"

"اچھی بات ہے' ایک منٹ بعد فون کرو۔"

اس نے ریسیور رکھ کر ماتحت سے کہا "تم جاؤ۔ میں بعد میں بلاؤں گا۔"

ماتحت چلا گیا' روکی نے گھبرا کر پوچھا "کیا مارکو سولو تھا؟"

"ہاں' ابھی پھر فون کرے گا اور بتائے گا کہ ابھی ہم کیا باتیں کرتے رہے ہیں۔"

"جناب! وہ بتا دے گا۔ اس کا ہم زاد ہماری باتیں اسے بتا رہا ہے' وہ اس بار مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔ پلیز' مجھے حوالات میں بند کر دو۔ سپاہیوں سے کہہ دو اسے یہاں نہ آنے دیں۔"

"بکواس مت کرو۔ یہ پولیس اسٹیشن ہے' یہاں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ اس کے متعلق کچھ اور بتاؤ۔"

"کیا بتاؤں۔ وہ گہری تاریکی میں صاف طور پر دیکھ لیتا ہے۔ اس کا ہم زاد اسے اندھیرے میں دکھاتا ہے۔ وہ انتہائی طاقتور ہے۔ فولاد کا بنا ہوا لگتا ہے۔ اس نے میری کلائی پکڑی تو بس یہ ٹوٹنے سے رہ گئی۔ وہ نہ چھوڑتا تو یہ ٹوٹ جاتی۔"

"تم اسے سپرمین بنا رہے ہو۔"

"جناب! وہ سپرمین سے بھی کچھ زیادہ ہی ہے۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ انسپکٹر نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا۔ پاشا کی آواز آئی "میں دشمنوں کے لئے سپرمین ہوں اور دوستوں کے لئے ایک اچھا انسان۔"

پھر وہ انسپکٹر اور روکی کے درمیان ہونے والی گفتگو کا ایک ایک لفظ سنانے لگا۔ انسپکٹر حیرانی سے سننے کے بعد بولا "میں مانتا ہوں۔ یہاں تمہارا ہم زاد موجود ہے۔ مجھے تم سے دوستی کر کے فخر حاصل ہو گا۔"

"میں نے تمہارے لئے یہاں ایک لاکھ ڈالر رکھے ہیں لیکن آنے سے پہلے روکی کو ٹارچر سیل میں لے جا کر ایسی اذیتیں دو کہ وہ زمین پر گھسٹتا ہوا میرے قدموں میں آئے۔"

"اچھی بات ہے۔ میں تمہاری یہ خواہش پوری کر کے ابھی آتا ہوں۔"

اس نے ریسیور رکھ کر اپنے ماتحت افسر اور سپاہیوں کو بلایا۔ جب وہ حاضر ہوئے تو ان سے کہا "مسٹر روکی کو ڈرائنگ روم میں لے چلو۔"

دنیا کی تقریباً ہر پولیس ڈیپارٹمنٹ میں ٹارچر سیل (عقوبت خانہ) کو ڈرائنگ روم کہا جاتا ہے۔ وہاں روکی کی جیسی پٹائی ہوئی اور اسے جیسی اذیتیں پہنچائی گئیں' اس کے نتیجے میں وہ توبہ توبہ کرتا رہا اور رحم کی بھیک مانگتا رہا۔ اس دن کے بعد جزیرے کے تمام جرائم پیشہ افراد کو یہ معلوم ہو گیا کہ مارکو سولو بہت ہی پہنچا ہوا خطرناک شخص ہے۔ پولیس اور مجرموں کو خریدنے کے لئے دونوں ہاتھوں سے دولت لٹا رہا ہے اور جو خریدے نہیں جاتے' سرکشی کرتے اور دھوکے دیتے ہیں' انہیں وہ اپاہج بنا کر چھوڑ دیتا ہے۔

اس نے صرف چار دنوں میں ہی بڑے بڑے سرکاری افسران اور خطرناک جرائم پیشہ افراد کو خرید کر اپنا تابعدار بنا لیا تھا۔ اس نے اپنی دولت کا اور غیر معمولی صلاحیتوں کا اس انداز سے مظاہرہ کیا تھا کہ کوئی اس کے سامنے سر اٹھا کر اونچی آواز میں نہ بولتا تھا۔ سب ہی اس کے خلاف کچھ سوچنے سے پہلے ہی خوف سے لرز جاتے تھے۔

یہاں رہ کر اب وہ شی تارا اور سربا سے بھی نمٹ سکتا تھا لیکن علی تیمور نے آ کر پریشانیوں میں مبتلا کر دیا تھا۔ جب اس نے یہ سنا کہ علی نے اسے پھانسنے کا کوئی منصوبہ بنایا ہے اور وہ مریم سے تحریر کے ذریعے منصوبے کے متعلق تبادلۂ خیال کر رہا ہے تو وہ بے چین ہو گیا۔ اسے اپنی بیوی پر بھی غصہ آ رہا تھا کہ وہ علی کے ساتھ مل کر اسے پھانسنے کی کوشش کر رہی تھی۔

وہ کسی پولیس یا دوسرے سرکاری افسر کو علی کے خلاف کارروائی کرنے پر مجبور کر سکتا تھا لیکن یہ اندیشہ تھا کہ علی کے دماغ میں آنے والے رشتے دار ان سرکاری افسروں اور پولیس والوں کے دماغوں پر قبضہ جما لیں گے پھر اسی کے خلاف انہیں استعمال کریں گے۔

اس نے ایک اعلیٰ افسر سے پوچھا "یہاں یوگا میں مہارت رکھنے والے کتنے لوگ ہیں؟ مجھے ایسے دو چار دس افراد کی ضرورت ہے۔"

افسر نے چند گھنٹوں میں ایسے افراد مہیا کرنے کا وعدہ کیا۔ پاشا کی بے چینی بڑھتی جا رہی تھی۔ اس نے فون کے ذریعے مریم کو مخاطب کیا۔ غصے سے گرجتے ہوئے پوچھا "تم میری بیوی ہو یا اس چھوکرے کی؟"

وہ بولی "بکواس مت کرو۔ وہ میرا بیٹا ہے۔"

"یہ کیسا بیٹا ہے جو ماں سے مل کر باپ کو پھانسنا چاہتا ہے۔"

"ہم ماں بیٹے تمہاری عاقبت سنوارنا چاہتے ہیں۔ تم ساری دنیا پر تنہا حکومت کرنے کا خواب دیکھ رہے ہو۔ اس بڑھاپے میں جوان لڑکیوں کے ساتھ منہ کالا کر رہے ہو۔ گناہوں سے باز آ جاؤ اور بابا صاحب کے ادارے میں رہ کر عزت اور شہرت حاصل کرو۔"

"میں نے تمہاری نصیحتیں سننے کے لئے فون نہیں کیا ہے۔"

"پھر کس لئے یاد آئی ہوں۔"

"مجھے یہ بتاؤ' علی نے مجھے پھانسنے کے لئے کیا منصوبہ بنایا ہے؟"

"تمہیں بتانا ہوتا تو وہ زبان سے گفتگو کرتا۔ ہم تحریر کی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

مشکلات میں نہ پڑتے۔"

"تم میری شریکِ حیات ہو۔ تمہیں اپنے مجازی خدا سے کوئی بات چھپانا نہیں چاہئے۔"

"مجازی خدا ہو تو شریکِ حیات کو اپنے پاس بلاؤ۔ تمہیں شرم نہیں آتی، مجھے گھر گھر بھٹکا رہے ہو۔"

"میں نے بھٹکنے کا مشورہ نہیں دیا تھا۔ استنبول واپس جاؤ۔"

"میں ارادے کی پکی ہوں۔ تمہیں ساتھ لے کر جاؤں گی۔"

"یہ کیوں نہیں کہتیں کہ مجھے فرہاد کا غلام بنانا چاہتی ہو۔"

"کیا ایسا شخص پیش کر سکتے ہو جسے فرہاد نے غلام بنایا ہو۔"

"اس نے شی تارا کے بھائی سرنا کو قیدی بنا کر رکھا ہے۔"

"یہ سفید جھوٹ ہے۔ میری بھی مت ماری گئی ہے۔ ایک جھوٹے شوہر سے ثبوت مانگ رہی ہوں۔"

"مریم! میرا وقت برباد نہ کرو۔ کیا تم نے علی کو دل سے بیٹا نہیں بنایا ہے؟"

"بے شک میں اسے جان سے زیادہ چاہتی ہوں۔"

"تو پھر اس کی جان بچاؤ۔ اسے یہاں سے فوراً لے جاؤ۔ ورنہ چند گھنٹوں کے بعد تم اس کی لاش دیکھو گی۔"

"تمہارے منہ میں خاک۔ وہ یہاں سے ایسے بھیس میں گیا ہے کہ اس کے پاسپورٹ پر مہر لگانے والے بھی اسے پہچان نہیں سکیں گے۔"

"وہ کہاں گیا ہے؟"

"میں نہیں جانتی۔"

"اس کا منصوبہ کیا ہے؟"

"وہ منصوبہ ساتھ لے گیا ہے۔"

"اس نے تمہیں بتایا ہے۔"

"بتایا ہوتا تو تم سن لیتے۔"

"مجھے غصہ نہ دلاؤ۔ اس نے لکھ کر تمہیں بتایا ہے۔"

"وہ لکھا ہوا کاغذ لے گیا ہے۔"

"تم نے اسے پڑھا تو ہے نا؟"

"ہاں مگر پڑھنے کے بعد بھول گئی۔"

"مریم! میں تمہارا خون پی جاؤں گا۔"

"خون پینے کے لئے ہی آؤ، آؤ تو سہی۔"

وہ غصہ سے ریسیور پٹخ کر دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بولا "اوہ خدایا! میں اس عورت کا کیا بگاڑوں؟ اتنی بوڑھی ہو گئی ہے کہ طلاق دیتے ہوئے بھی شرم آئے گی۔"

وہ تھوڑی دیر تک سر تھامے آنکھیں بند کر کے سوچتا رہا پھر اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ مریم نے کہا تھا کہ علی بھیس بدل کر کہیں چلا گیا ہے۔ اب یہ فکر لاحق ہو گئی کہ بھیس بدل کر کہاں گیا ہے؟ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ اسی کی طرف آ رہا ہے۔ اس کے ٹھکانے پر پہنچ گیا ہے اور چھپ کر اسے دیکھ رہا ہے۔

کوئی موت سے بھی ایسے نہیں ڈرتا جیسے وہ میرے بیٹے سے ڈر رہا تھا۔ دشمنی کرنے والوں کے دلوں میں یہ بات بیٹھ گئی تھی کہ موت کے آنے کا کوئی دن مقرر ہوتا ہے۔ ہمارے آنے کا کوئی وقت مقرر نہیں ہوتا۔ ہم کسی وقت بھی کسی بھی سمت سے ڈرامائی انداز میں چلے آتے ہیں۔

وہ سوچ رہا تھا اگر آج رات تک علی کو کالے پانی نہ بھیج سکا تو خود اس جزیرے سے بھاگ جائے گا۔ خود کو خوف و دہشت کے عذاب میں مبتلا نہیں رکھے گا۔

گھنٹی کی آواز سنتے ہی وہ خوف سے اچھل پڑا۔ اس نے دروازے کی سمت دیکھا، وہ کال بیل کی نہیں، فون کی گھنٹی کی آواز تھی۔ اس کی جان میں جان آئی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگا کر پوچھا "ہیلو، کون ہے؟"

اعلیٰ افسر کی آواز سنائی دی "ہیلو مسٹر بارکو سولو! چار یوگا کے ماہر مل چکے ہیں۔ میں نے آپ کے پتے پر انہیں بھیج دیا ہے۔ آپ کے پاس پہنچنے والے ہیں۔"

"شکریہ آفیسر! ایک کام اور کریں۔ فرہاد علی تیمور کا بیٹا تیمور اس جزیرے میں ہے۔ دونوں باپ بیٹے بہت خطرناک ہیں۔ جو ان سے باتیں کرتا ہے، وہ اس کے دماغ میں گھس جاتے ہیں۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "میں نے امریکا میں فرہاد کا بہت نام سنا ہے۔ اگر اس کا بیٹا یہاں ہے تو اسے گرفتار کر کے امریکی حکام کے حوالے کرنے سے ہمارے جزیرے کو اربوں ڈالر کی امداد ملے گی۔"

پاشا نے کہا "اتنے اونچے نہ اڑو۔ امریکی امداد حاصل ہونے سے پہلے ہی فرہاد اس جزیرے کو سمندر میں غرق کر دے گا۔ میں جو کہہ رہا ہوں، اسے رازداری سے کرو۔"

"ٹھیک ہے۔ بولو کیا چاہتے ہو؟"

"میری بیوی مریم کے ساتھ جو نوجوان آیا ہے، اس کا ریکارڈ امیگریشن آفس میں چیک کرو۔ وہ کس نام اور کس بھیس میں آیا ہے۔ اس کی موجودہ صورت کیسی ہے؟"

"میں سمجھ گیا۔ اس طرح ہم آسانی سے اسے ڈھونڈ لیں گے۔"

پاشا نے کہا "یہ اتنا آسان نہیں ہے۔ وہ گلیکسی ہوٹل سے بھیس بدل کر میری تلاش میں نکلا ہے۔ اسے پہچاننے میں ذرا دشواری ہو گی لیکن جزیرے کے پچاس ہزار افراد کے درمیان وہ زیادہ دیر چھپ نہیں سکے گا۔ ایک اجنبی ہزاروں میں پہچانا جائے گا۔"

پاشا نے پھر کچھ سوچ کر کہا "پولیس والے وردی پہن کر اسے تلاش نہ کریں۔ فرہاد کو یہ معلوم نہیں ہونا چاہئے کہ یہاں کی پولیس نے علی کو مُردوں کے جزیرے میں پہنچایا ہے۔"

افسر نے پوچھا "کیا تم اسے مُردوں کے جزیرے میں پہنچانا چاہتے ہو؟"

"ہاں۔ میں چاہتا ہوں کہ فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی علی کو اس جزیرے سے نکال لانے میں مصروف ہو جائیں۔ اسے جزیرے سے ٹیلی پیتھی کے ذریعے نکال لانا آسان نہیں ہو گا۔ میں بھی یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ مجھ سے ٹکرانے کا انجام کیا ہوتا ہے۔ فرہاد اور پارس اس کی رہائی کے لئے ضرور یہاں آئیں گے۔ ہم بڑی رازداری سے ان سے بھی نمٹ لیں گے۔"

"آپ جو کہہ رہے ہیں، وہ ہم کریں گے لیکن آپ اس خطرناک ٹیلی سے ٹکرانے کا خطرہ مول لے رہے ہیں۔"

"مجھے خطرات سے کھیلنے کا شوق ہے۔ میری پلاننگ یہ ہے کہ آپ سپاہیوں کو سادہ لباس میں رکھیں اور ان کی چار ٹیمیں بنائیں۔ ہر ٹیم کا لیڈر ایک یوگا کا ماہر ہو گا۔ وہی یہاں کے ہر اجنبی سے گفتگو کر کے علی تک پہنچے گا۔ ڈیوٹی کے دوران تمام سپاہی گونگے بنے رہیں گے۔ انہیں اچھی طرح تاکید کریں۔ اگر وہ کم از کم بارہ گھنٹے تک گونگے بن کر نہ رہے تو علی کے ٹیلی پیتھی جاننے والے سب کے دماغوں میں گھس کر اپنا قبضہ جما لیں گے۔"

وہ ہر پہلو سے ٹھوس اقدامات کر رہا تھا۔ چار یوگا جاننے والوں کو اچھی طرح پرکھ کر مطمئن ہو گیا تھا۔ اعلیٰ افسر نے دس دس سپاہیوں کی چار ٹیمیں بنائیں۔ ایک ایک یوگا جاننے والا ہر ٹیم کا لیڈر مقرر کیا گیا۔ ان سب نے غنڈوں، موالیوں کا حلیہ بنایا تھا تاکہ مریم اور علی انہیں سپاہیوں کے طور پر نہ پہچان سکیں۔

وہ سب علی کو تلاش کرنے پورے جزیرے میں پھیل گئے۔ وہاں کی آبادی اتنی ہی تھی، جتنی کسی چھوٹے سے شہر کی ہوا کرتی ہے۔ انہیں جس پر بھی شبہ ہوتا تھا، اس کے متعلق تحقیقات کرتے تھے کہ وہ کون ہے اور کہاں سے آیا ہے۔ اینٹی میک اپ لینس کے ذریعے دیکھتے تھے کہ اجنبی کا چہرہ اصلی ہے یا میک اپ زدہ ہے۔

ایسی منظم تلاش جاری رکھنے کے باعث دوپہر تک دو چار روپوش رہنے والے مجرم گرفتار ہو گئے لیکن علی کا سراغ نہیں ملا۔ پاشا تھوڑے تھوڑے وقفے سے مریم کی طرف توجہ دیتا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ علی اور مریم کسی نہ کسی وقت ایک دوسرے سے رابطہ کریں گے یا کوئی ایسی غلطی کریں گے جو علی کے گلے کا پھندا بن جائے گی۔

شام کے وقت مریم کی آواز سنائی دی۔ وہ جزیرے کے ایک بازار میں تھی۔ کسی دکاندار سے کریم پاؤڈر اور نیل پالش طلب کر رہی تھی پھر پاشا چونک گیا۔ وہ آخر میں شیونگ ریزر خرید رہی تھی۔ شیونگ کریم بھی لے رہی تھی۔ ظاہر ہے یہ چیزیں کسی مرد کے لئے لے جا رہی تھی اور وہ مرد علی تھا۔ بھلا وہ اور کسی کے لئے یہ سامان کیوں خریدے گی؟

اس نے تلاش کرنے والی ایک ٹیم سے کہا "فوراً میرے ساتھ چلو۔ جسے ہم جزیرے میں ڈھونڈتے پھر رہے ہیں، وہ گلیکسی ہوٹل کے کمرا نمبر چار سو بارہ میں ہے۔"

وہ ہوٹل کی طرف چل پڑا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ مریم اور علی نے اسے الو بنایا ہے اور اسے یہ کہہ کر دھوکا دیا ہے کہ علی بھیس بدل کر کہیں گیا ہے تاکہ وہ اپنے آدمیوں کے ساتھ اسے ہر جگہ تلاش کرتا پھرے مگر ہوٹل میں نہ آئے۔ اس طرح وہ بھٹک رہا تھا اور علی ہوٹل میں آرام کر رہا تھا۔

سادہ لباس میں رہنے والے سپاہیوں نے ہوٹل کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ پاشا چار مسلح افراد کے ساتھ ہوٹل کے اندر آ کر بیٹھ گیا اور مریم کی واپسی کا انتظار کرنے لگا۔ وہ تھوڑی دیر بعد بازار سے واپس آ گئی۔ زینے کے راستے اوپر جانے لگی۔ چوتھے فلور پر اس کا کمرا تھا۔ اس نے کمرے کے پاس آ کر پرس کھولا پھر اس میں سے چابی نکالی۔ جھک کر دروازہ کھولنے لگی۔ اسی وقت پاشا کی آواز سن کر چونک گئی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "اچھا تو اس بدمعاش بناسپتی بیٹے کو تالے چابی میں چھپا کر رکھتی ہو؟"

اس نے حیرانی اور پریشانی سے پاشا کو دیکھا اور پھر کہا "آواز میرے شوہر کی ہے مگر صورت وہ نہیں ہے۔ کیا تم نے بھیس بدلا ہوا ہے؟"

"ہاں، جب اپنی ہی بیوی دشمنوں کا ساتھ دے تو شوہر کو شرم سے منہ چھپانا پڑتا ہے۔"

وہ اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی "پہلے مجھے یقین کرنے دو کہ تم ہی میرے جسم و جاں کے مالک ہو۔"

وہ تھوڑی دیر تک پاشا سے لگی رہی۔ اکثر بیویاں اپنے مرد کی قربت سے اور اس کی انجانی مہک سے اندھیرے میں بھی اسے پہچان لیتی ہیں۔ مریم پورے یقین کے ساتھ اسے پہچانتے ہی رونے لگی "ہائے زندگی بھر ساتھ دینے کا وعدہ کر کے بڑھاپے میں کیوں چھوڑ دیا ہے؟ کیوں اتنے سنگ دل ہو گئے ہو؟"

"میری جان! میری مریم! میں سنگدل نہیں ہوں۔ آج بھی تم سے پہلے دن کی طرح پیار کرتا ہوں۔"

"پھر مجھے کیوں بھٹکا رہے ہو۔"

"یہ میری حکمتِ عملی ہے۔ میں تمہارے ذریعے دشمنوں کو پھانس رہا ہوں۔ یہی دیکھو کہ علی نے تمہارے ذریعے مجھے گمراہ کرنا چاہا تاکہ میں پورے جزیرے میں اسے تلاش کروں اور وہ تمہارے پاس اس کمرے میں چھپا رہے۔"

"میں نے تم سے کہا تھا۔ وہ بھیس بدل کر یہاں سے چلا گیا ہے۔"

"دروازہ کھولو۔ ابھی سچ سامنے آ جائے گا۔"

"تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ علی یہاں چھپا ہوا ہے؟"

"تم سے چوک ہو گئی مریم! تم بازار میں جا کر اس کے لیے شیونگ کریم اور ریزر خرید رہی تھیں۔ میں تمہاری آواز سن رہا تھا۔"

"اس طرح تم نے یہ چوری پکڑ لی کہ میں یہ مردانہ سامان علی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کے لیے خرید رہی ہوں۔"

"ہاں! میں تم سے بھول ہوگئی۔"

وہ خوش ہو کر بولی "آفریں ہے فرہاد اور اس کے بیٹوں پر۔ ان کی ذہانت اور حکمت عملی کا جواب نہیں ہے۔ علی نے تحریر کے ذریعے یہی منصوبہ مجھے سمجھایا تھا کہ پہلے میں تم سے کہوں کہ وہ بھیس بدل کر چلا گیا ہے پھر شام تک بازار جا کر شاپنگ کا سامان خریدوں۔ تم اس فریب میں آجاؤ گے اسے پکڑنے یہاں دوڑے آؤ گے تو مجھے میرا شوہر مل جائے گا۔ دیکھو اور سمجھو وہ کیسا بیٹا ہے۔ اس نے ماں کو اس کے مجازی خدا سے ملا دیا۔"

وہ دروازہ کھول کر بولی "اپنے ان موالیوں سے کہو اندر جا کر تلاشی لیں۔ علی نہ ملے تو شرافت سے واپس چلے جائیں، تم نہیں جاؤ گے۔"

اس کے ساتھ آنے والے تلاشی لینے اندر چلے گئے۔ وہ حیرانی سے اور بے یقینی سے بولا "کیا وہ نہیں ہے؟ یہ اس کی چال ہے؟"

وہ کچھ نہ بولی، مسکراتی رہی، اندر جانے والوں نے باہر آ کر کہا۔ "باس! کمرے میں کوئی نہیں ہے۔ ہم نے باتھ روم میں بھی دیکھ لیا ہے۔"

پاشا نے کہا "چلو یہاں سے۔"

وہ جانا چاہتا تھا۔ مریم نے اس کا بازو تھام کر کہا "تم نہیں جاؤ گے، میں نے بڑی مدت کے بعد تمہیں پایا ہے۔"

وہ ایک جھٹکے سے بازو چھڑا کر بولا "کیا میں پاگل ہوں کہ اس کے جال میں پھنسنے کے لیے تمہارے پاس رہ جاؤں؟"

"وہ تو تم پھنس چکے ہو پاشا۔ اب جہاں بھی جاؤ گے علی کی نظروں میں رہا کرو گے۔"

وہ جاتے جاتے رک گیا۔ پریشان ہو کر بولا "وہ کہاں ہے؟"

"پہلے کمرے میں آؤ۔ آرام سے بیٹھ کر اس کی آواز سنو، وہ تم سے کچھ کہہ رہا ہے۔"

اس نے سوچتی ہوئی نظروں سے مریم کو دیکھا۔ عقل نے یہی سمجھایا کہ علی سے باتیں کرے اور یہ معلوم کرے کہ اس کے گرد گھیرا تنگ کرتے کرتے خود اس کے جال میں کس حد تک پھنس گیا ہے۔

اس نے اپنے لوگوں سے کہا "یہاں آس پاس کڑی نظر رکھو۔ وہ کہیں قریب ہی چھپا ہوا ہے، میں تھوڑی دیر بعد رابطہ کروں گا۔"

وہ مریم کے ساتھ کمرے میں آیا۔ مریم نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا پھر کہا "آرام سے بیٹھ کر میرے بیٹے سے باتیں کرو۔"

"تمہارا بیٹا جہاں بھی ہے، اسے کیسے معلوم ہوگا کہ میں اسی لمحے اسے مخاطب کرنے والا ہوں۔"

"وہ علی ہے۔ بہت پہنچا ہوا بندہ ہے۔ تم جیسے ہی اسے آواز دو گے وہ تم سے بولنے لگے گا۔"

"میں خوب سمجھ رہا ہوں۔ اس کا کوئی ٹیلی پیتھی تمہارے دماغ میں ہے۔ وہ تمہارے ذریعے مجھے دیکھ رہا ہے۔ ابھی میں علی کو مخاطب کروں گا" وہ خیال خوانی کے ذریعے ... گا کہ میں اس کی آواز سن رہا ہوں لہٰذا اسے بولنا چاہیے۔"

"میرے پیارے مجازی خدا! تم بہت سمجھ دار ... گئے ہو گے کہ دشمن، فرہاد اور اس کے بیٹوں کو جتنا کم ... اس کے بعد بھی سمجھنے کے لیے بہت کچھ رہ جاتا ہے۔"

وہ سوچ میں پڑ گیا۔ مریم نے کہا "کیا تمہارے جیسے ... سمجھ میں یہ آیا تھا کہ تم علی کو پھانسنے کے لیے خود یہاں دوڑے چلے آئے ہو۔ وہ کیسی نفسیاتی چالیں چلتے ہیں رفتہ رفتہ معلوم ہوگا۔"

وہ اٹھ کر بولا "میں اس سے بات نہیں کروں گا۔ تھوڑی دیر رہ گیا تو اور زیادہ دلدل میں دھنستا جاؤں گا۔"

"باہر جانے سے پہلے یہ تو سن لو کہ باہر کیا ہو رہا ہے؟"

اس نے پوچھا "کیا ہو رہا ہے؟"

وہ ہاتھ اٹھا کر بولی "فائر۔"

چند سیکنڈ کے بعد ہی باہر سے فائرنگ کی آوازیں آ... ایک اندازے کے مطابق ہوٹل کے اندر اور باہر گولیاں ... تھیں۔ پاشا سر جھکا کر توجہ سے اپنے آدمیوں کی آواز... اسے اپنے لوگوں کی آوازیں باری باری سنائی دے رہی ... جوابی فائرنگ کرتے ہوئے وہاں سے بھاگ رہے تھے ... خاموشی چھا گئی۔

پاشا سر جھکائے ہمہ تن گوش تھا۔ اسے یوگا جاننے ... آواز سنائی دی۔ وہ اپنے ایک ساتھی سے کہہ رہا تھا "ہم ... بھاگ کر آگئے ہیں لیکن مسٹر مارکوسولو ہوٹل کے اسی کمرے ...

ساتھی کی آواز آئی "مسٹر مارکوسولو غیر معمولی صلاحیتوں کے حامل ہیں۔ وہ بھی اپنی جان بچا کر آجائیں گے۔"

پاشا نے سر اٹھا کر مریم کو دیکھا۔ مریم نے پوچھا "کہو، تحریری منصوبہ کیسا رہا؟"

وہ شکست خوردہ سا ہو کر بولا "میں علی سے باتیں کروں گا۔"

"ضرور کرو۔ وہ تمہارا منتظر ہے۔"

"میں اپنی غیر معمولی سماعت سے اس کی آواز سنا... لیکن وہ میری باتیں کیسے سنے گا؟"

"وہ اس وقت بھی سن رہا ہے، تم اسے مخاطب کرو۔"

پاشا نے آنکھیں بند کیں پھر کہا "ہیلو علی! کیا میری ... رہے ہو؟"

علی کی آواز سنائی دی "بے شک سن رہا ہوں۔"

"تم لوگوں کو مجھ سے کیا دشمنی ہے؟"

"[ہ]ماری دشمنی نہیں ہے۔ اگر تم ایسا سمجھتے ہو تو بتاؤ، ہماری ... تمہیں کوئی نقصان پہنچا ہے؟"

"...یا ... نقصان نہیں ہے کہ تم نے میرے اطراف جال [پھ]یلایا ہے۔ ابھی جو فائرنگ ہو رہی تھی اس سے ثابت ہوتا ہے ... رکھا ہے۔ باہر میرے لیے خطرہ ہے اور مجھے اس کمرے سے نہیں نکلنا چاہیے۔"

"... کہتے ہیں الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔ تم مجھے گھیر رہے تھے۔ مجھے پکڑنے کے لیے ہوٹل کا محاصرہ کرایا تھا۔ تمہارے آدمی ...ورے جزیرے میں کتوں کی طرح میری بو سونگھتے پھر رہے ہیں۔ [د]شمنی کر رہے ہو اور الزام مجھے دے رہے ہو۔"

"میں الزام نہیں دے رہا ہوں۔ تم لوگ اسی دن سے میرے [د]شمن ہو گئے تھے جس دن میں نے بابا صاحب کے ادارے کی پیش [کش] کو ٹھکرا دیا تھا۔ تم لوگ میری غیر معمولی صلاحیتوں سے فائدہ [اٹھ]انے اور میرے اہم فارمولے حاصل کرنے کے لیے میری جان کے دشمن ہو گئے ہو۔"

"پاشا! تم جتنے ذہین ہو، اتنے ہی احمق ہو۔ اگر ہم جان کے دشمن ہوتے تو تم اب تک زندہ نہ ہوتے۔ کیا تمہیں احساس ہے کہ اس وقت تم ہمارے رحم و کرم پر ہو۔ ہم چاہیں تو تمہارے ... مرتوڑ کر تم پر تنویمی عمل کرکے تمہارے دماغ سے تمام ... نوٹ کر سکتے ہیں۔ تمہیں اپنا معمول اور تابعدار بنا سکتے ہیں۔"

"تو پھر ایسا کیوں نہیں کر رہے ہو؟"

"ہم بابا صاحب کے ادارے کے اصولوں کے پابند ہیں، جناب اسد اللہ تبریزی کی ہدایت ہے کہ تم پر جبر نہ کیا جائے۔ خدا کو منظور ہوگا تو تم راہ راست پر آؤ گے ورنہ اپنی تباہیوں کے اندھیروں میں گم ہو جاؤ گے۔"

"جب مجھ پر جبر نہیں کرو گے، مجھے غلام نہیں بناؤ گے اور [میر]ے فارمولے حاصل نہیں کرو گے تو میری مریم کے ساتھ کیوں آئے ہو؟"

"یہاں آنے کی دو وجوہات ہیں۔ ایک تو یہ کہ ہم شی تارا یا کسی بھی شیطانی ارادے رکھنے والوں کو تمہارے وہ فارمولے حاصل نہیں کرنے دیں گے اور اگر تم نے ان سے دوستی کی یا فارمولوں کا سودا کیا تو ہم تمہیں گولی ماردیں گے۔ چونکہ ابھی ایسا وقت نہیں آیا ہے اس لیے تم زندہ ہو۔"

"اور دوسری وجہ کیا ہے؟"

"تمہاری بیوی کو میں نے ماں بنایا ہے۔ اس سے وعدہ کیا تھا کہ تمہیں اس کے پاس پہنچاؤں گا، یہ وعدہ آج پورا ہو گیا ہے۔"

"اس میں شبہ نہیں کہ تم لوگوں میں شرافت ہے، لیکن کسی کو ذلت آمیز شکست دے کر دوست بنانے کی توقع کرنا نادانی ہے۔"

"پاشا! اب تک ہماری کسی بات سے یا کسی حرکت سے یہ ثابت نہیں ہوا ہے کہ ہم تمہیں دوست بنانا چاہتے ہیں۔ ارے احمق! ہم تو ابھی تمہیں غلام بنا سکتے ہیں لیکن تم اتنے گھٹیا گزرے ہو کہ تمہیں غلام بنانا بھی منظور نہیں ہے۔"

وہ غصے سے دانت پیسنے لگا۔ علی نے پوچھا "تمہیں کس بات کی خوش فہمی ہے؟ غیر معمولی بصارت اور سماعت، غیر معمولی جسمانی اور دماغی قوت کس کام کی؟ تم اپنی کسی صلاحیت کے بل پر اس کمرے سے باہر قدم بھی نہیں رکھ سکتے ہو۔ میرے پاپا اور ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے تمام رشتے دار اسی لیے اپنی صلاحیتوں پر نہیں اتراتے ہیں کہ یہ لوگ بھی جب کسی مصیبت میں پھنستے ہیں تو غیر معمولی صلاحیتیں کسی کام نہیں آتی ہیں۔ پھر ہم سب کا قادر مطلق ہی مصیبتوں سے نجات دلاتا ہے۔ پوری کائنات میں وہی ایک قوت ہے جس کے سامنے کوئی انسانی قوت اور صلاحیت غیر معمولی نہیں رہ پاتی۔ ہو سکے تو اپنے حالات سے سبق حاصل کرو اور میری ممی کے ساتھ شریفانہ زندگی گزارتے ہوئے اپنی تمام صلاحیتوں کو انسان کی فلاح و بہبود کے لیے وقف کر دو۔"

"اور وقف کرنے کے لیے بابا صاحب کے ادارے میں چلا جاؤں، داڑھی رکھ لوں اور نمازیں پڑھنا شروع کر دوں۔ یہ نصیحتیں اپنے باپ کو کرو۔"

"جاؤ۔ تم سے خدا ہی سمجھے گا۔ میں خاموشی اختیار کرتا ہوں۔"

"ابھی خاموش نہ ہونا۔ پہلے یہ بتاؤ۔ میں کب تک اس کمرے میں قید رہوں گا۔ یہاں سے باہر جانے کی شرائط کیا ہیں؟"

وہ جواب سننے کے لیے چپ ہوا لیکن علی کی آواز سنائی نہیں دی، اس نے پوچھا "اب تم بولتے کیوں نہیں ہو؟"

مریم نے کہا "پاشا! میرے دماغ میں کہا جا رہا ہے کہ اب علی نہیں بولے گا۔ تم اسے آوازیں نہ دو۔ تھک جاؤ گے۔"

وہ مریم کو گھونسا دکھاتے ہوئے بولا "یہ سب تم نے کیا ہے؟ تم نے ان کا ساتھ دے کر مجھے پھنسایا ہے۔"

"تم نے تھوڑی دیر پہلے کہا تھا کہ دشمنوں کو پھانسنے کے لیے مجھے استنبول سے یہاں تک بھٹکا رہے ہو۔ تو پھر دشمنوں کو کیوں نہیں پھانس رہے ہو۔"

"یہی تو عجیب باتیں دیکھتا آرہا ہوں۔ جو تدبیر ہم ان پر آزمانا چاہتے ہیں، اسی تدبیر کو وہ لوگ ہم پر آزما کر گزر جاتے ہیں۔"

وہ قریب آکر بیٹھ گئی۔ وہ پیچھے ہٹ کر بولا "اے خبردار! تو دشمن کی ماں ہے۔ میرے قریب نہ آنا۔"

"دیکھو۔ مجھے دھتکارو گے اور میری انسلٹ کرو گے تو میرا بیٹا اپنی ماں کی توہین برداشت نہیں کرے گا۔"

"نہیں برداشت کرے گا تو میرا کیا بگڑ جائے گا؟"

مریم نے اونچی آواز میں کہا "علی! میں تمہیں پکار رہی ہوں۔ کیا تم اپنی ماں کی انسلٹ برداشت کرو گے؟"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

پھر وہ پاشا سے بولی "سنو۔ علی کچھ کہہ رہا ہے؟"

اس نے کان لگا کر سنا۔ وہ کہہ رہا تھا "پاشا! انسان بن جاؤ۔ میری ماں کی توہین کرو گے یا اس کا دل دکھاؤ گے تو......"

"تو کیا کرو گے؟"

دروازے کے باہر بالکل قریب ہی گولی چلنے کی آواز آئی۔ علی نے کہا "دروازے کو دیکھو' اس میں سوراخ ہو گیا ہے۔ تمہارے جسم میں جتنے قدرتی سوراخ ہیں' ان میں اضافہ نہ کراؤ۔"

اس نے دروازے کو دیکھا' پھر مریم کو بے بسی سے دیکھا۔ کچھ کہہ نہ سکا۔ فی الحال خاموش رہنے میں ہی بہتری سمجھ رہا تھا۔

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ مریم نے ریسیور اٹھا کر پوچھا "ہیلو کون ہے؟"

دوسری طرف سے آواز آئی "میں مسٹر مارکو سولو سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ بولی "یہاں کوئی مارکو سولو نہیں ہے۔"

پاشا اچھل کر بولا "ارے میں ہوں میں۔ یہ میرا فون ہے۔"

اس نے قریب آ کر ریسیور لیا پھر کان سے لگا کر بولا "ہیلو۔ میں مارکو سولو بول رہا ہوں۔ تم کون ہو؟"

"آپ کا تابعدار ہوں۔ آپ نے کہا تھا' مجھے کسی کے سامنے یا فون پر اپنی اصلیت ظاہر نہیں کرنا چاہیے۔"

"ہاں' ٹھیک ہے' میں نے تمہیں پہچان لیا ہے۔"

"ہم وہاں سے بھاگ کر آنے پر مجبور ہو گئے تھے مگر آپ کی خیریت معلوم نہیں ہو رہی تھی۔"

"میں خیریت سے ہوں۔ ہوٹل کے اندر اور باہر زبردست فائرنگ ہوتی رہی۔ کیا پولیس نے کوئی ایکشن نہیں لیا؟"

"پولیس ہم پر گولیاں چلانے والوں کو تلاش کر رہی ہے۔ ان کا کوئی نام و نشان نہیں ہے۔ ہم نے کسی فائرنگ کرنے والے کو نہیں دیکھا تھا۔ پتا نہیں گولیاں کہاں سے چل رہی تھیں۔"

"ہم نے چار ٹیمیں بنائی تھیں۔ ان تمام ٹیموں کو بلاؤ۔ ہوٹل کا محاصرہ کرو پھر اندر آؤ اور مجھے سخت پہرے میں یہاں سے لے چلو۔"

"ٹھیک ہے ہم آ رہے ہیں۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ مریم نے پوچھا "کیا تمہارے باڈی گارڈز آ رہے ہیں؟"

"ہاں۔ میں یہاں قیدی بن کر نہیں رہوں گا۔"

"اچھا تو میں اپنا سامان پیک کرتی ہوں۔"

"تم میرے ساتھ نہیں جا سکتیں۔"

"کیوں نہیں جا سکتی۔ میں تمہاری بیوی ہوں اور تمہیں بیوی کے تمام حقوق دینے ہوں گے۔"

"میں استنبول آؤں گا تو تمام حقوق ادا کروں گا۔ ابھی میرا پیچھا چھوڑ دو۔"

"تمہیں چھوڑنے کے لیے ہزاروں میل دور نہ ... ہوں۔"

"کیا تم زبردستی ساتھ رہو گی؟"

"میں اس لیے ساتھ جاؤں گی کہ تم اکیلے ہوٹل سے باہر جا سکو گے۔"

"میری پوری فوج آ رہی ہے۔ میں دیکھوں گا' مجھے کون ... سے تنہا جانے سے روکتا ہے۔"

"اچھی بات ہے۔ آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا؟"

تھوڑی دیر بعد فون کی گھنٹی سنائی دی۔ پاشا نے ریسیور ... دوسری طرف سے کہا گیا۔ "مسٹر مارکو سولو! ہم ہوٹل کا محاصرہ نہیں کر سکیں گے۔"

"کیوں نہیں کر سکو گے؟"

"وہاں پولیس والے آ گئے ہیں۔"

"ارے تم لوگ بھی تو پولیس افسر اور سپاہی ہو۔"

"وہ تو ہیں لیکن ہوٹل میں جزیرے کی اسپیشل پولیس ... ہے۔ جب بھی امنِ عامہ کو خطرہ پیش آتا ہے' یہ اسپیشل ... آ جاتی ہے۔ اس فورس کے اختیارات ہم سے زیادہ ہیں۔"

"یہ فورس خواہ مخواہ کیوں آ گئی ہے؟"

"خواہ مخواہ کیسے جناب! ہوٹل کے اندر اور باہر زبردست فائرنگ ہو چکی ہے پھر کسی نے آفیسر آن اسپیشل ڈیوٹی کو خبر ... ہے کہ اس ہوٹل میں پولیس کا پہرا نہ لگایا گیا تو بم کے دھماکے ... گے۔ پبلک کی جان و مال کو نقصان پہنچے گا۔"

"اس کا مطلب ہے تم سب بے دست و پا ہو گئے ہو ... یہاں ہوٹل کے کمرے میں قید رہوں گا۔"

"نہیں جناب! اب تو کوئی خطرہ نہیں رہا۔ وہاں اسپیشل ... ہے۔ آپ باہر آئیں گے تو کوئی دشمن راستے میں نہیں آئے گا۔"

"یہ اسپیشل فورس صرف ہوٹل میں ہے۔ ہوٹل سے نکل کر اپنی رہائش گاہ تک جاتے وقت کیا ہو گا' یہ میں سمجھ رہا ہوں ... اندھا دھند فائرنگ ہو گی اور تم لوگ دُم دبا کر بھاگو گے۔ میں ... رہوں گا نہ اُدھر کا۔"

"ہمیں بھاگنے کا طعنہ نہ دیں۔ ہماری جگہ کوئی بھی ہوتا ... کرتا۔ وہ فائرنگ کرنے والے نظر نہیں آ رہے تھے۔"

"آئندہ بھی نظر نہیں آئیں گے۔ یہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ہتھکنڈے ہیں' مجھے سوچنے دو۔ میں تھوڑی دیر بعد فون ... گا۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ مریم نے کہا "سوچ سوچ کر بوڑھے ہو جاؤ گے' کوئی راستہ نہیں ملے گا۔ صرف میں ہی ایک ... ہوں۔ مجھے ساتھ رکھو گے تو کہیں سے کوئی گولی نہیں آئے گی۔"

وہ سوچ میں پڑ گیا "مصیبت بیوی کی وجہ سے آئی ہے اور ... کے تعاون سے ہی جائے گی۔ میں اس کے ساتھ باہر جاؤں ... محفوظ رہوں گا لیکن میں اس کے ساتھ کہاں جاؤں گا؟ جہاں بھی جاؤں گا' اس جگہ کا علم فرہاد اور علی کو ہو جائے گا۔ وہ مریم کے ذریعے میری خفیہ پناہ گاہ کو بھی دیکھ لیں گے۔"

مریم نے پوچھا "کیا سوچ رہے ہو؟"

وہ بولا "کچھ نہیں۔ میں کہیں نہیں جاؤں گا۔ اس کمرے میں رہوں گا۔"

"اچھا فیصلہ ہے۔ ہم اسی کمرے میں باقی زندگی گزار دیں گے۔"

"بکواس مت کرو۔ جب تک میں رہوں گا' تم خاموش رہو گی۔"

"بیوی صرف سہاگ رات کو خاموش رہتی ہے۔ آج رات ایسا کوئی ارادہ ہو تو کہو' دلہن کا سنگار کروں گی۔"

"ہوشٹ اپ!"

"ناراض کیوں ہوتے ہو۔ میں ذرا ٹائلٹ جا رہی ہوں۔"

"تھینکس گاڈ! کوئی تو ایسی جگہ ہے' جہاں عورت خاموش رہتی ہے۔"

وہ چلی گئی۔ اسی وقت پاشا نے پرائی سوچ کی لہریں محسوس کیں' پھر پوچھا "کون ہے؟"

"میں ہوں' شی تارا۔"

"اب میری یاد آئی ہے۔ خوب دوستی نبھا رہی ہو۔"

"مجھے غلط نہ سمجھو۔ میں بھائی سرنا کے معاملے میں الجھ گئی تھی۔ فرہاد نے اسے میرے حوالے کر دیا ہے۔ یہ اس کا فراڈ ہو سکتا تھا۔ وہ بھائی کی جگہ اس کی ڈمی دے کر مجھے دھوکا دے سکتا تھا۔ کیا میں غلط کہہ رہی ہوں؟"

"نہیں۔ درست کہہ رہی ہو۔ فرہاد کا پورا خاندان چالباز ہے۔ کیا اس نے تمہیں سرنا کی ڈمی دی ہے؟"

"نہیں میں نے اس کا برین واش کرایا ہے۔ فرہاد کے تنویمی عمل کو اس کے دماغ سے ختم کیا ہے۔ اس کے مخصوص لہجے اور پیدائشی نشان کے ذریعے یقین ہوا ہے کہ وہی بھائی سرنا ہے۔"

"چلو بھائی کی واپسی اور سلامتی مبارک ہو۔ میں تو بری طرح پھنسا ہوا ہوں۔"

"کیا پرابلم ہے؟"

پہلے اس نے سوچا تھا کہ شی تارا کو یہ معلوم نہیں ہونے دے گا کہ جزیرے میں ہے' پھر خیال آیا' وہ مریم کے دماغ میں جا کر صورتِ حال معلوم کر لے گی۔ یہ سوچ کر اس نے اپنے موجودہ حالات بتائے۔ شی تارا نے تمام روداد سننے کے بعد کہا "تم بری طرح پھنس گئے ہو اور یہی موقع ہے کہ میں تمہیں اس مصیبت سے نجات دلا کر دوستی کا ثبوت پیش کروں۔"

"تم علی کی چالوں کو نہیں سمجھ رہی ہو۔ پہلے یہ معلوم کرو کہ وہ کیا کرتا پھر رہا ہے۔"

"یہ بالکل آسان ہے۔ تمہارے حالات سے یہ اندازہ ہوا ہے کہ علی کے ٹیلی پیتھی جاننے والے مریم کے دماغ میں ہیں اور اس کے ذریعے تمہاری باتیں سن رہے ہیں اور تمہارے ٹیلیفون کے رابطے سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔"

"ٹیلیفون کے رابطے سے کیسے فائدہ اٹھائیں گے۔"

"میں یقین سے کہتی ہوں ٹیلیفون ایکس چینج میں علی یا اس کا ٹیلی پیتھی جاننے والا کوئی موجود ہے۔ جو بھی تم سے فون پر بولتا ہے' وہ بولنے والے کے دماغ میں پہنچ جاتے ہیں۔ یوں اس جزیرے میں دور تک تمہارے ذرائع معلوم کرتے جا رہے ہیں۔"

"اوہ گاڈ! میں نے اس پہلو پر غور نہیں کیا تھا۔"

"میں بھی مصیبتوں کے وقت کئی پہلوؤں کو بھول جاتی ہوں۔ ایسا ہوتا ہے' فکر نہ کرو۔ اب میں آ گئی ہوں۔ مریم کے اندر جا کر دیکھتی ہوں' کیا ہو رہا ہے؟"

اس نے مریم کے دماغ میں آ کر دیکھا۔ وہ ٹائلٹ کے بند دروازے کے پیچھے تھی اور کی ہول سے آنکھ لگا کر کمرے میں بیٹھے ہوئے پاشا کو دیکھ رہی تھی اور لیلیٰ کہہ رہی تھی "تمہارا میاں سوچ میں گم ہے۔ بے چارہ تم سے رتی تڑانے کی فکر میں ہے۔"

مریم نے کہا "وہ خلاء میں ایسے تک رہا ہے جیسے قوتِ سماعت سے کسی کی باتیں سن رہا ہو۔ یا اس کے دماغ میں کوئی بول رہا ہو۔"

"اس کے دماغ میں بھلا کون بولے گا۔ اس نے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے دشمنی مول لی ہے۔ کسی سے دوستی نہیں کرتا ہے۔"

حقیقت یہ ہے کہ مجھے اور لیلیٰ وغیرہ کو شی تارا اور پاشا کی دوستی کا علم نہیں تھا۔ ہم یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ جس شی تارا اور سرنا سے وہ بھاگتا پھر رہا ہے۔ ان کا اچانک دوست بن گیا ہو گا۔

تمام معلومات کا ٹھیکا ہمارے پاس نہیں ہے۔ ہم بھی اکثر لاعلمی میں دھوکا کھا جاتے ہیں۔ مریم اور لیلیٰ کی گفتگو کے دوران شی تارا بھی مریم کے اندر پہنچ گئی تھی اور ان کی باتیں سن رہی تھی لیلیٰ کہہ رہی تھی "میں ذرا علی کے پاس جا رہی ہوں۔ تھوڑی دیر بعد آؤں گی۔"

"جلدی آ جانا۔ یہ میرے میاں کا مزاج پل پل میں بدلتا رہتا ہے۔ یہ مجھے چھوڑ کر جانا چاہیں گے تو میں تم لوگوں کے تعاون کے بغیر روک نہیں سکوں گی۔"

"فکر نہ کرو۔ علی تم سے دور نہیں ہے۔"

"وہ میری حمایت کے لیے قریب آئے گا تو پاشا کے آدمی اسے نقصان پہنچائیں گے۔ پلیز اسے مجھ سے دور رکھو۔"

"تم ہم میں سے کسی کی فکر نہ کرو۔ میں ابھی آؤں گی۔"

مریم کے دماغ میں خاموشی چھا گئی۔ شی تارا نے سمجھ لیا اب لیلیٰ علی کے پاس گئی ہے۔ ایسے میں علی کسی اور خیال خوانی کرنے والی کو محسوس نہیں کرے گا اور اس کا یہ خیال درست نکلا۔ شی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

تارا وہاں پہنچی تو علی نے اسے محسوس نہیں کیا۔

یہیں سے ہماری کامیابیاں رفتہ رفتہ ناکامیوں میں بدلنے لگیں۔ لیلیٰ جب تک علی سے باتیں کرتی رہی' انجانے میں شی تارا کو معلومات فراہم کرتی رہی' پھر شی تارا نے پاشا کے پاس آکر کہا۔ "تم اس بری طرح جکڑے ہوئے ہو کہ میں اس وقت دوست نہ بنوں تو علی اپنے منصوبے پر عمل کرتے ہوئے تمہیں بابا صاحب کے ادارے میں جانے پر مجبور کردے گا۔"

"لیکن وہ تو کہہ رہا تھا کہ مجھ پر جبر نہیں کیا جائے گا۔"

"دشمن نے کہا اور تم نے یقین کرلیا۔ اگر وہ جبر نہیں کرے گا تو پھر اسے دوست مان لو۔"

"نہیں۔ دوستی صرف تم سے رہے گی۔"

"میں پہلے مریم کے دماغ میں گئی تھی۔ وہاں لیلیٰ خیال خوانی کے ذریعے اس سے باتیں کررہی تھی' پھر اس نے کہا کہ وہ علی کے پاس جارہی ہے۔ یہ میرے لیے ایک سنہری موقع تھا۔ لیلیٰ کی موجودگی میں علی نے مجھے اپنے اندر محسوس نہیں کیا اور میں نے ان کی تمام پلاننگ اور علی کی موجودہ جگہ معلوم کرلی۔"

وہ خوش ہوکر بولا "اوہ شی تارا تم نے تو کمال کردیا۔ علی کسی طرح ہماری گرفت میں آجائے گا تو میں تمام زنجیروں سے آزاد ہوجاؤں گا۔"

پھر وہ چونک گیا۔ مریم اسے دیکھ کر پوچھ رہی تھی "پاشا! تم کیا سوچ کر اس قدر خوش ہورہے ہو؟"

وہ ایک دم سنجیدہ ہوگیا۔ غصے سے بولا "تم سے کیا مطلب ہے۔ میں اپنے ایک آدمی کی باتیں سن رہا ہوں۔ اس کم بخت نے ایک لطیفہ سنادیا تھا۔ اس لیے ذرا مسکرا رہا تھا مگر تم سے تو میری مسکراہٹ بھی دیکھی نہیں گئی۔"

شی تارا نے کہا "پاشا! محتاط رہو۔ مریم کو شبہ نہ ہونے دو۔ ورنہ جس طرح لیلیٰ کی گفتگو کے دوران مجھے علی کے اندر جانے کا موقع مل گیا تھا۔ اسی طرح لیلیٰ میری گفتگو کے دوران تمہارے دماغ میں آجائے گی اور تمہیں پتا نہیں چلے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں محتاط رہوں گا۔"

اس نے محسوس کیا۔ شی تارا چلی گئی۔ دماغ میں پرائی سوچ کی لہریں نہیں ہیں۔ وہ بے چین ہوگیا۔ باتیں ادھوری رہ گئی تھیں لیکن ایک منٹ کے بعد وہ پھر آکر بولی "کیا اس ایک منٹ میں تم نے اپنے اندر پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا ہے؟"

"نہیں۔ میرے اندر کوئی نہیں تھا۔"

"میں یہی معلوم کرنے گئی تھی۔ میری غیر موجودگی میں لیلیٰ تمہارے اندر ہوتی تو چوری سے آنے والی کا پتا چل جاتا۔ چلو اچھا ہے کوئی دشمن تمہارے دماغ میں نہیں آرہا ہے۔"

"مجھے علی کے متعلق بتاؤ۔"

"بتاؤں گی۔ ابھی تمہارے پاس مسلسل رہنے سے دشمن خیال خوانی کرنے والے تمہارے دماغ میں آسکتے ہیں۔ دیکھو' مریم تمہیں چور نظروں سے تاڑ رہی ہے۔ میں پندرہ منٹ بعد آؤں گی۔ میرے ایک مشورے پر عمل کرو۔ مریم سے خوب ہنستے بولتے رہو اور کل صبح اس کے ساتھ کسی لانچ میں سمندر کی سیر کا پروگرام بناؤ۔ اچھا اب پندرہ منٹ کے بعد آؤں گی۔"

وہ چلی گئی' پھر فوراً آکر بولی "یہ کوڈ ورڈز یاد رکھو۔ جب بھی آؤں گی تو کہوں گی' دی آر کی فار ایچ اور۔ اگر کوئی یہ کوڈ ورڈز ادا نہ کرے تو سمجھ لینا تمہارے پاس کوئی دشمن آیا ہے۔"

وہ پھر چلی گئی۔ پاشا نے مریم سے مسکرا کر پوچھا "یہ تم بار بار چور نظروں سے کیا دیکھ رہی ہو؟"

وہ مسکرا کر بولی "تعجب ہے تم اچانک مسکرا کر بولنے لگے ہو۔ بات کیا ہے؟"

"کیا تمہیں میری سنجیدگی اور غصہ پسند ہے؟"

وہ جلدی سے بولی "نن... نہیں۔ میرا یہ مطلب نہیں ہے۔ دراصل انگارہ پھول بن جائے تو حیرانی ہوتی ہے۔ میری تو دلی خواہش ہے کہ تم میرے ساتھ رہو اور سدا مسکراتے رہو۔"

"دراصل میں حالات سے سمجھوتا کررہا ہوں۔ یہ سمجھ رہا ہوں کہ یونہی تنہا بھٹکتا رہا تو آج علی کے پھندے میں آیا ہوں۔ کل شی تارا یا یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے شکنجے میں چلا جاؤں گا' پھر کیوں نہ ان سے دوستی کرنے کا فیصلہ کروں' جن پر تم اعتماد کرتی ہو۔"

وہ پاس آئی اور اس کے بازو سے لگ کر بولی "تم بہت اچھے ہو پاشا! تم علی سے دوستی کروگے تو مجھے دونوں جہاں کی خوشیاں مل جائیں گی۔"

"لیکن میں ذرا مہلت چاہتا ہوں۔ تمام پہلوؤں پر اچھی طرح غور کرنے کے بعد کل دوستی کا فیصلہ سناؤں گا۔"

"بے شک۔ خوب سوچو۔ ہر پہلو پر غور کرو۔ میری محبت اور میرا یقین کہتا ہے کہ بالآخر تم ہمارے ہی ہوکر رہوگے۔"

وہ مریم کو محبت سے بہلانے پھسلانے لگا۔ پندرہ منٹ گزر گئے۔ شی تارا نہیں آئی۔ کوئی ایک گھنٹے کے بعد آکر بولی "دی آر کی فار ایچ اور۔"

اس نے پوچھا "یہ تمہارے پندرہ منٹ ہیں؟"

"میں اپنے وقت پر مریم کے پاس آئی تو تم اسے خوب سبز باغ دکھا رہے تھے۔ میں نے ایسے وقت تمہیں مخاطب کرنا مناسب نہیں سمجھا۔"

"اچھا۔ اب علی کے متعلق بتاؤ۔"

"بہت لمبی باتیں ہیں۔ پہلے مریم سے کل صبح آؤٹنگ کا پروگرام بناؤ۔ اسے راضی کرو' پھر میں اسے خیال خوانی کے ذریعے سلادوں گی اس کے بعد اطمینان سے گفتگو کریں گے۔"

وہ مریم سے بولا "ایک طویل عرصے کے بعد تمہارے ساتھ [illegible] محسوس ہورہا ہے بیوی آخر بیوی ہوتی ہے۔ جو محبت تم سے ملتی ہے وہ کسی اور سے نہیں ملتی۔ میرا جی چاہتا ہے' تمہارے ساتھ کھلی فضا میں دوڑتا پھروں اور دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک چلتا رہوں۔"

"میں بھی آج خود کو دنیا کی سب سے خوش نصیب عورت سمجھ رہی ہوں۔ میں تمہارے ساتھ گھر گھر کی سیر کرنا چاہتی ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ سیر و تفریح کی ابتدا اسی جزیرے سے کریں گے۔ تمہارا کیا خیال ہے۔ سمندر کی سیر کا پروگرام بنایا جائے؟"

"واؤ لولی۔ سنا ہے یہاں آس پاس خوب صورت جزیرے ہیں۔"

"درست سنا ہے۔ کل صبح ہم کسی لانچ میں چلیں گے۔"

اس وقت لیلیٰ اور شی تارا دونوں ہی مریم کے دماغ میں تھیں لیلیٰ' مریم کو مشورہ دے رہی تھی کہ اسے سمندر کی سیر کے لیے لانچ میں جانا چاہیے۔ اس لانچ میں علی اس کے قریب ہی چھپا رہے گا۔ شی تارا یہی چاہتی تھی' جو لیلیٰ کہہ رہی تھی۔ وہ علی اور اس کی پلاننگ پہلے ہی سن چکی تھی۔ اسی لیے پاشا کو مشورہ دیا تھا کہ دوسری صبح سمندر کی سیر کا پروگرام بنائے۔

جب مریم سوگئی تو شی تارا نے آکر کہا "پاشا! کل صبح مریم تمہیں جس لانچ میں سیر کرنے کا مشورہ دے' تم اسی لانچ میں سوار ہوجانا' علی اس لانچ میں اسٹیورڈ کے بھیس میں ہوگا۔"

"اگر وہ لانچ میں تنہا مل جائے تو میں اس کی ہڈیاں توڑ دوں گا۔ اسے میری جسمانی قوت کا اندازہ نہیں ہے۔"

"تم اس انداز میں علی کو زیر کرنا چاہوگے تو ناکامی تمہارا مقدر بن جائے گی۔ ایسی حماقت سے بہتر ہے کہ میں تمہارا ساتھ نہ دوں۔"

"ایسا نہ کہو۔ اپنا منصوبہ بتاؤ۔"

"ہم نے فرہاد اور اس کی فیملی کی اچھی طرح اسٹڈی کی ہے۔ وہ کبھی تدبّر سے اور کبھی مقدر سے بچ نکلتے ہیں۔ اس بار خوب سوچ سمجھ کر ایک ایک قدم اٹھانا ہوگا۔"

"تم کیا کرنا چاہتی ہو؟"

"پہلے وعدہ کرو۔ کسی بھی معاملے میں جلد بازی نہیں کروگے۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں۔ واقعی جلد بازی سے نقصان پہنچے گا۔"

وہ بولی "صبح ہونے میں بہت دیر ہے۔ میں اتنی دیر میں یہاں چند آلۂ کار بنالوں گی۔ وہ میرے ہر حکم کی تعمیل کریں گے۔"

پاشا نے کہا "یہاں میرے بے شمار آلۂ کار ہیں۔"

"میں لیلیٰ اور علی کی باتیں سن چکی ہوں۔ وہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہارے تمام آلۂ کاروں کے دماغوں میں پہنچے ہوئے ہیں۔ جو تمہارے چار یوگا کے ماہر ہیں ان میں سے تین کو وہ ٹریپ کرچکے ہیں' چوتھے کو بھی وہ نہیں چھوڑیں گے۔ تم ان میں سے کسی کو بھی استعمال کروگے تو منہ کی کھاؤگے۔"

"اوہ خدایا! میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے اتنی تیزی سے میرے آلۂ کاروں کے اندر کینسر کی طرح پھیل جائیں گے۔ ٹھیک ہے میں ان میں سے کسی کو استعمال نہیں کروں گا۔"

"علی اور اس کے خیال خوانی کرنے والوں کو اس انتظار میں رہنے دو کہ تم اپنے آدمیوں سے کام لینے والے ہو۔"

"اس لانچ میں کتنے افراد ہوں گے؟"

"وہ مسافر بردار لانچ ہے۔ ایک جزیرے سے دوسرے جزیرے جاتی ہے۔ میں آج رات جتنے آلۂ کار بناؤں گی' وہ مسافر بن کر اس لانچ میں رہیں گے۔ وہ تمہارے لیے ہتھیار کا اور ڈھال کا کام کریں گے۔"

"عمدہ تدبیر ہے۔ آگے بولو۔"

"بیچ سمندر میں ہم ہوں گے' چند مسافر ہوں گے اور علی تنہا

کالی کہانیاں

☆ — جرائم
☆ — جادُو
☆ — اَرواح
☆ — شیطان ازم
☆ — ذہانت
☆ — فطانت
☆ — اسرار
☆ — طنز و مزاح

★ ایک افسانوی کردار جو زندہ ہوگیا تھا۔
★ ایک حیرت انگیز قبیلہ جو اپنی ہیئت بدل سکتا تھا۔
★ ایک معمول سا آدمی جس کے پاس پچاس ملین ڈالر کا نقشہ تھا۔
★ وہ شخص جس نے حیاتِ ابدی کا راز پالیا تھا۔
★ ایک پُراسرار پرندہ جس کے پاس ماورائی طاقتیں تھیں۔
★ ایک قلم جس کے اندر ایک جن بند تھا۔
★ وہ اشتہاری مجرم جس نے زندگی میں کوئی نیک کام نہیں کیا تھا۔

قیمت :- ۲۰ روپے

عجیب کہانیاں • فطین کہانیاں • زہریلی کہانیاں

مکتبہ نفسیات

itsurdu.blogspot.com

رہے گا۔ گہرے سمندر میں کوئی اس کا ساتھی نہیں ہوگا۔"

"اس کے خیال خوانی کرنے والے اپنے آلۂ کار دوسری کشتیوں میں روانہ کرسکتے ہیں۔"

"تمہارے آلۂ کار علی کو زخمی کریں گے۔ میں اس کے دماغ میں آسانی سے پہنچ کر اُس کے خیال خوانی کرنے والوں کو وارننگ دوں گی کہ علی کے لیے کوئی امداد آئے گی تو اس سے پہلے ہی دوسری گولی اس کا کام تمام کردے گی۔"

"ہاں' ایسی صورت میں وہ علی کی سلامتی چاہیں گے۔ اس سلسلے میں میرا ایک مشورہ ہے۔"

"ہاں' بولو۔"

"ہم علی کو یرغمال بنا کر رکھیں گے اور رکھنے کی سب سے عمدہ جگہ مردوں کا جزیرہ ہے۔"

"فرہاد اس جزیرے سے بیٹے کو نکال لے جائے گا۔"

"اس جزیرے کے متعلق تمہاری معلومات محدود ہیں۔ آج تک کوئی قیدی وہاں سے زندہ واپس نہیں آیا ہے۔"

"مجھے وہاں کے بارے میں تفصیل سے بتاؤ۔"

"اس جزیرے میں تقریباً ڈھائی سو مرد قیدی ہیں۔ وہاں کوئی عورت نہیں ہے۔ وہ قیدی خونخوار درندے ہیں۔ وحشیانہ زندگی گزارتے ہیں۔"

"وہ کس طرح کھاتے پیتے اور پہنتے اوڑھتے ہیں۔"

"وہاں گھنے درختوں کی بہتات ہے۔ یہاں کی سرکار نے وہاں کپڑے بننے کی کھڈیاں لگادی ہیں۔ انہیں حکم دیا گیا ہے کہ وہ درخت کاٹیں۔ ہر ہفتے دو ٹن لکڑیاں ساحل پر پہنچائیں اور نئے سرے سے شجر کاری کرتے رہیں تاکہ درختوں کی کمی نہ رہے اور ہر ہفتے کپڑے کے پانچ تھان تیار کریں۔"

شی تارا نے کہا "یہ سامان حاصل کرنے کے لیے بحری جہاز اور کشتیاں ساحل پر جاتی ہوں گی۔ ایسے میں قیدیوں کے فرار ہونے کی کوئی صورت ضرور نکل آتی ہے۔"

جزیرے میں ایک چھوٹی سی بندرگاہ ہے۔ ہفتہ میں ایک بار صرف ایک جہاز وہاں جاتا ہے اور لکڑیاں اور کپڑے لیتا ہے اور انہیں راشن اور دوائیں دے کر واپس آجاتا ہے۔ اس دوران جہاز پر مسلح فوجی اور مشین گنیں ہوتی ہیں۔ صرف چار قیدیوں کو ساحل تک آنے اور جہاز پر سامان لادنے کی اجازت دی جاتی ہے۔ پانچواں قیدی نظر آئے تو کچھ پوچھے بغیر اسے گولی ماردی جاتی ہے۔"

"پاشا! فرہاد کے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس جہاز کے مسلح فوجیوں کو اپنا معمول اور تابعدار بنا سکتے ہیں۔"

"تم بھی ٹیلی پیتھی کے ذریعے یہی کرسکتی ہو۔ آج ہی سے یہاں کے تمام فوجی افسران کے اندر جگہ بنانا شروع کردو۔ صرف اتنا ہی نہیں' تم جزیرے کے قیدیوں کو بھی اپنا تابعدار بنا سکتی ہو۔ میں بھی اپنی غیر معمولی صلاحیتوں کے ذریعے تمہاری مدد کرتا رہوں گا۔"

"ہاں۔ یہ ممکن ہے۔ علی کی رہائی کے لیے جو چال فرہاد چلے گا وہی چال ہم بھی چلیں گے۔ اس کے علاوہ وہاں ایک ایسا ذریعہ رکھیں گے جسے آخری ناکامی کے وقت استعمال کریں گے۔ علی ہماری گرفت سے نکلتا ہوا دکھائی دے گا تو اس آخری ذریعے سے اسے ختم کردیں گے۔"

پاشا بستر سے اٹھ گیا۔ شی تارا نے مریم کو صبح پانچ بجے تک کے لیے گہری نیند سلادیا تھا۔ وہ اس سے پہلے بیدار ہو نہیں سکتی تھی۔ پاشا نے ٹیلیفون ڈائریکٹری کے ذریعے فوج کے دو افسران سے باری باری رابطہ کرکے شی تارا کو ان کی آوازیں سنائیں۔ وہ ان کے دماغوں میں پہنچ کر ان کے ذریعے چند اعلیٰ افسروں تک پہنچ رہی۔ ان میں سے جو زیادہ اہم تھا' اسے تنویمی عمل کے ذریعے تابعدار بنالیا اور دوسرے خیال خوانی کرنے والوں کا راستہ روکنے کے لیے اس کے دماغ کو لاک کردیا۔ اس نے ایسے دو مزید افسران کو اپنے قابو میں کیا' پھر لانچ میں مسافروں کی حیثیت سے پہنچانے کے لیے چار اشخاص کو ٹریپ کیا۔ اس طرح وہ صبح تک مصروف رہی۔

مریم اور پاشا مختصر سا سفری بیگ اٹھائے ساحل پر آئے۔ وہاں کئی موٹربوٹس اور لانچیں وغیرہ تھیں۔ جو مسافروں کو لے کر مختلف جزیروں کی طرف جاتی تھیں۔ انہوں نے اپنے اپنے سفری بیگ میں ایک ایک جوڑا لباس' کھانے کا کچھ سامان' پھل کاٹنے کا چاقو رکھا تھا۔ پاشا کے پاس ایک ریوالور بھی تھا۔ کئی لانچ والے انہیں اپنی اپنی طرف بلارہے تھے لیکن مریم نے اسی لانچ کو ترجیح دی' جس میں علی اسٹیورڈ کی حیثیت سے تھا۔

مریم نہیں جانتی تھی کہ اس لانچ میں علی موجود ہے۔ لیلیٰ اس کی راہ نمائی کررہی تھی۔ علی' ثانی اور لیلیٰ نے پلاننگ کی تھی کہ پاشا کو کچھ عرصے تک ایسی مصیبتوں میں الجھا کر رکھا جائے کہ اسے خدا یاد آجائے۔ وہ غیر معمولی صلاحیتیں حاصل کرنے کے بعد کسی بڑی آزمائش سے نہیں گزرا تھا۔ ایسے مصائب میں گرفتار نہیں ہوا تھا' جن سے یہ سبق حاصل کرے کہ اسے بہترین دوست بنانے چاہئیں اور بدترین دشمنوں سے دور رہنا چاہیے۔

اس ارادے پر عمل کرنے کے لیے وہ پاشا کو مردوں کے جزیرے میں پہنچانا چاہتے تھے تاکہ وہ خونخوار درندہ نما قیدیوں کے درمیان رہ کر ہمہ وقت اپنی سلامتی کی فکر میں رہے اور ایک عام آدمی کی طرح جنگل میں لکڑیاں کاٹتا رہے۔ اس جزیرے میں ہر شخص کے لیے محنت و مشقت لازمی تھی۔ ورنہ اسے کھانے کے لیے اناج اور پہننے کے لیے کپڑا نہیں ملتا تھا۔

اسے وہاں پہنچانے سے پہلے یہ سوچ لیا گیا تھا کہ جب وہ توبہ کرنے لگے گا تو اسے کس طرح واپس لایا جائے گا گویا دونوں طرف سے یہی ایک چال چلی جارہی تھی۔ وہ بھی علی کو اس جزیرے میں

قیدی بنانا چاہتے تھے۔ [illegible] اپنے بیٹے کی سلامتی کے لیے تڑپتا رہوں۔ وہاں سے اسے نکال لانے کی کوششیں کرتا رہوں اور وہ میری کوششوں کو ناکام بناتے رہیں۔

وہ لانچ سمندر کی لہروں سے کھیلتی ہوئی آگے بڑھنے لگی۔ مریم اور پاشا کے علاوہ دس مسافر اس میں سفر کررہے تھے۔ علی کے ساتھ لانچ کا مالک اور کلینر بھی تھے۔ دس مسافروں میں سے چار شی تارا کے آلۂ کار تھے۔ شی تارا باقی چھ مسافروں کے متعلق جاننا چاہتی تھی کہ وہ کون لوگ ہیں اور کون سے جزیرے میں اترنا چاہتے ہیں۔

پاشا نے بھی ان سے گفتگو کی۔ پتا چلا' وہ صرف مقامی زبان جانتے ہیں۔ انگریزی اور دوسری زبانوں سے واقف نہیں ہیں۔ شی تارا ان کی زبان اور لہجے کو سمجھے بغیر ان کے دماغوں میں نہیں جاسکتی تھی' وہ لانچ کا مالک اور کلینر بھی صرف مقامی زبان بول رہے تھے۔ اگر انگریزی بولتے تو شی تارا لانچ کے مالک کے خیالات پڑھ کر معلوم کرتی کہ علی اس لانچ میں کس طرح اسٹیورڈ بن کر آیا ہے۔

وہ دو گھنٹے تک سفر کرتے رہے۔ چار جزیروں کے قریب سے گزر گئے۔ آگے مرد قیدیوں کا پانچواں جزیرہ تھا۔ پاشا نے علی کے پاس آکر پوچھا "ہیلو مسٹر! تمہارا نام کیا ہے؟"

علی نے کہا "میں صرف اپنا نہیں' تمہارا نام بھی بتا سکتا ہوں۔"

"پھر تو یہ بھی جانتے ہو گے کہ میں اس لانچ میں کیوں سفر کررہا ہوں۔"

"ہمارے تمہارے جاننے سے کچھ نہیں ہوتا۔ کاتبِ تقدیر جانتا ہے کہ ہم کہاں پہنچنے والے ہیں۔"

"میں تقدیر پڑھنا جانتا ہوں۔ وہ جزیرہ جو دھندلا سا نظر آرہا ہے' وہ تمہاری آخری منزل ہے۔ وہاں تم زندگی کے باقی دن آرام سے گزارو گے۔"

علی نے دور سے اس دھندلے جزیرے کو دیکھا' جو رفتہ رفتہ نمایاں ہوتا جارہا تھا پھر مسکرا کر بولا "خوب گزرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو۔"

"اس کا مطلب کیا ہوا؟"

"یہی کہ ہم دونوں اس جزیرے میں رہیں گے تو ہنگاموں سے بھرپور وقت گزرے گا۔ تم ساری دنیا پر حکومت کرنے کا خواب دیکھتے ہو۔ پہلے ان خونخوار قیدیوں پر حکمرانی کروگے یا پھر وہ تمہیں حکمرانی کے قابل نہیں چھوڑیں گے۔"

"تمہیں میری جسمانی قوت کا اندازہ نہیں ہے۔"

"تم اتنے طاقت ور ہو سکتے ہو کہ فولادی روبوٹ کی طرح ناقابلِ تسخیر بن سکتے ہو لیکن روبوٹ بھی ایک دن ٹوٹ پھوٹ جاتا ہے' خدا کے سوا اس دنیا میں بقا کسے ہے؟"

وہ جیب سے ریوالور نکال کر بولا "ساحل قریب آرہا ہے۔ میں تمہیں زخمی کرکے اس جزیرے میں پھینکنا چاہتا ہوں تاکہ شی تارا تمہارے دماغ میں جگہ بنا کر وہاں سے بھاگنے کا موقع نہ دے۔"

علی نے حیرانی سے پوچھا "شی تارا؟ کیا وہ تمہارے ساتھ ہے؟"

وہ مسکرا کر بولا "ہاں' آج وہ میری دوست ہے۔ رفتہ رفتہ ہماری یہ دوستی رشتے داری میں بدل جائے گی۔"

مریم نے قریب آتے ہوئے کہا "ہاں علی! جس طرح ہماری رشتے داری ہوئی ہے۔ میں نے تمہیں بیٹا بنایا ہے۔ پاشا' شی تارا کو بیٹی بنائے گا۔"

وہ غصے سے اس کی طرف گھوم کر بولا "یو شٹ اپ....."

وہ آگے نہ کہہ سکا۔ ریوالور والے ہاتھ پر علی کی ٹھوکر پڑی۔ ریوالور فضا میں اچھل کر گہرے پانی میں چلا گیا۔ وہ ناگواری سے بولا۔ "میں چاہتا تھا' ہاتھ پاؤں ہلائے بغیر ایک گولی چلا کر زخمی کردوں لیکن تم اپنی توڑ پھوڑ چاہتے ہو۔"

اس نے علی کو دبوچ لینے کے لیے اس پر چھلانگ لگائی لیکن لکڑی کے خالی تختے پر آکر گرا۔ علی اچھل کر دوسری جگہ پہنچ گیا تھا اور کہہ رہا تھا "میں جانتا ہوں' تم فولاد ہو مگر مقابلے کا فن نہیں جانتے ہو۔ تم اپنی طاقت کا مظاہرہ کرو۔ میں تمہاری طاقت کو صفر بنانے کا تماشا دکھاتا ہوں۔"

وہ پنجہ لڑانے کے انداز میں دونوں ہاتھ آگے بڑھا کر دوڑتا ہوا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

آیا۔ علی اچھل کر عرشے کی ریلنگ پر آیا۔ ریلنگ کے پیچھے سمندر تھا۔ وہ کمال مہارت سے توازن قائم رکھے اس ریلنگ پر کھڑا تھا۔ ذرا بھی توازن بگڑتا تو وہ گہرے پانی میں گر جاتا۔

پاشا کے لیے بہت اچھا موقع تھا۔ وہ اسے سمندر میں دھکا دینے کے لیے تیزی سے آیا۔ علی نے فضا میں چھلانگ لگائی۔ اس کے اوپر سے ہوتا ہوا اس کے سر پر چپت مارتا ہوا عرشے کے تختے پر کھڑا ہوگیا۔

پاشا پوری تیزی سے دھکا دینے آیا تھا۔ نتیجے کے طور پر وہ خالی ریلنگ پر اوندھا ہوگیا۔ آدھا عرشے کی طرف اور آدھا سمندر کی طرف جھک گیا۔ علی نے اس کی دونوں ٹانگیں پکڑ کر اٹھائیں تو وہ سمندر کی طرف الٹا لٹک گیا۔ اب اس کی زندگی علی کی دونوں مٹھیوں میں تھی۔ وہ مٹھیاں کھولتا تو غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک سمندر میں غرق ہوجاتا۔

وہ ایسی حالت میں تھا کہ اپنے بچاؤ کے لیے طاقت استعمال نہیں کرسکتا تھا۔ اگر اپنی قوت سے دونوں ٹانگوں کو علی سے چھڑانا چاہتا' تب بھی گہرے پانی میں چلا جاتا۔ اس نے ایک آدھ بار کمر کے بل اوپر اٹھنے کی کوشش کی' علی نے اس کی ٹانگوں کو آگے کی طرف جھٹکا دیا تو وہ نیچے ہوکر گردن تک پانی میں ڈوبتا رہا۔ اس کے بعد اس نے کمر کے بل اٹھنے کی کوشش ترک کردی۔

شی تارا کے چار آلۂ کار پاشا کی مدد کے لیے آگے بڑھنا چاہتے تھے۔ دوسرے چھ مسافروں نے ان کا راستہ روک لیا۔ ان میں سے ایک کے پاس ریوالور تھا۔ تب شی تارا کو معلوم ہوا کہ وہ سب مسافر نہیں علی کے زرخرید آلۂ کار تھے۔ یقیناً وہ انگریزی جانتے ہوں گے لیکن انہیں تاکید کی گئی تھی کہ وہ صرف مقامی زبان بولتے رہیں۔ اس طرح شی تارا ان کے دماغوں میں جاکر اپنے آلۂ کاروں کے لیے راستہ صاف نہیں کرسکتی تھی۔

اس نے پاشا کے دماغ میں آکر کوڈ ورڈز ادا کیے "وی آر کلی فاراینج اَور۔۔۔"

وہ جھنجلا کر بولا "کیا ہے؟ تم میرے لیے خاک لگی ہو۔ تم پر بھروسا کرکے الٹا لٹک گیا ہوں۔ اس خبیث سے میری جان چھڑاؤ۔"

"پاشا! یہ لوگ شیطانی دماغ رکھتے ہیں' جو کبھی نہ سوچو' وہ کرگزرتے ہیں۔ ہمارے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ بازی یوں پلٹ جائے گی۔ ہم یہ بازی ہار گئے ہیں۔"

"تمہارے آلۂ کار کہاں مرگئے ہیں؟"

"ان سب کو بے بس کردیا گیا ہے۔ وہ مقامی زبان بولتے ہیں۔ میں ان کے دماغوں میں جاکر ہارنے والی بازی جیت نہیں سکوں گی۔"

"یہ تمہاری دوستی ہے کہ مجھے مرنے کے لیے چھوڑ رہی ہو؟"

"نہیں' میں آخری سانس تک تمہیں بچانے کی کوشش کروں گی۔ میرے مشورے پر فوراً عمل کرو۔ مکاری سے کام لو۔ اس سے دوستی کرو۔ اسے یقین دلاؤ کہ تم سچے دل سے توبہ کررہے ہو۔"

"وہ نادان بچہ نہیں ہے۔ میری باتوں میں نہیں آئے گا۔"

"ایسے وقت ذرا عقل سے سوچو۔ تمہیں مارنا ہوتا تو وہ تمہیں سمندر میں ڈبو چکا ہوتا لیکن وہ تمہاری بیوی کو ماں کہتا ہے۔ وہ اپنی ماں کا سہاگ نہیں اجاڑے گا۔"

"ہاں۔ میں اس پہلو کو بھول گیا تھا۔"

پھر اس نے چیخ کر کہا "علی! مجھے چھوڑ دو۔ مجھے معاف کرو۔ مجھے اپنی غلطیوں کا احساس ہوگیا ہے۔"

علی نے پوچھا "کیا تمہیں الٹا لٹکنے کے بعد احساس ہوتا ہے؟"

"میں سچ کہتا ہوں۔ مجھے احساس ہورہا ہے کہ میں بہت برا ہوگیا تھا۔ یہ زندگی ایک ہی بار ملتی ہے۔ اسے دوست بن کر گزارنا چاہیے۔ اب میں دوست بن کر رہوں گا۔"

"میں کیسے یقین کروں؟"

"میں تمہاری ممی مریم کی قسم کھا کر یقین دلاتا ہوں۔"

علی نے اسے واپس عرشے پر کھینچ لیا۔ وہ ریلنگ سے لگا ہانپ رہا تھا اور اِدھر اُدھر یوں دیکھ رہا تھا جیسے نئی زندگی ملنے پر شکر کررہا ہو۔ علی نے کہا "اپنے برے حالات سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔ جب برا وقت آتا ہے تو غیر معمولی قوتیں اور غیر معمولی صلاحیتیں کام نہیں آتیں۔ صرف رضائے الٰہی کام آتی ہے۔ معبود راضی ہو تو جان بچتی ہے ورنہ فنا لازمی ہوتی ہے۔"

وہ سن رہا تھا اور دیکھ رہا تھا۔ لانچ مردہ قیدیوں کے جزیرے کے قریب تھی اور ساحل سے کوئی دو سو گز کے فاصلے سے گزر رہی تھی۔ شی تارا کہہ رہی تھی "پاشا! یہ جزیرہ گزر جائے گا۔ لانچ واپس جائے گی اور ہم ناکام رہیں گے۔ کوئی بات نہیں ہم۔۔۔۔"

وہ بھڑک کر بولا "ہم ناکام نہیں رہیں گے۔ میں بازی پلٹ کر رکھ دوں گا۔"

وہ ریلنگ کے پاس سے اٹھتے ہوئے مصافحے کے لیے ایک ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولا "علی! تم نے میری آنکھیں کھول دی ہیں۔ میں پہلی بار دوستی کا ہاتھ بڑھا رہا ہوں۔"

علی نے آگے بڑھ کر مصافحہ کرنا چاہا۔ پاشا نے اچانک اس کی انگلیوں کو اپنی انگلیوں میں جکڑ لیا۔ یوں اسے اپنی طاقت کا مظاہرہ کرنے کا موقع مل گیا۔ علی نے دل ہی دل میں تسلیم کیا کہ واقعی فولادی انگلیاں ہیں اور یہ فولادی انسان ہے۔ جو اس کے شکنجے میں آئے' وہ ٹوٹ پھوٹ کر رہ جائے۔

لیلیٰ نے خیال خوانی کے ذریعے پوچھا "بیٹے! میں اپنے آلۂ کار کے ذریعے گولی چلادوں؟ اسے زخمی کرنا چاہیے۔"

"نہیں ممی! مقابلہ مجھ سے ہے۔ آپ کسی تیسرے کو درمیان میں نہ لائیں۔"

ثانی نے کہا "پلیز علی! یہ قصہ ختم کرو۔"

وہ بولا "ابھی ڈراپ سین ہوگا۔ تم دونوں جاؤ۔ ورنہ شی تارا کو میرے اندر آنے کا موقع مل جائے گا۔"

وہ دونوں چلی گئیں۔ پاشا اسے آہستہ آہستہ پیچھے دھکیل رہا تھا اور ریلنگ کی طرف لے جارہا تھا۔ اس سے کہہ رہا تھا "اپنے آدمی سے کہو ریوالور پھینک دے۔ ورنہ گولی لگنے سے پہلے میں انگلیاں توڑ کر تمہیں سمندر میں پھینک دوں گا۔"

علی نے حکم دیا "ریوالور نہ پھینکو' اور میں حکم دیتا ہوں کہ میرے سمندر میں گرنے کے بعد لانچ کو نہ روکنا۔ مجھے چھوڑ کر چلے جانا۔ امی اور ثانی! میں نے جو منصوبہ پیش کیا تھا' اس پر ضرور عمل کیا جائے۔"

پاشا نے پوچھا "یہ کیا بکواس کررہے ہو؟ وہ منصوبہ مجھے بتاؤ۔"

"میں چاہتا ہوں کہ نہ بتاؤں اور تم مجھے سمندر میں پھینک دو۔"

"تو پھر لو۔ پہلے اپنی انگلیوں کا ماتم کرو۔"

اس نے پوری قوت سے انگلیوں کی ہڈیوں کو جھٹکا دیا۔ علی نے پوری قوت سے جھٹکے کو روکا۔ ایک لوہا دوسرے لوہے سے ٹکرا کر دوسرے کو توڑ تو نہیں سکتا۔ البتہ ٹکراؤ سے چنگاریاں پیدا ہوتی ہیں۔ دونوں کی آنکھوں سے جیسے چنگاریاں اڑ رہی تھیں۔ پاشا نے طاقت کے زعم میں پہلے نہیں سوچا تھا' اب سمجھ رہا تھا کہ صرف اس نے علی کو نہیں جکڑا ہے۔ اس کی اپنی انگلیاں بھی آہنی سلاخوں میں پھنس گئی ہیں۔ اگر اس نے فوراً ہی انگلیاں چھڑا کر علی کو سمندر میں نہ پھینکا تو وہ دشمن کوئی نیا داؤ آزمائے گا۔

اس نے پھر ایک زوردار جھٹکا دے کر انگلیوں کو چھڑانا چاہا مگر وہ الجھی رہیں۔ علی نے پوچھا "مجھے جکڑنے کے بعد انگلیاں کیوں چھڑا رہے ہو؟"

"کیا تم شیطان ہو کہ میری طاقت کا تم پر اثر نہیں ہورہا ہے؟"

"میں جھوٹ نہیں بولوں گا۔ سچ کہوں گا' تم بہت طاقتور ہو' میں تمہارے شکنجے میں ناقابلِ برداشت تکلیف اس لیے برداشت کررہا ہوں کہ ماسٹر واسٹو روکی نے اس سے بھی زیادہ تکالیف میں ہم بھائیوں کو بچپن سے جلا رکھا ہے۔ اس نے فرہاد کے بیٹوں کو پھولوں کے نہیں کانٹوں کے بستر پر سلایا ہے۔ تمہاری قوت غیر معمولی ہے۔ ہماری قوتِ برداشت غیر معمولی ہے۔"

"اچھا زیادہ نہ بولو۔ میری انگلیاں چھوڑو۔"

"پکڑا تم نے ہے اور مجھے چھوڑنے کو کہہ رہے ہو۔"

اس نے سر سے ٹکر مارنے کی کوشش کی۔ علی نے گردن ٹیڑھی کی۔ اس کا وار خالی گیا۔ اس نے گھٹنا پیٹ میں مارنا چاہا۔ علی نے اپنا گھٹنا ٹکرا دیا پھر کہا "کچھ بھی کرلو۔ یہ ہاتھ سمندر میں غوطہ لگانے کے بعد چھوڑوں گا۔"

"کیا تم پاگل ہو' سمندر میں کودنا چاہتے ہو۔"

"پاگل نہیں' دیوانہ ہوں۔ ہم تو ڈوبیں گے صنم' تم کو بھی لے ڈوبیں گے۔"

پہلے پاشا اسے سمندر میں گرانے کے لیے دھکیل کر ریلنگ کے پاس لایا تھا۔ اب اسے ریلنگ سے دور ہٹانے کی کوشش کرنے لگا۔ دونوں اپنی اپنی طاقت کا مظاہرہ کررہے تھے۔ کبھی وہ پیچھے دھکیلتا تھا۔ کبھی علی اس پر بھاری پڑتا تھا پھر علی نے ریوالور والے آلۂ کار سے کہا "میرے مقابل کو نشانے پر رکھو۔ میرے تین گننے تک یہ میرے ساتھ سمندر میں چھلانگ نہ لگائے تو اسے گولی ماردینا۔"

پاشا نے گھبرا کر کہا "ارے یہ کیا بلا مجھ سے چمٹ گئی ہے۔ شی تارا' مجھے بچاؤ۔ ارے او فرہاد! اپنے بیٹے کو اس حماقت سے روکتا کیوں نہیں ہے۔ میرے ساتھ یہ بھی ڈوب جائے گا اور ہم بچ گئے تو خونخوار قیدی ہمیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

علی نے گنتی شروع کی۔ "ایک۔۔۔"

شی تارا حیرانی اور پریشانی سے سوچ رہی تھی "آخر یہ علی کیا سوچ کر موت کے جزیرے میں جارہا ہے۔ ان لوگوں کی کوئی چال وقت سے پہلے سمجھ میں کیوں نہیں آتی ہے؟"

وہ خیال خوانی کے ذریعے بولی "پاشا! علی کے اس اقدام میں کوئی گہرا راز ہے۔ سمندر میں کود جاؤ۔"

وہ غصے سے بھڑک کر بولا "چڑیل کی بچی! دوست کو بچا نہیں سکتی۔ ڈوب مرنے کو کہتی ہے۔"

"ڈوبنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مرجاؤ۔ ساحل بالکل قریب ہے۔ تم زندہ رہو گے۔"

علی نے کہا "دو۔۔۔"

پاشا نے گڑگڑا کر کہا "ارے میرے بڑھاپے کا خیال نہیں کرتا' اپنی جوانی کا خیال کر۔ ہم نے ایسا کوئی کام نہیں کیا ہے کہ شرم سے ڈوب مریں۔"

علی نے کہا "امی اور ثانی! میرے تین کہنے کے بعد جب اسے گولی مار کر زخمی کیا جائے تو آپ دونوں شی تارا کو بھگا کر اس کے دماغ پر قبضہ جمالیں اور اپنا غلام بنالیں۔"

وہ ایک دم سے چیخنے لگا "نہیں۔ ہرگز نہیں۔ میں غلامی قبول نہیں کروں گا۔ مجھے تیرنا آتا ہے۔ میں کود رہا ہوں۔"

وہ علی کے ساتھ دوڑتا ہوا ریلنگ کے پاس آیا پھر اس پر چڑھ کر چھلانگ لگادی۔ پانی کے اندر جاتے ہی علی نے اس کی انگلیاں چھوڑ دیں۔

شی تارا نے ایک آلۂ کار کے ذریعے دیکھا۔ لانچ رکی نہیں تھی۔ اپنی مخصوص رفتار سے جارہی تھی اور ایک ٹرن لے کر جزیرہ مارکوسان کا رخ کررہی تھی۔

پھر اس نے دیکھا۔ علی اور پاشا سمندر کی سطح پر ابھر آئے تھے اور تیرتے ہوئے موت کے جزیرے کی سمت جارہے تھے۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

شی تارا اپنی خفیہ رہائش گاہ کے بیڈ روم میں بیٹھی ہوئی تھی۔ خالی خالی نظروں سے سامنے والی دیوار کو تک رہی تھی۔ وہ دیوار جیسے سینما کی اسکرین بن گئی تھی۔ اس پر سمندر کا منظر دکھائی دے رہا تھا۔ علی اور پاشا لانچ پر سے چھلانگ لگا کر گہرے پانی میں چلے گئے تھے پھر تھوڑی دیر میں سمندر کی سطح پر ابھر آئے تھے اور تیرتے ہوئے موت کے جزیرے کی طرف جا رہے تھے کیوں کہ لانچ ان سے دور ہو گئی تھی۔ صرف اسی جزیرے کا ساحل قریب تھا۔

وہ خیال خوانی نہیں کر رہی تھی۔ دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچ رہی تھی۔ "میں نے اور پاشا نے تمام رات محنت کی' جزیرے کے خاص فوجی افسران کو ٹریپ کرتے رہے تاکہ علی کو گھیر کر مرد قیدیوں کے جزیرے میں قید کر دیں۔ تعجب ہے کہ وہ خود ہی راضی خوشی وہاں قید ہونے گیا ہے اور ساتھ پاشا کو بھی پکڑ کر لے گیا ہے۔"

کیا کوئی جان بوجھ کر درندوں اور وحشیوں کے درمیان جانا اور غیر معینہ مدت کے لیے وہاں رہنا پسند کر سکتا ہے؟ ایسا کوئی ہوشمند نہیں کرے گا۔ بلکہ دشمن کو وہاں پہنچا کر ہمیشہ کے لیے قیدی بنا دے گا جب کہ علی نے ہوش و حواس میں ایسی حرکت کی تھی۔

یہ بات شی تارا کے دماغ میں ہتھوڑے کی طرح لگ رہی تھی۔ بنئے کا بیٹا کچھ اٹھانے اور پانے کے لیے ہی گرتا ہے۔ بنئے کے بیٹے کا قصہ کچھ یوں ہے کہ کچھ لوگوں نے دکان پر آ کر بنئے سے کہا۔ "تمہارا بیٹا سر پر گھڑا رکھے جا رہا تھا کہ راستے میں گر پڑا۔"

بنیا بولا۔ "وہ میرا بیٹا ہے' کچھ دیکھ کر ہی گرا ہو گا۔"

ایک نے کہا۔ "اس کے سر پر جو گھڑا تھا وہ گرنے سے ٹوٹ گیا ہے۔"

وہ بولا۔ "کوئی بات نہیں' ظاہری نقصان کے پیچھے نفع چھپا ہوتا ہے۔"

جب بیٹا دکان پر آیا تو باپ نے پوچھا۔ "برخوردار! کیا دیکھ کر گر پڑے تھے؟"

بیٹے نے کہا۔ "راستے میں چاندی کا ایک روپیہ پڑا ہوا تھا۔ میں جھک کر اٹھاتا تو کوئی دیکھنے والا مالِ غنیمت میں حصہ دار بن جاتا۔ میں اس روپیہ پر گر پڑا پھر اسے چپکے سے جیب میں چھپا لیا۔ چار پیسے کا گھڑا ضرور ٹوٹا مگر پورے ایک روپے کا منافع ہوا۔"

شی تارا کو یہی بات کھٹک رہی تھی کہ فرہاد کی اولاد یونہی جان جوکھم میں نہیں ڈالے گی۔ علی جان بوجھ کر ایسی جگہ گیا ہے جہاں سے آج تک کوئی قیدی زندہ واپس نہیں آیا۔ ایسا خطرہ مول لینے کے پیچھے کوئی راز ہے۔ پھر وہ تنہا نہیں گیا۔ اپنے ساتھ پاشا کو بھی لے جانے کا کوئی اہم مقصد ہو گا۔

وہ اٹھ کر ٹہلنے لگی۔ بوڑھی آیا نے آ کر کہا۔ "بیٹی! بارہ گھنٹے گزر گئے۔ نہ کھاتی ہے' نہ سوتی ہے۔ یہ ٹیلی پیتھی تیری جان لے کر رہے گی۔ آخر کس چکر میں پڑ گئی ہے؟"

"آیا ماں! تم نہیں سمجھو گی۔ بڑے زبردست چکر بازوں سے پالا پڑا ہے۔ ان کی حرکتوں سے یوں لگتا ہے جیسے نقصان اٹھا رہے ہوں۔ بعد میں انکشاف ہوتا ہے کہ وہ نقصان کے پیچھے فائدہ ... رہے تھے۔"

"کیا تم ان کے خیالات پڑھ کر ان کے اصل ارادوں کو ... نہیں سکتی ہو؟"

"میں اس کے دماغ میں نہیں جا سکتی۔ اس کا نام علی ہے۔ اس کے ساتھ پاشا ہے اور پاشا یہ نہیں جانتا ہے کہ علی اسے خطرناک جزیرے میں کیوں لے گیا ہے۔"

"تو پھر ذرا صبر کرو۔ کچھ کھا پی لو۔ ذرا نیند پوری کر لو۔ ... چند گھنٹوں کے بعد معلوم ہو جائے گا کہ وہ دونوں جزیرے میں ... کرتے پھر رہے ہیں۔"

"ٹھیک کہتی ہو۔ میں تھک گئی ہوں' ذرا آرام کرنے کے بعد ان کے پاس جاؤں گی۔ کچھ کھانے کو لاؤ۔"

آیا ماں چلی گئی۔ اس سے صبر نہیں ہو رہا تھا۔ وہ پاشا کے پاس پہنچی پھر کوڈ ورڈز ادا کیے۔ وہ اور علی تقریباً دو سو گز تک تیرنے کے بعد ساحل پر آئے تھے پھر ریت پر چاروں شانے چت لیٹ کر گہری سانسیں لے رہے تھے۔

وہ بولی۔ "پاشا! یہ دیکھ کر اطمینان ہو رہا ہے کہ تم بخیریت ساحل پر پہنچ گئے ہو۔ میرے خلوص پر شبہ نہ کرنا۔ علی اور ... ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے کوئی راستہ میرے لیے نہیں چھوڑا تھا۔ تمہاری مدد کرنے کے تمام راستے بند کر دیے تھے۔"

"میں سمجھتا ہوں' مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں ہے لیکن اب ... ایک دشمن علی میرے پاس ہے۔ باقی دشمن جا چکے ہیں۔ اب تم کوشش ... تو علی کو یہاں چھوڑ کر تمہارے پاس آ سکوں گا بلکہ میں تو اسے جان سے مار کر ہی آؤں گا۔"

وہ بولی۔ "اگرچہ میں نے یہ سنا ہے کہ اس جزیرے سے کوئی زندہ واپس نہیں آتا ہے پھر بھی تمہیں وہاں سے لانے کے لیے اپنے تمام ذرائع استعمال کروں گی۔ بہتر ہے جب تک مجھے کامیابی نہ ہو تم علی کو دوست بنا کر رکھو۔"

"دوست بنانے سے کیا ہو گا؟"

"تمہیں معلوم ہوتا رہے گا کہ اس کے خیال خوانی کرنے والے وہاں اس کی کس طرح مدد کر رہے ہیں اور وہ تمہیں وہاں زبردستی کیوں لے گیا ہے؟"

"ہاں' اس کی یہ حماقت سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔ اپنے ساتھ مجھے بھی یہاں مصیبتوں میں مبتلا کرنے لے آیا ہے۔"

"تم اس کے سامنے مجھ سے نفرت ظاہر کرو تاکہ اسے یقین ہو جائے کہ میں تم سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ نہیں کرتی ہوں۔"

آیا ماں اس کے لیے کھانا لے آئی۔ وہ کھانے کے دوران پاشا کے پاس جاتی آتی رہی۔ علی ساحل پر کھڑا دور تک نظریں دوڑا رہا تھا اور کہہ رہا تھا "کہیں کوئی انسان یا جانور نظر نہیں آ رہا ہے۔ البتہ پرندے کافی تعداد میں ہیں۔"

پاشا نے پوچھا۔ "یہاں آنے کی ضرورت کیا تھی؟ اور کسی ضرورت سے آئے ہو تو مجھے کیوں لے آئے ہو؟"

"ایک سے دو بھلے ہوتے ہیں۔ جب آ ہی گئے ہو تو گھڑا رونے سے واپسی کا ٹکٹ نہیں ملے گا۔ چلو اٹھو۔"

وہ ریت پر سے اٹھتے ہوئے بولا۔ "ہم کہاں جائیں گے؟"

"کہیں تو کھانے پینے اور سر چھپانے کی جگہ تلاش کرنی ہو گی۔ شاید تم نہیں جانتے' یہاں کسی قیدی کو ساحل پر آنے کی اجازت نہیں ہے۔ موٹر بوٹس وغیرہ کے ذریعے ادھر سے گزرنے والی پولیس پارٹی کسی بھی شخص کو دیکھتے ہی گولی مار دیتی ہے۔ وہ ہمیں بھی قیدی سمجھ کر کوئی سوال کیے بغیر شوٹ کر دیں گے۔"

وہ ایک طرف کان لگا کر سنتے ہوئے بولا۔ "موٹر بوٹ کی آواز آ رہی ہے۔ شاید پیٹرولنگ پولیس ہے۔"

وہ دور درختوں کی طرف جانے لگا۔ میں نے کہا۔ "کسی موٹر بوٹ کی آواز نہیں ہے۔"

"میں اپنی قوتِ سماعت سے سن رہا ہوں۔"

یہ ماننے والی حقیقت تھی۔ میلوں دور کی آواز ہم نہیں سن سکتے تھے۔ وہ سن لیتا تھا۔ علی بھی ساحل سے دور درختوں کے جھنڈ میں چلا آیا۔ تھوڑی دیر بعد انہوں نے جھاڑیوں کے پیچھے سے دیکھا ایک پولیس پیٹرولنگ پارٹی اسپیڈ بوٹ میں جا رہی تھی اور چند سپاہیوں نے ساحل کی طرف رائفلیں تان رکھی تھیں۔ وہ حکم کے بندے تھے ساحل پر کسی بھی شخص کو دیکھ کر گولی مار سکتے تھے اور یہ وہاں کے قانون کے عین مطابق ہوتا۔

وہ اسپیڈ بوٹ وہاں سے گزر گئی پھر نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ علی نے کہا۔ "میں اسی لیے تمہیں لایا ہوں۔ تم دور کی آوازیں سن لیتے ہو۔ رات کو جزیرے کی تاریکیوں میں بھی دیکھ لیتے ہو۔ مجھے ہیڈ فون' سرچ لائٹ اور دوربین وغیرہ کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ جسمانی طور پر شہ زور ہو' میرے باڈی گارڈ بن کر رہو گے۔"

وہ بھڑک کر بولا۔ "تم کیا' تمہارا باپ بھی مجھے باڈی گارڈ نہیں بنا سکتا۔"

"میرے باپ کو کتے پالنے کا شوق نہیں ہے۔"

پاشا نے ایک الٹا ہاتھ منہ پر مارا۔ منہ ایک طرف ہٹ گیا۔ ہاتھ درخت کے تنے پر جا کر لگا پھر اس نے پلٹ کر کراٹے کا ہاتھ مارا۔ وہ ہاتھ فضا میں لہرا کر رہ گیا۔ علی چھوٹے چھوٹے پینترے بدل کر اس کے حملوں سے بچ رہا تھا۔ اس نے ناکامیوں سے جھنجلا کر اس پر چھلانگ لگائی۔ علی نے جھکتے ہوئے اسے اپنے سر پر سے گزار دیا۔ وہ دوسری طرف جا کر گرتے ہی چیخنے لگا۔

وہ شہ زوری سے بڑی تکلیف برداشت کر لیتا تھا۔ اس کے لیے گرنے کی چوٹ معمولی تھی لیکن وہ کانٹے دار جھاڑیوں میں جا کر گرا تھا۔ بے شمار کانٹے اس کے جسم میں چبھ گئے تھے وہ جس پہلو سے اٹھنا چاہتا تھا' اس پہلو میں کانٹے چبھنے لگتے تھے۔

علی نے اس کا ایک ہاتھ پکڑ کر جھاڑی سے باہر کھینچ لیا پھر کہا۔ "میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں۔ تم طاقتور ضرور ہو مگر لڑنے کے معاملے میں صفر ہو۔"

وہ کچھ نہ بولا۔ "جو کانٹے اس کے جسم میں پیوست ہو کر وہیں ٹوٹ کر رہ گئے تھے' انہیں ایک ایک کر کے نکال رہا تھا۔ اس کے اندر شی تارا کہہ رہی تھی۔ "تم کیوں اس سے الجھ رہے ہو۔ میں نے دوستی کرنے کا مشورہ دیا اور تم دشمنی بڑھا رہے ہو۔"

"مجھے تمہاری ہمدردی کی ضرورت نہیں ہے۔ چلی جاؤ یہاں سے۔"

"چلی جاؤں گی تو غصہ ٹھنڈا ہونے کے بعد پچھتاؤ گے۔ ایسی مصیبت کے وقت ایک میں ہی تمہاری مددگار ہوں۔"

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھامے بیٹھا رہا۔ ان حالات میں شی تارا سے دوستی قائم رکھنا بہت ضروری تھا۔ اس نے کہا۔ "ہاں' میں غصے میں آ جاتا ہوں۔ دراصل کبھی کسی سے شکست نہیں کھائی اور یہ جوان میری آدھی عمر کے برابر بھی نہیں ہے اور مجھے مات پر مات دیے جا رہا ہے۔ کیا ایسے میں غصہ نہیں آئے گا۔"

"جو لوگ حالات سے سمجھوتا کر کے اگلی بازی جیتنا چاہتے ہیں انہیں کبھی غصہ نہیں آتا۔"

"درست کہتی ہو۔ میں برداشت کر رہا ہوں۔ آئندہ کوشش کروں گا کہ غصے میں نہ آؤں۔"

اس نے سر اٹھا کر علی کو دیکھا پھر کھڑا ہو کر کہنے لگا۔ "تم درست کہتے ہو۔ مجھے لڑنے کا فن نہیں آتا ہے۔ اب یہ آرٹ میں تم سے سیکھتا رہوں گا۔ بولو سکھاؤ گے؟"

اس نے دوستی کرنے کے انداز میں مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔

علی نے مسکرا کر پوچھا۔ "ہاتھ ملاؤ گے یا پہلے کی طرح پنجہ لڑاؤ گے۔"

"بھئی شرمندہ نہ کرو۔ مجھے غصہ آ رہا تھا۔ مگر عقل بھی آ رہی ہے۔ ہمیں موت کے اس جزیرے میں دوست بن کر رہنا ہو گا ورنہ ایک دوسرے سے الگ رہیں گے تو تنہا ڈھائی سو قیدیوں کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ الگ الگ مارے جائیں گے۔"

علی نے مسکرا کر مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "چلو آگے چل کر دیکھیں کہ انسانی آبادی یہاں سے کتنی دور ہے۔"

وہ آگے بڑھ گئے۔ جزیرہ ہرا بھرا تھا۔ حدِ نظر تک تمام درخت سبز پتوں' پھلوں اور پھولوں سے لدے ہوئے تھے۔ پاشا نے چلتے ہوئے کہا۔ "مصیبت کی گھڑیوں میں دوست پہچانے جاتے ہیں۔ شی تارا میری دوستی کا دم بھرتی تھی۔ ایسے وقت جھوٹے منہ سے تسلیاں دینے بھی نہیں آ رہی ہے۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

علی نے کہا۔ "شاید کسی اہم معاملے میں مصروف ہو گئی ہو گی۔"

"اس سے اہم معاملہ کیا ہو سکتا ہے کہ میں موت کے جزیرے میں آپہنچا ہوں۔ اس نے دیکھا تھا کہ میں نے مجبور ہو کر سمندر میں چھلانگ لگائی ہے۔ اسے یہ معلوم کرنا چاہیے تھا کہ میں خیریت سے ساحل تک پہنچ گیا ہوں یا نہیں؟"

"ہم ساحل پر پہنچ کر بری طرح ہانپ رہے تھے۔ ایسے وقت کوئی خیال خوانی کرنے والا چپکے سے آئے اور پھر چلا جائے تو اس کی آمدورفت کا پتا نہیں چلتا۔ شاید وہ تمہیں بخیریت دیکھ کر چلی گئی ہو۔"

"میں دعوے سے کہتا ہوں' ہانپتے وقت بھی کوئی میرے دماغ میں نہیں آسکتا۔ میں فولادی دماغ رکھتا ہوں۔"

"میں نے مان لیا' تم بھی مان لو کہ ثی تارا میرے دماغ میں آکر گئی ہو گی اور میں نے ہانپنے کے دوران محسوس نہیں کیا ہے۔"

"ہاں' یہ ہو سکتا ہے لیکن وہ میرے پاس کیوں نہیں آتی' مجھے مخاطب کیوں نہیں کرتی۔"

"اس کی کوئی مصلحت ہو گی۔"

"تم اس کی حمایت کیوں کر رہے ہو۔"

"میں دشمن کی حمایت نہیں کر رہا ہوں۔ ایک اندازے سے تمہاری باتوں کا جواب دے رہا ہوں۔"

"میں تم سے دوستی کر رہا ہوں۔ اب وہ آئے گی تو اسے بھگا دوں گا۔ اپنے دماغ میں کبھی آنے نہیں دوں گا۔"

"یہ تمہارا معاملہ ہے۔"

"لیکن میں تمہارا دوست بن گیا ہوں۔ تم کوئی معقول مشورہ دے سکتے ہو۔"

"معقول مشورہ یہ ہے کہ جس دشمن سے نقصان پہنچا ہو' اس سے دوستی نہ کرو اور جو دوست ہو' اس پر زیادہ بھروسا نہ کرو۔"

"اس کا مطلب ہے کسی پر اعتماد نہ کیا جائے۔"

"میں نے ایسا کب کہا ہے؟ بھروسا کرنے والی ذات صرف خدا کی ہے۔" اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ دونوں تھوڑی دیر تک خاموشی سے چلتے رہے پھر پاشا نے کہا۔ "یہ جزیرہ کافی وسیع و عریض ہے۔"

"خواہ کتنا ہی وسیع و عریض ہو' ہم آبادی تک پہنچیں گے۔"

"ہو سکتا ہے۔ ہم غلط راستے پر جا رہے ہوں اور یوں پھر ساحل پر پہنچ جائیں۔ مجھے معلوم ہوتا کہ یہاں آکر پھنسنا ہو گا تو پورے جزیرے کا نقشہ لے کر آتا۔"

"نقشہ میرے پاس ہے۔"

"واقعی؟ کہاں ہے؟ مجھے دکھاؤ۔"

"تم نہیں دیکھ سکو گے۔ وہ میرے ذہن پر نقش ہے۔"

وہ ناگواری سے منہ بنا کر رہ گیا۔ کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد اس نے علی کا بازو تھام کر اسے آگے بڑھنے سے روک دیا۔

"ہنسنے کھلکھلانے کی آوازیں آرہی ہیں۔ یہاں سے کچھ فاصلے پر دریا بہہ رہا ہے۔"

"کیا تم فاصلے کا اندازہ کر سکتے ہو۔ میں نے سنا ہے تم دور تک ہر چیز واضح طور پر دیکھ لیتے ہو۔"

"ہاں لیکن یہ درخت وغیرہ آڑے آرہے ہیں۔ اگر یہ نہ ہوتے تو میں میلوں دور تک صاف طور سے دیکھ لیتا۔"

"آگے چلو۔ شاید درختوں کا سلسلہ ختم ہو جائے۔"

وہ تقریباً تین سو گز کے فاصلے تک گئے پھر رک گئے۔ درختوں کے پیچھے سے چھپ کر دیکھا۔ آگے ڈھلان تھی۔ نشیب میں ایک دریا بہہ رہا تھا اور دریا کے پار دوسرے ساحل پر عورتیں نظر آرہی تھیں۔ کچھ کپڑے دھو رہی تھیں اور کچھ غسل کر رہی تھیں۔ کچھ پانی میں تیر رہی تھیں۔

علی نے حیرانی سے کہا۔ "اس جزیرے میں کبھی کسی عورت نے قدم نہیں رکھا۔ اسے آئی لینڈ آف مین کہتے ہیں۔ مارکیوسان کے مجرم مرد یہاں قیدی بن کر رہتے ہیں پھر یہ عورتیں کہاں سے آگئیں۔"

پاشا نے مسکرا کر کہا۔ "میں قوت بصارت سے ان کے ایک ایک بال گن سکتا ہوں۔ جو میں دیکھ رہا ہوں وہ تم اتنی دور سے نہیں دیکھ سکتے۔ وہ عورتیں نہیں ہیں' زنخے ہیں۔ خسرے ہیں۔"

علی نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ادھر دیکھا۔ وہ دور سے عورتوں کی طرح نظر آرہے تھے۔ کچھ نے اسکرٹ اور بلاؤز پہنا ہوا تھا۔ کچھ مقامی عورتوں کے لباس میں تھے۔ عورتوں کی طرح ان کی زلفیں لانبی تھیں یا شانوں تک تراشیدہ تھیں۔

بات سمجھ میں آگئی۔ مرد عورت کو دیکھنا چاہتا ہے۔ اسے چھونا چاہتا ہے۔ وہ حاصل نہ ہو تو اس کی تصویریں بناتا ہے۔ اس کے حسین خیالی مجسمے تراشتا ہے۔ راتوں کو نیند نہ آئے تو تکیے کو بازوؤں میں دبوچ کر سوتا ہے۔

مارکیوسان کی حکومت نے ان قیدیوں کو عورتوں سے محروم کر کے انسانی فطرت کے خلاف سزا دی تھی۔ اس دنیا کا پہلا انسان عورت کے ساتھ زمین پر اتارا گیا تھا۔ اس نے عورت کے لیے جنت چھوڑ دی تھی۔ زمین کی پستیوں کو قبول کیا تھا اور اب اس دنیا کے ایک جزیرے میں عورت کو اس سے چھین لیا گیا تھا۔ یہ محرومی وہ برداشت نہیں کر سکتے تھے اس لیے وہاں خسروں کا وجود نظر آرہا تھا۔

علی اور پاشا جزیرہ مارکیوسان سے آئے تھے۔ وہاں انہوں نے کہیں ایک خسرا نہیں دیکھا تھا۔ یہ سوچا نہیں جا سکتا تھا کہ خسروں نے بھی بڑے جرائم کا ارتکاب کیا ہو گا۔ جن کی پاداش میں انہیں بھی قیدی بنا کر وہاں بھیج دیا گیا تھا۔

ایسی بات نہیں تھی۔ وہاں صرف مرد قیدیوں کو بھیجا گیا تھا۔ وہاں خسرے کیسے پیدا ہو گئے تھے؟ اور کیوں پیدا ہو گئے تھے یہ وہاں کی آبادی میں پہنچنے کے بعد ہی معلوم ہو سکتا تھا۔

علی نے کہا۔ "یہاں ان کی موجودگی بتا رہی ہے کہ ہم آبادی کے قریب پہنچ گئے ہیں۔"

پاشا نے کہا۔ "ہمیں دریا کی طرف جانا چاہیے۔"

"کیوں جانا چاہیے؟ کیا خسرے پسند آگئے ہیں۔"

"لعنت ہے ایسے خسروں پر' مجھے دنیا کی حسین ترین عورتیں مل جاتی ہیں۔"

"یہاں کسی بد صورت عورت کی تصویر بھی نہیں ملے گی۔"

"یہی میرے لیے سب سے بڑے دکھ کی بات ہے۔ میں یہاں گزارہ کیسے کروں گا۔"

"جیسے یہاں کے قیدی کر رہے ہیں۔ اب چلو یہاں سے۔"

"ابھی تم کہہ رہے تھے۔ ان خسروں کی طرف نہیں جائیں گے۔"

"ہاں' ان کی طرف نہیں' ان سے چھپ کر دوسری طرف جائیں گے۔ ابھی اس جزیرے میں ہماری موجودگی کا علم کسی کو نہیں ہے۔ ہم چھپ کر انہیں اور ان کے رنگ ڈھنگ دیکھیں گے۔"

"چھپ کر دیکھنے کی کیا ضرورت ہے؟"

علی نے کہا۔ "یہ ہمارا طریقۂ کار ہے۔ ہم اجنبی افراد کو پہلے دور سے دیکھتے اور سمجھتے ہیں۔ تم اچانک ان کے قریب جا کر نقصان اٹھا سکتے ہو۔"

"ہاں۔ یہ سب ہی سے سنتا آرہا ہوں' یہاں کے قیدی خطرناک درندے ہیں۔ تم درست کہتے ہو' پہلے انہیں دور ہی دور سے سمجھنا چاہیے اور ان کی کچھ کمزوریاں معلوم کرنا چاہیے۔"

وہ درختوں اور جھاڑیوں کے پیچھے چلتے ہوئے خسروں کی نظروں سے بچتے ہوئے جانے لگے۔ دریا کے کنارے ہی کہیں آبادی ہو سکتی تھی۔ اس لیے وہ کنارے سے دور نہیں ہوئے۔ ساحل ساحل چلتے رہے۔ کچھ دور نکل جانے کے بعد پاشا نے پھر اس کا بازو پکڑ کر روک لیا اور کہا۔ "دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں ہیں اور وہ آوازیں ہماری طرف آرہی ہیں۔"

وہ درختوں کے پیچھے آگئے۔ وہاں سے دیکھنے لگے۔ قدموں کی آوازیں قریب آرہی تھیں پھر دوڑنے بھاگنے والے نظر آگئے۔ سب سے آگے ایک حسینہ تھی۔ اس کے پیچھے دو ہٹے کٹے مرد تھے۔ اسے پکڑنے کے لیے دوڑتے چلے آرہے تھے۔ حسینہ پریشان تھی۔ ان درندوں سے بچنے کے لیے کسی کو مدد کے لیے نہیں پکار رہی تھی شاید اس لیے کہ وہاں سب ہی درندے تھے۔

وہ ان سے دور بھاگنے کے دوران سمجھ رہی ہو گی کہ جتنی بھی دور بھاگتی جائے گی' جزیرے سے باہر نہیں جا پائے گی اور شاید یہ بھی چاہتی ہو کہ کسی طرح ساحل تک پہنچ جائے تاکہ پولیس والے اسے گولی مار دیں اور ہمیشہ کے لیے ان درندوں سے نجات دلا دیں۔

جب وہ بالکل قریب آنے لگی تو علی اور پاشا اچانک درختوں کے پیچھے سے نکل آئے۔ انہیں دیکھتے ہی حسینہ چیخ مار کر اوندھے منہ گر پڑی۔ اس کا تعاقب کرنے والے بھی ایکدم سے رک کر انہیں سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔

پھر ایک نے دوسرے سے کہا۔ "یہ ہماری بستی کے نہیں ہیں۔"

دوسرے نے کہا۔ "یہ دونوں جانسن ٹاؤن کے لگتے ہیں۔ اے' کون ہو تم لوگ؟"

علی نے کہا۔ "تمہاری باتوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس جزیرے میں تم قیدیوں نے الگ الگ بستیاں بسالی ہیں۔ چلو یہی سمجھ لو ہم جانسن ٹاؤن سے آئے ہیں۔ تمہارا کس ٹاؤن سے تعلق ہے؟"

ایک نے کہا۔ "ہمارا تعلق بوگارڈ ولیج سے ہے۔ اس وقت تم دونوں ہمارے آقا بوگارڈ کے علاقے میں ہو۔"

پاشا اس حسینہ کو سہارا دے کر گھاس پر سے اٹھا رہا تھا۔ ایک نے للکار کر کہا۔ "اے خبردار! شیبا کو ہاتھ نہ لگاؤ۔ یہ ہماری ملکیت ہے۔"

پاشا نے کہا۔ "اسے ہاتھ لگانے سے روکو گے تو تمہیں ہاتھ پڑیں گے۔"

وہ دونوں پاشا پر حملہ کرنا چاہتے تھے۔ علی نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "رک جاؤ' یہ لڑکی تمہیں مل جائے گی۔ پہلے یہ بتاؤ یہ مردوں کے جزیرے میں کہاں سے آگئی ہے؟"

ایک نے کہا۔ "کہیں سے بھی آئی ہے' تم کون ہوتے ہو پوچھنے والے؟"

"سیدھی طرح جواب دو گے اور یہ لڑکی تمہارے ساتھ جانا چاہے گی تو اسے لے جا سکو گے ورنہ۔۔۔۔"

ورنہ کے بعد انہوں نے کچھ نہیں سنا۔ ایک نے علی پر' دوسرے نے پاشا پر چھلانگ لگائی۔ پاشا کا ایک ہاتھ پڑتے ہی وہ چکرا کر گر پڑا' دوسرے کو علی نے دبوچ کر کہا۔ "میں باڈی گارڈ اس لیے ساتھ لایا ہوں کہ مجھے ہاتھ پاؤں نہ ہلانا پڑیں۔ چلو اُدھر جاؤ۔"

اس نے حملہ کرنے والے کو پاشا کی طرف دھکیل دیا۔ پاشا نے اس کے منہ پر ایک گھونسا مارا پھر دوسرے گھونسے میں وہ ایسا گرا کہ پھر زمین سے اٹھ نہ سکا پھر اس نے دونوں کو ٹھوکریں مار مار کر بے ہوش کر دیا۔

لڑکی ایک درخت کے تنے سے لگی' سہمی اور سمٹی ہوئی یہ تماشا دیکھ رہی تھی پھر وہاں سے بھاگنے لگی۔ علی نے لپک کر اسے پکڑ لیا پھر نرمی سے کہا۔ "ہم سے نہ ڈرو۔ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

itsurdu.blogspot.com
itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

وہ بری طرح خوف زدہ تھی۔ اپنا بازو چھڑا کر پیچھے ہٹ رہی تھی پاشا نے پوچھا۔ "تم بھاگ کر کہاں جاؤ گی۔ ہمیں بتاؤ ہم وہاں پہنچا دیں گے۔"

علی نے پوچھا۔ "تم کسی بوگارڈ کی ملکیت ہو۔"

وہ انکار میں سرہلا کر بولی۔ "میں کسی کی ملکیت نہیں ہوں' مجھے جانے دو۔"

"کہاں جاؤ گی؟ کہاں سے آئی ہو؟"

"میں برین کالونی سے آئی ہوں۔ میرے باپ کا نام برین ہارورڈ ہے۔"

"کیا تمہاری کوئی ماں بھی ہے؟"

"ماں تھی۔ مرگئی۔"

"کسی عورت کو اس جزیرے میں قدم رکھنے نہیں دیا جاتا پھر تمہاری ماں یہاں کیسے آگئی تھی؟"

"میں نہیں جانتی۔ میں کچھ نہیں جانتی۔ مجھ سے کچھ نہ پوچھو۔ مجھے جانے دو۔"

"کیا تم ہمیں وحشی درندے سمجھتی ہو؟"

وہ ابھی تک سہمی ہوئی تھی۔ رحم طلب نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ علی نے کہا۔ "ہمیں دوست سمجھو۔ ہم پر بھروسا کرو۔"

پاشا نے کہا۔ "اگر ہم درندے ہوتے تو اتنی دیر پیار سے نہ سمجھاتے' تمہیں چیر پھاڑ کر رکھ دیتے۔"

علی نے پوچھا۔ "تمہارا نام شیبا ہے۔"

شیبا نے ہاں کے انداز میں سرہلایا۔ علی نے کہا۔ "اپنے باپ کے پاس برین کالونی جاؤ گی؟"

اس نے پھر ہاں کے انداز میں سرہلایا۔ علی نے کہا۔ "تم آگے آگے چلو۔ ہم تمہاری حفاظت کے لیے پیچھے رہیں گے۔ کوئی دشمن تمہیں نقصان نہیں پہنچائے گا۔"

وہ سہمے ہوئے انداز میں ایک طرف چلنے لگی۔ پاشا نے اس کے پیچھے چلتے ہوئے علی سے پوچھا۔ "کیا تم واقعی اسے جانے کا موقع دے رہے ہو؟"

علی نے کہا۔ "ہاں' یہ تنہا بے یار و مددگار ہے۔ اسے اس کے باپ کے پاس پہنچانا ہمارا فرض ہے۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو۔ اتنی حسین لڑکی کو یونہی جانے دو گے؟"

"تو پھر کیا ارادہ ہے۔ اس سے نکاح پڑھواؤ گے؟"

"اگر تمہیں گناہ منظور نہیں ہے تو چلو اس کے ساتھ میرا نکاح تم ہی پڑھا دو۔"

"عمر کے حساب سے اسے اپنی بیٹی بنالو۔"

"دیکھو علی! مجھ سے ایسی بکواس نہ کرو۔ نہ میرے ہاں کبھی بیٹی پیدا ہوئی اور نہ ہی میں کسی کو بیٹی یا بہن بناتا ہوں۔"

"میرے ساتھ رہو گے تو بنانا سیکھ لو گے۔"

"تم خود کو سمجھتے کیا ہو؟ دیکھو' میں تمہیں سمجھا دیتا ہوں کہ میرے کسی معاملے میں مداخلت نہ کیا کرو۔ ورنہ تمہیں اپاہج بنا دوں گا۔"

"میرے ہاتھ پاؤں توڑ کر اپاہج بنا دو گے تو دشمنوں کے اس جزیرے میں تنہا رہ جاؤ گے۔ مجھ جیسے مددگار کو بیکار بنا کر سال کس سے مقابلہ کرو گے؟"

وہ سوچ میں پڑ گیا۔ اس انجانے جزیرے میں اسے یقین تھا کہ علی ہر مصیبت میں ساتھ دے گا۔ وہ ایک بار پنجہ لڑانے کے بعد اس کی شہ زوری کا قائل ہو گیا تھا۔

وہ دوستانہ لہجے میں بولا۔ "علی! عقل سے کام لو یہ لڑکی ہمیں کسی دلدل میں پہنچا دے گی۔ اپنی کالونی میں پہنچتے ہی کسی مصیبت میں پھنسا دے گی۔ ہم اسے یرغمال بنا کر اس کے باپ کو اور اس کالونی کے افراد کو اپنے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر سکتے ہیں۔"

"اور کیا کر سکتے ہیں۔"

"ان سے گرم کپڑے اور کمبل وغیرہ لے سکتے ہیں۔"

"اور کیا کر سکتے ہیں؟"

ان سے ہتھیار حاصل کر سکتے ہیں۔"

"اور کیا کر سکتے ہیں؟"

"تمہارا سر کر سکتے ہیں۔ تم پوچھتے پوچھتے مجھے اس کالونی میں پہنچا دو گے۔ میں وہاں جا کر ان کا قیدی نہیں بننا چاہتا۔"

"کیا ان کا داماد بننا چاہتے ہو؟"

"تم وقت ضائع کر رہے ہو۔ شیبا سے اس کالونی کے متعلق معلوم تو کرو۔ تم نے ہی کہا تھا کہ پہلے دور سے معلومات حاصل کریں گے۔"

"اس لڑکی نے تھوڑی دیر پہلے بڑی بے بسی سے التجا کی تھی کہ میں اس سے کچھ نہ پوچھوں اور اسے جانے دوں۔ اس لیے جانے دے رہا ہوں اور کچھ نہیں پوچھ رہا ہوں۔"

"دیکھو علی! تم مجھے غصہ دلا رہے ہو۔"

لڑکی جاتے جاتے کئی بار پلٹ کر علی کو دیکھ چکی تھی۔ اس کی باتیں سنتی رہی تھی اس لیے اب وہ خوفزدہ نہیں لگ رہی تھی۔ ایک بار وہ مسکرائی بھی تھی۔ پاشا نے بھڑک کر کہا۔ "وہ مسکرا رہی ہے' تم اس کی نظر میں ہیرو بن رہے ہو۔"

"تم بھی ہیرو بننا چاہتے ہو تو ولن جیسی باتیں نہ کرو۔"

وہ غصے سے ہونٹوں کو بھینچنے لگا۔ وہ اپنا غصہ کسی نہ کسی پر اتارا کرتا تھا لیکن علی پر زور نہیں چل رہا تھا۔ دراصل اسی بات کا غصہ تھا کہ غیر معمولی جسمانی قوت رکھتے ہوئے بھی وہ پنجہ آزمائی کے وقت علی سے اپنی انگلیاں نہیں چھڑا سکا تھا۔ اب خود کو تسلی دے رہا تھا کہ پنجہ آزمائی میں شکست کھانے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ دوسرے مقابلوں میں علی سے کمتر ہو گا۔ نہیں' آئندہ مقابلہ ہو گا تو علی کو توڑ پھوڑ کر رکھ دے گا۔

وہ شیبا سے بولا۔ "اے لڑکی! پہلے ہمیں دور سے اپنی کالونی دکھاؤ۔"

وہ کچھ دور جا کر رک گئی پھر بولی۔ "یہیں سے ہمارا علاقہ شروع ہوتا ہے۔ آگے دریا کے کنارے ہماری کالونی ہے۔"

وہ دس منٹ تک چلتے رہے پھر دور سے وہ آبادی نظر آنے لگی تمام مکانات لکڑیوں سے بنے ہوئے تھے۔ تمام مکانات کی چھتوں پر چمنیاں بنی ہوئی تھیں۔ ان میں سے دھواں نکل رہا تھا۔ وہاں لکڑیاں جلا کر کھانا پکایا جاتا تھا۔ کئی مرد نظر آئے وہ کپڑے تیار کرنے کے لیے دھاگے رنگ رہے تھے۔ ایک بھی عورت نظر نہیں آرہی تھی۔

علی نے کہا۔ "شیبا! تم جاؤ اور اپنے باپ سے کہو۔ یہاں دو اجنبی ہیں وہ ہم سے دوستی کرے گا یا دشمنی!"

وہ جانے لگی۔ پاشا نے کہا۔ "اور یہ کہہ دینا کہ ہم سے دشمنی مہنگی پڑے گی۔"

شیبا نے پلٹ کر علی کو دیکھا' مسکرائی پھر چلی گئی۔ پاشا نے پوچھا۔ "یہ تمہیں دیکھ کر مسکراتی کیوں ہے؟"

"اس لیے کہ میں نے چیلنج نہیں کیا ہے کہ ہم سے دشمنی مہنگی پڑے گی۔ تم للکارنے والا لہجہ اختیار کرو گے تو تمہیں مسکراہٹ کبھی نہیں ملے گی۔"

وہ دونوں چھپ چھپ کر کالونی کے قریب جا رہے تھے اور دیکھنا چاہتے تھے کہ وہاں دو اجنبیوں کی آمد کی خبر پہنچے گی تو ان لوگوں کا ردعمل کیا ہو گا۔

تھوڑی دیر بعد ہی ان مکانوں سے لوگ نکلنے لگے۔ ان میں سے کچھ نے کلہاڑیاں اور کچھ نے چاقو پکڑے ہوئے تھے۔ وہاں رائفل اور ریوالور جیسے ہتھیار نہیں تھے۔ وہ لوگ درخت کاٹتے تھے یا کھڈیوں میں کپڑے بنتے تھے۔ ان پیشوں کی مناسبت سے ان کے پاس چھینی' ہتھوڑے' کیلیں' کلہاڑیاں اور چھوٹے بڑے آرے ہوتے تھے۔ ان اوزاروں سے وہ کام بھی کرتے تھے اور جنگیں بھی لڑتے تھے۔

ان کی مختلف آبادیوں سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ ایک ہی جگہ متحد ہو کر نہیں رہتے ہیں۔ انسانی فطرت سے مجبور ہیں اس لیے الگ الگ کالونیاں قائم کر رکھی ہیں اور ہر کالونی کا ایک سردار یا آقا ہوتا ہے مثلاً جانسن ٹاؤن کسی جانسن نامی شخص نے قائم کیا تھا۔ بوگارڈ ولیج ایک بوگارڈ نامی شخص سے موسوم تھا۔ اسی طرح شیبا کے باپ کے نام سے وہ تیسری کالونی برین کالونی کہلاتی تھی۔

وہ لوگ ہاتھوں میں ہتھیار اٹھائے کالونی سے باہر ادھر جا رہے تھے' جدھر شیبا ان سے جدا ہوئی تھی۔ وہ سمجھ رہے تھے کہ وہ ان کے انتظار میں اسی جگہ کھڑے ہوں گے۔ وہ تعداد میں چوبیس تھے وہاں پہنچ کر انہیں تلاش کر رہے تھے۔

وہ دوسری طرف سے گھوم کر کالونی میں آئے۔ وہاں کھڈیاں چلنے کی آوازیں آرہی تھیں۔ جو لوگ گھروں میں بیٹھے کام کر رہے تھے وہ ان کی تلاش میں نہیں گئے تھے۔ وہ دونوں دبے قدموں چلتے ہوئے ہر گھر میں جھانکتے پھر رہے تھے۔ ایک بڑے سے لکڑی کے مکان میں شیبا نظر آگئی۔ وہ اندر گھس آئے۔ پاشا نے کہا۔ "ہم سے دھوکا کرتی ہو۔ ہمیں پکڑنے کے لیے اپنے یاروں کو ہتھیار کے ساتھ وہاں بھیجا ہے۔"

شیبا نے کہا۔ "وہ پکڑنے نہیں' تمہارا استقبال کرنے گئے ہیں۔"

علی نے پوچھا۔ "کیا ہتھیاروں سے استقبال کیا جاتا ہے؟"

"وہ اس لیے ہتھیار لے گئے ہیں کہ تم دونوں کو دشمنوں سے بچا سکیں۔ جو میرا پیچھا کر رہے تھے' وہ اپنے ساتھیوں کو تمہارے پیچھے لا سکتے تھے۔ تم یہاں کے لوگوں کو نہیں جانتے ہو۔ جب وہ مقابلے میں ہار جاتے ہیں تو پیچھے سے حملہ کر کے جان لیتے ہیں۔"

پاشا نے کہا۔ "تم بھی ان ہی میں سے ہو۔ کیا پتا تم بھی ہم پر پیچھے سے حملہ کرا رہی ہو گی۔"

"جب میں ایسی ہوں تو میرے پیچھے مرنے کیوں آئے ہو۔"

"مرنے نہیں' تمہارے باپ کے اسی گھر میں بیٹھ کر تمہارے آدمیوں کو مارنے آئے ہیں۔"

باہر سے لوگوں کی آوازیں آنے لگیں۔ وہ کہہ رہے تھے۔ وہاں تو کوئی نہیں ہے۔ شیبا کہہ رہی تھی' وہ دو ہیں مگر وہاں ایک بھی نہیں ہے۔"

شیبا نے دروازے سے باہر آ کر پوچھا۔ "تم لوگ ہتھیار لے کر کیوں گئے تھے۔ وہ تمہیں دشمن سمجھ کر چھپ گئے ہیں۔"

اس کے باپ برین ہارورڈ نے کہا۔ "بیٹی! میں نے ان سے کہا تھا کہ ہتھیار ساتھ نہ لے جائیں لیکن یہاں تیرے کئی طلب گار ہیں۔ ان میں سے جو زیادہ شہ زور ہو گا تو اسی کے حوالے کی جائے گی۔ یہاں کے تمام شہ زوروں کو یہ خدشہ ہے کہ وہ آنے والے دو اجنبی تجھے حاصل کر لیں گے۔ اس لیے یہ لوگ ان دونوں کو مار ڈالنا چاہتے ہیں یا انہیں اس کالونی سے دور بھگا دینا چاہتے ہیں۔"

شیبا نے کہا۔ "یہ سراسر احسان فراموشی ہے۔ اگر وہ دونوں مجھے نہ بچاتے تو بوگارڈ اور اس کے شہ زور مجھے اپنی داشتہ بنا لیتے۔"

ایک شہ زور نے کہا۔ "میں ہاتھی کی طاقت رکھتا ہوں۔ میں بوگارڈ کی بستی میں جا کر شیبا کو واپس لا سکتا تھا۔ ان دو اجنبیوں نے کوئی احسان نہیں کیا ہے۔"

برین ہارورڈ نے کہا۔ "بیٹی! یہاں کا دستور یہی ہے۔ تجھے دشمنوں سے بچانے والے اگر یہ ثابت کر دیں گے کہ وہ تیرے طلب گاروں سے زیادہ شہ زور ہیں تو وہ یہاں رہ بھی سکیں گے اور دستور کے مطابق ایک سال تک تجھے بیوی بنا کر رکھ سکیں گے۔"

وہ دونوں دروازے کے پیچھے سے ان کی باتیں سن رہے تھے۔ پاشا نے خوش ہو کر کہا۔ "یہاں کا دستور اس حسینہ کو میری آغوش

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

میں پہنچانے والا ہے۔"

اس نے دیوار سے لٹکی ہوئی ایک کلہاڑی لی پھر کمرے سے باہر نکل کر برآمدے میں شیبا کے پاس آکر بولا۔ "ازل سے یہی ہوتا آیا ہے۔ جو سب سے زیادہ طاقتور ہوتا ہے' وہ زن' زر اور زمین حاصل کرتا ہے۔ میں چیلنج کرتا ہوں' کون ہے یہاں کا سب سے طاقتور گدھا؟"

ایک ہاتھی جیسے ڈیل ڈول والے شخص نے کہا۔ "ابے او گدھے کے بچے! میرا نام ڈیوس ہے لیکن میری طاقت دیکھ کر لوگ مجھے ڈیول یعنی شیطان کہتے ہیں۔ آجا میدان میں' ابھی تو یہاں تڑپتا اور دم توڑتا دکھائی دے گا۔"

پاشا برآمدے سے اتر کر کھلی جگہ مقابلے کے لیے جانا چاہتا تھا۔ برین ہارورڈ نے کہا۔ "رک جاؤ' مقابلہ آج نہیں کل ہوگا۔"

"کل کیوں ہوگا؟ آج کیوں نہیں ہوگا؟"

"جیسا کہ یہاں سب جانتے ہیں۔ کل شیبا پورے پندرہ برس کی ہو جائے گی کل دوسری کالونیوں کے شہ زور بھی مقابلے کے لیے آئیں گے۔ مقابلے کے نتیجے میں جو شہ زور سب پر بھاری پڑے گا' وہی شیبا کے جسم و جان کا مالک ہوگا۔"

ڈیول نے کہا۔ "نہیں مسٹر برین! اس اجنبی کا تعلق اس جزیرے سے نہیں ہے۔ اس لیے اسے مقابلے میں شریک نہیں کیا جائے گا۔ اگر یہ جیت بھی جائے تو شیبا کا حقدار نہیں ہوگا۔"

پاشا نے کہا۔ "ہم دو ہیں اور یہاں کے نئے قیدی ہیں۔ ہمیں یہاں حقوق نہیں ملیں گے تو ہم چھین لینا بھی جانتے ہیں۔"

شیبا برآمدے سے پلٹ کر کمرے میں آئی۔ علی میز کے پاس ایک کرسی پر بیٹھا ایک سیب کھا رہا تھا۔ وہ قریب آکر بولی۔ "تم ایسے اطمینان سے بیٹھے ہو جیسے یہ تمہارا گھر اور تمہارا علاقہ ہے۔"

"شیبا! اطمینان کا جتنا موقع ملے آدمی کو مطمئن رہنا چاہیے پھر اگلے پل کیا ہو' یہ کون جانتا ہے؟"

"میں جانتی ہوں تمہارا ساتھی دشمنی بڑھا رہا ہے۔ اس کے ساتھ تم بھی بے موت مارے جاؤ گے۔ اسے سمجھاؤ' ڈیول ہاتھی ہے' زبردست شیطان ہے۔ اگر اس کے سامنے گھٹنے ٹیک دیے جائیں اور اسے یقین دلایا جائے کہ تم دونوں میں سے کوئی میرا طلبگار نہیں ہے تو وہ تم دونوں کو معاف کردے گا پھر میرے ڈیڈی تمہیں یہاں رہنے کی اجازت دے دیں گے۔"

علی نے کہا۔ "میرا ساتھی سرپھرا ہے۔ جب وہ چیلنج کر چکا ہے تو میدان نہیں چھوڑے گا۔ جو ہوتا ہے ہونے دو' تم تماشا دیکھتی رہو۔"

"کیسے تماشا دیکھوں۔ تم نے اپنے بدنیت ساتھی سے بھی مجھے بچایا ہے۔ مجھے تم پر ترس آتا ہے۔ میں تمہاری بھلائی چاہتی ہوں۔"

"اور مجھے تم پر ترس آتا ہے۔ تمہیں پندرہ برس کی کچی عمر میں کسی بھی طاقتور درندے کے حوالے کردیا جائے گا۔ تمہارا باپ یہاں کا آقا ہے' کیا وہ تمہاری عزت کی حفاظت نہیں کرسکتا ہے؟"

"کل جو شخص خود کو سب سے زیادہ طاقتور منوالے گا وہی میرا اور اس کالونی کا آقا بن جائے گا اور میرے باپ کی حیثیت ایک عام آدمی کی سی ہو جائے گی۔"

وہ دروازے کی طرف دیکھ کر بولی۔ "اوہ شاید وہاں مقابلہ ہو رہا ہے۔"

وہ تیزی سے چلتی ہوئی باہر برآمدے میں آئی۔ مکان کے سامنے کھلی جگہ پر پاشا اور ڈیول ایک دوسرے کے سامنے کھڑے تھے اور حملہ کرنے کے لیے پر تول رہے تھے۔ کالونی کے لوگ تماشائی کی حیثیت سے دور ہٹ گئے تھے۔

دونوں کے ہاتھوں میں کلہاڑیاں تھیں پھر وہ کلہاڑیاں فضا میں لہرانے اور ٹکرانے لگیں۔ دونوں بڑھ بڑھ کر حملے کر رہے تھے اور اپنا بچاؤ بھی کرتے جا رہے تھے۔ شیبا نے پلٹ کر کمرے میں دیکھا۔ علی ٹرے پر سے دوسرا سیب اٹھا کر کھا رہا تھا۔

برین ہارورڈ نے بھی کمرے کے اندر دیکھا پھر پوچھا۔ "بیٹی! کیا دوسرا اجنبی یہی ہے؟"

"ہاں یہی ہے۔ یہ جزیرے کے خطرناک درندوں سے واقف نہیں ہے۔ اسے مہذب علاقہ سمجھ رہا ہے۔ مجھے افسوس ہوگا اگر یہ ناسمجھی میں مارا جائے گا۔"

"یہ خوش فہمی میں مبتلا ہے یقیناً حرام موت مرے گا۔ تم پریشان کیوں ہوتی ہو؟"

"انسانیت بھی کوئی چیز ہے۔ میں اس کے احسان کا بدلہ چکانا چاہتی ہوں۔"

اسی وقت تالیوں کا شور گونجنے لگا۔ باپ بیٹی نے اُدھر دیکھا۔ پاشا کے ہاتھوں سے کلہاڑی نکل کر دور جا گری تھی۔ وہ نہتا ہو گیا تھا۔ ڈیول اپنی کلہاڑی سے حملے کر رہا تھا اور پاشا بچنے کی کوشش کرتا جا رہا تھا۔

پھر ایک بار کلہاڑی ناکام حملے کے باعث زمین پر پڑی تو اس کے ساتھ ہی پاشا نے اس پر چھلانگ لگا کر اسے دبوچ لیا۔ وہاں کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ پاشا غیر معمولی جسمانی قوت کے باعث نہتا لڑتے وقت کس قدر زبردست ہوتا ہے۔ اب ڈیول کے ہاتھوں سے کلہاڑی چھوٹنے کے بعد حیرت انگیز قوت کا تماشا نظر آ رہا تھا۔

وہ ہاتھی جیسی طاقت رکھنے والا پوری قوت صرف کر رہا تھا لیکن پاشا کی گرفت سے نکل نہیں پا رہا تھا پھر پاشا نے اسے دونوں ہاتھوں سے اٹھاتے ہوئے سر سے بلند کرلیا۔ تالیاں بجانے والے گم صم ہو کر دیکھ رہے تھے۔ ان کی کالونی کے سب سے شہ زور شخص کو فضا سے بلند کر کے زمین پر پٹخ دیا گیا تھا پھر پاشا نے اسے آرم لاک لگایا تو وہ تکلیف سے چیخنے لگا۔ وہ اسے چھوڑ کر ہٹ گیا۔ پتا چلا اس کے بازو کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے اور وہ شہ زور آئندہ کسی

کمزور سے بھی مقابلے کے قابل نہیں رہا ہے۔

پاشا نے زمین پر سے دونوں کلہاڑیاں دونوں ہاتھوں میں لے کر بلند آواز میں پوچھا۔ "اور کون ہے شیبا کا طلب گار؟ کسی کے دل میں شیبا کی طلب اور مقابلے کی حسرت ہے تو سامنے آئے اور یہ سب لوگ یاد رکھیں جو سامنے آکر مقابلہ کرے گا' اسے ڈیول کی طرح صرف اپاہج بناؤں گا اور زندہ رہنے دوں گا۔ اگر کسی نے دھوکے سے حملہ کیا تو اسے اور اس کی حمایت کرنے والوں کو کتوں کی موت ماروں گا' ہے کوئی مائی کا لال؟"

سب خاموش تھے اور اپنے آقا برین ہارورڈ کو دیکھنے لگے تھے۔ برین نے کہا۔ "دلیر اجنبی! تم نے یہ مقابلہ جیت کر یہاں رہنے کا حق حاصل کرلیا ہے لیکن شیبا کے طلبگار کل آئیں گے کل تمہارے مقدر میں موت ہوگی یا اس علاقے کی بادشاہی۔ آؤ تم میرے معزز مہمان ہو۔"

وہ برین اور شیبا کے ساتھ اندر آیا پھر علی سے بولا۔ "اب تم اعتراض نہیں کرسکو گے۔ میں نے یہاں کے دستور کے مطابق آدھی شیبا کو جیت لیا ہے۔ کل فائنل مقابلوں کے بعد یہ پوری کی پوری میری ہو جائے گی۔"

علی نے کہا "کل بہت دور ہے۔ ابھی تو بھوک لگی ہے۔ تمہاری جیت کی خوشی میں کھانا تو مل ہی جائے گا۔"

شیبا نے کہا۔ "میں ابھی کھانا گرم کر کے لاتی ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ علی نے کہا۔ "مسٹر برین! سب سے پہلے یہ بتاؤ کہ اس جزیرے میں شیبا کیسے آگئی؟"

برین ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا۔ "یہ ایک لمبی داستان ہے۔"

پاشا نے بیٹھتے ہوئے کہا۔ "داستان سناؤ اور ہماری حیرانی دور کرو۔ یہ تمہاری بیٹی کیسے پیدا ہوئی؟"

برین ہارورڈ نے ایک گہری سانس لی پھر کہنے لگا۔

"اب سے کوئی چھتیس برس پہلے میں یہاں قیدی بن کر آیا۔ ان دنوں یہ جزیرہ ویران تھا۔ مجھ سے پہلے صرف بارہ قیدی تھے۔ آج قیدیوں کی تعداد ڈھائی سو سے کچھ اوپر ہے۔ وہ میری جوانی کے دن تھے۔ میں بیس برس کا کڑیل جوان تھا مجھ میں ایسی طاقت تھی کہ کسی کا ہاتھ پکڑ لیتا تو اسے توڑنے کے بعد ہی چھوڑتا تھا۔ وہ بارہ قیدی بھی خطرناک تھے۔ اپنی اپنی برتری قائم رکھنے کے لیے لڑتے رہتے تھے۔ برتری قائم رکھنے کی جنگ دنیا کے ہر علاقے میں جاری رہتی ہے۔ آج بھی یہاں یہ جنگ جاری ہے۔ بہرحال جنگ کے نتیجے میں جو سب پر حاوی ہو جاتا' وہ ان کا آقا بن جاتا تھا۔ نئے نئے قیدی آتے رہتے تھے۔ نئے آنے والوں میں جو آقا کو شکست دیتا تھا' وہ نیا آقا بن جاتا تھا۔

مارکیوسان کی پولیس اور فوج کے سپاہی اس جزیرے کے اندر گھس آتے ہیں۔ وہ نئے قیدیوں کو ساحل پر پھینک کر چلے جاتے ہیں۔ ہفتہ میں ایک بار راشن اور دوائیں وغیرہ لاتے ہیں اور ہم سے درختوں کی لکڑیاں اور کھڈیوں کے تیار کردہ کپڑے لے جاتے ہیں۔ ایک بار ہم نے یہ چیزیں فراہم نہیں کیں اور یہاں محنت مزدوری سے انکار کیا تو انہوں نے اناج اور دواؤں کی سپلائی روک دی اس طرح ہم محنت کرنے پر مجبور ہو گئے۔

یہاں ہمیں ضرورت کی چیزیں مل جاتی ہیں لیکن جس بات سے دماغی تکلیف پہنچتی ہے' وہ ہے عورت کی کمی۔ عورت کی کمی کے باعث ہم بدمزاج اور چڑچڑے ہو جاتے ہیں پھر ایسا ہوا کہ جو کمسن اور نازک اندام قیدی آتے تھے' ہم انہیں مار پیٹ کر خسرا بنا دیتے تھے۔ ان کے لیے عورتوں کا لباس تیار کر کے انہیں پہناتے تھے۔ ان سے کھانے پکواتے اور گھر گرہستی کا کام کراتے تھے۔ وہ عورتوں کی طرح چلنے پھرنے' اٹھنے بیٹھنے اور ناچ گا کر ہمارا دل بہلانے پر مجبور ہوتے تھے۔ یوں نامرادیوں اور محرومیوں کا کسی حد تک علاج ہو جاتا تھا اور ہم کسی حد تک آسودہ رہتے تھے۔

پھر ایک دن بارہ برس کا ایک لڑکا قیدی بن کر آیا۔ اس نے مارکیوسان میں اپنے باپ کو قتل کیا تھا اور کالے پانی کی سزا پا کر یہاں آگیا تھا۔ وہ بہت حسین اور نازک اندام تھا۔ ان دنوں یہاں بوگارڈ نامی شخص کی دھاک جمی ہوئی تھی۔ اس نے بارہ برس کے اس لڑکے کو خسرا بنانا چاہا تو انکشاف ہوا کہ وہ لڑکا نہیں لڑکی ہے۔

وہ بچپن سے لڑکوں کا لباس پہنتی تھی۔ لڑکوں کے انداز میں رہتی اور لڑکوں ہی کے لہجے میں بولتی تھی۔ ماں مر چکی تھی۔ صرف باپ کو معلوم تھا کہ وہ لڑکی ہے۔ ایک رات باپ نے شراب کے نشے میں شیطان بننا چاہا تو اس نے اسے قتل کر دیا۔

پولیس نے اسے گرفتار کیا اور عدالت میں پہنچایا۔ وہ روکی کے نام سے پکاری جاتی تھی اور روکی مرد کا نام ہوتا ہے۔ پولیس اور عدالتی کارروائی کے دوران میڈیکل چیک اپ کا مرحلہ نہیں آیا۔ اس لیے کسی کو اس کی اصلیت معلوم نہ ہو سکی۔ اگر معلوم ہو جاتا کہ وہ لڑکی ہے تو اسے اس جزیرے میں کبھی بھیجا نہ جاتا۔

تقدیر عجب تماشے دکھاتی ہے۔ وہ ہم کنوارے قیدیوں کے مقدر میں تھی اس لیے ہمارے جزیرے میں پہنچ گئی اور سب سے پہلے بوگارڈ کے ہتھے چڑھ گئی۔ یہ بات قیدیوں سے چھپی نہیں رہ سکتی تھی۔ وہ سب عورت کے بھوکے تھے۔ اس لڑکی کا مطالبہ کرنے لگے۔ جو شہ زور تھے وہ بوگارڈ کو چیلنج کرنے لگے کہ لڑکی نہ ملی تو اسے قتل کردیں گے۔

ان دنوں قیدیوں کی تعداد بڑھ کر پچاس ہو گئی تھی۔ ان میں ایک سے بڑھ کر ایک بدمعاش' ڈاکو اور قاتل تھا۔ بوگارڈ نے چند بدمعاشوں کو زیر کر کے انہیں اپنا مطیع اور فرمانبردار بنا لیا تھا۔ میں نے بھی دس قاتلوں کو اپنا محکوم بنا رکھا تھا اور جانسن کے زیر اثر چھ بدمعاش تھے۔ یعنی ایسے قاتلوں کے جزیرے میں ہم تین بڑے آقا تھے۔ ہم نے جانسن ٹاؤن' بوگارڈ ولیج اور برین کالونی کے ناموں سے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

الگ الگ علاقے بانٹ لیے تھے۔

ہمارے درمیان یہ طے پایا تھا کہ ہم خواہ مخواہ ایک دوسرے سے نہیں لڑیں گے اور کسی کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ کوئی شکایت ہو گی تو آپس میں بیٹھ کر وہ شکایت دور کر دیں گے۔ ہم نے بوگارڈ سے شکایت کی کہ اس جزیرے میں مقدر سے آئی ہوئی لڑکی کا صرف ایک حقدار نہیں ہو گا۔ یہاں یہی پہلی اور آخری لڑکی ہے کوئی دوسری اتفاق سے نہیں آئے گی۔ اس لیے وہ ہمیں بھی ملتی رہے تو جزیرے میں امن و امان رہے گا۔

وہ ہمارے لیے ایسی نعمت تھی' جس سے بوگارڈ محروم نہیں ہونا چاہتا تھا۔ اس نے ہماری شکایت کو نظر انداز کیا۔ ہمیں ٹالنے لگا تو ہم نے اس پر حملے شروع کر دیے۔ میرے اور جانسن کے دو طرفہ حملوں نے اسے سوچنے پر مجبور کیا کہ وہ دن رات اپنا دفاع نہیں کر پائے گا۔ ایک ہفتہ کی لڑائی میں ہمارے دو اور اس کے چار ماتحت مارے گئے تھے تب اس نے صلح کے لیے ہمیں بلایا۔

ہم تینوں نے بیٹھ کر ٹھنڈے دماغ سے سوچا کہ لڑکی کو پیار و محبت سے نہیں رکھا جائے گا اور حد سے زیادہ ظلم کیا جائے گا تو وہ مر جائے گی پھر ہم ہمیشہ کے لیے عورت سے محروم ہو جائیں گے۔

بات معقول تھی پھر یہ عقل کی بات سمجھ میں آئی کہ عورت ایک درخت ہے جو چھاؤں بھی دیتی ہے اور بے شمار پھل بھی دیتی ہے۔ اسے مرنے اور مرجھانے نہ دیا جائے تو یہ ایک کے بعد ایک لڑکیاں پیدا کرے گی اور اس جزیرے میں عورتوں کی کمی پوری کر دے گی۔ آئندہ پندرہ بیس برسوں میں یہاں کافی جوان عورتیں ہو جائیں گی۔ اگرچہ وہ ہم تینوں کی بیٹیاں ہوں گی لیکن آئندہ آنے والے قیدیوں کے لیے یہ جزیرہ جنت بن جائے گا اور ہم تینوں آقا بیوی بچوں والی زندگی گزار کر دنیا سے چلے جائیں گے۔

آخر یہ طے پایا کہ وہ ہم آقاؤں میں سے ہر ایک کے پاس تین ماہ کی دلہن بن کر رہے گی۔ اگر تین ماہ کے آخر تک ماں بننے کے آثار پیدا ہوں گے تو پھر وہ اسی ہونے والے بچے کے باپ کے پاس نو ماہ تک رہے گی۔ زچگی کے بعد وہ دوسرے آقا کی دلہن بن کر جائے گی اور اس بچے کی پرورش اس کا باپ کیا کرے گا۔

دنیا کے بیشتر والدین بیٹوں کی تمنا کرتے ہیں کہ ان کے ہاں بیٹا پیدا ہو لیکن ہم اور ہمارے جزیرے کے تمام خطرناک مجرم دعائیں مانگتے تھے کہ لڑکیاں پیدا ہوتی رہیں۔ جب آدم اور حوّا زمین پر اتارے گئے تو دنیا کی آبادی بڑھانے کے لیے خدا کی قدرت سے بی بی حوا جڑواں بچوں کو جنم دیتی تھیں ایک وقت میں ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہوتی تھی۔ پھر دوسری بار جو بیٹا اور بیٹی جنم لیتے تو پہلے بیٹے کے ساتھ دوسری بیٹی کا اور پہلی بیٹی کے ساتھ دوسرے بیٹے کا ازدواجی رشتہ کرایا جاتا تھا۔ اس جزیرے میں ایسا نہیں ہو سکتا تھا ہمارے چاہنے اور ارادہ کرنے سے کیا صرف لڑکیاں پیدا نہیں ہو سکتی تھیں۔ خدا کو جو منظور ہوتا ہے' وہی ہمارے سامنے پیش آتا ہے۔

وہ قیدی عورت کوئی پندرہ برس تک زندہ رہی۔ اس نے بوگارڈ کے ہاں دو بیٹے اور ایک بیٹی کو جنم دیا۔ جانسن کے ہاں دو بیٹے اور دو بیٹیاں پیدا کیں اور میرے ہاں ایک بیٹے اور دو بیٹیوں کو جنم دے کر اس دنیا سے چلی گئی۔

میرا بیٹا پیدا ہونے کے دوسرے دن مر گیا۔ تین برس پہلے بڑی بیٹی جب پندرہ برس کی ہوئی تو بوگارڈ ولیج کا ایک شہ زور اسے جیت کر لے گیا۔ اب یہ آخری بیٹی شیبا رہ گئی ہے۔ کل پورے پندرہ برس کی ہو جائے گی۔ اسے جو جیت لے گا وہ اس علاقے برین کالونی کا بھی آقا بن جائے گا اور میرے اقتدار کا دور ختم ہو جائے گا۔"

شیبا نے میز پر کھانا لگا دیا تھا اور ان کے ساتھ کھانے میں شریک ہو گئی تھی۔ پاشا نے کہا۔ "مسٹر برین! یہاں کی مختصر ہسٹری سن کر یہ معلوم ہوا کہ شیبا کے علاوہ اور چار لڑکیاں ہیں۔ ایک تمہاری بیٹی جو بیاہ کر بوگارڈ ولیج میں گئی ہے۔ وہاں بوگارڈ کی ایک بیٹی ہے اور جانسن کے گھر میں دو بیٹیاں ہیں۔"

برین نے کہا۔ "بوگارڈ کی بیٹی بارہ برس پہلے ہی جوان ہو گئی تھی کیوں کہ وہ سب سے پہلی اولاد تھی۔ اس نے دو بیٹیوں کو جنم دیا جن میں سے آج ایک گیارہ برس کی اور دوسری نو برس کی ہو گئی ہے۔ یہ دونوں بوگارڈ کی نواسیاں ہیں۔"

"اور جانسن کی دو بیٹیاں ہیں۔ کیا انہیں بھی بیاہ دیا گیا ہے؟"

"ان میں سے ایک بیاہ دی گئی ہے۔ اس نے بھی ایک بیٹی جنم دی ہے۔ اس کی دوسری بیٹی ابھی تیرہ برس کی ہے اور میری بڑی بیٹی نے بھی ایک بیٹی کو جنم دیا ہے۔ یعنی ہم تینوں آقا اب نانا بن چکے ہیں اور جزیرے میں عورتوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے۔"

علی نے پوچھا۔ "اس جزیرے میں ایک عورت آئی پھر عورتوں کی تعداد بڑھتی گئی اور آئندہ بھی بڑھتی جائے گی۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مارکیو سان کے حکام کو ان لڑکیوں کی یہاں موجودگی کا علم کیوں نہ ہوا؟"

برین نے کہا۔ "وہ ان عورتوں اور لڑکیوں سے اس لیے بے خبر ہیں کہ وہاں کی پولیس اور فوجی جوان جزیرے کے اندرونی حصوں میں نہیں آتے ہیں۔ یہاں کے اندرونی حالات معلوم کرنے کے لیے ہیلی کاپٹروں میں پرواز کرتے ہیں نیچی پرواز کرتے ہوئے دوربین کے ذریعے ہمارے مکانوں اور طرزِ معاشرت کو دیکھتے ہیں۔"

"کیا وہ ہیلی کاپٹروں سے عورتوں کو نہیں دیکھ سکتے؟"

"دیکھتے ہیں۔ انہیں صرف خسرے نظر آتے ہیں۔ ہیلی کاپٹروں کی آوازیں سنتے ہی ہم اپنی لڑکیوں کو مکانوں کے اندر چھپا دیتے ہیں پھر انہیں زیادہ تر پتلون اور شرٹ وغیرہ پہنا کر رکھتے ہیں۔ راتوں کو زنانہ لباس پہناتے ہیں کیوں کہ اندھیرا ہونے کے بعد کوئی طیارہ یا ہیلی کاپٹر جزیرے کے اوپر سے پرواز نہیں کرتا ہے۔"

"اگر مارکیو سان کے حکام کو معلوم ہو جائے' یہ عورتیں ان کی نظروں میں آجائیں تو کیا ہو گا؟"

"ہم ایسے ہی اندیشوں میں مبتلا رہتے ہیں کہ حقیقت کا علم ہو گیا تو مسلح فوج آئے گی اور تمام عورتوں کو پکڑ کر لے جائے گی۔ ہم تو یہاں ان کی رائفلوں اور جدید ہتھیاروں کے سامنے بے بس رہیں گے اور اپنی جنت کو پھر سے جہنم ہوتے دیکھیں گے۔"

برین ہارڈوڈ کے لہجے میں جو دکھ تھا وہ اس کے دل کے درد کا عکاس تھا۔ اس جزیرے کے سنگدل' ظالم اور خطرناک وحشیوں کے دلوں میں بھی یہی درد تھا۔ یہی دردِ جدائی کا خوف تھا وہ جان سے ہارنے کو تیار رہتے تھے مگر عورتوں سے محروم نہیں ہونا چاہتے تھے۔ وہ ایسے خطرناک فولادی مجرم تھے' جنہیں کوئی توڑ نہیں سکتا تھا' صرف عورتوں کی موجودگی ہی انہیں پگھلا سکتی تھی۔

پاشا نے کہا۔ "واقعی یہاں کے لوگوں کو عورتوں سے محروم نہیں ہونا چاہیے۔ دنیا کے ہر علاقے میں جہاں مرد رہتے ہیں' وہاں عورتیں لازمی ہوتی ہیں۔ جہاں عورت نہ ہو وہاں مرد رہنے سے انکار کر دے گا۔ سیکڑوں قیدیوں کو ایک جزیرے میں آزاد چھوڑ کر انہیں سماجی اور گھریلو زندگی گزارنے کی اجازت دے کر عورتوں سے محروم رکھنا بہت بڑا ظلم ہے۔"

آدمی جیل کی چار دیواری میں عمر قید کی سزا بھگت لیتا ہے لیکن کھلی فضا میں ایک مکان بنا کر عورت کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس کا دل اور مکان کی چار دیواری عورت کو پکارتی رہتی ہے۔ انسان کو اس کی فطرت کے خلاف اہم ضرورت سے محروم رکھا جائے تو وہ چور راستوں سے یہ ضرورت پوری کر لیتا ہے۔

اس وقت ثانی علی کے پاس تھی اور کہہ رہی تھی۔ "ہم نے دور سے اس جزیرے کے متعلق سنا تھا کہ یہاں وحشی درندے رہتے ہیں۔ اب یہاں آکر معلوم ہو رہا ہے کہ یہ پہلے تو مجرم تھے ہی لیکن مارکیو سان کی حکومت انہیں یہاں بھیج کر غیر مہذب زندگی گزارنے پر مجبور کر رہی ہے۔ یہاں کے حکام اتنی سی بات نہیں سمجھتے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو آباد کرنے کے لیے آدم کے ساتھ حوا کو کیوں بھیجا تھا؟ یہ حکام آدم کے بیٹوں کو عورت کے بغیر یہاں قید کر کے آدمیت کے خلاف سزا دے رہے ہیں۔"

علی نے کہا۔ "بے شک عورت کے بغیر کوئی معاشرہ منظم اور معزز نہیں بن سکتا۔ ہم یہاں کے حکام کو جزیرے کے قوانین بدلنے پر مجبور کریں گے۔"

***

ٹی آرا کئی بار پاشا کے دماغ میں آچکی تھی۔ آخری بار پاشا نے کہا۔ "میں ایک مقابلہ جیت چکا ہوں۔ کل فائنل مقابلے بھی جیت لوں گا اور شیبا کو حاصل کر لوں گا لیکن یہ لڑکی میری طرف مائل نہیں ہے۔ تم اس کے اندر جا کر میرے لیے محبت پیدا کر سکتی ہو۔"

"تم من موجی ہو۔ کسی سے محبت نہیں کرتے ہو۔ دل بہلاتے ہو۔ وقت گزارتے ہو پھر اسے چھوڑ کر دوسری کو فتح کرنے نکل پڑتے ہو پھر اس جزیرے میں چند لڑکیاں ہیں جن سے کوئی محبت نہیں کرتا۔ جو شہ زور ہوتا ہے' انہیں اٹھا کر لے جاتا ہے۔ شیبا محبت کرے یا نہ کرے۔ کل تم اسے جیت کر جبراً حاصل کر لو گے پھر میں اس کے اندر تمہارے لیے محبت پیدا کرنے کے سلسلے میں وقت ضائع کیوں کروں۔"

"بات یہ ہے کہ میں شکست تسلیم نہیں کرتا۔ وہ علی کو دیکھ کر مسکراتی ہے تو مجھے یوں لگتا ہے کہ میں جیتی ہوئی بازی ہار رہا ہوں اور علی مقابلہ کیے بغیر بیٹھے بٹھائے میری جیت پر قبضہ جما رہا ہے۔"

"تم ایسی ہی فضول باتیں سوچتے رہو گے۔ ایک رقیب کی طرح جلتے بھنتے رہو گے تو علی پر غالب آنے کی کسی تدبیر پر کامیابی سے عمل نہیں کر سکو گے۔"

"میری تو سمجھ میں نہیں آتا کیا تدبیر کروں۔ علی کو دیکھتا ہوں تو یہ فولادی قلعہ دکھائی دیتا ہے۔ اس کے اندر گھسنے کا کوئی دروازہ نہیں ہے۔ کیا تم کوئی دروازہ بنا سکتی ہو؟"

"میں اسی لیے تمہارے پاس آتی رہتی ہوں اور تمہارے ذریعے اس کی مصروفیات کے متعلق معلوم کرتی رہتی ہوں۔ کبھی نہ کبھی کوئی نہ کوئی ایسا موقع ضرور ہاتھ آئے گا' جب ہم اس کی کسی کمزوری سے فائدہ اٹھا سکیں گے اور اسے اپنے قابو میں کر کے ہمیشہ کے لیے اسے اپنا تابعدار بنا سکیں گے۔"

"میں کبھی کبھی سوچتا ہوں' اچانک ہی اس پر حملہ کر کے زخمی کر دوں لیکن اچانک حملہ اس پر ہوتا ہے جو غافل رہتا ہے۔ میں نے کسی لمحہ بھی اسے غافل نہیں دیکھا۔ شاید رات کو وہ گہری نیند میں ہو گا تو موقع مل جائے گا۔"

"یہ مت بھولو کہ وہ لوگ اپنے دماغ کو ہدایات دے کر سوتے ہیں۔ بیڈ روم میں کوئی بھی قدم رکھے تو آنکھ کھل جاتی ہے۔ رات کو کبھی اس کے قریب نہ جانا۔"

"میں ایسی غلطی نہیں کروں گا لیکن رات کو ایک بار تم میرے پاس آؤ۔ شاید ایسی کوئی صورت نکل آئے کہ ہم اس پر قابو پا سکیں اور ناکامی کی صورت میں اسے ہم پر شبہ نہ ہو سکے۔"

"ٹھیک ہے' میں رات کو کسی وقت آؤں گی۔"

وہ اپنی جگہ پر دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ اسے پاشا کے ذریعے علی پر نظر رکھنے کا موقع مل رہا تھا۔ پاشا اس پر غالب آنے کی فکر میں تھا اور وہ دونوں کو اپنے قابو میں لانے کی تدبیر سوچ رہی تھی۔ یہ بات اس کے حق میں تھی کہ وہ دونوں ایک جزیرے تک محدود ہو گئے تھے۔ وہاں انہیں براہِ راست اپنوں کی مدد نہیں پہنچ سکتی تھی۔ علی کو صرف خیال خوانی کے ذریعے سہارا مل سکتا تھا۔ وہ اسی پہلو سے سوچ رہی تھی کہ خیال خوانی کے ذرائع کو کس طرح ناکام بنا سکتی ہے۔ ایک بار علی تمام خیال خوانی کرنے والوں سے کٹ جائے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

تو وہ پھر پاشا اور علی پر قابو پانے کے لیے وہاں کے خطرناک مجرموں کو اپنا آلۂ کار بنا لے گی۔ وہ اب تک شیبا، اس کے باپ برین ہارورڈ اور ایک دوسرے بدمعاش کے دماغوں میں جگہ بنا چکی تھی۔ آئندہ کام کے آدمیوں پر تنویمی عمل کرنے کا ارادہ تھا۔

وہ تھوڑی دیر تک خاموش بیٹھی سوچتی رہی اسے بھائی سرنا کی طرف سے اطمینان حاصل ہو گیا تھا۔ اس کا برین واش ہو چکا تھا۔ اس کے ذہن سے میرے تنویمی عمل کو مٹا دیا گیا تھا اور اس کے دماغ کو نئی آواز اور نیا لہجہ دیا گیا تھا۔ تاکہ بعد میں کبھی اس نئی آواز اور لہجے کو سن نہ سکوں اور اس کے دماغ تک نہ پہنچ سکوں۔

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ بھائی کے پاس پہنچ کر کوڈ ورڈز ادا کیے پھر پوچھا۔ "بھائی! کیسے ہو؟"

"اچھا ہوں۔ پوری طرح صحت مند ہوں مگر دماغ پر بوجھ سا ہے کہ پچھلی زندگی کی بہت سی باتیں یاد نہیں آتی ہیں۔ یہ زندگی نئی اور اجنبی لگتی ہے۔"

"میں تمہاری پچھلی زندگی کی تمام یادیں مٹا دینے پر مجبور تھی۔"

"تم نے کہا تھا مجھے فرہاد کے متعلق بتاؤ گی کہ وہ کون ہے اور کہاں رہتا ہے؟ میں اس سے انتقام لوں گا۔"

"بھائی جوش میں نہ آؤ۔ جو لوگ اسے سالہا سال سے جانتے ہیں اور اس کی رگ رگ سے واقف ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں وہ بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے ہیں اور تم تو ابھی اس کے متعلق کچھ نہیں جانتے ہو۔ میں اس کے متعلق تمہیں بتاتی رہوں گی تو بتاتے بتاتے ایک عمر گزر جائے گی۔ اس عرصے میں، میں ہی کوئی انتقامی کارروائی کر گزروں گی۔"

"یہ اچھا نہیں لگتا کہ بھائی کے ہوتے ہوئے دشمن سے بہن انتقام لے۔"

"یہ باتیں چھوڑو۔ اپنی صلاحیتیں واپس لانے کی کوشش کرو۔"

"تم کہتی ہو، میں گھنٹوں سانس روک لیا کرتا تھا۔ مجھے یقین نہیں آتا۔ تھوڑی دیر سانس رک جائے تو آدمی مر جاتا ہے پھر تم نے آتما شکتی کے بارے میں بھی بہت کچھ بتایا تھا۔ میرے تو کچھ پلے نہیں پڑا۔ یہ روح باہر نکل کر پھر واپس جسم میں کیسے آتی ہے؟"

وہ ہنستی ہوئی بولی۔ "میں نہیں سمجھا سکوں گی۔ میں نے بہترین فائٹروں، یوگا کے ماہروں اور کئی زبانیں سکھانے والے استادوں کو تمہاری تعلیم و تربیت کے لیے رکھا ہے۔ دن رات محنت کرو اور لگن سے سب کچھ سیکھتے رہنے کی کوشش کرو۔"

"میں پوری کوشش کروں گا لیکن تم مجھ سے کیوں نہیں ملتی ہو؟ آخر ہماری ملاقات کب ہو گی؟"

"میں بہت محتاط رہتی ہوں۔ جب تم فرہاد سے مغلوب نہیں ہوئے تھے تب ہم بہن بھائی ایک دوسرے کے ساتھ رہتے تھے۔ اب یہ اندیشہ ہے کہ دشمن کسی نہ کسی طرح دماغ میں پہنچ سکتے ہیں اور تمہارے ذریعے مجھے بھی نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ ہم [illegible] دن ملیں گے۔ تم اس دن کا انتظار کرو اور خوب محنت کر[illegible] آؤں گی۔"

وہ اپنی جگہ واپس آ گئی۔ پے پے سرنا اب اس [illegible] معاملے میں مددگار اور معاون نہیں رہا تھا اس لیے شی تارا [illegible] معاملات سے نمٹ رہی تھی۔ اس نے تمام ڈی شی تارا [illegible] سرناؤں سے کہہ دیا تھا کہ وہ اپنی اپنی جگہ آرام کریں کسی [illegible] جائیں اور ایسے افراد سے نہ ملیں، جو پرابلم پیدا کریں۔ [illegible] معاملے میں دلچسپی لینے کے لیے وقت نہیں نکال سکے گی۔

پے پے سرنا اس سے ملنے کے لیے تڑپتا تھا اور کہتا [illegible] کیسی زندگی ہے کہ بہن بھائی ایک ساتھ ایک جگہ نہیں [illegible] اسی ذہنی پریشانی کے باعث وہ نئے سرے سے تعلیم و تربیت [illegible] کرنے میں زیادہ دلچسپی نہیں لیتا تھا۔

اس نے سوچا اگر ڈی کو اصلی شی تارا کہہ کر سرنا کے [illegible] دیا جائے تو وہ بہن کو پا کر خوش رہے گا اور دل لگا کر تعلیم [illegible] حاصل کرے گا اور جلد سے جلد بہن کے اہم معاملات میں [illegible] مددگار بن جائے گا۔

اس نے بھائی کی بہتری کی لیے اس پہلو پر غور کیا پھر [illegible] رہنے والی ڈی شی تارا سے رابطہ کیا۔ وہ کار ڈرائیو کرتی ہوئی [illegible] اسپتال کے احاطے میں داخل ہو رہی تھی۔ جب اس [illegible] ایریا میں کار روک دی تو شی تارا نے کوڈ ورڈز ادا کرنے [illegible] پوچھا۔ "ڈی ٹو! یہاں کیوں آئی ہو؟"

وہ بولی۔ "میڈم! سرنا بیمار ہے۔ پچھلے دو دن سے اچھا [illegible] ہے۔ آپ نے پچھلے پانچ دنوں سے رابطہ نہیں کیا۔ میں کل [illegible] آپ کو ایک اہم خبر سنانے کے لیے بے چین ہوں۔"

"وہ اہم خبر کیا ہے؟"

"فرہاد علی تیمور بھی اسی اسپتال کے ایک کمرے میں ہے۔"

اصلی شی تارا ایکدم سے سیدھی ہو کر بیٹھ گئی پھر اس [illegible] پوچھا۔ "کیا کہہ رہی ہو؟ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ فرہاد وہاں [illegible] اگر ہے تو کیوں ہے؟ تمہاری معلومات کس حد تک درست ہیں؟"

"میڈم! کل میں نے دیکھا، اسپتال کے ایک حصے میں [illegible] جوانوں کا پہرا لگایا گیا ہے۔ میں سمجھی کوئی اہم سرکاری شخصیت [illegible] جو بیمار ہے اور اس کی حفاظت کے لیے وہاں فوجی جوانوں کی [illegible] لگائی گئی ہے۔ میں سرنا کا کمرا تبدیل کرنا چاہتی تھی۔ اس کے [illegible] کاؤنٹر پر آئی وہاں فوج کا ایک کیپٹن اسپتال کے انچارج سے [illegible] تھا کہ مسٹر تیمور کے کمرے میں صرف ہمارے فوجی ڈاکٹر اور [illegible] جائیں گی۔ اپنے عملے کے تمام افراد سے کہہ دیں کہ مسٹر تیمور [illegible] کمرے اور اس کاریڈور میں کوئی نہ جائے۔"

شی تارا نے کہا۔ "مسٹر تیمور کا مطلب یہ نہیں کہ وہ [illegible] تیمور ہی ہو گا۔"

"میں نے کیپٹن کے جانے کے بعد پوچھا۔ "کیا یہ مسٹر تیمور کوئی بابا فوجی مریض ہیں؟" کاؤنٹر گرل نے کہا۔ "مجھے پتا نہیں ہے۔ انہوں نے رجسٹر میں صرف ایف اے تیمور اسپیشل آفیسر، ملٹری انٹیلی جنس لکھوایا ہے اور میڈم دونوں حروف ایف اے سے فرہاد علی بنتا ہے میرے اندر تجسس پیدا ہوا تو میں نے پوچھا مسٹر تیمور کو کیا ہوا ہے؟ کاؤنٹر گرل نے معذرت چاہی کہ وہ اس سلسلے میں کوئی بات نہیں کرے گی۔ تب میں کاؤنٹر کے قریب ہی ویٹنگ روم میں بیٹھ گئی۔ میرے دماغ میں یہ بات بیٹھ گئی تھی کہ وہ فرہاد ہے۔ اس کے اپنے اس سے ملنے آئیں گے۔ میرا خیال غلط نہیں تھا۔ میں نے ایک گھنٹے بعد ہی پوجی کو دیکھا۔"

شی تارا نے کہا۔ "پوجی؟ ہاں وہ فرہاد کی اہم ساتھیوں میں سے ایک ہے۔ جلدی بتاؤ پھر کیا ہوا؟"

"میں نے اس کا تعاقب کیا۔ وہ اسی حصے کی طرف جا رہی تھی جہاں فوجیوں کا پہرا تھا۔ میں آگے نہیں جا سکتی تھی۔ پوجی نے پرس میں سے کوئی کارڈ نکال کر آفیسر آن ڈیوٹی کو دکھایا۔ اسے اس کاریڈور سے گزرنے اور فرہاد کے کمرے میں جانے کی اجازت مل گئی۔"

شی تارا نے کہا۔ "ہاں اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ فرہاد بیمار ہے۔ میں اس کے دماغ میں جا سکوں گی لیکن اب عجلت سے کام نہیں لوں گی۔ ابھی اس کے بارے میں اور زیادہ ٹھوس ثبوت حاصل کروں گی۔ تم اسپتال کے انچارج اور کسی فوجی افسر سے کسی بہانے گفتگو کرو۔ میں اس کمرے تک پہنچنے کا راستہ بناؤں گی۔"

ڈی نے اس کے حکم کی تعمیل کی۔ وہاں کے انچارج سے سرنا کی بیماری کے متعلق گفتگو کی۔ شی تارا نے جواباً انچارج کی آواز سنتے ہی اس کے دماغ میں جگہ بنالی۔ اس کے اندر یہ جذبہ پیدا کیا کہ اسے مسٹر تیمور کی خیریت معلوم کرنا چاہیے پھر وہ اسے اسپتال کے ممنوعہ حصے میں لے گئی۔ وہاں کئی فوجی جوان الرٹ کھڑے ہوئے تھے۔ ایک افسر کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ انچارج کو دیکھ کر اٹھ گیا۔ انچارج نے مسکرا کر کہا۔ "مجھے یہاں آنا نہیں چاہیے پھر خیال آیا کہ یہاں کا انچارج ہوں، یہ پوچھنا میرا فرض ہے کہ میرے لائق کوئی خدمت ہو تو بندہ حاضر ہے۔"

افسر نے کہا۔ "شکریہ! آپ نے پوچھ کر اپنا فرض ادا کیا ہے۔ ہمیں کوئی ضرورت ہو گی تو آپ سے رجوع کریں گے۔"

انچارج چلا گیا۔ شی تارا کا خیال تھا شاید وہ افسر یوگا کا ماہر ہو گا پھر بھی اس نے چانس لیا۔ اس کے دماغ میں گئی تو آسانی سے جگہ مل گئی۔ اس نے چور خیالات پڑھے پتا چلا کہ فرہاد علی تیمور کو کسی نے زخمی کیا تھا۔ گولی دائیں بازو کا تھوڑا سا گوشت اڑاتی گزر گئی تھی۔

اس حد تک معلومات حاصل کر کے شی تارا دل ہی دل میں بھگوان سے پرارتھنا کرنے لگی کہ یہ معلومات سچی ہوں اور وہ اصل فرہاد ہو۔ وہ صبر اور تحمل سے کام لے رہی تھی۔ فرہاد کے دماغ میں نہیں جا رہی تھی۔ پہلے اس نے افسر کو کسی کام سے اس کمرے میں جانے پر مائل کیا۔ وہ ہر ایک گھنٹے بعد کمرے میں فرہاد کی خیریت معلوم کرنے جاتا تھا۔ اس لیے اپنی جگہ سے اٹھ کر کمرے میں آیا۔

فرہاد علی تیمور بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ افسر کو دیکھ کر اٹھنے لگا۔ افسر نے جلدی سے آگے بڑھ کر کہا۔ "سر! آپ لیٹے رہیں، آپ کو آرام کی ضرورت ہے۔ میں صرف ڈیوٹی کے طور پر آیا ہوں۔"

فرہاد نے کہا۔ "آرام کیا کرنا ہے۔ ایسے زخم آتے ہی رہتے ہیں۔ ہفتے بھر میں یہ زخم بھی بھر جائے گا۔"

شی تارا نے غور سے فرہاد کی آواز اور لہجے کو سنا۔ اس کا لہجہ مجھ سے ذرا مختلف تھا۔ شی تارا نے ایک گہری سانس لے کر سوچا۔ "شکر ہے میں نے عجلت سے کام نہیں لیا۔ بائی دی وے، یہ فرہاد کون ہے؟"

وہ اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہ ڈی فرہاد تھا۔ بابا صاحب کے ادارے کی جانب سے پیرس میں شہری زندگی گزارتا تھا تاکہ دشمن یہ سمجھتے رہیں کہ میں ان دنوں پیرس میں ہوں۔ وہاں فوج کے چند اعلیٰ افسران جانتے تھے کہ وہ ڈی ہے۔ ورنہ پہرا دینے والے فوجی اسے فرہاد علی تیمور ہی سمجھتے تھے۔

شی تارا نے ساری حقیقت معلوم کر لی۔ وہ ڈی فرہاد زخمی ہونے کے باعث سانس نہیں روک سکتا تھا۔ اسی لیے ایک دشمن خیال خوانی کرنے والی کو محسوس بھی نہیں کر رہا تھا۔ اس کے چور خیالات بتا رہے تھے کہ اس شہر میں پوجی اس کے ساتھ رہتی ہے۔

پوجی کو اس بات کا دکھ تھا کہ میں نے اس سے شادی نہیں کی۔ مجھے اس بات پر شرمندگی ہے۔ جوانی کی رنگ رلیاں بڑھاپے میں دکھ پہنچاتی ہے۔ میں نے اسے سمجھایا تھا اور کہا تھا "جب تم میری زندگی میں آئیں تو عمر میں مجھ سے بہت چھوٹی تھیں۔ آج بھی تمہاری عمر ایسی نہیں ہے کہ شادی نہ کر سکو۔ کوئی دوسرا جیون ساتھی تلاش کر لو۔"

وہ بضد تھی۔ میرے ہی نام سے زندگی گزارنا چاہتی تھی۔ تب جناب علی اسد اللہ تبریزی نے اسے حجرے میں بلا کر کہا۔ "بیٹی! زندگی ایک بار ملتی ہے۔ اسے ہنس بول کر گزارو۔ دین اسلام میں راہبانہ زندگی گزارنے کی اجازت نہیں ہے۔ شادی کر لو۔"

وہ ادب سے سر جھکا کر بولی۔ "آپ کی ہدایات سر آنکھوں پر مگر میرے حواس پر وہی چھایا ہوا ہے۔"

بزرگ نے کہا۔ "تو پھر اسی صورت اور شخصیت والے کا انتخاب کرو۔ میرا نیک مشورہ ہے، ایک ڈی فرہاد کو جیون ساتھی بنا لو۔"

"حضور! یہ بات کھٹکتی رہے گی کہ میں فرہاد کے کھلونے سے خود کو بہلا رہی ہوں۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"تم عملی زندگی گزار کر دیکھو۔ یہاں میں نکاح پڑھا دوں گا اور ڈی کو تاکید کروں گا کہ جب تک تمہارا دل مائل نہ ہو اور جب تک تم ازدواجی وظیفہ ادا نہ کرنا چاہو' وہ شوہر کے حقوق طلب نہیں کرے گا۔"

جناب اسد اللہ تبریزی کی ہدایات دل کو لگتی تھیں پھر ان کی عالمانہ شخصیت بہت متاثر کرتی تھی۔ پوی انکار نہ کر سکی۔ اس کا نکاح ڈی فرہاد سے پڑھا دیا گیا پھر وہ پیرس میں آکر اس کے ساتھ رہنے لگی۔ شادی کو دس ماہ گزر چکے تھے اور وہ بیوی جیسی زندگی نہیں گزار رہی تھی۔ ڈی کی عزت کرتی تھی اسے بڑی محبت سے دیکھتی تھی کیوں کہ وہ سر سے پاؤں تک فرہاد ہی نظر آتا تھا۔

شی تارا یہ تمام حقائق پڑھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی' پوی بڑی خطرناک فائٹر ہے۔ فائٹنگ کا جو منفرد اسٹائل وہ جانتی ہے' کوئی اور نہیں جانتا۔ اگر اسے قابو میں کر لیا جائے تو وہ آئندہ بہت کام آئے گی اور کسی موقع پر ڈی فرہاد بھی کام آسکتا ہے۔

ڈی نے شی تارا کی مرضی کے مطابق افسر سے کہا۔ "آپ باہر جا رہے ہیں۔ پلیز شام تک کسی کو کمرے میں نہ آنے دیں۔ میں تھکن محسوس کر رہا ہوں۔ سونا چاہتا ہوں۔"

افسر وعدہ کر کے چلا گیا کہ شام پانچ بجے تک کوئی اسے ڈسٹرب نہیں کرے گا۔ اس کے جانے کے بعد شی تارا نے اسے تھپک کر سلا دیا پھر اس پر تنویمی عمل کر کے اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا کر اپنی جگہ حاضر ہو گئی۔

کئی بار ہمارے مقابلے میں ٹھوکریں کھانے کے بعد وہ ذرا سنبھل گئی تھی۔ خوب سوچ سمجھ کر ٹھہر ٹھہر کر آگے بڑھ رہی تھی۔ ابھی ڈی فرہاد کو شکار کیا تھا اور یہ اطمینان کر لیا تھا کہ ڈی جب اسپتال سے گھر جائے گا تو وہاں اس کے ذریعے وہ پوی کو اعصابی کمزوریوں میں مبتلا کرے گی پھر اسے بھی اپنی کنیز بنائے گی۔

دشمن تین وقت کھانے کی اتنی فکر نہیں کرتے جتنی فکر انہیں میری ہوتی ہے کہ میں کہاں ہوں اور کیا کرتا پھر رہا ہوں۔ شی تارا بھی یہی چاہتی تھی۔ وہ مجھ پر نظر رکھ کر میرے بیٹوں اور دیگر عزیزوں کی مصروفیات کے متعلق بہت کچھ معلوم کر سکتی تھی پھر جزیرے میں علی کو ٹریپ کرتے وقت یہ یقین کرنا چاہتی تھی کہ میں ایسے وقت علی سے غافل ہوں یا نہیں؟ وہ میری غفلت کے وقت ہی ایسا قدم اٹھانا چاہتی تھی۔

لکی سیون میرے ساتھ رہنے لگی تھی۔ شی تارا نے ایک بار اس معصوم اور نیم پاگل کو اپنا آلۂ کار بنایا تھا۔ اس کے دماغ میں رہ کر معلوم کرنا چاہتی تھی کہ میں نے اس کے بھائی سرنا کو کہاں قید کیا ہے؟

میں نے اس کی یہ چوری پکڑ لی تھی اور اسے وارننگ دی تھی کہ آئندہ وہ ایک معصوم لڑکی کے دماغ میں آئے گی تو میں اس کے بھائی کو سزا دوں گا۔

اس وقت اس نے بھائی کی سلامتی اور بھلائی کے لیے [illegible] تھا کہ کبھی لکی سیون کے دماغ میں نہیں آئے گی لیکن اب [illegible] واپس مل گیا تھا اور اس نے ہر طرح سے اس کی حفاظت [illegible] انتظامات کر دیے تھے۔ برین واش کرنے اور تنویمی عمل کرنے [illegible] بعد یقین ہو گیا تھا کہ آئندہ میں اس کے دماغ میں نہیں جا [illegible] اور نہ ہی اسے غلام بنا سکوں گا۔

وہ بڑی خاموشی سے لکی سیون کے دماغ میں آگئی۔ وہ [illegible] کے سامنے کھڑی ہوئی تھی اور میں اس کے بالوں کو برش کر [illegible] ہوئے سمجھا رہا تھا کہ اسے اپنے بالوں کو کس طرح سیٹ [illegible] چاہیے۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "اوہ پاپا! میں کیا کروں۔ بھول [illegible] بیماری ہے۔"

"یہ بیماری نہیں دماغی کمزوری ہے۔ انشاء اللہ یہ کمزوری [illegible] ہی دور ہو جائے گی۔ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمہارا علاج کر [illegible] ہوں۔"

"یہ ٹیلی پیتھی کیا چیز ہے؟"

"تم نہیں سمجھو گی۔ یوں سمجھ لو کہ یہ ایک طریقۂ علاج [illegible] اب یہ دیکھو کہ تم نام اور رشتے بھول جایا کرتی تھیں لیکن اب [illegible] تمہیں یاد رہتا ہے کہ تمہارا نام لکی سیون اور میرا نام فرہاد [illegible] تم مجھے پاپا کہہ کر مخاطب کرتی ہو۔"

"آپ بہت اچھے ہیں پاپا! میں تو آپ کو کبھی نہیں بھولوں [illegible] میرا خیال ہے کہ میں دوسری باتوں کو بھی یاد رکھنے کا ارادہ اسی [illegible] کرتی رہی ہوں اور بعد میں بھولتی رہی ہوں۔"

"ہاں' تمہارے ساتھ یہی ٹریجڈی ہوتی ہے۔"

"اس کا مطلب ہے میں بعد میں آپ کو بھی بھول جاؤں [illegible] نہیں پاپا' نہیں' آپ ایسا علاج کریں کہ دنیا بھلا دوں مگر آپ کو [illegible] رکھوں۔"

"انشاء اللہ تم ہر بات' ہر واقعہ یاد رکھو گی۔ میں تمہاری [illegible] حالت کو ہر پہلو سے سمجھنے کی کوشش کر رہا ہوں۔"

"مجھے بتائیں آپ کیسی کوشش کر رہے ہیں؟"

"بیٹے تنویمی عمل کے ذریعے اپنے معمول کے دماغ میں [illegible] باتیں نقش کر دی جاتی ہیں' معمول اسے ایک مخصوص مدت تک [illegible] نہیں بھولتا۔ میں نے کئی باتیں تمہارے دماغ میں نقش کیں [illegible] دوسرے دن تم سب کی سب بھول گئیں۔ تم نے معمولہ بن [illegible] اعتراف کیا تھا۔ تمہیں یہ اعتراف بھی یاد نہیں رہا۔"

"پھر آپ کیسے کہتے ہیں کہ میں ہر بات' ہر واقعہ یاد رکھو [illegible] گی؟"

"میں اپنے طور پر مزید کوشش کروں گا۔ ناکامی ہوئی تو دنیا [illegible] مشہور و معروف برین سرجنوں سے رجوع کروں گا۔"

میں باتیں کرتا ہوا اس کے ساتھ رہائش گاہ سے باہر آیا۔ [illegible] نے پوچھا۔ "ہم کہاں جا رہے ہیں؟"

"میں نے آدھا گھنٹا پہلے بتایا تھا۔ تمہیں اتنی جلدی بھولنا نہیں چاہیے۔"

"ہاں' بھولنا نہیں چاہیے' ٹھہریے' میں یاد کرتی ہوں۔"

وہ کار کے پاس آکر رک گئی۔ ایک ہاتھ سے سر تھام کر سوچنے لگی۔ میں نے کہا۔ "میں اشارہ دیتا ہوں۔ شاید یاد آجائے۔ اشارہ ہے مریضہ۔"

وہ سوچتے سوچتے چٹکی بجا کر بولی۔ "ہاں' آپ ایسے آدمی کے پاس جا رہے ہیں جس کا نام مریضہ ہے۔"

"او مائی پوؤر بے بی! مریضہ نام نہیں ہوتا۔ کوئی عورت بیمار ہو تو اسے مریضہ کہتے ہیں۔"

وہ میری رہائش گاہ کی دیوار پر لکھے ہوئے حروف کو غور سے دیکھ رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "یہ روسی زبان میں لکھا ہوا ہے۔ کیا تم پڑھ سکتی ہو۔"

"پاپا! مجھے ایسا لگتا ہے جیسے میں پڑھ سکتی ہوں لیکن پڑھا نہیں جا رہا ہے۔"

"نہیں پڑھا جا رہا تو چھوڑو۔ یہاں سے چلو۔"

"لیکن مجھے معلوم ہونا چاہیے کہ یہ مکان کس کا ہے۔ اگر میں آپ سے بچھڑ جاؤں تو یہاں میری آستین پر لکھا ہو گا۔ کوئی بھی مجھے یہاں چھوڑ جائے گا۔ آپ ابھی آستین پر لکھ کر دیں۔"

"سوری بیٹی! رہائش گاہ سے متعلق نہ تمہیں بتاؤں گا' نہ لکھوں گا۔"

"آپ کیوں نہیں بتائیں گے؟"

"اس لیے کہ تمہارے دماغ میں کوئی چھپا ہوا ہے؟"

شی تارا یقیناً میری بات سے چونک گئی ہو گی۔ لکی سیون نے پوچھا۔ "میرے دماغ میں کون ہے پاپا!"

"وہی ہے' جس کی شامت آئی ہے۔"

"لیکن آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ میرے اندر کوئی ہے؟"

"بیٹی! تم اپنی ذات سے ایسی بے نیاز اور بے پروا رہتی ہو کہ نہ اپنا نام یاد رکھتی ہو نہ مقام۔ کبھی یہ نہیں سوچتیں کہ ابھی یہاں ہو تو تھوڑی دیر بعد کہاں ٹھکانا ہو گا۔ تم کئی دنوں سے میرے ساتھ ہو۔ تم نے کبھی کسی مکان یا دکان کے متعلق کوئی سوال نہیں کیا۔ اب جانتی ہو' کیوں کر رہی ہو؟"

"کیوں پاپا!"

"اس لیے کہ بے بے سرنا کی طرف اب اطمینان ہو گیا ہے کہ میں اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکوں گا۔ وہ اب تک بھائی کی حفاظتی تدابیر پر عمل کر رہی تھی۔ اسے تمہارے پاس آنے کا وقت مل رہا تھا مگر ایک خوف سے نہیں آرہی تھی اب وہ خوف دور ہو گیا ہے۔ کیوں شی تارا؟"

لکی سیون نے کہا۔ "آپ مجھے شی تارا کہہ رہے ہیں؟ یہ بھی کوئی نام ہے نا؟"

"بیٹی! تم نہیں سمجھو گی۔ یہ ایک ایسی مغرور لڑکی کا نام ہے جو ساری دنیا پر حکومت کرنے اور میرے بیٹے کو قتل کرنے کا خواب دیکھ رہی ہے۔ میں نے وارننگ دی تھی کہ کبھی وہ میری بیٹی کے دماغ میں آئے گی تو اس کی سزا اس کے بھائی کو ملے گی۔"

"پاپا! آپ پاگلوں کی طرح کیا بولتے جا رہے ہیں؟ کیا واقعی میرے دماغ میں کوئی ہے؟"

"ہاں بیٹی! تم ذرا خاموش رہو۔ یوں کرو۔ کار میں بیٹھو میں ایک چیز بھول گیا ہوں۔ اپنے کمرے سے لے کر ابھی آتا ہوں۔"

میں تیزی سے پلٹ کر اس مکان کے اندر چلا گیا۔ لکی سیون کار کا اگلا دروازہ کھول کر بیٹھ گئی۔ وہ چپ تھی۔ شی تارا اس کے اندر سوچ رہی تھی۔ "کمبخت بہت چالاک ہے۔ میری موجودگی کا شبہ کر رہا ہے حالانکہ اسے یقین نہیں ہو گا۔ بس اندھیرے میں تیر چلا رہا ہے۔"

وہ لکی سیون کے ذریعے اس کار کو دیکھ کر سوچ رہی تھی۔ کاش! میں اس میں کوئی خرابی پیدا کر سکتی پھر فرہاد حادثے میں مارا جاتا۔

لکی سیون نے اس کی مرضی کے مطابق ڈیش بورڈ کے خانے کو کھولا۔ اس کے اندر نوٹوں کی کچھ گڈیاں رکھی ہوئی تھیں اور ایک طرف پستول پڑا ہوا تھا۔ لکی نے اسے اٹھا کر دیکھا۔ وہ بھرا ہوا تھا۔ شی تارا نے اپنے اطمینان کے لیے اس کے ایک بلٹ کو نکال کر اس کا اچھی طرح معائنہ کیا۔ بلٹ بھی اصلی تھا۔ اس نے بلٹ کو پھر چیمبر میں ڈال دیا۔

شی تارا کے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئی تھیں۔ میں کسی بھی لمحے مکان سے باہر آسکتا تھا۔ وہ لکی سیون کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما کر میرا صحیح نشانہ لے سکتی تھی۔ مجھے ہمیشہ کے لیے ختم کر سکتی تھی۔

وقت بہت کم تھا پھر بھی وہ ہر پہلو پر غور کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ ایک اہم پہلو یہ سمجھ میں آیا کہ میں نظروں سے اوجھل ہونے کے باوجود لکی سیون کے دماغ میں آکر دیکھ سکتا ہوں کہ اس نے ڈیش بورڈ سے پستول نکال لیا ہے اور میرے انتظار میں بیٹھی ہوئی ہے۔

اس نے سوچا' اگر میں اس لڑکی کے دماغ میں ہوں تو گولیاں کھانے کے لیے مکان سے باہر نہیں نکلوں گا اور کار کے قریب نہیں آؤں گا اور اگر آؤں گا تو لکی سیون کا نشانہ بہکا دوں گا۔

اس نے لکی سیون کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما لیا تھا۔ اس طرح یہ یقین ہو گیا کہ میں اس لڑکی کو اپنے طور پر استعمال نہیں کر سکوں گا اور نہ ہی پستول والے ہاتھ کو بہکا سکوں گا۔

پھر اس نے آخری فیصلہ کیا کہ وہ یہ سنہری موقع ہاتھ سے جانے نہیں دے گی۔ کامیابی کے ننانوے فیصد امکانات ہیں اور ایک فیصد ناکامی کا چانس ہے۔ ناکامی ہوئی تو وہ کیا بگاڑ لے گا۔ اب

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اس کے فرشتے بھی بھائی سرنا کے دماغ تک نہیں پہنچ سکیں گے۔
مکان کا دروازہ کھلا۔ شی تارا نے مجھے باہر آتے دیکھا۔ لکی سیون کو بالکل مستعد کر دیا۔ اس نے پستول پر اپنا اسکارف رکھ لیا تاکہ وہ مجھے دور سے نظر نہ آئے۔ میرے آنے کا انداز بتا رہا تھا کہ میں پیش آنے والی واردات سے بے خبر ہوں۔

میں اپنے مخصوص انداز میں چلتا ہوا کار کے قریب آیا پھر اگلے دروازے کو کھولا۔ لکی سیون اسی دروازے کی طرف رخ کیے بیٹھی تھی۔ میں نے کھلے ہوئے دروازے سے جیسے ہی اندر آنا چاہا' اس نے ٹھائیں ٹھائیں کی پُرشور آواز میں دو گولیاں چلائیں۔ دونوں میرے سینے پر لگیں۔ اس کے ساتھ ہی خون ابل پڑا۔ میں لڑکھڑا کر پیچھے کی طرف زمین پر گر پڑا۔

شی تارا نے دیکھا تھا کہ نشانہ ٹھیک رہا ہے پھر بھی وہ دو گولیوں سے مطمئن نہیں ہونا چاہتی تھی۔ مجھے چھلنی کرنے کے لیے اس نے لکی سیون کو آگے بڑھایا۔ وہ اسٹیئرنگ سیٹ پر سے ہوتی ہوئی کھلے دروازے کے پاس آئی میں زمین پر پڑا ہوا تھا۔ اسے نشانہ لینے کے لیے جھکنا پڑا۔ جیسے ہی وہ جھکی پستول آگے بڑھا' میں نے ایک ٹھوکر ماری۔ پستول اس کے ہاتھوں سے نکل کر دور چلا گیا۔

اس نے لکی سیون کو پستول کی طرف دوڑایا۔ میں نے اٹھ کر اسے پکڑ لیا پھر کہا۔ "شی تارا! جاؤ ابھی فیڈر سے دودھ پیو۔ میں مکان کے اندر اپنے سینے پر بلٹ پروف شیلڈ باندھنے گیا تھا۔ یہ میری شرٹ پر فلمی خون پھیلا ہوا ہے اور ہاں مایوس ہو کر جانے سے پہلے میرا ایک مشورہ سن لو۔ ابھی مرینا کے پاس جاؤ تمہاری آنکھوں کے سامنے چودہ طبق روشن ہو جائیں گے۔"

وہ شاید چلی گئی۔ تب ہی لکی سیون نے ہوش میں آکر پھر چونک کر پوچھا۔ "مم...... میں ابھی کہاں تھی؟ یہ آپ کا لباس؟"

"بیٹی! یہ رنگ ہے۔ اندر چلو' میں لباس بدل لوں پھر ہم باہر جائیں گے۔"

میں پستول اٹھا کر اس کے ساتھ مکان کے اندر چلا گیا۔ شی تارا خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے مرینا کے پاس آگئی تھی۔

وہ پچھلے دنوں مرینا سے رابطہ کرنا چاہتی تھی تو وہ سانس روک لیا کرتی تھی کیوں کہ میں نے اس کے دماغ کو لاک کر دیا تھا۔ ایک ڈی سرنا کو شی تارا کے حوالے کرنے کے بعد میں نے مرینا کو بھی آزاد کر دیا تھا لیکن اس کے دماغ سے ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں مٹا دی تھیں۔

یہ جانتا تھا کہ تنویمی عمل کا اثر زائل ہوتا رہے گا تو اس کی صلاحیتیں واپس آجائیں گی اور جب واپس آئیں گی تو سوچا جائے گا کہ اس کے ساتھ آئندہ کیا سلوک کیا جائے۔

شی تارا نے اسے مخاطب کیا۔ "ہیلو مرینا! مجھے پہچان رہی ہو؟"

وہ خوش ہو کر بولی۔ "اوہ شی تارا! تم اس وقت میرے لیے رحمت بن کر آئی ہو۔ میں سوچ رہی تھی' خودکشی کر لوں یا حالات سے سمجھوتا کر کے بے حیائی کی زندگی گزاروں۔"

"مجھے بتاؤ تمہارے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟"

"سب سے بڑی ٹریجڈی یہ ہے کہ میں خیال خوانی بھول گئی ہوں۔ فرہاد نے مجھے ٹھوکریں کھانے کے لیے آزاد مگر بے یار و مددگار چھوڑ دیا ہے۔ میں نے دو راتیں چرچ کے ایک حصے میں گزاری ہیں۔ میرے پاس پھوٹی کوڑی بھی نہیں ہے۔ کتنے ہی لوگ بدنیتی سے سہارا دینا چاہتے ہیں۔ ان شیطانوں سے کترا کر چرچ میں گئی تو دو دن سے فادر مجھے سمجھا رہے ہیں کہ راہبہ بن کر زندگی گزاروں۔"

"تم یہاں پارک میں کیوں بیٹھی ہو؟"

"کیا کروں؟ واپس چرچ میں جاؤں گی تو نصیحتیں ملیں گی۔ کسی کا سہارا قبول کروں گی تو عزت کو داؤ پر لگانا ہوگا۔ میں ایک بازاری عورت بن جاؤں گی۔ ہائے میں کتنی طاقت ور تھی' کتنے عروج پر تھی۔ آج میں کیسی ذلت کی پستیوں میں جا رہی ہوں۔"

"فکر نہ کرو۔ میں آگئی ہوں۔ تم پر تنویمی عمل کر کے تمہاری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں بحال کروں گی۔ تم اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کر لو گی۔"

"تم اپنے بھائی سرنا کی بھی خبر لو۔ وہ فرہاد کی قید میں بڑے عذابوں سے گزر رہا ہے۔"

"اب اس کی فکر نہ کرو۔ وہ میرے پاس ہے۔ آئندہ فرہاد اس کے دماغ میں نہیں جا سکے گا۔"

"تعجب ہے۔ کیا تم سرنا کو اس کی قید سے نکال لائی ہو؟"

"اس نے خود بھائی کو میرے حوالے کیا ہے۔"

"تم نے کیسے یقین کر لیا کہ دشمن نے دشمنی چھوڑ دی ہے اور سرنا کو واپس کر دیا ہے؟"

"سرنا کی دو خاص پہچان ہے۔ ایک تو اس کا لہجہ' دوسرا اس کا پیدائشی نشان....."

وہ بات کاٹ کر بولی۔ "پلاسٹک سرجری کے ذریعے ایسا نشان بنایا جا سکتا ہے۔"

"پلاسٹک سرجری سمجھ میں آجاتی ہے۔"

"آج کل انسانی کھال کے ریشوں سے سرجری ہوتی ہے جو محدب شیشے کے ذریعے بھی پہچانی نہیں جاتی ہے۔"

"دیکھو مرینا! تم میرے دل میں شکوک پیدا کر رہی ہو۔"

"کیا تم چاہتی ہو کہ میں تمہیں فریب میں مبتلا رہنے دوں؟ بتاؤ سرنا تمہیں کب واپس ملا ہے؟"

"آج سے پانچ دن پہلے....."

"پھر تو تم واقعی دھوکا کھا رہی ہو۔ میں نے کل رات اسے فرہاد کی قید میں دیکھا ہے۔"

"کیا بکواس کر رہی ہو۔ جب تم دو دن سے آزاد گھوم رہی ہو تو

پھر کل رات فرہاد کے کسی قید خانے میں کیسے گئیں؟"

"شی تارا! ہمارے ساتھ زبردست فراڈ ہو رہا ہے۔ میری باتیں غور سے سنو۔ میں نہیں جانتی' وہ قید خانہ کہاں ہے لیکن میں وہاں گئی تھی۔ میں نے سرنا کو دیکھا تھا۔ اس کے جسم پر صرف ایک نیکر تھی۔ اس طرح میں نے وہ پیدائشی نشان بھی دیکھا تھا۔"

شی تارا یہ باتیں سن رہی تھی۔ تھوڑی دیر پہلے میں نے اسے مشورہ دیا تھا کہ وہ مرینا کے پاس جائے تو اس کی آنکھوں کے سامنے چودہ طبق روشن ہو جائیں گے۔

اب وہ مرینا کی باتیں سن کر سمجھ رہی تھی کہ میں نے اسے وہ مشورہ کیوں دیا تھا۔ مرینا کہہ رہی تھی۔ "فرہاد سرنا کو زنجیریں نہیں پہناتا ہے۔ وہ یا اس کا کوئی آدمی سرنا پر کوئی ظلم کرنے نہیں آتا ہے۔ سرنا خود ہی اپنے آپ پر ظلم کر رہا ہے۔"

شی تارا نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "کیا کہہ رہی ہو؟ وہ اپنے آپ پر کیسے ظلم کر رہا ہے؟"

"وہ نشے کا عادی ہو گیا ہے۔ جو شخص قید خانے میں اس کے لیے کھانا لاتا ہے' وہ سگریٹ کے کارٹن اور ہیروئن کے پیکٹس بھی لا کر دیتا ہے۔ میں کیا بتاؤں کہ اس کی کیا حالت ہو گئی ہے؟"

"کیا اس نے تم سے باتیں کیں؟"

"ہاں مجھے دیکھتے ہی لپٹ گیا۔ میں عورت ہوں' جس کے ساتھ راتیں گزاری ہوں' اس کی قربت سے اسے پہچان سکتی ہوں۔ وہی اصلی سرنا تھا۔ میں کئی گھنٹے اس کے پاس رہی۔ مجھے میرا ساتھی مل گیا تھا۔ میں اسے تنہا چھوڑنا نہیں چاہتی تھی۔ اسی قید خانے میں اس کے ساتھ رہنا چاہتی تھی۔"

"پھر واپس کیسے آگئیں؟"

"سرنا نے مجبور کیا۔ کہنے لگا۔ "فرہاد بھائی جان اسے ایک عورت کے ساتھ دیکھ کر ناراض ہوں گے۔"

"کیا کہا تم نے؟ بھائی سرنا اس دشمن کو بھائی جان کہتا ہے؟"

"ہاں' بڑے ادب اور احترام سے فرہاد کا ذکر کرتا ہے۔ نشہ اور سگریٹ کا کش لگا کر نعرہ لگاتا ہے۔ یا فرہاد! لگے دم' مٹے غم....."

"مرینا! مجھے غصہ آ رہا ہے۔ اگر واقعی وہ میرا بھائی ہے تو میں ایسی ذلت آمیز شکست کھا کر مر جاؤں گی۔ مجھے یقین دلاؤ کہ وہ میرا بھائی ہے۔"

"شی تارا! حوصلہ کرو۔ پہلے میری باتیں سن لو۔ اس نے مجھ سے وعدہ کیا کہ آئندہ بھی مجھے قید خانے میں بلائے گا۔ اس نے مجھے چاندی کی انگوٹھی پہنائی' اس انگوٹھی پر اس کے نام کا پہلا حرف الیس لکھا ہوا تھا۔ میں نے رخصت ہونے سے پہلے ہیروئن کا پیکٹ اپنے لباس میں چھپا لیا تاکہ وہ زیادہ نشہ نہ کر سکے پھر میں وہاں سے آگئی۔"

"تم نے وہ جگہ دیکھی ہوگی۔ راستے پہچانے ہوں گے؟"

"نہیں' ایسا کچھ نہیں ہوا۔ اچانک میری آنکھ کھل گئی۔ میں چرچ کے پیچھے ایک کمرے میں اپنے بستر پر تھی۔"

کیا؟" شی تارا نے حلق پھاڑ کر چیختے ہوئے پوچھا۔ "تم اپنا خواب بیان کر رہی تھیں؟ میرا مذاق اُڑا رہی تھیں؟ میں تمہارا سر توڑ دوں گی۔ ایسا زلزلہ پیدا کروں گی کہ....."

مرینا نے جلدی سے کہا۔ "مجھے غلط نہ سمجھو۔ یہ خواب نہیں تھا۔"

"پھر کیا تھا؟"

"بستر سے اٹھ کر پہلے میں نے بھی یہی سوچا تھا کہ خواب دیکھ رہی تھی لیکن میرے سرہانے وہی ہیروئن کا پیکٹ تھا جو میں سرنا کے پاس سے چرا کر لائی تھی۔"

"مرینا! تم خود الجھ رہی ہو اور مجھے بھی الجھا رہی ہو۔ ہیروئن کا پیکٹ ضروری نہیں کہ وہی ہو۔ وہاں پہلے سے کسی نے رکھا ہو۔"

"اول تو چرچ جیسی مقدس جگہ پر ایسا پیکٹ کوئی نہیں لائے گا۔ اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے تو یہ انگوٹھی اب تک میری انگلی میں ہے جو پچھلی رات سرنا نے پہنائی تھی۔"

شی تارا نے دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو کر دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا۔ خواب اور حقیقت کی رام کہانی سن کر سر چکرا رہا تھا۔

اسے اپنے اندر آنجہانی باپو کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ باپ نے اچھی طرح تاکید کی تھی' فرہاد اور اس کی فیملی سے کبھی سامنا ہو تو کترا کر نکل جانا۔ ان سے ٹکرانے کی حماقت نہیں کرو گی تو بڑی خوشحال زندگی گزارو گی۔

بعد میں بہن بھائی نے سوچا' فرہاد آخر کیسا سپرمین یا مافوق الفطرت انسان ہے کہ سامنا کرنے سے جان کے لالے پڑ جائیں گے وہ بھی ایک انسان ہی ہے۔ اگر وہ پتھر مارے گا تو کیا ہم کنکر بھی نہیں مار سکیں گے؟

اب رفتہ رفتہ انکشاف ہو رہا تھا کہ وہ کنکر مارنے کی بھی فرصت نہیں دیتا ہے۔ جان سے بھی نہیں مارتا ہے۔ پیچ در پیچ الجھاتا چلا جاتا ہے۔ اب اس الجھن میں کس نتیجے پر پہنچا جائے کہ اصلی سرنا کہاں ہے؟ بہن کے پاس ہے یا قید خانے میں ہے؟

مجھے یہ غرور نہیں ہے کہ میں ناقابلِ تسخیر ہوں۔ دشمنوں نے کئی بار مجھے تسخیر کیا ہے۔ خداوند کریم نے بارہا مجھے آزمائشوں میں مبتلا کر کے غرور سے توبہ کرنا سکھایا ہے۔ ابھی اپنے متعلق جو کچھ لکھ رہا ہوں یہ شی تارا کے خیالات تھے۔

اصل اور نقل کے بارے میں سوچتے سوچتے اس کے اندر دھواں بھر رہا تھا۔ وہ گھبرا کر سیڑھیاں چڑھتی ہوئی چھت پر آگئی۔ تازہ ہوا میں گہری گہری سانسیں لینے لگی۔ خود کو سمجھانے لگی کہ یوں پریشان ہونے سے مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ وہ سکون حاصل کرنے کی کوشش کرتی رہی پھر اس نے مرینا کے پاس آکر کہا۔ "میں پریشان ہو کر چلی گئی تھی۔ یہ نہ سمجھنا' تمہیں مصیبت میں تنہا چھوڑ دوں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

گی۔"

"شی تارا! جلد سے جلد میری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں واپس لے آؤ پھر دیکھو' میں تمہاری کتنی بڑی طاقت بن جاؤں گی۔"

"تم اور ایک رات چرچ میں گزار لو۔ میں وہاں تم پر تنویمی عمل کروں گی۔ اس کے بعد تمہارے لیے دولت اور رہائش کی کمی نہیں رہے گی۔"

مرینا پارک سے اٹھ کر جانے لگی۔ شی تارا نے کہا۔ "تم سرنا سے ملنے والی انگوٹھی کو زیادہ اہمیت نہ دو۔ اس پہلو سے بھی سوچو کہ فرہاد نے تمہیں خواب دکھایا ہوگا اور کسی ذریعے سے تمہیں وہ انگوٹھی پہنا دی ہوگی۔ تمہارے سرہانے ہیروئن کا پیکٹ رکھ دیا ہوگا۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایسے تماشے کیے جاسکتے ہیں۔"

"تمہاری بات سے پوری طرح انکار نہیں کروں گی لیکن تم میری بات نہیں سمجھ رہی ہو کیوں کہ ابھی کنواری ہو۔ شادی کے بعد معلوم ہوگا کہ عورت گہری تاریکی میں بھی اپنے مرد کی قربت سے اسے پہچان لیتی ہے۔ تاریکی میں بہت کم عورتیں غیر مرد سے دھوکا کھاتی ہیں۔ میں اپنی شناختی حِس کے بل پر دعوے سے کہتی ہوں کہ وہ میرا سرنا اور تمہارا بھائی تھا۔"

"اگر ایسا ہے تو فرہاد نے تمہیں سحرزدہ کرکے سرنا کے پاس پہنچا کر ایک غلطی کی ہے۔"

"کیسی غلطی؟"

"یہی کہ سرنا کو سمرقند ہی میں کہیں چھپا کر رکھا گیا ہے۔"

"یہ تم کیسے کہہ سکتی ہو؟"

"سیدھی سی بات ہے۔ تم سمرقند میں ہو۔ رات کو اس کے پاس گئی تھیں اور صبح سے پہلے واپس آگئی تھیں۔"

"میں سمرقند یا ازبکستان کے کسی علاقے میں نہیں ہوں۔ یہ پیرس کا ایک پارک ہے۔"

"اوہ گاڈ! فرہاد نے تمہیں پیرس پہنچا دیا ہے۔"

"ہاں۔ اس نے میری طرح سرنا کو بھی سحرزدہ کرکے یہاں پہنچایا ہے اب تم سمجھ سکتی ہو کہ پورے فرانس میں فرہاد کی گرفت کتنی سخت ہے۔ اس نے سرنا کو ایسے سخت پہرے میں اور ایسی رازداری سے رکھا ہوگا کہ خیال خوانی کا کوئی پرندہ بھی وہاں پر نہیں مار سکے گا۔"

وہ دل برداشتہ ہو کر بولی۔ "تم چرچ میں میرا انتظار کرو۔ میں تھوڑی دیر بعد آؤں گی۔"

وہ اپنی جگہ حاضر ہوئی۔ تھوڑی دیر تک سوچتی رہی پھر اس نے مجھے مخاطب کیا۔ "سانس نہ روکنا۔ میں شی تارا ہوں۔"

میں نے پوچھا۔ "کیا تمہیں میری وارننگ یاد آگئی ہے؟"

"تم نے کہا تھا کہ میں اس نیم پاگل لکی سیون کے دماغ میں کبھی نہ آؤں۔ اسے کبھی آلۂ کار نہ بناؤں ورنہ اس کی سزا میرے بھائی کو ملے گی۔"

"شاباش' تمہیں میری دھمکی یاد ہے آگے بولو۔"

"تم نے مجھے دھوکا دیا ہے۔"

"پہلے تو لو پھر بولو۔ کیا ثابت کر سکو گی کہ میں نے دھوکا دیا ہے؟"

"فرہاد! میرا سر پھوڑے کی طرح دکھ رہا ہے' مجھے اور نہ الجھاؤ۔"

"تم اپنی حماقتوں سے الجھ رہی ہو۔ اگر میری دھمکی کی اہمیت سمجھتیں اور شرافت سے یہ سوچتیں کہ فرہاد نے دشمنی ختم کرکے بھائی واپس کیا ہے لہٰذا وارننگ کے مطابق تمہیں بھی فرہاد کی [illegible] کے دماغ میں نہیں جانا چاہیے۔"

"مجھ سے غلطی ہوگئی تھی۔"

"غلطی نہیں ہوئی۔ تم نے پوری طرح بھائی کی حفاظت سے مطمئن ہو کر سوچا' اب لکی سیون کو آلۂ کار بناؤ گی تو فرہاد تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔"

"میں نے ایسا نہیں سوچا تھا۔"

"پھر میری مرضی کے خلاف کیا سوچ کر اس معصوم لڑکی کے پاس آئی تھیں۔"

"میں دوستی کرنے کے ارادے سے آئی تھی۔"

"تم نے دوستی کی نیت سے دو گولیاں چلائیں' وہ فرہاد کے بچے میں پیوست ہوگئیں۔ وہ اسی جگہ مرگیا۔ اب کس سے دوستی کرو گی؟"

"مجھے شرمندہ نہ کرو۔ ایک بار سچائی سے بتا دو۔ میرا بھائی میرے پاس ہے یا تمہارے پاس؟"

"یہ ایک معمّا ہے جسے فرہاد ہی حل کرسکتا ہے۔ افسوس کہ تمہارے ہاتھوں مرچکا ہے۔"

"نہیں ایسا نہ کہو۔ میرے سگے بھائی کی نشاندہی کرو۔"

"کیسے کروں؟ ہوسکتا ہے کہ جو تمہارے پاس ہے' وہی سگا ہو۔ اگر قید خانے والے سرنا سے تبادلہ کرنا چاہو گی تو ہوسکتا ہے سگے کو واپس کرکے ڈمی لے جاؤ اور اگر تبادلہ نہیں کرو گی تو ہوسکتا ہے قید خانے والا سگا ہو۔ اس طرح نادانستگی میں سگے کو چھوڑ دو یہ ہوسکتا ہے۔"

وہ چیخ کر بولی۔ "شٹ اپ۔ یہ کیا تم نے ہوسکتا ہے' ہوسکتا ہے کی رٹ لگائی ہے۔ میرا بھائی کہاں ہے؟"

"تمہارے ہی پاس ہے۔"

"پھر مرینا پچھلی رات کس سے مل کر آئی تھی؟"

"یہ تو وہی بتا سکتی ہے۔"

"وہ کہتی ہے' اصلی سرنا میرا سگا بھائی قید میں ہے۔"

"تو پھر ٹھنڈے دماغ سے اور بھرپور ذہانت سے سوچو' سگا کون ہے؟ اگر قید خانے والے کو سگا کہو گی تو تمہارے پاس جو ہے' اسے واپس لے کر قیدی سرنا کو تمہارے حوالے کروں گا۔"

"مجھے دونوں کی ضرورت ہے۔ پلیز قیدی سرنا کو بھی میرے حوالے کرو۔"

"تمہیں کوئی ایک سرنا ملے گا۔ یہ یا وہ۔"

"تم دوسرے کو اپنے پاس رکھ کر کیا کرو گے؟"

"جب تم یقین سے کہہ دو گی کہ تم نے سگے بھائی کو پالیا ہے تو میں دوسرے سرنا کے سینے پر وہیں گولیاں ماروں گا جہاں تم نے فرہاد کو مارا تھا۔ آہ! بے چارہ فرہاد۔"

"ایسا نہ کہو۔ میں خوب سمجھتی ہوں' جسے تم گولی مارو گے وہی میرا سگا بھائی ہوگا۔"

"تو پھر ٹھیک ہے۔ تمہارے پاس جو ہے اسے واپس کردو۔ میں دونوں سرناؤں کو ایک جگہ کھڑا کروں گا۔ ان میں سے جسے گولی ماروں گا' اس کی لاش اٹھا کرلے جانا۔ ناؤ گٹ لاسٹ۔"

میں نے سانس روک لی۔ اس نے دو تین بار آنے کی کوشش کی مگر میں نے آنے نہیں دیا۔ اب اس میں اتنی جرأت نہیں تھی کہ وہ لکی سیون کے دماغ میں آکر مجھے مخاطب کرتی۔ وہ میرے پاس سامنے والی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی اور ہم باربرا سے ملنے سمرقند جا رہے تھے۔

شی تارا حاضر دماغ ہو کر دیکھنے لگی۔ تھوڑی دیر پہلے پریشان ہو کر چھت پر آئی تھی تاکہ تازہ ہوا میں سانسیں لے کر سکون حاصل کرے لیکن سکون رخصت ہو چکا تھا۔ بھائی سرنا گلے میں اٹکا ہوا تھا۔ وہ سگا ہے؟ وہ سگا نہیں ہے؟ کیسے معلوم کیا جائے کہ وہ میرا ماں جایا ہے یا ڈمی ہے؟ وہی آواز اور لہجہ ہے اور وہی پیدائشی نشان ہے اور معمّا یہ ہے کہ قید خانے والے سرنا کا بھی وہی لہجہ ہے اور وہی پیدائشی نشان ہے۔

اس سوال کا جواب نہیں مل سکتا تھا کہ وہ کسے اپنائے اور کسے چھوڑ دے؟ اور میں نے یہ فیصلہ سنا دیا تھا کہ اسے صرف ایک سرنا ملے گا۔ اگر وہ اپنا خون پہچانتی ہے تو سگے کو پہچان کر اپنا لے اور دوسرے کو میرے پاس مرنے کے لیے چھوڑ دے۔

سگے کو کیسے پہچانے؟ وہ چھت پر پاؤں پٹختی ہوئی اِدھر سے اُدھر ٹہلنے لگی۔ ٹیلی پیتھی' ہپناٹزم' آتما شکتی یا کالا جادو' کوئی سا بھی علم سگے بھائی کی نشاندہی نہیں کرسکتا تھا۔ کیا بھگوان سے پرارتھنا کرنے سے مراد پوری ہو جائے گی؟ اتنی بڑی دنیا میں کوئی ایسا دانشمند ہے جو یہ پہیلی بوجھ لے اور دو میں سے ایک کو چھانٹ کر ثابت کردے کہ وہی سگا ہے؟

اس کا سر درد کی شدّت سے پھٹنے لگا۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ اور تھوڑی دیر اس مسئلے پر سوچتی رہے گی تو پاگل ہو کر چیخنے لگے گی۔ وہ چھت پر پالتھی مار کر بیٹھ گئی۔ لمبی لمبی سانسیں لے کر آہستہ آہستہ سانس چھوڑنے لگی پھر یوگا کی مشق شروع کی اور سانس روک کر ساکت ہوگئی۔

ایسے وقت اس کے اندر سے تمام سوچیں' تمام پریشانیاں نکل گئیں۔ یوگا کے ماہر ٹیلی پیتھی جاننے والے ایسے عمل سے تمام منتشر خیالات کو دماغ سے نکال دینے میں کامیاب رہتے ہیں اور تمام توجہ صرف ایک خیال یا ایک فیصلے پر مرکوز کرلیتے ہیں کہ اب وہ کسی پریشان کُن مسئلے کو ذہن پر غالب آنے نہیں دیں گے۔"

دنیا کا کوئی مسئلہ جان لیوا نہیں ہوتا' اسے ہم اپنے جذبات سے وابستہ کرکے عذابِ جاں بنا لیتے ہیں۔ اگر وہ بھائی کے حصول میں ناکام ہو کر اس کی محبت میں پاگل ہو جاتی تو بھائی سرنا کو کیا فائدہ پہنچتا؟ اگر وہ قیدی ہے تو قیدی ہی بنا رہے گا۔ اگر وہ پُرسکون اور صحیح الدماغ رہے گی تو آئندہ بھائی کی صحیح شناخت کا کوئی راستہ نکال سکے گی۔

وہ تقریباً دو گھنٹے تک یوگا کی مشقوں سے گزرتی رہی اور کامیابی سے ذہنی سکون حاصل کرتی رہی پھر چھت سے اتر کر اپنے کمرے میں آگئی۔ ٹھنڈے دماغ سے فیصلہ کیا کہ پہلے مرینا کی صلاحیتیں بحال کرکے اپنی طاقت میں اضافہ کرنا چاہیے۔ بھائی کے ہونے یا نہ ہونے سے وہ بالکل تنہا رہ گئی تھی۔

اس نے مرینا کے پاس آکر اس پر تنویمی عمل کیا۔ میرے تنویمی عمل کے اثر کو زائل کیا۔ اس کے دماغ میں ٹیلی پیتھی اور یوگا کی صلاحیتیں بحال کیں لیکن اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنایا تاکہ وہ کبھی اس کا ساتھ نہ چھوڑ سکے پھر اسے تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا گیا۔

✽✽✽✽✽✽

جزیرے کی راتیں بہت گہری اور تاریک ہوا کرتی تھیں۔ کیوں کہ وہاں بجلی نہیں تھی۔ راتوں کو لالٹین اور چراغ جلائے جاتے تھے اور سوتے وقت بجھا دیے جاتے تھے کیوں کہ کیروسین بہت کم مقدار میں باہر سے آتا تھا۔

آدھی رات سے پہلے ہی تمام مکانوں میں اندھیرا چھا جاتا تھا۔ صرف ان مکانوں میں روشنی ہوتی تھی' جہاں جولاہے کھڈیوں پر کپڑے تیار کرتے تھے یا پھر خسروں کے کلب میں رات گئے تک ناچ گانے اور طرح طرح کے ہنگامے ہوتے رہتے تھے۔

پاشا نے علی سے پوچھا۔ "کلب چلو گے؟ ذرا وہاں کی رونقیں دیکھیں گے۔"

"مجھے ان فضول تفریحات سے دلچسپی نہیں ہے۔"

"بھئی' میری خاطر چلو۔"

"آخر تم مجھے ساتھ لے جانا کیوں چاہتے ہو؟"

"یہ تمہارا قول ہے کہ ایک سے دو بھلے۔ یہی کہہ کر تم مجھے جبراً یہاں لائے ہو۔ اس کالونی میں چھپے ہوئے بدمعاش اور سفاک قاتل رہتے ہیں۔ تمہیں میرے ساتھ رہنا چاہیے۔"

"میں تھکا ہوا ہوں' آرام سے سونا چاہتا ہوں۔"

"صاف کیوں نہیں کہتے۔ شیبا پر نیت خراب ہو رہی ہے۔ اس کا بوڑھا باپ ابھی سو جائے گا۔ میں باہر چلا جاؤں گا تو پھر یہاں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کوئی روکنے ٹوکنے والا نہیں رہے گا۔"

علی کو اس الزام پر غصہ آنا چاہیے تھا۔ اس نے مسکرا کر کہا۔ "اسی لیے کہتا ہوں اپنی ہونے والی دلہن کو چھوڑ کر نہ جاؤ۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا' وہ تمہیں دیکھ کر مسکراتی کیوں ہے؟"

"کیا ماں بہنیں اپنے بیٹوں اور بھائیوں کو دیکھ کر مسکراتی نہیں ہیں؟ عورت کی مسکراہٹ کو سمجھنے کے لیے نیت کی صفائی لازمی ہے۔"

"بس رہنے دو۔ پارسا نہ بنو۔ میں اسے تمہارے بھروسے پر چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔"

"میں نے کب کہا ہے' میرے بھروسے پر چھوڑ کر جاؤ۔ تم خود ہی روتے ہو' خود ہی گاتے ہو۔"

وہ اپنے بستر پر آکر لیٹ گیا۔ پاشا کا بستر بھی اسی کمرے میں تھا۔ وہ بھی لیٹ کر کروٹیں بدلنے لگا۔ اسے نیند آسکتی تھی لیکن وہ سونا نہیں چاہتا تھا۔ بے اعتباری تھی کہ سو جائے گا تو علی موقع سے فائدہ اٹھا لے گا۔ وہ نیند بھگانے کے لیے مستقبل کے منصوبے بنانے لگا کہ کل مقابلہ جیتنے کے بعد شیبا کو حاصل کرلے گا تو اسے جس مکان میں رکھے گا' وہاں علی کا داخلہ ممنوع قرار دے گا۔ بلکہ کالونی کا آقا بننے کے بعد علی کو اس کالونی سے ہی نکال دے گا۔

ویسے شی تارا نے علی کو اپنا معمول اور تابعدار بنانے کے لیے پاشا سے کہا تھا کہ آج رات کوئی مناسب موقع دیکھ کر اسے زخمی کیا جائے تاکہ اس کے دماغ میں جگہ مل سکے۔ پاشا نے کروٹ بدل کر علی کے بستر کی طرف دیکھا۔ لالٹین بجھا دینے کے بعد گہری تاریکی چھا گئی تھی۔ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ علی کا بستر چند قدموں کے فاصلہ پر تھا۔ اگرچہ نظر نہیں آرہا تھا لیکن وہ قوتِ بصارت سے وہاں تک دیکھ سکتا تھا۔ اس سے مقابلہ کرنے کی ضرورت پیش نہ آتی۔ چاقو کے ایک ہی وار سے اسے زخمی کرتے ہی شی تارا اس کے دماغ پر قبضہ جمالیتی اسے شی تارا کا انتظار تھا۔

ادھر وہ سگے بھائی اور ڈی بھائی کے درمیان الجھی ہوئی تھی۔ اس الجھن کے باوجود اسے کئی چالیں چل کر اپنی پوزیشن کو مضبوط بنانا تھا۔ اسی لیے اس نے مرینا کو اپنی معمولہ بنایا اور آئندہ علی کو قابو میں کرنے کے بعد میرے مقابلہ میں وہ برتر ہو جاتی اور اپنی شرطیں منوا کر قیدی سرنا کو بھی حاصل کرلیتی جو حقیقتاً اس کا سگا بھائی تھا۔

اس نے آدھی رات کے بعد پاشا کو مخاطب کیا۔ وہ بولا۔ "میں بڑی دیر سے انتظار کر رہا ہوں۔ علی اسی کمرے میں دوسرے بستر پر سو رہا ہے۔"

"تمہاری سوچ بتا رہی ہے کہ یہاں گہری تاریکی ہے۔ کیا وہ تمہیں نظر آرہا ہے؟"

"مجھے تو اپنے ہی ہاتھ پاؤں نظر نہیں آرہے ہیں۔"

"پھر تو دھوکا ہو سکتا ہے۔ کہیں وہ بستر سے کھسک نہ گیا ہو۔"

وہ مسکرا کر بولا۔ "شی تارا! کیا بھول گئی ہو کہ میں تاریکی میں بھی دیکھ لیتا ہوں۔"

"واقعی مجھے یاد نہیں رہا۔ آج میں بہت اپ سیٹ ہوں۔ ذہن الجھا ہوا ہے۔"

"کیا پریشانی ہے' مجھے بتاؤ۔"

"بتاؤں گی۔ پہلے علی کی خبر لو۔ پاشا! آج یہ ہمارے ... جائے تو مجھے زندگی کی سب سے بڑی کامیابی حاصل ہوگی۔"

"فکر نہ کرو۔ یہ صرف تین قدم کے فاصلے پر ہے۔"

"کیا تم صاف طور پر دیکھ رہے ہو کہ وہ سو رہا ہے؟"

"بالکل صاف طور سے اس کا سر' ایک ہاتھ اور پیر کا ... حصہ نظر آرہا ہے۔ باقی جسم کمبل میں چھپا ہوا ہے۔"

"کیا اس کی صورت نظر آرہی ہے۔"

"صورت کیسے نظر آئے گی وہ دوسری طرف منہ کیے ہے۔"

"مجھے اطمینان نہیں ہو گا۔ وہاں انسانی پتلا بھی ہو سکتا ہے۔"

"پھر تم بھول رہی ہو کہ میں ہلکی ہلکی آہٹ دور سے ... ہوں۔ وہ نیند میں اگرچہ دھیمی دھیمی سانسیں لے رہا ہے ... سانسوں کی آواز مجھے سنائی دے رہی ہے۔"

"پاشا! میں نے بڑے دھوکے کھائے ہیں۔ فرہاد کے ... شیطان کے بچے ہیں۔ ہو سکتا ہے کیسٹ میں سانسوں کی آواز ریکارڈ کر کے اس نے تکیے کے نیچے ریکارڈر آن کر رکھا ہو۔"

"تم تو بال کی کھال نکال رہی ہو۔ علی سے بہت زیادہ ... ہو۔"

"میں خوفزدہ نہیں' محتاط ہوں۔ ہم جس پہلو کو نظرانداز کر ... دیتے ہیں' اس پہلو سے بھی غور کر رہی ہوں۔ میرے اطمینان کے لیے پہلے اس کی صورت کسی طرح دیکھو۔ وہ علی ہو تو فوراً ... کرو۔"

وہ بڑی آہستگی سے بستر چھوڑ کر کھڑا ہو گیا۔ تکیے کے نیچے سے چاقو نکال کر اسے کھولتے ہوئے آگے بڑھا۔ علی کا بستر دو قدم ... گیا۔ اس نے دو قدم کا فاصلہ بھی طے کرلیا۔ اس کا منہ دوسری طرف تھا۔ صورت دیکھنے کے لیے اس پر جھکنا ضروری تھا۔

شی تارا نے کہا۔ "ہوشیار رہو۔ کہیں جاگ نہ رہا ہو۔"

اس نے ذرا جھک کر دیکھا۔ سونے والے کے چہرے پر ایک بڑا سا کاغذ رکھا ہوا تھا۔ چہرہ نظر نہیں آرہا تھا۔ کاغذ پر درج کی ہوئی تحریر نظر آرہی تھی۔ اس پر لکھا ہوا تھا۔ "تم تاریکی میں بھی ... سکتے ہو۔ کیوں میری فکر میں اپنی توانائی ضائع کر رہے ہو۔ جاؤ آرام سے سو جاؤ۔"

شی تارا نے پاشا کی سوچ پڑھ کر کہا۔ "میں پہلے ہی کہتی تھی ... شیطان کے بچے ہیں۔ یہ کمبخت جاگ رہا ہے۔"

"یہ ... حرکت نہیں کر رہا ہے۔ اس سے پہلے کہ یہ سر گھما کر دیکھے' میں ایک ہی وار میں زخمی کر سکتا ہوں۔"

"... دیکھو۔ ہر پہلو سے غور کرنے کے بعد ایک پہلو یہ رہ گیا ہے کہ میں اپنی الجھنوں میں یہ بھول گئی کہ یہ لوگ اپنے دماغوں کو ... کر سوتے ہیں۔ ان کے قریب کوئی بھی غیر معمولی ... بات ہو تو فوراً ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ جب کہ یہ سو رہا ہے۔ میں یقین سے کہتی ہوں کہ یہ علی نہیں ہے۔"

"پھر کون ہے۔"

"کوئی بھی ہو۔ اسے ہاتھ نہ لگاؤ۔ کاغذ کی تحریر بتا رہی ہے کہ اس کے خیال خوانی کرنے والے تمہارے ارادوں کو خوب سمجھتے ہیں۔ یہاں جو بھی آنکھیں بند کیے لیٹا ہوا ہے' اس کے دماغ میں کوئی خیال خوانی کرنے والا ہے۔ تم اسے ہاتھ لگاؤ گے تو خیال خوانی کرنے والا کہیں چھپے ہوئے علی کو بتا دے گا کہ تم دشمنی کے ارادے سے اس کے بستر پر آئے ہو۔"

"درست کہتی ہو۔ ناکامی بھی ہوگی اور علی سے کشیدگی بھی بڑھ جائے گی۔ میں اسے دوستی کا یقین دلا رہا ہوں' دشمنی کا علم ہو گا تو وہ ہمیشہ کے لیے بدظن ہو جائے گا۔ ہو سکتا ہے وہ بھی کوئی انتقامی کارروائی کرے۔"

شی تارا نے کہا۔ "سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بستر پر کون ہے؟"

"اس مکان میں تیسرا مرد شیبا کا باپ ہے۔ میں ابھی جا کر دیکھتا ہوں کہ وہ اپنے بستر پر ہے یا نہیں۔"

وہ تاریکی میں چلتا ہوا دروازے کے پاس آیا۔ اسے آہستگی سے کھول کر دوسرے کمرے میں پہنچ گیا۔ وہ شیبا کے باپ برین ہارورڈ کا کمرا تھا اس کا بستر خالی پڑا تھا۔ شی تارا نے کہا۔ "اس کے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے برین ہارورڈ کو نیند میں چلا کر علی کے بستر پر سلا دیا ہے۔ علی اپنا بستر چھوڑ کر کہیں گیا ہے۔"

پاشا نے مٹھیاں بھینچ کر کہا۔ "میں سمجھ گیا۔ وہ میری شیبا کے پاس گیا ہے۔ میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

"بکواس مت کرو۔ ہوش میں رہو۔ تمہیں شیبا سے اچھی ہزاروں لڑکیاں مل جائیں گی۔ خاموشی سے معلوم کرو۔ شیبا کمرے میں اکیلی ہے یا علی بھی ہے۔"

وہ دبے قدموں چلتا ہوا اس کمرے سے نکل کر شیبا کے کمرے کے قریب آیا۔ وہ ہمیشہ دروازے کو اندر سے بند کر کے سوتی تھی۔ اس نے کان لگا کر سنا' اندر سے سانسیں لینے کی آوازیں آرہی تھیں۔

شی تارا نے کہا۔ "تم بڑے باکمال ہو۔ بند دروازے کے پیچھے بھی دھیمی سانسوں کی آوازیں سن لیتے ہو۔ ذرا اور توجہ سے سنو یہ ایک فرد کے سانسوں کی آوازیں ہیں یا دو افراد کی؟"

"یہ ایک ہی فرد کی سانسیں ہیں۔ میں یقین سے کہتا ہوں کمرے کے اندر کوئی دوسرا نہیں ہے۔"

وہاں سب لکڑیوں کے مکانات تھے۔ لکڑیوں کی دیواریں تھیں۔ پاشا ان دیواروں اور کھڑکیوں کو اچھی طرح دیکھنے لگا۔ شاید لکڑیوں میں کہیں سوراخ ہو تو اندر جھانک کر دیکھ سکے لیکن کہیں سے جھانکنے کا راستہ نہ ملا۔ شی تارا نے کہا۔ "ایک بات مان لو۔ علی عورتوں کے معاملے میں نہایت شریف ہے۔ وہ کسی لڑکی کے کمرے میں نہیں جائے گا۔"

"وہ پھر کہاں گیا ہے؟"

"میں نے پہلے بھی تم سے کہا تھا' وہ کسی خاص مقصد سے اس جزیرے میں آیا ہے۔ وہ اسی مقصد کے لیے کہیں باہر گیا ہے۔"

"پھر تو معلوم کرنا چاہیے کہ وہ کہاں گیا ہے۔ کیا میں باہر جاؤں؟ تم میرے پاس رہو گی؟"

"پاشا! میں بہت تھک گئی ہوں۔"

"میرے ساتھ رہنے کا یہ فائدہ ہو گا کہ میں یہاں کے خطرناک مجرموں سے ملوں گا۔ تم ان کی آوازیں سن کر انہیں اپنا آلۂ کار بنا سکتی ہو۔"

"یہ کام کل بھی ہو سکتا ہے۔ آج علی ہاتھ نہیں آیا۔ میرا دماغ بوجھل سا ہو رہا ہے۔ تم جا کر نیند پوری کرو۔ میں بھی آرام کروں گی۔ کل آؤں گی۔"

وہ چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد پاشا نے شیبا کے کمرے کی طرف دیکھا۔ اس کے اندر شیطان بھڑکنے لگا۔ ایک حسینہ جو ابھی جوان ہو رہی تھی۔ کمرے میں اکیلی سو رہی تھی۔ وہ ہولے سے دستک دے کر دروازہ کھلوا سکتا تھا۔ جو کل مقابلے کے بعد ملنے والی تھی' وہ آج اور ابھی مل سکتی تھی۔

وہ شیبا کے دروازے تک آیا پھر رک گیا۔ برآمدے سے قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔ وہ پوچھنا چاہتا تھا کہ کون ہے؟ پھر خیال آیا اور کون ہو گا؟ علی باہر گیا ہے۔ اب واپس آرہا ہے۔ یہ سوچنے کے دوران ہی دروازہ کھل گیا۔ وہاں شیبا کا باپ برین کھڑا ہوا تھا۔ شراب کے نشے میں جھوم رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک ننھی سی ٹارچ تھی۔ اس کی روشنی میں اس نے دروازے کو اندر سے بند کیا پھر اپنے کمرے کی طرف جاتے ہوئے بولا۔ "کون ہے؟"

پاشا گم صم کھڑا سوچ رہا تھا۔ برین یہاں ہے تو علی کے بستر پر کون سو رہا ہے؟ وہ تیزی سے چلتا ہوا اپنے کمرے کے پاس آیا پھر دروازے کو کھولنا چاہا تو وہ اندر سے بند تھا۔

ابھی وہ علی کے بستر پر کسی اجنبی کو سوتا چھوڑ کر کمرے سے نکلا تھا تو دروازہ کھول کر آیا تھا۔ اب وہی دروازہ اندر سے بند تھا۔ اس نے دروازے کو جھٹکے دیتے ہوئے پوچھا۔ "اندر کون ہے؟ یہ کس نے دروازہ بند کیا ہے؟"

جواب نہیں ملا۔ اس نے زور زور سے دروازے پر ہاتھ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

مارتے ہوئے گرج کر کہا۔ "دروازہ کھولو۔ ورنہ توڑ دوں گا۔"

برین نے ٹارچ کی روشنی لہراتے ہوئے کہا۔ "کل سے یہ گھر تمہارا ہو جائے گا۔ اپنے ہی گھر کا دروازہ کیوں توڑ رہے ہو؟"

"مسٹر برین! اس کمرے میں کوئی اجنبی ہے۔"

"تمہارا دوست علی تیمور ہوگا۔ بے چارے کی نیند خراب نہ کرو' آؤ میرے بستر پر سو جاؤ۔"

بند کمرے میں علی تھا۔ شام کو ثانی نے اس سے کہا تھا۔ "پاشا کے ساتھ ایک ہی کمرے میں نہ سونا۔ وہ دوست نما دشمن تمہیں نقصان پہنچائے گا۔"

علی نے پوچھا۔ "تم کیا چاہتی ہو؟"

"میں اس کی عیاری کا بھانڈا پھوڑنا چاہتی ہوں۔ وہ آج رات تمہیں ضرور زخمی کر کے شی تارا کا محکوم بنانا چاہے گا۔ تم کمرے کی لالٹین بجھانے کے بعد دبے قدموں سے کمرے سے باہر آؤ گے۔ میں برین کو سحرزدہ کر کے تمہارے بستر پر پہنچا دوں گی۔"

علی نے کہا۔ "وہ کمبخت پاشا میرے دھوکے میں برین کو زخمی کرے گا۔ ایک بوڑھے کو چارا بنانا مناسب نہیں ہے۔"

"میں تمہیں اس کمرے میں سونے نہیں دوں گی۔"

"ثانی! وہ اُلّو کی طرح اندھیرے میں دیکھ لیتا ہے۔ مجھے کمرے سے باہر جاتے دیکھ سکتا ہے۔ آج میں اسے اُلّو بناؤں گا۔"

"تم کیا کرو گے؟"

"میں اپنے بستر پر ہی لیٹا رہوں گا۔ یہ لکڑی کا مکان ہے اور لکڑی کا فرش ہے۔ پاشا بھاری بھرکم ہے۔ اپنے بستر سے اٹھ کر فرش پر کھڑا ہوگا تو لکڑی کے تختوں کے جوڑ ضرور کراہیں گے۔ رات کے سناٹے میں' میں ہلکی سی آواز سن سکوں گا۔ تم میرے پاس رہو گی۔ ایسے وقت سمجھ لینا چاہیے کہ شی تارا پاشا کے پاس آئی ہے۔"

"اور اگر نہ آئی ہو تو؟"

"تو میں اینٹی ڈارک لینس پہن کر تاریکی میں پاشا کو دیکھ سکوں گا پھر اس سے نمٹ لوں گا۔"

"چلو فرض کرتی ہوں کہ ایسے وقت شی تارا اس کے پاس ہوگی۔ آگے بولو پھر کیا ہوگا؟"

"تم آسانی سے پاشا کے دماغ میں رہ سکو گی۔ ان کی ملی بھگت اور منصوبوں کو سمجھتی رہو گی۔ وہ مجھ پر حملہ کرنے آئے گا تو مجھے بتاتی رہو گی کہ وہ کہاں ہے؟ مجھ سے کتنے فاصلے پر ہے اور اب کیا کرنے والا ہے؟"

"اوہ علی! ایسا خطرہ مول لینے کی کیا ضرورت ہے؟"

"میں نے تمہیں کبھی خطرات سے کھیلنے سے نہیں روکا پھر یہ ہمارا طریقۂ کار ہے' ہم دشمن کو جان سے نہیں مارتے۔ کوشش کرتے ہیں اسے زخمی بھی نہ کریں اور ایسی نفسیاتی مار ماریں کہ وہ تمام زندگی اسے یاد رکھے۔"

"تم یہ چاہتے ہو تو یہی ہوگا۔ ویسے سیدھا سادہ طریقہ [illegible] کہ میں برین کو سحرزدہ کر کے تمہارے بستر پر لے آتی اور اسے [illegible] ہونے سے بھی بچاتی۔"

"نہیں ثانی! میں علی ہوں۔ دوسرے کی موت کے بستر [illegible] لیٹ سکتا ہوں لیکن اپنے بستر پر کسی کے لیے موت کا سامان [illegible] سکتا۔ خدا پر بھروسا رکھو' میں محفوظ رہوں گا۔"

ثانی نے اس کی مرضی کے مطابق عمل کیا۔ جب [illegible] تاریکی میں لکڑی کے فرش پر ہلکی سی آواز سنی تو ثانی نے [illegible] "جاؤ۔" وہ پاشا کے دماغ میں آگئی۔ اسے آسانی سے جگہ [illegible] علی اور ثانی کو اور ہم سب کو یقین کی حد تک شبہ تھا کہ شی تارا [illegible] کے پاس آتی ہے۔ اس شبہے کی تصدیق ہوگئی۔ شی تارا وہاں [illegible] تھی۔

پھر ان دونوں میں جو گفتگو ہوتی رہی' ثانی سنتی رہی اور [illegible] بتاتی رہی۔ علی نے سوچا تھا کہ پاشا اس کے چہرے پر رکھے [illegible] کاغذ کو پڑھے گا پھر کاغذ ہٹا کر چہرہ دیکھے گا لیکن ایسا نہیں ہوا۔ [illegible] نے آکر بتایا کہ وہ علی کو برین سمجھ رہے ہیں اور یہ مفروضہ [illegible] رہے ہیں کہ خیال خوانی کرنے والوں نے برین کو سحرزدہ کر کے کے بستر پر سُلا دیا ہے۔ یعنی جو ثانی چاہتی تھی وہی دونوں دشمن [illegible] رہے تھے۔

پاشا علی کو تلاش کرنے کمرے سے باہر گیا تو علی نے [illegible] کو اندر سے بند کر لیا۔ ثانی اس وقت تک پاشا کے دماغ [illegible] جب تک شی تارا وہاں موجود رہی۔ اس کے جاتے ہی پھر علی [illegible] پاس آگئی۔

اب وہ دروازہ پیٹ رہا تھا اور پوچھ رہا تھا۔ اندر کون ہے [illegible] برین اسے سمجھا رہا تھا کہ علی تیمور کو سونے دو اور تم میرے بستر [illegible] کر سو جاؤ لیکن پاشا کی کھوپڑی گھومی ہوئی تھی۔ غصے میں [illegible] تھا۔ علی نے بہت بری طرح اُلّو بنایا ہے۔ وہ بند کمرے میں چاقو [illegible] نوک پر تھا۔ ایک ہی حملے میں علی کو زخمی کر سکتا تھا لیکن اسے [illegible] سمجھ کر علی کو ڈھونڈنے کمرے سے نکل آیا تھا۔

بند دروازے کے پیچھے سے علی نے پوچھا۔ "باہر کیوں گئے تھے؟"

"میں تازہ ہوا کے لیے گیا تھا۔"

"تمہارے ہاتھ میں ابھی تک چاقو ہے۔"

پاشا نے چونک کر چاقو کو دیکھا پھر اسے بند کر کے جیب [illegible] رکھتے ہوئے کہا۔ "یہ درندوں کی بستی ہے۔ اس لیے چاقو میرے پاس رہتا ہے۔"

"میں اپنے بستر پر تھا۔ تم میری شہ رگ کے بالکل قریب [illegible] پھر مجھے برین سمجھ کر حملہ نہیں کیا۔ کیا تم نے یہ سبق حاصل [illegible] ذہانت کے سامنے شیطانی منصوبہ بندی ناکام ہوتی ہے اور غیر [illegible] اور حیرت انگیز جسمانی قوت کسی کام نہیں آتی؟"

میں کہتا ہوں' دروازہ کھولو۔"

"تم اپنی غیر معمولی قوتوں اور صلاحیتوں کے ساتھ صبح تک کمرے سے باہر رہو گے۔ میرے تمام خیال خوانی کرنے والے اس وقت تک برین کالونی کے دس چھپے ہوئے بدمعاشوں کو آلۂ کار بنا چکے ہیں۔ تمہاری خیال خوانی کرنے والی جا چکی ہے اور کل ہی آئے گی۔ تم تنہا دس مسلح بدمعاشوں سے نہیں نمٹ سکو گے۔"

وہ گرج کر بولا۔ "میں ان سب کو اپاہج بنا دوں گا۔"

"لیکن ان میں سے کوئی تو تمہیں تھوڑا سا زخمی کرے گا اور تمہارے دماغ کے دروازے میرے خیال خوانی کرنے والوں کے لیے کھل جائیں گے۔ یہی چاہتے ہو تو اب گرج کر دکھاؤ۔"

اس نے ہونٹوں کو سختی سے بھینچ لیا۔ دل میں تسلیم کیا کہ مقابلے میں ذرا بھی زخمی ہوگا تو ہمیشہ کے لیے فرہاد کی فیملی کا غلام بن جائے گا۔ اس نے دانت پیستے ہوئے بند دروازے کو گھونسا دکھایا پھر برین کے بستر پر جا کر لیٹ گیا۔

***

فوج کے جنرل' کرنل اور چیف آف آرمی انٹیلی جنس نے سپر ماسٹر کو خفیہ پیغام بھیجا تھا اور لکھا تھا کہ ایک اہم اجلاس میں اس کی شرکت لازمی ہے۔ حکومت کے اہم عہدیداران بھی شریک ہو رہے تھے۔ اس پیغام میں یہ وضاحت نہیں کی گئی تھی کہ اجلاس میں کن موضوعات کو زیرِ بحث لایا جائے گا۔

ایسا پہلی بار ہوا تھا۔ اجلاس کی نوعیت نہیں بتائی گئی تھی۔ اسے یہ اندیشہ محسوس ہو رہا تھا کہ شاید نئے سپر ماسٹر کی تقرری ہوگی اور اسے موجودہ عہدے سے ہٹا دیا جائے گا۔ جب کوئی پیچیدہ مسئلہ درپیش ہوتا تھا تو وہ سپر ماسٹر مادام سلوانہ سے مشورے کرتا تھا۔ جان لیبوڑا بھی جب تک رہا' اہم معاملات میں ثانی سے رجوع کرتا رہا۔ دونوں ہی اس کی صلاحیتوں کو صرف مانتے نہیں تھے بلکہ اس سے دلی لگاؤ بھی رکھتے تھے۔

اس نے کمپیوٹر کے ذریعے ثانی سے رابطہ کیا۔ "ہیلو سلوانہ! کیسی ہو؟"

اس نے جواب دیا۔ "بالکل ٹھیک ہوں۔ آپ فرمائیں' کیسے یاد کیا؟"

"بیٹی! مجھے ایک اہم اجلاس میں شریک ہونے کے لیے کہا گیا ہے۔ یقیناً تمہیں بھی ایسا لیٹر ملا ہوگا۔"

"نو سر! مجھے ایسے کسی اجلاس کا علم نہیں ہے۔"

"تعجب ہے۔ تم سپر مادام ہو۔ تمہارا تعلق آرمی سے ہے۔ تمہیں تمام اجلاسوں میں مدعو کیا جاتا ہے پھر آج کیوں نظرانداز کیا جا رہا ہے۔"

"ان کی کوئی مصلحت ہوگی۔"

"یہی بات غور طلب ہے کہ تم نے مختصر سی مدت میں اپنے ملک کے لیے حیرت انگیز کارنامے انجام دیے ہیں۔ تمہیں کسی

خوف!

ایک ایسا مسئلہ جس سے ہر شخص دوچار ہے

خوف سے آدمی پریشان ہوتا ہے۔

خوف سے آدمی پاگل ہو جاتا ہے۔

خوف سے زندگی ناکام ہو جاتی ہے۔

خوف سے ازدواجی مسائل پیدا ہو جاتے ہیں۔

خوف سے آدمی خودکشی کر لیتا ہے۔

خوف دیمک کی طرح زندگی کو چاٹتا رہتا ہے۔

شرم بھی خوف ہی کا ایک پہلو ہے اور اتنا ہی خطرناک

اردو کے جانے پہچانے منفرد نفسیاتی ادیب اسلام حسین کے قلم سے

خوف و شرم

اور اس کا سدِباب

کا مطالعہ کیجیے

اور ان کمزوریوں سے نجات حاصل کر کے

کامیاب اور خوش و خرم زندگی گزاریے

قیمت: ۳۰ روپے

مکتبۂ نفسیات' پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی ۱

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

معاملے میں کبھی نظر انداز نہیں کیا گیا پھر آج کیوں ایسا کیا جا رہا ہے۔"

"آپ کیا سوچ رہے ہیں؟"

"میں سمجھ رہا ہوں' مجھے موجودہ عہدے سے ہٹا دیا جائے گا۔"

"آپ اس کا مطلب خوب سمجھتے ہیں؟"

"ہاں! اگر سپر ماسٹر سے کبھی کوئی غلطی نہ ہوئی ہو تو اسے گمنام ریٹائرڈ زندگی گزارنے کی آزادی دے دی جاتی ہے۔ اگر اس نے غلطیاں کی ہوں اور اس کے اقدامات کے باعث ملکی مفادات کو نقصان پہنچا ہو تو اس سے عہدہ چھین کر اسے گولی مار دی جاتی ہے۔"

ثانی نے کہا۔ "میری دانست میں آپ سے کوئی غلطی نہیں ہوئی ہے۔"

"لیکن غلطیوں کے الزامات جبراً تھوپ دیے جاتے ہیں۔ میرے مخالفین یہ الزام دے سکتے ہیں کہ جان لمبوڈا جیسا اہم شخص میری بے پروائی سے مارا گیا اور ٹیلی پیتھی جاننے والی الپا بھی میری غلط حکمتِ عملی کے باعث ہاتھ سے نکل گئی ہے۔ ابھی ہم سمجھ نہیں سکتے کہ کیسے کیسے الزامات عائد کیے جا سکتے ہیں۔"

"سر! آپ نے ہمیشہ مجھے بیٹی کہا ہے۔ اگر میں اجلاس میں رہوں گی تو آپ پر آنچ نہیں آنے دوں گی۔"

"تم اجلاس میں کیسے رہو گی؟"

"انہوں نے مجھے مدعو نہیں کیا ہے' آپ کر سکتے ہیں۔"

"سمجھ گیا۔ تم چاہتی ہو کہ میرے دماغ میں موجود رہو۔"

"جی ہاں' یہی ایک راستہ ہے۔"

وہ کچھ دیر سوچنے کے بعد بولا۔ "اگرچہ مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ اپنے اعلیٰ حکام اور اعلیٰ فوجی افسران کو دھوکا نہیں دینا چاہیے لیکن سوچتا ہوں کہ سیاست میں سچائی کی قدر نہیں کی جاتی۔ مجھ سے مخالفت اور عداوت رکھنے والے حکام میری خدمات کو نہیں سراہیں گے۔ دوسرا سپر ماسٹر لانے کے لیے مجھے اس عہدے سے گرانے کی ہر ممکن کوشش کریں گے پھر میں کیوں نہ اپنے بچاؤ کا راستہ نکالوں۔ میں اس برے وقت میں اپنی بیٹی پر ہی بھروسا کر سکتا ہوں۔"

"آپ مجھ پر اتنا اعتماد کرتے ہیں' میں آپ پر کوئی آفت نہیں آنے دوں گی۔ آپ کے پاس موجود رہوں گی۔"

"بیٹی! میں سوچ رہا ہوں۔ ان حالات میں یہ فوجی افسران تمہارے خلاف بھی کوئی کھچڑی نہ پکا رہے ہوں۔"

"آپ میری طرف سے مطمئن رہیں۔ جب سے مرینا نے میرے خلاف کارروائی کی ہے اور اعلیٰ افسران نے اس کی باتوں میں آ کر مجھے چیک کیا ہے تب سے میں محتاط ہو گئی ہوں۔ اپنی رہائش گاہ بدلتی رہتی ہوں۔ میرے موجودہ حلیے میں مجھے کوئی پہچان نہیں سکے گا۔ میری کوشش یہی ہے کہ برے وقت میں کوئی میرے نقشِ قدم کو بھی نہ پا سکے۔"

"مجھے تمہاری ذہانت پر ناز ہے۔ میں ایک گھنٹے بعد اجلاس میں شریک ہونے ہیڈ کوارٹر میں پہنچوں گا۔"

"میں اسی وقت آپ کے پاس آؤں گی۔ میرے کوڈ ورڈز ہوں گے 'یو آرمائی انکل' یو آرمائی باس۔"

اس نے رابطہ ختم کیا۔ یہ تو ہم پہلے سے جانتے تھے کہ ثانی کے معاملے میں کبھی کوئی گڑبڑ ہو سکتی ہے اور ثانی اس وقت سے زیادہ محتاط ہو گئی تھی' جب سے مرینا نے اسرائیل میں علی کے خلاف سازش کی تھی پھر اس کے خلاف یہاں چیکنگ کرائی تھی۔ تب سے ثانی نے اپنے قد اور جسامت والی ایک لڑکی کو اپنی معمول اور تابعدار بنایا تھا پھر اسے عارضی میک اپ کے ذریعے سپر مادام سلوانہ بنا دیا تھا اور ہمیشہ اس کے دماغ میں رہ کر اعلیٰ حکام اور فوجی افسران سے گفتگو کرتی تھی۔

آرمی انٹیلی جنس کے افسران بعض اوقات اس سے ملاقات کرنے اس کی رہائش گاہ میں آتے تھے۔ انہیں کبھی یہ شبہ نہیں ہوا کہ وہ سپر مادام کی ڈمی سے ملاقات کر کے جا رہے ہیں۔

اس وقت بھی سپر مادام کی ڈمی نے سپر ماسٹر سے گفتگو کی تھی اور ثانی اس ڈمی کے دماغ میں رہی تھی پھر رابطہ ختم ہونے کے بعد ثانی نے ڈمی سے کہا۔ "میں جا رہی ہوں۔ ایک گھنٹے بعد شاید افسران تم سے رابطہ کریں گے یا تم سے ملاقات کرنے آئیں گے تو پہلے کی طرح پورے اعتماد کے ساتھ ان سے گفتگو کرو گی۔ وہ تمہاری شخصیت کو جھٹلانا چاہیں گے لیکن تم اول بھی سپر مادام سلوانہ ہو اور آخر بھی یہی ہو۔"

"یس مادام! میں اپنا رول بحسن و خوبی ادا کروں گی۔"

جان لمبوڈا کے وقت سے ثانی کے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحت تھے۔ ایک کا نام مونارو اور دوسرے کا نام تالبوٹ تھا۔ وہ دونوں اسرائیل سے نکل کر پیرس آ گئے تھے۔ بہت پہلے ثانی نے ان پر تنویمی عمل کر کے انہیں اپنا وفادار بنا لیا تھا۔ اسرائیل سے نکلتے وقت جے مورگن کو سحر زدہ کر کے اپنے ساتھ لائی تھی اور اسے بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا دیا تھا۔

ایک گھنٹے بعد ثانی نے مونارو اور تالبوٹ کو مخاطب کر کے کہا۔ "دس منٹ کے بعد میرے دماغ میں آؤ۔ میں سپر ماسٹر کے دماغ میں رہوں گی۔ یعنی ہم سب ایک خفیہ اجلاس اٹینڈ کریں گے۔ وہاں جو افسر تمہیں سگار یا سگریٹ کے کش لیتا ہوا نظر آئے اس کے دماغ میں چلے جانا۔ اس اجلاس کی کارروائی دیکھنے اور سننے کے بعد ہم طے کریں گے کہ ہمیں کرنا کیا ہے؟"

ثانی نے سپر ماسٹر کے پاس آ کر کوڈ ورڈز ادا کیے۔ وہ ہیڈ کوارٹر کے ایک بند کمرے میں پہنچ گیا تھا۔ ایک بڑی سی میز کے اطراف اعلیٰ فوجی افسران کے علاوہ چند اعلیٰ حکام بھی موجود تھے۔ سپر ماسٹر نے اپنی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "میں اس اجلاس میں سپر مادام سلوانہ کی توقع کر رہا تھا۔ کیا وہ نہیں آئے گی؟"

فوج کے جنرل نے کہا۔ "یہاں اس کی موجودگی لازمی نہیں ہے۔ بائی دی وے' آپ کو سلوانہ سے اتنی دلچسپی کیوں ہے؟"

"اس لیے کہ میں اور لمبوڈا اسے بیٹی سمجھتے رہے ہیں اور سپر مادام کی حیثیت سے اس کی بے پناہ صلاحیتوں کے قائل رہے ہیں۔"

"کسی کی حد سے زیادہ تعریفیں کرنے اور اسے سر پر چڑھا لینے کے بعد اس کی خامیاں اور کوتاہیاں نظر نہیں آتیں۔"

سپر ماسٹر نے پوچھا۔ "کیا آپ کو خامیاں نظر آ رہی ہیں؟"

"ہاں' وہ اپنے اختیارات کا ناجائز فائدہ اٹھا رہی ہے۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے مونارو اور تالبوٹ اس کی ماتحتی میں دیے گئے تھے ان کی کوئی رپورٹ ہمارے پاس نہیں ہے کہ وہ دونوں کہاں ہیں۔"

"میں سپر ماسٹر کی حیثیت سے جانتا ہوں کہ وہ دونوں لندن اور پیرس میں ہیں۔ شی تارا اور اس کے بھائی سرنا کے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کر رہے ہیں۔"

"ہم کیسے یقین کریں؟ ہمیں رپورٹ ملی ہے کہ سپر مادام ان دونوں کو ذاتی مقاصد کے لیے استعمال کرتی ہے۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "اس نے اسرائیل میں رہنے کے دوران یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ٹریپ کیا ہے اور انہیں کہیں چھپا دیا ہے۔"

"سپر مادام سلوانہ نے ایسی کوئی حرکت نہیں کی ہے۔"

"ہمارے جاسوس یقین سے کہتے ہیں کہ جس دن سلوانہ تل ابیب چھوڑ کر گئی ہے تب سے ٹیلی پیتھی جاننے والا جے مورگن لاپتا ہے۔"

"اس کا مطلب یہ نہیں کہ اسے سلوانہ نے غائب کیا ہے۔"

ایک حاکم نے کہا۔ "ابھی حال ہی میں سپر مادام نے اچانک چھاپا مار کر نیویارک میں شی تارا کے ایک خفیہ اڈے پر قبضہ کیا ہے۔ بے شک یہ اس کا ایک بڑا کارنامہ ہے لیکن اس کارنامے میں مریم اور سرتاج پاشا نے اہم رول ادا کیا ہے۔ یہ دونوں کون تھے؟ کہاں سے آئے تھے؟ پھر اچانک کہاں غائب ہو گئے؟"

انٹیلی جنس کے چیف نے کہا۔ "میں نے سپر مادام سلوانہ سے یہ سوالات کیے تھے۔ اس نے جواب دیا کہ مریم اور سرتاج پاشا اس کے... آلۂ کار تھے کام نکلنے کے بعد ان کے دماغوں کو آزاد چھوڑ دیا گیا۔ وہ کہیں چلے گئے ہیں جب ضرورت ہو گی تو پھر ان سے کام لیا جائے گا۔"

سپر ماسٹر نے پوچھا۔ "اس میں آپ کو کیا اعتراض ہے؟"

"ہمیں رپورٹ ملی ہے کہ وہ سرتاج پاشا دراصل علی تیمور تھا۔"

"ایسی بے تکی اور بے بنیاد رپورٹیں آپ کو ملتی کہاں سے ہیں؟"

چیف نے ایک فائل کھول کر اس میں سے ایک کاغذ نکال کر سپر ماسٹر کو دیتے ہوئے کہا۔ "یہ فنگر پرنٹس کے ماہرین کی رپورٹ ہے۔ سرتاج پاشا نے نیویارک کے اس تہ خانے سے نکلنے کے بعد ایک گلاس میں پانی پیا تھا۔ اس گلاس کو ہمارے ایک جاسوس نے محفوظ کر لیا تھا۔ اس پر سے انگلیوں کے نشانات لیے گئے تھے۔"

ایک اور اعلیٰ افسر نے کہا۔ "مرینا ہمارے پاس خیال خوانی کے ذریعے آتی رہی۔ اس کی یہ رپورٹ غلط ثابت ہوئی کہ سپر مادام سلوانہ دراصل سونیا ثانی ہے لیکن یہ رپورٹ درست رہی کہ علی تیمور اسرائیل میں گولڈن برین بن کر رہتا تھا اور اب وہاں سے فرار ہو چکا ہے۔"

چیف نے کہا۔ "ہمیں علی کی انگلیوں کے اصل نشانات حاصل کرنے میں دیر ہو گئی۔ وہ نشانات اور سرتاج پاشا کی انگلیوں کے نشانات بالکل ایک ہیں۔ افسوس کہ تاخیر کے باعث علی یہاں سے چلے جانے میں کامیاب ہو گیا ہے۔"

سپر ماسٹر نے پوچھا۔ "پھر تو مرینا نے یہ بھی بتایا ہو گا کہ علی کہاں چھپتا پھر رہا ہے۔"

چیف نے کہا۔ "حقیقت یہ ہے کہ آج کل شی تارا ہم سے رابطہ کرتی ہے۔ اس نے بتایا ہے کہ فرہاد نے مرینا کو اپنی معمول بنا لیا ہے اور اس کے بھائی کو کہیں قید کر رکھا ہے۔ انگلیوں کے نشانات کے متعلق مرینا نے نہیں شی تارا نے ہماری راہنمائی کی ہے۔ چونکہ وہ درست ثابت ہوئی ہے اس لیے ہم اس پر بھروسا کرتے ہیں۔"

ایک اور افسر نے کہا۔ "شی تارا کی یہ رپورٹ درست

دیس دیس گلی گلی منڈلانے والے بھنورے کی داستان عبرت

گہن لگا چاند

ایک ایسے نوجوان کی داستان ہے جو حرص و ہوس کے ہاتھوں اندھا ہو گیا تھا وہ ملک ملک پھرتا رہا اور دنیا بھر کی حسیناؤں سے دل لگاتا رہا اسے نہ اپنے ماں باپ سے محبت تھی نہ اپنے بیوی بچوں کی فکر اس نے وفا کرنا سیکھا ہی نہ تھا لیکن جب مکافات عمل شروع ہوا تو اس کے دامن میں سوائے ندامت کے کچھ نہ تھا اس کے ارد گرد کوئی نہ تھا جسے وہ اپنا کہہ سکتا۔ وہ اپنے بیٹے کو بھی بیٹا نہ کہہ سکا

مشہور الزام آدم زادی کے مصنف نور حسین شاہ کی نئی تخلیق

قیمت 100 روپے۔ ڈاک خرچ معاف

تقسیم کار

کتابیات پبلی کیشنز۔ پوسٹ بکس 23۔ رمضان چیمبرز
آئی آئی چندریگر روڈ نزد دفتر اخبار جنگ کراچی۔ 74200

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہے کہ علی جزیرہ مارکیو سان گیا تھا اور آج کل مرد قیدیوں کے جزیرے میں ہے۔"

ثانی سن رہی تھی اور تسلیم کر رہی تھی کہ شی تارا دور تک بڑی گہری چالیں چل رہی ہے۔ اگر فوراً ہی ان کا توڑ نہ کیا گیا تو علی کو زبردست نقصان پہنچے گا۔

چیف نے کہا۔ "سپر ماسٹر! تم نے آتے ہی سلوانہ کا ذکر چھیڑ دیا ورنہ پہلے ہم تمہارے مسئلے پر گفتگو کرنا چاہتے تھے۔ یہ اچھا ہوا کہ ابتدائی گفتگو میں تمہاری اور سلوانہ کی گہری رفاقت کا ثبوت مل گیا۔ تم اندھا دھند اس کی حمایت کرتے ہو اور اس کی طرح تم بھی ملکی مفادات کے خلاف علی تیمور سے رابطہ رکھتے ہو۔"

"یہ محض بے بنیاد الزام ہے۔"

"تم اس سلسلے میں کیا کہو گے؟ علی اور سلوانہ کے درمیان رابطہ رہتا ہے۔ علی نے ہی شی تارا کے خفیہ اڈے کی نشاندہی کی ہے۔ وہاں اس نے دوڈی سرنا کو قتل کیا ہے؟"

"میں کیا کہوں گا۔ آپ خود ہی متضاد باتیں کر رہے ہیں۔ شی تارا کو دوست اور قابلِ اعتماد بھی کہتے ہیں اور شی تارا کے متعلق یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اس نے ہمارے ملک میں نہ جانے کتنے غیر قانونی اڈے بنائے ہوں گے۔ سپر مادام اپنے آلۂ کار سرتاج عزیز کے ذریعے نیویارک والے اڈے تک پہنچی تھی۔ سپر مادام کو اتنا وقت نہیں ملا تھا کہ وہ سرتاج پاشا کی اصلیت معلوم کرتی۔ بعد میں وہ علی تیمور ثابت ہوا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہماری سپر مادام غدار ہے۔ وہ انسان ہے، ایک بار دھوکا کھا گئی۔ آپ حضرات اس کے بڑے بڑے کارناموں کو فراموش کر کے اس کی نادانستہ غلطی کو پہاڑ بنا رہے ہیں۔"

"سپر ماسٹر! تم سلوانہ کی زبردست وکالت کر رہے ہو۔ کیا یہ جھوٹ ہے کہ تم نے اور سلوانہ نے لبوڈا کو اپنے راستے سے ہٹایا ہے۔ اسے ہٹا کر سلوانہ کو اس کی جگہ لے آئے ہو اور لبوڈا کے قتل کا الزام مرینا پر عائد کر رہے ہو۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "آپ لوگ ایسی ورجنوں کہانیاں تراش لیں۔ میٹھے انگوروں کو کھٹا کہنے کے لیے دلائل ضروری نہیں ہوتے، صرف لومڑی کی ہٹ دھرمی کافی ہوتی ہے۔"

"ہم فنگر پرنٹس کے ٹھوس ثبوت حاصل کر چکے ہیں۔ اسرائیل کا ایک گولڈ برین کارمن ہیرالڈ دراصل علی تیمور تھا۔ اس کے بھی ٹھوس ثبوت اور گواہ موجود ہیں۔ وہی علی وہاں بھی سلوانہ کا دوست تھا اور یہاں بھی اس نے شی تارا کے خلاف سلوانہ کا ساتھ دیا تھا اور یہ سب کچھ تمہاری سرپرستی اور راہنمائی میں ہوتا رہا تھا۔"

جنرل نے کہا۔ "ہمارے ملک کے اعلیٰ حکام نے اور ہم فوجی افسران نے متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا ہے کہ تمہیں سپر ماسٹر کے عہدے سے ڈسچارج کر دیا جائے۔ تمہارے خلاف مقدمہ چلایا جائے گا۔ تمام الزامات ثابت ہونے کے بعد تمہیں سزائے موت بھی دی جا سکتی ہے۔"

ایک فوجی افسر سگار کے کش لگا رہا تھا۔ ثانی نے اس کی زبان سے کہا۔ "میں سلوانہ بول رہی ہوں۔ تم لوگ خود غرض ہو۔ اپنے مطلب کا سپر ماسٹر لانے کے لیے ایک بے قصور اور محبِ وطن سپر ماسٹر کو موت کے گھاٹ اتارنا چاہتے ہو۔ میری تمام وفاداریوں اور کارناموں کو نظر انداز کر کے مرینا اور شی تارا کو ترجیح دے رہے ہو۔"

ایک حاکم نے کہا۔ "اچھا تو تم چھپ کر ہمارے خفیہ اجلاس میں آئی ہو۔ کیا یہ خلافِ قانون نہیں ہے؟"

"تم لوگوں کا یہ اجلاس ہی خلاف قانون ہے۔ یاد رکھو اگر موجودہ سپر ماسٹر ہولی مین کو حراست میں لیا گیا اور اس کے خلاف مقدمہ چلایا گیا تو میں تم لوگوں کی نیندیں حرام کر دوں گی۔ تمہاری مرینا اور شی تارا تمہارے کسی کام نہیں آ سکیں گی۔ یقین نہ ہو تو کسی بھی اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والی یا والے کو میرے خلاف استعمال کر کے دیکھو۔"

چیف آف آرمی انٹیلی جنس نے ہنستے ہوئے کہا۔ "تمہارے خلاف کچھ زیادہ محنت نہیں کرنی پڑے گی۔ تمہاری رہائش گاہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا گیا ہے۔ تم حراست میں ہو۔ ہمارا ایک ڈاکٹر مسلح فوجی جوانوں کے ساتھ آ رہا ہے۔ وہ تمہیں اعصابی کمزوری کا انجکشن لگائے گا۔ اس کے بعد تم خیال خوانی کرنے کے قابل نہیں رہو گی۔"

"سلوانہ اتنی ہی نادان ہوتی تو آج سپر مادام نہ کہلاتی۔"

سب نے اس افسر کی طرف دیکھا، جو سگریٹ سے شغل کر رہا تھا۔ اس نے کہا۔ "میں سپر مادام کا ماتحت مونارو بول رہا ہوں۔ تم لوگوں میں سے جو لوگ سپر ماسٹر اور سپر مادام کے خلاف اقدامات میں حصہ لیں گے وہ طرح طرح کے عذاب میں مبتلا ہوں گے۔"

ایک اور افسر نے کہا۔ "میں افسر کی زبان سے ٹالبوٹ بول رہا ہوں۔ سپر مادام کا محاصرہ کر لو۔ اسے انجکشن لگا دو بلکہ اسے قتل کر دو، وہ پھر بھی زندہ رہے گی کیوں کہ اس رہائش گاہ میں ہماری سپر مادام نہیں، اس کی ڈمی ہے۔"

ثانی نے کہا۔ "تم لوگوں نے اپنی دانست میں بڑی چالاکیاں دکھائیں، مجھے میری رہائش گاہ میں بے بس کرنا چاہا اور سپر ماسٹر کو اجلاس میں بلا کر اسے حراست میں لینے کا منصوبہ بنایا۔ اب شی تارا سے کہو کہ ہمارے خلاف تمہاری مدد کرنے سے پہلے اپنی بھلائی کا انجام سوچ لے اور اگر اس کی بھلائی مقصود ہے تو مرینا کو بھی ہم سے دور رکھے۔"

اس اجلاس میں تھوڑی دیر تک سکوت طاری رہا پھر ثانی نے کہا۔ "میں پندرہ منٹ کی مہلت دیتی ہوں۔ اگر سپر ماسٹر ہولی مین کو عزت سے رخصت نہ کیا گیا تو میں سب کو اس کی عزت کرنے پر مجبور کر دوں گی اور اس کے لیے جو طریقہ اختیار کروں گی وہ تم لوگوں کے لیے باعثِ شرم ہو گا۔"

وہ تمام مخالفت کرنے والے خاموش تھے۔ ان میں سے دو چار ایسے تھے جو سرگوشیوں میں کچھ کہہ رہے تھے پھر چیف نے کہا۔ "ہم مسٹر ہولی مین کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کریں گے۔ پہلے کی طرح ان کی عزت کی جائے گی لیکن اب یہ سپر ماسٹر نہیں رہیں گے۔"

ہولی مین نے کہا۔ "مجھے تمام عمر سپر ماسٹر بن کر رہنے کا شوق نہیں ہے۔ میں کینیڈا چلا جاؤں گا اور وہاں گمنامی کی زندگی گزاروں گا۔"

"میں بھی اب سپر مادام نہیں رہوں گی۔ شی تارا اور مرینا کی خواہش کے مطابق ہماری مضبوط ٹیم ٹوٹ گئی ہے۔ جان لبوڈا مر چکا ہے۔ میں نے اور ہولی مین نے واشنگٹن چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اب تم لوگ ملک دشمن عناصر کے ہاتھوں میں کٹھ پتلیاں بن کر رہو گے۔"

ایک کرنل نے کہا۔ "سلوانہ! تم ابھی نہ جانا۔ میں حاضرین سے پوچھتا ہوں۔ انہوں نے شی تارا اور مرینا پر تکیہ کر کے کون سی دانشمندی کا ثبوت دیا ہے۔ ان دو خیال خوانی کرنے والیوں نے سلوانہ سے ٹکرانے اور تمہارا ساتھ دینے سے انکار کر دیا ہے۔ ادھر سلوانہ اور ہولی مین ہمیں چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ اب ہمارے پاس کیا رہ گیا ہے؟"

جنرل نے کہا۔ "شی تارا کی کچھ مجبوریاں ہیں۔ وہ اور مرینا بعد میں ہمارے کام آئیں گی۔ ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے جو نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کیے گئے ہیں۔ ان میں سے چند بہت ہی ذہین اور تیز طرار ہیں۔ آپ یہ نہ پوچھیں کہ ہمارے پاس کیا رہ گیا ہے؟ یہ آنے والا وقت بتائے گا کہ ہم کسی سے کم نہیں ہیں۔"

ہولی مین اپنی جگہ سے اٹھ گیا پھر کچھ کہے سنے بغیر جانے لگا۔ وہ لوگ جو اسے حراست میں رکھنے، اس پر مقدمہ چلانے اور اسے سزائے موت دینے کا منصوبہ بنا چکے تھے، وہ اسے جانے سے نہ روک سکے۔

اس نے باہر آ کر اپنی کار میں بیٹھتے ہوئے کہا۔ "بیٹی سلوانہ! ان لمحات سے یہ نئی زندگی تم نے دی ہے۔ ورنہ انہوں نے مجھے گولی مارنے کا پورا بندوبست کر لیا تھا۔"

"خدا نے چاہا تو کوئی آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ آپ کینیڈا جائیں، میں آپ کی خیریت معلوم کرتی رہوں گی۔"

"تم کہاں جاؤ گی؟"

"خدا کی دنیا بہت بڑی ہے۔ آپ فکر نہ کریں، میں آپ کے پاس آتی رہوں گی۔ فی الحال گڈ بائی۔ سو فار۔"

وہ ہولی مین سے رخصت ہو کر میرے پاس آئی پھر کوڈ ورڈز ادا کرنے کے بعد تفصیل سے روداد سنائی۔ میں نے سب کچھ سننے کے بعد کہا۔ "تم نے سپر مادام کا رول ایک عرصہ تک ادا کیا۔ اب وہ ملک چھوڑ دینا ہی بہتر ہے۔ کیا علی کے پاس جاؤ گی؟"

"جزیرہ مارکیو سان میں رہ کر علی کا انتظار کروں گی۔ تمام دشمنوں کو معلوم ہو چکا ہے کہ وہ مرد قیدیوں کے جزیرے میں ہے۔ نیا سپر ماسٹر علی کو گرفتار کرنے کے لیے اس جزیرے کا محاصرہ کر سکتا ہے۔"

میں نے کہا "نیا سپر ماسٹر اور بہت کچھ کر سکتا ہے لیکن میں اسے موقع نہیں دوں گا۔ علی پاشا کو اس لیے وہاں لے گیا ہے کہ وہ جزیرے کی محدود دنیا میں مجبور ہوتا رہے۔ اس کی غیر معمولی صلاحیتیں اس کے کام نہ آ سکیں پھر وہ علی کے سامنے مجبور اور بے بس ہو جائے۔ یہ سبق حاصل ہو جائے کہ وہ شی تارا وغیرہ پر تکیہ کر کے بھی اس جزیرے سے نہیں نکل سکے گا۔ صرف ہم ہی اسے وہاں سے لا سکیں گے۔"

"پاپا! وہاں کی سماجی زندگی دیکھ کر علی نے طے کیا ہے کہ ہم مارکیو سان کے حکام کو جزیرے میں تبدیلیاں لانے پر مجبور کریں

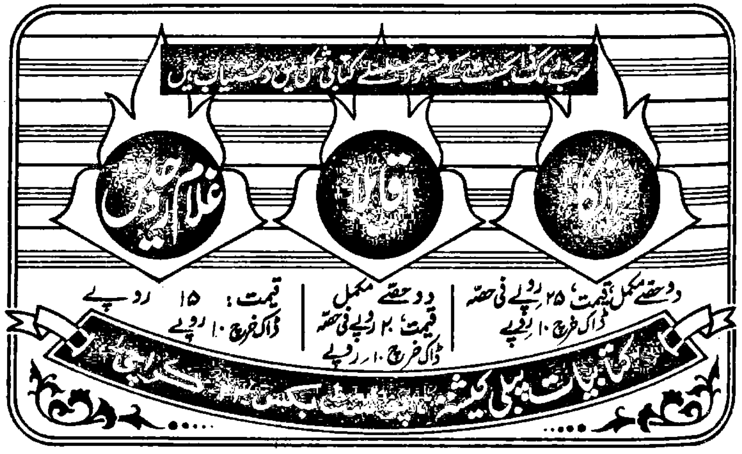

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

گے۔ جس معاشرے میں عورت نہ ہو، وہاں وحشت اور درندگی بڑھتی جاتی ہے۔"

میں نے تائید کی۔ "ہاں، اخلاقی اور تہذیبی تقاضوں کے مطابق وہاں کے لوگوں کو ازدواجی اور گھریلو زندگی گزارنا چاہیے۔ ہم وہاں تبدیلیاں لائیں گے۔ تم کچھ روز واشنگٹن میں رہ کر نئے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے متعلق معلومات حاصل کرو۔"

"ٹرانسفارمر مشین میری نظروں میں تھی۔ اب انہوں نے اسے دوسری جگہ منتقل کر دیا ہو گا۔ بہرحال یہ تو جانتی ہوں کہ کن فوجی افسران کی نگرانی میں وہ مشین رہتی ہے۔ نئے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ٹریننگ سینٹر اور وہاں کے تمام طریقۂ کار کے متعلق بھی بہت کچھ معلوم ہے میں اس سلسلے میں موتارو اور تالبوٹ سے بھی کام لیتی رہوں گی۔"

وہ مجھ سے رخصت ہو کر علی کے پاس آئی۔ جزیرے میں علی اور پاشا کا دوسرا دن تھا۔ اس روز بوگارڈ ولیج اور جانسن کے لوگ برین کالونی میں آ رہے تھے اور ایک کھلے میدان میں جمع ہو رہے تھے۔ شیبا پندرہ برس کی ہو گئی تھی اور اسے اپنی ملکیت بنانے کے لیے تمام شہ زوروں کے درمیان مقابلے ہونے والے تھے۔

غیر معمولی جسمانی قوت رکھنے والا پاشا وہ مقابلہ جیت سکتا تھا لیکن پچھلی رات سے علی اسے انگاروں کے بستر پر سلا رہا تھا۔ اس نے اسے کمرے میں اور اپنے بستر پر آنے نہیں دیا تھا۔ وہ برین کے بستر پر رات گزارنے پر مجبور ہو گیا تھا اور اسی بات کا بے حد غصہ تھا کہ وہ علی کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا تھا۔

دوسرے صبح اس نے ناشتے کی میز پر علی سے کہا۔ "تم یہ نہ سمجھنا کہ میں مجبور ہوں اور تم سے مقابلہ کرنے سے کترا رہا ہوں۔ میں پہلے مقابلہ جیتنا اور برین کالونی کا آقا بننا چاہتا ہوں۔ یہاں کا حاکم بننے کے بعد تم سے نمٹ لوں گا۔"

علی نے کہا۔ "مجھ سے نمٹنے کی فکر نہ کرو۔ جب ایسا وقت آئے گا تو دیکھا جائے گا۔ فی الحال یہاں کے شہ زوروں سے مقابلہ کرنے والے ہو اور تمہاری ثی تارا اس انتظار میں ہے کہ مقابلے کے دوران کوئی تمہیں زخمی کرے اور اسے تمہارے دماغ میں جگہ ملے۔"

"وہ میری دوست ہے۔ تمہاری طرح دشمن نہیں ہے۔"

"اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہارے دماغ میں آنے کا اور غیر معمولی قوتوں کے فارمولے پڑھنے کا موقع ملے گا اور ثی تارا نہیں پڑھے گی تو ایسا کوئی نادان ہی سوچ سکتا ہے۔ میں تمہیں نادان نہیں سمجھتا۔"

وہ سوچنے لگا پھر بولا۔ "غیر معمولی سماعت اور بصارت اور غیر معمولی جسمانی قوتیں حاصل کرنا کون نہیں چاہتا۔ تم بھی چاہتے ہو۔ ثی تارا بھی چاہتی ہے۔ سب ہی میرے دماغ میں گھس کر ان فارمولوں کو پڑھنا اور نوٹ کرنا چاہیں گے۔"

"بے شک دوست ہو یا دشمن کسی پر بھروسا نہ کرو۔"

"اس کا مطلب ہے، میں کسی سے مقابلہ نہ کروں۔ کہیں کوئی ضرور زخم لگیں گے۔"

"نہیں۔ فی الحال تم خوش نصیب ہو۔ ہم نہیں چاہتے تمہیں کوئی زخم آئے اور ثی تارا فائدہ اٹھائے۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے موجود رہیں گے اور تم سے مقابلہ کرنے والوں کو کوئی ضرب لگانے کا موقع نہیں دیں گے۔"

وہ مسکرا کر بولا۔ "تم نے جی خوش کر دیا۔ اب میں بے فکر اور بے باکی سے مقابلہ کروں گا۔ آج سے شیبا میری ہو گی اور میں اس علاقے کا آقا کہلاؤں گا۔"

دن کے دس بجے میدان میں ایسی بھیڑ تھی جیسے میلہ لگا ہو۔ شیبا کو دلہن بنا کر لایا گیا تھا اور ایک اونچی مسند پر اسے بٹھایا گیا تاکہ تمام مرد اسے دیکھیں اور اسے حاصل کرنے کے لیے جان کی بازیاں لگاتے رہیں۔ ابتدا میں بہت سے لوگ میدان میں آتے رہے ایک دوسرے سے لڑتے اور شکست کھا کر میدان چھوڑتے رہے پھر بڑے بڑے شہ زوروں کی باری آئی۔ برین ہارورڈ نے ایک اونچے اسٹیج پر آ کر کہا۔ "یہاں کے دستور کے مطابق جس کالونی کی لڑکی مطلوب ہوتی ہے۔ اس کالونی کا شہ زور دوسری کالونیوں کے دلیروں کو للکارتا ہے۔ بوگارڈ اور جانسن نے اپنی اپنی کالونی سے ایک ایک شہ زور کا انتخاب کیا ہے۔ ان دو کالونیوں کے دو شہ زور باری باری مسٹر یوسف پاشا سے مقابلہ کریں گے۔"

یوسف پاشا نے اسٹیج پر آ کر للکارا۔ اس کے مقابلے پر جانسن ٹاؤن کا ایک باڈی بلڈر آیا۔ میں نے علی سے کہہ دیا تھا کہ ایسے وقت میں موجود رہوں گا اور پاشا کو زخمی نہیں ہونے دوں گا۔ اس لیے جو پہلوان نہتا مقابلہ کرنے آیا، میں نے اسے آزادی سے لڑنے کا موقع دیا کیوں کہ یہ یقین ہوتا تھا کہ پاشا اس پر غالب آئے گا اور اس کے ہاتھوں سے زخمی نہیں ہو گا اور جو ہتھیار لے کر آیا میں نے اس کے ہاتھوں سے ہتھیار گرا دیا۔ ان حالات میں تمام مقابلے دلچسپ ہو گئے تھے اور وہاں کے لوگوں پر پاشا کا رعب اور دبدبہ طاری ہو رہا تھا۔

ثانی علی کے پاس آ کر اسے بتا رہی تھی کہ اس کی، جزیرے میں موجودگی کا علم تمام دشمنوں کو ہو چکا ہے۔ اگلے چوبیس گھنٹوں میں نیا سپر ماسٹر اپنا عہدہ سنبھالے گا تو وہ جزیرے کا محاصرہ کرانا چاہے گا اور ہماری کوشش ہو گی کہ ایسی کوئی کارروائی نہ ہو سکے۔

علی نے کہا۔ "پاشا کے دماغ پر اس وقت قبضہ جمانا ہو گا جب ثی تارا موجود نہ ہو۔ پاپا سے کہو، جب وہ اسے بھائی سرنا کے معاملے میں مصروف رکھیں تو مجھے آگاہ کریں اور تمہیں میرے پاس بھیج دیں پھر ہم پاشا کو قابو میں کریں گے۔"

پاشا مرد میدان بنا ہوا تھا۔ مقابلے پر آنے والوں کی ہڈیاں توڑ رہا تھا۔ انہیں اپاہج بنا رہا تھا۔ جو اپاہج نہیں بننا چاہتے تھے، وہ

مقابلے پر نہیں آئے تھے اور اگر مقابلہ کرتے تو شکست کے آثار دیکھتے ہی اپنی ٹوٹ پھوٹ سے پہلے بھاگ جاتے تھے اور اب آخری شہ زور اس کے مقابلے پر آیا تھا۔

پاشا کی ایک کمزوری تھی کہ وہ اناڑی فائٹر تھا۔ نہ پرانے داؤ پیچ جانتا تھا اور نہ ہی فری اسٹائل کی جدید تکنیک سے واقف تھا۔ پچھلی بار علی سے پنجہ لڑا کر پھنس گیا تھا۔ اس بار وہ آخری شہ زور بھی اس پر بھاری پڑ رہا تھا کیوں کہ وہ فری اسٹائل کا تجربہ کار پہلوان تھا۔ پاشا نے ایک بار طاقت کے بل پر اسے اٹھا کر پھینکا۔ دوسری بار اس کے داؤ میں پھنس گیا۔ میں نے تھوڑی دیر تک دیکھا جب معلوم ہوا کہ وہ داؤ سے نکل نہیں سکے گا تو میں نے داؤ لگانے والے پہلوان کی گرفت ڈھیلی کر دی۔ ایسا کئی بار ہوا جب بھی وہ پھنستا تھا۔ میری مدد سے نکل آتا تھا۔ اسے یہ خوش فہمی ہو رہی تھی کہ وہ اپنی جسمانی قوتوں سے مقابل کے داؤ پیچ کو ناکام بنا رہا ہے۔

پھر وہ آخری شہ زور بھی میدان چھوڑ کر چلا گیا۔ برین کالونی کے لوگ تالیوں کی گونج میں اسے مبارکباد دینے لگے۔ ثی تارا اس کے پاس آ کر کہہ رہی تھی۔ "تم برین کالونی کے آقا بن گئے ہو۔ اب علی کو قابو میں کرنا ذرا آسان ہو جائے گا۔ بے شمار لوگ تمہارے محکوم ہو گئے ہیں۔"

میرا اندازہ تھا کہ ایسے وقت ثی تارا ضرور پاشا کے پاس ہو گی۔ میں نے پاشا کے دماغ میں آ کر آزمایا تو اس نے مجھے محسوس نہیں کیا۔ مجھے ثی تارا کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "ثی تارا! ٹھیک پندرہ سیکنڈ کے بعد تم قیدی سرنا کے دماغ میں پہنچ کر اس سے باتیں کر سکو گی۔"

پھر میں نے قیدی سرنا کے پاس آ کر حکم دیا کہ وہ آئندہ پندرہ منٹ تک ثی تارا کی سوچ کی لہروں کو دماغ میں جگہ دے گا۔ سانس نہیں روکے گا اور اپنی بہن سے باتیں کرے گا۔"

پھر میں نے علی اور ثانی سے کہا کہ وہ پاشا سے نمٹ لیں، میں ثی تارا کو گھنٹوں الجھائے رکھوں گا اور اسے پاشا کے پاس آنے نہیں دوں گا۔

ادھر برین ہارورڈ اسٹیج پر آ کر اعلان کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔ "آج کے تمام مقابلے یوسف پاشا جیت چکا ہے۔ اس سے پہلے کہ ہم تین کالونیوں کے آقا پاشا کو فاتح قرار دیں اور شیبا کو اس کے حوالے کریں، آخری بار شہ زوروں کو موقع دے رہے ہیں کوئی ایک شہ زور آئے اور پاشا کی جیت کو ہار میں بدل دے۔"

میدان میں چاروں طرف خاموشی رہی۔ سب نے اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ پاشا بے پناہ قوتوں کا مالک ہے جو میدان نہیں چھوڑتا اسے اپاہج بنا دیتا ہے۔ ایسے وقت علی نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا۔ "میں چیلنج قبول کرتا ہوں۔"

پاشا نے چونک کر دیکھا پھر شیبا پر نظر ڈالی۔ وہ مسکرا رہی تھی۔

وہ غصے سے بھڑک کر بولا۔ "میں تیرا مسکرانے والا منہ توڑ دوں گا۔ میں نے اتنے مقابلے جیتے، تو ایک بار بھی نہیں مسکرائی۔ کیا یہ علی تیرا بھائی لگتا ہے؟"

علی نے چاروں طرف تماشائیوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "بزرگو اور دوستو! میں اعلان کرتا ہوں کہ شیبا میری بہن ہے۔ میں کسی درندے کو اس کے قریب جانے نہیں دوں گا۔ اس کی شادی اسی جزیرے کے اس فرد سے ہو گی، جسے یہ پسند کرے گی۔"

پورا میدان تالیوں سے گونجنے لگا۔ وہ بولا "عورت کوئی زمین نہیں ہے کہ جس کے پاس طاقت ہو، وہی زمیندار بن جائے۔ عورت ہماری طرح انسان ہوتی ہے۔ اس کے سینے میں بھی دل دھڑکتا ہے۔ یہ اپنی مرضی سے کسی جیون ساتھی کا انتخاب کرنا چاہتی ہے اور یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ جیون ساتھی کوئی پہلوان ہو۔"

وہاں ایسے لوگوں کی بہت بڑی تعداد تھی جو شہ زور یا پہلوان نہیں تھے، وہ علی کی باتیں سن کر خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔ شیبا اسے احسان مندی سے دیکھ رہی تھی۔ پاشا نے سوچا، علی غافل ہے، پہلا بھرپور حملہ کرنا چاہیے۔ اس نے فوراً ہی دوڑتے ہوئے چھلانگ لگائی۔ علی اچھل کر ایک طرف ہو گیا۔ نتیجہ برا نکلا۔ اوندھے میں گرنے کے باعث وہ علی کی خالی کرسی سے ٹکرایا اور لڑھکتا ہوا اسٹیج کے نیچے زمین پر چلا گیا۔

ہر طرف تالیاں بجنے لگیں۔ علی کی باتیں سننے کے بعد وہاں کے عام افراد بھی شیبا کی محبت کو اپنے دل میں بسا رہے تھے اور علی کی حمایت میں نعرے لگا رہے تھے۔ پاشا زمین سے اٹھ کر اسٹیج پر آیا پھر علی کو دبوچ لینے کی کوشش کی اور ناکام رہا۔ وہ ہاتھ نہیں آیا۔ اس نے فضا میں اچھل کر فلائنگ کک ماری۔ پاشا پھر توازن قائم نہیں رکھ سکا۔ دوبارہ اسٹیج کے باہر زمین پر گر پڑا۔

اس بار اس نے جھنجلا کر ایک شخص سے کلہاڑی چھین لی۔ علی یہی چاہتا تھا کہ وہ فوراً زخمی ہو جائے جب کہ وہ لات گھونسے کھا کر زخمی نہیں ہو سکتا تھا۔ علی نے بھی ایک کلہاڑی لے لی۔ پاشا نے کبھی خنجر، تلوار یا کلہاڑی چلانے کی تربیت حاصل نہیں کی تھی۔ اس لیے پہلے ہی حملے میں اس کے ہاتھوں سے کلہاڑی نکل کر دور چلی گئی۔ علی نے اس کے بازو پر ایک ہلکی سی ضرب لگائی۔ ایک دم سے خون ابل پڑا۔ ثانی نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ "ہیلو پاشا! میرے معمول اور تابعدار بن جاؤ۔"

"ہرگز نہیں۔" اس نے چیخ کر کہا پھر سانس روک لی۔ حالانکہ ایسے وقت شہ زور یوگا کے ماہر بھی سانس روکنے کے قابل نہیں رہتے۔ بے شک وہ غیر معمولی جسمانی اور دماغی قوتوں کا مالک تھا۔ ثانی نے دوبارہ اس کے اندر آ کر زلزلہ پیدا کرنا چاہا۔ اس کے دماغ کو ہلکی سی تکلیف پہنچی پھر وہ سنبھل کر بولا۔ "نکل جاؤ۔ میرے دماغ سے چلی جاؤ۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اس نے پھر سانس روک لی۔ ثانی نے علی کے پاس آکر کہا۔ "شیطانی قوتوں کا حامل ہے۔ ٹیلی پیتھی کا پیدا کردہ زلزلہ برداشت کر لیتا ہے۔ اس کے دماغ کو کمزور کرو۔"

علی نے کلہاڑی کے پچھلے لوہے سے اس کے سر پر ضرب لگائی۔ وہ چکرا کر گر پڑا۔ ثانی نے اندر پہنچ کر دیکھا۔ اس کا دماغ کسی حد تک کمزور سا لگ رہا تھا اس بار وہ ٹیلی پیتھی کے زلزلے کو برداشت نہ کرسکا۔ اسٹیج پر ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگا۔

علی نے کہا۔ "مسٹر برین! اپنے آدمیوں سے کہہ دیں کہ اسے اٹھا کر تمہارے مکان پر چھوڑ آئیں اور کوئی اسے نقصان پہنچانے کی حماقت نہ کرے۔"

برین کے حکم سے کچھ لوگ پاشا کو اسٹریچر پر ڈال کر لے گئے۔ ثانی اس کے دماغ میں موجود تھی۔ اس سے کہہ رہی تھی۔ "پاشا! تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ راضی خوشی میرے معمول بن جاؤ ورنہ تمہارا دماغ پھوڑا بن جائے گا۔"

ادھر علی نے جزیرے کے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "میں نے کسی عورت کے لالچ میں یا کالونی میں اقتدار حاصل کرنے کی نیت سے یہ بازی نہیں جیتی ہے۔ ہم سب کو بزرگوں کا احترام کرنا چاہیے۔ مسٹر برین ہارورڈ بوڑھے ہو چکے ہیں لیکن ابھی ان میں آقا بن کر رہنے کی صلاحیتیں ہیں۔ اس لیے برین کالونی کے یہی آقا رہیں گے۔"

ایک باڈی بلڈر نے کہا۔ "مسٹر علی! تم یہاں کے تمام شہ زوروں کی انسلٹ کر رہے ہو۔ یہ کہتے ہو کہ یہاں کی لڑکیاں طاقتوروں کو چھوڑ کر بزدلوں کو پسند کریں اور بوڑھے کمزور لوگ یہاں کے آقا بن کر رہیں اور ہمیں کبھی یہاں حکومت کرنے کا موقع نہ ملے۔"

علی نے کہا۔ "حکومت صرف طاقت سے نہیں عقل سے بھی کی جاتی ہے۔ جس معاشرے میں ذہین افراد کو خاطر خواہ مواقع نہ دیے جائیں' وہاں صرف طاقت اور درندگی رہ جاتی ہے اور ازدواجی زندگی گزارنے کے لیے مرد ہی کی نہیں' عورت کی پسند کو بھی اہمیت دی جاتی ہے۔"

دوسرے شہ زور نے کہا۔ "تم ایک مقابلہ جیت کر ہم سب کو اپنے اصولوں اور خود ساختہ قوانین کا پابند بنانا چاہتے ہو۔ ہم کوئی محکوم اور مجبور نہیں ہیں۔"

علی نے کہا۔ "میں محبت کی زبان سے اچھی باتیں سمجھا رہا ہوں۔ اگر تم لوگ طاقت کی زبان سے سمجھنا چاہو گے تو پھر اسی طرح مقابلے ہوا کریں گے۔ نتیجہ یہی ہوگا جو آج تمہارے سامنے ہے۔ تمہارے درمیان جو بڑے بڑے سورما تھے' وہ اپاہج ہو گئے یا میدان چھوڑ گئے۔ اگر تم بھی یہی چاہتے ہو تو میں تمہیں اپاہج بنا کر یہاں کی عورتوں کو اور ذہین افراد کو ان کے حقوق دوں گا۔"

تمام لوگ پھر تالیاں بجانے اور علی کی حمایت میں نعرے لگانے لگے۔ چند پہلوان قسم کے لوگ غصہ دکھاتے ہوئے چلے گئے۔ دوسری کالونیوں کے آقاؤں نے علی کا شکریہ ادا کیا کہ وہ بھی بوڑھے ہونے کے باوجود آئندہ آقا بن کر رہنے والے تھے۔ وہاں کا کوئی سورما انہیں اقتدار سے ہٹانے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔

ایک آقا بوگارڈ نے کہا۔ "مسٹر علی! آج شام کو میں ایک بڑی دعوت کا اہتمام کر رہا ہوں۔ تم مسٹر برین ہارورڈ کے ساتھ آؤ گے تو یہ میرے لیے عزت اور فخر کی بات ہوگی۔"

علی نے شام کو بوگارڈ ولیج آنے کا وعدہ کیا۔ اُدھر میں نے شی تارا کو الجھائے رکھا تھا۔ وہ قیدی سرنا کے پاس آئی تو اس کے دماغ میں جگہ مل گئی۔ سرنا نے پوچھا۔ "تم کون ہو؟"

"میں شی تارا ہوں۔"

"ڈی شی تارا' تم کیوں آئی ہو؟"

"میں ڈی نہیں' اصلی ہوں۔ تمہاری سگی بہن ہوں۔ مجھے پہچانو۔"

"کیسے پہچانوں؟"

"تم ڈی کی آواز میں بول رہی ہو۔"

"تمہیں معلوم ہے کہ میں اپنی اصل آواز اور لہجے کو نہیں سناتی ہوں۔"

"لیکن اپنے سگے بھائی کو سناتی ہو۔ میں تمہارا سگا ہوں۔"

"ہاں مگر فرہاد کے قیدی ہو۔ وہ تمہارے دماغ میں رہ کر ہماری باتیں سن رہا ہوگا۔ میری اصل آواز سن کر سمجھ جائے گا۔"

"تم کیوں آئی ہو؟"

"میں پکا یقین کرنے آئی ہوں کہ تم میرے سگے ہو۔"

"پھر تو تم میری بہن نہیں ہو۔ میری سگی بہن مجھے اچھی طرح پہچانتی ہے۔"

"میں سگی ہوں۔ تمہیں اصل آواز اور لہجے سے اور تمہارے پیدائشی نشان سے تمہیں پہچانتی ہوں۔ شناخت کا کوئی تیسرا ذریعہ نہیں ہے۔"

"تم میری اصل آواز سن رہی ہو۔ یہاں آکر پیدائشی نشان بھی دیکھ سکتی ہو لیکن تم اس قید خانے میں نہیں آؤ گی اور نہ ہی میں تمہیں آنے کا مشورہ دوں گا۔"

"بھائی سرنا! تم نہیں جانتے۔ فرہاد نے ایک اور بھائی سرنا کو میرے حوالے کیا ہے۔ اس کی آواز بھی تمہارے جیسی ہے اور اس کے جسم پر بھی بالکل ویسا ہی پیدائشی نشان ہے۔ اب تم ہی بتاؤ کہ میں اصل کو کیسے پہچانوں؟"

"تم بھارت کی رہنے والی ہو۔ تم نے سیکڑوں بھارتی فلموں میں دیکھا ہوگا کہ جب اولاد یا سگا بھائی بچھڑ جاتا ہے اور کہانی کے کسی موڑ پر دکھائی دیتا ہے تو کوئی واضح پہچان نہ ہونے کے باوجود خون خون کو پکارتا ہے۔ خون جوش میں آتا ہے پھر بچھڑے ہوئے گلے مل جاتے ہیں۔"

"بھائی سرنا! یہ فلمی باتیں ہیں۔"

"پھر تو تمہارا خون سفید ہو گیا ہے۔ مگر میں سگا ہوں' تمہاری آواز سنتے ہی میرا خون جوش میں آرہا ہے "تمہیں پکار رہا ہے۔"

"خون کی بات نہ کرو۔ کوئی دوسری پہچان بتاؤ۔"

"ایک اور فلمی نسخہ ہے۔ تم نے بچپن میں جو گیت میرے ساتھ گایا تھا وہ مجھے یاد ہے۔ میں گاتا ہوں۔ تمہاری یادداشت واپس آجائے گی۔ وہ گیت یاد آجائے گا تو تم بھی ادھر سے گانے لگو گی۔"

یہ کہتے ہی وہ گانے لگا۔ "او۔۔۔ او بچپن کے دن بھلا نہ دینا۔ آج ہنسے کل رلا نہ دینا۔ او۔ او۔۔۔ بچپن کے دل بھلا نہ دینا۔۔۔"

وہ بولی۔ "بھائی سرنا! یہ تو فلم دیدار کا گیت ہے۔ دلیپ کمار اور نرگس نے بچپن میں گایا تھا۔"

"تو پھر ہم نے بچپن میں کیا گایا تھا؟ تمھو' میں چرس کا دم لگاؤں گا تو یاد آجائے گا۔"

وہ چرس والا سگریٹ ہونٹوں میں دبا کر سلگانے لگا۔ شی تارا نے اسے پھونک مارنے پر مجبور کیا تو لائٹر بجھ گیا۔ وہ بولی۔ "تم ڈیڑھ گھنٹے تک سانس روک لیتے تھے۔ اس نشے نے تمہیں ڈیڑھ منٹ بھی سانس روکنے کے قابل نہیں چھوڑا ہے۔ میرے جان سے زیادہ پیارے بھائی! تمہاری یہ حالت دیکھ کر مجھے رونا آرہا ہے۔"

"میری پیاری بہن! ہم سب اپنے اعمال کے نتیجے میں روتے ہیں۔ ویسے ایک پتے کی بات ذہن میں آئی ہے۔ میں ثابت کر سکتا ہوں کہ میں ہی تمہارا سگا ہوں۔"

"وہ کیسے؟"

"دیکھو جو سرنا تمہارے پاس ہے' اس میں کوئی بری عادت ہے؟"

"نہیں۔ کوئی بری عادت نہیں ہے۔"

"یہ مانتی ہو کہ فرہاد دشمن ہے؟"

"ہاں مانتی ہوں۔"

"یہ بھی مانتی ہو کہ دشمن ہماری تمہاری بھلائی نہیں چاہے گا۔ اس نے میری یوگا اور آتما شکتی کی صلاحیتیں چھیننے اور دماغی طور پر کمزور بنائے رکھنے کے لیے مجھے نشے کا عادی بنا دیا ہے۔"

وہ قائل ہو کر بولی۔ "واقعی یہ ایک اہم نکتہ ہے۔ جو سرنا میرے حوالے کیا گیا' وہ نشے کا عادی نہیں تھا۔ اصل تم ہو۔ فرہاد تمہیں کمزور بناتا جا رہا ہے۔"

"دیکھا پیاری بہن! چرس کا دم لگانے سے عقل کیسے کام کرتی ہے میرا مشورہ ہے' کبھی کبھی تم بھی ایک آدھ دم لگا لیا کرو۔"

"ایک عقل کی بات کرکے پھر فضول سی بات کر رہے ہو۔ میں نے تو تمہیں سگریٹ سلگانے کا بھی موقع نہیں دیا ہے۔ اسے پھینک دو۔"

"اسے پھینک دوں گا تو اس نیم تاریک قید خانے میں کیسے جیوں گا؟"

"میں تمہاری حالت پر کڑھ رہی ہوں۔ تمہارے لیے تڑپ رہی ہوں۔ کہاں ہے فرہاد؟ کسی کو نشے کی لت ڈالنا غیر انسانی فعل ہے۔"

میں نے کہا "شی تارا! پہلے اپنا محاسبہ کرو۔ تم نے آج تک ٹیلی پیتھی کے گھمنڈ میں کتنی غیر انسانی حرکتیں کی ہیں۔ اس بے چارے ایک راجپوت کی ہی مثال کافی ہے' جس نے تمہارا غلام شوہر بننا منظور نہیں کیا اور تمہارے جبر سے بچنے کے لیے اس نے خود کو آدھا مار ڈالا۔ اور کسی وقت بھی تم پارس کو مار ڈالنے کی کوشش کر سکتی ہو۔ اس لیے اپنے بھائی سرنا کے معاملے میں انسانیت کا واسطہ نہ دو۔"

"فرہاد! پلیز میں ہاتھ جوڑتی ہوں۔ میرے بھائی کو رہا کر دو۔"

"وہ کر چکا ہوں۔ سرنا تمہارے پاس ہے۔"

"پھر تمہاری قید میں کون ہے؟"

"یہ بھی سرنا ہے۔ دراصل مجھے تمہارے بھائی سے اتنی محبت ہو گئی ہے کہ اس کے بغیر مجھ سے رہا نہیں جاتا اس لیے ایک بھائی تمہیں دے کر دوسرا اپنے پاس رکھ لیا ہے۔"

"لیکن میرا تو ایک ہی بھائی ہے۔ دوسرا ڈی ہے۔"

"تو پھر جو ڈی ہے' مجھے دے دو۔ سگا اپنے پاس رکھ لو۔"

"میں تمہیں بڑی سے بڑی قسم دیتی ہوں' سگا کون ہے بتا دو؟"

"اصل اور نقل کی کوئی پہچان ہوتی تو بتا دیتا۔ ویسے تمہارے ساتھ ایک رعایت کر سکتا ہوں۔"

"ہاں ہاں' بولو۔"

"تمہارے پاس جو سرنا ہے اسے ایک ہفتے کے لیے مجھے دو اور ایک ہفتے کے لیے قیدی سرنا کو اپنے پاس رکھو' اسے اچھی طرح جانچو اور پرکھو۔ مقررہ مدت کے بعد جسے سگا کہو گی اسے تمہارے حوالے کر دوں گا اور ڈی کو جہنم میں پہنچا دوں گا۔"

"میرا دل نہیں مانے گا۔ بعد میں سوچوں گی کہ تم نے جسے مار ڈالا ہے' وہی میرا بھائی تھا۔"

"چلو ایک اور رعایت کرتا ہوں۔ میں ڈی کو ہلاک نہیں کروں گا۔ اسے تاحیات قیدی بنا کر رکھوں گا۔"

وہ کچھ نہ بولی۔ سوچتی رہی۔ میں نے پوچھا۔ "کیا بھائی کے دماغ سے چلی گئی ہو؟"

"نہیں تم نے بڑی پیچیدگی پیدا کر دی ہے۔ میں نے سرنا کا برین واش کیا ہے۔ اس کا لہجہ بدل دیا ہے تاکہ تم اس کے اندر نہ آسکو۔ اب میں اسے تمہارے پاس بھیجوں گی تو تم دوبارہ اس پر تنویمی عمل کرو گے۔ میری تمام محنت پر پانی پھیر دو گے۔"

"تم چاہتی ہو' چت بھی تمہاری اور پٹ بھی تمہاری ہو۔ عقل سے کام لو۔ کچھ پانے کے لیے کچھ کھونا پڑتا ہے۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"مجھے کچھ سوچنے سمجھنے کا موقع دو۔"

"سوچتے سوچتے زندگی تمام ہو جائے گی پھر بھی سمجھ نہ پاؤ گی۔ میں تمہیں بار بار قیدی سرنا کے دماغ میں آنے نہیں دوں گا۔ اس سے بہتر موقع نہیں ملے گا۔ ایک بھائی کے دماغ میں ہو اور دوسرا بھائی تمہارے پاس ہے۔ ابھی نہیں پہچانو گی تو پھر کبھی نہیں پہچانو گی۔"

"میرا سر چکرا رہا ہے۔ فار گاڈ سیک مجھے تھوڑی مہلت دو۔"

"اپنی بات منوانے کے لیے دوسرے کی بھی بات مانو۔ اگر مجھے اپنے دماغ میں آنے دو گی تو میں ابھی قیدی سرنا کو تمہارے حوالے کر دوں گا۔"

"نن۔۔۔ نہیں۔ میں بھائی کے لیے اپنی جان دے سکتی ہوں لیکن دماغ حوالے کر کے زندگی بھر کی اسیری قبول نہیں کروں گی۔"

"جان کی قربانی بہت آسان ہوتی ہے۔ جان دی اور ہمیشہ کے لیے مصائب سے نجات حاصل ہو گئی لیکن زندہ رہ کر بھائی کی خاطر پل پل دکھ اٹھانا ہی اصل قربانی ہے۔"

"میں اتنی بڑی قربانی نہیں دوں گی۔ مجھ سے کوئی دوسری شرط منوا کر بھائی مجھے دے دو۔"

"ایک بھائی کو حاصل کرنے کے بعد تم نے سوچا تھا کہ اب تمہاری کوئی کمزوری میرے ہاتھوں میں نہیں رہی ہے اس لیے تم نے پھر سے دشمنی شروع کر دی۔۔۔ دوسرے سرنا کو حاصل کر کے پھر وہی روش اختیار کرو گی۔"

"میں سگے بھائی کی قسم کھا کر یقین دلاتی ہوں اسے لے کر اتنی دور چلی جاؤں گی جہاں تم لوگوں کا سایہ تک نہ پڑتا ہو۔"

"تو پھر ایک آسان شرط مان لو۔ میں چھ گھنٹے کے بعد یہ سرنا بھی تمہارے حوالے کر دوں گا۔"

"شرط کیا ہے؟"

"تم جہاں ہو' وہاں چھ گھنٹے تک خاموش رہو گی۔ کسی سے بات نہیں کرو گی۔ ٹیلیفون اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے بھی کسی کو مخاطب نہیں کرو گی۔ کوئی تمہیں مخاطب کرے تو گفتگو سے انکار کر دو گی۔"

"یہ تو بہت آسان سی شرط ہے۔ مگر تم چھ گھنٹے کی پابندی کیوں عائد کر رہے ہو۔ کیا اتنی دیر میں تم دوسرا ڈمی سرنا بنا کر میرے حوالے کرو گے؟ دیکھو ناراض نہ ہونا' میں ایسا دھوکا کھا چکی ہوں۔"

"تم مجھ پر شبہ کرنے میں حق بجانب ہو لیکن اس بار یہی سرنا ملے گا' جس کے دماغ میں ابھی تم موجود ہو۔ اگر دھوکا کھانے کا شبہ ہے تو ایسا کرو' چھ گھنٹے تک اسی کے دماغ میں رہو۔ میں چھ گھنٹے سے پہلے ہی لے جانے کی اجازت دوں گا۔"

"تم سمجھ سکتے ہو مسلسل کسی کے دماغ میں رہنا ممکن نہیں ہے کوئی نہ کوئی مسئلہ ایسا پیش آتا ہے کہ دماغی طور پر حاضر ہونا پڑتا ہے۔"

درست کہتی ہو۔ صرف آدھے گھنٹے بعد اسے یہاں سے لے جاؤ اور جب تک اسے اپنے کسی محفوظ مقام تک نہ پہنچاؤ' تب تک اسی کے ساتھ لگی رہو۔ اس طرح میں اس کی جگہ کوئی ڈمی نہیں لا سکوں گا۔"

"میں تمہارا احسان کبھی نہیں بھولوں گی۔ تمہارا بے حد شکریہ' میں اب اسی کے پاس رہوں گی۔"

وہ اسی کے دماغ میں جم کر بیٹھ گئی۔ میرا مقصد پورا ہو گیا۔ اب وہ گھنٹوں پاشا کے پاس نہیں جا سکتی تھی۔ یوں بھی اسے چھوڑ کر اس اطمینان سے آئی تھی کہ وہ تمام مقابلے جیت چکا ہے۔ بڑی کالونی کا آقا بن گیا ہے۔ آئندہ علی پر آسانی سے قابو پا سکے گا پھر یہ کہ وہ بھائی کی رہائی پر کسی پاشا کو ترجیح نہیں دے سکتی تھی۔ اب چاہے قیامت آ جاتی وہ بھائی کو چھوڑ کر جانے والی نہیں تھی۔

●●●●**●●●

بوگارڈ ولیج کے لوگوں نے بڑی گرمجوشی سے علی کا استقبال کیا۔

وہاں دوسری بستی کے لوگ بھی آئے ہوئے تھے چونکہ رات کو چراغاں نہیں کر سکتے تھے' بجلی یا گیس لائٹ کے انتظامات نہیں تھے اس لیے وہاں دن کے وقت ہی جشن منایا جاتا تھا۔ ویسے علی کے ساتھ زیادہ وقت گزارنے کے لیے لوگوں نے مشعلیں تیار کی تھیں اور رات کو دیر تک ناچنے گانے کا پروگرام بنایا تھا۔

وہاں ہر شخص علی کے قریب آتا اور اس سے مصافحہ کرنا چاہتا تھا۔ علی نے تمام لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "آپ حضرات کو یہ سمجھنا چاہیے کہ میں نے آپ کے حق میں چند فیصلے کر کے یہاں کے شہ زوروں کو ناراض کیا ہے۔ ناراض ہونے والے اچانک ہی حملہ کر کے مجھے نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ اس لیے میری درخواست ہے کہ مجھ سے دور رہیں۔ مجھ پر کہیں سے بھی حملے ہوں تو قریب آنے والوں پر شبہ کیا جائے گا لہٰذا دور کی دوستی اور محبت میں ہم سب کی بہتری ہے۔"

ایک خسرے نے کہا۔ "ہم جسمانی طور پر نازک ہیں۔ ہمیں مار پیٹ کر ایسا بنایا گیا ہے۔ ہمیں اس ظلم سے نجات دلاؤ۔"

علی نے کہا۔ "آج سے کوئی تم پر ظلم نہیں کرے گا۔ تم سب اپنی مرضی کی زندگی گزارو۔ اگر کوئی چوری چھپے تم میں سے کسی پر جبر کرے گا تو میں اسے مار مار کر خسرا بنا دوں گا۔"

تمام خسروں نے خوش ہو کر تالیاں بجائیں۔ ایک شخص نے پوچھا۔ "ہم عورت کے بغیر پہاڑ جیسی زندگی کیسے گزاریں گے؟"

دوسرے شخص نے کہا۔ "یہاں عورتوں اور کمسن لڑکیوں کی تعداد کل نو ہے اور ہم تقریباً ڈھائی سو ہیں جن میں ایک سو بیس کڑیل جوان ہیں' باقی بوڑھے اور ادھیڑ عمر کے لوگ ہیں۔"

ایک بوڑھے نے کہا۔ "ارے ہم کو بوڑھا کیوں کہتے ہو۔ ہماری زندگی میں بھی کبھی عورت نہیں آئی اور جب جوانی نہیں آئی تو بڑھاپا کیسے آ جائے گا؟"

سب لوگ ہنسنے لگے۔ علی نے کہا۔ "میرے چند بزرگ ہیں جو مارکیو سان کے حکام سے تمہاری سماجی اور معاشرتی زندگی کے متعلق مذاکرات شروع کر رہے ہیں۔ ان مذاکرات کے نتیجے میں جلد ہی یہاں ہر عمر کی عورتیں آئیں گی اور تمہاری شادیاں کی جائیں گی۔ تم میں سے کوئی انسانی حقوق سے محروم نہیں رہے گا۔"

لوگ خوشی سے ناچنے لگے۔ بڑی دیر تک بے ڈھنگے سازوں کی آوازیں گونجتی رہیں۔ ڈھول' کلارنٹ اور گٹار جیسے ساز انہوں نے خود بنائے تھے کیوں کہ مہذب دنیا سے ایسی کوئی چیز انہیں نصیب نہیں ہوتی تھی۔ کچھ لوگوں نے انہیں بڑی مشکل سے خاموش کرایا پھر پوچھا۔ "ازدواجی زندگی گزارنے کے یہ خواب کب پورے ہوں گے؟"

علی نے کہا۔ "میں کل بتا سکوں گا۔ اگر اس سلسلے میں کوئی بڑی رکاوٹ پیش نہ آئی تو دو چار دنوں میں تم سب کی مرادیں پوری ہو جائیں گی۔"

یہ ان سب کے لیے زندگی کی سب سے بڑی خوشخبری تھی۔ ان کے دل تیزی سے دھڑکنے لگے تھے۔ ان کی نگاہوں کے سامنے حسین اور جوان عورتیں مسکرا رہی تھیں۔ وہ اپنی قربت سے جادو جگا رہی تھیں اور وہ ان کے ناز اٹھا رہے تھے۔ ان کی دنیا دور تک روشن اور رنگین ہوتی جا رہی تھی۔

ایک گوشے میں چند شہ زور کھڑے ہوئے تھے۔ ایک کہہ رہا تھا۔ "یہ شخص جزیرے والوں کو جذباتی سپنے دکھا رہا ہے۔ یہ بے وقوف لوگ اتنا بھی نہیں سوچتے کہ قیدیوں کے جذبات کچل دیے جاتے ہیں۔ قید کرنے کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ انہیں عورت سے' دولت سے اور تہواروں کی خوشیوں سے محروم کر دیا جائے۔ یہ جس کا نام علی ہے کیا یہ انہونی کو ہونی بنا سکتا ہے؟ کیا یہ قیدیوں کو ایسی مراعات دلا سکتا ہے جو قیدیوں کے لیے ممنوع ہوتی ہیں؟"

دوسرے شہ زور نے کہا۔ "ہرگز نہیں۔ یہ محض ان کے جذبات سے کھیل رہا ہے۔ اس کا باپ بھی اس جزیرے میں عورتوں کو نہیں لا سکے گا۔"

وہ اپنی دانست میں درست کہہ رہے تھے۔ کسی ملک یا جزیرے کے قوانین کو بدلنا آسان نہیں ہوتا لیکن ٹیلی پیتھی کی قوت کے سامنے بڑی بڑی طاقتیں گھٹنے ٹیک دیتی ہیں۔ میں نے مارکیو سان کے حکمران سے کہا۔ "میں فرہاد علی تیمور ہوں۔ کیا مجھے جانتے اور پہچانتے ہو؟"

ایک حاکم نے کہا۔ "میں نے بہت نام سنا ہے۔ آج اپنے دماغ میں تمہیں سن بھی رہا ہوں۔ پہلے یہ قصے کہانیوں کی باتیں لگتی تھیں لیکن اب اپنے اندر تمہیں محسوس کر کے تمہارے وجود کا یقین کر رہا ہوں۔"

میں نے کہا۔ "تو پھر میری جائز ہدایات پر عمل کرو۔"

"فرہاد صاحب! آپ جانتے ہیں کہ ہم امریکا کے جنوب مغربی جزیرے ہیں۔ ہم پر امریکی حکام مسلط ہیں۔ یہ جیسے احکامات صادر کرتے ہیں ہم اس پر عمل کرتے ہیں اگر آپ ان سے رابطہ کر کے ہم سے ہدایات پر عمل کرائیں تو مہربانی ہو گی۔"

میں نے کہا۔ "جب وہ جزیرے کی طرف پیش قدمی کریں گے تو میں ان سے نمٹ لوں گا۔ فی الحال تم سے کہتا ہوں کہ امریکی حکام نے ہولی مین کو سپر ماسٹر کے عہدے سے ہٹا کر مسٹر انتونی پاؤلیا کو سپر ماسٹر بنایا ہے۔ جب وہ جزیرے کے معاملات میں مداخلت کرے گا تو میں اس سے نمٹ لوں گا۔ ابھی تمہارے لیے وارننگ ہے کہ میری ہدایات پر عمل نہیں کرو گے تو میں تم سب کو دماغی مریض بنا دوں گا۔"

"جناب! آپ ہمیں تھوڑی مہلت دیں۔"

"یعنی تم لوگ امریکی حکام کو میری وارننگ سے آگاہ کرنا چاہتے ہو۔ اس کے لیے صرف آدھے گھنٹے کی مہلت دوں گا۔"

انہوں نے ٹیلی فون پر ہاٹ لائن کے ذریعے رابطہ کیا پھر کہا۔ "مسٹر فرہاد علی تیمور ہمیں وارننگ دے رہے ہیں کہ اگر ہم نے ان کی ہدایات پر عمل نہ کیا تو وہ ہم سب کو دماغی مریض بنا دیں گے۔"

وہاں سے کہا گیا۔ "آپ نئے سپر ماسٹر انتونی پاؤلیا سے بذریعہ معاون سپر ماسٹر سے رابطہ کریں۔"

انہوں نے سپر ماسٹر کے معاون سے رابطہ کرنے کے بعد میری وارننگ سنائی۔ معاون کے ذریعے سپر ماسٹر نے پوچھا۔ "فرہاد اپنی کن ہدایات پر عمل کرانا چاہتا ہے۔"

مارکیو سان کے حاکم نے کہا۔ "ہم نہیں جانتے۔ ہمیں ڈر ہے کہ ہم ہدایات پوچھیں گے تو پھر ہمیں ان پر عمل بھی کرنا پڑے گا ورنہ وہ ہمیں ناقابلِ برداشت سزا دے گا۔"

"فرہاد سے کہو۔ مجھ سے بات کرے۔"

میں نے معاون کے ذریعے کہا۔ "میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔ تمہیں سپر ماسٹر بننے کی خوشی میں آئندہ پیش آنے والے مسائل اور مصائب کی مبارکباد دیتا ہوں۔"

"فرہاد صاحب! آپ یہ کیا فرما رہے ہیں۔ میں تو آپ کا دوست بننا چاہتا ہوں۔"

"تو پھر دوستی کا ثبوت دو۔"

"آپ حکم کریں۔"

"دوستی میں حکم نہیں دیا جاتا۔ مشورہ دیا جاتا ہے۔ میرا مشورہ ہے کہ اپنی فوج کی کسی دستے کو مارکیو سان کے مرد قیدیوں والے جزیرے کی طرف نہ بھیجنا۔"

"مسٹر فرہاد! مارکیو سان اور اس کے اطراف کے جزیرے ہمارے ہیں۔ یہ ہمارا ملکی معاملہ ہے۔ آپ کیوں مداخلت کر رہے ہیں۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

میں نے کہا۔ "میں عارضی طور پر جہاں چاہتا ہوں اپنی مملکت قائم کرلیتا ہوں۔ وہ مرد قیدیوں کا جزیرہ فی الحال میری مملکت ہے۔ جب تک وہاں میرا بیٹا علی ہے' وہاں کا ہر معاملہ میرا ہے۔ تم اپنے ملک اور اپنے عہدے کی سلامتی چاہتے ہو تو ادھر کا رخ نہ کرو اور مارکیو سان کے حکام سے کہہ دو کہ میری ہدایت پر عمل کرتے رہیں۔ ورنہ مارکیو سان کے دس جزیرے دنیا کے نقشے سے نابود ہو جائیں گے۔"

"ایسی تباہ کن باتیں نہ کرو۔ مجھے اعلیٰ حکام سے مشورہ کرنے کا موقع دو۔"

"میں نے مارکیو سان کے حکام کو آدھے گھنٹے کی مہلت دی ہے جس میں سے پندرہ منٹ گزر چکے ہیں۔ میں مزید آدھے گھنٹے کی مہلت دیتا ہوں۔ مجھے صرف اتنا بتا دو کہ امریکی حکام اس معاملے سے دور رہیں گے یا نہیں؟"

"نیا سپر ماسٹر انتونی پاؤلیا اعلیٰ حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران کو میرا چیلنج سنانے لگا۔ سب کی عقل میں یہ بات آئی کہ میرے خیال خوانی کرنے والے زیادہ ہیں۔ ان میں سلوانہ' مونارد اور تالبوٹ کا اضافہ ہو چکا ہے۔ مزید یہ کہ باربرا بھی شامل ہو گئی ہے۔ اس حساب سے میری ٹیلی پیتھی کی فوج ایسی یلغار کرے گی کہ سچ مچ وہ دس جزیرے سمندر میں غرق ہو جائیں گے۔

انہوں نے سپر ماسٹر کو مشورہ دیا "فی الحال پیچھے ہٹ جاؤ' فرہاد کو من مانی کرنے دو۔"

وہ بولا۔ "میں نے ابھی یہ عہدہ سنبھالا ہے ایک سپر ماسٹر کی حیثیت سے میدان چھوڑ دوں گا تو میرے سروس ریکارڈ پر دھبا لگ جائے گا۔ پلیز کسی طرح شی تارا یا مرینا کو بلائیں میں کوئی خاطر خواہ جوابی کارروائی کروں گا۔"

فوج کے اعلیٰ افسر نے کہا۔ "شی تارا اور مرینا کا پتا نہیں ہے وہ دونوں ہم سے رابطہ نہیں کر رہی ہیں۔ یقیناً فرہاد نے انہیں بے دست و پا بنا دیا ہے۔"

"بے دست و پا اسے کہتے ہیں جو ہاتھوں سے اور پیروں سے کام نہ لے سکیں لیکن وہ دونوں عورتیں خیال خوانی کے ذریعے چھپ کر رابطہ کر سکتی ہیں۔"

"کیا تم سمجھتے ہو کہ خیال خوانی کرنے والوں سے چھپنا آسان ہے؟ کیا تم سمجھتے ہو' اس وقت فرہاد ہماری باتیں نہیں سن رہا ہوگا؟"

سپر ماسٹر نے شکست خوردہ لہجے میں کہا۔ "ہاں' وہ کچھ بھی کر سکتا ہے۔ کچھ بھی سن سکتا ہے اور کہیں بھی پہنچ سکتا ہے۔"

"ہم اسی لیے کہتے ہیں۔ مارکیو سان کے حکام اور فرہاد کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ بعد میں دیکھا جائے گا۔"

انتونی پاؤلیا نے مارکیو سان کے حکام سے رابطہ کیا اور ان سے کہا۔ "ہم جزیروں کے معاملات میں مداخلت نہیں کریں گے' تم لوگ اپنے طور پر فرہاد سے معاملات طے کرلو۔"

اس نے رابطہ ختم کیا۔ میں نے مارکیو سان کے حاکم سے کہا۔ "دنیا کی سب سے بڑی سپر پاور کہلانے والی حکومت نے میرے مقابلے میں آنے سے انکار کر دیا۔ اس سے تم نے کیا سبق حاصل کیا؟"

حاکم نے کہا۔ "یہی کہ تم اس سپر پاور سے زیادہ پاور رکھتے ہو۔"

"نہیں' میں بھی ایک دن مر جاؤں گا اور موت سے پہلے کمزور ہو جاؤں گا لہٰذا سپر پاور اسے کہتے ہیں جو کبھی کمزور نہیں پڑتی۔ کبھی مرتی نہیں ہے اور وہ پاور صرف خدائے مطلق ہے۔"

"بے شک مسٹر فرہاد! تم درست کہتے ہو۔ ہمیں بتاؤ ہم سے کیا چاہتے ہو؟"

"میں قیدی مردوں کے جزیرے میں تہذیبی اور اخلاقی زندگی چاہتا ہوں۔ انہیں انسانی زندگی کی سہولتیں فراہم کرنا چاہتا ہوں۔"

دوسرے حاکم نے کہا۔ "قیدیوں کی سزائیں یہی ہوتی ہیں کہ انہیں آرام و آسائش اور سہولتیں نہ ملیں۔"

"جرم کرنے والوں میں ایک ذرا درندگی ہوتی ہے لیکن جزیرے میں انہیں جانوروں جیسی زندگی گزارنے پر مجبور کر کے مکمل درندہ صفت بنا دیا جاتا ہے جب کہ مجرموں کی اصلاح ہونی چاہیے۔"

"ہم انہیں خوراک' دوائیں اور دوسری ضروری چیزیں پہنچاتے ہیں اور آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"بجلی' پانی' تیل' پختہ سڑکیں' گاڑیاں' اسکول' اسپتال' عبادت گاہیں۔ ان کا مہذب دنیا سے رابطہ اور ازدواجی گھریلو زندگی گزارنے کے لیے عورتیں....."

"جناب! پھر تو وہ جزیرہ جنت بن جائے گا۔ کالے پانی کی سزا نہیں رہے گی۔"

"انہوں نے کافی سزا بھگت لی۔ آئندہ وہ جزیرہ قیدیوں کی آماجگاہ نہیں رہے گا۔ میں جو کہہ رہا ہوں' آپ اس پر عمل کریں۔"

"جناب! وہاں کوئی عورت جانا پسند نہیں کرے گی۔"

"تمہاری آج کی دنیا میں بے شمار عورتیں بن بیاہی بوڑھی ہو جاتی ہیں۔ شادی کے خواب دیکھتے دیکھتے مر جاتی ہیں۔ مارکیو سان میں ایسی سیکڑوں لڑکیاں اور عورتیں ہیں۔ اگر تم لوگوں نے کل صبح تک مختلف عمر کی لڑکیوں اور عورتوں کا انتظام نہ کیا تو میں تمہاری حکومت کا تختہ الٹ دوں گا۔ تمہاری جگہ میرے حکمران آئیں گے اور میری ہدایات پر عمل کریں گے۔"

"آپ ناراض نہ ہوں۔ ہم آپ کی ہدایات پر عمل کریں گے اگر ہمارے جزیرے سے لڑکیوں کی مطلوبہ تعداد پوری نہیں ہوگی تو

ہم جنوبی امریکا سے جا کر لڑکیاں لے آئیں گے۔"

"صبح تک جنریٹر بھیج دیں تاکہ کل سے انہیں بجلی کی روشنی ملے۔ ابھی ہیلی کاپٹرز کے ذریعے مسلح سپاہیوں اور افسروں کو روانہ کریں۔ وہ جزیرے کے لوگوں کو آزادی کی خوشخبری سنائیں گے اور انہیں ہدایات دیں گے کہ کل شام سے پہلے صاف ستھرے ہو کر اچھے لباس پہن کر شمالی ساحل پر ایک قطار میں کھڑے ہو جائیں۔ وہاں آنے والی لڑکیاں جنہیں پسند کریں گی ان سے شادی کر دی جائے گی۔ کسی لڑکی پر جبر نہیں کیا جائے گا۔ وہاں جانے والے سپاہی ان آزاد ہونے والے قیدیوں کو قانون اور شرافت کی حدود میں رکھیں گے۔"

وہ میری تمام ہدایات نوٹ کر رہے تھے اور اسی وقت اپنے ماتحتوں کو احکامات دے رہے تھے۔ میں نے انہیں بتایا کہ کسی طرح ایک بارہ برس کی لڑکی بہت عرصہ پہلے جزیرے میں پہنچ گئی تھی اب اس سے جو اولادیں ہوئی ہیں۔ ان میں نو عدد لڑکیاں اور پختہ عمر کی عورتیں ہیں سپاہیوں کو تاکید کی جائے کہ انہیں پریشان نہ کریں۔ وہ وہاں اپنی پسند کی زندگی گزاریں گی۔

میں وہاں کے حکام کے ساتھ تمام انتظامات کے سلسلے میں مصروف ہو گیا تھا۔ ادھر علی تیمور بوگارڈ ولیج میں تھا۔ بوگارڈ کے بڑے سے مکان میں آ کر رات کا کھانا کھا رہا تھا۔ اس کے ساتھ جزیرے کے تینوں آقا اور نو عدد لڑکیاں اور عورتیں تھیں۔ وہ سب علی سے بہت خوش تھیں اور زندگی میں پہلی بار ہنسنے بولنے اور مردوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانے کی آزادی کا لطف اٹھا رہی تھیں ورنہ اب سے پہلے انہیں سخت پابندیوں میں رکھا جاتا تھا۔

کھانے کے دوران اچانک گڑبڑ شروع ہو گئی۔ چند شہ زور اس مکان میں زبردستی گھس آئے۔ ان کے ہاتھوں میں کلہاڑیاں' درخت کاٹنے کے آرے اور ہتھوڑے وغیرہ تھے۔ علی دسترخوان سے اٹھ کر ایک طرف چلا آیا۔ بوگارڈ نے غصے سے پوچھا۔ "یہ کیا بدتمیزی ہے۔ یہاں ہم ایک مہمان کی خاطر تواضع کر رہے ہیں اور تم....."

ایک باڈی بلڈر نے کہا۔ "ہم تمہارے مہمان کی ایسی تواضع کریں گے کہ پھر کبھی یہ جزیرے کا رخ نہیں کرے گا۔"

ایک اور پہلوان نما شخص نے کہا۔ "طاقت سے عوام پر حکومت کی جاتی ہے اور عورت اس کی ہوتی ہے' جو چھین لینا جانتا ہے لیکن یہ تمہارا مہمان ہم سے کمتر لوگوں کو عورتوں کا حقدار بنانا چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ بوڑھے تاحیات یہاں کے آقا رہیں گے۔ یہ ہمیں منظور نہیں ہے۔"

علی نے کہا۔ "عورت چھین لینے کے لیے نہیں محبت کرنے کے لیے ہوتی ہے لیکن تم لوگ محبت کرنا نہیں جانتے۔ تمہاری یہ بات درست ہے کہ حکومت طاقت سے کی جاتی ہے۔ میں نے اپنی طاقت منوالی۔ تمہیں سمجھاتا ہوں کہ باہر چلے جاؤ ورنہ یہاں آپس میں ہی لڑ مرو گے۔"

وہ فضا میں ہتھوڑے والا ہاتھ اٹھا کر علی پر حملہ کرنا چاہتا تھا۔ ثانی نے اسے پلٹا دیا۔ اس نے اپنے ہی ساتھی کے سر پر ضرب لگائی۔ وہ ہتھوڑے کی مار تھی' سر پھٹ گیا۔ وہ فرش پر گر کر تڑپنے لگا۔ دوسرے شہ زور نے گرج کر پوچھا۔ "پاگل کے بچے' تو نے اپنے ہی ساتھی کو مارا ہے۔"

دوسرے کے پیچھے کھڑے ہوئے تیسرے باڈی بلڈر نے کہا۔ "پاگل کا بچہ تو ہے۔ تو یہاں مرنے کے لیے آیا ہے۔"

یہ کہتے ہی اس نے کلہاڑی سے حملہ کیا۔ دوسرا بوکھلا گیا سنبھلنے سے پہلے ہی کلہاڑی کا پھل شانے کی ہڈی توڑتا ہوا جسم میں اتر گیا۔ ثانی تنہا نہیں تھی۔ لیلیٰ اور سلمان بھی آگئے تھے۔ ان میں سے تین پہلوانوں کو آلہ کار بنا لیا تھا۔ وہ تینوں اپنے ہی ساتھیوں سے لڑتے ہوئے باہر چلے گئے تھے۔

بوگارڈ نے حیرانی سے کہا۔ "تعجب ہے۔ یہ مسٹر علی سے دشمنی کرنے آئے تھے اور آپس میں ہی لڑتے ہوئے باہر چلے گئے ہیں۔"

دوسری بار کالونی کے آقا جانسن نے کہا۔ "جو لوگ دلوں میں نیک جذبے رکھتے ہیں' ان کی مدد فرشتے کرتے ہیں۔ مسٹر علی پر خدا کی رحمت ہے۔"

علی نے مسکرا کر کہا۔ "مسٹر بوگارڈ نے بہت ہی لذیذ کھانے پکوائے ہیں۔ آئیں ہم کھانا تو پیٹ بھر کر کھالیں۔"

وہ سب دوبارہ دسترخوان کے اطراف بیٹھ گئے۔ ایک لڑکی نے کھانے کے دوران پوچھا۔ "علی انکل! کیا آپ کو مدد کرنے والے فرشتے نظر آتے ہیں؟"

"ہاں بیٹے! کبھی کبھی نظر آتے ہیں۔"

"میں بھی دیکھنا چاہتی ہوں کہ فرشتے کیسے ہوتے ہیں۔"

اسی وقت ایک پہلوان کھلے ہوئے دروازے سے اندر آ کر گرا پھر تڑپ تڑپ کر ٹھنڈا پڑ گیا۔ اس دروازے پر پاشا نے آ کر اپنے دونوں ہاتھ سینے پر باندھے پھر سر جھکا کر بولا۔ "آقائی تیمور! آپ کا غلام حاضر ہے۔ اس بدبخت نے آپ کی شان میں گستاخی کی تھی اس لیے میں نے اسے جہنم میں پہنچا دیا ہے۔"

علی نے اس لڑکی سے کہا۔ "دیکھ لو بیٹی! یہی وہ فرشتہ ہے جو انکسار سے خود کو غلام کہتا ہے۔"

لڑکی خوش ہو کر اسے دیکھنے لگی۔ علی نے کہا۔ "پاشا' آؤ اور ہمارے ساتھ کھانے میں شریک ہو جاؤ۔"

وہ بولا۔ "میں خاکسار ہوں' مسند نشیں کے ساتھ کیسے بیٹھ سکتا ہوں۔ بندے کو غلام ہی رہنے دیں۔"

علی نے کہا۔ "نعمت خداوندی کے سامنے نہ کوئی بندہ رہتا ہے نہ کوئی بندہ نواز۔ چلو آجاؤ۔"

وہ آ کر ادب سے بیٹھ گیا۔ ثانی نے علی کے پاس آ کر پوچھا۔ "یہ غلام پسند آیا؟"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"تم نے اسے کیا بنا دیا ہے؟"

"میں نے تنویمی عمل کے دوران کہا تھا کہ شیطان اور حیوان نہ بنو' بندے بنو۔ یہ بندۂ بے دام بن گیا ہے۔"

"جب شی تارا اس کے دماغ میں آئے گی تب بھی اس کے چور خیالات سے غیر معمولی سماعت و بصارت اور جسمانی اور دماغی توانائی کے فارمولے دریافت نہیں کر سکے گی۔ میں نے وہ تمام فارمولے نوٹ کر کے اس کے دماغ سے مٹا دیے ہیں۔"

"وہ نوٹس کہاں ہیں؟"

"میرے پاس ہیں۔ میں پاپا کو نوٹ کرا دوں گی لیکن ایک قباحت ہے۔ فارمولوں میں بہت سی باتیں اور الفاظ سمجھ میں نہیں آئے۔ پاشا نے اپنے ہاتھوں سے جو فارمولے لکھے ہیں انہیں ایک سیف میں چھپا کر رکھا ہے۔ وہ فارمولے پوری تشریح کے ساتھ واضح ہیں۔"

"وہ سیف کہاں ہے؟"

"صومالیہ کے ایک چھوٹے سے شہر بیضابہ میں ہے۔"

"یعنی افریقہ میں ہے۔ یہ کمبخت فارمولوں کو محفوظ رکھنے کے لیے اتنی دور گیا تھا۔"

"ہاں' اس نے سوچا تھا کہ یہ ترکی کا رہنے والا ہے۔ یورپ اور امریکا کی سیر کرتا رہتا ہے۔ دشمنوں کا تعلق بھی انہی ملکوں سے ہے کوئی افریقہ کی طرف دھیان نہیں دے گا کہ یہ وہاں لے جا کر فارمولے چھپائے گا۔"

"کیا بیضابہ پہنچنے کے بعد وہ فارمولے آسانی سے حاصل کیے جا سکتے ہیں؟"

"نہیں' بیضابہ سے پچیس میل دور گھنے جنگل میں ایک وحشی قبیلہ رہتا ہے۔ اس قبیلے کے سردار نے اسے بہت بڑے بت کے اندر چھپایا ہے۔ اس بت کی اونچائی بیس فٹ ہے۔ ایک چھوٹی سی پہاڑی کو تراش کر وہ بت بنایا گیا ہے۔

"کیا وحشی قبیلے کے لوگوں نے پاشا کو نقصان نہیں پہنچایا؟"

اس نے وہاں جانے سے پہلے ان کی زبان سیکھ لی تھی پھر اپنی غیر معمولی جسمانی قوت اور سماعت و بصارت کے ذریعے ان کی نظروں میں دیوتا بن گیا تھا۔"

"ثانی! ان اصل فارمولوں کو حاصل کر کے بابا صاحب کے ادارے میں پہنچانا ہو گا۔ تم ابھی پاپا سے رابطہ کرو اور انہیں فارمولوں کے متعلق تفصیل سے بتاؤ۔ وہ اس سلسلے میں پلاننگ کریں گے۔"

وہ میرے پاس آ گئی۔ یہ فارمولوں کا راز صرف ہمیں معلوم تھا۔ کوئی دشمن یہ راز نہیں جانتا تھا کہ وہ کہاں چھپائے گئے ہیں پھر یہ کہ اب کوئی قابل ذکر دشمن نہیں رہا تھا۔ سپر ماسٹر کو عارضی طور پر ٹھنڈا کر دیا گیا تھا اور شی تارا بھائی سرنا کے معاملے میں مصروف ہو گئی تھی۔ یہودیوں کے پاس ایک قابل ذکر الپا رہ گئی تھی' جس کی کارکردگی کو انہوں نے بہت محدود کر رکھا تھا۔ اسے میدان عمل میں آنے نہیں دیا جا رہا تھا۔ یہی حال ٹیلی پیتھی جاننے والے ایوان راسکا کا تھا۔ ماسک مین اسے ہم سے ٹکرانے کی اجازت نہیں دیتا تھا۔

مختصر یہ کہ ہم مطمئن تھے۔ فی الحال ہمارے معاملات میں مداخلت کرنے یا کسی پریشانی کا سبب بننے والا کوئی نہیں تھا لیکن کبھی کبھی حالات کو سمجھنے اور دوستی دشمنی کا حساب کرنے میں غلطی ہو جاتی ہے۔ مجھ سے بھی غلطی ہو گئی۔

میں نے مرینا کو یہ سوچ کر شی تارا کے پاس جانے دیا تھا کہ شی تارا اس پر تنویمی عمل کرے گی اور اسے اپنی معمولہ بنائے گی تو اس کے دماغ کو لاک کرے گی لیکن ہم میں سے کوئی شی تارا کا لہجہ اختیار کر کے مرینا کے چور خیالات کو پڑھ سکے گا۔ یوں ہم شی تارا کے اقدامات کو سمجھتے رہیں گے۔

پھر یہ کہ مرینا اپنے معیار سے گر چکی تھی۔ بے پے سرنا کی داشتہ بن گئی تھی۔ میں نے اس لیے بھی اصل سرنا کو شی تارا کے حوالے کر دیا کہ مرینا اپنے عاشق سرنا کے ساتھ رہے گی تو سرنا پر بھی ہماری نظر رہا کرے گی۔

لیکن گڑبڑ ہو گئی۔ میں نے شی تارا کی مصروفیات معلوم کرنے کے لیے ایک بار مرینا کے دماغ میں جانا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ شی تارا کی سوچ کی لہروں کو بھی دماغ میں آنے نہیں دیا۔ اس کا مطلب یہی سمجھ میں آیا کہ شی تارا نے عمل کرنے کے دوران کوئی دوسری آواز اور لہجہ نقش کیا ہے۔ اب میں مرینا تک نہیں پہنچ سکتا تھا اور اس ناکامی کے بعد سرنا بھی میرے ہاتھ سے نکل گیا تھا۔

شی تارا نے اپنے بھائی کو حاصل کرتے وقت وعدہ کیا تھا کہ آئندہ میرے راستے میں نہیں آئے گی۔ اس نے وعدہ پورا کیا۔ خود پیچھے ہٹ گئی اور مرینا کو میری راہ پر لگا دیا۔ اس نے مرینا سے کہا۔ "تم میرا لہجہ اختیار کر کے پاشا کے پاس جاؤ گی تو وہ شی تارا سمجھ کر تم سے باتیں کرے گا۔ تم میرا رول ادا کرو اور معلوم کرتی رہو کہ علی جزیرے میں کیا کرتا پھر رہا ہے۔"

مرینا یہی معلوم کرنے پاشا کے پاس آئی تو اس نے سانس روک لی۔ وہ شی تارا سے بولی۔ "پاشا تمہارے لہجے کو بھی قبول نہیں کر رہا ہے۔ سانس روک لیتا ہے۔"

شی تارا نے خود جا کر آزمایا تو واقعی اس نے بے مروتی دکھائی اسے دماغ میں آنے نہیں دیا۔ تب وہ سمجھ گئی کہ علی کے خیال خوانی کرنے والوں نے اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا لیا ہے۔

مرینا نے کہا۔ "علی کے پاس ثانی آتی رہتی ہے۔ ہمیں علی کے دماغ میں کسی وقت بھی جا کر آزمانا چاہیے۔ جب وہاں ثانی ہو گی تو وہ ہمیں محسوس نہیں کرے گا۔"

شی تارا پہلے ہی شیبا کے باپ برین ہارڈوڈ کے دماغ میں جا چکی تھی۔ اس نے برین کے پاس آ کر دیکھا تو علی باقی دو آقاؤں اور وہاں

کی عورتوں کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا۔ پاشا بھی وہاں بیٹھا ہوا تھا۔ شی تارا نے مرینا سے کہا۔ "علی سر جھکائے خاموشی سے کھانا کھانے میں مصروف ہے۔ ہو سکتا ہے ثانی سے گفتگو میں مصروف ہے۔ تم اس کے دماغ میں جاؤ۔"

"تم وہاں جانے سے کیوں ڈرتی ہو؟"

"میں کئی سیون کے دماغ میں دو بار چھپ کر گئی تھی۔ فرہاد نے ہر بار میری چوری پکڑلی پتا نہیں وہ کیسے سمجھ لیتے ہیں۔ علی نے بھی مجھے محسوس کیا تو میری پریشانی بڑھ جائے گی ابھی میں نے دوسرے بھائی سرنا کا برین واش نہیں کیا ہے۔ فرہاد پھر اس پر قبضہ جما لے گا۔"

مرینا علی کے دماغ میں پہنچی۔ شی تارا مرینا کے اندر چھپی ہوئی تھی۔ ان کی توقع کے مطابق علی نے مرینا کو محسوس نہیں کیا۔ کیوں کہ ثانی وہاں بول رہی تھی۔ یوں نادانستگی میں پول کھول رہی تھی کہ پاشا نے کس طرح صومالیہ کے ایک وحشی قبیلے میں ان فارمولوں کو چھپایا ہے۔

شی تارا کی تو چاندی ہو گئی۔ بیٹھے بٹھائے ان فارموں کی خفیہ جگہ معلوم ہو گئی۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے مرینا کو چوم کر بولی۔ "تم میرے لیے لکی ہو۔ تم نے مجھے دوسرے بھائی سرنا تک پہنچایا اور اب تمہارے ذریعے علی کے پاس پہنچنے سے اتنا اہم راز معلوم ہوا ہے۔"

مرینا نے کہا۔ "ابھی ثانی فرہاد کے پاس گئی ہے۔ ایسے وقت فرہاد بھی ہمیں اپنے اندر محسوس نہیں کرے گا۔"

"نہیں مرینا! وہ شیطانی کھوپڑی رکھتا ہے۔ اس کے پاس بھول کر بھی نہ جانا ورنہ وہ محتاط ہو جائے گا۔"

"تم کہتی ہو تو نہیں جاؤں گی لیکن جانے سے یہ معلوم ہو جاتا کہ وہ خود صومالیہ جائے گا یا کسی بیٹے وغیرہ کو وہاں بھیجے گا۔"

"وہ جو بھی پلاننگ کرے' جسے بھی وہاں بھیجے۔ وہاں پہنچ کر ان سے لازمی ٹکراؤ ہو گا۔ ہمیں ایسی پلاننگ کرنی چاہیے کہ ٹکراؤ بھی نہ ہو۔ فرہاد کو مجھ پر شبہ بھی نہ ہو اور وہ تمام فارمولے حاصل ہو جائیں۔"

سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے والی تدبیر مشکل ہی سے دماغ میں آتی ہے۔ وہ دونوں اپنی اپنی جگہ تدبیریں سوچنے لگیں۔

❁❁❁✱✱❁❁❁

موجودہ دور میں کون سا ایسا مسلمان ملک ہے جو بڑے بڑے مسائل سے دوچار نہ ہو۔ کتنے ہی اسلامی ممالک میں خانہ جنگی جاری ہے۔ مسلمان آپس میں کٹ مر رہے ہیں۔ جو ممالک امیر کبیر ہیں' وہ امریکا کے زیر اثر ہیں۔ اس سپر پاور کے حکم کے بغیر بوسنیا کے مظلوم مسلمانوں کو مالی اور فوجی امداد نہیں دے سکتے۔ صرف ایمان افروز بیانات دے کر اس مسئلے کو ٹال رہے ہیں۔ پینتالیس برسوں سے کشمیری مسلمانوں کی قسمت کا فیصلہ نہیں ہو پایا۔

اسی طرح صومالیہ کی خانہ جنگی اور قحط سالی ثابت کر رہی ہے کہ آئندہ چند برسوں میں وہاں کوئی مسلمان زندہ نہیں رہے گا۔

اس سے پہلے کہ میں وہاں اپنی داستان کا سلسلہ جاری رکھوں' اپنے قارئین کو وہاں کا کچھ پس منظر دکھانا چاہتا ہوں۔ صومالیہ وسط افریقہ کے مشرقی ساحل پر ہے اور ساحلی شہر موگادشو اس کا دارالسلطنت ہے۔ یہاں چھبیس برس تک قائم رہنے والی آمریت نے ملک کو تباہی کے دہانے تک پہنچا دیا۔ اس حکومت کا خاتمہ ہوتے ہی خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ وہاں کئی گروہ بن گئے۔ علاقے تقسیم ہو گئے۔ وہ ایک دوسرے کے مقابلے میں طاقت کا مظاہرہ کر کے پورے ملک پر حکومت کرنے کے خواب دیکھنے لگے۔ ایسے میں خشک سالی نے رہی سہی کسر پوری کر دی۔ وہاں ایسا قحط پڑا کہ غریب عوام ایک ایک دانے کو ترس گئے۔ مغربی خبر رساں ایجنسیوں کے سروے کے مطابق وہاں بھوک اور بیماریوں سے روزانہ دو ہزار افراد مر جاتے ہیں۔

مرنے والوں کی یہ تعداد دیکھ کر انسانیت کو شرم آنی چاہیے۔ اب تھوڑی تھوڑی شرم آ رہی ہے۔ امریکا اور دوسرے بڑے ممالک تھوڑی تھوڑی امداد بھیج رہے ہیں۔ سعودی عرب نے دس ملین ڈالر کا سامان متاثرین کے لیے بھیجا ہے۔ خانہ جنگی کے باعث یہ امداد بھی پوری طرح نہیں پہنچتی ہے۔ راستے میں لوٹ لی جاتی ہے۔

اب سوچا جا رہا ہے کہ مختلف ممالک سے مختصر سی فوج وہاں بھیجی جائے تاکہ ڈاکوؤں اور شرپسندوں کو گرفتار کیا جا سکے اور وہاں قانون کی عملداری ممکن بنائی جا سکے۔ ابھی صرف سوچا جا رہا ہے' آپس میں مشورے ہو رہے ہیں اُدھر خاک ہو جائیں گے وہ زلف کے سر ہونے تک۔

❁❁❁✱✱❁❁❁

باربرا تندرست ہو گئی تھی۔ پارس کے ساتھ ایک پارک میں ٹہل رہی تھی اور کہہ رہی تھی۔ "میں نے کبھی کسی کے ساتھ نیکی کی ہو گی اسی لیے ایک نیک خاتون نے میرے ساتھ نیکی کی ہے۔ اگر وہ نہ ہوتیں تو اسپتال میں آپریشن کے بعد کتنے ہی خیال خوانی کرنے والے میرے دماغ میں گھس آتے۔"

پارس نے کہا۔ "دل صاف ہو' نیت اچھی ہو اور ارادے نیک ہوں تو راہ میں اچھے ہم سفر ملتے رہتے ہیں۔"

"کیا تم کچھ بتا سکتے ہو کہ وہ نیک خاتون کون ہو سکتی ہیں؟"

پارس جانتا تھا لیکن اپنی ماما آمنہ فرہاد کی روحانی قوتوں کے ذکر کی ممانعت تھی۔ اس نے کہا۔ "وہ نیک خاتون تمہارے پاس آتی رہیں۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے اور تم مجھ سے پوچھ رہی ہو۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"اس لیے پوچھ رہی ہوں کہ خاتون نے مجھے تمہارے پاپا پر بھروسا کرنے اور ان کے سائے میں رہنے کی ہدایت کی تھی۔"

"تم نے پاپا سے اس سلسلے میں دریافت کیا؟"

"ہاں' پاپا کہتے ہیں۔ وہ خاتون ان کے لیے بھی اجنبی ہیں۔ خاتون نے انھیں بھی ہدایت کی ہے کہ وہ مجھے اپنی بیٹی بنا کر میری حفاظت کریں۔"

"باربرا! ہماری زندگی میں بعض ایسی باتیں ہو جاتی ہیں' جو ہماری سمجھ سے بالا تر ہوتی ہیں اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ معمّا حل ہوتا رہتا ہے اور بات سمجھ میں آتی جاتی ہے۔"

"درست کہتے ہو۔ خاتون نے بھی مجھے کچھ اسی طرح سمجھایا تھا کہ کچھ باتیں اپنے ایک خاص وقت پر سمجھ میں آتی ہیں۔"

"یہ بتاؤ اب تم کیسی زندگی گزارنا چاہو گی؟"

"میرے ساتھی جیری نے دھوکے سے آپریشن کرا دیا لیکن میں ایک مکمل لڑکی بننے کے باوجود اپنے اندر عورت پن محسوس نہیں کرتی ہوں۔ میں بچپن ہی سے لڑکوں جیسی زندگی گزارتی آئی ہوں اور آئندہ بھی ایسی ہی زندگی گزاروں گی۔ ایکشن اور خطرات سے بھرپور۔"

"میری سونیا مما' پوجی آنٹی اور میری ہونے والی بھابی سونیا ثانی بھی ایکشن اور خطرات سے بھرپور زندگی گزارتی رہی ہیں لیکن وہ فطرتاً عورتیں ہیں اور عورت کے حصے کی زندگی بھی گزارتی ہیں۔"

"میری عقل نہیں مانتی کہ میں بھی ایسا کروں گی۔ پلیز پارس! مجھ سے خوب دوستی کرنا اور دوستی میں مجھ سے جان مانگ لینا۔ میں جان دے دوں گی لیکن مجھ سے عشق کبھی نہ کرنا۔"

"کیا تم ڈرتی ہو کہ میں تم سے عشق کروں گا تو تم اسیر ہو جاؤ گی؟"

"میں بھلا کیوں ڈروں گی؟"

"پھر دل والوں کو طلبگار بنے رہنے دو۔ تم اپنی ستم گری جاری رکھو۔ اپنا کام تم کرو۔ ہمارا کام ہمیں کرنے دو۔"

میں نے پارس کے پاس آ کر کوڈ ورڈز ادا کیے پھر کہا۔ "باربرا سے کہو' میں موجود ہوں۔ میں جو باتیں کہوں گا' وہ تم اسے بھی سناتے جاؤ گے۔"

پھر میں پاشا کے اہم فارمولوں کے متعلق تمام باتیں تفصیل سے بتانے لگا۔ تمام تفصیلات سے آگاہ ہونے کے بعد پارس نے کہا۔ "بظاہر تو ایسا ہی لگ رہا ہے کہ صومالیہ کے اس گھنے جنگل تک راستہ صاف ہے' کوئی رکاوٹ نہیں ہے لیکن میرا دل نہیں مانتا کہ کسی دشمن کو ان فارمولوں کی بُو نہیں ملی ہو گی۔"

میں نے کہا۔ "تم مطمئن نہیں ہو' یہ اچھی بات ہے لیکن صومالیہ کے شرپسندوں کے مختلف گروہ راہ کی رکاوٹیں بنیں گے۔"

باربرا نے کہا۔ "پاپا! ایک بڑی رکاوٹ ہے۔ ہم وحشی قبیلے کی زبان نہیں جانتے ہیں۔ ان سے دوستی کرنا اور ان کے دماغوں میں جانا محال ہو گا۔"

"بیٹی! میں چاہتا ہوں تم پارس کے ساتھ جاؤ۔"

"یہ تو میرے لیے بڑی خوشی کی بات ہے۔"

پارس نے کہا۔ "پاپا! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ وہاں کے سیاہ فام حبشی گوری چمڑی والیوں کو نمکین پانی میں ابال کر کھا جاتے ہیں۔"

"کیا میں تمہیں احمق نظر آتی ہوں۔ اب افریقہ میں انسان کا گوشت کھانے والے وحشی قبیلے نہیں رہے۔ میں تو ضرور جاؤں گی۔"

پارس نے مجھ سے کہا۔ "پاشا ان کی زبان جانتا ہے' کیا وہ بھی ہمارے ساتھ جائے گا؟"

"وہ ساتھ رہے گا تو اس کے پیچھے دشمن چلے آئیں گے۔ ٹی تارا اور پے پے سرنا ان فارمولوں کو ضرور حاصل کرنا چاہیں گے۔"

باربرا نے کہا۔ "ایک تدبیر ہے۔ میں پاشا کے دماغ میں جا کر وہ زبان سن سکتی اور سیکھ سکتی ہوں۔"

میں نے کہا۔ "اچھی تدبیر ہے لیکن یوں سیکھنے میں کئی دن لگ جائیں گے۔ تنویمی عمل کے ذریعے وہ زبان تمہارے دماغ میں نقش کی جا سکتی ہے۔"

"کیا یہ ممکن ہے پاپا؟"

"کیوں نہیں۔ پہلے میں تمہیں ٹرانس میں لا کر معمول بناؤں گا پھر اُدھر پاشا کے دماغ سے اس زبان کے الفاظ اور فقرے سنتا جاؤں گا اور اِدھر تمہارے دماغ میں وہ سب کچھ نقش کرتا جاؤں گا۔"

"یہ میرے لیے ایک نیا تجربہ ہو گا۔ میں تیار ہوں۔ آپ مجھ پر عمل کریں۔ ہم ابھی گھر جا رہے ہیں۔ میں بیڈ روم میں جا کر لیٹ جاؤں گی۔"

وہ پارس کی رہائش گاہ کی سمت جانے لگی۔ میں نے فرانس کے حاکم سے رابطہ کیا پھر کہا۔ "صومالیہ کے فاقہ زدہ عوام کے لیے اناج' کپڑے اور دواؤں کی ضرورت ہے۔ آپ ایک ہیلی کاپٹر کا بھی انتظام کریں۔ ایک ٹیم بنائی جائے' جس میں صحافی فوٹو گرافر اور دوسرے رضا کار ہوں گے۔ اس ٹیم میں میرا بیٹا پارس اور ایک لڑکی باربرا ہو گی۔ وہ ٹیم ان دونوں کی رہنمائی میں کام کرے گی۔"

حاکم نے پوچھا۔ "کیا ٹیم میں جاسوس اور فائٹروں کو رکھا جائے؟"

"جی ہاں۔ ایسے افراد کو ترجیح دیں' جو افریقی جنگلات اور وہاں کے قبیلوں کے متعلق خاصی معلومات رکھتے ہوں۔"

میں بیک وقت کئی جگہ مصروف تھا۔ میں نے باربرا سے کہا۔

"ذرا انتظار کرو۔ میں جزیرہ مارکوسان کی خبر لے کر آتا ہوں۔"

مارکوسان کے حکمران اور فوجی افسران میری ہدایت پر عمل کر رہے تھے۔ مرد قیدیوں کے جزیرے میں مسلح پولیس کے تمیں سپاہی اور چار افسران پہنچ گئے تھے۔ بوگارڈ ولیج کے ایک مکان کو ہیڈ کوارٹر بنا لیا تھا۔ ریڈیو وائرلیس اور ٹرانسمیٹر وغیرہ پہنچ گئے تھے۔ ایک موبائل فون بھی تھا۔ ان ذرائع سے مارکوسان کی انتظامیہ سے رابطہ قائم تھا اور مرد قیدیوں کے جزیرے میں ضرورت کی تمام چیزیں پہنچائی جاری تھیں۔

جزیرے کے لوگ اتنے خوش تھے کہ دوسرے دن انتظار میں تمام رات جاگتے رہے کیوں کہ دوسرے دن ہر شخص کے گھر میں دلہن آنے والی تھی۔ زندگی کی دوسری آسائشیں میسّر ہونے والی تھیں۔ انھیں پہلی بار بھرپور انسانی زندگی گزارنے کا موقع ملنے والا تھا۔

اب وہ ساحل پر بھی جا سکتے تھے اور سمندر میں نہا سکتے تھے۔ سب نے اس روز شیو کیا۔ اچھی طرح غسل کرنے کے بعد صاف ستھرے کپڑے پہنے پھر ساحل پر دور دور تک ایک قطار میں کھڑے ہو گئے۔ ڈیک کے آس پاس کئی لانچیں کھڑی ہوئی تھیں۔ ہر عمر کی لڑکیاں اور عورتیں رنگ برنگے لباس میں ایک ایک لانچ سے نکل رہی تھیں اور ایک قطار میں ان مرد قیدیوں کے روبرو کچھ فاصلے پر کھڑی ہو رہی تھیں۔ ان کے درمیان مسلح سپاہیوں کی دیواریں حائل تھیں۔

تمام مرد قیدی ان عورتوں کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہے تھے۔ خوشی سے کھلے ہوئے منہ کو بند کرنا بھول گئے تھے۔ انھوں نے خواب میں بھی ایک عورت بھی نہیں دیکھی تھی۔ اب اتنی ساری دیکھ کر یقین نہیں آ رہا تھا کہ دنیا میں اتنی عورتیں پیدا ہوتی ہیں اور ان میں سے ہر ایک کو ایک ایک ملنے والی ہے۔

لاؤڈ اسپیکر سے آواز ابھرنے لگی۔ علی کہہ رہا تھا۔ "دوستو! میں فرہاد علی تیمور کا بیٹا علی تیمور ہوں اور تمہیں ایک نئی آزاد اور انسانی زندگی پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔"

"آج تمہاری زندگی میں عورت داخل ہو رہی ہے۔ اس عورت کے بغیر تم نے دیکھا ہے کہ انسان مہذّب نہیں رہتا اور غیر فطری زندگی گزارتے ہوئے جانور بن جاتا ہے۔ آج کے بعد سے تم دیکھو گے کہ ہماری یہ عارضی دنیا کیسے عورت سے مکمل ہوتی ہے۔ گھر گرہستی' تہذیب' سلیقہ' مرد کی مسرتیں اور اولاد کی خوشیاں سب اسی عورت کے دم سے ہیں۔

"اس عورت کو قبول کرنے سے پہلے یہ اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ یہ تمہاری کنیزیں نہیں ہیں۔ دوست ہیں' شریکِ حیات ہیں۔ ان سے نرمی سے پیش آؤ۔ ان پر بے جا ظلم کرنا مذہب اور قانون کے خلاف ہے۔ تم میں سے جو شخص ان سے غلط رویّہ اختیار کرے گا اسے سخت سزائیں دی جائیں گی۔ جو ان پر مہربان رہے گا اور ان کے ساتھ محبت سے پیش آئے گا اسے اچھا گھر' اچھی اولاد اور اچھا مستقبل ملے گا۔

"اور میں ان عورتوں سے مخاطب ہوں۔ میری بہنو! اگر تم میں سے کسی پر جبر کیا گیا ہے اور یہاں جبراً لایا گیا ہے تو وہ میرے پاس چلی آئے۔ میں اسے عزت آبرو کے ساتھ اس کے گھر پہنچا دوں گا۔

"تم نے' تمہارے والدین نے اور سرپرستوں نے بیان دیا ہے کہ تم اپنی مرضی سے' اپنی خوشی سے یہاں شادی کر کے گھر بسانا چاہتی ہو۔ تم میں سے ہر لڑکی کو یہ حق ہے کہ وہ گھوم پھر کر اس جزیرے کے ہر شخص کو دیکھے' اس سے کچھ باتیں کرے پھر جیون ساتھی بنانے کے لیے اسے پسند کرے۔ اس وقت شام کے چار بجے ہیں۔ رات کے نو بجے تک تمہاری شادیاں کر دی جائیں گی۔

"یہاں یہودیوں کے لیے ربّی' عیسائیوں کے لیے پادری اور مسلمانوں کے لیے قاضی موجود ہیں۔ یہ معزّز مذہبی پیشوا تم لوگوں کا نکاح پڑھائیں گے۔ مجھے امید ہے کہ تم سب یہاں مہذّب انسانوں کی طرح زندگی گزارو گے؟"

علی کے بعد ایک پولیس افسر نے مائیک پر آ کر کہا۔ "تم سب اس ساحلی علاقے میں صرف تین کلو میٹر کی حدود میں رہو گے۔ بدتمیزی اور بداخلاقی کا مظاہرہ کرنے والوں سے سختی سے نمٹا جائے گا۔ اس کے ساتھ ہی لڑکیوں کو اجازت دی جاتی ہے کہ وہ آگے بڑھیں اور پوری آزادی سے جیون ساتھی کا انتخاب کریں۔"

پھر لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے موسیقی دور تک گونجنے لگی۔ تقریباً پچاس برس کے بعد پہلی بار اس جزیرے کے لوگ موسیقی سن رہے تھے ورنہ وہ اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے بے ڈھنگے ساز بجایا کرتے تھے۔ سُر' سنگیت' رنگ' پیرہن' شاعری اور حسن و شباب نہ ہوں تو دنیا میں صرف ویرانی اور سناٹا رہ جائے گا۔ وہ لڑکیاں ہاتھوں میں پھول لیے گھوم رہی تھیں۔ ان مرد قیدیوں کو اچھی طرح دیکھ رہی تھیں' ان سے باتیں کر رہی تھیں۔ جو دل کو نہیں بھاتا تھا' اسے چھوڑ کر آگے بڑھ جاتی تھیں۔ اکثر مرد ان کی خوشامدیں کر رہے تھے۔ "مجھے پسند کر لو۔ میں تمہارے ناز اٹھاؤں گا۔"

کوئی کہہ رہا تھا۔ "میں کھانا پکانا جانتا ہوں۔ گھر کے سارے کام کر لیتا ہوں۔ اپنے آنگن میں جھولا ڈالوں گا اور تمہیں جھلاتا رہوں گا۔"

ایک پہلوان ایک حسین عورت سے کہہ رہا تھا۔ "مجھ پر مہربان ہو جاؤ' خدا تم پر مہربان ہو گا۔ میں بہت شہ زور ہوں لیکن عورت کے بغیر کمزور ہوں۔ تم میری شہ زوری بن جاؤ۔"

وہ جزیرہ بہت خوبصورت ہو گیا تھا۔ وہاں کا ہر شخص درندگی نہیں محبت چاہتا تھا اور محبت مانگ رہا تھا۔ محبت ایسی چیز ہے جو ہر دل میں ہوتی ہے اور ہر آنکھ سے ملتی ہے۔ انھیں بھی ایک ایک کر کے مل رہی تھی۔ گھنٹے ڈیڑھ گھنٹے میں سب نے ایک دوسرے کو پسند

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کرلیا۔ حتیٰ کہ بوڑھوں کو بھی عمر رسیدہ عورتیں مل گئیں۔ صرف وہ رہ گئے جو مقابلوں میں زخمی اور اپاہج ہو گئے تھے۔ انھیں علاج کے لیے مارکیو سان بھیجنے کا فیصلہ کیا گیا۔

برین ہارورڈ کا داماد یعنی شیبا کی بڑی بہن کا شوہر بھی وہاں کسی حسینہ کی نظرِ کرم کے لیے آیا تھا۔ برین نے پوچھا۔ "تم کیوں آئے ہو؟ تم تو میری بیٹی کے شوہر ہو۔"

وہ بولا۔ "شوہر تھا۔ اب نہیں ہوں۔ پتا نہیں وہ کل رات سے کہاں بھاگ گئی ہے۔"

علی نے کہا۔ "وہ اس جزیرے سے باہر نہیں جا سکے گی۔ اسے تلاش کرو۔"

"میں صبح سے تلاش کرتا رہا ہوں۔ جو عورت مجھے پسند نہیں کرتی میں اسے بیوی بنا کر نہیں رکھوں گا۔ آج نئی شادی کروں گا۔"

ثانی نے کہا۔ "علی! اس نے آج صبح منہ اندھیرے ہی اپنی بیوی کو قتل کیا ہے اور اسے اپنے گھر کے قریب دریا کے پاس دفن کیا ہے۔"

علی نے پولیس افسر سے کہا۔ "اس کمبخت کے ساتھ جاؤ۔ یہ بتائے گا کہ اس نے اپنی بیوی کو قتل کر کے کہاں چھپایا ہے۔ ثبوت ملتے ہی آپ اسے بھی یہاں لا کر تمام لوگوں کے سامنے سزائے موت دیں تاکہ دوسرے بھی عبرت حاصل کریں اور دوسری حاصل کرنے کے لیے پہلی بیوی پر کوئی ظلم نہ کریں۔"

وہ اسے پکڑ کر لے گئے۔ قاتل کبھی نہ بتاتا کہ اس نے لاش کہاں چھپائی ہے لیکن ثانی نے اس کے اندر رہ کر اسے مجبور کیا۔ اس نے وہ جگہ بتائی جہاں سے کھدائی کے بعد وہ لاش برآمد ہو گئی۔ اس شخص کو پھر ساحل پر لایا گیا اور لوگوں سے کہا گیا کہ سب اسے دو دو ہاتھ ماریں۔ اب پولیس اور فوج کو ملا کر وہاں سوا تین سو افراد ہو گئے تھے۔ ان کی مار کھاتے کھاتے وہ نیم مردہ ہو گیا۔ تقریباً ڈھائی سو عورتیں اس پر تھوکتی رہیں' آخر اسے گولی مار کر سمندر میں پھینک دیا گیا۔

ان تمام عورتوں کو پہلے سے سمجھا دیا گیا تھا کہ جس شخص نے سرخ رنگ کی شرٹ پہنی ہو گی' اسے کوئی جیون ساتھی بنانے کے لیے پسند نہ کرے۔ پاشا نے وہ شرٹ پہنی تھی۔ وہ پچھلی رات سے ہی علی کی خوشامد کر رہا تھا کہ جزیرے میں عورتیں آئیں گی تو ان میں سے ایک اسے بھی ملنی چاہیے۔

علی نے اسے سمجھایا۔ "تم یہاں ہمیشہ رہنے کے لیے نہیں آئے ہو۔ ہم جلد ہی یہاں سے چلے جائیں گے۔"

وہ بولا۔ "اس غلام کو اپنے ساتھ نہ لے جاؤ۔ میں یہاں کسی حسینہ کے ساتھ ساری عمر گزاروں گا۔"

"اچھی بات ہے۔ تم یہی چاہتے ہو تو کل طلبگاروں کی قطار میں کھڑے ہو جانا اور یہ یاد رکھنا کہ تم کسی کو پسند نہیں کرو گے۔ کوئی تمھیں پسند کرے گی۔"

جب لڑکیاں ساحل پر آئیں تو وہ بھی قطار میں کھڑا ہوا تھا۔ ایک سے ایک حسین لڑکی اس کے پاس آتی تھی پھر اس کی سرخ شرٹ دیکھ کر آگے چلی جاتی تھی۔ اس نے کہا۔ "ارے! یہ کیا ہو رہا ہے؟ آتی ہے' ٹھیک طرح دیکھتی بھی نہیں اور آگے چلی جاتی ہے۔"

اس نے ایک لڑکی سے کہا۔ "سنو! مجھے ذرا اچھی طرح دیکھو۔ سر سے پاؤں تک کوئی عیب نہیں ہے۔ میں اتنا طاقتور ہوں کہ گھونسا مار کر پہاڑ توڑ سکتا ہوں۔"

وہ لڑکی سہم کر پیچھے ہٹ گئی۔ "او گاڈ! تم تو پکڑتے ہی ہڈی پسلی توڑ دو گے۔"

وہ آگے بھاگ گئی۔ پاشا نے سوچا۔ "غلطی ہو گئی۔ کسی نازک اندام کے سامنے پہلوان نہیں بننا چاہیے۔ اب میں شیخی نہیں بگھاروں گا۔"

دوسری لڑکی آئی تو اس نے کہا۔ "میں ایک عام سا انسان ہوں۔ محنت سے کماتا ہوں۔ تمھیں تینوں وقت کھلاؤں گا۔ میں کوئی غیر معمولی طاقت والا نہیں ہوں۔ کسی سے لڑائی جھگڑا نہیں کرتا۔"

وہ بولی۔ "اگر دو چار غنڈے مجھے پکڑ لیں تو تم تماشا دیکھو گے کیوں کہ طاقت ور نہیں ہو اور لڑنا جھگڑنا نہیں جانتے ہو۔"

"ہاں' مگر۔۔۔"

"اگر مگر کچھ نہیں۔ جیون ساتھی کے لیے ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں۔"

وہ آگے بڑھ گئی۔ سرخ ستارے سے دور چلی گئی۔ تیسری آئی تو اس نے ہونٹوں کو سختی سے بند کر لیا یہ طے کر لیا کہ کچھ نہیں بولے گا۔ تیسری نے اسے سر سے پاؤں تک دیکھا پھر پوچھا۔ "کیا تم کچھ کہنا چاہو گے؟"

اس نے انکار میں سر ہلایا۔ وہ افسوس کے انداز میں سر ہلا کر بولی۔ "بیچارہ گونگا ہے۔"

وہ جھلا کر بولا۔ "کیا میں تمھیں گونگا نظر آتا ہوں؟"

وہ سہم کر بولی۔ "تم تو ذرا سی بات پر غصہ ہو گئے۔ تمھارے ساتھ زندگی نہیں گزرے گی۔ سوری۔"

وہ بھی چلی گئی۔ ابھی بہت سی تھیں۔ پاشا کو پھر غلطی کا احساس ہو گیا تھا کہ عورت کو غصہ دکھانے سے وہ کبھی نکاح قبول نہیں کرے گی۔ اس بار اس نے آنے والی کے سامنے خوش مزاجی دکھائی۔ مسکراتے ہوئے بولا۔ "میرا نام یوسف البرہان ہے اور تمھارا نام؟"

وہ ناگواری سے بولی۔ "اونہہ' تو تم سعودی عرب کے ہو۔ میں اسرائیلی ہوں۔"

وہ حسینہ یہودی تھی۔ وہ بھی چلی گئی۔ وہ پیچ و تاب کھاتے ہوئے سوچنے لگا۔ "آخر کیا بات ہے؟ کوئی مجھے گھاس نہیں ڈال رہی ہے۔"

اس نے پاس کھڑے ہوئے شخص سے پوچھا۔ "کیا میرے چہرے پر کالک لگی ہے یا میں بدصورت نظر آتا ہوں۔"

وہ شخص جواب نہ دے سکا۔ اسے ایک حسینہ پسند کر کے لے گئی۔ اس کے دوسری طرف کھڑا ہوا شخص بھی ایک عورت کے ساتھ چلا گیا۔ سب ایک ایک کر کے جا رہے تھے۔ قطار ختم ہوتی جا رہی تھی۔ جو اس سے عمر میں زیادہ تھے اور اس کی طرح صحت مند نہیں تھے بلکہ بیمار نظر آتے تھے' انھیں بھی لڑکیاں پسند کر کے لے گئیں۔ کوئی ڈیڑھ گھنٹے بعد وہ اکیلا کھڑا رہ گیا تھا۔

علی نے لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے کہا۔ "پاشا! میں نے پہلے ہی سمجھایا تھا کہ کسی کے طلبگار نہ بنو۔ بہرحال بزرگ کہتے ہیں کہ رشتے آسمانوں پر طے ہوتے ہیں۔ تمھارا رشتہ بھی آسمان پر طے ہو چکا ہے۔ وہ دیکھو تمھارے لیے آسمان سے اتر کر آ رہی ہے۔"

پاشا نے سر اٹھا کر دیکھا۔ لانچ کی بلندی سے ایک حسینہ اتر رہی تھی۔ اس نے بہترین لباس پہنا تھا۔ دلہن کی طرح بن سنور کر آ رہی تھی۔ پاشا اسے دیکھتے ہی گھبرا کر بولا۔ "مریم! نہیں نہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ میں یہاں سے بھاگ جاؤں گا۔"

وہ بھاگنے لگا۔ ایک افسر نے اسے ریوالور کے نشانے پر رکھ کر پوچھا۔ "بے وقوف کے بچے! اس جزیرے سے کوئی باہر نہیں جاتا۔ تم بھاگ کر کہاں جاؤ گے؟ جہاں جاؤ گے وہاں یہ آسمانی رشتہ نظر آئے گا۔ شرافت سے قبول کر لو۔"

وہ شکست خوردہ سا ہو کر ریت پر بیٹھ گیا۔

****

ثی تارا نے تنویری سرنا کو حاصل کرتے ہی اس پر تنویمی عمل کیا تھا اور اس سے نشے کی عادت چھڑا دی تھی پھر سرنا نے نارمل ہونے کے بعد بچپن سے اب تک کی کچھ ایسی باتیں سنائی تھیں جو صرف سگے بھائی کو ہی معلوم تھیں پھر اس کی نشست و برخاست اور ایک ایک حرکت سے ثابت ہوتا تھا کہ وہی سگا بھائی ہے کوئی ذہنی سرنا ایک ایک حرکت اور اپنے فطری مزاج کا مظاہرہ اس طرح نہیں کر سکتا تھا۔

اس نے نارمل ہونے کے بعد بہن سے پوچھا۔ "بھائی کی جان! تُو کہاں ہے؟ میرے سامنے کیوں نہیں آتی؟"

"تُو جانتا ہے بھائی! میں پہلے بھی کبھی کسی کے سامنے نہیں آتی تھی۔"

"لیکن میری آنکھوں میں ٹھنڈک بن کر رہتی تھی۔"

"ہاں' اب بھی رہوں گی لیکن حالات سازگار نہیں ہیں۔ نشے نے تیرے حساس دماغ کو ناکارہ کر دیا ہے۔ تُو پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتا ہے۔"

"اس کے باوجود برسوں کی عادت موجود ہے۔ ڈیڑھ گھنٹے نہ سہی دس منٹ کے لیے ضرور سانس روک لیتا ہوں۔"

"بھائی! تجھے ڈیڑھ گھنٹے کے ٹارگٹ تک پہنچنا ہے جس دن وہ کھوئی ہوئی توانائی حاصل کر لے گا مجھے یقین ہو جائے گا کہ تُو فرہاد کے طلسم سے نکل گیا ہے۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا۔ "فرہاد نے مجھے بہت ذلیل و خوار کیا ہے۔ مجھے اپنی آتما شکتی اور جسمانی قوت پر بڑا ناز تھا لیکن اس نے مجھے اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کرنے کا موقع ہی نہیں دیا۔"

"بھائی سرنا! وہ باپ بیٹے بڑے چالاک ہیں' مقابل کو تگڑا دیکھ کر مقابلہ نہیں کرتے' اسے مکاری سے زیر کرتے ہیں۔ یوسف پاشا غیر معمولی جسمانی قوت کا مالک ہے۔ کسی فولادی روبوٹ کو بھی توڑ سکتا ہے لیکن وہ لڑنے کے فن سے واقف نہیں ہے۔ علی نے اسے داؤ پیچ سے اور مکارانہ چالوں سے شکست دے کر اپنا غلام بنا لیا ہے۔"

"یہ یوسف پاشا کون ہے؟"

اصل پے پے سرنا کو پاشا کی غیر معمولی سماعت و بصارت اور حیرت انگیز جسمانی قوتوں کے متعلق کچھ نہیں معلوم تھا۔ پاشا ایسے وقت منظرِ عام پر آیا تھا جب سرنا میری قید میں پہنچ گیا تھا۔ ثی تارا اسے پاشا کے متعلق بتانے لگی۔ سرنا حیرانی سے سن رہا تھا۔ بہن نے اسے یہ نہیں بتایا کہ پاشا کے خفیہ فارمولوں کا سراغ مل گیا ہے اور وہ صوالیہ کی سمت جانے کے لیے پر تول رہی ہے۔ اسے شبہ تھا کہ میں سرنا کے اندر چھپ کر ان کی باتیں سن رہا ہوں۔ اسی لیے وہ سگے بھائی سے بھی راز چھپا رہی تھی۔

سرنا نے کہا۔ "بہن تارا! یہ پاشا تو زبردست صلاحیتوں کا مالک ہے۔ یہ ہمارے لیے بہت بڑی طاقت بن سکتا تھا۔ تُو نے اسے ہاتھ سے جانے دیا' یہ اچھا نہیں کیا۔"

"میں کیا کرتی۔ تیرے بعد اکیلی رہ گئی تھی۔ مجھے کئی محاذوں پر لڑنا پڑتا تھا۔ میں تیری رہائی اور سلامتی کے سلسلے میں اِدھر مصروف رہی' اُدھر علی اور ثانی نے پاشا کو غلام بنا لیا۔"

"تجھے پاشا نہیں مل سکا لیکن اب ہمیں اس کے فارمولوں کو کسی طرح حاصل کرنا ہو گا۔"

"یہ بھی ناممکن ہو گیا ہے۔ ثانی نے اس کے چور خیالات پڑھ کر تمام فارمولے معلوم کر لیے ہوں گے۔"

"میں پاشا کو ان سے چھین کر لے آؤں گا۔"

"اس کے لیے جوش میں نہ آ اور جلدی نہ کر۔ پاشا کے دماغ میں وہ فارمولے تاحیات محفوظ رہیں گے۔ ہم کوئی مناسب موقع دیکھ کر کسی دن اسے حاصل کر لیں گے اور وہ تمام فارمولے اس کے دماغ سے چرا لیں گے۔ اس مقصد کے لیے تجھے جلد سے جلد پہلے جیسا سرنا بن جانا چاہیے۔"

میں ان بہن بھائی کی باتیں سن رہا تھا اور مطمئن ہو رہا تھا کہ ثی تارا کو وہ جگہ معلوم نہیں ہے جہاں وہ فارمولے چھپائے گئے ہیں۔ اس نے کئی بار مجھ سے نقصانات اٹھا کر اب سنبھلنا اور میرے خلاف چالیں چلنا سیکھ لیا تھا اور وہ بڑی کامیابی سے مجھے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

دھوکا دے رہی تھی۔

وہ اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ سوچنے لگی فرہاد وہ فارمولے حاصل کرنے خود صومالیہ جائے گا یا اپنے کسی بیٹے کو بھیجے گا؟

دراصل وہ خود بھیس بدل کر جانا چاہتی تھی۔ ارادہ تھا کہ مرینا ایک مضبوط ٹیم بنا کر وہاں جائے گی۔ اس کے پیچھے وہ خود رہے گی۔ مرینا کو بھی نہیں بتائے گی کہ وہ اس کے قریب ہی کہیں موجود ہے۔

ابھی خود جانے کا مصمم ارادہ نہیں تھا۔ اگر یہ معلوم ہو جاتا کہ وہاں پارس جانے والا ہے تو وہ خواب میں بھی اُدھر نہ جاتی۔ اسی لیے یہ جاننا ضروری تھا کہ ہم باپ بیٹوں میں سے کون جا رہا ہے؟

یہ معلوم کرنے کے لیے پارس کے پاس آئی۔ اس نے پوچھا۔ "گوڈ ورڈز سناؤ۔"

"میں ثی تارا ہوں۔"

"اچھا تارا ہو۔ کیا قسمت کا تارا چمکانے آئی ہو۔"

"تمہارے پاس کبھی چمکنے نہیں آؤں گی۔"

"کیا بجھنے آئی ہو؟"

"توبہ ہے' بہت بولتے ہو۔ میرے آنے کی وجہ نہیں پوچھو گے؟"

"اتنی دیر سے یہی پوچھ رہا ہوں لیکن پوچھنے کا انداز تمہاری سمجھ میں نہیں آیا۔"

"پہلے تو میں تمہارے پاپا کی عظمت کا اعتراف کرنے آئی ہوں۔ انہوں نے میرے سگے بھائی کو رہا کر دیا ہے۔ اب وہ میرے پاس ہے۔"

"خوشی ہوئی کہ تم نے پاپا کی عظمت کو سمجھا ہے۔ اپنے بھائی کی جلدی شادی کر دو۔ ورنہ پہلے کی طرح آزاد گھومتا رہے گا تو آئندہ میونسپلٹی والے پکڑ کر لے جائیں گے۔"

"فضول باتیں بہت کرتے ہو۔ میرے آنے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ آج کل تم خوابوں میں آنے لگے ہو۔"

"بھوکے پیٹ سوتی رہو گی تو ایسے ہی مرغ مُسلّم نظر آتے رہیں گے۔"

"کیا تم مذاق سمجھ رہے ہو؟"

"اور کیا سمجھوں؟ تمہارے ستارے کہتے ہیں' میرے قریب نہ آؤ' پھر خوابوں میں کیسے آتا ہوں؟"

"یہ نفسیاتی حقیقت ہے۔ اگر کوئی دل میں دھڑکتا ہو اور زبان سے محبت کا اعتراف نہ کیا جائے اور خواہ مخواہ نفرت کی جائے تو وہ پیار ہی پیار بن کر خوابوں میں آتا ہے۔"

"یعنی تم دل ہی دل میں مجھے چاہتی ہو۔ صرف زبان سے انکار کرتی ہو۔"

"ہاں' اب تک میں یہی کوشش کرتی رہی کہ دل سے تمہاری محبت نوچ کر پھینک دوں لیکن کامیاب نہ ہو سکی۔"

"اب کیا ارادے ہیں؟"

"میرا بس چلے تو میں اڑ کر تمہارے پاس چلی آؤ لیکن میں دھرم کی پکی ہوں۔ تمہارے پاس آنے سے میرا دھرم نشٹ ہو جائے گا۔ کیا تم مجھے نقصان پہنچا کر محبت کرنا چاہو گے؟"

"میں نے کبھی ایسا نہیں کہا اور نہ کبھی ایسا کروں گا۔ تمہارے ستارے کہتے ہیں' میں کبھی تمہیں دھرم بدلنے کے لیے نہیں کہوں گا۔"

"کیا سچ کہتے ہو؟"

"بالکل سچ' تم آزمالو۔ اگر کبھی ایسا کہوں تو منہ پھیر کر چلی جانا۔"

"میں نے اب تک ڈی ثی تارا کے ذریعے تمہیں دیکھا۔ اب اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتی ہوں لیکن پہلے چھپ چھپ کر دیکھوں گی۔"

"کیا تم نے میرے ریکارڈ میں میری تصویر اور ویڈیو فلم نہیں دیکھی ہے؟"

"تصویر اور فلم کی بات اور ہے اور یوں سچ مچ آنکھوں کے سامنے تمہیں دیکھوں گی تو ہائے نہ جانے میری محبت اور دیوانگی کا کیا عالم ہو گا۔"

"تو پھر کب آ رہی ہو؟"

"تم وہیں سمرقند میں ہو نا؟"

"یہاں سے جانے کا ارادہ تھا لیکن اب نہیں جاؤں گا۔ یہاں اپنے سارے وجود کو آنکھیں بنا کر تمہارا انتظار کروں گا۔"

"میں پرسوں آؤں گی۔ دو دنوں تک چھپ کر تمہیں دیکھتی رہوں گی پھر تیسرے دن تم سے ملاقات کروں گی۔"

"گویا آج سے پانچویں دن ملاقات کرو گی۔ اتنے دنوں تک مجھے بے چینی میں مبتلا رکھو گی۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی۔ "تم جتنے بے چین رہو گے' اتنی ہی محبت بڑھتی جائے گی۔ اچھا میں جا رہی ہوں۔ پرسوں آؤں گی۔"

وہ چلی گئی۔ پارس ایک لائبریری میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ افریقہ کے وحشی قبیلوں کے متعلق وہاں پڑھنے آیا تھا۔ یوں تو وہ ان کے متعلق بہت کچھ جانتا تھا لیکن پاشا کے ذریعے جس قبیلے کا علم ہوا تھا ان کے متعلق تفصیلی معلومات چاہتا تھا۔

باربرا اس کی رہائش گاہ میں تھی۔ میں ایک بار اس پر عمل کر کے وحشی قبیلے کی زبان بڑی حد تک اسے ذہن نشین کرا چکا تھا۔ دوسری بار آج رات کو عمل کرنے والا تھا تاکہ وہ پوری طرح زبان سیکھ لے۔ پارس نے لائبریری سے فون کر کے باربرا کو مخاطب کیا پھر کہا۔ "پاپا سے کہو' میرے پاس آئیں۔ یہ بہت ضروری ہے۔"

"میں ابھی پاپا سے کہتی ہوں۔"

باربرا نے مجھے پیغام دیا۔ میں نے کہا۔ "بیٹے! تم میرے دماغ میں رہو۔ وہ ضرور کوئی اہم بات کہنے والا ہے۔"

میں نے پارس کے پاس آ کر گوڈ ورڈز ادا کیے۔ اس نے بتایا کہ ثی تارا آئی تھی۔ اس کی باتوں سے یہ سمجھ میں آیا ہے کہ وہ پارس کو پانچ دنوں تک سمرقند میں روکنا چاہتی ہے۔ میں نے تمام باتیں تفصیل سے سننے کے بعد کہا۔ "وہ شاید تمہیں ٹریپ کرنا چاہتی ہے۔ ان پانچ دنوں کے اندر تمہیں قیدی بنا کر اپنے بھائی سرنا کا انتقام مجھ سے لینا چاہتی ہے۔"

میری جگہ کوئی بھی ہوتا تو یہی سمجھتا جب کہ اس کی چال غلط سمجھ میں آ رہی تھی۔ وہ صرف یہ دیکھ کر اور دماغی رابطہ پارس سے قائم رکھ کر مطمئن رہنا چاہتی تھی کہ وہ سمرقند میں ہی ہے اور صومالیہ نہیں جا رہا ہے اور جب ایسا ہے تو وہ خود صومالیہ جا کر ان پانچ دنوں کے اندر وہ فارمولے وہاں سے لے آئے گی۔

میں نے کہا۔ "ابھی تمہاری امی لیلیٰ آئیں گی۔ وہ تمہارے ذہن سے تمہاری اپنی آواز اور لہجے کو مٹا دیں گی۔ یہ آواز اور لہجہ ڈی پارس کو ذہن نشین کرا دیں گی۔ تم آج کسی پہلی فلائٹ سے باربرا کے ساتھ پیرس جاؤ۔ کل صبح تک پیرس سے ڈی پارس سمرقند آجائے گا۔"

میں اور ثی تارا اپنی اپنی جگہ اپنی سمجھ کے مطابق چالیں چل رہے تھے۔ ثی تارا نے پارس سے معاملات طے کرنے کے بعد سوچا۔ پارس صومالیہ نہیں جائے گا۔ اگر جاتا ہوتا تو پانچ دنوں تک سمرقند میں رہنے کے لیے راضی نہ ہوتا۔

اسے بڑی حد تک یقین ہو گیا کہ علی جائے گا پھر یہ عقل میں آنے والی بات تھی کہ پاشا وحشی قبیلے کی زبان جانتا تھا۔ اس نے وہ فارمولے ایک بہت بڑے بت کے اندر چھپائے تھے اور اب وہ علی کا غلام تھا۔ اپنے آقا کے ساتھ وہاں جا کر کسی حیل و حجت کے بغیر وہ فارمولے اس کے حوالے کر سکتا تھا۔

وہ اپنے اس خیال کی تصدیق کے لیے شیبا کے دماغ میں آئی پتا چلا علی اور پاشا مکان کے باہر وہاں کے آقاؤں کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں۔ شیبا برین ہارورڈ کے دماغ میں آئی۔ پورے جزیرے میں خوشیاں منائی جا رہی تھیں۔ ہر گھر میں عورتیں اور مسرتیں پہنچ گئی تھیں۔ تینوں آقا علی اور پاشا کا شکریہ ادا کر رہے تھے۔ علی نے کہا۔ "ہم نے اس جزیرے میں آ کر اپنے فرائض ادا کیے ہیں۔ اب کل صبح یہاں سے چلے جائیں گے۔"

"پلیز' آپ اتنی جلدی جانے کی بات نہ کریں۔ جزیرے کے لوگ آپ کو جانے نہیں دیں گے۔"

"اسی لیے میں تم تینوں آقاؤں کو سمجھا رہا ہوں کہ اپنے اپنے علاقے کے آدمیوں کو میری روانگی کے متعلق بتائیں اور انہیں سمجھائیں کہ مجھے روکنے کی ضد نہ کریں۔"

"مسٹر علی! ہم خود ضد کر رہے ہیں۔ آخر اتنی جلدی جانا کیا ضروری ہے؟"

"بہت ضروری ہے۔ میں اپنا ضروری کام تم لوگوں کو نہیں بتا سکوں گا۔"

"تو پھر ایسا کریں۔ پاشا صاحب کو یہاں چھوڑ جائیں۔"

"پاشا میرے لیے بہت اہم ہے۔ اسے چھوڑ کر جاؤں گا تو میرا کوئی کام نہیں ہو سکے گا۔"

ثی تارا اتنا سنتے ہی دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ اب پورا یقین ہو گیا کہ علی' پاشا کو لے کر جزیرے سے صبح نکلے گا اور صومالیہ کا رخ کرے گا کیوں کہ علی نے واضح طور پر کہا تھا کہ پاشا کو چھوڑ کر جائے گا تو اس کا کام پورا نہیں ہو سکے گا۔

اور علی نے ایسا اس لیے کہا تھا کہ وہ پاشا کو دنیا کے کسی علاقے میں تنہا چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔ ایسا کرنے سے کوئی بھی دشمن اسے قابو میں کر لیتا پھر ان فارمولوں کے متعلق بہت کچھ معلوم کر لیتا۔

ہمیں اور ہمارے دشمنوں کو ایک دوسرے کی پلاننگ معلوم نہیں تھی۔ ہم سب اپنے اپنے اندازوں سے سوچ رہے تھے اور ان اندازوں کے متعلق عمل کر رہے تھے۔

ثی تارا نے مرینا کے پاس آ کر پوچھا۔ "کیا تیاریاں مکمل ہو گئیں؟"

"ہاں' رات کی فلائٹ میں چار سیٹیں مل گئی ہیں۔ ہم صبح چھ بجے صومالیہ کے کیپٹل موگادشو پہنچ جائیں گے۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"اپنے تین ماتحتوں کی آوازیں سناؤ۔"

مرینا اپنے ماتحتوں سے باتیں کرنے لگی۔ شی تارا نے ایک کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی پھر وہ مرینا کا لہجہ اپنا کر گئی تو اس ماتحت نے محسوس نہیں کیا۔ اس کے خیالات پڑھنے سے معلوم ہوا کہ وہ سیاہ فام حبشی صومالیہ سے آیا تھا۔ مرینا نے اسے ٹریپ کرکے اپنا تابعدار بنا لیا ہے۔ وہ صومالیہ کے جنگلوں اور وہاں کے قبیلوں کے متعلق بھرپور معلومات رکھتا ہے اور وہاں کی زبانیں بھی جانتا ہے۔ اس کا نام عبداللہ تھا۔

دوسری ماتحت عبداللہ کی بہن صفورا تھی۔ صفورا وہاں کے ایک انسٹیٹیوٹ میں زہریلے سانپوں پر ریسرچ کر رہی تھی۔ یہ راز دنیا والوں سے چھپایا تھا کہ وہ خود بھی زہریلی ہے۔ اگر کسی کے جسم کے کسی بھی حصے میں دانت گاڑ دے تو وہ شخص مر جاتا ہے اور اگر اپنی لمبے ناخنوں سے جسم پر خراشیں ڈال دے تو وہ شخص زہریلے نشے میں بری طرح مدہوش ہو جاتا ہے اس کے بعد اس پر دیوانگی کا دورہ پڑتا رہتا ہے۔

تیسرا ماتحت ایک چور اور نوسرباز تھا۔ وہ دنیا کی کوئی سی بھی تجوری کھول سکتا تھا اور چوری کرنے کے لیے دشوار ترین راستوں کے اندر سے آسانیاں پیدا کرلیتا تھا۔ مرینا نے اس بڑے بت کے اندر پہنچ کر فارمولے حاصل کرنے کے لیے اسے ٹریپ کیا تھا۔

شی تارا نے کہا۔ "مرینا! تم نے اچھے افراد کی ٹیم بنائی ہے۔ اس نوسرباز سے توقع ہے کہ وہ جنگلی درندوں' وحشی قبیلوں کے درمیان سے راستہ بناتا ہوا بیس فٹ اونچے بت کے اندر جاکر وہ فارمولے ضرور لے آئے گا۔"

"صفورا کے متعلق کیا رائے ہے؟"

"یہ لڑکی تو کمال کی دریافت ہے۔ فرہاد کی ٹیم میں اگر پارس زہریلا ہے تو اب ہماری ٹیم میں بھی ایک زہریلی آگئی ہے۔ تمہیں یہ بتا دوں کہ علی اور پاشا صومالیہ جانے والے ہیں۔ کل صبح تک جزیرے سے نکلیں گے۔ شاید شام تک موگادشو پہنچیں گے۔ اگر یہ لڑکی علی کے جسم پر ہلکی سی خراش بھی لگانے میں کامیاب ہو جائے تو فرہاد کا ایک بیٹا ہمیشہ کے لیے میرا غلام بن جائے گا۔"

"میں صفورا کو علی کے پیچھے لگا دوں گی۔"

"تم نے عبداللہ کا انتخاب بھی خوب کیا ہے۔ میں تم پر ابھی عمل کروں گی اور عبداللہ کے دماغ سے اس زبان کے الفاظ اور فقرے سن سن کر تمہارے دماغ میں نقش کرتی رہوں گی۔"

مرینا نے کہا۔ "تمہاری یہ بات سن کر خیال آتا ہے کہ فرہاد بھی ایسا کر سکتا ہے یا شاید اس نے ایسا کیا ہو۔ اس نے علی کے ساتھ رہنے والی ثانی پر عمل کیا ہو گا اور پاشا کے دماغ سے وہ زبان سن کر ثانی کو ذہن نشین کرا دی ہو گی۔"

"کرانے دو۔ ہم جو چالیں چل رہے ہیں' وہ چالیں ہر لحاظ سے مستحکم ہیں۔ ہمیں ضرور کامیابی ہو گی۔"

کامیابی کا یقین سب کو تھا۔ ہمیں بھی تھا۔ انہیں بھی تھا۔ انہیں زیادہ یقین تھا۔ شی تارا ایک طویل عرصہ کے بعد گوشۂ گمنامی سے نکل کر میدانِ عمل میں آرہی تھی۔

❋❋❋❋❋❋

بابا صاحب کے ادارے میں گہری خاموشی تھی۔ وہاں کا ہر فرد تجسس میں ہے۔ ہر ذہن میں ایک ہی سوال ہے۔

"کیا ہو گا؟"

بابا صاحب کے تمام تعلیمی ادارے آئندہ چوبیس گھنٹوں کے لیے بند کردیے گئے ہیں۔

ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ اب کیوں ایسا ہو رہا ہے؟ آخر کیا ہونے والا ہے؟ کیا ہو گا؟ کیا ہو گا؟

ادارے کے باہر کی دنیا کی تمام نیوز ایجنسیوں کے نمائندے اپنے صحافیوں اور فوٹوگرافرز کے ساتھ منتظر ہیں۔ وہ ادارے کے اندر جانا چاہتے ہیں اور ابھی انہیں اجازت نہیں مل رہی ہے۔

دنیا کے بڑے ممالک ہاٹ لائن پر رابطہ کر رہے ہیں اور انہیں جواب مل رہا ہے کہ جناب علی اسد اللہ تبریزی اپنے حجرے میں موجود نہیں ہیں۔

اس سے زیادہ کسی بات کا جواب نہیں ملتا ہے اور رابطہ ختم کر دیا جاتا ہے۔ فجر کی اذان کا وقت قریب ہے۔ ایسے وقت جناب علی اسد اللہ تبریزی باجماعت نماز ادا کرنے کے لیے مسجد میں آتے ہیں' جو بابا فرید واسطی مرحوم کے مزار اور کُٹیا کے قریب ہے۔

آمنہ فرہاد بھی حجرے سے باہر آگئی ہے اور اب وہ کٹیا کی طرف سونیا کے پاس جا رہی ہے۔

آمنہ کٹیا میں داخل ہو گئی ہے اور دروازے کو بند کر دیا ہے۔ دل دھڑکانے والے چند لمحات کے بعد مسجد سے فجر کی اذان بلند ہوتی ہے۔

موذن مرحبا بوقت بولا
تری آواز مکے اور مدینے

اذان کی پہلی آواز کے ساتھ ہی کٹیا کے اندر سے نوزائیدہ بچے کی آواز آرہی ہے۔

دس منٹ کے بعد آمنہ مجھ سے کہہ رہی ہے۔ "اب آجاؤ۔ سونیا کو اذان سناؤ۔ وہ تمہاری سوچ کی لہروں سے نکلی ہوئی اذان اپنی زبان سے نوزائیدہ بچوں کو سنائے گی۔"

"بچوں.....؟"

"ہاں بچوں۔ جب کوئی بچہ جنم لیتا ہے تو اس کے کان میں ایک ہی بار اذان سنائی جاتی ہے لیکن میں نے دو بار باری باری اذان سنائی۔ ایک بار بیٹے کے اور دوسری بار بیٹی کے کان میں۔

ہماری دنیا میں جو اپنی ذہانت اور طاقت کا سکہ جماوے' وہی سب سے اہم ہوتا ہے اور ایسا یادگار بن جاتا ہے کہ دوست ہو یا دشمن اُس ہستی کو کبھی بھلا نہیں پاتے۔

اور سونیا ایک ایسی ہی ہستی ہے۔ وہ جب بھی منظر عام پر آتی ہے' دنیا کی بڑی طاقتیں الرٹ ہو جاتی ہیں۔ خطرناک تنظیمیں اپنی خفیہ سرگرمیاں کچھ عرصہ کے لیے ملتوی کردیتی ہیں۔ وہ نجات دہندہ بھی ہے اور بلائے ناگہانی بھی۔ اُس کے آتے ہی دوست خوش ہو جاتے ہیں اور دشمن بیمار پڑ جاتے ہیں۔

اور تو اور اُس کا ذکر میری داستان میں آتے ہی قارئین یوں خوش ہو جاتے ہیں جیسے وہ ان کے مسائل حل کرنے اور مصائب دور کرنے آگئی ہو۔ قارئین کے یہ احساسات اور جذبات اس لیے ہیں کہ وہ داستان پڑھنے کے دوران میرے مسائل کو اپنے مسائل سمجھتے ہیں اور میرے مصائب دور ہونے سے انہیں ایسی خوشی ہوتی ہے جیسے سونیا کے آتے ہی تلوار کے سامنے ڈھال آگئی ہو اور داستان کی کڑی دھوپ سے گزرتے گزرتے اچانک ٹھنڈی چھاؤں مل گئی ہو۔

میں اور میرے قارئین اس بات پر متفق ہیں کہ میری داستان اگر دنیاوی اور روحانی معلومات کی جھلکیاں پیش کرتی ہے اور اسرار و تجسس' ایکشن اور دلچسپیوں کی آماجگاہ ہے تو اس کی روح رواں سونیا ہے۔ یہ تو تحریر شدہ سچائی ہے کہ جب بھی میری داستان بیمار پڑی ہے' سونیا مسیحا بن کر آجاتی ہے۔

جناب علی اسد اللہ تبریزی نے فرانس کی حکومت کو اطلاع دی تھی کہ چوبیس گھنٹوں کے بعد ٹھیک فجر کی اذان کے وقت بیگم سونیا فرہاد دو بچوں کو جنم دے گی لہٰذا بابا صاحب کے ادارے کے اسکول' کالج' سائنس لیبارٹریز' ٹیکنیکل اور میکانیکل شعبے اور بین الاقوامی رابطے کی ایجنسیاں چوبیس گھنٹے کے لیے بند رہیں گی۔ بچوں کی ولادت کے دو گھنٹے بعد بین الاقوامی رابطے کا آغاز ہو گا۔

یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ محترم علی اسد اللہ نے بڑے بڑے ممالک اور خصوصاً دشمن ممالک کا ردِعمل دیکھنے کے لیے یہ بھی پیش گوئی کی تھی کہ ان بچوں کے پیدا ہوتے ہی ان کے ستارے اسرائیل اور امریکا پر اثر انداز ہوں گے۔ اسرائیلی حکومت کا بنیادی ڈھانچہ گولڈن برینز ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا جائے گا۔ اس کی جگہ ایک نئی خفیہ پُراسرار تنظیم قائم کی جائے گی۔ دنیا کے بڑے بڑے علم نجوم کے ماہرین نوٹ فرمائیں کہ سات برس کے بعد ایک سات سالہ بچہ کبریا فرہاد اس تنظیم کی دھجیاں بکھیر دے گا۔

ان بچوں کی پیدائش کے دو گھنٹے بعد محترم علی اسد اللہ تبریزی نے بین الاقوامی رابطے پر بیان دیا کہ قرآنی فال کے مطابق دونوں بچوں کے نام رکھے گئے ہیں۔ ایک کا نام حرف "ک" سے کبریا فرہاد طے پایا ہے۔ اور دوسری کا نام "الف" سے ہے۔ ہمارے ادارے میں ایک نہایت ہی ذہین اور تیز طرار ہستی گزری ہے اس کا نام سن کر بڑے بڑے شہ زوروں کو پسینہ آجاتا تھا۔ سونیا کی بیٹی کو اس ہستی کا نام دیا گیا ہے۔ نام ہے الف سے اعلیٰ بی بی (ثانی)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلمؐ اُمّی تھے۔ پڑھنا لکھنا نہیں جانتے تھے لیکن طویل گوشہ نشینی کے بعد غارِ حرا سے باہر تشریف لائے تب ساری دنیا نے انہیں کائنات کے اسرار و علوم کا عالم کامل تسلیم کیا۔ یوں ثابت ہوا کہ وہ طویل گوشہ نشینی کے دوران قدرتی اور روحانی طور پر دین اور دنیا کے علوم حاصل کرتے رہے تھے۔ ہم مسلمان رسول اکرمؐ کے نقشِ قدم پر چلتے ہیں' یوں سنتِ رسولؐ ادا کرتے ہیں۔

سونیا نے بھی بابا فرید واسطی مرحوم کی کُٹیا میں چھ ماہ گوشہ نشینی اختیار کر کے سنتِ رسولؐ ادا کی تھی۔ وہ چھ ماہ تک اس کٹیا میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھی نہیں رہی تھی۔ وہ وہاں ایک کمپیوٹر بن گئی تھی۔ میں ہر صبح ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کے اندر فجر کی اذان فیڈ کرتا تھا اور جناب علی اسد اللہ تبریزی کلام پاک کا ایک ایک لفظ ایک ایک آیت ان کے معنی' مفہوم اور تفسیر کے ساتھ سونیا کو فیڈ کرتے تھے۔ بابا فرید واسطی مرحوم کی کٹیا کے اندر ایک جدید کمپیوٹر لائبریری اور آڈیو' وڈیو لائبریری ہے۔ آمنہ فرہاد روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے کمپیوٹر کی تمام معلومات کو سونیا کے اندر نقش کرتی رہتی تھی۔

ایک حاملہ عورت کو چھ ماہ تک روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس طرح فیڈ کیا جائے تو اس کے بچے کس بلا کے ذہین اور کمپیوٹر کی طرح تیز رفتار ہوں گے' اسے ایک موٹی عقل والا بھی سمجھ سکتا ہے۔ اس پس منظر کی روشنی میں یہ پیش گوئی درست لگتی تھی کہ سونیا اور کمپیوٹر کا پروردہ کبریا فرہاد سات برس کی عمر میں کیا گل کھلائے گا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گوشہ نشینی کا راز سمجھنے والے بحرِ ظلمات میں روشنی کا مینار ضرور بنتے ہیں۔ جناب علی اسد اللہ تبریزی نے دوسری پیش گوئی کی کہ اعلیٰ بی بی (ثانی) کے ستارے امریکا پر اثر انداز ہو رہے ہیں۔ وہ پانچ بج کر پانچ منٹ پر پیدا ہو گی۔ اسی وقت ٹرانسفارمر مشین میں ایسی ٹیکنیکل خرابیاں پیدا ہوں گی کہ وہ پھر نئے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا اضافہ نہیں کر سکیں گے۔ اس خرابی کے ساتھ سب سے بڑی خرابی یہ ہو گی کہ سُپر ماسٹر اور وہاں کے حکام شی تارا اور مرینا کی ٹیلی پیتھی کے محتاج ہو جائیں گے پھر چند برسوں کے بعد اس ٹرانسفارمر مشین کے نقائص کا پتا چلے گا۔ شی تارا وہ ملک چھوڑنے پر مجبور ہو جائے گی۔

شی تارا کے سلسلے میں یہ پیش گوئی تھی کہ وہ مزید سات برس تک روپوش رہنے میں کامیاب رہے گی۔ کوئی اس کا اصلی چہرہ نہیں دیکھ سکے گا اور اس کی اصل آواز اور لہجہ نہیں سن سکے گا۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اعلیٰ بی بی (ثانی) سات برس کے بعد اچانک ہی اُس کی شہ رگ تک پہنچ جائے گی۔ آگے چل کر وہ سات برس کی سونیا زادی کیا کرے گی' یہ آنے والا وقت ہی بتائے گا۔

●●●**●●●

اسرائیلی فوج کے جنرل نے میز پر گھونسا مارتے ہوئے کہا۔ "بکواس ہے۔ یہ پیش گوئی نہیں' ایک پاگل کی بکواس ہے۔ یہ مضحکہ خیز بکواس نادان بچے سن کر خوش ہوں گے کہ ایک سات برس کا بچہ ہمارے ملک میں فلمی ہیرو کی طرح آئے گا اور ہماری ایک نئی پُراسرار تنظیم کو خاک میں ملا دے گا۔ کیا آپ لوگوں کی عقل اسے تسلیم کرتی ہے؟"

ایک بڑے سے شاہانہ طرز کے ڈرائنگ روم میں اعلیٰ حکام اور چند اعلیٰ فوجی افسران آرام دہ صوفوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے درمیان شراب کی ٹرالیاں گردش کر رہی تھیں۔ کچھ شراب پی رہے تھے' کچھ سگار سے شوق کر رہے تھے اور کچھ پائپ سے تمباکو کا دھواں اُڑا رہے تھے۔ ایک اعلیٰ حاکم نے سُور کے گوشت کی ایک بوٹی چباتے ہوئے کہا۔ "ہم یہودیوں کے پاس ایسا دماغ ہے کہ ہم امریکی حاکم کو جدھر چاہتے ہیں اُدھر موڑ دیتے ہیں۔ ہم جیسے سنجیدہ اور ذمّے دار حکمرانوں کو وہ اسد اللہ تبریزی بچوں کی سنسنی خیز کہانی سنا رہا ہے۔"

کرنل ڈیوڈ نے کہا۔ "کوئی بات بچکانہ لگے' تب بھی اس پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے۔ کیا اِس تبریزی کی یہ بات درست ثابت نہیں ہوئی کہ گولڈن برینز کو ختم کر دیا جائے گا اور ہماری داخلہ اور خارجہ پالیسیاں مرتب کرنے کے لیے ایک خفیہ تنظیم قائم ہوگی۔"

جنرل شوبرٹ نے کہا۔ "اسد اللہ تبریزی نے علی تیمور کے ذریعے ہماری حکومت کے اندرونی معاملات معلوم کیے اور ان کی روشنی میں یہ پیش گوئی کی۔ ایسا تو ہونا ہی تھا سو ہوگیا۔"

ایک حاکم نے کہا۔ "پھر بھی ہمیں ماضی کے تلخ تجربات سے کچھ سیکھنا چاہیے۔ فرہاد اور اس کے بیٹوں نے ہمارے خلاف مختلف اوقات میں جو کہا' وہی کر دکھایا۔ ہمارے ملک میں آ کر ہمارے خلاف بہت سی ناممکن باتوں کو ممکن بنایا پھر آرام سے واپس چلے گئے۔"

دوسرے نے کہا۔ "انہوں نے ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو مار ڈالا یا اغوا کر کے لے گئے۔ ایک الپا ہمارے پاس رہ گئی ہے جسے ہم نے آہنی پردوں میں چھپا کر رکھا ہے۔ ان کے لیے یہ آہنی پردہ کیا چیز ہے؟ انہوں نے تو انتہائی پُراسرار کہلانے والے گولڈن برینز کو پاتال سے اکھاڑ کر بے نقاب کر دیا۔ کسی دن الپا کو بھی لے جائیں گے' تب بھی ہم یہی کہہ کر دل بہلائیں گے کہ تبریزی بکواس کرتا ہے۔ میرا مشورہ ہے کہ ہم خوش فہمی کی دلدل سے نکل آئیں۔"

ایک اور نے کہا۔ "بے شک' پے در پے نقصانات اٹھانے کے بعد بھی ہم سنجیدہ مسائل کو حل کرتے وقت شراب پی کر جوش میں ہی آتے رہیں گے۔ ہوش میں کبھی نہیں آئیں گے۔"

جنرل شوبرٹ نے پھر سینٹر ٹیبل پر گھونسا مارتے ہوئے پوچھا۔ "کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ وہ پیش گوئی درست ہوگی اور ہم تسلیم کرلیں کہ ایک بچہ کارنامے دکھانے یہاں آئے گا۔"

"جنرل! آپ تسلیم نہ کریں لیکن یہ تو ہو سکتا ہے کہ وہ ہمیں فریب دینے کے لیے ایک بچے کا شوشہ چھوڑ رہے ہوں۔ ہم سات برس بعد اس کی توقع کریں گے اور کل ہی سات برس سے بڑے بچے پارس اور علی تیمور آ کر پھر ایک بار ہماری خفیہ تنظیم کی جڑوں تک پہنچ جائیں۔"

"واقعی ہمیں دو باتوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ وہ ہمارے پاس ایک بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو نہیں رہنے دیں گے' کسی دن ہماری الپا کو اغوا کریں گے یا اس کا صفایا کر دیں گے۔ دوسری بات یہ ہے کہ وہ ہماری نئی خفیہ تنظیم کے متعلق کچھ جان گئے ہیں۔ وہ ضرور اس تنظیم تک پہنچنے کے لیے سُرنگ لگا رہے ہوں گے۔"

کرنل ڈیوڈ نے کہا۔ "دشمن آج حرکت میں آئیں یا سات برس کے بعد' ہمیں تو ہر وقت چوکس رہنا ہے۔ ہم نہایت ہی ترقی یافتہ سائنسی دور سے گزر رہے ہیں۔ اس کے باوجود کسی حد تک روحانیت کے قائل ہیں اور علم نجوم کو تسلیم کرتے ہیں۔ بہتر ہوگا کہ ہم بھی اپنے روحانی پیشوا ربی جان بروز سے رجوع کریں اور یہودی ماہرین نجوم سے کہیں وہ نوزائیدہ بچوں کا زائچہ بنائیں۔ فرض کریں کہ تبریزی کی پیش گوئی درست ہے تو ان بچوں کے زائچے سے ان کی کچھ کمزوریاں اور ان کے کسی آئندہ لائحہ عمل کی جھلکیاں ہمیں ملیں گی۔ ہم زائچے کی روشنی میں ان فتنوں کے متعلق بہت کچھ معلوم کر سکیں گے۔"

"درست ہے۔ روحانیت کا جواب روحانیت سے' علم نجوم کا توڑ علم نجوم سے اور ان کے تدبر کا جواب تدبر سے دینا چاہیے۔"

ایک سیکریٹری موبائل فون اٹھائے آیا پھر اپنے ایک حاکم سے بولا۔ "سر! سپر ماسٹر کی کال ہے۔"

حاکم نے فون اٹینڈ کیا۔ "ہیلو سپر ماسٹر! میں بول رہا ہوں۔ ابھی آپ سے رابطہ کرنے کے متعلق سوچ ہی رہا تھا۔"

سپر ماسٹر نے کہا "آپ یقیناً علی اسد اللہ تبریزی کے بیان کے متعلق ہم سے باتیں کرنے کے لیے سوچ رہے ہوں گے۔ میں بھی اسی سلسلے میں آپ سے مخاطب ہوں۔ کیا واقعی آپ لوگوں نے گولڈن برینز کو ختم کر دیا ہے اور ایک نئی خفیہ تنظیم قائم کی ہے؟"

"یہ درست ہے گولڈن برینز کا خاتمہ ہو چکا ہے لیکن یہ بکواس ہے کہ ہم نے کوئی خفیہ تنظیم قائم کی ہے۔"

سپر ماسٹر نے دل میں کہا۔ "تم یہودی بڑے جھوٹے ہوتے ہو۔ سچ نہیں اگلو گے کہ ایک خفیہ تنظیم قائم کی گئی ہے۔"

پھر اس نے فون پر کہا۔ "بے شک آپ کے ہاں خفیہ تنظیم کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ تو صاف گو' اسٹریٹ فارورڈ اور انسان دوست ہیں۔"

"شکریہ' آپ بتائیں کیا پیش گوئی کے مطابق ٹرانسفارمر مشین ناکارہ ہو چکی ہے؟"

"ہاں۔ ہم حیران ہیں کہ یہ خراب کیسے ہو گئی! ہمارا خیال ہے' تبریزی کی پیش گوئی کے پیچھے گہری سازشیں ہیں۔ یہ عقل نہیں مانتی کہ وہ ہزاروں میل دور بیٹھ کر کہے گا کہ مشین خراب ہو گئی اور وہ خراب ہو جائے گی۔ فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ضرور اُن فوجی افسران میں سے کسی کے دماغ میں پہنچ گئے ہیں' جو ٹرانسفارمر مشین کی حفاظت کے ذمّے دار ہیں۔ ہم نے ان تمام افسران کو گرفتار کر لیا ہے' جلد ہی معلوم ہو جائے گا کہ ان میں سے کون ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمنوں کا شکار ہوا ہے۔"

"سپر ماسٹر! اگر وہ مشین کسی انسان کے ہاتھوں خراب کرائی گئی ہے تو کسی بہترین کاریگر کے ہاتھوں جلد ہی اس کے نقائص دور ہو جائیں گے اور اگر پیش گوئی کے مطابق خراب ہوئی ہے تو پھر مشین کے درست ہونے میں برسوں لگ جائیں گے۔"

"پیش گوئی بکواس ہے۔ ہم نہیں مانتے۔"

تھوڑی دیر گفتگو ہوتی رہی پھر رابطہ ختم ہو گیا۔ اسرائیلی حاکم نے دوسرے حکام اور فوجی افسران سے کہا۔ "یہ سپر ماسٹر ٹرانسفارمر مشین کی خرابی کو اہمیت نہیں دے رہا ہے' یہ ظاہر کر رہا ہے کہ یہ خرابی جلدی دور ہو جائے گی اور اس کے ملک میں مزید ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا اضافہ ہوتا رہے گا اور ہم ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے مرعوب رہیں گے۔"

جنرل شوبرٹ نے کہا۔ "حقیقت چھپ نہیں سکے گی۔ ہمیں جلدی معلوم ہو جائے گا کہ ان کے پاس نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا ہوں گے یا نہیں۔ اگر نہیں تو پھر تبریزی کی پیش گوئی کے مطابق شی تارا اور مرینا امریکی حکام پر اثر انداز ہوں گی اور یہ بات ہم سے چھپی نہیں رہے گی۔"

کرنل نے کہا۔ "ہم نے ماضی میں سپر ماسٹر کے کئی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اغوا کرایا' ان سے ایک عرصے تک کام لیتے رہے۔ اب ہمارے پاس صرف الپا رہ گئی ہے۔ اگر ہم نے سپر ماسٹر کے کچھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ٹریپ نہ کیا تو ہم صرف سپر ماسٹر کے ہی نہیں' مسلمان خیال خوانی کرنے والوں کے سامنے بھی مجبور اور بے بس رہا کریں گے۔"

"امریکا میں ہمارے جاسوس ایک عرصے سے اسی تاک میں ہیں کہ ان کا کوئی خیال خوانی کرنے والا نظروں میں آ جائے پھر وہ اس پر تمام داؤ پیچ آزما کر اسے یہاں لے آئیں گے۔"

ایک نے سوال کیا۔ "ہمارے جاسوس صرف امریکا میں کیوں ہیں' فرانس میں کیوں نہیں ہیں؟ فرہاد کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ٹریپ کرنے کی کوششیں کیوں نہیں کی جا رہی ہیں؟"

جنرل نے جواب دیا۔ "آپ کو علم نہیں ہے۔ ہمارے جاسوس بابا صاحب کے ادارے کے آس پاس کچھ علاقوں میں رہائش پذیر ہیں۔ ہمیشہ اُن کی تاک میں لگے رہتے ہیں۔ اب ہمیں کچھ کامیابی کے آثار نظر آ رہے ہیں۔ ان دو بچوں کی ولادت کے موقع پر فرہاد اور اس کا پورا خاندان اس ادارے میں جمع ہو رہا ہے' ایک بار فرہاد کی فراڈ موت کے وقت پوری فیملی ادارے میں جمع ہوئی تھی اب دوسری بار یہ اکٹھے ہو رہے ہیں۔ ہمارے لوگ جال بچھا رہے ہیں۔ یہ موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیں گے۔ ایک آدھ ٹیلی پیتھی جاننے والے کو' پارس یا علی تیمور کو یا پھر ان نوزائیدہ بچوں کو نقصان پہنچائیں گے یا ٹریپ کر کے یہاں لائیں گے۔"

ایک نے شراب کا گلاس ایک ہی سانس میں خالی کیا پھر کہا۔ "بائی گاڈ! اگر سونیا کے وہ بچے ہمارے ہاتھ لگ جائیں تو میں خوشی کے مارے پوری ایک بوتل ایک ہی سانس میں پی کر مر جاؤں گا۔"

اس کی بات پر سب لوگ ہنسنے لگے۔ ایک حاکم نے کہا۔ "جنرل شوبرٹ! ایسا گولڈن چانس شاید پھر کبھی نہ ملے۔ آپ فرہاد کے کسی بھی فیملی ممبر کو ٹریپ کر کے یہاں لانے کے لیے اپنی تمام صلاحیتیں اور تمام ذرائع استعمال کریں۔ اس بازی میں بعد میں کسی غلطی کا پتا چلے اور پچھتانا پڑے اس سے پہلے ہی ہر پہلو سے غلطیوں کے امکانات کا اچھی طرح جائزہ لیں۔"

ایک اور حاکم نے کہا۔ "میں بھی یہی کہتا ہوں' ہمیں خوش قسمتی سے یہ موقع مل رہا ہے' آپ سے توقع ہے کہ کوئی غلطی کر کے خوش بختی کو بدبختی میں نہیں بدلیں گے۔"

جنرل نے کہا۔ "میں نے ایسے ذہین افراد کی چار ٹیمیں بنائی ہیں جن سے شاذ و نادر ہی کسی معمولی سی لغزش کی توقع کی جا سکتی ہے۔ وہ یہ خوب سمجھ رہے ہیں کہ سپر ماسٹر بھی اس سلسلے میں ادارے کی طرف جال پھیلا رہا ہوگا اور اپنے تمام ذرائع استعمال کر رہا ہوگا۔ شی تارا' بے بے سرنا اور مرینا بھی اس موقع سے فائدہ اٹھائیں گے اور بگلا بھگت کی طرح چپ سادھ کر رہنے والا ماسک مین بھی بڑی خاموشی سے کوئی چال ضرور چلے گا۔"

جنرل شوبرٹ نے گلاس کا آخری گھونٹ لے کر کہا۔ "اب میں اجازت چاہوں گا کیوں کہ موجودہ مشن میں مصروف رہنے کے لیے جا رہا ہوں۔ چوبیس گھنٹے کے اندر ضرور کوئی خوشخبری سناؤں گا۔"

وہ ان سے رخصت ہو کر جانے لگا۔ اس کوٹھی کے باہر مسلح فوجیوں کا سخت پہرا تھا کیوں کہ اسرائیلی حکومت کے تمام اہم افراد وہاں جمع ہوئے تھے۔ ایک فوجی جوان نے جنرل کے لیے کار کا دروازہ کھولا۔ وہ پچھلی سیٹ پر آیا' وہاں پہلے سے ایک قد آور باڈی بلڈر بیٹھا ہوا تھا۔ اسے دیکھتے ہی جنرل چونک گیا پھر مسکرا کر بولا۔

"اوہ بلیک آدم! تم؟ اور یہاں؟"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

بلیک آدم نے غرّاتی ہوئی آواز میں کہا۔ "بیٹھ جاؤ میرے پاس وقت نہیں ہے۔"

وہ بیٹھ گیا۔ کار آگے بڑھ گئی۔ جنرل نے کہا۔ "ابھی اس ہال میں اجلاس جاری ہے۔"

وہ اپنی مخصوص غراہٹ سے بولا۔ "اجلاس نہیں، شراب کے دَور جاری ہیں۔ میں نے بَرّی، بحری اور فضائی فوج کے کمانڈروں کو وارننگ دی تھی کہ جب تک ایک بھی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا زندہ ہے، وہ شراب، تمباکو اور عورت سے دور رہیں گے ورنہ جہنم میں پہنچا دیے جائیں گے۔"

"بلیک آدم! اس انداز میں گفتگو نہ کرو۔ میں فوج کا جنرل ہوں۔ ہماری فوج کے تمام کمانڈرز تمہاری وارننگ کا احترام کر رہے ہیں۔"

"تم نے یہ خبر سنانے میں دیر کر دی۔ جتنی دیر تم ... وہاں شراب نوشی میں مصروف رہے، اتنے سے وقت میں بڑی تبدیلیاں ہو چکی ہیں۔ وہ بے چارے تینوں کمانڈرز زہریلی شراب پی کر مر گئے ہیں اور اب فوج میں ایسے کمانڈرز ہیں، جو شراب نہیں پیتے، کوئی نشہ نہیں کرتے اور یوگا میں مہارت رکھتے ہیں۔"

جنرل کا نشہ ہوا ہونے لگا۔ اس نے گھبرا کر پوچھا۔ "تم میری کار میں کیوں آئے ہو؟"

"جنرل! نشہ بُری چیز ہے۔ تم نے مدہوشی میں کار نہیں پہچانی، نمبر پلیٹ نہیں پڑھی اور میری کار میں آ کر بیٹھ گئے۔"

جنرل شوبرٹ نے آگے سرک کر اگلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے مسلح باڈی گارڈ کو دیکھا۔ ڈرائیور اور باڈی گارڈ اس کے اپنے نہیں تھے۔ اس نے گرج کر حکم دیا۔ "گاڑی روکو واپس لے چلو۔"

گاڑی نہیں رکی۔ وہ غصے سے بولا۔ "بلیک آدم! یہ وطن دوستی نہیں، دشمنی ہے۔"

"دشمنی یہ تھی کہ تم لوگ عیاشی کرتے رہے اور دشمن خیال خوانی کرنے والوں کے ہاتھوں خود ذلیل ہوتے رہے اور یہودی قوم کو ذہانت اور طاقت کے لحاظ سے کم تر ثابت کرتے رہے۔"

وہ بولا۔ "بلیک آدم! فوج اور حکومت کی طرف سے تم تمام آدم برادرز کو اس لیے زیادہ سے زیادہ اختیارات نہیں دیے گئے ہیں کہ تم ہماری ہی جان کے دشمن بن جاؤ۔ یہ نئی تنظیم دشمنوں کے خاتمے کے لیے وجود میں لائی گئی ہے۔ میں تو دوست ہوں۔"

بلیک آدم نے ایک بازو اس کی گردن کے پیچھے لے جا کر اُسے دبوچ لیا پھر کہا۔ "ناقابلِ شکست دشمنوں کو مات دینے کے لیے لازمی ہے کہ پہلے دوست نما دشمنوں کا صفایا کیا جائے۔"

وہ تڑپ رہا تھا۔ خود کو گرفت سے آزاد کرانا چاہتا تھا۔ وہ کوئی کمزور اور بیمار نہیں تھا۔ فوج کا جنرل ہونے کے ناتے خاصا صحت مند آدمی تھا لیکن اس کی ناکامی بتا رہی تھی کہ وہ فولادی شکنجے میں ہے۔ اس فولادی باڈی بلڈر نے اس کی گردن اور سر کو دونوں ہاتھوں میں لے کر ایک جھٹکا دیا، ہڈی ٹوٹنے کی واضح "کڑک" کی آواز سنائی دی پھر جنرل کی تمام جدوجہد ٹھنڈی پڑ گئی۔

آگے جا کر وہ گاڑی سڑک کے کنارے ایک ایمبولینس کے پاس رک گئی۔ ایمبولینس سے دو فوجی جوان اسٹریچر لے کر آئے۔ انہوں نے کار کا پچھلا دروازہ کھولا۔ جنرل کی لاش کھینچ کر باہر نکالی گئی پھر اسے اسٹریچر پر ڈال کر ایمبولینس کے اندر لے گئے۔ بلیک آدم کی کار آگے بڑھ گئی۔

اس نے ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نکال کر رابطہ کیا پھر کہا۔ "ہیلو، ہیلو، اے برادر فار آدم برادرز۔ ہیلو ہیلو، اے برادر فار آدم برادرز..."

دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔ "ہیلو بلیک آدم! میں تمہارا برادر سیکرٹ آدم بول رہا ہوں۔ تمہاری کار کا ٹی وی کیمرا تمہاری کارکردگی دکھا رہا تھا۔ ہمارا بڑا بھائی برین آدم تمہیں اسکرین پر دیکھ رہا ہے۔ بات کرو۔"

وہ بولا۔ "ہیلو برادر برین آدم! فوج کے اہم افسران میں سے جتنے عیاش تھے، وہ ختم ہو چکے ہیں۔ ہمارے طریقۂ کار کا پہلا اصول ہے کہ پہلے اپنے اندر کی گندگی اور کمزوری دور کرو۔ اس کے بعد دشمنوں کو بہت زیادہ طاقتور تسلیم کر کے اپنی طاقت کا صحیح اندازہ کرو۔"

دوسری طرف سے برین آدم نے کہا۔ "ہم صحیح اندازہ کر رہے ہیں۔ طاقت کی بنیاد ذہانت ہے۔ ذہانت میں سنجیدگی ہو تو شرافت ہے۔ ذہانت میں مکاری ہو تو سیاست ہے اور ذہانت میں چالاکی ہو تو کبھی زیر نہ ہونے والی طاقت ہے اور یہ تینوں خصوصیات فرہاد اور اس کی فیملی میں ہیں۔"

بلیک آدم نے پوچھا۔ "ہماری خصوصیات کیا ہیں؟"

"ہماری ذہانت میں مکاری ہے، چالاکی ہے مگر شرافت نہیں ہے جس طاقت ور کے پاس شرافت ہو، وہ انتہا پسند نہیں ہوتا۔ فرہاد اور اس کے بیٹوں کی حرکتوں کا جائزہ لو تو سمجھ میں آئے گا کہ وہ کبھی نرم پڑ جاتے ہیں۔ حالات کے مطابق اپنے اندر لچک پیدا کرتے ہیں، کبھی دشمن کو ڈھیل دے دیتے ہیں بلکہ اسے زندہ چھوڑ دیتے ہیں۔ علی تیمور تمام گولڈ برینز کی شہ رگ تک پہنچ گیا تھا لیکن یہاں سے جاتے وقت اس نے کسی کو جانی، مالی یا جسمانی نقصان نہیں پہنچایا۔ شریفانہ ذہانت اور طاقت یہی ہے کہ دشمن بے دست و پا ہو جائے تو اسے بخش دیا جائے۔"

"برین آدم! ہم تمام برادرز تمہیں بے انتہا ذہین تسلیم کرتے ہیں اور تمہیں بڑا بھائی کہتے ہیں۔ ہمیں بتاؤ، ہم شریفانہ ذہانت اور طاقت کا مظاہرہ کیسے کریں؟"

برین آدم نے کہا۔ "فرہاد اور اس کی فیملی کے تمام دشمنوں نے بابا صاحب کے ادارے کے اطراف جال بچھا رکھا ہے۔ ہمارے ذہین جاسوس بھی ہیں لیکن ہمارے وہ جاسوس دشمنی کے لیے موجود نہیں ہیں۔ وہ میری ہدایات پر عمل کریں گے۔ وہ شریفانہ ذہانت سے یہ تسلیم کرتے ہیں کہ سونیا کے دونوں بچے معصوم ہیں۔ دشمنی ان سے نہیں، ان کے ماں باپ سے ہے۔ اس لیے ہم بچوں کو نقصان نہیں پہنچائیں گے، سپر ماسٹر، ماسک مین اور شی تارا وغیرہ کو بھی ان کے سائے تک پہنچنے نہیں دیں گے۔"

"اور اگر ان کا کوئی خیال خوانی کرنے والا ہمارے ہاتھ لگ جائے تو؟"

"تو اس پر ضرور قابو پائیں گے اور اسے یہاں لے آئیں گے کیوں کہ جن سے جنگ جاری ہے، ان سے جاری رہے گی۔ سلوانہ عرف سُپر مادام کہلانے والی سونیا ثانی ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے جے مورگن کو لے گئی۔ ہمیں بھی موقع ملے تو جواباً ایسا کرنا چاہیے۔ تم روانگی کی تیاری کرو۔ صبح کی فلائٹ سے پیرس جا رہے ہو۔ دیٹس آل۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ کار ایک کوٹھی کے احاطے میں پہنچ کر رک گئی۔ بلیک آدم کار سے اتر کر کوٹھی کے اندر آیا۔ وہاں باہر فوجی جوانوں کا پہرا تھا اور اندر چھ مسلح لیڈی باڈی گارڈز تھیں۔ بلیک آدم ایسا فولاد تھا کہ اسے کسی باڈی گارڈ کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ کسی ہتھیار کے بغیر مقابل کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیتا تھا۔ یہ تمام انتظامات الپا کی حفاظت کے لیے کیے گئے تھے۔

الپا نے ڈرائنگ روم میں آ کر کہا۔ "برادر! تم کہاں رہ گئے تھے؟ میں کب سے تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔"

وہ اس کا ہاتھ تھام کر بولا۔ "میری بہن! ہم سات برادرز ہیں۔ اگر میں مصروف رہا کروں تو تم کسی دوسرے برادر کو اہم رپورٹس دے سکتی ہو۔"

"میں یہی کرتی ہوں لیکن جو رپورٹ دینا چاہتی ہوں اس کا تعلق صرف تم سے ہے۔"

وہ صوفے کے پاس آ کر بولا۔ "پھر تو یہاں آرام سے بیٹھو اور رپورٹ پیش کرو۔"

"یہاں نہیں، میرے ساتھ آؤ۔ پہلے میں تمہیں کچھ دکھانا چاہتی ہوں۔"

وہ دونوں ڈرائنگ روم سے دوسرے کمرے کی طرف جانے لگے۔ الپا بالکل بدل گئی تھی۔ چہرہ تو وہی تھا مگر اس کا برین واش ہو چکا تھا۔ وہ اپنی پچھلی تمام زندگی کے حالات اور واقعات بھول چکی تھی۔ اس کے ذہن میں یہ نقش کرایا گیا تھا کہ وہ سات عجیب و غریب اور خطرناک بھائیوں کی بہن ہے۔ اس کا ایک برادر برین آدم ذہانت میں یکتا ہے۔ دوسرا برادر وائٹ آدم عالمی سیاست کی بساطِ شطرنج کا زبردست کھلاڑی ہے۔ تیسرا برادر بلیک آدم غیر معمولی جسمانی قوت کا حامل اور سفاک قاتل ہے۔ چوتھا برادر راکٹ آدم نیگیٹو ایٹمز ایجاد کرنے والا سائنس داں ہے۔ اس نے کچھ ایسی چیزیں بھی ایجاد کی ہیں جو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو عارضی طور پر مسائل میں مبتلا کر سکتی ہیں اور ساتوں آدم برادرز کو فائدے پہنچا سکتی ہیں۔ پانچواں برادر شیخ جواد آدم کہلاتا ہے۔ وہ نام کا مسلمان اور کام کا یہودی ہے۔ تمام اسلامی ممالک کی سیاسی زندگی میں ہلچل اور انتشار پیدا کرنے کا ماہر ہے۔ چھٹا برادر جان آدم امریکی حکام کی کمزوریوں سے کھیلتا ہے۔ جن میں کمزوریاں نہیں ہوتی ہیں، ان میں پیدا کر دیتا ہے اور اسرائیلی مفادات کے لیے انہیں بلیک میل کرتا ہے۔ ساتواں برادر سیکرٹ آدم مملکتِ اسرائیل کے داخلی معاملات کا نگرانِ اعلیٰ ہے۔ اسرائیلی حکام اور آدم برادرز کے درمیان رابطے کی ایک کڑی ہے۔ غلطی کرنے والے کسی بھی حاکم یا فوجی افسر کو جہنم میں پہنچانے کے لیے اسے بلیک آدم کے حوالے کر دیتا ہے۔

الپا کو بتایا گیا تھا کہ وہ ان ساتوں بھائیوں کی اکلوتی لاڈلی بہن ہے۔ اپنے بھائیوں کی طرح وہ بھی ایک غیر معمولی صلاحیت کی حامل ہے۔ یعنی ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ برین واشنگ کے بعد جب وہ بیدار ہوئی تھی تو اس نے آنکھیں کھولنے کے بعد سب سے پہلے بڑے بھائی برین آدم کو دیکھا تھا۔ برین آدم نے اس کی راہنمائی کے لیے کہا۔ "میری آواز اور لہجے کو گرفت میں لو۔ ٹیلی پیتھی کی تکنیک تمہاری یادداشت میں محفوظ ہے، اسے آزماؤ اور میرے دماغ میں آؤ۔"

اس نے ہدایات پر عمل کیا پھر برین آدم کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اس کے خیالات پڑھنے پر اسے اپنے متعلق وہی کچھ معلوم ہوا، جو برین واشنگ کے دوران اس کے دماغ میں نقش کیا گیا تھا پھر یہ بات بھی سختی سے نقش کی گئی تھی کہ وہ اپنی پچھلی زندگی کے متعلق کچھ نہیں سوچے گی۔ وہ صرف اتنا ہی سمجھے گی کہ ماں باپ مر چکے ہیں اور وہ سات بھائیوں کے سائے میں بڑی محبت سے زندگی گزار رہی ہے اور اپنے وطن اور اپنی قوم کے لیے اہم رول ادا کر رہی ہے۔

بہرحال وہ بلیک آدم کے ساتھ ڈرائنگ روم سے نکل کر ایک کمرے میں آئی وہاں بستر پر ایک قد آور شخص سو رہا تھا۔ بلیک آدم نے پوچھا "یہ کون ہے؟"

وہ مسکرا کر بولی۔ "میری ٹیلی پیتھی کا شکار ہے۔ میں نے اس پر عمل کر کے اس کے تمام چور خیالات اگلوا لیے۔ یہ اب تنویمی نیند سو رہا ہے۔"

الپا نے بتایا اس شخص کا نام طاہر شاہی ہے۔ بابا صاحب کے ادارے کا جاسوس ہے، اسرائیلی شعبۂ اطلاعات میں ایک یہودی سیکریٹری تھا۔ طاہر شاہی نے اسے بڑی ہوشیاری سے ٹریپ کیا۔ اس سلسلے میں پارس کی شریکِ حیات جوجو نے ٹیلی پیتھی کے ذریعہ اس کی مشکلات آسان کیں۔ یہودی سیکریٹری کو بڑی رازداری سے ختم کر دیا گیا۔ اس کی جگہ یہ طاہر شاہی سیکریٹری بن کر جاسوسی کرتا رہا۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ساتواں براور سیکرٹ آدم اسرائیلی انٹیلی جنس کے ذریعے بیرونی ممالک سے آنے والے جاسوسوں کی تلاش میں رہتا تھا۔ جب سے علی تیمور نے وہاں یہودی کارمن بن کر ٹرانسپیرنٹ انگلیوں کے نشانات کے ذریعے دھوکا دیا ہے تب سے اسرائیلی حکومت کے تمام شعبوں میں اہم یا مشکوک افراد کی انگلیوں کے نشانات دوبارہ چیک کیے جانے لگے تھے۔ اسی سلسلے میں جب طاہر شاہی کی انگلیوں کے نشانات کا معائنہ کیا گیا تو انکشاف ہوا کہ وہ شعبۂ اطلاعات کا یہودی سیکریٹری نہیں کوئی اور ہی بندہ ہے۔

براور سیکرٹ آدم نے مسز الپا سے کہا۔ "میں اس فراڈ یہودی سیکریٹری سے باتیں کر رہا ہوں تم اس کے اندر پہنچ کر اس کی حقیقت معلوم کرو۔"

الپا نے معلوم کیا اور بتایا کہ اس کا نام طاہر شاہی ہے اور وہ بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والا جاسوس ہے۔ اس نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے اپنی رہائش گاہ میں بلایا پھر تنویمی عمل کے ذریعے اسے اپنا معمول بنا لیا۔ اب اس نے بلیک آدم سے کہا۔ "براور! اپنی خواب گاہ میں چلو' میں تم پر عمل کر کے تمہارے ذہن سے تمہاری آواز اور لہجے کو مٹاؤں گی اور طاہر شاہی کی آواز اور لہجے کے علاوہ اس کی بہت سی اہم خصوصیات تمہارے ذہن میں نقش کروں گی۔"

بلیک آدم اس کے ساتھ اپنی خواب گاہ میں آ کر بولا۔ "کیا میرے چہرے پر پلاسٹک سرجری کی جائے گی؟"

"تم جانتے ہو' ایک چوتھا براور راکٹ آدم کمال کا سائنس داں ہے۔ اس نے پلاسٹک اور انسانی کھال کے ریشوں سے کئی ماسک بنائے ہیں۔ براور کے پاس طاہر شاہی کی تصویریں موجود ہیں۔ وہ ایک تیار شدہ ماسک میں کچھ تبدیلیاں کر کے ایک گھنٹے بعد یہاں آنے والا ہے۔ وہ کسی سرجری کے بغیر اس ماسک کو تمہارے چہرے پر ایسے چسپاں کر سکے گا کہ اینٹی میک اپ کیمرا بھی تمہاری چھپی ہوئی اصلی صورت نہیں دکھا سکے گا۔"

بلیک آدم اپنے بستر پر ہاتھ پاؤں ڈھیلے چھوڑ کر لیٹ گیا۔ اگرچہ کوئی خیال خوانی کرنے والا اس کے دماغ میں نہیں آ سکتا تھا لیکن اس نے مسز الپا کو آنے دیا اور راضی خوشی اس کا معمول بن گیا۔ ان ساتوں آدم براورز میں یہ بڑی خوبیاں تھیں کہ وہ کوئی نشہ نہیں کرتے تھے اور کسی حسین ترین عورت سے بھی متاثر نہیں ہوتے تھے۔ اس لیے انھوں نے الپا جیسی حسین عورت کو اپنی بہن بنایا تھا اور اپنے اندر سے وہ تمام کمزوریاں ختم کر دی تھیں جن سے دشمن فائدہ اٹھا سکتے تھے۔

تقریباً تین گھنٹے کے بعد تنویمی نیند سے بیدار ہوا تو اس نے اپنا نام طاہر شاہی بتایا اور اس کے لہجے اور آواز میں بولتا رہا۔ براور راکٹ آدم وہاں پہنچ گیا تھا اور اس کے چہرے پر ماسک چڑھا رہا تھا۔ بلیک آدم اگرچہ اپنا نام اور مذہب وغیرہ بھول گیا تھا تاہم دماغ کے چور گوشے میں یہ مقصد چھپایا گیا تھا کہ اسے بابا صاحب کے ادارے میں جانا ہے اور اس ادارے کے کسی خاص خیال خوانی کرنے والے کو ٹریپ کر کے اپنے ملک لانا ہے۔

الپا نے اپنے باقی چھ براورز سے کہا تھا کہ وہ براور بلیک کے دماغ میں زیادہ سے زیادہ حاضر رہا کرے گی اور کسی دشمن خیال خوانی کرنے والے کو براور کے چور خیالات پڑھنے نہیں دے گی۔ اصل طاہر شاہی کے چور خیالات سے معلوم ہوا تھا کہ اکثر اس کے دماغ میں آتی رہتی ہے۔ اس نے پچھلے تیس گھنٹوں سے رابطہ نہیں کیا تھا۔ جب طاہر شاہی اس سے بہت اہم بات کرنا چاہتا تو تل ابیب سے پیرس کا ایک فون نمبر ڈائل کرتا تھا پھر کر ریسیور رکھ دیتا تھا۔ "کوڈ زیرو ٹوٹو۔"

ایک گھنٹا پہلے اس بے چارے طاہر شاہی کو ہلاک کر دیا گیا تھا۔ بلیک آدم نے جوجو سے بات کرنے کے لیے وہی طریقہ اختیار کیا۔ وہ مخصوص نمبر ڈائل کر کے بولا۔ "کوڈ زیرو ٹوٹو۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ بیس منٹ کے بعد اسے اپنے دماغ میں جوجو کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "ہیلو زیرو ٹوٹو! تمہیں معلوم ہو چکا ہو گا کہ ممّا نے دو بچوں کو جنم دیا ہے۔ یہاں خوشیاں منائی جا رہی ہیں۔ میں ذرا مصروف تھی اس لیے تم سے رابطہ نہ کر سکی۔ کیا کوئی خاص بات ہے؟"

"جی ہاں' پچھلے دنوں مسٹر علی سے فنگرز پرنٹس کے سلسلے میں دھوکا کھانے کے بعد یہاں کے انٹیلی جنس والے اہم شعبوں کے افراد کو بڑی سختی سے چیکنگ کر رہے ہیں۔ ایسے افراد کی انگلیوں کے نشانات لیے جا رہے ہیں۔ میں نے معتبر ذرائع سے معلوم کیا ہے کہ کل ہمارے شعبہ کے اہم افراد کی انگلیوں کے نشانات لیے جائیں گے۔ ایسا ہوا تو میری اصلیت ظاہر ہو جائے گی۔"

جوجو نے کہا۔ "ہاں' ایسا ہوا تو تم گرفتار ہو جاؤ گے۔ تم سیکریٹری کا میک اپ ختم کر کے طاہر شاہی کی اصل صورت میں آ جاؤ۔"

"یہ میں کر چکا ہوں اور صبح پانچ بجے کی فلائٹ میں سیٹ ریزرو کر چکا ہوں۔ کل ادارے میں تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا۔"

"چلو اچھا ہے۔ تم بھی یہاں ہماری خوشیوں میں شریک ہو گے۔ چلے آؤ۔"

جوجو نے رابطہ ختم کر دیا۔ الپا اپنے براورز کے دماغ میں یہ باتیں سن چکی تھی۔ براور اس کا معمول اور تابعدار بنا ہوا تھا۔ اس کی سوچ میں طاہر شاہی کے متعلق تمام اہم باتیں دہرائی گئیں۔ مثلاً جوجو کے ساتھ رابطہ کرنے کے لیے ایک دوسرے کو کوڈ ورڈ دیتے ہیں۔ بابا صاحب کے ادارے میں داخل ہونے کے لیے وہ کیسے شناختی مراحل سے گزرے گا۔

وہ تمام باتیں یاد کرنے کے دوران طاہر شاہی کی اٹیچی کھول کر سامان دیکھ رہا تھا اور تمام اہم کاغذات کا مطالعہ کر رہا تھا۔ کاغذات اسے بلا روک ٹوک بابا صاحب کے ادارے کے اندر پہنچا سکتے تھے۔

****

میں نے بھی جناب علی اسد اللہ تبریزی کی طرح اعلان کیا تھا۔ بین الاقوامی رابطے کی ایجنسی کو بیان دیا تھا کہ میں اور میرے دونوں بیٹے پارس اور علی تیمور چوبیس گھنٹوں کے لیے ادارے میں پہنچ رہے ہیں۔ لیلیٰ' سلطانہ اور سلمان کے متعلق بھی دوستوں اور دشمنوں کو معلوم ہو چکا تھا کہ وہ بھی ادارے میں پہنچ گئے ہیں۔

سپر ماسٹر اور شی تارا کو علی تیمور کے متعلق معلوم ہو چکا تھا کہ وہ قیدیوں کے جزیرے میں انقلابی تبدیلیاں لانے کے بعد یوسف البرہان عرف پاشا اور مریم کے ساتھ وہاں سے چلا آیا ہے۔ شی تارا کی نظریں علی پر تھیں۔ اس کا خیال تھا کہ علی جزیرے سے نکل کر پاشا اور ثانی کے ساتھ خفیہ فارمولے حاصل کرنے صومالیہ جائے گا۔

علی اور ثانی کو معلوم تھا کہ شی تارا کے جاسوس نگرانی کر رہے ہیں۔ دونوں نے انھیں خوب نگرانی کا موقع دیا۔ وہ جزیرہ مارکیوسان سے نیویارک آئے پھر وہاں سے پیرس پہنچے۔ وہاں انھوں نے پاشا کو ملٹری ہیڈ کوارٹر میں پہنچا کر اسے ایک چھوٹے سے بنگلے میں نظربند کرایا۔ اس سے کہا۔ "تمہاری حفاظت کے لیے تمہیں یہاں قید کیا جا رہا ہے کیوں کہ ہم چوبیس گھنٹوں تک تم سے دور بابا صاحب کے ادارے میں رہیں گے۔"

پاشا قیدی بن کر برا نہیں مان سکتا تھا کیوں کہ وہ ثانی کا معمول اور تابعدار تھا اور علی کا بھی وفادار بن کر رہتا تھا۔ وہ دونوں مریم کو ساتھ لے کر بابا صاحب کے ادارے میں آ گئے۔ مریم نے پوچھا۔ "کیا میرا پاپا ادارے میں کبھی داخل نہیں ہو سکے گا؟"

علی نے کہا۔ "اس نے جناب علی اسد اللہ تبریزی کی پیش کش کو قبول نہیں کیا تھا اس لیے اسے وہاں داخل ہونے کی اجازت نہیں ملے گی۔"

"لیکن بیٹے! اب تو وہ تمہارا اور ثانی کا وفادار ہے۔"

"بے شک ہے لیکن تنویمی عمل کے ذریعے ہے جب وہ تنویمی عمل کے زیرِ اثر نہیں رہے گا اور پورے ہوش و حواس میں رہ کر ادارے کے قاعدے و قوانین کی پابندی قبول کرے گا تب اسے ادارے میں قبول بھی کیا جائے گا اور اسے وہاں عزت بھی ملے گی۔"

مریم نے پوچھا۔ "کیا تم لوگوں سے کوئی غلطی ہو تو تمہارا داخلہ بھی ممنوع ہو گا؟"

"جی ہاں' ہم کیا چیز ہیں۔ ہمارے پاپا کو بھی برسوں تک ادارے میں قدم رکھنے کی اجازت نہیں تھی۔ جب انھوں نے ممّا سے شادی کی' تب اُن کی غلطیاں معاف کر دی گئیں اور اُن پر سے پابندی ہٹا دی گئی۔ آج وہ بھی یہاں پہنچ چکے ہوں گے۔"

اُدھر شی تارا اُن نگرانی کرنے والوں کے دماغ میں رہ کر دیکھ رہی تھی۔ ایک نگرانی کرنے والے کی سوچ نے بتایا کہ علی اور ثانی نے پاشا کو ملٹری ہیڈ کوارٹرز میں پہنچا دیا ہے اور مریم کو لے کر ادارے میں چلے گئے ہیں۔ اب شاید چوبیس گھنٹوں تک نہ وہ نظر آئیں گے نہ اُن کی نگرانی کی جا سکے گی۔"

شی تارا نے مرینا کے پاس آ کر پوچھا۔ "کیا رپورٹ ہے؟"

مرینا نے کہا۔ "میں دوبار پاشا کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کر چکی ہوں لیکن وہ کمبخت سانس روک لیتا ہے۔ یقیناً ثانی نے اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا لیا ہے۔"

"یہی بات ہے۔ تم نے یہ بھی دیکھا ہے کہ وہ دونوں بابا صاحب کے ادارے میں چلے گئے ہیں۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ چوبیس گھنٹوں تک کسی معاملے میں مصروف نہیں رہیں گے۔ یعنی وہ خفیہ فارمولا حاصل کرنے ابھی صومالیہ نہیں جائیں گے۔"

مرینا نے کہا۔ "میرا خیال ہے' پارس صومالیہ جائے گا۔"

"میں اس کے پاس جا رہی ہوں۔ تم ٹھیک بیس سیکنڈ کے بعد اس کے دماغ میں جاؤ گی تو تمہیں جگہ مل جائے گی۔ وہ تمہیں محسوس نہیں کر سکے گا۔"

شی تارا اس کے دماغ سے نکل کر پارس کے پاس آئی۔ جلدی سے بولی۔ "سانس نہ روکنا میں تمہاری شی تارا ہوں۔"

وہ بولا۔ "ہائے تم تو وہ چیز ہو' جس کے آتے ہی سانس رک جاتی ہے اور دل دھڑکنا بھول جاتا ہے۔"

"میں اپنے وعدے کے مطابق تم سے ملنے ثمرقند آ گئی ہوں جیسا کہ میں نے پہلے کہا تھا۔ دو دن تک چھپ چھپ کر تمہیں دیکھتی رہوں گی پھر تیسرے دن تمہارے سامنے آؤں گی۔"

"مجھے خوشی ہے کہ تم وعدے کے مطابق سمرقند پہنچ گئی ہو لیکن مجھے افسوس ہے کہ میں وہاں تمہارا انتظار نہ کر سکا۔ تمہیں معلوم ہو چکا ہو گا کہ میرا ایک بھائی اور میری ایک بہن پیدا ہوئی ہے۔"

"معلوم ہے لیکن وہ تمہارے سوتیلے بھائی بہن ہیں۔"

پارس نے ہنستے ہوئے کہا۔ "سوتیلے نہیں سگے ہیں۔ دراصل میں ممّا کا بیٹا ہوں۔ ادارے کی اہم شخصیات کو معلوم ہے کہ مجھے ممّا نے جنم دیا ہے اور اپنا دودھ پلایا ہے۔"

"کیا واقعی؟"

"بھئی یقین کرو۔ نہیں کرو گی تو بھی حقیقت نہیں بدلے گی۔"

"کیا تم یہ کہہ رہے ہو کہ سونیا نے برسوں پہلے' فرہاد سے نکاح کیے بغیر ہی تمہیں پیدا کر دیا۔"

"یہ تم نے کیسے سوچ لیا کہ نکاح نہیں پڑھایا گیا تھا۔ تمہارے دھرم میں سماج سے چھپ کر مندر میں بھگوان کے سامنے شادی ہو جاتی ہے اسی طرح پاپا جوانی میں ممّا کو گھر سے بھگا کر ایک قاضی کے پاس لے آئے تھے اور اپنا نکاح پڑھوا لیا تھا۔ اس کے نو ماہ بعد میں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

پیدا ہوا پھر میں نے جوان ہو کر ضد کی کہ انہیں دنیا والوں کے سامنے نکاح پڑھوانا چاہیے اس لیے انہوں نے پھر سے ایک بار یہی کیا۔ اب تو تم طعنہ نہیں دو گی کہ فرہاد اور اعلیٰ بی بی میرے سگے نہیں ہیں؟"

"یہ تمہاری بہن کا نام اعلیٰ بی بی کیوں رکھا گیا ہے؟"

"یہ ایک لمبی روداد ہے۔ مختصر یوں ہے کہ میری پیدائش کے ایک سال بعد مما مزید ایک بیٹا اور بیٹی پیدا کرنا چاہتی تھیں لیکن ان دنوں اعلیٰ بی بی زندہ تھی۔ اس نے مما سے کہا ابھی بیٹی پیدا نہ کرو۔ میں مرنے کے بعد تمہارے پیٹ میں آؤں گی تو میرے ایک بھائی کے ساتھ مجھے پیدا کر لینا۔ یوں اعلیٰ بی بی نے شہید ہونے اور دوبارہ جنم لینے میں چوبیس برس گزار دیے۔"

شی تارا نے کہا۔ "ہم ہندو ایک جنم کے بعد دوسرا جنم لینے والی بات مانتے ہیں، تمہارے ہاں اسے تسلیم نہیں کیا جا سکتا پھر کیسے کہتے ہو کہ اعلیٰ بی بی نے سونیا کے بطن سے دوبارہ جنم لیا ہے؟"

"بھئی تم ہندو ہو۔ اس لیے تمہیں یہ ہسٹری سنائی ہے۔ یقین نہیں کرو گی تو تمہارا دھرم نشٹ ہو جائے گا اور یقین کرو گی تو میری بہن کا نام اعلیٰ بی بی رکھنے پر تمہیں اعتراض نہیں ہو گا۔"

"اوہ گاڈ! کیسے گھیر کر باتیں کرتے ہو؟ سمجھ میں نہیں آتا تمہیں کس حد تک جھوٹا یا سچا سمجھا جائے اور تم نے یہ کہاں کی باتوں میں الجھا لیا ہے؟ کیا تم بابا صاحب کے ادارے میں آ گئے ہو؟"

"ہاں میں یہاں ہوں۔ پاپا اور علی وغیرہ صرف چوبیس گھنٹوں کے لیے آئے ہیں لیکن میں کم از کم ایک ہفتہ یہاں رہوں گا اور اپنی سگی ماں اور سگے بھائی بہن کے ساتھ بہت اچھا وقت گزاروں گا۔"

"یعنی تم اپنی شی تارا سے ملاقات نہیں کرو گے؟"

"کون سی شی تارا؟"

"میں تم سے اصلی شی تارا بول رہی ہوں۔ آج تک کسی نے مجھے نہیں دیکھا، میں تمہاری محبت سے مجبور ہوں اس لیے تمہارے سامنے آؤں گی۔"

"تم میرے سامنے نہیں آؤ گی۔"

"کیا میں جھوٹ بول رہی ہوں۔"

"میں اتنا جانتا ہوں کہ جناب علی اسد اللہ تبریزی ہمیشہ سچ بولتے ہیں۔ انہوں نے پیش گوئی کی ہے کہ شی تارا مزید سات برس تک روپوش رہنے میں کامیاب رہے گی۔ کوئی اس کا اصلی چہرہ نہیں دیکھ سکے گا۔ اس کی اصل آواز اور لہجہ نہیں سن سکے گا۔ تم اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھو اور تسلیم کرو کہ تم مجھے اپنی اصلی آواز اور لہجہ نہیں سنا رہی ہو۔ یہ میرا یقین ہے کہ تم سات برس تک اپنا چہرہ نہیں دکھاؤ گی اور جناب تبریزی صاحب کی پیش گوئی کے مطابق سات برس کے بعد میری بہن اعلیٰ بی بی تمہیں بے نقاب کرے گی۔"

وہ ہنس کر بولی۔ "بڑے بڑے تیس مار خاں مجھ تک نہیں پائیں گے اور سات برس کی اعلیٰ بی بی مجھے بے نقاب کرے گی اگرچہ یہ سراسر بچکانہ سی بات ہے تاہم علم نجوم میری گھٹی میں ہے۔ میں بھی اعلیٰ بی بی کا زائچہ بنا کر دیکھوں گی کہ تبریزی صاحب کی پیش گوئی میں کتنی صداقت ہے۔"

"جب صداقت معلوم ہو جائے تو مجھ سے بات کرنا۔ ابھی اور میرا وقت ضائع نہ کرو۔"

اس نے سانس روک کر شی تارا اس کے دماغ سے نکل کر مریتا کے پاس آئی اور اسے پارس اور ننھی اعلیٰ بی بی کے متعلق بتایا۔ مریتا نے کہا۔ "میرا مشورہ ہے کہ تم پارس اس ننھی سی اعلیٰ بی بی کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ اس کا زائچہ ضرور بناؤ۔"

"ہاں، مگر ابھی وقت نہیں ہے۔ یہ چوبیس گھنٹے ہمارے لیے بہت قیمتی ہیں۔ فوراً صومالیہ کی طرف پرواز کرو۔ فرہاد اور اس کے دونوں بیٹے کل شام چھ بجے تک ادارے سے باہر نہیں نکلیں گے۔"

مریتا نے کہا۔ "چوبیس گھنٹے بہت ہوتے ہیں۔ میں ایک ایک منٹ کو قیمتی سمجھ کر ضائع نہیں کروں گی۔ ایک گھنٹے بعد جو فلائٹ جانے والی ہے اس میں میری پوری ٹیم کے لیے سیٹیں نہیں مل رہی تھیں۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے اس فلائٹ کی سیٹوں میں الٹ پھیر کی ہے۔ ہم ایک گھنٹے بعد یہاں سے روانہ ہوں گے اور تقریباً چار گھنٹے کے اندر صومالیہ پہنچ جائیں گے۔"

شی تارا نے کہا۔ "میں نے صومالیہ کی ایک بڑی سیاسی شخصیت کو قابو میں کیا ہے۔ اس کے ذریعے ایک ہیلی کاپٹر کا انتظام کیا ہے۔ تم وہاں کے دارالسلطنت موگادشو پہنچو گی تو وہاں ہیلی کاپٹر تیار ملے گا۔ تم اپنی ٹیم کے ساتھ شہر بیضابہ تک جاؤ گی پھر آگے جنگل تک جانے کے لیے جیپ اور ویگن گاڑیاں مل جائیں گی۔"

"ہاں جیپ اور ویگن کے ذریعے ہی جانا ہو گا۔ بہت گھنے جنگلات ہیں میری ٹیم کا راہنما حبشی عبداللہ کہتا ہے کہ وہاں اتنے گھنے اور سایہ دار درخت ہیں کہ ہیلی کاپٹر کو نیچے اتارا نہیں جا سکتا۔"

مریتا کی ٹیم میں تین افراد تھے۔ ایک سیاہ فام حبشی عبداللہ تھا، جو وہاں کے جنگلات اور جنگلی قبیلوں کے متعلق وسیع معلومات رکھتا تھا اور ان کی بولیاں بھی سمجھتا تھا۔ عبداللہ کی بہن صفورا بھی اس ٹیم میں تھی۔ وہ صومالیہ کے ایک انسٹیٹیوٹ میں زہریلے سانپوں پر ریسرچ کرتے کرتے خود زہریلی ہو گئی تھی۔ اپنی ذات پر ایسے زہریلے تجربات کیے تھے کہ ناگن بن گئی تھی جسے کاٹ لیتی وہ پانی مانگنے سے پہلے ہی دم توڑ دیتا۔ اگر کسی کے جسم پر اپنے ناخنوں سے خراش ڈالتی تو وہ زہریلے نشے سے مدہوش ہو جاتا اور اس پر دیوانگی کے دورے پڑتے رہتے۔ اس ٹیم کے تیسرے شخص کا نام

ڈی کروز تھا۔ وہ ایک نہایت ہی چالاک چور اور نو سرباز تھا۔ وہ دشوار ترین راستوں سے گزرنے کی آسانیاں پیدا کر لیتا تھا اور مشکل سے مشکل تجوریاں بھی کھول لیتا تھا۔

مریتا ایک گھنٹے بعد اپنی اس ٹیم کے ساتھ روانہ ہو گئی۔

شی تارا دہلی سے روانہ ہو کر قاہرہ پہنچ گئی تھی۔ وہاں سے وہ دوسرے دن صومالیہ کے شہر بیضابہ جانا چاہتی تھی۔ اسے وہاں جانے کی جلدی نہیں تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ مریتا پہلے اپنی ٹیم کے ساتھ اس جنگل میں پہنچے۔ کامیابی حاصل کرے جب وہ فارمولے حاصل کر کے واپس آئے گی تو سب سے پہلے شہر بیضابہ پہنچے گی۔ اس وقت تک شی تارا وہاں کسی ہوٹل میں رہے گی۔ مریتا کو نیند میں سحرزدہ کر کے ہوٹل کے کمرے میں بلائے گی تاکہ وہ شی تارا کو نہ پہچانے اور اسے وہ تمام فارمولے دے کر چلی جائے۔

وہ فارمولے شی تارا اور اس کے بھائی پے پے سرنا کو پاشا کی طرح غیر معمولی سماعت اور بصارت دے سکتے اور جسمانی و دماغی توانائی میں بھی حیرت انگیز اضافہ کر سکتے تھے، وہ نہیں چاہتی تھی کہ مریتا ان فارمولوں کو پڑھے اگرچہ وہ ان بھائی بہن کی تابعدار تھی اس کے باوجود شی تارا نہیں چاہتی تھی کہ بھائی بہن کے سوا کوئی تیسری ہستی ان فارمولوں سے استفادہ کرے۔

قاہرہ کے جس ہوٹل میں اس نے قیام کیا تھا۔ وہاں دنیا کے امیر ترین لوگ آتے تھے۔ ہوٹل کے انڈر گراؤنڈ قمار خانے میں ڈالرز اور پونڈز کے لاکھوں نوٹ گردش میں رہتے تھے، وہ نوٹ ہارنے اور جیتنے والوں کی جیبوں سے نکلتے اور واپس آتے رہتے۔ شراب پانی کی طرح بہتی تھی اور دنیا کے کئی ممالک کی حسینائیں جلتی بجھتی روشنیوں میں اپنے شباب کے جلوے دکھاتی تھیں۔

شی تارا جب اپنے اطراف کوئی خطرہ محسوس نہیں کرتی تھی تو تفریح کے لیے ہوٹل کے ورائٹی شوز دیکھتی تھی یا قمار خانوں میں جا کر تاش کے پتوں سے دل بہلاتی تھی۔ خیال خوانی کے ذریعے جواریوں کا تختہ کر کے اسے بہت خوشی ہوتی تھی۔

اس روز بھی اسے تفریح کی بڑی فرصت تھی۔ اس نے سوچا کہ پہلے کبریا فرہاد اور اعلیٰ بی بی کا زائچہ بنائے۔ ابھی تو شام ہو رہی ہے۔ رات کو کھانے کے بعد تفریح کرے گی۔ وہ زائچہ تیار کرنے بیٹھ گئی۔ ان بچوں کے حال اور مستقبل کی فکر کرنے والی وہ اکیلی نہیں تھی۔ کتنے ہی ملکوں کے اور کتنی ہی زیر زمین تنظیموں کے ماہرین نجوم زائچے بنا رہے تھے۔ علم نجوم کے معاملے میں ماہرین شاذ و نادر ہی ایک دوسرے سے متفق ہوتے ہیں۔ ہندوؤں کی جوتش ودیا، مسلمانوں کا علم نجوم اور یورپی ممالک کی ایسٹرولوجی کے طریقے مختلف ہوتے ہیں۔ ان سب کی پیش گوئیوں میں بھی اختلاف ہوتا ہے لیکن ان کی علمی جستجو کے بعض نتائج کسی حد تک یکساں ہوتے ہیں۔

گرماسٹر، ماسک مین اور اسرائیلی حکام نے آپس میں رابطہ قائم کیا اور یہ طے کیا کہ اُن سب کے ماہرین نجوم کی پیش گوئیاں ایک دوسرے کو سنائی جائیں تاکہ مجموعی طور پر ایک نتیجہ اخذ کیا جا سکے۔

ایسے ہی وقت شی تارا نے سپر ماسٹر سے رابطہ کر کے کہا۔ "اس تبریزی نے پیش گوئی سنا کر بڑی چالاکی دکھائی ہے۔ اس کے یہ الفاظ ہیں کہ سپر ماسٹر اور وہاں کے حکام شی تارا اور مریتا کے محتاج ہو جائیں گے، تبریزی کی چالاکی یہ ہے کہ آپ اور امریکی حکام مجھ سے اور مریتا سے بدظن ہو جائیں یا اتنے محتاط ہو جائیں کہ مشکل حالات میں بھی ہمیں دوست نہ بنائیں۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "شی تارا! ہم نادان نہیں ہیں۔ یہ خوب سمجھ رہے ہیں کہ تبریزی ہمارے درمیان پھوٹ ڈال رہا ہے۔ تم نے اور مریتا نے سپر مادام بننے والی ثانی کو بے نقاب کر کے سچی دوستی کا ثبوت دیا ہے۔ تبریزی اس بات کا انتقام لے رہا ہے۔ لیکن ایک بات ہمیں پریشان کر رہی ہے۔"

"مجھے بتائیں کیا پریشانی ہے؟"

"اس کی پیش گوئی کے مطابق ٹرانسفارمر مشین ناکارہ ہو گئی ہے۔ اس کے نقائص دور کرنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔ آج تیسرا دن ہے لیکن اس کی مکمل مرمت نہیں ہو پا رہی ہے۔ اگر یہ طویل مدت تک خراب رہی تو پیش گوئی کو ماننا پڑے گا یا سوچنا پڑے گا کہ تبریزی کوئی جادوگر ہے یا پھر ایسا کوئی پُراسرار علم جانتا ہے کہ زبان سے نکالی ہوئی بات پوری کر دکھاتا ہے۔"

"علم نجوم سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسانوں پر سیاروں کی گردش سے کیا عمل اور ردِعمل ہوتا ہے اور ان کے مطابق انسانوں پر کیا گزرتی ہے اور کیا گزرنے والی ہے لیکن کسی بے جان مشین کی صحت مندی یا بیماری کا حال آج تک کسی نے علم نجوم کے ذریعے معلوم نہیں کیا۔ ہم ستارہ شناس لوگ یہ معلوم کرتے ہیں کہ کوئی شخص بہت بڑی پریشانی سے دوچار ہو گا۔ پریشانی کی وجوہات بھی کسی حد تک معلوم ہوتی ہیں لیکن یہ یقین سے پیش گوئی نہیں کی جا سکتی کہ کارخانے میں صحیح طور سے چلنے والی مشین ٹوٹ جائے گی۔"

"پھر اس کی بات کیسے درست ہو رہی ہے؟"

"تبریزی صرف علم نجوم کا ماہر ہی نہیں، روحانی علوم میں بھی نامعلوم گہرائیوں تک ڈوبا ہوا ہے۔ وہ اور آمنہ فرہاد روحانی ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔"

"یہ کیا چیز ہے؟ میں پہلی بار روحانی ٹیلی پیتھی کا نام سن رہا ہوں۔"

"میں ابھی اس کی وضاحت نہیں کر سکوں گی کیوں کہ ہم سب نئے مسائل میں الجھ رہے ہیں، یہ روحانی ٹیلی پیتھی کی تفصیل بیان کرنے کا وقت نہیں ہے۔ اتنا سمجھ لیں کہ وہ اور آمنہ روحانیت کے ذریعے دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جسمانی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

طور پر پہنچ جاتے ہیں۔ آپ شاید یقین نہ کریں' میرے بھائی سرنا اور مرینا نے تاشقند میں اپنی آنکھوں سے تمریزی اور آمنہ کو دیکھا ہے۔ وہ تھوڑی دیر کے لیے ان کے پاس آئے تھے پھر ان کی آتما شکتی کو ناکام بنا کر چلے گئے۔"

"تم ایسی بات کہہ رہی ہو جس پر کوئی یقین نہیں کرے گا۔ وہ دونوں پیرس سے تاشقند پہنچ کر نظر آئے پھر کیسے غائب ہو گئے؟"

"سی این این کی اسکرین پر بولنے والا دنیا کے تمام ممالک اور تمام گھروں میں کیسے پہنچ جاتا ہے پھر سوئچ آف کرو تو کیسے غائب ہو جاتا ہے۔ آپ نہیں کہیں گے کہ یہ بولتی ہوئی متحرک تصویریں ہوتی ہیں' زندہ انسان بہ نفسِ نفیس حاضر نہیں ہوتے۔ میرے بھائی اور مرینا یقین سے نہیں کہتے کہ تمریزی اور آمنہ بہ نفسِ نفیس آئے تھے۔ جب سائنس نے انسان کی متحرک تصاویر ایک جگہ سے دوسری جگہ مختلف آلات کے ذریعے پہنچا دی ہیں تو کیا قدرت کسی آلے کے بغیر تمریزی اور آمنہ کا متحرک عکس ہزاروں میل دور پیش نہیں کر سکتی؟ ابتدا میں ہم قدرتی مظاہر سے انکار کرتے ہیں' بعد میں یہی کمالات سائنس کے زمرے میں آ جاتے ہیں۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "یہ مانتا ہوں' آج سے تیس چالیس برس پہلے کوئی وڈیو اور ٹی وی کی بات کرتا تو خبطی سمجھا جاتا۔ کوئی یقین نہ کرتا کہ ایک جگہ بولنے اور حرکت کرنے والا ہزاروں میل دور زندہ انسان کی طرح دیکھا جائے گا۔ پہلے ہم جسے مضحکہ خیز کہتے ہیں پھر ذہین لوگ اسے سچ کر دکھاتے ہیں۔ بائی دی وے' تم کیا کہنا چاہتی ہو' کیا انہوں نے روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹرانسفارمر مشین میں خرابی پیدا کی ہے؟"

وہ بولی۔ "یہی میری سمجھ میں آتا ہے۔ آپ کے ملک میں مشینوں کے بے مثال کاریگر ہیں۔ ذرا سوچیں' وہ ٹرانسفارمر مشین کو درست کیوں نہیں کر پا رہے ہیں؟ جو کام انسان کی ذہانت سے بعید ہو جائے' اس کے پیچھے قدرت کوئی تماشا دکھاتی رہتی ہے۔ اس بات کو شاید ہم کچھ عرصہ بعد تسلیم کریں۔ فی الحال مشین کے ساتھ یہی ہو رہا ہے۔"

"شی تارا! تم اِن دلائل سے بڑی حد تک مطمئن کر رہی ہو۔ میں کوشش کروں گا کہ آج ہی سے ہمارے دینی اور دنیاوی ماہرین روحانی ٹیلی پیتھی پر ریسرچ کریں لیکن تم اپنے متعلق بتاؤ۔ تمریزی نے جو پیش گوئی کی ہے کہ سات برس کی بچی تمہیں بے نقاب کرے گی۔ اس سلسلے میں تمہاری جوتش ودیا کیا کہتی ہے؟"

"میں جانتی ہوں' ان تین دنوں میں کتنے ہی دوستوں اور دشمنوں نے ان بچوں کی جنم کنڈلی بنائی ہے۔ میں بھی اس کا مطالعہ کر چکی ہوں' ان کے متعلق پہلے یہ سن لیں کہ دونوں بہن بھائی کی طالع پیدائش قوس ہے' طالع شمسی جدی ہے' جنم راس یا قمری برج حوت ہے۔ قوس ایک آتشی برج ہے۔ ان بھائی بہن میں غصہ ہے' گرمی ہے۔ یہ گرمی مثبت ہو گی تو دلوں کو محبت سے گرما دے گی۔

منفی ہو گی تو دشمنوں کو زندہ جلا دے گی۔ اس کا حکمران سیارہ مریخ ہے۔ اس سیارے کے تحت دونوں بچے موقع پرست ہوں گے جو انہیں وراثت میں ملے گی۔ یہ کبھی ایک جگہ سکون سے نہیں رہیں گے۔ پارے کی طرح متحرک رہا کریں گے۔ بڑے بڑے چیلنج قبول کرتے رہیں گے' یوں تجربات کی آگ میں کندن ہوتے رہیں گے۔

"ہر برج کا ایک خاص نشان ہوتا ہے۔ قوس کے نشان پر ایک تیر انداز ہے۔ اس تیر انداز کا اوپری جسم انسان کا ہے اور نچلا دھڑ گھوڑے کا ہے۔ یعنی اس نشان کے تحت پیدا ہونے والے عجیب و غریب اور بڑی پیچیدہ شخصیت کے مالک ہوتے ہیں۔ تیر انداز کے نشان میں جو تیر چھوڑا جا رہا ہے' اس کا رخ آسمان کی طرف ہے گویا ان بچوں کی منزل بلندی ہوا کرے گی۔

تیر اندازی ایک کھیل بھی ہے۔ یہ بھائی بہن نہایت اعلیٰ مقاصد کا نہ سمجھ میں آنے والا کھیل کھیلتے رہا کریں گے اور تیر اندازی محبت کے دیوتا کیوپڈ کا بھی مشغلہ ہے' یہ دونوں دل کے معاملات میں بڑے فراخ دل ہوں گے۔ جہاں اچھے لوگ دیکھیں گے' محبت میں حاتم طائی بن جائیں گے۔ قوس کے نشان میں نچلا دھڑ گھوڑے کا ہے' ان دونوں میں گھوڑے جیسی بے لگام طاقت ہو گی۔ نصف جانور کی تصویر بتاتی ہے کہ یہ حیوانی خواہشات کے حامل' سنگدل اور خود غرض ہوں گے۔

"یہ گھوڑے بہترین تربیت پالیں تو زندگی کی ہر دوڑ میں اوّل رہیں گے۔ یاد رہے کہ انہیں تربیت دینے والی سونیا ہو گی۔ اگر اس نے کوئی کسر نہ چھوڑی تو یہ دونوں گھوڑے بہادر' حوصلہ مند' سرکش اور تیز رفتار ہوں گے' اپنی تیز رفتاری سے آگے جانے والوں کو پیچھے چھوڑتے رہیں گے۔

"یہ بے حد زندہ دل اور اپنی باتوں سے ہنسانے والے ہوں گے لیکن خاموشی اختیار کریں گے تو خطرناک اور پُراسرار بن جائیں گے۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "شی تارا! تم تو ان دونوں کی خوبیاں ہی خوبیاں بیان کر رہی ہو۔"

وہ بولی۔ "آپ توجہ نہیں دے رہے ہیں' میں خوبیوں کے ساتھ ان کی کمزوریاں بھی بیان کر رہی ہوں۔ ابھی اس کی وضاحت کروں گی۔ چونکہ نوزائیدہ اعلیٰ بی بی میرے لیے چیلنج بن گئی ہے اس لیے میں نے اس کے زائچے پر زیادہ توجہ دی ہے۔

"تمریزی کی پیش گوئی کسی حد تک درست لگتی ہے۔ اس کی پیش گوئی کا انداز مختلف اور انوکھا ہے۔ وہ اپنے دین کے مطابق جب ستارے الف کہتے ہیں تو وہ اللہ اکبر کہہ دیتا ہے۔ ستارے یہ نہیں کہتے کہ کوئی اعلیٰ بی بی ہو گی یا کوئی سات برس کی بچی ہو گی جو مجھے بے نقاب کرے گی۔ ایسی کوئی بات جوتش ودیا میں نہیں ہے۔ ہاں یہ ودیا صاف طور سے کہہ رہی ہے کہ اب سے ٹھیک سات

برس بعد میرے ستارے گردش میں ہوں گے۔ وہ میری پریشانیوں کا سال ہو گا۔ میں کامیابیوں کے لیے جو کوششیں کروں گی' ان میں ناکامیوں کا زیادہ احتمال ہو گا۔ اس طرح یہ سمجھ میں آتا ہے کہ سات برس بعد میری پریشانیوں کا سبب فرہاد اور اس کی فیملی کے لوگ ہوں گے۔ ان میں شاید وہ بچی بھی شامل ہو۔ میں فرض کر رہی ہوں کہ وہ فتنہ بی بی میرے لیے قیامت بن جائے گی اس لیے میں اس کے زائچے سے اس کی ایک ایک کمزوری ڈھونڈ کر اپنی یادداشت میں محفوظ کر رہی ہوں۔

"میں نے ابھی کہا تھا کہ قوس آتشی برج ہے۔ اگر اعلیٰ بی بی مثبت انداز اختیار کرے گی تو محبت سے دلوں کو گرما دے گی۔ منفی انداز سے دشمنوں کو جلا دے گی۔ یہ سننے میں اچھا لگتا ہے لیکن دانا لوگ سمجھتے ہیں کہ غصہ اور گرم مزاجی خود اپنی ذات کو نقصان پہنچاتی ہے۔ میں ایسا طریقۂ کار اپناؤں گی کہ اعلیٰ بی بی کو بات بات پر غصہ آتا رہے۔ میں اسٹڈی کرتی رہوں گی کہ اسے کن باتوں اور حرکتوں کے ذریعے غصے سے پاگل بنایا جا سکتا ہے۔ وہ بڑی مغرور' بڑی ناز و انداز اور بڑی نخرے والی ہو گی۔ اپنے مرتبے اور شہرت کے مقابلے میں دوسروں کو حقیر سمجھے گی اور یہ ایسی منفی عادت ہے کہ یہ دور نہ ہوئی تو وہ زمانے بھر میں بری طرح ذلیل ہو گی۔ میں ہر ممکن طریقے سے اس کی اس عادت کو پختہ کرتی رہوں گی۔

"اس کے مزاج میں یہ ہے کہ بڑے بڑے چیلنج کو قبول کرے گی۔ دشمنوں اور دشواریوں کو دعوتیں دیتی رہے گی۔ یوں دیکھا جائے تو یہ بہادری ہے لیکن "آ بیل مجھے سینگ مار" والی حماقت بھی ہے۔ میری کوشش ہو گی کہ وہ ایسی حماقتیں کرتی رہے تاکہ سینگ مارنے میں آسانی رہے۔

"وہ موقع پرست اور خود غرض ہو گی۔ گرگٹ کی طرح رنگ بدلتی رہے گی۔ ایسی حرکتیں اسے نقصان پہنچائیں گی۔ ستارے ایسی بہت سی کمزوریوں کی نشاندہی کر رہے ہیں' جو اسے تباہ و برباد کر دیں گی لیکن ماں ایک ایسی ہستی ہے' جو اس کی تمام کمزوریاں دور کرتی رہے گی۔ اس بلا سے محفوظ رہنے کی دو ہی صورتیں ہیں' ماں مر جائے یا بچی ماں کا دودھ تک نہ پی سکے' اس سے بچھڑ جائے' اغوا کر لی جائے یا ہمیشہ کی نیند سلا دی جائے۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "سونیا کو مارنے کے لیے کتنے ہی مکار اور شہ زور آئے اور خاک ہو گئے۔ اس کی موت کی خواہش کرتے کرتے مجھے صدیاں گزر رہی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے وہ پیدا ہونے سے پہلے ہی موت کو سہیلی بنا کر دنیا میں آئی ہے۔ تم اس بچی کی موت کا سپنا نہ دیکھو تو بہتر ہے اور وہ دونوں بچے پتا نہیں کیسے فولادی پہرے میں رکھے گئے ہیں۔ اب تک کوئی اخبار والا بھی ان کی تصویریں اتارنے ادارے کے اندر نہ جا سکا۔ اس ادارے کے فوٹو گرافرز نیوز ایجنسی والوں کو اُن کی تصویریں فراہم کر رہے ہیں۔"

"سپر ماسٹر! میں نہیں مانتی کہ تم لوگوں نے وہاں تک پہنچنے کے لیے کوئی سُرنگ نہیں بنائی ہو گی۔ ایک طویل مدت کے بعد فرہاد کا پورا خاندان ایک جگہ جمع ہوا ہے۔ تم کچھ نہ کچھ تو ضرور کر رہے ہو گے؟"

"ہاں' سب ہی اس موقع سے فائدہ اٹھانے کی اپنی سی کوششیں کر رہے ہیں۔ میں بھی کر رہا ہوں مگر یہ نہ پوچھنا کیا کر رہا ہوں۔ آج کل میں تمہیں معلوم ہو جائے گا۔"

"میں نہیں پوچھوں گی لیکن میری ٹیلی پیتھی اور تمہارے لامحدود ذرائع ایک ہو جائیں تو ہم بائیس گھنٹوں میں کوئی بڑی کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔"

"تمہاری ضرورت ہوئی تو ضرور تمہیں یاد کریں گے۔ ابھی تو میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے بڑی ذہانت سے کامیابی حاصل کرنے والے ہیں۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی۔ "تمریزی کی چال کامیاب ہو رہی ہے۔ اس نے تمہیں مجھ سے کترانا سکھا دیا ہے۔"

"تم غلط سمجھ رہی ہو۔ ہم بہترین دوست ہیں اور......"

"بس باتیں نہ بناؤ۔ جب ضرورت ہو تو مجھے آواز دینا۔ گڈ بائی۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ دماغی طور پر ہوٹل کے کمرے میں حاضر ہو گئی۔ سوچنے لگی کہ تمریزی نے پیش گوئی کے ذریعے زبردست سیاست دکھائی ہے۔ سپر ماسٹر اور چند اعلیٰ حکام کو یہ اندیشہ ہو گیا ہے کہ شی تارا اور مرینا کو اپنے مختلف معاملات میں شریک کیا جاتا رہے گا تو وہ دونوں ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں سے اُن پر چھا جائیں گی۔ ان کے ملک میں لمبوڈا کی موت اور سونیا ثانی' سوناروا اور ٹالبوٹ کے چلے جانے کے بعد صرف دو ٹیلی پیتھی جاننے والے رہ گئے تھے۔ وہ دونوں نو آموز تھے۔ ان کے مقابلے میں شی تارا اور مرینا عملی تجربات سے گزرتے گزرتے زبردست چالباز ہو گئی تھیں۔

شی تارا سوچ رہی تھی' لمبوڈا کے داماد بی جی تھرمال سے ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں چھین لی گئی ہیں۔ اس کے بعد صرف دو نو آموز رہ گئے ہیں۔ اگر ان کا بھی صفایا ہو جائے یا انہیں ٹریپ کر کے اپنے پاس لایا جائے تو پھر سپر ماسٹر کے پاس ایک بھی خیال خوانی کرنے والا نہیں رہے گا۔ ٹرانسفارمر مشین ناکارہ ہو چکی ہے۔ ایسے میں سپر ماسٹر ٹیلی پیتھی کے ہتھیار کے بغیر فرہاد کے مقابلے پر نہتا نہیں رہنا چاہے گا۔ وہ میرے اور مرینا کے تعاون کا محتاج ہو جائے گا۔ شاید اس طرح تمریزی کی پیش گوئی پوری ہو جائے اور اس سپر پاور کہلانے والے ملک کے حکمرانوں پر میری حکمرانی ہو جائے۔

وہ صوفے پر سے اٹھ گئی۔ اٹیچی سے ایک اچھا سا لباس اور تولیا نکالا پھر غسل کرنے چلی گئی۔ وہ تازہ دم ہو کر نیچے ڈائننگ ہال میں جانا چاہتی تھی۔ اس طرح مسلسل .... خیال خوانی کی تھکن

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

دور ہو جاتی۔ وہ خیال خوانی کی دنیا سے دور زندہ انسانوں کے درمیان ذرا ہنستی بولتی تو آئندہ اہم منصوبے بنانے کے لیے ذہن تازہ اور ہشاش بشاش رہتا۔

اُس نے غسل کے بعد بہترین اور نہایت قیمتی ساڑی پہنی۔ بیش قیمت ہیرے جواہرت سے جڑے ہوئے زیورات پہنے۔ سر سے پاؤں تک ہندوستانی البیلی نار بن گئی۔ اس ہوٹل میں مختلف ممالک کی عورتیں اکثر اپنے ملک کے روایتی لباس میں نظر آتی تھیں۔ اپنے لباس' اپنے زیورات اور اپنے رکھ رکھاؤ سے ظاہر کرتی تھیں کہ وہ کس قدر امیر کبیر ہیں۔

شی تارا کو یہ اندیشہ نہیں تھا کہ اسے وہاں کوئی پہچان لے گا۔ ایک بھائی کے سوا کوئی اس کی صورت آشنا نہیں تھا۔ اس کے تمام دشمن بابا صاحب کے ادارے تک محدود ہو کر رہ گئے تھے۔ اسے کہیں سے' کسی سے کوئی خطرہ نہیں تھا۔ اس لیے وہ نہایت آزادی سے شاہانہ انداز میں سیڑھیوں سے اترتی ہوئی ڈائننگ ہال میں آ گئی۔ کتنے ہی لوگوں کی نظریں اس کی طرف اٹھ گئیں پھر وہ اٹھی ہی رہ گئیں۔ غضب کا شاہانہ تکبر سے بھرا ہوا حسن تھا۔ سر تا پا ہندوستانی راجکماری لگ رہی تھی۔

ایک میز پر بیٹھی ہوئی باربرا نے کہا۔ "ارے! ادھر دیکھو' کیا زبردست چیز ہے۔"

پارس نے سر گھما کر دیکھا پھر شوقِ دید سے پلکیں جھپکنا بھول گیا۔ یوں بھی وہ بہت شاذو نادر ہی پلکیں جھپکتا تھا۔

****

میں دودھ کا جلا ہوں چھاچھ بھی پھونک پھونک کر پیتا ہوں۔ ایک بار میری عارضی موت ہوئی تھی تو میری پوری فیملی بابا صاحب کے ادارے میں جمع ہو گئی تھی۔ دشمنوں نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا تھا۔ ماسک مین نے جوجو کو اور سپر ماسٹر نے آمنہ (رسونتی) کو اغوا کرایا تھا۔

اس بار بھی میں نے دشمنوں کی توقع کے مطابق اعلان کیا کہ میں اور میرے دونوں بیٹے نوزائیدہ بچوں کی خوشیاں منانے کے لیے اپنی تمام مصروفیات ملتوی کر رہے ہیں اور ہم سب چوبیس گھنٹے ادارے میں سونیا اور بچوں کے پاس گزاریں گے۔

یقیناً ان کی توقع پوری ہو رہی ہو گی اور وہ سب ادارے کے اطراف گھیرا ڈال چکے ہوں گے۔ ادارے میں بھی داخل ہونے کی کوششیں کر رہے ہوں گے۔ ابھی میں یہ نہیں جانتا تھا کہ وہ کیسی کیسی چالیں چل رہے ہیں لیکن اطمینان تھا کہ ان کی چالیں کامیاب ہوں گی تو خوب تماشا رہے گا۔ یہ دشمن نہیں جانتے تھے کہ اس ادارے میں فرہاد' پارس' علی تیمور' سونیا' ثانی اور جوجو کی دو دو ڈمیز رہتی ہیں۔ وہ سب ادارے میں تھیں اور ہم سب ادارے کے باہر تھے۔ ہم باپ بیٹوں نے اور ثانی نے ابھی تک سونیا سے ملاقات نہیں کی تھی اور بچوں کو نہیں دیکھا تھا۔

"علی' ثانی' مریم اور پاشا مارکو سان سے نیویارک پہ نیویارک سے پیرس آئے تھے۔ انہوں نے ملٹری ہیڈ کوارٹر کے ایک بنگلے میں پاشا کو پہنچایا۔ اس بنگلے کے ایک کمرے میں مریم بٹھا کر کہا۔ "ہم ابھی آتے ہیں۔"

وہ تھوڑی دیر تک اکیلی بیٹھی رہی پھر اس کے پاس علی اور ثانی آئے تو وہ سمجھ نہ سکی کہ وہ اصلی نہیں ہیں۔ ان کی ڈمیز تھیں۔ دونوں ڈمیز کے ساتھ پیرس سے روانہ ہو کر بابا صاحب کے ادارے میں چلی گئی۔

اس کے جانے کے بعد اصل علی اور ثانی اس بنگلے میں پاشا کے پاس آئے۔ علی نے کہا۔ "میں نے تم سے دوستی کی ہے۔ اتنا بے مروّت نہیں ہوں کہ تمہیں یہاں تنہا چھوڑ کر چلا جاؤں۔"

ثانی نے کہا۔ "شی تارا اور مریم تمہارے پیچھے ہاتھ دھو کر گئی ہیں۔ وہ اس ہیڈ کوارٹر میں نہیں آ سکیں گی اور تم انہیں وہاں میں آنے نہیں دو گے۔ اسی میں تمہاری سلامتی ہے۔"

پاشا نے پوچھا۔ "ہم یہاں کب تک رہیں گے؟"

"صرف چوبیس گھنٹے۔ ہم اتنی دیر میں ادارے کے اندر اور باہر چھپے ہوئے دشمنوں کو بے نقاب کر دیں گے۔ اس سلسلے میں تمہارے تعاون کی ضرورت ہے۔"

"میں حاضر ہوں مگر میں کیا کر سکتا ہوں۔"

علی نے کہا۔ "مما اور میرے بھائی اور بہن جس کوارٹر میں ہیں اس کے اطراف دور تک مسلح افراد کا پہرا ہے اور خفیہ کیمرے نصب کیے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ تم بھی یہاں بیٹھ کر ان کی نگرانی کرو گے۔ اس ٹیپ ریکارڈر میں مما کی آواز ہے اسے سنو پھر اسے آف کر کے اپنی غیر معمولی سماعت سے مما کی آواز پر دھیان دو۔"

ثانی نے ریکارڈر کو آن کیا۔ چند سیکنڈ کے بعد سونیا کی آواز سنائی۔ "ہیلو بیٹے علی! کیا بات ہے۔ مجھے اپنی آواز ریکارڈ کرنے کو کیوں کہہ رہے ہو؟ کیا اتنی آواز کافی ہے یا اور بولوں؟"

پھر ٹیپ خاموش ہو گیا۔ ثانی نے اسے آف کر کے خیال خوانی کی پرواز کی پھر سونیا کے پاس پہنچ کر کوڈ ورڈز ادا کرتے ہوئے کہا۔ "مما! پاشا نے آپ کی آواز سن لی ہے۔ آپ باتیں کریں وہ اپنی قوتِ سماعت سے سنے گا۔"

سونیا نے مسکرا کر کہا۔ "آمنہ حجرے میں گئی ہے۔ میں اکیلی ہوں' چلو اپنے بچوں سے بول رہی ہوں۔"

ثانی نے واپس آ کر پاشا سے کہا۔ "مما بول رہی ہیں۔ ان کی آواز سنو۔"

وہ کان لگا کر سننے لگا اور کہنے لگا۔ "مادام اپنے بچوں کو مخاطب کر کے کہہ رہی ہیں' میرا بیٹا کبریا شہزادہ! ارے واہ' نام لیتے ہی بیٹا مسکرانے لگا اور میری شہزادی اعلیٰ بی بی! تم کیوں خاموش ہو؟ اللہ اللہ! چہرے پر ایسی سنجیدگی جیسے کسی مسئلے کو حل کر رہی ہو۔

میری جان! ابھی مسائل حل کرنے کے لیے ماں زندہ ہے۔ یہ تمہارے ہنسنے کھیلنے کی عمر ہے۔ چلو ہنسو' مسکراؤ' ہاں' ہاں' شاباش۔"

ثانی خیال خوانی کے ذریعے سونیا کے پاس موجود تھی۔ اُس نے کہا۔ "مما! پاشا ایک ایک لفظ سن رہا ہے۔ اب کسی مسلح گارڈ کو بلائیں اور بالکل خاموش رہیں۔"

پھر وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر بولی۔ "پاشا! اب تمہیں مما کے آس پاس ہلکی ہلکی سی آوازوں کو سننا ہے۔"

"میں سن رہا ہوں۔ قریب ہی چڑیاں چہچہا رہی ہیں۔"

"ذرا غور سے اور کچھ سنو۔"

وہ توجہ سے سنتے ہوئے بولا۔ "قدموں کی آواز ہے پہلے دور تھی اب قریب آ رہی ہے۔ اب مادام آنے والے سے کہہ رہی ہیں کوئی بات نہیں' تم جا سکتے ہو۔ ہاں اب وہ قدموں کی آواز پھر رفتہ رفتہ دور ہو رہی ہے۔"

ثانی نے کہا۔ "تم واقعی باکمال ہو۔ اب سے رات دس بجے تک آرام کرو۔ ہو سکے تو سو جاؤ کیوں کہ رات دس بجے سے صبح اذان کے وقت تک تمہیں جاگنا ہے اور وقفہ وقفہ سے مما کی طرف کان لگائے رکھنا ہے۔ ان کے آس پاس رات کے وقت کوئی مسلح گارڈ نہیں آئے گا۔ سب دور سے نگرانی کریں گے۔ اگر تم قدموں کی آواز سنو تو سمجھ لینا' وہ آنے والے دشمن ہی ہوں گے۔ تم فوراً مجھے اور علی کو آواز دو گے۔ میں خیال خوانی کے ذریعے مما کو الرٹ کر دوں گی۔"

پاشا نے کہا۔ "یہ بڑی سخت ڈیوٹی ہے۔ میں رات کو جاگنے کا عادی نہیں ہوں۔"

علی نے کہا۔ "تم جاگو گے۔ رات کو کھانے کے بعد ایک فوجی ڈاکٹر آئے گا' وہ تمہیں ایسا انجکشن لگائے گا کہ آنکھوں سے نیند اڑ جائے گی۔"

"میں محسوس کر رہا ہوں کہ میری آزادی چھن گئی ہے۔ پتا نہیں کیوں تمہاری ہر بات مان لیتا ہوں۔"

"یہ تمہاری سعادت مندی ہے۔ خدا کا شکر ادا کرو کہ تمہاری بے لگام آزادی سے شی تارا فائدہ نہ اٹھا سکی۔ ورنہ اب تک تمہاری کھوپڑی میں گھس کر وہ فارمولے معلوم کر لیتی اور تمہیں جان سے مار ڈالتی۔ کیا وہ فارمولے حاصل کرنے کے بعد کوئی بھی تمہیں زندہ چھوڑے گا۔"

"نہیں۔ پتا نہیں کب تک خطرات میں گھرا رہوں گا۔ سوچتا تھا کہ میرے پاس زبردست صلاحیتیں ہیں۔ میں دنیا پر حکومت کروں گا۔ کوئی مجھے زیر نہیں کر سکے گا لیکن تم لوگوں نے مجھے جکڑ رکھا ہے۔"

"تمہیں کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا جکڑ سکتا ہے۔ جب تک ہمارے پاس ہو' عزت سے ہو۔ شی تارا' سپر ماسٹر یا یہودیوں کے ہتھے چڑھو گے تو دو کوڑی کے بھی نہیں رہو گے۔"

ثانی نے کہا۔ "پاشا! کام کی باتیں کرو۔ تمہارا دعویٰ ہے کہ تمہاری دماغی قوت بھی غیر معمولی ہے۔ ہم مانتے ہیں کہ خیال خوانی کا زلزلہ پیدا کیا جائے تب بھی تمہارا دماغ متاثر نہیں ہوتا۔ اس حساب سے تمہاری یادداشت بھی غیر معمولی ہو گی۔"

"ہاں' برسوں پرانی باتیں اب بھی میرے حافظے میں محفوظ رہتی ہیں۔"

"پھر فارمولے کی بہت سی باتیں یاد کیوں نہیں ہیں؟"

"اس لیے کہ میں نے دانستہ یاد نہیں رکھا۔ چند اہم دواؤں کے اوزان کو جان بوجھ کر نظر انداز کیا تاکہ کوئی خیال خوانی کے ذریعے میرے دماغ سے مکمل فارمولے معلوم نہ کر سکے۔"

"لیکن میں نے معلوم کیا ہے کہ تم نے ان فارمولوں کا مسودہ صومالیہ میں کہیں چھپا کر رکھا ہے۔ کل رات کی فلائٹ سے تم وہاں جاؤ گے۔"

"ہاں' جاؤں گا میں نے بے پناہ طاقت کے زعم میں یہ نہیں سوچا تھا کہ یوں غلام بنا لیا جاؤں گا۔ یہ ٹیلی پیتھی بھی کیا چیز ہے۔ میں غلامی نہیں کرنا چاہتا مگر کر رہا ہوں۔"

اس کی باتوں کے دوران ثانی اس کے اندر پہنچی ہوئی تھی۔ اس نے اسے بستر پر لیٹنے پر مجبور کیا۔ وہ ایک انگڑائی لے کر لیٹ گیا پھر اس نے جماہی لے کر آنکھیں بند کیں' ثانی نے اسے ایک منٹ کے اندر سلا دیا۔

****

میں' پارس اور باربرا ثمرقند میں تھے۔ ہم نے طے کیا تھا کہ صومالیہ کے جنگلات سے وہ فارمولے لانے کے لیے پارس اور باربرا جائیں گے۔ ان کے ساتھ پاشا بھی رہے گا۔ میں نے باربرا پر تنویمی عمل کے ذریعے وہاں کی مقامی بولی اس کے ذہن میں نقش کر دی تھی۔ پاشا یہ بولی جانتا تھا۔ یہ زبان اسی کے دماغ سے سن کر میں نے باربرا کے دماغ میں پہنچائی تھی۔

ہمارا خیال تھا کہ فارمولے جہاں چھپائے گئے ہیں وہ جگہ پاشا کے علاوہ صرف ہمیں معلوم ہے لیکن شی تارا نے خوبیٔ قسمت سے یہ راز معلوم کر لیا تھا پھر یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ ہم میں سے کون ان فارمولوں کے لیے صومالیہ جائے گا۔ یہ جاننے کے لیے اس نے پارس سے رابطہ کیا۔ اس سے کہا کہ وہ تین دن بعد اس سے سمرقند میں ملاقات کرے گی۔

مقصد یہ تھا کہ اگر پارس کو صومالیہ جانا ہوتا تو وہ کہہ دیتا کہ وہ تین دن بعد سمرقند میں نہیں رہے گا۔ اس طرح شی تارا کو معلوم ہو جاتا کہ پارس ہی وہاں جا رہا ہے۔

میں نے شی تارا کی چال کے جواب میں فیصلہ کیا کہ ڈمی پارس کو سمرقند بلایا جائے گا اور شی تارا کو دھوکا دیا جائے گا لیکن ایسے ہی وقت سونیا نے دو بچوں کو جنم دیا تو میں نے چال بدل دی۔ پارس پر

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

عمل کر کے اس کے ذہن سے اس کی اپنی آواز اور لہجے کو بدل دیا۔ بابا صاحب کے ادارے میں پارس کی جو ڈمی تھی اس کے ذہن میں پارس کی آواز اور لہجہ نقش کر دیا گیا۔ اس ڈمی کو ماضی یاد نہ رہا۔ وہ خود کو مکمل پارس سمجھنے لگا۔

جب شی تارا نے خیال خوانی کی پرواز کی تو آواز اور لہجے کے مطابق ڈمی پارس کے دماغ میں پہنچی۔ اصلی پارس کے اندر اس لیے نہ پہنچ سکی کہ اصل کا لہجہ بدل گیا تھا۔ خیال خوانی کی لہریں شی تارا کو ڈمی کے اندر لے گئی تھیں اور وہ یہ معلوم کر کے مطمئن ہو گئی تھی کہ پارس بابا صاحب کے ادارے میں ہے۔

پارس' باربرا کے ساتھ سمرقند سے روانہ ہو کر قاہرہ پہنچا ہوا تھا۔ یہ طے پایا تھا کہ دوسری رات کی فلائٹ سے پاشا وہاں آئے گا پھر وہاں سے وہ تینوں صومالیہ جائیں گے۔ یہ محض اتفاق تھا یا شی تارا کی شامت آئی تھی کہ اس نے بھی قاہرہ پہنچ کر اسی مشہور ہوٹل میں قیام کیا تھا۔

بے چاری نے اچھی طرح یقین کر لیا تھا کہ تمام دشمن دوسرے دن شام تک ادارے سے باہر نہیں آئیں گے۔ حیاتِ انسانی میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ آدمی سوچتا ہے' میں نے ہر پہلو سے پیش بندی کی ہے' کسی طرف سے مصیبت نہیں آئے گی لیکن آ جاتی ہے۔

وہ ڈائننگ ہال میں آئی۔ آتے ہی احساس ہوا کہ جوانوں اور بوڑھوں کی نگاہوں کا مرکز بن گئی ہے۔ جن کے ساتھ حسین عورتیں تھیں' وہ بھی اپنی حسیناؤں کو گھر کی مرغی سمجھ کر اسے تکنے لگے تھے۔ جو حسینہ مرکزِ نگاہ بن جاتی ہے' وہ دیکھنے والوں پر نگاہ ڈالنے سے کتراتی ہے۔ بے اختیار غرور پیدا ہوتا ہے۔ اس نے بھی بے شمار پکارتی ہوئی نظروں کو نہیں دیکھا۔ یوں پارس کو بھی نہیں دیکھا۔ اک شانِ بے نیازی سے چلتی ہوئی' پارس اور باربرا کے قریب سے گزرتی ہوئی ایک خالی میز کے پاس جا کر بیٹھ گئی۔

پارس سوچتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ باربرا نے پوچھا۔ "کیا مرتے ہو؟"

"میں مروں یا جیوں' تمہاری بلا سے۔ تم تو گھاس نہیں ڈال رہی ہو۔"

"دیکھو' میں نے کئی بار سمجھایا ہے' میں مرد ہوں۔ مجھ سے دوستی کرو عشق نہ کرو۔"

"اس حسینہ کو دیکھ کر تمہاری بات عقل میں آ رہی ہے۔ میں دوستی تم سے کروں گا اور عشق اس سے..."

وہ مسکرا کر بولی۔ "اس کا مطلب ہے اس میں کوئی خاص بات دیکھ رہے ہو۔ میں نے بھی اسے دیکھتے ہی محسوس کیا ہے کہ یہ کوئی غیر معمولی لڑکی ہے۔"

"یہی میں سوچ رہا ہوں کہ یہ مختلف سی کیوں لگ رہی ہے؟"

"اکثر لوگوں میں کوئی خاص بات ہوتی ہے' جو انہیں دوسروں سے الگ کرتی ہے۔ تم میں بھی الگ ایک بات ہے۔ اگر یہاں تمہارا کوئی دشمن ہو گا تو فوراً تمہیں پہچان لے گا۔"

"کوئی مذاق ہے کہ اس بدلے ہوئے چہرے کے باوجود پہچان لے گا؟"

"چہرہ بدلنے سے فطرت نہیں بدل جاتی ہے۔ تمہیں یاد نہیں رہتا کہ نارمل انسانوں کی طرح پلکیں جھپکتے رہنا چاہیے۔ اس وقت بالکل زہریلے سانپ لگ رہے ہو۔"

وہ جلدی سے پلکیں جھپکتے ہوئے بولا۔ "میں بھولتا نہیں ہوں لیکن یہ حسینہ ہے ہی ایسی' جانے کتنے لوگ پلکیں جھپکنا بھول گئے ہیں۔"

"کیا تم عورت کے سوا کسی دوسرے موضوع پر بول نہیں سکتے؟"

"کیا تمہارے اندر حسد اور جلاپا پیدا ہو رہا ہے؟"

"تم اتنے دنوں میں سمجھ گئے ہو گے کہ میں ایسی نہیں ہوں۔"

"اتنے دنوں میں تمہیں بھی سمجھ لینا چاہیے کہ میں کسی کی ذات میں کچھ محسوس کرتا ہوں' تب ہی اس میں دلچسپی لیتا ہوں۔ پلیز تم بھی سمجھنے کی کوشش کرو۔ یہ یونہی نہیں کھٹک رہی ہے۔ کوئی بات ضرور ہے۔"

"وہ میرے پیچھے کسی میز پر ہے میں اسے دیکھ نہیں سکتی۔ پھر سمجھ کیسے سکتی ہوں۔ خیال خوانی سے کچھ معلوم کر سکتی ہوں لیکن پاپا نے سختی سے تاکید کی ہے کہ جب تک جان پر نہ بن آئے تب تک خیال خوانی نہ کرنا۔ خواہ مخواہ دوسرے متوجہ ہو جاتے ہیں اور مسائل میں اضافہ ہونے لگتا ہے۔"

"بھئی خیال خوانی نہ کرو۔ کسی اور داؤ پیچ سے دوستی کرا دو۔ آج سے میں تمہیں مرد تسلیم کر لوں گا۔"

"کسی سے دوستی کرانا مردانگی ہے تو تم بھی مرد ہو میں تم سے مردانگی کی سند لینا نہیں چاہتی۔"

"تم کسی کام کی نہیں ہو۔ پاپا نے تمہیں یونہی میرے ساتھ لگا دیا ہے۔"

"مجھے بیکار اور پھوہڑ کہلانا پسند ہے۔ تمہارے لیے کسی عورت کی دلالی پر لعنت بھیجتی ہوں۔"

پارس نے اونچی آواز میں کہا۔ "یو شٹ اپ۔ تم خود کو کیا سمجھتی کیا ہو؟ میں ایک عزت دار ہندوستانی ہوں۔ کوئی عیاش دولت مند نہیں ہوں۔ تم کیوں میرے پیچھے پڑ گئی ہو؟"

باربرا نے اسے حیرانی سے دیکھا پھر دماغ میں آ کر بولی۔ "یہ کیا ڈراما ہے؟"

"ہاں۔ غصے میں اٹھ کر چلی جاؤ۔"

وہ کرسی سے اچھلنے والے انداز میں کھڑی ہو گئی۔ ہاتھ میں پکڑے ہوئے چمچ کو میز پر پھینکتی ہوئی بولی۔ "میں کوئی ایسی ویسی نہیں ہوں۔ تم ایک بار شٹ اپ کہو گے میں ہزار بار یو شٹ اپ کہوں گی۔"

وہ ایک طرف پلٹ گئی پھر پاؤں پٹختی ہوئی جانے لگی۔ ہال میں بیٹھے ہوئے لوگ کھانا چھوڑ کر انہیں دیکھ رہے تھے۔ باربرا کے نظروں سے اوجھل ہونے کے بعد وہ پھر کھانے اور اپنے ساتھیوں سے باتیں کرنے لگے۔ پارس نے چور نظروں سے دیکھا' شی تارا بھی اسے دیکھ رہی تھی۔ اس اعلیٰ درجے کے ہوٹل میں کبھی ایسا نہیں ہوتا تھا۔ باربرا جس طرح غصہ دکھا کر گئی تھی' اس طرح کی حرکت وہاں ایٹی کیٹ کے خلاف سمجھی جاتی تھی۔

وہ ویٹر کو کھانے کا آرڈر دیتے ہوئے بولی۔ "وہ جوان کون ہے جس کی گرل فرینڈ اس طرح اس کی انسلٹ کر کے گئی ہے۔"

"پتا نہیں یہ کون لوگ ہیں۔ اس ہوٹل کی پانچویں منزل پر رہتے ہیں' کیا میں ان کے متعلق کچھ معلوم کروں؟"

"کوئی ضروری نہیں ہے۔ تم آرڈر کیری آن کرو۔"

وہ چلا گیا۔ دوسرا ویٹر پارس کے کھانے کا آرڈر نوٹ کر رہا تھا۔ باربرا نے پارس کے ذریعے اس ویٹر کی آواز سنی پھر اس کے اندر رہ کر کچن میں آئی۔ کچن میں وہ دوسرا ویٹر تھا' جو شی تارا سے آرڈر لے کر آیا تھا۔ باربرا نے خیال خوانی کے ذریعے چکر چلایا۔ جس ویٹر کے اندر تھی وہ اپنی مرضی کے مطابق شی تارا کے کھانے کی ٹرالی پارس کے پاس لے گیا پھر وہ دوسرے ویٹر کے اندر گئی اور اس کے ذریعے پارس کے کھانے کی ٹرالی شی تارا کے پاس پہنچا دی۔

اس کے سامنے کھانا رکھا گیا۔ وہ مختلف ڈشوں کو دیکھ کر بولی۔ "یہ کس کا آرڈر لے آئے ہو۔ یہ میری پسند کا کھانا نہیں ہے۔"

دوسرا ویٹر ٹرالی دھکیلتا ہوا آیا۔ اس کے ساتھ پارس تھا۔ اس نے کہا۔ "مس! بیچاروں سے غلطی ہو گئی ہے۔ تمہارا کھانا میرے پاس آ گیا ہے۔"

پھر وہ ٹرالی سے ڈشیں اٹھا کر میز پر رکھنے لگا۔ شی تارا جلدی سے اٹھ کر بولی۔ "او نو۔ تم میرے لیے کھانا چن رہے ہو۔ یہی کیا کم ہے کہ تم نے میرے کھانے کے ساتھ یہاں تک آنے کی زحمت کی ہے۔"

وہ بولا۔ "میں شاید ایسا نہ کرتا لیکن تمہاری طرح ہندوستانی ہوں۔ ہمارا دھرم سکھاتا ہے کہ جس کی امانت ہو' اس کے پاس چل کر اسے پہنچائی جائے۔"

وہ خوش ہو کر بولی۔ "تم ہندوستانی ہو' کتنے اونچے خیالات رکھتے ہو۔ مجھے تم سے مل کر خوشی ہو رہی ہے۔"

"اپنے دیس سے ہزاروں میل دور پردیس میں تم سے مل کر مجھے بھی بے حد خوشی ہو رہی ہے۔"

"میں نے دیکھا ہے تم ادھر تنہا بیٹھے ہوئے تھے۔ کیا اس میز پر میرا ساتھ دو گے؟"

"یہ میرے لیے تم سے ملاقات کے بعد دوسری خوشی ہے۔"

وہ قریب ہی ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ دونوں ویٹر میز پر کھانا چننے کے بعد چلے گئے۔ شی تارا نے اس کی طرف ایک ڈش بڑھا کر کہا۔ "میں دہلی سے آئی ہوں۔ میرا نام پریما ہے۔"

وہ بولا۔ "پھر تو یہ حسین اتفاق ہے۔ تمہارا نام پریما اور میرا نام پریم کمار ہے۔ دونوں کے ناموں میں محبت ہی محبت ہے۔"

وہ مسکرا کر بولی۔ "میرا مزاج میرے نام کے خلاف ہے۔ میں محبت کو بکواس سمجھتی ہوں۔"

"یعنی صرف ہمارے نام ہی نہیں ملتے' خیالات بھی ملتے ہیں۔ میں بھی محبت کو بکواس سمجھتا ہوں۔ میرا پیشہ پہلوانی ہے۔ مجھے پہلوانی سے عشق ہے۔ تم نے دیکھا ہو گا۔ وہاں اس میز پر ایک لڑکی عشق کرنے آئی تھی۔ اسے ایسا غصہ دلایا کہ بھاگ گئی۔ میں عورتوں سے دور رہتا ہوں۔ صرف تم سے اس لیے اپنائیت ہے کہ میرے دیس اور دھرم کی ہو۔ ہزاروں میل دور تمہارے پاس یوں لگ رہا ہے جیسے میں اپنے گھر میں بیٹھا ہوں۔"

"میں بھی اپنائیت محسوس کر رہی ہوں۔ تمہاری یہاں کیا مصروفیت ہے؟"

"میں یہاں کے کسی مشہور پہلوان سے کشتی لڑنے آیا ہوں۔ اسی بہانے مصری پہلوانوں کے داؤ پیچ سیکھ کر جاؤں گا۔ اس طرح بھارت کا نام روشن کروں گا۔"

"یہ ہمارے دیس کے لیے بڑے فخر کی بات ہے' اگر یہ کشتی کل تک ہوئی تو میں ضرور دیکھوں گی۔"

"کیا کل کے بعد نہیں رہو گی؟"

"شاید نہ رہ سکوں۔ میری ایک بہن صومالیہ کے فاقہ زدہ بیمار لوگوں میں اناج اور دوائیں تقسیم کرنے کے لیے کل شہر بیضابہ پہنچے گی۔ مجھے اس نیک کام میں اُس کا ہاتھ بٹانے کے لیے وہاں جانا ہو گا۔"

"اچھا تو تمہاری بہن بھی ہے۔ یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ تم دونوں بہنیں صومالیہ جا کر اس جوانی میں نیکیاں کما رہی ہو۔ بائی دا وے' کھانے کے بعد کیا پروگرام ہے؟"

"میں اکیلی تھی اس انجانے شہر میں رات کو باہر جانے سے ڈر رہی تھی۔ سنا ہے چاندنی راتوں میں دریائے نیل کا منظر بڑا خوابناک ہوتا ہے۔"

"میں پہلوان ہوں۔ میرے ساتھ کہیں بھی چلو گی تو ڈر نہیں لگے گا۔ قاہرہ میں رات کبھی نہیں ہوتی۔ یہ بڑا ہی رنگین و سنگین شہر ہے۔ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔"

انہوں نے کھانے کے بعد کرائے پر ایک کار حاصل کی پھر شہر دیکھنے کے لیے چل پڑے۔ دن کے وقت سڑکوں پر ٹریفک کا بڑا شور ہوتا ہے۔ رات دس بجے تک عوامی ٹرانسپورٹ اپنے گیراج میں چلی جاتی تھی ــــ بڑے بڑے رئیسوں کی خوبصورت اور قیمتی گاڑیاں ہی نظر آتی تھیں راستوں اور گلیوں' ہوٹلوں اور کلبوں میں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

طرح طرح کی حسینائیں نظر آتی تھیں۔ کچھ دلاّل' کچھ نو سرباز اور غیر ملکیوں کو ٹھگنے والے جگہ جگہ دکھائی دیتے تھے۔

شی تارا نے ایک جیولری کی دکان کے سامنے کار روکنے کو کہا پھر کار سے اترتے ہوئے بولی۔ "میں ہیرے جواہرات کی دیوانی ہوں۔ جس ملک میں جاتی ہوں' وہاں کے ہیرے موتی ضرور خریدتی ہوں۔"

پارس نے کہا۔ "تمہارے بدن پر بیش قیمت جواہرات کو دیکھ کر ہی پتا چلتا ہے کہ تم صرف انہیں پہنتی ہی نہیں ہو بلکہ ان کے متعلق خاصی معلومات بھی رکھتی ہو۔"

دکاندار نے اس کے بدن پر قیمتی جواہرات سے اندازہ لگا لیا کہ موٹی اسامی ہے۔ اس نے جھک کر سلام کیا پھر ان کے آگے آگے الٹے پاؤں چلتے ہوئے بولا۔ "تشریف لائیں' میرے پاس بھی کچھ ایسے جواہرات ہیں جو آپ کی پسند اور ذوق کے مطابق ہوں گے۔"

وہ شوکیس میں سجے ہوئے ہیرے موتی دیکھ کر بولی۔ "یہ تو کچھ بھی نہیں۔ مصری نوادرات میں سے کوئی ہیرا ملے تو میرے کلیکشن میں اضافہ ہوگا۔"

دکاندار نے کہا۔ "یہ دکان کا بیرونی حصہ ہے۔ چوری' ڈکیتی کا اندیشہ رہتا ہے اس لیے غیر معمولی جواہرات اندرونی حصے میں رکھے جاتے ہیں۔ آپ تشریف لائیں۔"

اس نے ایک دروازہ کھولا۔ دروازے پر موتیوں کی لڑیوں کا پردہ تھا۔ ہر لڑی میں چاندی کی گھنٹیاں لگی ہوئی تھی۔ وہ لڑیوں کے درمیان سے گزر رہے تھے تو گھنٹیاں ایک دوسرے سے ٹکرا کر بجتی جا رہی تھیں۔ اس وقت وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ خطرے کی گھنٹیاں بج رہی ہیں۔

وہ ایک تنگ سی راہداری میں پہنچ گئے۔ وہاں کی نیم تاریکی میں شی تارا کو ایک ذرا خطرے کا احساس ہوا۔ ایسے وقت وہ اس دکاندار کے دماغ میں پہنچنے پر مجبور ہو گئی۔ اس نے اپنی سلامتی کے لیے اپنی بھائی سرتا کی قسم کھائی تھی کہ عام حالات میں کبھی خیال خوانی نہیں کرے گی۔ کسی اجنبی کے دماغ میں نہیں جائے گی۔ اکثر خیال خوانی کرنے سے بھید کھل جاتا ہے۔ ہاں اگر کوئی اجنبی مصیبت بن جائے گا یا کبھی اپنی جان پر بن آئے گی تب وہ ٹیلی پیتھی کا ہتھیار استعمال کرے گی۔

اب ایسا وقت آگیا تھا۔ اس نے راہداری سے گزرتے ہوئے خیال خوانی کی پرواز کی پھر اس دکاندار کے اندر پہنچ گئی۔ وہ غیر ملکی گاہکوں سے باتیں کرنے کے لیے تھوڑی بہت انگریزی بول لیتا تھا۔ اگر یہ زبان نہ جانتا تو وہ کبھی اس کے چور خیالات پڑھ نہ پاتی۔

چور خیالات نے بتایا' وہ دونوں ٹریپ ہو چکے ہیں۔ اس نے پارس کا بازو تھام کر کہا۔ "واپس چلو' میں جواہرات نہیں خریدوں گی۔"

اس نے پوچھا۔ "کیا بات ہے؟ ارادہ کیوں بدل رہی ہو؟"

وہ سرگوشی میں بولی۔ "میری چھٹی حس کہہ رہی ہے' یہاں خطرہ ہے۔"

پارس نے ہنستے ہوئے کہا۔ "میں ضلع مونگیر کا مونگیری پہلوان ہوں۔ کوئی بھی خطرہ ہوگا' اسے دھوبی پاٹ مار کر پچھاڑ دوں گا۔"

وہ اسے بازو سے پکڑ کر کھینچتی ہوئی اس دروازے کی طرف لے جانے لگی' جہاں موتیوں کی لڑیوں کا پردہ تھا مگر راہداری کے دونوں طرف سپاٹ پتھریلی دیواریں نظر آئیں۔ وہ دروازہ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اسی وقت راہداری کا اکلوتا بلب بجھ گیا۔ گہری تاریکی چھا گئی۔ تاریکی اچانک ایسے آئی جیسے بلا آگئی ہو۔ وہ بے اختیار تحفظ حاصل کرنے کے لیے اس سے لپٹ گئی۔ پارس نے دکاندار کو آواز دی۔ "اے مسٹر! تم کہاں ہو؟ تم نے لائٹ کیوں بجھا دی ہے؟"

کوئی جواب نہ ملا۔ وہ ساتھ آنے والا اندھیرے میں غائب ہو گیا تھا۔ شی تارا ذرا اور چپک گئی۔ وہ بزدل نہیں تھی لیکن اپنی ذہانت اور صلاحیتیں آزمائے بغیر حرام موت مرنا نہیں چاہتی تھی۔ وہ گردن میں بانہیں ڈال کر اس کا سر اپنی طرف جھکا کر اس کے کان میں آہستگی سے بولی۔ "وہ دکان دار اسی اندھیرے میں ہم سے ذرا دور ہے۔ دیوار سے لگ کر آہستہ آہستہ ایک طرف جا رہا ہے۔"

پارس نے اس کے چہرے کو دونوں ہاتھوں سے تھام لیا پھر اس کے کان میں پوچھا "تم کیسے کہہ سکتی ہو کہ وہ اندھیرے میں موجود ہے اور دیوار سے لگ کر کہیں جا رہا ہے؟"

وہ اپنی خیال خوانی کا بھید نہیں کھولنا چاہتی تھی۔ اس لیے بولی۔ "میری قوتِ ساعت غیر معمولی ہے۔ دیوار سے لگ کر چلنے کے باعث اس کے لباس کی سرسراہٹ اور اس کے جوتوں کی ہلکی سی آواز سن رہی ہوں۔"

اس میں شبہ نہیں تھا کہ وہ ایک ناگہانی مصیبت میں پڑ گئے تھے اور مصیبت ایسی تھی کہ دونوں کو مقناطیس کی طرح ملا رہی تھی۔ تاریکی میں کسی دشمن کی موجودگی میں ضروری باتیں کرنے کے لیے ایک دوسرے کے کانوں تک پہنچنا لازمی تھا کہاں تو وہ پارس کا نام سنتے ہی اپنے کان پکڑتی تھی۔ کہاں یہ کہ اپنے کان اس کے ہونٹوں سے لگا رہی تھی۔ تقدیر جب اپنی منواتی ہے تو تدبیر دھری کی دھری رہ جاتی ہے۔

وہ دونوں ایک دوسرے کو نہیں پہچان رہے تھے مگر مقدر کی کھینچی ہوئی لکیر پر چل رہے تھے۔ وہ سوچ رہی تھی کہ یوں نہیں لگنا چاہیے لیکن ایک مقناطیسی کشش محسوس کر رہی تھی۔ ہوٹل کے ڈائننگ ہال میں غیر شعوری طور پر متاثر ہو گئی تھی۔ وہ تاثر اسے کہاں سے کہاں لے آیا تھا۔ اس نے سوچا' کان میں آخری بات بول کر الگ ہو جائے گی۔ تاریکی میں صرف ہاتھ پکڑے گی۔ پارس نے اس کے کان میں اپنی سانسیں چھوڑتے ہوئے کہا۔ "ہمیں بھی دیوار سے لگ کر ایک سمت چلنا چاہیے۔ آخر کہیں تو پہنچیں گے۔"

"میں بھی یہی کہنے والی تھی۔ ویسے کیا تم سگریٹ نہیں پیتے ہو؟"

"تعجب ہے۔ اس مصیبت میں تمہیں سگریٹ کی طلب ہو رہی ہے۔"

"فضول باتیں نہ کرو۔ میں ماچس یا لائٹر کے لیے پوچھ رہی ہوں۔"

"میں پہلوان ہوں۔ سگریٹ نہیں پیتا جان بناتا ہوں۔"

"ہوٹل سے پہلوانی کی ڈینگیں مارتے آ رہے ہو۔ کچھ کر کے تو دکھاؤ۔"

"کیا یہ کم ہے کہ مصیبت کے اندھیرے میں تمہیں سمیٹے رکھنے کا فرض ادا کر رہا ہوں۔"

وہ جلدی سے الگ ہٹ گئی لیکن اس کے ایک بازو کو تھام لیا کیوں کہ تاریکی میں بچھڑنے والے مشکل سے ایک دوسرے کو ڈھونڈ پاتے ہیں۔ وہ دیوار سے لگ کر چلنے لگے۔ شی تارا نے دکاندار کے اندر پہنچ کر معلوم کیا۔ اب وہ دیوار سے لگا ہوا نہیں تھا ایک کھلی جگہ کھڑا تھا۔ اس بونے کے سامنے دور اہرام کی تکونی اونچی دیواریں دکھائی دے رہی تھیں۔ چاندنی رات تھی۔ اونٹ ایک قطار میں اہرام کے سامنے سے گزر رہے تھے۔ اہرامِ مصر کا روایتی منظر نگاہوں کے سامنے تھا۔

شی تارا نے حیرانی سے سوچا۔ یہ کیسے ممکن ہے۔ وہ قاہرہ کے صرافہ بازار کی ایک دکان میں داخل ہوئی تھی۔ اسے دکان کے اندرونی حصے میں ہونا چاہیے تھا پھر وہ دکان دار اتنی جلدی اس چار دیواری سے باہر اہرامِ مصر کے سامنے کیسے پہنچ گیا ہے؟

اس نے پھر دکاندار کے خیالات پڑھے۔ تب وضاحت سے معلوم ہوا کہ اس کے سامنے ایک وسیع و عریض دیوار پر اہرام مصر اور گزرتے ہوئے اونٹوں کی متحرک تصویر ایک پروجیکٹر کے ذریعے دکھائی جا رہی ہے پھر ایک بوڑھی عورت دکھائی دی۔ وہ دیوار کے سامنے آ کر کھڑی ہو گئی تھی۔ اس نے سرخ اور سیاہ ڈھیلا سا لباس پہنا ہوا تھا۔ گلے میں موتیوں کی کئی مالائیں تھیں۔ سفید لانبے بال شانوں پر پھیلے ہوئے تھے۔ پیشانی سے سر کے پچھلے حصے تک ایک سرخ پٹی بندھی ہوئی تھی۔ اس کی دائیں مٹھی میں فرعون کا ایک چھوٹا سا مجسمہ تھا اور بائیں ہاتھ میں ایک عصا تھا' جو تختِ شاہی پر بیٹھتے وقت فرعون کے ہاتھ میں ہوا کرتا تھا۔

وہ بوڑھی دونوں ہاتھ فضا میں بلند کر کے مقامی زبان میں کچھ کہنے لگی۔ پہلے تو یہی سمجھ میں آیا کہ وہ کوئی عمل کرنے کے لیے منتر پڑھ رہی ہے پھر دکاندار کے دماغ نے ترجمہ پیش کیا۔ وہ کہہ رہی تھی کہ "وہ آگئی۔ وہ آگئی۔ میری پیش گوئی کبھی غلط نہیں ہوئی۔ میری ایک مٹھی میں فرعون ہے اور دوسری مٹھی میں وہ عصا ہے' جو موسیٰؑ کے دور میں جادوگروں نے فرعون کو اس کی حفاظت کے لیے دیا تھا۔ یہ جادوئی عصا مجھ سے کبھی جھوٹ نہیں کہتا۔ وہ آچکی ہے۔"

وہ دونوں تاریکی میں دیوار سے لگ کر چلتے ہوئے محسوس کر رہے تھے کہ راہداری والا راستہ ڈھلان کی طرف جا رہا ہے۔ وہ نیچے یعنی کسی تہ خانہ میں اتر رہے تھے۔ دیوار انہیں دوسری سمت موڑتی جا رہی تھی پھر وہ مسطح فرش پر پہنچ گئے۔ سامنے دیوار پر اہرام مصر اور اونٹوں کی متحرک تصویر دکھائی دے رہی تھی۔ وہ بوڑھی ساحرہ دونوں ہاتھ بلند کر کے اب انگریزی زبان میں کہہ رہی تھی۔ "یہ تمہارا گمشدہ ہیرا لے آئی ہے۔ اسے دیکھ لو۔"

دیکھنے کی بات کہتے ہی لائٹس آن ہو گئیں۔ ذرا سی دیر کے لیے دونوں کی آنکھیں چُندھیا سی گئیں۔ کیوں کہ وہاں صرف بجلی کی ہی نہیں ہیرے جواہرات کی بھی خاصی جگمگاہٹ تھی۔ وہ جواہرت چاروں طرف مختلف شوکیسز میں رکھے ہوئے تھے۔ دو شوکیس کے درمیان ایک شاہانہ طرز کی کرسی پر ایک بونا قیمتی سوٹ اور نکٹائی میں نظر آ رہا تھا۔ کرسی کے اطراف دو پہلوان نما باڈی گارڈز تھے۔

بونا اپنی تیز چمکیلی آنکھوں سے شی تارا اور پارس کو چند لمحوں تک دیکھتا رہا پھر بوڑھی ساحرہ سے بولا۔ "وِچ لیڈی! تو نے کہا تھا' وہ ہیرا ایک ایسی حسین دوشیزہ کے پاس ہے' جس کے بدن سے ایک زہریلا سانپ لپٹا ہوا ہوگا۔"

ساحرہ سر جھکا کر بولی۔ "آقا لاثانی! تیری یہ نمک خوار جھوٹ نہیں بولتی۔ تیرا مطلوبہ ہیرا اسی دوشیزہ کے پاس ہے اور یہ نوجوان ایک سانپ ہے جو دوشیزہ کی حفاظت کے لیے لپٹا ہوا یہاں آیا ہے۔"

وہ بونا ان سب کا آقا تھا۔ مسکرا کر بولا۔ "یہ سانپ ہے تو میں نیولا ہوں کیوں حسینہ! تو نے کبھی سانپ اور نیولے کی لڑائی دیکھی ہے۔"

شی تارا نے کہا۔ "مطلب کی بات کر' تو کس ہیرے کا طالب ہے؟"

بونے آقا لاثانی نے کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک ننھا سا ہیرا نکالا۔ وہ ہیرا آنکھ کی پتلی کے برابر تھا اور اس کی شکل انسانی آنکھ کی طرح تھی۔ شی تارا اس ہیرے کو دیکھ کر چونک گئی۔ بالکل ایسا ہی ایک ہیرا اس کے نیکلس میں لاکٹ کی طرح لگا ہوا تھا وہ نیکلس اس کے گلے میں تھا لیکن ہیرے والے لاکٹ کو اس نے بلاؤز کے اندر چھپا رکھا تھا۔

آقا لاثانی نے کہا۔ "اے حسینہ! یہ ایک آنکھ میرے پاس ہے اور دوسری آنکھ تیرے پاس۔ میں نے دنیا کے چار بڑے معتبر نجومیوں سے معلوم کیا ہے پھر یہ بوڑھی وِچ لیڈی بھی یہی کہتی ہے۔ یہ دو آنکھیں جس کی کیپ (ٹوپی) یا تاج میں لگی ہوں گی۔ وہ ساری دنیا کا بے تاج بادشاہ بن جائے گا۔ سارے جہان کی دولت اس کے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

قدموں میں ہوگی اور خطرناک دشمن اس کے آگے گھٹنے ٹیکتے رہیں گے۔"

وہ بول رہا تھا اور شی تارا دل ہی دل میں تسلیم کر رہی تھی۔ اس کی جوتش ودیا بھی یہی کہتی تھی کہ جس دن اسے ہیرے والی دوسری آنکھ ملے گی' ساری نحوستیں دور ہو جائیں گی۔ فرہاد جیسے ناقابلِ شکست لوگ اس کے دوست بن جائیں گے یا پھر اس سے دور بھاگتے رہیں گے پھر سب سے بڑی بات یہ کہ وہ کبھی پارس کے قریب میں نہیں آئے گی۔ اسلام قبول کرنے والی بات بھی ٹل جائے گی۔

آقا لاثانی نے کہا۔ "آج برسوں کے بعد تو میرے خوابوں کی تعبیر بن کر آئی ہے۔ ایک آنکھ میرے پاس ہے۔ تو دوسری آنکھ اپنے پاس رکھ کر کچھ حاصل نہیں کر سکے گی۔ میں ابھی طاقت سے اسے چھین سکتا ہوں لیکن میں بہت ہی شریف بدمعاش ہوں۔ پہلے شرافت سے مانگ رہا ہوں۔ تو اس کی جو قیمت طلب کرے گی' وہ ابھی دوں گا۔ اگر تو کسی جوہری کی بیٹی ہے تو ان چاروں طرف رکھے ہوئے جواہرات کی مالیت کا اندازہ کر سکتی ہے۔ وہ دوسری آنکھ مجھے دے دے اور یہ تمام جواہرات سمیٹ کر لے جا۔"

وہ بولی۔ "بونے! تو اپنے قد سے اونچی بات کہہ ہی نہیں سکتا۔ میں اپنے قد جیسی بولی دیتی ہو' تو جس قدر دولت کی توقع کرتا ہے' میں اس سے دگنی دوں گی کیوں کہ تیری طرح مجھے بھی دوسری آنکھ کی جستجو رہی تھی۔ میرے بھی یہی خواب ہیں کہ میں ساری دنیا کی بے تاج ملکہ بن جاؤں۔"

"یہ بھی ممکن ہے میری جان! وہ آنکھ مجھے دے' میں شہنشاہ بن کر تجھے ملکۂ عالم بنا دوں گا۔ سچ بات تو یہ ہے کہ تجھے دیکھتے ہی منہ میں پانی آگیا ہے۔ بڑی نمکین چیز ہے۔"

وہ باتوں کے دوران سوچ رہی تھی' وہاں سے نکلنے کے لیے خیال خوانی کا مظاہرہ کرنا ہی پڑے گا لیکن پہلے تحمل سے کام لینا چاہیے۔ اپنے ساتھی پریم کمار کو آزمانا چاہیے۔ اگر یہ مصیبت سے نجات دلانے میں کامیاب ہوگا تو میری ٹیلی پیتھی راز رہے گی۔

آقا لاثانی نے کہا۔ "میرا خیال ہے تو نے وہ ہیرا اپنے لباس میں کہیں چھپا رکھا ہے۔ میرا مشورہ ہے' اپنے ہاتھ سے نکال کر پیش کر دے ورنہ یہ بدن تو میرا ہونے ہی والا ہے۔ مجھے ہی ہاتھ ڈال کر نکالنا ہوگا۔"

وہ شاہانہ طرز کی کرسی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کا قد پونے چار فٹ ہوگا اس کی اونچائی شی تارا کی کمر تک ہوگی۔ وہ سر اٹھا کر شی تارا کو ایسے دیکھ رہا تھا جیسی عید کا چاند دیکھ رہا ہو۔ پارس نے کہا۔ "میرے بچے! اپنی ماں کو دیکھنے کے لیے تجھے چھت پر چڑھنا ہوگا۔"

اس کا طنز سنتے ہی بونا لاثانی اچانک ہی فرش سے تقریباً چھ فٹ اوپر اچھلا اس کے اچھلنے کے انداز نے بتا دیا کہ وہ جمناسٹک کا ماہر ہے۔ پارس نے سمجھا کہ فلائنگ کک مارے گا لیکن وہ فضا میں لٹو ہو کر لٹو کی طرح گھوم گیا۔ یہ کمال کی جمناسٹک تھی۔ سرکس کا کوئی بازی گر لگتا تھا۔ پارس حیرانی میں مار کھا گیا۔ لٹو کی طرح ایک چکر پورا کرتے ہی اس کے منہ پر ٹھوکر پڑی۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے گیا۔ بونا واپس فرش پر آکر کھڑا ہو کر دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر بولا۔ "سانپ کتنا ہی زہریلا ہو' اسے نیولے سے بچ کر رہنا چاہیے۔"

پارس نے کہا۔ "بے شک تو نے بڑی فنکارانہ کک ماری ہے۔ بڑے سے بڑے شہ زور کے منہ پر یہ ٹھوکر پڑتی تو اس کا جبڑا ٹوٹ جاتا یا دانت باہر آجاتے۔ تو مجھے دیکھ اور مان لے کہ میرا کچھ نہیں بگڑا۔ دوسری بار یہ ٹھوکر مارنے والے ننھے سے ہتھوڑا پاؤں ٹوٹ جائیں گے۔"

وہ کوٹ اتار کر ایک طرف پھینکتے ہوئے بولا۔ "مانتا ہوں تُو مار سہنے میں اتنا زبردست ہے تو مارنے میں بھی زبردست ہوگا۔"

اس نے کوٹ کے بعد نکٹائی کو بھی اتار پھینکا پھر فضا میں چھلانگ لگائی۔ انداز ایسا ہی تھا کہ پھر فلائنگ کک مارے گا۔ پارس بیٹھ گیا۔ وہ اس کے سر پر سے گزر گیا اب اسے پیچھے کی طرف ہونا تھا لیکن پارس نے پلٹ کر دیکھا تو وہ نہیں تھا پھر سر گھما کر دیکھا تو وہ آگے بھی نہیں تھا۔ شی تارا نے کہا۔ "پریم کمار' وہ اوپر ہے۔"

اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ وہ چھت کے پنکھے سے لٹک رہا تھا۔ پارس کے سر اٹھاتے ہی جیسے آسمان سے بجلی کی طرح آیا۔ ٹھوکر ماری۔ اس کے ساتھ ہی فضا میں الٹی قلابازی کھا کر فرش پر پہنچ کر دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر کھڑا ہو گیا پھر بولا۔ "ابھی اپنے ہاتھ استعمال نہیں کر رہا ہوں' صرف لاتوں کے نمونے پیش کر رہا ہوں۔ بائی داوے' تو اپنے پیروں پر کھڑا ہے اس پر حیران ہوں۔"

پارس نے کہا۔ "میرے استاد نے نصیحت کی تھی کہ مقابل لڑنے کا انوکھا انداز اختیار کرے تو اس کی مار کھاؤ تاکہ اس کے حملوں کا انداز سمجھ میں آتا رہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "میرا انداز سمجھنے تک تو خاک ہو جائے گا۔"

پارس نے فرش پر دونوں گھٹنے ٹیک دیے۔ بونے نے پوچھا "شکست تسلیم کر رہا ہے؟"

"نہیں' تکنیک سمجھ میں آگئی۔ بچے کے ساتھ بچے کے قد کے برابر ہو کر مقابلہ کرنا چاہیے۔ آؤ اب حملے کرو۔ تمہارے مقابل تو اور لوگ آئے ہوں گے۔ ایسا بونا نہیں آیا ہوگا۔"

چھوٹے قد کے فائٹر کے لیے یہ مشکل ہوتی ہے کہ وہ قد آور مقابل کے چہرے اور سینے پر ضرب نہیں لگا سکتا۔ اس لیے وہ فضا میں اچھلنے قلابازی کھانے اور ضربیں لگانے کی ٹریننگ حاصل کرتا ہے۔ جب پارس اس کے برابر ہوا' تب بھی وہ فضائی کرتب دکھا رہا اور فضائی حملے کرنے پر مجبور تھا کیوں کہ فرش پر پینترے بدل کر قریب آکر چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے حملے کرنے کے دوران پارس کی گرفت میں آجاتا۔ یہ سمجھ میں آگیا کہ وہ ہاتھ نہیں آنا چاہتا۔ حملے کرتے ہی دور ہو جانے کی تکنیک استعمال کر رہا ہے۔

وہ فرش پر دونوں ہاتھوں سے سمرسالٹ کرتے ہوئے۔ "ہاہپ ہپ" کی آوازیں نکالتے ہوئے پارس کے چاروں طرف گردش کرنے لگا۔ یہ بھی ردمانہ کا انداز تھا پھر بونے نے جمناسٹک کے یہ کرتب سیکھے تھے۔ ایسے طریقے سے پتا نہیں چلتا تھا کہ چاروں طرف گردش کرنے والا کس سمت سے کب حملہ کرے گا۔ پارس گھٹنوں کے بل کبھی گھوم کر کبھی سر گھما کر دیکھ رہا تھا پھر بونے نے گردش کرتے ہوئے اچانک ہی چھلانگ لگائی اور دھوکا کھا گیا۔ اس نے یہ سمجھا کہ اس بار بھی لات مار کر نکل جائے گا لیکن پارس نے قلابازی کرنے والے کی ٹانگ پکڑ لی۔ پکڑ کر فرش پر نہیں چھوڑا اسے سر سے بلند کر کے یوں گھمانے لگا جیسے چھت کا پنکھا گھومتا ہے۔ وہ چیخ رہا تھا لیکن اپنی ٹانگ نہیں چھڑا سکتا تھا۔ پارس نے اسے کئی چکر دے کر سامنے والی دیوار پر دے مارا۔ وہ دیوار سے ٹکرا کر فرش پر گرا پھر ربڑ کی گیند کی طرح اچھل پڑا۔ سیدھا فرش پر کھڑا ہو کر دونوں ہاتھ کمر پر رکھ لیے۔

یوں لگ رہا تھا' وہ گوشت پوست اور ہڈیوں کا نہیں خالص ربڑ کا انسان ہے۔ کوئی اور اتنی زور سے دیوار کے ساتھ ٹکراتا تو ایک آدھ جگہ سے ضرور ٹوٹ پھوٹ جاتا۔ ادھر اس کے دونوں باڈی گارڈ پہلوانوں نے پارس پر حملہ کیا لیکن دو چار فولادی ہاتھ کھا کر لہولہان ہو گئے۔ ناک اور باچھوں سے لہو بہنے لگا۔ شی تارا خوش ہو کر کہہ رہی تھی۔ "واہ پریم کمار! تم واقعی زبردست پہلوان ہو اس بونے کو اپنی جیب میں ڈال کر لے چلو۔ باہر جا کر اس کمبخت کی ہسٹری معلوم کریں گے۔"

بونے لاثانی نے کہا۔ "آج تک کوئی شہ زور مجھے شکست نہ دے سکا۔ تو گھنٹوں لڑتا رہے گا لیکن میرا کچھ نہیں بگڑے گا اور تم دونوں کو باہر جانے کا راستہ بھی نہیں ملے گا۔ بہتر ہے میری بات مان لے میری جان حسینہ! دوسری آنکھ مجھے دے دے۔"

پارس نے کہا۔ "میں مانتا ہوں' تو میرے ہاتھوں مرے گا نہ شکست کھائے گا۔ میں تمہیں سمجھاتا ہوں پریما! اس سے سمجھوتا کر لو۔"

وہ ناگواری سے بولی۔ "یہ کیا بکواس کر رہے ہو؟"

بونے نے چٹکی بجا کر کہا۔ "یہ ہوئی مردوں والی بات۔ تو میرا دوست بن جا' یہ تنہا ہوتے ہی میرے قدموں میں جھک جائے گی۔ میں تجھے مالا مال کر دوں گا۔"

بونے نے دوستی کا ہاتھ بڑھایا۔ پارس نے اسے تھام کر کہا۔ "تو لڑنے کے دوران آسانی سے ہاتھ نہ آتا۔ اس لیے یہ ترکیب آزمائی ہے۔"

یہ کہتے ہی اس نے ہاتھ کھینچ کر اُس کی گردن دبوچ لی۔ وہ ہاتھ پاؤں چلا کر رہائی کی کوشش کرنے لگا۔ پارس نے اسے دونوں ہاتھوں میں اٹھا کر چھت کی طرف پوری قوت سے اچھالا۔ وہ زوردار آواز کے ساتھ چھت سے ٹکرایا۔ نیچے فرش پر آکر دھڑام سے گرا پھر اچھل کر کھڑے ہو کر دونوں ہاتھ اپنی کمر پر رکھ لیے۔ کمبخت واقعی ربڑ کا ثابت ہو رہا تھا۔ اس کا کچھ نہیں بگڑا تھا۔ وہ بولا۔ "ایک بار دھوکے سے پکڑا اب کیسے پکڑے گا؟"

"اب پکڑ کے کیا کروں گا۔ تجھے تو خالی کر دیا ہے۔ اپنی جیب دیکھ لے۔ وہ ہیرا آنکھ اب تیرے پاس نہیں ہے۔"

اس نے جلدی سے جیب ٹٹولی۔ پارس نے مٹھی کھول کر دکھائی۔ اس کی ہتھیلی پر ایک آنکھ چمک رہی تھی۔ شی تارا نے خوش ہو کر کہا۔ "میرے وِیر پریم کمار! ابھی یہ میدانِ جنگ نہ ہوتا تو میں تمہارے ہاتھ چوم لیتی۔"

پارس نے کہا۔ "ہاتھ بھی کوئی چومنے کی چیز ہے! لب و رخسار کی بات کرو۔ میرے پاس مطلوبہ ہیرا ہے اس ہاتھ دو اس ہاتھ لو۔"

بونے نے پارس کو غافل سمجھ کر حملہ کیا پھر فولادی ہاتھ کھا کر پیچھے جا گرا۔ بڑا ڈھیٹ تھا اچھل کر دونوں ہاتھ کمر پر رکھتے ہوئے کھڑا ہو گیا۔ پھر اس نے ایک ہاتھ فضا میں بلند کر کے چٹکی بجائی۔ اس کے ساتھ ہی وہاں کی لائٹس بجھ گئیں۔ پہلے کی طرح گہری تاریکی چھا گئی۔

اندھیرے میں شی تارا کو سب سے پہلے تنہائی کا احساس ہوا پھر اندیشہ ہوا کہ پریم کمار اس دوسری آنکھ کے ساتھ کہیں چلا نہ جائے۔ ایک تو وہ اندھیرے کا ساتھی تھا پھر اس کی اہمیت بڑھ گئی تھی پھر وہ اچانک ہی چیخ پڑی۔ کوئی آکر اُس سے لپٹ گیا تھا۔ جسامت سے بونا ہی لگتا تھا وہ لباس میں ہاتھ ڈال رہا تھا۔ صاف سمجھ میں آگیا کہ وہ اپنی ہیرا آنکھ سے محروم ہو کر اب شی تارا سے دوسری آنکھ وصول کرنے آیا ہے۔

پارس تاریکی میں شی تارا کی آواز کی سمت آیا پھر وہ بونے کو دبوچ کر اُس سے الگ کرنے لگا۔ تینوں کے درمیان چھینا جھپٹی ہونے لگی۔ ایک پورے اور ایک آدھے مرد کے درمیان وہ سینڈوچ بن گئی تھی۔ بونا جونک بن کر چمٹ گیا تھا۔ اس کے بلاؤز کو پھاڑ چکا تھا۔ پارس اسے کھینچتا تھا تو وہ ربڑ کی طرح کھینچ کر پھر اس سے جا لگتا تھا۔

شی تارا نے فیصلہ کیا' اب اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کرنا ہی ہوگا تب اس سے پیچھا چھوٹے گا لیکن اس سے پہلے ہی پارس نے کہا۔ "اب تو تمام عمر اس سے لپٹا رہ۔ دوسری آنکھ بھی میرے قبضے میں آگئی ہے۔"

یہ سنتے ہی بونا شی تارا کو چھوڑ کر فرش پر آیا پھر پارس کی آواز کی سمت چھلانگ لگائی۔ پارس نے بولتے ہی وہ جگہ چھوڑ دی تھی۔ بونے کے دھپ سے فرش پر گرنے کی آواز سنائی دی۔ پارس نے کہا۔ "میں یہاں ہوں۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

یہ کہتے ہی وہ پھرتی سے ایک طرف ہو گیا۔ جہاں سے ہٹ گیا تھا وہاں بھی فرش پر سے دھپ کی آواز ابھری۔ ایک تو اپنے پاس جو ہیرا تھا وہ جیب سے نکل گیا تھا پھر وہ شی تارا سے بھی دوسرا ہیرا چھین نہیں سکا تھا۔ ان ناکامیوں نے اسے پاگل کر دیا تھا۔ وہ پارس کی آوازیں سن سن کر دوبار فرش پر گرا۔ تیسری بار دیوار سے سر ٹکرایا پھر جھنجلا کر بولا۔ "تم دونوں اسی تاریکی میں قید رہو گے' باہر جانے کا راستہ نہیں ملے گا۔ جب بھوکے پیاسے مرجاؤ گے تو تمہارے مردہ ہاتھوں سے وہ دونوں ہیرے بہ آسانی مل جائیں گے۔"

خاموشی چھا گئی۔ شی تارا آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ چونکہ وہ تہ خانے میں تھی اس لیے باہر کی ہلکی سی روشنی بھی وہاں نہیں پہنچ سکتی تھی پھر رات کا وقت تھا اس نے سنا تھا کہ ایسی گہری تاریکی قبر میں ہوا کرتی ہے اس نے پریشان ہو کر آواز دی۔ "پریم کمار! تم کہاں ہو؟"

"میں یہاں ہوں۔" وہ آواز سنا کر فوراً وہاں سے ہٹ گیا لیکن دھپ کی آواز نہیں آئی۔ بونے نے حملہ نہیں کیا تھا۔ شاید چلا گیا تھا۔

وہ بولا۔ "پریما! اپنی غیر معمولی قوتِ سماعت سے سن کر بتاؤ' وہ جراثیم یہاں موجود ہے یا نہیں؟"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ بونے لاثانی کے دماغ میں پہنچی۔ بونے نے چند ساعتوں کے لیے اپنے دماغ کے اندر بے چینی سی محسوس کی پھر سانس روک لی۔ ان چند ساعتوں میں شی تارا کو معلوم ہوا کہ وہ کسی روشن کمرے میں ہے۔ اس نے دوبارہ دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی لیکن اس نے سانس روک لی۔ وہ بولی۔ "پریم! وہ یہاں نہیں ہے کسی چور راستے سے باہر چلا گیا ہے۔ پلیز میرے پاس آؤ۔ اس تاریکی سے وحشت ہو رہی ہے۔"

وہ قریب آ گیا۔ اس کے ہاتھ لگاتے ہی وہ ہولے سے چیخ پڑی اس نے کہا۔ "میں ہوں۔"

اس کے لباس کی ایسی کی تیسی ہو گئی تھی۔ اگرچہ اندھیرے میں پھٹا ہوا بلاؤز اور گورا بدن دکھائی نہیں دے رہا تھا پھر بھی وہ ساری سے بدن کا اوپری حصہ اچھی طرح چھپانے لگی۔ پارس نے پوچھا۔ "کیا کر رہی ہو؟"

"اس ذلیل کمینے نے میری آستین اور گریبان کو نوچ لیا تھا۔"

"بھوکا آدمی اندھیرے میں یہی کرتا ہے۔"

وہ اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی۔ "تم ایسے نہیں ہو۔"

"مگر تم میری دھڑکنوں سے لگ کر ایسی ہو رہی ہو۔"

"تم نے مجھ پر جادو کر دیا ہے۔ پتا نہیں تمہارے اندر ایسی عجیب سی کشش ہے جو سمجھ میں نہیں آتی۔"

"تم نے ہوٹل میں کہا تھا کہ محبت کو بکواس سمجھتی ہو۔"

"ہاں کہا تھا مگر تاریکی میں ارادے بدل جاتے ہیں۔"

اندھیرا تاریکی پر جھک گیا اس کے ارادوں کی قدر کرنے لگا۔ وہ بولی۔ "تم دلیر بھی ہو اور چالاک بھی۔ تم نے بڑی چالاکی سے اس کی ہیرا آنکھ چھین لی۔ وہ آنکھ مجھے دے دو۔"

"یہ لو۔" اس نے تاریکی میں اس کا ہاتھ پکڑا پھر اس کی ہتھیلی پر ایک ہیرا آنکھ رکھ دی۔

وہ بولی۔ "یہ تو ایک ہی ہے اور میری ہے۔"

"تمہاری ہے اسی لیے تو واپس کر رہا ہوں۔"

"پلیز' وہ دوسری بھی دو۔ میں برسوں سے اس کی تلاش میں تھی۔"

"وہ تمہارے پاس رہے یا میرے پاس۔ کیا فرق پڑتا ہے؟"

"بہت فرق پڑتا ہے۔ وہ بونا درست کہہ رہا تھا۔ جوتش ودیا بھی یہی کہتی ہے۔ میں ان دونوں ہیرا آنکھوں کی کلپ بنا کر اپنے بالوں میں لگاؤں گی تو میری زندگی سے تمام نحوستیں دور ہو جائیں گی' دشمن میرے سامنے گھٹنے ٹیک دیں گے۔ میری طرح کوئی دولت مند نہیں ہو گا' میں ساری دنیا پر حکومت کروں گی۔"

"عورت کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے مرد کے دل پر حکومت کرے۔"

"یہ کتابی باتیں نہ کرو۔ وہ مجھے دو۔"

"مجھے کیا ملے گا؟"

"میں جو مل رہی ہوں۔ ساری دنیا میری رہے گی اور میں تمہاری رہوں گی۔"

"اچھی بات ہے۔ پہلے مجھے پا لینے کا یقین کر لینے دو۔"

وہ یقین کرنے لگا۔ وہ یقین دلانے لگی۔ اس نے کبھی کسی شخص کو اپنے سائے تک بھی پہنچنے نہیں دیا تھا۔ ستارے کہہ چکے تھے کہ وہی ایک مسلمان اس کی زندگی میں آئے گا۔ اس نے مقدر کی اس تحریر کو بدلنے کے لیے ایک راجپوت سے شادی کرنی چاہی لیکن شادی کے تمام انتظامات ہونے کے باوجود وہ کنواری رہی۔ اس غیرت مند راجپوت نے اس کا غلام بننے سے پہلے ہی خود کو مار ڈالا تھا۔

اس واقعہ سے شی تارا کو یقین ہو گیا تھا کہ وہ تقدیر کی کھنچی ہوئی لکیر پر چلتی ہوئی ایک دن پارس کے پاس پہنچے گی۔ اس کے ساتھ یہ بھی امید تھی کہ وہ تدبیر سے تقدیر کو بدل دے گی۔ اس مقصد کے لیے اس نے ایسے دن اور تاریخیں معلوم کیں' جو منحوس ثابت ہو سکتی تھیں اور ان تاریخوں میں پارس سے ٹکراؤ ہو سکتا تھا۔ وہ تاریخیں تھیں' تین' تیرہ اور تیئس۔

جوتش ودیا نے یہ بھی بتایا تھا کہ وہ دوسری ہیرا آنکھ حاصل کر لے گی تو تمام ناکامیاں کامیابیوں میں بدل جائیں گی۔ اس نے کامیابیاں حاصل کرنے کے لیے اپنی ذات کو داؤ پر لگا دیا۔ اسے اطمینان تھا کہ اس تاریکی میں کوئی مسلمان نہیں' پریم کمار تھا۔ ان دو ہیرا آنکھوں کو پا لینے کی ضد تھی پھر برسوں کے جذبات

کا لاوا تھا اپنی ضد اور جذبات میں بہتے ہوئے اسے یوں تو بہت کچھ یاد رہا' صرف یہ بھول گئی کہ آج پارس کو اس کی زندگی میں لانے والی وہی منحوس تیرہ تاریخ ہے۔

جب دریا چڑھ کر اتر گیا اور اس پر زہریلا نشہ طاری ہو گیا تب اس کے اندر گھبراہٹ سی ہونے لگی۔ نیم مدہوشی میں بھی خطرے کا احساس ہوا۔ یہ احساس حاوی نہیں ہوا کیوں کہ وہ نشے کی ایک عجیب سی مستی بھری وادیوں میں بھٹک رہی تھی۔ اسے پتا نہ چلا کہ کتنا وقت گزرتا جا رہا ہے پھر وہ رفتہ رفتہ ہوش میں آنے لگی اور اسے مرینا کی باتیں یاد آنے لگیں۔ اس نے مرینا سے ایک بار پوچھا تھا کہ پارس میں ایسی کیا بات ہے' جس کے لیے تم دیوانی رہتی ہو؟ مرینا نے اسے بتایا تھا کہ وہ زہریلا ہے۔ ایک بار اس کے زہر کا چسکا پڑ جائے تو کوئی عورت پھر اسے بھلا نہیں پاتی۔ اس کے بعد کوئی اور نہیں بھاتا۔ ضرورت اسی کو پکارتی رہتی ہے۔

مرینا کی باتیں یاد کرتے ہی کلیجا دھک سے رہ گیا۔ دماغ میں خطرے کی گھنٹی بجنے لگی۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ پارس نے پھر اسے پکڑ کر کھینچ لیا اور پوچھا۔ "کہاں چلیں؟ کب سے تمہارے ہوش میں آنے کا انتظار کر رہا ہوں۔"

وہ کمزور سی آواز میں بولی۔ "مجھے کیا ہوا تھا؟ کیا میں بے ہوش ہو گئی تھی؟"

"بے ہوش نہیں' مدہوش ہو گئی تھیں۔"

وہ سہم کر بولی۔ "تم۔۔۔ تم کون ہو؟"

"انسان ہوں۔"

"نہیں' وہ وِچ لیڈی اور بونا لاثانی کہہ رہے تھے کہ تم سانپ ہو۔"

"اور یہ بھی کہا تھا کہ میں تمہاری حفاظت کے لیے آیا ہوں۔ کیا یہ جھوٹ تھا۔ کیا میں تمہاری حفاظت نہیں کر رہا ہوں؟"

"ہاں مگر تم پریم کمار ہو نا؟"

"بے شک' تمہیں شبہ کیوں ہے؟"

وہ جواب میں کچھ کہنا چاہتی تھی پھر اچانک لائٹس آن ہونے سے شرما گئی۔ منہ پھیر کر لباس درست کرنے لگی۔ یہ خیال آیا کہ وہ اصل بات بھول کر سانپ اور انسان کے مسئلے میں کیوں الجھ گئی ہے؟ اصل معاملہ تو دو ہیرا آنکھوں کو حاصل کرنے کا تھا۔ اس نے سوچا۔ "روشنی ہو گئی ہے۔ وہ بونا پھر آئے گا اور پریم کمار سے ہیرے چھین لینے کے لیے غنڈوں کی فوج لے کر آئے گا۔ اس سے پہلے مجھے ان ہیروں کو قبضے میں کر لینا چاہیے۔"

وہ پارس کا ہاتھ پکڑ کر بولی۔ "وہ پھر آئے گا۔ تم وہ ہیرے مجھے دے دو۔"

"تم انہیں کہاں چھپاؤ گی؟ پہلی بار وہ بلاؤز پھاڑ کر گیا اب باقی لباس تو رہنے دو۔"

"میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ دونوں آنکھیں میرے پاس ہوں گی تو نحوست ختم ہو جائے گی۔ دشمنوں کو شکست ہو گی۔ ہم اس مصیبت سے نکل جائیں گے۔ تم نے میرا ہیرا جو واپس کیا تھا اسے پھر مجھ سے لے لیا ہے۔"

"تم ہوش میں نہیں تھیں۔ اس لیے اپنے پاس رکھ لیا ہے۔"

یہ دونوں ہیرے تمہارے پاس نہیں' میرے پاس تو ہیں پھر نحوست کیوں نہیں ٹل رہی ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ایک شخص کی چیخ سنائی دی۔ وہ کاریڈور کے سرے سے اچھل کر ان سے ذرا دور فرش پر آ کر گرا پھر دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام کر تڑپنے لگا۔ اس کی تکلیف سے صاف پتا چل رہا تھا کہ کسی نے اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا ہے۔

شی تارا فوراً ہی اٹھ کھڑی ہو گئی اس کے دماغ میں پہنچی تو معلوم ہوا واقعی اس کا دماغ تکلیف کی شدت سے پھوڑا بن گیا ہے۔ اس کے پھوڑا دماغ نے بتایا کہ ایک نوجوان لڑکی اسے تکلیف میں مبتلا کر رہی ہے۔

پھر اسے باربرا نظر آئی۔ وہ کاریڈور سے نکل کر ان کے سامنے ہال میں آ گئی تھی' پارس اسے دیکھتے ہی فرش سے اٹھ کر بولا۔ "اچھا تو محترمہ آپ ہیں۔ اتنی دیر سے کیا کر رہی تھیں۔ مجھ سے رابطہ کیوں نہیں کیا؟"

وہ بولی۔ "اس قید خانے میں کیا تکلیف تھی؟"

"کیا قید خانے میں راحت ملتی ہے؟"

وہ شی تارا کو دیکھ کر بولی۔ "ایسی حسین راحت ملتی رہی پھر بھی مجھ سے پوچھ رہے ہو۔"

پارس نے پوچھا۔ "وہ بونا کہاں ہے؟"

باربرا نے فرش پر پڑے ہوئے شخص کو دیکھ کر کہا۔ "اس کے چور خیال نے بتایا ہے کہ وہ یہاں نہیں ہے۔ کہیں گیا ہوا ہے۔ اب چلو گے یا یہیں راحت حاصل کرتے رہو گے؟"

پارس شی تارا کا ہاتھ پکڑ کر بولا۔ "چلو۔"

شی تارا کے دماغ میں آندھیاں چل رہی تھیں۔ یہ ثابت ہو گیا تھا کہ وہ آنے والی لڑکی ٹیلی پیتھی جانتی ہے اور وہ وہی ہے' جو ہوٹل میں پریم کمار سے لڑ جھگڑ کر گئی تھی گویا وہ لڑائی جھگڑا محض ایک ڈراما تھا۔ شی تارا کا دماغ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں آ کر پھنس گئی ہے اور اس ٹیلی پیتھی جاننے والی کے حوالے سے اسے یہ یقین ہو رہا تھا کہ وہ زہریلا نوجوان پارس ہے' پارس ہے۔ "او گاڈ! آج کتنی تاریخ ہے؟"

تب یاد آیا۔ آج تیرہ تاریخ ہے۔ اس کا سر چکرانے لگا۔ کس بری طرح تقدیر نے اس کا محاصرہ کیا تھا۔ فوری طور پر کہیں سے بچ نکلنے کا راستہ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ ہر لمحہ یہی اندیشہ تھا کہ بچ نکلنے سے پہلے ہی اصلیت ظاہر نہ ہو جائے۔ پارس نے اسے چلنے کے لیے کہا تو وہ فوراً ہی وہاں سے باہر جانے کے لیے چل پڑی۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

باربرا اس شخص کو آگے دھکیلتے ہوئے لے جا رہی تھی۔ وہ سب اس کی راہنمائی میں اس تہ خانے سے نکل آئے۔ اس کے چور دروازے سے نکل کر جیولری والی دکان میں پہنچے۔ اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ باربرا نے اس شخص سے کہا۔ "چلو ریسیور اٹھاؤ اور بات کرو۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر آواز سنی۔ دوسری طرف سے اس کا آقا لاثانی بول رہا تھا۔ "ہیلو طیّب منیر! میں لاثانی بول رہا ہوں۔"

"فرمایئے آقا! میں آپ کا خادم طیّب منیر ہوں۔"

"منیر! مائیک کے ذریعے ان قیدیوں سے پوچھو۔ وہ دونوں ہیرے میرے حوالے کریں گے یا نہیں؟ اگر وہ انکار کریں تو..."

باربرا نے بات کاٹ کر منیر کی زبان سے کہا۔ "وہ دونوں پنچھی پنجرہ توڑ کر رہائی پا چکے ہیں۔ اب تم اپنا سر پیٹتے رہو۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو؟"

"میں بکواس نہیں کر رہا ہوں۔ میرے اندر کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والی بول رہی ہے۔"

ادھر شی تارا نے موقع سے فائدہ اٹھایا جیسے ہی باربرا اور پارس فون کی طرف متوجہ ہوئے تھے' وہ جیولری کی دکان سے دبے قدموں باہر آگئی تھی۔ باہر وہ کار موجود تھی جس میں وہ پارس کے ساتھ ہوٹل سے آئی تھی۔ اس کے پیچھے ایک اور کار کھڑی ہوئی تھی اس نے اندازہ لگایا کہ اس کار میں باربرا آئی ہو گی کیوں کہ وہ کار بھی اس ہوٹل ہی کی تھی۔

اس نے باربرا کی کار میں جھانک کر دیکھا' اسٹیئرنگ کے ساتھ چابی لگی ہوئی تھی۔

اس نے چابی نکال لی پھر آگے والی کار میں آکر اسٹیئرنگ سنبھالا۔ اسے اسٹارٹ کیا پھر ڈرائیو کرتی ہوئی رفتار بڑھاتی چلی گئی۔ ان لمحات میں اس کی پہلی آخری خواہش تھی کہ طوفانی رفتار سے جتنی دور جا سکتی ہے' پارس سے اتنی ہی دور چلی جائے۔ اپنی سلامتی کے لیے وہ ہیرے کی دو آنکھوں کا نقصان بھی برداشت کر رہی تھی۔ سوچ رہی تھی' اس سے ہزاروں میل دور جا کر ڈی شی تارا اور ڈی سرنا کے ذریعے ان آنکھوں کو دوبارہ حاصل کرنے کی کوشش کرے گی۔

ادھر فون پر بوتا لاثانی کہہ رہا تھا۔ "میں اس سانپ کا سر کچل دوں گا۔ ہماری دکان کے سامنے جو کار کھڑی ہوئی ہے' اس سے پتا چل گیا ہے کہ وہ میرے ہی ہوٹل میں قیام کر رہا ہے۔ میرے آدمی اسے ہوٹل سے نکلنے نہیں دیں گے۔"

پارس نے دکان کے باہر کار اسٹارٹ ہونے کی آواز سنی۔ سر گھما کر دیکھا تو وہ کار جا رہی تھی' جس میں بیٹھ کر وہ ہوٹل سے آیا تھا۔ اس نے آس پاس دیکھا تو شی تارا نظر نہیں آئی۔ وہ تیزی سے باہر آیا۔ باربرا نے اس کے پیچھے آکر پوچھا "کیا ہوا' چڑیا اڑ گئی۔"

وہ بولا "تعجب ہے! ہم نے اسے مصیبت سے نکالا' وہ ہمیں چھوڑ کر چلی گئی۔"

"اپنے اعمال پر شرم کرو۔ پتا نہیں اس بے چاری پر کیا کرتے رہے کہ اس نے بھاگنے میں اپنی عافیت سمجھی۔"

"باربرا! سنجیدگی سے سوچنے کی بات ہے۔ وہ دو ہیرے میرے پاس تھے' انہیں حاصل کرنے کے لیے وہ باؤلی ہو رہی تھی ان ہیروں کے لیے اس مغرور حسینہ نے خود کو میرے حوالے کر دیا تھا۔ اس حسینہ کو اور بوتے لاثانی کو علم نجوم کے ماہرین نے بتایا تھا کہ وہ دونوں ہیرے جس کے قبضے میں ہوں گے' اس پر نحوست نہیں آئے گی۔ دشمن گھٹنے ٹیک دیں گے اور دنیا جہان کی دولت اس کے قدموں میں ہو گی۔ وہ ان سب کو ٹھکرا کر اچانک کیسے بھاگ گئی ہے؟"

"ہاں۔ یہ ہے تو حیرانی کی بات۔ مگر بھاگ کر کہاں جائے گی؟ ہوٹل میں ضرور ملے گی۔"

"تم اس کے خیالات پڑھو۔"

"سوری۔ میں پاپا کی ہدایات پر عمل کر رہی ہوں جب کوئی گمبھیر اور پیچیدہ مسئلہ ہو گا تب ہی خیال خوانی کروں گی۔ وہ کار لے گئی ہے تو کیا ہوا' میری کار میں چلو تم اسے ہوٹل میں پکڑ سکو گے کم آن۔"

وہ تیزی سے چلتے ہوئے کار کے پاس آئے تو چابی غائب تھی۔ وہ بولی۔ "میں چابی یہاں چھوڑ گئی تھی۔ چوری کرنے والے کار لے جاتے ہیں صرف چابی نہیں لے جاتے۔"

پارس نے کہا۔ "وہی پریما لے گئی ہے۔ وہ نہیں چاہتی کہ ہم اس کے تعاقب میں آئیں۔"

"یہ پریما تو کچھ پُراسراری بنتی جا رہی ہے۔"

"اب تو اس کے خیالات پڑھو۔ یہ کوئی پیچیدہ کیس ہے۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر اس کے دماغ میں پہنچ کر واپس آگئی۔ شی تارا نے سانس روک لی۔ باربرا نے دوسری بار کوشش کی۔ شی تارا نے کہا۔ "پہلے! کوڈ ورڈز؟"

باربرا نے پوچھا۔ "پریما! کوڈ ورڈز کیا پوچھ رہی ہو؟ یہ بتاؤ اچانک ہی ہمیں چھوڑ کر کیوں چلی گئی ہو؟"

اس نے سانس روک لی باربرا نے پارس سے کہا۔ "یہ بھی واقعی پُراسرار ہے۔ مجھ سے کوڈ ورڈز پوچھ رہی تھی اور کیا تم یقین کرو گے کہ یہ پریما یہاں قاہرہ میں نہیں' نیویارک میں ہے۔"

"کیا کہہ رہی ہو؟"

"میں نے چند سیکنڈ میں یہ معلوم کیا ہے کہ وہ ایک بوٹ میں ہے اور امریکا کے مجسمۂ آزادی کے سامنے سے گزر رہی ہے۔"

پارس سوچ میں پڑ گیا پھر بولا۔ "میرا اصل لب و لہجہ ڈی کے دماغ میں نقش ہے۔ شی تارا میرے پاس آنا چاہے گی تو ڈی کے دماغ میں پہنچ جائے گی۔ اسی طرح پریما اس عورت کے لہجے میں ہمارے سامنے بولتی رہی' جو نیویارک میں ہے اسی اس نیویارک والی کے اندر پہنچ گئی تھیں۔"

"یعنی جو پریما ہمارے سامنے تھی۔ میں اس کے اصل لب و لہجے کو گرفت میں لیے بغیر کبھی اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکوں گی۔"

"یہ بات سمجھ میں آرہی ہے اس نے تمہیں تہ خانے میں خیال خوانی کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ اسے اندیشہ تھا کہ تم اس کے روبرو آکر اس کی آنکھوں میں جھانک کر اس کے اندر پہنچ جاؤ گی اگر وہ دور چلی جائے گی تو اس سے آنکھیں چار نہیں کر سکو گی اور اس کے جعلی لب و لہجے کی محتاج رہو گی یا پھر اس کار کے ذریعے ہم تعاقب کریں گے اس لیے وہ اس کی چابی لے گئی ہے۔"

"پارس! وہ کوئی پُراسرار عورت تھی۔ تم حسن پرستی میں مگن رہے' تم نے اسے سمجھنے کی کوشش نہیں کی؟"

"مجھے حسن پرستی کا الزام نہ دو۔ اس کی اصلیت میں نہیں جان سکتا تھا۔ تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے معلوم کر سکتی تھیں۔ ٹھیک ہے کہ تم پاپا کی ہدایات پر عمل کر رہی ہو مگر ایمان سے کہو' کیا اُس کے اس طرح بھاگنے سے پہلے تمہیں اس پر کسی قسم کا شبہ ہوا تھا؟"

"میں مانتی ہوں' وہ بڑی چالاک عورت تھی۔ ہم اس پر کسی طرح کا شبہ نہ کر سکے لیکن وہ تھی کون؟"

اس نے ایک ٹیکسی والے کو روکا پھر دونوں اس میں بیٹھ کر ہوٹل کی طرف جانے لگے۔ باربرا نے کہا۔ "میں ابھی کسی نیویارک والی کے دماغ میں گئی تھی اس نے مجھ سے کوڈ ورڈز پوچھے تھے اس کا مطلب یہ ہے کہ پریما کا تعلق کسی بڑی اور پُراسرار تنظیم سے ہے۔ جس میں ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ تب ہی وہ نیویارک والی مجھے دماغ میں محسوس کر کے حیران نہیں ہوئی تھی۔ خیال خوانی کرنے والے اس کے دماغ میں آتے رہتے ہوں گے۔"

وہ ہوٹل میں آئے۔ پتا چلا پریما ایک چھوٹی سی اٹیچی لے کر پندرہ منٹ پہلے گئی ہے۔ باربرا نے رینٹ اے کار والوں کو بتایا کہ کار کی چابی کہیں گم ہو گئی ہے۔ وہ جیولری کی دکان کے سامنے سے کار منگوالیں پھر وہ دوسری کار لے کر شی تارا یا پریما کی تلاش میں نکل پڑے۔ ان کا خیال تھا کہ وہ ائرپورٹ یا ریلوے اسٹیشن گئی ہو گی۔ پارس کار ڈرائیو کرتا رہا۔ رات کے تین بجے وہ ناکام ہو کر ہوٹل آئے' وہاں پوچھا۔ "پریما نامی لڑکی جو ہوٹل سے کار لے کر گئی تھی' واپس آئی ہے یا نہیں؟"

پتا چلا' وہ ابھی تک واپس نہیں آئی ہے۔ باربرا نے کہا۔ "وہ کار کے ذریعے کسی دوسرے علاقے کی طرف گئی ہے اُس کے اس طرح فرار ہونے سے یہ بات یقینی ہو گئی ہے کہ وہ ہم سے کوئی خطرہ محسوس کر رہی تھی۔ ہم سے دور جانے میں اس کی بھلائی تھی۔"

پارس نے بستر کے سرے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "اس کی کچھ باتیں یاد آرہی ہیں۔"

"اس کی بے وفائی کے بعد رنگین و سنگین لمحات یاد آرہے ہوں گے۔"

"میں بات کچھ کہہ رہا ہوں' تم تو ایک سوکن کی طرح اس سے جل رہی ہو۔"

"میں اور اس کی سوکن؟ یعنی تم مجھے اپنی کچھ سمجھ رہے ہو۔ بڑی خوش فہمی ہے تمہیں۔"

"تم ایک نفسیاتی مریضہ ہو۔ لڑکی بن چکی ہو اور لڑکی کہلانے سے انکار کرتی ہو۔"

"کیا تم ماہر نفسیات ہو؟ فضول باتیں کرو گے تو یہ گلدان اٹھا کر سر توڑ دوں گی۔ کام کی بات کرو۔ ابھی تم کیا کہہ رہے تھے؟"

"پریما کی کچھ باتیں ایسی ہیں' جن سے شبہ ہوتا ہے کہ اس کے پیچھے شی تارا چھپی ہوئی ہے۔ پہلی بات تو یہ کہ وہ ہندوستانی ہے پھر کہہ رہی تھی کہ کل تک صومالیہ کے شہر بیضابہ جائے گی۔"

باربرا نے کہا۔ "پھر تو اسی وقت تمہیں اُس پر شبہ کرنا چاہیے تھا۔"

"کیسے کرتا؟ وہ کہہ رہی تھی کہ اس کی ایک بہن ہے' وہ صومالیہ کے فاقہ زدہ اور بیمار لوگوں کے لیے اناج اور دوائیں لے کر بیضابہ جائے گی۔ پریما اس شہر میں بہن کا ہاتھ بٹانے جائے گی۔ ایسی صورت میں اس پر کیسے شبہ کرتا۔"

"اگر اس کے حسن و شباب سے سحر زدہ نہ ہوتے تو یہ سوچتے کہ پریما ہندوستان آئی ہے۔ وہ شی تارا ہو سکتی ہے اور صومالیہ میں اس کی کوئی بہن نہیں بلکہ اس کی ساتھی مرینا جا رہی ہے۔ شی تارا بھی وہاں پہنچنے والی ہے۔ ان دونوں چڑیلوں کو ان فارمولوں کی ہوا لگ گئی ہے۔"

"کیسے ہوا لگ جائے گی؟ وہ فارمولے کہاں ہیں' یہ صرف ہم جانتے ہیں۔"

"دشمنوں کو بھی اپنے بہت سے رازوں کے متعلق ایسی ہی خوش فہمی رہتی ہے لیکن پاپا ان کے گہرے رازوں کو پا لیتے ہیں۔ ہمیں خوش فہمی میں نہیں رہنا چاہیے۔"

"درست کہتی ہو۔ چلو ہم فرض کر لیتے ہیں کہ انہیں اس جنگلی قبیلے اور اس بیس فٹ اونچے بت کے متعلق معلوم ہو چکا ہے' جس کے اندر پاشا نے وہ فارمولے چھپائے ہیں اور اب مرینا انہیں حاصل کرنے جا رہی ہے۔ شی تارا بھی پریما بن کر ہندوستان سے یہاں آئی ہے اگر ایسا ہے تو یہ پریما یا شی تارا کل تک صومالیہ کے شہر بیضابہ ضرور جائے گی۔"

"میں سوچ رہی ہوں کہ وہ شی تارا ہے تو اسی شہر میں ہے۔ اپنا چہرہ اپنا انداز بدل کر کسی فلائٹ سے صومالیہ جائے گی۔ وہاں ہم اسے پہچان نہیں سکیں گے۔"

"کیوں نہیں پہچان سکیں گے؟"

"کہہ تو رہی ہوں کہ وہ اپنا چہرہ اور اپنا اسٹائل بدل لے گی۔"

"تم نہیں جانتی ہو' ایک بار کوئی میری تنہائی میں آجائے تو

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اس کے بدن کی مخصوص مہک مجھے یاد رہ جاتی ہے۔ وہ لاکھ پردوں میں چھپ کر ایک بار بھی میرے قریب سے گزرے گی تو میں اسے پہچان لوں گا۔"

"پھر تو کمال کرو گے۔ تمہارے اندر تمام بدمعاشوں والی صلاحیتیں ہیں۔ واہ کیا بے شرمی ہے، کسی کے ساتھ منہ کالا کرنے کے بعد اس کی مہک کو سانسوں میں بسا لیتے ہو۔"

وہ بولا۔ "میں نے یہ تو نہیں کہا کہ منہ کالا کرنا ضروری ہے۔ ہم تم ایک ہفتے سے ایک دوسرے کے ساتھ دن رات رہتے آ رہے ہیں ہم نے کوئی گناہ نہیں کیا ہے اس کے باوجود میں لاکھوں کی بھیڑ میں آنکھیں بند کر کے تمہاری مہک سے تمہیں پہچان لوں گا۔"

"اونہہ، گھڑی دیکھو چار بج چکے ہیں۔ میں سونے جا رہی ہوں۔ کل شام کو صومالیہ جانے کے لیے پاشا خصوصی طیارے سے آنے والا ہے۔" وہ کمرے سے چلی گئی۔ پارس سوچنے لگا۔ کیا وہ شی تارا تھی؟

لیکن وہ کیسے ہو سکتی ہے؟ اس ناگن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے بل سے باہر نہیں آتی ہے جہاں رہتی ہے، وہیں سے خیال خوانی کے ذریعے جنگ لڑتی ہے۔

پھر جناب علی اسد اللہ تبریزی کی پیش گوئی تھی کہ شی تارا ابھی سات برس تک روپوش رہنے میں کامیاب رہے گی، کوئی اس کا اصلی چہرہ نہیں دیکھ سکے گا اور اس کی اصل آواز اور لہجہ نہیں سن سکے گا۔

وہ ایسے بزرگ تھے کہ ان کی پیش گوئی کو کسی قیمت پر... جھٹلایا نہیں جا سکتا تھا۔ اس حوالے سے پارس یہ ماننے کو تیار نہیں تھا کہ شی تارا آئی تھی اور اس کی سانسوں میں رچ بس کر واپس چلی گئی ہے البتہ جو پریما آئی تھی، اس کا چہرہ وہ دیکھ چکا تھا اور اس کی آواز بھی سن چکا تھا۔

تب یاد آیا کہ نہیں، پریما پرائی آواز اور لہجے میں بولتی رہی تھی۔ اسی لیے باربرا کسی دوسری عورت کے دماغ میں پہنچ گئی تھی۔ یوں سمجھ میں آ رہا تھا کہ پریما کے پیچھے چھپی ہوئی شی تارا نے اپنی آواز اور لہجے کو چھپایا تھا اور پیش گوئی کو درست ثابت کیا تھا۔ ابھی تک کوئی اور تو کیا، اس کے ساتھ تنہائی میں وقت گزارنے والے پارس نے بھی اس کی آواز اور لہجے کو نہیں سنا تھا۔

دوسری پیش گوئی تھی کہ کوئی شی تارا کا اصلی چہرہ نہیں دیکھ سکے گا۔ اب جو پریما پارس کی زندگی میں آئی تھی، وہی اس کی اصلی شکل تھی یا وہ شکل تبدیل کر کے آئی تھی۔ حقیقت جو بھی ہو۔ حالات یہی سمجھا رہے تھے کہ شی تارا اس کے بازوؤں میں آنے کے باوجود روپوش رہی اور پیش گوئی کے مطابق سات برس تک روپوش رہے گی۔

جو سامنے آنے کے باوجود کسی پہلو سے بھی نہ پہچانا جائے، وہ روپوش کہلاتا ہے۔ پارس نے ایک لمبی سانس لے کر چھوڑتے ہوئے سوچا، تقدیر کے تماشے فوراً ہی سمجھ میں نہیں آتے۔ پریما وہ کون تھی؟ رفتہ رفتہ حقیقت ضرور بے نقاب ہو گی۔

ادھر شی تارا بری طرح گھبرائی ہوئی تھی۔ اس نے پارس اور باربرا کو تھوڑی دیر تک جیولری کی دکان کے سامنے رکنے پر مجبور کیا تھا۔ اتنی دیر میں وہ ہوٹل سے اپنا اٹیچی لے کر اسی کار میں چلی گئی۔ بہت دور جانے کے بعد اس نے وہ کار چھوڑ دی۔ ایک بوڑھا نائٹ کلب سے باہر آ رہا تھا۔ اس نے بوڑھے کو ٹریپ کیا اس کے خیالات نے بتایا کہ ساٹھ برس کی عمر میں بھی عیاش ہے۔ اس لیے اتنی رات کو نائٹ کلب سے نکل رہا تھا۔ وہ اس کی کار میں بیٹھ کر بولی۔ "مجھے کہاں لے جاؤ گے؟"

وہ خوش ہو کر بولا۔ "تمہاری جیسی حسینہ کو ساری دنیا کی سیر کرانے لے جا سکتا ہوں۔ بولو کہاں چلو گی؟"

"فی الحال اپنے گھر لے چلو۔"

وہ ایک شاندار بنگلے میں پہنچ گئی۔ پہلے ہی اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کر چکی تھی کہ وہ بوڑھا اپنے عزیزوں سے دور ایک بنگلے میں تنہا رہتا ہے۔ اس وقت ایک بے انتہا حسین لڑکی کو اپنے اوپر عاشق ہوتے دیکھ کر ہواؤں میں اڑ رہا تھا۔ وہ اسے اپنی خوابگاہ میں لے آیا۔ اس کے اندر خواہشات کا طوفان اٹھ رہا تھا لیکن وہاں پہنچتے ہی طوفان اٹھانے والی نے اسے بستر پر لٹا دیا پھر خیال خوانی کے ذریعے اسے تھپک کر سلا دیا۔

اس کی اٹیچی میں خاصے ہیرے جواہرات تھے۔ وہ ایسے زیورات کی دیوانی تھی۔ جس ملک میں جاتی تھی، وہاں کے ہیرے جواہرات خریدتی رہتی تھی۔ اس کی اٹیچی میں دوسرا اہم سامان میک اپ کا ہوا کرتا تھا۔ جدید طرز کا ایسا ریڈی میڈ میک اپ ہوتا تھا کہ پندرہ بیس منٹ میں صورت ایک دم بدل جاتی تھی۔ وگ کے ذریعے یا ہیئر کلر کے ذریعے بالوں کا اسٹائل اور رنگ بھی بدل جاتا تھا۔

اس نے چہرہ بدلنے کے دوران مرینا سے رابطہ کیا۔ وہ شہر بیضابہ پہنچ گئی تھی۔ اس نے پوچھا۔ "تم شہر میں کیا کر رہی ہو؟ اس جنگلی قبیلے کی طرف کیوں نہیں گئیں؟"

وہ بولی۔ "میں یہاں پہنچی تو شام ہو چکی تھی۔ میرا گائیڈ عبداللہ کہتا ہے کہ جنگل میں رات ہو جائے گی۔ جنگل میں اور تاریکی میں نادیدہ خطرات کا اندیشہ رہتا ہے۔"

"تم یہاں خطرات سے کھیلنے آئی ہو کسی ائرکنڈیشنڈ ہوٹل میں عیاشی کرنے کے لیے نہیں آئی ہو۔ تمہیں پتا نہیں ہے کہ ہم زبردست دھوکا کھا چکے ہیں۔"

"کیسا دھوکا؟"

"فرہاد نے اعلان کیا تھا کہ وہ اور اس کے بیٹے جو بھی تھے، تک ادارے سے باہر نہیں جائیں گے۔ یہ باپ بیٹے بھی فراڈ ہیں۔

میں نے پارس کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا تو وہ بھی ادارے میں تھا اور یہ بھی ایک فراڈ تھا۔ میں جس کے دماغ میں گئی تھی، وہ پارس نہیں، اس کی ڈمی تھا۔"

"اوہ گاڈ! تو پھر اصلی پارس کہاں ہے؟"

"وہ میرے اعصاب پر سوار ہے۔ یہاں قاہرہ میں ہے۔"

وہ پارس سے سامنا ہونے اور اس سے پیچھا چھڑانے کی پوری روداد اسے سنانے لگی۔ مرینا نے سب کچھ سننے کے بعد کہا۔ "یہ تو بہت برا ہوا۔ اب تو وہ تمہارے پیچھے پڑا رہے گا۔"

"ایک بار میں پھنس گئی۔ بار بار ایسا نہیں ہو گا۔ میں میک اپ کے ذریعے خود کو بدل چکی ہوں۔"

"شی تارا تم بھول رہی ہو، میں تمہیں بتا چکی ہوں وہ جس کے ساتھ کچھ وقت گزار لیتا ہے اس کے بدن کی مخصوص مہک سے آشنا ہو جاتا ہے۔ تم خواہ اپنے چہرے کی پلاسٹک سرجری کرا لو وہ پھر بھی تمہاری مہک سے تمہیں پہچان لے گا۔"

"اوہ گاڈ! یہ تو واقعی میرے حق میں برا ہوا ہے۔ میں جہاں جاؤں گی، وہاں یہ اندیشہ رہے گا کہ وہ میرے قریب سے گزرتے ہوئے میری بُو پا لے گا۔ میں اس کے خوف سے باہر نہیں نکل سکوں گی۔ اپنی خفیہ رہائش گاہ میں قید ہو کر رہنا پڑے گا۔"

"اس کی کنیز بن کر رہنے سے بہتر ہے کہ اپنی رہائش گاہ کی چار دیواری میں قید رہو۔ کیا تم نے اس سے پیچھا چھڑانے کے بعد رابطہ کیا تھا؟"

"ابھی سوچ رہی تھی کہ اپنا حلیہ بدلنے کے بعد اس کے دماغ میں جاؤں گی اور تصدیق کروں گی کہ وہ ادارے میں ہے یا قاہرہ میں مجھے ڈھونڈ رہا ہے۔"

"اگر تم اس سے بہت دور نکل گئی ہو تو تصدیق کرو، جانتی ہو اگر وہ قاہرہ سے بیضابہ آئے گا تو کیا ہو گا؟"

"تمہارے راستے کی رکاوٹ بنے گا۔ ایسی تدبیر کرو کہ وہ تم لوگوں کو ڈھونڈ نہ پائے اور اگر سامنا ہو تو پہچان نہ پائے۔"

"تم پھر بھول رہی ہو میں لاکھ میک اپ میں رہوں، وہ مجھے بھی میرے بدن کی مہک سے پہچان لے گا۔"

"کیا مصیبت ہے۔ وہ ہماری بو پہچاننے والا انسان نہیں شیطان ہے۔ میری ہدایات سنو اور ان پر فوراً عمل کرو۔ کل گیارہ بجے سے پہلے کوئی فلائٹ صومالیہ نہیں جائے گی۔ پارس کل دوپہر یا شام سے پہلے بیضابہ نہیں پہنچے گا۔ تم ابھی رات کو سفر کرنے کے انتظامات کرو اور جتنی جلدی ہو سکے اس جنگلی قبیلے کی طرف چل پڑو۔ اگر تم نے ذرا بھی دیر کی تو پھر وہ فارمولے ہمیں کبھی نہیں ملیں گے۔"

"ٹھیک ہے، میں ابھی روانگی کی تیاری کرتی ہوں اگر تم پارس کو ادھر آنے سے روک سکتی ہو، تو یہ کوشش ضرور کرو۔"

"مجھ سے جو بن پڑا وہ کروں گی۔ تھوڑی دیر بعد پھر آؤں گی۔"

وہ مرینا سے رابطہ ختم کر کے سوچنے لگی۔ "کاش صومالیہ میں میرے مقابلے پر فرہاد آتا یا علی تیمور آتا۔ ان دونوں سے وہ خطرہ نہیں ہے، جو پارس سے ہو رہا ہے۔ کم بخت جنگل کی کھلی فضا میں آسانی سے مرینا کی بو پا لے گا۔ میں تو اب صومالیہ کا رخ نہیں کروں گی۔"

اس نے اپنا چہرہ اور بالوں کا اسٹائل بدلنے کے بعد آئینہ دیکھا اب اسے پیدا کرنے والے ماں باپ بھی نہیں پہچان سکتے تھے مگر؟ آہ پارس...

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ پھر اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہ سو رہا تھا۔ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی اٹھ کر بیٹھ گیا۔ ناگواری سے بولا۔ "کون ہے؟"

"میں ہوں تمہاری شی تارا۔"

وہ گھڑی دیکھ کر بولا۔ "خدا کی پناہ۔ رات کے تین بجے کیوں یاد کر رہی ہو؟"

"مجھے نیند نہیں آ رہی ہے۔"

"مجھے کوئی لوری یاد نہیں ہے۔ میں تمہیں کیسے سلا سکتا ہوں۔"

"میں تمہارے پاس آؤں گی تو تمہاری آغوش میں نیند آ جائے گی۔"

"تم آغوش میں آؤ گی تو میری نیند اڑ جائے گی۔ بائی دی وے، تمہیں بتا چکا ہوں، یہ بابا صاحب کا ادارہ ہے۔ یہاں تم قدم نہیں رکھ سکو گی۔"

"اگر تم بابا صاحب کے ادارے میں ہو تو پارس نہیں ہو، اس کی ڈمی ہو۔"

"یہ تمہاری سمجھ پر ہے کچھ بھی سمجھ لو۔ مجھ پر نیند کا غلبہ ہے۔ پلیز سونے دو۔"

اس نے سانس روک لی۔ وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گئی۔ سوچنے لگی۔ یہ تو بالکل پارس ہے پھر یہ قاہرہ میں کون ہے؟

اس نے پریم کمار کی آواز اور لہجے کو اچھی طرح یاد کیا پھر خیال خوانی کی پرواز کی پریم کمار بھی سو رہا تھا، پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی اٹھ کر بیٹھ گیا پھر بولا۔ "کون ہے؟"

"میں ہوں، تمہاری شی تارا۔"

"یہ شی تارا کیا چیز ہے؟"

"اگر تم یہ نام نہیں جانتے ہو تو میں پریما ہوں۔"

وہ چونک کر بولا۔ "پریما! اچھا تم ہو۔ تعجب ہے۔ ٹیلیفون کے بغیر بول رہی ہو۔ میرا بھی یہ کمال ہے کہ میں ٹیلیفون کے بغیر سن رہا ہوں۔ جب سے تم نے تاریکی میں آ کر مجھے روشن جلوے دکھائے ہیں اور جب سے میں نے تمہیں زہر کا جام پلایا ہے، تب سے ہم دونوں باکمال ہو گئے ہیں۔"

"تم نے زہر کا جام پلایا۔ یوں تسلیم کرتے ہو کہ پارس ہو؟"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"یہ پارس کون ہے؟ کیا اتنی بڑی دنیا میں وہی ایک زہریلا ہے۔ تم نے نمک میرا کھایا اور گن اس کے گا رہی ہو۔ میرے زہر کو اس کے نام کر رہی ہو۔"

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ اس نے پارس کے لہجے کو گرفت میں لیا تو ادارے میں پہنچی اور پریم کمار کے لہجے کو گرفت میں لے کر قاہرہ میں رہی۔ پارس کو اس کے زہریلے پن سے پہچان سکتی تھی۔ صرف پارس ہی زہریلا نہیں ہے۔ پریم کمار بھی زہریلا ہے جیسا کہ مرینا کی موجودہ ٹیم میں صفورا بھی زہریلی تھی۔ ایسی مثالوں سے ثابت ہو رہا تھا کہ وہ پارس نہیں ہے۔ زہریلا پریم کمار ہے۔

وہ بولی۔ "تمہاری بات دل کو لگ رہی ہے۔ شاید اس لیے کہ تم نے مجھے جیت لیا ہے۔ میرا دل پھر تم سے ملنے کے لیے تڑپ رہا ہے۔"

"تو پھر چلی آؤ۔ میں اسی ہوٹل میں ہوں۔"

"میں مجبور ہوں۔ اس ملک سے نکل چکی ہوں۔ ہندوستان جا رہی ہوں۔ میں تمہاری محبت کو آزمانا چاہتی ہوں۔ مجھے چاہتے ہو تو کل صبح کی فلائٹ سے چلے آؤ۔"

"صاف گوئی سے کام لو۔ تم محبت کو نہیں آزما رہی ہو بلکہ یہ معلوم کرنا چاہتی ہو کہ میں واقعی پریم کمار ہندوستانی ہوں تو تمہارے پیچھے ہندوستان ضرور آؤں گا۔"

"چلو یہی سہی۔ میں پوری طرح یقین کرنا چاہتی ہوں کہ تم میرے دشمن پارس نہیں ہو۔"

ثی تارا کی چالاکی سمجھ میں آ رہی تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ پارس وہ فارمولے حاصل کرنے صومالیہ نہ جائے اگر جائے گا اور اس کے پیچھے ہندوستان نہیں آئے گا تو پھر وہ پریم کمار نہیں سو فیصد پارس ہی ہو گا۔

وہ بولا۔ "میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ یہاں پہلوانوں سے کشتیاں لڑنے آیا ہوں۔ تم نے اچانک میرا ساتھ چھوڑ دیا۔ اب کہتی ہو کہ ہندوستان جا رہی ہو جو کسی وجہ کے بغیر ساتھ چھوڑ دے اور دور جا کر اپنے پیچھے آنے کو کہے' وہ محبوبہ ہوتی ہے نہ محبت کرنا جانتی ہے اگر میرے پریم کمار ہونے کا یقین کرنا چاہتی ہو تو قاہرہ واپس آؤ اور مجھے یہاں کشتیاں لڑتے ہوئے دیکھتی رہو۔"

"میری کچھ مجبوریاں ہیں۔ میں قاہرہ واپس نہیں آؤں گی۔"

"تمہیں آنا چاہیے۔ میں نے تمہاری وہ دو ہیرا آنکھیں ایک جگہ چھپا کر رکھی ہیں۔ کیا وہ امانت واپس لینے نہیں آؤ گی؟ وہ آنکھیں تمہارے لیے خوش بختی ہیں' خوش بختی لائیں گی۔ میں نے ایسی کوئی عورت نہیں دیکھی جو خوش بختی کو ٹھکرا کر بد بختی کی طرف جائے۔"

"بے شک' وہ دونوں ہیرے میرے لیے بہت زیادہ اہم ہیں لیکن میری جوتش ودیا کہتی ہے کہ وہ ہیرے مجھے قاہرہ میں حاصل نہیں ہوں گے۔ اس لیے تم سے التجا کر رہی ہوں کہ قاہرہ چھوڑ دو میرے پاس چلے آؤ۔ بولو آ رہے ہو نا؟"

"سوری۔ پیاسا کنوئیں کے پاس آتا ہے۔ تم آ سکتی ہو تو آ جاؤ مجھے نیند آ رہی ہے۔"

اس نے سانس روک لی۔ وہ اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ بات نہیں بن رہی تھی۔ دو نقصانات واضح تھے۔ ایک تو خوش بختی لانے والے دو ہیرے ہاتھ آتے آتے رہ گئے تھے اور اب ان کی واپسی کی صورت نظر نہیں آ رہی تھی۔ دوسرے پارس کے ہونے نہ ہونے کی تصدیق نہیں ہو رہی تھی اگر وہی ہوتا اور دوسرے دن صومالیہ پہنچ جاتا تو وہ فارمولوں سے بھی محروم ہو جاتی۔

اس نے سوچا' بہتر ہوتا' وہ ہیرے آقا لاثانی کے پاس رہتے۔ اس بونے سے کوئی چیز چھین لینا نسبتاً آسان ہوتا۔ پارس تو لوہے کا چنا تھا۔ اسے چبانے کے خیال سے ہی دانت ٹوٹنے سے لگتے تھے۔

یہ تدبیر سوجھی کہ بونے لاثانی سے کام لیا جائے اگر وہ پارس کے پیچھے پڑ جائے گا تو اس سے ہیرے بھی چھین سکے گا اور اسے صومالیہ جانے سے بھی روک سکے گا۔ ویسے بھی وہاں پارس سے نمٹنے کے لیے ثی تارا کو بہترین آلۂ کاروں کی ضرورت تھی۔ یہ ضرورت پوری کرنے کے لیے وہ لاثانی کے پاس پہنچ گئی۔

❁❁❁**❁❁❁

بلیک آدم اپنی ہستی بھول چکا تھا۔ الپا نے اسے پناٹائز کر کے طاہر شاہی بنا دیا تھا۔ طاہر شاہی بابا صاحب کے ادارے کا جاسوس تھا۔ وہ اسرائیل جاسوسی کرنے آیا تھا۔ الپا نے اس کے دماغ میں گھس کر اس کے متعلق تمام حالات معلوم کیے تھے۔ ان معلومات کو بلیک آدم کے دماغ میں فیڈ کیا تھا۔

جوجو اکثر خیال خوانی کے ذریعے طاہر شاہی سے رابطہ کرتی تھی۔ وہ طاہر شاہی کے لہجے کو گرفت میں لے کر بلیک آدم کے دماغ میں پہنچی تو اسے شبہ نہیں ہوا' وہ یہی سمجھتی رہی کہ طاہر شاہی سے باتیں کر رہی ہے۔ طاہر شاہی (بلیک آدم) نے بتایا کہ اسرائیل میں ایک جاسوس کی حیثیت سے اس کا بھید کھلنے والا ہے۔ اس لیے وہ واپس آ رہا ہے۔ جوجو نے حالات کے پیشِ نظر تائید کی اور کہا۔ "آ جاؤ۔"

بلیک آدم اسرائیل سے پرواز کر کے پیرس آیا پھر وہاں سے بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ گیا۔ ادارے کے آہنی گیٹ سے کے پاس پہنچنے تک بڑی سخت چیکنگ ہوتی رہی اس کے شناختی کاغذات دیکھے گئے' اینٹی میک اپ کیمرے سے اس کی تصویریں اتاری گئیں' اسے ایکسرے مشین کے سامنے سے گزارا گیا۔ وہ ہر پہلو سے' ہر زاویے سے اور ہر انداز سے طاہر شاہی ثابت ہوا۔ جوجو نے اس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "اچھا ہوا تم فوراً ہی تل ابیب سے چلے آئے۔ دیر کرتے تو یقیناً گرفتار کر لیے جاتے۔"

"میں خوش نصیب ہوں۔ ایسے وقت آیا ہوں' جب مادام کو ایک نہیں دو خوشیاں مل رہی ہیں اور یہ ایسا مبارک موقع ہے کہ میں فرہاد صاحب کو' پارس صاحب کو اور علی تیمور صاحب کو پہلی بار قریب سے دیکھ سکوں گا۔"

جوجو نے کہا۔ "ضرور دیکھو گے۔ تمہیں یہاں رہ کر وہی جاسوس والی آنکھوں سے ہر ایک کو دیکھنا ہے اگرچہ بڑا سخت پہرا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ کوئی دشمن اس ادارے کے اندر قدم نہیں رکھ سکے گا تاہم محتاط اور چوکس رہنا چاہیے۔"

اسے رہائش کے لیے جوجو کے کوارٹر کے سامنے ایک چھوٹا سا کوارٹر دیا گیا تھا۔ وہ اپنے اس کوارٹر کے ایک کمرے میں آ کر بیٹھ گیا۔ الپا اس کے اندر موجود تھی۔ اس سے بولی۔ "کیا تم کمرے میں رہ کر جوجو کے کوارٹر پر نظر رکھ سکتے ہو؟"

وہ اٹھ کر ایک کھڑکی کے پاس آیا۔ اسے کھولنے سے سامنے جوجو کی رہائش گاہ نظر آنے لگی۔ اس نے کھڑکی پر پردہ کھینچ کر کہا۔ "ہاں' میں اس پردے کے پیچھے سے نظر رکھوں گا لیکن اس کی رہائش گاہ سے ہمیں کیا حاصل ہو گا۔"

"بہت کچھ حاصل ہو گا۔ یہ کیوں بھول رہے ہو کہ پارس اس ادارے میں موجود ہے اور جوجو اس کی بیوی ہے۔ وہ کسی بھی وقت اپنی بیوی سے ملنے اور اس کے کوارٹر میں وقت گزارنے آئے گا۔ دو شکار بیک وقت تمہارے ہاتھوں کی پہنچ میں ہوں گے۔"

"تھوڑی دیر کے لیے بھول گیا تھا کہ وہ دونوں میاں بیوی ہیں۔ واقعی ایک ہی وقت میں دونوں کو ٹریپ کیا جا سکتا ہے۔ ٹھیک ہے۔ میں دونوں پر نظر رکھوں گا۔"

اس نے پھر ایک بار کھڑکی کے باہر دیکھا۔ سامنے کوارٹر کا دروازہ مقفل تھا۔ جوجو کہیں مصروف ہو گی۔ اس کے ساتھ پارس کو ٹریپ کرنے کے لیے صرف بیس گھنٹے کا وقت رہ گیا تھا۔ یہ وقت گزر جاتا تو پارس اس ادارے سے چلا جاتا۔ پارس' علی تیمور' سلمان' سلطانہ اور لیلیٰ میں سے کسی کو اغوا کر کے لے جانا بہت بڑا کارنامہ ہوتا لہٰذا وہ جوجو کے علاوہ پارس پر بھی ہاتھ ڈالنے کے لیے مناسب وقت کا انتظار کر رہا تھا۔

وہ کمرے سے نکل کر کوارٹر کے برآمدے میں آیا۔ وہاں ٹہلنے کے بہانے دور تک ماحول کا جائزہ لینے لگا۔ آس پاس کچھ فاصلوں پر کئی کوارٹرز بنے ہوئے تھے۔ یقیناً ادارے کے اہم افراد ان کوارٹرز میں رہتے ہوں گے۔ تھوڑی دیر بعد اس کا اندازہ درست نکلا۔ بائیں طرف ایک کوارٹر کا دروازہ کھلا اندر سے جو شخص برآمدے میں آیا' اسے دیکھ کر بلیک آدم چونک گیا اس نے تل ابیب میں کولڈن برنز کے ریکارڈ میں اس کی تصویریں دیکھی تھیں۔ وہ برآمدے میں نظر آنے والا جے مورگن تھا' جسے ثانی اغوا کر کے لائی تھی۔

مورگن نے اسے دیکھ کر کہا۔ "ہیلو! میں پہلی بار تمہیں دیکھ رہا ہوں۔ کیا نئے ہو؟"

"تمہارے لیے نیا ہوں۔ ورنہ میڈم جوجو کا پرانا وفادار ماتحت ہوں۔ بندے کو طاہر شاہی کہتے ہیں۔"

دونوں اپنے اپنے برآمدے سے اتر کر ایک دوسرے کے قریب آئے پھر مصافحہ کیا۔ "میرا نام مورگن ہے' جے مورگن۔ میں میڈم سونیا ثانی کا وفادار ماتحت ہوں۔ ابھی میڈم کے سامنے حاضر ہونے جا رہا ہوں۔ شاید صبح تک میری کہیں ڈیوٹی رہے گی۔ کل ہماری ملاقات ہو گی۔"

وہ چلا گیا۔ الپا پھر بلیک آدم کے اندر آ گئی تھی۔ اس کے خیالات پڑھ کر معلوم ہوا کہ ابھی جے مورگن وہاں سے گیا ہے۔ وہ بولی۔ "جے مورگن ہمارا بہت ہی کام کا بندہ تھا۔ سونیا ثانی اسے پکڑ کر یہاں لے آئی ہے۔ یقیناً اس کا برین واش کیا گیا ہے۔ اسی لیے یہاں آزادی سے گھوم رہا ہے۔"

"بائی گاڈ' اگر میں اسے اپنے وطن واپس لے جاؤں تو یہ میرا ایک بڑا کارنامہ ہو گا۔"

"صبر سے موقع کا انتظار کرتے رہو اور خود اعتمادی سے منصوبوں پر عمل کرتے رہو' مجھے یقین ہے کہ تمہیں توقعات سے زیادہ کامیابی ہو گی۔"

"ایک تو مشکل یہ ہے کہ قدم قدم پر پابندیاں ہیں۔ یہی دیکھ لو کہ میں یہاں سے ادارے کے کسی حصے میں نہیں جا سکتا جب تک جوجو نہیں چاہے گی اور مجھے کسی جگہ نہیں بلائے گی۔ میں یہاں سے کہیں نہیں جا سکوں گا۔"

اسی وقت جوجو کہیں سے آئی۔ اسے دیکھ کر بولی۔ "یہاں کیا کر رہے ہو؟"

وہ بولا۔ "میں اپنے برآمدے میں کھڑا ہوا تھا۔ مسٹر جے مورگن نے مجھے مخاطب کیا تو ادھر چلا آیا۔ وہ ابھی مس ثانی کے پاس گیا ہے۔"

"کیا تم جے مورگن کو شکل سے پہچانتے ہو؟"

"نہیں۔ آج میں نے پہلی بار دیکھا ہے۔ اسی نے اپنا نام بتایا تھا۔"

وہ اپنے کوارٹر کی طرف پلٹ کر بولی۔ "میرے ساتھ آؤ۔ میں نے کھانا تیار کیا ہے۔ کھانے کے بعد ہمیں صبح تک جاگنا ہے۔ مما کے کوارٹر کے قریب ہماری ڈیوٹی ہو گی۔"

وہ جوجو کے ساتھ اس کے کوارٹر میں آ کر بولا۔ "کیا تم خود ہی پکاتی ہو؟"

"ہاں' ادارے سے بھی کھانا ملتا ہے لیکن میں مصروف رہنے کے لیے خود پکاتی کھاتی ہوں۔"

"میڈم! کیا ایک ذاتی سوال کر سکتا ہوں؟"

"ضرور' یہاں کچن میں آ جاؤ۔ میں کھانا گرم کروں گی۔ تم باتیں کرتے رہو۔"

وہ اس کے ساتھ کچن میں آ کر بولا۔ "پارس صاحب ہمیشہ ادارے سے دور رہتے ہیں کیا...آپ دونوں ازدواجی زندگی نہیں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

گزارتے ہیں؟"

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی۔ "نہیں، میں ازدواجی زندگی گزارنے کے قابل نہیں رہی' ایک بار اپنے پارس کے بچے کی ماں بننے والی تھی لیکن اس کے زہر نے میری کوکھ کو نقصان پہنچایا۔ ایک بڑے آپریشن سے گزرنے کے بعد مجھے یہ نئی زندگی ملی ہے۔"

"خدا آپ کو سلامتی اور خوشحالی دے لیکن شوہر کے لیے آپ کے جذبات ہوں گے کہ آپ ان کے ساتھ رہا کریں اور ان کی خدمت کریں۔"

"میں ایسے جذبات کے ساتھ رہوں گی تو پارس کے ساتھ ازدواجی وظیفہ ادا کرنا ہوگا' جو میری زندگی کے لیے خطرناک ہے۔ ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق مجھے اس کے زہر سے دور رہنا چاہیے۔ اس لیے میں روحانیت کی طرف مائل ہوں۔ تنہا رہتی ہوں۔ یوں سمجھ لو کہ جس پارس کو جان سے زیادہ چاہتی ہوں اس کے لیے نامحرم ہو چکی ہوں۔"

بلیک آدم نے سوچا۔ "یہ یہاں تنہا رہتی ہے۔ پارس سے اس کی ملاقات نہیں ہوتی ہے۔ لہٰذا پارس اس کوارٹر میں نہیں آئے گا۔ مجھے اس کے انتظار میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔"

اس نے چور نظروں سے اپنے بائیں ہاتھ کے ناخنوں کو دیکھا بہت عرصہ پہلے اس کے پیدائشی ناخن نکال دیئے گئے تھے اور نقلی ناخن اس طرح لگائے گئے تھے کہ وہ جب چاہتا انہیں ڈھکن کی طرح اٹھا کر ان کے نیچے کوئی ننھی سی چیز چھپا لیتا تھا۔ فی الوقت اس کے ناخنوں کے اندر وہ سفوف پوشیدہ تھا جسے زبان پر رکھنے اور حلق سے اتارنے کے بعد اعصابی کمزوری مسلط ہو جاتی تھی۔

اس نے اچانک ہی جوجو کی تھوڑی کے نیچے ہاتھ لے جا کر اپنی فولادی انگلیوں سے اس کے جبڑوں کو جکڑ لیا۔ گرفت اتنی سخت تھی کہ جوجو کے دیدے پھیل گئے۔ منہ سے آواز نہ نکل سکی۔ وہ ایسا فولادی شیطان تھا کہ سر کو پکڑ کر ایک جھٹکے سے گردن توڑ دیتا تھا۔ بڑے بڑے شہ زور اس کی گرفت سے نہیں نکل سکتے تھے وہ تو پھر ایک عورت تھی۔ وہ غرا کر بولا۔ "منہ کھولو۔"

اس کے ساتھ ہی اس نے ایک انگوٹھے سے ایک انگلی کا ڈھکن اٹھایا۔ وہ منہ نہیں کھول رہی تھی۔ اس نے کہا۔ "آخری وارننگ دیتا ہوں۔ منہ نہیں کھولو گی تو جبڑے ٹوٹ جائیں گے۔"

تکلیف کی شدت سے یہی محسوس ہو رہا تھا کہ جبڑوں کی ہڈیاں تڑخنے ہی والی ہیں۔ اس نے منہ کھول دیا۔ وہ اس کے منہ میں انگلی ڈال کر ناخن کے نیچے چھپے ہوئے پاؤڈر کو اس کے حلق تک پہنچانے لگا۔ جوجو اس کی انگلی کو دانتوں سے کاٹنے لگی۔ دانت انگلی کے گوشت میں گڑ گئے تھے۔ لہو رسنے لگا تھا۔ وہ مسکرا کر بولا۔ "کوئی بات نہیں' میرے لہو کے ساتھ اس سفوف کو گھلنے میں آسانی رہے گی۔"

وہ ذرا سی دیر میں ہی سست پڑ گئی۔ دوا حلق سے اترتے ہی کمزوری محسوس ہونے لگی تھی۔ اس کا منہ پھر کھل گیا۔ انگلی میں گڑے ہوئے دانت پھر الگ ہو گئے۔ وہ بلیک آدم کے بازوؤں میں گہری گہری سانسیں لینے لگی۔ اس نے اسے دونوں بازوؤں میں اٹھا لیا۔ کچن سے چلتا ہوا بیڈ روم میں آیا پھر اسے آرام سے لٹا دیا۔

الپا نے کہا۔ "کچن کا چولہا بجھا دو۔ اگر کسی نے تمہیں یہاں آتے نہیں دیکھا ہے تو واپس اپنے کوارٹر میں جاؤ۔ میں اس پر عمل شروع کر رہی ہوں۔"

وہ جوجو کے کوارٹر سے باہر برآمدے میں آیا۔ دور تک کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ تیزی سے قدم بڑھاتا ہوا اپنے کوارٹر میں آ گیا۔ الپا ایک گھنٹے کے اندر ہی آ گئی۔ اس سے بولی۔ "ایک بہت بڑی کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ میں نے فرہاد علی تیمور کی بہو کو اپنی معمولہ اور تابعدار بنا لیا ہے۔"

وہ بولا۔ "مسز الپا! پتا نہیں وہ ابھی کھانے کے بعد کہاں جانے والی تھی اگر وہاں نہ گئی اور تنویمی نیند سوتی رہی تو اس کے تمام رشتے دار دوڑے چلے آئیں گے۔ اس کے دماغ میں گھس کر معلوم کر لیں گے کہ وہ تنویمی نیند پوری کر رہی ہے۔"

"میں نے اسے معمولہ بنا کر بہت سی معلومات حاصل کی ہیں۔ وہ اب سے دو گھنٹے بعد یعنی رات کے ایک بجے تمہارے ساتھ سونیا کے کوارٹر کے قریب جائے گی۔ اس سے کچھ فاصلے پر ایک کیبن میں تمہارے ساتھ صبح تک رہے گی۔ تمہیں سیکیورٹی کے لیے ہتھیار دیئے جائیں گے۔"

"یعنی وہ ایک بجے سے پہلے تنویمی نیند سے بیدار ہو جائے گی؟"

"ہاں اور ایک ایسا راز معلوم ہوا ہے' جسے سن کر تم چونک پڑو گے۔"

"مسز! تجسس میں مبتلا نہ کرو۔"

"اس ادارے میں فرہاد اور اس کے دونوں بیٹے پارس اور علی تیمور موجود نہیں ہیں۔ وہ اپنے تمام دشمنوں کو دھوکا دے رہے ہیں۔ یہاں تمہیں ان تینوں کی ڈمیاں نظر آئیں گی۔"

"یہ واقعی اہم معلومات ہیں اگر ہمیں معلوم نہ ہوتا تو ہم دھوکا کھا کر کسی ڈمی کو اغوا کر کے لے جاتے۔ اچھی طرح اطمینان کر لو۔ کہیں جوجو بھی ڈمی نہ ہو۔"

"میں نے جوجو کے دماغ کی ہر گرہ کو کھول کر معلومات حاصل کی ہیں۔ اس نے تم سے جھوٹ کہا تھا کہ وہ پارس کے لیے نامحرم ہے۔ جب اس کے نکاح میں ہے تو نامحرم کیسے ہوگی۔"

"اس نے مجھ سے جھوٹ کیوں کہا تھا؟"

"اس لیے کہ یہاں ڈمی پارس رہتا ہے۔ تمہارے یا کسی کے ذہن میں سوال پیدا ہوگا کہ میاں بیوی ایک ہی ادارے میں رہ کر کیوں ایک دوسرے سے دور رہتے ہیں۔ خود کو نامحرم کہہ دینے سے اس سوال کا جواب مل جاتا ہے۔"

"ہاں' اس طرح ثابت ہو جاتا ہے کہ جوجو اصلی ہے۔ اس لیے ڈمی پارس اس سے دور رہتا ہے۔"

"اور یوں بھی ثابت ہوتا ہے کہ آمنہ' سونیا اور جوجو سے فرہاد اور اس کے بیٹوں کی کوئی بات چھپی نہیں رہتی ہے۔ یہ پورا خاندان ایک دوسرے کی خیریت معلوم کرتے رہنے کے لیے ایک دوسرے کے حالات سے پوری طرح باخبر رہتا ہے۔ فرہاد' پارس' علی تیمور' آمنہ' سونیا' جوجو اور سونیا ثانی جانتی ہیں کہ کون کہاں ہے اور کن معاملات سے دوچار ہو رہا ہے۔"

"پھر تو جوجو کو معلوم ہوگا کہ وہ تینوں باپ بیٹے کہاں ہیں؟"

"ہاں' علی اور ثانی پیرس کے ملٹری ہیڈ کوارٹر میں ہیں۔ وہاں کے ایک بنگلے میں انہوں نے ایک عجیب و غریب شخص کو قیدی بنا رکھا ہے۔"

"عجیب و غریب شخص سے کیا مراد ہے؟"

"اس کا نام یوسف البرہان ہے۔ اسے پاشا کہہ کر مخاطب کرتے ہیں۔ وہ حیرت انگیز غیر معمولی سماعت و بصارت کا حامل ہے۔ کسی ٹرانسیٹر' یا ٹیلیفون یا سیٹلائٹ کے بغیر ہزاروں میل دور ہونے والی گفتگو سن لیتا ہے۔"

"یہ تو بچگانہ سی بات ہے۔ کیا عقل اسے تسلیم کر سکتی ہے؟"

"موجودہ سائنسی ترقی کے دور میں کوئی بات ناممکن اور حیرت انگیز نہیں رہی۔ ہم اکیسویں صدی میں داخل ہونے والے ہیں۔ آج جو بات حیرت انگیز اور ناقابلِ یقین ہوگی' وہ کل صرف قابلِ یقین ہی نہیں' قابلِ عمل اور معمولی سی ہو کر رہ جائے گی۔ وہ پاشا رات کی گہری تاریکی میں بلی اور چیتے کی طرح صاف طور سے دیکھ لیتا ہے۔ دماغ ایسا فولادی ہے کہ ٹیلی پیتھی کے زلزلے اس پر اثر انداز نہیں ہوتے۔ جسمانی قوت میں تمہاری طرح ناقابلِ تسخیر ہے۔"

"پھر تو ایسے شخص کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ مائی مسز الپا! میں اس شخص کو' کیا نام بتایا تھا اس کا؟ ہاں پاشا' میں پاشا کو ضرور اپنا قیدی اور تابعدار بناؤں گا۔"

"پاشا کل شام چھ بجے تک ہیڈ کوارٹر والے بنگلے میں رہے گا پھر سات بجے فرانس کے ایک خصوصی طیارے میں صومالیہ کے شہر بیضابہ جائے گا۔ اس نے حیرت انگیز سماعت و بصارت اور غیر معمولی دماغی و جسمانی قوتوں کے لیے جو ادویات استعمال کی ہیں' ان سب کے فارمولے کئی کاغذات میں لکھ کر صومالیہ کے ایک جنگل میں چھپا دیئے ہیں۔ شہر بیضابہ میں پارس اور ٹیلی پیتھی جاننے والی باربرا اس کا انتظار کریں گے پھر وہ تینوں وہاں سے اس جنگل کی طرف جائیں گے۔"

"جنگل میں وہ کہاں جائیں گے؟ وہاں کوئی مخصوص جگہ ہوگی' جہاں پاشا نے ان فارمولوں کو چھپایا ہے؟"

"میں نے معلوم کرنا چاہا لیکن جوجو اس سے زیادہ نہیں جانتی ہے۔"

"تم جتنا معلوم کر چکی ہو' اتنا ہی بہت ہے۔ بڑے بھائی برین آدم کو پاشا کے متعلق فوراً بتاؤ۔ برادر برین آدم ذہانت میں یکتا ہے۔ وہ فارمولے حاصل کرنے کے لیے زبردست پلاننگ کرے گا۔"

"میں جا رہی ہوں تھوڑی دیر بعد آؤں گی۔"

اس نے بلیک آدم کے دماغ سے نکل کر بڑے بھائی برین آدم کے دماغ پر دستک دی۔ کوڈ ورڈز ادا کیے۔ اس نے کہا۔ "ہاں بولو مسز! کوئی خوشخبری ہے؟"

"جی ہاں' میں نے فرہاد علی تیمور کی بہو یعنی پارس کی بیوی جوجو کو اپنی معمولہ اور تابعدار بنا لیا ہے۔"

"تم خوش کر رہی ہو لیکن ایسی خوشیوں کے پیچھے فرہاد کی چالاکیاں چھپی ہوتی ہیں۔"

"میں نے ہر پہلو سے اطمینان کیا ہے۔ ان کے چند ایسے راز ہیں' جو فرہاد کے بیٹوں اور بہوؤں کو یا پھر آمنہ اور سونیا کو معلوم ہوتے ہیں۔ وہ راز میری معمولہ جوجو کو معلوم ہیں یوں ثابت ہوتا ہے کہ وہ اصلی جوجو ہے۔"

"وہ راز کیا ہیں؟"

"پہلے راز کی بات یہ ہے کہ فرہاد' اس کے دونوں بیٹے اور سونیا ثانی ادارے میں موجود نہیں ہیں۔ انہوں نے اپنے دشمنوں کو دھوکا دینے کے لیے وہاں اپنی اپنی ڈمی رکھی ہے۔"

"پھر تو وہ زبردست مکاری دکھا رہے ہیں۔ ہم تو دھوکے سے بچ گئے۔ سپر ماسٹر وغیرہ کے ماتحت ضرور کسی ڈمی کو وہاں سے اغوا کر کے لے جائیں گے پھر بعد میں اپنا سر پیٹیں گے۔ تم نے بہت اہم معلومات حاصل کی ہیں۔ کوئی اور راز معلوم ہوا ہے؟"

وہ پاشا اور اس کی حیرت انگیز صلاحیتوں اور خفیہ فارمولوں کے متعلق بتانے لگی۔ برین آدم خوشی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا پھر بولا۔ "الپا! تم ہماری بہت ہی پیاری بہن ہو۔ تم نے پاشا جیسے انسان کو دریافت کر کے کمال کر دکھایا ہے۔ اب میں فرہاد اور اس کے بیٹوں کو دکھاؤں گا کہ ذہانت کسے کہتے ہیں۔ وہ فارمولے یہاں میرے پاس آئیں گے۔ تم جاؤ اور برادر بلیک آدم کے ساتھ رہو۔ برادر سے کہو' جوجو کے بعد وہاں اور کوئی تگڑا شکار نہیں ہے۔ وہ کل تک وہاں سے نکل جائے۔ ہمارے ملک کا طیارہ پیرس سے دوپہر کو پرواز کرتا ہے۔ اس کے لیے ایک سیٹ ریزرو رہے گی۔ وہ وہاں سے قاہرہ پہنچے گا۔ قاہرہ سے ہمارا ایک ہیلی کاپٹر اسے صومالیہ پہنچا دے گا۔"

"برادر! میں نے جوجو کے دماغ سے یہ معلوم کیا تھا کہ کل چار بجے سلمان اپنی بیوی سلطانہ کے ساتھ ہیلی کاپٹر کے ذریعے پیرس جائے گا۔ میں نے جوجو کو حکم دیا ہے کہ وہ سلمان کے ساتھ پیرس جائے اور برادر بلیک آدم کو بھی لے جائے۔ اس طرح برادر چار

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

بجے کے بعد ہی پیرس پہنچے گا۔ آپ ایسے انتظامات کریں کہ جوجو کو فوراً تل ابیب لا کر اس کا برین واش کیا جا سکے اور براور کو صومالیہ پہنچایا جا سکے۔"

"میں یہی کروں گا' تم براور کے پاس جاؤ۔"

وہ بلیک آدم کے پاس آگئی۔ جوجو بارہ بجے تنویمی نیند سے بیدار ہو گئی تنویمی عمل کے مطابق وہ بھول گئی تھی کہ بلیک آدم نے اس کے ساتھ زیادتی کی تھی اور اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کیا تھا۔ اس نے بیدار ہو کر منہ ہاتھ دھویا۔ بلیک آدم کھانا گرم کر کے لے آیا پھر اس کے ساتھ کھاتے ہوئے بولا۔ "میڈم! آپ دو گھنٹے تک گہری نیند سوتی رہیں۔ میں بور ہوتا رہا۔"

وہ بولی۔ "میں بے وقت نہیں سوتی چونکہ صبح تک جاگنا ہے اس لیے تھوڑی نیند پوری کی ہے۔"

وہ کھانے کے بعد ڈیوٹی کے لیے ایک کیبن میں آ گئے۔ وہاں بلیک آدم کو ایک شاٹ گن اور ایک کلاشنکوف دی گئی۔ جوجو نے کہا۔ "تم یہاں چوکس رہو' میں مما سے مل کر آتی ہوں۔"

سونیا کا کوارٹر کوئی پندرہ گز کے فاصلے پر تھا۔ اس کے برآمدے پر دو مسلح جوان تھے' چار مسلح لیڈی گارڈز تھیں۔ ایک نے پوچھا۔ "کوڈ ورڈز پلیز؟"

جوجو باہر کھڑے ہوئے مسلح گارڈز کو کوڈ ورڈز سنانا نہیں چاہتی تھی اس نے خیال خوانی کے ذریعے اس لیڈی گارڈ کے دماغ میں کوڈ ورڈز ادا کیے۔ دروازہ کھل گیا۔ وہاں بڑی رازداری سے کام لیا جا رہا تھا۔ بڑا سخت پہرا تھا اس کے باوجود الپا' جوجو کے دماغ میں رہ کر سونیا کی خواب گاہ تک پہنچ گئی۔

خواب گاہ میں ایک آرام دہ بستر تھا۔ بستر کے دونوں طرف بچوں کا ایک ایک پالنا تھا۔ وہ دونوں پالنے خالی تھے یعنی بچے وہاں نہیں تھے اور بستر پر ان کی ماں بھی نہیں تھی۔ ایک میز کرسی کے پاس ایک مسلح لیڈی گارڈ بیٹھی ہوئی تھی۔ جوجو کو دیکھ کر کھڑی ہو گئی' فوجی انداز میں اسے سیلیوٹ کیا۔ جوجو نے پوچھا۔ "مما اور بچے کہاں ہیں؟"

"میڈم! پتا نہیں مادام سونیا اپنے بچوں کے ساتھ کہاں منتقل ہو گئی ہیں۔"

"اگر وہ کہیں منتقل ہو گئی ہیں تو اتنی سخت پہرے داری کیوں ہے؟"

"اس لیے ہے۔" لیڈی گارڈ نے یہ کہتے ہوئے میز پر رکھے ہوئے ریکارڈر کا بٹن دبایا چند سیکنڈ کے بعد بچے کے رونے کی آواز سنائی دی پھر سونیا کی آواز ابھری۔ وہ پیار سے پچکارتی ہوئی کہہ رہی تھی۔ "ارے رے' میرے منے بیٹے کو کیا ہو گیا ہے۔ تم تو میرے کبریا شہزادے ہو۔ ارے واہ' نام لیتے ہی میرا بیٹا مسکرانے لگا اور میری شہزادی اعلیٰ بی بی! تم کیوں خاموش ہو؟ اللہ اللہ! چہرے پر ایسی سنجیدگی جیسے کسی مسئلے کو حل کر رہی ہو۔ میری جان! ابھی مسائل حل کرنے کے لیے ماں زندہ ہے۔ یہ تمہارے ہنسنے کھیلنے کی عمر ہے۔ چلو ہنسو' مسکراؤ۔"

ایک ننھی سی بچی کی ہنسی سنائی دینے لگی۔ سونیا کہہ رہی تھی۔ "ہاں' ہاں' شاباش۔"

جوجو نے پوچھا۔ "یہ سب کیا ہے؟"

لیڈی گارڈ نے ٹیپ ریکارڈر کو بند کرتے ہوئے کہا۔ "اس ریکارڈ کی آواز باہر تک جاتی ہے۔ باہر دوست ہوں یا دشمن' یہی سمجھیں گے کہ مادام اپنے دونوں بچوں کے ساتھ یہاں موجود ہیں۔ کوارٹر کے اندر اور باہر اتنا سخت پہرا دیکھ کر پوری طرح ان کی موجودگی کی تصدیق ہو جاتی ہے۔ آپ بھی یہی سمجھ کر ان سے ملنے آئی ہیں۔"

الپا نے جوجو کی سوچ میں کہا۔ "مجھے مما سے رابطہ کرنا چاہیے۔"

جوجو ایک کرسی پر بیٹھ گئی پھر خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے سونیا کے پاس آئی۔ سونیا نے کوڈ ورڈز سن کر کہا۔ "اچھا تو میری جوجو میرے کوارٹر میں پہنچی ہوئی ہے۔"

"مما! آپ اچانک بچوں کو لے کر کہاں روپوش ہو گئی ہیں؟"

"بیٹی! میرے اندر رہ کر مجھے اور دونوں بچوں کو دیکھو۔ تمہارا بھتیجا بھتیجی بہت ہیں۔"

"کیا آپ یہاں خطرہ محسوس کر رہی تھیں؟"

"جہاں زیادہ سخت پہرا ہوتا ہے' وہاں زیادہ خطرات کی گنجائش ہوتی ہے۔ میں ایسی جگہ ہوں' جہاں میری حفاظت کے لیے ایک بھی ہتھیار اور ایک بھی پہرے دار نہیں ہے۔"

"یہ کون سی جگہ ہے مما؟"

"جوجو' میری جان! یہ نہ پوچھو اور یقین کرو تمہارے پاپا کو' پارس اور علی کو' کسی کو بھی اس جگہ کا علم نہیں ہے۔"

"کیا پاپا پوچھیں گے تو انہیں بھی یہ ٹھکانا نہیں بتائیں گی؟"

"یہ وہ جگہ ہے' جہاں بابا فرید واسطی صاحب اپنی زندگی میں عبادت اور ریاضت کے لیے آتے تھے۔ دنیا والوں سے روپوش ہو کر ایک مخصوص مدت تک یہاں قیام کرتے تھے پھر اپنے قائم کردہ ادارے میں پہنچ جاتے تھے۔ انہوں نے تاکید کی تھی کہ میں کبھی اس مقام کی نشاندہی نہ کروں۔ میں بابا صاحب کی ہدایات پر عمل کر رہی ہوں۔"

"جب آپ دونوں بچوں کے ساتھ ہر طرح سے محفوظ ہیں تو پھر خالی کوارٹر کے اندر اور باہر اتنے سخت حفاظتی انتظامات کیوں کیے گئے ہیں؟"

"تم جانتی ہو' ہمارے دشمن کمزور' کمتر اور نادان نہیں ہیں۔ وہ بھی طاقت' ذہانت اور وسیع ذرائع رکھتے ہیں۔ وہ اتنے سخت حفاظتی انتظامات کے باوجود میرے کوارٹر تک پہنچیں گے یا ہمارے کسی اہم فرد کو اغوا کرنے کی کوششیں کریں گے۔ ایسا ادارے میں ایک بار ہو چکا ہے۔ آمنہ فرہاد کو سپر ماسٹر نے اور تمہیں ماسک مین نے اغوا کیا تھا۔ ہم اسی کوشش میں ہیں کہ اس بار ایسا نہ ہو۔ اب جاؤ' اپنی ڈیوٹی پر صبح تک رہ کر دشمنوں کو یقین دلاؤ کہ تمہاری مما اپنے بچوں کے ساتھ اسی کوارٹر میں ہے۔ صبح تک دو چار دشمن ضرور بے نقاب ہوں گے۔"

جوجو دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ الپا نے بڑے بھائی برین آدم کے پاس آ کر کہا۔ "پورا خاندان بڑا زبردست چالباز ہے۔ انہوں نے ایک خالی تجوری کے اطراف پوری فوج کا پہرا لگا دیا ہے۔ ساری دنیا میں ایسا تہلکہ مچایا ہے جیسے اس تجوری میں دنیا کا بیش بہا خزانہ موجود ہے۔ اب چوری کرنے والے آئیں اور خزانہ چرا کر لے جائیں۔ مائی بگ برادر! اس ادارے میں سونیا اور اس کے بچے نہیں ہیں۔ ہم سب کو الو بنایا جا رہا ہے۔"

"کیا کہہ رہی ہو سسٹر؟"

الپا نے اسے بتایا کہ وہ جوجو کے اندر رہ کر سونیا کے خالی کوارٹر میں گئی تھی پھر جوجو کی خیال خوانی کے ذریعے سونیا اور اس کے بچوں کے پاس پہنچی تھی۔ وہ اپنے بچوں کے ساتھ کسی ایسی پناہ گاہ میں ہے' جس کا تعلق ماضی میں بابا فرید واسطی مرحوم سے رہا تھا اور اس مقام کے بارے میں کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں ہے۔"

برین آدم نے کہا۔ "سسٹر! تم نے جوجو کے دماغ پر قبضہ جما کر بیش قیمت معلومات حاصل کی ہیں اگر اسے اپنی معمولہ نہ بناتیں تو واقعی ہم الو بنتے رہتے۔ بے شک میں ان کی ذہانت کا معترف ہوں مگر ہم اپنے معاملات میں ان کی ذہانت سے کترا کر کامیابی حاصل کر رہے ہیں۔ اب دانشمندی یہی ہے کہ جوجو کو کسی طرح فوراً وہاں سے نکال کر لاؤ۔"

"وہ تو اسی وقت نکلے گی' جب سلمان یہاں سے روانہ ہو گا۔ میں براور کے پاس جا رہی ہوں۔"

وہ بلیک آدم کے پاس آئی۔ جوجو اس کے پاس کیبن میں آ گئی تھی لیکن اسے سونیا اور بچوں کی عدم موجودگی کے متعلق نہیں بتایا تھا الپا نے اس سے کہا۔ "براور! یہ صرف نمائشی پہرے داری ہے۔ سونیا اور بچے اس ادارے سے کسی دوسری جگہ منتقل ہو چکے ہیں۔"

وہ بولا۔ "لیکن سسٹر! چند منٹ پہلے میں نے بچوں کے رونے کی آواز سنی ہے۔ کوئی عورت انہیں محبت سے پچکار رہی تھی' کچھ بول بھی رہی تھی۔ شاید وہ سونیا ہو گی۔"

"یہ سب ڈراما ہے۔ براور! ٹیپ ریکارڈر کے ذریعے ایسی آوازیں کبھی کبھی باہر نشر کی جا رہی ہیں۔ تم یہاں ڈیوٹی پر رہو۔ میں جوجو کو یہاں سے لے جا رہی ہوں۔ ذرا آس پاس کے حالات معلوم کروں گی۔"

جوجو کو کیبن میں رہنا چاہیے تھا لیکن وہ الپا کی مرضی کے مطابق کیبن سے باہر آ گئی پھر ٹہلنے کے انداز میں مختلف کوارٹروں کے درمیان سے گزرنے لگی۔ اسٹریٹ کے ہر موڑ پر مسلح گارڈز موجود تھے۔ اسے دیکھ کر سیلوٹ کرتے تھے۔ ایک اسٹریٹ کے موڑ پر ایک مسلح گارڈ نے کہا۔ "میڈم! میں بڑی دیر سے آپ کا انتظار کر رہا ہوں۔"

اس نے پوچھا۔ "کیوں انتظار کر رہے ہو؟"

وہ بولا۔ "میری جیب میں سائلنسر لگا ہوا ریوالور ہے اور تم نشانے پر ہو۔ ذرا بھی میرے خلاف آواز نکالو گی' میں گرفتار ہونے سے پہلے تمہیں گولی مار دوں گا۔"

وہ پریشان ہو کر بولی۔ "تم کون ہو؟ کیا چاہتے ہو؟"

"اپنے کوارٹر میں چلو' پھر بتاؤں گا۔ کم آن' تیزی سے چلو۔"

وہ ایک سمت گھوم کر چلنے لگی۔ الپا نے بلیک آدم کے پاس آ کر کہا۔ "کوئی جوجو کو ٹریپ کرنا چاہتا ہے۔ اسے ریوالور کی زد پر اس کے کوارٹر لے جا رہا ہے۔ فوراً ادھر جاؤ۔"

وہ پھر جوجو کے پاس آ گئی۔ اسے دھمکی دینے والا اس کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔ وہ اپنے کوارٹر کے برآمدے میں آئی پھر چابی سے دروازے کا لاک کھول کر اندر قدم رکھتے ہوئے بولی۔ "مسٹر اجنبی! تم میری جان لے کر کیا حاصل کرنا چاہتے ہو؟"

"میں تمہاری جان نہیں لوں گا۔ مجھے صرف تمہارے دماغ کی ضرورت ہے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے اس دماغ کی بہت ضرورت ہے۔ اگر تم مجھے اپنے دماغ کے اندر آنے نہیں دو گی اور میرے تنویمی عمل کو ناکام بناؤ گی تو مجبور ہو کر تمہیں گولی مار دوں گا۔"

جوجو نے پوچھا۔ "کیا تم بھی ٹیلی پیتھی جانتے ہو؟"

"ہاں' میں سپر ماسٹر کا رائٹ ہینڈ ہوں۔ یہاں شام سے انتظار میں تھا کہ تمہارے پاس پارس آئے گا تو تم دونوں کو بیک وقت ٹریپ کروں گا لیکن بات کیا ہے؟ وہ تمہارا شوہر ہو کر تمہارے پاس کیوں نہیں آتا ہے؟"

"اس لیے کہ ہمارے درمیان علیحدگی ہو چکی ہے۔ میں اس کے لیے نامحرم ہوں۔"

"چلو اچھا ہے کہ وہ میرے اور تمہارے درمیان نہیں آئے گا۔ چلو بستر پر لیٹ جاؤ۔" جوجو نے بے بسی سے دروازے کی طرف دیکھا۔ وہ بولا۔ "ادھر کیا دیکھ رہی ہو۔ کوئی تمہاری مدد کے لیے نہیں آئے گا۔ ویسے مجھے دروازہ بند کر دینا چاہیے۔"

وہ پلٹ کر دروازے کے پاس آیا۔ اسی وقت منہ پر ایسا گھونسا پڑا جیسے ہتھوڑا پڑا ہو۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے جا کر گرا۔ اٹھنا چاہا تو سر چکرا گیا۔ بڑا زبردست گھونسا تھا۔ سامنے کے دانت ہل گئے تھے۔ زبان زخمی ہو گئی تھی۔ منہ سے خون نکلنے لگا تھا۔ بلیک آدم نے کمرے میں آ کر اس پر جھک کر اس کی جیب سے ریوالور نکالا' اسے ایک طرف پھینکا پھر اجنبی کو دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر بستر پر پھینک دیا۔ الپا نے کہا۔ "بس اتنا ہی کافی ہے۔ مجھے اس کے دماغ میں جگہ مل رہی ہے۔ تم جوجو کے ساتھ ڈیوٹی پر جاؤ۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

جوجو نے بلیک آدم کے ساتھ کوارٹر سے باہر آکر دروازے کو لاک کر دیا۔ پھر اس کے ساتھ ڈیوٹی پر چلی گئی۔ وہ اجنبی مقفل کوارٹر کے اندر بستر پر پڑا ہوا سوچ رہا تھا کہ وہ کیسا فولادی انسان تھا' جس نے ایک ہی گھونسے میں میرے چودہ طبق روشن کر دیے تھے۔ وہ تکلیف کی شدت سے کراہتے ہوئے اٹھنا چاہتا تھا مگر اٹھ نہ سکا۔ تکلیف ایسی بھی نہیں تھی کہ وہ اٹھ کر بستر پر بیٹھ نہ سکتا۔ دوسری بار وہ ذرا سا اٹھا پھر تکیے پر سر آگیا۔ وہ چاروں شانے چت ہوگیا۔ اس نے پریشان ہو کر خلا میں تکتے ہوئے سوچا۔ "یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟"

الپا نے کہا۔ "تمہیں ٹیلی پیتھی کی مار پڑ رہی ہے۔"

اس نے گھبرا کر دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا۔ تڑپ کر کہا۔ "نہیں' میرے اندر کوئی نہیں آسکتا۔ میں سانس روک لیتا ہوں۔ چلے جاؤ۔ یہاں سے چلے جاؤ۔"

اس نے سانس روکنے کی کوشش کی۔ الپا نے اس کی کوشش ناکام بنا کر کہا۔ "میں تمہارے اندر ہوں۔ اب زبان سے کچھ نہ بولنا۔ باہر آواز جائے گی۔ بولو گے تو دماغ میں زلزلہ پیدا کر دوں گی۔"

وہ سوچ کے ذریعے بولا۔ "نہیں' میں چپ رہوں گا۔ تم کون ہو' مجھ سے کیا چاہتی ہو؟"

"وہی جو تم جوجو سے چاہتے تھے۔ وہ تمہاری معمولہ نہ بن سکی۔ تم میرے معمول اور تابعدار بن جاؤ۔"

وہ انکار کرنے لگا۔ الپا نے اس کے اندر زلزلہ پیدا کرتے ہوئے اس کے ہونٹوں کو سختی سے بند کر دیا۔ وہ شدید ذہنی اذیتوں میں مبتلا ہو کر تڑپتا ہوا بستر سے نیچے فرش پر گر پڑا۔ مُنہ کھول کر حلق پھاڑ کر چیخنا چاہتا تھا لیکن الپا اسے مُنہ کھولنے نہیں دے رہی تھی۔ وہ تھوڑی دیر ماہیِ بے آب کی طرح تڑپنے کے بعد تھک کر سست پڑنے لگا۔ وہ بولی۔ "کسی حیل و حجت کے بغیر میرے احکامات کی تکمیل کرتے رہو۔ اٹھو اور بستر پر آرام سے لیٹ جاؤ۔"

وہ تکلیف اور کمزوری سے تھرتھراتے ہوئے فرش پر سے اٹھا پھر بستر پر لیٹ گیا۔ الپا اس کے خیالات پڑھنے لگی۔ اس کا نام ٹیری ہارٹ تھا۔ ٹرانسفارمر مشین کی پیداوار تھا۔ واشنگٹن میں رہ کر اس نے کئی چھوٹے بڑے کارنامے انجام دیے تھے۔ سپر ماسٹر اور دیگر حکام کو اس سے بڑی امیدیں وابستہ تھیں۔ وہ اچھا فائٹر نہیں تھا مگر چالاک اور معاملہ فہم تھا۔ سپر ماسٹر اسے اپنا دستِ راست کہتا تھا اس کا خیال تھا کہ ٹیری ہارٹ ایسے ہی کارنامے انجام دیتا رہا تو ایک دن جان لبوڈا اور سپر مادام سلوانہ کی طرح زبردست ٹیلی پیتھی جاننے والا کہلائے گا۔

پھر سپر ماسٹر نے کہا۔ "ٹیری! اب تمہاری بہت بڑی آزمائش ہے۔ تمہیں شیر کے مُنہ سے لقمہ چھین کر لانا ہوگا۔"

وہ بولا۔ "آپ کام بتائیں۔ کسی شیر سے نہ ڈرائیں۔"

"بابا صاحب کے ادارے میں فرہاد کا پورا خاندان جمع ہوا ہے۔ اس کے فیملی ممبرز میں سے کسی خیال خوانی کرنے والے والی کو اغوا کرنا ہے اور کسی کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دینا ہے۔"

ٹیری ہارٹ نے کہا۔ "مجھے یاد ہے' اب سے کئی برس پہلے اس ادارے میں ایسا ہی ایک اجتماع ہوا تھا اور ہمارے آدمی رسونتی کو اغوا کر کے یہاں لے آئے تھے۔ مجھے بھی یہی موقع مل رہا ہے۔ میں ضرور فائدہ اٹھانے کے لیے وہاں جاؤں گا۔"

"نہیں ٹیری! خود وہاں نہ جانا۔ پکڑے گئے تو ہم تم سے محروم ہو جائیں گے۔"

"ماسٹر! میرا وہاں جانا ضروری ہے۔ ایسا موقع بار بار نہیں آتا۔ بابا صاحب کا ادارہ فولادی قلعہ کہلاتا ہے۔ میں اس ادارے کی جڑوں میں گھس جاؤں گا۔"

"بڑے بڑے دعوے کرنے سے کامیابی مشکوک ہو جاتی ہے۔ تم سے پہلے سیکڑوں ان کے سامنے گئے اور خاک ہو گئے۔"

"اور ہم میں ایسے بھی تھے' جنھوں نے فرہاد کو گولی مار کر موت کے مُنہ میں پہنچایا۔ رسونتی کو نیم پاگل بنایا اور اعلیٰ بی بی کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ مائی ماسٹر! جو لوگ مقابلے سے پہلے دشمنوں سے مرعوب ہو جاتے ہیں' انھیں بعد میں ذلت آمیز شکست ملتی ہے۔ میں اس ادارے کو اندر سے اچھی طرح دیکھنا اور اس کے شعبوں کو تباہ کرنا چاہتا ہوں۔ آپ مجھے ایک بار جانے دیں' میں وہاں سے زندہ سلامت لوٹ آؤں گا۔"

"نہیں' میں اجازت نہیں دوں گا۔ ہمارے حکام بھی راضی نہیں ہوں گے۔"

"آپ لوگ برسوں سے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی حفاظت کرنے میں ناکام ہوتے آرہے ہیں۔ دشمنوں نے جب چاہا ٹرانسفارمر مشین سے پیدا ہونے والوں کو اغوا کر لیا یا جان سے مار ڈالا۔ یوں درجنوں ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کرنے کے باوجود یہاں صرف دو باقی رہ گئے ہیں۔ ایک میں ہوں دوسرا ڈکی سولی ہے۔ آپ ہم دونوں کو زمین کی تہ میں چھپا دیں۔ فرہاد یا اسرائیلی یہودی ہمارے پیچھے پڑیں گے تو زمین کھود کر ہمیں نکال لیں گے۔ اگر آپ ہمیں آزادی سے کام کرنے دیں گے تو ہم دشمنوں کو زمین میں گاڑ دیں گے۔"

"میں تمہارے دلیرانہ جذبات کی قدر کرتا ہوں لیکن تم یہیں سے خیال خوانی کے ذریعے اس ادارے میں پہنچو گے اور اپنے آلۂ کاروں کو منصوبوں کے مطابق استعمال کرو گے۔"

"سوری' میں کمتر اور بزدل بن کر کام نہیں کروں گا۔"

"ٹیری! ہوش میں ہو؟ انکار کی سزا جانتے ہو؟"

"جانتا ہوں لیکن مجھے سزائے موت نہیں ہوگی۔ زیادہ سے زیادہ میرے ذہن سے ٹیلی پیتھی کو واش کیا جائے گا کیوں کہ ہم دو ہی رہ گئے ہیں۔ آپ ہم سے محروم ہونا پسند نہیں کریں گے۔"

"اچھا تو تم ٹرانسفارمر مشین کی خرابی سے فائدہ اٹھا رہے ہو اور باغیانہ انداز اختیار کر رہے ہو؟"

"اگر باغی ہوتا تو بڑی آسانی سے فریب دے کر اس ملک سے چلا جاتا۔ میری خیال خوانی کے آگے کوئی دیوار کھڑی نہیں رہ سکے گی۔"

"اچھی بات ہے۔ میں تم سے بعد میں باتیں کروں گا۔"

سپر ماسٹر نے اعلیٰ حکام اور فوجی افسران سے رابطہ کیا اور انھیں بتایا کہ ٹیری ہارٹ حکم عدولی کر رہا ہے۔ اس کے انداز سے بغاوت ظاہر ہو رہی ہے۔ سب نے متفقہ فیصلہ کیا کہ ایک باغی خیال خوانی کرنے والے پر بھروسا کرنے کی نادانی مہنگی پڑے گی۔ اسے گولی مار دینا بہتر ہے۔ وہ زندہ رہا تو دشمنوں سے جا ملے گا یا پھر ان کے ہتھے چڑھ جائے گا۔ یہ بات زیادہ نقصان دہ ثابت ہوگی۔

اعلیٰ فوجی افسران کے حکم سے ٹیری ہارٹ کی رہائش گاہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا گیا۔ چند یوگا جاننے والے فوجی جوانوں نے اسے ہتھکڑی پہنا دی تاکہ ٹیری ہارٹ ان جوانوں کے دماغوں سے کھیل کر فرار نہ ہو سکے لیکن اس نے ہتھکڑی پہن کر قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ "وہ تو فرار ہو چکا ہے۔ مجھے لے جا رہے ہو۔ میں تو اس کی ڈمی ہوں۔"

بعد میں وہ ڈمی ثابت ہوا۔ اس نے کہا۔ "میں نے سونیا ثانی سے یہ گر سیکھا ہے۔ وہ اپنی خفیہ رہائش گاہ میں خود نہیں رہتی تھی' اپنی ڈمی کو رکھتی تھی۔ آپ حضرات اسے گرفتار کرنے آئے تو اس کے سائے کو بھی نہ پکڑ سکے۔ آج میں نے وہی گُر آزمایا ہے میں یہاں سے نکل چکا ہوں۔ اب لکیر پیٹتے رہو۔"

وہ وہاں سے نکل کر پیرس آیا تھا پھر بابا صاحب کے ادارے کے قریب اس علاقے میں پہنچا' جہاں سپر ماسٹر کے جاسوس کسی نہ کسی بھیس میں چھپے رہتے تھے۔ وہ ایسے ایک جاسوس کو پہلے ہی سپر ماسٹر کے ذریعے جانتا تھا۔ اس کے دماغ میں رہ کر معلوم کیا کہ جاسوس نے ادارے سے متعلق کیا کچھ معلوم کیا ہے۔

یوں تو بہت سی معلومات کا پتا چلا لیکن یہ معلومات اس کی مرضی کے مطابق تھی کہ روزانہ گوشت اور سبزیوں سے لدے ہوئے ٹرک ادارے کے اندر صبح جاتے تھے اور شام کو واپس آتے تھے۔ اس نے ایک ٹرک ڈرائیور کو اپنا معمول اور تابعدار بنا کر حکم دیا کہ وہ چوبیس گھنٹوں تک اپنی رہائش گاہ میں چھپا رہے گا۔ ڈرائیور نے حکم کی تعمیل کی۔ ٹیری اس کی جگہ ٹرک ڈرائیو کرتا ہوا ادارے میں داخل ہوگیا۔ ٹرک کو ایک خاص جگہ روک کر خالی کیا جاتا تھا۔ ٹیری نے اس ٹرک میں ایک بڑی خرابی پیدا کر دی تاکہ وہ زیادہ دیر تک ادارے کے اندر رہ سکے۔ خیال تھا کہ وہ کامیاب ہو کر واپس جائے گا۔

دو گھنٹے بعد ہی ایک مسلح گارڈ کے ہتھے چڑھ گیا۔ اس نے چور خیالات پڑھ کر ضروری معلومات حاصل کیں پتا چلا کہ یومی اور فرہاد وہاں ایک کوارٹر میں رہتے ہیں۔ وہ گارڈ ان کا تابعدار ہے۔ ٹیری' فرہاد کے قریب سے بھی گزرنا نہیں چاہتا تھا۔ مجھ سے ٹکرانے والوں اور ناکام ہونے والوں کے نام اسے یاد تھے۔ وہ کسی دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو شکار کرنا چاہتا تھا۔ اس لیے فرہاد اور یومی کے گارڈ سے دور ہی رہا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ ڈمی فرہاد سے خوفزدہ ہو رہا ہے۔ اس نے صرف اتنا فائدہ اٹھایا کہ اس گارڈ سے ایک ریوالور حاصل کر لیا۔

دوپہر کو پتا چلا کہ ٹرک کو روک دیا گیا ہے تاکہ وہ ادارے کا کچھ سامان لے کر پیرس جائے یوں اسے صبح تک شکار کھیلنے کا موقع مل گیا تھا اور وہ شکار کھیلتے کھیلتے جوجو کے کوارٹر میں آکر الپا کے سامنے بے بسی کے عالم میں اس کا معمول اور تابعدار بن رہا تھا۔

الپا نے کہا۔ "ٹیری ہارٹ! تم میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرو گے اور کسی دوسرے کی بھی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیا کرو گے۔"

ٹیری ہارٹ نے حکم کی تعمیل کا وعدہ کیا۔ وہ بولی۔ "تم صبح ٹرک لے کر پیرس جاؤ گے' وہاں تم ڈالمن اسٹریٹ کے سینٹا گوچ میں جاؤ گے اور ہمارے ربّی سے ملاقات کرو گے۔"

وہ بولا۔ "میں کل پیرس جاؤں گا اور آپ کے ربّی سے ملاقات کروں گا۔"

"اب تم ایک گھنٹے تک سوتے رہو گے پھر بیدار ہونے کے بعد اپنے ٹرک کے پاس چلے جاؤ گے اور کسی دوسری جگہ نہیں بھٹکو گے۔"

اس نے پھر حکم کی تعمیل کا وعدہ کیا۔ وہ بولی۔ "سو جاؤ۔"

دوسرے ہی لمحے وہ نیند میں ڈوب گیا۔ الپا نے بڑے بھائی برین آدم کے پاس آکر کہا۔ "پھر ایک خوشخبری سنانے آئی ہوں۔"

"سسٹر! تم چھ بھائیوں کی جان ہو اور ہمارے لیے باعثِ افتخار ہو' خوشخبری سناؤ۔"

"میں نے سپر ماسٹر کے ایک خیال خوانی کرنے والے ٹیری ہارٹ کو اپنا معمول اور تابعدار بنا لیا ہے۔"

"تم سلامت رہو ہزار برس۔ تم نے تو کمال کر دیا ہے۔"

وہ ٹیری ہارٹ کے متعلق بتانے لگی کہ اسے کس طرح ٹریپ کیا ہے پھر وہ بولی۔ "کل ٹیری' پیرس کے سینٹا گوچ میں جائے گا اور ربّی داؤد سے ملاقات کرے گا۔ اسی طرح جوجو کل شام کو پانچ بجے تک وہاں پہنچے گی۔ آپ ان دونوں کو فوراً تل ابیب لے آنے کے انتظامات کریں اور ربّی داؤد کو بھی اس کی ڈیوٹی سمجھا دیں۔"

"یہ سب کچھ ہو جائے گا۔ تم اطمینان سے جاؤ اور برادر کے ساتھ رہو۔"

وہ بلیک آدم کے پاس آگئی۔ ایک گھنٹے بعد جوجو نے الپا کی مرضی کے مطابق اپنے کوارٹر کا دروازہ کھولا۔ ٹیری ہارٹ وہاں سے نکل کر ادارے کے اس حصے میں چلا گیا جہاں اس کا ٹرک کھڑا ہوا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

تھا۔

رات کے تین بجے دو جاسوس سونیا کے کوارٹر تک جاتے ہوئے گرفتار ہوئے۔ وہ دونوں ادارے کے سیکیورٹی گارڈز کی وردی میں تھے۔ گرفتاریوں سے پہلے انہوں نے فائرنگ کی۔ وہاں سے فرار ہونا چاہا لیکن زخمی ہو کر گر پڑے۔ سلمان نے ان کے خیالات پڑھے اور بتایا کہ دونوں کا تعلق سپر ماسٹر سے۔ انہوں نے اعتراف نہیں کیا۔ سلمان نے کہا۔ "ان کے اندر ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا موجود ہے' وہ انہیں اعتراف کرنے سے روک رہا ہے لیکن وہ مجھے ان کے چور خیالات پڑھنے سے نہیں روک پا رہا ہے۔"

سلمان نے معلوم کیا کہ سپر ماسٹر کے پاس دو ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے رہ گئے ہیں۔ ان میں سے ایک ٹیری ہارٹ باغی ہو کر کہیں روپوش ہو گیا ہے۔ دوسرے کا نام وکی سول ہے جو ان جاسوسوں کی مدد کے لیے ان کے اندر موجود تھا اور یہ الزام نہیں اٹھانا چاہتا تھا کہ سپر ماسٹر نے سونیا اور بچوں کو نقصان پہنچانے کے لیے انہیں ادارے کے اندر بھیجا ہے۔ ان دونوں جاسوسوں کو ادارے سے باہر لے جا کر فرانسیسی پولیس کے حوالے کر دیا گیا۔

ہیڈ کوارٹر کے بنگلے میں ثانی اور علی سو رہے تھے۔ پاشا جاگ رہا تھا۔ اسی نے سونیا کے کوارٹر کی قریب قدموں کی آہٹیں سُنی تھیں پھر وہاں کے جتنے گارڈز کی آوازیں سن چکا تھا ان میں سے ایک گارڈ کے کراہنے کی آواز سنائی دی تھی۔ پاشا نے ثانی کو جگا کر کہا۔ "میڈم سونیا کے قریب خطرہ ہے۔"

ثانی نے فوراً ہی خیال خوانی کے ذریعے سلمان کو خطرے سے آگاہ کیا۔ ایسے ہی انتظامات اور ہوشیاری کے باعث وہ دونوں جاسوس گرفتار ہوئے تھے۔

وہ رات گزر گئی۔ میں نے ادارے میں چوبیس گھنٹے گزارنے کا اعلان کیا تھا۔ اس میں سے بارہ گھنٹے گزر گئے تھے۔ اس عرصہ میں صرف دو دشمن جاسوس گرفتار ہوئے تھے۔ ہم میں سے کسی کو جوجو پر شبہ نہیں ہوا تھا کہ وہ کسی کی معمولہ بن چکی ہے۔ الپا اور بلیک آدم بڑی ہوشیاری اور... اعتماد سے ہمیں دھوکا دے رہے تھے۔

دوسری صبح ٹیری ہارٹ ٹرک ڈرائیو کرتا ہوا دن کے گیارہ بجے پیرس پہنچا' ٹرک کو اس کی مقررہ جگہ پہنچا کر سینا گوچ کے ربی داؤد کے پاس آ گیا۔ ربی نے اسے ایک تہ خانے میں پہنچا دیا۔ اب اسے جوجو کا انتظار تھا وہ شام کو پانچ بجے تک آنے والی تھی۔

شام کے چار بجے پاشا کے لیے ایک خصوصی طیارہ ائرفورس کے رن وے پر تیار تھا۔ علی اسے طیارے تک چھوڑنے کے لیے آیا۔ ثانی اپنے بنگلے میں تھی لیکن پاشا کے اندر موجود تھی تاکہ دشمن کسی طرف سے چال چلیں اور پاشا کو ہم سے چھین کر لے جانے کی کوشش کریں تو ہمیں فوراً ہی معلوم ہو جائے۔

علی نے اسے خیریت سے طیارے پر سوار کرایا جب وہ وہاں سے پرواز کرنے لگا تو ثانی نے باربرا کے پاس آ کر کہا۔ "پاشا یہاں سے روانہ ہو چکا ہے۔ اب تم میرا لہجہ اختیار کر کے اس کے دماغ میں رہو۔ وہ قاہرہ پہنچ جائے تو اس کی خیریت سے آگاہ کرو۔ میں پاشا کے پاس جا رہی ہوں۔ تمہیں پارس بلا رہا ہے۔"

اس نے پارس کے پاس آ کر گوڈ ورڈز ادا کیے پھر پوچھا۔ "میری یاد کیوں آ رہی ہے؟"

وہ بولا۔ "بڑی مصروفیات میں الجھا ہوا ہوں۔ صبح پانچ بجے سونے کی فرصت ملی تو تم نیند اڑانے آ گئیں۔"

"کیا یہ بکواس کی ابتدا ہے؟"

"سچ کہتا ہوں' تم خواب میں آئی تھیں۔"

"کیا تمہارے جیسے بدمعاش کے خوابوں میں ماں بہنیں بھی آنے لگی ہیں۔"

"یہی تو شکایت ہے کہ اکیلی نہیں آئیں تمہارے ساتھ علی بھی آیا تھا۔"

"شکر ہے' تم نے کوئی شریفانہ خواب دیکھا ہے۔"

"تم علی کے ساتھ تھیں پھر وہ خواب شریفانہ کیسے ہو سکتا ہے۔ توبہ توبہ میں نے جو دیکھا ہے' خدا کسی کو نہ دکھائے۔"

"اے' تمہیں شرم نہیں آتی اس بکواس کا مطلب کیا ہے؟"

"مطلب اپنے دل سے اپنے ضمیر سے پوچھو کیا زمانہ آیا ہے۔ جوان لڑکی ایک جوان لڑکے کے ساتھ دن رات رہتی ہے۔ نہ خدا کا خوف' نہ بزرگوں کا لحاظ' قیامت کے دن کوڑے پڑیں گے۔"

"پلیز' آئینے کے سامنے بیٹھ کر نصیحت کرو۔ تمہاری دنیا کے ساتھ ساتھ عاقبت بھی سنور جائے گی۔ تمہارے جیسا شیطان یہ سمجھ ہی نہیں سکتا کہ میرے اور علی کے درمیان خدا ہوتا ہے۔ اپنی بات کرو' کیا باربرا کے ساتھ عبادت میں مصروف رہتے ہو؟"

"تم یقین نہیں کرو گی' میں باربرا کے ساتھ صراط مستقیم پر چل رہا ہوں۔ ادھر تم دونوں کے درمیان خدا ہے۔ ادھر ہم دونوں کے درمیان خدا کی قدرت ہے۔"

"اچھا رہنے دو۔ تمہارا عمل تمہارے ساتھ ہے۔ کام کی بات کرو۔ کیوں بلایا ہے؟"

"ایک الجھن میں ہوں۔ باربرا نہ لڑکا ہے نہ لڑکی' نہ مجھ سے محبت کرتی ہے' نہ میرا پیچھا چھوڑتی ہے۔ اس کے رویے نے جس طرح مجھے نیک اور پارسا بنا کر رکھا ہے' اس طرح یہ سمجھ میں آتا ہے کہ علی بھی کیوں پارسا بنا ہوا ہے۔ کیا واقعی تم باربرا کی نسل سے ہو؟"

"لعنت ہے تم پر..."

وہ اس کے دماغ سے چلی گئی۔

****

شی تارا نے یہ طے کر لیا تھا کہ وہ دونوں ہیرے حاصل کرے گی اور پریم کمار یا پارس کو صومالیہ جانے سے روکنے کے لیے لاثانی اور اس کے حواریوں کو استعمال کرے گی۔

اس مقصد کے لیے اس نے لاثانی سے رابطہ کیا۔ اس نے سانس روک لی۔ دوسری بار شی تارا نے کہا "سانس نہ روکنا میں دوست ہوں۔"

وہ بولا۔ "میرا ماتحت طیب منیر کہہ رہا تھا کہ ایک لڑکی نے اس کے دماغ میں آ کر زلزلہ پیدا کیا تھا اور میرے اس قیدی کو تہ خانے سے لے گئی تھی جس کے پاس دو نایاب ہیرے ہیں۔"

"میں وہ لڑکی نہیں ہوں بلکہ وہ ہوں جس کے پاس وہ دوسرا نایاب ہیرا تھا۔ تم اسے مجھ سے چھین لینا چاہتے تھے لیکن وہ ہیرا نہ میرا رہا نہ تمہارا رہا۔ جسے وچ لیڈی سانپ کہہ رہی تھی' اس کا نام پریم کمار ہے' وہ مجھے دھوکا دے کر دونوں ہیرے لے گیا ہے۔"

وہ بولا۔ "اگر تم پہلے ہی میری بات مان لیتیں تو یہ زبردست نقصان نہ ہوتا۔ بہرحال میں اسے ہیرے لے کر ہوٹل سے باہر نہیں جانے دوں گا۔"

"تم ہوٹل کے اندر کیوں نہیں جاتے؟ کیا پولیس سے ڈرتے ہو؟"

"یہاں کے چند بڑے پولیس افسران میرے نمک خوار ہیں۔ مجھے پولیس کا کوئی ڈر نہیں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ میں اس فائیو اسٹار ہوٹل کا سب سے بڑا پارٹنر ہوں' وہاں کوئی ہنگامہ کر کے بزنس کو نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ مجھے اطمینان ہے اس ہوٹل سے باہر جانے کے جتنے راستے ہیں' ان تمام راستوں پر میرے ورمدہ صفت غنڈے شریفانہ لباس میں موجود ہیں۔"

"تمہارے تمام غنڈے پریم کمار اور اس کی ساتھی لڑکی کے صورت آشنا نہیں ہیں۔"

"میں نے ایک گھنٹے کے اندر امیگریشن آفس پہنچ کر اپنے نمک خواروں کو تھوڑا اور نمک کھلایا اور ان کے ویزا کے کاغذات دیکھے۔ تم اس کا نام پریم کمار غلط کہہ رہی ہو۔ اس کا نام پارس علی تیمور ہے۔"

شی تارا کے دماغ کو جھٹکا سا لگا۔ دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ اوہ گاڈ! دل دھڑکانے والی بات ہی تھی۔ وہ لاشعور میں دھڑکنے والا محبوب دشمن' چوری سے آیا اور اسے چرا کر چلا گیا تھا۔

بونا لاثانی کہہ رہا تھا۔ "پارس کے ساتھ جو لڑکی ہے اس کا نام باربرا ہے۔ میں نے ان کی تصاویر کی کئی کاپیاں بنوا کر اپنے تمام غنڈوں کو دے دی ہیں۔"

شی تارا کا عجیب حال تھا۔ وہ اس کی باتیں سن رہی تھی مگر اس پہلا کو سوچ رہی تھی اس کا آنا اور اس کا جانا ایسا ڈرامائی' ایسا سنسنی خیز اور ایسا دہشت ناک تھا کہ وہ ڈر بھی رہی تھی اور اس پر مر بھی رہی تھی۔ وہ خواب کی طرح آیا تھا اور سچی تعبیر کی طرح دل و دماغ پر نقش ہو کر رہ گیا تھا۔ اب اس کی یادیں اسے گرمائیں گی۔ اسے ڈھونڈے گی تو نہیں پائے گی۔

وہ خیال خوانی بھول کر اپنی جگہ حاضر ہو گئی تھی۔ نڈھال سی ہو کر بستر پر آ گئی تھی۔ کبھی اس کروٹ ہو رہی تھی' کبھی اُس کروٹ' کبھی چت ہو رہی تھی' کبھی پٹ پھر وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ بستر سے اتر گئی۔ تیزی سے چلتی ہوئی آئینے کے سامنے آئی۔ اپنے چہرے کو' اپنے بدن کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔ آئینہ صاف کہہ رہا تھا کہ وہ آنے والا ہستی بدل گیا ہے۔

وہ آئینے سے پلٹ کر مرینا کے پاس پہنچ گئی۔ پہنچتے ہی رو پڑی۔ "ہائے مرینا! میں نے اچھی طرح تصدیق کی ہے' وہ ظالم کمینہ پارس ہی تھا۔ میں لٹ گئی ہوں۔ برباد ہو گئی ہوں۔ یہ اندیشہ بڑھ گیا ہے کہ ایک دن وہ اسی طرح فریب دے کر مجھے مسلمان بنا دے گا۔"

"کیسی باتیں کرتی ہو۔ دین دھرم میں فریب کام نہیں آتا۔ دنیا کا کوئی سا مذہب ہو' اسے دل سے قبول کیا جاتا ہے۔ فریب دے کر کسی کو ہندو یا مسلمان نہیں بنایا جا سکتا۔"

"آہ! اسی طرح بولتی رہو۔ میری تسلی ہو رہی ہے۔ میں فریب نہیں کھاؤں گی' اپنے دھرم پر قائم رہوں گی۔"

"تم پریشانی اور بدحواسی میں یہ نہیں سمجھ رہی ہو کہ پارس نے دھوکا نہیں دیا ہے۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ تم شی تارا ہو اگر جانتا تو تمہیں حاصل کر لینے کے بعد فاتحانہ انداز میں خود کو ظاہر کر دیتا۔ تم نے بعد میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس سے رابطہ کیا تھا۔ اس وقت بھی وہ تمہیں پریما سمجھتا رہا تھا۔ کیا میں درست نہیں کہہ رہی ہوں؟"

"واقعی' میں نے اس سے مل کر اور اس نے مجھ سے مل کر دھوکا کھایا ہے۔ ہم دونوں ایک دوسرے کو جانتے ہوئے بھی روبرو پہچان نہ سکے۔"

"ہاں' یہی بات ہے۔ اب اس کے پارس ہونے کا یقین کرنے کے بعد میرے لیے بھی خطرات بڑھ گئے ہیں۔ وہ یہاں ذرا سی جستجو کے بعد مجھے ڈھونڈ نکالے گا۔"

"اسی لیے میں نے کہا تھا کہ رات ہی کو جنگل کی طرف چل پڑو۔ اس کے پہنچنے سے پہلے فارمولے حاصل کر لو۔"

"میں یہاں سے کیسے نکلتی۔ تمہیں حالات بتا چکی ہوں۔ صبح تک دو سیاسی پارٹیوں کے درمیان فائرنگ ہوتی رہی صبح سے دوپہر اور دوپہر سے شام ہو گئی ہے۔ دکانیں بند ہیں۔ راستے ویران اور سنسان ہیں۔ گاڑیاں نہیں چل رہی ہیں۔ ہم ان حالات میں ہوٹل سے کیسے نکل سکتے ہیں؟"

وہ درست کہہ رہی تھی۔ اس ملک میں ایک عبوری حکومت قائم ہوئی تھی' جو بہت کمزور تھی۔ باغی گروہ اور مسلح قبائلی قانون سے کھیلتے رہتے تھے۔ وہاں سونا چاندی اور کرنسی نوٹوں کی اہمیت نہیں تھی۔ سب سے زیادہ قیمتی اور نایاب چیز اناج تھی۔ آپس میں جنگ کرنے والے تمام گروپوں کے سربراہ اپنے لڑنے والے جوانوں کو تنخواہ کے طور پر رقم نہیں اناج دیتے تھے۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

قحط سالی کے باعث اناج کا ایک دانہ کہیں نظر نہ آتا تھا۔ عورتیں' بچے' بوڑھے اور جوان فاقے کرتے کرتے یوں ہڈیوں کے ڈھانچے ہو گئے تھے کہ قبروں سے اٹھنے والے مردے دکھائی دیتے تھے جن کے پاس ہتھیار تھے' انہوں نے اپنا اپنا ایک گروہ بنا لیا تھا اور بیرونی ممالک سے آنے والی امداد کو بندرگاہ یا ائرپورٹ پر ہی لوٹ لیتے تھے۔ اس پورے ملک میں ابتدا ہی سے ریل گاڑیاں نہیں ہیں۔ لوگ بسوں اور ٹرکوں میں سفر کرتے ہیں۔ اناج سے لدے ہوئے ٹرک فاقہ زدہ عوام تک پہنچ نہیں پاتے تھے' راستے ہی میں لوٹ لیے جاتے تھے۔

ان حالات میں مریتا اپنی ٹیم کے صرف تین افراد کے ساتھ ہوٹل سے باہر نہیں جانا چاہتی تھی۔ ہوٹل کے گیراج میں گاڑیاں اور چند نیگرو ملازم تھے۔ وہ مناسب موقع دیکھ کر وہاں سے نکلنے والی تھی۔ شی تارا نے کہا۔ "حالات بتا رہے ہیں کہ تمہارے وہاں سے نکلنے سے پہلے پارس پہنچ جائے گا۔ اسی کو مقدر کہتے ہیں' جو حالات ہمارے لیے ناموافق ہیں اُس کے لیے موافق لگ رہے ہیں۔"

"شی تارا! تم کسی بھی طرح اسے قاہرہ میں روک لو۔ وہاں سے نکلنے نہ دو۔"

"میں یہی کوشش کر رہی ہوں۔"

اسی وقت عبداللہ نے مریتا کے پاس آ کر کہا۔ "میڈم! دکانیں کھل گئی ہیں۔ سڑکوں پر گاڑیاں چل رہی ہیں۔ ہمیں یہاں سے نکل جانا چاہیے۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر بولی۔ "فوراً چلو۔ ہمیں ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کرنا چاہیے۔"

شی تارا نے کہا۔ "بھگوان کا شکر ہے' یہ موقع مل رہا ہے۔ تم جاؤ' میں یہاں پارس کو روکنے کی ہر ممکن کوشش کروں گی۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچنے لگی' پارس کو روکنا ناممکن سا لگ رہا ہے اس کے ساتھ خیال خوانی کرنے والی باربرا ہے۔ وہ ہوٹل سے باہر جانے کے لیے ٹیلی پیتھی کے ہتھکنڈے آزمائے گی اور لاثانی کے آلۂ کار غنڈے اپنے ہاتھوں میں ان کی تصویریں لیے انتظار ہی کرتے رہ جائیں گے۔ اس نے لاثانی کے پاس آ کر کہا۔ "پارس کے ساتھ جو لڑکی باربرا ہے' وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمہارے غنڈوں کو اپنا تابعدار بنا لے گی۔ تم ہوٹل کے بزنس کی پروا نہ کرو۔"

"میں یہی چاہتا ہوں لیکن میں اپنے ہوٹل کی بدنامی کیسے کروں' پارس بڑے ہنگامے کرے گا۔"

"تم صرف ایک معمولی سا' چھوٹا سا کام کرو۔ اس کے کمرے میں گھستے ہی اسے زخمی کر دو۔ وہ زخمی ہونے کے بعد مجھے اپنے دماغ میں آنے سے نہیں روک سکے گا۔ میں اس کے دماغ پر قبضہ جما لوں گی تو وہ میرا غلام بن جائے گا۔ ہوٹل میں ایک ذرا ہنگامہ نہیں ہو گا۔"

"اچھی بات ہے۔ تم میرے ساتھ رہو۔ میں ہوٹل سے باہر جا رہا ہوں۔"

وہ ہوٹل کے سامنے ایک کار میں بیٹھا ہوا تھا۔ اپنے ماتحت سے بولا۔ "طیب منیر! ریوالور میں سائلنسر لگا کر دو۔ گاڑی پارکنگ میں لے چلو۔"

شی تارا نے کہا۔ "یاد رکھو' اسے صرف زخمی کرو گے' ہلاک نہیں کرو گے۔"

"وہ مر بھی جائے گا تو کیا فرق پڑے گا؟ کیا وہ تمہارا یار ہے؟"

شی تارا کو غصہ آیا۔ یار تو وہ ہو ہی گیا تھا مگر وہ اپنے دامن کو اجلا رکھنا چاہتی تھی۔ لاثانی کی بات سے یوں لگا جیسے وہ پارس کے حوالے سے انسلٹ کر رہا ہے۔ وہ بھڑک کر بولی۔ "بکواس مت کرو۔ یار ہو گا تمہاری بہن کا' آئندہ مجھ سے ایسی باتیں نہ کرنا۔"

وہ بھی طیش میں آ کر بولا۔ "اے گدھے کی بچی! دو ٹکے کی بازاری عورت' میری بہن کو گالی دے رہی ہے۔ تو کیا سمجھتی ہے میں تیری ٹیلی پیتھی کے بغیر وہ ہیرے حاصل نہیں کر سکوں گا۔ میں ابھی حاصل کر کے....."

وہ آگے کچھ نہ کہہ سکا۔ چیخ مار کر کار کی سیٹ سے اچھلا' چھت سے ٹکرایا پھر پچھلی اور اگلی سیٹ کے درمیان گر کر دماغی تکلیف کی شدت سے تڑپنے لگا۔ شی تارا نے اتنی دیر اس کے دماغ میں رہنے کا فائدہ اٹھایا تھا۔ اس سے کہہ رہی تھی۔ "تو نے مجھے دو ٹکے کی بازاری عورت کہا ہے۔ اب تو اسی عورت کا غلام رہے گا۔"

ڈرائیور نے گاڑی روک دی تھی۔ طیب منیر پچھلی سیٹ کی طرف جھک کر پوچھ رہا تھا۔ "میرے آقا! یہ اچانک کیا ہو گیا؟ آپ کو کیا تکلیف ہے؟"

وہ دروازہ کھول کر اگلی سیٹ سے باہر آیا پھر پچھلی طرف آیا اور آقا لاثانی کو سہارا دے کر سیٹ پر بٹھانے لگا۔ شی تارا نے کہا۔ "میں جانتی ہوں لاثانی! تم جسمانی اور دماغی طور پر بہت طاقتور ہو۔ نہ خانے میں پارس نے تمہیں جس طرح اٹھا اٹھا کر پھینکا تھا' کوئی دوسرا ہوتا تو مر جاتا مگر تم ربڑ کے پتلے ہو' تمہیں چوٹوں کا احساس نہیں ہوتا ہے۔"

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا۔ "ایک بار تو میرے ہاتھ لگ جا' میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

اس نے پھر زلزلہ پیدا کیا۔ لاثانی پھر چیخیں مار کر تڑپنے لگا۔ راہ گیر اس کی چیخیں سن کر رک گئے تھے۔ کار کی کھڑکیوں پر جھک کر سوالات کر رہے تھے۔ طیب منیر نے کہا۔ "پریشانی کی بات نہیں ہے۔ ان پر ایسا ہی دورہ پڑتا ہے۔ ڈرائیور فوراً کسی قریبی اسپتال لے چلو۔"

ڈرائیور نے گاڑی آگے بڑھا دی۔ یوں راہ گیروں سے نجات مل گئی۔ شی تارا نے طیب منیر سے کہا۔ "کسی اسپتال میں نہیں' ایک لمبا چکر کاٹ کر واپس ہوٹل میں چلو۔"

وہ ہوٹل کے چاروں طرف چکر لگا کر پھر وہیں آ گیا۔ شی تارا نے کہا۔ "لاثانی! میں تمہاری دماغی کیفیت کو سمجھتی رہوں گی۔ جیسے ہی تم سانس روکنے والی توانائی حاصل کرو گے' میں پھر تمہیں دماغی اذیتوں میں مبتلا کر دوں گی۔"

وہ آنکھیں بند کیے' تکلیف برداشت کر رہا تھا اور اس کے خلاف نفرت سے سوچ رہا تھا۔ ایک عورت سے زیر ہو کر غصہ بھی آ رہا تھا اور یہ سمجھ بھی آ رہا تھا کہ غصے میں سر پٹخ پٹخ کے مر جائے گا لیکن اس عورت کا کچھ بگاڑ نہیں سکے گا۔

اس نے حکم دیا۔ "گاڑی سے اترو۔ ہوٹل کے اندر جاؤ اور نہایت ہوشیاری سے پارس کے کمرے میں پہنچ کر اسے زخمی کرو۔ تمہیں وہاں پہنچنے میں دس منٹ لگیں گے۔ میں اتنی دیر پارس کے پاس رہ کر اسے باتوں میں الجھائے رکھوں گی۔"

وہ چلی گئی۔ لاثانی چند لمحوں تک سر جھکائے بیٹھا رہا پھر اس نے پوچھا۔ "کیا تم موجود ہو؟"

اسے جواب نہیں ملا۔ اس نے دوبارہ مخاطب کیا۔ جواب نہ ملنے پر ڈرائیور سے بولا۔ "فوراً گاڑی اسٹارٹ کرو اور سڑک کے اس پار ڈرگ اسٹور کے سامنے چلو۔"

وہ حکم کی تعمیل کرتا ہوا گاڑی اسٹارٹ کر چکا تھا۔ اسے تیزی سے ڈرائیو کر رہا تھا۔ لاثانی چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا۔ "ٹریفک قوانین کی پروا نہ کرو۔ سڑک کراس کرو اور منیر! جیسے ہی ہم ڈرگ اسٹور میں داخل ہوں' تم سائلنسر لگا ہوا ریوالور وہاں کے ڈاکٹر کو دکھا کر مجبور کرنا کہ وہ مجھے بے ہوشی کا انجکشن لگائے۔ تم نے دیکھا ہے کہ ایک عورت مجھے دماغی تکلیف میں مبتلا کر کے غلام بنانا چاہتی ہے۔ اپنے آقا کو بچاؤ۔ بے ہوشی کے بعد مجھے کسی محفوظ مقام پر پہنچا دو۔ ہوٹل میں پارس اور باربرا پر نظر رکھو۔ ان سے ہر حال میں دونوں ہیرے چھین لو۔"

وہ ڈرگ اسٹور میں گیا۔ ادھر شی تارا پارس کو مخاطب کرنے گئی۔ اکثر لوگ تقدیر کی چکربازی نہیں سمجھتے۔ شی تارا پارس کو وہاں روکنا چاہتی تھی۔ لاثانی کے ذریعے زخمی کر کے اسے اپنا غلام بنانا اور دونوں ہیرے حاصل کرنا چاہتی تھی۔ لاثانی کا بھی یہی خیال تھا کہ وہ شی تارا کے تعاون سے یا اس کے تعاون کے بغیر ہیرے حاصل کرنے کے لیے قدم قدم پر پہرا لگا چکا ہے۔ ان کی تدابیر ایسی تھیں کہ پارس اور باربرا سلامتی سے نہیں رہ سکتے تھے لیکن وہ نہیں جانتے تھے کہ تدبیر سے کام بنتے بنتے بگڑ جاتے ہیں۔ تقدیر بگاڑتی ہے۔ تقدیر آپس میں لڑاتی ہے اور جو ہوٹل میں انجان بنے بیٹھے ہیں' ان پر مہربان ہوتی رہتی ہے۔

ویسے وہ دونوں انجان نہیں تھے۔ یہ سمجھ رہے تھے کہ یونا لاثانی اس شہر کا بے تاج بادشاہ ہے۔ ان ہیروں کے لیے انہیں موت کے گھاٹ اتار دے گا۔ ہوٹل سے زندہ سلامت جانے نہیں دے گا۔ دوسری طرف شی تارا کی بھی کچھ ایسی کوششیں ہوں گی۔

جب اس نے مخاطب کیا تو پارس نے پوچھا۔ "کون ہو؟ گوڈورڈز؟"

وہ بولی۔ "گوڈورڈز ہیں' تمہاری اندھیرے کی ساتھی۔ اس سے بہتر گوڈورڈز نہیں ہو سکتے۔ لوگ روشنی میں ساتھ دیتے ہیں۔ تاریکی میں چھوڑ جاتے ہیں۔ میں نے تاریکی میں تم سے دوستی کی ہے اور مصیبت کے اندھیروں میں تمہاری دوست رہا کروں گی۔"

"میرے پاس آنے کی زحمت کیوں کی ہے؟"

"یہ بتانے کے لیے کہ اب تم سے دھوکا نہیں کھا رہی ہوں۔ تم پریم کمار نہیں' پارس ہو۔"

"نام تو درجنوں ہو سکتے ہیں۔ یاد تو ایک ہی رہے گا۔"

"ہاں' میں اعتراف کرنے آئی ہوں کہ آئندہ مقدر سے نہیں لڑوں گی۔ میں تمہیں اپنے جسم و جان کا مالک تسلیم کرتی ہوں اور آج سے' ابھی سے تمہارے ساتھ رہنا چاہتی ہوں۔ پلیز' میرے پاس آ جاؤ۔"

"میں تم سے کہہ چکا ہوں' پیاسا کنوئیں کے پاس آتا ہے۔"

"چلو یہی سہی۔ میں آ رہی ہوں۔ پانچ منٹ میں پہنچ جاؤں گی۔"

وہ پارس سے بولتے ہوئے گھڑی دیکھ رہی تھی۔ پانچ منٹ گزر چکے تھے اس کے حساب سے لاثانی دس منٹ میں پارس تک پہنچنے والا تھا اور اب پہنچنے کے لیے پانچ منٹ رہ گئے تھے۔ پارس نے پوچھا۔ "اتنی جلدی کیسے آؤ گی؟ کیا اسی ہوٹل میں ہو؟"

"ہاں' اپنے کمرے سے نکل پڑی ہوں۔ تمہارے دماغ سے بھی نکل رہی ہوں۔ اب کمرے میں ملاقات ہو گی۔"

وہ پارس کے اندر سے مطمئن ہو کر نکلی۔ اطمینان یہ تھا کہ وہ کمرے میں بیٹھا اپنی شامت کا انتظار کر رہا ہے اور کسی بھی لمحے لاثانی وہاں پہنچ کر اسے زخمی کرنے والا ہے۔ وہ حالات کو قابو میں رکھنے کے لیے لاثانی کے پاس آئی تو جھاگ کی طرح بیٹھ گئی۔ اس کا دماغ بے ہوشی کے باعث بے حس ہو چکا تھا۔ اس کی سوچ کی لہریں اسے پکارتیں یا زلزلہ پیدا کرتیں' تب بھی اس پر کوئی اثر نہ ہوتا۔

وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر چیخ پڑی اس نے ایک گلدان اٹھایا اور آئینے پر اسے دے مارا۔ لاثانی کو گالیاں دینے لگی۔ وہ ایک بوڑھے عیاش کے مکان میں تھی۔ وہ ہوس میں اسے اپنے ساتھ لایا تھا پھر اپنی شاندار کوٹھی میں پہنچ کر اس کا معمول اور تابعدار بن گیا اس وقت وہ اس کی چیخیں سن کر دوڑتا ہوا آیا پھر بولا۔ "کیا ہوا بیٹی! کسے گالیاں دے رہی ہو؟"

"تمہارے باپ کو گالیاں دے رہی ہوں' سؤر کے بچے! جاؤ یہاں سے....."

وہ سر جھکا کر چلا گیا۔ وہ پاؤں پٹخ پٹخ کر ٹہلنے لگی۔ اپنے آپ سے کہنے لگی۔ "مجھے اپنے آپ پر قابو پانا چاہیے۔ اسی طرح غصے میں رہوں گی تو ناکامیاں یقینی ہو جائیں گی' ابھی امید ہے۔ ابھی وہ ہوٹل میں موجود ہے۔ میں دوسرے آلۂ کاروں کے ذریعے اسے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

زخمی کر سکتی ہوں۔"

وہ فرش پر یوگا کے آسن میں بیٹھ گئی پھر سانس روک کر اپنے اندر سے غصے کی تمام گرمیاں، تمام نفرتیں اور تمام پریشانیاں نکالنے لگی۔ یہ مشقیں پندرہ منٹ تک کرتی رہی پھر اس ہوٹل کے انچارج کی آواز اور لہجے کو یاد کیا اور اس کے اندر پہنچ کر اسے ہوٹل کے پچھلے دروازے پر لے گئی وہاں لاثانی کے دو پہرے دار غنڈے مسلح تھے۔ وہ انچارج کے ذریعے ان کے اندر پہنچ گئی۔ انچارج نے اس کی مرضی کے مطابق ان سے کہا۔ "آقا لاثانی کا حکم ہے کہ تم دونوں سات سو بارہ نمبر کے کمرے میں جاؤ اور اس کمرے میں جو نوجوان ہو، اسے زخمی کر دو پھر اس کے سامنے ہی سات سو اٹھائیس نمبر کے کمرے میں ایک نوجوان لڑکی قیام کر رہی ہے، اسے بھی صرف زخمی کر دو۔"

ایک غنڈے نے پوچھا۔ "کیا وہ اپنا کمرا کھولیں گے یا لاک توڑنا ہوگا۔"

انچارج نے کہا۔ "میں ماسٹر کی لے کر چلتا ہوں۔ دروازہ کھل جائے گا۔"

وہ ان کے ساتھ کاؤنٹر پر آیا۔ اس کی ایک دراز سے ساتویں فلور کی ماسٹر کی لے کر جیب میں رکھی پھر وہ تینوں لفٹ میں آئے لفٹ کے ذریعے ساتویں منزل میں پہنچے۔ باربرا اور پارس اپنے اپنے کمرے میں آرام کر رہے تھے۔ شی تارا سے بہت پہلے ہی باربرا ہوٹل کے انچارج اور دوسرے اہم افراد کو ٹریپ کر چکی تھی تاکہ خطرہ بڑھ جائے تو ان آلۂ کاروں کے ذریعے وہاں سے نکل سکے۔ تھوڑی دیر پہلے شی تارا اس انچارج کے دماغ میں آئی اور غنڈوں کے پاس گئی تو باربرا نے پارس کے پاس آکر اسے بتایا کہ دشمن کس ارادے سے آرہے ہیں۔

پارس نے کہا۔ "انہیں آنے دو۔ میں نے جو طریقہ بتایا ہے، اس پر عمل کرو۔"

شی تارا اس انچارج کے دماغ میں آرہی تھی اس کے پیچھے دو غنڈے تھے۔ ایک نے کاریڈور میں پہنچتے ہی ریوالور نکال لیا۔ وہ تینوں سات سو بارہ نمبر کے دروازے کے سامنے آئے۔ انچارج نے کال بیل کا بٹن دبایا پھر انتظار کیا اس کے بعد دروازے پر دستک دی۔ شی تارا جانتی تھی کہ پارس اندر موجود ہے۔ انچارج نے اس کی مرضی کے مطابق کہا۔ "مسٹر پارس! تم اندر موجود ہو۔ دروازہ کھولو۔"

پارس کی آواز آئی۔ "میری جان! تم نے پانچ منٹ میں آنے کا وعدہ کیا تھا مگر بڑی دیر سے آئی ہو اور اچھی خاصی برات لے کر آئی ہو۔"

وہ انچارج کے ذریعے بولی۔ "دروازہ کھول دو۔ تم بری طرح پھنس گئے ہو۔ فرار کے راستے مسدود ہو چکے ہیں۔ اب تمہاری ذہانت کام نہیں آئے گی۔"

"میری ذہانت یہ ہے کہ دروازہ نہیں کھولوں گا۔ خود کھول کر آنا ہوگا۔"

انچارج نے جیب سے چابی نکالی۔ شی تارا ریوالور والے غنڈے کے دماغ میں آگئی تاکہ دروازہ کھلتے ہی گولی چلا کر پارس کو زخمی کر دے لیکن بازی تو ذہانت سے کھیلی جاتی ہے۔ پارس کی ذہانت نے کام دکھایا۔ جیسے ہی انچارج نے دروازے کے کی ہول میں چابی ڈالی، ایکدم سے چیختے ہوئے بجلی کے جھٹکے کھانے لگا پارس نے بجلی کا ننگا تار کی ہول میں ڈال کر سوئچ آن کر دیا تھا۔

شی تارا ریوالور والے کے ذریعے دروازے کے لاک پر فائر کرنا چاہتی تھی۔ باربرا نے اس سے پہلے ہی ریوالور کا رخ دوسرے غنڈے کی طرف کر دیا۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ ہی وہ چیخ مار کر اچھلا پھر کاریڈور کے فرش پر گر کر تڑپنے لگا۔ دوسرے تمام کمروں کے دروازے کھلنے لگے۔ عورتیں چیخنے لگیں۔ مردوں نے دوبارہ اپنے دروازے بند کر لیے۔ ریوالور والا وہاں سے بھاگنے لگا۔ پارس نے سوئچ آف کیا۔ انچارج نڈھال سا ہو کر لاش کے پاس گر پڑا۔

تمام کمروں کے مسافر فون کھڑکا رہے تھے۔ ہوٹل کے سیکیورٹی گارڈز آگئے تھے، پولیس کو بھی فون کر دیا گیا تھا۔ شی تارا انچارج کے دماغ میں کہہ رہی تھی۔ "حوصلہ کرو۔ اٹھو اور اپنے سیکیورٹی گارڈز سے کہو کہ وہ سات سو بارہ نمبر کا دروازہ کھلوائیں۔"

سیکیورٹی افسر اس انچارج سے پوچھ رہا تھا۔ "سر! کیا اس غنڈے نے آپ کو بھی گولی ماری ہے؟"

باربرا نے انچارج کو کہنے پر مجبور کیا۔ "ہاں وہ غنڈا مجھے مارنا چاہتا تھا لیکن اسی کے ساتھی کو گولی لگ گئی۔ مجھے سہارا دے کر لے چلو۔"

شی تارا نے سخت لہجے میں کہا۔ "میں جو کہہ رہی ہوں، وہی کرو۔ یہ دروازہ کھلواؤ ورنہ میں تمہیں ذہنی مریض بنا دوں گی۔"

باربرا نے کہا۔ "تم یہ دروازہ نہیں کھلوا سکو گی۔ پاپا کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ان تمام سیکیورٹی گارڈز کے دماغوں میں موجود ہیں۔ جاؤ ٹھنڈا پانی پیو اور سوچو کہ تم یہاں مصروف رہ کر اپنی صومالیہ کی مہم کو ناکام بنا رہی ہو؟"

وہ دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ یہ یقین ہو چکا تھا کہ وہ بہرے حاصل کرنے کے لیے پارس تک نہیں پہنچ سکے گی پھر یہ بھی معلوم ہوا کہ باربرا اور پارس اس کی صومالیہ والی مہم کے متعلق بہت کچھ جانتے ہیں۔

وہ فوراً ہی مرینا کے پاس آکر بولی۔ "کیا بیضابہ سے نکل آئی ہو؟"

"ہاں، تم دیکھ رہی ہو، میری جیپ درختوں اور جھاڑیوں کے درمیان سے گزر رہی ہے۔ آگے والی جیپ میں صفورا اور ڈی کروز تین نیگرو ملازمین کے ساتھ ہیں۔ میں، عبداللہ اور باقی تمام ملازمین کے ساتھ ہوں۔"

"ہم کتنا فاصلہ طے کر چکی ہو۔ اور کب تک اس قبیلے میں پہنچو گی؟"

"شی تارا! تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ ابھی تو ہم نے سفر شروع کیا ہے۔ منزل بہت دور ہے۔ عبداللہ نے بتایا ہے کہ ہم دو گھنٹے کے بعد دریائے جوبا کے ساحل پر پہنچیں گے۔ وہاں ہمیں کسی لانچ کا انتظام کر کے دریا پار کرنا ہوگا۔"

"او گاڈ! کیا تم نے پہلے سے لانچ کا انتظام نہیں کیا ہے؟"

"اس ملک میں دو دریا ہیں۔ دریائے جوبا اور دریائے شبیل ان میں جو کشتیاں اور لانچیں چلتی ہیں ان پر مسلح قبائلیوں یا باغیوں کا قبضہ ہو جاتا ہے۔ جب وہ ان لانچوں سے اناج لوٹ کر لے جاتے ہیں، تب ہم جیسے مسافروں کو دریا پار کرنے کا موقع ملتا ہے۔"

"مرینا! اس بات کی سو فیصد تصدیق ہو گئی ہے کہ وہ پریم کمار نہیں پارس ہے۔ یہاں کسی طرح قابو میں نہیں آرہا ہے۔ میری تمام کوششیں ناکام ہوتی جا رہی ہیں۔ پتا نہیں وہ قاہرہ میں کیوں رکا ہوا ہے اور کب یہاں سے صومالیہ پہنچ جائے گا۔ کوئی ایسا شارٹ کٹ اختیار کرو کہ تم اس کے آنے سے پہلے وہ فارمولے حاصل کر کے وہاں سے نکل سکو۔"

مرینا نے عبداللہ سے کہا۔ "اگر ہم اسی رفتار سے چلتے رہے تو دشمن ہمارے سروں پر آپہنچیں گے۔"

"میڈم! آپ دیکھ رہی ہیں کہ کیسے اونچے نیچے راستے ہیں۔ اگر یہ گاڑی کسی گڑھے میں یا دلدل میں پھنس جائے گی تو ہم پیدل ہو جائیں گے۔ رفتار اور سست ہو جائے گی۔"

"کیا اور کوئی شارٹ کٹ نہیں ہے؟"

"میں جس راستے پر لے جا رہا ہوں، یہی شارٹ کٹ ہے۔"

"کیا دریا پار کرنے کے لیے فوراً لانچ یا کشتی کا انتظام ہو جائے گا۔"

"آپ کشتی کا تو نام بھی نہ لیں۔ یہ افریقہ ہے۔ یہاں کے دریاؤں میں آدم خور مگرمچھ رہتے ہیں۔ وہ کشتیوں کو پانی کے نیچے سے الٹا کر ہمیں ہڑپ کر لیں گے۔"

"کچھ تو امید بندھاؤ۔ کیا فوراً ہی لانچ نہیں ملے گی؟"

"فوراً تو شاید قسمت سے مل جائے لیکن انتظار کے بعد ضرور ملے گی۔ بائی دی وے میڈم! آپ اس قدر کیوں گھبرا رہی ہیں؟ جو بھی دشمن ہمارے مقابلہ پر آئے گا، وہ آخر انسان ہی ہوگا۔ ہم اس سے نمٹ لیں گے۔"

"تم نہیں جانتے کہ وہ کتنا خطرناک ہے۔"

"آپ بھی نہیں جانتیں، میں کتنا خطرناک ہوں۔ وہ دیکھیے ہماری گاڑی کے سامنے جھکے ہوئے درخت کی شاخ آرہی ہے۔ آپ اس کی موٹائی اور مضبوطی کا اندازہ کریں اور میری طاقت اور کراٹے کا ہنر دیکھیں۔"

مرینا نے دیکھا۔ گاڑی آگے بڑھ رہی تھی۔ وہ موٹی اور مضبوط شاخ قریب آتی جا رہی تھی۔ عبداللہ اچھل کر جیپ کے بونٹ پر آگیا پھر پینترا بدل کر پوز لیتے ہوئے بڑک مارتے ہوئے اس شاخ کے قریب آتے ہی کراٹے کا ایسا ہاتھ مارا کہ وہ کڑکڑاہٹ کی آواز کے ساتھ آدھی ٹوٹی باقی آدھی اس کے جسم کے بوجھ سے ٹوٹی۔ وہ شاخ سمیت گاڑی سے ذرا دور جا کر گھاس پر گر پڑا۔

آگے پیچھے چلنے والی گاڑیاں رک گئیں۔ صفورا نے اگلی گاڑی سے اترتے ہوئے مسکراتے ہوئے ڈی کروز سے کہا۔ "دیکھو، یہ ہے میرا بھائی۔ یہ انسان ہے مگر شیر کے جیسی طاقت رکھتا ہے۔"

مرینا بھی جیپ سے اتر آئی۔ عبداللہ پتوں سے لدی ہوئی شاخ کو ایک طرف پھینک کر کھڑا ہو گیا تھا۔ مرینا نے کہا۔ "میں مانتی ہوں، تم بہت شہ زور اور زبردست فائٹر ہو مگر وہ اس لیے خطرناک ہے کہ تم سے مقابلہ نہیں کرے گا اور تمہیں بے بس کر دے گا۔"

صفورا نے پوچھا۔ "آپ کس کی بات کر رہی ہیں؟"

"فرہاد علی تیمور کا بیٹا پارس، جو نہایت شہ زور ہے مگر دشمنوں سے بہت کم مقابلہ کرتا ہے۔ اس نے سونیا کے سائے میں پرورش پائی ہے۔ ہمیشہ مکاری سے میدان مارتا ہے۔"

صفورا نے کہا۔ "تو پھر وہ میرے زہر سے مرے گا۔"

"تمہارا زہر اس کے لیے شربت ہوگا کیوں کہ وہ بھی زہریلا ہے۔"

"کیا واقعی؟ اگر یہ سچ ہے تو بتاؤ، وہ کس حد تک زہریلا ہے تاکہ میں اپنے زہر کو اس سے بڑھ کر استعمال کر سکوں۔"

"میں نہیں جانتی کہ وہ کس حد تک زہریلا ہے۔ کیا تم اپنے زہر میں اضافہ کر سکتی ہو؟"

"ہاں، اس سے سامنا ہوگا تو پہلے میں اسے آزماؤں گی۔ اس کے زہر کی مقدار اور شدت کا اندازہ کروں گی۔ اس کے بعد....."

اس نے اپنے گریبان سے ایک شیشی نکالی پھر اسے دکھاتے ہوئے کہا۔ "جس طرح سوڈا واٹر بوتل میں نمک ڈالنے سے جھاگ میں تیزی پیدا ہوتی ہے ویسے ہی میں اس زہر کا ایک قطرہ زبان پر رکھ لوں تو میرے زہر میں ایسی شدت پیدا ہوگی کہ پارس کو ڈس لوں تو وہ پانی مانگنے سے پہلے دم توڑ دے گا۔"

شی تارا نے کہا۔ "مرینا! فی الحال یہ صفورا ہمارے لیے امید کی کرن ہے۔ آگے بڑھو، وقت ضائع نہ کرو اور سوچو پارس کو ختم کر دینے کی اور کیا تدابیر ہو سکتی ہیں۔"

وہ قافلہ آگے بڑھ گیا۔ شی تارا اپنی جگہ واپس آگئی۔ خیال خوانی کا سلسلہ اچانک ہی ٹوٹ گیا تھا وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر سوچنے لگی۔ "جب سے وہ زہریلا میری زندگی میں آیا ہے، تب سے یہ تیسری بار میرا سر چکرا رہا ہے۔ جی گھبراتا بھی ہے اور جی چاہتا بھی ہے کہ وہ نشہ پھر ملے۔ دنیا کا کوئی نشہ ہو، اس کی خاصیت یہی ہوتی ہے کہ اس کی طلب پکارتی رہتی ہے اگر اس طلب نے شدت اختیار کی تو کیا ہوگا؟"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

وہ پریشان ہو کر پھر مرینا کے پاس آئی اس سے بولی۔ "جب پارس پہلی بار تمہاری زندگی میں آیا تھا تو کیا تمہارا سر چکرایا کرتا تھا؟"

"ہاں' ایسا ہوتا تھا۔ میں سمجھ رہی ہوں' تمہارے ساتھ بھی یہی ہو رہا ہے۔"

"کیا اس کی طلب میں شدت پیدا ہوتی ہے؟"

"ہاں نشہ کوئی سا ہو' بہرحال نشہ ہوتا ہے۔ میں بہت ضدی ہوں۔ ہزار طلب کے باوجود اس دشمن کے پاس نہیں گئی۔ جاتی تو اس کی کنیز بن کر رہ جاتی۔ تمہارے ساتھ بھی یہی قصہ ہے۔ تم بھی ضدی ہو اور کبھی اس کی باندی بننا نہیں چاہوگی۔ ایسے میں نشے کی طلب کو کچل ڈالوگی۔"

"تم بہت اچھی ہو۔ تمہاری باتوں اور تجربوں سے حوصلہ ملتا ہے۔ میں بھی اس کی طلب کو ٹھکراتی رہوں گی۔"

"تمہاری باتوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ ابھی شاید تمہارا سر چکرایا تھا۔ گھبرانے کی بات نہیں ہے۔ یہ عارضی پریشانی ہے۔ دور ہو جائے گی۔ خیال خوانی نہ کرو۔ تھوڑا آرام کرلو۔"

وہ پھر اپنی جگہ حاضر ہو گئی۔ بستر پر آکر لیٹ گئی۔ اس کی پہلی اور آخری خواہش تھی کہ کسی طرح پارس قابو میں آجائے اور اس کا غلام بن جائے۔ بعض مرد بڑے ضدی اور غیرت مند ہوتے ہیں۔ جان دے دیتے ہیں لیکن عورت کی غلامی قبول نہیں کرتے۔ وہ اس راجپوت کو کبھی نہیں بھلا سکتی تھی جس نے غلام بن کر رہنا گوارا نہیں کیا تھا اور خود کو زندہ درگور کرلیا تھا۔

دوسرا وہ بونا لاثانی تھا۔ ابھی وہ اسے تابعدار بنا رہی تھی مگر نہ بنا سکی۔ اس سے پہلے ہی اس نے بے ہوشی کا انجکشن لگوا لیا تھا۔ وہ گھڑی دیکھ کر سوچنے لگی۔ "پانچ گھنٹے گزرنے والے ہیں۔ وہ ہوش میں آگیا ہوگا۔ میں پھر اسے تابعدار بنا کر پارس کے خلاف محاذ بنا سکتی ہوں۔"

اگرچہ خیال خوانی کا جی نہیں چاہتا تھا پھر بھی وہ لاثانی کے پاس پہنچی اس نے فوراً سانس روک لی۔ ثی تارا نے وقفہ وقفہ سے تین بار کوششیں کیں لیکن لاثانی نے ایک سیکنڈ کے لیے بھی اسے دماغ میں جگہ نہیں دی۔ وہ تھک ہار کر پھر اپنے بستر پر حاضر ہو گئی تھی۔ پچھلی رات سے کوششیں کرتے کرتے بیزار ہو گئی تھی۔ اس نے سوچا۔ "حالات سے سمجھوتا کرنا چاہیے۔ پارس یہاں قابو میں نہیں آ رہا ہے' کوئی بات نہیں۔ عبداللہ اور صفورا سے ٹکرائے گا تو میں بھی خیال خوانی کے ذریعے موجود رہوں گی۔ موت اور شکست ہر پہلوان کا مقدر ہوتی ہے۔ وہ کتنا بڑا پہلوان ہے کہ کبھی شکست نہیں کھائے گا۔ وہ بڑی شکست نہ کھائے' معمولی سا زخمی ہو جائے پھر میں اس سے نمٹ لوں گی۔"

اس نے خود کو تسلیاں دے کر آنکھیں بند کرلیں۔ دماغ کو ہدایات دیں پھر دو گھنٹے کے لیے سو گئی کیوں کہ آنے والی رات بہت اہم تھی اگر مرینا کا سفر متواتر جاری رہتا تو وہ رات بارہ بجے تک اس قبیلے میں پہنچنے والی تھی جہاں ایک چھوٹی سی پہاڑی کو کاٹ کر بیس فٹ اونچا ایک ایسا بت تراشا گیا تھا اور جس کے اندر پاشا نے فارمولے چھپا کر گیا تھا۔

باربرا اپنی اٹیچی لے کر پارس کے پاس آئی پھر بولی۔ "پاشا آدھے گھنٹے میں یہاں پہنچنے والا ہے۔" پارس نے اپنی اٹیچی اٹھاتے ہوئے کہا۔ "چلو' میں تیار ہوں۔"

وہ کمرے سے باہر آئے پھر لفٹ کے ذریعے گراؤنڈ فلور پر پہنچے۔ وہاں بونا لاثانی پولیس افسر اور سپاہیوں کے ساتھ منتظر تھا۔ افسر سے بولا۔ "یہی ہے وہ شخص' آپ اس کی تلاشی لیں۔"

افسر نے کہا۔ "مسٹر! آپ پر الزام ہے کہ آپ ہمارے ملک کے نایاب ہیرے چرا کر لے جا رہے ہیں۔"

باربرا نے کہا۔ "یہ جھوٹا الزام ہے۔"

افسر نے کہا۔ "جھوٹا ہو سکتا ہے۔ آپ دونوں اپنی سچائی ثابت کرنے کے لیے لاثانی صاحب کے چیمبر میں چلیں۔ ہم تلاشی لیں گے۔"

پارس نے استقبالیہ ہال میں دور تک بیٹھے ہوئے افراد کو دیکھ کر بلند آواز میں کہا۔ "لیڈیز اینڈ جنٹلمین! یہ ہوٹل پورے مصر میں مشہور ہے لیکن یہاں کی انتظامیہ کا یہ حال ہے کہ اپنے مہمانوں پر چوری کا الزام لگاتے ہیں۔ یہ ہماری تلاشی لینے کے لیے ایک بند کمرے میں لے جانا چاہتے ہیں مگر ہم سرِعام آپ سب کے سامنے تلاشی دیں گے۔"

لاثانی نے کہا۔ "تم اس طرح چیخ چیخ کر ہمارے ہوٹل کو بدنام کر رہے ہو؟"

باربرا نے کہا۔ "الزام جھوٹا ثابت ہو گا تو بدنامی ضرور ہو گی۔"

کتنے ہی مرد' عورتوں نے کہا۔ "بے شک' تلاشی بند کمرے میں نہیں سب کے سامنے ہوگی۔"

افسر اور سپاہی دونوں اٹیچی کیس کھول کر ایک ایک چیز نکال کر دیکھنے لگے۔ ایک لیڈی کانسٹیبل نے باربرا کی تلاشی لی۔ پارس کو بھی سر سے پاؤں تک ٹٹولا گیا مطلوبہ ہیرے برآمد نہیں ہوئے۔ لوگ شیم شیم کہنے لگے۔ لاثانی نے کہا۔ "میں قسم کھاتا ہوں' ہیرے اسی کے پاس تھے۔ شاید اس نے ہوٹل کے کمرے میں چھپائے ہیں۔"

سپاہیوں کو ساتویں منزل پر دونوں کمروں کی تلاشی کے لیے بھیجا گیا۔ وہ آدھے گھنٹے بعد ناکام ہو کر آئے۔ پارس نے کہا۔ "ہمارے لیے فرانس سے ایک مخصوص طیارہ آیا ہے اور ہمارے انتظار میں رن وے پر کھڑا ہے۔ تم لوگوں نے جھوٹا الزام عائد کر کے ہماری توہین بھی کی ہے اور طیارے کی پرواز میں تاخیر بھی کرائی ہے۔ لاثانی! ہم جا رہے ہیں لیکن یہ سمجھو کہ تمہارا ہوٹل گیا۔ حکومتِ فرانس ہماری توہین کا ایسا ہرجانہ طلب کرے گی کہ یہ ہوٹل تمہیں فروخت کرنا پڑے گا۔"

وہ دونوں اپنے اپنے اٹیچی کیسوں میں سامان رکھ کر ہوٹل سے باہر آئے کار میں بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہوئے پارس ڈرائیو کر رہا تھا۔ باربرا خیال خوانی کے ذریعے لاثانی کے ماتحت طیب منیر کے پاس پہنچی ہوئی تھی۔ پچھلی رات کو لاثانی کے تہ خانے سے نکلتے وقت پارس نے وہ دونوں ہیرے طیب منیر کی جیب میں ڈال دیے تھے۔ باربرا طیب منیر کو دماغی طور پر غائب کر کے اسے دکان کے اس حصے میں لے گئی تھی جہاں وہ رہتا تھا۔ وہاں اس نے لباس بدلا تھا۔ جس جیب میں ہیرے تھے' وہ لباس وہیں چھوڑ دیا تھا پھر دکان میں واپس آگیا تھا۔ باربرا نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑا تو وہ ذرا پریشان ہوا پھر یہی سمجھا کہ وہی خیال خوانی کرنے والی اسے پریشان کر رہی ہے۔ اسے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ وہ پانچ منٹ کی غفلت میں ان ہیروں کا امین بن چکا ہے۔

اب پارس کے ساتھ ائرپورٹ کی طرف جاتے ہوئے باربرا پھر طیب منیر کے اندر پہنچ گئی تھی۔ وہ غائب دماغ ہو گیا تھا۔ اس نے دکان کے رہائشی حصے میں جا کر لباس تبدیل کیا۔ وہی لباس پہنا' جس میں وہ ہیرے تھے پھر دکان بند کر کے ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر ائرپورٹ آگیا۔ پارکنگ ایریا میں باربرا اور پارس اس کے منتظر تھے۔ پارس نے اس کی جیب سے ہیرے نکال کر اپنی جیب میں رکھے پھر دونوں خصوصی طیارے میں آکر بیٹھ گئے۔ جب طیارہ پرواز کرنے لگا تو باربرا نے طیب منیر کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔

وہ ایک دم سے چونک کر سوچنے لگا۔ "میں ائرپورٹ کیسے پہنچ گیا؟ میں تو اپنی دکان میں تھا۔"

باربرا نے کہا۔ "اپنے آقا لاثانی کے پاس جاؤ اور اسے بتاؤ کہ ہیرے تمہارے پاس چھپائے گئے تھے۔ تم نے سحر زدہ ہو کر ہماری امانت ہمیں لوٹا دی۔ ہم اسے لے کر جا رہے ہیں۔ خدا حافظ۔"

وہ دماغی طور پر طیارے میں حاضر ہوئی۔ پاشا کہہ رہا تھا۔ "مسٹر پارس! میں نے آپ کا بڑا ذکر سنا تھا مجھے خوشی ہے کہ آج ملاقات ہو گئی۔"

پارس نے باربرا کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "تمہیں اس لڑکی سے مل کر زیادہ خوشی ہو گی۔"

"یہ کون ہے۔ تعارف کراؤ۔"

"تعارف سمجھو یا تعریف سمجھو' یہ میری مادہ ہے۔"

وہ گھور کر بولی۔ "یہ کیا بکواس کر رہے ہو؟"

"حقیقت بیان کر رہا ہوں۔ میں پارس ہوں' یہ پارسا ہے۔ اتنی پارسا ہے کہ نر پارس بھی اسے ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ یہ قدرت کی ستم ظریفی ہے۔ بیچاری لڑکی بن کر پیدا ہوئی لیکن آج تک خود کو لڑکا ہی سمجھ رہی ہے۔"

پاشا نے اسے بڑے غور سے' بڑے شوق سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "مس پارسا! کیا یہ درست ہے؟"

"میرا نام پارسا نہیں باربرا ہے۔ تم اس کی بکواس پر کان نہ دھرو۔"

پاشا نے پوچھا۔ "تو پھر پارس جھوٹ کہتا ہے۔ تم خود کو لڑکی سمجھتی ہو؟"

"نہیں' یہ سچ ہے' میں لڑکی نہیں لڑکا ہوں۔ مرد ہوں۔"

"لیکن یہ حسن' یہ شباب؟"

پارس نے کہا۔ "ہاتھی کے دانت ہیں۔ دکھانے کے لیے ہیں۔ کھانے کے لیے نہیں ہیں۔"

"پارس! میں تمہارا منہ توڑ دوں گی۔ کام کی باتیں نہیں کرو گے تو ابھی پاپا سے شکایت کروں گی۔"

پھر وہ صومالیہ کے جنگلی قبیلے کی زبان میں بولی۔ "پاشا! ہمیں کام کی باتیں کرنی چاہئیں۔"

وہ حیران ہو کر بولا۔ "تم یہ زبان جانتی ہو؟"

"ہاں' مجھے اس قبیلے اور بیس فٹ اونچے بت کے متعلق بتاؤ۔"

پارس نے کہا۔ "اے' تم دونوں یہ زبان بولو گے تو میں احمق کی طرح بیٹھا رہوں گا۔ کم آن' قابلِ فہم زبان میں گفتگو کرو۔"

وہ بولی۔ "تمہاری یہی سزا ہے۔ آئندہ فضول باتیں کرو گے تو ہم اس اجنبی زبان میں گفتگو کرنے لگیں گے۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

پاشا نے کہا۔ "یہ اس جنگلی قبیلے کے متعلق پوچھ رہی ہے' جہاں ہم جا رہے ہیں۔ وہ قبیلہ پاپک مائس کہلاتا ہے۔ دراصل صومالیہ سے ہزاروں میل دور کانگو بین کے جنگلات میں چھوٹے قد کے انسان رہتے ہیں۔ ان میں سے کچھ لوگ ہجرت کرکے دریائے جوبا کے اس پار گھنے جنگل میں آباد ہو گئے ہیں۔ پاپک مائس قبیلے کے حبشیوں کا قد زیادہ سے زیادہ چار یا ساڑھے چار فٹ کا ہوتا ہے۔ یہ بڑے شاطر ہوتے ہیں۔ بظاہر بزدل نظر آتے ہیں۔ ہم جیسے قد آور لوگوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے اس لیے چھپ کر حملے کرتے ہیں۔ دوست بن جائیں تو خوب عزت کرتے ہیں۔ دشمنی پر آجائیں تو چھپ چھپ کر حملے کرتے ہوئے دور ہی دور سے رگیدتے ہوئے موت کی دلدل تک لے جاتے ہیں۔ جہاں وہ آباد ہیں' وہاں ایک پہاڑی کے غار میں خطرناک دلدل ہے۔ اس دلدل تک جس کے پاؤں چلے جاتے ہیں' وہ پھر زندہ یا مردہ واپس نہیں آپاتا اس میں دھنستے دھنستے نابود ہو جاتا ہے۔

"یہ لوگ شہری آبادیوں کے قریب نہیں آتے۔ مویشی پالتے ہیں۔ سانپ اور بندر پکڑ کر دریائے جوبا تک آتے ہیں۔ صومالیہ کی حکومت طبّی تجربات کے لیے ان سے سانپ اور بندر کثیر تعداد میں خریدتی ہے۔ ان کے عوض وہ اناج حاصل کرکے پھر گھنے جنگل میں گم ہو جاتے ہیں۔

"جس پہاڑی کے غار میں وہ دلدل ہے اسی پہاڑ کے ایک حصے کو تراش کر انہوں نے تقریباً بیس فٹ اونچا ایک بت بنایا ہے۔ وہ اس بت کی پوجا کرتے ہیں۔ اس بت کا جسم اندر سے کھوکھلا ہے۔ اس کے پیروں سے لے کر سر تک پتھر کی سیڑھیاں ہیں۔ وہ سیڑھی بت کے اندر تیسری منزل تک لے جاتی ہے۔ دوسری منزل پر قید خانہ ہے۔ وہ حبشی اپنے دشمنوں کو مضبوطی سے باندھ کر اُس قید خانے میں بھوکا پیاسا چھوڑ دیتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ دشمن دیوتا کے پیٹ میں ہیں اور دیوتا انہیں کھا رہا ہے۔ جب ان قیدیوں کی ہڈیاں رہ جاتی ہیں تو وہ ان ڈھانچوں کو دلدل میں پھینک دیتے ہیں۔

"تیسری منزل پر یعنی دیوتا کے سر میں اس قبیلے کا سردار رہتا ہے۔ اس کے سر میں بہت سے خفیہ خانے بنے ہوئے ہیں۔ وہیں تین خفیہ خانوں میں فارمولوں کی تین فائلیں رکھی ہوئی ہیں۔ ایک فائل میں قوتِ سماعت' دوسری میں قوتِ بصارت اور تیسری میں جسمانی اور دماغی توانائی کے فارمولے ہیں۔"

پارس نے پوچھا۔ "اس بستی میں کتنے افراد ہوں گے؟"

"تقریباً دو سو افراد ہوں گے۔ جنگل میں دور تک پھیلے ہوئے ہیں۔ گھاس پھوس کی جھونپڑیاں بنا کر رہتے ہیں۔"

"تم نے ان سے کیسے دوستی کی؟"

"میں وہاں کچھ جڑی بوٹیاں حاصل کرنے گیا تھا۔ میں نے دریائے جوبا کے پاس آنے والے ایک پاپک مائس بوڑھے حبشی کو اپنے پاس پناہ دی تھی۔ اس قبیلے میں یہ دستور ہے کہ جو لوگ بوڑھے ہو جاتے ہیں اور قبیلے میں تقسیم ہونے والی خوراک پر بوجھ بن جاتے ہیں تو انہیں دیوتا کے پیٹ میں پہنچا کر باندھ دیا جاتا ہے تاکہ وہ زندگی کے آخری ایام میں دیوتا کی خوراک بن کر جنت میں پہنچ جائیں۔ وہ بوڑھا حبشی دیوتا کی خوراک نہیں بننا چاہتا تھا۔ وہاں سے بھاگ کر شہر کی طرف آنا چاہتا تھا۔ میں نے اسے ملازم رکھ لیا۔ اس سے وہاں کی زبان سیکھی۔ ان کے طور طریقے معلوم کیے پھر اسے سمجھایا کہ وہ میری ہدایات پر عمل کرے گا تو قبیلے کا سردار اسے دیوتا کی خوراک نہیں بنائے گا۔ وہ میری ہدایات کے مطابق واپس گیا۔ قبیلے کے لوگوں نے اسے پکڑ لیا۔ اس نے سردار سے کہا۔ "میں دیوتا کے اوتار سے مل کر آرہا ہوں۔ وہ آج رات کو بستی میں آئے گا اور ہم سب کو ایک ماہ کا اناج اور کپڑے دے گا۔"

سردار نے کہا۔ "شہری لوگ پہلے بھی آئے۔ یہاں سے جڑی بوٹیاں لے گئے اور ہمیں اناج بھی دیا۔ تم کون سی نئی بات بتا رہے ہو؟"

بوڑھے نے کہا۔ "وہ دیوتا کا اوتار دیکھنے میں انسان ہے لیکن کوئی آسمانی بلا ہے۔ وہ گہری تاریکی میں چھپی ہوئی چیزوں کو اور انسانوں کو دیکھ لیتا ہے۔ اس کی پہچان یہ ہے کہ تاریکی میں اس کی دونوں آنکھیں چیتے کی طرح چمکتی ہیں۔ آج رات ایک بھی مشعل نہ جلائی جائے۔ وہ اندھیرے میں آکر سردار سے مصافحہ کرے گا۔"

پھر بوڑھے نے کہا۔ "اس اوتار کی یہ خوبی ہے کہ وہ جہاں بھی ہو وہاں سے ہماری باتیں سنتا رہے گا۔ وہ آکر سردار کو بتائے گا کہ وہ مجھ سے کیسی باتیں اور کیسے سوالات کرتا رہا ہے۔ وہ سردار کی زبان سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ سنائے گا۔"

"اس بوڑھے نے میری قوتِ سماعت اور بصارت کے علاوہ میری شہ زوری کے بھی قصیدے پڑھے۔ میں نے منصوبے کے مطابق رات کو وہاں جاکر گاڑی روکی۔ اس کی ہیڈ لائٹس پہلے سے بجھی ہوئی تھیں۔ مجھے روشنی کے بغیر نظر آرہا تھا۔ میں نے تاریکی میں سردار کے پاس پہنچ کر اُس سے مصافحہ کیا۔ اسے وہ تمام باتیں سنائیں جو وہ بوڑھے سے کر چکا تھا پھر مشعلیں روشن ہو گئیں۔ سب نے یقین کر لیا کہ میں دیوتا کا اوتار ہوں۔ میری گاڑی میں اناج بھرا ہوا تھا۔ اسے میں نے سردار کے حوالے کیا۔ وہاں کچھ بیمار تھے میں نے انہیں زود اثر دوائیں دیں۔ دوسرے دن کسی کا بخار اتر گیا کسی کا زخم بھر گیا وہ سب میرے سامنے جھکنے لگے کیوں کہ ان کا سردار میرے سامنے گھٹنے ٹیکتا تھا۔ پھر تیسرے دن مجھے جسمانی طاقت کے مظاہرے کا موقع مل گیا۔ ایک قد آور گوریلا کانگو بین جنگلات سے بھٹک کر ادھر چلا آیا۔ بونے حبشی اسے دیکھ کر دہشت زدہ ہوئے۔ بستی میں بھگدڑ مچ گئی۔ وہاں کے تیر انداز چھپ چھپ کر زہر چلانے لگے۔ میں نے انہیں تیر اندازی سے منع کیا پھر اس گوریلے کے مقابلے پر ڈٹ گیا۔ ان بونوں نے اپنی زندگی میں دیکھا اور سنا تھا کہ گوریلے ایسے طاقتور ہوتے ہیں کہ شیر سے لڑ جاتے ہیں۔ میں نے لڑتے لڑتے اسے مار گرایا۔ ایک بھاری پتھر اٹھا کر اس کا سر کچل دیا۔ سب لوگ خوشی سے ناچنے گانے لگے۔ یہ عقیدہ ان کے ذہنوں میں اٹل ہو گیا کہ واقعی میں دیوتا کا اوتار ہوں۔ وہ گوریلا بستی میں تباہی مچانے کے لیے آنے والا تھا۔ اس سے پہلے ہی دیوتا میرے روپ میں آگیا ہے۔

"مجھے رہنے کے لیے دیوتا کی کھوپڑی میں جگہ دی گئی۔ میں نے سردار کو فارمولوں پر مشتمل تین فائلیں دکھا کر کہا۔ "یہ تمہارے دیوتا کی امانت ہیں۔ انہیں یہاں یوں چھپا کر رکھو کہ کسی انسان کی نظر بھی ان پر نہ پڑے۔ اگر کسی نے انہیں ہاتھ بھی لگایا تو میں تم سب کی خیر و برکت کے لیے کبھی واپس نہیں آؤں گا۔"

"سردار نے ان فائلوں کو تین الگ الگ خانوں میں رکھا پھر میں نے ان گہرے خانوں کے اوپر بھاری پتھر رکھ دیے۔ اس کے بعد سردار نے بستی والوں کو حکم دیا کہ آج کے بعد سے کوئی انسان اس بت سے دیوتا کے پیٹ تک تو آئے گا لیکن کھوپڑی میں قدم نہیں رکھے گا۔ ادھر کا رخ کرنے والے کو زہریلے تیروں سے چھلنی کیا جائے گا۔"

پاشا اتنی معلومات فراہم کرکے چپ ہوا۔ باربرا نے کہا۔ "مرینا کچھ لوگوں کے ساتھ وہاں جا رہی ہے۔ شاید وہاں پہنچ گئی ہو گی۔ اگر وہ پاپک مائس بونوں سے دوستی کرنے میں کامیاب ہو جائے گی تو اس بت کی کھوپڑی تک پہنچنا اس کے لیے زیادہ مشکل نہیں ہو گا۔"

پاشا نے کہا۔ "ایک زہریلا تیر اسے جہنم میں پہنچا دے گا۔"

"مرینا کے ساتھ ایک زہریلی لڑکی صفورا بھی ہے۔ اس پر زہریلے تیر اثر نہیں کریں گے۔ پھر ان کے پاس جدید ہتھیار ہوں گے۔ ان ہتھیاروں کے سامنے بونے گھٹنے ٹیک دیں گے۔"

"جب وہ گھٹنے ٹیک دیں اور مجبوراً محکوم بن جائیں تو سمجھ لو کہ وہ مکاری پر اتر آئیں گے۔ مرینا وغیرہ کی شامت آجائے گی۔ بت کے اندر جانے کے لیے سیڑھی والا راستہ ہمیشہ بند رہتا ہے۔ صرف خاص موقعوں پر کھلتا ہے۔ وہ لوگ مرینا اور صفورا وغیرہ کو بت کے اندر سے لے جائیں گے پھر اچانک گم ہو جائیں گے۔ چھپ چھپ کر تیر چلاتے ہوئے انہیں رگیدتے ہوئے دلدل میں پہنچا دیں گے۔ غار سے واپسی کے تمام راستے بند کر دیں گے۔"

وہ پاپک مائس قبیلے کی باتیں کرتے کرتے بیضابہ پہنچ گئے۔ اس طیارے میں دو سو ٹن اناج' دوائیں اور کپڑے تھے۔ وہ جدید ہتھیاروں سے لیس ہو گئے۔ اگرچہ پارس کبھی ہتھیار نہیں چلاتا تھا لیکن وہاں کے حالات نے مجبور کر دیا تھا۔ ایئرپورٹ پر عبوری حکومت کے چند اعلیٰ افسران آئے تھے۔ ان کے لیے جیپ اور ویگن کاریں بھی لائے تھے۔ ایک افسر نے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "آپ لوگ انسانی فرض ادا کرنے کے لیے اناج لائے ہیں لیکن یہ آپ کے لیے وبالِ جاں ہو گا۔ ایئرپورٹ کے باہر کتنے ہی خطرناک گروہ اس امداد کو لوٹنے کے منتظر ہوں گے۔ ہم نہیں چاہتے کہ آپ لوگوں کا جانی نقصان ہو۔"

پارس نے کہا۔ "آپ یہ سب کچھ لے جائیں۔ ہمارے لیے صرف پچاس ٹن اناج دریائے جوبا کے ساحل تک پہنچا دیں۔ ہم یہ پچاس ٹن اناج اور کچھ دوائیں پاپک مائس قبیلے میں پہنچائیں گے۔ کیا آپ یہ تعاون کریں گے؟"

"بے شک آپ اپنے ساتھ دو گائیڈ لے جائیں۔ رات دس بجے تک آپ کا مطلوبہ اناج اور دوائیں جوبا کے ساحل تک پہنچ جائیں گی۔"

چند نیگرو ملازموں نے باربرا' پارس اور پاشا کا سامان ایک جیپ میں رکھ دیا۔ ان کے سامان میں پھل' خشک میوے اور کھانے کے سربند ڈبے تھے۔ کچھ اضافی ہتھیار اور کارتوس تھے۔ وہ تینوں جیپ میں بیٹھ گئے۔ ایک گائیڈ نے اسٹیئرنگ سیٹ سنبھال لی۔ دوسرا گائیڈ گاڑی کے پچھلے حصے میں کھڑا ہو گیا۔ اس طرح وہ قافلہ ایئرپورٹ سے باہر آگیا۔ آگے جاکر ایک مسلح گروہ نے راستہ روک لیا۔ گائیڈ نے مقامی زبان میں کچھ کہا پھر جیب سے ایک کاغذ نکال کر دکھایا۔ انہوں نے کاغذ دیکھ کر جانے کی اجازت دے دی مگر للچائی

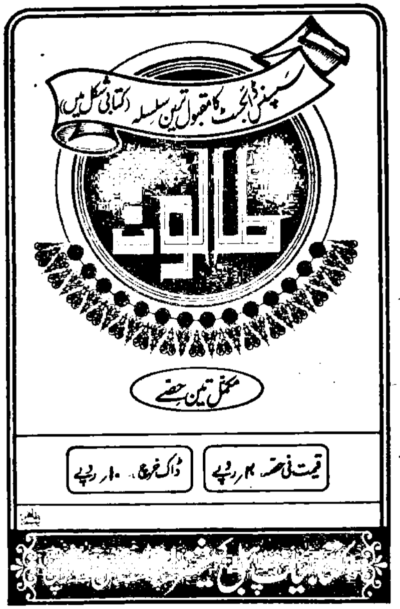

itsurdu.blogspot.com

نظروں سے جیب میں رکھے ہوئے سامان کو دیکھتے رہے۔
باربرا نے پارس سے کہا۔ "میں نے گائیڈ کے خیالات پڑھے ہیں۔ وہ ایک سمجھوتے کا کاغذ دکھا رہا ہے۔ عبوری حکومت اور مسلح قبائلیوں کے درمیان یہ سمجھوتا ہوا ہے کہ بیرونی ممالک سے جو بھی امداد آئے گی اسے وہ آپس میں تقسیم کرلیں گے اور امداد پہنچانے والی ٹیم کو سلامتی سے کہیں بھی جانے کی اجازت دیں گے اور باغیوں سے ان کی حفاظت کریں گے۔"

وہ شہر کے مختلف راستوں سے گزر رہے تھے۔ ہر جگہ ویرانی اور قبرستان کا سا سناٹا چھایا ہوا تھا۔ سڑکوں پر برائے نام گاڑیاں تھیں۔ متوسط اور نچلے طبقوں کے تمام عوامی ہوٹل بند پڑے ہوئے تھے۔ اناج ہی نہیں تھا تو ہوٹلوں میں کیا پکایا جاتا اور کیا کھلایا جاتا؟ فائیو اسٹار اور فور اسٹار جیسے اونچے ہوٹلوں میں غیر ملکی نظر آتے تھے۔ گیٹ پر مسلح گارڈز رہا کرتے تھے، وہ بھوکے عوام کو ہوٹلوں کے قریب نہیں آنے دیتے تھے۔ بیمار اور بھوکے لوگ سڑکوں پر لیٹ کر گاڑیوں کا راستہ روکتے اور ایک مٹھی اناج مانگتے تھے۔ سپاہی ہاتھوں میں ڈنڈے لیے انہیں مار مار کر بھگاتے تھے۔ وہ لاغر اور ہڈیوں کے ڈھانچے بھاگنے اور چلنے کے قابل بھی نہیں رہ گئے تھے۔ انہیں بھگایا جاتا تو وہ سڑکوں پر رینگتے ہوئے فٹ پاتھ کی طرف جاتے تھے۔

باربرا، پارس اور پاشا سے ایسے مناظر دیکھے نہیں جا رہے تھے۔ وہ بند ڈبوں کا کھانا ان کی طرف پھینکتے ہوئے گزر رہے تھے۔ فاقہ زدہ مرد، عورتیں اور بچے ان کھانوں پر ٹوٹ رہے تھے۔ ایک دوسرے سے چھینا جھپٹی کر رہے تھے۔ روٹی ایسی چیز ہے جسے حاصل کرنے کے لیے بھوکے انسان اور کتوں کا عمل ایک جیسا ہو جاتا ہے۔

باربرا نے خیال خوانی کے ذریعے مجھے مخاطب کیا اور وہاں کی حالتِ زار بتائی۔ میں نے کہا۔ "میں ابھی فرانس کی حکومت سے رابطہ کرتا ہوں۔ اس بار جو امداد بھیجی جائے گی اس کے لیے ایسے انتظامات کیے جائیں گے کہ اناج، دوائیں اور کپڑے براہِ راست عوام تک پہنچتے رہیں۔"

صومالیہ میں روزانہ ہزاروں مسلمان بھوک سے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر رہے تھے۔ دنیا والوں کی بے حسی اس لیے بھی تھی کہ مسلمان مر رہے ہیں، مرنے دو۔ یہ بے حسی اور خود غرضی اسلامی ممالک کے حکمرانوں کی بھی تھی۔ ورنہ خلیج کی جنگ میں روزانہ کروڑوں ڈالر خرچ ہوتے رہے۔ اگر صرف ایک روز کی جنگ میں خرچ ہونے والی رقم صومالیہ کے مسلمانوں کو دی جاتی تو لاکھوں مسلمان یوں بے موت نہ مرتے۔ بے حسی جب تک زندہ رہتی ہے، لوگ یہی سمجھتے رہتے ہیں کہ وہ کبھی بے موت نہیں مریں گے۔

زندہ لوگو! ذرا موت کا حساب کرو، پتا چلے گا کہ آج کی دنیا میں انسان طبعی موت کم اور بے موت زیادہ مر رہا ہے۔ اگر ہم نے اور تم نے ایک دوسرے کو تحفظ نہ دیا تو جلدی ہمیں اور تمہیں بھی کتا بے موت مرنا ہے۔

سوچو، کیسے مرنا ہے۔

❀❀❀❀**❀❀❀❀

مرینا کا قافلہ دریا جوبا کے ساحل تک پہنچ گیا۔ وہاں ایک پکا گھاٹ بنا ہوا تھا۔ ادھر سے گزرنے والی کشتیاں اور لانچیں اس گھاٹ پر گھنٹے آدھے گھنٹے کے لیے رکتی تھیں۔ ساحل پر پتھروں سے بنائی ہوئی کئی کمروں کی چار دیواری تھی۔ مسافروں کو دھوپ اور گرمی سے بچانے کے لیے دور تک ایک سایہ دار چھت گھاس پھوس سے بنائی گئی تھی۔ جب وہ قافلہ وہاں پہنچا تو گھاٹ پر پہلے سے کئی مسافر موجود تھے۔ ان میں کچھ غیر ملکی تھے۔ انہوں نے گیس لائٹ کے ذریعہ دور تک روشنی کی ہوئی تھی۔ مرینا نے عبداللہ سے کہا۔ "معلوم کرو یہ کون لوگ ہیں۔"

اس نے کہا۔ "بڑے بڑے اخبارات کے رپورٹرز اور فوٹو گرافرز آتے رہتے ہیں۔ یہ وہی لوگ ہوں گے پھر بھی میں معلوم کرتا ہوں۔"

ایک کمرے میں چند مسافر تھے۔ ان کے پاس ویڈیو کیمرے، لائٹس اور چھوٹے جنریٹر تھے۔ وہ جنریٹر چلا کر اس علاقے کی فلمی رپورٹ تیار کرنے کے انتظامات کر رہے تھے۔ بھاری گاڑیوں اور وزنی سامان کے ساتھ دریا پار کرنے کے لیے فیری سسٹم تھا۔ وہ وہاں فیری کا ہی انتظار کر رہے تھے۔

دوسرے کمرے میں چارجر لائٹ کی روشنی تھی۔ وہاں پانچ غیر ملکی تھے۔ ان میں تین ہٹے کٹے مرد اور دو حسین عورتیں تھیں۔ ان کے پاس کھانے پینے اور ضروری سامان کے علاوہ چھوٹے بڑے ہتھیار اور کارتوس کی پیٹیاں بھی تھیں۔

مرینا نے تیسرے کمرے میں قیام کیا۔ صفورا نے عبداللہ سے کہا۔ "یا اُخی! دوسرے کمرے کے مسافر شکاری ہیں یا پھر کسی خطرناک ارادے سے ادھر آئے ہیں۔ ان کے پاس ہتھیار کافی تعداد میں ہیں۔ میں نے گزرتے ہوئے دیکھا ہے، ان کے ایک بیگ پر اسرائیلی پرچم بنا ہوا ہے۔"

مرینا نے کہا۔ "اگر یہ یہودی ہیں تو ضرور کوئی بڑا فائدہ حاصل کرنے آئے ہیں۔ ہمیں ان کے ارادوں کا علم ہونا چاہیے۔ ڈی کروز! تم جاؤ اور ان سے تعارف حاصل کرو۔"

ڈی کروز دوسرے کمرے کے دروازے میں آیا۔ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اس نے پوچھا۔ "میں آ سکتا ہوں؟"

وہ پانچوں اٹھ کھڑے ہوئے۔ ایک نے آگے بڑھ کر مصافحہ کرتے ہوئے کہا "میرا نام کیری بال ہے۔"

"اور میرا نام ڈی کروز ہے۔ میں اپنی بہن میریا کے ساتھ مخصوص جڑی بوٹیوں کی تلاش میں آیا ہوں۔"

کیری بال نے اپنے ساتھیوں کا تعارف کرایا۔ "یہ مس لوسی، یہ مس فلاور، یہ مسٹر پال اور یہ مسٹر جوڈی کالم ہیں۔ ہم لوگ اسرائیل سے آئے ہیں۔ اپنے ملک کے چڑیا گھروں کے لیے گوریلوں کو پکڑنے آئے ہیں۔ سنا ہے، دریا کے اس پار گھنے جنگلوں میں گوریلے رہتے ہیں۔"

وہ ایک دوسرے سے مل کر خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔ جوڈی کالم نے جیب سے سگریٹ کا ایک پیکٹ نکال کر ڈی کروز سے پوچھا۔ "سگریٹ کا شوق ہے؟"

ڈی کروز نے جیب سے ایک پاکٹ سائز کی بوتل نکال کر دکھاتے ہوئے کہا۔ "میں سگریٹ نہیں، شراب کا رسیا ہوں۔"

مرینا ڈی کروز کو سمجھا رہی تھی کہ جیب سے اپنی دوا کی بوتل نکال کر ظاہر کرو کہ شراب پی رہے ہو۔ اگر یہ دشمنوں کے آلۂ کار ہوں گے تو ان میں چھپا ہوا کوئی خیال خوانی کرنے والا دھوکا کھائے گا۔ وہ سوچے گا کہ شراب پینے والا سانس نہیں روک سکے گا۔ وہ تمہارے چور خیالات پڑھنے آئے تو سانس روک لینا۔ ہمیں ان کی اصلیت کسی حد تک معلوم ہو جائے گی۔

ادھر بہت پہلے ہی الپا نے جوجو کے چور خیالات پڑھے تھے اور بڑے بھائی برین آدم کو پاشا اور اس کے فارمولوں کے متعلق بتایا تھا اور یہ بھی کہا تھا کہ پاشا، پارس اور باربرا کے ساتھ اس جنگل میں جانے والا ہے اور برین آدم نے کہا تھا کہ وہ اہم اور غیر معمولی فارمولے اس کے ملک میں آئیں گے۔

مس لوسی، مس فلاور، مسٹر پال، مسٹر جوڈی کالم اور کیری بال، بڑے بھائی برین آدم کے خونخوار اور خطرناک ماتحت تھے۔ اس وقت الپا، جوڈی کالم کے دماغ میں گئی اسے پہلے ہی سمجھا دیا تھا کہ کسی پر شبہ ہو کہ وہ خیال خوانی کرنے والا ہے تو اس کے سامنے سگریٹ پیو۔ وہ تمہاری اصلیت معلوم کرنے کے لیے ضرور دماغ میں آئے گا۔

الپا نے اپنے آلۂ کاروں کے ذریعہ مرینا کو دیکھ کر سوچا، وہ خیال خوانی کرنے والی باربرا ہو گی۔ اس نے جوڈی سے کہا۔ "سگریٹ پیو، ابھی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔"

اس سگریٹ میں تمباکو تھا مگر بے ضرر تھا۔ یوگا جاننے والے کو نقصان نہیں پہنچاتا تھا۔ اس نے جیسے ہی سگریٹ کا ایک کش لیا۔ مرینا اس کے دماغ میں پہنچی۔ اس نے فوراً ہی سانس روک لیا۔

دوسری طرف ڈی کروز نے دوا کی بوتل کو شراب کہہ کر جیسے ہی منہ سے لگایا اور ایک گھونٹ پیا۔ ویسے ہی الپا اس کے اندر پہنچی پہنچتے ہی باہر نکل گئی۔ ڈی کروز نے بھی سانس روک لی تھی۔

جوڈی کالم نے ہنستے ہوئے سگریٹ کو فضا میں بلند کرتے ہوئے کہا۔ "اس سگریٹ کے تمباکو کی تیزی اور نشہ ختم کر دیا گیا ہے۔ یہ بے ضرر ہے۔ باربرا! تم دھوکا کھا گئیں۔"

مرینا، عبداللہ اور صفورا کے ساتھ دوسرے کمرے میں آگئی۔

علمِ ہپناٹزم پر ایک نئی کتاب
جسے
ایک ماہرِ ہپناٹزم نے تحریر کیا ہے

قیمت ۲۰ روپے۔ ڈاک خرچ ۱۰ روپے
اُردو زبان کی پہلی کتاب جس میں اس عمل کی حقیقی تصاویر بھی دی گئی ہیں۔

◉ ہپناٹزم کے بارے میں آج تک کی تمام تحقیقات کا نچوڑ
◉ جدید طریقے اور مشقیں
◉ ہپناٹزم کی مشقوں کے لیے مکمل لائحہ عمل اور پورا پروگرام
◉ بے شمار سوالات کے جواب
◉ ہپناٹزم کے موضوع پر ایک مکمل اور مستند کتاب جس میں مصنف کے ذاتی تجربے بھی شامل ہیں۔
ارتکازِ توجہ کے لیے سیاہ دائرہ اور مشقوں کو سمجھنے کے لیے حقیقی تصاویر۔
ملنے کا پتہ
مکتبۂ نفسیات پوسٹ بکس ۱۳۰۹۳ کراچی

itsurdu.blogspot.com

وہ لوگ اسے باربرا سمجھ رہے تھے۔ اس طرح یہ سمجھ میں آیا کہ اس مخالف پارٹی کا تعلق پارس سے نہیں ہے چونکہ ان میں بھی کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے اس لیے وہ الپا ہوگی یا ماسک مین کا ایوان راسکا۔

مرینا اور ایوان راسکا میں دوستی تھی۔ اس نے رابطہ کرکے معلومات حاصل کیں صرف آدھے منٹ میں معلوم ہوگیا کہ اس جنگل میں ماسک مین کی ٹیم نہیں ہے۔ ایوان راسکا اس معاملے میں مصروف نہیں ہے۔

جوڈی نے اپنے کمرے میں مرینا کو آتے دیکھ کر کہا۔ "ہیلو مس باربرا! ابھی یہ ڈی کروز تمہیں میریا کہہ رہا تھا لیکن میں نے چالاکی سے دریافت کرلیا ہے۔"

وہ مسکرا کر بولی۔ "میں میریا ہوں مگر تسلیم کرتی ہوں کہ باربرا میرے دماغ میں ہے اور میں اس کی آلۂ کار ہوں لیکن ہماری مادام باربرا نے بھی چالاکی دکھائی ہے۔ اس نے ڈی کروز کو یہ دوا پینے کا حکم دیا۔ تمہاری الپا نے سمجھا' یہ شراب پی رہا ہے۔ اس کے دماغ میں جگہ مل جائے گی مگر افسوس کہ وہ ناکام ہوگئی ہے۔"

"تمہاری مادام باربرا بھی ناکام ہو چکی ہے لیکن فائدہ تمہیں بھی ہوا ہمیں بھی۔ ہم سب کو ایک دوسرے کی اصلیت معلوم ہو چکی ہے۔ اب ہمارے درمیان دشمنی ہوگی تو کھل کر اور دوستی ہوگی تو جم کر۔"

مرینا نے کہا۔ "دشمنی دونوں کو مہنگی پڑے گی لہٰذا دوست بن کر بتاؤ یہاں آنے کا مقصد کیا ہے؟"

"وہی جو تمہارا مقصد ہے۔"

"ہمارا مقصد تمہیں کبھی معلوم نہیں ہوسکے گا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "وہ فارمولے زمین کی تہ میں بھی چھپے ہوں گے تو ہم انہیں نکال لائیں گے۔"

مرینا کو چپ سی لگ گئی۔ دماغ میں سنسناہٹ سی ہونے لگی۔ اس نے عبداللہ اور صفورا کو چور نظروں سے دیکھا پھر پوچھا۔ "تم لوگ فارمولے کے متعلق کیا جانتے ہو؟"

جوڈی نے کہا۔ "پہلے تو ہم یہ جانتے ہیں کہ پارس' باربرا اور پاشا یہاں آئے ہیں۔ تم خود کو میریا کہہ رہی ہو لیکن کسی حد تک یقین سا ہے کہ تم باربرا ہو۔ پاشا کے متعلق صرف اتنا معلوم ہے کہ وہ غیر معمولی جسمانی اور دماغی قوتوں کا حامل ہے۔ شاید وہ اس نیگرو کے بھیس میں ہے۔"

وہ عبداللہ کو پاشا سمجھ رہا تھا کیوں کہ پاشا ڈیل ڈول میں ہاتھی جیسا طاقت ور لگتا تھا۔ اس نے مرینا سے کہا۔ "ہمیں پارس کے قد' جسامت اور حلیے کے متعلق جو بتایا ہے۔ اس طرح کا کوئی جوان تمہارے ساتھ نظر نہیں آرہا ہے۔ شاید وہ کہیں چھپا ہوا ہے۔"

مرینا نے کہا۔ "یہی سمجھ لو۔ وہ چھپنے کے بعد اندھے تیر کی طرح ہوتا ہے' جو تاریکی میں کہیں سے بھی آکر جہنم میں پہنچا دیتا ہے۔"

"چلو یہ بھی دیکھ لیں گے کہ وہ اس تاریک جنگل میں کو ... آئے گا۔ ویسے ایک مشورہ دیتا ہوں۔ اپنے کمرے میں جاؤ اور آرام سے غور کرو۔ اگر ہم نے بازی مارلی اور وہ فارمولے لے گئے تو تمہیں کیا ملے گا؟ اور اگر دوست بن کر وہ کاغذات حاصل کریں گے تو شہر پہنچنے تک آدھے کاغذات پارس رکھے گا۔ آدھے ہم رکھیں گے پھر شہر میں ان کی فوٹو اسٹیٹ کاپی کرائی جائے گی۔ پارس آدھے کاغذات کی کاپیاں ہمیں دے گا۔ ہم اپنے آدھے کاغذات کی کاپیاں اسے دیں گے۔ اس طرح کوئی جھگڑا نہیں ہوگا۔ کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا پھر آئندہ بھی ہمیشہ دوستی قائم رہے گی۔"

"مشورہ معقول لگتا ہے۔ میں اس سلسلے میں پارس سے بات کروں گی۔"

وہ عبداللہ' صفورا اور ڈی کروز کے ساتھ اپنے کمرے میں آ گئی۔ وہ سب ایک دوسرے کے قریب سر جوڑ کر بیٹھ گئے۔ مرینا نے سرگوشی میں کہا۔ "وہ مجھے باربرا اور عبداللہ کو پاشا سمجھ رہے ہیں۔ ہماری اصلیت ظاہر ہونے سے پہلے ان سب کو یہیں ختم کر دو۔ انہیں دریا پار کرنے کا موقع ہی نہ دو۔"

عبداللہ نے کہا۔ "جنگل میں شکار کا دستور یہ ہے کہ شکار کو الگ الگ رگید کر پھر گھیر کر اسے ہلاک کیا جاتا ہے۔ یوں بھی ان سب پر ایک ساتھ حملہ کرنا نادانی ہوگی۔ ان کے پاس خطرناک ہتھیار ہیں۔"

مرینا نے پوچھا۔ "پھر کیا کرو گے؟"

"آسان سی ترکیب ہے۔ ہم ابھی یہاں سے نکلیں گے تو وہ ہمارا تعاقب کریں گے۔ تم میرے ساتھ رہو گی اور صفورا' ڈی کروز کے ساتھ جائے گی۔ ہم مختلف راستوں پر جائیں گے تو وہ بھی دو تین کی تعداد میں تقسیم ہو کر ہمارا تعاقب کریں گے پھر میں اور صفورا ان سے نمٹ لیں گے۔"

انہوں نے اسی تدبیر پر عمل کیا۔ اپنے نیگرو ملازموں سے سامان اٹھوایا پھر وہاں سے جانے لگے۔ جوڈی اور کیری بال نے انہیں جاتے دیکھا پھر انہوں نے بھی اپنا سامان اٹھوا لیا۔ ان سے کافی فاصلہ رکھ کر ان کے پیچھے چلنے لگے۔ آگے جا کر مرینا کی ٹیم دو حصوں میں تقسیم ہو کر دو مختلف سمتوں میں جانے لگی۔ جوڈی نے کیری بال سے کہا۔ "تم پال اور لوسی کے ساتھ ان کے پیچھے جاؤ۔ میں مس فلاور کے ساتھ ان کے پیچھے جا رہا ہوں۔"

پال نے کہا۔ "اس طرح ہم جنگل میں بھٹک جائیں گے۔"

جوڈی نے کہا۔ "الپا ہم سب کے اندر آکر گائیڈ کرے گی۔ ہم کسی ایک جگہ آکر مل جائیں گے۔ اگر ایسا نہ ہوا تو تم لوگ واپس اسی گھاٹ میں آجانا اور ہمارا انتظار کرنا۔"

وہ بھی تقسیم ہو کر دو مختلف سمتوں میں چلنے لگے۔ وہاں گھنے درخت اور جھاڑیاں تھیں کہ آسانی سے.... آنکھ مچولی کا

کھیل جاری رہ سکتا تھا۔ صفورا اور عبداللہ جنگل کے کیڑے تھے۔ وہاں کی بھول بھلیوں کو خوب جانتے تھے۔ صفورا' ڈی کروز کو اور عبداللہ مرینا کو لے کر ان بھول بھلیوں میں گم ہو گئے۔ جوڈی وغیرہ کے پاس ٹارچ لائٹس تھیں۔ وہ دور تک ٹارچ کی روشنی میں دیکھتے اور آگے بڑھنے لگے۔ کبھی دائیں' کبھی بائیں سمت راستے بدل کر انہیں تلاش کرنے لگے۔

وہ شہری درندے تھے۔ جنگلی درندوں کا کھیل نہیں جانتے تھے۔ انہیں اندھیری رات میں سانپ نظر آئے۔ ایک شیر کے دھاڑنے کی آوازیں بھی سنائی دے رہی تھیں۔ ان کے ساتھ آنے والی حسین عورتیں سہمی جا رہی تھیں۔ مس فلاور نے کہا۔ "جوڈی! ہم سے کہا گیا تھا کہ کوئی خطرہ پیش نہیں آئے گا' ہم ہیلی کاپٹر میں بیٹھ کر افریقہ کی سیر کریں گے۔"

"اب کوئی خطرہ نہیں ہے۔ ذرا آنکھیں کھلی رکھو اور ان چھپنے والوں کو تلاش کرو۔"

"پلیز' مجھے واپس بھیج دو۔"

"ہم پاگل نہیں ہیں' تمہیں اور لوسی کو خاص مقصد سے یہاں لائے ہیں۔"

"کیا مقصد ہے' صاف صاف بتاؤ۔"

"ہمیں صرف اتنا معلوم ہے کہ وہ فارمولے کسی جنگلی قبیلے کی تحویل میں ہیں۔ یہاں کے سیاہ فام جنگلی سردار گوری اور چکنی عورتوں کو پسند کرتے ہیں۔ ہم تمہیں اور لوسی کو رشوت کے طور پر پیش کرنے کے لیے لائے ہیں۔"

"یہ کیا بکواس ہے۔ میں کسی کالے خوفناک نیگرو کو دیکھنا بھی پسند نہیں کرتی اور تم مجھے پیش کرنا چاہتے ہو۔ میں اسرائیلی انٹیلی جنس کی جاسوسہ ہوں کوئی بازاری مال نہیں ہوں۔"

الپا نے اس کے دماغ میں آکر کہا۔ "فلاور! اس جنگل میں چیخنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ انٹیلی جنس کے چیف نے رپورٹ دی تھی کہ تمہاری اور لوسی کی غفلت سے ایک غیر ملکی جاسوس اسرائیل سے فرار ہونے میں کامیاب ہوگیا تھا۔ وہ ہمارا ایک اہم راز چرا کر لے گیا۔ تم دونوں کو سخت سزائیں دی جانے والی تھیں۔ میں نے تمہیں ان سزاؤں سے بچا لیا تاکہ تم دونوں اس جنگل میں ہمارے کام آسکو۔"

وہ بولی۔ "مادام! یہ ظلم ہے۔ ہمیں اپنے ہی ملک میں سزا پانے دو۔"

"تمہیں سزا یہی طے پائی ہے کہ تم دونوں کو ملک بدر کرکے ایک سیاہ فام حبشی سردار کے پاس عمر قید کے لیے چھوڑ دیا جائے' یہاں تم دونوں کالے بچے پیدا کرتی رہو گی۔"

"مادام! ایسی ذلالت نہ کرو۔ کچھ تو غیرت کرو۔ ہم یہودی ہیں۔ ہمیں مار ڈالو مگر ہماری آبرو کا سودا یوں نہ کرو۔"

الپا نے کہا۔ "اسے اس پہلو سے سوچو کہ تم اپنے وطن اور یہودی قوم کے لیے آبرو قربان کر رہی ہو۔ تمہاری قربانی سے یہودی قوم کو ایسے فارمولے ملیں گے' جن کے ذریعے ہم پوری دنیا پر چھا جائیں گے۔"

پھر وہ جوڈی سے بولی۔ "کیا ہوا؟ کیا وہ چھپنے والے نظر نہیں آرہے ہیں؟"

اس وقت جوڈی کی ٹارچ کی روشنی دور کھڑی ہوئی صفورا پر گئی۔ وہ دونوں ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "گولی نہ چلانا' وہ لوگ مجھے چھوڑ کر کہیں چلے گئے ہیں۔"

جوڈی نے کہا۔ "یہ تم لوگوں کی کوئی چال ہوگی۔ تمہارے پاس کوئی ہتھیار ہو تو پھینک دو۔"

"میں بالکل نہتی ہوں۔ وہ مجھے چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ تم میرا ساتھ دو گے تو میں پاپگ مائس قبیلے تک تمہاری راہنمائی کروں گی۔"

جوڈی ذرا چپ رہا پھر الپا کی ہدایت کے مطابق بولا۔ "تمہیں مطمئن کرنا ہوگا کہ وہ تمہیں کیوں چھوڑ گئے ہیں؟"

وہ دونوں ہاتھ اٹھائے آہستہ آہستہ قریب آتے ہوئے بولی۔ "وہ مجھے قبیلے کے سردار کی داشتہ بنانا چاہتے تھے۔ تمہارے پاس دو گوری عورتیں دیکھ کر انہوں نے ارادہ بدل دیا ہے۔ وہ مجھے چھوڑ کر تمہاری عورتیں تم سے چھین کر لے جانے والے ہیں۔"

"وہ شہر سے گوری عورت لا سکتے تھے پھر تمہیں کیوں لائے؟"

"میں نے دعویٰ کیا تھا کہ میں پاپگ مائس قبیلے تک انہیں پہنچا سکتی ہوں۔ وہ مجھے موگادشو سے بیضابہ لائے۔ بیضابہ سے گھاٹ آنے کے راستے میں انہیں عبداللہ مل گیا۔ وہی عبداللہ جسے تم لوگ پاشا سمجھ رہے ہو۔ وہ اس جنگل کے اور پاپگ مائس کے بارے میں مجھ سے زیادہ جانتا ہے اس لیے انہوں نے مجھ سے پیچھا چھڑا لیا ہے۔"

اس نے پوچھا۔ "پارس اور پاشا کہاں ہیں؟"

وہ بولی۔ "اسی جنگل میں کہیں آس پاس چھپے ہوئے ہیں۔ تمہاری عورتوں کو حاصل کرنے کے بعد ہی دریا پار کریں گے۔"

وہ ایک ہاتھ میں رائفل پکڑے قریب آیا پھر اس کی تلاشی لینے لگا۔ قریب آنے پر اسے گرمی کا احساس ہوا۔ وہ کالی تھی مگر اس میں عجیب سی کشش تھی جوڈی نہیں جانتا تھا کہ یہ زہریلی کشش ہے اور اس کے بدن سے جو آنچ آرہی ہے' وہ زہر کی حرارت ہے۔

وہ تلاشی لینے کے لیے اس کے بدن کو ٹٹولتا ہوا جھکا تو صفورا نے اس کی گردن میں بانہیں ڈال دیں۔ وہ بولا۔ "سیدھی کھڑی رہو اور مجھے تلاشی لینے دو۔"

وہ بولی۔ "تلاشی کیوں لیتے ہو۔ مجھے گولی مار دو مگر ایک بار گلے سے لگا لو۔"

اس نے گردن کے گرد بانہوں کا گھیرا تنگ کر دیا۔ اچانک

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اسے یوں لگا جیسے وہ ملائم بانہیں نہیں ہیں رینگتے ہوئے دو سانپ ہیں جو گلے کا ہار بن گئے ہیں۔ چونکنے اور سنبھلنے میں دیر ہو گئی۔ جوڈی کے حلق سے چیخ نکلی۔ صفورا نے اس کی گردن کے پاس دانت گاڑ دیے تھے۔ زہر ایسا تھا جیسے بجلی کا کرنٹ لگا ہو۔ ہاتھ سے رائفل چھوٹ گئی تھی۔ اس کی چیخیں جنگل میں دور تک گونجتی جا رہی تھیں۔ وہ زمین پر گر کر تڑپ رہا تھا۔ اس کے ساتھ آنے والی مس فلاور دہشت زدہ ہو کر پیچھے جا کر ایک درخت سے لگ گئی تھی اور تھر تھر کانپ رہی تھی۔

پھر چیخیں مر گئیں۔ چیخنے والا ٹھنڈا پڑ گیا۔ صفورا نے اس کی ٹارچ اور رائفل اٹھائی پھر کہا۔ "فلاورا مجھ سے نہ ڈرو میں صرف دشمنوں کو نہیں چھوڑتی اور تم دشمن نہیں ہو۔"

الپا نے پال اور کیری بال کے پاس آ کر کہا۔ "بری خبر ہے۔ جوڈی مر چکا ہے۔"

پال نے کہا۔ "ابھی ہم نے چیخیں سنی تھیں۔ کیا وہ ہمارا جوڈی تھا؟"

"ہاں، ان کے ساتھ جو سیاہ فام لڑکی ہے، وہ زہریلی ہے۔ اس نے جوڈی کو ڈس لیا ہے۔ تم تینوں کو بہت محتاط رہنا چاہیے۔ ان میں سے کوئی بھی نظر آئے، اسے فوراً گولی مار دو۔ اس کالی لڑکی کو اپنے قریب نہ آنے دو۔ صرف باربرا کو نقصان نہ پہنچانا۔ اسے زخمی کرنا پھر میں اس سے نمٹ لوں گی۔"

وہ انہیں ہدایات دے کر برین آدم کے پاس آئی۔ اس نے پوچھا۔ "کیا خبر ہے؟"

"افسوس ناک خبر ہے۔ اس ٹیم کا لیڈر جوڈی مر چکا ہے۔ زہریلے پارس کی ٹیم میں ایک اور زہریلی لڑکی ہے۔"

وہ صفورا کے متعلق بتانے لگی کہ اس نے جوڈی کو کیسے ڈس لیا تھا۔ برین آدم نے پوچھا "کیا جوڈی اور اس کے ساتھی سے سامنا ہوتے ہی پارس اور پاشا کو زخمی نہیں کر سکتے تھے؟"

"ان کے ساتھ پارس اور پاشا نہیں ہیں۔ کہیں چھپے ہوئے ہیں۔"

"تو پھر باربرا کو گولی مار کر زخمی کر دو۔"

"باربرا بھی مشکوک ہے۔ وہ خود کو میریا کہتی ہے۔ اس کے بیان کے مطابق باربرا ان کے دماغ میں رہ کر انہیں گائیڈ کر رہی ہے۔"

"تم پال اور کیری سے کہو۔ کسی بھی طرح میریا کو زخمی کریں پھر اس کے چور خیالات پڑھ کر بہت کچھ معلوم کر لوگی۔"

وہ پال کے پاس آئی۔ جنگل میں ایک گولی چلنے کی آواز گونج رہی تھی۔ الپا نے پوچھا۔ "یہ فائر کس نے کیا تھا؟"

"مادام! کیری نے مجھ سے ذرا دور ہو کر گولی چلائی ہے تاکہ انہیں معلوم ہو کہ ہم کہاں ہیں۔ وہ ادھر آئیں گے تو ہمارا نشانہ بن جائیں گے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی کچھ فاصلے پر ٹارچ کی روشنیاں اِدھر سے اُدھر لہرانے لگیں۔ وہ دوسری پارٹی انہیں تلاش کر رہی تھی پھر کوئی بھاری سی چیز ایک درخت کے پیچھے سے آ کر یوں گری جیسے کسی نے دوڑتے ہوئے درخت کے پیچھے سے چھلانگ لگائی ہو۔ کیری نے ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کیا۔ درخت کی آڑ سے نکل کر چھلانگ لگانے والے پر گولی چلائی مگر وہ محض فریب تھا۔ ڈی کروز نے ایک بڑے سے بیگ کو درخت کے پیچھے سے پھینکا تھا جیسے ہی کیری نے آگے آ کر فائرنگ کی عبداللہ نے دوسری طرف سے اسے گولی کا نشانہ بنا دیا۔ الپا نے اس کی چیخ سنی۔ پال کے دماغ سے نکل کر اُس کے پاس گئی پھر بھٹک کر واپس آ گئی۔ اس کا دماغ موت کے اندھیرے میں گم ہو چکا تھا۔

وہ بڑے بھائی برین آدم کے پاس یہ کہنے آئی کہ پال دو عورتوں کے ساتھ رہ گیا ہے۔ وہ تنہا مقابلہ نہیں کر سکے گا۔ اس کے اِدھر آتے ہی اُدھر لوسی نے پال کے پیچھے آ کر شاٹ گن کی نال اس کی پشت سے لگا دی پھر کہا۔ "ذرا بھی حرکت نہ کرنا ورنہ گولی سے اڑا دوں گی۔"

وہ پریشان ہو کر بولا۔ "یہ کیا حماقت ہے کیا تم دشمنوں کی ہمدردی حاصل کرنے کے لیے ایسا کر رہی ہو؟"

"نہیں، میں نے کل رات تمہیں جوڈی سے باتیں کرتے سن لیا تھا۔ تم لوگ مجھے اور فلاور کو اس جنگلی قبیلے کے سردار کی خدمت میں رشوت کے طور پر پیش کرنے والے ہو۔"

"تم مجھے غلط سمجھ رہی ہو۔ جوڈی ایسا کہہ رہا تھا۔ میں تو تمہاری عزت کرتا ہوں۔ تم سے محبت......"

وہ بات ادھوری چھوڑ کر لوسی کو غافل سمجھ کر چھلانگ لگاتا ہوا قریبی درخت کے پیچھے جانا چاہتا تھا۔ جاتے جاتے اس نے پلٹ کر فائر کیا۔ اسی لمحے میں لوسی کی شاٹ گن سے بھی گولی چل گئی پھر نتیجہ وہی ہوا جو ایک دوسرے پر فائر کرنے سے ہوتا ہے۔ اُس کی گولی اُسے اور اس کی گولی اُسے لگی۔ ایک لڑکھڑاتی ہوئی کانٹے دار جھاڑیوں میں گری۔ دوسرا درخت سے ٹکرا کر ایک پتھر پر گرا۔ وہاں سے گھاس پر آیا پھر نشیبی زمین پر سے لڑھکتا ہوا دریا کے پانی میں جا کر ڈوب گیا پھر جب دوسری بار ابھرا تو منہ زور لہریں اس کے بے جان جسم کو بہا کر لے جا رہی تھیں۔

****

ثانی نے خیال خوانی کے ذریعہ علی سے رابطہ کیا۔ اس نے پوچھا۔ "میری جان! کیا بات ہے؟"

"مجھے جان نہ کہو میں غصے میں ہوں۔"

وہ مسکرا کر بولا۔ "تمہاری سب سے بڑی خوبی یہی ہے کہ تمہیں کبھی غصہ نہیں آتا۔ کیا پارس کے پاس گئی تھیں؟"

"ہاں۔ ایسی بکواس کرتا ہے کہ سامنے ہو تو منہ نوچ لوں۔"

"آخر وہ کیا کہہ رہا تھا؟"

"تم جانتے ہو، وہ آج کل باربرا کے ساتھ ہے اور باربرا خود کو وہی نہیں سمجھتی ہے۔ پارس کہہ رہا تھا آج کل وہ نیک اور شریف ہو گیا ہے۔ باربرا کے ساتھ صراطِ مستقیم پر چل رہا ہے۔"

"یہ تو اچھی بات ہے۔ کمبخت کو ایسی ہی لڑکیاں ملنی چاہئیں۔"

"تم آگے تو سنو، وہ کیا کہتا ہے۔"

"ہاں بولو؟ کیا کہتا ہے؟"

"اس کا خیال ہے کہ وہ باربرا کی وجہ سے نیک اور پارسا بن گیا ہے اور یہ کہتا ہے کہ میں بھی اُسی کی طرح لڑکی ہو کر بھی لڑکی نہیں ہوں اس لیے تم مجبوراً پارسا بنے رہتے ہو۔"

"بھئی اسے بولنے دو۔ کیا فرق پڑتا ہے۔"

"واہ فرق کیوں نہیں پڑتا؟ کیا میں ایک مکمل لڑکی نہیں ہوں؟"

"یقیناً ہو۔ اس کے بکواس کرنے سے نامکمل تو نہیں ہو جاؤ گی۔"

"میں کچھ نہیں جانتی۔ تم اسے ڈانٹتے کیوں نہیں ہو؟"

"وہ کیلے کا چھلکا ہے۔ اس پر سے ساری ڈانٹ پھٹکار پھسل جاتی ہے۔"

"اس کا مطلب یہ تو نہیں ہے کہ اسے بے لگام چھوڑ دیا جائے؟"

"بھئی اس کے منہ میں لگام ڈالنے کا کام بزرگوں کا ہے اور آج تک یہ فیصلہ نہ ہو سکا کہ ہم دونوں میں سے کون بزرگ ہے۔ پتا چل جائے کہ میں بڑا بھائی ہوں تو اس کے کان پکڑ کر پٹائی کروں گا۔"

"میں کوئی ننھی بچی تو نہیں ہوں کہ تم ایسی پھسلانے والی باتیں کر رہے ہو؟"

"اور کیا کروں؟ اچھا تم ہی بتاؤ، اس سلسلے میں کیا چاہتی ہو؟"

"میں اُس شریر کو منہ توڑ جواب دینا چاہتی ہوں۔"

"اچھی بات ہے۔ ہم اس کے خلاف کوئی ایسی کارروائی کریں گے، جس کے نتیجے میں وہ تلملاتا رہے اور ہمارے خلاف کوئی جوابی کارروائی نہ کر سکے۔"

"ہاں، یہی میں چاہتی ہوں۔ بولو اسے کس طرح تگنی کا ناچ نچانا چاہیے؟"

"ذرا صبر کرو۔ اسے وہ فارمولے لے کر واپس آنے دو۔"

"چلو ٹھیک ہے، تب تک میں کوئی ایسی تدبیر کروں گی کہ وہ میرے سامنے ناچ ناچ کر توبہ کرتا رہے گا۔"

"اچھا، اب گھڑی دیکھو۔ پانچ بجنے والے ہیں۔ ملٹری ائرپورٹ چلی آؤ۔"

"ہاں، ڈیڈی آنے والے ہیں۔ انہوں نے کہا تھا کہ جوجو بھی آ رہی ہے۔ میں ابھی آتی ہوں۔"

اس نے رابطہ ختم کیا پھر لباس بدل کر ایک فوجی جیپ میں بیٹھ کر ملٹری ائرپورٹ کی طرف جانے لگی۔ سلمان اور سلطانہ بابا صاحب کے ادارے سے آ رہے تھے۔ جوجو نے پچھلی رات سلمان سے کہہ دیا تھا کہ وہ بھی اپنے ماتحت طاہر شامی کے ساتھ پیرس جائے گی۔ وہ میری بہو تھی۔ اسے ہر طرح کی آزادی تھی۔ وہ ادارے سے باہر کسی وقت بھی جا سکتی تھی اور کسی وقت بھی آ سکتی تھی۔ اسے کوئی روکتا ٹوکتا نہیں تھا۔

اس وقت یہ آزادی ہماری لاعلمی میں مہنگی پڑ رہی تھی۔ وہ الپا کی معمولہ اور تابعدار بن کر اُس کے احکامات کے مطابق بلیک آدم کے ساتھ پیرس پہنچ رہی تھی۔ اس سے پہلے الپا نے سپر ماسٹر کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ٹیری ہارٹ کو پیرس کے ایک سیناگوگ میں ربّی داؤد کے پاس پہنچا دیا تھا۔

بڑے بھائی برین آدم نے ٹیری ہارٹ کو وہاں شام تک چھوڑنا مناسب نہیں سمجھا۔ اس نے ایک خصوصی طیارے کا انتظام کیا پھر ٹیری کو اپنے پاس تل ابیب بلا لیا۔ اب اسے جوجو کا انتظار تھا چونکہ جوجو کو فرانس کی پولیس اور آرمی کے تمام افسران جانتے تھے اس لیے اسے فوراً ہی پیرس سے بلایا نہیں جا سکتا تھا۔ یہ طے پایا کہ پہلے وہ سیناگوگ جائے گی۔ وہاں ربّی داؤد اس کا میک اپ اور گٹ اپ تبدیل کرانے کے انتظامات کر چکا تھا تاکہ خصوصی طیارے میں جاتے وقت اسے کوئی پہچان نہ سکے۔

بابا صاحب کے ادارے سے روانہ ہوتے وقت کسی نے جوجو اور طاہر شامی پر کسی قسم کا شبہ نہیں کیا۔ الپا مطمئن تھی لیکن ہیلی کاپٹر جب پیرس پہنچا تو ملٹری ائرپورٹ پر ثانی اور علی کو دیکھ کر پریشان ہو گئی۔ ثانی اپنے باپ سلمان اور ماں سلطانہ سے گلے ملنے کے بعد جوجو کے پاس آئی۔ اس سے مصافحہ کرتی ہوئے بولی۔ "ہائے جوجو! بہت عرصہ بعد ملاقات ہو رہی ہے۔ کہو پیرس کیسے آنا ہوا؟"

"بس یونہی ذرا تفریح کے لیے آئی ہوں۔ یہ مسٹر طاہر شامی ہیں۔ تم اور علی شاید نہیں جانتے، یہ چار برس تک تل ابیب میں ہمارے جاسوس بن کر رہے۔ علی نے وہاں فنگر پرنٹس والی غلطی کی تو طاہر شامی کے لیے خطرات پیدا ہو گئے۔ ان کے فنگر پرنٹس کی بھی چیکنگ ہونے والی تھی۔ یہ اس سے پہلے ہی یہاں چلے آئے۔"

علی نے کہا۔ "تم غلط کہہ رہی ہو۔ میں نے غلطی نہیں کی تھی۔ مریتا نے ان یہودیوں کو انگلیوں کے نشانات کے سلسلے میں بھڑکایا تھا اور تمہیں یہ سن کر خوشی ہوگی کہ میں مسٹر طاہر شامی سے تل ابیب میں مل چکا ہوں۔"

اس نے بلیک آدم سے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے پوچھا۔ "کیوں مسٹر شامی؟"

وہ مصافحہ کرتے ہوئے بولا۔ "جی، جی ہاں آج پیرس میں آپ سے دوبارہ مل کر خوشی ہو رہی ہے۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

علی نے کہا۔ "دوبارہ نہیں چوبارہ کہو۔ تل ابیب میں تین بار تمہاری ملاقات ہوئی۔ آج یہ چوتھی بار ہو رہی ہے۔ کیا تمہاری یادداشت کمزور ہو گئی ہے؟"

"یادداشت کمزور نہیں ہے۔ ہاں حساب میں کمزور ہوں۔"

الپا نے جوجو کے اندر چپکے سے کہا۔ "طاہر شامی کو یہاں سے آگے بڑھاؤ' علی اس کا محاسبہ کر رہا ہے۔ طاہر شامی سے کوئی غلطی ہو جائے گی۔ فوراً یہاں سے نکلو۔"

جوجو نے کہا۔ "علی' تل ابیب کی باتیں جانے دو۔ میں یہاں صرف تفریح کی غرض سے آئی ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ گیٹ پر ادارے کی گاڑی ہے تم انکل سلمان کے ساتھ چلی جاؤ۔"

جوجو نے گھور کر پوچھا۔ "تم مجھے انکل کے ساتھ جانے کو کیوں کہہ رہے ہو۔ کیا تم میرے سرپرست ہو؟"

ثانی نے کہا۔ "پلیز جوجو! برا نہ مانو۔ یہ پاپا کا حکم ہے کہ موجودہ حالات میں ہم سب کو محتاط رہنا اور ایک دوسرے کی حفاظت کرنا چاہیے۔"

"ثانی! فار یور انفارمیشن! پاپا نے درجنوں بار دیکھا ہے کہ میں اپنی حفاظت آپ کر سکتی ہوں پھر میرا باڈی گارڈ طاہر شامی میرے ساتھ ہے۔ تم دونوں کا شکریہ۔ میری فکر نہ کرو۔"

اس نے طاہر شامی کو حکم دیا۔ "کم آن شامی!" پھر پلٹ کر جانے لگی۔ بلیک آدم اس کے پیچھے جانے لگا۔ سلمان نے ثانی اور علی سے کہا۔ "اس کی بات کا برا نہ مانو۔ میں اس پر نظر رکھوں گا۔"

وہ سب فوجی گاڑی میں بیٹھ گئے۔ علی نے کہا۔ "انکل! ٹیلی پیتھی کے ذریعہ فوراً سیکیورٹی افسر سے کہیں کہ جوجو کو گیٹ سے باہر جانے کی اجازت دینے میں ذرا تاخیر کرے اور آپ سے رابطے کے بعد پھر وہ افسر کسی کو اپنے دماغ میں آنے نہ دے۔"

ثانی نے کہا۔ "میں سیکیورٹی افسر سے رابطہ کر رہی ہوں۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ علی نے ڈرائیور سے کہا۔ "میجر کا بنگلا یہاں سے قریب ہے۔ فوراً وہاں چلو۔"

وہ اس بنگلے میں آئے۔ وہاں میجر سے اجازت لے کر علی اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ ثانی اس کے برابر آ گئی۔ وہ سلمان اور سلطانہ سے رخصت ہو کر اُس گیٹ کی طرف آئے۔ کار کے شیشے کلرڈ تھے۔ گیٹ پر رکے ہوئے جوجو اور بلیک آدم انہیں نہ دیکھ سکے۔ ثانی نے گیٹ پار کرتے ہوئے سیکیورٹی افسر کو دماغ میں آنے کا سگنل دیا پھر بولی۔ "جوجو کو جانے دو۔"

افسر نے جوجو سے کہا۔ "میڈم! ہم جانتے ہیں کہ آپ کو ادارے کے اندر جانے اور باہر آنے سے کوئی نہیں روکتا ہے لیکن یہ آرمی کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ باہر جانے کے لیے گیٹ پاس ضروری ہے چونکہ میں آپ کو ذاتی طور پر جانتا ہوں۔ اس لیے گیٹ پاس کے بغیر جانے کی اجازت دے رہا ہوں۔ آپ جا سکتی ہیں۔"

اس کے لیے گیٹ کھول دیا گیا۔ بلیک آدم ادارے کی کار میں اسٹیئرنگ سیٹ پر آ گیا۔ جوجو اُس کے برابر بیٹھ گئی پھر وہ گاڑی آگے بڑھ گئی۔ الپا نے کہا۔ "جوجو! دائیں بائیں اور پیچھے دیکھتی رہو۔ تم نے علی سے سخت لہجے میں گفتگو کی ہے۔ وہ کسی طرح کا شبہ کر سکتا ہے۔"

جوجو محتاط نظروں سے دیکھنے لگی۔ اسے میجر کی وہ کار نظر آ رہی تھی جو ان سے پہلے گیٹ سے گزر کر گئی تھی لیکن جلد ہی ٹریفک کے ہجوم میں وہ کار گم ہو گئی۔ اس کے بعد وہ نظر نہیں آئی۔ الپا نے کہا۔ "شکر ہے۔ ہمارا شبہ غلط تھا۔ کوئی تعاقب نہیں کر رہا ہے۔"

علی نے ٹریفک کے ہجوم میں پہنچتے ہی کار ایک طرف روک دی تھی پھر ثانی کے ساتھ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر ڈرائیور کو دو سو ڈالر دیتے ہوئے کہا۔ "آگے جانے والی سرخ رنگ کی اسپورٹس کار جس کا نمبر پی ایس ون ون زیرو فائیو ٹو ہے' بہت زیادہ فاصلہ رکھ کر اس کا پیچھا کرو۔"

ٹیکسی سرخ رنگ کی کار کے تعاقب میں چل پڑی۔ علی نادان نہیں تھا۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ جوجو کے ساتھ کوئی گڑبڑ ہو رہی ہے تو گڑبڑ کرنے والے تعاقب کرنے والوں پر نظر رکھیں گے۔ اس نے ثانی کے کان میں کہا۔ "سگنل پر گاڑیاں رکیں تو کسی قریبی کار والے کو ٹریپ کرو۔"

اس نے یہی کیا۔ ایک سگنل پر بے شمار گاڑیاں آگے پیچھے دائیں بائیں کھڑی ہو گئیں۔ ثانی نے ایک کار والے سے پوچھا۔ "ہیلو' مجھے لفٹ مل سکتی ہے؟"

کار والا منچلا تھا۔ اس نے کہا۔ "اکیلی ہوتیں تو ضرور لفٹ دیتا۔"

ثانی نے اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ علی کے ساتھ آ کر کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ علی نے ٹیکسی ڈرائیور سے کہا۔ "اب ہمارے پیچھے نہ آنا۔ دو سو ڈالر میں عیش کرو۔"

سگنل ملتے ہی پھر گاڑیاں آگے بڑھ گئیں۔ ثانی نے کار والے کے دماغ پر قبضہ جمایا ہوا تھا۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق ڈرائیو کر رہا تھا۔ جھیل کے کنارے پارس' علی' ثانی اور جوجو کے لیے الگ الگ کاٹیج مخصوص تھے۔ جوجو کو اپنے کاٹیج کی طرف جانا چاہیے تھا لیکن اس کی کار دوسرے راستوں پر جا رہی تھی پھر وہ کار ایک بہت بڑے سینا گوگ کے بڑے سے احاطے کے اندر چلی گئی۔ ثانی نے اس سے کچھ فاصلے پر کار رکوا دی۔ اتر کر کار والے سے بولی۔ "تم نے میرے بوائے فرینڈ کے ساتھ لفٹ دی۔ شکریہ۔"

وہ حیرانی اور پریشانی سے بولا۔ "میں ادھر کیسے چلا آیا!"

"یہ تمہاری لفٹ دینے کی بری عادت کا نتیجہ ہے۔ سوچتے رہو۔ بائی بائی۔"

ثانی نے خیال خوانی کے ذریعے اسے واپس جانے پر مجبور کیا پھر وہ دونوں سینا گوگ کے قریب آ کر ایک دیوار کی آڑ سے دیکھنے لگے۔ جوجو کی کار سینا گوگ کے بڑے سے دروازے کے سامنے کھڑی ہوئی تھی۔ ایک شخص اس کار میں آ کر بیٹھ گیا پھر اسے ڈرائیو کرتے ہوئے سینا گوگ کے احاطے سے باہر دور کہیں لے جانے لگا۔ اس کار میں جوجو اور بلیک آدم نہیں تھے۔

ثانی نے کہا۔ "یہ کار ادارے سے جوجو کے لیے بھیجی گئی تھی۔ اس لیے اسے یہاں سے دور کہیں پہنچایا جا رہا ہے تاکہ یہودیوں کے اس اڈے پر کسی کو شبہ نہ ہو۔"

علی نے کہا۔ "میں پچھلے حصے کی طرف جا رہا ہوں۔ جدھر سے آسانی ہو گی' ادھر سے اندر جاؤں گا۔ تم میرے دماغ میں رہو گی۔ میں راستہ صاف کرتا جاؤں گا۔ تم پیچھے آتی رہنا۔"

وہ پلٹ کر ایک طرف چلا گیا۔ سینا گوگ کے بڑے ہال میں ربّی داؤد نے بڑی گرم جوشی سے جوجو کا استقبال کیا۔ اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر مختصر سی دعا دی پھر کہا۔ "آؤ میری بچی! قسمت تم پر مہربان ہو رہی ہے۔ تمہارے لیے نئی زندگی کے دروازے کھل رہے ہیں۔"

وہ اس کا ہاتھ تھام کر آہستہ آہستہ چلتا ہوا ایک دروازے پر آیا پھر اسے کھلوایا۔ دوسری طرف ایک کاریڈور تھا۔ اس کے اطراف کئی کمرے تھے۔ ربّی داؤد نے ایک کمرے کا دروازہ کھولا پھر جوجو کے ساتھ کمرے میں آیا۔ بلیک آدم ان کے پیچھے چل رہا تھا۔

وہ تینوں اس کمرے کے اسٹور روم میں آئے۔ اسٹور روم کے دوسری طرف ایک اور دروازہ تھا۔ اسے کھولنے سے جوجو کو پتا چلا کہ سیڑھیاں نیچے کی طرف گئی ہیں۔ یقیناً وہاں تہ خانہ تھا۔ وہ پلٹ کر بولی۔ "شامی! ہم کہاں جا رہے ہیں؟"

الپا نے اس کی سوچ میں کہا۔ "مجھے کوئی سوال نہیں کرنا چاہیے۔ شامی میرا محافظ ہے۔ مجھے اس پر بھروسا کرنا چاہیے۔"

وہ ربّی کے پیچھے سیڑھیاں اترتی ہوئی تہ خانے میں آ گئی۔ وہاں ایک بوڑھا میک اَپ مین اور دو عورتیں تھیں۔ بلیک آدم نے کہا۔ "جوجو! باہر ہمارے لیے خطرہ ہے۔ یہاں کرسی پر بیٹھ جاؤ۔ تمہارے چہرے پر عارضی میک اَپ کیا جائے گا میں بھی اپنی صورت بدل رہا ہوں پھر دشمن ہمیں نہیں پہچان سکیں گے۔"

جوجو نے دیکھا۔ طاہر شامی دوسری کرسی پر بیٹھ گیا تھا اور خود کو آئینے میں دیکھ کر اپنی مونچھیں اور سر سے وگ اتار رہا تھا۔ چھ عدد آدم برادرز میں چوتھے برادر کا نام راکٹ آدم تھا۔ وہ کمال کا سائنس داں تھا۔ اس نے پلاسٹک اور انسانی کھال کے ریشوں سے ایسا ماسک بنا کر بلیک آدم کے چہرے پر چڑھایا تھا کہ اینٹی میک اَپ کیمرے بھی اس ماسک کے پیچھے اصلی چہرے کو نہیں دکھا سکتے تھے۔

بلیک آدم نے طاہر شامی کے اس ماسک کو چہرے پر سے اتارا تو جوجو نے حیران ہو کر پوچھا۔ "تم کون ہو؟"

وہ بولا۔ "میں تمہارا برادر ہوں۔ میرے اور تمہارے اور بھی بھائی ہیں۔ ہم بھائیوں نے قسم کھائی ہے کہ دنیا کی ہر جوان لڑکی کو اپنی بہن بنائیں گے۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"اس سے تمہاری نیکی اور شرافت ظاہر ہوتی ہے لیکن تم لوگوں نے ایسی قسم کیوں کھائی ہے؟"

"عورت کو بہن بنا لینے سے مرد تریا چلتر یعنی عورتوں کی مکاریوں سے اور ان کے حسن و شباب کی خواہش کرنے سے باز رہتا ہے اس طرح عورتوں کے ذریعے پیدا ہونے والی تمام تر بدمعاشیوں اور مصیبتوں سے آپ ہی آپ بچتا چلا جاتا ہے۔"

"تم لوگوں کے سوچنے کا انداز کچھ عجیب سا ہے مگر جو کچھ کہہ رہے ہو اس سے دانائی جھلک رہی ہے۔ کیا واقعی سب ہی کو بہن کہتے رہو گے۔ کسی ایک سے بھی شادی نہیں کرو گے؟"

"ہم کبھی شادی اور ازدواجی زندگی کے متعلق سوچتے ہی نہیں ہیں۔"

"فرض کرو کبھی شادی کا جذبہ پیدا ہوا تو؟"

"تو شادی کرنے والے کو دوسرے بھائی گولی مار دیں گے۔"

الپا نے آکر کہا۔ "برادر! میں بڑے بھائی کے پاس گئی تھی۔ اس کی ہدایت ہے کہ تم فوراً یہاں سے نکلو۔ صومالیہ میں تمہاری بہت ضرورت ہے۔"

"کیا جوجو کو چھوڑ دوں؟"

"جوجو اب خطرے سے باہر ہے۔ میں اس کی نگرانی کر رہی ہوں۔ تہ خانے میں کوئی نہیں آ سکے گا۔ بڑے بھائی نے جو ٹیم صومالیہ بھیجی ہے اس میں تمہارے جیسا شہ زور اور سوچ سمجھ کر چالیں چلنے والا کوئی نہیں ہے۔ تمہیں آج رات تک وہاں پہنچ جانا چاہیے۔ سینا گوچ کے باہر ایک گاڑی تیار ہے' فوراً روانہ ہو جاؤ۔"

وہ اٹھ گیا۔ جوجو کے سر پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "سسٹر! ایک ضروری کام سے جا رہا ہوں۔ بہت جلد تمہارے پاس پھر آؤں گا۔"

وہ تہ خانے سے جانے لگا۔ ثانی سینا گوچ کے باہر اسی دیوار کی آڑ میں تھی۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے علی سے کہا۔ "ابھی سینا گوچ کے احاطے میں ایک گاڑی آ کر رکی ہے۔ گاڑی چلانے والا اسٹیئرنگ سیٹ پر یوں بیٹھا ہے جیسے کسی کا انتظار ہو۔ اس گاڑی میں جوجو آکر بیٹھ سکتی ہے۔ تم کہاں ہو؟"

"میں سینا گوچ کے بڑے ہال میں پہنچ گیا ہوں۔ راستہ روکنے والے دو گارڈز کو بے ہوش کر چکا ہوں۔ خیال تھا کہ اندر خاصی رکاوٹیں ہوں گی لیکن ہال بالکل خالی ہے۔ کوئی نظر نہیں آ رہا ہے۔"

اسی وقت ایک دروازہ کھلا۔ وہاں سے بلیک آدم نمودار ہوا۔ وہ دروازہ بند کرنے کے بعد ہال سے گزرتا ہوا باہر جا رہا تھا۔ علی اسے چھپ کر دیکھ رہا تھا لیکن پہچان نہیں رہا تھا کیوں کہ اب وہ طاہر شاہی نہیں تھا۔

ثانی نے کہا۔ "یہ ہال سے گزرنے والا اجنبی شاید اس گاڑی میں جائے گا۔ یہ کون ہو سکتا ہے؟"

علی نے کہا۔ "میری چھٹی حس کہہ رہی ہے کہ یہ اجنبی خطرناک ہے اور کچھ شناسا سا ہے۔"

بلیک آدم ہال سے باہر جا چکا تھا۔ ثانی نے کہا۔ "وہ گاڑی میں بیٹھ کر جا رہا ہے۔ اسے گولی مارو۔ جوجو کی فکر کرو۔"

گاڑی احاطے کے اندر سے چلتی ہوئی گیٹ کی طرف آئی پھر جانے لگی۔ اسی وقت علی نے چونک کر کہا۔ "ثانی! یاد آگیا۔ مجھے اجنبی کے چلنے کا انداز شبہ میں مبتلا کر رہا تھا۔ طاہر شاہی ائرپورٹ پر جوجو کے ساتھ جا رہا تھا اس کی چال بالکل ایسی ہی تھی۔"

ثانی نے کہا۔ "اب ایسی ہو یا ویسی' گاڑی دور جا کر نظروں سے اوجھل ہو چکی ہے۔ ہم اس کے پیچھے نہیں جا سکیں گے۔ میں اندر آ رہی ہوں۔"

وہ احاطے میں آئی پھر دوڑتی ہوئی ہال کے اندر پہنچ گئی۔ اس سے بولی۔ "جس دروازے سے وہ اجنبی نکلا تھا' ادھر چلو۔"

علی اس کے ساتھ اسی دروازے پر آیا۔ اسے کھول کر دونوں کاریڈور میں آئے۔ کاریڈور کے دونوں طرف کئی کمرے تھے۔ سب کے دروازے بند تھے۔ علی نے کہا۔ "ایک ایک دروازہ کھول کر دیکھنا ہو گا۔"

کسی دروازے کو کھولنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ ربی داؤد کی شامت آئی تھی۔ اس نے سوچا تہ خانے میں جوجو کا میک اپ ہو رہا ہے۔ ادھر کوئی نہیں آئے گا۔ مجھے باہر دوسرے مذہبی فرائض بھی ادا کرنے ہیں۔ یہ سوچ کر وہ تہ خانے سے باہر اسٹور روم میں آیا۔ وہاں سے نکل کر کمرے میں پہنچا پھر کمرے کا دروازہ کھولتے ہی ثانی اور علی کاریڈور میں نظر آئے۔ وہ ذرا سا گھبرایا پھر سنبھل کر بولا۔ "میرے بچو! تم کون ہو؟ یہاں کیوں بھٹک رہے ہو؟"

ثانی نے اس کے لہجے کو گرفت میں لے کر دماغ میں پہنچنا چاہا' اس نے سانس روک لی۔ وہ بولی۔ "علی! یہ میرا راستہ روک رہا ہے۔"

وہ بھاگنا چاہتا تھا۔ علی نے اس کی گردن دبوچ لی۔ گردن جیسے آہنی شکنجے میں جکڑ گئی تھی۔ وہ سانس نہ روک سکا۔ ثانی نے اس کے چور خیالات پڑھ کر کہا۔ "اس کمرے کے اسٹور روم سے ایک سیڑھی تہ خانے میں جاتی ہے۔ اس تہ خانے میں جوجو کا میک اپ ہو رہا ہے۔ وہاں ایک میک اپ مین اور دو عورتیں ہیں۔ میک اپ مین کے میک اپ بکس میں ایک ریوالور رکھا ہوا ہے اور ایک ریوالور اس ربی کے لبادے میں ہے۔ یہ اسے نکالنا چاہتا تھا' میں اسے روک رہی ہوں۔"

علی نے اس کے لبادے کے اندر سے ریوالور نکال لیا پھر بولا۔ "سلامتی چاہتے ہو تو بالکل خاموشی سے چلو۔ ویسے میں بھول گیا تھا' تم تو اپنے اختیار میں نہیں ہو۔"

وہ اسے لے کر تہ خانے کی طرف جانے لگے۔ اب کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ وہاں کا سب سے بڑا شہ زور بلیک آدم جو گردن توڑ پہلوان تھا' اس سے ٹکراؤ نہ ہو سکا۔ یہ بھی مقدر کا کھیل ہے۔ وہ خطرناک شخص صومالیہ کے جنگل میں پارس سے ٹکرانے گیا تھا۔ ادھر علی اور ثانی کے لیے میدان صاف تھا۔

لیکن جو سوچو' وہ ہوتا نہیں ہے۔ منزل آسان نظر آتی ہے لیکن وہاں تک پہنچنا ناممکن سا ہو جاتا ہے۔ علی نے اپنی دانست میں ہوشیاری دکھائی۔ تہ خانے میں پہنچتے ہی للکار کر کہا۔ "خبردار! اپنی جگہ سے کوئی حرکت نہ کرے۔ ورنہ جان سے جائے گا۔"

دونوں عورتوں نے اپنے ہاتھ اٹھا لیے لیکن میک اپ مین تیزی سے بکس کی طرف پلٹا' کھلے ہوئے بکس میں ریوالور رکھا ہوا تھا اسے اٹھانے میں بھی اس نے پھرتی دکھائی لیکن علی نے اسے واپس پلٹنے سے پہلے ہی گولی مار دی۔ وہ چیخ مار کر فرش پر گرا ریوالور ہاتھ سے چھوٹ کر جوجو کے قدموں میں آگیا۔ جوجو نے اسے اٹھا کر علی کو نشانے پر رکھتے ہوئے کہا۔ "واپس جاؤ۔ ثانی کو یہاں سے لے جاؤ۔ ورنہ۔۔۔۔"

ثانی بات کاٹ کر بولی۔ "جوجو! ہم سمجھ رہے ہیں۔ تمہارے دماغ پر الپا نے قبضہ جمایا ہوا ہے۔ ہم الپا کو سمجھاتے ہیں۔ وہ جوجو کو یہاں سے اغوا کرنے کی حماقت نہ کرے۔"

علی نے کہا۔ "یہ پارس کی جان اور پاپا کی لاڈلی ہے۔ اسے کچھ ہوا تو تمام اسرائیلی اکابرین کتوں کی موت مرنے لگیں گے۔ دنیا کی کوئی انسانی طاقت انہیں نہیں بچا سکے گی۔"

جوجو نے کہا۔ "میں تمہارے سامنے کھڑی ہوں۔ تم لوگ کس الپا کی باتیں کر رہے ہو؟ میں آخری بار پوچھتی ہوں' یہاں سے جاؤ گے یا نہیں؟"

"جوجو! ہمیں گولی مارنے کی دھمکی نہ دو۔ گولی اس ربی کو لگے گی۔ ہمیں بچنا آتا ہے۔"

جوجو نے ریوالور کی نال کو اپنی کنپٹی سے لگا کر کہا۔ "اب کیسے بچو گے؟ اور مجھے کیسے بچاؤ گے۔ ایک قدم بھی آگے بڑھاؤ گے تو ٹریگر دبا دوں گی۔"

علی اور ثانی پر سکتہ سا چھا گیا۔ اس کے تیور بتا رہے تھے کہ وہ کسی بھی لمحے میں ٹریگر دبا دے گی۔ علی نے کہا۔ "میں وعدہ کرتا ہوں' اپنی جگہ سے ایک انچ بھی آگے نہیں بڑھوں گا مگر جوجو! تمہیں خدا کا واسطہ ہے۔ ریوالور ہٹا لو۔"

"تم دونوں واپس جاؤ گے تو اسے ہٹا لوں گی۔"

ثانی نے کہا۔ "میں الپا سے کہتی ہوں۔ وہ اپنی بڑی سے بڑی شرط منوا لے۔ ہم اپنی جوجو کی رہائی کے لیے۔۔۔۔"

جوجو نے چیخ کر کہا۔ "بکواس مت کرو۔ میں کسی الپا کو نہیں جانتی ہوں۔ میں دس تک گنتی شروع کرتی ہوں۔ اگر دس کہنے تک تم دونوں اس تہ خانے سے اور سینا گوچ سے باہر نہ گئے تو گیارہ تک کہوں گی۔ ٹریگر دبا دوں گی۔ لو شروع کرتی ہوں۔ یہاں سے جاؤ یا پھر مجھے مرتے ہوئے دیکھو۔ ایک۔۔۔۔"

ثانی اور علی نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ دونوں کی نظروں میں ایک ہی سوال تھا' اسے ہلاکت سے کیسے بچایا جائے۔ الپا نے اس کے دماغ پر قبضہ جما رکھا تھا۔ ہم میں سے کوئی اسے اپنے قابو میں نہیں لا سکتا تھا۔

وہ بولی۔ "جاؤ۔ چلے جاؤ۔ دو۔۔۔۔"

اگر مجھے وہاں بلایا جاتا اور میں سمجھاتا تب بھی وہ خودکشی سے باز نہ آتی کیوں کہ وہ اپنے اختیار میں نہیں تھی۔

اس نے کہا۔ "فرہاد علی تیمور اور اس کی پوری فیملی کی ذہانتوں کو آزما لو۔ میں پھر بھی باز نہیں آؤں گی۔ میری زندگی کی ایک ہی صورت ہے۔ جاؤ۔ جاؤ۔ تین۔۔۔"

پارس بھی وہاں آ جاتا تو بچپن سے اب تک کی محبتوں کا واسطہ دے کر بھی اسے اس کے ارادے سے باز نہیں رکھ سکتا تھا۔

وہ غرا کر بولی۔ "چار۔۔۔"

جناب علی اسد اللہ تبریزی اور آمنہ فرہاد کی روحانی ٹیلی پیتھی جوجو کو نئی زندگی دے سکتی تھی۔ وہ روحانی قوتوں سے الپا کو اس کے دماغ سے بھاگنے پر مجبور کر سکتے تھے۔

اس نے کہا۔ "آدھی گنتی ہو چکی ہے۔ پانچ۔۔۔"

ثانی نے جناب علی اسد اللہ تبریزی کو مخاطب کیا۔ انہوں نے سانس روک لی۔

اس نے واپس آکر جوجو کی انگلی کو ٹریگر پر دیکھا۔ وہ بولی۔ "چھ۔۔۔"

اُس نے پھر خیال خوانی کی پرواز کی۔ روحانی ٹیلی پیتھی کی مدد حاصل کرنے کے لیے آمنہ فرہاد کے پاس آئی۔ آمنہ نے بھی سانس روک لی۔

یہ کیسا بھید تھا؟ کیوں روحانی مدد حاصل نہیں ہو رہی تھی؟

جوجو نے کہا۔ "میں جانے والی ہوں۔ سات۔۔۔"

ثانی نے پھر ایک بار جناب علی اسد اللہ تبریزی کے پاس جا کر کہا۔ "حضور! مدد' مدد۔۔۔"

انہوں نے فرمایا۔ "اپنی مدد آپ ذہانت' ذہانت اور صرف ذہانت۔۔۔"

انہوں نے سانس روک لی۔ جوجو نے کہا۔ "آٹھ۔۔۔"

جناب تبریزی صاحب نے صرف اشارہ دیا تھا اور ثانی کا ذہن روشن ہو گیا تھا۔

قارئین کرام! جناب تبریزی صاحب نے صرف ثانی کو نہیں آپ کو بھی ذہانت کا اشارہ دیا ہے۔ میری داستان ابتدا سے اب تک ذہانت کی بازیوں سے بھری پڑی ہے۔

ثانی صرف ایک سیکنڈ میں جوجو کو بچائے گی کسی بے تکے انداز سے نہیں' ذہانت سے بچائے گی۔ مگر کیسے؟

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

یہ جاننا ضروری ہے کہ ذہانت کیا ہے؟ اور اسے کیسے آزمایا جاتا ہے؟

آسان سے آسان اور مشکل سے مشکل معاملات کو سمجھنے کے عمل کا نام ذہانت ہے۔ سمجھنے کے عمل کی زیادہ اہمیت ہے کیونکہ مشکل حالات میں یا شدید پریشانیوں میں گھبرا جانے سے ذہانت کمزور ہو جاتی ہے۔ عقل کام نہیں کرتی۔ ذہانت کی آزمائش ایسے ہی وقت ہوتی ہے جب ہم غصے یا پریشانی میں مبتلا رہتے ہیں۔ عام نارمل حالت میں آدمی پُرسکون رہ کر ذہانت سے بڑے کارنامے انجام دے سکتا ہے لیکن کوئی پریشان کن مرحلہ ہو تو بدحواس ہو جاتا ہے۔

ایسی ہی بدحواسی انسان کو چیلنج کرتی ہے کہ وہ ایسے لمحات میں پُرسکون رہ کر عقل کو استعمال کرے اگر اس نے استعمال کر لیا تو وہی اس کی ذہانت ہوگی۔

ثانی بھی تھوڑی دیر کے لیے بدحواس ہو گئی تھی۔ جوجو کو خودکشی سے باز رکھنا ناممکن نظر آ رہا تھا۔ الپا نے اس کے دماغ کو لاک کر رکھا تھا۔ ہم میں سے کوئی جوجو کے اندر جا کر اس کے ہاتھ سے ریوالور نہیں گرا سکتا تھا۔ ایسے میں عقل کام نہیں کرتی کہ دشمن کی کسی کمزوری کو ٹٹولا جائے اگر ٹٹولنے کی کوشش کی جاتی تو الپا کی ایک کمزوری معلوم ہو جاتی۔

جی ہاں، ان لمحات میں الپا سے ایک بہت بڑی غلطی ہو رہی تھی۔

اسے مطمئن رہنا چاہیے تھا کہ جوجو اس کی معمولہ اور تابعدار ہے۔ جب اس نے حکم دے دیا ہے کہ وہ خودکشی کرے اور دس تک گننے کے بعد خود کو ہلاک کرے تو وہ تابعدار ہے، ضرور ایسا کرے گی۔

پھر یہ بھی یقین ہونا چاہیے کہ ثانی اور علی دس تک گننے سے پہلے ہی وہاں سے چلے جائیں گے اور اسے خودکشی کرنے نہیں دیں گے۔

اس تہ خانے میں مزید دو عورتیں تھیں۔ الپا کو چاہیے تھا کہ وہ ان میں سے کسی عورت کے دماغ میں رہ کر وہاں ہونے والا تماشا دیکھتی رہتی۔ جوجو کے دماغ پر قبضہ جمائے رہنا ضروری نہیں تھا کیونکہ جوجو ہم سب کی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتی تھی۔

دراصل الپا جلد سے جلد علی تیمور اور ثانی کو اس تہ خانے اور سیناگوج سے بھگانا چاہتی تھی اس لیے انہیں بھاگنے کا کم سے کم وقت دیا اور اب جوجو کے اندر آ کر ایک سے دس تک خود گن رہی تھی۔

جناب علی اسد اللہ تبریزی نے ذہانت استعمال کرنے کا مشورہ دیا تو ثانی کی سمجھ میں آیا کہ اسے ہم میں سے کسی کے پاس مدد کے لیے نہیں آنا چاہیے بلکہ جوجو پر اپنی توجہ مرکوز رکھ کر غور کرنا چاہیے پھر غور کرنے سے چند سیکنڈ میں دو باتیں سمجھ میں آئیں ایک تو یہ کہ الپا کا برین واش ہو جانے کے بعد اس کی آواز اور لہجہ بدل گیا تھا اس لیے ثانی اس کے لہجے کو نہ جانتی تھی نہ اس کے ذریعے جوجو کے اندر پہنچ سکتی تھی۔

جب جوجو نے کہا۔ "اب میں نو کہہ رہی ہوں، صرف آخری گنتی رہ گئی ہے۔" تو ثانی چونک گئی۔ تب خیال آیا کہ وہ بدحواسی میں یہ دھیان نہیں دے رہی تھی کہ جوجو کا لہجہ قدرے بدلا ہوا تھا۔ یعنی اس کی زبان سے الپا سنسنی پیدا کر رہی تھی۔

الپا کا لہجہ معلوم ہوتے ہی ساری رکاوٹیں دور ہو گئیں۔ جوجو کے "دس" کہتے ہی ثانی نے الپا کے لہجے میں اس کے اندر پہنچ کر دماغ کو ایک جھٹکا دیا۔ جوجو کے حلق سے چیخ نکلی، ریوالور ہاتھ سے گرا۔ علی نے ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر جوجو کی طرف چھلانگ لگائی پھر اس کے ریوالور کو فرش پر سے اٹھا لیا۔

ایک دم سے بازی پلٹ گئی تھی۔ اس وقت الپا کو اپنی غلطی سمجھ میں آئی۔ اس نے شدید حیرانی سے سوچا، یہ کیسے ہو گیا؟ اپنے اس سوال کا جواب معلوم کرنے کا موقع نہیں تھا۔ ثانی آگے بڑھ کر جوجو کا ہاتھ پکڑ کر وہاں سے لے جانا چاہتی تھی، اس نے اچانک جوجو کے ذریعے اس پر حملہ کیا۔ ثانی نے حملے کو روکتے ہوئے کہا۔ "الپا! تم کھسیانی بلی کی طرح کھمبا نوچ رہی ہو۔ ان حملوں سے تمہاری ناکامی "کامیابی" میں نہیں بدل جائے گی۔"

الپا نے کہا۔ "یہ ہمارے ہاتھ سے نکل رہی ہے۔ تمہارے ہاتھ بھی نہیں آئے گی۔ میں اس کے اندر دماغی زلزلے پیدا کرتے کرتے اسے مار ڈالوں گی۔"

ثانی نے جوجو کے اندر پہنچ کر الپا سے کہا۔ "پاگل کی بچی! اتنے ابھی تک اپنی غلطی کا احساس نہیں ہوا ہے کہ تو نے اپنی حماقت سے اپنی آواز اور لہجہ سنایا ہے اور میں اس کے ذریعے جوجو کے اندر رہ سکتی ہوں۔ تو مجھے بھگا سکتی ہے، نہ جوجو کو دماغی نقصان پہنچا سکتی ہے۔ یقین نہ ہو تو اپنی ٹیلی پیتھی کا علم آزما لے۔"

اس نے جوجو کو دماغی جھٹکا پہنچانا چاہا لیکن وہاں ثانی نے اس کے لہجے میں مضبوط گرفت رکھی تھی، پوری طرح وہاں چھائی ہوئی تھی۔ الپا کی سوچ کی لہروں کو ڈھال بن کر روک رہی تھی۔ الپا نے کئی بار اسے حاصل کرنے کی کوششیں کیں پھر وہاں سے بڑے بھائی برین آدم کے پاس گئی۔ اسے مخاطب کیا۔ اس نے پوچھا۔ "کیا برادر بلیک آدم وہاں سے روانہ ہو چکا ہے؟"

"جی ہاں، مگر آپ نے برادر کو اس تہ خانے سے جانے کی ہدایت دے کر بہت بڑی غلطی کی ہے۔ ہم جیتی ہوئی بازی ہار چکے ہیں۔"

وہ بولا۔ "میں غلطیوں سے بچنے اور ذہانت سے کام لینے کی کوششیں کرتا رہتا ہوں۔ برین آدم اس لیے کہلاتا ہوں کہ اب تک اہم معاملات میں غلطی نہیں کی۔ تم کہتی ہو تو مان لیتا ہوں۔ بتاؤ غلطی کیا ہوئی ہے؟"

"برادر بلیک آدم کے جاتے ہی ثانی اور علی تہ خانے میں پہنچ گئے تھے۔ وہ جوجو کو مجھ سے چھین کر لے جا رہے ہیں۔"

"سسٹر! وہ جوجو کو کیسے چھین سکتے ہیں۔ تم نے اس پر تنویمی عمل کیا تھا۔ وہ تمہارے قبضے میں تھی۔"

"جی ہاں، مگر ثانی اس کے دماغ میں پہنچی ہوئی ہے۔"

"وہ کیسے پہنچی ہے۔ وضاحت سے رپورٹ دو۔"

"وہ، وہ بات یہ ہے کہ اس نے میری آواز اور لہجہ سن لیا تھا۔ میں بے اختیار جوجو کی زبان سے بول پڑی تھی۔"

"تم کیوں بول پڑی تھیں۔ ایسی کیا قیامت آ گئی تھی کہ بولنا لازمی ہو گیا تھا کیا تمہاری جان پر بن آئی تھی؟"

"میں کیا کہوں برادر! مجھ سے بہت بڑی غلطی ہو گئی۔ مجھے رونا آ رہا ہے، میں تھوڑی دیر بعد آؤں گی۔"

"رک جاؤ۔ میں جانتا ہوں، تم یہاں سے جا کر تنہائی میں اپنی ناکامی کا ماتم کرو گی۔ تمہارے رونے سے جوجو اب ہمیں نہیں ملے گی۔"

"بڑے بھائی! یہ میری پہلی غلطی ہے۔"

"تم رو کیوں رہی ہو۔ میں تم سے ناراض نہیں ہوں۔ ٹیلی پیتھی جاننے والی ایک جوجو ہاتھ سے گئی لیکن دوسرا ٹیری ہارٹ تمہاری محنت سے حاصل ہوا ہے۔ آنسو پونچھ لو اور یہ سمجھو کہ جوجو کے ہاتھ سے نکل جانے کے باعث ہمارا کتنا نقصان ہوا ہے۔"

"میں سمجھ رہی ہوں بڑے بھائی! ثانی کو میری آواز اور لہجہ ازبر ہو گیا ہے۔ آئندہ وہ میرا لہجہ اختیار کر کے میرے کسی دوسرے معمول کے دماغ میں بھی پہنچ سکتی ہے۔"

"اور وہ تمہارا دوسرا معمول اور تابعدار ٹیری ہارٹ ہے۔ وہ ہمارے پاس پہنچ چکا ہے۔ اس کا برین واش کر کے ہم اس کی آواز اور لہجہ ختم کر دیں گے۔ وہ نئے انداز میں بولے گا لیکن جوجو کے سلسلے میں جو ناکامی ہوئی ہے، وہ ناکامی ہمیں مہنگی پڑے گی۔ ہم بڑی رازداری سے یہ کام کر رہے تھے۔ اب یہ رازداری نہیں رہی۔ فرہاد اور اس کی فیملی کو معلوم ہو چکا ہے کہ ہم اسے اغوا کر رہے تھے۔ وہ ضرور انتقامی کارروائی کریں گے۔"

"بڑے بھائی! وہ دشمن کب ایسا نہیں کرتے ہیں۔ وہ تو خواہ مخواہ ہر بڑی طاقت سے ٹکراتے رہتے ہیں۔ کیا ہم ان سے کمزور ہیں؟"

"کمزور نہیں ہیں لیکن میں کسی معمولی سے دشمن کو چھیڑے بغیر خاموشی اور رازداری سے کامیابیاں حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ دانشمندی کا تقاضا یہی ہے۔ جن سے پس پردہ دشمنی کرتے رہو، ان سے بظاہر بے مثال دوستی نباہتے رہو۔"

"اب کیا ہوگا بڑے بھائی! فرہاد اور اس کا خاندان ہماری دوستانہ پالیسیوں پر بھروسا نہیں کرے گا۔"

"ہاں، بات بگڑ گئی ہے، اتنی جلدی نہیں بنے گی لیکن میں رفتہ رفتہ انہیں دوست بناؤں گا۔ تم جاؤ اور صومالیہ پہنچنے والی ٹیم کے ساتھ رہو۔"

وہ جوڈی، پال اور کیری بال وغیرہ کے پاس صومالیہ آ گئی لیکن گزشتہ دن اس نے جتنی کامیابیاں حاصل کی تھیں، اتنی ہی ناکامیاں اس کی منتظر تھیں۔ وہاں پارس اور باربرا سے ٹکرانے کی توقع تھی لیکن مرینا اور اس کی ٹیم سے ٹکر ہو گئی۔ جوڈی، پال، کیری بال اور لوسی سب ہی ایک ایک کر کے مارے گئے۔ مرتے مرتے بھی انہیں یہ معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کن لوگوں سے ٹکراتے رہے۔ الپا یہی سمجھتی رہی کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والی باربرا تھی۔ جب اس کے تمام لوگ مار ڈالے گئے تو وہ برادر بلیک آدم کے پاس آئی۔

وہ بیضابہ پہنچ گیا تھا اور اب دریائے جوبا کی سمت روانہ ہو رہا تھا۔ الپا نے کہا۔ "برادر! تم نے آنے میں دیر کر دی ہے۔ ہماری ٹیم کے چار افراد مارے گئے ہیں۔ صرف فلورا زندہ رہ گئی ہے۔"

وہ بلیک آدم کو بتانے لگی کہ جنگل میں پارس کی ٹیم سے کس طرح ٹکراؤ ہوا اور ان کا ایک ایک آدمی کس طرح مارا گیا۔ بلیک آدم نے کہا۔ "ہم نے پارس کے زہریلا ہونے کے متعلق سنا تھا لیکن وہ زہریلی سیاہ فام لڑکی کون ہے، جس نے جوڈی کو ڈس لیا؟"

"پتا نہیں کون ہے؟ فرہاد نے گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا ہے۔ اس نے جنگل میں چھانٹ چھانٹ کر اپنے لوگ بھیجے ہیں، پارس کہیں چھپا ہوا ہے اور اس زہریلی لڑکی کو ڈسنے کے لیے آزاد چھوڑ دیا ہے پھر ان کے ساتھ پاشا ہے، جو جنگل کی تاریکی میں کسی روشنی کے بغیر دیکھ سکتا ہے اور اپنے دشمنوں کی آہٹیں دور سے سن سکتا ہے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والی باربرا بھی ہے۔ برادر! تمہیں خوب سوچ سمجھ کر جانا چاہیے۔"

"میں صرف زہریلے پارس کے متعلق جانتا تھا لہٰذا اس سانپ کے لیے میں نے نیولے کا بندوبست کیا ہے۔"

گاڑی کے پچھلے حصے میں ایک نیگرو بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے کاندھے پر ایک بڑا سا نیولا بیٹھا اپنی چھوٹی چھوٹی آنکھوں سے اِدھر اُدھر تک رہا تھا۔ بلیک آدم نے نیگرو سے کہا۔ "گوگامبا! انگریزی زبان میں کچھ نیولے کے متعلق بتاؤ؟"

گوگامبا نے نیولے کو کاندھے سے دونوں ہاتھوں میں لیا پھر اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "اتنی بڑی جسامت کے نیولے اسی ملک میں پائے جاتے ہیں۔ قدرت نے ہر درد کی دوا اور ہر قسم کے زہر کا توڑ کیا ہے۔ سانپ کتنا ہی زہریلا ہو، وہ اس نسل کے نیولے کو دیکھ کر دور سے کترا جاتا ہے اور کسی بل میں گھس جاتا ہے۔"

بلیک آدم نے کہا۔ "گوگامبا! میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ وہ سانپ نہیں، زہریلا آدمی ہے اور اب سنا ہے کہ دریا کنارے ایک زہریلی لڑکی بھی ہے۔ اب بولو یہ نیولا کیسے کام آئے گا؟"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

وہ بولا۔ "سانپ ہویا آدمی۔ یہ افریقی نیولا زہر کی بو پر پ؟ ہے۔ چھ فٹ کی بلندی تک اچھلتا ہے۔ میں جس شخص کی طرف اشارہ کروں' یہ اچھل کر اُس کے حلق کی نلی کو دانتوں کے شکنجے میں لے لیتا ہے۔" آپ نے نیولوں اور سانپوں کی لڑائیاں بہت دیکھی ہوں گی۔ آپ دشمن کی نشاندہی کریں نیولے انسان کی خوفناک جنگ کا وہ تماشا دکھاؤں گا کہ دشمن کی لاش دیکھ کر آپ میرے نیولے کو کبھی فراموش نہیں کر سکیں گے۔"

بلیک آدم نے کہا۔ "میں نے اس زہریلے دشمن کو ہلاک کرنے کا معاوضہ پچاس ہزار ڈالر مقرر کیا تھا اگر اس نیولے نے اس زہریلی لڑکی کو بھی ہلاک کیا تو میں تمہارے فاقہ کرنے والے بچوں کے ساتھ تمہیں تل ابیب لے چلوں گا' وہاں تم شاہانہ زندگی گزار سکو گے۔"

گوگامبا نے کہا۔ "میرے آقا میرے نیولے نے آج تک کسی کی جان نہیں بخشی۔ آپ جو چاہیں گے وہی ہو گا۔"

وہ بولا۔ "سسٹر! ان کا ساتھی پاشا گہری تاریکی میں دور تک دیکھ لیتا ہے۔ میں ڈیٹی ڈارک لینسز ساتھ لے آیا ہوں۔ میں اور میرے تین ماتحت جنگل میں پہنچ کر یہ لینسز آنکھوں پر چڑھا لیں گے پھر حدِ نظر تک تاریکی میں واضح طور سے دیکھ سکیں گے۔"

ایک گتے کے ڈبے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس نے کہا۔ "اس میں بہت ہی حسّاس مائیکرو فون اور کئی عدد ہیڈ فون ہیں۔ سو گز کے فاصلے پر ہونے والی قدموں کی چاپ یہ مائیکرو فون کیچ کر لیتا ہے۔ ہم دونوں ہیڈ فون کے ذریعے سے دور سے آنے والی ہلکی سے ہلکی آہٹیں بھی سن سکیں گے۔"

"واہ برادر! بہت خوب تیاریوں کے ساتھ جا رہے ہو۔ اب یہاں سے فوراً روانہ ہو جاؤ۔"

وہ اسٹیئرنگ سیٹ کے ساتھ والی سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا۔ نیگرو ڈرائیور نے گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ اس نے الپا سے کہا۔ "تمہاری پہلی ٹیم کی ایک عورت فلاور زندہ ہے اور دشمنوں کے ساتھ ہے۔ تم اس کے اندر رہ کر معلوم کر سکتی ہو کہ باربرا' پاشا اور پارس اب کہاں ہیں اور کیا کرتے پھر رہے ہیں۔

"میں جا رہی ہوں۔ تمہارے پاس آتی رہوں گی اور ان کے متعلق معلومات فراہم کرتی رہوں گی۔"

وہ فلاور کے دماغ میں آ گئی۔ مرینا ایسی نادان نہیں تھی کہ فلاور کو ساتھ رکھتی۔ اسے ساتھ رکھنے سے ناکام ہونے والی الپا اس کے دماغ میں رہ کر پاپگ مائس قبیلے تک جا سکتی تھی اور ان سب کی مصروفیات پر نظر رکھ سکتی تھی۔ اس لیے مرینا نے اسے لانچ گھاٹ میں لا کر چھوڑ دیا تھا۔ وہ عبداللہ' صفورا اور ڈی کروز کے ساتھ پھر اسی کمرے میں واپس آ گئی تھی۔ فلاور سے کہہ دیا تھا۔ "تم جہاں چاہو چلی جاؤ لیکن اب ہمارے قریب نہ آنا اور نہ ہی ہمارا تعاقب کرنا۔ اپنے دماغ میں آنے والی سے کہہ دینا کہ وہ تمہیں آلۂ کار بنانے کی فضول سی کوششیں نہ کرے۔"

الپا نے اس کے پاس آ کر پوچھا۔ "ہیلو فلاور! تمہیں زندہ سلامت دیکھ کر خوشی ہو رہی ہے۔ وہ دشمن کہاں ہیں؟"

فلاور سہم کر بولی۔ "میں نہیں جانتی' مجھ سے کچھ نہ پوچھو۔"

وہ ہنس کر بولی۔ "نہ بتاؤ' تمہارے چور خیالات بتا رہے ہیں۔"

"فار گاڈ سیک۔ میرے دماغ سے چلی جاؤ۔ مجھ سے کوئی کام لو گی تو وہ دوسری مجھے مار ڈالے گی۔"

"تم ان لوگوں سے کچھ زیادہ ہی خوف کھا رہی ہو۔ یہ خوف دل سے نکال دو۔ میں زبردست تیاریوں کے ساتھ پھر آ رہی ہوں۔ ہم سب سے پہلے زہریلے پارس اور زہریلی لڑکی کو ختم کر دیں گے' اس طرح ان کی ٹیم بالکل کمزور ہو جائے گی۔"

"مجھے اس سے دلچسپی نہیں ہے کہ کون کمزور ہو گا اور کون شہ زور؟ مجھے جانے دو اس معاملے میں مجھے نہ گھسیٹو۔"

"فلاور! تمہیں جوڈی نے بتایا تھا کہ کالے کلوٹے حبشی سردار گوری اور چکنی عورتوں کو پسند کرتے ہیں۔ ہم تمہیں رشوت کے طور پر سردار کے سامنے پیش کریں گے۔ تمہیں اسی مقصد کے لیے لایا گیا ہے لہٰذا آزادی سے کہیں جانے کا خیال دل سے نکال دو۔ تم ہماری دوسری ٹیم کے ساتھ اسی جنگلی قبیلے میں جاؤ گی۔"

وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ "میں نہیں جاؤں گی۔ یہاں دوسری ٹیم کے پہنچنے سے پہلے ہی بھاگ جاؤں گی۔"

اس نے قہقہہ لگا کر کہا۔ "تم جہاں جاؤ گی' وہاں مجھے پاؤ گی۔ ٹیلی پیتھی کی لہریں قبر تک پیچھا کرتی ہیں۔"

وہ دوڑتی ہوئی کمرے سے باہر آئی لیکن آگے کہیں نہ جا سکی۔ بے اختیار دوڑتی ہوئی واپس آ گئی۔ الپا نے کہا۔ "تم آئندہ ہمارے کام آتی رہو گی ۔ اس لیے تمہارے ساتھ اتنا وقت ضائع کر رہی ہوں۔ ابھی تم کمرے سے باہر جا کر واپس آنے پر مجبور ہو گئیں۔ آئندہ اس ملک سے باہر چلی جاؤ گی تب بھی میں تمہیں پکڑ کر یہاں لے آؤں گی۔"

وہ رونے لگی پھر بولی۔ "کیوں میرے پیچھے پڑ گئی ہو۔ تمہارے ناپاک ارادوں کو پورا کرنے کے لیے بہت سی بازاری عورتیں مل جائیں گی۔ فار گاڈ سیک۔ مجھے معاف کر دو۔"

"تم روتی' گڑگڑاتی رہو۔ میں جا رہی ہوں' فی الوقت اتنی ہی معلومات کافی ہیں کہ وہ دشمن یہاں دوسرے کمرے میں موجود ہیں۔ میں پھر آؤں گی۔"

اس نے آنسو پونچھتے ہوئے محسوس کرنا چاہا' وہ ہے یا جا چکی ہے پھر وہ بولی۔ "مجھ سے جبراً کوئی کام نہ لو' سن رہی ہو؟"

اس نے چیلنج کے انداز میں کہا۔ پھر بھی جواب نہ ملا تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی کمرے سے باہر آئی۔ یقین ہو گیا کہ وہ موجود نہیں ہے۔ اس کا راستہ نہیں روک رہی ہے۔ اس یقین کے ساتھ وہ دوڑتی ہوئی دوسرے کمرے میں آ گئی۔ صفورا نے اسے دیکھ کر پوچھا۔ "کیا بات ہے؟"

مرینا نے کہا۔ "تمہیں وارننگ دی تھی کہ ہمارے قریب نہ آنا۔ کیا مرنا چاہتی ہو؟"

فلاور دروازے کے پاس دونوں گھٹنے ٹیک کر گڑگڑاتے ہوئے بولی۔ "وہ ابھی میرے دماغ میں آئی تھی' وہ مجھے وحشی سردار کے سامنے پیش کرنے والی ہے۔ میں نے بھاگنا چاہا۔ وہ پھر مجھے کمرے میں واپس لے گئی' کہتی ہے میں بھاگ کر کہیں نہیں جا سکوں گی۔ وہ مجھے اپنے مقصد کے لیے ضرور استعمال کرے گی۔"

مرینا نے کہا۔ "الپا! اگر تم موجود ہو تو سن لو۔ اسے ہمارے خلاف استعمال نہیں کر سکو گی۔"

فلاور نے کہا۔ "وہ ابھی موجود نہیں ہے۔ اس کی دوسری ٹیم یہاں پہنچنے والی ہے۔ وہ بھی واپس آئے گی تو مجھے قیدی بنا کر رکھے گی۔ میں تم سب سے التجا کرتی ہوں۔ پلیز' کسی طرح مجھے اس سے نجات دلاؤ۔"

مرینا نے کہا۔ "یہ اطلاع ہمارے لیے اہم ہے کہ دوسری ٹیم آ رہی ہے۔ تم یہ خوف دل سے نکال دو کہ تمہیں کسی جنگلی سردار کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ ہم جس قبیلے میں جا رہے ہیں' اس قبیلے کے لوگ بونے ہوتے ہیں۔ ان کے قد چار یا ساڑھے چار فٹ سے زیادہ نہیں ہوتے۔ وہ لمبی تڑنگی عورتوں کو اس لیے پسند نہیں کرتے کہ انہیں پیار کرنے کے لیے سیڑھی لگانی پڑتی ہے۔" اس بات پر سب قہقہے لگانے لگے۔

فلاور نے پوچھا۔ "کیا یہ سچ ہے کہ وہ بونے ہوتے ہیں؟"

"بالکل سچ ہے۔ تمہاری طرح میں بھی گوری اور خوبصورت ہوں۔ میں بے خوف و خطر وہاں جا رہی ہوں پھر تم کیوں خوف سے مری جا رہی ہو؟"

عبداللہ نے کہا۔ "تم الپا کی بات مان کر اس ٹیم کے ساتھ جاؤ۔ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ تمہیں کسی جنگلی قبیلے میں پھنسنے نہیں دیں گے۔ تمہیں وہاں سے واپس لے آئیں گے۔"

"تم لوگوں نے مجھے جنگل میں ہلاک نہیں کیا۔ میرے تمام ساتھیوں کو مار ڈالنے کے باوجود مجھے زندہ رکھا ہے۔ ایک اندیشہ سا ہے کہ شاید تم لوگ بھی مجھے اسی مقصد سے زندہ چھوڑ رہے ہو۔"

مرینا بولی۔ "چلو یہی سمجھتی رہو اور یہاں سے دفع ہو جاؤ ورنہ دماغی جھٹکے پہنچاؤں گی۔"

وہ کچھ کہنا چاہتی تھی۔ مرینا نے اس کے اندر پہنچ کر ہلکا سا دماغی جھٹکا دیا۔ وہ چیخ مار کر لڑکھڑاتی ہوئی کمرے سے باہر جا کر گر پڑی۔ یہ ضروری نہیں کہ گرنے والا پستی میں ہی گرے۔ قسمت بھلی ہو تو وہ ذلت کی پستی میں نہیں' عزت اور سلامتی کی جھولی میں گرتی ہے۔ وہ کمرے سے باہر آ کر کسی کے قدموں میں گر پڑی تھی۔

اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ دیکھنے سے اتنا ہی دکھائی دیا کہ وہ ایک قد آور باڈی بلڈر ہے۔ یہ نہ جان سکی' نہ پہچان سکی کہ وہ پارس ہے۔ اول تو اس نے پارس کو کبھی دیکھا نہیں تھا۔ دوم یہ کہ وہ اپنے اصلی روپ میں نہیں تھا پھر یہ کہ وہ مرینا اور اس کی ٹیم کو پارس کی ٹیم سمجھ رہی تھی۔ "تم حسین عورتوں کو میرے ہی پاس آ کر گرنے کی جگہ ملتی ہے۔ کیوں خیریت تو ہے۔"

وہ سر کو تھام کر تکلیف سے کراہتی ہوئی بولی۔ "وہ..... وہ اس کمرے میں ٹیلی پیتھی جاننے والی باربرا ہے۔ اس نے مجھے دماغی جھٹکا دے کر کمرے سے باہر پھینک دیا ہے۔"

"ارے رے' کیسی بدذوق ہے۔ کلیجے سے لگانے والی چیز کو پھینک دیا ہے۔ ویسے تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ اس کمرے میں جو خیال خوانی کرنے والی ہے' اس کا نام باربرا ہے؟"

"میرا سر دکھ رہا ہے۔ پلیز' مجھے یہاں سے لے چلو۔"

پارس نے اسے سہارا دیا اور اس کمرے میں لے آیا جہاں باربرا اور پاشا آرام کر رہے تھے۔ پاشا ایک حسینہ کو دیکھ کر مسکرایا۔ پھر بولا۔ "یہ ہیرا کہاں سے اٹھا لائے ہو؟"

"تمہارے گھر سے لایا ہوں۔ تم اس حسینہ کو اچھی طرح جانتے ہو لیکن اس کی پلاسٹک سرجری اتنی خوبصورتی سے کی گئی ہے کہ تم اسے پہچان نہیں سکو گے۔"

پاشا نے حیرانی سے اور سوالیہ نظروں سے فلاور کو دیکھا۔ باربرا نے خیال خوانی کے ذریعے پوچھا۔ "کون ہے یہ؟"

وہ بولا۔ "تم نے اس مختصر سی ملاقات میں یہ سمجھ لیا ہو گا کہ پاشا بڑا دل پھینک ہے۔ اس حسینہ سے بھی ضرور عشق کرے گا۔ میں اسے ایک چکر میں ڈالنا چاہتا ہوں۔ تم پاشا کے سامنے صرف اتنا پوچھو کیا یہ وہی عورت ہے جس کا ذکر پاپا نے کیا تھا؟"

باربرا نے زبان سے پوچھا۔ "پارس! ہمارے پاپا جس عورت کا ذکر کر رہے تھے' کیا یہ وہی ہے؟"

پارس نے کہا۔ "ہاں' تم نے خوب پہچانا ہے۔ پاپا نے کہا تھا۔ اس کی پلاسٹک سرجری ہو چکی ہے۔ اسے روانہ کیا جا رہا ہے۔ یہ ہمیں دریائے جوبا کے پاس ملے گی۔"

پاشا نے پوچھا۔ "آخر یہ ہے کون؟"

"یہ تم بوجھو' اگر بوجھ لو گے تو تمہاری' ورنہ اسے ہاتھ لگانے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔"

فلاور سر کی تکلیف سے پریشان ہو کر ایک کرسی پر بیٹھ گئی تھی۔ پاشا اس کے چاروں طرف گھوم گھوم کر اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔ باربرا اس کے چور خیالات پڑھ رہی تھی اور خیالات بتا رہے تھے کہ دوسرے کمرے میں ایک خیال خوانی کرنے والی باربرا موجود ہے۔ اس کے تین ساتھی ہیں۔ عبداللہ' صفورا' ڈی کروز اور چوتھا پارس ہے جو روپوش رہتا ہے۔ پچھلی بار جنگل میں مقابلے کے دوران بھی پارس کسی کے سامنے نہیں آیا۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

پاشانے پوچھا۔ "کیا میں حسینہ کو چھو کر ٹٹول کر معلوم کر سکتا ہوں کہ یہ کون ہے؟"

"ہرگز نہیں۔ اسے ہاتھ لگائے بغیر پوچھو۔ اور ہمیں کچھ دیر تک مخاطب نہ کرو۔"

اس نے پاشا کو فلاور کی ذات میں الجھا دیا۔ باربرا سوچ کے ذریعے اسے فلاور کے خیالات سنا رہی تھی اور کہہ رہی تھی۔ "یہودیوں کو بھی ان فارمولوں کی ہوا لگ گئی ہے۔ یہاں الپا اور اس کے آلۂ کار مرینا سے ٹکراتے رہے اور مرتے رہے اب اس کی دوسری ٹیم یہاں پہنچنے والی ہے۔ وہ ابھی تک مرینا کو باربرا سمجھ رہی ہے۔"

پارس نے کہا۔ "پہلے ہمارا خیال تھا' فارمولوں کا علم کسی کو نہیں ہے پھر پتا چلا' شی تارا اور مرینا کو یہ راز معلوم ہو چکا ہے۔ اب یہ تیسری پارٹی یہودیوں کی آگئی ہے۔"

وہ بولی۔ "پاپک ماکس قبیلے میں پہنچنے تک پتا نہیں اور کتنے دشمنوں کا اضافہ ہو جائے گا۔ ہمیں جلد سے جلد وہاں پہنچنا چاہیے۔"

"جب تک کوئی لانچ نہیں آئے گی' ہم سب یہاں رکنے پر مجبور رہیں گے۔ یہاں رکنے میں بھی بہتری ہے۔ ہم یہیں ان مخالفین سے دو دو ہاتھ کرلیں گے۔ دریا پار کرنے والے دشمنوں کی تعداد جتنی کم ہو اتنا ہی ہمارے لیے اچھا ہوگا۔"

"پھر کیا ارادے ہیں؟ کہاں سے شروع ہونا چاہتے ہو؟"

"یہ دونوں پارٹیاں سمجھ رہی ہیں کہ پارس روپوش ہے لہٰذا میں جا رہا ہوں۔ روپوش رہ کر ان کا محاسبہ کروں گا۔ تم دونوں محتاط رہو اور ایک دوسرے کو اصل نام سے مخاطب نہ کرو۔"

پاشانے پارس کا ہاتھ تھام کر کہا۔ "کیوں مجھے الجھا رہے ہو؟ خدا کے لیے بتاؤ یہ کون ہے اور میں اسے کیسے جانتا ہوں؟"

پارس نے کہا۔ "باربرا! اس کی سوئی حسینہ پر اٹک گئی ہے۔ اب یہ حاضر دماغ نہیں رہے گا تو خود بھی نقصان اٹھائے گا' ہمیں بھی نقصان پہنچائے گا۔"

"تم نے ہی حسینہ کو اس کے لیے معمّا بنایا ہے۔ اسے بتا کیوں نہیں دیتے کہ یہ کون ہے؟"

وہ پاشا کو ایک طرف لے جا کر بولا۔ "صرف اس کے چہرے کی نہیں پورے بدن کی پلاسٹک سرجری کی گئی ہے اسے بوڑھی سے جوان بنایا گیا ہے۔"

"شاید میرے لیے بوڑھی کے بدن کو جوانی دی گئی ہے۔ ویسے اب یہ کسی پہلو سے بوڑھی نہیں لگ رہی۔"

"آگے سنو۔ اس پر تنویمی عمل کرکے اس کی آواز اور لہجے کو بدلا گیا ہے اور اس کی پچھلی زندگی بھلا دی گئی ہے۔"

"ٹھیک ہے' اب تو بتا دو یہ کون ہے؟"

"پاشا! بہت افسوس اور شرم کی بات ہے کہ تم اپنی بیوی مریم کو نہیں پہچان رہے ہو۔"

"کیا؟" وہ حلق پھاڑ کر چیخا۔ فلاور کے پاس دوڑ کر گیا۔ اسے چھو کر' پکڑ پکڑ کر دیکھنے لگا۔ فلاور نے پارس سے پوچھا۔ "یہ میرے ساتھ ایسی حرکتیں کیوں کر رہا ہے؟"

"یہ تمہارا دیوانہ ہے' کہتا ہے' تمہیں دشمنوں سے بچائے گا۔ تمہارے لیے جان کی بازی لگا دے گا۔"

وہ بولی۔ "کسی جنگلی سردار کے مقابلے میں مجھے یہ مرد پسند ہے۔ کیوں مسٹر! تم مجھے ٹیلی پیتھی جاننے والی الپا اور باربرا سے بچاؤ گے؟"

پاشانے حیرانی سے پوچھا۔ "باربرا؟"

باربرا نے جلدی سے اس کے دماغ میں آکر کہا۔ "یہ مجھے نہیں' بلکہ اس دوسرے کمرے والی کو باربرا سمجھ رہی ہے۔ تم آئندہ اس حسینہ کے یا کسی کے بھی سامنے میرا اور اپنا اصل نام نہ لینا۔ مجھے نیلما کہو اور اپنا کوئی سا بھی نام بتا دو۔"

پاشانے فلاور کا ہاتھ تھام کر کہا۔ "میں تمہیں دل و جان سے چاہتا ہوں اگرچہ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والی کو تمہارے دماغ میں آنے سے فی الحال نہیں روک سکوں گا لیکن حکمت عملی سے کام لیا جائے تو ٹیلی پیتھی کے عذاب سے محفوظ رہ سکو گی۔ میرے یہ دونوں ساتھی بہت ذہین ہیں۔ یہ کوئی تدبیر سوچ لیں گے۔"

پارس نے کہا۔ "تدبیر سیدھی سی ہے۔ عقلمندی یہ ہے کہ تم الپا کی بات مان کر اس کی ٹیم میں شامل رہو۔ تمہارا یہ عاشق صورت حرام تمہارے ساتھ۔۔۔"

پاشانے آنکھیں دکھا کر پوچھا۔ "کیا کہا صورت حرام؟"

"صورت حرام نہیں' بہرام۔ تمہارا نام بہرام بتا رہا ہوں۔"

"ہاں۔ میرا نام بہرام ہے مگر ایمان سے کہو۔ یہ میری بیوی مریم نہیں ہے۔"

"تمہیں کیا لگ رہی ہے؟"

"یہ تو سر کے بال سے پاؤں کی ایڑی تک جوان دکھائی دے رہی ہے۔ میری بیوی نہیں ہو سکتی۔ کیوں مجھے ڈرا رہے ہو؟"

فلاور نے پوچھا۔ "تم لوگ کیسی باتیں کر رہے ہو؟"

پارس نے کہا۔ "یہ اپنی بیوی سے ڈرتا ہے۔ پوچھتا ہے' کہیں اس کی بیوی تمہارے اندر نہ گھس پڑی ہو۔"

پاشا اسے دور لے جا کر بولا۔ "کیوں حسینہ کے سامنے مجھے ڈرپوک شوہر کہہ رہے ہو؟ تم پکے فراڈ ہو۔ یہ میری بیوی ہو نہیں سکتی۔ بیوی سو برس تک پلاسٹک سرجری کراتی رہے تب بھی ایسی حسین محبوبہ نظر نہیں آئے گی۔"

"پاپا کی یہی پلاننگ تھی کہ تمہیں کبھی یقین نہ آئے کہ تم پلاسٹک سرجری کا فریب کھا کر اپنی وفادار بیوی سے از سرِ نو داستانِ عشق شروع کر رہے ہو۔"

"یہ مجھ پر ظلم ہے۔ بیوی کو چاندی کے ورق میں لپیٹ کر دو' تب بھی وہ سیکنڈ ہینڈ کہلائے گی۔ خدا کے لیے ایک تر و تازہ گلاب پیش کرکے اس کا نام مریم نہ رکھو۔"

پارس نے پوچھا۔ "مس! تمہارا نام کیا ہے؟"

"مجھے سب ہی پیار سے فلاور کہتے ہیں۔"

"دیکھو بہرام! کتنا پیارا نام ہے فلاور' تازہ کھلا ہوا پھول۔ اب تم اسے تازہ نہ سمجھو' باسی سمجھو تو یہ تمہاری صوابدید پر ہے۔ میں ایک ضروری کام سے جا رہا ہوں۔"

وہ اپنی اٹیچی اٹھاتے ہوئے باربرا سے بولا۔ "ذرا میرے ساتھ باہر چلو۔"

وہ دونوں کمرے سے باہر آئے۔ باربرا نے کہا۔ "الپا تھوڑی دیر میں آئے گی تو فلاور کے دماغ سے معلوم کرلے گی کہ ہمارے ساتھ تم بھی تھے پھر کسی مصلحت کے تحت روپوش ہو گئے ہو۔"

"نادیدہ دشمن چھپا رہے تو اگلے کی نیند اڑ جاتی ہے۔ وہ ذہنی دباؤ میں رہتا ہے۔ میں انہیں تجسس اور تشویش میں مبتلا رکھوں گا۔"

"یہ تم پاشا کو کس الجھن میں مبتلا کرکے جا رہے ہو۔"

"یہ تازہ اور باسی کے چکر میں کبھی محبت سے فلاور کی ذات میں دلچسپی لے گا' کبھی مریم سمجھ کر کترائے گا لیکن یہ غیرت مند بھی ہے۔ اپنی بیوی کو الپا اور اس کی ٹیم کے افراد کے آگے مجبور اور بے بس ہونے نہیں دے گا۔ تم دیکھتی جاؤ۔ میں نے اس کے لیے ایک ٹکٹ میں دو تماشے رکھے ہیں۔ وہ کبھی یہ اور کبھی وہ تماشا دیکھتا رہے گا۔"

"کیا تم شیطان کے ساتھ پیدا ہوئے تھے؟"

"نہیں' شیطان نے میرے ساتھ پیدا ہونے کا اعزاز حاصل کیا ہے؟"

"میں یہ کوشش کروں گی کہ پاشا کے ساتھ الپا کی ٹیم میں شامل ہو جاؤں۔"

"مشکل ہے' تم اور پاشا اپنے دماغوں میں الپا کو آنے نہیں دو گے۔ وہ تم دونوں پر کبھی بھروسا نہیں کرے گی پھر بھی کوشش کر دیکھو۔ اچھا تو میں جا رہا ہوں۔ مجھے رخصت کرو۔"

"جا تو رہے ہو' میں کیسے رخصت کروں؟"

"بھئی' پیار سے اور کیسے؟"

وہ اسے دھکے دیتے ہوئے بولی۔ "وہ عربی زبان میں شیطان کو بھگانے کے لیے کیا کہتے ہیں؟ ہاں یاد آیا۔ لاحول ولا قوۃ بھاگ جا ابلیس۔۔۔"

وہ خود بھاگ کر کمرے میں آئی اور دروازے کو بند کرلیا وہاں سے پلٹ کر دیکھا' پاشا' فلاور سے لگا بیٹھا تھا۔ اس کا ایک ہاتھ تھام کر اس کی ایک ایک مخروطی انگلی کو چھو کر کہہ رہا تھا۔ "میں مر کر بھی یقین نہیں کروں گا کہ تم مریم ہو۔"

فلاور نے پوچھا۔ "یہ مریم کون ہے؟"

"آہ! بیوی ہے۔ جانتی ہو' بیوی کسے کہتے ہیں؟"

"ہاں' اسے کہتے ہیں جو مذہبی اور قانونی طور پر رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوتی ہے۔"

"نہیں' بیوی ایک کمبل ہے' جو گرمی کے موسم میں بھی لپٹا رہتا ہے۔"

"اوہ نو۔ بیوی کے متعلق ایسی رائے نہ رکھو۔"

"تمہاری شادی نہیں ہوئی' میرا مطلب ہے۔ مجھ سے ہو چکی ہے مگر تم مریم کی حیثیت سے خود کو بھول چکی ہو۔"

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟"

"جو کہہ رہا ہوں' وہ سمجھ نہیں پاؤ گی۔ یوں سمجھ لو کہ پچھلے جنم میں تم میری بیوی تھیں' تمہارا نام مریم تھا۔ آہ! مرد وقت کو پیچھے چھوڑ دیتا ہے۔ زندگی کو پیچھے چھوڑ دیتا ہے لیکن بیوی کو پیچھے چھوڑ دے تو وہ پیچھا نہیں چھوڑتی۔ تمہارے روپ میں سامنے آجاتی ہے۔"

"کیا تم مجھے مصیبت سمجھ کر ایسا کہہ رہے ہو؟"

"نن۔۔۔ نہیں۔ تم مصیبت نہیں' محبت ہو۔ مقدر کی مہربانی ہو۔ تمہیں پا کر دعا کے لیے ہاتھ اٹھتے ہیں۔ تم بھی ہاتھ اٹھاؤ اور دعا مانگو کہ تم اندر سے بوڑھی نہ نکلو۔"

"کیا تم مجھے عمر رسیدہ سمجھ رہے ہو؟"

"میرے سمجھنے سے کیا ہوتا ہے۔ ایسا اکثر ہوتا ہے' اوپر سے دیکھو تو عورت بیس برس کے اندر لگتی ہے۔ ماہرِ آثارِ قدیمہ کی طرح دریافت کرو تو کھنڈر نکلتی ہے۔"

وہ ناراضی سے اٹھ کر باربرا کے پاس آئی پھر بولی۔ "یہ بہرام میری انسلٹ کر رہا ہے۔ مجھے عمر رسیدہ اور کھنڈر کہہ رہا ہے۔"

باربرا نے کہا۔ "یہ بیوی کا جلا ہے' تمہیں پھونک پھونک کر پینا چاہتا ہے۔ یہ مرد ایسے ہی ہوتے ہیں۔ تمہاری جیسی حسین عورت کے سامنے بیوی کی وفا کو بھلانا چاہتے ہیں مگر وہ گرم دودھ کی طرح جلاتی رہتی ہے۔"

"کیا یہ بیوی والا ہے؟"

"ہونے دو۔ تمہارا کیا جاتا ہے۔ اس پر دل آئے تو مرمٹنا' ورنہ اسے مرنے کے لیے چھوڑ دینا۔"

"تم کوئی مشورہ دو۔"

"میں تو مرد بیزار ہوں۔ عشق اور محبت اور رومانس اور شاعری سب کو بکواس سمجھتی ہوں' کسی بھی مرد سے دوستی نہیں کرتی۔"

"یہ ابھی جو گیا' کون تھا؟"

"اس جنگل میں ایک ہم سفر ہے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔"

"جھوٹ کہتی ہو۔ دیکھو میں عورت ہوں اور عورت کو اندر سے پڑھ لیتی ہوں۔ ابھی تم اسے کمرے سے بھگا رہی تھیں مگر اندر سے ڈر رہی تھیں کہ وہ کمرے سے جائے گا تو دل میں آجائے گا اس لیے تم نے فوراً دروازہ بند کرلیا۔ اس وقت میں نے دیکھا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

تمہارا چہرہ کچھ کہہ رہا تھا۔ پتا نہیں دل کیا کچھ کہہ رہا ہو۔"

"فضول باتیں نہ کرو۔ تمہیں یہ بتا دوں کہ میں لڑکی نہیں ہوں۔"

فلاور قہقہہ لگانے لگی۔ باربرا نے کہا۔ "ہنسی نہ اڑاؤ۔ یقین کرو میں بظاہر لڑکی دکھائی دیتی ہوں مگر نہیں ہوں۔ میں مرد ہوں۔"

وہ ہنستے ہوئے پاشا کی طرف انگلی اٹھاتے ہوئے بولی۔ "ادھر وہ بہکی بہکی باتیں کر رہا ہے۔ مجھ جوان کو بوڑھی سمجھ رہا ہے اور تم لڑکی ہو کر خود کو لڑکا کہہ رہی ہو۔ کیا میں دیوانوں کی ٹولی میں آگئی ہوں؟"

وہ باربرا کے پاس سے اٹھ گئی۔ ہنستی ہوئی دروازے تک گئی پھر بولی۔ "میں باہر جا رہی ہوں' ذرا تازہ ہوا کھانے کے لئے۔"

وہ دروازہ کھول کر چلی گئی۔ پاشا نے باربرا کے قریب آکر کہا۔ "تمہیں اس کے سامنے یہ نہیں کہنا چاہئے تھا کہ تم خود کو لڑکی نہیں لڑکا سمجھتی ہو۔"

"جب میں مرد ہوں تو خود کو عورت کیوں کہوں؟"

"یہ تو سوچو اگر الپا آکر فلاور کے خیالات پڑھے گی اور اسے معلوم ہو گا کہ تم خود کو مرد کہتی ہو تو پھر راز کھل جائے گا کہ تم باربرا ہو۔"

"ہاں' یہ غلطی ہو گئی۔ مجھے ایسا نہیں کہنا چاہئے تھا۔ ویسے میں سمجھتی ہوں کہ الپا اور دوسرے یہودی میرے متعلق یہ نہیں جانتے ہیں کہ باربرا کوئی ایسی ہستی ہے' جو کبھی مکمل عورت نہیں تھی اور یہ کہ اس کا آپریشن کرایا گیا ہے۔"

"اچھا ہے کہ وہ نہ جانتے ہو لیکن تمہیں محتاط رہنا چاہئے۔"

"محتاط رہوں گی لیکن وہ مجھ پر جھوٹا الزام لگا رہی تھی کہ میں پارس سے متاثر ہوں اور میرا چہرہ کوئی چغلی کھاتا ہے۔"

"وہ تو ابھی دیکھ کر یہ کہہ رہی ہے' میں قاہرہ سے دیکھتا آ رہا ہوں۔"

"کیا دیکھتے آ رہے ہو؟"

"میں وضاحت سے نہیں کہہ سکتا کیوں کہ کسی محبت کرنے والی لڑکی کے دل کی بات سنائی نہیں دیتی' اس بات کا عکس چہرے سے جھلکتا ہے۔"

"بکواس مت کرو' بتاؤ میرے چہرے سے کیا جھلکتا ہے؟ مجھے تو وہ ذرا بھی اچھا نہیں لگتا۔ تم نے دیکھا ہے کہ میں اس سے لڑتی رہتی ہوں۔"

"یہی بار بار کا لڑنا محبت کی دلیل ہے۔ تم مانو نہ مانو' مگر اس سے محبت کرتی ہو اور اپنے آپ سے لڑتی رہتی ہو۔"

"اچھا زیادہ ماہر نفسیات نہ بنو۔ خاموش بیٹھو۔"

"دو انسان ایک دوسرے کے سامنے خاموش بیٹھے رہیں تو فلسفی یا پاگل کہلاتے ہیں۔"

اس نے پاشا کو ٹالنے کے لیے کہا۔ "جانتی ہو' فلاور تم سے دور جا کر کیا سوچتی ہے؟"

"کیا سوچتی ہے؟"

"میں کہوں گی تو یقین نہیں آئے گا۔ چپ چاپ اس کے قریب جا کر سن لو مگر قریب جانے کی کیا ضرورت ہے۔ تم تو ہزاروں میل کی دوری سے بھی سن لیتے ہو۔"

"ہاں لیکن کسی کے خیالات نہیں سن سکتا۔"

"تم اس کی ایک عادت نہیں جانتے ہو۔ وہ تنہائی میں سوچتے وقت بڑبڑاتی ہے۔ یقین نہ ہو تو کان لگا کر سنو۔"

یہ کہتے ہی وہ فلاور کے دماغ میں چلی گئی۔ فلاور دریا کے کنارے کھڑی ہوئی تھی۔ باربرا نے اسے زبان سے بڑبڑانے پر مجبور کیا۔ وہ دھیمی آواز میں کہنے لگی۔ "آہ! یہ مجھے کیا ہو جاتا ہے جب میں بالکل تنہا ہوتی ہوں تو مجھے یاد آتا ہے کہ میں اپنے پیارے شوہر کی بیوی مریم ہوں۔"

پاشا کان لگا کر سن رہا تھا۔ اسے مایوسی سی ہو رہی تھی۔ وہ بیس برس کی حسینہ تنہائی میں خود کو چالیس برس کی کہہ رہی تھی اور اس کے عشق کا چالیسواں کر رہی تھی۔

اس نے بھرپور توجہ سے سنا۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "کیا ہی اچھا ہوتا کہ وہ ابھی میری تنہائی میں آتا۔ یہاں نیلما اور کوئی دوسرا نہیں ہے۔ شاید میں یہاں اپنے پیاروں کی موجودگی میں خود کو اس کی پیاری بیوی کی حیثیت سے یاد رکھ سکوں۔"

پاشا نے باربرا سے کہا۔ "پارس درست کہہ رہا تھا' وہ مریم ہے۔ وہ تنہائی میں خود کو پہچان رہی ہے۔ لل... لیکن..."

باربرا نے پوچھا۔ "لیکن پر سوئی کیوں اٹک گئی؟"

"وہ بات یہ ہے کہ میں نے اسے چھو کر دیکھا ہے۔ اس کا ہاتھ بھی پکڑا ہے۔ میں کیا بتاؤں کہ وہ کیسی حرارت بخش اور پرُکشش ہے۔ اس کی عمر بیس برس سے ایک منٹ بھی زیادہ نہیں ہوگی۔"

"اس کی عمر کا حساب مجھے کیوں بتا رہے ہو۔ اس کے پاس جاؤ اور کسی ایک نتیجے پر پہنچو۔"

وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ سوچتے ہوئے جانے لگا پھر دروازے پر رک کر بولا۔ "یہ مجھ پر ظلم ہو رہا ہے۔"

"کون ظلم کر رہا ہے؟ کیسے ظلم کر رہا ہے؟"

"یہ کوئی شرافت ہے' میری بیوی کی سرجری کیوں کرائی گئی؟ کیوں اسے اس قدر پرُکشش بنایا گیا ہے؟ اس کا مقصد کیا ہے؟"

"مقصد ہے' انسانی فطرت کو سمجھنا۔ خصوصاً مرد کی نیت اس طرح سے سمجھ میں آتی ہے۔ تم مردوں کی محبت ہوتی کیا ہے؟ عورت جب تک محبوبہ رہتی ہے' اس پر جان چھڑکتے رہتے ہو۔ بیوی بن جائے تو چند دنوں کی قربت سے بیزار ہو جاتے ہو۔ وہی بیوی فلاور جیسی حسین بن کر آجائے تو پھر اس کے عاشق بن جاتے ہو اور یہ انکشاف ہو جائے کہ حسینہ کے اندر بیوی چھپی ہوئی ہے تو تذبذب میں مبتلا ہو جاتے ہو۔ آخر کیا ہو تم لوگ؟ ایسی دوغلی نیت

رکھتے ہوئے کبھی شرماتے نہیں ہو؟"

"اچھا زیادہ نہ بولو۔ عورتیں بھی کم نہیں ہوتیں۔ میں اس موضوع پر بحث نہیں کرنا چاہتا۔ اتنا کہہ دیتا ہوں' اگر یہ بیوی ثابت ہوئی تو اچھا نہیں ہو گا۔"

"اچھا نہیں ہو گا تو برا کس کا ہو گا؟"

وہ گھونسا دکھا کر بولا۔ "میں پارس کا منہ توڑ دوں گا۔"

وہ پلٹ کر دروازہ کھولتے ہوئے باہر آگیا۔ اس چار دیواری میں چار بڑے کمرے تھے ان میں سے ایک خالی تھا۔ دوسرے کمرے میں مرینا اپنی ٹیم کے ساتھ تھی۔ تیسرے میں باربرا تھی چوتھے کمرے میں دو عورتیں اور چار مرد تھے۔ ان کے پاس ٹی وی کیمرے لائٹس اور ایک بڑا جنریٹر تھا ان کے سامان سے پتا چلتا تھا کہ وہ جنگل کے موضوع پر ویڈیو فلم کی شوٹنگ کے لیے آئے ہیں۔ اس سلسلے میں ان کے پاس کچھ نقلی ہتھیار بھی تھے اور کچھ اصلی بھی تھے تاکہ جنگلی درندوں سے سامنا ہو تو انہیں ہلاک کیا جا سکے۔

الپا ایک ناکامی کے بعد دوسری بار زبردست تیاریاں کر کے آنے والی تھی۔ بلیک آدم کے وہاں پہنچنے سے پہلے باربرا اور اس کے ساتھیوں پر نظر رکھنا چاہتی تھی۔ پتا نہیں وہ کب تک مرینا کو باربرا سمجھتی رہے گی پھر اسے فلاور کے خیالات سے پتا چلا کہ دوسرے کمرے میں بھی ایک لڑکی دو مردوں کے ساتھ آئی ہوئی ہے۔ لڑکی کا نام نیلما اور ایک مرد کا نام بہرام ہے۔ دوسرے مرد (پارس) کا نام نہ معلوم ہو سکا کیوں کہ فلاور کے سامنے اس کا نام نہیں لیا گیا تھا اور وہ کہیں چلا گیا تھا۔

الپا پھر دھوکا کھا رہی تھی۔ باربرا کو نیلما سمجھ رہی تھی۔ اس نے ایک بار چپکے سے باربرا کے خیالات پڑھنے چاہے لیکن باربرا نے فوراً ہی سانس روک لی تھی پھر اس نے پاشا کے خیالات پڑھنا چاہے وہاں بھی ناکامی ہوئی۔ اس ناکامی سے شبہ ہوا کہ یہ دوسرے کمرے والے پرُاسرار ہیں۔ شاید خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں۔

اس نے پھر فلاور کے خیالات پڑھے تو پتا چلا کہ بہرام (پاشا) اپنی بیوی مریم سے گھبراتا ہے۔ الپا نہیں جانتی تھی کہ کوئی مریم ہے جو پاشا کی بیوی ہے۔ اس کا تجسس بڑھ گیا تھا۔ اپنے دماغوں میں اس کا راستہ روکنے والے غیر معمولی لوگ لگ رہے تھے۔ ان کی اصلیت معلوم کرنے کے لیے اس نے چوتھے کمرے کے مسافروں کو آلۂ کار بنایا۔

جب فلاور کمرے سے باہر آئی تو چوتھے کمرے کے باہر ایک شخص بیٹھا بیئر پی رہا تھا۔ الپا نے فلاور کو مسکرا کر اس سے باتیں کرنے پر مجبور کیا۔ اس شخص نے جواباً کہا۔ "آؤ بیٹھو' میرا نام جان بوائڈ ہے' اور تمہارا؟"

وہ مسکرا کر بولی۔ "مجھے فلاور کہتے ہیں۔"

"میں بیئر سے شغل کر رہا ہوں۔ میرا ساتھ دینا پسند کرو گی؟"

"شکریہ! میں نہیں پیتی اور بیٹھ بھی نہیں سکتی۔ ایک ضروری کام سے جا رہی ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ الپا' جان بوائڈ کے خیالات پڑھنے لگی۔ وہ جنگل میں بنائی جانے والی فلم کا ہیرو تھا۔ ایک ہیروئن اپنی بہن کے ساتھ کمرے کے اندر آرام کر رہی تھی۔ باقی تین مردوں میں سے ایک ڈائریکٹر' دوسرا کیمرا مین اور تیسرا اسسٹنٹ تھا۔

ان چاروں کے چہروں پر فلم میکرز کے نقاب چڑھے ہوئے تھے۔ یہ درپردہ ہیروں کے اسمگلرز تھے۔ دریائے جوبا کے راستے جنوبی افریقہ جا رہے تھے۔ وہاں ایک پارٹی سے سودا ہو چکا تھا وہ اس پارٹی سے ہیرے لے کر اٹلی کے ایک گاڈ فادر کے پاس پہنچانے والے تھے۔ وہ چاروں اٹلی کے بدنام ترین مجرم تھے۔ انہیں یاد نہیں تھا کہ وہ اب تک کتنے قتل کر چکے ہیں اور نہ آئندہ یاد رکھنا چاہتے تھے۔

ان کے ساتھ جو دو حسینائیں تھیں' وہ بھی چھٹی ہوئی تھیں۔ اپنے شکار کو محبت سے پھانستی تھیں پھر گلے لگ کر گلا کاٹتی تھیں۔ ان کے پاس فلمی شوٹنگ کے نقلی ہتھیار کم اور اصلی زیادہ تھے۔ انہوں نے بڑا سا بھاری بھرکم جنریٹر اس لیے ساتھ رکھا تھا کہ افریقہ کی ایک پہاڑی کے غار کے اندر جانا تھا۔ جہاں دن کو بھی گہری تاریکی رہا کرتی تھی۔ وہ لوگ کروڑوں ڈالرز کے ہیرے اسمگل کرنے کے لیے پورے انتظامات کے ساتھ جا رہے تھے۔

الپا کو اور دوسرے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اس بات سے دلچسپی نہیں ہو سکتی تھی کہ وہ ہیرے کس غار سے لائے جائیں گے اور کہاں پہنچائے جائیں گے۔ یہ خیال خوانی کرنے والوں کے لیے معمولی سی بات تھی۔ اسمگلرز جان جوکھم میں ڈال کر ہیرے لاتے۔ الپا جب چاہتی اپنے پسندیدہ ہیرے ان ہی اسمگلرز کے ذریعے اپنے پاس منگوا لیتی۔ اس نے ہیروں کو نظرانداز کیا اور جان بوائڈ کے ذریعے ان تمام اسمگلرز کے دماغوں میں جگہ بنالی۔

اس نے تھوڑی دیر بعد جان کے ذریعے دیکھا' پاشا دریا کے ساحل کی طرف جا رہا تھا۔ فلاور بھی ادھر ہی گئی تھی۔ الپا نے جان کی سوچ میں کہا۔ "پہلے وہ فلاور نامی حسینہ تاریکی میں ادھر گئی۔ اب اس کے پیچھے یہ شخص جا رہا ہے۔ ضرور کوئی خاص بات ہے۔ معلوم کرنا چاہئے۔"

وہ بے اختیار بیئر کا کین اٹھا کر کرسی سے اٹھ گیا۔ پھر پاشا سے بہت فاصلہ رکھ کر دبے قدموں اس کے پیچھے جانے لگا۔ الپا نے معلوم کیا تھا' جان کے کوٹ کے اندرونی جیب میں ایک ننھا سا پستول ہے' جو بہرام (پاشا) کو زخمی کرنے کے لیے کافی ہے۔ وہ چاہتی تھی کہ کسی طرح اس سانس روکنے والے کے دماغ میں ایک بار پہنچ جائے پھر اس کی اور اس کے ساتھیوں کی اصلیت معلوم کر لے گی۔

الپا نہیں جانتی تھی کہ جس شخص کا تعاقب کرا رہی ہے' وہ تعاقب کرنے والے کی سانسوں کی ہلکی سی آواز بھی پچیس گز کی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

دوری سے سن رہا تھا۔ پاشا چلتے چلتے ایک جھاڑی کے پیچھے بیٹھ گیا پھر چاروں ہاتھ پاؤں سے رینگتا ہوا ذرا دور ایک درخت کے پیچھے آ کر کھڑا ہو گیا۔ درخت کی آڑ سے دیکھنے لگا۔ جان ایک جگہ رک کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ اسے حیرانی تھی کہ آگے جانے والا کہاں گم ہو گیا تھا۔

پاشا تاریکی میں صاف دیکھ رہا تھا۔ جان نے دیکھنے کے لیے مجبوراً ٹارچ روشن کی تھی۔ الپا نے اس کی سوچ میں کہا۔ "مجھے دریا کنارے فلاور کے پاس جانا چاہیے۔ وہ شخص ضرور اس حسینہ کے پیچھے جائے گا۔"

جان بوائڈ نے بیزاری سے سوچا۔ "لعنت ہے۔ میں کیوں خواہ مخواہ ان کے پیچھے لگ گیا ہوں۔"

الپا نے اس کی سوچ میں کہا۔ "اس لیے کہ یہ لوگ پُراسرار ہیں۔ اگر ان کی اصلیت معلوم نہیں کروں گا تو یہ اسمگلنگ کی راہ میں رکاوٹ بنیں گے۔"

"جب یہ رکاوٹ بنیں گے تو ان میں سے ہر ایک کے لیے میری رائفل کی ایک ایک گولی کافی ہو گی۔"

وہ پلٹ کر اپنے کمرے کی طرف جانا چاہتا تھا لیکن نہ جا سکا۔ اس کے قدم رک گئے وہ پھر ادھر گھوم گیا' جدھر فلاور گئی تھی۔ تب سمجھ میں آیا کہ وہ اپنے اختیار میں نہیں ہے۔ الپا نے کہا۔ "ہاں' تم اپنے اختیار میں نہیں ہو۔ میں نے تمہارے دماغ پر قبضہ جما رکھا ہے۔ تم میرے محکوم ہو۔ میں جو حکم دوں گی' اس پر تم عمل کرو گے۔"

اس نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "کیا یہ ٹیلی پیتھی ہے؟"

"ہاں' یہ ٹیلی پیتھی ہے۔ میں جانتی ہوں کہ تم لوگ کروڑوں ڈالرز کے ہیرے اسمگل کرنے آئے ہو۔ میں چاہوں تو تم میں سے کوئی یہاں سے ایک قدم آگے نہ جا سکے۔ اگر میں چاہوں تو اسمگل ہونے والے تمام ہیروں کو سمندر کی تہ میں پہنچا دوں اور اگر دوست بن جاؤں تو کسٹم پولیس کی کھوپڑیاں گھما کر تمام ہیروں کو کھلے عام تمہارے گاڈ فادر تک پہنچا دوں۔"

"واقعی تم ایسا کر سکتی ہو اگر ہماری دوست بن جاؤ تو ہمیں مال چھپا کر لے جانے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔"

"تو پھر تالی دونوں ہاتھوں سے بجے گی۔ مجھ سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہو تو میرے لیے جاسوسی کرو۔"

"ضرور کروں گا۔ بولو' کیا چاہتی ہو؟"

"تم جس شخص کا تعاقب کر رہے ہو' وہ یوگا کا ماہر ہے۔ میں اس کے دماغ میں جاتی ہوں تو وہ سانس روک لیتا ہے اس طرح میں اس کے دماغ کو کنٹرول نہیں کر سکتی۔ اگر تم اس کے بازو یا ٹانگ پر گولی مار کر زخمی کرو گے تو وہ پھر سانس روکنے کے قابل نہیں رہے گا۔ میں اس کے دماغ پر قبضہ جما لوں گی۔"

"تم زخمی کرنے کی بات کہہ رہی ہو' میں اسے قتل کر سکتا ہوں۔ ویسے سمجھ رہا ہوں کہ وہ شخص تمہیں زندہ چاہیے۔"

"ہاں' تم فلاور کے قریب کہیں جا کر چھپے رہو۔ وہ ضرور اس سے ملنے آئے گا۔"

وہ ساحل کی طرف جانے لگا۔ باربرا کمرے میں تنہا تھی۔ فلاور اور پاشا سے توقع تھی کہ وہ جلد ہی کمرے میں واپس آئیں گے جب وہ نہیں آئے تو اس نے فلاور کے اندر جھانک کر دیکھا وہ گھاٹ کے چبوترے پر بیٹھی مشعل کی روشنی میں دریا کی لہروں کو تک رہی تھی اس کی سوچ نے بتایا کہ پاشا اس کے پاس نہیں پہنچا ہے۔

باربرا کو تشویش ہوئی کہ وہ کہاں رہ گیا ہے؟ اس نے دماغ پر دستک دی پھر کوڈ ورڈز ادا کرتے ہوئے بولی۔ "تم تو فلاور کے پاس جا رہے تھے یہاں درخت کے پیچھے کیا کر رہے ہو؟"

"ایک شخص میرا پیچھا کر رہا تھا۔ میں اسے تاریکی میں دیکھ رہا ہوں۔ وہ فلاور کی طرف جا کر ایک بڑے پتھر کے پیچھے چھپ گیا ہے۔"

"تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا یہ مرینا کا آدمی ہو گا؟"

"اس کی گردن پکڑنے سے اصلیت معلوم ہو گی۔ اس کی پشت میری طرف ہے۔ تم میرے پاس رہو۔ جیسے ہی اس کی گردن دبوچ لوں' تم اس کی کھوپڑی میں پہنچ جانا۔"

وہ دبے قدموں آگے بڑھنے لگا۔ ذرا آگے بہت سے سوکھے پتے زمین پر بکھرے ہوئے تھے۔ وہاں قدم پڑتے ہی وہ پتے شور مچانے لگتے۔ غیر معمولی بصارت کام آئی تھی۔ اس نے تاریکی میں سوکھے پتے دیکھ لیے تھے۔ وہاں سے کترا کر راستہ بدلا اور دوسری سمت جانے لگا۔

جان بوائڈ کی شامت آئی تھی۔ وہ پتھر کے پیچھے سے تاریکی میں صرف فلاور کو دیکھ سکتا تھا کیوں کہ وہ مشعل کے قریب بیٹھی ہوئی تھی اور دوسری سمت ٹارچ کی روشنی کے بغیر نہیں دیکھ سکتا تھا اور وہاں ٹارچ روشن کرنے سے اندیشہ تھا کہ چھپا ہوا دشمن اسے دیکھ لے گا۔

وہ خرگوش کی طرح خوش فہمی میں رہا کہ دشمن کی نظروں سے چھپا ہوا ہے۔ ایسے ہی وقت پاشا نے پیچھے سے آ کر اس کی گردن دبوچ لی۔ جان بوائڈ کا اپنے متعلق خیال تھا کہ وہ بہترین فائٹر ہے اور مقابل کے داؤ پیچ کا توڑ کر سکتا ہے اس کی یہ خوش فہمی ختم ہو گئی۔ اس نے گرفت سے نکلنے کے لیے پوری طاقت اور پوری صلاحیتیں آزما لیں تب پتا چلا کہ مقابل گوشت پوست کا نہیں لوہے کا بنا ہوا ہے۔

وہ تکلیف برداشت کرتے ہوئے کوٹ کی اندرونی جیب میں ہاتھ ڈالنے لگا۔ باربرا نے کہا۔ "پاشا! یہ اندر کی جیب سے پستول نکالنا چاہتا ہے۔"

پاشا نے اس کی کلائی پکڑ کر موڑ دی۔ اس کی جیب سے پستول نکال کر پوچھا۔ "کیا اس کی ضرورت ہے؟ اس کے خیالات کیوں

[پڑ]ھ رہی ہو؟"

"اس کی ضرورت اتنی ہی ہے کہ اس کے ذریعے اس کے [دو]سرے ساتھیوں تک پہنچ سکوں گی اسے چھوڑ دو اور واپس جانے [دو۔]"

پاشا نے اسے چھوڑ دیا' الپا کہہ رہی تھی۔ "جان! تم تو اس [کے] مقابلے میں چوہے ثابت ہوئے۔"

"مجھے چوہا کہہ لو لیکن یہ شخص آدمی نہیں فولادی روبوٹ ہے۔ [تم]ہارا کوئی بھی گوشت پوست کا پہلوان اس سے مقابلہ نہیں کر [سک]ے گا۔"

باربرا نے جان کے دماغ میں آ کر کہا۔ "الپا! میں شی تارا بول [رہ]ی ہوں۔ تم ان لوگوں کو آلۂ کار بنا کر پھر منہ کی کھاؤ گی۔"

"شی تارا کیا تم جنگل میں ہو؟"

"یہ احمقانہ سوال ہے۔ کیوں اپنی قوت سے زیادہ زور دکھا رہی ہو۔ تمہاری ایک ٹیم پارس' باربرا' پاشا اور ایک زہریلی لڑکی کے [ہات]ھوں فنا ہو چکی ہے۔ اب اپنے پیاروں کی سلامتی چاہو تو ادھر کا [ر]خ نہ کرو۔"

"تمہارے مشورے کا شکریہ۔ مجھے اندازہ ہو چکا ہے کہ تم یا [مری]نا کوئی ایک خیال خوانی کرنے والی اپنی ٹیم کے ساتھ اس جنگل [می]ں موجود ہے۔"

"تم اپنے اندازوں پر چلتی رہو اور ٹھوکریں کھاتی رہو۔ ایک [مشو]رہ اور دیتی ہوں ان اسمگلرز کو آلۂ کار نہ بناؤ۔ میں انہیں [تم]ہارے کسی کام نہیں آنے دوں گی۔"

الپا نے بڑے برادر آدم کے پاس آ کر کہا۔ "بڑے بھائی! شی تارا کی [ٹی]م بھی وہاں پہنچ گئی ہے۔"

اس نے بڑے بھائی کو موجودہ روداد سنائی۔ اس نے کہا۔ "[برا]در بلیک آدم کے پاس جاؤ۔ اسے صورتِ حال سے آگاہ کرو اور [ا]سے سمجھاؤ کہ اس کے لیے پارس کی ٹیم زیادہ خطرناک ہے کیوں کہ [ا]س ٹیم میں دو زہریلے ہیں' پارس اور وہ زہریلی لڑکی۔"

"ٹھیک ہے۔ میں برادر کے پاس جا رہی ہوں۔"

"اور سنو! برادر بلیک آدم کے وہاں پہنچنے تک ان اسمگلرز کو [ض]رور آلۂ کار بناؤ۔ کوشش کرو کہ زیادہ سے زیادہ دشمن زخمی ہو کر [تم]ہاری خیال خوانی کی زد میں جائیں۔"

وہ بلیک آدم کے پاس چلی گئی۔ ادھر باربرا نے جان بوائڈ کو [و]اپس کمرے میں جانے پر مجبور کیا۔ وہ دوسرے اسمگلرز کے پاس آ [ک]ر انہیں بتانے لگا کہ کس طرح ایک خیال خوانی کرنے والی نے [ا]سے ٹریپ کیا تھا اور وہ انہیں ہیروں کے اسمگلرز کے طور پر اچھی [ط]رح جانتی ہے۔

اس کے ساتھی یقین نہیں کر رہے تھے کہ اس جنگل میں ایک [ٹی]لی پیتھی جاننے والی آ گئی ہے۔ جان بوائڈ نے کہا۔ "تم ایک پر [یقی]ن نہیں کر رہے ہو بعد میں ایک اور میرے دماغ میں آ گئی تھی۔ یعنی دو ٹیلی پیتھی جاننے والیاں میرے دماغ میں لڑنے کے انداز میں ایک دوسرے سے بول رہی تھیں۔"

یہ یقین کرنے والی بات نہیں تھی۔ تمام ساتھی اسے ایسے دیکھ رہے تھے جیسے اس نے زیادہ پی لی ہو یا اس کا دماغ چل گیا ہو پھر اس نے باربرا کی مرضی کے مطابق کہا۔ "یہ ابھی میرے اندر موجود ہے اور تمہارے اندر آ کر اپنی موجودگی کا یقین دلائے گی۔"

باربرا نے ایک کے ذریعے دوسرے اور دوسرے کے ذریعے تیسرے کی آوازیں سنی تھیں۔ وہ ایک کے اندر آئی اس نے اپنے ساتھی کو ایک تھپڑ مار کر کہا۔ "یہ میں نے نہیں اس نے مارا ہے۔"

مار کھانے والے نے تیسرے کو الٹا ہاتھ رسید کرتے ہوئے کہا۔ "یہ وہی ہے' اپنی موجودگی کا یقین دلا رہی ہے۔"

ان کے ساتھ دو حسینائیں تھیں۔ وہ ایک دوسرے سے لڑنے لگیں پھر اچانک ہی سب خاموش ہو گئے۔ ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ جان نے کہا۔ "ہم کبھی آپس میں یوں نہیں لڑتے تھے۔ اس ٹیلی پیتھی جاننے والی نے ہمیں مجبور کیا تھا۔"

ایک حسینہ سہم کر بولی۔ "افریقہ کے جادوگر مشہور ہیں۔ یہ کوئی جادوئی چکر ہے۔"

باربرا نے دوسری حسینہ کی زبان سے کہا۔ "میں اس کی زبان سے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی بول رہی ہو۔ تم سب اسے ٹیلی پیتھی سمجھو یا کوئی جادو' میرے لیے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں تمہیں سمجھانے آئی ہوں۔ یہاں تمہاری ایک دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والی ہے۔ جان بوائڈ اس کی باتیں سن چکا ہے۔ میں ایک بات سمجھاتی ہوں۔ تم میں سے کوئی صبح تک اس کمرے سے باہر نہ جائے اگر کوئی ساتھی جبراً جانا چاہے تو سمجھ لینا وہ دشمن عورت دماغ میں گھس کر اسے باہر موت کے منہ میں لے جا رہی ہے۔"

جان بوائڈ نے پوچھا۔ "اس جادو کا توڑ کیا ہو گا؟"

"اس کا ایک ہی راستہ ہے جو جبراً باہر جانا چاہے اسے سب مل کر پکڑ لو۔ ہرگز جانے نہ دو۔"

"اگر سب ہی جبراً باہر جانا چاہیں تو؟"

"وہ ایک ہی دشمن ہے۔ ایک وقت میں ایک ہی کے دماغ میں آئے گی۔ بیک وقت تم سب کو مجبور نہیں کر سکے گی۔"

انہوں نے سر ہلایا۔ وعدہ کیا کہ صبح تک کمرے سے باہر نہیں جائیں گے۔ باربرا وہاں سے فلاور کے پاس آئی۔ پاشا اس کے پاس آ کر گھاٹ کے چبوترے پر بیٹھ گیا تھا اور اس سے پوچھ رہا تھا۔ "تمہیں پتا ہے' کوئی پندرہ بیس منٹ پہلے تم تنہائی میں کیا بڑبڑا رہی تھیں؟"

"تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں یہاں بڑبڑا رہی تھی؟"

"میں چھپ کر سن رہا تھا' تم کہہ رہی تھیں کہ تمہیں تنہائی میں بھولی ہوئی باتیں یاد آتی ہیں اور تمہیں یہ یاد آتا ہے کہ تم میری

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

بیوی مریم ہو۔"

فلاور نے تنہائی میں جب ایسا کہا تھا تو اس وقت باربرا نے اس کے دماغ پر قبضہ جما رکھا تھا۔ اسی لیے اسے اپنی بڑبڑائی ہوئی بات یاد نہیں رہی تھی۔ وہ بولی "میں ایسی کوئی بات نہیں کہہ رہی تھی۔ کیا میرا دماغ چل گیا ہے کہ میں خود کو تمہاری بیوی مریم کہوں؟"

پاشا نے کہا۔ "میں اسی بات پر حیران ہوں کہ تم تو کنواری ہو' ایسا کیوں کہہ رہی ہو مگر ایمان سے کہتا ہوں' تم ایسا کہہ رہی تھیں۔ میں نے چھپ کر صاف طور سے سنا ہے۔"

"یہ بات خلافِ تہذیب ہے کہ تم چھپ کر میری باتیں سنتے ہو۔ میری ٹوہ میں رہتے ہو' کیا تم خبطی ہو؟"

"پلیز' غصہ نہ کرو۔ تم تنہائی میں یہ بھی کہہ رہی تھیں کہ ایسے میں تمہارے پاس چلا آؤں تو یہاں شاید تم مجھے بیوی کی حیثیت سے پہچان لو۔"

"کیا بکواس ہے' میری شادی نہیں ہوئی پھر بیوی کی حیثیت سے کیوں پہچاننے کی حماقت کروں گی۔"

وہ بولا "میاں بیوی کو مارو گولی۔ آؤ ہم ایک نئی زندگی شروع کریں۔"

"مجھے تم سے ڈر لگتا ہے۔"

"کیا میں بدصورت اور ہیبت ناک ہوں؟ قابلِ نفرت ہوں؟"

"بالکل نہیں۔ تم تو پہلی ہی نظر سے اچھے لگ رہے ہو لیکن بہکی بہکی باتیں کرتے ہو تو ڈر لگتا ہے۔"

اس نے اس کے شانوں پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "مجھ سے نہ ڈرو۔ میں تمہارا عاشق جانباز ہوں۔ آؤ ہم جنگل میں منگل منائیں۔"

"نہیں' میں ایسی لڑکی نہیں ہوں۔"

"مانا کہ ایسی لڑکی نہیں ہو لیکن یہ سوچو' وحشی قبیلے میں جاؤ گی تو وہ نہیں پوچھیں گے کہ ایسی ہو یا نہیں؟ وہ ایسی کی تیسی کر دیں گے۔ بہتر ہے مجھ جیسے شریف عاشق کی قدر کرو اور مجھے شکوک و شبہات کی دلدل سے نکالو۔"

"کیسے شکوک و شبہات؟"

"یہی کہ تم چالیس سالہ مریم نہیں ہو۔"

وہ ایک جھٹکے سے الگ ہو کر بولی۔ "تم پھر مجھے مریم کہہ رہے ہو۔ مجھے بوڑھی کہہ کر میرا مذاق اڑا رہے ہو۔"

"دیکھو' تمہارا غصہ بتا رہا ہے کہ بیویاں اسی طرح جھگڑتی ہیں۔"

"تم نے بیوی بیوی کہہ کر اسے میری چڑ بنالی ہے۔"

اس نے ہاتھ پکڑ کر اسے کھینچا پھر اسے دونوں بازوؤں میں اٹھا کر مشعل سے دور تاریکی میں جاتے ہوئے بولا۔ "اگر تم بیوی ثابت [illegible] میں تو تمہارے ساتھ ساتھ اس شیطان پارس کا بھی منہ [illegible] [illegible] گا۔"

الپا تھوڑی دیر بعد واپس آئی۔ پہلے اس نے فلاور کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو موقع غنیمت لگا۔ اگر ایسے وقت وہ فلاور کے عاشق پر حملہ کراتی تو وہ غفلت میں ضرور زخمی ہو سکتا تھا اور اس کے لیے اپنے دماغ کے دروازے کھول سکتا تھا۔

وہ اسمگلرز کے درمیان جان بوائڈ کے پاس آئی پھر بولی۔ "فوراً رائفل اٹھاؤ اور باہر چلو۔"

وہ بولا۔ "سوری۔ میں خطرات سے کھیلنے نہیں جاؤں گا۔"

"تمہارا تو باپ بھی جائے گا۔ چلو اٹھو۔"

اس نے جان کے دماغ پر قبضہ جمایا وہ بے اختیار اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا پھر اپنی رائفل اٹھا کر لوڈ کرنے لگا۔ ایک ساتھی نے چونک کر پوچھا۔ "یہ کیا کر رہے ہو؟"

وہ غرا کر بولا۔ "کچھ نہیں' تم سب آرام کرو میں ابھی آتا ہوں۔"

ایک ساتھی فوراً ہی اپنی رائفل اٹھا کر دروازے پر آکھڑا ہوا۔ اس کا راستہ روکتے ہوئے بولا۔ "ہم سمجھ گئے ہیں۔ وہ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والی آئی ہے۔ ہم تمہیں باہر جانے نہیں دیں گے۔"

دوسرے ساتھی بھی اپنی اپنی گن لے کر بولے۔ "پیارے دوست جان! اپنی رائفل پھینک دو۔ ہم دوست کو موت سے بچانے کے لیے زخمی کر کے اس کمرے تک محدود کر سکتے ہیں۔"

باربرا نے ایک حسینہ کے ذریعے کہا۔ "الپا! تم ایک کو چھوڑ کر دوسرے کے دماغ پر قبضہ کرو گی لیکن یہاں چار مرد ہیں۔ باقی تین اپنے چوتھے ساتھی کو روکیں گے۔"

الپا نے دوسری حسینہ کی زبان سے کہا۔ "اگر اپنے مقصد میں کامیابی نہیں ہوئی تو میں ایک کے ذریعے دوسرے کو گولی مارتی جاؤں گی۔"

"ایسا کرنے سے پہلے سوچو' تمہیں کیا حاصل ہوگا؟ یہاں ایسے بے گناہ چار مرد اور دو عورتیں ہیں جن سے ہماری تمہاری کوئی عداوت نہیں ہے۔ ان بیچاروں کا ہمارے معاملے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"جب میں انہیں استعمال کر رہی ہوں تو سمجھو تعلق ہے۔ تم میرا راستہ نہیں روک سکو گی۔"

"الپا! اتنا عرصہ گزر گیا ہے' تم نے اب تک تجربہ اور دانائی حاصل نہیں کی ہے یہ لکھ لو کہ تمہیں ناکامی ہوگی۔ میں یہاں سے جا کر فوراً اپنے ساتھیوں کو خطرے سے آگاہ کر دوں گی۔ اس کمرے سے باہر جانے والے تمہارے کسی آلۂ کار کو تمہارا کوئی مطلوبہ شخص نہیں ملے گا۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولی۔ "میں اپنے ساتھیوں کو آگاہ کرنے جا رہی ہوں۔ یہ تمام آلۂ کار تمہیں مبارک ہوں۔ انہیں کمرے سے باہر لے جاؤ اور [illegible] [illegible] بھٹکاؤ۔"

باربرا جس حسینہ کی زبان سے بول رہی تھی' وہ حسینہ چپ ہو گئی۔ کمرے میں خاموشی طاری رہی۔ الپا نے جواباً دوسری حسینہ کی زبان سے کچھ نہیں کہا اور نہ ہی کسی کو کمرے سے باہر جانے پر مجبور کیا۔ باربرا کی بات سمجھ میں آگئی تھی کہ اس کا کوئی آلۂ کار اس کے کسی مطلوبہ دشمن تک نہیں پہنچ پائے گا۔

○☆○

پارس دریا کنارے دور تک گیا پھر ایک جھاڑی کے پیچھے مناسب سی جگہ دیکھ کر ایک بڑے سے پتھر پر بیٹھ گیا۔ اس نے اٹیچی کھول کر ایک چارجر لائٹ نکالی۔ اسے روشن کیا پھر ریڈی میڈ میک اپ کا سامان اور آئینہ نکال کر اپنے چہرے پر ہلکی سی تبدیلیاں کرنے لگا۔

وہ چاہتا تھا کہ آئندہ کبھی فلاور سے سامنا ہو تو وہ اسے نہ پہچانے۔ اگر پہچانے گی تو الپا کو اس کے چور خیالات سے معلوم ہو جائے گا کہ وہی نیلما اور بہرام سے بچھڑ کر گیا تھا۔ ایسے میں اس کی روپوشی کا تجسس اور اسرار ختم ہو جائے گا۔

اس نے چہرے پر سے مونچھیں اور داڑھی ہٹا دیں۔ سر سے لمبے بالوں والی وِگ بھی اتار دی۔ آنکھوں میں ہلکے سبز رنگ کے لینز لگائے۔ یوں چند منٹوں میں پہلے والا چہرہ نہ رہا۔ اسے صرف باربرا اور پاشا پہچان سکتے تھے کیوں کہ وہ قاہرہ میں یہی صورت اختیار کیے ہوئے تھا۔

اس نے لباس تبدیل کر کے میک اپ کا سامان جھاڑیوں میں چھپا دیا۔ سر کی وِگ' مونچھیں اور داڑھی بھی وہیں پھینک دی پھر گھاٹ اسٹیشن کی طرف لوٹنے لگا۔ اس کے جانے اور واپس آنے میں آدھا گھنٹا صرف ہوا اتنی دیر میں گھاٹ اسٹیشن کی صورتِ حال بدل گئی۔ بلیک آدم اپنے زر خرید آلۂ کاروں کے ساتھ وہاں پہنچ گیا تھا۔

مرینا' صفورا' عبداللہ اور ڈی کروز اپنے کمرے میں بیٹھے لانچ کا انتظار کر رہے تھے۔ ایسے ہی وقت چار دیواری کے پیچھے ایک موٹر گاڑی کے آنے پھر رکنے کی آواز سنائی دی۔ انہیں فلاور کے ذریعے معلوم ہو چکا تھا کہ الپا کی دوسری ٹیم وہاں پہنچنے والی ہے۔ اس لیے وہ سب ذرا محتاط ہو گئے۔

رات کی گہری خاموشی میں صفورا نے کان لگا کر ایک آواز سنی پھر اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ عبداللہ نے پوچھا۔ "کیا ہوا؟"

وہ پریشان ہو کر بھائی سے بولی۔ "یا اخی! نیولا ہے۔ وہ نیولا ایسی آواز نکال رہا ہے۔ جیسے میرے زہر کی بو سونگھ رہا ہو۔"

اس نے بھائی کے ہولسٹر سے ریوالور نکالا۔ اس کے چیمبر کو چیک کیا وہ پوری طرح لوڈ تھا۔ وہ تیزی سے چلتی ہوئی دروازے تک گئی پھر یہ بولتی ہوئی چلی گئی۔ "انتظار کرو میں واپس آؤں گی۔"

وہ کمرے کے باہر پھیلی ہوئی تاریکی میں آئی پھر ایک سمت دوڑتی چلی گئی۔ اسے نیولے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ گوگامبا اپنے نیولے کو دونوں ہاتھوں سے دبوچے گاڑی کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ بلیک آدم نے پوچھا۔ "یہ نیولا اتنا کیوں مچل رہا ہے۔ عجیب سی آوازیں نکال رہا ہے؟"

"اسے اپنے شکار کی بو مل رہی ہے۔"

"یعنی یہ پارس اور اس زہریلی لڑکی کی موجودگی کا یقین دلا رہا ہے۔ اسے چھوڑ دو' بو کی سمت جانے دو۔"

"ابھی اس نے بو کی صحیح سمت کا تعین نہیں کیا ہے۔ اس لیے تڑپ رہا ہے۔ کبھی اِدھر کبھی اُدھر سونگھ رہا ہے اور ناکامی سے جھنجلا کر آوازیں نکال رہا ہے۔"

"کہیں وہ دونوں اس کے سونگھنے کی رینج سے دور نہ نکل جائیں؟"

گوگامبا چونک کر بولا۔ "ہیئر اِٹ اِز۔ اس نے بو کی سمت کا تعین کر لیا ہے۔ آپ انتظار کریں' ہم ابھی آتے ہیں۔"

اس نے رائفل سنبھالی۔ نیولے کو اپنی گرفت سے آزاد کیا۔ وہ اچھل کر گھاس پر آیا پھر ایک سمت دوڑنے لگا۔ گوگامبا کے ساتھ ایک اور مسلح نیگرو نیولے کے پیچھے دوڑتا جا رہا تھا اور ٹارچ کی روشنی سے دور تک راستہ دکھاتا جا رہا تھا۔

صفورا نے اینٹی ڈارک گوگلس پہنا ہوا تھا۔ وہ جنگل کی تاریکی میں دوڑتے دوڑتے ایک جگہ رک گئی اس نے پیچھے پلٹ کر دیکھا۔ دور بہت دور ٹارچ کی ہلکی سی روشنی دکھائی دے رہی تھی۔ یعنی وہ نیولا اور اس کے ساتھی صحیح سمت کا تعین کرتے چلے آرہے تھے۔

اس نے شانے سے لٹکے ہوئے بیگ میں ہاتھ ڈال کر ایک پرفیوم کی شیشی نکالی پھر اپنے اوپر سر سے پاؤں تک خوشبو اسپرے کرنے لگی۔ اس کے بعد اس نے دیکھا۔ دور سے آنے والی ٹارچ کی روشنی ایک جگہ رک گئی تھی۔ آگے نہیں بڑھ رہی تھی۔ اس کی بو خوشبو میں چھپ گئی تھی۔ نیولا سر اٹھا کر فضا میں سونگھ رہا تھا۔ اسے بو نہیں مل رہی تھی۔

صفورا نے مطمئن ہو کر پرفیوم کی شیشی کو اپنے بیگ میں ڈالا مگر غلطی ہو گئی۔ بیگ میں ڈالتے وقت وہ دور روشنی کو دیکھ رہی تھی۔ شیشی بیگ سے باہر گر گئی۔ پتھر پر آکر پڑی پھر ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ اس کا رقیق مادہ پتھر اور گھاس پر بکھر گیا۔

اطمینان غائب ہو گیا۔ اس نے جتنی خوشبو اپنے اوپر اسپرے کی تھی' وہ جنگل کی کھلی فضا میں چند منٹوں کی مہمان تھی پھر فنا ہو جانے والی تھی۔ اس نے سوچا جتنی جلدی ہو سکے ایک لمبا چکر کاٹ کر گھاٹ اسٹیشن جائے گی پھر مرینا کے پاس پرفیوم ہو گا تو اسے بچاؤ کا سہارا بنا کر نیولے کو کسی طرح گولی مارنے کی کوشش کرے گی۔ یہ سوچ کر وہ ایک سمت بھاگتی چلی گئی۔

ادھر گوگامبا اپنے نیگرو ساتھی کے ساتھ نیولے کو دیکھ رہا تھا۔ نیولا ایک اونچے پتھر پر بیٹھا گم ہو جانے والی بو کو ڈھونڈ رہا تھا۔ اس بار پارس کی شامت آگئی۔ اسے صفورا کی بو تو نہ ملی' پارس کی مل گئی۔ اس نے ایک مخصوص آواز نکالی پھر پتھر سے چھلانگ لگا کر

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

گھاس پر آیا اور ایک طرف دوڑنے لگا وہ دونوں بھی اس کے پیچھے دوڑ لگانے لگے۔

وہ اپنی اٹیچی اٹھائے دریا کنارے سے آرہا تھا۔ دور سے ایک روشنی کو اپنی طرف آتے دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ اس جنگل میں سب ہی دشمن تھے کسی دوست کے آنے کی توقع نہیں تھی۔ وہ ایک سمت گھوم کر بھاگنے لگا پھر ذرا دور جا کر دیکھا۔ ٹارچ کی وہ روشنی اسی کی طرف آرہی تھی۔

وہ پھر سمت بدل کر دوڑنے لگا اور پیچھے پلٹ پلٹ کر دیکھنے لگا۔ حیران پریشان ہونے لگا کہ ان ٹارچ والوں کو کیسے معلوم ہو رہا ہے کہ وہ کدھر جا رہا ہے؟ جدھر جا رہا تھا، وہ ادھر ہی دوڑتے چلے آرہے تھے۔

وہ دوڑتے ہوئے سوچ رہا تھا۔ "میری عقل کام کیوں نہیں کر رہی ہے؟ یہ بھید سمجھ میں کیوں نہیں آرہا ہے؟ یہ کیا ماجرا ہے۔ وہ تعاقب کرنے والے کیسے سمجھ رہے ہیں کہ میں کہاں سے کہاں سمت بدل کر بھاگ رہا ہوں۔"

بھاگتے بھاگتے، سوچتے سوچتے اس نے ٹھوکر کھائی۔ گھاس پر گرا پھر لڑھکتا ہوا ایک پتھر کے پاس آکر تھم گیا۔ وہاں حیرانی میں اور اضافہ ہوا۔ پتھر اور گھاس میں سے بڑی سحر زدہ کرنے والی خوشبو آرہی تھی۔ وہ خوشبو کا رسیا تھا، پہچان گیا کہ وہ ڈیلا ٹلا نامی پیرس کے ایک پرفیوم کی مہک ہے۔ ادھر سے کوئی خوشبو والی خوشبو میں نہا کر گزری ہے۔ جتنا نہایا سو نہایا، باقی گرا کر چلی گئی۔

اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ دور سے آنے والی روشنی رک گئی تھی۔ اس کی سمت نہیں آرہی تھی۔ اچانک اس کے ذہن میں سوال پیدا ہوا "کیا یہ خوشبو ڈھال بن گئی ہے؟

وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اسے اپنے سوال کا جواب مل رہا تھا۔ ٹارچ کی روشنی دوسری طرف گھوم گئی تھی۔ تعاقب کرنے والے ادھر نہیں آرہے تھے۔ ادھر جا رہے تھے۔ پتھر اور گھاس پر پھیلی ہوئی خوشبو ابھی چند منٹوں کی مہمان تھی لیکن اس سے پہلے صفورا کے بدن کی خوشبو معدوم ہو گئی تھی پھر اس کے زہر کی مخصوص بو نیولے کو پکار رہی تھی۔ اس لیے وہ لوگ پارس کو چھوڑ کر پھر صفورا کے پیچھے پڑ گئے تھے۔

صفورا دوڑتے دوڑتے پھر ایک جگہ رک گئی۔ اس کے بائیں ہاتھ میں ریوالور تھا۔ اس نے دایاں ہاتھ بیگ میں ڈال کر ایک ٹین کا گول ڈبا نکالا پھر اسے کھولا اس کے اندر ایک زہریلا سانپ بل کھا رہا تھا۔ ڈبا کھلتے ہی اس نے پھن اٹھا لیا۔ صفورا نے بڑی پھرتی سے اس کی گردن پکڑ لی۔ وہ ایک درخت کی آڑ میں تھی۔ دشمنوں کو آتے ہوئے دیکھ رہی تھی اب تک وہ دور تھے، نیولا نظر نہیں آرہا تھا کیوں کہ وہ زمین پر گھاس اور جھاڑیوں میں سے گزرتا چلا آرہا تھا۔ کوئی بیس گز کے فاصلے پر پہنچتے ہی وہ ٹارچ کی روشنی میں نظر آگیا۔

وہ ٹارچ والے کو نشانے پر لیے کھڑی اس کے مزید قریب آنے کا انتظار کر رہی تھی پھر اس نے گولی داغ دی جنگل کے سناٹے میں ٹھائیں کی آواز کے ساتھ ٹارچ والے کی چیخ دور تک گونجتی چلی گئی۔ وہ فنا ہو گیا اور ٹارچ بجھ گئی۔ نیولے کو کسی کے مرنے جینے سے کیا لینا تھا؟ وہ اپنی دھن میں زہر کی بو پر... دوڑتا چلا آرہا تھا جب پانچ چھ گز کا فاصلہ رہ گیا تو صفورا نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے سانپ کو اس پر پھینک دیا۔

سانپ اس پر آیا اس سے پہلے اس کے زہر کی بو پہنچی۔ نیولے نے گھاس پر سے چھلانگ لگائی۔ فضا میں ہی سانپ کی گردن کو دانتوں میں دبوچ لی۔ وہ کوئی باقاعدہ تربیت یافتہ نہیں تھا۔ از خود کے یہ مخصوص نیولے قدرتی طور پر سیکھے سکھائے ہوتے ہیں۔ انہیں کسی انسانی ٹریننگ کی ضرورت نہیں پڑتی وہ فضا سے زمین پر آ گرے۔ سانپ بل کھا کر نیولے کے جسم کو جکڑنے لگا۔ نیولا اگرچہ گرفتار تھا لیکن اس نے سانپ کو بھی بے بس کر رکھا تھا۔

ادھر صفورا اور کوگامبا نے اینٹی ڈارک لینسز پہنے ہوئے تھے ٹارچ کے بغیر نیولے اور سانپ کی جنگ دیکھ رہے تھے۔ صفورا نے سانپ کو چارے کے طور پر پیش کیا تھا تاکہ نیولے کو لڑائی کے دوران گولی مار سکے۔ اس نے درخت کے پیچھے سے تاک کر گولی ماری لیکن وہ لڑائی کے وقت اِدھر اُدھر ہو رہے تھے اس لیے گولی ضائع گئی۔ دوسری طرف سے کوگامبا نے چھپ کر جوابی فائر کیا۔ صفورا نے اپنے بچاؤ کے لیے نیولے کو چھوڑ کر کوگامبا پر فائرنگ کی۔ وہ دونوں کبھی جھاڑیوں اور کبھی درختوں اور پتھروں کے پیچھے پوزیشن بدل بدل کر گولیاں چلاتے رہے۔ صفورا نے نیولے پر بھی دوسری بار گولی چلائی تھی لیکن دور نکل آنے کے باعث نشانہ خطا ہوا۔ نیولا موت کی صورت میں پھر زندہ رہ گیا۔

صفورا کے پاس فاضل گولیاں نہیں تھیں۔ ریوالور کا چیمبر خالی ہو گیا اب وہ مقابلے پر ٹھہر نہیں سکتی تھی۔ ادھر نیولا اپنے تیز دانتوں سے سانپ کی گردن الگ کر چکا تھا۔ مردہ سانپ کے بل کھل رہے تھے۔ نیولا شکنجے سے آزاد ہو رہا تھا۔ وہ پتھر کے پیچھے سے اٹھ کر بھاگنے لگی۔ کوگامبا نے دو فائر کیے لیکن درختوں کی بہتات اس کی گولیوں کو روک رہی تھی۔ وہ پھر نیولے کے ساتھ اس کے تعاقب میں دوڑنے لگا۔

پارس دوڑتے دوڑتے رک گیا۔ سامنے ایک نیگرو کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ اس کی رائفل اور بجھی ہوئی ٹارچ قریب ہی پڑی ہوئی تھیں۔ وہ بڑی دیر سے فائرنگ کی آوازیں سن رہا تھا اور معلوم کرنا چاہتا تھا کہ کن پارٹیوں کے درمیان جنگ جاری ہے۔ اس نے رائفل اٹھالی۔ مردہ نیگرو کی کمر سے کارتوس کی پیٹی کھول لی۔ ٹارچ وہیں چھوڑ دی اس کی ضرورت نہیں تھی۔ اس نے آنکھوں میں اینٹی ڈارک لینسز چڑھا رکھے تھے۔

وہ آگے بڑھنے لگا پھر ایک فائر... کی آواز قریب سے سنائی دی۔ وہ ایک پتھر کے پیچھے بیٹھ گیا۔ کوئی آدھے منٹ کے اندر ہی

ایک نیگرو دوشیزہ نظر آئی۔ وہ پتلون اور جیکٹ میں تھی۔ پیروں میں فل بوٹ تھے۔ شانے سے ایک بیگ لٹک رہا تھا۔ دوڑتے وقت یوں لگ رہا تھا جیسے پھولوں بھری شاخ لچک رہی ہے۔ ایک ناگن کی طرح لچکیلا بدن تھا۔ شانوں تک آنے والی زلفیں ہوا میں لہرا رہی تھیں۔ اس کے دوڑنے کے انداز سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ بڑی تیز رفتار ہے۔ پتھروں اور جھاڑیوں پر سے چھلانگیں لگا کر گزرتی جا رہی تھی۔ جنگل کے اونچے نیچے راستے اس کے لیے کوئی معنی نہیں رکھتے تھے۔

پھر ایک ہٹا کٹا نیگرو دکھائی دیا۔ وہ دوشیزہ کے تعاقب میں دوڑتا چلا آرہا تھا۔ اس نے ایک ہاتھ سے نیولے کو دبوچ رکھا تھا۔ دوسرے ہاتھ میں رائفل تھی۔ ایک ہاتھ سے وہ گولی چلا رہا تھا لیکن صحیح نشانہ نہیں لگا پا رہا تھا۔ اس کے باوجود اسے موت کی دھمکیاں دینے کے لیے فائرنگ کرتا آرہا تھا۔ اس کی ایک گولی دوشیزہ کے کان کے قریب سے گزری وہ چیخ مار کر اچھلی اور گر پڑی۔

وہ چند قدموں کے فاصلے پر رک گیا۔ اسے نشانے پر رکھتے ہوئے بولا "میں نے نیولے کو قابو میں کر رکھا ہے۔ یہ میرے ہاتھ سے نکلے گا تو سیدھا تمہارے حلق کی نلی کو دبوچ لے گا۔ آقا نے کہا تھا کہ، اگر زہریلی لڑکی قابو میں آئے تو نیولے کو حملہ نہ کرنے دینا۔ لہٰذا اپنی سلامتی چاہتی ہو تو بتاؤ تمہاری ٹیم میں پارس کیوں نہیں ہے؟ وہ کہاں اور کیوں روپوش رہتا ہے!"

وہ زمین پر سے اٹھ کر بولی۔ "جس طرح تم اپنے آقا کے زر خرید ہو، اسی طرح پارس نے میری خدمات خریدلی ہیں۔ آقا اپنا راز غلاموں اور کنیزوں کو نہیں بتاتے۔ پارس نے بھی ہمیں نہیں بتایا ہے کہ وہ کہاں اور کیوں روپوش رہتا ہے۔"

وہ بولا۔ "اس کا مطلب ہے تم ہمارے کسی کام کی نہیں ہو بلکہ خطرناک ہو، موقع ملتے ہی ہمیں ڈس لوگی۔ اس سے پہلے تمہیں میرے نیولے کا شکار ہو جانا چاہیے۔"

اس نے بازو میں دبوچے ہوئے نیولے کو فضا میں اچھالا، وہ آوازیں نکالتا ہوا فضا میں گویا اڑ کر اس کی طرف آیا۔ جواباً صفورا نے قلابازی کرتے ہوئے ایک کراٹے کا ہاتھ رسید کیا۔ نیولے نے ایک منمناتی ہوئی کمزور سی چیخ ماری اور ایک طرف جا کر جھاڑی میں گر پڑا۔ کوگامبا نے دونوں ہاتھوں سے رائفل سنبھالی پھر اس کا نشانہ لیتے ہوئے بولا۔ "ناگن! میرے نیولے کی بے چینی کو چین دے دے۔ اس کی ضد پوری نہ ہوئی تو یہ تڑپتا رہے گا اگر تو نے اسے اپنی بوٹیاں نوچنے نہ دیں تو میں تجھے گولی مار دوں گا۔"

اب اس کے آگے کنواں اور پیچھے کھائی تھی اگر وہ نیولے سے مقابلہ کرتی تو وہ گولی مار دیتا۔ مقابلہ نہ کرتی تو نیولا اپنے تیز نوکیلے دانتوں سے اس کے حلق کی نلی کو کاٹتا اور اُدھیڑنا شروع کر دیتا۔ اس کے سوچتے سوچتے کوگامبا نے نیولے کو "کم آن" کہتے ہوئے چٹکی بجائی۔ نیولے نے ایک مخصوص منمناتی ہوئی سی آواز نکالتے ہوئے جھاڑیوں میں سے چھلانگ لگائی۔ فضا میں اڑتا ہوا صفورا کے حلق کی طرف آیا، اسی لمحے پارس نے گولی داغ دی۔ سیون ایم ایم کی رائفل تھی۔ نیولے کے چیتھڑے اڑ گئے۔ اس نے دوسرا فائر کیا۔ کوگامبا کے ہاتھ سے رائفل چھوٹ کر ذرا فاصلے پر جا گری، وہ پہلے تو بوکھلایا پھر اپنی رائفل کی طرف جھکنا چاہتا تھا پارس نے اس کے قدموں کی طرف فائر کیا۔ وہ اچھل کر دور چلا گیا پھر اس نے پریشان ہو کر سامنے دیکھا۔ صفورا نے بھی گھوم کر اپنے اجنبی محافظ کو دیکھا۔ وہ ایک قدم آگے بڑھتا ہوا آرہا تھا پھر اس نے صفورا سے کہا۔ "تم کالی ہو مگر دل والی ہو۔ میں نے تمہارا مقابلہ کرنے کا انداز دیکھا ہے۔ بہت خوب ہو بلکہ زبردست ہو۔"

کوگامبا نے کہا۔ "اجنبی! یہ ناگن ہے۔ اس کے قریب نہ جانا۔ اسے گولی مار دو یا مجھے اپنی رائفل اٹھانے دو۔"

جب اس نے صفورا کو ناگن کہا، تب پارس نے سمجھا کہ یہ وہی زہریلی لڑکی ہے جو مریتا کی ٹیم میں شامل ہے۔ یہ معلومات باربرا نے فلاور کے خیالات پڑھ کر معلوم کی تھی۔

پھر نیولا جو کردار ادا کر رہا تھا، اس سے یہ معلوم ہوا کہ نیولا زہر کی بو پا کر صفورا کا تعاقب کر رہا تھا اور شاید تھوڑی دیر پہلے نیولے نے پارس کی بھی زہریلی بو پالی تھی۔ اس لیے وہ ٹارچ والے بھی اس کا تعاقب کرتے رہے تھے پھر اس پتھر اور گھاس پر پھیلی ہوئی خوشبو نے اسے بچا لیا تھا۔

پارس کے سوچنے اور سمجھنے کے لیے ابھی بہت کچھ تھا۔ فی الحال جو باتیں سمجھ میں آئیں، وہی بہت تھیں اس نے کوگامبا سے پوچھا۔ "یہ ناگن ہے، تم کون ہو؟ کیوں اسے ہلاک کرنا چاہتے ہو؟"

وہ بولا۔ "تمہارے تمام سوالوں کا جواب میرا آقا دے گا۔ ناگن کو جانے نہ دو۔ اسے کچل دو۔"

"تمہارا آقا کون ہے؟ کیا اس سوال کا جواب بھی وہی دے گا۔"

"ہاں وہی دے گا۔"

"تو پھر تمہاری کیا ضرورت ہے؟ اے خوبصورت ناگن! تو اپنے شکاری کا شکار کر سکتی ہے۔"

صفورا نے پارس کو احسان مندی سے دیکھا پھر کوگامبا کی طرف بڑھتی ہوئی بولی۔ "اجنبی نے مجھے انتقام لینے کی اجازت دی ہے۔ میں تجھے رائفل اٹھانے کی اجازت دیتی ہوں۔ چل آگے بڑھ اور اسے اٹھا لے۔"

کوگامبا نے اسے بے یقینی سے دیکھا۔ وہ سمجھ رہا تھا، ناگن اپنی موت کا سامان کرنے کے لیے اسے رائفل تک پہنچنے نہیں دے گی پھر بھی اس نے رائفل کی طرف چھلانگ لگائی۔ نتیجہ وہی ہوا جس کا اندیشہ تھا وہ اس کی توقع سے زیادہ پھرتیلی تھی۔ وہ بھی اچھل کر اس رائفل کے پاس آئی پھر کوگامبا کے منہ پر فل بوٹ کی ایسی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کک ماری کہ وہ چیختا ہوا دوسری طرف الٹ گیا۔

گوگامبا خاصا تگڑا تھا مگر وہ اسے سنبھلنے کا موقع نہیں دے رہی تھی۔ ایسی ہنرمندی سے اس کی پٹائی کر رہی تھی کہ پارس دل ہی دل میں اس کے ایکشن اور اسٹائل کا معترف ہو رہا تھا۔ صرف دس منٹ میں اس نے ہاتھوں اور لاتوں سے اسے لہولہان کر دیا۔ وہ زمین پر گرنے کے بعد خود اٹھنے کے قابل نہ رہا۔ صفورا نے چاروں شانے چت ہونے والے کے پاس آ کر زمین پر گھٹنے ٹیک دیے پھر اس کے ایک ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر اُس پر جھک کر کہا۔ "الوداع اے میرے دشمن! الوداع......"

اس نے گوگامبا کی ہتھیلی کی پشت پر اپنے ہونٹ رکھے جیسے بوسہ دے رہی ہو۔ اس کے ہونٹ کھل گئے۔ سفید چمکیلے دانت نمایاں ہو گئے۔ اس نے دانتوں کو ہتھیلی میں پیوست کر دیا۔ دوسرے ہی لمحے میں وہ چیخیں مار مار کر تڑپنے لگا۔ اس کا تڑپنا چند لمحوں کا تھا۔ زہر بڑا مہربان تھا۔ اس نے جلد ہی اسے ہمیشہ کے لیے آرام پہنچا دیا۔

وہ دشمن سے نمٹ کر کھڑی ہو گئی۔ گھوم کر دیکھنے سے معلوم ہوا' اجنبی قریب آ گیا ہے۔ دونوں کی نظریں ملیں پھر ملتی ہی رہیں۔ سانپوں والی خاصیت تھی۔ دونوں کی پلکیں نہیں جھپک رہی تھیں۔ وہ دیکھ ہی چکا تھا کہ وہ کتنی زہریلی ہے۔ صفورا کو بھی پوچھنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ کچھ تو وہ اس کی سانس اور مقناطیسی آنکھوں سے اسے پہچان رہی تھی اور کچھ اس کی قربت سے زہریلی کشش محسوس ہو رہی تھی۔

وہ بدستور اس کی آنکھوں میں جھانکتی ہوئی بولی۔ "کیا تم وہی ہو؟"

"ہاں' وہی ہوں' جو تمہارے خوابوں میں آتا رہا ہے۔"

وہ نظریں چرا کر دوسری طرف دیکھنے لگی۔ پارس نے پوچھا۔ "کیا شرما گئیں؟ دل کی دھڑکن تیز ہو گئی ہے؟ اتنی دیر سے آنکھیں لڑا رہی تھیں۔ اب نظریں چرا رہی ہو۔ پہلی ملاقات میں یہی ہوتا ہے۔"

"فضول باتیں نہ کرو۔ میری مالکہ نے بتایا تھا' تم صرف زہریلے نہیں' دل پھینک بھی ہو' باتیں خوب بناتے ہو اور لفظوں کی ہیرا پھیری سے دل جیت لیتے ہو۔"

"ہاں' ایسا انسانوں کی دنیا میں ہوتا ہے لیکن ناگ اور ناگن آنکھیں لڑانے اور دل جیتنے کے تکلفات میں نہیں پڑتے۔ ان کا زہر انہیں یک جان دو قالب بنا دیتا ہے۔"

"پلیز' باتیں نہ بناؤ۔ تم نے مجھے الجھن میں ڈال دیا ہے؟"

"کیسی الجھن؟"

"میری مالکہ نے تمہیں زہر سے ہلاک کرنے کے لیے میری خدمات حاصل کی ہیں۔ میرے ساتھ میرا بھائی عبداللہ ہے۔ ہم بہن بھائی زبان کے دھنی ہیں۔ جس سے وفادار رہنے کا عہد کر لیتے ہیں پھر ساری عمر اس کے وفادار رہتے ہیں۔"

"اس میں الجھن کیا ہے؟ بے شک مالکہ سے وفاداری کرو اور مجھ سے محبت کرتی رہو۔"

"وفاداری کا تقاضا ہے کہ اسی وقت تمہیں ڈس لوں مگر تم نے ایک نیولے اور ایک انسان سے میری جان بچا کر مجھے اپنا مقروض بنا لیا ہے۔"

"میں یہ قرض معاف کرتا ہوں۔ آؤ مجھے ڈس لو۔ ڈسنے کے لیے گلے ضرور لگو گی۔ یہی میری زندگی کا حاصل ہو گا۔"

"تم مذاق سمجھ رہے ہو۔ میرا زہر تم سے زیادہ شدید اور جان لیوا ہے۔"

"میں تمہیں ایک بار محبت سے گلے لگانے کے لیے جان دے رہا ہوں۔ تم سوچو کہ محبت سے جان لے سکو گی؟"

وہ پلٹ کر جاتے ہوئے بولی "میں نے کبھی کسی سے محبت نہیں کی ہے۔ تم کیا چیز ہو؟"

"تم غور کرو' تمہاری نظروں میں کوئی چیز ہوں یا نہیں؟ ابھی فوراً ہی ڈسنا ضروری نہیں ہے۔ اس کے لیے زندگی پڑی ہے۔"

وہ تیزی سے آگے آگے چل رہی تھی۔ جیسے اس سے کترا رہی ہو جب کہ اسے کترانا نہیں' اپنے زہر پر اِترانا چاہیے تھا مگر وہ یہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اس سے سامنا ہو گا تو اتنی زیادہ کشش محسوس کرے گی۔ وہ سانپوں اور ان کے زہر سے متعلق ریسرچ لیبارٹریز میں کتنے ہی خوبرو مردوں سے ملتی رہی تھی لیکن کسی سے متاثر نہیں ہوئی تھی۔ پارس اپنی ہی زہریلی برادری کا بندہ تھا' پہلی ہی ملاقات میں بالکل اپنا لگ رہا تھا۔

اور وہ اتنی جلدی اپنائیت کا اقرار کرنے سے ہچکچا رہی تھی۔ خود کو سمجھا رہی تھی کہ کوئی لگاؤ نہیں ہے چونکہ اس نے دشمنوں سے بچایا ہے اس لیے اسے ڈسنا نہیں چاہتی۔ اس سے دور چلی جانا چاہتی ہے۔

ابھی اس کے اندر جنگ جاری تھی۔ ابھی وہ مرینا سے وفاداری اور پارس سے رشتے داری کی کشمکش میں تھی۔

****

الپا نے بلیک آدم کے پاس آ کر کہا۔ "برادر! فارمولوں تک پہنچنا ناممکن سا لگ رہا ہے۔ ہم بازی ہارتے جا رہے ہیں۔"

اس نے پوچھا "کیا بات ہو گئی سسٹر؟"

"تمہارے اہم مہرے نیولا اور گوگامبا مارے گئے ہیں۔ ان کے ساتھ جانے والا مسلح نیگرو بھی ہلاک ہو چکا ہے۔"

وہ پریشان ہو کر سیدھا بیٹھ گیا پھر بولا۔ "کیا نیولا یہاں سے پارس کی بو پا کر گیا تھا؟"

"نہیں' صفورا کی زہریلی بو پر گیا تھا۔ وہ بڑی دیر تک انہیں جنگل میں دوڑاتی رہی تھی۔"

"میں حیران ہوں کہ اس تنہا لڑکی نے خونخوار نیولے اور گوگامبا جیسے شہ زور سے مقابلہ کیا اور انہیں مار ڈالا۔ کیا اس کا کوئی مددگار تھا؟"

"پہلے تو کوئی نہیں تھا لیکن جب صفورا کی موت یقینی ہو رہی تھی تب ہی ایک اجنبی کہیں سے وہاں آ پہنچا تھا۔"

"کون تھا وہ؟"

"کہہ تو رہی ہوں اجنبی تھا۔ اسے جانتی تو اجنبی نہ کہتی۔ اس نے نیولے کو گولی مار دی تھی اور گوگامبا کے ہاتھوں سے رائفل گرا دی تھی۔ تب صفورا نے گوگامبا کو ڈس لیا تھا۔"

"کہیں وہ اجنبی پارس تو نہیں تھا؟"

"میں اس کی زیادہ اسٹڈی نہ کر سکی کیوں کہ صرف گوگامبا کے دماغ میں رہ کر یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔"

"کیا صفورا اور وہ اجنبی سانس روک لیتے ہیں؟"

"ہاں صفورا' کے متعلق پہلے سے جانتی ہوں کہ وہ سانس روک لیتی ہے۔ ابھی اجنبی کے اندر جانے کی ناکام کوشش کر چکی ہوں۔"

"سسٹر! پھر تو واقعی ہم ایک بڑی بازی ہار گئے ہیں۔ بڑے بھائی کے پاس جاؤ' اس سے کہو اس سلسلے میں مشورہ دے۔ وہ جانتا ہے کہ میں بازی ہار سکتا ہوں' حوصلہ کبھی نہیں ہارتا۔"

الپا نے بڑے بھائی کے پاس آ کر تمام روداد سنائی۔ بڑے بھائی برین آدم نے پوچھا۔ "اس وقت بلیک آدم کہاں ہے؟"

"وہ گھاٹ اسٹیشن سے ذرا دور اپنی گاڑی میں بیٹھا ہوا ہے۔"

وہ بولا۔ "برادر بلیک آدم زبردست شہ زور ہے۔ اس لئے عقل سے بھی کام لیا جائے اگر پارس روپوش ہے یا دور جنگل میں صفورا کے ساتھ ہے تو گھاٹ اسٹیشن میں باربرا' عبداللہ کے ساتھ اکیلی ہے۔ میرا خیال ہے پاشا ہی عبداللہ بنا ہوا ہے۔ یہ پاشا بھی ہمارے برادر کی طرح غیر معمولی جسمانی قوت کا حامل ہے اگر برادر اسے زیر کر لے گا تو آسانی سے ٹیلی پیتھی جاننے والی باربرا کو ٹریپ کر کے ہمارے ملک میں لے آئے گا۔"

الپا نے بلیک آدم کے پاس آ کر کہا۔ "صفورا اور پارس کی عدم موجودگی سے فائدہ اٹھاؤ۔ کسی طرح عبداللہ کو زیر کر کے باربرا کو زخمی کرو' میں اس لڑکی کو اپنی معمولہ بنا لوں گی۔"

بلیک آدم نے گاڑی اسٹارٹ کی پھر اسے ڈرائیو کرتا ہوا گھاٹ اسٹیشن کے قریب آ گیا۔ اس کے ساتھ اب ایک ہی نیگرو ماتحت رہ گیا تھا۔ وہ دونوں پوری طرح مسلح ہو کر وہاں کی چار دیواری کی سمت جانے لگے۔ الپا نے کہا۔ "جدھر تم جا رہے ہو' ادھر تیسرے کمرے میں باربرا اور عبداللہ ہیں۔"

وہ اب تک اس فریب میں مبتلا تھی کہ صفورا اور عبداللہ کی خدمات حاصل کرنے والی مرینا نہیں باربرا ہے۔ وہ جنگل میں صفورا اور نیولے کی جنگ کے دوران اتنی مصروف رہی تھی کہ فلاور کے خیالات وضاحت سے نہیں پڑھ پائی تھی۔ اتنا ہی معلوم کیا تھا کہ فلاور نے وہاں کے دوسرے کمرے میں کسی نیلما اور بہرام کے پاس پناہ لی ہے۔

بلیک آدم نے تیسرے کمرے کے دروازے پر پہنچ کر دستک دی۔ اسے جواب نہیں ملا۔ دوسری دستک پر بھی کوئی دروازہ کھولنے نہیں آیا۔ وہ دروازے کو لات مار کر فوراً ایک طرف ہو گیا تاکہ اندر چھپے ہوئے افراد کے حملوں سے محفوظ رہے لیکن حملہ کرنے والا کوئی آلۂ کار بھی نہیں تھا۔ اس نے اندر آ کر دیکھا۔ وہاں کچھ سامان رکھا ہوا تھا مگر سامان والے نہیں تھے۔ وہ کمرے سے باہر آ گیا۔

مرینا اور عبداللہ باہر تاریکی میں صفورا کی تلاش میں نکلے تھے۔ انہیں بلیک آدم کی للکار سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "باربرا! پاشا! تم دونوں مجھ سے چھپ نہیں سکو گے۔ میں نے بھی اینٹی ڈارک گوگلس پہن رکھا ہے۔ تمہیں اس تاریکی میں ڈھونڈ نکالوں گا۔"

اس کی آواز مرینا اور عبداللہ تک پہنچی۔ عبداللہ نے کہا۔ "یہ الپا کی دوسری ٹیم کا کوئی اہم آدمی ہے۔ تمہیں باربرا اور مجھے پاشا سمجھ کر للکار رہا ہے۔"

دوسرے کمرے میں بیٹھی ہوئی باربرا' پاشا اور فلاور نے بھی بلیک آدم کی آواز سنی۔ باربرا نے خیال خوانی کے ذریعے پاشا سے کہا۔ "الپا کی دوسری ٹیم کا کوئی شخص ہمیں للکار رہا ہے۔ فلاور سے کہو' وہ باہر جا کر دیکھے کہ کون ہے؟"

پاشا نے فلاور سے پوچھا۔ "جس شخص کی آواز سنائی دے رہی ہے کیا اسے جانتی ہو؟"

"ہاں' آواز سے پہچان رہی ہوں' یہ بلیک آدم کی آواز لگ رہی ہے۔ میں اسرائیل میں ایک مہم کے دوران اس کے ساتھ رہ چکی ہوں۔ یہ بے حد خطرناک ہے۔ انسان کی طرح رہتا ہے اور درندے کی طرح دشمنوں کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیتا ہے۔ نہتا ہو کر مقابلہ کرے تو طاقتور مقابل کی گردن توڑ دیتا ہے۔"

پاشا نے کہا۔ "پھر تو مجھے باہر جانا چاہیے۔"

باربرا نے کہا۔ "نہیں۔ اپنی طاقت کا مظاہرہ کرو گے تو بھید کھل جائے گا کہ تم بہرام نہیں پاشا ہو۔ فلاور کو جانے دو۔"

فلاور اس کے کہنے سے باہر آئی۔ دور تک ٹارچ کی روشنی ڈالتے ہوئے بولی۔ "بلیک آدم! کیا تم ابھی للکار رہے تھے؟ کہاں ہو تم؟ میں فلاور بول رہی ہوں۔"

اسے اپنی باتوں کا جواب نہیں ملا مگر اس کی آواز بہت دور سے آ رہی تھی۔ وہ کہیں دور جا کر دشمنوں کو للکار رہا تھا۔

الپا نے کہا۔ "وہ کہیں چھپے ہوئے ہیں۔ انہیں مزید نہ للکارو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ چھپ کر تم پر گولیاں چلانی شروع کر دیں۔"

اسی وقت مسلسل گولیاں چلنے لگیں۔ بلیک آدم فوراً ہی گھاس

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

پر گر پڑا وہاں سے لڑھکتا ہوا ایک درخت کی آڑ میں آگیا۔ وہاں سے اندازہ کرنے لگا کہ کہاں کہاں سے گولیاں چل رہی تھیں۔ وہ فائرنگ کرنے والے تو نظر نہ آئے البتہ اسے اپنا نیگرو ماتحت نظر آیا۔ وہ ذرا دور ایک جھاڑی پر اوندھا پڑا ہوا تھا۔ اسے آخری نیند کے لیے کانٹے اور جھاڑیاں نصیب ہوئی تھیں۔

اس نے درخت کی آڑ میں بیٹھ کر کانوں پر ہیڈ فون چڑھالیا پھر مائیکرو فون کو آن کیا۔ وہ مائیک اتنا حساس تھا کہ زمین پر گھاس اور پتھروں کے نیچے رینگنے والے کیڑے مکوڑوں کی آوازیں بھی کیچ کر لیتا تھا۔ وہ دشمنوں کے قدموں کی چاپ سن کر معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ کس سمت سے آرہے ہیں اگر وہ دس بارہ گز کے فاصلے پر رہ کر کچھ بولتے تو دھیمی سی گفتگو توجہ سے سنی جا سکتی تھی لیکن جھینگر اور کیڑوں مکوڑوں کے علاوہ جنگلی چھپکلیوں اور سانپوں کی آوازیں بھی سنائی دے رہی تھیں۔

وہ پریشان ہو کر آس پاس دیکھنے لگا۔ ایئر فون کے ذریعے ایسا ہی لگتا تھا جیسے سب ہی زہریلے جانور قریب آگئے ہوں پھر اس نے قدموں کی آوازیں سنیں۔ انٹی ڈارک گوگلس کے پیچھے سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے اور سمت کا اندازہ کرنے لگا۔ اندازہ ہوتے ہی اس نے رائفل سیدھی کی پھر ادھر کئی فائر متواتر کرنے کے بعد دوڑتا ہوا دوسرے درخت کے پیچھے چلا آیا لیکن اس سے بڑی حماقت ہوئی۔ اس نے جلدی فائرنگ کرنے کی دھن میں کانوں سے ہیڈ فون نہیں اتارا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اپنے ہی مائیک کے قریب اپنی ہی فائرنگ کی آواز اتنی تیزی سے کانوں میں گھسی کہ دوسرے درخت کے پیچھے پہنچتے ہی وہ چکرا کر گر پڑا۔ طوفانی آوازوں سے دماغ پھوڑے کی طرح دُکھنے لگا تھا۔

الپا نے کہا۔ "اوہ برادر! یہ کیا حماقت ہے؟ تمہیں پہلے مائیک کو آف کرنا چاہئے تھا۔"

اس نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر آنکھیں بند کر لی تھیں اور تکلیف برداشت کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ بولی۔ "فوراً آنکھیں کھولو۔ تکلیف اپنی جگہ ہے مگر اندھے بن کر دشمنوں کو حملے کا موقع نہ دو۔"

وہ آنکھیں کھول کر دیکھنے لگا۔ اسی وقت کسی چوپائے کے بھاگنے کی آواز آئی۔ وہ ایک جھاڑی پر سے چھلانگ لگاتا ہوا گزرا۔ دونوں طرف سے اس بیچارے چوپائے پر فائرنگ ہونے لگی۔ وہ کئی گولیوں سے چھلنی ہو کر گرا تب پتا چلا کہ وہ دشمن نہیں تھا۔ اِدھر سے بلیک آدم نے اور اُدھر سے عبداللہ اور مریتا نے کئی گولیاں ضائع کی تھیں۔

پھر گولیاں ضائع ہونے کا سلسلہ جاری رہا۔ وہ جگہ بدل بدل کر فائرنگ کرتے جا رہے تھے۔ الپا اس انتظار میں تھی کہ برادر کی گولی سے کوئی ایک زخمی ہو جائے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسی کے ذریعے اس کے ساتھی کو نقصان پہنچا سکے۔

اِدھر مریتا اسی انتظار میں تھی۔ اسے صفورا کے لیے بھی تشویش تھی۔ پچھلے ایک گھنٹے سے رابطہ قائم کرنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ وہ اسی انتظار میں تھی کہ الپا کا وہ آدمی قابو میں آجائے تو صفورا سے بات کرے گی۔

دو گھنٹے گزر گئے مگر جنگل میں آنکھ مچولی اور فائرنگ کا سلسلہ ختم نہیں ہو رہا تھا۔ مریتا نے ناگواری سے کہا۔ "دشمن بہت چالاک ہے۔ اتنی دیر ہو گئی' قابو میں نہیں آ رہا ہے۔"

عبداللہ نے کہا۔ "اس کے مقابلہ کرنے کے انداز سے پتا چل رہا ہے کہ وہ گوریلا فوج کا بہترین فائٹر رہ چکا ہے۔"

"مجھے تمہاری بہن کی فکر ہے مگر یہاں خیال خوانی کروں گی تو غفلت میں ماری جاؤں گی۔"

"میڈم! پچھلے پانچ منٹ سے خاموش ہے۔ میں محتاط رہوں گا۔ آپ صرف خیریت معلوم کر کے چلی آئیں۔"

مریتا نے انٹی ڈارک آئی لینسز کے ذریعے چاروں طرف نظر دوڑائی پھر کہا۔ "میں زمین پر لیٹ کر خیال خوانی کروں تو فائرنگ کی زد میں نہیں آؤں گی لیکن سانپوں اور بچھوؤں سے ڈر لگتا ہے۔"

"میرے کاندھوں پر سوار ہو کر آپ اس درخت پر چڑھ جائیں۔ دشمن صرف انسانی سروں کی بلندی تک فائرنگ کر رہا ہے۔ اس سے اوپر آپ تک گولیاں نہیں آئیں گی۔"

"یہ مناسب رہے گا۔ میں درخت کے پتّوں میں چھپ کر دیکھتی رہوں گی۔ وہ جیسے ہی صاف نظر آئے گا میں گولی مار دوں گی۔"

بلیک آدم بہت کم فاصلے پر تھا۔ اس کا حسّاس مائیک مریتا اور عبداللہ کی گفتگو کیچ کر رہا تھا اور ہیڈ فون کے ذریعے اسے سنا رہا تھا۔ آواز اگرچہ دھیمی سی آرہی تھی۔ کیڑوں مکوڑوں کے شور میں مشکل سے سنائی دے رہی تھی پھر بھی مریتا کے درخت پر چڑھنے والی بات سمجھ میں آگئی۔

اس نے مائیک کو آف کر کے جھاڑیوں کے پیچھے سے سر اٹھا کر دیکھا۔ دور ایک درخت کے تنے کو مریتا نے تھام رکھا تھا۔ بلیک آدم اور ان کے درمیان کئی درخت اور جھاڑیاں تھیں۔ وہ دونوں نظر نہ آتے چونکہ وہ عبداللہ کے شانوں پر سوار تھی اور درخت کے تنے کو پکڑ کر اوپر اٹھتی جا رہی تھی اس لیے نظر آرہی تھی۔

بس یہی موقع تھا۔ طویل جنگ کا اختتام ہو سکتا تھا۔ اس نے دونوں ہاتھوں میں رائفل لے کر بڑی احتیاط اور صبر سے نشانہ لیا۔ احتیاطیں بھی ضروری ہو گئی تھی کہ اس کے پاس دو ہی کارتوس رہ گئے تھے۔

مریتا نے ایک اونچی شاخ کو دونوں ہاتھوں سے تھام لیا تھا۔ عبداللہ اسے شاخ پر چڑھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اسی وقت اس نے نشانہ لگا کر ٹریگر کو دبا دیا۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ ہی مریتا کی چیخ ابھری' وہ اس کے شانوں پر سے ڈگمگا کر نیچے گر پڑی۔ الپا نے خوش ہو کر کہا۔ "شاباش برادر! میں اس کے دماغ میں جا رہی ہوں۔"

وہ اسی جنگل میں اپنی پہلی ٹیم کے افراد کے ذریعے مریتا کی آواز اور لہجے کو سن چکی تھی۔ اس نے اس لہجے کو گرفت میں لیا پھر خیال خوانی کی پرواز کی۔ جس دماغ میں پہنچی' اس عورت نے کہا۔ "میں شی تارا فوربول رہی ہوں' پلیز میڈم کو ڈورڈز ادا کریں۔"

الپا نے شدید حیرانی سے پوچھا۔ "کیا تم شی تارا ہو؟ باربرا نہیں ہو؟"

"کون باربرا؟ گٹ لاسٹ۔"

اس نے سانس روک لی۔ الپا نے بلیک آدم کے پاس آکر کہا۔ "تم نے جس باربرا کو گولی ماری ہے' وہ اپنی اصلی آواز اور لہجے میں نہیں بولتی ہے۔ اس کے دماغ سے تنویمی عمل کے ذریعے اصل لہجے کو بھلا دیا گیا ہے۔ وہ شی تارا کے لہجے میں بولتی ہے۔ میں اس کے دماغ تک نہیں پہنچ سکوں گی۔"

وہ بولا۔ "ان کی یہ چال پہلے سے معلوم ہوتی تو میں باربرا کو نہیں اس کے ساتھی پاشا کو زخمی کرتا۔"

پھر وہ کچھ سوچ کر بولا۔ "لیکن مسٹر! شی تارا تو فرہاد کی مخالف ہے۔ فرہاد نے باربرا کے دماغ میں اس دشمن عورت کا لہجہ کیوں نقش کیا ہے؟"

"ہم اس سوال پر بعد میں غور کریں گے۔ ادھر وہ زخمی پڑی ہے۔ کسی طرح پاشا کو بھی زخمی کرو' کسی بھی طرح سے باربرا کے پاس جا کر اسے اصل آواز اور لہجے میں بولنے پر مجبور کرو۔"

"میں ادھر نہیں جا سکوں گا۔ میرے پاس صرف ایک کارتوس رہ گیا ہے' اگر مجھے یقین ہو جائے کہ پاشا ہتھیار استعمال نہیں کرے گا تو میں اس کی گردن توڑ دوں گا۔"

"برادر! ہمیں پاشا کی جسمانی قوت کا صحیح اندازہ نہیں ہے۔ ان غیر معمولی فارمولوں کے پیشِ نظر اس کی غیر معمولی قوتوں کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔"

"مسٹر! تم خواہ مخواہ ڈرتی ہو۔ آخر اس گوشت پوست کے جسم میں انتہا کی قوت کتنی ہوگی؟ کیا وہ لوہے کا روبوٹ ہو گا؟ میں پھر بھی اسے مار ڈالوں گا۔"

"نہیں برادر! تم اس جنگل میں تنہا رہ گئے ہو۔ بڑے بھائی کے مشورے کے بغیر اس سے مقابلہ نہ کرنا بہتر ہے۔ اپنی گاڑی کے پاس جاؤ اور وہاں سے مزید کارتوس لے آؤ۔ میں ابھی آتی ہوں۔"

وہ پھر برین آدم کے پاس آئی۔ وہ مسکرا کر بولا۔ "میں بری خبر سننے کو تیار بیٹھا ہوں۔"

وہ بولی۔ "خبر اتنی بری بھی نہیں ہے۔ مجھے اپنے برادر پر فخر ہے' وہ باربرا اور پاشا کو قابو میں کر لے گا لیکن۔۔۔۔"

وہ ہنس کر بولا۔ "لفظ 'لیکن' کے بعد ہمیشہ بات کا رخ یا اس بات کا مفہوم بدل جاتا ہے۔ آگے بولو۔"

"برادر کے پاس صرف ایک کارتوس رہ گیا ہے۔ وہ پاشا سے ہاتھا پائی کا مقابلہ کرنے کے لیے سوچ رہا تھا۔ میں نے کہا گاڑی کے پاس جا کر مزید کارتوس لے آؤ۔ میں بڑے بھائی سے مشورہ کر کے آتی ہوں۔"

"تم نے اچھا مشورہ دیا ہے۔ اس سے کہو' واپس آجائے۔ شہر بیضابہ میں رہے۔ وہ لوگ فارمولے حاصل کرنے کے بعد اسی شہر کی طرف لوٹیں گے۔ ہم ان کی واپسی تک وہاں کی عبوری حکومت کو بے بس کر کے خود عارضی حکمران بن جائیں گے۔ تم کل صبح تک خیال خوانی کے ذریعے وہاں کے حکمرانوں اور قبائلیوں کے سرداروں کو اپنا تابعدار بنانے کی کوشش کرو۔ ان میں سے کوئی یوگا کا ماہر ہو گا تو بلیک آدم اسے زخمی کر کے تمہارے حوالے کر دے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ اب ہمیں ان کی واپسی تک پورے شہر کی ناکہ بندی کرنی ہو گی۔ فرانس کی حکومت سے صومالیہ کا رابطہ عارضی طور پر ختم کروں گی تو پارس' باربرا اور پاشا کو کہیں سے کوئی مدد نہیں ملے گی۔ انہیں ائر پورٹ تک جانے کے لیے ایک گاڑی بھی نصیب نہیں ہو گی۔"

"مسٹر! تم میری طرح سوچتی اور سمجھتی ہو۔ البتہ بلیک آدم بعض حالات میں جوشیلا اور جذباتی ہو جاتا ہے' اسے فوراً واپس بیضابہ آنے کو کہو۔"

"بڑے بھائی! کیا آپ نے صومالیہ کا نقشہ دیکھا ہے اور آمدورفت کے راستے معلوم کیے ہیں؟"

"میں نے کافی معلومات حاصل کی ہیں۔ تمہیں شاید اندیشہ ہے کہ وہ کسی دوسرے راستے سے فارمولے لے کر نہ چلے جائیں۔"

"جی ہاں' میں یہی سوچ رہی ہوں۔"

"تمہاری نظر ہر پہلو پر نہیں ہے اس لئے ایسا سوچ رہی ہو۔ وہ جس راستے سے جائیں گے' ہمیں خبر ہو جائے گی۔"

"کیسے بڑے بھائی؟"

"پہلے اپنی ذہانت کو آزماؤ۔ ناکام رہو گی' تب بتاؤں گا۔"

وہ ذرا سوچنے کے بعد بولی۔ "اوہ گاڈ! میں تھوڑی دیر کے لیے فلاور کو بھول گئی تھی۔ وہ پارس اور باربرا کے ساتھ رہے گی تو میں اس کے اندر رہ کر ان کے جانے آنے کے راستے معلوم کرتی رہوں گی۔"

"ہاں' اب تو اندیشہ نہیں رہا؟"

"بالکل نہیں بڑے بھائی! بیضابہ میں رہ کر ان کی جیتی ہوئی بازی ہم جیت لیں گے۔"

"اب جاؤ اور برادر کو فوراً واپس آنے کے لیے کہو۔"

"لیکن برادر تنہا کیسے آئے گا۔ تمام زر خرید آلۂ کار مارے گئے ہیں۔ یہاں کے جنگل تو جنگل' شہر بھی خطرات سے خالی نہیں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہیں۔"

"درست کہتی ہو۔ میں صومالیہ کے ایک حاکم سے فون پر رابطہ کر کے کہتا ہوں کہ وہ دس مسلح سپاہیوں کو دریائے جوبا کے گھاٹ پر بھیج دے تاکہ وہ ہمارے برادر کو حفاظت سے شہر لے آئیں۔"

اس نے ہاٹ لائن پر صومالیہ کے حاکم سے رابطہ کیا۔ اس سے درخواست کی کہ مملکتِ اسرائیل کے ایک خاص شخص کے لیے جوبا کے گھاٹ پر دس مسلح سپاہی بھیجے جائیں۔" حاکم نے کہا۔ "آپ لوگوں نے ہمیں مسلمان سمجھ کر یہاں کے فاقہ زدہ عوام کے لیے کبھی امداد نہیں بھیجی۔ ہم سے کبھی ہمدردی کا ایک لفظ نہیں کہا۔ اس کے باوجود ہم آپ کے ایک شخص کی حفاظت کریں گے۔ ویسے آپ یہاں کے سیاسی حالات سمجھ رہے ہیں۔ ہم خود یہاں پوری طرح محفوظ نہیں ہیں۔ سپاہیوں کی بے حد کمی ہے پھر بھی میں کوشش کر کے دو مسلح سپاہی بھیج دوں گا۔"

الپا نے کہا۔ "بڑے بھائی! فون رکھ دیں' اب اس کا باپ بھی میرے اشاروں پر چلے گا۔ میں جا رہی ہوں۔"

وہ بلیک آدم کے پاس آئی۔ وہ اپنی گاڑی کی طرف لوٹ کر آ رہا تھا۔ اس نے کہا۔ "بڑے بھائی کا مشورہ ہے فی الحال میدان چھوڑ دو۔"

"سسٹر! جب تک ہتھیار ہیں' میں تنہا اور کمزور نہیں رہوں گا۔"

"کمزوری اور شہ زوری کی بات نہیں' حکمتِ عملی کی بات کرو۔ شہر بیضابہ واپس جاؤ۔ میں صبح تک تمہارے تعاون سے یہاں کے حکمرانوں اور قبائلی سرداروں کو ٹریپ کروں گی۔ ان کے دماغوں میں بیٹھ کر حکومت کروں گی یا اس تک پہنچنے والی تمام امداد اور تمام ذرائع بند کر دوں گی۔ فلاور کے ذریعے معلوم کروں گی کہ وہ فارمولے لے کر کس راستے سے آ رہے ہیں۔ ہم اس راستے میں قدم قدم پر ایسے سخت انتظامات کریں گے کہ وہ کسی بھیس میں بھی فارمولے چھپا کر نہیں لے جا سکیں گے۔"

وہ قائل ہو کر بولا۔ "یہ حکمتِ عملی بہت خوب ہے لیکن میں تنہا کیسے واپس جاؤں؟"

"تمہاری حفاظت کے لیے مسلح سپاہی یہاں دو چار گھنٹوں میں پہنچ جائیں گے۔ پلیز' تم اس گھاٹ سے ذرا دور گاڑی لے جاؤ اور کسی کی نظروں میں نہ آؤ۔"

"ٹھیک ہے' میں گاڑی لے جا رہا ہوں۔ یہاں کی ساحلی آبادی میں وقت گزاروں گا۔"

وہ چلی گئی۔ وہ تاریکی میں چلتا ہوا اپنی گاڑی کے پاس آیا۔ وہاں سے کچھ دور وہ گھاٹ اسٹیشن تھا' ادھر دو کمروں سے روشنی جھلک رہی تھی۔ وہ اسٹیئرنگ سیٹ پر آ کر بیٹھا تو پتا چلا کہ سیٹ پر گدی نہیں ہے۔ اسٹیئرنگ پر ایک کاغذ چپکا ہوا تھا۔ کاغذ پر کچھ لکھا ہوا تھا۔ اس نے پینسل ٹارچ کی روشنی میں پڑھا لکھا ہوا تھا۔

"گاڑی لنگڑی ہو چکی ہے۔"

تحریر کے نیچے "پی" لکھا ہوا تھا۔ سمجھ میں آنے والی بات تھی کہ پارس نے لکھا ہے۔ اس نے گاڑی سے اتر کر پھر پینسل ٹارچ کی روشنی میں پہیوں کو دیکھا۔ دو پہیوں سے ہوا نکل گئی تھی۔ تحریر کے مطابق گاڑی واقعی لنگڑی ہو چکی تھی۔

اسے پوری طرح خطرے کا یقین ہو گیا کہ پارس کہیں قریب ہی موجود ہے۔ اس کے پاس صرف ایک ہی کارتوس رہ گیا تھا۔ وہ مزید اسلحہ حاصل کرنے گاڑی کے پچھلے حصے میں آیا۔ ٹارچ کی روشنی میں کلاشنکوف' سیون ایم ایم اور شاٹ گنز وغیرہ دکھائی دے رہی تھیں۔ صرف لکڑی کی وہ پیٹیاں نہیں تھیں جن میں کارتوس بھرے ہوئے تھے۔ ان کارتوسوں کے بغیر تمام ہتھیار کھوکھلے اور بیکار تھے۔ وہاں ایک جگہ کاغذ چپکا ہوا تھا۔ اس پر لکھا تھا۔

"بندوق ہو اور گولیاں نہ ہوں تو امن قائم رہتا ہے۔"

اس تحریر کے نیچے بھی "پی" لکھا ہوا تھا وہ چیخ کر گالیاں دینا چاہتا تھا پھر بڑے ضبط سے کام لیا۔ خیال آیا کہ چیخ کر کچھ بولے گا تو گھاٹ کے کمرے میں رہنے والے مسافر چلے آئیں گے۔ ان میں دشمن بھی ہو سکتے ہیں۔

خطرے کا احساس پریشان کر رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا۔ دشمن کہیں قریب' بہت قریب ہے۔ وہ اچانک گولیاں چلائے گا تو بھاگنے کا موقع نہیں ملے گا۔ اس نے سوچ کے ذریعے آواز دی۔ "الپا! سسٹر الپا! تم کہاں ہو؟ میں خطرات میں گھرا ہوا شیر ہوں' جس کے فرار کے راستے مسدود کر دیے گئے ہیں۔ میں موت سے نہیں ڈرتا لیکن بے موت مرنا نہیں چاہتا۔ پلیز سسٹر! ٹیلی پیتھی کے ذریعے کسی طرح معلوم کرو کہ پارس کہاں چھپا ہوا ہے؟"

سسٹر بہت پہلے ہی جا چکی تھی۔ اسے جواب نہ ملا۔ تب پوری طرح نہتا ہونے کا یقین ہوا۔ نہ زر خرید آلۂ کار تھے' نہ ہتھیار تھے اور نہ ہی ٹیلی پیتھی کا سہارا تھا۔ دشمن بہت تگڑے ثابت ہو رہے تھے۔ انہوں نے پہلی ٹیم کے تمام افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ دوسری ٹیم کا انجام بھی تقریباً یہی ہو رہا تھا۔ ایک وہی اب تک سلامت رہ گیا تھا۔ جنگل میں ڈھائی گھنٹے تک گولیاں ضائع کرتا رہا تھا۔ ایک کو زخمی کیا تھا لیکن اس زخمی ٹیلی پیتھی جاننے والی سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوا تھا۔

اِدھر یہ سلامت تھا۔ اُدھر مرینا بھی خیریت سے تھی۔ اچھی طرح نشانہ تاک کر گولی مانے کے باوجود اسے ایک خراش تک نہ آئی جب کہ نشانہ بالکل درست تھا۔ گولی سیدھی مرینا کے جسم میں پیوست ہونے والی تھی لیکن مقدر میں سلامتی لکھی ہوئی تھی پھر وہ گولی کیسے لگتی۔ ہوا یہ کہ اُدھر سے گولی چلی۔ اِدھر اسی لمحے میں مرینا کے ہاتھوں سے وہ شاخ چھوٹ گئی جسے تھام کر وہ درخت پر چڑھ رہی تھی۔ ہاتھ چھوٹتے ہی وہ چیخ مار کر عبداللہ کے شانوں پر سے گرتی ہوئی گھاس پر آئی۔ عبداللہ نے بڑی پھرتی سے اسے زمین پر گرنے سے پہلے ہی بازوؤں میں جکڑ لیا تھا اور اس کے ساتھ گھاس پر آ گرا تھا۔

وہ گرتے ہی ذرا نشیب میں لڑھکتے گئے چونکہ ایک دوسرے سے لپٹے ہوئے تھے اس لیے لڑھکنے کے دوران کبھی یہ نیچے اور وہ اوپر' اور کبھی وہ اوپر اور یہ نیچے ہو رہی تھی پھر وہ ہموار زمین پر تھم گئے۔ وہ چیخ مار کر بولی۔ "مجھے سانپ نے ڈس لیا ہے۔ مجھے بچاؤ۔ میرے بدن سے زہر نکالو۔"

"میڈم! آپ ناحق گھبرا رہی ہیں۔ میں نے ادھر کوئی سانپ نہیں دیکھا ہے۔"

"کیا میں جھوٹ بول رہی ہوں۔ میری کمر میں چبھن سی ہوئی تھی۔ اب جلن ہو رہی ہے۔ شاید زہر پھیل رہا ہے۔"

وہ بول رہی تھی اور خوف سے لپٹنے کے باوجود اور لپٹی جا رہی تھی۔ وہ بری طرح ہانپ رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔ "میڈم! تم بہت گوری اور حسین ہو۔ میری نیت بدل رہی ہے۔ مجھے چھوڑ دو۔ میں نمک حرامی نہیں کرنا چاہتا۔"

"تمہیں نمک کی پڑی ہے اور جلن کی شدت سے میری جان نکلی جا رہی ہے' اگر تم زہر کا توڑ نہیں جانتے تو سپیرے کو بلا لاؤ۔"

"میں جانتا ہوں لیکن تم چھوڑو گی تو کچھ کروں گا۔"

اس نے چھوڑ دیا۔ عبداللہ کو فکر تھی کہ دشمن نہ آ دھمکے۔ مرینا کو اپنی جان کی پڑی تھی۔ وہ لباس ہٹا کر بولی۔ "سانپ نے یہاں ڈسا ہے۔ یہاں جلن ہو رہی ہے۔"

اس نے وہاں ہاتھ رکھا تو دل کی دھڑکنیں پاگل ہونے لگیں۔ وہ کالا تھا۔ پیدائشی کالا تھا۔ زندگی میں صرف ایک بار ایک گوری چمڑی اس کے بازوؤں میں آئی تھی۔ ایک طویل مدت کے بعد پھر ایک حسینہ اسے مل رہی تھی۔ وہ بولی۔ "کیا کر رہے ہو؟ زہر کیوں نہیں چوس رہے ہو؟"

اس نے کپکپاتے ہوئے ہونٹ زہریلے بدن پر رکھ دیے۔ وہ بدن اسے ڈسنے لگا۔ وہ زہر چوس رہا تھا حالانکہ جانتا تھا' سانپ نے نہیں کاٹا ہے۔ ان اطراف میں ایسے کانٹے بھی ہوتے تھے جو چبھنے کے بعد کچھ دیر تک جلن پیدا کرتے تھے۔ مرینا اس جلن کو زہر کا اثر سمجھ رہی تھی جب کہ اس کا اثر عبداللہ پر ہو رہا تھا۔ اس نے مدہوشی میں خود کو بھلا دیا تھا اور خود فراموشی کے عالم میں زہر کا توڑ کر رہا تھا۔ یہ حقیقت ہے کہ آدمی ہر سانپ کے کاٹنے سے نہیں مرتا لیکن سانپ کی دہشت سے مر جاتا ہے۔ اس کا نفسیاتی علاج یہی ہے کہ سانپ نے نہ بھی کاٹا ہو تو اس کی دہشت دور کرنے کے لیے محض نمائشی طور پر زہر کا توڑ کیا جائے۔

عبداللہ سپیرا نہیں تھا' نہ بمن کی طرح زہریلا تھا لیکن اس نے بمن سے سانپ کے کاٹے کا منتر سیکھا تھا اگر واقعی سانپ ڈس لیتا تو وہ اس کا زہر اتار دیتا۔ بہرحال اس نے مرینا کی تسلی کر دی کہ اب اس پر زہر اثر نہیں کرے گا۔

وہ گھاس پر پڑی سوچ رہی تھی' خواہش شہروں میں نہیں جنگلوں میں بھی پکارتی ہے۔ جنگلی درندوں اور زہریلے سانپوں اور بچھوؤں کی نگری میں بھی زہریلی خواہشات پیچھا نہیں چھوڑتیں۔ اب وہ یہ سوچ کر پریشان ہو رہی تھی کہ یہ بات شی تارا کو معلوم نہ ہو کیوں کہ وہ اسے اپنے بھائی پے پے سرنا کی ملکیت سمجھتی تھی اور یہ مرینا کو اچھا لگتا تھا۔ اسے امید تھی کہ ایک دن سرنا اس سے شادی کر لے گا اور وہ بدستور شی تارا کے ساتھ آزادی سے دنیا گھومتی رہے گی۔

اب اسے پہلی بار احساس ہوا کہ وہ آزاد نہیں ہے۔ شی تارا سے ڈرتی ہے اس لیے کسی کے ساتھ آزادی سے وقت نہیں گزار سکتی۔ اس کا بھائی ساری عمر اسے داشتہ بنا کر رکھے گا تو وہ بغاوت نہیں کر سکے گی۔ اپنی ایک الگ راہ پر نہیں چل سکے گی۔ وہ شی تارا کی معمولہ اور تابعدار ہے اور یہ نادیدہ زنجیریں اگر نہ توڑ سکی تو مرتے دم تک اس کی تابعداری کرتی رہ جائے گی۔

اسے پارس کے بعد سرنا ملا تھا اور سرنا کے بعد عبداللہ اس کے حواس پر چھا رہا تھا۔ وہ کالا تھا مگر اس پر مر مٹنے والا تھا۔ بلا کا شہ زور تھا۔ اس پر طرّہ یہ کہ اس کا معمول اور تابعدار تھا۔ اس کے سامنے سرنا کچھ ماند پڑنے لگا تھا۔ وہ ایک طویل عرصہ کے بعد پھر اپنی ایک الگ راہ اختیار کرنے کے متعلق سوچنے لگی۔

صرف عورت کا جادو نہیں چلتا۔ بعض مرد بھی ساحرِ اعظم ہوتے ہیں۔ ان کا جادو سر چڑھ کر بولتا ہے۔

عبداللہ نے کہا۔ "دشمن کی طرف سے طویل خاموشی ہے یوں لگتا ہے' وہ ہمیں محبت کی آزادی دے کر چلا گیا ہے۔"

وہ گھاس پر لیٹی ہوئی تھی۔ اٹھ کر اُس کے گلے کا ہار ہو گئی پھر بولی۔ "میں نے چند دنوں کے لیے تم بمن بھائی کی خدمات حاصل کی تھیں لیکن اب تم ہمیشہ میرے غلام بن کر رہو گے۔"

وہ بولا۔ "ہم افریقی باشندے صدیوں سے غلامی کرتے آئے ہیں لیکن ہم اس عورت کی غلامی نہیں کرتے جو ہم سے زیر ہو جاتی ہے۔ تھوڑی دیر پہلے تم مجھے خریدنے والی مالکہ تھیں۔ اب میری عورت ہو۔"

"بکواس نہ کرو۔ اس وقت میرے دل پر تمہاری حکمرانی ہے لیکن میری حکمرانی تمہارے دماغ میں ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ زیادہ مرد بننے کی کوشش کرو گے تو تگنی کا ناچ نچا دوں گی۔"

"میں مانتا ہوں' تمہاری ٹیلی پیتھی نے تمہیں مجھ سے زیادہ طاقتور بنا دیا ہے لیکن ہماری دنیا میں ہر مخلوق کی طاقت رفتہ رفتہ زوال پذیر رہتی ہے۔ جنگل کا شیر بھی ایک دن بیمار یا بوڑھا ہوتا ہے۔ ذرا سوچو کبھی تم بیمار ہو گی' خیال خوانی کرنے کے قابل نہیں رہو گی تو پھر حکمرانی کہاں رہے گی؟ مرد کی آغوش میں نارمل رہو۔ آغوش سے اچھل کر سر پر نہ چڑھو۔"

وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی پھر بولی۔ "میرا یہ حسن و شباب تمہاری

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اوقات سے زیادہ ہے۔ میں نے تمہیں اوقات سے زیادہ دے کر غلطی کی ہے۔ چلو اٹھو اور میرے دشمن کو تلاش کرو۔"

چونکہ مرینا کا انداز محبوبانہ نہیں رہا۔ حاکمانہ ہو گیا اس لیے وہ تابعداری میں سر جھکا کر کھڑا ہو گیا پھر اس کے حکم کے مطابق دشمن کو ڈھونڈنے کے لیے چاروں طرف نظریں دوڑانے لگا۔ دور تک کوئی نظر نہیں آ رہا تھا اور نہ آہٹیں سنائی دے رہی تھیں۔ اس نے کہا۔ "معلوم ہوتا ہے وہ چلا گیا ہے۔"

"وہ اچانک ہی میدان چھوڑ کر کیوں جائے گا؟"

"ہو سکتا ہے اسے کوئی مشکل پیش آئی ہو۔ ہتھیار کام نہ آ رہے ہوں یا وقتی طور پر میدان چھوڑنے میں اس کی کوئی حکمتِ عملی ہو۔"

"یہاں سے آگے بڑھنے میں خطرہ ہے۔ وہ کہیں چھپا ہو گا۔"

"تم صفورا سے رابطہ کرو۔ اس کی خیریت معلوم ہو گی اور اسے کہہ سکو گی کہ وہ دو چار مسلح آلہ کاروں کو لے آئے۔ دشمن جہاں بھی چھپا ہو گا وہ محاصرے سے پریشان ہو کر اپنے بل سے نکل آئے گا۔"

مرینا نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ صفورا کے پاس آ کر معلوم کیا' وہ گھاٹ اسٹیشن واپس آ گئی تھی اس نے پوچھا۔ "دشمنوں کا کیا بنا؟"

وہ بولی۔ "میں نے نیولے اور دو مسلح گارڈز کو جہنم میں پہنچا دیا ہے۔"

اس نے گوگا مبا اور نیولے سے مقابلے کی روداد سنائی۔ ایک اجنبی کا بھی ذکر کیا۔ مرینا نے پوچھا۔ "وہ تمہاری مدد کرنے والا اجنبی کون تھا؟"

صفورا نے سوچ لیا تھا کہ وہ مرینا کے سامنے پارس کا ذکر نہیں کرے گی۔ ورنہ وہ پارس کو ڈس لینے کا حکم دے گی اور ابھی وہ تذبذب میں تھی کہ کس طرح مرینا کی تابعدار بھی رہے اور پارس کی احسان مند بھی رہے۔ اس نے مرینا سے کہا۔ "پتا نہیں وہ کون تھا۔ چھلاوے کی طرح آیا اور میری مدد کی پھر یہ جا اور وہ جا۔ مجھے کچھ پوچھنے کا موقع ہی نہیں ملا۔"

اس نے پوچھا۔ "کہیں وہ پارس تو نہیں تھا؟ وہ جوان لڑکیوں کو متاثر کرنے کے لیے ایسے ہی ڈرامائی انداز اختیار کرتا ہے۔"

"میڈم! میں کیا کہہ سکتی ہوں' آپ مجھ سے زیادہ جانتی ہیں۔ میں نے اسے کبھی دیکھا نہیں ہے۔"

"میری بات سنو اور اس پر فوراً عمل کرو۔ یہاں جس دشمن سے ہمارا مقابلہ ہو رہا تھا اس نے اچانک خاموشی اختیار کر لی ہے۔ شاید وہ اطراف میں کہیں چھپا ہوا ہے۔ اچانک ہم پر کہیں سے بھی حملہ کر سکتا ہے۔ تم فوراً کچھ مسلح غلاموں کو لے کر آؤ اور اسے یہاں تلاش کرو۔"

"میڈم! دشمن ایک ہے یا دو ہیں؟"

"دو تھے' ایک کو ہم نے گولی مار دی ہے۔"

"پھر تو وہاں کوئی نہیں ہے۔ وہ زندہ بچنے والا گھاٹ کی طرف واپس آ گیا ہے اور گھاٹ سے کچھ دور اپنی گاڑی کے پاس موجود ہے۔"

"اسے وہیں روک دو۔ ورنہ وہ نئی تیاریوں کے ساتھ آئے گا۔"

"میں اسے بے دست و پا کر چکی ہوں۔ اس کی گاڑی کے پہیے بیکار کر چکی ہوں۔ میں نے اس کے پاس ہتھیار رہنے دیے ہیں لیکن تمام کارتوسوں کی پیٹیاں غائب کر دی ہیں۔"

"واہ صفورا! تم نے تو کمال کیا ہے۔ اب اس کم بخت کو ڈس لو تاکہ ایک دشمن پارٹی بالکل ہی ختم ہو جائے۔"

"میں جا کر دیکھتی ہوں۔ وہ گاڑی کے پاس ہو گا تو زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

مرینا نے دماغی طور پر حاضر ہو کر عبداللہ کو دیکھا اور سوچا دونوں بہن بھائی زبردست ہیں۔ الپا کی دونوں ٹیموں کو انہوں نے نابود کیا ہے۔ میں ان کے ساتھ ایک مضبوط ٹیم بنا سکتی ہوں۔

عبداللہ نے پوچھا۔ "تم مجھے اس طرح کیوں گھور رہی ہو؟"

"سوچ رہی ہوں۔ اگر ہم ملکہ اور غلام نہ رہیں اور بہترین دوست بن جائیں تو بڑے بڑے دشمنوں کے دانت کھٹے کر سکتے ہیں۔"

"تم دوستانہ انداز میں سوچو گی تو میں تم پر جان قربان کرتا رہوں گا۔"

"اور اگر تم مجھے ایک زبردست دشمن سے نجات دلا دو گے تو میں تم سے شادی کر لوں گی۔"

"کون ہے وہ دشمن؟"

"اس کا نام شی تارا ہے۔ جس طرح میں نے تمہارے دماغ پر قبضہ جمایا ہے اسی طرح وہ میرے دماغ پر حکومت کرتی ہے۔ میں اس سے پیچھا نہیں چھڑا سکتی۔ اس کے خلاف کچھ سوچتی ہوں تو وہ میرے چور خیالات پڑھ لیتی ہے۔"

"پھر تو وہ تمہاری یہ باغیانہ باتیں بھی پڑھ لے گی؟"

"ہاں' لیکن آج کل وہ مجھ پر اندھا دھند اعتماد کرتی ہے۔ وہ میرے پاس آتی ہے۔ ضروری باتیں کرتی ہے مگر میرے چور خیالات نہیں پڑھتی۔ اسے شبہ ہو گا تو پڑھے گی اور میں شبہ ہونے نہیں دوں گی۔"

"مجھے اس کا پتا ٹھکانا بتاؤ۔ میں اس کی شہ رگ تک پہنچ جاؤں گا۔"

"اتنی بڑی دنیا میں اس کا ایک ہی سگا بھائی ہے' اسے بھی وہ اپنا پتا ٹھکانا نہیں بتاتی ہے پھر ہمیں کیسے معلوم ہو گا؟"

"تمہارے ذہن میں کوئی تدبیر ہو تو بتاؤ۔ میں اس پر عمل کر کے تمہیں اس سے نجات دلاؤں گا۔"

"اگر کوئی تنویمی عمل کا ماہر مجھ پر عمل کرے۔ میرے دماغ سے بھی موجودہ آواز اور لہجہ مٹا دے اس کے بعد میری اصل آواز اور لہجہ بھی مٹا دے اور ایک نیا لہجہ میرے ذہن میں نقش کر دے تو شی تارا کبھی میرے اندر نہیں آ سکے گی۔"

"یہ کون سی بڑی بات ہے۔ بیضابہ میں ایک تنویمی عمل کا ماہر ہے۔ ہم اس سے یہ کام لے سکتے ہیں۔"

"لیکن مجھے اندیشہ رہے گا کہ وہ عامل کہیں مجھے اپنی معمولہ اور تابعدار نہ بنا لے۔"

"ایسا نہیں ہو گا۔ عمل کے دوران میں موجود رہوں گا۔ اسے تمہارے مزاج کے خلاف عمل نہیں کرنے دوں گا۔"

وہ بولی۔ "اس کا مطلب ہے' مجھے تم پر بھروسا کرنا ہو گا۔"

"کسی پر تو بھروسا کرنا ہی ہو گا۔ ورنہ تمام عمر شی تارا کی کنیز بن کر رہو گی۔"

وہ دونوں وہاں سے گھاٹ اسٹیشن کی طرف جانے لگے۔ مرینا سوچ رہی تھی۔ جلد ہی فیصلہ کرنا چاہیے۔ عبداللہ پر اعتماد کیا جائے یا زندگی بھر ان بہن بھائی کی تابعداری کی جائے۔ ایک طرف شی تارا اور سرینا تھے۔ دوسری طرف صفورا اور عبداللہ۔ ایک بہن بھائی سے چھوٹ کر دوسرے بھائی بہن پر اس لیے بھروسا کر سکتی تھی کہ ان دونوں میں کوئی ٹیلی پیتھی نہیں جانتا تھا۔ ان پر وہ حاوی رہ سکتی تھی۔ وہ رفتہ رفتہ عبداللہ کی طرف مائل ہو رہی تھی۔

●●●●✱✱●●●

صفورا گھاٹ اسٹیشن کی چار دیواری سے باہر نکل آئی۔ مرینا نے اسے حکم دیا تھا کہ گاڑی کے پاس جو ایک دشمن زندہ بچ گیا ہے' اسے جا کر ڈس لے۔ کسی کو بھی ڈسنے کے خیال سے اسے ایک طرح کی عجیب سی تسکین حاصل ہوتی تھی۔ پارس کو دیکھ کر بھی ایسے ہی ایک جذبے نے سر اٹھایا کہ اس کے بدن کے کسی حصے میں اپنے دانت پیوست کرے۔

ایسے جذبات حاوی ہوں تو وہ نارمل نہیں رہتی تھی۔ اس پر ایک بے خودی سی طاری ہو رہتی تھی۔ اس نے زندگی میں پہلی بار پارس کو دیکھ کر بلا کی کشش محسوس کی تھی۔ وہ بڑی محبت سے اسے ڈسنا چاہتی تھی۔ یہ سمجھتی تھی کہ وہ ناگ زہر کا اثر نہیں لے گا یا عارضی طور پر عذاب میں مبتلا رہے گا پھر اس سے محبت کرنے کے قابل ہو جائے گا۔ ناگ اور ناگن کے محبت کرنے کے آداب کچھ ایسے ہی ہوتے ہیں۔ کبھی وہ ناگ پر سحر طاری کرتی ہے' کبھی ناگ اسے سحر زدہ کرتا رہتا ہے۔

وہ دل ہی دل میں یہ اعتراف کر رہی تھی کہ اس سے سحر زدہ ہو چکی ہے اور مجبوراً اس سے کترا رہی ہے لیکن کترا کر کتنی دور جا سکتی تھی۔ وہ چلتے چلتے ٹھٹک گئی۔ دور سے وہی دکھائی دے رہا تھا۔ اندھیری رات میں خواہ اینٹی ڈارک لینسز لگائے جائیں' دور سے چہرے بھی ٹھیک طرح پہچانے نہیں جاتے لیکن وہ ایک ہی ملاقات کے بعد اسے دل کی آنکھوں سے پہچاننے لگی تھی۔ وہ قریب آ کر بولا۔ "کہاں جا رہی ہو؟"

"مالکہ کا حکم ہے' اس گاڑی والے کا کام تمام کرنے جا رہی ہوں۔"

"میں نے تھوڑی دیر پہلے تمہارے سامنے اس کی گاڑی کے پہیوں سے ہوا نکال دی۔ اس کے تمام کارتوس غائب کر دیے۔ وہ بالکل نہتا اور بیکار ہو گیا ہے۔ اسے ہلاک کر کے کیا حاصل کرو گی۔"

"یہ میری مالکہ کا حکم ہے۔"

"کیا تم غلامی کے لیے پیدا ہوئی ہو؟"

اس نے چونک کر پارس کو دیکھا۔ وہ بڑی خوددار تھی' کسی کی محکوم نہیں رہنا چاہتی تھی۔ اس نے کہا۔ "مجھے یہ پسند نہیں ہے۔ میں ایک آزاد اور عیش و عشرت سے بھرپور زندگی گزارنا چاہتی ہوں۔ بھائی عبداللہ نے کہا ہے' یہ مالکہ ایک ہفتہ کے لیے ہماری خدمات حاصل کر رہی ہے۔ ہمیں پچاس ہزار ڈالر دے گی۔ پیرس میں ہم کنگال ہو رہے تھے اس لیے یہ آفر قبول کر لی۔"

"اسے تنویمی عمل کیوں کرنے دیا؟"

"اس نے کہا تھا' بہت سے ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن ہمیں جنگل میں ملیں گے۔ وہ میرے اور بھائی عبداللہ کو دماغی نقصان پہنچائیں گے۔ ہم پاگل نہیں ہونا چاہتے تھے اس لئے اسے تنویمی عمل کرنے کی اجازت دے دی گئی۔"

"کیا سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ اس نے تم دونوں کو اپنا تابعدار بنا لیا ہے۔ تم بہن بھائی ایک ہفتے کے لیے نہیں ساری عمر کے لیے اس کے غلام بن گئے ہو۔"

"ہاں' ہم سمجھتے ہیں کہ لیکن اس لیے حالات سے سمجھوتا کر رہے ہیں کہ وہ کبھی کبھی مالکن بن جاتی ہے۔ ورنہ ہمارے ساتھ دوستانہ رویہ رکھتی ہے۔"

"عقل سے سوچو' جو دوست ہوتے ہیں وہ آقا بن کر نہیں رہتے پھر اپنا دماغ کسی کے حوالے کر دینا اور اپنے اندر کوئی راز چھپانے کے قابل نہ رہنا کہاں کی دانشمندی ہے؟ کیا تمہاری زندگی میں ایسا کوئی راز نہیں ہے جسے تم اپنی مالکہ سے چھپانا چاہو گی؟"

صفورا نے اپنے دھڑکتے ہوئے دل پر ہاتھ رکھ لیا۔ وہ مرینا سے پارس کی بات اپنے دل میں چھپانے لگی تھی۔ یہ بھول گئی تھی کہ مرینا آرام سے بیٹھے گی تو اس کے چور خیالات کے ذریعے دل میں چھپے ہوئے ناگ کو پہچان لے گی۔

وہ پریشان ہو کر بولی۔ "ہر انسان کی زندگی میں کچھ ایسی باتیں ہوتی ہیں جنہیں وہ ساری دنیا سے چھپاتا ہے۔ میں بھی چھپانا چاہتی ہوں۔ لیکن اب یہ ممکن نہیں رہا ہے۔"

"عقل سے کام لو گی تو یہ ممکن ہے۔ تم اور تمہارا بھائی اس سحر سے آزاد ہو جائیں گے۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"تم بہت اچھے ہو۔ ہماری بھلائی کی باتیں کرتے ہو۔ بتاؤ ہمیں آزادی کیسے ملے گی؟"

"میرے ساتھ باربرا تم پر عمل کر کے تمہیں مرینا کے تنویمی عمل سے نجات دلائے گی۔"

"ہرگز نہیں۔ اس طرح میں تم لوگوں کی تابعدار بن جاؤں گی۔ میرا بھائی بھی اس کے لیے تیار نہیں ہو گا۔"

"میں نے دانائی اور آزادی کا راستہ دکھایا ہے۔ اس راستے پر چلنا یا نہ چلنا تمہاری مرضی پر منحصر ہے۔"

وہ جانے لگا اس نے آواز دی۔ "ٹھہرو۔ میری بات سنو اور اپنی بھلائی کے لیے اس پر عمل کرو۔"

"تم میری بات نہیں مان رہی ہو پھر میں تمہاری کسی بات پر عمل کیوں کروں؟"

"مجھ سے بحث نہ کرو۔ میں تمہیں وارننگ دیتی ہوں آئندہ میرے سامنے نہ آنا۔ آؤ گے تو پچھتانے کے لیے بھی زندہ نہیں رہو گے۔ یوں سمجھ لو میں تمہارا احسان بھول چکی ہوں۔"

وہ وہاں سے چلتی ہوئی گاڑی کے پاس آئی۔ بلیک آدم نہیں تھا۔ وہاں سے کہیں چلا گیا تھا۔ اس نے گھاٹ اسٹیشن کی طرف واپس جاتے ہوئے دور تک نظریں دوڑائیں۔ نظریں پارس کو ڈھونڈ رہی تھیں۔ دل کہہ رہا تھا کہ وہ سچا عاشق ہو گا تو وارننگ کی پروا نہیں کرے گا۔ جان ہتھیلی پر رکھ کر چلا آئے گا۔

شاید وہ سچا عاشق نہیں تھا۔ کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔ گہری تاریکیوں میں جانے کہاں گم ہو گیا تھا۔ وہ چار دیواری کے تیسرے کمرے میں آ گئی۔ مرینا اور عبداللہ بھی وہاں پہنچ گئے تھے۔ وہ لوگ جب سے دریائے جوبا کے گھاٹ پر آئے تھے تب سے آرام کرنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ الپا کی پہلی پارٹی سے مقابلہ ہوا پھر دوسری پارٹی سے یوں رات کے دو بج گئے تھے۔ مرینا نے کہا۔ "تھکن سی ہو رہی ہے۔ صفورا چائے بناؤ۔ نیند ہمارے مقدر میں نہیں ہے۔"

صفورا کیروسین آئل کے اسٹوو پر چائے تیار کرتے ہوئے بولی۔ "وہ دشمن گاڑی کے پاس نہیں تھا۔ شاید کہیں بھاگ گیا ہے۔"

مرینا نے کہا۔ "وہ شاید اب واپس نہ آئے۔ میں پارس کی وجہ سے پریشان ہوں۔ نہ لانچ آ رہی ہے کہ ہم پارس سے دور دریا پار چلے جائیں، نہ ہی وہ کم بخت سامنے آ رہا ہے۔ یہ آنکھ مچولی جاری رہے گی تو ہمیں دو گھڑی سونے کا بھی موقع نہیں ملے گا۔"

عبداللہ نے کہا۔ "تم آرام سے بے خوف و خطر سو جاؤ، میں جاگتا رہوں گا۔"

"صرف جاگنے کی نہیں اسے تلاش کرنے کی اور اس پر قابو پانے کی بات ہے وہ چھپ کر ہمیں پریشان کر رہا ہے۔"

اس وقت مرینا نے اپنے اندر شی تارا کی آواز سنی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "ہیلو مرینا! کیسی ہو؟"

وہ بولی۔ "ٹھیک ہوں۔ تمہارا انتظار کر رہی تھی۔ ممّا سے جو کامیابیاں حاصل کی ہیں کیا اس کی رپورٹ سناؤں؟"

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں بڑی دیر تک تمہارے چور خیالات پڑھتی رہی ہوں، مجھے تمام حالات کا علم ہے۔"

وہ پریشان ہو کر بولی۔ "کیا... کیا تم بہت دیر سے میرے دماغ میں ہو؟"

"ہاں! تم اس خوش فہمی میں تھیں کہ میں تم پر اندھا اعتماد کرتی ہوں اس لیے چور خیالات نہیں پڑھوں گی۔"

"ہاں، مگر تم انسانی ذہن کو سمجھتی ہو۔ دماغ میں اچھے برے خیالات آتے رہتے ہیں اور انسان برے خیالات سے بچتا رہتا ہے۔ اسی طرح میں بھی اپنی آزادی کے متعلق سوچنے کے باوجود تمہاری تابعدار بن کر رہنا چاہتی ہوں۔"

"تم نہ چاہو گی، تب بھی میری تابعداری کرتی رہو گی۔ صفورا اور عبداللہ مجھ سے نجات حاصل نہیں کر سکیں گے۔ یہ اچھا ہے کہ پارس نے تمہیں جگائے رکھا ہے۔ میں بھی یہاں ایک معاملے میں مصروف ہوں۔ ویسے تمہیں صبح تک ضرور نیند آئے گی۔ میں تمہارے خوابیدہ دماغ پر اس بار ایسا عمل کروں گی کہ تم اپنے گاڈ کو بھول جاؤ گی اور مجھے دیوی مان کر میری پوجا کرتی رہو گی۔"

"شی تارا! پلیز مجھ سے..."

وہ بات کاٹ کر بولی۔ "شٹ اپ، آئندہ بے تکلفی سے میرا نام نہ لینا۔ اب تم محض دو کوڑی کی معمولہ ہو۔ میں جوتے مار مار کر تم سے اپنا کام کراتی رہوں گی۔ ابھی جا رہی ہوں۔ صبح تک آؤں گی۔ اپنے بچاؤ کی کوششیں کر دیکھو۔ مجھ سے بچ کر کہیں نہیں جا سکو گی۔"

وہ چپ ہو گئی۔ مرینا نے اس کے مزید بولنے کا انتظار کیا پھر اسے آواز دی۔ "میڈم! تمہارے حکم کے مطابق تمہارا نام نہیں لوں گی لیکن میری التجا سن لو، میری یہ پہلی غلطی معاف کر دو۔"

وہ بول رہی تھی لیکن کوئی جواب نہیں مل رہا تھا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا۔ عبداللہ نے پوچھا۔ "کیا بات ہے؟ خیریت تو ہے؟"

وہ گہری سانس لے کر چھوڑتی ہوئی بولی۔ "شی تارا نے میرے چور خیالات پڑھ لیے ہیں۔"

"کیا باغیانہ خیالات بھی پڑھ لیے ہیں؟"

"ہاں، اسے سب کچھ معلوم ہو چکا ہے۔ وہ تم بہن بھائی کو بھی تنویمی عمل کے جال سے نکلنے نہیں دے گی۔"

"یہ تو بہت برا ہوا۔ ہمیں فوراً ہی رہائی کی کوئی صورت نکالنا چاہیے۔"

مرینا نے سخت لہجے میں کہا۔ "اب رہائی کی بات نہ کرو۔ ہم تنویمی عمل کی دلدل میں ہیں۔ جتنا نکلنے کی کوشش کریں گے اتنا ہی اندر دھنستے جائیں گے۔"

صفورا سن رہی تھی اور پارس کو یاد کر رہی تھی اس نے کہا تھا، ...سے کام لو گی تو سحر سے آزاد ہو جاؤ گی۔ وہ ناممکن کو ممکن ...ہے۔ اس نے مرینا اور بھائی کو گرما گرم چائے پیش کرتے ...کہا۔ "پہلے چائے پیو پھر سوچو۔ پریشان ہونے سے مصیبت ...ٹلے گی۔ چائے پی کر تھکن دور ہو گی تو دماغ میں کوئی تدبیر آ...۔"

...تینوں چائے پینے لگے۔ عبداللہ نے پوچھا۔ "کیا شی تارا ...ہے؟"

"نہیں، شاید جا چکی ہے۔ ویسے اس کی موجودگی کا پتا نہیں چلتا ...میں چائے پی کر آرام کروں گی۔ صفورا یہاں میرے پاس ...گی اور تم پارس کو تلاش کرنے جاؤ گے۔ اندھیرے میں زیادہ ...جانا۔ ورنہ..."

...وہ بولتے بولتے چپ ہو گئی۔ ہاتھ سے پیالی چھوٹ گئی اپنے ...ہاتھ سے سینے کو سہلاتے ہوئے گہری گہری سانسیں لینے لگی۔ ...جو کھڑا ہوا تھا وہ بھی کھڑا نہ رہ سکا۔ آہستہ آہستہ فرش پر بیٹھ ...صرف صفورا اپنے پیروں پر کھڑی ہوئی تھی کیوں کہ اس ...پر کوئی سی بھی ضرر رساں دوا اثر نہیں کر سکتی تھی۔

...اس نے مرینا کو تھام کر پوچھا۔ "میڈم! کیا ہو رہا ہے؟ کیا ...میں کچھ ملا ہوا ہے؟"

باربرا کی آواز سنائی دی۔ "چائے میں نہیں، پانی میں ملا ہوا ..."

صفورا نے دروازے کی طرف دیکھا۔ باربرا نے اندر آ کر ... "تم تینوں اپنا سامان یہاں چھوڑ کر جنگ لڑنے گئے تھے۔ ...چلا گیا تھا میں اکیلی کیا کرتی؟ کچھ تو کرنا ہی تھا۔ اس لیے پانی کی ...ٹنکوں میں دوا حل کر دی۔ یوں اپنا مسئلہ حل کر لیا۔"

صفورا نے کہا۔ "بہت بول رہی ہو۔ اب میں تمہارے خون ...کا زہر حل کروں گی۔"

...وہ مرینا کے پاس سے اٹھی باربرا نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "رک ...جب تک دور رہو، محفوظ ہو، قریب آ کر پچھتاؤ گی۔"

...وہ دونوں ہاتھ بڑھا کر لانبے ناخنوں کی نمائش کرتی ہوئی بولی۔ ...ناخنوں کی ہلکی سی خراش تمہارے بدن پر پڑے گی تو گھنٹوں ...موت اور زندگی کی کش مکش میں رہو گی۔ میں تمہیں مرنے نہیں ...دوں گی۔ پارس کے لیے عبرت کا سبق بنا دوں گی اور اس سے اپنے ...اور میڈم کی سلامتی چاہوں گی۔"

...وہ دونوں ہاتھ بڑھا کر باربرا کو نیچے مارنا چاہتی تھی۔ اسی لمحے ...نے دروازے پر آ کر گولی چلائی۔ گولی شانے کی ہڈی توڑتی ہوئی ...گئی وہ چیخ مار کر لڑکھڑائی پھر پیچھے دیوار سے ٹکرا کر گر پڑی۔ ...نے اس کے دماغ میں آ کر کہا۔ "مجھے خوش آمدید کہو۔ میں آ ...گئی ہوں۔"

ممّا نے باربرا کی پلاننگ کے مطابق لیلیٰ اور سلمان کو مرینا اور عبداللہ کے دماغوں میں پہنچا دیا۔ وہاں لکڑی کے پرانے پلنگ بچھے ہوئے تھے۔ پاشا نے ان تینوں کو اٹھا کر ایک ایک پلنگ پر پہنچا دیا۔ باقی کام ہمارے تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والے اور والیوں پر چھوڑ دیا۔ میں نے پارس کے پاس آ کر کہا۔ "ان تینوں کو تنویمی نیند کے لیے سلایا جا رہا ہے۔ یہ اچھا ہے کہ فارمولوں کے جتنے طلبگار ہیں وہ دریا پار کرنے سے پہلے ہی قابو میں آ جائیں یا یہ ملک چھوڑ کر چلے جائیں۔"

ہمیں الپا کی مصروفیات کا علم تھا لیکن ابھی تک یہ بات ہمارے علم میں نہیں آئی تھی کہ اسرائیل میں جو نئی تنظیم وجود میں آئی ہے، وہ چھ آدم برادرز پر مشتمل ہے اور ان کا ایک برادر بلیک آدم اس جنگل میں پہنچا ہوا ہے۔

پارس نے کہا۔ "پاپا! پتا نہیں وہ کون تھا، جس کی گاڑی میں نے بیکار کر دی اور اسلحہ سے محروم کر دیا اب وہ کہیں روپوش ہو گیا ہے یا واپس چلا گیا ہے۔"

"نہیں بیٹے! وہ تنہا اس جنگل میں سے گزر کر شہر واپس نہیں جائے گا۔ الپا اس کے لیے کچھ انتظامات کر رہی ہو گی۔"

"گویا پھر ایک نئی ٹیم یہاں آئے گی۔ پلیز، آپ اب لانچ والوں کو نہ روکیں۔ ادھر آنے دیں۔ ہمیں نئے دشمنوں کے آنے سے پہلے دریا پار کر لینا چاہیے۔"

ان تینوں پر تنویمی عمل کیا جا رہا ہے۔ وہ کم از کم تین گھنٹے بعد تنویمی نیند سے بیدار ہوں گے۔ یوں صبح ہو جائے گی۔ ہو سکتا ہے، اس وقت تک کچھ نئے مخالفین آ جائیں۔ نہ آئیں تو اچھی بات ہے۔ میں نے یہاں سے دو میل کے فاصلے پر ایک لانچ کو روک رکھا ہے۔ تم جب چاہو گے وہ لانچ یہاں چلی آئے گی۔"

پارس وہاں کی ساحلی بستی میں آ گیا تھا وہ کچھ دیر سونا چاہتا تھا۔ گھاٹ اسٹیشن کی چار دیواری میں کسی بھی نئے اجنبی دشمن سے خطرہ تھا۔ اس لیے وہ بستی میں آیا تھا۔ رات کا پچھلا پہر تھا۔ بستی میں خاموشی اور ویرانی تھی۔ گھاس پھوس کی جھونپڑوں میں رہنے والے خوراک کی تلاش میں شہروں کی طرف چلے گئے تھے جو رہ گئے تھے وہ بھوکے سو رہے تھے۔

پارس ایک جھونپڑی میں آیا وہاں ایک عورت اپنے بھوکے بچوں کے ساتھ دروازے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ بھوک سے موت آ رہی تھی، نیند نہیں آ رہی تھی اس نے اپنے بیگ میں سے کھانے کے سربند ڈبے نکالے اور انہیں دیے وہ عورت بچوں کے ساتھ کھانے پر ٹوٹ پڑی وہ جھونپڑی کے اندر آیا۔ وہاں ایک اونچی مچان بنی ہوئی تھی۔ وہ جگہ سونے کے لیے مناسب تھی۔

دشمن بھی اپنے تحفظ کے لیے ایسی ہی مناسب جگہ تلاش کر سکتے ہیں۔ ٹھیک اس جھونپڑی کے پیچھے والی ایک جھونپڑی میں بلیک آدم پہنچا ہوا تھا۔ اس نے وہاں کے مکینوں کو کھانا کھلایا تھا اور اس کے عوض سونے کے لیے مچان پر چڑھ گیا تھا۔ الپا نے کہا تھا وہ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

آرام کرے۔ نئی ٹیم کے پہنچتے ہی وہ اسے جگا دے گی۔

وہ دونوں ایک دوسرے سے بے خبر ایک دوسرے کے پڑوسی بن کر سو گئے۔

❁❁❁✱✱❁❁❁

جیسے ماں کی گود اجڑتی ہے' ویسے ہی ٹرانسفارمر مشین کی کوکھ اجڑ چکی تھی۔ اب کوئی نیا ٹیلی پیتھی جاننے والا پیدا نہیں ہو سکتا تھا۔ سپر ماسٹر کے پاس دو ہی خیال خوانی کرنے والے رہ گئے تھے' جن میں سے ایک ٹیری ہارٹ لاپتا ہو گیا تھا۔ سپر ماسٹر کو ابھی یہ معلوم نہیں ہوا تھا کہ اس خیال خوانی کرنے والے کو یہودیوں نے اغوا کر لیا ہے۔ اب اس ملک میں جہاں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فصل اُگتی تھی' وہاں صرف ایک ہی خیال خوانی کرنے والا رہ گیا تھا جس کا نام ہوکی سول تھا۔

سپر ماسٹر نے اعلیٰ حکام اور اعلیٰ فوجی افسران سے کہا۔ "ہم ایک طویل عرصہ سے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کر رہے ہیں اور دشمنوں کو فائدہ پہنچا رہے ہیں۔ یہ پیدا ہونے والے دشمنوں کے ہاتھوں مرتے یا اغوا ہوتے رہے۔ اب ہمارے پاس کیا رہ گیا ہے؟ مشین آؤٹ آف آرڈر ہو چکی ہے اور صرف ایک خیال خوانی کرنے والا ہوکی سول رہ گیا ہے۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "ہاں' سخت سے سخت پہرا لگانے اور فولادی قلعے میں بند رکھنے کے باوجود یہ آخری خیال خوانی کرنے والا بھی ہمارے ہاتھوں سے نکل سکتا ہے۔ یہ ہمارا برسوں کا تجربہ یا برسوں کی بے عقلی ہے۔"

"اس آخری شخص کی حفاظت کرنی ہی ہو گی۔"

"مسئلہ صرف حفاظت کرنے کا نہیں ہے۔ اس پہلو پر بھی غور کرنا ہے کہ اس اکیلے خیال خوانی کرنے والے سے کیا کام لیا جائے۔ اس نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے بابا صاحب کے ادارے کے دو بندوں کو اپنا آلۂ کار بنا لیا تھا لیکن وہ دونوں گرفتار ہو گئے اس ادارے میں فرہاد اور اس کے بیٹے چوبیس گھنٹوں تک رہے لیکن ہم کامیابی حاصل نہ کر سکے کیوں کہ ہمارا یہ ٹیلی پیتھی جاننے والا فرہاد وغیرہ کے مقابلے میں طفلِ مکتب ہے۔"

"ایک ٹرانسفارمر مشین نے ہمیں زبردست سپر پاور بنایا تھا۔ سچ ہے' شیر سے طاقت چھین لی جائے تو وہ سرکس کا پالتو کتا بن جاتا ہے۔ اس سے پہلے کہ ہم سپر پاور کے بجائے کتے کہلائیں' ہمیں نئے انداز سے بازی شروع کرنا چاہئے۔"

"کیا موجودہ زوال سے بچنے کی کوئی تدبیر تمہارے ذہن میں ہے؟"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "ایک ہی بات سمجھ میں آتی ہے۔ اپنی طاقت کم پڑے تو دوسروں سے طاقت ادھار لینا چاہئے۔ ساری دنیا میں امریکی امداد مشہور ہے۔ ہم جیسے غریب اور کمزور ملکوں کو اناج' ہتھیار اور ڈالر قرضے کے طور پر دیتے ہیں پھر کیا ہم ٹیلی پیتھی کا ہتھیار قرض کے طور پر حاصل نہیں کر سکتے؟"

ایک فوجی افسر نے پوچھا۔ "کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ ہمیں ٹی تارا کی صلاحیتیں ادھار لینا چاہئیں؟"

"ہاں' اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ "سپر ماسٹر! تم اس بوڑھے تمرزی صاحب کی پیش گوئی درست کرنا چاہتے ہو۔ اس نے کہا تھا کہ ہم شی تارا اور مرینا کی ٹیلی پیتھی کے محتاج ہو جائیں گے۔"

"ہمارا مسئلہ پیش گوئی کو درست یا غلط ثابت کرنا نہیں ہے۔ ہمارے پاس جو کمی ہے وہ کس طرح پوری کی جائے؟ کیا ہم مالک مین سے یا اسرائیلی حکومت سے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ادھار مانگ سکتے ہیں؟"

"نہیں' کوئی اپنی طاقت ہمیں نہیں دے گا اور دے گا تو ٹیلی پیتھی جاننے والے کے ذریعے ہمارے اندرونی راز ضرور معلوم کرے گا۔"

ایک نے کہا۔ "صرف شی تارا اور مرینا ایسی ہیں' جو کسی بڑے ملک کے زیر اثر نہیں ہیں۔ وہ کسی کے لیے جاسوسی نہیں کرتی ہیں۔ وہ ہمارے بیشتر معاملات میں ہماری معاون ثابت ہوں گی۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "فی الوقت ہمارے سامنے ٹرانسفارمر مشین کی مرمت کا مسئلہ ہے۔ ہم یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ یہ مشین کتنے دنوں' کتنے ہفتوں' مہینوں اور سالوں میں درست ہو گی۔ تب تک ہم فرہاد اور یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے سامنے سکڑ کر نہیں رہیں گے۔ ان کے آگے بے بس ہو کر ان کے جائز یا ناجائز مطالبات منظور کرنے پر مجبور نہیں ہوں گے؟"

"درست کہتے ہو' موجودہ حالات کا تقاضا ہے کہ شی تارا اور مرینا کی خدمات حاصل کی جائیں۔"

"ان کی خدمات حاصل کرنے کے علاوہ ایک اور منصوبہ ہے' جس پر میں عمل کر رہا ہوں۔ اس کے نتیجے میں جلدی کامیابی حاصل ہو گی تو میں بہت بڑی خوشخبری سناؤں گا۔"

ایک حاکم نے پوچھا۔ "کیا تم اس منصوبے کو راز میں رکھنا چاہتے ہو؟"

"جی ہاں' مجبوری ہے' آپ میں سے کئی حضرات یوگا کے ماہر نہیں ہیں۔ میری زبان سے نکلا ہوا راز دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں تک پہنچ جائے گا۔ ایسا پہلے بھی ہو چکا ہے۔"

ایک فوجی افسر نے کہا۔ "کوئی ضروری نہیں کہ اب بھی ایسا ہی ہو۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "تم یوگا کے ماہر نہیں ہو اس وقت تمہارے دماغ میں کوئی دشمن چھپا ہوا ہے۔ وہ تمہارے ذریعے ضد کر کے میرا خفیہ منصوبہ معلوم کرنا چاہتا ہے۔"

"یہ جھوٹ ہے۔ میرے دماغ میں کوئی دشمن نہیں ہے۔"

"اگر نہیں ہے تو حب الوطنی کا ثبوت دو۔ اپنے ملک کی بہتری کی خاطر وقت سے پہلے خفیہ منصوبے کے متعلق کوئی سوال نہ کرو۔ یہاں جو بھی اس سلسلے میں ضد کرے گا' وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمنوں کا آلۂ کار سمجھا جائے گا۔"

وہ تمام حکام اور افسران خاموش رہے' جو یوگا کے ماہر نہیں تھے۔ سپر ماسٹر تھوڑی دیر تک سر جھکائے بیٹھا رہا پھر بولا۔ "دس منٹ کے بعد شی تارا ہم سے رابطہ کرے گی۔"

ایک نے پوچھا۔ "اس سے رابطہ کیسے ہوتا ہے؟ کیا تمہارے پاس اس کا ایڈریس اور فون نمبر ہے؟"

"اس کا کوئی فون نمبر اور پتا ٹھکانا نہیں ہے۔ واشنگٹن میں ایک ڈی شی تارا رہتی ہے۔ میں نے اس سے فون پر رابطہ کیا تھا اور اصل شی تارا سے گفتگو کی خواہش ظاہر کی تھی۔ جو اصل ہے' وہ اپنی ڈی سے دن کے بارہ بجے اور رات کے بارہ بجے رابطہ کرتی ہے۔ ایسے رابطے کے بعد ڈی نے مجھے بتایا تھا کہ وہ اس وقت مجھ سے باتیں کرے گی اس لیے میں نے آپ لوگوں سے اس اجلاس میں شریک ہونے کی درخواست کی تھی۔ اب چھ منٹ رہ گئے ہیں۔"

چھ منٹ کے بعد فون کی گھنٹی نے متوجہ کیا۔ سپر ماسٹر نے ریسیور اٹھا کر کہا۔ "ہیلو' میں سپر ماسٹر بول رہا ہوں۔"

"میں ڈی بول رہی ہوں۔ مادام شی تارا میرے دماغ میں موجود ہیں۔ اپنے کسی ایسے شخص کی آواز سناؤ جو سانس نہ روکتا ہو۔ مادام اس کے اندر آ کر تم سے گفتگو کرے گی۔"

سپر ماسٹر نے اجلاس میں موجود ایک افسر سے کہا۔ "آپ ریسیور لے کر اپنی آواز سنائیں۔ مادام آپ کی زبان سے ہمیں مخاطب کریں گی۔"

اس نے ریسیور لے کر آواز سنائی۔ شی تارا نے اس کی زبان سے کہا۔ "میں یہاں تم لوگوں کے درمیان حاضر ہوں۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "ہم تمہیں خوش آمدید کہتے ہیں۔ ہم نے تمہیں نئے سرے سے دوستی کا رشتہ قائم کرنے کے لیے بلایا ہے۔"

"اس کا مطلب ہے' تمہارے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے کام نہیں آ رہے ہیں۔"

"وہ ہمارے کام آ رہے ہیں۔ تم یہ نہ سمجھو کہ ہم بہت زیادہ مجبور ہو کر اپنی کسی غرض کے لیے تم سے دوستی کر رہے ہیں۔"

"پھر میں کیا سمجھوں؟ کس لیے مجھ سے دوستی کا خیال آ رہا ہے؟"

"اس لیے کہ ہم کسی غرض کے بغیر پورے خلوص سے دوست بنانا چاہتے ہیں۔ تم یہ تسلیم کرو گی کہ دوستی ایک بڑی طاقت ہے اور یہ بڑی طاقت اس وقت حاصل ہو گی جب تم ہماری اور ہم تمہارے ہو جائیں گے۔"

"یہی فیصلہ دو دن پہلے کر لیتے تو ہم بابا صاحب کے ادارے سے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اغوا کر کے لے آتے؟"

"فیصلہ میں دیر ہوئی ہے' اندھیر تو نہیں ہوا ہے۔ ہمیں "دیر آید درست آید" کی کہاوت پر یقین رکھنا چاہئے۔"

"ٹھیک ہے' آگے بولو۔ دوستی کیسے ہو گی؟ کن شرائط پر ہو گی؟ تم لوگ مجھے کیا دو گے اور میری صلاحیتوں سے کیا لو گے؟"

"سب سے پہلے تو ہم تمہیں امریکا کی شہریت دینا چاہتے ہیں۔"

وہ ہنس کر بولی۔ "ٹیلی پیتھی جاننے والے کسی بھی ملک کی شہریت اختیار کر لیتے ہیں۔ وہ قانونی اجازت نامہ کے محتاج نہیں رہتے۔"

"یہ درست ہے' لیکن ہم تمہیں صرف قانونی طور پر ہی نہیں' سرکاری طور پر بھی ایک بڑا عہدہ دینا چاہتے ہیں۔"

"یعنی سونیا ثانی کی طرح مجھے سپر مادام بنانا چاہتے ہو؟"

"ہاں' امریکا جیسے ملک کی سپر مادام بننا تمہارے شایانِ شان ہے۔ سونیا ثانی کو اتنے اختیار کبھی نہیں ملے' جتنے کہ ہم تمہیں دینے والے ہیں۔"

"بے شک' یہ بہت بڑی آفر ہے لیکن مجھ پر بہت زیادہ ذمے داریاں آن پڑیں گی اور ان تمام ذمے داریوں سے نمٹنے کے لیے مجھے واشنگٹن میں آ کر قیام کرنا ہو گا۔"

"تم بے خوف و خطر یہاں آ سکتی ہو۔ ہم ایسے حفاظتی انتظامات کریں گے کہ کوئی تمہارے نقشِ قدم کو بھی نہیں پا سکے گا۔"

"مجھے یقین ہے کہ میں تمہارے کام آتی رہوں گی تو تم سب اپنی جان سے بھی زیادہ میری حفاظت کرو گے۔ سچ بات تو یہ ہے کہ کئی محفوظ پناہ گاہیں بدل چکی ہوں پھر بھی دھڑکا لگا رہتا ہے کہ فرہاد یا اس کے بیٹے کسی بھی دن مجھے آ کر دبوچ لیں گے اور مجھے اپنے زیرِ اثر لے آئیں گے۔"

"فرہاد اور اس کے بیٹے بار بار جنم لے کر بھی ہماری حفاظتی دیواروں کو توڑ کر تمہارے پاس نہیں پہنچ سکیں گے۔ تم مرینا کے ساتھ چلی آؤ۔"

"مرینا دوسرے معاملات میں مصروف ہے۔ پہلے میں آؤں گی۔ چند ہفتوں کے بعد وہ بھی آ جائے گی۔"

"جیسے تمہاری مرضی۔ یہ بتاؤ تم کب آ رہی ہو؟"

"چوبیس گھنٹے کے اندر آنے کی کوشش کروں گی۔ آنے سے پہلے فلائٹ نمبر وغیرہ بتا دوں گی۔"

"اوہ ویری نائس آف یو۔ تم نے جی خوش کر دیا ہے' ہم سب بے چینی سے تمہارا انتظار کرتے رہیں گے لیکن برا نہ مانو تو یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ تم ہی آ رہی ہو یا اپنی ڈی کو بھیج رہی ہو؟"

"میں آ رہی ہوں لیکن یقین نہیں دلا سکوں گی کہ اصل ہوں یا نقل؟ میرے بھائی پے پے سرتا کے سوا کسی نے میری صورت نہیں دیکھی ہے۔ تم لوگ مجھ پر شبہ کرو گے تو برا نہیں مانوں گی۔ مشکوک

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہو کر بھی تم لوگوں کے لیے کام آتی رہوں گی۔ رفتہ رفتہ میری سچائی کا یقین ہو جائے گا۔"

"درست کہتی ہو۔ ابتدا میں ہمیں اصل اور ڈمی کے چکر میں نہیں پڑنا چاہئے۔ ورنہ کبھی ایک دوسرے پر اعتماد نہیں کرپائیں گے۔ بس تم چلی آؤ۔"

"میں جا رہی ہوں۔ وعدہ کے مطابق چوبیس گھنٹے کے اندر آ جاؤں گی۔"

وہ اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچنے لگی۔ "سپر ماسٹر مجھے نادان بچی سمجھتا ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ انہوں نے سونیا ثانی کو سُپر مادام بنا کر کس طرح ایک شاندار بنگلے میں قید کر رکھا تھا اور آخری وقت تک اسے گولی مار دینا چاہتے تھے۔ وہ بڑی مکار نکلی۔ پتا چلا وہ کبھی بنگلے میں تھی ہی نہیں۔ اس بنگلے میں اس کی اپنی ڈمی موجود تھی۔"

ثی تارا بھی یہی کرنے والی تھی۔ آج تک اس نے کسی کو اپنی اصلی صورت نہیں دکھائی پھر واشنگٹن آ کر خود کو ظاہر کرنے کی حماقت کیوں کرتی۔ اس کے پاس ایک نہیں کئی خفیہ پناہ گاہیں تھیں' جہاں وہ کسی کھٹکے یا دھڑکے کے بغیر رہتی تھی۔

وہ اپنی ڈمی نمبر تین یعنی ثی تارا تھری کے پاس آئی۔ کچھ عرصہ پہلے پاشا لندن میں ثی تارا تھری کے بیڈ روم میں پہنچ گیا تھا۔ جو کسی سے زیر ہو جاتی تھی اور ظاہر ہو جاتی تھی' ثی تارا پھر اسے اپنی ڈمی بنا کر نہیں رکھتی تھی۔ تنویمی عمل کے ذریعے اس کی شخصیت بدل دیتی تھی۔ اس نے لندن والی ثی تارا تھری کے ساتھ بھی یہی کیا تھا۔ اس کی جگہ ایک نئی ثی تارا تھری کو اپنی آلۂ کار بنایا تھا۔ وہ دہلی میں رہتی تھی۔ ثی تارا نے اسے اچھی طرح سمجھا دیا کہ اسے واشنگٹن جا کر کس طرح اصل ثی تارا کا رول پلے کرنا چاہئے۔ وہ دہلی سے وہاں جائے گی تو اور یقین پختہ ہوگا کہ ثی تارا ہندوستانی ہے اس لیے دہلی سے آ رہی ہے۔

ان مصروفیات میں کئی گھنٹے صرف ہوئے اس نے گھڑی دیکھ کر حساب لگایا کہ صومالیہ میں صبح ہو چکی ہو گی۔ شاید مرینا سو رہی ہو گی۔ ثی تارا نے سوچا' وہ سو رہی ہو یا جاگ رہی ہو' اس کے چور خیالات سے معلوم ہو چکا ہے کہ وہ اب بھروسے کے قابل نہیں رہی۔ لہٰذا آئندہ بھی اس کے چور خیالات پڑھتے رہنا چاہئے۔ ثی تارا بھی تمام رات جاگتی رہی تھی۔ اس نے سوچ رکھا تھا کہ دو چار گھنٹے سونے کے بعد وہ پھر مرینا کے پاس جائے گی اور اس پر مزید تنویمی عمل کر کے اس کے دماغ سے بغاوت مٹا دے گی۔

وہ فی الحال چور خیالات پڑھنے آئی تو خیال خوانی کی لہریں بھٹک کر واپس آ گئیں۔ دوسری بار اس نے مرینا کے اصل لہجے کو گرفت میں لیا' تب بھی اس کے دماغ تک نہ پہنچ سکی۔ یہ بات واضح ہو گئی کہ دشمنوں نے اسے زیر کر لیا ہے۔ اس کے لہجے کو بدل دیا ہے اور مرینا کے ذہن میں جو نیا لہجہ نقش کیا گیا تھا' اسے ثی تارا نہیں جانتی تھی۔ اس لیے اپنی تابعدار مرینا کے دماغ میں نہیں پہنچ پا رہی تھی۔ یہ اسے بہت بڑا نقصان پہنچا تھا۔ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی اب اس کی تابعدار نہیں رہی تھی۔

اسے یوں لگ رہا تھا جیسے اپنی آدھی طاقت گھٹ گئی ہو۔ اپنا ایک بازو اچانک ٹوٹ گیا ہو۔ وہ پریشان ہو کر اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔ اِدھر سے اُدھر ٹہلنے لگی۔ کوئی تین گھنٹے پہلے تک وہ غیر معمولی فارمولے حاصل کرنے کے راستے پر کامیابی سے جا رہی تھی۔ پورا یقین تھا کہ مرینا کے ذریعے بہت ہی زبردست فارمولے حاصل ہو جائیں گے لیکن اب اچانک ہی سارا کھیل ختم ہو گیا تھا۔ وہ جیتنے والی بازی ہار چکی تھی۔

لیکن نہیں' اتنی آسانی سے ہار نہیں مانی جاتی پھر وہ فارمولے اتنے اہم تھے کہ وہ ان کے حصول سے باز نہیں آ سکتی تھی۔ وہ پارس پر تلملا رہی تھی۔ وہ قاہرہ میں آنکھ نما دو ہیرے چھین کر لے گیا تھا' وہ ہیرے اسے ساری دنیا کی بے تاج ملکہ بنا سکتے تھے۔ وہاں اس نے خوش قسمتی چھینی۔ یہاں صومالیہ میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی کو چھین لیا۔ ایسی بڑی بڑی ناکامیاں اس کے لیے ناقابل برداشت تھیں' وہ غصے سے ٹہل رہی تھی اور قسم کھا رہی تھی کہ صرف فارمولے ہی نہیں' وہ ہیرا آنکھیں بھی پارس سے چھین لے گی۔ وہ ایک جگہ بیٹھ گئی' دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر اپنے دماغ کو پُرسکون رکھنے کی کوشش کرنے لگی اگرچہ مرینا ہاتھ سے نکل گئی تھی اور طاقت کچھ کم ہو گئی تھی تاہم سپر ماسٹر کی دوستی سے ایک نئی قوت حاصل ہو رہی تھی۔ اب وہ سپر ماسٹر کی خطرناک فورس کو پارس کے پیچھے لگا سکتی تھی۔ ایسا کرنے سے یہ نقصان ہوتا کہ سپر ماسٹر کو ان فارمولوں کا علم ہو جاتا' فائدہ یہ ہوتا کہ اس جنگل میں پارس کے مقابلے میں ایک بہت بڑی طاقت کو دیوار بنا دیتی۔ سپر ماسٹر کے خاص بندوں کے دماغوں میں رہتی۔ جب وہ فارمولے حاصل کرنے میں کامیاب ہوتے تو ان سے فارمولے چھین کر اپنے قبضے میں کر لیتی۔

وہ تھوڑی دیر اس منصوبے کو اپنے دماغ میں پکارتی رہی پھر اس نے سپر ماسٹر کے نمائندے سے کہا۔ "تمہارے ماسٹر سے بات کرنا چاہتی ہوں۔"

نمائندے نے کمپیوٹر کے ذریعے رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے سپر ماسٹر کے الفاظ کمپیوٹر کی اسکرین پر ابھرے۔ ثی تارا نے نمائندے کے ذریعے پڑھا۔ وہاں لکھا تھا۔ "ہیلو! ثی تارا میں حاضر ہوں' بولو کیا بات ہے؟"

نمائندے نے ثی تارا کا جواب وہاں تک پہنچایا۔ اس کا جواب تھا۔ "میں کچھ اہم اور بہت ہی راز کی باتیں کرنے آئی ہوں۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "بے جھجک کہو۔ یہ نمائندہ ہمارا گہرا رازدار ہے۔"

وہ بولی۔ "تمہیں وہ لڑکی یاد ہو گی جو پیدائشی طور پر نہ لڑکا تھی' نہ لڑکی۔ بعد میں اس کے ساتھی جیری نے جبراً آپریشن کے ذریعے اسے لڑکی بنا دیا۔"

"مجھے یاد ہے' تم باربرا کی بات کر رہی ہو؟"

"ہاں' وہ باربرا پارس کے ساتھ صومالیہ کے جنگل میں ہے۔"

"کیا واقعی؟ وہ دونوں وہاں کیا کر رہے ہیں؟"

"کیا تم نے یوسف البرہان عرف پاشا کا نام اور اس کی غیر معمولی صلاحیتوں کے متعلق کچھ سنا ہے؟"

"نہیں' یہ پاشا کون ہے؟"

وہ پاشا کے متعلق تمام باتیں تفصیل سے بتانے لگی۔ سپر ماسٹر نے کہا۔ "میں تمہاری باتوں کو غلط نہیں کہہ سکتا لیکن یہ ناقابلِ یقین بات ہے۔ وہ پاشا ہزاروں میل دور کی آوازیں سن لیتا ہے' گہری تاریکی میں دیکھ لیتا ہے' فولادی ذہن رکھتا ہے اور چٹانی جسم رکھتا ہے۔ یہ سب قصے کہانیوں کی باتیں لگتی ہیں۔"

"ابتدا میں ہر نئی چیز حیرت انگیز اور ناقابلِ فہم ہوتی ہے۔ جسے آج ہمارا دماغ تسلیم نہیں کرتا' اسے آنے والا وقت تسلیم کرا دیتا ہے۔ ویسے تم یقین نہ کرو۔ کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کیا تمہارے لیے اتنا کافی نہیں ہے کہ فرہاد کا بیٹا پارس اس غیر معمولی شخص پاشا اور باربرا کے ساتھ جنگل میں ہے۔"

"ہاں' باربرا ہماری ٹرانسفارمر مشین کی پیداوار ہے۔ وہ ہماری ملکیت ہے۔ اگر وہ افریقہ کے جنگل میں ہے تو ہم اپنے ہاں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی کمی پوری کرنے کے لیے اسے ضرور حاصل کریں گے۔ لگے ہاتھوں پارس ہمارے قابو میں آ جائے تو ہم سونیا ثانی کے فریب کا انتقام لے سکیں گے پھر پاشا کی بھی غیر معمولی صلاحیتوں کو آزما لیا جائے گا۔"

وہ بولی۔ "اس کے لیے زیادہ وقت نہیں ہے۔ وہ تینوں لانچ کے انتظار میں گھاٹ اسٹیشن کی چار دیواری میں رات گزار رہے تھے۔ پہلی کوشش تو یہ کرو کہ انہیں دریا پار کرنے کے لیے کوئی لانچ نہ ملے۔ فوراً ہاٹ لائن پر صومالیہ کے حکام سے کہو کہ دریائے جوبا میں چلنے والی تمام لانچوں کے مالکان کو حکم دیا جائے کہ بارہ گھنٹوں تک کوئی لانچ نہ چلا سکے۔ کسی مسافر کو ایک جگہ سے دوسری نہ پہنچایا جائے۔"

"میں ابھی ہاٹ لائن پر بات کرتا ہوں۔ بائی دی وے' ان کے دریا پار کرنے سے ہمیں کیا نقصان پہنچے گا؟"

"وہ دریا پار کرنے کے بعد پاپگ ماتس قبیلے میں پہنچ جائیں گے وہاں بیس فٹ اونچے بت کے اندر وہ فارمولے چھپا کر رکھے گئے ہیں۔ تم جانتے ہو' پارس کتنا مکار ہے' وہ سمجھ رہا ہو گا کہ واپسی کے تمام راستوں پر ہم اور یہودی کتنے سخت پہرے لگا چکے ہوں گے۔ وہ فارمولے لے کر ایتھوپیا یا کینیا کی طرف چلا جائے گا۔ فرہاد وسیع ذرائع کا مالک ہے۔ بیٹے کے لیے جنگل کے کسی میدانی علاقے میں ہیلی کاپٹر بھیج دے گا۔ اس لیے کہتی ہوں' دریا میں لانچوں کی روانی بند کرا دو۔"

سپر ماسٹر نے ہاٹ لائن پر صومالیہ کے ایک اعلیٰ حاکم سے رابطہ کیا پھر اس سے کہا۔ "ہم نے پچھلی بار ایک ہزار ٹن اناج اور دوائیں بھیجی تھیں' ایک اور طیارہ امدادی سامان لے کر وہاں پہنچے گا۔ اس سے پہلے ہماری ایک فرمائش فوراً پوری کرو۔ دریائے جوبا پر چلنے والی تمام لانچوں کی آمد و رفت سے روک دو۔ آئندہ بارہ گھنٹوں تک کوئی لانچ نہ چلے۔ کوئی مسافر ایک جگہ سے دوسری جگہ نہ جائے۔"

صومالیہ کے حاکم نے کہا۔ "جناب! اس دریا میں پچھلی رات سے ایک بھی لانچ نہیں چل رہی ہے۔ ہم حیران ہیں کہ فرانس' اسرائیل اور امریکا جیسے بڑے ممالک دریائے جوبا کی لانچوں سے کیوں دلچسپی لے رہے ہیں؟"

سپر ماسٹر نے پوچھا۔ "فرانس اور اسرائیل کی طرف سے تمہیں کیا کہا گیا ہے؟"

"پہلے فرانس کی طرف سے یہی فرمائش کی گئی جو آپ کر رہے ہیں پھر ایک اسرائیلی حاکم نے ان سے کہا کہ ہم ان کے ایک آدمی کی حفاظت کے لیے اپنے مسلح سپاہی گھاٹ اسٹیشن بھیج دیں۔ میں صرف دو سپاہی بھیجنا چاہتا تھا مگر کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والی میرے دماغ میں آ گئی۔ وہ مجھے طرح طرح سے مجبور کر رہی ہے۔"

ثی تارا نے سپر ماسٹر سے کہا۔ "یہ الپا ہو گی جو اس جنگل میں اپنے لوگوں کی حفاظت کے لیے صومالیہ کے سپاہیوں سے کام لے رہی ہے۔"

"لیکن فرانس کے حاکم نے دریا میں لانچوں کی روانی روکنے کو کیوں کہا ہے جب کہ پارس' باربرا اور پاشا کو دریا پار کرنا ہے۔"

"فرانس کے حاکم کی پشت پر یقیناً فرہاد ہے۔ اس نے پارس کے لیے دریا پار کرنے کی کوئی آسانی پیدا کر دی ہو گی۔ باقی دوسری ٹیموں کو روکنے کے لیے وہ دریائی راستہ بند کرا چکا ہے۔"

"میری خفیہ فوج سات گھنٹے کے اندر صومالیہ پہنچ جائے گی۔ میں دیکھوں گا کہ فرہاد کس طرح ہمارا راستہ روکے گا۔"

"میں گائیڈ کرنے کے لیے اس فوج کے کمانڈر کے دماغ میں رہوں گی۔"

"تمہیں راہنمائی کے لیے ضرور موجود رہنا چاہئے لیکن تم نہیں جانتی ہو' میری خفیہ فوج کے جو پندرہ زبردست گوریلا فائٹر وہاں جائیں گے' وہ سب یوگا کے ماہر ہیں۔ ان سب کے دماغ اتنے حساس ہیں کہ وہ کسی بھی پرائی سوچ کی لہر کو گوارا نہیں کرتے ہیں۔"

"لیکن میں پرائی نہیں ہوں تم اور تمہارے اعلیٰ حکام مجھے سُپر مادام بنا چکے ہیں۔"

"یہ درست ہے لیکن خفیہ فوج کا کوئی جوان اپنے خاص ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھی دماغ میں جگہ نہیں دیتا ہے۔ سونیا ثانی بھی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ان میں سے کسی کے دماغ میں کبھی نہ جا سکی۔ ویسے تمہارے لیے یہ سہولت ہو سکتی ہے کہ ان چندرہ یوگا جاننے والوں کے ساتھ ایک عام فوجی جوان موجود رہے جس کے دماغ میں رہ کر تم باقی تمام کو گائیڈ کرتی رہو گی۔"

"نہیں' سپر ماسٹر! میں کسی ایک جوان پر تکیہ نہیں کروں گی اور یہ میری انسلٹ ہے کہ تمہارے فوجی مجھے اپنے اندر آنے نہیں دیں گے اور جب چاہیں گے مجھے دھوکا دیں گے' مجھے اپنے درمیان سے دودھ کی مکھی کی طرح نکال پھینکیں گے۔"

"شی تارا! تم ہمارے لیے بہت اہم ہو۔ ہمارے فوجی تمہیں دھوکا نہیں دیں گے۔ ان پر بھروسا کرو۔"

"بھروسے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میں نے آج ہی مرینا سے دھوکا کھایا ہے۔ اس ذلیل' کمینی کو میں نے اپنی سہیلی بنایا۔ وہ وفاداری ثابت کرتی رہتی تو شاید میں اسے اپنی بھابی بنا لیتی لیکن اس نے جلد ہی میری آنکھیں کھول دیں۔"

"کیا مرینا تم سے الگ ہو گئی ہے؟"

"ہاں' اس نے اپنے دماغ کو لاک کرا لیا ہے' پہلے وہ میری تابعدار تھی' اب آزاد ہو گئی ہے۔"

"کیا وہ بھی اسی جنگل میں ہے؟"

"ہاں' میرا خیال ہے اسے فرہاد نے ٹریپ کیا ہے اور اگر وہ فرہاد کے دام میں نہیں آئی ہے تو پھر اپنے دو ماتحتوں صفورا اور عبداللہ کے ساتھ کسی بڑی طاقت کی محتاج ہو گی۔ ہو سکتا ہے' وہ یہودیوں سے مدد مانگے یا تم سے مدد چاہے۔ ایسے میں تم کیا کرو گے؟"

"شی تارا! میرا امتحان نہ لو۔ عقل سے سوچو میں اس کی مدد نہیں کروں گا تو وہ فرہاد یا یہودیوں کی جھولی میں گر جائے گی۔ ہمیں حکمتِ عملی سے کام لینا چاہئے۔ تم غصہ کرو گی اسے ٹھکراؤ گی' ہمارے پاس آنے سے بھی روکو گی تو نتیجہ صاف ظاہر ہے' وہ دشمنوں کے ہاتھ مضبوط کرے گی۔"

"میں مانتی ہوں۔ بے شک مرینا کو دشمنوں کی جھولی میں نہیں گرنا چاہئے لیکن وہ تمہارے پاس آئے گی تو میری حیثیت کیا رہے گی؟"

"تم سپر مادام رہو گی۔"

"سپر مادام کو تمہارے خفیہ فوجی اپنے دماغوں سے دھتکار دیتے ہیں۔ مجھے ایسا مضحکہ خیز عہدہ نہیں چاہئے۔"

"پھر کیا چاہتی ہو؟"

"میں چاہتی ہوں کہ تم سب میری ذات پر بھروسا کرو۔ اپنے خفیہ فوجیوں کو حکم دو کہ وہ میرے لیے اپنے دماغوں کے دروازے کھول دیں۔ وہ تمہارے خاص فوجی ہیں اگر یہ بہانہ کرو گے کہ وہ تمہارا حکم نہیں مانتے ہیں تو اس کا مطلب یہی ہو گا کہ تمہارے دل میں کھوٹ ہے۔"

"ایسی بات نہیں ہے۔ میں اپنے فوجیوں سے کہہ دوں گا۔ تم خاص ضرورت کے وقت ان سے رابطہ کر سکو گی۔"

"صرف خاص ضرورت کے وقت وہ آنے دیں گے پھر مجھے اپنے اندر سے بھگا دیں گے۔ نو' سپر ماسٹر نو' میں اس مختصری فوج کے کمانڈر اور دو چار خاص جوانوں پر تنویمی عمل کروں گی۔ انہیں اپنا معمول بناؤں گی تاکہ میں اپنے خلاف ان کے چور خیالات معلوم کرتی رہوں۔"

"شی تارا! یہ تم بچگانہ باتیں کر رہی ہو۔ اگر میں کہوں کہ تم ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے وکی سول کے لیے اپنے دماغ کے دروازے کھول دو اور اسے تنویمی عمل کی اجازت دو تو کیا تم اپنے چور خیالات پیش کرنے کے لیے معمولہ بن جاؤ گی؟"

"میں صرف اتنا جانتی ہوں کہ دودھ کی جلی ہوں چھاچھ بھی پھونک پھونک کر پیوں گی۔ کسی پر بھروسا نہیں کروں گی۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "اپنوں اور بیگانوں سے دھوکے ملتے ہی رہتے ہیں پھر بھی انسانوں کی دنیا میں جینے کے لیے کسی نہ کسی پر بھروسا کرنا ہی پڑتا ہے۔ میرا مشورہ ہے' تم ابھی ٹھنڈے دماغ سے اپنے حالات پر غور کرو۔ میری خفیہ فوج کے صومالیہ پہنچنے تک ایسا دانشمندانہ فیصلہ کرو کہ ہماری تمہاری دوستی رفتہ رفتہ مستحکم ہوتی جائے۔"

وہ اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچنے لگی۔ اس نے پارس پر غالب آنے کے لیے سپر ماسٹر سے دوستی کی تاکہ جنگل میں فوراً سپر پاور کی طرف سے خاطر خواہ مدد پہنچ جائے لیکن مرینا کی علیحدگی سے بات بگڑتی ہی جا رہی تھی اگر شی تارا ابھی سپر ماسٹر کے لیے چیلنج بن جائے تو مرینا سپر ماسٹر کے عہدے پر آ کر ذمے داریاں سنبھال لیتی۔

پھر وہ فارمولے حاصل کرنے کے لیے آخری ذریعہ سپر ماسٹر ہی رہ گیا تھا۔ شی تارا کا کوئی آلۂ کار افریقہ میں نہیں تھا اس نے دوسرے ملکوں میں خطرناک آلۂ کار پال رکھے تھے۔ وہاں سے ان قابلِ اعتماد آلۂ کاروں کو صومالیہ پہنچانے کے لیے وہ فوری انتظامات نہیں کر سکتی تھی۔ اس کی سب سے بڑی بد نصیبی یہ تھی کہ وہ مخالفین سے بھری ہوئی دنیا میں تنہا رہ گئی تھی۔ بھائی سرنا اپنی کھوئی ہوئی قوتیں حاصل کرنے میں مصروف رہتا تھا۔ اسے نشے کا ایسا چسکا پڑا تھا کہ وہ سانس روکنے کی مشقوں کے دوران تھک جاتا تھا۔ ہانپنے لگتا تھا۔ بہن کے کسی کام نہیں آ سکتا تھا۔

ایسے میں عقل سمجھا رہی تھی کہ اسے کسی بڑے معاملے میں نہیں پڑنا چاہئے بلکہ ذہنی سکون کے لیے کچھ عرصہ تک تمام مصروفیات ملتوی کر دینا چاہئیں۔ یہ درست ہے کہ بڑے بڑے نقصانات برداشت نہیں ہوتے لیکن ان نقصانات کو پورا کرنے کے لیے آدمی مزید معاملات میں الجھتا چلا جاتا ہے۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ عارضی طور پر جنگ سے باز آ کر پیچھے ہٹنا اور نئی تدابیر آزمانا لازم ہوتا ہے۔

اس نے فیصلہ کر لیا کہ کم از کم چھ گھنٹوں تک خیال خوانی نہیں کرے گی بلکہ سو جائے گی۔ جاگنے کے بعد بھی خوب آرام کرے گی۔ دائی ماں کے ساتھ ہنستی بولتی رہے گی۔ اسے موسیقی اچھی لگتی تھی' وہ اکثر آرام و سکون کے لئے نیم کلاسیکل گیت اور دھنیں سنا کرتی تھی لہٰذا اس نے طے کر لیا کہ وہ دور ہی سے فارمولے حاصل کرنے والوں کا تماشا دیکھتی رہے گی' کسی سے دماغی رابطہ نہیں کرے گی۔ البتہ اس تاک میں رہے گی کہ فارمولوں کو کسی طرح اچک لینے کا موقع مل جائے۔ مل جائے تو واہ واہ۔ نہ ملے تو سوگ نہیں منائے گی۔

دائی ماں نے آ کر کہا۔ "آگ لگے تمہاری ٹیلی پیتھی کو۔ یہ کیسی ظالم ودیا ہے کہ تمہیں اپنی خبر نہیں رہتی۔ تم جیتے جی آدھی مر جاتی ہو۔"

وہ ہنستی ہوئی اٹھی پھر دائی ماں کے دونوں بازوؤں کو تھام کر اُس کے ساتھ ایک دائرے میں گھومتی ہوئی بولی۔ "میں بہت خوش ہوں۔ مجھے عقل آ گئی ہے کہ زیادہ سے زیادہ پانے کی دوڑ لگاتی رہوں گی تو جوانی میں بوڑھی ہو جاؤں گی اور وقت سے پہلے مر جاؤں گی۔"

وہ دائی ماں کو صوفے پر بٹھا کر خود فرش پر بیٹھ گئی۔ پھر اس بوڑھی کی گود میں سر رکھ کر بولی۔ "آج میں شام تک تم سے باتیں کروں گی اور خوب ہنستی بولتی رہوں گی۔ ایک منٹ کے لیے بھی خیال خوانی نہیں کروں گی۔"

وہ بولی۔ "بھگوان کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ تمہیں عقل آ گئی۔ چلو اٹھو غسل کرو۔ کچھ کھاؤ پیو پھر اچھی طرح نیند پوری کرو۔ جاگنے کے بعد تمہیں اس چار دیواری کے باہر کھلی فضا میں لے جاؤں گی۔"

وہ تھوڑی دیر تک گود میں سر رکھے بیٹھی رہی اس سے بولتی رہی۔ دائی ماں بڑی ممتا سے اس کا سر سہلاتی رہی۔ ایسے ممتا بھرے انداز سے اسے نیند آنے لگی۔ پچھلے چوبیس گھنٹوں سے جاگ رہی تھی۔ سکون پرور آغوش ملتے ہی وہ چند سیکنڈ میں سو گئی۔

اسے ہوش نہ رہا کہ وہ کہاں ہے؟ کہاں گم ہو گئی ہے؟ انسان جتنی دیر گہری نیند سوتا ہے' اتنی دیر کے لیے خود اپنے لیے مر چکا ہوتا ہے۔ اتنی دیر وہ اناج کا ایک دانہ اٹھا کر نہیں کھا سکتا۔ اگر ننگا سو رہا ہو تو اٹھ کر ایک لنگوٹ نہیں پہن سکتا۔ ہر رات نیند ہمیں سمجھاتی ہے کہ دنیا کی تمام دولت اور تمام فتوحات کو تم سوتے وقت اپنے کام میں نہیں لا سکتے۔ چوبیس گھنٹوں میں کم از کم چھ گھنٹے دنیا کی کوئی چیز تمہارے کام نہیں آتی۔ یہ ایک سبق ہے۔ یہ عبرت ہے کہ موت کے بعد کوئی چیز تمہارے کام نہیں آئے گی۔

سکون اسی وقت حاصل ہوتا ہے' جب انسان کچھ طلب نہیں کرتا اور نیند میں وہ طلب نہیں کر سکتا۔ اس لیے آرام سے رہتا ہے اگر وہ بیداری میں بھی طلب محدود کر لے۔ کم سے کم پر قناعت کرے تو یہ قدرت کا قانون ہے کہ اس پر کہیں سے عذاب نہیں آئے گا۔ کوئی پریشانی اسے چھو کر نہیں گزرے گی۔

جب وہ بیدار ہوئی تو شام ہو چکی تھی۔ دائی ماں نے الماری کھول کر کہا۔ "جاؤ' غسل کرو اور بتاؤ کون سا لباس پہنو گی؟"

اس نے اٹھ کر ایک شلوار قمیص کا انتخاب کیا پھر غسل خانے میں چلی گئی۔ دنیا کے تمام ممالک میں اس کی تمام بڑے شہروں میں شاندار کوٹھیاں اور بنگلے تھے وہ اپنے حالات اور دشمنوں کے مزاج کو سمجھتے ہوئے کسی ملک کے کسی شہر میں قیام کرتی تھی۔

موجودہ حالات میں اسے مجھ سے اور پارس سے کئی طرح کے اندیشے تھے اگرچہ اس نے اپنے بھائی پے پے سرنا کا برین واش کیا تھا اس کے دماغ سے میرے تنویمی عمل کے تمام اثرات مٹا دئے تھے پھر بھی اندیشہ تھا کہ میں نے سرنا کو رہا کرنے کے بعد اس خفیہ مقام تک اس کا تعاقب کیا ہو گا' جہاں اس نے بھائی کو لے جا کر چھپایا ہے اس طرح میں بھائی کے ذریعے بہن تک پہنچ سکتا ہوں۔

دوسرے یہ کہ پارس سے کچھ زیادہ ہی اندیشہ تھا۔ اس سانپ کی یہ خوبی بڑی تشویشناک تھی کہ وہ لاکھوں کی بھیڑ میں اور نت نئے میک اَپ میں چھپے ہوئے چہروں کو ان کے بدن کی مہک سے پہچان لیتا تھا۔ ایسے میں وہ جس جگہ رہتی' اس شہر میں اگر پارس اسے تلاش کرنے آتا تو چہرے سے نہ پہچاننے کے باوجود کسی راستے یا شاپنگ سینٹر میں قریب سے گزرتے ہوئے اس کی مہک سے اسے پہچان لیتا۔

یہ دھڑکا بھی لگا ہوا تھا کہ وہ ناگ فارمولے حاصل کرنے کے بعد اسے ڈسنا چاہے گا اس مقصد کے لیے اسے تلاش کرے گا اور سوچے گا کہ وہ کس ملک اور کس شہر میں مل سکتی ہے؟

پیرس تو میرے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی آماجگاہ تھی۔ انگلینڈ' جرمنی' اٹلی' سسلی اور یونان سب ہی فرانس کے آس پاس کے ممالک تھے۔ پارس بڑی سہولت سے ان ممالک میں اسے تلاش کرنے جا سکتا تھا۔ امریکا کے شہروں کے متعلق اس نے سوچا۔ وہاں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا قحط پڑ گیا ہے ایسے میں تمام دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنے آلۂ کاروں کے دماغ میں موجود رہیں گے اور سپر ماسٹر کی کمزور پوزیشن سے فائدہ اٹھانے کی کوششیں کرتے رہیں گے۔ ان لوگوں کا تماشا دور ہی سے دیکھنا چاہئے۔ اس ملک کے کسی شہر میں فی الحال نہیں رہنا چاہئے۔

ایک خیال یہ بھی تھا کہ وہ ہندو ہے۔ پارس سوچے گا کہ وہ ہندوستان میں ہے لہٰذا وہ وہاں کے مختلف شہروں میں اسے تلاش کرنے جائے گا۔ البتہ پاکستان ایسا ملک ہے' جہاں اس کے متعلق یہ نہیں سوچا جائے گا کہ ایک ہندو دشمن عورت آ کر رہے گی پھر پارس کچھ عرصہ پہلے ہی پاکستان میں رہ کر گیا ہے۔ اتنی جلدی ادھر نہیں آئے گا۔ اس نے ہر پہلو سے اپنے حالات اور پارس کی مصروفیات کا جائزہ لیا پھر اسلام آباد آ گئی۔

اسلام آباد میں اس کی ایک محل نما شاندار کوٹھی تھی۔ اس

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کوٹھی کا مالک دراصل ایک بہت بڑا جاگیردار اللہ وسایا تھا۔ اس کی ایک جوان بیٹی بانو شہناز تھی۔ اللہ وسایا نے وہ شاندار کوٹھی اپنی بیٹی کے نام کی تھی اور شی تارا نے اس کی بیٹی بانو شہناز کو اپنی معمولہ اور تابعدار بنا لیا تھا۔

اس کا یہی طریقۂ کار تھا۔ وہ ہر ملک کے ہر شہر میں ایسا دولت مند دیکھتی تھی جس کی ایک ہی جوان بیٹی ہو اور کوئی بیوی بچہ یا قریبی رشتے دار نہ ہو۔ زیادہ رشتے دار ہونے سے ان سب کے نام اور رشتے یاد رکھنے پڑتے تھے پھر ان کے آنے جانے اور ملاقاتیں کرنے سے پریشانی بڑھ جاتی تھی اور وقت الگ ضائع ہوتا تھا۔ اسلام آباد میں بھی اس نے بانو شہناز کو اسی لیے تابعدار بنایا تھا کہ اس کے جاگیردار باپ اللہ وسایا کا کوئی قریبی رشتے دار نہیں تھا پھر دونوں باپ بیٹی مغرور تھے۔ دور کے رشتے داروں کو مُنہ نہیں لگاتے تھے۔ اس لیے جب شی تارا اس کی جگہ آتی تھی اور اس لڑکی کو کسی دوسرے ملک میں رہائش کے لیے بھیج دیتی تھی تو اس پر شبہ کرنے والا کوئی دور یا نزدیک کا رشتے دار نہیں ہوتا تھا۔

اس نے قاہرہ سے روانہ ہونے سے پہلے اسلام آباد کی بانو شہناز کو لندن جانے کا حکم دیا۔ لندن کی ڈی ٹی تارا اور ڈی سرتا کو سمجھا دیا کہ وہ شہناز پر نظر رکھیں اور جب تک دوسرا حکم نہ ملے اسے واپس اسلام آباد نہ جانے دیں اس طرح وہ بانو شہناز کے روپ میں اس کا شناختی کارڈ' پاسپورٹ اور دیگر اہم کاغذات کے ساتھ پہنچی تو قانون کی دست رس سے دور رہی۔ باپ نے بھی اسے بیٹی سمجھا کیوں کہ وہ بھی لاعلمی میں اس کا معمول اور تابعدار تھا۔

وہ جس ملک میں بھی جاتی وہاں دائی ماں کو ضرور ساتھ رکھتی تھی اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس بوڑھی کے دماغ میں اس ملک کی زبان اور تہذیب کو نقش کر دیتی تھی۔ اسلام آباد میں شی تارا اور دائی ماں کو دیکھ کر کوئی ان پر ہندو ہونے کا شبہ نہیں کر سکتا تھا۔

وہ دونوں ہنڈا اکارڈ کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر کھلی فضا میں تفریح کے لیے نکلیں۔ موسم خوشگوار تھا' ہوا میں خنکی تھی۔ صاف ستھرا شہر تھکے ہوئے ذہن کو تازگی دے رہا تھا۔ شی تارا نے کہا۔ "واقعی ذہنی پریشانیاں ہوں تو اس شہر میں آ کر رہنا چاہیے۔ بشرطیکہ سیاسی پریشانیاں نہ ہوں۔ یہ شہر صرف سیاستدانوں کے لیے سر کا درد ہے۔"

وہ دونوں کسی ڈرائیور کی موجودگی میں خاموش رہتی تھیں۔ شی تارا اس کے دماغ میں آ کر بولتی تھی۔ دائی ماں نے کہا۔ "یہاں لوگ کتنے مہنگے لباس پہنتے ہیں۔ قیمتی ائرکنڈیشنڈ گاڑیاں ہر راستے پر نظر آتی ہیں۔ پاکستان کے لوگ امیر ہیں لیکن حکومت غریب اور اربوں ڈالرز کی مقروض ہے۔ ہمارے بھارت کے لوگ غریب ہیں لیکن بھارتی فوج ہتھیاروں اور دیگر قوتوں سے مالا مال ہے۔"

شی تارا نے ہنستے ہوئے کہا۔ "یہ مسلمان اندر سے کھوکھلے اور باہر سے دولت مند اور طاقتور دکھائی دیتے ہیں۔ یہ اتنے کھوکھلے ہو گئے ہیں کہ بوسنیا اور صومالیہ کے مسلمانوں کے آنسو پونچھنے کے بھی لائق نہیں رہے ہیں۔"

"واقعی بڑی حیرانی کی بات ہے۔ اسلامی ممالک میں بے انتہا دولت ہے پھر بھی وہ آفت زدہ مسلمانوں کی مدد نہیں کرتے ہیں۔"

"کیسے کریں گے؟ میں نے کہا نا کہ ان لوگوں میں غرور اور نمائش کی عادت بہت ہے۔ تم نے آج کا اخبار دیکھا ہے؟"

"نہیں' کوئی خاص خبر ہے کیا؟"

"خبر ہمارے لیے نہیں' مسلمانوں کے سوچنے اور سمجھنے کے لیے ہے۔ [illegible] کے سلطان نے اپنی کار میں پچاسی کلوگرام سونا لگایا ہے۔ دنیا کی سب سے مہنگی کار کا نام "فراری" ہے۔ یہ کار اتنی مہنگی ہے کہ پوری دنیا میں اس کی تعداد صرف ایک ہزار ہے۔ اس کی قیمت پاکستان کرنسی میں تقریباً اسّی لاکھ روپے ہے۔ برونائی کے سلطان نے اس کار کی باڈی میں جو سونا لگوایا ہے اس کے بعد وہ کار تقریباً دو کروڑ پچاس لاکھ روپے کی ہو گئی ہے۔ افریقہ کے کئی ممالک کے مسلمان مرد عورتیں اور بچے روزانہ سیکڑوں کی تعداد میں بھوک اور بیماریوں سے مر رہے ہیں اور ایک اسلامی ملک کا سلطان ڈھائی کروڑ کی سونے کی کار میں بیٹھ کر شاہانہ عظمت کی نمائش کرتا ہے۔ کیا خوب تماشا ہے دائی ماں۔"

وہ دونوں ہنسنے لگیں۔ بات صرف ان دونوں کے ہنسنے کی نہیں ہے۔ ہم مسلمان نہ یہ دیکھ سکتے ہیں نہ سمجھ پاتے ہیں کہ دنیا کی دوسری تمام قومیں اور دوسرے مذاہب کے لوگ ہم پر کس طرح ہنستے ہیں۔ ویسے جس قوم پر بے حسی اور بے غیرتی مسلط ہو جائے' وہ بازار میں ناچنے والی طوائف کی طرح کسی کی ہنسی کی پروا نہیں کرتی۔

اس وقت شی تارا اور دائی ماں نے مسلمانوں پر قہقہہ لگا کر ایک غلطی کی۔ کار ڈرائیو کرنے والا نوجوان چونک گیا۔ حیران ہو کر سوچنے لگا' پیچھے بیٹھی ہوئی بی بی جی اور ان کی گورنس بالکل خاموش بیٹھی ہوئی تھیں پھر دونوں ہی کسی بات پر قہقہہ لگا رہی ہیں؟

اس نے اچانک ہی کار روک دی پھر پلٹ کر انہیں دیکھا۔ شی تارا نے پوچھا۔ "کیا بات ہے؟ گاڑی کیوں روک دی؟"

وہ بولا۔ "سوری بی بی جی! میں پوچھنا چاہتا ہوں' مجھ سے کیا حماقت ہو گئی کہ آپ دونوں کو ہنسی آ رہی ہے؟"

دونوں نے ایک دوسرے کو چور نظروں سے دیکھا۔ انہیں غلطی کا احساس ہو گیا۔ جب بات نہیں ہو رہی تھی کوئی لطیفہ بیان نہیں کیا جا رہا تو وہ بیک وقت کیوں ہنس پڑی تھیں؟ انہیں ہنسی پر قابو پانا چاہیے تھا۔

دائی ماں نے کہا۔ "تم سے کوئی حماقت نہیں ہوئی ہے۔ گاڑی چلاؤ۔"

"ابھی چلاتا ہوں لیکن کوئی بات مجھے پریشان کرتی ہے تو میرے اندر گیس بھر جاتی ہے۔ میں کوئی کام صحیح طور سے انجام نہیں دے پاتا۔ ایسی حالت میں کار چلاؤں گا تو۔۔۔ ایکسیڈنٹ کا خطرہ ہے۔"

شی تارا نے کہا۔ "پریشان کیوں ہوتے ہو؟ تمہیں تکلیف پہنچانے والی کوئی بات تو نہیں ہوئی ہے؟ ہمیں اچانک ہی ایک بات پر ہنسی آ گئی تھی۔"

"مگر بی بی جی! آپ دونوں نے کوئی بات ہی نہیں کی تھی اور جب بات نہیں کی تھی تو پھر کس بات پر ہنسی آ گئی تھی؟"

"زبان سے بات کرنا ضروری نہیں ہے۔ کبھی کبھی سوچ کر بھی ہنسی آ جاتی ہے۔"

"یعنی دونوں نے بیک وقت ہنسنے کی بات سوچی۔ اور بیک وقت ہنس پڑیں۔ ایسا تو ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہو سکتا ہے۔"

"کیا؟" وہ دونوں چونک پڑیں۔ یوں لگا جیسے شی تارا کی خیال خوانی کا بھید کھل گیا ہو۔ اس نوجوان کو ابھی حال ہی میں بانو شہناز نے ڈرائیور کے طور پر رکھا تھا۔ شی تارا نے بانو شہناز کے ذہن سے جو باتیں معلوم کیں ان کے مطابق اس کا نام عادل چنگیزی تھا۔ اس نے انگلش لٹریچر میں ایم اے کیا تھا پھر بانو شہناز کے عشق میں ڈرائیور بن گیا تھا۔ یہ عشق پچھلے ایک ماہ سے شروع ہوا تھا۔ شہناز اسے پسند کرتی تھی لیکن عشق نہیں کرتی تھی۔

پسندیدگی کی وجہ یہ تھی کہ اسے اسلام آباد کے ماحول میں تعلیم یافتہ ڈرائیور کی ضرورت تھی۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ وہ خوبرو بھی تھا اور احمق بھی۔ اپنی باتوں اور حرکتوں سے دلچسپی پیدا کرتا رہتا تھا۔ شی تارا نے شہناز کے خیالات پڑھ کر عادل چنگیزی کے متعلق ضروری معلومات حاصل کی تھیں لیکن یہ معلوم نہیں ہوا تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی کے سلسلے میں کچھ جانتا ہے۔

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر اس کے دماغ میں آئی۔ اس نے ذرا بے چینی محسوس کی پھر سانس روک لی۔ اس کے بعد خوش ہو کر بولا۔ "بی بی جی! میری برسوں کی دعا قبول ہو رہی ہے۔ شاید فرہاد بھائی جان میرے دماغ میں آنا چاہتے ہیں۔"

شی تارا نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "کیا تم فرہاد علی تیمور کو جانتے ہو؟ کیا وہ تمہارے دماغ میں آتا ہے۔"

"آپ نے بھی کیا سوال کیا ہے۔ بھلا فرہاد بھائی جان کو کون نہیں جانتا۔ جب میں ساتویں جماعت میں تھا تب سے بھائی جان کی داستان پڑھ رہا ہوں۔ یہ میری باڈی دیکھ رہی ہیں۔ ان کی داستانیں پڑھ پڑھ کر میں نے یہ صحت اور جان بنائی ہے۔ جوڈو کراٹے میں بلیک بیلٹ حاصل کیا ہے اور پورے پانچ منٹ تک سانس روک لیتا ہوں۔"

"کیا تم نے ٹیلی پیتھی بھی سیکھی ہے؟"

"کوشش کی تھی مگر ایک برس تک شمع کو تکتے تکتے اندھا ہو گیا تھا۔ میرے باپ نے میری خوب پٹائی کی مگر میں باز نہ آیا۔ اپنی امی سے کہتا تھا کہ وہ ہر ماہ فرہاد بھائی جان کی نئی داستان پڑھ کر سنایا کریں۔ امی مجھ پر جان دیتی تھیں۔ جب تک زندہ رہیں' مجھے داستانیں پڑھ کر سناتی رہیں موت سے پہلے وصیت لکھ دی کہ ان کی آنکھیں مجھے عطا کی جائیں۔ آپ میری آنکھوں کو دیکھیں' میں اپنی امی کی آنکھوں سے آپ لوگوں کو دیکھ رہا ہوں۔"

دائی ماں نے پوچھا۔ "کیا اب اپنی ماں کی آنکھوں سے شمع بینی کی مشقیں کرتے ہو؟"

وہ بولا۔ "اب تو کان پکڑ کے توبہ کرتا ہوں۔ یہ علم خدا کی دین ہے' وہ جسے چاہے دے۔ جسے چاہے نہ دے۔ میں نے سمجھ لیا ہے اللہ تعالیٰ کو میری خیال خوانی منظور نہیں ہے۔"

"ابھی تم نے کہا تھا' تمہاری برسوں کی دعا قبول ہو رہی ہے۔ تمہارے بھائی جان دماغ میں آنا چاہتے ہیں پھر تم نے سانس کیوں روک لی؟"

"میں الّو کا پٹھا ہوں۔ کبھی کبھی زبردست حماقتیں کر بیٹھتا ہوں۔ میں نے بے اختیار سانس روک لی تھی' بعد میں غلطی کا احساس ہوا۔ آہ! میں اتنی دیر سے انتظار کر رہا ہوں' شاید وہ دوبارہ میرے دماغ میں آئیں گے۔"

"ٹھیک ہے' جب آئیں گے تو ہمیں بھی بتا دینا۔ میں بھی تمہارے بھائی جان سے باتیں کروں گی۔ ابھی گاڑی چلاؤ۔"

"آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں بی بی جی؟ گاڑی تو نہیں چل سکتی۔"

"کیوں نہیں چل سکتی؟"

"اس لیے کہ گاڑی چلانے کے دوران بھائی جان دماغ میں آئیں گے تو میں خوشی اور گھبراہٹ میں گاڑی الٹ دوں گا۔ میرا مطلب ہے' ایسے وقت میں اسٹیئرنگ میرے قابو میں نہیں رہے گا۔"

اس نے خیال خوانی کے ذریعے کہا۔ "دائی ماں! میں اس انجانے شہر میں گاڑی نہیں ڈرائیو کرنا چاہتی اور یہ پاگل کا بچہ فرہاد کے انتظار میں ہمیں یہاں بٹھائے رکھے گا۔"

دائی ماں نے کہا۔ "یہ ہمارے دشمن سے دیوانہ وار محبت کرتا ہے مگر احمق ہے۔ ہمارے لیے بے ضرر ہے۔ اس کی خواہش پوری کر دو۔ فرہاد کی رشتے دار بن کر اس کی کھوپڑی میں جاؤ۔"

شی تارا اس کے دماغ میں آئی۔ وہ گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے بولا۔ "نہیں' اب میں۔۔۔ اب میں سانس نہیں روکوں گا۔"

"پیارے بھائی جان! یہ آپ ہی ہیں نا؟"

شی تارا نے کہا۔ "میں بھائی جان نہیں ہوں۔ میری نسوانی آواز سے بوجھو میں کون ہوں؟"

وہ کچھ سوچ کر بولا۔ "ہاں سمجھ گیا' آپ میری بھابی جان رسونتی ہیں۔"

"خبردار! ایسا ہندوانہ نام نہ لینا۔ اب تو وہ محترمہ آمنہ کہلاتی ہیں اور وہ دنیا والوں سے مُنہ موڑ کر گوشہ نشینی اختیار کر چکی ہیں۔ وہ تمہارے پاس نہیں آئیں گی۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"اچھا سمجھ گیا پھر تو آپ بھائی جان کی دوسری شریکِ حیات لیلیٰ ہیں۔"

"واہ، تم تو بہت عقلمند ہو۔ آخر مجھے پہچان ہی لیا۔"

اس نے خوش ہو کر شی تارا کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ "بی بی جی! ہاتھ ملایئے میرے دماغ میں بھابی جان آئی ہیں وہ مجھ سے باتیں کر رہی ہیں۔ میں ان سے باتیں کر رہا ہوں۔ ہم دونوں ایک دوسرے سے باتیں کر رہے ہیں۔ اس خوشی میں جلدی سے ہاتھ ملایئے ابھی مجھے ان سے بہت سی باتیں کرنی ہیں۔"

دائی ماں نے ناگواری سے کہا۔ "اے ڈرائیور! اپنی اوقات دیکھ' اپنی مالکہ کا ہاتھ پکڑنا چاہتا ہے۔"

وہ بولا۔ "اے بڑھیا' چپ کر۔ دو برابر والوں کے بیچ میں نہ بول۔ مجھے بھابی جان کا تعاون حاصل ہو رہا ہے۔ اس لمحے سے میں ڈرائیور نہیں' بی بی جی کا ہونے والا شوہر ہوں۔"

دائی ماں نے غصے سے کہا۔ "ارے او گدھے کے بچے! تُو تو ہوا میں اڑنے لگا ہے۔"

وہ بولا۔ "میری پیاری لیلیٰ بھابی جان! پلیز آپ اس بوڑھی کھوسٹ کی زبان بند کریں ورنہ یہ مجھے رشتے کی بات نہیں کرنے دے گی۔"

شی تارا نے دائی ماں کے اندر آ کر کہا۔ "تم دیکھ رہی ہو کہ یہ نرا احمق ہے پھر اس کی باتوں کا برا کیوں مانتی ہو۔ مجھے مسلسل پریشانیاں اٹھانے کے بعد یہ کھلونا دل بہلانے کو ملا ہے۔ ہمیں تفریحی موڈ میں رہنا چاہیے۔ تم دونوں ہونٹوں کو بند کر لو۔"

وہ خوش ہو کر بولا۔ "ہاں یہ ہوئی نا بات۔ دونوں ہونٹ چپک گئے ہیں' اب یہ قبر میں جا کر کھلیں گے۔"

دائی ماں اندر ہی اندر تلملا کر رہ گئی۔ شی تارا نے کہا۔ "عادل! اب گاڑی چلاؤ۔"

وہ بولا۔ "بی بی جی! نن نہیں۔ اب تم بی بی جی نہیں ہو۔ میری بانو شہناز ہو۔ میں ہونے والے شوہر کی حیثیت سے حکم دیتا ہوں۔ خاموش بیٹھی رہو۔ گاڑی چلانے کو نہ کہو۔ میں بھابی جان سے ضروری گفتگو کر رہا ہوں۔"

وہ پھر اس کے اندر آ کر بولی۔ "سڑک کے کنارے ضروری مسئلے پر گفتگو نہیں ہوتی۔ بانو شہناز کو پرل کان میں پہنچا دو۔ وہاں پارکنگ ایریا میں پہنچ کر میرا انتظار کرو۔ میں آؤں گی۔ ابھی جا رہی ہوں۔"

وہ اس کے دماغ سے نکل گئی۔ اس بے چارے پر سحر طاری ہو گیا۔ فرہاد کی جو رو بات کر کے گئی تھی۔ ایسی حیرت انگیز اور ناقابلِ یقین مسرتیں اس کم نصیب کو ملی تھیں۔ اس کا بس چلتا تو وہ ان مختصر سے لمحات کو یاد کرتے کرتے زندگی گزار دیتا۔ شی تارا نے پچھلی سیٹ سے کہا۔ "عادل! خدا کے لیے چلو۔"

وہ خیالات سے چونک گیا پھر اس نے یہ سوچ کر گاڑی اسٹارٹ کی کہ ہوٹل پرل کان کے پارکنگ ایریا میں پہنچنے سے بھابی جان پھر دماغ میں آئیں گی۔ لہٰذا وہاں جلد پہنچنا چاہیے۔ وہ تیز رفتاری سے ڈرائیو کرتا ہوا۔ ہوٹل کے احاطے میں آ گیا۔ شی تارا دروازہ کھول کر دائی ماں کے ساتھ باہر آئی پھر وہاں سے چلتی ہوئی ڈائننگ ہال میں پہنچ گئی۔

وہ دونوں ایک میز کے اطراف بیٹھ گئیں۔ ڈائننگ ہال کے اس حصے میں سیلف سروس کا انتظام تھا۔ شی تارا نے کہا۔ "دائی ماں! تم جاؤ' اپنے اور میرے لیے کچھ کھانے کو لے آؤ۔ میں خیال خوانی میں مصروف رہوں گی۔"

"کیا اس گدھے کے پاس جا رہی ہو؟"

"نہیں دائی ماں! میں نے خاصی تفریح کی ہے۔ اب ذرا سنجیدہ معاملے کو دیکھنا چاہیے۔"

"تم نے آج صبح کہا تھا کہ تمہیں عقل آ گئی ہے۔ تم زیادہ سے زیادہ پانے کی دوڑ میں وقت سے پہلے بوڑھی ہونا یا مرنا نہیں چاہتیں۔ ان فارمولوں پر مٹی ڈالو۔ حاضر دماغ رہو اور اس ماحول کو انجوائے کرو۔"

"میں فارمولوں کے لیے زیادہ پریشان نہیں ہوں۔ وہ جو میرے پاس آنکھ نما ہیرا تھا وہ پارس نے لے لیا ہے۔"

"لے لیا ہے؟ کیسے لے لیا ہے؟ کیا اس سے سامنا ہوا تھا؟"

"ہاں' مگر جب تک سامنا رہا اس نے مجھے اور میں نے اسے نہیں پہچانا۔ بچھڑ جانے کے بعد ہمیں ایک دوسرے کی اصلیت معلوم ہوئی۔"

جو کچھ قاہرہ میں ہوا تھا' وہ دائی ماں کو سنانے لگی۔ دائی ماں میز پر قدرے جھکیں اور اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "تم نے جوتش ودیا سے معلوم کیا تھا کہ تین' تیرہ یا تیئس تاریخوں کو ایسا ہو سکتا ہے۔ تم نے تاریخیں یاد نہیں رکھیں۔ اسی کو مقدر کا کھیل کہتے ہیں۔ تقدیر کسی نہ کسی طرح اپنا کھیل کھیل ہی جاتی ہے۔"

"جو ہونا تھا وہ ہو گیا۔ میں پارس کے دام میں آنے سے پہلے ہی بچ کر آ گئی ہوں۔"

"بیٹی! بچنا اسے کہتے ہیں جو تُو اپنا سب کچھ لٹا آئی ہے۔"

"میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ میں مسلمان بننے سے بچ گئی۔ ایک بار لٹ گئی۔ آئندہ دھوکا نہیں کھاؤں گی۔"

"میں نے تجھے دودھ پلایا ہے۔ تو مجھ سے جھوٹ نہ بولنا۔ سچ بتا' کیا اس مرد نے متاثر کیا ہے؟"

وہ کچھ نہ بول سکی سر کو جھکا لیا۔ دائی ماں نے کہا۔ "میں عورت ہوں۔ یہ جانتی ہوں' عورت پن کی لاج یہی ہے کہ جسے ایک بار لاج دے دی' اسے مرتے دم تک اپنے جسم و جان کا مالک بنا لیا۔"

"جب تم جانتی ہو تو کیوں پوچھ رہی ہو۔"

"اس لیے پوچھ رہی ہوں کہ وہ مسلمان ہے۔ اسے جسم و جان کا مالک بنائے گی تو تقدیر تجھے مسلمان بنا دے گی۔"

"ایسا کبھی نہیں ہو گا۔ وہ زہریلا مجھے بہت یاد آنے لگا ہے لیکن میں اس کی دوری برداشت کروں گی۔ برداشت نہ کر سکی تو آتما ہتیا کر لوں گی مگر اپنا دھرم نشٹ نہیں کروں گی۔"

"میں مانتی ہوں تو بہت ضدی ہے۔ رفتہ رفتہ اس کی زہریلی طلب کو کچل دے گی لیکن وہ دو ہیرے خوش بختی کی علامت ہیں۔ انہیں کیسے حاصل کرے گی؟"

"ابھی تو یہ معلوم کروں گی کہ وہ صومالیہ سے واپس آ کر کہاں قیام کرے گا۔ جہاں جائے گا' وہاں اپنی اور بھائی سرنا کی ڈمی کو اس کے پیچھے لگا دوں گی۔ بڑی خاموشی سے چالیں چلتی رہوں گی جب تک کامیابی کا پورا یقین نہیں ہو گا' اس پر حملہ نہیں کروں گی۔"

"بیٹی! پارس کے معاملے میں بہت محتاط رہو۔ وہ شیطان کا بچہ تمہاری کوششوں کا کوئی سرا تھام کر پھر تمہارے سامنے آ دھمکے گا۔"

"میں محتاط رہوں گی۔ تم جاؤ اور کھانا لے آؤ۔"

دائی ماں چلی گئی وہ سوچنے لگی' کس کے ذریعے معلوم کیا جائے کہ فارمولوں تک کوئی پہنچ بھی رہا ہے یا نہیں؟

مرینا نے اپنے ساتھ صفورا اور عبداللہ کے دماغوں کو بھی لاک کر دیا ہے۔ شاید فرہاد نے ہی مرینا کو ٹریپ کیا ہے پھر پارس کی ٹیم میں بھی باربرا اور پاشا یوگا کے ماہر تھے۔ ان تمام میں سے کوئی اس کی معلومات کا ذریعہ نہیں بن سکتا تھا۔

شی تارا اس فلاور کے متعلق نہیں جانتی تھی کہ وہ الپا کی ٹیم سے نکل کر پارس اور باربرا کی پناہ میں آ گئی ہے۔ اس کے متعلق معلوم ہوتا تو وہ کسی روک ٹوک کے بغیر اس کے دماغ میں پہنچ کر بہت کچھ معلوم کر لیتی۔

سپر ماسٹر کے متعلق اس نے سوچا کہ وہ اپنی خفیہ فوج وہاں بھیج چکا ہو گا۔ اس فوج سے پارس کی ٹیم کا تصادم ہوا ہو گا۔ پتا نہیں کون بازی جیت رہا ہو گا۔ ویسے پارس کے لیے وہ فارمولے لوہے کے چنے بن گئے ہوں گے۔ اس کی جان پر بن آئی ہو گی۔ شاید الپا بھی تیسری نئی ٹیم کے ساتھ وہاں پہنچ گئی ہو گی۔ کوئی بھی پارس کو روکنے اور اس پر سبقت لے جانے کے لیے اسے گولی مار سکتا ہے۔ پارس کون سا ان کا رشتہ دار ہے کہ وہ اسے بخشیں گے۔ وہ تو کوئی موقع کوئی لمحہ بھی ضائع نہیں کریں گے۔ سب ہی اسے دشمن سمجھتے ہیں۔ نشانے پر آتے ہی اسے گھاتیں سے گولی مار دیں گے۔

وہ اندر سے کچھ پریشان ہوئی۔ اسے یہ منظور نہیں تھا کہ زہریلا مر جائے۔ اس کی خواہش تھی کہ وہ اُس کا اسیر ہو جائے۔ اس کے ہاتھ پاؤں توڑ کر اسے اپاہج بنا کر رکھے اور ہمیشہ اس پر حکومت کرتی رہے۔ یعنی کسی طرح بھی اسے رکھے اور اپنا بنا کر رکھے۔ محبت سے اپنائے یا نفرت سے اپنی ملکیت بنائے مگر اپنی تحویل میں رکھے۔ وہ نہیں سمجھ رہی تھی کہ یہی محبت کی نفسیات ہے۔ محبت بعض اوقات نفرتوں کی راہوں سے گزر کر دل میں آتی ہے۔

اس جنگل میں معلومات کا ذریعہ صرف پارس ہی تھا۔ اس نے اس کے دماغ پر دستک دی پھر بولی۔ "سانس نہ روکنا۔"

اس نے پوچھا۔ "کیوں نہ روکوں؟ آپ کون ہیں محترمہ؟ میرا آپ سے کیا رشتہ ہے؟"

"بکواس مت کرو۔ میں تمہیں خطرات سے آگاہ کرنے آئی ہوں۔ وہاں تمہارے مقابلہ پر کئی نامعلوم گوریلے فائٹر آئے ہوں گے۔ وہ سب سپر ماسٹر کی خفیہ آرمی کے جوان ہیں۔"

"اس خفیہ آرمی کو میرے مقابلہ پر آئے ہوئے چھ گھنٹے ہو چکے ہیں اور تم اب خطرے سے آگاہ کر رہی ہو۔ بہت دیر کی مہرباں آتے آتے۔ بائی دی وے اچانک مہرباں کیوں ہو رہی ہو؟"

وہ ذرا چپ ہوا پھر ہنستے ہوئے بولا۔ "اچھا مجھے باتوں میں الجھا کر چور خیالات پڑھ رہی ہو۔ معلوم کرنا چاہتی ہو کہ فارمولوں کے سلسلے میں یہاں کیا ہو رہا ہے۔"

"میں چور خیالات دل سے مجبور ہو کر پڑھ رہی ہوں۔ معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ تمہارے دل میں میرے لیے کتنی جگہ ہے۔"

"کیا کرو گی معلوم کر کے' تمہاری جوانی بہت یاد آتی ہے۔"

"میں تو سر سے پاؤں تک تمہاری ہوں۔ راتوں کو بستر پر کروٹیں بدلتی رہتی ہوں۔ جب تک دماغ کو ہدایات نہیں دیتی' نیند نہیں آتی ہے۔"

"یہ تم سچ کہہ رہی ہو۔ میں جانتا ہوں' تنہائی میں تم میرے زہر کو پکارتی ہو گی۔ تم اُدھر پکارتی ہو تو اِدھر مجھے ہچکیاں آتی رہتی ہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ تمہیں اپنے دماغ میں زیادہ رہنے نہیں دوں گا۔ میں ایک آواز سنا رہا ہوں۔ اس کے پاس جاؤ۔"

اس نے کہا۔ "فلاور ادھر آؤ۔ میری گھر والی بے گھر ہو گئی ہے۔ وہ تمہارے دماغ میں گھر بنائے گی۔"

فلاور کی آواز سنائی دی۔ "اس کا مطلب کیا ہوا؟ کیا اور بھی کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والی آ رہی ہے۔"

"ہاں' آ رہی ہے۔ جاؤ شی تارا!"

یہ کہتے ہی اس نے سانس روک لی۔ وہ دماغی طور پر ہوٹل کی میز پر حاضر ہو گئی۔ دائی ماں ابھی تک کھانا لے کر نہیں آئی تھی۔ اس نے فلاور کے خیالات پڑھے پتا چلا' وہ الپا کی ٹیم سے بھٹک کر پارس کی ٹیم میں آئی ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ الپا اس فلاور کے دماغ میں آ کر دیکھتی رہتی ہے کہ پارس کیا کرتا پھر رہا ہے؟

شی تارا نے فلاور کی زبان سے کہا۔ "پارس' یہ کیا حماقت ہے؟ تم نے فلاور کو الپا کی جاسوسہ بنا کر اپنے ساتھ رکھا ہوا ہے۔"

وہ بولا۔ "تمہیں بھی جاسوسہ بنا کر اس کے دماغ میں پہنچا چکا ہوں۔ موج کرو۔ آرام سے میرے خلاف معلومات حاصل کرتی

itsurdu.blogspot.com
itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

رہو۔"

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ پارس کو چاہئے تھا کہ فارمولے بحفاظت بابا صاحب کے ادارے میں پہنچانے تک تمام دشمنوں کو اپنے سے دور رکھتا لیکن وہ فلاور کے ذریعے دشمنوں کو اپنے متعلق معلومات فراہم کر رہا تھا۔

وہ فلاور کی زبان سے بولی۔ "کیا تم اپنی زندگی سے بے زار ہو گئے ہو؟ کوئی بھی کہیں سے بھی چھپ کر تمہیں گولی مار دے گا۔"

اس نے کہا۔ "گولی ہو گی تو ماری جائے گی۔ میں نے موجودہ مہم میں یہی ایک طریقہ اپنایا ہے۔ دشمنوں کے پاس ہتھیار رہنے دیتا ہوں۔ کارتوس غائب کر دیتا ہوں۔"

"تم ہو پکے شیطان لیکن وہ تیروں اور تلواروں سے حملے کر سکتے ہیں۔"

"سپر ماسٹر کے گوریلوں نے میرے حق میں یہی حماقت کی ہے کہ اپنے ساتھ جدید ہتھیار لے کر آئے لیکن تیر چلانے والے ایرو شوٹر نہیں لائے۔ تلوار یا چاقو سے حملے کرنے کے لیے انہیں سامنے آنا ہو گا لیکن اب تک کسی نے سامنے آکر حملہ نہیں کیا ہے۔"

"میں فلاور کے ذریعے دیکھ رہی ہوں' چھوٹی جھونپڑیاں اور بونے نیگرو نظر آ رہے ہیں۔ کیا پاپک ماکس قبیلے میں پہنچ گئے ہو؟"

"مجھ سے کچھ نہ پوچھو۔ میں ایک کام سے جا رہا ہوں۔ فلاور کے ذریعے جو معلوم کر سکتی ہو' کرتی رہو۔"

اس نے فلاور کے ذریعے دیکھا' وہ لوگ ایک پہاڑی کے دامن میں تھے۔ وہاں ایک چھوٹی سی بستی تھی۔ وہاں کے رہنے والے سیاہ فام بونے تھے۔ جن کے قد تین یا چار فٹ سے زیادہ نہ تھے۔ اس پہاڑی کو بیس فٹ کی بلندی تک تراش کر ایک دیوتا کی مورت بنائی گئی تھی۔ وہ قبیلہ اس دیوتا کی پوجا کرتا تھا۔ اس نے فلاور کے ذریعے اتنا ہی دیکھا کہ پارس اس دیوتا کے دونوں پیروں کے درمیان سے گزر کر ایک غار میں جاتے ہوئے نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا۔

فلاور کی سوچ نے بتایا کہ اس کے قریب ایک لکڑی کی چوکی پر نیلما اور بہرام بیٹھے ہوئے ہیں۔ شی تارا نے اس کی سوچ میں سوال پیدا کیا۔ "باربرا اور پاشا کہاں ہیں؟"

فلاور نے حیرانی سے سوچا۔ "یہ باربرا اور پاشا کون ہیں؟ میں ان ناموں والے افراد کو نہیں جانتی ہوں۔"

شی تارا نے پوچھا۔ "وہ نوجوان کون ہے جس سے ابھی میں باتیں کر رہی تھی اور جو بت کے نیچے کسی غار میں گیا ہے؟"

"اس کا نام پارس ہے۔ وہ کبھی نظر آتا ہے۔ کبھی غائب ہو جاتا ہے۔"

"وہ ابھی کہاں گیا ہے؟"

"پتا نہیں کہاں گیا ہے۔ اس بستی میں پہنچنے کے بعد وہ چار گھنٹوں تک غائب رہا تھا۔ نیلما اور بہرام باتیں کر رہے تھے کہ یہاں کچھ ہونے والا ہے۔"

"تم تجسس پیدا کر رہی ہو۔ مجھے بتاؤ' یہاں کیا ہونے والا ہے؟"

فلاور کے دماغ سے باربرا کی سوچ کی لہریں ابھریں۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "شی تارا! یہ بے چاری فلاور کچھ نہیں جانتی ہے لیکن اس کے ذریعے آدھے گھنٹے بعد تمہیں' الپا کو اور سپر ماسٹر کے خیال خوانی کرنے والے وِکی سول کو ان فارمولوں کے متعلق کچھ نہ کچھ بتایا جائے گا۔ اپنی گھڑی دیکھو۔ ٹھیک آدھے گھنٹے بعد..."

شی تارا نے گھڑی دیکھی۔ باربرا نے کہا۔ "تم سب کو حیرانی تھی کہ پارس نے فلاور کو تم لوگوں کے لیے معلومات کا ذریعہ بنا کر کیوں رکھا ہے؟ اسی لیے ہاں اسی لیے کہ تمہیں' سپر ماسٹر کو اور یہودیوں کو بیک وقت ان فارمولوں کا دیدار کرایا جائے۔ اب جاؤ۔ فلاور کو پریشان نہ کرو۔"

وہ دماغی طور پر ہوٹل کی میز پر حاضر ہو گئی۔ ابھی وہ خیال خوانی جاری رکھ کر معلوم کرنا چاہتی تھی کہ وہ لوگ وہاں کیا کرتے پھر رہے ہیں اور سپر ماسٹر کے گوریلے فائٹر کہاں غائب ہو گئے ہیں لیکن خیال خوانی کا سلسلہ اچانک ہی ٹوٹ گیا۔ ڈرائیور عادل چنگیزی نے اس کے قریب ایک کرسی پر بیٹھ کر کہا۔ "پیاری شمناز! بھابی جان نے میرے دماغ میں آنے کا وعدہ کیا تھا۔ وہ ابھی تک نہیں آئی ہیں۔ مجھے بتاؤ' میں کیا کروں؟"

وہ ناگواری سے بولی۔ "تم یہاں کیوں آئے ہو؟ ڈرائیور کی وردی میں میرے پاس بیٹھ گئے ہو۔ لوگ عجیب نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔ جاؤ یہاں سے۔"

"نہیں جاؤں گا' تم سے عشق کرتا ہوں۔ مذاق نہیں کرتا ہوں۔ بھابی جان کے آتے ہی شادی کی تاریخ پکی کروں گا۔"

"دیکھو عادل! میں ابھی بہت مصروف ہوں۔ چلے جاؤ۔ ورنہ..."

"ارے واہ' کھانے کی پلیٹ سامنے جوں کی توں ہے۔ نہ کھا رہی ہو' نہ کوئی کام کر رہی ہو۔ چپ چاپ بیٹھی ہوئی ہو اور کہہ رہی ہو کہ مصروف ہو۔ ارے اس طرح بیٹھے بیٹھے تو صرف خیال خوانی کرنے والے ہی مصروف رہتے ہیں۔ کیا تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو؟"

وہ ہچکچائی پھر بولی۔ "میں ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہوں۔ یہاں کوئی سنے گا تو خواہ مخواہ میرے پیچھے پڑ جائے گا۔ تم یہاں سے فوراً جاؤ ورنہ..."

وہ اس کے دماغ میں جگہ نہیں بنا سکتی تھی لیکن بھابی جان بن کر اس کے اندر زلزلہ پیدا کر کے وہاں سے جانے پر مجبور کر سکتی تھی لیکن ایسے میں عادل تماشا بن جاتا۔ وہ بھی اس تماشے کا کردار بن جاتی۔ اس نے تحمل سے کام لیتے ہوئے اس کے اندر پہنچ کر کہا۔ "پیارے دیور! مجھے افسوس ہے کہ وعدہ کے مطابق نہ آسکی۔ یہاں دشمنوں نے تمہارے بھائی جان کو چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔ میں ان کی جان بچانے کی فکر میں ہوں۔ د... ا کو جنم میں پہنچاتے ہی تمہارے پاس آؤں گی۔ تم فوراً پارکنگ ایریا میں جاؤ۔ میں جلد ہی آنے والی ہوں۔"

وہ فوراً ہی اٹھ کر وہاں سے باہر جانے لگا۔ شی تارا نے اطمینان کی سانس لی۔ دائی ماں نے کہا۔ بٹی! تم یوں بھی تماشا بنی ہوئی ہو۔ سامنے کھانے کی پلیٹ رکھ کر سر جھکائے بڑی دیر سے بیٹھی ہو۔ لوگ تمہیں دیکھ کر کیا سوچ رہے ہوں گے؟ کیا پھر ان فارمولوں کی دلدل میں دھنس رہی ہو؟"

"دائی ماں! ابھی آدھے گھنٹے میں بلکہ پچیس منٹ کے بعد پارس فارمولوں کے متعلق کچھ کہنے والا ہے۔ میری وہاں موجودگی لازمی ہے۔ معلوم تو ہو کہ ان فارمولوں کا کیا بن رہا ہے؟"

"ظاہر ہے' وہ پارس کے قبضے میں آ گئے ہیں اور تم اس پر قبضہ نہیں جما سکو گی۔"

"نہیں دائی ماں! ان فارمولوں کو جنگل سے بابا صاحب کے ادارے تک پہنچانے کے دوران انہیں چھین لے جانے کی بڑی گنجائش ہے۔ جنگل میں سپر ماسٹر اور یہودیوں کے محدود وسائل تھے مگر یہ بڑے ممالک فارمولوں کے پیرس پہنچنے تک قیامت برپا کر دیں گے۔ ایسے ہنگاموں کے دوران میری کوشش یہی ہو گی کہ میں وہ دو ہیرا آنکھیں پارس سے چھین کر اپنے قبضے میں کر لوں۔ مجھے فارمولوں سے زیادہ ان ہیروں کی ضرورت ہے۔ وہ میری خوش بختی کی علامت ہیں۔"

"ایسا ہے تو گھر چلو۔ یہاں ہوٹل میں مصروف نہیں رہ سکو گی۔ میں کھانا پیک کرا کے لے آتی ہوں۔"

وہ چلی گئی لیکن کھانا پیک کرا کے لانے تک بیس منٹ گزر گئے۔ اب پانچ منٹ میں پارس کے پاس جانا تھا۔ اسی وقت پھر عادل آ گیا۔ اسے دیکھتے ہی پریشان ہو کر بولی۔ "پھر کیوں آئے ہو؟ فوراً واپس جاؤ میں ابھی آ رہی ہوں۔"

وہ پاس والی کرسی پر بیٹھ کر بولا۔ "میں بہت پریشان ہوں۔ بڑی دیر سے سوچ رہا ہوں کہ بھائی جان کو کن دشمنوں نے گھیرا ہو گا اور بھابی جان اُن سے کس طرح نمٹ رہی ہوں گی۔"

"تمہارے سوچنے سے ان کی مصیبتیں تو دور نہیں ہوں گی۔ تم جاؤ۔"

"مصیبتیں کیسے دور نہیں ہوں گی؟ میں بڑی عقل سے سوچتا ہوں۔ اب بھابی جان آئیں گی تو ان سے ان کا پتا اور فون نمبر معلوم کروں گا پھر انہیں بتایا کروں گا کہ کس وقت کون دشمن ان کے مقابلے پر ہے اور ان سے کس طرح انہیں نمٹنا چاہئے۔"

"ٹھیک ہے' پتا اور فون نمبر معلوم کر لینا۔ ابھی جاؤ۔"

"کہاں جاؤں؟ انہیں کیسے بتاؤں کہ اس وقت شی تارا اور کون کون بھائی جان سے دشمنی کر رہے ہیں۔"

شی تارا نے چونک کر دیکھا پھر پوچھا۔ "تم میرے متعلق..."

وہ کہتے کہتے رک گئی پھر سنبھل کر بولی۔ "تم شی تارا کے متعلق کیا جانتے ہو؟"

"ارے! اس کے بارے میں کیا جاننا ہے' وہ تو پکی حرّافہ ہے۔ چلتا پرزہ ہے..."

وہ حلق کے بل چیخ پڑی۔ "یو شٹ اپ۔ ذلیل' کمینے! میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ تم نے مجھے گالیاں دینے کی جرات کیسے کی۔ میں تم جیسوں پر تھوک دوں تو وہ مر جاتے ہیں۔"

وہ اسے مارنے کے لیے آگے بڑھنا چاہتی تھی۔ دائی ماں آکر اس سے لپٹ گئی۔ وہاں بیٹھے ہوئے بے شمار لوگ انہیں سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ ہوٹل کا منتظم دو بیروں کے ساتھ دوڑا چلا آیا تھا۔ دائی ماں اسے تھپک تھپک کر کہہ رہی تھی۔ "بٹی! شانت ہو جا۔ چپ کر' تماشا نہ بن' چل یہاں سے باہر چل..."

وہ اسے سمجھاتی ہوئی باہر لے جانے لگی۔ عادل حیرانی سے دیدے پھیلائے اسے جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ منتظم نے پوچھا۔ "اے تم کون ہو؟ یہاں کیوں آئے ہو؟"

"میں ان بی بی جی کا یعنی اپنی ہونے والی کا ڈرائیور ہوں۔ آپ ہونے والی کا مطلب سمجھتے ہیں نا؟ بیویاں شادی کے بعد گالیاں دیتی ہیں۔ یہ شادی سے پہلے دے کر جا رہی ہے۔ کوئی بات نہیں۔ میں ابھی اس سے نمٹ لوں گا۔"

وہ جانے لگا۔ دائی ماں اسے لے کر باہر آ گئی تھی اور سمجھاتی جا رہی تھی۔ "یہ زیادہ محنت کرنے اور دن رات مصروف رہنے کا نتیجہ ہے کہ تمہارا دماغ کمزور ہو رہا ہے۔ تم غصے پر قابو پانا بھول گئی ہو۔ تمہیں یہ بھی ہوش نہیں رہا کہ پبلک پلیس میں ہو' یہاں جاسوس بھی ہو سکتے ہیں۔ تمہاری ذرا سی غلطی پر شبہ ہو سکتا ہے اور مزید معلومات کے لیے تمہارے پیچھے پڑ سکتے ہیں۔"

"تم مجھے ہی کہتی جا رہی ہو' اس ذلیل کمینے نے مجھے گالیاں..."

وہ بات کاٹ کر بولی۔ "تمہیں نہیں' شی تارا کو گالیاں دیں اور یہ تم بھول رہی ہو کہ ابھی شی تارا نہیں ہو۔ شی تارا کو ملنے والی گالیوں پر غصہ کرتے ہوئے تم نے وہاں ظاہر کر دیا کہ تم بانو شمناز نہیں ہو۔ اس بات کو اس احمق ڈرائیور نے نہیں سمجھا ہو گا لیکن دوسرا کوئی اس غلطی کو پکڑ سکتا ہے۔"

وہ گاڑی کے پاس آکر اس سے ٹیک لگا کر بولی۔ "او گاڈ! واقعی غصہ حرام ہوتا ہے۔ بھگوان کرے میری اس غلطی کو کسی نے سمجھا نہ ہو۔ دائی ماں! ایک مہربانی کرو۔ دیکھو وہ ڈرائیور آ رہا ہے۔ میں اس سے بعد میں نمٹ لوں گی۔ ابھی تم اسے بہلا پھسلا کر دور لے جاؤ۔ جب تک میں نہ کہوں اسے یہاں نہ آنے دو۔ پانچ منٹ گزر چکے ہیں۔ میرا اس جنگل میں پہنچنا ضروری ہے۔"

دائی ماں عادل کی طرف تیزی سے گئی۔ شی تارا کار کا دروازہ کھول کر پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی پھر فوراً ہی خیال خوانی کی پرواز کرتی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہوئی فلاور کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اس کے ذریعے معلوم ہوا کہ پارس ایک بڑی چٹان کے پاس کھڑا ہوا ہے۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں' انہیں میں نے کہا تھا کہ وہ سب فلاور کے دماغ میں آ جائیں۔ میں فارمولوں کے سلسلے میں اہم باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ ابھی الپا نے کہا ہے کہ وہ فلاور کے اندر موجود ہے اور کوئی ہو تو آواز دے۔"

فلاور نے بلند آواز سے کہا۔ "میں سپر ماسٹر کا ٹیلی پیتھی جاننے والا وِکی سول بول رہا ہوں۔ میں بھی حاضر ہوں۔"

ثی تارا نے بھی فلاور کی زبان سے کہا۔ "میں بھی موجود ہوں۔"

پارس نے کہا۔ "میرے پاس ایک انار ہے اور تین بیمار آ چکے ہیں اور کوئی ہے؟"

مرینا نے بھی فلاور کے ذریعے کہا۔ "میں بھی ان فارمولوں کی طلب گار ہوں۔"

"واہ' واہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک دوسرے کا وجود برداشت نہیں کرتے ہیں لیکن آج ایک فلاور کے دماغ میں آ کر جمع ہو گئے ہیں۔ ثی تارا' مرینا' الپا اور وکی سول یہ چار ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ پانچویں باربرا ہے' کیوں کہ ہمیں بھی ان فارمولوں کی ضرورت ہے۔"

ثی تارا نے پوچھا۔ "وہ فارمولے کہاں ہیں؟"

"یہاں' میرے قدموں میں ہیں۔" پارس نے جھک کر اپنے قدموں کے پاس پڑے ہوئے ایک پلاسٹک کے تھیلے کو اٹھایا پھر اسے دکھاتے ہوئے کہا۔ "وہ فارمولے اس تھیلے میں بڑی حفاظت سے رکھے ہوئے ہیں جب تک یہ اس میں بند ہیں اور تمام خود غرض ہاتھوں سے دور ہیں' تب تک کسی قدر امن و سکون ہے اگر یہ کسی ایک ہاتھ میں رہیں گے تو باقی تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنے ملک کے لیے یا اپنے ذاتی مفاد کے لیے اسے جبراً حاصل کرنا چاہیں گے پھر نتیجہ ظاہر ہے ان کاغذات کے لیے خون کی ندیاں بہائی جائیں گی۔"

الپا نے کہا۔ "یہ باتیں ہم بھی جانتے ہیں۔ وقت ضائع نہ کرو' کام کی بات کرو۔"

پارس نے کہا۔ "تمہارا وقت ضائع ہو رہا ہے لہٰذا یہاں سے چلی جاؤ۔"

مرینا نے کہا۔ "یہ پاگل کی بچی ہے۔ تم اپنی گفتگو جاری رکھو۔"

الپا نے کہا۔ "تُو ہے پاگل کی بچی' اگر تو میرے سامنے ہوتی تو مُنہ توڑ دیتی۔"

مرینا نے کہا۔ "تیری ایک نہیں دو ٹیمیں اس جنگل میں آئیں۔ میں نے دونوں کو جہنم میں پہنچا دیا۔ پہلے جا کر اپنی شکست کا ماتم کر پھر مُنہ توڑنے کی آرزو کرنا۔"

پارس نے کہا۔ "ایک انڈے میں دو چوزے اور ایک گھر میں دو عورتیں منہ بند کر کے نہیں رہ سکتیں۔ میں نے غلطی کی جو تم سب کو ایک جگہ جمع کر دیا۔"

ثی تارا نے کہا۔ "انہیں آپس میں لڑنے دو۔ تم یہ بتاؤ' فارمولے تو تمہارے ہاتھ لگ گئے ہیں۔ اب تم کون سا تماشا کر رہے ہو؟ کیا یہ کاغذات ہمارے حوالے کر سکو گے؟"

"تم میں سے شاید کسی کو یقین نہیں آئے گا۔ میں یہ کاغذات تم سب کے حوالے کرنا چاہتا ہوں۔"

"پھر تو یہ اصل فارمولے نہیں ہیں۔ تم یہ نقلی کاغذات ہمیں دے کر یہاں سے صحیح سلامت نکل جانا چاہتے ہو۔"

"میں کاغذ کا ایک ٹکڑا دیے بغیر بھی بخیریت چلا جاؤں گا۔ ان کاغذات کو نقلی سمجھنے سے پہلے اپنے اپنے ملک کے سربراہوں سے جا کر مشورے کرو اور ان سے پوچھو کہ پارس کے ایک ہاتھ میں کاغذات ہیں اور دوسرے ہاتھ میں لائٹر ہے۔ کیا وہ کاغذات کو جلا دے؟"

وِکی سول نے کہا۔ "کاغذات اصلی ہوں یا نقلی' انہیں جلایا نہ جائے' ہمیں اس کے اصل ہونے کا یقین دلایا جائے۔"

الپا نے کہا۔ "میں یقین کرنے کے لیے وہ کاغذات پڑھنا چاہوں گی۔"

ثی تارا نے کہا۔ "میں بھی انہیں پڑھنے کے بعد یقین کروں گی۔"

پارس نے کہا۔ "اگر اس طرح ایک خیال خوانی پڑھے گی تو جانتی ہو نتیجہ کیا ہو گا؟ مثال کے طور پر الپا جہاں ہے وہاں اپنے پاس کئی علمِ طب جاننے والوں کو کاغذ قلم کے ساتھ بٹھائے گی۔ اِدھر پڑھتی جائے گی۔ اُدھر بولتی جائے گی اور وہ علمِ طب کے جاننے والے لکھتے لکھتے پورا فارمولا نوٹ کر چکے ہوں گے پھر الپا بولے گی کہ یہ فارمولے اصلی نہیں تھے۔ انہیں جلا دیا جائے۔"

وکی سول نے کہا۔ "تم وہ فارمولے فلاور کے سامنے رکھ دو۔ ہم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے بیک وقت انہیں پڑھ لیں گے۔"

پارس نے کہا۔ "لیکن میں یہ نہیں چاہتا۔ اس پلاسٹک کے تھیلے میں بارہ کاغذات ہیں۔ میں چھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں دو دو کے حساب سے بانٹنا چاہتا ہوں۔ ہر ایک کو دو کاغذات ملیں گے۔"

"ہم یہاں پانچ خیال خوانی کرنے والے ہیں۔ تم چھ کیوں کہہ رہے ہو؟"

"ماسک مین کا خیال خوانی کرنے والا ایوان راسکا نمبر چھ ہے۔"

"لیکن وہ یہاں نہ موجود ہے نہ اس کا طلبگار' اسے شمار میں نہ لاؤ۔"

"اسے ان فارمولوں کا علم نہیں ہے۔ جب علم ہو گا تو وہ بھی انہیں حاصل کرنے کی خاطر لڑنے مرنے پر آمادہ ہو گا۔ میں لڑائی نہیں چاہتا۔ اگر ہر ایک کے پاس دو دو کاغذات رہیں گے تو وہ دوسرے سے سمجھوتا کرے گا۔ اپنے کاغذات کی فوٹو اسٹیٹ اسے دے گا۔ اس کے کاغذات کا ڈپلیکیٹ خود لے گا اس طرح جب تک چھ ٹیلی پیتھی جاننے والے یا ان کے سربراہ ایک دوسرے سے محبت اور دوستی نہیں کریں گے' تب تک کسی کے پاس بھی مکمل فارمولا نہیں آئے گا۔ کیا میری بات سمجھ میں آ رہی ہے؟"

ثی تارا نے کہا۔ "تم ہمیں ادھورے فارمولے دو گے لیکن تم نے اپنے پاس مکمل فارمولے رکھے ہیں۔ کیا یہ انصاف ہے۔"

"بالکل انصاف ہے۔ جو دوڑ میں اول آتا ہے' اسے پہلا انعام ملتا ہے۔ مجھے مکمل فارمولوں کے طور پر پہلا انعام مل چکا ہے۔ پیچھے آنے والوں کو بھی کچھ نہ کچھ دیا جا رہا ہے۔ اگر اسے انصاف اور ہماری ایمانداری نہیں سمجھتی ہو تو اپنے گھر جاؤ؟"

الپا نے پوچھا۔ "کیا تم ان فارمولوں کو اپنے لیے دوسرے کاغذات پر نقل کیا ہے؟"

پارس نے کہا۔ "یہاں سے کاغذات پر نقل کر کے لے جانے کی حماقت کیوں کی جائے۔ راستے میں وہ کاغذات دشمن چھین کر لے جا سکتے ہیں۔ اس لیے ہم نے نقل نہیں کی ہے۔ دو گھنٹے پہلے سونیا ثانی' باربرا کے دماغ میں آئی تھی۔ باربرا وہ تمام فارمولے شروع سے آخر تک پڑھتی رہی۔ پیرس میں بیٹھی ہوئی ثانی انہیں لکھتی رہی یوں مکمل فارمولا وہاں پہنچ چکا ہے۔"

یہ کہہ کر اس نے پلاسٹک کے تھیلے سے دو کاغذات نکالے۔ تھیلے کو نیچے رکھا پھر دو کاغذات دکھاتے ہوئے بولا۔ "انہیں اچھی طرح دیکھ لو۔ یہ صرف دو ہیں۔ منصفانہ تقسیم کے مطابق یہ دو کاغذات باربرا کے یعنی ہمارے ہیں چونکہ یہ ہم کسی کو نہیں دکھائیں گے۔ اس لیے میں انہیں جلا رہا ہوں۔"

وہ لائٹر کے ذریعے انہیں جلانے لگا۔ وہ کاغذات جب تک جلتے رہے' تب تک خاموشی رہی۔ پھر الپا نے فلاور کی زبان سے کہا۔ "میں اپنے اکابرین سے مشورہ... کرنا چاہتی ہوں۔ مجھے ایک آدھ گھنٹے کی مہلت دو۔"

وکی سول نے کہا۔ "میں اپنے حصے کے دو کاغذات ضرور لینا چاہوں گا۔ اس سلسلے میں مجھے بھی ایک گھنٹے کا وقت دو۔"

پارس نے کہا۔ "تم سب کو وقت دیتا ہوں۔ ایک گھنٹے بعد آ کر بتاؤ' اپنے اپنے حصے کے کاغذات کیسے وصول کرو گے؟ جانے سے پہلے یہ بھی سن لو کہ میں نے یہاں آ کر سات گھنٹے ضائع نہیں کیے بلکہ اس بستی کے اطراف ایسے انتظامات کیے ہیں کہ ہم پر حملہ کرنے کے لیے فوج بھی آئے گی تو فنا ہو جائے گی۔ یقین نہ ہو تو سُپر ماسٹر سے پوچھو کہ اس کی خفیہ آرمی کے جس سپاہی نے بھی اِدھر آنے کی حماقت کی وہ درختوں اور جھاڑیوں میں چھپے ہوئے بموں سے ہلاک ہو گیا۔ یہاں آنے اور یہاں سے جانے والوں کو زندگی کا نہیں' صرف موت کا پاسپورٹ ملے گا۔ اب جاؤ۔"

ثی تارا دماغی طور پر کار کی پچھلی سیٹ پر حاضر ہو گئی۔ پارس کی حکمتِ عملی اور اس کا انداز اس کے حواس پر چھا رہا تھا۔ وہ لوہے کے ستون کی طرح اپنی جگہ گڑ جاتا تھا تو وہاں سے کوئی اسے اکھاڑ نہیں سکتا تھا۔ ایسے وقت وہ پریشان ہو کر سوچنے لگی تھی۔ "میرے ستارے ایسے مردوں سے کیوں ٹکرا رہے ہیں؟ میں حکومت کرنے کے لیے پیدا ہوئی ہوں۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ کوئی تابعداری کرنے والا مرد میرے مقدر میں لکھا ہوتا۔ اس زہریلے کی حرکتیں دیکھ دیکھ کر ہَول اٹھتا ہے کہ میرا کیا بنے گا؟"

الپا نے برین آدم کے پاس آ کر اسے فارمولوں کے متعلق بتایا پھر کہا۔ "بڑے بھائی! یہ پارس بہت مکار ہے۔ اس نے فارمولوں کے سلسلے میں الجھن پیدا کر رہی ہے۔ وہ اصلی ہوں گے یا نقلی؟ کیا آپ کہہ سکتے ہیں؟"

برین آدم نے کہا۔ "میں مانتا ہوں' وہ شیطانی کھوپڑی رکھتا ہے۔ میری عقل کہتی ہے کہ وہ کاغذات نقلی ہوں تب بھی اپنا حصہ حاصل کرنا چاہئے۔ ہم علمِ طب کے ماہرین سے تصدیق کرائیں گے کہ وہ کس حد تک درست ہیں۔"

پھر وہ کچھ سوچ کر بولا۔ "کم بخت زبردست مکار ہے۔ سونیا کا صحیح جانشین ہے۔ اس نے اپنے حصے کے دو کاغذات جلا کر ان فارمولوں کو ادھورا بنا دیا ہے۔ یہ بات سمجھا دی ہے کہ تم' مرینا' وکی سول' ثی تارا اور ایوان راسکا آپس میں کتنا ہی گٹھ جوڑ کر لو' وہ فارمولے اس وقت تک مکمل نہیں ہوں گے جب تک فرہاد سے دوستی اور اس کی خوشامد نہیں کی جائے گی۔"

"ایک طرح سے وہ فارمولے ہمارے لیے بے کار ہیں کیوں کہ مسلمانوں سے کبھی ہماری دوستی نہیں ہو گی۔"

"سسٹر! اس پہلو سے بیکار ہیں لیکن اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ فارمولے کے دو کاغذات ہمارے پاس رہیں گے تو ثی تارا' مرینا' ماسک مین اور سپر ماسٹر ہمارے ان دو کاغذات کے محتاج رہیں گے۔"

وہ ذرا چپ ہوا۔ سوچتا رہا پھر بولا۔ "مائی گاڈ! اب اس شیطان کی چال سمجھ میں آ رہی ہے۔ وہ ہم سب کو فارمولے مکمل کرنے کے معاملے میں الجھائے رکھے گا۔ ادھر مکمل فارمولوں سے بابا صاحب کے ادارے میں غیر معمولی سماعت و بصارت اور حیرت انگیز جسمانی و دماغی قوت کے لوگ پیدا کیے جائیں گے۔"

"بڑے بھائی! ایسے لوگوں کو پیدا ہونے سے اب کوئی نہیں روک سکے گا۔ ہمیں ادھورے فارمولے کی خیرات نہیں لینا چاہئے۔"

"نہیں سسٹر! اپنے حصے کے دو کاغذات ضرور حاصل کرو۔ اگر ہم مزید دو چار حصے دوسروں سے چھین لیں تو ان مختلف کاغذوں کو جمع کرنے سے ہو سکتا ہے کہ ان میں سے قوتِ سماعت کا یا قوتِ بصارت کا یا کسی ایک غیر معمولی قوت کا فارمولا ہمیں مل جائے۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

جاؤ اور وہ حصے حاصل کرو۔"

"اس کے لیے اپنا ایک ایسا آدمی اس جنگل میں بھیجنا ہوگا' جو یوگا کا ماہر ہو۔ اس کے دماغ میں کوئی دوسرا نہ جا سکے۔ میں اس کے اندر رہ کر اپنے حصے کے دو کاغذات پڑھوں گی اور انہیں یہاں نوٹ کرلوں گی پھر ہمارا وہ آدمی ان دو کاغذات کو وہیں جلا ڈالے گا۔"

"ٹھیک ہے' میں ایسے ایک شخص کو روانہ کرنے کے فوری انتظامات کرتا ہوں۔ پارس سے کہو' جس پہاڑی پر وہ بت تراشا گیا ہے۔ اس کی چوٹی پر ہمارا ہیلی کاپٹر اترے گا۔ یہ بھی پوچھو کہ ہمارے کتنے آدمی وہاں آسکتے ہیں۔"

الپا نے فلاور کے پاس آکر پوچھا۔ "پارس کہاں ہے؟"

"میں نہیں جانتی۔ وہ کبھی نظر آتا ہے۔ کبھی غائب ہو جاتا ہے۔"

"میں اپنے حصے کا فارمولا لینے آئی ہوں۔ اسے بلاؤ۔"

"اس نے ایک گھنٹے بعد تم سب کو آنے کے لیے کہا ہے۔ تم آدھا گھنٹا پہلے آگئی ہو۔ جاؤ اور وقت پر آؤ۔"

دوسری طرف وکی سول نے سپر ماسٹر کو فارمولوں کی تفصیل بتائی۔ سپر ماسٹر نے کہا۔ "پارس وہ فارمولے تقسیم کر کے ہمیں آپس میں لڑانا چاہتا ہے۔ کوئی بات نہیں' اپنے حصے کے دو کاغذات ضرور حاصل کرو تاکہ کوئی دوسرا ہمارے حصے کا فائدہ نہ اٹھائے۔"

مرینا ہماری معمولہ اور تابعدار بنی ہوئی تھی۔ اس بستی میں عبداللہ اور صفورا کے ساتھ ایک جھونپڑی میں تھی۔ صفورا بھی پارس کی آواز سنتی تو جھونپڑی سے باہر آجاتی تھی۔ اسے آتے جاتے دیکھتی رہتی تھی۔ اس کا جی چاہتا تھا کہ اس کے قریب رہے۔ جب وہ بستی کے اطراف درختوں اور جھاڑیوں میں ریموٹ کنٹرول سے بلاسٹ ہونے والے بم رکھ رہا تھا تب وہ اس کے ساتھ جنگل میں گھوم گھوم کر کام کرنے لگی تھی۔

اس نے ایک جگہ بم رکھتے ہوئے کہا۔ "تم جس انداز سے کام کرتے ہو' اس طرح ایک دن دھوکے میں مارے جاؤ گے۔"

"تم نے کس بنا پر یہ سوچ لیا کہ دھوکے میں مارا جاؤں گا۔"

وہ بولی۔ "وہاں گھاٹ میں جو بستی تھی' تم پچھلی رات ادھر ایک جھونپڑی میں جا کر سو گئے تھے۔ یہ معلوم کرنے کی زحمت نہیں کی کہ آس پاس کی جھونپڑی میں کوئی دشمن ہو سکتا تھا۔"

پچھلی رات یہی ہوا تھا۔ پارس جس جھونپڑی کے اندر جا کر ایک مچان پر سویا تھا' اس کے پیچھے دوسری جھونپڑی میں بلیک آدم سو رہا تھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے بے خبر ایک دوسرے کے پڑوسی بن کر نیند پوری کر رہے تھے۔

ویسے پارس کے لیے زیادہ خطرہ نہیں تھا۔ اس نے تمام کارتوس غائب کر کے بلیک آدم کو نہتا کر دیا تھا۔ پھر یہ کہ اس نے صرف دو گھنٹے کی نیند کے لیے دماغ کو ہدایت دی تھی۔ بلیک آدم سے پہلے ہی بیدار ہو گیا تھا۔ مچان سے اتر کر جھونپڑی سے باہر آیا تو پیچھے والی جھونپڑی کے قریب سے گزرتے ہوئے ٹھٹک گیا۔ وہاں قریب ہی کھانے کے خالی ڈبے پڑے ہوئے تھے۔ ان ڈبوں پر تل ابیب کی فوڈ انڈسٹری کا نام درج تھا۔ وہ خالی ڈبے بتا رہے تھے کہ وہاں کوئی یہودی مسافر قیام پذیر ہے۔

اس نے جھونپڑی کے اندر جھانک کر دیکھا۔ وہ بلیک آدم کو نام سے نہیں' چہرے سے پہچانتا تھا۔ مچان کے نیچے ایک بیگ لٹک رہا تھا۔ اس نے بیگ کو کھول کر دیکھا۔ کوئی خاص چیز نہیں تھی۔ اس نے ایک نوٹ بک میں ایک کاغذ پھاڑ کر اس پر لکھا۔ "پچھلی رات میں نے تمام کارتوس خالی کیے اور تمہاری گاڑی لنگڑی کر دی۔ ابھی تمہاری ٹانگیں توڑ کر تمہیں لنگڑا بنا سکتا ہوں مگر خوش نصیب ہو کہ سو رہے ہو۔ میں سونے والوں پر حملہ نہیں کرتا۔"

اس نے تحریر کے نیچے "پی" لکھ کر قلم اور نوٹ بک کو بیگ کے اندر رکھا پھر اس پرچی کو بیگ کی زپ میں پھنسا کر وہاں سے چلا آیا۔ بعد میں جنگل کے راستوں سے گزرتے ہوئے اس نے یہ بات صفورا کو بتائی تھی۔ اس نے پوچھا۔ "اگر وہ دشمن تم سے پہلے بیدار ہو جاتا تو کیا ہوتا؟"

"اگر پچھلی رات میں تمہیں نیولے سے نہ بچاتا تو کیا ہوتا؟"

"میں مرجاتی اور کیا ہوتا؟"

"تمہارے سوال کا جواب بھی یہی ہے' اگر ہم یہ سوچیں کہ سڑک پار کرنے سے کوئی گاڑی کچل کر چلی جائے گی تو ہم تمام عمر سڑک کے کنارے ہی کھڑے رہ جائیں گے۔"

"میں تمہارا شکریہ کیسے ادا کروں؟"

"وہ تو پچھلی رات ادا کر چکی ہو۔"

"نیولے اور گوگا مبا سے بچانے کا نہیں' مرینا کی تابعداری سے نجات دلانے کا شکریہ ادا کرنا چاہتی ہوں۔"

"وہ تو ادا کر رہی ہو۔ تمہاری آنکھوں میں میرے لیے پیار ہے۔ تم میری ذات میں کچھ زیادہ ہی دلچسپی لے رہی ہو۔ دشمن ٹل جائیں گے۔ فرصت ہو جائے گی تو جنگل میں منگل منا کر شکریہ ادا کرنا اور مجھے بھی شکریے کا موقع دینا۔"

❋❋❋❋**❋❋❋

شی تارا کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھی سوچ رہی تھی کہ اس کے حصے میں فارمولے کے دو کاغذات آرہے ہیں' وہ انہیں ضرور حاصل کرے گی۔ وہ فوراً ہی اپنے کسی آلۂ کار کو وہ کاغذات لینے نہیں بھیج سکتی تھی۔ اس آلۂ کار کے لیے ہیلی کاپٹر وغیرہ کے انتظامات کرنے پڑتے۔ اس میں بڑا وقت ضائع ہوتا پھر اس نے یہ بھی سوچا کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے یہ کام کرے گی۔ اس نے پارس کو مخاطب کیا۔ وہ بولا۔ "میرے پاس کیوں آئی ہو؟ مقررہ وقت پر فلاور کے پاس آؤ۔"

"مقررہ وقت سے پہلے اس لیے آئی ہوں کہ ہمارا تمہارا کوئی اور بھی رشتہ ہے۔"

"پیش گوئی کے مطابق اس رشتے کے لیے سات برس تک انتظار کرنا ہوگا۔"

"میں پیش گوئی کو نہیں مانتی۔ تم گواہ ہو کہ کیسے اچانک رشتہ قائم ہوا پھر ہم بچھڑ گئے۔ میں نے سوچا پھر کسی دن بھیس بدل کر آؤں گی مگر تم بڑے وہ ہو' بدن کی مہک سے پہچان لو گے۔"

"میں نے وہ خوش بختی کے دونوں ہیرے سنبھال کر رکھے ہیں۔ سہاگ رات میں پیش کروں گا۔"

"ایسی باتیں نہ چھیڑو۔ انگڑائی آرہی ہے۔ میرا ایک کام کرو گے؟"

"اتنی دیر سے مکھن لگا رہی ہو۔ کیا ایک کام بھی نہیں کروں گا۔ حکم دو۔"

وہ ہنس کر بولی۔ "میں ایک گھنٹے بعد آؤں گی۔ تم وہ فارمولے پڑھو گے۔ میں تمہارے دماغ سے سن کر لکھتی جاؤں گی۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تمہارا کام کروں گا۔ تم میرا کام کرو۔ تمہاری ہنسی بڑی رس بھری ہے پھر سے ہنسو۔"

وہ کھلکھلا کر ہنسنے لگی پھر ہنستے ہنستے ایکدم سے چونک گئی۔ خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ عادل چنگیزی کار کی کھڑکی پر جھکا ہوا اس کے ساتھ ساتھ ہنس رہا تھا۔ اسے اتنے قریب دیکھ کر وہ چیخ پڑی۔ "تم' تم... یہاں کیوں آئے ہو؟ کیوں پاگلوں کی طرح ہنس رہے ہو؟"

"کمال ہے' مجھے پاگل کہہ رہی ہو۔ خود سامنے تک رہی ہو اور خواہ مخواہ ہنستی جا رہی ہو۔ نہ سامنے کارٹون ہے نہ کوئی لطیفہ سنا رہا ہے۔ یہاں آتے وقت بھی خاموش رہتے رہتے اچانک ہنسنے لگی تھیں۔ کیا تمہیں کوئی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہنساتا ہے۔"

"فضول باتیں نہ کرو۔ دائی ماں کہاں ہے؟"

"کون دائی ماں؟"

"میں اپنی گورنس کو پوچھ رہی ہوں۔"

"اچھا وہ۔ وہ مونگ پھلی اور چنے خریدنے کے لیے احاطے سے باہر گئی ہیں۔"

"کیا بکواس ہے۔ وہ ایسی چیزیں کیوں خریدیں گی؟"

"بات اصل میں یہ ہے کہ میں بار بار تمہارے پاس آنا چاہتا تھا۔ وہ بار بار مجھے پکڑ کر اپنے پاس بٹھا رہی تھیں۔ میں نے کہا۔ ایک شرط پر بیٹھوں گا۔ میرے لیے مونگ پھلی اور چنے لاؤ۔ میں کھاتا رہوں گا' جب تک وہ ختم نہیں ہوں گے' میں اس جگہ سے

الف لیلیٰ ڈائجسٹ کے

دلچسپ ترین سلسلے، کتابی شکل میں

شیخ کرامت کی سرگزشت جو اس نے بستر مرگ پر بیان کی

ہمزاد

(مکمل)

قیمت ۲۵ روپے

ڈاک خرچ ۱۰ روپے

○- ایک پُراسرار شخصیت کی کہانی جس کیلیے کوئی بھی کام ناممکن نہیں تھا

○- اُس شخص کا قصہ جس کے چہرے کی عمر ۱۳۰ سال تھی اور بقیہ جسم کی عمر ۲۵ سال

○- ہمزاد مسخر کرنے کے طریقے۔

ہر دل عزیز شخصیت صبیحہ بانو کے قلم سے ایک سنسنی خیز سرگزشت

جال

(مکمل)

قیمت ۲۰ روپے

ڈاک خرچ ۱۰ روپے

○- ایک ایسے انسان کی کہانی جسے خود معلوم نہیں تھا کہ وہ کون ہے اور کہاں سے آیا ہے۔

○- جب اس نے آنکھ کھولی تو ایک ٹیکسی میں سفر کر رہا تھا۔

○- دُنیا کی بڑی بڑی تنظیمیں اس کے تعاقب میں تھیں۔

○- اس پر نہ کوئی گولی اثر کرتی تھی اور نہ ہی کوئی زہر۔

کتابیات پبلی کیشنز کراچی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

نہیں اٹھوں گا۔ میں بھائی جان کی داستانیں پڑھ کر بہت چالاک ہو گیا ہوں۔ وہ اُدھر گئیں میں بھاگ کر اِدھر آگیا۔"

وہ اس کی باتیں سن رہی تھی اور بڑی مشکل سے غصہ برداشت کر رہی تھی پھر اس نے دائی ماں کے پاس پہنچ کر کہا۔ "وہ بے وقوف کا بچہ تمہیں بے وقوف بنا کر میرے پاس آگیا ہے۔ وہ فضول چیزیں نہ خریدو فوراً آؤ۔ میں گھر پہنچ کر اس گدھے کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کروں گی تاکہ یہ سانس نہ روک سکے اور میرا تابعدار بن کر رہے۔ مجھے اندیشہ ہے اگر میں نے اسے قابو میں نہ رکھا تو یہ احمق ہونے کے باوجود ہماری اصلیت معلوم کرلے گا۔"

پھر وہ عادل کے اندر آکر بولی۔ "میرے پیارے دیور!"

وہ خوش ہو کر بولا۔ "آگئیں' بھابی جان آگئیں۔ السلام علیکم بھابی جان! آپ نے واپس آنے میں گھنٹوں لگا دیئے مگر میں شکایت نہیں کروں گا۔ کیوں کہ آپ دشمنوں سے مقابلہ کر رہی تھیں۔ کیا آپ نے انہیں پنخ دیا ہے؟"

"ہاں سب کو پنخ دیا ہے۔ ایک بھاگ کر کہیں چھپ گیا ہے۔ میں اسے تلاش کرنے جا رہی ہوں پھر تمہارا خیال آیا۔ یہ کہنے آئی ہوں کہ اب تم چپ چاپ گاڑی ڈرائیو کرو۔ میں بانو شہناز کے دماغ میں رہ کر اسے تمہاری طرف مائل کروں گی پھر وہ گھر پہنچ کر تم سے محبت کرنے لگے گی۔"

"میں چاہتا ہوں' یہ میری ہو جائے مگر ایک بات کھٹک رہی ہے۔"

"کون سی بات۔"

"یہ بانو شہناز نہیں لگ رہی ہے۔ یہ کوئی دشمن عورت ہے۔"

"تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ یہ شہناز نہیں ہے۔"

"شہناز مغرور تھی مگر پاگل نہیں تھی۔ یہ ایک پگلی کی طرح تنہائی میں سوچتی رہتی ہے اور ہنستی رہتی ہے پھر میں نے شی تارا کو برا کہا تو یہ غصے میں آپے سے باہر ہو گئی۔ اس نے مجھے گالیاں دیں اور ایسی باتیں کہہ رہی تھی جیسے خود ہی شی تارا ہو۔"

"تم محض شبہ کر رہے ہو۔ ویسے میں ابھی اس کے چور خیالات پڑھ کر حقیقت معلوم کرلوں گی۔ تم گاڑی چلاؤ۔"

دائی ماں پچھلی سیٹ پر آکر بیٹھ گئی۔ عادل نے اسٹیئرنگ سیٹ پر آکر گاڑی اسٹارٹ کی پھر ڈرائیو کرتا ہوا ہوٹل کے احاطے سے باہر آگیا۔ شی تارا نے سوچ کے ذریعے دائی ماں سے کہا۔ "اس ڈرائیور سے پیچھا چھڑانا ہو گا یا اسے تابعدار بنا کر رکھنا ہو گا۔ تم کیا کہتی ہو؟"

"بیٹی اس سے پیچھا نہیں چھڑا سکو گی۔ یہ تمہارا دیوانہ ہے۔ ملازمت سے نکالو گی تو دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر تمہارا پیچھا کرتا رہے گا۔ یہ کمبل ہے۔ ہمیشہ تم سے لپٹا رہے گا۔ تنویمی عمل سے اس کی کھوپڑی گھما دو گی تو یہ پالتو جانور کی طرح تمہارے اشاروں پر چلتا رہے گا۔"

"میں بھی یہی سوچ رہی ہوں' اس کی کھوپڑی نہ گھمائی تو یہ بھابی جان کو پکارتا' ٹیلی پیتھی کی گردان کرتا ہوا میرا پیچھا کرتا رہے گا۔ ابھی یہ شبہ ظاہر کر رہا تھا کہ میں بانو شہناز نہیں ہوں۔ یہ بات وہ کسی اور سے بھی کہہ سکتا ہے۔"

"پھر تو فوراً لگام دو۔"

"میں گھر پہنچ کر اس کے ساتھ محبت سے پیش آؤں گی۔ تم اس کے لیے ایک کپ چائے تیار کرو گی اور اس میں اعصاب شکن دوا ملا کر لاؤ گی۔ میں اسے بڑی محبت سے چائے پلاؤں گی۔"

"میں یہی کروں گی۔ ویسے ان فارمولوں کا کیا بنا؟"

"میں گھر پہنچ کر پارس سے رابطہ کروں گی۔ وہ مجھے فارمولوں کا کچھ حصہ ڈکٹیٹ کرائے گا۔ وہ فارمولے لکھنے کے لیے توجہ اور سکون کی ضرورت ہے۔ اور یہ اسی وقت میسر ہو گا' جب یہ کم بخت چائے پی لے گا۔"

وہ دونوں عادل کے ساتھ اس شاندار کوٹھی میں پہنچ گئیں۔ شی تارا نے اپنے کمرے کی طرف جاتے ہوئے کہا۔ "عادل! میرے ساتھ آؤ۔ ایک خوشخبری سناؤں گی۔"

پھر وہ دائی ماں سے بولی۔ "عادل کے لیے ایک کپ چائے لے آؤ۔"

وہ بولا۔ "میں چائے نہیں پیوں گا۔"

"لیکن بھابی جان نے میرے دماغ میں آکر حکم دیا ہے کہ میں تمہیں محبت سے چائے پلاؤں۔"

"کیا بھابی جان نے تم سے یہ کہا ہے؟ اوہ میں انہیں یہ نہیں بتا سکا کہ چائے نہیں پیتا ہوں؟"

"کوئی بات نہیں' دائی ماں! ایک اورنج اسکواش لے آؤ۔"

وہ بولا۔ "ایک نہیں' دو۔ میں اکیلا پیتا اچھا نہیں لگوں گا۔"

دائی ماں چلی گئی۔ وہ دونوں ایک بیڈ روم میں آئے۔ شی تارا نے کہا۔ "ابھی میں تم سے محبت کروں گی پہلے ہم ٹھنڈا پی لیں۔ تب تک میں خاموش رہ کر بھابی جان سے باتیں کرتی رہوں گی۔ تم بھی خاموش رہنا۔"

وہ خیال خوانی کے ذریعے دائی ماں کے پاس آئی۔ اس نے اورنج اسکواش کے دو گلاس تیار تھے۔ ایک گلاس میں دوا حل کر رہی تھی۔ اس نے کہا۔ "جو گلاس عادل کو دینا ہے' وہ تم میرے ہاتھ میں دو گی۔"

"یعنی نقصان پہنچانے والا مشروب تمہارے ہاتھ میں دوں؟"

"ہاں' یہ اچھی طرح یاد رکھنا۔ بھولنا نہیں۔"

یہ کہہ کر وہ پارس کے پاس آئی پھر بولی۔ "میں ابھی کاغذ قلم لے کر بیٹھوں گی۔ کیا وہ فارمولے نوٹ کراؤ گے؟"

"ضرور کراؤں گا۔ لکھنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

"کیا صرف دو کاغذات کے فارمولے نوٹ کراؤ گے؟"

"میں سب ہی کو دو کاغذات دے رہا ہوں۔"

"میں سب نہیں ہوں' خاص ہوں۔ تمہاری اپنی ہوں۔ کیا ...نے اپنا سب کچھ تمہارے حوالے نہیں کیا ہے؟ کیا تم محبت کے ...اب میں محبت سے مکمل فارمولے نوٹ نہیں کراؤ گے؟"

"میری جان! تمہارے لیے تو جان بھی حاضر ہے مگر ابھی مکمل ...رمولوں کی بات نہ کرو۔"

اسی وقت دائی ماں مشروب لے کر آئی۔ وہ بولی۔ "پارس! ذرا ...ک منٹ۔ میں ابھی آرہی ہوں۔"

دائی ماں نے ٹرے سے ایک گلاس اٹھا کر شی تارا کو دیا۔ ...سرا گلاس عادل کو پیش کیا۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے دائی ماں ...ے بولی۔ "تصدیق کرو کیا مجھے اپنا گلاس نہیں پینا چاہیے۔"

"ہاں' تمہارے ہاتھ میں جو گلاس ہے۔ وہ عادل کے لیے ...ہے۔"

یہ کہہ کر وہ چلی گئی۔ شی تارا نے مسکرا کر عادل سے کہا۔ "میں ...ابی جان سے تمہارے بارے میں باتیں کر رہی ہوں۔ وہ کہہ رہی ...ہیں کہ میں اپنا یہ گلاس تمہیں پیش کروں اور تم اپنا گلاس مجھے پیش ...کرو۔ اس طرح محبت بڑی گی۔"

دونوں نے بڑی محبت سے گلاسوں کا تبادلہ کیا۔ عادل بڑے ...بانی انداز میں اس کے حسین چہرے اور گلاب کی پنکھڑیوں جیسے ...لبوں کو دیکھ رہا تھا۔ شی تارا نے اپنے رس بھرے لبوں کو گلاس سے ...لگا کر ایک گھونٹ پیا پھر عادل سے کہا۔ "تم بھی پیو۔"

عادل نے اپنے گلاس کو ہونٹوں سے لگایا۔ شی تارا نے مطمئن ...ہو کر اپنا گلاس میز پر رکھا پھر پارس کے پاس پہنچ کر بولی۔ "میں ایک ...مہمان کے ساتھ مصروف تھی۔ اسے مشروب پیش کرنے کے بعد ...اب اطمینان ہوا۔ تم بھی مجھے مطمئن کرو۔ کوئی بحث نہ کرو اور وہ ...مکمل فارمولے نوٹ کرا دو۔"

ادھر اس مہمان نے اپنے گلاس سے صرف ایک چسکی لی ...لیکن نیت شی تارا کے گلاس پر رہی۔ کیوں کہ حسینہ نے گلاس کے ...اس سرے کو ہونٹ لگا کر ایک گھونٹ پیا تھا۔ وہاں سے لپ اسٹک ...کا سرخ نشان اس کے جذبات کو پکار رہا تھا۔ وہ اس کے رس بھرے ...لبوں کو ابھی چھو نہیں سکتا تھا مگر ان لبوں کی سرخی چرا سکتا تھا۔

پھر اس نے چرا لیا۔ شی تارا پارس سے باتیں کرنے کے ...دوران خلا میں تک رہی تھی۔ اس نے بڑی آہستگی سے کوئی آواز ...پیدا کیے بغیر اس کا گلاس اٹھایا اور وہاں اپنا گلاس رکھ دیا پھر سیدھا ...ہو کر گلاس کے اس سرے کو منہ لگایا جہاں لبوں کی سرخی تھی۔ ...اس نے مشروب بھی پیا اس کے رس بھرے لبوں کا چٹخارہ بھی لیا پھر کہا۔ "پیاری شہناز! مشروب پیتی جاؤ۔ ورنہ ٹھنڈا ہو جائے گا۔ نہیں ٹھنڈا نہیں' گرم ہو جائے گا۔"

وہ خیال خوانی سے چونک کر اسے گھورتے ہوئے بولی۔ "میں نے تم سے خاموش رہنے کو کہا تھا۔"

"تم پیتی رہو۔ میں خاموش رہوں گا۔"

اس نے ناگواری سے گلاس اٹھا کر تین چار گھونٹ پیئے پھر اسے میز پر رکھ کر پارس سے بولی۔ "ایک بن بلایا مہمان ڈسٹرب کر رہا ہے اور تم بھی پریشان کر رہے ہو۔ پلیز' میری بات مان لو۔"

عادل نے دیکھا۔ اب اس گلاس پر لبوں کی سرخی مسکرا رہی تھی' جسے ابھی شی تارا نے منہ لگایا تھا۔

محبت کا مارا اب اس گلاس کی سرخی کو چومنا چاہتا تھا جب کہ اس گلاس کا مشروب ضرر رساں تھا اور اس بات سے وہ دونوں پینے والے بے خبر تھے۔ شی تارا مکمل فارمولوں کے لیے پارس کی خوشامد کر رہی تھی۔ پارس جواباً کچھ کہنے والا تھا۔ اسی لمحہ میں شی تارا کی چھٹی حس نے چونکایا۔ پھر گلاس بدلنے کی آواز آگئی۔ وہ فوراً ہی دماغی طور پر حاضر ہو کر غصے سے بولی۔ "یہ کیا حرکت ہے؟"

وہ جھینپ گیا۔ بات بناتے ہوئے بولا۔ "وہ... وہ میں محبت سے تمہارا جھوٹا پینا چاہتا ہوں۔"

شی تارا نے اس کے ہاتھ کے گلاس کو اپنا سمجھ کر لیا اور اپنے پاس رکھا ہوا گلاس اسے دے کر کہا۔ "چلو میرے ساتھ ساتھ پیو۔ تاکہ کوئی شرارت نہ کر سکو۔"

دونوں نے اپنے اپنے گلاس ہونٹوں سے لگائے پھر غٹا غٹ پینے لگے... شی تارا نے گلاس خالی کر کے اسے میز پر پنخ کر کہا۔ "گدھے کے بچے! تم نے چند گھنٹوں میں میرا مغز ہلا کر رکھ دیا ہے۔ اب تمہاری کھوپڑی کے بارہ بجیں گے۔ ابھی تم چکرا کر میرے قدموں... میرے قد... قد..."

وہ ایک دم سے بیٹھے بیٹھے چکرا گئی۔ اس نے ایک ہاتھ سے سر تھام لیا۔ دوسرے ہاتھ سے اپنے سینے کو سہلاتی ہوئی اپنی جگہ سے اٹھی پھر زور کی چیخ ماری۔ "دائی ماں' ماں۔ ماں..."

پھر ایک بار سر چکرایا۔ وہ لڑکھڑائی پھر سنبھلتے سنبھلتے فرش پر گر پڑی۔

زبان سے بولنے کی سکت نہیں رہی تھی مگر ڈوبتا ہوا ذہن گھبرا کر کہہ رہا تھا۔ "نہیں' پارس نہیں' میرے اندر نہ آنا۔ میں کمزور نہیں ہوں۔ تم آؤ گے تو سانس روک لوں گی۔"

اس کا ذہن سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ وہ سمجھ رہی تھی پارس خیال خوانی کے ذریعے آرہا ہے۔

کاش! ایسے وقت مجھے یا میرے کسی خیال خوانی کرنے والے عزیز کو معلوم ہوتا کہ ایک احمق نے ہمارے لیے کتنا بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"نادان کی دوستی جی کا جنجال..."

یہ بزرگ کہتے آئے ہیں۔ احمق دوست بن کر رہے یا ملازم بن کر' اپنی کسی نہ کسی حماقت سے ضرور نقصان پہنچاتا ہے۔ شی تارا سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ ایک نادان کی محبت سے اسے کبھی دماغی نقصان پہنچے گا۔

شی تارا کے پاس کیا تھا؟ محض دماغی قوت جو ٹیلی پیتھی سے حاصل ہوئی تھی۔ یوگا کی مہارت اس کے لیے ڈھال بن گئی تھی۔ کوئی اُس کے دماغ کے اندر گھس نہیں سکتا تھا۔ اُس نے خود کو اور زیادہ محفوظ رکھنے کے لیے گمنامی یا روپوشی اختیار کی تھی۔

کوئی اُس کی اصل آواز نہیں سن سکتا تھا کوئی اس کا اصل چہرہ نہیں دیکھ پاتا تھا اور نہ ہی کوئی اُس کے خفیہ ٹھکانوں تک پہنچ سکتا تھا۔ اس رُوپوشی نے اسے ناقابلِ تسخیر بنا دیا تھا۔

لیکن روپوشی کی ایک حد ہوتی ہے۔ وہ چھپنے کے لیے زمین کے اندر نہیں جا سکتی تھی۔ تہ خانے میں یا عالی شان محل کی آرام دہ چار دیواری میں بھی مسلسل رہنے سے دم گھٹتا ہے۔ دنیا جہان کی دولت اور ٹیلی پیتھی کی قوت رکھ کر وہ مسلسل قیدی کی زندگی نہیں گزار سکتی تھی۔ اس لیے وہ ملک اور شہر بدلتی رہتی تھی۔ اپنی آواز اور حلیہ بدلتی تھی۔ نئی جگہ نئے لوگوں سے بخوبی نمٹ لیتی تھی لیکن بدقسمتی اسی کو کہتے ہیں کہ ایک احمق سے نمٹ نہ سکی۔

دائی ماں اس کی چیخ سن کر دوڑتی ہوئی آئی تو اسے فرش پر گرتے ہوئے دیکھا۔ اس کے پاس فرش پر آ کر دو زانو ہو گئی۔ اُس کا سر اٹھا کر اپنی گود میں رکھتے ہوئے آواز دی۔ "بیٹی تارا! اٹھو۔ کیا ہو گیا ہے۔ تم نے کون سا شربت پیا ہے؟"

عادل نے کہا۔ "کوئی سا بھی شربت پیا ہے۔ کسی میں زہر نہیں تھا۔ شربت تو میں نے بھی پیا ہے۔"

"تم چپ رہو۔ تم نے کوئی ہیرا پھیری کی ہے۔ بولو۔ جواب دو؟"

"عجیب پاگل بڑھیا ہے۔ چپ رہنے کو بھی کہتی ہے' بولنے کو بھی کہتی ہے۔"

"بکواس مت کرو۔ میری تارا کو اٹھاؤ۔ بستر پر ڈالو۔"

"تم نے کیا تارا تارا کی رٹ لگا رکھی ہے' اس کا نام بانو شہناز ہے۔"

دائی ماں کو غلطی کا احساس ہوا وہ ایسی جذباتی سچویشن تھی کہ ہوش و حواس میں نہ رہ سکی۔ بے خودی اور بے اختیاری میں سچ زبان پر آ گیا تھا۔ وہ احمق اسے فرش سے اٹھا کر بستر پر ڈال رہا تھا۔ اتنی دیر میں دائی ماں کو سنبھلنے اور بات بنانے کا موقع مل گیا۔ وہ بولی۔ "میں لاڈ پیار سے کبھی کبھی اسے تارا کہتی ہوں۔ فوراً کسی ڈاکٹر کو بلا کر لاؤ۔ دوڑ کر گاڑی میں جاؤ۔"

وہ بڑبڑاتے ہوئے جانے لگا۔ "اونہہ دوڑ کر گاڑی میں جاؤ۔ جب گاڑی ہے تو دوڑنے کی کیا ضرورت ہے اور جب دوڑ کر جانا ہو تو گاڑی کی کیا ضرورت ہوگی۔"

وہ دروازے پر رک گیا پھر بولا۔ "ڈاکٹر پوچھے گا کہ بیماری کیا ہے تو کیا کہوں گا؟"

"کہہ دینا مریضہ بے حد کمزور ہے۔ دماغی کمزوری کے باعث چکراتا ہے اور ایسا ہو تو وہ بے ہوش ہو جاتی ہے۔"

وہ چلا گیا۔ دائی ماں تشویش میں مبتلا ہو گئی۔ یہ خیال پریشان کر رہا تھا کہ کوئی دشمن خیال خوانی کرنے والا اس کے دماغ میں نہ آ جائے۔ آئے گا تو اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنا لے گا۔

اس نے دونوں گلاسوں کو دیکھا وہ میز پر تھے۔ ایک خالی ہو چکا تھا۔ دوسرے میں آدھے سے زیادہ مشروب رہ گیا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ گلاس کیسے بدل گئے تھے؟ اس احمق سے کسی چالاکی کی توقع نہیں تھی۔ اب یہ اندیشہ بھی ہو رہا تھا کہ کیا کسی خیال خوانی کرنے والے نے عادل کے دماغ میں رہ کر گلاس تبدیل کیا ہے؟ اگر ایسا ہے تو وہ دشمن ابھی شی تارا کے اندر موجود ہوگا۔

اس نے جھک کر اُس کی پیشانی کو دیکھا جیسے کسی چھپنے والے کو اس کی کھوپڑی کے اندر دیکھ رہی ہو پھر وہ گھور کر بولی۔ "کون ہو تم؟ تم کون ہو؟ میرے دماغ میں آؤ۔"

کوئی نہیں آیا۔ وہ پھر بولی۔ "میری بیٹی کے دماغ میں چھپنے والے! اسے میں نے دودھ پلایا ہے۔ میں نے راتیں جاگ جاگ کر اس کی پرورش کی ہے۔ اسے تمام ظالم موسموں سے بچایا ہے۔ بیمار ہوتی ہے یا کسی مصیبت میں گرفتار ہوتی ہے تو میں بھگوان سے پرارتھنا کرتی ہوں۔ آج ہاتھ جوڑ کر تم سے پرارتھنا کر رہی ہوں اسے اپنی تابعدار نہ بناؤ۔ اس کے دماغ سے چلے جاؤ۔"

وہ بول رہی تھی لیکن جواب دینے کوئی اس کے اندر نہیں رہا تھا۔ کوئی ہوتا تو آتا۔ دنیا کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لیے یہ بہترین موقع تھا۔ شی تارا جیسی ناقابلِ شکست کو کوئی بھی زیر کر سکتا تھا۔ وہ اپنی ذات سے بے خبر ہو کر دماغ کے دروازے کھلے چھوڑ کر بے ہوش پڑی تھی۔ چوروں کے لیے دعوتِ عام تھی کوئی بھی آئے اور اسے چرا لے۔

دائی ماں کو ذرا تسلی ہوئی کہ کوئی نہیں ہے اس لیے جواب نہیں مل رہا ہے۔ یہ تسلی وہ خود کو دے رہی تھی۔ یہ اندیشہ پھر بھی تھا کہ دشمن خاموشی سے اس کی بیٹی پر تنویمی عمل کرنے میں مصروف ہے۔ اس نے ایک آدھ بار شی تارا کو جھنجھوڑ کر کہا۔ "اٹھو! میں اس لیے جھنجھوڑ رہی ہوں کہ تنویمی عمل کرنے والا سکون سے عمل نہ کر سکے اور کامیاب نہ رہے۔"

اس کا خیال تھا کہ وہ وقفے وقفے سے اسے جھنجھوڑتی رہے گی اور اس کے کان کے پاس بولتی رہے گی تو عمل کرنے والا ڈسٹرب ہوتا رہے گا۔ باہر گاڑی کی آواز سنائی دی تو وہ شی تارا کے پاس سے اٹھ گئی۔ ان گلاسوں پر نظر گئی۔ عقل نے سمجھایا دونوں گلاس وہاں سے ہٹا دیے جائیں۔ ورنہ ڈاکٹر شبہ کرے گا۔

وہ دونوں گلاسوں کو اٹھا کر تیزی سے چلتی ہوئی کچن کی طرف گئی۔ ادھر عادل ڈاکٹر کے ساتھ کمرے میں آیا۔ ڈاکٹر بستر کے پاس آ کر شی تارا کا معائنہ کرنے لگا پھر اس نے کہا۔ "یہ تو اچھی بھلی صحت مند ہے۔ اچانک ہی دماغ کیسے چکرائے گا کوئی وجہ تو ہوگی۔ کیا ایسا پہلے بھی ہوا ہے؟"

دائی ماں نے کمرے میں آتے ہوئے کہا۔ "جی ہاں' یہ بظاہر صحت مند ہے مگر دماغ کمزور ہے۔ کبھی کبھی چکرا کر بے ہوش ہو جاتی ہے۔"

عادل نے کہا۔ "کیا بکواس کرتی ہو۔ یہ پہلے تو کبھی چکرا کر بے ہوش نہیں ہوئی۔"

وہ بولی۔ "ڈاکٹر صاحب! یہ احمق ہے۔ آپ عورتوں کی کچھ بیماریاں جانتے ہیں جن کے باعث وہ کمزور ہو جاتی ہیں۔ کبھی سر چکراتا ہے۔ کبھی بے ہوشی طاری ہو جاتی ہے۔"

عادل نے کہا۔ "شربت پینے سے کوئی بے ہوش نہیں ہوتا۔ دماغ کو ٹھنڈک پہنچتی ہے۔"

"کیا مریضہ نے شربت پیا تھا؟"

"جی ہاں' میں نے بھی شربت پیا۔ بڑے مزے دار تھا مگر پتا نہیں یہ کیوں چکرا کر گر پڑیں۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ میری شہناز کی یہ حالت ہوگی تو میں گلاس نہ بدلتا۔"

دائی ماں نے چونک کر اسے دیکھا۔ ڈاکٹر نے پوچھا۔ "تم نے گلاس کیوں تبدیل کیا تھا؟"

وہ شرمانے لگا۔ ڈاکٹر نے حیرانی سے پوچھا۔ "اس طرح کیوں شرما رہے ہو؟"

وہ بولا۔ "آپ نے سوال ہی ایسا کیا ہے۔ یہ ایسا پرائیویٹ معاملہ ہے کہ بتاتے ہوئے شرم آ رہی ہے۔"

"مسٹر! لگتا ہے کوئی سنگین معاملہ ہے۔ بتاؤ تم نے گلاس تبدیل کیوں کیا تھا؟"

وہ شرماتے ہوئے بولا۔ "مجھے اپنی شہناز کے ہونٹ بہت پسند ہیں لیکن میں انہیں چھو نہیں سکتا کیوں کہ ابھی ہماری شادی نہیں ہوئی ہے۔"

دائی ماں نے کہا۔ "ڈاکٹر صاحب پوچھ رہے ہیں تم نے گلاس کیوں تبدیل کیا؟"

"وہی بتانے جا رہا ہوں۔ تم بوڑھی ہو گئی ہو مگر ایسی باتیں مزے لے کر سن رہی ہو۔ شرم نہیں آتی؟"

دائی ماں نے ہونٹوں کو سختی سے بھینچ کر غصہ برداشت کرتے ہوئے اسے گھورا۔ وہ بولا۔ "شہناز نے اپنے گلاس سے پہلے ایک گھونٹ پیا تو اس کے لبوں کی سرخی گلاس پر نقش ہو گئی۔ میں اس کے لبوں کو چوم نہیں سکتا تھا لہٰذا سرخی کو چومنے کے لیے یہ کھیلا۔"

"کیا مس شہناز نے اعتراض نہیں کیا؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "شہناز کو پتا ہی نہ چلا۔ وہ بھابی جان سے باتوں میں مصروف تھی۔"

ڈاکٹر نے پوچھا۔ "کون بھابی جان؟"

دائی ماں نے پریشان ہو کر اس بات کو ٹالنے کے لیے کہا۔ "کوئی بھابی جان نہیں ہے ڈاکٹر صاحب! یہ آدھا پاگل ہے۔"

"پاگل ہو گی تم۔ تم شربت یہاں دے کر چلی گئی تھیں۔ بھابی جان کیسے نظر آتیں؟ وہ تو دماغ کے اندر بول رہی تھیں۔"

ڈاکٹر نے پوچھا۔ "دماغ کے اندر کیسے بولا جاتا ہے؟"

"آپ نہیں جانتے۔ آپ تو صرف ایک ڈاکٹر ہیں۔ یہ ٹیلی پیتھی کا معاملہ ہے۔ میرے فرہاد بھائی جان کی دوسری شریکِ حیات بھی ٹیلی پیتھی جانتی ہیں۔ یوں سمجھیں ان کا پورا خاندان ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔"

"یہ تم نے کیا بکواس شروع کر دی ہے۔ میں یہاں علاج کرنے آیا ہوں مگر یوں لگتا ہے' پاگل خانے چلا آیا ہوں۔"

دائی ماں نے کہا۔ "ڈاکٹر صاحب! آپ اسے نظر انداز کریں۔ میری بچی کو کسی طرح ہوش میں لائیں' اس کی توانائی بحال کرنے کے لیے کچھ کریں۔"

وہ نسخہ لکھ کر دیتے ہوئے بولا۔ "یہ دوائیں خرید کر اسے کھلاؤ' میں ایک انجکشن لگا رہا ہوں۔ انشاء اللہ جلد ہی یہ ہوش میں آ جائیں گی۔"

اس نے شی تارا کے بازو میں ایک انجکشن لگایا۔ دائی ماں نے فیس ادا کرتے ہوئے کہا۔ "عادل! ڈاکٹر صاحب کو چھوڑ آؤ۔"

وہ ڈاکٹر کا بیگ اٹھا کر باہر آیا۔ اس کے لیے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ ڈاکٹر بیگ لے کر بیٹھ گیا۔ عادل نے اسٹیئرنگ سیٹ سنبھالی پھر کار ڈرائیو کرتا ہوا کوٹھی کے احاطے سے باہر آیا۔ ڈاکٹر نے پوچھا۔ "تم اچھے خاصے نوجوان ہو۔ احمق بھی نہیں لگتے پھر احمقانہ باتیں کیوں کرتے ہو؟"

"اکثر لوگ مجھ سے یہی پوچھتے ہیں۔ میں کیا کروں' اکثر باتیں میری سمجھ میں نہیں آتی ہیں۔ اب یہی دیکھیں کہ ہم دونوں نے ایک ہی جیسا شربت پیا تھا لیکن مجھے کچھ نہیں ہوا اور وہ بے ہوش ہو گئی۔"

"کیا تم یہ نہیں سوچتے کہ گورنس نے مس شہناز کے شربت میں کچھ ملایا ہو گا؟"

"میں نے کچھ ملاتے ہوئے دیکھا نہیں ہے۔ وہ بوڑھی بہت وفادار ہے۔ شہناز نے دو روز پہلے اسے کسی دوسرے ملک سے بلایا تھا۔ اسے بوڑھی پر بھروسا ہے' تب ہی اتنی دور سے بلایا تھا۔ میرا دل نہیں مانتا کہ وہ شہناز کا برا چاہے گی۔"

"کیا وہ تمہارا برا چاہتی ہو گی؟"

"ہو سکتا ہے۔ وہ مجھ سے بہت جلتی ہے۔ لڑتی رہتی ہے۔"

"تم ایک ڈرائیور ہو۔ مس شہناز تمہاری مالکن ہے۔ کیا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

تمہارے عشقیہ انداز سے ناراض نہیں ہوتی ہے۔"

"آپ ناراض ہونے کی بات کر رہے ہیں' ہماری تو شادی ہونے والی ہے۔"

وہ حیرانی سے بولا۔ "اتنی دولت منداور حسین لڑکی ڈرائیور سے شادی کرے گی؟"

"کیا میں ہینڈسم نہیں ہوں۔ ڈرائیور ہوں مگر ایم اے پاس ہوں۔"

وہ پچھلی سیٹ سے آگے کی طرف جھکتے ہوئے اسے غور سے دیکھتے ہوئے بولا۔ "تم نے اتنی تعلیم حاصل کی ہے' تم احمق نہیں ہو سکتے اور اگر احمق ہو تو پھر ایم اے پاس نہیں ہو۔"

"ڈاکٹر صاحب! علم حاصل کرنے کے لیے حافظہ قوی ہونا چاہیے۔ میں جو سبق یاد کر لیتا ہوں اسے کبھی نہیں بھولتا مگر کیا کروں؟ جو سچ ہوتا ہے' اسے سچ کہوں تو احمق کہلاتا ہوں۔ آپ یقین نہیں کر رہے ہیں کہ مس شہناز پر پہلے کبھی ایسا دورہ نہیں پڑا۔ آپ یقین نہیں کر رہے ہیں کہ ایک جیسا شربت پی کر میں آرام سے ہوں اور وہ مصیبت میں مبتلا ہو گئی ہے اور آپ اس سچ کو بھی جھوٹ سمجھیں گے کہ جب میں نے گلاس تبدیل کیا تو بھائی جان اس کے دماغ میں آ کر بول رہی تھیں۔ وہ میرے بھی دماغ میں آتی ہیں۔"

"دیکھو عادل! تم ایک اچھے ہوشمند نوجوان ہو۔ کوئی کسی کے دماغ میں آ کر نہیں بول سکتا۔ یہ بکواس ہے۔"

وہ ایک جھٹکے سے کار روکتے ہوئے بولا۔ "تم میرے فرہاد بھائی جان کو بکواس کہہ رہے ہو۔ گاڑی سے اتر جاؤ۔"

وہ پریشان ہو کر بولا۔ "دیکھو ایسی ہی حرکتوں سے احمق کہلاتے ہو۔ میں نے تمہارے بھائی جان کو نہیں ٹیلی پیتھی کو بکواس کہا ہے۔ تمہیں برا لگتا ہے تو یہ بھی نہیں کہوں گا' پلیز کار چلاؤ۔ اتنی رات کو اس سڑک پر مجھے کوئی گاڑی نہیں ملے گی۔"

"ارے' تمہیں ڈاکٹر کس نے بنایا ہے۔ تم اتنا بھی نہیں جانتے کہ میرے فرہاد بھائی جان ٹیلی پیتھی کی دنیا کے شہنشاہ ہیں۔"

"مجھے افسوس ہے' میڈیکل کالج میں ہمیں یہ نہیں پڑھایا گیا۔ تم سے اتنی اہم معلومات حاصل کرنے کے بعد خوشی ہو رہی ہے۔ اسی خوشی میں گاڑی چلاؤ اور مجھے گھر پہنچا دو۔"

اس نے گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھائی۔ پھر ڈاکٹر کو اس کی کوٹھی کے سامنے پہنچا دیا۔ ڈاکٹر نے کار سے اترتے ہی کہا۔ "پاگل کے بچے! تم اور تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے سب کے سب پاگل ہیں۔ خبردار! آئندہ مریضہ مر بھی جائے تو میرے دروازے پر نہ آنا۔"

"پاگل کے بچے ہو تم! بھلا مر جانے کے بعد کوئی ڈاکٹر کے پاس آتا ہے؟ ٹھیک ہے پتر! آنے دو بھائی جان کو' اگر تمہاری کھوپڑی میں زلزلہ پیدا نہ کرایا تو مجھے عادل چنگیزی نہیں کتا کہہ لینا۔"

وہ کار ڈرائیو کرنے لگا۔ اس کے ذہن میں طرح طرح کے خیالات گڈمڈ ہو رہے تھے۔ اس نے ڈاکٹر سے درست کہا تھا کہ اس کا حافظہ بہت قوی ہے۔ اس لیے بہت زیادہ مارکس حاصل کر کے ایم اے کا امتحان پاس کیا تھا۔ اسے آج شام سے ہونے والی بہت سی غیر معمولی باتیں بھی یاد تھیں' جنہیں وہ شعوری طور سے بھولا ہوا تھا لیکن اس کے شعور میں وہ سب کچھ موجود تھا۔

اسے اب تنہائی میں ویران سڑک سے گزرتے ہوئے یاد آ رہا تھا کہ اس نے ہوٹل میں شی تارا کو گالیاں دی تھیں لیکن شہناز کو غصہ آیا تھا۔ اس نے غصے میں کہا تھا۔ "تم نے مجھے گالیاں دینے کی جرات کیسے کی؟"

وہ چونکہ بھائی جان کا شدت سے انتظار کر رہا تھا اس لیے اتنی اہم بات بھول گیا تھا پھر وہ گھر میں بے ہوش ہو گئی تھی تو بوڑھی گورنس اسے "تارا تارا" کہہ کر آوازیں دے رہی تھی۔ ہوٹل اور گھر کی باتیں اس کے دماغ میں گڈمڈ ہو رہی تھیں۔

اسے ایسا ہی لگتا تھا جیسے وہ بانو شہناز نہیں ہے۔ بلکہ شی تارا ہے لیکن وہ پچھلے دو ماہ سے بانو شہناز کو دیکھتا' اس کی خدمت کرتا اور اس سے عشق کرتا آ رہا تھا اس لیے اسے دل سے شہناز ہی کہتا تھا۔

سوچتے سوچتے سر میں درد ہو رہا تھا۔ اس نے لاری اڈے کے ایک چائے خانے کے سامنے گاڑی روک دی۔ اپنی سیٹ پر سے آواز دی۔ "چھوٹے! ایک ڈبل دودھ پتی لے آ۔"

اس نے دھیمی آواز میں کیسٹ ریکارڈر کو آن کیا۔ نیم کلاسیکل موسیقی ابھرنے لگی۔ شہناز انگلش پاپ میوزک کے کیسٹس سنتی تھی لیکن پچھلے دن سے کیسٹس بدل گئے تھے۔ شہناز ہندوستانی موسیقی سننے لگی تھی۔ اُس نے اس تبدیلی پر غور نہیں کیا تھا۔

اب غور کرنے سے یاد آیا کہ اس کی عادتیں بھی کچھ بدل گئی ہیں۔ شہناز خیالوں کی دنیا میں نہیں رہتی تھی جب کہ یہ شہناز خلا میں تکتی رہتی تھی جیسے گہری سوچ میں ہو یا خیال خوانی میں مصروف ہو پھر وہ سوچتے سوچتے آپ ہی آپ ہنسنے لگتی تھی جیسے کوئی اُس سے ہنسنے مسکرانے کی باتیں کر رہا ہو۔

چائے آ گئی۔ وہ پینے لگا۔ اچانک ہی کئی مسلح سپاہی چائے خانے کے اطراف سے آئے پھر انہوں نے وہاں بیٹھے ہوئے مسافروں میں سے دو افراد کو گھیر لیا۔ ایک نے شلوار قمیص کے اندر ریوالور چھپایا ہوا تھا۔ ریوالور نکالنے کے لیے اُس نے لباس کے اندر ہاتھ ڈالا لیکن انسپکٹر نے ہوائی فائر کر کے کہا۔ "خبردار! ہاتھ اوپر کرو ورنہ دوسری گولی تمہیں لگے گی۔"

عادل کار سے باہر آ گیا۔ انسپکٹر اس شخص کے لباس سے ریوالور برآمد کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "مسٹر بھارتی جاسوس! یہ داڑھی لگا کر جناح کیپ پہن لینے سے تم مسلمان یا پاکستانی نہیں بن جاؤ گے۔"

وہ اس کی جناح کیپ اور نقلی داڑھی مونچھیں اتار رہا تھا۔ عادل نے حیرانی سے دیکھا۔ اس داڑھی مونچھوں والے کی صورت بالکل بدل گئی تھی۔ چند لمحے پہلے وہ ایک پاکستانی مسلمان تھا اب بھارتی جاسوس ثابت ہو رہا تھا۔

عادل کے دماغ میں آندھیاں سی چلنے لگیں۔ ایک دم سے شی تارا یاد آنے لگی تھی۔ انسپکٹر کہہ رہا تھا۔ "تم یہاں دین محمد کہلاتے ہو جبکہ تمہارا اصل نام وجے شنکر ہے۔ ہم نے ہوٹل کے کمرے سے تمہارے خلاف بہت سے ثبوت حاصل کیے ہیں۔"

عادل کے اندر ایک شور برپا تھا۔ دین محمد یا وجے شنکر؟ بانو شہناز یا شی تارا؟ ہندو یا مسلمان؟ بھارتی یا پاکستانی؟ وہ کون ہے؟ دو ماہ سے جس کی ملازمت کر رہا ہے اور جس سے عشق کر رہا ہے' کیا وہ شہناز ہے؟ اگر شہناز ہے تو شی تارا کو پڑنے والی گالیوں سے برہم کیوں ہوتی ہے؟ وہ بوڑھی اسے تارا کیوں کہتی ہے۔

وہ بہت دیر تک اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھا سوچتا رہا۔ پھر اس نے کار اسٹارٹ کی۔ اُس وقت رات کا ایک بجا تھا۔ وہ لمبے راستوں سے کار چلاتا اور سوچتا ہوا کوٹھی کے احاطے میں پہنچا تو دو بج رہے تھے۔ شی تارا گیارہ بجے ہوش میں آئی تھی۔ بہت کمزوری محسوس کر رہی تھی۔ دائی ماں نے اسے دودھ میں اوولٹین ملا کر دیا۔ وہ پینے کے بعد پھر سو گئی۔ اس کے بعد دائی ماں بھی سونے کے لیے دوسرے کمرے میں چلی گئی۔

وہ کمزوری کے باعث سو گئی تھی لیکن ذہن پر ایک خوف سا طاری تھا کہ وہ ٹریپ کی گئی ہے۔ عادل کے پیچھے کوئی دشمن ہے۔ اُس نے اسے اعصابی کمزوریوں میں مبتلا کیا ہے۔ اب وہ دشمن کے چنگل سے نکل نہیں پائے گی۔ ابھی اس پر تنویمی عمل ہونے والا ہے پھر وہ ہمیشہ کے لیے دشمن کی تابعدار اور کنیز بن جائے گی۔

چونکہ اس نے دشمن کی صورت نہیں دیکھی تھی' صرف دوا پلانے والے عادل کو دیکھا تھا اس لیے وہی خواب میں نظر آ رہا تھا۔ اس کے قریب آ کر کہہ رہا تھا۔ "اسی طرح چاروں شانے چت لیٹی رہو۔ میں عادل نہیں' پارس ہوں۔ تمہیں اپنا تابعدار بنانے آیا ہوں۔ اپنا بدن ڈھیلا چھوڑ دو اور ٹرانس میں آ جاؤ۔"

وہ التجا کرنے لگی۔ "نہیں پارس! مجھ پر عمل نہ کرو۔ مجھے داشتہ بنا لو مگر اپنی معمولہ نہ بناؤ۔ میں ساری عمر غلامی برداشت نہیں کروں گی۔ مر جاؤں گی۔"

"مجھے افسوس ہے۔ یاد کرو' ان منحوس تین تاریخوں میں سے ایک تاریخ آج ہے۔ جوتش ودیا نے جو کہا' وہ پورا ہو رہا ہے' اپنے مقدر کے سامنے سر جھکا لو۔"

"نن..... نہیں۔ ٹھہرو پارس! میں ایک بہت بڑی آفر دیتی ہوں۔ میں ہندو دھرم چھوڑ دوں گی۔ مجھے مسلمان بنا لو مگر اپنی معمولہ نہ بناؤ۔"

عادل اس کے بستر کے قریب آ کر کھڑا ہوا تھا اور نیند میں اس کی بڑبڑاہٹ سن رہا تھا۔ اس نے شی تارا پر جھک کر پوچھا۔ "تم ہندو ہو۔ اس کا مطلب یہ کہ واقعی شی تارا ہو؟"

اُس کے اس سوال پر شی تارا کے خواب میں مداخلت ہوئی۔ اس کی نیند کچی ہوئی لیکن خوف کے باعث پارس اور عادل کی صورتیں گڈمڈ ہو گئی تھیں۔ اس نے نیم خوابی کی حالت میں آنکھیں کھولیں تو عادل کا چہرہ اپنے اوپر جھکا ہوا نظر آیا۔ اس نے اور زیادہ سہم کر سوچا کہ تنویمی عمل کرنے والا عادل کے ذریعے اس پر جھکا ہوا ہے' وہ گھبرا کر بولی۔ "نہیں' مجھ پر تنویمی عمل نہ کرو۔ میں ویسے ہی تمہاری کنیز بن کر رہوں گی۔"

اس بات پر عادل کو میری داستان کے وہ تمام واقعات یاد آئے جن میں مختلف انداز سے تنویمی عمل پیش کیا گیا تھا۔ اس کے دماغ میں یہ بات آئی کہ وہ سحرزدہ ہو رہی ہے۔ کیا یہ میری آنکھوں سے' آواز سے متاثر ہو کر معمولہ بننا چاہتی ہے۔ کیا میں ایسا عمل کر سکتا ہوں؟

اس نے آزمائش کے طور پر اسے گھور کر دیکھتے ہوئے کہا۔ "خاموش رہو اور میری آنکھوں میں دیکھتی رہو۔"

وہ سہم کر چپ ہو گئی۔ تنویمی عمل کے لیے لازمی ہے کہ جسے معمولہ بنایا جا رہا ہو اسے اپنی مقناطیسی آنکھوں اور سحرزدہ کرنے والی بھاری بھرکم آواز سے متاثر کیا جائے۔ اس وقت شی تارا کے حالات کے مطابق یہ شرائط پوری ہو چکی تھیں' وہ دماغی کمزوری اور خوف کے باعث پہلے ہی عادل کو عامل سمجھ کر متاثر ہو چکی تھی اور جب تاثر قائم ہو جائے تو سامنے والے کی ہر بات دماغ پر نقش ہوتی جاتی ہے۔

اسے تنویمی عمل کا طریقۂ کار اچھی طرح یاد تھا۔ اُس نے اسی طریقہ سے کہا۔ "تم شی تارا ہو اور میری معمولہ ہو' بولو۔" اس نے آخری لفظ ڈانٹ کر ادا کیا۔ ڈانٹنے سے کمزور ذہن اور متاثر ہوا۔ وہ بولی۔ "میں شی تارا ہوں تمہاری معمولہ ہوں۔"

"اب میں تم سے عشق نہیں کروں گا کیوں کہ تم ایک دن میرے بھائی جان کے بیٹے پارس کی دلہن بننے والی ہو۔ میں تمہیں حکم دیتا ہوں' پارس کی دلہن بن جاؤ۔"

"میں پارس کی دلہن بن جاؤں گی۔"

"میں تمہیں حکم دیتا ہوں' شادی سے پہلے مسلمان ہو جاؤ۔"

وہ سحرزدہ ہو کر بولی۔ "میں شادی سے پہلے مسلمان ہو جاؤں گی۔"

"یہ عادل چنگیزی حکم دیتا ہے کہ تم پاکستان میں جاسوسی نہیں کرو گی۔"

اُس نے اس کی بات دہراتے ہوئے وعدہ کیا۔ وہ بولا۔ "یہ میرا حکم ہے کہ دماغی اور جسمانی توانائی بحال ہونے کے بعد تم پارس کو تلاش کرو گی اور اس کے پاس جاؤ گی۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"میں پارس کو تلاش کروں گی اور اس کے پاس جاؤں گی۔"

"اور جب تک پارس نہیں ملے گا' تم مجھے ہر جگہ اپنے ساتھ رکھو گی۔"

اُس نے یہ وعدہ بھی کیا۔ عادل نے کہا۔ "تم روزانہ صبح و شام میرے دماغ میں آؤ گی۔ میرے خیالات کی لہروں کو اپنے ساتھ لے کر پرواز کراؤ گی اور اس طرح مجھے ٹیلی پیتھی سکھاتی رہو گی۔"

"میں تمہاری سوچ کی لہروں کو صبح و شام پرواز کراؤں گی اور تمہیں ٹیلی پیتھی سکھاتی رہوں گی۔"

"اب تم آنکھیں بند کرو اور سکون سے تنوِیمی نیند پوری کرو۔"

شی تارا کی آنکھیں مسلسل عادل کی آنکھوں کو تک رہی تھیں اُس نے حکم کے مطابق آنکھیں بند کر لیں پھر گہری نیند میں ڈوبتی چلی گئی۔

عادل تھوڑی دیر تک اسے دیکھتا رہا۔ جب یقین ہو گیا کہ وہ سو رہی ہے تو وہ دبے قدموں کمرے سے باہر آیا پھر کوٹھی سے باہر آیا۔ اسے مسرتیں برداشت نہیں ہو رہی تھیں' باہر آتے ہی اس نے بڑک ماری۔ "اوئے جیو عادل چنگیزی! آج سے تُو ہپناٹزم کا ماہر ہو گیا۔ تُو نے شی تارا جیسی ناقابلِ شکست عورت کو زیر کیا ہے۔ اوئے یہ تو کمال ہو گیا۔"

وہ دوڑتا ہوا لان کی گھاس پر آیا پھر اچھل اچھل کر قلابازیاں کھانے لگا۔

****

پارس انتظار کر رہا تھا۔ شی تارا نے کہا تھا کہ وہ اپنے ایک مہمان کو شربت پلا کر ابھی آئے گی لیکن وہ نہیں آ رہی تھی۔ پارس کو یہ معلوم نہیں ہو سکتا تھا کہ وعدے کے مطابق نہ آنے والی پر کون سی افتاد آ پڑی ہے۔ اگر شی تارا کی اصل آواز اور اس کا لہجہ معلوم ہوتا تو وہ باربرا سے کہتا۔ یوں انکشاف ہو جاتا کہ وہ اعصابی کمزوریوں میں مبتلا ہے۔ سانس نہیں روک سکتی ہے اور اس کا دماغ کھلی ہوئی کتاب کی طرح چور خیالات پڑھنے کی دعوت دے رہا ہے۔"

وہ بہت بڑی مصیبت میں گرفتار ہونے کے باوجود اس پہلو سے خوش نصیب تھی کہ ابھی تک دنیا کے کسی بھی خیال خوانی والے کو اس کی دماغی کمزوری اور بے بسی کا علم نہیں ہوا تھا۔ اس نے رُوپوشی کا جو طریقہ اختیار کر رکھا تھا وہ آج کام آ رہا تھا۔

پارس نے تمام خیال خوانی کرنے والوں کو ایک گھنٹے کا وقت دیا تھا۔ وہ ایک گھنٹا گزر چکا تھا' پہلے الپا نے فلاور کے دماغ میں آ کر کہا۔ "میں فارمولوں کا اپنا حصہ لینے کے لیے کچھ لوگوں کو بھیج رہی ہوں۔"

پارس نے کہا۔ "صرف ایک شخص یہاں آئے گا۔ ایک سے زیادہ ہوا تو ہم اسے گولی مار دیں گے۔"

"اچھی بات ہے۔ ایک ہی آئے گا۔ یہ جو پہاڑی ہے۔ اس کی چوٹی پر ایک ہیلی کاپٹر اتارا جائے گا' تمہیں کوئی اعتراض ہے؟"

"اعتراض نہیں' اجازت ہے۔ ہیلی کاپٹر کتنی دیر میں آئے گا؟"

"آدھے گھنٹے میں پہنچ سکتا ہے۔"

اس نے وقت بتاتے ہوئے کہا۔ "اپنی گھڑی ملاؤ اور ٹھیک پینتالیس منٹ کے بعد ہیلی کاپٹر کو پہاڑی پر اتارنے کے لیے کہو۔ وہاں ایک پتھر پر ٹارچ کی روشنی میں دو کاغذات رکھے ہوئے نظر آئیں گے' تمہارا آدمی صرف دس منٹ میں وہ کاغذات اٹھا کر واپس چلا جائے ورنہ گیارہویں منٹ پر ایک بم بلاسٹ ہو گا اور ہیلی کاپٹر کے پرخچے اڑ جائیں گے۔ اپنے آدمیوں کو اچھی طرح سمجھا کر روانہ کرو۔"

الپا چلی گئی۔ پارس نے مرینا کو بلا کر وہ دو کاغذ دیے پھر کہا۔ "پاشا اور عبداللہ کے ساتھ پہاڑی کی چوٹی پر مسلح ہو کر جاؤ۔ ریموٹ کنٹرول سے بم بلاسٹنگ کا انتظام کرو۔ ان کاغذوں کو ٹارچ کی روشنی میں کسی اونچے پتھر پر رکھ دو۔ میری گھڑی سے وقت ملاؤ۔"

مرینا نے وقت ملایا۔ وہ بولا۔ "ہیلی کاپٹر سے اترنے والا ایک ہی آدمی ہو گا۔ پائلٹ کے علاوہ کوئی تیسرا نظر آئے تو ریموٹ کنٹرول سے ان سب کے چیتھڑے اڑا دو۔ ایسے کاغذات وہاں سے لے جانے کے لیے صرف دس منٹ کا ٹائم دو۔ گیارہویں منٹ پر اسے زندہ واپس نہیں جانا چاہیے۔"

وہ عبداللہ اور پاشا کو لے کر پورے انتظامات کے ساتھ پہاڑی پر چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد وِکی سول نے فلاور کے ذریعے کہا۔ "میں اپنے حصے کے کاغذات لینے آیا ہوں۔"

پارس نے کہا۔ "تم فلاور کے دماغ میں ہو۔ یہ تمہارے کاغذات پڑھے گی تم وہ فارمولے نوٹ کرتے جاؤ۔"

وہ بولا۔ "فلاور کے دماغ میں دوسرے خیال خوانی کرنے والے بھی آتے ہیں۔ وہ لوگ میرے فارمولے سن کر نوٹ کر لیں گے۔ ہم نے طے کیا ہے کہ ہمارا ایک آدمی وہاں آئے گا۔"

پارس نے کہا۔ "آگے نہ کہو۔ میں سمجھ گیا۔ وہ ہیلی کاپٹر میں پہاڑی پر آئے گا لیکن میری شرائط سن لو' وہ تنہا آئے گا۔ زیادہ سے زیادہ ایک پائلٹ ہو گا۔ کوئی تیسرا ہوا تو ایک بھی زندہ واپس نہیں جائے گا۔ دس منٹ سے ایک سیکنڈ زیادہ نہیں ہونا چاہیے ورنہ ان فارمولوں کے ساتھ اپنا آدمی اور ہیلی کاپٹر بھی گنوا دو گے۔"

اسرائیل اور امریکا دونوں کے ہیلی کاپٹرز شہر بیضابہ پہنچے ہوئے تھے الپا نے بلیک آدم کے پاس آ کر اسے پارس کی تمام شرائط سنائیں پھر کہا۔ "برادر! تم وہاں کسی موقع سے فائدہ اٹھا کر پارس پر غالب آنا چاہتے تھے لیکن اس نے پہاڑی پر بھی سخت دفاعی انتظامات کیے ہیں۔ وہ بہت چالاک ہے' اپنے کسی آدمی کا نقصان کیے بغیر تم سب کو ریموٹ کنٹرول کے ذریعے فنا کر دے گا۔ بہتر ہے' تم نہ جاؤ۔ صرف پائلٹ کو جانے دو۔ میں پائلٹ کے اندر رہوں گی۔ وہ کاغذات لے آئے گا۔"

"سسٹر! بظاہر ایک پائلٹ ہی پہاڑی پر جائے گا۔ اس سے پہلے پہاڑی کے پچھلے حصے پر ہیلی کاپٹر کی پرواز نیچی ہو گی میں اس پر سے چھلانگ لگا کر چھپتا ہوا اس بستی میں پہنچوں گا۔"

"اتنا بڑا خطرہ مول لینے کی کیا ضرورت ہے؟"

"ضروری ہے۔ ابھی فارمولوں کے وہ تمام کاغذات پارس کے پاس ہیں۔ پہلے ہم ہی اپنا حصہ لینے جا رہے ہیں۔ اگر میں کسی طرح اس بلند و بالا بُت کے اندر پہنچ جاؤں گا تو وہ تمام کاغذات چرا کر یا چھین کر لے آؤں گا۔"

"کہیں تم پارس سے انتقام لینے کے ارادے سے تو نہیں جا رہے ہو؟ اس نے تمہیں دو بار زِچ کیا ہے۔ ایک بار تمہارے تمام ہتھیاروں کے کارتوس غائب کر کے تمہیں بے بس اور مجبور بنا دیا۔ دوسری بار نیند کے دوران تمہاری شہ رگ تک آیا اور اس لیے زندہ چھوڑ کر چلا گیا کہ تم سو رہے تھے۔"

"ہاں اس نے مردانگی بھی دکھائی ہے اور میرا مذاق بھی اُڑایا ہے لیکن میں فی الحال انتقام لینے نہیں بلکہ زیادہ سے زیادہ کاغذات حاصل کرنے جا رہا ہوں۔"

اس نے گردن سے لے کر ٹخنوں تک سیاہ لباس پہن لیا تھا۔ سیاہ پلاسٹک کی کیپ اور سیاہ جوتے پہنے تھے۔ تاریکی میں وہ آسانی سے چھپ سکتا تھا۔ اینٹی ڈارک گوگلس کے ذریعے دشمنوں کو دیکھ سکتا تھا۔ اس نے ہیلی کاپٹر میں سوار ہو کر چہرے پر کالک تھوپ لی تاکہ گورا رنگ دکھائی نہ دے۔ اتنے اہتمام کے ساتھ وہ بیضابہ سے روانہ ہو گیا۔

اُدھر وِکی سول نے سپر ماسٹر کو تمام رپورٹ سنائی پھر کہا۔ "اس نے ہیلی کاپٹر کے ذریعے صرف ہمارے ایک آدمی کو آنے کی اجازت دی ہے۔ اگر وہاں مقرر کردہ تعداد سے زیادہ ایک فرد بھی زیادہ نظر آیا تو وہ سب کو بم کے دھماکوں سے تباہ کر دے گا۔ یہ ہم نہیں جانتے کہ اس نے ہمارے خلاف کیسے کیسے انتظامات کیے ہیں۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "وِکی! ابھی تمہیں بڑے تجربات سے گزرنا ہے۔ اپنی ذہانت اور صلاحیتوں کو آزماؤ۔ یوں سمجھو کہ ہمارا کوئی بھی مخالف ان فارمولوں کے صرف دو کاغذات قبول نہیں کرے گا۔ سب ہی کی یہ کوشش ہو گی کہ اسے تمام کاغذات مل جائیں۔ وہ پارس کو وہاں قابو میں کرنے اور اس کے حصے کے کاغذات کی تحریر معلوم کرنے کی بھی کوششیں کریں گے۔ یہ سب ہی سمجھ رہے ہیں کہ یہ موقع ہاتھ سے نکلے گا تو وہ فارمولے پھر کبھی یکجا نہیں ملیں گے سب تقسیم ہو کر مختلف سمتوں میں چلے جائیں گے۔"

"سچ پوچھو ماسٹر! تو میں بھی یہی سوچ رہا ہوں' ان تمام فارمولوں کو صرف ہماری تحویل میں آنا چاہیے۔ ہماری جو ٹیم بیضانہ میں ہے' میں نے انہیں ہر طرح کے ہتھیار سے لیس کیا ہے۔ ان کے پاس ایسے ڈی ٹیکٹیو آلات ہیں جو بارودی سُرنگوں اور چُھپے ہوئے بموں کی نشاندہی کرتے ہیں اور ایسے ریموٹ کنٹرولز بھی ہیں جو دور ہی سے بموں کو فیوز کر دیتے ہیں۔"

"پارس نے اس بستی کے اطراف جگہ جگہ بم چھپائے ہیں۔ تم نے اس کا توڑ رکھا ہے۔ یہ دانشمندی ہے لیکن ہماری خفیہ آرمی وہاں تک کیسے پہنچے گی؟"

"ہمارے تین ہیلی کاپٹرز دوسری پہاڑی پر اتریں گے۔ وہاں سے بستی کا فاصلہ بہت کم ہے۔ رات کی تاریکی سازگار ہو گی۔ ایک بار ہماری آرمی اس بستی میں گھس جائے تو پھر وہ فارمولے اور پارس کی لاش لے کر ہی نکلے گی۔"

پارس بستی میں تھا۔ اس نے الپا کو پینتالیس منٹ بعد اپنا آدمی بھیجنے کو کہا تھا۔ وہ وقت قریب تھا۔ ایک ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ مرینا نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"پارس! ہیلی کاپٹر پہاڑی کے پیچھے سے آ رہا ہے۔"

"ہاں کچھ گڑبڑ ہے۔ کیا تمہیں نظر آ رہا ہے؟"

"نہیں' اس کی ہلکی سی روشنی بھی دکھائی نہیں دے رہی ہے۔ پاشا غیر معمولی قوتِ سماعت سے اس کی سمت بتا رہا ہے۔ یہ کہہ رہا ہے کہ پہاڑی کے پیچھے اُس کی پرواز نیچی ہے۔ پتھروں اور چٹانوں کے پیچھے سے ابھرے گا۔ بلندی پر آئے گا تو یہ تاریکی میں بھی اسے پرواز کرتے دیکھ لے گا۔"

ایک منٹ کے بعد مرینا نے کہا۔ "پاشا بتا رہا ہے کہ ہیلی کاپٹر نظر آ گیا ہے' اس کی آواز بھی قریب آتی جا رہی ہے۔"

وہ پارس کے دماغ میں کمنٹری کر رہی تھی۔ یہ بتاتی جا رہی تھی کہ ہیلی کاپٹر پہاڑی پر آ کر اتر گیا ہے۔ اترنے سے پہلے ہیلی کاپٹر سے سرچ لائٹ کی روشنی دور تک پھیل گئی تھی۔ اس سے ایک پائلٹ اتر کر اُس پتھر کے پاس آیا اور وہاں سے کاغذات اٹھا کر چلا گیا۔ پاشا نے دور سے دیکھ کر بتایا کہ پائلٹ تنہا آیا تھا۔

پھر وہ ہیلی کاپٹر واپس جانے لگا۔ پارس نے کہا۔ "یہودی بہت چالاک ہوتے ہیں مگر یہاں غلطی کر گئے۔"

باربرا نے پوچھا۔ "کیسی غلطی؟"

"ہیلی کاپٹر اس روٹ سے واپس گیا ہے جو بیضابہ کا سیدھا راستہ ہے۔ یہ آتے وقت سیدھے راستے سے نہیں آیا۔ پہاڑی کے پیچھے سے گھوم کر آیا تھا۔ میں یقین سے کہتا ہوں کہ پچھلے راستے سے دشمن آ رہے ہیں۔"

وہ ہیلی کاپٹر جا چکا تھا۔ دور تک خاموشی چھا گئی تھی۔ دس منٹ کے بعد ہی ہیلی کاپٹروں کی آوازیں سنائی دیں۔ مرینا نے پھر مخاطب کیا۔ "پارس! یہ پاشا کہہ رہا ہے کہ اسے تین ہیلی کاپٹر دکھائی دیے تھے پھر وہ بت کے بائیں طرف والی پہاڑی کی بلندی پر جا کر گم ہو گئے ہیں۔"

پارس نے کہا۔ "تم عبداللہ اور پاشا کے ساتھ پہاڑی سے اتر

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

آؤ۔"

"ہمیں کیوں بلا رہے ہو۔ پاشا اس بلندی سے اس دوسری پہاڑی کی طرف دیکھ سکتا ہے اور معلوم کر سکتا ہے کہ کون اور کتنے لوگ آرہے ہیں۔"

"بے شک' وہ وہاں سے بہت کچھ معلوم کر سکتا ہے لیکن الپا کے بھیجے ہوئے ہیلی کاپٹر سے کچھ مسلح یہودی پہاڑی کے پیچھے اترے ہوں گے۔ وہاں ان سے نہ ٹکراؤ۔ فوراً نیچے آجاؤ۔"

انہوں نے ہدایات پر عمل کیا۔ نیچے آنے لگے۔ ان سے کافی دور اسی پہاڑی پر بلیک آدم پہنچا ہوا تھا۔ اس نے بھی ہیلی کاپٹروں کی آوازیں سنی تھیں۔ آنکھوں پر اینٹی ڈارک گوگلس پہنے ہوئے تھے۔ اس کے ذریعے محدود فاصلے تک دیکھ سکتا تھا جب کہ پاشا حدِ نظر تک دیکھ لیا کرتا تھا۔ اسے وہ تینوں ہیلی کاپٹرز نظر نہیں آئے لیکن آوازوں سے معلوم ہوا کہ اس پہاڑی کی ڈھلان کے بعد جو دوسری پہاڑی شروع ہوتی ہے وہیں وہ ہیلی کاپٹرز غائب ہوئے ہیں۔

وہ دل ہی دل میں ان آنے والوں کو گالیاں دینے لگا اس کے اندازے کے مطابق وہ سپرماسٹر کے گوریلے فائٹر ہوں گے۔ الپا اور بلیک آدم کو ابھی تک یہ معلوم نہیں ہوا تھا کہ جس مرینا کی ٹیم سے وہ دو بار شکست کھا چکے ہیں اس پوری ٹیم کو فرہاد نے ٹریپ کرلیا ہے۔ بلیک آدم سوچ رہا تھا کہ مرینا کی ٹیم سے بھی ٹکراؤ ہو سکتا ہے۔

دوسری طرف وکی سول خفیہ آرمی کے کمانڈر لوگاس کے اندر موجود تھا۔ اس آرمی میں بارہ گوریلا فائٹرز تھے وہ سب جدید ہتھیاروں سے لیس تھے۔ آنکھوں پر اینٹی ڈارک لینسز چڑھے ہوئے تھے۔ وہ تاریکی میں ٹارچ کی روشنی کے بغیر دوسری پہاڑی سے اتر آئے تھے اور ڈی ٹیکٹیو آلات کے ذریعے بارودی سُرنگوں اور چھپے ہوئے بموں کا سراغ لگاتے جارہے تھے اگر معلوم ہوتا کہ فلاں جگہ بم پوشیدہ ہیں تو مخصوص ریموٹ کنٹرولر کے ذریعے راہ میں حائل ہونے والے بموں کو فیوز کرکے آگے بڑھ جاتے تھے۔

بستی میں داخل ہونے کے لیے بلیک آدم بھی پہاڑی سے نیچے اتر رہا تھا پھر اترنے کے بعد وہ بھی گھنے جنگل میں پہنچ گیا تھا اس کے پاس بھی ڈی ٹیکٹیو آلہ تھا جس کے ذریعے وہ بارودی سُرنگوں اور بموں سے بچتا جارہا تھا۔ جنگل میں پہنچنے کے بعد ہی اس نے کانوں پر ہیڈ فون پہن کر مائیکرو فون کو آن کر دیا۔ ایسا کرنے سے جلد ہی پتا چلا کہ کچھ لوگ اسی کی طرف چلے آرہے ہیں۔ ان کے قدموں کی آواز قریب آتی جارہی تھیں۔

وہ دبے قدموں چلتا ہوا ایک بڑے پتھر کے پیچھے آکر چھپ گیا پھر سر اٹھا کر دیکھنے لگا۔ الپا نے کہا۔ "کسی ایک دشمن کو قابو میں کرو گے تو معلوم کرسکوں گی کہ کس کی ٹیم تمہارے مقابلے پر ہے۔"

اس نے دیکھا' دو مسلح افراد فوجی وردی میں چلے آرہے تھے۔ بڑی احتیاط سے ڈی ٹیکٹیو آلے کے ذریعہ بموں کا سراغ لگانے کے انداز میں آگے بڑھ رہے تھے۔ دائیں بائیں' اوپر نیچے دیکھ رہے تھے تاکہ دشمن درختوں میں چھپے ہوں یا پتھروں اور چٹانوں پر سے چھلانگیں لگانے والے ہوں تو وقت سے پہلے وہ سنبھل جائیں۔

دونوں نے اس پتھر کی سمت بھی دیکھا جس کے پیچھے وہ چھپا ہوا تھا پھر وہ دبے قدموں آگے بڑھتے ہوئے پتھر کے قریب آئے وہاں رک کر انہوں نے دور دور تک نظریں دوڑائیں پھر آگے بڑھنے لگے اس دوران وہ پتھر کے اوپر آکر کھڑا ہو گیا تھا' جیسے ہی دونوں پلٹ کر جانے لگے اس نے چھلانگ لگا کر پیچھے سے بیک وقت دونوں کی گردنیں دونوں بازوؤں میں دبوچ لیں۔

یہ اُس کا مخصوص داؤ تھا کسی بھی شہ زور کی گردن اپنے بازو میں دبوچ لیتا تھا تو شاید ہی کوئی مقدر والا ہوتا جو رہائی پا لیتا تھا ورنہ گردن کی ہڈی ضرور ٹوٹ جاتی تھی۔ وہ دونوں گوریلا فائٹر شہ زور بھی تھے اور تجربہ کار بھی وہ اپنی گردنیں چھڑا لیتے لیکن وہ ایسے وقت ان کے سر ٹکرا دیتا تھا۔ مُنہ سے آواز نہیں نکل پاتی تھی۔ دم گھٹ رہا تھا جب سانس لینے کی مہلت نہ مل رہی ہو تو بدحواسی طاری ہو جاتی ہے۔ کوئی داؤ پیچ کام نہیں آتا۔ ذرا سی دیر میں دونوں کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ گئے۔

اس نے ایک کو چھوڑا وہ زمین پر گر پڑا۔ اس نے دوسرے کو داؤ پر رکھ کر اُس کی گردن توڑ دی۔ دوسرا اپنی آخری تمام قوتیں سمیٹ کر اٹھ رہا تھا' اس نے دوسرے کی گردن دبوچ کر پوچھا۔ "بولو کون ہو تم؟"

وہ گرفت میں رہ کر کانپتے ہوئے بولا۔ "میں جو بھی ہوں' مجھے مار کر تم پچھتاؤ گے۔"

"میرے پچھتانے کی فکر نہ کرو۔ سوال کا جواب دو۔"

"پارس! تمہارے سوال کا جواب یہی ہے کہ اس جنگل سے زندہ واپس نہیں جاسکو گے۔"

الپا نے کہا۔ "یہ سپرماسٹر کی خفیہ آرمی کا سپاہی ہے۔ یہ تعداد میں بارہ ہیں۔ دو کو تم نے ختم کر دیا ہے باقی دس رہ گئے ہیں۔ یہ سب یوگا کے ماہر ہیں' ان کے کمانڈر کا نام لوگاس ہے۔ وِکی سول اس کے دماغ میں موجود رہتا ہے۔ اسے ختم کردو۔"

بلیک آدم نے اس کی گردن توڑ دی۔ الپا نے کہا۔ "پاپک مائس قبیلے کا ایک بونا بیضابہ گیا تھا۔ اسے کمانڈر لوگاس نے اناج اور ضروریاتِ زندگی کی چیزیں دیں۔ اُس نے اسے بتایا ہے کہ کچھ عرصے پہلے ایک شخص اس قبیلے میں آیا تھا اور اپنی کوئی امانت قبیلے کے سردار کے حوالے کی تھی۔ بیس فٹ اونچے بت کے سر کے اندر دو کمرے ہیں۔ ان میں سے ایک کمرے کے اندر وہ امانت ایک جگہ چھپا کر رکھی گئی ہے۔"

"وہ شخص پاشا ہوگا اور وہ امانت یقیناً فارمولوں کی صورت میں ہوگی لیکن پارس ان فارمولوں کو وہاں سے نکال چکا ہوگا۔"

"ہاں' پھر بھی وہاں پہنچ کر اُس کھوپڑی کے اندر ضرور جانا' ہو سکتا ہے' کچھ مل جائے۔"

"یہ خفیہ آرمی کے لوگوں کے حواس پر پارس چھایا ہوا ہے۔ یہ کمبخت مرنے والا مجھے پارس سمجھ رہا تھا۔"

"برادر! اس بستی میں وہی ایک خطرناک اور ناقابلِ شکست شیطان ہے۔ اوّل تو اس سے سامنا نہ کرنا اگر ہو تو مقابلے کے دوران کسی خوش فہمی میں مبتلا نہ رہنا کہ تم اس سے بازی لے جاؤ گے۔"

"سسٹر! مجھے افسوس ہے کہ تم اپنے برادر کی ایسی شہ زوری دیکھ کر بھی پارس سے خوف زدہ ہو۔ میں نے اس کا ٹائپ اچھی طرح سمجھ لیا ہے۔ وہ ہم جیسے شہ زوروں سے مقابلہ نہیں کرتا ہے' دور ہی سے کترا جاتا ہے۔ اسی لیے وہ ایک بار مجھے نہتا کر کے بھاگ گیا۔ دوسری بار مجھے نیند سے جگانے کی جرات نہ کرسکا۔ اس بستی میں وہ ضرور ملے گا۔ تم دیکھ لینا کہ تمہارا برادر اسے کیسی ذلت کی موت دیتا ہے۔"

وہ پھر بستی کی سمت جانے لگا۔ بستی زیادہ دور نہیں تھی۔ بارودی سُرنگوں کے باعث راستہ بدلنا پڑتا تھا اس لیے بستی تک پہنچنے کا راستہ لمبا ہو رہا تھا اور اس لمبے راستے میں وہ خفیہ آرمی کے دوسرے فائٹروں سے ٹکراتا رہا۔ کمانڈر لوگاس اور بلیک آدم دونوں کی ہی پلاننگ تھی کہ پارس اور اس کے ساتھیوں کو ان کی آمد کی خبر نہ ہو۔ اس کے لیے لازمی تھا کہ وہ ایک دوسرے پر فائرنگ نہ کریں اور وہ یہی کر رہے تھے۔ چھپ کر سائلنسر لگے ہوئے ریوالوروں سے فائرنگ کرتے تھے یا پھر ایک دوسرے پر ایرو شوٹر یعنی تیر چلانے والی گن یا چاقوؤں سے حملے کرتے تھے۔

بلیک آدم بلاشبہ زبردست گوریلا فائٹر تھا۔ بڑی چالاکی اور مہارت سے مقابلے پر آنے والوں کو موت کے گھاٹ اتار رہا تھا۔ بستی میں پہنچنے تک اس نے خفیہ آرمی کے سات سپاہیوں کو ہلاک کر دیا۔ باقی کمانڈر اور چار سپاہیوں نے تمام جھونپڑیوں میں گھس گھس کر تلاش لی۔ پارس اور اس کے ساتھی کہیں نظر نہیں آئے۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ پارس انہیں بستی میں داخل ہونے نہ دیتا۔ وہاں مختلف محاذ بنا کر فائرنگ کرتا رہتا تو کوئی اندر نہ آتا۔

وہ سب اندر آچکے تھے۔ ایک سمت سے بلیک آدم بھی پتھروں سے اور چٹانوں کے پیچھے چھپتے ہوئے بلند و بالا بُت کے قدموں تک پہنچ گیا۔ دوسری طرف سے کمانڈر لوگاس پوری بستی میں تلاشی لینے کے بعد اسی بت کی طرف آرہا تھا۔ بلیک آدم نے ان پر فائر کرنا چاہا۔ پتا چلا سائلنسر لگے ہوئے ریوالور کی گولیاں ختم ہوگئی تھیں۔ ایرو شوٹر کے تمام تیر بھی ختم ہو گئے تھے مجبوراً اس نے ہلکی مشین گن سے فائرنگ شروع کی۔ دو سپاہی مارے گئے۔ باقی چھپ گئے۔

چھپنے والوں نے جوابی فائرنگ کی۔ پوری بستی فائرنگ کی آوازوں سے گونجنے لگی۔ بونے مرد' عورتیں اور بچے خوف سے جھونپڑیوں کے اندر دبکے ہوئے چیخ رہے تھے۔ بلیک آدم بت کے قدموں کے پاس چھپا ہوا دور تک نظریں دوڑا رہا تھا۔ اسے یہ خیال پریشان کر رہا تھا کہ پارس اور اس کے ساتھی خاموش کیوں ہیں؟

الپا نے کہا۔ "وہ شاید اس بت کے اندر چھپے ہوئے ہیں۔ ان کی خاموشی میں مکاری چھپی ہوئی ہے۔ وہ انتظار کر رہے ہوں گے کہ دو پارٹیاں آپس میں لڑ مر کر ختم ہو جائیں یا دو چار بچ رہیں تو وہ مقابلے پر آئیں گے۔"

"اگر ایسی بات ہے تو پہلے میں بت کے اندر نہیں جاؤں گا۔ پہلے کمانڈر کے آدمیوں کو اندر جا کر پارس اور اس کے ساتھیوں سے مقابلہ کرنا چاہیے۔"

اس نے یہی کیا۔ ایک جگہ خاموشی سے چھپا رہا۔ کمانڈر کے دو سپاہی رہ گئے تھے۔ انہوں نے کئی بار فائرنگ کی لیکن دوسری طرف سے جوابی فائرنگ نہیں ہوئی۔ وِکی سول نے کمانڈر سے کہا۔ "دشمن زخمی ہو گیا ہے یا مر چکا ہے۔ اپنے ایک سپاہی کو بت کے اندر جانے کا حکم دو۔"

کمانڈر نے کہا۔ "پارس کے کئی ساتھی ہیں۔ کوئی گولی نہیں چلا رہا ہے۔ شاید وہ بت کے اندر چھپے ہوئے ہیں۔"

"وہ بت کے قدموں میں چھپے ہوئے ہوں یا اس کی کھوپڑی میں' ہمیں تو اندر جانا ہی ہوگا۔ وہ فارمولے جس کمرے میں رکھے ہوئے تھے۔ اس کی تلاشی لینے سے شاید کچھ ہاتھ آجائے۔"

کمانڈر نے ایک سپاہی کو بت کے اندر جانے کا حکم دیا۔ وہ چھپتا ہوا' محتاط انداز میں چلتا ہوا بت کے ایک پیر کے پاس پہنچ گیا۔ دوسرے پیر کے پیچھے بلیک آدم اسے جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ وکی سول اس سپاہی کے دماغ میں پہنچا ہوا تھا تاکہ پارس کی طرف سے حملہ ہو اور اسے بت کے اندر جانے سے روکا جائے تو وہ کمانڈر کو وہاں کی صورتِ حال بتا سکے لیکن اس سپاہی کو اندر جانے سے کسی نے نہیں روکا۔

وہ سپاہی بت کے اندر سیڑھیاں چڑھتا ہوا' اس کے پیٹ میں پہنچ گیا۔ وہاں سناٹا اور ویرانی تھی کوئی اس کا راستہ روکنے والا نہیں تھا۔ وکی سول نے کمانڈر سے کہا۔ "کوئی خطرہ نہیں ہے۔ اندر جاؤ۔"

وہ دوسرے سپاہی کے ساتھ دوڑتا ہوا بت کے اندر چلا گیا۔ بلیک آدم چھپا ہوا انہیں دیکھ رہا تھا وہ اپنی جگہ سے نکل کر دوسرے پیر کے اندر آیا پھر محتاط انداز میں سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ بت کا پیٹ ایک وسیع و عریض ہال کی طرح تھا۔ وہاں کوئی زور زور سے ہانپتا ہو تو اس کے ہانپنے کی آواز بند ہال میں گونجنے لگتی تھی۔

بلیک آدم بُت کے پیٹ میں پہنچا تو اسے قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔ کمانڈر اپنے دو سپاہیوں کے ساتھ سیڑھیاں چڑھتا ہوا بت کے سینے تک پہنچ گیا تھا۔ ہر لمحہ خطرے کا احساس بڑھتا جا رہا تھا۔ ابھی یہ اندیشہ باقی تھا کہ پارس اور اس کے ساتھی بت کی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کھوپڑی میں چھپے بیٹھے ہوں گے اچانک وہاں سے حملہ کریں گے۔

کمانڈر بت کی گردن تک پہنچ کر رک گیا۔ اس نے ایک سپاہی کو اندر جانے کا اشارہ کیا۔

وہ سیڑھی پر دبے قدموں اوپر جانے لگا۔ زینے کے آخری پائدان پر پہنچ کر بولا۔ "میں چھپنے والوں کو وارننگ دیتا ہوں میرے تین گننے تک باہر آ جائیں ورنہ میں ایک ٹائم بم اندر پھینکوں گا جو ٹھیک ایک منٹ میں بلاسٹ ہو گا۔ بت کی کھوپڑی کے ساتھ سب کے چیتھڑے اڑ جائیں گے۔"

اس نے گنتی شروع کی پھر ایک سے تین تک گننے کے بعد جیب سے ایک چھوٹا ڈبا نکال کر کھوپڑی کے اندر والے کمرے کے فرش پر پھینکا جو فرش پر پھسلتا ہوا کمرے کے وسط میں رک گیا۔ اس کے اندر سے ٹک ٹک کی مسلسل آواز آ رہی تھی۔

وہ ساٹھ سیکنڈ بڑے سنسنی خیز تھے۔ ٹک ٹک کی مسلسل آوازیں دھمکیاں دے رہی تھیں کہ دھماکا ضرور ہو گا۔"

ان لمحات میں یوں لگ رہا تھا جیسے ایک صدی گزر رہی ہے لیکن ایک منٹ نہیں گزر رہا ہے۔

آخر وقت کو تو گزرنا ہی ہوتا ہے۔ وہ گزر تا گیا۔ ایک منٹ بھی گزر گیا مگر ٹک ٹک کی آواز جاری رہی۔ سپاہی نے کمانڈر سے کہا۔ "سر! آ جائیں اندر کوئی نہیں ہے۔"

اس نے اندر آ کر ٹک ٹک کرنے والے ڈبے کو اٹھایا' اس گھڑی کی آواز کو بند کیا اور پھر اسے جیب میں رکھ لیا۔ بت کی کھوپڑی میں دو کمرے تھے۔ سب نے ان کمروں میں آ کر دیکھا۔ ایک دیوار پر طاق نما شگاف تھا۔ قریب جانے پر ایک پلاسٹک کا تھیلا نظر آیا۔ کمانڈر نے تھیلے کو اٹھایا اس کے اندر سے کاغذات نکال کر دیکھے حساب کے مطابق بارہ عدد کاغذات ہونے چاہئیں تھے لیکن وہاں آٹھ عدد تھے۔

یہ آٹھ کا حساب درست تھا۔ پارس نے اپنے حصے کے دو کاغذات سب کے سامنے جلا دیے تھے اور دو کاغذات الپا کا ایک آدمی ہیلی کاپٹر میں آ کر لے گیا تھا۔ ان کاغذات کے علاوہ دو تہ کیے ہوئے خطوط تھے' ایک پر وِکی سول کا اور دوسرے پر الپا کا نام لکھا ہوا تھا۔

وِکی سول نے کمانڈر لوگاس سے کہا۔ "میرا خط کھول کر پڑھو۔"

اس نے پڑھا۔ لکھا تھا۔ "سپر ماسٹر! فارمولے کے یہ آٹھ عدد کاغذات جعلی نہیں ہیں۔ جتنے ماہرینِ طب سے تصدیق کرا سکتے ہو کرا لو۔ مجھے اور میرے ساتھیوں کو ان فارمولوں سے زیادہ ان ہیلی کاپٹرز کی ضرورت ہے جن میں تمہاری آرمی آئی ہے۔ تم نے ہماری واپسی کا انتظام کیا۔ شکریہ۔ فقط پارس۔"

خط کے اختتام پر اچانک ہی فائرنگ ہوئی۔ کمانڈر اور سپاہیوں کو سنبھلنے کا موقع نہیں ملا۔ دروازے کی طرف پلٹنے سے پہلے ہی دونوں سپاہی گولیوں کا نشانہ بن کر فرش پر گرے پھر اٹھ نہ سکے۔ کمانڈر زخمی ہو کر لڑکھڑاتا ہوا دیوار سے ٹکرا کر فرش پر اوندھے منہ گرا پھر فائرنگ ہوئی اس کے دونوں ہاتھ گولیوں سے چھلنی ہو گئے۔

اُس نے بے بسی سے دروازے کی طرف دیکھا وہاں ایک پہاڑ جیسا قد آور شخص کھڑا ہوا تھا وہ بولا۔ "تم سب جنگل میں مقابلہ کرنے کے دوران مجھے پارس سمجھ رہے تھے۔ پارس کیا چیز ہے؟ کیا وہ میری طرح سپر ماسٹر کی زبردست تربیت یافتہ آرمی کو اکیلا جہنم میں پہنچا سکتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔"

وکی سول نے زخمی کمانڈر کی زبان سے پوچھا۔ "تم کون ہو؟"

"میں یہودیوں کی خفیہ تنظیم کی طاقت کا ایک چھوٹا سا نمونہ ہوں۔ ہمارا نام ابھی دنیا والوں کے سامنے نہیں آیا ہے۔ جب آئے گا تو ہمارے نام سن سن کر لرزتے رہو گے۔"

وہ باتوں کے دوران آٹھ عدد کاغذات اٹھا کر دیکھ رہا تھا پھر اُس نے الپا کے نام کا خط کھول کر پڑھا۔ لکھا تھا۔ "میں نہیں جانتا' یہ کاغذات کس کے ہاتھ لگیں گے۔ میری دعا ہے کہ یہودیوں کے ہاتھ لگ جائیں۔ یہ کاغذات بالکل اصلی ہیں لیکن یہ کاغذات ان کے لیے بہت بڑی سزا بن جائیں گے اور وہ میری جوجو کو اغوا کرنے کی جرات کرنے کی سزا ہو گی۔ فقط۔ پارس۔"

الپا نے کہا۔ "برادر! پہاڑی کے اوپر جاؤ۔ ہمارا ایک ہیلی کاپٹر تمہارے لیے آ رہا ہے۔"

بلیک آدم نے جانے سے پہلے کمانڈر لوگاس کو دیکھا۔ وہ زندگی اور موت کے درمیان تڑپ رہا تھا۔ زندگی اس کا ساتھ چھوڑنا چاہتی تھی لیکن موت نہیں آ رہی تھی۔ وہ کچھ کہنا چاہتا تھا مگر منہ سے لہو نکل رہا تھا۔ آواز نہیں نکل رہی تھی۔ اس نے کہا۔ "سسٹر! یہ آخری سانسوں میں کچھ کہنا چاہتا ہے۔ ذرا معلوم کرو۔"

الپا نے کہا۔ "میں نے کسی کے بھی ذریعے اس کی آواز نہیں سنی ہے اور اب اس کی آواز بند ہو گئی ہے۔ میں اس کے دماغ میں نہیں جا سکوں گی۔ اسے چھوڑو برادر! یہاں سے نکل چلو۔"

"سسٹر! میں سمجھ گیا۔ یہ جاں کنی کی حالت میں ہے۔ یہ مر کر ہی موجودہ اذیت سے نجات پائے گا۔ مجھے اس کے ساتھ یہ نیکی کرنا چاہیے۔"

اس نے گن سیدھی کی پھر اسے گولی مار دی۔ وہ اوندھا تھا گولی کھاتے ہی تڑپ کر چاروں شانے چت ہوا اور اسی لمحہ میں ٹھنڈا ہو گیا۔ اس کا چہرہ پُرسکون ہو گیا تھا۔

****

سپر ماسٹر نے غصے سے بھڑک کر کہا۔ "تم بری خبر سے زیادہ اور کیا سناؤ گے؟ تمہارے پاس ذہانت ہے نہ قابلِ ذکر صلاحیت! ٹرانسفارمر مشین نے تمہیں ٹیلی پیتھی کا علم دیا لیکن علم حاصل کر لینے سے آدمی باکمال نہیں ہو جاتا۔ علم کو استعمال کرنے کا' اسے کام میں لانے کا سلیقہ آنا چاہیے۔"

وکی سول نے کہا۔ "سر! آپ پہلے میری پوری رپورٹ سن لیں اگر میں نالائق اور ناکارہ ہوں تو آپ خفیہ آرمی کے متعلق کیا کہیں گے۔ پہلی بار پارس نے ٹیلی پیتھی کا سہارا لیے بغیر آدھی آرمی کا صفایا کر دیا اور باقی کو بھاگنے پر مجبور کیا۔ دوسری بار کوئی یہودی گوریلا فائٹر مقابلے پر آیا اس نے پوری آرمی کا صفایا کر دیا۔ یعنی پہلی بار بھی ایک شخص نے' دوسری بار بھی ایک شخص نے ہماری تربیت یافتہ فوج کو نابود کیا۔ یہ ہم سب کے لیے شرم کی بات ہے۔ اگر آپ کی آرمی کا ایک سپاہی بھی دشمن کو تھوڑا سا زخمی کر دیتا تو میں اس کے دماغ پر قبضہ جما لیتا۔ آپ ذرا غور کریں' وہاں ٹیلی پیتھی کا نہیں گوریلا فائٹروں کی چالاکی اور حکمتِ عملی کا کام تھا۔"

سپر ماسٹر دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر سوچنے لگا پھر کمپیوٹر کے ذریعے بولا۔ "ہمارے گوریلا فائٹرز برسوں کے تجربہ کار تھے۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ سب کے سب کیسے مارے گئے۔ ایسے وقت ماننا پڑتا ہے کہ تقدیر جب چاہتی ہے بڑے سے بڑے زبردست کو بھی زیرِ دست کر دیتی ہے بہرحال ابھی جاؤ۔ آج شام پانچ بجے اجلاس میں حاضر ہو جانا۔"

پھر اس نے کمپیوٹر کے ذریعے اپنے نائب سے کہا۔ "تمام اعلیٰ حکام اور اعلیٰ فوجی افسران کو اطلاع دو۔ ہمیں صومالیہ میں ناکامی ہوئی ہے۔ فارمولے کے جو کاغذات ہمیں ملنے والے تھے' وہ یہودی چھین کر لے گئے ہیں۔ اس سلسلے میں اہم میٹنگ ہے۔ سب ہی کو حاضر ہونا چاہیے۔"

وہ کمپیوٹر کو آف کر کے اپنی جگہ سے اٹھ گیا پھر اس کمرے سے نکل کر اپنے بیڈ روم میں آیا۔ وہاں موبائل فون اٹھا کر ایک صوفے پر بیٹھ گیا پھر اس نے نمبر ڈائل کر کے رابطہ قائم کرنے کے بعد کہا۔ "ہیلو' ایس ایم اسپیکنگ۔"

دوسری طرف سے آواز آئی۔ "یس سر! ی ڈاکٹر ڈیسوزا اٹینڈنگ۔"

"دونوں مریضوں کی رپورٹ سناؤ۔"

"سر! ہمیں توقع سے زیادہ کامیابی ہو رہی ہے۔ میں نے آپریشن کے بعد ہی یقین سے کہا تھا کہ ان دونوں کو اپنی پچھلی زندگی کے ساتھ ہی ٹیلی پیتھی کا بھولا ہوا علم بھی یاد آ جائے گا۔ آج ایک نے بڑی کامیابی سے خیال خوانی کی ہے۔ میرے دماغ میں آ کر دیر تک باتیں کرتا رہا تھا۔"

"ڈاکٹر ڈیسوزا! تم نے یہ کامیابی حاصل کر کے مجھے نئی زندگی دی ہے۔ میں ابھی آ رہا ہوں۔"

اُس نے رابطہ ختم کر کے ملٹری انٹیلی جنس کے چیف سے رابطہ کیا۔ پھر کہا۔ "ہیلو مسٹر ریچ ووڈ! ابھی ڈاکٹر ڈیسوزا نے خوشخبری سنائی ہے۔ میں اس سے ملنے جا رہا ہوں۔ تم بھی چلے آؤ۔"

دوسری طرف سے ریچ ووڈ نے کہا۔ "میں ابھی آ رہا ہوں اور نگرانی کرنے والوں کو تمہاری رہائش گاہ کے آس پاس سے ہٹا رہا ہوں۔"

سپر ماسٹر انتونی پاؤلیا نے کچھ عرصہ قبل خفیہ سرگرمیوں کی ابتدا کی تھی۔ اس کا علم اعلیٰ حکام اور اعلیٰ فوجی افسران کو نہیں تھا۔ حکومت کے تمام اعلیٰ عہدے داران کی سرکاری اور ذاتی مصروفیات پر بھی نظر رکھتے تھے سپر ماسٹر نے ایسے سراغرسانوں سے بچنے کے لیے انٹیلی جنس کے چیف رِیچ ووڈ کو اپنے اعتماد میں لیا تھا۔ اس نے ریچ ووڈ کو اپنی خفیہ تنظیم کا اہم ممبر بنایا تھا۔

چونکہ یہ خفیہ تنظیم ملک کے مفاد کے لیے قائم کی گئی تھی اس لیے ڈاکٹر ڈیسوزا اور انٹیلی جنس کا چیف رِیچ ووڈ حب الوطنی کے جذبے سے سپر ماسٹر کا ساتھ دے رہے تھے۔ انہوں نے عہد کیا تھا کہ بدلتے ہوئے حکمرانوں اور فوجی افسروں کو اپنی سرگرمیوں کا علم نہیں ہونے دیں گے۔

جب سپر ماسٹر خفیہ تنظیم کی مصروفیات کے لیے اپنی رہائش گاہ سے باہر جانا چاہتا تو انٹیلی جنس کا چیف اس کے بنگلے کے اطراف سے سراغرسانوں کی ڈیوٹی بدل دیتا تھا جو نئے جاسوس ڈیوٹی پر آتے تھے' وہ خفیہ تنظیم کے خاص افراد ہوا کرتے تھے اس طرح وہ سرکاری سراغرسانوں کی نظروں میں آئے بغیر خفیہ سرگرمیاں جاری رکھتا تھا۔

سپر ماسٹر انتونی پاؤلیا نے پھر فون پر رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے آواز آئی۔ "یس سر! میں آپ کا خادم ڈی کروسو بول رہا ہوں۔ حکم کریں۔"

"سیکیورٹی فورس کے ساتھ تیار رہو۔ میں بنگلے سے نکل رہا ہوں اور انڈر گراؤنڈ جا رہا ہوں۔"

"یس سر! آپ دس منٹ کے بعد بنگلے سے نکل سکتے ہیں۔"

ڈی کروسو ایک قد آور باڈی بلڈر تھا۔ سپر ماسٹر کا خاص باڈی گارڈ تھا۔ اس نے اپنی نگرانی میں اپنے ماسٹر کو ایک خفیہ اڈے میں پہنچا دیا۔ انٹیلی جنس کا چیف رِیچ ووڈ بھی وہاں پہنچ گیا۔ خفیہ اڈے کے اس حصے میں ایک آپریشن تھیٹر قائم کیا گیا تھا۔ وہاں سرجری کے تمام جدید آلات اور مشینیں تھیں۔ ڈاکٹر ڈیسوزا برین سرجری کا ماہر تھا۔ اُس نے سپر ماسٹر کے تعاون سے ایک جدید طرز کا آپریشن تھیٹر قائم کیا تھا اور اس تھیٹر میں سب سے پہلے بی جی تھرال کا برین آپریشن کیا گیا تھا۔

قارئین بی جی تھرال کے متعلق بہت کچھ پڑھ چکے ہیں۔ وہ جان لمبوڈا کا داماد تھا۔ اس نے ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا تھا لیکن اس علم کے ذریعے اپنے ملک کو کوئی بڑا فائدہ نہیں پہنچایا تھا۔ کئی بار اس نے چھوٹے بڑے نقصانات پہنچائے تھے۔ اس کی نااہلی کے پیشِ نظر تنویمی عمل کے ذریعے اس کے ذہن سے ٹیلی پیتھی کے علم کو مٹا دیا گیا تھا۔

اس کے متعلق یہ طے ہو چکا تھا کہ وہ ذہین نہیں ہے۔ جان لمبوڈا کی سفارش سے اسے ٹیلی پیتھی سکھائی گئی تھی۔ اعلیٰ حکام نے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

فیصلہ کیا تھا کہ اُس کے پاس یہ علم رہے گا تو دشمن اس سے فائدے اٹھائیں گے۔ اس فیصلے کے مطابق اسے ٹیلی پیتھی سے محروم کر کے ایک عام سا آدمی بنا کر چھوڑ دیا گیا تھا۔

سپر ماسٹر انتونی پاؤلیا نے اس مسئلے پر غور کیا' جب ایک پرانی کھٹارا گاڑی کو مرمت کر کے اس میں نیا انجن لگا کر اسے تیز رفتار بنایا جا سکتا ہے تو پھر بی جی تھرہال کے اندر ایک نیا انجن یا نیا برین پیدا کر کے اسے کار آمد کیوں نہیں بنایا جا سکتا؟

تھرہال میں یہی خرابی تھی کہ وہ ذہین نہیں تھا۔ سپر ماسٹر نے سوچا ہمارے ملک میں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا قحط پڑا ہے ایسے وقت ناکارہ خیال خوانی کرنے والوں کو کار آمد بنانا چاہیے۔ ان کی خرابیاں اور کمزوریاں دور کر دی جائیں تو وہ بہترین کارکردگی دکھا سکیں گے۔

یہی سوچ کر اس نے تھرہال کو برین سرجری کے لیے ڈاکٹر ڈیسوزا کے حوالے کیا تھا۔ ڈاکٹر نے یقین دلایا تھا کہ آپریشن کے نتیجے میں ذہنی کمزوریاں دور ہو جائیں گی۔ اس نے درست کہا تھا۔ آپریشن کے بعد اس کی ذہانت کو آزمایا گیا تو اس نے اپنے بچپن سے لے کر اب تک کی بے شمار باتیں بیان کی اور خود اپنی ذات پر تنقید کی کہ اُس نے خیال خوانی کے دوران کب' کہاں اور کیسی غلطیاں کی ہیں۔

سپر ماسٹر انتونی پاؤلیا اور ریچ ووڈ اس کے سامنے بیٹھے اس کی باتیں سن کر خوش ہو رہے تھے۔ انہوں نے کئی پیچیدہ سوالات کیے۔ "تھرہال نے بڑی ذہانت سے جواب دیا پھر ڈاکٹر ڈیسوزا نے کہا۔ "تھرہال! خیال خوانی کا مظاہرہ کرو۔"

وہ سپر ماسٹر کے دماغ میں آ کر بولا۔ "ہیلو میں بی جی تھرہال حاضر ہوں۔ کیا چور خیالات پڑھوں؟"

سپر ماسٹر نے سانس روک لی۔ وہ انٹیلی جنس کے چیف ریچ ووڈ کے پاس آ کر بولا۔ "سپر ماسٹر نے سانس روک کر مجھے دماغ سے نکال دیا۔ کیا میں آپ کے چور خیالات پڑھوں؟"

ریچ ووڈ نے سانس روک کر مسکراتے ہوئی کہا۔ "خیال خوانی آتے ہی ہمارے چور خیالات پڑھنے لگے' شاباش! ایسی ہی چالاکی سے کام لیا کرو' کسی پر بھروسا نہ کرو کیوں کہ اپنوں کے اندر بھی دشمنی چھپی ہوتی ہے۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "جلد ہی تمہاری ذہانت کو عملی طور پر آزمایا جائے گا۔ اس سے پہلے ہر طرح سے تمہاری حفاظت کے انتظامات کرنے ہوں گے۔"

تھرہال نے پوچھا۔ "آپ کیسے انتظامات کرنا چاہتے ہیں؟"

"تم آپریشن کے بعد کمزور ہو گئے ہو۔ چند لمحوں سے زیادہ سانس نہیں روک پاؤ گے۔ ایسے میں کوئی دشمن تمہیں ٹریپ کر سکتا ہے۔ لہٰذا تم پر تنویمی عمل کیا جائے گا تاکہ دشمنوں کی یلغار کو روکنے کے لیے تمہارے دماغ کو لاک کیا جا سکے۔"

وہ بولا۔ "یہ میرے مزاج کے خلاف ہے کہ مجھ پر تنویمی عمل کیا جائے۔ تمام خیال خوانی کرنے والوں کو معلوم ہے کہ میرے دماغ سے ٹیلی پیتھی مٹا دی گئی ہے۔ میں نے یہ علم دوبارہ حاصل کر لیا ہے' یہ کوئی نہیں جانتا ہے۔ ایسے میں کوئی میری طرف نہیں آئے گا۔ میں ایک ماہ کے اندر اندر اپنی یوگا کی صلاحیتیں واپس لے آؤں گا۔"

"ایک ماہ کا عرصہ بہت ہوتا ہے۔ ہم چاہتے ہیں' تم کل ہی سے کام شروع کر دو۔ تمہارے میدانِ عمل میں آتے ہی سب ہی تمہارے دماغ میں آنے کی کوشش کریں گے۔ اس لیے تم پر تنویمی عمل لازمی ہے۔"

وہ تھرہال کے کمرے سے باہر آ گئے۔ ریچ ووڈ نے آہستگی سے کہا۔ "یہ خوشی کی بات ہے کہ ہمارے پاس ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا پیدا ہو گیا ہے لیکن اس کی باتوں سے بغاوت کی بُو آ رہی ہے۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "اسی لیے تنویمی عمل کرایا جا رہا ہے۔ اس کا دماغ بھی لاک ہو گا اور یہ ہمیشہ ایک کتے کی طرح ہمارا وفادار رہے گا۔"

"خوش قسمتی سے یہ ایک خیال خوانی کرنے والا ہمیں ملا ہے۔ اسے مضبوطی سے اپنی مٹھی میں رکھا جائے گا۔"

سپر ماسٹر نے مسکرا کر کہا۔ "میں تمہیں سرپرائز دے رہا ہوں۔ ہمارے پاس ایک نہیں دو خیال خوانی کرنے والے ہیں۔"

انٹیلی جنس کے چیف ریچ ووڈ نے حیرانی اور خوشی سے پوچھا۔ "کیا واقعی؟"

"ہاں' ٹرانسفارمر مشین نے ایک اور نوجوان کو ٹیلی پیتھی کا علم دیا تھا۔ اس جوان کو برین ماسٹر نے اپنا ماتحت بنا لیا پھر فرہاد نے اسے اور باربرا کو ٹریپ کیا تھا پھر پتا نہیں کس طرح وہ فرہاد کے تنویمی عمل سے آزاد ہو گئے تھے اور آزاد ہو کر کہاں کہاں بھٹکتے رہے تھے۔"

"تم کس کی بات کر رہے ہو؟ کیا وہ جیری ہاک ہے؟"

"ہاں' اس نے سمرقند میں باربرا کے دماغ پر قبضہ جما کر اس کا آپریشن کروایا تھا۔ اسے مکمل لڑکی بنایا تھا لیکن پھر ایک بار فرہاد کے چنگل میں پھنس گیا تھا۔ اس بار سلمان نے اسے ناکارہ سمجھ کر تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ سے ٹیلی پیتھی مٹا دی تھی وہ ایک عام انسان کی طرح یہاں واشنگٹن چلا آیا تھا۔ مجھے پتا چلا تو میں نے ڈی کروسو کو حکم دیا کہ اسے پکڑ لے۔ اس نے جیری ہاک کو پکڑ کر ڈاکٹر ڈیسوزا کے حوالے کر دیا تھا۔"

"یعنی اس کا بھی برین واش کیا گیا ہے؟"

"ہمارے ہپناٹزم کے ماہر جے پرگولا نے تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ کے اندر سے چھپی ہوئی ٹیلی پیتھی کو نکالا ہے۔ دماغ سے کوئی چیز مٹائی نہیں جا سکتی۔ اسے مٹانا چاہو تو وہ تحت الشعور میں جا کر چھپ جاتی ہے۔ بہرحال' ہم کھوئی ہوئی توانائی اپنی حکمتِ عملی سے حاصل کر رہے ہیں۔"

وہ دوسرے کمرے کے سامنے آئے۔ وہاں ہپناٹزم کا ماہر جے پرگولا کھڑا ہوا تھا۔ وہ مصافحہ کرتے ہوئے بولا۔ "میں نے وہ کمال کیا ہے جو کوئی دوسرا تنویمی عمل کرنے والا نہیں کر سکتا۔ یوں سمجھو کہ میں ایک ٹرانسفارمر مشین ہوں۔ اپنے عمل کے ذریعے انسانی دماغ کو کچھ سے کچھ بنا دیتا ہوں۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "پرگولا! یہ تم میں بڑی خرابی ہے۔ بولتے بہت ہو۔ بھئی' کارنامہ خود بولتا ہے۔ کارنامہ انجام دینے والے کو بولنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ کہاں ہے جیری ہاک؟"

اس نے کمرے کا دروازہ کھول کر کہا۔ "وہ رہا جیری۔"

وہ ایک آرام دہ صوفے پر بیٹھا مسکرا رہا تھا۔ اس نے اٹھ کر کہا۔ "آیئے سپر ماسٹر انتونی پاؤلیا اور چیف آفیسر ریچ ووڈ! میں نئی زندگی حاصل کرنے کی خوشی میں یہ مشروب پی رہا ہوں' کیا آپ دونوں میری خوشی میں شریک ہونا پسند کریں گے؟"

اس نے دونوں سے مصافحہ کیا۔ جے پرگولا نے کہا۔ "آپ لوگ مشروب پئیں اور جیری کا امتحان لیں۔ میں ڈاکٹر ڈیسوزا کو بلا کر لاتا ہوں۔"

وہ چلا گیا۔ دونوں ایک صوفے پر بیٹھ گئے۔ جیری نے دو گلاسوں میں ان کے لیے مشروب تیار کرتے ہوئے کہا۔ "میں نے باربرا کے ساتھ شرافت سے زندگی گزارنے کا فیصلہ کیا تھا اس کے لیے اس کے ساتھ تھوڑی سی بے ایمانی کی' اسے دھوکے سے ایک مشروب پلا کر اسے اپنی معمولہ بنا لیا۔ اسے آپریشن کرانے پر آمادہ کر لیا۔ آپ ہی بتائیں' میں نے اسے مکمل عورت بنا کر کوئی جرم کیا تھا؟"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "ہرگز نہیں۔ تم نے اچھا کیا تھا۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ آج وہ تمہاری بیوی ہوتی۔ ہماری ٹیم میں ایک اور ٹیلی پیتھی جاننے والی کا اضافہ ہو جاتا۔"

"اس سنگدل حسینہ نے میری محبت کا یہ صلہ دیا کہ فرہاد کے جال میں پھنسا دیا اور سلمان نے میری ٹیلی پیتھی کی صلاحیت چھین لی۔"

ریچ ووڈ نے کہا۔ "شکر کرو' اس نے زندہ چھوڑ دیا اور ہمیں موقع مل گیا' تمہیں نئی زندگی دینے کا ورنہ تم تو گئے تھے کام سے....."

"یہ تم لوگوں کی مہربانی ہے لیکن میں نے باربرا سے محبت اور مہربانی کی سزا پا کر یہ سبق حاصل کیا ہے کہ یہ بے ایمان لوگوں کی دنیا ہے۔ یہاں بے ایمانی کرتے رہنے سے دولت' شہرت اور عیش کی زندگی ملتی ہے۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "شاباش' بے ایمانی کرو دشمنوں سے اور ہم جیسے دوستوں سے وفاداری کرتے رہو۔"

"نہیں مسٹر انتونی پاؤلیا! بے ایمانی کی لغت میں دوستی اور وفاداری کے الفاظ نہیں ہوتے۔ بے ایمان سب سے پہلا وار اپنے محسنوں اور مہربانوں پر کرتے ہیں اور وہ میں کر چکا ہوں۔"

دونوں نے ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھا پھر جیری سے پوچھا۔ "یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟"

جیری نے کہا۔ "اپنے اپنے گلاس خالی کرنے سے پہلے یہ سوال کرتے تو بچ نکلنے کی کوئی صورت نکال لیتے۔"

دونوں نے خالی گلاسوں کو اپنے ہاتھوں سے چھیکتے ہوئے پوچھا۔ "یہ اس میں کیا تھا؟"

جیری خاموش رہا مگر انہیں جواب ملنے لگا۔ دونوں اپنے اندر کمزوری اور گھبراہٹ محسوس کرنے لگے۔ انہوں نے مدد حاصل کرنے کے لیے دروازے کی سمت دیکھا۔ وہاں جے پرگولا' باڈی گارڈ ڈی کروسو اور بی جی تھرہال کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔ سپر ماسٹر نے باڈی گارڈ کو دیکھتے ہی کہا۔ "اچھ..... اچھا ہوا تم آ گئے۔ ہمیں فوراً طبی امداد پہنچاؤ۔ یہ..... یہ جج..... جیری نے ہم سے دھوکا کیا ہے۔"

ڈی کروسو نے کہا۔ "سوری' میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکوں گا۔"

"کیا بکواس کرتے ہو؟ میں تمہارا باس ہوں۔ تم میرے باڈی گارڈ ہو۔"

"سوری' میں تمہارا نہیں جے پرگولا کا وفادار ہوں۔"

جیری نے کہا۔ "اتفاق سے میں بھی جے پرگولا کا معمول اور تابعدار ہوں۔"

بی جی تھرہال نے کہا۔ "میرے دماغ پر بھی ہپناٹزم کے ماہر پرگولا کی حکمرانی ہے۔"

دونوں نے حیرانی اور پریشانی سے جے پرگولا کو دیکھا۔ وہ مسکرا کر بولا۔ "تم امریکا کے سپر ماسٹر تھے۔ کیا یہ کافی نہیں تھا؟ وہ خوامخواہ اس زیر زمین تنظیم کے بھی سربراہ بننے کی حماقت کر رہے تھے۔ میں کسی ملک کا وفادار نہیں ہوں اور نہ ان میں سے کوئی کسی کا وفادار ہے۔ یہ سب میرے تابعدار ہیں اور صرف میری ہی تابعداری کرتے رہیں گے۔"

باڈی گارڈ ڈی کروسو نے آگے بڑھ کر سپر ماسٹر اور ریچ ووڈ کی گردنیں پکڑیں پھر انہیں اٹھا کر ایک بستر کی طرف دھکیلتا ہوا لے گیا وہاں لے جا کر انہیں اس بستر پر پھینک دیا۔ جیری نے سپر ماسٹر کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ "میرے باس! جے پرگولا کا حکم ہے کہ میں فوراً تم پر تنویمی عمل کروں اور تمہیں اس کا غلام بنا دوں تاکہ تم بدستور اپنے ملک کے سپر ماسٹر رہ کر ہمارے کام آتے رہو۔"

بی جی تھرہال نے انٹیلی جنس کے چیف ریچ ووڈ کے دماغ میں آ کر کہا۔ "میرے باس جے پرگولا کے حکم کی تعمیل کرو۔ اپنا جسم ڈھیلا چھوڑ دو۔ تنویمی عمل کے لیے مائل ہو جاؤ۔ اس عمل کے بعد تم جے پرگولا کے غلام رہو گے اور بدستور انٹیلی جنس کے چیف رہ کر ہماری سیکیورٹی کے انتظامات کرتے رہو گے۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

جے پرگولا نے مسکرا کر دیکھا۔ وہ دونوں بستر پر چاروں شانے چت پڑے ہوئے تھے۔ ان کی آنکھیں بند ہو گئی تھیں۔ اس سے ظاہر تھا کہ جیری اور تھرمال خیال خوانی کے ذریعے انہیں سلا رہے ہیں تاکہ خوابیدہ دماغ پر عمل کر سکیں۔ جے پرگولا اپنی صفات میں شیطان تھا۔ اس نے جیری' تھرمال' ڈی کروسو اور ڈاکٹر ڈیسوزا پر ایسا تنویمی عمل کیا تھا کہ وہ چاروں کبھی اس کے تنویمی چنگل سے نہیں نکل سکتے تھے۔

وہ ڈی کروسو کے ساتھ ایک کمرے میں آکر بیٹھ گیا پھر بولا۔ "انسانی دماغوں کو تسخیر کرنے کے لیے میں اکیلا ہی کافی تھا لیکن جیری اور تھرمال کے اضافے سے بڑی سہولتیں پیدا ہو گئی ہیں۔"

ڈی کروسو نے کہا۔ "تنویمی عمل اور خیال خوانی میں خاصا فرق ہے۔ آپ کو کسی پر عمل کرنے کے لیے اس کے قریب جانا پڑتا ہے۔ اپنی آواز اور مقناطیسی آنکھوں سے اس کی آنکھوں میں جھانک کر اسے سحرزدہ کرنا پڑتا ہے جب کہ خیال خوانی کرنے والے فون پر بھی آواز سن کر اپنے ٹارگٹ کے دماغ میں پہنچ جاتے ہیں۔"

"اسی لیے میں نے ان دونوں خیال خوانی کرنے والوں کو اپنی مٹھی میں رکھا ہے۔ میری کوشش ہو گی کہ ان کے ذریعے مزید ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ٹریپ کیا جائے۔ میں قطرہ قطرہ کر کے ٹیلی پیتھی کا سمندر بنا دوں گا۔"

جیری اور تھرمال ایک گھنٹے کے اندر واپس آگئے۔ جے پرگولا کے پاس بیٹھ گئے۔ جیری نے کہا۔ "تنویمی عمل ہو چکا ہے اس کے چور خیالات سے کچھ اہم باتیں معلوم ہوئی ہیں۔ ایک تو یہ کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے وکی سول کو ملٹری ہیڈ کوارٹر میں رکھا گیا ہے۔ اس کے بنگلے کے باہر اور اندر سخت پہرا لگایا گیا ہے۔ کچھ ایسے الیکٹرونک حفاظتی انتظامات کیے گئے ہیں کہ وہاں قدم رکھنے والا دوسرا قدم اٹھانے کے قابل نہیں رہتا۔"

پرگولا نے کہا۔ "اتنے حفاظتی انتظامات کے باوجود اس کی خدمت کرنے والے' اسے کھانا اور ضروریات زندگی کی دوسری چیزیں پہنچانے والے اس بنگلے کے اندر آتے جاتے ہوں گے۔"

تھرمال نے کہا۔ "میں نے ملٹری انٹیلی جنس کے چیف کے خیالات پڑھے ہیں حالانکہ وہ چیف ہے لیکن اسے بھی آج تک وکی سول کے پاس جانے کی اجازت نہیں دی گئی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ضروری بات ہو تو اس سے فون پر رابطہ کرو۔ صرف ایک فوجی جوان اس کے لیے کھانے پینے کی چیزیں لے جاتا ہے۔ وہ دن رات میں کئی بار صرف دس منٹ کے لیے جاتا ہے پھر واپس آجاتا ہے۔ ہر دس منٹ کے لیے خطرناک حفاظتی انتظامات کو بے اثر بنایا جاتا ہے۔"

جے پرگولا نے کہا۔ "یہ اہم معلومات ہیں۔ ہم سوچیں گے کہ وکی سول کو کیسے ٹریپ کیا جائے۔"

جیری نے کہا۔ "آج صبح وکی سول نے سپر ماسٹر کو یہ بری خبر سنائی ہے کہ اس کی خفیہ آرمی کے کئی سپاہی اور کمانڈر مارے گئے ہیں اور فارمولوں کے تمام کاغذات یہودی لے گئے ہیں۔"

ڈی کروسو نے کہا۔ "اگرچہ الپا خاصی تجربہ کار ہو چکی ہے لیکن میں یقین سے کہتا ہوں اس کامیابی کے پیچھے یہودیوں کی نئی خفیہ تنظیم ہے۔ ہمیں اس تنظیم کے متعلق معلوم ہونا چاہیے۔ جب تک معلوم نہ ہو' تب تک ہم بھی ان کے لیے اجنبی اور پُراسرار بن کر رہیں گے۔ میرے تجربات کہتے ہیں کہ دشمن کا چہرہ دیکھنے اور اس کی عادتیں معلوم کرنے کے بعد اس کے مقابلے پر آؤ۔"

جیری نے کہا۔ "سپر ماسٹر کے خیالات نے بتایا ہے کہ شی تارا اور مرینا کے درمیان پھوٹ پڑ گئی ہے۔ شی تارا نے یہ شرط پیش کی تھی کہ سپر ماسٹر' مرینا سے دوستی نہیں کرے گا' تب وہ سپر ماسٹر کے ملک کے لیے کام کرے گی۔"

پرگولا نے کہا۔ "شی تارا کی یہ شرط ہم مان لیں گے۔ میں سپر ماسٹر کو حکم دوں گا کہ وہ اعلانیہ شی تارا سے دوستی کرے اور درپردہ مرینا سے بھی رابطہ رکھے اس طرح ہمیں دونوں میں سے کسی کے قریب پہنچنے اور سے ٹریپ کرنے کا موقع ملے گا۔"

"لندن میں ڈمی شی تارا اور ڈمی سرتارا رہتے ہیں۔ سپر ماسٹر فون پر ان سے رابطہ کر کے کہتا ہے کہ اصلی شی تارا سے رابطہ کرایا جائے۔ وہ اصلی شی تارا دن کے بارہ بجے اور رات کے بارہ بجے اپنی تمام ڈمی سے باتیں کرتی اور پیغامات وصول کرتی ہے پھر اس کے مطابق سپر ماسٹر سے رابطہ کرتی ہے۔"

"ابھی سپر ماسٹر اپنی تنویمی نیند پوری کر لے تو اسے حکم دوں گا کہ شی تارا کو کال کرے۔"

سپر ماسٹر نے پچھلی رات ڈمی شی تارا سے کہا تھا لیکن ڈمی نے رات بارہ بجے کے بعد بتایا کہ اصلی شی تارا نے دستور کے مطابق رابطہ نہیں کیا ہے۔

پرگولا نے گھڑی دیکھ کر کہا۔ "اب تو دن کے دو بج چکے ہیں۔ اس نے رات کے بارہ بجے رابطہ نہیں کیا۔ ابھی دن کے بارہ بجے ضرور سپر ماسٹر کے نائب کے دماغ میں گئی ہو گی۔ تم فوراً معلوم کرو۔"

جیری نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر نائب کے دماغ میں پہنچ کر بولا۔ "میں وکی سول ہوں۔ سپر ماسٹر ایک اہم معاملے میں مصروف ہیں۔ انہوں نے پوچھا ہے کیا شی تارا نے رابطہ کیا تھا؟"

"ڈمی شی تارا نے فون پر معذرت چاہی تھی۔ کہا تھا کہ اصلی شی تارا سے رابطہ نہیں ہو رہا جیسے ہی وہ رابطہ کرے گی اسے سپر ماسٹر کا پیغام پہنچا دیا جائے گا۔"

"کیا تم نے پوچھا نہیں کہ رات کے بارہ کا وقت گزر گیا۔ دن کے بھی بارہ بج گئے۔ رابطہ نہ کرنے کی وجہ کیا ہے؟ کیا شی تارا دوستی نہیں کرنا چاہتی ہے؟"

"ایسی بات نہیں ہے۔ ڈمی شی تارا خود حیران ہے اور اصلی شی تارا سے رابطہ نہ ہونے پر پریشان ہے۔ خیال ہے کہ وہ بیمار ہے یا کسی اہم معاملے میں الجھی ہوئی ہے۔"

جیری نے دماغی طور پر حاضر ہو کر جے پرگولا کو تمام باتیں بتائیں۔ پرگولا نے کہا۔ "شاید بیمار ہے ورنہ اہم معاملہ کیا ہو سکتا ہے۔ کل رات تک وہ فارمولے اہم تھے لیکن وہاں شی تارا کا نام سننے میں نہیں آیا۔ صرف وکی سول اور الپا کی ٹیمیں ایک دوسرے سے لڑتی رہیں۔"

"جی ہاں اور مرینا بھی اپنی ٹیم کے ساتھ اچانک ہی جنگل سے کہیں چلی گئی تھی۔ سپر ماسٹر کے خیالات نے ہمیں بتایا ہے کہ وہ دونوں خیال خوانی کرنے والیاں لاپتا رہی تھیں۔"

"پھر تو وہ دونوں معمّا بن گئی ہیں۔ ضرور کوئی گڑبڑ ہے۔ ہو سکتا ہے دونوں میں کوئی جھگڑا نہ ہوا ہو۔" وہ دونوں اب بھی ہم خیال سہیلیاں ہوں۔ سپر ماسٹر سے جھوٹ کہا ہو۔ ان کا ایک ساتھ غائب ہو جانا اور فارمولوں میں دلچسپی نہ لینا کوئی معنی رکھتا ہے۔"

جے پرگولا سوچ میں پڑ گیا۔ یہ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ دونوں کہاں گم ہو گئیں ہیں اور گم ہو کر کیا کرتی پھر رہی ہیں؟"

****

تمام دشمنوں نے بڑا زور لگایا تھا کہ بابا صاحب کے ادارے سے میری فیملی کے کسی فرد کو شکار کر کے لے جائیں۔ یہودی اس ارادے میں کامیاب بھی ہوئے تھے۔ جوجو کو ٹریپ کر کے لے جا رہے تھے لیکن ثانی اور علی تیمور نے ان کی کوششوں پر پانی پھیر دیا تھا۔

جوجو واپس آگئی تھی اور اس کے دماغ سے الپا کے تنویمی عمل کے اثرات کو ختم کر دیا گیا تھا پھر دشمنوں کو پتا چلا کہ ادارے میں فرہاد اور اس کے دونوں بیٹے نہیں ہیں۔ یہ اعلان گمراہ کرنے کے لیے تھا کہ فرہاد' اس کے بیٹے اور فیملی کے دوسرے سبھی افراد چوبیس گھنٹے تک ادارے میں رہیں گے جب دشمنوں کو معلوم ہوا کہ انہیں احمق بنا کر ان کے عداوتی ارادے معلوم کیے گئے ہیں تو سب ہی ادارے سے منہ پھیر کر چلے گئے۔

مجھے معلوم تھا کہ ایسی حکمتِ عملی سے دشمن مایوس ہو کر چلے جائیں گے پھر میرے لیے راستہ صاف ہو جائے گا۔ میں سونیا اور نوزائیدہ بچوں کو دیکھنے کے لیے ادارے میں آگیا۔

سونیا خوشی سے پھول کی طرح کِھلی ہوئی تھی۔ اس نے اعلیٰ بی بی کو گود میں لے کر کہا۔ "میں نے بیٹی اٹھالی ہے' تم تو پہلے بیٹے کو گود میں لو گے۔"

میں نے پوچھا۔ "تم نے یہ کیوں سوچ لیا کہ پہلے بیٹے کی طرف جھکوں گا؟"

"نوّے فیصد لوگ بیٹا ہی چاہتے ہیں۔"

"میں باقی دس فیصد میں ہوں۔ میرے خاندان میں ایک بیٹی کی کمی تھی' وہ آج تم نے پوری کر دی۔"

میں نے اعلیٰ بی بی کو اس کے ہاتھوں سے لے کر خوب چوما۔ اس خوبصورت سی بچی کو دیکھ دیکھ کر دل نہیں بھرتا تھا۔ سونیا نے مسکرا کر کہا۔ "بس اب دوسرے کے لیے بھی پیار رہنے دو۔"

میں نے اسے سونیا کو دیا پھر کبریا کو اٹھا کر چومتے ہوئے کہا۔ "اولاد کو جتنا بھی پیار دو' وہ کم نہیں ہوتا بلکہ بڑھتا ہی جاتا ہے۔"

"کتنے دنوں کے لیے آئے ہو؟"

"ایک دن تمہارے لیے اور ایک دن کبریا کے لیے ہے۔ باقی زندگی کے جو دن رہ گئے ہیں' وہ اپنی بیٹی کے ساتھ گزارنا چاہوں گا۔"

"پھر تو اس لڑکی کے متعلق پیش گوئی درست ہے کہ جو اسے دیکھے گا' اس کا دیوانہ ہو جائے گا۔ تم پہلی ہی ملاقات میں اپنی باقی زندگی اس کے ساتھ گزارنے کی تمنا کر رہے ہو۔ ایسے تو یہ بڑی مغرور ہو جائے گی۔"

"حسن میں غرور کی ملاوٹ ہو تو اس میں اور کشش پیدا ہو جاتی ہے۔ تم میری بیٹی پر ابھی سے تنقید نہ کرو۔"

"تمہاری لاڈلی تمہیں مبارک رہے۔ دوسری باتیں کرو۔"

"دوسروں سے دوسری باتیں کی جاتی ہیں۔ تم دوسری نہیں ہو پھر دوسری باتیں کیوں کروں؟"

"خوب باتیں بنانے کے موڈ میں ہو۔"

"بھئی' تم نے ایسے ننھے ننھے' پیارے پیارے سے مکھڑے دکھائے ہیں' پھر موڈ کیوں نہیں بنے گا۔"

میں نے اور سونیا نے زندگی میں بڑے مصائب جھیلے تھے اور طرح طرح کی مسرتیں بھی حاصل کی تھیں لیکن اس روز میں ایسی مسرتوں سے مالا مال ہوا تھا' جو سونیا کے حوالے سے مجھے مل رہی تھیں۔ ایسے وقت سونیا ثانی نے میرے دماغ پر دستک دی' کوڈ ورڈز ادا کیے پھر کہا۔ "پارس اپنی پوری ٹیم کے ساتھ پیرس پہنچ گیا ہے۔ باربرا کے ساتھ ادارے میں آرہا ہے۔ پاشا' مرینا' صفورا اور عبداللہ کا کیا کیا جائے؟"

میں نے کہا۔ "پاشا کو ابھی ملٹری ہیڈ کوارٹر میں رکھو۔ میں ابھی مرینا سے بات کرتا ہوں۔"

سونیا چلی گئی۔ میں نے سونیا سے کہا۔ "تمہارا بیٹا پارس آرہا ہے۔"

"اچھا۔ میرا بیٹا ہے۔ تمہارا نہیں ہے؟"

"ہے تو سہی۔ مگر کمبخت تمہارے گُن ایسے گاتا ہے جیسے آسمان سے سیدھا تمہارے پیٹ میں آیا ہو۔ اپنی پیدائش کا کریڈٹ باپ کو نہیں دیتا ہے۔"

"پھر بھی باپ پر گیا ہے۔ ایک حسین نمونہ اپنے ساتھ ضرور رکھتا ہے۔"

"ہاں' باربرا کے ساتھ آرہا ہے لیکن یہ پہلی حسین لڑکی ہے جو

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اسے انسان بنا کر رکھتی ہے۔ اسے اخلاق اور تہذیب کے دائرے میں رکھتی ہے۔"

"چلو اچھا ہے۔ پاشا اور مریتا کے متعلق بتاؤ؟"

"میں نے پاشا کو فی الحال ملٹری ہیڈ کوارٹر میں رکھنے کے لیے کہا ہے۔ مریتا کے متعلق بھی غور کرنا ہو گا۔ یہ دونوں ایسے ہیں' جنہیں یہاں ادارے میں قدم رکھنے کی اجازت نہیں ملے گی۔ ہم بے حد مصروف رہا کرتے ہیں۔ ان کی وفاداری اور بے وفائی پر نظر نہیں رکھ سکیں گے۔ اگر ہم نے ہر پندرہ دن بعد ان پر تنویمی عمل نہ کیا تو یہ آزاد ہو کر بھٹک جائیں گے۔"

وہ بولی۔ "میں تمہارا انتظار کر رہی تھی کہ آؤ گے تو تمہارے ساتھ بچوں کو لے کر جناب تبریزی صاحب کے حجرے میں حاضری دوں گی۔ وہیں ہم جناب تبریزی صاحب سے پاشا اور مریتا کے سلسلے میں مشورہ لیں گے۔"

میں نے ادارے کے مخصوص فون کے ذریعے جناب تبریزی صاحب سے رابطہ کیا۔ انہیں سلام کرنے کے بعد عرض کیا۔ "میں سونیا اور بچوں کے ساتھ حاضر ہونا چاہتا ہوں۔ پارس بھی پہنچنے والا ہے۔"

انہوں نے فرمایا۔ "مجھے تم سے مل کر خوشی ہو گی۔ آجاؤ۔"

میں نے ننھی اعلیٰ بی بی کو بازوؤں میں اٹھایا۔ سونیا نے کبریا کو گود میں لیا۔ ہم کوارٹر سے نکل کر باہر آئے۔ وہاں ہمارے لیے ایک چھوٹی موٹر ٹرالی آئی۔ بابا صاحب کا ادارہ کئی میل تک پھیلا ہوا تھا۔ ایک قلعہ بند شہر کی طرح فصیل کے اندر ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کے لیے موٹر ٹرالیاں چلتی رہتی تھیں۔ ہم اس کے ذریعے حجرے کے سامنے پہنچ گئے۔ اجازت حاصل کر کے اندر داخل ہوئے۔ جناب علی اسد اللہ تبریزی کے سامنے دونوں بچوں کو فرش پر ڈال کر ان سے مصافحہ کیا پھر دو زانو ہو کر بیٹھ گئے۔

انہوں نے کبریا اور اعلیٰ بی بی کو باری باری اٹھا کر دعا پڑھی۔ ان کی پیشانیوں کو بوسہ دیا پھر انہیں ہمارے حوالے کرتے ہوئے فرمایا۔ "اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے' جسے چاہتا ہے ذلت دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی سے ان بچوں کو عزت' شہرت اور خوشحالی نصیب ہوتی رہے گی۔"

وہ خاموش ہوئے۔ حجرے میں چند لمحوں تک سکوت طاری رہا پھر انہوں نے فرمایا۔ "ہم اپنے مختلف علوم کے ذریعے انسانوں کے دلوں اور دماغوں کے راز معلوم کر لیتے ہیں لیکن مقدر کے بھید صرف وہی عالم الغیب جانتا ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ اگلے پل اس پر کیا افتاد آپڑے گی یا اگلے چند لمحوں میں وہ خلافِ توقع کامیابی و کامرانی حاصل کرنے والا ہے یا پھر موت کسی بھی لمحے میں اسے آ دبوچنے والی ہے۔ یہ کوئی نہیں جانتا' ایک وہی عالم الغیب جانتا ہے۔ تم کسی کی تقدیر بنانے کے لیے اسے دولت دو' اگر مقدر میں کنگال رہنا یا عذاب اٹھانا ہے تو وہ بدنصیب دولت پانی کی طرح بہا دے گا۔ کسی طوائف یا چور ڈاکو کے حوالے کر دے گا۔ تم کسی کی تقدیر بگاڑنا چاہو گے اور اس کے مقدر میں سنورنا لکھا ہو گا تو وہ تدبیر اور تقدیر کے اشتراک سے سنورتا ہی جائے گا۔ یوں انسانی ہاتھ نہ کسی کو بنا سکتے ہیں' نہ کسی کو بگاڑ سکتے ہیں۔

"تم کیوں چاہتے ہو کہ پاشا اور مریتا کی تقدیر تمہاری مٹھی میں رہے؟ تم جہاں چاہو' انہیں بٹھاؤ اور جہاں چاہو' اٹھا کر پھینک دو؟ جو کام قدرت کا ہے' وہ تم کیوں کرو گے؟

"ماضی میں تم نے کتنے ہی سرکش ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنا مطیع و فرمانبردار بنایا پھر انہیں آزاد کر دیا۔ فاتح اعظم وہی ہوتا ہے' جو علاقے فتح کرتا ہے پھر اپنی طاقت کا لوہا منوانے کے بعد ان علاقوں کو آزاد کر دیتا ہے۔ دشمن لاشعوری طور پر تم سے متاثر اور مرعوب ہوتے ہیں۔ ان کے اندر یہ خیال پختہ ہوتا ہے کہ تم آئندہ بھی ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تسخیر کرتے رہو گے اور آزادی کی خیرات دیتے رہو گے۔ یوں دشمن پر تہذیبی تاثر قائم ہوتا ہے۔"

وہ بول رہے تھے۔ ہم سن رہے تھے۔ میں نے اور سونیا نے سوچا تھا کہ پاشا اور مریم کے سلسلے میں ان سے مشورے لیں گے لیکن ہمارے کچھ پوچھنے سے پہلے ہی وہ مشورے دے رہے تھے۔

میں نے سر جھکا کر کہا۔ "میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔"

"ضرور۔ دل کی بات بلا جھجک بیان کرو۔"

"جناب! پاشا غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک ہے۔ آزادی ملتے ہی وہ دشمنوں کے ہتھے چڑھے گا پھر دشمن اس کی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھائیں گے۔"

انہوں نے فرمایا "فائدہ اٹھانے دو۔ جو مثبت انداز میں فائدہ نہیں اٹھاتے' وہ فائدے کے دھوکے میں نقصان اٹھاتے ہیں۔ عرب ملک تیل کی دولت سے کتنا فائدہ اٹھا رہے ہیں؟ اور اسلامی ممالک کو کتنا نقصان پہنچا رہے ہیں؟ اسی طرح اسرائیل اپنی یہودی سیاست کے ذریعے امریکا سے کتنے فائدے اٹھاتا رہتا ہے اور اس کے باوجود کیسی ذلتیں کماتا رہتا ہے۔ یہ حساب کرو گے تو انکشاف ہو گا کہ ایمان سے اور سلیقے سے فائدہ نہ اٹھایا جائے تو انجام کار ناکامی اور ذلتیں ہی ملتی رہتی ہیں اس لیے اندیشہ نہ کرو کہ دشمن پاشا کی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھائیں گے اور تمہیں نقصان پہنچائیں گے۔"

"آپ کا حکم سر آنکھوں پر' ہم پاشا اور مریتا کو آزاد کر دیں گے۔"

سونیا نے پوچھا۔ "فرہاد کے متعلق کیا حکم ہے؟ کیا یہ یہاں قیام کر سکتے ہیں؟"

"مجھے افسوس ہے۔ قواعد و قوانین سب کے لیے یکساں ہیں۔ اس ادارے میں کسی بھی میاں بیوی کو ساتھ رہنے کی اجازت نہیں دی جاتی ہے۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ تم ادارے کے مغربی زون میں رہتی ہو۔ فرہاد مغربی زون میں سے دو میل کے فاصلے پر رہے۔ تم میاں بیوی اپنے بچوں کے ساتھ دن کو کسی وقت بھی ریکریشن ہال میں روزانہ ملاقات کر سکتے ہو۔"

اسی وقت پارس کی آواز سنائی دی۔ "محترم جنابِ عالی! میں اندر آسکتا ہوں؟ میرے ساتھ باربرا ہے۔"

انہوں نے اجازت دی۔ دونوں نے اندر آکر سلام کیا پھر مصافحہ کر کے ان کے سامنے دو زانو ہو گئے۔ جناب تبریزی صاحب نے کہا۔ "پارس' اپنے بھائی بہن کے لیے نہایت ہی قیمتی تحفہ لے کر آیا ہے۔"

پارس نے مسکرا کر اپنی جرسی کے اندر سے وہ فارمولے نکالے جو بارہ عدد کاغذات پر مشتمل تھے۔ اس نے وہ کاغذات جناب تبریزی صاحب کے قدموں میں رکھتے ہوئے کہا۔ "یہ میری اور باربرا کی کمائی ہے۔ ہم دونوں کی خواہش ہے کہ اس کمائی کا فائدہ سب سے پہلے کبریا اور اعلیٰ بی بی کو پہنچے۔"

انہوں نے تائید کی۔ "تمہاری خواہش پوری ہو گی۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی سے یہ بہن بھائی غیر معمولی سماعت و بصارت اور حیرت انگیز جسمانی و دماغی قوتوں کے مالک ہوں گے۔"

سونیا اپنی جگہ سے اٹھ کر پارس کے پاس آئی پھر اسے اپنی بانہوں میں لے کر اس کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ اس کے بعد باربرا کو گلے لگا کر دعائیں دیں۔ باربرا نے جناب تبریزی صاحب سے کہا۔

"جناب! آج مجھے آپ کے سامنے دو زانو ہونے کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔ میری دلی تمنا ہے کہ میں اس ادارے میں رہ کر مزید علوم و فنون حاصل کرتی رہوں۔"

انہوں نے کہا۔ "بے شک' تم اس ادارے میں رہنے کے قابل ہو۔ میں ابھی تمہاری رہائش کا پروانہ جاری کر دوں گا۔"

میں نے کہا۔ "جناب! ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ آئندہ ہمیں کن معاملات میں دلچسپی لینا چاہیے۔"

"تم دلچسپی لو یا نہ لو۔ معاملات اور مسائل ایسے ہوتے ہیں کہ خود ہی اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں پھر تم سب ان میں الجھتے جاتے ہو۔ آئندہ بھی یہی ہو گا۔ اب جاؤ۔ میری عبادت کا وقت ہو رہا ہے۔"

ہم سب انہیں سلام کر کے حجرے سے باہر آئے۔ باہر آتے ہی پارس نے سونیا کو بازوؤں میں جکڑ کر خوب چومتے ہوئے کہا۔ "جناب تبریزی صاحب کے سامنے جرأت نہیں ہوئی۔ اپنی ممّا سے لپٹنے کے لیے دل سینے سے باہر آرہا تھا۔"

وہ ہنستی رہی اور وہ اسے چومتا رہا۔ میں نے کہا۔ "دیوانے برخوردار! بس کرو۔ باقی حسرتیں کوارٹر میں پوری کر لینا۔"

ہم وہاں سے کوارٹر میں آئے۔ میں نے کہا۔ "تم سب یہاں باتیں کرو۔ میں پاشا کے سلسلے میں علی سے باتیں کر رہا ہوں۔"

میں نے دوسرے کمرے میں آکر علی کو مخاطب کیا۔ علی نے کہا۔ "میں ثانی کے ذریعے آپ سے باتیں کرنے والا تھا۔ آپ کو معلوم ہو چکا ہو گا کہ پارس نے صومالیہ میں کیا کیا ہے؟"

"صرف اتنا ہی معلوم ہے کہ تمام فارمولے لے آیا ہے۔"

"پاپا! وہ شیطان وہاں سے حاتم طائی بن کر آیا ہے۔ وہ سپر ماسٹر' ماسک مین' شی تارا اور الپا وغیرہ کو فارمولوں کے دو دو کاغذات خیرات کرنے والا تھا لیکن یہودی دس کاغذات چھین کر لے گئے۔"

"کیا یہودی جو کاغذات لے گئے ہیں وہ اصلی ہیں؟"

"ثانی نے پاشا کے خیالات پڑھ کر معلوم کیا ہے۔ پارس نے پاپک مائس قبیلے میں پہنچنے کے بعد ان فارمولوں کو بت کی کھوپڑی سے نکالا تھا۔ وہاں بیٹھ کر اس نے دوسرے بارہ کاغذات پر پاشا سے ان فارمولوں کی نقل کرائی تھی۔ اصل کاغذات اپنے پاس رکھ لیے تھے۔ نقل کے بارہ کاغذات میں سے دو کاغذات سب کے سامنے یہ کہہ کر جلا دیے تھے کہ وہ اپنے حصے کے دو کاغذات جلا رہا ہے۔"

میں نے کہا۔ "ٹھیک ہے۔ اصل کاغذات تو ہمارے پاس ہیں۔ یہودیوں کے پاس بھی اصل فارمولے گئے ہیں لیکن وہ ادھورے ہیں۔ بائی داوے' پاشا کے خیالات اور کیا کہتے ہیں؟"

"وہ اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتا ہے۔"

"پھر تو پارس نے اس کی لاعلمی میں گڑبڑ کی ہو گی۔ میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔"

میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر پارس کو بلایا پھر پوچھا۔ "کیا تم نے فارمولے کے دس کاغذات یہودیوں کے حوالے کیے ہیں؟"

"جی ہاں' انہوں نے جوجو کو اغوا کرنے کی جرأت کی تھی۔ اس جرأت پر انہیں انعام دیا ہے۔"

"یعنی کوئی گڑبڑ کی ہے؟ ثانی نے پاشا کے خیالات پڑھ کر معلوم کیا ہے' تم نے ہو بہو اصل فارمولوں کو دوبارہ لکھوا کر انہیں یہودیوں کے حوالے کیا ہے۔ اس میں راز کیا ہے؟"

"پاپا! جب میں پاشا سے ان فارمولوں کی نقل کرا رہا تھا تب باربرا پاشا کے دماغ میں تھی۔ قوتِ سماعت و بصارت اور جسمانی و دماغی قوتوں سے متعلق بہت سی دواؤں کے مرکب بنانے کے نسخے لکھے ہوئے تھے۔ باربرا نے ہر فارمولے میں دو چار دواؤں کے نام تبدیل کرا دیے۔ پاشا اسے اپنے اندر محسوس نہیں کر رہا تھا۔ اس لیے سمجھ رہا تھا کہ وہ اصل فارمولوں کے مطابق لکھتا جا رہا ہے۔"

میں نے مسکرا کر کہا۔ "تم نے چال اچھی چلی ہے لیکن یہودی دھوکا نہیں کھائیں گے۔ وہ ان فارمولوں سے دوائیں تیار کر کے پہلے کسی ایک عام شخص پر انہیں آزمائیں گے۔ یوں پتا چل جائے گا کہ فارمولے جعلی ہیں۔"

"اس انکشاف کے بعد کہ وہ سب جعلی ہیں' پھر بھی وہ عذاب میں مبتلا رہیں گے۔"

"وہ کیسے برخوردار؟"

"ایسے کہ سپر ماسٹر' ماسک مین اور شی تارا وغیرہ تو یہی سمجھ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

رہے ہیں کہ وہ اصلی ہیں۔ یہودی واویلا مچائیں گے کہ وہ جعلی ہیں' تب بھی کوئی یقین نہیں کرے گا۔ یہی سمجھا جائے گا کہ یہودی ازل سے جھوٹے ہیں۔ وہ دھوکا دینے لیے اصل کو جعلی کہہ رہے ہیں۔ مجھے یقین ہے پاپا کہ شی تارا' سپر ماسٹر اور ماسک مین وغیرہ ان فارمولوں کو حاصل کرنے کے لیے اسرائیل پر دھاوا بولیں گے۔ تل ابیب' جافہ' حیفہ اور یروشلم میں بڑے ممالک کے جاسوس اور خطرناک تنظیموں کے تخریب کار پہنچ رہے ہوں گے۔ اسرائیل کے بڑے شہروں کا امن و امان غارت ہو جائے گا۔ وہاں ذہین اور تجربہ کار سراغرسانوں کا میلہ لگے گا تو یہودیوں کی نئی خفیہ تنظیم پردوں میں چھپی نہیں رہ سکے گی۔ یہ راز کھل جائے گا کہ وہ خفیہ تنظیم کیسی ہے؟ اس میں کون لوگ ہیں اور وہ کس انداز سے کام کرتے ہیں؟"

میں نے بیٹے کو فخر سے مسکرا کر دیکھا پھر علی کے پاس پہنچ کر اسے ساری تفصیلات بتائیں۔ وہ بھی مسکراتے ہوئے بولا۔ "اسی لیے میں اسے شیطان کہتا ہوں۔ واقعی پاپا! اس نے یہودیوں کو فارمولے دے کر انہیں ایک طویل عذاب میں مبتلا کر دیا ہے اور صرف یہودیوں کو ہی نہیں' تمام دشمنوں کو غلط فہمی میں مبتلا کر کے ایک دوسرے سے لڑانے کی فضا قائم کر دی ہے۔"

"پاشا کہاں ہے؟"

"ہیڈ کوارٹر میں ہے۔"

"ثانی سے کہو' میرے پاس آئے' میں تمہارے دماغ میں رہوں گا۔ اس طرح ہم تینوں باتیں کر سکیں گے۔"

ثانی نے آ کر مجھے سلام کیا۔ میں نے کہا۔ "جناب تبریزی صاحب کا مشورہ ہے کہ پاشا اور مرینا کو آزاد کر دیا جائے۔"

"ٹھیک ہے پاپا! ان کے مشورے کے پیچھے کوئی مصلحت چھپی ہو گی۔ میں ابھی پاشا کو آزاد کر دوں گی۔ ویسے آپ ہمیں کیا مشورہ دیں گے؟ کیا ہمیں پیرس میں رہنا چاہیے؟"

"بیٹی! راوی چین لکھتا ہے۔ تم دونوں کے لیے میرا مشورہ ہے کہ جب تک آرام اور سکون ہے' شادی کے مسئلے پر غور کرو اور اس کے لیے کوئی مبارک دن مقرر کر لو۔"

"اوہ نو پاپا! میں اتنی جلدی شادی نہیں کروں گا۔"

ثانی نے کہا۔ "یہ گھر بسانے کی نہیں' ساری دنیا دیکھنے کی عمر ہے۔ پلیز آپ شادی کی بات نہ کریں۔"

"اچھا جاؤ۔ پاشا کو تنویمی عمل سے رہائی دو۔"

وہ چلی گئی۔ میں نے لیلیٰ کو مخاطب کیا۔ اس نے مسکرا کر پوچھا۔ "آپ کیسے ہیں؟"

"خیریت سے ہوں۔ تم سناؤ۔"

"میں کیا سناؤں؟ آپ بتائیں' میرا انتظار کب ختم ہو گا؟"

"میں ابھی ادارے میں سونیا کے پاس ہوں۔"

"وہاں تو میاں بیوی کو رہنے کی اجازت نہیں دی جاتی تھی؟"

"اب بھی اجازت نہیں دی جاتی ہے۔ وہ ادارے کے مشرق میں ہو گی تو میں مغرب میں۔ وہ شمال میں ہو گی تو میں جنوب میں۔ اجازت اتنی ہے کہ ہم یہاں کے ریکریشن ہال میں یا پارک میں ملاقاتیں کرتے رہیں گے۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی۔ "پھر تو آپ جلدی ہی بھاگ آئیں گے۔"

"تم میری شریکِ حیات ہو۔ تم سے زیادہ مجھے اور کون سمجھے گا۔ میں ہفتے میں ایک دن کے لیے پیرس آیا کروں گا پھر واپس ادارے میں آ کر آرام کیا کروں گا۔ کچھ عرصہ کبریا اور اعلیٰ بی بی کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔"

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی۔ "اللہ کرے کوئی ایسا معجزہ ہو کہ میں بھی آپ کے بچوں کی ماں بن سکوں۔"

"میں آمین کہتا ہوں اور اس سے زیادہ کیا کہہ سکتا ہوں؟ یہ تو قدرت کے کھیل ہیں۔ تم جانتی ہو' سونیا نے اپنی زندگی داؤ پر لگائی۔ زہریلی ماریہ کے ساتھ رہ کر خود کو رفتہ رفتہ اس حد تک زہریلا بنایا کہ اس کی کوکھ نے میرا زہر قبول کر لیا۔ ایسا قدرت کی مرضی سے ہوا ہے۔ قدرت کو منظور نہ ہوتا تو سونیا کی حالت بھی وہی ہوتی' جو پارس کے زہر سے جوجو کی ہوئی تھی۔"

"میں بھی آپ کے بچوں کو جنم دینے کے لیے یہ خطرہ مول لوں گی۔"

"ایسا ہرگز نہ کرنا۔ جوجو کو بڑی مشکلوں سے بچایا گیا تھا۔ تم تو بہت ذہین ہو۔ تمہیں سمجھنا چاہیے کہ انسان کی ہر خواہش پوری نہیں ہوتی۔ اگرچہ تم بانجھ نہیں ہو لیکن میرے حوالے سے خود کو بانجھ تسلیم کرو اور صبر کرو۔"

"اب تک صبر ہی کر رہی ہوں۔"

"میں یہ کہنے آیا ہوں کہ مرینا' عبداللہ اور صفورا کو تنویمی عمل سے آزاد کر دو۔"

"تم انہیں آزاد کیوں کر رہے ہو؟ وہ ہمارے دشمنوں سے مل جائیں گے۔ ہمارے خلاف دشمنوں کی اضافی قوت بن جائیں گے۔"

"ہاں' ایسا ہو سکتا ہے لیکن یہ جناب تبریزی صاحب کا مشورہ ہے۔ ویسے میں چاہتا ہوں' صفورا ہمارے پاس رہے۔ تمہارا کیا خیال ہے؟"

"اچھا خیال ہے۔ وہ بہت کام کی لڑکی ہے۔"

"تم مرینا اور عبداللہ کے پاس جاؤ۔ میں صفورا سے بات کرتا ہوں۔"

میں اس زہریلی لڑکی کے پاس آیا چونکہ وہ ہماری معمولہ تھی اس لیے مجھے اپنے دماغ میں محسوس نہ کر سکی۔ وہ کئی منٹ تک سانس روک لیتی تھی۔ کوئی دوسرا خیال خوانی کرنے والا اسے ٹریپ نہیں کر سکتا تھا۔ بہترین فائٹر بھی تھی۔ اس وقت وہ پیرس کے ایک گارڈن میں بیٹھی ہوئی تھی اور شکستہ دلی سے پارس کے

متعلق سوچ رہی تھی۔ اسے یہ صدمہ تھا کہ اس نے ادارے میں جانے سے پہلے الوداعی ملاقات نہیں کی تھی۔ اس سے مسکرا کر رخصت ہونا ضروری نہیں سمجھا تھا۔

میں نے اسے مخاطب کیا۔ "ہیلو صفورا!"

وہ چونک گئی۔ اس نے آس پاس دیکھا پھر دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر پوچھا۔ "تم کون ہو؟"

"میں پارس کا باپ ہوں' فرہاد علی تیمور۔"

"کیا واقعی؟" اس نے بے یقینی سے پوچھا۔

میں نے کہا۔ "یقین کرو' تمہیں یہ اعتماد ہے کہ کوئی تمہارے دماغ میں نہیں آ سکتا اور یہ بھی جانتی ہو کہ باربرا نے تمہیں مرینا کے تنویمی عمل سے نجات دلائی ہے۔ صرف باربرا اور اس کے خیال خوانی کرنے والے ساتھی ہی تمہارے دماغ میں آ سکتے ہیں۔ اسی طرح میں آیا ہوں۔ کوئی دشمن تمہارے پاس نہیں آ سکے گا۔"

"بے شک' آپ پارس کے پاپا ہیں۔"

"صرف پارس کا نہیں' تمہارا بھی ہوں۔ تم میری بیٹی ہو۔"

وہ خوشی سے کھل گئی۔ مسکرا کر بولی۔ "تھینک یو پاپا۔ میں خود کو دنیا کی سب سے خوش نصیب لڑکی سمجھ رہی ہوں۔"

"تمہیں یہ خوش خبری سنانے آیا ہوں کہ تم تنویمی عمل سے آزاد ہو۔ میں باپ کی حیثیت سے اپنی بیٹی کو آزادی کا تحفہ دے رہا ہوں۔ کیا آزادی کے بعد میری فیملی میں رہنا چاہو گی؟"

وہ آسمان کی طرف دیکھتی ہوئی بولی۔ "اے میرے خدا! یہ میں کیا سن رہی ہوں۔ میرے نصیب یوں جاگ رہے ہیں کہ مجھے یہ خواب سا لگ رہا ہے۔ پاپا! میں ساری عمر آپ کی بیٹی بن کر آپ کی خدمت کرتی رہوں گی۔"

"کیا اپنے بھائی عبداللہ سے دور رہ سکو گی؟"

"میں آپ کے لیے ساری دنیا کو چھوڑ سکتی ہوں۔ کیا آپ میرے بھائی کو اپنی فیملی میں جگہ نہیں دیں گے؟"

"مجھے افسوس ہے۔ ابھی اس کے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اس میں صرف ایک ہی خوبی ہے کہ وہ حیرت انگیز جسمانی قوتوں کا مالک ہے۔ اس سے زیادہ پاشا شہ زور ہے لیکن ہم پاشا کو بھی اپنی فیملی سے دور کر رہے ہیں۔"

"آپ بہتر سمجھتے ہیں۔ آپ مجھے بھائی سے جتنی دور جانے کو کہیں گے' میں چلی جاؤں گی۔"

"تم ہمارے ایک خاص مشن پر امریکا جاؤ گی۔"

"آپ کے خاص مشن کے لیے جان ہتھیلی پر رکھ کر جاؤں گی۔"

"ہتھیلی پر جان رکھ کر نہیں' دل رکھ کر جانا ہے کیونکہ پارس تمہارے ساتھ ہو گا۔"

وہ خوشی سے اچھل پڑی۔ پھر بولی۔ "اوہ پاپا! آپ مجھے اتنی خوشیاں دے رہے ہیں۔ میں تو پاگل ہو جاؤں گی۔"

"تم پاگل نہیں ہو گی۔ میں تمہارے اندر رہ کر سمجھ رہا ہوں۔ تم بہت ہی مضبوط ارادوں کی مالک ہو۔ سفر کی تیاری کرو۔ میں تمہاری روانگی کے انتظامات کر رہا ہوں۔"

"کیا صرف میری روانگی کے انتظامات؟"

"ہاں' تم یہاں سے تنہا جاؤ گی۔ ہماری پلاننگ کے مطابق وہاں کے اونچے سرکاری عہدے داروں سے دوستی کرو گی۔ وہیں پارس ایک اجنبی بن کر تم سے ملاقات کرے گا تاکہ دشمنوں کو شبہ نہ ہو کہ تم دونوں وہاں کسی منصوبے کے تحت کوئی کھیل کھیل رہے ہو۔"

میں نے فرانس کے ایک اعلیٰ سرکاری آفیسر سے کہا کہ وہ مس صفورا سے ملاقات کرے اور صفورا کے پاسپورٹ اور دیگر ضروری کاغذات امریکی شہری کی حیثیت سے تیار کرے۔

○☆○

مرینا اور عبداللہ ایک ہوٹل کے کمرے میں شام تک سوتے رہے پھر دونوں کی آنکھیں ایک ساتھ کھلیں۔ دونوں نے سر گھما کر ایک دوسرے کو دیکھا پھر اٹھ کر بیٹھ گئے۔ مرینا نے پوچھا۔ "تمہیں یاد ہے' ہم بے وقت کیوں سو گئے تھے؟"

عبداللہ نے کہا۔ "ہاں' کوئی میرے دماغ میں بول رہا تھا کہ مجھ پر تنویمی عمل کیا جا رہا ہے۔ جس کے بعد میں کسی کا معمول اور تابعدار نہیں رہوں گا۔ آزاد ہو جاؤں گا۔"

مرینا نے کہا۔ "میرے دماغ میں بھی کسی نے یہی کہا تھا۔ اس کے بعد میں سو گئی تھی۔"

"کیا ہمارا برین واش ہو چکا ہے؟ میرا مطلب ہے' ہمارے دماغ سے تنویمی عمل مٹا دیا گیا ہے۔"

"شاید یہی ہوا ہے۔ ہمیں اپنی آزادی کی تصدیق کرنا چاہیے۔"

"تصدیق کیسے کی جائے؟"

"میں ابھی بتاتی ہوں۔"

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی عبداللہ کے دماغ میں پہنچی۔ اسی لمحے اس نے سانس روک لی پھر کہا۔ "مرینا! ابھی میرے دماغ میں کوئی آنا چاہتا تھا۔"

"میں باربرا کا لہجہ اختیار کر کے تمہارے اندر آنا چاہتی تھی کیونکہ اسی نے ہم پر عمل کیا تھا لیکن تم نے سانس روک کر ثابت کر دیا ہے کہ باربرا کے تنویمی عمل کا اثر تمہارے اندر نہیں رہا۔ تم آزاد ہو۔"

وہ مرینا کو اپنے بازوؤں میں سمیٹ کر خوشی سے بولا۔ "میں کسی کا غلام نہیں ہوں' تم بھی آزاد ہو۔"

وہ خود کو اس کی گرفت سے چھڑا کر بولی۔ "باؤلے ہو گئے ہو؟ مجھے یقین کرنے دو کہ آئندہ کوئی میرے اندر نہیں آ سکے گا۔"

اس نے پھر خیال خوانی کی پرواز کی۔ باربرا کے دماغ میں آئی۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

باربرا نے کوڈورڈز پوچھے۔ وہ بولی۔ "میں مرینا ہوں۔ واپس جا رہی ہوں۔ پلیز فوراً میرے دماغ میں آؤ۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہوئی۔ چند سیکنڈ کے بعد اس نے باربرا کی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا جب کہ پہلے وہ محسوس نہیں کرپاتی تھی۔ باربرا نے پوچھا۔ "تم نے مجھے کیوں بلایا ہے؟"

مرینا نے سانس روکی پھر محسوس کیا کہ وہ آنے والی سوچ کی لہریں جا چکی ہیں۔ اب اس کے اندر کوئی نہیں ہے۔ وہ خوش ہو کر سانس لیتے ہوئے بولی۔ "عبداللہ! واقعی ہم آزاد ہو گئے ہیں۔ میں نے ابھی باربرا کی سوچ کی لہروں کو بھگایا ہے۔"

دونوں خوشی سے دیوانے ہو گئے۔ بستر پر لوٹ پوٹ کر لپٹ لپٹ کر، ہنسنے بولنے لگے۔ بڑی دیر تک دنیا کو بھولتے رہے پھر مرینا نے تھک ہار کر ہانپتے ہوئے کہا۔ "ہمیں ہوش میں رہنا چاہیے اور یہ سمجھنا چاہیے کہ باربرا اور فرہاد کے دوسرے خیال خوانی کرنے والوں نے ہمیں رہائی کیوں دی ہے؟"

"ہاں، ہمیں غور کرنا اور سمجھنا چاہیے۔ تمہارے پاس ٹیلی پیتھی کا خطرناک ہتھیار ہے جو بھی تمہارے دماغ پر قبضہ جمائے گا وہ مرتے دم تک تمہیں اپنے چنگل سے نکلنے نہیں دے گا پھر انہوں نے کیوں رہائی دے دی؟"

وہ دونوں اس سوال پر غور کرتے ہوئے باتھ روم میں گئے۔ غسل وغیرہ سے فارغ ہونے تک سوچتے رہے۔

عبداللہ نے کہا۔ "یہ اندیشہ رہا کرے گا کہ کوئی ایسا خیال خوانی کرنے والا ہمارے اندر چھپا رہتا ہے جو ہمارے لیے اجنبی ہے اور ہمارا عامل ہے۔ ہم اسے محسوس نہیں کرسکتے ہیں۔"

"میں اپنے دل اور دماغ میں کسی قسم کا اندیشہ نہیں رہنے دوں گی۔ اگر فرہاد کے خیال خوانی کرنے والے کسی حکمتِ عملی سے چھپے ہوئے ہیں تو وہ یہ نہیں چاہیں گے کہ میں سپر ماسٹر کی دوست بن جاؤں اور ان کے خلاف سپر ماسٹر کے لیے کام کرتی رہوں۔ ایسے میں وہ مجھے میرے اپنے ملک امریکا کے لیے کام کرنے سے روکیں گے۔ اگر ہم رک جائیں گے، مجبور ہو جائیں گے تو ان کا فراڈ ظاہر ہو جائے گا۔"

"یہ اچھا آئیڈیا ہے۔ اس طرح فرہاد اور اس کے لوگوں کی دیانتداری اور بے ایمانی کھل کر سامنے آجائے گی۔"

"مجھے بھوک لگ رہی ہے۔ تم کھانے کا آرڈر دو۔ مجھے مخاطب نہ کرنا۔ میں سپر ماسٹر کے پاس جا رہی ہوں۔"

وہ ایک صوفے پر آکر آرام سے بیٹھی پھر سپر ماسٹر کے نائب کے پاس پہنچ کر بولی۔ "میں مرینا ہوں۔ تمہارے ماسٹر سے باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

نائب نے کہا۔ "سپر ماسٹر اس وقت ایک اہم میٹنگ میں مصروف ہے۔ آپ ایک گھنٹے بعد رابطہ کریں۔"

وہ واپس آگئی کچھ عرصہ پہلے مرینا اور شی تارا نے سونیا ثانی کو بے نقاب کرنے کے لیے چند اعلیٰ حکام اور فوجی افسران سے دماغی رابطہ رکھا تھا۔ انہوں نے ثانی کو بے نقاب کیا مگر اسے سپر مادام کے روپ میں گرفتار نہ کرسکے لیکن اس کوشش میں مرینا کی دوستی چند حکام اور فوجی افسران سے ہو گئی تھی۔ اس نے سر جھکا کر ایک دوست افسر کی آواز اور لہجے کو یاد کیا پھر آسانی سے اس افسر کے اندر پہنچ گئی۔

وہ فوج کا میجر تھا اور اس وقت ہیڈ کوارٹر کے ایک بنگلے میں تھا۔ اس بنگلے کے بڑے سے ڈرائنگ روم میں اس کے علاوہ چند اہم فوجی افسران اور اعلیٰ حکام تھے۔ اس وقت سپر ماسٹر ڈرائنگ روم میں داخل ہو رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔ "میرا خیال ہے۔ میں نے آپ حضرات کو انتظار نہیں کرایا ہے۔ ٹھیک وقت پر آیا ہوں۔"

اس نے حاضرین سے باری باری مصافحہ کیا پھر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ مرینا بھی آرام سے میجر کے اندر بیٹھی ہوئی تھی اور وہ اسے محسوس نہیں کر رہا تھا۔ سپر ماسٹر نے گفتگو کا آغاز کیا پھر صومالیہ میں اپنی ناکامی اور یہودیوں کی کامیابی کی روداد سنانے لگا۔

روداد ختم ہوئی تو ایک اعلیٰ فوجی افسر نے پوچھا۔ "تمہارا خیال خوانی کرنے والا وکی سول کہاں ہے؟"

وکی سول نے ایک جونیئر افسر کی زبان سے کہا۔ "میں اس افسر کے اندر موجود ہوں۔"

اعلیٰ افسر نے کہا۔ "تم ہمارے ایک ہی خیال خوانی کرنے والے رہ گئے ہو۔ تم بھی سابقہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی طرح غلطیاں کر رہے ہو اور ناکامی کا منہ دکھا رہے ہو۔"

وکی سول نے کہا۔ "سپر ماسٹر نے دوبار خفیہ آرمی وہاں بھیجی۔ نتیجہ سامنے ہے۔ سب کے سب مارے گئے۔ کیا سپر ماسٹر کی آرمی میں کوئی بھی مرد میدان نہیں تھا۔ کسی سپاہی نے دشمن کو زخمی کر کے مجھے اس کے اندر پہنچنے کا موقع نہیں دیا پھر میں وہاں کیا کرسکتا تھا! آپ میں سے کوئی میری کسی غلطی کو ثابت نہیں کرسکے گا۔"

جنرل واسکوڈی نے کہا۔ "اب تمہاری غلطیاں ثابت کر کے کیا حاصل ہو گا؟ کیا ناکامی، کامیابی میں بدل جائے گی۔"

وکی نے کہا۔ "آئندہ کامیابیاں حاصل کرنے کے لیے لازمی ہے کہ ہم میں سے ہر شخص کی غلطیوں کی نشاندہی کی جائے۔ جس طرح میں نے چیلنج کیا ہے کہ کوئی میری غلطی ثابت نہیں کرسکے گا اس طرح صاف لفظوں میں کہتا ہوں کہ اتنی بڑی مہم سر کرنے کے لیے سپر ماسٹر نے دوبارہ ناکارہ فوج بھیجی تھی۔"

جنرل واسکوڈی نے پوچھا۔ "کیوں سپر ماسٹر! تم کیا کہتے ہو؟"

سپر ماسٹر نے مسکرا کر کہا۔ "وہ میرے گھر کی تربیت یافتہ فوج نہیں تھی۔ یہ آپ ہی لوگوں کا دعویٰ تھا کہ آپ نے میرے چارج میں بہترین گوریلا آرمی دی ہے۔ جو مجھے دی گئی، وہی میں نے بھیجی۔"

وہاں تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ وکی سول نے کہا۔ "یہ

یہودی خفیہ تنظیم بہت زبردست ہے۔ اس تنظیم میں ایسے ذہین اور دلیر افراد ہیں، جنہوں نے ہماری بہترین تربیت یافتہ آرمی کو فنا کر دیا۔ انہوں نے صرف ہمیں شکست نہیں دی۔ پارس جیسے مکار کو بھی دھوکا دیا۔ پارس تمام خیال خوانی کرنے والوں کو فارمولوں کے دو دو کاغذات دینا چاہتا تھا لیکن وہ یہودی بارہ میں سے دس کاغذات اڑا لے گئے۔"

ایک حاکم نے کہا۔ "سوال پیدا ہوتا ہے، پارس اتنی محنت سے حاصل کیے ہوئے فارمولے اپنے تمام دشمنوں میں تقسیم کیوں کرنا چاہتا تھا؟"

"اس سوال کا جواب یہ ہے کہ پارس مکمل فارمولے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ذریعے بابا صاحب کے ادارے میں نوٹ کرا چکا تھا۔ اس کے بعد وہ تمام دشمنوں کو دو دو کاغذات دے کر انہیں ایک دوسرے سے لڑانا چاہتا تھا۔ اس کی یہ خواہش پوری نہیں ہوئی۔ تمام خیال خوانی کرنے والوں کے حصوں کے کاغذات یہودی لے گئے۔"

ایک اور حاکم نے کہا۔ "اس طرح پارس کی یہ مکاری ظاہر ہوتی ہے کہ وہ درپردہ باقی دس کاغذات یہودیوں کے حوالے کرنا چاہتا تھا تاکہ ہم سب ان کاغذات کے حصول کے لیے یہودیوں کا جینا حرام کردیں۔"

"اس کی بدمعاشی یوں بھی ثابت ہوتی ہے کہ وہ باقی دس کاغذات بت کی کھوپڑی میں چھوڑ گیا تھا جب کہ ان کاغذات کو اپنے ساتھ لے جا سکتا تھا۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "ہم جس پہلو سے بھی بات کریں گے، نتیجہ یہی سامنے آئے گا کہ پارس تمام بڑے ممالک کو اور تمام دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو عذاب بنا کر یہودیوں پر مسلط کرنا چاہتا ہے۔"

ایک حاکم نے کہا۔ "پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے، کیا ہم وہ کاغذات حاصل کرنا چاہتے ہیں؟ اگر جواب ہاں میں ہے تو تسلیم کر لو کہ پارس کا مکارانہ منصوبہ کامیاب ہو رہا ہے۔ ہماری طرح دوسری بڑی طاقتیں بھی ان کاغذات کے پیچھے پڑ جائیں گی اور خفیہ یہودی تنظیم کے لیے عذاب بن جائیں گی۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "بائی گاڈ! ایسا شیطانی سیاسی کھیل سونیا کا بیٹا ہی کھیل سکتا ہے۔ پارس سے تو علی تیمور بہتر ہے، جو آتا ہے۔ ایک ہی وار میں دو ٹکڑے کرتا ہے اور چلا جاتا ہے۔ پارس کی طرح طویل عذاب میں مبتلا نہیں کرتا۔"

مرینا خاموشی سے ان سب کی باتیں سن رہی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ سپر ماسٹر یوگا کا ماہر ہے۔ اگر رابطہ کرے گی تو وہ سانس روک لے گا پھر بھی وہ میجر کے دماغ سے نکل کر سپر ماسٹر کے دماغ میں آ گئی۔ اس نے سوچا تھا کہ وہ پوچھے گا تو اپنا نام بتائے گی لیکن یہ حیرت کا مقام تھا کہ اس نے نام نہیں پوچھا۔ اسے اپنے اندر محسوس ہی نہیں کیا۔

اس کی دو ہی وجوہات سمجھ میں آئیں۔ ایک تو یہ کہ شاید وہ کچھ بیمار ہے یا پھر اس کے دماغ میں پہلے سے کوئی موجود ہے۔ دوسرا خیال درست نکلا۔ چند لمحوں کے بعد ہی مرینا نے پرائی سوچ کی لہروں کو سنا۔ کوئی سپر ماسٹر سے کہہ رہا تھا۔ "یہ تم پارس کی حکمتِ عملی بتانے اور اس کی تعریفیں کرنے میں وقت کیوں ضائع کر رہے ہو۔ اپنے کام کی بات شروع کرو۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "پلیز، ذرا صبر کرو۔ میں ابھی اسی بات کی طرف آنے والا ہوں۔"

مرینا نے اتنی دیر میں چور خیالات سے معلوم کیا، وہ ٹرانسفارمر مشین کا ذکر چھیڑنا چاہتا ہے لیکن ابھی تک اس موضوع پر آنے کا مناسب موقع نہیں مل رہا تھا۔ تب اچانک ہی موقع ملا۔ جنرل واسکوڈی نے کہا۔ "سپر ماسٹر! تم نے پچھلی میٹنگ میں کہا تھا کہ کسی اہم منصوبے پر کام کر رہے ہو۔ ہم معلوم کرنا چاہیں گے کہ تم اپنے اس منصوبے سے ملک اور قوم کو کیا فائدہ پہنچا رہے ہو؟"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "جنرل واسکوڈی! ٹرانسفارمر مشین تمہارے چارج میں ہے۔ ہم میں سے کوئی تم سے یہ نہیں پوچھتا کہ وہ مشین کہاں چھپا کر رکھی گئی ہے اور اس کی مرمت کے لیے ایسا کیا کیا جا رہا ہے کہ اب تک ناکامی ہو رہی ہے اور وہ مشین اس قابل نہیں ہو پا رہی ہے کہ ہمارے ملک کے لیے کم از کم ایک ہی ٹیلی پیتھی جاننے والا پیدا کرسکے۔"

جنرل نے کہا۔ "ٹرانسفارمر مشین، ایٹمی منصوبوں سے بھی زیادہ اہم ہے۔ میں اسے ملک اور قوم کی بہتری کے لیے چھپا رہا ہوں۔"

جنرل نے کہا۔ "ایسا تم میری ضد میں کہہ رہے ہو۔"

"یہ تمہارا خیال ہے جنرل! ورنہ تم ہی ایک محبِ وطن نہیں ہو۔ ہم سب لوگ اپنے ملک سے محبت کرتے ہیں۔ ہمارے درمیان یہ معاملہ طے ہونا چاہیے کہ ہم میں سے جو افراد یوگا کے ماہر ہیں، ان سے ملک کا کوئی راز نہ چھپایا جائے۔ ہم رازوں کے امین ہوتے ہیں۔ کوئی ہمارے دماغوں میں چوری سے آکر کوئی راز چرا نہیں سکتا۔"

ملٹری انٹیلی جنس کا چیف رچ ووڈ، سپر ماسٹر کا ہم نوا تھا۔ اس نے تائید کی۔ "بے شک، میں بھی یوگا کا ماہر ہوں اور فوج کے نہایت ہی اہم عہدے پر فائز ہوں لیکن ٹرانسفارمر مشین کو مجھ سے بھی چھپایا جاتا ہے۔ اسی طرح سپر ماسٹر بھی اپنا منصوبہ ہم سے چھپا رہا ہے اور یہ مناسب نہیں ہے۔"

ایک اعلیٰ فوجی افسر نے کہا۔ "صاف بات تو یہ ہے کہ جنرل واسکوڈی ٹرانسفارمر مشین کو پوری ذمے داریوں کے ساتھ سنبھال نہیں پائے۔ یہ اب تک صفائی پیش نہ کرسکے کہ مشین کیسے خراب ہوئی؟ جب کہ یہ دعویٰ تھا کہ ایک چیونٹی بھی مشین کی طرف جائے تو خطرے کی گھنٹی بجنے لگتی ہے پھر یہ کہ یہ اب تک مشین کی مرمت

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کرانے میں ناکام رہے ہیں۔ اتنی بڑی ذمّے داری کسی ایک ہاتھ میں دی جائی تو ملک کو اسی طرح نقصان پہنچتا ہے۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "میرا مشورہ ہے کہ ملک کی اہم ذمّے داریاں سنبھالنے والے جتنے یوگا کے ماہر ہیں ان کا ایک خفیہ اجلاس ہو اور ان سب کو ٹرانسفارمر مشین کا ذمّے دار بنایا جائے اگر میرا یہ مشورہ مان لیا جائے گا تو میں اپنے ایک چونکا دینے والے منصوبے کی جھلک پیش کروں گا۔"

ایک حاکم نے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ سپر ماسٹر کا مشورہ قابلِ قبول ہے۔"

سب اس کی تائید کرنے لگے۔ جنرل واسکوڈی نے ناگواری سے کہا۔ "مجھے نااہل ثابت کرکے تم لوگ مشین کی ذمّے داری لے رہے ہو' اگر تم بھی اس کی مرمّت نہ کرا سکے تو؟"

"تو کم از کم سب ہی کو یہ معلوم ہوتا رہے گا کہ مشین مرمّت کے کن مراحل سے گزر رہی ہے۔ ہم سب ایک دوسرے کے مشورے سے کام کرتے رہیں گے تو سب ہی مشین کے سلسلے میں مطمئن رہیں گے۔"

ایک نے کہا۔ "جنرل واسکوڈی کو یہ بات ناگوار گزر رہی ہے کہ مشین ایک ہاتھ سے نکل کر ہم سب کے ہاتھوں میں آرہی ہے۔"

جنرل نے کہا۔ "میری ناگواری سے تم لوگوں کی صحت پر اثر نہیں پڑے گا۔ اب سپر ماسٹر کا فرض ہے کہ یہ اپنے اہم منصوبے کی جھلک ہمیں دکھائے۔"

"ضرور دکھاؤں گا' لیکن یوگا کے ماہرین کے اجلاس میں تاکہ یہ راز صرف ہمارے درمیان رہے۔"

"کچھ معلوم تو ہو کہ وہ منصوبہ کیا ہے؟"

"اگر ابھی بتاؤں گا تو پھر راز' راز نہیں رہے گا۔ جنرل کو ذرا صبر و تحمّل سے کام لینا چاہیے۔"

جنرل نے غصّے سے کہا۔ "تم میرے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو؟ اگر اعتماد کا ووٹ لوں تو یہاں اکثریت میرے حق میں ہوگی' یہ نہ بھولو کہ سپر ماسٹر کسی وقت بھی تبدیل کیا جا سکتا ہے۔"

"میں وہ سپر ماسٹر نہیں ہوں کہ تم جیسوں کی سازشوں اور خود غرضیوں کا شکار ہو کر عہدہ چھوڑ دوں اور الزامات اٹھا کر فوج کی گولیوں کا نشانہ بن جاؤں۔ جنرل! مجھے میرے عہدے سے ہٹانے سے پہلے تم استعفا دینے پر مجبور ہو جاؤ گے۔"

انٹیلی جنس کے چیف نے کہا۔ "یہاں ایک دوسرے کو چیلنج نہ کیا جائے تو بہتر ہے۔ عہدے سے اسے ہٹایا جائے گا' جس کی کارکردگی ناقص ہوگی اور جنرل واسکوڈی مشین کے معاملے میں تمہاری کارکردگی نہایت ناقص ہے۔ تم پر بڑے الزامات ہیں لہٰذا تم خاموش رہو تو بہتر ہے۔"

جنرل نے کہا۔ "آج کے اجلاس میں تم سب یہ سوچ کر آئے تھے کہ میرا محاسبہ کیا جائے گا جب کہ مشین کی خرابی میں میرا ہاتھ نہیں ہے۔ جلد ہی تم سب کو یقین آجائے گا کہ کسی سازش کے تحت مشین کو ناکارہ نہیں بنایا گیا ہے۔ اس بوڑھے تمرزی کی پیش گوئی کے مطابق تم لوگ بھی برسوں تک اسے درست نہیں کر سکو گے۔"

دوسرے نے کہا۔ "بے شک' جنرل واسکوڈی کا درجہ ہماری نظروں میں بہت بلند ہے۔ آپ جتنے یوگا کے ماہرین یہاں موجود ہیں اپنے اگلے اجلاس کی تاریخ اور وقت مقرر کرلیں تاکہ ٹرانسفارمر مشین کو جلد سے جلد کارآمد بنایا جا سکے۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "اگلے اجلاس میں یہ بھی طے کیا جائے گا کہ فارمولے کے دس عدد کاغذات یہودیوں سے حاصل کرنے کے لیے مؤثر پلاننگ کی جائے گی اور باقی دو کاغذات فرہاد اور اس کی فیملی سے حاصل کیے جائیں گے؟"

وہ سب ان موضوعات پر تھوڑی دیر بحث کرتے رہے پھر دوسرے دن یوگا کے ماہرین کی میٹنگ کا وقت مقرر کرکے وہ اجلاس برخاست کر دیا گیا۔ مرینا نے میجر سے کہا۔ "ہیلو' میں مرینا بول رہی ہوں۔ ابھی کسی کو میری موجودگی کے متعلق نہ بتاؤ۔"

میجر نے کہا۔ "مرینا! تمہاری آمد سے مجھے کتنی خوشی ہو رہی ہے' یہ تم میرے خیالات پڑھ کر معلوم کر سکتی ہو۔"

"بے شک۔ تم مجھے دل سے چاہتے ہو۔ اسی لیے آئی ہوں۔ ایک کام کرو۔ جنرل واسکوڈی کو اپنے بنگلے میں روک لو۔ میں بہت ضروری باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

اجلاس میں شریک ہونے والے اعلیٰ حکّام اور اعلیٰ فوجی افسران اس بنگلے سے جا رہے تھے۔ میجر نے جنرل کو ایک طرف لے جا کر کہا۔ "آپ چند منٹ کے لیے رک جائیں۔ میں تنہائی میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔"

وہ بولا۔ "میجر! آج کے اجلاس سے میرا موڈ خراب ہو گیا ہے۔ میں کسی سلسلے میں کوئی بات کرنے کے موڈ میں نہیں ہوں۔"

وہ کان کے قریب جھک کر بولا۔ "کیا آپ مرینا سے بھی بات نہیں کریں گے۔"

اس نے چونک کر پوچھا۔ "کیا اس سے رابطہ ہو رہا ہے؟"

"جی ہاں' یہ ابھی ہمارے درمیان موجود ہے۔ ذرا لوگوں کو چلا جانے دیں۔"

وہ اجلاس میجر کے بنگلے میں منعقد ہوا تھا۔ اس لیے میجر نے تمام اعلیٰ عہدے داران کو دروازے کے باہر آکر رخصت کیا پھر دروازے کو اندر سے بند کرکے ڈرائنگ روم میں جنرل واسکوڈی کے پاس آیا۔ اس بار مرینا نے کہا۔ "ہیلو جنرل! میں مرینا ہوں اور میجر کی زبان سے بول رہی ہوں۔"

وہ بولا۔ "یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ایسی پریشانی کے وقت تم بہت بڑا سہارا بن کر آئی ہو۔ سپر ماسٹر اور چیف آفیسر برج ووڈ نے میرے خلاف بہت زبردست محاذ بنایا ہے۔"

"میں جانتی ہوں۔ ابھی میں سپر ماسٹر کے دماغ میں تھی اور اس کے تمام چور خیالات پڑھ رہی تھی۔"

"کیا سپر ماسٹر نے تمہیں اپنے دماغ میں رہنے کی اجازت دی تھی؟"

"اسے پتا ہی نہ چلا کہ میں موجود تھی۔ دراصل مجھ سے پہلے ایک خیال خوانی کرنے والا وہاں تھا۔ اس کی موجودگی کے باعث وہ میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہ کر سکا۔"

"وہ خیال خوانی کرنے والا کون تھا؟"

"اس کا نام جیری ہاک ہے۔"

"جیری؟ کیا وہی جیری جس نے ہماری ٹرانسفارمر مشین سے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا تھا؟"

"جی ہاں' سپر ماسٹر اپنے جس اہم منصوبے کا ذکر کر رہا ہے' وہ یہی ہے کہ اس ملک کے گمشدہ اور ناکارہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو پھر سے کارآمد بنا رہا ہے۔ اس نے جان لبوڈا کے داماد بی جی تھرہال کو بھی کارآمد بنا لیا ہے۔"

جنرل نے کہا۔ "پھر تو وہ ٹرانسفارمر مشین کے بغیر بہت بڑا کارنامہ انجام دے رہا ہے اور میں مشین اپنی تحویل میں رکھ کر اس کے مقابلے میں صفر ہو گیا ہوں۔"

"ایسی بات نہیں ہے۔ سپر ماسٹر اس کارنامے کے پیچھے ہمارے ملک کو نقصان پہنچانے کی سازش کی جا رہی ہے۔"

"وہ کیسے؟"

"کیا آپ ہپناٹزم کے ماہر جے پرگولا کو جانتے ہیں؟"

"اسے کون نہیں جانتا۔ وہ ہپناٹزم کا شیطان ہے۔ اس کی آنکھوں میں ایسی مقناطیسی کشش ہے کہ پہلی نظر میں کسی کو بھی اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ کیا وہ بھی سازش میں شریک ہے؟"

"وہ ایک خفیہ تنظیم کا سرغنہ ہے۔ پہلے سپر ماسٹر نے زیرِ زمین تنظیم بنائی تھی۔ جیری اور تھرہال کو ٹریپ کرکے ان کے برین واش کرائے پھر جے پرگولا نے تنویمی عمل کے ذریعے صرف ان دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہی نہیں سپر ماسٹر' برج ووڈ اور تنظیم کے دوسرے اہم افراد کو بھی اپنا معمول اور تابعدار بنا لیا ہے۔"

جنرل نے کہا۔ "اب سمجھ میں آرہا ہے کہ سپر ماسٹر میرا زبردست حمایتی تھا' آج اچانک زبردست مخالف کیوں ہو گیا تھا۔"

مرینا نے کہا۔ "وہ جے پرگولا کا غلام بن چکا ہے۔ ان کا خفیہ منصوبہ یہ ہے کہ ٹرانسفارمر مشین پر قبضہ جمایا جائے۔ اس کی مرمت کرکے وہ اپنے شیطانی مقاصد کے لیے نئے خیال خوانی کرنے والے پیدا کرنا چاہتے ہیں۔"

جنرل نے کہا۔ "مرینا! ہم تمہیں سلام کرتے ہیں۔ تم نے بڑی سازش اور بہت بڑی ہونے والی تباہی کا سراغ لگایا ہے۔ اگر وہ شیطان جے پرگولا اپنے مقصد میں کامیاب ہوگا تو ہماری ٹرانسفارمر مشین سے ہمارے ہی ملک کے خلاف ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج بنا لے گا۔"

میجر نے پوچھا۔ "کیا تم نے یہ معلوم کیا ہے کہ جے پرگولا اور دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والے جیری اور تھرہال کہاں رہتے ہیں؟"

وہ بولی۔ "سپر ماسٹر' جے پرگولا کا غلام ہے اور غلام کو یہ نہیں بتایا گیا ہے کہ آقا اور اس کے خیال خوانی کرنے والوں کی رہائش گاہ کہاں ہے۔ البتہ سپر ماسٹر نے ایک خفیہ اڈّا بنایا تھا۔ جے پرگولا اس اڈّے کا مالک بن گیا ہے کیوں کہ وہاں برین آپریشن کے لیے ایک جدید طرز کا آپریشن تھیٹر بنایا گیا ہے۔ وہیں جیری اور تھرہال کا برین آپریشن کیا گیا تھا۔"

"تم یہ معلوم کرو کہ وہ سب اس خفیہ اڈّے میں کب آکر ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں۔"

"صرف ایسے وقت وہاں جاتے ہیں' جب کسی کا برین آپریشن کیا جاتا ہے یا کسی کو تنویمی عمل کے ذریعے اپنا غلام بنایا جاتا ہے۔"

"کیا تم سپر ماسٹر کے دماغ میں کسی وقت بھی جا سکتی ہو۔"

"ہاں' میں نے جیری کی موجودہ آواز اور اس کے لہجے کو یاد کر لیا ہے۔ ان کے درمیان ادا ہونے والے کوڈ ورڈز بھی معلوم کر لیے ہیں۔"

میجر نے کہا۔ "کل یوگا کے ماہرین کی میٹنگ ہے۔ اس کے بعد جنرل واسکوڈی کو ٹرانسفارمر مشین کا خفیہ اڈّا بتانا ہوگا پھر جے پرگولا' سپر ماسٹر کے ذریعے اس مشین کا مالک بن جائے گا۔"

مرینا نے کہا۔ "میٹنگ میں تمہاری پوزیشن بہت کمزور ہوگی۔ تم ملک کے دشمنوں کو قانون کی گرفت میں نہیں لے سکو گے۔"

میجر نے کہا۔ "میری سمجھ میں یہ آتا ہے کہ کل کسی طرح میٹنگ ملتوی کر دی جائے یا پھر سپر ماسٹر کو ہی گولی مار دی جائے۔"

جنرل نے کہا۔ "اس کی موت اس انداز میں ہوگی تو مجھ پر ہی شبہ کیا جائے گا۔"

مرینا نے کہا۔ "جے پرگولا کا غلام صرف سپر ماسٹر ہی نہیں' ملٹری انٹیلی جنس کا چیف برج ووڈ اور دو فوجی افسران بھی ہیں۔ جے پرگولا اس مشین پر اپنی گرفت مضبوط کر چکا ہے۔ سوچو کہ اسے کس طرح مشین سے دور رکھا جا سکتا ہے؟"

جنرل واسکوڈی نے کہا۔ "ایک راستہ ہے کہ میں ٹرانسفارمر مشین کے نقشوں میں تبدیلی کرا دوں اور مشین کے کچھ اہم پرزے غائب کر دوں۔"

"میں تائید کرتی ہوں۔ فوری طور پر یہی کیا جا سکتا ہے۔ اس طرح وہ دشمن مشین درست کرنے کے لیے نقشہ دیکھیں گے تو نقشہ میں گم شدہ پرزوں کی جگہ دوسرے پرزے نظر آئیں گے۔"

"لیکن تبدیلی ایسی ہو کہ مجھ پر شبہ نہ کیا جا سکے۔"

"کوئی شبہ نہیں کرے گا۔ میں تمہارے دماغ میں آرہی ہوں۔ مشین کے خفیہ اڈّے میں جو انچارج ہے' تم اس سے فون پر بات

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کرو۔ میں انچارج کی آواز سن کر اس کے دماغ میں پہنچ جاؤں گی پھر اس کے ذریعے پرزے غائب کردوں گی اور نقشے میں تبدیلی بھی لے آؤں گی۔"

جنرل واسکوڈی نے پوچھا۔ "مرینا! تم ہمارے بہت کام آرہی ہو۔ پچھلے روز شی تارا سپر ماسٹر کے پاس آئی تھی۔ اس نے ہمارا کام کرنے کے لیے شرائط پیش کی تھیں۔ کیا تمہاری بھی کچھ شرائط ہوں گی؟"

"شی تارا ہندوستانی ہے اور میں امریکی ہوں۔ وہ ہزار شرائط منوا کر بھی وفادار نہیں رہے گی اور میں کوئی شرط اس لیے پیش نہیں کروں گی کہ میں تمہارے لیے نہیں اپنے ملک کے لیے کام کر رہی ہوں۔"

"تمہاری وطن دوستی قابلِ قدر ہے۔ یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ ماضی میں تمہیں محبِ وطن تسلیم نہیں کیا گیا۔ میں تمہیں دل سے ملک و قوم کی وفادار تسلیم کرتا ہوں۔"

وہ گفتگو کے دوران سوچ رہی تھی' حب الوطنی اپنی جگہ ہے لیکن میں کسی پر بھروسا نہیں کروں گی۔ ٹرانسفارمر مشین کے انچارج کے دماغ پر قبضہ جما کر مشین کے صحیح نقشے کو پہلے ذہن نشین کروں گی۔ اس کے پرزوں کو ضائع نہیں ہونے دوں گی۔ ایسی چال چلوں گی کہ آئندہ وہ مشین میرے کام آسکے۔

****

ایک پاشا رہ گیا تھا۔ اسے بھی آزاد کردیا گیا۔

یہ سب ہی جانتے تھے کہ کوئی بھی اس کے دماغ میں گھس کر فارمولوں کی تفصیل معلوم نہیں کرسکے گا کیوں کہ اس نے ان فارمولوں کو ذہن نشین نہیں کیا تھا۔ اگرچہ غیر معمولی دماغی قوت کا حامل تھا' حیرت انگیز یادداشت کا مالک تھا۔ تاہم ان فارمولوں کو زبانی یاد نہیں رکھا تاکہ کوئی خیال خوانی کرنے والا انھیں دماغ سے چرا نہ سکے۔ یہی وجہ ہے کہ ان فارمولوں کے لیے اسے صومالیہ تک سفر کرنا پڑا تھا۔

اس نے تنویمی نیند سے بیدار ہو کر خود کو ایک انجانے کمرے میں دیکھا۔ سوچنے لگا کہ سونے سے پہلے کہاں تھا اور اب کہاں پہنچا ہوا ہے؟ موجودہ کمرا سمجھ میں آگیا۔ وہ کسی ہوٹل میں تھا۔ ایک بستر پر پڑا ہوا تھا۔ اس نے سر گھما کر دیکھا' پہلو میں فلاور نہیں تھی۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ یاد آنے لگا کہ وہ جھیل کنارے پارس کے کاٹیج میں تھا۔ ایک بیڈ روم میں فلاور اس کے ساتھ تھی پھر پتا نہیں وہ کیسے گہری نیند سو گیا۔ آنکھ کھلنے پر خود کو ہوٹل کے کمرے میں دیکھ رہا تھا۔

وہ سوچنے لگا۔ "میں یہاں کیسے آیا؟ کیا مجھے اٹھا کر لایا گیا ہے؟"

یہ بات مضحکہ خیز لگی۔ وہ بیمار نہیں تھا۔ اسے چار آدمی اٹھا کر ہوٹل میں نہیں پہنچا سکتے تھے۔ اس نے فون کا ریسیور اٹھا کر ہوٹل کے منیجر سے رابطہ کیا پھر پوچھا۔ "آپ جانتے ہیں کہ میں کس کمرے سے بول رہا ہوں اور میرا نام کیا ہے؟"

"جی ہاں۔ ہوٹل کے ایکسچینج سے معلوم ہوا ہے' آپ کمرا نمبر چھ سو چار سے بول رہے ہیں اور یہاں رجسٹر میں آپ کا نام یوسف البرہان عرف پاشا لکھا ہوا ہے۔"

پاشا نے پوچھا۔ "کیا میرے ساتھ کوئی یہاں آیا تھا؟"

"جی نہیں' رجسٹر دیکھ کر مجھے یاد آگیا ہے' آپ پانچ گھنٹے پہلے یہاں کاؤنٹر پر آئے تھے۔ آپ کے ساتھ ایک اٹیچی تھی۔ آپ نے ایک کمرا لیا۔ رجسٹر پر اپنے دستخط کیے پھر ملازم کے ساتھ نمبر چھ سو چار میں چلے گئے۔ ویسے بات کیا ہے جناب؟ کوئی پرابلم ہے؟"

"نہیں' کوئی بات نہیں ہے۔ تھینک یو۔"

اس نے ریسیور رکھ کر اٹیچی کو دیکھا پھر اسے اٹھا کر کھولا۔ کپڑوں کے اوپر ایک نیا پاسپورٹ اور دیگر ضروری شناختی کاغذات رکھے ہوئے تھے۔ کچھ فرانسیسی ڈالرز اور برٹش پونڈز بھی تھے۔ اس نے ایک تہ کیا ہوا کاغذ کھول کر دیکھا۔ اس پر لکھا ہوا تھا۔ "آزادی مبارک ہو۔ تم کسی کے تنویمی عمل کے زیر اثر نہیں ہو جس ملک میں جانا چاہو۔ فون نمبر فور زیرو فور ڈائل کرو اور اپنی خواہش ظاہر کرو۔ تمہیں ایک گھنٹے کے اندر اس ملک کا ویزا مل جائے گا۔ دیٹس آل۔"

اس نے جھنجلا کر کاغذ کو مٹھی میں بھینچتے ہوئے کہا۔ "نا کچھ لکھا ہوا ہے' فلاور کے متعلق ایک لفظ نہیں لکھا۔ کیا یہ میرا کوئی رقیب ہے' جو ایسی حرکتیں کر رہا ہے؟ کیا وہ فلاور کو مجھ سے چھین کر لے گیا ہے؟"

اگر فلاور کہیں بول رہی ہوگی تو وہ اس کی باتیں سن کر اس کی خیریت سے مطمئن ہو سکتا تھا۔ اس نے سر جھکا کر اس کی آواز اور لہجے پر توجہ دی۔ کان لگا کر سننے لگا۔ دھیمی سی آواز سنائی دینے لگی۔ وہ زیرِ لب کچھ کہہ رہی تھی۔ یاد آیا کہ وہ یہودی ہے۔ عبرانی زبان میں کچھ دعا پڑھ رہی تھی۔

پھر کسی بوڑھے کی لرزتی ہوئی سی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "بیٹی! اس عبادت خانے کے پیچھے رہائشی کمرے ہیں تم یہاں قیام کرسکتی ہو۔ میری دعا ہے کہ جسے تلاش کر رہی ہو' وہ تمہیں جلد مل جائے۔"

پاشا نے کہا۔ "میری جان! میں ایک ہوٹل میں ہوں۔ مجھے بتاؤ تم یہودیوں کے کون سے سیناگوج میں...."

وہ بولتے بولتے چپ ہو گیا۔ جذبات میں آکر بھول گیا تھا کہ فلاور اس کی آواز نہیں سن سکے گی۔ وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ یہ طے کر لیا کہ پہلے محبوبہ کو تلاش کرے گا پھر کسی ملک میں جانے کی بات سوچے گا۔

اس نے غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر لباس تبدیل کیا۔ فرانسیسی ڈالرز کی ایک گڈی جیب میں رکھی پھر کمرے سے باہر آگیا۔ رات

کے نو بجنے والے تھے۔ نیچے ڈائننگ ہال میں کھانے والوں کو دیکھ کر بھوک لگنے لگی۔ وہ ڈائننگ ہال میں داخل ہوا پھر رک گیا۔ سامنے سے ایک حسین عورت آرہی تھی۔ اس میں اتنی کشش تھی کہ کسی دل پھینک عاشق کا راستہ بدل سکتی تھی۔ وہ ڈائننگ ہال سے باہر جا رہی تھی۔ وہ بھی اس کے پیچھے باہر چلا آیا۔ بھوک اڑ گئی تھی۔

اس حسینہ کے ساتھ ایک مرد بھی تھا۔ پاشا نے دل کو سمجھایا کہ وہ مرد اس حسینہ کا شوہر نہیں ہوگا۔ محبوب بھی نہیں ہوگا۔ ہاں اس کا بھائی ضرور ہے۔ اس رشتے نے حوصلہ دیا کہ حسینہ اس کے حصے میں آسکتی ہے۔

ایسے وقت فلاور کا خیال آیا۔ خیال ایسے ہی آیا جیسے وقت آتا ہے اور گزر جاتا ہے۔ اس نے سوچا۔ "یہ اچھا ہی ہوا' بیچاری اپنے کسی سیناگوج میں پہنچ گئی ہے۔ وہاں عزت و آبرو سے رہ کر کسی نیک بندے سے شادی کرلے گی چونکہ وہ صحیح جگہ پہنچی ہوئی ہے اس لیے اب اس کی فکر نہیں کرنا چاہیے۔"

وہ حسینہ اپنے ساتھی کے ساتھ ہوٹل سے باہر آئی۔ ساتھی اس کے لیے کار کا دروازہ کھولنے لگا۔ پاشا دوڑتا ہوا ایک ٹیکسی کے پاس آیا پھر پچھلا دروازہ کھول کر بیٹھتے ہوئے ڈرائیور سے بولا۔ "چلو۔"

وہ کار اسٹارٹ کرتے ہوئے بولا۔ "کہاں چلوں؟"

"وہ سامنے سفید کار جا رہی ہے اس کے پیچھے چلتے رہو۔"

ایسا کہتے ہوئے اس نے سو ڈالر کے دو نوٹ اس کے آگے کر دیے۔ وہ نوٹ لے کر سفید کار کے پیچھے چل پڑا۔ دونوں گاڑیاں شاہراہوں پر ایک گھنٹے تک آگے پیچھے دوڑتی رہیں پھر سفید کار ایک بار کے سامنے رک گئی۔ وہ دونوں کار سے باہر آئے۔ پاشا نے ٹیکسی سے باہر نکلتے ہوئے ڈرائیور سے کہا۔ "تم کئی گھنٹوں کے لیے انگیج ہو چکے ہو۔ میں اندر جاؤں تو میرا انتظار کرنا۔"

اس نے سوچا تھا کہ حسینہ اندر جائے گی تو وہ بھی بار میں جائے گا لیکن اس کا ساتھی تنہا بار میں گیا۔ وہ بیچاری تنہا فٹ پاتھ پر کھڑی رہی۔ عورت کہیں تنہا ہو تو بیچاری اور تعاون کی محتاج لگتی ہے۔ دل نے کہا۔ "یہی موقع ہے۔ لفٹ لینا چاہیے۔"

وہ ایک قدم آگے بڑھا ذرا ہچکچایا کہ وہ کہیں اس شخص کی بیوی نہ ہو۔ دوسرے قدم پر دل نے کہا' اگر وہ میاں ہوتا تو بیوی بھی اس کے ساتھ شراب خانے میں جاتی پس ثابت ہوا کہ بہن ہے۔

اسے حوصلہ ہوا۔ وہ تیزی سے آگے بڑھا پھر اتنی ہی تیزی سے رک گیا۔ رکنے سے پہلے لڑکھڑایا کیوں کہ شراب خانے سے ایک نہایت ہی حسین و جمیل عورت باہر آئی تھی۔ یوں لگا تھا جیسے رات کو آفتاب نکل آیا ہو۔ پاشا سحر زدہ سا ہو کر کبھی پہلی کو کبھی دوسری کو دیکھنے لگا۔ تیزی سے سوچنے لگا۔ "کسے پکڑے اور کسی چھوڑے۔"

دوسری حسینہ بار سے نکل کر ایک کار کی طرف جا رہی تھی وہ فوراً ہی پلٹ کر ٹیکسی کی طرف جاتے ہوئے بڑبڑایا۔ "مجھے رسک نہیں لینا چاہیے۔ اس پہلی کے ساتھ جو مرد ہے' وہ اس کا بھائی ہو ہی نہیں سکتا' اس کا عاشق یا شوہر ہے۔ یہ دوسری حسینہ اکیلی ہے۔ فری پورٹ ہے۔ کوئی ڈیوٹی یا رکاوٹ نہیں ہے۔"

وہ پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ ڈرائیور نے ٹیکسی آگے بڑھائی۔ پاشا نے کہا۔ "وہ جو سرخ رنگ کی کار...."

ڈرائیور نے بات کاٹ کر کہا۔ "سر! میں اسی کے پیچھے جا رہا ہوں۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا۔ "تم نے کیسے سمجھ لیا؟"

"میں پورے پچاس برس کا ہوں اور پچیس برس سے ٹیکسی چلا رہا ہوں' پچھلی سیٹ پر بیٹھنے والوں کے ارادے پڑھ لیتا ہوں۔"

سرخ رنگ کی کار تیز رفتاری سے آگے جا رہی تھی۔ ڈرائیور نے ٹیکسی کی رفتار بھی اسی کی مناسبت سے رکھی۔ اس نے کہا۔ "سر! آپ مائنڈ نہ کریں تو ایک بات پوچھوں؟"

"ہاں ضرور پوچھو۔"

"آپ نے پہلے والی کو کیوں چھوڑ دیا؟ جب کہ وہ بھی حسین تھی۔"

"ہاں حسین تو تھی لیکن میں نے سوچا کہ اگر شوہر والی ہوئی تو وقت ضائع ہوگا۔"

"یہ آپ مجھ سے پوچھ لیتے۔ وہ شوہر والی نہیں ہے۔"

"تو پھر وہ اس کا محبوب ہوگا۔"

"جی نہیں' محبوب بھی نہیں ہے۔"

"اچھا تو پھر میرا پہلا خیال ہی درست نکلا۔ وہ اس کا بھائی تھا۔"

"ایسی عورتوں کے بھائی نہیں ہوتے۔ وہ اس کا ایک گاہک تھا۔ آپ ریٹ بڑھاتے تو آپ کو مل جاتی۔"

وہ ناگواری سے بولا۔ "لعنت ہے۔ میں بازاری عورتوں پر لعنت بھیجتا ہوں۔ تم نے مجھے پہلے کیوں نہ بتایا؟"

"میں کشمکش میں تھا۔ آپ کے ذاتی معاملے میں مجھے بولنا چاہیے یا نہیں؟ جب آپ نے پہلی والی کا خیال چھوڑ دیا تب میں نے پوچھنے کی جرأت کی ہے۔"

سرخ رنگ کی کار ائرپورٹ کے احاطے میں داخل ہو رہی تھی۔ پاشا نے کہا۔ "تم چھٹے ہوئے ٹیکسی ڈرائیور ہو' اس اگلی کار والی کے متعلق بتاؤ۔ کیا وہ کسی محبوب سے ملنے ائرپورٹ آئی ہے؟"

"اس کا کوئی محبوب نہیں ہے۔"

"اس کا مطلب ہے' یہ بھی بازاری عورت ہے؟"

"عورت؟ نو سر! یہ عورت نہیں ہے۔ پیرس کا سب سے مشہور اور مہنگا کھسرا ہے۔"

"شٹ اپ یو نان سنس!" وہ حلق کے بل چیخ پڑا۔ ڈرائیور نے سہم کر ایک طرف کار روک دی پھر کہا۔ "معافی چاہتا ہوں سر!

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

آپ نے پوچھا تو میں نے سچ کہہ دیا پھر ایک بار معافی چاہتا ہوں۔"

پاشا دھوکا کھانے پر شرمندہ سا تھا۔ وہ ڈرائیور کو سو ڈالر دیتے ہوئے بولا۔ "تم بہت تجربہ کار ہو۔ آئندہ مجھے پہلے ہی ٹوک دینا۔ گاڑی پارک کرو میں ابھی آؤں گا۔"

وہ ٹیکسی سے اتر کر ائرپورٹ کی عمارت میں داخل ہوا۔ دوبارہ ناکام ہونے کے باعث بھوک بڑھ گئی تھی۔ وہ ریستوران میں آکر ایک میز کے پاس بیٹھ گیا۔ بیرے کو ایک بیئر کین لانے کا آرڈر دے کر سوچنے لگا۔ "حسین عورتوں کے انتخاب کے معاملے میں ایسی حماقتیں پہلے کبھی نہیں ہوئیں۔ تعجب ہے' فلاور جیسی محبت کرنے والی کو چھوڑ کر ایک سوسائٹی گرل کے پیچھے دوڑ پڑا۔ وہ بازاری عورت بھی کسی حد تک گوارا تھی لیکن مت ماری گئی تھی کہ ایک خسرے کے لیے اس حسینہ کو بھی چھوڑ کر چلا آرہا ہوں۔ ویسے پیرس کی ہر چیز حسین ہے۔ خسرے بھی اتنے حسین اور نازک اندام ہوتے ہیں کہ نگاہیں دھوکا کھا جاتی ہیں۔"

وہ بیئر کو گلاس میں انڈیلتے ہوئے سوچنے لگا۔ "میں بے وفا نہیں ہوں۔ میری فلاور میرا انتظار کر رہی ہوگی میں ڈنر سے فارغ ہوتے ہی پیرس کے تمام سینا کوچ میں اسے تلاش کروں گا۔"

آدھا گلاس پینے کے بعد اس نے دل ہی دل میں کہا۔ "آہ! میری جانِ حیات! میری فلاور! میں تمہاری محبت کی قسم کھا کر وعدہ کرتا ہوں۔ آج سے کسی عورت کو ہوس کی نگاہوں سے نہیں دیکھوں گا۔ آج سے دنیا کی ہر عورت کو ماں۔ بہن۔ بہن۔ بہ۔۔۔۔۔"

وہ بولتے بولتے رک گیا۔ عین نگاہوں کے سامنے حسن کا شاہکار نظر آیا۔ پہلی نظر میں پتا چل گیا کہ وہ ایشیائی دوشیزہ ہے۔ اس کا حسن ایسا لاجواب تھا کہ شاذ و نادر ہی دیکھنے میں آتا ہے۔ وہ سامنے ہی ایک میز پر آکر بیٹھ گئی۔ پاشا نے خوب نظر بھر کر اسے دیکھا لیکن دودھ کا جلا تھا' چھاچھ پھونک پھونک کر پینا چاہتا تھا۔ اس لیے وہاں سے اٹھ گیا۔ تیزی سے چلتا ہوا ریستوران کے باہر آیا پھر عمارت کے باہر آکر ٹیکسی ڈرائیور کا ہاتھ پکڑ کر بولا۔ "میرے ساتھ آؤ۔"

اس نے ساتھ چلتے ہوئے پوچھا۔ "کیا بات ہے سر!"

وہ بولا۔ "ایک نہایت ہی حسین و جمیل دوشیزہ ہے۔ اپنے لباس سے ایشیائی لگتی ہے غالباً پاکستانی ہے۔ ویسے تم بڑے گھاگ ہو۔ اسے دیکھ کر تصدیق کرو کہ وہ لڑکی ہے کیوں کہ پاکستان میں بھی خسرے پائے جاتے ہیں۔"

وہ دونوں ریستوران کے دروازے پر ہی رک گئے۔ پاشا نے باہر سے ہی اندر کی طرف اشارہ کیا۔ "وہ دیکھو وہاں ایک میز پر تنہا لڑکی ہے۔ اس کی شلوار' قمیص اور دوپٹے پر سب رنگ کے چھینٹے ہیں جیسے قوسِ قزح کے سب رنگوں کو پہن رکھا ہو۔"

ڈرائیور نے کہا۔ "ہاں' وہ اس بھیڑ میں الگ پہچانی جا رہی ہے۔ کیا آپ کی نظر کمزور ہے وہ سو فیصد لڑکی ہے۔"

"میری نظروں کی بات نہ کرو۔ میں تاریکی میں بھی دیکھ لیتا ہوں لیکن عشق اندھا ہوتا ہے۔ اس لیے تمہیں لاٹھی بنا کر لایا ہوں۔ شکریہ مسٹر لاٹھی! اب یہاں سے جاؤ۔"

وہ چلا گیا۔ پاشا ریستوران کے اندر آیا پھر حسینہ کے قریب آکر بولا۔ "کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں؟"

وہ مسکرا کر بولی۔ "ضرور۔ یو آر موسٹ ویل کم۔ سچ پوچھو تو بور ہو رہی ہوں۔ آدھ گھنٹا پہلے آئی ہوں۔ یہاں آکر پتا چلا' فلائٹ ایک گھنٹے لیٹ ہے۔"

وہ سامنے والی میز کے دوسری طرف بیٹھ کر بولا۔ "بہت افسوس ہوا کہ فلائٹ صرف ایک گھنٹا لیٹ ہے اسے اور زیادہ لیٹ ہونا چاہیے۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا۔ "اور زیادہ کیوں لیٹ ہونا چاہیے؟"

"تاکہ میں زیادہ سے زیادہ تمہارے پاس بیٹھا رہوں اور اپنی نظروں کی پیاس بجھاتا رہوں۔"

وہ کھلکھلا کر ہنسنے لگی پھر بولی۔ "تم بہت زندہ دل ہو۔ مجھے یقین ہے کہ یہ ایک گھنٹا چٹکی بجاتے ہی گزر جائے گا۔ بائی دی وے کس ملک سے تعلق ہے؟"

"میں ترک مسلمان ہوں اور مجھے یقین ہے کہ تم پاکستانی مسلمان ہو۔ یہ شلوار قمیص پاکستان کا شناختی لباس بن گئی ہے۔ ویسے کچھ پینا پسند کرو گی؟"

"میں سردی میں کافی گرمی میں کولڈ ڈرنک اور غصے میں خون پیتی ہوں۔ بولو کیا پلاؤ گے؟"

"خون تو جب چاہو پی لو۔ یہ تمہارے لیے ہے اسی لیے آج تک اسپتال میں نہیں دیا۔"

وہ پھر کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔ بیرا آیا تو اسے کافی کا آرڈر دیا گیا۔ پاشا نے پوچھا۔ "کہاں جا رہی ہو؟"

"زیادہ دور نہیں' بس یہیں فرینکفرٹ تک جا رہی ہوں' کل شام تک واپس آجاؤں گی۔"

"پھر تو تم مجھ سے ایک ڈالر ادھار لے لو۔"

"وہ کس لیے؟"

"اس لیے کہ قرض وصول کرنے کے بہانے تم سے دوبارہ ملاقات کر سکوں۔"

وہ پھر ہنسنے لگی۔ اسے ہنستا بولنا بہت پسند تھا۔ ذرا ذرا سی بات پر کھل کر قہقہے لگاتی تھی۔ کافی کی ٹرے آگئی' وہ دو پیالیاں تیار کرنے لگی۔ پاشا نے کہا۔ "تمہاری زندہ دلی نے مجھے متاثر کیا ہے۔ مجھے بتاؤ کل کس وقت واپسی ہوگی۔ میں یہاں منتظر رہوں گا۔"

"تم انتظار کرو گے تو مجھے بہت خوشی ہوگی' پتا نہیں کیوں' تم پہلی ملاقات میں ہی اچھے لگ رہے ہو۔"

وہ کافی پیتے رہے اور باتیں کرتے رہے۔ کافی میں اور باتوں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

میں محبت کی مٹھاس گھلتی رہی۔ یوں دیکھتے ہی دیکھتے وقت گزر گیا۔ پاشا نے اسے ہوٹل کا نام اور کمرا نمبر بتایا۔ وہ بولی۔ "میں کل دو بجے فون کر کے بتاؤں گی کہ کس فلائٹ سے آ رہی ہوں۔"

جدا ہونے سے پہلے اس نے ہاتھ ملایا۔ پاشا نے کہا۔ "میں تمہارا ہاتھ چومنا چاہتا ہوں۔ مجھے یقین ہے تم برا نہیں مناؤ گی۔"

اس نے جھک کر اس کی دائیں ہتھیلی کی پشت کا بوسہ لیا۔ وہ مسکراتی ہوئی' شرماتی ہوئی' اپنا ہاتھ چھڑا کر چلی گئی۔ پاشا پر سحر طاری ہو گیا تھا۔ وہ اسے نظروں سے اوجھل ہونے تک دیکھتا رہا پھر بوجھل قدموں سے چلتا ہوا ٹیکسی کے پاس آ گیا۔ ڈرائیور نے اسے غور سے دیکھا پھر کہا۔ "سر! وہ کوئی شریف زادی تھی۔ پھنسنے والی نہیں تھی۔ آپ غم نہ کریں۔"

پاشا نے کہا۔ "کیا بکتے ہو۔ وہ پھنس گئی ہے۔ میرا مطلب ہے' ہم دونوں کو ایک دوسرے سے سچی محبت ہو گئی ہے۔"

"چلیے صاحب! ایسی سچی محبتیں میں نے پچھلی سیٹ پر بہت دیکھی ہیں۔"

وہ پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ ٹیکسی چل پڑی۔ وہ سوچ رہا تھا۔ "شاید اس بار مجھے سچی محبت ہو گئی ہے۔ اگر یہ پاکستانی دوشیزہ مجھے مل جائے تو میں دنیا کی ساری عورتوں کو ماں' بیٹی اور بہن..."

وہ سوچتے سوچتے رک گیا پھر سوچنے لگا۔ "اتنی جلدی اتنی بڑی قسم نہیں کھانا چاہیے۔ پتا نہیں' نصیب میں اور کیا کچھ ملنے والا ہے۔"

اس نے ہوٹل پہنچ کر کھانا کھایا پھر کمرے میں آ کر لیٹ گیا۔ بڑی دیر تک کروٹیں بدلتا رہا۔ وہ حسینہ نگاہوں کے سامنے شرماتی اور مسکراتی رہی پھر اس نے رت جگے سے پریشان ہو کر دماغ کو ہدایات دیں اس کے بعد سو گیا۔

دیر سے سویا تھا۔ دیر سے آنکھ کھلی۔ دوسرا دن نکل آیا تھا۔ دس بج چکے تھے۔ اس نے دروازے کے نیچے سے آنے والے اخبار کو اٹھایا۔ پہلے صفحے پر ایک سرخی پڑھتے ہی چکرا کر بیٹھ گیا۔ اسے یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ وہ جاگ رہا ہے۔ ایک خواب سا لگ رہا تھا۔ اخبار کی سرخی بتا رہی تھی کہ کل رات ساڑھے گیارہ بجے پیرس سے فرینکفرٹ جانے والا طیارہ گر کر تباہ ہو گیا ہے۔

اس نے آگے پڑھا۔ لکھا ہوا تھا۔ طیارے کے تمام بدنصیب مسافر مارے گئے ہیں کوئی زندہ نہیں بچا ہے۔

وہ تھوڑی دیر تک گم صم بیٹھا رہا۔ وہ نگاہوں کے سامنے آ رہی تھی۔ اس کی باتوں پر کھلکھلا کر ہنس رہی تھی۔ پھر کہہ رہی تھی۔ "تم انتظار کرو گے تو مجھے بڑی خوشی ہو گی۔ پتا نہیں کیوں' تم پہلی ملاقات میں ہی اچھے لگ رہے ہو۔ تم مجھے اچھے لگ رہے ہو۔ اچھے لگ رہے ہو۔"

وہ اس کے دماغ کے اندر شور مچا رہی تھی اور وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بڑبڑا رہا تھا۔

"نہیں' مجھے یقین نہیں آ رہا ہے۔ اخبارات نے جھوٹی خبر شائع کی ہے۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر ہوٹل کے ایکسچینج سے کہا۔ "ائرپورٹ انکوائری آفس سے فوراً رابطہ کراؤ۔"

تھوڑی دیر انتظار کی کوفت سہنے کے بعد رابطہ ہوا۔ اس نے جہاز نمبر کے حوالے سے دریافت کیا۔ کیا واقعی حادثہ ہوا ہے؟ جواب دل شکن تھا کہ ایک بھی مسافر زندہ نہیں بچ سکا۔ لاشوں کے چیتھڑے اڑ گئے ہیں۔ چہرے بھی ناقابلِ شناخت ہو گئے۔ ان کے وُرثا کو جائے حادثہ تک پہنچانے کے لیے دن کے ایک بجے ایک ائربس روانہ ہو رہی ہے۔

پاشا نے کہا۔ "ائربس میں میری ایک سیٹ رکھی جائے۔ میں ابھی پہنچ رہا ہوں۔"

اس نے ریسیور رکھا۔ باتھ روم میں گیا۔ لباس تبدیل کیا پھر ایک ٹیکسی کے ذریعے ائرپورٹ پہنچ گیا۔ وہاں ہلاک شدگان کے وُرثا کی بھیڑ اور آہ و زاری دیکھ کر پاشا کی خوش فہمی ختم ہو گئی کہ محبوبہ اس کے لیے زندہ رہ گئی ہو گی۔ وہ ایک بجے کی فلائٹ سے جائے حادثہ پر پہنچا۔ وہاں کا منظر بڑا المناک تھا۔ ایک بھی انسانی جسم سالم نہیں تھا۔ چہرے ایسے ٹوٹ پھوٹ گئے تھے کہ ان کے ٹکڑے ایک جگہ نہیں رہے تھے۔

پاشا نے اس پاکستانی دوشیزہ کے ایک آدھ ٹکڑوں کو پہچان لیا۔ ان ٹکڑوں سے وہ سب رنگ لباس کے چیتھڑے چپکے ہوئے تھے پھر مرنے والوں کی فہرست میں اس دوشیزہ کا نام بھی شامل تھا۔

وہ دل برداشتہ ہو کر پیرس واپس آ گیا۔

وہ پاشا کی ایسی تمنا تھی جو پوری نہیں ہوئی تھی اور جو محبوب چیز ہاتھ آنے سے پہلے فنا ہو جائے اس کا غم بھاری ہوتا ہے۔ اس رات اس نے خوب شراب پی۔ یوگا کے ماہر کوئی نشہ نہیں کرتے کیوں کہ نشہ آدمی کو اندر سے کھوکھلا کرتا ہے۔ اسے سانس روکنے کی قوتوں سے محروم کر دیتا ہے لیکن پاشا غیر معمولی جسمانی اور دماغی توانائی کا حامل تھا۔ اس لیے نشہ اس پر غالب نہیں آتا تھا۔ ایسے وقت کوئی اس کے اندر آ کر زلزلہ پیدا کرتا' تب بھی دماغ پر اثر نہ ہوتا۔ بہرحال اس نے خوب پی لیکن دماغی توانائی کے باعث برائے نام مدہوش رہا جسے بھلانا چاہتا تھا' اسے نہ بھلا سکا وہ اور یاد آنے لگی۔

تب ایک عجیب بات ہوئی۔

ایک ایسا معجزہ ہوا جو آج کے دور میں نہیں ہوتا اور وہ معجزہ ہو جائے تو کوئی یقین نہیں کرتا۔

اچانک ہی پاشا نے اپنی غیر معمولی سماعت کے ذریعہ سنا' وہ بول رہی تھی۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ پہلے تو یوں لگا جیسے نشے میں کان بج رہے ہوں اور اس کی کہی ہوئی بات یاد آ گئی ہو۔

اس نے دوسری بار خود کو جانچا' پرکھا کہ نشے میں نہیں ہے اور اب ہوش و حواس میں رہ کر اس مرنے والی کی آواز سننے والا ہے پھر اس نے سر جھکا کر' آنکھیں بند کرنے کے بعد اس کی آواز اور لہجے پر پوری توجہ دی' قوتِ سماعت کو ابھارا تو اس کی آواز سنائی دینے لگی۔

وہ زندہ تھی اور بول رہی تھی۔

یہ چشم دید واقعہ تھا کہ وہ طیارے میں بیٹھ کر گئی تھی۔ وہی طیارہ گر کر تباہ ہوا تھا۔ اس کی لاش کے اور لباس کے ٹکڑے اور چیتھڑے ملے تھے۔ موت برحق ہے۔ وہ سچ مچ مر چکی تھی۔

لیکن غیر معمولی قوتِ سماعت بھی غلط نہیں تھی۔ یہ قوت کہہ رہی تھی کہ وہ زندہ ہے اور بول رہی ہے۔

یہ لمحۂ فکریہ ہے۔ اگر قارئین صرف اس پہلو سے غور کریں کہ وہ ایک پاکستانی لڑکی تھی تو بات سمجھ میں آ جائے گی کہ وہ مرنے کے بعد بھی کیسے بول رہی ہے۔

میں آئندہ باب میں اس کی وضاحت پیش کروں گا۔

****

جنرل واسکوڈی نے جیب سے ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نکال کر اسے آپریٹ کیا پھر رابطہ قائم ہونے کے بعد بولا "ہیلو مسٹر جیرالڈ! میں جنرل واسکوڈی بول رہا ہوں۔ میرے کوڈ ورڈز ہیں' وی آر دی مارکس آف سیفٹی فار دی مشین" (ہم ٹرانسفارمر مشین کی حفاظت کی علامت ہیں)

"ہیلو' جنرل واسکوڈی ہیلو! میں آرمی کا چیف انجینئر جیرالڈ اٹینڈ کر رہا ہوں۔"

"مسٹر جیرالڈ! آج کے اجلاس میں یہ طے پایا ہے کہ ٹرانسفارمر مشین اب ہماری تحویل میں نہیں رہے گی۔ آئندہ سپر ماسٹر اور دوسرے یوگا جاننے والے مشین کی حفاظت کریں گے اور اس خفیہ اڈے کی سیکیورٹی کے انتظامات سنبھالیں گے۔ آپ وہ خفیہ اڈا ان کے حوالے کرنے کے سلسلے میں کاغذی تیاریاں مکمل کر لیں۔"

ان کی گفتگو کے دوران مرینا' جیرالڈ کی دماغ میں پہنچ گئی۔ جنرل نے پہلے ہی مرینا کو بتا دیا تھا کہ اس خفیہ اڈے کے تین بڑے افسران میں دو یوگا کے ماہر ہیں اور تیسرا ان کا سینئر افسر جیرالڈ شراب پینے کا عادی ہے۔ یہ معلوم کرنے کے بعد ہی وہ اس کے دماغ میں آئی تو اسے جگہ مل گئی وہ اسے محسوس نہ کر سکا۔

وہ اطمینان سے اس کے اندر رہ کر ٹرانسفارمر مشین اور اس کے خفیہ اڈے کے متعلق معلومات حاصل کرنے لگی۔ یہ بھی معلوم کیا کہ اس مشین کا نقشہ کہاں چھپا کر رکھا گیا ہے؟

جیرالڈ کی سوچ کی لہروں نے بتایا کہ مشین کے دو اہم پرزے کثرتِ استعمال سے ناکارہ ہو گئے ہیں چونکہ اس مشین کے فاضل پرزے اسٹاک میں نہیں رکھے جاتے ہیں اس لیے وہ دو نئے پرزے تیار کیے جا رہے ہیں۔ تیار ہونے کے بعد ان نئے پرزوں کو آزمایا جائے گا۔ اگر ان کی کارکردگی درست نہ رہی تو پھر دوسرے نئے پرزے بنوائے جائیں گے۔

مرینا نے معلوم کہ مشین میں اور کتنے ایسے پرزے ہیں جو بڑی مشکل سے اور بڑی محنت سے دوبارہ تیار کیے جا سکتے ہیں؟

اس کی سوچ نے چند پرزوں کے متعلق بتایا۔ مرینا نے اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما کر اسے غافل بنا دیا۔ وہ مشین اس خفیہ اڈے کے تہ خانے میں تھی۔ وہاں صرف تین افسران ہی جا سکتے تھے اور وہ سب سے بڑا افسر تھا۔ جب وہاں پہنچا تو مسلح پہرے داروں نے اس کے لیے تہ خانے کا دروازہ کھول دیا۔ وہ سیڑھیاں اترتا ہوا نچلے حصے میں آیا۔ موجودہ دور کی وہ عجیب و غریب مشین وہاں رکھی ہوئی تھی۔ وہ مشین کے پاس آ کر اس پر جھک گیا پھر ایک اوزار کی مدد سے اس کا ایک اہم پرزہ نکال لیا۔

وہ اپنے ساتھ ایک چھوٹی سی بوتل میں تیزاب لے کر آیا تھا۔ اس نے لباس کے اندر سے وہ بوتل نکالی پھر مشین پر جھک گیا۔ اس مشین کے دوسرے اور تیسرے اہم پرزوں پر تھوڑی تیزاب انڈیلنے لگا۔ چاقو کا فولادی پھل تیزاب سے گلتا نہیں ہے لیکن اپنی آب کھو دیتا ہے اس کی دھار کند ہو جاتی ہے اسی طرح وہ لوہے کے پرزے نہیں گل رہے تھے' صرف اپنی بناوٹ کی خصوصیات سے محروم ہو رہے تھے۔ یوں اس نے چھ پرزوں کو ناکارہ بنا دیا۔

پھر وہ تہ خانے کے دوسرے حصے میں آیا۔ وہاں ایک آہنی سیف کو کھول کر اس میں سے مشین کی بناوٹ کا تفصیلی نقشہ اور اس کے بلیو پرنٹس نکالے پھر لائٹر کے ذریعے ایک ایک نقشے کو جلانے لگا۔ جب وہ سب کچھ جل کر راکھ ہو گیا تو مرینا نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔

وہ ایک دم سے گھبرا گیا اور دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر تہ خانے کو دیکھنے اور سوچنے لگا۔ "یہ...... یہ کیا ہے "میں یہاں کیسے پہنچ گیا؟ کیا کوئی دشمن میرے دماغ میں گھس آیا ہے؟"۔

مرینا نے بھاری بھرکم لہجے میں کہا۔ "ہاں تمہارے دماغ میں ایک نہیں' دو دشمن ہیں' میرا نام جیری ہاک ہے۔"

پھر وہ لہجہ بدل کر بولی۔ "اور میرا نام بی جی تھرمال ہے۔"

جیرالڈ نے کہا۔ "میں تم دونوں کے نام سن چکا ہوں اور تھرمال' تم تو آنجہانی جان لبوڈا کے داماد ہو۔ جس مشین نے تم دونوں کو ٹیلی پیتھی کا علم دیا' اسی کو تم تباہ کر رہے ہو؟"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"ہاں' ہم نہیں چاہتے کہ ہمارے مقابلے میں آئندہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا پیدا ہو۔"

"میں نے سنا تھا' تم دونوں کے دماغوں سے ٹیلی پیتھی مٹا دی گئی ہے پھر یہ علم دوبارہ کیسے حاصل ہو گیا؟"

مرینا کبھی تھرمال کے اور کبھی جیری کے لہجے میں بول رہی تھی۔ اس نے کہا۔ "یہ ہمارے سپر ماسٹر اور ہپناٹزم جاننے والے جے پرگولا کی مہربانی ہے۔ ہم نے ان دونوں کی محنت اور جدوجہد سے کھویا ہوا علم حاصل کیا ہے۔"

"یہ کیسی نادانی ہے۔ کل تک سپر ماسٹر کو اس مشین کی ذمّے داری سونپ دی جاتی۔ اس مشین سے سپر ماسٹر بڑے فائدے حاصل کر سکتا تھا پھر اسے تباہ کیوں کیا گیا ہے؟"

"اس لیے کہ سپر ماسٹر کو ناکارہ مشین دی جانے والی تھی۔ اس کی خرابی دور ہوتی نظر نہیں آ رہی تھی۔ اس لیے ہم نے یہ پلاننگ کی ہے کہ اسے بالکل ہی بگاڑ دیا ہے۔ اس کی تباہی کی ذمّے داری جنرل واسکوڈی پر ہو گی۔ سپر ماسٹر نے آج کے اجلاس میں چیلنج کیا تھا کہ جنرل واسکوڈی استعفا دینے پر مجبور ہو جائے گا۔ اب اس تباہی کے بعد اسے استعفا دینا ہی پڑے گا۔"

وہ چیخ کر بولا۔ "یہ سازش ہے۔ ملک سے غدّاری ہے۔ میں نے جان بوجھ کر جرم نہیں کیا ہے لیکن تم دو شیطانوں نے مجھے مجرم بنا دیا ہے۔"

وہ چیختا چلّاتا دوڑتا ہوا سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ مسلّح فوجی جوان اس کی چیخیں سن کر دوڑتے ہوئے سیڑھیوں پر آئے۔ وہ بولا۔ "سپر ماسٹر کے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے جیری اور تھرمال دشمنی کر رہے ہیں۔ انہوں نے میرے دماغ پر قبضہ جما کر مشین کو تباہ کر دیا ہے۔"

مرینا نے جیری کے لہجے میں کہا۔ "خاموش رہو' ورنہ دماغ میں زلزلہ پیدا کروں گا۔"

وہ پہرے داروں سے بولا۔ "جیری میرے دماغ میں زلزلہ پیدا کرنے کی دھمکی دے....."

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی مرینا نے زلزلہ پیدا کیا۔ وہ چیخ مار کر گرا اور سیڑھیوں پر سے لڑھکتا ہوا نیچے تہ خانے میں چلا گیا۔ پہرے دار اسے سنبھالنے کے لیے اس کے پاس پہنچے۔ ایک فوجی جوان نے ٹرانسیٹر پر جنرل واسکوڈی سے رابطہ کیا۔ اسی وقت مرینا جنرل کے دماغ میں آ کر بولی۔ "ابھی آپ کو مشین کی تباہی کی اطلاع ملنے والی ہے۔ آپ حکم دیں کہ تباہی کی بات ابھی چھپائی جائے۔ چیف انجینئر جیرالڈ کو رازداری سے حراست میں رکھا جائے۔"

ٹرانسیٹر پر اشارہ موصول ہو رہا تھا۔ جنرل نے اسے آن کیا۔ مسلّح پہرے دار نے مختصر الفاظ میں رپورٹ دی کہ جیرالڈ کے دماغ پر ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے قبضہ جمایا ہے۔ جنرل نے کہا۔ "میں ابھی آ رہا ہوں۔ یہ بات ابھی اس خفیہ اڈّے سے باہر نہ جائے۔"

وہ ٹرانسیٹر آف کر کے میجر کے بنگلے پر آیا پھر مسلّح فوجی گارڈ کے ساتھ ایک گاڑی میں بیٹھ کر روانہ ہو گیا۔ مرینا سوچ کے ذریعے اسے ساری روداد سنا رہی تھی۔ اس نے سب کچھ سننے کے بعد کہا۔ "تم نے میرے حق میں بہت بڑا ڈراما پلے کیا ہے۔ کل کے اجلاس میں سپر ماسٹر کی شامت آ جائے گی لیکن مشین کے تباہ ہونے سے ہمارے ملک کو نقصان پہنچے گا۔"

وہ بولی۔ "یہ مشین درست ہونے والی نہیں تھی۔ اگر ہو جاتی تو ملک دشمن تنظیم کا سرغنہ جے پرگولا' سپر ماسٹر کے ذریعے مشین سے فائدہ اٹھاتا۔ میں نے ایسے سارے راستے بند کر دیے ہیں۔"

"ہم بھی نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے نہیں پیدا کر سکیں گے؟"

"جنرل! تم مجھ سے مخلص نہیں ہو۔ ایک اہم راز مجھ سے چھپا رہے ہو۔"

اس نے انجان بن کر پوچھا۔ "کیسا اہم راز؟"

وہ بولی۔ "کیا تم سمجھ رہے ہو کہ میں تمہارے چور خیالات نہیں پڑھ رہی ہوں۔"

وہ پریشان ہو کر بولا۔ "او مرینا! یہ غلط بات ہے۔ میں سانس روک لوں گا۔"

"اگر مجھے اپنے دماغ سے نکالو گے تو جے پرگولا اور سپر ماسٹر کے مقابلے میں چیونٹی برابر ہو جاؤ گے۔"

وہ بے بسی سے بولا۔ "میں تمہیں دوست بنائے رکھنا چاہتا ہوں۔"

"تو پھر سنو۔ تمہارے چور خیالات نے بتایا ہے کہ ٹرانسفارمر مشین کی بناوٹ کا نقشہ بلیو پرنٹ کی صورت میں محفوظ ہے اور وہ نقشہ نیوی کی آبدوز میں یعنی سمندر کی گہرائی میں ہے۔"

"آہ! تم ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کوئی بات راز رکھنا ممکن نہیں ہوتا لیکن صرف نقشے سے کیا ہو گا؟"

"ایک نئی مشین تیار ہو گی۔ ابھی ساری دنیا میں یہ خبر پھیلنے دو کہ مشین تباہ ہو چکی ہے اور اس کے ساتھ سارے نقشے جلا دیے گئے ہیں۔"

جنرل واسکوڈی سوچنے لگا۔ مشین تو تباہ ہو چکی ہے۔ اس کا ماتم کرنا فضول ہے۔ فی الوقت مخالفین سے نمٹنے کے لیے مرینا سے دوستی لازمی ہے۔ اس کے بعد اسی مشین کے تباہ شدہ ڈھانچے کی مرمّت کی جائے گی۔ نقشے کے مطابق اسے بنایا جائے گا تو ایک نئی مشین تیار ہو جائے گی۔ اس کام میں دو چار برس لگیں گے۔ ان حالات میں اس بوڑھے تبریزی کی پیش گوئی درست ثابت ہوتی جا رہی ہے۔

دوسرے دن یوگا کے ماہرین کا خفیہ اجلاس منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں جنرل واسکوڈی اور سپر ماسٹر ایک دوسرے کے حریف تھے۔ ملٹری انٹیلیجنس کا چیف رِچ ووڈ درپردہ جے پرگولا کا غلام اور سپر ماسٹر کا حمایتی بھی وہاں موجود تھا۔ باقی جتنے اعلیٰ عہدے دار تھے'

وہ غیر جانبدار تھے۔

جنرل واسکوڈی نے کہا۔ "آج کے اجلاس میں آڈیو ریکارڈنگ کے انتظامات کیے گئے ہیں تاکہ ہم میں سے کوئی بعد میں اپنے بیانات سے انکار نہ کر سکے۔ میں نے ٹرانسفارمر مشین اور وہ خفیہ اڈّا سپر ماسٹر کے حوالے کرنے کے لیے تمام کاغذی تیاریاں کر لی ہیں۔ میرے سامنے رکھی ہوئی فائل میں وہ کاغذات ہیں۔ آپ حضرات مطالعہ کر سکتے ہیں۔"

اس نے میز پر رکھی ہوئی فائل آگے بڑھا دی۔ وہاں ملک کے دس اہم افراد تھے۔ انہوں نے باری باری فائل کے کاغذات دیکھے پھر فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "سپر ماسٹر! ان کاغذات کے مطابق وہ مشین اور خفیہ اڈّا ہم یوگا کے ماہرین کے حوالے کر دیا جائے گا۔ اب تم وعدہ پورا کرو' تم نے کہا تھا کہ آج کے اجلاس میں ایک چونکا دینے والے منصوبے کی جھلک پیش کرو گے۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "بے شک' میں اپنا وعدہ پورا کر رہا ہوں۔ میرا منصوبہ یہ ہے کہ ہمارے جو ناکارہ خیال خوانی کرنے والے تھے اور جن کے دماغوں سے ٹیلی پیتھی مٹا دی گئی تھی' ان نوجوانوں کی برین واشنگ کی جائے اور انہیں دوبارہ کارآمد بنایا جائے۔"

ایک نے کہا۔ "یہ ناممکن ہے کہ دماغ سے جو علم مٹا دیا گیا ہے اسے دوبارہ ذہن میں نقش کیا جا سکے۔"

سپر ماسٹر نے فخر سے کہا۔ "میں نے ناممکن کو ممکن بنا دیا ہے۔ جیری ہاک اور بی جی تھرمال جیسے ناکارہ جوانوں میں پھر سے ٹیلی پیتھی کو زندہ کر دیا ہے۔"

ایک عہدے دار نے پوچھا۔ "کیا واقعی ہمارے ملک میں دو خیال خوانی کرنے والوں کا اضافہ ہو چکا ہے؟"

"ہاں اضافہ ہو چکا ہے۔ وہ دونوں پہلے سے زیادہ ذہین اور معاملہ فہم ہو گئے ہیں۔"

جنرل نے پوچھا۔ "تم نے اتنے ذہین خیال خوانی کرنے والوں کو فارمولے حاصل کرنے کے ضمن میں استعمال کیوں نہیں کیا؟"

"صومالیہ کے مشن میں ایک وکی سول کافی تھا۔ ایک ہی مسئلہ پر تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو استعمال کرنا دانشمندی نہ ہوتی۔"

جنرل نے پوچھا۔ "تم نے ان دونوں خیال خوانی کرنے والوں کو حکومت کے ذمّے دار افراد کے سامنے پیش کیوں نہیں کیا۔ انہیں اب تک چھپا کر کیوں رکھا تھا؟"

"اس لیے کہ میں آج کے اجلاس میں یہ سرپرائز دینا چاہتا تھا۔"

جنرل نے کہا۔ "معزز حاضرین! حقیقت کچھ اور ہے۔ آپ لوگوں نے ہپناٹزم کے ماہر جے پرگولا کا نام سنا ہے۔ جیری اور تھرمال اس جے پرگولا کے غلام ہیں۔ یہ سپر ماسٹر اور انٹیلی جنس کا چیف رِچ ووڈ بھی اس کے معمول اور تابعدار ہیں۔"

"یہ جھوٹ ہے۔ بکواس ہے۔ تم ہم پر بچکانہ الزام لگا رہے ہو۔"

وہ دونوں غصہ دکھانے لگے۔ ایک عہدے دار نے پوچھا۔ "جنرل! اس الزام میں کتنی صداقت ہے۔"

"میں ابھی ثبوت پیش کروں گا۔ سپر ماسٹر اور رِچ ووڈ بظاہر محبِ وطن بنتے ہیں لیکن انہوں نے کل رات ٹرانسفارمر مشین کو بری طرح تباہ کرا دیا ہے۔ ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحت جیری اور تھرمال نے مشین کے انچارج افسر جیرالڈ کے دماغ پر قبضہ جما لیا تھا اور اسے آلۂ کار بنا کر صرف مشین ہی تباہ نہیں کرائی' اس کے ساتھ مشین کے نقشے بھی جلا دیے۔ خفیہ اڈّے کے دوسرے افسران اور وہاں کے درجنوں مسلّح فوجی جوان اس بات کے گواہ ہیں۔ میں ان سب کو یہاں پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔"

اجازت دی گئی۔ جنرل نے ٹرانسیٹر کے ذریعے رابطہ کر کے کسی سے کہا۔ "تمام گواہان کو یہاں بھیج دو۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "جنرل! تم میرے خلاف گھناؤنی سازش کر رہے ہو۔ اس کا نتیجہ برا ہو گا۔ میں نے کل کہا تھا کہ تم استعفا دینے پر مجبور ہو جاؤ گے اور وہ وقت آ گیا ہے۔"

جنرل نے کہا۔ "تمہارے پاس دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں' تم کسی پر بھی برا وقت لا سکتے ہو۔"

مشین کے اس خفیہ اڈّے میں ڈیوٹی دینے والے افسران اور سپاہی حاضر ہونے لگے۔ سب سے پہلے جیرالڈ نے پوری روداد سنائی کہ جیری اور تھرمال نے کس طرح اس کے دماغ پر قبضہ جمایا تھا اور اسے غائب دماغ بنا کر مشین اور نقشے کو اس کے ہاتھوں سے تباہ کرایا تھا۔

دوسرے افسران اور سپاہیوں نے گواہی دی کہ جیرالڈ سچ بیانی سے کام لے رہا تھا۔ جیری اور تھرمال نے اسے سچ بیانی سے روکنے کے لیے اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا تھا۔

سپر ماسٹر نے کہا۔ "یہ جھوٹ ہے۔ جیری اور تھرمال کو الزام دیا جا رہا ہے۔ جنرل کے کسی خیال خوانی کرنے والے نے جیرالڈ کو تابعدار بنا کر ایسا کیا ہے۔"

ایک اعلیٰ عہدے دار نے کہا۔ "جنرل کا کوئی خیال خوانی کرنے والا نہیں ہے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والا وکی سول میرا ماتحت ہے۔ وہ میری نگرانی میں رہتا ہے اور وہ کل شام سے ایک اہم معاملے میں مصروف ہے۔"

رِچ ووڈ نے کہا۔ "تو پھر جنرل نے شی تارا سے دوستی کی ہو گی۔"

جنرل نے کہا۔ "سپر ماسٹر دو دن پہلے سب کے سامنے کہہ چکا ہے کہ شی تارا سے اس کا رابطہ ہے اور وہ جلد ہی ہمارے لیے کام کرنے لگے گی پھر وہ میری دوست کیسے بنے گی؟"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "شی تارا اور مرینا کے درمیان جھگڑا ہو گیا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہے۔ تم مرینا سے کام لے رہے ہو۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "سپر ماسٹر! تم کسی ثبوت اور گواہ کے بغیر الزام لگا رہے ہو جب کہ جنرل نے درجنوں معتبر گواہ پیش کیے ہیں۔"

دوسرے عہدے دار نے کہا۔ "جنرل واسکوڈی کا کوئی خیال خوانی کرنے والا دوست یا ماتحت نہیں ہے اس کے برعکس سپر ماسٹر نے اعتراف کیا ہے کہ جیری اور تھرہال اس کے ماتحت ہیں۔"

ایک اور عہدے دار نے کہا۔ "ہم نہیں جانتے کہ وہ شیطان جے پرگولا کیا رول ادا کر رہا ہے لیکن سپر ماسٹر نہ جانے کب سے ان دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہم سے چھپاتا آرہا ہے۔"

"بہتر ہے کہ اس معاملے کی انکوائری مکمل ہونے تک سپر ماسٹر اور ریچ ووڈ کو حراست میں رکھا جائے۔"

ریچ ووڈ نے کہا۔ "یہ غلط فیصلہ ہے۔ آپ حضرات غور کریں سپر ماسٹر کو اس مشین سے فائدہ پہنچنے والا تھا پھر وہ اسے تباہ کیوں کرائے گا۔"

جیراللہ نے بیان دیا۔ "جیری اور تھرہال مجھ سے کہہ رہے تھے کہ سپر ماسٹر کو ایک ناکارہ مشین دی جارہی ہے۔ اس کی خرابی دور ہوتی نظر نہیں آتی۔ لہٰذا اسے بالکل ہی تباہ کر دیا جائے تو اس کی تباہی کا الزام جنرل واسکوڈی پر آئے گا پھر سپر ماسٹر کے چیلنج کے مطابق جنرل استعفا دینے پر مجبور ہو جائے گا۔"

ایک نے کہا۔ "یہ بڑے شرم کی بات ہے۔"

دوسرے نے کہا۔ "سپر ماسٹر اور ریچ ووڈ کو حراست میں رکھنے کا فیصلہ معقول ہے۔"

جیری سپر ماسٹر کے دماغ میں موجود تھا۔ اس نے کہا۔ "میں اپنے باس جے پرگولا کو اس شوٹنگ کی روداد سناتا جارہا ہوں۔ باس نے کہا ہے کہ تم بری طرح پھنس گئے ہو۔ اپنی بے گناہی ثابت کرنے کا ایک ہی راستہ ہے۔"

"مجھے جلدی سے کوئی راستہ بتاؤ۔"

جیری نے کہا۔ "ریوالور نکالو اور جنرل واسکوڈی کو زخمی کرو تاکہ میں اس کے چور خیالات پڑھ کر معلوم کر سکوں کہ جنرل ہمارے باس جے پرگولا اور ہم دونوں خیال خوانی کرنے والوں کے متعلق کیسے جانتا ہے؟"

اُدھر تھرہال نے چیف افسر ریچ ووڈ سے کہا۔ "ہمارا باس جے پرگولا یہ معلوم کرنے کے لیے بے چین ہے کہ جیراللہ کے دماغ میں کس نے آکر مشین تباہ کی ہے اور جنرل کیسی گہری چالیں چل رہا ہے۔ جنرل کو زخمی کرو۔ ہم ابھی اس کے دماغ میں گھس کر سب کچھ معلوم کرلیں گے۔"

اِدھر جیری نے سپر ماسٹر کو اور اُدھر تھرہال نے ریچ ووڈ کو اپنی اپنی جگہ سے اٹھ کر فائر کرنے پر مجبور کیا۔ دونوں نے فائرنگ کی جنرل اس سے پہلے ہی کرسی سے گر کر میز کے نیچے چھپ گیا۔ اتنی دیر میں وہاں گواہ کے طور پر آنے والے فوجی جوانوں نے اپنی گنوں سے ان دونوں کے قدم اکھاڑ دیے۔ وہ گولیاں کھا کر فرش پر گرے جیری نے سپر ماسٹر سے کہا۔ "تم اور ریچ ووڈ ہمارے باس کے غلام اور وطن کے غدار ثابت ہوگئے ہو اگر زندہ رہتے تب بھی ہمارے کسی کام کے نہ رہتے۔ باس نے کہا ہے' جلدی مرجاؤ۔"

اس نے بجھتے ہوئے دماغ کو ٹیلی پیتھی کا ایک جھٹکا دیا۔ سپر ماسٹر کی سانس اکھڑ گئی۔ اُدھر ریچ ووڈ بھی حرام موت مرچکا تھا۔ جنرل واسکوڈی نے مرینا کو اپنے اندر محسوس کرتے ہوئے کہا۔ "شاباش مرینا! تم مجھے زوال سے پھر عروج پر لے آئی ہو۔ میں تمہارا احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔"

یہ بہت بڑی بات تھی۔ مرینا نے اس کی شکست کو فتح میں بدل دیا تھا۔ ورنہ اس اجلاس میں وہ بری طرح ذلیل ہو کر استعفا دینے والا تھا۔ اتنی بڑی کامیابی نے اسے مرینا کے سامنے جھکا دیا۔ وہ بولی۔ "آج کے بعد کوئی تمہاری حُبّ الوطنی پر شبہ نہیں کرے گا۔ تمام اعلیٰ حکام اور فوجی افسران تم پر اسی طرح بھروسا کریں گے' جس طرح جان لیبوڈا پر کیا کرتے تھے۔ اب اگلا قدم ٹرانسفارمر مشین کے نقشے کی طرف اٹھاؤ گے۔"

"بے شک' میں چاہتا ہوں کہ' نئی مشین تیار ہو۔ کوشش یہ کی جائے گی کہ اسی پرانے ڈھانچے سے نئی تیار ہو جائے۔"

"پرانا ڈھانچہ کام آئے تو لاگت کم آئے گی اور مشین کم سے کم وقت میں تیار ہو جائے گی۔"

"میں اس سلسلے میں جلد ہی نیوی کے اعلیٰ افسران سے گفتگو کروں گا۔ ہمیں مشین کے نقشے کا بلیو پرنٹ مل جائے گا۔"

اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ جنرل نے ریسیور اٹھا کر پوچھا۔ "ہیلو کون؟"

دوسری طرف سے اس کی بیوی کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی کہ چھوٹے بیٹے کی طبیعت کچھ خراب ہوگئی تھی اسے ملٹری اسپتال میں داخل کیا ہے لہٰذا وہ میٹنگ سے فارغ ہوتے ہی اسپتال چلا آئے۔

اگر اس وقت جنرل کی بیوی فون نہ کرتی' تب بھی مرینا اس عورت کے دماغ میں کسی طرح پہنچ جاتی' کیوں کہ بیوی کے ذریعے میاں کو کمزور بنانے کا ارادہ تھا تاکہ جنرل واسکوڈی کبھی اس کے خلاف سر نہ اٹھائے اور ہمیشہ تابعدار بن کر رہا کرے۔

اسے دوسرے دن موقع مل گیا۔ اس نے تنویمی عمل کے اسی طریقۂ کار پر عمل کیا' جو ہم سب ہمیشہ سے کرتے آئے ہیں یعنی اس نے جنرل کی بیوی کے ذریعے اسے اعصابی کمزوری کی دوا پلائی۔ اسے خیال خوانی کے ذریعے گہری نیند سلایا پھر اس کے خوابیدہ دماغ پر عمل کرکے اسے اپنا معمول اور محکوم بنالیا۔ اس کے ذہن میں یہ بات نقش کر دی کہ وہ جلد ہی نیوی کے اعلیٰ افسران سے مشین کے نقشے کا بلیو پرنٹ حاصل کرے گا اور اس کے لیے وہ میامی شہر جائے گا۔

دوسرے دن اس نے بھی پیرس چھوڑ دیا۔ وہ پیرس سے اس وقت روانہ ہوئی' جب عبداللہ سو رہا تھا۔ جب وہ ہوٹل کے بیڈ پر بیدار ہوا تو مرینا اس کے پہلو میں نہیں تھی۔ تھوڑی دیر بعد اسے اپنے دماغ میں مرینا کی آواز سنائی دی۔ اس نے کہا۔ "عبداللہ! میں ہوں مرینا! میں اپنا راستہ الگ کر چکی ہوں۔ اگرچہ تمہیں پسند کرتی ہوں لیکن تمہارا ساتھ میرے لیے مصیبتیں لائے گا۔ ایک سیاہ فام نیگرو کو دیکھتے ہی شبہ ہو گا کہ اس کے ساتھ گوری چمڑی والی مرینا ہی ہے۔"

"مرینا! میں تو بڑے سہانے خواب دیکھ رہا تھا۔ تم نے ایک ہی ٹھوکر میں الگ کرکے آنکھیں کھول دیں۔ مانتا ہوں کہ میری کالی چمڑی تمہاری شناخت بن جائے گی لیکن میں تمہاری خاطر پیشانی سے پاؤں کے انگوٹھے تک اپنی کالی کھال اتروا کر پلاسٹک سرجری کے ذریعے سفید فام بننے کو تیار ہوں۔"

"ایسا ممکن تو نہیں ہے لیکن دیوانے ہو' شاید ایسا کر گزرو۔ میری مجبوری یہ ہے کہ میں ایک ملک' ایک شہر' ایک گھر اور ایک مرد کی آغوش میں ہمیشہ نہیں رہ سکتی۔ مجھے دشمنوں سے محفوظ رہنے کے لیے جگہ اور ساتھی بدلنے پڑتے ہیں۔"

"پلیز مرینا! اتنی سنگدل نہ بنو۔ میں کوئی ایسا راستہ اختیار کروں گا کہ......"

وہ مزید کچھ سنے بغیر اس کے دماغ سے نکل آئی۔ جس کی ضرورت نہ رہی ہو' اس کے ساتھ وقت ضائع نہیں کر سکتی تھی۔ اس نے نیویارک پہنچ کر اپنے چہرے پر ہلکی سی تبدیلی کی۔ اس مقصد کے لیے اس نے جنرل واسکوڈی کی نوجوان سالی روزی کو اپنی معمولہ بنایا تھا اور اسے حکم دیا تھا کہ وہ نیویارک چلی آئے۔

روزی نے ائرپورٹ پر اس سے ملاقات کی۔ دونوں جنرل واسکوڈی کے ایک چھوٹے سے بنگلے میں آئیں۔ وہاں دونوں نے ایک دوسرے کا چہرہ اپنایا۔ روزی' مرینا بن گئی اور مرینا نے روزی کا چہرہ اپنا لیا۔ اس کے تمام اہم کاغذات اپنی تحویل میں لیے اپنا پاسپورٹ اور دیگر کاغذات اسے دے کر پیرس جانے والے طیارے میں بٹھا دیا وہ اپنی شناخت بھول چکی تھی۔ مرینا بن کر وہاں سے چلی گئی۔

اس نے سوچ رکھا تھا کہ ہر پندرھویں دن وہ روزی پر تنویمی عمل کیا کرے گی اور اسے مرینا بنا کر نگر نگر گھماتی رہے گی۔ وہ نیویارک سے واشنگٹن آئی۔ جنرل واسکوڈی اور اس کی بیوی کو اس پر شبہ نہیں ہوا۔ انہوں نے اسے روزی ہی سمجھا کیوں کہ وہ دونوں اس کے زیر اثر تھے۔ جنرل کی بیوی یعنی روزی کی بہن گھر گرہستی اور بچوں میں مصروف رہتی تھی۔ جنرل نے اس سے کہا۔ "میں ایک ضروری کام سے چند دنوں کے لیے میامی جارہا ہوں۔ روزی میرے ساتھ جارہی ہے تاکہ میری سیکریٹری کے فرائض انجام دیتی

itsurdu.blogspot.com

آزمائش کی کڑی دھوپ میں ایک پاکستانی جاں باز کا سفر

جب آنکھیں آہن پوش ہوئیں...... جب خون جگر برفاب ہوا

جاسوسی ڈائجسٹ میں سلسلہ وار شائع ہونے والی مقبول کہانی

علی یار خان کی سرگزشت

مجاہد

کتابی شکل میں چار حصے شائع ہوگئے ہیں

قیمت فی حصہ =/۲۵ روپے ..... ڈاک خرچ ۱۰ روپے

چاروں حصے ایک ساتھ منگانے پر ڈاک خرچ معاف

کتابیات پبلی کیشنز - پوسٹ بکس نمبر ۲۳ - کراچی نمبر ۷۴۲۰۰

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

رہے۔"

بیوی نے اعتراض نہیں کیا۔ وہ خوش ہو کر روزی کے ساتھ میامی کے ایک سرکاری بنگلے میں آیا۔ خوشی اس بات کی تھی کہ اسے نوجوان سالی کے ساتھ سیرو تفریح کے مواقع نصیب ہوتے رہیں گے۔ اسے معلوم نہیں تھا اور نہ ہی آئندہ معلوم ہو سکتا تھا کہ وہ اپنے دماغ پر حکمرانی کرنے والی مرینا کو ساتھ لے کر گھوم رہا تھا۔

مرینا کو خوش فہمی تھی کہ اپنا یا بیگانہ کوئی اسے روزی کے روپ میں نہیں پہچان سکے گا۔

٭٭٭٭٭٭٭٭٭

پارس وہاں پہنچا ہوا تھا۔ وہ ٹرانسفارمر مشین کی تباہی کے متعلق ابھی کچھ نہیں جانتا تھا۔ یہ بات بھی اس کے علم میں نہیں تھی کہ مشین کے نقشے جلا دیے گئے ہیں اور اب ان کے بلیو پرنٹس نیوی فورج کے پاس محفوظ ہیں لیکن وہ یہ ضرور جانتا تھا کہ بڑے ممالک اپنے اہم ترین راز سمندر کی تہ میں آبدوز کے اندر چھپا کر رکھتے ہیں۔

اس لیے وہ میامی پہنچا ہوا تھا۔ وہاں نیوی کی ایک بڑی بندرگاہ تھی۔ بحری فوج کا یہ اڈا شہر سے تیس میل کے فاصلے پر تھا۔ ادھر کسی عام آدمی کو جانے کی اجازت نہیں تھی۔ بحری فوج کے سپاہی اور افسران ہفتے کی رات اور اتوار کے دن چھٹی منانے کے لیے شہر آتے تھے پھر جی بھر کے عیاشی کرنے کے بعد بحریہ کے ہیڈ کوارٹر میں واپس چلے جاتے تھے۔

ہفتے کی رات کو صبح تک شہر میں بڑی رونق رہتی تھی۔ شراب خانے، قمار خانے، تھیٹر اور کلب وغیرہ میں حسین عورتوں کا میلہ لگا رہتا تھا اور یہ میلہ لوٹنے کے لیے بڑے بڑے دولتمند اور بحری فوج کے افسران آیا کرتے تھے۔ شہر میں ایک ایسا مشہور اور مہنگا ہوٹل تھا، جس کے ایک فلور پر کھانے اور دوسرے فلور پر ناچنے گانے کا انتظام تھا۔ تیسرے فلور پر شرمناک کیبرے رقص پیش کیا جاتا تھا۔ چوتھے فلور پر قمار خانہ تھا، پانچویں فلور پر امریکی حسینائیں، چھٹے فلور پر یورپ اور ساتویں فلور پر مشرقی ممالک کی حسینائیں دستیاب ہوتی تھیں۔ ایک رات میں لاکھوں ڈالرز لٹانے والے ہی اس عمارت میں داخل ہوتے تھے۔

باربرا نے وہاں کا ماحول دیکھ کر پارس کو ناگواری سے گھورا پھر کہا۔ "تمہارے دماغ میں غلاظت بھری ہے۔ اسی لیے ایسی جگہ آئے ہو۔ مجھے یہاں لانے کی کیا ضرورت تھی؟"

"یہاں شریف عورتیں آنے سے پرہیز کرتی ہیں اور تم عورت نہیں ہو۔ مرد ہونے کا دعویٰ کرتی ہو تو اعتراض نہ کرو، موج کرو۔"

"میں پوچھتی ہوں، یہاں کیوں آئے ہو؟"

"اور میں پوچھتا ہوں، تم میرے ساتھ ہزاروں میل دور کیوں آئی ہو؟ تم نے تبریزی صاحب سے کہا تھا کہ ادارے میں رہ کر اپنی صلاحیتوں میں اضافہ کرو گی۔"

"پاپا نے کہا تھا کہ یہاں تمہارے ساتھ کسی خیال خوانی کرنے والے کو ہونا چاہیے۔"

"انہوں نے خیال خوانی کرنے والا کہا تھا اور تم والا ہو نہ والی ہو۔ صاف کیوں نہیں کہتیں کہ میرے بغیر نہیں رہ سکتیں؟"

"زیادہ ہوا میں نہ اُڑو۔ فضول قسم کی لڑکیاں تمہیں لفٹ دے کر تمہارا دماغ ساتویں آسمان پر پہنچا دیتی ہیں۔ مجھے ایسی ویسی سمجھو گے تو آسمان سے زمین پر گرا دوں گی۔"

"میرے ساتھ گرو گی تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

"کیا فضول باتیں ہی کرو گے؟ یہ نہیں بتاؤ گے کہ یہاں آنے کا مقصد کیا ہے؟"

"بات یہ ہے یہ جگہ بہت مہنگی ہے۔ یہاں دو طرح کے عیاش آتے ہیں۔ ایک وہ جو بہت زیادہ دولتمند ہوتے ہیں اور دوسرے عیاش فوجی افسران ہوتے ہیں۔ یہاں جو عیاش نظر نہ آئے، شراب پیتا ہوا دکھائی نہ دے تو سمجھ لینا کہ وہ بحری فوج کا جاسوس ہے۔"

"ہوں، تم میری معلومات میں اضافہ کر رہے ہو۔ یہ جاسوس ہم جیسے غیر ملکیوں کی ٹوہ میں رہتے ہیں۔"

"تم ذرا سی کوشش سے بحری فوج کے سراغرسانوں کو پہچان لو گی۔"

وہ بار کی ایک میز کے اطراف آ کر بیٹھ گئے۔ پارس نے پوچھا۔ "کیا پیو گی؟"

"کیا دماغ چل گیا ہے؟ شراب خانے میں پینے کی بات پوچھ رہے ہو؟"

ویٹر ان کے پاس آ کر ادب سے کھڑا ہو گیا۔ پارس نے کہا۔ "ایک کولڈ ڈرنک اور ایک وہسکی کا لارج گلاس۔"

ویٹر حکم کی تعمیل کے لیے چلا گیا۔ وہ میز پر جھک کر آہستگی سے بولی۔ "اگر تم نے شراب کو ہاتھ بھی لگایا تو میں ابھی پاپا سے رابطہ کروں گی۔"

وہ محض اتنا ہی جانتی تھی کہ پارس زہریلا ہے اس نے اس پہلو پر غور نہیں کیا تھا کہ جو زہر کو ہضم کر لیتا ہے اس کے لیے شراب صرف سادہ پانی کے برابر ہو گی۔

وہ عاجزی سے بولا۔ "پلیز! پاپا سے شکایت نہ کرنا۔ میں تھوڑا سا غم غلط کرنا چاہتا ہوں۔"

"بکواس نہ کرو۔ تمہیں کیا غم ہو سکتا ہے؟"

"تم مجھے عیاش سمجھتی ہو مگر یقین نہیں کرو گی کہ میرے اندر ایک محبت کرنے والا دل ہے، جو صرف ایک لڑکی کے لیے دھڑکتا ہے۔"

"کون ہے وہ لڑکی؟"

"میں نے اسے دل کے تہ خانے میں چھپا رکھا ہے۔ اس کا نام نہ پوچھو۔"

"کیوں نہ پوچھوں؟ تمہیں بتانا ہو گا۔"

ویٹر کولڈ ڈرنک، وہسکی اور برف وغیرہ لے آیا۔ وہ سب کچھ میز پر رکھ کر چلا گیا۔ پارس نے وہسکی میں برف کے ٹکڑے ڈالے پھر گلاس اٹھانے لگا۔ باربرا نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ وہ بولا۔ "محبت سے ہاتھ پکڑا ہے تو چھوڑ نہ دینا۔"

وہ ہاتھ چھوڑ کر بولی۔ "شٹ اپ! اِدھر مجھ سے لفٹ لے رہے ہو اور اُدھر کسی لڑکی کے غم میں پی رہے ہو۔ اس نے تمہاری عادتیں دیکھ کر ہی تمہیں ٹھکرایا ہو گا۔"

اس نے گلاس اٹھا کر منہ سے لگایا پھر ایک ہی سانس میں اسے خالی کر کے میز پر رکھ دیا۔ وہ حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر بولی۔ "ایسے پیو گے تو یہاں سے اٹھنے کے قابل بھی نہیں رہو گے۔ میں صاف کہہ دیتی ہوں۔ بہکنے لگو گے تو چھوڑ کر چلی جاؤں گی۔"

اس نے ویٹر کو بلا کر کہا۔ "دو لارج گلاس لے آؤ اور ذرا جلدی جلدی آتے جاتے رہا کرو۔"

باربرا نے ویٹر کے جاتے ہی کہا۔ "بائی گاڈ! تم مدہوشی میں اپنا پول کھولو گے۔ ملٹری انٹیلی جنس والوں کو اپنے پیچھے لگا لو گے۔"

"ایسا کوئی نازک وقت آئے تو بے وفائی نہ کرنا۔ اپنی بانہوں میں مجھے چھپا لینا۔"

"پارس آدمی بنو۔ تمہاری زبان کچھ لڑکھڑانے لگی ہے۔"

"بات یہ ہے میری جان! کہ..."

"خبردار! مجھے میری جان نہ کہنا۔"

"چلو نہیں کہوں گا۔ بات اصل میں یہ ہے کہ اس ماحول میں پینا اور نشے میں نظر آنا ضروری ہے ورنہ جاسوس شبہ کرتے ہوئے سوچیں گے کہ ہم نیک بندے یہاں کیا لینے آئے ہیں۔"

"اس کے لیے پینا ضروری نہیں ہے۔ یہاں کے قمار خانے میں چل کر جُوا کھیلو۔ کوئی شبہ نہیں کرے گا۔"

وہ میز پر جھک کر آہستگی سے بولا۔ "میرے اندر آؤ۔"

اس نے فوراً ہی خیال خوانی کی پرواز کی پھر اس کے دماغ میں آ کر بولی۔ "کیا بات ہے؟"

پارس نے کہا۔ "یہ تمہارے دائیں جانب والی میز پر جو شخص ہے، اس پر توجہ دو۔ اس ماحول میں اسے شراب پینا چاہیے۔ یہ تمہاری طرح کولڈ ڈرنک پی رہا ہے۔"

باربرا نے کن انکھیوں سے دیکھا۔ ایک صحت مند شخص ایک عورت کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ وہ کولڈ ڈرنک کی چسکیاں لے رہا تھا۔ دیکھنے والا تماشا یہ تھا کہ عورت شراب پی رہی تھی اور میز کے نیچے اپنا ایک پیر اٹھا کر اس شخص کے گھٹنوں پر رکھ کر اسے چھیڑ رہی تھی۔ اس کے جذبات کو بھڑکا رہی تھی۔

ایسے ہی وقت وہ شخص ایک دم سے چونک گیا، کرسی پر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ ایک ہاتھ سے سر پکڑ کر آس پاس دور تک بیٹھے ہوئے لوگوں کو متلاشی نظروں سے دیکھنے لگا۔ پارس نے میز پر جھک کر باربرا سے سرگوشی میں پوچھا۔ "کیا تم اس شخص کے دماغ میں گئی تھیں؟"

وہ بولی۔ "میں نے اس کی آواز ہی نہیں سنی ہے۔ دماغ میں کیسے جا سکتی ہوں؟"

"تم اس کا انداز دیکھ رہی ہو؟ اس کی حرکتوں سے یوں لگتا ہے، کوئی اس کے دماغ میں آنا چاہتا ہے، وہ سانس روک کر اس آنے والے شخص کو تاڑنے کی کوشش کر رہا ہے۔"

"اس کا مطلب ہے پارس یہاں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا موجود ہے۔"

"کون ہو سکتا ہے؟"

"یہ سپر ماسٹر کی نگری ہے۔ وکی سول کے متعلق یہ ہی سوچا جا سکتا ہے اور اگر وکی سول نہیں، کوئی اور ہے تو سمجھ لو، دوسری تنظیم کے لوگ بھی نقشے کی تلاش میں یہاں آ چکے ہیں۔"

"یعنی وہ تمہاری طرح سوچ رہے ہیں کہ پوری ٹرانسفارمر مشین کو تباہ کرنے سے کچھ حاصل نہ ہو گا۔ علی نے بھی اس مشین کے بری طرح پرخچے اڑا دیے تھے، انہوں نے دوسری تیار کر لی۔"

پارس نے کہا۔ "اصل چیز اس کا نقشہ ہے۔ یہ معلوم کرنا بھی فضول ہے کہ اس نقشے کے کتنے بلیو پرنٹس تیار کیے گئے ہیں اور انہیں کہاں کہاں چھپایا گیا ہے۔ جس طرح ایک مشین کی تباہی کے بعد دوسری مشینیں تیار ہوتی رہیں، اس طرح درجنوں نقشے جلائے

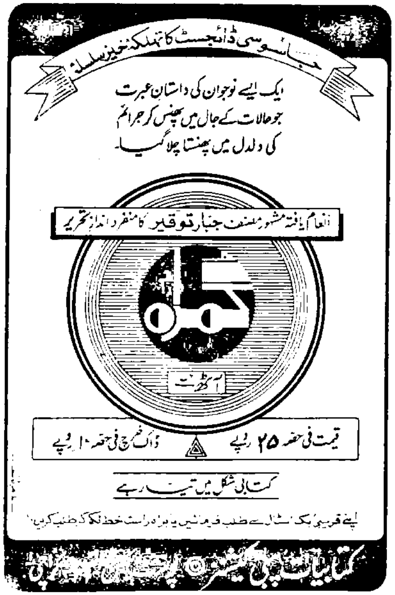

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

جانے کے باوجود پھر کوئی نقشہ کہیں دکہیں ضرور ہو گا!"

"جب لاکھ جتن کے بعد بھی دشمنوں کے پاس نقشہ موجود رہے گا تو پھر یہاں کیا کرنے آئے ہو؟"

"یہاں آنے کے دو مقاصد ہیں' ایک تو یہ کہ اب اس مشین کا ایک نقشہ بابا صاحب کے ادارے میں بھی رہنا چاہیے تاکہ دشمن ملک' ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج پیدا کرے تو ان کے مقابلے میں ہمارے پاس بھی خیال خوانی کرنے والوں کی کمی نہ رہے۔ ہم بھی خاندانی منصوبہ بندی کو بالائے طاق رکھ کر ٹیلی پیتھی کے بچے پیدا کرتے رہیں گے۔"

"یہاں آنے کا دوسرا مقصد کیا ہے؟"

"یہ ہے کہ تمہارے ساتھ دن رات وقت گزارتا رہوں اور یہ ثابت کرتا رہوں کہ لاکھ انکار کے باوجود تمہارا دل میرے لیے دھڑکتا رہتا ہے۔"

"تم ساری زندگی ایسی بکواس کرتے رہو گے مگر کچھ حاصل نہیں کر سکو گے بہتر ہے کام کی باتیں کیا کرو۔"

پارس گفتگو کے دوران اس شخص کو دیکھ رہا تھا۔ جس نے اپنے دماغ میں کسی کو محسوس کیا تھا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر ٹہلنے کے انداز میں اِدھر اُدھر جا رہا تھا اور لوگوں کو ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ پارس نے کہا۔ "ہاں تو ہم نقشے کی باتیں کر رہے تھے۔ اس سلسلے میں میرا ایک آئیڈیا ہے۔"

"وہ آئیڈیا کیا ہے؟"

"یہ ہے کہ نقشہ دیکھ کر ٹرانسفارمر مشین بنائی جاتی ہے۔ سنا ہے اسی لاکھ ڈالر خرچ ہوتے ہیں۔ خواہ مخواہ اتنی بڑی رقم خرچ کی جاتی ہے۔ ہم ایک ڈالر بھی خرچ کیے بغیر ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کر سکتے ہیں۔"

"وہ کیسے؟"

"ایسے کہ تم خود کو عورت تسلیم نہیں کرتی ہو۔"

"آئندہ بھی تسلیم نہیں کروں گی۔ نقشے کی بات کرتے کرتے مجھ پر کیوں آ گئے؟"

"سنو تو سہی۔ تم کبھی شادی بھی نہیں کرو گی؟"

"کبھی نہیں کروں گی۔"

"بچے تو پیدا کرو گی؟"

"بکواس کرو گے تو منہ نوچ لوں گی۔"

"بھئی' میں گناہ کرنے اور ناجائز بچے پیدا کرنے کی بات نہیں کر رہا ہوں۔ اگر ٹرانسفارمر مشین کا وہ نقشہ گھول کر تمہیں پلا دیا جائے اور تمہارے پاؤں بھاری ہو جائیں تو ٹیلی پیتھی جاننے والے بچے پیدا ہوتے رہیں گے۔"

"تمہیں شرم نہیں آتی ایسی باتیں کرتے ہوئے؟"

"اور تمہیں شرم نہیں آتی مرد کہلاتے ہوئے؟ تم میرا مستقبل تاریک بنا رہی ہو۔"

"میں؟ اور تمہارا مستقبل تاریک بنا رہی ہوں۔"

"ہاں' یہ تو لکھ لو کہ دیر سویر تم میری گھر والی ضرور بنو گی۔ اس کے بعد اولاد کا مسئلہ پیدا ہو گا کیوں کہ اولاد کے معاملے میں جوجو کا انجام سب نے دیکھا ہے۔ لہٰذا اپنی آئندہ نسل جاری رکھنے کا یہی ایک طریقہ ہے کہ نقشہ گھول کر تمہیں پلا کر تمہارے پاؤں بھاری کیے جائیں۔"

وہ ہنسنے لگی پھر بولی۔ "جب مجھے زیادہ غصہ آتا ہے تو میں ہنسنے لگتی ہوں۔ ویسے بھی پاگلوں کی باتوں پر ہنستے رہنا ہی دانشمندی ہے۔"

اس نے دوسرا گلاس اٹھا کر ہونٹوں سے لگایا پھر اسے بھی ایک سانس میں خالی کر دیا۔ وہ بولی۔ "پارس! یہاں کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی موجودگی کا یقین ہو چکا ہے۔ اگر وہ تمہاری مدہوشی سے فائدہ اٹھائے گا۔ تمہارے دماغ میں آئے گا تو اسے تمہاری حقیقت معلوم ہو جائے گی۔ میں بھی ظاہر ہو جاؤں گی۔"

وہ اسے نشیلی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے بولا۔ "یہی تو میں چاہتا ہوں کہ کوئی میرے اندر آئے۔ اس طرح معلوم ہو جائے گا کہ وہ کون ہے۔"

"واقعی میں نے اس پہلو پر غور نہیں کیا تھا۔ تم الٹی سیدھی حرکتوں سے بھی کوئی نہ کوئی فائدہ اٹھاتے رہتے ہو۔"

پارس نے ایک سمت دیکھ کر کہا۔ "بڑی زبردست ہے۔"

"کون؟" باربرا نے ادھر دیکھا۔ ایک حسین عورت ایک ادھیڑ عمر کے مرد کے ساتھ تھی۔ اپنے ساتھی کے ساتھ میز پر سے اٹھ رہی تھی۔ اس کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے بڑے نازو انداز سے چلتی ہوئی آ رہی تھی۔ اس شراب خانے سے نکل کر ہوٹل کے دوسرے فلور پر جانے کے لیے پارس اور باربرا کے قریب سے گزرنا ضروری تھا جب وہ قریب سے ہو کر گزری تو پارس نے ایک گہری سانس لی۔ باربرا نے کہا۔ "بہت ہی چھچھورے ہو۔ جس حسینہ کو دیکھتے ہو' سرد آہ کھینچنے لگتے ہو۔"

"میں سرد آہ نہیں کھینچ رہا تھا اس گزرنے والی کو سونگھ رہا تھا۔ وہ مرینا تھی۔"

"کیا؟" وہ چونک کر سیدھی بیٹھ گئی۔

وہ بولا۔ "یہ بیٹھنے کا نہیں' اٹھنے کا وقت ہے۔ اس کا پیچھا کرو۔ یہ معلوم کرنا چاہیے کہ وہ کس کے ساتھ ہے اور کیا کرتی پھر رہی ہے؟"

"تم بھی چلو۔"

"میں نے نکاح نہیں پڑھوایا ہے کہ ہر جگہ تمہارے ساتھ چلوں گا۔"

"اٹھو گے یا گریبان پکڑ کر اٹھاؤں؟"

"میں نشے میں لڑکھڑاؤں گا تو تم تماشا بن جاؤ گی۔"

مرینا بار کے دروازے سے باہر جا رہی تھی۔ باربرا کو تنہا ہی اس کے پیچھے جانا پڑا۔ پارس سوچنے لگا۔ مرینا نے شی تارا سے نجات پانے کے بعد اس ملک میں پناہ لی ہے۔ آخر یہاں کی پیداوار ہے۔ اسی ملک کے لیے کام کرنے آئی ہے۔ یہاں آ کر اچھا روپ بدلا ہے۔ اسے خوش فہمی تھی کہ کوئی اسے پہچان نہیں سکے گا اور خوش فہمی پارس کو بھی تھی۔ وہ بھیس بدلنے کے بعد اکثر بھول جاتا تھا کہ اس کے دیدے سانپ کی طرح ساکت رہتے ہیں اور وہ پلکیں جھپکنا بھول جاتا ہے۔

مرینا نے اس کے قریب سے گزرتے ہوئے کوئی غیر معمولی سی بات محسوس کی۔ جنرل واسکوڈی کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے سوچنے لگی۔ وہ شخص کچھ عجیب سا لگ رہا تھا۔ دوسروں سے کچھ مختلف سا معلوم ہو رہا تھا۔ آخر کیا بات ہے جو مجھے کھٹک رہی ہے؟

وہ شراب خانے سے نکل کر لفٹ میں آئی۔ اوپر قمار خانے والی منزل پر جانا چاہتی تھی۔ باربرا بھی لفٹ میں آئی۔ جب وہ اوپر جانے لگی تو مرینا کی سمجھ میں آیا کہ وہ شخص پلکیں نہیں جھپک رہا تھا۔ اسے ذرا دور سے آ کر پارس کے قریب سے گزرنے میں چند سیکنڈ لگے تھے' اتنی سی دیر میں پلکیں جھپکی نہیں جاتی ہیں لیکن اس کے دیدوں کے ساکت رہنے میں عجیب سی بات تھی جیسی سانپ ساکت ہو کر دیکھ رہا ہو۔

وہ ایک دم سے چونک کر بولی۔ "میں واپس بار میں جاؤں گی۔"

جنرل نے پوچھا۔ "کیا بات ہے؟"

"میں نے وہاں ایک شخص کو دیکھا ہے۔ وہ کچھ جانا پہچانا سا لگ رہا تھا۔"

لفٹ رک گئی۔ دروازہ کھلتے ہی باربرا باہر آئی۔ دروازہ بند ہو گیا۔ وہ لفٹ پھر نیچے جا رہی تھی۔ باربرا نے خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ پارس کے دماغ میں کوڈ ورڈز ادا کر کے بولی۔ "شاید مرینا کو تم پر شبہ ہوا ہے۔ وہ بار میں واپس آ رہی ہے۔"

"وہ مجھ پر شبہ کر رہی ہے؟ اوہ گاڈ! میں شاید پلکیں نہیں جھپک رہا تھا۔ کیا اس نے میرے ساتھ تمہیں نہیں دیکھا تھا؟"

"وہ میرے پیچھے سے آ رہی تھی۔ اس لیے میری صورت نہیں دیکھی تھی' غالباً اسی لیے لفٹ میں پہچان نہ سکی۔"

اسی وقت مرینا آ گئی۔ پارس نے سر اٹھا کر پلکیں جھپکتے ہوئے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ بولی۔ "کیا میں یہاں بیٹھ سکتی ہوں؟"

"ضرور۔ مجھے خوشی ہو گی۔"

"یہ میرے بہنوئی ہیں۔ فوج میں جنرل ہیں۔"

پارس نے کرسی سے اٹھ کر مصافحہ کیا۔ وہ بولا میرا نام جان واسکوڈی ہے۔ یہ میری سالی روزی ہے۔"

اس نے بیٹھنے کے لیے کہا پھر پوچھا۔ "آپ لوگ کیا پینا پسند کریں گے۔"

تب مرینا نے دھیان دیا کہ پارس کے سامنے وہسکی کا گلاس رکھا ہوا تھا۔ وہ ایک کرسی پر بیٹھ کر بولی۔ "آپ مجھے کچھ جانے پہچانے سے لگ رہے تھے۔"

"کیا اب نہیں لگ رہا ہوں؟"

"ہاں' وہ بات یہ ہے کہ وہ صاحب شراب نہیں پیتے اور آپ پی رہے ہیں۔"

"اتفاق سے پہلے میں بھی نہیں پیتا تھا۔ اب یہ بری عادت پڑ گئی ہے۔ پہلے میری مونچھیں داڑھی تھیں اب میدان صفا چٹ ہے۔ اسی لیے آپ مجھے پہچاننے میں دشواری محسوس کر رہی ہیں۔ ویسے میں آپ کو پہچان رہا ہوں۔"

مرینا نے تعجب سے پوچھا۔ "آپ مجھے کیسے پہچانتے ہیں؟ کیا پہلے کبھی دیکھا ہے؟"

"کئی بار دیکھا ہے۔ آپ جیسی حسین لڑکیاں خوابوں میں نظر آتی رہتی ہیں۔"

مرینا اور جنرل ہنسنے لگے۔ پارس نے ایک دم سے دھماکا کرنے کے انداز میں کہا۔ "آپ تو بالکل مرینا کی طرح ہنستی ہیں۔"

مرینا کی ہنسی ایک جھٹکے سے رک گئی۔ اس نے حیرانی اور پریشانی سے پوچھا۔ "کک... کون مرینا؟"

"میں نے پرسوں اسے پیرس میں دیکھا تھا۔ وہ ایک سیام فام

سب رنگ ڈائجسٹ میں چھپنے والی سلسلے وار کہانی

قیمت:- =/۲۰ روپے ○ ڈاک خرچ:- =/۵ روپے

- ایک ایسے پجاری کی داستان جو صدیوں پہلے مر گیا تھا لیکن اس کی لاش مندر کے تہہ خانے میں اصل حالت میں موجود تھی۔
- سونا گھاٹ کے علاقے پر اس مردہ پجاری کی پُراسرار طاقتوں کی حکومت تھی اور وہ ہر جگہ نظر آتا تھا۔
- ایک مظلوم اور بے بس انسان کی کہانی جو حالات سے تنگ آ کر بدی کی طاقتوں کا غلام بن گیا۔ اور زبردست پُراسرار طاقتیں حاصل کر لیں۔
- وہ طاقتور ترین شخص بن گیا لیکن ایک طاقت اس سے بھی زبردست تھی۔

بدی کی طاقتیں کیا تھیں؟ سراب، دھوکہ یا حقیقت؟
ایک شخص کی ہولناک ترین سرگزشت مکمل طور پر کتابی شکل میں دستیاب ہے۔
اپنے قریبی بک اسٹال سے طلب فرمائیں یا براہ راست ہم سے حاصل کریں۔

سب رنگ ڈائجسٹ کے مندرجہ ذیل سلسلے بھی ہم سے مل سکتے ہیں۔

غلام روحیں مکمل	اقابلا مکمل، دو حصے	انکا مکمل، دو حصے
قیمت ۱۵ روپے، ڈاک خرچ ۵ روپے	قیمت فی حصہ ۲۰ روپے، ڈاک خرچ ۵ روپے	قیمت فی حصہ ۲۵ روپے، ڈاک خرچ ۵ روپے

کتابیات پبلی کیشنز ○ پوسٹ بکس نمبر ۲۳ - کراچی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

نیگرو کے ساتھ تھی۔"

مرینا اندر سے گھبرانے لگی۔ اس نے پوچھا۔ "آپ مرینا کو کیسے جانتے ہیں؟"

"میں تو سیاہ فام عبداللہ کو بھی جانتا ہوں۔"

"مگر کیسے؟"

"میں پرل کے ڈائننگ ہال میں کھانا کھا رہا تھا۔ میرے ساتھ والی میز پر وہ اس کلوٹے کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ ایسی حسین دوشیزہ کو ایک کالے حبشی کے ساتھ دیکھ کر میرا دل جل گیا۔ اس نے کسی بات پر ہنستے ہوئے ایک ادائے ناز سے زلفوں کو پیچھے کی طرف جھٹکا دیا۔ ہائے کیا شاعرانہ انداز تھا۔ ابھی آپ نے بالکل یہی انداز اختیار کیا تھا۔"

"آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ اس کا نام مرینا تھا؟"

"اس کے کلوٹے ساتھی نے اسے مرینا کہہ کر مخاطب کیا تھا پھر بیل بوائے نے آ کر پوچھا۔ "کیا تمہارا نام مرینا ہے؟"

"ہاں ہے..." وہ اعتراف کرتے ہی چونک گئی۔ پارس نے اس انداز میں اس کی طرف جھک کر اچانک پوچھا تھا کہ بے اختیار زبان سے "ہاں" نکل گئی۔

وہ گھور کر بولی۔ "کون ہو تم؟"

"میں ابھی بتا چکا ہوں' مجھے وکی براؤن کہتے ہیں۔ عجیب بات ہے' میں ہوٹل کے بیل بوائے کی بات کر رہا تھا' اس نے مرینا سے آ کر نام پوچھا تھا اور تم یہاں اعتراف کر رہی ہو۔ کیا واقعی تمہارا نام مرینا بھی ہے؟"

پارس نے سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ جناب علی اسد اللہ تبریزی نے ایک بار روحانی ٹیلی پیتھی کے ذریعے پارس کے دماغ پر عمل کیا تھا جس کے نتیجے میں کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا اس کے چور خیالات پڑھ کر اس کی اصلیت معلوم نہیں کر سکتا تھا۔

مرینا کو یہی معلوم ہوا کہ اس کا نام وکی براؤن ہے اور وہ اپنی ایک کزن کے ساتھ پیرس سے یہاں آیا ہوا ہے۔ خیال خوانی کے ذریعے یہ معلوم کرنے کے بعد اسے یقین کرنا پڑا۔ جنرل واسکوڈی نے مسکرا کر کہا۔ "مسٹر براؤن! تم نے کچھ زیادہ ہی پی لی ہے۔ میری سالی روزی کو مرینا کہہ رہے ہو۔"

پارس نے کہا۔ "جنرل! آپ نے توجہ نہیں دی۔ مس مرینا خود اعتراف کر چکی ہیں۔"

"میں نے کوئی اعتراف نہیں کیا ہے۔"

وہ جنرل سے بولی۔ "چلو جان! میں نے یہاں آ کر وقت ضائع کیا ہے۔"

"مس مرینا! میں نے آپ کو پہچان لیا ہے۔ آپ مجھ سے کترا رہی ہیں یہ اچھی بات نہیں ہے۔ آپ کی خوبصورت ہنسی کا تصور لے کر پیرس سے یہاں تک آیا ہوں آپ کو اپنے قدردان کے سامنے پھر اسی طرح ایک بار ہنسنا چاہیے۔"

وہ جنرل کے ساتھ جانے لگی۔ جنرل نے کہا۔ "میں حیران ہوں۔"

"کس بات پر حیران ہو؟"

"یہی کہ تم اس انداز میں نہیں ہنسا کرتی تھیں۔"

"اس میں حیرانی کی کیا بات ہے۔ میں نے اپنے بہت سے انداز بدل دیے ہیں۔ میری مرضی ہے' میں ہنسنے رونے کے لیے کوئی سا بھی اسٹائل اپنا سکتی ہوں۔"

"لیکن وہ تمہیں مرینا کہہ رہا تھا۔"

"یعنی میں تمہاری سالی نہیں ہوں۔"

"سالی ضرور ہو مگر میں سوچ رہا ہوں' کیا اس نے اسی مرینا کا ذکر کیا ہے' جو مجھ سے رابطہ کرتی ہے؟"

مرینا اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اس کی سوچ میں بولی۔ "مجھے اپنی سالی کے سامنے مرینا اور اس کے رابطے کا ذکر نہیں کرنا چاہیے اور اب مجھے کسی بھی مرینا کی بات نہیں کرنا چاہیے۔ وکی براؤن کی ہر بات کو بھول جانا چاہیے۔"

وہ تابعدار تھا۔ فوراً ہی پارس کی تمام باتیں بھول گیا۔

باربرا نے خیال خوانی کے ذریعے پارس سے پوچھا۔ "کیا میں مرینا پر نظر رکھوں؟"

"صرف مجھ پر نظر رکھو۔ مجھے نظر لگاتی رہو اور میرے پاس چلی آؤ۔"

وہ اوپری منزل سے اتر کر آ گئی۔ اس کے پاس بیٹھ کر بولی۔ "مجھے یقین ہے مرینا نے تمہیں نہیں پہچانا ہو گا۔"

وہ نشے میں لڑکھڑاتی ہوئی زبان سے بولا "میں نے مرینا کے سامنے تیسرا گلاس خالی کیا۔ اسے یقین ہو گیا کہ میں وہ نہیں ہوں' جس کی تلاش میں آئی تھی۔"

"اس کے متعلق کچھ معلوم ہوا؟"

"اس سالی کی بات کیا پوچھتی ہو۔ وہ سالی ایک جنرل کی سالی بنی ہوئی ہے۔"

"یہ سالی' سالی کیا بک رہے ہو۔ کیا شراب دماغ پر چڑھ گئی ہے؟"

ویٹر نے چوتھا لارج گلاس لا کر رکھا۔ وہ غصے سے بولی۔ "میں یہ گلاس تمہارے سر پر توڑ دوں گی۔ ویٹر! اسے اٹھاؤ اور واپس لے جاؤ۔"

"اس سے پہلے کہ ویٹر اٹھاتا پارس نے اٹھا کر غٹاغٹ پی لیا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پکڑ کر رہ گئی۔ اس نے نشے میں جھومتے ہوئے کہا۔ "میری جان!! اب تم مجھے میری جان کہنے سے نہیں روک سکو گی کیوں کہ میں نشے میں ہوں۔"

"اوہ گاڈ! میں کیا کروں۔ تم اس حالت میں اپنے پیروں پر چل کر کیسے جاؤ گے۔"

"تو م ے ری وہیل چیئر ہو۔ مجھے تم ہاری گود میں بیٹھ کر جانا ہو گا۔"

اس نے پریشان ہو کر خیال خوانی کی پرواز کی پھر مجھے مخاطب کیا۔ "پاپا! یہ پارس میرے لیے پرابلم بن گیا ہے۔"

"کیا وہ تمہیں پریشان کر رہا ہے؟"

"ہم سب کی پریشانی کا باعث بن رہا ہے۔ یہ اپنے ساتھ مجھے بھی بے نقاب کر دے گا۔ موجودہ مشن میں ہماری ناکامی صاف نظر آ رہی ہے۔"

"بیٹی! پھر تو تم اسے غلط سمجھ رہی ہو۔ وہ ایسی کوئی حرکت نہیں کرے گا جس سے اس کی کارکردگی پر حرف آئے۔"

"پاپا! یہ ایسی حرکتیں کر رہا ہے۔ یہ آدھی بوتل سے زیادہ پی چکا ہے۔"

میں نے ہنستے ہوئے پوچھا۔ "کیا پی رہا ہے؟"

"شراب پاپا' شراب۔ نشے میں اس کی زبان لڑکھڑا رہی ہے ہم ایک بار میں ہیں۔ یہ اپنے پیروں پر چل کر نہیں جا سکے گا۔"

میں ہنسنے لگا۔ وہ بولی۔ "پاپا! آپ ہنس رہے ہیں؟"

"بیٹے! میں نے پارس کے متعلق تمہیں بہت کچھ بتایا تھا۔ شاید یہ بتانا بھول گیا تھا کہ شراب اس کے لیے پانی ہے۔ اس زہریلے پر کوئی نشہ' کوئی مہلک دوا اثر نہیں کرتی ہے۔ وہ تمہیں الو بنا رہا ہے۔ اب جاؤ۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہو گئی پھر اسے گھور کر دیکھنے لگی۔ وہ شرابی لہجے میں بولا۔ "اے... تم م و مجھے محبت سے کیوں دیکھ رہی ہو؟"

"میں سوچ رہی ہوں' تم بہت زیادہ نشے میں ہو۔ اس وقت تمہیں جتنی بھی گالیاں دوں گی' وہ تمہیں سنائی نہیں دیں گی۔ کیوں بے الو کی دم' گدھے کے باپ اور اور کون سی گالی دوں؟ ٹھہرو میں سوچ کر دیتی ہوں۔"

وہ سوچنے کے انداز میں سر جھکا کر اس کے دماغ میں آئی پھر بولی۔ "بیٹے! میں تمہاری امی لیلیٰ ہوں۔"

اس نے کہا۔ "آداب امی! کیسے آنا ہوا؟"

"بیٹا! بری خبر ہے۔ تمہارے پاپا کو ہارٹ اٹیک ہوا ہے۔"

وہ ایک دم سے پریشان ہو کر کرسی پر سیدھا ہو گیا۔ "امی! میرے پاپا کہاں ہیں؟"

"وہ اسپتال میں ہیں۔"

"کس اسپتال میں ہیں؟"

"اس اسپتال کا نام ہے تمہاری کھوپڑی۔ الو گدھے! کیا ہوا تمہارا نشہ؟"

پارس نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر اطمینان کی سانس لیتے ہوئے کہا۔ "اوہ خدایا! تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ پاپا خیریت سے ہیں۔ میری تو جان ہی نکل گئی تھی۔"

پھر اس نے مسکراتے ہوئے باربرا کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا اور کہا۔ "ویل ڈن۔ تم نے خوب چکر دیا۔"

وہ جواباً مسکرا کر بولی۔ "آج تمہیں الو گدھا کہہ کر میں نے دل کی بھڑاس نکال لی۔"

"میں نے برا نہیں مانا کیوں کہ میں گدھا نہیں ہوں لیکن خبردار گدھے کو گدھا نہ کہنا۔ ہماری دنیا کے گدھے برا مان جاتے ہیں۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی۔ "اچھا اب مرینا کے متعلق بتاؤ۔"

"اس نے فوج کے ایک جنرل کو پھانس لیا ہے۔ یقیناً اسی نقشے کے چکر میں یہاں آئی ہے۔"

"وہ جنرل کے دماغ میں رہ کر بھی نقشہ حاصل کر سکتی تھی۔ کیا یہ خود آ کر اپنے لیے خطرات کو دعوت نہیں دے رہی ہے؟"

"ہاں ایسا کر رہی ہے' شاید وہ یہ چاہتی ہے کہ نقشہ سیدھا اسی کے ہاتھ میں آئے۔ جنرل واسکوڈی کو شاید معلوم نہیں ہے کہ مرینا اس کی سالی روزی بنی ہوئی ہے۔ تم معلوم کر سکتی ہو۔"

"جنرل واسکوڈی یوگا کا ماہر ہو گا۔"

"ہونے دو۔ تم مرینا کے پاس جاؤ۔ اس کے سانس روکنے سے پہلے ہی بولو اگر وہ تمہیں دماغ سے بھگائے گی تو تم بھی اعلان کر دو گی کہ وہ ایک جنرل کی سالی بن کر نقشہ حاصل کرنے آئی ہے۔"

"ہوں' اُسے اِسی طرح بلیک میل کر کے اُس کی مصروفیات پر نظر رکھی جا سکتی ہے۔ میں جا رہی ہوں۔ میری واپسی تک خوب پیو اور جیو۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر مرینا کے دماغ میں پہنچی' وہ سانس روکنا چاہتی تھی۔ باربرا نے کہا۔ "تم خطرات میں گھری ہوئی ہو۔ میری بات سنے بغیر سانس روک لو گی تو میں ابھی سب کے سامنے یہاں تمہیں ظاہر کر دوں گی۔"

مرینا نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "کون ہو تم؟"

"دوست ہوں اگر دشمن ہوتی تو تمہیں بے نقاب کر کے تماشا

سسپنس اور جاسوسی ڈائجسٹ کے مقبول ترین سلسلے
۶ حصے مکمل مفرور
۳ حصے مکمل طالوت
۵ حصے مکمل صدیوں کا بیٹا
کتابی شکل میں تیار ہیں
آج ہی خط لکھ کر طلب فرمائیں یا اپنے قریبی بک اسٹال سے حاصل کریں
کتابیات پبلی کیشنز ○ پوسٹ بکس نمبر ۲۳ کراچی نمبر ۱

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

دیکھتی اور معلومات حاصل کرتی کہ اس شہر میں اور اس کلب میں مزید کتنے خیال خوانی کرنے والے تمہاری تاک میں ہیں۔"

"کیا تم ثی تارا ہو؟"

"تم مجھے نہیں جانتی ہو۔ کوئی میرے نام سے اور میری ذات سے واقف نہیں ہے۔ میں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی دنیا میں چند ہی روز پہلے پیدا ہوئی ہوں۔"

"مجھ سے کیا چاہتی ہو؟"

"وہی جو تم جنرل واسکوڈی سے چاہتی ہو۔"

"تمہیں کیسے پتا چلا کہ میں یہاں جنرل کی ساقی بن کر رہتی ہوں۔"

"میرے ذرائع بہت وسیع ہیں۔ کہاں تک سنو گی اور میں کہاں تک سناؤں گی البتہ اتنا سن لو کہ مجھ سے چھپنے کے لیے یہ جنرل کی ساقی کا بہروپ اتار پھینکو گی تو میں تمہارے آئندہ روپ میں بھی تمہیں پہچان لوں گی۔ یقین نہ ہو تو آج کل میں بھیس بدل کر دیکھ لینا۔"

"مائی گاڈ! کیا تم وکی براؤن کی ساتھی ہو؟"

"تمہیں وکی براؤن کیوں یاد آرہا ہے؟"

"اس نے میری ہنسی کے انداز سے مجھے پہچان لیا تھا۔ تم بھی میرے کسی انداز سے مجھے پہچان لیتی ہو۔ اس لیے مجھے ہر روپ میں پہچان لینے کا دعویٰ..."

وہ کہتے کہتے چونک گئی پھر بولی۔ "اوہ گاڈ! مجھے یہ یاد نہیں رہا تھا کہ پارس میری بُو سے مجھے پہچان لیتا ہے۔ تم مجھے دھوکا نہیں دے سکتیں۔ تم پارس کی ساتھی ہو۔ باربرا ہو۔ اس ناک نے یہاں میری بُو پالی ہے۔"

وہ ذرا چپ ہوئی۔ باربرا نے کہا۔ "ہاں سوچو اور کچھ سوچو۔ تمہاری عقل کیا کہتی ہے؟"

"یہ کہتی ہے کہ میں جنرل کو تابعدار بنا کر خوش ہو رہی تھی۔ نقشہ حاصل کرنے کی خوشی تھی' اتنے بڑے ملک پر حکومت کرنے کی خوشی تھی ایسے میں عقل سے کام لینا بھول گئی۔ وکی براؤن کو شراب پیتے دیکھ کر بھی یہ یاد نہیں آیا کہ پارس کے لیے شراب پانی ہے۔ تھوڑی دیر پہلے میں نے اس کی ساکت کھلی ہوئی آنکھیں دیکھی تھیں۔ اس کی باتوں میں الجھ کر سب کچھ بھول گئی۔"

باربرا نے کہا۔ "دراصل تمہیں بہت زیادہ خوش فہمی تھی کہ ہم میں سے کوئی میامی شہر کا رخ نہیں کرے گا۔ تم یہ بھول گئیں کہ جب تک موت نہیں آتی' تب تک شامت کہیں بھی آسکتی ہے اور دونوں کے آنے کا کوئی وقت اور کوئی جگہ مقرر نہیں ہے۔"

"آہ! آخر تم لوگوں نے مجھے گھیر ہی لیا۔"

"ہمیں یہ خوش فہمی نہیں ہے۔ ہم کسی بھی کامیابی کو عارضی سمجھتے ہیں۔ تم اپنی بات کرو کہ اب یہ نقشے والا کھیل کیسے کھیلو گی؟"

"اب تو اس کھیل میں پارس کو شامل کرنا ہی ہوگا۔"

"شاباش! اور جب تک کامیابی حاصل نہیں ہوگی' تم مجھے اپنے دماغ میں آنے دیا کرو گی۔"

"نہیں باربرا! یہ خیال خوانی والا رابطہ نامناسب ہے۔ جب ہمارا مقصد اور جنرل ایک ہے تو کیوں نہ ہم روبرو ملاقات کریں اور ایک ساتھ رہ کر کام کریں۔"

"ہم ایسے نادان نہیں ہیں کہ اب تمہیں نظر آئیں۔ ہم یہاں سے ابھی جارہے ہیں تم سے دور کی دوستی رہے گی۔"

وہ ذہنی طور پر حاضر ہو کر پارس سے بولی۔ "اس نے تمہیں پہچان لیا ہے۔ یہاں سے فوراً چلو۔ ورنہ وہ ایک طرح سے خود جنرل بھی ہوئی ہے۔ ہمارے خلاف بہت کچھ کر سکتی ہے۔"

پارس نے بل ادا کیا۔ اس کے ساتھ تیزی سے چلتا ہوا بولا۔ "کیا بازی ہمارے ہاتھ سے نکل گئی ہے؟"

"نہیں' مرینا ہمارے شکنجے میں ہے۔ خود کو ظاہر کرنا نہیں چاہتی ہے۔ یہ خوف بھی ہے کہ تم اس کی بُو کے ذریعے اسے کسی بھیس میں بھی پہچان لوگے۔ ہماری جیت اسی میں ہے کہ ہم ابھی اس کے ہاتھ نہ آئیں۔"

وہی ہار یا جیت کا وقت تھا۔ مرینا نے بھی یہی سوچا کہ پارس اور باربرا ابھی یہاں کی چار دیواری میں ہیں۔ اگر یہاں گرفت میں نہ آئے تو پھر پارس اسے کسی بھیس میں چھپ کر رہنے نہیں دے گا۔ اس کی بُو پانے والی ناک ہمیشہ کے لیے بند کر دی جائے۔

اس نے جنرل کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ "میں مرینا بول رہی ہوں۔ فوراً اس عمارت کے وہ تمام دروازے بند کرا دو جو باہر جانے کے لیے کھلتے ہیں۔ مرد ہو یا عورت ایک شخص کو بھی باہر نہ جانے دو۔ جلدی کرو۔ اس حکم کی تعمیل کراؤ۔"

جنرل نے ٹرانسیٹر کے ذریعے اس ملٹری انٹیلی جنس کے افسر کو کال کیا جو خاص طور پر اس عمارت کی نگرانی پر مامور تھا کیوں کہ اس عمارت کے شراب خانے اور قمار خانے میں بحری فوج کے افسران آیا کرتے تھے۔ جنرل نے کہا۔ "ابھی اطلاع ملی ہے کہ ایک غیر ملکی سیکرٹ ایجنٹ اس عمارت میں ہے۔ فوراً دروازے بند کراؤ اور کسی کو باہر نہ جانے دو۔"

پھر اس نے مرینا کی مزید ہدایات کے مطابق کہا۔ "میں آرہا ہوں۔ تمام سراغرسانوں کو سمجھا دو کہ میں جس شخص کی طرف انگلی اٹھاؤں' اسے فوراً گولی ماردیں۔"

مرینا کا ارادہ تھا کہ وہ وکی براؤن کو دیکھتے ہی جنرل کی کھوپڑی میں گھس کر اسے پارس کی طرف اشارہ کرنے کو کہے گی۔ اس کے ساتھ ہی اسے گولی ماردی جائے گی۔

اس دلچسپ ترین داستان کے بقیہ واقعات انتیسویں حصے میں ملاحظہ فرمائیں جو ۱۵ مارچ ۱۹۹۴ء کو شائع ہوگا۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

برصغیر کے جادو نگار تاریخی کہانیوں کے واحد مصنف الیاس سیتاپوری

تمام کتابوں کے نئے ایڈیشن شائع ہو گئے ہیں

انسان جو کبھی نہیں بدلے گا اور کبھی پرانا نہیں ہو گا، اسی طرح یہ کہانیاں بھی کبھی پرانی نہیں ہوں گی کیونکہ یہ کہانیاں انسانوں کی کہانیاں ہیں۔
انسان! جو بادشاہ تھے، وزیر تھے، امیر تھے، فاتح تھے، ظالم تھے، رحم دل تھے۔ انسانی جذبات، احساسات، فطرت اور جبلت جو آدم میں تھی، وہی آج بھی ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ بس ماحول، حالات، معاشرتی مقام اور تہذیبوں کے عروج و زوال کے مطابق ان کا طریقۂ اظہار بدلتا رہے گا۔ اس لیے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ الیاس سیتاپوری نے ماضی کے بادشاہوں کی نہیں، انسانوں کی کہانیاں لکھی ہیں۔ انسانی جبلت اور فطرت کے ساتھ زندہ رہنے والی کہانیاں۔ ان کہانیوں میں وہ سب کچھ ہے جو انسان میں ہے — حسد، رشک، شماتت، رقابت، دوستی، دشمنی، جفاکاری، وفاشعاری، سادگی، ریاکاری، ایثار، غداری، تمرد، انکساری، بہادری اور بزدلی۔

انسانوں کی اثر انگیز کہانیوں کے مجموعے

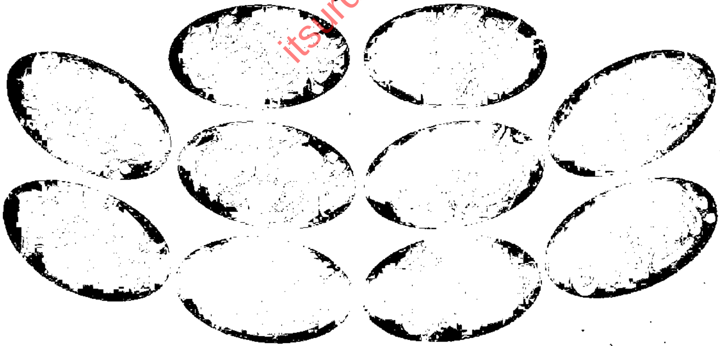

قیمت فی کتاب ۲۵ روپے ڈاک خرچ فی کتاب ۱۰ روپے	چار کتابیں یا زائد منگانے پر ڈاک خرچ معاف

دس کتابوں کے سیٹ کی رعایتی قیمت ۲۰۰ روپے مع ڈاک خرچ

آج ہی آرڈر بھیج دیجیے کیونکہ یہ کتابیں محدود تعداد میں شائع ہو رہی ہیں

مکتبہ جمالیات پبلی کیشنز ○ ... آئی آئی چندریگر روڈ کراچی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

سسپنس ڈائجسٹ کا مقبول سلسلہ

دیوتا

انتیسواں حصہ ۲۹

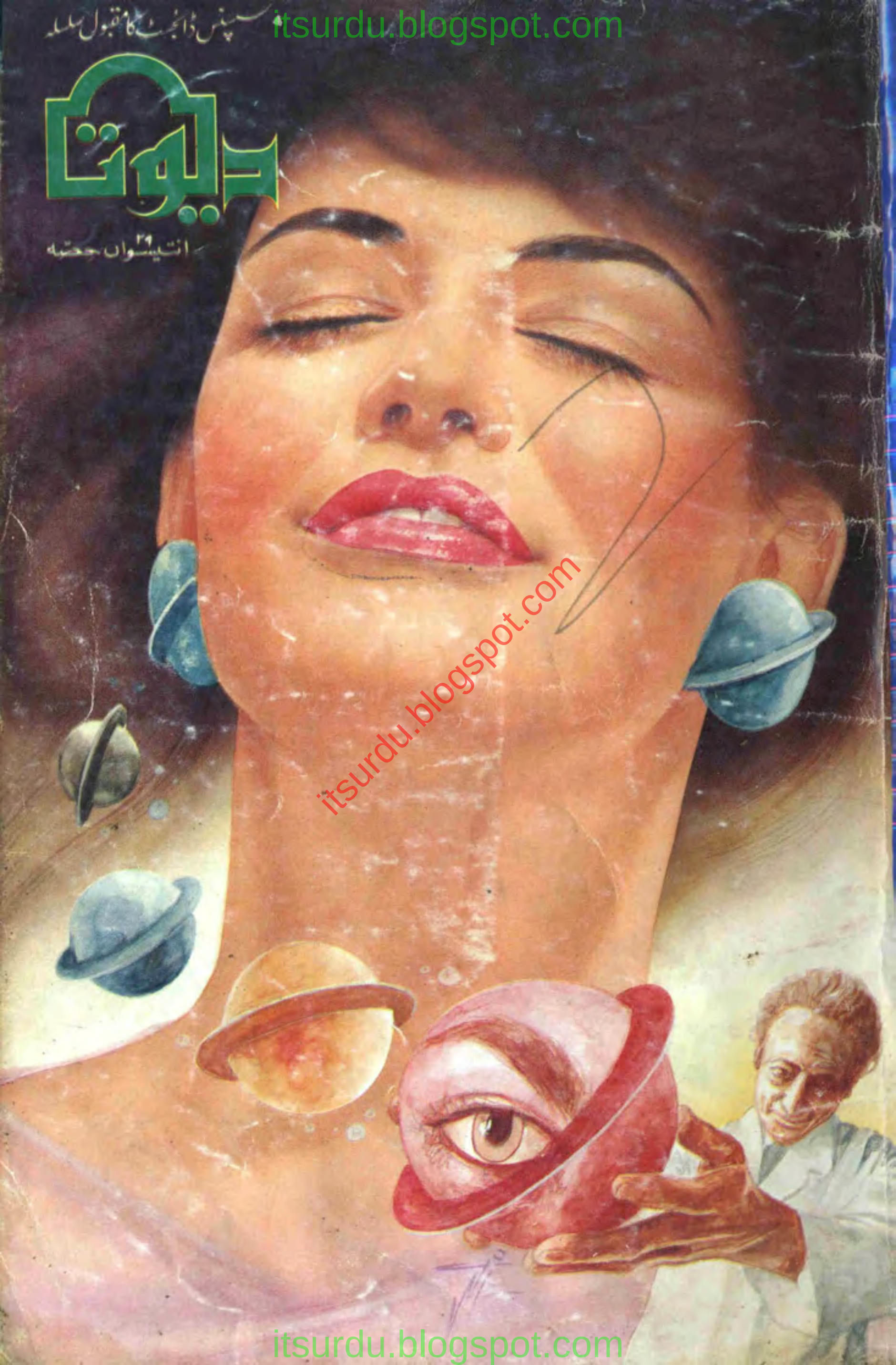

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

دیوتا

ایک دراز دست شخص کی سرگزشت۔ ایک طلسماتی اور سحر انگیز آدمی کے شب و روز۔ اس نے جو چاہا فتح کر لیا اور جب چاہا کسی کو مات دے دی۔ خیال خوانی میں ایک نیا جہانِ معنی متعارف کروانے والے شخص کی جولانیٔ طبع کی فسوں کاری۔ اس کی شہرت چار دانگ عالم میں پھیلی ہے

باربرا اور پارس شراب خانے سے نکل آئے تھے۔ سیڑھیوں سے اترتے ہوئے گراؤنڈ فلور کی طرف جا رہے تھے۔ وہاں پہنچ کر انہوں نے دور سے دیکھا۔ باہر جانے کا دروازہ بند ہو چکا تھا۔ مسلح فوجی لوگوں کو باہر جانے سے روک رہے تھے۔ ان سے درخواست کر رہے تھے کہ وہ ابھی عمارت کے اندر ہی رہیں۔ یہاں ایک غیر ملکی جاسوس کو تلاش کیا جا رہا ہے۔

باربرا نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ مرینا کے پاس آئی۔ اس نے سانس روک لی۔ دوسری تیسری بار بھی یہی ہوا۔ وہ پارس سے بولی۔ "کمبخت! سانس روک رہی ہے۔"

"وہ تمہیں دماغ میں آنے نہیں دے گی۔ اس کاؤنٹر گرل کے دماغ میں جا کر معلوم کرو اس عمارت کا مین سوئچ کہاں ہے۔ ہم یہ کھیل اندھیرے میں کھیلیں گے۔"

باربرا نے کاؤنٹر گرل کے پاس جا کر پوچھا۔ "یہ بیرونی دروازہ کب تک کھلے گا؟"

وہ بولی۔ "سوری' یہ فوج کا معاملہ ہے۔ میں کچھ کہہ نہیں سکتی۔"

باربرا اس کی آواز سنتے ہی اس کے خیالات پڑھنے لگی پھر پارس کے پاس آ کر بولی "مین سوئچ تک پہنچنا محال ہے۔ وہ اسی بیرونی دروازے کے پاس ہے اور اُدھر گن مین کھڑے ہوئے ہیں۔"

"ہوں اور تم بیک وقت تمام مسلح فوجی جوانوں کو کنٹرول نہیں کر سکو گی۔ یہ بتاؤ مرینا کس فلور پر تھی؟"

"پانچویں فلور پر۔"

"آؤ۔ اب تو جو ہو گا آمنے سامنے ہو گا۔"

وہ تیزی سے چلتے ہوئے لفٹ میں آئے پھر پانچویں فلور پر پہنچے۔ مرینا کی موجودہ صورت دیکھی ہوئی تھی پھر جنرل بھی ہزاروں میں پہچانا جا سکتا تھا۔ وہ دونوں ان دونوں کو تلاش کرنے لگے۔ پانچویں فلور پر ہر جگہ انہیں ڈھونڈ لیا۔ وہ کہیں نظر نہیں آئے۔ مرینا بھی اب پوری طرح حاضر دماغی سے کام لے رہی تھی۔ اس نے عمارت کے دروازوں کے ساتھ دماغ کے دروازے بھی بند کر لیے تھے اور پانچویں فلور کو بھی چھوڑ دیا تھا۔ اب وہ کامیابی حاصل کرنے تک نظروں میں آنا نہیں چاہتی تھی۔

پارس کی شامت آ گئی تھی۔ بچ نکلنے کا کوئی راستہ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔

****

یہ چشم دید واقعہ ہے کہ وہ طیارے میں بیٹھ کر گئی تھی۔ وہی طیارہ گر کر تباہ ہوا تھا۔ اس کی لاش اور لباس کے ٹکڑے اور چیتھڑے ملے تھے۔ موت برحق ہے۔ وہ سچ مچ مر چکی تھی۔

اگر قارئین صرف اس پہلو سے غور کریں کہ وہ ایک پاکستانی لڑکی تھی تو بات سمجھ میں آ جائے گی کہ وہ مرنے کے بعد بھی کیسے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

بول رہی تھی؟

جی ہاں اس پاکستانی لڑکی کا نام بانو شہناز تھا۔

وہی بانو شہناز جس کے روپ میں شی تارا چھپی ہوئی تھی۔ سر سے پاؤں تک بانو شہناز بنی ہوئی تھی۔ اس کی آواز اور لہجے میں بولتی تھی۔ اسلام آباد میں اس کی جگہ لے رکھی تھی اور اسے یورپ بھیج دیا تھا۔ وہ اصل بانو شہناز پیرس سے فرینکفرٹ جاتے ہوئے طیارے کے حادثے میں ہلاک ہوگئی تھی۔

پاشا نے اس کی لاش کے ٹکڑے دیکھے تھے لیکن اس کے مرنے کے باوجود اس لیے اس کی آواز سن رہا تھا کہ اسلام آباد میں شی تارا اسی آواز اور لہجے میں بول رہی تھی۔ وہ حیران پریشان تھا کہ مرنے والی کیسے بول رہی ہے۔

وہ کبھی کبھی حسیناؤں کے ساتھ مستی میں آکر شراب پیتا تھا۔ اس رات اس نے بانو شہناز سے محروم ہونے کا غم غلط کیا اور خوب پیتا رہا۔ وہ غیر معمولی دماغی قوت کا حامل تھا۔ زیادہ پینے کے باوجود نشہ دماغ پر حاوی نہیں ہوتا تھا۔ ایسے میں کوئی اس کے اندر آکر زلزلہ پیدا نہیں کر سکتا تھا لیکن اس رات شبہ ہوا کہ نشہ غالب آگیا ہے۔ دماغ کمزور ہوگیا ہے۔ تب ہی مرحومہ کی آوازیں کانوں میں آرہی ہیں۔

پھر اس نے خود کو آزمایا اور یقین کیا کہ نہ دماغ کمزور ہے نہ نشہ غالب آیا ہے۔ وہ سچ مچ بانو شہناز کی آوازیں سن رہا تھا۔ اس کی آواز اور اس کی باتیں صاف صاف کانوں میں پہنچ کر اس کی زندگی کا یقین دلا رہی تھیں۔

وہ تیزی سے چلتا ہوا کھڑکی کے پاس آیا۔ اسے کھول کر باہر کھلی فضا میں کان لگا کر سننے لگا۔ جب کہ وہ کسی بند خانے میں رہ کر بھی ہزاروں میل دور کی آوازیں سن لیتا تھا۔ اس کے باوجود وہ اپنی تسلی کے لیے کھڑکی سے باہر کھلی فضا میں کان لگا کر توجہ دے رہا تھا۔

پھر اس نے کھڑکی بند کر دی۔ ٹیلیفون کے پاس آکر ائرپورٹ کے اسپیشل انکوائری آفس سے رابطہ کیا پھر کہا۔ "طیارے کے حادثے میں ہلاک ہونے والوں کی جو لسٹ آپ کے پاس ہے' اس میں مس بانو شہناز کا نام ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ بانو شہناز زندہ ہے۔"

"آپ کو کیسے یقین ہے؟"

"آپ مجھ سے سوال نہ کریں۔ پہلے یہ تصدیق کریں کہ بانو شہناز اس طیارے میں سوار ہوئی تھی یا نہیں؟"

اسے ایک منٹ ہولڈ آن کے لیے کہا گیا پھر آواز آئی۔ "ہمارے کاغذات تصدیق کر رہے ہیں کہ مرحومہ طیارے میں سوار ہوئی تھیں۔ طیارے کے ملبے سے مرحومہ کے شناختی کاغذات اور پاسپورٹ کے اوراق ملے ہیں۔"

"آپ بار بار اسے مرحومہ نہ کہیں۔ وہ زندہ ہے۔"

"کیا وہ آپ کے پاس زندہ پہنچ گئی ہیں؟"

"آپ طعنہ نہ دیں میں بہت دور سے اس کی آوازیں سن رہا ہوں۔"

"جناب! اکثر مرنے والوں کی آوازیں کانوں میں گونجتی رہتی ہیں۔ ہمیں آپ سے ہمدردی ہے۔"

دوسری طرف سے ریسیور رکھ دیا گیا۔ پاشا کے لیے یہ معاملہ بڑا پیچیدہ ہوگیا تھا۔ وہ بانو شہناز کی آوازیں سن سکتا تھا لیکن اس سے پوچھ نہیں سکتا تھا کہ وہ کہاں ہے؟ یہ ٹیلی فون نہیں تھا کہ دونوں طرف سے سوال جواب ہوتا۔

وہ ایک صوفے پر آرام سے بیٹھ گیا پھر سر جھکا کر آنکھیں بند کر لیں۔ بانو شہناز کا تصور کیا۔ اپنی تمام توجہ اس کی آواز اور لہجے پر مرکوز کی۔ کچھ دیر تک گہری خاموشی رہی پھر اس کے کراہنے کی آواز آئی۔ پاشا نے سوچا "آہ! وہ تکلیف میں مبتلا ہے۔ حادثے میں زخمی ہوئی ہے۔ شاید تباہ شدہ طیارے سے کہیں دور زندہ پڑی ہے اور ہم سب نے اسے مردہ سمجھ لیا ہے۔"

اُدھر عادل چنگیزی نے اعصابی کمزوری کا جو شربت شی تارا کو پلایا تھا' اس کے نتیجے میں وہ کمزوری کے باعث کراہ رہی تھی۔ دائی ماں نے کہا۔ "بیٹی! آنکھیں بند کر کے سونے کی کوشش کرو۔ ڈاکٹر نے کہا ہے کہ سو کر اٹھنے کے بعد تم توانائی محسوس کرو گی۔"

وہ کراہتے ہوئے بولی۔ "مجھے یقین نہیں آرہا ہے کہ توانائی بحال ہوگی۔ میں شاید اسی طرح مر جاؤں گی۔"

"ایسی بری باتیں زبان سے نہ نکالو۔ مریں گے تمہارے دشمن اور وہ عادل تو دشمن نہ ہوتے ہوئے بھی انجانے میں دشمنوں سے بڑھ کر دشمنی کر رہا ہے۔"

وہ بولی۔ "ماں جی! عادل کو دیکھ کر وحشت سی ہوتی ہے۔ میں اس کا سامنا کرنے کے لیے اسلام آباد میں نہیں رہوں گی۔ طبیعت سنبھلتے ہی یہاں سے چلی جاؤں گی۔"

"ضرور بیٹی! عادل کی حماقتیں ہمارے لیے مصیبتیں لانے والی ہیں۔ میں تمہارا سامان پیک رکھوں گی۔ سفر کے قابل ہوتے ہی یہاں سے چل پڑو۔ اب زیادہ نہ بولو۔ سو جاؤ۔"

خاموشی چھا گئی۔ پاشا سمجھ رہا تھا کہ وہ آنکھ بند کر چکی ہے۔ سونے کی کوشش کر رہی ہے۔ اس لیے وہ بوڑھی ماں جی بھی خاموش ہوگئی ہے۔ وہ اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ ان کی گفتگو سے یہ معلوم ہو چکا تھا کہ وہ اسلام آباد میں کہیں بیمار پڑی ہے۔ طبیعت سنبھلتے ہی وہاں سے کسی دوسری جگہ چلی جائے گی۔

پاشا اسی ہوٹل کے کمرے میں تھا' جہاں وہ تنویمی نیند سے بیدار ہوا تھا۔ بیدار ہونے کے بعد اس نے اپنی اٹیچی کھول کر دیکھی تو اس کے اندر فرانسیسی ڈالرز اور برٹش پونڈز کے علاوہ ایک تہ کیا ہوا کاغذ رکھا ہوا تھا۔ اس نے اسے کھول کر پڑھا۔ وہاں لکھا ہوا تھا۔ "آزادی مبارک ہو۔ تم کسی کے تنویمی عمل کے زیر اثر نہیں ہو۔ جس ملک میں جانا چاہو۔ فون نمبر فور زیرو فور ڈائل کرو اور اپنی خواہش ظاہر کرو۔ تمہیں ایک گھنٹے کے اندر اس ملک کا ویزا مل جائے گا۔ ویش آل۔"

پاشا نے فون کے پاس آکر ریسیور اٹھایا پھر نمبر فور زیرو فور ڈائل کیے۔ فوراً ہی رابطہ ہوگیا۔ کسی نے پوچھا۔ "فرمایئے جناب! ہم آپ کی کیا خدمت کر سکتے ہیں۔"

وہ بولا۔ "مجھے اپنے سامان میں سے ایک پرچی ملی ہے' جس پر لکھا ہوا ہے کہ میں جس ملک میں جانا چاہوں' مجھے وہاں کا ویزا ایک گھنٹے کے اندر مل جائے گا۔"

"اچھا سمجھ گیا۔ آپ یوسف البرہان عرف پاشا ہیں۔"

"جی ہاں' میں وہی ناچیز ہوں۔ میرا جلد سے جلد اسلام آباد پہنچنا بہت ضروری ہے۔ آپ سے درخواست ہے' یہاں سے پاکستان جانے والی پہلی فلائٹ میں مجھے روانہ کر دیں۔ آپ کی بڑی مہربانی ہوگی۔"

"مہربانی کی کوئی بات نہیں ہے۔ ہم تو بابا صاحب کے ادارے کے ادنیٰ خادم ہیں۔ ایسی ہی خدمات کے لیے یہاں بیٹھے ہیں۔ آپ سفر کی تیاری کریں۔ ابھی ہم صورتِ حال سے آگاہ کریں گے۔ فی امان اللہ۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ سفر کی تیاری ضروری نہیں تھی۔ وہ تیار ہی بیٹھا ہوا تھا۔ فون نمبر فور زیرو فور سے صرف فلائٹ کے کنفرم ہونے کا انتظار تھا۔

****

عادل چنگیزی کو معلوم ہو چکا تھا کہ وہ بانو شہناز نہیں' شی تارا ہے اور جب یہ معلوم ہوا تو وہ بانو شہناز کے عشق سے باز آگیا۔ وہ جانتا تھا کہ شی تارا ایک دن پارس کی دھرم پتنی بننے والی ہے۔

شی تارا اعصابی کمزوریوں کے باعث نیند میں یا غفلت میں جو کچھ بڑبڑا رہی تھی اس کا ذکر ہو چکا ہے۔ اس بڑبڑاہٹ کو سن کر عادل نے سوچا' شاید وہ بھی شی تارا پر عمل کر کے اسے اپنی معمولہ بنا سکتا ہے۔ اس وقت بیچاری کا دماغ بے حد کمزور تھا۔ وہ عادل کو پارس سمجھ کر خوفزدہ تھی اور خوف کے مارے اعتراف کر رہی تھی کہ وہ اس کی معمولہ بن چکی ہے اور آئندہ اس کے تمام احکامات کی تعمیل کرتی رہے گی۔

عادل خوشی سے دیوانہ ہوگیا۔ کوٹھی کے باہر آکر لان میں خوشی کے مارے اچھلنے کودنے اور قلابازیاں کھانے لگا۔ اس کی دانست میں اس نے دو بڑی کامیابیاں حاصل کی تھیں۔ ایک تو بیٹھے بٹھائے ہپناٹزم کا ماہر بن گیا تھا۔ دوسری بڑی کامیابی یہ تھی کہ اس نے ایک ناقابلِ شکست ٹیلی پیتھی جاننے والی کو اپنی معمولہ اور تابعدار بنا لیا تھا۔

اتنی شاندار فتوحات کے بعد اس کی کھوپڑی الٹ گئی تھی۔ یہ صرف اس کی بات نہیں تھی اس کی جگہ کوئی بھی ہوتا تو خوشی سے پاگل ہو جاتا۔ اب اسے فرہاد بھائی جان اور بھابی جان کا انتظار تھا۔ وہ سوچ رہا تھا' جب بھائی جان اور بھابی جان کو معلوم ہوگا کہ اس نے شی تارا جیسی ہستی کو ٹریپ کیا ہے تو پھر فرہاد کی پوری فیملی اس ہپناٹزم کے ماہر کو سر آنکھوں پر بٹھائے گی۔

اس انتظار میں وہ صبح تک جاگتا رہا۔ میرے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ ایک احمق نے شی تارا کو بے بس بنا رکھا ہے۔ نہ ہی کوئی بھابی جان اس کے دماغ میں جایا کرتی تھی۔ شی تارا ہی بھابی جان بن کر اسے اُلو بناتی رہی تھی۔

صبح ہوئی تو وہ ناگواری سے بڑبڑانے لگا۔ "آخر نہیں آئے۔ نہ بھابی جان آئیں' نہ بھائی جان آئے۔ دونوں بہت مغرور ہو گئے ہیں۔ مجھے ایک معمولی شخص سمجھ کر نظرانداز کر رہے ہیں۔ جب انہیں میری صلاحیتوں اور میری اہمیت کا پتا چلے گا تو پچھتائیں گے کہ پہلے میری قدر کیوں نہیں کی لیکن اب وقت آگیا ہے کہ میں شی تارا کو حکم دوں کہ وہ بھائی جان کے پاس کر خیال خوانی کے ذریعے جائے اور میری تابعدار بن کر انہیں میرے پاس بلا کر لائے۔"

وہ سوچتا ہوا کوٹھی کے اندر آیا۔ شی تارا کی خوابگاہ کا دروازہ بند تھا۔ اس نے دستک دی۔ اندر سے دائی ماں نے پوچھا۔ "کون ہے؟"

"میں ہوں عادل چنگیزی۔ دروازہ کھولو۔"

دائی ماں نے آہستگی سے دروازہ کھولا پھر باہر آکر دروازے کو بند کرتے ہوئے بولی۔ "وہ سو رہی ہے۔ جب جاگے گی اور اندر بلائے گی' تب جانا۔"

وہ گھڑی دیکھ کر بولا۔ "تعجب ہے۔ میں نے تنویمی عمل کے ذریعے حکم دیا تھا کہ اسے صبح چھ بجے بیدار ہو جانا چاہیے لیکن وہ ابھی تک سو رہی ہے۔"

"دائی ماں نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "کیا کہہ رہے ہو؟ کیا تم نے میری بیٹی پر تنویمی عمل کیا ہے؟"

"بے شک کیا ہے۔ اب وہ میری معمولہ اور تابعدار رہے گی۔"

"مگر تم تو ایک ڈرائیور رہو۔ تم نے تنویمی عمل کہاں سے سیکھ لیا ہے؟"

"یہ خدا کی دین ہے کل اچانک مجھے یہ علم حاصل ہوا اور میں نے شی تارا کو اپنی مٹھی میں لے لیا۔"

وہ گھبرا کر بولی۔ "نن... نہیں۔ وہ شی تارا نہیں ہماری تمہاری مالکن بانو شہناز ہے۔"

"بکواس مت کر بڑھیا! مجھ جیسے عامل کامل کی آنکھوں پر شی تارا پردہ نہیں ڈال سکتی۔ تو جھوٹ بولے گی تو میں ہپناٹزم کے ذریعے تجھے بھی اپنی خدمت گار بنا لوں گا یا تجھے یہاں سے ہندوستان روانہ کر دوں گا۔"

بوڑھی دائی ماں کو یقین نہیں آرہا تھا کہ اس احمق نے تنویمی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

عمل کیا ہو گا لیکن دو باتیں الجھا رہی تھیں۔ ایک تو اسے شی تارا کی اصلیت معلوم ہو گئی تھی۔ دوسری بات وہ یہ کہہ رہا تھا کہ اس نے تنویمی عمل کے ذریعے شی تارا کو صبح چھ بجے اٹھنے کا حکم دیا تھا۔ دائی ماں کو معلوم تھا کہ وہ واقعی چھ بجے بیدار ہو گئی تھی۔ اب بھی جاگ رہی تھی۔ دائی ماں نے باہر آ کر جھوٹ کہا تھا کہ وہ سو رہی ہے۔

وہ پریشان ہو کر بولی۔ "بیٹا عادل! کیا تم پچھلی رات سے جاگ رہے ہو؟ اس طرح جاگتے رہو گے تو صحت خراب ہو جائے گی۔ میرے ساتھ کچن میں چلو۔ ناشتا کرو پھر سو جاؤ۔"

"میں ایسا نادان نہیں ہوں کہ تمہارے ہاتھ کی تیار کی ہوئی کوئی چیز کھاؤں گا یا پیوں گا۔ مجھے بھوک لگ رہی ہے۔ میں کچن میں جا رہا ہوں۔ خبردار! میرے پیچھے نہ آنا۔"

وہ تیزی سے چلتا ہوا کچن کی طرف گیا۔ دائی ماں بھگوان کا شکر ادا کرتی ہوئی دروازہ کھول کر آئی۔ اسے اندر سے بند کیا پھر شی تارا کے بستر کے قریب پہنچی۔ اس نے بڑی کمزوری سے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ وہ اس کے پاس بیٹھ کر بڑی دھیمی آواز میں بولی۔ "بیٹی! اگر تو اپنے حواس میں ہے تو کچھ باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

شی تارا نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ بولی۔ "وہ احمق عادل دعویٰ کر رہا ہے کہ اس نے تجھ پر تنویمی عمل کیا ہے۔ کیا تو ایسا کچھ محسوس کر رہی ہے؟"

اس نے انکار میں سر ہلا دیا۔ دائی ماں نے کہا۔ "بھگوان کرے یہ جھوٹ ہو لیکن وہ تمہیں شی تارا کی حیثیت سے پہچان گیا ہے۔"

وہ گھبرا کر دائی ماں کو دیکھنے لگی۔ اپنے کمزور سے تھرتھراتے ہوئے ہاتھ کو اٹھا کر بوڑھی کے گریبان کو پکڑ کر یوں جھنجھوڑنے لگی جیسے کہہ رہی ہو، مجھے بچاؤ۔ مجھے ظاہر نہ ہونے دو۔ مجھے یہاں سے دور لے جاؤ۔"

دائی ماں نے اس کے ہاتھ کو پکڑ کر چوما پھر اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "بیٹی! گھبراؤ نہیں۔ میں عادل کو کسی کے سامنے زبان کھولنے نہیں دوں گی۔ ہمیں بہت سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا ہو گا۔ اس اُلّو گدھے سے نمٹنا زیادہ مشکل نہیں ہو گا۔ میں جو کہتی ہوں، اس پر عمل کرتی رہو۔"

وہ ذرا اور جھک کر شی تارا کے کان کے قریب ہو کر بولی۔ "وہ تمہارے پاس عامل بن کر آئے تو یہی ظاہر کرو کہ اس کی معمولہ اور تابعدار بن چکی ہو۔"

شی تارا نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ دائی ماں نے کہا۔ "میں اس کے گوبر دماغ میں یہ بات بٹھاؤں گی کہ اسے کسی کے سامنے تمہارا اصلی نام نہیں لینا چاہیے کیوں کہ تم فرہاد کی ہونے والی بہو اور پارس کی عزت ہو۔ دشمنوں نے تمہارا نام اگر سن لیا تو وہ تمہیں مار ڈالیں گے۔ بیٹی! مجھے یقین ہے، وہ احمق اپنے بھائی جان کی بہو کی سلامتی کے لیے تمہارا ذکر کسی کے سامنے نہیں کرے گا۔"

شی تارا نے مشکور و ممنون ہو کر اپنی دائی ماں کو دیکھا۔ وہ ا
ممتا سے تھپک کر بولی۔ "جب تک میں زندہ ہوں، تجھ پر آنچ نہ
آنے دوں گی۔ تو اچھی خوراک کھاتی رہے گی اور آرام کرتی ر
گی تو جلد ہی اٹھ کر بیٹھ جائے گی۔ میں تیرے لیے پھلوں کا جو
لے کر آتی ہوں۔"

اس نے کمرے سے باہر آ کر عادل کو آواز دی۔ وہ منہ پو
ہوا کچن سے آیا۔ وہ بولی۔ "بیٹا! میں تجھ سے کچھ ضروری باتیں
چاہتی ہوں۔"

"یہ تم صبح سے مجھے دو بار بیٹا کہہ چکی ہو۔ ارادہ کیا ہے؟"

"ارادہ یہ ہے کہ اب میں تمہیں پارس اور شی تارا کے ر
کے بارے میں بتا دوں۔"

"یہ میں جانتا ہوں۔"

"مگر یہ نہیں جانتے کہ شی تارا دراصل فرہاد بیٹے ہی کی بہ
پر یہاں چھپ کر آئی ہے۔"

"بھائی جان نے اسے چھپ کر یہاں آنے کو کیوں کہا ہے
"اس لیے کہا ہے کہ تمہارے بھائی جان اور شی تارا
ہزاروں دشمن ہیں۔ اگر انہیں معلوم ہو گیا کہ فرہاد کی ہونی وا
بانو شہناز کے روپ میں یہاں موجود ہے تو وہ اسے قتل کر
گے۔"

وہ سینہ ٹھونک کر بولا۔ "میرے جیتے جی کوئی شی تارا
نہیں کر سکتا۔ قتل کرنے کے لیے انہیں میری لاش پر سے گز
گا۔"

"اس کا مطلب ہے تمہاری لاش پر سے گزر کر وہ قتل ک
ہیں۔"

"آں؟ شاید میں کچھ غلط کہہ گیا۔"

"عقل سے کام لو گے تو تمہارے بھائی جان کی بہو اور
کی عزت پر آنچ نہیں آئے گی۔"

"یعنی عقل سے کیسے کام لوں؟"

"سیدھی سی بات ہے۔ کسی کے سامنے شی تارا کا نام نہ
نہ ہی کسی پہلو سے اس کا ذکر کرو۔ بات کو راز رکھو گے تو یہ با
دشمن کے کانوں تک نہیں پہنچے گی۔"

"واقعی مجھے اس معاملے میں خاموش رہنا چاہیے۔"

"اور شی تارا کو بھول سے بھی شی تارا نہیں کہنا چاہیے
تنہائی میں بھی اسے بانو شہناز کہتے رہیں گے۔"

"میں اپنے فرہاد بھائی جان کی بہو کے لیے ایسا ہی
گا۔ ویسے یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ بھائی جان نے ہو
بہو کو اسلام آباد کیوں بھیجا ہے؟"

"بات یہ ہے کہ شی تارا شادی کے بعد ہندوستان م
چاہتی تھی اور پارس پاکستان میں رہنا چاہتا ہے۔ اس پر شی
کہا، میں کچھ عرصہ اسلام آباد میں رہ کر یہاں کا ماحول اور یہا
لوں کو دیکھوں گی، اگر پاکستانیوں نے اس سے محبت کی تو یہ بہو بن
ر پاکستان میں ہی آئے گی۔"

عادل نے سینہ تان کر کہا "میں پاکستان کی ہونے والی بہو کو بے
تحاشا محبت دوں گا۔"

"اور جب تک وہ خود کو چھپائے رکھے گی، تم اس کا ذکر نہیں
رو گے۔"

"کبھی کسی سے ذکر نہیں کروں گا۔ اگر منہ سے بات نکلنا
ہے گی تو اپنی زبان کاٹ کر پھینک دوں گا۔"

"شاباش، تم جوش، جذبے اور حوصلے میں بالکل فرہاد کے
وٹے بھائی ہو۔ اب ڈاکٹر کے پاس جاؤ اور اسے لے آؤ۔ میں
ں کے لیے پھلوں کا جوس لے جا رہی ہوں۔ ذرا بتاؤ تو کس کے
ہے؟"

"شش... شی۔ نن... نہیں، بانو شہناز کے لیے۔"

دائی ماں اسے شاباشی دیتے ہوئے کچن کی طرف چلی گئی۔

عادل کسی دوسرے ڈاکٹر کو لے آیا۔ ڈاکٹر نے زود اثر دوائیں
ر انجکشن دیے۔ وہ شام تک کچھ بولنے کے قابل ہو گئی۔ دائی
ں یہی کوشش کرتی رہی کہ عادل اس کے سامنے نہ جائے۔ شی
را بھی آنکھیں بند کیے سونے کا بہانہ کرتی رہی اس طرح وہ
سری صبح تک دور ہی دور رہا۔

دوسرے دن وہ اٹھ کر بیٹھنے اور اپنے ہاتھوں سے کھانے پینے کے قابل ہو گئی پھر بھی کافی کمزوری تھی، رہ رہ کر سر چکرانے لگتا تھا۔ وہ تکلیف سے کراہنے لگتی تھی۔ ایسے ہی وقت پاشا نے اس کی کراہیں اور باتیں سنی تھیں اور یہ معلوم کیا تھا کہ اس کی مرحومہ بانو شہناز اسلام آباد میں ہے۔

شی تارا کو اپنے اطراف خطرات کے بڑھتے ہوئے سائے نظر آ رہے تھے۔ کتنی عجیب بات تھی کہ شی تارا کے آس پاس اور دور دور تک کوئی دشمن نہیں تھا۔ کوئی مخالف اسے نقصان پہنچانے والا نہیں تھا۔ اس کے باوجود کاتبِ تقدیر سمجھا رہا تھا کہ انسان کو جب ذلت اٹھانی ہوتی ہے تو وہ ایک کمزور اور احمق کے ہاتھوں ذلیل ہوتا ہے۔ وہ گھبرا رہی تھی اور یہ دیکھ کر سہمی جا رہی تھی کہ وہ احمق اس کی جڑوں تک پہنچ رہا ہے۔ بلکہ اس کی چھپی ہوئی شخصیت کو کھود کر باہر نکال چکا ہے۔

وہ دن رات دعائیں مانگتی رہتی تھی کہ خیال خوانی کرنے والوں میں سے کوئی اس کے دماغ میں نہ پہنچے، کسی کو اس کی کمزوری اور مجبوری کی خبر نہ ہو اور دماغی توانائی حاصل کرنے تک عادل کی زبان بند رہے۔

تیسرے دن وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ دائی ماں سے بولی۔ "ابھی گاڑی میں جاؤ۔ کسی بھی ائرلائن کا ٹکٹ کسی بھی ملک اور شہر کے لیے حاصل کرو۔ جتنی جلدی ممکن ہو، یہاں سے نکل چلو۔ مسلمان مرد اور اسلامی ملک مجھے راس نہیں آتا۔"

سسپنس ڈائجسٹ میں شائع ہونے والی سچی کہانیاں

مرزا امجد بیگ کی یادداشتیں
شیطان صفت
سبز قدم
قانونی پیچیدگیاں، عدالتی کارروائی کے اہم رموز و نکات
زن، زر اور زمین کے تنازعوں سے جنم لینے والے مقدمات

ریٹائرڈ ڈی ایس پی ملک صفدر حیات کی ڈائری
دستِ انتقام
اسیرِ ہوس
ایک ریٹائرڈ ڈی ایس پی کی پیشہ ورانہ زندگی کے پیچیدہ کیسوں کی روداد
جرم و سزا کی وہ کہانیاں جو انسانی حرص و ہوس کا آئینہ ہیں

قیمت فی کتاب ۲۵/ روپے، ڈاک خرچ ۱۰/ روپے۔ چاروں کتابیں ایک ساتھ منگانے پر ڈاک خرچ معاف

کتابیات پبلی کیشنز * پوسٹ بکس نمبر ۲۳، رمضان چیمبرز، نزد دفتر اخبار جنگ، آئی آئی چندریگر روڈ، کراچی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"بیٹی! تمہیں اپنے پیروں پر کھڑے ہوتے دیکھ کر مجھے نئی زندگی مل رہی ہے۔ کیا اب خیال خوانی بھی کر سکتی ہو؟"

"ابھی نہیں' لیکن شاید آج رات تک میں اس قابل ہو جاؤں۔ تم جلدی جاؤ دائی ماں۔"

"جا رہی ہوں۔ اس سے پہلے ایک عقل کی بات کہہ دوں کہ اپنے ساتھ عادل کو لے چلو۔"

"یہ کیا کہہ رہی ہو؟"

"ہم یہاں سے جانے والی بات اس سے چھپا نہیں سکیں گے۔ وہ شبہ کرے گا' تم یہاں سے بھاگ رہی ہو۔"

"تم چاہتی ہو' اس کا منہ بند رکھنے کے لیے اس مصیبت کو ساتھ لے جاؤں؟"

"اسے اپنے پیچھے چھوڑ کر جاؤ گی تو یہ تمہارے متعلق بہت کچھ بولتا پھرے گا۔ اس کی باتیں کسی بھی خیال خوانی کرنے والوں کے کانوں تک پہنچ سکتی ہیں۔ وہ سراغ لگا سکتا ہے کہ تم اسلام آباد سے کس ملک اور کس شہر کی طرف گئی ہو۔"

وہ پریشان ہو کر بولی۔ "یہ کیسی مجبوری ہے۔ میں خیال خوانی کے بغیر کسی کو آلۂ کار بنا کر عادل کو قتل نہیں کرا سکتی۔ اسے زندہ چھوڑ کر بھی نہیں جا سکتی۔"

"تم اپنے دل اور دماغ پر بوجھ نہ ڈالو۔ یہاں سے روانہ ہونے تک تمہاری دماغی توانائی لوٹ آئے تو اسے ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے ختم کر دینا۔ ورنہ ہم اسے ملک سے باہر اس کے فرہاد بھائی جان کے پاس لے جانے کے بہانے اپنے کرائے کے آدمیوں کے حوالے کر دیں گے۔"

"ٹھیک ہے دائی ماں! عادل چنگیزی کا بھی پاسپورٹ لے جاؤ۔ اس نے ایک بار کہا تھا کہ وہ کبھی ملک سے باہر نہیں گیا۔ بیچارہ غریب ڈرائیور ہے۔ بڑی حسرت سے ایک پاسپورٹ بنا کر رکھا ہوا تھا۔ اس کی حسرت پوری ہو جائے گی۔ یہ اس کی زندگی کا پہلا اور آخری پاسپورٹ ہے' اسے دنیا سے ہی لے جائے گا۔"

****

زندگی کے کئی دروازے ہوتے ہیں۔ موت سے لڑتے وقت یہ دروازے کھلتے بند ہوتے رہتے ہیں۔ ایسی لڑائی میں موت کا بند ہونے والا دروازہ کھول کر زندگی کی طرف آنے کے مواقع ملتے رہتے ہیں لیکن پارس کو ایسا کوئی موقع نہیں مل رہا تھا۔

اس عمارت کے تمام دروازے بند ہو چکے تھے۔ ہر دروازے پر مسلح فوجی تھی۔ باربرا اتنے فوجیوں کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے راستے سے نہیں ہٹا سکتی تھی۔

بچاؤ کا دوسرا راستہ یہ تھا کہ مین سوئچ آف کر کے تاریکی سے فائدہ اٹھایا جائے لیکن مین سوئچ کے پاس بھی فوجی موجود تھے۔

بچاؤ کا تیسرا راستہ یہ تھا کہ مرینا سے آمنا سامنا ہو۔ [illegible] زخمی کیا جائے تاکہ باربرا اس کے دماغ پر قبضہ جما کر جنرل کے ذریعے بازی پلٹ دے لیکن اس سے سامنا نہیں ہوا۔ وہ جنرل کے ساتھ ایک کمرے میں آ گئی تھی۔ اس کمرے کے باہر بھی مسلح فوجی کھڑے ہو گئے تھے۔ جنرل نے حکم دیا۔ "اس عمارت کے تمام ٹی وی کیمرے آن کیے جائیں۔ میں اس جاسوس کو اسکرین پر دیکھ کر اس کی نشاندہی کروں گا۔"

مرینا جنرل واسکوڈی کے ساتھ ایک صوفے پر بیٹھ گئی۔ ان کے سامنے ٹی وی آن ہو گیا تھا۔ اسکرین پر گراؤنڈ فلور کا منظر دکھائی دے رہا تھا۔ جنرل نے مرینا کی ہدایت کے مطابق انٹیلی جنس کے افسر کو حکم دیا۔ "پہلے گراؤنڈ فلور کے لوگوں سے کہو وہ ایک ایک کر کے ٹی وی کیمرے کے سامنے سے گزرتے جائیں اور عمارت کے باہر چلے جائیں۔"

اس کے حکم کی تعمیل ہونے لگی۔ لوگ ایک قطار بنا کر ٹی وی کیمرے کے سامنے سے گزرنے لگے۔ باربرا نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر جنرل کے دماغ میں پہنچ کر بولی۔ "مرینا! جنرل نے سانس نہیں روکی اس کا مطلب یہ ہے کہ تم موجود ہو۔"

مرینا نے کہا۔ "میں ابھی دماغ سے نکلوں گی تو جنرل تمہاری سوچ کی لہروں کو برداشت نہیں کرے گا سانس روک لے گا۔"

"مجھ میں اتنی عقل ہے' میں تمہاری سوچ کی لہروں کو اپنا کر رہوں گی۔ تم نے اس بیچارے پر جو تنویمی عمل کیا ہے' اس کے مطابق یہ تمہاری سوچ کی لہروں کو نہیں بھگائے گا۔"

مرینا نے کہا۔ "اچھا تو یہ بات ہے؟ جنرل واسکوڈی میں تمہیں حکم دیتی ہوں کہ میری سوچ کی لہروں کو بھی آئندہ ایک گھنٹے تک قبول نہ کرو۔ سانس روک لو۔"

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ سانس روک لی۔ وہ دونوں اس کے دماغ سے نکل گئیں۔ اس بار وہ میرے پاس آئی۔ "پاپا! گڑبڑ ہو گئی ہے۔ مرینا نے اپنے معمول جنرل واسکوڈی کے ذریعے اس عمارت کی ناکہ بندی کر دی ہے' پارس کے بچ نکلنے کا کوئی راستہ نہیں چھوڑا ہے۔ میں ہر ممکن تدبیر آزما چکی ہوں۔"

"بیٹی! تم میرے پاس کیوں آئی ہو؟"

"یہ کہنے کہ آپ ہمارے تمام خیال خوانی کرنے والوں کے ساتھ آ جائیں۔"

"یہی تو پوچھ رہا ہوں کہ ہم کیوں آ جائیں؟"

"آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں؟ کیا آپ اپنے بیٹے کو موت کے شکنجے سے نہیں نکالیں گے؟ مرینا کو سب سے زیادہ خطرہ پارس سے رہتا ہے۔ آج وہ اسے زندہ نہیں چھوڑے گی۔ آپ اپنے بیٹے کو بچائیں۔"

"وہ جو تمہارے ساتھ پارس ہے اگر وہ مکھن کے بال کی طرح اس عمارت سے نہ نکل آئے تو سمجھ لینا وہ میرا بیٹا نہیں ہے اور اگر ہے تو وہ ہماری مدد کا محتاج نہیں ہوگا۔"

"پاپا! میں کیسے بتاؤں۔ یہاں سے نکلنا ناممکن ہے۔"

"میں نے اسی لیے تمہیں پارس کے ساتھ رکھا ہے۔ اپنا ذہن اور آنکھیں کھلی رکھو' دیکھو وہ کیا کرتا ہے۔"

میں نے سانس روک لی۔ باربرا نے دماغی طور پر حاضر ہو کر دیکھا۔ پارس نہیں تھا۔ اس نے دور تک نظریں دوڑائیں۔ مرد اور عورتوں کے سر ہی سر نظر آ رہے تھے۔ سب کے سب گراؤنڈ فلور کی طرف جا رہے تھے تاکہ وہاں گولیاں چلنے سے پہلے ہی ٹی وی کیمرے کے سامنے سے گزر کر فوجیوں کی تسلی کر کے باہر چلے جائیں۔

وہ آگے بڑھ کر اسے تلاش کرنے کے دوران بھیڑ میں دھکے کھانے لگی۔ گراؤنڈ فلور کی طرف جانے والی سیڑھیوں کے قریب پہنچ گئی۔ ایک جگہ ریلنگ کو مضبوطی سے پکڑ کر پارس کے دماغ میں آئی۔ وہ ایک کمرے میں تھا وہاں سے کوئی چیز کپڑے میں لپیٹ کر لے جا رہا تھا۔ باربرا نے پوچھا۔ "کیا کر رہے ہو؟"

وہ بولا۔ "دھماکے کرنے والا ہوں۔"

"اس شراب خانے اور قمار خانے میں دھماکے کرنے کے لیے تمہیں بم کہاں سے ملیں گے؟"

"تم نے وہ دھماکے نہیں دیکھے ہیں' جو بموں کے بغیر ہوتے ہیں۔ میرے پاس ایک بم تو کیا' ایک کارتوس بھی نہیں ہے لیکن یہاں قیامت کا زلزلہ آئے گا۔ ایسی کوئی بات ہوتے ہی فوراً باہر چلی جانا۔ ہماری ملاقات باہر ہوگی۔"

شراب خانے کے کاؤنٹر کے پاس ایک کیبن تھا۔ اس کیبن میں بڑا سا کیسٹ ریکارڈر تھا۔ اس ریکارڈر سے دھیمے سروں میں اسپیکر کے ذریعے موسیقی نشر کی جاتی تھی۔ نیچے سے اوپر تک تمام فلور میں بے شمار اسپیکر لگے ہوئے تھے۔ شراب خانہ دوسرے فلور کی طرح خالی ہو چکا تھا۔ لوگ عمارت سے باہر جانے کے لیے گراؤنڈ فلور کی طرف چلے گئے۔ ایک بارمین وہاں رہ گیا تھا۔

پارس نے کاؤنٹر کے پیچھے آ کر بارمین کے سر پر ایک ضرب لگائی پھر اسے گھسیٹ کر کیبن میں لے آیا۔ اسے قالین پر لٹا دیا۔ اس کی قمیص پھاڑ کر اس کے فلیتے بنائے۔ ریک میں سے دس شراب کی بھری ہوئی بوتلیں نکال کر انہیں کاؤنٹر پر ایک ساتھ ملا کر رکھا پھر ان بوتلوں کے ڈھکن کھول دیے۔ ہر بوتل کے اندر ایک ایک فلیتہ ڈال دیا پھر ان تمام فلیتوں کے سروں کو ایک جگہ ملا کر باندھ دیا۔ اسے بارمین کی جیب سے ایک لائٹر مل گیا تھا۔ اس کی یہ تمام کارروائی محض دہشت پھیلانے کے لیے تھی۔

گراؤنڈ فلور میں ہزاروں افراد جمع ہو گئے تھے۔ اگر ایسے میں دھماکا ہوتا تو عورتیں اور کمزور دلوں کے مرد چیختے چلّاتے باہر بھاگتے۔ پارس ان لمحات میں انسان کے اندر چھپے ہوئے خوف اور زندگی سے قائم رہنے والی محبت سے فائدہ اٹھا رہا تھا۔

پہلے وہ کیبن میں آیا۔ ریکارڈر کا تار الگ کر کے اسے ایک مائیک سے منسلک کیا۔ باربرا نے خیال خوانی کے وقت اسے دیکھا تھا۔ وہ کوئی چیز ایک کپڑے میں لپیٹ کر کمرے سے نکل رہا تھا۔ وہ چیز ایک ٹائم پیس تھی اس نے ٹائم پیس کو کپڑے سے نکال کر مائیک کے سامنے رکھا پھر مائیک کو آن کر کے بولا۔ "اٹینشن لیڈیز اینڈ جنٹلمین اٹینشن۔ میں آپ سب کو خطرات سے آگاہ کرتا ہوں۔ یہاں کئی جگہ ٹائم بم چھپا کر رکھے گئے ہیں جو دس منٹ کے اندر بلاسٹ ہونے والے ہیں۔ آپ کان لگا کر ٹائم بم کی آواز سن سکتے ہیں۔"

وہ خاموش ہوا۔ مائیک خاموش نہیں ہوا۔ ٹائم پیس کی مسلسل ٹِک ٹِک ٹِک ٹِک اسپیکر کے ذریعے عمارت کے ہر حصے میں سنائی دے رہی تھی۔ ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ عورتوں' مردوں کے چیخنے چلّانے' بھاگنے دوڑنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ مرینا نے جنرل سے کہا "پارس غضب کی چال چل رہا ہے۔ ٹرانسمیٹر کے ذریعے افسران سے کہو کہ وہ میگا فون کے ذریعے لوگوں کو روکیں اور سمجھائیں کہ یہاں بم نہیں ہے۔"

اسی وقت پارس نے لائٹر کا ننھا سا شعلہ بھڑکایا۔ ایک فلیتے کو آگ دکھائی پھر دوڑتا ہوا شراب خانے سے باہر آ گیا۔ اسی لمحے میں ایک زبردست دھماکا ہوا۔ بلاسٹ ہونے والی بوتلوں کے ٹکڑے اور بھڑکتے ہوئے شعلوں سے ریک میں رکھی ہوئی بوتلیں بھی دھماکے سے پھٹنے لگیں۔

زیادہ سے زیادہ سو عدد مسلح فوجی ہوں گے لیکن جان بچا کر بھاگنے والے ہزاروں میں تھے۔ انہیں روکنا فوجیوں کے بس کی بات نہیں تھی۔ بھڑکتے ہوئے شعلوں اور دھماکوں کے شور میں اور لوگوں کی بھیڑ میں پارس یوں جا رہا تھا جیسے برات کا دُلہا جا رہا ہو۔

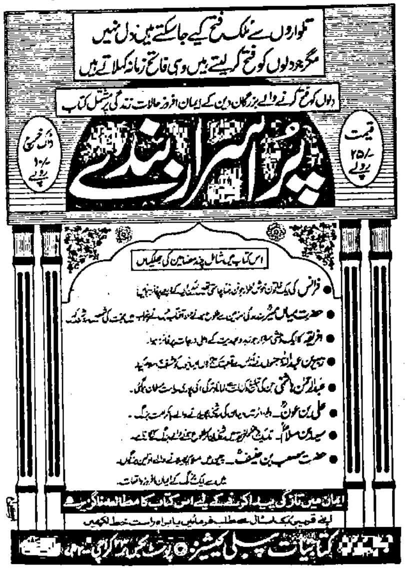

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

پاشا اسلام آباد پہنچ گیا۔ وہ پیرس سے وہاں پہنچنے تک کئی بار بانو شہناز (شی تارا) کی آواز سننے کی کوششیں کرتا رہا تھا۔ اس کی آواز سنائی نہیں دی۔ وہ اس کی وجہ سمجھ رہا تھا کہ بانو شہناز بیمار اور کمزور ہے اس لیے بہت کم بولتی ہے۔ دو چار بار اس کی گفتگو سنائی دی۔ اس گفتگو سے پتا نہ چلا کہ پیرس سے فرینک فرٹ جانے والی بانو شہناز اسلام آباد کیسے پہنچ گئی تھی۔

ایک بار اس کی گفتگو سے پتا چلا کہ وہ اسلام آباد سے جانے والی ہے۔ کہاں جائے گی' یہ معلوم نہ ہو سکا تھا۔

اس نے اسلام آباد آکر ایک ہوٹل میں کمرا لیا۔ کمرے میں پہنچتے ہی دروازے کو بند کرکے ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ بانو شہناز کی آواز اور لہجے پر اپنی تمام توجہ مرکوز کرنے لگا۔ فوری ضرورت کے وقت مطلوبہ آواز سنائی نہ دے تو وہ جھنجلا جاتا تھا لیکن صبر سے انتظار کرنا پڑتا تھا کیوں کہ آدمی چوبیس گھنٹے نہیں بولتا۔ اکثر لوگ صرف ضرورت کے وقت مختصر سے فقرے ادا کرتے ہیں پھر بانو شہناز کے متعلق معلوم تھا کہ بیچاری بیمار ہے۔ اس لیے کم ہی بولے گی۔

پھر اچانک ہی اس کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "چلو جلدی کرو' فلائٹ کا وقت ہو رہا ہے۔ سنو عادل! یہ سامان گاڑی میں لے جا کر رکھو۔"

پاشا فوراً ہی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ ہوٹل کے کمرے سے نکل کر نچلی منزل پر آیا۔ وہاں رینٹ اے کار والوں سے ایک کار حاصل کی پھر ڈرائیور سے کہا۔ "ائرپورٹ چلو۔"

وہ پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ کار چل پڑی۔ اس دوران وہ آوازیں سننے کی کوششیں کرتا رہا۔ ایک بار عادل کی آواز سنائی دی۔ اس نے کہا۔ "آج میں بہت خوش ہوں۔ زندگی میں پہلی بار ملک سے باہر جا رہا ہوں۔"

شی تارا نے اسے ڈانٹ کر کہا۔ "میں تم سے پہلے کہہ چکی ہوں' میرے سر میں درد ہو رہا ہے۔ بالکل خاموش رہو پھر کبھی اپنی خوشیوں کا اظہار کر لینا۔"

وہ سب خاموش ہو گئے۔ دائی ماں بھی نہیں بول رہی تھیں۔ وہ اپنی مطلوبہ آواز کے ساتھ اسی ماحول میں دوسری آواز سنتا تو پھر وہ دوسری آواز بھی اس کی قوتِ سماعت کے دائرے میں آجاتی تھی اگرچہ اس وقت شی تارا ذہنی سکون کے لیے ایسا ہی ہندوستانی کلاسیکل سنگیت سنا کرتی تھی۔ پاشا ادھر شی تارا کے ذریعے وہ موسیقی سن رہا تھا۔

وہ موسیقی شناخت کا باعث بن گئی تھی۔ جس کار سے وہ مخصوص گیت ابھرتا' پاشا اس سنگیت کے ذریعے بانو شہناز کی کار کو پہچان لیتا اور یہی ہوا۔ وہ ائرپورٹ کے پارکنگ ایریا میں کار سے اتر کر ایک جگہ کھڑا ہو گیا۔ وہ موسیقی اس کی قوتِ سماعت کی گرفت میں تھی اور اس کی آواز قریب آتی جا رہی تھی۔

پھر وہ کار قریب آگئی۔ پارکنگ ایریا میں پہنچ کر رک گئی۔ عادل نے کار سے اتر کر پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ کار کے اندر سے بانو شہناز کو طلوع ہوتے دیکھ کر پاشا مارے خوشی کے چیخ پڑا۔ "بانو! مائی سویٹ ہارٹ!"

شی تارا نے گھبرا کر اسے دیکھا کہ یہ کون ہے' جو اسے بانو کی حیثیت سے پہچان رہا ہے؟

شی تارا نے سیکڑوں بار پاشا سے دماغی رابطہ رکھا تھا۔ دونوں میں دوستی بھی ہوئی تھی اور دشمنی بھی اور اتنی قربتوں کے باوجود دونوں نے ایک دوسرے کی صورتیں نہیں دیکھی تھیں۔ شی تارا تو یوں بھی بانو شہناز کے روپ میں تھی اس پر ابھی اعصابی کمزوری کا اثر تھا۔ وہ بڑے حوصلے سے اٹھ کر یہ سفر شروع کرنے آئی تھی۔ ایسے میں پاشا کی آواز اور لہجے کو فوراً ہی پہچان نہ سکی۔

وہ محبت سے دونوں بازو پھیلائے اس کی طرف آتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "بانو! میری سچی محبت نے تمہیں طیارے کے حادثے سے بچایا ہے۔ خدا نے تمہیں میرے لیے زندہ رکھا ہے۔"

اس سے پہلے کہ وہ بالکل قریب آتا۔ وہ چیخ مار کر فوراً ہی کار میں گھس گئی۔ دروازے کو اندر سے لاک کرکے بولی۔ "کون ہو تم؟ تم کون ہو؟"

وہ کار کی کھڑکی پر جھک کر بولا۔ "کیوں مذاق کرتی ہو؟ کیا حادثے میں تمہاری یادداشت گم ہو گئی ہے؟"

"تم کس حادثہ کی بات کر رہے ہو؟ آخر تم کون ہو؟"

"میں ہوں پاشا۔ تمہارا یوسف البرہان عرف پاشا....."

شی تارا کا سر چکرانے لگا۔ اسے پاشا کی آواز اور اس کا لہجہ یاد آگیا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "ہم پرسوں رات پیرس کے ائرپورٹ پر ملے تھے۔ میں نے تمہیں یہ نہیں بتایا تھا کہ میں غیر معمولی قوتِ سماعت کے ذریعے تمہاری آواز ہزاروں میل دور سے سن سکتا ہوں اور اب میں تمہاری پیاری اور دلنشین آواز سنتا ہوا پیرس سے یہاں آیا ہوں۔"

شی تارا آگے نہ سن سکی' پاس بیٹھی ہوئی دائی ماں کی گود میں ڈھلک کر بے ہوش ہو گئی۔

آہ بیچاری! پارس کی گھروالی نہ بننے کے لیے دور بھاگ رہی تھی لیکن پھسل پھسل کر متعلقہ افراد کی لپیٹ میں آرہی تھی۔ دائی ماں شی تارا کے تمام دوستوں اور دشمنوں سے واقف تھی۔ پاشا کو پہچان گئی۔ بڑھیا گھاٹ گھاٹ کا پانی پی چکی تھی۔ اس نے کہا۔ "مسٹر پاشا! بانو نے تمہارا ذکر کیا تھا۔ اس کے بعد اس کی یادداشت گم ہو گئی۔ بہرحال ابھی ان باتوں کا وقت نہیں ہے۔ اسے فوراً کسی قریبی اسپتال لے جانا ہو گا' کیا تمہارے پاس گاڑی ہے؟"

"ہاں' ادھر کھڑی ہے۔"

"تم ہمارے پیچھے آؤ۔ میں اسے اسپتال لے جا رہی ہوں۔"

پاشا تیزی سے ہوٹل والی کار کی طرف جانے لگا۔ دائی ماں نے آہستگی سے کہا۔ "عادل! تم فرہاد بھائی جان کی طرح عقلمند ہو۔ تم نے اچھا کیا کہ اس شخص کے سامنے زبان نہیں کھولی۔ تم نے ابھی سنا ہے کہ وہ ہزاروں میل دور سے اپنے شکار کی آواز سن لیتا ہے۔"

"ہاں وہ ایسا کہہ رہا تھا۔"

"تم گاڑی چلاتے رہو' کسی قریبی اسپتال میں چلو اور یاد رکھو اسی لمحے سے تم گونگے بن کر رہو گے۔ پاشا کی غیر موجودگی میں بھی نہیں بولو گے۔ یہ بہت خطرناک شخص ہے' اگر اسے معلوم ہو گیا کہ یہ شی تارا ہے تو اپنی غیر معمولی قوتوں سے اسے مار ڈالے گا۔ تم بھائی جان کی ہونے والی بہو کی سلامتی چاہتے ہو تو گونگے بن کر رہو۔"

وہ اسپتال پہنچ گئے جب کہ کسی دوسرے ملک میں پہنچنا تھا اسی کو کہتے ہیں کہ مقدر سے لڑتے رہو اور پچھاڑیں کھاتے رہو۔

ڈاکٹر نے اس کا معائنہ کیا پھر کہا۔ "مریضہ بے حد کمزور ہے۔ شاید کسی دماغی صدمے سے بے ہوش ہوئی ہے۔"

پھر اس نے پاشا اور عادل کو دیکھ کر کہا۔ "پلیز' آپ لوگ بھیڑ نہ لگائیں۔ ویٹنگ روم میں انتظار کریں۔"

دائی ماں اس کمرے میں رہی پاشا اور عادل وہاں سے نکل کر ویٹنگ روم میں آکر بیٹھ گئے۔ پاشا نے کہا۔ "آہ! پتا نہیں میری جان کو کس کی نظر لگ گئی ہے۔ پرسوں طیارے کے حادثے میں مرتے مرتے بچی۔ پتا نہیں طیارے کے ملبے سے نکل کر یہاں کیسی چلی آئی؟ کیوں مسٹر! کیا تم کچھ بتا سکتے ہو؟"

عادل نے اسے دیکھا مگر گونگا بنا رہا۔ اس نے پوچھا۔ "کیا ہوا؟ تم بولتے کیوں نہیں؟"

عادل نے گونگے اشاروں میں بتایا کہ وہ بول نہیں سکتا ہے۔ پاشا نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔ "کیا تم کسی تھیٹر میں ایکٹنگ کرتے ہو؟"

اس نے انکار میں سر ہلایا۔ وہ بولا۔ "میں ابھی کہہ چکا ہوں کہ ہزاروں میل دور کی آوازیں سن لیتا ہوں تم ادھر ائرپورٹ آتے وقت کہہ رہے تھے۔ آج میں بہت خوش ہوں' پہلی بار ملک سے باہر جا رہا ہوں۔' پھر تم بانو کی ڈانٹ سن کر خاموش ہو گئے تھے۔"

عادل نے شکست خوردہ انداز میں کہا۔ "تم میری بات لفظ بہ لفظ دہرا رہے ہو۔ واقعی بہت خطرناک ہو۔"

"یہ بتاؤ' تم ابھی گونگے کیوں بن رہے تھے؟"

وہ مسکرا کر بولا۔ "تمہیں آزما رہا تھا۔ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ تم میری آواز دور سے سن سکتے ہو یا نہیں مگر کمال ہے۔ بڑا خطرناک علم جانتے ہو۔"

"تم بار بار مجھے خطرناک کیوں کہہ رہے ہو؟ کیا میں نے تمہیں کوئی نقصان پہنچایا ہے۔"

"اس سے بڑا نقصان اور کیا ہو گا کہ میں تنہائی میں کسی سے نئی راز کی بات کروں گا تو تم سن لوگے۔"

"میں خواہ مخواہ کسی کی باتیں نہیں سنتا۔ یہ بتاؤ' تم یہاں کب سے ڈرائیور ہو؟"

"دو ماہ تین دن سے۔"

"کیا پرسوں بانو شہناز پیرس میں تھی؟"

دائی ماں ان کے پیچھے کھڑی ان کی باتیں سن رہی تھی۔ وہ صوفے کے پیچھے سے گھوم کر آتے ہوئے بولی۔ "ہاں پیرس میں تھی اور یہ عادل جسے تم ڈرائیور کہہ رہے ہو' یہ دراصل ڈرائیور نہیں ہے۔"

دائی ماں کی یہی کوشش تھی کہ عادل کو قابو میں رکھنے کی لیے اسے زیادہ سے زیادہ اپنا بنا کر رکھے۔ وہ بولی۔ "ہمارا عادل ایک ایسے اونچے خاندان کا فرد ہے' جو ساری دنیا میں مشہور ہے۔"

پاشا نے پوچھا۔ "اس بین الاقوامی شہرت رکھنے والے خاندان کا نام کیا ہے؟"

"یہ عادل اور اس کے بھائی جان کا ایک خاندانی راز ہے۔ یہ راز ابھی تمہیں بتا نہیں سکتا۔"

عادل اپنے فرہاد بھائی کے حوالے سے خوش ہو رہا تھا اور فخر سے تن کر بیٹھ گیا تھا۔ پاشا نے کہا۔ "ٹھیک ہے تم نہ بتاؤ۔ میں بانو شہناز سے پوچھ لوں گا۔"

"کیسے پوچھو گے۔ اس کی یادداشت اتنی کمزور ہو گئی ہے کہ پچھلی بہت سی باتیں بھول چکی ہے۔"

"ہاں اسی لیے اس نے مجھے' اپنے محبوب پاشا کو نہیں پہچانا۔ ویسے ایک بات سمجھ میں نہیں آئی۔"

"کون سی بات؟"

"یہی کہ وہ پیرس سے فرینکفرٹ جانے کے لیے طیارے میں سوار ہوئی تھی۔ طیارے کے حادثے میں ایک بھی مسافر زندہ نہ بچ سکا پھر بانو وہاں سے اسلام آباد کیسے پہنچ گئی؟"

"اس میں نہ سمجھنے والی بات کیا ہے؟ موٹی عقل سے بھی بات سمجھ میں آتی ہے کہ وہ طیارے میں سوار نہیں ہوئی تھی اس لیے بچ گئی۔ کیا تم نے اسے سوار ہوتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا؟"

"نہیں' میں نے پسنجرز لاؤنج کے دروازے پر اسے الوداع کہا تھا لیکن مسافروں کی لسٹ میں اس کا نام تھا۔"

"یہ دیکھو کہ موت کی لسٹ میں اس کا نام نہیں تھا۔ اس لیے وہ یہاں اسپتال میں ہے۔ جب وہ ہوش میں آئے اور اس کی یادداشت بحال ہو جائے تب وہ پیرس سے یہاں تک پہنچنے کا واقعہ سنا سکے گی۔"

دائی ماں نے شی تارا کو جنم نہیں دیا تھا لیکن اسے اپنا دودھ پلایا تھا۔ پیدائش کے دن سے اس کی پرورش کی تھی اور اس کی خدمت کرتی آئی تھی۔ شاید کوئی سگی ماں بھی اس کی حفاظت اور

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

سلامتی کے لیے اتنی جدوجہد نہ کرپاتی جیسی وہ کر رہی تھی۔ ایک طرف عادل کو قابو میں رکھے ہوئے تھی۔ اسے شی تارا کا نام زبان پر لانے کا موقع نہیں دے رہی تھی اور دوسری طرف پاشا کو یقین دلا رہی تھی کہ وہ جس کی آواز پر پیرس سے یہاں آیا ہے' وہ سچ مچ بانو شہناز ہے۔

ویسے وہ بھی اب پریشانی سے سوچ رہی تھی کہ کب تک ایسی چالاکیوں سے الو بناتی رہے گی اور ان سے حقیقت چھپا سکے گی۔ ایسے میں یہی ایک بات ذہن میں آتی تھی کہ حقیقت ظاہر ہونے سے پہلے ہی کسی طرح بھی عادل اور پاشا سے نجات حاصل کی جائے۔

عادل کے لیے تو انہوں نے سوچا ہی تھا کہ اسے پاکستان سے باہر لے جا کر اپنے کرائے کے غنڈوں کے حوالے کرکے اس کا کام تمام کرادیا جائے۔ دائی ماں اور شی تارا یہاں اسلام آباد میں اسے اپنے ہاتھوں سے ہلاک نہیں کرسکتی تھیں کیوں کہ وہ خود بھی ایسا کام نہیں کرتی تھیں اگر وہ کمزوریوں میں مبتلا نہ ہوتی تو ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کی زبان ہمیشہ کے لیے بند کردیتی۔

کم بختی یا شامتِ اعمال اسی کو کہتے ہیں کہ جو تدبیر کرو' وہ الٹی ہو جائے۔ عقل اور کوشش کام نہ آئے۔ وہ دونوں اس احمق کے مقدر میں موت لکھ کر اسے پاکستان سے باہر لے جانا چاہتی تھیں۔ ایسے میں پاشا آڑے آگیا اور عادل کو ہلاک کرنے والی پاشا کو پہچانتے ہی بے ہوش ہو کر اسپتال پہنچ گئی۔

دائی ماں کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب پاشا سے کیسے نجات حاصل کرے؟ وہ اعصاب کمزور کرنے والی دوا ہمیشہ اپنے پاس رکھتی تھی۔ پاشا کو دھوکے سے یہ دوا کھلا سکتی تھی لیکن اس کا نتیجہ خاطر خواہ نہ ہوتا کیوں کہ شی تارا چلنے پھرنے کے قابل نہیں تھی۔ پاشا کو کمزور بنا کر وہاں سے فرار نہیں ہو سکتی تھی نہ ہی اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے اپنا تابعدار بنا سکتی تھی۔

پھر پاشا کوئی عام سا آدمی نہیں تھا۔ غیر معمولی دماغی اور جسمانی قوتوں کا حامل تھا۔ یہ یقین سے نہیں کہا جا سکتا تھا کہ اعصابی کمزوری پیدا کرنے والی دوا اس پر کس حد تک اثرانداز ہو گی۔ شی تارا کا کمزور دماغ یہی سوچ کر چکرا گیا تھا کہ وہ موجودہ دلدل میں خود کو دھنستے ہوئے دیکھ رہی تھی اور فی الحال اس دلدل سے نکلنے کے آثار نظر نہیں آرہے تھے۔

اس نے ہوش میں آکر آنکھیں کھولیں' پہلے تو خالی الذہن رہی پھر یہ سوچتی رہی کہ کہاں ہے؟ تب یاد آیا کہ اسپتال میں ہے اور اسے وہاں پہنچانے والا پاشا ہے۔ اسے دیکھ کر ہی وہ اپنے حواس کھو بیٹھی تھی۔

اب ہوش میں آکر بہت ہی آرام اور سکون محسوس کر رہی تھی۔ نرس نے آکر اسے دوا پلائی۔ ایک انجکشن لگایا پھر کہا۔ "آپ کے رشتے دار دوپہر سے پریشان بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں ابھی جا کر آپ کے ہوش میں آنے کی اطلاع دیتی ہوں۔"

وہ کمزور سی آواز میں بولی۔ "پلیز ابھی نہیں۔ ابھی میں تنہائی اور خاموشی چاہتی ہوں۔"

"بے شک' ابھی یہ آپ کے لیے ضروری ہے اور آپ کو کچھ کھانا پینا بھی چاہیے۔"

"میں ایک گھنٹے بعد تمہیں پانچ ہزار روپے دوں گی۔ میرے لیے تازہ پھلوں کا جوس لے آؤ اور توانائی سے بھرپور غذا کھلاؤ۔ باہر میری ایک بوڑھی گورنس بیٹھی ہوگی۔ اس سے چپکے سے کہنا کہ کسی بہانے اکیلی یہاں آجائے۔ باقی دو رشتے داروں سے کہہ دینا کہ میں ہوش میں آئی تھی پھر سو گئی ہوں۔ انہیں صبح آکر ملاقات کرنی چاہیے۔"

نرس جانے لگی۔ اس نے کہا۔ "سنو' پہلے ایک چھوٹا سا کاغذ اور قلم لا کر دو۔"

وہ چلی گئی۔ شی تارا کو اچانک یاد آیا تھا کہ نرس تنہائی میں دائی ماں کو کمرے میں جانے کے لیے کہے گی تو پاشا اپنی شیطانی سماعت سے سن لے گا۔ وہ کاغذ قلم لے کر آئی تو اس نے لکھا۔ "عادل اور پاشا کو کوٹھی میں جانے اور صبح آنے کے لیے کہو۔ یہ بھی کہہ دینا کہ تم میری تیمارداری کے لیے یہاں رہوگی۔"

پھر اس نے نرس سے کہا۔ "جیسا میں نے سمجھایا ہے' ویسے ہی عمل کرو۔ ان سے کہہ دو' میں ہوش میں آنے کے بعد سو رہی ہوں اور یہ پرچی چپکے سے میری گورنس کو دے دو۔"

وہ ہدایات پر عمل کرنے چلی گئی۔ شی تارا سوچنے سمجھنے کی حد تک بڑی توانائی محسوس کر رہی تھی۔ ڈاکٹر تجربہ کار تھا۔ اس نے بڑی زود اثر دوائیں دی تھیں۔ ہوش میں آنے کے بعد اس نے ذہانت سے اپنے بچاؤ کی جو تدبیر سوچی' وہ یہ تھی کہ اب وہ اور دائی ماں آواز بدل کر بولیں گی۔ پاشا یہی سمجھتا رہے گا کہ بانو شہناز سو رہی ہے اس لیے دائی ماں بھی خاموش ہے۔

پندرہ منٹ کے بعد دائی ماں آگئی۔ کمرے میں داخل ہو کر اسے جاگتے ہوئے دیکھا تو کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اس نے اشاروں کی زبان میں خاموش رہنے اور دروازہ بند کرنے کو کہا۔ وہ دروازے کو اندر سے بند کرکے قریب آئی۔ شی تارا نے دھیمی آواز میں کہا۔ "تم میری بدلی ہوئی آواز اور لہجہ سن رہی ہو' یہ پاشا نہیں سن سکے گا۔ تم بھی آواز بدل کر بولو۔"

وہ محبت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولی۔ "میری بچی کو نحوستوں نے گھیر لیا ہے۔ ایک مصیبت سے نجات حاصل کرنا چاہتی ہو' دوسری مصیبت سر پر آجاتی ہے جب سے تو نے اپنا یہ جسم پارس کو دیا ہے' تب سے تجھ پر نئی نئی مصیبتیں آرہی ہیں۔"

"میری اچھی دائی ماں! دوسرے پہلو سے بھی سوچو۔ اگر میں اس مہا کی چھتر چھایا میں رہتی تو ایسی مصیبتیں کبھی نہ آتیں۔"

"ہاں' مگر تیرا دھرم نشٹ ہو جاتا۔ یوں دیکھا جائے تو میں اپنے دھرم پر قائم رہنے کے لیے ایسے مصائب جھیل رہی ہوں۔"

"بھگوان اس کا پھل دے گا۔ تو جتنی مصیبتیں اٹھا رہی ہے' تب ہی سکھ پائے گی۔ میں نے سوچ لیا ہے' میں ان دونوں کی کھانے پینے کی چیزوں میں وہ دوا ملا دوں گی۔ دونوں کو مریض بنا کر کوٹھی میں ملائے رکھوں گی۔"

"ایسا کب تک کرو گی۔ پاشا کی کھوپڑی میں شیطان کا دماغ ہے۔ ہو سکتا ہے وہ دوا سے وقتی طور پر اثر لے پھر نارمل ہو جائے اس کے بعد وہ ہم پر شبہ کرے گا۔ ہمارا دشمن بن جائے گا۔"

"میں ان تمام پہلوؤں پر غور کر چکی ہوں' اگر تو کل تک اس قابل ہو جائے کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ جا سکے تو میں اپنے منصوبے پر عمل کروں گی۔ کامیابی ہوئی تو بہت بڑا خطرہ ٹل جائے گا اور اگر ناکامی ہوگی تو میں کوٹھی سے فون کرکے تجھے خطرے سے آگاہ کروں گی۔ تو بانو شہناز کا یہ میک اپ اتار کر کسی دوسرے اسپتال میں منتقل ہو جانا' آواز تو بدل ہی چکی ہے۔ چہرہ بھی بدل جائے گا تو پھر اس کا باپ بھی تجھے نہیں پہچان سکے گا۔"

"یہ اچھا منصوبہ ہے۔ مجھے امید ہے' میں کل تک چلنے پھرنے کے قابل ہو جاؤں گی۔"

دروازے پر دستک ہوئی۔ دائی ماں نے اٹھ کر دروازہ کھولا۔ وہاں پاشا کو دیکھ کر گھبرا گئی۔ سنبھل کر بولی۔ "تم ... تم ابھی تک یہاں ہو؟ میں نے کہا تھا' عادل کے ساتھ کوٹھی میں جا کر آرام کرو۔"

"ہاں' میں عادل کے ساتھ جا رہا ہوں لیکن میرا دل ادھر کھنچا آرہا ہے۔"

"مسٹر پاشا! وہ سو رہی ہے۔ ڈاکٹر نے سختی سے تاکید کی ہے کہ اسے ڈسٹرب نہ کیا جائے۔"

"میں کچھ نہیں بولوں گا۔ اسے مخاطب بھی نہیں کروں گا۔ بس ایک نظر دیکھ کر چلا جاؤں گا۔"

دائی ماں نے دروازے کی آڑ سے دیکھا۔ شی تارا آنکھیں بند کیے خود کو نیند میں ظاہر کر رہی تھی۔ دائی ماں نے پاشا سے کہا۔ "آؤ' ذرا اسے دیکھ کر فوراً چلے جاؤ۔"

وہ کمرے کے اندر آیا اور بڑے جذبوں سے خوابیدہ حسن کو دیکھنے لگا۔ اس نے کبھی کسی سے عشق نہیں کیا تھا اور نہ ہی اسے بانو شہناز سے عشق ہوا تھا۔ اس کا بے پناہ حسن اور شباب اسے پکار رہا تھا اور کہہ رہا تھا' میں تمہارے لیے طیارے کے حادثے سے بچ کر یہاں آیا ہوں۔ میں حسن ہوں' تمہارے نام لکھا گیا ہوں۔ مجھے اچھا ہونے دو پھر چبا کر کھا لینا۔

وہ سرد آہ بھر کر باہر چلا گیا۔ دائی ماں نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا پھر لہجہ بدل کر ناگواری سے بولی۔ "کمبخت پیچھے ہی پڑ گیا ہے۔"

وہ شی تارا کے قریب آئی پھر دروازے پر دستک ہوئی۔ اس نے غصے سے دروازے کو دیکھا پھر کہا۔ "یہ ضرور عادل ہوگا۔"

وہ پاؤں پٹختی ہوئی گئی پھر ایک جھٹکے سے دروازے کو کھولا۔ نرس ایک ٹرے میں کھانا لے کر آئی تھی۔ وہ اندر آکر بولی۔ "ڈاکٹر نے کہا ہے کہ جوس صبح دیا جائے۔ ویسے یہ کھانا بھی توانائی سے بھرپور ہے۔ صبح تک اٹھ بیٹھو گی۔"

شی تارا نے دائی ماں سے کہا۔ "اسے ابھی پانچ ہزار دے دو۔"

دائی ماں نے پرس میں سے پانچ ہزار کے نوٹ نکال کر دیے۔ وہ عالم سرخوشی میں سلام کرکے چلی گئی۔ دروازہ پھر اندر سے بند ہو گیا۔ شی تارا نے کہا۔ "میں پاکستانیوں کی یہ کمزوری بھول گئی تھی کہ یہاں رشوت کا بول بالا ہے۔ جس شخص کے منہ پر نوٹوں کی گڈی ماروں گی' وہ ملک اور قوم کی خلاف ہمارا تابعدار بن جائے گا اور ہمارے لیے فرار کے راستے کھول دے گا۔"

دائی ماں نے اسے کھلا پلا کر سلا دیا۔ دوسری صبح وہ بیدار ہوئی۔ ڈاکٹر نے معائنہ کرنے کے بعد نسخے میں تبدیلیاں کیں اور مزید انجکشن اور دوائیں دیں۔ اس کی طبیعت سنبھلتی گئی۔ توانائی بحال ہوتی گئی۔ دوسری رات دائی ماں نے کوٹھی میں ہی گزاری۔ عادل اور پاشا کے ساتھ بڑی محبت سے پیش آتی رہی پھر اس نے محبت ہی محبت میں وہ ضرر رساں دوا انہیں پلا دی۔

ایک منٹ کے اندر ہی نتیجہ ظاہر ہو گیا۔ عادل چکرا کر گر پڑا۔ پاشا اسی طرح کھانے کی میز پر بیٹھا رہا۔ دائی ماں نے کہا۔ "یہ عادل کھاتے کھاتے گر پڑا ہے۔ کیا کھانے میں کچھ ملا ہوا ہے؟"

وہ ایک ہاتھ سے اپنے سینے کو سہلاتے ہوئے بولا۔ "ہاں' میں بھی کچھ ایسا ہی محسوس کر رہا ہوں۔ بڑھیا! تم کچھ گڑبڑ کر رہی ہو۔"

"مم۔۔میں کیا گڑبڑ کروں گی۔"

"تو نے ہی یہ تمام کھانے یہاں میز پر لا کر رکھے ہیں' یقیناً تو نے ہی کچھ ملایا ہے۔"

"بکواس مت کرو۔ میں بھی تو تمہارے ساتھ ہی کھا رہی ہوں۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑا ہوا۔ دائی ماں سہم کر اپنی کرسی سے اٹھ کر پیچھے چلی گئی۔ وہ شیطان جیسا لگ رہا تھا جسے آگ میں جلا دو۔ زہر پلا دو' پھر بھی وہ جی اٹھتا ہے۔

وہ غرا کر بولا۔ "تو میز پر سے ایسا کھانا اٹھا کر کھا رہی تھی جس سے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا تھا اور ہماری طرف زہریلی ڈشیں بڑھا رہی تھی۔"

وہ کچن کی طرف جاتے ہوئے بولا۔ "تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ میرا دل' میرا دماغ سب فولاد کا ہے' یہ معمولی دوائیں اثر نہیں کریں گی۔"

وہ اس سے دور جا کر بولی۔ "مگر تو ڈگمگا رہا ہے۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"ہاں، مگر میں اس کا توڑ جانتا ہوں، لیمن اسکواش کھٹا ہوتا ہے۔ میں کھٹا مشروب پی لوں تو دوا کا اثر زائل ہو جائے گا۔"

وہ کچن میں آیا۔ اس نے فریج کو کھول کر لیمن اسکواش کی بوتل نکالی۔ اسے کھول کر منہ سے لگا کر ایک گھونٹ حلق سے اتارا۔ وہ بہت ہی کھٹا تھا۔ دوسرا گھونٹ حلق سے اتارا نہیں جا رہا تھا۔ اس نے فریج سے سادے پانی کی بوتل نکالی۔ ایک گلاس میں پانی کے ساتھ مشروب تیار کیا پھر اسے غٹاغٹ پینے کے بعد خالی گلاس کو اس طرح دائی ماں کی طرف پھینکا جیسے پتھر مار رہا ہو۔ وہ بچ گئی۔ گلاس دیوار سے ٹکرا کر چکنا چور ہو گیا۔

وہ پیچھے ہٹنے لگی۔ پاشا آگے بڑھتے ہوئے بولا۔ "کون ہے تُو؟ کیوں اس بے چارے عادل سے اور مجھ سے دشمنی کر رہی ہے؟ شاید تو نے بانو شہناز کو بھی اسی طرح اعصابی کمزوریوں میں جتلا کیا ہوا ہے۔"

وہ بھاگ کر کھلے ہوئے دروازے کے پاس آ گئی۔ پاشا نے کہا۔ "کہاں بھاگے گی؟ کتنی دور جائے گی؟ میں تیرا پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔"

وہ باہر نہیں گئی۔ اس سے دور ہی دور رہ کر کمرے کے اندر فاصلہ رکھ کر بولی۔ "اگر دشمن بن کر لڑتی تو بھاگ جاتی۔ ایک ماں بن کر بیٹی کی سلامتی کے لیے لڑ رہی ہوں۔ تو ایسا پہاڑ ہے جسے کاٹ کر گرانا ممکن نہیں ہے۔ اتنا تو جانتی ہوں کہ مقابلے میں طاقت ہی طاقت ہو تو ذہانت سے کام لینا چاہئے۔"

وہ آگے بڑھتے بڑھتے لڑکھڑایا پھر گرنے سے پہلے سنبھل گیا۔ وہ بولی۔ "تو نے یہ نہیں سوچا کہ فریج میں ایک ہی بوتل مشروب کی تھی اور ایک ہی بوتل میں سادہ پانی تھا۔ باقی فریج خالی تھا۔ دماغ فولاد کا ہو تو ذہانت میں تیزی نہیں آ جاتی۔ بے وقوف! ان دونوں بوتلوں میں بھی دوا ملی ہوئی تھی۔"

اس بات نے پاشا کے قدم اکھاڑ دیے۔ وہ دھپ سے قالین پر گر پڑا۔ بڑھیا نے کہا۔ "بستر ہے، بستر پر گرو۔ میں تمہارے جیسے ہاتھی کو یہاں سے اٹھا کر وہاں نہیں ڈال سکوں گی۔"

وہ دونوں مٹھیاں بھینچ کر بولا۔ "نہیں، میں کمزور نہیں ہو سکتا۔ میں ناقابل شکست ہوں۔ تمہاری جیسی بڑھیا مجھے زیر نہیں کر سکے گی۔ میں تمہیں۔ میں تمہیں۔"

وہ آگے نہ بول سکا۔ تھر تھر کانپنے لگا۔ دائی ماں اسے کمزور پڑتے دیکھ کر بھی سہمی ہوئی تھی۔ وہ زخمی درندے کی طرح گہری گہری سانسیں لے رہا تھا یوں لگ رہا تھا جیسے اچانک اٹھے گا اور چھلانگ لگا کر اسے دبوچ لے گا۔

وہ ایک دیوار سے چپکی کھڑی رہی۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھتی رہی۔ کئی منٹ گزر گئے۔ وہ اسی طرح قالین پر پڑا رہا۔ اس کے غرانے اور سانس لینے کی آوازیں دھیمی پڑتے پڑتے گم ہو گئی تھیں۔ وہ ساکت ہو گیا تھا۔ ایک لاش کی طرح پڑا ہوا تھا۔ مر تو نہیں سکتا تھا۔ شاید بے ہوش ہو گیا تھا۔

وہ تیزی سے چلتی ہوئی ٹیلیفون کے پاس آئی ریسیور ا[ٹھایا]۔ اسپتال کے نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ ہونے پر بولی۔ "میں آپ ک[ی] مریضہ بانو شہناز کی گورنس بول رہی ہوں۔ پلیز، آپ مرا نمبر بانو شہناز سے میری بات کرائیں۔"

اسے ہولڈ آن کرنے کو کہا گیا۔ تھوڑی دیر بعد شی[...] آواز سنائی دی۔ "ہیلو! میں بانو بول رہی ہوں۔"

"میں تمہاری ماں ہوں۔ خیریت پوچھ رہی ہوں۔ کیسی ہو[...]"

"بہت توانائی محسوس کر رہی ہوں۔ ابھی اپنے کمرے[...] کر ڈاکٹر کے چیمبر میں فون اٹینڈ کرنے آئی ہوں۔ تم خیریت [سے ہو] نا؟ وہ دونوں کہاں ہیں؟"

"دونوں ہوش و حواس سے بیگانے ہو چکے ہیں۔ میں ک[...] ہو چکی ہوں مگر پاشا کے قریب جاتے ہوئے ڈر سا لگ رہا ہے۔"

وہ نہیں چاہتی تھی کہ نرس اور ڈاکٹر اس کی باتیں س[نیں]۔ وہاں موجود تھے۔ اس نے نیپالی زبان میں پوچھا۔ "جب پا[شا بے] ہوش ہے تو کیوں ڈر رہی ہو؟"

"بیٹی! مجھے اس کی جسمانی اور دماغی قوت کا اندازہ نہی[ں] یوں لگتا ہے، قریب جاؤں گی تو وہ دبوچ لے گا۔ اگر تم آ س[کو تو] اسپتال سے چھٹی لے کر آ جاؤ۔"

وہ ڈاکٹر سے بولی۔ "میں گھر جانا چاہتی ہوں۔ میری گورنس کوٹھی میں تنہا اور بیمار ہے۔"

ڈاکٹر نے کہا۔ "آپ جا سکتی ہیں لیکن بہت کمزور ہیں ا[...] کم دو دن یہاں رہنا چاہئے۔"

"میں یہاں آتی اور چیک اپ کراتی رہوں گی۔ آپ بل بنوا دیں۔"

پھر وہ فون پر بولی۔ "میں ابھی کسی ٹیکسی میں آ رہی ہوں[...]"

دائی ماں نے ریسیور رکھ دیا۔ وہ اپنی ساری میں ایک[...] چھپائے ہوئے تھی۔ یہ اس ڈر سے کہ پاشا اچانک اٹھ کر[...] دے گا تو اسے گولی مار دے گی گو اب اس کی نوبت نہ آ[...] اسے کیا کہا جائے کہ سویا ہوا بیمار شیر بھی دہشت زدہ کرتا[...]

شی تارا ایک گھنٹے بعد آ گئی۔ اس نے فرش پر پڑے[...] عادل اور پاشا کو دیکھا پھر کہا۔ "دونوں ہی بے ہوش ہیں[...] دیکھ کر واقعی خوف سا محسوس ہوتا ہے کہ یہ کہیں اٹھ نہ بیٹھ[یں]"

دائی ماں نے کہا۔ "تم اتنی دور سے آئی ہو اور ابھی[...] ہوئی ہو۔ اس کا مطلب ہے لمبا سفر بھی کر سکتی ہو۔"

"ہاں، مجھے خوشی ہے کہ میں بے حد توانائی محسوس ہوں۔"

"تو پھر فوراً کسی ائرلائن کا ٹکٹ لو اور یہاں سے نکل[و]۔ دونوں دس بارہ گھنٹے سے پہلے ہوش میں نہیں آئیں گے۔"

"ایسا نہ کہو۔ پاشا خلاف توقع کسی وقت بھی اٹھ بیٹھے [گا]۔ اسی لیے کہتی ہوں، یہاں رہنے سے مصائب میں اضافہ ہو سکتا ہے۔ جتنی جلدی ممکن ہو، یہاں سے بھاگ چلو۔"

"بے شک، ہمیں یہاں سے جانا ہے لیکن جانے سے پہلے پاشا کے متعلق سوچو... یہ زبردست قوتِ سماعت و بصارت اور حیرت انگیز جسمانی اور دماغی قوتوں کا مالک ہے۔ جسے دنیا کے بڑے ممالک اور خطرناک تنظیمیں زیردست لا کر اس کی تمام غیر معمولی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھانا چاہتی ہیں اور یہ زبردست انسان میرے سامنے بے بس پڑا ہوا ہے۔"

"یہ میں دیکھ رہی ہوں اور سمجھ رہی ہوں لیکن تمہاری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں جب تک بحال نہیں ہوں گی، تب تک تم پاشا کی بے بسی سے فائدہ نہیں اٹھا سکو گی۔ اس کے دماغ میں گھس کر اسے اپنا غلام نہیں بنا سکو گی۔"

"میں بالکل تندرست و توانا ہوں۔ شاید کل صبح تک خیال خوانی کر سکوں۔ ہمیں کل تک انتظار کرنا چاہئے۔"

"یہاں رہ کر انتظار کرنا خطرے سے خالی نہیں ہے۔ تم اس[...]ل سے باہر جا کر بھی پاشا کے دماغ کے اندر پہنچ سکو گی۔"

"اگر یہ ہوش میں آنے کے بعد سانس روکنے لگے گا تو میں دور رہ کر اسے غلام نہیں بنا سکوں گی۔ ہم یہاں رہیں گے اور تھوڑی تھوڑی سی دوا اسے کھلا کر مزید کمزور اور مجبور بناتے رہیں گے۔"

دائی ماں پاشا کو گھورتے ہوئے سوچنے لگی۔ واقعی یہ بہت اہم [معاملہ] ہے۔ شی تارا اتنی بڑی دنیا میں تنہا رہ گئی ہے۔ بھائی سرنا اس کا ایک مضبوط بازو تھا۔ وہ بھائی بھی ناکارہ ہو چکا ہے۔ پاشا غلام بننے کے بعد شی تارا کا دایاں بازو اور باڈی گارڈ بن جائے گا۔

شی تارا نے اسلام آباد میں مزید ایک آدھ دن رہنے کا خطرہ [مو]ل لے لیا۔ وہ اور دائی ماں بڑی توجہ سے عادل اور پاشا کی نگرانی [ک]رنے لگیں۔ رات کے تین بجے جب پاشا ہوش میں آنے والا [تھا]، دائی ماں نے اس کے حلق میں تھوڑی سی دوا اور ٹپکا دی۔ اس [طر]ح وہ رات بھی گزر گئی۔ انہیں اس بات کی پروا نہیں تھی کہ دوا [ضرورت] سے زیادہ پلائی گئی تو وہ دونوں مرجائیں گے۔ اگر مرجائیں گے تو [ان] سے نجات مل جائے گی۔ جیتے رہیں گے تو تابعدار بن جائیں [گے]۔

ان کے نصیب میں زندگی تھی۔ وہ بڑی کمزوری سے جی رہے [تھے]۔ تیسرے دن شام کو اس نے خیال خوانی کی کوشش کی اور [کام]یاب ہو گئی۔ خوشی سے دائی ماں کے گلے لگ کر بولی۔ "میں [خیا]ل خوانی کر سکتی ہوں۔ میری توانائی اور صلاحیتیں بحال ہو گئی [ہیں]۔ نحوست کی گھڑیاں ٹل گئی ہیں۔ اوہ، میں بہت خوش ہوں۔ [بہت] خوش ہوں۔ بھائی سرنا کے جیتے جی میں اکیلی ہو گئی تھی۔ اب [می]ں نہیں رہوں گی۔ دنیا کا سب سے عجیب و غریب اور غیر معمولی [صلا]حیتیں اور قوتیں رکھنے والا یوسف البرہان عرف پاشا میرا غلام [بن] جائے گا۔"

*****

مرینا نے بڑے یقین کے ساتھ جنرل واسکوڈی سے کہا تھا کہ پارس لوگوں کو دہشت زدہ کرنے کے لیے ٹائم بم کا شوشہ چھوڑ رہا ہے۔ فوجی افسران کو چاہئے کہ وہ میگا فون کے ذریعے لوگوں کو دہشت زدہ ہو کر بھاگنے سے منع کریں۔

کون منع کر سکتا تھا اور انہیں روک سکتا تھا؟ وہاں سے بھاگنے والے ہزاروں کی تعداد میں تھے اور روکنے والے زیادہ سے زیادہ ایک سو فوجی تھے۔ تنکوں سے بھلا سیلاب کہاں رکتا ہے پھر پارس نے ٹائم بم کی موجودگی ثابت کرنے کے لیے ایسا زبردست دھماکا کیا، جس سے کسی ایک شخص کو بھی نقصان نہیں پہنچا، یہ الگ بات ہے کہ لوگ خوفزدہ ہو کر ایک دوسرے کو دھکیلتے، گراتے اور کچلتے ہوئے بھاگتے رہے۔

باربرا نے پارس سے پوچھا تھا، دھماکا کیسے کرو گے؟ اس شراب خانے اور قمار خانے میں تمہیں بم کہاں سے ملیں گے؟ اور پارس نے کہا تھا۔ "تم نے وہ دھماکے نہیں دیکھے ہیں، جو بموں کے بغیر ہوتے ہیں۔ میرے پاس ایک بم تو کیا، ایک کارتوس بھی نہیں ہے لیکن یہاں قیامت کا زلزلہ آئے گا۔"

میں نے بھی باربرا سے کہا تھا۔ "وہ جو تمہارے ساتھ تمہارے پاس ہے اگر وہ مکھن کے بال کی طرح اس عمارت سے نہ نکل آئے تو سمجھ لینا، وہ میرا بیٹا نہیں ہے....."

اور وہ سیکڑوں فوجیوں کے نرغے میں آ کر مکھن کے بال کی طرح نکل آیا تھا۔ مرینا جانتی تھی کہ وہ لوگوں کی بھیڑ اور بھاگ دوڑ میں پہچانا نہیں جائے گا۔ کسی روک ٹوک کے بغیر عمارت سے باہر چلا جائے گا۔ یہی سوچ کر اُس نے جنرل سے کہا کہ وہ فوجیوں کے ذریعے لوگوں کو باہر جانے سے روکے اور اسی روکنے والی نے جب عمارت کے اندر پہلا دھماکا سنا تو خود چیختی ہوئی وہاں سے بھاگ نکلی۔

باہر آ کر اس نے جنرل سے کہا۔ "میں اس موڑ پر بینک کے سامنے انتظار کروں گی، تم گاڑی لے کر آؤ۔"

وہ وہاں سے دوڑتی ہوئی تقریباً تین سو گز دور ایک چوراہے کے پاس آئی اور بینک کے سامنے کھڑی ہو کر اُس عمارت کو دیکھنے لگی، جہاں زلزلے پیدا ہو رہے تھے۔ وہ وہاں ٹھہر کر اپنی جان کو نقصان نہیں پہنچانا چاہتی تھی اس لیے جنرل واسکوڈی کو چھوڑ کر بھاگتی ہوئی بینک کے سامنے آ گئی تھی۔ زبردست دھماکوں سے پتا چل رہا تھا کہ وہ فلک بوس عمارت زمین بوس ہونے والی ہے۔

اچھی خاصی سردی تھی لیکن وہ پسینے میں بھیگ رہی تھی۔ اپنے پرس میں سے ٹشو پیپر نکال کر چہرے کا پسینہ خشک کر رہی تھی اور سوچ رہی تھی، یہ پارس کیسا انسان ہے؟ نہیں کوئی بھی انسان ہو، وہ کسی نہ کسی وقت پکڑ میں آ ہی جاتا ہے۔ اسے تو میں کسی اندھے کنوئیں میں پھنکوا کر اس کنوئیں کا منہ بند کرا کے گھر آؤں گی تو وہ مجھ سے پہلے گھر پہنچا ہو گا۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اور وہ پہنچ گیا۔ پیچھے سے اس کی آواز آئی۔ "ہیلو مرینا!"

وہ ایکدم سے چیخ مار کر اچھل پڑی۔ بوکھلاہٹ میں چند قدم دوڑی پھر گھوم کر دیکھا وہ مسکرا رہا تھا۔ وہ سہم کر بولی۔ "تت۔ تم؟"

"ہاں' میں عمارت کے اندر تمہارے ہاتھ نہیں آیا۔ باہر آ گیا۔ چلو بلاؤ اپنے فوجیوں کو۔"

"وہ۔ وہ بات یہ ہے کہ میں نے تمہارے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی ہے۔ تم چھپ رہے تھے اور میں کسی طرح بھی تم سے ملنا چاہتی تھی۔"

"جس ہانڈی میں بازاری کتے منہ ڈالتے ہیں' میں اس ہانڈی کو چھونا بھی گوارا نہیں کرتا پھر تم کیوں ملنا چاہتی ہو؟"

"ایسا نہ کہو پارس! تم پہلے مرد ہو جسے میں آج تک بھلا نہ سکی اور نہ کبھی بھلا سکوں گی۔"

"کام کی بات کرو۔"

"کام کی بات یہ ہے کہ میں تمہارے ساتھ مل کر کام کرنا چاہتی ہوں۔ ہم دونوں کو ایک دوسرے سے فائدہ پہنچے گا۔"

"میں فائدہ حاصل کرنے کے لیے کسی عورت کا سہارا نہیں لیتا۔ اپنے مطلب کی بات کرو۔"

"بات یہ ہے کہ میں نے پہلی بار تم سے بے وفائی کی۔ اس کے باوجود تمہارے پاپا نے اپنے تنویمی عمل سے مجھے آزاد کر دیا۔ دوسری بار تم نے صومالیہ کے جنگل میں مجھے شی تارا کے شکنجے سے رہائی دلائی۔ تم چاہتے تو مجھے معمولہ اور تابعدار بنا کر رکھا جا سکتا تھا لیکن تین دن پہلے تمہارے پاپا نے پھر مجھے تنویمی عمل سے رہائی دے دی۔ تم لوگوں کے مجھ پر اتنے احسانات ہیں کہ میں ساری زندگی کنیز بن کر بھی ان احسانات کا بدلہ نہیں چکا سکوں گی۔"

"بدلہ تو خوب چکا رہی ہو۔ وہ دیکھو سامنے اس عمارت میں اب تک بھگدڑ مچی ہوئی ہے۔"

"مجھے غلط نہ سمجھو۔ میں نے تمہیں ہلاک کرانے یا گرفتار کرانے کے لیے ایسا نہیں کیا تھا۔"

"اچھا تو یہ تمہاری محبت کا ایک انداز ہے؟"

"پلیز' یقین کرو۔ میں نے محبت سے تمہیں گھیرنے کی کوشش کی تھی۔ تم اس طریقے سے روبرو آتے تو میں دوستی کی پیش کش کرتی۔"

"تم کبھی اپنا مکروہ چہرہ نہیں دکھاؤ گی جب کہ ہم اچھی طرح دیکھ چکے ہیں۔ اس بار میں پھر تمہیں ایک خاص مقصد سے چھوڑ رہا ہوں اور یہ آخری بار ہے۔"

"یہ تمہارا ایک اور احسان ہے۔"

"میری بات توجہ سے سنو۔ باربرا تمہارا لب و لہجہ اختیار کر کے جنرل واسکوڈی کے دماغ میں آتی جاتی رہے گی کیوں کہ جنرل صرف تمہاری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتا ہے اگر تم باربرا کو اس کے اندر آنے سے روکنا چاہو گی تو جانتی ہو کیا ہو گا؟"

"یہ میں جانتی ہوں کہ تم میرے خلاف بہت کچھ کر سکتے ہو۔"

"کچھ زیادہ نہیں کروں گا' میں صرف زخمی کروں گا پھر باربرا تمہارے دماغ سے ٹیلی پیتھی کا علم مٹا کر' تمہیں ایک عام سی عورت بن کر سڑکوں پر ذلیل و خوار ہونے کے لیے چھوڑ دے گی۔"

"میں توبہ کرتی ہوں اب کبھی تمہاری مرضی کے خلاف قدم نہیں اٹھاؤں گی۔ باربرا کو جنرل کے دماغ میں جانے سے نہیں روکوں گی۔"

"کیا تم واقعی اتنی فرماں بردار بن چکی ہو؟"

"ہاں' تم کسی بھی موقع پر آزما سکتے ہو۔ میں تمہاری وفادار رہنے کی قسم کھا چکی ہوں۔"

"پھر تو میں تمہاری پچھلی غلطیوں کو معاف کرتا ہوں۔ کیا میرے ساتھ کافی پینا پسند کرو گی؟"

وہ خوش ہو کر بولی۔ "اوہ پارس! آئی لو ٹو ہیو مائی ڈے اینڈ نائٹ ودھ یو" (میں اپنے تمام دن رات تمہارے ساتھ گزارنا پسند کرتی ہوں)

وہ اس کے ایک بازو میں اپنا بازو ڈال کر ساتھ چلنے لگی۔ دل ہی دل میں سوچنے لگی۔ "یہ پکا شیطان ہے کسی خاص مقصد کے تحت مجھے لفٹ دے رہا ہے۔ ورنہ یہ اور میرے ساتھ کافی پینے میں وقت ضائع کرے؟ ناممکن۔"

وہ چلتے چلتے بولی۔ "کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم پہلے کی طرح گہرے اور قابلِ اعتماد دوست بن جائیں؟"

"میں یہی کر رہا ہوں۔ یہ جو میرے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے چل رہی ہو تو یہی نئی دوستی کا آغاز ہے۔"

وہ ایک ریستوران میں آ گئے پارس نے کافی کا آرڈر دیا۔ اس دوران وہ اپنی پوری ذہانت سے سوچ رہی تھی۔ "یہ دوستی کیوں کر رہا ہے؟ میرے ساتھ وقت کیوں گزار رہا ہے؟"

تب وہ چونک کر بولی۔ "تمہاری ساتھی کہاں ہے؟"

وہ انجان بن کر بولا۔ "کون سی ساتھی؟"

"میں باربرا کے بارے پوچھ رہی ہوں؟"

"تمہیں پتا ہے' وہ مکمل عورت نہیں ہے؟"

"جانتی ہوں۔ وہ آپریشن کے بعد مکمل ہو چکی ہے۔ باقی کمی نے مکمل کر دی ہو گی۔"

"کیا تم یقین کرو گی کہ میں نے اپنی زندگی میں وہ پہلی لڑکی دیکھی ہے' جو گناہ کے تصور پر بھی تھوکتی ہے۔ اسے نہ میں کبھی ہاتھ لگا سکتا ہوں اور نہ ہی کوئی اور شہ زور اسے مجبور کر سکتا ہے۔"

"اوہ گاڈ! تم مجھے باتوں میں بہلا رہے ہو۔ میری بات کا جواب نہیں دے رہے ہو۔"

"کون سی بات کا جواب چاہتی ہو؟"

"ابھی میں نے پوچھا تھا' باربرا کہاں ہے؟"

"اس ہوٹل میں ہے' جہاں ہم نے رہائش اختیار کی ہے۔"

"اچھا تو میں ذرا جنرل سے بات کر رہی ہوں۔ دو منٹ تک غیر اضر رہوں گی۔"

"نہیں' یہ ایٹی کیٹ کے خلاف ہے کہ میرے پاس رہو اور زل کے پاس پہنچو۔ جب میں اپنا وقت تمہیں دے رہا ہوں تو نہیں بھی تمام وقت میرے پاس رہنا چاہیے۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔ "پارس! تم بہت گہرے ہو۔ لیز' کھل جاؤ کہ مجھے یہاں کیوں لائے ہو؟"

"تاکہ تم جنرل سے دور رہو۔"

"نہیں' وہ میرا معمول اور تابعدار ہے۔ میں ابھی جا کر معلوم روں گی کہ۔۔۔"

"زیادہ نہ بولو۔" وہ سرد لہجے میں بولا۔

"تم اس پبلک پلیس میں میرا کیا بگاڑ لو گے؟"

"یہاں کھڑے ہو کر صرف یہ اعلان کروں گا کہ مرینا جنرل اسکوڈی کی سالی روزی کا بھیس بدل کر جنرل کو اور پوری فوج کو ھوکا دے رہی ہے۔ اس کے بعد سوچ لو کیا ہو گا؟"

ظاہر تھا اس کے بعد وہ گرفتار کر لی جاتی اُس کا میک اَپ اتارا باتا۔ جب ثابت ہو جاتا کہ وہ خیال خوانی کرنے والی مرینا ہے تو س پر تنویمی عمل کر کے اس ملک کی ایک قیدی خیال خوانی کرنے الی بنا دیا جاتا۔ جیسے اس ملک میں وکی سول کو اور روس میں ایوان اسکا کو قیدی بنا کر رکھا گیا ہے۔

پارس نے کہا۔ "ہم نے تمہیں بار بار معمولہ بنا کر آزاد چھوڑ یا۔ اس ملک میں جو نیا سپر ماسٹر آیا ہے' وہ تمہیں ہمیشہ کے لیے یدی بنا کر رکھے گا۔ کیا تمہیں اس پبلک پلیس میں بے نقاب کروں؟"

وہ پریشان ہو کر بولی۔ "تم ایسا نہیں کر سکو گے' میں بھی تمہیں بے نقاب کر دوں گی۔"

"جیسے اس عمارت میں کرنے والی تھیں۔ اس ریستوران میں بھی کوشش کر کے دیکھ لو۔ میں یہاں سے صاف بچ نکلوں گا۔ تمہیں نکلنے نہیں دوں گا۔"

وہ اسے بے بسی سے دیکھنے اور سوچنے لگی۔ پارس نے کہا۔ س طرح سوچنے کے انداز میں خاموش رہو گی تو میں سمجھوں گا' نیال خوانی کے ذریعے کوئی سازش کر رہی ہو۔ لہٰذا خاموش نہ رہو' ولتی رہو۔"

"میں کیا بولوں؟ مجھے زیادہ بولنے کی عادت نہیں ہے۔"

"بولنے کے لیے کوئی بات نہ ہو تو ایک سے ایک لاکھ تک گنتی ڑھتی رہو۔"

"کیوں بے تکی باتیں کر رہے ہو؟"

"میں چاہتا ہوں' تمہارے منہ سے آواز نکلتی رہے اور تم دماغی لور پر میرے پاس حاضر رہو۔"

"تم پکے بدمعاش ہو۔ میری مجبوریوں سے فائدہ اٹھا رہے ہو اور مجھے پریشان کر رہے ہو۔"

"تھوڑی دیر پہلے تم نے بھی میری مجبوریوں سے فائدہ اٹھایا تھا۔ جب سے تمہیں ٹیلی پیتھی کی قوت حاصل ہوئی ہے' تب سے تم نے کتنی کمینگی اور ذلالتیں کی ہیں' ان کا کوئی حساب نہیں ہے۔"

وہ بے بسی سے بولی۔ "میں بہت خراب اور غلط عورت ہوں۔ تم مجھے محبت سے راہِ راست پر لا سکتے ہو۔ پلیز' مجھے اپنے سامنے بٹھا کر کوئی ایسی چال نہ چلو' جس سے مجھے شدید نقصان پہنچنے والا ہو۔"

"کیا تم یقین کرو گی کہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا؟"

"میں کبھی یقین نہیں کروں گی۔ تم پکے فراڈ ہو۔ میری معلومات کا راستہ بند کر دیا ہے۔ مجھے خیال خوانی کرنے دو۔"

"کافی پینے کے بعد اجازت دوں گا۔"

اس نے جلدی سے کافی ختم کرنے کے لیے پیالی کو ہونٹوں سے لگایا ایک گھونٹ مُنہ میں لیتے ہی ایک دم سے چیخ پڑی۔ ہاتھ سے پیالی چھوٹ گئی۔ کافی اتنی گرم تھی کہ مُنہ کے اندر جیسے آگ لگ گئی تھی۔ وہ مُنہ کھول کر ہا۔ ہا کر رہی تھی تاکہ اندر ٹھنڈک پہنچ سکے۔ کچھ کافی لباس پر پھیل گئی تھی۔ پارس نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا۔ "واش روم میں چلو اسے دھو ڈالو۔"

"تم بیٹھو میں دھو کر آتی ہوں۔"

"سوری۔ تم تنہا نہیں رہو گی۔ وہاں بھی مجھ سے بولتی رہو گی یا گنتی پڑھتی رہو گی۔"

وہ غصے سے بولی۔ "سمجھا کرو۔ باتھ روم میں میرا کچھ اور بھی کام ہے۔"

"تو کیا ہوا؟ ہم کافی عرصہ تک ایک حمام میں رہ چکے ہیں۔"

"لیکن اب ہمارا یہ رشتہ ختم ہو چکا ہے۔"

"کوئی بات نہیں۔ میں باتھ روم کے باہر کھڑا رہوں گا۔ تم بلند آواز سے گنتی پڑھتی رہو گی۔ ایک ساعت کے لیے بھی رکو گی تو تمہاری ٹیلی پیتھی کو صفر کر دوں گا۔"

"کیوں مضحکہ خیز باتیں کرتے ہو۔ میں باتھ روم میں گنتی پڑھتی ہوئی کیسی لگوں گی۔ لوگ کیا سوچیں گے؟"

"لوگوں کا خیال کرو گی تو میں اندر آ کر تمہیں بولنے پر مجبور کرتا رہوں گا۔"

وہ جھنجلاتی ہوئی اس کے ساتھ واش روم میں آئی پھر لباس پر سے کافی کے دھبّوں کو دھوتے ہوئے پوچھا۔ "تم کب تک میرا پیچھا چھوڑو گے؟"

"ابھی میں یقین سے نہیں کہہ سکتا۔"

"ابھی تم نے کہا تھا' کافی پینے کے بعد مجھے خیال خوانی کی اجازت دو گے۔"

"ضرور اجازت دوں گا لیکن تم نے گرم کافی کا گھونٹ لینے کی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

حماقت کیوں کی؟"

اس نے جواب نہیں دیا۔ غصے سے پاؤں پٹختی ہوئی باتھ روم سے باہر آئی۔ پارس نے ویٹر سے کہا۔ "یہ پیالیاں اٹھا کر لے جاؤ۔ دوسری کافی لاؤ۔"

وہ بولی۔ "اسے رہنے دو۔ میں ٹھنڈی کافی پیوں گی۔"

پارس نے کہا۔ "ٹھیک ہے' میرے لیے گرم لے آؤ۔"

ویٹر چلا گیا وہ دونوں میز کے اطراف بیٹھ گئے۔ مرینا نے کیتلی سے پیالی میں کافی انڈیلی' اس میں دودھ ملایا۔ وہ اب بھی کچھ گرم تھی۔ وہ پھونک پھونک کر جلدی جلدی پینے لگی۔ ویٹر گرم کافی کی دوسری ٹرے لے آیا۔ پارس اپنی پیالی میں کافی تیار کرنے لگا۔

وہ خالی پیالی میز پر رکھ کر بولی۔ "اب میں خیال خوانی کروں گی۔"

"ہرگز نہیں۔"

"پارس کیا تم۔ فرہاد علی تیمور کے بیٹے اپنی زبان سے پھر رہے ہو؟"

"میں اپنی زبان پر قائم ہوں۔ تم نے میری زبان پر غور نہیں کیا۔ میں نے کہا تھا' کافی پینے کے بعد اجازت دوں گا اور ابھی میں نے کافی نہیں پی ہے۔"

اس نے ہونٹوں کو سختی سے بھینچ لیا۔ دانت پیسنے لگی۔ پیالی سے گرم کافی کا دھواں اٹھ رہا تھا۔ پارس نے ابھی تک ایک چسکی بھی نہیں لی تھی۔ آثار بتا رہے تھے کہ وہ پیالی خالی ہوتے ہوتے آدھی رات گزر جائے گی۔

اس نے پارس کو عمارت کے اندر دھماکے کرنے کا موقع دے کر مصیبت مول لی تھی۔ اِدھر سے وہ اسے الجھا رہا تھا۔ اُدھر باربرا عورتوں مردوں کی بھیڑ میں دوڑتی ہوئی عمارت سے باہر آ کر جنرل کی کار میں بیٹھ گئی تھی۔ جنرل نے پوچھا۔ "تم کون ہو؟"

"مرینا ہوں' فوراً یہاں سے گاڑی لے چلو۔ دھماکوں کے نتیجے میں یہ عمارت گرنے والی ہے۔"

وہ گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے بولا۔ "تمہیں اپنے پاس دیکھ کر خوشی ہو رہی ہے۔ میری حیرانی دور کرو۔ کیا واقعی تم مرینا ہو اور میرے پاس بیٹھی ہوئی ہو۔"

اس نے مرینا کا لب و لہجہ اختیار کیا پھر اس کے دماغ میں آ کر بولی۔ "میں مرینا ہوں۔ تمہارے پہلو میں بیٹھی ہوں۔ تم جانتے ہو کہ میرے سوا کوئی تمہارے دماغ میں نہ آ سکتا ہے' نہ آ سکے گا۔"

"ہاں' اب مجھے یقین ہو گیا ہے۔ میری سالی بینک کے سامنے انتظار کر رہی ہے۔ ہم اسے ساتھ لیتے چلیں گے۔"

"میں خیال خوانی کے ذریعے اسے تمہارے سرکاری بنگلے میں بھیج دوں گی۔ اس کی فکر نہ کرو۔"

"ٹھیک ہے مگر وہ میرے متعلق کیا سوچے گی؟"

"میں تمہارے چور خیالات پڑھ چکی ہوں۔ تم اپنی سالی پر مر مٹے ہو اور یہ بات خلافِ تہذیب ہے۔"

"ہاں ہے تو سہی۔ میں نے اس سے دور رہنے کی کوشش تھی لیکن وہ میرے ساتھ واشنگٹن سے یہاں چلی آئی۔ جب یہ دن رات ساتھ رہے گی تو میرے جذبات کس طرح بھڑکیں گے تم سمجھ سکتی ہو۔"

"میرے جذبات کبھی نہیں بھڑکتے' میں کیسے سمجھوں گی۔"

"تمہیں کبھی تو کوئی مرد پسند آیا ہوگا۔ کبھی تو جذبات نے پریشان کیا ہوگا۔"

"میں عقل سے سوچتی ہوں کہ میرا مرد کوئی فوجی افسر ہو' کے ساتھ رہ کر میں پورے ملک پر حکومت کر سکوں۔"

"کیا سچ کہہ رہی ہو؟ کیا تمہیں فوجی افسر پسند آتے ہیں؟"

"ہاں' اسی لیے میں نے تم سے دوستی کی ہے مگر تم عقل دشمن ہو۔ کیا میں چاہتی تو جے پرکولا کا ساتھ نہیں دے سکتی سپر ماسٹر کی جگہ تمہیں قتل نہیں کرا سکتی تھی؟"

"ہاں' تم ایسا کر سکتی تھیں۔ بائی گاڈ! یہ سن کر خوشی میرے ہاتھ پاؤں پھول رہے ہیں کہ تم مجھے پسند کرتی ہو۔ میں سالی پر لعنت بھیجتا ہوں۔"

اس نے ایک کاٹیج کے سامنے آ کر گاڑی روک دی چونک کر بولا۔ "ارے میں یہاں کیوں آ گیا؟"

"میں تمہارے پاس ہوں اور تمہاری کھوپڑی میں بھی ہو تم میری مرضی سے یہاں آئے ہو۔ کار کو لاک کرو اور کاٹیج چلو۔"

اس نے کار کو لاک کیا۔ دونوں کاٹیج کے اندر آئے۔ باربرا نے وقت ضائع نہیں کیا۔ اس کے دماغ پر قبضہ جما کر بستر دیا۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ ٹیلی پیتھی کی لوری سن کر سو گیا وہ بولی۔ "میں مرینا بول رہی ہوں۔ تم میرے معمول اور تابعدار ہو۔"

نیند کی حالت میں اس کی سوچ کی لہروں نے کہا۔ "ہاں تمہارا معمول اور تابعدار ہوں۔"

"میں حکم دیتی ہوں کہ تم میری موجودہ آواز اور لہجے کے نہیں رہو گے۔ میں تمہیں نئی آواز اور نیا لہجہ سنا رہی ہوں۔ تم نئے لہجے کو اس وقت تک محسوس نہیں کرو گے جب تک تمہیں مخاطب نہیں کروں گی۔"

اس نے واسکوڈی کو نئی آواز اور نیا لہجہ سنایا پھر کہا۔ "نئی سوچ کی لہروں کو سن رہے ہو؟"

وہ بولا۔ "ہاں' میں سن رہا ہوں۔"

"کیا تم میرے سابقہ لہجے کو محسوس کرتے ہی سانس روک لو گے؟"

"ہاں' میں سابقہ لہجے کو برداشت نہیں کروں گا۔"

باربرا نے مرینا کا لہجہ اپنایا تو اس نے سانس روک لی۔ وہ کے دماغ سے نکل آئی پھر نیا لہجہ اختیار کر کے اس کے پاس گئی تو اس نے سانس نہیں روکی اسے قبول کر لیا۔

اب اس طریقۂ کار کا نتیجہ یہ نکلنے والا تھا کہ مرینا جنرل کے دماغ میں نہیں جا سکتی تھی اور نہ ہی یہ معلوم کر سکتی تھی کہ باربرا کون سا لہجہ اپنا کر اس کے اندر جانے لگی ہے۔

وہ نئے لہجے کو اپنا کر بڑی دیر تک جنرل کی اندر خاموش رہی اور اس کے تمام خیالات پڑھتی رہی۔ اس طرح یہ معلوم ہوا کہ جنرل نے کل صبح دس بجے نیوی کے اعلیٰ افسران سے ملاقات کا وقت مقرر کیا ہے۔ بری اور فضائی افواج کے افسران بھی آئیں گے اس دوران سب کی موجودگی میں ٹرانسفارمر مشین کا ایک بلیو پرنٹ جنرل واسکوڈی کے حوالے کیا جائے گا۔ بری فوج کے مسلح جوان اپنی گاڑیوں میں ہوں گے اور اپنی حفاظت کے ساتھ اسے ائرپورٹ کے اس مخصوص حصے میں پہنچائیں گے' جہاں اس کے لیے ایک طیارہ مخصوص ہوگا۔

جنرل سے یہ کہہ دیا گیا تھا کہ یہ بہت ہی اہم سرکاری اور فوجی معاملہ ہے اس لیے کل صبح سے اس کی سالی روزی یا کوئی بھی غیر متعلق فرد اس کے ساتھ رہے گا نہ طیارے میں سفر کرے گا۔ یعنی فوجی فرائض کی انجام دہی کہ وہ تنہا اپنے فوجی جوانوں کے نرغے میں رہے گا۔ واشنگٹن پہنچ کر وہ ۔۔ قومی بینک کے آہنی سیف میں اس نقشے کو رکھے گا۔ بری' بحری اور فضائی افواج کے تینوں اعلیٰ افسران وہاں چشم دید گواہ رہیں گے کہ اس نقشے کو بحفاظت سیف میں پہنچا دیا گیا ہے پھر اس سیف کے تین مختلف نمبر ہوں گے۔ تینوں افواج کے ایک ایک افسر کو ایک ایک نمبر معلوم ہوگا۔ یعنی تینوں ایک دوسرے کے نمبر سے واقف نہیں ہوں گے۔ جب تک وہ تینوں یکجا نہیں ہوں گے تب تک وہ سیف نہیں کھل سکے گا۔

پھر یہ بھی معلوم ہوا کہ کل صبح جنرل اپنی وردی میں ہوگا۔ اس کے ہولسٹر میں ایک ریوالور رہے گا۔ وہ اپنے ساتھ کوئی سامان تو کیا ایک تنکا بھی نہیں لے جائے گا۔ اگرچہ وہ فوج کا جنرل ہے اس کے باوجود طیارے میں سوار ہونے سے پہلے اس کی تلاشی لی جائے گی۔

وہ بولی۔ "واسکوڈی! انتظار کرو' میں ابھی باتیں کروں گی۔"

وہ واسکوڈی کو چھوڑ کر پارس کے پاس آئی۔ وہ ریستوران میں مرینا کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ کافی کی پیالی کو پھونک مارتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "معلوم ہوتا ہے یہ کافی جہنم کی آگ میں پکائی گئی ہے۔ ٹھنڈی ہی نہیں ہو رہی ہے۔"

مرینا کہہ رہی تھی۔ "فار گاڈ سیک' جلدی پیو اور مجھے خیال خوانی کی اجازت دو۔"

باربرا نے پوچھا۔ "یہ کیا بدمعاشی ہو رہی ہے؟"

"تمہارے انتظار میں اسے ٹالنے کے لیے پھونکیں مار رہا ہوں۔ تم بتاؤ کیا ہو رہا ہے۔"

اس نے مختصری روداد سنائی اور یہ بتایا کہ نقشہ ہیڈ کوارٹر سے واشنگٹن لے جاتے وقت کتنا سخت پہرا رہے گا۔ جنرل کے ساتھ کوئی بھی سامان نہیں ہوگا۔ وہ صرف وردی میں رہے گا اور اس کی بھی تلاشی لی جائے گی۔

پارس نے اسے مشورہ دیا کہ ایسے وقت اسے کیا کرنا چاہیے۔ وہ جنرل کے دماغ میں واپس آ گئی پھر بولی۔ "میری آواز سن رہے ہو؟"

"ہاں سن رہا ہوں۔ تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔"

"دو باتیں اور رہ گئی ہیں۔ انہیں اپنے ذہن میں نقش کر لو۔ تم آدھے گھنٹے بعد تنویمی نیند سے بیدار ہو گے تو سرہانے ایک ریوالور نظر آئے گا تم اس ریوالور کو اپنے لباس میں چھپا لو گے۔"

"میں اس ریوالور کو اپنے لباس میں چھپا لوں گا۔"

"یہاں سے نکل کر اپنی گاڑی میں بیٹھو گے اور اپنے سرکاری بنگلے میں جاؤ گے۔ وہاں اپنے ہولسٹر سے ریوالور نکال کر کہیں چھپا دو گے اور جو ریوالور لباس میں چھپا کر لے جا رہے ہو' اسے ہولسٹر میں رکھو گے۔"

اس نے احکامات کی تعمیل کا وعدہ کیا۔ باربرا نے کہا۔ "اب گہری نیند سو جاؤ۔ آدھے گھنٹے بعد بیدار ہو جانا۔"

وہ اس کے دماغ سے نکل آئی۔ دوسرے بیڈ روم میں آ کر بولی۔ "پارس! کام ہو گیا ہے' بیچاری کو چھوڑ دو۔"

پارس نے کافی کی پیالی کو گھورتے ہوئے کہا۔ "لاحول ولا قوۃ میں تو بھول ہی گیا تھا کہ سامنے جہنم کی آگ دہک رہی ہو تو کافی کبھی ٹھنڈی نہیں ہوگی۔"

مرینا نے پوچھا "کیا بکواس کر رہے ہو۔ کیا یہاں آگ جل رہی ہے؟"

"بے شک' تم سراپا آگ ہو۔ جہنم کی آگ۔ تم نے اتنے گناہ کیے ہیں کہ جہنم اپنی جگہ سے سرک کر تمہارے اندر چلا آیا ہے۔ ایسے میں کافی کیسے ٹھنڈی ہوگی۔"

"یہ ٹھنڈی ہو چکی ہے۔ تم بہانے کر رہے ہو۔ باربرا کے ذریعے کوئی کھیل کھیلنے کے لیے میرے سر پر مسلط ہو گئے ہو۔"

"وہ کھیل ختم ہو چکا ہے۔"

"کون سا کھیل؟"

"وہی جس کا ذکر تم کر رہی ہو۔"

"کیوں میرا دماغ کھا رہے ہو؟ یہی تو پوچھ رہی ہوں کہ مجھے یہاں کیوں پکڑ رکھا ہے؟"

"تم کافی پریشان نظر آ رہی ہو۔ میں تمہیں پریشان نہیں دیکھ سکتا۔ جاؤ خیال خوانی کی اجازت ہے۔"

اس نے فوراً ہی خیال خوانی کی پرواز کی' جنرل کے خوابیدہ دماغ میں پہنچی۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا پھر سانس روک لی۔ مرینا واپس آئی پھر اس کے اندر پہنچتے ہی بولی۔ "سانس نہ روکو۔ میں۔۔۔"

اس نے پھر وہی کیا۔ وہ پھر دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ پارس کو

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

گھور کر بولی۔ "وہ سانس روک رہا ہے۔"

"کس کی بات کر رہی ہو؟ کیا اس کا دم رک رہا ہے؟ کیا تمہارا کوئی عزیز فوت ہو رہا ہے؟"

"انجان نہ بنو۔ اِدھر تم نے مجھے گھیر کر رکھا۔ اُدھر باربرا نے جنرل کا دماغ الٹ دیا۔"

"مجھے سن کر بہت افسوس ہوا۔ اب کیا ہوگا؟"

"میں ہار ماننے والی نہیں ہوں۔ اتنی عقل ہے کہ باربرا نے جنرل کو اپنا معمول اور تابعدار بنایا ہے اور مجھے باربرا کی آواز اور لہجہ اچھی طرح یاد ہے۔"

یہ کہہ کر اُس نے باربرا کے لہجے کو اپنایا۔ خیال خوانی کی پرواز کی۔ جنرل کے دماغ پر دستک دی پھر واپس آ گئی۔ جنرل نے باربرا کے لہجے کو بھی قبول نہیں کیا۔ وہ پریشان ہو کر پارس کو دیکھنے لگی۔ وہ بولا۔ "تم نے میرے چاروں طرف مسلح فوجیوں کو میری موت بنا دیا تھا۔ کیا تم اس کی سزا نہیں پاؤ گی؟ نقشہ حاصل کرنے کے لیے جنرل سب سے بڑا ذریعہ تھا۔ میں نے وہ مہرہ تمہارے ہاتھ سے چھین لیا۔"

یہ کہہ کر وہ اٹھ گیا پھر بولا۔ "میرے پیچھے نہ آنا ورنہ آئندہ کسی عاشق کا پیچھا کرنے کے قابل نہیں رہو گی۔"

وہ پلٹ کر جانے لگا۔ وہ اسے دیکھنے لگی۔ پچھتانے لگی کہ یہ وہ ہتھیار ہے جو کبھی کُند نہیں ہوتا۔ میں نے اس ہتھیار کو ہاتھ سے چھوڑ کر زندگی کی سب سے بڑی حماقت کی ہے۔ اب اسے دوبارہ ہاتھ میں لیتی ہوں تو یہ پلٹ کر مجھے زخمی کرتا ہے۔ ہتھیار کی یہ خاصیت ہے کہ ہاتھ سے نکل جائے تو اپنے لیے بھی خطرہ بن جاتا ہے۔ ہائے! کس مُنہ سے کہوں کہ یہ کبھی میرا تھا۔

جنرل واسکوڈی کی تنویمی نیند پوری نہیں ہوئی تھی۔ مرینا نے دو چار بار اس کے اندر آنے کی ناکام کوششیں کی تھیں جس کی وجہ سے نیند ادھوری رہ گئی تھی۔ ایسے میں معمول کے دماغ پر برا اثر پڑتا ہے۔ باربرا نے اسے ذہنی انتشار سے محفوظ رکھنے کے لیے پھر آدھے گھنٹے کے لیے سلا دیا۔

اس نے کاٹیج کو اندر سے لاک کیا پھر دوسرے بیڈ روم کو بھی لاک کر کے غسل کرنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد کال بیل کی آواز سنائی دی۔ اس کاٹیج میں صرف پارس ہی آ سکتا تھا۔ اس نے تصدیق کے لیے خیال خوانی کی۔ پتا چلا' وہی دروازے پر ہے۔ اس نے پوچھا۔

"کیا کر رہی ہو۔ دروازہ کھولو۔"

"باہر کھڑے رہو۔ میں غسل کر رہی ہوں۔"

"کیا بدن پر صابن لگا ہوا ہے؟"

"ہاں' صبر کرو۔"

"صابن کے جھاگ میں چھپ کر چلی آؤ ویسے بھی یار تم تو مرد ہو' شرماتے کیوں ہو؟"

"بکواس مت کرو۔ خاموش کھڑے رہو۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر صابن کے جھاگ کو بدن پر ملنے لگی۔ پارس کی چھیڑ چھاڑ یاد کر کے مسکرانے لگی پھر کال بیل کی آواز سنائی دی۔ وہ دماغ میں آ کر بولی۔ "اے لفنگے! کیا ذرا دیر انتظار نہیں کر سکتے؟"

"کچھ بول بچن دو گی۔ کچھ امید کی کرن دکھاؤ گی تو اس دروازے پر کھڑے کھڑے زندگی گزار دوں گا۔ انتظار کرنے والے عاشقوں کا ریکارڈ توڑ دوں گا۔"

"دیکھو آدمی بن جاؤ۔ وہ تنویمی نیند سو رہا ہے۔ کال بیل کی آواز پر جاگ جائے گا۔"

"جاگتا ہے تو جاگنے دو۔ تم جانتی ہو' میں کتنا ضدی ہوں اگر تم چاہتی ہو کہ بیل کی آواز نہ ہو تو ایک بار محبت سے کہہ دو آئی لو یُو۔"

"جب میں لڑکی نہیں ہوں تو کیسے کہوں؟"

"لڑکا ہو تو دروازہ کھولو۔"

"چت بھی میری' پٹ بھی میری۔ تم سے تو جیتنا مشکل ہے۔"

"میری جان ایک بار ہار کر دیکھو' کتنا مزہ آتا ہے۔ میرا دعویٰ ہے ایک بار آئی لو یُو کہنے کے بعد تمہیں رات بھر نیند نہیں آئے گی۔"

وہ سن رہی تھی۔ مسکرا رہی تھی اور اپنے بدن پر صابن کے جھاگ سے کھیل رہی تھی۔ وہ رفتہ رفتہ تسلیم کرتی آ رہی تھی کہ اس میں کچھ نسوانیت ہے۔ اس کے انکار کے باوجود یہ نسوانیت پارس سے متاثر ہو رہی ہے۔

اور اس رات تو وہ کچھ زیادہ ہی متاثر ہو گئی تھی اس نے اپنی عمر میں ایسا زبردست مرد نہیں دیکھا تھا جو فوجیوں کے نرغے میں ہو اور کوئی جنگ لڑے بغیر' کوئی ہتھیار استعمال کیے بغیر بڑے آرام سے چل کر محاصرے سے نکل آیا ہو۔

عورت کتنی ہی مرد بیزار ہو' وہ ایسے مرد سے ضرور متاثر ہوتی ہے۔ یہی تاثر رفتہ رفتہ چاہت اور محبوبیت کی طرف لے جاتا ہے۔

وہ غسل کرنے کے بعد فوراً ہی لباس تبدیل کر کے بیرونی دروازے پر آئی۔ اسے کھول کر آہستگی سے بولی۔ "اس کے بیدار ہونے کا وقت ہو گیا ہے۔ دوسرے کمرے میں چلو۔"

وہ دونوں دبے قدموں دوسرے بیڈ روم میں آئے۔ باربرا نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ پارس نے قریب ہو کر کہا۔ "لڑکی دروازہ اندر سے بند کرے تو کچھ کچھ۔ کچھ کچھ ہونے لگتا ہے۔"

وہ اسے دونوں ہاتھوں سے دھکا دے کر بولی۔ "مجھ سے دور رہو۔ میرا اس کے دماغ میں رہنا ضروری ہے۔"

وہ ایک صوفے پر آ کر بیٹھ گئی۔ اس کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ بیدار ہو رہا تھا۔ آنکھیں کھول رہا تھا۔ پھر وہ تھوڑی دیر تک خاموش پڑا رہا۔ سوچتا رہا کہ کہاں لیٹا ہوا ہے۔ باربرا نے اس کی سوچ میں کہا۔ "عمارت میں بم کے دھماکے ہوئے تھے۔ اس سے میرے اعصاب متاثر ہو گئے۔ میں عمارت سے دور اس کاٹیج میں آ کر لیٹ گیا تھا۔"

وہ قائل ہو کر اٹھ بیٹھا۔ اس کی نظر سرہانے رکھے ہوئے ریوالور پر گئی اس نے بے اختیار ریوالور کو اٹھا کر اپنے لباس میں چھپا لیا پھر وہ ٹیلی فون کے پاس آیا۔ اس کا ریسیور اٹھا کر ملٹری انٹیلی جنس کے ایک اعلیٰ افسر سے رابطہ کیا۔ اسے اپنا نام اور عہدہ بتا کر بولا۔ "میں بہت ہی سخت سیکورٹی کے انتظامات چاہتا ہوں۔"

"سر! آپ کہاں ہیں؟ آپ کو پوری سیکورٹی دی جائے گی۔"

"عمارت میں گڑ بڑ ہونے کے بعد میں ایک جگہ چھپ گیا ہوں۔ یہاں سے نکل کر سیدھا اپنے سرکاری بنگلے میں آؤں گا۔ میرے وہاں پہنچنے سے پہلے آپ بنگلے کو اندر سے اچھی طرح چیک کرائیں۔ وہاں کسی ملازم کو بھی نہیں رہنا چاہیے۔"

"آپ کے حکم کی ابھی تعمیل ہو رہی ہے۔ ہم وہاں کسی کتے کو بھی نہیں رہنے دیں گے۔"

"وہاں میری سالی روزی ہے' اسے بھی بنگلے سے جانے کو کہو۔ اگر وہ واشنگٹن واپس جانا چاہے تو اس کی واپسی کے انتظامات کر دو۔"

"یس سر! ہم مس روزی کی رہائش کا دوسرا انتظام کر دیں گے اسے واشنگٹن بھیج دیں گے۔"

"یہ بتاؤ' مجھے کتنی دیر بعد اپنے بنگلے میں پہنچنا چاہیے؟"

"آپ آدھے گھنٹے بعد آ جائیں۔"

جنرل نے ریسیور رکھ دیا۔ اس کمرے پر اِدھر اُدھر نظر ڈالی پھر باہر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد کار اسٹارٹ ہو کر دور جانے کی آواز آئی۔ وہ دونوں اس کمرے سے باہر آئے۔ باربرا نے کہا۔ "تم اپنے کمرے میں جا کر سو جاؤ۔"

"اور تم کیا کرو گی؟"

"میں اس کی کھوپڑی میں رہوں گی جو ریوالور وہ چھپا کر لے گیا ہے' اسے اس کے ہولسٹر میں رکھواؤں گی۔"

"کیا تم نے تنویمی عمل کے وقت اس کے دماغ میں یہ بات نقش نہیں کی تھی؟"

"کی تھی۔ اس کے باوجود مجھے اس کے پاس رہنا چاہیے۔ اچانک حالات بدل سکتے ہیں۔"

"درست کہتی ہو لیکن دوسرے پہلو پر بھی نظر رکھو۔ تم مسلسل اس کے دماغ میں رہو گی تو مرینا کو اس کے اندر پہنچنے کا موقع مل جائے گا پھر وہ کوئی گڑ بڑ کر سکتی ہے۔"

"ہاں' یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں تھا۔ تم اسے کہاں چھوڑ کر آئے ہو؟"

"کیا یہ بہتر نہ ہوتا کہ اسے کل شام تک کے لیے مفلوج کر دیتے پھر اس کی طرف سے کوئی اندیشہ نہ رہتا۔"

"اندیشہ رہنا چاہیے۔ ہر دشمن کی طرف سے اندیشے جوان رہیں تو ہمارے حوصلے بھی جوان رہتے ہیں اور ہم ہمہ وقت چوکس رہتے ہیں۔"

"میں بابا صاحب کے ادارے میں رہ کر اپنی صلاحیتوں میں اضافہ کرنا اور بہت کچھ سیکھنا چاہتی تھی۔ پاپا نے درست کہا تھا کہ میں تمہارے ساتھ عملی میدان میں رہوں گی تو پھر کسی سے کچھ سیکھنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔"

"تو گویا تم میرے ساتھ رہ کر کچھ سیکھ رہی ہو؟"

"ہاں' میں تسلیم کرتی ہوں' تمہاری ذہانت اور حاضر دماغی سے میرا ذہن روشن ہو رہا ہے۔ تم جنرل کا ریوالور تبدیل کر کے جو چال چل رہے ہو' اس چال کو دنیا کا بڑے سے بڑا شاطر سمجھ نہیں پائے گا۔"

"ہو سکتا ہے تم مجھ سے کچھ سیکھ رہی ہو لیکن ایسی چالاکیاں سیکھنے کے معاملے میں تم میں ایک کمی ہے۔"

"مجھ میں بھلا کیا کمی ہے؟"

"یہی کہ تم دن کو دن اور رات کو رات نہیں کہتی ہو۔ ہمیشہ رات کو دن کہتی ہو۔"

"کیوں بکواس کرتے ہو۔ میں نے کب ایسا کہا ہے؟"

"کیا تم لڑکی کو لڑکا نہیں کہتی ہو؟"

وہ گھور کر دیکھنے لگی پھر گھونسا دکھا کر بولی۔ "آگے ایک لفظ بھی کہا تو مُنہ توڑ دوں گی۔ یہ مت بھولو کہ مجھ پر پاپا کا سایہ ہے انہوں نے کہا تھا کہ تم میرے مزاج کے خلاف کوئی بات کرو یا کوئی حرکت کرو تو میں فوراً ان سے شکایت کروں۔ اپنی خیریت چاہتے ہو تو شرافت سے جا کر سو جاؤ۔"

یہ وارننگ دے کر وہ اپنے بیڈ روم میں گئی پھر دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔

مرینا کے ستارے گردش میں آ گئے تھے۔ وہ پارس کے ہاتھوں پریشان ہو کر ریستوران سے نکلی۔ اتنی بڑی ناکامی برداشت نہیں کر پا رہی تھی۔ جنرل واسکوڈی اس کے لیے ہر تالے کی چابی تھا۔ وہ اس چابی سے حکومت کرنے کے بڑے بڑے بند دروازے کھول سکتی تھی۔ اس چابی سے بند تجوری کو کھول کر مشین کا نقشہ حاصل کر سکتی تھی اور وہ نقشہ حاصل کرنے ہی والی تھی۔ ایسے ہی وقت پارس نے اس سے چابی چھین لی تھی۔

وہ ہار ماننے والی عورتوں میں سے نہیں تھی۔ اس نے سوچا' ابھی بازی ہاتھ میں ہے۔ آج رات وہ جنرل کے ساتھ اس کے کمرے میں رہے گی اور باربرا کے تنویمی عمل کو الٹ دے گی۔ یہ سوچ کر وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر سرکاری بنگلے میں آئی تو وہاں فوج کا پہرا تھا۔ اسے اندر جانے سے روک دیا گیا۔ وہ حیران ہو کر بولی۔ "مجھے کیوں روکا جا رہا ہے۔ میں جنرل کی سالی ہوں۔ یہ میرا شناختی کارڈ ہے۔"

وہ اپنے پرس میں سے کارڈ نکال کر دکھانے لگی۔ سیکورٹی افسر

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

نے کہا۔ "ہم تسلیم کرتے ہیں کہ آپ جنرل کی قریب ترین عزیزہ ہیں لیکن آج رات سے کل دوپہر تک کسی کو جنرل کے قریب رہنے کی اجازت نہیں ہے۔"

"لیکن یہ اچانک پابندی کیوں عائد کی جا رہی ہے؟"

"یہ سرکاری اور فوجی معاملہ ہے۔ ہم نہیں بتا سکتے۔ سو سوری۔"

دوسرے افسر نے کہا۔ "ہم آپ کی رہائش کا یہاں بندوبست کرسکتے ہیں یا واشنگٹن واپس جانے کے لیے کسی بھی فلائٹ میں سیٹ ریزرو کراسکتے ہیں۔ آپ فرمائیں کیا چاہتی ہیں؟"

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ اسے پتا نہیں تھا کہ پارس کس طرح جنرل کو ٹریپ کرکے نقشہ حاصل کرے گا۔ مرینا کی عقل کہہ رہی تھی کہ اسی شہر میں اس نقشے کو کسی طرح حاصل کرلینا چاہیے۔ ورنہ پارس بازی لے جائے گا۔

وہ ایک فوجی گاڑی میں بیٹھ کر سی ویو لگژری ہوٹل میں آئی۔ ایک کمرا حاصل کیا پھر اس کمرے میں پہنچ کر دروازے کو اندر سے بند کرکے بیٹھ گئی۔ امید تو نہیں تھی کہ جنرل کے دماغ میں جگہ ملے گی پھر بھی اس نے کوشش کی۔ وقفے وقفے سے تین بار گئی۔ اس سے التجا کی کہ وہ سانس نہ روکے لیکن التجا پوری ہونے سے پہلے ہی وہ سانس روک کر بھگا دیتا تھا۔

وہ ناکامی، مایوسی اور جھنجلاہٹ کے باعث صوفے پر گھونسے مارنے اور اپنا سر پٹخنے لگی۔ صوفے کی گدیاں نرم تھیں اس لیے خوب سر پٹخ لیا پھر تھک کر گہری گہری سانسیں لینے لگی۔ یہ اچھی طرح سمجھ میں آگیا کہ پارس نے جنرل تک پہنچنے کے تمام راستے بند کردیے ہیں۔

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر سوچنے لگی۔ "مجھے غصے اور مایوسی کو اپنے اندر سے نکالنا ہوگا۔ ورنہ میں کام کی باتیں نہیں سوچ سکوں گی۔"

اس نے وہاں سے اٹھ کر اپنا لباس اتارا پھر باتھ روم میں آکر شاور کو کھول دیا۔ ٹھنڈے پانی سے بدن کو اور دماغ کو ٹھنڈا رکھنے کی کوشش کرنے لگی۔ آدھے گھنٹے بعد اس نے تولیے سے بدن کو خشک کیا۔ دوسرا لباس پہنا پھر آئینے کے سامنے بالوں کو برش کرتے ہوئے سوچا۔ "سب سے پہلے مجھے یہ سمجھنا چاہیے کہ پارس اس نقشے کو کس طرح جنرل سے حاصل کرے گا؟"

وہ جانتی تھی کہ جنرل کل صبح دس بجے نیوی کے ہیڈ کوارٹر میں جائے گا پھر وہاں سے نقشہ لے کر نکلے گا تو بڑے سخت پہرے میں رہے گا۔ اس کے قریب کسی عام آدمی کو یا قریبی رشتے دار کو بھی جانے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ جنرل نے اس سے کہا تھا کہ وہ صبح اس سے جدا ہو جائے گا پھر واشنگٹن جاتے وقت اس کے ساتھ کوئی دوسرا مسافر نہیں ہوگا۔ کوئی مسلح گارڈ بھی نہیں رہے گا۔ یہ اندیشہ تھا کہ دشمن خیال خوانی کرنے والے مسلح گارڈ کے ذریعے جنرل کو نقصان پہنچائیں گے اور پائلٹ کو قابو میں کرکے طیارے کو اغوا کریں گے۔

دشمن خیال خوانی کرنے والوں کو ناکام بنانے کے لیے ایسے پائلٹ کا انتخاب کیا گیا تھا، جو یوگا کا ماہر تھا پھر پائلٹ کیبن کا دروازہ دونوں طرف سے لاک رکھا جانے والا تھا تاکہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا جنرل کے دماغ میں گھس کر پائلٹ پر حملہ نہ کر سکے۔

مرینا نے سوچا تھا۔ اتنی سختیوں اور پابندیوں کے پیش نظر نقشہ حاصل کرنے کی ایک ہی صورت رہ جاتی ہے وہ یہ کہ بری، بحری اور فضائی افواج کے تین اعلیٰ افسران اپنے اپنے مخصوص نمبروں سے آہنی سیف کو کھولیں گے پھر اس نقشے کو اندر رکھ کر انہیں نمبروں سے بند کریں گے۔ تینوں ایک دوسرے کے نمبروں سے واقف نہیں ہوں گے۔ ایسے وقت وہ جنرل کے دماغ میں رہے گی اور باقی دو افسران کی آوازیں سن کر ان کے دماغوں سے خفیہ نمبر معلوم کرے گی۔ کوئی ضروری نہیں کہ وہ افسران یوگا کے ماہرین ہوں گے۔ ایسے بڑے افسران شراب ضرور پیتے ہیں۔

لیکن اب تو جنرل کا دماغ بھی اس کی مٹھی سے نکل چکا تھا۔ نقشہ حاصل کرنے کی تدبیر خاک میں مل چکی تھی۔ ایک خیال آیا کہ تینوں افواج کے اعلیٰ افسران کو اطلاع دی جائے کہ فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے جنرل کے دماغ میں گھسے ہوئے ہیں۔ اس طرح نقشہ نیوی ہیڈ کوارٹر سے واشنگٹن منتقل نہیں کیا جائے گا۔ پارس نے اگر کوئی تدبیر سوچی ہے تو اس کی تدبیر بھی خاک میں مل جائے گی۔

عقل نے سمجھایا، اس طرح انتقامی کارروائی تو ہو سکتی ہے لیکن نقشہ کسی کو نہیں ملے گا۔ وہ نقشہ پھر ایک عرصے تک نیوی ہیڈ کوارٹر سے باہر نہیں لایا جائے گا۔ اس نے سوچا "پھر جس قدر پابندیاں ہیں، ان سے گزر کر پارس کا باپ بھی اس نقشے کو حاصل نہیں کرسکے گا۔ بعض حفاظتی انتظامات ایسے ہوتے ہیں جن کے سامنے ذہانت ہار جاتی ہے۔"

وہ ذہانت کو نہیں سمجھ رہی تھی اس لیے ایسا سوچ رہی تھی۔ ذہانت وہ ہے، جو کبھی تھکتی نہیں، کبھی ہارتی نہیں، کبھی سوتی نہیں، انسان کی نیند میں بھی جاگتی رہتی ہے۔

ویسے اس نے ایک بات عقل سے سوچی۔ وہ یہ کہ شاید پارس اسے اپنے شیطانی عقل سے حاصل کرلے۔ ایسے میں وہ مختلف ذرائع سے پارس کو گھیر سکتی ہے اور زبردست لوگوں کو دوست یا آلۂ کار بنا کر وہ نقشہ اس سے چھین سکتی ہے۔

بے شک جو کام خود سے نہ ہو، وہ دوسروں سے کرایا جاتا ہے بلکہ دوسروں کے کاندھوں پر بندوق رکھ کر چلانے والا پیچھے رہ کر محفوظ بھی رہتا ہے اور شکار بھی کھیل لیتا ہے۔

وہ سوچنے لگی، ایسے کاندھے کہاں سے لائے؟ اسے زیادہ سوچنا نہیں پڑا۔ اس نے جے پرگولا اور سپر ماسٹر کے خلاف جنرل کی مدد کی تھی۔ اب جنرل کے خلاف جے پرگولا کو استعمال کرسکتی تھی۔ جے پرگولا ہپناٹزم اور ٹیلی پیتھی کی قوتوں کا مالک تھا۔ پارس کے بارہ بجا سکتا تھا۔

وہ اس پہلو پر غور کرنے لگی کہ اس معاملہ میں جے پرگولا کو ملوث کرنا چاہیے یا نہیں؟ لیکن غور کرنے کا زیادہ وقت نہیں تھا۔ آدھی رات گزر چکی تھی۔ صبح ہونے سے پہلے ہی منصوبہ بنانا اور اس پر عمل کرنا لازمی تھا۔

وہ آئینے کے پاس سے ہٹ گئی۔ صوفے پر آرام سے بیٹھ کر ٹیلی پیتھی جاننے والے جیری ہاک کی آواز اور لہجے کو یاد کرنے لگی۔ جب سپر ماسٹر انتونی پاولیا زندہ تھا تو ایک اجلاس میں مرینا ایک میجر کے دماغ میں تھی پھر میجر کے پاس سے سپر ماسٹر کے دماغ میں گئی تھی تو پتا چلا، سپر ماسٹر کے اندر کوئی خیال خوانی کرنے والا بول رہا ہے۔ بعد میں معلوم ہوا وہ جیری ہاک ہے۔

مرینا نے دوسرے خفیہ اجلاس میں بھی چپکے سے سپر ماسٹر کے اندر جا کر جیری کی آواز سنی تھی یوں اس کا لہجہ اور آواز یاد رہ گئی تھی۔ اس نے آرام دہ صوفے پر نیم دراز ہو کر خیال خوانی کی پرواز کی۔ پھر جیری کے پاس پہنچ گئی۔ پہلی بار وہی ہوا جو ہوا کرتا ہے۔ اس نے سانس روک لی۔ مرینا واپس آگئی اس نے دوسری بار اس کے اندر پہنچتے ہی کہا۔ "میں مرینا ہوں، جے پرگولا سے بات کرنا چاہتی ہوں۔"

"پانچ منٹ کے بعد آؤ۔"

اس نے مرینا کو دماغ سے نکال دیا پھر خیال خوانی کے ذریعے جے پرگولا سے رابطہ کیا۔ کوڈ ورڈز ادا کیے پھر کہا۔ "باس! ابھی میرے پاس مرینا آئی تھی۔ آپ سے بات کرنا چاہتی ہے۔ میں نے اسے ٹھیک پانچ منٹ کے بعد آنے کو کہا ہے۔"

جے پرگولا نے کہا۔ "میرے ہی اندر رہو۔ وہ آئے گی تو اسے میرے پاس چھوڑ کر چلے جانا۔ بائی دی وے، یہ بات تشویشناک ہے کہ وہ تمہاری نئی آواز اور لہجے کو کیسے جانتی ہے؟ اس نے تمہیں کہاں دیکھا ہے۔ اور کہاں سنا ہے؟"

"کہیں دیکھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میں آپ کے ساتھ خفیہ اڈے سے باہر جاتا ہوں اور آپ کے ساتھ واپس آتا ہوں۔ میری آواز کے ساتھ میرا چہرہ بھی بدل گیا ہے۔ وہ دیکھے گی، تب بھی پہچان نہیں پائے گی۔"

"تین دن پہلے جب سپر ماسٹر زندہ تھا اور ایک اجلاس میں بیٹھا ہوا تھا تب اس سپر ماسٹر نے انکشاف کیا تھا۔ اس نے اجلاس کے تمام افراد کو میرا اور بی جی تھربال کا نام بتایا تھا۔ میں سپر ماسٹر کے اندر بول رہا تھا۔ ایسے میں مرینا نے آکر میری آواز سنی ہوگی۔"

"یہ ممکن ہے اور اگر مرینا نے اس اجلاس میں تمہاری آواز سنی ہے تو اس کا مطلب صاف ہے۔ یہی مرینا ہمارے خلاف جنرل واسکوڈی کی مدد کرتی رہی اور اسی نے ہمارے ٹرانسفارمر مشین تک پہنچنے کے منصوبے کو ناکام بنایا ہے۔"

مرینا کی آواز سنائی دی۔ "پانچ منٹ پورے ہو چکے ہیں اور میں آگئی ہوں۔"

جے پرگولا نے کہا۔ "جیری کو جانے دو۔ میرے پاس آؤ۔ میں تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں۔"

وہ جیری کو چھوڑ کر اس کے اندر آئی پھر بولی۔ "تم بڑے فراخ دل ہو۔ یہ جان کر بھی ویل کم کہہ رہے ہو کہ میں نے تمہارے منصوبے کو ناکام اور جنرل کو کامیاب بنایا۔"

وہ مسکرا کر بولا۔ "محبت اور سیاست میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ سب ہی اپنے محبوب کے لیے یا کرسی کے لیے، ایک دوسرے کو مات دیتے ہیں۔ تم نے ہمارے اور جنرل کے درمیان ہونے والی جنگ بڑی ذہانت سے لڑی ہے۔ میں تم سے ناراض نہیں ہوں بلکہ تمہارا مدّاح ہوں۔ تم سے دوستی کرنا چاہتا ہوں۔"

"میں بھی دوستی کے جذبے سے آئی ہوں۔"

"پھر تو شیطان مجھ پر مہربان ہے۔"

وہ چونک کر بولی۔ "شیطان؟ کیا تم شیطان کے پجاری ہو؟"

"ہاں، میں صاف اور سیدھی بات کرتا ہوں۔ میں کسی گاڈ کو نہیں مانتا۔ مجھ میں اور تم لوگوں میں یہ فرق ہے کہ تم سب خدا کو مانتے ہو مگر شیطان کی راہ پر چلتے ہو اگر تم نے کوئی اچھا نیک کام کیا ہو تو بتاؤ؟"

"میں خدا سے ڈرتی ہوں اور ہمیشہ نیک کام کرتی ہوں۔"

"میرے پاس تم سب کے اعمال نامے موجود ہیں۔ ماضی میں فرہاد نے تمہیں تابعدار بنا کر نہیں رکھا۔ تمہیں تنویمی عمل سے آزاد کردیا۔ تم نے یہ نیکی کر ڈالی کہ کارنیول میں ایک عورت کے ذریعے اسے زخمی کردیا پھر اسے اپنا محکوم اور تابعدار بنا کر ہر ممکن کوشش کر ڈالی۔ اپنے محسن کو زخمی کرنے، یا مار ڈالنے یا غلام بنانے کا عمل اگر نیکی ہے تو پھر واقعی تم نے بڑی نیکیاں کمائی ہیں۔"

"مسٹر پرگولا! کیا تم ایسی باتیں کرکے مجھ سے دوستی کرسکو گے؟"

"میں صرف تم پر کیچڑ نہیں اچھال رہا۔ میں اپنے آپ کو بھی بدترین کمینہ اور شیطان کا بندہ کہہ رہا ہوں اگر تم بھی خود کو شیطان کی بندی تسلیم نہیں کرو گی تو دوستی نہیں ہوگی۔ میں دوغلوں سے دوستی نہیں کرتا ہوں۔"

"تم تو عجیب آدمی ہو۔ دوستی کرنے کے لیے مجھ سے میری برائیاں تسلیم کرا رہے ہو۔"

"شیطان کی یہی خوبی ہے کہ وہ خود کو فرشتہ نہیں کہتا۔ وہ جو ہے، اسی طرح ظاہر ہوتا ہے۔ انسان کی سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ وہ خود کو ہر عیب سے پاک ایک فرشتہ ظاہر کرتا ہے۔ اب بھی تم کسی شیطانی ارادے سے آئی ہو اور خدا کی بندی ہونے کا دعویٰ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کر رہی ہو۔"

"پلیز مسٹر پرگولا! تمہاری تقریر میں وقت ضائع ہو گا۔ ہم وہ اہم چیز حاصل نہیں کر سکیں گے جو فوری توجہ سے حاصل کر سکتے ہیں۔ بعد میں پچھتاؤ گے۔"

"تم نے آج تک شیطان کو پچھتاتے ہوئے نہیں دیکھا ہو گا۔ میں کبھی کسی ناکامی پر نہیں پچھتاتا کیوں کہ دوسری کوئی نئی کامیابی میرا انتظار کر رہی ہوتی ہے۔"

"ایک بات کا جواب "ہاں" یا "نہ" میں دو۔ کیا ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ حاصل کرنا چاہتے ہو؟"

"ہاں، اسی مشین کے لیے ہم نے جنرل کے خلاف محاذ بنایا تھا۔ تم نے ہمارے اس محاذ کو توڑ دیا اب شاید جنرل تمہارے لیے سود مند نہیں رہا ہے اسی لیے میرے پاس آئی ہو لیکن آپس میں مل کر کام کرنے کے لیے ہمارا ہم مزاج ہونا بہت ضروری ہے اگر تم میری طرح شیطان کی بندی نہیں ہو تو پھر مجھ سے دوستی نہیں ہو گی۔"

مریتا کو غصہ بھی آ رہا تھا اور اس کی بات دل کو بھی لگ رہی تھی۔ اس نے زندگی میں پہلی بار ایسا سچا شیطان دیکھا تھا جو صاف طور سے کہہ رہا تھا کہ بری ہو تو بری بن کر ملو۔ خود کو راہبہ ظاہر کرتا ہے تو جہنم میں جاؤ۔

مریتا کو ایسے ہی زبردست شیطان کے تعاون کی ضرورت تھی۔ اس کی گفتگو سے اندازہ ہو گیا کہ یہ پارس کو دن میں تارے دکھا دے گا۔ وہ بولی۔ "میں تسلیم کرتی ہوں کہ میں بھی عام ... کی طرح خود کو خدا کی بندی اس لیے کہتی ہوں کہ خدا سے ڈر لگتا ہے۔ تمہارے کہنے سے یہ عجیب سی بات سمجھ میں آ رہی ہے کہ ہم انسان خدا سے ڈرتے ڈرتے بھی شیطان کی راہ پر چلتے رہتے ہیں۔ بہرحال میں مانتی ہوں کہ میں بھی تمہاری طرح بہت بری اور کمینی ہوں۔"

"شاباش، اب بتاؤ معاملہ کیا ہے؟"

وہ پارس اور باربرا کے، اپنے اور جنرل کے تمام واقعات اور حالات بتانے لگی۔ وہ سننے کے بعد بولا۔ "ہوں، تو وہ نقشہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو رہا ہے۔"

"ہاں، کل صبح دس بجے سے دوپہر دو بجے تک جنرل واسکوڈی ہمارے لیے بہت اہم ہے۔ اس عرصے میں کسی کو اس کے قریب جانے کی اجازت نہیں دی جائے گی، اگر کوئی پرندہ بھی اس کے قریب پرواز کرے گا تو اسے بھی گولی مار دی جائے گی۔"

جے پرگولا نے کہا۔ "ان کے حفاظتی انتظامات بتا رہے ہیں کہ اس نقشے کو اڑا لانا ناممکن ہے۔"

"لیکن پرگولا! تم شیطان ہو کر بھی یہ نہیں سمجھ پاؤ گے کہ پارس کتنا بڑا شیطان ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ وہ نقشہ چرا کر لے جائے گا۔"

"اگر وہ جادو جانتا ہے تو شاید کسی کالے عمل کے ذریعے کامیاب ہو جائے۔ ویسے ہم جنرل اور پارس پر نظر رکھیں گے۔ یہ دیکھیں گے کہ وہ نقشہ کیسے حاصل کر رہا ہے؟ اگر اس نے حاصل کیا تو پھر ہم اس کا پیچھا اس کی قبر تک کریں گے۔"

"میں نے سوچا ہے کہ ہمیں تینوں افواج کے اعلیٰ افسران کے دماغوں تک پہنچنا چاہیے۔ پارس نے فی الحال جنرل تک پہنچنے کا راستہ بند کر دیا ہے لیکن میں واشنگٹن پہنچ کر کل شام تک پھر اس پر قبضہ جما لوں گی۔"

"ٹھیک ہے، میں یہاں جیری اور تھرپال کو باقی دو افسران کے دماغوں تک پہنچانے کی کوشش کرتا ہوں۔ ان تینوں کے دماغوں سے تجوری کے نمبر معلوم ہو جائیں گے تو پھر آرام سے کوئی مناسب موقع دیکھ کر وہ نقشہ تجوری سے نکال لیا جائے گا۔"

"میرا خیال ہے، پارس بھی کسی ایسے ہی طریقۂ کار پر عمل کرے گا۔ ایک خیال یہ بھی آتا ہے کہ وہ طیارہ اغوا کرا سکتا ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے۔"

"وہ مخصوص فوجی طیارہ میامی سے واشنگٹن تک محدود پرواز کے لیے ہو گا۔ اس میں ایندھن بھی محدود ہو گا۔ پارس اسے ہائی جیک کر کے کسی دور افتادہ جزیرے یا کسی دوسری اسٹیٹ میں نہیں لے جا سکے گا پھر طیارہ جیسے ہی اپنے روٹ سے باہر ہو گا، پورے امریکا کی فوج الرٹ ہو جائے گی۔ فضائی فوج کے طیارے اسے امریکا سے باہر جانے نہیں دیں گے۔"

"اچھی بات ہے۔ میں جا رہی ہوں۔ کل صبح رابطہ کروں گی۔"

"میں صبح دو اعلیٰ فوجی افسران کے دماغوں تک پہنچنے کی خوشخبری سناؤں گا۔ اچھا اوکے گڈ بائی۔"

مریتا نے انتظار کیا کہ وہ سانس روکے گا تو چلی جائے گی لیکن اس نے سانس نہیں روکی تھی وہ اپنی کلائی کی گھڑی دیکھ کر سوچ رہا تھا کہ تھوڑی دیر میں جیری اور تھرپال رابطہ کریں گے تو وہ دو خاص فوجی افسران کے دماغوں تک پہنچنے کی پلاننگ کرے گا۔

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اپنے بیڈ روم میں آیا اور شراب کی بوتل اٹھا کر ایک گلاس میں انڈیلنے لگا۔ تب مریتا کی سمجھ میں آیا کہ وہ شراب پینے کا عادی ہے۔ اس لیے اُس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر رہا ہے۔

یہ حیرانی کی بات تھی۔ جے پرگولا ایک خطرناک تنظیم کا سرغنہ تھا۔ دو ٹیلی پیتھی جاننے والے جیری اور تھرپال پر حکومت کرتا تھا جب کہ ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اس پر حکومت کرنا چاہیے تھا۔ وہ سب اس کے غلام تھے۔ سپر ماسٹر جو مر گیا، وہ بھی اس کا تابعدار تھا۔

یہ تجسس پیدا ہوا کہ وہ کس طرح سب کا گاڈ فادر بنا ہوا ہے؟ مریتا کو اطمینان سے چور خیالات پڑھنے کا موقع مل رہا تھا۔ لہٰذا پڑھنے لگی۔ پتا چلا، وہ بہت شاطر ہے۔ اس خفیہ تنظیم کی بنیاد مسٹر انتونی پاؤلیا نے رکھی تھی لیکن جے پرگولا نے چپکے چپکے پہلے تھرپال کو پھر جیری کو ہپناٹزم کے ذریعے اپنا تابعدار بنایا پھر غلام بنا لیا۔ اس کے ساتھ سیکورٹی افسر اور باڈی گارڈز ڈی کروسو کو تنویمی عمل کے ذریعے اپنا غلام بنانے کے بعد سیکورٹی فورس کے پچیس جوان بھی اس کے تابعدار بن گئے۔

چونکہ جیری اور تھرپال اس کے غلام تھے اس لیے اپنے آقا کے دماغ پر غالب آنے والی بات نہیں سوچتے تھے۔ جیری نے آقا کے حکم کے مطابق اس کے دماغ میں تنویمی عمل سے یہ توانائی پیدا کی تھی کہ کوئی دشمن اس کے چور خیالات نہیں پڑھ سکے گا اور نہ ہی اس کے اندر زلزلے پیدا کر کے اس کے دماغ کو کمزور بنا سکے گا۔

جیری نے اس عمل کے بعد آقا کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا تو ناکامی ہوئی یعنی مریتا اس وقت چاہتی تو اس کے دماغ کو کمزور نہ رہنے دیتی لیکن تنویمی عمل کے باوجود یہ کمزوری رہ گئی تھی کہ چور خیالات کا خانہ مقفل نہ ہو سکا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ کسی رکاوٹ کے بغیر خیالات پڑھ رہی تھی۔

اس کا دل مسرتوں سے دھڑکنے لگا۔ چند گھنٹے پہلے پارس سے شکست کھانے کے بعد وہ ٹوٹ سی گئی تھی۔ اب اچانک ہی ایک بہت بڑی بازی جیتنے کی راہ نکل آئی تھی۔ جے پرگولا اس خوش فہمی میں تھا کہ کسی خیال خوانی کرنے والے یا کرنے والی سے اسے نقصان نہیں پہنچے گا۔ کوئی اس کے دماغ پر حاوی نہیں ہو سکے گا جب کہ وہ دشمنی تھی۔ واشنگٹن پہنچنے کی دیر تھی۔ وہاں پہنچتے ہی وہ دور سے گولی مار کر پرگولا کو زخمی کرتی اس کے بعد اسے معمول اور تابعدار آسانی سے بنا لیتی۔

اس معاملے میں ناکامی کا ذرا سا بھی شبہ نہیں تھا۔ اس کے خیالات پڑھ کر اُس کی خفیہ رہائش گاہ کا بھی علم ہو گیا تھا وہ سیدھی اس کی رہائش گاہ میں پہنچ سکتی تھی۔ جے پرگولا کے دماغ پر قبضہ جمانے کا مطلب یہ ہوتا کہ دونوں خیال خوانی کرنے والے جیری اور تھرپال اس کے ماتحت بن جاتے۔ وہ اس پوری خفیہ تنظیم کی ملکۂ عالیہ بن جاتی۔ کبھی کبھی قسمت یونہی اچانک مہربان ہو جایا کرتی ہے۔

اس نے فون کے ذریعے اس فوجی افسر سے رابطہ کیا جس نے وعدہ کیا تھا کہ کسی بھی فلائٹ میں واشنگٹن جانے کے لیے اسے سیٹ مل جائے گی۔ وہ بولی۔ "میں صبح پانچ بجے کی فلائٹ سے جانا چاہتی ہوں۔"

"اوکے مس! آپ کو ایک گھنٹے کے اندر اس فلائٹ کا ٹکٹ مل جائے گا۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ اب وہ پارس کو نظر انداز کر رہی تھی۔ نقشہ حاصل کرنے کے لیے یہ طے تھا کہ بعد میں بھی تینوں افواج کے افسران کو ٹریپ کر کے تجوری کے مختلف نمبر معلوم کیے جا سکتے ہیں۔ ابھی سب سے اہم مرحلہ جے پرگولا کی خفیہ تنظیم کو سر کرنے کا تھا۔

رات کے دو بجے ایک سپاہی نے اسے ٹکٹ لا کر دیا۔ وہ چار بجے ائرپورٹ کے لیے روانہ ہوئی۔ آنکھوں سے نیند اڑ گئی تھی۔ بہت بڑی کامیابی اس کے سامنے کھڑی تھی۔ وہ طیارے میں پانچ بجے سوار ہوئی۔ سیٹ پر نیم دراز ہونے سے نیند آنے لگی۔ اس نے دماغ کو ہدایت دی کہ ایک گھنٹے بعد بیدار ہو جائے گی۔ یہ ہدایت دے کر وہ سو گئی۔

جب آنکھ کھلی تو واشنگٹن پہنچنے والی تھی۔ وہ تھوڑی دیر تک سر جھکائے بیٹھی رہی پھر اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ جے پرگولا کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا وہ گہری نیند میں تھا۔ اس کے خوابیدہ خیالات نے بتایا کہ وہ صبح پانچ بجے جاگنے کا عادی ہے لیکن اس نے آدھی سے زیادہ بوتل پی لی تھی اس لیے نیند کے علاوہ مدہوشی بھی اس پر غالب آ گئی تھی۔

طیارہ رن وے پر دوڑتے رہنے کے بعد رک گیا تھا۔ طیارے سے اتر کر عمارت کے باہر آنے تک پچاس منٹ لگے۔ وہ چاہتی تھی، اسے مدہوشی میں ٹریپ کرے۔ اس لیے وہاں پہنچنے کی جلدی تھی۔ اس نے ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر ڈرائیور کو منزل کا پتا بتایا پھر پرگولا کے دماغ میں پہنچ کر مطمئن ہوئی، وہ بدستور گہری نیند میں تھا۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ناقابلِ شکست شہ زور جب بھی مارا جاتا ہے غفلت میں مارا جاتا ہے۔

وہ اس کی خفیہ رہائش گاہ کے دروازے پر پہنچ گئی۔ دروازہ اندر سے بند تھا۔ اسے جے پرگولا ہی کھول سکتا تھا۔ اسے نیند سے جگانا ضروری تھا اور وہ سوچ کر آئی تھی کہ اسے گولی مارنے یا کسی اور طرح زخمی کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ وہ اتنی پی چکا ہے اور اس قدر مدہوش ہے کہ دماغ میں زلزلہ پیدا کیا جائے تو ایسی حالت میں زلزلہ بے اثر نہیں ہو گا۔

وہ دماغ کے اندر چیخ کر بولی۔ "پرگولا! اٹھو۔"

"آں؟" وہ مدہوشی میں کسمسایا۔ مریتا نے اس بار اس کے دماغ کو ایک جھٹکا دیا۔ وہ چیختا ہوا ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ اس نے دوسری بار زلزلہ پیدا کیا تو وہ چیختا چلاتا اور تڑپتا ہوا بستر سے فرش پر آ گرا۔ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا۔ "کون ہو تم؟ تم کون ہو؟ مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"میں ہوں مریتا! لوہا لوہے کو کاٹتا ہے۔ شیطان کی بندی شیطان کے بندے کو کاٹنے آئی ہے۔ اٹھو اور یہاں آ کر دروازہ کھولو۔"

وہ ہانپتے کانپتے ہوئے بولا۔ "آ... آتا... ہوں۔ آتا ہوں۔ میرے دماغ کو پھوڑا نہ بناؤ۔ میں آ رہا ہوں۔"

وہ تیزی سے دوڑتا، گرتا پڑتا آیا پھر بیرونی دروازے کو کھول دیا۔ دروازہ کھلتے ہی مریتا نے اندر آ کر پھر اس کے دماغ کو ایک

itsurdu.blogspot.com

جھٹکا پہنچایا تاکہ وہ اگر ذرا بھی ہوش میں ہو تو اس پر حملہ نہ کر بیٹھے۔ وہ پھر چیخ مار کر ایک دیوار سے ٹکرایا۔ اس نے پلٹ کر دروازے کو بند کیا پھر اسے اندر سے لاک کیا۔ اس کے بعد پلٹ کر دیکھا تو اس بار اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔

جے پرگولا اس کے بالکل قریب کھڑا بڑے بڑے دانتوں کی نمائش کرتا ہوا مسکرا رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے سامنے پہاڑ آگیا ہو۔ پہاڑ نے اسے دبوچ کر کہا۔ "ہاہاہا میری پیاری پیاری ٹیلی پیتھی! دو ٹیلی پیتھیاں پہلے سے میری جیب میں ہیں۔ تو میری تیسری کلیجی ہے۔ میں نے جیری اور تھرال کو بھی اسی طرح اپنی شیطانی کھوپڑی سے الو بنا کر پھانسا تھا مگر تیرے پھنسنے کی کیا بات ہے۔ تیری خیال خوانی بھی میری، تیری جوانی بھی میری۔۔۔"

وہ قہقہے لگا رہا تھا اور اسے جکڑتا جا رہا تھا۔ یہ رہائی کے لیے تڑپ رہی تھی۔ وہ اس کے لباس کی دھجیاں اڑائے جا رہا تھا۔ اسے شرافت کی زندگی راس نہیں آئی تھی۔ جب سے ٹیلی پیتھی سیکھی تھی، تب سے اپنے حسن و شباب کی دھجیاں اُڑانے کے مواقع دیتی آرہی تھی۔ اس بار جے پرگولا کے حصے میں آئی تھی۔ پتا نہیں وہ اس کا کیا حشر کرنے والا تھا۔

****

کمرے میں گہری خاموشی تھی۔ ہاتھی جیسا ڈیل ڈول رکھنے والا یوسف البرہان عرف پاشا بستر پر بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا۔ وہ اتنا وسیع و عریض اور بلند و بالا تھا کہ اسے لیٹنے کے لیے پلنگ چھوٹا پڑ گیا تھا۔ اس کے پاس کھڑی ہوئی شی تارا اس کی جسامت کے سامنے ننھی سی گڑیا لگ رہی تھی۔ گڑیا سے کھیلا جاتا ہے لیکن وہ گڑیا پہاڑ کو ریزہ ریزہ کر کے کھیل رہی تھی۔

پاشا کی آنکھیں بند تھیں وہ چاروں شانے چت لیٹا ہوا تھا اور تنویمی عمل کے ذریعے شی تارا کا معمول بن چکا تھا۔ اب اسے تابعدار بنانے کا عمل رہ گیا تھا۔ تنویمی عمل کا طریقۂ کار یہ ہوتا ہے کہ پہلے کسی عمل کے لیے آمادہ کیا جاتا ہے اگر وہ آمادہ نہ ہو تو خیال خوانی کے ذریعے اسے مائل کیا جاتا ہے پھر اسے ٹرانس میں لایا جاتا ہے تاکہ وہ کمزور دماغ سے عامل کی ہر بات تسلیم کرے اور قوتِ حافظہ سے اس کے ہر حکم کو اپنی یادداشت میں محفوظ کر لے۔

جب یہ تمام مراحل طے ہو جاتے ہیں، تب عامل اپنا ایک حکم اس کے حافظے میں نقش کر کے اسے اپنا تابعدار بنا تا جاتا ہے۔ شی تارا نے بھی اسے معمول بنانے کی حد تک تمام مراحل طے کیے تھے اب اسے تابعدار بناتا رہ گیا تھا لیکن تابعدار بنانے سے پہلے وہ چند اہم سوالات کے جوابات چاہتی تھی۔ اس نے پہلا سوال کیا۔ "تم نے آنکھ، کان، دماغ اور جسم کو غیر معمولی قوتوں کا حامل بنانے کے وہ عجیب و غریب نسخے کہاں سے حاصل کیے تھے؟"

وہ آنکھیں بند کیے پڑا تھا۔ اس کے ہونٹوں میں پہلے لرزش پیدا ہوئی پھر وہ سحر زدہ سی آواز میں بولا۔ "مجھے حکمت ورثے میں ملی ہے۔ میں نے بیس برس تک طبی سائنس کی مختلف درسگاہوں تعلیم حاصل کی ہے۔ میں دنیا کے چند علم الابدان کے ماہرین سے ایک ہوں۔ مجھے بچپن سے سپرمین بننے کا خبط تھا۔ اس لیے مختلف ادویات سے مختلف قسم کے تجربات کرتا رہتا ہوں۔"

وہ ذرا چپ ہوا۔ شی تارا بولی۔ "بات پوری کرو۔ وضا سے بولتے رہو۔"

وہ پھر بولنے لگا۔ "اب سے کوئی تین برس پہلے مجھے حکمت کا ایک استاد مل گیا۔ وہ کوئی اسی برس کا بوڑھا تھا۔ پہلوانوں جیسا صحت مند تھا لیکن اپنے اوپر مختلف دوا تجربات کرتے کرتے اس نے اپنی صحت کا کباڑا کر لیا تھا۔ چارے کو بھی غیر معمولی توانائیاں حاصل کرنے کا خبط رہا کرتا دیکھا گیا ہے کہ خبطی لوگ ہی کوئی بڑا تجربہ کر گزرتے ہیں۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولا۔ "اس نے بڑی حد تک کا تجربات کیے تھے۔ کچھ کمی رہ گئی تھی، اسے میں نے دن رات کی اور لگن سے پورا کیا۔ ہم نے ان فارمولوں کو ایک بندر پر آزمایا ایک ماہ کے عرصے میں حیرت انگیز کامیابیوں کا ثبوت ملا۔ ہم بندر کو ایک نیکلس دکھایا پھر اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی۔ نیکلس کو حدِ نظر تک جا کر ایک درخت کی شاخ سے لٹکا دیا۔ پھر کی آنکھ سے پٹی کھول کر پوچھا۔ "بتاؤ وہ نیکلس کہاں ہے؟"

اس نے تاریکی میں دور تک دیکھا پھر دوڑتا ہوا گیا اور کی شاخ سے وہ نیکلس اتار کر لے آیا۔ استاد نے مجھے ایک لے جا کر کہا۔ "یہاں سے شہر جاؤ۔ کم از کم بیس پچیس میل کر مجھ سے فون پر رابطہ کرو۔"

استاد نے ہدایت کی کہ رابطہ کرنے کے بعد مجھے کیا کرنا چا

میں نے ہدایات پر عمل کیا۔ تقریباً پچیس میل دور جا کر استاد پر مخاطب کیا۔ استاد نے ریسیور رکھ کر بندر سے کہا۔ دوست پاشا تم سے کچھ کہہ رہا ہے۔ مجھے بتاؤ کہ کیا کہہ رہا ہے؟

ہم اس بندر کو ہیرو کہہ کر مخاطب کرتے تھے۔ میں نے کرتے ہوئے کہا۔ "ہیرو! میں تم سے بہت دور ہوں۔"

ہیرو نے استاد کے سامنے ہاتھ اٹھا کر بہت دور اشارہ کیا۔ نے کہا۔ "میں تالیاں بجا رہا ہوں۔"

میں نے تالیاں بجائیں۔ وہ بھی استاد کے سامنے بجانے لگا۔ مختصر یہ کہ ہم نے اسے طرح طرح سے آزمایا، وہ انگیز سماعت و بصارت کا حامل ثابت ہوا۔ وہ عام بندروں مقابلے میں بہت زیادہ ذہین اور جسمانی قوت کا مالک تھا۔ اگر وہ شخص کی گردن دبوچ لیتا تو وہ مرتے دم تک نجات حاصل پاتا تھا۔

اتنی زبردست کامیابیوں کے پیش نظر استاد نے کہا۔ "اب تمام نسخے میں اپنی ذات پر آزماؤں گا۔ اگر یہ دوائیں اور مجھ انسان پر بھی یہی اثر دکھائیں گے اور میں غیر معمولی بن جاؤں

تمہیں بھی اپنی طرح بنا دوں گا۔"

مجھے استاد کی نیت پر شبہ تھا بلکہ یقین تھا کہ وہ مجھے دھوکا دے دراصل میری یہ فطرت ہے کہ میں کسی پر بھروسا نہیں کرتا۔ اس لیے میں پہلے ہی دن سے محتاط تھا۔ صبح سے شام تک جن یات کا تجربہ ہوتا تھا، انہیں میں رات کو سونے سے پہلے اپنی ی میں لکھ لیا کرتا تھا۔ اسی طرح مکمل کامیاب فارمولے میری ی میں درج ہو چکے تھے۔

استاد نے لیبارٹری میں دن کے وقت ان دواؤں کو استعمال شروع کیا۔ میں گھر آکر رات کے وقت وہی دوائیں استعمال دواؤں تا تھا اور اپنے ایک ہاتھ سے دوسرے بازو پر انجکشن لگایا کرتا اس عمل سے رفتہ رفتہ مجھ میں تبدیلیاں آنے لگیں۔ استاد ان کا متحمل نہیں تھا کیوں کہ اسی برس کا بوڑھا تھا۔ اس کا اچھی طرح دوائیں ہضم نہیں کر سکتا تھا۔ جسمانی طور پر کمزور تھا اس لیے دوائیں اس پر بھاری پڑ رہی تھیں۔ میں اسے تاکید کرتا تھا کہ وہ دواؤں کی کم سے کم خوراک لیا کرے ورنہ اتنا لاغر ئے گا کہ دوائیں کھانے کے قابل بھی نہیں رہے گا۔

وہ بڑے اعتماد کے ساتھ کہتا تھا۔ "میں تم سے زیادہ تجربہ رکھتا اگرچہ لاغر ہو رہا ہوں لیکن غیر معمولی قوتِ برداشت رکھتا تم دیکھ لینا، میں دو چار مہینوں میں صحت مند جوانوں کی طرح نے لگوں گا۔"

ہیرو بندر کو اس کی جسامت اور قوتِ برداشت کے مطابق دی گئی تھیں جس کا نتیجہ ایک ماہ بعد ظاہر ہوا تھا لیکن ہم دوائیں کم مقدار میں سنبھل سنبھل کر استعمال کر رہے تھے ہر تیسرے دن پچھلی دواؤں کا ردِ عمل دیکھنے کے بعد اگلی اک استعمال کیا کرتے تھے۔ تین ماہ کے عرصے میں میرے اندر تبدیلیاں پیدا ہونے لگیں۔ استاد نے گھور کر پوچھا۔ "تو کچھ جوان سا لگ رہا ہے۔ ایسا لگتا ہے دوائیں میں کھا رہا ہوں اثر تجھ پر ہو رہا ہے۔"

ان دنوں میں اڑتالیس برس کا تھا۔ چھ ماہ بعد پچیس برس کا جوان نظر آنے لگا۔ استاد نے گرج کر کہا۔ "کتے! کمینے! تو مجھے دھوکا دے رہا ہے۔ میری اجازت کے بغیر میری دوائیں استعمال کر ہے۔ میں تجھے مار ڈالوں گا۔ تجھے غیر معمولی انسان بن کر زندہ نہیں دوں گا۔"

میں نے مسکرا کر کہا۔ "بڑے میاں! تم بھی دواؤں سے کچھ پا رہے ہو۔ دیکھو تمہاری آواز گرج دار ہو گئی ہے۔"

اس نے چونک کر کہا۔ "آں؟ ہاں! میں کامیاب ہو رہا ہوں۔ اندر کچھ گڑبڑ ہے۔ اس کا علاج کر رہا ہوں۔ جلد ہی تمہاری ح کڑیل جوان دکھائی دوں گا۔ تم نے مجھے دھوکا دیا ہے۔ میں تم نمٹ لوں گا۔"

اس نے مجھے اپنی لیبارٹری سے نکال دیا۔ ہمارے درمیان ٹھن گئی۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ میرے پاس تمام دواؤں کے فارمولے ہیں۔ وہ چاہتا تھا، فارمولے میرے پاس نہ رہیں۔ میں بھی یہی چاہتا تھا، اس کے پاس دواؤں کے وہ نسخے نہ رہیں۔ وہی بات ہے کہ کوئی ملک دوسرے کسی ملک کو ایٹم بم بنانے کی اجازت نہیں دیتا۔ کوئی نہیں چاہتا کہ دوسرا اس سے زیادہ طاقت ور ہو۔ وہ فارمولے جس کے پاس ہوتے وہ اپنے جیسے غیر معمولی شہ زوروں کی فوج پیدا کر لیتا۔

ایک روز میں اس کے قتل کے ارادے سے لیبارٹری میں آیا۔ وہ نہیں تھا۔ میں نے اسے اور اس کے فارمولوں کو تلاش کرنے کے لیے پوری لیبارٹری کا سامان الٹ پلٹ کر دیا پھر بھی کچھ حاصل نہ ہوا۔ وہ پہلے ہی میرے ارادوں کو بھانپ گیا تھا چونکہ میری طرح شہ زور نہیں بن پایا تھا اس لیے وہاں نہ ٹھہر سکا۔ وہ نسخے لے کر کہیں غائب ہو گیا۔

اس کی رہائش گاہ کے پیچھے لوہے کا ایک پنجرہ تھا، جس میں ہیرو بندر رہا کرتا تھا۔ وہ پنجرہ خالی تھا۔ شاید وہ ہیرو کو ساتھ لے گیا تھا۔ یا اسے آزاد کر کے کہیں بھگا دیا تھا۔

میں نے استاد کی آواز اور لہجے پر اپنی توجہ مرکوز کی۔ وہ جہاں بھی ہوتا، مجھے اس کی آواز سنائی دیتی لیکن خاموشی رہی۔ میں اس نتیجے پر پہنچا کہ وہ گونگا بن گیا ہے یا پھر کسی نئے لہجے میں بولنے لگا ہے تاکہ میں اس کی باتیں سن کر اس کا سراغ نہ لگا سکوں۔۔۔

مجھے بھی اس سے یہی خطرہ لاحق ہوا۔ وہ برس دو برس میں ضرور توانائیاں حاصل کر کے میری طرح غیر معمولی شہ زور بن سکتا تھا۔ کسی دن بھی میرے مقابلے پر آسکتا تھا۔ غیر معمولی قوتِ سماعت سے میری باتیں سن کر میرے دشمنوں کے نام معلوم کر کے ان کا ساتھ دے کر مجھے نقصان پہنچا سکتا تھا۔ اس لیے میں نے بھی اپنی آواز اور لہجہ تبدیل کر دیا۔ تب سے اب تک میں اسی لہجے میں بول رہا ہوں۔ جس دن اپنے پیدائشی لہجے میں بولوں گا، وہ میری آواز سن لے گا پھر کسی دن موت بن کر میرے سامنے چلا آئے گا۔"

پاشا بول رہا تھا۔ شی تارا سن رہی تھی۔

پھر وہ چپ ہو گیا۔ کمرے میں چند لمحوں تک گہری خاموشی رہی پھر شی تارا نے پوچھا۔ "کیا تمہیں بندر کی آواز کبھی سنائی نہیں دی؟ اس نے تمہارے استاد کی طرح آواز نہیں بدلی ہو گی۔"

"میں کبھی کبھی اس کے کلکیانے کی آوازیں سنتا ہوں اگر وہ بندر لفظوں میں بول پاتا تو اس کی کسی گفتگو سے اس کا سراغ لگایا جا سکتا تھا۔"

"تمہارے اس علم الابدان کے ماہر استاد کا نام کیا تھا؟"

"وہ ایک یہودی تھا۔ اس کا نام جافری تھا۔ جافری ہیر اللہ۔"

"کیا تم سمجھتے ہو کہ وہ زندہ ہو گا؟"

"ہاں، میں نے چھ ماہ کے عرصے میں اس کے اندر کئی تبدیلیاں

itsurdu.blogspot.com

رُونما ہوتے دیکھی تھیں۔ اس کے چہرے سے بڑھاپے کی جھرّیاں اور پژمردگی دور ہو رہی تھی۔ مجھے یقین ہے کہ وہ غیر معمولی جسمانی توانائی کی طرف لوٹ رہا تھا۔"

"تم فولادی دماغ اور حیرت انگیز یادداشت کے مالک ہو پھر تم نے ان فارمولوں کو اپنے حافظے میں محفوظ کیوں نہیں کیا؟ اگر ایسا کرتے تو صومالیہ کے جنگل میں ان فارمولوں کو چھپانے کی ضرورت نہ پڑتی۔"

پاشا نے جواب دیا۔ "یہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا دَور ہے۔ مجھے اندیشہ تھا کہ کوئی خیال خوانی کرنے والا کسی ہتھکنڈے سے میرے اندر پہنچے گا تو تمام فارمولے پڑھ کر نوٹ کرلے گا۔ اسی لیے میں نے انہیں زبانی یاد نہیں رکھا۔"

شی تارا تھوڑی دیر خاموش رہ کر سوچتی رہی پھر بولی۔ "جب صومالیہ کے جنگل میں پارس ان فارمولوں کے دو دو کاغذات تمام خیال خوانی کرنے والوں میں تقسیم کر رہا تھا۔ تب میں اعصابی کمزوریوں کا شکار ہو گئی تھی۔ مجھے بتاؤ وہاں میری عدم موجودگی میں کیا ہوتا رہا؟"

پاشا نے اسے صومالیہ میں پیش آنے والے واقعات تفصیل سے سنائے۔ شی تارا نے تمام روداد سننے کے بعد کہا۔ "وہ فارمولے بارہ عدد کاغذات پر تحریر کیے گئے تھے جن میں سے دو پارس نے جلا دیے تھے۔ باقی دس عدد یہودی لے گئے۔ کیا وہ کاغذات بالکل درست تھے؟ پارس نے فراڈ نہیں کیا تھا؟"

"پارس نے اصل فارمولا اپنے پاس رکھا تھا۔ اس کی نقل مجھ سے لکھوائی تھی اور میں نے لکھتے وقت فارمولوں میں کوئی تبدیلی نہیں کی تھی۔ وہی کاغذات یہودی لے گئے تھے۔"

"تم کیسے کہتے ہو کہ تم نے کوئی تبدیلی نہیں کی تھی؟ اُن دنوں تم باربرا کے معمول اور تابعدار تھے۔ شاید باربرا نے پارس کی ہدایت پر تمہیں غائب دماغ بنا کر تبدیلیاں کی ہوں۔"

پاشا نے کہا۔ "اگر ایسا کیا گیا ہو گا تو میں نہیں جانتا۔ میں تو واقعی معمول بنا ہوا تھا۔"

"اگر میں فارمولوں کے وہ دس کاغذات یہودیوں سے چھین لوں تو تم حاضر دماغی سے انہیں پڑھ کر معلوم کر سکتے ہو کہ ان میں کہاں کہاں تبدیلیاں کی گئی ہیں؟"

"ہاں' میں معلوم کرلوں گا۔ اگرچہ دواؤں کے نام بھول چکا ہوں لیکن تسلسل سے پڑھتا رہوں گا تو بھولی ہوئی دوائیں یاد آ جائیں گی۔"

شی تارا نے دل ہی دل میں عہد کیا کہ وہ دس عدد کاغذات ضرور حاصل کرنے کی کوشش کرے گی پھر اس نے پوچھا۔ "ان دس کاغذات کے حصول کے بعد بھی ان دو کاغذات کی کمی رہے گی' جنہیں پارس نے جلا دیا ہے۔ کیا تم اپنے حافظے پر زور ڈال کر ان دو کاغذات کی دواؤں کے نام اور ان کی ترکیب لکھ سکتے ہو؟"

"نہیں' یہ بہت مشکل ہے۔ بلکہ ناممکن ہے۔"

"کیا ان دس کاغذات سے کچھ فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے؟"

"ہاں' مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ ان دس کاغذات میں دوائیں' انجکشن اور ترکیبِ استعمال کی تفصیلات لکھی ہوئی ہیں، ان سے قوتِ سماعت وبصارت حاصل کی جا سکتی ہیں۔"

"پاشا! تم نے دل خوش کر دیا۔ میں ان کاغذات کو حاصل کرنے کے لیے جی جان کی بازی لگا دوں گی۔"

دونوں تھوڑی دیر تک خاموش رہے پھر شی تارا نے کہا۔ "یہ بات اپنے اندر نقش کرلو کہ میرے معمول اور تابعدار ہو۔ میں جو احکامات صادر کر رہی ہوں' تم ان کی تعمیل بے اختیار کرتے رہو گے۔"

اس نے احکامات کی تعمیل کا وعدہ کیا۔ وہ بولی۔ "تم میری اجازت کے بغیر اپنی غیر معمولی قوتوں کا اظہار نہیں کرو گے۔ تم طاقت اسی حد تک استعمال کرو گے' جتنی کہ اپنے بچاؤ کے لیے لازمی ہو گی۔"

وہ بولا۔ "میں صرف اپنی حفاظت کی حد تک اپنی قوتوں کو استعمال کروں گا۔"

"تم کسی کو اپنا اصل نام نہیں بتاؤ گے۔ اپنی اصل شکل و صورت میں نہیں رہو گے۔ اپنی صلاحیتوں کا اظہار اس طرح نہیں کرو گے کہ دشمن تمہیں پاشا کی حیثیت سے پہچان لیں۔"

وہ حکم کا بندہ تھا۔ اس نے بندگی کا وعدہ کیا۔ وہ بولی۔ "تنویمی نیند کے بعد بھول جاؤ گے کہ تم پر یہ عمل کیا گیا تھا۔ تم لاعلمی میں میرے تابعدار رہا کرو گے۔"

"میں لاعلمی میں تمہارا تابعدار رہا کروں گا۔"

"تم نیند سے بیدار ہونے کے بعد بانو شہناز کو چھوٹی بہن سمجھو گے اور اس کے کسی معاملے میں مداخلت نہیں کرو گے بلکہ اس کی ہر بات بے چون وچرا مان لیا کرو گے۔"

"میں بانو شہناز کو چھوٹی بہن سمجھ کر اُس کی ہر بات مان لیا کروں گا۔"

"میں تمہیں حکم دیتی ہوں۔ چار گھنٹے تک گہری نیند سوتے رہو پھر بیدار ہو جاؤ۔"

پاشا کی آنکھیں آہستہ آہستہ بند ہو گئیں وہ گہری نیند میں ڈوبتا چلا گیا۔ شی تارا اس کمرے سے نکل کر باہر آئی۔ دروازے کو آہستگی سے بند کر دیا پھر ڈرائنگ روم میں آکر بیٹھ گئی۔ صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر بڑی دیر تک آنکھیں بند کیے سوچتی رہی۔ آئندہ بہت سے منصوبے اور مسائل تھے' جن سے نمٹنا تھا۔ اعصابی کمزوری کے باعث اس نے کئی دنوں سے اپنی کسی ڈمی سے رابطہ نہیں کیا تھا ان تمام ڈمیوں کے ذریعے بہت سے نئے حالات اور واقعات معلوم ہونے والے تھے۔

اس نے آہٹ سن کر آنکھیں کھول دیں۔ دائی ماں نے آ کر کہا۔ "بیٹی! آرام کرو' زیادہ محنت کرو گی تو بیمار پڑ جاؤ گی۔"

"ہاں' آرام کروں گی۔ ابھی وہ عادل رہ گیا ہے۔"

"میں تو کہتی ہوں اس کا قصہ ہی ختم کردو' وہ ہمارے کسی کام کا نہیں ہے۔ زندہ رہے گا تو ہمارے جانے کے بعد بھی اسلام آباد میں کہتا پھرے گا کہ فرہاد بھائی جان کی ہونے والی بہو یہاں آئی تھی۔ پتا نہیں کمبخت نے کیسے بھائی جان کا رشتہ قائم کرلیا ہے۔"

"دائی ماں! میں اسے یونہی قتل کر کے یہاں سے جاؤں گی تو مجھے کیا حاصل ہو گا۔ اس کی جان لینے کا کچھ تو فائدہ حاصل ہونا چاہیے۔"

"تم کیا فائدہ حاصل کرنا چاہتی ہو؟"

"مجھے جان پر کھیلنے والے آلۂ کاروں کی ضرورت ہے۔ میں عادل کو ایسا ہی جانباز غلام بناؤں گی۔ کیا وہ سو رہا ہے؟"

"جاگ رہا ہے۔ باتھ روم گیا تھا۔ وہاں سے واپس آتے ہی کمزوری سے گر پڑا۔ میں نے اسے سہارا دے کر بستر پر پہنچایا ہے۔ مجھ سے التجا کر رہا تھا کہ میں کسی ڈاکٹر کو بلاؤں۔"

"تم ان دونوں کی توانائیاں واپس لانے کے لیے دیسی نسخے سے دوائیں تیار کرو۔ میں اس پر عمل کرنے جا رہی ہوں۔"

"بیٹی! پہلے تم کچھ کھا لو۔ تم جانتی ہو کہ میں تمہارے بغیر نہیں کھاتی ہوں' کیوں مجھے بھوکا مار رہی ہو؟"

"بس ایک گھنٹہ انتظار کرو پھر میں تمہارے ساتھ پیٹ بھر کر کھاؤں گی۔"

وہ وہاں سے اٹھ کر چلتی ہوئی ایک کمرے میں آئی پھر دروازے کو بند کر دیا۔ عادل چنگیزی ایک بستر پر پڑا تھا۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا پھر اس کا سر کمزوری سے تکیے پر آگیا۔ وہ بیمار سی آواز میں بولا۔ "شی تارا! مجھ سے دشمنی کیوں کر رہی ہو؟ میرا قصور کیا ہے؟"

"اس سے بڑا قصور کیا ہو سکتا ہے کہ تم نے میری اصلیت جان لی ہے۔"

"پلیز' خیال خوانی کے ذریعے برین واش کر دو۔ میں تمہاری اصلیت بھول جاؤں گا۔ اس کے بعد مجھے اس قید سے رہا کر دو۔ مجھے کسی اسپتال میں پہنچا دو۔"

"میں یہی کرنے آئی ہوں۔ تمہارے سرہانے بڑے سے پیالے میں توانائی بخش حریرہ رکھا ہوا ہے اسے پی جاؤ۔ تمہاری یہ کمزوری جاتی رہے گی۔"

"نہیں' میں یہاں کچھ بھی کھاتا پیتا ہوں تو پہلے سے زیادہ کمزور ہو جاتا ہوں۔ اسے پینے پر مجبور نہ کرو۔"

"میں یقین دلاتی ہوں' اسے پینے سے توانائی حاصل ہو گی۔"

اس نے عادل کے دماغ پر قبضہ جمایا وہ اٹھ کر بیٹھ گیا پھر کسی تیل و حجت کے بغیر بڑے سے پیالے کو اٹھا کر پینے لگا۔ وہ بستر کے قریب ایک کرسی پر آکر بیٹھ گئی۔ اس نے پیالہ خالی کرنے کے بعد سرہانے والی میز پر رکھ دیا پھر آرام سے چاروں شانے چت لیٹ گیا۔

شی تارا نے پوچھا۔ "تم اپنے فرہاد بھائی جان سے بہت محبت کرتے ہو؟"

وہ ناراضی سے بولا۔ "میرے سامنے بھائی جان کا نام نہ لو۔ میں مسلسل مصائب جھیل رہا ہوں مگر بھائی جان تو کیا' بھابی جان بھی مجھے مصیبتوں سے نجات دلانے نہیں آ رہی ہیں۔ کیا محبت اور رشتے داری ایسی ہوتی ہے؟"

"مجھے افسوس ہے کہ تمہارے وہ رشتے دار بے مروّت نکلے۔ اب صبر کرو اور آنکھیں بند کرلو۔"

"اس نے آنکھیں بند کرلیں۔ شی تارا نے اسے گہری نیند میں پہنچا دیا پھر اس کے خوابیدہ دماغ سے پوچھا۔ "کیا تم میری آواز سن رہے ہو؟"

وہ خوابیدہ لہجے میں بولا "ہاں' سن رہا ہوں۔"

"تمہارا کمزور اور شکست خوردہ دماغ میرے سامنے بے بس ہے۔ تم میرے معمول اور تابعدار بننے کے لیے آمادہ ہو؟"

"میں تمہارا معمول اور تابعدار بننے پر آمادہ ہوں۔"

"تم میرے معمول بن رہے ہو۔ تمہارا دل' تمہارا دماغ میرے سامنے جھک رہا ہے۔ تم معمول بن رہے ہو۔ اپنی خودداری اور غیرت کو میرے حوالے کر رہے ہو۔ میرے معمول بن رہے ہو۔"

وہ اس کے ساتھ ساتھ بولتا رہا۔ "میں تمہارا معمول بن رہا ہوں۔ میں تمہارا معمول بن رہا ہوں۔"

وہ رفتہ رفتہ اسے ٹرانس میں لے آئی پھر بولی۔ "میں حکم دیتی ہوں' میرا نام بھول جاؤ۔"

"میں تمہارا نام بھول گیا ہوں۔"

"میں پوچھتی ہوں' میرا نام کیا ہے؟"

"میں تمہارا نام بھول گیا ہوں۔"

"تم اپنا نام اور مذہب بھی بھول جاؤ۔ تم مسلمان نہیں ہو اور تمہارا نام عادل چنگیزی نہیں ہے۔"

"میں مسلمان نہیں ہوں اور میرا نام عادل چنگیزی نہیں ہے۔"

"تم ایک یہودی ہو۔ تمہیں چوبیس گھنٹے کے اندر جس نام کے شناختی کارڈ اور پاسپورٹ وغیرہ ملیں گے' تم اسی نام اور شخصیت کو اپنالو گے اور اسرائیل چلے جاؤ گے۔"

"اس نے ان احکامات کی تعمیل کرنے کا وعدہ کیا۔ وہ بولی۔ "تم اپنے دماغ میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرو گے اور فوراً ہی سانس روک لیا کرو گے۔ صرف میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرو گے۔"

عادل نے اس کے احکامات دہرائے۔ شی تارا نے کہا۔ "تنویمی نیند سے بیدار ہونے کے بعد تم بانو شہناز کو اپنی بہن سمجھو

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

گے اور اس کے کسی معاملے میں مداخلت نہیں کرو گے۔"

وہ بولتی رہی اور اپنے ضروری احکامات اس کے دماغ میں نقش کرتی رہی پھر اسے سونے کے لیے چھوڑ دیا۔ کمرے سے نکل کر کھانے کی میز پر آئی۔ پہلے واش بیسن میں صابن سے ہاتھ کو اچھی طرح دھویا پھر کرسی پر آکر بیٹھ گئی۔ دائی ماں نے اس کے سامنے کھانا لگاتے ہوئے کہا۔ "تم نے کئی دنوں سے اپنی کسی ڈی سے رابطہ نہیں کیا ہے۔ پتا نہیں' تمہارے دشمنوں میں کمی ہو رہی ہے یا اضافہ ہو رہا ہے۔ ان سے باخبر نہیں رہو گی تو پھر غفلت میں مصیبتیں اٹھاؤ گی۔ یہ سوچنے سے ہَول اٹھتا ہے کہ تم اکیلی جان ہو اور دشمن ہزار ہیں اور یہ دشمن تمہیں مسائل کے وزنی پتھر مارتے رہتی ہیں۔"

وہ لقمہ چباتے ہوئے بولی۔ "پاشا کے آجانے سے میرے بہت سے مسائل حل ہو جائیں گے۔"

"کیا تم اسے ساتھ رکھو گی؟"

"اس کے ساتھ ایک چھت کے نیچے نہیں رہوں گی لیکن ایک شہر میں رہا کروں گی۔ جہاں جاؤں گی' وہاں یہ میری نظروں کے سامنے رہے گا۔"

"اور عادل؟"

"میں ابھی اس کے بارے میں سوچوں گی۔ تھوڑی دیر خاموش رہو۔"

وہ کھاتے کھاتے واشنگٹن پہنچ گئی۔ اپنی ایک ڈی کو مخصوص کوڈورڈز سنا کر بولی۔ "میں بیمار تھی اس لیے اتنے دنوں رابطہ نہ کر سکی۔ رپورٹ سناؤ۔"

"مادام! یہاں بڑی تبدیلیاں ہوئی ہیں۔ سپر ماسٹر انتونی پاڈلیا مارا گیا ہے اس کی جگہ ایک نیا سپر ماسٹر آیا ہے جس کا نام جان بلوشر ہے۔ پچھلے دو دنوں میں جنرل واسکوڈی کی اہمیت بہت بڑھ گئی ہے۔ فوج اور حکومت کے تمام اکابرین اس کے مشوروں پر چلتے ہیں۔ جان بلوشر کو اسی کی سفارش پر سپر ماسٹر بنایا گیا ہے۔"

شی تارا نے پوچھا۔ "سپر ماسٹر انتونی پاڈلیا کیوں مارا گیا؟"

"مادام! یہ اندر کی گہری بات ہے' میں معلوم کرنے کی کوشش کر رہی ہوں۔ بائی دی وے' ایک اہم رپورٹ یہ ہے کہ میں نے پرسوں شام کو نیویارک ائرپورٹ پر مرینا کو دیکھا تھا۔"

"کیا وہ تنہا تھی؟"

"جی ہاں۔ سوئس ائر کے ایک طیارے سے آئی تھی۔ ایک اور اہم بات یہ ہے کہ جنرل کی سالی روزی اس کے استقبال کے لیے آئی ہوئی تھی وہ روزی کے ساتھ جا رہی تھی۔ میں ان کا تعاقب نہ کر سکی۔ کسٹم والوں نے مجھے چیکنگ کے لیے روک لیا تھا۔"

شی تارا نے کہا۔ "پھر تو یہ بات سمجھ میں آ رہی ہے کہ جنرل واسکوڈی بہت زیادہ اہمیت کیوں اختیار کر رہا ہے۔ مرینا سے اس کی دوستی ہو گئی ہے اور وہ اس کے سر پر سوار ہو کر اس ملک کی بساط پر اپنی پسند کے مہرے چل رہی ہے۔ اب یہ معلوم کرو کہ اس نے وہاں کون سا کھیل شروع کیا ہے؟"

"اس ملک میں سب سے اہم ٹرانسفارمر مشین ہے۔ شاید وہ معلوم کرنا چاہتی ہو کہ مشین کی خرابیاں دور ہو چکی ہیں یا نہیں۔ یا شاید وہ اس ملک کے اکلوتے ٹیلی پیتھی جاننے والے ڈِکی سول کو ٹریپ کرنے کی فکر میں ہو۔"

"وہ مشین کا نقشہ حاصل کرنے کی بھی کوشش کر سکتی ہے۔"

"میں نے یہی معلوم کرنے کے لیے اپنے بھائی پے پے سرنا (ڈی) کو جنرل کے پیچھے لگا دیا ہے' وہ اس کا تعاقب کرتا ہوا میامی شہر گیا ہے۔"

شی تارا نے کہا "تم ائرپورٹ سے مرینا کا تعاقب نہ کر سکیں لیکن سیدھی سی بات ہے' جنرل کی سالی پر نظر رکھو گی تو جلد ہی مرینا کا سراغ مل جائے گا۔"

"میں یہی کہنے جا رہی تھی کہ اس پر میری نظر ہے۔ روزی اپنے بہنوئی کے ساتھ میامی گئی ہے۔"

"ہوں' یہ بات غور طلب ہے کہ جنرل اپنی سالی کو وہاں لے گیا ہے یا سالی جنرل کو وہاں لے گئی ہے؟"

"مادام! بات تو ایک ہی ہے۔"

"ایک نہیں ہے۔ اگر سالی جنرل کو وہاں لے گئی ہے تو وہ سالی نہیں مرینا ہے۔"

شی تارا ذرا چپ ہوئی۔ سوچنے لگی' اسے یاد آیا کہ میامی میں بحریہ کا ہیڈ کوارٹر بھی ہے۔ وہ ڈی سے بولی۔ "اپنے ساتھی سرنا سے رابطہ کرو۔ اس سے کہو' اگر جنرل سالی کے ساتھ یا تنہا نیوی ہیڈ کوارٹر میں جائے تو ہوشیاری سے معلومات حاصل کرے کہ وہ کیوں وہاں گیا ہے؟ اور مرینا اس کے دماغ میں رہ کر کیا کر رہی ہو گی؟ میں پھر آؤں گی۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہوئی پھر دوبارہ کھانا شروع کرتے ہوئے دائی ماں کو مرینا کے متعلق بتانے لگی۔ دائی ماں نے کہا۔ "مرینا کو کبھی عزت کی زندگی راس نہیں آئے گی۔ اسے عزت سے رہنے کا پہلا موقع فرہاد کی فیملی میں مل رہا تھا وہ ان سے فراڈ کر کے بھٹکتی ہوئی تمہارے ہاتھ لگی۔ تم اسے عزت سے بھابی بنانے کے لیے سوچ رہی تھیں' وہ تمہیں بھی چرکا دے کر چلی گئی۔ اب پتا نہیں کس دلدل میں جا کر دھنسے گی۔"

شی تارا نے لقمہ چباتے ہوئے کہا۔ "میں اس کمینی کو نہیں چھوڑوں گی۔ اسے پاؤں کی جوتی بنا کر رکھوں گی۔ صومالیہ میں اگر وہ مجھے دھوکا نہ دیتی تو وہ تمام فارمولے اس وقت میرے ہاتھوں میں ہوتے۔"

"بیٹی! ابھی تم نے جنرل کی سالی کا ذکر کیا تھا۔ میرا دل کہتا ہے کہ مرینا اس کی سالی کے بھیس میں اس کے ساتھ پھر رہی ہے' اگر تم کسی طرح سالی کے دماغ میں پہنچ سکو تو حقیقت کھل کر سامنے آ جائے گی۔"

"میں کوشش کروں گی۔ اب تم خاموش رہو۔"

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی لندن کی ڈی شی تارا کے پاس آئی پھر کوڈورڈز ادا کر کے بولی۔ "میں پچھلے دنوں بیمار تھی اس لیے رابطہ نہ کر سکی۔ تم رپورٹ سناؤ۔"

"مادام! چار روز پہلے سپر ماسٹر انتونی پاڈلیا کے کئی فون آئے وہ آپ سے ضروری باتیں کرنا چاہتا تھا۔"

"یہ بات پرانی ہو چکی ہے۔ انتونی پاڈلیا مر چکا ہے اور ایک نیا سپر ماسٹر جان بلوشر آیا ہے۔ اس سے فون پر رابطہ کرو اور کہو شی تارا نے اسے سپر ماسٹر کا عہدہ حاصل کرنے پر مبارکباد دی ہے۔"

"جی اچھا' میں ابھی فون کروں گی۔"

"اور سنو۔ اسلام آباد سے ایک نوجوان لندن آئے گا۔ پاسپورٹ کے مطابق وہ مسلمان ہے اور اس کا نام عادل چنگیزی ہے۔ میں نے اسے یہودی بنا دیا ہے۔ تم اپنی ڈائری کھول کر دیکھو لندن میں ایسا کون یہودی نوجوان ہے جس کی رہائش تل ابیب میں ہے۔ وہ تنہا ہو تو بہتر ہے۔ اس کے ساتھ رشتے داروں کا بکھیڑا نہ ہو۔ تم اور سرنا اس عادل کو پلاسٹک سرجری کے ذریعے وہی یہودی جوان بناؤ گے۔ ہمارے ہپناٹزم کے ماہر سے کہو گے کہ تنویمی عمل کے ذریعے عادل کے دماغ میں عبرانی زبان نقش کر دے۔ میں تم لوگوں کی کارکردگی کا جائزہ لیتی رہوں گی پھر اس یہودی نوجوان کے پاسپورٹ پر عادل کو تل ابیب بھیج دیا جائے گا۔"

"یس مادام! آپ عادل کو روانہ کریں۔ ہم اسے سنبھال لیں گے۔"

"اب نئے سپر ماسٹر کو فون کرو۔ میں جا رہی ہوں۔ پانچ منٹ کے بعد آؤں گی۔"

وہ کھانے کی میز سے اٹھ گئی۔ ہاتھ دھو کر دانتوں کو برش کیا پھر پانی پی کر ڈرائنگ روم کے صوفے پر آکر بیٹھ گئی۔ لندن کی ڈی شی تارا کے پاس پہنچ کر معلوم کیا۔ ڈی نے نائب سپر ماسٹر کے ذریعے شی تارا کی مبارکباد پہنچا دی تھی۔ سپر ماسٹر نے شی تارا سے گفتگو کرنے کی خواہش ظاہر کی تھی اور گرین سگنل دیا۔ گرین سگنل کا مطلب یہ تھا کہ وہ براہ راست نئے سپر ماسٹر کے دماغ میں آکر گفتگو کر سکتی ہے۔

اسی وقت فون کی گھنٹی بجی۔ ڈی نے ریسیور اٹھا کر کہا۔ "ہیلو میں شی تارا بول رہی ہوں۔"

دوسری طرف سے سپر ماسٹر کی آواز آئی۔ "مس ڈی! میں تمہاری مادام سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ آپ ریسیور رکھ دیں۔ وہ آپ کے پاس آ رہی ہیں۔"

اس نے ریسیور رکھتے ہی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ وہ بولی۔

"تم مجھے محسوس کر رہے ہو یعنی یوگا کے ماہر ہو۔ شاید اپنے دماغ میں بلانے کا مقصد یہ ہے کہ کسی معاملے میں مجھے رازدار بنانا چاہتے ہو۔"

"تم درست سمجھ رہی ہو۔ میں تمہیں دوست بنانا چاہتا ہوں۔"

"ایک نیام میں دو تلواریں کیسے رہ سکتی ہیں؟ تمہارے جنرل نے مرینا کو سر پر بٹھایا ہوا ہے۔"

"تم یقین کرو' میں مرینا کے متعلق کچھ نہیں جانتا ہوں۔ البتہ یہ شبہ تھا کہ جنرل کی پشت پر کوئی خیال خوانی کرنے والی ہستی ہے۔ تم مرینا کا نام لے رہی ہو تو پھر وہی ہو گی۔"

"میں تصدیق کر رہی ہوں کہ وہ جنرل کے ساتھ ہے۔ اب میری ضرورت تو نہیں ہو گی۔"

"ایسا نہ کہو۔ اسے جنرل کے ساتھ رہنے دو۔ میں تمہارا تعاون چاہتا ہوں۔"

"جہاں وہ ہو گی' وہاں میں نہیں رہوں گی۔"

"یقین کرو' جنرل سے مجھے کوئی گہرا لگاؤ نہیں ہے۔ یوں سمجھو میں اس کی مخالفت میں تمہارا تعاون چاہتا ہوں۔ میں نے یہاں کے سپر ماسٹروں کو حرام موت مرتے دیکھا ہے۔ صرف ایک سپر ماسٹر ہولی مین ایسا تھا جسے سونیا ثانی نے حرام موت سے بچا لیا تھا۔ جس طرح سونیا ثانی' ہولی مین کی بیٹی اور محافظ بن کر رہی' کیا اس طرح تم میری بیٹی بننا پسند کرو گی؟"

"مجھے بیٹی کہہ رہے ہو تو میں حاضر ہوں۔ تم سے ہر معاملے میں تعاون کروں گی۔"

"جنرل نے مجھے ہمیشہ اپنے زیر اثر رکھنے کے لیے سپر ماسٹر بنایا ہے' اگر میں اپنے مزاج کے خلاف اس کی بات نہ مانوں تو وہ مرینا کے ذریعے مجھے نقصان پہنچا سکتا ہے۔"

"تم یوگا کے ماہر ہو' سانس روک لیتے ہو۔ میں مخصوص کوڈورڈز ادا کروں تو تم مجھے دماغ میں رہنے دو گے' وہ کوڈورڈز ادا نہ ہوں تو سمجھ لینا' مرینا کسی غلط ارادے سے آئی ہے۔ تم اسے سانس روک کر بھگا دو گے۔ اگر تمہیں زخمی کر کے یا اعصابی کمزوری میں مبتلا کر کے وہ تم پر تنویمی عمل کرے گی تو میں بعد میں اس کا توڑ کر سکتی ہوں۔"

"بس تو پھر میں آج سے مطمئن رہوں گا۔ اب یہ بتاؤ کہ میں تمہارے لیے کیا کروں؟"

"ابھی تو میں تمہارے ہی لیے بہت کچھ کرنا چاہتی ہوں۔ فرض کرو' میں مرینا اور جنرل کی دوستی ختم کر دوں تو اس کی پشت پر ٹیلی پیتھی کی طاقت نہیں رہے گی۔ میں تمہاری پشت پر رہوں گی تو جنرل تم سے کمتر ہو جائے گا۔"

"کیا ایسا ممکن ہے؟"

"ہاں' تم کسی طرح مجھے جنرل کے دماغ میں پہنچاؤ۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"یعنی اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کروں؟"

"ہاں، تم آج ہی اسے ڈنر پر دعوت دے سکتے ہو۔"

"آج وہ صبح سے میامی گیا ہوا ہے جب کہ یہاں اعلیٰ حکام کے ساتھ اہم میٹنگ تھی، اس نے میٹنگ کینسل کرا دی۔"

"کیا تم جانتی ہو کہ وہ اپنی سالی روزی کے ساتھ گیا ہے؟"

"ہاں، یہ بھی جانتی ہوں کہ وہ سالی روزی نہیں مرینا ہے۔"

"کیا واقعی؟"

"تم خود عقل سے سوچو۔ اعلیٰ حکام کی میٹنگ دو ہی صورتوں میں منسوخ ہو سکتی ہے۔ ایک تو یہ کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجبور کیا گیا ہو یا کوئی بڑا فوجی مسئلہ درپیش ہو۔ کیا ان دنوں کوئی مسئلہ درپیش تھا؟"

"ہاں، یہ بات چلی تھی کہ ٹرانسفارمر مشین یوں درست نہیں ہوگی۔ اس کے پرانے ڈھانچے سے نئی مشین بنائی جائے۔ اس کے لیے مشین کا نقشہ لازمی ہے۔"

"اب بات سمجھ میں آئی۔ وہ نقشہ میامی کے نیوی ہیڈ کوارٹر میں ہے۔ مرینا جنرل کو آلۂ کار بنا کر وہ نقشہ حاصل کرے گی۔"

"ہاں، یہی بات ہو سکتی ہے۔"

"ہو سکتی ہے نہیں، بے شک یہی ہونے والا ہے۔ تعجب ہے تم سپر ماسٹر ہو، تمہیں یہ خبر نہیں ہے کہ وہ حکومت اور فوج کی رضا مندی حاصل کرکے وہ نقشہ لانے گیا ہے۔"

"میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ وہ مجھے کٹھ پتلی سپر ماسٹر بنا کر رکھنا چاہتا ہے۔"

"میں جنرل کو تمہارا تابعدار بنا دوں گی۔ میرے مشورے پر فوراً عمل کرو۔ ایک ہیلی کاپٹر چارٹر کراؤ اور جلد سے جلد میامی پہنچو۔ چھپ کر جنرل اور اس کی سالی پر نظر رکھو پھر موقع ملتے ہی سائلنسر لگے ہوئے ریوالور سے سالی کو زخمی کرو یا جنرل کو ایسا جسمانی یا دماغی نقصان پہنچاؤ کہ مرینا کو اس کی دماغی کمزوری کا پتا نہ چلے۔"

"ٹھیک ہے، میں ابھی یہاں سے روانہ ہوتا ہوں۔"

"میں ایک آدھ گھنٹے بعد آؤں گی۔ میرے کوڈ ورڈز یہ ہوں گے۔ تارا مینس اسٹار۔ می شی تارا" (تارا کے معنی ستارہ اور میں شی تارا ہوں۔)

وہ دماغی طور پر اپنے ڈرائنگ روم میں حاضر ہو گئی۔ وہاں سے اٹھ کر کچن میں آئی پھر چولہا جلا کر اپنے لیے چائے بنانے لگی۔ دائی ماں نے آ کر کہا۔ "بیٹی کیا کر رہی ہو؟ کیا میں مر گئی ہوں۔"

"بھگوان نہ کرے۔ تم میری زندگی تک زندہ سلامت رہو۔ تم تو میرا دایاں بازو ہو۔"

"کیا چائے پینا چاہتی ہو؟"

"جی ہاں۔ تمہیں تو میری عادت کا پتا ہے۔"

دائی ماں نے چولہا بجھا کر کہا۔ "پتا ہے اسی لیے چائے بنا کر تھرماس میں رکھ دی ہے اور بولو؟"

وہ لپٹ کر بولی۔ "او مائی سویٹ دائی ماں۔ اب ایک کام کرو۔ عادل کا پاسپورٹ اور ضروری کاغذات لے کر برطانوی سفارت خانہ جاؤ۔ میں تمہارے ذریعے برطانیہ کے سفیر کے دماغ میں جاؤں گی۔ گھنٹے بھر میں عادل کو لندن کا ویزا مل جائے گا۔"

دائی ماں نے اسے ایک پیالی میں چائے دی پھر عادل کا پاسپورٹ اور شناختی کارڈ وغیرہ اس کے سامان سے نکال کر لے گئی۔ شی تارا نے چائے پینے کے بعد پاشا اور عادل کے کمروں میں باری باری جا کر دیکھا۔ وہ دونوں گہری نیند میں تھے وہ پھر ڈرائنگ روم میں آ کر بیٹھ گئی۔

اسے واشنگٹن میں رہنے والی ڈمی شی تارا نے بتایا تھا کہ جنرل اپنی سالی کے ساتھ میامی گیا ہے اور ڈمی کا ساتھی سرنا ان دونوں کے تعاقب میں ہے۔ شی تارا نے سرنا کے پاس آ کر کوڈ ورڈز ادا کیے پھر پوچھا۔ "جنرل اور اس کی سالی کہاں ہیں؟"

"وہ دونوں سرکاری بنگلے میں ہیں۔ میں بڑی دیر سے ان کا انتظار کر رہا تھا۔ وہ دیکھیے دونوں بنگلے سے نکل کر کار میں بیٹھ رہے ہیں۔ کہیں جا رہے ہیں۔"

"ان کا تعاقب کرو۔ میں ابھی آتی ہوں۔"

وہ سرنا کو چھوڑ کر سپر ماسٹر جان بلوشر کے پاس آئی۔ اس کا ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہو رہا تھا۔ شی تارا نے کوڈ ورڈز ادا کر کے پوچھا۔ "اتنی دیر سے کیوں جا رہے ہو؟"

"میں تو فوراً ہی جانا چاہتا تھا لیکن جنرل کا ایک دستِ راست میجر ہے وہ مجھے میامی جانے سے منع کر رہا تھا۔ میں نے اس سے صاف کہہ دیا کہ میں اس کا ماتحت نہیں ہوں۔ میں سپر ماسٹر کی حیثیت سے ایک اسپیشل ڈیوٹی پر جا رہا ہوں اس نے کوشش کی تھی کہ مجھے ہیلی کاپٹر نہ ملے مگر میرا عہدہ اس سے بڑا ہے۔ میں یہ ہیلی کاپٹر حاصل کر کے میامی جا رہا ہوں۔ اس وقت ساڑھے چھ بجے ہیں۔ میں ایک یا سوا گھنٹے میں پہنچ جاؤں گا۔"

وہ تھوڑی دیر تک اس کے پاس رہی۔ جنرل اور مرینا کو پھانسنے کی تدبیریں کرتی رہی پھر رات گئے تک یہی سلسلہ رہا۔ رات کے آٹھ بجے ڈمی سرنا نے بتایا کہ وہ میامی کے سب سے بڑے شراب خانے اور قمار خانے میں گئے ہیں۔ سپر ماسٹر میامی پہنچنے کے بعد اسی شراب خانے میں گیا۔ ڈمی سرنا نے شی تارا کی خیال خوانی کے ذریعے سپر ماسٹر کو پہچانا۔ اس سے ملاقات کی پھر وہ دونوں بھی اسی عمارت میں آ گئے۔

وہاں انہوں نے دور ہی دور سے جنرل کے ذریعے پارس اور باربرا کو دیکھا۔ ان میں سے کوئی پارس اور باربرا کو نہیں پہچانتا تھا۔ شی تارا نے سپر ماسٹر سے پوچھا۔ "مسٹر بلوشر! وہ جنرل کی سالی روزی شراب خانے میں کس جوان سے باتیں کر رہی ہے؟"

"پتا نہیں کون ہے۔ جنرل کی سالی روزی اس جوان کے پاس سے گزر کر شراب خانے کے باہر لفٹ میں اوپر گئی تھی پھر لوٹ کر اس جوان کے پاس آئی ہے۔"

"مسٹر بلوشر! اندازہ کرو، کسی طرح معلوم کرو، وہ اس جوان میں دلچسپی کیوں لے رہی ہے۔"

"وہ جوان گلاس بھر بھر کے شراب پی رہا ہے پھر بھی نارمل دکھائی دیتا ہے۔ پتا نہیں اس میں ایسی دلچسپی لینے والی کیا بات ہے۔ وہ دیکھیے جنرل اور اس کی سالی شرابی جوان سے بیزار ہو کر جا رہے ہیں۔"

شی تارا کے دماغ میں خطرے کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے سپر ماسٹر سے پوچھا۔ "ابھی تم کیا کہہ رہے تھے؟ کیا وہ گلاس بھر بھر کے پی رہا ہے اور اسے نشہ نہیں ہو رہا ہے؟"

"جی ہاں، کچھ ایسا ہی لگتا ہے۔ کیا کوئی خاص بات ہے؟"

"ہاں، یہ پارس کی ایک پہچان ہے۔ وہ شراب کا پورا ڈرم پی کر بھی نارمل رہتا ہے۔ تم جنرل کے پیچھے جاؤ۔ اس کی سالی بے شک مرینا ہی ہے، وہ بھی پارس کی یہ خاصیت جانتی ہے۔ اسی لیے اس میں دلچسپی لے رہی ہے۔ میں سرنا کے ذریعے اس جوان پر نظر رکھوں گی۔"

وہ ڈمی سرنا کے پاس آ کر بولی۔ "اس شرابی جوان پر نظر رکھو۔ وہ بہت اہم ہے میں جنرل اور مرینا سے نمٹنے کے بعد اس کا بھی جغرافیہ معلوم کروں گی۔"

وہ تھوڑی دیر کے لیے دماغی طور پر حاضر ہوئی۔ پارس کے خیال سے دل گھبرانے لگا تھا۔ اس کی موجودگی ڈراتی تھی کہ وہ کام بگاڑ دے گا۔ ان لمحات میں وہ یہی دعا مانگ رہی تھی کہ وہ شرابی جوان پارس نہ ہو۔ بلا سے وہ جوان ملک الموت ہو مگر پارس نہ ہو۔

وہ کچھ دیر تک اپنے دل کی دھڑکنوں پر ہاتھ رکھے بیٹھی رہی خود کو سمجھاتی رہی۔ اگر پارس میامی شہر میں ہے تو کیا ہوا؟ میں تو اس سے ہزاروں میل دور ہوں اگر مجھ سے کہیں غلطی ہو گی اور میرا نام ظاہر ہو جائے گا تو وہ مجھے پکڑ نہیں پائے گا۔ میں اس سے بہت دور ہوں۔ ہزاروں میل دور ہوں۔ وہ مجھے پکڑ نہیں پائے گا۔"

اسے پارس کی پکڑ یاد آنے لگی۔ ایک ہی بار تو ملا تھا۔ ایسے پکڑا تھا جیسے جکڑا ہوا ہو اور ایسے جکڑا تھا جیسے جھگڑا ہو۔ ایسا پہلا جھگڑا عورت کے دل میں ہمیشہ کے لیے نقش ہو جاتا ہے۔ وہ ایسا جھگڑا دل و جان سے برقرار رکھنا چاہتی تھی چونکہ سامنا کرنے سے گھبراتی تھی اس لیے دور ہی دور سے جھگڑا قائم رکھا تھا۔ محبت کا جھگڑا دور سے ہو یا قریب سے، اس کا تعلق محبت سے ہی ہوتا ہے۔

وہ بڑی دیر تک اس کے خیالوں میں الجھی رہی پھر وہ شرابی جوان کی حقیقت معلوم کرنے ڈمی سرنا کے پاس آئی تو پتا چلا اس عمارت میں جتنے مرد اور عورتیں ہیں وہ سب دہشت زدہ ہیں اور اس عمارت سے باہر بھاگنے کے لیے ایک دوسرے کو کچلتے جا رہے ہیں۔ سرنا کی سوچ نے بتایا کہ پہلے جنرل کی طرف سے اعلان کیا گیا تھا کہ کوئی باہر نہیں جائے گا۔ یہاں ایک غیر ملکی جاسوس ہے اسے تلاش کیا جا رہا ہے۔

شی تارا نے کہا۔ "اس کا مطلب ہے کہ مرینا نے پارس کو شرابی جوان کے بھیس میں پہچان لیا ہے اور اسے فوجیوں کی حراست میں رکھنے کے لیے جنرل کے ذریعے اسے باہر جانے سے روک رہی تھی۔"

"یس مادام! لیکن اب یہاں کوئی نہیں رکے گا۔ ابھی کسی نے اطلاع دی ہے کہ یہاں بم پھٹنے والے ہیں، اسپیکر کے ذریعے ہر جگہ ٹائم بم کی ٹک ٹک سنائی دے رہی ہے۔"

"میں یقین سے کہتی ہوں یہ پارس کی کوئی چال ہے۔ یہاں کوئی بم نہیں ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی دھماکے ہونے لگے۔ مردوں اور عورتوں کی چیخیں گونجنے لگیں۔ لوگ ایک دوسرے سے ٹکرا کر گرتے پڑتے بھاگ رہے تھے۔ کتنے ہی ایسے تھے جنہیں گرنے کے بعد اٹھنے کا موقع نہیں مل سکا تھا۔ ان میں سرنا بھی تھا۔ اسے گرنے کے بعد اٹھنے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ بدحواسی میں بھاگنے والے اسے روندتے جا رہے تھے۔ شی تارا نے کہا۔ "سرنا! اٹھو۔ اٹھنے کی کوشش کرو۔ کسی طرح اس شرابی جوان کو اس بھیڑ میں ڈھونڈ کر زخمی کرو۔ ایسا موقع پھر کبھی نہیں ملے گا۔"

وہ اسے اٹھا نہیں پا رہی تھی۔ وقت ضائع ہو رہا تھا۔ وہ پارس کو عمارت کے باہر جانے سے پہلے ٹریپ کرنا چاہتی تھی۔ بڑی حسرت تھی کہ ایک بار اُس کے دماغ میں گھس کر اسے اپنا غلام بنا لے۔ وہ سپر ماسٹر کے پاس آئی وہ بھی بھیڑ میں دھکے کھا رہا تھا۔ کسی طرح بھی عمارت سے باہر جا کر اپنی جان بچانا چاہتا تھا۔ شی تارا نے کہا۔ "مسٹر بلوشر! کہاں بھاگے جا رہے ہو۔ کسی طرح اس شرابی جوان کو ڈھونڈو اور اسے دیکھتے ہی زخمی کر دو۔"

"تم کیسی باتیں کرتی ہو۔ اس بھیڑ میں وہ کہاں ملے گا اور ملے گا تو اتنے دھکے لگ رہے ہیں کہ گولی کہیں چلاؤں گا اور وہ کسی اور کو لگے گی۔"

"میں کچھ نہیں جانتی اسے کسی بھی طرح پھانسنا ضروری ہے۔"

"ابھی تو تم جنرل اور مرینا کو اہمیت دے رہی تھیں۔"

"مجھے ان دونوں کی رہائش گاہ کا علم ہے۔ وہ یہاں سے سرکاری بنگلے میں جائیں گے۔ وہ شرابی جوان پارس ہے، اسے پکڑو۔"

"پھر تو وہ خود کو گرفتاری سے بچانے کے لیے باہر جا رہا ہوگا یا جا چکا ہوگا۔ ٹھیک ہے، میں اسے تلاش کر رہا ہوں۔"

وہ بڑی دیر تک دھکے کھاتا رہا پھر باہر آیا، اسے اِدھر اُدھر ڈھونڈتا رہا لیکن اسے پارس، مرینا اور جنرل دکھائی نہیں دیے۔ سپر ماسٹر نے سرکاری بنگلے میں فون کر کے جنرل کے متعلق پوچھا۔ جواب ملا، وہ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ابھی تک واپس نہیں آیا ہے۔

پھر اس نے چار گھنٹے بعد فون کیا۔ ایک فوجی افسر نے جواب دیا۔ "جنرل واسکوڈی خیریت سے ہے۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "میں ان سے ملنا چاہتا ہوں۔ بہت ضروری کام ہے۔"

"سوری۔ کتنا ہی ضروری کام ہو۔ آپ کل دو بجے دوپہر کے بعد جنرل سے واشنگٹن میں مل سکیں گے اس سے پہلے کسی قریبی رشتے دار اور بیوی بچے کو بھی ان سے ملنے نہیں دیا جائے گا۔"

ثی تارا اور سپر ماسٹر اس غلط فہمی میں رہے کہ کہ جنرل نے سالی کے ساتھ رہنے کے لیے کسی سے نہ ملنے کا بہانہ کیا ہے۔ اس لیے انہیں یہ معلوم نہ ہو سکا کہ مرینا کو بھی جنرل کے ساتھ رہنے کی اجازت نہیں دی گئی ہے۔ سپر ماسٹر نے نیوی کے افسر سے معلومات حاصل کیں۔ پتا چلا کہ جنرل دس بجے صبح نیوی ہیڈ کوارٹر میں جائے گا۔ اور جب وہاں سے نکلے گا تو اس کے اطراف فوجیوں کا سخت پہرا لگا رہے گا۔ ایسے ہی سخت حفاظتی انتظامات کے ساتھ ایک چھوٹے سے فوجی طیارے کے ذریعے واشنگٹن پہنچایا جائے گا۔

ثی تارا نے یہ سب کچھ سن کر کہا۔ "یقیناً وہ اپنے ساتھ نقشہ لے جا رہا ہے۔ اس نقشے کو قومی بینک کے سیف میں رکھنے کے بعد ہی جنرل پر سے پہرا ہٹایا جائے گا۔"

"ایسے انتظامات رہیں گے تو جنرل اور مرینا اس نقشہ کو چُرا نہیں سکیں گے۔ جنرل کے ساتھ کوئی سامان بھی نہیں ہو گا ورنہ سوچا جاتا کہ وہ کوئی موقع پا کر اس نقشہ کی نقل تیار کر سکے گا۔"

"ہاں، اس نقشے کو یا اس کی نقل کو حاصل کرنا ممکن نہیں ہے لیکن پارس یہاں ہے، وہ ضرور کچھ کر گزرے گا۔ خالی ہاتھ نہیں جائے گا۔"

"اس بار پارس تو کیا اس کے باپ کی بھی نہیں چلے گی۔ جنرل کے آس پاس ٹیلی پیتھی کی لہروں کا بھی گزر نہیں ہو سکے گا۔"

"جب تک فرہاد اور اس کے بیٹے کچھ کر نہیں گزرتے، تب تک وہ بات، وہ کام ناممکن سا لگتا ہے۔ جب وہ کچھ کر گزرے گا تو ہم سوچیں گے کہ ایسا ہم کیوں نہ کر سکے۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "میں یہاں ہوں۔ تم بھی میرے اندر رہو گی۔ میں ائرپورٹ کے حصے میں رہ سکوں گا جہاں سے جنرل خصوصی طیارے میں جائے گا۔ اگر وہ تنہا جائے گا تو مرینا اس کے دماغ میں رہ کر کچھ حاصل نہیں کرے گی۔"

ائرپورٹ پر وہ خصوصی طیارہ جہاں کھڑا تھا وہاں سے ایک میل تک فوجی جوان الرٹ کھڑے ہوئے تھے۔ کسی خاص و عام کو ادھر جانے کی اجازت نہیں تھی۔ سپر ماسٹر کو بھی اس حصے میں جانے سے روک دیا گیا تھا۔ ثی تارا اس افسر کے دماغ میں پہنچی جس نے سپر ماسٹر کو روکا تھا پھر اس افسر کے ذریعے ایک ایسے سپاہی کے اندر پہنچی جو طیارے کے قریب ڈیوٹی پر تھا۔

ادھر باربرا نے جنرل کے دماغ میں مسلسل رہنا مناسب نہیں سمجھا۔ یہ اندیشہ تھا کہ وہ رہے گی تو مرینا کو بھی جنرل کے اندر آنے اور رہنے کا موقع مل جائے گا۔ وہ اور پارس چاہتے تھے کہ مرینا بار بار جنرل کے دماغ میں جائے اور ناکام ہوتی رہی اسی لیے وہ جنرل کے ذریعے طیارے کے قریب کھڑے ہوئے ایک سپاہی کے دماغ میں آ گئی تھی اور وہاں کی کارروائی پارس کو بتاتی جا رہی تھی۔

جنرل کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا بریف کیس تھا۔ یہ بریف کیس نیوی کے کمانڈر نے اسے دیا تھا اور دینے سے پہلے مخصوص نمبروں سے اسے لاک کر دیا تھا۔ یہ نمبر جنرل کو بھی نہیں بتائے گئے تھے لیکن جب کمانڈر نے بریف کیس دیتے وقت جنرل سے گفتگو کی تو باربرا جنرل کے دماغ سے نکل کر کمانڈر کے اندر پہنچ گئی یوں اس نے وہ خفیہ مخصوص نمبر معلوم کر لیے۔

جنرل کو مسلح فوجیوں کے درمیان طیارے کی سیڑھی کے پاس لایا گیا۔ پہلے دو اعلیٰ افسران طیارے کے اندر گئے۔ انہوں نے اندر اچھی طرح چیکنگ کی پھر باہر آ کر کہا۔ "اندر کوئی شخص اور کوئی سامان نہیں ہے۔ ہم یہ بات تحریری طور پر لکھ کر دیتے ہیں۔"

انہوں نے اپنا بیان لکھ کر دستخط کے ساتھ دیا پھر دو افسران نے دوسرے ذمے دار افسران کے سامنے جنرل کو سر سے پاؤں تک چیک کیا۔ وہ صرف وردی میں تھا چونکہ ہولسٹر اور ریوالور وردی کا ایک حصہ ہے اور جنرل کے عہدے کی شان ہے اس لیے ریوالور پر اعتراض نہیں کیا گیا۔ وہ سب کے سامنے خالی ہاتھ طیارے میں سوار ہو گیا۔ اس کا دروازہ بند کر کے اس کی چابی پائلٹ کو دے دی گئی۔

پائلٹ گونگا بنا ہوا تھا۔ اسے بھی سر سے پاؤں تک چیک کرنے کے بعد طیارے میں سوار ہونے کی اجازت دے دی گئی۔ اس نے اندر آ کر دروازے کو لاک کر لیا۔ طیارے کے اندر سے جنرل کی طرف جانے کا جو دروازہ تھا وہ بھی دونوں طرف سے لاک تھا۔ جنرل اور پائلٹ نہ ایک دوسرے کو دیکھ سکتے تھے، نہ باتیں کر سکتے تھے۔

اتنی احتیاطی اور حفاظتی تدابیر پر عمل کرنے کے بعد سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا کہ کوئی اس نقشے کو چرا کر لے جاتا۔ یہ حفاظتی انتظامات نہایت ہی اطمینان بخش تھے۔ وہ طیارہ رن وے پر دوڑتا ہوا فضا میں بلند ہو گیا۔

وہ طیارہ زمین اور آسمان کے درمیان پرواز کر رہا تھا۔ کوئی اس طیارے کے اندر نہیں جا سکتا تھا۔ ثی تارا نے کبھی جنرل کی آواز نہیں سنی تھی۔ اگر سن بھی لیتی اور اس کے اندر جانا چاہتی تو ناکام ہو کر واپس آ جاتی۔ مرینا ایسی کوششیں کرنے کے قابل نہیں رہی تھی۔ اسے جے پرگولا نے دبوچ رکھا تھا۔

طیارے کی پرواز کے پندرہ منٹ بعد باربرا جنرل کے دماغ میں آ گئی۔ وہ ایک سیٹ پر تنہا بیٹھا ہوا تھا۔ اس بات کا اطمینان تھا کہ نقشہ قومی بینک کے سیف میں بحفاظت پہنچ جائے گا۔ اس کے بعد ایسے ہی سخت حفاظتی انتظامات کے تحت اس نقشے کے ذریعے نئی ٹرانسفارمر مشین تیار کی جائے گی پھر وہ مشین اسی کی تحویل میں رہا کرے گی۔

لیکن ابھی انڈا دینے، انڈے میں سے بچہ نکلنے پھر بچے کو جوان کرنے اور قابلِ عمل بنانے میں پتا نہیں کتنے ماہ لگنے والے تھے۔ باربرا نے اسی وقت سوٹ کیس میں سے انڈا نکال لیا۔

اس نے جنرل کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جمایا۔ وہ غائب دماغ ہو کر باربرا کی مرضی کے مطابق عمل کرنے لگا۔ اس نے سیٹ پر سے بریف کیس کو اٹھایا۔ اس کے خفیہ نمبروں کے ذریعے لاک کو کھولا، اس کے اندر ایک بڑا سا تہ کیا ہوا کاغذ رکھا تھا۔ اسے کھول کر دیکھنے سے معلوم ہوا کہ وہ مشین کا نقشہ ہے۔

وہ طیارے کے فرش پر بچھے ہوئے قالین پر بیٹھ گیا۔ اپنے سامنے اس نقشے کو پوری طرح پھیلا دیا پھر اس نے ہولسٹر سے ریوالور کو نکالا۔ ریوالور میں چھ بلٹس کا جو چیمبر تھا۔ اس چیمبر میں گولیاں نہیں تھیں اس کے اندر ایک ننھا سا مائیکرو کیمرا تھا۔ اس کیمرے کا طول و عرض دو بلٹس کے برابر تھا۔ اس لیے وہ آسانی سے چیمبر کے اندر سما گیا تھا۔

وہ نقشے پر جھک کر اس کی تصویریں اتارنے لگا۔ پہلے اس نے پورے نقشے کی ایک تصویر لی پھر اس کے مختلف حصوں کی کلوز تصویریں لیتا رہا جب باربرا مطمئن ہو گئی تو اس نے کیمرے کو واپس چیمبر کے اندر رکھا۔ چیمبر کو ریوالور میں لگایا پھر ریوالور کو ہولسٹر میں رکھ لیا۔ نقشے کو پہلے کی طرح تہ کر کے بریف کیس میں رکھا۔ اسے بند کیا پھر انہی مخصوص نمبروں سے اسے لاک کر کے ایک طرف رکھ دیا۔

جب وہ اپنی سیٹ پر آ کر بیٹھا تو باربرا نے پہلے اس کی آنکھیں بند کیں پھر اس کے دماغ کو رفتہ رفتہ ڈھیل دی۔ یہ تاثر پیدا کیا کہ بیٹھے بیٹھے اس کی آنکھ لگ گئی تھی۔ وہ آنکھیں کھول کر پھر پہلے کی طرح خاموش بیٹھا رہا۔ باربرا اس کے دماغ سے نکل کر پارس کو رپورٹ سنانے لگی۔

اس نے پوری تفصیل سننے کے بعد کہا۔ "لوگ سارے کام ہاتھ پاؤں سے کرتے ہیں۔ تم نے دماغ سے کام کیا ہے۔ ہاتھ سے کام کرنے والے کے ہاتھ چومے جاتے ہیں۔ کیا میں تمہارا دماغ چومنے کے لیے تمہاری پیشانی کو بوسہ دوں؟"

اس نے مسکرا کر ٹھینگا دکھایا۔ وہ بولا۔ "میں وعدہ کرتا ہوں، بوسہ پیشانی سے نیچے نہیں پھسلے گا۔"

وہ ہنس کر بولی۔ "تم دور سے بہت خوبصورت لگتے ہو۔ ویسے پارس میں تم سے بہت متاثر ہوں۔ حیران ہو کر سوچتی ہوں کہ کتنی بھرپور ذہانت کے مالک ہو۔ تم نے ذرا سی ذہانت سے پوری فوج کے حفاظتی انتظامات کو ناکارہ بنا دیا اور ایسی حکمتِ عملی سے نقشہ حاصل کر رہے ہو کہ کسی کو شبہ تک نہیں ہو رہا ہے۔ دشمن جل کر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرہاد علی تیمور، اس کی فیملی کو بے مثال ذہانت دی ہے۔ بے شک وہ جل کر کہتے ہیں لیکن درست کہتے ہیں۔"

"اتنی دیر سے تعریفیں کر رہی ہو۔ کچھ انعام تو دو۔"

وہ وہاں سے اٹھ کر اپنے بیڈ روم میں گئی پھر دروازے پر پہنچ کر بولی۔ "آؤ، میں تمہیں انعام دوں گی۔"

پارس نے خوشی سے اچھل کر کہا۔ "وہ مارا۔ مان گئی۔ حسینہ مان گئی۔"

وہ دوڑتا ہوا آیا۔ قریب پہنچتے ہی باربرا نے ایک زوردار آواز کے ساتھ دروازہ بند کر کے لاک گھما دیا۔ دروازہ اس کی ناک پر لگا تھا۔ اس نے ناک کو سہلاتے ہوئے دروازے کو ایک گھونسا رسید کیا۔ اندر سے اُس کی رس بھری ہنسی سنائی دے رہی تھی۔

****

مرینا کے کانوں میں دھیمی دھیمی سی آواز آ رہی تھی۔ وہ غفلت سے بیداری کی طرف آ رہی تھی پھر اس نے رفتہ رفتہ آنکھیں کھول دیں۔ سامنے ٹی وی اسکرین پر کوئی فلم چل رہی تھی جس کی آواز اس کے کانوں تک پہنچ رہی تھی۔

اسے سردی محسوس ہوئی تو اس نے اپنے بدن کو چھو کر دیکھا پھر وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔ بستر پر اور بستر سے دور اس کے لباس کے چیتھڑے پڑے ہوئے تھے۔

وہ بستر سے اتر کر تیزی سے چلتی ہوئی قدِ آدم آئینے کے سامنے آئی اور اپنی حالت دیکھ کر رونے لگی۔ وہ آئینے سے مُنہ پھیر کر بستر پر آئی۔ اس کے آنسو نہیں تھم رہے تھے۔ اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ کوئی اس جیسی ٹیلی پیتھی جاننے والی کی ایسی درگت بنا سکتا ہے۔

اس نے مجھ سے اور میرے بیٹے سے وفا نہیں کی۔ کوئی بات نہیں۔ بے بے سرنا سے تو وفا کر سکتی تھی۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہوتا کہ ثی تارا کے زیرِ اثر رہتی لیکن اس کی بھابی بن کر فیملی لائف گزارتی۔ یوں ہاتھ سے بے ہاتھ ہو کر شیطانی ہپناٹزم جاننے والے درندے کے چنگل میں نہ پھنستی۔ ان لمحات میں وہ پچھتا رہی تھی۔

لیکن یہ پچھتاوا بہت محدود اور مختصر تھا کیوں کہ وہ جے پرگولا کے خلاف نفرت سے نہیں سوچ رہی تھی۔ وہ تنویمی نیند سے بیدار ہونے کے بعد بھول گئی تھی کہ اس پر کوئی عمل کیا گیا ہے اور اس عمل کے بعد وہ آئندہ کبھی اپنے عامل سے نفرت نہیں کرے گی اور ہر حال میں اس کی کنیز اور وفادار بن کر رہے گی۔

پچھتاوا محض اس بات کا تھا کہ خود کو حسینۂ عالم سمجھنے والی کا بدن کھنڈر سا دکھائی دینے لگا تھا۔ اسے غصہ آ رہا تھا لیکن وہ بڑے نرم لہجے میں اسے گالیاں دے رہی تھی۔ غصہ اور وفاداری کے درمیان ایسا ہی ہوتا ہے، اس نے آہٹ سنی تو پلٹ کر دیکھا۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

دروازے پر بجے پرگولا نظر آیا۔ اس کے ہاتھوں میں بڑے بڑے پیکٹس تھے جیسے شاپنگ کرکے آرہا ہو۔

اس نے روٹھ کر منہ پھیرلیا پھر کہا۔ "میں تم سے نہیں بولوں گی۔"

وہ ایک طرف پیکٹس رکھ کر بولا۔ "تمہارے لیے نئے ملبوسات اور زخموں کے لیے مرہم لایا ہوں۔"

"میں مرہم نہیں لگاؤں گی۔ تم نے میرے حسن کا ستیاناس کر دیا ہے۔"

"آرام سے لیٹ جاؤ۔ مرد اگر زخم دیتا ہے تو مرہم بھی لگاتا ہے۔ اس سے محبت بڑھتی ہے۔ کم آن۔"

اس نے حکم دینے کے انداز میں "کم آن" کہا۔ وہ محکوم تھی۔ بے اختیار ہوگئی۔ اس نے پاس آکر محبوبانہ انداز اختیار کیا۔ وہ محبت سے اور جذبوں سے نہال ہوتی گئی۔

"ہائے پرگولا! تم نے زخم کیوں لگائے۔ مجھے آج پتا چلا کہ یار سے زخم کھانے کے بعد اس قدر راحت ملتی ہے۔"

وہ بولا۔ "یہ میری فطرت ہے' پہلے خوب اذیتیں دیتا ہوں۔ اذیتیں دیتے وقت میرے اندر کا شیطان بہت خوش ہوتا ہے پھر میں اسی طرح پیار و محبت سے مالا مال کردیتا ہوں۔"

"میں ابھی پچھتا رہی تھی۔ اب نہیں پچھتاؤں گی۔ تم بہت اچھے ہو مگر بڑے وہ ہو۔"

"یعنی کیا ہوں؟"

"فریبی' مکار ہو۔ کتنی مکاری سے مجھے یہاں بلا کر پھانس لیا ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "تم نے مجھے شراب پیتے ہوئے دیکھا پھر تمہیں یہ معلوم ہوا کہ میں تمہیں اپنے اندر محسوس نہیں کر رہا ہوں لیکن میں سب سمجھ رہا تھا۔"

"ان لمحات میں یہ بھول گئی تھی کہ پارس بھی شراب پیتا ہے مگر وہ شراب اس کے لیے پانی ہوتی ہے اور وہ اکثر پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرکے بھی انجان بن جاتا ہے۔ ایسے وقت کوئی اس کے دماغ میں زلزلہ بھی پیدا نہیں کرسکتا۔ جانتے ہو کیوں؟"

"میرے ساتھ بھی یہی ماجرا ہے اور میں جانتا ہوں کہ یہ شیطان کا مجھ پر کرم ہے۔ میں جو مانگتا ہوں' وہ مجھے دیتا ہے۔"

"پارس کہتا ہے اس پر اللہ کا کرم ہے۔ بابا صاحب کے ادارے میں جو ایک بزرگ تبریزی نام کے ہیں' انہوں نے اس پر کوئی روحانی عمل کیا ہوا ہے۔"

"یہ بکواس ہے' جس دن پارس میرے ہتھے چڑھے گا' میں روحانی عمل کی ایسی تیسی کردوں گا۔"

"کیا شیطان' ایمان سے سبقت لے جاسکتا ہے؟"

"شیطان ازل سے کامیاب ہے۔ ایسے ایمان والوں کی تعداد کم ہے' جن سے وہ بازی ہارتا ہے ورنہ جیت کا ریکارڈ زیادہ ہے۔ وہ لاکھوں کروڑوں انسانوں کا ایمان کمزور کررہا ہے اور وہ آئندہ بھی بے ایمانی کا بازار گرم کرتا رہے گا۔"

وہ چونک کر بولی۔ "اوہ میں تو بھول ہی گئی کہ کتنا وقت گزر رہا ہے۔ اس مشین کے نقشے کا کیا ہوگا؟"

"اسے بھول جاؤ۔ تم صبح یہاں آئی تھیں۔ اب رات ہوچکی ہے۔ میں نے جیری اور تھرمال کی یہ ڈیوٹی لگائی تھی کہ وہ یہاں جنرل پر نظر رکھیں۔"

"انہوں نے کیا رپورٹ دی؟"

"وہ دونوں دو فوجی افسران کے اندر تھے۔ وہ افسران کئی فوجی جوانوں کے درمیان جنرل کو ائرپورٹ سے قومی بینک لے گئے اس کے ہاتھ میں ایک بریف کیس تھا۔ بینک کے آہنی سیف کے پاس جو افسران موجود تھے' ان میں سے ایک کو بریف کیس کے لاک نمبر معلوم تھے۔ اس نے ان نمبروں سے اسے کھول کر اس میں سے تہ کیا ہوا نقشہ نکالا۔ تمام افسران کے سامنے اس کی تصدیق کی کہ وہ اصل نقشے کا بلیو پرنٹ ہے۔"

وہ بولی۔ "اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ واقعی سخت انتظامات تھے۔"

"ہاں' پھر ایک نیوی کا افسر بینک کے اس حصے میں گیا جہاں آئرن سیف ہے۔ اس نے اپنے مخصوص نمبروں سے ایک لاک کھولا پھر واپس آگیا پھر دوسرا فضائی فوج کا افسر گیا۔ اس نے اپنے مخصوص نمبروں سے دوسرے لاک کو کھولا۔ آخر میں جنرل واسکوڈی نے جاکر اپنے مخصوص نمبروں سے تیسرے لاک کو کھولا پھر تمام افسران کو بلا کر ان کی موجودگی میں اس نقشے کو سیف میں رکھ کر بند کیا چونکہ تینوں افسران کے نمبر کمپیوٹرائزڈ ہوچکے تھے اس لیے سیف کے بند ہوتے ہی وہ تینوں کے نمبروں سے خود بخود مقفل ہوگیا۔"

"یعنی کھیل ختم ہوگیا۔ نقشہ کسی کے ہاتھ نہیں آیا؟"

"بعد میں جیری اور تھرمال نے تینوں افواج کے افسران کے دماغوں سے وہ خفیہ نمبر معلوم کرنے کی کوشش کی اور ناکام رہے۔ انہوں نے سانسیں روک کر انہیں بھگا دیا۔"

"مجھے یقین نہیں آتا کہ پارس ناکام ہوا ہوگا۔"

"کیا انسان کبھی ناکام نہیں ہوتا؟ کیا وہ انسان نہیں ہے؟"

"بے شک ہے۔ اس سے غلطیاں ہوتی ہوں گی لیکن میں نے آج تک اسے کسی معاملے میں ناکام ہوتے نہیں دیکھا۔"

"اس بار یقین کرلو۔ وہ بھی ناکام ہوچکا ہے۔"

"پرگولا! میری تسلی کے لیے مجھے کسی طرح جنرل کے دماغ میں پہنچاؤ۔ تم نہیں سمجھ پاؤ گے کہ باربرا اور پارس نے کتنی زبردست پلاننگ کرکے مجھے جنرل کے دماغ سے بھگایا تھا۔ یہ سب کچھ اس نے نقشے کے لیے کیا تھا۔ وہ کمبخت ضرور کچھ کر گزرا ہے۔"

"کیا تم خیال خوانی کرسکتی ہو؟ اپنی دماغی توانائی آزماؤ۔"

اس نے کوشش کی پھر بولی۔ "تم اتنے قریب ہو اور میں تمہارے دماغ میں نہیں پہنچ پارہی ہوں۔ تم نے مجھے زخمی کرکے اچھا نہیں کیا ہے۔"

"میری جان! فکر نہ کرو۔ صبح تک خیال خوانی کے قابل ہوجاؤ گی۔"

"جیری یا تھرمال سے کہو' کسی طرح جنرل کی بیوی اور بچوں کے اندر پہنچیں۔"

"اس کی کیا ضرورت ہے؟ تم جنرل کی سالی کے روپ میں ہو۔ ابھی آرام کرو۔ کل صبح اس کے گھر جاؤ۔ سالی آدھی گھر والی ہوتی ہے' کوئی تمہارا راستہ نہیں روکے گا۔"

"ایک بات کا اندیشہ ہے' اگر باربرا نے جنرل پر تنویمی عمل کر کے یہ بات نقش کردی ہو کہ میں اس کی سالی نہیں ہوں تو پکڑی جاؤں گی۔"

"ہوں' وہ ایسا کرسکتی ہے اب جنرل کے اندر پہنچنے کے دو ہی راستے ہیں' اسے زخمی کیا جائے یا دوا کے ذریعے اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کیا جائے۔ زخمی کرنا مناسب نہیں ہے۔ بحری اور فضائیہ کے افسران سوچیں گے کہ انہیں بھی اسی طرح زخمی کرکے ان کے دماغوں سے سیف کے نمبر معلوم کیے جائیں گے۔ خاموشی سے اعصابی کمزوری میں مبتلا کرنا بہتر ہوگا۔"

مرینا نے کہا۔ "یوں کیا جاسکتا ہے کہ کسی دوسری لڑکی کو جنرل کی سالی بنایا جائے۔ میں اس کے اندر رہ کر اس کے گھر جاؤں گی اور راستہ صاف کروں گی۔"

"یہ طریقہ کار مناسب رہے گا۔"

وہ ٹیلیفون کے پاس گیا پھر ریسیور اٹھا کر جیری سے رابطہ کرنے کے بعد کہا۔ "میرے ماتحتوں میں ایک لڑکی لیزا ہے۔ اسے ایک میک اپ مین کے ساتھ یہاں لے آؤ۔"

"اس نے ریسیور رکھ دیا۔ مرینا نے پوچھا۔ "کیا لیزا کا قد اور قامت میری طرح ہے؟"

"ہاں' اسی لیے اس کا انتخاب کیا ہے۔ اب دوسرے موضوع پر آؤ۔ تم صومالیہ میں تھیں اور پارس کے قریب ہی تھیں۔ ان فارمولوں کے متعلق بتاؤ۔ ان کی حقیقت کیا ہے؟"

"حقیقت یہ ہے کہ وہ طبی سائنس کا کمال ہے۔ ہم اکیسویں صدی میں داخل ہو رہے ہیں۔ آج کی کسی بھی سائنسی تحقیقات اور ایجادات کو جھٹلا نہیں سکتے۔ انسانی زندگی سے تعلق رکھنے والی ہر ناممکن بات ممکن ہوتی جارہی ہے۔ پاشا غیر معمولی قوت سماعت و بصارت اور حیرت انگیز جسمانی و دماغی قوتوں کا حامل ہے۔"

"اور وہ فارمولے؟"

"وہ بالکل درست ہیں۔ جس کے ہاتھ لگ جائیں' وہ ایسی ہی قوتوں کا حامل ہوسکتا ہے۔"

"کیا پارس اتنا احمق ہے کہ اس نے فارمولے یہودیوں کے حوالے کردیے؟"

"اس نے فارمولے کے دو کاغذات جلا دیے۔ میرا خیال ہے باقی جو آٹھ یہودی لے گئے ہیں' ان میں بھی اس نے کوئی نہ کوئی مکاری دکھائی ہوگی۔ کیا یہ بدمعاشی کم ہے کہ اس نے سپر پاورز اور خطرناک تنظیموں کو یہودیوں کے پیچھے لگا دیا ہے۔"

"میں یہی کہنے والا تھا کہ ہمیں وہ فارمولے حاصل کرنے کے لیے یہودیوں کے پیچھے پڑ جانا چاہیے۔"

"لیکن وہ ادھورے ہیں۔"

"ہماری دنیا میں بڑے بڑے طبیب اور علم الابدان کے ماہرین موجود ہیں۔ وہ دن رات کی محنت اور لگن سے ان فارمولوں کو مکمل کرسکیں گے۔"

"اس کا مطلب ہے کہ ہماری کوئی ٹیم اسرائیل جائے گی۔"

"ہاں اور تم اس ٹیم کی لیڈر رہو گی۔"

"میں؟ کیا مجھے وہاں جانا ہوگا؟"

"کوئی تشویش کی بات ہے کیا؟"

"ٹیلی پیتھی جاننے والے میدانِ عمل میں نہ آئیں اور کہیں چھپے رہیں تو ہمیشہ محفوظ رہتے ہیں۔"

"تم بھی وہاں ایک عام شہری کی طرح اپنے ایک گھر اور ایک شہر تک محدود رہو گی۔ خود کو کبھی ظاہر نہیں کرو گی۔ خیال خوانی کرنے والوں کی سب سے بڑی غلطی یہ ہوتی ہے کہ وہ کسی موقع پر بے اختیار سرِعام خیال خوانی کرتے ہیں اور نظروں میں آجاتے ہیں۔ تم وہاں محدود سماجی زندگی گزارو گی۔"

"پھر بھی کوئی ایسی آزمائشی گھڑی آتی ہے کہ احتیاط کے باوجود خیال خوانی کرنی ہی پڑتی ہے۔"

"میں نے جیری' تھرمال اور تمہارے دماغوں میں یہ گرہ باندھ دی ہے۔ تم تینوں کبھی ایسی غلطی نہیں کرو گے۔ ہمیشہ محفوظ جگہ پہنچ کر ٹیلی پیتھی کا ہتھیار استعمال کیا کرو گے۔"

"پھر تو میں ضرور وہاں جاؤں گی۔"

"اب شی تارا کی بات کرو۔ اس کے مزاج' اس کی عادتوں اور اس کی رہائش گاہوں کے متعلق کیا جانتی ہو؟"

"آج تک کسی نے اس کی اصل صورت نہیں دیکھی ہے۔ اس کی اصل آواز اور لہجہ نہیں سنا ہے۔ اس کے مزاج میں سب سے بڑی کمزوری ہیرے جواہرات ہیں۔ اس کے خزانے میں دنیا کے بیش قیمت اور نایاب ہیرے جواہرات کا ذخیرہ ہے۔"

"کیا وہ ان فارمولوں میں دلچسپی لے گی؟"

"جب تک میں اس کے ساتھ تھی' وہ دلچسپی لے رہی تھی۔ اب بھی لے رہی ہوگی۔ میرا خیال ہے وہ اس مقصد کے لیے زبردست اور باصلاحیت افراد کا انتخاب کرچکی ہوگی۔"

"کیا شی تارا اسرائیل جاسکتی ہے؟"

"وہ کبھی نہیں جائے گی۔ وہ اس معاملے میں بہت محتاط ہے۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اپنے مل سے باہر نہیں نکلتی ہے۔"

"تمہیں شی تارا کے بہتیرے مسائل کا علم ہوگا۔ کیا کوئی ایسا مسئلہ ہے جس کی وجہ سے وہ ظاہر ہو سکے۔"

"ہاں ایک مسئلہ ہے۔ اس مسئلہ کی وجہ سے وہ صرف پارس کے سامنے شاید آجائے۔ ہمارے تمہارے سامنے کبھی نہیں آئے گی۔"

"ایسا کیا مسئلہ ہے؟"

"ہماری دنیا میں دو نہایت ہی نایاب ہیرے ہیں۔ وہ دونوں انسانی آنکھ کی ہیئت سے مشابہ ہیں۔ ان میں سے ایک ہیرا شی تارا کے پاس تھا۔ اس کی جوتش وِدّیا نے بتایا تھا کہ ایسا دوسرا ہیرا بھی ہو اور وہ دونوں ہیروں کا تاج بنا کر یا ہیئر کلپ بنا کر بالوں میں لگائے یا کسی صورت سے اپنے سر پر رکھے تو وہ ساری دنیا پر حکمرانی کر سکے گی۔"

جے پرگولا نے کہا۔ "جادو ٹونے اور ستاروں کی چال کو تو میں بھی مانتا ہوں۔ یہ بتاؤ وہ دوسرا ہیرا کہاں ہے؟"

"وہ قاہرہ کے ایک بونے بدمعاش آقا لاثانی کے پاس تھا۔ تقدیر نے آقا لاثانی اور شی تارا کو یکجا کیا۔ دونوں کے پاس ایک ایک ہیرا تھا۔ پارس وہ دونوں ہیرے اڑا لے گیا۔"

جے پرگولا نے پارس کو ایک زبردست گالی دی پھر کہا۔ "یہ پارس ہے کیا چیز؟ مجھ جیسے شیطان سے پالا نہیں پڑا ہے۔ جس دن سامنا ہو گیا' چیونٹی کی طرح دو انگلیوں میں مسل کر رکھ دوں گا۔"

"مچلتا ہوا پارہ ہے۔ بند مٹھی سے بھی نکل جاتا ہے۔ تم ستاروں پر کمند ڈال سکتے ہو۔ اس پر نہیں ڈال سکتے۔"

جے پرگولا نے اپنی توہین محسوس کرتے ہی تڑاخ کی آواز کے ساتھ ایک طمانچہ رسید کر دیا پھر کہا۔ "سؤر کی بچی! کیا مجھے بزدل اور کمزور سمجھتی ہے؟ تو نے ابھی مرد دیکھے ہی کہاں ہیں۔ میں تجھے دکھاؤں گا کہ میں کیسا شیطان مرد ہوں۔"

اس نے دوسرا ہاتھ جمانا چاہا۔ وہ روتی ہوئی اس سے لپٹ گئی۔ مرد ہونے کا دعویٰ کرنے والے کی مردانگی ڈھل کر رہ گئی۔

❀❀❀✱✱❀❀❀

عادل کو یوں لگ رہا تھا جیسے ابھی ابھی پیدا ہوا ہو اور پہلی بار دنیا کو دیکھ رہا ہو۔ پہلی بار دنیا کو دیکھنے والا بچہ خود کو بھی نہیں پہچانتا کہ وہ کون ہے اور کیا ہے؟

شی تارا نے کہا۔ "تم ایک حادثے میں اپنی یادداشت کھو چکے ہو۔ میں تمہیں یہاں سے لندن بھیج رہی ہوں وہاں تمہارا علاج ہوگا تو یادداشت واپس آجائے گی۔"

اس نے عادل کو اسلام آباد سے روانہ کیا۔ لندن میں ڈی شی تارا اور ڈی سرنا نے اس کا استقبال کیا۔ اسے اپنی رہائش گاہ میں لے آئے۔ وہ لندن جیسا بڑا شہر دیکھ کر بہت خوش ہو رہا تھا۔ شی تارا نے اپنی ڈی کے پاس آ کر پوچھا۔ "اس یہودی جوان کے متعلق بتاؤ' جس کے بھیس میں عادل اسرائیل جائے گا۔"

"اس جوان کا نام ہیری رابسن ہے۔ اس کا باپ رابس[illegible] ایک شوز فیکٹری کا مالک تھا۔ تین ماہ پہلے مر گیا۔ ہماری معلو[illegible] کے مطابق باپ کے سوا اس کا دنیا میں اور کوئی نہیں تھا۔ آپ ا[illegible] کے اندر پہنچ کر بہت کچھ معلوم کر سکتی ہیں۔ کیا میں اس کی آوا[illegible] سناؤں؟"

"ہاں' سناؤ۔"

ڈی نے ٹیلیفون کا ریسیور اٹھایا پھر رابطہ قائم کرنے کے [illegible] کہا۔ "ہیلو ہیری! میں تمہاری وہ بول رہی ہوں۔ بھلا پہچانو تو ک[illegible] ہوں؟"

"وہ؟" اس نے دماغ پر زور ڈال کر سوچا۔ "وہ کون؟ میں [illegible] وہ کو نہیں جانتا۔"

ڈی نے ریسیور رکھا۔ شی تارا ہیری کے اندر پہنچ کر اس [illegible] خیالات پڑھنے اور اس کے بچپن سے اب تک کی تمام ہسٹ[illegible] معلوم کرنے لگی پھر بہت کچھ معلوم کرنے کے بعد اس نے ڈی [illegible] کہا۔ "میں ہیری کو خفیہ قید خانے میں لے جا رہی ہوں۔ تم میک [illegible] اَپ وغیرہ کے ضروری سامان کے ساتھ عادل کو وہاں لے آؤ۔"

ڈی شی تارا اور ڈی سرنا نے اس کی ہدایات پر عمل کیا۔ [illegible] تارا کے ماتحتوں میں ہپناٹزم اور پلاسٹک سرجری کے ماہرین [illegible] تھے۔ ان سب کو خفیہ اڈے میں پہنچنے کے لیے کہا گیا پھر وہ عادل [illegible] وہاں لے آئے۔ ادھر ہیری بھی سحر زدہ ہو کر اپنے تمام ضرور[illegible] سامان کے ساتھ آچکا تھا۔

جب شی تارا نے ہیری کے دماغ کو آزاد چھوڑا تو پہلے اس [illegible] پریشان ہو کر چاروں طرف دیکھا۔ پھر چیخنے لگا۔ "میں کہاں ہو[illegible] یہاں کیسے پہنچ گیا ہوں؟ تم لوگ کون ہو؟ مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

شی تارا نے ہپناٹزم کے ماہر سے کہا۔ "میں اسے بستر پر لٹا [illegible] ہوں۔ تم اس پر عمل کرو۔ اس کے دماغ میں نقش کر دو کہ یہ ا[illegible] قید خانے کا عادی بن کر رہے گا۔ کبھی باہر جانے کی ضد نہیں کر[illegible] گا۔"

اسے ایک بستر پر لٹا دیا گیا۔ شی تارا نے اسے پرسکون رہ[illegible] مجبور کیا' جس کے باعث تنویمی عمل آسان ہو گیا۔ عادل بھی تماشے دیکھ کر پریشان ہو رہا تھا۔ ڈی سے پوچھ رہا تھا۔ "کیا مجھے [illegible] اسی طرح بے ہوش کیا جائے گا۔"

ڈی نے کہا۔ "اسے بے ہوش نہیں کیا گیا ہے۔ تمہاری ط[illegible] اس کی بھی یادداشت گم ہو گئی ہے۔ اسے چند گھنٹوں کے بعد [illegible] کچھ یاد آجائے گا۔ آؤ تم بھی دوسرے بستر پر لیٹ جاؤ۔"

شی تارا اس کے اندر موجود تھی۔ وہ اس سلسلے میں کوئی [illegible] نہ کر سکا۔ چپ چاپ لیٹ گیا پھر اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ [illegible] اپنے آپ میں نہیں تھا۔ ایسا بے اختیار کرتا جا رہا تھا پھر گہری [illegible] میں ڈوب گیا۔

شی تارا اس کے اندر موجود تھی۔ وہ اس سلسلے میں کوئی بحث [illegible] کر سکا۔ چپ چاپ لیٹ گیا پھر اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ وہ [illegible] پنے آپ میں نہیں تھا۔ ایسا بے اختیار کرتا جا رہا تھا۔ پھر گہری نیند [illegible] ں ڈوب گیا۔

شی تارا نے اس کے دماغ میں جو باتیں نقش کیں وہ یہ تھیں [illegible] ہ اب وہ عادل کے نام کو' اس کی شخصیت کو اور اس کے چہرے کو [illegible] ول جائے گا۔

وہ یہودی ہے۔ اس کا نام ہیری ہے۔ باپ کا نام رابسن [illegible] ر الله ہے۔ باپ تین ماہ قبل مر چکا ہے اس کا کوئی رشتے دار نہیں [illegible] ہے۔ اکثر لوگوں سے کاروباری یا پھر دور کی صاحب سلامت ہے۔

شی تارا نے یہ حکم بھی دیا کہ وہ تنویمی نیند سے بیدار ہو کر [illegible] ب البم میں جتنے کاروباری افراد کی تصویریں دیکھے گا ان کے نام [illegible] ر چہرے اپنے ذہن میں نقش کر لے گا اور انہیں ہمیشہ یاد رکھے [illegible] ۔

اس کے ذہن میں ہیری کی بہت سی عادتیں نقش کرائی گئیں [illegible] ر حکم دیا گیا کہ وہ بیدار ہو کر ہیری کو چلتے پھرتے' اٹھتے بیٹھتے دیکھے اور اس کی تمام حرکات و سکنات کو یاد کر لے گا۔

اسے یہ یاد رکھنے کا حکم دیا گیا کہ وہ بچپن سے امریکا کے ایک [illegible] راو تاوا میں تھا۔ ماں مر چکی تھی۔ اس لیے اسے عبرانی زبان [illegible] لنے والوں کا ماحول نہیں ملا۔ وہ صرف انگریزی جانتا ہے پھر اسے [illegible] دیا گیا کہ تنویمی نیند کے دوران اس کے چہرے میں تبدیلی لائی [illegible] ۔ اس کا دماغ اس تبدیلی کا اثر نہیں لے گا اور وہ بدستور [illegible] رکھنے تک [illegible] تا رہے گا۔

یہ حکم دینے کے بعد شی تارا نے پلاسٹک سرجری کے ماہر سے [illegible] ا۔ "تمہارے ایک طرف ہیری لیٹا ہوا ہے اور دوسری طرف [illegible] ل ہے۔ عادل کو صورت شکل سے ہیری بنا دو۔"

وہ سب اس کے احکامات کی تعمیل کرنے لگے۔ وہ دماغی طور پر [illegible] ضر ہو گئی۔ دہلی میں اس کی ایک ذاتی کوٹھی تھی۔ وہ وہاں پہنچی [illegible] کی تھی۔ اس نے پاشا کو اپنا پرسنل سیکریٹری بنا کر انیکسی میں اپنے [illegible] یب ہی رکھا تھا۔

وہ سوچنے لگی۔ "میں اچھی پلاننگ کر رہی ہوں لیکن اکثر [illegible] میابی حاصل کرتے کرتے اچانک ہی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے [illegible] ر ایسی بدبختی محض اس لیے ہے کہ وہ دو چشمی ہیرے حاصل نہیں [illegible] پائے ہیں۔ پتا نہیں پارس نے انہیں کہاں چھپا کر رکھا ہے اگر [illegible] پ نے ہیروں کو بابا صاحب کے ادارے میں جمع کرا دیا ہوگا تو میں [illegible] بھی انہیں حاصل نہیں کر سکوں گی۔"

وہ اٹھ کر ٹہلنے اور سوچنے لگی۔ "مجھے کم از کم یہ معلوم کرنا ہے کہ وہ ہیرے کہاں ہیں؟"

معلوم کرنا آسان تھا۔ سیدھی سی بات تھی۔ وہ پارس کو [illegible] طلب کرتی تو وہ ضرور اسے خوش آمدید کہتا لیکن وہ اپنے دل کے چور سے ڈرتی تھی۔ دل چپکے سے کہتا تھا' وہ قربتِ یار کا بہانہ ڈھونڈ رہی ہے۔

یہی وجہ تھی کہ وہ ہیروں کے حصول کے لیے بے چین رہنے کے باوجود پارس سے دور ہی دور رہنا چاہتی تھی۔ جوتش وِدّیا کہہ رہی تھی' وہ ہیرے لازمی ہیں۔ دنیا کے دو بڑے ستارہ شناس ماہرین نے بھی کہا تھا۔ قاہرہ کا بونا آقا لاثانی بھی ان دو ہیروں کو اپنے سر کا تاج بنانے کے لیے پاگل ہو رہا تھا۔

پھر اس نے دل کو سمجھایا۔ "خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کروں گی تو وہ مجھے پکڑ نہیں پائے گا۔ میں خواہ مخواہ اس سے ڈرتی ہوں۔"

وہ ایک ایزی چیئر پر آ کر بیٹھ گئی۔ دل اس کے تصور سے دھڑکنے لگتا تھا۔ وہ تھوڑی دیر تک تیز ہونے والی دھڑکنوں کو سنبھالتی رہی پھر پارس کے پاس آ کر بولی۔ "میں ہوں۔"

وہ بولا۔ "یعنی تمہیں اتنا اعتماد ہے کہ صرف "میں ہوں" کہو گی تو تمہارا پارس تمہیں پہچان لے گا۔"

وہ فوراً ہی دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ دل کی دھڑکنیں پاگل ہو رہی تھیں۔ اس کے اندر کا چھپا ہوا محبت بھرا اعتماد صرف دو الفاظ "میں ہوں" سے ظاہر ہو گیا تھا۔ ورنہ وہ بڑی رکھائی سے کہہ سکتی تھی کہ میں شی تارا بول رہی ہوں۔

لیکن وہ غیریت سے بول ہی نہیں سکتی تھی کیوں کہ لاشعور میں محبت کی بے اختیاری تھی۔ وہ تھوڑی دیر تک چپ بیٹھی رہی۔ پریشان ہوتی رہی کہ یہ کیا ہو جاتا ہے؟ ایسا کیوں ہو جاتا ہے؟ انگارے چننے جاؤ تو پیار کی پیغمبری کیوں ملتی ہے؟

ان دو چشمی ہیروں نے اسے بہت ہی مجبور کر دیا تھا اس نے پھر سنبھل کر خیال خوانی کی اور اس کے پاس آ کر بولی۔ "تم فضول باتیں کیوں کرتے ہو؟"

"بات اگر فضول ہوتی تو تمہیں گولی کی طرح نہیں لگتی۔"

"مجھے کوئی گولی ووِلی نہیں لگی ہے' مجھ سے کام کی باتیں کرو۔"

وہ بولا۔ "شی تارا! اپنے آپ سے نہ لڑو۔ میرے گھر کا دروازہ ہو یا دماغ کا' دونوں تمہارے لیے کھلے رہتے ہیں۔ تم آتی ہو۔ میں تمہیں پکڑتا نہیں ہوں پھر بھی تم بھاگ جاتی ہو۔"

"تم میری باتیں سنو گے یا اپنی ہی کہتے رہو گے؟"

"کچھ کہو گی تو سنوں گا ورنہ بولتا رہوں گا کیوں کہ تم کم آتی ہو۔ ایسے وقت دل کی کتاب کھول کر زبان سے بولتے رہنے کو جی چاہتا ہے۔"

"تم یقین نہیں کرو گے مگر ضرور کہوں گی کہ میں تم سے نفرت کرتی ہوں۔"

"یہی تو میں چاہتا ہوں۔ محبت تو سبھی کرتے ہیں۔ میں دیوانہ تمہاری نفرت کا پیاسا ہوں۔"

"واہ محبت بھی جتاتے ہو' نفرت کے بھی پیاسے ہو۔ چت بھی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

تمہاری پٹ بھی تمہاری؟"

"بالکل میری۔ لیکن چت اور پٹ کی بات نہ کرو۔ وہ مختصری ملاقات یاد آنے اور تڑپانے لگتی ہے۔"

وہ جھینپ کر پھر دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ اس مختصری ملاقات کی یاد اسے بھی تڑپاتی تھی اور وہ آنکھیں بند کر کے اپنے جذبوں کو کچلنے لگتی تھی۔ وہ ایزی چیئر سے اٹھ کر تیزی سے چلتی ہوئی آئی پھر فریج کھول کر ٹھنڈے پانی کی بوتل اٹھا کر منہ سے لگاتے ہی غٹاغٹ پینے لگی۔ کلیجا ٹھنڈا ہونے لگا۔ دل کے موسم گرما میں ٹھنڈی ہوا چلنے لگی۔

وہ فریج بند کر کے آہستہ آہستہ چلتی ہوئی آئی۔ ایزی چیئر پر بیٹھ گئی۔ خیال آیا کہ اس کے پاس سے بار بار بھاگ آنا تو یوں انجانے میں محبت کی ادائیں دکھانے کے مترادف ہے۔ وہ بھی بڑا چت چور ہے۔ باتوں سے چت کر دیتا ہے اور کہنے والی اصل بات رہ جاتی ہے۔

اس بار اُس نے ارادہ کیا' اپنے مطلب کی بات کرے گی اور اسے اپنے مطلوبہ موضوع سے بھٹکنے نہیں دے گی۔ اس نے آ کر کہا۔ "پلیز' سنجیدہ ہو جاؤ۔"

"اگر میرے خاموش رہنے سے سنجیدگی رہے گی تو میں اب ایک لفظ نہیں بولوں گا۔"

"میرے سوال کا مختصر سا جواب دو۔ وہ دو چشمی ہیرے کہاں ہیں؟"

"میرے پاس ہیں۔"

"تم لوگ تمام اہم چیزیں بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا کر انہیں محفوظ کر دیتے ہو۔ پھر تم نے یہ ہیرے اپنے پاس کیوں رکھے ہیں؟"

"یہ میری محبوبہ سے پہلی ملاقات کی نشانی ہیں۔"

"محبوبہ محبت سے نشانی دیتی ہے جب کہ تم نے چھین لی ہے۔"

"چھیننے کا الزام نہ دو۔ یاد کرو' ان لمحات میں تم نے صرف ان ہیروں کو ہی نہیں خود کو بھی میرے سپرد کر دیا تھا۔"

وہ پھر بھاگ کر چلی آئی۔ اس وقت دائی ماں کمرے میں داخل ہو رہی تھیں۔ وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی پھر تیزی سے چلتی ہوئی آ کر دائی ماں سے لپٹ گئی۔ وہ بولی۔ "کیا ہوا میری بٹی کو؟ ہے بھگوان! تیرا دل بڑی زوروں سے دھڑک رہا ہے۔"

وہ اپنی منزل سے لپٹ رہی تھی لیکن منزل کا فریب مل رہا تھا۔ وہ دھڑکتے ہوئے لہجے میں بولی۔ "دائی ماں! تجھ سے کوئی بات چھپی نہیں ہے۔ وہ بہت یاد آتا ہے۔"

بوڑھی کی سمجھ میں نہیں آیا کہ جواباً کیا کہے؟ کیسے دلاسا دے؟ وہ اسے ہولے ہولے تھپکنے لگی پھر بولی۔ "وہ اسی طرح تیرے حواس پر چھایا رہے گا تو ایک دن تو موم ہو جائے گی۔"

"اس سے پہلے مر جاؤں گی۔ میں برہمن کی بٹی ہوں' جان سے جاؤں گی' دھرم سے نہیں جاؤں گی۔"

"کیا ابھی اس کے پاس گئی تھیں؟"

"ہاں' مجبوری ہے۔ وہ دو ہیرے حاصل نہیں ہوں گے تو م... آئندہ کامیابیاں مشکوک رہیں گی۔ میں نے صومالیہ میں فارمو... حاصل کرنا چاہا تو ناکام ہوئی۔ دوسری ناکامی یہ کہ مرینا نے ... دیا۔ تیسری ناکامی یہ کہ سپر ماسٹر جان بلوشر سے دوستی کرنے ... باوجود وہ نقشہ حاصل نہ کر سکی۔ یہ میری جوتش ودیا کہتی ہے ک... دونوں ہیرے میری تمام ناکامیوں کو کامیابیوں میں بدل دیں گے۔"

"بٹی! یہ مقدر کی چالبازی ہے' تیرا مقدر ہیروں کے بہا... تجھے اس سے قریب رکھتا ہے۔ تو کھونٹے سے بندھی ہوئی گا... ہے۔ رسّے کی لمبائی تک دور بھاگتی ہے پھر بھی کھونٹے سے وا... رہتی ہے۔"

وہ بولی۔ "کوئی ایسی ضدی اور سرکش گائے بھی ہوتی ہے... کھونٹے کو جڑ سے اکھاڑ کر اپنے ساتھ لے جاتی ہے۔ کیا میں پا... کو اکھاڑ کر اُس سے اپنا دھرم قبول نہیں کرا سکتی؟ کیا میں ا... ہندو نہیں بنا سکتی؟"

"یہ بات ناممکن نہیں ہے۔"

"ایک بار صرف ایک بار کسی طرح اس کا دماغ کمزور ہو جا... اور میں اُس پر مسلّط ہو جاؤں تو پھر راضی خوشی اس کی دھرم تبد... جاؤں گی۔"

وہ دائی ماں سے الگ ہوئی پھر ایک سرد آہ بھر کر بولی۔ ... سمجھ میں نہیں آتا کہ اس بلّے کے گلے میں گھنٹی کیسے باندھوں؟

"بٹی! عورت اپنے مرد کو اسیر کرنے کی ضد کر لے تو بہت تک پلاننگ کر لیتی ہے۔ اسی لیے تریا چلتر یعنی عورت کی چالباز... دنیا مانتی ہے۔ تو ضد کر لے کہ اس کا ایمان بدل دے گی پھر د... وہ تیرے قدموں میں ہو گا۔ یہ تو تاریخ آدم ہے کہ ایمان سے جا... والا آدمی جنت سے نکل کر عورت کے قدموں ہی میں گرتا ہے۔"

"دائی ماں! تمہاری باتوں سے مجھے بڑا حوصلہ ملتا ہے۔ اب اسے اپنے دھرم میں لانے کی پلاننگ کرتی رہوں گی۔ جلد یا ... کامیابی ضرور ہو گی۔"

وہ بیٹھنے کے لیے پھر ایزی چیئر کے پاس آئی پھر ٹھٹھک ... اس چیئر پر بیٹھنے کے بعد پارس نے تین بار اسے پکڑا تھا اور وہ... آئی تھی۔ وہ اس ایزی چیئر سے کترا کر ایک صوفے پر بیٹھی۔ ... بار اُس نے فیصلہ کیا کہ پارس سے دکھاوے کی محبت کرے گی۔ ... کے بغیر وہ جال میں نہیں پھنسے گا۔

اس نے مخاطب کیا۔ "پارس! میں بہت پریشان ہوں۔"

"تمہاری بھاگ دوڑ سے پریشانی کا یقین ہو رہا ہے۔"

"پلیز' میری بات کو مذاق نہ سمجھو۔ میں بالکل تنہا رہ گئی ہ... مجھے سہارے کی ضرورت ہے۔"

"میں سنجیدگی سے پوچھ رہا ہوں۔ بولو کیا چاہتی ہو؟"

"مجھے نحوستوں نے گھیر رکھا ہے۔ میرا بھائی پے بے سرا کسی کام کا نہ رہا۔ مرینا دھوکا دے گئی۔ جس کام میں ہاتھ ڈالتی ہوں' وہ کام بگڑ جاتا ہے۔"

"اس کی وجہ صرف ایک ہے اور وہ یہ کہ تم اکیلی ہو۔ میرا نیک مشورہ مانو اور شادی کر لو۔"

"تمہیں شرم نہیں آتی۔ اپنا بنا کر کسی اور سے شادی کا مشورہ دے رہے ہو۔"

"میں نے کب کہا ہے کہ کسی اور سے کرو۔"

"آں؟" وہ چونک گئی۔ اسے غلطی کا احساس ہوا پھر بولی "میں تم سے بھی نہیں کر سکتی۔"

"کوئی بات نہیں لیکن اپنی تنہائی دور کرنے کے لیے مجھ سے دوستی تو کر سکتی ہو۔"

"کیا آگ' پانی سے دوستی کر سکتی ہے؟"

"اپنی آگ بجھانے کے لیے کر سکتی ہے۔"

"مسئلہ آگ بجھانے کا نہیں' نحوستوں کا ہے۔ آقا لاثانی نے تمہارے سامنے کہا تھا کہ وہ دو ہیرے جس کے پاس یکجا ہوں گے اس پر بدبختی کبھی نہیں آئے گی۔"

"میری جان! میں نے وہ ہیرے اسی لیے ادارے میں نہیں دیے اپنے پاس رکھے کہ تمہیں کسی وقت بھی ان کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔"

"کیا سچ کہتے ہو؟"

"کہتا ہوں سچ کہ جھوٹ کی عادت نہیں مجھے۔"

"کیا تم نے میری خاطر انہیں سنبھال کر رکھا ہوا ہے۔ کیا یوں سنبھال کر رکھنے کی کوئی خاص وجہ ہے؟"

"تم خود ہی سمجھو۔ میری زندگی میں کتنی ہی حسینائیں آتی جاتی رہتی ہیں۔ ان دنوں باربرا میرے ساتھ ہے۔ میں دو ہیروں کا تاج بنا کر کسی کے بھی سر پر رکھ دوں تو وہ ملکۂ عالم بن جائے۔ ساری دنیا پر حکمرانی کرے۔"

"لیکن تم نے ایسا نہیں کیا۔ انہیں صرف میری خاطر اپنے پاس رکھا ہے۔ تم صرف مجھے ملکۂ عالم بنانا چاہتے ہو۔ ہائے پارس! تم مجھے اس قدر چاہتے ہو؟ اب میں سچے دل سے تمہاری قدر کروں گی۔"

"اللہ تمہیں اور سچائیاں دے۔"

"میں وعدہ کرتی ہوں' تمام عمر تمہاری دوست بن کر رہوں گی۔"

"اللہ تمہیں اور نیکی دے۔"

"کیا تم میری نحوستوں کو دور نہیں کرو گے۔"

"ضرور کروں گا۔ دو چشمی ہیرے تمہارے حوالے کر دوں گا۔"

"ہائے' میں تم پر قربان ہو جاؤں۔ کب کرو گے؟"

"جب کہو گی۔ جہاں کہو گی۔"

"ہر ملک کے بینک میں میرے لاکرز ہیں۔ تم کس ملک میں ہو؟"

"میں میامی میں تھا۔ اب واشنگٹن آ گیا ہوں۔"

"کیا نقشہ حاصل کر چکے ہو؟"

"تم پٹڑی بدل رہی ہو۔"

"نقشہ بہت اہم ہے پارس!"

"تو پھر ہیروں کو چھوڑو اور نقشے کی بات کرو۔ وہ نقشہ تمہیں مل سکتا ہے۔"

"ہیرے میری خوش بختی کے لیے لازمی ہیں۔ یہ مجھے مل جائیں گے تو یقین ہے کہ تم نقشہ بھی مجھے ہی دو گے۔"

"سچ پوچھو تو وہ نقشہ بھی میں نے تمہارے لیے سنبھال کر رکھا ہے۔"

"دیکھو جھوٹ نہ بولو۔ تمہیں میری قسم ہے۔"

"تمہاری قسم' سچ کہہ رہا ہوں۔ وہ نقشہ ہمارے پاس رہے گا۔ ہم دونوں ٹیلی پیتھی کے بچے پیدا کریں گے۔"

"تم نے پھر بکواس شروع کر دی۔ بہتر ہے پہلے ہیروں کا معاملہ طے کرو۔ میں تمہیں بینک کا نام بتا رہی ہوں' تم اس کے منیجر سے ملو۔ میں منیجر کے دماغ میں رہوں گی اس کے ذریعے اپنا لاکر کھلواؤں گی۔ تم وہ دو چشمی ہیرے اس میں رکھ دینا۔"

"کیا اسی طرح سچے دل سے قدر کی جاتی ہے؟"

"میں تمہارا مطلب نہیں سمجھی؟"

"میری پیاری محبوبہ! دنیا کے سب سے قیمتی ہیرے تحفے کے طور پر ہاتھوں میں دیے جاتے ہیں۔ بینک میں نہیں رکھے جاتے۔"

"کیا تم میرے سامنے آ کر میرے ہاتھوں میں دینا چاہتے ہو؟"

"کیا یہ غلط طریقہ ہے؟ کیا ساری عمر دوستی کرنے کا وعدہ کرنے کے بعد مجھ پر بھروسا نہیں کرو گی؟"

"ہاں' میں۔ میں بھروسا کروں گی مگر رفتہ رفتہ۔"

"تو پھر رفتہ رفتہ اعتماد کرنا سیکھتی رہو۔ ان ہیروں کی قیمت دنیا جہان کی دولت نہیں' صرف اعتماد اور دوستی ہے۔ یہ فرہاد علی تیمور کا بیٹا تم سے وعدہ کرتا ہے کہ تم سے مل کر تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ اس ملاقات کے پُرمسرت موقع پر وہ تمہیں خوش بختی کا تحفہ دے گا۔"

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی۔ "میں الجھ گئی ہوں۔ مجھے سوچنے کا موقع دو۔"

"سوچنے کے لیے ایک عمر پڑی ہے۔ سوچتی رہو۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ پریشان ہو کر سوچنے لگی۔ "کس مکّار سے پالا پڑا ہے۔ کیا اس کے سامنے عورت کی بدنام زمانہ چالبازیاں کام آئیں گی؟"

دائی ماں نے پوچھا۔ "بٹی! چائے پیو گی؟"

"ہاں' پلاؤ۔ میرا سر دُکھ رہا ہے۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

وہ چائے بنانے لگی۔ یہ اپنی ڈی کے پاس پہنچ کر وہاں کے حالات معلوم کرنے لگی۔ وہ یہودی ہیری تنویمی نیند میں تھا۔ دوسرے بستر پر عادل بھی تنویمی نیند میں ڈوبا ہوا تھا اور اس کے چہرے کو پلاسٹک سرجری کے ذریعے تبدیل کیا جا رہا تھا۔ وہ مطمئن ہو کر واپس آگئی۔

دائی ماں نے چائے لا کر دی۔ وہ ایک ایک گھونٹ پینے لگی اور اسے پارس سے ہونے والی گفتگو سنانے لگی۔ بوڑھی نے ساری باتیں سن کر کہا۔ "اس پر کبھی بھروسا نہ کرنا اگر اس کی نیت اچھی ہوتی تو وہ ہیرے اسی دن تیرے حوالے کر دیتا۔"

"اس رات وہ مجھے نہیں جانتا تھا کہ میں شی تارا ہوں نا گر جانتا تو شاید دے دیتا۔"

"اگر جانتا تو تجھے پکڑ کر لے جاتا اور مسلمان بنا ڈالتا۔"

"دائی ماں! کوئی کسی کا دھرم زبردستی کیسے بدل سکتا ہے۔ دھرم ایمان کا تعلق دل سے ہے۔"

"معلوم ہوتا ہے تو دل سے مجبور ہو رہی ہے۔ یہ بھول رہی ہے کہ ہپناٹزم اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایک مذہب کو مٹا کر دوسرا مذہب دماغ میں نقش کیا جا سکتا ہے۔"

"میں چائے پی رہی ہوں پھر بھی میرا سر دُکھ رہا ہے۔"

"بہتر ہے ابھی پارس کے بارے میں سوچنا چھوڑ دے۔"

"کیسے چھوڑ دوں؟ ابھی اس نے ایک شوشہ اور چھوڑا ہے۔ شاید ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ حاصل کر چکا ہے۔"

"تو نے بتایا تھا کہ جنرل کے اطراف بڑا سخت پہرا لگا رہے گا پھر اس نقشے تک بھلا کون پہنچ سکتا ہے؟"

"میں ابھی معلوم کرتی ہوں۔"

وہ پارس کے پاس آئی۔ اس نے جرابیں پہنتے ہوئے پوچھا۔ "اب کیوں آئی ہو؟"

"تم مجھے کیسے پہچان لیتے ہو؟"

"یہ غیر ضروری سوال ہے۔ مقصد بتاؤ اور جاؤ۔ میں ایک ضروری کام سے جا رہا ہوں۔"

"کیا میں تمہارے پاس رہ کر تمہارے ساتھ نہیں جا سکتی؟"

"کس رشتے سے پاس رہو گی؟"

"میں تمہاری چہیتی ہوں۔"

"پیاری چہیتی! مقصد بتاؤ ورنہ میں سانس روک لوں گا۔"

"کیا تم نے واقعی وہ نقشہ حاصل کر لیا ہے؟"

"تھوڑی دیر بعد حاصل ہو جائے گا۔ اس کے لیے قومی بینک جا رہا ہوں۔"

"قومی بینک؟" شی تارا کو یاد آیا اسے سپر ماسٹر جان بلوشر کے ذریعے معلوم ہوا تھا کہ اس نقشے کو میامی کے نیوی ہیڈ کوارٹر سے لا کر واشنگٹن کے قومی بینک میں رکھا جائے گا۔

پارس نے سانس روک لی تھی۔ وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچنے لگی۔ یہ پارس قومی بینک کے لاکر سے وہ نقشہ کیسے نکالے گا؟ وہ سپر ماسٹر کے پاس آ کر بولی۔ "نقشے کے بارے میں بتاؤ۔"

"کیا بتاؤں۔ وہ کسی کے ہاتھ نہیں لگا۔ قومی بینک کے سیف میں رکھا ہوا ہے۔"

"تم اپنے خاص سراغرسانوں کو قومی بینک کے اس حصے میں بھیجو جہاں وہ آئرن سیف ہے۔ پارس وہ نقشہ حاصل کرنے آر ہے۔"

"کیسی باتیں کرتی ہو شی تارا! اس کے فرشتے بھی اس آئرن سیف تک نہیں پہنچ سکیں گے۔"

"کیا اس نقشے کی نقل جنرل واسکوڈی کے پاس ہو سکتی ہے؟"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ وہ خالی ہاتھ بینک سے گھر گیا ہے۔"

"ہو سکتا ہے اس نے وردی میں چھپالی ہو۔"

"بینک سے باہر نکلنے سے پہلے جنرل کی پوری طرح تلاشی لی گئی تھی۔ تم کیسے کہتی ہو کہ پارس اسے حاصل کرنے کے لیے قومی بینک میں آ رہا ہے؟"

"پارس نے خود مجھ سے کہا ہے۔"

"وہ اس معاملے میں تمہیں دھوکا دے رہا ہے۔ ذرا سوچو اس وقت شام کے چھ بج چکے ہیں بینک کے بڑے بڑے آہنی دروازے بند ہو چکے ہیں۔ وہ کیا چیونٹی بن کر اندر جائے گا؟"

"اس کا مطلب ہے وہ مجھے گمراہ کر کے کسی اور طرف ... ہے۔ تم اپنے آدمیوں کے ساتھ جنرل اور اس کی کوٹھی پر نظر رکھو میں ابھی آتی ہوں۔"

وہ واشنگٹن کی ڈی شی تارا کے پاس آ کر بولی۔ "سرنا اور چ... ماتحتوں کو لے کر جنرل کی کوٹھی کا محاصرہ کرو اور آنے جانے والو... پر نظر رکھو۔ وہاں تمہیں پارس کے قد اور جسامت والا کوئی جوا... نظر آ سکتا ہے۔ آنکھیں کھلی رکھنا۔ میں آتی جاتی رہوں گی۔"

وہ واپس آ کر دائی ماں سے بولی۔ "مجھے ایک کپ اور پلاؤ۔"

بوڑھی نے تھرماس سے پیالی میں چائے انڈیلتے ہوئے پوچھا "کیا ہو رہا ہے؟"

"یہ پارس ایسا دردِ سر بن گیا ہے کہ مجھے بار بار چائے پینے ... عادت پڑ گئی ہے۔"

"کیا پھر کوئی پریشانی کی بات ہے؟"

"پریشانی اتنی نہیں ہے البتہ فکر ہے کہ کیا ہو گا؟ پارس ... نقشہ حاصل کرنے کے لیے جنرل کے گھر گیا ہو گا۔ وہ مجھے ا... معاملے میں گمراہ کر رہا تھا۔ میں اس کا پیچھا نہیں چھوڑوں گی۔"

"وہ بھی چاہتا ہے کہ تم اس کے پیچھے لگی رہو۔ اس کی چالوں ... اچھی طرح سمجھا کرو۔"

"سمجھ رہی ہوں۔ میرے ڈی ماتحتوں کے ساتھ جنرل کی کو... کا محاصرہ کر چکی ہو گی اور سپر ماسٹر تو کوٹھی کے اندر بھی جا سکے گا ... مجھے اندر اور باہر کی اطلاعات ملتی رہیں گی۔ پارس جو بھی چال ...

گا' وہ مجھ سے چھپی نہیں رہے گی۔"

وہ ایک ایک گھونٹ چائے پیتی رہی۔ دائی ماں نے پوچھا۔ "کیا مرینا ایسے وقت خاموش بیٹھی رہے گی؟"

اس نے چونک کر اسے دیکھا پھر اپنی ڈی کے پاس پہنچ کر بولی۔ "کیا تم محاصرہ کر چکی ہو؟"

"میں ایک ماتحت کے ساتھ کوٹھی کے سامنے ہوں۔ سرنا ایک ماتحت کے ساتھ کوٹھی کے پیچھے ہے۔"

"کیا تم جنرل کی سالی کو پہچانتی ہو؟"

"نہیں لیکن سرنا نے پچھلی رات اس کی سالی کو میامی کے شراب خانے میں دیکھا تھا۔"

"تم کوٹھی کے پیچھے جاؤ۔ میں سرنا کو یہاں سامنے لا رہی ہوں۔"

وہ ڈی سرنا کے پاس آ کر بولی۔ "کوٹھی کے سامنے فوراً آؤ اگر جنرل کی سالی نظر آئے تو مجھے بتا دینا۔ ڈی شی تارا یہاں تمہاری جگہ آ رہی ہے۔"

جنرل واسکوڈی کی کوٹھی پانی پت کا میدان بننے والی تھی۔ ادھر جے پرگولا نے مرینا یعنی جنرل کی سالی کی ڈی تیار کر لی تھی۔ وہ ڈی سالی تنویمی نیند پوری کرنے کے بعد بیدار ہو گئی تھی۔ مرینا نے اس سے پوچھا۔ "تم کون ہو؟ تمہارا نام کیا ہے؟"

وہ بولی۔ "میرا نام روزی نیلسن ہے۔ میں سوزی کی چھوٹی بہن ہوں اور سوزی جنرل واسکوڈی کی بیوی ہے۔ اس رشتے سے میں جنرل کی سالی ہوں۔"

"تم ابھی کہیں جا رہی ہو؟"

"میں جنرل کی کوٹھی میں جا رہی ہوں۔ میرے پرس میں اعصابی کمزوری کی ایک دوا ہے۔ پہلے میں جنرل سے اس نقشے کے متعلق سوالات کروں گی۔ صحیح جواب نہ ملا تو اسے دھوکے سے اعصابی کمزوری میں مبتلا کر دوں گی۔"

جے پرگولا تنویمی عمل کے ذریعے یہ تمام باتیں اس کے اندر نقش کر چکا تھا۔ اس کے دماغ کو بھی لاک کیا جا چکا تھا۔ وہ صرف مرینا کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر سکتی تھی۔ اس کی طرف سے مطمئن ہو کر پرگولا نے حکم دیا۔ "اب جاؤ۔"

وہ بستر سے اٹھ کر اپنا پرس اٹھا کر وہاں سے جانے لگی۔ مرینا ایک صوفے پر آرام سے بیٹھ گئی پھر بولی۔ "میں ڈی کے ساتھ جا رہی ہوں جو حالات پیش آئیں گے' میں تمہیں بتاتی رہوں گی۔"

ڈی ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر جنرل کی کوٹھی کے سامنے پہنچ گئی۔ وہ فوج کا جنرل تھا اس کی کوٹھی کے اطراف مسلح فوجی الرٹ رہتے تھے۔ وہ اپنے افسر کی سالی کو پہچانتے تھے۔ اس لیے اُسے اندر جانے سے نہیں روکا گیا۔ صرف ٹیکسی کو احاطے کے اندر جانے کی اجازت نہیں دی گئی۔ وہ احاطے کے گیٹ سے پیدل چلتی ہوئی کوٹھی کے اندر آئی۔

مسز واسکوڈی یعنی اس کی بہن سوزی نے پوچھا۔ "روزی! تم کل سے کہاں تھیں؟ تمہیں میامی میں اپنے بہنوئی کے ساتھ گھومنے پھرنے کی اجازت نہیں دی گئی تھی تو واپس آ جانا چاہیے تھا۔"

وہ ایک صوفے پر بیٹھتی ہوئی بولی۔ "میں بہت عرصے کے بعد میامی گئی تھی اس لیے خاصی تفریح کرنے کے بعد آئی ہوں۔ مجھے پیاس لگ رہی ہے۔ وہ سیاہ فام ملازمہ کہاں ہے؟"

"وہ بیمار ہے اس کی جگہ اس کی بہن کل سے کام پر آ رہی ہے۔ مَیری تم کہاں ہو؟ روزی کے لیے ٹھنڈی بوتل لے آؤ۔"

جنرل نے اپنے کمرے سے نکلتے ہوئے کہا۔ "اچھا روزی آئی ہے۔ سو سوری! کل سرکاری ڈیوٹی کے باعث میں تم سے دور ہو گیا تھا۔"

"کوئی بات نہیں ڈیوٹی پھر ڈیوٹی ہوتی ہے۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ جنرل کی بیوی نے ریسیور اٹھایا پھر پوچھا۔ "ہیلو! فرمائیے؟"

دوسری طرف سے ڈی شی تارا نے کہا۔ "میں روزی کی سہیلی ہوں۔ پلیز' اس سے بات کرا دیں۔"

سوزی نے کہا۔ "روزی! تمہاری کسی سہیلی کا فون ہے۔"

ڈی سالی نے ریسیور لے کر کان سے لگایا پھر کہا۔ "ہیلو' میں روزی بول رہی ہوں۔"

"تم روزی نہیں مرینا ہو اور میں شی تارا بول رہی ہوں۔"

ڈی کے اندر بیٹھی ہوئی مرینا چونک گئی پھر سنبھل کر بولی۔ "یہ کیا بکواس ہے۔ میں مرینا نہیں روزی ہوں۔"

شی تارا اس ڈی کے اندر پہنچ کر بولی۔ "ہاں' اب اس کے دماغ میں آ کر معلوم ہو رہا ہے کہ یہ بے چاری ایک آلۂ کار ہے اور مرینا! تم اس کے اندر چھپی ہوئی ہو۔"

مرینا نے کہا۔ "شی تارا! یہ سانس روک لیتی ہے۔ میں اس کے اندر سے چلی جاؤں گی تو یہ تمہیں بھی بھگا دے گی۔"

"میں نادان نہیں ہوں۔ تمہارا موجودہ لہجہ اپنا کر اس کے اندر چلی آؤں گی۔"

"دیکھو' تم کام بگاڑ رہی ہو۔"

"مجھے اس نقشے کے متعلق بتاؤ اس میں میرا بھی حصہ ہے۔"

"میں کیسے بتاؤں کہ نقشہ کہاں ہے۔ مجھے کل جنرل سے دور کر دیا گیا تھا۔ میں معلوم کرنے آئی ہوں کہ پارس اس سلسلے میں کیسی چالیں چل رہا ہے۔"

"تو پھر معلوم کرو' میں تمہارے ساتھ رہوں گی۔ پیچھا نہیں چھوڑوں گی۔"

"یہاں تیسری ٹیلی پیتھی جاننے والی باربرا بھی موجود ہو گی۔ جنرل' اس کی بیوی یا اس کی سیاہ فام ملازمہ میں سے کسی ایک کے دماغ میں ہو گی۔ تم اس کا بھی محاسبہ کرو۔ میں تھوڑی دیر کے لیے جا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

رہی ہوں۔"

ادھر ڈی سالی نے ریسیور رکھ دیا تھا۔ مرینا اور شی تارا کی باتیں اپنے دماغ میں سن رہی تھی۔ ایک سیاہ فام ملازمہ نے اسے ٹھنڈا مشروب پیش کیا۔ جنرل کی بیوی وہاں سے جا چکی تھی۔ جنرل نے روزی سے پوچھا۔ "تم ابھی فون پر کسی سے کہہ رہی تھیں کہ تم مرینا نہیں روزی ہو۔ کون تمہیں مرینا کہہ رہی تھی؟"

"پتا نہیں کون تھی۔ اس نے ریسیور رکھ دیا تھا۔"

دوسری طرف مرینا نے دماغی طور پر حاضر ہو کر جے پرگولا سے کہا۔ "میری ڈی کے اندر شی تارا پہنچ گئی ہے اب کیا ہوگا' وہ بڑی رکاوٹیں پیدا کرے گی۔"

"شی تارا کو وہاں سے بھگانا ہوگا۔ جیری اور تھرپال کو اپنے پاس بلاؤ' انہیں اپنی ڈی کے دماغ میں لے جاؤ وہ دونوں وہاں شی تارا کی آواز سنیں گے پھر وہ دونوں باری باری شی تارا کے دماغ میں جانے کی ناکام کوششیں کرتے رہیں گے اور وہ انہیں بھگانے کے لیے سانس روکتی رہے گی یوں دونوں کی مسلسل خیال خوانی کے حملوں کو روکنے میں مصروف رہے گی۔ تم ادھر اپنا کام سہولت سے کرنا۔"

"پرگولا! تمہیں یہ معلوم نہیں ہے کہ شی تارا اپنی ڈی کے لہجے میں خیال خوانی کرتی ہے۔ آج تک کسی نے اس کی اصل آواز نہیں سنی۔ جیری اور تھرپال خیال خوانی کی پرواز کر کے ڈی شی تارا کے پاس پہنچتے رہیں گے۔ جو اصل ہے وہ پھر بھی ڈی کے پاس رہے گی۔" "ہم اسے وہاں سے بھگا نہیں سکیں گے۔"

پرگولا نے کہا۔ "اگر وہ مصیبت بن ہی گئی ہے تو ہم اس سے نمٹ لیں گے۔ تم وقت ضائع نہ کرو۔ فوراً نقشے کے متعلق معلوم کرو۔"

ڈی سالی پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتی تھی لیکن شی تارا نے مرینا کا لہجہ اپنایا تھا اس لیے وہ اسے محسوس نہیں کر رہی تھی اس نے ڈی کے ذریعے کہا۔ "جنرل! ایک نقشے کی وجہ سے تمہاری زندگی خطرے میں پڑ گئی ہے۔"

جنرل نے پوچھا۔ "روزی! تم کیسے جانتی ہو کہ نقشہ کیا ہے؟ اور میں کس طرح خطرے میں پڑ گیا ہوں؟"

شی تارا نے کہا "میں روزی کے ذریعے مرینا بول رہی ہوں۔"

"جھوٹ نہ بولو۔ مرینا کی آواز اور لہجہ دوسرا ہے۔ وہ میرے دماغ میں آ کر بولتی ہے۔ تم مرینا ہو تو میرے اندر آؤ۔"

اسی وقت مرینا بھی ڈی سالی کے اندر آ گئی تھی۔ اس نے کہا۔ "پارس کی ساتھی باربرا نے تمہیں مجھ سے چھین کر اپنا معمول اور تابعدار بنا لیا ہے۔ پتا نہیں وہ کون سا لہجہ اپنا کر تمہارے پاس آتی ہے۔ میں نہیں جانتی ہوں اس لیے تم سے دور ہو گئی ہوں۔"

"میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ میرے اندر آؤ گی تو تمہیں اپنی دوست مرینا تسلیم کروں گا۔"

شی تارا نے کہا۔ "مرینا! ہمیں باربرا اس کے اندر نہ جانے دے گی اور ہمیں اندر پہنچ کر ہی معلوم ہوگا کہ پارس نے نق کے سلسلے میں کیا گھپلا کیا ہے؟"

"پھر تو اسے زخمی کرنا ہوگا یا اسے اعصابی کمزوری میں کرنا ہوگا۔"

اس دوران باربرا خاموش تماشائی بنی ہوئی تھی۔ وہ جنرل دماغ میں نہیں جا رہی تھی' اگر جاتی تو شی تارا اور مرینا کو بھی جگہ مل جاتی اس لیے وہ کبھی جنرل کی بیوی اور کبھی سیاہ فام ملاز کے دماغ میں رہ رہی تھی۔ جب اس نے جنرل کی سالی کو دیکھا تو گئی کہ وہ مرینا ہے یا اس کی کوئی آلۂ کار ہے۔

پھر شی تارا اور مرینا کی فون کال کے وقت اس ڈی کے اند رہی تھی' تب باربرا کو بھی اس کے اندر پہنچنے کا موقع مل گیا۔ وہ خاموشی سے دونوں کی باتیں سنتی رہی۔ آخر مرینا نے اس سالی سے کہا۔ "تمہارے بالوں میں جو ہیئر پن لگی ہوئی ہے۔ ا سر سے نکال کر جنرل کے جسم کے کسی بھی حصے میں چبھو دو۔"

ڈی سالی نے حکم کی تعمیل کی۔ اپنی جگہ سے اٹھی اور جنرل پاس آ کر بیٹھ گئی پھر اس نے لگاوٹ کی باتیں کرتے ہوئے ا بالوں سے پن نکال کر اسے چبھو دی۔ جنرل کے منہ سے ہلکی سسکی کی آواز نکلی۔ سوئی میں لگی ہوئی دوا زود اثر تھی۔ اس فوراً ہی اثر دکھایا۔ وہ کمزوری محسوس کرتے ہوئے صوفے پر گیا۔ شی تارا اور مرینا یہ دیکھتے ہی اس کے اندر پہنچ گئیں۔ تیزی سے اس کے چور خیالات پڑھنے لگیں۔

اس کے خیالات بہت کچھ بتا رہے تھے۔ نیوی ہیڈ کوارٹر واشنگٹن کے قومی بینک سے اپنے گھر تک پہنچنے کی تمام تفصیل معلوم ہو رہی تھیں لیکن اس کے خیالات یہ نہیں بتا سکتے تھ اس نقشے کی مائیکرو فلم کیسے تیار کی گئی تھی اور وہ کس طرح ریوا کے چیمبر میں چھپائی گئی تھی۔

چونکہ ایسے وقت باربرا نے جنرل کے دماغ کو غائب رکھ اور اس پر مسلط رہ کر مائیکرو فلم تیار کی تھی۔ اس لیے جنرل کو کا کوئی علم نہیں تھا اور اس لیے اس کا دماغ شی تارا اور مرینا کو بتانے سے قاصر تھا۔

شی تارا اور مرینا حیران تھیں کہ وہ نقشہ بڑی سہولت ساتھ قومی بینک کے آہنی سیف میں پہنچا دیا گیا اور پارس اسے حاصل کرنے کے لیے کچھ نہیں کیا۔ یہ بات یقین کرنے نہیں تھی۔

مرینا نے جنرل کے کمزور دماغ سے پوچھا۔ "کیا باربرا تمہیں اپنا تابعدار بنا کر تم سے نقشے کا مطالبہ نہیں کیا تھا؟"

"کون باربرا؟ میں اس نام کی کسی عورت کو نہیں ہوں۔ میرے دماغ میں صرف مرینا آتی ہے اور اس نے م پاس آنے کے لیے اپنا لہجہ بدل لیا ہے۔"

شی تارا نے کہا۔ اچھی طرح سوچ کر بتاؤ' طیارے میں سفر کرنے کے دوران کیا تم تھوڑی دیر کے لیے غافل ہوئے تھے۔"

"غافل ہونے سے تمہاری مراد سو جانا ہے تو میں تھوڑی دیر کے لیے سو گیا تھا۔"

"ایک فوجی افسر بے وقت نہیں سوتا' تم کیسے سو گئے تھے۔ س نیند کے دوران ضرور کچھ ہوا ہے۔"

ایسے وقت جنرل کی زبان نے باربرا کی مرضی کے مطابق کہا۔ ہاں' نیند کے دوران میں نے خواب دیکھا تھا۔"

شی تارا نے کہا "شاید وہ خواب نہ ہو' تمہارا بے اختیاری کا ل ہو۔ اچھی طرح یاد کرو اور بتاؤ کہ وہ خواب جیسا عمل کیا تھا؟"

"ہاں' مجھے یاد آ رہا ہے۔ میں نے بریف کیس کو کھولا تھا۔"

مرینا نے پوچھا۔ "تمہیں لاک کا خفیہ نمبر معلوم نہیں تھا۔ تم نے اسے کیسے کھولا؟"

شی تارا نے سخت لہجے میں کہا۔ "مرینا! تم خاموش رہو اسے کنے سے یہ اصل بات بھول سکتا ہے۔"

جنرل نے باربرا کی مرضی کے مطابق کہا۔ "میں نے خواب میں یکھا کہ میں بریف کیس سے نقشہ نکال کر اسے کھول رہا ہوں پھر ں نے اپنے ریوالور کا چیمبر باہر نکالا ہے۔ اس چیمبر میں گولیاں میں ہیں۔ اس کے اندر ایک ننھا سا مائیکرو کیمرا ہے۔ اور میں اس مرے سے نقشے کی تصویریں اتار رہا ہوں۔"

شی تارا اور مرینا اپنی اپنی جگہ حیرت سے اچھل پڑیں۔

ولی ماں نے شی تارا سے پوچھا۔ "بیٹی کیا ہوا؟"

شی تارا نے کہا۔ "وہ فرہاد کا نہیں' شیطان کا بچہ ہے۔ میں بھی آتی ہوں۔"

مرینا نے کہا۔ "وہ شیطان کا بچہ نہیں' شیطان کا باپ ہے۔ ں ابھی آتی ہوں۔"

دونوں کی سمجھ میں آ گیا تھا کہ پارس نے کیسا غضب کا کمال کھایا ہے۔ دونوں ہی ڈی سالی کے دماغ میں آئیں پھر اس بے اری کو دوڑاتی ہوئی جنرل کے بیڈ روم میں لے گئیں۔ ڈی نے ماری کے پاس پہنچ کر اس کے پٹ کو کھولا اندر دوسرے کپڑوں کے ساتھ فوجی وردی ہینگر پر لٹکی ہوئی تھی۔ ایک جگہ ہولسٹر میں یوالور نظر آ رہا تھا۔ اس نے لپک کر ریوالور کو ہولسٹر سے نکالا پھر یوالور والا چیمبر باہر کھینچا۔ اس میں بلٹس نہیں تھے۔ اس میں ئیکرو کیمرا نہیں تھا۔ غبارے سے ہوا نکل چکی تھی۔

وہ تھوڑی دیر تک الماری کے درازوں اور مختلف حصوں میں مائیکرو کیمرا تلاش کرتی رہی پھر دونوں اس کے دماغ سے نکل کر زل کے پاس آئیں۔ جھنجلا کر پوچھنے لگیں۔ "کہاں ہے وہ مائیکرو ہے"

شی تارا نے کہا۔ "ریوالور کا چیمبر خالی ہے۔ اچھی طرح یاد رو' تم نے وہ کیمرا ریوالور کے چیمبر سے نکال کر کہاں چھپایا ہے؟"

"میں نے خواب میں ریوالور کو ہاتھ لگایا تھا پھر اس کے چیمبر میں کیمرا واپس رکھنے کے بعد اس ریوالور کو چھو کر بھی نہیں دیکھا اسے ہولسٹر سمیت الماری میں رکھ دیا تھا۔"

"اس کا مطلب ہے' پارس نے کسی آلۂ کار کے ذریعے اسے چوری کرایا ہے۔"

جنرل نے کہا۔ "یہاں ابھی تک کوئی باہر کا فرد نہیں آیا ہے۔ چوری کیسے ہوگی؟"

"گھر کے کسی فرد کو آلۂ کار بنا کر یہ مقصد پورا کیا گیا ہے؟"

وہ دونوں جنرل کی بیوی کے اندر آئیں اس کے چور خیالات پڑھے پتا چلا وہ اس سلسلے میں کچھ نہیں جانتی ہے۔ مرینا نے کہا۔ "اوہ گاڈ! ہم اس سیاہ فام ملازمہ کو بھول رہے ہیں۔"

وہ دونوں پھر ڈی سالی کے دماغ میں آئیں۔ اسے ہر کمرے میں گھمانے پھرانے اور سیاہ فام ملازمہ کو تلاش کرانے لگیں۔ آخر وہ ایک کمرے میں نظر آ گئی۔

کچھ دیر پہلے جب وہ ڈی سالی کو مشروب سے بھرا ہوا گلاس دینے آئی تھی تو نارمل تھی۔ اب نشے میں جھوم رہی تھی۔ ڈی سالی کو دیکھ کر بولی۔ "ویل میں سمجھ گئی' تمہارے اندر جو دو چڑیلیں ہیں' وہ مائیکرو فلم کے لیے بھاگی بھاگی پھر رہی ہیں۔"

پھر وہ ہنستی ہوئی بولی۔ "بڑا عجیب تماشا ہو گیا۔ ایک میری جیسی کالی کلوٹی یہاں آئی تھی۔ وہ میری ہم شکل تھی۔ میں مشروب سے بھرا ہوا گلاس لے جانا چاہتی تھی۔ اس نے میرے بازو پر اپنے ایک ناخن کی ہلکی سی خراش ڈالی۔ ہائے میں کیا بیان کروں؟ ایسا مزے کا نشہ ہونے لگا کہ میں اب تک مست ہو رہی ہوں۔"

"ص۔ فو۔ فو۔ را۔ را۔ را را۔۔۔۔"

شی تارا اور مرینا دونوں چیخ پڑیں۔ "صفورا۔ را۔ را۔ را۔"

دونوں نے پھر اس ڈی سالی کو باہر کی طرف دوڑایا۔ اسے سیکورٹی افسر کے پاس لے گئیں اس کے ذریعے پوچھا۔ "کیا یہاں سے کوئی سیاہ فام لڑکی باہر گئی ہے؟"

افسر نے کہا۔ "ہاں اس کوٹھی کی سیاہ فام ملازمہ میری گئی ہے۔"

"تم نے اسے کیوں جانے دیا؟"

"وہ یہاں کی ملازمہ ہے' آتی جاتی رہتی ہے۔ اسے کبھی روکا یا ٹوکا نہیں گیا' آج بھی ایسا کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا۔"

وہ دونوں پھر اسے دوڑاتی ہوئی گیٹ پر لائیں وہاں کھڑے ہوئے مسلح گارڈز میں سے ایک گارڈ سے پوچھا۔ "وہ سیاہ فام میری کدھر گئی ہے؟"

اس نے ایک طرف اشارہ کر کے کہا۔ "ادھر گئی ہے؟"

"کیا کسی گاڑی میں گئی ہے؟"

"جی ہاں۔ بلیک ہنڈا کارڈ میں۔"

اس کا مطلب یہ تھا کہ بہت دور نکل گئی ہے۔ پارس سے یہ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

توقع نہیں تھی کہ وہ اسے ایک ہی بلیک ہنڈا اکارڈ میں بٹھائے رکھے گا۔ آگے جا کر صفورا نے گاڑی تبدیل کی ہو گی۔

مرینا نے دماغی طور پر حاضر ہو کر ایک لمبی سانس یوں چھوڑی جیسے دم نکل رہا ہو۔ جے پرگولا نے پوچھا۔ "کیا ہوا؟ کبھی آرہی ہو' کبھی جارہی ہو؟ آخر کچھ بتاؤ تو سہی۔"

وہ اس بار لمبی سانس لے کر بولی۔ "وہ کمینہ نقشہ لے گیا۔"

"یعنی پارس کو کہہ رہی ہو؟ وہ اتنا بڑا نقشہ کیسے چھپا کر لے گیا؟"

"وہ نقشے کی مائیکرو فلم لے گیا ہے؟"

وہ جے پرگولا کو پارس کی حکمتِ عملی کے متعلق بتانے لگی۔

ادھر شی تارا دماغی طور پر حاضر ہو کر ہولے ہولے ہنسنے لگی۔ اپنے سر کو تھام کر صوفے کی پشت سے ٹک گئی۔ دائی ماں نے کہا۔ "اے بیٹی' یہ تو کھسیانی ہنسی لگ رہی ہے۔"

وہ ہنس ہنس کر بولی۔ "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسے وقت اپنا سر پیٹ کر ماتم کرنا چاہیے یا پارس کی بے مثال ذہانت پر خوش ہونا چاہیے۔ بس میں ہنس رہی ہوں۔ مجھے اچھا لگ رہا ہے؟"

"ہنسنا اچھا لگ رہا ہے یا وہ اچھا لگ رہا ہے؟"

وہ ہنستے ہنستے یکلخت خاموش ہو گئی۔ دائی ماں کو خالی خالی نظروں سے تکنے لگی۔ بوڑھیا نے پوچھا۔ "کیا دیکھ رہی ہو؟"

وہ جیسے دور کہیں پہنچ کر بولی۔ "میں چاہتی ہوں' وہ کانٹا میری زندگی سے ہمیشہ کے لیے نکل جائے۔ ایک دن اسے مرنا ہے۔ آج ہی مر جائے پھر میرے دھرم کو کبھی ٹھیس نہیں پہنچے گی۔ میں اسے اپنا غلام بنانے یا مار ڈالنے کی تمنا کرتی ہوں لیکن اس کی دلیری اور ذہانت پر بے اختیار خوش ہونے لگتی ہوں۔ خوش تو وہ عورت ہوتی ہے' جس کا مرد کمالات دکھاتا ہے اور دنیا میں نام پیدا کرتا ہے اور وہ فخر سے بھر جاتی ہے۔ یہ فخر میرے اندر کیوں بھر جاتا ہے؟"

"بیٹی! تیرے سوال کا کیا جواب دوں؟ ہاں ایسا ہوتا ہے کہ جب اپنے زبردست کے سامنے عورت کا بس نہیں چلتا تو وہ انجانے میں اس زبردست کے آگے جھکنے لگتی ہے۔ مگر دعویٰ بھی کرتی ہے کہ ٹوٹ جائے گی مگر نہیں جھکے گی۔ تیرے اندر ایک جنگ جاری رہتی ہے۔ بھگوان جانے تیرا کیا بنے گا؟"

شی تارا نے سر جھکا لیا۔ یہ عقیدت کا اور عبادت کا تقاضا ہے کہ سجدے میں جانے سے پہلے سر جھکانا آجائے۔

****

سات بھائیوں کی وہ خفیہ تنظیم آدم برادرز کہلاتی تھی۔ ان سات بھائیوں کی ایک بہن الپا تھی۔ اس وقت وہ ایک آرام دہ بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ اس کا سب سے بڑا بھائی برین آدم اس کے پاس بیٹھا ہوا کہہ رہا تھا۔ "تم نے بابا صاحب کے ادارے میں بڑے کارنامے انجام دیے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے ٹیری ہارٹ کو ٹریپ کر کے یہاں پہنچا دیا۔ جوجو کو بھی یہاں لے آئیں مگر ایک بہت بڑی غلطی کے باعث وہ ہاتھ آکر نکل گئی۔"

وہ بولی۔ "بڑے بھائی! مجھے اس غلطی کا ہمیشہ افسوس ر... اور میں شرمندہ رہوں گی۔"

"نہیں سسٹر! اس غلطی کو بھول جاؤ' میں اسے بھلانے لیے ہی ابھی تم پر عمل کر رہا ہوں۔ سونیا ثانی نے جوجو کے ذر... تمہاری اصل آواز اور لہجے کو سن لیا ہے۔ آئندہ وہ تمہارا اختیار کر کے تمہارے کسی معمول کے اندر پہنچ سکتی ہے... کوڈورڈز معلوم کر کے ہم تمام بھائیوں تک پہنچ کر ہماری خفیہ... کے متعلق بہت کچھ معلوم کر سکتی ہے۔"

سونیا ثانی خطرہ بن گئی تھی لہٰذا الپا تنویمی عمل کے لیے را... ہو گئی۔ بڑے بھائی برین آدم نے اس پر عمل کرنا شروع کیا مختلف مراحل سے گزار کر اسے پھر سے اپنی معمولہ بنا لیا۔

اصل بات یہ تھی کہ الپا کسی بھی رشتے سے اس کی بہن تھی۔ چونکہ وہ سات بھائی تجرد کی زندگی گزار رہے تھے کسی ع... کو معشوقہ کی حیثیت سے قریب نہیں آنے دیتے تھے اس لیے... کو بہن بنا لیا تھا۔

اس کی بھی وضاحت ہو جائے کہ سات بھائیوں کی حقیقہ... ہے؟

حقیقت یہ کہ وہ بھی کسی رشتے سے ایک دوسرے کے نہیں تھے اور نہ ہی وہ مجرد تھے۔ اس خفیہ تنظیم کا ایک ہی بنیا... تھا جس کا ذکر آئندہ ہو گا۔ فی الوقت برین آدم سب سے اہم... اس نے رفتہ رفتہ باکمال اور باصلاحیت افراد کو پھانسا تھا۔ اس... پہلے ایک بہت بڑے سیاستداں کو پھانسا' وہ عالمی سیاست کی شطرنج کا زبردست کھلاڑی تھا۔ اس پر تنویمی عمل کرنے کے بعد... نے سیاستداں کا ماضی بھلا دیا اور اُسے چھوٹا بھائی بنا کر اُس... وائٹ آدم رکھا۔

اسی طرح اس نے بلیک آدم کو تیسرا' راکٹ آدم کو چو... جوّاد آدم کو پانچواں اور جان آدم کو چھوٹا بھائی بنایا۔ حقیقتاً... بھائی تھے۔ وہ سات بھائی کہلاتے تھے لیکن تنویمی عمل کے... سے چھ بھائی تھے۔

یہ کوئی نہیں جانتا تھا کہ برین آدم ایک نہیں' دو ت... دونوں جڑواں بھائی تھے۔ دونوں جڑے ہوئے دنیا میں آئے... پیدائش کے بعد آپریشن کے ذریعے ایک دوسرے سے الگ... تھا۔ ان میں سے ایک اسرائیل میں چھ معمول بھائیوں کے... رہتا تھا۔ دوسرا برین آدم جو اس کا ہم شکل اور ہم مزاج ت... کی رہائش نیویارک میں تھی۔ (یہ یاد رہے کہ اس تنظیم کے... پھر کا ذکر آئندہ ہو گا)

دونوں برین آدم کے درمیان برابر رابطہ قائم رہتا تھا۔ ... کے پاس دو ہیلی کاپٹرز اور دو خصوصی طیارے تھے۔ جن کے... وہ جب چاہیں' جہاں چاہیں ملاقات کرتے تھے اور ایک دو... بلکہ آکر ایک دوسرے کے فرائض ادا کرتے رہتے تھے۔

یہ ان کی پیدائشی عادت تھی کہ ایک کے پیٹ میں تکلیف ... دتی تھی تو دوسرا بھی اس تکلیف سے بے چین ہو جاتا تھا۔ ایک کو ... کی چوٹ پہنچتی تھی تو دوسرا بھی اس چوٹ کی شدت سے تڑپتا ... تھا۔ اس طرح وہ ایک دوسرے کی خوشیوں کو بھی دور رہ کر اپنے دل ... دماغ میں محسوس کرتے تھے۔ ان فطری عادات سے انہوں نے ... ایک فائدہ اٹھایا' جب کوئی مجبوری آڑے آتی وہ فون یا ٹرانسیٹر ... کے ذریعے کسی وجہ سے رابطہ نہ کر سکتے تو قدرتی ذرائع سے ایک ... دوسرے کے پاس پیغام بھیجتے تھے۔

وہ ایسے کہ رابطہ نہ ہونے پر ایک دوسرے کی خیریت معلوم ... کرنے کے لیے تل ابیب میں ایک برین آدم ہنستا تھا تو نیویارک میں ... دوسرے برین آدم کو بے اختیار ہنسی آجاتی تھی۔ اس طرح ... دوسرے کو معلوم ہو جاتا کہ اسرائیلی بھائی ہنسی خوشی مزے میں ہے ... اگر امریکی بھائی روتا تو اسرائیلی کو بے اختیار رونا آتا تھا اور معلوم ... ہو جاتا تھا کہ دوسرا بھائی کسی مصیبت میں مبتلا ہے۔

اگر ایک چاہتا کہ دوسرے کو اپنے پاس بلائے تو وہ اپنے ... بائیں پیر میں کوئی نکیلی چیز چبھوتا تھا۔ دوسرا دائیں پیر میں چبھن ... محسوس کر کے سمجھ لیتا تھا کہ بھائی کو اس کی ضرورت ہے اور اگر ... دائیں پاؤں میں چبھن محسوس ہوتی تو اس کا مطلب ہوتا' بھائی سے ... دور رہو' خطرہ ہے اور دور ہی دور سے بھائی کی سلامتی کے لیے ... کوششیں کرتے رہو۔

اس بار نیویارک والے برین آدم نے دائیں پیر میں چبھن ... محسوس کی تھی اور سمجھ گیا تھا کہ ایسی کوئی خاص بات ہے جس کی ... وجہ سے دوسرا بھائی فون اور ٹرانسیٹر پر بات نہیں کرنا چاہتا اس ... لیے بلا رہا ہے لہٰذا وہ اپنے چہرے میں تھوڑی سی تبدیلی کر کے تل ... ابیب آگیا تاکہ کوئی انہیں ہم شکل پا کر نہ چونکے۔

نیویارک والے نے کہا۔ "برین! اگر تم نہ بلاتے' تب بھی میں ... آتا کیونکہ ہم ہر ماہ باقی پانچ آدم برادرز اور سسٹر الپا پر تنویمی عمل ... کرتے ہیں۔"

"آدم! انہیں ہمیشہ معمول اور تابعدار رہنانے کے لیے ہر ماہ ... ان پر تنویمی عمل کرنا لازمی ہے لیکن میں نے تمہیں دو دن پہلے اس ... لیے بلایا ہے کہ ایک زبردست نسخہ میرے ہاتھ آیا ہے۔"

وہ دوسرے بھائی کو غیر معمولی قوتِ سماعت و بصارت اور ... حیرت انگیز جسمانی و دماغی قوتوں سے تعلق رکھنے والے فارمولوں ... کے بارے میں بتانے لگا۔ اس نے سننے کے بعد کہا۔ "مگر یہ ... فارمولے ادھورے ہیں۔"

"ہاں' میں نے ایک ماہر طبیب اور علم الابدان کے ایک ماہر ... کو اپنا معمول اور تابعدار بنا کر ایک خفیہ لیبارٹری میں پہنچا دیا ہے۔ ... دونوں کا یہ بیان ہے کہ ان فارمولوں میں قوتِ سماعت و بصارت ... کے نسخے مکمل ہیں۔ صرف ان ادویات کو آزمانا ہو گا جن کے نام اس نسخے میں لکھے ہوئے ہیں۔"

"اچھا تو وہ ان ادویات کو کس پر آزما رہے ہیں؟"

"میں نے کسی انسان پر آزمانے کی اجازت نہیں دی ہے کیونکہ یہ تجربہ کامیاب رہے گا تو ایک غیر معمولی شخص کا اضافہ ہو گا۔ اس لیے وہ ماہرین ایک بندریا پر وہ دوائیں آزما رہے ہیں۔"

نیویارک والے بھائی نے کہا۔ "اگر تجربہ کامیاب رہا تو ہم دونوں بھائیوں کو فون اور ٹرانسیٹر کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ میں نیویارک سے بولوں گا' تم سنو گے۔ تم تل ابیب سے بولو گے میں نیویارک میں سنوں گا۔ واہ! مزہ آجائے گا۔ میں تو ابھی سے یہ قوتیں حاصل کرنے کے لیے بے چین ہو رہا ہوں۔"

"ماہرین بندریا کو وہ دوائیں کھلا رہے ہیں اور انجکشن لگا رہے ہیں۔ ہفتے دو ہفتے میں کچھ نتائج ظاہر ہونے کی امید ہے۔"

"پھر تو میں یہاں سے نہیں جاؤں گا۔ ان ماہرین کے ساتھ رہ کر جائزہ لوں گا۔ انہیں ہر طرح کی سہولتیں فراہم کروں گا اور ایک ایک دوا کے عمل اور ردِ عمل کو سمجھتا رہوں گا۔"

"میں نے اسی لیے تمہیں بلایا ہے جب تم اچھی طرح سب کچھ سمجھ لو گے اور تجربہ کامیاب ہو جائے گا تو ان دونوں ماہرین کو موت کی نیند سلا دیا جائے گا۔ تاکہ ان فارمولوں کی کامیابی کا گواہ کوئی نہ رہے۔"

"بے شک' ہم دوسرے ممالک اور دوسری تنظیموں سے یہی کہیں گے کہ پارس نے دھوکا دیا ہے وہ فارمولے جعلی ہیں۔"

وہ دونوں مصروف ہو گئے۔ ایک ان فارمولوں کے معاملے میں مصروف رہا' دوسرا باقی پانچ آدم برادرز اور الپا پر باری باری تنویمی عمل کرتا رہا۔ الپا کی آواز اور لہجہ بدل دیا گیا۔ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے ٹیری ہارٹ کا برین واش کیا گیا۔ اسے کٹر قوم پرست یہودی بنایا گیا۔ جب وہ تنویمی نیند سے بیدار ہوا تو پچھلی زندگی بھول چکا تھا۔

آنکھ کھلنے پر اس نے خود کو ایک وسیع و عریض خوابگاہ میں پایا وہاں الپا اور چھ آدم برادرز موجود تھے۔ برین آدم نے کہا۔ "ٹیری! تمہیں نئی زندگی مبارک ہو۔"

ٹیری ایک ایک کو اجنبی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ پلاننگ کے مطابق الپا اس کے دماغ کی اندر موجود تھی اور اس کی سوچ میں کہہ رہی تھی۔ "ہاں۔ یہ کچھ جانے پہچانے سے لگ رہے ہیں میں کون ہوں اور کہاں ہو؟"

الپا نے زبان سے کہا۔ "تم ایک حادثے میں اپنی یادداشت سے محروم ہو گئے ہو۔ پچھلے ایک ماہ میں دو بار تمہارے برین کا آپریشن ہو چکا ہے۔ ڈاکٹرز مایوس ہو گئے ہیں۔ کہتے ہیں شاید رفتہ رفتہ تم اپنی اس بہن اور بھائیوں کو پہچان سکو گے۔"

"کیا تم میری بہن اور یہ سب میرے بھائی ہیں؟"

"ہاں' تم خیال خوانی کی پرواز کرو اور باری باری ہم سب کے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

دماغوں میں آؤ تو ہمارے خیالات پڑھ کر تمہیں بہت کچھ معلوم ہو سکے گا۔"

وہ بڑبڑانے لگا۔ "خیال خوانی؟ کیا میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں؟"

"تم خود غور کرو۔ اپنے آپ کو بھولنے کے باوجود یہ جانتے ہو کہ ٹیلی پیتھی کوئی علم ہے۔"

"ہاں مگر خیال خوانی کی پرواز کیسے کی جاتی ہے؟"

"کوشش کرو۔ میری آواز اور لہجہ پر پوری توجہ مرکوز کرو۔ ابھی معلوم ہو جائے گا۔"

ٹیری ہارٹ نے آنکھیں بند کر کے ہدایات پر عمل کیا۔ الپا نے اس کے اندر آ کر خیال خوانی کی پرواز میں اس سے تعاون کیا تو وہ الپا کے اندر آگیا۔ وہ بولی۔ "ٹیری! میں تمہیں اپنے اندر محسوس کر رہی ہوں۔ تم اپنی زبان ہلائے بغیر سوچ کے ذریعے باتیں کرو۔"

اس نے آنکھیں کھول کر سوچ کے ذریعے حیرانی سے کہا۔ "ہاں' میں خود کو تمہارے اندر محسوس کر رہا ہوں۔ تمہاری سوچ کی لہروں کو پڑھ سکتا ہوں۔"

وہ الپا کے خیالات پڑھنے لگا۔ ایک ایک آدم برادر نے اسے اپنی اپنی آواز سنائی۔ وہ ان کے اندر آ کر بھی بولنے لگا۔ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔ "میں بہت کچھ بھولنے کے بعد بھی خیالات پڑھ کر بہت کچھ معلوم کر سکتا ہوں۔"

برین آدم نے اس کی خیال خوانی پر پابندی عائد کر دی تھی۔ یہ بات ٹیری نہیں جانتا تھا ایک معمول اور تابعدار کی حیثیت سے وہ ہمیشہ برین آدم کا پابند اور محتاج رہنے والا تھا۔

وہاں ایک بہن اور چھ بھائیوں نے اسے اپنا ساتواں بھائی ہونے کا یقین دلایا اور یہ بتایا کہ ان کے ماں باپ مر چکے ہیں۔ دنیا میں اور کوئی ان کا رشتے دار نہیں ہے اور نہ ہی وہ سب کسی سے دوستی کرتے ہیں اور نہ کسی عورت سے کسی طرح کا تعلق استوار کرتے ہیں کیوں کہ وہ سب اپنے ملک اور قوم کے خفیہ خدمت گار ہیں بلکہ وہ بہن اور سات بھائی اس ملک کے خفیہ حکمران ہیں۔ اسرائیلی حکام یا فوجی افسران سے کوئی ایسی غلطی ہو جائے جس سے ملک کو اور یہودی عوام کو نقصان پہنچتا ہو تو وہ ایسے کسی خطا وار یا حاکم یا افسر کو موت کے گھاٹ اتار دیتے ہیں۔

پھر انہوں نے ویڈیو کیسٹ کے ذریعے اپنے ملک کے تمام حکام اور فوجی افسران کی تصاویر دکھائیں۔ برین آدم نے کہا۔ "برادر ٹیری! تم فرصت کے اوقات میں ان حکام اور افسران کی تصویریں دیکھتے رہو گے ان کی آوازیں سنتے رہو گے پھر چپکے سے ان کے دماغوں میں پہنچ کر ان کے چور خیالات پڑھتے رہو گے تاکہ ان سب کی کمزوریوں سے اور جذبۂ حب الوطنی سے آگاہ ہوتے رہو۔"

پھر ویڈیو کیسٹ بدل دیا گیا۔ برین آدم نے کہا۔ "تم نے پہلے کیسٹ میں اپنے یہودی حکمرانوں اور افسروں کو دیکھا تھا۔ اپنوں میں دوست بھی ہوتے ہیں اور دشمن بھی لیکن غیروں میں کوئی دوست نہیں ہوتا۔ غیروں سے بظاہر دوستی کی جاتی ہے لیکن در[...] دشمنی برقرار رکھی جاتی ہے۔ ہمارے سب سے پہلے اور ازلی د[...] مسلمان ہیں۔"

ان میں سے ایک بھائی نے کہا۔ "برادر ٹیری آدم! میرا نا[م] جواد آدم ہے اور میں نام کا مسلمان اور کام کا یہودی ہوں۔ [...] اسلامی ممالک کی سیاسی اور اقتصادی پالیسیوں کو کمزور بنا تا ہو[ں] مسلمانوں کے درمیان منافرت اور خانہ جنگی کے اسباب پیدا [...] ہوں لیکن ٹیلی پیتھی کی دنیا میں جس کا نام سرفہرست ہے' و[ہ] فرہاد علی تیمور۔ تمہیں فرہاد اور اس کی فیملی کے افراد کی تصو[یریں] دکھائی جا رہی ہیں۔ انہیں ذہن نشین کرتے رہو۔"

وہ اسکرین پر مجھے چلتے پھرتے اور باتیں کرتے ہوئے [...] لگا۔ میرے بعد سونیا' آمنہ فرہاد' پوی' پارس' علی تیمور' لیلیٰ' سلط[ان] سونیا ثانی' جوجو اور سلمان وغیرہ کی تصویریں اسکرین پر آتی ر[ہیں]۔ اسے بتایا گیا کہ باربرا نامی ایک اور ٹیلی پیتھی جاننے والی کا ا[ضافہ] اس فیملی میں ہوا ہے۔ جس کی تصویریں ابھی تک حاصل نہیں ہ[وئی] ہیں۔ پھر اسے ثی تارا کے متعلق بتایا گیا کہ وہ ایک پُراسرا[ر ٹیلی] پیتھی جاننے والی ہے۔ جس کی اصل صورت کسی نے نہیں [دیکھی] ہے اور نہ ہی کسی نے اس کی اصل آواز اور لہجے کو سنا ہے۔

ٹیری آدم کو مرینا' جیری اور بی جی تھرال وغیرہ کی بھی تصو[یریں] دکھائی گئیں پھر وہ تمام بھائی موجودہ حالات پر گفتگو کرنے [لگے]۔ ایک بھائی سیکرٹ آدم نے کہا۔ "برادر ٹیری آدم! میں ا[...] اسرائیل کے داخلی معاملات پر نظر رکھتا ہوں۔ یہاں مسلمانوں کو سر اٹھانے کا موقع نہیں دیتا۔ کل رات دو نا[معلوم] افراد نے ایک اعلیٰ فوجی افسر کو اغوا کیا تھا اور ایک ایسے اڈے میں لے گئے تھے جہاں پہلے سے ایک سرکاری طبیب ایک علم الابدان کے ماہر کو قیدی بنا کر رکھا گیا تھا۔"

ٹیری نے پوچھا۔ "کیا ان اغوا کرنے والوں کو گرفتار [کیا گیا] ہے؟"

"نہیں' وہ روپوش ہیں۔ انہوں نے فوجی افسر کو رہا کر دیا۔ افسر نے بتایا ہے کہ اس پر تشدد کیا گیا تھا اور بار بار غیر[...] فارمولوں کے متعلق پوچھا جا رہا تھا۔"

برین آدم نے کہا۔ "اس ایک واقعے سے ثابت ہوتا [ہے کہ] بڑے ممالک اور خفیہ تنظیمیں ان فارمولوں کو حاصل کر[نے کے] لیے یہاں اپنے خفیہ اڈے قائم کر رہی ہیں۔ ابھی صرف د[و اغوا] کرنے والے ہمارے علم میں آئے ہیں۔ پتا نہیں یہاں او[ر کتنے] ہوں گے۔ جب تک ان کا سراغ نہ ملے' الپا اور ٹیری [کو] رہائش گاہ سے باہر نہیں نکلنا چاہئے کیوں کہ دشمن پہلے ہمار[ے ٹیلی] پیتھی جاننے والوں کو ہم سے چھیننے کی کوشش کریں گے۔"

اسی لمحے بلیک آدم نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس [کیا]۔ سانس روک کر الپا اور ٹیری کو دیکھا۔ اس کے بعد پوچھا۔ "[...] ٹیری! کیا ابھی تم میرے اندر آنا چاہتے تھے؟"

اس نے کہا۔ "نہیں برادر! میں اسکرین پر دشمن خیال خوانی [کر]نے والوں کی تصویریں دیکھ رہا ہوں۔"

الپا نے پوچھا۔ "کیا ابھی تم نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس [کی]ا تھا؟"

"ہاں اور محسوس کرتے ہی سانس روک لی تھی۔"

"اب کوئی آئے تو سانس نہ روکنا۔ مجھے اشارہ کر دینا' میں [تمہ]ارے دماغ پر حاوی رہوں گی۔ آنے والے کو تمہارے چور [خی]الات پڑھنے نہیں دوں گی۔"

برین آدم نے کہا۔ "وہ آنے والی ہستی کون تھی یا کون تھا؟ [...]ھ اندازہ کرو' ایسی حرکات سے ثابت ہو رہا ہے کہ ٹیلی پیتھی [جا]ننے والے ان فارمولوں کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔"

الپا نے کہا۔ "صومالیہ کے جنگل میں کئی ٹیلی پیتھی جاننے والوں [...]نے برادر بلیک آدم کی آوازیں سنی ہیں۔ مرینا' ثی تارا' باربرا اور [...]ی سول ان چاروں کو برادر کا لہجہ ضرور معلوم ہو چکا ہے۔"

برین آدم نے کہا۔ "باربرا یا فرہاد کی فیملی کا کوئی فرد ادھر نہیں [آئ]ے گا کیوں کہ انہیں فارمولوں سے دلچسپی نہیں ہے۔"

اسی وقت بلیک آدم نے الپا کو اشارہ کر کے آنکھیں بند کر [لی]ں۔ اس نے محسوس کیا کہ کوئی انجانی قوت اسے آنکھیں کھولنے [پر] مجبور کر رہی ہے ایسے ہی وقت الپا کی آواز آئی۔ وہ پوچھ رہی [تھ]ی۔ "کون ہو تم؟ یہ آنکھیں نہیں کھولے گا اور نہ ہی تمہیں [مع]لوم ہو سکے گا کہ یہ ابھی کہاں ہے اور کن لوگوں میں ہے اور نہ [ہی] تمہیں اس کے چور خیالات پڑھنے کا موقع ملے گا۔ جواب دو [ک]ون ہو؟"

اس نے چند لمحوں تک انتظار کیا پھر بلیک آدم سے بولی۔ "[...] سانس روک لو۔ آئندہ اسے آنے نہ دینا۔"

اسی وقت مرینا کی آواز آئی۔ "سانس نہ روکنا۔ میں مرینا [ہ]وں۔"

"کیوں آئی ہو؟ فوراً مقصد بتاؤ اور جاؤ۔"

"میں یہ کہنے کے لیے آئی ہوں کہ پارس نے ان فارمولوں کی دوایات میں ضرور کوئی تبدیلی کی ہوگی۔"

الپا نے کہا۔ "اتنی عقل ہمیں بھی ہے۔ آگے بولو۔"

"بے شک عقل مند ہو۔ تم لوگوں نے علم الابدان کے ماہرین [او]ر ڈاکٹروں کی خدمات حاصل کی ہوں گی۔ میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ [ت]مہارے ماہرین اگر ناکام رہیں تو ایسے وقت میں کام آؤں گی۔"

الپا اور مرینا کے درمیان جو گفتگو ہو رہی تھی' اسے بلیک آدم زبان سے ادا کرتا جا رہا تھا۔ وہاں بیٹھے ہوئے تمام برادرز سن رہے تھے۔ الپا نے پوچھا۔ "جب ماہرین ناکام ہو جائیں گے تو بھلا تم کیا کر سکو گی؟"

مرینا نے کہا۔ "میں ان دواؤں کے نام جانتی ہوں۔"

"جھوٹ نہ بولو۔ تم کیسے جانتی ہو؟"

"یاد کرو الپا! پاپگ ناکس قبیلے کی بستی میں' میں پارس اور باربرا کے ساتھ تھی۔"

"ہاں میں نے فلاور کے ذریعے تمہیں ان کے درمیان دیکھا تھا۔"

"وہاں اس بت کے اندر پارس نے وہ فارمولے نکالے تھے اور پاشا سے اس کی دوسری نقل لکھوائی تھی۔"

"کیا تمہارے سامنے لکھوائی تھی؟"

"نہیں وہ اپنے راز میں کسی کو شریک نہیں کرتا ہے۔ صرف باربرا اس کی رازدار تھی اس نے پارس کی ہدایت کے مطابق پاشا کے دماغ میں رہ کر چھ جگہ دواؤں کے نام تبدیل کیے چونکہ باربرا پاشا کے اندر تھی اس لیے اُس نے مجھے محسوس نہیں کیا۔ میں نے ان چھ دواؤں کے اصل نام ذہن نشین کر لیے اگر اس جنگل میں کہیں سے کاغذ قلم مل جاتا تو میں وہ تمام فارمولے نوٹ کر لیتی۔ ویسے اب بھی گھاٹے میں نہیں ہوں۔"

الپا نے کہا۔ "اگر تم درست کہہ رہی ہو تو واقعی ان چھ دواؤں کے ناموں کے بغیر فارمولے ادھورے رہیں گے۔"

مرینا نے پوچھا۔ "تو پھر کیا خیال ہے؟"

"دس منٹ کے بعد آؤ' جواب ملے گا۔"

بلیک آدم نے سانس روک لی۔ مرینا اور الپا دونوں دماغ سے نکل گئیں۔ الپا نے برین آدم سے پوچھا۔ "بڑے بھائی! تمہارا کیا خیال ہے؟"

برین آدم نے کہا۔ "شاید وہ درست کہہ رہی ہے۔ پارس نے ضرور تبدیلیاں کی ہوں گی۔ ان نسخوں کو آزمایا جا رہا ہے' اگر وہ دوائیں موثر نہ ہوئیں تو ہمیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ جو چھ دوائیں تبدیل کی گئی ہیں ان کے اصل نام مرینا کی یادداشت میں محفوظ ہیں۔"

ایک برادر نے کہا۔ "جب تک ہماری لیبارٹری کا نتیجہ سامنے نہ آئے' مرینا کو ٹالنا چاہئے۔"

دوسرے برادر نے پوچھا۔ "فرض کرو کہ چھ دواؤں کے نام واقعی تبدیل کیے گئے ہوں تو پھر معاملات کیسے طے ہوں گے؟"

تیسرے برادر نے کہا۔ "اس پہلو پر غور کرنے کے لیے کافی وقت ہے۔ ہمارا ذہین ترین بڑا بھائی برین آدم اسے قابو کر لے گا۔"

برین آدم نے کہا۔ "ذہانت کا تقاضا ہے کہ ابھی سے مرینا کو دوست بنانے کی کوششیں کی جائیں۔ یہ معلومات حاصل کی جائیں کہ وہ کہاں ہے؟ تنہا ہے یا کسی کے لیے کام کر رہی ہے؟"

دس منٹ پورے ہو گئے۔ بلیک آدم نے الپا کو دماغ میں آنے کے لیے کہا۔ الپا آگئی پھر بلیک آدم ان دونوں کی گفتگو اپنی زبان سے نشر کرنے لگا۔ الپا نے کہا۔ "مرینا! ہم پارس کے مقابلے میں تمہیں ترجیح دیتے ہیں اور تم پر اعتماد کرتے ہیں' وہ پکا فراڈ ہے۔ اس نے فارمولوں میں ضرور تبدیلیاں کی ہوں گی۔ یہ بتاؤ' کیا ہماری

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

دوستی ہو سکتی ہے؟"

مرینا نے کہا۔ "کیوں بچوں جیسی باتیں کرتی ہو؟ ہر ٹیلی پیتھی جاننے والا دوسرے خیال خوانی کرنے والے کو اپنا مطیع و فرمانبردار بنانا چاہتا ہے۔ ہر بڑا ملک یا کسی تنظیم کا سربراہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج بنانے کی فکر میں مبتلا رہتا ہے۔"

"درست کہتی ہو۔ اس کے باوجود ہم اچھی سہیلیاں بن سکتی ہیں۔"

"الپا! میں اسرائیلی نئی خفیہ تنظیم کے متعلق کچھ نہیں جانتی لیکن اتنا جانتی ہوں کہ تم اس تنظیم کے سربراہ کی پابندیوں میں رہتی ہو اور میں آزاد فضاؤں میں اڑنے والی چڑیا ہوں۔ پنجرے کی چڑیا میری سہیلی کیسے بنے گی؟"

"کیا تم سپر ماسٹر کے لیے کام نہیں کر رہی ہو؟"

"میں آزاد ہوں، تمہاری تنظیم کے لیے بھی کام کر سکتی ہوں لیکن سہیلی کی نام پر اپنے پر کترنے کا موقع نہیں دوں گی؟"

"تم کن شرائط پر ہمارا کام کرو گی؟"

مرینا نے کہا۔ "تمہارے پاس فارمولوں کے آٹھ کاغذات ہیں اور میرے پاس چھ اصل دواؤں کے نام ہیں، میں ایک دوا کا نام بتاؤں گی اور تم سے ایک کاغذ لوں گی۔ اپنے ایک علم الابدان کے ماہر سے اس کاغذ کی تصدیق کرانے کے بعد دوسری دوا کا نام بتاؤں گی اس کے عوض تم سے دو کاغذات لوں گی۔"

"یہ کیا بات ہوئی؟ دوسری دوا کا نام بتا کر دو کاغذات کیوں لو گی؟"

"اس لیے کہ میرے پاس چھ مہرے ہیں اور تمہارے پاس آٹھ۔ میں اپنی شرائط کے مطابق بیلنس کروں گی۔ اسی طرح تمہارے کاغذات کی تصدیق کراتی جاؤں گی اور ایک ایک دوا کا اصل نام بتاتی جاؤں گی۔"

"اچھی بات ہے۔ کل کسی وقت آؤ۔ اس مسئلے پر مزید گفتگو ہوگی۔"

بلیک آدم نے سانس روک لی۔ مرینا دماغی طور پر اپنی رہائش گاہ میں حاضر ہوگئی۔ وہ تل ابیب کے ایک خوبصورت بنگلے میں تھی۔ یہ درست تھا کہ جب پارس ان فارمولوں کی نقل پاشا سے لکھوا رہا تھا اور باربرا پاشا کے اندر رہ کر دواؤں کے ناموں میں تبدیلیاں کررہی تھی تب مرینا بھی چپکے سے پاشا کے دماغ میں پہنچی ہوئی تھی اس نے چھ اصل دواؤں کے نام اچھی طرح ذہن نشین کر لیے تھے۔

مرینا اُن دنوں باربرا کی معمولہ بنی ہوئی تھی۔ باربرا سے اس کی یہ چوری چھپ نہیں سکتی تھی اس نے پارس سے کہا۔ "مرینا فراڈ کر رہی ہے۔ کیا میں اس کے دماغ سے ان دواؤں کے نام مٹا دوں؟"

پارس نے کہا۔ "ہرگز نہیں، ہم نے ہر خیال خوانی کرنے والے کو دو دو کاغذات دینے کا وعدہ کیا تھا لیکن یہودی دوسروں حصّوں کے کاغذات چھین کر لے گئے۔ مرینا کو اس کے حصے کے کاغذات نہیں ملے اس نے ان چھ دواؤں کے نام کمائے ہیں انہیں اس کے حصے میں رہنے دو۔"

اب وہ چھ دواؤں کے نام مرینا اور یہودیوں کے درمیان ایک کھیل تماشا شروع کر رہے تھے۔ وہ جے پرگولا کی معمولہ اور ا تھی۔ خیال خوانی کے ذریعے اس کے پاس پہنچ کر بتانے لگی کہ کے ذریعے اس خفیہ تنظیم والوں سے معاملہ کہاں تک پہنچا ہے۔

جے پرگولا نے کہا۔ "میرے اس حکم پر عمل کرو کہ یہ مو جلدی طے نہ ہو۔ اسے اس وقت تک طول دیتی رہو، جب تک خفیہ تنظیم کھل کر ہمارے سامنے نہ آجائے۔"

"میں سمجھ رہی ہوں، اس یہودی تنظیم کا ایک بھی فرد نظ میں آئے گا تو تم اپنی شیطانی چالوں سے اسے غلام بنا کر ان سر جڑوں تک پہنچ جاؤ گے۔"

"ہاں، اسی لیے کہتا ہوں، اس معاملے کو طول دیتی رہو۔"

"میں یہی کروں گی؟"

وہ دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ شام ہو رہی تھی۔ وہ سمندر کنارے بہترین ہوٹلوں اور کلبوں میں تفریح کرنا چاہتی تھی۔ ا بات کا خوف نہیں تھا کہ پہچان لی جائے گی۔ جے پرگولا نے اس دماغ کو لاک کر دیا تھا۔ کوئی اس کے چور خیالات نہیں پڑھ تھا۔ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس بھی نہ کرتی۔ اس کا دماغ ا کھلی کتاب تھا۔ پرگولا نے اس کتاب میں لکھ دیا تھا کہ وہ ا نوجوان یہودی بیوہ ہے اور ایک بہت بڑی جیولری کی دکان کی ہے۔ ایک بیوہ کی زندگی کے تمام حالات نقش کرنے کے بعد کے دماغ میں یہ گرہ باندھ دی گئی تھی کہ وہ خواہ مخواہ خیال خ نہیں کرے گی۔ بہت اہم ضرورت کے تحت کہیں تنہا بیٹھ کر پیتھی کا ہتھیار استعمال کیا کرے گی۔

یوں اسے پہچان لیے جانے کا اندیشہ نہیں رہا تھا۔ اس غسل کیا۔ بہترین لباس زیب تن کیا۔ آئینے کے سامنے بڑی تک اپنے حسن کو چار چاند لگاتی رہی پھر اپنی کار میں بیٹھ کر تا کے لیے نکل گئی۔

دوسری طرف شی تارا نے اسرائیل کے ایک حاکم سے ر کیا پھر کہا۔ "تم نے شاید شی تارا کا نام نہ سنا ہو لیکن تمہیں معلوم ہو گیا ہے کہ میں ٹیلی پیتھی جانتی ہوں۔"

حاکم نے کہا۔ "ہاں، تم میرے دماغ میں بول رہی ہو لیکن میرے پاس کیسے پہنچ گئیں؟"

"ابھی سی این این کا پروگرام دیکھ رہی تھی۔ تمہارا ا ریکارڈ کیا ہوا پروگرام نشر ہو رہا تھا۔ تم ایک مسلم اسٹیٹ خلاف بول رہے تھے۔ مجھے خوشی ہوئی، میں بھی مسلمانوں کی د ہوں۔"

وہ خوش ہو کر بولا۔ "پھر تو میں یقین کرتا ہوں کہ تم ہندو ہو اور تمہارا نام شی تارا ہے۔ میں کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

"اپنی ٹیلی پیتھی جاننے والی الپا کو پیغام دو کہ میں ٹھیک آدھے گھنٹے کے بعد اسرائیلی وقت کے مطابق چھ بجے شام کو اس سے رابطہ کروں گی اگر اس نے رابطے سے انکار نہ کیا تو فائدے میں رہے گی۔"

اس حاکم نے ایک اعلیٰ افسر کے ذریعے الپا تک پیغام پہنچا دیا۔ الپا نے برین آدم کو یہ بات بتائی۔ ان بھائیوں نے ایک عام سی عورت کو ایک خالی کمرے میں بٹھایا اور اس سے کہا۔ "تمہارے سامنے یہ مائیک ہے۔ تمہاری دماغ میں جو عورتیں بولیں گی، تم وہی باتیں زبان سے مائیک کے سامنے بولتی رہو گی۔ ہم دوسرے کمرے میں اسپیکر کے ذریعے سنتے رہیں گے۔"

شی تارا وقت مقررہ پر الپا کے پاس آئی۔ "میں اس وقت ایک عورت کے دماغ میں ہوں۔ تم بھی اس کی سوچ پڑھ کر اس کے اندر رہو۔ پھر مجھ سے باتیں کرتی رہو۔"

چند لمحوں کے بعد وہ دونوں باتیں کرنے لگیں۔ وہ عورت زبان سے ان کی گفتگو دہرانے لگی۔

الپا نے پوچھا۔ "ہاں تو بولو۔ کیا ان فارمولوں کے لیے آئی ہو؟"

"خوب سمجھتی ہو۔ ان دنوں اسرائیل کی سرزمین اسی ایک معاملے کے لیے اہم ہو گئی ہے۔ پارس نے بیج بو دیا ہے، یہاں طوفان کی فصل اگنے والی ہے۔"

"کیا کہنے آئی ہو؟"

"کہنے کو تو بہت کچھ ہے، فی الوقت اتنا کہتی ہوں کہ میں نے یوسف البرہان عرف پاشا کو اپنا غلام بنا لیا ہے۔"

"یہ تم چونکا دینے والی بات کر رہی ہو۔ بائی دی وے اس میں سچائی کتنی ہے؟"

"سانچ کو کیا آنچ؟ کیا ابھی پاشا کے دماغ میں جا کر تصدیق کرو گی؟"

"ضرور میں اس کے لہجے کو پہچانتی ہو۔ کیا وہ سانس نہیں روکے گا؟"

"میں نے اپنے غلام کو حکم دیا ہے کہ وہ الپا کو خوش آمدید کہے۔"

الپا نے پاشا کے لہجے کو گرفت میں لیا۔ خیال خوانی کی پرواز کی پھر اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اس نے مسکرا کر کہا۔ "خوش آمدید الپا! اس وقت میں ایک تاریک کمرے میں ہوں اور اپنی مالکہ کے حکم سے بھول گیا ہوں کہ کس ملک، کس شہر اور کس مکان میں ہوں۔"

الپا نے اس کے چور خیالات پڑھنے کی کوشش کی مگر ناکام رہی پھر بولی۔ "یہ فریب ہو سکتا ہے۔ میں کیسے یقین کروں کہ تم واقعی پاشا ہو؟"

"میری ایک پہچان یہ ہے کہ فولادی دماغ رکھتا ہوں۔ کوئی مجھ میں ٹیلی پیتھی کے زلزلے پیدا نہیں کر سکتا۔ تم آزما لو۔"

اس نے زلزلہ پیدا کیا۔ وہ ہنسنے لگا۔ اس نے دوسری تیسری بار پھر زلزلہ پیدا کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "اب جاؤ ورنہ تھک جاؤ گی۔"

الپا نے واپس آ کر برین آدم سے کہا۔ "میں نے پاشا کے دماغ میں جا کر اس کے فولادی دماغ کو آزمایا ہے۔ واقعی شی تارا نے اسے غلام بنا لیا ہے۔"

پھر وہ اس عورت کے اندر آ کر بولی۔ "شی تارا! اس میں شبہ نہیں ہے کہ تم نے شیر کو زنجیر پہنائی ہے۔"

شی تارا نے کہا۔ "تعریف یوں کرو کہ میں نے غیر معمولی فارمولوں کے سرچشمے کو اپنی مٹھی میں لیا ہے۔"

"تم اس تعریف کی مستحق نہیں ہو۔ یہ حقیقت سب جانتے ہیں کہ پاشا ان فارمولوں کو بھول گیا ہے۔ تم اس کے دماغ سے وہ فارمولے دوبارہ نہیں لکھوا سکو گی۔"

"الپا! ایک بچہ بھی اپنا سبق پوری طرح نہیں بھولتا ہے کچھ بھولتا ہے کچھ یاد رکھتا ہے۔ تم شاید نہیں جانتیں کہ پارس نے اس بت کے اندر بیٹھ کر پاشا سے ان فارمولوں کی نقل کرائی تھی۔"

"یہ بات میں جانتی ہوں۔"

"چونکہ دوبارہ نقل کیے زیادہ دن نہیں ہوئے ہیں اس لیے میں نے اس کی یادداشت میں جو کچھ بھی محفوظ تھا اسے دوبارہ لکھوا لیا ہے۔ خصوصاً ان چھ دواؤں کے اصل نام لکھوا لیے ہیں جنہیں پارس نے تبدیل کرایا تھا۔"

اس بات نے الپا اور تمام آدم برادرز کو چونکا دیا۔ اس طرح مرینا کے سلسلے میں بھی تصدیق ہو گئی کہ وہ چھ دواؤں کی تبدیلیوں کے متعلق درست کہہ رہی تھی۔

برین آدم واقعی بے مثال ذہانت کا مالک تھا۔ وہ ایکدم سے کچھ سوچ کر سیدھا بیٹھ گیا۔ اس نے فوراً ہی ایک پرچی میں تمام بھائیوں کے لیے لکھا۔ "میرے حکم کی تعمیل کرو۔ اس لمحے سے ایک لفظ بھی منہ سے نہ نکالنا، گونگے بنے رہو اور الپا تم شی تارا سے کہو ایک گھنٹے کے بعد اس عورت کے پاس آئے تب گفتگو ہوگی۔"

اس نے وہ پرچی تمام بھائیوں کو پڑھائی۔ وہ سب گونگے بن گئے۔ الپا نے کہا۔ "شی تارا! اب جاؤ اور ایک گھنٹے بعد اس عورت کے پاس آؤ پھر باتیں ہوں گی۔"

شی تارا سے رابطہ ختم ہو گیا۔ برین آدم نے دوسری پرچی لکھ کر گونگا حکم دیا۔ "دوسرے بنگلے میں چلو۔"

انہوں نے حکم کی تعمیل کی۔ اس عورت کو لے کر دوسرے بنگلے میں آئے۔ وہاں برین آدم نے ایک پرچی کے ذریعے الپا کو حکم دیا کہ وہ بستر پر لیٹ جائے اور گہری نیند سو جائے۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اس نے بستر پر لیٹ کر اپنے دماغ کو ہدایات دیں پھر چند لمحوں میں گہری نیند سو گئی۔ تب برین آدم نے دوسرے تمام برادرز سے پوچھا۔ "جانتے ہو' میں نے ایسا کیوں کیا؟"

سب اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ اس نے کہا۔ "مائی ڈیئر برادرز! ہماری سسٹر الپا نے پاشا کے دماغ میں جا کر غلطی کی' مجھے فوراً ہی غلطی کا احساس نہیں ہوا تھا ورنہ میں اسے جانے سے روک دیتا۔"

ایک برادر نے پوچھا۔ "غلطی کیا ہوئی ہے؟"

"پاشا نے اپنے دماغ میں الپا کی آواز اور لہجے کو سن لیا ہے۔ اب الپا جس شہر اور جس مکان میں رہ کر ہم سے باتیں کرے گی وہ اپنی غیر معمولی سماعت سے سنتا رہے گا۔"

کئی برادرز نے کہا۔ "اوہ گاڈ! ہم پاشا کی اس غیر معمولی صلاحیت کو بھول گئے تھے۔"

"اگر پاشا یا شی تارا کا کوئی آلۂ کار تل ابیب میں ہے تو پاشا شی تارا کے ذریعے اس کی راہنمائی الپا کی خفیہ رہائش گاہ تک کر سکتا ہے وہ اس شہر میں رہ کر الپا کی آواز کی سمت کا تعین کر سکتا ہے۔"

برین آدم نے کہا۔ "ذرا سی غلطی کے باعث مجھے ایک بار پھر الپا پر تنویمی عمل کر کے اس کی آواز اور لہجے کو بدلنا ہو گا۔ یوں پاشا پھر اس کی آواز کو نہیں پا سکے گا۔"

ایک نے پوچھا۔ "کیا شی تارا ہم میں سے کسی کی آواز پاشا تک پہنچا سکتی ہے؟"

"نہیں۔ شی تارا زیادہ سے زیادہ ہماری آواز نقل کر سکتی ہے۔ نقل کرنے سے پاشا اصل تک نہیں پہنچ پائے گا۔ لہٰذا اب شی تارا آئے گی تو ہمارا برادر ٹیری آدم اس سے باتیں کرے گا۔"

ٹیری نے پوچھا۔ "میں اس سے کیا کہوں گا؟"

"تمہارے سامنے کمپیوٹر ہو گا۔ میں کمپیوٹر کی اسکرین پر جو تحریر پیش کروں گا' وہی تم اس سے کہتے رہو گے۔"

تمام برادرز اس عورت کے ساتھ دوسرے کمرے میں چلے گئے۔ برین آدم نے الپا کو جگایا اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا پھر بولا۔ "تم کچھ نہیں بولو گی۔ میں تمہیں حکم دیتا ہوں۔ میری معمولہ بن جاؤ۔ میری آنکھوں میں دیکھتی رہو۔ دیکھتی رہو۔ آہستہ آہستہ آنکھیں بند کر کے سو جاؤ لیکن تمہارے کان میری آواز سنتے رہیں گے اور تمہارا دماغ میرے احکامات کا پابند ہوتا چلا جائے گا۔"

اس نے آدھے گھنٹے میں الپا کی آواز اور لہجے کو بدل ڈالا۔ شی تارا وقتِ مقررہ پر آئی تو ٹیری نے کمپیوٹر کی اسکرین کو پڑھتے ہوئے اس عورت کے دماغ میں آکر کہا۔ "ہیلو شی تارا! تمہیں یہ سن کر خوشی نہیں ہو گی کہ اسرائیل میں مجھ جیسے ایک یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے کا اضافہ ہو گیا ہے۔"

شی تارا نے کہا۔ "مجھے حیرانی ہو رہی ہے۔ یہ لوگ تمہیں کس جنگل سے پکڑ کر لائے ہیں؟"

"کیا تم اسرائیل کو جنگل سمجھ کر الپا کو شکار کرنے آئی تھیں؟"

"میں بھلا الپا کو کیسے ٹریپ کر سکتی ہوں؟"

"ذرا اپنے پاشا سے پوچھو اس نے گھنٹا بھر پہلے الپا کی جو آواز سنی تھی' اب وہ سنائی دے رہی ہے۔"

شی تارا نے ہنستے ہوئے کہا۔ "مانتی ہوں۔ اس بار یہودی خفیہ تنظیم میں بڑے ذہین لوگ آئے ہیں۔ مجھے ایک گھنٹے کے لیے ٹرخا الپا کی آواز اور لہجے کو بدل ڈالا ہے۔"

"کیا تم سمجھتی ہو کہ تمہارا یہ فراڈ ظاہر ہونے کے بعد ہم کبھی معاملے میں تم پر بھروسا کریں گے؟"

"ہو سکتا ہے ابھی نہ کرو لیکن فارمولوں کے معاملے میں بھروسا کرنے پر مجبور ہو جاؤ گے۔"

"تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ مرینا ان اصل دواؤں کے نام جانتی ہے' اس سے سودا ہو سکتا ہے۔"

"ٹھیک ہے' دو دکانیں کھلی ہوئی ہیں۔ ایک دکان کا مال کھرا ہوا تو دوسری دکان میں آنا ہی پڑے گا۔"

"میں مانتا ہوں' دو مخالف گروہ کبھی ایک دوسرے سے دشمنی کرتے ہیں اور کبھی حالات کے تحت سمجھوتا کرتے ہیں۔ یہ بتاؤ تمہاری دکان سے مال خریدنا چاہیں تو اس کی قیمت کیا ہو گی؟"

"جیسا کہ تم جانتے ہو' پاشا کو مکمل فارمولے یاد نہیں ہیں۔ سب تحریر کی صورت میں تمہارے پاس ہیں۔ اس طرح میں تمہارے پاس رکھی ہوئی تحریر کی محتاج ہوں اور تم چھ اصل دواؤں کے ضرورت مند ہو۔"

"ہمیں وہ اصل نام کس طرح معلوم ہوں گے؟"

"میرا ایک آلۂ کار تمہارے پاس آئے گا۔ تم اس کے دماغ میں رہ کر فارمولے کے پہلے دو کاغذات پڑھو گے۔ میں اپنے آلۂ کار کے دماغ میں سنتے ہوئے انہیں نوٹ کروں گی پھر تمہیں ایک دوا کا نام بتاؤں گی۔ ابتدا میں دو دواؤں کے ناموں کے عوض چار کاغذات لوں گی پھر باقی چار دواؤں کے عوض ایک ایک کر کے چار کاغذات وصول کروں گی۔"

"ہم تمہاری شرائط پر غور کریں گے۔ کل کسی وقت ہم سے رابطہ کرو۔"

شی تارا اپنی جگہ حاضر ہو گئی۔ اس وقت وائی ماں کچن میں تھی۔ پاشا کوٹھی کی انیکسی سے نکل کر ایک کار میں بیٹھ رہا تھا۔ شی تارا نے ڈرائیور سے کہا تھا کہ وہ اسے دہلی شہر کی سیر کرائے اور پاشا کو حکم دیا تھا کہ وہ اس شہر کے گلی کوچوں کو ذہن نشین کرے۔ ایک بار اس نے پوچھا تھا۔ "شی تارا! تم کہاں ہو؟"

"میں دوسرے شہر میں رہتی ہوں۔ تم جس عورت کی کوٹھی کی انیکسی میں رہتے ہو' وہ عورت میری معمولہ ہے اور بے چاری میرے متعلق کچھ نہیں جانتی ہے۔"

"میں تمہارے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔"

"ہم ایک ساتھ رہیں گے تو کسی وقت ایک ساتھ کسی مصیبت میں گرفتار ہو جائیں گے۔ ہم دور رہ کر ہی مصیبت کے وقت ایک دوسرے کی مدد کر سکتے ہیں۔ جاؤ تفریح کرو۔"

وہ کار میں بیٹھ کر دہلی کی سیر کرنے چلا گیا۔ اسے یہ معلوم نہیں ہو سکا تھا کہ جس عورت کی کوٹھی میں رہتا ہے' وہ شی تارا ہے۔

وہ تھوڑی دیر تک خاموش بیٹھی رہی پھر عادل کے دماغ میں گئی۔ وہ تل ابیب پہنچ چکا تھا۔ اپنا نام اور اپنا مذہب بھول چکا تھا۔ موجودہ حالات میں ایک یہودی تھا۔ اس کا نام ہیری تھا۔ ہیری کا باپ رابسن شوز فیکٹری کا مالک تھا۔ تین ماہ پہلے مر چکا تھا۔ اس کا اور کوئی عزیز نہیں تھا۔

ہیری نے بچپن سے اب تک امریکا کے ایک شہر اوناوا میں زندگی گزاری تھی۔ چونکہ اسرائیل کے متعلق اور اپنی شوز فیکٹری کے متعلق کچھ نہیں جانتا تھا اس لیے اس کے باپ کا ایک پرانا وفادار منیجر اس کے ساتھ رہتا تھا۔ شی تارا نے اس منیجر کو بھی اپنے قابو میں کر رکھا تھا۔ وہ منیجر' عادل کو اپنا نیا مالک ہیری رابسن سمجھ رہا تھا۔

عادل جوڈو کراٹے جانتا تھا۔ شی تارا نے اس کے دماغ کو ایسا بنا دیا تاکہ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیا کرے۔ سونیا کی وہ انگوٹھی دشمنوں کے لیے اب راز نہیں تھی۔ سب جان گئے تھے کہ اس کے اندر اعصابی کمزوری پیدا کرنے والی دوا ہوتی ہے۔ اس انگوٹھی میں ایک خفیہ سا ننھا سا بٹن ہوتا ہے جسے دبانے سے ایک ننھی سی سوئی باہر آتی ہے۔ وہ سوئی جس کے بدن میں پیوست ہو جائے' وہ اعصابی کمزوری میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

شی تارا نے ایسی ہی ایک انگوٹھی عادل کی ایک انگلی میں پہنا دی تھی۔ اس کے ذہن میں یہ بات نقش کر دی تھی کہ وہ عام حالات میں اس انگوٹھی کی خاصیت اور اہمیت کو بھولا رہے گا۔ جب شی تارا کو کسی پر شبہ ہو گا اور وہ اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکے گی تو عادل سے اس انگوٹھی کو آپریٹ کرائے گی پھر اس شخص کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کر کے اس کی اصلیت معلوم کرے گی۔

اس نے عادل کے خیالات پڑھے۔ وہ شوز فیکٹری کا معائنہ کر کے آیا تھا اور اب غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر بہترین سوٹ پہن کر منیجر کے ساتھ تل ابیب شہر کی سیر کرنے جا رہا تھا۔ شی تارا چاہتی تھی' وہ اس شہر کو اچھی طرح دیکھ سمجھ لے اس لیے اسے منیجر کے ساتھ جانے دیا چونکہ ابھی عادل سے کوئی خاص کام نہیں لینا تھا۔ اس لیے اس کے دماغ سے چلی گئی۔

منیجر کار ڈرائیو کرتا رہا اور اسے تل ابیب کے مختلف علاقوں کے متعلق بتاتا رہا۔ اس نے ایک قبرستان کی طرف سے گزرتے ہوئے کہا۔ "یہ ہم یہودیوں کا قبرستان ہے لیکن یہاں ایک ایسی مشہور قبر ہے' جس پر مسلمان چراغ جلاتے اور پھول چڑھاتے ہیں۔"

عادل نے پوچھا۔ "یہ کس کی قبر ہے؟"

"شیبا کی۔ وہ یہودی تھی' ٹیلی پیتھی جانتی تھی۔ فرہاد علی تیمور کو دل و جان سے چاہتی تھی۔"

"فرہاد؟" عادل نے چونک کر کہا۔ "گاڑی روکو۔ یہ نام مجھے جانا پہچانا لگ رہا ہے۔ مجھے وہ قبر دکھاؤ۔"

گاڑی رک گئی پھر گھوم کر قبرستان کے اندر جانے لگی۔ منیجر نے کہا۔ "فرہاد کا بیٹا پارس جب چھوٹا تھا تب اس نے کافی عرصہ تک شیبا کی گود میں پرورش پائی تھی بعد میں پارس نے یہاں آکر تباہی مچا دی تھی۔ یہودی حکام سے اقرار کرایا تھا کہ انہوں نے اپنی ہی یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والی کو صرف اس لیے دھوکے سے قتل کرا دیا تھا کہ وہ ایک مسلمان فرہاد سے شادی کرنے والی تھی۔"

وہ اس قبر کی خوبصورت چار دیواری کے پاس پہنچ گئے۔ منیجر نے کہا۔ "یہ خوبصورت اور قابلِ دید چار دیواری پارس کے حکم سے بنائی گئی ہے۔ کسی کی قبر پر چراغ جلے یا نہ جلے یہاں تمام رات چراغوں کی روشنی رہتی ہے۔"

عادل نے وہاں پہنچ کر دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا۔ اسے یاد آ رہا تھا کہ وہ اپنے کسی فرہاد بھائی جان کو بہت چاہتا ہے۔ چونکہ شی تارا نے تنویمی عمل کے دوران خاص طور پر یہ حکم نہیں دیا تھا کہ وہ فرہاد کو بھول جائے اس لیے وہ نام کچھ کچھ یاد آ رہا تھا۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ وہ یہودی ہے پھر کوئی مسلمان اس کا بھائی جان کیسے ہو سکتا ہے؟

وہاں ایک چار دیواری پر شیبا' فرہاد اور پارس کے متعلق بہت کچھ لکھا ہوا تھا جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ ان کے مذاہب الگ تھے مگر ان کی محبتیں ایک تھیں۔ وہ یہودی اور مسلمان تھے مگر ماں بیٹے تھے۔ اس طرح عادل سمجھ رہا تھا کہ وہ بھی انسانیت کے رشتے سے فرہاد علی تیمور کا بھائی ہے۔

وہ شیبا کی قبر پر چراغ جلا کر واپس جانے لگا مگر اس کے اندر میرا نام گردش کرنے لگا تھا۔ وہ سمندر کے ساحل پر گھومتا ہوا ایک نائٹ کلب میں آیا۔ وہاں حسینوں کا میلہ سا لگا ہوا تھا۔ جسے دیکھو وہی دلبر لگتی تھی۔ کچھ ڈانسنگ فلور پر رقص کر رہی تھیں کچھ کاؤنٹر کے آس پاس اور کچھ میزوں کے اطراف نظر آ رہی تھیں۔ ان میں مرینا بھی تھی' ایک میز پر تنہا تھی۔ کئی رئیس زادوں نے اس سے لفٹ لینی چاہی لیکن وہ سب سے کتراتی رہی' اس کے بدن پر بیش قیمت ہیرے جواہرات تھے۔ یوں بھی وہاں کے دولت مند اسے ایک بہت بڑی جیولری کی دکان کی مالکہ کی حیثیت سے جانتے تھے۔

عادل نے اس کے پاس آکر کہا۔ "تم دیکھ رہی ہو کہ یہاں کوئی اور میز خالی نہیں ہے۔ اس لیے یہاں بیٹھنا چاہتا ہوں۔"

وہ بولی۔ "صاف کیوں نہیں کہتے کہ لفٹ حاصل کرنا چاہتے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہو۔"

وہ ایک کرسی پر بیٹھ کر بولا۔ "حسین عورتیں گھروں میں' ہوٹلوں اور کلبوں میں' فٹ پاتھوں اور سڑکوں پر مل جاتی ہیں' تم کوئی نرالی حسینہ نہیں ہو پھر میرے منیجر نے تمہیں دور سے دیکھ کر بتا دیا تھا کہ تم بیوہ ہو اور سیکنڈ ہینڈ ہو پھر تمہیں خوش فہمی کس بات کی ہے۔"

وہ غصے سے بولی۔ "تم۔ تم نے مجھے سیکنڈ ہینڈ کہنے کی جرات کیسے کی؟ جانتے ہو' میں کون ہوں؟"

وہ اسے سزا دینے کے لیے اس کے اندر پہنچ کر اسے دماغی اذیت دینا چاہتی تھی لیکن خیال خوانی کی پرواز نہ کر سکی۔ اسے یاد آیا جے پرکولا نے اس کے دماغ میں یہ گرہ باندھ دی ہے کہ وہ سرِعام خیال خوانی نہیں کرے گی جب جان پر بن آئے گی تو اپنی سلامتی کے لیے ٹیلی پیتھی کا سہارا لے گی۔ ورنہ صرف تنہائی میں جب چاہے خیال خوانی کر سکتی ہے۔

وہ اسے گھور کر دیکھتے ہوئے بولی۔ "میرے سامنے سے چلے جاؤ۔ پہلے میں اس میز پر آئی ہوں۔ یہاں کے اصول کے مطابق تمہیں جبراً اٹھا دیا جائے گا۔"

"میڈم حسینہ! غصہ تھوک دو۔ میں جھگڑا نہیں کرنا چاہتا۔ میرا ذہن کچھ الجھا ہوا ہے۔ میرے دماغ کے اندر کچھ ہو رہا ہے۔"

مرینا کا تعلق دماغی معاملات سے تھا۔ اس لیے اس نے سوچتی ہوئی نظروں سے اس کے سر کو دیکھا پھر پوچھا۔ "تمہارے دماغ میں کیا ہو رہا ہے؟ تم کون ہو؟"

"میرا نام ہیری ہے۔ میں ایک یہودی ہوں مگر محسوس کر رہا ہوں کہ ایک مسلمان سے کوئی رشتہ ہے۔ کیا تم نے فرہاد بھائی جان کا نام سنا ہے؟"

مرینا کی سانس اوپر کی اوپر رہ گئی۔ میرے نام نے اس کے اندر ایک دھماکا سا پیدا کیا۔ وہ گھبرا کر بولی۔ "کک۔ کیا تمہارے دماغ کے اندر کوئی ہے؟"

عادل نے حیرانی سے پوچھا۔ "یہ کیا بے تکا سوال ہے۔ دماغ خالی تو نہیں ہوتا۔ اس میں کچھ ہوتا ہے۔"

"یہی پوچھ رہی ہوں' تمہارے اندر کون ہے؟"

"کون ہے نہیں' کیا ہے پوچھنا چاہیے۔ یہاں اس کھوپڑی کے اندر مغز ہے۔"

"یہ فرہاد بھائی جان کون ہے؟"

"یہی تو معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ ابھی پارس کی والدہ ماجدہ شیبا کی قبر پر چراغ جلا کر آ رہا ہوں۔ تم نے شیبا مرحومہ کا نام سنا ہو گا؟"

وہ اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ دماغ میں خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگیں۔ یوں لگا جیسے میں اس احمق نوجوان کے ذریعے اسے چاروں طرف سے گھیرنے والا ہوں یا وہ گھیر چکی ہے۔ عادل نے پوچھا۔ "کیا ہوا؟"

وہ کوئی جواب دیے بغیر تیزی سے ایک طرف جانے لگی۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اُس کے پیچھے آنے لگا۔ یہ مزید گھبرا گئی۔ دماغ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ وہ پہچان لی گئی ہے۔ اس نے پوچھا۔ "کہاں جا رہی ہو؟ بات کیا ہے؟"

وہ چلتے چلتے رک گئی۔ اس سے پیچھا چھڑانے کے لیے بولی۔ "میں ٹائلٹ جا رہی ہوں۔ میز پر میرا انتظار کرو۔"

اس نے "اچھا" کہا اور سر ہلا کر میز کی طرف گیا۔ وہ ٹائلٹ کی طرف گئی پھر راستہ بدل کر کلب سے باہر آ گئی۔ اسے لگ رہا تھا جیسے میرے یا پارس کے آلۂ کار اس کا پیچھا کر رہے ہیں۔ وہ اپنی کار میں آ کر بیٹھ گئی۔ پھر اسے اسٹارٹ کر کے تیزی سے ڈرائیو کرتی ہوئی ویران ساحل کی طرف جانے لگی۔

عادل نے میز کی طرف واپس جاتے وقت مرینا کو راستہ بد... دیکھ لیا تھا۔ اس نے تعجب سے سوچا' یہ ٹائلٹ کا راستہ بھول ... ہے جب کہ صاف طور پر تیر کے نشان کے ساتھ ایک دیوار پر وا... روم لکھا ہوا ہے۔ وہ اسے بھٹکنے سے روکنے اور ٹائلٹ کی نشاند... کرنے کے لیے اس کے پیچھے لپکا۔ باہر آ کر دیکھا تو وہ کار میں بیٹھ... جا رہی تھی۔ وہ بڑبڑایا۔ "عجیب عورت ہے' ٹائلٹ سے کام... سکتا ہے اس کے لیے ویران ساحل کی طرف جا رہی ہے۔"

وہ واپس گھوم کر اندر جانا چاہتا تھا پھر خیال آیا' اتنے ... ہیرے جواہرات پہنے ہوئے ہے۔ ویرانے میں اسے بدمعاشوں ... پکڑ لیا تو مال بھی لے جائیں گے اور اس کے حسن و شباب کا ... بھی کر دیں گے۔

وہ اسے روکنے کے لیے اپنی گاڑی کی طرف دوڑتا ہوا ... اس کی گاڑی نہیں تھی۔ منیجر اسے کہیں لے گیا تھا۔ اس نے مرینا کی کار کو جاتے ہوئے دیکھا۔ پھر دوڑتے ہوئے چیخ کر بو... "رک جا۔ اری او بیوہ حسینہ رک جا۔۔۔۔"

وہ دوڑتا ہوا ایک نہایت ہی قیمتی اور خوبصورت کار کے ... آیا۔ ایک بہت ہی اسمارٹ قد آور شخص دروازہ کھول کر اسٹیئر... سیٹ پر بیٹھنے جا رہا تھا۔ وہ اسے پکڑ کر بولا۔ "بھائی صاحب! پلیز... سفید کار کے پیچھے چلو۔ وہ بیوہ خطرے میں ہے۔"

وہ اپنے آپ کو چھڑاتے ہوئے بولا۔ "بیوہ خطرے میں۔ میں کیا کروں۔ دوسری گاڑی میں جاؤ۔"

وہ اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ عادل اچھل کر اُس کی گود ... آ گیا۔ غصے سے بولا۔ "شرم نہیں آتی۔ اتنے ہٹے کٹے مرد ہو ... ایک عورت کی مدد نہیں کر سکتے۔"

"ارے' تم کیوں میرے پیچھے پڑ گئے ہو۔"

اس نے عادل کو ایک گھونسا رسید کیا مگر اسے اپنے اوپر سے ہٹا نہ سکا۔ عادل نے جواباً گھونسا رسید کرتے ہوئے کہا۔ "اس کے پاس ہیرے جواہرات ہیں' چور بدمعاش اسے قتل کر دیں گے۔"

دونوں میں زبردست مقابلہ ہونے لگا۔ وہ ایک دوسرے سے کم نہیں تھے کار کے اندر الٹ پلٹ رہے تھے۔ اِدھر سے اُدھر ٹکرا رہے تھے۔ اس طرح ٹکرانے کے دوران عادل کی انگوٹھی کا خفیہ بٹن دب گیا۔ ننھی سی سوئی باہر نکل آئی۔ اس نے مقابلے کے دوران اس کی گردن پکڑی تو وہ سوئی گردن میں پیوست ہو گئی۔ دوسرے ہی لمحے مقابل کے حلق سے ایک کراہ نکلی۔ اس کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ ہاتھ پاؤں بھی ڈھیلے پڑنے لگے۔ عادل نے تعجب سے دیکھ کر کہا۔ "عجیب پہلوان ہے۔ زبردست مقابلہ کرتے کرتے اچانک ہی ڈھیلا پڑ گیا۔"

اس نے ڈھیلے شخص کو دھکیل کر ساتھ والی سیٹ پر پہنچایا پھر دروازہ بند کر کے گاڑی اسٹارٹ کی اسے آگے بڑھایا جدھر مرینا گئی تھی' ادھر تیزی سے ڈرائیو کرتے ہوئے جانے لگا۔

وہ جو آدم برادرز کی خفیہ تنظیم قائم ہوئی تھی' اس کا بڑا چرچا بھی تھا اور بڑی دہشت بھی تھی کہ جانے ان یہودیوں نے کیسی خطرناک تنظیم بنائی ہے۔ امریکی حکام اسے بے نقاب کرنا چاہتے تھے۔ ثی تارا اس تنظیم کی جڑوں تک پہنچنا چاہتی تھی۔ جے پرکولا اپنے مقابلے میں یہودی تنظیم کو کمزور بنانا چاہتا تھا اور ہم بھی معلوم کرنا چاہتے تھے کہ گولڈن برینز کے بعد وہ نئی یہودی شیطانی ٹولی کس قدر تخریبی ہے لیکن ہم میں سے کوئی ابھی تک اس کے سرغنہ برین آدم کا نام تک معلوم نہیں کر پایا تھا۔

اسے کہتے ہیں مقدر کا کھیل۔ ثی تارا پر کبھی کوئی قابو نہیں پا سکا تھا۔ اسے ایک احمق عادل چنگیزی نے پچھلی بار چت کر دیا تھا۔ اس بار آہ! کاش ہم میں سے کسی کو معلوم ہوتا کہ اس احمق نے برین آدم کو چت کر دیا ہے۔

برین آدم اپنی خفیہ رہائش گاہ میں تنہا تھا۔ وہ تنہا ڈائننگ میز پر بیٹھا رات کا کھانا کھا رہا تھا پھر اچانک ہی دل گھبرانے لگا۔ ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑنے لگے۔ ہاتھوں سے کھانے کا چمچہ اور کانٹا چھوٹ کر گر پڑے وہ گہری گہری سانس لیتے ہوئے میز کا سہارا لے کر اٹھا' وہ چاہتا تھا کہ فوراً ہی فون کر کے الپا یا کسی برادر کو مدد کے لیے اپنے پاس بلائے مگر دو قدم چلتے ہی وہ لڑکھڑا کر گر پڑا۔

تھوڑی دیر پہلے اس نے اپنی گردن میں سوئی کی چبھن محسوس کی تھی۔ اب اس کا دماغ کہہ رہا تھا کہ کسی نے اس کے جڑواں بھائی کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کیا ہے۔

وہ فرش پر اوندھا پڑا ہوا تھا۔ اس نے لمبی لمبی سانسیں لیتے ہوئے سر اٹھا کر دیکھا۔ ٹیلیفون اس سے تقریباً دس فٹ کے فاصلے پر تھا۔

اگر اس نے وہ فاصلہ طے کر لیا تو عادل کی شامت آ جائے گی اور اگر نہ کر سکا تو عادل یہودیوں کو شہ مات دینے میں ہم سب سے بازی لے جائے گا۔

اے فاصلے! تُو سکڑتا کیوں نہیں؟ اے وقت تو گزرتا کیوں نہیں؟

مشہور چور نک ویلوٹ جو بے قیمت چیزیں گرانقدر معاوضے پر چراتا ہے
ان چوریوں کی دلچسپ کہانیاں
نک ویلوٹ کی چوریاں
وہ تمام کہانیاں جو آج تک لکھی گئی ہیں
قیمت ۲۵/- روپے
ڈاک خرچ ۱۰/- روپے
کتابیات پبلیکیشنز پوسٹ بکس نمبر ۲۳ کراچی ۱

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اِدھر یہ اور اُدھر وہ۔ دونوں ہی عذاب میں مبتلا تھے۔

دونوں نے جڑواں پیدا ہونے کے بہت فائدے اٹھائے تھے لیکن آج نقصان اٹھا رہے تھے۔

یہ پچھلے باب میں بیان ہو چکا ہے کہ وہ ٹیلیفون یا ٹرانسمیٹر کے بغیر ایک دوسرے کو اپنی خیریت سے آگاہ کرتے تھے۔ ضرورت کے وقت چند گھنٹوں میں خصوصی ہیلی کاپٹر یا طیارے کے ذریعے آکر ملاقات کرتے تھے اور کسی مصیبت کے وقت مخصوص اشارے کے ذریعے ایک دوسرے سے دور رہتے تھے۔

اگر ایک کے پیٹ میں درد ہوتا تو دوسرا بھی وہی درد محسوس کرتا۔ یہ تو قدرت کا ایک مذاق تھا لیکن پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا تھا کہ ایک کو کوئی حادثہ پیش آیا ہو تو دوسرا بھی اس حادثے کی چوٹیں اور تکالیف محسوس کر رہا ہو۔ اس رات پہلی بار ان پر یہ افتاد آن پڑی تھی۔

برین آدم فرش پر اوندھا پڑا ہوا تھا۔ بے حد کمزوری کے باعث اس نے حوصلہ کیا۔ اسی طرح لیٹے ہی لیٹے چاروں ہاتھ پاؤں سے رینگنے کی کوشش کی۔ ٹیلیفون دس فٹ کے فاصلے پر تھا۔ کسی طرح وہاں پہنچ جاتا تو ہانپتے کانپتے الپایا دوسرے آدم برادرز کو مدد کے لیے بلا لیتا لیکن وہ بہ وقت تین فٹ تک رینگ کر حوصلہ ہار گیا۔ آگے رینگنے کی سکت نہیں رہی تھی۔ وہ شکست خوردہ پہلوان کی طرح چاروں شانے چت ہو کر لمبی لمبی سانسیں لینے لگا۔ چھت کو یوں تکنے لگا جیسے آسمان کو دیکھ کر خدا کو پکار رہا ہو۔

ڈوبتے ہوئے ذہن نے یہ سمجھا دیا تھا کہ اب تب میں بے ہوشی طاری ہو گی اور وہ تب تک ہوش میں نہیں آئے گا جب تک جڑواں بھائی کو طبّی امداد حاصل نہیں ہو گی اور اگر دوسرا بھائی اس کی طرح تنہا اور بے یار و مددگار طبّی امداد کا محتاج ہو گا تو پھر دونوں کا خدا ہی حافظ ہے۔

دوسرا برین آدم کار کی اگلی سیٹ پر آدھا بیٹھا آدھا لیٹا ہوا تھا۔ ہاتھ پیروں میں جیسے جان نہیں رہی تھی۔ وہ بے ہوش ہونے کی حد تک کمزوری محسوس کر رہا تھا اور رحم طلب نگاہوں سے عادل کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے بڑی مشکل سے زبان کو حرکت دیتے ہوئے کہا۔ "پلیز! مجھے فوراً میڈیکل ایڈ پہنچاؤ۔"

عادل تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا آگے جانے والی مرینا کی کار کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے کہا۔ "تمہیں طبّی امداد مل جائے گی۔ عجیب آدمی ہو' اچانک لڑتے لڑتے ایسے ڈھیلے پڑ گئے ہو جیسے غبارے سے ہوا نکل گئی ہو۔"

برین آدم اور کچھ کہنا چاہتا تھا مگر نقاہت سے کراہنے لگا۔ عادل نے کہا۔ "اِدھر تم بیمار ہو' اُدھر وہ بیوہ حسینہ خطرے میں ہے۔ میرا فرض ہے کہ میں پہلے ایک عورت کی مدد کروں۔"

مصیبت کے وقت جب ایک بھائی اپنے دائیں پیر میں کوئی چیز چبھوتا تھا تو دوسرے کو معلوم ہو جاتا تھا کہ بھائی کسی اہم ضرورت سے بلا رہا ہے۔ اس نے کار میں نیم دراز رہ کر اپنے دائیں پاؤں میں زور کی چٹکی لی۔ دوسری طرف دوسرے برین آدم نے اپنے دائیں پاؤں کے اس حصے میں تکلیف محسوس کی۔ سمجھ گیا کہ بھائی بلا رہا ہے۔

مگر کہاں بلا رہا ہے؟ اور بلاتے وقت یہ کیوں نہیں سمجھ رہا کہ دوسرا بھی اس کی طرح چلنے پھرنے کے قابل نہیں رہا ہو گا۔

ایسی اعصابی کمزوری میں آدمی زیادہ سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں رہتا۔ کار والے بھائی نے سوچا' شاید کمزوری کے باعث اپنے پیر میں زور سے چٹکی نہیں لے پایا تھا۔ دوسرے بھائی نے اس چٹکی کی تکلیف محسوس نہیں کی ہے لہٰذا اسے اپنی مصیبت سے آگاہ کرنے کے لیے وہ رونے لگا۔

عادل ونڈ اسکرین کے پار دیکھ رہا تھا۔ کئی کاروں کے درمیان مرینا کی کار گم ہو گئی تھی۔ یہ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ پیچھے رہ گئی ہے یا بہت آگے نکل چکی ہے۔ ایسے میں برین آدم نے رونا شروع کیا تو وہ جھنجلا گیا۔ ڈانٹ کر بولا۔ "خاموش رہو۔ عورتوں کی طرح روتے ہوئے شرم نہیں آتی؟"

سوچا جائے تو واقعی شرم کی بات تھی۔ ایک خطرناک تنظیم کے سربراہ' اسرائیلی حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران کے سروں پر بیٹھ کر حکومت کرنے والا ایک ذہین شخص رو رہا تھا۔ وقت نمرود اور فرعون کو بھی رلاتا ہے۔ بڑی بڑی سپر طاقتوں کو بھی گھٹنوں کے بل گرا دیتا ہے۔ افسوس کہ ایسا رونے کا وقت آنے سے پہلے کوئی طاقت ور اپنے غرور سے باز نہیں آتا۔

دوسری طرف فرش پر پڑا ہوا برین آدم بھی رونے لگا تھا۔ وہ رونا نہیں چاہتا تھا تاہم دوسرے بھائی کے آنسو رلا رہے تھے۔ ذرا دیر بعد ہی دونوں چپ ہو گئے۔ دونوں پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔

کوئی سمجھ سکتا ہے کہ عادل نے نادانستگی میں کتنا بڑا کارنامہ انجام دیا تھا۔ یہودی خفیہ تنظیم کی ریڑھ کی ہڈی توڑ دی تھی۔ ایک ہی تیر سے دو شکار کیے تھے۔ ایک کار میں دوسرا اپنی خفیہ رہائش میں پڑا ہوا تھا۔ صرف اتنا ہی نہیں' وہ تیسرے شکار کے پیچھے بھی جا رہا تھا۔ مرینا کی بھی شامت آ گئی تھی۔

مرینا سہمی ہوئی تھی۔ عادل نے ڈائننگ ہال میں میرا اور ... کا ذکر کچھ اس انداز میں کیا تھا جیسے ہم میں سے کوئی خیال خوانی کرنے والا اس کے دماغ کے اندر ہو اور اس کے ذریعے مرینا کو پہچان رہا ہو۔

وہ فوراً ہی عادل سے دور جا کر پھر خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ میں آ کر اس کی حقیقت معلوم کرنا چاہتی تھی۔ اگر سامنے رہ کر خیال خوانی کرتی تو عادل کے دماغ میں رہنے والے اسے ... لیتے جب کہ بیچارے کے دماغ میں اس وقت کوئی نہیں تھا۔

وہ بہت دور تک ڈرائیو کرتی ہوئی گئی جب یقین ہو گیا کہ خطرے سے بہت دور چلی آئی ہے تو اس نے کار روک دی۔ ... سمندری ہوا کھڑکی کے راستے آ رہی تھی۔ گھبراہٹ دور ہو گئی تھی۔ اس نے اطمینان کی سانس لے کر خیال خوانی کی پرواز کی۔ عادل کے پاس پہنچی۔ وہ صرف سانس روک کر ہی نہیں گاڑی روک کر بھی سوچنے لگا۔ "ابھی میرے دماغ میں کیا ہوا تھا۔ میں نے ایک سانس کیوں روک لی تھی؟"

مرینا نے سوچا۔ اس نے میری سوچ کی لہروں کو قبول نہیں کیا ہے۔ یا تو وہ یوگا کا ماہر ہے یا پھر کسی نے تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کیا ہے۔

پھر ایک بات یہ سمجھ میں آئی کہ عادل کے دماغ میں فی الحال کوئی نہیں ہے۔ اگر ہوتا تو وہ مرینا کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہ کرتا لیکن ایک تجسس پیدا ہو گیا کہ وہ نوجوان کون ہے؟ اس نے ... کی قبر پر چراغ کیوں جلایا تھا اور ایک یہودی ہو کر فرہاد کو بھائی جان کیوں کہہ رہا تھا؟

یہ سوالات خوفزدہ بھی کر رہے تھے اور جوابات حاصل کرنے کی ترغیب بھی دے رہے تھے اور ایک بات جو دل میں دھڑک رہی تھی' وہ یہ تھی کہ نوجوان بہت اچھا لگ رہا تھا۔ اگر اس کا دماغ اس کے قابو میں آ جاتا تو اسے اپنا دوست بنا کر تل ابیب میں کچھ اچھے دن گزار لیتی۔

وہ خیالات سے چونک گئی۔ وہ جہاں بیٹھی ہوئی تھی اِدھر کا دروازہ اچانک ہی کھلا۔ دو افراد نظر آئے۔ اس نے کار کے دوسرے دروازے کی طرف جانے کے لیے سر گھمایا۔ اُدھر بھی ایک شخص کھڑا مسکرا رہا تھا۔ اس نے کہا۔ "میری جان! اس بھری جوانی میں تنہائی اچھی نہیں ہوتی۔ ہماری بن جاؤ۔ ہمیں اپنا بنا لو۔"

وہ چیخ کر بولی۔ "کون ہو تم لوگ؟"

"ہم مال کے بھوکے ہیں۔ تم ہی کیا کم تھیں کہ اوپر سے ہیرے جواہرات لاد کر چلی آئی ہو۔ جب ایسی دعوت مل رہی ہو تو ہمارے ... کتنے ہی گدھ آئیں گے۔"

ایک نے اس کے گریبان پر ہاتھ ڈالا پھر قیمتی نیکلس ایک جھٹکے سے کھینچ لیا۔ دوسرے نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا۔ وہ چیخنے لگی۔ چیختے وقت اس کا منہ کھلا۔ ایک نے ریوالور کی نال اس کے منہ میں گھسا کر کہا۔ "خبردار! ذرا بھی آواز نکلی تو...... آگے خود سمجھ دار ہو۔"

وہ چپ ہو گئی۔ وہ تینوں اسے کار سے باہر لا کر اس کے بدن سے زیورات اتارنے لگے۔ جے پرگولا نے اس کے دماغ کو خیال خوانی کے معاملے میں پابند رکھا تھا۔ تنویمی عمل کے مطابق وہ تنہائی میں خیال خوانی کر سکتی تھی یا پھر کبھی جان پر بن آئے تو یہ ہتھیار استعمال کر سکتی تھی۔

اب یہ ہتھیار استعمال کرنے کا وقت آ گیا تھا۔ اس نے ریوالور والے کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے اس کے منہ کے اندر سے ریوالور نکال لیا پھر اپنے دونوں ساتھیوں کو نشانے پر رکھتے ہوئے کہا۔ "یہ تمام ہیرے جواہرات کار کے اندر رکھ دو۔"

ایک نے پوچھا۔ "ہم یہ مال کار میں کیوں رکھیں۔ ہم اسے آپس میں تقسیم کریں گے۔"

وہ مرینا کو ریوالور دیتے ہوئے بولا۔ "میڈم! اسے سنبھالو۔ میں ان دونوں کو سنبھالتا ہوں۔"

دونوں ساتھیوں نے چیخ کر کہا۔ "ابے دماغ چل گیا ہے! جس کا مال لوٹ رہا ہے اسے ہی ریوالور دے رہا ہے۔"

اس نے دونوں ساتھیوں پر چھلانگ لگائی پھر تینوں میں جنگ چھڑ گئی۔ مرینا نے تھوڑی دیر یہ تماشا دیکھا پھر ایک فائر کیا۔ وہ تینوں ریت پر گر کر اسے سہمی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگے۔ وہ بولی۔ "چلو اٹھو۔ میرے تمام زیورات گاڑی میں رکھ دو۔"

وہ ریت پر سے اٹھ کر کپڑے جھاڑتے ہوئے کار کی طرف گئے۔ ان کے ساتھ مرینا نے ادھر گھوم کر دیکھا۔ عادل اس کی کار کے بونٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ نظریں ملتے ہی بولا۔ "تم نے تو کمال کر دیا عورت ہو کر تین مردوں کو محکوم بنا لیا۔ مجھے ہیرو بننے کا موقع دیتیں تو تم سے دوستی کا ایک بہانہ بن جاتا۔"

وہ ہنس کر بولی۔ "فلموں میں ایسی سچویشن ہوتی ہے لیکن میں تم جیسے درجنوں ہیروز پر بھاری پڑوں گی۔"

ان تینوں نے وہ تمام زیورات گاڑی کی پچھلی سیٹ پر ڈال دیے تھے۔ مرینا نے کہا۔ "میں خون خرابا نہیں چاہتی۔ فوراً ہی اتنی دور بھاگ جاؤ کہ اس ریوالور کی گولی تمہیں چھو نہ سکے۔"

وہ تینوں وہاں سے بھاگنے لگے۔ اس نے ریوالور کا رخ عادل کی طرف کرتے ہوئے پوچھا۔ "تم میرا پیچھا کیوں کر رہے ہو؟"

وہ بولا۔ "اس کی دو وجوہات ہیں۔ ایک تو یہ کہ تم ٹائلٹ کے لیے غلط جگہ آ گئی ہو۔ وہاں کلب میں آرام سے فارغ ہو سکتی تھیں۔ یہی سمجھانے آیا ہوں۔"

"بکواس مت کرو۔ سچ سچ بتاؤ کیوں تعاقب کر رہے ہو؟"

"سچ کہتا ہوں' تم پر ہزار جان سے عاشق ہو گیا ہوں۔"

"تم پھر بکواس کر رہے ہو۔ میں گولی مار دوں گی۔"

"مارنا ہوتا تو ان تینوں کو نہ چھوڑتیں۔ کیا وہ تمہارے رشتے دار تھے اور میں کوئی دشمن ہوں؟"

"ہاں ایسے دشمن ہو' جسے زندہ چھوڑنا حماقت ہو گی۔ تم نے فرہاد کو بھائی جان کیوں کہا تھا؟"

"یہی تو میں نے تم سے پوچھا تھا۔ کیا تم فرہاد بھائی جان کو جانتی ہو؟"

"تم تو جانتے ہو؟"

"اگر جانتا تو تم سے نہ پوچھتا۔"

"جب جانتے نہیں ہو تو اسے بھائی جان کیوں کہتے ہو؟"

"یہی تو میں سمجھنے سے قاصر ہوں۔ تم یہاں کسی سے بھی پوچھ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

لو۔ میں یہودی ہوں۔ میرا نام ہیری ہے۔ میری بہت بڑی شوز فیکٹری ہے۔ کیا تم یہ الجھن سلجھا سکتی ہو کہ میں یہودی ہو کر ایک مسلمان کو بھائی کیوں کہہ رہا ہوں۔"

"تم نے یہ نام کس سے سنا تھا؟"

"میری فیکٹری کا منیجر مجھے شیبا کی قبر پر لے گیا تھا۔ اس کی زبان سے میں نے فرہاد اور اس کا نام سنا تھا۔"

"اور نام سنتے ہی تم اسے بھائی جان کہنے لگے۔ کیا مجھے اُلو سمجھتے ہو کہ ایسی احمقانہ باتوں پر یقین کر لوں گی۔ میں تین تک گن رہی ہوں اگر تم نے اپنی اصلیت نہ بتائی تو......"

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی عادل نے اس کے ایک ہاتھ پر ٹھوکر ماری' ریوالور ہاتھ سے نکل کر دور ریت پر جا کر گرا۔ جوتے کی ٹھوکر سے ہاتھ کو چوٹ پہنچی تھی۔ وہ چیخ مار کر ریوالور کی طرف دوڑی۔ عادل نے اس پر چھلانگ لگائی۔ اسے دبوچ کر ریت پر گرا۔ دونوں لپٹ کر کچھ دور تک لڑھکے پھر تھم گئے۔

"چھوڑو۔ چھوڑ دو مجھے۔ میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

وہ یکبارگی عادل کے دماغ میں آئی لیکن اس کے دماغ کو کوئی نقصان پہنچانے سے پہلے ہی باہر نکل آئی۔ اس نے سانس روک لی۔ وہ خود کو چھڑا کر ریت پر سے اٹھنے لگی۔ اسی وقت وہ تینوں بھاگنے والے واپس آ گئے تھے۔ ایک نے ریت پر سے ریوالور اٹھا کر کہا۔ "پہنچی وہیں پہ خاک' جہاں کا خمیر تھا۔ میرا ریوالور میرے ہاتھ میں آ گیا ہے۔ اب دیکھتا ہوں تمہیں کون بچائے گا۔"

دوسرے نے ریوالور والے ساتھی سے کہا۔ "دیکھو' اب اسے ریوالور دینے کی حماقت نہ کرنا۔"

"ارے' وہ تو پتا نہیں کیوں اسے دے دیا تھا۔ شاید اس کے حسن سے متاثر ہو گیا تھا۔"

"تمہیں عقل سے کام لینا چاہیے۔ ہم اسے ریوالور دکھا کر ہی اس کا حسن و شباب اور زیورات حاصل کر سکتے ہیں۔"

اپنے ساتھی کی بات ختم ہوتے ہی اس نے پھر ریوالور مرینا کے ہاتھ میں دے دیا۔ مرینا نے لپک کر اسے لیا پھر انہیں نشانے پر رکھتے ہوئے بولی۔ "اب تم لوگوں کو بھاگنے نہیں دوں گی۔ تم سب کی موت آئی تھی' اس لیے دوبارہ آ گئے۔"

وہ گڑگڑانے لگے۔ ایک نے کہا۔ "ہمیں جانے دو۔ آئندہ ہمارا باپ بھی یہاں نہیں آئے گا۔"

دوسرے نے کہا "ایک بار ہمیں معاف کر دو۔ ہم سمجھ گئے ہیں' تم پُراسرار قوتوں کی مالک ہو۔"

تیسرے نے کہا۔ "ہم بے روزگار ہیں۔ اسی طرح وارداتیں کر کے کچھ کمائی کر لیتے ہیں۔ ہمیں اپنا غلام بنا لو۔"

وہ بولی۔ "میں دیکھنا چاہتی ہوں' تم تینوں کتنے کام کے آدمی ہو۔ اس جوان کی پٹائی کرو۔"

ان تینوں نے فوراً ہی حکم کی تعمیل کی۔ پہلے ایک نے عادل پر چھلانگ لگائی۔ وہ ایک طرف ہٹ گیا۔ چھلانگ لگانے والا ریت پر اوندھے منہ گرا۔ دوسرے نے حملہ کیا۔ عادل نے اس کا وار روک کر تابڑ توڑ کئی گھونسے رسید کیے۔ پہلا ریت پر سے اٹھ کر آیا تو دوسرا گھونسے کھا کر اس پر آ گرا۔ وہ تیسرے کو مارتا ہوا پانی میں لے گیا۔ جب اسے پانی میں پھینک کر آیا تو باقی دو اس پر حملہ کرنے آ گئے۔ مرینا ان کی طرف بڑھتی ہوئی دلچسپی سے لڑنے کا تماشا دیکھ رہی تھی۔ اسے عادل کی فائٹنگ کا اسٹائل بہت اچھا لگ رہا تھا۔ ایسی ہی دلچسپی کے دوران اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ عادل نے اچانک ہی اس کی کلائی پکڑ کر موڑ دی۔ وہ دوسری طرف گھوم گئی۔ اس نے ریوالور چھین کر اسے دھکا دیا۔ وہ بھی لڑکھڑاتی ہوئی دور جا کر پھر ریت پر اوندھی ہو گئی۔

ایک تو پانی سے نکلتے ہی بھاگنے لگا۔ دوسرے دو رحم طلب نظروں سے ریوالور کو تکنے لگے۔ عادل نے ریوالور کے چیمبر سے گولیاں نکال کر پوری قوت سے سمندر کے گہرے پانی میں پھینک دیں پھر خالی ریوالور ان کے قدموں میں پھینک کر بولا۔ "کیا ذرا ہے' اب بھی لڑنے کی حسرت ہے؟"

وہ بھی بھاگنے لگے۔ مرینا ریت پر پڑی سہمی ہوئی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ سوچ رہی تھی "اس کا تعلق یقیناً فرہاد کی فیملی سے ہے۔ اس نے تین تگڑے غنڈوں کو تنہا مار بھگایا ہے۔ ریوالور سے انہیں ہلاک کر سکتا تھا لیکن پارس اور علی تیمور کی طرح اس نے ریوالور خالی کر دیا۔ وہ دشمنوں کو مارتے نہیں' ذلیل کر کے چھوڑ دیتے ہیں۔ یہی یہ ہیری کر رہا ہے۔"

میری فیملی سے اس کا دور کا بھی تعلق نہیں تھا لیکن اس احمقانہ انداز نے مرینا کو خوفزدہ کر رکھا تھا۔ اگر دوسرے پہلو سے دیکھا جائے تو یہ انداز احمقانہ نہیں تھا۔ اسے ہم سب سے والہانہ لگاؤ تھا۔ ہم اس کے دماغ کی گہری تہ میں درخت کی جڑوں کی طرح تھے۔ وہ شی تارا کے تنویمی عمل سے اسیر ہونے کے باوجود مجھے بھائی جان کی حیثیت سے بھلا نہیں پا رہا تھا۔

عقیدت مندی کا یہ عالم تھا کہ نادانستگی میں ہمارے دشمنوں سے ٹکرا رہا تھا' جنہیں میں اور میرے بیٹے ابھی تک نہیں کر پائے تھے اور وہ انجانے میں بڑی معصومیت سے انہیں کر چکا تھا۔ اگر ایسے میں تمام دشمن تنظیموں کو اور ہم سب کو اس کی فتوحات کا علم ہو جاتا اور سب ہی یہودی خفیہ تنظیم کے اڈے تک پہنچنے کے لیے اس سے برین آدم کا مطالبہ کرتے تو وہ ہمیں سب پر ترجیح دیتا اور برین آدم کو ہمارے حوالے کرتا۔

یہ ہماری بدقسمتی تھی کہ ہم عادل سے واقف نہیں تھے۔ پہلی بار شی تارا ہی ہمارے قابو میں آ جاتی۔ ایسے حالات میں تقدیر کا قائل ہونا پڑتا ہے۔ ہم تدبیر سے بازی جیتنے کی کوشش کرتے اور وہ تقدیر سے میدان مارتا جا رہا تھا۔

وہ ریت پر آ کر مرینا کے پاس لیٹ گیا پھر بولا۔ "کیا یہیں بچھانے کا ارادہ ہے؟"

وہ التجا آمیز لہجے میں بولی۔ "اگر تم یہودی ہو تو حضرت موسیٰؑ کا واسطہ ہے اور مسلمان ہو تو آخری نبیؐ کا واسطہ دیتی ہوں' مجھے سچ بتاؤ' تم کون ہو؟ اور مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"تم تو ایسے پوچھ رہی ہو' جیسے میں تمہارا دشمن ہوں۔ اس گھبراہٹ اور پریشانی کی وجہ کیا ہے؟ کیا میں تمہیں نقصان پہنچا رہا ہوں؟"

"مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے نقصان پہنچنے والا ہو۔"

"صاف اور سیدھی بات یہ ہے کہ میں جان بوجھ کر کسی سے دشمنی نہیں کرتا ہوں۔ اب یہی دیکھو کہ وہ کار والا مجھ سے لڑ رہا تھا۔ میں نے اسے کوئی زبردست پنچ نہیں مارا اس کے باوجود وہ بے ہوش ہو گیا ہے۔ اب اسے اسپتال بھی پہنچانا ہو گا۔"

"تم کس کی بات کر رہے ہو؟"

"وہ کار جو تمہاری کار کے پیچھے کھڑی ہوئی ہے اس میں وہی شخص خواہ مخواہ بے ہوش ہو گیا ہے۔"

وہ اٹھ کر اپنے لباس سے ریت سے جھاڑتے ہوئے بولی۔ "کیا کبھی خواہ مخواہ کوئی بے ہوش ہوتا ہے؟"

وہ تیزی سے چلتی ہوئی دوسری کار کے پاس آئی اس کی اگلی سیٹ پر برین آدم آدھا بیٹھا اور آدھا لیٹا ہوا بے ہوش پڑا تھا۔ جے برگولا نے اسی برین آدم تک یعنی یہودی خفیہ تنظیم تک پہنچنے کے لیے مرینا کو وہاں بھیجا تھا۔ وہ ابھی برین آدم کو اپنا تابعدار بنا کر اس تنظیم کا ایک ایک راز معلوم کر سکتی تھی لیکن اس وقت یہ نہیں جانتی تھی کہ وہی بے ہوش آدمی شطرنج کی بساط کا بادشاہ ہے۔

وہ حیرانی سے بولی۔ "یہ کون ہے؟ کیا تم نے اسے مار ڈالا ہے؟"

اس نے ناک کے پاس ہاتھ رکھا' سانس چل رہی تھی۔ دل پر ہاتھ رکھا' وہ دھڑک رہا تھا۔ اس نے کہا۔ "یہ زندہ ہے۔ بے ہوش کیسے ہو گیا؟"

"مجھ سے لڑتے لڑتے شرم آئی تو اچانک ہی آنکھیں بند کر لیں۔ کیا تم اسی طرح شرماتی ہو؟"

"میری جوتی شرماتی ہے۔"

"یعنی بے شرم ہو۔"

"شٹ اپ! اسے فوراً اسپتال پہنچاؤ۔"

"میں پولیس تھانے کے چکر میں پڑنا نہیں چاہتا۔"

"اس کے لیے کچھ تو کرنا چاہیے۔ پتا نہیں بے چارہ کون ہے؟"

"کیا تمہارے پاس موبائل فون ہے؟"

"ہے مگر ہم یہاں سے دور جا کر فون کریں گے۔ تم درست کہتے ہو' ہمیں پولیس کے چکر میں نہیں پڑنا چاہیے۔"

مرینا نے اس کار کا نمبر ذہن نشین کیا پھر عادل کے ساتھ اپنی کار میں آ کر بیٹھ گئی۔ اگرچہ وہ عادل کا ساتھ نہیں چاہتی تھی تاہم جانتی تھی کہ وہ پیچھا نہیں چھوڑے گا۔ وہ ڈرائیو کرتی ہوئی ایک راستے سے دوسرے اور پھر تیسرے راستے پر آئی۔ ساحل سے بہت دور نکل آنے کے بعد اس نے ایک پولیس اسٹیشن کے نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ قائم ہونے کے بعد تھانہ انچارج کو کار کا نمبر بتا کر اطلاع دی کہ اس کار میں ایک شخص بے ہوش پڑا ہے۔ اسے فوری طبّی امداد کی ضرورت ہے۔

انچارج مزید سوالات کرنا چاہتا تھا' اس سے پہلے مرینا نے فون بند کر دیا۔ پھر اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو مطمئن ہو گئی کہ وہ چند سپاہیوں کے ساتھ ایک گاڑی میں ادھر جانے کے لیے تیار ہو رہا تھا۔

پھر اس نے دماغی طور پر حاضر ہو کر عادل کو دیکھا۔ وہ اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔ وہ بولی۔ "اس طرح کیا دیکھ رہے ہو؟"

"دیکھ رہا ہوں تم صرف حسین ہی نہیں پُراسرار بھی ہو۔"

"یہ پُراسرار کا مطلب کیا ہوا؟ کیا میں کوئی جادوگرنی ہوں؟"

"کچھ ایسا ہی لگتا ہے۔ تم نے کسی جدوجہد کے بغیر دوبار اس غنڈے سے ریوالور لے لیا۔ کیا یہ جادو نہیں ہے؟"

"تم نے خود دیکھا ہے۔ اس نے خود اپنی مرضی سے وہ ریوالور مجھے دیا تھا۔"

"کیا اپنی مرضی سے کوئی اپنی موت کا سامان کر سکتا ہے۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو۔"

اس نے گھور کر عادل کو دیکھا پھر کہا۔ "تم تسلیم کرو کہ فرہاد علی تیمور سے تمہارا کوئی تعلق ہے۔"

"ابھی تک بھائی جان سے کوئی تعلق سمجھ میں نہیں آیا ہے۔ سمجھ میں آئے گا تو تسلیم کر لوں گا۔"

وہ غصے سے بولی۔ "کیا تم مجھے احمق سمجھتے ہو؟ اسے بھائی جان بھی کہہ رہے ہو اور لاتعلقی بھی ظاہر کر رہے ہو۔"

"میں اپنی سچائی ثابت نہیں کر سکتا لیکن جو کہہ رہا ہوں' سچ کہہ رہا ہوں۔ تم بہت چالاک ہو۔ میں تمہاری ٹیلی پیتھی کی بات کر رہا ہوں اور تم بھائی جان کی بات چھیڑ کر مجھے ٹال رہی ہو۔"

"تم غلط سمجھ رہے ہو۔ میں ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہوں۔"

"پھر تو تم سے مایوس ہو رہا ہوں۔"

"کس بات سے مایوس ہو رہے ہو؟"

"یہی کہ اگر تم ٹیلی پیتھی جانتیں تو میں اپنے دماغ میں تمہیں آنے دیتا۔ تم میرے اندر گھس کر مجھے یہ حقیقت بتا دیتیں کہ آخر میں فرہاد علی تیمور کو بھائی جان کیوں کہتا ہوں اور انہیں دل کی گہرائیوں سے کیوں چاہتا ہوں۔"

وہ کئی بار اس کے چور خیالات پڑھنے کی کوششیں کر چکی تھی اور ناکام رہی تھی۔ وہ اپنا یہ شک دور کرنا چاہتی تھی کہ وہ میرا رشتے دار یا آلۂ کار ہے۔ اس نے کہا۔ "میں یہ علم جانتی ہوں لیکن ہر

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ایک پر ظاہر نہیں کرتی' پلیز مجھے آنے دو۔"

"کہاں آنے دوں؟"

"اپنے دماغ کے اندر۔ میں تمہاری الجھن دور کروں گی۔"

"یوں سمجھو کہ میری الجھن دور ہو گئی۔ میں نے جان لیا ہے کہ تم خیال خوانی کرتی ہو۔"

"تم جھوٹے اور دغا باز ہو۔ جاؤ یہاں سے مجھے اپنے گھر جانے دو۔"

"تمہارا گھر کہاں ہے؟"

"میری کار سے باہر جاؤ ورنہ چیخنا شروع کردوں گی۔"

"نتیجہ یہ ہوگا کہ لوگوں کی بھیڑ لگے گی۔ پولیس والے آئیں گے۔ میں کہوں گا یہ وہی حسینہ ہے جس نے ایک شخص کو ساحل سمندر پر بے ہوش کردیا تھا پھر اس کی اطلاع تھانے کے انچارج کو دی۔"

اس نے سختی سے ہونٹوں کو بھینچ لیا پھر بے بسی سے کہا۔ "تم پکے فراڈ ہو۔ فرہاد کے آلۂ کار ہو۔ اس کے حکم کے مطابق کسی مقصد کے تحت میرے ساتھ وقت گزار رہے ہو۔"

"کیا یہ کار یہیں کھڑی رہے گی۔ آگے بڑھو۔"

اس نے کار اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔ "میں تمہیں اس کا موقع نہیں دوں گی کہ تم فرہاد یا اس کے خیال خوانی کرنے والوں کے لیے مجھے اعصابی کمزوریوں میں مبتلا کرو۔"

"مجھے ایسا کوئی شوق نہیں ہے۔"

اس نے ڈرائیو کرتے ہوئے پوچھا۔ "اتنا بتا دو' میرے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو؟"

"مجھے میرے گھر تک پہنچا دو۔ یعنی گھر تک لفٹ دو پھر پیچھا چھوٹ جائے گا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی قریب ہی ایک زبردست دھماکا ہوا۔ اس سڑک پر کتنی ہی کاروں کے اسٹیئرنگ بہک گئے۔ کتنی ہی کاریں ایک دوسرے سے ٹکرائیں۔ کچھ گاڑیاں فٹ پاتھوں پر چڑھ گئیں۔ مرینا کی کار فٹ پاتھ پر چڑھ کر ایک دکان کے بڑے سے شوکیس کے اندر اس طرح گھسی کہ شوکیس کے شیشوں کے ساتھ کار کی ونڈ اسکرین کا شیشہ بھی چکنا چور ہو گیا۔ مرینا کا سر اسٹیئرنگ سے ٹکرایا۔ اس کے بعد اسے ہوش نہ رہا۔ عادل اس کے ساتھ نہیں تھا۔ وہ کار کے بہکتے ہی دروازہ کھول کر باہر کود گیا تھا یوں محاورے کے مطابق وہ بال بال بچ گیا تھا۔

اسرائیل کے بڑے شہروں میں بعض اوقات ایسے دھماکے ہوتے تھے۔ فلسطینی مجاہدین یوں اپنے غم و غصے کا اظہار کرتے رہتے تھے۔ عادل دوڑتا ہوا آیا۔ اس نے دروازہ کھول کر مرینا کو باہر کھینچا۔ وہ بے ہوش ہو گئی تھی۔ وہ اسے کاندھے پر لاد کر ایک طرف دوڑنے لگا۔ کاروں کی بھیڑ سے نکل کر دوسری سڑک پر آیا وہیں ایک کلینک نظر آیا۔ وہ اسے اس کلینک میں لے گیا۔

مرینا نے تھوڑی دیر پہلے کہا تھا کہ وہ پکا فراڈ ہے اور وہ اسے اعصابی کمزوریوں میں مبتلا کرنے کا موقع نہیں دے گی۔ وہ معصوم نوجوان بھلا کیا فراڈ کرے گا۔ مقدر میں مرنا یا بے ہوش ہونا لکھا تو اس لکھے ہوئے کو کون مٹا سکتا ہے۔

اس نے ہوش میں آکر آنکھیں کھولیں عادل اس پر جھکا ہوا تھا۔ وہ گھبرا کر بولی۔ "کون ہو تم؟ مم........ میں کہاں ہوں؟"

"تم ایک کلینک میں ہو۔ زندہ ہو مگر خیریت سے نہیں ہو۔"

وہ اٹھ بیٹھی' اپنے چہرے کو چھونے سے پتا چلا جگہ جگہ پٹیاں چپکی ہوئی ہیں۔ عادل نے کہا۔ "اب یہ الزام نہ دینا کہ میں نے تمہیں اعصابی کمزوریوں میں مبتلا کرانے کے لیے وہ دھماکا کرایا تھا۔"

"اعصابی کمزوری؟" مرینا نے چونک کر سوچا پھر فوراً ہی پرگولا کو اپنے حالات سے آگاہ کرنے کے لیے خیال خوانی کی پرواز کی لیکن خیال خوانی نے پرواز نہیں کی۔ اس کی اپنی سوچ کی لہریں اس کے اپنے ہی دماغ میں رہیں۔ تب اس نے پریشان ہو کر عادل کو دیکھا۔

اس نے پوچھا۔ "کیا کوئی نیا الزام دو گی؟"

"نن...... نہیں۔ تم مجھے بے ہوشی کی حالت میں یہاں لائے۔ مجھے طبی امداد پہنچائی۔ تم مجھے غنڈوں سے بچانے کے لیے میرے پیچھے آئے تھے میں خواہ مخواہ تم پر شبہ کرتی رہی۔"

"کیا تمہارے دماغ میں بھائی جان آرہے ہیں؟"

وہ پریشان سی ہو کر اپنے اندر پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرنے کی کوشش کرنے لگی۔ یہی معلوم ہو رہا تھا کہ کوئی نہیں ہے ایسے وقت کچھ محسوس نہیں ہوتا' سُرا سُر دھوکا ہوتا ہے۔

اس نے سہم کر پوچھا۔ "کیا تمہارے بھائی جان میرے دماغ میں موجود ہیں؟"

وہ ناگواری سے بولا۔ "کیا تم پاگل کی بچی ہو۔ اب بھی ان بھائی جان کے متعلق پوچھ رہی ہو' جس کا وجود نہ میرے دماغ میں ہے' نہ تمہارے دماغ میں۔"

"پھر تم فرہاد بھائی جان کا ذکر کیوں کرتے ہو؟"

"مجھے یہ معلوم ہوتا تو تم سے مغزماری نہ کرتا۔ بس بہت ہو چکا۔ اب تم اپنے پیروں سے چل کر گھر جا سکتی ہو۔ اس لیے گڈ نائٹ۔"

وہ جانے لگا۔ اس نے آواز دی۔ "رک جاؤ' میری بات سنو۔ یوں مجھے الجھن میں ڈال کر نہ جاؤ۔"

"کیوں نہ جاؤں۔ کیا تمہارے ساتھ رات گزاروں؟"

"غصہ نہ کرو۔ میں مانتی ہوں' اب تک تمہاری ذات سے مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا ہے۔ اگر میں اسی طرح محفوظ رہوں گی تو تمہیں خوش کردوں گی۔"

"مجھے خوش کیسے کرو گی؟"

"تم نے سمندر کے کنارے کہا تھا کہ مجھ پر ہزار جان سے عاشق ہو گئے ہو۔ میں بھی تم سے عشق کروں گی۔"

"عشق کیا نہیں جاتا' ہو جاتا ہے۔ پھر یہ کہ میں تمہیں چھیڑنے کے لیے یونہی کہہ رہا تھا۔"

"میری طرف سے اب بھی چھیڑنے کی اجازت ہے۔ آؤ میرے قریب آؤ۔"

"میری دعا ہے کہ کوئی تمہیں دماغ کے اندر آکر نہ چھیڑے۔"

"بکواس مت کرو۔ ایسا ہوا تو میں تمہاری جان کی دشمن بن جاؤں گی۔"

"بہتر ہے مجھے دشمن ہی سمجھو اور مجھے جانے دو۔ تم دوست بن کر میرے اعمال پر دھبے لگا دو گی۔"

وہ پلٹ کر چلا گیا۔ مرینا سوچ میں پڑ گئی۔ "اسے جانے دوں یا خود بھی اس کے پیچھے جاؤں۔ اس نے جان لیا ہے کہ میں ٹیلی پیتھی جانتی ہوں۔ یہاں سے جاکر کسی سے میرے متعلق کچھ کہہ سکتا ہے۔"

وہ بستر سے اتر کر کھڑی ہوئی تو سر چکرانے لگا۔ وہ بیٹھ گئی۔ اسی وقت ڈاکٹر نے آکر کہا۔ "تم کیوں اٹھ گئیں آرام کرو۔ صبح تک چلنے پھرنے کے قابل ہو جاؤ گی۔"

"ڈاکٹر پلیز' مسٹر ہیری کو بلائیں۔ وہ ابھی باہر گئے ہیں۔"

"میں نے انجکشن لکھ کر دیا ہے وہ لینے گئے ہیں۔"

وہ مطمئن ہو کر لیٹتے ہوئے بولی۔ "مسٹر ہیری آئیں تو انہیں ضرور میرے پاس بھیج دیں۔"

اس نے آنکھیں بند کرلیں۔ بڑا سکون مل رہا تھا۔ اب تک کسی دشمن خیال خوانی کرنے والے نے اس کے اندر آکر اسے مخاطب نہیں کیا تھا۔ اس سے اطمینان ہو گیا کہ وہ محفوظ ہے۔ تھوڑی دیر میں اسے نیند آگئی۔

○☆☆○

دوسری طرف پولیس والے برین آدم کو بے ہوشی کی حالت میں اسپتال لے گئے تھے۔ ڈاکٹر نے اس کا معائنہ کیا اور کچھ دوائیں دینے کے بعد کہا تھا۔ "شاید صبح تک ہوش میں آجائے۔"

جو برین آدم اپنی خفیہ رہائش گاہ میں غافل پڑا ہوا تھا اس کا پرسانِ حال کوئی نہیں تھا۔ اس کے اور تمام برادرز کے درمیان رابطہ رہتا تھا۔ کوئی نہ کوئی معاملہ ایسا درپیش رہتا تھا' جس کے باعث دن رات ایک نہ ایک بھائی اسے مخاطب کرتا رہتا تھا لیکن یہ محض اتفاق تھا کہ کوئی اسے مخاطب نہیں کر رہا تھا۔ کوئی ایسا اہم مسئلہ نہیں تھا جس کی خاطر الپا بھی خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کرتی۔

وہ رات نو بجے بے ہوش ہوا تھا اب گیارہ بج رہے تھے۔ اس نے علم الابدان کے ماہرین کو ایک خفیہ لیبارٹری میں مصروف رکھا تھا۔ وہ غیر معمولی فارمولے پڑھ کر اس کی ادویات ایک بندریا پر آزما رہے تھے۔ ایسا پچھلے دو ہفتے سے ہو رہا تھا۔ اس رات گیارہ بجے وہ بندریا مر گئی۔ انہوں نے اس کا پوسٹ مارٹم کیا جس سے پتا چلا کہ فارمولے کی کسی دوا نے نقصان نہیں پہنچایا ہے۔ بندریا طبعی موت مری تھی۔

ان میں سے ایک ڈاکٹر نے برین آدم سے فون پر رابطہ کیا۔ وہ فرش پر چاروں شانے چت پڑا ہوا تھا اس سے سات فٹ کے فاصلے پر فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس گھنٹی کی آواز کمرے میں گونجنے لگی لیکن وہ آواز اس کے کانوں تک پہنچ رہی تھی' دماغ تک نہیں پہنچ رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد فون خاموش ہو گیا۔

اس ڈاکٹر نے ریسیور رکھ کر دوسرے ڈاکٹر سے کہا۔ "شاید برین آدم اپنے گھر میں نہیں ہے۔"

"دوسرے ڈاکٹر نے پوچھا۔ "کیا وہ ہماری نگرانی کرتا ہو گا؟"

"تم نے یہ سوال کیوں کیا ہے؟"

"ہم یہاں پندرہ دنوں سے قید ہیں۔ تینوں وقت کا کھانا خود برین آدم یہاں لاتا ہے۔ ہماری ضروریات کی دوسری چیزیں بھی وہی مہیا کرتا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس نے کسی دوسرے کو یہ خفیہ لیبارٹری نہیں دکھائی ہے۔ وہ ان فارمولوں کے معاملے میں اپنے کسی خاص آدمی پر بھی بھروسا نہیں کرتا ہے۔"

"ہاں' وہ بہت محتاط ہے۔ لیکن آج اس بندریا کی موت نے ہماری امیدوں پر پانی پھیر دیا ہے۔ میں سوچ رہا تھا' دواؤں کے خاطر خواہ نتائج نکلیں گے تو ہمیں یہاں سے رہائی مل جائے گی۔"

"ٹھیک کہتے ہو' رہائی کا مسئلہ کھٹائی میں پڑ گیا ہے۔ اسی لیے میں نے تم سے سوال کیا تھا۔ کیا وہ تنہا ہماری نگرانی کرتا ہو گا؟"

"یہ ناممکن ہے۔ وہ سوتا بھی ہو گا۔ دوسرے معاملات میں مصروف بھی رہتا ہو گا۔ ابھی اس نے فون اٹینڈ نہیں کیا ہے۔ اس کا مطلب ہے' وہ سو رہا ہے یا کسی دوسری جگہ مصروف ہے۔"

"ہو سکتا ہے۔ اس خفیہ لیبارٹری کے باہر ہماری تاک میں بیٹھا ہو۔ تمہاری طرح میں بھی یہاں سے رہائی چاہتا ہوں مگر ہم پکڑے جائیں گے۔"

"گرفتاری کا خوف نہ کرو۔ یہ سوچو' نئے بندر اور بندریا پر تجربہ کرنے کے دوران پھر ہمیں یہاں پندرہ دن قیدیوں کی طرح رہنا ہو گا۔"

"یہ ظلم ہے۔ ہم سے غیر انسانی سلوک کیا جا رہا ہے پھر یہ سوچتا ہوں کہ ان فارمولوں کے مطابق کام کرتے کرتے ہمیں دواؤں کے نام یاد ہو گئے ہیں۔ یہ بات برین آدم اچھی طرح سمجھ رہا ہو گا۔ کیا وہ ان فارمولوں کی یادداشت کے ساتھ ہمیں یہاں سے زندہ جانے دے گا؟"

"نہیں جانے دے گا۔ اسے ہم پر بھروسا نہیں ہے۔ اسی لیے قید کرکے رکھتا ہے۔ کئی دنوں سے میرے دل میں بھی یہی اندیشہ ہے کہ یہاں سے ہماری لاشیں ہی جائیں گی۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"سوال یہ ہے' ہم باہر کیسے جائیں؟"

"اس تہ خانے کے اوپر جو چھوٹا سا دروازہ ہے' وہ باہر سے مقفل ہے۔ ہم اس لکڑی کے دروازے کو آگ لگا کر توڑ سکتے ہیں اگر اوپر بھی دوسرے دروازے بند ہوں گے تو انہیں بھی توڑنے کی تدبیر کی جائے گی۔"

وہ دونوں سمجھ گئے تھے کہ اس تہ خانے سے زندہ نہیں جاسکیں گے اس لیے باہر کی کھلی فضا میں زندہ رہنے کے لیے انہوں نے جدوجہد کا آغاز کیا۔ وہاں مختلف ادویات کے علاوہ تیزاب اور دیگر مہلک کیمیکلز بھی رکھے ہوئے تھے۔ وہ دونوں سیڑھیاں چڑھ کر ایک کاریڈور میں آئے۔ وہاں سے باہر نکلنے کے لیے لکڑی کا ایک چھوٹا سا دروازہ تھا انہوں نے اس پر مٹی کا تیل چھڑک کر آگ لگا دی۔

شعلے بڑھنے اور پھیلنے لگے لیکن مختصر سے دروازے تک محدود رہے۔ جب دروازہ جلتے جلتے کوئلہ ہوگیا تو ایک ماہر نے دوسرے سے کہا۔ "ڈاکٹر ایڈی! کیا خیال ہے اب یہ دوازہ ٹوٹ سکتا ہے؟"

ڈاکٹر ایڈی نے کہا۔ "یس ڈاکٹر نیلسن! اسے توڑنے سے پہلے اچھی طرح یاد کرلو۔ میں نے وہ فارمولے جیب میں رکھ لیے ہیں' کیا تم نے تیار شدہ مہنگی دوائیں رکھ لی ہیں؟"

"اس بیگ میں سب کچھ ہے۔ تم فکر نہ کرو۔"

اس نے دروازے پر ایک لات ماری' وہ ٹوٹ کر دوسری طرف جھول گیا۔ وہاں سے گزرنے کے لیے تھوڑا سا راستہ بن گیا تھا۔ وہ دونوں شعلوں کے درمیان سے چھلانگیں لگاتے ہوئے باہر آ گئے۔ جہاں وہ پہنچے' وہ بھی ایک بند کمرا تھا۔ انہوں نے اس کمرے کے دروازے کو بھی اسی طرح آگ لگا کر آزادی حاصل کی۔ باہر کھلی فضا میں پہنچ کر انہوں نے اس علاقے کو پہچان لیا۔ وہ تل ابیب اور حیفہ کا ایک درمیانی علاقہ تھا۔

وہ دونوں تل ابیب کی سمت بڑھنے لگے۔ ڈاکٹر نیلسن نے کہا۔ "اب مسئلہ یہ ہے کہ ہم کس طرح چھپ کر رہیں گے۔ ہم دونوں ہی اس ملک کے مشہور و معروف ڈاکٹرز ہیں۔ پولیس اور فوج کے افسران ہمیں دیکھ کر سلام کرتے تھے۔ اب دیکھیں گے تو ہتھکڑیاں پہنا دیں گے۔"

"بے شک' برین آدم ہمارے پیچھے پڑ جائے گا۔ ہمیں ان فارمولوں کے ساتھ زندہ نہیں رہنے دے گا۔"

"ہم نے کبھی مجرمانہ زندگی نہیں گزاری۔ کیا تم جانتے ہو کہ کس طرح میک اپ کے ذریعے چہرے تبدیل کیے جاتے ہیں؟"

"میں اس سلسلے میں کچھ نہیں جانتا۔"

وہ ایک جگہ بیٹھ گئے۔ اپنے موجودہ حالات پر غور کرتے رہے۔ آزادی حاصل کرنے کے بعد چاروں طرف موت نظر آرہی تھی۔ ان حالات میں زندہ سلامت رہنے کا کوئی نہ کوئی راستہ ضرور ہوتا ہے۔ جو پریشانی کی حالت میں سجھائی نہیں دیتا ہے۔ بڑی دیر تک غور کرنے کے بعد ایک راستہ سجھائی دیا۔

ڈاکٹر ایڈی نے کہا۔ "تمہیں وہ دولت مند یاد ہے' جو ہم سے ایک مضر دوا تیار کرانا چاہتا تھا؟"

"ہاں' یاد ہے اس کا نام اوڈی نارمن ہے۔ ہمیں ایک لا... امریکی ڈالر دے رہا تھا۔"

"میرے دوست! ایسے وقت وہی ہمارے کام آسکتا ہے۔"

"ہوں' کہتے تو ٹھیک ہو۔ اگر ہمیں کچھ دنوں کے لیے چھپنے کے لیے جگہ مل جائے تو ہم اپنا چہرہ تبدیل کرلیں گے۔"

وہ اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ ایڈی نے جیب سے کاغذات نکال کر کہا۔ "یہ فارمولے پلاسٹک کے تھیلے میں ہیں۔ ہم انہیں یہاں زمین میں گاڑ کر چھپا دیں گے۔ ورنہ اوڈی نارمن ان کاغذات حاصل کر کے ہمارے ساتھ وہی سلوک کرے گا جو برین آدم کر آیا ہے۔"

انہوں نے زمین پر اکڑوں بیٹھ کر چاقو سے ایک چھوٹا سا گڑھا کھودا۔ پلاسٹک کے تھیلے میں چھپے ہوئے کاغذات کو اس گڑھے میں رکھ کر مٹی ڈالی۔ زمین ہموار کی پھر پاس پڑے ہوئے ایک بڑے سے پتھر کو لڑھکانا شروع کیا۔ وہ تقریباً تین یا چار من وزنی تھا دونوں کی محنت سے لڑھک کر زمین کے اس حصے پر چھا گیا جہاں کاغذات چھپا کر رکھے گئے تھے۔

پھر وہ دونوں ایک ڈیڑھ گھنٹے تک پیدل چلتے ہوئے شہر کے مضافاتی علاقے میں پہنچے۔ وہاں ایک بوتھ میں داخل ہو کر انہوں نے فون کے ذریعے اوڈی نارمن سے رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے پوچھا گیا۔ "تم کون ہو؟"

ڈاکٹر نیلسن نے کہا۔ "یہ ہم صرف نارمن کو بتا سکتے ہیں۔ ا... بہت اہم معاملہ ہے۔"

ہولڈ آن کرنے کو کہا گیا پھر اوڈی نارمن کی آواز سنائی دی۔

"ہیلو' میں نارمن بول رہا ہوں۔"

"میں ڈاکٹر نیلسن بول رہا ہوں۔ کیا میں تمہارے حافظے میں موجود ہوں؟"

"اوہ ڈاکٹر! بھلا تمہیں اور ڈاکٹر ایڈی کو کون بھلا سکتا ہے۔ آپ دونوں گریٹ ہیں۔"

"اس وقت ایڈی میرے ساتھ ہے۔ ہم دونوں مصیبت گرفتار ہیں۔ آپ ہمارے لیے کیا کرسکتے ہیں؟"

"میں تم دونوں کے لیے اپنی تمام دولت پانی کی طرح بہا... ہوں۔ آپ کی کسی بھی مصیبت کو دور کرنے کے لیے اپنے خد... گار ماتحتوں کی پوری فوج کو خطرات میں جھونک سکتا ہوں۔"

"پھر ہم بھی ہر طرح آپ کے کام آئیں گے۔ میں پتا... ہوں۔ آپ ہمارے لیے ایک گاڑی بھیج دیں۔"

اس نے اس جگہ کی اور ٹیلیفون بوتھ کی نشاندہی کی۔ ا... نارمن نے یقین دلایا کہ آدھے گھنٹے کے اندر گاڑی وہاں پہنچ... گی۔ نیلسن نے ریسیور رکھ دیا۔

○☆☆○

الپا سو رہی تھی۔ ٹیلی فون کی گھنٹی نے نیند میں مداخلت کی۔ وہ آنکھیں کھولنا نہیں چاہتی تھی۔ بڑا آرام اور سکون حاصل ہو رہا تھا۔ اس نے دوسری کروٹ لے کر ٹیلیفون سے منہ پھیر لیا۔ اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ کر پھر گہری نیند میں ڈوبنے کی کوشش کرنے لگی لیکن کان بند کرنے سے گھنٹی کی آواز بند نہیں ہو رہی تھی۔ وہ مسلسل چیخ رہی تھی۔

اس نے ناگواری سے آنکھیں کھول کر ادھر کروٹ لی۔ گھور کر ٹیلیفون کو دیکھا پھر ہاتھ بڑھا کر ریسیور کو اٹھایا۔ اسے کان سے لگا کر کہا۔ "ہیلو' میں ہوں۔"

"میڈم! میں ملٹری انٹیلی جنس کا چیف بول رہا ہوں۔ مسٹر آدم کی ذاتی لیبارٹری میں آگ لگ گئی ہے۔ اسے بجھانے کی کوششیں کی جارہی ہیں۔"

وہ چونک کر اٹھ بیٹھی۔ اسے معلوم تھا کہ وہاں ان غیر معمولی فارمولوں پر کام ہو رہا ہے۔ اس نے پوچھا۔ "کیا وہاں مصروف رہنے والے ڈاکٹر ایڈی اور ڈاکٹر نیلسن محفوظ ہیں؟"

"شاید محفوظ ہیں۔ وہ دونوں لیبارٹری کے اندر اور باہر نظر نہیں آئے۔"

"کیا تم نے مسٹر آدم کو اطلاع دی ہے؟"

"ان کی رہائش گاہ میں فون کی گھنٹی بجتی رہی۔ انہوں نے فون اٹینڈ نہیں کیا۔ شاید وہاں موجود نہیں ہیں۔"

"ٹھیک ہے میں دیکھتی ہوں۔"

اس نے ریسیور رکھ کر خیال خوانی کی پرواز کی۔ برین آدم کے پاس پہنچی۔ اس کے دماغ کی بے حسی سے معلوم ہوا کہ وہ بے ہوش ہے۔ اس کی بے ہوشی نے تشویش میں مبتلا کردیا۔ اس نے فوراً ہی بلیک آدم کے پاس پہنچ کر کہا۔ "بگ برادر کسی مصیبت میں ہے۔ برادر اس کی رہائش گاہ پر پہنچو' میں آرہی ہوں۔"

وہ مختصر سے لباس میں سوئی ہوئی تھی۔ دوسرا لباس پہننے کا وقت نہیں تھا۔ اس نے صرف ایک گون پہن لیا۔ باہر آئی تو سیکورٹی گارڈز الرٹ ہو گئے۔ اس نے حکم دیا۔ "گاڑی نکالو۔ موبائل ٹیم کو کال کرو۔ ہری اپ۔"

وہ چوبیس گھنٹے مستعد رہتے تھے۔ ایک منٹ کے اندر ہی الپا موبائل ٹیم کی دو گاڑیوں کے درمیان اپنی کار میں وہاں سے روانہ ہو گئی۔ بلیک آدم اس سے پہلے وہاں پہنچ گیا تھا۔ اس نے بڑے بھائی برین آدم کو فرش پر بے ہوشی کی حالت میں دیکھا پھر فوج کے میڈیکل ڈاکٹر کو فوراً پہنچنے کا حکم دیا۔

الپا نے وہاں آکر بڑے بھائی کی یہ حالت دیکھی پھر بلیک آدم سے پوچھا۔ "برادر! وہاں ہماری خفیہ لیبارٹری میں آگ لگ گئی ہے۔ دونوں ڈاکٹرز لاپتا ہیں۔ ادھر بڑے بھائی کی یہ حالت ہے۔ تم کیا کہتے ہو؟ کیا ہماری تنظیم کے خلاف کوئی سازش ہو رہی ہے؟"

"سسٹر! لیبارٹری میں آگ لگنے کا مطلب یہ ہے کہ دشمن فارمولوں تک پہنچ گئے ہیں بلکہ انہوں نے دونوں ڈاکٹروں کو بھی اغوا کیا ہے۔ پلیز معلوم کرو' اس بندریا کے نتائج کیا ہیں؟"

الپا نے انٹیلی جنس کے چیف کو مخاطب کر کے پوچھا۔ "کیا اس لیبارٹری میں ایک بندریا دیکھی گئی ہے؟"

"جی ہاں' اسے مار ڈالا گیا تھا۔ اس کی چیر پھاڑ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کا پوسٹ مارٹم کیا گیا تھا۔"

"فوراً کسی ڈاکٹر کی خدمات حاصل کرو۔ وہ پوسٹ مارٹم کے نتائج معلوم کرے گا۔"

"سوری میڈم! وہ بندریا تو اب جل چکی ہے۔"

وہ غصے سے بولی۔ "کیسے جل گئی؟ اسے محفوظ کیوں نہیں کیا گیا؟"

"ہمارے جوان ادویات اور لیبارٹری کی مشینوں کو محفوظ جگہ پہنچانے میں مصروف رہے تھے۔ بندریا تو مر چکی تھی اس کے ٹکڑے بکھرے ہوئے تھے' اسے غیر اہم سمجھ کر چھوڑ دیا گیا تھا۔"

الپا نے دماغی طور پر حاضر ہو کر بلیک آدم کو بندریا کے متعلق بتایا وہ بولا۔ "سسٹر! مجھے یقین ہے کہ تجربہ کامیاب ہو گیا تھا۔ وہ فارمولے بالکل درست تھے۔ اسی لیے انہوں نے بندریا کو مار ڈالا تھا۔"

برین آدم کو چیک کرنے کے لیے فوجی ڈاکٹر آگیا تھا۔ الپا ایک ایک کر کے تمام برادرز کو مختصر حالات بتاتی رہی۔ ایک گھنٹے کے اندر تمام آدم برادرز وہاں پہنچ گئے۔ ڈاکٹر نے کہا۔ "بظاہر کوئی بیماری اور بے ہوشی کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آرہی ہے۔ جسمانی نظام بالکل درست ہے۔ یہ کسی قسم کی کمزوری ہے جو غالب آگئی ہے؟ کیا انہیں کوئی گہرا ذہنی صدمہ پہنچا ہے؟"

الپا اور تمام برادرز کے دماغوں میں ایک ہی بات آئی کہ فارمولوں کے گم ہونے اور ڈاکٹروں کے روپوش ہو جانے سے صدمہ پہنچا ہے۔ الپا نے کہا۔ "فارمولوں کا غم نہیں ہے۔ اس کی دوسری کاپیاں موجود ہیں۔ مجھے ڈاکٹروں پر شبہ ہے۔"

ایک برادر نے کہا۔ "میں تائید کرتا ہوں۔ ان ڈاکٹروں نے طویل قید سے تنگ آکر یہ انتقامی کارروائی کی ہے۔ بندریا کی موت سے بلکہ اس کے پوسٹ مارٹم سے ظاہر ہوتا ہے کہ تجربہ کامیاب رہا تھا۔ ان باتوں نے بھائی کو صدمہ پہنچایا ہے۔"

دوسرے برادر نے کہا۔ "ہو سکتا ہے' ان ڈاکٹروں نے بڑے بھائی کو کوئی ضرر رساں دوا دھوکے سے کھلائی ہو یا کوئی دوا انجیکٹ کی ہو۔"

اسی وقت برین آدم نیم بے ہوشی کی حالت میں کراہنے لگا۔ فوجی ڈاکٹر نے فخر سے کہا۔ "میرے انجکشن اثر دکھا رہے ہیں۔"

وہ کسی حد تک درست کہہ رہا تھا۔ ویسے حقیقت یہ تھی کہ اسپتال والے برین آدم کو پہلے ہی کئی انجکشن لگائے جا چکے تھے۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

دونوں پر آزمائی جانے والی دوائیں ایک دوسرے پر اثر انداز ہو رہی تھیں۔ اس لیے دونوں کی بے ہوشی کا وقفہ کم ہو گیا تھا۔ وہ وقت سے پہلے ہوش میں آ رہے تھے۔

برین آدم نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھول دیں۔ کمرے میں الپا اور دوسرے برادرز کے علاوہ ڈاکٹر بھی تھا۔ سب دھندلے سے نظر آ رہے تھے۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کہاں ہے اور کس عالم میں ہے؟

ڈاکٹر نے جھک کر کہا۔ "یس مسٹر آدم! آپ بڑے باہمت انسان ہیں۔ حوصلہ کریں۔ کچھ بولیں۔"

تب الپا نے اس کے ذہن میں جھانک کر دیکھا۔ پتا چلا وہ ہوش میں آ رہا ہے لیکن حواس بجا نہیں ہیں۔ اس نے آنکھیں بند کر لی تھیں کیوں کہ دھندلے چہرے دکھائی دے رہے تھے۔ ڈاکٹر کی آواز آ رہی تھی لیکن باتیں سمجھ میں نہیں آ رہی تھیں۔

الپا نے کہا۔ "پلیز ڈاکٹر! آپ بڑے بھائی کو مخاطب نہ کریں۔ ان کا ذہن الجھا ہوا ہے۔ انہیں دھندلا نظر آ رہا تھا اس لیے آنکھیں بند کی ہیں۔ آپ کی باتیں ان کی سمجھ میں نہیں آ رہی ہیں۔"

وہ سب کمرے سے باہر آ گئے۔ صرف ڈاکٹر اس کے قریب موجود رہا اور الپا دماغ میں آتی جاتی رہی پھر وہ دھیرے دھیرے ذہنی طور پر نارمل ہونے لگا۔ اسے یاد آنے لگا۔ وہ میز پر بیٹھا کھا رہا تھا۔ پہلے گردن میں سُوئی چبھنے کا احساس ہوا پھر کمزوری رفتہ رفتہ غالب آنے لگی۔ اسے یاد آنے لگا۔ وہ الپا کو اطلاع دینے کے لیے فون تک نہ جا سکا۔ فرش پر گر پڑا تھا۔

الپا نے پوچھا۔ "گردن میں کس نے سوئی چبھوئی تھی؟"

"کسی نے نہیں۔ میرے کمرے میں اور میری رہائش گاہ میں کوئی نہیں تھا۔"

"پھر چبھن کیسے محسوس ہوئی؟ کمزوری غالب کیسے آئی؟"

"آہ! میں نے یہ بات سب سے چھپائی ہے کہ میں ایک نہیں دو ہوں، ڈبل ہوں میرا ایک جڑواں بھائی بھی ہے۔"

الپا نے حیرانی سے پوچھا۔ "جڑواں بھائی؟ کیا تم دونوں کی فطرت ایک ہے؟ کیا تم اس کی تکلیف اپنے اندر محسوس کرتے ہو؟"

"ہاں، یہی تو مسئلہ ہے۔"

برین آدم کے چور خیالات اسے جڑواں بھائی کے متعلق تفصیلات بتاتے رہے۔ الپا نے سب کچھ سن کر سوال کیا۔ "جب تم دونوں عادات اور حرکات و سکنات میں ایک ہو تو میں خیال خوانی کے ذریعے دوسرے بھائی کے دماغ میں کیوں نہیں پہنچتی ہوں؟"

"وہ اس لیے کہ اس نے مجھ پر تنویمی عمل کر کے میری آواز اور لہجہ بدل دیا۔ میرا پیدائشی لہجہ اس نے اپنایا ہوا ہے۔ تم میرے لہجے کے مطابق صرف میرے ہی اندر آتی ہو۔"

"وہ دوسرا بھائی کہاں ہے؟"

"وہ سمندر کے کنارے تفریح کے لیے گیا تھا۔ اس کے جانے کے تقریباً پچاس منٹ کے بعد ہی میں نے اپنی گردن میں چبھن محسوس کی تھی۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ کسی نے میرے بھائی کو کمزوری میں مبتلا کیا ہے۔ وہ شاید دشمنوں کی قید میں ہے۔ میرے ہوش میں آنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ بھی ہوش میں آ چکا ہوگا۔"

"تم آرام سے لیٹے رہو۔ ہم اسے تلاش کریں گے۔ میں ابھی آؤں گی۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر تمام برادرز کو برین آدم کے جڑواں بھائی کے متعلق بتانے لگی۔ تمام باتیں سن کر ایک برادر نے کہا۔ "بڑے بھائی کو ہم سے جڑواں بھائی کی بات نہیں چھپانی چاہیے تھی۔"

دوسرے نے کہا۔ "بڑے بھائی کے خلاف کچھ نہ سوچو۔ وہ سب سے زیادہ ذہین ہے۔ اس نے ہم سب کی بہتری اور دشمنوں کو فریب دینے کے لیے ایسا کیا تھا۔"

تیسرے بھائی نے کہا۔ "اب یہ سمجھ میں آ رہا ہے کہ کسی دشمن نے اس برین آدم کو خفیہ لیبارٹری سے نکل کر سمندر کے کنارے جاتے دیکھا ہوگا پھر اس نے برین آدم کی گردن میں سُوئی چبھوئی۔ لیبارٹری پہنچ کر وہاں آگ لگائی اور دونوں ڈاکٹروں کو لے گیا۔"

ایک اور نے پوچھا۔ "الپا! کیا تم نے بڑے بھائی کو ڈاکٹروں کے اغوا ہونے اور لیبارٹری کو تباہ ہونے کی بات بتائی ہے؟"

"نہیں۔ میں بڑے بھائی کو ابھی شاک پہنچانا نہیں چاہتی ہمیں دوسرے بڑے بھائی کو ڈھونڈنا چاہیے۔"

"ایک بھائی نے ساحلی علاقے کے پولیس اسٹیشن کے نمبر ڈائل کیے پھر کوڈ ورڈز سنا کر کہا۔ "میں آرمی کا ایک افسر بول رہا ہوں۔ کیا آج رات نو بجے سے بارہ بجے کے درمیان کوئی بے ہوش شخص سمندر کے کنارے پایا گیا ہے؟"

"یس سر! وہ ایلیٹ شخص اسپتال کے کمرا نمبر دو میں ہے۔"

وہ ریسیور رکھ کر تمام برادرز سے بولا۔ "مل گیا۔ وہ ایلیٹ اسپتال کے کمرا نمبر دو میں ہے، آؤ چلو۔"

وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ الپا نے کہا۔ "بیٹھو، پہلے میں تصدیق کروں کہ وہی ہمارا دوسرا بڑا بھائی ہے یا نہیں؟" اس نے ریسیور اٹھا کر انکوائری سے اسپتال کے نمبر معلوم کیے پھر اسپتال کا نمبر ملا کر استقبالیہ پر موجود لڑکی کی آواز سنی۔ ریسیور رکھ کر وہ اس کی کھوپڑی میں پہنچی، اسے کاؤنٹر سے باہر لا کر کمرا نمبر دو میں لے گئی۔ وہاں پر ایک مریض لیٹا ہوا تھا۔ ڈاکٹر اسے اٹینڈ کر رہا تھا۔

اس لڑکی نے کہا۔ "ڈاکٹر! اس مریض کے لیے ایک فون ہے۔"

ڈاکٹر نے کہا۔ "کہہ دو، مریض فون اٹینڈ کرنے کے قابل نہیں ہے۔"

وہ چلی گئی۔ الپا ڈاکٹر کے اندر آ گئی۔ وہ پوچھ رہا تھا۔ "مسٹر! اب کیسا محسوس کر رہے ہو؟"

وہ بڑی نقاہت سے بولا۔ "میں، میں بہت کمزوری محسوس کر رہا ہوں۔"

وہ مریض کے دماغ میں پہنچ کر چور خیالات پڑھنے لگی۔ یہ تصدیق ہو گئی کہ وہ جڑواں بھائی ہے۔ الپا نے دماغی طور پر حاضر ہو کر کہا۔ "ہمارا برادر ٹیری آدم ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ اس کے ساتھ ہمارے دوسرے برادر بھی اسپتال جائیں، وہ بھی ہمارا بڑا بھائی ہے۔ ڈاکٹر اسے توانائی کے لیے دودھ ہارلکس دے رہا ہے۔ اسے بھی توانائی کے لیے یہی پلاؤ، میں کچھ اور خیالات پڑھ کر آتی ہوں۔"

برادر ٹیری آدم دو برادرز کے ساتھ چلا گیا۔ ان سے پہلے الپا پھر اسپتال والے برین آدم کے اندر پہنچ گئی۔ اس بار یہ معلوم کیا کہ دشمنوں نے اس پر کس طرح حملہ کیا تھا؟

معلوم ہوا کہ دشمن نہیں تھے، ایک اجنبی جوان تھا۔ وہ برین آدم کو مجبور کر رہا تھا کہ آگے جانے والی ایک کار کا تعاقب کرے کیوں کہ آگے والی کار میں جو عورت تنہا جا رہی تھی، اس کے بدن پر قیمتی ہیرے جواہرات تھے۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ کوئی اس تنہا عورت کو لوٹ لے۔

الپا نے اس کی سوچ میں سوال پیدا کیا۔ "کیا میں اس اجنبی نوجوان پر قابو نہیں پا سکتا تھا؟"

"وہ بہت صحت مند اور بہترین فائٹر تھا پھر بھی شاید میں اس پر قابو پا لیتا لیکن اچانک ہی گردن میں سُوئی کی چبھن محسوس ہوئی۔ اس کے بعد میں کمزوری کے عذاب میں مبتلا ہو گیا۔"

الپا نے اس کی سوچ میں دوسرا سوال کیا۔ "کیا ذاتی لیبارٹری کی چابیاں میرے پاس ہیں، یا میرے ہمزاد کے پاس؟"

وہ اپنی جیبیں ٹٹول کر سوچنے لگا۔ "تھینکس گاڈ! چابیاں ابھی تک میری جیب میں ہیں۔"

"پھر وہ اجنبی نوجوان اعصابی کمزوری میں مبتلا کر کے مجھ سے کیا فائدہ اٹھانا چاہتا تھا۔"

"مجھے پورا یقین ہے کہ وہ جوان دشمن نہیں تھا۔ صرف اس حسینہ تک پہنچنا چاہتا تھا۔"

اسی وقت پولیس والے اسپتال کے اس کمرے میں آ گئے۔ انسپکٹر نے کہا۔ "مسٹر! ہمیں معلوم نہ تھا کہ آپ کتنی اہمیت کے حامل ہیں۔ ابھی انٹیلی جنس والے آپ کے متعلق پوچھ رہے تھے۔"

اس برین آدم نے الپا کی مرضی کے مطابق پوچھا۔ "مجھے یہاں کون لایا ہے؟"

انسپکٹر نے کہا۔ "ہم لائے ہیں۔"

"آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ میں کہیں بے ہوش پڑا ہوں؟"

"ایک عورت نے فون پر ہمیں اطلاع دی تھی۔"

اسی وقت ٹیری آدم دو برادرز کے ساتھ وہاں پہنچ گیا۔ ایک برادر نے اپنی جیب سے آرمی کا کارڈ نکال کر انسپکٹر کو دکھاتے ہوئے کہا۔ "آپ کی ڈیوٹی ختم ہو چکی ہے، آپ جائیں۔"

انسپکٹر سپاہیوں کے ساتھ چلا گیا۔ الپا بھی واپس آ گئی۔ بلیک آدم اور دوسرے برادرز کو بتانے لگی کہ وہ جڑواں بھائی کسی دشمنی یا کسی طرح کی سازش کا شکار نہیں ہوا ہے۔ ایک اجنبی جوان نے اسے محض ایک عورت کی خاطر اعصابی کمزوری میں مبتلا کیا تھا۔

وہ سب اس پہلو سے غور کرنے لگے تو خفیہ لیبارٹری کا معاملہ جڑواں بھائیوں کی بے ہوشی سے الگ نظر آیا۔ اگر وہ اجنبی جوان چاہتا تو برین آدم کی جیب سے چابیاں نکال کر لیبارٹری کے دروازے کھولتا، ان فارمولوں پر قبضہ جماتا اور دونوں ڈاکٹروں کو ساتھ لے جاتا۔

لیکن دروازے چابی سے نہیں کھولے گئے بلکہ جلا کر توڑے گئے۔ یعنی لیبارٹری میں واردات کرنے والوں کا تعلق اس جوان سے نہیں تھا۔ اگر اس جوان سے ہوتا تو... چابیوں سے دروازے کھولے جاتے۔

بعد میں ایک عورت نے فون پر پولیس کو اس کی بے ہوشی کی اطلاع دی۔ اس سے اندازہ ہوا کہ وہ جوان جس عورت کے پیچھے جا رہا تھا، اسے پا چکا تھا۔ اس کے ذریعے پولیس کو اطلاع دے کر اس عورت کے ساتھ چلا گیا تھا۔

اگر وہ اجنبی جوان دشمن ہوتا تو برین آدم کو ختم کر دیتا یا اسے کہیں لے جا کر قید کرتا اور اس کے ذریعے تنظیم کے اندر پہنچنے کی کوشش کرتا۔

لیکن اس بات کا دوسرا پہلو تشویشناک تھا۔ یہ بات سمجھ میں آ رہی تھی کہ برین آدم کو کمزوری میں مبتلا کر کے اس پر تنویمی عمل کر کے اسے چھوڑ دیا گیا ہے۔ اب کوئی دشمن خیال خوانی کرنے والا یا کرنے والی ہمیشہ اس کے دماغ میں چھپی رہے گی۔

یہ پہلو سامنے آتے ہی سب محتاط ہو گئے۔ الپا نے ٹیری آدم اور دو برادرز کو خیال خوانی کے ذریعے مخاطب کیا پھر اپنے اندیشوں کا اظہار کیا اور یہ طے کیا کہ جب تک دونوں جڑواں بھائیوں کا برین واش نہیں کیا جائے گا تب تک ان کے سامنے تنظیم کے متعلق کوئی بات نہ کی جائے۔

ان دونوں کو ٹیم سے عارضی طور پر الگ کرنے کے بعد سات برادر رہ گئے تھے۔ ان میں ایک برادر وائٹ آدم ان سے عمر اور تجربے میں بڑا تھا۔ عالمی سیاست کا پکا کھلاڑی تھا۔ الپا اور باقی برادرز نے متفقہ رائے سے وائٹ برادر کو اپنا لیڈر بنا لیا۔

وائٹ برادر نے بڑا بھائی بنتے ہی سیاست شروع کی۔ سب سے پہلے الپا کو اپنے اعتماد میں لیا اور کہا۔ "ہم سب محبِ وطن

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہیں۔ پھر برین آدم نے ہمیں تنویمی عمل کے ذریعے وفادار کیوں بنایا ہے۔ کیا ہم اپنے ملک کے وفادار نہیں ہیں؟

وہ بولی "ہم بلاشبہ وفادار ہیں۔"

"تو پھر میں تم سے کہوں گا کہ تم تنویمی عمل سے آزاد ہو جاؤ۔ کیا تمہیں آزادی پسند نہیں ہے؟"

"بے شک پسند ہے لیکن میں اپنے دماغ سے برین آدم کے تنویمی عمل کو کیسے مٹاؤں؟"

"برادر ٹیری آدم کو اعتماد میں لو۔ وہ تم پر عمل کرے گا۔"

"اس طرح مجھے اپنا تابعدار بنا لے گا۔"

"ایسا میں نہیں ہونے دوں گا۔ پہلے تم ٹیری پر عمل کرکے اسے اپنا تابعدار بناؤ گی اور اسے حکم دو گی کہ وہ تمہارے دماغ سے صرف برین آدم کے عمل کو مٹائے گا۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں کرے گا پھر جب وہ تم پر عمل کرے گا تو میں وہاں موجود رہوں گا۔ اسے حد سے بڑھنے نہیں دوں گا۔"

یہ سازشی منصوبہ دھیرے دھیرے عملی صورت اختیار کر گیا۔ انہوں نے ٹیری کو اعتماد میں نہیں لیا بلکہ دھوکے سے ٹریپ کیا۔ الپا نے اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا لیا۔ دوسری شام نئے لیڈر وائٹ آدم کی موجودگی میں ٹیری نے الپا پر عمل کیا اور اس کے ذہن سے برین آدم کے عمل کو مٹا دیا۔ اسی طرح تیسرے دن الپا نے وائٹ آدم کو بھی سابقہ تنویمی عمل سے آزاد کرا دیا۔

ویسے الپا نے یہ چالاکی دکھائی کہ وائٹ آدم کو بھی اپنا معمول اور تابعدار بنا لیا۔ ان دو جڑواں بھائیوں کو دو دنوں تک آبزرویشن میں رکھا گیا تھا۔ الپا نے کہا تھا۔ "میں دن رات ان کے دماغوں جا کر معلوم کرتی رہوں گی کہ ان کے اندر کون خیال خوانی کرنے والا دشمن چھپا ہوا ہے۔"

دراصل الپا نے اپنی آزادی اور حکمرانی کے لیے دو دن کا وقت لیا تھا۔ ایک دن اور گزارنے کے بعد اس نے تمام برادرز کی موجودگی میں ایک برین آدم پر تنویمی عمل کیا۔ یہ تاثر دیا کہ برین واش کر رہی ہے۔ اس نے بے شک ایسا کیا لیکن اسے بھی اپنا معمول اور تابعدار بنا لیا چونکہ وہ خیال خوانی کے ذریعے یہ عمل کر رہی تھی اس لیے کوئی اس کی مکاری کو جان نہ سکا۔

اس کے دوسرے دن اس نے دوسرے جڑواں بھائی کو بھی اپنا تابعدار بنا لیا۔ آئندہ وہ باقی برادرز کو بھی اپنے قابو میں کرنے کا ارادہ رکھتی تھی۔

غور کیا جائے تو یہ ساری بازی عادل نے الٹ پلٹ کی تھی۔ اس کے ایک انجانے عمل سے یہودی خفیہ تنظیم ایک ذہین مرد برین آدم کے ہاتھ سے نکل گئی تھی اور ایک عورت الپا کے ہاتھوں میں اس کی باگ ڈور آ گئی تھی۔ اگرچہ الپا اب پہلے جیسی نادان نہیں تھی۔ تجربات کی بھٹی میں پک کر کندن ہو گئی تھی۔ یہ آنے والا وقت ہی بتا سکتا تھا کہ اب اس خفیہ تنظیم کو کس ڈگر پر چلنا تھا۔

ان تمام مصروفیات کے پانچویں دن الپا نے سمندر کنارے بے ہوش ہونے والے برین آدم سے تنہائی میں ملاقات کی پھر اس سے کہا۔ "اس اجنبی نوجوان کے متعلق سوچو کیا ہ کسی معاملے سے اس کا کوئی تعلق نہیں تھا؟"

وہ بولا "ضرور کوئی تعلق ہو گا۔ تب ہی اس نے مجھے بے ہو کیا تھا۔"

"یعنی وہ بے ہوش کرنے کی دوا انجیکٹ کرنے کا انتظام پ سے کر چکا تھا۔"

"بالکل یہی بات ہے۔"

"کیا تم اسے دوبارہ دیکھ کر پہچان سکتے ہو؟"

وہ سوچتا رہا پھر بولا۔ "مشکل ہے۔ کلب کے باہر تاریکی ساحل کی روشنیاں برائے نام کار کے اندر آ رہی تھیں۔ اگر وہ کار سے باہر نکلنے کا موقع دیتا تو شاید میں نیم تاریکی میں اس کا دیکھ لیتا۔"

"کیا اسے آواز سے پہچان سکتے ہو؟"

"یقین سے نہیں کہہ سکتا۔ شاید آواز سن کر پہچان لوں۔"

وہ اجنبی جوان معمولی نہیں غیر معمولی ہے کسی خیال خوا کرنے والی ہستی کے لیے اہم خدمات انجام دے رہا ہے۔ ا کسی طرح تلاش کرو۔"

الپا کی یہ شدید خواہش تھی کہ اس جوان کو دیکھے، جس ایک ہی وار سے دو برین آدم کی کھوپڑیاں الٹا دی تھیں۔

○☆☆○

مرینا گہری نیند میں تھی۔ چہرے اور جسم پر جو زخم آئے تھ انہوں نے اسے نڈھال کر کے سلا دیا تھا ورنہ وہ سونا نہیں چاہ تھی۔ عادل کی اصلیت یا اس کی کوئی کمزوری معلوم کرنا چاہتی تھ جب کہ عادل نے یہ معلوم کر لیا تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔

یہ مرینا کے حق میں برا ہوا تھا۔ وہ باہر جا کر کسی سے ٹیلی پیتھ کا ذکر کر سکتا تھا۔ وہ اسے جانے نہیں دینا چاہتی تھی۔ ڈاکٹر نے تھا۔ وہ ایک انجکشن لینے گیا ہے ابھی آ جائے گا۔

اس نے مطمئن ہو کر آنکھیں بند کیں تو پھر صبح تک آنکھ بند ہی رہیں۔ عادل ڈاکٹر کو انجکشن دے کر چلا گیا تھا۔ اب وہ م سے دور رہنا چاہتا تھا۔ اس نے محسوس کیا تھا کہ وہ اپنے حسن شباب سے اسے بہلا پھسلا کر اپنے قریب رکھنا چاہتی ہے۔ ا دشمن بھی سمجھتی ہے اور دوست بھی بنانے کی ادائیں دکھاتی ہ ایسے دوغلی حسینہ سے دور رہنا چاہیے۔ یہی سوچ کر وہ چلا گیا۔

صبح آنکھ کھلی تو وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ رات کی تمام باتیں یاد گئیں۔ اس نے نرس کو بلا کر پوچھا۔ "ہیری کہاں ہے؟"

وہ بولی۔ "کون ہیری؟ میں تو ابھی ڈیوٹی پر آئی ہوں۔"

وہ ڈاکٹر کے چیمبر میں آئی۔ پچھلی رات والے ڈاکٹر کی ڈیوٹی بدل گئی تھی۔ وہ بھی کسی ہیری کو نہیں جانتا تھا۔ اسے کمزوری محسوس ہوئی تو واپس آکر بستر پر لیٹ گئی۔ ایک آیا نے اسے بستر پر ہی منہ ہاتھ دھونے میں مدد کی پھر پینے کے لیے تازہ پھلوں کا رس دیا۔ ایسے ہی وقت جیری نے اسے مخاطب کیا۔ "ہیلو مرینا! میں جیری ہوں۔"

وہ بولی۔ "گوڈ ورڈز سناؤ؟"

"گوڈ ورڈز نہیں سناؤں گا۔ کیا تم مجھے دماغ سے نکال سکتی ہو؟"

وہ پریشان ہو کر بولی۔ "یہ میری بدقسمتی ہے۔ ایک حادثہ پیش آیا تھا۔"

"مجھے معلوم ہے۔ میں بہت دیر سے تمہارے خیالات پڑھ رہا ہوں۔"

"یہ اچھی بات نہیں ہے۔ میرے دماغ سے جاؤ۔"

"کیا یہ اچھی بات ہے کہ دشمن تمہارے خیالات پڑھیں؟ بلکہ وہ پڑھ چکے ہوں گے۔ انہوں نے ہمارے باس جے پرگولا کی خفیہ تنظیم کے متعلق معلوم کیا ہو گا۔"

"یہ جھوٹ ہے۔ ابھی تک کوئی دشمن میرے اندر نہیں آیا ہے۔"

"تم کیسے کہہ سکتی ہو؟ جب کہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر رہی ہو۔ یہ ہیری کون ہے؟"

"ایک اجنبی نوجوان ہے وہی مجھے اس کلینک میں لایا ہے۔"

"اور وہ فرہاد علی تیمور کا رشتے دار یا آلۂ کار ہے۔ تمہارے خیالات نے سب کچھ بتا دیا ہے۔"

"بے شک ہیری مشکوک ہے مگر ہمارا دشمن نہیں ہے۔"

"بکواس مت کرو۔ یہ پوری طرح یقین کر لو کہ ہیری کے ذریعے فرہاد تمہارے اندر پہنچ چکا ہے۔ میں ابھی جا رہا ہوں۔ باس پرگولا سے پوچھوں گا کہ ان حالات میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔"

وہ چلا گیا۔ مرینا اپنی توہین کے احساس سے تلملانے لگی۔ وہ جیری کی معمولہ نہیں تھی کہ اس کی ڈانٹ سن لیتی پھر وہ آخری فقرہ ایسے کہہ گیا تھا جیسے واپس آکر اسے سزا دینے والا ہو۔

دماغی کمزوری نے اسے بے بس کر دیا تھا۔ اگر جے پرگولا وہاں موجود ہوتا تو اپنے شیطانی عمل سے اس کے دماغ کو لاک کر دیتا۔ وہ ہزاروں میل دور رہ کر ایسا نہیں کر سکتا تھا۔ اس عمل کے لیے جیری یا تھربال کی خدمات حاصل کرنے والا تھا۔ ان حالات میں جیری یا تھربال اس پر عمل کرتے، اسے اپنی معمولہ بنا لیتے اور وہ ان میں سے کسی کی معمولہ یا تابعدار نہیں بننا چاہتی تھی۔

وہ اٹھ کر بیٹھ گئی یوں بے یار و مددگار بستر پر نہیں رہنا چاہتی تھی۔ اپنی سلامتی اور آزادی کے لیے کچھ کرنا چاہتی تھی۔ وہ اسپتال سے باہر آئی پھر ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر اپنی رہائش گاہ میں پہنچ گئی۔ ان لمحات میں یہ بات یقینی تھی کہ کوئی بھی اس کے دماغ میں آکر اسے اپنی کنیز بنا سکتا تھا۔ میں بھی آ سکتا تھا۔ شی تارا، الپا، جیری، تھربال اور روکی سول وغیرہ سب کے سب اس کے دماغ پر حملے کر سکتے تھے۔

پتا نہیں دماغی توانائی کتنے گھنٹوں میں بحال ہوتی۔ ادھر یہ دھڑکا تھا کہ کسی لمحے۔۔۔۔ کوئی بھی آ سکتا ہے۔ اب وہ جے پرگولا جیسے درندے کی کنیز بن کر نہیں رہنا چاہتی تھی۔ اس نے موبائل فون کے ذریعے پیرس کے اس افسر سے رابطہ کیا جس نے پچھلے دنوں اسے پیرس سے نیویارک جانے کی سہولتیں فراہم کی تھیں۔ اس نے افسر سے کہا۔ "میں مرینا بول رہی ہوں۔"

اس نے پوچھا۔ "کون مرینا؟ وضاحت کرو۔"

"پچھلے دنوں فرہاد کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے مجھے اپنے تنویمی عمل سے آزاد کیا تھا اور تم نے میرے نیویارک جانے کے انتظامات کیے تھے۔"

"ہاں، سمجھ گیا۔ اب کیا مسئلہ ہے؟"

"ایک بہت اہم مسئلہ ہے جتنی جلدی ممکن ہو، فرہاد سے رابطہ کراؤ۔"

اس نے اپنا موبائل نمبر بتا کر رابطہ ختم کر دیا پھر بے چینی سے میرا انتظار کرنے لگی۔ انتظار کے ہر لمحہ میں یہ دھڑکا لگا رہا کہ کوئی خیال خوانی کرنے والا آکر دبوچ لے گا یا پھر جیری ہی واپس آنے والا ہے۔

فون کی آواز سنتے ہی وہ خوف سے چیخ پڑی جیسے کسی نے حملہ کیا ہو پھر وہ فون کو دیکھ کر مطمئن ہوئی اس نے سوئچ آن کیا پھر کان سے لگا کر بولی۔ "ہیلو میں مرینا بول رہی ہوں۔"

میں نے کہا۔ "اور تم مجھے آواز سے پہچان رہی ہو۔"

وہ بیٹھی ہوئی تھی۔ خوشی سے اچھل کر کھڑی ہو گئی پھر سہارا ملنے کی امید ہوتے ہی ایکدم سے خوشی کے آنسو آ گئے۔ وہ روتے ہوئے بولی۔ "میں ڈوب رہی ہوں، مجھے بچا لو۔ میں نے دشمنی کے دوران کم ظرفی کی انتہا کر دی لیکن تم اعلیٰ ظرف ہو۔ میں کسی کی تابعدار بن کر کسی کے زیر اثر نہیں رہنا چاہتی۔"

"گویا اس وقت تم دماغی کمزوری میں مبتلا ہو۔"

"جی ہاں، میں اس خوف سے مری جا رہی ہوں کہ کوئی بھی آکر مجھے تسخیر کر لے گا۔"

"مجھ سے خوفزدہ کیوں نہیں ہو۔ میں بھی تمہیں اپنی معمولہ اور تابعدار بنا سکتا ہوں۔"

"تم سے کوئی خوف کبھی نہیں رہا ہے۔ تم نے ماضی میں دو بار مجھے تنویمی عمل سے آزادی دی ہے۔ میں بہت ذلیل اور کمینی ہوں۔ تمہاری اعلیٰ ظرفی کی قدر نہ کر سکی۔ ہمیشہ ٹیلی پیتھی کے غرور میں پہاڑ سے ٹکرانے کی حماقت کرتی رہی۔"

"اب کیا چاہتی ہو؟"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"جتنی جلدی ممکن ہو' میرے دماغ کو لاک کردو۔ کسی لمحے' کوئی بھی آسکتا ہے۔"

میں نے فون کو آف کیا پھر اس کے اندر پہنچ کر کہا۔ "جب میں آچکا ہوں تو اور کوئی نہیں آسکے گا۔"

میری سوچ کی لہروں کو اپنے دماغ میں سنتے ہی وہ خوشی سے نڈھال ہو کر صوفے پر گر پڑی۔ میں نے کہا' خود کو سنبھالو۔ فون آف کرو اور بستر پر جا کر آرام سے لیٹ جاؤ۔"

اس نے میری ہدایات پر عمل کیا۔ بستر پر چاروں شانے لیٹ گئی۔ بدن کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔ آنکھیں بند کرلیں۔ چونکہ خود ہی تنویمی عمل کے لیے راضی تھی اس لیے جلد ہی میرے زیرِ اثر آ گئی۔ میں اس کے متعلق بہت کچھ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ کن حالات سے گزر کر اس مقام تک پہنچی ہے۔

یوں معلومات حاصل کرنے سے مجھے جے پرگولا کے متعلق بہت کچھ معلوم ہوتا۔ عادل چنگیزی سے بھی واقفیت حاصل ہو جاتی لیکن میں زیادہ دیر کرتا تو اس دوران کوئی دشمن خیال خوانی کرنے والا آجاتا۔ میں بعد میں بھی یہ معلومات حاصل کرسکتا تھا۔ فی الحال میں نے اس کے دماغ کو لاک کیا۔ یہ تاکید کی کہ تنویمی نیند کے دوران اس کا دماغ کسی کی بھی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گا اور کسی کی دستک پر تنویمی نیند سے بیدار نہیں ہوگا۔ وہ صرف میری سوچ کی لہروں کو محسوس کرے گی اور چار گھنٹے تک آرام سے سوتی رہے گی۔

وہ سو گئی۔ میں اس کے دماغ سے چلا آیا۔ وہ ہمارے لیے غیر ضروری تھی۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اور میری فیملی کے کتنے ہی افراد کو ٹیلی پیتھی کے علم سے نوازا تھا۔ ہم میں سے کوئی مرینا کی خیال خوانی کا محتاج نہیں تھا۔ میں نے عارضی طور پر اسے اپنی معمولہ بنایا تھا کہ آئندہ وہ اپنے اعمال درست کرے۔ اگر وہ مثبت انداز میں زندگی گزارے گی تو میں پھر اسے تنویمی عمل کے اثر سے آزاد کر دوں گا۔ یوں بھی جناب علی اسد اللہ تبریزی کی ہدایت تھی کہ ہم مرینا یا کسی اور خیال خوانی کرنے والے کو زیادہ عرصے تک اپنے زیرِ اثر نہ رکھیں۔

جب تک وہ کوئی نئی مثبت راہ اختیار کرتی' میں اس کے ذریعے اسرائیل میں فارمولوں کے سلسلے میں ہونے والے تماشے دیکھ سکتا تھا۔ یہودی خفیہ تنظیم' جے پرگولا کی تنظیم' شی تارا کی مصروفیات اور شاید عادل چنگیزی کے متعلق بھی بہت کچھ معلوم کرسکتا تھا۔

میں دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ میں نے لیلیٰ سے وعدہ کیا تھا کہ جب تک فرانس میں رہوں گا' اس کے ساتھ ہفتے میں دو دن گزارا کروں گا اور میں وعدے کے مطابق پیرس کے ایک کاٹیج میں اس کے ساتھ وقت گزار رہا تھا۔ لیلیٰ نے کہا۔ "آپ کی مصروفیات کبھی ختم نہیں ہوں گی۔"

میں نے کہا۔ "تمہاری وجہ سے میں نے مرینا پر مختصر سا تنویمی عمل کیا ہے۔"

"بڑی مہربانی کی لیکن آپ کی مصروفیات کے دوران ثانی نے مجھ سے رابطہ کیا تھا۔ وہ ہمیں بلا رہی ہے۔"

"کیوں بلا رہی ہے؟ خیریت تو ہے؟"

"اس کے کاٹیج میں علی' پارس' باربرا اور صفورا موجود ہیں۔ وہ ہمیں کوئی دلچسپ تماشا دکھانا چاہتے ہیں۔"

ایک جھیل کے کنارے بے شمار کاٹیجز بنے ہوئے تھے ان میں سے کئی کاٹیج میری فیملی کے لیے مخصوص تھے۔ ہم سے چند قدم فاصلے پر علی کی رہائش تھی۔ میں لیلیٰ کے ساتھ وہاں پہنچا وہ سب ادب سے اٹھ کر کھڑے ہوگئے۔ میں نے ایک صوفے پر بیٹھ کر ٹی وی کی طرف دیکھا۔ شاید کچھ دیر پہلے وہ ٹی وی دیکھ رہے تھے۔ ہمارے آتے ہی آف کردیا تھا۔

میں نے پوچھا۔ "کیا مجھے یہاں بلانے سے پہلے یہ سوچا ہے آج میری فیملی کے اہم افراد ایک جگہ جمع ہو جائیں گے اور دشمن کی عید ہو جائے گی۔"

علی نے کہا۔ "پاپا! دشمن آئیں گے تو باہر ہماری روحوں سے ملاقات کرکے لوٹ جائیں گے۔"

"تمہاری اس بات کا مطلب کیا ہوا؟"

ثانی نے کہا۔ "مطلب آسانی سے سمجھ میں نہیں آئے گا۔ آئے گا تو آپ یقین نہیں کریں گے۔"

لیلیٰ نے پوچھا۔ "کیا پیچیدہ پہیلی بجھوا رہی ہو؟"

پارس نے کہا۔ "امی! پہلے میں وہ واقعہ سناتا ہوں' جس کے چشم دید گواہ میرے علاوہ باربرا اور صفورا ہیں۔"

وہ سنانے لگا۔ تقریباً پانچ دن پہلے وہ باربرا اور صفورا کے ساتھ واشنگٹن سے پیرس آرہا تھا اس کے پاس وہ مائیکرو فلم تھی' جس میں ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ موجود تھا۔ سفر شروع کرنے سے پہلے ثانی نے خیال خوانی کے ذریعے پارس سے رابطہ کیا پھر کہا۔ "میں اور علی شہر روم میں ہیں۔ یہاں چلے آؤ۔ اچھا وقت گزرے گا۔ تمہیں یاد کر رہا ہے۔"

دونوں بھائیوں کو ساتھ رہنے کا موقع شاذ و نادر ہی ملتا تھا اس لیے پارس واشنگٹن سے سیدھا روم چلا آیا۔ دونوں بھائی ائرپورٹ پر گلے ملے۔ ثانی نے باربرا اور صفورا سے مصافحہ کیا۔ ثانی نے مسکرا کر کہا۔ "صفورا! میں کسی سے نہیں ڈرتی لیکن مصافحہ کرتے وقت تمہارے ناخنوں سے ڈر لگ رہا ہے۔"

صفورا نے ہنستے ہوئے کہا۔ "تم نے غور سے نہیں دیکھا۔ میں اپنے ناخنوں پر باریک سی جھلی چڑھا کر رکھتی ہوں۔ جب کسی سے دشمنی ہو اور اس پر حملہ کرنے کی نوبت آئے تو میں ناخنوں سے جھلی اتار دیتی ہوں۔"

"پھر تو ہم تمہارے ہاتھوں سے کوئی بھی چیز لے کر کھا سکتے ہیں۔ وہ چیز زہریلی نہیں ہوسکے گی۔"

"ہاں' اسی لیے میں دوستوں کی خاطر زہریلے ناخن چھپائے رکھتی ہوں۔"

پارس نے کہا۔ "مگر اس کے دانتوں پر جھلی نہیں ہوتی۔ یہ کسی کو بھی کاٹ کھاتی ہے۔ اس لیے میں اس کے آگے نہیں رہتا۔ پیچھے رہتا ہوں۔"

اس بات پر سب ہنسنے لگے۔ وہ کار میں آگئے۔ تینوں لڑکیاں پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئیں۔ دونوں بھائی اگلی سیٹ پر آگئے۔ علی نے کار اسٹارٹ کرکے آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ "یہ اٹلی وہ شہر ہے' جہاں مافیا تنظیم نے جنم لیا تھا۔ موجودہ دور میں کتنی ہی مافیا تنظیمیں دنیا بھر میں پھیل گئی ہیں۔"

پارس نے کہا۔ "ہم دنیا کی کئی تنظیموں سے ٹکرا چکے ہیں۔ یہاں کی مافیا ایسی ہے' جس کا 'گاڈ فادر' کبھی ہمارے سامنے نہیں آیا لیکن اس کے نائب سے ملاقات ہوئی تھی۔"

"مافیا تنظیم کے سرغنہ کو عرفِ عام میں گاڈ فادر کہا جاتا ہے۔ موجودہ دور میں عورتیں زندگی کے ہر شعبے میں آگے بڑھ رہی ہیں۔ جرائم کی دنیا میں بھی عورتیں گاڈ مدر بن رہی ہیں۔ یہاں اس ملک میں ایسی ہی ایک گاڈ مدر کی دہشت طاری ہے لوگ اس کا نام سنتے ہی خوفزدہ ہو جاتے ہیں۔"

ثانی نے کہا۔ "یہاں کے دہشت زدہ لوگ کہتے ہیں کہ وہ گاڈ مدر پولیس مقابلے میں ہلاک ہوگئی تھی۔ اس کی تنظیم کے افراد نے پولیس والوں کے سامنے اسے دفن کرنے کے بعد کہا' اب ہماری گاڈ مدر کی روح آیا کرے گی۔ تم پولیس والے اسے کبھی گولی نہیں مار سکو گے۔ ان کی پیش گوئی کے مطابق اس کی روح آیا کرتی ہے واردات کرکے چلی جاتی ہے۔"

پارس نے کہا۔ "یہ فینٹسی بہت دلچسپ ہے۔"

علی نے کہا۔ "آج ہم گاڈ مدر کی روح کو دیکھیں گے۔"

باربرا نے خوش ہو کر پوچھا۔ "کیا واقعی؟"

"ہاں' اٹلی کی حکومت نے فرانس کی حکومت سے اس معاملے میں تعاون کی درخواست کی تھی۔ عقل یہ تسلیم نہیں کرتی ہے کہ روح جسے چیلنج کرتی ہے' اس کے سامنے آتی ہے پھر لوگوں کی موجودگی میں اسے گولی مار کر چلی جاتی ہے۔"

"کیا واقعی ایسی واردات ہو چکی ہے؟"

علی نے کہا۔ "میں نے صرف سنا ہے' دیکھا نہیں ہے۔ یہ تماشا دیکھنے کے لیے ثانی نے خیال خوانی کے ذریعے فرانس کی انٹیلی جنس کے افسر کو ہدایت کی تھی کہ وہ اٹلی کی انٹیلی جنس کے سامنے سراغرساں کی حیثیت سے ثانی کا اور میرا نام پیش کرے۔ اس طرح ہم دونوں عارضی سراغرساں بن گئے ہیں۔"

"گاڈ مدر نے چیلنج کیا ہے کہ وہ آج رات دس بجے پولیس انسپکٹر جنرل کی خواب گاہ میں آئے گی اور اسے گولی مارے گی۔"

"انسپکٹر جنرل کے حکم سے ہی پولیس مقابلے میں گاڈ مدر کو گولی مار کر ہلاک کیا گیا تھا اس کے بعد انسپکٹر جنرل کسی کام سے ملک سے باہر چلا گیا تھا۔ کل واپس آیا ہے اور آج رات اس کی موت کا وقت مقرر ہو چکا ہے۔"

مختصر یہ کہ شام ہی سے آئی جی کے بنگلے کے چاروں طرف مسلح پولیس کا پہرا لگا دیا گیا۔ احاطے کے اندر کسی کو جانے کی اجازت نہیں تھی۔ علی اور ثانی کے اصرار پر پارس' باربرا اور صفورا کو اس وارننگ کے ساتھ اجازت دی گئی کہ آئی جی کو جانی نقصان پہنچے گا تو اس کی ذمےداری علی اور ثانی پر ہوگی۔

ثانی اور باربرا شام ہی سے بنگلے کے اندر اور باہر ڈیوٹی دینے والے افسروں اور سپاہیوں کے خیالات پڑھتی رہیں۔ یہ شبہ دور ہوتا رہا کہ گاڈ مدر کا کوئی ساتھی ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ وہاں ٹیلی پیتھی کا کوئی سلسلہ نہیں تھا۔ علی اور پارس خواب گاہ کے ایک ایک گوشے میں جھانک کر دیکھتے رہے۔ کہیں قتل کا سامان نہیں کیا گیا تھا۔

رات کے نو بجے تین پولیس افسران آئے۔ انہوں نے آئی جی سے ملاقات کی اور یہ طے کیا کہ وہ تینوں آئی جی کے قریب خوابگاہ میں رہیں گے۔ ایسے ہی وقت باربرا نے ایک سازشی افسر کو پہچان لیا۔ اس نے کہا۔ "ثانی! جس افسر کا نام انتونیو ہے۔ اس کے خیالات پڑھو۔"

اس کے خیالات نے بتایا کہ وہ افسر رشوت خور ہے۔ پچھلی رات گاڈ مدر کی روح اس کے کمرے میں آئی تھی اور اس سے کہا تھا۔ "صبح تمہیں پچاس ہزار برٹش پونڈ مل جائیں گے۔ اس کے عوض کل رات تم آئی جی کی خوابگاہ میں ڈیوٹی پر رہو گے۔ تم اپنے سرکاری ریوالور کے علاوہ ایک اور ریوالور اپنے لباس میں چھپا کر رکھو گے۔ میں وہاں آؤں گی اور جب اپنے ریوالور سے آئی جی کا نشانہ لوں گی تم اسے گولی مار دو گے۔"

راشی افسر نے کہا۔ "وہاں دوسرے افسران ہوں گے' وہ مجھے قتل کرتے ہوئے دیکھ لیں گے۔"

"میں وہاں ایسی دہشت پیدا کروں گی کہ سب کی نظریں مجھ پر ہوں گی۔ تم گولی مارتے ہی ریوالور میرے قدموں میں پھینک دو گے۔"

ثانی اور باربرا نے یہ تمام باتیں پارس' علی اور صفورا کو بتائیں۔ پارس نے کہا۔ "ابھی خاموش رہو۔ اگر ہم نے راشی افسر کو بے نقاب کیا تو گاڈ مدر یہاں نہیں آئے گی۔ ہمیں اس بے چاری روح کو دیکھنا چاہیے۔"

بنگلے سے کچھ فاصلے پر اخبارات' ریڈیو اور ٹی وی کے نمائندوں اور فوٹو گرافروں کی بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ مافیا تنظیم کے نائب نے ان سب کو صبح ہی اطلاع دے دی تھی کہ گاڈ مدر ٹھیک دس بجے آئی جی کے کمرے میں آکر اس کا کام تمام کردے گی۔

جب دس بجنے میں دس منٹ رہ گئے تو بنگلے کے احاطے میں افسروں اور سپاہیوں نے گاڈ مدر کو دیکھا۔ پتا نہیں وہ اچانک کہاں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

سے نمودار ہو گئی تھی۔ سپاہیوں نے گنیں سیدھی کر لیں۔ افسروں نے للکارا۔ "خبردار! رک جاؤ۔"

وہ جیسے حکم نہیں سن رہی تھی۔ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی بنگلے کے بند دروازے کی طرف جا رہی تھی۔ اس کے بائیں ہاتھ میں ایک ریوالور تھا۔ دروازے پر کھڑے ہوئے افسر نے اپنے ریوالور سے نشانہ لیتے ہوئے کہا۔ "یہ دروازہ نہیں کھلے گا۔ اگر تم قریب آؤ گی تو میں تمہیں گولی مار دوں گا۔"

وہ قریب آ رہی تھی۔ افسر نے گولی چلا دی۔ وہ گولی اس کی ایک ٹانگ میں گھسی پھر دوسری طرف سے نکل کر زمین میں دھنس گئی۔ گاڈمدر آگے بڑھتی ہوئی بند دروازے کو کھولے بغیر آر پار چلی گئی۔ باہر کھڑے ہوئے پہریداروں کی نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

باہر والے بنگلے کے اندر پہرا دینے والوں کو اطلاع دے رہے تھے کہ وہ آ گئی ہے اور بنگلے میں داخل ہو گئی ہے۔ گولیاں چلنے کی آوازوں سے بھی ظاہر تھا کہ ایک روح کو ہتھیاروں سے زخمی کرنے کی احمقانہ کوششیں کی جا رہی ہیں۔

وہ بنگلے کے اندر مختلف حصوں سے گزرتی جا رہی تھی جب گولیوں نے کام نہیں دکھایا تو چند سپاہیوں نے آگے بڑھ کر اسے پکڑنا چاہا لیکن وہ محض ایک عکس تھی۔ اسے پکڑنے والے ایک دوسرے کو پکڑ کر رہ گئے۔ وہ ان کے درمیان سے نکل گئی۔ آئی جی کی خواب گاہ میں پہنچ گئی۔

سب اسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہے تھے۔ وہ ایک حسین عورت تھی۔ پارس نے اسے دیکھتے ہی کہا۔ "واہ کیا حسن ہے۔ بڑھاپے میں ایسی ہو۔ جوانی میں کیسی رہی ہو گی؟"

اس نے پارس کو نہیں دیکھا۔ جیسے کچھ سنا نہ ہو۔ وہ ٹی وی کے پاس جا کر کھڑی ہو گئی پھر بولی۔ "گھڑی دیکھو۔ دس بجنے میں چھ منٹ رہ گئے ہیں۔ تمہاری زندگی صرف چھ منٹ کی رہ گئی ہے۔"

آئی جی نے زندگی کی بھیک مانگتے ہوئے کہا۔ "میڈم ٹریسا! میں تمہیں گاڈمدر تسلیم کرتا ہوں، مجھے معاف کر دو۔"

"تمہارے حکم سے پولیس والوں نے مجھے گولی مار کر قبر میں سلا دیا۔ کیا میں تمہیں معاف کر دوں گی تو تم مجھے پھر سے زندہ کر دو گے؟"

وہ گڑگڑا کر بولا۔ "میں پھر کبھی ایسی غلطی نہیں کروں گا۔ مجھے ایک بار معاف کر دو۔ میں پولیس کی نوکری چھوڑ کر تمہارا غلام بن جاؤں گا۔"

پارس نے کہا۔ "اگر تمہاری کوئی جوان بیٹی ہے تو مجھے بھی غلامی میں لے لو۔"

ثانی نے گھور کر کہا۔ "اے مسخرے! تم چپ نہیں رہو گے؟"

گاڈمدر نے آئی جی سے پوچھا۔ "یہ تم نے کن لوگوں کو اپنی حفاظت کے لیے رکھا ہے۔ ان سے کہو تمہاری موت کو ٹال دیں۔"

علی سوچتی ہوئی نظروں سے روح کو دیکھ رہا تھا۔ پارس نے کہا۔ "موت تو ٹل گئی ہے۔ تمہارا باپ بھی گولی نہیں چلا سکے گا۔"

اس نے غصے سے کہا۔ "میں اس گستاخ کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ آئی تھی ایک گولی چلانے، اب یہاں دو گولیاں چلیں گی۔ سنتے ہو، یہاں دو لاشیں گریں گی۔"

پارس نے کہا۔ "ہاں، تم راشی افسر کو سنا رہی ہو اور اشاروں میں سمجھا رہی ہو کہ وہ صرف آئی جی کو ہی نہیں مجھے بھی گولی مارے۔"

پھر اس نے راشی افسر سے کہا۔ "تم اپنے ہولسٹر والے ریوالور سے فائر کرو گے تو پکڑے جاؤ گے جو ریوالور لباس میں چھپا کر رکھا ہے اس سے گولی چلاؤ گے تو آئی جی اور باقی دو افسران میں یہی سمجھیں گے کہ روح نے گولی چلائی ہے۔ شاباش چلاؤ، لباس کے اندر سے دوسرا ریوالور نکالو۔"

روح کے چہرے سے پریشانی ظاہر ہونے لگی۔ راشی افسر نے گھبرا کر کہا۔ "یہ تم کس سے کہہ رہے ہو؟ یہاں کس نے لباس میں ریوالور چھپایا ہے؟"

باربرا اس کے اندر تھی۔ اس نے مجبور کیا تو وہ فوراً ہی لباس میں چھپا ہوا ریوالور نکال کر بولا۔ "ارے ہاں۔ یہ تو میرے پاس ہے۔"

اس نے اس ریوالور کو اچھالا۔ پارس نے اسے کیچ کر کے پوچھا۔ "ہاں تو بوڑھی ٹریسا! اب اپنے روحانی ریوالور سے فائر کرو اور آئی جی کے ساتھ میرا بھی کام تمام کر دو۔"

"وہ غصے سے چیخ کر بولی۔ "کون ہو؟ تم کون ہو؟ میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

یہ کہتے ہی اس نے سانس روک لی پھر آس پاس دیکھتے ہوئے کہا۔ "او آئی سی۔ یہاں ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں کوئی بات نہیں۔ آئی جی! میں پھر تم سے نمٹ لوں گی۔"

یہ کہتے ہی وہ غائب ہو گئی۔ آئی جی نے سہم کر کہا۔ "مجھے بچاؤ۔ یہ نظروں سے اوجھل ہو کر مجھ پر فائر کرے گی۔"

علی نے کہا۔ "تمہارا یہ راشی افسر تمہیں موت کے گھاٹ اتارنے والا تھا۔"

وہ افسر کبھی اپنے جرم کا اقرار نہ کرتا لیکن اس کا دماغ قابو میں نہیں تھا۔ اس نے بیان دیا کہ پچھلی رات ٹریسا کی روح اس کے کمرے میں آئی تھی اور اس نے پلاننگ کی تھی کہ کس طرح آئی جی کو گولی مارے گا۔ قتل سے پہلے ہی مافیا کے ایک آدمی نے اسے پچاس ہزار برٹش پونڈ ادا کر دیے تھے۔ وہ رقم بھی راشی کے گھر میں رکھی ہوئی ہے۔

آئی جی کے حکم سے اس کے گھر کی تلاشی لی گئی۔ وہ رقم مل گئی۔ افسر کو حراست میں لے لیا گیا۔ آئی جی نے علی اور پارس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔ "آپ لوگ واقعی ذہین سراغ رساں ہیں۔ میں چاہوں گا کہ جب تک گاڈمدر کی روح کو گرفتار یا نابود نہ کیا جائے، تب تک آپ ہمارے مہمان رہیں گے۔"

علی نے کہا۔ "روحیں کبھی واردات کرنے نہیں آتی ہیں۔ وہ گاڈمدر شاید زندہ ہے، اس کے دھوکے میں آپ لوگوں نے اس کی کسی ڈمی کو ہلاک کیا ہو گا۔"

"اگر وہ زندہ ہے تو روح کی طرح کیسے نظر آتی ہے۔ ہم اس کے جسم کے آر پار دیکھ لیتے ہیں جیسے وہ شیشے کا مجسمہ ہو پھر وہ غائب کیسے ہو گئی؟"

پارس نے کہا۔ "ایسے بہت سے سوال جواب طلب ہیں۔ ہم ان سوالوں پر غور کر رہے ہیں لیکن یہ حقیقت ہے کہ روح کسی واردات کی مرتکب نہیں ہوتی۔ آپ کے ڈپارٹمنٹ میں جتنے راشی افسران ہیں، ٹریسا نے انہیں خرید لیا ہے۔ وہ خود آگے رہ کر کسی راشی کو حکم دیتی ہے کہ وہ پیچھے سے گولی چلائے۔"

ثانی نے کہا۔ "قاتل آپ کے ڈپارٹمنٹ میں ہیں۔ آپ آستین میں سانپ پال رہے ہیں۔ ان سانپوں کو آپ آسانی سے کچل سکتے ہیں۔ یہاں ہماری ضرورت نہیں ہے۔ ہم جا رہے ہیں۔"

وہ پانچوں دوسری صبح پیرس آ گئے۔ اس معاملے میں سر کھپاتے رہے کہ ٹریسا ٹرانسپیرنٹ بن کر کیسے آتی ہے؟ اس کا جواب آسانی سے سمجھ میں آتا تھا کہ انسانی تصویر ہو یا اس کا ہیولا وہ روشنی اور سائے کے امتزاج سے تشکیل پاتے ہیں مثلاً ٹی وی اسٹوڈیو میں ایک کردار کیمرے کے سامنے ہوتا ہے۔ اس پر کئی زاویوں سے روشنی ڈالی جاتی ہے پھر وہ کیمرا مختلف تکنیک کے ذریعے سیکڑوں ہزاروں میل کی دوری تک اس کردار کو ہر گھر کے ٹی وی اسکرین پر پہنچاتا ہے۔

یہ تکنیک جن کی سمجھ میں نہیں آتی، وہ حیرانی سے سوچتے ہیں کہ ٹی وی اسٹوڈیو میں گانے والی، یا کیمرے کے سامنے کھلی فضا میں کار چلانے یا دوڑنے والا شخص جوں کا توں ہر گھر میں کیسے نظر آ جاتا ہے۔

اس تکنیک کے پیش نظر بات سمجھ میں آتی ہے کہ گاڈمدر جس مکان میں پہنچنے کا چیلنج کرتی ہے، وہاں ایسے ہی پروسس سے گزر کر چلی آتی ہے اور اگر کیمرا بند کر دیا جائے تو وہ غائب ہو جاتی ہے۔

یہ آئیڈیا اس حد تک سمجھنے کے بعد پارس اور علی نے اس کا عملی تجربہ کیا۔ علی کے کالج میں ایک چھوٹا سا اسٹوڈیو قائم کیا گیا۔ حکومت فرانس ان کی ہر فرمائش پوری کرتی تھی۔ اس لیے چوبیس گھنٹوں کے اندر اسٹوڈیو کی تمام مشینیں اور آلات مل گئے۔

کیمرے کے اور دیگر آلات کے ذریعے جس شخص کو ٹی وی اسکرین تک نشر کیا جاتا ہے۔ وہ شخص منعکس ہوتا ہے۔ روشنی اور سائے کے امتزاج سے اس کا عکس ہزاروں میل تک فضا میں سفر کرتا ہے اور ہر گھر کے ٹی وی اسکرین تک پہنچتا ہے۔

اور اگر ٹی وی کا اسکرین نہ ہو تو؟

پارس اور علی نے اس نکتے پر غور کیا کہ گاڈمدر کا عکس اسکرین کے بغیر یا اسکرین کے باہر کیسے آتا ہے؟

اس کے لیے وہ تین دنوں تک سر کھپاتے رہے۔ باربرا اور صفورا کو کیمرے کے ذریعے ایک کمرے سے دوسرے کمرے تک منعکس کرنے کی کوششیں کرتے رہے..... وہ تینوں اسکرین پر آتی تھیں لیکن اسکرین کے باہر متحرک نہیں ہوتی تھیں۔

انہوں نے مزید آلات منگوائے اپنے طور پر مختلف تکنیک پر عمل کیا تو کامیابی ہونے لگی۔ جس کمرے میں کم روشنی ہوتی تھی وہاں وہ تینوں صاف طور سے چلتی پھرتی نظر آتی تھیں۔ روشنی زیادہ ہو تو ذرا دھندلا جاتی تھیں، کیمرے کے سامنے رہ کر جیسی حرکتیں کرتی تھیں، ان کی وہی حرکتیں دوسرے کمرے میں دکھائی دیتی تھیں۔

میں لیلیٰ کے ساتھ ایک صوفے پر بیٹھا ہوا تھا۔ پارس دوسرے صوفے پر بیٹھا منعکس ہونے والی گاڈمدر کے متعلق اپنے تجربوں کے متعلق تفصیل سے بتا رہا تھا۔ اسی وقت باربرا نے مجھے مخاطب کیا۔ میں نے سر گھما کر دیکھا وہ دروازے پر کھڑی ہوئی تھی۔ اس کے ہاتھوں میں پھلوں کی ٹرے تھی۔ اس پر نظر پڑتے ہی سمجھ میں آ گیا کہ وہ باربرا نہیں ہے اس کا عکس ہے۔ اس کے آر پار دیکھا جا سکتا تھا۔ اس کے باوجود وہ بالکل واضح طور پر نظر آ رہی تھی۔

وہ پھلوں کی ٹرے اٹھائے آہستہ آہستہ چلی ہوئی میرے اور لیلیٰ کے سامنے آ کر رک گئی پھر جھک کر ٹرے کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ "امی! پھلوں سے شوق کریں۔"

لیلیٰ نے مسکرا کر کہا۔ "بیٹی! تم سچ مچ کے پھل لیے یہاں کسی دوسرے کمرے میں کیمرے کے سامنے ہو۔ بے شک پارس اور علی ان پانچ دنوں میں حیرت انگیز کمال دکھا رہے ہیں۔"

ہم دونوں اٹھ کر پارس کے ساتھ دوسرے کمرے میں آئے۔ وہاں باربرا پھلوں کی ٹرے لیے کھڑی مسکرا رہی تھی۔ علی کیمرا آپریٹ کر رہا تھا۔ صفورا لائٹس کے کی بورڈ کے پاس تھی اور ثانی ساؤنڈ مشین پر جھکی ہوئی باربرا کی آواز دوسرے کمرے تک نشر کر رہی تھی۔ میں نے اور لیلیٰ نے تالیاں بجا کر انہیں داد دی۔ ان سب کو باری باری گلے لگایا۔ لیلیٰ نے کہا۔ "واقعی تم لوگوں نے بڑی محنت سے روح کا مسئلہ حل کر لیا ہے۔"

میں نے کہا۔ "تم میں سے کسی بھائی کو اٹلی جا کر گاڈمدر کی روح کے طلسم کو توڑنا چاہیے۔"

علی نے کہا۔ "پاپا! ہم تفریح کے موڈ میں ہیں۔ اس لیے ہم سب جائیں گے۔"

میں نے کہا۔ "میں تو نہیں جاؤں گا۔ تم پانچوں چلے جاؤ۔"

باربرا نے کہا۔ "میں کچھ عرصے تک ادارے میں مزید ٹریننگ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

حاصل کروں گی اس لیے تم جا روں جاسکتے ہو۔"

بظاہر گاڈ مدر کا مسئلہ کوئی زیادہ اہم اور تشویشناک نہیں تھا پارس اور علی اسے تفریح کے طور پر لے رہے تھے۔ بعد میں انکشاف ہونے والا تھا کہ گاڈ مدر وہ نہیں ہے' جسے وہ دیکھ چکے ہیں۔ وہ کوئی اور ہے اور شیطان کی آنت کی طرح پیچیدہ اور یہودیوں کی فطرت کی طرح دلدلی ہے۔

○☆☆○

جیری نے جے پرگولا کے پاس آکر مرینا کے متعلق بتایا۔ پرگولا نے اس کے تمام حالات سن کر کہا۔ "یہ برا ہوا۔ وہ ہماری ایک اہم خیال خوانی کرنے والی ہے اور اس کا دماغ اس وقت ایک کھلی کتاب کی طرح ہے۔ کوئی بھی دشمن آکر میرا نام اور میری شیطانی تنظیم کے متعلق بہت کچھ معلوم کر سکتا ہے۔"

جیری نے کہا۔ "باس! مرینا کہہ رہی تھی کہ ابھی تک کوئی اس کے دماغ میں نہیں آیا ہے۔"

"وہ کتے کی بچی! اپنے اندر پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر سکے گی پھر کیسے کہتی ہے کہ اب تک کوئی نہیں آیا ہے۔"

"بے شک وہ یقین سے نہیں کہہ سکتی لیکن میں نے اس کے اندر خاموش رہ کر بڑی دیر تک کسی دشمن کو سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ بڑی دیر تک انتظار کرنے کے بعد بھی کوئی اس سے مخاطب نہیں ہوا تھا۔"

"تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ ابھی تک کسی دشمن کو اس کی دماغی کمزوری کا علم نہیں ہوا ہے؟"

"جی ہاں۔ اسی لیے وہ اب تک بالکل محفوظ ہے۔ اس کے دماغ کو فوراً لاک کرنا چاہیے۔"

جیری اس وقت اپنی رہائش گاہ میں کھانا کھا رہا تھا اور خیال خوانی کے ذریعے جے پرگولا سے باتیں کر رہا تھا۔ جب پرگولا نے اسے مرینا کا دماغ لاک کرنے کا حکم دیا تو وہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ اس نے سوچا کہ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد مرینا کے پاس جائے گا۔

کھانے میں پندرہ بیس منٹ صرف ہوتے تھے لیکن تقدیر جب کسی تدبیر کو ناکام بناتی ہے تو بعض اوقات ایک معمولی سی گڑبڑ پیدا کر کے بازی پلٹ دیتی ہے۔ وہ آرام سے کھا رہا تھا۔ بیس منٹ کے بعد آخری لقمہ چباتے وقت اس نے پانی پیا تو اچانک ٹھسکا لگا۔ ٹھسکا لگنے سے کچھ زیادہ پریشانی نہیں ہوتی لیکن پانی اور غذا کے کچھ ذرات دماغ پر چڑھ گئے تھے جس کے بعد سنبھلنے میں مزید بیس منٹ صرف ہو گئے۔ اس کے بعد بھی وہ بڑی دیر تک بے چینی سی محسوس کرتا رہا اور خیال خوانی سے پرہیز کرتا رہا پھر جب مرینا کے پاس گیا تو بہت دیر ہو چکی تھی۔

وہ گہری تنویمی نیند میں تھی۔ میں نے ایسے وقت مخالفین کو دماغ میں آنے سے روکنے کے لیے مرینا کے لہجے میں تھوڑی سی تبدیلی کر دی تھی۔ جیری نے سابقہ لہجے کو گرفت میں لے کر مر[ینا کے] پاس آنا چاہا۔ اس سابقہ لہجے کا مرینا کے دماغ پر اثر نہ ہوا [خیال] خوانی کی لہریں بھٹک کر جیری کے پاس واپس آگئیں۔

وہ پریشان ہو گیا۔ رابطے کی ناکامی بتا رہی تھی کہ مرینا [...] سے نکل گئی ہے۔ اس نے سوچا' شاید کوئی غلطی ہو گئی ہے [...] کوشش کرنا چاہیے۔ اس نے ایک بار نہیں کئی بار کوشش [کی] پھر ناکام ہو کر جے پرگولا کے پاس آیا۔ اس سے بولا۔ "بڑ[ی گڑبڑ ہو گئی] ہے۔ مرینا ہاتھ سے نکل گئی ہے۔"

وہ غصے سے گھونسا دکھاتے ہوئے بولا۔ "وہ کیسے ہمارے [ہاتھ] سے نکل گئی؟"

"باس! میری سوچ کی لہریں اس کے دماغ کو نہیں پا رہی [ہیں] کسی نے اس کی آواز اور لب و لہجے کو بدل دیا ہے۔"

"کیسے بدل دیا ہے؟ کسی کو اتنا موقع کیسے مل گیا؟ تم تو [...] سے فوراً ہی واپس چلے گئے تھے۔"

"جی ہاں' لیکن میری طبیعت اچانک خراب ہو گئی۔ میں [...] پون گھنٹے تک خیال خوانی کے قابل نہیں رہا تھا۔"

"گدھے کے بچے! تم ٹیلیفون کے ذریعے اطلاع دے [سکتے] تھے۔"

"میں نے دو گھنٹے پہلے آپ کو خیال خوانی کے ذریعے [بتایا تھا] کہ ٹیلیفون ڈیڈ پڑا ہوا ہے' کیا آپ بھول گئے؟"

جے پرگولا غصے میں اِدھر اُدھر ٹہلنے لگا۔ مرینا اس کے [لیے] بہت اہم تھی۔ تین میں سے ایک خیال خوانی کرنے والی کم [ہو] گئی تھی۔ یہ بہت بڑا نقصان تھا۔ جیری نے کہا۔ "آپ غصہ نہ [کریں] دیں۔ میں حالات سے مجبور تھا۔ پھر بھی ہم کوشش کریں تو [اسے] دوبارہ حاصل کر سکتے ہیں۔"

"میں یہی سوچ رہا ہوں۔ تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے تل ابیب [کے] چند کام کے لوگوں کو اپنا آلۂ کار بناؤ اور انہیں مرینا کے پیچھے لگ[اؤ] موقع ملے تو اسے اغوا کر کے کسی خفیہ اڈے میں پہنچا دو پھر تم [اسے] کسی دشمن کے تنویمی عمل سے نجات دلا کر اپنی معمولہ بنا[ؤ] گے۔"

"میں ابھی وہاں کے کچھ اہم لوگوں کو ٹریپ کرتا ہوں۔"

"اس کے پیچھے پڑ جاؤ۔ میں کل تک اپنے چند شیطان [...] کو لے کر خود وہاں جاؤں گا۔ ہمارے لیے صرف وہ فارمو[لا ہی اہم] نہیں' مرینا بھی بہت اہم ہے۔"

جیری اس کے دماغ سے چلا گیا۔ جے پرگولا سر جھکا کر [سوچنے] لگا۔ وہ شیطان کا پجاری تھا۔ کالے جادو کا بھی عامل تھا۔ جر[...] چاند آسمان پر نہیں ہوتا اور تاریکی گہری ہوتی ہے' بے شمار [...] ایک قبرستان میں جمع ہوتے ہیں۔ وہاں شیطان کی پوجا کر[تے] قربانیاں دیتے ہیں اور اس سے شیطانی قوتیں حاصل کرتے [ہیں] وہ پلاننگ کرنے لگا کہ اپنے شیطان سے مزید کالی قوتیں [حاصل] کرے گا اور چند جادوگر ساتھیوں کو لے کر دوسرے دن اسرائیل کے لیے روانہ ہو جائے گا۔

○☆☆○

ثی تارا نے پچھلی شام عادل کے دماغ میں آکر معلوم کیا تھا' وہ فیکٹری کی منیجر کے ساتھ تفریح کے لیے جا رہا تھا۔ وہ چاہتی تھی کہ عادل تل ابیب شہر کو اچھی طرح دیکھ لے۔ اس لیے اس نے تفریح کے لیے اسے آزاد چھوڑ دیا تھا۔

پھر اس نے آٹھ گھنٹوں کے بعد عادل کے پاس آکر دیکھا۔ وہ گہری نیند میں تھا۔ اس کے خوابیدہ خیالات نے بتایا کہ وہ خیریت سے ہے۔ اس نے پوچھا "آج کی شام کیسی گزری؟"

اس کے خوابیدہ دماغ نے کہا۔ "بڑی ہنگامہ خیز شام تھی آدھی رات تک بڑا مصروف رہا۔"

"تم حسن پرست اور عاشق مزاج نہیں ہو پھر کس طرح آدھی رات تک مصروف رہے؟"

"ایک حسین بیوہ مل گئی تھی میں کبھی اس میں دلچسپی نہ لیتا مگر حالات کچھ ایسے پیش آتے رہے کہ میں بعد میں اس کی ذات میں دلچسپی لینے لگا۔"

"ایسی کیا بات ہو گئی کہ بعد میں دلچسپی لینے لگے؟"

"مجھے بہت بعد میں پتا چلا کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔"

"کیا؟" ثی تارا نے چونک کر پوچھا۔ وہ بستر پر لیٹی ہوئی تھی اچھل کر بیٹھ گئی پھر اس کے اندر پہنچ کر بولی۔ "کیا کہا تم نے؟ وہ حسین بیوہ ٹیلی پیتھی جانتی تھی؟"

اس کے خوابیدہ دماغ نے کہا۔ "ہاں۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے ایک غنڈے سے دو بار ریوالور اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا۔"

"کون ہے وہ عورت؟ تمہیں کہاں ملی تھی؟ ابھی کہاں ہے؟"

"میں اسے ایک کلینک میں چھوڑ کر آیا ہوں۔"

اس نے حکم دیا۔ "فوراً اٹھو۔ منیجر کو ساتھ لو اور کلینک میں اس عورت کے پاس جاؤ۔"

بے چارہ گہری نیند میں تھا۔ چونک کر اٹھ بیٹھا۔ سمجھ میں نہیں آیا کہ اس طرح کیوں اٹھ بیٹھا ہے۔ ثی تارا اسے سمجھنے کی فرصت نہیں دے رہی تھی۔ منیجر بھی اسی رہائش گاہ میں تھا۔ اس نے دروازے پر دستک دے کر اسے جگایا پھر کہا۔ "فوراً باہر آؤ' ہمیں کہیں جانا ہے۔"

وہ منیجر بھی ثی تارا کا معمول اور تابعدار تھا۔ اسے بھی کوئی سوال کرنے یا حالات کو سمجھنے کی مہلت نہیں دی گئی۔ وہ دونوں کار میں آکر بیٹھ گئے۔ عادل نے اسے کلینک کا نام اور پتا بتایا۔ وہ کار ڈرائیو کرتا ہوا اُدھر جانے لگا۔ اس دوران عادل کے خیالات بتاتے رہے کہ کس طرح ایک علاقے میں دھماکا ہوا تھا' کار ایک فٹ پاتھ پر چڑھ کر ایک دکان کے شوکیس میں گھس گئی تھی اور وہ بیوہ حسینہ زخمی اور بے ہوش ہو گئی تھی۔

ثی تارا کو یقین تھا کہ وہ حسینہ اب بھی دماغی طور پر کمزور ہو گی وہ اس کی آواز سنتے ہی اس کے دماغ میں جگہ بنا لے گی لیکن کلینک پہنچ کر مایوسی ہوئی۔ پتا چلا وہ حسینہ نیند سے بیدار ہونے کے بعد وہاں سے چلی گئی ہے۔ کلینک کے رجسٹر میں اس کا پتا درج تھا۔ پھر منیجر کی سوچ نے بتایا کہ وہ حسین بیوہ بہت مشہور ہے اور منیجر کو اس کی رہائش گاہ کا علم ہے۔

ثی تارا نے ان دونوں کو اُدھر دوڑایا اس وقت دن کے گیارہ بجے تھے۔ عادل اور منیجر رات کو دیر تک جاگنے کے باعث دس بجے دن تک سوتے رہے پھر بیدار ہو کر منہ ہاتھ تک نہ دھو سکے اور چائے پیے بغیر کار دوڑاتے پھر رہے تھے۔ اُدھر مرینا تنویمی نیند سے بیدار ہو کر غسل کر رہی تھی۔ عادل نے اس کی رہائش گاہ میں پہنچ کر ملازمہ سے کہا۔ "میڈم سے کہو ہیری رابسن ان سے ملنے آیا ہے۔"

وہ بولی۔ "آپ تشریف رکھیں۔ وہ غسل کر رہی ہیں۔"

وہ دونوں ڈرائنگ روم میں بیٹھ گئے۔ ثی تارا کو جلدی تھی۔ وہ ملازمہ کے اندر آئی اسے چلاتی ہوئی میڈم کی خوابگاہ میں لے گئی۔ ملازمہ نے باتھ روم کے دروازے پر دستک دے کر کہا۔ "کوئی مسٹر ہیری آپ سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔"

مرینا نے ہیری کا نام سن کر اسے تصور میں دیکھا۔ وہ جوان اسے اچھا لگ رہا تھا۔ اگرچہ کچھ مشکوک سا تھا تاہم پچھلی رات اس کے بڑے کام آتا رہا تھا پھر عورتوں کے معاملے میں بڑا شریف اور سیدھا سادہ تھا۔ وہ مسکرانے لگی۔

ثی تارا ملازمہ کے اندر رہ کر جواب سننے کی منتظر تھی۔ مرینا عادل کے خیالوں میں گم ہو کر جواب دینا بھول گئی تھی۔ ثی تارا نے پھر ملازمہ کے ذریعے کہا۔ "میڈم! میں نے انہیں ڈرائنگ روم میں بٹھایا ہے' ٹھیک ہے نا؟"

جواب میں اندر سے آواز آئی۔ "ہوں۔"

اتنے مختصر سے جواب کی توقع نہیں تھی۔ صرف "ہوں" کہنے سے مکمل آواز گرفت میں نہیں آتی اور نہ ہی مخصوص لہجے کا پتا چلتا ہے۔ جو الفاظ زبان سے ادا ہوتے ہیں' وہ لہجوں کی پہچان کراتے ہیں اور "ہوں" نہ تو زبان سے ادا ہوتا ہے اور نہ ہونٹوں سے بلکہ بند ہونٹوں کے باعث ناک سے ادا ہوتا ہے۔

ملازمہ واپس جا رہی تھی۔ اسے جواب مل گیا تھا مگر ثی تارا ناکام رہی تھی۔ اس نے ناگواری سے ملازمہ کو پھر باتھ روم کے دروازے کی طرف پلٹایا پھر اس کے ذریعے بولی۔ "میڈم! آپ زبان سے جواب کیوں نہیں دے رہی ہیں؟ میں معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ میں نے آپ کے وزیٹرز کو ڈرائنگ روم میں بٹھا کر درست کیا ہے یا غلطی کی ہے؟"

ثی تارا نے اسے دروازہ کھول کر اندر جھانکنے پر مجبور کیا۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

مرینا صابن کے جھاگ سے بھرے ہوئے باتھ ٹب میں نصف لیٹی اور نصف بیٹھی ہوئی تھی چونکہ پچھلی رات سے پیٹ بھر کر نہیں کھایا تھا اس لیے اس کے منہ میں سینڈوچ بھرا ہوا تھا۔ اس نے پھر "ہوں ہوں" کہہ کر گردن ہلائی پھر ہاتھ سے ملازمہ کو جانے کا اشارہ کیا۔

ملازمہ کو واضح طور سے جواب مل گیا تھا اب اسے واپس جانا چاہیے تھا لیکن شی تارا جھنجلا گئی تھی۔ اسے واپس نہیں جانے دیا۔ اس کی زبان سے بولی۔ "تو بہت چالاک بنتی ہے۔ اپنی آواز اور لہجہ نہیں سنا رہی ہے مگر میں ابھی تجھے بولنے پر مجبور کر دوں گی۔"

مرینا نے حیرانی سے ملازمہ کو دیکھا پھر فوراً ہی بات سمجھ میں آگئی۔ ملازمہ ہیٹر کا پلگ لگا کر بولی۔ "میں یہ ہیٹر تیرے باتھ ٹب میں ڈال دوں گی تو تو بجلی کے جھٹکوں سے مر جائے گی۔"

مرینا نے اسے حقارت سے دیکھا' وہ بولی۔ "میں جانتی ہوں تو پچھلی رات زخمی ہوئی تھی۔ اپنی دماغی کمزوری پر پردہ ڈالنے کے لیے گونگی بنی ہوئی ہے تاکہ میں تیرے دماغ میں نہ آسکوں۔"

وہ سن رہی تھی اور اطمینان کے ساتھ صابن کے جھاگ کے ساتھ کھیل رہی تھی۔ ملازمہ نے کہا۔ "اگر تو زبان سے نہیں بولے گی تو میں تین تک گن کر تیرے اٹھنے سے پہلے ہیٹر کو....."

بات ادھوری رہ گئی اچانک مرینا نے ملازمہ کے اندر پہنچ کر دماغ کو ایک جھٹکا دیا۔ وہ چیخ مار کر لڑکھڑاتی ہوئی پیچھے جا کر فرش پر گر پڑی۔ سوئچ بورڈ سے پلگ نکل گیا۔ شی تارا اس بات کے لیے تیار نہیں تھی کہ اس کی آلۂ کار ملازمہ پر وہ میڈم اس طرح حملہ کرے گی۔

مرینا نے کہا۔ "میں سمجھ گئی ہوں کہ تو کون ہے مگر تو مجھے نہیں جان پائے گی۔ تیری یہ خوش فہمی ختم ہو گئی ہو گی کہ میں دماغی طور پر کمزور ہوں۔"

وہ ٹب سے نکل کر شاور کے نیچے بھیگ رہی تھی ایسے وقت پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لی پھر ہنس کر بولی۔ "کیوں ایک معصوم سی ملازمہ کو آلۂ کار بنا رہی ہو۔ یہ عذاب جان بنے گی تو میں اسے مار ڈالوں گی۔"

شی تارا نے ملازمہ کی زبان سے پوچھا۔ "کیا تم الپا ہو؟"

"میں الپا ہوں' مرینا ہوں' سونیا ثانی' باربرا' جوجو' لیلیٰ اور سلطانہ ہوں یا پھر ایک نئی خیال خوانی کرنے والی ہوں میں جو کوئی بھی ہوں' مجھے زیر کرنے کی حسرت تمہارے دل میں رہ جائے گی۔"

"تم اپنی آواز اور لہجے سے نئی لگ رہی ہو یا پھر تنویمی عمل کے ذریعے تم میں نیا پن پیدا ہوا ہے۔ اگر تم کسی کی کنیز نہیں ہو تو مجھ سے دوستی کرو گی؟"

"ڈرائنگ روم میں انتظار کرو' میں آرہی ہوں؟"

ملازمہ چلی گئی۔ مرینا نے تولیے سے بدن کو خشک کیا۔ خوابگاہ میں آکر لباس پہنا پھر سر پر تولیا لپیٹ کر ڈرائنگ روم میں آئی۔ اسے دیکھ کر ادب سے کھڑا ہو گیا۔ عادل نے کہا۔ "میں بستر سے اٹھتے ہی تمہاری خیریت معلوم کرنے آگیا ہوں۔"

وہ بولی۔ "تم آئے نہیں ہو' لائے گئے ہو۔ مجھے پچھلی رات یقین ہو گیا تھا کہ تم کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے یا والی کے زیر اثر ہو۔"

وہ بولا۔ "بیوہ حسینہ! تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہیں مگر کبھی ایسا لگتا ہے جیسے میں اپنے اختیار میں نہیں رہتا ہوں۔ صبح اٹھتے ہی ایک کپ چائے ضرور پیتا ہوں مگر پتا نہیں آج چائے کے بغیر یہاں بھاگا چلا آیا؟"

شی تارا نے اس کے اندر کہا۔ "ہیری! فضول باتیں نہ کرو۔ میرے غلام ہو۔"

عادل نے مرینا کو گھور کر کہا۔ "تم اپنی اوقات میں رہو۔ تمہارا غلام نہیں ہوں۔"

وہ ہنس کر بولی۔ "جو تمہارے دماغ میں بول رہی ہے' اس کی آواز اور لہجے پر غور کرو۔ وہ کوئی دوسری ٹیلی پیتھی جاننے والی ہے۔ اس نے تنویمی عمل کے ذریعے تمہیں اور شاید تمہارے منیجر کو غلام بنا رکھا ہے۔"

شی تارا اس ملازمہ کو وہاں لے آئی اس کے ذریعے بولی۔ "ہیری! یہ درست کہہ رہی ہے تم لوگ میرے تابعدار رہو۔"

عادل نے کہا۔ "اے! منہ سنبھال کے بول۔ ایک ملازمہ ہمیں اپنا تابعدار کہتی ہے۔"

شی تارا نے اس کی زبان بند کر دی پھر کہا۔ "اب تم بول پاؤ گے۔"

عادل نے کئی بار کچھ بولنے کی کوشش کی اور ناکام رہا۔ شی تارا نے اسے کئی بار اٹھایا اور بٹھایا پھر کہا۔ "اب یقین کر لو کہ میرے تابعدار ہو۔ میں ملازمہ نہیں ہوں صرف ملازمہ کی زبان سے بول رہی ہوں۔"

پھر وہ مرینا سے بولی۔ "تمہیں عداوت مہنگی پڑے گی کیا تم خیال خوانی کرنے والی کے طور پر نظروں میں آگئی ہو اور میں روپوش ہوں۔ تم مجھ تک نہیں پہنچ سکو گی۔ میں تمہارے پیچھے رہوں گی۔"

مرینا نے پوچھا۔ "کیا تم مجھے نادان سمجھتی ہو۔ میں بھی روپوش ہوں۔ اس بیوہ عورت کے ذریعے خیال خوانی کا مظاہرہ کرتی ہوں۔ تم ایک مظاہرہ باتھ روم میں دیکھ چکی ہو۔"

"تم جھوٹ بول رہی ہو۔ تم کسی کی آلۂ کار نہیں ہو۔ خیال خوانی کر رہی ہو۔"

"تمہیں یقین نہیں ہے تو لو میں اس بیوہ کو چھوڑ کر جا رہی ہوں۔ اب تمہاری ایک غلطی سے فائدہ اٹھاؤں گی۔"

"کیسی غلطی؟"

"میں کل رات سے اس خوبرو جوان ہیری کے دماغ میں جانے کی کوشش کرتی رہی اور ناکام ہوتی رہی۔ تم نے ابھی تسلیم کیا ہے کہ ہیری تمہارا تابعدار ہے اور تم بڑی دیر سے اپنی آواز اور لہجہ سنا رہی ہو۔"

یہ کہتے ہی اس نے شی تارا کا لہجہ اختیار کیا عادل کے اندر پہنچ کر بولی۔ "دیکھو' میں تمہارا لہجہ اپنا کر تمہارے تابعدار کے اندر آگئی ہوں۔ تم اسے سانس روکنے کا حکم دو گی تو میں منیجر کے اندر جاؤں گی۔"

شی تارا نے اپنی اس غلطی کو تسلیم کیا لیکن اب صورتِ حال یہ ہوئی کہ وہ عادل سے حملہ کراتی تو مرینا منیجر کے ذریعے روکتی اور منیجر کو آلۂ کار بناتی تو مرینا عادل کے اندر آکر منیجر کے حملے کو ناکام بناتی۔

اب کوئی بات بننے والی نہیں تھی۔ اس نے عادل اور منیجر کو وہاں سے واپس جانے کا حکم دیا۔ جب وہ جانے لگے تو اس نے منیجر کے دماغ میں کہا۔ "اس بیوہ پر نظر رکھو۔ اس بنگلے کے قریب رہو۔"

پھر اس نے عادل کو حکم دیا۔ "نہتے نہ رہا کرو' فوراً اپنے بنگلے میں جاؤ یا کسی دکان سے کوئی ہتھیار خرید کر دور سے چھپ کر اس بیوہ کو زخمی کرو۔"

شی تارا کو یہ اندیشہ تھا کہ اب وہ بیوہ اس کا لہجہ اپنا کر کسی وقت بھی عادل اور منیجر کے اندر آسکتی ہے اور اس کے موجودہ منصوبے کو سمجھ سکتی ہے لیکن فی الوقت یہی تدبیر آزمائی جا سکتی تھی۔ دیر کرنے سے اس بیوہ کو فرار ہونے کا موقع مل جاتا۔

اس کا اندیشہ درست تھا۔ مرینا نے اس کے ارادوں کو منیجر اور عادل کے دماغوں میں جا کر معلوم کر لیا تھا۔ وہ شی تارا کے اگلے حملے سے پہلے ہی اس بنگلے کے پچھلے راستے سے نکل کر کسی محفوظ مقام کی تلاش میں روانہ ہو گئی۔ راستے میں اس نے خیال خوانی کے ذریعے مجھے مخاطب کیا۔ میں اس کے پاس آکر صورتِ حال کو سمجھنے لگا۔

اسے فوری طور پر ایک محفوظ پناہ گاہ کی ضرورت تھی۔ میں نے بابا صاحب کے ادارے کے ایک جاسوس سے رابطہ کیا پھر اس سے کہا۔ "تمہارے شہر تل ابیب میں مرینا بے یار و مددگار ہے۔ کیا اسے ابھی کسی پناہ گاہ میں پہنچا سکتے ہو؟"

"جی ہاں' میں ایک پتا بتا رہا ہوں' آپ مرینا کو وہاں بھیج دیں۔"

میں نے اس سے پتا معلوم کر کے مرینا کو بتایا۔ وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر جانے لگی اور میری مرضی کے مطابق اپنے پچھلے تمام واقعات کے بارے میں سوچنے لگی۔ اس طرح مجھے معلوم ہوتا رہا کہ وہ پچھلی بار ہم سے رہائی حاصل کرنے کے بعد واشنگٹن گئی تھی۔ وہاں اس نے جنرل واسکوڈی کو تابعدار بنایا تھا پھر وہ جے پرگولا کے چنگل میں پھنس گئی تھی۔

میں نے جے پرگولا کی خفیہ تنظیم کے بارے میں معلومات حاصل کیں پھر مرینا کے خیالات سے پچھلی رات کے واقعات معلوم ہوئے۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ ہیری نے جس شخص کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کیا تھا اس کا نام برین آدم ہے۔ وہ ہیری کی بھی اصلیت کو نہیں جانتی تھی لیکن اس کی سوچ نے جب یہ کہا کہ اس نے پچھلی رات شیبا کی قبر پر چراغ جلایا تھا اور مجھے فرہاد بھائی جان کہتا ہے تو میں سوچ میں پڑ گیا۔

یوں تو میرے بے شمار چاہنے والے مجھے بھائی جان اور انکل اور احتراماً نہ جانے کیا کچھ کہتے ہوں گے لیکن ایک یہودی نوجوان ہیری رابن مجھے بھائی کہہ رہا تھا اور خود نہیں سمجھ رہا تھا کہ وہ ایک مسلمان سے رشتہ کیوں جوڑ رہا ہے۔ اس سے اندازہ ہوا کہ وہ جوان کسی پرابلم میں ہے۔ یا تو اس کی یادداشت کھو گئی ہے یا پھر تنویمی عمل کے ذریعے اس کی شخصیت بدل دی گئی ہے۔

مرینا کا خیال تھا کہ شی تارا نے اس نوجوان کو اپنا معمول اور تابعدار بنایا ہے اور وہ شی تارا کا موجودہ لہجہ اپنا کر اس نوجوان ہیری کے دماغ میں جا سکتی ہے۔ میں نے لیلیٰ کو یہ تمام باتیں مختصر طور پر بتائیں پھر کہا۔ "میرے اندر آؤ اور مرینا کے دماغ سے شی تارا کا لہجہ سنو پھر ہیری کے دماغ میں جاؤ۔"

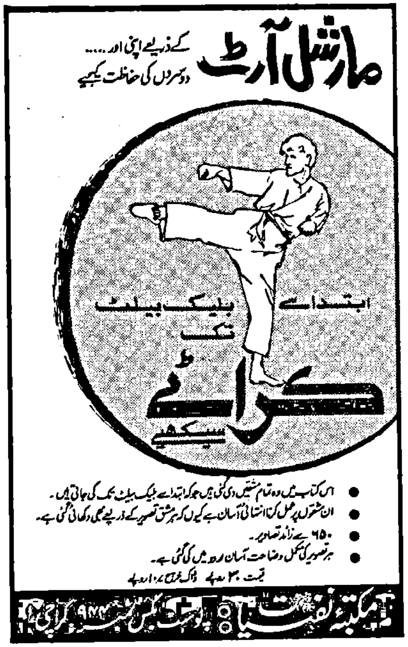

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اس نے یہی کیا۔ اسے ہیری عرف عادل کے دماغ میں جگہ مل گئی اس کے ساتھ میں بھی وہاں موجود رہا۔ پتا چلا' وہ اپنا ماضی بھول گیا ہے' بلکہ بھلا دیا گیا ہے۔ اس کی اصلیت معلوم کرنے کے لیے اس کے دماغ سے شی تارا کے تنویمی عمل کو ختم کرنا ہوگا۔

لیلیٰ نے کہا۔ "اسرائیل میں بھی دن کا وقت ہے۔ شی تارا ہیری کے پاس آتی جاتی رہے گی۔ رات کو نیند کے دوران میں اس کے دماغ سے شی تارا کو واش کردوں گی۔"

شی تارا نے جو چاہا' وہ نہ ہوسکا۔ اس نے عادل سے کہا تھا کہ وہ کہیں سے فوراً کوئی ہتھیار وغیرہ لاکر خیال خوانی کرنے والی بیوہ کو زخمی کرے لیکن عادل کے واپس آنے تک وہ چڑیا اُڑ چکی تھی۔ وہ بولی۔ "میں جانتی تھی' اسے بھاگنے کا موقع مل جائے گا۔ جاؤ اسے تلاش کرو۔ وہ اتنی جلدی نہ بھیس بدل سکتی ہے اور نہ ہی کہیں چھپنے کی جگہ اسے مل سکتی ہے۔"

وہ شام تک اسے اور نیجر کو پورے تل ابیب میں دوڑاتی رہی اور معلوم کرنے کی کوشش کرتی رہی کہ وہ بیوہ کے روپ میں کون ہے؟ کتنی ہی خیال خوانی کرنے والیوں کے نام ذہن میں تھے۔ کیا الپا اپنے ملک میں بیوہ بن کر رہتی ہے؟ کیا مرینا کہیں سے بھٹکتی ہوئی اسرائیل پہنچ گئی ہے؟ سونیا ثانی یا باربرا یہاں کچھ کرتی پھر رہی ہیں؟ اور بھی کئی نام تھے لیکن وہ سمجھ نہیں پارہی تھی کہ آخر وہ کون ہے؟

○☆☆○

پچھلے کسی باب میں یہودی آدم برادرز کی خفیہ تنظیم کے ایک بنیادی پتھر کا ذکر ہوچکا ہے۔

اب اس بنیادی پتھر کا ذکر لازمی ہورہا ہے۔ آدم برادرز میں سے کسی برادر نے اسے روبرو نہیں دیکھا تھا۔ اس کا نام بھی نہیں سنا تھا اور نہ ہی کسی کو اس کے وجود کا علم تھا۔

وہ ہر برادر کے دماغ میں چھپا رہتا تھا۔ وہ ایکسرے کی طرح ان کے دماغ کے اندر بھی دیکھ سکتا تھا اور ان کے آرپار بھی معلومات حاصل کرسکتا تھا۔

اور وہ تماشا دیکھ رہا تھا کہ کس طرح دو جڑواں بھائی برین آدم اعصابی کمزوری میں مبتلا ہوگئے۔ یہ ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے کہ کسی گھر کا بزرگ یا کسی ملک کا سربراہ یا پھر کسی خطرناک تنظیم کا سرغنہ بیمار ہوجائے تو اس بزرگ کے نونہال' اس ملک کے طفیلی سیاستداں اور اس خطرناک تنظیم کے ماتحت افراد اپنے بزرگ کا' سربراہ یا سرغنہ کا تختہ الٹ دیتے ہیں۔

یہودی خفیہ تنظیم میں بھی الپا اور وائٹ آدم نے بیچارے سرغنہ برین آدم کی دماغی توانائی بحال ہونے کا انتظار نہیں کیا۔ اس تنظیم میں حکمران سرغنہ بن کر رہنے کے لیے دونوں جڑواں بھائیوں کو الپا نے تابعدار بنالیا۔

اس بنیادی پتھر کی آرپار دیکھنے والی آنکھیں یہ دیکھ رہی تھیں جب وائٹ آدم نے الپا کو بہکایا کہ انہیں برین آدم کے تنویمی ... سے نجات حاصل کرنا چاہیے تو وہ بنیادی پتھر یعنی ایکسرے مین ... کی باتیں سن رہا تھا۔

جب انہوں نے ٹیری آدم کو ٹریپ کیا اور الپا نے اس ... دماغ میں گھس کر اسے اپنا معمول اور تابعدار بنایا تو ایکسرے ... ٹیری آدم کے اندر موجود تھا۔ اس نے الپا کو خوش فہمی میں ... رکھا اور اس کے تنویمی عمل کو ناکام بنایا۔ اسی طرح الپا نے ... وائٹ آدم اور دونوں برین آدمز پر بھی عمل کیا تو ان میں کوئی ... نہیں تھی۔ جو بھی عمل ہوتا رہا' بے اثر ہوتا رہا۔

یہ کسی کے خواب و خیال میں بھی نہیں تھا کہ وہ برین آ... نہیں بلکہ کسی ایکسرے مین کے زیر اثر رہتے ہیں اور برین آ... یہی سمجھتا تھا کہ وہی اس خفیہ تنظیم کا سرغنہ ہے۔ جو سب ... اونچائی پر ہوتا ہے' وہ ہمیشہ خطرات کی سُولی پر لٹکتا رہتا ہے ... لیے ایکسرے مین نے خود کو کسی کے سامنے اونچا نہیں رکھا ... اپنے آپ کو تاریکی میں رکھ کر تماشا دیکھ رہا تھا کہ سرغنہ بننے ... برین آدم کا کیا حشر ہو رہا ہے۔

جو لوگ مکاری کی حد تک چالاک اور چالاکی کی حد تک ... ہوتے ہیں' وہ ہمیشہ پس پردہ رہ کر محفوظ زندگی گزارتے ہیں۔ ا... سر آنے والی بلائیں دوسروں کے سر جاتی رہتی ہیں۔ ایکسرے ... گوشۂ گمنامی میں نہایت پُرسکون زندگی گزار رہا تھا۔ جہاں ... وہاں سے ہر آدم برادر کے اندر پہنچتا رہتا تھا۔ وہ برین آ... ذہانت کا معترف تھا۔ دونوں جڑواں بھائیوں کو پسند کرتا تھا ... لیے ایک کو نیویارک میں اور دوسرے کو تل ابیب میں ... سرغنہ بنایا ہوا تھا۔

دونوں برین آدمز ہپناٹزم کے ماہر تھے لیکن ایکسرے ... معمول اور تابعدار تھے۔ انہوں نے اپنے اس عامل کو ... دماغوں پر حکومت کرنے والے کو کبھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ اس ... سے مست تھے کہ وہی تنظیم میں سیاہ و سفید کے مالک ہیں۔ ... نے لیبارٹری میں فارمولوں کی تصدیق کرنے کے لیے دو علم ... کے ماہرین کو قید کر رکھا تھا لیکن ان پر تنویمی عمل نہیں ... انہیں یقین تھا کہ وہ دونوں ماہرین ڈاکٹر ایڈی اور ڈاکٹر نیلسن ... لیبارٹری سے کبھی باہر نہیں نکل سکیں گے اور اس ساؤنڈ ... لیبارٹری کی آواز باہر نہیں جاسکے گی۔

لیکن ایکسرے مین ان ماہرین کے دماغ میں آتا جاتا ر... جب اسے اطلاع ملی کہ لیبارٹری میں آگ لگی ہے' تجربا... گزرنے والی بندریا مرچکی ہے اور وہ دونوں ماہرین لاپتا ہی... نے خیال خوانی کی پرواز کی اور ان میں سے ایک کے دماغ ... گیا۔

پتا چلا وہ پندرہ دنوں کی قید سے گھبرا گئے تھے۔ انہوں ... کہ پہلا تجربہ ناکام ہوگیا ہے' دوسرے تجربے میں پتا نہیں ... ر مہینے لگیں گے۔ قید رہنے کی مدت بڑھتی جائے گی۔ ہوسکتا ہے ... رِبے کی کامیابی کے بعد انہیں مار ڈالا جائے۔ اتنی رازداری سے ... کیا جاسکتا ہے تو انہیں قتل بھی کیا جاسکتا ہے۔ اسی خوف سے وہ ... اگ نکلے تھے۔

بیچارے خیال خوانی کی لہروں سے دور نہ جاسکتے تھے' نہ چھپ ... سکتے تھے۔ وہ ایک دواساز کمپنی کے مالک اوڈی نارمن کے پاس پناہ ... لینے گئے تھے۔ اوڈی نارمن نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ اگر وہ ... صوصی دوائیں تیار کرنے کے سلسلے میں اپنا طبّی علم اور صلاحیتیں ... ستعال کریں گے تو وہ پلاسٹک سرجری کے ذریعے ان کے چہرے ... بدیل کرائے گا اور انہیں اچھی خاصی رقمیں بھی دیتا رہے گا۔

ڈاکٹر ایڈی نے کہا۔ "پہلے آپ ہمارے چہرے تبدیل کرادیں ... آپ نہیں جانتے' وہ کوئی فوجی افسر ہے۔ پتا نہیں کتنے فوجی ہمیں ... تلاش کر رہے ہوں گے۔"

اوڈی نارمن نے کہا۔ "فکر نہ کرو۔ میرے اس تہ خانے کا علم ... صرف میرے آدمیوں کو ہے۔ یہاں تک کوئی پہنچ نہیں پائے گا۔ تم ... دونوں کسی کو نظر نہیں آؤ گے۔"

ڈاکٹر نیلسن نے کہا۔ "چہرہ بدلنے کے بعد ہم کھلی فضا میں رہ ... سکیں گی جتنی جلدی ہوسکے ہماری صورتیں بدل دو۔"

"سوری۔ میں دو قسم کی اہم دوائیں تیار کروانا چاہتا ہوں۔ تم ... دونوں دن رات کی محنت سے کامیاب ہوجاؤ گے تو میں تمہارا کام ... کردوں گا۔"

"کیا تمہارا خیال ہے' چہرہ بدلتے ہی ہم بھاگ جائیں گے؟"

"اس میں کیا شبہ ہے۔ تم دونوں ایک جگہ سے بھاگ کر ... آئے۔ یہاں سے بھی دھوکا دے کر جاسکتے ہو۔"

"مسٹر نارمن! اس کا مطلب ہے آپ بھی ہمیں قیدی بنا کر ... رکھنا چاہتے ہیں۔"

"تم کچھ بھی سمجھ لو۔ پہلے میرا مال تیار ہوگا پھر ان دواؤں کی ... پبلسٹی ہوگی۔ وہ دوائیں مارکیٹ میں جائیں گی۔ انہیں مریض ... استعمال کریں گے۔ اگر ان دواؤں نے خاطر خواہ اثر دکھایا تو میں ... کامیابی کی خوشی میں تمہاری صورتیں بدل کر کھلی فضاؤں میں لے ... آؤں گا۔"

دوائیں تیار کرنے' ان کا تجربہ کرنے' پھر پبلسٹی کے بعد انہیں ... مارکیٹ میں لانے اور ان کے نتائج برآمد ہونے میں سال چھ مہینے ... لگ سکتے تھے۔ وہ پندرہ دنوں کی قید سے بھاگ کر آئے تھے۔ اب ... شاید عمر قید کاٹنے والے تھے۔ ان علم الابدان کے ماہرین کے پاس ... دواسازی کا جو علم اور تجربہ تھا وہ ان کے لیے عذاب بن گیا تھا۔

ایکسرے مین نے انہیں فی الحال ان کے حال پر چھوڑ دیا تاکہ ... دونوں کو ان کے کیے کی کچھ سزا ملتی رہے۔ وہ جب چاہتا انہیں ٹیلی ... پیتھی کے مقناطیس سے کھینچ کر اپنی خفیہ لیبارٹری میں لے آتا۔ ... بھی وہ اپنی خفیہ تنظیم میں ہونے والے تماشے کو دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔

دونوں برین آدمز کی جسمانی اور دماغی توانائی چوتھے دن بحال ہوگئی۔ پانچویں دن الپا نے تمام برادرز کا اجلاس طلب کیا۔ سب ہی ایک بڑے سے ڈرائنگ روم میں آکر بیٹھ گئے۔ الپا نے کہا۔ "بڑے بھائی برین آدم کی دماغی کمزوری نے ہماری تنظیم کو خطرات سے دوچار کردیا تھا۔ ہمیں اپنے رب کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ کوئی دشمن خیال خوانی کرنے والا دونوں میں سے کسی برین آدم کے دماغ میں نہیں آیا۔ ورنہ ہماری خفیہ تنظیم کا راز فاش ہوجاتا۔"

وائٹ آدم نے کہا۔ "ہماری سسٹر الپا کی جتنی بھی تعریفیں کی جائیں کم ہیں۔ سسٹر نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے دونوں برین آدم کے دماغوں کو لاک کردیا ہے۔"

الپا نے کہا۔ "ہم سب نے تین دن پہلے اس فیصلے سے اتفاق کیا تھا کہ آئندہ ہمارا بڑا بھائی وائٹ آدم ہوگا۔"

برین آدم نے کہا۔ "اس تنظیم کا بگ برادر میں ہوں۔ اگر مجھ سے کوئی ایسی غلطی ہو جس سے تم میں سے کسی کو نقصان پہنچے یا میری وجہ سے تنظیم کی تباہی کا سامان ہو تو بے شک مجھے بگ برادر کے عہدے سے ہٹا دینا چاہیے جب کہ ایسی کوئی بات نہیں ہوئی ہے۔"

وائٹ آدم نے کہا۔ "اگر الپا تمہارے دماغ کو لاک نہ کرتی تو پوری تنظیم بے نقاب ہوجاتی۔"

بلیک آدم نے کہا۔ "ہم تمام برادرز اس بات کے گواہ ہیں کہ

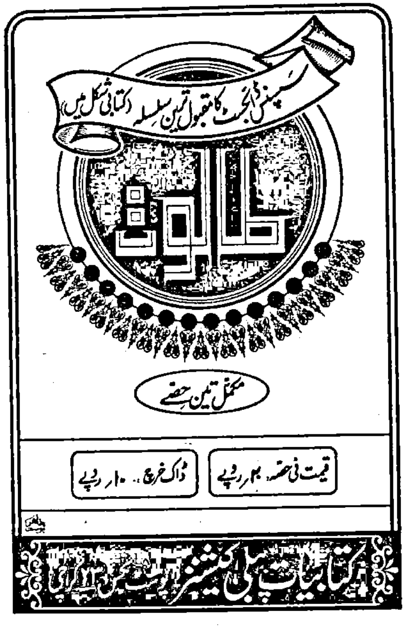

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

سسٹرالپا نے ہمارے سامنے تم پر عمل کیا تھا۔"

برین آدم نے پوچھا۔ "اگر تم سب نے اپنی آنکھوں سے الپا کو مجھ پر عمل کرتے دیکھا تھا تو یہ بتاؤ یہ میرے دماغ میں گھس کر کیا کہہ رہی تھی۔"

ایک برادر نے کہا۔ "یہ سوچ کے ذریعے عمل کر رہی تھی۔ ہم نے کچھ سنا نہیں۔ تم بستر پر لیٹے ہوئے تھے اور الپا خاموشی سے تمہاری بند آنکھوں کو دیکھ رہی تھی۔"

"کیا میری بند آنکھوں کا مطلب یہ ہے کہ یہ میری اجازت کے بغیر میرے دماغ میں پہنچی ہوئی تھی؟"

"تمہارا دماغ تو بغیر دروازے کا مکان بنا ہوا تھا۔ اجازت لینے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔"

"کیا میرے دماغ کو لاک کرنے کے بعد تم میرے اندر آسکتی ہو؟"

"بے شک آسکتی ہوں۔"

برین آدم نے مسکرا کر کہا۔ "میں بیٹھا ہوا ہوں۔ ثابت کرو کہ تم میرے اندر آسکتی ہو۔"

"میں ابھی سب کے سامنے تمہیں صوفے سے اٹھنے پر، پھر ایک ٹانگ پر ناچنے کے لیے مجبور کروں گی؟"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ برین آدم کے اندر آئی پھر آتے ہی نکل گئی۔ اس نے سانس روک لی۔ الپا نے کہا۔ "میں حکم دیتی ہوں، سانس نہ روکو۔ میں آرہی ہوں۔"

وہ بولا۔ "تم ایسے حکم دے رہی ہو جیسے مجھے اپنا معمول اور تابعدار بنالیا ہو۔"

"ہاں میں نے تمہیں تابعدار بنایا ہے۔"

"خیال خوانی کے ذریعے دماغ پر حکومت کرنے کے لیے تابعدار بنایا جاتا ہے۔ تم سب کے سامنے اعتراف کر رہی ہو کہ تم نے میرے دماغ کو لاک کرنے کے بہانے مجھے غلام بنایا ہے۔"

"ہاں میں نے تنظیم کی بھلائی کے لیے ایسا کیا ہے۔ تمہیں حکم دیتی ہوں، اٹھ کر کھڑے ہو جاؤ۔"

وہ بڑی آہستگی سے اٹھ کر کھڑا ہوا پھر ایک ایک قدم چلتے ہوئے الپا کے سامنے آیا، وہ بولی۔ "میں نے ثابت کردیا ہے کہ اس کے اندر پہنچ سکتی ہوں۔"

برین آدم نے تڑاخ کی زور دار آواز سے الپا کے رخسار پر طمانچہ رسید کیا پھر کہا۔ "تیرا باپ بھی قیامت تک میرے دماغ کو چھو نہیں سکے گا۔ بیٹھ جا۔"

وہ بیٹھنا نہیں، احتجاج کرنا چاہتی تھی۔ ایکسرے مین نے اسے جبراً بٹھا دیا۔ وہ حیران ہو کر سوچنے لگی۔ "یہ میں بے اختیار کیسے بیٹھ گئی؟"

برین آدم نے حکم دیا۔ "کھڑی ہو جاؤ۔"

وہ پھر بے اختیار کھڑی ہو گئی۔ سہمی ہوئی نظروں سے برین آدم کو دیکھنے لگی۔ وہ بولا۔ "میرے تمام برادرز فیصلہ کریں کہ اگر الپا نے مجھ پر عمل کیا تھا اور میرے دماغ کو لاک کیا تھا تو یہ میرے اندر آنے میں ناکام کیوں ہو رہی ہے؟"

وائٹ آدم نے کہا۔ "سسٹر الپا! تم نے تو کہا تھا کہ کامیاب عمل کیا ہے؟"

ایکسرے مین کی مرضی کے مطابق وہ چلتی ہوئی وائٹ آدم کے پاس آئی پھر اس کے منہ پر طمانچہ مار کر بولی۔ "تم نے مجھے بہکایا اور کہا تھا کہ یہ اچھا موقع ہے، ہم برین آدم کے تنویمی عمل سے نجات حاصل کرسکتے ہیں پھر میں الٹا برین آدم کے کمزور دماغ میں گھس کر اسے اپنا غلام بنا سکتی ہوں۔"

برین آدم نے کہا۔ "یہ ثابت ہو گیا کہ میرا دماغ کمزور نہیں اور تم مجھے غلام نہیں بنا سکیں۔"

ٹیری آدم نے کہا۔ "الپا! تم نے میرے اندر آکر بھی ... تھا۔ مجھے اپنا تابعدار بنایا تھا لیکن میں آزاد ہوں۔"

الپا نے آزمائش کے طور پر ٹیری آدم کے اندر جانا چاہا ... سانس روک کر مسکرانے لگا پھر بولا۔ "اور ایک آدھ بار کوشش کر لو۔ تمام برادرز کے سامنے تمہارا فراڈ اور غداری ثابت ہو ... ہے۔"

دوسرے تمام برادرز شیم شیم کہنے لگے۔ ٹیری آدم نے ... "صرف الپا کو شرم نہ دلاؤ۔ پہلا غدار وائٹ آدم ہے۔ اس نے پہلے الپا کو بہکایا پھر اس کے ساتھ مل کر مجھے ٹریپ کیا لیکن میں ... کے جھانسے میں نہیں آیا۔"

بلیک آدم نے کہا۔ "الپا اور وائٹ آدم سخت سزا کے ... ہیں۔ میرا جی چاہتا ہے دونوں کی گردنیں توڑ دوں۔"

برین آدم نے کہا۔ "میں بگ برادر کی حیثیت سے حکم ... جوش میں نہ آؤ، سب آرام سے بیٹھ جاؤ۔"

وہ سب کے سب بیٹھ گئے۔ برین آدم نے کہا۔ "... غداروں کی فکر نہ کرو۔ یہ میری مٹھی سے نکل کر کہیں نہیں ... گے۔ آج ان کے برین واش کر کے از سرِ نو ان کے اندر وفاداری ... بھر دی جائیں گی۔ میں اپنی تنظیم کے کسی فرد کو ٹوٹنے نہیں ... گا۔"

برادر جان آدم نے پوچھا۔ "بڑے بھائی! ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا، تم بے حد کمزور ہو گئے تھے۔ پھر الپا تمہارے ... تمہیں تابعدار کیوں نہیں بنا سکی؟"

وہ بولا۔ "یہ ایک راز ہے۔ میں لاکھ کمزور ہو جاؤں پھر ... کوئی قابو نہیں پاسکے گا۔ ہماری تنظیم ریت کا گھروندا نہیں ... ٹیلی پیتھی کی پھونک سے بکھر جائے۔ تم سب خوش نصیب ہو ... تنظیم کے سائے میں کوئی سپر پاور، کوئی فرہاد علی تیمور تم میں ... کو چھو بھی نہیں سکے گا۔"

وہ سب خوشی سے تالیاں بجانے لگے۔ بظاہر جس ... بکھرا ہوا سا دکھائی دیا تھا وہ پہلے کی طرح بدستور مستحکم اور ... برقرار تھی۔ برین آدم پر تمام برادرز کا اعتماد پہلے سے زیادہ مضبوط ... ہو گیا تھا۔

اس تمام کھیل کے پس پردہ ایکسرے مین تھا۔

یہ بنیادی چہرا ایکسرے مین کون تھا؟

یہ کہاں سے آیا تھا؟ اچانک کہاں سے پیدا ہو گیا تھا؟ ماں کے پیٹ سے ٹیلی پیتھی سیکھ کر آیا تھا یا ٹرانسفارمر مشین کے پیٹ سے؟

ہاں یہ خواہ مخواہ آسمان سے نہیں ٹپک پڑا تھا۔ قارئین کو یاد ہوگا، ٹرانسفارمر مشین کے ابتدائی دور میں جو ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا ہوئے تھے ان میں ایک مارٹن رسل بھی تھا، جسے سلمان نے ٹریپ کیا تھا، اسے اپنا معمول اور تابعدار بنایا تھا پھر اس کا ذکر ... کی داستان میں نہیں آیا۔

ہم نے ماضی میں کتنے ہی خیال خوانی کرنے والوں کو قابو میں لیا پھر انہیں تنویمی عمل سے رہائی دے دی۔ بابا صاحب کے ادارے میں جو بھی بزرگ آئے، انہوں نے یہی نصیحت کی کہ انسان کی زندگی، اس کا دل اور اس کا دماغ اس کے خالقِ حقیقی کی تخلیق ہے۔ اگر وہ گمراہ ہے تو اسے پکڑو پھر عبرت دلا کر چھوڑ دو۔ اس کے حاکم اور اس کی تقدیر کے مالک بننے کی غلطی نہ کرو۔

سلمان نے مارٹن رسل کو آزاد کر دیا تھا اس نے آزادی کے بعد خود کو گمنام رکھا۔ اپنے ملک اور قوم کی خدمت کے لیے اسرائیل چلا آیا۔ بڑی خاموشی سے ٹیلی پیتھی کے ذریعے حکومت کے بڑے اور اہم عہدوں پر کام کرتا رہا۔ گولڈن برینز کے عروج و زوال کے دوران ہی اس نے منصوبہ بنایا کہ ایسی ایک خفیہ تنظیم ... جو غلطیاں کرنے والے یہودی حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران کا محاسبہ کرے اور مملکتِ اسرائیل کو دشمن خیال خوانی کرنے والوں سے محفوظ رکھے۔

اس نے برسوں کی کوششوں اور خوب چھان بین کے بعد ذہین اور باصلاحیت یہودیوں کا انتخاب کیا اور ان سب کو آدم برادرز بنا کر ایک مضبوط لڑی میں پرو دیا۔ اس نے یہ طے کر لیا تھا کہ وہ کسی پر ظاہر نہیں ہوگا۔ سب سے چھپ کر رہے گا کیوں کہ ازل سے انسان چھپی ہوئی قوتوں سے ڈرتا آیا ہے۔ کوئی قوت ظاہر ہو جائے تو وہ اسے زیر کرنے کے ہتھکنڈے سیکھ لیتا ہے لیکن اندھیرے سے چلنے والے تیر و تلوار سے زخمی اور خوفزدہ رہتا ہے۔

مارٹن رسل اسی اصول پر سختی سے عمل کر رہا تھا۔ اس نے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی دنیا سے اپنا نام مٹا دیا تھا۔ جن لوگوں کو اس کا نام یاد رہا ہوگا، وہ اس کی برسوں کی گمنامی سے یہ سمجھ بیٹھے ہوں گے کہ وہ مر چکا ہے۔ برین آدم اور دوسرے برادرز بھی یہ سوچ نہیں سکتے تھے کہ کوئی گمنام ٹیلی پیتھی جاننے والا ان کے دماغوں پر حکمرانی کر رہا ہے۔

○☆☆○

ٹریسا دی گاڈ مدر اس دنیا میں آدھی صدی سے سانسیں لے رہی تھی۔ پتا نہیں آئندہ کتنے برسوں تک سانسیں لیتی رہے گی۔ چھ ماہ پہلے پولیس مقابلے میں اسے گولی ماردی گئی تھی۔ اسے اس کے لواحقین کے سامنے تابوت میں لٹا کر سپردِ خاک کر دیا گیا تھا یوں اس کی کیس فائل ہمیشہ کے لیے بند کر دی گئی تھی۔

مگر وہ زندہ تھی اور یہ کوئی معجزہ نہیں تھا۔

اس نے اپنی ایک دستِ راست کو پلاسٹک سرجری کے ذریعے اپنا ہم شکل بنا رکھا تھا۔ کبھی وہ سیدھی سادی زندگی گزارنے والی ایک شریف لڑکی تھی۔ وہ جھوٹ نہیں بولتی تھی، کسی کو دھوکا نہیں دیتی تھی۔ اس کی ایک ہی کمزوری تھی۔ وہ بے انتہا دولت مند ہونے کے خواب دیکھتی تھی۔ یہ دولتمندی کا خواب ایسا ہے جو جھوٹ بولنا اور فریب دینا سکھا دیتا ہے۔

وہ بے حد حسین تھی۔ اس حسن نے اسے ابتدائے شباب میں ہی اس دور کے ایک بوڑھے گاڈ فادر کی محبوبہ بنا دیا۔ ان دنوں جرائم کی دنیا میں افیون اور حشیش کا دھندا زوروں پر تھا۔ کامیاب اسمگلنگ کے نتیجے میں لاکھوں ڈالرز کا اندھا دھند منافع ہوا کرتا تھا۔ ٹریسا نے اس اندھی کمائی والے سے شادی کرلی۔

شادی کے بعد افسوس ہوا۔ بوڑھا اس کے بدن پر ہیرے جواہرات سجاتا تھا لیکن جوانی کا ساتھ نہیں دے پاتا تھا۔ گاڈ فادر کی پہلی بیوی سے ایک جوان بیٹا اور ایک بیٹی تھی۔ جوان بیٹا کونڈیلو اپنی جوان سوتیلی ماں سے نفرت کرتا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ ٹریسا اولاد پیدا کرے اور باپ کی جائداد میں ایک حصے دار کا اضافہ کرے۔

اور ٹریسا نے سمجھ لیا کہ بوڑھا تابوت میں پاؤں رکھے بیٹھا ہے۔ کسی دن لیٹ جائے گا۔ اس کے بعد سوتیلا بیٹا کونڈیلو اسے لاکھ دو لاکھ دے کر بھگا دے گا یا گولی مار دے گا۔ مافیا کی نگری میں یہی ہوتا رہتا تھا۔

یہیں سے اس نے بے ایمانی شروع کی۔ چور دروازے سے ماں بننے کے آثار پیدا کرلیے۔ گاڈ فادر خوش ہو کر بوڑھی مونچھوں کو تاؤ پر تاؤ دے کر کہتا تھا۔ "میں آج بھی جواں مرد ہوں۔ ابھی درجنوں بچوں کا باپ بن سکتا ہوں۔"

کونڈیلو نے باپ سے کہا۔ "تم شوگر کے مریض ہو۔ سیڑھیاں چڑھتے ہو تو ہانپنے لگتے ہو۔ ایسی حالت میں باپ کیسے بنو گے؟ یہ ٹریسا تمہیں دھوکا دے رہی ہے۔"

باپ نے اسے ایک تھپڑ مار کر کہا۔ "گدھے کے بچے! باپ کی مردانگی پر شبہ کرتا ہے۔ میرے بچے کو ناجائز کہتا ہے تاکہ وہ میری دولت اور جائداد کا حقدار نہ کہلائے۔ نکل جا میرے گھر سے۔"

وہ گھر سے نکل گیا۔ پھر باپ بیٹے میں ٹھن گئی۔ بیٹے نے باپ کو پیغام بھیجا۔ "فادر! تم دنیا کے لیے گاڈ فادر ہو، میرے لیے اب صرف فادر رہ گئے ہو۔ اس رشتے کا لحاظ کرتے ہوئے میں پولیس کا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

انفار مر نہیں بنوں گا ورنہ جانتے ہو میں تمہارے ہر چھوٹے بڑے دھندے کا رازدار ہوں۔ ایک ہفتے کے اندر اپنا تین منزلہ قمار خانہ اور انڈر گراؤنڈ حشیش کے گودام میرے نام لکھ دو ورنہ۔"

بیٹے کا "ورنہ" باپ کے لیے چیلنج بن گیا۔ اس قمار خانے اور حشیش گودام سے لاکھوں کی آمدنی تھی۔ ٹریسا نے اپنے پھولے ہوئے پیٹ پر گاڈ فادر کا ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا آپ اپنے اس بچے کو کنگال کردیں گے۔"

"ہرگز نہیں۔ وہ میرے جیتے جی اتنا بڑا مطالبہ کر رہا ہے۔ پتا نہیں میرے مرنے کے بعد تم سے اور بچے سے کیا سلوک کرے۔ وہ میرے خلاف کارروائی کرے گا تو میں اس سے نمٹ لوں گا۔"

ایک ہفتہ بعد ہی گاڈ فادر سے رشوت لینے والے پولیس افسروں نے اطلاع دی کہ ہم مجسٹریٹ کے ساتھ گودام پر چھاپا مارنے آرہے ہیں' اپنے ہاتھ صاف کرلو۔"

گاڈ فادر نے راتوں رات گودام خالی کرا دیا اور وہاں دوسرا عام سا سامان بھر دیا۔ مجسٹریٹ نے مقررہ دن بڑے پیمانے پر گودام پر چھاپا مارا مگر اندر کوئی غیر قانونی مال نظر نہیں آیا۔ بیٹے کا یہ حملہ ناکام رہا۔ اس رات گاڈ فادر کے ایک مخالف نے باپ بیٹے کی دشمنی سے فائدہ اٹھا کر دونوں پر فائرنگ کرائی۔ دونوں ہی اپنی حکمت سے بچ گئے لیکن اس غلط فہمی نے جڑ پکڑلی کہ بیٹے نے حملہ کیا ہے اور بیٹے نے سمجھا' بڈھا جوان بیوی کی شہ پر قاتلانہ حملہ کر رہا ہے۔

ایسے وقت ٹریسا نے بھی فائدہ اٹھایا۔ اپنے یار آمبر ٹومارو سے کہا "اس بار فائرنگ ہو تو میرے دشمن کونٹیلو کو اڑا دو۔"

اس نے یہی کیا۔ کونٹیلو اپنے بوڑھے باپ کو شرم دلانے قمار خانے میں آیا۔ باپ نے کہا۔ "مجھ سے دس گز دور رہ کر بات کرو۔"

وہ دور سے بولا۔ "میں کیا بات کروں گا۔ دنیا تم پر تھوک رہی ہے۔ ایک جوان بیوی کی خاطر جوان بیٹے کو قتل کرنا چاہتے ہو۔ تم زن مرید ہو۔ تھو ہے تم پر۔۔۔"

اس نے دور سے تھوکا۔ باپ نے پیپر ویٹ اٹھا کر مارا۔ بیٹے کے ماتحت نے دھمکی دینے کے لیے فائر کیا اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ٹریسا کے یار نے کونٹیلو کو گولی مار دی۔ باپ اپنے جوان بیٹے کو دم توڑتے دیکھ کر اس کی طرف لپکا۔ بیٹے کے ماتحت اپنے بچاؤ کے لیے فائرنگ کرتے ہوئے وہاں سے بھاگ رہے تھے۔ ٹریسا کے عاشق آمبر ٹومارو نے وہ ریوالور گاڈ فادر کی میز پر پھینک دیا جس سے اس نے کونٹیلو کو گولی ماری تھی اور وہ ریوالور گاڈ فادر کا تھا۔

یوں بیٹے کے قتل کے الزام میں باپ گرفتار ہوگیا۔ اس بوڑھے کی زندگی تھی ہی کتنی؟ جب اسے جیل میں یہ خوشخبری ملی کہ ٹریسا نے ایک بچی کو جنم دیا ہے تو اس نے سینے پر ہاتھ مار کر کہا۔

"میں اب بھی جوان ہوں۔"

یہ کہتے ہی وہ مارے خوشی کے مرگیا۔ ہماری دنیا میں ر... والوں کو پتا نہیں چلتا کہ وہ کتنی جھوٹی خوشیاں سمیٹ کر قبر... رہے ہیں۔

اس کی ایک جوان بیٹی رہ گئی تھی۔ ٹریسا نے اسے بلا کر... "میں تمہیں ایک لاکھ ڈالر دے رہی ہوں۔ تمہاری روانگی ... انتظام کرچکی ہوں۔ یہ ملک چھوڑ کر چلی جاؤ پھر کبھی واپس نہ... ورنہ اپنے بھائی کی طرح حرام موت مروگی۔"

وہ بیچاری خاموشی سے رقم لے کر چلی گئی۔ ٹریسا کے عاش... منہ پھاڑ کر کہا۔ "ہمارے راستے کے تمام کانٹے صاف ہوگئے... اب ہم شادی کرسکتے ہیں۔"

وہ ناگواری سے بولی۔ "اپنی اوقات سے زیادہ منہ نہ پھا... میرا شمار اٹلی کی امیر ترین بیواؤں میں ہو رہا ہے۔ میں ایک م... ملازم سے شادی کرکے اپنی حیثیت گرالوں؟ ناممکن؟"

"تم شادی کرکے میری حیثیت بڑھا سکتی ہو۔ میں تمہاری... باپ ہوں۔"

"خبردار! یہ بات آئندہ زبان پر نہ لانا۔ ورنہ منہ میں... نہیں رہنے دوں گی۔"

"ذرا سوچو ٹریسا! تم چھپے ہوئے مجرموں کی دنیا میں ہو... کمزور پڑ جاؤ گی۔ ہمارے ملک میں جو دوسرا گاڈ فادر ابھر رہا... رہا ہے' وہ بھی بوڑھا ہے۔ تمہیں خوش نہیں رکھ سکے گا۔"

"میں تمہارے اس نکتے پر غور کروں گی۔ ابھی جاؤ۔"

وہ چلا گیا۔ گاڈ فادر کی موت کے بعد اس شہر کا دوسرا ب... جینا روموکیا تھا۔ اس نے ایک تقریب میں کہا۔ "میڈم! میں ... شادی کرنا چاہتا ہوں۔ میری درخواست پر غور کرو کیونکہ میں... تنظیم کو سنبھال سکتا ہوں۔"

جینا روموکیا اسّی سال کا بوڑھا تھا اور ٹریسا کو جلد مر... والے شوہر پسند تھے اس بوڑھے نے بھی کافی دولت کمائی... اس نے شادی کی پیش کش قبول کرلی۔ اس روز اس نے اپ... جوان باڈی گارڈ کو اپنی خوابگاہ میں بلایا اور کہا۔ "کیا میں... ہوں؟"

وہ ادب سے بولا۔ "یس میڈم! آپ بہت حسین اور ... ہیں۔"

"میں تمہیں خوش کرسکتی ہوں۔ جاؤ آمبر ٹومارو کو گولی ما... چلے آؤ۔ میری خوابگاہ کا دروازہ کھلا رہے گا۔"

جب وہ شوہر بدل سکتی تھی تو یار کیسے نہ بدلتی؟ اس نے... بدل دیے۔ یہ اصول اپنائے رکھا کہ شوہر مالدار اور بوڑھا ہو... نے تیس برس میں پانچ بوڑھوں کو موت کے گھاٹ اتارا اور... عاشقوں کے یتیم بچوں کو جنم دیا جن میں سے تین بچے مرگئے... گئے۔ ان میں سے بڑے بیٹے کا نام وان لوئن تھا۔ وہ تیس...

...ا۔ اس کے بعد پچیس برس کی ایک بیٹی ماسیلا تھی۔ دوسری بائیس ...برس کی میکنی تھی۔ تیسری اٹھارہ برس کی اتالانا تھی۔

اب یہ جوان بیٹا اور جوان بیٹیاں مافیا تنظیم کے اہم ستون بنے ہوئے تھے اور اپنی ماں کو گاڈ مدر بنایا ہوا تھا۔ ٹریسا نے چاروں ...وں کو اعلیٰ تعلیم دلائی تھی۔ اس کے بیٹے وان لوئن نے تعلیم کے ...دران سائنس دانوں کی لیبارٹری میں کام کرتے کرتے بڑے مجرمانہ ...تجربات حاصل کیے تھے۔ اس طرح ایک بیٹی نے وکالت پاس کی تھی ...تاکہ اپنی فیملی کو قانونی ہتھکنڈوں سے تحفظ دیتی رہے۔ دوسری بیٹی نے میڈیکل سائنس میں ڈگری حاصل کی تھی۔ آخری بیٹی اتالانا ...سکاٹ لینڈ میں سراغرسانی کی ٹریننگ حاصل کررہی تھی۔

بڑے بیٹے وان لوئن نے ہی یہ سائنسی تجربہ کیا تھا کہ ٹی وی کیمرے سے جب ایک شخص کے عکس کو ہزاروں میل دور ٹی وی سکرین پر پہنچایا جاسکتا ہے تو اس عکس کو اسکرین کے باہر لا کر بھی متحرک رکھا جاسکتا ہے اور وہ اس تجربے میں کامیاب رہا تھا۔

گاڈ مدر ٹریسا جب بھی قانون کی گرفت میں آتی تھی۔ بڑی بیٹی ماسیلا اسے پہلی پیشی میں ہی رہائی دلا کر لے آتی تھی۔ اس کے قانونی داؤ پیچ سے سرکاری وکلا پریشان رہتے تھے۔ اس کے باوجود وکلا نے عدالت سے یہ بات منوالی تھی کہ ٹریسا ایک مشکوک خاتون ہے۔ اسے قانوناً دس نمبری قرار دیا گیا تھا اور یہ تاکید کی گئی تھی کہ وہ دس نمبر بدمعاشوں کی طرح رات نو بجے سے صبح چھ بجے تک اپنی رہائش گاہ کی چار دیواری میں رہے گی۔ اسے رات کے وقت باہر دیکھا گیا تو حراست میں لے لیا جائے گا۔

ٹریسا نے اپنے بچوں سے کہا۔ "مجھ سے یہ پابندی برداشت نہیں ہوگی۔ میں رات کے وقت سوسائٹی میں موو نہیں کرسکتی ہوں۔ مجھے اس پابندی سے نکالو۔"

دوسری بیٹی میکس نے میڈیکل سائنس میں ڈگری حاصل کی تھی۔ اس نے پلاسٹک سرجری کے ذریعے ایک بوڑھی عورت کو اپنی ماں کی ہم شکل بنایا اور ماں کے چہرے کو بھی تبدیل کردیا۔ اس طرح ڈمی ٹریسا دن رات گھر میں رہتی تھی۔ پولیس والے چیکنگ کے لیے آتے اور مطمئن ہو کر چلے جاتے تھے اور اصل ٹریسا دن رات پولیس والوں کے سامنے آزادی سے گھومتی پھرتی رہتی تھی۔

ٹریسا کا رول ادا کرنے والی بوڑھی کا ایک بیٹا تھا۔ اسے اچھی طرح تاکید کی گئی تھی کہ وہ آئندہ بیٹے سے کبھی نہیں ملے گی اس کے بیٹے کو ہر ماہ معقول رقم دی جاتی ہے گی۔ ایک رات جب پولیس والے اس کی حاضری لے کر چلے گئے تو اس نے سوچا' مافیا کا کوئی بندہ یہ دیکھنے نہیں آتا ہے کہ وہ اپنے بیٹے سے ملتی ہے یا نہیں۔ اس کی ممتا تڑپ رہی تھی۔ وہ چپ چاپ ملنے کے لیے رات کے پچھلے پہر نکل گئی۔ یہ بھول گئی کہ چہرہ بدل گیا ہے' اسے بیٹا بھی نہیں پہچان سکے گا۔

مخالف گروہ کے لوگ گاڈ مدر کی تاک میں رہتے تھے۔ انہوں نے اسے تنہا دیکھتے ہی فائرنگ کی' وہ جان بچا کر بھاگنے لگی۔ فائرنگ کی آواز پر پولیس والے بھی آگئے۔ مخالف گروہ کے بندوں نے قانون سے منہ چھپانے کے لیے وہاں سے بھاگتے ہوئے گولیاں چلائیں۔ مجبوراً پولیس کو بھی کاؤنٹر فائرنگ کرنی پڑی۔ ایسے ہی وقت ایک گولی نے بڑھیا کا کام تمام کردیا۔

وہ اپنی دوسری رہائش گاہ میں زندہ سلامت تھی مگر یہ خبر پھیل گئی کہ گاڈ مدر ماری گئی ہے۔ اس کے بیٹے اور بیٹیوں نے ڈمی ماں کی موت کا ماتم کیا پھر شہر کے بے شمار لوگوں کے سامنے اسے سپردِ خاک کرتے ہوئے کہا۔ "ہمارے کانوں میں ماں کی آوازیں آرہی ہیں۔ وہ کہہ رہی ہے کہ اپنے دشمنوں اور قاتلوں کو زندہ نہیں چھوڑے گی۔ اس کی روح اس دنیا میں آکر انتقام لے گی۔"

وہاں کے ایک انسپکٹر جنرل گاڈ مدر کا جانی دشمن تھا۔ اس نے اپنے ماتحتوں کو سمجھا دیا تھا کہ جب کوئی مناسب موقع ملے گاڈ مدر کو گولی مار دو اور اس حکم کی تعمیل ہوچکی تھی۔

یہ بات ابتدا میں مضحکہ خیز لگی کہ مرنے کے بعد کسی کی روح واپس آکر انتقام لے سکتی ہے لیکن ایسی ایک آدھ واردات ہوئی تو انسپکٹر جنرل کے ہوش اڑ گئے۔ اس کے نصیب میں زندگی تھی' اس لیے پارس اور علی وہاں پہنچ گئے تھے۔ انہوں نے ٹریسا کے انتقامی ہتھکنڈے سے اسے بچالیا اور یہ ثابت کردیا کہ وہ روح نہیں ہے بلکہ ایک ایسا سائنسی کمال ہے' جس کی تحقیق کی جاسکتی ہے اور رازہائے دروں کو منکشف کیا جاسکتا ہے۔

کوئی بھی حیرت انگیز اور ناقابلِ یقین بات ہو' وہ مانی جاتی ہے یا نہیں مانی جاتی۔ جو لوگ نہیں مانتے وہ اسے مضحکہ خیز کہہ کر ٹال دیتے ہیں جو غور کرتے اور تحقیق کرتے ہیں وہ پارس اور علی کی طرح کسی سائنسی کمال کے راز کو پالیتے ہیں پھر یہ انسان کے مجسم عکس کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانے والی بات سمجھ میں آتی ہے۔ عقل تسلیم کرتی ہے کہ یہ ممکن ہے ناممکن نہیں ہے۔

علی' سونیا ثانی' باربرا اور صفورا نے پھر اٹلی جانے کا فیصلہ کیا تھا بعد میں باربرا نے ادارے میں کچھ عرصہ رہنے کا ارادہ کیا۔ پارس اور علی نے بھی طے کیا کہ ٹی وی کیمرے سے انسانی عکس کو دوسری جگہ ٹرانسفر کرنے کے لیے جتنے آلات کام آتے ہیں۔ انہیں ایک مختصر سی مشین میں سمو دینا چاہیے تاکہ وہ چھوٹی سی مشین آسانی سے کہیں بھی لے جائی جاسکے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ پہلے کوئی چیز ایجاد ہوتی ہے تو وہ جسامت میں بڑی اور بھاری بھرکم ہوتی ہے مثلاً برسوں پہلے ریڈیو ایجاد ہوا تو وہ بڑے صندوق کی طرح تھا۔ آج وہی ریڈیو مختصر ہو کر جیب کے اندر آجاتا ہے۔ پہلے بڑے بڑے کیمرے ہوا کرتے تھے۔ آج مائیکرو کیمرے ننھے سے لائٹر میں سما جاتے ہیں۔

اسی بنیاد پر دونوں بھائی ادارے میں رہ کر دن رات کام کرتے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

رہے۔ اس سلسلے میں انہیں جتنے مہنگے مہنگے سامان کی ضرورت پڑتی تھی وہ ادارے کی جانب سے فوراً فراہم کیا جاتا تھا۔ اس دوران ثانی نے گاڈمدر ثریا کے متعلق معلومات حاصل کیں۔ پتا چلا ثریا کی روح نے یا عکس نے آئی جی کو ایک تقریب میں گولی ماردی ہے۔

تقریب میں موجود بے شمار افراد نے ثریا کے عکس کو صاف طور سے گولی چلاتے اور آئی جی کو گر کر تڑپتے اور مرتے ہوئے دیکھا گیا تھا۔ اس وقت ثریا کا بیٹا وان لوئن بہترین ڈنر سوٹ میں ملبوس تھا اور شہر کے میئر سے گفتگو کر رہا تھا۔ شہر کے اس گورنر نے گواہی دی کہ وان لوئن نہتا تھا' اس سے گفتگو کر رہا تھا اور اپنی ماں کی روح کو دیکھ کر پریشان ہوگیا تھا۔ اس نے اپنی ماں کو آوازیں دیں اس کے پیچھے دوڑتا ہوا گیا لیکن قریب پہنچتے ہی وہ روح غائب ہوگئی۔

اس کے باوجود ثریا کے خلاف مقدمہ قائم کیا گیا اور محاسبے کے لیے اس کے بیٹے وان لوئن' بیٹی ماملا' میکسی اور اتالانا کو عدالت میں طلب کیا گیا۔ اتالانا سراغرسانی کی تربیت حاصل کرکے اسکاٹ لینڈ سے واپس آگئی تھی۔ اس سراغرساں بیٹی اتالانا اور وکیل بیٹی ماملا نے مقدمے کی کارروائی میں بھرپور حصہ لیا۔ ماملا نے عدالت میں کہا "ہم خود حیران ہیں کہ ہماری ماں کی روح کیسے آتی ہے؟ اگر آپ میں سے کسی کی سمجھ میں یہ بات آتی ہے تو ہمیں سمجھایا جائے۔"

ایک سرکاری وکیل نے کہا۔ "چند روز پہلے فرانس کے جاسوس یہاں آئے تھے۔ انہوں نے ثریا کی روح کے پہلے حملے کو ناکام بنا دیا تھا اور کہا تھا کہ یہ کوئی روح نہیں سائنسی عجوبہ ہے۔ وہاں ایک پولیس افسر گرفتار ہوا تھا۔ وہ افسر روح کا تابعدار تھا اور اس کے حکم سے آئی جی پر گولی چلانے والا تھا لیکن فرانسیسی سراغرسانوں نے اسے گرفتار کرا دیا۔"

ماملا نے پوچھا۔ "گرفتاری کے بعد افسر نے کیا بیان دیا تھا؟"

"یہی کہ ثریا کی روح نے اسے رشوت دے کر آئی جی کے قتل پر مامور کیا تھا۔ رشوت کی رقم اس افسر کے گھر سے برآمد کی گئی تھی۔"

ماملا نے کہا۔ "اس سے ثابت ہوتا ہے کہ روح قاتلانہ حملے نہیں کرتی ہے بلکہ کراتی ہے۔ پہلے یہ طے کیا جائے کہ وہ روح ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہے تو کیا بلا ہے اور اس بلا کے باعث ہماری آنجہانی ماں کو کیوں ملزم ٹھہرایا جا رہا ہے؟"

سراغرساں بیٹی اتالانا نے کہا۔ "اب تک کی واردات سے یہی ثابت ہو رہا ہے کہ پولیس والے ہی اس روح سے رشوتیں لے کر قاتلانہ حملے کرتے ہیں۔ بہتر ہوگا آپ لوگ روح کے چکر میں نہ پڑیں۔ پولیس ڈپارٹمنٹ کی اصلاح کریں۔"

پولیس کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "وہ روح ہمارے افسروں کو جان سے مارنے یا ان کے بیوی بچوں کو نقصان پہنچانے کی دھمکیاں دیتی ہے۔ جب تک یہ سراغ نہ لگایا جائے کہ اس روح کی حقیقت کیا ہے اور یہ کہاں سے آتی ہے' اس وقت تک یہاں کے افسران محفوظ نہیں رہیں گے اور تمام پولیس والے بدنام ہوتے رہیں گے۔"

سرکاری وکیل نے کہا۔ "می لارڈ! اب تک اس روح نے رات کے وقت تمام وارداتیں کی ہیں' وہ دن کو شاید اس لیے نہیں آتی کہ ہر سو اجالا رہتا ہے اور وہ دن کی روشنی میں تحلیل ہو جاتی ہے۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ ثریا کے ایک بیٹے اور تین بیٹیوں کو رات کے وقت ان کی رہائش گاہ میں نظربند رکھا جائے اور انہیں گھر سے باہر نکلنے کی اجازت نہ دی جائے تو آئندہ ثریا کوئی واردات نہیں کرسکے گی۔"

ماملا نے کہا۔ "ہم یہاں کے معزز اور معروف شہری ہیں۔ ہمیں دس نمبری بدمعاشوں کی طرح شام سے صبح تک کہیں پابند رکھا نہیں جا سکتا۔ میں فاضل وکیل سے کہوں گی کہ اس روح کے ذریعے ہونے والی واردات کا کوئی تعلق ہم سے ثابت کرے پھر ہمارے خلاف کسی کارروائی کی حسرت دل میں پیدا کرے۔"

سرکاری وکیل نے کہا۔ "می لارڈ! میں سیفٹی ایکٹ کے تحت صرف ایک ہفتے کے لیے انہیں نظربند رکھنے کی درخواست کرتا ہوں۔ میرا دعویٰ ہے کہ اس ایک ہفتے میں وہ روح کوئی واردات نہیں کرپائے گی۔"

جج نے کہا۔ "جب تک سابقہ واردات سے ان کا کوئی تعلق ثابت نہیں ہوگا' تب تک انہیں نظربند رکھنا غیرقانونی عمل ہوگا۔ اگر ان پر ایسا کوئی شبہ ہے کہ ان کی درپردہ مدد سے ان کی ماں واردات کرنے آتی ہے تو یہ پولیس کی ڈیوٹی ہے کہ وہ ان کی سختی سے نگرانی کرے لیکن ان کی آزادی میں حائل نہ ہو۔"

اسی وقت ثریا کی آواز آئی اور عدالت میں یکلخت خاموشی چھا گئی۔ سب نے سہم کر اِدھر اُدھر نظریں دوڑائیں۔ ایک دیوار کے پاس اس کی ہلکی سی جھلک نظر آ رہی تھی۔ وہ بولی۔ "معزز محترم جج صاحب! میں ثریا دی گاڈمدر اس عدالت میں موجود ہوں۔"

سب لوگ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھ رہے تھے۔ وہ بولی "میرا لباس سفید کفن ہے اس لیے دن کی روشنی میں کفن کی سفیدی تحلیل ہو جاتی ہے۔ اگر آپ واضح طور سے مجھے دیکھنا چاہتے ہیں تو عدالت کے دروازے بند کردیں اور اندر کی روشنی ذرا کم کردیں۔"

جج صاحب کے حکم سے دروازے بند کردیے گئے۔ چند بلب بجھا دیے گئے۔ وہ صاف طور سے نظر آنے لگی۔ وہ بولی۔ "میں دنیا کی پہلی قاتلہ ہوں۔ اس دعوے کے ساتھ آئی ہوں کہ تمہارا قانون مجھے سزائے موت نہیں دے سکے گا حتیٰ کہ مجھے چھو بھی سکے گا۔"

واقعی وہ پہلی مجرمہ تھی جس کے آگے دنیا کی تمام طاقتیں بے بس تھیں۔ اس نے کہا۔ "میں اس لیے آئی ہوں کہ میرے بچوں کی بے گناہی ثابت ہو جائے۔ یہاں سب دیکھ سکتے ہیں۔ میرے چاروں بچے یہاں پہلے سے موجود ہیں۔ اگر میں ان میں سے کسی کو مجبور کروں تو یہ ریوالور نکال کر اس سرکاری وکیل کو گولی ماردیں گے۔"

سرکاری وکیل سہم کر کرسی پر بیٹھتے بیٹھتے گر پڑا۔ وہ بولی' گھبراؤ نہیں۔ مجھے یہاں کسی سے دشمنی نہیں ہے۔ سرکاری وکیل اپنا فرض ادا کر رہا ہے لیکن میرے بچوں پر غلط الزام لگا رہا ہے اور میں اسے غلط ثابت کرچکی ہوں۔ اگر میرے بچوں پر کوئی آنچ نہیں آئے گی تو میں ابھی چلی جاؤں گی۔ ورنہ غلط الزام دینے والے کو ابھی' اسی وقت بھری عدالت میں گولی ماروں گی۔"

اس بات پر عدالت میں سنسنی پھیل گئی۔ سب ایک دوسرے سے کچھ نہ کچھ کہنے لگے۔ سرکاری وکیل نے چیخ کر کہا۔ "میں تمام الزامات واپس لیتا ہوں۔ پچھلی کسی بھی واردات کا تمہارے بچوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"

جج نے کہا۔ "میں فیصلہ سناتا ہوں۔ مسٹر وان لوئن' مس ماملا' مس میکسی اور مس اتالانا معزز اور معتبر شہری ہیں۔ کسی واردات سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ان پر نہ پابندی عائد کی جائے اور نہ ان کی نگرانی کی جائے۔"

ثریا نے کہا۔ "میں اس فیصلے سے مطمئن ہوں۔ اب جا رہی ہوں۔"

"رک جاؤ۔" جج نے کہا۔ "میں معلوم کرنا چاہتا ہوں' تمہاری حقیقت کیا ہے؟"

"حقیقت یہی ہے' جو نظر آ رہی ہے۔ آپ کے اطمینان کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ میرا انتقام پورا ہوچکا ہے۔ آئندہ جب تک میرے بچوں کو قانونی تحفظ حاصل رہے گا اور جب تک کوئی ان سے دشمنی نہیں کرے گا' تب تک میں کوئی واردات نہیں کروں گی۔"

یہ کہہ کر اس نے چٹکی بجائی پھر غائب ہوگئی۔

عدالت نے انہیں باعزت بری کیا تھا لیکن انٹیلی جنس والے ان کی تاک میں رہنے لگے۔ وان لوئن نے ایک خفیہ میٹنگ میں اپنی ماں سے کہا۔ "ہمارا یہ تجربہ توقع سے زیادہ کامیاب رہا ہے۔ اب ہمیں روح کے اس چکر کے ذریعے ٹرانسفارمر مشین تک پہنچنا چاہیے۔"

گاڈمدر ثریا نے کہا۔ "ٹرانسفارمر مشین اتنی بڑی ہوگی کہ اسے چرا کر نہ لایا جا سکے گا۔ اس کا نقشہ چرایا جا سکتا ہے۔ میں نے سنا ہے' کروڑوں ڈالر کی لاگت سے وہ مشین تیار ہوتی ہے۔ اسے تیار کرنے کے بعد چھپا کر رکھنے کا مسئلہ درپیش ہوگا اور تم دیکھتے ہی ہو کہ ہمارے تمام اڈوں پر چھاپے پڑتے رہتے ہیں۔"

چھوٹی بیٹی اتالانا نے کہا۔ "ممی! کچھ تو کرنا ہی ہوگا۔ مجھے ٹیلی پیتھی سیکھنے کا بڑا شوق ہے۔"

میکسی نے کہا۔ "میں بھی یہ علم حاصل کرنے کے لیے بڑے سے بڑا خطرہ مول لے سکتی ہوں۔"

گاڈمدر نے کہا۔ "اس پہلو سے بھی سوچو کہ اگر ٹرانسفارمر مشین سے یہ علم حاصل نہ ہوسکا تو پھر بھی ہمارے لیے یہ علم لازمی ہوگا۔ اگر ہم کسی خیال خوانی کرنے والے کو ٹریپ کرلیں اور اسے اپنے دباؤ میں رکھیں تو اس سے بہت سے کام نکال سکتے ہیں۔"

ماملا نے کہا۔ "واقعی پچھلی بار ممی آئی جی کو ہلاک کرنے میں ناکام ہوئی تھیں تو محض اس لیے کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ان کے دماغ میں آنا چاہتا تھا۔ یہ اچھا ہوا کہ ہم نے یوگا میں مہارت حاصل کی ہوئی ہے۔ کم از کم ٹیلی پیتھی کے حملوں کو روک سکتے تھے اگر یہ ہتھیار ہمیں بھی حاصل ہو جائے تو ہم زیادہ بہتر طور پر اپنا کام کرسکیں گے۔"

وان لوئن نے کہا۔ "پتا نہیں اس دنیا میں کتنی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ ویسے اتنا معلوم ہے کہ یہ تین ممالک میں ہیں۔ فرانس میں فرہاد اور اس کے ساتھی۔ امریکا میں تو اس کی مشین ہی موجود ہے۔ وہاں خیال خوانی کرنے والے والوں کی خاصی تعداد ہوگی۔ تیسرا ملک اسرائیل ہے۔ ہم ان ملکوں میں جا کر کسی خیال خوانی کرنے والے کو ٹریپ کرسکتے ہیں۔"

گاڈمدر نے کہا "اس سلسلے میں دو باتیں اہم ہیں۔ ایک تو یہ کہ ہمیں کسی زبردست ہپناٹزم والے کی خدمات حاصل کرنا چاہئیں تاکہ وہ کسی خیال خوانی کرنے والے پر عمل کرکے اسے ہمارا غلام بنا سکے۔"

وان لوئن نے کہا۔ "دوسری اہم بات یہ ہے کہ فرہاد اور اس کی فیملی سے چھیڑ چھاڑ نہ کرنا۔"

"ممی! مجھے تو کسی زبردست سے مقابلہ کرنے میں مزہ آتا ہے۔"

"بیٹے! مجھے تمہارے حوصلے پر ناز ہے۔ پہلے کسی طرح اپنی طاقتوں میں ایک ٹیلی پیتھی کا اضافہ کرلو پھر جس سے چاہے ٹکراؤ۔ مکمل بارود بن جاؤ گے تو تمہاری ٹھوکر سے پہاڑ بھی ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔"

"تو پھر ہمیں پہلے امریکا جانا چاہیے۔"

"اپنی کارروائی چھوٹے ملک سے شروع کرو۔ اسرائیل جاؤ۔ وہاں کامیابی کی توقع ہے۔ تم بھائی بہن وہاں کسی نہ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو پھانس لوگے۔ میں میکسی کے ساتھ امریکا جاؤں گی اور وہاں ایسا ہی کوئی ٹارگٹ تلاش کرتی رہوں گی۔"

اس فیصلے کے مطابق گاڈمدر اپنی دوسری بیٹی کے ساتھ امریکا چلی گئی۔ وان لوئن اپنی دو بہنوں ماملا اور اتالانا کے ساتھ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اسرائیل آگیا۔ دونوں ماں بیٹے اپنے ساتھ ایک ایک ہپناٹزم کے ماہر کو بھی لے گئے۔ ان کے پاس وہ چھوٹا کیمرا اور کچھ آلات بھی تھے' جن کے ذریعے وہ کسی کے عکس کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتے تھے۔

ابھی اس سلسلے میں ایک پرابلم تھا۔ عکس دوسری جگہ پہنچ کر بول سکتا تھا کیونکہ کیمرے کے سامنے عکس والا بولتا تھا۔ اس کی آواز عکس کے ساتھ دوسری جگہ پہنچتی تھی۔ اس سلسلے کے تمام آلات موجود تھے پارس اور علی یہ تجربہ کر رہے تھے کہ جہاں عکس پہنچے' وہاں کے لوگ اور وہاں کے مناظر بھی کیمرامین کو اور عکس والے کو نظر آئے۔

مثلاً پارس کیمرے کے سامنے ہو اور اس کا عکس جتنی دور پہنچے وہاں کا منظر پارس کو بھی اپنے سامنے ٹی وی پر نظر آئے۔ اس کی فی الحال ایک ہی صورت تھی کہ جہاں عکس پہنچے وہاں بھی ایسا آلہ ہو' جو وہاں کے مناظر کو عکس والے کے پاس پہنچائے۔ ایسا گاڈ مدر کی بیٹیوں نے کیا تھا۔ ماملا' میکسی اور انا لانا نے اپنے اپنے گلے میں سونے کے جو ہار پہنے ہوئے تھے' ان کے لاکٹ میں طاقت ور منی کیمرے اور آواز کیچ کرنے والے مائیک تھے۔ ان کے ذریعے جہاں گاڈ مدر کیمرے کے سامنے کھڑی ہوئی تھی' وہاں اسے عدالت کا پورا منظر دکھائی دیتا رہا اور وہ دوسروں کی باتیں سن کر جواب دیتی رہی تھی۔

یعنی پرابلم یہ تھا کہ جہاں عکس کو بھیجا جائے' وہاں پہلے سے ایسا آلہ رکھ دیا جائے' جو اپنے اطراف کے مناظر دکھا سکے اور وہاں کی آوازیں سنا سکے۔ وان لوئن' ماملا اور انا لانا کو تل ابیب پہنچ کر یہی مسئلہ درپیش تھا۔ وہ کسی حاکم یا فوج کے اعلیٰ افسر کی کوٹھی میں نہیں جا سکتے تھے۔ وہاں پہلے سے کوئی آلہ رکھ نہیں سکتے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ وان لوئن اگر ماملا کے عکس کو گورنر ہاؤس کے اندر بھیجتا تو عکس ضرور وہاں پہنچتا لیکن وہاں کا منظر اور آوازیں ادھر ماملا کو نہ دکھائی دیتیں اور نہ سنائی دیتیں۔ اس ادھورے عمل سے وہ کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے تھے۔

اگر ان کے ساتھ کوئی خیال خوانی کرنے والا ہوتا تو وہ کسی پہرے دار کے دماغ پر قبضہ جماتا اور ایک آلہ گورنر ہاؤس کے اندر پہنچا کر اسے کہیں چھپا دیتا۔ فی الحال انہوں نے ایسے مقامات تک پہنچنے کا ارادہ ترک کر دیا جہاں فوجی یا دوسرے سیکورٹی گارڈز ہوتے ہیں۔

وان لوئن نے کہا۔ "ہم پہلی واردات کسی بڑے بینک میں کریں گے۔ اس لیے کہ ہمیں خاصی رقم کی ضرورت ہے۔"

ماملا نے کہا۔ "اس مقصد کے لیے ایک ایسے شخص کو اپنے قابو میں کرنا ہوگا جو عکس کے پیچھے رہ کر گولی چلائے اور لوگ یہی سمجھیں کہ وہ عکس یا روح گولی چلا رہی ہے۔"

انا لانا نے کہا۔ "پہلے یہ طے ہو جائے کہ ہم میں سے کون کیا کام کرے گا؟"

بھائی نے کہا "تم کیمرے کے سامنے ریوالور لے کر ایک[illegible] گی۔ تمہارا عکس بینک میں پہنچے گا' میں کیمرے کے پیچھے رہوں[illegible] ماملا بینک میں موجود رہے گی۔ اس کے گلے میں لاکٹ کی طر[illegible] آلہ ہے وہ تمہیں بینک کے مناظر دکھاتا رہے گا۔"

"بینک سے اسرائیلی شیکل ملیں گے یا ڈالر؟"

"یہاں کے بینکوں میں یو کے پونڈز اور امریکی ڈالرز[illegible] اسرائیلی شیکل کا تبادلہ ہوتا ہے اس لیے ہمیں خاصی تعداد[illegible] پونڈز اور ڈالرز بھی ملیں گے۔"

"ہم اتنی زیادہ رقم وہاں سے کیسے لائیں گے؟"

"ہم جس شخص کو گولیاں چلانے کے لیے ٹریپ کریں گے[illegible] بینک سے رقم لے کر انا لانا کے عکس کے ساتھ باہر آئے گا اور[illegible] کار میں بیٹھے گا۔ عکس باہر ریوالور لیے کھڑا رہے گا اور موقع[illegible] مناسبت سے فائرنگ کرتا رہے گا۔"

"لیکن عکس کی فائرنگ سے صرف آواز گونجے گی۔ کوئی مر[illegible] گا نہیں؟"

"نہ مرے' دہشت پھیلتی رہے گی۔"

"وہ شخص ہماری رقم لے کر کہاں جائے گا؟ کیا ہماری[illegible] رہائش گاہ میں آئے گا؟"

"نہیں' ادھر آنے سے ہم گرفتار ہو جائیں گے۔ اس[illegible] کے گلے میں ایک لاکٹ کیمرا ہوگا اس کے ذریعے ہم یہاں اسکر[illegible] پر دیکھتے رہیں گے کہ اگر اس کا تعاقب ہو رہا ہے تو وہ کس طرح[illegible] دے کر رقم کو کسی محفوظ جگہ پر پہنچا رہا ہے۔"

انا لانا نے کہا۔ "جب اس کے گلے میں لاکٹ ہوگا تو میں[illegible] یہاں سے دیکھتی رہوں گی اور میرا عکس اس کی مدد کے لیے[illegible] پہنچتا رہے گا۔"

وہ تینوں اس منصوبے پر تفصیلی بحث کرتے رہے۔ یہ بحث[illegible] اس بات پر تمام ہوئی کہ پہلے ایک کام کا بندہ تلاش کیا جائے[illegible] اسمارٹ' تیز طرار اور بہترین نشانہ باز ہو۔ اگر وہ دھوکے باز[illegible] کوئی بات نہیں' وہ بینک کی رقم لے کر زمین کے اندر بھی[illegible] جائے گا تو روح وہاں پہنچ جائے گی۔"

ایک تیز طرار اور سچا نشانے باز فوج یا پولیس ڈپارٹمنٹ[illegible] ہی مل سکتا تھا لیکن ان کا رجحان فلسطینی مجاہدین کی طرف تھا[illegible] بھی اچھے نشانہ باز ہوتے ہیں پھر یہ کہ وہ یہودیوں کے دشمن[illegible] ان کے کسی بینک کو لوٹنے کے سلسلے میں ضرور تعاون کریں[illegible] مزید یہ کہ ان مجاہدین کو بھی بھاری رقموں کی ضرورت پیش[illegible] رہتی ہے۔ اس منصوبے میں ایسا ہی کوئی مجاہد ان کے کام آ سکتا[illegible] وہ سب بھائی بہنیں ایسے کسی مجاہد کو تلاش کرنے لگے۔

○☆☆○

لیلیٰ نے وقت کا حساب کیا۔ اس حساب سے تل ابیب[illegible] آدھی رات ہو چکی تھی۔ اس نے خیال خوانی کی پرواز کی[illegible] پھر ثی تارا کا موجودہ لہجہ اپنا کر ہیری (عادل) کے دماغ میں پہنچ گئی۔

ہیری نے سانس نہیں روکی' لیلیٰ کو اس کے اندر جگہ مل گئی۔ وہاں پہنچتے ہی پتا چلا کہ ثی تارا موجود ہے۔ وہ ہیری کے خوابیدہ دماغ میں کہہ رہی تھی۔ "تم جھوٹ بول رہے ہو۔ تم اس ٹیلی پیتھی جاننے والی (مرینا) کو پہچانتے ہو۔ اس نے ہوٹل میں' سمندر کے ساحل پر پھر کلینک میں تمہارے ساتھ وقت گزارا تھا۔ تم نے اسے خیال خوانی کرتے دیکھا تھا پھر تم اسے کلینک میں چھوڑ کر گھر میں آ کر کیوں سو گئے تھے؟"

"وہ عورت عاشق مزاج لگ رہی تھی۔ مجھے اپنی آبرو لٹنے کا اندیشہ تھا اس لیے میں چلا آیا۔"

"بکواس مت کرو۔ مرد کی کوئی آبرو نہیں ہوتی۔ تم آئندہ ایسی حرکتیں کرتے رہو گے۔ ہاتھ آئے ہوئے شکار کو چھوڑتے رہو گے تو میرے کسی کام کے نہیں رہو گے پھر میں تمہارا قصہ ہی تمام کر دوں گی۔"

"اب وہ نظر آئے گی تو میں اسے نہیں چھوڑوں گا۔ اسے باندھ کر اپنے گھر میں رکھوں گا۔"

"اب وہ نظر نہیں آئے گی۔ اس نے اپنا چہرہ اور آواز بدل لی ہوگی۔"

"میں اس کی چال اور اس کی ہنسی کے مخصوص انداز سے اسے پہچان لوں گا۔"

"شاباش! ایسی عقل مندی کی باتیں سوچا کرو اور عمل کیا کرو۔ کیا واقعی تم نے اس کی مخصوص عادتوں کو یاد رکھا ہے؟"

"ہاں جب وہ ہنستی ہے تو اپنی گردن کو خم دے کر زلفوں کو ایک خاص انداز میں سامنے سے پیچھے کی طرف جھٹکتی ہے۔ اس کی چال میں بھی کوئی ایسی بات ہے جسے میں بیان نہیں کر سکتا لیکن میں ہزاروں کے مجمع میں اس چال کو پہچان سکتا ہوں۔"

"اچھی بات ہے۔ یہی باتیں منیجر کو بھی بتاؤ اور کل صبح سے اس عورت کی تلاش شروع کر دو۔ تمہارے اس بیان سے میں اچھی طرح سمجھ گئی ہوں' وہ مرینا ہی ہے۔"

"میں کل سے مرینا کو تلاش کروں گا لیکن ایک التجا ہے' میری آبرو کو بچائے رکھنا۔"

"شٹ اپ! میں حکم دیتی ہوں' سو جاؤ۔ میں صبح پانچ بجے آ کر جگاؤں گی۔"

وہ حکم کے مطابق شٹ اپ ہو گیا۔ لیلیٰ اس کے دماغ سے نکل آئی تاکہ ثی تارا وہاں سے جا کر دوبارہ آئے تو ہیری کے دماغ میں کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی موجودگی کا شبہ نہ کرے۔

لیلیٰ کو دماغی طور پر حاضر دیکھ کر میں نے پوچھا۔ "کیا ہوا؟ کیا وہ ہیری کے دماغ میں موجود ہے؟"

"ہاں ابھی گئی ہے' کسی طرح کا شبہ دور کرنے دوبارہ آ سکتی ہے۔ میں ٹھہر کر جاؤں گی۔"

میں ہنسنے لگا۔ اس نے پوچھا۔ "کیوں ہنس رہے ہیں آپ؟"

"پارس کی حرکتیں سوچ کر ہنسی آ رہی ہے۔ وہ جو کرتا ہے اس کے نتائج بڑے دور رس ہوتے ہیں۔ اس نے ادھورے فارمولے یہودیوں کے حوالے کر کے سرزمین اسرائیل کو میدان جنگ بنا دیا ہے۔ وہاں ثی تارا اپنے آلہ کاروں کے ذریعے کچھ کرنے والی ہے۔ شیطانی ہپناٹزم جاننے والے جے پرگولا کو جب یہ معلوم ہوگا کہ مرینا اس کے ہاتھ سے نکل گئی ہے تو وہ فارمولے حاصل کرنے کے لیے دوسرے ذرائع اختیار کرے گا۔ سپر ماسٹر اور امریکی حکام بھی وہاں ہنگامہ آرائی کے لیے تیار رہوں گے ان کے علاوہ اور نہ جانے کون کون سی خفیہ تنظیمیں ہیں' جو یہودیوں کی خفیہ تنظیم سے ٹکر لینے والی ہیں۔"

وہ بولی۔ "ماشاء اللہ! ہمارے بیٹے کی کیا بات ہے۔ بڑے سیاسی کھیل کھیلتا ہے۔ ایک بات کہوں؟"

"ہزار باتیں کہو۔"

"کیوں نہ ہم بھی چلیں؟"

"کہاں ملنے کا ارادہ ہے؟"

"انجان نہ بنیں۔ جہاں کی باتیں ہو رہی ہیں' وہیں چلنے کو کہہ رہی ہوں۔ آپ انصاف سے سوچیں' ایک طویل عرصہ گزر گیا ہے میں نے آپ کے ساتھ کہیں سفر نہیں کیا۔"

"طویل عرصہ سہی' پچھلی بار ہم تل ابیب میں ہی تھے پھر وہاں جانے کا کیا فائدہ ہے؟ کسی دوسرے ملک چلو۔"

"پہلی اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ میں بیت المقدس میں نماز ادا کرنا چاہتی ہوں۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ اس بار آپ کو بھی نماز پڑھاؤں گی۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "ایک ساتھ ایسی نیکیاں کرو گی تو فوراً ہی جنت میں پہنچ جاؤ گی۔"

"میری یہی خواہش ہے کہ بیت المقدس کے فرش پر سجدہ کروں تو قیامت کے دن سجدے سے میرا سر اٹھے۔"

"ایسے ایمان پرور جذبوں کو میں روک نہیں سکتا۔ میں تمہارے ساتھ ضرور وہاں جاؤں گا اور اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو نماز ضرور پڑھوں گا۔ اب ہیری کے پاس جاؤ۔"

وہ عادل کے پاس گئی۔ بڑی دیر تک خاموش رہ کر اس کے اندر ثی تارا کی موجودگی کو سمجھنے کی کوشش کرتی رہی۔ جب یقین ہو گیا' وہ موجود نہیں ہے تب لیلیٰ اس کے خوابیدہ دماغ پر عمل کرنے اور ثی تارا کے تنویمی عمل کے اثرات کو مٹانے لگی۔

ان اثرات کے ختم ہوتے ہی اسے اپنی پچھلی زندگی یاد آنے لگی۔ لیلیٰ نے مجھ سے کہا۔ "آپ ہیری کے دماغ میں آئیں۔ یہ یہودی نہیں' مسلمان ہے۔ اس کا نام عادل چنگیزی ہے۔"

میں بھی اس کے اندر چلا آیا۔ ہم دونوں اس کے خیالات پڑھ کر حیران ہوتے رہے۔ ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ وہ ہمارا اس

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

قدر شیدائی ہے۔ مجھے بھائی جان اور لیلیٰ کو بھابی جان کہتا تھا۔

پھر پتا چلا کہ اس نے اسلام آباد میں شی تارا کو اعصابی کمزوریوں میں مبتلا کیا تھا۔ ایک ایسی ہستی کو گرفتار کیا تھا، جس کے لیے یہ پیش گوئی تھی کہ تقریباً سات برس تک کوئی اس کی اصل صورت نہیں دیکھ پائے گا اور نہ ہی کوئی اس کی اصل آواز اور لہجے کو سن سکے گا۔

یہ پیش گوئی اپنی جگہ درست تھی۔ عادل نے اس کا اصلی چہرہ نہیں دیکھا تھا اور نہ اصل لہجہ سنا تھا پھر بھی اصل شی تارا کو بری طرح بے بس کر رکھا تھا۔ ایسے وقت اپنے بھائی جان اور لیلیٰ بھابی کا انتظار کرتا رہا تھا۔ شی تارا بد بختی کے باوجود اس لحاظ سے نصیب والی تھی کہ اس کا کوئی مخالف اس کے دماغ میں نہیں آیا تھا۔

شی تارا نے ہم سب سے چھپنے کے لیے اسلام آباد کا انتخاب کیا تھا۔ یہ اس کی دانشمندی تھی۔ ہم یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ مسلمانوں سے دور بھاگنے والی پاکستان میں رہے گی۔

عادل کے خیالات پڑھ کر ایک اور گیم کا پتا چلا اور وہ یہ کہ وہاں پاشا آیا تھا۔ عادل، پاشا کو اس کے نام سے نہیں پہچانتا تھا۔ وہ صرف اتنا جانتا تھا کہ وہ شخص ہزاروں میل دور کی آوازیں سن لیتا ہے۔

ہمارے لیے یہ اطلاع نئی تھی یہ یقین ہو گیا کہ شی تارا نے پاشا کو اپنا معمول اور تابعدار بنا لیا ہے۔

اس کے خیالات پڑھ کر بڑے بڑے انکشافات ہو رہے تھے۔ شی تارا تقریباً چھ دنوں تک بے کسی کے عالم میں رہی تھی۔ ایسے میں اسے دھڑکا لگا رہتا ہو گا کہ کوئی اچانک اس کے دماغ میں آ کر قبضہ جما لے گا۔ وہ اپنی زندگی کی بہت بڑی بازی ہارنے والی تھی لیکن انجام کار اس نے پاشا کو غلام بنا کر ایک بڑی بازی جیت لی۔

پھر یہ قصہ تو معلوم تھا ہی کہ مرینا کس طرح عادل کے ساتھ رہ کر دماغی طور پر کمزور ہو گئی اور اس نے برین آدم کو بھی اعصابی کمزوریوں میں مبتلا کیا تھا۔ ابھی یہ حقیقت ہمیں معلوم نہیں ہوئی تھی کہ وہ عذاب میں مبتلا ہونے والا شخص یہودی خفیہ تنظیم کی ریڑھ کی ہڈی تھا۔

بہرحال بڑا عجیب و غریب بندہ ہمارے ہاتھ لگا تھا۔ وہ جوان، صحت مند، ذہین اور ایکشن سے بھرپور تھا۔ اس سے نادانیاں سرزد ہوتی تھیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ وہ بے وقوف ہے۔ دراصل وہ ناتجربہ کار تھا۔ زندگی کے عملی میدان میں ابھی داخل ہوا تھا اس کے حالات بتا رہے تھے کہ رفتہ رفتہ ذہانت سے کام لینا سیکھ جائے گا۔

لیلیٰ اس سے بہت متاثر ہوئی تھی کیوں کہ پہلی بار کسی نے اسے بھابی جان کہا تھا اور کوئی رشتہ یا تعلق پہچان نہ ہونے کے باوجود اسے یاد کرتا اور اپنے دماغ میں اس کا انتظار کرتا رہتا تھا۔

لیلیٰ نے اس کے دماغ میں کہا۔ "عادل! میرے چاہنے والے بھائی! تمہاری لیلیٰ بھابی آ گئی ہے۔"

وہ خوابیدہ تھا۔ خواب میں خوش ہو رہا تھا اور کہہ رہا [illegible] "میں آپ کا انتظار کرتے کرتے تھک گیا تھا لیکن مایوس نہیں [illegible] تھا۔ یہ آپ ہی ہیں نا؟"

"ہاں عادل! میں ہی ہوں۔ تمہیں شی تارا نے اپنا تابعدار [illegible] رکھا تھا میں نے اس کا طلسم توڑ دیا ہے۔ آئندہ تم اس کے زیر [illegible] نہیں رہو گے۔"

"میں جانتا تھا، جب کبھی بھابی جان یا بھائی جان آئیں [illegible] مجھے ضرور اپنا بنا لیں گے۔"

میں نے کہا۔ "میں تمہارا بھائی جان ہوں اور تمہیں [illegible] دیتا ہوں کہ ذہانت اور حاضر دماغی سے حالات پر قابو پاتے رہو [illegible] بڑے کارنامے انجام دیتے رہو گے تو میری فیملی میں شامل ہو [illegible] گے۔"

"بھائی جان! آپ صرف ایک اشارہ کر دیں کہ مجھے کیا کر [illegible] پھر میں وہ کارنامہ کر گزروں گا۔"

"مجھے پتا ہے میرے اشاروں کے بغیر ہی بڑے کارنامے انجام دے چکے ہو۔ افسوس کہ ہم ہی اس موقع سے فائدے نہ اٹھا [illegible] کوئی بات نہیں آئندہ سہی۔"

لیلیٰ نے اس سے کہا۔ "اب خاموش رہو۔ میں تم پر عمل [illegible] کے تمہارے دماغ کو لاک کر رہی ہوں تاکہ تم پرائی سوچ کی لہر [illegible] محسوس کرتے ہی سانس روک لیا کرو گے۔ میں ایک نئی آواز [illegible] لہجے سے تمہارے پاس آیا کروں گی۔"

وہ خاموش رہا۔ لیلیٰ اس پر عمل کرنے لگی۔

اس کے ذہن میں یہ نقش کیا گیا کہ وہ مسلمان ہے۔ مسل [illegible] ہی رہے گا لیکن ہیری کے نام سے ایک یہودی جوان کا رول ادا [illegible] رہے گا۔

"دوسری بات یہ نقش کی گئی کہ وہ دانستہ یا نادانستہ فرہاد [illegible] اس کی فیملی سے کسی کے سامنے رشتہ ظاہر نہیں کرے گا۔ ہمار [illegible] رابطے اور تعلق کو ایک راز کی طرح دل میں چھپا کر رکھے گا۔

لیلیٰ نے ایسی ہی چند باتوں کو گرہ کی طرح اس کے دماغ [illegible] باندھ دیا پھر اسے تنویمی نیند سلا کر اس کے یہودی منیجر کے پا [illegible] گئی۔ اس نے منیجر کے دماغ سے بھی شی تارا کے تنویمی عمل کو [illegible] اور دماغ کو لاک کر دیا تاکہ شی تارا اس منیجر کو آلۂ کار بنا کر عادل [illegible] نقصان نہ پہنچا سکے۔

اس ملک میں بابا صاحب کے ادارے کے کئی جاسوس [illegible] وہاں کے ہر بڑے شہر میں سرکاری ملازمت کرتے تھے یا پھر [illegible] مین بن کر رہتے تھے۔ مرینا کو ایک ایسے ہی بزنس مین کے ہاں [illegible] مل گئی تھی۔

اس نے مرینا سے کہا۔ "اب تم ہر طرح محفوظ ہو گئی ہو [illegible] دشمن تمہارے دماغ میں نہیں آئے گا۔ تمہاری صورت بھی [illegible] ی گئی ہے۔ کوئی تمہیں پہچان نہیں پائے گا۔"

وہ بولی۔ "ایسا کئی بار ہو چکا ہے۔ میں نے صورت بدل دی، [illegible] بدل دیا اس کے باوجود کسی نہ کسی دلدل میں دھنس گئی۔ ہزار [illegible] حتیاط کے باوجود کسی مصیبت میں ضرور گرفتار ہو جاتی ہوں۔"

"احتیاط کرنے والے بار بار مصیبت میں نہیں پڑتے۔ تم جسے [illegible] حتیاط سمجھتی ہو، وہ تمہاری نادانی ہوتی ہے۔ تم کسی پر بھروسا نہیں [illegible] کرتیں جب کہ عورت کو کسی ایک پر بھروسا کرنا پڑتا ہے۔ ایسی ہی بے اعتباری سے تم پارس کو چھوڑ کر بھاگ گئیں۔ تمہاری عقل نے سمجھایا کہ تم احتیاط سے کام لے رہی ہو۔"

"ہاں اب افسوس ہوتا ہے۔ میں نے وہ پہلی بڑی غلطی کی تھی۔"

"دوسری غلطی ازبکستان میں کی۔ فرہاد جیسے پہاڑ کو زخمی کر کے [illegible] س کے دماغ پر قبضہ جمانا چاہا۔ جب اس پہاڑ نے اپنی بلندی سے تمہیں گرانا شروع کیا تو تم پناہ لینے شی تارا اور پے پے سرنا کی کنیز [illegible] بن گئیں۔ یعنی تم ہمیشہ ایسی احتیاطی تدابیر کرتی ہو کہ ایک طرف سے بچتی ہو، دوسری طرف پھنس جاتی ہو۔"

وہ خاموشی سے سر جھکائے سن رہی تھی۔ اس کے میزبان نے کہا۔ "ذرا غور کرو، فرہاد صاحب نے تمہیں کتنی بار قابو میں کیا پھر چھوڑ دیا۔ صومالیہ کے جنگل میں تمہیں شی تارا کے تنویمی عمل سے نجات دلائی گئی۔ اس کے چند روز بعد ہی تم میامی میں پارس کی جان کے پیچھے پڑ گئیں۔ وہاں جنرل واسکوڈی کے ذریعے تم اسے گرفتار کرا کے اس کے دماغ پر قبضہ جمانا چاہتی تھیں اور ناکامی کی صورت میں اسے مار ڈالنے سے بھی دریغ نہ کرتیں۔"

"مجھے اور شرمندہ نہ کرو۔ میں نے جیسی غلطیاں کی ہیں، ویسی سزائیں بھی پاتی رہی ہوں۔ میرے لیے اس سے زیادہ شرمندگی کی اور ڈوب مرنے کی بات کیا ہو گی کہ فرہاد صاحب سے دشمنی کرتی ہوں پھر مصیبت میں اُنہی سے مدد مانگتی ہوں۔ وہ اب تک کئی بار مجھے دشمن خیال خوانی کرنے والوں سے نجات دلا چکے ہیں۔"

"اس بار پھر انہوں نے جے پرگولا جیسے شیطان سے نجات دلائی ہے اور تمہیں آزاد کر دیا ہے۔ تم جہاں جانا چاہو، جا سکتی ہو۔"

"اب تو میں وہ غبارہ ہوں جس کی ہوا نکل چکی ہے۔ پارس کبھی اس غبارے کو منہ لگا کر ہوا نہیں بھرے گا۔ مفاد پرست لوگ میری ٹیلی پیتھی کی خاطر مجھے منہ لگاتے ہیں۔ ایک عورت کی حیثیت سے میرا کوئی مان مرتبہ نہیں رہ گیا ہے۔ سوچتی ہوں، کہاں جاؤں؟ زندگی سے محبت ہے۔ زندہ رہنا چاہتی ہوں مگر اس دنیا میں میرے لیے کوئی دلچسپی نہیں رہی ہے۔"

"دلچسپی اس لیے نہیں ہے کہ دوسرے تمام خیال خوانی کرنے والوں سے خوفزدہ رہتی ہو۔ تمہیں یہ اندیشہ ہے کہ ابھی یہاں سے جاؤ گی تو پھر کسی چکر میں پڑ کر کسی کی معمولہ بن جاؤ گی۔"

"ہاں، یہ اندیشہ ہمیشہ رہے گا۔"

"عقل سے کام لو گی تو ایک پُرسکون اور آرام دہ زندگی گزار سکو گی۔"

"مجھے ایسا راستہ بتاؤ۔ میں تھک گئی ہوں۔"

"ٹیلی پیتھی کو بھول جاؤ۔ یہ علم فسادات پھیلاتا ہے۔ انسان کا سکون چھین لیتا ہے۔"

"واقعی یہ علم نہ ہوتا تو میں ایک سیدھی سادی زندگی گزارتی۔"

"اب بھی ایسی زندگی گزار سکتی ہو لیکن تم اپنی عادت سے باز نہیں آؤ گی۔"

"ایسا نہ کہو۔ میں اس علم کو قربان کر کے سکون اور عزت کی زندگی حاصل کروں گی۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی، مجھ سے رابطہ کیا پھر بولی۔ "میں آپ کا تھوڑا سا وقت چاہتی ہوں۔ کیا آپ میرے میزبان کے پاس آئیں گے؟"

"چلو، میں آ رہا ہوں۔"

وہ گئی میں نے میزبان کے پاس آ کر کہا۔ "مسٹر ٹام مورس! مرینا چاہتی ہے ابھی تمہاری پاس رہوں وہ کچھ باتیں کرے گی۔ اس کا کوئی مسئلہ ہو تو حل کر دو۔"

ٹام مورس نے کہا۔ "میں دل سے حاضر ہوں۔"

پھر اس نے مرینا سے کہا۔ "فرہاد صاحب میرے پاس ہیں۔ بولو کیا کہنا چاہتی ہو؟"

"یہی کہ ٹیلی پیتھی نے مجھے بڑی دکھ پہنچائے ہیں۔ فرہاد صاحب مجھ پر عمل کریں اس علم کو میرے دماغ سے ہمیشہ کے لیے مٹا دیں۔"

"جو علم اور ہنر خدا کی مرضی سے ملتا ہے اُسے کوئی نہیں مٹا سکتا۔ کتنے ہی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے برین واش کیے گئے۔ حال ہی میں سلمان نے جیری کے دماغ سے اس علم کو مٹایا تھا جے پرگولا نے اپنے عمل سے اسے بحال کر دیا ہے۔"

"آپ کچھ کریں۔ یہ میرے لیے مصیبت کا باعث بن گیا ہے۔"

"یہ علم میرے لیے، لیلیٰ، سلطانہ، سلمان، جوجو، ثانی اور باربرا کے لیے مصیبت کا باعث کیوں نہیں ہے؟"

"شاید اس لیے کہ آپ کی ٹیم بہت مضبوط ہے۔ اتنا اتحاد ہے کہ کسی ایک پر کوئی آنچ آئے تو اس کے پیچھے کئی خیال خوانی کرنے والے مدد کے لیے پہنچ جاتے ہیں۔"

"یہ اتحاد کی برکت ہے لیکن اصل بات یہ ہے کہ ہم خواہ مخواہ خیال خوانی نہیں کرتے۔ ضرورت کے وقت پرواز کرتے ہیں پھر اپنی پناہ گاہ میں لوٹ آتے ہیں۔ تمہاری کوئی پناہ گاہ نہیں ہے اور سب سے اہم بات یہ کہ تمہاری خیال خوانی کا کوئی اصول نہیں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہے۔ ساری دنیا پر حکمرانی کرنے کی خواہش ہمیشہ نقصان پہنچاتی ہے۔"

"آپ مجھے مشورے دیں' میں ان پر عمل کرنے کا وعدہ کرتی ہوں۔"

"میرا پہلا مشورہ یہ ہے کہ دوسروں کو اپنا معمول اور تابعدار بنانے کی خواہش کو کچل دو۔"

"میں وعدہ کرتی ہوں جیسا آپ نے بارہا مجھ سے نیکیاں کیں' وہی میں دوسروں سے کروں گی۔"

"دوسرا مشورہ یہ ہے کہ خیال خوانی کو تقریباً بھول جاؤ۔ کبھی جان پر بن آئے تو خدا کے بعد مجھے آواز دو۔ میں اور میرے تمام خیال خوانی کرنے والے تمہارے کام آئیں گے۔"

"میرے لیے اس سے خوشی کی بات اور کیا ہوگی کہ مجھ پر آپ لوگوں کا سایہ رہے گا۔"

"یہ سایہ اس وقت تک رہے گا جب تک تم ٹیلی پیتھی کی دنیا میں جارحانہ رویّہ اختیار نہیں کرو گی' بالکل نارمل اور پُرسکون زندگی گزارو گی۔"

"میں ازدواجی گھریلو زندگی گزارنا چاہتی ہوں۔"

"یہ تم اپنے حق میں بہترین فیصلہ کر رہی ہو۔ کسی کو پسند کرو اور اپنا جیون ساتھی بنالو۔"

وہ اپنے میزبان ٹام مورس کو مخاطب کر کے بولی۔ "اس گھر سے مجھے نئی زندگی مل رہی ہے۔ میں مزید گھر گھر بھٹکنا نہیں چاہتی' کیا تم مجھے اپنا شریکِ حیات بناؤ گے؟"

ٹام مورس بوکھلا سا گیا۔ وہ ہچکچاتے ہوئے بولا۔ "مم...... میں یعنی کہ تم مجھ سے..."

میں نے کہا۔ "مسٹر ٹام! گھبرا کیوں رہے ہو۔ نیکی کرو اور اسے راہِ راست پر لاؤ۔ اگر یہ سچے دل سے توبہ کر رہی ہے تو پھر ایک بہترین بیوی ثابت ہوگی۔"

"جناب' اگر دھوکا ہوا تو؟"

"تو ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ تمہیں ڈوبنے نہیں دیں گے۔"

وہ مسکرا کر مریتا سے بولا۔ "مجھے منظور ہے۔"

○☆☆○

ماسیلا نے ایک بہت ہی شاندار کوٹھی کے سامنے کار روک دی پھر موبائل فون اٹھا کر اپنے بھائی وان لوئن سے رابطہ کر کے بولی "میں کوٹھی کے سامنے پہنچ گئی ہوں۔ اپنا لاکٹ آن کر رہی ہوں اسکرین پر اس کوٹھی کو دیکھو۔"

ماسیلا نے لاکٹ کو آن کیا۔ ادھر وان لوئن نے ٹی وی اسکرین کو آن کیا۔ اسے اور چھوٹی بہن انالانا کو اسکرین پر وہ کوٹھی نظر آنے لگی۔ ساتھ ہی ماسیلا کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ "جیسا کہ میں پہلے کہہ چکی ہوں۔ اس کوٹھی میں کوئی سیاسی شخصیت ہے۔ یہاں کئی مسلح گارڈز دیکھے گئے ہیں۔ ان گارڈز میں سے ہمیں کوئی اچھا نشانہ بازمل جائے گا۔"

وان لوئن نے کہا۔ "سسٹر! میری بات مانو۔ کسی فلسطینی لیڈر کو پھانسنا بہتر ہوگا۔"

"اسے بھی پھانس کر دیکھ لیں گے۔ میں چاہتی ہوں۔ اس سیاسی شخصیت کی بھی کچھ کمزوریاں معلوم کی جائیں۔ یہ سیاسی لوگ بڑی جلدی بلیک میل ہوتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے لیکن انالانا کا عکس کوٹھی کے اندر کیسے جائے گا؟ کیا تم وہ لاکٹ پہن کر نہیں جاؤ گی؟"

"میں نہیں جاؤں گی۔ دوپہر سے اس سلسلے میں مصروف ہوں۔ ایک الیکٹریشن کوٹھی کے اندر جا رہا تھا۔ میں نے اسے دس ہزار ڈالر دے کر رازدار بنایا تھا اس نے واپس آکر بتایا کہ میرے دیے ہوئے منی کیمرے اور مائیک کو اس نے ایک فانوس میں چھپا کر رکھ دیا ہے۔ تم ٹی وی کو چینل ٹو پر رکھو۔"

وان لوئن نے چینل ٹو کا بٹن دبایا اسے اور انالانا کو کوٹھی کے اندر کا منظر دکھائی دیا۔ وہاں ایک موٹا سا بھاری بھرکم شخص ایک صوفے پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سامنے دو ادھیڑ عمر کے آدمی کھڑے ہوئے تھے۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "ڈاکٹر ایڈی اور ڈاکٹر نیلسن! میں اب تک بہت نرمی سے پیش آتا رہا ہوں۔ اب میں تم دونوں کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

ڈاکٹر ایڈی نے کہا۔ "مسٹر نارمن! ہم تمہاری مرضی کے مطابق ایک دوا تیار کرنے میں مصروف ہیں۔ آپ صرف اپنے کام سے مطلب رکھیں' دوسرے معاملے سے دلچسپی نہ لیں۔"

اوڈی نارمن نے کہا۔ "بکواس مت کرو۔ مجھے صاف صاف بتاؤ کہ تم دونوں کو پندرہ دنوں تک لیبارٹری میں کیوں قیدی بنا کر رکھا گیا تھا۔ وہاں تم کون سی دوائیں تیار کر رہے تھے؟"

ڈاکٹر نیلسن نے کہا۔ "جو کچھ تیار کر رہے تھے' اس میں ناکامی ہوئی تھی۔ ہم لیبارٹری میں آگ لگا کر بھاگ آئے ہیں۔ دواؤں کے فارمولے وہیں جل گئے ہیں۔"

وہ بولا۔ "میں بہت بڑی دوا ساز کمپنی کا مالک ہی نہیں' ایک زبردست سیاستداں بھی ہوں۔ مجھ سے جھوٹ نہ بولو۔ وہ اہم فارمولے ہوں گے جن کے لیے تمہیں قیدی بنا کر رازداری سے کام لیا جا رہا تھا۔ تم دونوں بہت چالاک ہو۔ تم نے میرے پاس آنے سے پہلے وہ فارمولے کہیں چھپا دیے ہیں۔"

"یہ تمہارا خیال ہے۔ ورنہ ہم نے تم سے کچھ نہیں چھپایا ہے۔"

اوڈی نارمن نے انٹرکام کا ریسیور اٹھا کر کہا۔ "پانچوں کو بھیج دو۔"

اس نے ریسیور رکھا۔ چند سیکنڈ کے بعد پانچ ہٹے کٹے بدمعاش وہاں آئے۔ نارمن نے کہا۔ "انہیں ایسی اذیتیں دو کہ یہ سچ بولنے پر مجبور ہو جائیں۔"

وہ پانچوں ان دونوں کو ایک ایک کرسی پر بٹھا کر رسیوں سے باندھنے لگے۔ وہ فریاد کر رہے تھے۔ قسمیں کھا رہے تھے کہ وہ جھوٹ نہیں بول رہے ہیں۔

انالانا اور وان لوئن اسکرین پر سب کچھ دیکھ رہے تھے اور موبائل فون کے ذریعے ماسیلا کو وہاں کے حالات بتا رہے تھے۔ ان دونوں ڈاکٹروں کو الگ الگ کرسیوں پر باندھ دیا گیا تھا۔ نارمن نے کہا۔ "اب تمہیں بجلی کے جھٹکے پہنچائے جائیں گے۔ بہتر ہے اب بھی سچ اگل دو۔"

وہ خوف سے تھر تھر کانپ رہے تھے۔ بیچاروں نے کبھی مجرمانہ زندگی نہیں گزاری تھی اس لیے ظلم اور تشدد برداشت کرنے کا حوصلہ ان میں نہیں تھا۔ ڈاکٹر نیلسن نے کہا۔ "ہمیں چھوڑ دو' ہم بتا رہے ہیں۔ وہ عجیب و غریب دواؤں کے فارمولے ہیں۔"

نارمن نے کہا۔ "بولتے جاؤ۔ ابھی رسیاں کھول دی جائیں گی۔"

ڈاکٹر ایڈی نے کہا۔ "وہ فارمولے مکمل نہیں ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ان میں چھ دواؤں کے نام اصلی نہیں ہیں۔ ہم تجربات سے معلوم کرنا چاہتے تھے کہ آخر وہ کون سی چھ دوائیں ہو سکتی ہیں۔"

نارمن نے کہا۔ "آخر وہ دوا ہے کس مرض کی؟"

"وہ کسی مرض کی نہیں بلکہ انسان کو غیر معمولی طاقت ور بنانے والی دوائیں ہیں۔ انہیں استعمال کرنے سے قوتِ سماعت اتنی حساس ہو جاتی ہے کہ ہم ہزاروں میل دور کی آواز سن سکتے ہیں۔"

"ڈاکٹر! تم ناقابلِ یقین بات کہہ رہے ہو۔ کیا ایسا ممکن ہے؟"

"بے شک ممکن ہے۔ یوسف البرہان عرف پاشا ہماری دنیا میں آج موجود ہے۔ وہ ہزاروں میل کے فاصلوں سے جس کی آواز سننا چاہے' سن لیتا ہے۔ قوتِ بصارت ایسی حیرت انگیز ہے کہ گہری تاریکی میں صاف طور سے سب کچھ دیکھ لیتا ہے۔ جسمانی طور پر فولاد ہے اور دماغ ایسا توانا ہے کہ ٹیلی پیتھی کے جھٹکے بھی اس کے اندر زلزلہ پیدا نہیں کر پاتے ہیں۔"

"او گاڈ! تم دونوں نے اتنی اہم بات مجھ سے چھپائی تھی؟ تم مجھے دشمن سمجھتے ہو اس لیے میں بھی دشمنی کر رہا تھا۔ میرے دوست بن جاؤ۔ میں وعدہ کرتا ہوں کل صبح پلاسٹک سرجری کے ذریعے تمہارے چہرے بدل دوں گا۔ تمہیں ایک آزاد اور خودمختار زندگی دے کر وہ غیر معمولی دوائیں تیار کراؤں گا۔"

ڈاکٹر نیلسن نے کہا۔ "اگر تم دوست بن کر ہمیں آزادی دو گے تو ہم وہ فارمولے لا کر ضرور تمہارے لیے وہ دوائیں تیار کریں گے۔"

ان سے بہت دور انالانا اور وان لوئن ٹی وی اسکرین کے سامنے حیرانی سے یہ باتیں سن رہے تھے اور فون کے ذریعے ماسیلا کو سنا رہے تھے۔ وہ بولی۔ "یہ باتیں ناقابلِ یقین لگتی ہیں لیکن دوسروں کو ہماری یہ ٹیلی ویژن عکس کی حرکات و سکنات اسکرین سے باہر ناقابلِ یقین لگیں گی۔ ہمیں اکیسویں صدی میں داخل ہوتے ہوتے اب ہر ناممکن کو ممکن تسلیم کر لینا چاہیے۔"

وان لوئن نے کہا۔ "اور ان فارمولوں کو ضرور حاصل کرنا چاہیے۔ وہاں محتاط رہو۔ ہم ابھی ایکشن میں آئیں گے۔"

اس کوٹھی کے اندر اوڈی نارمن نے حکم دیا۔ "میرے دوستوں کی رسیاں کھول دو۔"

حکم کی تعمیل کی گئی۔ رسیاں کھول دی گئیں۔ نارمن نے ان پانچوں کو باہر جانے کا حکم دیا پھر ان کے جانے کے بعد پوچھا۔ "تم نے ان فارمولوں کو کہاں چھپایا ہے؟"

ڈاکٹر نیلسن نے کہا۔ "اس رات ہم لیبارٹری سے بھاگ کر ایک ویرانے میں پہنچے تھے' وہاں ایک چھوٹا سا گڑھا کھود کر فارمولوں کو چھپایا تھا اور اس جگہ ایک بڑا سا پتھر رکھ دیا تھا۔"

اتنا معلوم ہونے کے بعد اوڈی نارمن نے سوچا۔ "میں ابھی ان ڈاکٹروں کو وہاں لے جاؤں گا اور اپنے مسلح ماتحتوں کو بھی لے چلوں گا۔"

اس کے دماغ میں کسی نے کہا۔ "نہیں' تم تنہا ان ڈاکٹروں کے ساتھ وہاں جاؤ۔"

نارمن نے حیرت سے اور گھبراہٹ سے اپنے سر کو ہاتھوں سے تھام لیا سوچنے لگا "یہ کیسی آواز تھی؟"

پھر اسے اپنے اندر وہی آواز سنائی دی۔ کوئی کہہ رہا تھا۔ "میں ان فارمولوں کا اصل مالک ہوں۔ یہ دونوں ڈاکٹر بھی میرے مجرم ہیں۔ یہ میری لیبارٹری میں آگ لگا کر تمہاری پناہ میں آگئے اور تم میرے خلاف ان سے فائدہ اٹھانے کا جرم کر رہے ہو۔"

وہ گھبرا کر دونوں ڈاکٹروں کو دیکھتے ہوئے بولا۔ "میرے دماغ میں کوئی بول رہا ہے۔ کہتا ہے' تم دونوں اس کے لیے دوائیں تیار کر رہے تھے۔ کیا وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے؟"

ایک ڈاکٹر نے کہا۔ "ہم کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو نہیں جانتے ہیں۔"

دوسرے ڈاکٹر نے پوچھا۔ "مسٹر نارمن! تم نے اپنا سر کیوں تھام لیا ہے؟"

اوڈی نارمن اٹھ کر کھڑا ہوا پھر بیٹھ گیا۔ اس کے بعد بولا۔ "میں کھڑا ہو رہا تھا' اس نے زبردستی مجھے بٹھا دیا ہے۔ میں اپنے ماتحتوں کو بلا رہا ہوں مگر بلا نہیں پاتا ہوں۔ میں اپنے اختیار میں نہیں ہوں۔ مسٹر تم کون ہو؟ مجھے معاف کر دو۔ میں ٹیلی پیتھی کی قوت سے ٹکرانے کی حماقت نہیں کروں گا۔ تم ابھی اپنے دونوں ڈاکٹروں کو لے جاؤ۔"

ایکسرے مین نے کہا۔ "ایسے نہیں لے جاؤں گا۔ تم انہیں لے کر اپنی گاڑی میں وہاں جاؤ' جہاں وہ فارمولے چھپائے گئے ہیں۔ اگرچہ ان فارمولوں کی اصل کاپی میرے پاس ہے پھر میں بھی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

نہیں چاہتا کہ وہ چھپائے ہوئے فارمولے کسی کے ہاتھ لگ جائیں۔ چلو اٹھو اور خبردار ایک باڈی گارڈ کو بھی ساتھ نہ رکھنا۔"

وہ اٹھ کر دونوں ڈاکٹروں کے ساتھ باہر جانے لگا۔

وان لوئن نے موبائل فون پر ماملا سے کہا۔ "سسٹر! بی الرٹ۔ وہ نارمن دونوں ڈاکٹروں کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ کر اس ویرانے کی طرف جائے گا۔ اپنی کار کی ہیڈ لائٹس بجھا کر تعاقب کرو۔"

چونکہ ماملا سے فون پر مسلسل رابطہ تھا اس لیے وہ سمجھ رہی تھی کہ کوٹھی کے اندر کیا ہو رہا ہے سب سے اہم اور تشویش کی بات یہ تھی کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اوڈی نارمن کے دماغ میں آگیا تھا۔ اس سے پہلے بھی کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے اس کی ماں ٹریسا کے قاتلانہ حملے کو ناکام بنادیا تھا۔ ٹریسا اور اس کے چاروں بچے نہیں جانتے تھے کہ حملے کو ناکام بنانے میں ہمارا ہاتھ تھا۔

نارمن اپنی کار میں دونوں ڈاکٹروں کے ساتھ بیٹھ کر کوٹھی کے باہر آیا پھر ایک طرف جانے لگا۔ ماملا اپنی کار اسٹارٹ کر کے ان کے پیچھے چل پڑی۔ وان لوئن نے کہا۔ "سسٹر! ہماری ماما کو ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے آئی جی کے قتل سے باز رکھا تھا۔ تم کوشش کرنا کہ نارمن اور ڈاکٹروں کی نظروں میں نہ آسکو۔ اپنی گاڑی ان سے دور رکھنا۔"

رات کی تاریکی میں ان کی گاڑیاں آگے پیچھے دوڑتی رہیں۔ ہائی وے پر دوسری گاڑیاں بھی گزر رہی تھیں اس لیے انہیں تعاقب کا شبہ نہیں ہوا پھر وہ ایک کچے راستے پر مڑ گئے۔ ماملا نے فاصلہ بڑھا لیا۔ آگے جانے والی کار کی ٹیل لائٹس بہت دور سے بھی نظر آ رہی تھیں۔ آگے جانے والی کار ایک جگہ رک گئی۔ ماملا نے اپنی کار ایک اونچے ٹیلے کے پیچھے روک دی۔ کار سے اتر کر تیزی سے دبے قدموں چلتی ہوئی اگلی کار کے قریب پہنچی پھر گلے میں پڑے ہوئے لاکٹ کو آن کر دیا۔

ادھر اتالاتا اور وان لوئن نے ٹی وی اسکرین پر نارمن کی کار کو دیکھا۔ کار کے دوسری طرف ایک بڑا سا پتھر نظر آ رہا تھا۔ ڈاکٹر نیلسن نے کہا۔ "ہم نے وہ فارمولے اسی پتھر کے نیچے چھپائے ہیں۔"

نارمن نے کہا۔ "آؤ ہم تینوں زور لگا کر پتھر کو ہٹائیں۔"

وہ تینوں پتھر سے لگ کر زور لگاتے ہوئے اسے اس کی جگہ سے ہٹانے لگے۔

وان لوئن اپنے کیمرے کے پیچھے آگیا' مختلف لائٹس آن کرنے لگا۔ اتالاتا ایک ہاتھ میں ریوالور لے کر کیمرے کے سامنے آگئی ادھر وان لوئن نے کیمرے کا سوئچ آن کیا۔ اسے مختلف پروسس سے آپریٹ کیا تو چشم زدن میں اتالاتا کا عکس نارمن کی کار کے قریب پہنچ گیا۔

اتالاتا کا عکس یہ نہیں دیکھ سکتا تھا کہ وہاں کیا ہو رہا ہے لیکن کیمرے کے سامنے کھڑی ہوئی اتالاتا ٹی وی اسکرین پر د[illegible] تھی۔ ان تینوں نے بھاری پتھر کو ایک طرف لڑھکا دیا تھا[illegible] ایک چاقو سے زمین کو کھود رہے تھے اور گڑھے کی مٹی باہر [illegible] رہے تھے۔ انہوں نے چھپاتے وقت اسے زیادہ گہرا نہیں [illegible] اس لیے پلاسٹک کا وہ تھیلا جلد ہی برآمد ہو گیا جس کے [illegible] فارمولے محفوظ تھے۔

ڈاکٹر ایڈی نے کہا۔ "یہی ہیں وہ فارمولے۔"

اوڈی نارمن نے کہا۔ "میں انہیں ہاتھ لگانے کی [illegible] نہیں کروں گا۔ انہیں اپنے پاس رکھو اور میرے ساتھ [illegible] بیٹھو۔ وہ میری کھوپڑی میں ہے۔ وہ تمہیں جہاں پہنچانے کا[illegible] گا' وہاں پہنچا دوں گا۔"

وہ کار کی طرف پلٹ گئے پھر روح جیسی ایک مجسم [illegible] کو دیکھ کر ٹھٹک گئے۔ وہ ٹرانسپیرنٹ تھی اس کے آر پار [illegible] سکتا تھا۔ وہ بولی۔ "ہیلو ایوری باڈی! اگر میں نظر آ رہی ہوں [illegible] ریوالور بھی دکھائی دے رہا ہو گا۔"

اوڈی نارمن نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "تم کون ہو؟"

وہ بولی۔ "تمہارے دماغ میں بھوت آسکتا ہے تو آنکھ[illegible] سامنے چڑیل آسکتی ہے۔ اس بھوت سے کہو۔ اپنی ٹیلی[illegible] ہتھیار آزمائے۔"

دوسرے ہی لمحے کیمرے کے سامنے کھڑی ہوئی اتا[illegible] پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لی۔

"پہلے یہ بتاؤ' تم کیا چیز ہو۔ روح نہیں ہو سکتیں' تمہارا یہ ریوالور بھی ٹرانسپیرنٹ ہے اس سے گولی نہیں چلے گی۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی عکس نے ریوالور سے نشانہ [illegible] کے پیچھے چھپی ہوئی ماملا نے گولی چلا دی۔ نارمن اچھل کر [illegible] اپنی ایک ٹانگ پکڑ کر تکلیف سے کراہنے لگا۔ اتالاتا [illegible] "ابھی پانچ گولیاں ہیں اور تم تین ہو' اب دیر نہ کرو ورنہ [illegible] پیتھی کا بھوت اپنے دوسرے حواریوں کو ادھر بھیجے گا۔ تین [illegible] مکمل ہونے تک اس تھیلے کو یہاں پھینک کر فوراً کار میں [illegible] بھاگ جاؤ۔ ایک....."

ڈاکٹر نیلسن نے کہا۔ "پلیز ایک منٹ۔ عقل سے [illegible] ہمارے بغیر یہ فارمولے بیکار ہیں' ہمیں بھی اپنے ساتھ لے [illegible]"

"میں تم میں سے کسی کو ساتھ لے جا کر اس بھوت [illegible] نہیں لگا دوں گی۔ دو....."

"پلیز' ہم سے سمجھوتا کرو۔"

عکس نے تین کہتے ہی ٹھائیں ٹھائیں کی آواز کے [illegible] گولیاں چلائیں۔ دونوں ڈاکٹرز زخمی ہو کر گر پڑے۔ عکس [illegible] "اب وہ تھیلا ادھر نہ پھینکا تو....."

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی ایک نے اس [illegible] تھیلا پھینک دیا۔ اس نے کہا "اب زمین پر اوندھے [illegible]

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

آنکھیں بند کرلو۔ جو سر اٹھائے گا' مارا جائے گا۔"

وہ حکم کی تعمیل کرنے لگے۔ اسی دوران ماملا نے زمین پر رینگتے ہوئے اس تھیلے کو اٹھایا پھر اسی طرح رینگ کر کار سے دور ہو گئی۔ انالانا کا عکس غائب ہو گیا کیوں کہ وان لوئن نے کیمرے کو آف کر دیا تھا۔ اسکرین پر ماملا نظر آرہی تھی وہ دوڑتی ہوئی ٹیلے کے پیچھے اپنی کار میں آکر بیٹھ گئی تھی پھر اسے اسٹارٹ کر کے ڈرائیو کرتی ہوئی ہائی وے کی طرف جا رہی تھی۔

مارٹن رسل عرف ایکسرے مین دماغی طور پر حاضر ہوا پھر سر پکڑ کر سوچنے لگا۔ "یہ کیا تماشا تھا؟"

اس نے زخمی ہونے والوں کے ذریعے دور کہیں کار اسٹارٹ ہونے اور پھر اس کے جانے کی آواز سنی تھی اور دماغ یہ تسلیم نہیں کر سکتا تھا کہ روح گولیاں چلا کر زخمی بھی کرتی ہے اور کار بھی چلاتی ہے اور وہ تھیلا اٹھا کر بھی لے گئی ہو گی۔ وہ تینوں اوندھے منہ آنکھیں بند کیے زمین پر پڑے ہوئے تھے۔ اس لیے یہ دیکھا نہ جا سکا کہ وہ کس طرح تھیلا اٹھا کر لے گئی۔ اگر ایکسرے مین کسی کو سر اٹھا کر دیکھنے پر مجبور کرتا تو وہ گولی مار دیتی۔

یہ واردات کا نیا طریقہ سامنے آیا تھا۔ وہ جتنا سوچ رہا تھا' حیرانی بڑھتی جا رہی تھی۔ ایک نوخیز لڑکی روبرو آئی تھی مگر نہیں آئی تھی۔ وہ جائے واردات سے دور تھی اور واردات کر گئی تھی۔ اس نے سوچا۔ میں نے اوڈی نارمن کو اپنے ساتھ مسلح گارڈز لے جانے سے منع کیا تھا۔ اگر وہ گارڈ وہاں ہوتے تو اس ٹرانسپیرنٹ لڑکی پر گولیاں چلاتے۔ جب اس کی گولیاں زخمی کر سکتی ہیں تو گارڈز کی گولیاں بھی شاید اسے زخمی کر سکتی تھیں۔

اب یہ سوال اہم تھا کہ وہ کون ہے؟ کس تنظیم یا کس ملک سے وابستہ ہے؟ اس لڑکی کے پیچھے کس کا غیر معمولی ذہن ہے جس کی زبردست پلاننگ سے وہ فارمولے اڑا کر لے گئی ہے؟

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی' برین آدم کے پاس پہنچا۔ رات آدھی گزر چکی تھی۔ وہ سو رہا تھا ایکسرے مین نے اسے خوابیدہ رکھا مگر اس کی آنکھیں کھول دیں۔ اسے نیند کی حالت میں بستر سے اٹھایا وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا ٹیلیفون کے پاس آیا۔ ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے کے بعد رابطہ ہوا۔ وہ بولا۔ "ہیلو برادر بلیک آدم! میں بگ برادر بول رہا ہوں۔"

"میں حاضر ہوں بگ برادر!"

"تل ابیب اور جافہ کے درمیان جو چھوٹی سی پہاڑی آتی ہے اس کے دامن میں کہیں ایک کار کھڑی ہوئی ہے اس کی ہیڈ لائٹس آن ہیں۔ شاید تم اسے ہائی وے سے گزرتے ہوئے دیکھ سکو گے۔"

"یس برادر! وہ پہاڑی ہائی وے کے قریب ہے۔"

"وہاں کار کے قریب تین افراد زخمی پڑے ہیں۔ ان میں سے دو ہمارے گم شدہ ڈاکٹر ایڈی اور نیلسن ہیں۔ تیسرا دوا ساز کمپنی کا مالک اور مشہور سیاستداں اوڈی نارمن ہے۔ نارمن کو وہیں مرنے دو۔ اپنے دونوں ڈاکٹروں کو ملٹری اسپتال پہنچا دو۔ دیٹس آل۔"

برین آدم ریسیور رکھ کر اسی طرح نیند میں چلتا ہوا بستر پر لیٹ گیا پھر آنکھیں بند کر لیں پھر اس نے خواب میں دیکھا' پہاڑی کے پاس ہے۔ دونوں گم شدہ ڈاکٹر ایک شخص کے ایک بھاری پتھر ہٹا رہے ہیں۔ اس پتھر کے نیچے ایک گڑھے میں پلاسٹک کا تھیلا ہے۔ وہ تھیلا لے جانا چاہتے ہیں اسی وقت ایک ٹرانسپیرنٹ لڑکی نظر آتی ہے۔

پھر برین آدم نے خواب میں ایکسرے مین کی آواز سن رہا تھا۔ "برین آدم! تم بہت ذہین ہو۔ پیچیدہ مسائل کو سلجھا سکتے ہو۔ اس لڑکی کو دیکھو' کیا یہ روح ہے؟"

برین آدم نے کہا۔ "یہ ٹرانسپیرنٹ ہے۔ اس کے آر پار دیکھا جا رہا ہے۔ یہ روح لگتی ہے لیکن میں اسے روح نہیں مان سکتا۔"

"غور سے دیکھو۔ یہ فائر کر رہی ہے۔"

برین آدم نے دیکھا۔ اس ٹرانسپیرنٹ لڑکی نے فائرنگ کر کے ان تینوں کو زخمی کر کے پلاسٹک کے تھیلے کو اٹھا کر ایک کار میں رکھا اور اسے ڈرائیو کرتی چلی گئی۔

ایکسرے مین نے کہا۔ "اس واردات میں یہ بات قابل غور ہے کہ تینوں زخمیوں کی آنکھیں بند تھیں۔ وہ اوندھے منہ پڑے ہوئے تھے اس لیے انہوں نے اس لڑکی کو تھیلا اٹھاتے اور کار چلاتی نہیں دیکھا تھا۔ صرف کار کے اسٹارٹ ہونے اور جانے کی آوازیں سنی تھیں۔"

برین آدم نے کہا۔ "یہ سب کچھ خواب جیسا ہے۔"

"اسے خواب نہ سمجھو۔ یہ حقیقت ہے۔ برادر بلیک آدم ان دونوں ڈاکٹروں کو ملٹری اسپتال پہنچانے گیا ہے۔ تمہارے ذہن میں یہ بات رہے کہ تم نے بلیک آدم کو ایسا کرنے کا حکم دیا تھا اور یاد رہے کہ جو کچھ دیکھا' وہ خواب نہیں تھا۔ تمہارا ایک خاص جاسوس ہے' جس نے تمہیں اس واردات کی اطلاع دی ہے۔ تم اس پر یقین کرتے ہوئے یہ گتھی سلجھاؤ گے کہ وہ ٹرانسپیرنٹ لڑکی کس حکمت عملی سے وہ فارمولے لے گئی ہے؟"

برین آدم آنکھیں بند کیے لیٹا ہوا تھا پھر اس کی آنکھیں کھل گئیں وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ بستر سے اتر کر ٹیلیفون کے پاس آیا پھر صوفے پر بیٹھ کر اس نے ریسیور کو اٹھایا اور اپنے کان سے لگایا۔ اسی وقت ایکسرے مین نے اسے نیند سے بیدار کیا۔ اس کے کان میں آواز آئی۔ "سر! میں نے اس ٹرانسپیرنٹ لڑکی کے بارے میں تفصیل بتا دی ہے۔ دیٹس آل۔"

برین آدم نیند سے بیدار ہو کر نیم خوابیدہ ذہن سے یہی سمجھ رہا تھا کہ اس کے خاص جاسوس نے فون پر یہ اطلاع دی ہے۔ ایکسرے مین کا حکم تھا کہ وہ یہی سمجھے لہٰذا وہ ریسیور رکھ کر ٹرانسپیرنٹ لڑکی کے مسئلے پر غور کرنے لگا۔

اُدھر ماملا اپنی رہائش گاہ میں پہنچ گئی۔ انالانا اور وان لوئن اس کے منتظر تھے۔ ماملا نے ان کے سامنے میز پر پلاسٹک کے تھیلے کو رکھتے ہوئے کہا۔ "یہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ کی زمین ہے ان کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ آگ لینے گئے تھے' انہیں پیغمبری مل گئی۔ ہم ایک اچھے نشانہ باز کو پھانسنے نکلے تھے ہمیں یہ عجیب و غریب فارمولے مل گئے۔"

انالانا فریج سے بوتل لینے گئی۔ وان لوئن تھیلے سے وہ کاغذات نکال کر ان کا مطالعہ کرنے لگا پھر اس نے کہا "اس میں دواؤں کے لیے پیچیدہ نام ہیں۔ طبی اصطلاحات میں بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ ہماری بہن میکسی نے طبی سائنس میں کمال حاصل کیا ہے۔ وہ ان فارمولوں کو بہتر سمجھے گی۔"

میکسی گاڈ مدر ٹریسا کے ساتھ امریکا گئی ہوئی تھی۔ انالانا نے ان کو بوتل دیتے ہوئے کہا۔ "کیا خیال ہے' ان فارمولوں کی فوٹو اسٹیٹ کاپیاں میکسی کے پاس بھیج دی جائیں۔"

"یہ مناسب نہیں ہو گا۔ یہ بڑے اہم فارمولے ہیں۔ ڈاک کے ذریعے ہاتھ سے بے ہاتھ ہو سکتے ہیں۔"

"تو پھر میکسی کو بلایا جائے۔"

عکس کو دوسری جگہ منتقل کرنے کے لیے تین افراد کی ضرورت پیش آتی تھی۔ جیسا کہ ابھی ماملا' انالانا اور وان لوئن نے ایک دوسرے کے تعاون سے واردات کی تھی اسی طرح امریکا میں گاڈ مدر ٹریسا' میکسی اور ایک ہپناٹزم کا ماہر تھا' جوان کا وفادار تھا۔ وہاں بھی وہ ایسی ہی حکمت عملی سے کسی خیال خوانی کرنے والے کو پھانسنے کے ارادے سے گئے تھے۔

وان لوئن نے کہا۔ "ماملا! یہی ہو سکتا ہے کہ تم ماں کے پاس جاؤ اور میکسی کو ہمارے پاس بھیج دو۔"

"ٹھیک ہے' میں چلی جاؤں گی۔ میکسی کو ان فارمولوں کے متعلق یہ بتانا ہو گا کہ ان میں چھ دوائیں اصلی نہیں ہیں۔"

انالانا نے کہا۔ "ہاں میں نے بھی سنا ہے وہ ڈاکٹر کہہ رہا تھا کہ انہوں نے ابھی تک یہ معلوم نہیں کیا ہے کہ وہ کون سی چھ دوائیں ہیں جو ان فارمولوں میں غلط لکھی ہوئی ہیں۔"

"ہمیں اپنی بہن پر ناز ہے۔ وہ معلوم کر لے گی۔"

وہاں عیش و آرام سے رہنے کے لیے ان کے پاس کافی رقم تھی لیکن غنڈوں اور قاتلوں کو زر خرید بنائے رکھنے اور ایک خفیہ پارٹی قائم کرنے کے لیے لاکھوں ڈالرز اور پونڈز کی ضرورت تھی۔ اس مقصد کے لیے بینک میں ڈاکا ڈالنا ضروری ہو گیا تھا۔ وہ اس مسئلے پر غور کرنے لگے۔

○☆☆○

جے پرگولا بھی آگیا۔

سب ہی اسرائیل پہنچ رہے تھے پھر وہ کیسے پیچھے رہتا؟ غیر معمولی فارمولوں کی کشش سب کو کھینچ رہی تھی پھر اس کی ایک اہم خیال خوانی کرنے والی مرینا اس کے ہاتھ سے نکل کر تل ابیب میں کہیں گم ہو گئی تھی اس لیے وہ بھی چلا آیا۔

ایشیا' یورپ اور جنوبی امریکا کے جادوگروں کی ایک بین الاقوامی انجمن ہے اس انجمن کے افراد خاص تقریبات میں ایک دوسرے سے ملاقات کرتے رہتے ہیں اور اپنے کالے جادو کے تجربات پیش کرتے رہتے ہیں۔ سال میں ایک بار وہ ایک ملک کے ویران کھنڈر میں جمع ہوتے ہیں۔ وہاں شیطان کا بت بنا کر کسی ایک بچے اور ایک جوان کنواری کی قربانی دیتے ہیں اور ان کے لہو سے شیطان کو غسل کراتے ہیں۔ یہ شیطانی عمل کرنے والے کئی بار قانون کی گرفت میں آچکے ہیں۔ برازیل' برطانیہ اور شمالی افریقہ کی کئی عدالتوں میں انہیں سزائے موت دی گئی۔ کوئی پھانسی پر چڑھا' کسی کو بجلی کی کرسی پر موت ملی۔ اس کے باوجود وہ شیطانی انجمن آج بھی قائم ہے۔ وہ ہر کالے جادو والے کی حرام موت پر یہی کہتے ہیں کہ شیطان ان سے خوش ہے اور اس نے ان کی قربانی قبول کی ہے۔"

جافا میں ایک کالے جادو کی ماہر تھی جو وچ لیڈی ایلا کلانسی کے نام سے مشہور تھی۔ جے پرگولا نے پہلے اس سے رابطہ کیا تھا اور کہا تھا کہ کچھ مسائل حل کرنے کے لیے وہ تل ابیب آرہا ہے اور اپنے ساتھ چند کالا عمل کرنے والوں کو بھی لے کر آرہا ہے۔

وچ لیڈی ایلا کلانسی نے کہا۔ "بھیڑ لے کر آؤ گے تو انٹیلی جنس کی نظروں میں آجاؤ گے۔ تنہا آؤ' یہاں میرے شاگردوں کی کمی نہیں ہے۔ میں تمہارے کام آؤں گی۔"

وہ تنہا آیا تھا۔ ایلا کلانسی نے بن گورین ائرپورٹ پر اس کا استقبال کیا پھر اپنی رہائش گاہ میں لے آئی۔ اس سے بولی۔ "تیرے کیا مسائل ہیں' مجھے بتا؟"

وہ بولا۔ "ایک حسین عورت ہے۔ اس کا نام مرینا ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ میں نے اس پر عمل کر کے اسے تابعدار بنا لیا تھا پھر اسے چند اہم فارمولے حاصل کرنے کے لیے یہاں بھیجا تھا لیکن کسی دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے نے اس کے دماغ سے میرے عمل کو مٹا دیا ہے۔"

وہ مرینا اور ان فارمولوں کے متعلق اسے تفصیل سے بتانے لگا۔ وہ حیرانی سے سن رہی تھی پھر بولی۔ "وہ فارمولے تو جادو ہیں جادو' اگر وہ حاصل ہو گئے تو میں کسی کنواری لڑکی کے لہو سے شیطان کو غسل کراؤں گی۔"

"میرا بھی شیطان سے یہی وعدہ ہے' تو مرینا کو نظر انداز نہ کر۔ وہ بھی میرے لیے ضروری ہے۔"

"تیرے پاس پہلے ہی دو ٹیلی پیتھی جاننے والے غلام ہیں۔ کیا مرینا پر مرمٹا ہے؟"

"سچا عاشق نہیں ہوں۔ وہ شراب کی بھری بوتل ہے۔ جیب میں پڑی رہے گی تو پیاس بجھانے کے کام آتی رہے گی۔ ویسے تو دیکھ لینا۔ ایک ایک کو پکڑتے پکڑتے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ایک

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

فوج بنالوں گا۔"

مرینا کا حلیہ بتا؟"

"فضول ہے۔ وہ اپنا چہرہ اور رنگ ڈھنگ بدل چکی ہوگی۔"

"پھر تو جنتر منتر سے اسے قبرستان میں بلانا ہوگا لیکن آج آدھی رات تک پورا چاند رہے گا۔"

"کوئی بات نہیں۔ ہم دو راتیں انتظار کریں گے۔ پرسوں رات کے دو بجے چاند نکلے گا ہم بارہ بجے عمل کریں گے اور چاند نکلنے سے پہلے اسے اپنے پاس آنے پر مجبور کردیں گے۔"

ایلا کلانسی نے کہا۔ "شہر سے چالیس میل دور ایک ویران قبرستان ہے۔ ہم پرسوں شام کو وہاں جائیں گے۔ میرے دو چیلے وہاں کالے عمل کا تمام سامان لے آئیں گے۔"

اس روز وہ آدھی رات تک وچ لیڈی کے ساتھ تل ابیب کی سیر کرتا رہا۔ اس نے سمندر کے ساحل پر کھڑے ہوکر دور تک دیکھا پھر کہا۔" ایلا! وہ یہاں آئی تھی۔"

"کیا مرینا کی بات کررہے ہو؟"

"ہاں۔ یہیں کہیں اسے ایک اجنبی نوجوان ملا تھا۔ میرے غلام جیری نے بعد میں مرینا کے خیالات پڑھے تو معلوم ہوا کہ اس اجنبی نوجوان کا تعلق فرہاد علی تیمور سے ہے۔"

وچ لیڈی ایلا کلانسی نے ذرا فکر مندی سے کہا۔ "پرگولا! یہاں ایک طویل عرصے سے فرہاد اور اس کے بیٹوں کا بڑا چرچا ہے۔ وہ لوگ اب یہاں نہیں ہیں پھر بھی حکمران طبقہ ان سے سہا ہوا سا رہتا ہے۔"

"ابھی یہ بات ہمارے حق میں ہے کہ فرہاد اور اس کے بیٹے یہاں نہیں ہیں۔ میں مرینا کو اور ان فارمولوں کو ضرور یہاں سے لے جاؤں گا۔"

وہاں کے بینکوں میں پونڈز اور ڈالرز سے اسرائیلی کرنسی شیکل کا تبادلہ ہوتا تھا لیکن عام دکانوں میں صرف شیکل کے ذریعے ہی خریداری ہوتی تھی۔ دوسرے دن وہ ایلا کے ساتھ ایک بینک میں آیا۔ اس کے پاس ڈالرز تھے' وہ ان کے عوض اسرائیلی کرنسی حاصل کرنا چاہتا تھا۔ تب ہی وہ حیرت انگیز تماشا دکھائی دیا۔

اچانک بینک منیجر کے سامنے ایک نوجوان لڑکی کی روح نمودار ہوئی۔ منیجر نے شدید حیرانی سے دیکھا۔ جیسے نظریں دھوکا کھا رہی ہوں۔ اس نے آنکھیں کھل کھل کر دیکھا۔ وہ بولی۔ "یہ ریوالور بھرا ہوا ہے۔ خطرے کی گھنٹی کی طرف ہاتھ نہ لے جانا ورنہ گولی ماردوں گی۔"

اس کی آواز سن کر بینک کا عملہ سر گھما کر اسے بے یقینی سے دیکھ رہا تھا۔ وہ کہہ رہی تھی "یہاں جتنی رقم ہے' اسے تھیلوں میں بھر دو۔ یہاں کوئی ٹیلیفون کو ہاتھ نہ لگائے۔ بینک کے ایک اکاؤنٹنٹ نے کہا۔ "یہ اور اس کا ریوالور ٹرانسپیرنٹ ہے ایسے ریوالور سے گولی نہیں چلائی جاسکے گی۔ سر! آپ الارم بجائیں یا میں پولیس کو انفارم کرتا ہوں۔"

منیجر بزدل تھا۔ سہا ہوا تھا۔ اکاؤنٹنٹ نے ریسیور اٹھایا۔ کر... نے نشانہ لے کر اپنے ریوالور کا ٹریگر دبایا فائر کی آواز گونجی... اکاؤنٹنٹ چیخ مار کر میز پر اوندھا ہوا۔ عورتیں چیخنے لگیں... لوگ سہم کر جہاں تھے' وہیں کھڑے رہ گئے۔ وہ للکارنے کے انداز میں بولی۔ "خبردار! کوئی یہاں سے باہر نہ جائے۔ ورنہ......"

بھاگنے والے سہم کر رک گئے تھے۔ ایک شخص بھاگ رہا... گولی چلتے ہی وہ اچھل کر فرش پر گر پڑا۔ وچ لیڈی اور ... حیرانی سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہے تھے اور سوچ رہے تھے "یہ کیسا جادو ہے؟ روح فائرنگ کرتی ہے اور سچ مچ زخمی کرتی ہے۔ دنیا کے تمام جادوگروں سے ہماری واقفیت ہے۔ یہ کون جادوگر پیدا ہوگیا ہے؟ ایسا جادو ہم نے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔"

عادل بھی ایک چیک کیش کرانے آیا تھا۔ وہ منیجر کی میز کی دوسری طرف بیٹھا ہوا تھا اور یک ٹک انالانا کو دیکھ رہا تھا۔ ... حیران تھا نہ ہی خوفزدہ۔ اس کے دیکھنے کا انداز ایسا تھا جیسے ... ہوگیا ہو۔ وہ بدنیت اور عاشق مزاج نہیں تھا۔ وہ حسین نوخیز... اس کی نگاہوں کو کھینچ رہی تھی۔ دل کو بڑے پیار سے دھڑکا رہی تھی اور حواس پر چھا رہی تھی۔

اُدھر کیمرے کے سامنے کھڑی ہوئی انالانا ہاتھ میں ریوالور... ٹی وی اسکرین پر بینک میں موجود تمام افراد کو دیکھ رہی تھی... ہی وقت عادل سے نظریں چار ہوئیں۔ وہ گرے کلر کے سوٹ... نکٹائی میں بہت ہی اسمارٹ اور خوبرو لگ رہا تھا۔ چند ساعتوں کے لیے انالانا بھی اسے دیکھتی رہ گئی۔

یہ طلسم زیادہ دیر قائم نہ رہ سکا۔ اس کے بھائی وان لوئن نے ساؤنڈ ٹریک کو آف کرکے سختی سے کہا۔ "انا! کیا کررہی ہو... رقم حاصل کرکے بینک سے نکلو۔"

وہ بھائی کی آواز پر چونک گئی۔ بھائی نے ساؤنڈ ٹریک کو آن کیا۔ وہ اسکرین پر منیجر کو دیکھ کر بولی۔ "چلو اٹھو۔ ایک لمحہ ضائع کروگے تو جان سے جاؤ گے۔ کم آن' تھیلوں میں رقم ڈالو..."

منیجر اپنی جگہ سے اٹھ کر آہنی سیف کو کھول کر نوٹوں کی ... نکال کر تھیلوں میں بھرنے لگا۔ وچ لیڈی نے پرگولا سے سرگوشی میں پوچھا۔ "کیا ہماری بین الاقوامی انجمن میں ایسا کوئی ساحر ہے... لڑکی سے کام لے رہا ہو۔"

وہ بولا۔ "میں یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ یہ روح رقموں سے ... ہوئے تھیلے اٹھا کر کیسے لے جائے گی؟"

اُدھر وان لوئن کیمرے کو آن رکھ کر ایک ریوالور... کیمرے کے سامنے آگیا اور انالانا سے بہت دور رہا۔ اس ... بینک کے دروازے پر دکھائی دیا۔ اس نے للکارتے ہوئے ... "خبردار! جب تک میں دروازے پر ہوں تب تک کوئی ... جائے۔ یہاں سے صرف ایک شخص وہ تھیلے اٹھا کر لے جائے..."

بینک میں موجود افراد اب دوسری روح کو بھی دیکھ رہے تھے۔ انالانا نے ریوالور کا رخ عادل کی طرف کیا۔ اسے نشانے پر رکھ کر کہا۔ "کیا تمہارے پاس اپنی ذاتی کار ہے؟"

وہ بولا۔ "میں تمہیں اپنی کار تو کیا اپنی جان بھی دے سکتا ہوں۔"

وہ بولی۔ "فضول باتوں سے پرہیز کرو اور یہ تھیلے اٹھا کر اپنی کار میں رکھو۔ ہری اپ۔ موو فاسٹ۔"

وہ تین بھرے ہوئے تھیلوں کے پاس گیا پھر انہیں اٹھاتے ہوئے بولا۔ "مجھے بزدل نہ سمجھنا' میں تمہارے ساتھ جانے اور تمہارے قریب رہنے کے لیے سر تسلیم خم کررہا ہوں۔"

وہ تھیلے اٹھا کر بینک سے باہر جانے لگا۔ گلے میں لاکٹ پہنے ہوئے ماسیلا بیرونی دروازے پر آگئی تاکہ اسکرین پر دروازے کے پاس وان لوئن اور باہر کار کے پاس انالانا نظر آتی رہے۔ عادل وہ تھیلے اپنی کار کی پچھلی سیٹ پر رکھ رہا تھا۔

فائرنگ کی آواز بینک کے باہر گئی تھی۔ سامنے سڑک پر ٹریفک جام ہوگیا تھا۔ لوگ خوف کے باعث اندر نہیں جارہے تھے اور اندر والے باہر نہیں آرہے تھے۔ باہر والوں نے جب دو روحوں کو دیکھا تو سہم کر دور ہوگئے۔ ان بھائی بہن نے ہوائی فائرنگ کی تو بھگدڑ مچ گئی۔ ماسیلا نے اس بھگدڑ میں کار کے قریب آکر ڈیش بورڈ کے اوپر ایک منی کیمرا اور مائیک کو رکھ دیا۔ پھر وان لوئن کے روبرو آگئی۔

اس طرح ایک کیمرے سے انالانا اور عادل کار کے قریب اسکرین پر دکھائی دے رہے تھے اور ماسیلا کے کیمرے سے وان لوئن دروازے پر نظر آرہا تھا۔ ایسے ہی وقت پولیس کی گاڑی آگئی۔ وان لوئن نے پولیس والوں کو نشانے پر رکھتے ہوئے کہا۔ "اسٹاپ ڈونٹ موو۔ کوئی اس کار کا پیچھا نہیں کرے گا۔"

انالانا نے عادل سے کہا۔ "فوراً گاڑی چلاؤ۔"

وہ بولا۔ "پہلے تم بھی آکر بیٹھو۔"

ادھر کیمرے کے سامنے انالانا نے اسکرین پر عادل کو گھور کر دیکھا۔ بحث کا وقت نہیں تھا۔ وہ اسکرین پر دیکھتی ہوئی فاصلے کا اندازہ کرتے ہوئے دائیں طرف ایک قدم بڑھی تو اسکرین پر کار کے اندر نظر آئی۔ وہ ایک سیاہ کرسی پر بیٹھ گئی۔ عادل اسے اپنے پاس بیٹھے دیکھ کر مسکرایا پھر اس نے کار اسٹارٹ کرکے گاڑی آگے بڑھادی۔

ادھر پولیس والے حیرانی سے وان لوئن کو ایک روح سمجھ کر دیکھ رہے تھے۔ افسر نے کہا۔ "تم کون ہو؟"

"تمہارے راستے کا پتھر ہوں۔ آگے نہیں جاسکو گے یہ دیکھو تمہاری گاڑی کا پہیہ بیکار ہورہا ہے۔"

ماسیلا ایک دیوار کی آڑ میں تھی جیسے ہی وان لوئن نے گاڑی کے پہیے کا نشانہ لیا' اس نے گولی چلادی۔ گاڑی کا پہیہ زوردار آواز سے برسٹ ہوگیا۔

پولیس والوں نے پہلے وان لوئن کے پیر میں گولی ماری جب اس کا کچھ نہ بگڑا تو انہوں نے اندھادھند فائرنگ شروع کردی۔ وہ اس کے جسم کو چھلنی کردینا چاہتے تھے لیکن وہ تمام گولیاں جسم کے آر پار جارہی تھیں۔ کسی دیوار پر لگ رہی تھیں' کسی کار کے شیشے توڑ رہی تھیں۔ وہ ثابت و سالم کھڑا ہوا تھا پھر اس نے اپنا ریوالور پھینک دیا۔ تمام سپاہی دوڑتے ہوئے اس کے قریب آئے اسے چاروں طرف سے گھیر لیا پھر اسے پکڑنے کی احمقانہ کوششوں میں ایک دوسرے کو پکڑتے رہے۔

پھر وان لوئن کیمرے کے سامنے سے ہٹ گیا اس کے ساتھ ہی لوگوں کے درمیان سے غائب ہوگیا۔ سپاہیوں کے علاوہ دوسرے لوگ بھی اِدھر اُدھر نظریں دوڑانے لگے کہ شاید وہ دوسری جگہ نظر آجائے لیکن وہ بینک کی لوٹی ہوئی دولت کے ساتھ غائب ہوگیا تھا۔

بینک کی دولت کار کی پچھلی سیٹ پر تین بڑے تھیلوں میں بھری ہوئی۔ اسٹیئرنگ پر عادل بیٹھا ہوا ڈرائیو کررہا تھا اور کن انکھیوں سے پاس بیٹھی ہوئی انالانا کو دیکھتا جارہا تھا پھر اس نے پوچھا۔ "کیا تم اسی طرح پیدا ہوئی ہو' جیسی نظر آرہی ہو؟"

وہ بولی۔ "کام کی باتیں کرو۔ بہت سے لوگوں نے اس کار کے نمبر نوٹ کیے ہوں گے۔ کسی ویران گلی میں پہنچ کر اس کار کو چھوڑو اور تینوں تھیلے لے کر کسی دوسری گاڑی میں چلو۔"

"ہم کہاں چلیں گے؟ آہ! میں جتنا ایماندار ہوں' دل اتنا ہی بے ایمان ہوگیا ہے۔ ایک ڈاکو حسینہ پر مرمٹا ہے۔"

"مجھ سے عشق و محبت کی باتیں نہ کرو۔ ورنہ گولی ماردوں گی۔"

اس نے کار ایک سڑک کے کنارے روک دی پھر کہا۔ "مارو گولی۔ تم مجھے جینے سے روک سکتی ہو۔ محبت سے نہیں روک سکتیں۔"

انالانا نے دل میں تسلیم کیا کہ نوجوان ضدی ہے۔ اس پر عاشق ہوکر اس کا ساتھ دے رہا ہے۔ اگر وہ جواباً محبت سے پیش نہیں آئے گی تو وہ کار آگے نہیں بڑھائے گا۔

کیمرے کے سامنے انالانا نے پریشان ہوکر بھائی کو دیکھا۔ بھائی وان لوئن نے ساؤنڈ ٹریک کو آف کرکے کہا۔ "تم ماسیلا کو بینک کے سامنے چھوڑ آئی ہو۔ اس اجنبی نوجوان کو گولی مارنے کی دھمکی دوگی تو تمہارے پیچھے ہم میں سے کوئی گولی چلانے والا وہاں نہیں ہے۔ اسے محبت سے اُلّو بنا کر سب سے پہلے گاڑی تبدیل کرو۔ میں ابھی فون کے ذریعے ماسیلا سے کہتا ہوں کہ وہ تمہارے پاس آئے گی۔"

پھر اس نے ساؤنڈ ٹریک کو آن کردیا۔ عادل کو پتا نہیں تھا کہ ذرا دیر کے لیے ساؤنڈ کو آف کردیا گیا تھا' وہ بولا۔ "خاموش کیوں ہو؟ مجھے گولی ماردو یا محبت سے پیش آؤ۔"

وہ مسکرا کر بولی۔ "تم سچے عاشق ہو۔ موت سے نہیں ڈرتے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہو۔ سچ پوچھو تو میں بھی تم پر مرمٹی ہوں بلیز کسی ویران گلی میں چلو۔"

وہ کار آگے بڑھاتے ہوئے بولا۔ "سمجھ گیا' تم روح ہو۔ کسی ویرانے میں محبت کرنا چاہتی ہو۔"

"محبت کے ساتھ ڈکیتی کی رقم کو یاد رکھو۔ اسے فوراً کہیں چھپانا ہے۔ ورنہ تم گرفتار ہو جاؤ گے۔ مجھے تو کوئی پکڑ نہیں سکے گا۔"

"تمہیں کیوں نہیں پکڑ سکے گا؟"

"روح کسی کے ہاتھ نہیں آتی ہے۔ یقین نہ ہو تو مجھے پکڑ کر دیکھو۔"

وہ سرد آہ بھر کر بولا۔ "تمہارے حسین بدن کو چھونے کی شدید خواہش ہوتی ہے مگر یہ گناہ ہے۔ تم میرے لیے نامحرم ہو' تمہیں شادی کے بعد پکڑوں گا۔"

"اوہ گاڈ! میں بھی تمہاری بکواس میں الجھ جاتی ہوں۔ فار گاڈ سیک' اس کار کو جلدی چھوڑو اور دوسری پکڑو۔"

"دیکھو کوئی غلطی ہوئی تو میں پکڑا جاؤں گا' تمہارا کچھ نہیں بگڑے گا۔ اس لیے میں گاڑی بدلنے کی حماقت نہیں کروں گا۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا؟"

"مطلب یہ کہ یہ مشہور بینک کے مخصوص تھیلے ہیں۔ میں یہ کار چھوڑ کر تھیلے اٹھا کر دوسری گاڑی کی تلاش میں کہیں بھٹکوں گا تو یہ تھیلے پہچان لیے جائیں گے۔ اس میں بے شمار نوٹوں کی گڈیاں ہیں اگر تھیلے پھینک دوں گا تو کھلی گڈیاں کیسے لے جاؤں گا۔"

"تم درست کہتے ہو لیکن یہ تم کہاں جا رہے ہو؟"

"ادھر' شہر سے باہر جانے والے راستے پر ایک قبرستان ہے۔ بڑی ویران جگہ ہے یہ دولت وہاں چھپائی جا سکتی ہے۔"

"ٹھیک ہے اسی طرف چلو۔ ہم اس دولت کو کسی ٹوٹی ہوئی قبر میں چھپا دیں گے۔"

"تم شہر میں روح بن کر آئی ہو۔ کیا قبرستان میں زندہ ہو سکتی ہو؟ میں تمہیں ٹرانسپیرنٹ نہیں دیکھنا چاہتا۔ ایک بار پورے گوشت پوست کے ساتھ سامنے آجاؤ۔"

"اس دولت کو کامیابی سے چھپاؤ گے اور یہ مجھے مل جائے گی تو تم سے ضرور ملاقات کروں گی۔"

"میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ ٹالنے کے انداز میں بولی "ٹھیک ہے شادی بھی کر لینا۔"

"لیکن رشتہ مانگنے کہاں آؤں۔ اپنے گھر کا پتا بتاؤ۔"

"میں کہہ چکی ہوں' دولت ملتے ہی تمہارے پاس آ جاؤں گی۔"

"تم بینک سے مجھے ریوالور دکھا کر لائی ہو' اب یہ ریوالور خالی ہو گیا ہے۔ اس لیے محبت جتا رہی ہو۔"

وہ ریوالور کا چیمبر باہر نکال کر دکھاتے ہوئے بولی۔ "یہ دیکھو اس میں گولیاں ہیں۔"

"کھانے کی ہیں۔ کھا کر مرنے کی نہیں ہیں۔ تم شادی کی بات کرو۔"

"میں کہہ چکی ہوں۔ شادی ہو جائے گی۔"

"مجھے کوئی ضمانت دو تاکہ اعتبار رہے۔"

"کیسی ضمانت چاہتے ہو؟"

"ایسا کرتا ہوں کہ یہ تینوں تھیلے ابھی اپنے پاس رکھتا ہوں۔ شادی کی رات گھونگھٹ اٹھا کر منہ دکھائی میں دولت تمہیں دوں گا۔"

"فضول باتیں نہ کرو۔ کیا تمہاری نیت بدل رہی ہے؟"

"تمہاری نیت دولت پر' میری نیت تم پر' بات اسی طرح بنے گی۔ مجھے تم ملو گی' تمہیں دولت ملے گی۔ اب جاؤ۔"

"نہیں جاؤں گی۔ تمہارا پیچھا نہیں چھوڑوں گی۔"

"اللہ تمہاری زبان مبارک کرے۔ یہ جو ڈیش بورڈ پر دو چھوٹے آلے رکھے ہوئے ہیں' میں انہیں آف کر دوں تو کیا ہو گا؟"

اُدھر کیمرے کے پیچھے کھڑا ہوا وان لوئن پریشان ہو گیا۔ اس کار کے ڈیش بورڈ پر ماسیلا نے منی کیمرا اور مائیکروفون رکھا تھا۔ وہ بند ہو جائے تو ادھر ٹی وی اسکرین پر عادل اور اس کے پیچھے رکھی ہوئی دولت نظر نہ آتی وہ یہ دیکھ نہیں سکتے تھے کہ عادل اتنی دولت لے کر کہاں گیا ہے۔

انالانا نے کہا۔ "پلیز' ان آلات کو ہاتھ نہ لگانا۔ گاڑی یہیں روک دو۔ میرے ماں باپ ابھی آئیں گے اور ہماری شادی کی تاریخ طے کر دیں گے۔"

"سوری۔ اس ویرانے میں شریف زادیوں کے رشتے طے نہیں ہوتے پھر شادی کی ایسی جلدی کیا ہے۔ پہلے ہم ایک دوسرے سے چھپیں گے پھر ملیں گے پھر چھپیں گے پھر ملیں گے۔ محبت کی آنکھ مچولی کھیلتے کھیلتے ایک دن شادی کر لیں گے۔ میں آج شام سمندر کے ساحل پر ملوں گا۔"

اس نے منی کیمرا اور مائک کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ انالانا نے ہاتھ بڑھا کر اس کا ہاتھ پکڑنا اور روکنا چاہتی تھی۔ وہ ہنستے ہوئے بولا "تم بدحواسی میں بھول رہی ہو کہ روح کسی زندہ شخص کا ہاتھ نہیں پکڑ سکتی۔ یوں بھی میں تمہارے لیے نامحرم ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس نے پہلے مائک کو پھر کیمرے کو آف کر دیا۔ ٹی وی اسکرین بجھ گیا۔ اب عادل' اس کی کار اور نوٹوں سے بھرے ہوئے تھیلے نظر نہیں آ رہے تھے۔ وان لوئن نے فوراً موبائل فون پر ماسیلا سے رابطہ کیا پھر کہا۔ "وہ اجنبی جو بینک لے جا رہا تھا' اس نے دھوکا دیا ہے۔ وہ کمبخت ہمارے واردات کو سمجھ رہا تھا۔ اس نے ڈیش بورڈ پر رکھے ہوئے آلات آف کر دیا ہے۔ ہماری نظروں سے اوجھل ہو گیا ہے۔ قبرستان والے راستے پر چلتی رہو' شاید اس کی کار نظر آجائے۔"

وہ بولی "برادر! تم بولتے ہی جا رہے ہو' پہلے میری تو سن لو۔ میری کار میں کوئی خرابی پیدا ہو گئی ہے۔ میں اسے کسی میکینک کے حوالے کر کے واپس آ رہی ہوں۔"

وان لوئن نے فون بند کر کے انالانا کو دیکھا پھر ناگواری سے پوچھا۔ "یہ تم نے کس چالاک شخص کو پکڑ لیا تھا۔ تم نے کیا سوچ کر تھیلے لے جانے کے لیے اس کا انتخاب کیا تھا؟"

وہ بولی۔ "کسی کا انتخاب کرنا ہی تھا۔ اس کے چہرے پر مکاری نہیں لکھی ہوئی تھی۔ اگر میں دھوکا کھا رہی تھی تو تم نے مجھے کیوں نہیں ٹوکا۔ مجھے گائیڈ کرتے تو میں کسی دوسرے کا انتخاب کرتی۔"

وہ نرمی سے بولا۔ "میری پیاری بہن! تم سے غلطی نہیں ہوئی بے شک اس اجنبی جوان کو میں نے بھی اسکرین پر دیکھا تھا۔ وہ بہت معصوم سا دکھائی دے رہا تھا۔ ہم دھوکا کھا گئے۔"

انالانا ٹی وی کے سادے اسکرین کو تک رہی تھی جیسے عادل کو دیکھ رہی ہو۔ وہ نوجوان اسے اچھا لگ رہا تھا مگر اب برا لگنے لگا تھا پتا نہیں کتنے لاکھ پونڈز اور ڈالرز لے گیا تھا۔ وہ اسکرین کو پہلے تک رہی تھی' اب گھور کر دیکھنے لگی۔

تھوڑی دیر بعد ماسیلا آگئی اس نے وان لوئن سے کہا۔ "میں پہلے ہی سمجھا رہی تھی کہ اس معاملے میں کسی فلسطینی مجاہد سے کام لیا جائے لیکن تم نے میرے مشورے کی مخالفت کی۔"

وہ بولا۔ "سسٹر! سمجھنے کی کوشش کرو۔ ہم اس معاملے میں کسی کو رازدار بناتے تو وہ عکس کو یہاں سے بینک تک منتقل کرنے کی تکنیک کو سمجھ لیتا' بعد میں اپنے مسلمان مجاہدین کو یہ راز بتاتا پھرتا۔"

انالانا نے کہا۔ "اور اگر بینک سے ہی کسی شخص کو آلۂ کار بنایا جاتا تو وہ بھی عکس کو روح سمجھ کر میرے احکامات کی تعمیل کرتا رہتا۔ یہ تو ہماری بدقسمتی ہے کہ جسے میں نے آلۂ کار بنایا' وہ ان آلات کو سمجھتا تھا' جنہیں تم نے ڈیش بورڈ پر رکھا تھا۔"

ماسیلا چھوٹی بہن کی باتیں سن رہی تھی اور اسے غور سے دیکھ رہی تھی وہ بولی۔ "تو بے حد حسین ہے۔ ہم تیرا عکس اسی لیے دوسری جگہ منتقل کرتے ہیں کہ لوگ ایک حسین روح کو دیکھ کر متاثر ہوں اور وہ اجنبی تجھے دیکھتے ہی دیوانہ ہو گیا تھا۔"

وان لوئن نے کہا۔ "ہاں یاد آیا۔ میری بہن! تم بھی اسے دیکھ کر جیسے سحرزدہ ہو گئی تھیں۔ میں نے ساؤنڈ ٹریک بند کر کے تمہیں اپنے کام کی طرف توجہ دلائی تھی۔"

انالانا پھر بے اختیار ٹی وی اسکرین کو دیکھنے لگی۔ وہاں کچھ نہیں تھا اس کے باوجود وہ دکھائی دے رہا تھا۔ ماسیلا نے کہا۔ "تیری آنکھیں' تیری صورت بتا رہی ہے کہ وہ تجھے اچھا لگ رہا ہے۔ ہم بھائی بہن ایک دوسرے سے کوئی بات نہیں چھپاتے ہیں۔ دل میں کچھ ہے تو بولو؟"

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی۔ "وہ خوبرو اور اسمارٹ ہے۔ مجھے

زندگی کے نشیب و فراز
گناہ و ثواب
اندھیروں اور اجالوں
وقت اور حالات کے بطن میں جنم لینے والی ایک
بصیرت افروز کہانی۔
غلام روحیں
میاں شاہد علی کی داستانِ حیات۔ سب رنگ ڈائجسٹ میں شائع ہونے والی سلسلہ وار کہانی جو پہلی بار کتابی شکل میں منظرِ عام پر آئی ہے
ایک مجبور اور بے بس شخص کی الم انگیز کہانی۔ اس نے جرم و گناہ کے راستوں کو اپنانے سے انکار کیا تو مجرم بنا کر اسے جیل کی آہنی سلاخوں کے پیچھے پھینک دیا گیا۔ قسمت نے اُسے گھر بار اور والدین کے سائے سے محروم کر دیا۔!!
وہ جیل سے رہا ہو کر باہر آیا تو اُس کا سینہ فگار تھا۔ انتقام کے شعلے اُس کے وجود کو جھلسا رہے تھے۔ لیکن ۔۔۔ ایک دوست نے اس کی رہنمائی ایک مردِ کامل کے آستانے تک کر دی۔!!
وہ عشقِ حقیقی میں ڈوب گیا۔ اس نے اپنی آنکھیں بند کیں تو قلب روشن ہو گیا۔ لیکن ایک اچانک حادثے نے ماضی کے زخموں کو کرید کر پھر ہرا کر دیا تو اس نے تڑپ کر آنکھیں کھول لیں۔!!
تاریک راہوں کی گھٹن سے اُبھرنے والی ایک خوبصورت اور عبرت انگیز داستان۔
قیمت: ۱۵۰ روپے
ملنے کا پتہ
کتابیات پبلیکیشنز پوسٹ بکس نمبر ۲۳ کراچی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اچھا لگ رہا تھا لیکن اس نے میری محنت پر پانی پھیر دیا تو غصہ آنے لگا۔ وہ لاکھوں پونڈز اور ڈالرز لے گیا ہے۔ ایسے میں گیا خاک اچھا لگے گا؟"

وان لوئن نے کہا۔ "میں اس اجنبی جوان کی یہ کمزوری اچھی طرح سمجھ گیا ہوں کہ وہ تم پر مرمٹا ہے۔ اس نے آخری بار کہا تھا کہ وہ آج شام کو سمندر کے ساحل پر ملے گا۔"

پامیلا نے کہا "لاکھوں پونڈ اور ڈالر لے جانے والا اتنا بیوقوف نہیں ہوگا کہ گرفتار ہونے وہاں آجائے۔ بینک کے اندر اور باہر بے شمار افراد نے اسے رقم لے جاتے دیکھا ہے۔"

وان لوئن بولا "اگر وہ ہمیں ٹریپ کرنا چاہتا ہے یا واقعی انالانا کی محبت میں گرفتار ہو گیا ہے تو بھیس بدل کر آئے گا۔ مجھے اور انالانا کو بھی اپنے چہرے پر کچھ تبدیلیاں لانی ہوں گی۔ ہم بھی لوگوں کی نظروں میں آ گئے ہیں۔

"یعنی آج شام کو ہم ساحل پر جائیں گے؟"

"بے شک جائیں گے اور وہ جس بھیس میں رہے گا' اسے پہچاننے کی کوشش کریں گے۔ اگر وہ ہماری گرفت میں آئے گا تو اس سے اگلوائیں گے کہ اس نے ڈکیتی کی رقم کہاں چھپائی ہے۔"

انالانا کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے کیا ہو گیا ہے۔ وہ بے اختیار ٹی وی اسکرین کی طرف دیکھنے لگتی تھی اور وہ تھا کہ سادہ... اسکرین پر بھی مسکراتا ہوا سا لگتا تھا۔

○☆☆○

عادل نے منی کیمرے اور مائیک کو آف کر کے انالانا کا طلسم توڑ دیا پھر اس نے مسکرا کر پوچھا۔ "کیوں بھابی جان! کیسی رہی؟"

"ہاں دیور جان! خوب رہی۔"

"اب حکم کریں' آگے کیا کرنا ہے؟"

"یہ ڈکیتی کی رقم ہے' جو تمہارے لیے حرام ہے۔"

"یہ یہودیوں کا مال ہے' فلسطینی مجاہدین کے کام آنا چاہیے۔"

"یہ نہ بھولو کہ تم یہاں ایک یہودی ہیری رابن ہو۔ بہت بڑی شوز فیکٹری کے مالک ہو۔ تمہاری کار کے نمبر نوٹ کر لیے گئے ہوں گے اور سیکڑوں آنکھوں نے تمہاری صورت پہچانی ہو گی۔"

"ہاں۔ میں نے اس پہلو سے نہیں سوچا تھا۔"

"آئندہ ہر پہلو پر نظر رکھا کرو۔ یہاں کے آئی جی کے پاس جاؤ اور یہ مال اس کے حوالے کرو۔"

اس نے کار شہر کی طرف موڑ لی۔ لیلیٰ نے کہا۔ "جیسے ہی تم آئی جی سے رابطہ کرو گے' میں تمہارے دماغ سے چلی جاؤں گی۔"

"اچھا پھر کب آئیں گی؟"

"پہلے اس بات پر غور کرو کہ آئی جی سے ملاقات کرنے اور بینک ڈکیتی کی رقم واپس کرتے وقت مجھے راہنمائی کے لیے تمہارے پاس رہنا چاہیے لیکن میں تمہیں چھوڑ کر جاؤں گی۔ سوچ کر بتاؤ اس میں کیا مصلحت ہے؟"

وہ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر بولا۔ "آپ نے بتایا تھا یہودیوں کی ایک خفیہ تنظیم ہے اور اس تنظیم میں خیال خوانی کرنے والے بھی ہیں۔"

"ہاں۔ صحیح لائن پر سوچ رہے ہو۔"

"آئی جی سے رابطہ ہو جانے کے بعد یہ اطلاع اعلیٰ حکام اور یہودی تنظیم تک پہنچے گی کہ ایک جوان ایمانداری سے ڈکیتی کی رقم واپس کرنے آیا ہے۔ کوئی خیال خوانی کرنے والا یہ معلوم کرنا چاہے گا کہ اس عکس والی حسینہ سے میرا کیا تعلق ہے۔ اگر آپ میرے دماغ میں موجود رہیں گی تو میں چپ چاپ آنے والے کی لہروں کو محسوس نہیں کر سکوں گا۔ آپ نہیں رہیں گی تو اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لوں گا۔"

"شاباش۔ اسی طرح ذہانت سے ہر پہلو پر نظر رکھتے ہوئے آگے بڑھتے رہو۔"

اس نے ایک ٹیلیفون بوتھ کے قریب کار روکی پھر فون کے ذریعے پہلے انکوائری سے آئی جی کا فون نمبر معلوم کیا اس کے بعد آئی جی سے رابطہ قائم کرتے ہوئے کہا۔ "میں قانون کا احترام کرنے والا شہری ہوں۔ ایک گھنٹا پہلے بینک سے جو رقم لوٹی گئی ہے اسے واپس لا رہا ہوں۔"

آئی جی نے پوچھا۔ "تم کہاں ہو؟ اگر واقعی رقم لا رہے ہو تو میں سیکورٹی گارڈز بھیجوں گا۔"

وہ کار کا نمبر بتانے کے بعد رابطہ ختم کر کے پھر کار میں آ گیا اپنے ڈرائیو کرتے ہوئے ایک راستے سے دوسرے راستے پر پہنچا تو مسلح سپاہیوں کی گاڑیاں اس کے آگے پیچھے چلنے لگیں۔ کسی نے اسے روکا نہیں۔ وہ پولیس ہیڈکوارٹر کے دفتر میں پہنچ کر خود ہی رک گیا۔

لیلیٰ اس کے دماغ سے نکل کر آئی جی کی کھوپڑی میں جگہ بنا چکی تھی۔ آئی جی نے عادل کے وہاں پہنچنے تک ملٹری انٹیلی جنس کو اطلاع دی تھی کہ ایک شخص بینک کی لوٹی ہوئی رقم واپس لا رہا ہے۔ انٹیلی جنس کے چیف نے پرائیویٹ آئی نمبر ڈائل کیا۔ یہ نمبر برین آدم کا تھا۔ وہاں کے حکام اور فوجی افسران برین آدم کو ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ کی حیثیت سے جانتے تھے۔ یہودی خفیہ تنظیم کے سرغنہ کی حیثیت سے کوئی نہیں جانتا تھا۔

برین آدم کے دماغ میں آنے جانے والے ایکسرے مین کو تشویش تھی کہ ایک روح بن کر آنے والی لڑکی' جو غیر معمولی فارمولے ڈاکٹروں سے چھین کر لے گئی تھی' وہ کون ہے؟ اور اس کے پیچھے کس کا دماغ کام کر رہا ہے؟

برین آدم اس مسئلے پر غور کرتا رہا پھر ایکسرے مین نے اس کے خیالات پڑھے جن سے پتا چلا کہ یہ ٹی وی کیمرے کا عکس ہے جسے ایک خاص تکنیک کے ذریعے اسکرین سے باہر لا کر اپنی مطلوبہ جگہ پہنچایا جاتا ہے۔ اس عکس کے علاوہ کوئی فرد کہیں چھپا رہتا ہے۔ اسی فرد نے اوڈی نارمن اور دو ڈاکٹروں کو فائرنگ کر کے زخمی کیا تھا اور وہ فارمولوں کا پلاسٹک بیگ اٹھا کر لے گیا تھا۔

اطلاع ملتے ہی برین آدم آئی جی کے پاس آیا۔ وہاں عادل موجود تھا اس نے عادل سے مصافحہ کر کے اس کی دیانت داری کی تعریف کی۔ یہ عادل سے اس کے دوسرے بھائی کی ملاقات تھی۔ برین آدم یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اسی جوان نے سمندر کے ساحل پر اس کے جڑواں بھائی کو اعصابی کمزوریوں میں مبتلا کیا تھا اور نتیجے میں یہ برین آدم بھی بیمار پڑ گیا تھا۔

لیکن عادل نے اسے دیکھتے ہی پہچان لیا۔ اگرچہ سمندر کے ساحل پر اور کار کے اندر روشنی کافی نہیں تھی لیکن اس کے جڑواں بھائی کے بے ہوش ہونے کے بعد اس نے کار کی اندرونی لائٹ آن کر کے اسے اچھی طرح دیکھا تھا۔ دونوں بھائی ہم شکل تھے اس لیے اسے وہی بے ہوش ہونے والا سمجھ رہا تھا۔

آئی جی نے برین آدم سے کہا۔ "مسٹر آدم! اس جوان کا نام ہیری رابن ہے۔ مشہور شوز فیکٹری کا مالک ہے۔ یہ منی کیمرا اور مائیک آپ کی دلچسپی کا باعث ہو گا۔"

برین آدم ان آلات کو دیکھنے لگا۔ عادل نے کہا۔ "میں اوتاوا میں سائنس کا طالب علم رہ چکا ہوں۔ ان ڈاکا ڈالنے والوں سے یہ بڑی غلطی ہوئی کہ انہوں نے ان آلات کو کار کے ڈیش بورڈ پر رکھا اور وہ ایسا کرنے پر مجبور بھی تھے۔ وہ ان کے ذریعے کہیں بیٹھے ہوئے مجھے ٹی وی اسکرین پر دیکھ رہے تھے اور معلوم کرنا چاہتے تھے کہ ان تین تھیلوں کو کہاں پہنچانے والا ہوں۔"

برین آدم نے پوچھا۔ "پھر تو کوئی عکس بھی تمہارے ساتھ رہا ہو گا؟"

"جی ہاں وہی نوخیز حسینہ میرے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی یقیناً وہ حسینہ ٹی وی کیمرے کے سامنے بیٹھی ہو گی اور ادھر سے اسکرین پر خود کو میرے ساتھ دیکھ رہی ہو گی۔"

"وہ تم سے کچھ کہہ رہی تھی؟"

"جی ہاں۔ اس نے کہا کہ وہ تینوں تھیلے میں ایک ٹوٹی ہوئی قبر میں چھپا دوں۔ میں ایسا کر سکتا تھا پھر پولیس کو انفارم کر سکتا تھا لیکن اس سے پہلے اس حسینہ کا کوئی ساتھی ان تھیلوں کو لے جاتا۔ اس لیے میں نے اس کیمرے اور مائیک کو آف کر دیا۔"

"اس حسینہ کا ردِ عمل کیا تھا؟"

"وہ ہاتھ بڑھا کر میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے ایسا کرنے سے روکنا چاہتی تھی۔ بیچاری بھول گئی تھی کہ روحیں انسان کو نہیں پکڑ پاتی ہیں۔ اگر وہ کوئی چیز پکڑ سکتی تو تینوں تھیلے خود اٹھا کر کار ڈرائیو کر کے چلی جاتی۔"

برین آدم نے عادل کے شانے کو تھپک کر کہا۔ "شاباش مسٹر رابن! تم محض دیانت دار ہی نہیں دانشمند بھی ہو۔ یہ عکس والی حسینہ ایک بار ہمیں بھی دھوکا دے چکی ہے۔ میں نے یہی رائے قائم کی تھی کہ ٹی وی کیمرے کے ذریعے کسی خاص تکنیک سے اس کے عکس کو اسکرین سے باہر لا کر وہ اسے اپنی مطلوبہ جگہ پہنچاتے ہیں اور واردات کر کے چلے جاتے ہیں۔"

عادل نے مسکرا کر کہا۔ "میں نے آپ کے مفروضے کی تصدیق کر دی ہے۔"

"بے شک' تمہارا بے حد شکریہ۔ تمہیں کسی سلسلے میں ہمارے تعاون کی ضرورت ہو یا اس عکس والی کے متعلق مزید معلومات ہوں تو تم پرائیویٹ آئی کا نمبر اوسیون اوسیون ڈائل کر کے کسی وقت بھی مجھ سے باتیں کر سکتے ہو۔"

"اگر میری ایک بات مان لی جائے تو آج رات تک اس حسینہ یا اس کے رشتے داروں کا پتا چل جائے گا۔"

"ضرور۔ تمہاری ہر بات مانی جائے گی۔"

"آپ یہ بات اسی کمرے تک محدود رکھیں کہ بینک کی لوٹی ہوئی رقم واپس مل گئی ہے۔ میں نے اس حسینہ سے کہا تھا کہ مال واپس چاہتی ہو تو سمندر کے ساحل پر کہیں بھی ملاقات ہو سکتی ہے۔"

برین آدم نے اس کا بازو گرم جوشی سے پکڑ کر کہا۔ "واہ مسٹر ہیری! تم نے تو کمال کر دیا ہے۔ اگر انہیں معلوم ہو گا کہ تم نے رقم بینک کو واپس نہیں کی ہے اور کہیں چھپائی ہے تو وہ تم سے ضرور رابطہ کریں گے۔"

"آپ دوسرا پہلو بھی دیکھیں۔ وہ مجھے اغوا کر سکتے ہیں اور حقیقت معلوم ہونے پر مجھے گولی مار سکتے ہیں۔"

وہ اپنے سینے پر ہاتھ مار کر بولا۔ "میں تمہاری سلامتی کی ضمانت دیتا ہوں۔ سمندر کے کنارے قدم قدم پر ہمارے جاسوس ہوں گے' تمہارا بال بھی بیکا نہیں ہو گا۔"

اسی وقت عادل نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لی۔ ایکسرے مین کو عادل پر کسی طرح کا شبہ نہیں ہوا تھا۔ اس نے یونہی اس کے خیالات پڑھنے چاہے تھے اس کے سانس روکنے پر بھی شبہ نہیں ہوا پھر بھی ایکسرے مین نے برین آدم کو یہ سوال کرنے پر مائل کیا۔ "مسٹر ہیری! کیا تم ورزش وغیرہ کرتے ہو؟ اس لیے پوچھ رہا ہوں کہ جسم اور صحت مندی سے باڈی بلڈر لگتے ہو۔"

"جی ہاں' میں نے جوڈو کراٹے میں بلیک بیلٹ حاصل کیا ہے اور یوگا کی مشقیں بھی کرتا ہوں۔"

ایکسرے مین مطمئن ہو گیا۔ کیوں کہ ایسے بے شمار نوجوان اس عمر میں یہی کچھ کرتے ہیں۔ ہر ایک پر یہ شبہ نہیں کیا جا سکتا کہ اس کا تعلق کسی خطرناک گروہ سے یا کسی دشمن خیال خوانی کرنے والوں سے ہے۔ اس نے لاکھوں پونڈز اور ڈالرز واپس کیے تھے اور آج رات غیر معمولی مجرموں تک پہنچانے کے سلسلے میں ان سے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

بھرپور تعاون کر رہا تھا۔ اس لیے شبہ سے بالا تر تھا۔

○☆☆○

وچ لیڈی ایلا کلانسی اور جے پرگولا کالے علوم کے زبردست ماہرین سمجھے جاتے تھے۔ انالانا کا عکس دیکھ کر دونوں کی کھوپڑیاں گھوم گئیں۔ وہ بینک میں اسے دیکھ کر دم بخود رہ گئے تھے۔ اس عکس کو کسی کالے علم کا کمال سمجھ رہے تھے اور سوچ میں پڑ گئے تھے کہ وہ نامعلوم جادوگر کون ہے؟

جب وہ کسی مخالف جادوگر کے کالے علم کو سمجھنا چاہتے تھے یا اس کا توڑ کرنا چاہتے تو اس سلسلے میں کئی طرح کے منتر پڑھتے تھے۔ وہ دونوں بینک کے گوشے میں کھڑے ایک کے بعد دوسرا اور دوسرے کے بعد تیسرا منتر پڑھتے رہے۔ ان منتروں کے نتیجے میں انالانا کی روح کو تڑپ کر جے پرگولا کے قدموں میں آ جانا چاہیے تھا۔ اگر وہ روح ہوتی تو تڑپ کر آتی۔ ان منتروں کا بھرم رہ جاتا لیکن وہ واردات کر کے چلی گئی اور وہ دونوں منتر پڑھتے رہ گئے۔

وچ لیڈی ایلا کلانسی نے کہا۔ "میں نے ایک بار ایک قبر کے مردے پر عمل کیا تھا۔ اس کا ڈھانچا قبر سے اٹھ کر آیا تھا اور اس نے میرے حکم کی تعمیل کی تھی لیکن اس کی روح گوشت پوست کے ساتھ تو نہیں آئی تھی۔"

جے پرگولا نے کہا۔ "میں نے بھی انسانی ڈھانچوں سے کئی بار کام لیا ہے لیکن گوشت پوست والی روح میری نظروں سے بھی نہیں گزری۔"

"میں جادو ٹونے کے سامان جافا شہر کے مکان میں چھپا کر رکھتی ہوں۔ ہمیں وہاں چل کر اس روح کے متعلق معلوم کرنا ہوگا۔"

"ہم جافا ضرور جائیں گے لیکن روحوں کو یا مُردوں کو بلانے کا عمل سورج ڈوبنے کے بعد ہوتا ہے۔"

وچ لیڈی نے کہا۔ "یہ حیرانی کی بات ہے کہ کسی جادوگر نے سورج طلوع ہونے کے بعد کسی حسین لڑکی کی روح سے وہ واردات کرائی ہے۔"

"یہ ماننا پڑتا ہے کہ دنیا میں ہم سے بھی بڑے کالے علوم کے شیطان موجود ہیں۔ ہمیں اس شیطان کا بھی سراغ لگانا چاہیے۔"

پولیس والے بینک کے باہر لوگوں کو ہٹا رہے تھے۔ وہ دونوں جافا جانے کے لیے بینک سے باہر آئے تو پولیس افسر وچ لیڈی کو دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ اس کے سامنے آ کر بولا۔ "اچھا تو تم یہاں ہو۔ یہ تمہارے ساتھ کون ہے؟"

"یہ میرے ساتھی..... نن..... نہیں میرے مہمان ہیں۔ مسٹر جے پرگولا ہیں۔ امریکا سے آئے ہیں۔"

"ساتھی کہتے کہتے مہمان کہہ رہی ہو۔ انہیں گرفتار کر لو۔"

سپاہیوں نے دونوں کو پکڑ لیا۔ جے پرگولا نے پوچھا۔ "یہ کیا حرکت ہے؟ ہمارا قصور کیا ہے؟"

انسپکٹر نے کہا۔ "یہ وچ لیڈی ایلا کلانسی پورے اسرائیل میں چڑیل کی طرح مشہور ہے۔ تمہارا بھی جادو ٹونے سے کوئی تعلق [illegible] گا۔ تم لوگوں نے یہاں کسی روح کو بلا کر پورا بینک لوٹ لیا ہے۔"

وچ لیڈی نے کہا۔ "یہ مت بھولو کہ میں ایک معزز [illegible] ہوں۔ کتنے ہی اعلیٰ حکام کی اہم تقریبات میں مدعو کی جاتی ہوں۔"

"ہم اچھی طرح جانتے ہیں اس لیے حوالات میں نہیں [illegible] جی صاحب کے پاس لے جائیں گے۔"

وہ بے قصور پکڑے گئے۔ انہیں آئی جی کے دفتر میں پہنچا[illegible] گیا۔ وہاں سختی سے پوچھا گیا۔ "سچ بتاؤ یہ کیسا کالا جادو ہے[illegible] لوگوں نے کس مردے کو قبرستان سے اٹھا کر بینک میں ڈاکا ڈ[illegible] ہے۔"

"جناب! اس ڈاکے میں ہمارا ہاتھ ہوتا تو ہم وہاں کھڑے [illegible] رہتے۔"

"اس لیے کھڑے رہے کہ ڈاکا زنی کا الزام تم پر نہ آئے[illegible] تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ جرم قبول کر لو اور کالے علوم جان[illegible] والے جتنے شیطان تمہارے ساتھ ہیں ان کے نام اور پتے لکھ[illegible] دو۔ ہم ابھی مال برآمد کریں گے۔"

وہ دونوں قسمیں کھاتے رہے کہ انہوں نے پہلی بار کسی [illegible] کو گوشت پوست میں دیکھا ہے۔ وہ اس قسم کا کالا جادو نہیں جان[illegible] ہیں لیکن آئی جی نے یقین نہیں کیا۔ ایسے ہی وقت عادل نے [illegible] کیا کہ وہ بینک کی لوٹی ہوئی رقم واپس لا رہا ہے۔ آئی جی نے [illegible] افسران کو فون پر حکم دیا کہ ایک شخص بینک کی لوٹی ہوئی رقم وا[illegible] لا رہا ہے۔ اس کی کار کا نمبر نوٹ کرو اور اسے حفاظت سے یہاں لاؤ۔

جے پرگولا نے کہا۔ "جناب! مال واپس مل رہا ہے۔ ا[illegible] لانے والا کوئی اور ہے، ہم بے قصور ہیں۔ ہمیں جانے دیں۔"

"بکواس نہ کرو۔ پہلے معلوم تو ہو کہ یہ روح کا چکر کیا ہے۔"

اس نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ انہیں ساتھ والے کمرے میں بٹھایا جائے۔ تھوڑی دیر بعد دو افسران سپاہیوں کے ساتھ تین [illegible] اٹھا کر لائے۔ آئی جی نے عادل کا گرم جوشی سے استقبال کیا۔ عادل نے بتایا کہ کس طرح انسانی عکس ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جاتا ہے اس کے بعد برین آدم بھی پہنچ گیا۔ اس نے عادل [illegible] یہ طے کیا کہ وہ شام کو سمندر کے ساحل پر اس حسینہ سے [illegible] ملاقات کے لیے جائے گا اور خفیہ طور پر اس کی سلامتی کے لیے بھرپور انتظامات کیے جائیں گے۔

دوسرے کمرے میں بیٹھے ہوئے دونوں جادوگر ایلا اور پرگولا یہ باتیں سن رہے تھے۔ پرگولا نے سرگوشی میں کہا۔ "دو باتیں ہمارے حق میں ہیں۔ ایک تو یہ کہ ہم بے قصور ثابت ہو گئے ہیں[illegible] دوسری اہم بات یہ کہ وہ روح والی حسینہ سمندر کے ساحل پر [illegible] آئے گی۔ ہم اسے ٹریپ کر سکتے ہیں۔"

ایلا کلانسی نے کہا۔ "ہم نے بینک کے دروازے پر ایک [illegible]

[illegible] بھی روح دیکھی تھی۔ وہ اس لڑکی کا ساتھی تھا، وہ بھی ساحل پر [illegible] آئے گا تو میں پہچان لوں گی۔"

بعد میں آئی جی نے انہیں بے قصور تسلیم کر کے الزام سے [illegible] کر دیا۔ پرگولا نے وچ لیڈی کی رہائش گاہ میں پہنچ کر کہا۔ "ہم [illegible] کالا جادو سمجھ رہے تھے اور یہ سائنس کا کارنامہ ثابت ہوا [illegible] کسی بہت ہی ذہین مجرم نے واردات کا یہ انوکھا طریقہ ایجاد کیا [illegible]"

"لیکن یہ طریقۂ کار ہمیشہ کامیاب نہیں رہے گا۔ سب ہی نے [illegible] لیا ہے کہ اس عکس کے پسِ پردہ کوئی چھپ کر فائر کرتا ہے جب [illegible] جائے واردات پر وہ مخصوص منی کیمرا اور مائیک نہ ہو تب [illegible] وہ تنہا عکس کچھ نہیں کر سکے گا۔"

"ہاں، آئندہ ایسی واردات کے وقت پولیس والے سب سے [illegible] اس شخص کا سراغ لگائیں گے جو روح کے پسِ پردہ فائرنگ کرتا [illegible] اور منی کیمرا اور مائیک کو بھی پہلے تلاش کیا جائے گا۔"

"میرا خیال ہے ایسی حکمتِ عملی سے آئندہ اتنی بڑی بینک [illegible] نہیں ہوگی۔"

"تم صرف ڈکیتی کے متعلق کیوں سوچ رہی ہو۔ وہ مخصوص [illegible] اور مخصوص آلات میرے ہاتھ لگ جائیں تو میں ایسی ایسی [illegible] داتیں کروں گا کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی پریشان ہو جائیں [illegible] اور مجھ سے بھاگتے پھریں گے۔"

"[illegible] تم کیا کرو گے؟"

"ابھی نہ پوچھو۔ آج رات کسی طرح اس لڑکی اور اس کے [illegible] تھی کو پہچان لو۔ پھر میں انوکھے تماشے دکھاؤں گا۔"

عادل، برین آدم اور جے پرگولا سب ہی سمجھ رہے تھے کہ وہ [illegible] والی حسینہ اور اس کے ساتھی اصلی صورت میں سمندر کے [illegible] نہیں آئیں گے۔ عادل کو بھی بھیس بدل کر جانا چاہیے تھا [illegible] برین آدم نے یقین دلایا تھا کہ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا، [illegible] اپنی اصلی صورت میں ہی جانا چاہیے۔

[illegible] لیکن میں نے دوپہر کو ہیری یعنی عادل کی ایک ڈمی تیار کر لی۔ [illegible] کرائے کے بدمعاش کو اس کا ہم شکل بنا دیا۔ ایسے کرائے کے [illegible] اور بدمعاش اپنی جان کی پروا نہیں کرتے۔ بھاری معاوضہ [illegible] ہیں اس طرح وہ خود اپنی زندگی اور موت کے ذمّے دار ہوتے [illegible]

سورج غروب ہونے سے پہلے ہی بے شمار جاسوس ساحلِ سمندر پر پھیلے ہوئے تھے۔ ریستوران میں، کلبوں اور پلے لینڈ وغیرہ [illegible] ہر جگہ سادے لباس والے تھے۔ شام سات بجے ڈمی عادل کار [illegible] آیا۔ میں اس کے اندر موجود تھا۔ وہ اسی ریستوران کے [illegible] میں آیا، جہاں پچھلی بار مرینا اور عادل کی ملاقات ہوئی [illegible]

[illegible] میں ذاتی طور پر کیوں دلچسپی لے رہا تھا اس کی ایک وجہ تھی۔ عادل نے آئی جی کے دفتر سے واپس آ کر لیلیٰ کو بتایا تھا کہ اس نے برین آدم سے باتیں کرنے کے دوران پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا تھا اور سانس روک لی تھی۔ ایسے ہی وقت برین آدم نے اسے باڈی بلڈر کہہ کر سوال کیا تھا کہ کیا وہ ورزش کرتا ہے؟

اس سوال کا مقصد یہ تھا کہ برین آدم کے ذریعے کوئی خیال خوانی کرنے والا عادل کی یوگا کی صلاحیتوں کے متعلق معلوم کرنا چاہتا ہے۔ وہ یہودی تنظیم کی الپا ہو سکتی تھی یا کوئی اور ہو سکتا تھا پھر برین آدم نے عادل کو رابطہ کرنے کے لیے پرائیویٹ آئی کا فون نمبر دیا۔ ملٹری انٹیلیجنس میں پرائیویٹ آئی ایک بہت پُراسرار ادارہ ہوتا ہے۔ اسی بات نے مجھے سوچنے پر مجبور کیا کہ اس پرائیویٹ آئی کے پیچھے یہودیوں کی نئی خفیہ تنظیم ہے اور مجھے عادل کے ذریعے اس تنظیم کے کسی فرد تک پہنچنا چاہیے۔

ویسے برین آدم میرے علم میں آ گیا تھا لیکن میں اس وقت تک اسے ملٹری انٹیلی جنس کا ہیڈ آف دی ڈپارٹمنٹ ہی سمجھ رہا تھا۔ اب میں چاہتا تھا کہ ڈمی عادل کے دماغ میں وہی خیال خوانی کرنے والا آئے جو دن کے وقت عادل کے اندر آنا چاہتا تھا۔ اس خیال خوانی کرنے والے کے متعلق کچھ زیادہ معلوم ہوتا یا نہ ہوتا، اتنا ضرور ہوتا کہ میں اس کی آواز اور لہجہ سن لیتا۔

اس مقصد کے لیے میں ڈمی عادل کو ریستوران کے بار میں لے گیا اور اسے ایک پیگ وہسکی پلا دی۔ برین آدم کے جاسوس ڈمی عادل کو ہیری رابن سمجھ کر نگرانی کر رہے تھے۔ کتنے ہی جاسوسوں کے اندر الپا اور ٹیری آدم خیال خوانی کرتے پھر رہے تھے اور ان سب کی اور ہم سب کی لاعلمی میں ایکسرے مین بھی موجود تھا۔

ڈمی نے پہلے پیگ میں سوڈا ملا کر پیا۔ دو چار گھونٹ کے بعد ہی میں نے ایک شخص کو دیکھا وہ بار کاؤنٹر کے پاس آ کر اس سے آہستگی سے بول رہا تھا۔ "مسٹر ہیری! تم یوگا کے ماہر ہو اور شراب پی رہے ہو؟"

میں نے ڈمی کی زبان سے عادل کے لہجے میں کہا۔ "میں صرف ہفتے کی رات پیتا ہوں۔ یہ میرا اصول ہے۔ باقی چھ دن میں خوب ورزش کرتا ہوں اور باڈی بناتا ہوں۔"

"اگر ان ڈاکا ڈالنے والوں میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہوگا تو وہ تمہارے دماغ پر قبضہ جما کر تمہیں اغوا کر کے لے جائے گا۔"

ڈمی نے کہا۔ "دیکھو مسٹر! تمہارے ہیڈ آف دی ڈپارٹمنٹ نے یہ نہیں بتایا تھا کہ ڈاکوؤں میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا بھی ہو سکتا ہے۔ میں تم سے باتیں کرتے کرتے ایک پیگ حلق میں ڈال چکا ہوں۔ اب کیا ہوگا؟ اتنا یقین دلاتا ہوں کہ میں مدہوش نہیں ہوتا۔ باقی میری حفاظت کی ذمّے داری تم لوگوں پر ہے۔"

میں سمجھ رہا تھا کہ ایسے وقت کوئی خیال خوانی کرنے والا اس کے چور خیالات پڑھ رہا ہوگا۔ میں نے اس ڈمی کے دماغ میں ہیری رابن کی پوری ہسٹری نقش کر دی تھی۔ اس لیے مطمئن تھا اور وہ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

خیالات پڑھنے والا بھی مطمئن ہو رہا ہو گا۔

وہ ایک پیگ پینے کے بعد ریستوران سے باہر آ گیا۔ میری مرضی کے مطابق سوچنے لگا۔ "مجھے ساحل پر اِدھر اُدھر گھومنا چاہیے۔ وہ عکس والی حسینہ لوگوں کی بھیڑ میں نہیں ملے گی۔ شاید ساحل کی نیم تاریکی میں گلے کا ہار بن جائے۔"

وچ لیڈی اور جے پرگولا اس ریستوران کے سامنے سے گزر رہے تھے۔ ڈمی عادل کو دیکھ کر رک گئے۔ انہوں نے عادل کو بینک سے تین بھرے ہوئے تھیلے لے جاتے دیکھا تھا پھر آئی جی کے دفتر میں وہ تھیلے واپس کرتے بھی دیکھا تھا۔

جے پرگولا نے کہا۔ "ایلا! اس بازی کا اصل مُہرہ نظر آ گیا ہے۔ تم دور چلی جاؤ اور اس پر نظر رکھو۔ وہ ڈاکا ڈالنے والے اپنی رقم وصول کرنے کے لیے اس سے ضرور ملیں گے۔"

وہ اتنی دور چلی گئی' جہاں سے عادل کو بہ آسانی دیکھ سکے۔ پرگولا بھی کافی فاصلہ رکھ کر اس کا تعاقب کرنے لگا۔ برین آدم کے جاسوس اس کا تعاقب نہیں کر رہے تھے بلکہ ہر چالیس گز کے فاصلے پر ایک جاسوس ریت پر بیٹھا یا لیٹا ہوا تھا یا ایک کرائے کی محبوبہ سے گفتگو کر رہا تھا۔ یہ شبہ نہیں ہوتا تھا کہ وہ سب جاسوس ہیں۔

وان لوئن' مامیلا اور انالانا لاکھوں پونڈز اور ڈالرز کے لیے بے چین تھے۔ انہوں نے کامیاب ڈاکا ڈالا تھا۔ بینک میں جھاڑو پھیر دی تھی۔ ساری رقم نکال لائے تھے۔ اس کے باوجود رقم ابھی تک ہاتھ میں نہیں آئی تھی۔ انہوں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ عادل کو گن پوائنٹ پر رکھ کر رقم وصول کریں گے۔ لاکھوں پونڈز اور ڈالرز ساحل پر نہیں ملیں گے لہٰذا وہ اسے اغوا کر کے ایک خفیہ پناہ گاہ میں لے آئیں گے۔

وہ نادان نہیں تھے۔ یہ جانتے تھے کہ جو شخص فراڈ کر کے بینک کی پوری رقم ہتھیا سکتا ہے وہ ساحل پر انالانا سے ملنے تنہا نہیں آئے گا۔ اگر وہ کسی خطرناک گروہ سے یا انٹیلی جنس کے محکمے سے تعلق رکھتا ہے تو پھر اپنی حفاظت کے لیے زبردست انتظامات کے ساتھ آئے گا۔

وہاں مامیلا کو کوئی پہچان نہیں سکتا تھا کیوں کہ وہ بینک کے اندر اور باہر لوگوں کی بھیڑ میں تھی یا چھپی رہی تھی۔ انالانا اور وان لوئن اپنے اپنے عکس کے ذریعے اچھی طرح پہچان لیے گئے تھے اس لیے دونوں نے اپنے چہرے تبدیل کر لیے تھے۔ عادل کا چہرہ انالانا کی آنکھوں میں اتر آیا تھا۔ اگرچہ وہ اس سے دھوکا کھا کر اس سے نفرت ظاہر کر رہی تھی لیکن اسے بے اختیار کبھی یاد کرنے اور کبھی آنکھوں کے سامنے دیکھنے لگتی تھی۔

اس نے آئینے کے سامنے چہرہ بدلتے ہوئے بھائی سے پوچھا۔ "اگر وہ انٹیلی جنس کا کوئی آدمی ثابت ہوا تو؟"

"تو وہ رقم بینک والوں کو لوٹا چکا ہو گا' میں اتنا بڑا نقصان برداشت نہیں کروں گا۔ اسے گولی مار دوں گا۔"

مامیلا نے کہا۔ "ہماری مافیا میں کبھی فراڈ کرنے وا... معاف نہیں کیا گیا۔ رقم واپس ملنے کا یقین نہیں ہو گا تو... اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

انالانا خاموشی سے آئینے کو یوں تک رہی تھی جیسے ا... کی جگہ عادل کو دیکھ رہی ہو۔ مامیلا اور وان لوئن نے ا... خاموشی کو محسوس کیا کیوں کہ جب بھی کسی بات کا عہد کر... باری باری اپنے پختہ عزم کا اظہار کرتے تھے۔ وان لوئن... مخاطب کیا تو وہ چونک گئی۔ بھائی نے پوچھا۔ "کیا تم نہیں س... کہ ہم ایک فراڈ کو موت کی سزا دینے کا عہد کر رہے ہیں؟"

"ہاں' سن رہی ہوں مگر سوچ رہی ہوں' اسے جان سے... ضروری ہے؟"

مامیلا نے کہا۔ "اسے مارا نہ جائے تو کیا اس سے... جائے۔ انالانا! میں صبح سے تمہیں بھانپ رہی ہوں۔... کمبخت فریبی سے بری طرح متاثر ہو گئی ہو۔"

"فضول باتیں نہ کرو مامیلا! میں اس سے متاثر نہیں... میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ وہ اگر انٹیلی جنس ڈپارٹمنٹ... رکھتا ہو تو اس سے دوستی کر کے بہت سے فائدہ اٹھائے... ہیں۔"

"یعنی تمہارے دماغ میں دوستی کا کیڑا کلبلا رہا ہے... دوستی کے پردے میں چھپا رہی ہو۔"

"ہاں چھپا رہی ہوں۔ تم تو خواہ مخواہ پیچھے پڑ جاتی ہو۔"

وان لوئن نے کہا۔ "ہم نے گاڈ مدر کے سامنے قسم کھا... کہ آپس میں کبھی نہیں لڑیں گے۔ میری پیاری انالانا! اگر... فراڈ سے محبت کرتی ہو تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ تمہیں یا... چاہیے کہ ہماری گاڈ مدر نے بھی کئی عشق کیے اور ہر عاشق... کے گھاٹ اتار دیا۔"

مامیلا نے کہا۔ "اگر تم اپنی ماں کے اصولوں پر چلنے والی... ہو تو ہماری طرح عہد کرو۔"

انالانا نے ایک لمبی سانس لی پھر ٹھہر ٹھہر کر بولی۔ "اگ... ملی تو میں بھی اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

وہ تینوں قسمیں کھا کر سمندر کے ساحل پر آئے۔ صو... سے نمٹنے کے لیے ان کے پاس تمام ضروری سامان تھا۔ ان... دو آلۂ کار بھی خرید لیے تھے اور ساحل پر پہنچ کر وہاں کا جا... رہے تھے۔ تینوں بھائی بہنیں ایک دوسرے سے دور تھے ا... ٹاکی کے ذریعے ایک دوسرے سے ضروری باتیں کر کے ا... کر دیتے تھے۔

انہوں نے وچ لیڈی ایلا کلانسی اور جے پرگولا کو... دونوں ایک ریستوران کے قریب پہنچنے تک ساتھ ساتھ... عادل کو دیکھ کر ایک دوسرے سے دور ہو گئے تھے اور ا... فاصلہ رکھ کر عادل کا تعاقب کر رہے تھے۔

ان دو کے علاوہ کوئی تیسرا نظر نہیں آیا چونکہ وہ بھائی بہنیں... تنظیم کے لاڈلے تھے اس لیے یہ سمجھتے تھے کہ انٹیلی جنس... لے سادہ لباس میں رہتے ہیں اور ساحل پر وہ سادہ لباس... لے جاسوس ضرور موجود ہیں۔

ڈمی عادل ساحل کی ریت پر آہستہ آہستہ قدم رکھتا جا رہا تھا۔... نے بہت دور سے کوئی موٹر سائیکل پر آ رہا تھا۔ اکثر منچلے نوجوان... ل پر موٹر سائیکل اور گھوڑے بھی دوڑاتے ہیں۔ وہ موٹر... ئیکل والا قریب سے گزرتے ہوئے عادل پر کوئی چیز پھینکتا ہوا... عادل نے جھک کر دیکھا۔ ریت پر ایک واکی ٹاکی پڑا ہوا تھا... نے اسے اٹھا لیا۔

اسی وقت اس کا ننھا سا سرخ بلب اسپارک کرنے لگا۔ اشارہ... سول ہو رہا تھا۔ میں نے ڈمی کو اسے آپریٹ کرنے پر مائل کیا۔... نے اسے آن کرتے ہوئے پوچھا۔ "ہیلو۔ یہ کون پھینک کر گیا... ؟"

دوسری طرف سے وان لوئن نے کہا۔ "شکر کرو' اس کی جگہ... وٹ کنٹرول بم آ کر تمہارے چیتھڑے اڑا سکتا تھا۔"

ڈمی نے پوچھا۔ "تم کون ہو؟"

"میں سود خور یہودی ہوں۔ اپنے تین تھیلے سود کے ساتھ... ول کرنے آیا ہوں۔"

"میں نے وہ تھیلے کسی مرد سے نہیں' ایک حسینہ سے لیے... ۔"

"میں اس لڑکی کا بھائی ہوں۔"

"یوں کہو تم میرے ہونے والے سالے ہو۔"

"شٹ اپ! کام کی بات کرو۔"

"کام کی بات یہ ہے کہ میں جان ہتھیلی پر رکھ کر تمہاری بہن... ملنے آیا ہوں لہٰذا صرف اس سے باتیں کروں گا۔"

"دیکھو جوان! شاید تمہیں نہیں معلوم ہے۔ ایک عورت... رے بائیں طرف تقریباً پچاس گز کے فاصلے پر ہے اور ایک قد... شخص اتنی ہی دور تمہارے دائیں طرف ہے۔ یہ دونوں... ستوران سے تمہارا پیچھا کر رہے ہیں۔"

ڈمی نے پوچھا۔ "کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ یہ دونوں تمہارے... ائے کے بندے ہیں اور مجھے کسی وقت بھی گولی مار سکتے ہیں۔"

"یہ میرے آدمی نہیں ہیں اور اگر تمہارے بھی نہیں ہیں تو تم... طرف سے خطرات میں گھرے ہوئے ہو۔"

"جب تم سمجھ رہے ہو کہ میرا آخری وقت آ گیا ہے تو آخری... اپنی بہن کا دیدار کیوں نہیں کراتے؟"

"تمہاری زندہ دلی سے پتا چلتا ہے کہ تم پولیس والوں سے مل... ہوا یا پہلے سے ہی پولیس کے آدمی ہو۔"

"تم غلط سمجھ رہے ہو۔"

"تمہارا اطمینان سمجھا رہا ہے۔ پولیس والوں نے اور سیکڑوں لوگوں نے تمہیں بینک سے تھیلے لے جاتے ہوئے دیکھا تھا۔ کیا تمہیں خوف نہیں ہے کہ یوں کھلے عام گھومتے رہو گے تو بینک ڈکیتی کے الزام میں دھر لیے جاؤ گے۔"

"یہ تم نے اچھا سوال کیا ہے۔ اس کا جواب تمہاری بہن کو دوں گا۔"

ان باتوں کے دوران مامیلا ٹہلتی ہوئی وچ لیڈی ایلا کلانسی کے قریب آ گئی تھی۔ پھر بالکل قریب ہو کر اس کی گردن میں ایک بانہہ ڈال کر بولی۔ "میرا پستول تمہاری کمر سے لگا ہوا ہے۔ بس یونہی چلتی رہو۔ دیکھنے والے سمجھیں گے' ہم بے تکلف سہیلیاں گلے میں بانہیں ڈالے چل رہی ہیں۔"

وہ سہم کر بولی۔ "تت...... تم کون ہو؟ مجھ سے کیا چاہتی ہو؟"

"ابھی تو کچھ نہیں چاہتی لیکن میری مرضی کے خلاف کوئی بات ہوئی تو تمہاری موت چاہوں گی۔"

"میں تمہاری مرضی کے خلاف کچھ نہیں کروں گی۔"

"اب میرے ہر سوال کا جواب سچائی سے دو۔ تم کون ہو؟"

"میں اس ملک کی بہت مشہور وچ لیڈی ہوں۔ میرا نام ایلا کلانسی ہے۔"

"کیا تم تنہا ہو یا وہ شخص تمہارے ساتھ ہے جو اس نوجوان کے دائیں طرف دور رہ کر تعاقب کر رہا ہے۔"

"وہ میرا ساتھی جادوگر ہے۔ اس کا نام جے پرگولا ہے۔ امریکا سے آیا ہے۔"

"کیا تم دونوں اس نوجوان کی نگرانی کر رہے ہو؟"

"ہم اس کے ذریعے اس لڑکی کو دیکھنا اور اس سے ملنا چاہتے ہیں جو بینک میں ایک روح کی طرح نظر آئی تھی۔"

"اس لڑکی سے کیوں ملنا چاہتے ہو؟"

"ہمیں اس کا طریقۂ کار پسند آیا تھا۔ ہم اس سے دوستی کرنا چاہتے تھے۔"

"تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ وہ تم سے دوستی کر لے گی؟"

"جب ہم اسے ایک بہت بڑے فریب سے بچائیں گے تو وہ ہم پر اعتماد کرے گی۔"

"کیسا فریب؟ وضاحت کرو۔"

"وہ نوجوان قانون کا احترام کرنے والا شہری ہے۔ اس نے نوٹوں سے بھرے ہوئے تینوں تھیلے آئی جی کے حوالے کر دیے ہیں۔"

"یہ تم کیسے جانتی ہو؟"

"مجھے اور میرے ساتھی کو جادوگر ہونے کے جرم میں گرفتار کر کے آئی جی کے پاس پہنچایا گیا تھا۔ ہم پر یہ الزام تھا کہ ہم نے اپنے اپنے کالے علوم کے ذریعے دو روحوں کو بھیج کر بینک میں ڈاکا ڈالا ہے۔ ایسے ہی وقت وہ جوان تینوں تھیلے لے کر وہاں آیا تو ہمیں رہائی مل گئی۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ماميلا بولی۔ "رک جاؤ' تمہاری باتیں دل کو لگ رہی ہیں۔"

اس نے ایک ہاتھ سے واکی ٹاکی کو آپریٹ کرکے وان لوئن سے رابطہ کیا پھر اس وچ لیڈی کا تمام بیان سنایا۔ وہ سب کچھ سننے کے بعد بولا۔ "اگر وہ وچ لیڈی سچ کہہ رہی ہے اور ہمیں فریب سے بچا رہی ہے تو ہم اس سے ضرور دوستی کریں گے۔ اس سے کہو اپنے ساتھی کے ساتھ ساحل سے دور چلی جائے۔ ریستوران کے پارکنگ ایریا میں ہمارا انتظار کرے۔"

ماميلا نے اس کی کمر سے پستول ہٹا کر کہا۔ "تم نے میرے بھائی کی باتیں سنی ہیں۔ یہاں سے جاؤ۔"

وہ تیزی سے چلتی ہوئی جے پرگولا کی طرف جانے لگی۔ وان لوئن نے واکی ٹاکی کے ذریعے رابطہ کرکے ڈی عادل سے کہا۔ "دیکھو تمہاری بائیں جانب ایک عورت تیزی سے چلتی ہوئی آرہی ہے۔ وہ تمہارے قریب سے گزر کر دائیں طرف ایک قد آور شخص کے پاس جائے گی۔ اس شخص کا نام جے پرگولا ہے اور عورت کا نام ایلا کلانسی ہے۔ دونوں وچ ڈاکٹر یعنی کالے علوم کے ماہر ہیں۔"

میں نے ڈی کے دماغ میں رہ کر دیکھا۔ واقعی ایک عورت قریب سے گزرتی ہوئی ڈی کے دائیں طرف بہت دور ایک شخص کی طرف جارہی تھی۔ اب تک پرگولا نہ میری نظروں میں آیا تھا نہ پہلے اس کا نام سننے میں آیا تھا۔ وان لوئن نے کہا۔ "اس وچ لیڈی کے ذریعے بہت کچھ معلوم ہوا ہے۔ تمہارا نام ہیری رابن ہے اور تم شوز فیکٹری کے مالک ہو۔ کیا یہ غلط ہے؟"

ڈی نے کہا۔ "یہ درست ہے۔"

"پھر تو یہ بھی درست ہوگا کہ تم نے بینک کی تمام رقم آئی جی کے حوالے کردی ہے؟"

"یہ بات آدھی درست ہے اور آدھی غلط ہے۔"

"بکواس مت کرو۔ صحیح جواب دو۔ موت تمہارے قریب ہے۔"

"صحیح جواب دیر سے تمہاری سمجھ میں آتا ہے۔ میں اتنا نادان نہیں ہوں کہ لاکھوں پونڈز اور ڈالرز واپس کردوں اور یہ بھی درست ہے کہ میں نے تینوں تھیلے آئی جی کے حوالے کیے ہیں۔ وہ جعلی نوٹوں سے بھرے ہوئے تھے۔"

"تم باتیں بنا رہے ہو۔ انٹیلی جنس اور بینک والے اتنے نادان نہیں ہیں کہ جعلی نوٹ نہ پہچان سکیں۔"

"میں نے برسوں کی محنت کے بعد ایسے نوٹ چھاپے ہیں جو ہر لحاظ سے اصلی لگتے ہیں۔ صرف ان کے نمبروں میں کچھ گڑبڑ ہے۔ جب تک ٹکسال کے رجسٹر سے تمام نمبر ٹیلی نہیں کیے جائیں گے' تب تک ان پر جعلی ہونے کا یقین نہیں ہوگا۔"

"اگر تم بڑے کاریگر ہو تو میں تمہارے فراڈ کو بھول کر دوستی کروں گا۔"

"فراڈ کیسا' جب کہ لوٹی ہوئی تمام رقم تمہاری ہے اور میرے پاس محفوظ ہے۔"

"تو پھر تمام رقم واپس کرو اور دوستی کو مستحکم کرو۔"

"دوستی نہیں' رشتے داری ہوگی۔ میں نے تمہاری بہ[ن سے] کہا ہے کہ شادی کی رات وہ رقم اسے پیش کروں گا۔"

"فضول باتیں نہ کرو۔ اس کی شادی نہیں ہوسکتی۔"

"کیوں نہیں ہوسکتی؟ کیا اس پر جنات آتے ہیں؟"

"موضوع نہ بدلو۔ کام کی باتیں کرو۔"

"یہی تو کام کی باتیں ہیں۔ میرے پاس کھانے کو ر[وٹی اور] شادی کرنے کے لیے پیسے نہیں تھے۔ میں نے بینک میں ڈا[کا ڈالا۔ میری] ہونے والی دلہن نے تعاون کیا۔ اب کہتے ہو شادی نہیں ہو[گی۔"]

"ٹھیک ہے تم سنجیدہ ہو تو شادی ہوجائے گی مگر ابھی نہی[ں۔] وہ کمسن ہے' نابالغ ہے۔"

"مجھے اس سے ملنے دو' میں اس سے پوچھنا چاہتا ہوں [کہ وہ کب تک] بالغ ہونے کا ارادہ رکھتی ہے۔ ویسے مجھے تمہارا خاندان پ[سند] ہے۔ کمال کا خاندان ہے' نابالغ لڑکیاں بینک میں ڈاکے [ڈالتی] ہیں۔"

"تم ایسی بکواس سے ہمارا وقت ضائع کررہے ہو۔ کیا [اس کے] لیے ضائع ہونا چاہتے ہو؟"

میں نے ڈی عادل کا سر گھما کر دائیں طرف دیکھا۔ چ[ند پولیس] والوں نے وچ لیڈی اور جے پرگولا کو حراست میں لے لیا [تھا اور] انہیں وہاں سے لے جارہے تھے۔ کچھ پولیس والے ادھر [ادھر] جارہے تھے جدھر ماميلا نے وچ لیڈی کو پستول دکھا کر اس سے کچھ اگلوایا تھا مگر ادھر دور دور تک ماميلا دکھائی نہیں دی۔

معاملہ کسی حد تک سمجھ میں آگیا۔ قصہ یوں ہے کہ ا[س] کے دماغ میں صرف میں نہیں تھا۔ کوئی اور خیال خوانی کر[نے والا] بھی چھپا ہوا تھا اور وہ واکی ٹاکی کے ذریعے ہونے والی گفتگ[و سن رہا] تھا جب اس نے سنا کہ ایلا اور پرگولا نے بینک لوٹنے والو[ں کو بتا] دیا ہے کہ لوٹی ہوئی رقم آئی جی کے حوالے کردی گئی ہے تو [اس نے] برین آدم یا دوسرے افسران کو یہ باتیں بتائیں جس کے [نتیجے میں] ان دونوں جادوگروں کو حراست میں لے لیا گیا اور ایلا [کو پستول] دکھانے والی عورت کو تلاش کیا گیا۔

میں نے جو سمجھا' اس کی تصدیق تھوڑی دیر بعد ہو[گئی۔ واکی] ٹاکی کے ذریعے کہا گیا۔ "مسٹر ہیری! یہ ثابت ہو رہا ہے کہ [تم پولیس] والوں سے ملے ہوئے ہو۔ جس وچ لیڈی نے میری بہن ک[و] حقیقت بتائی تھی اسے اور اس کے ساتھی کو پولیس نے گر[فتار کرلیا] ہے' اب وہ میری بہن کو تلاش کررہے ہیں۔"

"اس طرح کیسے ثابت ہوا کہ میں پولیس والوں [سے ملا ہوا] ہوں؟"

"تم نے پولیس والوں کو کوئی اشارہ دیا ہے یا تمہار[ے دماغ] میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا چھپا ہوا ہے۔"

ڈی نے کہا۔ "یہ تم ٹیلی پیتھی والی نئی بات کررہے ہو۔ اگر کوئی میرے اندر چھپا ہے تو میں اسے کیسے پکڑ سکتا ہوں۔"

"میں آخری بار پوچھتا ہوں' وہ رقم کہاں ہے؟"

"جواب چاہتے ہو تو اپنی بہن سے بات کراؤ۔"

تھوڑی دیر خاموشی رہی پھر اتالاتا کی رس بھری آواز سنائی دی۔ "ہیلو' میں بول رہی ہوں۔"

ڈی نے پوچھا۔ "میں کون؟"

"وہی جس نے تمہیں بینک میں تین تھیلے دے کر دھوکا کھایا۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں' شادی میں اتنے تھیلے لاؤں گا کہ گھر میں رکھنے کی جگہ نہیں رہے گی۔"

"کیا تم شادی کے معاملے میں سنجیدہ ہو؟"

"بالکل سنجیدہ ہوں۔ بولو برات لے کر کہاں آؤں؟"

"ہمارے درمیان جب تک اعتماد قائم نہیں ہوگا' میں پتا نہیں بتاؤں گی۔"

"یعنی میں پہلے تمام رقم تمہارے بھائی کے حوالے کردوں تو اعتماد قائم ہوجائے گا؟"

"بے شک' تمہیں یہی کرنا چاہیے۔"

"میں تمہارا نام نہیں جانتا' پتا نہیں جانتا۔ رقم دینے کے بعد کہاں ڈھونڈتا پھروں گا؟"

"مسٹر ہیری! میرے بھائی نے صرف دس منٹ تک تم سے بات کرنے کی اجازت دی ہے۔ یہ دس منٹ پورے ہو رہے ہیں۔ فار گاڈ سیک! عقل سے کام لو۔ موت تمہارے بالکل قریب ہے۔"

اچانک آواز بند ہوگئی۔ واکی ٹاکی کو چپ لگ گئی۔ دور سے دو گھوڑے دوڑتے آرہے تھے۔ ان سے خطرہ تھا۔ وہ دشمن ہوسکتے تھے میں نے ڈی کو وہاں سے بھاگنے پر مجبور کیا۔

جب وہ بھاگنے لگا تو سادہ لباس میں رہنے والے جاسوس چوکنا ہوگئے۔ ڈی چیختا جارہا تھا "ان گھڑسواروں کو روکو۔ انہیں روکو۔ فوراً روکو۔"

کئی سادہ لباس والوں نے اپنی گنیں نکال کر فائرنگ کی۔ گھوڑے دوڑتے دوڑتے گرے ان کے سوار اچھل کر دور ریت پر لڑھکتے چلے گئے۔ انٹیلی جنس والے ان سواروں کو گرفتار کرنے کے لیے ادھر دوڑتے ہوئے گئے وہ تو محض دو آلۂ کار تھے۔ ان کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔

کہیں سے زوردار آواز سے فائرنگ ہوئی۔ دو گولیاں چلیں اور ڈی لڑکھڑا کر ریت پر گر پڑا۔ اسے تڑپنے اور دم توڑنے میں دیر نہیں لگی۔

اتالاتا نے دور سے ہیری کو لڑکھڑاتے اور گرتے دیکھا۔ اسے یقین نہیں آیا کہ جس نے پہلی بار محبت سے دل دھڑکایا تھا وہ اپنے دل کی دھڑکنیں گنوا چکا ہے۔

واکی ٹاکی کا ننھا سا سرخ بلب اسپارک کررہا تھا۔ اس نے آن کیا۔ بھائی وان لوئن کی آواز سنائی دی۔ "میں نے اس کمبخت فراڈ ہیری کے جسم میں ایک نہیں دو گولیاں اتار دی ہیں۔ واکی ٹاکی پھینک دو۔ اس کے ذریعے پکڑے جانے کا اندیشہ ہے۔ فوراً دوڑتی ہوئی کلب بلیو ہیون کے پیچھے آؤ۔ دیٹس آل۔"

آواز بند ہوگئی ادھر وہ اپنا واکی ٹاکی پھینک کر بھاگتا ہوا گیا ہوگا لیکن اتالاتا پر سکتہ سا طاری ہوگیا تھا۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دور بہت دور اوندھے منہ پڑی ہوئی لاش کو دیکھ رہی تھی۔

بس اتنی ہی دیر کی داستان محبت تھی۔ صبح بینک سے شروع ہوئی تھی۔ تمام دن اس کے تصورات سے بہلتی رہی تھی۔ رات کو سمندر کے کنارے یہ داستان اختتام کو پہنچ گئی تھی۔

بہت مختصر سی مدت تھی مگر محبت سمندر سے زیادہ گہری تھی۔ ایکدم سے آنسوؤں کا سمندر ابل پڑا۔ وہ ریت پر دو زانو ہو کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ "ہائے ہیری! مجھے یقین نہیں آتا۔ یقین نہیں آتا کہ تم مجھے چھوڑ کر چلے گئے ہو۔۔۔"

اس کے کانوں میں عادل کی آواز آئی۔ "یقین کرنا بھی نہیں چاہیے۔"

وہ روتے روتے چپ ہوگئی' دل نے کہا۔ "یہ آواز ایک فریب ہے' وہ تو آنکھوں کے سامنے مردہ پڑا ہے۔"

وہ دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا کر رونے لگی۔ اسی وقت شانے پر ہاتھ محسوس ہوا پھر اس کی آواز سنائی دی۔ "میں نے دستانہ پہنا ہے کیوں کہ کسی نامحرم کو ہاتھ نہیں لگاتا۔"

اس نے چونک کر پلٹ کر دیکھا پھر حیرت سے چیخ پڑی۔۔۔ مردہ زندہ ہوگیا تھا۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

انالانا اب تک ایک مردہ لڑکی اور زندہ روح کی ایکٹنگ کرتی آئی تھی اور روح بن کر، دیکھنے والوں پر جتایا تھا کہ مرنے والے یوں بھی دنیا میں واپس آتے ہیں۔

اور جب ہیری (عادل) مرنے کے بعد اس کے سامنے آیا تو اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔ اس نے دُور ساحل کی ریت پر پڑی ہوئی اس کی لاش کو دیکھا۔ اس لاش کے پاس اب لوگوں کی بھیڑ لگ رہی تھی۔ اُدھر ایک ہیری مردہ تھا اِدھر دوسرا ہیری عین نگاہوں کے سامنے مسکرا رہا تھا۔

وہ بدستور مسکراتے ہوئے بولا۔ "یقین کرلو کہ میری محبت سچی ہے اسی لیے مرنے کے بعد واپس آیا ہوں۔ اور میرے لیے دنیا کی یہ سب سے بڑی خوشی ہے کہ یہ حسین آنکھیں میرے لیے روتی ہیں اور میری موت کے بعد بھی تمہارا دل مجھے پکارتا ہے۔"

وہ بول رہا تھا اور وہ ایسے تک رہی تھی جیسے خواب دیکھ رہی ہو پھر اس نے آہستگی سے ایک ہاتھ بڑھایا اور اسے چھو کر دیکھا۔ وہ بولا۔ "اگر تم مجھے نامحرم نہیں سمجھتی ہو تو بے شک مجھے چھولو۔ بلکہ پکڑلو۔"

اس کی بے یقینی ختم ہوگئی اس نے مسکرا کر اس کے شانے پر ہاتھ رکھا، اور اس کے بازو کو پکڑ کر کہنے لگی۔ "تم..... تم زندہ ہو۔"

وہ ہنستی کھلکھلاتی ہوئی ریت پر گھٹنوں کے بل اٹھی پھر اس کے گلے سے لگ کر کمبل کی طرح لپٹ گئی۔ دل کھول کر ہنستی ہوئی بولی۔ "ہاہاہاہا۔ تم زندہ ہو۔ میرے لیے زندہ ہو۔ اگر واپس نہ آتے تو میں روتے روتے مرجاتی۔"

وہ ایسے مل رہی تھی، جیسے دنیا جہاں کی دولت اسے مل گئی ہو۔ عادل اسے پاکر سحرزدہ سا ہو رہا تھا۔ زندگی میں پہلی بار ایک حسین لڑکی ایسی دیوانگی سے اپنا رہی تھی کہ ساری دنیا ذہن سے فراموش ہوگئی تھی۔

پھر وہ ذرا چپ ہوئی، کچھ سوچنے لگی۔ اس کے بعد جیسے بجلی کا جھٹکا لگا ہو، وہ ایکدم سے الگ ہو کر اس سے دور ہوگئی جیسے خواب دیکھتے دیکھتے آنکھیں کھل گئی ہوں۔ اس نے گھور کر پوچھا۔ "اگر تم ہیری ہو تو وہ لاش کس کی ہے؟"

"وہ ایک بہروپیے کی لاش ہے۔"

"میں کیسے یقین کروں؟"

"ابھی تم نے میرے دل سے لگ کر اس کی دھڑکنیں سنی ہیں۔ اس لیے یقین کرلو۔"

"جذباتی باتوں سے نہ بہلاؤ۔ بولو تم کون ہو؟"

"میں تمہارا ہیری رابسن ہوں۔ وہ قتل ہونے والا نقلی تھا۔ میں اصل ہوں۔"

"اس کے برعکس بھی ہو سکتا ہے۔ وہ قتل ہونے والا شاید اصلی تھا اور تم نقلی ہو۔"

"انا! میری جان! میں تمہیں کیسے یقین دلاؤں؟"

"خبردار مجھے میری جان نہ کہنا۔"

"ابھی تم ایک جان دو قالب ہو رہی تھیں۔"

"وہ میری غلطی تھی۔ جذبات میں بہہ گئی تھی۔"

"اگر ثابت ہو جائے کہ میں ہیری ہوں تو وعدہ کرو تم اسے غلطی نہیں کہوگی پھر اسی طرح جذبات میں بہہ جاؤگی۔"

"پہلے ثابت کرو۔"

"میں ابھی تمہیں اپنی کوٹھی اور فیکٹری دکھاؤں گا۔ یہ سب کچھ میرے نام ہے۔ میرا منیجر اور سیکڑوں ملازم تصدیق کریں گے۔"

انا نے کہا۔ "میں تمہاری کوٹھی، فیکٹری اور جائداد دیکھنا نہیں چاہتی۔ میری نظروں میں تمہاری ایک ہی پہچان ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ بتاؤ مجھے کس طرح پہچانوگی؟"

"بینک کی لوٹی ہوئی رقم سے۔ اگر واقعی تم ہیری ہو تو وہ رقم تمہارے پاس ہوگی۔"

"وہ میرے پاس تھی مگر غلط راستے سے میرے پاس آئی تھی۔ میں نے صحیح راستہ اختیار کیا اور اسے آئی جی کے حوالے کردیا۔"

"بکواس مت کرو۔ وہ تمہارے پاس میری امانت تھی۔"

"وہ مال تمہارا ہوتا تو اسے تمہاری امانت سمجھ لیتا۔ کیا تم میری دیانت داری کی قدر نہیں کروگی؟"

"میں لعنت بھیجتی ہوں تم پر۔"

"ساری دنیا ڈاکوؤں کی فیملی پر لعنت بھیجتی ہے۔ میں تم پر محبت بھیجتا ہوں۔ اس ذلیل فیملی سے نکل آؤ۔"

"شٹ اپ۔" وہ اٹھ کھڑی ہوئی پھر ریت میں دھنستے ہوئے قدموں سے جانے لگی۔

وہ لپک کر اس کے پاس آیا پھر ساتھ چلتے ہوئے بولا۔ "خدا نے تمہیں حسن دیا ہے۔ بینک میں تمہاری حرکتیں دیکھ کر تمہاری ذہانت کا اندازہ ہوا۔ اس ذہانت کو تم غلط استعمال کررہی ہو۔ اپنی غلطی کو سمجھو۔"

وہ رک کر بولی۔ "میں تمہاری نصیحت نہیں سننا چاہتی۔ میرا پیچھا چھوڑ دو۔"

وہ پھر پلٹ کر جانے لگی۔ اس نے پوچھا۔ "مجھے چھوڑ کر جاؤگی تو کیا تمہیں رات کو نیند آسکے گی۔"

"میں کوئی محبت کرنے والی گدھی نہیں ہوں۔ اس رقم کی خاطر تم میں دلچسپی لے رہی تھی۔"

"تمہاری دانست میں ہیری کو گولی ماردی گئی تھی۔ وہ مرگیا تھا اور مرنے کے بعد اس سے تمہیں بینک کی رقم نہ ملتی پھر تم اس کے لیے یعنی میرے لیے کیوں رو رہی تھیں؟"

"میری جوتی رو رہی تھی۔"

"محبت میں جوتی نہیں، منتظر آنکھیں روتی ہیں۔"

"سچ بات سنو۔ میں یہ سوچ کر رو رہی تھی کہ ہیری کے مرنے کے بعد وہ رقم کبھی نہیں ملے گی۔"

عادل نے اس کا بازو پکڑ کر روک لیا پھر اسے اپنی طرف کھینچتے ہوئے کہا۔ "اپنے ان آنسوؤں کی توہین نہ کرو، جو تم نے سچے پیار میں بہائے ہیں۔ ایک بار میرے سینے سے لگ کر کہہ دو کہ تم یہاں میرے لیے نہیں دولت کے لیے آئی ہو پھر میں تمہارے دل سے ہی نہیں دنیا سے چلا جاؤں گا۔"

وہ چٹان جیسے سینے سے لگ گئی۔ پہلے اس مردانہ گرفت سے نکلنے کی کوششیں کرتی رہی پھر تھک ہار کر اس کے بس میں ہوگئی۔ ساحل پر تفریح کرنے والے ان کے آس پاس سے گزر رہے تھے اور وہ دونوں ان سب سے بے خبر ایک دوسرے کی ذات میں ڈوب گئے تھے۔ مغربی ممالک میں یہ ایک عام سی بات ہے۔ محبت کرنے والے جوڑے سرِعام بغل گیر ہو کر اپنی محبت کا بھرپور اظہار کرتے ہیں۔ کوئی اس پر اعتراض نہیں کرتا۔ ان کا خیال ہے ایسی حرکتیں فضا کو خوشگوار اور ماحول کو رومان پرور بناتی ہیں۔

انالانا اچانک ہی اس سے دور ہوگئی پھر شرماتی ہوئی، مسکراتی ہوئی اس سے دور بھاگتی چلی گئی۔ عادل نے آواز دی۔ "رک جاؤ۔ اپنا نام تو بتاتی جاؤ۔"

وہ دوڑتے دوڑتے پلٹ گئی پھر الٹے پاؤں دوڑتی ہوئی بولی۔ "انالانا۔ میں تمہاری انالانا ہوں۔"

وہ پھر گھوم کر دوڑنے لگی۔ اب وہ اتنی دور چلی گئی تھی کہ نیم تاریکی اور نیم روشنی میں نگاہوں سے اوجھل ہو رہی تھی۔ وہ چیخ کر بولا۔ "لیلیٰ! تیرا محمل کہاں ہے؟"

وہ نظروں سے اوجھل ہوگئی مگر آواز آئی "خدا اور خوشبو نظر نہیں آتے ہیں۔ اس کے باوجود خدا ہر سو ہے اور خوشبو کا جھونکا کہیں سے بھی آجاتا ہے۔"

وہ آواز کھلی فضا میں تحلیل ہوتی چلی گئی۔

○☆○

ہیری کی لاش کو ملٹری اسپتال پہنچایا گیا۔ وہاں پوسٹ مارٹم کے دوران انکشاف ہوا کہ لاش کا چہرہ میک اپ میں چھپا ہوا ہے۔ چہرہ صاف کیا گیا تو وہ کوئی اور تھا۔

"ایکسرے مین، برین آدم کے ذریعے یہ دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا "یہ کوئی اور ہے مگر بڑی خوبصورتی سے ہیری کا رول ادا کر رہا تھا۔"

وہ برین آدم کے دماغ میں رہ کر یہ سوچ رہا تھا۔ اس طرح برین آدم کی سوچ بھی یہی تھی۔ وہ بلیک آدم سے بولا۔ "اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اصلی ہیری کہاں ہے؟"

بلیک آدم نے کہا۔ "ہیری کو ہمارے حفاظتی انتظامات پر بھروسا نہیں تھا اسی لیے اس نے اس اجنبی کو اپنا ہم شکل بنا کر بھیجا تھا۔"

"اس نے ہم پر بھروسا نہیں کیا۔ اب ہم اس کی دوراندیشی کی داد دیتے ہیں لیکن اس ڈمی نے اصلی ہیری کا رول کیسے ادا کیا۔"

"ہاں! ابھی ٹیری آدم کہہ رہا تھا کہ اس نے ڈمی کے چور خیالات پڑھے تھے تو وہ خیالات بھی اصلی ہیری ظاہر کر رہے تھے۔"

"اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ڈمی پر تنویمی عمل کر کے اسے اندر سے بھی اصلی ہیری بنایا گیا تھا۔" ٹیری آدم نے کہا۔

"اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اصلی ہیری بہت گہرا نوجوان ہے، ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے اس کے تعلقات ہیں۔"

"برادر ٹیری! یہ ڈمی تو مرچکا ہے۔ اب تم اصلی ہیری کے دماغ میں جاؤ۔"

"میں یہ کوشش کرچکا ہوں۔ اصلی ہیری کی آواز اور لہجہ گم ہو گیا ہے۔"

"یعنی اصلی ہیری پر بھی تنویمی عمل کر کے اُس کے اصل لہجے کو مٹا دیا گیا ہے۔"

"بے شک یہی بات ہے۔ اِسی لیے میں اُس کے دماغ میں نہیں پہنچ پا رہا ہوں۔"

برین آدم نے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ ہیری کسی خیال خوانی کرنے والے یا والوں کے لیے بہت اہم ہے۔ انہوں نے ہیری کو محفوظ رکھنے کے لیے اس ڈمی کو چارا بنا کر بھیجا تھا۔"

"وہ کون لوگ ہو سکتے ہیں، جن سے ہم بھی دھوکا کھا گئے اور اس ڈمی کو گولی مارنے والے بھی مطمئن ہو کر چلے گئے۔"

برین آدم نے فون پر رابطہ کرنے کے بعد حکم صادر کیا۔ "ہیلو میں ایچ او ڈی (ہیڈ آف دی ڈپارٹمنٹ) بول رہا ہوں۔ ہیری رابسن کی ذاتی اور کاروباری تمام ٹیلیفون کالوں کو ٹیپ کیا جائے اور خفیہ طور پر اس کے بنگلے اور فیکٹری کی نگرانی کی جائے۔"

دوسری طرف سے کہا گیا۔ "یس سر! آپ کے احکامات کی تعمیل ابھی ہوگی۔ ایک رپورٹ ہے۔ ابھی چند سیکنڈ پہلے آپ کے ذاتی فون پر ہیری نے پیغام دیا ہے کہ وہ آپ سے فوراً ملنا چاہتا ہے۔"

برین آدم نے اس سے رابطہ ختم کر کے ہیری کے فون پر رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے عادل کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو کون؟ میں ہیری بول رہا ہوں۔"

"مسٹر ہیری! میں ایچ او ڈی ہوں۔ کیا تم شام ہی سے گھر پر ہو؟"

"جی ہاں۔ میں نے کئی بار آپ سے رابطہ کرنے کی کوششیں کیں لیکن کوئی نادیدہ طاقت مجھے فون کرنے اور آئی جی صاحب کے پاس جانے سے روکتی رہی۔ آپ فوراً اپنے آدمیوں کو یہاں بھیج دیں تاکہ وہ مجھے اپنی نگرانی میں آپ کے پاس پہنچا دیں۔ ورنہ میں پھر دماغی طور پر غائب ہو جاؤں گا یا پھر اپنے اختیار میں نہیں رہوں گا۔"

"ابھی میرے آدمی آرہے ہیں، تم تیار رہو۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

برین آدم نے ریسیور رکھ کر بلیک آدم سے کہا۔ "ہیری ٹریپ کیا گیا ہے۔ اس کے اندر کوئی آتا ہے اور اس وقت اس کے دماغ میں موجود نہیں ہے۔ تم فوراً جاؤ اور اسے یہاں لے آؤ۔"

بلیک آدم اسی وقت وہاں سے روانہ ہو گیا۔ ہیری سے ملاقات ہونے پر بہت سے پیچیدہ معاملات پر روشنی پڑ سکتی تھی۔ وہ بیس منٹ میں وہاں پہنچا۔ بڑی تیزی سے آنے کے باوجود وہ اپنے بنگلے میں نظر نہیں آیا۔ بلیک آدم نے اسے آوازیں دیں۔ بنگلے کے ایک حصے میں اسے تلاش کیا پھر ڈرائنگ روم میں آیا تو فون کی گھنٹی سن کر ٹھٹک گیا۔

اس نے فوراً ہی اپنا موبائل فون آپریٹ کر کے ٹیلیفون ایکسچینج کے اعلیٰ افسر سے رابطہ کیا پھر اسے ہیری کا فون نمبر نوٹ کراتے ہوئے کہا۔ "میں آفیسر آن اسپیشل ڈیوٹی ہوں۔ آدھے منٹ کے اندر اندر اس فون پر گفتگو ہو گی۔ فوراً اس نمبر سے ریکارڈر منسلک کرو۔ تمام گفتگو ریکارڈ ہونی چاہیے۔"

اس نے موبائل فون کو آف کیا۔ ہیری کے فون کی گھنٹی بجتی جا رہی تھی۔ وہ اپنی رسٹ واچ میں سیکنڈ کے متحرک کانٹے کو دیکھ رہا تھا۔ پھر تیس سیکنڈ پورے ہوتے ہی اس نے ہیری کے فون کا ریسیور اٹھایا اور کہا۔ "ہیلو کون ہے؟"

میں نے جواب دیا۔ "میں ایک جوان ہوں۔ میرا نام اور کام نہ پوچھو۔ جس کام سے آئے ہو اس میں ناکام ہو کر چلے جاؤ۔ ہیری نے میری تھوڑی سی عدم موجودگی سے فائدہ اٹھا کر تمہیں بلایا تھا۔ اچھا ہوا کہ میں تمہارے آنے سے پہلے اسے لے آیا ہوں۔"

بلیک آدم نے کہا۔ "تم اپنے متعلق کچھ نہیں بتانا چاہتے۔ کیا ہیری کے متعلق کچھ بتاؤ گے؟"

میں نے کہا۔ "وہ بہت گہرا ہے۔ اس کی گہرائی میں نہ جاؤ۔ جب میں نے پہلی بار اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کے چور خیالات پڑھے تو حیران رہ گیا۔"

"ایسی حیرانی کی کیا بات ہے؟"

"ایک بات ہو تو بتاؤں۔ میں تمام باتیں راز میں رکھوں گا۔ صرف ایک بات بتاؤں گا جس کا تعلق تمہارے اعلیٰ افسر ایچ او ڈی سے ہے۔"

یہ کہہ کر میں ذرا چپ ہوا۔ وہ اپنے ایچ او ڈی برین آدم سے تعلق رکھنے والی بات سننے کے لیے بے تاب ہو گیا تھا۔ وہ اس سلسلے میں کچھ پوچھنا ہی چاہتا تھا کہ میں نے کہا۔ "تم لوگ اس نوجوان کی تلاش میں ہو جس نے برین آدم کو سمندر کے ساحل پر اعصابی کمزوریوں میں مبتلا کیا تھا۔ وہ نوجوان یہی ہیری تھا۔"

"کیا یہ ہیری نے تم سے کہا ہے؟"

"نہیں' اس کے چور خیالات نے بتایا ہے۔"

"پلیز ہمیں بتاؤ' اس نے ایسا کیوں کیا تھا؟"

"اس وقت ہیری میرے ایک دشمن خیال خوانی کرنے والے کا معمول اور تابعدار تھا۔ اس نے اپنے عامل کے حکم سے [...] آدم کی گردن میں سوئی چبھوئی تھی۔"

بلیک آدم نے بے چینی سے پوچھا۔ "یہی تو میں پوچھ رہا ہوں اس نے ایچ او ڈی کو کمزوری میں مبتلا کیوں کیا؟"

"کیا تم اتنے نادان ہو کہ کسی کو دماغی اور جسمانی طور پر [...] کرنے کا مطلب نہیں سمجھ رہے ہو؟"

"ہاں' میں ضرور سمجھ رہا ہوں لیکن جہاں تک ہمارا خیال [...] کہ کسی نے برین آدم کے چور خیالات نہیں پڑھے ہیں۔"

"یہ تمہارا خیال ہے۔ اپنے خیال سے خوش اور مگن رہو۔"

"تم..... تم کہنا کیا چاہتے ہو؟ کیا اس خیال خوانی کرنے والے دشمن نے ہمارے ڈپارٹمنٹ کے راز....."

میں نے بات کاٹ کر کہا "صرف ڈپارٹمنٹ نہیں [...] ڈپارٹمنٹ یا خفیہ تنظیم سمجھو۔"

یہ کہتے ہی میں نے فون بند کر دیا اگرچہ میں یہودی خفیہ [...] کے متعلق کچھ نہیں جانتا تھا اور برین آدم کا تعلق بھی اس [...] سے معلوم نہیں تھا مگر شبہ سا تھا اس لیے میں عادل کے ذریعے [...] کھیل شروع کر چکا تھا۔ ایک شوشہ چھوڑا تھا کہ کسی دشمن [...] برین آدم کے چور خیالات پڑھ لیے ہیں جب کہ ایسا کسی نے [...] کیا تھا۔

میرے اس کھیل کا نتیجہ یہ ہوتا کہ عادل ان کی نظروں [...] اہم ہو جاتا۔ وہ سوچتے رہتے کہ اس نوجوان میں ایسی کیا خو[...] ہیں' جن کے باعث خیال خوانی کرنے والے اسے اپنا بنا کر [...] چاہتے ہیں۔

پھر یہ تشویش پیدا ہوتی کہ کسی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے [...] نے برین آدم کے دماغ سے کیسے کیسے راز معلوم کیے ہیں۔ اگر [...] آدم کا تعلق یہودی خفیہ تنظیم سے نہ ہوتا' تب بھی انٹیلی[...] ڈپارٹمنٹ کے حوالے سے تشویش باقی رہے گی۔

اور اگر برین آدم کا تعلق اس خفیہ تنظیم سے ہو گا تو [...] کھلبلی پیدا ہو جائے گی۔ انہیں یقین ہو جائے گا کہ ہیری کے [...] پہلے ایک دشمن نے برین آدم کو کمزور کیا اور اس کے خیا[لات] پڑھے پھر دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے یعنی میں نے بھی [...] ہیری کو اپنا معمول بنا کر بہت سے راز معلوم کیے ہیں۔

میں صرف الپا کے متعلق یقین سے سمجھتا تھا کہ وہ اس [...] تنظیم میں ہو گی۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں جانتا تھا۔ [...] منٹ پہلے تنظیم کے ایک اہم فرد بلیک آدم سے فون پر گفتگو [...] تھا لیکن اس کی حقیقت سے بھی بے خبر تھا۔ بعض اوقات [...] اندھی چال سے بازی اپنے حق میں ہو جاتی ہے۔

چونکہ میں وہ بازی ایک اندھی چال سے جیت رہا تھا اس [...] ایک اندھے کی طرح اس کے نتائج کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔ [...] اندازے کے مطابق کھلبلی پیدا ہو گئی تھی۔

[...] ایکسرے مین' بلیک آدم کے اندر رہ کر مجھ سے فون پر ہونے [...] والی گفتگو سن چکا تھا۔ ادھر برین آدم اور ٹیلی پیتھی جاننے والے [...] نے فون ٹیپ کو سنا تھا۔ انہوں نے تمام برادرز کو طلب کیا۔ الپا اور [...] ٹ آدم پر غداری کا الزام تھا۔ اس لیے ان کے برین واش کیے [...] گئے تھے۔ وہ اپنی اپنی رہائش گاہ میں آرام کر رہے تھے۔

تمام برادرز نے وہ فون ٹیپ سن لیا تھا۔ برین آدم نے کہا۔ [...] ہم نے بڑی محنت سے اس تنظیم کو مستحکم کیا ہے۔ اب ہماری یہ [...] ش نہی ختم ہو جائے تو اچھا ہے کہ ہم آہنی پردوں میں چھپے ہوئے [...] اسرار لوگ ہیں۔ موجودہ معلومات کے مطابق دو ٹیلی پیتھی جاننے [...] والے ہماری جڑوں میں گھسے ہوئے ہیں۔"

برین آدم نے کہا۔ "میں نے تمام برادرز کو اس لیے بلایا ہے [...] کہ ہم سب مل کر فوری طور پر چند احتیاطی تدابیر کریں۔ دشمنوں [...] نے میری دماغی کمزوری کے درمیان ہماری تنظیم کا ایک ایک راز [...] معلوم کیا ہو گا۔ شاید انہیں یہ بھی معلوم ہو گا کہ الپا کا برین واش [...] کیا گیا ہے۔"

"واقعی وہ دشمن ایسی حالت میں الپا کے دماغ پر قبضہ جما سکتے [...] ہیں اور ہمیں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی سے محروم کر سکتے ہیں۔"

ایک برادر نے کہا۔ "آہ! ہم بڑے بڑے صدمے برداشت [...] کرنے والے ہیں۔"

دوسرے برادر نے کہا۔ "ہمیں کسی طرح معلوم کرنا چاہیے کہ وہ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے کون لوگ ہیں؟"

دوسرے برادر نے پوچھا۔ "کیا ہمیں یقین کر لینا چاہیے کہ وہ دشمن برین آدم کے اندر ہیں اور اب بھی یہاں موجود ہیں۔"

برین آدم نے کہا۔ "یہ کیسی مجبوری ہے کہ میں انہیں اپنے اندر محسوس نہیں کر سکتا۔ میں اپنے اندر رہنے والوں سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ ظاہر ہو جائیں۔ اب چھپنے کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا کیونکہ یہ تنظیم اب نہیں رہے گی۔"

ایکسرے مین بڑی خاموشی سے اور بڑی دیر سے برین آدم کے دماغ میں رہ کر کسی کو محسوس کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس نے [اس] وقت بھی شبہ کیا تھا' جب برین آدم اعصابی کمزوریوں میں مبتلا ہوا تھا۔ وہ روز صبح' دوپہر' شام کسی وقت بھی برین آدم کے اندر آ کر کسی خیال خوانی کرنے والے کی موجودگی کو محسوس کرنے کی کوششیں کرتا رہتا تھا لیکن اس کے کمزور دماغ میں ہمیشہ خاموشی رہتی تھی پھر جب اس کی ذہنی توانائی بحال ہوئی تو ایکسرے مین نے اس پر پھر سے تنویمی عمل کیا تھا۔ یہ اچھی طرح معلوم کیا تھا کہ اس کے اندر نہ کوئی چھپا ہوا ہے اور نہ ہی کسی نے اس پر تنویمی عمل کیا ہے۔ اس کے بعد وہ مطمئن ہو گیا تھا۔

اب میں نے جو شوشہ چھوڑا تو اس کے نتیجے میں پھر یقین کی حد تک شبہات مستحکم ہونے لگے۔ ایکسرے مین کا اعتماد تمام برادرز پر سے ڈگمگانے لگا۔ ان حالات میں ایک ہی بات حوصلہ دے رہی تھی کہ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے برین آدم کے دماغ پر قبضہ جما کر اب تک کوئی مخالفانہ رویہ اختیار نہیں کیا ہے جب کہ وہ دشمن تمام برادرز کو موت کے گھاٹ اتار کر' الپا اور ٹیری جیسے خیال خوانی کرنے والوں کو اپنا تابعدار بنا لیتے لیکن ایسی کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔

ایکسرے مین نے سوچا کہ دشمن صرف برین آدم پر قبضہ جما سکتے ہیں پھر رفتہ رفتہ دوسرے برادرز تک پہنچ سکتے ہیں چونکہ ایکسرے مین خود اپنے تمام لوگوں کے اندر وقتاً فوقتاً جھانکتا رہتا تھا اس لیے کوئی برادر کسی اور کا معمول اور تابعدار ثابت نہیں ہو رہا تھا۔

اس نے برین آدم کے دماغ میں یہ حکم نقش کیا کہ وہ چند گھنٹوں کے اندر ایک خصوصی طیارے میں اسرائیل سے باہر چلا جائے گا اور تاحکم ثانی واپس نہیں آئے گا۔

ایکسرے مین نے اس کے بعد ٹیری ہارٹ کے چور خیالات پڑھے' وہ بدستور تابعدار تھا۔ اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کو کوئی چھین کر نہیں لے جا سکتا تھا۔ اس نے ٹیری کے دماغ میں یہ حکم نقش کیا کہ وہ موجودہ رہائش گاہ میں اپنا تمام سامان چھوڑ کر ایک نئی رہائش گاہ میں جائے گا اور کسی برادر سے کوئی رابطہ نہیں کرے گا۔"

پھر اس نے الپا کے خیالات پڑھے۔ وہ ابھی کمزور تھی۔ ایک بار اس پر تنویمی عمل ہو چکا تھا۔ وہ اس خفیہ مکان سے نکل کر اپنی مرضی سے کہیں نہیں جا سکتی تھی۔

اگلے چوبیس گھنٹوں میں ایکسرے مین کو معلوم ہو سکتا تھا کہ خفیہ تنظیم کے اندر کوئی دشمن خیال خوانی کرنے والا واقعی موجود ہے یا نہیں۔

برین آدم نے ایکسرے مین کی مرضی کے مطابق تمام برادرز سے کہا۔ "میں ابھی اس ملک سے جا رہا ہوں۔ میری غیر موجودگی میں ٹیری آدم تم سب کا بگ برادر رہے گا۔"

ایک نے پوچھا "برادر! تم واپس کب آؤ گے؟"

اس نے جواب دیا۔ "جیسے ہی مجھے اس دشمن خیال خوانی کرنے والے کی حقیقت معلوم ہو گئی' میں اس سے نمٹنے کے بعد واپس آ جاؤں گا۔"

ایکسرے مین نے جب سے الپا کو غدار پایا تھا' تب سے ٹیری آدم کو اس پر ترجیح دینے لگا تھا۔ یوں بھی وہ ذہین اور تیز طرار تھا۔ بڑی جلدی کسی بھی معاملے کی تہ تک پہنچ جاتا تھا۔ اس کی ان صلاحیتوں کے پیش نظر اسے عارضی طور پر بگ برادر بنایا جا رہا تھا۔

ایکسرے مین چاہتا تو بڑی آسانی سے ایک ایک کر کے تمام برادرز کو موت کے گھاٹ اتار دیتا پھر برین آدم اور بلیک آدم جیسے نئے ذہین اور باصلاحیت افراد کا انتخاب کر کے پھر وہی خفیہ برادرز کی تنظیم قائم کر لیتا لیکن وہ انہیں ناحق قتل نہیں کرنا چاہتا تھا۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ایک تو وہ تمام برادرز بے قصور تھے۔ دوسرے یہ ثابت نہیں ہوا تھا کہ خیال خوانی کرنے والے اجنبی دشمنوں نے برین آدم کے اندر جگہ بنالی ہے۔

برین آدم کے دماغ میں کسی دشمن کی موجودگی کے آثار نہیں پائے گئے تھے۔ خفیہ تنظیم کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچ رہا تھا۔ ایکسرے مین کو کسی حد تک یقین تھا کہ اس کی قائم کردہ تنظیم میں کوئی باہر کا آدمی چور دروازے سے نہیں آیا ہے پھر بھی مکمل یقین کرنے کے لیے اس نے برین آدم کو اسرائیل سے باہر بھیج دیا' ٹیری آدم کی رہائش گاہ تبدیل کرا دی تاکہ وہ دوسرے برادرز سے بھی چھپ کر رہے اور ان سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ رکھے پھر وہ تمام برادرز کے دماغوں میں وقتاً فوقتاً جھانکتے رہنے اور چھپے ہوئے دشمنوں کو ڈھونڈ نکالنے کی کوششوں میں مصروف رہنے لگا۔

اپنی تنظیم کے اندرونی معاملات سے نمٹنے کے بعد اس نے وچ لیڈی ایلا کلانسی اور جے پرگولا پر توجہ دی۔ ٹیری آدم کے اندر جا کر اس کی سوچ میں کہا۔ "وہ دونوں جادوگر بینک ڈکیتی کے سلسلے میں دو بار پولیس کی نظروں میں آ چکے ہیں اور اب پولیس کی حراست میں ہیں۔ ان سے پوچھنا چاہیے کہ وہ پچھلی رات مقتول ہیری کا تعاقب کیوں کر رہے تھے؟"

ایکسرے مین نے خود کو گمنام اور محفوظ رکھنے کے لیے یہ طریقۂ کار اپنایا تھا کہ برین آدم کے اندر جا کر اس کی سوچ میں بولتا تھا اور برین آدم سمجھتا تھا کہ وہ خود ایسی باتیں سوچ رہا ہے۔ اب ٹیری آدم نے بھی یہی سوچا کہ وہ دونوں جادوگروں کے متعلق خود سوچ رہا ہے اور ان دونوں کا محاسبہ کرنا چاہتا ہے۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے بلیک آدم سے کہا۔ "حوالات میں جاؤ' وچ لیڈی اور جے پرگولا سے معلوم کرنے کی کوشش کرو کہ وہ پچھلی رات مقتول ہیری کا پیچھا کیوں کر رہے تھے؟"

ان دونوں کو بڑی سخت نگرانی میں رکھا گیا تھا ایک تو بینک میں ڈاکا ڈالنے والوں نے واردات کے لیے روحوں کو بھیجا تھا۔ دوسرے یہ کہ وچ لیڈی اور جے پرگولا بھی کچھ ایسے ہی جادوئی کمالات دکھانے کے سلسلے میں بدنام تھے۔ اس لیے ان کا تعلق بھی بینک ڈکیتی سے جوڑا جا رہا تھا۔

تھانے کے انچارج نے سلاخوں کے پیچھے بیٹھے ہوئے جے پرگولا سے کہا۔ "بینک کی لوٹی ہوئی رقم اُسی دن واپس مل گئی تھی۔ تم یہ بیان دے دو کہ ڈاکا ڈالنے والوں کو تم جانتے ہو اور پولیس والوں کو ان ڈاکوؤں تک پہنچاؤ گے۔"

پرگولا نے کہا۔ "میں ساحل پر ان ڈاکوؤں تک پہنچنے کے لیے ہی گیا تھا مگر تم لوگ مجھے پکڑ کر یہاں لے آئے۔"

"کوئی بات نہیں' ابھی ہمارے ساتھ چلو اور انہیں گرفتار کراؤ۔"

"میں آپ کو کیسے سمجھاؤں کہ ان ڈاکوؤں کو جانتا نہیں ہوں۔ بینک میں ان کی ٹرانسپیرنٹ صورتیں دیکھی تھیں اور صاحب کے دفتر میں سنا تھا کہ وہ ڈاکو شام کو سمندر کے کنارے آئیں گے۔ اگر آپ لوگ مجھے پکڑ کر نہ لاتے تو میں انہیں وہاں پہچان لیتا۔"

زیادہ باتیں نہ بناؤ۔ اگر رہائی چاہتے ہو تو اپنے کالے جادو سے انہیں پکڑواؤ اور یہاں حاضر کرو۔"

"اگر کالے جادو سے مجرم پکڑے جاتے تو تھانے میں پولیس نہ ہوتی' جادوگر ہوتے۔"

تھانے کا انچارج ناگواری سے منہ بنا کر چلا گیا۔ پرگولا سوچنے لگا۔ "یہ کس مصیبت میں پھنس گیا ہوں۔ پتا نہیں یہاں سے رہائی کب ملے گی اور نہ جانے اس بیچاری ایلا کلانسی کو کہاں رکھا گیا ہے۔"

وہ اپنی گرفتاری سے زیادہ پریشان نہیں تھا۔ اس نے کوئی جرم نہیں کیا تھا۔ یقین تھا کہ بے گناہ مان کر اسے جلد ہی رہا کر دیا جائے گا اور اگر خواہ مخواہ سلاخوں کے پیچھے بند رکھا جائے گا تو پھر وہ غیر قانونی ہتھکنڈے اختیار کرے گا۔

آدھی رات کو جیری نے اس کے دماغ پر دستک دی۔ آداب ادا کیے پھر کہا۔ "باس! میں آپ کے مقرر کردہ وقت کے مطابق حاضر ہوں۔"

اس نے جیری سے کہا تھا کہ ہر چھ گھنٹے بعد ایک بار اس کے دماغ میں آیا کرے گا۔ دوسری بار تین گھنٹے بعد تھرال آیا تو اس نے پوچھا۔ "تھرال کہاں ہے؟ وہ تین گھنٹے بعد اپنے وقت پر میرے پاس کیوں نہیں آیا؟"

"میں نہیں جانتا کہ وہ آپ کے پاس کیوں نہیں آیا۔"

"تو پھر معلوم کرو کہ وہ کہاں ہے؟ اسے میرے پاس لے کر آؤ۔"

جیری نے خیال خوانی کے ذریعے تھرال سے رابطہ کیا۔ وہ اسپتال میں تھا' پچھلی رات سے بیمار پڑا ہوا تھا۔ وہ دونوں باری باری جانے والے تین گھنٹے کے وقفے سے پرگولا کے دماغ میں حاضری دیتے تھے۔ اس حساب سے جیری پچھلی شام چھ بجے پرگولا کے پاس آیا تھا اس کے بعد رات کے نو بجے تھرال کو آنا چاہیے تھا۔ جیری نے یہی سمجھا کہ تھرال اپنے وقت پر نو بجے باس کے پاس گیا ہوگا لہٰذا وہ اپنے وقت پر بارہ بجے آیا تھا۔

اس نے پرگولا کو بتایا کہ تھرال اچانک بیمار پڑ گیا تھا۔ اب اس کا بخار اتر گیا ہے' ایک گھنٹے میں خیال خوانی کے قابل ہو جائے گا۔ جے پرگولا نے کہا۔ "مجھے تم دونوں کی یہاں ضرورت ہے۔ اب تم دونوں ہر آدھے گھنٹے بعد آیا کرو گے۔ یہاں حالات میرے موافق نہیں ہیں۔ اگر صبح تک مجھے رہا نہ کیا گیا تو میں اپنے تمہاری ٹیلی پیتھی کی ذریعے ہنگامے شروع کر دوں گا۔"

"باس! آپ جب بھی حکم دیں گے' ہم آپ کو آہنی سلاخوں سے باہر لے آئیں گے۔"

ہم نے پچھلی شام میرے ساتھ ایلا کلانسی کو دیکھا تھا۔ معلوم کرو' وہ کہاں ہے؟"

جیری وچ لیڈی کے اندر پہنچا۔ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتی تھی۔ جیری نے معلوم کیا کہ وہ ایک بوڑھے پولیس افسر کے بیڈ روم میں تھی۔ وہ بوڑھا افسر اس ادھیڑ عمر چڑیل پر قربان ہو رہا تھا اور اس چڑیل کے خیالات بتا رہے تھے کہ اس نے افسر پر کوئی کالا عمل کیا تھا' جس کے زیر اثر وہ دیوانہ ہو رہا تھا۔

جیری نے پرگولا کے پاس آ کر کہا۔ "باس' وچ لیڈی کا جادو افسر کے سر چڑھ کر بول رہا ہے۔ افسر سحرزدہ ہو کر اس کے ساتھ آپ کے پاس آ رہا ہے۔"

تھوڑی دیر بعد وہ افسر ایلا کلانسی کے ساتھ پرگولا کے سامنے آیا۔ پرگولا نے پوچھا۔ "ایلا! کیا تمہیں میری طرح حوالات میں نہیں قید کیا گیا ہے؟"

وہ بولی۔ "نہیں۔ میں نے اسے اسیر کر لیا ہے۔ اب یہ میرا غلام ہے۔ تمہیں بھی یہاں سے نکالے گا پھر ہم دونوں کو باہر پہنچا دے گا۔"

"کیا تم نے تھانے کے انچارج پر کالا جادو کیا ہے۔"

"نہیں' اس پر کرم کرو۔ اسے اپنا غلام بناؤ۔ ہمارے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں رہے گی۔"

"عقل سے کام لو۔ ہم نے ابھی تک کوئی واردات نہیں کی ہے۔ ہمارے خلاف پولیس کے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے۔ ہم عزت سے بری کر دیے جائیں گے اور اگر اس افسر کو سحرزدہ کر کے جائیں گے تو مجرم بن جائیں گے۔ آئی جی صاحب کا شبہ یقین میں بدل جائے گا کہ ہم ڈاکوؤں سے ملے ہوئے ہیں۔"

"کیا تم چاہتے ہو' میں واپس زنانہ حوالات میں چلی جاؤں؟"

"ہاں فوراً جاؤ۔ اپنے سر کوئی الزام نہ لو۔"

وہ اپنے دیوانے افسر کا ہاتھ پکڑ کر واپس چلی گئی۔ پرگولا نے کہا۔ "جیری! تم تھرال کے پاس جاؤ۔ اس کے ڈاکٹروں کے دماغوں میں گھسو اور کوشش کرو کہ وہ جلد ہی خیال خوانی کرنے کے قابل ہو جائے اور ہر آدھے گھنٹے بعد میرے پاس آیا کرو۔ اب جاؤ۔"

وہ چلا گیا۔ بلیک آدم صبح چھ بجے اس کے پاس آیا پھر بولا۔ "مسٹر پرگولا! کل تمہیں گرفتار کر کے آئی جی کے سامنے پیش کیا گیا تھا لیکن ڈاکا زنی میں تمہارا ہاتھ نہیں تھا اس لیے چھوڑ دیا گیا تھا۔ اب یہ بتاؤ کل رات تم سمندر کے کنارے ہیری کا تعاقب کیوں کر رہے تھے؟"

وہ بولا۔ "میں نے آئی جی کے دفتر میں سن لیا تھا کہ ڈاکو مسٹر ہیری سے ملنے آئے گا۔ میں کسی طرح اس ڈاکو تک پہنچنا چاہتا تھا۔"

"تم ڈاکو تک کیوں پہنچنا چاہتے تھے؟"

"جیسا کہ آپ لوگ جانتے ہیں میں جادوگر ہوں۔ میرے اندر یہ تجسس ہے کہ ڈاکوؤں نے واردات کرنے کے لیے کون سا کالا جادو کیا تھا۔ دو روحوں کو بینک میں پہنچا دیا تھا۔"

وہ جادو نہیں' سائنس کا کمال ہے۔ وہ روحیں نہیں تھیں۔ زندہ انسانوں کے عکس تھے۔"

پرگولا نے کہا۔ "آپ اسے سائنس کا کمال کہتے ہیں مگر یہ نہیں جانتے ہوں گے کہ کس تکنیک سے وہ کمال دکھایا گیا تھا۔ جو بات آپ نہیں جانتے اسے سائنس کہتے ہیں اور جو ہم نہیں جانتے اسے جادو کا نام دیتے ہیں۔"

بلیک آدم نے کہا۔ "فلسفی کی زبان میں نہ بولو۔ میرے سامنے باتیں نہ بناؤ۔ بینک میں ڈاکا ڈالنے والوں سے تمہارا گہرا تعلق ہے ہم سے تعاون کرو اور مجرموں کو عدالت تک پہنچاؤ۔"

"میں کئی بار کہہ چکا ہوں' مجرموں کو ان کے چہروں سے پہچانتا ہوں لیکن ان کے نام اور پتے نہیں جانتا۔"

"زمین پر سیدھے کھڑے ہوئے.. اس لیے نام پتے منہ سے نہیں نکل رہے ہیں۔ جب الٹا لٹکا کر ڈنڈے مارے جائیں گے اور بجلی کے جھٹکے پہنچائے جائیں گے تو سب کچھ اگل دو گے۔"

"آپ لوگ قانون کے محافظ ہو کر مجھ بے قصور کو غیر قانونی طور پر ڈنڈے ماریں گے تو میں اتنا کمزور نہیں ہوں کہ مار کھا جاؤں گا۔"

"ایسی صورت میں تم کیا کرو گے؟"

"آپ ایسی صورت پیدا کرنا ہی کیوں چاہتے ہیں؟ قانون کے دائرے میں رہ کر میرا محاسبہ کریں۔ اگر مجھ پر جرم ثابت نہ ہو تو مجھے یہاں سے جانے دیں۔"

"تم باتیں بنا کر مجھے ٹال رہے ہو۔ میں ایک گھنٹے کی مہلت دے رہا ہوں۔ ایک گھنٹے بعد تمہیں ٹارچر سیل میں پہنچایا جائے گا۔ اگر تم نے جرم کا اقرار نہ کیا اور ان مجرموں کی نشاندہی نہ کی تو تمہیں ایسی ناقابل برداشت اذیتیں پہنچائی جائیں گی کہ تمہاری چیخیں آسمان تک پہنچیں گی اور تم رٹے ہوئے سبق کی طرح ان کے نام اور پتے بتاتے جاؤ گے۔"

وہ دھمکیاں دے کر چلا گیا۔ جیری خیال خوانی کے ذریعے وہاں موجود تھا اور ان کی باتیں سنتا رہا تھا۔ اس نے کہا۔ "باس! یہ لوگ خواہ مخواہ آپ پر ہاتھ اٹھائیں گے۔ اس توہین سے پہلے یہاں سے نکل جانا چاہیے۔"

تھرال نے کہا۔ "باس! میں بھی حاضر ہوں۔ پچھلی رات غیر حاضری کی معافی چاہتا ہوں۔"

"کوئی بات نہیں' تم بیماری کے باعث مجبور تھے۔ وچ لیڈی کے پاس جاؤ اور معلوم کرو یہاں ایسی کوئی پناہ گاہ ہے' جہاں ہم محفوظ رہ کر اپنے حلیے بدل سکیں۔"

تھرال چلا گیا۔ پرگولا نے جیری سے کہا۔ "میں یہاں خاموشی

itsurdu.blogspot.com
itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

سے وہ غیر معمولی فارمولے حاصل کرنا چاہتا تھا پھر وہ عکس کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کا سائنسی کمال نظروں میں آیا ہے۔ اب ایسے حالات پیش آ رہے ہیں کہ میں چھپ کر خاموشی سے ان فارمولوں اور اس سائنسی کمال کی تکنیک تک نہیں پہنچ پاؤں گا۔ مجھے کھل کر ان یہودیوں کے خلاف محاذ بنانا ہو گا۔"

تھرہال نے کہا۔ "باس! وچ لیڈی کا ایک مکان جافا میں ہے اور دوسرا یہاں اسی شہر میں تیسری کوئی خفیہ پناہ گاہ نہیں ہے۔"

"لعنت بھیجو وچ لیڈی ایلا پر۔ وہ ابھی ہمارے کسی کام کی نہیں ہے۔ اسے حوالات میں رہنے دو۔ میں ایک سپاہی کو آواز دے رہا ہوں تم دونوں اسے آلۂ کار بناؤ۔ جیری' تم مجھے یہاں سے نکالو گے اور تھرہال تم باہر ایک گاڑی تیار رکھو۔"

اس نے سپاہی کو بلانے کے لیے آواز دی۔ پہلے تو کوئی نہیں آیا پھر اس نے گرجتے ہوئے پکارا تو ایک سپاہی نے آ کر غصے سے کہا۔ "پاگل کے بچے! کیوں چلا رہا ہے؟"

جیری اور تھرہال نے اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا' اسے پرگولا کے سامنے پلٹا کر واپس اس کمرے میں لے گئے جہاں تھانے کا انچارج بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے سپاہی سے پوچھا۔ "کیا بات ہے؟"

جیری نے انچارج کی آواز سنتے ہی اس پر قبضہ جمایا۔ تھرہال اس سپاہی کو باہر لے گیا۔ جیری نے انچارج کو غائب دماغ بنا دیا تھا۔ وہ جیری کی مرضی کے مطابق عمل کرتے ہوئے کی بورڈ سے ایک چابی لے کر حوالاتی کمرے کے آہنی دروازے کے پاس آیا پھر اس کا تالا کھول کر عزت سے بولا۔ "مسٹر پرگولا! آپ آزاد ہیں' میرے ساتھ آئیں۔"

پرگولا باہر آ گیا پھر انچارج کے ساتھ بڑی شان سے چلتا ہوا باہر کی طرف جانے لگا۔ کسی سپاہی نے اسے نہیں روکا بلکہ ایڑیاں بجا کر سیلوٹ کیا کیوں کہ وہ تھانہ انچارج کے ساتھ جا رہا تھا۔ باہر ایک پولیس کی گاڑی تھی۔ تھرہال اس گاڑی کے سپاہی ڈرائیور کے اندر پہنچا ہوا تھا۔ انچارج نے جیری کی مرضی کے مطابق مزید دو سپاہیوں کو بلایا' وہ سب پرگولا کے ساتھ بیٹھ گئے تاکہ راستوں اور پولیس چوکیوں پر یہی سمجھا جائے کہ پرگولا سپاہیوں اور ان کے افسر کے ساتھ مجرموں کی نشاندہی کے لیے جا رہا ہے۔

پرگولا نے جیری سے کہا۔ "تل ابیب سے باہر چلو۔ ہائی وے پر کسی ایسے مرد یا عورت کو ٹریپ کرو جو بالکل تنہا ہو میں اسے اپنا غلام یا کنیز بنا کر اس کے ہاں پناہ لوں گا۔"

ڈرائیور تھرہال کی مرضی کے مطابق گاڑی چلاتا ہوا حیفہ سے پچاس میل دور نکل آیا پھر اس نے ایک سرائے کے سامنے گاڑی روک دی۔ جیری نے تھانہ انچارج کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اس نے پریشان ہو کر آس پاس دیکھا۔ پرگولا نے کہا۔ "تم تھانے میں تھے۔ مجھے وہاں سے نکال کر یہاں لے آئے۔ اسے جادو کہتے ہیں۔"

انچارج نے فوراً ہی ریوالور نکال کر کہا۔ "خبردار! اپنی جگہ سے حرکت نہ کرنا۔ ورنہ....."

بات پوری کرنے سے پہلے ہی اس نے ریوالور پرگولا کے ہاتھ میں دے دیا۔ کارتوس کی پیٹی بھی اتار کر اس کے حوالے کر دی۔ پرگولا نے کہا۔ "ورنہ میں تمہیں گولی مار دوں گا۔ فوراً تل ابیب واپس چلے جاؤ۔"

اس کے دونوں خیال خوانی کرنے والوں نے انہیں واپس جانے پر مجبور کیا وہ چلے گئے۔ پرگولا نے کہا۔ "انچارج کے دماغ میں وقفے وقفے سے جاتے رہو اور خوفزدہ کرتے رہو کہ وہ تھانے پہنچنے سے پہلے اپنے اعلیٰ افسران کو کوئی رپورٹ نہیں دے گا۔ اگر رپورٹ کرے گا تو تھانے تک پہنچنے کے قابل نہیں رہے گا۔"

تھرہال اس انچارج کے دماغ میں آتا جاتا رہا۔ جیری نے سرائے میں آنے والے مسافروں کے دماغوں میں جھانکنا اور ٹٹولنا شروع کیا پھر ایک جوان عورت نظر آ گئی۔ وہ کوئی پچیس برس کی ہو گی۔ اسے دیکھ کر پرگولا کے منہ میں پانی آ گیا۔ مرنا ... گئی۔ اس نے حکم دیا۔ "جیری! اسے ٹریپ کرو۔"

پھر اس نے اس عورت کو مخاطب کیا۔ وہ مغرور ... ناگواری سے بولی۔ "کون ہو تم؟ مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

وہ بولا۔ "تمہیں چاہتا ہوں۔ تمہاری صورت اور تمہارا ... میری ہوس کو پکار رہا ہے اور جو حسینہ مجھے پسند آ جاتی ہے ... نہیں چھوڑتا۔"

وہ ایک طرف تھوک کر بولی۔ "دیکھو میں نے ادھر تھوکا۔ تم اس قابل بھی نہیں ہو کہ میں اپنا تھوک تم پر ضائع کروں۔ اور آئینے میں اپنی شیطانی صورت دیکھ کر خود ہی اپنے آپ ... تھوکتے رہو۔"

وہ اپنی کار کو لاک کر کے سرائے کے اندر جانے لگی ... اسے اندر جانے سے پہلے ہی واپس لے آیا۔ وہ کار کا دروازہ ... کر مسکراتے ہوئے پرگولا سے بولی۔ "آؤ میں تمہیں اپنے ... لے چلوں۔"

وہ اگلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ حسینہ نے اسٹیئرنگ سیٹ پر آ کر ... اسٹارٹ کی پھر اسے ڈرائیو کرنے لگی۔ جیری نے حسینہ کی زبان ... کہا۔ "باس! اس کا نام ریٹا ہے۔ یہ منشیات اسمگل کرنے وال... گینگ سے تعلق رکھتی ہے۔ اس کی سیٹ کے نیچے وائٹ پاؤڈر ... ہیروئن کے پیکٹس ہیں۔ یروشلم' تل ابیب اور حیفہ میں اس ... کوٹھیاں ہیں۔"

پرگولا نے کہا۔ "اسے حیفہ لے چلو۔ وہ تھانے کا انچارج اپنے بڑوں کو رپورٹ دے گا کہ ہم اسے سحر زدہ کر کے تل ابیب سے پچاس میل دور لے گئے تھے۔ اس طرح وہ سمجھیں گے کہ ... یروشلم گئے ہیں۔"

ریٹا سحر زدہ تھی۔ جیری کی مرضی کے مطابق حیفہ کی طرف ...

رہی تھی۔ جب پرگولا اس کی کوٹھی میں پہنچ کر اپنا چہرہ اور حلیہ بدلنے والا تھا۔ اس کے بعد ارادہ تھا کہ فارمولوں کے لیے یہودی تنظیم کے پیچھے پڑ جائے گا اور وہ بینک میں ڈاکا ڈالنے والے بھی اسے بری طرح کھٹک رہے تھے۔

○☆○

شی تارا نے یہ اچھی طرح سمجھ لیا کہ عادل اس کے ہاتھ سے نکل چکا ہے' اب اس کے قابو میں نہیں آئے گا۔

وہ یہ بھی سمجھتی تھی کہ زندگی کی ہر بازی میں جیت نہیں ہوتی' کبھی ہارنا بھی پڑتا ہے۔ وہ بہت سی بازیاں جیتتی رہی تھی اور کبھی ہارتی بھی رہی تھی اور ہارنے کے بعد زیادہ پچھتاتی نہیں تھی۔ آئندہ جیت لینے کا حوصلہ کرتی تھی لیکن اسے عادل کے بچھڑنے کا افسوس تھا۔

وہ اسے اس لحاظ سے پسند کرنے لگی تھی کہ وہ جرائم کی دنیا میں ایک فرشتے کی طرح سچا اور کھرا تھا۔ اناڑی ہونے کے باوجود اس نے بڑے کارنامے انجام دیے تھے۔ آئندہ بھی توقع تھی کہ وہ بہت کچھ کرے گا۔

تل ابیب میں شی تارا کی دوسری ناکامی یہ تھی کہ مرینا دوبارہ اس کے ہاتھ آتے آتے نکل گئی تھی۔ ویسے یقین تھا کہ عادل اور مرینا اس کے ہاتھ نہ آنے کے باوجود کہیں دور نہیں گئے ہیں۔ اسی شہر تل ابیب میں ہیں۔

کس نے ان دونوں کو شی تارا سے چھین لیا تھا۔ یہ بات وہ نہیں جانتی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ مرینا وہاں ان ہی فارمولوں کے چکر میں ہے اور اسی نے عادل کو اپنے قابو میں کر رکھا ہے۔

فارمولوں کے سلسلے میں کوئی دشمن ہمارے متعلق یہ نہیں سوچ رہا تھا کہ ہم میں سے کوئی ذاتی طور پر یا خیال خوانی کے ذریعے تل ابیب میں موجود ہو گا۔ سب ہی جانتے تھے کہ ہمارے پاس فارمولے مکمل ہیں اس لیے ہم اسرائیل آ کر اس جھگڑے میں نہیں پڑیں گے اس طرح سب ہی کو یہ اطمینان تھا کہ اس معاملے میں فرہاد اور اس کے بیٹوں سے ٹکراؤ نہیں ہو گا۔

شی تارا ابھی یہ نہیں سوچ سکتی تھی کہ میں نے مرینا اور عادل کو اس کی دسترس سے دور رکھا ہے۔ اسے اسرائیل میں اپنے مقاصد کے لیے ایک خاص ماتحت کی ضرورت تھی' وہ ماتحت اس کی رہنمائی میں وہاں ایک مضبوط گروہ بنا کر فارمولے حاصل کرنے کی کوششیں کر سکتا تھا اور مرینا اور عادل کو تلاش کر سکتا تھا۔

فی الوقت شی تارا کا خاص ماتحت پاشا تھا۔ اگر وہ تل ابیب پہنچ جاتا تو بڑے ہنگامے شروع کر دیتا لیکن وہ پاشا کو اپنی نظروں کے سامنے رکھنا چاہتی تھی۔ عادل کو وہاں بھیج کر اسے گنوا چکی تھی۔ پاشا جیسے غیر معمولی صلاحیتوں والے سے محروم نہیں ہونا چاہتی تھی۔ وہ دوسرے ذرائع سے وہاں بازی شروع کرنا چاہتی تھی۔

اس نے پچھلی بار الپا کے ذریعے برین آدم سے کہا تھا۔ "پاشا میرے پاس ہے اور میں دواؤں کے وہ چھ اصل نام جانتی ہوں جو فارمولوں میں تبدیل کیے گئے۔ اگر تم لوگ مجھے فارمولوں کے دس صفحات کی نقل دو گے تو میں چھ اصل نام بتاؤں گی۔"

برین آدم نے کہا تھا کہ اس کی شرائط پر غور کرنے کے بعد دوسرے دن اس سے گفتگو ہو گی لیکن پھر یہ بات آگے نہ بڑھ سکی۔ یہودی تنظیم کے افراد دوسرے معاملات میں الجھ گئے پھر برین آدم عارضی طور پر اسرائیل سے باہر چلا گیا اور الپا کا برین واش کر دیا گیا۔ شی تارا نے فارمولوں کے لیے الپا سے رابطہ کرنا چاہا تو رابطہ نہ ہو سکا کیوں کہ برین واش ہونے کے بعد وہ سابقہ لہجہ نہیں رہا تھا اس لیے وہ الپا کے دماغ تک نہ پہنچ سکی۔

مختصر یہ کہ تل ابیب میں شی تارا کے تمام ذرائع ختم ہو چکے تھے۔ وہ نئے ذرائع اختیار کرنے کے لیے سپر ماسٹر جان بلوشر کے پاس آئی۔ وہ بولا۔ "شی تارا! تم کہاں گم ہو گئی تھیں؟ میں دن رات تمہارا انتظار کرتا رہتا ہوں۔"

"خیریت تو ہے؟ میرا انتظار کیوں کر رہے تھے؟"

"ایک تو اس لیے کہ میں نے تمہیں بیٹی بنایا ہے۔ تمہاری طویل غیر حاضری سے اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں تم کسی مصیبت میں نہ پھنس گئی ہو۔ دوسری بات یہ کہ جنرل واسکوڈی میرے خلاف ہو گیا ہے اور میری جگہ کسی دوسرے شخص کو سپر ماسٹر بنانا چاہتا ہے۔"

"یہ تم ابھی کس کمرے میں بیٹھے ہوئے ہو؟"

"یہ ہیڈ کوارٹر کے ایک بنگلے کا کمرا ہے۔ دوسرے کمرے میں جنرل واسکوڈی' فوج کے دیگر افسران اور چند اعلیٰ حکام بیٹھے میری قسمت کا فیصلہ کر رہے ہیں۔"

"تم اس کانفرنس روم میں جاؤ۔"

"دروازے پر کھڑے ہوئے مسلح افراد مجھے جانے نہیں دیں گے۔"

"پروا نہ کرو۔ میں ان کی آواز سن کر اندر جاؤں گی۔"

سپر ماسٹر اپنی جگہ سے اٹھ کر دروازے پر آیا۔ ایک مسلح فوجی نے کہا۔ "سر! ہم اپنی ڈیوٹی سے مجبور ہیں۔ آپ اندر نہ جائیں' کوئی پیغام ہو تو ہم اندر پہنچا دیں گے۔"

وہ بولا۔ "اندر جاؤ۔ میرا پیغام خود بخود پہنچ رہا ہے۔"

شی تارا نے مسلح فوجی پر قبضہ جمایا' پھر اسے کانفرنس روم کے اندر لے گئی پھر اس کی زبان سے بولی۔ "سوری ٹو ڈسٹرب یو جنٹلمین! میں اس فوجی کے ذریعے شی تارا بول رہی ہوں۔"

سب نے چونک کر اس فوجی جوان کو دیکھا' وہ بولی۔ "آپ میں سے بہت سے حضرات یہ پسند نہیں کریں گے کہ میں ان کی آواز سنوں اور ان کے دماغوں میں آؤں۔"

جنرل واسکوڈی نے مسکرا کر کہا۔ "شی تارا! ہم تمہیں خوش آمدید کہتے ہیں۔ پچھلی بار تم نے ہمارے ملک کے لیے اپنی خدمات پیش کی تھیں لیکن وہ سابقہ سپر ماسٹر نا اہل تھا۔ اس نے آپ کی قدر

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

نہ کی اور آپ کو ناراض کر دیا۔"

شی تارا نے کہا۔ "درست کہتے ہو۔ سابقہ سپر ماسٹر نے میری قدر نہیں کی۔ میں پوچھنا چاہتی ہوں کیا آپ ایسے لوگوں کو نااہل قرار دیں گے جو میری قدر کرتے ہیں؟"

"بے شک' جو ہمارے ملک کی بہتری کے لیے آپ کی قدر کرتا ہے اور آپ کے ذریعے ہمارے ہاں ٹیلی پیتھی کی کمی پوری کرنا چاہتا ہے ہم اسے سر آنکھوں پر بٹھائیں گے۔"

"تو پھر تم نے موجودہ سپر ماسٹر کو کانفرنس روم سے باہر کیوں بٹھایا ہے؟ اسے سر آنکھوں پر بٹھائیں' وہی مجھے آپ کی خدمات کے لیے یہاں لایا ہے۔"

سب نے سوالیہ نظروں سے جنرل واسکوڈی کو دیکھا۔ ایک اعلیٰ افسر نے پوچھا۔ "جنرل! آپ تو فرما رہے تھے کہ یہ موجودہ سپر ماسٹر بھی نااہل ہے۔ جب کہ وہ ہمارے مسائل حل کرنے کے لیے شی تارا جیسی قابل ہستی کو یہاں لایا ہے۔"

جنرل نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ "مجھے معلوم نہیں تھا کہ ہمارے سپر ماسٹر جان بلوشر نے درپردہ شی تارا سے رابطہ رکھا ہے اور ہم سے یہ راز چھپاتا رہا ہے۔"

شی تارا نے کہا۔ "تم غلط کہہ رہے ہو۔ جان بلوشر ایک محبِ وطن اور فرض شناس سپر ماسٹر ہے۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ تم نے بڑی رازداری سے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے دوستی کی ہے اور یہ بات اپنے ملک کے حکام اور اعلیٰ فوجی افسران سے چھپا رہے ہو۔"

"یہ جھوٹ ہے۔ مجھ پر محض الزام ہے۔"

"جنرل! غصہ اور گرمی نہ دکھاؤ۔ میں تمہاری بے ایمانی ثابت کر دوں گی۔ پہلے سپر ماسٹر کو یہاں عزت سے بلایا جائے۔"

جنرل نے کہا۔ "اس پر الزامات ہیں' وہ اس اجلاس میں نہیں آ سکتا۔"

"میں تم پر الزامات عائد کر رہی ہوں اور ثابت بھی کرنے والی ہوں لہٰذا تم بھی اجلاس سے باہر جاؤ۔"

جنرل نے حاضرین کو دیکھا۔ شاید کوئی اس کی حمایت میں بولے لیکن ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی دوست بن رہی تھی' وہ اسے ناراض نہیں کرنا چاہتے تھے۔ ایک حاکم نے ایک فوجی گارڈ سے کہا۔ "جاؤ۔ سپر ماسٹر کو یہاں بلا کر لے آؤ۔"

وہ گارڈ باہر گیا۔ ایک منٹ کے اندر ہی سپر ماسٹر جان بلوشر اندر آیا تو اس کے حامی خوشی سے تالیاں بجانے لگے۔ وہ میز کے پاس آ کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

شی تارا نے اپنے آلۂ کار مسلح فوجی کی زبان سے کہا۔ "یہ بات سب ہی جانتے ہیں کہ پچھلے دنوں ایک سیاہ فام لڑکی جنرل کی ملازمہ میری کی ہم شکل بن کر آئی تھی اور ملازمہ میری کو مدہوش کر کے بڑے پُراسرار طریقے سے یوں گئی تھی جیسے جنرل کے بنگلے سے کوئی اہم چیز چرا کر لے گئی ہو۔"

اجلاس میں بیٹھے ہوئے کئی عہدیداروں نے تائید میں سر ہلایا۔ ایک عہدیدار نے کہا۔ "جنرل کی کوٹھی کے باہر پہرا دینے والے فوجیوں کا بیان ہے کہ انہوں نے ایک ملازمہ میری کو باہر جاتے ہوئے دیکھا اور دوسری ملازمہ میری کوٹھی کے اندر مدہوش تھی۔ جنرل کی سالی اِدھر سے اُدھر بھاگتی پھر رہی تھی۔"

انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسر نے کہا۔ "پھر یہ انکشاف ہوا کہ جنرل کی سالی نہیں تھی بلکہ میک اپ کے ذریعے اسے سالی بنا کر کسی مقصد کے لیے جنرل کے پاس بھیجا گیا تھا۔ ہم تفتیش کر رہے ہیں آخر یہ معاملہ کیا تھا۔"

شی تارا نے کہا۔ "جب تک جنرل آپ سے حقیقت چھپائے گا' آپ حضرات اس معاملے کو نہیں سمجھ پائیں گے۔"

جنرل نے کہا۔ "میں کسی سے کچھ نہیں چھپا رہا ہوں۔"

"کیا مرینا سے تمہاری دوستی نہیں تھی؟"

"میں عورتوں سے دوستی نہیں کرتا۔"

"اب تو تم انکار کرو گے کیوں کہ مرینا تمہیں دھوکا دے کر تمہارے گھر سے ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ چرا کر لے گئی ہے۔"

"یہ بکواس ہے۔ سراسر الزام ہے۔ میں نے کسی کو نقشے کو ہاتھ بھی لگنے نہیں دی تھی اور اسے بینک کے لاکر میں پہنچا دیا تھا۔"

"جنرل! مرینا نے تم سے ڈبل کراس کیا۔ اس نے طیارے کے اندر تمہیں غائب دماغ بنایا۔ اس نے پہلے سے تمہارے ریوالونگ چیئر کے چیمبر میں مائیکرو کیمرا چھپا کر رکھ دیا تھا۔"

شی تارا تفصیل سے بتانے لگی کہ پارس نے کتنی زبردست حکمتِ عملی سے نقشہ چرایا ہے اور اس کے لیے اس نے مرینا سے کام لیا ہے۔ جنرل نے کہا۔ "یہ جھوٹ ہے مرینا' پارس کی دشمن ہے۔ اس کے لیے کام نہیں کرے گی۔"

شی تارا نے کہا "آپ لوگوں کو یقین نہ ہو تو بابا صاحب کے ادارے میں فون کر کے حقیقت معلوم کر لیں۔ مرینا نے نقشے کی مائیکرو فلم پارس کو دی تھی۔ یہ سب جانتے ہیں کہ ایسی اہم چیزیں بابا صاحب کے ادارے میں محفوظ کی جاتی ہیں۔"

اس بات پر بابا صاحب کے ادارے سے فیکس کے ذریعے رابطہ ہوا۔ اُدھر سے پوچھا گیا۔ "کیا ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ آپ تک پہنچ گیا ہے؟ اور اگر پہنچ گیا ہے تو اتنا بتا دیں کب پہنچا ہے؟"

دوسری طرف سے جواب آیا۔ "جی ہاں' آپ کو مایوسی ہوگی لیکن ہم مسرت سے اقرار کرتے ہیں نقشہ ایک مائیکرو فلم میں منتقل ہو کر ہمارے پاس پہنچ گیا ہے۔ ٹھیک اُسی دن جب اسے نیوی ہیڈ کوارٹر سے طیارے میں لے جایا جا رہا تھا؟"

"کیا یہ نقشہ پارس اور مرینا نے حاصل کیا ہے؟"

جواب دیا گیا۔ "پلیز' آپ ہمارا طریقۂ کار نہ پوچھیں۔ ایسی باتیں کسی کو بتائی نہیں جاتیں۔"

انہوں نے فیکس کے ذریعے مختلف انداز میں پھر وہی سوال کیا لیکن دوسری طرف خاموشی رہی۔ جواب نہ ملنے پر شی تارا نے کہا۔ "آپ لوگ غلط سوال کر رہے ہیں۔ اگر آپ سے پوچھا جائے کہ آپ نے کسی محاذ پر کس افسر کو بھیجا ہے تو آپ دشمنوں کو اپنا طریقہ اور افسر کا نام نہیں بتائیں گے پھر وہ بابا صاحب کے ادارے والے آپ کو دشمن سمجھتے ہیں' بھلا آپ کے ایسے سوال کا جواب کیوں دیں گے؟"

فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "شی تارا درست کہتی ہے۔ ثبوت کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ انہوں نے اقرار کیا ہے' ایک مائیکرو فلم کے اندر وہ نقشہ ان کے پاس پہنچ گیا ہے۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ "جنرل کو جواب دینا چاہیے کہ وہ اہم نقشہ مرینا اور پارس کیسے لے گئے؟ جنرل نے مرینا سے دوستی کیوں کی؟ اگر کی تو اعلیٰ حکام سے اس دوستی کو کیوں چھپایا گیا؟ جنرل نے مرینا کی ٹیلی پیتھی سے ملک اور قوم کو فائدہ کیوں نہیں پہنچایا؟"

دوسرے حاکم نے کہا۔ "آپ فائدہ پوچھ رہے ہیں' جنرل نے اتنا بڑا نقصان پہنچایا ہے جتنا دشمن بھی نہیں پہنچاتے۔"

جنرل نے کہا۔ "شی تارا کی باتوں میں آ کر آپ لوگ مجھے دشمن سمجھ رہے ہیں؟"

"تم دشمن نہیں ہو تو بتاؤ' وہ نقشہ وہاں کیسے پہنچ گیا؟"

ایک نے کہا۔ "جب تک وہ نقشہ نیوی ہیڈ کوارٹر میں تھا' چوری نہیں ہوا۔ تمہارے ہاتھ آتے ہی وہ فرہاد کی فیملی میں پہنچ گیا۔"

دوسرے نے پوچھا۔ "کیا تم ثابت کر سکتے ہو کہ وہ نقشہ تمہارے ہاتھوں چوری نہیں ہوا ہے؟"

جنرل واسکوڈی بری طرح پھنس گیا تھا۔ بابا صاحب کے ادارے سے یہ کہہ دیا گیا تھا کہ نقشہ اُسی دن چوری ہوا تھا جس دن اسے طیارے میں لے جایا جا رہا تھا۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا۔ "میری پُرزور اپیل ہے کہ مرینا سے چھپ کر دوستی کرنے اور نقشہ دشمنوں کے حوالے کرنے کے جرم میں جنرل واسکوڈی کو حراست میں لیا جائے۔"

اجلاس میں حاضر تمام عہدیداروں نے اس اپیل کی تائید کی۔ جنرل اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے اپنی وردی سے بیج اور تمغے اتار لیے۔ فوجی مسلح جوان اسے گرفتار کر کے وہاں سے لے گئے۔

اعلیٰ حاکم نے سپر ماسٹر جان بلوشر سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "تم نے شی تارا کو دوست بنا کر اور جنرل کو بے نقاب کر کے بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "آپ لوگ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو دوست بنانا بڑی بات سمجھتے ہیں پھر دوست بنا کر اس سے دھوکا کھا جاتے ہیں۔ آپ لوگوں کو یہ سن کر خوشی ہوگی کہ شی تارا دوست نہیں' میری بیٹی ہے۔"

سب نے چونک کر خوش ہو کر اس مسلح سپاہی کو دیکھا' جس کے دماغ میں شی تارا تھی۔ وہ بولی۔ "ہاں' میں محض آپ لوگوں کی نہیں اس ملک کی بھی دوست ہوں اور اس لیے دوست ہوں کہ اس ملک کے سپر ماسٹر کی بیٹی ہوں۔"

سب نے خوش ہو کر سپر ماسٹر کو گلے لگایا اور شی تارا سے کہا۔ "ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے یا تو مر گئے یا دشمنوں کے ہاتھ لگ گئے۔ ہم نے بڑے صدمے برداشت کیے ہیں لیکن تم نے بیٹی بن کر تمام صدمات کو بھلا دیا ہے۔ آج ہماری مسرتوں کی کوئی انتہا نہیں ہے۔"

شی تارا نے کہا۔ "میں ہر پہلو سے آپ لوگوں کا اعتماد قائم رکھنا چاہتی ہوں۔ اس کے لیے میں نے سوچا ہے کہ واشنگٹن آ کر آپ لوگوں کے درمیان رہوں گی۔"

سب نے ایک ساتھ کہا۔ "ہپ ہپ ہُرّا۔ ہپ ہپ ہُرّا!"

اعلیٰ حکام نے کہا۔ "شی تارا تم نے صرف ہمارا اعتماد ہی نہیں' ہمارے دل بھی جیت لیے ہیں۔"

وہ بولی۔ "لیکن میری دو شرائط ہیں۔"

"ہمیں تمہاری ہزاروں شرائط منظور ہیں۔ بولو کیا چاہتی ہو؟"

"پہلی شرط یہ کہ جس طرح تم نے اپنے اکلوتے ٹیلی پیتھی جاننے والے وکی سول کو سخت پہروں اور پابندیوں میں رکھا ہے۔ وہ پہرے اور پابندیاں میرے مزاج کے خلاف ہیں۔"

سب نے یقین دلایا کہ وہ اس ملک میں آزاد رہے گی۔ اس پر کسی طرح کی پابندی عائد نہیں کی جائے گی۔

وہ بولی۔ "میری دوسری شرط یہ ہے کہ میں وہ بیٹی ہوں' جس کی ابھی شادی نہیں ہوئی ہے اور جب تک شادی نہیں ہوگی' میں اپنے باپ سپر ماسٹر جان بلوشر کے گھر میں رہوں گی۔"

سب نے خوش ہو کر تالیاں بجائیں۔ انہیں اس بات کا اطمینان تھا کہ وہ سپر ماسٹر کے گھر میں نظروں کے سامنے ہی رہا کرے گی۔ ایسی خوشی کے موقع پر جناب علی اسد اللہ تبریزی کی پیش گوئی بھول گئے تھے کہ سات برسوں تک کوئی شی تارا کی اصل صورت نہیں دیکھ سکے گا اور نہ ہی اس کی اصل آواز اور لہجے کو سن سکے گا۔

ویسے بھی وہ ایک مسلمان عالم کی پیش گوئی کو اہمیت نہیں دے رہے تھے جب کہ دو پیش گوئیاں درست ہو چکی تھیں۔ ایک تو یہ کہ ٹرانسفارمر مشین غیر معینہ مدت کے لیے ناکارہ ہو گئی تھی دوسری پیش گوئی یہ تھی کہ سپر ماسٹر اور امریکی اکابرین شی تارا اور مرینا کی ٹیلی پیتھی کے محتاج ہو جائیں گے۔ ابھی مرینا نہیں تھی لیکن شی تارا کے حوالے سے پیش گوئی درست ہو رہی تھی۔ وہ لوگ اس کے محتاج بن رہے تھے۔

اس نے سپر ماسٹر اور اجلاس میں موجود تمام عہدیداروں سے کہا۔ "غیر معمولی سماعت و بصارت اور حیرت انگیز جسمانی اور

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

دماغی قوتوں کے حامل یوسف البرہان عرف پاشا میری مٹھی میں ہے۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے پھر تو وہ فارمولے پاشا سے دوبارہ لکھوائے جاسکتے ہیں۔"

"نہیں۔ پاشا کو وہ فارمولے زبانی یاد نہیں ہیں۔ مکمل تحریری فارمولے بابا صاحب کے ادارے میں ہیں اور ان فارمولوں کے بارہ میں سے دس صفحات یہودیوں کے قبضے میں ہیں۔ ان دس صفحات میں چھ دواؤں کے نام تبدیل کیے گئے ہیں۔ اگر پاشا ان فارمولوں کو پڑھے گا تو غلط دواؤں کی جگہ اسے صحیح دواؤں کے نام یاد آجائیں گے۔"

اعلیٰ حاکم نے کہا۔ "ہم پچھلے ایک ہفتے سے یہی سوچ رہے ہیں کہ یہودیوں سے وہ فارمولے کس طرح حاصل کیے جائیں اور اگر وہ مل بھی گئے تو ان میں لکھی ہوئی دواؤں کی تصدیق کیسے ہوگی۔ تمہاری باتوں سے حوصلہ مل رہا ہے۔ واقعی تم پاشا کے ذریعے ان فارمولوں کی غلطیاں درست کرا سکتی ہو۔"

وہ بولی۔ "ہمیں ذہین' چالباز اور تیز طرّار جوانوں کی ایک ٹیم بنا کر جلد سے جلد انہیں اسرائیل روانہ کرنا چاہیے۔ پتا نہیں کتنی تنظیموں کے خطرناک لوگ وہاں پہنچے ہوئے ہیں۔ میں اپنی ٹیم کے ذریعے صرف فارمولے حاصل نہیں کروں گی بلکہ یہودی خفیہ تنظیم کو بھی بے نقاب کروں گی۔"

وہ سب پہلے ہی اپنے بہترین سراغرسانوں کو اسرائیل بھیجنے کے معاملے پر غور کر رہے تھے۔ ثی تارا کا تعاون حاصل ہوتے ہی تیزی سے پلاننگ کرنے لگے۔ بے حد ذہین' چالاک اور تیز طرّار فوجی جوانوں کا انتخاب کرنے لگے۔ ثی تارا کا مقصد پورا ہو رہا تھا۔ وہ ان فوجی جوانوں کے دماغوں میں جاسکتی تھی اور تل ابیب میں اپنی مرضی کے مطابق ان سے کام لے سکتی تھی۔ وہ سب یوگا کے ماہر تھے لیکن سپر ماسٹر کے حکم سے اس کے ماتحت اور تابعدار بن گئے تھے۔

یہ طے پایا کہ ثی تارا دوسری صبح واشنگٹن آکر سپر ماسٹر کے گھر میں رہے گی اور اپنے سامنے سپر ماسٹر کی ٹیم کو اسرائیل روانہ کرے گی۔ خود نہیں جائے گی۔ وہیں سپر ماسٹر کے پاس رہ کر خیال خوانی کے ذریعے تل ابیب میں اس ٹیم سے کام لیتی رہے گی۔ جب کہ وہ حقیقتاً ہندوستان کی راجدھانی دہلی میں آرام فرما رہی ہوگی۔

وہ تمام معاملات طے کرنے کے بعد اپنی ایک ڈمی کے پاس آئی۔ اسے سپر ماسٹر اور دوسرے عہدیداران سے ہونے والی گفتگو تفصیل سے سنائی۔ ڈمی نے کہا۔ "آپ اطمینان رکھیں۔ میں وہاں آپ کا رول بخوبی ادا کروں گی۔"

وہ خیال خوانی کے ذریعے مقامی ائرلائن کے دفتر میں گئی پھر اس نے ڈمی ثی تارا کے لیے ایک طیارے میں سیٹ مخصوص کرا دی۔ اس کے بعد مطمئن ہو کر اپنی جگہ حاضر ہوگئی۔

اسرائیل میں اس کی تین اہم مصروفیات کا آغاز ہونے والا تھا۔ ان تین میں سے ایک مصروفیت فارمولوں کے سلسلے میں تھی۔ دوسری یہ کہ وہ یہودی خفیہ تنظیم کو بے نقاب کرنا چاہتی تھی۔ تیسری یہ کہ اسے ایک خیال خوانی کرنے والی ہستی کی ضرورت تھی۔ اس لیے وہ کسی طرح مرینا کو ڈھونڈ کر اسے اپنے قابو میں کرنا چاہتی تھی۔ ان سب کے علاوہ وہ عادل کو بھی اپنے زیرِ اثر رکھنا چاہتی تھی۔

ان مقاصد کے لیے لازمی ہوگیا تھا کہ وہ دن رات خیال خوانی کے ذریعے ان تمام ماتحتوں سے رابطہ رکھے' جو سپر ماسٹر کی ٹیم سے تعلق رکھنے والے تھے۔ وہ یقین سے سوچ رہی تھی کہ ذہانت اور حاضر دماغی سے کام لے کر کامیاب ہوتی رہے گی۔ ویسے کامیابی کے سلسلے میں ایک بات کھٹکتی تھی کہ وہ پچھلے کئی معاملات میں ناکام رہی تھی اور ان تمام ناکامیوں کی صرف ایک وجہ تھی۔۔۔ دو چشمی ہیروں سے محرومی۔ وہ دو ہیرے اس کے سر کا تاج ہوں گے تو خوش بختی لائیں گے چونکہ وہ اب تک سر کا تاج نہیں بن پائے تھے اس لیے نحوست طاری تھی۔ ناکامیاں مقدر بن گئی تھیں۔ جوتشی نے بھی یقین دلایا تھا کہ خوش بختی لانے کے لیے ان دو چشمی ہیروں کو حاصل کرنا اور انہیں اپنے زلفوں کی زینت بنانا لازمی ہے۔

وہ ہیرے پاتال میں ہوتے تو وہ زمین کے اندر ہزاروں فٹ گہرائی میں جا کر لے آتی۔ سمندر کی تہ میں جاتی اور بند سیپ کے اندر سے اسے نکال لاتی حتیٰ کہ جہنم کی دہکتی ہوئی آگ سے گزر کر انہیں حاصل کرلیتی لیکن وہ دو چشمی ہیرے پارس کے پاس تھے۔ پارس تک پہنچنے کے لیے وہ اپنی انا' غرور' ضد اور ہٹ دھرمی کے پل صراط سے گزر رہی تھی اور گزرنے کے دوران یہ پریشانی مسلط رہتی تھی کہ وہ اس کی زندگی میں آنے والا اس کا مزاج اور مذہب بدل دے گا۔

وہ تھکے ہوئے انداز میں بستر پر آکر لیٹ گئی۔ اس نفسیاتی کمزوری کو وہ ابھی تک سمجھ نہیں پائی تھی کہ جب بھی پارس کے متعلق سوچتی تھی تو بستر پر آکر لیٹ جایا کرتی تھی' جیسے پارس اور بستر لازم و ملزوم ہوں۔

وہ دو چشمی ہیرے حاصل کرنے کے لیے پارس سے برابر رابطہ رکھنا چاہتی تھی مگر ڈرتی بھی تھی کہ اس سے باتیں کرتے وقت دل اس کی طرف کھنچا جاتا تھا۔ عقل کہتی تھی کہ وہ دل کی بات نہ مانے ورنہ ہیرے کبھی حاصل نہیں کرسکے گی۔ بہتر ہے کہ دل کو مضبوط رکھے اور جذبات پر قابو پانے کی کوشش کرتی رہے تو رفتہ رفتہ دل سے پارس کی اہمیت کم ہوتی جائے گی۔

وہ خیال خوانی کی پرواز کرکے پاشا کے دماغ میں آئی۔ وہ اس کے قریب ہی رہتا تھا۔ ثی تارا نے جس کوٹھی میں قیام کیا تھا اُسی کوٹھی کی انیکسی میں پاشا رہا کرتا تھا۔ اس وقت وہ کوٹھی کے لان میں ٹہل رہا تھا۔ ثی تارا نے اس کی سوچ میں کہا۔ "میں..."

آکر ہندوستانی فلمیں بہت دیکھنے لگا ہوں۔ مجھے اپنی قوتِ سماعت و بصارت کو بھی آزماتے رہنا چاہیے۔"

پاشا کی سوچ نے کہا۔ "وہ تو میں آزما رہا ہوں۔ پہلی بار ایک فلم میں ہیما مالنی کو دیکھا تو تڑپ گیا۔ کیا غضب کا حسن اور شباب پایا ہے! اسکرین پر اس کی آواز سنتے ہی میں نے ٹی وی کی آواز بند کر دی پھر کان لگا کر سننے اور سمجھنے کی کوشش کرنے لگا کہ ابھی ہیما کہاں ہوگی؟ کیا کر رہی ہوگی اور کیا بول رہی ہوگی؟

ثی تارا اس کی سوچ کی لہروں کو سن رہی تھی اور یہ معلوم کر رہی تھی کہ پاشا تنہائی میں کیسی کیسی حرکتیں کرتا ہے۔ اس نے تنہائی میں ہیما مالنی کی آواز سن لی تھی۔ وہ فلم کے ایک پروڈیوسر سے کہہ رہی تھی۔ "شرما جی! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ میں انڈین فلم انڈسٹری میں سب سے ٹاپ کی ہیروئن سمجھی جاتی ہوں اور آپ کہہ رہے ہیں کہ میں آپ کی فلم میں ہیرو کی ماں کا کردار کروں؟"

پروڈیوسر کی آواز سنائی دی۔ "ہیما جی! آپ دس برس پہلے ٹاپ پر تھیں لیکن سری دیوی' جیا پرادا اور ریکھا کے سامنے آپ اسکرین پر کچھ زیادہ عمر والی لگتی ہیں۔ آپ کو پچھلے دس برس سے میک اپ کے ذریعے جوان لڑکی بنا کر پیش کیا جا رہا ہے مگر فلم دیکھنے والے اندھے نہیں ہیں۔ اب وہ نئی ہیروئنوں کو دیکھنا چاہتے ہیں۔"

ہیما مالنی نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔ "آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ مجھ جیسی عورتیں ہمیشہ اپنے آپ کو جوان سمجھتی ہیں۔ میں نے پندرہ برس پہلے فلم محبوبہ میں کام کیا تھا۔ اس وقت کتنی جوان تھی اب بھی خود کو ویسی ہی جوان لڑکی سمجھتی ہوں۔"

ذرا دیر خاموش رہی پھر وہ بولی۔ "میں نے بہت عمر گزارنے کے بعد بھی عقل نہیں سیکھی۔ دھرم (دھرمیندر) نے عشق کیا تو میں پھر خود کو کنواری چھوکری سمجھنے لگی۔ اس سے شادی کرلی۔ اس کی ایک بیٹی پیدا کی لیکن دھرم کا عشق سرد پڑ چکا ہے۔ فلم دیکھنے والے مجھے باہر سے دیکھتے ہیں۔ دھرم نے اندر سے میرے بڑھاپے کو دیکھ لیا ہے۔"

پھر وہ ذرا خاموش رہ کر بولی۔ "اچھی بات ہے شرما جی! میں آپ کی فلم میں ماں کا رول کروں گی۔"

پاشا نے ہیما کی آوازوں سے توجہ ہٹا لی پھر اس کی آواز سنائی نہیں دی۔ پاشا نے ناگواری سے سوچا۔ "یہ فلمی ہیروئنیں ہیرے کی طرح جگمگاتی ہیں۔ انہیں قریب سے دیکھو تو پتا چلتا ہے کہ یہ ہیرے نہیں کانچ کے ٹکڑے ہیں۔"

ثی تارا نے اس کی سوچ میں کہا۔ "مجھے کسی ہیروئن کے متعلق نہیں پارس کے بارے میں سوچنا چاہیے۔"

"اب میں پارس کے بارے میں سوچ کر اس کی آواز سن کر کیا کروں گا؟ مجھے اس سے دور رہنا چاہیے؟"

ثی تارا نے پھر اس کی سوچ میں کہا۔ "میں تو اس سے دور رہی ہوں۔ اس کی آواز سننے سے معلومات حاصل ہوتی رہیں گی۔ مجھے اس کی آواز سننا چاہیے اور میں ابھی سنوں گا۔"

"لیکن پارس تو اپنی آواز اور لہجہ بدلتا رہتا ہے۔ میں نے صومالیہ سے واپس آکر آخری بار پیرس میں اس کی جو آواز سنی تھی' وہی مجھے یاد ہے۔"

ثی تارا نے وہی آواز سننے پر اسے مائل کیا۔ وہ سر جھکا کر پارس کا تصور کرنے اور اس کے لہجے کو ذہن میں دُہرانے لگا۔ ثی تارا اس کے اندر بے چینی سے انتظار کر رہی تھی۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی اس نے پارس کی آواز سنی۔ وہ کسی سے کہہ رہا تھا "ہم نے سب سے پہلے مافیا تنظیم کی گاڈ مدر کو ٹرانسپیرنٹ دیکھا۔ پہلی نظر میں ایسا ہی لگا جیسے گاڈ مدر کی روح آگئی ہے لیکن نہ وہ روح تھی اور نہ وہ گاڈ مدر خود وہاں آئی تھی۔"

کسی نے پوچھا۔ "اگر وہ روح نہیں تھی اور خود بھی نہیں آئی تھی تو پھر کیسے نظر آرہی تھی؟"

پارس نے کہا۔ "میں نے اور علی نے اس پر غور کیا تو جلد ہی سمجھ میں آگیا کہ گاڈ مدر ایک ٹی وی کیمرے کے سامنے رہتی ہے۔ وہ کیمرا اس کے عکس کو دوسری جگہ منتقل کرتا ہے اس سلسلے میں یہ بات قابلِ غور ہے کہ کیمرا تو عکس کو ٹی وی اسکرین تک لاتا ہے پھر گاڈ مدر اسکرین سے باہر آکر کھلی فضا میں ٹہلتی ہوئی اس پولیس افسر کے کمرے میں کیسے پہنچ گئی تھی۔"

"ہاں۔ یہ بات نہ سمجھ میں آنے والی ہے۔"

"ہم سائنس کے انتہائی ترقی یافتہ دور میں ہیں اس لیے یہ نہ کہا جائے کہ کوئی بات سمجھ میں آنے والی نہیں ہے۔ میں نے اور علی نے دن رات کی محنت سے یہ آلہ تیار کیا ہے۔ اس آلے کے ذریعے عکس کو اسکرین سے باہر لایا جاسکتا ہے۔ مافیا کی گاڈ مدر کے پاس بھی ایسے منی کیمرے اور آلات موجود ہیں۔

پارس کی باتوں کے دوران کوئی اور بھی بول رہا تھا پھر اس کے جواب میں بھی ایک اور شخص بولتا جا رہا تھا۔ ثی تارا نے اندازہ لگایا کہ کچھ لوگ پارس کو ویڈیو فلم کے ذریعے کہیں بیٹھے دیکھ رہے ہیں یا اس کی آواز ٹیپ ریکارڈر کے ذریعے سن رہے ہیں۔

ثی تارا نے پاشا کی سوچ میں کہا۔ "مجھے پارس کے علاوہ اور کچھ لوگوں کی آوازیں سنائی دے رہی ہیں' مجھے ان بولنے والوں کی آوازوں کو گرفت میں لینا چاہیے۔"

پاشا نے ان آوازوں کی طرف توجہ دی تو وہ صاف سنائی دینے لگیں۔ کوئی کہہ رہا تھا۔ "تم ہمارے ملک کے نامور اور ذہین سراغرساں ہو۔ تم نے بڑی چالاکی سے پارس اور فرانس کے انٹیلی جنس کے چیف کی گفتگو ریکارڈ کی ہے۔"

سراغرساں کی آواز سنائی دی۔ "سر! میں نے چیف کے دفتر میں ڈی ٹیکٹیو آلہ چھپا دیا تھا۔ مجھے زیادہ موقع نہیں ملا ورنہ میں وہاں منی کیمرا چھپا کر رکھتا تو ابھی آپ اسکرین پر پارس کے ساتھ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ان آلات کو بھی دیکھ رہے ہوتے جو کسی کے بھی عکس کو منتقل کرنے کے لیے تیار کیے گئے ہیں۔"

شی تارا پاشا کے ذریعے یہ گفتگو واضح طور سے سن رہی تھی اس نے محسوس کیا کہ سراغرساں کی آواز کچھ کمزور سی ہے پھر اس کی کھانسی بھی سنائی دی۔ وہ فوراً ہی خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی اس کے اندر پہنچی تو پتا چلا وہ سراغرساں بیمار ہے اور اس وقت ماسک مین کے سامنے بیٹھا ہوا ایک کیسٹ کے ذریعے پارس کی باتیں سن رہا ہے اور ماسک مین کو سنا رہا ہے۔ اسی وقت ماسک مین نے ریکارڈر کو آف کر دیا۔ پارس کی آواز بند ہو گئی۔

شی تارا پارس سے رابطہ کرنا چاہتی تھی۔ اس سے رابطہ ہوتے ہی سلسلہ ماسک مین تک پہنچ گیا پھر دو اہم باتوں کا انکشاف ہوا۔ ایک یہ کہ پارس اور علی نے انسانی عکس کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کے لیے کچھ جدید آلات تیار کیے ہیں اور ایسے آلات مافیا تنظیم والے بھی تیار کر چکے ہیں۔

دوسری اہم بات یہ تھی کہ ماسک مین اس وقت اپنی رہائش گاہ میں بیٹھا واڈکا پی رہا تھا یعنی اس کے دماغ کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ وہ بڑے آرام سے اس کے اندر پہنچ گئی۔

وہ نیا ماسک مین تھا۔ اس سے پہلے جو ماسک مین تھا، وہ اپنی طبعی عمر پوری کر کے مر چکا تھا۔ موجودہ ماسک مین اگرچہ یوگا کا ماہر تھا لیکن ایک طویل عرصے سے دشمن خیال خوانی کرنے والوں سے ٹکراؤ نہیں ہو رہا تھا، کوئی دشمن اس کے ملک کا رخ نہیں کر رہا تھا اس لیے وہ کبھی کبھی پینے لگا تھا۔ جس رات پیتا تھا اس کے تین دنوں تک اچھی خاصی ورزش کر کے یوگا کی مہارت کو بحال کر لیتا تھا۔

شی تارا کو بھلا اس سے اچھا موقع اور کیا ملتا؟ وہ ماسک مین کے ذریعے روس کے بہت سے معاملات میں سیاہ و سفید کی مالک بن سکتی تھی اور سب سے اہم بات یہ کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے ایوان راسکا تک پہنچ سکتی تھی۔

ماسک مین نے اس کی مرضی کے مطابق سراغرساں سے کہا۔ "ٹھیک ہے تم جاؤ۔ میں یہاں کے معروف سائنس دان اور مکینک کو پارس کا یہ کیسٹ سناؤں گا۔ وہ اس موضوع پر غور کریں گے کہ عکس کو اسکرین کے باہر اپنے مطلوبہ مقام تک کیسے منتقل کیا جاتا ہے۔"

سراغرساں وہاں سے چلا گیا۔ ماسک مین واڈکا کا آخری گلاس پی رہا تھا کیوں کہ اس کے بعد معمول اور تابعدار بن کر شراب چھوڑنے والا تھا۔ شی تارا نے گلاس ختم کرانے کے بعد اسے بستر پر پہنچا دیا پھر اس نے عمل کرنے کے دوران یہ معلوم کیا کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے ایوان راسکا کو کس طرح ایک بہت بڑے محل میں نظر بند رکھا گیا ہے۔

اس محل میں اسے ہر طرح کا عیش و آرام تھا۔ وہاں اس کی ہر ضرورت پوری کی جاتی تھی صرف کسی انسان سے ملنے نہیں دیا جاتا تھا۔ محل کے باہر جو مسلح پہرے دار تھے وہ بھی اندر نہیں جا سکتے تھے۔ ایسے الیکٹرونک انتظامات تھے کہ کوئی پرندہ فضا میں پرواز کرتا ہوا محل کی چھت پر جانا چاہتا یا کیڑے مکوڑے زمین پر رینگ کر اندر پہنچنا چاہتے تو سیکورٹی روم میں سگنل ملنے لگتا تھا۔ وہاں کے ایک درجن ٹی وی اسکرین پر محل کے ہر حصے کا منظر واضح ہو جاتا تھا۔ یوں رینگنے والے کیڑے مکوڑے بھی نظر آ جاتے تھے۔ وہاں کوئی کیڑا ہو یا انسان۔ وہ خود کار نظام کے ذریعے ہلاک کر دیا جاتا تھا۔

صرف ماسک مین ہی ایوان راسکا سے ملاقات کرتا تھا۔ ایوان وہ خیال خوانی کے ذریعے ماسک مین سے تمام اہم معاملات پر گفتگو کرتا تھا لیکن جب وہ کسی حسینہ کے ساتھ وقت گزارنا چاہتا تو ماسک مین ایک ہیلی کاپٹر میں کسی حسینہ کو لے کر آتا تھا۔ وہ ہیلی کاپٹر محل کی چھت پر اترتا تھا، ماسک مین اندر آ کر اس حسینہ کو ایوان راسکا کے پاس پہنچا کر سیکورٹی روم میں آ جاتا تھا پھر وہاں مختلف اسکرین پر انہیں دیکھتا رہتا تھا تاکہ وہ حسینہ اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو اس سے پہلے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔

شی تارا نے اس کے دماغ سے ان تمام اہم افسران کے نام اور فون نمبر معلوم کیے جو ایوان راسکا کی نگرانی اور حفاظت کے ذمے دار تھے پھر اس پر ضروری تنویمی عمل کر کے اسے سلا دیا۔

پاشا تابعدار تھا۔ شی تارا اس کی سوچ کے ذریعے اسے جو کام سونپ دیتی تھی وہ اسی کام سے لگا رہتا تھا۔ اس وقت بھی وہ کان لگائے بیٹھا تھا لیکن پارس کی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ وہ اس کی سوچ میں بولی۔ "مجھے عقل سے کام لینا چاہیے۔ اتنی دیر سے اس کی آواز نہیں آ رہی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے ملک میں ہے جہاں اس وقت رات زیادہ گزر چکی ہے اور وہ گہری نیند میں ہے۔ اب میں چھ گھنٹے بعد اس کی آواز سنوں گا۔"

شی تارا دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ پاشا جس لہجے کو گرفت میں لے کر پارس کی گفتگو سنتا رہا تھا وہ اب پارس کا موجودہ لہجہ نہیں تھا، اگر ہوتا تو پاشا کیسٹ ریکارڈر والی گفتگو نہ سنتا۔ کہیں گہری نیند سونے والے پارس کے پاس پہنچتا۔ خیال خوانی کی لہریں بھٹک کر واپس آ گئیں یہ ثابت ہو گیا کہ پارس نے اپنی آواز اور لہجے کو بدل لیا ہے۔

وہ دو چشمی ہیرے کھٹک رہے تھے۔ انہیں حاصل کرنا لازمی ہو گیا تھا۔ آگے بڑے مسائل اس کے انتظار میں تھے۔ بڑے بڑے مرحلوں سے گزر کر اسے کامیابیاں حاصل کرنی تھیں اور یہ مبارک مواقع اس وقت حاصل ہوتے جب وہ دونوں ہیرے اسے حاصل ہو جاتے۔

وہ بڑی دیر تک سوچتی رہی پھر اس نے سونیا ثانی سے رابطہ کیا۔ ثانی نے پہلی بار سانس روک لی۔ ایک منٹ کے بعد اسے دوسری بار محسوس کر کے بولی۔ "کون ہو تم؟"

"میں شی تارا ہوں۔ پارس سے باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

"تو پھر پارس کے پاس جاؤ۔"

"میں نے کوشش کی تھی لیکن اس نے آواز اور لہجہ بدل لیا ہے۔"

"ہو سکتا ہے، وہ تم سے باتیں کرنا نہ چاہے۔"

"تم میری انسلٹ کر رہی ہو۔ میں کوئی ایسی ویسی نہیں ہوں کہ کوئی مجھ سے باتیں کرنے سے انکار کر دے۔"

"وہ کوئی نہیں ہے، پارس ہے، وہ پارس جسے تم دشمن سمجھتی ہو۔ کیا اس سے صلح کرنے آئی ہو؟"

"یہی سمجھ لو۔ پلیز اُس سے باتیں کراؤ۔"

"اچھی بات ہے۔ دس منٹ کے بعد آؤ۔"

وہ چلی گئی۔ صبح کے چار بجے تھے۔ ثانی، علی، صفورا اور پارس جھیل کے کنارے دوڑ لگا رہے تھے اور مختلف قسم کی ورزش کر رہے تھے۔ شی تارا کے آنے اور جانے کے دوران ثانی ایک جگہ بیٹھ گئی تھی۔ اس نے پارس کو مخاطب کیا۔ "اے ہیرو! ادھر آؤ۔"

وہ بولا۔ "آج کا دن اچھا ہے۔ تم نے علی کو چھوڑ کر مجھے ہیرو بنا لیا ہے۔"

وہ مسکرا کر بولی۔ "لوگ ضرورت کے وقت گدھے کو بھی باپ بنا لیتے ہیں اور تم ایسے گدھے ہو کہ ہیرو کہنے کے باوجود گدھے ہی رہو گے۔"

وہ قریب آتے ہوئے بولا۔ "کیا میں ایسا گدھا ہوں کہ کچھ بھی کہہ دو گی تو گدھا ہی رہوں گا۔"

وہ تنبیہہ کے انداز میں ایک انگلی دکھا کر ہنستی ہوئی بولی۔ "خبردار! آگے نہ کہنا۔ میں سمجھ گئی ہوں، تم مجھ سے کیا کہلواؤ گے کام کی بات کرو۔"

وہ جھیل کے کنارے گھاس پر بیٹھ گیا پھر بولا۔ "کام کی بات کیا ہے؟"

"تمہاری وہ چہیتی ابھی آئی تھی۔"

"کیا کہہ رہی تھی؟"

"تم نے اس کا نام نہیں پوچھا۔"

"میں نے تمہارے آس پاس کسی کو آتے جاتے نہیں دیکھا۔ ظاہر ہے وہ دماغ میں آئی ہوگی اور یوں آنے والی صرف شی تارا ہے۔"

"کیا وہ باربرا نہیں ہو سکتی؟"

"تم نے چہیتی کہا ہے اور باربرا چہیتی بننا ہی نہیں چاہتی۔"

"کبھی الپا اور مرینا بھی تمہاری وہ رہی ہیں۔ وہ یعنی کہ وہ۔"

"وہ بھی وہ تھیں مگر اب وہ نہیں ہیں۔ تم خواہ مخواہ وہ باتیں کر کے میرا موڈ بھی وہ کر رہی ہو اور وقت بھی وہ کر رہی ہو۔ اگر تم چار بار جلدی جلدی وہ وہ منہ اٹھا کر کہو گی تو بھونکتی ہوئی دکھائی دو گی۔"

وہ گھور کر اسے دیکھنے لگی۔ اسی وقت شی تارا آ گئی۔ ثانی نے کہا۔ "شی تارا میرے پاس آئی ہے اب تمہارے پاس پہنچ رہی ہے۔"

پارس نے کہا۔ "وہ آئیں ہماری کھوپڑی میں خدا کی قدرت ہے۔ کبھی ہم ان کی سنیں گے کبھی ان کو سنائیں گے اور خوب سنائیں گے۔" شی تارا نے اس کے اندر آ کر کہا۔ "بڑی زندہ دلی سے بول رہے ہو۔"

"میں ہمیشہ ہی زندہ دل رہتا ہوں۔ مردہ دل مجھے خاک نہیں سمجھتے۔"

"میں مردہ دلی اور خود غرضی پیچھے چھوڑ کر آئی ہوں۔"

"میکے واپس جاؤ گی تو پھر یہی بیماریاں لگ جائیں گی۔ قسم کھاؤ، واپس نہیں جاؤ گی۔"

"پلیز، سنجیدہ ہو جاؤ اور اس مسئلے پر غور کرو، آخر ہم کب تک جدا رہیں گے؟"

"جب تک ہمارا نکاح نہیں پڑھایا جائے گا۔ میری طرف سے شادی کے بعد بھی تمہارا دھرم سلامت رہے گا۔"

"باتیں بنا کر مجھے نہ الجھاؤ۔ مسجد کے اندر پوجا کی گھنٹیاں نہیں بجتیں۔ مسلمان کے گھر میں ہندو عورت کا دھرم کمزور ہوتا رہے گا۔ اس حقیقت سے انکار نہ کرو۔"

"بے شک، قیامت آ جائے، تب بھی مسجد میں گھنٹیاں نہیں بجیں گی۔ ہندوستان میں ہندو مسلمان کی شادیوں کی قانونی اجازت ہے۔ تم اپنے ملک کے قانون کا احترام کرو اور مجھ سے شادی کر کے میری گھنٹیاں بجاتی رہو۔"

"شادی کیا ضروری ہے۔ ہم اچھے دوست بن کر رہ سکتے ہیں۔"

"یہ تو اچھی بات ہے۔ بیوی بچوں کے اخراجات سے بچا رہوں گا۔"

"میں تم سے ملنا چاہتی ہوں۔"

"اگر ملنے سے تمہاری مراد یہ ہے کہ میرے روبرو آنا چاہتی ہو تو میں کبھی یقین نہیں کروں گا۔"

"یقین نہ کرنے کی وجہ؟"

"مجھے جناب علی اسد اللہ تبریزی کی پیش گوئی پر اعتماد ہے۔ تم سات برس بعد ہی اصلی روپ میں ملو گی۔"

"کوئی ضروری نہیں ہے کہ ہر پیش گوئی درست ہو۔ اگر میں شام تک تمہارے سامنے چلی آؤں تو؟"

"تو میں فراڈ کو سمجھ لوں گا۔ یہ تو یاد ہوگا کہ میں تمہاری مہک سے تمہیں پہچان سکتا ہوں؟"

وہ ہنس کر بولی۔ "اب نہیں پہچان سکو گے۔ میں نے اپنا آپریشن کرایا ہے جس کے نتیجے میں میرے بدن کی بو تبدیل ہو گئی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہے۔"

"میں بھی اپنا آپریشن کرانے کے بعد تم سے ملوں گا۔ آپریشن کے نتیجے میں میرے اندر کا زہر ختم ہو جائے گا۔ وصال کے لمحات میں یہ شکایت نہ کرنا کہ میں وہ پارس نہیں ہوں' جس کی زہریلی کشش تمہیں دیوانہ بناتی ہے۔"

"یعنی تم اپنی ڈمی کو میرے پاس بھیجو گے!"

"ظاہر ہے ڈمی شی تارا سے پارس کی ڈمی ہی ملاقات کرے گی۔"

"پارس! میں قسم کھا کر کہتی ہوں کہ......"

"فضول قسمیں کھا کر میرا اور اپنا وقت برباد نہ کرو۔ میں تمہاری مخصوص بو کے بغیر دنیا کی کسی شی تارا پر بھروسا نہیں کروں گا۔"

"میں نے تمہارا ایک اہم راز معلوم کیا ہے۔"

"چلو اچھا ہے۔ معلومات میں اضافہ ہوتا رہنا چاہیے۔"

"تم مذاق سمجھ رہے ہو۔ میں نے وہ عکس مطلوبہ جگہ منتقل کرنے والی تکنیک معلوم کی ہے۔"

"یہ تم نے بہت اچھا کیا۔ آئندہ ہم تم عکس بن کر ایک دوسرے کی تنہائیوں میں آسکتے ہیں۔ عکس کا کوئی مذہب یا دھرم نہیں ہوتا۔ ہم عکسی شادی کریں گے اور عکسی سہاگ رات منائیں گے۔ اس طرح تمہارا دھرم تمہارے پاس محفوظ رہے گا۔"

"کیا تم یہ نہیں پوچھو گے کہ مجھے تمہارا یہ راز کیسے معلوم ہو گیا؟"

"یہ کوئی راز ہے ہی نہیں۔ ہم سے پہلے مافیا تنظیم کی گاڈ مدر ٹریسا کئی بار اس کا مظاہرہ کر چکی ہے۔"

"تم مجھے مایوس کر رہے ہو۔ میں تو تمہیں بتانے آئی تھی کہ تم کسی کے سامنے عکس کو منتقل کرنے والے آلات اور ان کے استعمال کے طور طریقوں پر گفتگو کر رہے تھے۔ یہ گفتگو ایک سراغرساں نے کیسٹ میں ریکارڈ کر کے ماسک مین تک پہنچائی ہے۔"

"اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تم ماسک مین تک پہنچی ہوئی ہو۔ تمہاری نظر اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ایوان راسکا پر ہوگی۔"

شی تارا کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اسے پارس کے سامنے اپنی کامیابیوں کا ذکر نہیں کرنا چاہیے تھا۔ وہ بولی۔ "ہماری آج کی دنیا میں یہی ہو رہا ہے۔ جسے دیکھو وہی کسی نہ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اپنا غلام بنانے کی کوششوں میں مصروف ہے۔ تم لوگوں کو موقع ملتا ہے تو تم بھی یہی کرتے ہو۔"

"ہم جسے ٹریپ کرتے ہیں' اسے آزادی سے زندگی گزارنے کے لیے رہا کر دیتے ہیں۔ بے چارہ ایوان راسکا ایک گوشے میں سکون سے ہے۔ اسے سکون سے رہنے دو۔ کیوں اسے ماسک مین کے محل سے نکالنے پر تلی ہوئی ہو۔ وہ باہر آئے گا تو بیشتر ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی طرح خوار ہوتا رہے گا۔"

"ہم کہاں کی باتیں لے بیٹھے؟ دوسری بات کرو۔"

"تم اتنی دیر سے باتیں کر رہی ہو مگر تمہاری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ دو چشمی ہیروں کا ذکر کیسے چھیڑا جائے۔"

"ان ہیروں کے لیے اطمینان ہے' تم نے پچھلی بار کہا تھا کہ دونوں ہیرے تمہارے پاس میری امانت ہیں۔"

"بے شک سات برسوں تک وہ میرے پاس امانت کے طور پر رہیں گے اور وہ تمہیں ہی ملیں گے۔"

"ہاں اس اطمینان کے باوجود مجھے ان سے محروم نہیں رہنا چاہیے۔ وہ مجھے آج مل جائیں تو آج ہی سے میرے دن پھر جائیں گے۔ خوش بختی ایسی نصیب ہوگی کہ تمام نحوستیں دور ہو جائیں گی۔ پلیز پارس! مجھے اپنی کنیز سمجھ کر وہ ہیرے مجھے دے دو۔"

"دو چشمی ہیرے دو ہی صورتوں میں حاصل ہو سکتے ہیں کہ میں اپنی خوشی سے انہیں تمہارے حوالے کر دوں یا پھر تم کسی حکمت عملی سے انہیں مجھ سے چھین لو۔"

"جو کام محبت سے ہو سکتا ہے اسے عداوت سے نہیں کروں گی۔"

"تم میرے اندر رہ کر دیکھ رہی ہو کہ میں پیرس میں اس کے کنارے ہوں اور یہاں بنے ہوئے کاٹیجوں میں سے ایک کاٹیج میں ہوں۔ تم یہاں آؤ اور محبت سے انہیں لے جاؤ۔ وہ دونوں ہیرے ہمیشہ میرے پاس رہتے ہیں۔ خود نہ آنا چاہو تو کرائے کے قاتلوں کو بھیج دو۔ کوئی تیسرا راستہ نہیں ہے۔ اب جاؤ۔"

اس نے سانس روک لی۔ وہ اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ اب اسے فیصلہ کرنا تھا کہ وہ محبت سے انہیں حاصل کرے گی یا کرائے کے قاتلوں کو بھیج کر عداوت کا راستہ اختیار کرے گی۔ بڑی مشکل تھی۔ دل عداوت پر راضی نہیں تھا اور یہی دل محبت سے ڈرتا بھی تھا۔

O☆O

بلیک آدم نے حوالات میں آ کر جے پرگولا کو بڑی سخت وارننگ دی تھی۔ اس سے کہا تھا اگر وہ عکس منتقل کرنے اور بینک لوٹنے والوں کی نشاندہی نہیں کرے گا تو اسے ٹارچ سیل میں پہنچا دیا جائے گا پھر ایسی ایسی ذہنی اور جسمانی اذیتیں دی جائیں گی جنہیں وہ برداشت نہیں کر سکے گا اور مجرموں کی نشاندہی کرنے پر مجبور ہو جائے گا۔

بلیک آدم اسے ایک گھنٹے کی مہلت دے کر گیا تھا۔ ایک گھنٹے بعد حوالات میں آیا تو پتا چلا جے پرگولا آہنی سلاخوں کے پیچھے سے نکل کر تھانہ انچارج کے ساتھ چلا گیا ہے۔ اس نے گرج کر پوچھا۔ "وہ کہاں گیا ہے؟ تھانہ انچارج کو یہ اختیار کس نے دیا کہ وہ ایک ملزم کو اپنے ساتھ حوالات سے باہر لے جائے!"

تمام سپاہی سہمے ہوئے تھے۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ انچارج افسر ملزم کو لے کر کہاں گیا ہے۔ بلیک آدم نے فون کے ذریعے ٹیری آدم سے کہا۔ "ٹیک برادر! جے پرگولا قید سے نکل کر تھانہ انچارج کے ساتھ کہیں چلا گیا ہے۔"

ٹیری نے پوچھا۔ "کیا وہ تھانہ انچارج کو کسی دباؤ کے تحت لے گیا ہے؟"

"سپاہیوں کا بیان ہے کہ دونوں مسکراتے اور باتیں کرتے ہوئے تھانے کی کسی گاڑی میں بیٹھ کر گئے ہیں۔"

"پرگولا کے ساتھ جو وچ لیڈی تھی وہ کہاں ہے؟"

"وہ حوالات میں ہے۔"

"اس کے پاس جاؤ' باتیں کرو اور اس کی آواز سناؤ۔"

بلیک آدم نے حکم کی تعمیل کی۔ حوالات کے دوسرے کمرے میں وچ لیڈی ایلا کلانسی کے پاس آ کر بولا۔ "تمہارا ساتھی جے پرگولا یہاں سے فرار ہو گیا ہے۔ ہمیں بتاؤ' وہ کہاں گیا ہوگا؟"

"وہ کمینہ مجھے یہاں چھوڑ گیا ہے جب کہ وہ میرا مہمان تھا۔ میرے پاس رہ کر میرا نمک کھا رہا تھا۔ وہ شاید ابھی میرے گھر گیا ہوگا۔ مگر نہیں' وہ بہت چالاک ہے۔ ایسی کسی جگہ نہیں جائے گا' جہاں گرفتاری کا اندیشہ ہو۔"

ٹیری نے بلیک آدم سے کہا۔ "مجھے اس کے دماغ میں جگہ مل گئی ہے۔ تم جا کر آرام سے بیٹھو' میں ابھی آتا ہوں۔" وہ وچ لیڈی کے دماغ میں آیا تو جے پرگولا کی حقیقت معلوم ہوئی۔ ایکسرے مین بھی اس کے چور خیالات سے معلوم کر رہا تھا کہ جے پرگولا نے واشنگٹن میں ایک خفیہ تنظیم بنائی ہے۔ اس تنظیم کی اہمیت یہ ہے کہ اس میں جیری اور ترپال دو خیال خوانی کرنے والے جوان ہیں۔ خود جے پرگولا شیطانی ہپناٹزم کا ماہر ہے کمزور ارادوں والی عورتوں اور مردوں کو اپنی آنکھوں کے ذریعے ایک منٹ میں سحرزدہ کر لیتا ہے۔"

پھر یہ بھی معلوم ہوا کہ اس نے مرینا کو بھی اپنی شیطانی چالوں سے پھانس لیا تھا لیکن وہ تل ابیب آ کر اس کے سحر سے نجات حاصل کر چکی تھی۔ وہ اس شہر میں اسے ڈھونڈنے آیا تھا۔ ساتھ ہی فارمولے بھی حاصل کر لینا چاہتا تھا۔

ٹیری آدم نے یہ تمام باتیں بلیک آدم کو بتائیں۔ ایکسرے مین اپنے ان ماتحتوں کے دماغوں میں چھپا ہوا ان کی باتیں سن رہا تھا اور اس سلسلے میں ان کی رائے معلوم کر رہا تھا۔ بلیک آدم نے کہا۔ "ہمیں سب سے اہم بات یہ معلوم ہوئی ہے کہ پرگولا محض ایک جادوگر نہیں ہے' اس کی دونوں مٹھیوں میں دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔"

ٹیری نے کہا۔ "اور وہ تیسری ٹیلی پیتھی جاننے والی مرینا کی تلاش میں ہے۔ اب ذہن میں یہ سوال ابھرتا ہے' کیا پرگولا کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ہیری کو ٹریپ کیا ہے؟"

"نہیں' اگر ہیری کا دماغ ان کے قابو میں ہوتا تو پرگولا سمندر کے کنارے ہیری کا تعاقب نہ کرتا۔"

"تو پھر مرینا نے ہیری کو ٹریپ کیا ہے۔"

بلیک آدم نے کہا۔ "ہیری کے فون پر میں نے جس ٹیلی پیتھی جاننے والے کی باتیں سنی ہیں' ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ مرد ہے اور اس سے پہلے بھی ایک اور ٹیلی پیتھی جاننے والے نے ہیری کو اپنا تابعدار بنایا تھا۔"

"اس کا مطلب ہے' ہمارے ملک میں اور خاص طور پر اس شہر تل ابیب میں ٹیلی پیتھی جاننے والی بے شمار بلائیں آ گئی ہیں۔"

"ٹیلی پیتھی کی بلاؤں کے علاوہ عکس منتقل کرنے والے بھی بلا کے خطرناک ہیں۔ اگرچہ انہیں بینک کی لوٹی ہوئی رقم نہ مل سکی تاہم انہوں نے اس سے بھی زیادہ اہم چیز یعنی کہ وہ فارمولے حاصل کیے ہیں۔ فارمولوں کے معاملے میں پہلی کامیابی اس نامعلوم گروہ کو ہوئی ہے۔"

ان کی باتوں کے دوران تھانے کا انچارج واپس آ گیا۔ بلیک آدم کو دیکھ کر گھبرایا' پریشان ہوا پھر بولا۔ "سر! میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ وہ کمبخت جادو جانتا ہے۔ مجھے کچھ پتا ہی نہ چلا کہ میں کہاں ہوں جب ہوش میں آیا تو تھانے کی جیپ میں ایک سرائے کے سامنے تھا۔ جے پرگولا جیپ سے اتر گیا تھا پھر کوئی جادوئی قوت مجھے وہاں سے یہاں واپس آنے پر مجبور کرتی رہی اور میں یہاں چلا آیا۔"

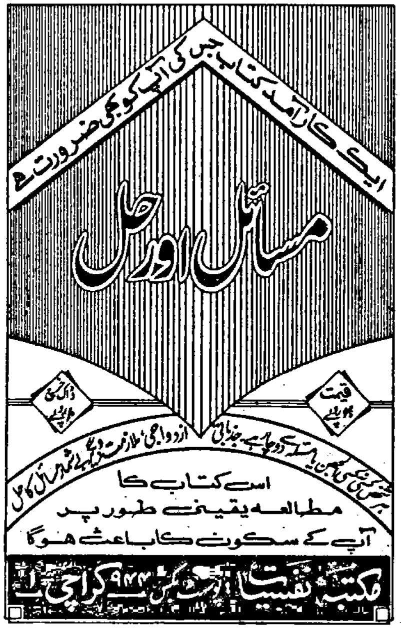

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"تم نے کون سی سرائے کے سامنے پرگولا کو چھوڑا تھا؟"

"یہاں سے پچاس میل دور کیبوز سرائے کے سامنے۔"

"اس کا مطلب ہے' پرگولا یروشلم کی طرف گیا ہے لیکن وہ بھیس بدل کر پھر واپس آئے گا کیوں کہ فارمولے اسی شہر سے حاصل کرے گا اور مریتا بھی اُسے یہیں ملے گی کیوں کہ وہ بھی فارمولوں کے چکر میں ہوگی۔"

ٹیری آدم نے کہا۔ "وچ لیڈی ایلا کلانسی کو رہا کردو۔ اس کے خیالات سے پتا چلا ہے کہ وہ پرگولا کے ساتھ ایک قبرستان میں کالا عمل کرنے والی ہے۔ پرگولا کو یقین ہے کہ اس کالے جادو سے مریتا کھنچی چلی آئے گی اور پھر اس کی کنیز بن جائے گی۔"

بلیک آدم نے کہا۔ "پرگولا اب محتاط رہے گا۔ کالا جادو کرنے کے لیے وچ لیڈی سے نہیں ملے گا۔"

ٹیری نے کہا۔ "لیکن میں وچ لیڈی کے اندر رہ کر اسے مجبور کروں گا کہ وہ کالے جادو کے ذریعے پرگولا کا سراغ لگائے۔ اگر ایسا نہ کر سکی تب بھی میں یقین سے کہتا ہوں کہ پرگولا ہر حال میں مریتا کو حاصل کرنا چاہے گا۔ اس کے لیے کسی قبرستان میں جا کر عمل کرے گا۔ ان کے شیطانی دستور کے مطابق کل کی اندھیری رات کالے جادو کے لیے نہایت موزوں ہے۔"

"اگر ایسا ہے تو میں اس ملک کے ہر قبرستان میں انٹیلی جنس والوں کا جال بچھا دوں گا۔"

فی الحال پرگولا کو گھیرنے اور پکڑنے کے دو ہی راستے تھے۔ ایک تو وچ لیڈی تھی۔ اس کے ذریعے پرگولا تک پہنچنے کی توقع تھی۔ دوسرا یہ کہ وہ مریتا کو اپنے پاس بلانے کے لیے قبرستان میں کالا عمل کرنے آئے۔ ٹیری آدم اور بلیک آدم نے یہ طے کیا کہ وہ قبرستان میں آئے گا تو اسے گرفتار نہیں کیا جائے گا۔ چھپ کر تماشا دیکھا جائے گا۔ اگر کالا جادو واقعی کام کرے گا اور چھپی ہوئی مریتا کو قبرستان میں کھینچ لائے گا تو ایسے وقت سے پرگولا کے ساتھ مریتا بھی قابو میں آجائے گی۔ یوں یہودی خفیہ تنظیم میں ایک اور خیال خوانی کرنے والی کا اضافہ ہوجائے گا۔

○☆○

ریٹا اپنے بستر پر چاروں شانے چت پڑی ہوئی تھی۔ ہوش میں آتے ہوئے آنکھیں کھولنے کے بعد اسے سب سے پہلے جسمانی تکلیف کا احساس ہوا تھا۔ سارا بدن پھوڑے کی طرح دکھ رہا تھا۔ تب یاد آیا کہ اس ہوسناک درندے نے کس طرح اسے دانتوں سے کاٹ کاٹ کر لہولہان کیا تھا اور ایک شیطان کی طرح فاتحانہ انداز میں قہقہے لگاتا رہا تھا۔

وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ بیٹھنے سے بھی تکلیف ہو رہی تھی۔ سامنے ایک قدِ آدم آئینہ تھا جس میں وہ ہمیشہ اپنے حسن و شباب کو بصد ناز دیکھا کرتی تھی۔ اس وقت زخموں سے بھرے ہوئے بدن کو دیکھ کر حلق سے چیخ نکل گئی۔ آئینہ بتا رہا تھا کہ اس درندے نے اسے بالکل ہی کھنڈر بنا دیا ہے۔ وہ غصے سے مٹھیاں بھینچ کر بولی۔ "میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ وہ کون ہے؟ کون ہے وہ؟"

وہ جے پرگولا کے نام سے اور اس کے کام سے واقف تھی۔ اس کے کام کا ایک چھوٹا سا نمونہ آئینے میں دیکھ رہی تھی اور رو رہی تھی۔ اس نے پہلی بار کیبوز سرائے کے سامنے اسے دیکھا تھا۔ اس نے للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ کر کہا تھا۔ "تمہاری صورت اور تمہارا بدن میری ہوس کو پکار رہا ہے اور جو چیز پسند آجاتی ہے' میں اسے نہیں چھوڑتا۔"

ریٹا نے اسے غرور اور نفرت سے دیکھا تھا پھر ایک طرف تھوک کر کہا تھا۔ "دیکھو میں نے ادھر تھوکا ہے۔ تم اس قابل نہیں ہو کہ میں اپنا تھوک تم پر ضائع کروں۔ جاؤ اور آئینے پر اپنی شیطانی صورت دیکھ کر خود پر تھوکتے رہو۔"

یہ کہہ کر وہ سرائے کے اندر جانا چاہتی تھی تب ہی دماغی طور پر غائب ہوگئی۔ کبھی وہ دماغی طور پر حاضر ہو جاتی تھی۔ خود کو ڈرائیو کرتے دیکھتی تھی پھر غائب دماغ ہو جاتی تھی۔ آخری بار اس نے خود کو اپنے بیڈ روم میں دیکھا۔ اس کے ساتھ ہی وہ شیطانی صورت والا نظر آیا' وہ ایکدم سے چیخ پڑی۔ اس نے ایک تھپڑ مار کر پوچھا۔ "کیا اب مجھے دیکھ کر نہیں تھوکو گی؟ تمہارا تھوک قیمتی ہے۔ اسے مجھ پر ضائع نہیں کرنا چاہتیں؟"

وہ سہم کر پیچھے ہٹی اور بولی۔ "تم کون ہو؟ مجھے یہاں کیسے لے آئے؟ کیا..... کیا تم کوئی جادوگر ہو؟"

اس نے گریبان پکڑ کر ایک جھٹکے سے کھینچا۔ لباس دور تک پھٹتا چلا گیا۔ وہ بھاگ کر ذرا دور چلی گئی۔ اس نے پوچھا۔ "کہاں جاؤ گی؟ مجھے بھی تھوکنے کا موقع دو۔"

وہ دوڑتی ہوئی دروازے پر آئی پھر کمرے سے نکل کر اسی طرح دوڑتی ہوئی اپنے بنگلے کے بیرونی دروازے پر جا کے رک گئی۔ وہاں سے پلٹ کر پھر دوڑتی ہوئی اپنے بیڈ روم کی طرف جانے لگی۔ اپنے اندر چیخنے لگی "میں نہیں جاؤں گی۔ اس شیطان کے پاس نہیں جاؤں گی۔"

مگر وہ شیطان کے سامنے پہنچ کر رک گئی۔ وہ قہقہے لگا رہا تھا۔ جب وہ سامنے آئی تو اس نے منہ پر تھوک دیا۔ وہ توہین کے احساس سے پاگل ہوگئی۔ اس کا منہ نوچنا چاہتی تھی مگر دونوں ہاتھ اٹھا نہیں پا رہی تھی۔ شیطان نے کہا۔ اپنے حسن و شباب پر بہت ناز کرتی ہے۔ مجھ پر تھوکنا بھی اپنی توہین سمجھتی تھیں۔ آخ تھو۔"

اس نے پھر منہ پر تھوک دیا۔ وہ ہذیانی انداز میں چیخ رہی تھی۔ اپنے سر کے بالوں کو نوچ رہی تھی۔ اپنی بے بسی کو سمجھ رہی تھی کہ شیطان کے بس میں ہے۔ اپنے بچاؤ کی کوشش کرنے کے بھی قابل نہیں رہی ہے۔ وہ اسے نوچ رہا تھا' کھسوٹ رہا تھا۔ پیار بھی کر رہا تھا۔ حقارت سے زخم بھی دے رہا تھا۔ اس نے اپنے گورے گورے خوبصورت بدن سے لہو رستے ہوئے دیکھا۔ خود کو بری طرح لٹتے ہوئے دیکھا پھر وہ ہوش و حواس سے بیگانی ہوگئی۔

اب ہوش میں آکر آئینے کے سامنے خود کو ایک کھنڈر کی صورت میں دیکھ رہی تھی اور رو رہی تھی۔ اس لیے رونا آرہا تھا کہ اس کے پاس غرور کرنے کے لیے کچھ نہیں بچا تھا۔ ڈاکو بھی لوٹ کر جاتے ہیں تو پیچھے کچھ چھوڑ جاتے ہیں اس نے تو بدن پر کپڑا تک نہیں چھوڑا تھا۔

دروازے پر آہٹ سی ہوئی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا۔ وہاں وہی کھڑا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھوں میں ایک چھوٹا سا پیکٹ تھا۔ وہ اسے دیکھتے ہی بستر سے چادر اٹھا کر خود کو چھپاتے ہوئے بولی۔ "تم کون ہو؟"

"میں وہی ہوں' جس پر تھوکنا تم گوارا نہیں کرتی تھیں۔ بس معمولی سی پلاسٹک سرجری کے ذریعے اپنا چہرہ بدل لیا ہے۔"

"تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟ کیوں میرے پیچھے پڑ گئے ہو؟"

"تم سے بہت کچھ چاہتا ہوں۔ چاہنے کی پہلی قسط وصول کر چکا ہوں۔ چلو بستر پر لیٹ جاؤ۔ یہ میرا دستور ہے کہ میں زخم دینے کے بعد اپنے ہاتھوں سے مرہم لگاتا ہوں۔"

وہ پیکٹ کھول کر دوائیں نکالنے لگا۔ وہ بولی۔ "تم باہر جاؤ۔ میں خود ہی مرہم لگالوں گی۔"

اس نے اچانک ہی ایک تھپڑ رسید کیا۔ وہ لڑکھڑاتی ہوئی بستر پر گر پڑی۔ وہ بولا۔ "سُؤر کی بچی! مجھے حکم دیتی ہے۔ میں باہر جاؤں گا تو پولیس اندر آئے گی کیوں کہ تمہاری کار کی سیٹ کے نیچے ہیروئن کے پیکٹ رکھے ہوئے ہیں۔"

وہ گھبرا کر بولی۔ "نن..... نہیں تم پولیس کو اطلاع نہیں دو گے تم نے تو میری بوٹیاں ہی نوچ لی ہیں' اب یہ ظلم نہ کرو۔"

"تو پھر آرام سے لیٹ جاؤ۔ زخم دینا اور مرہم لگانا میرا مشغلہ ہے۔"

وہ حکم کی تعمیل پر مجبور ہوگئی۔ خاموشی سے لیٹ گئی۔ وہ ایک ایک زخم پر مرہم لگانے لگا۔ یہ ایک ایک زخم کی تکلیف سے کراہنے لگی۔ اس نے کچھ دوائیں کھانے کو دیں۔ تھوڑی دیر بعد وہ سو گئی۔

جیری نے پرگولا کے پاس آکر کہا۔ "باس! وہ سو گئی ہے۔"

پرگولا نے کہا۔ "تم جاؤ اور اس پر عمل کر کے اسے میری تابعدار بنا دو۔"

وہ بیڈ روم سے باہر آکر ڈرائنگ روم میں بیٹھ گیا۔ اس نے اپنا چہرہ اور حلیہ بدل لیا تھا۔ پولیس والے اسے اب پہچان نہیں سکتے تھے۔ وہ غور کرنے لگا کہ بھیس بدلنے میں کوئی کمی تو نہیں رہ گئی ہے؟

غور کرنے سے غلطی کا سراغ ضرور ملتا ہے۔ یہ بات سمجھ میں آئی کہ اسے جادوگروں جیسی کوئی حرکت نہیں کرنا چاہیے۔ ورنہ بھیس بدلنے کے باوجود پولیس شبہ میں گرفتار کرلے گی۔

وہ مریتا کو بھول نہیں سکتا تھا۔ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی پر دوبارہ قبضہ جمانا ضروری تھا اور اس کے لیے ایک بار کالے جادو کا عمل کرنا لازمی ہوگیا تھا۔ وہ ایسی جگہ چھپی ہوئی تھی کہ اس کے دو خیال خوانی کرنے والے بھی اسے ڈھونڈ نہیں سکتے تھے۔ یہی ایک کالے جادو کا سہارا رہ گیا تھا۔

اگلی رات چاندنی نہیں ہوگی۔ قبرستان میں گہری تاریکی چھائی رہے گی۔ کل کی رات کالے عمل کے لیے موزوں ہوگی۔ اسے پورا یقین تھا کہ مریتا کہیں بھی چھپی ہوگی تو کالے منتروں سے کھنچی چلی آئے گی۔

ایسے وقت وچ لیڈی ایلا کلانسی ہوگی تو کام آسان ہوگا لیکن وہ اسے حوالات میں چھوڑ آیا تھا۔ یہ اس کی خودغرضی تھی لیکن مجبوری بھی تھی۔ اگر ایلا کو ساتھ لاتا تو اس کی حماقتوں اور بے تکی اداؤں سے پولیس کی نظروں میں آجاتا۔ لہٰذا اس سے دور رہنے میں ہی اس کی سلامتی تھی۔

وچ لیڈی ایلا کے متعلق سوچتے ہوئے خیال آیا کہ حوالات میں اس کی پٹائی کی گئی ہوگی اور نتیجے میں بزدل وچ لیڈی نے پرگولا کی حقیقت اگل دی ہوگی۔ شاید یہ بھی بتایا ہو کہ مریتا کو حاصل کرنے کے لیے پرگولا کسی قبرستان میں شیطانی عمل کرنے والا ہے۔

اور پرگولا سوچ رہا تھا' ہوسکتا ہے ایلا کلانسی نے قبرستان والی بات نہ بتائی ہو لیکن دل میں اندیشے دھڑک رہے تھے۔ وہ پس و پیش میں تھا کہ کل رات شیطانی عمل کیا جائے یا اگلی کسی اندھیری رات کا انتظار کیا جائے؟

ایک تو مریتا کو دوبارہ حاصل کرنے کی بے چینی تھی۔ دوسری بے چینی ان ڈاکوؤں کو تلاش کرنے کی تھی' جو عکس کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کا جادوئی تماشا دکھا رہے تھے۔ اس کا خیال تھا کہ ایسا تماشا دکھانے والی مشین اس کے ہاتھ لگ جائے تو وہ اپنے عکس کو اس جگہ منتقل کرسکے گا جہاں وہ فارمولے چھپا کر رکھے گئے ہیں۔

اس نے انالانا اور وان لوئن کے ٹرانسپیرنٹ چہرے دیکھے تھے۔ وہ چہرے پوری طرح واضح نہیں تھے پھر بھی اس کا خیال تھا کہ وہ کہیں بھی دیکھے گا تو انہیں پہچان لے گا اور اگر اسے انالانا اور وان لوئن کے نام معلوم ہوتے اور ان کی کوئی مخصوص شناخت ہوتی تو وہ ان دونوں کے ناموں کے پتلے بناتا' ان پتلوں میں ان کی مخصوص شناخت رکھتا پھر شیطانی عمل کے ذریعے پتلوں میں سُوئیاں چبھوتا تو وہ دونوں چبھن کی ناقابلِ برداشت تکلیف سے بے حال ہو کر قبرستان میں دوڑے چلے آتے لیکن وہ ان دونوں کے متعلق خاطر خواہ معلومات نہیں رکھتا تھا۔ اس لیے ایسا عمل نہیں کرسکتا تھا۔

اس نے آنکھیں بند کرلیں۔ تصور میں انالانا کا چہرہ یاد کرنے لگا۔ اچھی طرح یاد نہیں آرہا تھا۔ اس بینک میں ایک نہایت ہی حسین اور کمسن لڑکی ٹرانسپیرنٹ نظر آئی تھی۔ سچ مچ کی کوئی نیک

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

روح لگ رہی تھی مگر وہ نیکی کرنے نہیں' ڈاکا ڈالنے آئی تھی۔ کاش! وہ پوری طرح واضح ہوتی لیکن اب تو گزرتے ہوئے وقت کے ساتھ اس کے تصور سے بھی آج کل میں مٹنے والی تھی۔

O☆O

یہ اس رات کی بات ہے' جب وان لوئن نے سمندر کے کنارے ہیری رابسن کے جسم میں دو گولیاں پیوست کر دی تھیں پھر اس نے واکی ٹاکی کے ذریعے انالانا سے کہا تھا "میں نے کمبخت فراڈ ہیری کے جسم میں ایک نہیں' دو گولیاں اتار دی ہیں۔ واکی ٹاکی پھینک دو۔ اس کے ذریعے پکڑے جانے کا اندیشہ ہے۔ فوراً دوڑتی ہوئی بلیو ہیون کے پیچھے آؤ۔ ویش آل۔"

اتنا کہہ کر وان لوئن اپنا واکی ٹاکی پھینک کر بھاگتا ہوا بلیو ہیون کی طرف چلا گیا تھا۔ اس کلب کے پیچھے دوسری بہن مامیلا اپنی کار کے پاس بھائی بہن کا انتظار کر رہی تھی۔ وان لوئن نے قریب آکر ہانپتے ہوئے کہا۔ "میں نے ہیری کا کام تمام کر دیا ہے۔ اس سے بینک کی رقم ملنے کی ساری امیدیں ختم ہو چکی تھیں اور وہ کمبخت پولیس والوں کو ہمارے پیچھے لگا رہا تھا۔"

مامیلا نے کہا۔ "یہ تم نے اچھا ہی کیا۔ وہ زندہ رہتا تو ہمارے لیے اندیشے پیدا کرتا رہتا۔ انا کہاں ہے؟"

"میں نے واکی ٹاکی کے ذریعے اس سے کہہ دیا تھا کہ وہ فوراً اس کلب کے پیچھے چلی آئے۔ وہ آ رہی ہوگی۔"

وہ چھوٹی بہن کا انتظار کرنے لگے اور دور دور تک نظریں دوڑانے لگے۔ وہاں فائرنگ کی آوازیں گونج رہی تھیں جس کے نتیجے میں سنسنی سی پھیل گئی تھی۔ لوگ ایک دوسرے سے پوچھتے پھر رہے تھے کہ کس نے فائرنگ کی؟ کہاں وہ گولیاں چلائی گئیں؟ اس سلسلے میں طرح طرح کی باتیں ہو رہی تھیں۔

مامیلا نے کہا۔ "ہم نے بڑی حکمتِ عملی سے لاکھوں ڈالرز اور پونڈز لوٹے تھے۔ اتنی بڑی رقم کا ایک نوٹ بھی ہمارے ہاتھ میں نہیں آیا۔ مجھے بہت دکھ ہو رہا ہے۔

"سسٹر! یہ صدمہ دل سے نکال دو۔ آئندہ ہم اتنا بڑا ہاتھ ماریں گے کہ پچھلے نقصان کی تلافی ہو جائے گی۔"

مامیلا نے اپنی رسٹ واچ دیکھ کر کہا۔ "پندرہ منٹ گزر چکے ہیں۔ انا ابھی تک کیوں نہیں آئی۔"

"آتی ہوگی۔ ابھی اس میں بچپنا ہے۔ وہ پوری طرح خطرات کا احساس نہیں کرتی ہے۔ رفتہ رفتہ پکی ہو جائے گی۔"

"ہاں برادر! ابھی وہ نادان ہے میں صبح سے محسوس کر رہی تھی کہ وہ اس نوجوان ہیری سے متاثر ہو گئی ہے۔ میں نے اس کی آنکھوں میں محبت کی چمک دیکھی تھی۔"

"یہ اچھا ہوا کہ میں نے ہیری کو جہنم میں پہنچا دیا۔ ہماری مافیا تنظیم میں عشق و محبت کو حماقت سمجھا جاتا ہے۔ اس کی موت کے بعد انا کے سر سے عشق کا بھوت اتر جائے گا۔"

اسی وقت دور سے انالانا آتی ہوئی دکھائی دی۔ وہ تیزی۔۔۔ رہی تھی اور مسکرا رہی تھی پھر وہ دوڑتی ہوئی آئی اور مامیلا کے۔۔۔ سے لگ کر ہنسنے لگی۔ مامیلا نے پوچھا۔ "اتنی دیر کر دی۔ کہا۔۔۔ گئی تھی؟ اوہ گاڈ! تیرا دل کتنی تیزی سے دھڑک رہا ہے۔"

دل کو تیزی سے دھڑکنا ہی تھا۔ وہ ابھی عادل کے دھ۔۔۔ ہوئے دل سے لگ کر آئی تھی۔ اس پر عجیب سا نشہ طاری تھا۔ دھڑکن پانے کے لیے وہ مامیلا کے سینے سے لگ گئی تھی لیکن۔۔۔ چٹانی سینہ نہیں مل رہا تھا۔ وان لوئن نے پوچھا۔ "یہ تم پاگلو۔۔۔ طرح خواہ مخواہ کیوں ہنس رہی ہو؟ چلو گاڑی میں بیٹھو۔"

وہ تینوں کار میں بیٹھ گئے۔ وان لوئن نے اسے اسٹارٹ کر۔۔۔ آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ "جیسا کہ میں ابھی کہہ چکا ہوں۔۔۔ تنظیم میں عشق و محبت کو حماقت سمجھا جاتا ہے۔ ہماری بہن ا۔۔۔ قہقہوں سے ثابت ہو رہا ہے کہ یہ ہیری کی موت سے خوش ہے۔"

انالانا نے اپنے اسکارف کو منہ پر رکھ لیا تاکہ ہنسی رک۔۔۔ یا ہنسنے کی آواز بھائی بہن تک نہ پہنچے۔ کار میں اندھیرا تھا اور۔۔۔ بیٹھی ہوئی تھی اس لیے بڑی بہن اور بھائی اس کی حرکتیں نہیں۔۔۔ رہے تھے۔ وہ جان بوجھ کر پچھلی سیٹ پر بیٹھی تھی تاکہ تنہا۔۔۔ عادل کو تصور کی آنکھوں سے دیکھتی رہے اور وہ کار کے ا۔۔۔ تاریکی میں صاف نظر آ رہا تھا۔

مامیلا نے کہا۔ "برادر آئندہ کوئی واردات کرنے۔۔۔ کسی ایسے آلۂ کار کا بندوبست کرنا ہوگا جو تمہارے اعتماد کو ٹھیس۔۔۔ پہنچائے اور ہیری کی طرح دھوکا نہ دے۔"

وان لوئن نے کہا۔ "میں دوسری بار کسی پر بھروسا کر۔۔۔ غلطی نہیں کروں گا۔ میں نے یہاں آنے سے پہلے فون پر۔۔۔ بات کی تھی۔ وہ ہماری بہن میکسی کے ساتھ کل رات تک۔۔۔ پہنچنے کی کوشش کریں گی۔ ہماری فیملی کے پانچ ممبر بڑی سے۔۔۔ واردات کے لیے کافی ہیں۔ ہم کسی باہر کے آدمی کے محتاج۔۔۔ رہیں گے۔"

انالانا نے پوچھا۔ "برادر! آئندہ کسی واردات میں ہم۔۔۔ نے کوئی گڑبڑ کی تو کیا ہوگا؟"

بھائی نے کہا۔ "کیا پاگل ہوئی ہو۔ وہ مر چکا ہے۔ کیا ا۔۔۔ روح آکر گڑبڑ کرے گی؟"

اسے ہنسی آگئی۔ وہ ہنس کر بولی۔ "ہم روح کا تماشا کر۔۔۔ اگر سچ مچ کی روح آگئی تو؟"

مامیلا نے مسکرا کر کہا۔ "تمہارا بچپنا نہیں ختم ہوگا۔"

"اس میں بچپنے کی کیا بات ہے "میں نے نیپلز میں ایک۔۔۔ دیکھی تھی۔ اس میں ہیروئن ایک نوجوان سے محبت کرتی ہے۔۔۔ نوجوان جس گھر میں رہتا ہے اس میں آگ لگ جاتی ہے۔۔۔ اندر ہی جل کر مر جاتا ہے۔ بڑا ٹریجڈی سین تھا۔"

وان لوئن نے کہا۔ "انا! تم ہماری بہن ہو۔ ایک عظیم ۔۔۔

۔۔۔ کی بیٹی ہو۔ یہ فلم اور محبت کی باتیں نہ کرو؟"

"کیوں نہ کروں؟ آپ لوگ کہتے ہیں ہیری مر چکا ہے۔ اس فلم کا ہیرو بھی جل کر مر گیا تھا لیکن مرنے کے بعد پھر اپنی محبوبہ کے پاس واپس آگیا تھا۔"

"میری پیاری بہن! تم بہت معصوم ہو لیکن ہماری تنظیم میں معصومیت نقصان پہنچاتی ہے۔ سنجیدگی اور عقل سے سمجھا کرو اور بولا کرو۔"

"میں عقل کی ہی بات کہہ رہی ہوں۔ دراصل وہ ہیرو جل کر نہیں مرا تھا۔ وہ گھر میں آگ لگنے سے پہلے ہی اپنے مہمان کے لیے بیکری سے کچھ لانے کے لیے گیا تھا۔ ایک کار سے ٹکر ہو گئی اور اسے اسپتال پہنچا دیا گیا۔ ادھر بیچارہ مہمان جل کر مر گیا۔ سب نے یہی سمجھا کہ ہیرو مر گیا ہے۔ جب ہیرو دو روز بعد اسپتال سے واپس آیا تو سب کو حقیقت معلوم ہوئی۔"

"ایسا فلموں میں ہوتا ہے۔ تمہاری عمر اب بچکانہ فلمیں دیکھنے کی نہیں رہی۔"

"برادر! کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جسے ہم بچکانہ بات کہتے ہیں' وہ معجزہ ثابت ہو جاتی ہے۔"

"آخر اس بکواس کا مطلب کیا ہے؟"

وہ کھلکھلا کر ہنسنے لگی پھر بولی۔ "ہو سکتا ہے تم نے جسے گولی ماری ہے' وہ ہیری نہ ہو۔ ہیری کے دھوکے میں کوئی اور مارا گیا ہو۔" وہ ہنس رہی تھی اور بول رہی تھی۔ "ہو سکتا ہے ہیری زندہ ہو اور آئندہ کوئی گڑبڑ کرنے آجائے۔"

وان لوئن کار کی اندرونی لائٹ آن کر کے عقب نما آئینے میں چھوٹی بہن کو دیکھتے ہوئے بولا۔ "تمہارے دماغ میں یہ بات کیوں گھسی ہوئی ہے کہ ہیری مرا نہیں زندہ ہے؟ اور اس بات میں مزاح کا کون سا پہلو ہے کہ تم ہنستی ہی جا رہی ہو؟"

مامیلا نے سر گھما کر اسے دیکھا پھر پوچھا۔ "انا! سچ بتاؤ۔ کیا تم ہیری سے عشق کرنے لگی تھیں؟ کیا تم اس کی موت کا اثر لے رہی ہو؟ ایسی بے تکی ہنسی کا مطلب کیا ہے؟"

"مجھے یہ سوچ کر ہنسی آ رہی ہے کہ مردہ زندہ ہو کر آئے گا تو سب لوگ اسے بھوت سمجھیں گے۔ بڑا مزہ آئے گا۔"

مامیلا نے پریشان ہو کر بھائی کو دیکھا پھر کہا۔ "برادر! میرا دل کہتا ہے کہ یہ ہیری کی موت کا اثر لے رہی ہے۔"

وان لوئن نے سڑک کے کنارے گاڑی روک دی پھر پچھلی سیٹ کی طرف گھوم کر کہا۔ "میری جان! تم ہم سب کی جان ہو۔ پلیز ہم سے کچھ نہ چھپاؤ۔ اگر تم اسے بے انتہا چاہتی تھیں تو اب کھل کر چاہت کا اظہار کرو۔ ورنہ اس کی موت کا صدمہ تمہارا ذہنی توازن بگاڑ دے گا۔"

وہ دونوں ہاتھوں سے منہ دبا کر ہنستے ہنستے دہری ہو گئی۔ لوگ اپنوں کی موت پر دھاڑیں مار مار کر روتے ہیں۔ وہ ہنس ہنس کر بے حال ہو رہی تھی۔ دونوں بہن بھائی تشویش میں مبتلا ہو گئے۔ کیوں کہ وہ خلافِ موقع ہنسی پاگل پن کی علامت تھی۔ مامیلا دروازہ کھول کر کار سے باہر آئی پھر پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر انالانا کے پاس بیٹھ کر اسے محبت سے دونوں بازوؤں میں سمیٹ کر بولی۔ "میری جان! چپ ہو جاؤ۔ یوں نہ ہنسو۔ اپنے دماغ کو قابو میں رکھو۔"

انالانا ہنستے ہنستے تھک گئی تھی اس نے بہن کے سینے پر سر رکھ کر آنکھیں بند کر لیں۔ وان لوئن نے پھر گاڑی آگے بڑھائی اور کہا۔ "ہماری انا ابھی گھر پہنچ کر گہری نیند سو جائے گی۔ صبح اٹھ کر خود کو بالکل نارمل محسوس کرے گی۔"

مامیلا نے اس کے رخسار کو چوم کر کہا۔ "ضرور نارمل ہو جائے گی۔ ہماری بہن بڑی حوصلے والی ہے۔ تمہیں یاد ہے انا! ممی نے نصیحت کی تھی کہ جو صدمہ' جو معاملہ دل اور دماغ کو نقصان پہنچاتا ہو' اسے اپنے اندر سے فوراً باہر تھوک دو۔"

وان لوئن نے ایک جگہ گاڑی روک کر کہا۔ "مامیلا! اپنے بائیں طرف والی اس پرانی کوٹھی کو دیکھو۔"

اس نے سر گھما کر دیکھا۔ وہ کوٹھی بہت ہی شکستہ حالت میں تھی۔ کئی جگہ سے دیواریں ترخ گئی تھیں۔ یوں لگتا تھا ان کی مرمت نہ کی گئی تو گر پڑیں گی۔ مامیلا نے پوچھا۔ "یہ کوٹھی ہے یا بھوتوں کا مسکن؟"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

وان لوئن نے گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ "یہ ایک ارب پتی یہودی کی ملکیت ہے۔"

"تعجب ہے۔ ایک ارب پتی ٹوٹے پھوٹے سے مکان میں رہتا ہے؟"

"اس کا نام جان داؤد ہے۔ بے حد کنجوس ہے۔ سنا ہے' وہ ایک ہی جیسے لباس میں بچے سے جوان ہوا اور جوان سے بوڑھا ہو گیا۔ سیاہ لباس اس لیے پہنتا ہے کہ وہ میلا نظر نہیں آتا۔ ایک آدھ مہینے میں دھوتا ہے' صابن کم خرچ ہوتا ہے۔ اس نے بڑی بڑی کمپنیوں کو قرضے کے طور پر بڑی رقمیں دی ہیں اور سود کے طور پر لاکھوں ڈالر وصول کرتا رہتا ہے۔ اس کی وہ کوٹھی تقریباً سو سال پرانی ہے اس کے باپ دادا بے حد کنجوس تھے۔ انہوں نے بھی اس کی نہ مرمت کرائی اور نہ نئی کوٹھی تعمیر کرائی۔ ایک تیس برس پرانی کار ہے' جو دھکوں سے چلتی ہے اور کسی دیوار یا بجلی کے کھمبے سے ٹکرا کر رکتی ہے۔"

"ایسی بھی کنجوسی کس کام کی۔ وہ اتنی دولت کیا کرتا ہوگا؟ کہاں چھپا کر رکھتا ہوگا؟"

"یہی ہمیں معلوم کرنا ہے۔ میرے ذہن میں ایک پلاننگ ہے۔ اس کے مطابق تم اس کوٹھی میں جاؤ گی اور وہاں مختلف کمروں میں خفیہ آلات رکھو گی جن کے ذریعے ہم اپنے گھر میں بیٹھ کر اس کے گھر کا حال معلوم کرتے رہیں گے۔"

"اس یہودی جان داؤد کے گھر میں کتنے افراد ہوں گے؟"

"وہ تنہا رہتا ہے۔ اس نے شادی اس لیے نہیں کی کہ بیوی آئے گی' بچے پیدا کرے گی تو اخراجات بڑھتے رہیں گے اور اگر اولاد ناخلف ہوئی تو دولت حاصل کرنے کے لیے اسے قتل کردے گی۔"

"کیا دولت کے معاملے میں محتاط رہنے والا یہودی مجھے اپنے گھر میں گھسنے دے گا؟"

"وہ اپنے گھر کے دروازے پر کسی اجنبی کا سایہ بھی برداشت نہیں کرتا ہے لیکن دولت آئے تو دروازہ کھول دیتا ہے۔ تم ایک لاکھ امریکی ڈالر اپنے ساتھ لے جاؤ گی۔"

وہ منصوبے بناتے ہوئے اپنی رہائش گاہ میں پہنچ گئے۔ ماملا نے انا لانا کو اس کے بیڈ روم میں پہنچا کر کہا۔ "لباس تبدیل کرو۔ کچن میں جا کر کچھ کھاؤ پیو پھر لائٹ آف کر کے سو جاؤ۔"

وہ انا کو کمرے میں چھوڑ کر اپنے بیڈ روم میں آئی پھر عارضی میک اپ کا سامان لے کر آئینے کے سامنے بیٹھ گئی۔ اسے اپنے چہرے کو زیادہ تبدیل نہیں کرنا تھا بس اتنا ہی بدلنا تھا کہ وہ اپنے پاسپورٹ کی تصویر سے مختلف ہو جائے۔ یہ کام آدھے گھنٹے میں ہو گیا۔ وان لوئن کینوس کا ایک بڑا سا بیگ لے کر آیا پھر بولا۔ "میں نے ایک لاکھ ڈالرز اس میں رکھ دیے ہیں' تم اس رقم کے اوپر اپنے دو جوڑے اور ضرورت کا کچھ سامان رکھ لو پھر باہر آؤ۔ میں گیراج سے گاڑی نکال رہا ہوں۔"

ان کے پاس دو کاریں تھیں۔ ایک پورچ میں تھی' دوسری سیاہ رنگ کی گاڑی گیراج میں رہتی تھی۔ وہ اسے رات کو کسی واردات کے وقت استعمال کرتے تھے۔ اس نے گیراج سے وہ گاڑی نکالی۔ ماملا کینوس بیگ اٹھا کر اس کے برابر آکر بیٹھ گئی۔ وہ دونوں وہاں سے جانے لگے۔

انا لانا ایک کھڑکی کے قریب پردے کے پیچھے چھپی ہوئی انہیں دیکھ رہی تھی۔ جب وہ کار میں بیٹھ کر چلے گئے اور نظروں سے اوجھل ہو گئے تو وہ خوشی سے اچھل کر ناچنے اور گنگنانے لگی۔ اس کا دل عادل سے ملنے اور باتیں کرنے کے لیے بے تاب ہو رہا تھا۔ وہ اسی انتظار میں تھی کہ تنہائی نصیب ہو اور وہ اپنے ہیری سے رابطہ کرے۔

اس نے ہیری سے رخصت ہوتے وقت اسے اپنی رہائش گاہ کا پتا نہیں بتایا تھا۔ یہ بات ذہن میں تھی کہ ہیری رابسن بہت بڑی شوز فیکٹری کا مالک ہے وہ اسے ڈھونڈ نکالے گی۔

وہ تیزی سے چلتی ہوئی بھائی کے کمرے میں آئی۔ وہاں ٹیلیفون ڈائریکٹری رکھی ہوئی تھی۔ اس نے اسے کھول کر جلدی جلدی اوراق الٹتے ہوئے ہیری رابسن کی شوز فیکٹری اور رہائش گاہ کے نمبر تلاش کیے۔ اسے تمام مطلوبہ نمبر مل گئے۔ اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ ہو گیا۔ پتا چل رہا تھا کہ دوسری طرف فون کی گھنٹی بج رہی ہے۔ وہ انتظار کرنے لگی۔ کوئی اٹینڈ نہیں کر رہا تھا۔ وہ سامنے دیوار کو گھونسا دکھاتے ہوئے بولی۔ "ہیری کے بچے! ریسیور اٹھاؤ۔ اپنی انا سے بات کرو۔ نہیں تو ناک توڑ دوں گی۔"

گھونسا دکھانے اور دھمکی دینے کے باوجود کسی نے نہیں اٹھایا۔ اس نے فیکٹری کے نمبر ڈائل کیے۔ اُدھر سے منیجر نے کہا۔

"یہ ہیری شوز کمپنی ہے' فرمایئے۔"

"میں مسٹر ہیری سے بات کرنا چاہتی ہوں؟"

"آپ ان کے گھر کے فون پر رابطہ کریں۔"

"میں رابطہ کر چکی ہوں۔ وہاں کوئی فون اٹینڈ نہیں کر رہا ہے؟ کیا گھر میں کوئی ملازم بھی نہیں ہے؟"

"مسٹر ہیری ملازم نہیں رکھتے ہیں' وہ شاید کہیں تفریح کے لیے گئے ہیں۔ آپ صبح فون کر لیں۔"

انا نے ریسیور رکھ کر سوچا۔ "میں بھی کیسی نادان ہوں۔ ہیری کو اپنی جان کے لالے پڑے ہیں۔ وہ میرے برادر سے چھپتا پھر رہا ہوگا۔ اپنے بنگلے میں نہیں آئے گا۔ پہلے یہ معلوم کرتا رہے گا کہ میرے برادر کو اس کی موت کا یقین ہو گیا ہے یا نہیں؟ جب تک اس کی موت کی تصدیق نہیں ہوگی' وہ چھپتا پھرے گا۔"

یہ بات پہلے اس کی سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ ورنہ وہ اپنے ہیری کو ضرور اپنا پتا بتا دیتی۔ اس بے چارے نے چیخ کر پوچھا تھا۔ "لیلیٰ! تیرا محمل کہاں ہے؟"

وہ دور جاتی ہوئی بڑے ہی دانشورانہ انداز میں بولی تھی۔ "خدا اور خوشبو نظر نہیں آتے ہیں اس کے باوجود خدا ہر سو ہے اور خوشبو کا جھونکا کہیں سے بھی آجاتا ہے۔"

اس نے سوچا تھا کہ وہ ٹیلیفون کے ذریعے خوشبو کے جھونکے کی طرح ہیری کے پاس پہنچ کر اسے حیران کردے گی۔ اسے حیران کرنے والی اب خود پریشان ہو رہی تھی۔

وہ جھنجلا کر بھائی کے کمرے سے اپنی خواب گاہ میں آئی پھر اوندھے منہ بستر پر گر پڑی۔ بڑی بہن سمجھا کر گئی تھی کہ لباس بدل کر کچھ کھا پی لے پھر سو جائے۔ وہ بستر کے گدے کو گھونسے مارتے ہوئے بڑبڑانے لگی۔ "میں لباس نہیں بدلوں گی۔ میں نہیں کھاؤں گی۔ میں نہیں سوؤں گی۔ اوہ گاڈ! میرے ہیری تم کہاں ہو؟"

ادھر ماملا اور وان لوئن اس کنجوس یہودی کے کھنڈر نما محل میں پہنچ گئے تھے۔ وہاں سے کچھ دور گاڑی روک کر دونوں کار سے باہر نکلے اور دور دور تک نظریں دوڑائیں۔ ایک کار سڑک کے موڑ سے آرہی تھی پھر ان کے قریب سے گزر کر چلی گئی۔ اس کے بعد سناٹا چھا گیا۔ کوئی نظر نہیں آرہا تھا۔

بھائی نے بہن کو اشارہ کیا۔ بہن نے کار کے اندر جھک کر کینوس بیگ کو اٹھایا پھر یہودی جان داؤد کی شکستہ کوٹھی کی طرف جانے لگی۔ بھائی کچھ فاصلہ رکھ کر اس کے پیچھے چلنے لگا۔ جب وہ کوٹھی کے ٹوٹے ہوئے گیٹ سے اندر گئی تو بھائی نے جیب سے ایک پستول نکالا اور اس کا نشانہ لیا۔ وہ دوڑنے لگی جیسے جان بچانے کے لیے بھاگ رہی ہو۔ اس نے ٹریگر کو دبایا۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ ماملا نے چیخ ماری۔ لڑکھڑا کر گری' بیگ بھی گرا پھر وہ بیگ اٹھا کر بھاگنے لگی۔

بوڑھا یہودی اپنے تاریک کمرے میں سونے جا رہا تھا۔ فائرنگ اور چیخ کی آواز پر تیزی سے چلتا ہوا کھڑکی کے پاس آیا باہر اندھیرا تھا' کچھ نظر نہیں آرہا تھا۔ ویسے وہ تاریکی میں رہنے کا عادی تھا۔ ذرا دیر بعد اسے کھڑکی کے قریب کسی کا سایہ نظر آیا وہ اپنی جسامت اور گھنی زلفوں کے باعث لڑکی لگ رہی تھی پھر اس کی ہلکی ہلکی سسکیاں سنائی دیں' وہ رو رہی تھی۔

داؤد تھوڑی دیر تک اس کی آنسو بھری سسکیاں سنتا رہا پھر دبی دبی سی سرگوشی کے انداز میں بولا۔ "اے' تم کون ہو؟ جاؤ یہاں سے۔ میں اپنے احاطے میں کسی مصیبت کو آنے کی اجازت نہیں دیتا۔"

ماملا روتی ہوئی بولی۔ "فار گاڈ سیک۔ میری مدد کرو وہ بدمعاش مجھے تلاش کر رہا ہے۔"

وہ بولا۔ "اندھیرے سے فائدہ اٹھاؤ اور چھپتی ہوئی یہاں سے چلی جاؤ۔ جاؤ بھاگو یہاں سے۔"

وہ رو رو کر بولی۔ "میں چلی جاؤں گی مگر میرے ایک لاکھ ڈالر امانت کے طور پر رکھ لو نہیں تو وہ بدمعاش مجھ سے چھین لے گا۔"

یہودی بوڑھے نے گہری سانس کھینچ کر کہا۔ "ایک لاکھ ڈالر؟"

اس کی اوپر کی سانس اوپر رہ گئی تھی پھر وہ اپنی سانسیں بحال کرتے ہوئے بولا۔ "نہیں' تم جھوٹ کہتی ہو تمہارے پاس اتنی دولت کہاں سے آجائے گی وہ بھی اتنی رات کو۔"

"میں قسم کھا کر کہتی ہوں۔ میرے اس بیگ میں رقم ہے۔"

"مجھے یقین دلاؤ۔ پہلے مجھے یقین دلاؤ۔"

وہ بیگ کھولتے ہوئے بولی۔ "میرے پاس پاکٹ ٹارچ ہے اس کی روشنی میں دیکھو۔"

اس نے بیگ سے کپڑے نکال کر کھڑکی کی چوڑی دیوار پر رکھے پھر ننھی سی ٹارچ روشن کر کے اس سے کہا۔ "دیکھو' بیگ کے اندر جھانک کر دیکھو۔ اس میں ہاتھ ڈال کر نوٹوں کو چھو کر پکڑ کر دیکھو۔"

بوڑھے یہودی کے دیدے پھیل گئے تھے۔ حیرت سے منہ کھل گیا تھا۔ اس نے کھڑکی کی جالی سے ایک ہاتھ باہر نکال کر بیگ میں ڈالا اس میں سے ایک گڈی نکالی اسے غور سے دیکھا پھر دوسری گڈی نکالی' ماملا نے کہا۔ "اس طرح مجھے اور تمہیں وہ بدمعاش دیکھ لے گا۔ پلیز' مجھے پناہ دو۔ ورنہ یہ ایک لاکھ نہ میرے بیگ میں رہیں گے اور نہ تمہارے گھر میں۔ اسے وہ لے جائے گا۔"

"وہ نہیں لے جائے گا۔ فوراً اسے بند کرو۔ دروازے پر آؤ میں دروازہ کھول رہا ہوں۔"

اس نے بیگ میں کپڑے رکھے۔ اسے بند کیا پھر دروازے پر آکر دستک دی۔ وہ کھل گیا۔ ماملا نے اندر آکر کہا۔ "لائٹ آن کرو۔"

وہ دروازہ بند کرتے ہوئے بولا۔ "میں مین سوئچ کو آف رکھتا ہوں۔ یہاں اندر اور باہر کہیں روشنی نہیں ہوگی۔"

"رات کے وقت روشنی کی ضرورت ہوتی ہے اور تم مین سوئچ بند رکھتے ہو؟"

"بند نہ رکھوں تو بجلی کا بل آئے گا۔ خواہ مخواہ خرچ بڑھے گا۔ میں بچپن سے اندھیرے میں رہنے کا عادی ہوں۔"

"جب اندھیرے کے عادی ہو تو بجلی کی لائن کیوں لی ہے؟"

"کبھی ہنگامی حالات پیش آسکتے ہیں۔ مثلاً ایک بار ایک چور تاریکی سے فائدہ اٹھا کر چوری کرنے آیا تو میں نے مین سوئچ آن کر دیا۔ جس کے نتیجے میں اسے بجلی کے جھٹکے لگے اور وہ بے ہوش ہو گیا۔"

"اسے بجلی کے جھٹکے کیسے لگے اور تم کیسے محفوظ رہے؟"

"یہاں تمام کمروں کی دیواروں میں بجلی کے ننگے تار بچھے ہوئے ہیں۔ جو بھی کسی دیوار کو ہاتھ لگاتا ہے وہ دیوار سے چپک جاتا ہے میں ایسے وقت دیواروں سے دور رہتا ہوں۔"

ماملا نے ننھی سی ٹارچ روشن کی۔ اس کی روشنی میں دیکھا کمرا خالی تھا' کوئی سامان نہیں تھا۔ وہ اس کے ساتھ دوسرے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کمرے میں آئی۔ وہاں فرش پر ایک چٹائی بچھی ہوئی تھی۔ وہ بولی۔ "تمہارے گھر میں تو کوئی سامان نہیں ہے۔ نہ کرسی' نہ پلنگ اور نہ الماری اتنے بڑے مکان میں یہ ایک چٹائی اور پرانا سا ریڈیو دکھائی دے رہا ہے۔"

وہ بولا۔ "کرسی اور پلنگ فضول سی چیزیں ہیں۔ آدمی کو زمین پر بیٹھنا اور سونا چاہیے۔ کیوں کہ اسے ایک دن زمین میں جانا ہے۔ میں اس چٹائی پر سوتا ہوں تکیے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ یہ ریڈیو سنتا بھی ہوں اور اسے تکیے کے طور پر بھی استعمال کرتا ہوں۔"

"اپنے کپڑے کس الماری میں رکھتے ہو؟"

"لباس میں نے پہنا ہوا ہے' دوسرا کوئی لباس نہیں ہے۔ ہر ماہ اسی کو دھوتا ہوں' ان کے دھوپ میں سوکھنے تک پرانا اخبار لپیٹ کر رہتا ہوں۔"

وہ حیرانی سے آنکھیں پھاڑ کر اس کنجوس یہودی کو دیکھ رہی تھی آنکھوں سے دیکھ کر بھی یقین نہیں آ رہا تھا کہ اس دنیا میں ایسے عجیب و غریب لوگ بھی رہتے ہیں۔ اس نے پوچھا۔ "کسی الماری یا صندوق کے بغیر رقم یا ضروری دستاویزات کہاں رکھتے ہو؟"

"میری جیب میں صرف دس شیکل ہیں۔ پچھلے ایک برس سے ایک شیکل بھی خرچ کرنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ اس ملک کے سیکڑوں بزنس مین میرے واقف ہیں۔ میں کسی نہ کسی کے ہاں کھانے کے وقت پہنچ جاتا ہوں اور یہ تم اخباری رپورٹر کی طرح مجھ سے ہی سوالات کیے جا رہی ہو' کچھ اپنے متعلق بتاؤ کون ہو؟ کہاں سے آ رہی ہو؟"

"میں اپنے بارے میں ابھی بتاؤں گی لیکن میں زندگی میں پہلی بار ایسے انسان کو دیکھ رہی ہوں جو کسی سامان کے بغیر زندگی گزار رہا ہے۔ پلیز' اتنا بتا دو کہ ضروری دستاویزات اور چیک بک وغیرہ کہاں رکھتے ہو۔"

"بینک کے لاکر میں رکھتا ہوں۔ اس کی ایک ہی چابی ہے۔ اس پرانے ریڈیو کے اندر اتنی گنجائش ہے کہ اس میں چابی اور کپڑے دھونے کا صابن چھپ جاتا ہے یہ ریڈیو بھی اس لیے رکھا ہے کہ روز بازار کے بھاؤ' کاٹن اور سونے کی چڑھتی اترتی قیمتوں کو سننا اور یاد رکھنا ہوتا ہے۔ اب زیادہ سوالات نہ کرو۔ اپنی بات بتاؤ۔"

ماميلا نے کہا۔ "تم نے سنا ہو گا' آج صبح بینک میں ڈاکا پڑا تھا؟"

"ہاں' سنا ہے۔ لوگ ڈاکے کے متعلق کچھ بے تکی باتیں کر رہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں اس بینک میں دو روحیں آئی تھیں اور وہ تمام رقم لوٹ کر لے گئیں۔"

"یہ سچ ہے۔ بے تکی بات نہیں ہے۔ اسی لوٹی ہوئی رقم کے یہ ایک لاکھ ڈالر میرے پاس ہیں۔"

"اچھا اچھا تو یہ وہی رقم ہے؟ لیکن میں نے ریڈیو پر شام کی خبروں میں سنا ہے کہ کئی لاکھ شیکل' ڈالرز اور پونڈز وہ روحیں لے گئی ہیں۔"

"تم نے درست سنا ہے۔ وہ روحیں ایک نوجوان ہیری کے ذریعے رقم سے بھرے ہوئے تین تھیلے لے گئی تھیں۔ ہیری میرا محبوب ہے۔ وہ اسی بات سے ڈر رہا تھا کہ لوگوں نے اور پولیس والوں نے اسے تھیلے لے جاتے دیکھا ہے بعد میں وہ پکڑا جائے گا لہٰذا بینک کی تمام رقم پولیس والوں کے حوالے کر دینا چاہیے۔ ہمیں شادی کرنے اور گھر بسانے کے لیے رقم کی ضرورت تھی اس نے وہ تمام رقم آئی جی کے حوالے کرنے سے پہلے اس میں سے ایک لاکھ مجھے دے دیے۔"

اس نے پوچھا۔ "کیا ڈاکا ڈالنے والی روحوں نے ہیری کو واپس کرنے سے نہیں روکا؟"

"شاید روکا ہے اور شاید وہ روحیں ہیری کو سزا دے رہی ہیں اسی لیے میرا ہیری اب تک واپس نہیں آیا ہے۔ مجھے یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ اس نے رقم آئی جی کے حوالے کی ہے یا بدروحوں نے اس سے تمام رقم چھین کر اسے قتل کر دیا ہے۔ ہائے میرا ہیری' موت مارا گیا ہو گا۔"

کنجوس نے کہا۔ "صبر کرو اور شکر کرو کہ وہ مرتے مرتے ایک لاکھ کا فائدہ پہنچا گیا ہے۔ یہ بتاؤ یہاں تمہارا اور کون ہے؟"

"میرا کوئی نہیں ہے' میں اتنی بڑی دنیا میں اکیلی ہوں۔"

"پھر تو یہاں سے باہر نہ جاؤ۔ ایک نہیں کئی بدمعاش پیچھے لگ جائیں گے۔"

"لیکن میں یہاں کیسے رہوں گی؟ یہاں تو زندگی گزارنے کا سامان نہیں ہے۔"

"صبح مجھے پانچ ہزار ڈالر دے دو۔ میں کسی کباڑیے سے تمہارے لیے پلنگ اور دوسرا سامان لے آؤں گا۔"

"مگر میں یہاں کب تک چھپی رہوں گی؟"

"مجھ سے شادی کر لو اور جہیز میں یہ جو ایک لاکھ لے کر آئی ہو مجھے دے دو۔ میں عمر بھر تمہیں چھپا کر رکھوں گا۔"

"مگر تم تو بہت بوڑھے ہو۔"

"بوڑھے کو نہ دیکھو' پولیس کو یاد رکھو۔ اگر میں یہ رپورٹ دوں کہ تم ڈاکے کی رقم یہاں لائی ہو تو..."

وہ جلدی سے بولی۔ "نہیں نہیں' پولیس کو نہ بلانا۔ مجھے کل تک سوچنے کی مہلت دو پھر میں شادی کر لوں گی۔"

"ٹھیک ہے کل تک آرام سے یہاں رہو مگر تمہارا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ مجھے دھوکا دے کر کسی وقت بھی بھاگ سکتی ہو لہٰذا تمام رقم ضمانت کے طور پر اپنے پاس رکھوں گا۔"

وہ ہنس کر بولی۔ "اسے رکھو گے کہاں؟ نہ الماری' تجوری اور نہ لاکر۔ جہاں بھی رکھو گے' یہ رقم میرے نظروں کے سامنے رہے گی۔"

"میں تمہارے اس بیگ کا تکیہ بنا کر صبح تک سر کے نیچے رکھوں گا اور کل جب تک شادی کے لیے ہاں نہیں کہو گی' میں اسے تکیہ بنا کر اس پر بیٹھا رہوں گا۔"

"اچھی بات ہے' میں اس چٹائی پر رات گزار لوں گی۔"

"ضرور' تم میری معزز مہمان ہو' میں اپنی چٹائی تمہیں پیش کرتا ہوں اس وقت کھانے پینے کے لیے کچھ نہیں ہے ورنہ....."

"کوئی بات نہیں' ایک گلاس پانی ہی پلا دو۔"

وہ اٹھ کر پانی لانے اس کمرے سے باہر چلا گیا۔ ماميلا ننھی سی ٹارچ کی روشنی میں اس کمرے کو دیکھنے لگی پھر اس نے ٹارچ بجھا کر سوچا۔ "یہاں تو کوئی سامان نہیں ہے میں منی کیمرا اور آلات کہاں چھپاؤں؟ یہ شخص ارب پتی ہے لیکن کوئی اس کی دولت سے ایک نوٹ بھی نہیں چرا سکتا۔ کیسے چرائے گا یہاں چرانے کا کوئی سامان ہی نہیں ہے۔ چور کو خالی ہاتھ جانے سے پہلے ہی بجلی کے جھٹکے لگتے ہیں۔"

وہ پانی لے آیا۔ وہ اندھیرے میں گیا تھا اور اندھیرے میں ہی پانی لے آیا تھا۔ تاریکی میں برسوں سے رہنے کے باعث اس کی آنکھیں الو کی طرح سب کچھ دیکھ لیتی تھیں اس لیے ٹھوکر کھائے بغیر بالکل قریب آ کر پانی پیش کیا۔ ماميلا نے ٹٹول کر گلاس کو اپنے ہاتھوں میں لیا پھر پانی پیا تو عجیب بدمزہ سا لگا۔ اسے پیاس لگی تھی اس نے مجبوراً چند گھونٹ پیے پھر گلاس واپس کر دیا۔

اس نے کہا۔ "میں نے تمہارا بیگ اٹھا لیا ہے۔ دوسرے کمرے میں جا کر سو جاؤں گا۔ تم ریڈیو کا تکیہ بنا کر سو جاؤ۔" ماميلا نے بیلٹ باندھی ہوئی تھی جس کے اندر گھٹنوں کے پاس دو منی کیمرے اور آلات چھپا رکھے تھے۔ اب انہیں اس مکان میں چھپا کر رکھنے کا مسئلہ تھا لیکن وہ اس مسئلہ پر غور نہ کر سکی۔ اس کا سر چکرا رہا تھا۔ غنودگی طاری ہو رہی تھی وہ چٹائی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ لیٹ گئی لیٹنے کے بعد کب آنکھ لگی یہ پتا ہی نہ چلا۔

ماميلا بڑے مضبوط ارادوں کی مالک تھی۔ جاگنے کا موقع ہو تو کبھی نہیں سوتی تھی۔ اس یہودی کے چند گھونٹ پانی نے یہ کمال دکھایا تھا کہ وہ صبح تک کے لیے بے خبر ہو گئی۔

وان لوئن نے دیکھا کہ بہن یہودی کے مکان میں داخل ہو گئی اور باہر نہیں آ رہی ہے تو سمجھ گیا کہ بہن کامیاب ہو گئی ہے۔ وہ یہ سوچ کر گھر روانہ ہو گیا کہ ٹی وی اسکرین پر اس یہودی کو اس کے مکان کے اندرونی حصوں کو دیکھ سکے گا۔

وہ واپس آ گیا۔ انا لانا کے کمرے میں روشنی تھی۔ اس نے دروازے پر آ کر پوچھا "تم ابھی تک جاگ رہی ہو؟"

وہ ناراضی سے بولی۔ "میں نہیں سوؤں گی۔"

"کیا بات ہے؟ ساحل سے واپس آتے وقت خوب ہنس رہی تھیں' اب منہ کیوں پھلائے بیٹھی ہو؟"

"جس کے لیے ہنس رہی تھی وہ گم ہو گیا ہے۔ میں اسے کہاں ڈھونڈوں؟"

بھائی نے پریشانی سے دیکھا پھر کہا۔ "پلیز انا! بے تکی باتیں نہ کرو' میں بہت مصروف ہوں۔ ماميلا اس یہودی کے گھر میں گھس گئی ہے۔ ہم بہت بڑا ہاتھ مارنے والے ہیں۔ میں ابھی اسکرین پر وہاں کا منظر دیکھوں گا' تم بہت پیاری سی بہن ہو۔ لباس تبدیل کرو اور سو جاؤ۔"

"میں لباس نہیں بدلوں گی۔ جب تک وہ نہیں آئے گا یا اپنی آواز نہیں سنائے گا' میں لباس نہیں بدلوں گی۔"

"ماميلا درست کہہ رہی تھی۔ تمہارے ذہن پر ہیری کی موت کا اثر ہوا ہے۔ دیکھو تم اپنے بھائی سے محبت کرتی ہو تو لباس بدل لو' میں ضروری کام سے فارغ ہو کر آؤں گا پھر اپنی لاڈلی بہن کو تھپک کر سلاؤں گا۔"

وہ چلا گیا۔ انا اپنی جگہ سے اٹھ کر دروازے کے پاس آئی پھر اسے زوردار آواز کے ساتھ بند کر دیا۔ یہ غصے کا اظہار تھا' وہ پاؤں پٹختی ہوئی کمرے کے وسط میں آئی' سامنے آئینے میں عکس نظر آ رہا تھا۔ بھائی کے الفاظ یاد آ رہے تھے کہ تم اپنے بھائی سے محبت کرتی ہو تو لباس بدل لو۔

وہ پاؤں پٹخ کر بڑبڑائی۔ "مجھے دیکھنے والا نہیں ہے' لباس بدل کر کیا کروں؟ وہ کون سا فون نمبر ہے جسے ڈائل کرنے سے اس کی دل میں اتر جانے والی آواز سنائی دے گی۔"

اسے اپنی ماں اور بھائی بہنوں سے بہت محبت تھی۔ اس نے سوچا۔ "میں لباس نہیں بدلوں گی اور برادر آئے گا تو اسے دکھ ہو گا کہ میں نے اس کی بات نہیں رکھی۔"

وہ اسکرٹ اور بلاؤز پہنے ہوئے تھی' آئینے کے سامنے اتارنے لگی۔ وہ لباس اس کے بدن پر سے پھسلتا ہوا قدموں میں فرش پر آ گیا۔ اس نے لباس کے اندر سے دونوں پیر نکالے پھر اسے اٹھانے کے لیے جھکی تو ٹھٹک گئی۔ لباس کے اندر جہاں زپ لگی ہوئی تھی وہاں ایک چھوٹا سا کاغذ زپ کے اندر کی طرف لگا ہوا تھا۔ اس نے بلاؤز کو اٹھا کر قریب سے دیکھا اس کاغذ پر ہیری کا نام پڑھتے ہی وہ خوشی سے اچھل پڑی۔

"ہپ ہپ ہرا۔ ہیری! نو ڈاؤٹ یو آر مائی رئیل لور۔ (ہیری! بے شک تم میرے سچے عاشق ہو۔)

وہ مارے خوشی کے چیخ کر بول رہی تھی۔ بھائی نے اپنے کمرے میں اس کی آواز سنی پھر وہیں سے ڈانٹ کر کہا۔ "کیوں اتنی رات کو چیخ رہی ہو۔ وہ مر چکا ہے' واپس نہیں آئے گا۔"

اس نے اپنے کمرے میں رکھے ہوئے آلات کو آپریٹ کرنے کے بعد ٹی وی کو آن کیا تھا مگر دوسری طرف ماميلا' یہودی جان داؤد اور اس کے مکان کا منظر کچھ بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اس کی یہی وجہ سمجھ میں آ رہی تھی کہ ابھی ماميلا کو کیمرے اور دوسرے آلات چھپانے اور آن کرنے کا موقع نہیں ملا ہے۔ جیسے ہی موقع

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ملے گا ادھر اسکرین پر سب کچھ نظر آنے لگے گا۔"

وہ ٹی وی کے سامنے بیٹھا انتظار کر رہا تھا۔

انا اپنے بلاؤز کے پیچھے زپ کے پاس لگے ہوئے کاغذ کے ٹکڑے پر ہیری کا نام پڑھ رہی تھی۔ اس نام کے نیچے ایک کوڈ نمبر پھر ایک ٹیلیفون نمبر لکھا ہوا تھا۔ خوشی سے ناچتی ہوئی ٹیلیفون کے پاس آئی۔ عادل نے اپنے موبائل فون کا نمبر لکھا تھا۔ وہ ڈائل کرنے لگی۔

دوسرے کمرے میں اس کا بھائی آلات کو چیک کر رہا تھا تاکہ ان میں کوئی خرابی نہ ہو۔ چیکنگ کے بعد یہ اطمینان ہو گیا تھا کہ رابطہ نہ ہونے کی وجہ یہی تھی کہ ماملا کو اپنے آلات استعمال کرنے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ اسے خبر نہیں تھی کہ بہن وہاں بے ہوشی کی نیند سو رہی ہے۔

وہ چھوٹی بہن کی چیخ سن کر چونک گیا وہ خوشی سے چیختی ہوئی کہہ رہی تھی۔ "او میری جان ہیری! یو آر فنٹاسٹک' تم نے کمال کر دیا! میں پریشان ہو رہی تھی کہ اب تمہاری آواز کیسے سنوں گی۔ تمہیں دوبارہ کیسے دیکھ پاؤں گی۔"

بھائی نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر دل میں کہا۔ "یہ لڑکی پاگل ہو گئی ہے' ایک مردے سے بات کر رہی ہے۔"

دوسری طرف سے عادل نے کہا۔ "انا! میری جان! اتنا کیوں چیخ رہی ہو؟ آہستہ بولو۔"

وہ بولی۔ "میں بہت خوش ہوں' مجھ سے خوشی برداشت نہیں ہو رہی ہے۔ یہ بتاؤ تم نے وہ کاغذ کی پرچی کب لگائی تھی مجھے خبر بھی نہ ہوئی۔"

"جب تم ساحل پر مجھ سے گلے لگ رہی تھیں تب میں نے تمہارے بالوں سے ہیر پن نکال کر وہ پرچی تمہارے بلاؤز میں ٹانک دی تھی۔"

"ہائے کتنا رومانٹک انداز ہے۔ میں اپنی زندگی میں تمہارے جیسا ہیرو چاہتی تھی اور تم مل گئے۔"

"میں نے اپنا نام بدل دیا ہے' اب تم مجھے عادل کہا کرو۔"

"یہ عادل کس قسم کا نام ہے' میں پہلی بار سن رہی ہوں۔ مجھے تو ہیری اچھا لگتا ہے۔"

"تم پہلی بار سن رہی ہو اس لیے یہ نام اجنبی سا ہے۔ اپنی زبان سے یہ نام لو۔ منہ مٹھاس سے بھر جائے گا۔"

"کیا عادل کے معنی مٹھاس کے ہیں؟ یہ کس زبان کا لفظ ہے؟"

"یہ اردو زبان ہے' میں اب ایک پاکستانی کے روپ میں آگیا ہوں۔ عادل کے معنی یوں تو انصاف کرنے والا کے ہیں لیکن محبت کی ڈکشنری میں یہ آ۔ دل ہے۔ یعنی محبوبہ اپنے دلدار کو پکارتی ہے۔ "آ۔ دل۔۔۔ آ دل۔"

"اس نام میں اتنا رومانس ہے تو پھر میں تمہیں عادل ہی کہوں گی۔ آ۔ دل۔ میرے آ۔ دل۔ میرے آ دل۔"

وہ نام لیتی جا رہی تھی اور قہقہے لگاتی جا رہی تھی۔ دروازے پر دستک سنائی دی پھر بھائی کی آواز آئی۔ "انا! فار گاڈ سیک یہ پن بند کرو۔ پلیز! اسے یاد نہ کرو' اس کی یادیں تمہیں پاگل بنا رہی ہیں۔"

وہ ہنستی ہوئی فون پر بولی۔ "بڑا مزہ آ رہا ہے۔ میری بہن بھائی یہ سمجھ رہے ہیں کہ میں ہیری کی موت کے صدمے سے پاگل ہو گئی ہوں۔ ہاہاہاہا۔ ہاہاہاہا۔"

وہ پھر قہقہے لگانے لگی۔ بھائی نے دروازہ پیٹ کر کہا۔ "دروازہ کھولو۔ میں ابھی تمہیں مینٹل اسپتال لے جاؤں گا۔"

وہ ریسیور ایک طرف رکھ کر دروازے کی طرف بڑھی پھر رک گئی۔ یاد آیا کہ بدن پر لباس نہیں ہے۔ اس نے دوڑ کر الماری سے ایک لباس نکالا پھر اسے پہن کر دروازے کے پاس آئی اور اسے کھول دیا۔ وہ غصے سے اندر آ کر بولا۔ "تم ہمیں کیوں پریشان کر رہی ہو؟ کیوں ہیری کو پکار کر قہقہے لگا رہی ہو؟"

"برادر! اب میں ہیری کا نام نہیں لوں گی۔"

"شاباش! تمہیں نارمل رہنا چاہیے۔"

"میں عادل کو پکارا کروں گی۔"

"یہ عادل کون ہے؟"

"یہ ہیری کی روح ہے۔ مرنے کے بعد مسلمان ہو گئی ہے۔"

وہ غصے سے اچھل کر بولا۔ "تم پھر بہک رہی ہو۔ مرنے کے بعد روحیں دنیا میں نہیں آتی ہیں۔"

"آتی ہیں۔ آپ ریسیور اٹھا کر سنیں۔ اس کی روح بول رہی ہے۔"

بھائی نے آگے بڑھ کر ریسیور اٹھایا پھر ناگواری سے بولا۔ "کون ہے؟"

دوسری طرف سے آواز آئی۔ "میں عالم ارواح سے بول رہا ہوں۔ خدا سے ڈرو قیامت کے دن سزا سے بچنا ہے تو ابھی توبہ کرو اور مسلمان ہو جاؤ۔ تمہارا ہونے والا بہنوئی مسلمان ہو چکا ہے۔"

"یہ کیا بکواس ہے؟ تم کون ہو؟"

"ابھی تمہاری بہن نے بتایا ہے کہ میں مرنے سے پہلے ہیری تھا' اب میرا نام عادل ہے۔"

"تم کوئی مسخرے ہو' ہیری کی روح بن کر میری معصوم اور نادان بہن کو پاگل بنا رہے ہو۔"

انا نے کہا۔ "برادر' میں نادان نہیں ہوں۔ اپنے عادل کی آواز لاکھوں کی پہچان سکتی ہوں۔"

"یو شٹ اپ۔ یہ عادل کون ہے؟"

"آپ سے کتنی بار کہا جائے کہ عادل ہیری ہے۔ یعنی کہ ہیری عادل ہے۔"

ہیری مر چکا ہے' میں نے اس کے جسم میں ایک نہیں دو گولیاں اتاری تھیں۔"

وہ بھائی سے ریسیور لے کر بولی۔ "وہ مر چکا ہے تو آپ جائیں مردے سے باتیں نہ کریں۔"

"میری پیاری بہن! ہوش کی باتیں کرو' اپنے حواس میں رہو۔"

"کیا میں آپ کو پاگل نظر آ رہی ہوں۔ پاگل تو آپ ہیں' ایک شخص کہہ رہا ہے کہ وہ ہیری یعنی عادل ہے پھر بھی آپ یقین نہیں کر رہے ہیں۔"

بھائی نے اس کے ہاتھ سے ریسیور چھین کر کان سے لگاتے ہوئے کہا۔ "مسٹر! تم جو کوئی بھی ہو' صاف صاف بتاؤ ہم سے کیا چاہتے ہو؟"

"میں جو چاہتا ہوں وہ انا لانا جانتی ہے۔"

"اچھا تو تم انا کا نام بھی جانتے ہو؟ یہ بتاؤ ہمارے متعلق کیا جانتے ہو؟"

"صرف اتنا جانتا ہوں کہ تم میرے ہونے والے سالے ہو۔"

وہ ڈانٹ کر بولا۔ "سنجیدگی سے باتیں کرو۔"

"میں سنجیدگی سے رشتہ مانگ رہا ہوں۔"

"اچھی بات ہے' میں وقت بتاتا ہوں اس کے مطابق سمندر کے کنارے مجھ سے ملاقات کرو۔"

"کیا اسی جگہ جہاں تم نے مجھے گولی ماری تھی؟"

"تم وہ نہیں ہو۔ خواہ مخواہ ہیری بننے کی کوشش نہ کرو' میں نادان نہیں ہوں کہ تمہیں روح سمجھ لوں۔"

"میری پیاری انا کے پیارے بھائی! تم نے یہ تو سنا ہو گا کہ روح ہر جگہ پہنچ جاتی ہے۔ اگر نہیں سنا ہے تو پھر دیکھ لو گے۔ میں تمہارے گھر میں اور تمہاری انا کے بیڈ روم میں آؤں گا' خدا حافظ۔"

عادل نے رابطہ ختم کر دیا۔ وان لوئن نے ہیلو ہیلو کہہ کر پکارا پھر گھور کر ریسیور کو دیکھا۔ انا نے پوچھا۔ "کیا ہوا برادر! کیا فون بند ہو گیا۔"

"بند کیا ہو گا وہ ریسیور رکھ کر بھاگ گیا ہے۔"

"نہیں برادر جسے تم دنیا سے نہیں بھگا سکے' وہ تمہارے فون کے سامنے کیا بھاگے گا وہ پھر آئے گا۔"

"میں یہ ٹیلیفون اپنے کمرے میں لے جا رہا ہوں۔"

"پلیز! ایسا نہ کرو' یہ آج رات میرے پاس رہے گا۔"

"تم کیوں اس کے پیچھے پاگل ہو رہی ہو۔ وہ ہیری نہیں ہے کوئی فراڈ ہے۔"

"جب آپ کو یقین ہے کہ ہیری مر چکا ہے اور میں کسی فراڈ سے بہل رہی ہوں تو بہلنے دیں۔ اس طرح میرے پاگل ہونے کا اندیشہ نہیں رہے گا۔"

وہ سوچتی ہوئی نظروں سے بہن کو دیکھنے لگا۔ وہ یہی چاہتا تھا کہ انا ہیری کی موت کے صدمے سے پاگل نہ ہو اور یہ اچھا ہی تھا کہ وہ کسی فریبی سے بہل رہی تھی۔ اس طرح وہ نارمل تھی۔ اس نے کہا۔ "میری پیاری بہن! حالات کا تقاضا یہی ہے کہ تمہارا دھیان دوسری طرف لگا رہے۔ تمہیں کوئی صدمہ متاثر نہ کرے لیکن جو شخص فون کر رہا ہے وہ کوئی جاسوس بھی ہو سکتا ہے۔"

"برادر! میں گاڈ مدر ٹریسا کی بیٹی ہوں۔ پولیس کی چالوں کو خوب سمجھتی ہوں۔ بینک میں ڈاکا پڑنے کے بعد وہ ہمیں جگہ جگہ تلاش کر رہے ہوں گے۔ کوئی چور راستوں سے ہماری مافیا فیملی میں گھسنے کی کوشش کر سکتا ہے۔ میں یہ ساری باتیں سمجھتی ہوں آپ بھی سمجھ لیں اور مجھ پر بھروسا کریں وہ کوئی جاسوس یا دشمن نہیں ہے وہ میرا محبوب ہے۔"

"بکواس مت کرو۔ ابھی تم بہت چھوٹی ہو۔ تمہیں بالغ ہونے کے بعد ایسی باتیں کرنی چاہئیں۔"

"برادر! شادی کے لیے بالغ ہونا ضروری ہے اور میں ابھی شادی نہیں صرف محبت کر رہی ہوں۔"

"سمجھنے کی کوشش کرو۔ وہ تمہارے ذریعے ہمارے بہت سے راز معلوم کر لے گا۔"

"تمہاری تین بہنیں ہیں۔ کیا تینوں کبھی شادیاں نہیں کریں گی۔ کیا ان کے شوہروں کو ہماری مافیا فیملی اور عکس منتقل کرنے کے

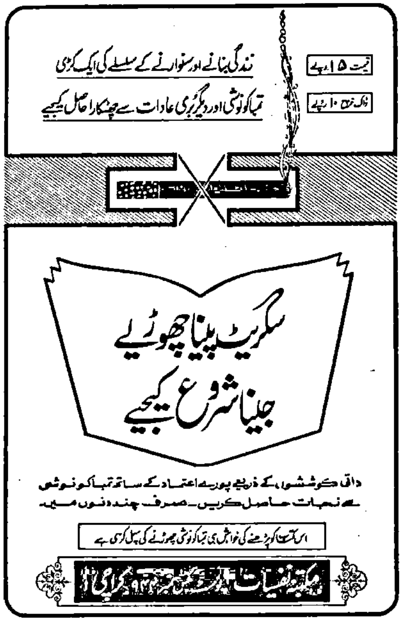

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

راز معلوم نہیں ہوں گے۔"

"جب تم تینوں کی شادیاں ہوں گی تب دیکھا جائے گا۔ ہماری ممی خوب چھان بین کرنے کے بعد اس فیملی میں داماد لائیں گی۔"

"چھاننے اور پھٹکنے کا وقت آگیا ہے۔ میں جسے پسند کر رہی ہوں آپ لوگ اسے پرکھ لیں' آزما لیں۔ آئندہ وہی میرا جیون ساتھی' تمہارا بہنوئی اور ممی کا داماد بننے والا ہے۔"

وہ پریشان ہو کر ایک لمبی سانس چھوڑتے ہوئے بولا۔ "کل رات تک ممی اور میکسی آجائیں گی' وہی تمہارا دماغ درست کریں گی۔"

وہ ٹیلیفون اٹھا کر جانا چاہتا تھا' انا نے ہاتھ پکڑ کر کہا۔ "اسے نہ لے جاؤ۔"

"میں لے جاؤں گا۔ ممی کے آنے کے بعد تم اس فریبی سے رابطہ کرو گی۔"

"برادر! میں ضد کی پکی ہوں۔ اگر تم اسے لے جاؤ گے تو میں باہر جا کر پبلک ٹیلیفون سے رابطہ کروں گی۔"

اس نے گھور کر اسے دیکھا پھر ٹیلیفون کو بستر پر پھینک کر چلا گیا۔ وہ دروازے کو اندر سے بند کر کے بستر پر آگئی پھر اس ٹیلیفون کو آپریٹ کرنے لگی۔ باہر اس کا بھائی بند دروازے سے کان لگائے سن رہا تھا۔ ٹیلیفون ڈائل کرنے کی ہلکی ہلکی آواز سنائی دے رہی تھی پھر انا کی آواز آئی۔ "ہیلو ہیری! میں ہوں تمہاری انا لانا۔ ایں کیا کہا؟ اوہ ہاں' بھول ہو گئی ہیری نہیں عادل۔ سوری اب نہیں بھولوں گی۔ عادل' میرے عادل' ہزار بار عادل' عادل' عادل' زندگی کی آخری سانس تک عادل ہی عادل۔"

بھائی نے ایک گہری سانس لے کر دل میں کہا۔ "اچھا تو انا کے پاس اس فریبی کا فون نمبر ہے۔ وہ شخص فون نہیں کرتا ہے۔ انا اس سے رابطہ کرتی ہے۔ تعجب ہے اس نے عشق کا یہ سلسلہ کب سے شروع کیا؟ آخر وہ کون ہے' جسے وہ ہیری بھی کہتی ہے اور عادل بھی؟"

وہ سوچتا ہوا اپنے کمرے میں چلا گیا۔ اسے ماميلا کی بھی فکر تھی وہ یا یہودی جان داؤد اسکرین پر نظر نہیں آرہے تھے وہ کمرے میں آکر پھر ٹی وی آلات میں سر کھپانے لگا۔

انا بند کمرے میں اپنے ملائم بستر پر لوٹ رہی تھی اور عادل سے بول رہی تھی۔ "سچ کہتی ہوں عادل! بڑا مزہ آرہا ہے۔ میرا خیال ہے مجھے تمہاری نئی زندگی کی حقیقت چھپانا چاہیے۔ ابھی برادر چکرا رہا ہے۔ کل میری ممی آنے والی ہیں وہ اور دونوں بہنیں بھی ہیری کی موت اور زندگی کے متعلق تذبذب میں رہیں گی تو اور مزہ آئے گا۔"

"اگر میں روح بن کر ان کے سامنے چلا آؤں تو؟"

"پھر تو کمال ہو جائے گا لیکن تم روح کیسے بنو گے؟"

"جیسے تم بن کر بینک میں آئی تھیں۔"

وہ ہنس کر بولی۔ "وہ ایک سائنسی کمال ہے۔ ایسا سب نہیں سکتے۔ میرا بھائی ایک ذہین سائنس دان ہے۔ تم اسے بچوں کا نہ سمجھو۔"

"میرے سر پر جس عظیم ہستی کا سایہ ہے اس نے مجھے ہے' زندگی کو بچوں کا کھیل سمجھ کر کھیلتے رہو۔ بوڑھوں کا کھیل گے تو فکر مندی سے ساری عمر روتے رہو گے۔"

"تمہارے سر پر کس کا سایہ ہے؟"

"میں ابھی بتاؤں گا پہلے یہ بتاؤ' تمہارے پاس وہ منی کیمرا جس کے ذریعے میں تمہیں دیکھ سکوں۔"

وہ حیرانی سے بولی۔ "تم ایسے کیمرے کے متعلق کیا جا ہو؟"

"مجھ سے سوال نہ کرو۔ جواب دو۔ ایسا کیمرا اور آلات جن کے ذریعے میں اپنے ٹی وی اسکرین پر تمہیں دیکھ بھی سکوں تمہاری باتیں بھی سن سکوں؟"

"ہاں' میرے پاس میرے کمرے میں ایسے آلات ہیں لیکن مجھے حیران کر رہے ہو۔"

"تمہاری حیرانی کی عمر نہایت مختصر ہے۔ اپنے کمرے میں آلات ہیں انہیں آن کرو۔"

"اچھا آن کر رہی ہوں۔ فون نہ بند کرنا۔"

"نہیں میری جان! فون بند کر دو' اب اس کی ضرورت پڑے گی۔"

وہ ریسیور رکھ کر بستر سے اٹھ گئی۔ اس کے اور ماميلا کے میں ایک بڑا سا لاکٹ رہتا تھا جس میں ننھے سے کیمرے اور مائ فون کو بڑی مہارت سے اسمبل کیا گیا تھا۔ اس نے اس نیلم الماری سے نکال کر ایک دیوار کی کیل پر لٹکا دیا پھر اسے آن کرنے کے بعد اسے دیکھتی ہوئی الٹے قدموں پیچھے ہٹنے لگی۔ لمحے میں عادل کی آواز سنائی دی۔ "مجھ سے ٹکرا نہ جانا۔"

وہ چونک گئی۔ پیچھے کو گھوم کر دیکھا تو حیرت سے چیخ نکل ایک اجنبی شخص کھڑا ہوا تھا لیکن آواز ہیری کی تھی وہ مسکرا بولا۔ "میں تمہارا موجودہ عادل اور سابقہ ہیری ہوں۔"

وہ ہچکچاتی ہوئی بولی۔ "کیسے یقین کروں؟"

"میری آواز سے پہچانو۔ میں نے ہی تمہارے دھڑکتے ہو دل کو اپنے دل سے لگاتے وقت اپنے موبائل فون کی پرچی بلا میں پن کر دی تھی۔"

عادل نے اسے آغوش میں لینے کے لیے دونوں بازو دیے۔ وہ بھی دونوں بانہیں پھیلائے گلے لگنے کو آگے بڑھی پھر کے عکس کے آر پار ہو کر اس کے پیچھے آگئی۔ عادل نے پیچھے کر اسے دیکھا پھر کہا۔ "محبوب نہ ہو تو اس کی آواز سننے کے دل تڑپتا ہے۔ آواز سنائی دے تو ملنے کے لیے بے چینی پیدا ہو ہے۔ اب میں ملنے آیا ہوں تو گلے لگنے کی بے چینی ہے۔ ہر خوا

بعد دوسری نئی خواہش پیدا ہوتی ہے اسی لیے کہتے ہیں کہ

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے

انا دونوں ہاتھوں کی قینچی بنا کر اپنے ہی سینے اور بازوؤں کو بھینچ بولی۔ "ہائے عادل! میں تم پر مر جاؤں' ہزار بار جیوں' ہزار بار تم پر ہوں۔ تم تو میرے برادر کی طرح ذہین سائنس دان ہو۔"

"میں تمہارے سائنس دان بھائی سے دو ہاتھ آگے ہوں اس پاس صرف دماغ ہے دل نہیں ہے۔ میرے پاس دماغ بھی ہے دل بھی ہے اور وہ دل تمہارے لیے ہے۔"

"تم نے درست کہا ہے' ایک خواہش کے بعد دوسری نئی اہش پیدا ہوتی ہے اس وقت میری شدید خواہش ہے کہ تم میرا پکڑو جیسے ساحل پر اپنی دھڑکنوں سے لگایا تھا' ویسے ہی مجھے بازوؤں میں چھپالو۔"

"اس کے بعد دل اور کچھ چاہے گا۔ دیوانے دل کی بات پر نہ چتا ل رہا ہے' اسی پر صبر کرو اور کام کی باتیں کرو۔ کیا تم یہاں لی ہو؟"

"دوسرے کمرے میں میرا بھائی ہے۔"

"بھائی کا کوئی نام ہو گا۔"

"نام تو ہے لیکن ہم بڑی رازداری سے زندگی گزارتے ہیں۔"

"مجھ سے رازداری نہیں رہے گی۔ تم سب مافیا کی گاڈ مدر ٹریسا اولاد ہو۔"

وہ چونک کر بولی۔ "اوہ گاڈ! تم بہت پُراسرار اور خطرناک ہو۔ اری عکس نقل کرنے والی تکنیک سے ہی واقف نہیں بلکہ ہمارے علق اور بھی بہت کچھ جانتے ہو۔"

"مافیا کی گاڈ مدر کی بیٹی کو مجھ جیسا مرد ہی چاہیے۔"

"ہاں یہ تو ہے۔ مجھے تم سے بہتر جیون ساتھی نہیں ملے گا لیکن ایک شوز فیکٹری کے مالک ہو کر ہمارے بارے میں اتنی معلومات لیے رکھتے ہو۔"

"میں شوز فیکٹری کا مالک ہیری رابسن نہیں ہوں۔ یہ جو چہرہ دیکھ رہی ہو یہ میرا پیدائشی چہرہ نہیں ہے۔ میں رات کو ساحل پر ملنے لے ہیری کے بھیس میں تھا۔ اسی بھیس میں تم نے ڈاکا ڈالتے وقت مجھے دیکھا تھا' اب یہ اصلی روپ دیکھ رہی ہو۔"

"کیا تم مسلمان ہو؟"

"الحمد للہ۔ تم عربی نہیں سمجھو گی۔ اس کے معنی ہیں تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اور اس کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ میں مسلمان ہوں۔ ایک اور صرف ایک خدا اور آخری نبیؐ پر میرا ایمان ہے۔"

وہ بستر کے سرے پر بیٹھ کر بولی۔ "تم نے مجھ سے اپنی اصلیت کیوں چھپائی؟"

"مجھے اصلیت ظاہر کرنے کا موقع کب ملا۔ پہلی ملاقات میں تم سہمی ہوئی تھیں۔ دوسری ملاقات ساحل پر ہوئی۔ وہاں میں مردہ تھا۔ جب تمہیں اپنی زندگی کا یقین دلایا تو شرما کر بھاگ گئیں۔ اب تیسری ملاقات میں تمہارے سامنے ہوں' اپنی اصلیت پیش کر رہا ہوں گر قبول اُفتد زہے عزّ و شرف۔"

وہ اٹھ کر اس کے قریب آئی پھر بولی۔ "کاش میں تمہیں چھو کر قسم کھا سکتی پھر بھی تمہارے عکس پر ہاتھ رکھ کر پورے یقین سے کہتی ہوں کہ میں صرف تمہارے لیے پیدا ہوئی ہوں۔ تم ہزار رنگ بدلو میری محبت کا رنگ ایک ہی رہے گا۔"

"میری جان! میں تمہاری ماں سے تمہیں مانگنا چاہتا ہوں۔"

"تمہاری ذہانت اور صلاحیتیں دیکھ کر میرا دل کہتا ہے کہ ممی تمہیں قبول کریں گی۔ انہیں ایسا ہی بے باک اور تیز و طرار داماد چاہیے لیکن انہیں متاثر کرنے کے لیے کوئی کارنامہ دکھانا ہو گا۔"

"ضرور دکھاؤں گا۔ بولو مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

وہ ٹہلتے ہوئے سوچنے لگی پھر بولی۔ "تم لوٹا ہوا مال آئی جی کے حوالے کر کے میری ممی کی نظروں میں زیرو ہو گئے ہو تمہاری صلاحیتوں کو میں دیکھ رہی ہوں تم نے بڑی چالاکی سے برادر کو اُلّو بنایا ہے۔ وہ کسی دوسرے کو گولی مار کر مطمئن ہے پھر یہ کہ تم برادر کے عکس کو منتقل کرنے والا ہنر جانتے ہو لیکن بینک ڈکیتی میں تم نے ہمیں جو نقصان پہنچایا ہے اس کی تلافی کرو۔ ممی کو اس سے کہیں زیادہ فائدہ پہنچاؤ۔"

"تم کہو تو اسرائیل کا اسٹیٹ بینک خالی کر دوں۔"

وہ پھر ٹہلتے ہوئے سوچنے لگی دفعتاً چونک کر چٹکی بجاتے ہوئے بولی۔ "ہاں یاد آیا۔ یہاں ایک کنجوس ارب پتی یہودی ہے جسے ماميلا اور برادر لوٹنا چاہتے ہیں۔"

"یہ ماميلا کون ہے؟"

"میری ایک بہن کا نام ماميلا اور دوسری کا نام میکسی ہے اور برادر کا نام وان لوئن ہے۔ ماميلا عکس ٹرانسفر کرنے کے آلات لے کر اس یہودی کی شکستہ کوٹھی میں گئی ہے شاید اس نے وہ آلات وہاں چھپا دیے ہیں اور انہیں آن کر دیا ہے۔ برادر' یہودی کے مکان کو اندر سے دیکھ کر معلوم کر رہا ہو گا کہ اس کنجوس نے دولت کہاں چھپائی ہے۔"

"اگر تم ابھی یہاں سے نکل کر اس یہودی کا مکان دکھا دو اور میری ہدایات پر عمل کرو تو میں تمہارے برادر سے پہلے وہاں کا تمام مال تمہاری خوابگاہ میں پہنچا دوں گا۔"

"کیا سچ کہہ رہے ہو؟" وہ خوش ہو کر اس سے لپٹنے آئی پھر اس کے آر پار چلی گئی۔

وہ بولا۔ "مسرتوں پر قابو پاؤ۔ آئندہ اس سے زیادہ مسرتیں ملنے والی ہیں۔ برادر کے پاس جاؤ اور وہاں دیکھو کہ اسکرین پر کیا نظر آرہا ہے۔"

"ابھی جاتی ہوں۔ کیا تم بھی ساتھ رہو گے؟"

"میں ابھی تمہارے برادر کی نظروں میں نہیں آنا چاہتا۔ مگر تم

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اپنا یہ لاکٹ پہن کر جاؤ میں اپنے کیمرے کے پیچھے جا رہا ہوں۔ اس طرح میں نظر نہیں آؤں گا لیکن اپنے ٹی وی اسکرین پر تمہارے برادر کو دیکھ سکوں گا۔"

وہ دیوار کی کیل سے نیکلس اتار کر پہننے لگی۔ عادل کیمرے کے سامنے سے ہٹ گیا۔ اس کیمرے کے پیچھے میں کھڑا ہوا اسے آپریٹ کر رہا تھا۔ لیلیٰ ساؤنڈ مشین کو ہینڈل کر رہی تھی۔ ہم تینوں نے اپنے ٹی وی اسکرین کے سامنے آکر دیکھا۔ انا لانا اپنے کمرے کا دروازہ کھول کر ایک کاریڈور کو عبور کرکے دوسرے کمرے کے دروازے پر دستک دے رہی تھی۔ بھائی کی آواز سنائی دی۔ "انا! کیا تم ہو؟"

"ہاں، دروازہ کھولو۔"

دروازہ کھل گیا۔ وہ اندر آتے ہوئے بھائی سے بولی۔ "میں دیکھنے آئی ہوں، ہامیلا یہودی کے گھر میں کیا کر رہی ہے۔"

وہ بولا۔ "یہ دیکھو اسکرین تاریک ہے۔ نہ ہامیلا ہے، نہ یہودی اور نہ ہی اس کے گھر کا منظر ہے۔ یہ پریشانی کی بات ہے کہیں اس یہودی نے ہماری بہن کو نقصان نہ پہنچایا ہو۔"

"برادر! ہمیں فوراً وہاں جانا چاہیے۔"

"میں ابھی باہر جانے کے لیے جوتے پہن رہا تھا کہ تم آگئیں جاؤ تم آرام کرو میں ابھی لوٹ آؤں گا۔"

"نہیں برادر! میں ساتھ چلوں گی۔ ابھی آتی ہوں میرا انتظار کرو۔"

"وہ تیزی سے چلتی ہوئی اپنے کمرے میں آئی۔ عادل ادھر کیمرے کے سامنے آگیا۔ ادھر انا کو دکھائی دینے لگا وہ بولی۔ "تم اس یہودی کا مکان دیکھنا چاہتے تھے۔ میں وہاں جا رہی ہوں کیا میرے ساتھ رہو گے؟"

"میرا عکس نہیں رہے گا لیکن میں تمہارے لاکٹ کے ذریعے تمہاری باتیں سنتا رہوں گا اور جہاں جہاں سے گزرو گی وہاں کے مناظر بھی دیکھتا جاؤں گا۔ یوں یہودی کا مکان دیکھ لوں گا۔"

"باہر اندھیری رات ہے یہ کیمرا کوئی منظر نہیں دکھا سکے گا۔"

"کوئی بات نہیں۔ صرف تمہاری آواز کافی ہے ایک بات یاد رکھو۔ دروازے پر جا کر یہودی کو ضرور مخاطب کرو۔ میں اس کی باتیں ضرور سننا چاہوں گا۔"

بھائی نے دروازے پر دستک دی۔ عادل کیمرے کے پیچھے جا کر انا کے کمرے سے غائب ہو گیا۔ وہ اسکرین پر نظر آرہی تھی اپنے بھائی کے ساتھ اس بنگلے سے نکل کر کار میں بیٹھ رہی تھی۔ لیلیٰ نے مسکرا کر کہا۔ "بھئی عادل! تم تو زبردست عاشق نکلے، بیچاری انا کو پاگل بنا دیا ہے۔"

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا۔ "بھائی جان! میں کس قابل ہوں آپ اور بھائی جان مجھ جیسے ذرّے کو آفتاب بنا رہے ہیں۔"

میں نے اس کی پیٹھ پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "ہم خدا کے عاجز بندے ہیں۔ ہم کسی گدھے کو گھوڑا نہیں بنا سکتے۔ اگر تم ذرّے تو اللہ کی رضا سے آفتاب بن رہے ہو۔ ہم تو صرف راہنمائی کر رہے ہیں۔"

"بھائی جان! یہ میرے لیے کتنے فخر کی بات ہے کہ آپ میری خاطر آئے ہیں۔"

"تمہاری خاطر ضرور آیا ہوں لیکن تم یہاں جو کچھ بھی کر رہے ہو اس کے پیچھے ہمارے مقاصد ہیں۔ میں وقت آنے پر تم کو بہت کچھ بتا سکوں گا۔"

میں نے اس وقت اسے نہیں بتایا میرا ایک مقصد یہ تھا اسرائیل میں جتنے ممالک کے جاسوس، خطرناک تنظیموں کے اور جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے آرہے ہیں، ان سب کو بے نقاب کرنے کی کوشش کروں۔ پارس نے فارمولوں کا شوشا چھوڑ کر میرے لیے یہ بہترین موقع فراہم کیا تھا۔

میں نے عادل میں بہت سی خوبیاں دیکھی تھیں میں نے اس کی پشت پر رہوں گا تو وہ بڑی عمدگی سے مشکل حالات سے گزرنا سیکھ لے گا اور میں بھی کسی گوشۂ عافیت میں آرام نہیں کروں گا کچھ تو میں آرام طلب نہیں ہوں کچھ میرے محبوب قارئین مجھے میدانِ عمل میں لہو گرم رکھنے کا تقاضا کرتے ہیں۔

بہرحال ہم اپنے اسکرین پر ان بہن بھائی کو دیکھ رہے تھے کار کے اندر روشنی تھی باہر گہری تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ اسٹریٹ لائٹس کے قریب سے گزرتے وقت وہ کچھ صاف طور سے نظر آنے لگتے تھے پھر وہ یہودی جان داؤد کی کوٹھی کے سامنے رک گئے۔ لوئن نے کار کے اندر کی لائٹ اور ہیڈ لائٹس بجھا دیں اس لیے ہمارے ٹی وی کا اسکرین بھی تاریک ہو گیا لیکن انا کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

وہ بولی۔ "برادر! اس کنجوس کے مکان کے باہر اور اندر اندھیرا ہے اس لیے ہامیلا کے آلات کام نہیں کر رہے ہیں۔"

کار کا دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی آواز سنائی دی۔ وان لوئن نے کہا۔ "ہمیں ہامیلا کی خبر لینا چاہیے جب تک اس کی خیریت معلوم نہیں ہوگی، مجھے اطمینان نہیں ہوگا۔"

پھر خاموشی چھا گئی۔ سوکھے پتّوں کی ایسی آوازیں آرہی تھیں جیسے وہ بہن بھائی ان پر چلتے جا رہے ہو پھر دروازے پر دستک دی۔ دوسری دستک پر ایک اجنبی آواز سنائی دی۔ "کون ہے؟ رات کے تین بج رہے ہوں گے۔ یہ بھی کوئی آنے کا وقت ہے؟ جاؤ یہاں سے....."

وہ بند دروازے کے پیچھے سے بول رہا تھا۔ رات کی گہری خاموشی میں اس کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔ میں نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے دماغ میں پہنچا وہ یہودی جان داؤد تھا۔ گہری تاریکی میں بند دروازے کے پیچھے کھڑا سوچ رہا تھا۔ رات کو چور بدمعاش یا پولیس والے آسکتے ہیں۔ اس شہر کے چوروں کو معلوم ہے کہ میرے مکان کی دیواروں میں بجلی کی لہر دوڑتی رہتی ہے اس لیے وہ نہیں آئیں گے۔ پولیس آسکتی ہے اور اس لیے آسکتی ہے کہ یہاں ایک لڑکی بینک کے لوٹے ہوئے ایک لاکھ ڈالر لے کر آئی ہے۔

وہ سوچ رہا تھا اور مطمئن تھا کہ اس پر کوئی الزام نہیں آئے گا۔ اس نے ہامیلا کے لائے ہوئے ایک لاکھ ڈالر چھپا دیے تھے۔ پولیس والے اس کے مکان کی تلاشی لینے کے بعد مایوس ہو جاتے۔ نامی گرامی چور بھی آج تک یہ سراغ لگانے میں ناکام رہے تھے کہ وہ اپنی دولت کہاں چھپا کر رکھتا ہے۔ میں نے پلک جھپکتے ہی معلوم کر لیا۔

اس کے پاس سونے کی اینٹوں کی شکل میں دولت تھی، اس نے تقریباً بیس کروڑ ڈالر کا سونا اپنے مکان کی دیواروں میں چھپا رکھا تھا۔ کئی دیواریں ایسی تھیں جن کے اندر سونے کی اینٹیں رکھنے کے بعد انہیں اینٹوں اور گارے سے مستقل بند کر دیا گیا تھا۔ پچھلے پچیس برس سے وہ سونا وہاں رکھا ہوا تھا۔ پھر آج تک وہ جتنی دولت حاصل کرتا رہا تھا۔ اسے دوسرے کمروں کی دیواروں میں چھپاتا رہا تھا۔ بڑی بڑی ملوں اور فیکٹریوں میں اس کے لاکھوں پونڈز گردش کر رہے تھے جن سے ہر ماہ ہزاروں پونڈز سود کے طور پر وصول ہوتے رہتے تھے۔ اس کے چور خیالات نے بتایا، دولت اتنی بڑھتی جا رہی ہے کہ چھپانے کے لیے اس بڑی سی کوٹھی کی دیواریں کم پڑنے لگی ہیں۔

انا لانا اور وان لوئن دروازے کے باہر کھڑے ہوئے تھے۔ اندر ایک کمرے میں ان کی بہن ہامیلا بے ہوش پڑی ہوئی تھی اور وہ یہودی دروازہ کھولنا نہیں چاہتا تھا۔ انا لانا نے کہا "مسٹر داؤد! میری بہن کوٹھی میں ہے، مجھے اس سے ملنے دو۔ دروازہ کھولو۔"

وہ دروازہ کبھی نہ کھولتا۔ لیکن میں نے اس کی زبان سے کہا "انتظار کرو۔ ابھی لائٹ آن کرکے دروازہ کھولتا ہوں۔"

اتنا کہتے ہی اس نے اپنے منہ کو دونوں ہاتھوں سے دبا کر سوچا۔ یہ میں نے کیوں کہا "میں ہرگز دروازہ نہیں کھولوں گا اور ایک لائٹ بھی آن نہیں کروں گا۔"

وہ ایسا کرنے سے انکار کرتا ہوا مین سوئچ کے پاس آیا پھر اسے آن کر دیا۔ کوٹھی کے اندر اور باہر روشنی پھیل گئی۔ وہ روشنی دیکھ کر پریشان ہو گیا۔ اس نے فوراً ہی ہاتھ بڑھا کر مین سوئچ کو آف کرنا چاہا لیکن میں نے ہاتھ ہلانے نہیں دیا۔ اس نے کئی بار دوبارہ اندھیرا کرنے کی کوششیں کیں پھر تیزی سے چلتا ہوا بیرونی دروازے کی طرف گیا اور سوچا...... "کچھ بھی ہو جائے، میں دروازہ نہیں کھولوں گا۔"

وہ دروازے کے قریب آکر رک گیا۔ پھر اونچی آواز میں بولا "یہاں قدم رکھنے سے پہلے ایک وارننگ دیتا ہوں۔ اسے یاد رکھو۔ اس مکان کے اندر کی کسی دیوار کو ہاتھ نہ لگانا ورنہ بجلی کے نادیدہ تاروں سے چپک کر رہ جاؤ گے۔ جس کے نتیجے میں بے ہوشی بھی ہو سکتی ہے اور موت بھی۔"

یہ کہتے ہی اس نے پھر دونوں ہاتھوں سے اپنا منہ دبا لیا۔ پھر اپنے منہ پر طمانچے مارتے ہوئے کہنے لگا "میں مر جاؤں۔ میرا منہ ٹوٹ جائے۔ میری زبان کٹ جائے۔ میں نے یہ راز کیوں بتا دیا۔ میں آنے والوں کو اسی طرح ہتھیاروں کے بغیر بے بس کرتا ہوں۔ اب تو یہ ہوشیار ہو گئے ہیں۔"

اب آخری کوشش یہی تھی کہ دروازہ نہ کھلے۔ میں چند سیکنڈ تک اس سے کھیلتا رہا۔ وہ وہاں سے پلٹ کر جانا چاہتا تھا میں اسے واپس لے آتا تھا۔ اس نے دونوں ہاتھ پیچھے کر لیے تاکہ دروازہ نہ کھولے۔ لیکن اسے کھولنا ہی پڑا۔ دروازہ کھلتے ہی ہمیں انا کے لاکٹ کے ذریعے وہ یہودی اور مکان کے اندر کا کچھ منظر دکھائی دیا۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ ہامیلا کی طرح پھر ایک لڑکی تنہا آئی ہے۔ کیونکہ تاریکی میں اب تک صرف انا ہی بول رہی تھی وہ یہودی انا کے ساتھ وان لوئن کو دیکھ کر گھبرا گیا۔ خوف سے کھانستے ہوئے بولا "تت..... تم لوگ کون ہو؟ مجھ سے کیا کام ہے؟"

وان لوئن اسے دھکا دیتے ہوئے اندر آکر بولا "میری بہن کہاں ہے؟"

"کیا وہ تمہاری بہن ہے، جو میرے گھر میں سو رہی ہے۔"

"ہاں، وہی ہوگی۔ ہمیں اُدھر لے چلو۔"

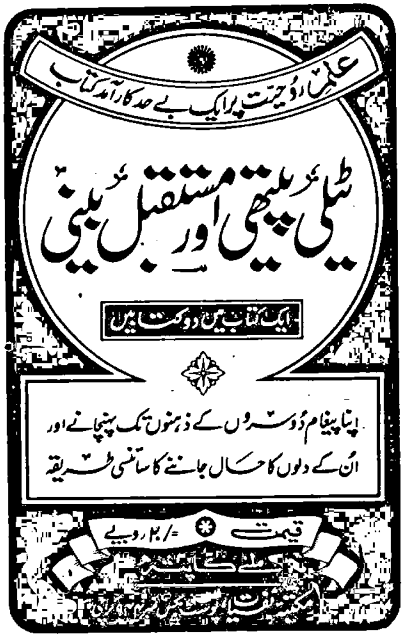

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

وہ مامیلا کی طرف جانے لگے۔ انا نے پوچھا "بوڑھے کنجوس! کیا یہ درست ہے کہ یہاں کی اندرونی دیواروں میں بجلی کے نادیدہ تار ہیں؟"

یہودی نے ہنستے ہوئے کہا۔ "میں تم لوگوں کو چور ڈاکو سمجھ کر یونہی دھمکی دے رہا تھا۔ تاکہ اندر نہ آؤ۔"

وان لوئن نے کہا "تمہارے گھر میں بیٹھنے کے لیے ایک ٹوٹی ہوئی کرسی نہیں ہے۔ تم بجلی کے تار بچھانے میں کیا خاک رقم خرچ کرو گے؟"

"میں کہہ تو رہا ہوں کہ جھوٹ بول رہا تھا۔ تم کسی بھی دیوار کو ہاتھ لگا کر دیکھو۔ یہ عام سی دیواریں ہیں۔

وان لوئن چلتے چلتے رک گیا۔ اس نے ایک قریبی دیوار کو دیکھا پھر اسے چھونے کے لیے ایک قدم بڑھایا یکبارگی اس کے سامنے عادل کے عکس نے آ کر کہا "رک جاؤ۔"

وان لوئن اسے اچانک دیکھتے ہی اچھل پڑا۔ شدید حیرانی سے سنبھل نہ سکا۔ اچھلتے ہی پیچھے فرش پر گر پڑا۔ یہودی خوف کے باعث تھر تھر کانپنے اور حلق سے عجیب و غریب آوازیں نکالنے لگا۔ وان لوئن فرش پر پڑا حیرانی اور بے یقینی سے عادل کو دیکھ رہا تھا۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ عکس ٹرانسفر کرنے کی تکنیک کوئی اور بھی جانتا ہے۔

عادل نے کہا "یہاں کی کسی دیوار کو ہاتھ نہ لگانا۔ ان دیواروں میں چار سو چالیس وولٹ کی بجلی دوڑ رہی ہے۔" وان لوئن نے دیدے پھاڑ کر اسے دیکھتے ہوئے پوچھا "تم کون ہو؟"

انا فخریہ انداز میں مسکرا کر بولی "یہ میرا محبوب' میرا یار' دلدار اور کل کا ہیری اور آج کا عادل ہے۔"

عادل نے کہا "تم نے میرے جسم میں دو گولیاں اتار دیں' مجھے مار ڈالا لیکن میں تمہیں ان دیواروں سے چپک کر مرنے سے بچا رہا ہوں اور اس لیے بچا رہا ہوں کہ جورو کے بھائی کے لیے سات خون معاف ہوتے ہیں۔"

وان لوئن نے کہا "میں سمجھ گیا۔ انا نے ہمارے آلات چرا کر تمہیں دیے ہیں۔ تم ان آلات کے ذریعے یہاں نظر آ رہے ہو۔"

"یہ آلات اور یہ تکنیک تمہارے باپ کی جاگیر نہیں ہیں۔ ہمارے پاس بھی ذہانت ہے۔ یہ دیکھو۔"

اس نے جیب سے ایک سرخ رنگ کا چشمہ نکال کر دکھاتے ہوئے کہا "یہ میری ایجاد ہے۔ میں اسے آنکھوں سے لگا کر زمین کو دیکھتا ہوں تو اس کے اندر چھپے ہوئے خزانے نظر آتے ہیں۔ میں اسے پہن کر معلوم کر سکتا ہوں کہ اس کنجوس یہودی نے اپنی بے انتہا دولت کہاں چھپا رکھی ہے۔"

یہودی جان داؤد نے دونوں ہاتھ انکار میں ہلاتے ہوئے کہا "نہیں' میرے پاس دولت نہیں ہے۔ میں ایک غریب آدمی ہوں تمہارے اس چشمے سے کچھ نظر نہیں آئے گا۔ اسے آنکھوں سے لگا کر نہ دیکھو۔"

"مسٹر عادل! اگر تم اس چشمے کے ذریعے یہ بتا دو کہ بے شمار دولت کہاں چھپائی گئی ہے کہ تو میں تسلیم کر لوں گا کہ یہ عکس ٹرانسفر کرنے کے آلات بھی تم نے خود تیار کیے ہیں اور انا نے ہم سے دھوکا نہیں کیا ہے۔"

عادل نے کہا "میں اپنی انا پر الزام نہیں آنے دوں گا۔ میں ضرور بتاؤں گا کہ دولت کہاں چھپائی گئی ہے لیکن یہ ابھی نہیں کل رات کو بتاؤں گا۔"

"ابھی بتانے میں کیا حرج ہے؟"

"میں اپنے ہونے والی ساس یعنی تمہاری ممی کے سامنے اپنا کمال دکھاؤں گا تاکہ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ کر تسلیم کرے کہ میں ہی انا کا جیون ساتھی اور ایک گاڈ مدر کا داماد بن سکتا ہوں۔"

جان داؤد نے کہا "یہ بکواس کرتا ہے۔ میں احمق نہیں ہوں کہ اس خالی مکان میں دولت چھپا کر رکھوں۔ میری دولت امریکا اور یورپ کے کئی بینکوں میں محفوظ ہے۔ تم میں سے کوئی وہاں تک پہنچ نہیں سکے گا۔"

انا نے ایک کمرے میں جھانک کر کہا "برادر! مامیلا اس کمرے میں ایسی گہری نیند سو رہی ہے جیسی بے ہوش ہو' ہماری آواز پر اسے اٹھنا چاہیے تھا۔"

وہ تیزی سے چلتا ہوا دوسرے کمرے میں آیا۔ پہلے اس نے بہن کو آواز دی۔ پھر چٹائی پر گھٹنے ٹیک کر اس پر جھک کر اسے جھنجھوڑا۔ "مامیلا! اٹھو۔ دیکھو ہم آئے ہیں۔"

وہ گہری غفلت میں تھی۔ بھائی کی آواز بھی اسے جگا نہیں پا رہی تھی۔ وان لوئن نے اٹھ کر داؤد کا گریبان پکڑ لیا۔ پھر اسے جھنجھوڑ کر پوچھا "سچ بتا تو نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟ یہ بے ہوش کیسے ہو گئی؟"

"م م... میں نے کچھ نہیں کیا ہے۔ یہ کہیں سے پریشان حال آئی تھی۔ میں نے اسے پناہ دی۔ اسے پیٹ بھر کر کھلایا پلایا۔ تم مجھے نیکی کا یہ بدلہ دے رہے ہو۔"

وہ اسے جھنجھوڑ کر بولا "تو اور نیکی کرے گا۔ کبھی تیرے باپ نے بھی کسی کو مفت پانی نہیں پلایا ہو گا۔ اچھا یہ بتا جو ایک لاکھ ڈالر یہ لائی تھی وہ کہاں ہیں؟"

"کون سے ایک لاکھ ڈالر؟ ارے یہ کیا غضب ہے۔ ایک تو میں نے مہمان نوازی کی۔ اوپر سے چور بنایا جا رہا ہوں۔ یہ لڑکی یہاں ایک پھوٹی کوڑی بھی نہیں لائی تھی۔"

"تو نہایت ہی کمینہ اور مکار ہے۔ میری بہن کو بے ہوشی کی کوئی دوا کھلائی ہے اور تھوڑی دیر پہلے جھوٹ بول کر اس دیوار سے لگنے کی ترغیب دے رہا تھا۔ اگر یہ عادل نہ آتا تو میں اب تک مر چکا ہوتا۔ میری بہن کو ابھی ہوش میں لا۔ ورنہ میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

اس نے طیش میں آ کر اسے گھونسا مارا۔ یہ نہیں سوچا کہ ایک ہاتھ میں اس بوڑھے کے قدم اکھڑ جائیں گے۔ وہ مار کھا کر لڑکھڑاتا ہوا پیچھے والی دیوار سے لگ گیا۔ اس کے حلق سے ایک بھیانک چیخ نکلی۔ وہ دیوار سے لگا تڑپ رہا تھا۔ دوسری بار چیخنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ اس کے دیدے پھیل گئے تھے۔

انا نے بھائی کو جھنجھوڑ کر کہا "برادر! اسے بچاؤ۔ مین سوئچ کہاں ہے؟"

عادل نے کہا "اس کوٹھی کے پچھلے حصے میں ہے۔"

وان لوئن اُدھر دوڑتا ہوا گیا۔ مین سوئچ کو ڈھونڈنے میں تھوڑا وقت لگا۔ پھر اس نے اسے آف کر دیا۔ ایک دم سے ہر سو تاریکی چھا گئی۔ وہ جیبی ٹارچ نکال کر اس کی روشنی میں دونوں بہنوں کے پاس اس کمرے میں آیا۔ سوئچ آف ہوتے ہی داؤد دیوار سے الگ ہو کر فرش پر اوندھے منہ گر پڑا تھا۔ وان لوئن نے قریب آ کر اس کی نبض ٹٹولی وہ تقریباً مردہ ہو چکا تھا۔ تاہم زندگی کے آثار تھے۔

عادل نے میرے مشورے کے مطابق کہا "اس بوڑھے کو اپنی گاڑی میں ڈال کر لے جاؤ۔ اسے زندگی دو مگر قیدی بنا کر رکھو۔ اور اس کی کوٹھی کے تمام دروازوں کو مقفل کر دو۔"

وان لوئن نے کہا "اس مصیبت کو ساتھ لے جانے کا مشورہ نہ دو۔ یہ صبح تک مر جائے گا۔ تم ہم سے دوستی کرو اور بتاؤ' اس نے دولت کہاں چھپائی ہے؟"

"میں کہہ چکا ہوں' گاڈ مدر کی موجودگی میں بتاؤں گا۔ بوڑھے داؤد کو یہاں سے نہیں لے جاؤ گے اور یہ اس مکان میں مر جائے گا تو پھر یہاں سرکاری کارندوں کا قبضہ ہو جائے گا۔"

انا نے کہا "برادر! سمجھنے کی کوشش کرو۔ عادل بڑی ذہانت کی باتیں کر رہا ہے۔ اسے فوراً گھر لے جا کر طبی امداد پہنچاؤ۔"

اس نے تھوڑی دیر سوچا پھر داؤد کو کاندھے پر اٹھا کر مکان سے باہر آیا۔ کار کے پچھلے دروازے کو کھول کر اسے سیٹ پر ڈال دیا۔ پھر مامیلا کو اٹھا کر لانے گیا۔ میں داؤد کے کمزور دماغ کو پڑھ رہا تھا۔ وہ جیسے اب تب میں مرنے والا تھا۔ اس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو مر چکا ہوتا لیکن اس کے دماغ میں یہ بات جم گئی تھی کہ وہ مرے گا تو اربوں ڈالرز سرکار کے خزانے میں چلے جائیں گے یا کوئی مکان کی دیواریں توڑ کر سونے کی اینٹیں لے جائے گا۔ اس لیے اسے مرنا نہیں چاہیے۔ زندگی کے لیے لڑنا چاہیے۔ وہ زبردست قوتِ ارادی کا مالک تھا اس لیے لڑ رہا تھا اور ابھی تک زندہ تھا۔

وان لوئن نے ڈرائیو کرتے ہوئے انا لانا سے کہا "میں نے پہلے دھیان نہیں دیا تھا۔ اب پتا چلا کہ تم نے یہ لاکٹ اس عادل کو یہاں بلانے کے لیے پہنا ہے۔"

"بے شک' اسی کے لیے پہنے ہوئے ہوں۔ لیکن تم نے آلات کی چوری کا الزام مجھ پر لگا کر میری توہین کی ہے۔ میں ممی سے شکایت کروں گی۔"

"انا! تم صرف ممی کی نہیں' ہم سب کی جان ہو۔ عادل کا عکس دیکھ کر فوراً ہی یہ خیال آیا تھا کہ اس نے میری تکنیک اور آلات چرائے ہیں اور اس چوری میں تم اس کے ساتھ ہو۔"

"کیا دنیا میں تم ہی ایک ذہین سائنس دان ہو؟"

"بالکل نہیں' مجھ سے بڑے بڑے سائنس دان ہیں۔ لیکن اپنی ایجاد کو دوسرے کے استعمال میں دیکھ کر میں نے الزام دیا تھا۔ اگر وہ سرخ چشمے کا کمال ثابت کر دے گا اور یہودی کی بے انتہا دولت کا سراغ لگائے گا اور ہمیں اس دولت تک پہنچائے گا تو میں تسلیم کر لوں گا کہ وہ مجھ سے بڑا سائنس دان ہے۔ پھر میں اس کے سامنے تم سے معافی مانگ لوں گا۔"

"برادر! وہ اپنی برتری ثابت کرنے کے لیے نہیں' مجھے حاصل کرنے کے لیے اپنے سرخ چشمے کی کرامت ضرور دکھائے گا۔"

"تم یہ تو بتا سکتی ہو کہ وہ کون ہے؟"

"اس کا پیدائشی نام عادل ہے۔ وہ مسلمان ہے۔ یہاں ہیری رابسن کے بھیس میں تھا۔ اِسی بھیس میں میری اور اس کی پہلی ملاقات ہوئی۔ پھر دوسری ملاقات ساحل پر ہوئی۔ وہاں تم نے کسی اور کو ہیری سمجھ کر قتل کر دیا۔ اس کے بعد عادل نے ہیری کا چولا اتار دیا۔ ابھی تم نے اسے اصل روپ میں دیکھا ہے۔"

"یہ تم سرسری سی معلومات پیش کر رہی ہو۔ یہ بتاؤ' وہ کرتا کیا ہے؟ اس نے کس لیے ہیری کا روپ اختیار کیا تھا؟ وہ کس گینگ سے تعلق رکھتا ہے؟"

"میں اس بارے میں کچھ نہیں جانتی ہوں۔"

"کیا دھوکا کھانے کے لیے اندھی ہو کر اس سے عشق کر رہی ہو؟"

"جب دھوکا کھاؤں گی تو تمہارے سامنے شرمندہ ہو جاؤں گی۔"

"کیا یہ معمولی سا دھوکا تھا کہ ہماری لوٹی ہوئی بینک کی تمام رقم وہ ہڑپ کر گیا اور ظاہر یہ کر رہا ہے کہ اس نے بینک والوں کو رقم لوٹا دی ہے۔"

"میں فی الحال اتنا جانتی ہوں کہ اس سے کئی گنا زیادہ رقم وہ ممی کے قدموں میں لا کر ڈالے گا۔"

"اس یہودی نے کروڑوں ڈالر اور پونڈز چھپائے ہوں گے۔ کیا عقل تسلیم کرتی ہے کہ عادل اتنی دولت تمہارے عشق میں ہمارے حوالے کر دے گا؟"

"اگر تمہاری عقل یہ تسلیم نہیں کرتی ہے تو اس میں میرا نہیں' تمہاری عقل کا قصور ہے۔"

اس نے بہن کو گھور کر دیکھا۔ پھر جواباً خاموش ہی رہا۔ اپنی رہائش گاہ کے گیراج میں اس نے گاڑی روکی پھر داؤد اور مامیلا کو باری باری اٹھا کر بنگلے کے اندر لے گیا۔ مامیلا محض بے ہوش

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

تھی۔ داؤد کی حالت تشویش ناک تھی۔ وہ تمام بھائی بہنیں ابتدائی طبّی امداد کے متعلق وسیع معلومات رکھتے تھے۔ صبح سات بجے تک وان لوئن کی مسلسل توجہ اور مؤثر دواؤں کے استعمال سے داؤد کی جان میں جان آئی۔ وہ سو گیا۔

انا' ماملا کو اٹینڈ کرتی رہی۔ اس نے صبح پانچ بجے آنکھ کھول دی۔ پھر پریشان ہو کر بولی "میں تو یہودی کے مکان میں تھی۔ یہاں کیسے آگئی؟"

انا نے اسے تمام واقعات بتائے پھر کہا "تم آرام کرو۔ میں سونے جارہی ہوں۔"

وہ اپنے کمرے میں آگئی۔ تمام رات جاگتی رہی تھی۔ اسے سو جانا چاہیے تھا لیکن اس نے عادل کے عکس سے ملاقات کرنے کے لیے کمرے کا دروازہ بند کرلیا۔ اپنے لاکٹ کو آپریٹ کیا مگر وہ نظر نہیں آیا۔ اس نے لاکٹ کو منہ کے قریب لا کر پکارا "عادل! کہاں ہو؟ آجاؤ۔ میں انتظار کررہی ہوں۔"

اسے جواب نہیں ملا۔ پھر وہ ٹیلی فون کے پاس آئی۔ ریسیور اٹھایا۔ موبائل کے کوڈ نمبر اور فون نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ ہوگیا وہ بولی "ہیلو عادل! کیا سو گئے ہو۔"

میں نے کہا "ہاں بیٹی! وہ سو رہا ہے۔ اب تمہیں بھی سو جانا چاہیے۔"

"انا نے پوچھا "آ..... آپ کون ہیں؟"

"میں عادل کا بھائی جان ہوں۔ نیند صحت کے لیے ضروری ہے۔ میں بھی سو رہا ہوں۔ دن کے ایک بجے ملاقات ہوگی۔" میں نے فون بند کردیا۔ اسے بھی مجبوراً صبر کرنا پڑا۔ وہ بھی لباس بدل کر سو گئی۔ ادھر وان لوئن ... داؤد کے دونوں ہاتھ پاؤں پلنگ سے باندھ دینے کے بعد خود بھی سو گیا تھا۔

دن کے بارہ بجے تک اس بنگلے میں گہری خاموشی رہی۔ سب رات بھر کے تھکے ہوئے تھے۔ اپنی تھکن اتار رہے تھے سب سے پہلے ماملا بیدار ہوئی۔ اس نے غسل کرکے لباس بدلنے کے بعد پھلوں کا جوس لیا پھر بھائی کے کمرے میں جھانک کر دیکھا۔ بستر پر داؤد بندھا پڑا تھا۔ وہ جاگ رہا تھا مگر خاموش تھا۔

ماملا اسے دیکھ کر چونک گئی۔ پھر اس کے قریب آکر بولی۔ "میرا بیگ اور ایک لاکھ ڈالر کہاں ہیں؟"

وہ اسے خاموشی سے دیکھنے لگا۔ وہ بولی "میں جانتی ہوں' میرا بھائی تمہیں پکڑ کر یہاں لایا ہے۔ میں شاید بے ہوش ہوگئی تھی۔ ہاں' مجھے یاد آرہا ہے۔ میں نے تمہارے ہاتھ سے پانی کے چند گھونٹ پیے تھے اس کے بعد مجھے ہوش نہیں رہا تھا۔"

وہ جواباً کچھ بولنے لگا۔ اس کے منہ سے عجیب سی دھیمی دھیمی آوازیں نکل رہی تھیں۔ لیکن وہ کوئی لفظ ادا نہیں کررہا تھا۔ وہ کچھ کہنا چاہتا تھا مگر کہہ نہیں پا رہا تھا۔ اس نے پوچھا "تم کیا کہہ رہے ہو؟ کیا بولنے کے قابل نہیں رہے؟ انا نے بتایا تھا کہ تمہیں بجلی کے

زبردست جھٹکے پہنچے ہیں۔ ویسے تمہارا انجام یہی ہونا تھا اور یہ ہو رہا ہے؟"

وہ بے بسی سے اور رحم طلب نظروں سے دیکھنے لگا' "تمہیں توانائی کی ضرورت ہے۔ میرا برادر! تمہیں زندہ رکھنا چاہتا ہے۔ میں نے ابھی پھلوں کا جوس پیا ہے۔ کیا تم بھی پیو گے؟"

وہ ہاں کے انداز میں جلدی جلدی سر ہلانے لگا۔ وہ کچن میں جاکر پھلوں کا جوس بنا کر لے آئی۔ اس کے دونوں ہاتھ کھول کر بولی۔ "اٹھو اور پیو۔"

وہ اٹھنے کی کوشش میں کمزوری سے کانپنے لگا۔ ماملا نے اسے سہارا دے کر بٹھایا پھر اسے اپنے ہاتھوں سے پلایا۔ وان لوئن نے کمرے میں آکر کہا "دیکھو داؤد! میری بہن کتنی محبت کرنے والی ہے۔ تم نے اس کے ساتھ برا سلوک کیا لیکن یہ تمہاری زندگی اور توانائی کا سامان کررہی ہے۔"

وہ بڑی عاجزی سے ہاتھ اٹھا کر سلام کرنے لگا۔ وان لوئن نے کہا "ہمیں سلام نہ کرو' صرف اتنا بتاؤ' دولت کہاں چھپائی ہے؟"

وہ منہ سے بے تکی آوازیں نکال کر کچھ بولا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آیا البتہ اس کے اشاروں اور حرکتوں سے یہ سمجھ میں آیا وہ خود کو غریب اور مجبور انسان کہہ رہا ہے۔ ماملا نے کہا "برادر! یہ بڑا ڈھیٹ ہے۔ کچھ نہیں بتائے گا۔"

پھر وہ داؤد سے بولی "گدھے کے بچے! یہ تو بتا دے میرے ایک لاکھ ڈالرز کہاں ہیں؟"

وہ پھر بے تکی آوازیں نکال کر اشاروں کی زبان میں بولا "میرے پاس کسی کے ایک لاکھ ڈالر نہیں ہیں۔"

وان لوئن نے کہا "سسٹر! اس کے ساتھ سر نہ کھپاؤ۔ انا کے عاشق نے یقین دلایا ہے کہ وہ ہماری ممی کے سامنے اس کنجوس کی تمام دولت ظاہر کرے گا۔"

داؤد بڑی کمزوری سے ہنسنے لگا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے رو رہا ہو لیکن وہ اس یقین سے ہنس رہا تھا کہ دیواروں میں چھپی ہوئی دولت کا سراغ کوئی نہیں لگا سکے گا۔ وہ بیمار سی ہنسی ہنس رہا تھا اور ٹھینگا دکھا رہا تھا۔

ماملا نے پریشان ہو کر کہا "برادر! یہ بڑا پُراعتماد ہے کہ ہم اس کی دولت تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ اس طرح ہمارے ایک لاکھ ڈالر ڈوب جائیں گے۔"

"سسٹر! اطمینان رکھو۔ اسے میں اسی لیے اٹھا لایا ہوں کہ یہ یہاں قید رہے گا اور میں اس کے خالی مکان میں آزادی سے دیواریں اور تمام فرش کھود کر دولت تلاش کرسکوں گا۔"

"ہی ہی ہی......" وہ ہنستے ہنستے نڈھال ہو کر لیٹ گیا پھر بار بار ٹھینگا دکھانے لگا۔

وان لوئن نے کہا "یہ بار بار ٹھینگا کیا دکھا رہے ہو۔ اگر دولت نہ ملی تو ہم تمہیں کھلا پلا کر خوب تگڑا کرتے رہیں گے اور

تمہارے جسم سے ایک بوتل خون نکال لیا کریں گے۔ تمہیں زندگی بھی دیتے رہیں گے اور مارتے بھی رہیں گے تم زندگی کی بھیک مانگتے رہو گے اور روز مرتے رہو گے۔"

داؤد نے آنکھیں بند کرلیں۔ ماملا اور وان لوئن نے دوبارہ اس کے ہاتھوں کو پلنگ سے باندھ دیا۔ پھر انہوں نے انا کے دروازے پر آکر دستک دی۔ اندر خاموشی تھی۔ دوسری دستک پر انا کی آواز آئی۔ "میں غسل کررہی ہوں۔"

وہ دوسرے کمرے میں چلے گئے۔ انہوں نے آدھے گھنٹے بعد پھر آکر دستک دی۔ وہ اندر سے بولی "میں لباس بدل رہی ہوں۔" ایسا کہتے وقت اس کی ہنسی سنائی دی۔ ماملا نے پوچھا "یہ نہیں کس بات پر ہنسی آرہی ہے؟ فوراً لباس پہن کر دروازہ کھولو۔"

"سوری سسٹر! میں ابھی مصروف ہوں۔ تم اپنے کمرے میں رہو۔ میں خود آجاؤں گی۔"

بہن بھائی نے ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھا پھر وہ دونوں ہی دروازے سے کان لگا کر سننے لگے۔ اندر باتیں کرنے کی آوازیں آرہی تھیں۔ وہ توجہ سے سننے کی کوشش کرنے لگے۔ لیکن اندر ہونے والی گفتگو اتنی دھیمی تھی جیسے راز و نیاز کی باتیں ہورہی ہوں۔

وان لوئن' ماملا کا بازو پکڑ کر اسے دروازے سے ذرا دور لے آیا۔ پھر سرگوشی میں بولا "عادل ہے۔"

ماملا نے تعجب سے پوچھا "عادل ہے؟ مگر کہاں ہے؟"

"بھئی سمجھا کرو۔ انا کے کمرے میں ہے۔"

"اچھا وہی عادل جس سے وہ عشق کرتی ہے۔ میں حیران ہوں کہ وہ بھی عکس بن کر آتا ہے۔"

"ہاں' مگر یہ اچھی بات نہیں ہے۔ انہیں بند کمرے میں نہیں رہنا چاہئے۔"

"پہلی بات تو یہ کہ وہ بند کمرے میں ہماری بہن کا کچھ نہیں بگاڑے گا۔ اس کے بدن کو چھو بھی نہیں سکے گا۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہم عادل کو یہاں آنے سے روک سکتے ہیں لیکن اس کے عکس کے سامنے کوئی دیوار حائل نہیں ہوسکے گی۔"

"ہاں یہ تو ٹھیک ہے مگر انا کا عشق ہمیں نقصان پہنچا رہا ہے۔ میں چاہتا تھا' ابھی ہم دونوں داؤد کے گھر جاتے اور ڈیٹیکٹر آلے سے کھوج لگاتے کہ اس کنجوس یہودی نے تہ خانہ یا خفیہ مال خانہ کہاں بنایا ہے۔"

"بے شک' ابھی ہمیں یہ کام کرلینا چاہیے۔ یہودی یہاں قید رہے گا اور انا اس کی نگرانی کرتی رہے گی۔"

"مگر وہ توجہ اور ذمے داری سے نگرانی نہیں کرے گی۔ عادل سے راز و نیاز کرتی رہے گی۔ ایسے میں وہ قید سے نکل بھاگے گا۔"

"بہتر ہے تم اکیلے چلے جاؤ۔ میں اس کی نگرانی کروں گی۔"

انا کے کمرے سے زوردار قہقہے سنائی دیے۔ انا کے ساتھ ایک مردانہ قہقہے کی آواز واضح تھی۔ انہوں نے غصے سے اس کمرے کی طرف دیکھا پھر ماملا قیدی کے کمرے میں گئی اور وان لوئن باہر آکر اپنی کار میں بیٹھ گیا۔ وہ داؤد کے گھر جارہا تھا۔

میں جانتا تھا' دوسری صبح وہ یہی کرے گا۔ دولت حاصل کرنے کی بے چینی اسے چین سے بیٹھنے نہیں دے گی۔ میں نے بابا صاحب کے ادارے کے دو جاسوس بلا لیے تھے ان میں سے ایک وہی تھا' جس کے بنگلے میں مرینا نے پناہ لی ہوئی تھی اور وہاں آرام و سکون سے رہ رہی تھی۔ اس جاسوس کا نام ٹام مورس تھا اور آج شام کو مرینا اس سے شادی کرنے والی تھی۔

میں نے دونوں جاسوسوں سے کہا تھا' آج بہت مصروف دن گزارنا ہے۔ پھر شام کے وقت ٹام مورس کو چھٹی دینا ہے تاکہ وہ شادی کرے اور اپنی دلہن کے ساتھ وقت گزارے۔ صبح کے وقت جب وان لوئن اپنی بہنوں اور قیدی یہودی کے ساتھ بے خبر سو رہا تھا تب ہی ٹام مورس نے اس کے بنگلے کے احاطے میں پہنچ کر اس کی دونوں کاروں کے بریک بے کار کردیے تھے۔ وان لوئن ان میں سے ایک کار ڈرائیو کررہا تھا۔

نتیجہ ظاہر تھا' ایک مصروف سڑک سے گزرتے وقت جب بریک لگانے کی ضرورت پڑی تو پتا چلا' بریک کام نہیں کررہا ہے۔ اس نے مصروف سڑک سے نکل جانے کے لیے ایک ذیلی سڑک پر مڑنا چاہا۔ ایسے ہی وقت حادثہ پیش آیا۔ وہ بری طرح زخمی ہوا۔ کچھ لوگوں نے اسے اسپتال پہنچا دیا۔ ہمارے جاسوس کا ایک ماتحت اس کا تعاقب کررہا تھا۔ اس نے ہمیں اطلاع دی۔ میں نے کہا "وہیں اسپتال میں رہو۔ اسے چار گھنٹے وہاں بستر پر ہی رہنا چاہیے۔"

ہمارے لیے راستہ صاف ہوگیا۔ ماملا یہودی داؤد کی نگرانی کررہی تھی۔ عادل نے انا کو اس کے بیڈ روم میں مصروف رکھا تھا اور وان لوئن اسپتال پہنچ گیا تھا۔ میں ایک گاڑی میں دونوں جاسوسوں کے ساتھ داؤد کے مکان میں پہنچ گیا۔

ہمارے ساتھ ڈرل مشینوں کے علاوہ کدالیں بھی تھیں۔ ٹام مورس نے مین سوئچ آف کردیا پھر وہ دونوں میری نشاندہی کے مطابق دیواریں توڑنے لگے۔ میں بھی ان کے ساتھ محنت کررہا تھا۔ تمام دروازے اندر سے بند تھے۔ نادیدہ بجلی کے تار الگ کردینے کے بعد مین سوئچ آن کردیا تھا تاکہ دیواروں کو کھودنے کے لیے ڈرل مشینیں استعمال کی جاسکیں۔

پندرہ منٹ کی محنت کے بعد ہی دیواروں کے اندر سے سونے کی اینٹیں جھلکنے لگیں۔ کہیں کہیں سے ہیرے اور بیش قیمت موتی فرش پر گرنے لگے۔ ہم انہیں اٹھا کر تھیلیوں میں ڈالتے جارہے تھے۔

وہاں کی تمام کوٹھیاں ایک دوسرے سے کافی فاصلے پر تھیں۔ ڈرل مشین ٹھہر ٹھہر کر چلائی جارہی تھی۔ شاید اس لیے دور تک

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

آواز نہیں جارہی تھی۔ یا پھر آواز سن کر بھی کوئی اس کنجوس کے مکان کی طرف نہ آنا چاہتا تھا۔ ویسے جو بھی آتا میں اور لیلیٰ اسے ٹیلی پیتھی کی بھول بھلیوں میں الجھا دیتے۔

کمبخت نے بڑی دولت جمع کی تھی۔ ہماری ویگن کار چھوٹی پڑ گئی تھی۔ اس دولت کو ہمارے خفیہ اڈے میں پہنچانے کے لیے ویگن نے تین پھیرے لگائے۔ اس نے دنیا کے بیش قیمت اور نایاب ہیرے ٹائلٹ کی دیواروں میں چھپائے تھے۔ تقریباً پچاس لاکھ برٹش پونڈز پلاسٹک کے تھیلوں میں حفاظت سے رکھے تھے کیونکہ سونے کی طرح برٹش پونڈز کی بھی قیمت بڑھتی رہتی تھی۔ بیس کروڑ ڈالر کا سونا کچھ کم نہیں ہوتا۔ یہ اینٹیں پچیس برس پہلے دیواروں میں چھپائی گئی تھیں۔ اس وقت وہ محض پانچ کروڑ کا سونا تھا۔ اب اس کی مالیت چار گنا ہوگئی تھی۔

وہاں سے اتنی دولت لے جانے میں چھ گھنٹے لگ گئے۔ وان لوئن ایک گھنٹے کے اندر ہی ہوش میں آگیا تھا لیکن زخم ایسے تھے کہ وہ شام سے پہلے اسپتال سے گھر نہ جاسکا۔ اس نے امیلا کو حادثے کی اطلاع دینی چاہی' اسپتال کے کمرے میں فون کرنے کی سہولت پہنچائی گئی۔ اس کا ایک بازو بری طرح زخمی ہوا تھا۔ نرس نے اس کے بتائے ہوئے نمبر ڈائل کیے۔ لیکن فون انا کے کمرے میں رکھا ہوا تھا۔ عادل نے اس سے کہا تھا کہ ریسیور کو اٹھا کر کریڈل سے الگ رکھے تاکہ فون کی گھنٹی ان کے رومانس میں مداخلت نہ کرے۔ بے چارہ اسپتال سے فون کرتے کرتے تھک گیا۔ آخر شام کو ڈاکٹر نے کہا کہ وہ گھر جاسکتا ہے۔

پولیس نے تسلیم کیا کہ حادثے میں وان لوئن کی غلطی نہیں ہے۔ بریک ناکارہ ہوگیا تھا اس لیے اسے حراست میں نہیں لیا گیا۔ وہ گھر آیا تو امیلا اسے پٹیوں میں دیکھ کر گھبرا گئی۔ اسے سہارا دے کر اپنے بستر پر لے آئی۔ وہ اسے بتا رہا تھا کہ کس طرح اسپتال میں پڑا رہا اور بار بار فون کرتے رہنے کے باوجود رابطہ نہ ہوسکا۔

امیلا نے دروازے پر دستک دے کر انا لانا کو بلایا پھر کہا "بے شرمی اور غیر ذمے داریوں کی حد ہوگئی ہے۔ تم اب تک دروازہ بند کیے اس آوارہ بدمعاش سے باتیں کررہی ہو۔"

انا نے کہا "اسے آوارہ بدمعاش نہ کہو۔ وہ جاچکا ہے' تم کمرے میں آکر دیکھ سکتی ہو۔"

"کیا خاک دیکھوں۔ تم نے اب تک وہ ریسیور الگ رکھا ہوا ہے' برادر زخموں سے چُور اسپتال میں پڑا رہا' ہمیں فون کرتا رہا مگر تم یار کے ساتھ عیاشی میں مصروف رہیں۔"

وہ پریشان ہوکر دوڑتی ہوئی بھائی کے پاس آئی پھر اس سے لپٹ کر بولی "برادر مجھے معاف کردو۔ میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ ایسے حالات پیش آئیں گے۔ آئندہ میں کبھی فون ڈس کنکٹ نہیں کروں گی۔ میں شرمندہ ہوں برادر!"

وہ اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر بولا "جو تقدیر میں تھا' اسے میں نے بھگت لیا۔ ہم سب کی بھلائی اِسی میں ہے میری پیاری بہن کہ تم عادل کے چکر میں نہ پڑو۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا' تم دونوں اس کے خلاف کیوں بولتے ہو۔ کیا عادل نے تمہیں اسپتال پہنچایا ہے؟"

"ہم تم سے بحث نہیں کرنا چاہتے۔ تم امیلا کے کمرے میں ٹیلی فون پہنچا دو۔ اور جب تک عادل کے ساتھ رہو' ہم سے دور رہو۔ تین گھنٹے بعد ممی یہاں پہنچنے والی ہیں۔ وہی تم سے سمجھیں گی۔"

انا ٹیلی فون امیلا کے کمرے میں لے آئی پھر اپنے کمرے میں چلی گئی۔ امیلا اور وان لوئن بے انتہا دولت حاصل کرنے کے لیے بے چین تھے لیکن داؤد کو اپنے گھر میں چھوڑ کر اس کے گھر نہیں جاسکتے تھے کیونکہ انا پر بھروسا نہیں تھا اور وان لوئن اب امیلا کے سہارے کے بغیر کہیں جا نہیں سکتا تھا۔ خود ڈرائیو نہیں کرسکتا تھا۔ امیلا ہی کار ڈرائیو کرکے اسے لے جاسکتی تھی۔

یہ سوال بھی ذہن میں تھا کہ کار کا بریک ناکارہ کیسے ہوگیا تھا۔ وہ کار مرمّت کے لیے جاچکی تھی۔ امیلا نے فون کرکے ایک مکینک کو بلایا اور کہا کہ دوسری کار کو اچھی طرح چیک کرے۔ اس نے چیک کیا اور بتایا کہ دوسری کار کا بریک بھی بے کار ہوچکا ہے یا بے کار کردیا گیا ہے۔

تب یہ تشویش پیدا ہوئی کہ ان سے کوئی دشمنی کررہا ہے۔ شبہ عادل پر تھا۔ اس نے فون کا ریسیور الگ رکھوا دیا تھا تاکہ اسپتال سے اس کی کوئی خبر امیلا تک نہ پہنچے۔ یہ بات بھی سمجھ میں آرہی تھی کہ انہیں داؤد کے گھر تک جانے سے روکا جارہا ہے۔ وان لوئن نے کہا "سسٹر! ہمیں فوراً وہاں جانا چاہیے۔ عادل یا اس کے آدمی اس مکان میں ضرور کچھ کررہے ہیں۔"

وہاں جانا ضروری تھا لیکن ائرپورٹ جانا اس سے بھی زیادہ ضروری تھا۔ گاڈ مدر آرہی تھی۔ مکینک نے بریک درست کرنے اور کار کو پوری طرح چیک کرنے میں اتنا وقت صرف کیا کہ فلائٹ کی آمد میں صرف ایک گھنٹا رہ گیا۔ امیلا نے کہا "کوئی بات نہیں' ہم ممی کو ائرپورٹ سے داؤد کے مکان میں لے جائیں گے اور انہیں پوری روداد سنائیں گے۔ وہ اپنے تجربات سے بتائیں گی کہ چھپی ہوئی دولت تک کیسے پہنچا جائے۔"

انہوں نے داؤد کو اچھی طرح باندھ رکھا تھا۔ یہ اطمینان تھا کہ وہ ان بندشوں سے نجات حاصل نہیں کرسکے گا۔ انہوں نے اس دروازے کو باہر سے لاک کردیا پھر ائرپورٹ چلے آئے۔ وان لوئن زیادہ چلنے پھرنے کے قابل نہیں تھا۔ وہ کار کی اگلی سیٹ پر رہا' امیلا تنہا لیج ہال کی طرف چلی گئی۔

باہر سے آنے والے مسافروں کی سختی سے چیکنگ ہوتی تھی۔ ان دنوں بیرونی ممالک سے کئی خطرناک تنظیموں کے افراد اور ٹیلی پیتھی جاننے والے آرہے تھے اس لیے ہر فلائٹ کے مسافروں پر کڑی نظر رکھی جاتی تھی۔ وہاں انٹیلی جنس کے دو ایسے جاسوس تھے جن کے دماغوں میں ٹیری ہارٹ موجود رہتا تھا۔ جن مسافروں پر شبہ ہوتا تھا' ان سے دونوں جاسوس باتیں کرتے تھے اور ان کی آواز ٹیری کو سناتے تھے۔ یوں ٹیری ان کے اندر پہنچ کر شبہ دور کرتا تھا۔ ایسے عمل سے کتنے ہی اسمگلر اور بیرونی ممالک سے بھاگ کر آنے والے قاتل گرفتار ہوچکے تھے۔

ایسے بھی مسافر نظروں میں آئے تھے جو یوگا کے ماہر تھے۔ ٹیری کی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتے تھے۔ انہیں قانونی طور پر شہر میں داخل ہونے سے روکا نہیں جاسکتا تھا۔ ٹیری انہیں تل ابیب میں رہائش اختیار کرنے کی اجازت دیتا تھا لیکن ان کے پیچھے جاسوس لگا دیتا تھا۔ اس رات ٹیری ہارٹ خود ائرپورٹ پر آیا تھا۔ وہ دن رات اپنی خفیہ رہائش گاہ میں قید رہ کر خیال خوانی نہیں کرسکتا تھا۔ دل گھبرانے لگتا تھا۔ وہ کھلی فضا میں چند گھنٹے گزارنے آیا تھا۔ ارادہ تھا وہاں سے سمندر کے ساحل پر جائے گا پھر رات کا کھانا کھانے کے بعد واپس اپنی خفیہ پناہ گاہ میں چلا جائے گا۔

اگر مقدر کے اصولوں کے مطابق دیکھا جائے تو کوئی بے مقصد کہیں آتا جاتا نہیں ہے۔ تقدیر اپنا کھیل کھیلنے انسان کو ایک جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ پہنچا دیتی ہے۔ ٹیری چاہتا تو سیدھا سمندر کنارے چلا جاتا اور خیال خوانی کے ذریعے آنے والے مسافروں کو چیک کرلیتا لیکن نصیبِ عاشقاں اسے وہاں لے آیا۔ وہ عاشق مزاج نہیں تھا لیکن میکسی کو دیکھتے ہی کچھ سحر زدہ سا ہوگیا۔

وہ گاڈ مدر ٹریسا کی بیٹی میکسی تھی۔ اپنی ممی کے ساتھ لیج ہال سے باہر آرہی تھی۔ باہر امیلا کھڑی ہوئی تھی۔ وہ تینوں ماں بیٹیاں گلے لگ کر خوشی کا اظہار کررہی تھیں اور ایک دوسرے سے کچھ بول رہی تھیں۔ ٹیری اپنے کسی جاسوس کے ذریعے ان ماں بیٹیوں کے دماغوں میں پہنچنے اور ان کی باتیں سننے کا ارادہ کرسکتا تھا لیکن وہ ساری دنیا بھول کر میکسی کو دیکھ رہا تھا۔ وہ دنیا کی حسین ترین لڑکی نہیں تھی لیکن دل جس پر آجائے' اس کے سامنے دنیا کی حسین ترین دوشیزائیں بھی ہیچ لگتی ہیں۔

ویسے میکسی حسین تھی۔ چہرے کے نقوش جاذب نظر تھے۔ جب وہ ماں اور بہن کے ساتھ جانے لگی تب وہ چونکا اور خیال آیا کہ وہ کہیں گم نہ ہوجائے۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے ایک جاسوس سے کہا "وہ دیکھو' ایک دوشیزہ نارنجی اور سیاہ رنگ کے اسکرٹ اور بلاؤز میں ہے اس کے شانے سے ایک سیاہ بیگ لٹک رہا ہے اور گورے مکھڑے پر سیاہ چشمہ ہے۔ اسے مخاطب کرو' مجھے اس کی آواز سناؤ۔"

"سر! میں اسے ابھی روک کر باتیں کرتا ہوں۔ لیکن میرے سامنے یہ مسافر مشکوک ہے۔ آپ اس کی آواز سنیں۔"

پھر اس نے آواز سنوائی۔ ٹیری اس مسافر کے دماغ میں گیا۔ مسافر نے فوراً ہی سانس روک لی۔ اگر وہ محض اسمگلر یا کسی اور طرح کا مجرم ہوتا تو ٹیری اسے پولیس کے حوالے کرکے اس حسینہ کی آواز سننے چلا جاتا لیکن مسافر نے سانس روک کر اپنی اہمیت کا یقین دلایا تھا۔ ٹیری نے ایک انسپکٹر کے ذریعے پوچھا "تم نے یہ سانس روکنے کا ہنر کیوں سیکھا ہے۔ کیا تم نے اپنے اندر کوئی راز چھپا رکھا ہے؟"

وہ بولا "کوئی راز میرے اندر نہیں ہے۔ لیکن میرے ذاتی اور خاندانی معاملات ایسے ہیں' جنہیں میں دنیا سے چھپاتا ہوں۔ کیا قانون کو میرے ذاتی معاملات سے دلچسپی ہے؟"

"ہمیں اس بات سے دلچسپی ہے کہ ایک یوگا کا ماہر ہمارے ملک میں کیوں آیا ہے؟"

"یہ میرے کاغذات میں واضح طور سے لکھا ہوا ہے کہ میں خراد مشین کا کاریگر ہوں اور یہاں کی اسٹیل ملز میں اس سلسلے کی خدمات انجام دینے آیا ہوں۔"

"کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ تم دس منٹ کے لیے اپنے دماغ میں مجھے آنے دو۔ میں تمہارے ذاتی معاملات میں دلچسپی نہیں لوں گا۔"

"سوری مسٹر! آپ صرف قانون کی حدود میں رہ کر مجھ سے احکامات کی تعمیل کرائیں۔"

"اچھی بات ہے۔ تم جاسکتے ہو۔"

وہ اپنے سامان کی ٹرالی کے ساتھ چلا گیا۔ ٹیری نے انسپکٹر سے کہا "اس کی نگرانی دن رات کی جائے۔ اگر وہ کچھ زیادہ ہی پُراسرار نظر آئے تو اسے کسی طرح زخمی کیا جائے یا اعصابی کمزوری میں مبتلا کردیا جائے۔ پھر میں آسانی سے اس کی اصلیت معلوم کرلوں گا۔"

وہ مسافر دراصل سپر ماسٹر کی اس ٹیم کا ایک اہم جاسوس تھا جس کی رہنمائی ثی تارا کررہی تھی۔ اس نے ائرپورٹ پر اپنا راز کھلنے نہیں دیا تھا۔ آئندہ اس کے ساتھ کیا ہوگا' یہ بعد میں ہی معلوم ہوگا۔

ٹیری اس معاملے سے فرصت پاتے ہی اس جاسوس کے پاس گیا۔ پھر بولا "وہ دوشیزہ کہاں ہے؟"

"سر! میں نے اسے اور اس کی ماں بہن کو روک رکھا تھا ان کے کاغذات دیر تک چیک کرتا رہا لیکن آپ نہیں آئے۔ میں نے ان کاغذات سے ان کے نام اور یہاں کا رہائشی پتا نوٹ کرلیا ہے۔ پھر وہ تینوں جس کار میں گئے ہیں اس کا نمبر بھی لکھ لیا ہے۔"

کوئی مطلوب ہو اور دور ہی سے جھلک دکھا کر گم ہوجائے تو اس کی طلب اور چاہت شدید ہوجاتی ہے۔ ٹیری نے بڑی محبت سے میکسی کا نام' پتا اور گاڑی کا نمبر نوٹ کیا پھر اس نے خیال خوانی کے ذریعے ایک ماتحت کو مخاطب کرتے ہوئے اسے میکسی کا پتا اور کار کا نمبر لکھوایا۔ اس کے بعد کہا "یہ جہاں قیام کرنے والی ہے' وہاں ٹیلی فون بھی ہوگا۔ اس ٹیلی فون کا نمبر معلوم کرکے بتاؤ۔"

فی الحال گاڈ مدر ٹریسا کے حق میں یہ بہتر ہوا تھا کہ ٹیری

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

دوسرے معاملے میں الجھ گیا تھا ورنہ وہ اگر میکسی کی آواز سن کر اس کے دماغ میں جانا چاہتا تو وہ سانس روک لیتی۔ گاڈمدر اور ماملا بھی یہی کرتیں۔ وہ سمجھ لیتا کہ تینوں خطرناک عورتیں ہیں پھر وہ ان کا تعاقب کرکے بہت کچھ معلوم کرسکتا تھا کیونکہ وہ تینوں یہودی داؤد کی کوٹھی کی طرف گئی تھیں۔

گاڈمدر اپنے بیٹے وان لوئن کو زخمی دیکھ کر بہت پریشان ہوئی تھی۔ بیٹے نے اسے تسلی دی کہ زخم تشویشناک نہیں ہیں۔ دو چار روز میں پٹیاں کھل جائیں گی۔ پھر اس نے اور ماملا نے بینک ڈکیتی سے لے کر یہودی جان داؤد کی بے شمار دولت کو حاصل کرنے کی کوششوں تک کے تمام حالات سنائے۔ گاڈمدر نے کہا "تم نے داؤد کو قیدی بنا کر بہت اچھا کیا ہے۔ اب ہم آزادی سے اس کی کوٹھی میں گھنٹوں رہ کر چھپی ہوئی دولت کا سراغ لگا سکیں گے۔"

وہ باتیں کرتے ہوئے اس شکستہ کوٹھی کے احاطے میں پہنچ گئے پھر کار سے اتر کر دروازے پر پہنچے۔ وہ کھلا ہوا تھا وان لوئن نے کہا "کل رات میں تالا لگا کر گیا تھا۔ یہ کھل کیسے گیا؟"

وہ اندر پہنچ کر ٹھٹک گئے۔ تمام دیواریں اس طرح ٹوٹی ہوئی تھیں کہ اپنی جگہ کھڑی ہوئی تھیں، صرف اندر سے کھوکھلی ہوگئی تھیں۔ وان لوئن نے کہا "اوہ ممی! کل رات کے پچھلے پہر تک یہ دیواریں بالکل سالم و ثابت تھیں، کہیں سے ایک ذرا ٹوٹی ہوئی نہیں تھیں۔ ان کی شکستگی بتا رہی ہے کہ یہودی نے تمام دولت ان تمام دیواروں میں چھپائی تھی۔"

ماملا نے کہا "میں نے بھی کل رات بے ہوش ہونے سے پہلے تک یہاں کوئی ٹوٹ پھوٹ نہیں دیکھی تھی۔"

گاڈمدر نے کہا "اس کا مطلب ہے، تم سے پہلے کوئی دوسری پارٹی سارا مال لے گئی ہے۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ تم نے بینک ڈکیتی کے بعد یہ دوسری بڑی چوٹ کھائی ہے۔"

ماملا نے کہا "ممی! آپ یقین کریں۔ ہم انا کی وجہ سے یہ نقصان اٹھا رہے ہیں۔"

"بکواس مت کرو۔ اپنی ناکامی کا الزام چھوٹی بہن کو نہ دو۔ اگر تم نے دیکھا تھا اور محسوس کیا تھا کہ اس کے ساتھ ایک فریبی نوجوان ہے تو تمہیں اس فریبی کو نظروں میں رکھنا چاہیے تھا لیکن تم لوگوں نے انا کے ساتھ ساتھ اس نوجوان کو بھی نظرانداز کیا۔ یہاں سے چلو اور مجھے بتاؤ کہ تم دونوں نے کیسی غلطیاں کی ہیں۔"

وہ کار میں آکر بیٹھ گئے۔ گھر کی طرف واپس جاتے ہوئے وان لوئن نے کہا "ممی! آپ موجود رہتی ہیں تو ہمیں عقل آتی ہے۔ اب یہ غلطی سمجھ میں آرہی ہے کہ ہم نے عادل کو بہت زیادہ اہمیت نہیں دی۔ یہ نہیں سوچا کہ جو عکس ٹرانسفر کرنے والی تکنیک چرا سکتا ہے وہ یہودی کی تمام دولت چرا کر لے جاسکتا ہے۔"

ماملا نے کہا "عادل شروع ہی سے فراڈ ثابت ہوتا رہا ہے۔ لیکن ہمیں اتنا موقع ہی نہیں ملا کہ ہم اس فریبی کو اپنی انا سے دور رکھتے۔"

وان لوئن نے کہا "دور رکھ ہی نہیں سکتے تھے۔ وہ عکس بن کر اس کے پاس چلا آتا ہے۔"

گاڈمدر نے کہا "انا کے پاس وہ لاکٹ نہیں رہنا چاہیے تھا۔ میں مانتی ہوں تم اس سے وہ لاکٹ زبردستی نہیں لے سکتے تھے۔ بہت ضدی ہے، کوئی الٹی سیدھی حرکت کر بیٹھتی تو تم دونوں کی پریشانیاں اور بڑھ جاتیں۔"

وان لوئن نے کہا "مجھے غصہ آرہا ہے۔ اس ارب پتی یہودی کی تمام دولت ہمارے ہاتھوں سے نکل گئی ہے۔"

"میں نے کتنی بار سمجھایا ہے کہ دنیا کا کوئی شخص ہاری ہوئی بازی غصہ دکھا کر یا آنسو بہا کر نہیں جیت سکتا۔ دوبارہ جیتنے کے لیے یہ دیکھو کہ کون جیت کر گیا ہے۔ اگر وہ عادل ہے تو سمجھو، بازی ابھی ادھوری ہے وہ ساری دولت ہمارے پاس واپس آئے گی۔"

"وہ کیسے ممی؟"

"اس پر ہم بعد میں باتیں کریں گے۔ پہلے اس یہودی کے متعلق سوچو جو ہمارے پاس قیدی ہے۔ اس کا تمام مال چوری ہوا ہے۔ وہ ہمارے پاس سے جب بھی جائے گا، چوری کا الزام ہم پر لگائے گا۔ اس کی وجہ سے ہم یہاں بے نقاب ہوسکتے ہیں۔"

"اسے قتل کرکے اس کی لاش اسی کی شکستہ کوٹھی میں پھینک دی جائے گی۔"

"بیٹے! تم بری طرح زخمی ہو۔ ابھی قتل کا منصوبہ نہ بناؤ۔ اگر وہ کسی طرح بچ نکلے گا تو آفت آجائے گی۔"

ماملا نے کہا "ممی! میں نے آپ کی سرپرستی میں دو قتل کیے ہیں، کیا میں اس بوڑھے کو ختم نہیں کرسکوں گی؟"

"تم کرسکتی ہو۔ مگر پہلے ہم عادل سے دو باتیں کریں گے۔ اس کے بعد بوڑھے کی زندگی اور موت کا فیصلہ ہوگا۔"

وہ اپنے بنگلے میں پہنچ گئے۔ ٹریسا نے اندر آکر آواز دی "ممی جان انا! تم کہاں ہو؟ دیکھو میں آئی ہوں۔"

جواباً اس کی آواز آئی نہ وہ آئی۔ ماں نے ایک کمرا کھولا تو اس میں داؤد بندھا پڑا تھا۔ وہ بولا "یہ کیا ظلم ہے، مجھے یہاں کب تک قیدی بنا کر رکھو گے۔"

گاڈمدر ٹریسا نے پوچھا "کیا تم نے تمام دولت دیواروں کے اندر چھپائی تھی؟"

وہ ایک دم سے چونک گیا پھر بولا "نہیں۔ یہ جھوٹ ہے۔ میری دولت نہ دیواروں میں ہے، نہ زمین کے اندر ہے۔ تم لوگ مجھ سے ایک پھوٹی کوڑی بھی وصول نہیں کرسکو گے۔"

"واقعی ہمیں پھوٹی کوڑی بھی نہیں ملی۔ کوئی دوسرا شخص ہاتھ صاف کرگیا ہے۔ تمہاری کوٹھی کی تمام دیواریں ٹوٹ چکی ہیں۔"

"تو جھوٹ بولتی ہے بوڑھی چڑیل! میری کوٹھی کی دیواریں سلامت ہوں گی۔ ان دیواروں میں کچھ نہیں تھا۔"

ماملا نے آکر کہا "انا کسی کمرے کے باتھ روم میں بھی نہیں ہے۔ اس کے تکیے پر یہ پرچی رکھی ہوئی تھی، جس پر ایک موبائل فون کا نمبر لکھا ہوا ہے۔"

گاڈمدر نے اس پرچی کو لے کر پڑھا۔ پھر ریسیور اٹھا کر کوڈ نمبر اور فون نمبر ڈائل کیے۔ جلد ہی رابطہ قائم ہوگیا۔ انا لانا کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو میں بول رہی ہوں۔ آواز سے پہچان لو۔"

"بیٹی! میری جان! میں تمہاری ممی ہوں۔ کتنے افسوس کی بات ہے تم ماں کے استقبال کے لیے گھر میں موجود نہیں تھیں۔"

"ممی! میں آپ پر قربان۔ آپ افسوس نہ کریں۔ میں آپ کو بہت بڑی خوش خبری دینے والی ہوں۔ میں نے ایک لاکٹ پہنا ہوا ہے۔ آپ مجھے اسکرین پر دیکھیں، میں بھی اپنی پیاری ممی کو یہاں دیکھوں گی۔ آپ ریسیور رکھ دیں۔"

فون کا رابطہ ختم ہوگیا وان لوئن اور ماملا نے کیمرے اور دوسرے آلات کو آپریٹ کیا۔ اسکرین روشن ہوگیا۔ اس کے ساتھ ہی دیکھنے والوں کی آنکھیں روشن ہوگئیں۔ ایک بہت بڑا ہال نما کمرا نظر آرہا تھا۔ جس کے فرش پر سونے کی اینٹیں اتنی تعداد میں بچھی ہوئی تھیں کہ فرش نظر نہیں آرہا تھا۔ انا ننگے پاؤں ان اینٹوں پر چلتی ہوئی کہہ رہی تھی۔

"ہیلو ممی! آپ فخر سے کہتی ہیں کہ دولت آپ کے قدم چومتی ہے۔ آج یہ تماشا دیکھ لیں، دولت آپ کی بیٹی کے قدموں تلے بچھ جاتی ہے۔ کبھی ایک ساتھ آپ نے اتنی دولت دیکھی ہے؟؟"

گاڈمدر نے دونوں بانہیں پھیلا کر کہا "میری جان! تم نے تو کمال کردیا۔ ماں اور بھائی سے آگے نکل گئی ہو۔ ہم جس خزانے کے لیے پریشان ہورہے تھے، وہ تمہارے قدموں میں ہے۔"

یہودی داؤد کے ہاتھ پاؤں پلنگ سے بندھے ہوئے تھے۔ وہ تکیے سے سر اٹھائے ان سونے کی اینٹوں کو دیکھ رہا تھا اور تھر تھر کانپتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "یہ...... یہ سب میری دولت ہے۔ یہ جو میری دولت پر کھڑی ہے، میں نے اس لڑکی کو پچھلی رات اس عکس کے ساتھ دیکھا تھا۔ تم لوگوں نے مجھے لوٹ لیا ہے۔ میں.... میں۔۔۔ دولت۔۔۔۔ دو۔۔۔۔ دو۔۔۔۔ لت۔۔۔۔"

کہتے کہتے اس کی آواز بند ہوگئی۔ وہ ایسے جھٹکے کھا رہا تھا جیسے اپنی سانسوں سے لڑ رہا ہو۔ دولت کی خاطر ابھی زندہ رہنا چاہتا ہو۔ لیکن یہ حقیقت زہریلی تھی کہ ساری دولت لٹ چکی ہے۔ یہ زہر جان لیوا ثابت ہوا۔ اس نے سانس لینے کی آخری کوشش کی پھر ایکدم سے ساکت ہوگیا۔ دیدے پھیل گئے، منہ کھلا رہ گیا۔

میکسی نے میڈیکل سائنس میں ڈگری حاصل کی تھی۔ اس نے بوڑھے یہودی کا معائنہ کیا۔ پھر اس کی موت کی تصدیق کردی۔ گاڈمدر نے اسکرین پر انا کو دیکھتے ہوئے کہا "اس کنجوس کی موت ایسے ہی لکھی تھی۔ بیٹے! اسے چھوڑو ہم اپنی بات کریں۔"

اسکرین پر عادل نظر آیا۔ وہ انا کے قریب آکر بولا "میں انا کی ممی سے مخاطب ہوں۔ پہلے آپ لوگ اس لاش کی فکر کریں۔ ورنہ مصیبت میں پڑ جائیں گے۔ انا اور دولت آپ لوگوں سے دور نہیں ہے۔ ایک گھنٹے بعد ہماری ملاقات اسی اسکرین پر ہوگی۔ فی الحال خدا حافظ۔"

اسکرین تاریک ہوگیا۔ وان لوئن نے کہا "یہ کیا حرکت ہے۔ انا کو آپ کی بات سنے بغیر رابطہ ختم نہیں کرنا چاہیے تھا۔"

ماں نے کہا "ناراض کیوں ہوتے ہو۔ رابطہ پھر ہوگا۔ مجھے اس نوجوان کا مشورہ پسند آیا، تم یہاں آرام کرو۔ میں، ماملا اور میکسی یہ لاش لے جارہی ہیں۔"

"ممی! یہ میرے لیے شرم کی بات ہے کہ میں مرد ہو کر یہاں بیٹھا رہوں اور آپ......"

وہ ڈانٹ کر بولی "زیادہ مرد نہ بنو۔ تم اس وقت محض میرے زخمی بیٹے ہو۔"

ماملا اور میکسی لاش کے بندھے ہوئے ہاتھ پاؤں کھول رہی تھیں۔ فون کی گھنٹی سن کر سب ہی چونک پڑے۔ مجرمانہ اعمال کے نتیجے میں گھر کے اندر لاش پڑی ہو تو فون کی گھنٹی خوفزدہ کردیتی ہے۔ گاڈمدر نے ریسیور اٹھا کر پوچھا "ہیلو کون ہے؟"

دوسری طرف سے انا نے کہا "ممی! آپ میں سے کوئی بھی گھر سے نہ نکلے۔ عادل کے ایک ماتحت نے ابھی اطلاع دی ہے کہ انٹیلی جنس کا ایک افسر اپنی گاڑی میں ہماری رہائش گاہ کے سامنے آیا تھا۔ پانچ منٹ تک وہاں رکا رہا پھر چلا گیا۔"

"بیٹی! تم نے بروقت اطلاع دی ہے۔ ابھی ہم اس بوڑھے کو لے کر نکلنے ہی والے تھے۔"

"آپ انتظار کریں۔ عادل کے ماتحت آدھے گھنٹے تک حالات کا جائزہ لے کر ایک گاڑی میں آئیں گے اور اس بوڑھے کو لے جائیں گے۔ میں آپ لوگوں کو ایسا کوئی کام نہیں کرنے دوں گی۔"

"شاباش بیٹی! تم صحیح معنوں میں میری بیٹی ہو۔ عادل سے کہنا، میں اس سے خوش ہوں۔"

"تھینک یو ممی! گاڑی میں آنے والے یہ الفاظ کہیں گے، وی آر فار عادل اینڈ عادل فار انا۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ وان لوئن نے پوچھا "آپ نے یہ کیوں کہا کہ آپ عادل سے خوش ہیں؟"

"کیا میں ناراضی ظاہر کرکے بیٹی کو باغی بنا دوں۔ حالات کے مطابق اپنے مزاج میں لچک پیدا کرنا سیکھو۔ ہمارے سامنے فی الحال تین ٹارگٹ ہیں۔ پہلا انا کو واپس لانا اور اسے باغی نہ ہونے دینا۔ دوسرا یہ کہ ہم نے جو دولت اس کے قدموں میں دیکھی ہے، اسے حاصل کرنا اور تیسرا ٹارگٹ عادل ہے۔ ہمیں اس کا تمام کچا چٹھا معلوم کرنے کے لیے اس کے قریب ہونا پڑے گا۔"

"میں آپ کی حکمتِ عملی اور تجربات کے آگے کچھ کہہ نہیں سکتا۔ لیکن عادل کی حرکتیں بتا رہی ہیں کہ وہ پکا فراڈ ہے۔ پہلے بینک

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ڈکیتی کی رقم لے گیا اب داؤد کی تمام دولت ہتھیا لی۔ آپ اندازہ کر سکتی ہیں وہ کتنے لاکھ یا کتنے کروڑ کا سونا ہوگا۔"

"بیٹے! ہمارے اندازے سے زیادہ دولت ہے۔ بے حساب دولت ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ وہ نوجوان مکّار اور فریبی ہے لیکن دنیا کا کوئی بھی چالباز ناگن سے اس کا ناگ اور شیرنی سے اس کی اولاد نہیں چھین سکتا۔ تم دیکھتے جاؤ کہ میں کیسی میٹھی چھری بن کر اس کا گلا کاٹوں گی۔"

پورا خاندان یوگا کا ماہر تھا اس وقت ان میں سے کوئی یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میں زخمی وان لوئن کے اندر رہ کر ان کی باتیں سن رہا ہوں۔ میں نے سوچ رکھا تھا کہ وہ آج رات سوئے گا تو لیلیٰ اسے اپنا معمول بنا لے گی تاکہ وہ کبھی عادل کے لیے مصیبت نہ بنے۔

آدھے گھنٹے بعد کال بیل کی آواز سنائی دی۔ گاڈ مدر نے دروازہ کھول کر دیکھا۔ دو اجنبی کھڑے ہوئے تھے۔ ایک نے کہا "وی آر فار عادل اینڈ عادل فار انا۔"

ثریا نے کہا "آل رائٹ۔ اندر آجاؤ اور اپنا سامان لے جاؤ۔"

وہ اندر گئے پھر داؤد کی لاش اٹھا کر باہر لائے۔ اسے گاڑی کے پچھلے حصے میں ڈالا پھر وہاں سے چلے گئے۔

ثریا نے اطمینان کی سانس لی۔ ایک بڑی مصیبت ٹل گئی تھی۔ وہ دروازہ بند کرکے اندر آئی۔ جس کمرے سے لاش لے جائی گئی تھی، وہاں جراثیم کش دوا اسپرے کی جارہی تھی۔ ماميلا اور میکسی ٹی وی کیمرا اور دیگر آلات دوسرے کمرے میں لے آئے۔ تھوڑی دیر بعد انا نے فون پر بتایا کہ اب اسے اسکرین پر دیکھا جاسکتا ہے۔

انہوں نے ریسیور رکھ کر آلات کو آپریٹ کیا۔ اسکرین پر پھر وہی ہال نظر آیا، جس کے فرش پر سونے کی اینٹیں بچھی ہوئی تھیں وہاں اب ایک صوفے کا اضافہ ہوگیا تھا۔ اس پر انا اور عادل بیٹھے ہوئے تھے۔ عادل نے کہا "ممی! آپ نے انا سے کہا تھا کہ آپ مجھ سے خوش ہیں۔ کیا دل سے خوش ہیں؟"

وہ مسکرا کر بولی "دل سے صرف خوش ہی نہیں ہوں، دل سے تم دونوں کو دعائیں دے رہی ہوں۔"

انا نے کہا "ممی! آپ اچھی طرح جانتی ہیں کہ میں آپ کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچاؤں گی۔ آپ حکم دیں گی تو عادل کو چھوڑ کر آجاؤں گی لیکن اسے یاد کرتے کرتے، روتے روتے مرجاؤں گی۔"

"بیٹی! میں نے تمہیں بے موت مرنے کے لیے پیدا نہیں کیا ہے۔ یہ خیال دل سے نکال دو کہ میں تمہیں عادل سے جدا کروں گی۔ عادل مافیا کے اصولوں پر پورا اتر رہا ہے۔ میں اس خوبرو نوجوان کو اپنا داماد بناؤں گی۔"

ماميلا نے کہا "انا! ممی کے اس فیصلے سے ہم سب بہت خوش

ہیں۔ لیکن تم جانتی ہو کہ قانون کی رُو سے تم بالغ نہیں ہو۔ دو برس بعد تمہاری شادی کی عمر ہوگی اور مافیا کے اصولوں کے مطابق لڑکیاں کم از کم بائیس برس تک ٹریننگ حاصل کرتی ہیں۔ اس حساب سے تم چار برس کے بعد عادل کی دلہن بن سکو گی۔"

"تم چار برس کہہ رہی ہو، میں چار سو برس تک عادل کا انتظار کروں گی اور جب تک شادی نہیں ہوگی ہم دوست کی حیثیت سے ملتے رہیں گے۔"

گاڈ مدر نے کہا "تم دونوں کی دوستی پر کسی کو اعتراض نہیں ہوگا۔ کیا تم نے عادل کو بتایا ہے کہ ہماری فیملی میں شامل ہونے کے لیے شادی سے پہلے بڑے بڑے کارنامے انجام دینے ہوں گے۔"

عادل نے کہا "انا نے مجھے بتایا ہے۔ اس کے مطابق یہ پہلا بڑا کارنامہ ہے۔ یہ تقریباً بیس کروڑ ڈالر کا سونا ہے۔"

عادل نے ایک بڑے تھیلے کو کھول کر فرش پر الٹ دیا۔ پورا اسکرین پر بے شمار قیمتی ہیرے جواہرات جگمگانے لگے۔ وہ بولا "ان کی مالیت دس کروڑ ڈالر ضرور ہوگی۔ اس سے بھی زیادہ ہو سکتی ہے۔"

وہ سب ہیرے جواہرات کو جیسے دَم سادھے دیکھ رہے تھے۔ دنیا کی بدنام ترین مافیا تنظیم کے کرتا دھرتا ہونے کے باوجود وہ زندگی میں پہلی بار اتنی دولت ایک جگہ دیکھ رہے تھے۔

عادل نے ایک بڑے بیگ کی طرف اشارہ کرکے کہا "اس میں پچاس لاکھ پونڈز ہیں۔ یہ نقد رقم کل یہاں کے فلسطینی مجاہدین کے پاس پہنچ جائے گی۔ باقی تقریباً تیس کروڑ ڈالرز کا خزانہ ہے۔ یہ انا کی ممی یعنی میری ہونے والی ساس کے لیے ہے۔"

گاڈ مدر نے مسکرا کر کہا "بیٹی کو شادی سے پہلے وہاں نہیں رہنا چاہیے۔ خزانے کے ساتھ یہاں آجانا چاہیے۔"

انا نے کہا "میں ابھی آسکتی ہوں۔ لیکن آپ کے یہاں آتے ہی انٹیلی جنس والے اس بنگلے کے اطراف منڈلانے لگے ہیں۔"

"عادل نے کہا "میرا خیال ہے، ائرپورٹ پر ممی، ماميلا اور میکسی پر کسی قسم کا شبہ کیا گیا ہے۔ یعنی یہ تینوں انٹیلی جنس والوں کی نظروں میں ہیں۔"

وان لوئن نے پوچھا "کیا تم ایسی باتیں بنا کر خزانہ دینے کی بات ٹال رہے ہو؟"

"مجھے باتیں بنانے اور ٹالنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ ویسے بھی تمہاری بہن کو واپس نہ کروں تو تم کیا بگاڑ لو گے۔ میں ... کرتا ہوں۔ آؤ اور اپنی بہن کے ساتھ یہ سارا خزانہ لے جاؤ۔"

گاڈ مدر نے بیٹے سے کہا "تم نے بڑی بے تکی بات کہی ہے۔ آئندہ میری موجودگی میں مجھ سے بڑھ چڑھ کر بولو گے تو ... دوں گی۔ تم میری زندگی میں چھوٹی بہن سے دشمنی کررہے ہو؟"

وہ سر جھکا کر بولا "سوری ممی۔"

وہ عادل سے بولی۔ "تم جن خطرات کا ذکر کررہے ہو، انہیں کس طرح دور کیا جاسکتا ہے؟"

عادل نے کہا "مجھے یقین ہے کہ صرف آپ کا بیٹا انٹیلی جنس والوں کی نظروں میں نہیں آیا ہے۔ حالانکہ یہ بھی ائرپورٹ گیا تھا لیکن اس کا آدھا چہرہ پٹیوں کے باعث چھپا ہوا ہے۔ اگر یہ ابھی ماں بہنوں سے الگ ہوجائے۔ یہاں سے نکل کر صبح تک کسی خفیہ رہائش گاہ میں چلا جائے تو صبح انا اس خزانے کے ساتھ بھائی کے پاس پہنچ جائے گی۔"

گاڈ مدر نے کہا "تمہاری بات سمجھ میں آرہی ہے۔ تم چاہتے ہو، وان لوئن، انا اور خزانہ کسی دوسری جگہ محفوظ رہیں۔ اور میں ماميلا اور میکسی کے ساتھ یہاں حالات کا جائزہ لیتی رہوں۔ واقعی تمہاری بہتری کی باتیں کررہے ہو۔"

عادل نے پوچھا "وان لوئن کا کیا خیال ہے؟"

وہ بولا "مجھے افسوس ہے کہ میں نے تمہارے متعلق غلط رائے قائم کی تھی۔"

"کوئی بات نہیں۔ تم زخمی ہو۔ تنہا گاڑی ڈرائیو نہیں کرسکو گے اور ایسی حالت میں کوئی نئی خفیہ رہائش گاہ تلاش نہیں کرسکو گے۔ لہٰذا ایک اور مشورہ دیتا ہوں، تم یہاں انا کے پاس آجاؤ۔ یہاں بہن بھی ہے اور خزانہ بھی۔"

گاڈ مدر سوچ میں پڑ گئی۔ بیٹی ایک اجنبی کے ہتھے چڑھی ہوئی تھی۔ بیٹا بھی وہاں جاکر پھنس جائے گا تو وہ دونوں کو کہاں ڈھونڈتی پھرے گی۔ اسکرین پر صرف ایک ہال نظر آرہا تھا یہ پتا نہیں چل رہا تھا کہ وہ خزانے والی جگہ کہاں ہے؟

پھر دوسری سوچ یہ تھی کہ بیٹا مرد ہے۔ سمجھ دار ہے، وہاں پہنچے گا تو چھوٹی بہن کا سہارا بنے گا اور وہ خفیہ جگہ بھی دیکھ لے گا، وہ جگہ معلوم ہوجائے تو پھر ماں اپنے بچوں کی حفاظت کے لیے آندھی طوفان کی طرح پہنچ جائے گی۔

انا نے پوچھا "ممی! آپ کیا سوچ رہی ہیں۔ پلیز آپ عادل پر بھروسا کریں۔"

گاڈ مدر نے سوچا، اگر باہر خطرات منڈلا رہے ہیں تو میرا بیٹا انٹیلی جنس کے چکر میں پھنس جائے گا۔ بہتر ہے وہ بہن اور خزانے کے پاس رہے۔ اس نے کہا "مجھے منظور ہے۔ یہ بتاؤ بھائی تمہارے پاس کیسے پہنچے گا؟"

انا نے کہا "عادل اپنی کار میں آرہے ہیں۔ وہ بنگلے کے اطراف اچھی طرح جائزہ لینے کے بعد دروازے پر آئیں گے، آپ کال بیل پر دروازہ کھول کر برادر کو باہر جانے دیں۔ پھر مطمئن رہیں، آپ ایک گھنٹے کے اندر برادر کو میرے ساتھ اسکرین پر دیکھیں گی۔"

وہ اسکرین پر عادل کو دیکھ کر بولی "ٹھیک ہے عادل! میں صرف تم پر بھروسا کرتی ہوں۔ کوئی دوسرا آئے تو میں اپنے بیٹے کو اس کے حوالے نہیں کروں گی۔ تم چلے آؤ۔"

عادل انا کے پاس سے اٹھ گیا۔ پھر وہاں سے چلتا ہوا اسکرین سے آؤٹ ہوگیا۔ ماں نے بیٹی سے کہا "میں چند منٹ کے لیے کیمرا آف کررہی ہوں۔ مجھے بھوک لگ رہی ہے۔ کچھ کھانے کے بعد تم سے باتیں کروں گی۔"

کیمرا آف ہوگیا۔ اسکرین بھی تاریک ہوگیا۔ ماں نے کہا "بیٹے! تم اور میکسی اندر کی ساری بتیاں بجھا دو اور کھڑکی کے پردوں کے پیچھے سے باہر دیکھو۔ کیا واقعی انٹیلی جنس والے یا مشکوک افراد ہماری کوٹھی کے اطراف میں ہیں؟"

وہ دونوں چلے گئے۔ کمروں کی بتیاں بجھنے لگیں۔ ماں نے بڑی بیٹی سے کہا "ماميلا! مجھے واقعی بھوک لگی ہے۔ کچن کی لائٹ آن کرو اور جلدی سے کچھ کھانے کو لاؤ۔"

ماميلا کچن میں گئی۔ ماں بھی مختلف کھڑکیوں کے پاس آکر پردوں کے پیچھے سے دور تک نظریں دوڑانے لگی۔ رات اندھیری تھی۔ اسٹریٹ لائٹس کے باعث بنگلے کے آگے پیچھے والی گلیاں دکھائی دے رہی تھیں۔ وہ گلیاں ویران اور سنسان پڑی تھیں۔ کوئی انسان تو کیا کتا بھی نظر نہیں آرہا تھا۔

میکسی اور وان لوئن نے آخر کہا "ممی! ہمیں تو کوئی نظر نہیں آرہا ہے۔"

وہ بولی "میری آنکھیں اس عمر میں بھی تیز ہیں۔ میں بھی کسی کو نہیں دیکھ رہی ہوں۔ یہ عادل بڑا چالباز ہے۔ اس نے کہا تھا کہ ہم تینوں ماں بیٹیاں انٹیلی جنس والوں کی نظروں میں آگئی ہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ ائرپورٹ سے ہمارا تعاقب کرتے اور ہمارے پیچھے داؤد کی کوٹھی میں پہنچ جاتے۔ ہم سے پوچھا جاتا کہ ہم وہاں کی تمام ٹوٹی ہوئی دیواریں کیوں دیکھنے آئے ہیں۔ داؤد سے ہمارا کیا تعلق ہے۔ پھر وہ ہمارے ساتھ یہاں آکر داؤد کو دیکھ لیتے۔ ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔"

بیٹے نے کہا "میں شروع سے کہہ رہا ہوں، وہ پکّا بدمعاش ہے اور زبردست چالباز ہے۔ انا کے بعد مجھے قیدی بنا کر آپ کو مجبور کرنا چاہتا ہے۔ ہماری کمزوریاں معلوم کرکے ہمیں اپنا تابعدار بنانا چاہتا ہے۔"

"بیٹے، میں نے گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا ہے۔ عادل جیسے چھوکرے میرے سامنے کیا چالیں چلیں گے۔ ابھی میں اس کی ساری تیزی و طرّاری ناک سے نکال دوں گی۔"

ماميلا آملیٹ اور ڈبل روٹی لے آئی۔ وہ سب ایک میز کے اطراف بیٹھ کر کھانے اور نئے منصوبے بنانے لگے۔ ایک گھنٹے کے بعد کال بیل کی آواز سنائی دی۔ وہ پلاننگ کے مطابق الرٹ ہوگئے۔ وان لوئن دروازے سے دور ایک کرسی پر جاکر بیٹھ گیا۔ ماميلا اور میکسی دروازے کے پاس دیوار سے لگ کر کھڑی ہوگئیں۔ دونوں کے ہاتھوں میں دو سائیلنسر لگے ہوئے ریوالور تھے۔ گاڈ مدر نے دروازہ کھول کر عادل کو دیکھا۔ پھر مسکرا کر کہا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"تمہیں دیکھ کر اطمینان ہو رہا ہے۔ میرے بیٹے کو لے جاؤ۔ وہ سامنے بیٹھا ہے۔ اسے سہارے کی ضرورت ہے۔"

وان لوئن کرسی سے یوں اٹھنے لگا جیسے واقعی سہارے کی ضرورت ہو۔ عادل اسے سہارا دینے کے لیے اندر آیا۔ گاڈمدر نے دروازہ بند کردیا۔ ماميلا اور میکسی نے شوٹنگ کی پوزیشن لے کر للکارا۔ "خبردار کوئی حرکت نہ کرنا۔"

وان لوئن نے بھی اپنا ریوالور نکال کر کہا "دونوں ہاتھ اوپر کرو۔ ہم سب کے ہتھیاروں میں سائیلنسر لگے ہوئے ہیں۔ فائرنگ کی آواز باہر نہیں جائے گی۔"

عادل دونوں ہاتھ کمر پر رکھے کھڑا رہا۔ گاڈمدر نے سخت لہجے میں کہا "کیا تم نے سنا نہیں؟ ہاتھ اوپر کرو۔"

"میں تمہاری بیٹی سے پوچھ کر ہاتھ اٹھاؤں گا۔ بائی دی وے اس حماقت کا مقصد کیا ہے؟"

گاڈمدر نے قریب آکر اس کی تلاشی لی پھر بولی "یہ نہتا ہے۔ کوئی ہتھیار نہیں ہے۔"

"یہ میں بھائی جان سے سیکھ رہا ہوں کہ ہتھیار کے بغیر کس طرح دشمنوں کے نرغے میں جیا جاتا ہے۔"

"کون ہے تمہارا بھائی جان؟"

"نام نہ پوچھو۔ چکرا کر گر پڑو گی۔"

"بکواس مت کرو۔ چلو اس کمرے میں۔"

وہ اسے ہتھیاروں کی زد میں لے کر کمرے میں آئے۔ کیمرے اور آلات کو آپریٹ کیا۔ اسکرین پر انا دکھائی دی۔ وہ اپنے سامنے ٹی وی اسکرین پر دیکھ کر چونک گئی۔ عادل تین عدد ریوالوروں کی زد میں نظر آرہا تھا۔ وہ پریشان ہو کر بولی۔ "ممی! یہ کیا ہو رہا ہے؟"

وہ بولی "بیٹی! میں تمہیں اس مکّار کا اصلی روپ دکھا رہی ہوں۔ ابھی تم کمسن ہو' نادان ہو۔ اِس فریبی کے فریب کو اُس وقت تک نہیں سمجھ سکو گی' جب تک میں اپنے تجربے سے تمہیں نہیں سمجھاؤں گی۔"

"عادل نے کیا دھوکا دیا ہے؟ آپ کو اس سے کیا تکلیف پہنچ رہی ہے؟"

"اس نے دولت کی چمک دکھا کر بڑی خوبصورتی سے تمہیں یرغمال بنایا تھا۔ اس بات کو تم سمجھ نہ سکیں۔ اس کی محبت میں اندھی رہیں۔ یہ تمہارے بعد میرے بیٹے کو اپنا قیدی بنانا چاہتا تھا۔"

"ممی! آپ غلط سمجھ رہی ہیں۔"

"بکواس مت کرو۔ ماں کو غلط کہہ رہی ہو۔ یہ ہمیں اس بات سے خوفزدہ کر رہا تھا کہ پولیس اور انٹیلیجنس والوں نے ہم ماں بیٹیوں کو تاڑ لیا ہے تاکہ میں خوفزدہ ہو کر بیٹے کی سلامتی اور حفاظت کے لیے اسے بھی اس فریبی کے پاس بھیج دوں۔"

"ممی! عادل نے فریب نہیں کیا ہے۔ یہ سچ ہے کہ......"

"یہ جھوٹ ہے کہ ہمارے بنگلے کے اطراف میں انٹیلیجنس والے ہیں۔ ہم سب نے اچھی طرح دور تک دیکھا ہے۔ اِدھر کوئی نہیں ہے۔"

"ممی! یہ ضروری تو نہیں ہے کہ وہ تمام رات اس بنگلے کے اطراف رہیں۔ وقفے وقفے سے آسکتے ہیں۔ کیا آپ نہیں جانتیں کہ مجرموں کو دھوکا دینے کے لیے عارضی طور پر پہرا ہٹا دیا جاتا ہے تاکہ وہ کسی واردات کے لیے نکلیں اور پھر پکڑے جائیں۔"

"تم بیٹی ہو' بیٹی رہو۔ ماں بن کر نہ سمجھاؤ۔ میری ہدایات پر فوراً عمل کرو۔ تمہارے اطراف جو مسلح گارڈز ہوں انہیں بلاؤ اور اسکرین پر انہیں دکھاؤ۔ ان کے پاس عادل کی زندگی موت میں بدلنے والی ہے۔ اگر وہ اس کی زندگی چاہتے ہیں تو تمہیں حفاظت سے خزانے سمیت یہاں پہنچا دیں۔"

"آپ کن مسلح گارڈز کی باتیں کر رہی ہیں؟ یہاں کوئی نہیں ہے۔ میں دروازہ اندر سے بند کیے بیٹھی ہوں۔"

"بکواس نہ کرو۔ کیا اتنے بڑے خزانے کی حفاظت کے لیے کوئی مسلح پہریدار نہیں ہوگا۔ کیا میں اتنی نادان ہوں کہ تمہاری احمقانہ بات کا یقین کرلوں گی۔"

"آپ یقین کریں یا نہ کریں۔ یہاں کوئی گارڈ پیدا نہیں ہوگا۔"

"تو پھر یہ بتاؤ' تمہارے سامنے کیمرا اور دوسرے آلات کون آپریٹ کر رہا ہے؟"

"یہ تمام آلات خودکار ہیں۔ ایک بار آن کرنے کے بعد اپنا کام کرتے رہتے ہیں۔"

"تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ عادل کا کوئی ماتحت' کوئی آلۂ کار نہیں ہے؟"

"جی ہاں۔ یہ بالکل تنہا ہیں۔"

"جھوٹی مکّار! یہ بتا کہ وہ دو آدمی کون تھے؟ جو داؤد کی لاش لے گئے تھے؟"

"وہ بھائی جان کے ماتحت تھے۔"

"ارے یہ بھائی جان کون ہے؟ اسے اسکرین پر بلا۔"

"کیسے بلاؤں؟ میں نے بھائی جان اور بھابی جان کی آوازیں سنی ہیں۔ انہیں دیکھا نہیں ہے۔ یہ بھی نہیں جانتی کہ وہ کہاں رہتے ہیں۔"

"اس کا مطلب ہے اگر عادل کو گولی ماردی جائے تو وہاں ہوا بھی کوئی تمہیں نقصان نہیں پہنچائے گا۔"

انا نے صوفے کے پاس رکھے ہوئے بیگ میں ہاتھ ڈال کر ایک پستول نکالا۔ پھر اس کے چیمبر سے گولیاں نکال کر دکھاتے ہوئے کہا "اچھی طرح دیکھ لیں۔ یہ گولیاں ہیں' میں واپس چیمبر میں ڈال کر پستول لوڈ کر رہی ہوں۔"

اس نے دوبارہ پستول لوڈ کرنے کے بعد اس کی نال اپنی کنپٹی سے لگالی پھر کہا "عادل' مجھے اس اعتماد پر چھوڑ گیا ہے کہ میں اس کے ساتھ جیوں گی اور اِسی کے ساتھ مروں گی۔"

گاڈمدر نے چیخ کر کہا "پاگل ہوئی ہے۔ پستول وہاں سے ہٹا گولی چل جائے گی۔ مر جائے گی۔"

"آپ اُدھر گولی ماریں' میں اسکرین پر دیکھ رہی ہوں۔ ساتھ ہی اِدھر بھی گولی چلے گی۔"

ماں نے کہا "جوان بیٹی جذبات میں اندھی ہو جائے تو ماں کی تدبیریں اور ماں کے آنسو بھی اسے تباہی سے بچا نہیں سکتے۔ تو ہماری تمام تدبیروں پر پانی پھیر رہی ہے۔ بیٹی! میری جان! ذرا عقل سے کام لے۔ تجھے وہاں کوئی روکنے والا نہیں ہے۔ ہمیں وہاں کا پتا بتا دے۔ ہم عادل کو باندھ کر اس جگہ آئیں گے اور تجھے تمام خزانے کے ساتھ یہاں لے آئیں گے۔"

عادل نے کہا "واہ انا! تمہارے خاندان والے کتنے شریف اور اعلیٰ ظرف ہیں۔ اپنے داماد کو بھی لوٹ لیتے ہیں۔"

گاڈمدر نے کہا "خاموش رہو۔ مجھے اپنی بیٹی سے باتیں کرنے دو۔"

"باتیں کیا کرو گی؟ تم نے بیٹی کا بھی سر جھکا دیا ہے۔ کوئی چڑیل بھی اپنے داماد کا لہو نہیں پیتی۔ تم تو ڈریکولا کو بھی شرمندہ کر رہی ہو۔"

انا نے کہا "آج معلوم ہوا کہ میرے خاندان میں عادل جیسے نیک اور شریف انسان کی قدر کبھی نہیں ہوگی۔ اچھا ہوا کہ میں آپ لوگوں کی گندی ذہنیت سے دور چلی آئی۔ اب کبھی واپس نہیں آؤں گی۔"

وان لوئن نے کہا "جب تم ہماری نہیں ہو اور ممی کی فرمانبردار نہیں ہو تو تمہارا جینا مرنا ہمارے لیے برابر ہے۔"

ماں نے بیٹے کو ڈانٹ کر کہا "بکواس مت کرو۔ کیا تم دیکھ سکو گے کہ اسکرین پر گولی چل رہی ہے اور بہن دم توڑ رہی ہے؟"

"ممی! انا ہماری جان ہے۔ ہم اس کے بدن پر ہلکی سی خراش بھی نہیں دیکھ سکتے۔ مگر یہ ہمیں غصہ دلا رہی ہے۔"

انا نے ماں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "آپ ساری رات اور ساری عمر عادل کو نرغے میں لیے بیٹھی رہیں گی تب بھی کچھ حاصل نہیں کرسکیں گی' نہ بیٹی ملے گی' نہ دولت۔"

"اچھی بات ہے۔ میں عادل کو رہا کردوں گی' تو یہاں چلی آ۔"

"آپ ابھی تک مجھے ننھی نادان بچی سمجھ رہی ہیں۔ میں کہہ چکی ہوں' بیٹی ملے گی نہ دولت۔ اگر اسکرین پر بیٹی کو زندہ دیکھنا چاہتی ہیں تو عادل کو فوراً رِہا کردیں۔"

یہ بات سمجھ میں آگئی کہ وہ عادل کو ہلاک کرکے بیٹی اور دولت دونوں ہی سے محروم ہو جائے گی اور عادل کے زندہ رہنے سے کچھ ملے یا نہ ملے' وہ بیٹی کو زندہ سلامت اور خوش حال دیکھ سکے گی۔

اس نے کہا "اچھی بات ہے۔ میری ممتا مجھے ایک بہت بڑی بازی ہارنے پر مجبور کر رہی ہے' میں اسے رہا کرتی ہوں۔"

انا نے کہا "مجھے رہائی کا یقین اس طرح آئے گا کہ آپ سب اسکرین پر نظر آتے رہیں گے اور عادل اسکرین سے آؤٹ ہو جائے گا اور جب تک وہ میرے پاس نہیں آئے گا۔ میں آپ لوگوں سے اسکرین پر باتیں کرتی رہوں گی۔"

گاڈمدر کے حکم سے وان لوئن' ماميلا اور میکسی نے سائیلنسر نکال کر اپنے اپنے ریوالور بستر پر پھینک دیے۔ عادل نے مسکرا کر انا کو دیکھتے ہوئے کہا "میں ابھی آرہا ہوں۔"

گاڈمدر نے عادل سے کہا "تم نے یہ سمجھ لیا کہ میں خودغرض اور موقع پرست ہوں۔ دنیا کا کوئی ہتھیار مجھے نہیں مار سکتا۔ اولاد کی محبت مجھے مار دیتی ہے۔ جاؤ تم جیتے میں ہاری۔"

وہ مسکراتا ہوا اسکرین سے آؤٹ ہوگیا۔ ماں نے تھوڑی دیر بعد کہا "انا! وہ یہاں سے دور جا چکا ہوگا۔ اپنی کنپٹی سے پستول ہٹا لو۔"

وہ پستول ہٹا کر بولی "عادل کے ساتھ آپ کا سلوک دیکھ کر مجھے بہت دکھ ہوا۔ لیکن آپ کی ممتا پر مجھے فخر ہے۔ مجھے زندہ سلامت دیکھنے کے لیے آپ نے اتنا بڑا خزانہ چھوڑ دیا۔ میں نے زندگی میں پہلی بار گاڈمدر کو ہارتے اور ایک مدر کو جیتتے دیکھا ہے۔"

وہ بولی "تم چاہو تو میں اب بھی خزانہ حاصل کرسکتی ہوں۔ عادل کو پھر ہمارا دوست بنا دو۔"

"سوری ممی! دوستی نہیں ہوسکے گی کیونکہ آپ کے دل میں صرف اولاد کے لیے جگہ ہے۔ داماد کے لیے کبھی جگہ پیدا نہیں ہوگی۔ آپ کسی وقت بھی داماد کو اس لیے گولی ماردیں گی کہ دوسرا داماد آجائے گا۔ آپ نے اِسی طرح اپنی زندگی میں پانچ شوہر بدلے۔ آپ کی تعلیم ہے کہ بیٹیاں بھی شوہر کو آنی جانی چیز سمجھ کر قبول کریں۔ جب ضرورت نہ ہو تو اس سے نجات حاصل کرلیں۔ سوری ٹو سے' میں ایسا نہیں کرسکتی۔ میں آپ کے پیٹ سے پیدا ہوئی ہوں مگر ایک شوہر کے لیے ہوئی ہوں۔"

میں بڑی دیر سے وان لوئن کے اندر موجود تھا۔ اگر انا اپنی ماں کو عادل کے قتل سے باز نہ رکھ پاتی تو میں اسے وہاں سے نکال لے جاتا لیکن اتنی دیر اس لیے انتظار کیا کہ ان لوگوں پر ہماری ٹیلی پیتھی ظاہر نہ ہو۔

اگرچہ میں نے ظاہر نہیں کیا لیکن ٹیلی پیتھی کے چکر میں پڑنا ان کے مقدر میں تھا۔ ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ وان لوئن نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا پھر کہا "ہیلو کون ہے؟"

دوسری طرف سے ٹیری ہارٹ نے کہا "میں انٹیلی جنس ڈیپارٹمنٹ سے بول رہا ہوں۔"

"انٹیلی جنس ڈیپارٹمنٹ سے؟" اس نے اپنی ماں کو دیکھ کر اونچی آواز میں کہا تاکہ ماں بہنوں کو معلوم ہو جائے کہ ان کا محاسبہ ہونے والا ہے۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ٹیری نے کہا "جی ہاں۔ میں اس ڈیپارٹمنٹ کا چیف ہوں۔ آج تمہارے ہاں ایک بوڑھی خاتون اور ایک جوان لڑکی امریکا سے آئی ہیں۔ کیا وہ موجود ہیں؟"

"جی ہاں' ان میں سے ایک میری ماں اور دوسری بہن ہے۔"

"اور تمہاری بہن کا نام میکسی ہے۔ میں ایک انکوائری کے سلسلے میں اس سے باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ اسے ریسیور دو۔"

وان لوئن نے ریسیور کے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر کہا "ممی! انٹیلی جنس کا چیف ہے۔ میکسی سے بات کرنا چاہتا ہے۔"

ٹیری خیال خوانی کی پرواز کرکے وان لوئن کے اندر چلا آیا تھا۔ اس کے ذریعے پورے خاندان کا حال معلوم کررہا تھا۔ گاڈمدر نے کہا "وہ میکسی سے کیوں باتیں کرنا چاہتا ہے۔ لاؤ ریسیور مجھے دو۔"

گاڈمدر ٹریسا نے ریسیور پکڑتے ہی سانس روک لی پھر کہا "بیٹے! خطرہ ہے۔ کوئی میرے دماغ میں آنا چاہتا ہے۔"

میں ٹریسا کی بات سن کر پوری توجہ سے ان کے معاملات میں دلچسپی لینے لگا۔ یہ معلوم کرنا ضروری ہوگیا تھا کہ ان کے درمیان کون خیال خوانی کرنے والا آرہا ہے؟

وہ ریسیور کان سے لگا کر بولی۔ "ہیلو میں ٹریسا بول رہی ہوں۔ اپنی بیٹی میکسی کے ساتھ امریکا سے آئی ہوں۔ آپ کس سلسلے میں بات کرنا چاہتے ہیں۔"

"بات کا تعلق جس سے ہے میں اسی سے کروں گا۔ ورنہ انکوائری کے سلسلے میں گھر کے اندر گھستا چلا آؤں گا۔"

"آپ یہاں آنے کی زحمت نہ کریں۔ میری بیٹی سے بات کریں۔"

ماں نے ریسیور بیٹی کی طرف بڑھایا۔ وہ اسے کان سے لگا کر بولی "ہیلو میں میکسی بول رہی ہوں۔"

"خوب بول رہی ہو۔ جتنی حسین ہو' اتنی ہی آواز بھی رس بھری ہے۔"

"مسٹر چیف! آپ کام کی باتیں کریں۔"

"کام کی بات یہ ہے کہ تم لوگوں کے خلاف بڑی سختی سے انکوائری کا حکم ہے۔ میں چاہتا ہوں' تم لوگوں پر سختی نہ ہو۔ خاص کر میں تمہیں پریشان نہیں دیکھ سکتا۔"

"تمہارا شکریہ۔ یہ تو معلوم ہو کہ ہمارے خلاف انکوائری کیا ہے؟"

ایسا کہتے وقت میکسی نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ پھر فوراً ہی سانس روک لی۔ ٹیری نے کہا "تمہاری ایک اور بہن وہاں بیٹھی ہوئی ہے' کیا اسے بھی یوگا میں مہارت حاصل ہے؟"

"جی ہاں' ہم سب یوگا کے ماہر ہیں۔ کیا تم ہی میری ممی کے اور پھر میرے دماغ میں آنے کی کوشش کررہے تھے؟"

"ہاں' بڑا زبردست خاندان ہے تمہارا۔ اگر تمہارا یہ بھائی زخمی نہ ہوتا تو مجھے یہاں جگہ ہی نہ ملتی۔"

"اس کا مطلب ہے تم انٹیلی جنس کے چیف نہیں ہو؟"

"مجھے تو اپنی بھی خبر نہیں رہی کہ میں کون ہوں اور کیا ہوں؟ تمہارے عشق میں خود کو بھلا چکا ہوں۔ آج تمہیں ائرپورٹ پر دیکھا' قسم کھاتا ہوں کہ ایسا مقناطیسی حسن پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ میں بہت زیادہ خوبرو نہیں ہوں۔ لیکن قابلِ قبول صورت رکھتا ہوں۔ شاید تم مجھے ایک بار دیکھ کر پسند کرلو۔"

وہ مسکرا کر بولی "میں تمہیں بغیر دیکھے پسند کررہی ہوں۔ کیونکہ تم میں دو بڑی خوبیاں ہیں۔"

"تم نے مجھے خوش کردیا ہے۔ وہ دو خوبیاں کیا ہیں؟"

"ایک تو یہ کہ تم مرد ہو۔ دوسری خوبی یہ کہ ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔ میری ممی اور میرے بھائی کو تم سے مل کر خوشی ہوگی۔"

"مجھے افسوس ہے' میں تمہارے خاندان کے کسی اور فرد سے ملنا گوارا نہیں کروں گا۔"

"کیوں گوارا نہیں کروگے؟"

"اس لیے کہ میں قانون کا محافظ ہوں۔ مافیا تنظیم کو اپنے ملک میں پنپنے نہیں دوں گا۔ وہ سب جیل میں جائیں گے اور تم میرے گھر میں شریفانہ زندگی گزارنے آؤگی۔"

"کیا تم جبراً مجھ سے محبت حاصل کروگے؟"

"دل سے محبت کروگی تو جبر کا سوال ہی پیدا نہیں ہوگا۔ ٹھنڈے دماغ سے غور کرو' میں پھر رابطہ کروں گا۔"

اُدھر سے رابطہ ختم کردیا گیا۔ میکسی نے ریسیور رکھتے ہوئے کہا "یہ نئی مصیبت گلے پڑگئی ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے پھر یہ کہ قانون کا محافظ ہے۔ کہتا ہے' مجھے اپنے گھر لے جائے گا اور تم سب کو جیل پہنچائے گا۔"

"آخر یہ ہے کون؟ تم کسی طرح اسے راضی کرو کہ ہم سے ملاقات کرے۔"

"وہ کسی سے ملنا گوارا نہیں کرتا ہے۔ آپ اندازہ کریں ممی! اس کے پاس دو بڑی طاقتیں ہیں۔ ایک تو قانون کا محافظ ہے' دوسرے ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ ہم میں سے جسے چاہے' جب چاہے' کہیں بھی گھسیٹ کرلے جاسکتا ہے۔"

گاڈمدر نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا۔ انا اپنی جگہ بیٹھی اپنے ٹی وی اسکرین پر ماں اور بھائی بہنوں کو دیکھ رہی تھی۔ ان کی باتیں سن رہی تھی اور انہیں ایک نئے عذاب میں مبتلا دیکھ رہی تھی۔

اس نے مخاطب کیا "ہیلو ممی!"

ماں تھوڑی دیر کے لیے بیٹی کو بھول گئی تھی۔ اس نے چونک کر اسکرین پر انا کو دیکھا۔ انا نے کہا "عادل نے پہلے ہی خطرے سے آگاہ کیا تھا۔ لیکن آپ لوگوں نے اسے جھوٹا اور فریبی قرار دیا۔ میں نے کہا تھا کہ برادر کو میرے پاس بھیج دیں۔ بیٹا محفوظ رہے گا۔ آپ عمل کرتیں تو چال چل سکیں گی۔"

"واقعی میرا بیٹا تمہارے پاس چلا جاتا تو محفوظ رہتا۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے زخمی ہونے کا فائدہ نہ اٹھا سکتا۔ میں پوچھ رہی ہوں' کیا تم میرے بیٹے کے اندر ہو۔"

ٹیری نے کہا "ہاں' میں تمہارے بیٹے کی زبان سے بول رہا ہوں۔ اتنی دیر خاموش رہ کر اس کے چور خیالات پڑھتا رہا۔ پولیس اور ملٹری انٹیلی جنس کا پورا محکمہ ان بازیگروں کی تلاش میں ہے' جو عکس ٹرانسفر کرتے ہیں۔ آج میں بازیگروں تک پہنچ گیا ہوں۔"

گاڈمدر نے پریشان ہوکر پوچھا "کیا یہ معلومات میرے بیٹے کے دماغ سے حاصل ہورہی ہیں؟"

"ہاں' تم لوگوں نے پہلی بڑی واردات یہ کی کہ ہماری لیبارٹری کے دو ڈاکٹروں سے وہ غیر معمولی فارمولے چھین کرلے گئے۔"

"وہ فارمولے ہمارے کسی کام کے نہیں ہیں۔ ہم اسے تمہارے حوالے کردیں گے۔"

"جھوٹ نہ بولو۔ فارمولے تمہارے بڑے کام آئیں گے۔ تمہاری بیٹی میکسی نے طبّی سائنس میں بہت بڑی ڈگری حاصل کی ہے۔ وہ ان فارمولوں کو پڑھ کر غیر معمولی قوتیں حاصل کرنے کی دوائیں تیار کرسکتی ہے۔"

میکسی نے کہا "مجھ سے کہیں ملاقات کرو۔ ہم پیار محبت سے سارے معاملات طے کریں گے۔ میں تم سے شادی کرکے تمہارے لیے وہ غیر معمولی دوائیں تیار کروں گی۔"

"میں تمہاری اس بات پر غور کروں گا۔ لیکن تمہارے بھائی اور بہنوں نے بینک میں ڈاکا ڈالا۔ پھر تمہارے بھائی نے ساحل پر ہیری رابسن کو قتل کیا۔ جرائم کی فہرست طویل ہے۔ تم لوگوں نے داؤد کو آخری وقتوں میں حبسِ بے جا میں رکھا۔ اگرچہ اسے قتل نہیں کیا لیکن اس کی لاش کو غیر انسانی طریقے سے کہیں پھنکوا دیا۔"

"وہ لاش ہم نے نہیں' عادل نے پھنکوائی ہے۔"

"میں نے تمہارے بیٹے کے دماغ سے عادل کے متعلق بہت کچھ پڑھا ہے اور اس کے ذریعے تمہاری چھوٹی بیٹی انا لاانا کو اسکرین پر دیکھ رہا ہوں۔ وہ سونے کی اینٹوں یعنی دولت کے انبار پر بیٹھی ہے اور یہ سب داؤد سے چھینا ہوا خزانہ ہے۔"

انا نے اسکرین کے ایک طرف دیکھتے ہوئے کہا "عادل! اس کیمرے کے سامنے نہ آؤ۔ دوسری طرف اسکرین پر دیکھ لیے جاؤ گے۔ وہاں میرے برادر کے دماغ میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے۔"

عادل نے اسکرین پر آکر کہا "فکر نہ کرو۔ مجھے بھائی جان نے پہلے ہی بتا دیا ہے۔ وہاں جو ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے' وہ خود اپنی آنکھوں سے نہیں بلکہ تمہارے بھائی کے ذریعے ہمیں دیکھ رہا ہے۔ اس طرح وہ ہمارا حلیہ اور ناک نقشے کے متعلق کچھ معلومات حاصل کرسکتا ہے مگر ہمارے چہرے نہیں دیکھ سکتا اور نہ ہی آئندہ ہمیں کہیں دیکھ کر پہچان سکتا ہے۔ ویسے سمجھدار ہے۔ میرے اور تمہارے دماغ میں آنے کی حماقت نہیں کررہا ہے۔"

ٹیری نے وان لوئن کی زبان سے کہا "بہت چہک رہے ہو۔ میں نے ابھی حکم صادر کیا ہے۔ تل ابیب کے تمام مکانوں اور عمارتوں پر چھاپے مارے جائیں گے۔ چند گھنٹوں میں یہ خزانہ سرکاری تحویل میں اور تم دونوں حوالات میں پہنچوگے۔"

"تم اتنے وسیع پیمانے پر تلاشی کے لیے خواہ مخواہ پولیس اور فوج کو زحمت دے رہے ہو۔ میں دس منٹ کے بعد خود ہی یہاں کا پتا بتا دوں گا۔"

"کیا دس منٹ کے اندر یہ سارا خزانہ یہاں سے لے جاسکو گے؟"

"بالکل نہیں۔ میں اتنی دیر اسکرین پر خزانے کے ساتھ موجود رہوں گا۔ اس کے بعد ہم غائب ہوجائیں گے۔ صرف یہ مکان اور خزانہ رہ جائے گا۔"

"میں گھڑی دیکھ رہا ہوں۔ دس منٹ گزرنے سے پہلے یہ بتا دو تم کون ہو؟"

"یہ تو میں الپا کو بتاؤں گا۔"

"الپا کا برین......"

وہ روانی میں کہتے کہتے رک گیا۔ عقل آگئی۔ سنبھل کر بولا "یہ کیا بکواس ہے؟ تم کس الپا کی بات کررہے ہو؟"

میں نے عادل کے ذریعے قہقہہ لگایا پھر کہا "اُسی کی بات کررہا ہوں' جس کا برین واش کیا گیا ہے۔"

"نان سنس۔ کیا یہی بے تکی باتیں کرنے کے لیے دس منٹ کا وقت لے رہے تھے۔"

"میں نے سوچا تھا دس منٹ لگیں گے لیکن ایک منٹ کے اندر ہی میں نے معلوم کرلیا کہ یہودی خفیہ تنظیم میں دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ہوگئے ہیں اور کسی وجہ سے الپا فی الحال ناکارہ ہے۔ تم سنبھل کر رہو۔ تمہارا کوئی برزہ ہمارے ہاتھ آئے گا تو تم بھی ناکارہ ہوجاؤ گے اور نئی یہودی تنظیم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے بغیر یتیم ہوجائے گی۔"

دوسری طرف خاموشی رہی۔ اب وان لوئن کی زبان نہیں بول رہی تھی۔ میں نے چپکے سے اس کے اندر جاکر دیکھا وہ نہیں بول رہا تھا۔ میں نے وان لوئن کی سوچ میں کہا "میرے دوست! ٹیلی پیتھی جاننے والے بھائی! تم اتنی دیر سے میرے ذریعے بول رہے ہو' میں چاہتا ہوں مجھے اپنا آلہ کار بنالو۔ کیا بنالوگے؟"

کوئی جواب نہیں ملا۔ میں نے پھر اسے جواب کے لیے اکسایا۔ وہ واقعی جاچکا تھا۔ اسے یہ فکر لاحق ہوگئی ہوگی کہ یہ عادل کون ہے جس نے باتوں میں الجھا کر یہودی تنظیم سے اس کا تعلق معلوم کیا ہے اور یہ کمزوری بھی جان گیا ہے کہ فی الوقت اس تنظیم میں ایک ہی خیال خوانی کرنے والا رہ گیا ہے۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

میں نے عادل کی زبان سے کہا "گاڈمدر! تم ایک محبت کرنے والی ماں ہو۔ تم نے میری انا کو پستول سے خودکشی کرنے سے بچالیا۔ اس احسان کے بدلے میں نے ابھی تمہارے بیٹے کے دماغ سے اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کو تھوڑی دیر کے لیے بھگا دیا ہے۔"

ماں نے خوش ہوکر پوچھا "کیا سچ کہہ رہے ہو؟ وہ میرے بیٹے کے دماغ سے چلا گیا ہے؟"

وہ اپنے بیٹے کے سر کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر اپنے سینے سے لگا کر بولی "میرے بیٹے کو ٹیلی پیتھی کے عذاب سے بچالو۔ میں اس کی سلامتی کے لیے بڑی سے بڑی قیمت ادا کرنے کو تیار ہوں۔"

وان لوئن نے کہا "ممی! واقعی وہ میرے دماغ سے چلا گیا ہے۔ اگر ہوتا تو عادل کے جواب میں ضرور کچھ بولتا۔"

گاڈمدر نے اسکرین پر دیکھ کر کہا "بیٹے عادل! بائی گاڈ تم باکمال ہو۔ میں نے بڑی غلطی کی جو تمہاری قدر نہیں کی۔ تم حیرت انگیز صلاحیتوں کے مالک ہو۔ مجھے اپنی انا پر ناز ہے کہ اس نے جیون ساتھی کے لیے تمہارا انتخاب کیا ہے۔"

عادل نے کہا "گاڈمدر! میں نے ایک ایک پل میں تمہیں گرگٹ کی طرح رنگ بدلتے دیکھا ہے۔ اس لیے میری تعریف نہ کرو۔ فی الوقت تمہاری آخری خواہش یہی ہے کہ تمہارا بیٹا ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن سے ہمیشہ کے لیے محفوظ رہے۔"

"ہاں بیٹا! کسی طرح بھی اسے میرے بیٹے کے دماغ سے دور کردو۔"

عادل نے انا کا ہاتھ تھام کر پوچھا "تم کیا کہتی ہو؟"

"میرے عادل! وہ میرا ماں جایا ہے۔ میں اپنی ماں کا دکھ نہیں دیکھ سکوں گی۔ انہوں نے تمہیں جان سے مار ڈالنے کا پورا انتظام کرلیا تھا مگر تم ان کی جانیں بچالو۔ صرف اس لیے کہ اس ماں نے تمہاری انا کو پیدا کیا ہے۔"

عادل نے کہا "جاؤ میں انا کے صدقے تم لوگوں کو معاف کرتا ہوں اور اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کے خلاف محاذ بناتا ہوں۔ وہ شاید تھوڑی دیر کے لیے وان لوئن کے دماغ میں آکر پریشان کرسکتا ہے۔ اس کے بعد میں اسے ہمیشہ کے لیے بھگا دوں گا۔"

مامیلا نے کہا "عادل! میں بھی تمہارے خلاف تھی۔ مگر اب دل سے تمہیں چاہتی ہوں۔ ایک بات بتاؤ۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا یہودی ہے۔ محبِ وطن ہے۔ تمہاری باتوں سے پتا چلا کہ یہودی تنظیم کا اہم فرد ہے۔ تم اُس کے ملک میں رہ کر اس کے خلاف کیسے محاذ بناؤ گے۔ ہمیں کس طرح قانونی گرفت سے بچاؤ گے؟"

"میں کسی دشمن کی کمزوریاں معلوم کرلیتا ہوں تو پھر اسے تگنی کا ناچ نچاتا ہوں۔ جیسے ابھی اس کا ایک راز معلوم کرکے اسے یہاں سے بھاگنے اور سوچنے پر مجبور کرچکا ہوں۔ میرا خیال ہے میں اس کی دوسری کمزوری بھی سمجھ رہا ہوں اور اس کی تصدیق کے لیے میکسی سے پوچھ رہا ہوں' وہ فون پر کیا کہہ رہا تھا۔"

میکسی نے کہا "عادل! میں نے یہاں آتے ہی تمہارا نام عزت کی حیثیت سے سنا لیکن تم سے بڑا ہمارا دوست کوئی نہیں ہے۔ میں انا کو تمہارے انتخاب پر مبارکباد دیتی ہوں۔ تمہارے سوال کا جواب یہ ہے کہ وہ خیال خوانی کرنے والا دیوانہ وار مجھ سے محبت کا اظہار کررہا تھا۔ کہہ رہا تھا' آج پہلی بار مجھے ائرپورٹ پر دیکھ کر عاشق ہوگیا تھا۔ وہ قانون کا احترام کرتا ہے۔ اس لیے میری ممی' برادر اور سسٹر کو جیل میں پہنچائے گا لیکن مجھے اپنے گھر لے جائے گا۔"

"اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ واقعی وہ تم پر مرمٹا ہے۔ اب میں وان لوئن سے کہتا ہوں وہ تھوڑی دیر کے لیے دوسرے کمرے میں چلا جائے۔ کیونکہ ہم جو باتیں کریں گے' وہ باتیں دشمن اس کے اندر چھپ کر سنے گا۔"

وان لوئن وہاں سے اٹھ گیا۔ پھر کمرے سے باہر چلا گیا۔ مامیلا نے دروازے کو اندر سے بند کردیا۔ اس کے بعد میں نے عادل کی زبان سے کہا "اگر اب بھی تم لوگوں نے میرے خلوص پر شبہ کیا تو میں کسی کو تباہی سے نہیں بچاسکوں گا۔ اور اگر میری ہدایات پر عمل کیا گیا تو یہاں کے اعلیٰ حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران بھی تم میں سے کسی کو جیل نہیں پہنچاسکیں گے۔ قانون کے محافظ تمہارے قریب سے گزر جائیں گے مگر تمہیں ہاتھ نہیں لگائیں گے۔"

گاڈمدر نے کہا "بیٹے عادل! اب میں تم پر اندھا اعتماد کرلوں گی۔ بولو کیا کہتے ہو؟"

میں نے عادل کے ذریعے سے کہا "ہم اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کے عشق کے شعلوں کو بھڑکائیں گے۔ اس کا طریقہ یہ ہوگا کہ میکسی کو انا کے پاس بھیج دو۔ کل صبح نو دس بجے تک ایک ڈمی میکسی تمہارے پاس پہنچ جائے گی۔ تم اس ڈمی میکسی کو آزادی سے گھومنے پھرنے اور اس دیوانے سے عشق کرنے دو گی۔ وہ ڈمی چوبیس گھنٹوں میں اس عاشق کا تختہ کردے گی۔"

"تم صرف میکسی کو بھیجنے کے لیے کہہ رہے ہو' میں تمام فیملی کو تمہاری پناہ میں بھیجنا چاہتی ہوں۔"

"ابھی تمہارا بیٹا آئے گا تو دشمن اس کے اندر چھپ کر تمہاری خفیہ رہائش گاہ تک پہنچ جائے گا۔ فی الحال آپ میکسی کو بھیجیں میں اسے لینے آرہا ہوں۔"

ان کے درمیان یہ معاملات طے ہوگئے۔ مجھے توقع تھی کہ میں ان معاملات سے نمٹنے کے دوران یہودی تنظیم کا کچھ حال معلوم کرلوں گا یا اس ٹیلی پیتھی جاننے والے ٹیری کو ٹریپ کرلوں گا۔

ٹیری اچانک ہی وان لوئن کے دماغ سے چلا گیا تھا۔ اصل بات یہ تھی کہ ایکسرے مین اس کے اندر چھپا ہوا عادل سے ہونے والی گفتگو سن رہا تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ ٹیری گفتگو کی روانی میں ایک فاش غلطی کر بیٹھا ہے تو اس نے اسے وہاں سے چلے جانے پر مجبور کیا تاکہ وہ کوئی دوسری بڑی غلطی نہ کر بیٹھے۔

اس نے ٹیری کو حکم دیا کہ وہ تا حکم ثانی وان لوئن کے پاس جا کر عادل سے مذاکرات نہیں کرے گا۔ ایکسرے مین کبھی خود کو ظاہر کرکے ایسے احکامات صادر نہیں کرتا تھا۔ آدم برادرز میں سے کوئی نہیں جانتا تھا کہ کوئی ایکسرے مین ان کے دماغوں پر حکومت کررہا ہے اور ان کا ہی لب و لہجہ اختیار کرکے اپنے کسی حکم کی تعمیل یوں کراتا ہے جیسے وہ آدم برادرز کسی کے حکم سے نہیں' بلکہ اپنی ہی سوچ اور فیصلوں کی تعمیل کررہے ہوں۔

ایکسرے مین نے ٹیری کو اس کی غلطی پر پچھتانے اور شرمندہ ہونے کے لیے چھوڑ دیا پھر سوچنے لگا یہ نوجوان عادل کون ہے؟ کنوت نے کیسی ہیرا پھیری سے معلوم کیا تھا کہ الپا کا برین واش کیا گیا ہے اور یہ کہ یہودی تنظیم میں فی الوقت ایک ہی خیال خوانی کرنے والا ہے۔

وان لوئن کے خیالات نے بتایا تھا کہ عادل نے داؤد کا خزانہ حاصل کیا تھا۔ عادل نے داؤد کی لاش ٹھکانے لگائی تھی۔ عادل گاڈمدر کے گھر آکر تین ریوالوروں کے درمیان گھر جانے کے باوجود زندہ واپس چلا گیا تھا۔ عادل نے اسی شہر کی کسی خفیہ رہائش گاہ میں دولت کا انبار لگایا تھا۔

جو کام تھا' وہ عادل کررہا تھا اور تنہا کررہا تھا۔ اس کے کسی گینگ یا کرائے کے آلہ کاروں کا کوئی نام و نشان نہیں تھا اور یہ بڑی حیرانی اور بے حد پریشانی کی بات تھی کہ جو نوجوان تنہا بڑے بڑے کارنامے انجام دے رہا ہو اور اپنی ذہانت سے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو بھاگنے پر مجبور کررہا ہو' وہ کس قدر خطرناک ہوگا۔ ایسے خطرناک کی پوری ہسٹری اور جغرافیہ معلوم کرنا بہت ضروری ہوگیا تھا۔

اور معلومات کا ذریعہ فی الوقت گاڈمدر کا خاندان تھا۔ اس نے ریسیور اٹھا کر بلیک آدم کے نمبر ڈائل کیے۔ جب وہ کسی آدم برادر کو کسی اہم معاملے کی اطلاع دیتا تھا تو خود کو اس تنظیم کا ایک خفیہ انفارمر ظاہر کرتا تھا۔ اس نے رابطہ قائم ہونے کے بعد کہا "ہیلو مسٹر بلیک آدم! میں انفارمر زیرو ون بول رہا ہوں۔ کچھ نام اور ایڈریس نوٹ کرو۔"

اس نے گاڈمدر ٹریسا' وان لوئن' مامیلا' میکسی اور انالاتا کے نام اور ان کی رہائش گاہ کا پتا اور فون نمبر نوٹ کرایا۔ پھر عادل کا نام لکھوا کر اس کے متعلق جو بھی جانتا تھا' وہ بتاتا رہا پھر کہا "اس خطرناک عادل کا سراغ گاڈمدر کے ذریعے ہی لگایا جاسکتا ہے۔ ویسے وہ بھی عادل کا پتا ٹھکانا نہیں جانتی ہے۔ کسی حکمتِ عملی سے اس نوجوان تک پہنچنے کی کوشش کی جاسکتی ہے۔ دیٹس آل۔"

یہ کہہ کر ایکسرے مین نے فون کا رابطہ ختم کیا پھر بلیک آدم کے اندر پہنچ گیا۔ بلیک آدم سوچ رہا تھا' وان لوئن زخمی ہے۔ ٹیری اس کے اندر جاکر اسے اپنا معمول اور تابعدار بنائے۔ اس طرح وان لوئن کے ذریعے گاڈمدر کے پورے خاندان کے افراد کی مصروفیات کا علم ہوتا رہے گا۔ پھر ان میں سے کوئی نہ کوئی عادل سے ضرور ملاقات کرے گا۔ انا عادل کے پاس ہے' وہ اپنے رشتے داروں سے ضرور ملے گی۔

اس نے یہ سوچ کر خفیہ فون نمبروں کے ذریعے ٹیری کو مخاطب کیا اور کہا "میرے پاس آؤ۔"

ٹیری نے اس کے دماغ میں پہنچ کر پوچھا "کیا بات ہے؟ خیریت تو ہے؟"

بلیک آدم نے پوچھا "کیا تمہیں عادل اور گاڈمدر کی فیملی کے متعلق کچھ معلوم ہے۔"

"کچھ نہیں' بہت کچھ معلوم ہے۔ عادل بڑا چالباز بندہ ہے۔"

"تو پھر عادل تک پہنچنے کے لیے وان لوئن کو اپنا معمول بناؤ۔"

"میں نے یہی سوچا ہے۔ لیکن آج رات اس پر تنویمی عمل نہیں کرسکوں گا۔"

"ہاں' یاد آیا۔ جے پرگولا کے معاملے میں منتظر ہو' اس کے متعلق کسی وقت بھی اطلاع مل سکتی ہے۔"

"پرگولا بہت اہم ہے۔ ہم اس کے ذریعے مرینا کو پکڑ سکیں گے۔"

ایکسرے مین اور ٹیری کے لیے یہ مسئلہ تھا کہ ان میں سے کوئی وان لوئن پر تنویمی عمل کرتا اور ایسے وقت اطلاع ملتی کہ پرگولا کسی قبرستان میں کالا جادو کرنے میں مصروف ہے تو پھر انہیں تنویمی عمل ادھورا چھوڑ کر اُدھر جانا پڑتا۔

ایکسرے مین اس لیے تنویمی عمل نہیں کرسکتا تھا کہ وہ اسرائیل کے تقریباً پچیس قبرستانوں تک پھیلے ہوئے جاسوس اور پولیس افسران کے اندر جھانکتا پھر رہا تھا۔

پولیس والوں نے ایک قبرستان میں وچ لیڈی ایلا کلا ٹنسی کو پہنچایا تھا اور اسے حکم دیا تھا کہ رات ایک بجے تک کسی قبرستان سے پرگولا کی گرفتاری کی اطلاع نہیں ملے گی تو وہ کالا عمل کرے گی اور اپنے منتروں اور جادوئی ہتھکنڈوں سے پرگولا کو وہاں آنے پر مجبور کردے گی۔

ایسے انتظامات کے باعث ایکسرے مین اور ٹیری کی مصروفیات میں اضافہ ہوگیا تھا۔ اس کا فائدہ وان لوئن کو پہنچ رہا تھا وہ ان کے تنویمی عمل سے محفوظ ہوگیا تھا۔ ہمارے پاس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی کمی نہیں تھی۔ لیلیٰ نے سونیا ثانی کو مخاطب کرکے عادل اور گاڈمدر کی مختصر ہسٹری سنائی پھر اسے وان لوئن کے دماغ میں پہنچا کر کہا "اس کا دماغ لاک کردو تاکہ کوئی دشمن اس کے اندر نہ آسکے۔ یہ صرف تمہاری آواز اور لہجے کا اسیر رہے۔"

پھر میں نے باربرا کو مخاطب کرکے اسے بھی عادل اور گاڈمدر کی فیملی کے حالات بتائے پھر اسے تل ابیب کی ایک کال گرل کے دماغ میں پہنچا کر کہا "اس پر عمل کرو اور اسے مکمل میکسی بنا دو۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

عادل کے دماغ میں رہ کر اصل میکسی کی آواز اور لہجہ سنو' اس کی حرکات و سکنات کو دیکھو' اس کال گرل کو میکسی بنانے کے لیے زیادہ محنت نہیں کرنی پڑے گی کیونکہ دشمن خیال خوانی کرنے والا میکسی کے متعلق کچھ نہیں جانتا۔ وہ اسے دور ہی سے دیکھ کر عاشق ہو گیا تھا۔"

میں ان معاملات میں مصروف تھا اور یہ نہیں جانتا تھا کہ جے پرگولا کے عزائم کیا ہیں اور وہ کس طرح مرینا پر کالا جادو کرنے والا ہے۔ اور یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ یہودی تنظیم کے افراد اور پولیس والوں نے پچیس قبرستانوں میں کیسا نادیدہ جال بچھایا ہے۔

جال بچھانے والے شام کی تاریکی پھیلتے ہی اپنے شکار کا انتظار کرنے لگے تھے اور ٹرانسمیٹر کے ذریعے ایک دوسرے سے رابطہ کرنے لگے تھے۔ اس انتظار میں بڑے بڑے افسران کو رات کا کھانا قبرستان میں کھانا پڑا۔ اس رات فقیروں' چرس اور ہیروئن کا نشہ کرنے والوں کی شامت آگئی۔

چھپ کر نشہ کرنے والے پُراسرار سے لگتے ہیں۔ ان میں سے کتنوں کو جے پرگولا سمجھ کر گرفتار کیا گیا پھر حقیقت معلوم ہونے پر انہیں لات جوتے مار کر بھگا دیا گیا۔

جے پرگولا' ریٹا کی رہائش گاہ کی چھت پر بیٹھا دور تک پھیلی ہوئی تاریکی کو دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ آج کی رات کالے جادو کے لیے نہایت مناسب ہے۔ قبرستان میں اور زیادہ تاریکی ہوگی۔ وہاں جا کر عمل کرنا اس لیے بھی ضروری ہوتا ہے کہ وہاں عمل کرنے کے لیے مردوں کی ہڈیاں اور کھوپڑیاں ملتی ہیں۔

وہ سوچ رہا تھا آج مرینا واپس آسکتی ہے۔ لیکن خطرہ ہے۔ اس کمینی وچ لیڈی نے پولیس کو اس کے شیطانی عزائم کے متعلق بتایا ہوگا۔ لہٰذا اس کی گرفتاری کے انتظامات ضرور کیے گئے ہوں گے۔ اس نے رات کے بارہ بجے تک قسم کھائی کہ آج چاردیواری سے باہر نہیں جائے گا۔

رات کے ایک بجے ٹیری آدم نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے ایک اعلیٰ افسر سے کہا "بہت انتظار ہو چکا۔ پرگولا نہیں آئے گا۔"

"یس سر' شاید اس کے کانوں میں بھنک پڑ گئی ہے کہ اس کی گرفتاری کے لئے خاصے انتظامات ہو چکے ہیں۔"

"وچ لیڈی سے کہو وہ اپنا عمل شروع کرے۔"

"یس سر! میں ابھی اسے حکم دیتا ہوں۔"

اعلیٰ افسر نے ٹرانسمیٹر کو آف کیا۔ وہ قبرستان کے ایک گوشے میں چند سپاہیوں کے ساتھ چھوٹی سی جیپ میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ماتحت نے جیپ اسٹارٹ کی پھر اسے ڈرائیو کرتا ہوا قبرستان کے درمیانی حصے میں آیا۔ وچ لیڈی ایلا کلانسی ایک ٹوٹی ہوئی قبر کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ پولیس کو دیکھ کر کھڑی ہو گئی۔

افسر نے جیپ سے اتر کر کہا "ایک بج چکا ہے۔ پرگولا ابھی تک کسی قبرستان میں دیکھا نہیں گیا ہے۔ وہ سیدھی طرح نہیں آئے گا۔ چل اسے اپنے منتروں سے بلا۔"

"حضور! میں اسے بلانے کی پوری کوشش کروں گی لیکن یہ بات پہلے بھی کہہ چکی ہوں' وہ بھی میری طرح شیطان کا پجاری ہے۔ میں جو منتر پڑھوں گی اور عمل کروں گی' وہ ان کا توڑ کرے گا۔"

"ہم توڑ جوڑ کچھ نہیں جانتے۔ اسے یہاں آنا چاہیے۔"

"سرکار! غصہ نہ کریں۔ کچھ تو نرمی سے سوچیں' اگر کسی کارن سے وہ نہ آیا تو......"

"تو یہ سمجھا جائے گا کہ تو اپنے یار کو بچانے کے لیے کالے جادو میں گڑبڑ کر رہی ہے۔"

ایک ماتحت افسر نے کہا "ایلا! ہمارے صاحب نے وعدہ کیا ہے' تو اسے گرفتار کرادے گی تو تجھے رہا کر دیا جائے گا۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "اور اسے بلانے میں ناکام رہی تو تجھے گولی مار دی جائے گی۔"

پھر اس نے سپاہیوں کو حکم دیا "دور جا کر درختوں اور قبروں کے پیچھے چھپے رہو۔ اگر پرگولا یہاں نہیں آئے گا اور یہ اپنی ناکامی ظاہر کرے گی تو اسے گولی مار دینا۔"

یہ حکم دینے کے بعد وہ جیپ میں بیٹھ کر چلا گیا۔ کئی سپاہی وچ لیڈی کے آس پاس ذرا دور جا کر نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ وہ چاروں طرف سہمی ہوئی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ تاریکی میں سپاہی نظر نہیں آ رہے تھے لیکن تصور کی آنکھیں اپنی طرف رائفلوں کی نالیں دیکھ رہی تھیں۔

وہ زمین پر بیٹھ گئی۔ اس کے سامنے جادو منتر کا بہت سا سامان رکھا ہوا تھا۔ ایک مٹی کے برتن میں ماش کی دال کا آٹا اور ایک برتن میں پانی تھا۔ اس کی فرمائش پر ایک جانور کا تازہ خون مہیا کیا گیا تھا۔ اس نے ایک ٹوٹی ہوئی قبر سے انسانی سر کا کاسہ نکال کر سامنے رکھ لیا تھا۔

پھر وہ کوئی گیت گانے کے انداز میں منتر پڑھنے لگی۔ پڑھنے کے دوران کبھی ماش کی دال اٹھا کر کاسے میں ڈالتی' کبھی تازہ لہو چلو میں لے کر آٹے پر ڈال کے گوندھتی۔ وہ دیر تک یہ عمل کرتی رہی۔ پھر اس نے پہلے سے جمع کی ہوئی سوکھی لکڑیوں میں آگ لگائی۔ رات کی گہری تاریکی ان شعلوں سے دور بھاگنے لگی۔

پھر اس نے گنگنانا شروع کیا۔ گوندھے ہوئے آٹے کو اٹھا کر منتر پڑھتے ہوئے شیطان سے کہنے لگی۔ "میں تیری برسوں کی پجارن ہوں۔ تیرا نام لے کر ماش کا پرگولا بنا رہی ہوں۔"

وہ ماش کے آٹے کا پتلا بنا رہی تھی۔ ایک سر' ایک دھڑ، دو ہاتھ اور دو پاؤں' اس پتلے کو جے پرگولا سے منسوب کر رہی تھی۔ پرگولا کی گردن پر زخم کا بڑا سا نشان تھا۔ وہ ویسا ہی نشان پتلے کی گردن پر بنا کر کہہ رہی تھی۔ "جے پرگولا! جے پرگولا! آجا' آجا! تیرا جسم ہے۔ روح جہاں بھی ہے' اسے لے کر اس پتلے میں آجا......"

اس نے ایک سُوئی نکالی۔ زور زور سے منتر پڑھتے ہوئے سُوئی کو آگ دکھائی۔ جیسے ہی وہ گرم ہوئی' اس نے پتلے کے زخم کے نشان میں پیوست کر دیا۔

جے پرگولا اپنے بستر پر آرام سے سو رہا تھا۔ یک بیک چیخ مار کر اٹھ بیٹھا۔ تکلیف سے کراہتے ہوئے اپنے گردن کے نشان کو سہلانے لگا۔ پھر گرج کر بولا "کون ہے؟ مجھ سے کون دشمنی کر رہا ہے؟"

وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ ریٹا دوسرے کمرے سے دوڑتی ہوئی آئی۔ اس نے پوچھا "کیا ہوا؟ اتنی رات کو کیوں چلا رہے ہو؟"

وہ کمرے سے باہر جاتے ہوئے بولا "ریٹا! کوئی مجھ پر جادو کر رہا ہے۔ جیری کو بلاؤ۔ تھربال کو بلاؤ۔"

وہ اس کے پیچھے چلتی ہوئی بولی "کون جیری؟ کون تھربال؟ تم کہاں جا رہے ہو؟"

"منحوس کی بچی! مجھ سے پوچھتی ہے مگر روکتی نہیں۔ مجھے روک لے مجھے نہ جانے دے۔"

ریٹا اس کے سامنے آکر اس سے لپٹ گئی۔ اس کا راستہ روکنے لگی۔

وچ لیڈی ایلا کلانسی نے دوسری سوئی نکالی۔ زور زور سے منتر پڑھتے ہوئے اسے آگ دکھائی۔ پھر اسے بھی پتلے کی گردن کے نشان میں پیوست کر دیا۔

پرگولا نے شدید تکلیف سے تڑپ کر چیخ ماری۔ لپٹی ہوئی ریٹا کو دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر ایک طرف پھینکا پھر دوڑتا ہوا باہر آکر کار میں بیٹھ گیا۔ اسے اسٹارٹ کر کے بڑی تیزی سے آگے بڑھایا اور احاطے کے گیٹ کو توڑتا ہوا اندھا دھند ڈرائیو کرتا چلا گیا۔

وہ اپنے شیطانی عمل میں مصروف تھی۔ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر چیخ چیخ کر منتر پڑھ رہی تھی اور یقین سے کہتی جا رہی تھی۔ "وہ آ رہا ہے۔ میرا جادو سر چڑھ کر بول رہا ہے۔ وہ آ رہا ہے......"

آدھے گھنٹے بعد قبرستان کے احاطے کا گیٹ زوردار آواز سے ٹوٹ گیا۔ اس کی کار آندھی طوفان کی رفتار سے آکر رک گئی۔ پھر وہ کار سے نکل کر وچ لیڈی کی طرف دوڑتا ہوا اور چیختا ہوا کہنے لگا۔ "نکال دے۔ ان سُوئیوں کو نکال دے۔ کُتّے کی بچی! میں مر جاؤں گا سُوئیاں نکال دے......"

وہ دوڑتا ہوا لڑکھڑاتا ہوا ماش کے پُتلے کے قریب آکر اوندھے منہ گرا۔ ایلا نے پُتلے سے ایک سُوئی نکال دی۔ پرگولا نے ایک آہ کے ساتھ اطمینان کی سانس کھینچی۔ ایلا نے پتلے سے دوسری سُوئی بھی نکال دی۔ وہ زمین پر چاروں شانے چت ہو کر لمبی لمبی سانسیں لینے لگا پھر غراتے ہوئے بولا "تو دنیا کی بدترین چڑیل ہے۔ تو نے شیطان کے پجاری کو اذیتوں میں مبتلا کیا تھا۔ بتا تو نے ایسا کیوں کیا؟"

جاسوسی ڈائجسٹ کا دلچسپ ترین سلسلہ

انسان کی ترقی و تہذیب کے حیات افروز واقعات
صدیوں سے زندہ ایک پُراسرار شخص کی آپ بیتی، ہَوا جس کی دوست تھی، سمندر جس کے لیے آغوشِ مادر تھا، آگ اس کے بدن کو چھو دیتی تھی۔

وہ کہانی جس نے اپنے وقت میں مقبولیت کے ریکارڈ توڑ دیے

دیوتا کا بیٹا

پانچ حصّوں میں مکمل

قیمت فی حصہ ۲۵ روپے * ڈاک خرچ فی حصہ ۱۰/ روپے

کتابیات پبلی کیشنز ... کراچی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"پرگولا! مجھے افسوس ہے' میں مجبور تھی۔ مجھے دوست ہو کر دشمنی کرنی پڑی۔"

"ایسی کیا مجبوری تھی؟"

"پولیس والوں نے مجھے الٹا لٹکا کر مارا ہے۔ اب بھی ہڈیاں دکھ رہی ہیں۔ انہوں نے تیرے متعلق مجھ سے سب کچھ اگلوالیا۔ پھر مجھے حکم دیا کہ میں کالے عمل کے ذریعے تجھے یہاں بلاؤں۔ اگر میں انکار کرتی تو وہ مجھے گولی مار دیتے۔"

وہ اٹھ کر بیٹھ گیا پھر بولا "اب میں تجھے اس ٹوٹی ہوئی قبر میں گھسا کر ماروں گا۔"

"یہاں چاروں طرف پولیس والے ہیں۔ مجھے ہاتھ لگائے گا تو وہ تجھے جوتے ماریں گے۔"

"جھوٹ مت بول سؤر کی بچی! اس ویرانے میں کوئی نہیں ہے۔"

وہ غصے سے آگے بڑھا' اسی وقت فائرنگ کی آواز کے ساتھ قدموں کے پاس تھوڑی سی مٹی اڑی۔ وہ اچھل کر ایلا سے دور ہوگیا۔ آگ کی زرد روشنی میں چھپے ہوئے سپاہی اور دو افسر اسے نشانے پر لیے آرہے تھے۔ ٹیری آدم ان میں سے ایک افسر کے دماغ میں تھا۔ اس کی زبان سے بولا "تمہارے علاوہ تیس مسلح سپاہی تاریکی میں چھپے ہوئے ہیں۔ تم نے بھاگنے کی احمقانہ کوشش کی تو گولیوں سے چھلنی ہوجاؤ گے۔"

وہ دونوں ہاتھ اٹھائے کھڑا رہا۔ بری طرح پھنسنے کا یقین ہوگیا تھا۔ ٹیری نے کہا "ہمیں معلوم ہوچکا ہے کہ دو ٹیلی پیتھی جاننے والے جیری اور تھرپال تمہارے زیرِ اثر ہیں۔ وہ تمہارے دماغ میں ہوں تو ان سے کہہ دو اپنی جگہ آرام سے رہیں۔ ان کی کوئی سازشی چال کامیاب نہیں ہوگی۔"

"وہ موجود نہیں ہیں۔ اگر ہوتے تو صبر کرتے۔ ایسی جلدی بھی کیا ہے۔ میں پھر آہنی سلاخوں سے باہر آجاؤں گا۔"

"ہم نے تمہیں دشمن سمجھ کر نہیں گھیرا ہے۔ ہم تو تمہیں دوست بنانا چاہتے ہیں۔"

"سرکار سے دوستی میرے لیے باعثِ فخر ہوگی۔ ویسے اس مہربانی کی وجہ کیا ہے؟"

"ہمیں تمہاری آزادی اور مرینا کی غلامی پسند ہے۔ اگر آزادی چاہتے ہو تو ابھی عمل کرو اور مرینا کو یہاں آنے پر مجبور کرو۔"

وہ ایک قہقہہ لگا کر بولا "ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی پر قبضہ جمانے کے لیے میں ہی کام آسکتا ہوں لیکن وہ اس ملک سے جاچکی ہے۔"

"تم جھوٹ بولتے ہو۔ مرینا اسی ملک اور اسی شہر میں ہے۔"

"میں پچھلی رات ہی اپنے کالے علم سے معلوم کرچکا تھا۔ تم یقین کرو یا نہ کرو' وہ جاچکی ہے۔"

ٹیری نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر پرگولا کے دماغ میں پہنچ کر کہا "مجھے معلوم تھا کہ تیرے دماغ میں جگہ مل جائے گی اور تو فوراً ایسے ظاہر کرے گا جیسے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا ہے۔ ایک بار مرینا تیرے فریب میں آکر تیری کنیز بن گئی تھی۔"

جے پرگولا نے ایلا کو گھور کر کہا "اس کتیا نے تمہیں بتادیا ہے کہ میری شیطانی کھوپڑی کسی خیال خوانی کرنے والے سے حاضر نہیں ہوتی ہے اور نہ ہی کوئی مجھ پر تنویمی عمل کرسکتا ہے۔"

"ہاں' تیری ایسی تمام شیطانی قوتوں کا ہمیں علم ہے۔ ہم نے اسی کے مطابق تیرا بندوبست کیا ہے۔"

اسے ہتھکڑی پہنا کر ایک جیپ میں بٹھایا گیا۔ قبرستان کے احاطے کے گیٹ کے پاس دفتر نما چار دیواری تھی۔ اسے وہاں لے جاکر ایک بیڈ پر لٹایا گیا۔ اس کے ہاتھ پاؤں باندھے گئے پھر اس کی دونوں کنپٹیوں پر بجلی کے ننگے تار کو ٹیپ سے چپکایا گیا۔

اب اس کی سمجھ میں آیا کہ اس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ وہ چیخنے لگا اور بندشوں سے رہائی پانے کے لیے جدوجہد کرنے لگا۔ افسر نے ایک بار سوئچ آن کیا تو بجلی کے جھٹکوں سے وہ ذبح کیے ہوئے بکرے کی طرح آوازیں نکالنے لگا۔ افسر نے سوئچ آف کردیا۔ وہ وہ پہلے ہی جھٹکے سے نڈھال ہوگیا' رہائی کے لیے جدوجہد کرنا بھول گیا۔

ٹیری نے اس کے اندر پہنچ کر اس کی دماغی حالت معلوم کی۔ اس کے اندر اب بھی شیطانی قوت باقی تھی۔ اس نے افسر کو پھر حکم دیا پھر اس کو بجلی کا جھٹکا پہنچایا گیا۔ اس بار دماغی تکلیف ناقابلِ برداشت تھی۔ اس کے جسم کی غلاظت باہر نکل آئی تھی۔ ٹیری نے دیکھا' دماغ صاف ہوگیا تھا۔ شیطانی جھوٹ ختم ہوگیا تھا اور اس کے خیالات سچ کہہ رہے تھے کہ مرینا اسی شہر میں ہے۔ اس نے جھوٹ کہا تھا کہ وہ ملک سے باہر گئی ہے۔

ٹیری نے پوچھا "جیری اور تھرپال تمہارے پاس کب آتے ہیں؟"

"وہ ہر ایک گھنٹے بعد باری باری آتے ہیں۔"

"کیا ابھی موجود ہیں؟"

"نہیں میں نے ساڑھے بارہ بجے سونے سے پہلے کہہ دیا تھا کہ نیند میں مداخلت نہ کی جائے۔ اب جیری صبح چھ بجے اور تھرپال سات بجے آئے گا۔"

"تمہارا دعویٰ ہے کہ کوئی عامل تم پر تنویمی عمل نہیں کرسکتا۔ کیا ابھی تم میرے معمول بنو گے؟"

"نن... نہیں مجھ پر عمل نہ کرو۔ میں شیطان ہوں' تمہارے تنویمی عمل کے شکنجے سے نکل جاؤں گا۔"

"ہمیں شیطان کے دماغ کو کچرا کرنا آتا ہے۔"

اسے پھر بجلی کا جھٹکا پہنچایا گیا۔ اس بار شدید تکلیف سے تڑپتے رہنے کے بعد اس پر نیم بے ہوشی طاری ہوگئی۔ ایسی حالت

ٹیری نے اس کے ذہن کو تھپک تھپک کر سلا دیا۔

بجلی کے کئی جھٹکوں نے دماغ سے شیطانی قوتوں کو دھو ڈالا تھا۔ اس کی برین واش ہوچکا تھا۔ ٹیری نے اس پر عمل کرنا شروع کیا۔ وہ اس قدر کمزور ہوگیا تھا کہ جلد ہی ٹرانس میں آگیا اور ایک معمول کی حیثیت سے اس کے سوالات کے جواب دینے لگا۔

ٹیری نے جو حکم دیا' وہ اس کے دماغ میں نقش ہوگیا۔ پہلا حکم تھا کہ صبح چھ بجے اور سات بجے جیری اور تھرپال اس کے پاس آئیں تو وہ انہیں حکم دے کہ پہلی فلائٹ سے اسرائیل آجائیں۔

جے پرگولا کو اسی لیے شکنجے میں لیا گیا تھا کہ اس کے ذریعے صرف مرینا ہی نہیں' جیری اور تھرپال بھی خفیہ یہودی تنظیم میں آجائیں۔ یہ طے تھا کہ جیری اور تھرپال کے یہاں پہنچتے ہی انہیں گرفتار کرکے ان کے برین واش کیے جائیں گے۔ مرینا کے ساتھ بھی یہی کیا جائے گا۔ یوں تین خیال خوانی کرنے والوں کا اضافہ ہوجائے گا۔ اس طرح آدم برادرز کی ٹولی میں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی مجموعی تعداد پانچ ہوجائے گی۔

اور ایسا ہونے والا تھا۔ یہودی تنظیم بہت بڑی طاقت بننے والی تھی۔ پارس نے غیر معمولی فارمولوں کا شوشہ چھوڑ کر مملکتِ اسرائیل کو میدانِ جنگ بنا دیا تھا۔ ان پر عذاب نازل کردیا تھا اس کے برعکس انہیں فائدہ پہنچ رہا تھا۔ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی تعداد اچانک بڑھ گئی تھی۔ یہ یہودی عجب نصیب والے ہوتے ہیں۔

اگر میں وہاں ہوتا تو شاید صورتِ حال کچھ اور ہوتی۔

میں جس محاذ پر تھا' وہاں کامیابی حاصل ہورہی تھی۔ عادل گاڈ مدر کی پوری فیملی کے ساتھ محفوظ تھا۔ ایکسرے مین اور ٹیری آدم اس ملک میں وسیع اختیارات رکھنے کے باوجود ان میں سے کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے۔

کیا یہ ضروری ہے کہ میں جس محاذ پر رہوں' وہاں مجھے کامیابیاں حاصل ہوتی رہیں؟

کیا میں نے کامیابیاں حاصل کرنے کا ٹھیکا لے رکھا ہے؟

نہیں' زلزلے کے ایک جھٹکے سے بلند و بالا پہاڑ گر پڑتے ہیں پھر میں کس گنتی میں ہوں؟

میری بھی شامت آگئی۔ موبائل فون کی گھنٹی بجی۔ میں نے اسے آپریٹ کیا۔ دوسری طرف سے بابا صاحب کے ادارے کے جاسوس تام مورس کی آواز سنائی دی۔ اس نے کہا "جناب! غضب ہوگیا۔ مرینا پر پاگل پن کا دورہ پڑا ہے۔ وہ چیخیں مارتی ہوئی اور سر کے بال نوچتی ہوئی بنگلے سے باہر گئی۔ اس سے پہلے کہ میں روکتا وہ کار میں بیٹھ کر کہیں چلی گئی۔"

میں نے کہا "اطمینان رکھو' میں دیکھتا ہوں' ایسا کیوں ہورہا ہے؟"

میں نے فون بند کرکے خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ مرینا کے دماغ میں پہنچا تو اس کی حالت عجیب سی تھی۔ وہ کار ڈرائیو کرنے کے قابل نہیں تھی۔ اس کی آنکھوں کے سامنے تاریکی تھی۔ اس تاریکی میں محض ایک راستہ نظر آرہا تھا اور اس راستے کے اختتام پر وہ ایک قبرستان دیکھ رہی تھی۔

وہ محسوس کررہی تھی کہ جیسے اس کے سر کے بالوں میں آگ لگی ہوئی ہے۔ جب وہ پرگولا کی داشتہ تھی' تب اس نے اس کے سر کے کچھ بال توڑ کر ایک چھوٹی سی ڈبیا میں رکھے تھے اور کہا تھا "کبھی تم مجھے دھوکا دے کر جاؤ گی تو میں کالا عمل کروں گا اور تمہارا ایک ایک بال آگ میں جلاؤں گا' تمہیں سر کے بالوں میں آگ سی لگی ہوئی محسوس ہوگی۔ پھر تم اس آگ میں جلتی ہوئی میرے پاس آجاؤ گی۔"

اور اب یہی ہورہا تھا۔ میں مرینا کے خیالات پڑھتے ہی اپنی رہائش گاہ سے باہر آیا۔ پھر اپنی کار میں بیٹھ کر اُدھر جانے لگا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ وہ کس قبرستان کی سمت جارہی ہے لیکن میں راستہ معلوم کررہا تھا۔ اس کے جنونی ہونے کے باوجود اسے ہیڈ لائٹس کی روشنی میں دور تک دیکھنے پر مجبور کرتا تھا۔ کوئی مخصوص عمارت یا سائن بورڈ دیکھ کر معلوم ہوجاتا کہ وہ کن راستوں سے گزر رہی ہے۔

میرے ذہن میں یہی بات تھی کہ جے پرگولا قبرستان میں تنہا ہوگا یا اس کے دو چار چیلے ہوں گے۔ میں ان سے آسانی سے نمٹ لوں گا۔ میں خواب و خیال میں بھی یہ سوچ نہیں سکتا تھا کہ ایکسرے مین اور ٹیری آدم' جے پرگولا کے ذریعے مرینا کو ٹریپ کررہے ہیں۔ جو جال اس کے لیے بچھایا گیا ہے' اس کے پیچھے بھاگتے بھاگتے میں بھی اس میں پھنسنے والا ہوں۔ اور جب شامت آتی ہے تو آدمی وہ نہیں کرتا' جو کرنا چاہیے۔

بلکہ وہ کرتا ہے' جو نہیں کرنا چاہیے۔

میں مرینا کے دماغ کو قابو میں کرکے اسے اپنے پاس آنے پر مجبور کرسکتا تھا۔ لیکن میں نے ایسا نہیں کیا۔ میری دانست میں پرگولا جیسے شیطان سے ٹکرانے کا یہی موقع تھا۔ پہلی بار ہمارا سامنا ہونے والا تھا اور میں اسے مات دے کر مرینا کو ہمیشہ کے لیے اس سے نجات دلانا چاہتا تھا۔

میں تو اسے ایک چھوٹا سا گڑھا سمجھ کر پھلانگنے جارہا۔ کاش یہ معلوم ہوتا کہ گڑھے کے پیچھے گہری کھائی ہے۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

قصہ حاتم طائی میں ایک جگہ کوہِ ندا کا ذکر ہے۔ حسن بانو نے حاتم طائی سے جن سات سوالوں کے جواب طلب کئے تھے ان میں سے ایک مطالبہ یہ تھا کہ حاتم طائی جائے اور کوہِ ندا کی خبر لائے۔

حاتم ہزارہا صعوبتیں برداشت کرتے ہوئے ایسے علاقے میں پہنچا' جہاں لوگوں نے بتایا کہ وہ جو سامنے پہاڑ ہے وہی کوہِ ندا ہے۔ وہاں سے آوازیں آتی ہیں۔ "یا اخی! یا اخی!"

وہ آواز جس شخص سے منسوب ہوجاتی ہے وہ شخص دیوانہ وار اس پہاڑ کی طرف بھاگتا چلا جاتا ہے۔ پوری بستی اسے روکنا چاہے تو وہ نہیں رکتا۔ اس میں اتنی قوت آجاتی ہے کہ وہ تمام دنیا والوں کی گرفت سے نکل کر اس آواز کی سمت جاتے جاتے پہاڑ پر پہنچ کر نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے۔ پھر کبھی لوٹ کر نہیں آتا۔

تب حاتم پر یہ راز کھلا کہ وہ ندا یا صدا موت کی ہے۔ جس کے نام کی صدا آتی ہے' وہ موت کی طرف کھنچتا چلا جاتا ہے۔ اسے تمام دنیا والے بھی اپنی گرفت میں لے کر روکنا چاہیں تو روک نہیں سکتے اور وہ پہاڑ' زندگی اور موت کے درمیان ایک پردہ ہے۔ اس پہاڑ کے آگے زندگی اور پہاڑ کے پیچھے موت کی ندا' جہاں سے کوئی واپس نہیں آتا۔

میں نے کوہِ ندا کا حوالہ اس لئے پیش کیا کہ میرے نام کی بھی صدا آرہی تھی۔ مجھے مرینا کی چیخیں سنائی دے رہی تھیں۔ وہ کالے جادو کے زیرِ اثر تڑپ رہی تھی۔ اس کے بالوں میں جیسے آگ لگی ہوئی تھی اور وہ آگ بجھانے بے اختیار اس قبرستان کی طرف کار ڈرائیو کرتی جارہی تھی۔

میں اس کے اندر رہ کر وہ راستے معلوم کر رہا تھا' جہاں سے وہ گزر رہی تھی اور میں اس کے تعاقب میں کار ڈرائیو کرتا جارہا تھا۔ اس کے خیالات بتا رہے تھے کہ جے پرگولا اس پر کالا جادو کر رہا ہے۔ اس کے سروں کے چند بال وہ ایک ننھی سی ڈبیا میں رکھتا تھا اور اسے تعویذ کی طرح گلے میں پہنتا تھا۔ اب وہ ایک ایک بال ڈبیا سے نکال کر منتر پڑھ رہا تھا اور اسے آگ میں جلا رہا تھا۔

میں مرینا کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے قبرستان جانے سے روک سکتا تھا لیکن روک دینے سے بالوں میں ہونے والی جلن کی شدت اور تکلیف کم نہ ہوتی۔ پھر جے پرگولا سے ٹکرانے کا بھی ارادہ تھا۔ ایسے وقت میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ مرینا کو پرگولا اپنے لئے نہیں' خفیہ یہودی تنظیم کے لئے کالے عمل سے بلا رہا ہے اور وہاں قبرستان کی تاریکی میں بے شمار پولیس افسران چھپے بیٹھے ہیں اور ان افسران کے دماغوں میں ایکسرے مین اور ٹیری آدم موجود ہیں۔ وہ پرگولا کو اپنا معمول اور تابعدار بنانے کے بعد اب مرینا کو گرفت میں لینے کے لئے اس طرح بلا رہے ہیں۔ ایسے میں فرہاد علی تیمور بھی ان کی گرفت میں آئے گا تو یہودی قوم کی عید ہوجائے گی۔

ایسے ہی وقت کوہِ ندا کی مثال یاد آئی۔ میں شاید موت کی صدا سن کر اپنے آخری انجام کی طرف جارہا تھا لیکن حاتم طائی کے زمانے میں موت کی صدا سن کر کوئی ایک ادھر جاتا تھا' دو افراد نہیں جاتے تھے جبکہ ہم دو جارہے تھے۔ ایک میں اور دوسری مرینا۔

پھر تو وہ موت میرے لئے نہیں تھی۔ مرینا کے لئے بھی نہیں تھی بلکہ محض دھمکی تھی۔ جیسے زندہ رہنے کے دوران کئی بار موت آتی ہے۔ پھر آتے آتے رہ جاتی ہے۔ دھمکی دے کر چلی جاتی ہے۔

میں تو کیا کوئی بھی یہ سوچ نہیں سکتا تھا کہ پیش آنے والی مصیبت سے کیسے بچ جائے گا۔ جب ہماری عقل کام نہیں کرتی تب مقدر اپنا تماشا دکھاتا ہے کہ دیکھو' تم بچ گئے ایسے.....

اچانک ہی میں نے بریک لگاتے ہوئے اپنی کار کو روکا اور خیال خوانی کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے دیکھا' ادھر مرینا نے بھی اچانک اپنی گاڑی اس لئے روکی کہ اس کے سامنے دوسری گاڑی نے آکر راستہ روک لیا تھا۔ وہ تکلیف کی شدت سے چیختی ہوئی بولی۔ "ہٹ جاؤ۔ میرا راستہ چھوڑ دو۔ مجھے جانے دو۔"

راستہ روکنے والی گاڑی کے اگلے دو دروازے کھلے۔ ایک عورت اور ایک نوجوان باہر آئے۔ میں نے کہا۔ "مرینا! یہ پرگولا کے آلۂ کار ہوسکتے ہیں۔ کار سے نکل کر واپسی کے راستے پر بھاگو۔ میں آرہا ہوں۔"

میں نے اسی راستے کی طرف آنے کے لئے کار اسٹارٹ کی اور آگے بڑھاتے ہوئے مرینا کے پاس پہنچا۔ پتا چلا کہ اس جوان نے قریب آکر مرینا کو دونوں بازوؤں میں دبوچ لیا ہے۔ عورت نے اس کی آستین پھاڑ دی اور اس کے بازو میں انجکشن کی سوئی گھونپ دی ہے۔ اس کے بعد میری سوچ کی لہریں واپس آگئیں کیونکہ وہ بے ہوش ہوگئی تھی۔

بے ہوشی کے بعد احساسات تقریباً مردہ ہو جاتے ہیں اسی لئے بڑے سے بڑے آپریشن کے وقت چیر پھاڑ کرنے کے باوجود مریض کو تکلیف کا احساس نہیں ہوتا۔ پھر ایسے حالات میں مرینا کو اپنے بالوں میں جلن کی تکلیف بھلا کیسے محسوس ہوتی۔ وہ پرسکون ہوگئی تھی۔

اسے سکون پہنچانے والا وہ جوان عادل تھا اور عورت تھی لیلیٰ۔

لیلیٰ نے میرے اندر آکر کہا۔ "میں نے اور عادل نے اسے قابو میں کرلیا ہے۔ اب پرگولا کا جادو بے اثر رہے گا۔"

میں نے کہا۔ "یہ تم نے کیا کیا؟ میں پرگولا تک پہنچنا چاہتا تھا۔"

"اور میں نہیں چاہتی تھی کہ آپ وہاں جائیں۔ تھوڑی دیر پہلے عادل نے مجھے بتایا تھا کہ سمندر کے کنارے جب ڈی ہیری کو گولی ماری گئی تھی تو پولیس نے جے پرگولا کو گرفتار کیا تھا۔ یقیناً یہودی تنظیم والوں نے پرگولا کی اچھی طرح پٹائی کی ہوگی۔ اس کے دماغ میں گھس کر بہت سی معلومات حاصل کرنے کے علاوہ یہ بھی معلوم کیا ہوگا کہ وہ جادوئی عمل سے مرینا کو بلا سکتا ہے۔"

میں نے قائل ہو کر کہا۔ "ہاں۔ درست کہتی ہو۔ یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے پرگولا کو ایسا کرنے پر مجبور کیا ہوگا۔ اس طرح صرف مرینا ہی نہیں دو اور ٹیلی پیتھی جاننے والے جیری اور نہال بھی ان کی گرفت میں آنے والے ہوں گے۔ یوں سمجھ میں آتا ہے کہ قبرستان میں جے پرگولا تنہا نہیں ہوگا۔ یہودی تنظیم کے بڑے بڑے عہدیدار وہاں تاریکی میں ہتھیاروں کے ساتھ چھپے ہوں گے۔"

لیلیٰ نے مسکرا کر پوچھا۔ "مان گئے نا کہ میں نے بروقت جال میں پھنسنے سے روکا ہے؟"

میری کار ان کے قریب پہنچ گئی تھی۔ عادل نے مرینا کو اٹھا کر اپنی گاڑی کی پچھلی سیٹ پر لٹا دیا تھا۔ اس کے بعد مرینا کی کار کی نمبر پلیٹ اکھاڑ رہا تھا کیونکہ ان نمبروں سے یہ معلوم ہوجاتا کہ وہ کار ٹام مورس کی ہے۔ انکوائری کرنے والا خیال خوانی کرتا تو معلوم ہوتا کہ ٹام مورس نے مرینا سے شادی کی ہے۔ یوں دشمن پھر مرینا تک پہنچ جاتے۔

میں نے کہا۔ "شاباش عادل! تم بڑی حاضر دماغی سے کام کر رہے ہو۔ اپنی بھابی کے ساتھ جاؤ' میں بعد میں آؤں گا۔"

لیلیٰ نے پوچھا۔ "آپ کہاں جارہے ہیں؟"

"وہیں' جہاں تم نے جانے سے روکا ہے۔"

"آپ جان بوجھ کر خطرہ مول لینے کیوں جارہے ہیں؟"

"پہلے انجان بن کر جارہا تھا' اس لئے وہاں خطرہ تھا۔ اب تو ان کا سارا کھیل میرے سامنے ہے۔ تم فکر نہ کرو۔ مرینا کا خیال رکھو۔"

عادل جانے کے لئے کار اسٹارٹ کر رہا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا۔ "اگر مرینا کے ہوش میں آنے کے بعد پرگولا نے پھر عمل کیا اور اسے تکلیف میں مبتلا کیا تو تم کیا کروگے؟"

اسے جواب میں کہنا چاہئے تھا کہ وہ پھر اسے بے ہوشی کا انجکشن لگادے گا لیکن اس نے کہا۔ "بھائی جان! جب بار بار وہی ایک تکلیف ہو تو اس تکلیف کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا چاہئے۔ میں استرا تیار رکھوں گا' مرینا کا سر مونڈ ڈالوں گا۔ جب اس کے سر میں بال ہی نہیں رہیں گے تو پرگولا عمل کس پر کرے گا؟"

میں نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔ پھر اس کی پیٹھ پر ہاتھ مار کر کہا۔ "جاؤ۔"

وہ لیلیٰ کے ساتھ مرینا کو لے کر چلا گیا۔ واقعی یہ بات قابلِ غور تھی کہ پرگولا کے پاس مرینا کے چند بال ہوں گے۔ جنہیں وہ آگ میں جلا کر اس کے سر کے بالوں میں آگ لگانے کا احساس پیدا کرتا تھا۔ جب مرینا کے سر پر بال ہی نہیں رہیں گے تو اس کا کالا عمل جلن کی تکلیف کہاں پیدا کرے گا؟ عادل کا جواب مرینا کے لئے شاید قابلِ قبول نہ ہوتا مگر بچاؤ کا آخری راستہ یہی تھا۔

میں نے اپنی کار آگے بڑھائی۔ یہ نہیں معلوم تھا کہ پرگولا کس قبرستان میں بیٹھا عمل کر رہا ہے۔ تل ابیب کے مضافات میں کئی قبرستان تھے۔ میں نے سوچا' کالا جادو مرینا کو جس راستے پر کھینچ رہا تھا' مجھے اسی راستے پر چلنا چاہئے۔ شاید راستے کے اطراف میں وہ مطلوبہ قبرستان نظر آجائے۔ میرے لئے اس کی پہچان یہی ہوسکتی تھی کہ وہاں دور کہیں آگ جل رہی ہوگی۔ اس آگ میں وہ مرینا کے بال جلا رہا ہوگا۔

ایک آدھ گھنٹے میں صبح ہونے والی تھی۔ جے پرگولا عمل کرتے کرتے تھک گیا۔ اس کی ڈبیا میں مرینا کے سر کے جتنے بال تھے' وہ اس نے ایک ایک کرکے سب ہی جلا دیئے۔ لیکن وہ حاضر نہیں ہوئی۔ وہ پریشان ہو کر شیطان کو پکارنے لگا۔ اس کے پاس بیٹھی ہوئی ایلا نے کہا "پرگولا! تجھے ہوا کیا ہے؟ کیا منتر بھول گیا ہے؟ سارے بال جلا دیئے۔ ڈبیا خالی کردی پھر وہ کیوں نہیں آرہی ہے؟"

"میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ کیا گڑبڑ ہوگئی ہے۔ اسے چیختے چلاتے اور سر پٹختے ہوئے آنا چاہئے تھا مگر یہاں تو اس کی پرچھائیں بھی نظر نہیں آرہی ہے۔"

وہ بولی۔ "یہ پولیس والے تیری پٹائی کریں گے۔ یہی الزام دیں گے کہ تو نے مرینا کو ان سے دور رکھنے کے لئے بے اثر جادو کیا ہے۔"

وہاں کے سناٹے میں پولیس کی جیپ شور مچاتی آئی۔ ایک افسر نے جیپ سے اتر کر کہا۔ "میں تم دونوں کے خیالات پڑھتا آرہا ہوں۔ اگر تم زبان سے کہتے تو کبھی یقین نہ کرتا۔ مگر تمہارے چور خیالات بتا رہے ہیں کہ تم نے فراڈ نہیں کیا ہے۔ پوری طرح اپنے کالے علم کو آزمایا ہے۔ پھر بھی وہ نہیں آئی۔"

پرگولا نے کہا "میری تو یہی سمجھ میں آتا ہے کہ وہ مرچکی ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ وہ زندہ ہو اور اس پر میرا جادو اثر نہ کرے۔"

افسر کے دماغ میں بیٹھے ہوئے ایکسرے مین نے کہا۔ "ہوسکتا ہے' وہ مردہ نہ ہو' بے ہوش ہو کیونکہ بے ہوشی میں بھی انسان کو بڑی سے بڑی تکلیف کا احساس نہیں ہوتا۔"

"ہاں' یہ ممکن ہے۔ وہ بے ہوش ہوگی' تب ہی میرا عمل ناکام رہا ہے۔"

"کوئی بات نہیں۔ کب تک بے ہوش رہے گی۔ اب تو صبح ہونے والی ہے۔ تم کل رات کو پھر یہاں آکر عمل کرو۔"

"جنابِ عالی! اب تو عمل نہیں ہوسکے گا۔ مرینا کے تمام بال ختم ہوچکے ہیں۔"

ایکسرے مین نے افسر کے ذریعے اسے ایک الٹا ہاتھ رسید کیا۔ "گدھے کے بچے! تو نے سارے بال کیوں جلا ڈالے؟"

پرگولا توہین کے احساس سے تلملا گیا۔ وہ اتنا شہ زور تھا کہ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

انسپکٹر کو دبوچ لیتا تو اس کا دل نکل جاتا لیکن اس کے اور سپاہیوں کے پاس ہتھیار تھے۔ وہ دانت پیس کر بولا۔ "انسپکٹر! مرد کا بچہ ہے تو ہتھیار پھینک کر میرے سامنے آ۔ میں تجھے اس قبر میں گھسا دوں گا۔"

انسپکٹر نے پھر اسے مارنے کے لئے ہاتھ اٹھایا۔ پرگولا نے بڑی پھرتی سے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا اور ایک بازو میں اس کی گردن دبوچ لی۔ پھر اس سے پہلے کہ دوسرے سپاہی آگے بڑھتے' اس نے ہولسٹر سے ریوالور نکال کر اس کی کنپٹی سے لگاتے ہوئے کہا۔ "خبردار! کوئی قریب آئے گا یا مجھ پر گولی چلائے گا تو میں مرتے مرتے اسے بھی مار ڈالوں گا۔"

سپاہی ذرا پیچھے ہٹ گئے۔ وہ بولا۔ "اور دور چلے جاؤ۔ میرا راستہ چھوڑو۔"

وہ سب اور پیچھے ہٹنے لگے۔ پرگولا اتنا اہم تھا کہ اسے قابو میں کرنے کے لئے ایک انسپکٹر کو مارا جا سکتا تھا لیکن وہ انسپکٹر ایکسرے مین کا سالا تھا۔ اس کی بیوی کا بھائی تھا۔ اس کی بیوی اور سالے وغیرہ بھی اسے ایکسرے مین کی حیثیت سے نہیں جانتے تھے۔ بہرحال ساری دنیا ایک طرف جورو کا بھائی ایک طرف کے مصداق وہ سالے کو قربان نہیں کر سکتا تھا۔

اس نے ٹیری آدم کے دماغ میں یہ بات ڈالی کہ انسپکٹر کو نقصان نہ پہنچے۔ پرگولا کو حکمتِ عملی سے قابو میں کیا جائے۔ ٹیری نے پرگولا کے دماغ میں کہا۔ "یہ مت بھولو کہ تم میرے معمول اور تابعدار ہو۔ میں ابھی تمہارے ہاتھ سے ریوالور گرا دوں گا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "تم نے مجھے بجلی کے جھٹکے پہنچائے' میرے دماغ کو کمزور کر کے مجھ پر تنویمی عمل کیا۔ میں پہلے ہی کہہ چکا تھا کہ میرا دماغ شیطانی ہے۔ مجھ پر تنویمی عمل تھوڑی دیر تک رہتا ہے پھر میں اس عمل سے آزاد ہو جاتا ہوں۔ تم میرے اندر زلزلہ پیدا کرو' میرا کچھ نہیں بگڑے گا۔"

ٹیری نے یہی کیا۔ اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا۔ اس کا کچھ نہیں بگڑا۔ وہ انسپکٹر کو گن پوائنٹ پر رکھے ہوئے قبرستان کے بڑے گیٹ کی طرف جا رہا تھا۔ ٹیری نے اس کے دماغ کو چکرانے کی کوشش کی تاکہ وہ ذرا سا بھی لڑکھڑائے تو انسپکٹر اس سے ریوالور چھین لے۔ لیکن اس کی تمام کوششیں ناکام ہو رہی تھیں۔

اس نے سوچا کہ انسپکٹر کی زندگی کو خطرے میں ڈال کر پرگولا کو گرفتار کیا جائے لیکن ایکسرے مین نے ٹیری کی سوچ میں کہا۔ "مجھے انسپکٹر کی حفاظت کرتے ہوئے اسے گرفتار کرنا چاہئے۔ جلد بازی سے کام لینا ضروری نہیں ہے۔ آخر یہ بھاگ کر کہاں جائے گا؟ قبرستان کے باہر بھی مسلح سپاہی موجود ہیں۔"

قبرستان کے باہر والی سڑک پر میں نے کار روک دی تھی۔ کئی گاڑیاں اس سڑک پر سے گزر رہی تھیں۔ میں دور آگ کے شعلے دیکھ کر سوچ رہا تھا' شاید پرگولا اس قبرستان میں ہو گا۔ ایسے ہی وقت وہ انسپکٹر کو گن پوائنٹ پر رکھے باہر آیا۔ دور کھڑے ہوئے سپاہیوں نے اسے بھی نشانے پر رکھا ہوا تھا۔ وہ حکم کے منتظر تھے۔ افسران جیسے ہی فائرنگ کا حکم دیتے' وہ پرگولا کو گولیوں سے چھلنی کر دیتے یا اسے زخمی کر کے فرار ہونے کے قابل نہ چھوڑتے لیکن ایکسرے مین اپنے سالے انسپکٹر کے ساتھ پرگولا کو بھی زندہ سلامت رکھنا چاہتا تھا۔

پرگولا ان کے لئے بہت اہم تھا۔ وہ قابو میں رہتا تو اس کے ذریعے تین ٹیلی پیتھی جاننے والے یہودی تنظیم میں چلے آتے۔ ایک افسر نے دور سے للکارا۔ "پرگولا! تم بہت بڑی غلطی کر رہے ہو۔ ایک افسر کو یرغمال بنا کر نہ اس علاقے سے اور نہ ہی اس ملک سے باہر جا سکو گے۔"

دوسرے افسر نے کہا۔ "پرگولا! اسے چھوڑ دو۔ ہم تمہیں حراست میں نہیں لیں گے۔ تم ہمارے دوست بن کر رہو گے۔"

پرگولا نے اچھی طرح انسپکٹر کی گردن دبوچ کر ریوالور سے میرا نشانہ لیا۔ پھر سختی سے کہا۔ "جہاں بیٹھے ہو' وہیں رہو اور کار کا پچھلا دروازہ کھول دو۔"

میں نے بری طرح خوفزدہ ہونے کا تاثر دیا۔ خوف زدہ انداز میں دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔ "فار گاڈ سیک' گولی نہ چلانا۔ تم جو کہو گے' وہی کروں گا۔ کیا میں اپنی کار چھوڑ کر چلا جاؤں؟"

وہ کار کے قریب آتے ہوئے بولا۔ "خبردار! کار سے نہ نکلنا۔ تم اسے ڈرائیو کرو گے۔"

میں تو یہی چاہتا تھا کہ میرا شکار خود میرے ساتھ چلے۔ وہاں پولیس کے افسران دیکھ رہے تھے کہ پرگولا مجھے ریوالور دکھا کر مجبور کر رہا ہے اور میں اپنی سلامتی کے لئے اس کے حکم کی تعمیل کر رہا ہوں۔

وہ انسپکٹر کو کار کی پچھلی سیٹ پر دھکا دے کر اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔ پھر بولا۔ "گاڑی چلاؤ۔"

میں نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ ویسے تو کار میں ہم تین تھے۔ اگلی سیٹ پر میں اور پچھلی سیٹ پر وہ دونوں لیکن مجھے چوتھے شخص کی موجودگی کا بھی یقین تھا۔ جو لوگ پرگولا کے ذریعے تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو حاصل کرنے کی فکر میں تھے' ان کا ایک خیال خوانی کرنے والا ضرور انسپکٹر کے اندر رہ کر یہ تماشا دیکھ رہا ہو گا۔

میں چاہتا تھا' وہ مجھے ایک عام سا شہری سمجھے۔ اس لئے میں نے پرگولا سے کہا۔ "برادر! تم قانون کے محافظ کو اغوا کر رہے ہو' ساتھ ہی مجھے بھی مجرم بنا رہے ہو۔ آخر یہ معاملہ کیا ہے؟"

میں نے پرگولا کو پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس کی حرکتوں سے اندازہ ہو رہا تھا کہ یہ وہی شیطان ہے۔ وہ مجھے جھڑک کر بولا۔ "خاموشی سے گاڑی چلاتا رہ۔ کچھ بولے گا تو گولی مار دوں گا۔"

پھر وہ انسپکٹر کو دیکھ کر بولا۔ "جو شخص تمہارے دماغ میں بیٹھا ہے' میں اس سے کہتا ہوں کہ ہمارا تعاقب کرنے والے افسروں اور سپاہیوں کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ ہمارے تعاقب سے باز آ جائیں۔ ورنہ یہ افسر انہیں زندہ نہیں ملے گا۔"

میں نے کہا۔ "برادر! تم کچھ بہکی بہکی سی باتیں کر رہے ہو۔ انسپکٹر سے کہہ رہے ہو کوئی اس کے دماغ میں چھپا بیٹھا ہے۔ بھلا کوئی کسی کے دماغ میں کیسے بیٹھ سکتا ہے۔"

وہ غصے سے بولا۔ "یو شٹ اپ' اب بولے گا تو گولی مار دوں گا۔"

"عجیب احمق ہو۔ مجھے مار ڈالو گے تو گاڑی کون چلائے گا؟ تم گاڑی چلاؤ گے تو انسپکٹر کو کون سنبھالے گا۔"

وہ جھنجلا کر بولا۔ "ابے کیوں بکواس کر رہا ہے۔ مجھے اس ٹیلی پیتھی جاننے والے سے بکواس کرنے دے۔ بکواس نہیں بات کرنے دے۔"

پھر اس نے پیچھے والے شیشے کے پار دیکھ کر کہا۔ "پولیس والے تعاقب سے باز نہیں آ رہے ہیں۔ میں پھر وارننگ دیتا ہوں۔ ہمارا پیچھا نہ چھوڑا گیا تو میں تمہارے انسپکٹر کو......"

میں نے فوراً ہی بات کاٹ کر کہا۔ "انسپکٹر کو بھی گولی نہیں مار سکو گے۔ جب تک یہ زندہ رہے گا' پولیس والے تم پر ہاتھ نہیں ڈالیں گے۔"

وہ ایک دم سے پھٹ پڑا۔ "ابے گدھے کے بچے! کیوں ہمارے بیچ میں بول رہا ہے۔"

میں نے کہا۔ "گدھا ہو گا تو' تیرا باپ' تیرا خاندان' ابھی گاڑی روک دوں تو پولیس والے گھیر لیں گے۔"

"خبردار! گاڑی نہیں روکنا۔"

"تو پھر بول کہ تو کتا ہے' تجھے جتنی گندی گالیاں یاد ہیں' وہ اپنے آپ کو دینا شروع کر دے۔ اگر تو نے شروع نہ کیں تو تین تک گنتے ہی گاڑی روک دوں گا۔"

"گاڑی روکتے ہی میں تجھے گولی مار دوں گا۔"

"تو پھر ٹھیک ہے گالی یا گولی ایک......"

"ابے کیا کرتا ہے؟ کیا سچ مچ گاڑی روکے گا؟"

میں نے اونچی آواز میں کہا۔ "دو......"

میرے تین کہنے سے پہلے ہی وہ شروع ہو گیا۔ اپنے آپ کو گالیاں دینے لگا۔ ایسے ہی وقت میں نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر کے سانس روک لی۔ وہ یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والا' جو انسپکٹر کے اندر موجود تھا' اس نے میرے اندر آنے کی زحمت کی تھی۔ شاید اسے یہ بات پسند آئی ہو گی کہ میں پرگولا کو ریوالور رکھنے کے باوجود بے بسی اور جھنجلاہٹ میں مبتلا کر رہا ہوں۔

پرگولا خود کو گالیاں دینے کے بعد غصے سے بولا "ابے او ٹیلی پیتھی جاننے والے! تو خود کو سمجھتا کیا ہے؟ پولیس والوں کو میرے پیچھے آنے سے نہیں روک رہا ہے۔ میں دیکھوں گا کہ یہ کب تک میرا پیچھا کریں گے۔"

میں نے کہا۔ "جب تک میری گاڑی کی ٹنکی میں پٹرول ہے۔ پھر یہ گاڑی خود ہی رکے گی تو تعاقب کا سلسلہ ختم ہو جائے گا۔"

وہ غصے اور عاجزی سے بولا۔ "ارے میرے باپ! میں تجھے تیرے خدا کا واسطہ دیتا ہوں۔ ہمارے بیچ میں مت بول۔ تو اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کو یہ کیوں سنا رہا ہے کہ اس گاڑی کا پٹرول ختم ہو سکتا ہے۔"

میں نے کہا۔ "کیا میرے نہ کہنے سے یہ گاڑی دو چار برس تک چلتی رہے گی۔ ہمیں کسی پیٹرول پمپ پر رکنا نہیں پڑے گا؟"

وہ دہاڑ کر بولا۔ "ابے چپ ہو جا۔ مجھے بچنے کی کوئی تدبیر سوچنے دے۔"

"تمہیں صرف میں ہی بچا سکتا ہوں۔"

"وہ پیچھے آنے والے پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔ تو مجھے کیسے بچائے گا؟"

"بڑا آسان طریقہ ہے۔ وہ سامنے دریا کا پل آ رہا ہے۔ اگر میں یہ گاڑی دریا میں گرا دوں تو تم تیر کر کہیں سے کہیں نکل جاؤ گے۔ ان پولیس والوں سے دو چار گھنٹے کے لئے نجات مل جائے گی۔"

"کیا پاگل ہو گیا ہے؟ ہمیں گاڑی سمیت دریا میں گرائے گا اور خود بھی ڈوب مرے گا۔ میری جان پر بنی ہے اور تو مذاق کر رہا ہے۔"

میں نے رفتار اور زیادہ بڑھاتے ہوئے کہا "میں مذاق نہیں کر رہا ہوں۔ دیکھو یہ پل آ گیا ہے' سنبھل جاؤ۔"

وہ بولا۔ "ابے ڈرپوک! بزدل! تو موت سے ڈرتا ہے۔ اسی لئے میرے ریوالور سے ڈر کر گاڑی چلا رہا ہے۔ تیرے جیسا بزدل گاڑی سمیت دریا میں جا نہیں سکتا۔"

کار تیز رفتاری سے دریا کے بیچ پل پر پہنچ گئی تھی۔ میں نے اپنے دروازے کا لاک کھولا پھر اچانک ہی پوری تیز رفتاری سے گاڑی کو ٹرن دیا۔ پھر جیسے قیامت آ گئی۔ پیچھے بیٹھنے والوں کی چیخیں نکلیں۔ پل کی ریلنگ ایک دھماکے سے ٹوٹی۔ پھر ہماری گاڑی فضا میں اڑتی ہوئی دریا کے پانی کی طرف جانے لگی۔ میں پہلے سے تیار تھا۔ دروازہ کھول کر گاڑی کے ڈوبنے سے پہلے ہی چھلانگ لگا دی۔

گاڑی کا وزن بہت زیادہ تھا۔ اس لئے وہ مجھ سے پہلے ڈوبی۔ میں چند ساعتوں کے بعد اس سے دور آ کر پانی میں گرا۔ پھر ہاتھ پاؤں مار کر واپس اوپر کو آیا۔ دریا کی سطح پر ابھرتے ہی دیکھا' پرگولا بھی ابھرنے کے بعد تیر رہا تھا۔ میں نے کہا۔ "پولیس والے پل پر کھڑے دیکھ رہے ہیں۔ ان سے چھپنا چاہتے ہو تو پانی کے اندر ہی اندر تیرتے رہو۔"

یہ کہتے ہی میں نے ڈبکی لگائی۔ پھر اندر ہی اندر تیرنے لگا۔ جو

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

یوگا میں مہارت رکھتے ہیں' وہ دور تک نظروں میں آئے بغیر پانی کے اندر سفر کر سکتے ہیں۔ میں نے تھوڑی دیر بعد پرگولا کو ایک ہاتھ کے فاصلے پر تیرتے ہوئے دیکھا۔ ہم دریا کے بہاؤ کے ساتھ جا رہے تھے۔ اس لئے تیزی سے دور نکل رہے تھے۔

وہ دریا' سمندر میں آکر گرتا تھا۔ اگر ہم دو ڈھائی گھنٹے تک تیرتے رہتے تو سمندر میں پہنچ جاتے۔ میں ایک اندازے کے مطابق پون گھنٹے میں کنارے پر آگیا۔ ساحل کی مٹی پر چاروں شانے چت ہو کر گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ سر گھما کر اِدھر اُدھر دیکھا' تقریباً پچاس گز کے فاصلے پر پرگولا پانی سے ابھر کر ساحل کی طرف آرہا تھا۔ پھر وہ بھی کنارے آکر گر پڑا تھا۔ وہاں دور تک ویرانی تھی۔ درخت اور چھوٹے بڑے پہاڑی ٹیلے دکھائی دے رہے تھے۔

دن نکل آیا تھا۔ پرگولا نے لیٹے ہی لیٹے سر اٹھا کر مجھے گھونسا دکھاتے ہوئے کہا۔ "میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ میں ابھی آرہا ہوں۔ تیری ہڈیاں توڑ دوں گا۔"

میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ وہ بولتے بولتے چپ ہو گیا تھا۔ میں نے خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ امید تو نہیں تھی کہ وہ اپنے دماغ میں آنے دے گا لیکن جگہ مل گئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ جیری اس کے پاس پہنچا ہوا تھا۔ اس لئے وہ میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر رہا تھا۔

جیری نے اس کے پاس آتے ہی کہا۔ "باس! آپ کا غلام جیری اپنے وقت پر حاضر ہے۔ کیا آپ خیریت سے ہیں؟"

"پچھلی رات سے مصیبتوں میں مبتلا ہوں۔ اب شاید پولیس والوں سے نجات مل گئی ہے۔ یہاں اس ویرانے میں ایک پاگل ہے۔ میں اس کی پٹائی کرنے جا رہا ہوں۔ جب وہ سانس روکنے کے قابل نہ رہے تو اس کے دماغ میں گھس کر معلوم کرنا کہ آخر یہ جان پر کھیلنے والا شخص کون ہے۔"

وہ اٹھ کر بیٹھ گیا پھر بولا۔ "ایک بات اچھی طرح یاد رکھو۔ اگر میں تم سے اور تھربال سے یہاں آنے کو کہوں تو ہرگز اپنا خفیہ اڈا اور اپنا ملک چھوڑ کر نہ آنا۔"

"آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ کیا ہم آپ کے حکم سے انکار کر دیں؟"

"ہاں ایسے وقت سمجھ لینا کہ میں دشمنوں کے دباؤ میں آکر تم دونوں کو بلا رہا ہوں۔ تم لوگ آؤ گے تو میری طرح مصیبت میں پھنس جاؤ گے۔ یہودی تنظیم کی یہی کوشش ہے کہ وہ تم دونوں کو کسی طرح ٹریپ کرے۔"

وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا پھر میری طرف آتے ہوئے بولا۔ "کیا تُو پاگل خانے سے آیا ہے؟ تُو نے اپنی گاڑی بھی ڈبو دی۔ ہمیں بھی ڈبونے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اور خود بھی یہ پریشانیاں اٹھا کر یہاں تک میرے ساتھ آگیا۔ کیا اس میں تیری کوئی مصلحت ہے؟

آخر تُو ہے کون؟"

"مجھ سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔ ابھی تُو میری پٹائی کر کے مجھے سانس روکنے کے قابل نہیں چھوڑے گا تو جیری میرے دماغ میں آکر میری ہسٹری معلوم کر لے گا۔"

وہ میرے قریب آتے آتے ٹھٹک گیا۔ جیری نے کہا۔ "باس! یہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ ابھی آپ کے اندر آکر آپ کی باتیں سن رہا تھا۔"

میں نے کہا۔ "میں اب بھی سن رہا ہوں۔ تمہارا باس مجبور ہے۔ مجھے دماغ سے نکالنے کے لئے سانس روکے گا تو تم بھی باہر نکل جاؤ گے۔"

پرگولا نے تنبیہہ کے انداز میں انگلی دکھا کر کہا۔ "میں تجھے وارننگ دے رہا ہوں۔ سیدھی طرح اپنی اصلیت بتا دے۔ ورنہ ابھی اپاہج بنا دوں گا۔"

"پہلے یہ فیصلہ ہو جائے کہ کون کسے اپاہج بناتا ہے' آؤ اور اپنی حسرتوں کا ماتم کرو۔"

اس نے آگے بڑھ کر حملہ کیا۔ ناکام ہوا۔ پھر حملہ کیا۔ میں نے جوابی ہاتھ نہیں دکھایا۔ اول تو ہم باپ بیٹے ہی لڑائی میں پہل نہیں کرتے۔ دوم یہ کہ دشمن کے حملوں کو ناکام بناتے ہوئے اس کے لڑنے کے انداز کو بھی سمجھتے ہیں اور اسے چڑچڑاہٹ اور غصے میں بھی مبتلا کرتے ہیں۔

میدان مارنے کا سب سے بنیادی نسخہ یہ ہے کہ مقابل کو غصہ دلا دلا کر پاگل کر دو۔ پھر وہ سوچ سمجھ کر لڑنے کے قابل نہیں رہے گا۔

ویسے بھی بیچارے نے پچھلی رات پولیس والوں کی بڑی مار کھائی تھی۔ اسے بجلی کے جھٹکے بھی پہنچائے گئے تھے۔ پھر میں ایسے آدمی سے کیا لڑتا جو پہلے ہی اندر سے ٹوٹا ہوا تھا۔ چونکہ اسے اپنی شیطانی طاقت پر ناز تھا اس لئے میں نے اسے حسرت پوری کرنے کا موقع دیا۔ اس نے کئی حملے کئے۔ دھوکے سے بھی غالب آنے کی کوششیں کیں۔ پھر اپنی ناکامیوں پر جھنجلانے اور جنون میں آکر حملے کرنے لگا۔ ایسے ہی وقت لڑنے والا مار کھاتا ہے۔ میں نے اس کی اچھی طرح پٹائی کر کے زمین پر لٹا دیا۔ وہ گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے بولا۔ "اے میرے باپ! اب تو بتا دے تُو کون ہے؟"

میں نے پوچھا۔ "کیا تجھے اپنے باپ کا نام معلوم ہے؟"

"نہیں' ہم جادوگروں کی عورتیں کسی سے شادی نہیں کرتیں۔ کسی سے بھی اولاد پیدا کر کے شیطان کے بت کے نذر رکھ دیتی ہیں۔ جادوگروں کے مخصوص فنڈ سے ایسی اولاد کی پرورش ہوتی ہے۔ اس لئے مجھے اپنے باپ کا نام معلوم نہیں ہے۔"

"تو پھر تو مجھے باپ کہہ کر مجھ سے نام کیوں پوچھ رہا ہے؟"

"پلیز سیدھا سا جواب دو۔ تم کون ہو؟"

"میں مرینا کا محافظ ہوں۔ تمہاری پٹائی کرنے قبرستان کی طرف گیا تھا۔"

"مگر تم نے تو مجھے پولیس والوں سے بچایا ہے۔"

"میں نہایت آسانی سے بچا سکتا تھا۔ مگر میں نے دریا میں ڈبو کر اس لئے بچایا ہے کہ اپنے ہاتھوں سے تمہاری دھلائی کروں۔ اب تمہاری سمجھ میں آرہا ہوگا کہ مرینا کو ٹریپ نہیں کر سکو گے اور یا نہیں کرو گے تو یہودی تنظیم کے لوگ تمہیں یہاں جینے نہیں دیں گے۔ یہاں سے بھاگنا ہوگا یا پھر یہودیوں کے غلام بن کر رہنا ہوگا۔"

"میں تم سے دوستی کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے دوست بنا لو۔"

"شیطان کسی کا دوست نہیں ہوتا اور میں کبھی آستین میں سانپ پالنے کی حماقت نہیں کرتا۔"

"تم مجھے ناقابلِ اعتماد دشمن سمجھ رہے ہو۔ اس کا مطلب ہے ابھی میرے ساتھ اور برا سلوک کرو گے۔"

"میں کچھ نہیں کروں گا۔ تم آدھے مر چکے ہو۔ باقی آدھی موت یہودیوں کی چھاؤں میں ہوگی۔"

"میں ان کے سائے سے بھی دور رہوں گا۔ بھیس بدل کر شہر جاؤں گا۔ وہ مجھے نہیں پہچان سکیں گے۔"

"تم پچھلی شام تک بھیس بدل کر چھپے ہوئے تھے۔ پھر انہوں نے کیسے پہچان لیا؟"

"انہوں نے میری ایک جادوگر ساتھی کو حراست میں لے رکھا ہے۔ انہوں نے اسے مجبور کیا تھا تب اس نے کالے عمل کے ذریعے مجھے قبرستان میں آنے پر مجبور کیا تھا۔"

"آج رات بھی وہ تمہاری ساتھی کے ذریعے تمہیں قبرستان میں بلائیں گے۔ جاؤ بھیس بدلتے رہو۔"

میں پلٹ کر جانے لگا۔ اس نے آواز دی۔ "رک جاؤ۔ مجھے تنہا چھوڑ کر نہ جاؤ۔"

میں تیز قدموں سے دریا کے کنارے کنارے چلتا ہوا' اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ جیری کہہ رہا تھا۔ "باس! یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ کون تھا؟ مگر آپ کے لئے خطرے کی گھنٹی بجا گیا ہے۔ واقعی آج رات ایلا کلانسی پھر مجبور ہو کر آپ کا پتلا بنائے گی اور اس میں سُوئیاں چبھو کر آپ کو پولیس کی حراست میں پہنچا دے گی۔"

"ہاں' میں قبرستان سے فرار ہوتے وقت یہ بھول گیا تھا کہ وہ ایلا کے ذریعے پھر مجھے پکڑ سکتے ہیں۔"

"مجھے معلوم ہوتا کہ وہ کُتیا میرے لئے مصیبت بن جائے گی تو پہلے ہی اسے ختم کر دیتا۔ اب تو اس سے نجات کا ایک ہی راستہ ہے۔ تم تھربال کو میرے پاس بھیج دو اور خود ایلا کے پاس جاؤ۔ اس کے دماغ میں رہ کر حالات کا جائزہ لو۔ پھر اس طرح ہلاک کرو کہ اسے کوئی یہودی خیال خوانی کرنے والا بچا نہ سکے۔"

"میں ابھی جا رہا ہوں۔ آپ کچھ مرینا کے متعلق بتائیں کیا وہ آپ کے منتروں سے قابو میں آجائے گی؟"

"اب تو منتروں سے ممکن نہیں ہے۔ اس کے جتنے بال میرے پاس تھے' وہ میں نے جلا ڈالے ہیں۔ ویسے اب میں مرینا سے اس وقت تک دور رہوں گا جب تک اس کے اس اجنبی محافظ کے متعلق مکمل معلومات حاصل نہیں ہوں گی۔"

مجھے یہ سن کر اطمینان ہوا کہ پرگولا آئندہ کالے عمل کے ذریعے مرینا کو سحر زدہ کر کے اپنے پاس نہیں بلا سکے گا۔ میں نے لیلیٰ کو مخاطب کر کے اپنے موجودہ حالات مختصر طور پر سنائے پھر کہا۔ "یہ دریا' حیفہ سے پچیس میل دور سمندر میں گرتا ہے۔ نقشہ دیکھ کر معلوم کرو کہ اُدھر کون سی سڑک پل کے ذریعے دریا پر سے گزرتی ہے۔ عادل سے کہو' وہ گاڑی لے کر اس پل پر آجائے۔"

عادل پچھلے دو دنوں سے اس قدر مصروف رہا تھا کہ اسے پوری نیند سونے کا موقع نہیں ملتا تھا۔ جب سے انالانا اس کی زندگی میں آئی تھی' تب سے الجھی ہوئی مصروفیات کا لامتناہی سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔

یہی مصروفیت کیا کم تھی کہ انا اور عادل ایک دوسرے کے دیوانے ہو گئے تھے۔ ایسی صورت میں انا کی ماں گاڈمدر ثریا اور اس کے بھائی بہنوں کو یہودیوں کی گرفت سے بچائے رکھنے کی ذمے داری عائد ہو گئی تھی۔

انا کے بھائی وان لوئن کے زخمی ہونے سے ٹیری کو اسکے دماغ میں گھسنے کا موقع مل گیا تھا۔ یوں یہودی تنظیم والوں کو معلوم ہو گیا کہ مافیا کی گاڈمدر کی پوری فیملی تل ابیب پہنچی ہوئی ہے۔ دوسرا انکشاف یہ ہوا کہ عکس منتقل کر کے بینک لوٹنے والا یہ گروہ بے نقاب ہو گیا۔ ایکسرے مین پہلے ہی دن سے ان کی تلاش میں تھا۔

ان حالات میں گاڈمدر کی پوری فیملی جیل جانے والی تھی۔ لیکن وہ مقدر والے تھے انہیں اپنے بچاؤ کا تھوڑا سا وقت اس طرح مل گیا کہ ایکسرے مین اور ٹیری آدم خیال خوانی کے ذریعے پرگولا کے معاملے میں مصروف ہو گئے تھے۔ انہوں نے پرگولا کو گاڈمدر سے زیادہ اہمیت دی کیونکہ اس کے ذریعے تین ٹیلی پیتھی جاننے والے حاصل ہو رہے تھے۔

جب تک وہ اُدھر مصروف رہے' اس عرصے میں سونیا ثانی نے زخمی وان لوئن پر تنویمی عمل کیا اور اس کے دماغ کو لاک کر دیا تاکہ ٹیری اسے نہ پا سکے۔

ٹیری آدم گاڈمدر کی دوسری بیٹی میکسی پر عاشق ہو گیا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ وہ میکسی کو بیوی بنا کر اپنے پاس رکھے گا۔ باقی اس کی ماں اور بھائی بہنوں کو جیل میں پہنچا دے گا۔ میکسی کو اس سے نجات دلانے کے لئے باربرا نے تل ابیب کی ایک کال گرل کو ٹریپ کیا۔ اس پر عمل کر کے اسے گاڈمدر کی بیٹی میکسی بنا دیا تاکہ وہ جبراً اسے بیوی بنا کر خوش رہے۔ ایک کال گرل کے ساتھ زندگی گزارے اور اصل میکسی اس سے محفوظ رہے۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

صبح سات بجے تک باباصاحب کے ادارے کے دو جاسوسوں اور میک اپ کے تین ماہرین نے گاڈمدر ٹریسا اس کے بیٹے وان لوئن اور اس کی بیٹیوں ماسیلا اور میکسی کے چہرے بدل دیئے ان کی رہائش گاہ بدل دی پھر ان سے کہا۔ "جاؤ آرام سے اور اطمینان سے پچھلی رات کی نیند پوری کرو۔"

انالانا بھی سوگئی تھی۔ عادل کے مقدر میں نیند نہیں تھی۔ اس نے گاڈمدر کے تمام معاملات سونیا ثانی باربرا اور ادارے کے جاسوسوں پر چھوڑ دیے تھے۔ خود لیلیٰ کے ساتھ مرینا کو پرگولا سے بچانے میں مصروف رہا تھا۔ اس کے بعد سونے کے لئے گیا تو میں نے لیلیٰ سے کہا۔ "اسے سونے نہ دو۔ اس کی قوتِ برداشت کو آزماؤ کہ وہ کب تک مسلسل جاگ کر حاضر دماغی سے کام کر سکتا ہے۔"

میں نے دریا کنارے چلتے چلتے عادل کو ہی گاڑی لانے کا حکم دیا تھا اور وہ اپنے بھائی جان کا ایسا سگا تھا کہ پندرہ منٹ بھی نہ سو سکا۔ لیلیٰ کی زبان سے میرا حکم سنتے ہی گاڑی لے کر چل پڑا تھا۔

عادل اس مقام پر پہنچ گیا تھا جہاں اب یہودی تنظیم کا گمنام سربراہ ایکسرے مین اس کے کارناموں سے پریشان ہو گیا تھا۔ اسے جو رپورٹ ملتی رہی اس کے مطابق عادل نے بینک سے لوٹی ہوئی رقم مافیا تنظیم سے چھین کر آئی جی پولیس کے حوالے کی۔ عادل نے داؤد کا خزانہ لوٹا۔ عادل نے داؤد کی لاش ٹھکانے لگائی۔ عادل گاڈمدر کے گھر آکر تین ریوالوروں کے درمیان گھر جانے کے باوجود زندہ واپس چلا گیا اور یہ عادل ہی تھا جس نے ٹیری آدم کو باتوں میں الجھا کر یہ معلوم کر لیا کہ الپا کا برین واش کیا گیا ہے اور یہودی خفیہ تنظیم گاڈمدر کی فیملی کے پیچھے پڑ گئی ہے۔

جو کام تھا وہ عادل کر رہا تھا اور تنہا کر رہا تھا۔ ایکسرے مین اس لئے بھی پریشان تھا کہ اس کے کسی گینگ یا کرائے کے آلہ کاروں کا نام و نشان نہیں مل رہا تھا۔ اس کی حیرانی اور پریشانی کے لئے ابھی اور بہت کچھ سامنے آنے والا تھا۔

جب میں نے پرگولا کو لے جاتے ہوئے گاڑی دریا میں ڈبو دی تو ایکسرے مین حیران ہو کر سوچنے لگا۔ آخر گاڑی کون پاگل ڈرائیو کر رہا تھا؟ وہ گاڑی کے اندر خیال خوانی کے ذریعے موجود تھا۔ اس نے میری بات سنی تھی۔ میں نے گاڑی ڈبونے کی بات کہنے کے بعد اسے ڈبویا تھا اور اس کی دانست میں ایسا کوئی پاگل ہی کر سکتا ہے۔

پھر اس نے افسروں کے ذریعے پل پر سے مجھے اور پرگولا کو دریا کے اندر سے ابھر کر پھر پانی میں ڈوب کر تیرتے دیکھا تھا۔ انسپکٹر کو ایک غوطہ خور نے بچایا تھا۔ اس کا بھی یہی بیان تھا کہ گاڑی دریا میں گرانے والا کوئی پاگل ہی تھا۔

پولیس والوں نے اس گاڑی کا نمبر نوٹ کیا تھا۔ انکوائری سے پتا چلا کہ کسی عادل نامی نوجوان نے وہ گاڑی ایک کار ڈیلر سے خریدی تھی۔ ایکسرے مین جو اس قدر پُراسرار اور گمنام بنا ہوا تھا گوشۂ گمنامی میں سر پکڑ کر سوچ رہا تھا یہ عادل نامی طوفان کہاں سے آیا ہے؟ جہاں دیکھو وہیں کچھ نہ کچھ کرتا اور ہمیں نقصان پہنچاتا دکھائی دیتا ہے۔ مگر اتنا کچھ ہونے کے بعد بھی اب تک دکھائی نہیں دیا ہے۔ ایک بار اس کی صورت نظر آجائے تو وہ گرفت میں آجائے گا۔

اس نے پچھلی رات ہی انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسران کو حکم دیا تھا کہ وہ جلد سے جلد عادل کا سراغ لگائیں۔ وہ تمام رات پرگولا اور مرینا کو پکڑنے کے لئے اپنے افسروں کے دماغوں میں جھانکتا رہا تھا۔ جب پرگولا ہاتھ سے نکل گیا تو اس نے ٹیری آدم کے ذریعے حکم دیا۔ "وچ لیڈی ایلا کلانسی کو حراست میں رکھا جائے۔ وہ آج رات پھر کالے عمل کے ذریعے پرگولا کو بلائے گی اور اسے گرفتار کرائے گی۔"

ٹیری آدم بھی تمام رات جاگتا رہا تھا۔ اب سونا چاہتا تھا۔ ایکسرے مین نے اس کی سوچ میں کہا۔ "مجھے گاڈمدر کے بیٹے وان لوئن پر تنویمی عمل کرنے کے بعد سونا چاہئے۔ ورنہ عادل اس کے بچاؤ کا راستہ نکال لے گا۔"

ٹیری نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ وان لوئن کی آواز اور لہجے کو گرفت میں لے کر راستہ تلاش کیا۔ لیکن اس کا دماغ نہیں ملا۔ سمجھ میں آگیا کہ تنویمی عمل کے ذریعے اس کی پہلی آواز اور لہجے کو ذہن سے مٹا کر اسے نئی آواز اور لہجہ دیا گیا ہو گا۔

ایکسرے مین کو پھر شاک پہنچا۔ اس نے پورے یقین سے سوچا کہ یہ بازی بھی عادل نے پلٹ دی ہے۔ گاڈمدر کی رہائش گاہ میں پولیس والوں کو بھیجا گیا۔ پتا چلا وہاں کے تمام پنچھی اڑ چکے ہیں۔ وہ بنگلا ایک خالی پنجرے کی طرح رہ گیا ہے۔

ایکسرے مین ہنسنے لگا۔ کئی ناکامیوں کا منہ دیکھنے کے بعد اسے غصے میں آنا چاہئے تھا۔ مگر وہ اپنے خالی مکان میں ہنستے ہوئے بڑبڑانے لگا۔ "کوئی بات نہیں۔ نوجوان بہت تیزی سے بھاگ رہا ہے۔ بھاگنے دو بھاگنے دو۔ سو کر اٹھوں گا تو اس تیز رفتار گھوڑے کو منہ کے بل گرا دوں گا۔"

وہ اپنے آرام دہ بستر پر آکر لیٹ گیا۔ تمام رات جاگنے کے باوجود پریشانیوں کا اتنا ہجوم تھا کہ نیند نہیں آسکتی تھی۔ اس لیے اپنے دماغ کو سونے کا حکم دیا پھر دوپہر دو بجے جاگنے کا وقت مقرر کر کے سو گیا۔

اس کی اور ٹیری آدم کی نیند کے دوران انٹیلی جنس کے تمام جاسوس عادل کو ڈھونڈتے پھر رہے تھے۔ چونکہ اسے صورت سے نہیں پہچانتے تھے اس لئے خصوصاً نوجوانوں کو تاڑ رہے تھے۔ جن پر شبہ ہوتا تھا ان کا محاسبہ کرتے تھے۔ طرح طرح کے سوالات کر کے ان کے جواب سے مطمئن ہونے کے بعد ان کا پیچھا چھوڑتے تھے۔

وہ میرے لئے گاڑی لے کر آیا تھا۔ پھر ہم اپنی رہائش گاہ میں پہنچ گئے تھے۔ اس کے بعد اپنے اپنے کمرے میں جا کر سو گئے تھے۔ وہیں ایک کمرا انالانا کے لئے مخصوص تھا۔ وہ سو رہی تھی۔ میں نے اس کے خوابیدہ دماغ میں یہ بات نقش کی کہ وہ بیدار ہونے کے بعد شام تک عادل سے نہ ملے۔ اسے آرام سے نیند پوری کرنے دے۔

جیری ایلا کلانسی کے اندر پہنچا ہوا تھا۔ وہ رات بھر قبرستان میں مصروف رہی تھی۔ لہٰذا وہ بھی سو رہی تھی۔ اس کے لئے حوالات میں آرام دہ بستر بچھا دیا گیا تھا۔ اس کے جادو منتر کا سامان ایک بڑے سے بیگ میں رکھا ہوا تھا۔ اس سے وعدہ کیا گیا تھا کہ وہ پرگولا کو گرفتار کرائے گی تو اسے انعام و اکرام سے نوازا جائے گا۔

پرگولا کے فرار ہونے کے بعد ایلا کو حوالات میں رکھ کر وہاں سخت پہرا لگایا گیا تھا۔ ایکسرے مین اور ٹیری آدم کو چاہئے تھا کہ ایلا کے دماغ کو لاک کر دیتے لیکن دونوں تھکن سے چور ہو کر سو گئے تھے۔ ان کے اندر تھکن اتنی نہیں تھی جتنی کہ مایوسیاں تھیں۔ وہ ہر مرحلے پر کامیاب ہوتے ہوتے عادل کے سبب ناکام ہوتے رہے تھے۔ ایسی مایوسی اور بیزاری میں انہوں نے نیند کو ترجیح دی۔

صبح نو بجے برین آدم نے لائن آف ایکشن پر نظرِ ثانی کی تو یہ غلطی اس کی سمجھ میں آئی۔ اس نے ساڑھے نو بجے ٹیلیفون کے ذریعے ٹیری آدم کو جگا کر کہا۔ "برادر! وہ پرگولا اپنے کسی خیال خوانی کرنے والے کے ذریعے ایلا کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔"

وہ پریشان ہو کر بولا۔ "اوہ بگ برادر! ابھی ایک گھنٹے کی بھی نیند نہیں لی اور آپ نے جگا دیا۔ اگر الپا کو جلد ہی میدانِ عمل میں نہ لایا گیا تو میں کام کی زیادتی سے مر جاؤں گا۔"

"مجھے اس بات کا احساس ہے۔ الپا چوبیس گھنٹوں کے اندر کام کرنے کے قابل ہو جائے گی۔ تھوڑی سی تکلیف اور اٹھا لو۔ ابھی ایلا کے دماغ کو لاک کرنا بہت ضروری ہے۔"

"ٹھیک ہے میں اس وچ لیڈی کے پاس جا رہا ہوں۔"

ٹیری آدم بستر سے اٹھ کر باتھ روم میں گیا پھر منہ پر پانی کے چھینٹے مارنے لگا تاکہ نیند کا خمار اترے تو وہ وچ لیڈی ایلا کلانسی کے پاس جا کر اس کے دماغ کو لاک کرے۔ اس کے تیار ہونے کے دوران جیری وہاں پہنچا ہوا تھا اور ایلا کے خوابیدہ ذہن کو پڑھ رہا تھا۔

اس کی سوچ نے بتایا کہ اسرائیلی سرکار نے اسے حوالات میں بڑے آرام سے رکھا ہے اور آج رات پھر اسے قبرستان لے جایا جائے گا۔ وہ پھر پچھلی رات کی طرح کالے جادو کے ذریعے پرگولا کو پولیس کی گرفت میں آنے پر مجبور کر دے گی۔

جیری نے کہا۔ "تمہارے خیالات بتا رہے ہیں کہ تمہارے پاس جو بیگ ہے اس میں جادو منتر کا سامان ہے اور اس سامان میں ایک بڑا چھرا بھی ہے۔ چلو اٹھو۔"

ایلا کی آنکھ کھل گئی۔ وہ بستر پر اٹھ کر بیٹھ گئی۔ جیری نے اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا تھا۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق عمل کرنے لگی۔ اپنے بیگ کو کھول کر اس میں رکھے ہوئے سامان کو نکال کر فرش پر پھینکنے لگی۔

آہنی سلاخوں کے باہر کھڑے ہوئے سپاہی نے پوچھا۔ "اے! یہ تو سامان کیوں پھینک رہی ہے؟"

ایلا نے پوچھا۔ "تیرے پاس آہنی دروازے کی چابی ہے۔"

"چابی صاحب کے کمرے میں کی بورڈ سے لٹک رہی ہے۔ تُو یہاں سے باہر نہیں نکل سکے گی۔"

وہ اپنے بیگ سے چھرا نکال کر بولی۔ "مرنے کے بعد مجھے ضرور باہر نکالا جائے گا۔ جا اپنے صاحب سے بول میں خودکشی کر رہی ہوں۔"

"ارے یہ کیا پاگل پن ہے؟ صاحب! صاحب! جلدی آؤ۔ یہ پاگل کی بچی جان دے رہی ہے......"

انسپکٹر دوڑتا ہوا آیا۔ پھر ایلا کو دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے چھرے کے دستے کو تھامے ہوئے تھی۔ اس کے پھل کی نوک اپنے ہی سینے کی طرف تھی۔ انسپکٹر نے کہا۔ "ایلا! رک جاؤ میں دروازہ کھول......"

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی اس نے چھرے کے پھل کو پوری قوت سے اپنے سینے میں پیوست کر لیا۔ انسپکٹر دوڑتا ہوا اپنے کمرے سے چابی لانے گیا۔ چھرے کا ایک ہی وار کافی تھا۔ وہ گرنے والی تھی لیکن جیری نے گرنے سے پہلے اس میں دماغی توانائی اور حوصلہ پیدا کیا۔ چھرے کو اس کے سینے سے نکالا۔ پھر اسے دل کی جگہ پیوست کیا۔ وہ فرش پر گر کر تڑپنے لگی۔

تب جیری کو اطمینان ہوا کہ اب کوئی طبی امداد ایلا کو نہیں بچا سکے گی۔ انسپکٹر چابی لے کر دوڑتا ہوا آیا۔ تالا کھول کر اندر پہنچا تو وہ دم توڑ چکی تھی۔

ایسے ہی وقت ٹیری آدم نے خیال خوانی کی پرواز کی تو اسے ایلا کا دماغ نہیں ملا۔ اس نے پولیس اسٹیشن کے انچارج کو مخاطب کر کے پوچھا۔ "کیا ایلا زندہ ہے؟"

"نو سر! ابھی اس نے میرے سامنے خودکشی کی ہے۔"

"تم نے اسے روکا کیوں نہیں؟"

"سر! دروازہ لاک تھا میں اندر نہیں جا سکتا تھا۔ چابی لے کر آنے تک وہ مر چکی تھی۔"

ٹیری نے برین آدم سے رابطہ کر کے کہا۔ "بگ برادر! بہت بری خبر ہے۔ ایلا نے خودکشی کر لی۔"

"اوہ گاڈ! یقیناً پرگولا نے اپنے خیال خوانی کرنے والے کے ذریعے اسے ختم کرایا ہے۔"

"جی ہاں۔ میں سونے جا رہا ہوں۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ آئندہ حاضر دماغی سے کام کروں تو نیند ضروری ہے۔"

نیند سب کے لئے ضروری ہوتی ہے۔ پچھلی رات کے جاگے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہوئے تمام دشمن سو رہے تھے۔ دوست بھی سو رہے تھے۔ ہم بھی گہری نیند میں تھے۔ صرف گاڈ مدر ثریا جاگ رہی تھی۔

ثریا نے کبھی ایک معمولی عورت کی حیثیت سے زندگی نہیں گزاری تھی۔ وہ کبھی کسی کے زیرِ اثر نہیں رہی۔ حتیٰ کہ اپنے کسی شوہر کو بھی خود سے برتر ہونے نہیں دیا۔ جب بھی کسی نے اس پر حاوی ہونا چاہا اس نے اسے قتل کردیا۔ پھر دوسرے کو شوہر بنالیا۔ وہ دولت کی دیوانی تھی۔ لیکن اس سے زیادہ اسے آزادی اور خودمختاری عزیز تھی۔

اس نے اپنے بیٹے اور بیٹیوں کی بھی تربیت ایسی ہی کی تھی۔ انہیں خودسر اور خودمختار رہنے والا مزاج دیا تھا۔ ان میں صرف ایک اتالاتا ایسی تھی' جو عادل کی محبت میں ماں کے مزاج کے خلاف ہوگئی تھی ورنہ ایک بیٹا اور دو بیٹیاں بالکل ماں کے نقشِ قدم پر چلتے تھے۔

گاڈ مدر نے سوچا تھا اسرائیل ایک چھوٹا سا ملک ہے۔ وہاں وہ عکس منتقل کرنے والی تکنیک کی ذریعے مافیا تنظیم کو یہودی حکمرانوں پر حاوی کردے گی اور اس ملک میں بے تاج ملکہ بن کر رہے گی۔ اسے یہودی خفیہ تنظیم کی طاقت کا اندازہ نہیں تھا اور نہ ہی یہ معلوم تھا کہ ان دنوں تل ابیب میں دنیا کی تمام خطرناک تنظیموں اور تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا میلہ لگا ہوا ہے۔ وہ ہزار صلاحیتوں کے باوجود ان کے درمیان پس کر رہ جائے گی۔

اب یہی صورتِ حال سامنے تھی۔ اس کی آزادی اور خودمختاری کو ٹھیس پہنچ رہی تھی۔ اس کے بیٹے کے دماغ میں ٹیلی پیتھی جاننے والے گھس آئے تھے۔ اتا کو عادل اڑا لے گیا تھا۔ میکسی کو ٹیری آدم نگل لینا چاہتا تھا۔ ٹیری آدم کی ٹیلی پیتھی سے اور پولیس والوں کی گرفت سے بچنے کے لئے ثریا زندگی میں پہلی بار عادل کے سامنے جھکنے پر مجبور ہوگئی تھی۔

یہ بات اس کے مزاج کے اتنے خلاف تھی کہ اسے غصہ اور پریشانی میں نیند نہیں آرہی تھی۔ وہ خود کو سمجھا رہی تھی کہ میں نے حالات سے مجبور ہو کر عادل کو داماد بنانے کا اقرار کیا ہے۔ اس کا یہ فائدہ ہوا کہ میرا بیٹا یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی گرفت سے نکل گیا ہے اور ہم ماں بچے یہاں قانون کی گرفت سے محفوظ ہوگئے ہیں۔ عادل نے اس نئی جگہ ہمیں منتقل کیا ہے۔ ہمارے چہرے بدل دیئے ہیں۔ پولیس والے اور یہودی تنظیم کے لوگ ہمیں پہچان نہیں سکیں گے۔

بے شک میں ایسا ہی زبردست داماد چاہتی ہوں لیکن اتنا بھی زبردست نہیں کہ وہ میرے زیرِدست نہ رہے اور میری بیٹی کو اپنا ہم مزاج بنالے۔

اگرچہ ہم ماں بچے محفوظ ہوگئے ہیں تاہم میرا بیٹا' عادل کا محکوم اور تابعدار رہے گا۔ عادل کے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے تنویمی عمل کے ذریعے میرے بیٹے کے دماغ کو صرف لاک نہیں کیا ہوگا۔ صرف دشمنوں سے بچایا نہیں ہوگا بلکہ اسے اپنا معمول اور تابعدار بنالیا ہوگا۔

اب ہم ماں بچے چھپ کر کوئی راز کی بات نہیں کرسکیں گے۔ وان لوئن کے اندر چھپا ہوا عادل کا آدمی ہر بات سن لیا کرے گا۔ اگر میں بیٹے کو اپنے رازوں سے دور رکھوں گی تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ مستقبل کے گاڈ فادر کو تمام معاملات سے الگ رکھا کروں گی۔ یہ تو میں بہت بڑی بازی ہار رہی ہوں۔ اور عادل سے ہار رہی ہوں۔

دراصل عادل کی صلاحیتوں سے یہ اندیشہ پیدا ہوگیا تھا کہ اگر وہ اسی طرح تمام معاملات میں ان پر حاوی ہوتا رہا تو بیٹے کی جگہ داماد گاڈ فادر بن جائے گا اور نہ بنے تب بھی ماں بچے سب ہی اس کے محکوم اور محتاج رہیں گے۔

عادل نے اپنے وعدے کے مطابق میکسی کو گاڈ مدر کے پاس پہنچادیا تھا۔ ماسیلا اور وان لوئن بھی ماں کے ساتھ تھے۔ صرف اتالاتا نے ماں کے پاس آنے سے انکار کردیا تھا۔ لیلیٰ کے پاس آکر اس کے گلے لگ گئی تھی کہ میں بھابی کو چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔

ثریا اسے عادل کی چال سمجھ رہی تھی۔ اس نے یقین سے یہ سوچ لیا تھا کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اتالاتا کو اپنی طرف کرلیا گیا ہے۔

ماں نے اتا کے پاس کروڑوں ڈالر کا سونا اور ہیرے جواہرات رکھے تھے۔ ان میں سے اسے ایک بھی سونے کی اینٹ نہیں ملی تھی۔ یہ بات کھٹک رہی تھی کہ آئندہ بھی لوٹ کا جو مال آئے گا' وہ عادل کے ہی قبضے میں رہا کرے گا اور یہ ماں بچے اس کے محتاج رہا کریں گے۔

وہ بیٹے کی وجہ سے بہت مضبوط شکنجے میں آگئی تھی۔ اس شکنجے سے نکلنے کی تدبیر کرتی تو نکلتے ہی یہودیوں کے جال میں پھنس جاتی۔ لیکن کوئی تدبیر تو کرنی ہی تھی وہ عادل کے زیرِ اثر نہیں رہ سکتی تھی۔

ثریا کی سب سے پہلی خواہش تھی کہ بیٹے کی آزادی اور سلامتی ملے۔ اسے عادل کے ٹیلی پیتھی جاننے والے کے تنویمی عمل سے بھی نجات ملے۔ بیٹے کو نجات ملتی تو ماں پھر سے شیرنی بن جاتی۔

وہ ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگی۔ وہ گاڈ مدر تین ایسے مسلح محافظ رکھتی تھی' جو سامنے نہیں آتے تھے چھپ کر اس کی حفاظت کرتے تھے اور دیگر احکامات کی تعمیل کرتے رہتے تھے۔ وہ تینوں مسلح گارڈز ہر ملک میں اس کے پیچھے سائے کی طرح لگے رہتے تھے۔

رابطہ ہونے پر وہ اپنی مقامی زبان میں بولنے لگی۔ ایک محافظ کو اپنا موجودہ پتا اور فون نمبر بتا کر اپنے حالات بیان کرنے لگی۔ پھر اس نے کہا۔ "میں آج شام چھ بجے کے بعد ماسیلا' میکسی اور وان لوئن کے ساتھ تفریح کے لئے نکلوں گی' تم لوگ بڑی رازداری سے وان لوئن کو اپنی خفیہ رہائش گاہ میں لے جاؤ گے۔"

دوسری طرف سے جواب ملا۔ "یس مادام! ہم بابا وان لوئن کو رازداری سے لے جائیں گے۔"

"شام سے پہلے ایک ہپناٹزم کے ماہر کو تلاش کرو۔ میں نے سنا ہے یہودیوں کا سب سے بڑا ربی ہپناٹزم اور عملیات کا ماہر ہے۔ اگر تصدیق ہوجائے تو اسے اغوا کرکے قیدی بنالو۔ اسے بعد میں مجبور کرنا ہے کہ وہ تمہاری موجودگی میں وان لوئن پر تنویمی عمل کرے اور سابقہ عمل کو اس کے دماغ سے مٹا کر یہ بات ذہن میں نقش کرے کہ وہ کسی بھی دوست یا دشمن کی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک کر انہیں بھگا دیا کرے گا۔"

"یس مادام! آپ کے تمام احکامات کی تعمیل ہوگی۔"

"ایک اور اہم بات یہ ہے کہ تم تینوں میں سے ایک گارڈ یوگا کا ماہر نہیں ہے۔ اس سے کہو' وہ آج سے گونگا بن جائے۔ تنہائی میں بھی دیواروں سے باتیں نہ کرے۔ یہاں قدم قدم پر کئی ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے سابقہ پڑے گا۔ اگر وہ میرے حکم کے مطابق گونگا نہ بنا اور میرے بیٹے کو نقصان پہنچا تو وہ حرام موت مرے گا۔"

"یس مادام! وہ تنہائی میں بھی اپنے آپ سے نہیں بولے گا۔"

"ربی کو قیدی بناتے ہی مجھے خبر کرنا۔ میں انتظار کروں گی۔ فون پر اسی زبان میں گفتگو کیا کرو۔"

ثریا نے ریسیور رکھ دیا۔ اب اسے اس حد تک اطمینان ہوا کہ وہ گہری نیند سو سکتی تھی۔ وہ ٹیلی فون کو اپنے سرہانے رکھ کر سوگئی۔

O..☆..O

شی تارا کو یقین نہیں تھا کہ پارس نے اپنا جو پتا ٹھکانا بتایا ہے' وہ درست ہوگا۔ بھلا کوئی اپنی خفیہ رہائش گاہ کسی کو بتاتا ہے؟ ہاں مگر خفیہ رہائش گاہ کسی جانِ تمنا کے لئے ہوتی ہے۔ اسے بتایا جاسکتا ہے۔

شاید اسی لئے پارس نے کہا تھا۔ "جانِ من! میں پیرس میں ہوں۔ جھیل کنارے دور تک جو کاٹیج بنے ہوئے ہیں' ان میں سات نمبر کا کاٹیج میرا ہے۔ دو چشمی ہیرے لینا چاہتی ہو تو اچھی دوست بن کر چلی آؤ یا پھر اپنے آلہ کاروں کو اِدھر بھیج کر دشمنی کا راستہ اختیار کرلو۔"

وہ دو چشمی ہیروں سے محروم نہیں رہ سکتی تھی۔ اپنے راستے میں آنے والی نحوستوں کو ختم کرنے کے لئے وہ ہیرے اتنے ہی ضروری تھے جتنے کہ زندہ رہنے کے لئے سانس لینا ضروری ہوتا ہے۔ وہ پارس سے لینا چاہتی تھی۔ مگر وہ روبرو بلا رہا تھا۔ کوئی اور بلاتا تو اسے دھوکا دینا آسان ہوتا۔ وہ اپنی کسی ڈمی کو بھیج دیتی۔ جیسا کہ ان دنوں اپنی ایک ڈمی کو سپر ماسٹر کی بیٹی بنا کر انگلستان بھیج دیا تھا۔ ... خوش تھے کہ ٹیلی پیتھی جاننے والی وہ شی تارا ان کی دوست اور وفادار بن کر ان کے درمیان آگئی ہے' جس کے متعلق جناب تبریزی صاحب نے فضول سی پیش گوئی کی تھی کہ سات برس تک شی تارا کو نہ کوئی دیکھ سکے گا اور نہ ہی اس کی اصل آواز سن سکے گا۔

وہ لوگ جناب تبریزی صاحب کو غلط پیش گوئی کرنے والا سمجھ کر شی تارا کی ڈمی سے بہل گئے تھے لیکن وہ پارس کو بہلا نہیں سکتی تھی۔ وہ اس کے بدن کی مخصوص بُو کو پہچانتا تھا۔ چند قدم کے فاصلے سے ہی کہہ سکتا تھا۔ "وہ جارہی ہے میری جانِ تمنا۔ حجاب میں ہے پر میرے لئے ہزار ہا حجاب میں بھی بے حجاب ہے۔"

اس کے روبرو جانا تو دور کی بات ہے' اس کی گلی سے بھی گزرے گی تو ہوا کا کوئی جھونکا اسے بتادے گا کہ وہ چھپ کر جارہی ہے۔ پارس کی دوسری آفر یہ تھی کہ دشمنی کی راہ اختیار کرلو۔ ہیرے حاصل کرنے کے لئے اپنے غنڈے بھیج دو۔

اگر کامیابی کا ایک فیصد بھی یقین ہوتا تو ایسا ضرور کرتی۔ مگر شیروں کی کچھار میں جاکر کون زندہ آتا ہے۔ دنیا کے تمام بڑے ممالک' خطرناک تنظیمیں اور تمام دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے پیرس کو فرہاد کا شہر کہتے تھے۔ کیونکہ وہاں میری فیملی کے کسی بھی فرد پر دشمن کا کوئی حملہ کامیاب نہیں ہوتا تھا۔ فرانس کی پولیس' فوج اور حکومت نے پیرس شہر سے بابا صاحب کے ادارے تک زبردست حفاظتی انتظامات کررکھے تھے۔

ابھی پچھلی بار الپا نے جوجو کو اغوا کرنے کی نادانی کی تھی اور ناکام رہی تھی۔ یہ ساری باتیں شی تارا کے علم میں تھیں۔ اس لئے وہ جھیل کنارے پارس کے خلاف کوئی قدم اٹھانے کی حماقت نہیں کرنا چاہتی تھی۔

دائی ماں اس کے پاس آکر بیٹھ گئی۔ پھر اسے مسکرا کر دیکھنے لگی۔ شی تارا نے پوچھا۔ "کیا بات ہے؟ تم بے وجہ نہیں مسکرا رہی ہو۔ تمہاری بوڑھی تجربہ کار آنکھوں میں شرارت ہے۔"

"میرا تجربہ کہتا ہے تم پارس کے بارے میں سوچ رہی ہو۔"

"یہ تو کوئی خاص تجربہ نہیں ہے تمہارا۔ تم پچھلے کئی دنوں سے مجھے دو چشمی ہیروں کے لئے پریشان دیکھ رہی ہو۔ ظاہر ہے' میں ہیروں کی وجہ سے پارس کو ہی یاد کروں گی۔"

"ہاں بیٹی! یہ یاد کرنے والی بات خوب کہی۔ تم سوچتی ہو ہیروں کے لئے لیکن یاد کرتی ہو پارس کو۔"

"خدا کا شکر ہے کہ میں ضدی ہوں۔ فولادی ارادے رکھتی ہوں۔ اس سے ملنے کی تمنا نہیں کرتی۔ صرف یادوں سے دل کو بہلا دیتی ہوں۔"

"بیٹی! یادوں کے پیچھے ملنے کی تمنا چھپی رہتی ہے۔"

"اماں! تم تو بال کی کھال نکالنے لگتی ہو۔ کچھ تم بھی سوچو کہ ہیرے کس طرح حاصل ہوسکتے ہیں؟"

"تم اس کے پاس جاؤ گی نہیں' وہ دے گا نہیں۔ کیا یہ یقین

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہے کہ روبرو جاؤگی تو وہ دھوکا نہیں دے گا اور تمہاری خوش بختی کے لئے وہ ہیرے تمہیں دے دے گا؟"

"بے شک وہ دشمن ہے۔ مگر زبان کا دھنی ہے۔ وہ مجھے نقصان نہیں پہنچائے گا لیکن اس مسلمان سے دور رہنے میں دانشمندی ہے۔ میری سلامتی اسی خفیہ رہائش گاہ کی چار دیواری میں ہے۔"

"میں مانتی ہوں۔ اب تمہیں یہاں سے کہیں نہیں جانا چاہئے مگر وہ تو یہاں آسکتا ہے؟"

وہ چونک کر بولی۔ "کون' پارس؟"

"ہاں' تم اسے بلاؤگی تو وہ دوڑا چلا آئے گا۔"

"تم ہوش میں تو ہو؟ کیا میری شامت آئی ہے کہ میں اسے بلاؤں گی۔ وہ میری کوٹھی کے سامنے سے گزرتے ہی بُو پا کر ٹھٹک جائے گا۔ سیدھا اندر چلا آئے گا۔"

"کیا یہ تمہاری مخصوص بُو ختم نہیں ہوسکتی؟ یا تبدیل نہیں ہوسکتی؟"

"آج کے سائنسی دور میں کوئی بات ناممکن نہیں رہی ہے۔ مجھے اس سلسلے میں کسی ڈاکٹر سے رجوع کرنا چاہئے۔"

"تم ایک پھل دار درخت کے سائے میں رہ کر پھل خریدنے بازار جاؤگی؟"

"تم کیا کہنا چاہتی ہو؟"

"بیٹی! تم اس قدر مصروف رہنے لگی ہو کہ اب ہر پہلو پر تمہاری نظر نہیں رہتی ہے۔ یہ تمہارا محکوم اور تابعدار پاشا علم الابدان کا ماہر ہے۔ انسانی بدن کے بارے میں اس سے زیادہ اور کون جانتا ہوگا۔ تم اس سلسلے میں اس سے بات تو کرو۔"

"واہ اماں! تم نے بہترین مشورہ دیا ہے۔ واقعی میں اپنے قریبی معاملات پر توجہ نہیں دے رہی ہوں اور دور بیٹھے ہوئے دشمنوں سے الجھتی رہتی ہوں۔"

"ایسی ہی غلطیوں کے باعث نقصان اٹھاتی ہو۔"

"یہ نقصان کیا کم ہے کہ اب تک ان ہیروں سے محروم ہوں۔ اگر اپنے بدن کی بُو کو تبدیل کرنے کے موضوع پر غور کرتی تو اب تک کچھ نہ کچھ بات بن چکی ہوتی۔ اب تم مجھے گرما گرم چائے پلاؤ۔ میں پاشا سے رابطہ کر رہی ہوں۔"

وہ اٹھ کر بولی۔ "دس منٹ میں حاضر ہوجانا۔ ورنہ چائے ٹھنڈی ہوجائے گی۔"

"پہلے تم چائے تو لاؤ۔"

وہ چائے تیار کرنے گئی۔ شی تارا پاشا کے اندر پہنچ گئی۔ اسے مخاطب نہیں کیا۔ اپنی بات کہنے سے پہلے اس کے خیالات پڑھنے لگی۔ جب سے عادل اس کے سحر سے نکلا تھا اور کہیں گم ہوگیا تھا' تب ہی سے اس نے پاشا کو حکم دیا تھا کہ وہ عادل کی آواز سننے کی کوششیں کرتا رہے لیکن چوبیس گھنٹوں تک اس کی آواز سنائی نہیں دی تو یقین ہوگیا کہ کسی عامل نے اس کی آواز اور لہجہ بدلا ہے۔

شی تارا نے ادھر سے مایوس ہو کر پاشا کو اپنی اس ڈمی کی آواز سنائی تھی' جو واشنگٹن میں سپرماسٹر کی وفادار دوست بنی ہوئی تھی بھی بنی ہوئی تھی۔ مسئلہ یہ تھا کہ واشنگٹن میں ڈمی کسی وقت کسی معاملے میں مجبور ہو کر خیال خوانی کرنا چاہتی تو نہیں کرسکتی تھی۔ اصلی شی تارا کسی ڈمی کو اپنا پتا اور فون نمبر نہیں بتاتی تھی۔ بارہ اور رات کے بارہ بجے اپنی تمام ڈمی اور اہم ماتحتوں سے رابطہ کرتی تھی لیکن واشنگٹن میں ضروری ہوگیا تھا کہ وہ دن رات میں بار بار اپنی ڈمی سے رابطہ کرے اور وہاں کسی کو شبہ نہ ہونے دے کہ وہ اصلی نہیں ہے۔

اس مسئلے کا حل یہ نکلا کہ جب بھی واشنگٹن میں رہنے والی ڈمی کو خیال خوانی کے لئے اصلی شی تارا کی ضرورت ہوتی تو وہ کمرہ بند کر کے تنہائی میں بولنا شروع کرتی۔ "میں ہوں شی تارا' میں خیال خوانی کرنا چاہتی ہوں۔ مجھے شکتی چاہئے۔ مجھے خیال خوانی کی شکتی چاہئے۔"

پاشا اپنی ڈیوٹی کے مطابق ہر آدھے گھنٹے میں ڈمی کی آواز پر کان لگاتا تھا۔ اس کی کالنگ سنتا تھا۔ پھر فون کا ریسیور اٹھا کر ڈائل کرتا تھا۔ شی تارا کی کوٹھی میں دو عدد فون تھے۔ اس نے کو دوسرے فون کا نمبر بتا کر کہا تھا کہ یہ اس کی ایک ماتحت کا ہے۔ وہ نمبر ڈائل کرتا تھا۔ شی تارا یا دائی ماں ریسیور اٹھا کر آواز بدل کر اس سے مختصر سی گفتگو کرتی تھیں۔ پھر شی تارا اپنی ڈمی کے پاس پہنچ جاتی تھی۔

فی الحال پاشا کی یہی ایک ڈیوٹی تھی۔ وہ ہر آدھے گھنٹے میں ڈمی کی آواز پر کان لگاتا تھا۔ سپرماسٹر اور دوسرے اعلیٰ فوجی افسران سے باتیں کرتے تھے تو ان کی باتیں بھی سن کر فون کے ذریعے شی تارا یا دائی ماں کو رپورٹ دیتا رہتا تھا۔

شی تارا نے اسے صبح ایک گھنٹا اور شام کو دو گھنٹے باہر گھومنے پھرنے کی آزادی دی تھی۔ ایسے وقت وہ تھوڑے تھوڑے وقفے سے پاشا کے اندر جاتی رہتی تھی تاکہ وہ کسی مصیبت میں یا کسی کے فریب میں نہ آجائے۔

وہ پچھلے روز گاندھی پارک میں گیا تھا۔ وہاں ایک بہت بڑا سیاسی جلسہ ہو رہا تھا۔ ایک عورت اسٹیج پر کھڑی تقریر کر رہی تھی۔ پاشا کو بھلا سیاست سے کیا دلچسپی ہوسکتی تھی؟ لیکن وہ عورت کرسی سے اٹھ کر مائیک کے سامنے تقریر کرنے آئی تھی اس کے ساتھ والی کرسی پر زینت امان بیٹھی ہوئی تھی اور اس کی طرف کھینچ رہی تھی۔

ان دنوں وہ ویڈیو پر انڈین فلمیں دیکھا کرتا تھا۔ ان فلموں میں جذباتی حسن و شباب کا زبردست گرم مسالہ ہوا کرتا تھا جو پاشا کے مزاج کے عین مطابق تھیں۔ پچھلے دنوں وہ ہیما مالنی کا عاشق ہوگیا تھا۔ پھر پتا چلا کہ ہیما کی عمر ڈھل گئی ہے۔ اب کوئی فلم ساز اسے فلموں میں ہیروئن سائن نہیں کرتا ہے۔ پھر اس نے کئی فلموں میں زینت امان کے کئی ہوش رُبا' نیندیں اڑانے والے مناظر دیکھے۔ ان مناظر میں اس کی آواز کو سن کر ذہن نشین کیا۔ پھر ٹی وی آن کر کے جیتی جاگتی زینت امان کی آواز سننے کے لئے کان لگائے۔

تھوڑی دیر بعد اس کی آواز سنائی دی۔ وہ ایک روتے ہوئے بچے کو چپ کرا رہی تھی اور کہہ رہی تھی۔ "تم دور سے آوازیں سن رہے ہو۔ اتنا نہیں ہوتا کہ بچے کو گود میں لے کر دودھ پلاؤ۔"

پاشا دور سے آوازیں سن رہا تھا۔ اس نے چونک کر سوچا۔ یہ زینت امان کو کیسے معلوم ہوگیا کہ میں یہاں سے اسے سن رہا ہوں۔ اور میں کیسے دودھ پلاؤں؟ وہ بھی گود میں لے کر۔ کیا عجیب بات ہے' یہاں مرد بچوں کو دودھ پلاتے ہیں۔"

تھوڑی دیر بعد ایک جھنجلائے ہوئے مرد کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "میں اسے فیڈر سے دودھ کیوں پلاؤں؟ تم اپنا کیوں نہیں پلاتی ہو؟ اب فلموں میں کوئی ہیروئن نہیں لیتا ہے۔ دو بچوں کی ماں بننے کے بعد یہ جسمانی حسن کی نمائش کا سلسلہ بند کردو۔"

پاشا نے مایوس ہو کر ان آوازوں پر سے توجہ ہٹالی۔ یہ سن کر دکھ ہوا کہ وہ دو بچوں کی ماں بن چکی ہے لیکن پچھلے روز گاندھی پارک کے سیاسی اسٹیج پر زینت امان کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ وہ ایک حسینہ تھی۔ تقریر کرنے والی عورت کے پیچھے بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ اس سے پچاس گز کی دوری پر تھی لیکن پاشا کی قوتِ بصارت کے سامنے فاصلے کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ وہ حدِ نظر کی دوری پر بھی ہوتی تو وہ اپنی غیر معمولی دوربین آنکھوں سے اس کے بدن کے ایک ایک رواں کو دیکھ سکتا تھا۔

اور وہ دیکھ رہا تھا۔ اس کی نگاہیں اس حسینہ کے لباس کی طرح بدن سے چپک گئی تھیں۔ وہ دعوے سے کہہ سکتا تھا کہ اس کے بدن کو آج تک کسی نے ہاتھ نہیں لگایا ہے۔ پھر توجہ سے دیکھنے کے بعد پاشا اسے وہ زینت امان کچھ پریشان نظر آئی۔ ایک شخص اس کی کرسی کے پیچھے آیا تھا۔ پھر وہ جھک کر اس کے کان کے بالکل قریب سرگوشی میں کچھ کہہ رہا تھا۔ اس کی بات صرف وہی سن سکتی تھی۔ دھواں دھار تقریر کے شور میں کوئی دوسرا وہ سرگوشی سن نہیں سکتا تھا۔ لیکن پاشا نے سن لی۔

وہ حسینہ سے کہہ رہا تھا۔ "مس پوجا! ابھی نیتا جی آرہے ہیں۔ تمہارے پاس بیٹھیں گے۔ جیسے سمجھایا ہے' ویسے ہی کرتی رہنا۔ مسکراتی رہنا جیسے نیتا جی کے لئے ہی مسکراتے رہنے کے لئے پیدا ہوئی ہو۔ ان کی کسی بات کا یا حرکت کا برا نہ ماننا۔ ورنہ؟ ورنہ کا مطلب تم خود ہی سمجھدار ہو۔"

پاشا کو یہ سرگوشی سن کر دو باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک تو یہ کہ اس کا نام زینت امان نہیں پوجا ہے' دوسری بات یہ کہ وہ کسی معاملے میں ڈرائی اور دھمکائی جارہی ہے۔ جلسے میں ہزاروں افراد تھے۔ وہ بھیڑ سے گزرتا ہوا اسٹیج کے قریب جانے لگا۔ وہ عورت تقریر کے دوران کہہ رہی تھی۔ "میری بہنو اور بھائیو! آپ جانتے ہیں کہ ہمارا پڑوسی ملک پاکستان ہماری آزادی کے پہلے ہی دن سے ہمارا دشمن ہے۔ پینتالیس برس سے خواہ مخواہ کشمیر کو ایک پیچیدہ مسئلہ بنا کر چیخ رہا ہے۔ جبکہ ہماری سورگباشی اندرا جی کہہ چکی ہیں کہ کشمیر ہمارا اٹوٹ انگ ہے۔ کشمیر کو ہم سے کوئی الگ نہیں کرسکتا۔ ہماری گردن کٹ جائے تو کٹ جائے لیکن کشمیر کو کوئی بھارت سے کاٹ نہیں سکے گا۔"

پورا مجمع جوش میں آکر تالیاں بجانے لگا۔ ایک اسٹیج سیکریٹری نے آکر مائیک کے سامنے کہا۔ "بہنو اور بھائیو! انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں۔ ہمارے نیتا' آپ کے نیتا' ہم سب کے نیتا شری گنگا دھر پرساد تشریف لا رہے ہیں....."

ایک موٹا بھدا سا شخص دھوتی کرتا پہنے' سر پر نہرو کیپ سجائے پرنام کرنے کے انداز میں دونوں ہاتھ جوڑ کر سیکیورٹی گارڈز کے درمیان آرہا تھا۔ لوگ اس کے لئے زندہ باد اور جے ہند کے نعرے لگا رہے تھے۔ عورت کی تقریر رک گئی تھی۔ نیتا جی سیڑھیاں چڑھ کر اسٹیج پر آئے۔ کچھ بڑے صنعت کار اور جاگیردار انہیں پھولوں کے ہار پہنا رہے تھے۔ وہ ہار پہننے کے دوران پوجا کو کن انکھیوں سے دیکھ رہے تھے۔

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر مسکراتے ہوئے دونوں ہاتھ جوڑ کر بولی۔ "نمستے۔"

نیتا جی نے ہزار جان سے مسکرا کر کہا۔ "نمستے۔ ہم نہیں سمجھتے کہ تم کون ہو اور ہمارے جلسے کی رونق بڑھانے کہاں سے آئی ہو؟"

اس تقریر کرنے والی عورت نے کہا۔ "شریمان! یہ میری چھوٹی بہن پوجا ہے۔"

نیتا نے کہا۔ "بہت خوب۔ تمہارا نام شانتی اور اس کا نام پوجا۔ بھئی جب تک من میں شانتی نہ ہو پوجا نہیں ہوتی اور جب تک پوجا نہ کرو من کو شانتی نہیں ملتی۔"

اسٹیج پر موجود لوگ واہ واہ کرنے لگے۔ ان کے لئے ایک بڑی کرسی درمیان میں تھی۔ وہ بیٹھ گئے۔ پوجا مسکراتی ہوئی ان کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گئی۔ انہوں نے کہا "شانتی دیوی! اپنی تقریر جاری رکھو۔"

بڑی بہن شانتی نے تقریر شروع کی۔ اپنی تقریر میں پھر پاکستان کے پیچھے پڑگئی۔ ادھر نیتا جی اس کی چھوٹی بہن کے پیچھے پڑ گئے۔ اس کی طرف جھک کر سرگوشی میں بولے۔ "پوجا! کشمیر تم سے زیادہ خوبصورت نہیں ہے۔ تمہیں پہلے کبھی نہیں دیکھا۔"

"میں پاکستان کے شہر کراچی میں رہتی ہوں۔ شانتی دیوی سے ملنے آئی ہوں۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"پھر تو ہم پاکستان کی حکومت سے کہیں گے 'جاؤ کشمیر لے جاؤ' اور یہ پوجا ہمیں دیدو۔"

وہ جبراً مسکرانے لگی۔ اس کی بہن شانتی دیوی نے کہا تھا' ہمارے نیتا گنگا دھر پرساد پورے اتر پردیش کے سب سے بڑے اور سب سے کامیاب لیڈر ہیں۔ میں دہلی میں اپنے علاقے سے الیکشن لڑنا چاہتی ہوں۔ اگر نیتاجی مہربان ہوں گے تو مجھے الیکشن لڑنے کا ٹکٹ مل جائے گا۔ وہ آدمی اچھے ہیں مگر خوبصورت لڑکیوں پر مرتے ہیں۔

پوجا نے کہا۔ "پھر تو میں ان کے سامنے نہیں جاؤں گی۔"

"سامنا کرنے سے وہ تجھے کھا نہیں جائیں گے۔ میرا بھلا ہوگا۔ مجھے ضرور ٹکٹ مل جائے گا۔"

"آپ کو ایسی باتیں کرتے ہوئے شرم آنی چاہئے۔ آپ چھوٹی بہن کی عزت کو داؤ پر لگا کر سیاسی بازی جیتنا چاہتی ہیں؟"

شانتی دیوی نے اس سے بحث نہیں کی۔ اپنے ایک سیاسی مشیر کو تنہائی میں بلا کر کہا۔ "تم نے پوجا کو دیکھا ہے اور نیتاجی کی نیت کو بھی خوب جانتے ہو؟"

"جی ہاں۔ میں سمجھ گیا۔ نیتاجی کی رال ٹپک جائے گی اور ٹکٹ آپ کو مل جائے گا۔"

"لیکن پوجا مانتی نہیں ہے۔ اسے راضی کیسے کیا جائے؟"

"یہ کون سی بڑی بات ہے۔ میں پولیس انکوائری بھیجتا ہوں۔ یہ پاکستان سے آئی ہے۔ کسی بھی کیس میں پھنسا کر اسے مجبور کیا جاسکتا ہے۔"

اسی شام ایک پولیس انسپکٹر دو سپاہیوں کے ساتھ آیا۔ اس نے کہا۔ "شانتی دیوی آپ کے گھر کوئی پاکستانی لڑکی آئی ہے۔ قانون کے مطابق اس کی آمد کی رپورٹ درج کرانا چاہئے تھا۔"

"یہ کل رات کو آئی تھی۔ دن کو مجھے فرصت نہیں ملی۔ میں اسے لے کر آپ کے پاس آنے والی تھی۔"

انسپکٹر نے پاسپورٹ اور ویزا طلب کیا۔ پوجا نے وہ کاغذات پیش کئے۔ انسپکٹر تھوڑی دیر تک پاسپورٹ کو غور سے دیکھتا رہا پھر بولا۔ "تم نے یہ پاسپورٹ کہاں سے لیا تھا؟ پاسپورٹ کے دفتر سے یا کسی ایجنٹ سے؟"

پوجا نے کہا۔ "میں اکیلی لڑکی دفتروں کے چکر نہیں لگا سکتی تھی۔ ایک ایجنٹ نے میرے لئے بھاگ دوڑ کی تھی۔"

"کی ہوگی' یہ پاسپورٹ جعلی ہے۔"

"کیا؟" وہ گھبرا گئی۔ "نن...... نہیں۔ یہ جعلی کیسے ہوسکتا ہے اس پر حکومت پاکستان کی مہر لگی ہے اور اور یہ......"

وہ بولا۔ "مجھے نہ سمجھاؤ۔ مہریں بھی جعلی بن جاتی ہیں۔ میں تو اڑتی ہوئی چڑیا کے پر گن لیتا ہوں۔ تم فراڈ کرکے ہمارے دیس میں آئی ہو۔"

شانتی نے کہا۔ "انسپکٹر! یہ میری بہن بہت معصوم ہے۔ فراڈ نہیں ہے۔ کسی نے اس کے ساتھ فراڈ کیا ہے۔"

وہ بولا۔ "شانتی دیوی! آپ ایک بہت بڑی پارٹی کی مشہور لیڈر ہیں۔ سنا ہے چناؤ میں کھڑی ہونے والی ہیں۔ میں آپ کی عزت کرتا ہوں۔ مگر قانون سے مجبور ہوں۔ یہ معاملہ اوپر پہنچانا ہوگا۔"

"ابھی نہیں۔ کل ہمارے نیتا شری گنگا دھر پرساد آرہے ہیں۔ آپ کے اطمینان کے لئے وہ میری بہن کی ضمانت لیں گے۔"

"آپ کہتی ہیں تو کل تک کوئی کارروائی نہیں کروں گا لیکن نیتاجی نے ضمانت نہ لی تو یہ لڑکی پاکستانی جاسوسہ ہونے کے الزام میں اندر ہوجائے گی۔"

انسپکٹر پاسپورٹ اور ویزا وغیرہ لے کر جانے لگا۔ شانتی دیوی اسے کوٹھی کے باہر چھوڑنے آئی۔ پھر اس کی جیب میں ایک ہزار روپے ٹھونس کر بولی۔ "مجھے چناؤ میں جیتنے دو پھر میں نیتاجی سے کہہ کر تمہاری ترقی کرادوں گی۔"

وہ خوش ہوکر چلا گیا۔ شانتی دیوی نے اندر آکر کہا۔ "پوجا! تمہاری ذرا سی حماقت سے میرا سیاسی کیریئر مٹی میں ملنے والا ہے۔ کل اگر نیتاجی نے تمہاری ضمانت نہ لی تو یہ بات پولیس والوں سے اخباروں تک پہنچے گی۔ جنتا تمہیں پاکستانی جاسوسہ اور مجھے پاکستانی ایجنٹ سمجھے گی۔ الیکشن میں کھڑا ہونا دور کی بات ہے' ہمیں کھڑے رہنے کے لئے صرف جیل کی زمین ملے گی۔"

پوجا نے کہا۔ "دیدی! مجھے کیا معلوم تھا' وہ پاسپورٹ بنا کر دینے والا مجھ سے دھوکا کرے گا۔ اب میرا کیا بنے گا؟"

"اور کیا بنے گا۔ وہ دو چار راتیں حوالات میں رکھیں گے اور خوب تیری عزت سے کھیلیں گے۔ پھر کیس آگے بڑھادیں گے۔ بھگوان نے تجھے ایسی سندرتا دی ہے کہ آگے والے بھی تجھے نہیں چھوڑیں گے۔ تو ایک نیتا سے گھبرا رہی تھی۔ اب جتنے برس جیل کاٹے گی' اتنے برسوں کی ہر رات تجھ پر قیامت کی طرح گزرے گی۔"

وہ رونے لگی۔ شانتی دیوی نے کہا۔ "وہ پاسپورٹ لے گیا ہے تاکہ تو یہاں سے بھاگ کر پاکستان واپس نہ چلی جائے۔ پاکستانی جاسوسہ ہونے کے الزام میں تجھ پر مقدمہ چلے گا۔ تیرے ساتھ میں بھی مروں گی۔ اب میری عزت اور تیری واپسی اسی میں ہے کہ بلا کو قبول کرلے۔"

پوجا نے سر جھکا لیا۔ اس نے زبان سے اقرار نہیں کیا کہ پاکستان واپس جانے کے لئے گناہ کا راستہ اختیار کرے گی لیکن یہی ایک راستہ رہ گیا تھا۔ وہ خود کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ کر دل ہی دل میں بھگوان سے پرارتھنا کرنے لگی کہ عزت آبرو سے واپس جانے کی کوئی صورت نکل آئے۔

جب اپنی سگی بہن اسمبلی میں پہنچنے کے لئے اس کی آبرو کا سودا کر رہی تھی تو اس دیس میں کوئی دوست کہاں سے ملتا؟ ایسے میں قدرتی عوامل ہی بگڑی کو بناتے ہیں اور کسی پاشا کو بھگانے ہوئے وہاں پہنچا دیتے ہیں۔

جلسہ ختم ہونے کے بعد پاشا اپنی کار میں آکر بیٹھ گیا تھا۔ اس کی نظر نیتاجی کی گاڑی پر تھی۔ نیتاجی گاڑی کی پچھلی سیٹ پر آئے۔ ایک طرف شانتی اور دوسری طرف پوجا بیٹھ گئی۔ گاڑی سیکیورٹی گارڈز کی چار گاڑیوں کے درمیان چلنے لگی تو پاشا بھی ان کے پیچھے چل پڑا۔

وہ ڈرائیو کرتے ہوئے ان کی آوازیں سن رہا تھا۔ نیتاجی کہہ رہے تھے۔ "شانتی! یہ ہماری پوجا ہم سے شرما رہی ہے یا گھبرا رہی ہے؟"

"یہ آپ سے نہیں ایک مصیبت سے گھبرا رہی ہے۔"

"کیسی مصیبت؟ میرے ہوتے ہوئے میری پوجا کسی مصیبت سے گھبرائے؟ ہرگز نہیں۔ مجھے بتاؤ معاملہ کیا ہے؟"

شانتی دیوی نے بتایا کہ پوجا باقاعدہ پاسپورٹ کے ذریعے پاکستان سے آئی ہے مگر ایک افسر نے اس کا پاسپورٹ ضبط کرلیا ہے کیونکہ وہ جعلی ہے۔

"کون جعلی ہے؟ پاسپورٹ یا افسر؟"

"پاسپورٹ جعلی ہے۔ پوجا کو وہاں کسی ایجنٹ نے دھوکا دیا ہے۔ اب یہاں الزام لگ رہا ہے کہ یہ پڑوسی ملک کی جاسوسہ ہے۔"

"یہ تو بہت سخت الزام ہے۔ خاص طور پر کوئی پاکستانی پکڑا جائے تو اس کی ساری زندگی یہاں جیل میں گزر جاتی ہے۔ پھر یہ تو لڑکی ہے' حسین اور جوان' اسے تو بڑے افسر سے لے کر جیل کے نائی اور بھنگی تک کوئی بھی نہیں چھوڑے گا۔"

شانتی دیوی نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ "اسے تو آپ ہی بچا سکتے ہیں۔ نہیں تو یہ گھر کی رہے گی نہ گھاٹ کی۔"

نیتاجی نے کہا۔ "شانتی دیوی! یہ کوئی معمولی کیس نہیں ہے۔ پاکستان کا ایک بھی جاسوس پکڑا جائے تو اس کی رپورٹ پردھان منتری تک پہنچ جاتی ہے۔"

پوجا روتے ہوئے بولی۔ "میں جاسوسہ نہیں ہوں۔ یہ مجھ پر الزام ہے۔"

"تمہارے آنسوؤں سے الزام نہیں دھلے گا۔ تم کسی طرح بھی ثابت نہیں کرسکو گی کہ جاسوسہ نہیں ہو۔"

"آپ ہی اس کا کوئی اُپائے کریں۔ آپ کی پہنچ تو پردھان منتری تک ہے۔"

"وہ تو ہے مگر میں کل تک بہت مصروف ہوں۔ ابھی الٰہ آباد جا رہا ہوں۔ کل واپسی ہوگی۔ کل رات پوجا کو میرے غریب خانے میں پہنچا دینا۔"

پاشا اس کے رونے کی آوازیں سن رہا تھا اور طیش میں آرہا تھا۔ وہ قافلہ ائرپورٹ تک گیا۔ نیتاجی وہاں تک پوجا کو ایک بازو میں دبوچے بیٹھے رہے تھے۔ ناگواری سے بولے۔ "اتنی جلدی ائرپورٹ آگیا۔ کوئی بات نہیں۔ کل میں واپس آؤں گا۔ رات بھر تمہاری پوجا کروں گا۔ پرسوں تمہارا پاسپورٹ واپس دلا کر تمہاری تمام پریشانیاں دور کردوں گا۔"

وہ ان سے رخصت ہوکر چلا گیا۔ دونوں بہنیں اسی کار میں بیٹھ کر اپنی کوٹھی میں آئیں۔ پاشا ان کے تعاقب میں لگا رہا۔ کوٹھی میں وہ پولیس انسپکٹر ان کا انتظار کر رہا تھا۔ اس نے کہا۔ "میڈم! ہمیں نیتاجی کی طرف سے آرڈر ملا ہے کہ پوجا کا کیس ابھی اوپر تک نہ پہنچائیں۔ میں یہ بتانے آیا ہوں کہ پرسوں تک اس سلسلے میں کوئی کارروائی نہیں کی جائے گی۔ آپ ذرا باہر تک چلیں۔ میں ضروری بات کرنا چاہتا ہوں۔"

شانتی دیوی اس کے ساتھ باہر آئی۔ انسپکٹر نے کہا۔ "آپ کے پروگرام کے مطابق میں نے یہ ڈراما کیا ہے۔ بیچاری کا پاسپورٹ اصلی ہے اور ہم جعلی کہہ رہے ہیں۔ یہ بات پاکستانی سفیر تک پہنچ گئی تو معاملہ بگڑ جائے گا۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہوگی۔ پوجا اسے جعلی سمجھ کر سہمی ہوئی ہے۔ خود کو مجرم سمجھ رہی ہے۔ اس لئے یہاں پاکستانی سفارت خانے میں شکایت کرنے نہیں جائے گی۔"

"تو پھر یہ پاسپورٹ آپ رکھ لیں۔"

"ابھی تم رکھو۔ پرسوں نیتاجی تم سے طلب کریں گے اور تمہیں انعام بھی دیں گے۔"

وہ اپنی جیپ میں بیٹھ کر جانے لگا۔ پاشا اس کے پیچھے پیچھے پولیس اسٹیشن پہنچ گیا۔ جب وہ اپنے دفتری کمرے میں جاکر بیٹھا تو پاشا نے دروازے پر آکر پوچھا "کیا میں اندر آسکتا ہوں؟"

"کون ہو تم؟"

"یہ تو میں اندر ہی آکر بتا سکتا ہوں۔"

"اچھا تو آؤ اور جلدی بکو۔"

"کیا میٹھی زبان ہے تمہاری۔ ابھی معلوم ہوجائے کہ میں کون ہوں تو ادب سے بات کرو گے۔"

انسپکٹر اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔ وہ قریب آکر میز پر جھک کر رازداری سے بولا۔ "مجھے نیتاجی نے بھیجا ہے۔ ابھی وہ ہیلی کاپٹر میں الٰہ آباد گئے ہیں۔"

انسپکٹر نے اپنی جگہ سے اٹھ کر مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "سوری۔ میں نے آپ کی شان میں غلط زبان استعمال کی۔ تشریف رکھئے۔"

پاشا نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کر دو ہزار روپے نکالے پھر کہا۔ "میں بیٹھ نہیں سکتا۔ نیتاجی کے سیکڑوں کام نمٹانے ہیں۔ انہوں نے یہ دو ہزار تمہیں انعام کے طور پر دیئے ہیں اور کہا ہے پرسوں تم اپنا سروس ریکارڈ لے کر ان سے شام کو ملو۔ وہ تمہیں ڈی ایس پی کے عہدے پر پہنچا دیں گے۔"

انسپکٹر نے خوش ہوکر وہ روپے لئے پھر پوچھا۔ "میں آپ کی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کیا خدمت کر سکتا ہوں۔"

"خدمت تو میں کر رہا ہوں۔ ان کے دو ہزار تمہیں پہنچائے اب تم سے وہ پاسپورٹ ویزہ وغیرہ لے کر ان کی کوٹھی میں پہنچاؤں گا۔ لاؤ وہ تمام کاغذات۔"

اس نے میز پر سے پاسپورٹ اور دوسرے کاغذات اٹھا کر پاشا کو دیتے ہوئے پوچھا۔ "نیتاجی نے ان کے لئے کوئی چٹھی دی ہوگی؟"

"عقل کی بات کرو۔ کیا نیتاجی اس لڑکی کے معاملے میں بدنام ہونے کے لئے چٹھی لکھیں گے؟ کیا دو ہزار کے نوٹوں سے بڑی کوئی چٹھی ہو سکتی ہے؟ کیا میں اس لڑکی کا کوئی عاشق ہوں کہ اپنی جیب سے دو ہزار خرچ کر کے اسے پاکستان بھگا کر لے جاؤں گا؟"

"نن ..... نہیں۔ میرا یہ مطلب نہیں ہے۔ میرا مطلب ہے کہ کہ آپ یہ کاغذات لے جائیں۔ یہ دو ہزار کی چٹھی کافی ہے۔"

پاشا وہ کاغذات لے کر دروازے تک آیا۔ پھر پلٹ کر بولا۔ "نیتاجی الٰہ باد پہنچ گئے ہوں گے۔ تم یہاں ایک گھنٹے تک انتظار کرو۔ میں ان کے پی اے سے فون کراتا ہوں۔"

وہ خوش ہو کر بولا۔ "ہاں' یہ ٹھیک ہے' میں دفتر ہی میں رہوں گا۔"

وہ پولیس اسٹیشن سے باہر آکر اپنی کار میں بیٹھ گیا۔ پھر اسے ڈرائیو کرتا ہوا شانتی دیوی کی کوٹھی کے سامنے آیا۔ ملازم سے خبر بھیجی کہ نیتاجی کا ایک خاص آدمی آیا ہے۔ شانتی دیوی یہ سنتے ہی دوڑی آئیں۔ پھر بولی۔ "آپ کون ہیں؟ کیسے آنا ہوا؟"

پاشا نے کہا۔ "آپ نے مجھے پہچانا نہیں؟ میں نیتاجی کا پونا والا باڈی گارڈ ہوں۔ ابھی انہوں نے فون کیا ہے کہ میں آپ دونوں بہنوں سے ملاقات کروں اور پوجا کو تسلی دوں کہ اسے پاسپورٹ والی مصیبت سے نجات مل جائے گی۔"

پاسپورٹ والی بات سن کر شانتی کو یقین ہو گیا کہ آنے والا نیتاجی کا رازدار ہے۔ وہ اسے کوٹھی کے اندر لے آئی۔ اس نے ڈرائنگ روم میں اسے بٹھا کر پوجا کو آواز دی۔ "پوجا! ٹھنڈا شربت لے آ۔ مہمان آئے ہیں۔"

تھوڑی دیر بعد وہ ایک ٹرے میں شربت کے دو گلاس بھر کر لائی۔ پاشا اسے بڑی چاہت سے دیکھنے لگا۔ اس نے ہندوستان آکر ساری پہننے والی عورتیں دیکھی تھیں۔ ایسی ہی ایک خوبصورت سی ساڑی پوجا کے حسن و شباب کو نکھار رہی تھی۔ اس نے پاس آکر سینٹر ٹیبل پر وہ ٹرے رکھی۔ شانتی نے کہا۔ "پوجا! یہ تمہارے لئے نیتاجی کا سندیسہ لے کر آئے ہیں۔"

پوجا نے ناگواری سے منہ بنا لیا۔ پاشا کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہیں کیا۔ پاشا نے پوچھا۔ "کیا تم ناراض ہو؟"

وہ غصہ سے بولی۔ "کیا مجھے خوش ہونا چاہئے؟ اور اگر ناراض بھی ہوں تو تم لوگوں کا کیا بگاڑ لوں گی؟"

شانتی نے کہا۔ "پوجا! تمیز سے باتیں کرو۔"

"جو شیطان میری عزت لوٹے گا' کیا وہ تمیز والا ہے۔"

پاشا نے کہا۔ "کوئی تمہاری عزت سے نہیں کھیلے گا۔ میں تمہیں یقین دلانے آیا ہوں۔ نیتاجی بھی تمہیں ہاتھ نہیں لگائیں گے۔"

شانتی کے ماتھے پر شکنیں پڑ گئیں۔ وہ بولی۔ "نیتاجی اسے ہاتھ نہیں لگائیں گے تو اس کا پاسپورٹ واپس نہیں ملے گا۔ یہ گرفتار ہو جائے گی۔"

"تم الیکشن لڑنے کے لئے نیتاجی سے ٹکٹ حاصل کرنا چاہتی ہو۔ اس کے لئے بہن کی رشوت پیش کر رہی ہو۔"

"بکواس مت کرو۔ کون ہو تم؟ تم نیتاجی کے آدمی نہیں ہو۔"

"ہاں۔ میں پوجا کی مدد کرنے آیا ہوں۔ اسے تمہارے ذریعے لٹنے اور برباد ہونے نہیں دوں گا۔"

شانتی اٹھ کھڑی ہوئی۔ فون کی طرف جانے لگی۔ پاشا نے ریوالور نکال کر کہا۔ "آرام سے بیٹھ جاؤ۔"

پوجا نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "یہ..... یہ سب کیا ہو رہا ہے؟"

وہ بولا۔ "مجھ پر بھروسا کرو۔ ابھی تمہیں اپنی بہن کا اصلی چہرہ دکھاؤں گا۔ حقیقت یہ ہے کہ تمہارا پاسپورٹ جعلی نہیں ہے۔ تمہارے تمام کاغذات درست ہیں۔ اس شانتی دیوی نے انسپکٹر کو رشوت دے کر تمہارے ساتھ یہ ڈراما کیا ہے تاکہ تم جیل جانے کے خوف سے اپنی عزت ہارنے پر مجبور ہو جاؤ۔"

شانتی نے کہا "پوجا! یہ جھوٹ بولتا ہے۔ تمہارا پاسپورٹ جعلی ہے۔ اسی لئے انسپکٹر لے گیا ہے۔ اگر نیتاجی نے اس سے پاسپورٹ واپس نہ لیا تو....."

"تو کچھ نہیں ہوگا۔ میں پاکستانی سفارت خانے سے تصدیق کراؤں گا کہ تم بالکل صحیح پاسپورٹ پر یہاں آئی ہو اور پوجا! یہ ہے تمہارا پاسپورٹ۔"

اس نے لباس کے اندر سے اس کے تمام اہم کاغذات نکال کر دیئے۔ وہ انہیں لے کر دیکھتے ہوئے خوشی سے بولی۔ "ہاں' یہ میرا پاسپورٹ ہے' تمہیں کیسے مل گیا؟"

"جس طرح میں تمہاری بہن کو اُلّو بنا کر کوٹھی کے اندر آیا ہوں اسی طرح انسپکٹر کو گدھا بنا کر یہ پاسپورٹ لے آیا ہوں۔ اب بولو۔ کیا تمہیں یقین آیا کہ تمہاری سگی بہن اونچی کرسی پر پہنچنے کے لئے تمہیں ذلت کی پستیوں میں گرانا چاہتی تھی۔"

"ہاں۔ مجھے تو اب اسے دیدی کہتے ہوئے شرم آتی ہے۔ اس نے پہلے تو کھل کر کہہ دیا تھا کہ میں اسے الیکشن میں ٹکٹ دلانے کے لئے نیتاجی کے پاس چلی جاؤں۔ میں نے اس کی بات نہیں مانی تو یہ مجھے جاسوسہ کے الزام میں پھنسانے اور پھر نیتاجی کے ذریعے اس الزام سے بری کرنے کا ڈراما کرنے لگی۔ تھو ہے تجھ پر۔"

شانتی دیوی نے غصے سے کہا۔ "تو مجھ پر تھوک رہی ہے۔ میں

تیرے پورے بدن کو مردوں کے تھوک سے بھر دوں گی اور اجنبی تم! تم سمجھتے ہو' یہ ریوالور دکھا کر میرے خلاف یہ ثبوت حاصل کر لو گے۔"

"کیا تم انکار کرتی ہو کہ تم سیاسی فائدہ اٹھانے کے لئے اپنی بہن پوجا کو نیتاجی کے بیڈ روم میں بھیج رہی تھیں؟"

"میں اقرار کرتی ہوں مگر تم اسے ثابت کیسے کرو گے؟"

پاشا نے اپنے جیکٹ کی اوپری جیب کو تھپتھپا کر کہا "اس جیکٹ کے اندر ایک منی ریکارڈر یہ ساری باتیں ریکارڈ کر رہا ہے۔ پھر پوجا پریس میں تمہارے خلاف بیان دے گی۔ یہ بیان اخبار میں چھپتے ہی تمہاری سیاسی موت واقع ہو جائے گی۔"

شانتی دیوی کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر بولی۔ "پوجا! مجھے معاف کر دو۔ میں پھر کبھی تمہاری ذلت کا سامان کر کے اپنی عزت اور شہرت کا راستہ اختیار نہیں کروں گی۔"

"میں یہاں رہوں گی تو تم کچھ کرو گی۔ میں تو واپس جا رہی ہوں۔"

پاشا نے کہا۔ "تم تنہا یہاں سے ائرپورٹ جانا چاہو گی تو راستے میں پھر یہ پاسپورٹ چھن جائے گا۔ اس کی جگہ ایک جعلی پاسپورٹ بنا کر تمہیں پھر گناہوں کی دلدل کی طرف لے جایا جائے گا۔"

وہ اس کے پاس آکر صوفے پر بیٹھ گئی۔ پھر بولی "اجنبی! تم درست کہتے ہو۔ مگر تم ہو کون؟"

"میں ترکی کا باشندہ ہوں۔ میرا نام پاشا ہے۔ میں نے تمہیں بہت بڑی مصیبت سے بچایا ہے' کیا تم میری ایک بات مانو گی؟"

"ضرور مانوں گی۔ مجھے یقین ہو گیا ہے کہ تم میری بھلائی چاہتے ہو۔"

"تم فی الحال واپس نہ جاؤ۔"

"کیا میں دشمنوں کے شہر میں رہوں؟"

"تم اپنے قریب بیٹھے ہوئے دوست کو بھول رہی ہو۔ میں تمہارے ہاتھ اتنے مضبوط کر دوں گا کہ تم ان کے شہر میں رہ کر ان کی بدمعاشیوں کی سزا انہیں دے سکو گی۔"

وہ بولی۔ "تمہارا سہارا پا کر مجھے سب سے زیادہ غصہ اس بدمعاش نیتا پر آرہا ہے۔ اس شیطان نے میرے بدن کو ہاتھ لگایا تھا' میں اس پر تھوکنا چاہتی ہوں۔"

"تو پھر کل اسے واپس آنے دو۔ میں تمہیں اس پر تھوکنے کا موقع دوں گا۔"

"کیا تم یہاں میرے رہنے کا ٹھکانا بنا سکتے ہو؟"

"ضرور۔ ابھی اپنا ضروری سامان سمیٹو اور میرے ساتھ چلو۔ تمہارے آنے تک یہ شانتی دیوی میرے ریوالور کے سامنے شانتی سے بیٹھی رہے گی۔"

پوجا جانے لگی۔ شانتی دیوی نے کہا۔ "تم ایک اجنبی کے ساتھ جا کر پچھتاؤ گی۔"

وہ بولی۔ "تمہارے ساتھ رہ کر بھی پچھتا رہی تھی۔ تم نے میرے پیروں تلے کی زمین نکال دی۔ یہ اجنبی میرے قدم جما رہا ہے۔ اگر اس نے بھی مجھے دھوکا دیا تو کیا فرق پڑے گا۔ مقدر میں تباہی لکھی ہوگی تو کہیں بھی تباہ ہو جاؤں گی۔ ان حالات میں مجھے کسی پر بھروسا کرنا ہی پڑے گا۔"

وہ پلٹی اور پھر سیڑھیاں چڑھتی ہوئی اوپر اس کمرے میں گئی' جہاں اس کا قیام تھا۔ ایسے ہی وقت ثی تارا نے اسے مخاطب کیا۔ "پاشا! یہ کیا ہو رہا ہے؟"

"آں؟" وہ چونک کر بولا۔ "وہ..... وہ یہاں ایک مظلوم لڑکی ہے۔ دشمن اسے گناہوں کی دلدل میں....."

وہ بات کاٹ کر بولی۔ "مجھے پتا ہے۔ میں تمہارے خیالات پڑھ کر تمام روداد معلوم کر چکی ہوں اور تمہاری نیت کو بھی سمجھتی ہوں۔ اسے گناہوں کی دلدل سے نکال رہے ہو۔ اس نیکی کے پیچھے تمہاری ہوس چھپی ہوئی ہے۔"

"ہاں' وہ تو ہے مگر میں اسے برباد نہیں کروں گا۔ اس سے شادی کروں گا۔"

"شادی کے بچے! تم نے دو گھنٹوں سے میری ڈی کی خبر نہیں لی ہے۔ تم اپنی ڈیوٹی سے غافل کیوں رہے؟"

"وہ بات یہ ہے کہ اس معاملے نے اتنا الجھا دیا تھا کہ....."

"میں نے سختی سے تاکید کی تھی کہ تم کسی معاملے میں نہیں الجھو گے۔ کسی ایسے فرد سے بھی زیادہ گفتگو نہیں کرو گے' جو بعد میں ہمارے لئے پرابلم بن جائے۔"

"مجھے یقین ہے یہ پوجا پرابلم نہیں بنے گی۔"

"سیاست کے ایک بہت بڑے پہاڑ گنگادھر پرساد سے ٹکرا رہے ہو اور کہتے ہو پوجا پرابلم نہیں بنے گی۔ چلو اٹھو۔ فوراً واپس آؤ۔"

"میں ابھی سر کے بل آؤں گا' نہیں آنا چاہوں گا تو تمہاری ٹیلی پیتھی کھینچ کر یہاں سے لے جائے گی۔ میں تم سے التجا کرتا ہوں' پوجا کو بیچ بھنور میں نہ چھوڑو۔ یہ ڈوب جائے گی۔"

"کیا میں نے ایسی لڑکیوں کو کنارے لانے کا ٹھیکا لیا ہے؟"

"میں تمہیں انسانیت کا واسطہ دیتا ہوں۔"

"میری مصروفیات کچھ کم نہیں ہیں۔ مشکل سے سونے کی فرصت ملتی ہے۔ مجھے انسانیت کا واسطہ نہ دو' چلے آؤ۔"

"میں تمہارے دھرم کا واسطہ دیتا ہوں۔ پوجا بھی تمہاری طرح ہندو ہے۔ تمہاری طرح بھگوان کی پوجا کرتی ہے۔"

ثی تارا ذرا نرم پڑ گئی۔ اس سے بولی۔ "تم نے دھرم کا واسطہ دیا ہے تو یاد آیا کہ تم مسلمان ہو اور یہ میرا فرض ہے کہ میں تمہیں ایک ہندو لڑکی کو ہاتھ لگانے کی بھی اجازت نہ دوں۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

وہ پریشان ہو کر بولا۔ "یہ.... یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ میں اس کے لیے اتنے پاپڑ بیل رہا ہوں۔ وہ مجھے نہیں ملے گی تو میں تمہارا جو کام کروں گا' بے دلی سے اور بے پروائی سے کروں گا۔"

شی تارا سوچ میں پڑ گئی۔ ابھی وہ بدن کی مخصوص بُو کے مسئلے پر اس سے گفتگو کرنا چاہتی تھی۔ اگر پیدائشی بُو میں تبدیلی کے امکانات ہوں گے تو وہ دل لگا کر ایسا طبّی تجربہ نہیں کرے گا۔ وہ اسے ہر لمحہ خیال خوانی کے ذریعے اپنے قابو میں نہیں رکھ سکتی تھی۔ دانشمندی یہی تھی کہ اس کی یہ چھوٹی سی ضد مان لی جائے۔

پوجا ایک اٹیچی اٹھا کر اوپری منزل سے سیڑھیاں اتر کر آنے لگی۔ شی تارا نے کہا۔ "میں ایک شرط پر پوجا کو تمہارے ساتھ رہنے کی اجازت دوں گی۔"

"مجھے ہر شرط منظور ہے۔ بولو کیا شرط ہے؟"

"اس کے ساتھ کار میں بیٹھو اور اپنی انیکسی میں آؤ۔ میں ابھی بتا رہی ہوں۔"

اس نے پوجا سے وہ بھاری اٹیچی لی پھر شانتی دیوی سے بولا۔ "تم بھی چلو۔"

وہ ریوالور کے سامنے انکار نہ کر سکی۔ ان کے ساتھ چلنے لگی۔ شی تارا نے کہا۔ "تم اسے ساتھ لے جا کر کسی ویرانے میں چھوڑنا چاہتے ہو تاکہ ابھی یہ فون کے ذریعے پولیس والوں کو تمہارے پیچھے نہ لگائے۔"

"ہاں میں یہی چاہتا ہوں۔"

"اسے ساتھ نہ لے جاؤ۔ یہیں چھوڑ دو میں نمٹ لوں گی۔"

پاشا نے پوجا کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ کر کہا۔ "ہم جا رہے ہیں تم بڑے شوق سے اپنے یاروں کو آوازیں دیتی رہو۔"

وہ گاڑی اسٹارٹ کر کے چلا گیا۔ شانتی دیوی دوڑتی ہوئی کوٹھی کے اندر آئی۔ ڈرائنگ روم میں پہنچتے ہی اوندھے منہ قالین پر گری۔ شی تارا نے اس پر مکمل قبضہ جما کر اسے غائب دماغ بنا دیا۔ پھر اسے بیڈ روم میں لے گئی۔ وہاں اس کے پرس میں کار کی چابی تھی۔ اس نے چابی نکال کر الماری کے پیچھے پھینک دی۔ پھر ڈرائنگ روم میں آئی۔ وہاں فون کا ریسیور اٹھایا۔ اس کے ماؤتھ پیس کا کور کھولا۔ اس کے اندر سے آواز نشر کرنے والا مائیک نکالا۔ پھر اس کا کور دوبارہ لگا دیا۔ اس مائیک کو کمرے کے ایک گوشے میں قالین کے نیچے چھپا دیا۔ پھر شی تارا نے شانتی کو قالین پر اسی جگہ اوندھے منہ گرا کر اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔

شانتی دیوی نے چونک کر سر اٹھایا۔ اسے یوں لگا جیسے ابھی گری تھی اور دوسرے ہی لمحے میں سر اٹھا کر اس کمرے کو دیکھ رہی ہے۔ وہ جلدی سے اٹھ کر فون کے پاس آئی۔ ریسیور اٹھا کر انسپکٹر کے نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ ہونے کے بعد انسپکٹر کی آواز آئی۔ "ہیلو کون ہے؟"

وہ بولی "ہیلو میں شانتی دیوی بول رہی ہوں۔ یہاں غضب ہو گیا ہے۔ ایک اجنبی یہاں آیا تھا وہ...."

وہ بولتے بولتے رک گئی۔ دوسری طرف سے انسپکٹر ہیلو ہیلو کر رہا تھا اور پوچھ رہا تھا "کون ہے؟ کوئی بولتا کیوں نہیں ہے؟"

"میں بول رہی ہوں' شانتی ہوں شانتی۔ کیا میری آواز سنائی نہیں دے رہی ہے؟"

دوسری طرف سے انسپکٹر نے گالیاں دے کر فون بند کر دیا۔ وہ ریسیور کو گھور کر دیکھنے لگی۔ اُدھر سے آواز آ رہی تھی۔ اِدھر سے آواز نہیں جا رہی تھی۔ وہ ریسیور رکھ کر اٹھ گئی۔ اب رابطے کی صورت یہی رہ گئی تھی کہ وہ خود انسپکٹر اور اپنے سیاسی مشیر کے پاس جائے۔ وہ تیزی سے چلتی ہوئی بیڈ روم میں آئی۔ وہاں سے اپنا پرس اٹھایا۔ پھر اسی تیزی سے باہر آئی۔ ایک طرف اس کی کار کھڑی ہوئی تھی۔ وہ دروازہ کھول کر اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ گئی۔ پھر اس نے پرس کھول کر دیکھا۔ اس میں چابی نہیں تھی۔

پرس میں دو خانے تھے۔ دونوں میں اچھی طرح چابی ڈھونڈی۔ پھر جھنجلا کر بڑبڑاتی ہوئی کار سے نکلی۔ دوبارہ کوٹھی کے اندر آئی۔ بیڈ روم میں پہنچ کر الماری کے اندر' درازوں میں' تکیے اور چادر کے نیچے' سنگار میز پر' ہر جگہ چیزوں کو الٹ پلٹ کر دیکھ لیا۔ چابی کو نہیں ملنا تھا' نہیں ملی۔

وہ غصے سے پاؤں پٹختی ہوئی کمرے سے جاتے ہوئے سوچنے لگی۔ اب کسی رکشا ٹیکسی میں جائے گی۔ وہ تیزی سے چلتی ہوئی کوٹھی سے باہر آئی۔ پھر احاطے کے باہر آ کر کسی رکشا ٹیکسی کا انتظار کرنے لگی۔ سڑک کے کنارے بھکاری بیٹھا صدا لگا رہا تھا۔ "بھگوان کے نام پر ایک روٹی کھلا دو دیدی! صبح سے بھوکا ہوں۔"

شی تارا نے شانتی کے ذریعے بھکاری سے کہا "میرے پرس میں ڈھائی ہزار روپے ہیں۔ میں ایک شرط پر تمہیں یہ ساری رقم دے دوں گی۔"

"بھگوان تمہارا بھلا کرے گا۔ شرط کیا ہے؟"

وہ تمام رقم اسے دیتے ہوئے بولی۔ "وہ ٹیکسی چلی آ رہی ہے آج اس میں بیٹھ کر اپنے گھر جاؤ۔"

بھکاری فوراً ہی اچھل اچھل کر آنے والی ٹیکسی کو ہاتھ دکھاتے ہوئے رکنے کا اشارہ کرنے لگا اور کہنے لگا۔ "کبھی میرا باپ بھی ٹیکسی میں نہیں بیٹھا۔ بھگوان پتا نہیں کیسے کیسے ڈھنگ سے دولت دیتا ہے۔"

ٹیکسی قریب آ کر رک گئی۔ بھکاری دروازہ کھول کر بیٹھنے لگا۔ ڈرائیور نے کہا۔ "اے اپنی اوقات دیکھ کہاں گھسا آ رہا ہے؟"

شانتی دیوی نے ڈپٹ کر کہا۔ "اسے بیٹھنے دو۔ کیا یہ ہماری طرح انسان نہیں ہے۔ میں منسٹر بننے کے بعد بھکاریوں کے لیے ٹیکسی کی سواری فری کر دوں گی۔ مگر یہ ابھی تمہیں پورا کرایہ دے گا۔"

ڈرائیور نے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا۔ "دھن ہو شانتی دیوی! میں ہمیشہ آپ کی تقریر سنتا ہوں۔ آپ غریبوں کے لئے جیسا کہتی ہیں' ویسا کرتی بھی ہیں۔ شانتی دیوی زندہ باد۔"

وہ نعرہ لگا کر بھکاری کو لے گیا۔ اس تمام عرصے میں شانتی دیوی اندر ہی اندر پریشان رہی کہ کسی بھکاری کو کیوں اتنی بڑی رقم دے کر ٹیکسی میں بٹھا رہی ہے۔ وہ ایسا نہیں کرنا چاہتی تھی مگر کر رہی تھی اور جب کر چکی اور ٹیکسی دور چلی گئی تو شی تارا نے اسے آزاد کر دیا۔ وہ تڑپ کر بولی۔ "نہیں' یہ نہیں ہو سکتا۔ ٹیکسی' او ٹیکسی والے واپس آؤ...."

وہ اس کی آواز سے بہت دور نکل گیا تھا۔ وہ پرس کو زور سے سڑک پر پٹخ کر چیخ پڑی۔ "میں پاگل نہیں ہوں۔ میں نے ایسا کیوں کیا؟ میں پاگل نہیں ہوں تو ایسی حرکت کیوں کی۔ وہ ڈرائیور کہہ رہا تھا۔ میں غریبوں کے لئے جیسا کہتی ہوں' ویسا کرتی بھی ہوں۔"

وہ دونوں مٹھیاں بھینچ کر کوٹھی کی طرف دوڑتی ہوئی چیخنے لگی۔ "میں پاگل نہیں ہوں۔ میں شانتی دیوی ہوں۔ شانتی دیوی زندہ باد۔ شانتی دیوی زندہ باد...."

وہ دوڑتی ہوئی کوٹھی کے اندر گئی۔ شی تارا' پاشا کے پاس آ گئی۔ وہ پوجا کو اپنی انیکسی میں لے آیا تھا اور اسے بتا رہا تھا کہ وہ ایک بہت دولتمند عورت کا باڈی گارڈ ہے۔ وہ ملک سے باہر گئی ہے اور یہ انیکسی کے ساتھ والی کوٹھی میں اس کی مالکہ کی سہیلی رہتی ہے۔

پاشا حقیقتاً یہی سمجھتا تھا کہ وہ شی تارا کی سہیلی سمترا کی کوٹھی والی انیکسی میں رہتا ہے۔ شی تارا نے ٹیلیفون کے ذریعے پاشا کو مخاطب کیا پھر کہا۔ "میں اسی کوٹھی سے سمترا بول رہی ہوں۔ یہ تم کس لڑکی کو یہاں لائے ہو۔"

وہ بولا۔ "شریمتی سمترا جی! میں اسے اپنی مالکہ کے حکم سے یہاں لایا ہوں۔"

"میں کہہ چکی ہوں۔ میری انیکسی میں تم کسی عورت کو نہیں لاؤ گے۔ اگر میری سہیلی نے ایسا حکم دیا ہے تو لڑکی کو میرے پاس بھیج دو اور میری سہیلی سے یعنی اپنی مالکہ سے کہو' وہ مجھ سے بات کرے۔"

"ابھی وہ مجھ سے رابطہ کرنے والی ہیں۔ میں آپ سے بھی ان کی بات کراؤں گا۔"

"میری بات سمجھا کرو۔ جب تک بات نہیں ہوگی وہ لڑکی یہاں میرے پاس رہے گی۔ آس پاس کی کوٹھیوں والے تمہارے ساتھ لڑکی دیکھ کر ہمیں بدنام کریں گے۔ اسے فوراً یہاں چھوڑ جاؤ۔"

وہ فون رکھ کر پوجا سے بولا۔ "سمترا جی کہہ رہی ہیں کہ تمہیں ان کے پاس رہنا چاہئے۔ ابھی تم جاؤ میں ایک آدھ گھنٹے میں تم سے ملاقات کر لوں گا۔"

وہ پوجا کی اٹیچی اٹھا کر اسے شی تارا کی کوٹھی کے اندر لے آیا۔ شی تارا نے پہلی بار پوجا کو روبرو دیکھا تو اس کے حسن اور دلکش سراپا کو دیکھ کر بے اختیار بولی۔ "ایک عورت کسی دوسری عورت کی تعریف نہیں کرتی۔ میں تعریف کرنے پر مجبور ہوں۔ تم حسن کا شاہکار ہو۔ آؤ اس گھر کو اپنا ہی گھر سمجھو۔"

پاشا وہاں سے انیکسی میں آ گیا۔ اسی وقت شی تارا نے اس کے اندر آ کر پوچھا۔ "کیا پوجا کو لے آئے؟"

"لے آیا ہوں مگر یہاں تمہاری سہیلی نے پابندی لگائی ہے کہ میرے ساتھ انیکسی میں کوئی لڑکی نہیں رہے گی۔"

"یہ پابندی غلط نہیں ہے۔ ہمارے دیس میں کسی عورت کے ساتھ رہنے سے پہلے اس سے رشتہ قائم کرنا پڑتا ہے اور ابھی اس سے تمہارا کوئی رشتہ نہیں ہے۔"

"تم بھی ایسا کہو گی تو پوجا کو یہاں لانے کا فائدہ کیا ہوگا؟"

"تم بھول رہے ہو۔ میں نے پوجا کو ساتھ رکھنے کی ایک شرط پیش کی تھی۔"

"مجھے یاد ہے۔ میں وہ شرط ضرور پوری کروں گا۔ آخر تم چاہتی کیا ہو؟"

"میرا ایک کام ہے۔ جس دن وہ کام پورا کر دو گے' اسی دن تمہیں پوجا مل جائے گی۔"

"کیا وہ کام بہت لمبا ہے؟ میں کتنے دنوں تک اس سے دور رہوں گا۔"

"اس کا انحصار تمہاری طبّی صلاحیتوں پر ہے۔ تم علم الابدان کے ماہر ہو۔ اسی سلسلے کا ایک کام ہے۔"

"پھر تو میں اسے جلد ہی نمٹا سکوں گا۔ بولو وہ کام کیا ہے؟"

"ہر انسان کے بدن کی بُو دوسرے سے مختلف اور مخصوص ہوتی ہے۔ پہلے یہ بتاؤ یہ بُو کیسے پیدا ہوتی ہے؟"

"دنیا کی ہر چیز میں مہک ہوتی ہے۔ لکڑی' لوہے اور پتھر کی بُو بہت کم لوگ محسوس کرتے ہیں۔ پیڑ' پودوں' پھولوں اور پھلوں کی بُو واضح ہوتی ہے اور سب کی الگ الگ ہوتی ہے۔ یہ خدا کی قدرت کا کمال ہے کہ اس نے ہر انسان کی صرف صورت ہی الگ نہیں کی' اس کے بدن کی بُو کو بھی ایک دوسرے سے الگ رکھا ہے۔ جب پسینہ نکلتا ہے' تب انسان کی یہ بُو واضح ہوتی ہے۔"

"کیا تم میرے پسینے کا طبّی تجزیہ کر کے میرے بدن کی مخصوص بُو کو تبدیل کر سکتے ہو؟"

"میں نے اس سلسلے میں کبھی کوئی تجرباتی کوشش نہیں کی ہے۔ کیا تم اپنے بدن کی بُو تبدیل کرنا چاہتی ہو؟"

"ہاں میں چاہتی ہوں' یہ پیدائشی بُو تبدیل ہو جائے۔"

"کسی کے بھی بدن کی بُو پیدائشی نہیں ہوتی۔ یہ بو اس کے ماحول' وہاں کی آب و ہوا' اس کی غذا کے اثرات سے پیدا ہوتی ہے۔ پھر اس بُو پر تمہارے مزاج' تمہاری نفسیات اور تمہارے ہارمونز کی کمی بیشی کے اثرات غالب آتے ہیں۔ تب وہ بُو تمہاری

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اپنی مخصوص ہوتی ہے۔"

"میں زیادہ ٹیکنیکل باتیں نہیں سمجھ سکوں گی۔ تم سے صرف دو باتوں کا جواب چاہتی ہوں۔ ایک تو یہ کہ میری بُو تبدیل ہوسکے گی یا نہیں؟ دوسری بات یہ کہ میری مخصوص بُو کسی دوسری لڑکی میں منتقل کی جاسکے گی یا نہیں؟"

"اگر ہم اس طریقۂ کار کو مدِ نظر رکھیں کہ لباس پر زیادہ خوشبو اسپرے کرلینے سے مخصوص بُو عارضی طور پر کم ہوجاتی ہے تو یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ مخصوص بُو کا توڑ ہوسکتا ہے لیکن یہ ممکن نظر نہیں آتا کہ تمہاری مخصوص بُو کسی دوسری لڑکی میں منتقل کی جاسکے۔"

"پہلے تم میری بُو تبدیل کرنے کا کامیاب تجربہ کرو۔ ہوسکتا ہے ایسے تجربے کے دوران میرے پسینے کا کوئی مخصوص انجکشن تیار کرسکو اور انجکشن کے ذریعے کسی دوسری لڑکی میں میری مخصوص بُو پیدا کرسکو۔"

"میں تمہارے دونوں مقاصد پورے کرنے کی پوری کوشش کروں گا۔"

"پھر تو یقین کرلو' پوجا تمہارے لئے رکھی ہوئی ہے۔ جس دن میرا کام ہوجائے گا اُسی دن وہ ہمیشہ کے لئے تمہاری ہوجائے گی۔"

اس سلسلے میں پاشا کے لئے ایک لیبارٹری کی ضرورت تھی شی تارا نے کہا۔ "یہاں ایک بوڑھے تجربہ کار ڈاکٹر کی ایک ذاتی لیبارٹری ہے۔ میں اس ڈاکٹر کو اپنا معمول اور تابعدار بنالوں گی۔ تم وہاں اطمینان سے اپنا کام کرسکو گے۔"

شی تارا دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ وہ اس رات بوڑھے ڈاکٹر کو ٹریپ کرکے لیبارٹری کا مسئلہ حل کرنے والی تھی۔ اب وہ پوجا کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ وہ غیر معمولی حسن و شباب کی حامل تھی اور پارس حسن پرست تھا۔ یہ خیال پیدا ہو رہا تھا کہ پوجا کو تنویمی عمل کے ذریعے شی تارا بنا دیا جائے اور اپنی مخصوص بو اس میں منتقل کردی جائے تو پارس کسی شبہ کے بغیر اسے شی تارا سمجھ کر قبول کرے گا۔ پوجا اپنا دھرم چھوڑ کر اسلام قبول کرے گی تو وہ یہی سمجھے گا کہ شی تارا اس کے پیار میں ڈوب کر اس کی ہم مذہب ہوگئی ہے۔ وہ اس پر قربان ہو کر دو چشمی ہیرے اس کے حوالے کرے گا۔ تب وہ ہیرے بہ آسانی پوجا سے حاصل کرلے گی۔

○۔☆۔○

سب سو رہے تھے۔ ایکسرے مین ایک گوشۂ گمنامی میں گہری نیند کے مزے لے رہا تھا۔ ٹیری آدم اپنی خفیہ رہائش گاہ میں خواب دیکھ رہا تھا اور خواب میں میکسی دکھائی دے رہی تھی۔ نیند کا دوسرا مطلب ہے غفلت یعنی آنکھ بند کرنا۔ گویا چار چھ گھنٹے دنیا کو نہ دیکھنا۔ اپنے جسم کے ساتھ دماغ کو بھی سلا دینا گویا دوستوں اور دشمنوں سب ہی سے غافل ہوجانا۔ ایسی غفلت میں کوئی بھی شب خون مار سکتا ہے۔ دنیا کے کتنے ہی بڑے بڑے شہ زور غفلت ہی میں مارے گئے۔

ویسے ابھی ایکسرے مین اور ٹیری آدم کی شامت نہیں آئی تھی اس لئے وہ زندہ اور محفوظ تھے۔ انہوں نے برین آدم اور دوسرے تمام برادرز کو حکم دیا تھا کہ وہ کسی بھی طرح شام تک ملزم کا سراغ لگائیں اور اس کے لئے انٹیلی جنس ڈیپارٹمنٹ کے تمام جاسوس لگادیے۔

یہودی خفیہ تنظیم کے تمام برادر اور انٹیلی جنس والے تل ابیب سے حیفا تک ہر اس جوان کا محاسبہ کر رہے تھے' جس پر انہیں ذرا سا بھی شبہ ہوتا تھا۔ ایسی سختیوں کے باعث وہ تمام لوگ پریشان ہوگئے تھے' جو وہاں فارمولے چُرانے آئے تھے۔ ان ہی میں سے ایک سپر ماسٹر کی ٹیم تھی' جسے شی تارا کی سرپرستی حاصل تھی۔ اس کا ایک نوجوان تل ابیب سے اور دوسرا حیفا سے گرفتار ہوا تھا۔

ان دونوں جوانوں کو پہلے وارننگ دی گئی کہ وہ اپنے بارے میں سب کچھ سچ سچ بتادیں۔ وہ لوگ باقاعدہ پاسپورٹ کے ذریعے تل ابیب اور حیفا کی امریکن کمپنیوں میں ملازمت کرنے آئے تھے۔ وہ اس بات پر بضد رہے کہ یہی ان کی اصلیت ہے۔ تب انہیں ٹارچر سیل میں پہنچادیا گیا۔

شی تارا کو یہ گوارا نہ تھا کہ اس کی ٹیم کا کوئی فرد ٹارچر سیل میں جاکر اذیتیں برداشت کرے۔ انہیں رہائی دلانے کے لئے اعلیٰ حکام پر دباؤ ڈالنا ضروری ہوگیا۔ وہ یہ بھی نہیں چاہتی تھی کہ اس معاملے میں اس کا نام آئے۔

اس نے پاشا کے خیالات پڑھ کر جہاں بہت سی معلومات حاصل کی تھیں' وہاں یہ بھی معلوم کیا تھا کہ پاشا کا ایک استاد تھا' وہ یہودی تھا اور اس کا نام جافری ہیرالڈ تھا۔ پاشا نے اس کے ساتھ لیبارٹری میں ایک بندر پر کامیاب تجربہ کیا تھا۔ پھر جافری نے پاشا سے کہا تھا "پہلے میں یہ دوائیں استعمال کروں گا۔ بندر کی طرح مجھ انسان پر بھی یہ اثر دکھائیں گی اور میں غیر معمولی سماعت و بصارت کا حامل ہوجاؤں گا تو تمہیں بھی یہ دوائیں استعمال کراؤں گا۔"

پاشا کو استاد کی نیت پر شبہ تھا اس لئے وہ تمام دواؤں کو اور ان کے مرکبات کے فارمولوں کو یاد رکھتا تھا۔ پھر رات کو سونے سے پہلے انہیں اپنی ڈائری میں نوٹ کرلیا کرتا تھا۔ اس طرح استاد سے پہلے غیر معمولی قوتِ سماعت و بصارت اور حیرت انگیز جسمانی قوت کا مالک بن گیا۔ یہودی جافری ہیرالڈ نے اس سے [illegible] محسوس کیا پھر چپکے سے تمام فارمولے اور لیبارٹری کا ضروری سامان لے کر کہیں چلا گیا۔ تقریباً چار برس گزر گئے تھے اور وہ اب تک کہیں نظر نہیں آیا تھا۔

شی تارا نے سوچا' اب یہودیوں کے سامنے نیا شوشہ چھوڑا جائے اور انہیں یہ یقین دلایا جائے کہ یہاں ایک ایسی تنظیم ہے' جس کا سربراہ ایک غیر معمولی سماعت و بصارت رکھنے والا یہودی جافری ہیرالڈ ہے۔ ایک فرضی جافری کے ذریعے اپنی ٹیم کے دونوں جوانوں کو ٹارچر سیل سے رہائی دلائی جائے۔

وہ سپر ماسٹر کی ٹیم کے لیڈر سے بولی۔ "موبائل فون کے ذریعے کسی حاکم سے رابطہ کرو۔"

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ کسی بھی حاکم سے بہ آسانی رابطہ نہیں ہوتا۔ اس حاکم کے پی اے نے پوچھا۔ "تم کون ہو؟ اپنا پیغام نوٹ کراؤ۔ وہ پیغام بڑے صاحب کو پہنچادیا جائے گا۔"

وہ بولا۔ "جن فارمولوں کی وجہ سے تمہارا یہ شہر میدانِ جنگ بنا ہوا ہے۔ میں اس کا ایک ایسا حل پیش کرنا چاہتا ہوں' جس پر عمل کرنے سے تمام دشمن یہاں سے بھاگ جائیں گے۔"

پی اے نے کہا۔ "ہولڈ آن کرو۔"

ٹیم کا لیڈر فون کو کان سے لگائے انتظار کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد ایک حاکم کی آواز سنائی دی۔ اس نے پوچھا۔ "تم کون ہو' نام بتاؤ؟"

"میں ایک یہودی ہوں۔ میرا نام جافری ہیرالڈ ہے۔ میں غیر معمولی فارموں کے متعلق بہت کچھ جانتا ہوں۔"

"تو پھر بیان کرو' کیا جانتے ہو؟"

"میں آپ کے ذریعے کسی ایسے اعلیٰ فوجی افسر یا خفیہ تنظیم کے عہدیدار سے بات کرنا چاہتا ہوں' جس کا تعلق فارمولوں کے معاملات سے ہے۔ یہ شعبہ آپ کا نہیں ہے۔"

"تو پھر مجھے کیوں فون کیا ہے؟"

"میں نے کہا نا' آپ کے ذریعے ان سے رابطہ چاہتا ہوں' مجھے ان میں سے کسی کا بھی فون نمبر معلوم نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ اپنا فون نمبر دو۔ تم سے ابھی رابطہ کیا جائے گا۔"

"سوری' میں اپنا نمبر نہیں دوں گا۔"

"تو پھر تم سے کوئی بات نہیں ہوگی۔"

"میرا کچھ نہیں بگڑے گا۔ آپ کے اس شہر میں خطرات منڈلا رہے ہیں۔ پریشان اور فکر مند آپ ہوں گے۔"

چند لمحوں تک خاموشی رہی۔ پھر آواز آئی۔ "اچھی بات ہے۔ دس منٹ کے بعد پھر فون کرو۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ شی تارا حاکم کے اندر پہنچ چکی تھی۔ وہ فوج کے اعلیٰ افسر سے رابطہ کر رہا تھا۔ رابطہ قائم ہونے کے بعد اس نے افسر کو جافری ہیرالڈ کے متعلق بتایا۔ وہ اعلیٰ افسر برین آدم کو ملٹری انٹیلی جنس کا چیف سمجھتا تھا۔ اس نے برین آدم کو جافری کے بارے میں بتایا۔ وہ بولا۔ "اسے میرا نمبر دو۔"

ٹیم کے لیڈر نے دس منٹ کے بعد فون کیا تو اسے برین آدم سے رابطے کا نمبر معلوم ہوا۔ ایک منٹ کے اندر اس سے بھی رابطہ ہوگیا۔ لیڈر نے شی تارا کی ہدایات کے مطابق کہا۔ "میں جافری ہیرالڈ کا خاص ماتحت ہوں۔ میں پہلے اپنے باس جافری ہیرالڈ کا تعارف کرادوں۔ وہ آپ کی طرح یہودی ہے اور یوسف البرہان عرف پاشا کا استاد ہے۔ اس طرح آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ ہمارا باس غیر معمولی قوتِ سماعت و بصارت کا حامل ہے۔"

برین آدم نے پوچھا۔ "یہ پاشا کا استاد کہاں سے پیدا ہوگیا؟"

"دنیا میں بے شمار عجیب و غریب لوگ پیدا ہوچکے ہیں۔ اور پیدا ہورہے ہیں اور آئندہ بھی پیدا ہوتے رہیں گے۔ آپ ان کے متعلق اسی وقت معلوم کرسکتے ہیں' جب آپ کو بتایا جائے اور میں آپ کو بتا رہا ہوں۔"

"تمہارا وہ باس کہاں ہے؟"

"سخت زخمی ہے۔ اسے ایک حادثہ پیش آیا ہے۔ ورنہ وہ خود آپ سے باتیں کرتا۔"

"میں کیسے یقین کروں کہ وہ پاشا کا استاد ہے اور غیر معمولی صلاحیتوں کا حامل ہے؟"

"ہمارا باس ایک گوشے میں بیٹھ کر یہاں کے حکمرانوں اور فوج کے اعلیٰ افسروں کی بات اپنی قوتِ سماعت سے سنتا ہے۔ وہ افسران یوگا کے ماہر ہوتے ہیں۔ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ان کے اندر نہیں جاسکتا اور نہ ہی ان کی خفیہ گفتگو سن سکتا ہے۔ ایسا صرف ہمارا باس کرتا ہے۔"

"ہمیں معلوم تو ہو کہ اس نے کون سی خفیہ گفتگو سنی ہے؟"

"تو پھر سنو۔ تم لوگ فرانس سے وہ میزائل حاصل کرنا چاہتے تھے' جو فضا میں مار نہیں کرتا' بلکہ سمندر کی سطح پر سے گزرتا ہوا بحری جہازوں کو تباہ کرتا ہے اور کسی ریڈار کی زد میں نہیں آتا لیکن حکومت فرانس نے تمہیں وہ میزائل نہیں دیا۔ چلی کی حکومت کو دیا اور اب تمہارے جاسوس چلی کی حکومت سے اس میزائل کا نقشہ حاصل کرنے گئے ہیں۔"

برین آدم نے کہا۔ "ہوں' واقعی یہ راز ہمارے صرف ان افسروں کو معلوم ہے جو یوگا کے ماہر ہیں۔ میں یقین کرنے پر مجبور ہوں کہ یہ خفیہ باتیں غیر معمولی سماعت کے ذریعے سنی گئی ہیں۔"

"ہمارے باس نے ان دو جاسوس کی آوازیں بھی سنی ہیں' جو چلی گئے ہیں۔ ہم چاہیں تو وہ دونوں چلی سے میزائل کا نقشہ لیکر واپس نہیں آسکیں گے۔"

"اچھا تو کس معاملے میں بلیک میل کر رہے ہو؟"

"ظاہر ہے تم اپنے دو جاسوسوں کی زندگی اور وہ نقشہ چاہو گے اور ہم اپنے ان دو آدمیوں کی رہائی چاہتے ہیں جنہیں آج ٹارچر سیل میں پہنچایا گیا ہے۔ ان میں سے ایک کا نام راجرا سمتھ اور دوسرے کا نام رابرٹ ہے۔ یہ بیچارے جاسوس نہیں ہیں۔ تمہاری حکومت کو کوئی نقصان نہیں پہنچا رہے ہیں۔"

"تمہارے یہ دونوں بیچارے امریکن فرم میں ملازمت کرنے یہاں کیوں آئے ہیں؟"

"کیا یہاں آکر امریکن فرم میں ملازمت کرنا غیر قانونی ہے؟"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"تمہارے باس نے غیر معمولی صلاحیتوں سے نہ جانے ہمارے کتنے راز معلوم کئے ہیں۔ تم تمام لوگوں کی یہاں موجودگی غیر قانونی ہے۔"

"ہم نے اب تک تمہارے ملک کو نقصان نہیں پہنچایا ہے۔ شاید اس لئے کہ ہمارا باس یہودی ہے۔ ہماری تنظیم امریکیوں کے خلاف ہے۔ اس لئے وہ جوان امریکن فرم میں ہمارے لئے جاسوسی کررہے ہیں۔ انہیں فوراً رہا کردو اور ہم سے دشمنی کے بجائے دوستی کی راہ اختیار کرو۔"

"ٹھیک ہے۔ میں ابھی ان کی رہائی کا حکم دیتا ہوں۔ کیا تمہارا باس ہمارا ایک کام کرے گا؟"

"ضرور کرے گا۔ کام بولو۔"

"تمہارے باس کو اس کی آواز سناؤ۔ وہ اسے فوراً ڈھونڈ نکالے گا۔"

"اگر اس کا فون آئے گا یا کسی کے ذریعے اس سے رابطہ ہوگا تو ہم اس کی آواز ٹیپ کرنے کی کوشش کریں گے۔"

شی تارا خود ہی عادل کی تلاش میں تھی۔ برین آدم کو اس کے لئے بے تاب دیکھ کر اپنی ٹیم کے لیڈر کی زبان سے پوچھا۔ "تمہیں عادل کی تلاش کیوں ہے؟"

جواب میں برین آدم نے بتایا کہ وہ مافیا والوں کے ساتھ ہے۔ پہلے اس نے بینک لوٹا پھر ایک یہودی کا بہت بڑا خزانہ لوٹ لیا اور اب ٹیلی پیتھی کے ذریعے مافیا کو تحفظ فراہم کررہا ہے۔

اس نے لیڈر کے ذریعے کہا "ہمارا باس عادل کی آواز پہلے سنا کرتا تھا لیکن اب اس لئے نہیں سن پاتا کہ اس نے اپنی آواز اور لہجہ بدل لیا ہے۔"

"یعنی تمہارا باس عادل کو پہلے سے جانتا ہے؟"

"ہاں۔ یہ وہی ہیری رابسن ہے، جو یہاں کی ایک بڑی شوز کمپنی کا مالک تھا۔"

"اوہ گاڈ! اس ہیری نے تو ہمیں کئی معاملات میں پریشان کیا تھا۔ تمہاری بات دل کو لگتی ہے۔ یہ عادل وہی ہیری ہے۔ اپنے باس سے کہو، ہمیں کسی طرح عادل تک پہنچادے۔ ہم بھی تمہارے کام آئیں گے۔ ابھی تمہارے آدمی رہا کئے جارہے ہیں۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ لیڈر نے کہا۔ "میڈم! آپ نے تو کمال کر دیا۔ کتنی آسانی سے آپ نے ہمارے آدمیوں کو رہائی دلائی ہے۔"

"یہ معمولی سی کامیابی ہے۔ میں اس ناکامی سے پریشان ہوں، جو عادل کے سلسلے میں ہے۔ وہ اس حد تک بڑھ گیا ہے کہ یہاں کی ملٹری انٹیلی جنس والے بھی پریشان ہو کر اسے تلاش کررہے ہیں۔"

"میڈم! اسے کیسے تلاش کیا جاسکتا ہے؟ اس کا کوئی تو سراغ ملنا چاہئے۔"

"میں اسی مسئلے پر غور کررہی ہوں۔ تم لوگ بھی کوئی راستہ نکالو۔ میں پھر آؤں گی۔"

وہ چلی گئی۔ ادھر برین آدم رابطہ ختم کرکے عادل کے متعلق غور کرنے لگا۔ پھر اس نے انٹیلی جنس کے ایک افسر سے کہا۔ "دو جوان راجر اور رابرٹ جو ٹارچر سیل میں ہیں، انہیں فوراً رہا کردو۔ ان سے کوئی سوال نہ کیا جائے۔ معذرت چاہی جائے کہ انہیں غلطی سے گرفتار کیا گیا تھا۔ ہمارے دو جاسوس سادہ لباس میں رہ کر ان کی نگرانی کرتے رہیں گے۔ وہ جہاں جائیں اور جن افراد سے ملتے رہا کریں، ان افراد کے متعلق چھان بین کی جائے۔"

برین آدم کا خیال تھا کہ وہ راجر اور رابرٹ کی نگرانی کرتا ہوا اس غیر معمولی سماعت و بصارت کے حامل جافری ہیراللہ تک پہنچ سکے گا۔ وہ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر ریسیور اٹھا کر بلیک آدم کے نمبر ڈائل کئے۔ جیسے ہی رابطہ قائم ہوا وہ اپنی ایک انگلی ریسیور کے ماؤتھ پیس پر یوں بجانے لگا جیسے دستک دے رہا ہو۔ یوں تین بار انگلی سے دستک دینے کے بعد بولا۔ "اپنے تمام برادرز سے کہہ دو کہ جب بھی ان کے فون کی گھنٹی بجے، وہ خاموشی سے ریسیور اٹھا کر دوسری طرف کی آواز سنیں، اپنی آوازیں نہ سنائیں۔ برادرز میں سے جو بھی کچھ کہنا چاہے وہ تحریر کے ذریعے یا ٹیلی گرافک طریقہ کار کے ذریعے بات کرے۔"

ادھر سے بلیک آدم نے اپنے ریسیور کے ماؤتھ پیس پر "ٹک" کی آواز کے ساتھ ایک انگلی بجائی یہ اشارہ تھا کہ برین آدم والا آن کرے۔

تھوڑی دیر بعد برین آدم کو ٹیلی گرافک اشاروں کی زبان سنائی دی۔ "ٹارے ٹکا۔ ٹکا ٹکا۔ ٹارے ٹارے۔ ٹکا ٹارے....."

بلیک آدم اس اشارتی زبان سے پوچھ رہا تھا۔ "ایسی احتیاط کیوں کی جارہی ہے؟"

برین آدم نے کہا۔ "ایک ایسے شخص کے خاص ماتحت نے مجھ سے فون پر رابطہ کیا ہے، جو پاشا کا استاد ہے اور غیر معمولی سماعت وبصارت کا حامل ہے۔ اگرچہ وہ خود مجھ سے باتیں نہیں کر رہا تھا مگر میں سمجھتا ہوں، وہ دوسرے ریسیور سے میری آواز سن رہا ہوگا۔ آئندہ وہ میرے ذریعے تم سب کی آوازیں سنے گا اس لئے احتیاط لازمی ہے۔"

بلیک آدم نے اشاروں کی زبان میں پوچھا۔ "وہ پاشا کا استاد کون ہے اور اس نے کیوں رابطہ کیا تھا؟"

"اس کا نام جافری ہیراللہ ہے۔ ہماری طرح یہودی ہے۔ اس نے غیر معمولی سماعت کے ذریعے ہمارے کئی اہم راز معلوم کئے ہیں۔ چلی کیس کے بارے میں بھی پوری تفصیل جانتا ہے۔ اگر میں اس کے دو جوانوں راجر اور رابرٹ کو رہا نہ کرتا تو وہ چلی میں ہمارے دو اہم جاسوسوں کو نقصان پہنچا کر حکومت فرانس کو میزائل کے نقشے کی چوری کی خبر پہنچا سکتا تھا۔"

"اس کا مطلب ہے، وہ آئندہ بھی دوسرے تمام رازوں کے حوالے سے ہمیں بلیک میل کرے گا۔"

"وہ پتا نہیں کب سے یہ تمام راز جانتا ہے۔ اس نے پہلے کبھی بلیک میل نہیں کیا۔ آج اس نے مجبوراً ایسا کیا ہے۔ وہ یہاں امریکیوں کے خلاف سرگرمیوں میں مصروف ہے۔ بہرحال ہمیں اس جافری ہیراللہ کو ڈھونڈ نکالنا ہوگا۔"

"اس مقصد کے لئے راجر اور رابرٹ کی کڑی نگرانی کرنی ہوگی۔"

"میں نے نگرانی کے لئے احکامات صادر کئے ہیں۔ جافری کے ماتحت سے یہ معلوم ہوا ہے کہ عادل دراصل ہیری رابسن، شوز فیکٹری کا مالک ہے۔ شوز فیکٹری میں اپنے آدمی لگا دو اور فون کال ٹیپ کراتے رہو۔"

اس نے ہدایات دے کر فون بند کردیا۔ جافری ہیراللہ ایک نئی مصیبت بن کر اعصاب پر چھا رہا تھا۔ وہ اور پاشا ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے زیادہ خطرناک تھے۔ خیال خوانی کی لہروں سے یوگا کے ذریعے محفوظ رہا جاسکتا تھا لیکن وہ دونوں قوتِ سماعت سے ایک ٹیلیفون کے ذریعے کسی ایک کی آواز سنتے۔ پھر اس کے ذریعے دوسروں کی آوازیں اور اہم گفتگو سنتے چلے جاتے۔ جیسا کہ ابھی جافری نے چلی کیس کا راز بیان کرکے اپنی کارکردگی ثابت کی تھی۔

ایسا جافری نے نہیں، شی تارا نے کیا تھا۔ اس نے جافری بن کر دھوکا دیا تھا۔ جھوٹ کہا تھا کہ وہاں کسی جافری ہیراللہ کا وجود ہے۔ لیکن بچپن میں یہ سبق پڑھا تھا کہ کبھی جھوٹ بھی سچ بن جاتا ہے۔ شیر آیا شیر آیا کہنے سے کبھی سچ مچ شیر آجاتا ہے۔

فون کی گھنٹی بجی۔ برین آدم نے ریسیور اٹھا کر ہیلو کہا۔ دوسری طرف سے قہقہہ سنائی دیا۔ اس نے ناگواری سے پوچھا۔ "کون ہو تم؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "تھوڑی دیر پہلے کسی بہروپئے جافری نے تم سے بات کی تھی۔ اس نے میرے متعلق جھوٹ کہا تھا۔ میں سچ بن کر آگیا ہوں۔"

"کیا مطلب؟ تم کیا کہنا چاہتے ہو؟ ذرا وضاحت سے کہو۔"

"ابھی جس نے فون کیا تھا، وہ میرا خاص ماتحت نہیں تھا۔ پتا نہیں وہ کون ہے جس نے تمہارے بہت سے راز معلوم کئے ہیں۔ میں یقین سے کہتا ہوں کہ وہ غیر معمولی قوتِ سماعت کا حامل نہیں ہے اور اگر ہے تو پھر وہ پاشا ہے۔ پتا نہیں کس مصلحت سے اپنا نام چھپا کر میرا نام اختیار کررہا ہے۔"

وہ پریشان ہو کر بولا۔ "آخر یہ کیا چکر چلایا جارہا ہے؟ اگر وہ جافری نہیں تھا تو پاشا ہے۔ صاف صاف کہو کیا تم جافری ہو؟ کیا تم بھی ہزاروں میل دور کی آوازیں سن لیتے ہو؟"

"بے شک، یہ فارمولے میں نے ہی تیار کئے تھے۔ پاشا نے میرے ساتھ لیبارٹری میں کام کرنے کے دوران ان فارمولوں کی ایک نقل اپنے پاس رکھ لی تھی اس طرح وہ میرے مقابلے میں شیر ببر بن گیا تھا۔ یہ چار برس پہلے کی بات ہے۔ ان دنوں میں اسی سال کا بوڑھا تھا۔ پاشا کا مقابلہ نہیں کرسکتا تھا۔ اس لئے روپوش ہوگیا تھا۔"

"اب ظاہر ہورہے ہو۔ اس کا مطلب ہے، پاشا کے مقابلے میں شیر ببر ہوگئے ہو؟"

"ہاں پیدائش کے حساب سے میں چوراسی برس کا ہوگیا ہوں لیکن دواؤں کے استعمال کے بعد اب تیس برس کا بھرپور جوان لگتا ہوں۔ یہ صرف ظاہری جوانی نہیں ہے۔ جسمانی طور پر ایسا طاقتور ہوں کہ لکڑی کے دروازے توڑ سکتا ہوں۔ لوہے کی سلاخیں موڑ سکتا ہوں۔ کسی پہلوان کو ایک ہاتھ ماردوں تو وہ زمین سے اٹھ نہ پائے۔ گہری تاریکی میں دور تک صاف طور سے دیکھ لیتا ہوں۔ ہزاروں میل بیٹھے ہوئے کسی شخص کی آواز پر توجہ مرکوز کرکے اس کی گفتگو کا ایک ایک لفظ سن لیتا ہوں۔"

"تم نے میری آواز کیسے سنی؟ مجھے کب سے جانتے ہو؟"

"تھوڑی دیر پہلے تمہیں نہیں جانتا تھا۔ کل سے میری نظر الفریڈ پر تھی۔"

"کون الفریڈ؟"

"وہی جو تھوڑی دیر پہلے میرا خاص ماتحت بن کر تم سے فون پر باتیں کررہا تھا۔ کل میں نے الفریڈ کے ساتھ ایک حسینہ دیکھی۔ میرے منہ میں پانی آگیا۔ میں نے اس سے دوستی کرنی چاہی۔ الفریڈ میرے سامنے دیوار بن گیا۔ میں ایک بہت ہی معزز شخص کی حیثیت سے زندگی گزار رہا ہوں۔ سرعام اس سے لڑائی نہیں کرسکتا تھا۔ میں نے اس وقت صبر کیا۔ پھر وقتاً فوقتاً اس کی آواز سن کر اس کی اصلیت اور کمزوریاں معلوم کرتا رہا۔"

"کیا مجھے اس کی اصلیت بتانا پسند کروگے؟"

"بے شک، میں یہودی ہوں۔ میرے ملک کو جو نقصان پہنچانے آئے گا، میں اسے ضرور بے نقاب کروں گا۔"

"ہمیں تمہاری حُبّ الوطنی اور قوم پرستی پر ناز ہے۔ یہ الفریڈ کون ہے؟"

"ایک خفیہ تنظیم کا لیڈر ہے۔ یہ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ امریکا سے آیا ہے۔ میں نے ابھی تھوڑی دیر پہلے اور پچھلی رات اُسے اپنے ساتھیوں کو فون کے ذریعے پیغام دیتے ہوئے سنا۔ مختلف پیغامات سننے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ سب ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی شی تارا کے ماتحت ہیں۔"

برین آدم نے چونک کر کہا۔ "مسٹر جافری! تم ایک خطرناک عورت کی سرگرمیوں پر سے پردہ اٹھا رہے ہو۔ تم نے ہمارا دل، ہمارا اعتماد جیت لیا ہے۔ میں تمہیں ایک بہت بڑی آفر دیتا ہوں۔ کیا تم ملٹری انٹیلی جنس میں ایک بہت بڑا عہدہ قبول کروگے؟"

"ان تکلفات کی کیا ضرورت ہے۔ مجھے اپنے ملک سے، اپنی قوم سے محبت ہے۔ میں خاموشی سے کام کررہا ہوں۔ عہدہ قبول

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کر کے سرکاری پابندیوں میں کیوں رہوں۔ میں آزاد رہوں گا' مجھ سے کوئی سا بھی کام لیتے رہو۔ میں کبھی انکار نہیں کروں گا۔"

پھر وہ اپنی آواز بدل کر بولا۔ "یہ میں اپنی اصل آواز میں بول رہا ہوں۔ تم منہ سے آواز نہ نکالنا ورنہ پاشا سن رہا ہوگا تو تمہارے ذریعے میری یہ دوسری آواز اور لہجہ بھی سن لے گا۔ جواب میں صرف ہوں' ہاں' یا نہ کہو۔"

برین آدم نے صرف ہوں کہا۔ جافری نے کہا۔ "یہ میں جانتا ہوں کہ تم بھی اپنی آواز تبدیل کرو گے۔ مجھے کوئی ایسا نمبر دو' جس پر میں کسی روک ٹوک کے بغیر تم سے رابطہ کروں۔ تم یہ نمبر انٹیلی جنس کے مسٹر نیلسن کو بتادو۔ میں اس سے بعد میں پوچھ لوں گا۔ میں رابطہ ختم کر رہا ہوں۔ آئندہ کوئی بات اسی نمبر پر ہوگی۔"

جافری ہیرالڈ نے موبائل فون کو آف کر دیا پھر مسکرا کر بندر کو دیکھا۔ اس بندر کا نام ہیرو تھا۔ یہ وہی تھا' جس پر جافری اور پاشا نے پہلی بار دوائیں آزمائی تھیں۔ لیکن اب اس کی ہیئت بدل چکی تھی۔ پہلے اس کا قد ڈھائی فٹ تھا اور وہ چار پیروں سے چلتا تھا۔ جافری اس پر ابتدائی تجربہ کرنے کے بعد بھی پچھلے دو برسوں سے مزید تجربات کرتا آرہا تھا۔ ان کامیاب تجربات کے نتیجے میں اس کا قد ساڑھے پانچ فٹ ہوگیا تھا۔ اب وہ پچھلے دو پیروں پر سیدھا کھڑا ہو کر چلتا تھا اور باقاعدہ پتلون شرٹس اور کوٹ وغیرہ پہنتا تھا۔ پتلون کے پیچھے ایک سوراخ ہوتا تھا جس میں سے اس کی دم باہر نکالی جاتی تھی۔ اب وہ عام انسانوں کی طرح ایسا قد آور ہوگیا تھا کہ اسے ننگا نہیں رکھا جا سکتا تھا۔

بندر اور انسان میں بڑی مماثلت ہوتی ہے۔ اس کی صورت بندروں جیسے انسان کی ہوگئی تھی۔ یعنی نصف انسان ہونے کے باوجود نصف بندر تھا۔ جسم پر بال بھرے ہوئے تھے۔ جافری ان دنوں اس کے چہرے' گردن اور ہاتھوں سے بال جھڑنے کے انجکشن لگا رہا تھا۔

جہاں تک جسمانی قوت کا تعلق تھا' وہ کسی گوریلے سے زیادہ طاقتور تھا۔ کسی بھی مقابل کو دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر سر سے بلند کر کے دور پھینک دیتا تھا۔ جسے بازوؤں میں دبوچ لیتا تھا' اس کے لئے رہائی پانا مشکل ہو جاتا تھا۔ اس کی بصری اور سمعی قوتوں کو پہلے ہی مرحلے میں آزمایا جا چکا تھا۔ وہ پاشا سے زیادہ قوتِ سماعت و بصارت کا حامل تھا۔

چونکہ پیدائشی جانور تھا اس لئے اس میں انسانوں سے زیادہ سونگھنے کی حس تھی۔ جافری نے تجربات کے دوران اس حس کو بھی بڑھایا تھا۔ اسے کسی شخص کی مخصوص بُو پر توجہ مرکوز کرنے کو کہا جاتا تو وہ اسے ذہن نشین کر کے اس مخصوص بو والے شخص کو ڈھونڈ نکالتا تھا۔

اس وقت وہ ایک کرسی پر بیٹھا کھانے کی میز پر جھکا ہوا تھا۔ بڑے اطمینان سے لقمے چبا رہا تھا۔ جافری نے پوچھا۔ "ویل ہیرو۔ تم نے باتیں سنیں؟؟"

وہ ہاں کے انداز میں سر ہلا کر پھر کھانے میں مصروف ہوگیا۔ ابھی فون پر برین آدم سے جو گفتگو ہوتی رہی تھی اسے ہیرو نے واضح طور سے سنا تھا۔ آئندہ وہ کسی بازار میں تفریح گاہ میں یا کسی ہوٹل میں یہی آواز سن لیتا تو برین آدم کو پہچان لیتا کہ یہی وہ فون پر گفتگو کرنے والا شخص ہے۔

ہیرو میں ایک بڑی خامی یہ تھی کہ وہ انسان کی طرح بول نہیں پاتا تھا۔ گفتگو سمجھ کر اشاروں میں جواب دیتا تھا۔ جس طرح گونگے اور بہرے افراد کو حروف سمجھا کر لکھایا پڑھایا جاتا ہے۔ اس طرح ہیرو کو پہلے ٹائپ رائٹر کے ذریعے حروف' الفاظ اور فقرے ٹائپ کرنا سکھائے گئے۔ چونکہ غیر معمولی دماغی توانائی حاصل تھی۔ اس لئے بڑی تیزی سے یہ سب کچھ سیکھتے ہوئے اب وہ کمپیوٹر کے ذریعے سوالوں کے جواب دینے لگا تھا۔

وہ کھانے سے فارغ ہو کر کرسی سے اٹھ گیا۔ دو پیروں سے چلتا ہوا واش بیسن کے پاس گیا۔ چلتے وقت اس کے دونوں ہاتھ کمر سے نیچے تک جھولتے رہتے تھے یا پھر وہ دونوں ہاتھ سینے پر باندھ کر چلتا تھا۔ اس نے نلکے کو کھول کر کلی کی' پیسٹ لے کر دانتوں کو برش کیا' منہ کو اندر سے صاف کیا' چہرے کو اوپر سے دھویا پھر تولیے سے منہ ہاتھ خشک کر کے دوسرے کمرے میں گیا۔ وہاں سے پورٹیبل کمپیوٹر اٹھا کر لے آیا۔ کھانے کی میز پر سے برتنوں کو ایک طرف سرکا دیا۔ پھر وہاں کمپیوٹر کو رکھ کر کرسی پر بیٹھ کر اسے آپریٹ کرنے لگا۔

اس کی چھوٹی اسکرین پر الفاظ ابھرنے لگے۔ ہیرو نے سوال کیا۔ "جافری! میرے دوست! تم مجھے کب تک بندر سمجھ کر پابند بنائے رکھو گے؟"

جافری نے کہا۔ "تم آزادی سے زندگی گزار رہے ہو۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ تمہیں باہر تنہا جانے سے روکتا ہوں۔ تم انسانوں کے درمیان تماشا بن جاؤ گے۔ اسی لئے کار کے اندر بٹھا کر کلر ڈ شیشے چڑھا کر گھماتا پھراتا رہتا ہوں۔ تم یہاں سے حیفا تک تمام راستوں اور علاقوں کو پہچان گئے ہو۔"

وہ کمپیوٹر کے ذریعے بولا۔ "ٹھیک ہے' میں تنہا نہ سہی تمہارے ساتھ سڑکوں پر چل سکتا ہوں۔ ابتدا میں کچھ دنوں تک لوگ مجھے عجوبہ سمجھ کر دیکھیں گے۔ میرے چرچے ہوں گے پھر رفتہ رفتہ میں ایک عام سا نظارہ بن جاؤں گا۔"

"ہیرو! بات صرف اتنی ہی نہیں ہے۔ یہاں کی حکومت میرے پیچھے پڑ جائے گی کہ میں اس ملک میں تمہیں کہاں سے لے آیا ہوں۔ پھر تمہاری حرکتوں اور صلاحیتوں کو دیکھ کر یہ معلوم ہو جائے گا کہ میں ہی غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والا جافری ہیرالڈ ہوں۔"

"تم نام بدل کر آزادی سے گھومتے ہو۔ ایسی آزادی مجھے نصیب نہیں ہوگی۔ بہتر ہے کہ ہم علیحدہ رہائش اختیار کریں۔ یہاں کی حکومت میرا محاسبہ کرے گی تو تم میرے ساتھ نظر نہیں آؤ گے۔"

"کیسی باتیں کر رہے ہو؟ میں نے تمہیں بندر سے انسان بنایا اور تم ساتھ چھوڑ کر جانا چاہتے ہو؟"

"اگر انسان بننے سے آزادی ختم ہو جاتی ہے تو مجھے بندر ہی رہنے دیتے۔ علیحدگی کا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں تم سے دوستی ختم کر رہا ہوں۔ ہم ایک ہی شہر میں رہیں گے۔ اپنی غیر معمولی صلاحیتوں کے ذریعے رابطہ رکھیں گے۔ رات کی تاریکیوں میں ملاقاتیں کریں گے۔ مصیبت کے وقت فوراً ایک دوسرے کی مدد کے لئے حاضر ہو جایا کریں گے۔"

"ہیرو! مجھے تمہاری جدائی قبول نہیں ہے۔"

"صاف صاف بولو کہ میری آزادی منظور نہیں ہے۔ تم مجھے مسلسل نہیں' تابعدار بنائے رکھنا چاہتے ہو۔"

"پلیز' تم مجھے غلط نہ سمجھو۔"

"پلیز' تم مجھے غلط سمجھنے پر مجبور نہ کرو۔"

"تم دیکھ رہے ہو کہ تم پر تجربات جاری ہیں۔ آج میں ایک نیا انجکشن لگانے والا ہوں۔"

"سوری' اب میں کسی تجربے سے نہیں گزروں گا۔ اور یہ نیا انجکشن کس سلسلے میں ہے؟؟"

"اس کے اثر سے تمہارے جذبات قابو میں رہیں گے۔ میں پچھلے دو برسوں سے دیکھ رہا ہوں' تم کسی بندریا میں دلچسپی نہیں لے رہے ہو۔ ظاہر ہے بندر سے انسان بن گئے ہو' اب عورتوں سے دلچسپی لو گے۔ انہیں جبراً اٹھا کر اپنے بیڈ روم لاؤ گے اور......"

ہیرو نے ہاتھ اٹھا کر اسے آگے کہنے سے روک دیا۔ پھر کمپیوٹر کے ذریعے جواب دیا۔ "تم میری فطرت کو سمجھتے ہو۔ میں نے آج تک کسی عورت پر جبر نہیں کیا۔ میں تمہاری طرح عیاش نہیں ہوں۔ تم اپنی ڈائری کھول کر دیکھو۔ ایک جگہ تم نے لکھا ہے کہ میں نہایت سنجیدہ اور نارمل زندگی گزار رہا ہوں۔ پھر کیوں الزام دے رہے ہو کہ میں خواہ مخواہ عورتوں کے معاملے میں ہنگامے کروں گا؟؟"

جافری نے کہا "میرے دوست! تم میرے خلوص کو نہیں سمجھ رہے ہو۔ میں دوستی کے جذبے سے سمجھا رہا ہوں کہ انسانوں کی دنیا میں تنہا نکلو گے تو قدم قدم پر فریب کھاؤ گے اور مصیبتیں اٹھاؤ گے۔"

وہ کمپیوٹر کے ذریعے بولا۔ "انسان عقلمند ہوتا ہے۔ لیکن بندر چالاک اور مکار ہوتا ہے۔ تم نے مجھے انسانی ذہانت دی اس کے باوجود میرے اندر ایک بندر کی پیدائشی چالاکیاں اور مکاریاں ہیں۔ یہ درست ہے کہ ابتدا میں مشکلات پیش آئیں گی۔ لیکن میں ان سے نمٹ لوں گا۔"

جافری پھر کچھ کہنا چاہتا تھا' ہیرو نے پھر ہاتھ اٹھا کر اسے کہنے سے روک دیا۔ کمپیوٹر کے ذریعے بولا۔ "بس کرو جافری! تمہاری باتوں میں اور دلائل میں کوئی جان نہیں ہے۔ بہتر ہے ہم دوستانہ فضا میں علیحدہ ہو جائیں اور دور رہ کر بھی دوستی قائم رکھیں۔"

"پھر تو صاف بات یہ ہے ہیرو کہ تم احسان فراموش ہو۔ انسان اپنی بہتری کے لئے محنت کرتا ہے۔ میں نے دن رات تم پر محنت کی۔ تمہیں بندر سے قد آور گوریلا اور نصف انسان بنایا تاکہ تم میرے محافظ بن کر رہو لیکن تم میرے لئے پرابلم بن رہے ہو۔"

ہیرو نے پوچھا "اگر میں تمہارے لئے مسئلہ بن رہا ہوں تو بتاؤ یہ مسئلہ کیسے حل کرو گے؟؟"

وہ گھونسا دکھا کر بولا۔ "میں طاقت میں تم سے کم نہیں ہوں۔ مقابلہ ہوگا تو ہم دونوں زخمی ہوں گے۔ ہم میں سے کوئی مر بھی سکتا ہے اور میں مرنا نہیں چاہتا۔ بتاؤ علیحدگی کیسے ہوگی؟ میں یہ بنگلا چھوڑ کر جاؤں گا یا تم؟"

"میں جاؤں گا تو نئی رہائش گاہ کا انتظام کرنے میں دشواری ہوگی۔ تم مکمل انسان ہو' کہیں بھی جا کر اپنا دوسرا ٹھکانا بنا سکتے ہو۔"

"مجھے اعتراض نہیں ہے۔ میں کوئی دوسرا بنگلا خرید لوں گا لیکن یہاں ایک کمرے میں میری لیبارٹری ہے۔"

"اپنی لیبارٹری کو لاک کر کے جاؤ۔ جب بنگلا خرید لو تو لیبارٹری کو ادھر منتقل کر دینا۔"

دونوں میں یہ طے پا گیا کہ جافری شام کو باہر جائے گا اور جائداد کی خرید و فروخت کرنے والے ادارے سے رجوع کرے گا۔ ایک دو روز میں نیا بنگلا خرید لے گا۔ ہیرو نے کمپیوٹر کو بند کیا۔ پھر مسکرا کر اس سے مصافحہ کرنے کے بعد آرام کرنے کے لئے اپنے بیڈ روم میں چلا گیا۔

جب اس نے کمرے میں جا کر دروازے کو بند کر لیا تو جافری نے حقارت سے بند دروازے کو دیکھا پھر اپنے بیڈ روم میں آکر دروازے کو اندر سے بند کیا' الماری کی دراز کو کھول کر اس میں سے ایک ریوالور نکالا۔ اسے چیک کیا۔ وہ پوری طرح لوڈ تھا۔

کوئی گھوڑا اس لئے نہیں خریدتا اور اس لئے اسے نہیں کھلاتا پلاتا کہ ایک دن وہ اپنی پیٹھ پر تابعداری کی زین کسنے نہ دے اور اگر زین کس دی جائے تو وہ اپنے مالک کو پیٹھ پر سے گرا دے۔ ایسے گھوڑے کو گولی مار دی جاتی ہے۔

وہ دل ہی دل میں بڑبڑایا۔ "تراشیدم' پرودم' شکستم......"

میں نے اسے تراشا' میں نے اس کی پرورش کی اور اب میں اسے توڑ پھوڑ دوں گا۔

O..☆..O

وہ تینوں مسلح گارڈز اپنی گاڈ مدر کے حکم پر جان دیتے تھے۔ اب اس کا حکم تھا کہ کسی ہپناٹزم کے ماہر کو تلاش کریں تاکہ گاڈ مدر ٹریسا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کے بیٹے وان لوئن پر تنویمی عمل کیا جائے اور اس کے دماغ کو لاک کرکے خیال خوانی کرنے والوں سے اسے نجات دلائی جائے۔

ثریا نے کہا تھا کہ یہاں یہودیوں کا ربی تنویمی عمل کا ماہر ہے۔ اسے اغوا کیا جائے۔ وہ تینوں وفادار حیفا میں تھے۔ وہاں سے اپنی گاڑی میں بیٹھ کر تل ابیب کی طرف روانہ ہوئے تاکہ ربی کے مکان میں گھس کر اسے بیہوش کرکے اپنے خفیہ اڈے میں لے جائیں۔

وہ صبح ناشتا کئے اور چائے پئے بغیر چل پڑے تھے اس لئے راستے میں ایک اسنیک بار کے سامنے رک گئے۔ وہاں ہے پرگولا موجود تھا۔ وہ دریا کنارے چلتے چلتے راستہ بدل کر ادھر آنکلا تھا۔ جیری اور تھریال ہر آدھے گھنٹے بعد اس کے دماغ میں حاضری دیتے رہتے تھے۔ اس وقت تھریال اس کے اندر موجود تھا۔ اس نے تھریال سے کہا تھا۔ "میں کسی آبادی میں پہنچ کر کسی سے بات کروں تو تم اس کے اندر پہنچ کر اسے اپنا آلۂ کار بنالینا۔ پھر میں اس کے ذریعے ایک گاڑی بھی حاصل کرلوں گا اور چہرہ بدلنے کے لئے میک اپ کا سامان بھی....."

وہ چلتے چلتے کسی بستی میں نہیں پہنچا۔ اسی سڑک پر نکل آیا' جہاں وہ تینوں گاڑی روک کر اسنیک بار کے کاؤنٹر پر سینڈوچز کھا رہے تھے اور چائے پی رہے تھے۔

اس نے تھریال سے کہا۔ "میں ان سے جاکر باتیں کروں گا تم ان میں سے کسی کے اندر جاکر معلوم کروگے کہ وہ کون ہیں اور ہمارے کام آسکتے ہیں یا نہیں؟"

وہ تھکے ہوئے انداز میں چلتا ہوا بار کے کاؤنٹر کے پاس آیا۔ اپنے لئے چائے کا آرڈر دے کر ایک سے بولا۔ "شاید تم لوگ تل ابیب جارہے ہو؟"

"ہاں اور تم کہاں سے آرہے ہو اور کہاں کا ارادہ ہے؟"

وہ بولا۔ "میری حالت سے اندازہ کرو۔ لٹا پٹا آرہا ہوں ایک دشمن نے مجھے دریا میں گرادیا تھا۔ بڑی مشکلوں سے جان بچا کر یہاں تک آیا ہوں۔ کیا مجھے شہر تک لفٹ ملے گی۔"

"ضرور لیکن ہم تم سے مطمئن ہوکر لفٹ دیں گے۔ تمہارے پاس کوئی ہتھیار ہو تو ہمیں دے دو۔"

"میرے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے۔"

انہوں نے اس کی تلاشی لی۔ اس کے لباس کے اندر کوئی ہتھیار نہیں تھا لیکن گلے میں انسانی کھوپڑیوں کی ایک مالا پہنی ہوئی تھی۔ وہ آدھے آدھے انچ کی کھوپڑیاں تھیں۔ وہ انہیں گلے میں پہن کر لباس کے اندر چھپائے رکھتا تھا۔ ایک نے پوچھا۔ "یہ کیا ہے؟"

"میں ایک عامل ہوں۔ اس لئے یہ مالا پہنتا ہوں۔"

تینوں نے ایک دوسرے کو معنی خیز نظروں سے دیکھا۔ تھریال نے سوچ کے ذریعے پوچھا۔ "باس! کیا میں اس کے دماغ میں جاؤں؟"

پرگولا نے کہا "ذرا صبر کرو۔ یہ تینوں باڈی بلڈر ہیں۔ ہوسکتا ہے' یوگا کے ماہر ہوں۔ میرے حکم کا انتظار کرو۔"

ان میں سے ایک نے پوچھا۔ "کیا تم کالا جادو جانتے ہو؟"

"میں کالا اور سفید ہر رنگ کا جادو جانتا ہوں۔"

ایک نے دوسرے ساتھی سے کہا "یہ وہ عامل نہیں ہے۔ جادو اور ہپناٹزم میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے۔"

پرگولا نے کہا "میں ہپناٹزم جانتا ہوں۔ مجھے شہر پہنچا دو تو تمہارے بھی کام آؤں گا۔"

ان میں سے ایک گارڈ' پرگولا کا بازو تھام کر اس کے ساتھ چلتا ہوا گاڑی کے پاس آیا پھر بولا۔ "کیا واقعی تم تنویمی عمل جانتے ہو؟"

"میں زبان سے کیسے یقین دلاؤں۔ مجھے آزما کر دیکھ لو۔"

"تمہاری آواز اور تمہاری آنکھیں غضب ناک ہیں۔ انہیں دیکھ کر کسی حد تک یقین ہوتا ہے۔ اگر تم ہمارا کام کرسکو گے تو منہ مانگا معاوضہ ملے گا۔"

"میں حاضر ہوں۔ بتاؤ کیا کرنا ہے؟"

پرگولا معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ اس سے کیا کام لینا چاہتے ہیں۔ اگر وہ اپنے لئے خطرہ محسوس کرتا تو ان سے کترا جاتا۔ اس گارڈ نے پوچھا۔ "کیا تم تنویمی عمل کے ذریعے کسی کے دماغ کو اس طرح لاک کرسکتے ہو کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے اندر نہ آسکے؟"

پرگولا کی دلچسپی بڑھ گئی۔ ٹیلی پیتھی کے ذکر سے سمجھ میں آگیا کہ معاملہ گمبھیر بھی ہے اور دلچسپ بھی۔ وہ انہیں مزید کریدنے کے لئے بولا۔ "میں تنویمی عمل کے ذریعے تم تینوں کے دماغوں کو لاک کرسکتا ہوں۔"

"ہمیں ضرورت نہیں ہے۔ ہم دو یوگا کے ماہر ہیں اور وہ تیسرا گونگا اور بہرا ہے۔ ہمارے اندر کوئی نہیں آسکے گا۔ ہم ایک نوجوان کے دماغ کو لاک کرانا چاہتے ہیں۔"

یوں پرگولا اور تھریال کو معلوم ہوگیا کہ ان تینوں کے دماغوں کو چھیڑنا نہیں چاہئے۔ وہ بولا "میں اس جوان پر ایسا عمل کروں گا کہ کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا اسے کبھی پریشان نہیں کرے گا۔"

"اچھی بات ہے۔ تم یہاں ٹھہرو' میں اپنے ساتھیوں سے مشورہ کرکے آتا ہوں۔"

وہ اسے گاڑی کے پاس چھوڑ کر اپنے دونوں ساتھیوں کے پاس گیا۔ تھریال نے پرگولا سے کہا۔ "باس! کچھ اندازہ کریں" جوان کون ہوسکتا ہے' جس کے دماغ میں خیال خوانی کرنے والے آتے ہیں اور وہ ان سے نجات حاصل کرنا چاہتا ہے۔"

"اس جوان کی بڑی اہمیت ہوگی' تب ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے اسے پریشان کررہے ہیں۔"

"مجھے اندیشہ ہے' آپ کسی نئی مصیبت میں نہ پھنس جائیں۔"

"میں نے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے کتے پال رکھے ہیں۔ اگر میں کسی مصیبت میں گرفتار ہوجاؤں تو کیا تم دونوں تماشا دیکھوگے؟"

"ہم آپ کے لئے جان لڑانے کو تیار رہتے ہیں لیکن دو گھنٹے پہلے دریا کے کنارے ایک اجنبی آپ کی پٹائی کررہا تھا اس کے مقابلے میں آپ کی شیطانی طاقت کام نہیں آئی۔ آپ کے دماغ میں جیری تھا اسے آپ کی خدمت کرنے' آپ کی حفاظت کرنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ میں بھی ہوتا تو کچھ نہ کرسکتا۔ ہم کتے ہی سہی' لیکن جب مصیبتیں نازل ہوتی ہیں تو کتے اور انسان کی وفاداری بھی کام نہیں آتی۔"

"پتا نہیں وہ کون خبیث تھا' جو مجھے دریا میں لے ڈوبا تھا۔ ایسا منہ زور اور باکمال تھا کہ میری ایک نہ چلی۔ میں نے زندگی میں پہلی بار ایسی شکست کھائی ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ شکست میرا مقدر بن جائے گی اور آئندہ زندگی میں بھی ایسی ہی مصیبت گلے پڑے گی۔"

وہ تینوں گاڑی کے پاس آئے۔ ایک نے پرگولا سے کہا "مسٹر! ہم تم پر بھروسا کرکے ایک جگہ لے چلتے ہیں لیکن یاد رکھو' ہمیں دھوکا دینے کی احمقانہ کوشش کروگے تو ہم تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "تم تین ہو' پوری طرح مسلح ہو۔ ڈرنا تو مجھے چاہئے تم لوگ مجھ سے ڈر رہے ہو۔"

"ہم ڈرپوک نہیں ہیں۔ تمہاری ہڈیاں توڑ کر رکھ دیں گے۔"

"تو پھر توڑ دینا۔ لیکن میں جانتا ہوں' تم لوگ میرے کام سے خوش ہوکر انعام دوگے۔"

وہ چاروں گاڑی میں بیٹھ کر واپس حیفا آئے۔ وہیں ان کا ایک خفیہ اڈا تھا۔ اس اڈے میں پہنچ کر ایک نے پرگولا سے کہا "یہاں ہمارا ایک آدمی تمہارے ساتھ رہے گا۔ ہم جارہے ہیں۔ اندھیرا ہونے کے بعد اس جوان کو لے کر آئیں گے۔ جیسے ہی ہم اسے لائیں' تم اس پر عمل شروع کروگے۔"

وہ بولا "میں سمجھ رہا ہوں۔ جلد ہی تنویمی عمل نہیں ہوگا تو کوئی خیال خوانی کرنے والا شیطان اس جوان کے اندر گھس کر میرے عمل کو ناکام بنادے گا۔"

"ہاں! بالکل یہی بات ہے۔ تم اس سلسلے میں بہت کچھ جانتے ہو۔ واقعی ہمارے کام کے آدمی ہو۔"

انہوں نے پرگولا کو ایک کمرے میں بند کردیا۔ ایک مسلح گارڈ جو یوگا کا ماہر نہیں تھا اور گونگا بنا ہوا تھا' اسے پہرے داری کے لئے وہاں چھوڑ دیا گیا کیونکہ پرگولا کے ذریعے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی آمد کی توقع نہیں تھی۔ یوگا جاننے والوں کی وہاں ضرورت تھی جہاں سے وہ وان لوئن کو لانے والے تھے۔ لہٰذا وہ دونوں یوگا جاننے والے پھر تل ابیب کی طرف روانہ ہوگئے۔

ان کے جانے کے بعد پرگولا کچھ دیر تک خاموشی سے ایک کمرے میں قیدی کی طرح بیٹھا رہا اور پہریدار پر غالب آنے کی تدبیر سوچتا رہا۔ تھریال اور جیری اس کے پاس باری باری آتے رہتے تھے۔ اس وقت جیری بھی آگیا تھا۔ تھریال اسے صورت حال سے آگاہ کررہا تھا۔

جیری نے کہا۔ "باس! یہ تھریال کہتا ہے کہ یہاں جو پہریدار ہے' وہ گونگا اور بہرا ہے۔ تنہا ہے اس کے علاوہ یہاں کوئی نہیں ہے۔"

پرگولا نے کہا۔ "ہاں یہ درست ہے۔ اسے قابو میں کرنے کی تدبیر سوچو۔"

جیری نے کہا۔ "باس! وہ گونگا اور بہرا نہیں ہے۔ آپ توجہ سے سنیں' یہاں کسی کمرے سے گیت اور میوزک کی آواز آرہی ہے۔ وہ بہرا ہے تو پھر کون موسیقی سن رہا ہے؟"

پرگولا نے سرہلا کر کہا۔ "ہاں' یہ بات قابلِ غور ہے۔ وہ گونگا بہرا نہیں ہے یا پھر اس کے علاوہ بھی....."

بات پوری ہونے سے پہلے ایک نسوانی قہقہہ سنائی دیا۔ کوئی ہنس رہی تھی اور کچھ بول رہی تھی۔ جیری نے کہا۔ "آپ اور زیادہ توجہ سے سنیں' ہم اس عورت کا ایک چھوٹا سا فقرہ بھی سن لیں گے تو بازی پلٹ دیں گے۔"

وہ دروازے کے پاس آگیا۔ کان لگا کر سننے لگا۔ چونکہ موسیقی اونچی آواز میں گونج رہی تھی اس لئے عورت کی باتیں واضح طور سے سنائی نہیں دے رہی تھیں۔ تھریال نے کہا۔ "آپ آواز دیں اپنی کسی ضرورت کے لیے بلائیں۔"

پرگولا نے دروازے پر دستک دی۔ پھر زور زور سے ہاتھ مارنے لگا۔ اچانک ریڈیو یا ریکارڈر بند ہوگیا۔

وہ بولا۔ "یہ ظلم ہے۔ مجھے بھوکا پیاسا بند کردیا گیا ہے۔ دروازہ کھولو یا مجھے کھانے کو دو۔"

وہ چپ ہوکر پھر دروازے سے کان لگا کر سننے لگا۔ باہر دھیمے دھیمے سے قدموں کی آوازیں سنائی دیں پھر وہ دروازے کے قریب آکر رک گئی۔ پرگولا نے کہا۔ "اگر مجھے بھوکا پیاسا رکھا جائے گا تو میں اس جوان پر تنویمی عمل نہیں کروں گا اور اگر زبردستی کروگے تو جو عمل کروں گا' غلط کروں گا۔ بعد میں تم لوگوں کو نقصان پہنچے گا۔"

دھیمی سی سرگوشیاں سنائی دیں۔ عورت کہہ رہی تھی۔ "اسے بھوکا رکھ کر نقصان اٹھاؤگے۔ کچھ کھانے پینے کو دے دو۔"

وہ عورت کو دروازے سے دور لے گیا۔ پھر اس کے کان میں بولا۔ "یہاں کھانے کو کچھ نہیں ہے۔ باہر سے لانا ہوگا۔"

عورت نے اس کے کان میں کہا۔ "تو پھر جاکر لے آؤ۔ باہر سے دروازے کی چٹخنی لگی ہے۔ وہ اندر سے کھول کر باہر نہیں آسکے گا۔ میں تمہارے آنے تک دروازے کے سامنے بیٹھی رہوں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

گی۔"

"تم منہ سے کچھ بولوگی تو گڑبڑ ہو جائے گی۔"

"میں کچھ نہیں بولوں گی۔ تمہاری مالکہ نے تمہیں گونگا بننے کے لئے کہا ہے۔ تم مجھے بھی خواہ مخواہ گونگی بنا رہے ہو۔ جاؤ جلدی کھانے کو کچھ لے آؤ۔"

اس دوران پرگولا ایک کرسی پر چڑھ کر روشندان سے باہر انہیں ایک دوسرے کے کانوں میں بولتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ گارڈ اسے اپنا ریوالور دے کر چلا گیا۔ وہ ایک کمرے میں گئی پھر ایک اسٹول لا کر کاریڈور میں بند دروازے کے سامنے بیٹھ گئی۔

پرگولا روشندان سے اتر آیا۔ سر کھجاتے ہوئے سوچنے لگا پھر وہ دروازے کے قریب سوئچ بورڈ کے قریب آیا۔ ایک دم سے چیخیں مارنے لگا۔ "آہ! میں مرگیا۔ بجلی' بب.... بجلی کا جھٹکا لگ رہا ہے۔ مم.... مین سوئچ آف کرو....."

وہ دوڑتی ہوئی مکان کے اس حصے میں گئی جہاں مین سوئچ تھا۔ اس نے اسے آف کر دیا۔ دن کا وقت تھا۔ سوئچ آف کرنے سے کوئی فرق نہ پڑا۔ البتہ پرگولا کی چیخیں بند ہو گئیں۔ وہ دوڑتی ہوئی واپس آئی۔ دروازے کے قریب پہنچی۔ اسے کراہیں سنائی دے رہی تھیں۔ "پانی' پانی..." وہ پانی مانگ رہا تھا۔

وہ پھر دوڑتی ہوئی دوسرے کمرے میں آئی۔ وہاں سے ایک گلاس میں پانی لیا پھر اسی رفتار سے اس کمرے کی کھڑکی کے پاس آئی۔ وہ کھڑکی سے پانی دینا چاہتی تھی۔ مگر وہاں سے وہ دروازے کے پاس چاروں شانے چت پڑا نظر آیا۔ اب نہ تو کراہیں سنائی دے رہی تھیں اور نہ ہی اس کا جسم حرکت کر رہا تھا۔ ایسے میں یہی خیال آیا کہ شاید وہ مرچکا ہے۔ اور اگر زندہ ہے تو اسے فوری طبّی امداد کے ذریعے بچایا جا سکتا ہے۔ وہ فوراً ہی دروازے کے پاس آئی۔ اس کی چٹخنی ہٹائی۔ اسے کھول کر دیکھا۔ وہ اسی طرح فرش پر پڑا ہوا تھا۔ وہ اس کی زندگی یا موت کی تصدیق کرنے قریب آئی۔ اس پر جھکی تو پرگولا نے ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا پھر اسے بازوؤں میں بھر لیا۔ وہ بے اختیار چیخ پڑی تھی پھر ایسے اچانک حملے سے بوکھلا کر بولنے لگی۔ "چھوڑو' مجھے چھوڑ دو... بدمعاش مکّار....."

پھر یک بیک ہنسنے لگی۔ جیری کی مرضی کے مطابق بولنے لگی۔ "بس کرو باس! میرا دماغ تمہارے جیری کے قابو میں آگیا ہے۔"

"تو بہت تگڑی ہے۔ چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔"

تھربال نے کہا۔ "باس! اپنی ہوس پر قابو پائیں۔ ورنہ کام بگڑ جائے گا۔"

جیری نے کہا۔ "اس عورت کا یار آتا ہوگا۔ فوراً اٹھ جائیں۔"

اسے مجبوراً اٹھنا پڑا۔ جیری نے کہا۔ "اس سے یہ ریوالور لے کر کمرے سے نکلیں۔ سامنے والے کمرے میں جائیں۔ وہ اسی کمرے سے گزر کر آئے گا۔"

پرگولا اس سے ریوالور لے کر چلا گیا۔ تھربال اس عورت کے دماغ میں رہا۔ اس نے اس کے ذریعے پھر اس کمرے کے دروازے کی چٹخنی باہر سے لگا دی۔ اسے اسٹول پر دروازے کی طرف منہ کر کے بٹھا دیا۔ ایسا کرنے کے دس منٹ بعد ہی وہ آگیا۔ اس کے ہاتھوں میں کھانے کا پیکٹ تھا۔ اس نے کاریڈور میں پہنچ کر اپنی معشوق کو دیکھا' جو دروازے کی طرف منہ کئے جیسے مستعدی سے ڈیوٹی دے رہی تھی۔

وہ مسکراتا ہوا قریب آیا۔ پھر ٹھٹک گیا۔ معشوق کے ہاتھ میں ریوالور نہیں تھا۔ وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کی طرف منہ کر کے مسکرا کر بولی۔ "ہمارا کھیل ختم ہو گیا۔ پرگولا کا کھیل شروع ہو گیا۔"

وہ اس کے کان کے پاس جھک کر بولا۔ "یہ کیا بک رہی ہو؟ یہ پرگولا کون ہے؟"

اس بار کان میں بولنے والی بات سرگوشی نہ رہی۔ دماغ کے اندر تھربال بیٹھا تھا اور اس کا ایک ایک لفظ سن رہا تھا۔ بڑی آسانی سے اس کے دماغ میں بھی پہنچ گیا۔ اس کے اندر بولا۔ "پرگولا تمہارے باپ کا نام ہے۔"

پہریدار نے گھبرا کر دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر پوچھا۔ "یہ کیا ہے؟ مم.... میرے اندر کوئی بول رہا ہے۔"

تھربال نے قہقہہ لگا کر کہا۔ "دیکھو' کیسا معجزہ ہوا ہے' تم گونگے تھے' اب بولنے لگے ہو۔"

پرگولا اس کے سامنے ریوالور لے کر آیا تو وہ سہم کر پیچھے ہٹ گیا۔ اس نے کہا۔ "ڈرو نہیں۔ یہ ریوالور تمہارا ہے۔ اسے اپنے ہی پاس رکھو۔"

پرگولا نے ریوالور پیش کیا۔ اس نے جھجکتے ہوئے اسے لیا۔ پھر اس کے چیمبر کو چیک کیا۔ وہ بھرا ہوا تھا۔ یہ دیکھتے ہی اس نے للکارا۔ "خبردار! حرکت نہ کرنا۔ گولی مار دوں گا۔"

پرگولا نے ہنستے ہوئے کہا۔ "ابے گدھے! ریوالور کی نال اپنی پیشانی سے لگا کر مجھے گولی مارنا چاہتا ہے۔"

تب اس نے اپنے دیدے اوپر کئے۔ ریوالور کی نال کو اپنی پیشانی سے لگا دیکھ کر وہاں سے ہٹانا چاہا لیکن ریوالور اور اس کے ہاتھ وہاں سے نہیں ہٹ رہے تھے۔ پھر اس نے بڑی کوشش کی تو منہ کھل گیا۔ ریوالور کی نال اس کے منہ کے اندر آکر گھس گئی۔ اس نے منہ سے نکالنے کی ناکام کوششیں کیں۔ پرگولا نے کہا۔ "جب تک تیرے اندر ٹیلی پیتھی گھسی رہے گی۔ ریوالور بھی گھسا رہے گا۔ چل اندر جا کر بستر پر لیٹ جا۔"

وہ اپنے ہی منہ میں ریوالور کی نال ٹھونس کر کاریڈور سے چلتا ہوا کمرے میں آیا پھر بستر پر لیٹ گیا۔ جیری نے کہا۔ "تیرے خیالات بتا رہے ہیں کہ تیری مالکہ نے تجھے گونگا' بہرا بن کر رہنے کی تاکید کی تھی۔ تجھے تنہائی میں دیوار سے بھی بولنے کو منع کیا تھا۔ مگر تو نے معشوق کے کان میں بول کر ہمارا کام بنایا اور اپنی مالکہ کا کام بگاڑ دیا۔ سچ ہے' جسے کوئی نہیں ڈبوتا' اسے عورت کی ایک سرگوشی ڈبو دیتی ہے۔"

پرگولا نے اس کے منہ سے ریوالور نکال کر کہا۔ "اپنے ہاتھ پاؤں ڈھیلے چھوڑ دے۔ آرام سے آنکھیں بند کر کے سو جا۔ جب بیدار ہوگا تو میرا غلام بن چکا ہوگا۔"

تھربال اس عورت کے اندر چلا گیا تاکہ وہ کوئی گڑبڑ نہ کرے۔ جیری نے اس کے یار کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے تھپک کر سلا دیا۔ پھر اس کے دماغ سے ضروری معلومات حاصل کرنے کے بعد اس پر تنویمی عمل کیا۔ ان تمام ضروری کاموں سے فارغ ہو کر پرگولا سے کہا۔ "یہ مافیا کے لوگ ہیں؟"

پرگولا نے پوچھا۔ "کون سی مافیا؟ دنیا کی سب سے پہلی مافیا تنظیم اٹلی میں پیدا ہوئی۔ پھر کئی ملکوں میں اسی نام کی تنظیمیں قائم ہونے لگیں۔ اب تو منشیات کے اسمگلر بھی ڈرگ مافیا کہلاتے ہیں۔"

"باس! یہ اٹلی کی نسل در نسل چلی آنے والی مافیا ہے۔ اس کی موجودہ سربراہ ایک گاڈ مدر ہے۔ اس کا نام ثریا ہے۔ بڑی خطرناک عورت ہے۔ اس کا ایک جوان بیٹا اور تین حسین جوان بیٹیاں ہیں۔"

"ہائے' ایسی ہی حسین معلومات فراہم کیا کرو۔ میں پہلے سے زیادہ جوان ہو جاتا ہوں۔"

"باس! آپ نے اس گروہ کو بینک میں ڈاکا ڈالتے دیکھا تھا۔ جو لڑکی روح بن کر بینک میں آئی تھی' وہ گاڈ مدر کی سب سے چھوٹی بیٹی ہے۔"

"واہ' کیا حسین چھوکری تھی۔ مجھے ابھی تک یاد ہے۔ میں ایسی صورتیں نہیں بھولتا۔"

"لیکن اس چھوکری کو ایک نوجوان بھگا کر لے گیا ہے۔"

"لعنت ہے۔ ایسی خبریں نہ سنایا کرو۔ چلو کوئی بات نہیں' باقی دو تو ہیں۔"

"گاڈ مدر اور اس کے بیٹے بیٹیاں سب ہی یوگا کے ماہر تھے لیکن بیٹا وان لوئن زخمی ہونے کے باعث ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا شکار ہو گیا ہے۔ آج رات اسی پر آپ تنویمی عمل کریں گے۔"

"ضرور کروں گا پھر اس کے ذریعے پوری فیملی کو اپنا تابعدار بنا لوں گا۔ آج کا دن ہمیشہ یاد رہے گا۔ ایک تو مافیا کی ٹیم میرے زیرِ اثر آرہی ہے۔ دوسری سب سے بڑی خوشی یہ ہے کہ عکس منتقل کرنے والے تمام آلات میرے قبضے میں آجائیں گے۔ میرے پاس کالے جادو کی طاقت ہے۔ دو ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے دو بازو ہیں۔ اس دنیا میں طاقت اور اقتدار حاصل کرنے کے لئے اور کیا رہ جاتا ہے؟ کچھ نہیں۔ میرے پاس سب کچھ ہے۔ ہاہاہا۔ ہاہاہا۔ اب میں گاڈ فادر بن کر ساری دنیا پر چھا جاؤں گا۔"

وہ بول رہا تھا اور قہقہے لگا رہا تھا۔ فی الوقت یہ ایک حقیقت تھی کہ وہ زبردست مردِ میدان بن رہا تھا۔

○☆○

انا لانا اپنی لیلیٰ بھابی کے ساتھ سو رہی تھی اس لئے مجھے دوسرے کمرے میں سونا پڑا۔ جب آنکھ کھلی تو سات بج چکے تھے۔ رات کی تاریکی پھیل چکی تھی۔ میں غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر کچن میں آیا۔ وہاں لیلیٰ اور انا کھانا تیار کر رہی تھیں۔ میں نے پوچھا۔ "کیا عادل سو رہا ہے؟"

لیلیٰ نے کہا۔ "جی ہاں۔ آپ نے بیچارے کو بہت تھکایا ہے۔ وہ سب سے آخر میں آکر سویا ہے۔ اسے سونے دیں۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے کہا۔ "ہم جتنی دیر سوتے رہے' بس اتنا ہی آرام ہمارے نصیب میں تھا۔ سنو خطرے کی گھنٹی بج رہی ہے۔"

میں فون کی طرف جانے لگا۔ لیلیٰ نے کہا۔ "کوئی ضروری تو نہیں کہ مصیبتیں آپ ہی کے گھر کا راستہ دیکھتی رہیں۔"

میں نے ریسیور اٹھا کر پوچھا۔ "کون؟"

گاڈ مدر ثریا کی آواز سنائی دی۔ "میں عادل سے بات کرنا چاہتی ہوں۔"

"عادل سو رہا ہے۔ کیا انا سے بات کریں گی؟"

"ہاں ہاں۔ فوراً اسے فون دو۔"

"ہولڈ کرو۔" میں نے ریسیور کے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر آواز دی۔ "انا! تمہاری ممی کا فون ہے۔"

وہ تیزی سے چلتی ہوئی آئی۔ میں نے کہا۔ "بیٹی! اگر میں تمہارے دماغ میں رہ کر گفتگو سنوں تو تمہیں اعتراض ہوگا؟"

"بھائی جان! آپ مجھے بیٹی کہتے ہیں جبکہ میں آپ کے قدموں کی دھول ہوں۔ بس دماغ میں آکر اتنا بتا دیا کریں کہ آپ ہیں تاکہ دشمنوں سے دھوکا نہ کھاؤں۔"

میں اسے ریسیور دے کر اس کے اندر پہنچ گیا۔ وہ بولی۔ "ہیلو ممی! آپ کیسی ہیں؟"

"میری بات چھوڑو۔ یہ بتاؤ تم کن لوگوں کے ساتھ رہ رہی ہو؟ یہ ابھی فون پر کون بول رہا تھا؟"

"ممی! یہ میرے بھائی جان ہیں۔"

"یہ بھائی جان آخر ہے کون؟ عادل بھی بھائی جان بھائی جان کرتا رہتا ہے۔ یہ بتاؤ یہ کس زبان کا لفظ ہے۔ عادل جس انداز میں ذکر کرتا ہے' اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ عادل کا باس ہے۔"

"نہیں ممی! بھائی جان بڑے برادر کو کہتے ہیں۔ یہ اردو زبان کے الفاظ ہیں۔"

"اری کمبخت! اپنے بڑے بھائی وان لوئن کو چھوڑ کر دوسروں کو بڑا بھائی بناتی پھر رہی ہے۔ تجھے کچھ خبر ہے کہ نامعلوم

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

دشمنوں نے تیرے بھائی کو اغوا کرلیا ہے۔ ہائے میں کیا کروں۔ رو رو کر میرا برا حال ہو رہا ہے۔"

انا نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "ممی! یہ کب ہوا؟ جلدی بتائیں' برادر کو کہاں سے اغوا کیا گیا ہے؟"

"جہنم سے اغوا کیا گیا ہے۔ اب پوچھ کر کیا کرے گی؟ تُو نے تو کسی کو بڑا بھائی بنا لیا ہے۔ میں کسی دوسرے کو بیٹا نہیں بنا سکتی۔ اپنا بیٹا ہی اپنا ہوتا ہے۔ ہائے میں اسے کہاں تلاش کروں؟"

"آپ حوصلہ رکھیں۔ یہ بتائیں انہیں کہاں سے اغوا کیا گیا ہے اور ان بدمعاشوں کے حلیے بیان کریں۔"

"مجھے اتنا ہوش کہاں تھا کہ میں انہیں غور سے دیکھتی۔ ہاں اتنا یاد ہے کہ وہ اردو زبان میں بول رہے تھے۔"

"اردو زبان؟"

"ہاں' جس سسرال میں جا کر آباد ہوئی ہے انہی کی زبان بول رہے تھے۔ ابھی ان کی مکاریاں تیری سمجھ میں نہیں آئیں گی۔ عادل اور تیرا بھائی جان میٹھی چھری ہیں۔ بظاہر ہمیں تحفظ دے رہے ہیں لیکن اندر ہی اندر جڑیں کاٹ رہے ہیں۔ تم سب میری اولاد ہو۔ میری جڑیں ہو۔ وہ پہلے تمہیں چھین کر لے گیا' اب اس نے میرے بیٹے کو غائب کر دیا ہے۔ انا! تجھے کب عقل آئے گی؟"

"ممی! یہ عادل اور اس کے خاندان کی برائی کرنے کا وقت نہیں ہے۔ آپ برادر کی بات کریں۔"

"بیٹی! تیرے اور وان لوئن کے بعد ماسیلا اور میکسی کی باری آئے گی۔ اپنے عادل سے کہہ دینا' اب یہ گاڈ مدر اس سے دھوکا نہیں کھائے گی۔ میں اپنی دونوں بیٹیوں کے ساتھ روپوش ہو رہی ہوں۔"

اُدھر سے ریسیور رکھ دیا گیا۔ لیلیٰ کچن سے آ گئی تھی۔ میں نے اس سے کہا "وان لوئن کا پتا کرو۔ وہ کہاں ہے؟"

لیلیٰ نے سونیا ثانی کا لہجہ اختیار کیا۔ کیونکہ ثانی نے ہی وان لوئن پر عمل کیا تھا اور دوسری تمام سوچ کی لہروں کے لئے اس کے دماغ کو لاک کیا تھا۔ لیلیٰ نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر واپس آ کر بولی۔ "وان لوئن کا دماغ کسی دوسرے نے لاک کر دیا ہے۔"

میں نے انا کو دیکھا۔ وہ پریشان ہو کر ہمیں دیکھ رہی تھی۔ میں نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر پوچھا۔ "کیا تمہیں بھی اپنی ممی کی طرح ہم پر شبہ ہے؟"

"نہیں بھائی جان! آپ ایسی باتیں نہ کریں۔ میں صرف برادر وان لوئن کے لئے پریشان ہوں۔"

"تمہارا بھائی اغوا نہیں ہوا ہے۔"

وہ حیرانی سے بولی۔ "آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ممی جھوٹ بول رہی ہیں؟"

"تمہاری ماں کو جھوٹا کہنے سے تمہیں دکھ پہنچے گا۔ لیکن ماں کا جھوٹ ثابت ہو جائے اور بھائی محفوظ ہو تو تمہیں کتنی خوشی ہوگی۔"

"ہاں بھائی جان! مجھے بہت خوشی ہوگی۔"

"تو پھر میری باتیں غور سے سنو۔ جس ماں کا بیٹا اغوا ہو جائے وہ فون کرتے ہی پہلے اغوا کی خبر سنا کر رو دے گی۔ لیکن تمہاری ممی نے یہ بحث چھیڑ دی کہ بھائی جان کون ہے اور یہ کس زبان کا لفظ ہے؟ کیا یہ بات ماں کی ممتا کے خلاف نہیں ہے؟"

"جی ہاں۔ یہ ماں کی فطرت کے کچھ خلاف ہے۔"

میں نے کہا "غور کیا جائے تو جھوٹا خود اپنی زبان سے خود کو جھوٹا کہہ جاتا ہے۔ تمہاری ماں نہیں جانتیں کہ اردو زبان کیا ہوتی ہے۔ اس نے چند سیکنڈ پہلے پوچھا کہ بھائی جان کس زبان کے الفاظ ہیں۔ پھر چند سیکنڈ بعد ہی کہا کہ وان لوئن کو اغوا کرنے والے اردو بول رہے تھے۔"

انا چونک کر بولی۔ "واقعی میں نے اتنے صاف اور کھلے جھوٹ پر غور نہیں کیا تھا۔"

"تمہاری ماں کے جھوٹ کا ایک اور اہم ثبوت یہ ہے کہ تمہاری بھابی نے خیال خوانی کے ذریعے وان لوئن کے اندر پہنچنا چاہا اور ناکام ہو گئیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہاری ممی نے کسی ہپناٹزم کے ماہر سے وان لوئن پر عمل کرایا ہے۔ ہم نے جو عمل کیا تھا' اسے مٹا دیا ہے۔ اس طرح وہ ماسیلا اور میکسی کو بھی ساتھ لے کر روپوش ہو گئی ہیں۔"

لیلیٰ نے کہا۔ "انا! شاید تمہیں یہ نہیں معلوم ہے کہ تنویمی عمل کرنے میں کم از کم ایک گھنٹا ضرور صرف ہوتا ہے۔ پھر ہم نے جو بنگلا انہیں رہائش کے لئے دیا تھا' اسے بھی چھوڑنے اور وہاں سے اپنا سامان سمیٹنے میں کچھ وقت لگا ہوگا۔ تمہاری ممی نے روپوش ہونے کے تمام انتظامات کرنے کے بعد تمہیں بھائی کے اغوا کی خبر سنائی ہے۔"

انا نے کہا۔ "مجھے یہ یقین کرتے ہوئے بہت دکھ پہنچ رہا ہے کہ ممی جھوٹ بول کر مجھے دھوکا دے رہی ہیں۔"

"سچ کا زہر پینا بہت مشکل ہوتا ہے لیکن بہن! میرے ساتھ رہ کر یہ زہر پینا ہوگا۔ تمہیں اپنی ممی کا موبائل نمبر معلوم ہے۔ ابھی یہ نمبر ڈائل کرو۔ میں تمہارے دماغ میں رہوں گا اور تمہاری زبان میری مرضی کے مطابق بولتی رہے گی۔"

اس نے میری ہدایت کے مطابق اپنی ممی گاڈ مدر سے رابطہ کیا۔ دوسری طرف ماں کی آواز سن کر بڑے رازدارانہ انداز میں بولی۔ "ممی! میں ہوں آپ کی انا۔ تھوڑی دیر پہلے میں آپ سے کھل کر بات نہیں کہہ سکتی تھی۔ کیونکہ عادل کا وہ بھائی یہاں موجود تھا۔ میرے کہنے پر وہ برادر وان لوئن کو تلاش کرنے گیا ہے۔ عادل اپنے کمرے میں سو رہے ہیں اور میں ڈرائنگ روم میں ہوں۔ اب ہماری باتیں سننے والا کوئی نہیں ہے۔"

یہ کہتے ہی وہ رونے لگی۔ میں نے اسے اسی طرح رونے پر مجبور کیا۔ ثریا نے پریشان ہو کر کہا۔ "میری بچی! میری جان! کیوں رو رہی ہو؟ چپ ہو جاؤ۔ اپنے دل کی بات بولو۔"

"کیا بولوں ممی! آج صبح ہی عادل کی خود غرضی ثابت ہو گئی۔ میں نے ان سے کہا کہ وہ کروڑوں ڈالر کا سونا ہے۔ آدھا میری ممی کو دے دیں۔ مگر انہوں نے کہا' دولت ان کے پاس رہے گی اور وہ آپ کو مانگنے پر تھوڑی سی رقم دے دیا کریں گے۔ کوئی میری ماں کو مانگنے والی عورت سمجھے' یہ میں کبھی برداشت نہیں کروں گی۔"

"شاباش بیٹی! آخر تیری زبان سے ماں کا خون اور محبت بول رہی ہے۔"

"ممی! میں آپ کی توہین کرنے والے کے پاس نہیں رہوں گی۔ کیا میں واپس آ جاؤں تو آپ۔ آپ.....؟"

یہ کہتے کہتے وہ پھر رونے لگی۔ ماں نے کہا۔ "نہ رو میری بچی! واپس آ جا۔ اس ٹھوکر کے بعد تو پھر کبھی کسی مرد سے دھوکا نہیں کھائے گی۔"

"میں آؤں گی لیکن قسم کھاتی ہوں' برادر وان لوئن کو تلاش کر کے اسے ساتھ لے کر آپ کے قدموں میں آؤں گی۔"

"بیٹی! بھائی کی فکر نہ کر۔ بس تُو چلی آ۔"

"نہیں ممی! میری وجہ سے برادر لاپتا ہو گیا ہے' میں آپ کی قسم کھاتی....."

وہ بات کاٹ کر بولی۔ "اری پگلی! قسم نہ کھا۔ میں جانتی ہوں تُو اپنے برادر سے کتنا پیار کرتی ہے۔ تُو چلی آ۔ تجھے بھائی مل جائے گا۔"

"آپ کیوں بچی سمجھ کر بہلا رہی ہیں۔"

وہ ہنس ہنس کر بولی۔ "میری نادان بیٹی! اسے اغوا نہیں کیا گیا ہے۔ میرا بیٹا' تیرا بھائی میرے پاس ہے۔"

وہ ہنس ہنس کر بولی۔ "سچ ممی؟ مجھے یقین نہیں آ رہا ہے۔ آپ برادر سے بات کرائیں۔"

"وہ ابھی تنویمی نیند سو رہا ہے۔ میں نے اس پر عمل کرا کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے اسے دور کر دیا ہے۔ اب عادل اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے مجھ پر اور میرے بیٹے پر کبھی حکومت نہیں کر سکیں گے۔ میں مرتے دم تک گاڈ مدر رہوں گی' میرے بعد تیرا بھائی گاڈ فادر بنے گا۔"

"خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ برادر آپ کے پاس صحیح سلامت ہے۔ مجھے آپ کے جھوٹ اور فراڈ پر غصہ آنا چاہئے لیکن آپ نے برادر کی خیریت کی خبر سنائی ہے اس لئے معاف کرتی ہوں اور آپ کو یہ حقیقت بتاتی ہوں کہ آپ بہت بدنصیب ہیں۔"

"میں بدنصیب ہوں؟ یہ کیا کہہ رہی ہے؟"

"اصل بات یہ ہے کہ آج صبح میں نے عادل سے کہا کہ وہ سونا اور ہیرے جواہرات میری ممی کو دے دو۔ اس نے کہا کہ وہ آپ کو دے چکا ہے۔"

"وہ جھوٹ بولتا ہے۔"

"پہلے آپ میری پوری بات سنیں۔ اس نے جو بنگلا آپ کو رہائش کے لئے دیا تھا' اس کے ہر کمرے کی چھتیں دُہری ہیں۔ یعنی ایک چھت کے اوپر دوسری چھت ہے اور دونوں چھتوں کے درمیان جو خلا ہے' وہاں کروڑوں ڈالرز کا سونا اور ہیرے جواہرات رکھے ہوئے ہیں۔"

"یہ جھوٹ ہے۔ اس نے تجھ سے جھوٹ کہا اور تُو نے یقین کر لیا۔"

"میرا عادل جھوٹا نہیں ہے۔ آپ کل رات دو بجے سے آج شام تک دولت کے سائے میں رہیں۔ آپ کے سر پر سونے اور ہیرے جواہرات کی چھت تھی اور آپ بے خبر تھیں۔"

"اگر یہ سچ ہے تو تُو نے مجھے کیوں نہیں بتایا؟"

"عادل نے کہا تھا۔ ابھی یہ دولت کسی کے کام نہیں آ سکے گی۔ یہودی جاسوس لُوٹے ہوئے خزانے کو تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔ یہ خزانہ چھپا رہے گا' تب بھی تمہاری ممی کا ہوگا اور ظاہر ہوگا تب بھی تمہاری ممی ہی اسے خرچ کریں گی۔"

"دیکھ انا! تُو اتنے بڑے خزانے کی ایسی باتیں کر کے میرا سر گھما رہی ہے۔ میں کیسے یقین کر لوں کہ یہ سچ ہے۔"

"آپ روپوش ہو چکی ہیں۔ دوبارہ اس بنگلے میں تصدیق کرنے نہیں آئیں گی۔ آپ کی روپوشی کا مطلب یہی ہے کہ آپ اپنی اولاد کے ساتھ عادل کی نظروں سے چھپی رہیں۔ اس کا ایک طریقہ یہ ہے کہ آپ اپنے کسی معمولی آلۂ کار کو اس بنگلے میں بھیج دیں۔ وہ وہاں جا کر اپنی آنکھوں سے خزانہ دیکھ کر آپ کو بتائے گا۔"

"مگر وہاں تو ایک ہی چھت دکھائی دیتی ہے۔ وہ خزانہ کیسے دیکھے گا؟"

"اس بنگلے میں تین اٹیچ باتھ روم ہیں۔ ایک باتھ روم کے ٹائلز پنک کلر کے ہیں۔ وہاں فلش کی ٹنکی میں میلے رنگ کا گندہ سا پانی بھرا رہتا ہے۔"

"ہاں وہ گندہ پانی دیکھ کر ہم نے اس باتھ روم کو استعمال نہیں کیا تھا۔"

"اسی لئے پانی ایسا رکھا گیا ہے کہ کوئی اسے استعمال نہ کرے۔ فلش کی ٹنکی کا ڈھکن اٹھا کر اندر ہاتھ ڈالنے سے ایک چھوٹی سی گول چرخی محسوس ہوگی۔ اسے ذرا طاقت سے ایک طرف گھمایا جائے تو باتھ روم کی سلائیڈنگ چھت ایک طرف سرک جاتی ہے اور ایک چھوٹی سی آہنی سیڑھی نیچے آ جاتی ہے۔ اس کے ذریعے اوپر جا کر چھتوں کے درمیان دور تک بکھرا ہوا خزانہ دیکھا جا سکتا ہے۔"

"تم مجھے یہ راز بتا رہی ہو۔ کیا تمہارا خیال ہے' میں وہ خزانہ نہیں لے جا سکوں گی؟"

"وہ خزانہ آپ ہی کا ہے۔ آپ جب چاہیں لے جا سکتی ہیں۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اس کی حفاظت کی ذمے داری بھی آپ پر ہے۔ آپ کسی غیرذمے دار شخص کو وہاں بھیجیں گی تو وہ خزانے کا راز کسی دوسرے تیسرے کان میں پھونک دے گا۔"

"میں ایسی نادان نہیں ہوں۔ اپنے طور پر تصدیق کروں گی۔ ویسے تُو نے ابھی رونے اور میرے پاس واپس آنے کی ایکٹنگ کیوں کی تھی؟"

"سچ اگلوانے کے لئے کی تھی۔ آخر میں بھی ایک فراڈ ماں کی بیٹی ہوں۔"

ادھر سے ماں نے فون بند کردیا۔ انا ریسیور رکھ کر اٹھ گئی۔ اس نے میرے پاس آکر میری گردن میں بانہیں ڈال دیں۔ پھر کہا "آپ عجیب و غریب انسان ہیں۔ پل بھر میں دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کردیتے ہیں۔ میرا یہ مان ٹوٹ گیا کہ ماں کم از کم مجھ سے جھوٹ نہیں بولے گی۔ یہ مان ٹوٹنے سے مجھے دکھ ہوا۔ کیا آپ یہ دکھ دور کریں گے؟"

"ہاں ضرور' ہر قیمت پر تمہارا دکھ دور کروں گا۔"

وہ مجھ سے الگ ہو کر لیلیٰ کے پاس گئی پھر اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی۔ "آج میری ایک ماں ہمیشہ کے لئے گم ہو گئی ہے۔ میں آپ کو بھابی نہیں ممی کہوں گی؟"

لیلیٰ نے مسکرا کر کہا۔ "میرے دو بیٹے پارس اور علی تیمور مجھے امی کہتے ہیں۔ اردو زبان میں ماں کو امی کہا جاتا ہے۔"

میں نے قریب آکر اسے چوم کر کہا۔ "اور میں ہوں تمہارا پاپا....."

وہ اتنی خوش ہو رہی تھی جیسے ابھی پیدا ہوئی ہو اور ابھی اپنے ماں باپ کو پہچان رہی ہو۔

O-☆-O

ایکسرے مین شام پانچ بجے تک سوتا رہا پھر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ وہ ایک طویل عرصے سے تنہا زندگی گزار رہا تھا۔ اس کا کوئی رشتے دار' کوئی دوست نہیں تھا۔ حتیٰ کہ کوئی دشمن بھی نہیں تھا کیونکہ وہ بظاہر ایک شریف اور بزدل انسان کی طرح زندگی گزار رہا تھا۔ کوئی اسے گالیاں دیتا تو وہ خاموشی سے سن لیتا۔ کوئی اسے مارتا تو چپ چاپ مار کھا لیتا۔ اس نے بظاہر کبھی جوابی کارروائی نہیں کی۔

کوئی ہر پہلو سے محفوظ ہو اور زندگی کے ہر شعبے میں طاقتور ہو اور ایک بہت بڑی خفیہ تنظیم کا سربراہ ہو وہ کسی کی چھوٹی سی بات برداشت نہیں کرتا۔ جس پر غصہ آئے اسے کچل کر رکھ دیتا ہے۔ ایکسرے مین بھی اپنی توہین کبھی برداشت نہیں کرتا تھا۔ وہ بظاہر گالیاں اور مار کھا کر سر جھکا لیتا تھا مگر بعد میں ان پر مصیبتیں نازل کر دیتا تھا۔ کسی کو حادثے سے دوچار کرکے اپاہج بنا دیتا تھا' کسی کو مضر دوائیں کھلا کر اس کا دماغی توازن بگاڑ دیتا تھا اور کوئی جان نہیں پاتا تھا کہ یہ کسی کی انتقامی کارروائی ہے یا مقدر کی خرابی؟

وہ اِن ڈور گیمز میں بلیرڈ اور آؤٹ ڈور میں گولف کا شوقین تھا۔ اسے ریس کے گھوڑوں سے دلچسپی تھی۔ وہ کلبوں میں اور دیگر ناچ گانوں کی محفلوں میں نہیں جاتا تھا۔ عورتوں سے کوئی لگاؤ نہیں تھا۔ چالیس برس کا تھا۔ اب تک شادی نہیں کی تھی۔ اور نہ ہی آئندہ بیوی بچوں کو پالنے کا ارادہ تھا۔

وہ کسی ایسی جگہ نہیں جاتا تھا' کوئی ایسا کام نہیں کرتا تھا' جس سے بے نقاب ہونے کا اندیشہ ہو۔ اس میں خود کو نمایاں کرنے کی کبھی خواہش پیدا نہیں ہوئی تھی۔ اس نے بے شمار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو حرام موت مرتے یا کسی شہ زور کی بدترین غلامی کرتے دیکھا تھا اور یہ سبق حاصل کیا تھا کہ گمنام رہنے میں سلامتی ہے۔ یوں عمر طوالت اختیار کرتی رہے گی۔

اور وہ گمنامی کے خوش کُن نتائج دیکھ رہا تھا۔ پچھلے کئی برسوں سے اس پر کوئی مصیبت نہیں آئی تھی۔ آدمی ہی آدمی پر مصیبت لاتا ہے۔ اور اس کی زندگی میں کوئی مرد' عورت یا بچہ نہیں تھا' جو مصیبت یا پریشانی کا سبب بنتا۔ خدا نے انسان کو محتاط اور محفوظ رہنے کے لئے جو ذہانت دی ہے وہ اس ذہانت سے پوری طرح کام لے رہا تھا۔

اور خدا کی قدرت کچھ ایسی بھی ہے کہ جس کے آگے محتاط انسانی ذہن بے بس ہو جاتا ہے۔ دوبار اسے حادثہ پیش آیا اور وہ زخمی ہو کر اسپتال میں کئی دنوں تک رہا۔ کبھی وہ کسی بیماری میں مبتلا ہوا۔ ان حالات میں کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا اس کے اندر آکر اسے اپنا غلام بنا سکتا تھا۔ ایسے وقت اس کی کوئی احتیاطی تدبیر کام نہ آتی۔ لیکن وہ مقدر میں سکندری لکھوا کر آیا تھا۔

ایک اور قدرتی آفت آتی ہے' جس کے آگے آدمی بے بس ہو جاتا ہے۔ اور وہ ہے محبت۔ یہ قدرتی جذبہ ہے۔ دل میں پیدا ہو جائے تو دھڑکا لگا رہتا ہے۔ ایک نوجوان حسینہ سارہ رابن اس کے دل و دماغ پر چھا گئی تھی۔ اس نے پہلی بار اسے دیکھا تو دل نے کہا' اور ایک بار دیکھے۔ وہ ریس کے گھوڑے پر کافی رقم لگا چکی تھی اور ریلنگ کے پاس کھڑی ہوئی گھوڑوں کو دوڑتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ اس کا گھوڑا تیسرے نمبر پر تھا اور وہ اچھل اچھل کر اسے اوّل آنے کے لئے کہہ رہی تھی۔ اس کی آواز' اس کی ادائیں اور اس کی شخصیت دل کو بھا رہی تھی۔ وہ گھڑدوڑ بھول کر اسے دیکھنے لگا تھا۔

اسے احساس ہوا کہ غلطی کر رہا ہے۔ یہ جذبہ تباہی کی طرف لے جائے گا۔ وہ فوراً ہی پلٹ کر جانے لگا۔ دل مچل رہا تھا کہ واپس جائے' اس حسینہ سے بات کرے۔ اس سے دوستی کرے۔ لیکن اس نے کبھی کسی لڑکی سے بات نہیں کی تھی۔ وہ ایک اسٹینڈ میں آکر بیٹھ گیا۔ جب اسے دل سے نہ نکال سکا تو تسلی کے لئے اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کے خیالات پڑھنے لگا۔

اس کا نام سارہ رابن تھا۔ وہ ایک ارب پتی یہودی موسس رابن کی بیٹی تھی۔ اس کے دو سوتیلے بھائی تھے' جو اس کے دشمن

در چاہتے تھے کہ وہ مر جائے تاکہ باپ کی دولت کی ایک حصہ ختم ہو جائے۔ وہ خوش حال بھی تھی اور بدحال بھی۔ بھائیوں سے پریشان رہتی تھی۔ اس نے کئی بار سوچا کہ کہیں بھاگ جائے یا جان دے دے لیکن اس کی ایک وفادار ملازمہ تھی۔ ایک بار اس نے زہر پینے کی کوشش کی' ملازمہ نے بروقت آکر اس سے زہر کی شیشی چھین لی۔ وہ بولی۔ "مریم! مجھے مر جانے دو۔ مجھے ایسی زندگی نہیں چاہئے۔"

مریم نے کہا۔ "تم کیوں مرو گی؟ تمہارے دشمن مریں گے۔ خدا نے یہ زندگی ایک ہی بار جینے کے لئے دی ہے۔ اسے ختم نہ کرو۔ اپنے جینے کا حق حاصل کرو۔"

"کیسے حاصل کروں؟ باپ کو کاروبار سے فرصت نہیں۔ بھائیوں کو دشمنی کے سوا کچھ نہیں آتا ہے۔ میں کس سے اپنے حق طلب کروں؟"

"اپنے شوہر سے۔"

"کیا کہہ رہی ہو؟ میری شادی نہیں ہوئی ہے۔ شوہر کہاں سے لاؤں؟"

"جلد سے جلد کسی کو پسند کرو۔ شادی کرو' جو نیا شخص تمہاری زندگی میں آئے گا' وہ تمہارا محافظ ہوگا۔ تم سے محبت کرے گا۔ تمہیں اتنی خوشیاں دے گا کہ تم مرنے کا خیال دل سے نکال دو گی۔"

وہ مریم کی بات پر غور کرنے لگی۔ مریم نے زہر کی شیشی اس کی سنگار میز کی دراز میں رکھتے ہوئے کہا۔ "میں نے اسے یہاں رکھ دیا ہے۔ تم میرے مشورے پر عمل کرو۔ اگر تمہیں کوئی پسند کا ساتھی نہ ملے' باپ اور بھائیوں کی طرح ایک محبوب سے بھی صدمات ملیں تو پھر بے شک یہ زہر نکال کر پی لینا مگر کم از کم ایک ماہ میرے مشورے پر عمل کرو۔"

اور وہ عمل کر رہی تھی۔ تفریحی مقامات پر جاتی تھی اور کوئی جوان ذرا اچھا لگتا تو اس کے متعلق سوچتی تھی' کیا دوستی کرے؟ مگر دل پوری طرح مائل نہیں ہوتا تھا۔ وہ ریس کورس میں بھی اسی مقصد کے لئے آئی تھی۔ بظاہر گھوڑوں میں دلچسپی لے رہی تھی۔ باطن کسی مرد میں دلچسپی لینے کا ارادہ تھا۔

ایکسرے مین اس کے یہ تمام خیالات پڑھ رہا تھا اور محسوس کر رہا تھا کہ دل ہزار بہلانے کے باوجود نہیں بہل رہا ہے۔ جذبات اس کو مانگ رہے ہیں۔ وہ جذبات کو کچلتے ہوئے ریس کورس سے باہر چلا آیا۔ اپنی یہودی تنظیم کے مختلف معاملات میں خود کو مصروف رکھنے لگا۔ اہم معاملات پر اتنی توجہ مرکوز کرنی پڑتی ہے کہ ذہن میں کوئی جذبہ پاس نہیں پھٹکتا۔ اس نے بڑی کامیابی سے سارہ کو بھلا دیا لیکن رات کو سوتے وقت وہ پھر نگاہوں کے سامنے آنے لگی۔ وہ تھوڑی دیر تک کروٹیں بدلتا رہا پھر اس نے گہری نیند سونے کے لئے دماغ کو ہدایات دیں ایسے وقت پھر سارہ دماغ سے نکل گئی اور نیند آ گئی۔

آدمی زمین کی تہ میں اور سمندر کی گہرائیوں میں سرنگ بناتا ہے' محبت خوابیدہ دماغ میں سرنگ بناتی ہے۔ سارہ خواب میں آگئی۔ وہ صبح اٹھ کر بڑا پریشان ہوا۔ کبھی کوئی لڑکی اس کے خوابوں میں نہیں آئی تھی۔ پہلی بار سارہ نے آکر سمجھا دیا کہ وہ اس کی زندگی میں آکر رہے گی اور اس کے تمام اصولوں کی ایسی کی تیسی کر دے گی۔

جب اس کے اندر کوئی خواہش کبھی مچلتی تھی تو وہ اپنی ایک ڈائری کھول کر پڑھتا تھا۔ اس ڈائری میں بے شمار سنہری اصول لکھے ہوئے تھے۔ ان میں کچھ ہدایات بھی لکھی ہوئی تھیں۔ ایک جگہ لکھا ہوا تھا "خواہش کوئی سی بھی ہو' وہ پُرکشش لگتی ہے۔ جب وہ پوری ہو جاتی ہے تو کشش کھو دیتی ہے۔"

دوسرے صفحے پر لکھا ہوا تھا۔ "عورت کو پا لینے کی خواہش میں صرف کشش ہی نہیں ہوتی' دیوانگی بھی ہوتی ہے۔ اگر یہ اس حد تک دماغ میں سما جائے کہ قوتِ ارادی کو اور ٹھوس اصولوں کو متزلزل کر دے تو دانشمندی یہی ہے کہ اپنی تباہی سے پہلے دل پر جبر کر کے اس عورت کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دے۔"

اس نے ڈائری بند کر دی۔ یہی طریقہ کار اس کے حق میں بہتر تھا۔ سارہ اس دنیا میں تھی اس لئے اس کے خوابوں اور خیالوں میں گھسی آرہی تھی۔ جب اس کا وجود مٹ جائے گا اور اس کا حسن و شباب سے بھرپور بدن نہیں رہے گا تو دل کسے طلب کرے گا؟ کس کے لئے تڑپے گا؟ یہ قصہ ہی ختم ہو جائے گا۔ نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔

اس نے دوسری رات سارہ کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ کہیں باہر جانے کے لئے تیار تھی۔ اس نے سنگار میز کی دراز سے زہر کی وہ شیشی نکالی۔ پھر اسے پرس میں رکھ کر اپنی کار میں آکر بیٹھ گئی۔ وہ کسی کلب میں جانے کا ارادہ کرکے نکلی تھی لیکن خیال خوانی کے زیرِ اثر تھی۔ ایک بڑے ہوٹل میں آکر ایک بستر پر لیٹ گئی۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ کوئی اسے سارہ کے ساتھ دیکھے۔ اس لئے اس نے سارہ کو ایسے مصروف ہوٹل میں بلایا تھا' جہاں آنے جانے والوں کی بھیڑ لگی رہتی تھی۔ وہاں کوئی اسے خاص طور پر پہچان نہیں سکتا تھا۔

وہ اس کمرے میں آگیا۔ سارہ ایک اجنبی کو دیکھ کر اٹھ بیٹھی۔ پھر بولی۔ "تم کون ہو؟"

وہ دروازے کو اندر سے بند کرنے کے بعد پلٹ گیا۔ اس کے قریب آتے ہوئے بولا۔ "تم کسی کلب میں جانے والی تھیں۔ میرے جادو کے اثر سے یہاں آگئی ہو۔ تمہارے حسن و شباب نے مجھے پاگل بنا دیا ہے۔"

وہ بستر سے اتر کر بولی۔ "میں یہاں کیسے چلی آئی' یہ نہیں جانتی یقیناً یہ جادو ہی ہے۔ مجھے بتاؤ تمہاری نیت کیا ہے؟"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"میں تمہارے حسن و شباب سے کھیلوں گا۔ پھر تمہیں وہ زہر پی کر مرنے پر مجبور کردوں گا جو تمہارے پرس میں ہے۔"

"اوہ گاڈ! تم یہ بھی جانتے ہو کہ میرے پرس میں کیا ہے؟ میں سمجھ گئی ہوں' میری سوتیلے بھائیوں نے مجھے ہلاک کرنے کے لئے تمہیں بھاری رقم دی ہے۔ کیا تم ایسے درندے ہو کہ مجھے کسی دشمنی کے بغیر جان سے مار ڈالو گے۔"

"تم میری بہت بڑی دشمن ہو' زندہ رہو گی تو میرے اعصاب پر سوار رہو گی۔ ختم ہو جاؤ گی تو تمہیں طلب کرتے رہنے کا جنون بھی ختم ہو جائے گا۔"

وہ آگے بڑھا۔ سارہ پیچھے ہٹ گئی۔ اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ "ابھی تمہارے دماغ پر قبضہ جماؤں گا تو خود بخود میری آغوش میں چلی آؤ گی۔"

"میں جب جادو کے اثر میں نہیں رہوں گی' اپنی عزت کو بچائے رکھنے کی کوشش کروں گی۔"

اس نے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ اس کی آغوش میں چلی آئی۔ اس نے دماغ کو آزاد چھوڑا تو وہ خود کو چھڑانے کی کوشش کرنے لگی۔ پہلی بار ایک حسینہ اس سے آکر لگی تھی۔ پہلی بار پتا چلا کہ حسن و شباب کو چھونے سے کیسے رگ رگ میں بجلی دوڑتی ہے اور آدمی ایک عجیب و غریب طلسم کدے میں پہنچ جاتا ہے۔

وہ الگ ہو گئی' پھر پریشان ہو کر بولی۔ "میں تم سے بچ سکتی ہوں۔ تمہارے جادو سے بچ نہیں پاؤں گی۔"

وہ بولا "دانشمندی یہی ہے کہ دل سے راضی ہو جاؤ۔"

وہ گہری سانس لے کر بولی۔ "مجھے ماننا ہی پڑے گا۔ کیا میں باتھ روم جا سکتی ہوں؟"

"ضرور جاؤ لیکن اپنا پرس یہاں رکھ کر جاؤ۔ میں ہوس پوری کرنے سے پہلے تمہیں خودکشی کرنے نہیں دوں گا۔"

سارہ ایک صوفے پر اپنا پرس پھینک کر جانے لگی۔ وہ بولا۔ "پندرہ منٹ میں باہر نہیں آؤ گی تو میں جادو کے زور سے باتھ روم کا دروازہ کھلواؤں گا۔"

اس نے باتھ روم میں جا کر دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ وہ اب تک حسن کی نزاکت کو اور اس کے بدن کی حرارت کو محسوس کر رہا تھا۔ اس پر عجیب سا نشہ طاری ہو گیا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا "اگر مجھے معلوم ہوتا کہ عورت کے وجود میں ایسی جادوگری بھری ہوئی ہے تو میں چالیس برس تک کنوارا نہ رہتا۔ اب سارہ کو ہلاک نہیں کروں گا۔ اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بناؤں گا۔ پھر جب بھی اس کی ضرورت ہوگی' اسے اپنے پاس بلا لیا کروں گا۔"

وہ سوچتے سوچتے چونک گیا۔ باتھ روم کا دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا تھا۔ پھر وہ چیخ کر بولی۔ "شیطان جادوگر! میں تجھ پر تھوکتی ہوں۔ میرے دشمن بھائیوں نے مجھ پر بدچلنی کا الزام لگایا مگر مجھ میں پارسائی ہے۔ مجھے صرف وہی چھو سکتا تھا' جسے میں چاہتی مگر آہ!

اب وہ میری زندگی میں کبھی نہیں آئے گا۔ میں نے زہر پی لیا ہے۔ میں جا رہی ہوں۔"

وہ باتھ روم سے باہر آئی۔ پھر لڑکھڑا کر فرش پر گر پڑی۔ وہ گھبرا گیا۔ فوراً اس کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کیا پتا چلا کہ سارہ نے زہر کی شیشی پہلے ہی پرس سے نکال کر اپنے گریبان میں چھپالی تھی۔ وہ دھوکا کھا گیا تھا۔ اس نے نادانستگی میں اسے باتھ روم کے اندر جا کر زہر پینے کا موقع دے دیا تھا۔

اس کی دماغی حالت بتا رہی تھی کہ سر بری طرح چکرا رہا ہے۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا رہا ہے اور ذہن تاریکیوں میں ڈوبتا جا رہا ہے۔ وہ فوراً ہی اس کے دماغ سے نکل آیا۔ اس کے کمرے سے نکل آیا۔ اب کسی کی نظروں میں آ کر ایک مرڈر کیس میں ملوث نہیں ہونا چاہتا تھا۔ ہوٹل سے باہر آتے ہی اپنی کار میں بیٹھ کر وہاں سے بھاگتا چلا گیا۔

اس رات اسے نیند نہ آئی لیکن دماغ کو ہدایات دینے کے بعد نیند آ گئی۔ پھر وہی ہوا' وہ خواب میں آئی۔ اس کا چہرہ تو نظر نہیں آیا لیکن وہ نیند میں آنچ دینے والے ملائم بدن کو محسوس کرتا رہا۔

اس نے سوچا تھا کہ اسے مار ڈالے گا تو قصہ تمام ہو جائے گا لیکن وہ موت کے بعد بھی اپنے وجود کی حرارت یاد دلا کر اس کا سکون غارت کرنے لگی۔ اس کے ذہن میں یہ نقش ہو گیا کہ وہ بدن حاصل کرنے سے ہی سکون حاصل ہوگا۔

اب تو وہ بدن نہیں رہا تھا... وہ دوسری حسیناؤں کو گھور گھور کر دیکھنے لگا۔ ان میں سارہ کو تلاش کرنے لگا۔ ان میں سارہ نہیں ملی مگر اس کی جھلک ملنے لگی۔ وہ اصولوں کا پابند تھا۔ عورت کی قربت کو تباہی کا پیش خیمہ سمجھتا تھا مگر اس کی ایک غلطی نے عورت کو اس کے لئے سب سے زیادہ اہم بنا دیا تھا۔

اس نے ایک حسینہ سے دوستی کی۔ دوسری صبح اس سے بیزار ہو گیا۔ دوسری حسینہ سے دوستی کی' تیسری صبح اس سے دل بھر گیا۔ وہ سب شراب کے عارضی نشے کی طرح تھیں۔ رات کو پیو تو صبح نشہ اتر جاتا تھا جبکہ سارہ کا نشہ سرچڑھ کر بولتا تھا۔ اس کی موت کے بعد بھی وہ نشہ نہیں اتر رہا تھا۔

یہ اُس شام کا ذکر ہے' جب ایکسرے مین' ٹیری آدم اور پوری یہودی تنظیم پرگولا کو قبرستان میں گھیرنے کی کوششوں میں مصروف تھی۔ اس رات ایکسرے مین ایک ریستوران میں بیٹھا کھا رہا تھا اور خیال خوانی کے ذریعے ٹیری آدم اور برین آدم وغیرہ کے دماغوں میں پہنچ کر ان کی ہی سوچ میں انہیں ہدایات دے رہا تھا۔ ایسے ہی وقت وہ ریستوران کے باہر دیکھ کر چونک گیا۔ اسے سارہ نظر آئی تھی۔

وہ حیرت سے کھانا چھوڑ کر اٹھ گیا لیکن وہ کار میں بیٹھ کر سامنے والی سڑک پر جا رہی تھی۔ ریستوران سے باہر آنے تک وہ کار نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ وہ ان چار دنوں میں کئی بار اپنے

کمرے میں اور بازاروں میں اس کی جھلک دیکھ چکا تھا۔ اس وقت بھی اس کا وجود' فریبِ نظر لگ رہا تھا۔ وہ اپنی میز پر واپس آ کر بیٹھ گیا۔ دل دھڑک دھڑک کر کہہ رہا تھا کہ وہ فریبِ نظر نہیں ہے۔ زندہ ہے۔ اس کے لئے ابھی تک زندہ ہے۔

اس نے سارہ کی آواز اور لہجہ کو گرفت میں لیا۔ پھر خیال خوانی کی پرواز کر کے منزل تک پہنچا تو حیرانی سے اوپر کی سانس اوپر رہ گئی۔ وہ زندہ تھی۔ اس کے جی میں آیا' خوشی سے اچھل پڑے لیکن ریستوران میں تماشا بننے والی بات تھی۔ اس نے خوشی پر قابو پاتے ہوئے سوچا۔ "یہ اچھا ہوا کہ ریستوران کے باہر اس سے سامنا نہیں ہوا' وہ مجھے دیکھ کر بدک جاتی۔ مجھ سے نفرت کرتی ہے۔ مجھے جادوگر سمجھ کر میرے جادو سے بچنے کے لئے پھر خودکشی کر سکتی ہے لیکن یہ زہر پینے کے بعد زندہ کیسے رہ گئی؟"

اس نے سارہ کے خیالات پڑھے۔ پتا چلا اس کی ملازمہ میری نے زہر کی وہ شیشی سنگار میز کی دراز میں سارہ کے سامنے رکھی تھی۔ پھر اس کی عدم موجودگی میں اس شیشی کا زہر پھینک کر اسے اچھی طرح دھو کر اس میں ایسی دوا بھری تھی' جسے پینے کے بعد سارہ پر بیہوشی طاری ہو گئی تھی۔ اس پر یہ نفسیاتی اثر تھا کہ وہ زہر پی چکی ہے۔ اس لئے ذہن میں یہی تکرار تھی کہ زہر اثر دکھا رہا ہے اور وہ موت کی تاریکیوں میں ڈوب رہی ہے۔

ایکسرے مین نے یہی خیالات پڑھے تھے اور ایک مجرم کی طرح گھبرا گیا تھا اور وہاں سے بھاگ گیا تھا۔ چونکہ یہ یقین تھا کہ وہ زہر کھا کر مر چکی ہے' اس لئے اس نے پریشانی اور اس سے محرومی کے باعث اس کے دماغ میں جا کر اس کی موت کی تصدیق نہیں کی تھی۔ اب اس نے فیصلہ کیا کہ اسے ہاتھ سے جانے نہیں دے گا۔ اس کے دماغ میں چپ چاپ رہا کرے گا۔ اس کی ہی سوچ میں اسے اپنی طرف مائل کرتا رہے گا پھر پرگولا گرفتار ہو جائے گا۔ اس کے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے جیری اور تھرمال بھی قابو میں آجائیں گے تب وہ اطمینان سے سارہ کا سامنا کرے گا۔ اس دوران وہ اس کی طرف مائل نہ ہوئی تو تنویمی عمل کے ذریعے اسے اپنی معمولہ بنا لے گا۔

پھر وہ صبح تک پرگولا کے سلسلے میں پریشان رہا۔ وہ گرفت سے نکل بھاگا تھا۔ دوسری طرف عادل نے اسے پریشان کر رکھا تھا۔ اسے یقین تھا کہ وہ شام تک سو کر اٹھے گا تو یہودی تنظیم کے ذہین برادرز اور ٹیلی پیتھی جاننے والے پرگولا اور عادل کو گرفتار کر چکے ہوں گے۔

اس نے شام کو بیدار ہوتے ہی برین آدم کے خیالات پڑھے۔ پتا چلا کہ اب تک دونوں کی گرفتاری عمل میں نہیں آئی ہے۔ ان کا سراغ نہیں مل رہا ہے کہ وہ کہاں روپوش ہو گئے ہیں؟

برین آدم کے خیالات پڑھنے سے ایک نئی بات یہ معلوم ہوئی کہ اسرائیل میں پاشا کی طرح غیر معمولی قوتِ سماعت و بصارت رکھنے والا یہودی ہے اس کا نام جافری ہیرالڈ ہے۔ وہ یہودی وطن پرست اور قوم پرست ہے اور ہر طرح کی پابندی سے آزاد رہ کر یہودی تنظیم کے کام آتا رہے گا۔

ایکسرے مین نے برین آدم کی سوچ میں کہا۔ "ہمیں جافری پر اس وقت تک بھروسا نہیں کرنا چاہئے جب تک وہ ہمارے خیال خوانی کرنے والوں کے زیرِ اثر نہ آئے۔ یہ بڑے کام کا آدمی ہے۔ ہمیں اس کا پتا ٹھکانا معلوم کر کے اس پر قابو پانا چاہئے۔ پھر اس کے ذریعے ادھورے فارمولے مکمل کرائے جا سکتے ہیں۔"

ایک اور ناکامی یہ ہوئی تھی کہ مافیا کی گاڈمدر اپنی تمام اولاد کے ساتھ کہیں روپوش ہو گئی تھی۔ عادل اور پرگولا سمیت جتنے روپوش ہونے والے ہیں' ان میں سے کوئی دوسری رات تک نہ مل سکا تو یہ خیال قائم کیا گیا کہ یہ لوگ اسرائیل کے دوسرے شہروں میں چلے گئے ہیں۔ پولیس اور انٹیلی جنس والوں نے انہیں تلاش کرنے کی مہم کو دوسرے بڑے شہروں تک پھیلا دیا تھا۔ جبکہ اندھیرا چراغ تلے تھا۔ سب کے سب تل ابیب اور حیفا میں موجود تھے۔

ایکسرے مین اتنی ساری الجھنوں میں گرفتار تھا کہ سارہ کی طرف دھیان دینے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ پھر بھی دل کہہ رہا تھا' سارہ اس کے بازوؤں میں آئے گی' اپنے حسن و شباب کی گرمی سے اس کے دماغ کی برف پگھلائے گی تو وہ تمام دشمنوں کے خلاف کارآمد تدابیر سوچنے کے قابل ہو جائے گا۔

اس نے گھڑی دیکھی۔ رات کے گیارہ بجنے والے تھے۔ تل ابیب کے ایک مضافاتی علاقے میں اس کا ایک چھوٹا سا بنگلا تھا۔ اس نے یہ طے کیا کہ ابھی وہاں جائے گا۔ پھر سارہ کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما کر اسے وہاں بلائے گا۔ یہ رات اس حسینہ پر بھاری ہوگی۔ دوسری صبح وہ اس کی معمولہ اور تابعدار بن جائے گی۔

O-☆-O

جافری ہیرالڈ کے ہاتھ میں ایک بریف کیس تھا۔ دوسرا بریف کیس ہیرو کے ہاتھ میں تھا۔ اس میں ہیرو کا پورٹیبل کمپیوٹر رکھا ہوا تھا۔ جافری کے بریف کیس میں ضروری کاغذات کے ساتھ اس کی ایک اہم ڈائری رکھی رہتی تھی لیکن اس رات اس میں سائیلنسر لگے ہوئے ریوالور کا اضافہ ہو گیا تھا۔

وہ دونوں بنگلے سے نکل کر پورچ میں کھڑی ہوئی گاڑی کے پاس آئے۔ ہیرو اسٹیئرنگ سیٹ کا دروازہ کھول کر بیٹھنے لگا۔ جافری نے کہا۔ "میرے دوست! تم نے ڈرائیونگ سیکھی ہے لیکن ڈرائیونگ لائسنس حاصل نہیں کیا ہے۔ کم آن' مجھے ڈرائیو کرنے دو۔"

ہیرو نے اشارے سے کہا "میں ہی ڈرائیو کروں گا۔ تم ساتھ والی سیٹ پر آؤ۔"

وہ بولا۔ "کہیں راستے میں ٹریفک پولیس کے کسی افسر نے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

روک لیا تو ایک بندر سے کار ڈرائیو کرانے کے جرم میں دونوں ہی اندر ہو جائیں گے۔"

ہیرو نے اسے گھور کر دیکھا' پھر اپنا بریف کیس لے کر پچھلی سیٹ پر آگیا۔ جافری نے کہا۔ "اب تم ناراض ہو گئے ہو۔ میرے ساتھ نہیں بیٹھو گے۔ کوئی بات نہیں۔ میری پوری کوشش ہوگی کہ کل تک میں اپنی الگ رہائش اختیار کرلوں۔"

اس نے اسٹیرنگ سیٹ سنبھالی۔ پھر گاڑی اسٹارٹ کرکے آگے بڑھادی۔ اس کی تمام کھڑکیوں میں کلرڈ شیشے تھے۔ باہر والوں کو اندر بیٹھا ہوا ہیرو نظر نہیں آتا تھا۔ جافری نے تیز رفتاری سے ڈرائیو کرتے ہوئے کہا۔ "تم میرے ساتھ تل ابیب سے حیفا تک کئی بار سفر کرچکے ہو۔ ابھی جافہ کی طرف جارہے ہیں۔ ہوسکتا ہے وہاں مجھے اپنے لئے ایک بنگلا مل جائے اور تمہاری علٰحدہ رہنے کی خواہش پوری ہو جائے۔"

ہیرو کی طرف سے خاموشی تھی۔ کیونکہ وہ کمپیوٹر کے بغیر جواب نہیں دے سکتا تھا۔ اس لئے صرف اس کی باتیں سن رہا تھا۔ اگرچہ کھڑکی کے باہر تاریکی تھی۔ شہر سے باہر نکل آنے کے بعد تاریکی اور گہری ہوگئی تھی تاہم وہ اپنی غیر معمولی قوتِ بصارت سے دور تک صاف دیکھ رہا تھا۔ کہیں ویران سا میدانی علاقہ تھا۔ کہیں پہاڑیاں اور درخت دکھائی دے رہے تھے۔ جافری نے ایک جگہ گاڑی موڑ دی۔ ہائی وے کو چھوڑ کر ایک چھوٹے سے راستے پر چلنے لگا۔ ہیرو نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ آرام سے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگائے بیٹھا رہا۔

پھر گاڑی کی رفتار دھیمی ہونے لگی تو ہیرو نے آہستگی سے اپنا بریف کیس کھولا۔ اس میں پورٹیبل کمپیوٹر کے ساتھ ایک سائیلنسر لگا ہوا ریوالور تھا۔ جیسے ہی گاڑی رکی۔ اس نے ریوالور اٹھا کر اس کی نال جافری کی کھوپڑی سے لگادی۔

جافری نے سر گھما کر دیکھا۔ پھر دم بخود رہ گیا۔ اس نے جو چال سوچی تھی' وہی چال ہیرو اس پر آزما رہا تھا۔ وہ پریشان ہو کر بولا۔ "میرے دوست! اس حرکت کا مطلب کیا ہے؟"

وہ مسکرایا پھر ہاتھ کے اشارے سے بولا۔ "اپنا بریف کیس مجھے دو۔"

جافری نے پوچھا۔ "تم میرا بریف کیس کیوں مانگ رہے ہو؟ کیا تم مجھے گولی مار کر احسان فراموش کہلانا چاہتے ہو؟"

ہیرو نے ریوالور کی نال اس کی پیشانی سے لگائی۔ وہ سہم کر اپنا بریف کیس اٹھا کر دیتے ہوئے بولا۔ "اسے لے کر کیا کروگے؟ اس میں کچھ نہیں ہے۔"

وہ بریف کیس لے کر گاڑی سے باہر آگیا۔ پھر اسے نشانے پر رکھ کر باہر نکل آنے کا اشارہ کیا۔ جافری نے عیش و عشرت کی طویل زندگی گزارنے کے لئے بڑے کامیاب تجربات کئے تھے۔ بوڑھے سے جوان ہوگیا تھا ایک غیر معمولی انسان بن گیا تھا۔ اب اتنی آسانی سے مرنا نہیں چاہتا تھا۔ وہ ہیرو کے حکم کی تعمیل کرتا ہوا باہر آگیا۔ گن پوائنٹ پر چلتا ہوا گاڑی کے بونٹ کے پاس آیا۔ ہیرو نے بریف کیس کو بونٹ پر رکھ کر اشاروں سے پوچھا۔ "نمبر بتاؤ؟"

اسے نمبر بتانا پڑا۔ ان نمبروں کے مطابق بریف کیس کھل گیا۔ اندر سے سائیلنسر لگا ہوا ریوالور برآمد ہوگیا۔ جافری نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ "یہ' اسے میں نے اپنی حفاظت کے لئے رکھا ہے۔"

ہیرو کے دو ہاتھوں میں دو ریوالور تھے۔ اس نے جافری کے ریوالور سے اس کے قدموں کی طرف گولی چلائی۔ پہلے ایک گولی' پھر دوسری گولی۔ اس کے قدموں کے پاس مٹی اڑتی گئی۔ وہ اچھل اچھل کر بولا۔ "یہ..... یہ کیا کر رہے ہو؟ کیا اپنے محسن کو ماردوگے؟"

اس نے اور چار گولیاں اس کے دائیں بائیں چلائیں۔ پھر ریوالور خالی ہوتے ہی اس کی طرف اچھال دیا۔ جافری نے اسے کیچ کیا۔ مگر وہ اب اس کے کام کا نہیں رہا تھا۔ ہیرو نے اشاروں کی زبان سے کہا۔ "یہ وہی ریوالور ہے' جس سے تم مجھے ہلاک کرنا چاہتے تھے۔ لو اب گولیاں چلاؤ۔"

وہ عاجزی سے بولا۔ "تم غلط سمجھ رہے ہو۔ میں تمہیں ہلاک کرنا نہیں چاہتا تھا۔"

ہیرو نے اپنے ریوالور کی بھی پانچ گولیاں چلائی۔ پھر ہر گولی کے ساتھ اشاروں میں کہتا گیا۔ "اقرار کرو کہ مجھے قتل کرنا چاہتے تھے۔"

دوسرے ریوالور کی بھی پانچ گولیاں ضائع ہوگئیں۔ ہیرو نے ریوالور کے چیمبر سے آخری گولی نکال کر اپنی جیب میں رکھی۔ جیسے ہی وہ خالی ہوا' جافری نے اس پر چھلانگ لگائی۔ اسے گھونسے مارتا ہوا پیچھے لے گیا۔ پھر وہ اچانک انسان سے بندر کی خصلت پر آگیا۔ یکبارگی فضا میں اچھل کر مقابل کے سر پر سے گزر کر پیچھے آیا پھر اس کے پلٹتے ہی ایک لات اس کے منہ پر ماری۔ دونوں شہ زور تھے۔ غیر معمولی جسمانی قوتوں کے حامل تھے۔ جافری کی یہ بدبختی تھی کہ وہ بندر نہیں تھا۔ فضا میں قلابازیاں نہیں کھا سکتا تھا اور فلائنگ کک نہیں مار سکتا تھا۔ اس لئے مارنے سے زیادہ مار کھا رہا تھا۔

پندرہ منٹ کے مقابلے میں جافری لہولہان ہوگیا۔ لڑکھڑاتے ہوئے کہنے لگا۔ "رک جاؤ۔ کیا مجھے جان سے ماردوگے؟"

ہیرو نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا پھر اس کی پٹائی کی۔ وہ کبھی اٹھ رہا تھا' کبھی ہاتھ اور لات کھا کر گر رہا تھا۔ اگر جسمانی طور پر کمزور ہوتا تو اتنی مار کھانے کے بعد مرچکا ہوتا۔ یہ بات ہیرو اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ صرف لات اور گھونسوں سے نہیں مرے گا۔

وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا گاڑی کے بونٹ کے پاس آیا۔ وہاں سے زمین پر پڑے ہوئے اپنے ریوالور کو اٹھایا۔ جب اپنی جیب سے آخری گولی نکال کر چیمبر میں ڈالنے لگا تو جافری گڑگڑایا۔ "نہیں ہیرو! فار گاڈ سیک' مجھے گولی نہ مارنا۔ میں تمہارا خالق ہوں۔ تم بندر تھے۔ میں نے تمہیں انسان بنادیا۔ آج میں تم سے اپنے احسانات کا بدلہ چاہتا ہوں۔ مجھے ان تمام احسانات کے بدلے زندگی دیدو۔"

ہیرو نے اس کا نشانہ لیا۔ پھر ایک ہاتھ کے اشارے سے بولا۔ "اقرار کرو کہ مجھے قتل کرنا چاہتے تھے۔"

وہ زمین پر پڑا ہوا تھا۔ دونوں ہاتھ جوڑ کر کہہ رہا تھا۔ "ہاں ہاں میں اقرار کرتا ہوں میں بہت بڑی غلطی کر رہا تھا۔ تمہیں مار ڈالنا چاہتا تھا۔ مگر اب......"

بات پوری ہونے سے پہلے آخری گولی اس کے سینے میں پیوست ہوگئی۔ وہ زمین پر مرغِ بسمل کی طرح تڑپنے لگا۔ ایسے وقت کمزور افراد خوش نصیب ہوتے ہیں۔ گولی کھاتے ہی ان کا دم نکل جاتا ہے۔ جافری کے لئے غیر معمولی جسمانی قوت عذاب بن گئی تھی۔ آسانی سے نہیں نکل رہی تھی۔

چونکہ ہیرو خود ایسی قوتوں کا حامل تھا اس لئے خوب سمجھتا تھا کہ جافری ہاتھوں اور لاتوں سے تھوڑا مرے گا' ریوالور کی گولی سے آدھا مرے گا۔ اور.....

اس نے گاڑی کی ڈکی سے پیٹرول کا کین نکالا پھر اس پر پیٹرول چھڑک کر آگ لگادی۔

وہ واپسی میں گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔ اس کے پاس ڈرائیونگ لائسنس نہیں تھا۔ جس کا لائسنس تھا' جس کی گاڑی تھی' وہ جل کر کوئلہ ہوگیا تھا۔ کوئی اس کا لائسنس اور تصویر دیکھ کر بھی اسے نہیں پہچان سکتا تھا۔

جافری اپنی ہی دشمنی کے نتیجے میں ہلاک ہوا۔ ہیرو اسے مارنا نہیں چاہتا تھا۔ کیونکہ اسے اتنی بڑی دنیا میں ایک اچھے ساتھی کی ضرورت تھی۔ اگر جافری چاہتا تو رفتہ رفتہ اسے انسانوں کی دنیا میں متعارف کرا سکتا تھا۔ لیکن وہ اسے ہمیشہ چار دیواری میں قید رکھنا چاہتا تھا۔

ہیرو نے اپنی جان تو بچالی تھی لیکن اب بھی وہی مسئلہ تھا کہ کسی اچھے ساتھی کے بغیر انسانوں کے درمیان آئے گا تو تماشا بھی بنے گا اور لوگ اسے پریشان بھی کریں گے۔ پھر یہ کہ جب تک منظر عام پر نہیں آئے گا' تب تک پہلے کی طرح چار دیواری میں چھپا رہے گا۔ اور چھپا رہے گا تو زندگی کی ضروریات کیسے پوری کرے گا؟؟

اس مسئلے کا حل ایک ہی تھا کہ کوئی قابلِ اعتماد ساتھی یا کوئی وفادار ملازم ملے۔ لیکن یہ وفادار اور قابلِ اعتماد لوگ کہاں ملتے ہیں؟ انسانوں کی دنیا میں تو بڑی مشکل سے ملتے ہیں۔ ہیرو کی زندگی میں بڑا مشکل وقت آپڑا۔

اس نے بنگلے کے پورچ میں گاڑی روک دی۔ بنگلے کے اندر تاریکی تھی۔ اسے اور جافری کو بجلی کی روشنی کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔ وہ اندھیرے میں گھر کے اندر کا ایک ایک تنکا دیکھ لیتے تھے۔ ویسے دنیا والوں کو دکھانے کے لئے ایک یا دو کمروں کی لائٹس آن رکھتے تھے۔

اس نے اندر آکر جافری کے کمرے کی تلاشی لی۔ اس کے سیف سے تمام رقم نکال کر ایک اٹیچی میں رکھ لی۔ پھر وہ اس کمرے میں آیا' جسے لیبارٹری بنایا گیا تھا۔ جافری نے غیر معمولی سماعت و بصارت اور حیرت انگیز جسمانی قوتیں حاصل کرنے کی دوائیں اور انجکشن تیار کرکے وہاں ایک سیف میں رکھے تھے۔ اسے اندیشہ تھا کہ کبھی اچانک کسی وجہ سے بوڑھا یا کمزور ہوگا تو پھر وہ دوائیں استعمال کرے گا۔

ہیرو نے وہ تمام دوائیں نکال کر ایک چھوٹی سی اٹیچی میں اپنے کپڑوں کے درمیان رکھ لیں۔ وہ ڈائری بھی رکھی' جس میں دواؤں کے استعمال کا طریقہ لکھا ہوا تھا۔ دواؤں کے فارمولے کہیں لکھے ہوئے نہیں تھے کیونکہ وہ جافری کو زبانی یاد تھے اور اب وہ فارمولے اسی کے ساتھ نابود ہوگئے تھے۔

وہ ایک جگہ بیٹھا' تھوڑی دیر تک سوچتا رہا۔ دو باتیں اہم تھیں ایک تو یہ کہ اسے وہ جگہ چھوڑ دینا چاہئے اور کوئی نئی رہائش گاہ تلاش کرنا چاہیے لیکن شاید کوئی نصف بندر اور نصف انسان کو کرائے پر مکان نہ دے۔ انسان بے شک بندر پالتا ہے مگر کوئی اسے پالنے کے لئے تیار نہ ہوگا۔

وہ اٹیچی اور پورٹیبل کمپیوٹر اٹھا کر پھر گاڑی میں آگیا۔ ڈکی سے کین نکال کر پیٹرول کی ٹنکی فل کی۔ ایک اور راستہ یہ تھا کہ وہ شہر سے دور کسی ایسے ویرانے میں چلا جائے' جہاں دو چار مکانات ہوں۔ لوگ زیادہ نہ ہوں وہ کم لوگوں کے درمیان تھوڑی دیر عجوبہ بن کر ان سے دوستی کرسکے گا۔

O..☆..O

پرگولا نے وان لوئن پر تنویمی عمل کرنے کے بعد اسے چند گھنٹوں کے لئے سلا دیا تھا۔ عمل کرنے سے پہلے ثریا کے ایک گارڈ نے کہا تھا۔ "تم ہمارے سامنے عمل کروگے تاکہ ہمیں معلوم ہو کہ تم دھوکا نہیں دے رہے ہو۔"

پرگولا نے کہا "تنویمی عمل تنہائی میں ہوتا ہے۔ کسی تیسرے کی مداخلت نہیں ہونی چاہئے۔"

دوسرے گارڈ نے کہا۔ "ہم عمل کے دوران بالکل خاموش رہیں گے۔ تم وان لوئن کے دماغ کو صرف لاک کروگے۔ دوسرے خیال خوانی کرنے والوں کا راستہ روکنے کی باتیں نقش کروگے تو ہم مداخلت نہیں کریں گے۔ لیکن کوئی اور بات اس کے دماغ میں ٹھونسنا چاہوگے تو ہم تمہیں گولی ماردیں گے۔"

وہ بولا۔ "اچھی بات ہے۔ میں تمہارے سامنے عمل کر رہا ہوں۔"

وان لوئن ایک بستر پر آکر لیٹ گیا۔ جیری نے پوچھا۔ "باس!

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اب کیا کیا جائے؟"

"تم وان لوئن کے دماغ پر قبضہ جمائے رہو۔ میں عمل کے دوران جو بولوں گا' اس کا جواب تم وان لوئن کی زبان سے دو گے۔ میں اسے تنویمی نیند سونے کا حکم دوں گا۔ تم اس کی آنکھیں بند کر دو گے۔"

جیری نے اس کی ہدایات پر عمل کیا۔ ایک گارڈ وہاں موجود تھا۔ پرگولا اس کے سامنے بڑے رعب اور دبدبے سے تنویمی عمل کرتا رہا۔ کچھ سوالات کرتا رہا' جن کے جوابات وان لوئن کی زبان سے جیری دیتا رہا۔

پرگولا نے حکم دیا کہ وہ آئندہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روکے گا پھر دشمنوں کو بھگا کر سانس لیا کرے گا۔ وان لوئن نے کہا کہ وہ ایسا ہی کرے گا۔ پھر اس نے حکم دیا کہ وہ تنویمی نیند سو جائے۔ اس کے ساتھ ہی وان لوئن نے آنکھیں بند کر لیں۔

نگرانی کرنے والا گارڈ مطمئن ہو کر پرگولا کے ساتھ کمرے سے باہر آگیا۔ اس کمرے کے دروازے کو باہر سے بند کر دیا گیا تاکہ وان لوئن آرام سے سوتا رہے۔ دونوں گارڈز اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے کہ اب ان کی مالکہ کے بیٹے کے پاس کوئی نہیں جا رہا ہے۔ جبکہ جیری اس کے اندر تھا۔ اسے تھپک تھپک کر سلانے کے بعد اسے پرگولا کا معمول اور تابعدار بنا رہا تھا۔

ثریا کے تین گارڈز تھے۔ پرگولا ایک کو پہلے ہی تابعدار بنا چکا تھا۔ اس نے اس تابعدار کو بازار بھیج کر اعصاب کو کمزور کرنے والی دوا منگوائی تھی۔ ایک گھنٹے بعد ثریا اپنی دو بیٹیوں کے ساتھ آگئی۔ جو گارڈ پرگولا کا تابعدار تھا۔ اس کے ذریعے تھربال نے چائے بنوائی اور اس میں وہ دوا حل کرائی۔ ٹریسا اپنے بیٹے کو تنویمی نیند سوتے دیکھ کر مطمئن ہو گئی تھی۔ اس نے پرگولا سے کہا۔ "اگر تمہارا یہ عمل کامیاب رہے گا اور میرا بیٹا ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے محفوظ رہے گا تو میں تمہیں منہ مانگا انعام دوں گی۔"

وہ بولا۔ "میرا سب سے بڑا انعام یہی ہو گا کہ میں آپ کی خدمت آئندہ بھی کرتا رہوں۔"

سب کے سامنے چائے کی پیالیاں پہنچ گئیں۔ میکسی غسل کرنے گئی تھی۔ ثریا اور ماسیلا وہ چائے پینے لگیں۔ باہر بیٹھے ہوئے دو گارڈز کے ہاتھوں میں بھی پیالیاں تھما دی گئیں۔ وہ بھی تھکے ہوئے آئے تھے۔ چائے کو نعمت سمجھ کر پینے لگے۔

میکسی غسل سے فارغ ہو کر کمرے میں آئی۔ پھر آئینے کے سامنے گیلے بالوں کو تولیے سے خشک کرنے لگی۔ آئینے کے قریب دروازہ تھا۔ اس بند دروازے کے دوسری طرف سے اس نے اپنی ماں کی آواز سنی۔ وہ اپنے گارڈ سے غصے میں پوچھ رہی تھی۔ "یہ چائے کیسی تھی؟ میرا دل گھبرا رہا ہے۔ سچ سچ بتاؤ کیا تم نے اس میں کچھ ملایا ہے؟"

میکسی آئینے کے سامنے سے ہٹ کر دروازے کے قریب آئی۔ اسے اپنی بہن ماسیلا کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "ممی! میرا بھی دل گھبرا رہا ہے۔ میں کمزوری محسوس کر رہی ہوں۔ کچھ گڑبڑ ہے ممی!"

پرگولا کا قہقہہ سنائی گیا۔ پھر وہ بولا۔ "چائے تو حلق سے اتر گئی تم میں سے کوئی اگل نہیں سکے گا۔ گاڈمدر! میں نے تیرے بیٹے کو اپنا غلام بنا لیا۔ تم سب کے دماغوں کو بھی اس لئے کمزور بنایا ہے کہ میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے اب تیرے پورے خاندان کو میرا تابعدار بنائیں گے۔"

میکسی بند کمرے میں تن کر کھڑی ہو گئی۔ فوراً یہ سمجھ میں آگیا کہ پورا خاندان اس ہپناٹزم جاننے والے کے جال میں پھنس گیا ہے۔ اور اب اس کی باری ہے۔ وہ بچاؤ کی تدبیر سوچ رہی تھی اور پرگولا کا یہ دعویٰ سن رہی تھی کہ اس نے تینوں مسلح گارڈ کو بھی اپنے قابو میں کر لیا ہے۔ گویا وہ کسی گارڈز پر بھی بھروسا نہیں کر سکتی تھی۔

وہ تیزی سے چلتی ہوئی پچھلے دروازے کے پاس آئی۔ اسے کھول کر دیکھا۔ مکان کے پچھلے حصے میں کوئی نہیں تھا۔ اس نے اپنا پرس اٹھایا۔ پھر دروازے سے باہر آکر تیزی سے چلتی ہوئی احاطے کی دیوار کے پاس آئی۔ معمول بن جانے والے گارڈ نے دور سے اسے دیکھ کر للکارا۔ "رک جاؤ۔ یہاں سے جاؤ گی تو تمہاری ماں اور بھائی زندہ نہیں رہیں گے۔"

وہ اچھل کر دیوار پر چڑھ گئی۔ گارڈ دوڑتا آرہا تھا۔ وہ دیوار کے دوسری طرف کود کر بھاگنے لگی۔ اپنے ہی مسلح گارڈ کی للکار نے ثابت کر دیا تھا کہ جن محافظوں پر بھروسا کرنا چاہئے وہ بلاشبہ اس ہپناٹزم جاننے والے شیطان کے وفادار بن گئے ہیں۔

اس نے دور جانے کے بعد پلٹ کر اس مکان کی طرف دیکھا۔ گارڈ اس کا تعاقب نہیں کر رہا تھا۔ وہ ایسے علاقے میں تھی' جہاں لوگوں کی اور ٹریفک کی چہل پہل تھی۔ وہ سوچنے لگی کہ کہاں جائے؟ کس سے مدد حاصل کرے؟ پولیس والوں سے مدد حاصل کرتی تو بھید کھل جاتا کہ وہ مافیا کی گاڈمدر کی بیٹی ہے۔ وہ ہپناٹزم جاننے والا دشمن ان کا بھید کھول دیتا۔ وہ زبردست ماں کی بیٹی تھی۔ بڑی طاقتور تنظیم کی اہم فرد تھی مگر اچانک تمام طاقتوں سے محروم ہو گئی تھی۔ ذہن خالی خالی سا ہو گیا تھا۔ وہ کچھ سوچنے کے قابل نہیں رہی تھی۔

مصیبت کے وقت صرف اپنے ہی یاد آتے ہیں۔ اسے یاد آیا۔ ایک اپنی ہے' جو ایسے وقت بڑے سے بڑے دشمن کو منہ توڑ جواب دے سکتی ہے اور پوری فیملی کو پچھلی رات کی طرح آج رات بھی مصیبتوں سے نکال سکتی ہے۔

وہ تیزی سے چلتی ہوئی ایک بوتھ میں آئی۔ دروازے کو بند کیا۔ پرس میں سے ٹیلیفون کارڈ نکال کر ریسیور اٹھایا۔ کارڈ کو فٹ کیا۔ پھر اناتا لا کے نمبر ڈائل کئے۔ رابطہ قائم ہونے میں دیر نہیں لگی۔ ٹیلیفون کی گھنٹی سن کر میں نے ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف سے وہ بولی۔ "میں میکسی بول رہی ہوں۔ اناتالا کی بہن ہوں۔ فوراً اناتالا اور عادل کو فون دو۔"

میں عادل کو ریسیور دے کر اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ ادھر سے میکسی کہہ رہی تھی۔ "ہیلو کون عادل؟ ہاں میں ہوں میکسی۔ ہم بڑی مصیبت میں پھنس گئے ہیں۔ ایک ہپناٹائز کرنے والے نے برادر وان لوئن کو اپنا تابعدار بنا لیا ہے۔ میری ممی اور ماسیلا کو دماغی کمزوریوں میں مبتلا کر دیا ہے۔ اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے اب ممی اور ماسیلا کو بھی معمولہ اور تابعدار بنا لیں گے۔ فار گاڈ سیک' اس شیطان سے انہیں نجات دلاؤ۔"

عادل نے پوچھا۔ "تم ابھی کہاں ہو؟"

"حیفا میں انڈسٹرل ایریا کی سپر مارکیٹ میں ہوں۔ پلیز' جلدی آؤ۔ وہ مکان یہاں سے قریب ہے' جہاں ممی' برادر اور ماسیلا کو قیدی بنایا گیا ہے۔"

میں نے عادل کی زبان سے کہا۔ "ہم تل ابیب میں ہیں' وہاں تک پہنچنے میں ڈیڑھ گھنٹا لگے گا..... تب تک وہ شیطان انہیں لے کر کہیں چلا جائے گا۔ پھر ہم انہیں تلاش نہیں کر سکیں گے۔ تم انہیں بچانا چاہتی ہو تو میرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنے دماغ میں آنے دو۔ پھر وہ جیسا کہیں' ویسا کرتی جاؤ۔"

"میں اپنے دماغ میں انہیں آنے دوں گی۔ انہیں جلد میرے پاس بھیج دو۔"

میں نے اس کے اندر پہنچ کر کہا۔ "سانس نہ روکنا۔ میں عادل کی طرف سے آیا ہوا ریسیور رکھ دو اور فوراً اس مکان کی طرف چلو۔"

وہ ریسیور رکھ کر بولی۔ "میں وہاں جاؤں گی تو وہ مجھے بھی پکڑ لیں گے۔"

"مجھ پر بھروسا کرو اور چلو۔"

وہ بوتھ سے نکل کر تیزی سے ادھر جانے لگی۔ میں نے کہا۔ "یاد رکھو۔ جب میں یا میرے ساتھی تمہارے پاس آئیں گے وہ کوڈ ورڈز کے طور پر کہیں گے' وی آر فار عادل' میں صرف چند سیکنڈ کے لئے جا رہا ہوں۔ ابھی آؤں گا۔"

میں نے لیلیٰ کے پاس آکر کہا۔ "ثانی اور باربرا کو میرے پاس بھیج دو۔ تم عادل اور اناتا کا خیال رکھو۔"

میں پھر میکسی کے پاس آیا۔ وہ سانس روکنا چاہتی تھی۔ میں نے کہا۔ "وی آر فار عادل۔"

وہ مطمئن ہو کر بولی "وہ سامنے مکان ہے۔ کیا اندر جاؤں؟"

"بے دھڑک جاؤ۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔"

"مم مگر ممی نے ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ اپنے کسی سگے کو نجات دلانے کے لئے کبھی دشمن کے اڈے میں نہیں جانا چاہئے۔ ورنہ ایک سگے کے ساتھ دوسرا سگا بھی جال میں پھنس جائے گا۔"

"تو پھر یہیں کھڑی رہ کر انتظار کرو۔ تمہارے سگوں کی لاشیں جلد ہی دیکھنے کو ملیں گی۔"

"ایسی منحوس باتیں نہ کرو۔"

"منحوس تو تم ہو' تمہارا پورا خاندان ہے۔ ہم نے کل رات تم سب کو یہودیوں سے بچایا۔ تمہیں محفوظ پناہ گاہ دی مگر تم لوگ خود کو بہت چالاک اور طاقتور سمجھتے ہو۔ آزادی کے لئے ہم سے دور بھاگے اور یہاں غلامی کی زنجیریں پہن لیں۔ جبکہ ہم نے تمہیں غلام نہیں بنایا تھا۔"

یہ کہتے ہی میں نے اس کے دماغ میں اچانک زلزلہ پیدا کیا پھر اسے منہ کھولنے نہیں دیا۔ وہ تکلیف کی شدت سے چیخنا چاہتی تھی لیکن منہ نہیں کھول سکتی تھی۔ زمین پر گر کر تڑپ رہی تھی۔ مکان کے پچھواڑے رات کی تاریکی میں اسے کوئی دیکھنے اور سنبھالنے والا نہیں تھا۔

میں نے ایسا مجبوراً کیا تھا کیونکہ وہ میرے منہ سے سخت باتیں سن کر سانس روکنے والی تھی۔ میں اس کے دماغ سے نکل جاتا تو اس کی فیملی کو بچانے کا یہ ایک راستہ رک جاتا۔ مجھے اس فیملی سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ میں صرف انا کی خاطر ان کے لئے کچھ کوشش کرنے آگیا تھا۔

میں نے کہا۔ "فوراً سنبھلنے کی کوشش کرو اور اٹھ کر مکان کے اندر جاؤ۔ ورنہ وہ دشمن یہاں سے بھاگ جائیں گے۔"

وہ تکلیف سے کراہ رہی تھی۔ اس کا سر پھوڑے کی طرح دکھ رہا تھا۔ وہ فوراً ہی سنبھل نہیں سکتی تھی۔ میں نے اس میں توانائی پیدا کی۔ اسے اٹھنے پر مجبور کیا۔ وہ اٹھ کر ڈگمگانے لگی۔ احاطے کی دیوار کو پکڑ کر ایک طرف چلنے لگی۔ اس میں اتنی طاقت نہیں رہی تھی کہ وہ دیوار پر چڑھ کر دوسری طرف احاطے میں جاتی۔ میں اسے چلاتے ہوئے گیٹ کی طرف لایا۔ وہ گیٹ سے داخل ہو کر مکان کی طرف جانے لگی تو ایک گارڈ نے کہا۔ "وہ دیکھو' میکسی واپس آرہی ہے۔"

میں آواز سنتے ہی اس گارڈ کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے ذریعے دیکھا۔ پرگولا تیزی سے چلتا ہوا برآمدے میں آگیا تھا۔ میکسی کو دیکھتے ہی خوش ہو کر بولا۔ "آؤ آؤ میری جان! کیا تم سے چلا نہیں جا رہا ہے؟ کہاں سے ٹوٹ پھوٹ کر آرہی ہو؟"

میں گارڈ کے ذریعے معلومات حاصل کر رہا تھا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ وان لوئن پر بہت پہلے ہی عمل ہو چکا ہے۔ گاڈمدر ثریا اور ماسیلا بستر پر غافل پڑی ہوئی ہیں۔ اس بات سے میں نے اندازہ لگایا کہ جیری اور تھربال ان ماں بیٹی پر تنویمی عمل کر رہے ہیں۔ ان کے علاوہ دو گارڈز بھی مضر چائے پی کر بیماروں کی طرح مکان کے ایک اندرونی حصے میں پڑے ہیں۔ میں تیسرے گارڈ کے دماغ میں تھا۔

پرگولا نے میکسی کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا۔ پھر اسے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

بازوؤں میں جکڑ کر بولا۔ "تُو پولیس کی مدد نہیں لے سکتی تھی پھر بھاگ کر کہاں گئی تھی؟ کیا اپنے کسی یار کو بلانے گئی تھی؟"

میں نے گارڈ کی زبان سے کہا۔ "یار کو نہیں مددگار کو بلانے گئی تھی۔ وہ آگیا ہے تمہارے پیچھے ہے۔"

اس نے فوراً ہی میکسی کو چھوڑ کر پیچھے گھوم کر گارڈ کو دیکھا پھر غصے سے پوچھا۔ "تُو کیا بک رہا ہے؟"

میں نے ایک الٹا ہاتھ اس کے منہ پر رسید کیا۔ وہ پیچھے جا کر دیوار سے ٹکرا گیا۔ غصے اور جنون میں گارڈ پر حملہ کرنے کا ارادہ تھا مگر اس کے ہاتھ میں ریوالور دیکھ کر گڑبڑا گیا۔ میں گارڈ کی جیب سے سائیلنسر نکال کر ریوالور میں لگا رہا تھا۔ وہ حیرانی سے بولا۔ "تم‘ تم مجھے مارو گے؟ نہیں تم میرے تابعدار ہو۔"

میں نے کہا۔ "اس تابعدار کے دماغ پر میرا قبضہ ہے۔"

وہ بے یقینی سے بولا۔ "تم یہ کیا کہہ رہے ہو؟ یہاں کون تمہارے دماغ پر قبضہ جمانے آئے گا؟"

"وہی جس نے صبح منہ اندھیرے تمہیں دریا میں ڈبویا تھا۔ پھر دریا سے باہر لا کر تمہاری پٹائی کی تھی۔"

وہ شدید حیرانی اور پریشانی سے گارڈ کو دیکھتے ہوئے بولا۔ "تت...... تم وہ دریا کنارے والے ہو؟"

"ہاں یقین نہ کرو‘ تب بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ ابھی تم اپنے انجام کے متعلق سوچو۔"

وہ بے بسی سے بولا۔ "برادر! تم کون ہو؟ کیوں صبح سے میرے پیچھے پڑے ہو۔"

"میں چاہتا تو تمہیں دریا میں ڈبونے کے بعد نکلنے نہیں دیتا۔ لیکن جب خدا شیطان کو نہیں مارتا‘ اسے ڈھیل دیتا ہے تو پھر میں تمہیں کیسے مارتا؟ میں بھی تمہیں ڈھیل دے کر وہاں سے چلا آیا تھا۔ اب بولو تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں؟"

"تم یہاں پچھتاؤ گے۔ میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس گارڈ کے ہاتھ سے ریوالور گرا دیں گے۔"

"کیسے گرائیں گے؟ جیری اور تھربال ان ماں بیٹی پر عمل کرنے میں مصروف ہیں۔ انہیں خبر نہیں ہے کہ تم پر کیا گزر رہی ہے؟"

"وہ ایک قریبی کمرے میں ہیں۔ میری آواز سنتے ہی عمل چھوڑ کر چلے آئیں گے۔"

میں نے گارڈ کے ذریعے گولی چلائی۔ وہ گولی پرگولا کی ران کا گوشت ادھیڑتے ہوئے گزر گئی۔ وہ لڑکھڑا کر برآمدے کے فرش پر گر پڑا۔ میں نے فوراً ہی اس کے اندر پہنچ کر اس کا منہ بند کر دیا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ وہ چیخ مار کر جیری اور تھربال تک اپنی آواز پہنچانا چاہتا ہے۔

"اپنی آواز ان دونوں کو نہیں سنا سکو گے۔ میں نے سنا ہے‘ تم شیطانی دماغ رکھتے ہو۔ خیال خوانی کرنے والے تمہارے دماغ پر اثر انداز ہونے میں ناکام رہتے ہیں مگر یاد رکھو‘ کسی شیطانی طریقے سے مجھے یہاں سے نکالو گے تو میں گارڈ کے اندر پہنچ کر دوسری گولی چلاؤں گا۔"

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا۔ "مجھے فوری طبی امداد پہنچاؤ۔ میرے اندر سے گولی نکالو۔"

"بکواس مت کر۔ گولی آرپار ہو گئی ہے۔ کیا دوسری سینے کے آرپار کر دوں؟"

"نن...... نہیں۔ گولی نہ چلانا۔ تمہارا کوئی خدا ہو گا تو میں اس کا واسطہ دیتا ہوں۔ مجھے اتنا بتا دو کہ مجھ سے کیا دشمنی ہے۔ کیا میں نے کبھی تمہیں کوئی نقصان پہنچایا ہے؟"

"کیا مرینا نے کبھی تمہیں نقصان پہنچایا تھا؟ کیا گاڈمدر یا اس کی کسی اولاد نے تمہارا کچھ بگاڑا تھا؟ کیا جیری اور تھربال اپنی مرضی سے تمہارے غلام بن گئے ہیں؟ ہرگز نہیں‘ تم نے انہیں جبراً اسیر کر رکھا ہے۔"

"میں ایسی شیطانی حرکتوں سے فائدے حاصل کرتا رہتا ہوں۔ تمہیں میری دشمنی سے کیا حاصل ہو رہا ہے؟"

"شیطان پر غالب آنے کی مسرتیں حاصل ہو رہی ہیں۔"

ایسے وقت جیری کی آواز سنائی دی۔ "باس! یہ آپ کس سے باتیں کر رہے ہیں؟ آپ کی سوچ بتا رہی ہے کہ اس شخص نے آپ پر گولی چلائی ہے۔"

میں نے کہا۔ "ہاں‘ تمہیں خوش ہونا چاہئے۔ اگر میں اسے گولی مار دوں تو تمہیں غلامی سے نجات مل جائے گی۔"

جیری نے کہا۔ "نہیں مسٹر اجنبی! ہمیں باس کی زندگی اور اپنی غلامی عزیز ہے۔ ہم سے سمجھوتا کرو۔"

"کیا سمجھوتا کرنا چاہتے ہو؟"

"ہم گاڈمدر اور اس کی فیملی کو آزاد کر دیں گے۔ تم باس کو یہاں سے جانے دو۔"

"ٹھیک ہے‘ جب اس فیملی کو پہلی جیسی آزادی ملے گی تو پرگولا یہاں سے جائے گا۔"

"سمجھو آزادی مل گئی۔ ہم انہیں چھوڑ کر باس کو لے جا رہے ہیں۔"

"ابھی دودھ پیتے بچے ہو۔ چالاک نہ بنو۔ میں اور میرے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے اگلے بارہ گھنٹوں تک اس فیملی کی آزادی کا یقین کریں گے۔ اس دوران تم نے اور تھربال نے کوئی مکاری دکھائی تو میں تمہارے اس شیطان باس کو جہنم میں پہنچا دوں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ ہم ابھی یقین دلاتے ہیں۔ اپنے خیال خوانی کرنے والوں سے کہو‘ ثریا‘ وان لوئن اور رامیلا کے دماغوں میں آکر دیکھیں ہم ابھی اپنے تنویمی عمل کا توڑ کریں گے۔"

"تمہاری اطلاع کے لئے عرض ہے کہ میرے لوگ توڑ کر چکے ہیں۔ ابھی تم دونوں ثریا اور رامیلا پر عمل کر رہے تھے۔ ایسے وقت میرے لوگ بھی وہاں موجود تھے۔ تم دونوں اتنی دیر تک ماں بیٹی کے پاس جھک مارتے رہے ہو۔"

تھوڑی دیر پہلے ثانی نے مجھے یہ بات آکر بتائی تھی کہ وہ باربرا اور سلمان ان تینوں ماں بچوں کے اندر جا رہے ہیں اور دشمنوں کے عمل کا توڑ کرنے والے ہیں۔

میں نے کہا۔ "پرگولا! زندہ رہنا چاہتے ہو تو جیری اور تھربال کو حکم دو کہ وہ ان تینوں کے دماغوں میں نہ جائیں۔ تم بارہ گھنٹے تک یہاں قید رہو گے۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو؟ میرا زخم گہرا ہے۔ مجھے ڈاکٹر اور علاج کی ضرورت ہے۔"

"میکسی ڈاکٹر ہے۔ یہ تمہاری مرہم پٹی کرے گی۔"

گارڈ پرگولا کو فرش پر گھسیٹتا ہوا ایک خالی کمرے میں لے گیا۔ میں نے میکسی کے پاس آکر پوچھا۔ "تمہاری کھوپڑی سلامت ہے یا نہیں؟"

وہ شرمندہ سی ہو کر بولی۔ "میں نے آپ پر بھروسا نہیں کیا۔ اس کی آپ نے خوب سزا دی ہے۔ میرا سر ابھی تک دکھ رہا ہے۔ مگر میں بہت خوش ہوں۔ آپ لوگوں نے آج دوسری بار ہمارے پورے خاندان کو تباہی سے بچایا ہے۔"

"تم ڈاکٹر ہو‘ پرگولا کی مرہم پٹی کرو۔"

"کیا اس ہپناٹائز کرنے والے شیطان کا نام پرگولا ہے؟"

"ہاں‘ اس سے یہی سمجھوتا ہوا ہے کہ میں اسے زندہ چھوڑوں گا اور وہ تم لوگوں کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔ بارہ گھنٹے بعد یہاں سے چلا جائے گا۔"

"یہاں بارہ گھنٹے کیوں رہے گا؟ میں اس کی صورت نہیں دیکھنا چاہتی ہوں۔"

میں نے اسے وضاحت سے سمجھایا کہ جب تک اس کی ماں‘ بھائی اور بہن کے دماغوں سے اس کے خیال خوانی کرنے والوں کے اثرات ختم نہیں ہوں گے‘ پرگولا کو یرغمال بنا کر رکھا جائے گا۔

وہ خوش اور مطمئن ہو کر اس کی مرہم پٹی کے لئے جانے لگی۔ ممّا نے کہا۔ "پہلے انا کو فون پر اپنی خیریت سے آگاہ کرو۔"

میں نے ثانی کے پاس آکر کہا "بیٹی! یہاں دو گارڈ اعصابی کمزوریوں میں مبتلا ہیں۔ جیری اور تھربال ان کے ذریعے کوئی شیطانی چال چل سکتے ہیں۔ ان کا بھی کچھ علاج ضرور کرنا۔"

"اوکے پاپا! آپ جائیں آرام کریں۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ میرے آس پاس لیلیٰ‘ انا اور عادل بیٹھے ہوئے تھے۔ انا نے بے تابی سے پوچھا۔ "پاپا! وہ خیریت سے ہیں؟"

اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے مسکرا کر کہا۔ "ریسیور اٹھاؤ اور میکسی سے باتیں کرو۔" اس نے فوراً ہی میرے پاس آکر ریسیور لیا پھر بولی۔ "ہیلو میکسی! تم سب خیریت سے ہو؟"

وہ میکسی کی باتیں سننے لگی۔ پہلے خوش ہوئی پھر مسکرا کر مجھے دیکھنے لگی۔ اس کی باتیں سنتی رہی پھر بولی۔ "ممی سے کہنا‘ میں نے بیٹی کی محبت سے مجبور ہو کر دوسری بار بھی بچا لیا مگر تیسری بار دل پتھر کر لوں گی۔ آئندہ وہ بیٹے کے ساتھ ذلتیں اٹھاتی پھریں گی۔ بہتر ہے اب مجھ سے کوئی تعلق نہ رکھو۔ اپنے اعمال درست رکھو‘ ایسی مصیبتیں نہیں آیا کریں گی۔"

وہ ریسیور رکھنا چاہتی تھی‘ میکسی نے کہا۔ "ذرا ایک منٹ فون بند نہ کرنا۔ اتنا بتا دو‘ یہ جو میرے دماغ میں آئے تھے‘ کیا یہی تمہارے بھائی جان ہیں؟"

"ہاں‘ پہلے بھائی جان تھے۔ اب یہ بھائی نہیں‘ میرے باپ ہیں۔ میرے پاپا ہیں۔"

"تو پھر میرے بھی پاپا ہوئے۔"

"ایسے رشتے اچھے خاندانوں میں قائم ہوتے ہیں۔ میں نے وہ جرائم پیشہ خاندان چھوڑنے کے بعد یہاں عزت پائی ہے۔ کیا تم ممی‘ برادر اور رامیلا کو چھوڑ سکتی ہو؟"

"نہیں۔ کوئی اپنی بنیاد سے الگ نہیں ہوتا۔"

"بنیاد ٹیڑھی ہو تو دیوار اسی طرح جھکتی اور گرتی جاتی ہے جس طرح تم سب گرتی جا رہی ہو۔"

"اپنے پاپا سے کہو‘ ہمیں آخری بار سہارا دیں۔ پرگولا اور اس کے خیال خوانی کرنے والوں نے ہمیں پہچان لیا ہے۔ آئندہ بھیس بدل کر ہمیں پھر اپنا تابعدار بنا سکتے ہیں۔ بہتر ہے کہ پاپا ہمارا حلیہ بدل دیں۔ ہمارے نئے شناختی کارڈز اور کاغذات تیار کرا دیں ورنہ......"

"ورنہ کیا؟"

"تم تو امی کے مزاج سے اچھی طرح واقف ہو۔ تمہارے پاپا نے پرگولا سے جو سمجھوتا کیا ہے‘ اس پر وہ عمل نہیں کریں گی۔ پرگولا کو مار ڈالیں گی۔"

"بکواس مت کرو۔ پاپا کے فیصلوں کے سامنے کوئی دم نہیں مارتا۔ ممی ان کے سمجھوتے کے خلاف پرگولا کو ہلاک کریں گی تو بہت ہی برے انجام سے دوچار ہوں گی۔"

یہ کہہ کر اس نے فون بند کر دیا پھر مجھ سے کہا۔ "پاپا! میں اپنے خاندان والوں کو مصائب سے نکالنے کے لئے بار بار آپ کو اور عادل کو پریشان کرتی رہی ہوں۔ اب وہ سمجھوتے کے خلاف کوئی حرکت کریں گی تو مجھے بڑی شرمندگی ہو گی۔"

میں نے کہا۔ "تم کیوں شرمندہ ہو رہی ہو؟ جو جیسا کرتا ہے‘ ویسا بھرتا ہے۔ تمہاری محبت اور شرافت ہماری نظروں میں ہے۔ اس لئے تم ہم سب کے دلوں میں ہو۔"

وہ اپنی ماں کی فطرت کو اچھی طرح جانتی تھی۔ گاڈمدر کسی سے شکست کھاتی تھی تو اس سے ضرور انتقام لیتی تھی۔ پھر پرگولا تو اسی گھر میں زخمی پڑا ہوا تھا۔ وہ اسے سامنے پا کر ضرور اپنے غصے کو

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ٹھنڈا کرنے کے لئے اسے گولی مار سکتی تھی۔

اب وہ جو بھی کرے۔ میں بار بار اس کی جھوٹی برتری سے اسے روکنے کی خدمات انجام نہیں دے سکتا تھا۔ انا شرمندہ سی تھی لیکن شرمندگی کو چھپائے ہم سے باتیں کر رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "بھئی تمہارے چہرے پر تھوڑی دیر پہلے والی رونق نہیں ہے۔ جب تم ہنستی مسکراتی ہو تو تمہارے رخسار ٹماٹر کی طرح سرخ ہو جاتے ہیں۔ ذرا ہنسو تو۔"

وہ ہنسنے لگی' اس کے ساتھ سب ہی قہقہے لگانے لگے۔ میں نے لیلیٰ سے کہا۔ "میں تھوڑی دیر کے لئے باہر جا رہا ہوں۔"

وہ بولی۔ "مجھے آپ کی تھوڑی دیر معلوم ہے۔ آپ صبح کر دیں گے۔"

"میں کسی معاملے میں مصروف رہنے کے لیے نہیں جا رہا ہوں۔ وعدہ کرتا ہوں' رات تک واپس آجاؤں گا۔"

میں لباس تبدیل کر کے بنگلے سے باہر آیا پھر کار میں بیٹھ کر ایک طرف چل پڑا۔ میں بھی گاڈ مدر کے مزاج کو اچھی طرح سمجھ چکا تھا۔ اگر وہ پرگولا کو انتقاماً قتل کرنا چاہتی تو ناکامی کا زیادہ چانس تھا۔ کیونکہ وہ شیطانوں کا شیطان تھا۔ آسان موت مرنے والوں میں سے نہیں تھا۔

مجھے دو بار اسے آسانی سے مار ڈالنے کا موقع ملا۔ مگر میں نے اسے زندہ چھوڑ دیا۔ جناب علی اسد اللہ تبریزی کی ہدایات تھیں کہ دشمن کو جان سے نہ مارو۔ وہ پریشان کرے تو اسے عبرت ناک سزائیں دے کر زندہ رہنے دو۔ اس میں دو مصلحتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ دشمن ظرف والا ہو گا تو تم سے زندگی پا کر تمہارا احسان مند رہے گا۔ اگر کم ظرف ہوا تو غیر شعوری طور پر متاثر اور مرعوب رہے گا۔

اسے زندہ چھوڑنے میں دوسری مصلحت یہ ہے کہ تمہارے اطراف اور کئی دشمن ہیں۔ یہ دشمن صرف تم سے ہی نہیں ایک دوسرے سے بھی ٹکراتے رہتے ہیں اور ایک دوسرے کے ہاتھوں فنا ہوتے رہتے ہیں۔ جسے تم زندہ چھوڑو گے' وہ آگے چل کر دوسرے دشمنوں کے ہاتھوں مرے گا یا انہیں مارے گا۔ یوں خود بخود دشمن فنا ہوتے رہیں گے اور تم کسی کو قتل کرنے سے باز رہو گے۔

میں نے ایک اسنیک بار کے سامنے کار روک دی۔ چائے کی طلب ہو رہی تھی۔ میں بار سے چائے لے کر پھر کار میں آ کر بیٹھ گیا۔ چائے کی ایک چسکی لی۔ پھر خیال خوانی کی پرواز کر کے میکسی کے پاس پہنچا تو اس نے سانس روک لی۔ تقریباً ڈیڑھ گھنٹے میں اس کی دماغی توانائی بحال ہو گئی تھی۔ میں نے دوسری بار اس کے پاس پہنچتے ہی کوڈ ورڈز ادا کئے۔ "دی آرفارانا...."

پھر بھی اس نے سانس روک لی۔ یہ غصہ دلانے والی بات تھی۔ خود غرضی کی بھی حد ہوتی ہے۔ وہ ماں' بیٹا اور بیٹیاں کام نکلتے ہی طوطے کی طرح آنکھیں پھیر لیتی تھیں۔ میں پرگولا کے پاس پہنچا' پتا چلا وہ بیہوش پڑا ہے۔ پھر میں گارڈ کے پاس آیا اور اس کے خیالات پڑھنے لگا۔

اس کی سوچ نے بتایا کہ ٹریسا اور ما میلا ایک گھنٹے بعد نیند سے بیدار ہو گئی تھیں۔ وان لوئن ان سے پہلے تنویمی نیند میں تھا اس لئے وہ بھی بیدار ہو گیا تھا۔ میکسی نے انہیں بتایا کہ ان کی نیند کے دوران کیا ہوتا رہا تھا۔ پرگولا نے انہیں تابعدار بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی لیکن عادل کے بھائی جان نے پھر ایک بار انہیں مصیبتوں سے نجات دلائی ہے۔

میکسی نے بازار سے دوائیں منگوا کر ان دو گارڈز کو کھلائی تھیں' جو اعصابی کمزوری کے باعث نیم بے ہوشی کی حالت میں تھے۔ پچھلے ایک گھنٹے سے ان کی بھی توانائی اس حد تک بحال ہوئی تھی کہ وہ چلنے پھرنے کے قابل ہو گئے تھے۔ گاڈ مدر ٹریسا نے ان تینوں کو بلا کر کہا۔ "تم لوگ فی الحال قابلِ اعتماد نہیں رہے ہو۔ پرگولا کے آدمی تمہارے ذریعے ہمیں نقصان پہنچا سکتے ہیں اس لئے چھٹی کرو۔ فوراً اس مکان سے بہت دور چلے جاؤ۔"

وہ تینوں اس مکان سے نکل گئے۔ جس وقت میں گارڈ کے خیالات پڑھ رہا تھا اس وقت وہ اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ اس مکان سے دور ٹل ایبب چلا آیا تھا۔ اب گاڈ مدر اپنی اولاد کے ساتھ کیا کھچڑی پکا رہی تھی' یہ میں گارڈ کے ذریعے معلوم نہیں کر سکتا تھا۔

میں نے ثانی کے پاس آ کر کوڈ ورڈز ادا کئے۔ وہ سوچ کے ذریعے بولی۔ "میں گاڈ مدر کے دماغ میں ہوں۔"

ثانی' باربرا اور سلمان نے ان تینوں ماں بیٹے اور بیٹی پر تنویمی عمل کر کے ان کے دماغوں کو لاک کر دیا تھا۔ اب جیری اور تھرپال وغیرہ انہیں پریشان نہیں کر سکتے تھے لیکن ثانی وغیرہ نے اپنے لئے راستہ کھلا رکھا تھا۔ اس راستے سے ہم ان کی بے مروتی اور احسان فراموشی دیکھ رہے تھے۔

ٹریسا نے اپنے بیٹے اور دونوں بیٹیوں کو پاس بٹھا کر کہا۔ "ہماری زندگی میں ایسا برا وقت پہلے کبھی نہیں آیا تھا۔ یہاں ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے اور ہپناٹائز کرنے والوں سے سابقہ پڑ رہا ہے۔ اب ہمیں یہ فیصلہ کرنا ہے کہ ہم اپنی برتری قائم رکھنے کی جنگ لڑتے رہیں یا کسی بڑی طاقت کے تابعدار بن کر ذلت کی زندگی گزاریں؟"

وان لوئن نے کہا۔ "ممی! آپ ہمیشہ سر اٹھا کر زندگی گزارتی رہی ہیں۔ ہم آپ کا سر جھکنے نہیں دیں گے۔"

ما میلا نے کہا۔ "اب ہم نارمل ہیں۔ سانس روک سکتے ہیں' کسی کو اپنے اندر نہیں آنے دیں گے جو غلطیاں ہم سے ہو چکی ہیں وہ دوبارہ نہیں ہوں گی۔"

ٹریسا نے کہا۔ "شاباش میرے بچو! مجھے فخر ہے کہ تم سب ہم مزاج ہو۔ پتا نہیں ایک انا ہم سے مختلف کیوں ہو گئی ہے۔"

میکسی نے کہا۔ "وہ فون پر کہہ رہی تھی کہ ہم سمجھوتے کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھائیں۔ پرگولا کو جان سے نہ ماریں ورنہ اس کا انجام بہت برا ہو گا۔"

ماں نے کہا۔ "وہ نادان ہے۔ اتنا نہیں سمجھتی کہ پرگولا کے پاس اس کے خیال خوانی کرنے والے چھپے رہتے ہیں۔ اگر ہم پرگولا کو قتل کر دیں گے تو خیال خوانی کرنے والوں کو ہمارے درمیان موجود رہنے کے لئے کسی کا دماغ نہیں ملے گا۔"

وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اپنے بچوں کے ساتھ چلتی ہوئی اس کمرے میں آئی' جہاں پرگولا فرش پر پڑا ہوا تھا۔ اس نے قریب سے اسے حقارت سے دیکھا۔ پھر اس پر تھوک دیا۔ وہ غصے سے تڑپ کر بولا۔ "یہ کیا حرکت ہے۔ ہمارے درمیان سمجھوتا ہو چکا ہے۔ تم نے مجھ پر تھوک کر یہ سمجھوتا توڑ دیا ہے۔ تم مجھے کمزور نہ سمجھو' میں تم سب کو جہنم میں پہنچا دوں گا۔"

وان لوئن نے اس کے منہ پر ٹھوکر ماری پھر کہا۔ "کتے کے بچے! تو ہماری دنیا کا گاڈ فادر بننا چاہتا تھا۔ کتا کبھی مالک نہیں بنتا۔"

ٹریسا نے کہا "میں تجھے ہمیشہ کتا بنا کر رکھتی لیکن تیرے خیال خوانی کرنے والوں سے خطرہ ہے۔ تیری موت کے بعد وہ اِدھر نہیں آئیں گے۔ انہیں کسی کے دماغ میں جگہ نہیں ملے گی۔"

وان لوئن نے ریوالور نکالا۔ اس میں سائیلنسر لگایا۔ پھر اسے ماں کے ہاتھ میں دیا۔ اس دوران جیری اور تھرپال اپنے باس کو بچانے کے لئے تڑپ رہے تھے۔ کبھی ٹریسا اور وان لوئن کے دماغوں میں اور کبھی ما میلا اور میکسی کے دماغوں میں جانے کی کوششیں کر رہے تھے لیکن انہیں جگہ نہیں مل رہی تھی۔

ٹریسا نے پرگولا کا نشانہ لیتے ہوئے کہا "وہ تیرے دونوں کتے میرے اندر آ کر بھونکنا چاہتے ہیں۔ مگر اب انہیں بھونکنے کی کہیں جگہ نہیں ملے گی۔ لے' اب تیرا دماغ بھی بجھ رہا ہے۔"

اس نے صحیح نشانہ لے کر گولی چلائی۔ لیکن وہ اِدھر سے اُدھر ہو گئی۔ وہ پریشان ہو کر بولی۔ "بیٹے! پتا نہیں کیا بات ہے۔ میرا ہاتھ بہک رہا ہے۔"

میں نے پرگولا کے اندر چپکے سے کہا۔ "کہو پرگولا! کیا میں وعدہ نبھا رہا ہوں۔ سمجھوتے پر عمل کر رہا ہوں؟"

وہ چونک کر بولا۔ "ارے تم کون ہو بھائی؟"

"وہی ہوں جس نے تمہیں گولی مار کر اپاہج بنا دیا۔"

"اور اب جان بچانے آئے ہو۔ یہ کون سا اسٹائل ہے کمال ہے؟"

ٹریسا نے وان لوئن کو ریوالور دیتے ہوئے کہا "بیٹے! میں کچھ نروس ہو رہی ہوں۔ تم اسے گولی مارو۔"

بیٹے نے ریوالور لیا۔ پھر نشانہ لگایا۔ پرگولا نے گھبرا کر سوچ کے ذریعے کہا۔ "اے مہربان بھائی! تو میرے دماغ میں کیوں ہے؟ اس گولی مارنے والے کے دماغ میں جا کر اس کا ریوالور چھین لے۔"

سائیلنسر کی وجہ سے فائرنگ کی آواز باہر نہیں جا رہی تھی۔ وان لوئن نے سامنے والی دیوار پر گولی چلائی۔ پھر پریشان ہو کر صحیح نشانہ لگاتے ہوئے ٹریگر دبایا۔ وہ گولی ماں کے قدموں کے پاس قالین کو ادھیڑتی ہوئی فرش میں دھنس گئی۔ گاڈ مدر چیخ مار کر اچھلتی ہوئی پیچھے گئی پھر بولی۔ "بیٹے! یہ کیا کر رہے ہو۔ ابھی مجھے گولی لگ جاتی تو؟"

ما میلا نے بھائی سے ریوالور چھین کر کہا۔ "پتا نہیں' تمہیں اور ممی کو کیا ہو گیا ہے؟ ہم میں سے کسی کا نشانہ کبھی خطا نہیں ہوتا ہے۔ دیکھو گولی پہلے چھت پر مارو۔ وہ واپس آ کر نیچے لیٹے ہوئے دشمن کے اندر گھسے گی۔"

اس نے یکے بعد دیگرے دو فائر کئے۔ گولیاں چھت میں جا کر گم ہو گئیں۔ پرگولا نے کہا۔ "واہ' کمال ہو گیا۔ چھ گولیاں ضائع ہو گئیں۔ ریوالور خالی ہو گیا۔ اب مجھے قتل کرنے کے لئے چاقو لاؤ۔"

وان لوئن اسے ٹھوکر مارنے کے لیے آگے بڑھا مگر گھوم کر میکسی کو لات مار دی۔ وہ لات کھا کر چیختی ہوئی ماں کے اوپر آئی پھر اس کے ساتھ فرش پر پرگولا کے پاس آ گری۔ وان لوئن نے کہا۔ "سوری ممی! میں اس بدمعاش کو لات مارنا چاہتا تھا۔"

وہ ماں اور بہن کو اٹھانے کے لئے جھکا۔ پھر خود ہی ان کے قریب اوندھے منہ گر پڑا۔ ما میلا کے ساتھ بھی یہی ہوا۔ وہ بھی انہیں اٹھانے کے لئے جھکی اور پرگولا کے پاس گر پڑی۔ پرگولا اپنی تکلیف بھول کر قہقہے لگا رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔ "آخر گرے زمیں پر' اونچی اڑان والے ہاہاہاہا....ہاہاہاہا...."

وہ ماں' بیٹے اور بیٹیاں فرش پر اٹھ کر بیٹھ گئیں۔ میں نے پرگولا کی زبان سے کہا "بوڑھی گاڈ مدر! تو کسی کے زیرِ اثر نہیں رہنا چاہتی' جو تجھ پر احسان کرے اس کے احسان کا بوجھ بھی برداشت نہیں کرتی۔ مجھے مار ڈالنا چاہتی تھی اب بتا کیسے مارے گی؟"

وہ ماں بچے ایک دوسرے کو حیرانی اور پریشانی سے دیکھ رہے تھے۔ اب یہ بات سمجھ میں آ گئی تھی کہ وہ سب ٹیلی پیتھی کے شکنجے میں ہیں۔ ٹریسا نے سہم کر پوچھا۔ "پرگولا! کیا تیرے آدمی ہمارے دماغوں میں ہیں؟"

جیری نے کہا۔ "نہیں باس! میں اور تھرپال ان کے اندر جانے میں ناکام ہوتے رہے۔ ہمیں اس وقت وہاں جگہ ملتی ہے' جب تمہارے اجنبی مہربان کا کوئی خیال خوانی کرنے والا موجود ہوتا ہے۔"

پرگولا نے ٹریسا سے کہا۔ "میرا کوئی آدمی تم میں سے کسی کے اندر نہیں ہے۔ میں نہیں جانتا' یہ کون خدائی فوجدار ہے۔ ہم سب کو کٹھ پتلیوں کی طرح نچا رہا ہے۔ میں نے تمہیں نقصان پہنچایا تو اس

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

نے مجھے سزا دیتے ہوئے اپاہج بنادیا۔ تم لوگ مجھے مارنا چاہتے ہو تو وہ مجھے بچارہا ہے اور تمہارے احساسِ برتری کو جوتے ماررہا ہے۔"

میکسی نے کہا۔ "ممی! یہ وہی عادل کا بھائی اورزانا کا باپ ہے۔"

ماں نے کہا۔ "کیا بکتی ہے؟ تمہارا اوران کا باپ مرچکا ہے۔"

"ممی! یہ نیاباپ ہے۔انا اسے پاپا کہتی ہے۔"

وان لوئن بڑبڑایا۔ "اس کا مطلب ہے' ہم ابھی تک اس کے جال میں ہیں۔"

میکسی نے کہا "ہاں اوراس کے جال سے نکل آنے کی خوش فہمی میں ہم نے سمجھوتے کے خلاف پرگولا کو ہلاک کرنا چاہا اوروہ سمجھوتے کے مطابق اسے ہمارے ہاتھوں سے بچارہا ہے۔"

وہ سب چپ ہوگئے۔ اپنے اپنے طور پر سوچنے لگے۔ پرگولا بھی سوچ رہا تھا۔ ان میں سے کسی کی جیت نہیں ہوئی تھی۔ اور کوئی مکمل طور پر ہارا ہوا بھی نہیں تھا۔ پرگولا اپاہج اور بے بس تھا مگر گاڈ مدر اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی تھی۔ پرگولا کے پاس دو خیال خوانی کرنے والوں کی طاقت تھی۔ مگر وہ دونوں گاڈ مدر اور اس کی اولاد کے اندر نہیں پہنچ سکتے تھے۔

وان لوئن نے کہا "میکسی! انا کو فون کرو۔"

"کس منہ سے فون کروں۔ ہم اس کی نظروں میں انتہائی کمینے اور کم ظرف ہوگئے ہیں۔"

گاڈ مدر نے کہا۔ "تم نمبر ملاؤ۔ میں بات کروں گی۔ آخر وہ میری بیٹی ہے۔ میں اسے پگھلانا جانتی ہوں۔"

وہ سب اٹھ کر وہاں سے چلتے ہوئے دوسرے کمرے میں آئے۔ سینٹر ٹیبل پر فون رکھا ہوا تھا۔ ان میں ایک میکسی ایسی تھی' جس کے دماغ میں ہم نہیں جاسکتے تھے۔ ویسے اشد ضرورت ہوتی تو ہم راستہ بنالیتے۔ میں نے وان لوئن کے اندر رہ کر اس کے ذریعے فون کو اٹھایا۔ اس کے تار کو ایک جھٹکے سے الگ کیا۔ پھر ریسیور کو دیوار پر مار کر توڑ دیا۔ اس دوران میکسی اسے روکنے آئی تھی تو اسے دھکا دے کر گرادیا۔

ایسا کرنے کے بعد وان لوئن نے بوکھلا کر ٹوٹے ہوئے فون اور تار کو دیکھا پھر دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بیٹھ گیا۔ ماں اور بہنیں بھی مختلف صوفوں پر بیٹھ گئیں۔ پھر ثریا نے بیٹے کے سر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم کون ہو؟ اگر عادل کے بھائی اور میری بیٹی کے پاپا ہو تو مجھ سے باتیں کرو۔"

انہیں قہقہہ سنائی دیا۔ ان سب نے دروازے کی طرف دیکھا۔ پرگولا زخمی ٹانگ اٹھائے فرش پر گھسٹتا ہوا آیا تھا اور ہنستے ہنستے کہہ رہا تھا۔ "کسے آواز دے رہی ہو؟ وہ کمینوں سے بات کرنا چاہتا تو ٹیلیفون کو کیوں توڑ دیتا۔"

وان لوئن نے پرگولا کی طرف اشارہ کرکے کہا۔ "ممی! یہ شیطان تو ہمارے گلے پڑگیا ہے۔ ہم نہ اسے اپنے سامنے برداشت کرسکتے ہیں' نہ اسے مارسکتے ہیں۔"

پرگولا نے کہا۔ "یہی معاملہ میرے ساتھ بھی ہے۔ نہ تم میں سے کسی کو نقصان پہنچا سکتا ہوں' نہ زخمی ٹانگ لے کر یہاں سے جاسکتا ہوں۔ یہودی میرے پیچھے پڑے ہیں۔ باہر نکلا تو پہچانتے ہی میری دوسری ٹانگ بھی زخمی کردیں گے۔ مجھے مجبوراً یہاں رہنا پڑے گا اور تمہاری اس ڈاکٹر بیٹی کو میرا علاج کرنا ہوگا۔"

"میں تمہارا علاج نہیں کروں گی۔ میں تم پر تھوکتی ہوں۔"

"تمہاری ماں نے بھی مجھ پر تھوکا تھا۔ اس کا نتیجہ دیکھ لو۔ گاڈ مدر کی طاقت صفر ہوگئی ہے۔"

میکسی نے کہا۔ "تم میرے ہاتھوں مروگے۔ میں تمہارے زخم میں زہر بھردوں گی۔"

وہ بولا۔ "وان' لوئن اگر تمہاری ڈاکٹر بہن مجھے نقصان پہنچائے گی تو تم کیا کروگے؟"

اس نے کہا۔ "میں دیوار سے سر ٹکرا کر مرجاؤں گا۔"

"ذرا نمونہ دکھاؤ' کیسے مروگے؟"

وان لوئن اپنی جگہ سے اٹھ کر دوڑتا ہوا گیا پھر دھڑام کی زوردار آواز کے ساتھ دیوار سے سر ٹکرادیا۔ دوسرے ہی لمحے چکرا کر گر پڑا۔ ماں اور بہنیں ہائے ہائے کرتی ہوئی اس کے پاس پہنچیں۔ ماں نے بیٹے کا سر اٹھا کر اپنے زانو پر رکھا۔ پھر اس کی پیشانی سہلاتی ہوئی بولی۔ "پرگولا کا علاج ہوگا۔ بالکل صحیح علاج ہوگا۔ میرے بیٹے کو سزا نہ دو۔ اری میکسی! تو خاموش کیوں ہے؟ کچھ بولتی کیوں نہیں؟"

وہ بولی "ہاں ہاں' میں وعدہ کرتی ہوں پرگولا کو دواؤں کے ذریعے نقصان نہیں پہنچاؤں گی' میں دن رات اس کے زخم کی مرہم پٹی کرتی رہوں گی۔"

وہ دوڑتی ہوئی گئی' دواؤں کا بیگ اٹھا کر لے آئی۔ تیمن پہلے کی ہوئی پٹی کھول کر زخم کا معائنہ کرکے پھر مرہم پٹی کرائی۔ انجکشن بھی لگادیا تاکہ زخم جلد سے جلد بھرے اور وہ یہاں سے جانے کے قابل ہوجائے۔

پرگولا نے آرام محسوس کرتے ہوئے سوچ کے ذریعے کہا۔ "اے مہربان بھائی! مانتا ہوں' یہ تمہاری ہی کھوپڑی ہے جو بدترین دشمنوں کو ایک ہی چھت کے نیچے رہنے پر مجبور کررہی ہے' ہم میں سے کوئی ایک دوسرے کو نقصان بھی نہیں پہنچا سکے گا۔"

میں نے کہا۔ "جیری اور تھرال ابھی تمہارے پاس ہیں' تمہاری آواز اور لہجے کو سن رہے ہیں۔ میں ان سے کہتا ہوں' جب بھی گاڈ مدر کی طرف سے پرگولا کو خطرہ پیش آئے' وہ میرے دماغ میں آکر مجھے اطلاع دیں۔ میں فوراً آکر اسے بچاؤں گا اور تم تینوں یہ

سچ یاد رکھنا کہ تم میں سے کسی نے گاڈ مدر اور اس کی اولاد کو کوئی نقصان پہنچایا یا انہیں ٹریپ کرنا چاہا تو میں چشم زدن میں پرگولا کی زندگی کو موت میں بدل دوں گا۔"

یہ دھمکیاں دے کر میں اسنیک بار کے سامنے اپنی کار میں حاضر ہوگیا۔ چائے کی پیالی خالی ہوچکی تھی۔ میں نے کار کو اسنیک بار کی روشنی سے دور ایک درخت کے سائے میں روکا تھا اور تاریکی میں خیال خوانی کررہا تھا۔ میں کار سے نکل کر دکان میں آیا۔ پیالی واپس کی۔ چائے کی قیمت ادا کی۔ پھر واپس آکر اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ کار اسٹارٹ کرتے ہی ایک ریوالور کی نال میری گردن سے لگی۔ کسی نے سرد لہجے میں کہا۔ "انجن چالو رکھو۔ مگر گاڑی نہ چلاؤ۔ انتظار کرو۔"

میں نے حکم کی تعمیل کی اور حکم دینے والے کے اندر پہنچ گیا۔ وہ تنہا تھا۔ اسے اپنے ساتھی کا انتظار تھا۔ اس کا نام جونی تھا۔ اس کا ساتھی ٹونی پانچ منٹ کے بعد آگیا۔ پچھلی سیٹ پر جونی کے پاس بیٹھتے ہوئے بولا۔

"یار! پرابلم ہوگیا۔ اس بوتھ کا ٹیلی فون خراب ہے۔ اب الان رون سے کیسے رابطہ کریں۔"

جونی نے ریوالور کی نال سے میری گردن کو ٹھونکا دیتے ہوئے کہا۔ "اے آگے چلو' آگے پرنسٹن روڈ کے ٹیلیفون بوتھ کے سامنے گاڑی روکو۔"

میں نے کہا۔ "بوتھ میں جانا ضروری نہیں ہے۔ میرے پاس موبائل فون ہے۔"

ٹونی نے میری طرف جھک کر کہا "شاباش' کام کے آدمی ہو۔ کہاں ہے فون؟"

"ڈیش بورڈ کے اس خانے میں۔ کیا نکالوں؟"

"خبردار! چالاکی نہ دکھاؤ۔ کیا وہاں سے ہتھیار نکالنا چاہتے ہو؟ ہاتھ ہٹاؤ۔ ٹونی! تم وہ خانہ کھولو۔"

ٹونی نے پچھلی سیٹ سے اگلی سیٹ کی طرف جھک کر اس خانہ کو کھولا۔ اندر اچھی طرح دیکھا۔ پھر موبائل فون نکال کر بولا۔ "یہاں ہتھیار نہیں ہے۔"

"اس کا لباس چیک کرو۔"

وہ بیچارے بڑے محتاط تھے۔ وہ اگلی سیٹ پر جھک کر آیا۔ مجھے اچھی طرح چیک کیا پھر مطمئن ہوکر پچھلی سیٹ پر چلا گیا۔ ابھی تک ان کے خیالات پڑھ کر اتنا ہی معلوم ہوا تھا کہ دونوں پیشہ ور قاتل ہیں۔ ابھی ایک لڑکی کو قتل کرنے والے ہیں' جس کا نام سارہ روبن ہے۔ سارہ کے دو سوتیلے بھائیوں نے ان قاتلوں کو دس ہزار امریکی ڈالر دیئے ہیں۔ لڑکی کا کام تمام کرنے کے بعد انہیں مزید دس ہزار ملیں گے۔

ٹونی نے رابطہ کیا۔ پھر کہا "ہیلو مسٹر الان! میں ٹونی بول رہا ہوں۔"

الان روبن کی آواز سنائی دی۔ "میں بڑی دیر سے انتظار کررہا ہوں۔ کہاں چلے گئے تھے؟"

"مسٹر! ہمیں کچھ انتظامات کرنے تھے۔ پھر ایک جگہ سے فون کرنا چاہا تو وہ فون آؤٹ آف آرڈر تھا۔"

"اب کہاں ہو؟"

"ایک کار میں ہیں۔ جونی نے کار والے کو گن پوائنٹ پر رکھا ہے۔"

"کیا تم اس کار والے کی موجودگی میں مجھ سے باتیں کررہے ہو؟"

"جی ہاں۔ آپ کام کی بات کریں۔"

"کیا خاک باتیں کروں۔ تم اس اجنبی کے سامنے میرا نام لے رہے ہو۔ کیا مجھے پھنسانا چاہتے ہو؟"

"ہم اتنے نادان نہیں ہیں۔ کام ہوتے ہی سارے ثبوت اور گواہ مٹادیتے ہیں آپ یہ بتائیں' وہ گھر سے کب نکل رہی ہے؟"

"ابھی اپنے کمرے میں ہے۔ شاید باہر جانے کے لئے تیار ہورہی ہے۔ دس منٹ بعد پھر فون کرو۔ اگر اس کار میں کوئی فون ہے تو اس کا نمبر بتاؤ۔"

ٹونی نے مجھ سے موبائل کا نمبر پوچھا۔ پھر الان روبن کو بتا کر کہا۔ "اب تم ہمیں فون کروگے۔ ہم انتظار کررہے ہیں۔"

اس نے فون بند کردیا۔ میں الان روبن کے پاس پہنچ گیا۔ اس کے سامنے ایک جوان شخص بیٹھا ہوا تھا۔ پتا چلا وہ بڑا بھائی سولان

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہے۔ الان نے اس سے کہا۔ "برادر! جونی اور ٹونی بالکل تیار بیٹھے ہیں۔ پتا نہیں وہ سُوّر کی بچی کب اپنے کمرے سے نکلے گی؟"

بڑے بھائی سولان نے کہا۔ "اسے سُوّر کی بچی نہ کہو۔ ہمارے باپ کو گالی پڑتی ہے۔"

الان قریب آکر بیٹھ گیا پھر آہستگی سے بولا۔ "ہم نے اسے اس قدر بدنام کیا کہ ایک بازاری عورت بھی اس قدر بدنام نہیں ہوتی ہوگی۔ تم کہتے تھے' وہ رسوائیوں سے گھبرا کر خودکشی کرلے گی مگر بڑی ڈھیٹ ہے۔ ہمیں کرائے کے قاتلوں سے کام لینا پڑ رہا ہے۔"

سولان نے کہا۔ "تم بھول رہے ہو.... کچھ روز پہلے وہ بہت پریشان اور زندگی سے بیزار ہوگئی تھی۔ مجھے کیمسٹ نے بتایا تھا کہ وہ زہر کی شیشی خرید کرلے گئی ہے۔ پھر ایک دن ہسپتال کے ایک ڈاکٹر نے فون کیا تھا کہ اس نے اعصابی کمزوری کی دوا پی لی تھی۔ ہوٹل والوں نے اسے اسپتال پہنچایا تھا۔"

"اس کا مطلب ہے۔ اس شیشی میں زہر نہیں تھا۔"

"ہاں' اس کے مقدر میں کسی قاتل کے ہاتھوں مرنا لکھا ہے۔ اس لئے اسے زہر نصیب نہیں ہوا۔"

اس نے جونہی اپنی بات ختم کی' اسے اپنے ہی دماغ میں ایک قہقہہ سنائی دیا۔ میں بھی خیال خوانی کرتے کرتے چونک گیا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایک لڑکی کے قتل کی جو سازش ہو رہی ہے اس سلسلے میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا بھی دلچسپی لے رہا ہے۔ میں ابھی یہ نہیں جانتا تھا کہ کوئی ایکسرے مین ہے' جو سارہ کا دیوانہ ہوگیا ہے اور جس کا دیوانہ ہے اسے حاصل کرنے کے بعد اسے مار ڈالنا چاہتا ہے۔ ایک بار اسے مار ڈالنے کی کوشش کرچکا ہے اور ناکام رہا ہے۔ اب پہلے سے زیادہ اس کا دیوانہ ہوکر اسے آج رات حاصل کرنے والا ہے۔

وہ سولان کے دماغ میں قہقہہ لگا کر کہہ رہا تھا۔ "اسے زہر نہ مار سکا' قاتل بھی نہیں مار سکیں گے۔"

سولان گھبرا کر کھڑا ہوگیا۔ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بولا۔ "الان! میرے اندر کوئی ہنس رہا ہے اور بول رہا ہے کہ وہ نہیں مرے گی۔"

الان نے اس کے قریب آکر اس کے دونوں بازوؤں کو تھام کر پوچھا۔ "تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟"

اس بار الان نے اپنے اندر وہ آواز سنی۔ کوئی کہہ رہا تھا۔ "ٹھیک نہیں۔ اب تم بھی ٹھیک نہیں رہو گے۔"

وہ گھبرا کر صوفے پر بیٹھ گیا پھر بولا۔ "برادر! میرے اندر بھی کوئی بول رہا ہے۔"

پھر آواز سنائی دی "ہاں' اسے ٹیلی پیتھی کہتے ہیں۔ جب یہ کسی کے اندر جاتی ہے تو اس کی ساری بدمعاشیاں باہر نکال دیتی ہے۔"

سولان نے اچانک ہی الان کو تھپڑ مارا۔ دوسرے ہی لمحے میں الان نے سولان کے منہ پر گھونسا رسید کیا۔ پھر دونوں بھائی باری باری ایک دوسرے کو مارنے اور کپڑے پھاڑنے لگے۔ میں سمجھ رہا تھا کہ وہ خیال خوانی کرنے والا کبھی ایک کے اور کبھی دوسرے کے دماغ میں جا رہا ہے اور انہیں پاگلوں کی طرح ایک دوسرے کو نوچنے کھسوٹنے پر مجبور کر رہا ہے۔ آخر وہ لڑتے لڑتے اور کپڑے پھاڑتے پھاڑتے ننگے ہوگئے۔ تھک ہار کر فرش پر گر پڑے۔

میں نے سولان کے دماغ میں سنا' وہ اجنبی کہہ رہا تھا۔ "آج کے لئے اتنی ہی وارننگ کافی ہے۔ آئندہ سارہ کے پیچھے قاتل لگاؤ گے تو وہ قاتل آکر تمہیں قتل کردیں گے۔ سارہ ابھی گھر سے نکلنے والی ہے۔ اس کا راستہ روکنے کی حماقت نہ کرنا۔"

پھر خاموشی چھا گئی۔ چند سیکنڈ کے بعد میں خیال خوانی سے چونک گیا۔ دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ ٹونی کہہ رہا تھا۔ "جونی! میرے سر میں کچھ ہو رہا ہے۔"

جونی نے پوچھا۔ "کیا ہو رہا ہے؟"

"میرے اندر کوئی ہنس رہا ہے۔"

میری گردن سے ریوالور کی نال ہٹ گئی۔ وہ ریوالور جونی کے ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا۔ وہ اپنا سر پکڑ کر کہہ رہا تھا۔ "ہاں! میرے اندر بھی کوئی قہقہے لگا رہا ہے۔ یہ.... یہ کیا ہو رہا ہے۔"

ٹونی نے کہا۔ "میرے اندر کوئی کہہ رہا ہے کہ میں کار سے نکل کر بھاگوں۔ ورنہ تم مجھے گولی مار دو گے۔"

جونی نے گرا ہوا ریوالور اٹھا کر کہا۔ "ہاں تمہیں قتل کروں گا مگر یہاں نہیں' باہر چلو۔"

"یار جونی! یہ کیا کر رہے ہو؟ گولی چل جائے گی۔"

"خیریت چاہتے ہو تو فوراً باہر نکلو۔"

وہ موبائل فون سیٹ پر پھینک کر اس نے دروازہ کھولا اور باہر نکلتے ہی بھاگنے لگا۔ جونی نے دوسری طرف کا دروازہ کھول کر اس کے پیچھے دوڑ لگائی۔ یہ میری زندگی میں پہلا موقع تھا کہ نہ دشمنوں سے لڑنا پڑا اور نہ ہی خیال خوانی کرنی پڑی۔ کوئی اجنبی اپنی خیال خوانی کے زور پر ان دونوں کو اڑا لے گیا تھا۔

میں نے جونی کے اندر رہ کر دیکھا۔ وہ دونوں بہت دور تک دوڑتے ہوئے گئے۔ تقریباً ایک کلومیٹر کا فاصلہ طے کرنے کے بعد اس نے اپنے ساتھی ٹونی کو گولی ماردی پھر ریوالور کو اپنی کنپٹی سے لگا کر ٹریگر دبا دیا۔

قصہ تمام ہوگیا۔ میں نے باہر نکل کر پچھلی سیٹ کے دونوں دروازوں کو بند کردیا۔ پھر اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ لیکن کار اسٹارٹ نہیں کی۔ ٹونی اور جونی کے خیالات پڑھ کر معلوم ہوا تھا کہ سامنے جو گلی نظر آرہی ہے' سارہ اسی گلی سے اپنی سرخ رنگ کی کار میں نکلے گی۔

میں نے اپنی کار اسٹارٹ نہیں کی۔ مجھے اس کا انتظار تھا۔

○☆○

ہیرو نے ہائی وے کے ایک ویران حصے میں گاڑی روک دی۔ ایک طرف میلوں دور تک سپاٹ میدان تھا۔ کئی میل دور ایک جگہ چھوٹی سی روشنی کا دھبا سا دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے غیر معمولی قوتِ بصارت سے دیکھا' وہاں ایک مکان تھا۔ روشنی اس مکان کی کھڑکی سے آرہی تھی۔ اس نے گاڑی ادھر موڑ دی۔ ہیڈلائٹس بجھا دیں۔ اسے روشنی کی ضرورت نہیں تھی۔ اتنی بڑی دنیا میں صرف ایک ساتھی کی ضرورت تھی۔ اگر کوئی بھروسے کا بندہ مل جاتا تو اس کے بہت سارے مسائل حل ہوجاتے۔

وہ ڈرائیو کرتا ہوا آیا۔ پھر اس مکان سے تقریباً ایک ہزار گز کے فاصلے پر گاڑی روک کر اتر گیا۔ اس نے سوچا' اس مکان میں عورتیں اور بچے ہوں گے تو رات کے وقت اسے دیکھ کر ڈر جائیں گے۔ لہٰذا دبے قدموں جاکر وہاں کے مکینوں کے بارے میں کچھ معلوم کرنا چاہئے۔

اس نے دبے قدموں آگے بڑھتے ہوئے دور تک نظریں دوڑائیں۔ وہاں حدِ نظر تک کوئی دوسری چار دیواری نہیں تھی۔ اس چھوٹے سے مکان کے اطراف خوبصورت سا باغیچہ تھا اور کئی گھنے درخت تھے۔ احاطے کی دیواریں اونچی تھیں۔ بڑا سا آہنی گیٹ کھلا ہوا تھا۔ جیسے آنے والے کو خوش آمدید کہہ رہا ہو۔

یہ عجیب سی بات تھی۔ اس ویرانے میں احاطے کے گیٹ کو بند رہنا چاہئے تھا لیکن وہ کھلا ہوا تھا۔ شاید کسی کی آمد کی توقع تھی۔ یہ بھی ممکن تھا کہ چوری سے آنے والوں کو پھانسنے کے لئے اسے کھلا چھوڑا گیا ہو۔

وہ گیٹ سے کترا کر دوسری طرف گیا پھر ایک جگہ اچھل کر احاطے کی دیوار پر کھڑا ہوگیا۔ وہاں سے چھلانگ لگا کر ایک درخت کی شاخ سے لٹک گیا۔ اس شاخ سے جھولتا ہوا فضا میں قلابازی کھاتا ہوا دوسری شاخ پر آکر لٹکنے لگا۔ پھر اس درخت سے چھلانگ لگا کر دوسرے درخت کی شاخوں پر بھی یہی کرتب دکھانے لگا۔ یہ اس کی پیدائشی عادت تھی۔ وہ اپنے فطری طریقۂ کار کے مطابق مکان کے بالکل قریب ایک درخت پر پہنچ گیا۔

وہاں ایک ہی کمرے میں روشنی تھی۔ باقی کمرے تاریکی میں ڈوبے ہوئے تھے۔ اگر کھڑکیوں پر پردے پڑے نہ ہوتے تو وہ اندر تاریکی میں دیکھ لیتا۔ جس کمرے میں روشنی تھی صرف اس کی کھڑکی کا پردہ ہٹا ہوا تھا۔ اس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ کسی آنے والے کے لئے وہ کھڑکی روشن رکھی گئی ہے۔

وہ کان لگا کر سننے لگا۔ اگر اندر کوئی سرگوشی میں بول رہا ہوتا یا خراٹے لے رہا ہوتا تو وہ فوراً سن لیتا۔ کوئی آواز نہیں تھی۔ پھر بھی اس کی حس بتا رہی تھی کوئی ہے یا کوئی آنے والا ہے۔

وہ درخت سے چھلانگ لگا کر مکان کی دیوار کے پاس آکھڑا ہوا۔ پھر وہاں سے ایک تاریک کھڑکی سے کان لگا کر سننے لگا۔ آدمی جب سانس لیتا ہے تو خود اسے اپنی سانسوں کی آواز سنائی نہیں دیتی۔ یہ غیر معمولی قوتِ سماعت کا کمال تھا کہ وہ کھڑکی کے باہر سے کسی کے سانس لینے کی آواز سن رہا تھا۔ کوئی تاریک کمرے میں بیٹھا ہوا تھا یا لیٹا ہوا تھا مگر جاگ رہا تھا۔ سونے اور جاگنے کے وقت سانسوں کے اتار چڑھاؤ میں فرق ہوتا ہے۔ ہیرو اس فرق کو خوب سمجھتا تھا۔

اس تاریک کمرے میں ایکسرے مین بیٹھا ہوا تھا۔ وہ مکان اور آس پاس کی زمین اسی کی ملکیت تھیں۔ وہ اس وقت بڑی خاموشی اور انہماک سے خیال خوانی کر رہا تھا۔ سارہ کے دماغ میں پہنچا ہوا تھا۔ اس پر پوری طرح قبضہ جما کر اسے اپنے اس مکان کی تنہائی میں آنے پر مجبور کر رہا تھا۔

وہ اپنے آپ سے غافل تھی۔ ایکسرے مین اس کے اندر رہ کر اس کے ذریعے کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ کار چلاتی ہوئی کن راستوں سے گزر رہی ہے۔ جب وہ ہائی وے کو چھوڑ کر سپاٹ میدانی راستے پر آگئی تو اس نے دماغ کو تھوڑی ڈھیل دی۔ وہ بریک لگا کر دور تک تاریکی اور ویرانی کو دیکھنے لگی۔ پھر خوف سے چیخنا چاہتی تھی مگر ایکسرے مین نے چیخنے نہیں دیا۔ ہنس کر بولا۔ "میری جان! وہ سامنے دیکھو۔ دور ایک روشن کھڑکی ہے۔ میں اس

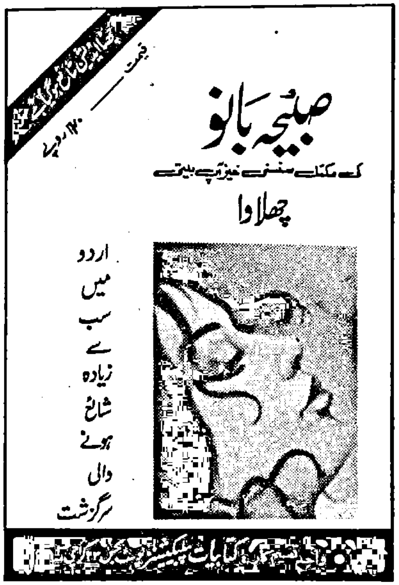

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

مکان میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ آجاؤ۔"

"نہیں' میں نہیں آؤں گی۔ میں واپس جاؤں گی۔"

اس نے گاڑی اسٹارٹ کی۔ ریورس گیئر کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ لیکن گاڑی کو پیچھے لے جا کر موڑ نہیں سکی۔ بے اختیار آگے ڈرائیو کرنے لگی۔ اپنے اندر چیخنے لگی۔ "میں نہیں جاؤں گی۔ شیطان کے بچے! میں نے اتنے دنوں میں معلوم کرلیا ہے کہ تو جادو نہیں ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ میں تیرے قابو میں نہیں آؤں گی۔ اپنی جان دے دوں گی۔"

وہ بولا۔ "اس بار غلطی نہیں کروں گا۔ تمہیں خودکشی کا موقع نہیں دوں گا۔ تم وہی کرو گی' جو میں چاہتا ہوں اور دیکھ لو کہ تم وہی کر رہی ہو۔ وہ سامنے بڑا گیٹ کھلا ہوا ہے۔ اندر چلی آؤ۔"

اس ویرانے میں دور تک کوئی اس کی فریاد سننے والا نہیں تھا اس لئے اس نے سارہ کو بولنے اور بڑبڑانے کی ڈھیل دیدی۔ اُدھر ہیرو کھڑکی سے لگا' سانسوں کی آواز سننے کے بعد سوچ رہا تھا کہ دروازے پر جا کر دستک دے۔ شاید اس مکان میں کوئی مہربان مل جائے۔

وہ ادھر سے چلتا ہوا مکان کے سامنے والے حصے کی طرف جا رہا تھا پھر ٹھٹک گیا۔ ایک کار دکھائی دی۔ وہ بڑے گیٹ سے گزر کر احاطے میں داخل ہو رہی تھی اور اس کار سے کسی لڑکی کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ "چھوڑ دو مجھے' مجبور نہ کرو۔ تمہیں خدا کا واسطہ دیتی ہوں' مجھے واپس جانے دو۔"

ہیرو نے سمجھا۔ شاید کچھ لوگ کسی لڑکی کو زبردستی پکڑ کر لا رہے ہیں لیکن وہ کار مکان کے سامنے آکر رکی اور صرف سارہ باہر آئی تو ہیرو شدید حیرانی سے دیکھنے لگا۔ اسے کسی نے پکڑا نہیں تھا مگر وہ جھنجلا کر کہہ رہی تھی۔ "مجھے چھوڑ دو۔ میں مکان کے اندر نہیں جاؤں گی۔"

لیکن وہ رک رک کر یوں جا رہی تھی۔ جیسے نادیدہ لوگ اسے کھینچ کھینچ کر لے جا رہے ہوں۔ پھر وہ دروازے کے سامنے پہنچی۔ وہ اندر سے بند نہیں تھا۔ ہاتھ لگاتے ہی کھل گیا۔ اس نے کمرے میں آکر دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ کھڑکی کے پردے کو برابر کر دیا۔ وہ ایسا نہیں کرنا چاہتی تھی۔ لیکن بے اختیار تھی۔

وہ تاریک کمرے سے نکل کر روشن کمرے میں آگیا۔ مسکرا کر بولا۔ "یہاں تک آنے کے بعد تمہیں سمجھ لینا چاہئے کہ نہ تمہاری کوئی تدبیر کام آئے گی' نہ ضد کام آئے گی اور نہ ہی تمہارے لئے اس ویرانے میں غیبی امداد پہنچے گی۔ میرا نیک مشورہ ہے' عقل سے کام لو۔"

وہ اسے غصے سے دیکھ کر بولی۔ "ہاں' میں اپنی مجبوری اور بے بسی کو اچھی طرح سمجھ رہی ہوں۔ پھر بھی آخری وقت تک اپنی عزت بچانے کی کوششیں کرتی رہوں گی۔"

"سارہ! میں برا اور بدکار نہیں ہوں۔ تمہیں دل سے چاہتا ہوں۔ تم سے شادی کروں گا۔"

"شادی کرنے والے ایسی زبردستی نہیں کرتے۔"

"میں تمہارے خیالات کو بڑی گہرائی تک پڑھ چکا ہوں۔ یہ جانتا ہوں کہ مجھ سے شدید نفرت کرتی ہو۔ اگر میں ایک بار تمہیں حاصل کرلوں تو پھر تم میں اتنی شرافت ہے کہ کسی دوسرے کو اپنی زندگی میں آنے نہیں دو گی۔ مجھ سے شادی کرنے پر مجبور ہو جاؤ گی۔"

"اگر تم نے زبردستی کی تو میں تم پر تھوک کر خودکشی کرلوں گی۔"

وہ ہنس کر بولا۔ "تم نے میرے اندر ہوس کا دھواں بھر رہا ہے۔ یہ دھواں نکال دو۔ پھر خودکشی کرلو۔ میں تمہیں نہیں روکوں گا۔"

اس نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اس نے چھڑانے کی کوشش کی مگر وہ شہ زور' یہ کمزور تھی۔ اسی وقت دستک کی آواز سنائی دی۔ اس نے ایک دم سے گھبرا کر سارہ کو چھوڑ دیا۔ اسے خوش فہمی تھی کہ اس ویرانے میں کوئی تیسرا نہیں آئے گا۔

ڈوبتے کو تنکے کا سہارا ہوتا ہے۔ سارہ دستک سنتے ہی چیخ پڑی۔

"ہیلپ' پلیز ہیلپ می۔ مجھے بچاؤ۔"

وہ خیال خوانی کے ذریعے اس کی آواز روک کر بولا۔ "خاموش رہو۔ مجھے معلوم کرنے دو' کون آیا ہے؟"

دوسری بار دستک سنائی دی اس نے پوچھا۔ "کون ہے؟ اپنا نام اور کام بتاؤ؟"

باہر سے غرانے کی آواز سنائی دی۔ جیسے کوئی گوریلا اپنے حلق سے آواز نکال رہا ہو۔ ایکسرے مین نے جیب سے ریوالور نکال کر کہا۔ "کسی جانور کی طرح نہ غراؤ۔ زبان سے بولو۔"

پھر غرانے کی آواز سنائی دی' وہ بولا۔ "میں سمجھ گیا۔ تم سمجھ گئے ہو کہ تمہاری آواز سنتے ہی میں تمہارے دماغ پر قبضہ جمالوں گا۔ بہتر ہے' واپس چلے جاؤ۔ میرے پاس ریوالور ہے۔ فوراً چلے جاؤ۔ ورنہ گولی مار دوں گا۔"

ہیرو دروازے کے کی ہول سے آنکھ لگا کر دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ سیدھا کھڑا ہو گیا۔ ذرا پیچھے ہٹ گیا۔ اس کے بعد اچانک اچھل کر دروازے پر ایک فلائنگ کک ماری۔ رات کے سناٹے میں زوردار دھماکا سا ہوا۔ دروازہ ٹوٹ کر ایکسرے مین پر آیا۔ وہ پیچھے بھی زخمی ہو کر دور جا گرا۔ ریوالور ہاتھ سے چھوٹ کر دروازے کے نیچے چلا گیا۔

پھر ایک دم سے خاموشی چھا گئی۔ سارہ اپنی پریشانیوں کو بھول کر اور ایکسرے مین اپنے زخموں کو بھول کر اس عجوبے کو تکنے لگے' ان کے سامنے ٹوٹے ہوئے دروازے کے اوپر ایک انسان پینٹ شرٹ' نکٹائی اور جیکٹ پہنے کھڑا تھا لیکن گردن سے اوپر بندر دکھائی دے رہا تھا۔ بندر بھی ایسا کہ جس کے چہرے پر انسانی ناک نقشے کی جھلکیاں تھیں جیسے وہ ترقی کرتا ہوا بندر سے انسان بننے کے مرحلے پر آچکا ہو۔

اس نے سارہ کو دیکھ کر دونوں ہاتھ کے اشاروں سے تسلی دی پھر ایک ہاتھ اپنے سینے پر رکھ کر سر کو یوں جھکایا جیسے کہہ رہا ہو' خادم حاضر ہے۔ فکر نہ کرو۔

ایکسرے مین فرش پر سے اٹھ رہا تھا۔ ہیرو نے آگے بڑھ کر اس کے گریبان کو پکڑا۔ پھر اسے فرش پر سے اٹھا کر سر سے بلند کیا۔ وہ چیخنے لگا۔ "چھوڑ دو' مجھے معاف کردو۔ تم کون ہو؟ مجھ سے دوستی کرلو۔"

سارہ یکایک ہنسنے اور رونے لگی۔ ایک ہوس پرست سے بچنے کا یقین ہوتے ہی اس کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو آگئے تھے۔ ہیرو نے اسے اٹھا کر دیوار پر دے مارا۔ وہ روتے ہوئے بولی۔ "اور مارو' کمینے' بدمعاش کو اتنا مارو کہ یہ پھر کبھی میرے دماغ میں آنے کی جرأت نہ کرے۔"

ایکسرے مین سمجھ گیا تھا کہ بری طرح پھنس گیا ہے۔ مقابل حیرت انگیز جسمانی طاقت رکھتا ہے۔ اگر وہ وہاں سے فرار نہیں ہوگا تو یہودی خفیہ تنظیم کا بھید کھل جائے گا۔ وہ دیوار سے ٹکرا کر گرتے ہی اٹھ کر بھاگا۔ دروازہ قریب ہی تھا۔ دوسرے کمرے میں گھستے ہی اس نے دروازے کو اندر سے بند کرلیا۔

سارہ خوب ہنس رہی تھی۔ ہنستے ہنستے بولی۔ "گدھے کے بچے نے دروازہ بند کرلیا ہے۔ جبکہ دیکھ چکا ہے کہ یہ غیبی مدد دروازہ توڑ دیتا ہے۔ توڑ دو میرے محسن! دروازہ توڑ دو۔"

ہیرو نے مسکرا کر سارہ کو دیکھا۔ وہ بیک وقت ہنستے اور روتے ہوئے بہت پیاری لگ رہی تھی۔ وہ بولی۔ "میرا منہ کیا تک رہے ہو؟ اسے جانے نہ دو۔ دروازہ توڑ دو۔"

اس نے ایک دھکے میں اسے توڑ دیا۔ اندر آکر دیکھا۔ وہ نہیں تھا۔ سارہ بھی دوڑتی ہوئی اس کے پیچھے آئی۔ اس کمرے میں باہر کی طرف کھلنے والا کوئی دروازہ نہیں تھا۔ سارہ نے کہا۔ "وہ باتھ روم میں ہوگا۔"

ہیرو نے باتھ روم میں آکر دیکھا۔ وہ نہیں تھا۔ کمرے میں سامان کم تھا' کہیں چھپنے کی گنجائش نہیں تھی۔ وہ بولی۔ "اسٹور روم میں دیکھو۔"

وہ دونوں آگے پیچھے چلتے ہوئے اسٹور روم میں آئے۔ وہ وہاں بھی نہیں تھا۔ وہ نہ زمین کھود کر گیا تھا اور نہ چھت توڑ کر پرواز کر گیا تھا۔ مگر غائب ہو چکا تھا۔ آخر ایک بہت بڑی تنظیم کا سرغنہ تھا۔ اپنے فرار کا چور دروازہ رکھے بغیر کسی رہائش گاہ میں نہیں رہ سکتا تھا۔ وہ چور دروازہ اسٹور روم میں تھا' جس کا سراغ وہ نہ لگا سکے۔

تب سارہ کو احساس ہوا کہ وہ ایک بندر نما انسان کے ساتھ اکیلی ہے۔ اسے کچھ خوف سا آنے لگا۔ وہ محسن تھا۔ اس نے جان بھی بچائی تھی اور عزت بھی۔ اس کے باوجود وہ اجنبی تھا۔

وہ پیچھے ہٹ کر بولی۔ "تم کون ہو؟"

وہ پیچھے ہٹ کر اشاروں کی زبان میں سمجھانے لگا' میں دوست ہوں۔ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ آؤ باہر چلو۔

اس نے باہر جانے کے لئے راستہ دیا' وہ بولی۔ "تم آگے چلو۔ میں تمہاری شکر گزار ہوں۔ مگر تمہیں دیکھ کر پریشان ہو رہی ہوں۔"

یہ کہتے ہوئے وہ اس کے پیچھے چلتی ہوئی مکان کے باہر آئی۔ پھر وہ دونوں ٹھٹک گئے۔ احاطے کے باہر ایک تیسری گاڑی کھڑی ہوئی تھی۔

ایک گاڑی میں ہیرو آیا تھا۔ دوسری میں سارہ وہاں پہنچی تھی۔ تیسری میں کون آیا تھا؟ ہیرو نے غیر معمولی بصارت سے تیسری گاڑی کے اندر دیکھا۔ پھر دور تک نظریں دوڑائیں کوئی نظر نہیں آرہا تھا۔ اس نے غیر معمولی سماعت کے ذریعے سنا' کسی تیسرے کی آہٹ سنائی نہیں دے رہی تھی۔

تیسرا جہاں تھا' وہاں ہیرو اسے دیکھ سکتا تھا' نہ سن سکتا تھا۔ وہ تیسری کار میری تھی۔

اپنے اندر مقناطیسی قوت پیدا کریں اور دوسروں کو اپنے طابع کریں

کتاب مقناطیسیت کا مطالعہ کریں

قیمت: ۲۰ روپے ڈاکخرچ ۱۰/- روپے

کتاب کے چند عنوانات

○ مقناطیسیت کیا ہے؟
○ بے اثر شخصیت کے اسباب۔
○ قوت کے خزانے ○ مخفی مقناطیسی توانائیاں ○ انسانی مقناطیسیت
○ زندگی مقناطیسیت ○ بنیادی خواہشات
○ تصنع اور بناوٹ ○ سحر و طلسم۔
○ ذہنی ارتکاز ○ ذہنی ارتکاز کا قیام۔
○ مقناطیسی شخصیت ○ جسمانی اور ذہنی توانائیاں اور ان کی حفاظت ○ آپ بھی اپنے اندر مقناطیسیت پیدا کر سکتے ہیں۔

ہر شخص میں ایک مقناطیسی قوت ہوتی ہے جو نا واقفیت کی بنا پر ضائع ہوتی رہتی ہے۔
اس قوت سے فائدہ اٹھانے کے لیے کسی قسم کی مشق یا ریاضت کی ضرورت نہیں ہوتی۔

صرف چند اصول اپنا لیجیے اور ان کے مطابق زندگی بسر کیجیے
پھر آپ کے لیے کامیابی اس کی کامیابیاں ہیں
اور دوسرے بھی آپ کے حکم کی تعمیل کرنے پر مجبور ہوں گے۔

مکتبہ نفسیات پوسٹ بکس نمبر ۹۳۲ کراچی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

میں چھت کے سرے پر لیٹا ہوا تھا۔ ٹھیک میرے نیچے اس مکان کا برآمدہ تھا' جہاں سارہ اور ہیرو کھڑے ہوئے تھے اور میری دور کھڑی ہوئی کار کو دیکھ کر سوچ رہے تھے کہ اس ویرانے میں وہ تیسری گاڑی کس کی ہے؟

سارہ نے ہیرو سے کہا "وہاں ایک کار میری ہے۔ دوسری تمہاری ہوگی۔ کیا وہ تیسری بھی تمہاری ہے؟"

ہیرو نے انکار میں سرہلایا۔ اشاروں کی زبان میں کہا' وہ نہیں جانتا کہ تیسری کار میں کون آیا ہے؟

میں اب تک ان دونوں کے متعلق کچھ نہیں جانتا تھا۔ صرف سارہ کے بارے میں اتفاق سے معلوم ہوا تھا کہ اس کے دو سوتیلے بھائی اسے قتل کرنا چاہتے ہیں۔ پھر یہ معلوم ہوا کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا سارہ پر عاشق ہے۔ میں یہ نہیں جانتا تھا کہ وہ عاشق ایکسرے مین ہے۔

ابھی میں نے چھت پر لیٹ کر سارہ کی آواز سنی تھی۔ اگر دس پندرہ منٹ پہلے اس کی آواز سن کر اس کے اندر پہنچتا تو مجھے معلوم ہوجاتا کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا عاشق یہودی خفیہ تنظیم کا بگ باس ایکسرے مین ہے۔ وہ مجھے اپنے دماغ میں آنے سے روک نہیں سکتا تھا کیونکہ ہیرو نے جب اسے اٹھا کر دیوار پر دے مارا تھا تو وہ زخمی ہوگیا تھا۔

ایکسرے مین کے مقدر میں ابھی گمنام اور پُراسرار بن کر رہنا تھا۔ اس لیے وہ میرے ہتھے چڑھنے سے پہلے ہی نکل بھاگا تھا۔ میری دلچسپی اس ٹیلی پیتھی جاننے والے سے تھی اسی لیے میں سارہ کا تعاقب کرتا ہوا وہاں پہنچا تھا۔ مجھے اس ہیرو کے متعلق کچھ معلوم نہیں تھا کہ وہ آدھا بندر اور آدھا انسان ہے۔

سارہ کی آواز سن کر اُس کے دماغ میں پہنچا۔ اس کے خیالات پڑھے تو معلوم ہوا کہ وہ جس ہستی کے ساتھ برآمدے میں کھڑی ہوئی ہے وہ دنیا کا آٹھواں عجوبہ ہے۔ وہ بندر تھا لیکن انسان کی طرح سیدھا کھڑا ہوا تھا۔ اس نے پتلون شرٹ اور جیکٹ پہنی ہوئی تھی۔ پتلون کے پیچھے ایک سوراخ تھا جہاں سے اس کی دم باہر نکلی ہوئی تھی۔ وہ حیرت انگیز جسمانی قوتوں کا مالک تھا۔ اس نے دو دروازے توڑ دیئے تھے۔ ایکسرے مین جیسے صحت مند آدمی کو دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر سر سے بلند کرکے پٹخ دیا تھا۔

میں یہ سب کچھ سارہ کی سوچ پڑھ کر معلوم کررہا تھا۔ وہ اس کی قربت سے سہمی ہوئی تھی اور مطمئن بھی تھی کیونکہ اس نیم انسان اور نیم حیوان نے اس کی عزت بچائی تھی۔ وہ بولی "مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ یہاں کوئی اور بھی موجود ہے۔"

ہیرو نے اشارے سے اسے تسلی دی' فکر نہ کرو۔

وہ اس کے ساتھ چلتی ہوئی' مکان کے برآمدے سے نکلی۔ پھر اپنی کار کے پاس آئی۔ ہیرو چاروں سمت دور تک نظریں دوڑا رہا تھا۔ پھر وہ اشارے سے بولا "تنہا اپنی کار میں نہ جاؤ۔ ذرا انتظار کرو۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ سارہ کو وہاں چھوڑ کر احاطے کے باہر اپنی گاڑی کی سمت جانے لگا۔ پہلی بار جب باربرا نے ایک جزیرے میں پاشا کے دماغ پر قبضہ جمایا تھا تو اس پر تنویمی عمل کرنے کے دوران یہ معلوم ہوا تھا کہ پاشا کا ایک یہودی استاد جافری تھا۔ ان دونوں نے غیر معمولی دواؤں کا تجربہ ایک بندر پر کیا تھا اور تجربہ کامیاب رہا تھا۔ وہ میلوں دور کی آوازیں سن لیتا تھا۔ رات کی گہری تاریکی میں حدِ نظر تک دیکھ لیتا تھا اور یہی اندازہ تھا کہ اس بندر کا قد رفتہ رفتہ بڑھے گا' وہ حیرت انگیز جسمانی قوتوں کا حامل ہوگا۔

ہم نے پاشا کے خیالات سے یہ معلومات حاصل کرنے کے بعد اسے زیادہ اہمیت نہیں دی۔ ہم جافری اور اس بندر کو ڈھونڈنا نہیں چاہتے تھے کہ وہ دنیا کے کس حصے میں ہیں۔ ہم نے سوچا' جہاں بھی ہے' ہماری زندگی رہی تو ایک دن ان سے ضرور سامنا ہوگا۔ اب میں سارہ کے ساتھ اسے دیکھ کر یقین سے سوچ رہا تھا کہ یہ وہی تجرباتی مراحل سے گزر کر آنے والا بندر ہے۔

میں بہت زیادہ محتاط ہوگیا تھا۔ وہ غیر معمولی سماعت سے میری ہلکی سی آہٹ بھی سن سکتا تھا۔ وہ زمین پر تھا اور میں زمین و آسمان کے درمیان۔ وہ چھت اونچی تھی۔ اس کی نظر مجھ تک نہیں پہنچ سکتی تھی۔ ورنہ درخت پر چڑھ کر دیکھتا تو میں گہری تاریکی میں بھی اس سے چھپ نہ سکتا۔

وہ احاطے کے باہر اپنی گاڑی کے پاس آیا۔ دروازہ کھول کر ایک بریف کیس لیا۔ پھر سارہ کے پاس واپس آیا اور برآمدے کے فرش پر بیٹھ کر اشارے سے بولا "یہاں میرے پاس آکر بیٹھو۔"

وہ ذرا دور ہی رہنا چاہتی تھی لیکن اس ویرانے میں اس کے رحم وکرم پر تھی۔ اس کی بات ماننے پر مجبور تھی۔ لہٰذا اس کے پاس آکر بیٹھ گئی۔

اس نے بریف کیس کھول کر اندر سے ایک پورٹیبل کمپیوٹر نکالا۔ اس میں سیل ڈالے۔ پھر انہیں آپریٹ کیا۔ سارہ حیرانی سے دیکھ رہی تھی اور دیکھ کر بھی یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ کمپیوٹر کو ہینڈل کرنا اور اسے اپنے مقصد کے لیے استعمال کرنا جانتا ہے۔

وہ کمپیوٹر اسکرین پر الفاظ کے ذریعے بولا "ہیلو۔ میرا نام ہیرو ہے۔ اگرچہ میں عجوبہ ہوں۔ تاہم تمہیں انسانیت کا واسطہ دیتا ہوں کہ مجھے اپنی طرح انسان سمجھو۔ اپنے دل سے ڈر نکال دو۔ تمہیں میری ذات سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

سارہ نے کہا "تمہاری ان باتوں سے مجھے حوصلہ مل رہا ہے۔ اب میں خوفزدہ نہیں ہوں۔ میرا نام سارہ روبن ہے۔"

"میں ابھی تمہیں بخیریت گھر پہنچا دوں گا۔ کیا تم جانے سے پہلے تھوڑی دیر مجھ سے باتیں کروگی؟"

"ہاں۔ میں تمہارے متعلق جاننا چاہتی ہوں' تم ایسے کیوں ہو؟"

"میں پیدائشی طور پر بندر ہوں۔ ایک علم الابدان کے ماہر نے ...ور عجیب وغریب تجربات کیے اور مجھے تقریباً انسان بنا دیا۔ مکمل ...نسان بننے میں جو کمی رہ گئی ہے' اس کا مجھے افسوس نہیں ہے کیونکہ ...میں نے اپنی زندگی میں آج تک کوئی مکمل انسان نہیں دیکھا ہے۔"

میں نے سارہ کی زبان سے سوال کیا۔ "جس نے تم پر تجربہ کیا ...ہے' وہ کہاں ہے؟"

"وہ اب اس دنیا میں نہیں ہے۔ اس کی موت کے بعد میرے ...لیے یہ مسئلہ ہے کہ میں کہاں رہوں؟"

"اب تک کہاں رہتے تھے؟"

"اسی شہر تل ابیب کے ایک بنگلے میں رہتا تھا۔ وہ مجھے دنیا ...والوں سے چھپا کر رکھتا تھا۔ راتوں کو مجھے سیر کرانے لے جاتا تھا۔ ...اس کی گاڑی کے شیشے کلرڈ ہیں۔ میں باہر والوں کو نظر نہیں آتا تھا۔ ...اب منظرِ عام پر آؤں گا تو تماشا بن جاؤں گا۔ پولیس گرفتار کرلے ...گی۔ پوچھا جائے گا کہ میں کون ہوں اور کہاں سے آیا ہوں؟"

سارہ نے کہا "بے شک' تمہارے لیے یہ مسئلہ ہے۔ یہاں ...کے انٹیلی جنس والے تمہیں سائنسی عجوبہ سمجھیں گے۔ یہ شبہ کریں ...گے کہ تم غیر ملکی ایجنٹ ہو اور یہاں جاسوسی کے لیے آئے ہو۔"

"مجھ میں بڑی غیر معمولی صلاحیتیں ہیں۔ میں ان صلاحیتوں کا ...اظہار کروں گا تو یہاں کی حکومت مجھے خطرناک قرار دے کر آہنی ...سلاخوں کے پیچھے ڈال دے گی۔"

"یوں سوچا جائے تو تم دنیا کے جس ملک میں بھی جاؤ گے' وہاں ...تم سے یہی سلوک کیا جائے گا۔"

"جیسا کہ تم سمجھ سکتی ہو' میری فطرت بندروں جیسی ہے۔ وہ ...جنگل میں آزادی کے ساتھ ایک درخت سے دوسرے درخت پر ...چھلانگیں لگاتے پھرتے ہیں۔ میں شہر شہر نگر نگر گھومنا چاہتا ہوں۔ ...میں نے تجرباتی مراحل سے گزرنے کے دوران برسوں قیدی کی ...زندگی گزاری ہے۔ اب چاردیواری کی گھٹن برداشت نہیں ہوتی ...ہے۔"

"تم انسانوں کی دنیا میں کس طرح آزادی سے رہ سکتے ہو' یہ ...بعد کی بات ہے۔ ابھی تو یہ مسئلہ ہے تم کہاں رہائش اختیار کروگے؟ ...اور جہاں بھی رہوگے' وہاں ایک ساتھی کی ضرورت ہوگی۔ ایسا ...ساتھی جو باہر کی دنیا میں فی الحال کسی سے تمہارا ذکر نہ کرے اور ...تمہارے کھانے پینے کا خیال رکھے۔ تمہاری اہم ضروریات کا ...سامان بازار سے لاکر تمہیں دیا کرے۔"

"مختصر یہ کہ میں تنہا زندگی نہیں گزار سکوں گا اور جو میرا ساتھ ...دے گا' مجھے پناہ دے گا' وہ پولیس اور قانون کی گرفت میں آئے ...گا۔"

"ہیرو! میں محسوس کررہی ہوں کہ ہماری دوستی ہوسکتی ہے۔ ...میں کچھ روز تمہیں چھپا سکتی ہوں۔"

"تم مجھ سے دوستی کرکے مصیبتوں کو دعوت دوگی۔"

"مصیبتیں یوں بھی اٹھا رہی ہوں۔ تم نے ابھی دیکھا ہے' ایک شخص کتنی آسانی سے میری عزت دو کوڑی کی کرنے والا تھا۔ تم نہ آتے تو میں خودکشی کرلیتی۔"

"تم اپنے مسائل بتاؤ۔ میں تمہارے کام آنے کی کوشش کروں گا۔ یہ ٹیلی پیتھی والا کون تھا؟"

"پتا نہیں کون تھا اور کیوں مجھ پر عاشق ہوگیا ہے۔ دنیا میں اور بھی حسین لڑکیاں ہیں۔"

"بے شک ہیں۔ مگر تمہارا جواب نہیں ہے۔ میں دروازہ توڑ کر کمرے میں آیا تو تمہارے حسن وجمال کو دیکھتا ہی رہ گیا تھا۔"

وہ جھجکتے ہوئے بولی "کیا تمہارے اندر بھی عشقیہ جذبات پیدا ہوتے ہیں؟"

"بندر جیسے اپنی بندریا سے گہرا لگاؤ رکھتا ہے' ویسا لگاؤ اب بھی مجھ میں ہے۔ پہلے سے زیادہ شدید ہے چونکہ انسان بھی ہوں' اس لیے سارے جذبات کسی حسینہ کے لیے ہیں۔"

وہ پریشان ہوکر بولی "کیا تم میرے لیے پرابلم بن جاؤ گے؟"

"ہرگز نہیں' میں تمہاری رضامندی کے بغیر کبھی کوئی ایسی بات نہیں کروں گا' جس سے ہماری دوستی پر حرف آئے۔"

"اس میں شبہ نہیں کہ ہماری دوستی بڑے مسائل پیدا کرے گی لیکن میں مسائل سے نمٹ لوں گی۔ مجھے تمہارے جیسے شہ زور ساتھی کی ضرورت ہے۔"

"تم مجھ پر اعتماد کروگی تو میں ساری دنیا سے تمہارے لیے لڑتا رہوں گا۔ تمہاری طرف بڑھنے والے پولیس اور قانون کے ہاتھوں کو توڑ ڈالوں گا۔"

"یہاں سے دس میل کے فاصلے پر ایک چھوٹا سا بنگلا ہے۔ میری ماں کے انتقال کے بعد اب وہ میری ملکیت ہے۔ اس بنگلے کے اطراف بہت بڑا باغ ہے۔ احاطے کی دیواروں پر خاردار تار بچھے ہوئے ہیں۔ کوئی بھی چپکے سے اندر آکر تمہیں دیکھ نہیں سکے گا۔"

"تم وہاں کب تک مجھے چھپا کر رکھوگی اور کب تک شہر سے اتنی دور میری ضروریات کا سامان پہنچاتی رہوگی؟"

"تم میری آبرو کے محافظ ہو۔ تم نے ایک عیاش شخص سے مجھے بچایا ہے۔ میں تم پر بھروسا کروں گی اور تمہارے ساتھ رہوں گی۔"

اس نے خوش ہوکر سارہ کو دیکھا۔ پھر اسکرین کے ذریعے کہا "میں قسم کھاتا ہوں' تمہارے اعتماد کو کبھی ٹھیس نہیں پہنچاؤں گا۔ ہم اچھے اور سچے دوست بن کر رہیں گے لیکن یہ بتاؤ' میرے ساتھ رہنے پر تمہارے والدین اعتراض نہیں کریں گے؟"

"میری ماں سگی تھی' وہ مرچکی ہے۔ باپ میری سوتیلی ماں کے سحر میں جکڑا ہوا ہے۔ اس کے ساتھ اکثر ملک سے باہر رہتا ہے۔ دو سوتیلے بھائی مجھے کسی طرح مار ڈالنا چاہتے ہیں۔ یوں دیکھا جائے تو

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

میں بھی تمہاری طرح لاوارث ہوں۔"

"تو پھر چلو' باقی باتیں راستے میں ہوں گی۔ مگر نہیں' ہم تو الگ الگ گاڑیوں میں چلیں گے۔"

"کوئی بات نہیں' یہاں سے پندرہ منٹ کی ڈرائیو ہے۔ تم میری گاڑی کے پیچھے آؤ۔"

"میں کمپیوٹر بند کرنے سے پہلے یہ سمجھا دوں کہ یہاں کسی تیسرے کی موجودگی سے غافل نہ رہنا۔ وہ ضرور ہمارا تعاقب کرے گا۔ تم محتاط رہنا۔ کوئی شبہ ہو تو تین بار ہارن بجا دینا۔"

وہ بولی "ہم ایک اہم بات بھول رہے ہیں۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا دشمن پھر میرے دماغ میں آسکتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ وہ اب بھی موجود ہو اور ہماری یہ تمام باتیں سن رہا ہو۔"

"فکر نہ کرو' وہ جلد ہی تمہارے اندر سے بھاگ جائے گا۔ میرے پاس دماغی توانائی کی نہایت ہی مؤثر دوا ہے۔ اس کے استعمال کے بعد کوئی تمہیں پریشان کرنے نہیں آئے گا۔ تم بے اختیار سانس روک لیا کرو گی۔"

اس نے کمپیوٹر کو آف کیا۔ پھر اسے بریف کیس میں بند کیا۔ اس کے بعد اپنی کلرڈ شیشوں والی گاڑی میں بیٹھ گیا۔ سارہ اپنی کار ڈرائیو کرتی ہوئی آگے جانے لگی۔ وہ پیچھے چلنے لگا۔ میں نے سوچا تھا' دونوں سے دور رہوں گا اور سارہ کے اندر رہ کر ہیرو کو ہر پہلو سے اچھی طرح سمجھتا رہوں گا۔ پھر کبھی دوستی کا موقع ملے گا تو ضرور اسے دوست بنا دوں گا۔

اب پتا چلا اس کے پاس دماغی توانائی کی دوا ہے جسے سارہ استعمال کرنے کے بعد خیال خوانی کی لہروں کو اندر نہیں آنے دے گی۔ یعنی میرا بھی راستہ بند ہو جائے گا۔ ظاہر ہے میں ایسا ہرگز نہ ہونے دیتا۔ ویسے ہیرو کی اس بات سے معلوم ہوا کہ اس کے پاس ایسی غیر معمولی دوائیں یا ان کے نسخے رکھے ہوئے ہیں' جنہیں حاصل کرنے کے لیے کتنی ہی خطرناک تنظیمیں تل ابیب میں جمع ہو گئی ہیں۔

وہ دونوں آگے پیچھے اس بنگلے میں پہنچ گئے۔ سارہ نے کار سے اتر کر بنگلے کے دروازے اور کھڑکیاں کھولیں۔ ان کے پردے برابر کیے تاکہ باہر سے گزرنے والوں کو اندر ہیرو نظر نہ آئے۔

ویسے شہر کے اس مضافاتی علاقے میں بہت کم لوگوں کا گزر ہوتا تھا۔ سارہ نے کہا "فریج میں کھانے کا اتنا سامان ہے کہ دو دنوں تک باہر نہیں جانا پڑے گا۔ میرا خیال ہے میری طرح تم بھی بھوکے ہو؟"

ہیرو نے اقرار میں گردن ہلائی۔

اس نے فریج سے کھانے کا سامان نکالا۔ پھر گرم کرنے کچن میں آئی۔ ہیرو نے کچن میں آکر اسے سمجھایا "میں تنہا کمرے میں کیوں رہوں؟ یہاں تمہارا ہاتھ کیوں نہ بٹاؤں؟"

وہ مسکرا کر بولی "تو پھر ڈائننگ ٹیبل صاف کرو۔ وہاں برتن اور پانی وغیرہ لے جاکر رکھو۔"

ہیرو کو ایک من پسند حسینہ کے ساتھ گھریلو زندگی کی خوشیاں مل رہی تھیں۔ جب وہ دونوں کھانے کے لیے بیٹھے تو اس نے کہا "آج میں بہت خوش ہوں اور چاہتا ہوں کہ یہ خوشیاں قائم رہیں۔"

"میں بھی راحت اور سکون محسوس کر رہی ہوں۔ میں نے بڑی مصیبتوں کے دن گزارے ہیں۔"

میں بڑی دیر تک چھت پر رہا۔ خیال تھا کہ شاید ایکسرے مین میدان صاف دیکھ کر واپس آئے گا لیکن ایک گھنٹے تک کوئی نہیں آیا۔ میں چھت سے اتر کر مکان کے اندر آگیا۔ وہاں تین کمرے تھے۔ میں ہر کمرے کے سامان کو توجہ سے دیکھنے لگا۔ وہ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کا مکان تھا۔ وہاں کے سامان سے شاید اس شخص پر کچھ روشنی پڑ سکتی تھی۔

سارہ کے خیالات سے معلوم ہوا تھا کہ وہ ایک کمرے میں جاکر گم ہو گیا تھا۔ میں نے ہر کمرے اور باتھ روم کو اچھی طرح دیکھا۔ وہاں کہیں چور دروازہ تھا' جہاں سے وہ بچ نکلنے میں کامیاب ہوا تھا۔

چور دروازے کیسے بنائے جاتے ہیں اور ان دروازوں کو کھولنے کی خفیہ تکنیک کیا ہوتی ہے' یہ ہم اچھی طرح جانتے ہیں۔ میں نے ایک اسٹور روم میں آکر دیکھا۔ وہاں کاٹھ کباڑ بھرا ہوا تھا۔ ایک پرانی سی الماری دیوار سے لگی ہوئی تھی۔ میں نے الماری کو کھولا۔ اس میں میلے اور پرانے کپڑے تھے۔ میں نے ان کپڑوں کو باہر نکال کر پھینکا۔ پھر اس کی آہنی چادروں پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ ایک خانے کی چادر کے نیچے ایک ہک پر میرا ہاتھ پڑا۔ میں نے اسے کھینچا تو الماری کی پچھلی آہنی دیوار ایک طرف سرکنے لگی۔ ایک دروازہ سا بن گیا۔ دروازے کے دوسری طرف گہری تاریکی تھی۔

وہاں ایک اندھے کی طرح قدم رکھنا مناسب نہیں تھا۔ میں نے اسٹور روم اور دوسرے کمروں میں روشنی کے لیے ماچس' لالٹین یا ٹارچ تلاش کی۔ بڑی تلاش کے بعد ایک ٹارچ مل گئی۔ میں نے چور دروازے پر آکر دوسری طرف روشنی ڈالی۔ ایک زینہ دکھائی دیا جو ایک تہ خانے میں گیا تھا۔

یہ سمجھ میں آنے والی بات تھی کہ فرار ہونے والا اب ہاتھ نہیں آئے گا۔ پھر بھی یہ معلوم ہو سکتا تھا کہ وہ تہ خانہ اسے کہاں لے گیا ہوگا۔ اس کی کسی منزل کا پتا چل سکتا تھا۔

میں نے تہ خانے میں آکر دیکھا۔ وہاں بڑی بڑی الماریاں' میزیں اور کرسیاں تھیں۔ ٹی وی' وی سی آر اور ویڈیو لائبریری تھی۔ دیوار پر ایک سوئچ بورڈ تھا۔ میں نے ایک بٹن کو دبایا۔ روشنی ہو گئی۔ یوں دو چار بٹن دبانے سے تمام بلب روشن ہو گئے۔ میں نے ایک ایک ویڈیو کو پڑھا۔ ان پر دنیا کے خطرناک سیاسی اور سائنسی ...ہوں کے نام لکھے ہوئے تھے۔ دو ویڈیو کیسٹ ایسے تھے جن پر میرا ...سونیا کا نام لکھا ہوا تھا۔

میں نے ٹی وی اور وی سی آر کو آن کیا۔ سونیا کے نام کا ...یٹ لگایا۔ پھر اسے ریوائنڈ کرنے کے بعد دیکھا اسکرین پر سونیا ...آنے لگی۔ اس کی متحرک تصویر کے ساتھ تحریر بھی نظر آرہی ...۔ اس کا قد اس کے بدن کا ناپ اور اس کا وزن وغیرہ بیان کیا ...یا تھا۔ اس میں اُنیس سو پچاسی کی سونیا کو پیش کیا گیا تھا۔

آگے چل کر اُس کے ہنسنے بولنے' چلنے پھرنے کے انداز ...ائے گئے تھے۔ اس نے ۱۹۸۵ء سے پہلے جتنی چالاکیوں اور ...اریوں سے دشمنوں کو زیر کیا تھا اور بڑے ممالک کو تگنی کا ناچ ...یا تھا' اس کی تفصیل تحریر اور کمنٹری کے ذریعے پیش کی گئی ...۔ میں نے اپنے' سونیا کے اور دیگر جتنے ضروری ویڈیو کیسٹس ...انہیں ایک بیگ میں رکھ لیا۔ پھر الماریوں کو کھول کر دیکھا۔

وہاں جتنی سیکرٹ فائلیں اور مائیکرو فلمیں رکھی ہوئی تھیں' ان ...صاف پتا چل گیا کہ ان تمام ٹاپ سیکرٹ چیزوں کا تعلق یہودی ...تنظیم سے ہے۔ اسی تنظیم کا ٹیلی پیتھی جاننے والا سارہ پر ...ق ہوا ہے۔

میں اتنی اہم چیزوں کو دیکھنے میں اس قدر مصروف رہا کہ بڑی ...ر تک سارہ کو بھولا رہا۔ پھر اس کے پاس پہنچا تو وہ ایک بیڈ روم ...ں گہری نیند سو رہی تھی۔ میں نے لیلیٰ کے پاس آکر کہا "مجھے ...وس ہے۔ تمہیں نیند سے جگا رہا ہوں۔ اگر خیال خوانی کا موڈ نہ ...تو سو جاؤ۔ میں ثانی یا باربرا کو بلاؤں گا۔"

"جی نہیں۔ میں نیند کی متوالی نہیں ہوں۔ آپ کام بتائیں۔"

"میرے دماغ میں آؤ۔ تمہیں ایک لڑکی کے پاس پہنچا رہا ...ں۔ اس کے خیالات پڑھ کر تمہیں بہت کچھ معلوم ہو جائے گا۔ ...اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بناؤ۔"

"وہ تو میں بنا لوں گی۔ آپ کہاں ہیں؟ کیا کرتے پھر رہے ...ں؟"

"تمہارے پوچھنے کا انداز ایسا ہے جیسے مجھے اپنی سوکن کے ...ل محسوس کر رہی ہو۔"

"جس بیوی کا آدھا بستر خالی ہوتا ہے' وہ یہی محسوس کرتی ہے ...ور غلط نہیں کرتی سچ بتائیں آپ کہاں ہیں؟ کیا اکیلے ہیں؟"

میں نے ہنستے ہوئے کہ "بھئی آکر دیکھ لو۔"

وہ میرے پاس آگئی۔ پھر بولی "یہ کون سی جگہ ہے۔ آپ ان بڑی ...ی الماریوں کے درمیان کیا کر رہے ہیں؟"

"یہاں یہودی خفیہ تنظیم اور اسرائیلی حکومت کی ٹاپ ...یکرٹ دستاویزات اور فلمیں رکھی ہوئی ہیں۔ میں انہیں سمیٹ رہا ...وں۔"

میں نے اسے سارہ کے پاس پہنچا دیا۔ تہ خانے میں کئی خالی ...بیگ رکھے ہوئے تھے۔ میں نے تمام دستاویزات اور تمام مائیکرو فلمیں رکھ لیں۔ ایسی چیزیں بڑی بڑی حکومتوں کا سیاسی سرمایہ ہوتی ہیں۔ میں تمام سرمائے پر جھاڑو پھیر کر تہ خانے سے باہر آگیا۔ چار عدد بھرے ہوئے تھیلوں کو اپنی کار میں رکھا اور ڈکی کھول کر پیٹرول کا کین نکالا۔ پھر دوبارہ تہ خانے میں آکر ہر طرف پیٹرول چھڑک دیا۔ اس کے بعد آگ لگا کر باہر آگیا۔ اپنی کار میں بیٹھ کر وہاں سے دور نکلتا چلا گیا۔ میرا خیال ہے' یہودی خفیہ تنظیم کو اس سے بڑا نقصان کبھی نہیں پہنچا ہوگا۔

اس تہ خانے کے اندر بھی کوئی ایسا چور دروازہ ہوگا' جہاں سے ایکسرے مین گزر کر گیا ہوگا۔ چونکہ وہ مکان اور تہ خانہ ویران علاقے میں تھا۔ اس لیے اندازہ یہ تھا کہ تہ خانے کا دوسرا سرا کسی جنگلی جھاڑی میں ہوگا۔ میں اس سلسلے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ ویسے حقیقت یہی تھی۔ ایکسرے مین' ہیرو کے ہاتھوں زخمی ہو کر پہلے اس تہ خانے میں گیا تھا۔ پھر وہاں کے ایک چور دروازے سے نکل کر ایک سرنگ میں آیا تھا۔ وہ سرنگ اسے ایک کلومیٹر دور لے گئی۔ پھر وہ سیڑھیاں چڑھتا ہوا ایک گڑھے سے باہر نکلا تو درختوں کے جھنڈ میں اس کی ایک کار موجود تھی۔

ہیرو نے اسے اٹھا کر اس بری طرح دیوار پر دے مارا تھا کہ اس کی ہڈیاں چیخ گئی تھیں۔ کھوپڑی کی ہڈی پر بھی ایسی چوٹ لگی تھی کہ وہ چکرا گیا تھا۔ اگرچہ اٹھنے کا حوصلہ نہیں رہا تھا لیکن اپنی جان بچانے اور اپنی شخصیت کو راز میں رکھنے کا اہم مسئلہ تھا۔ وہ اپنی آخری تمام قوتوں کو سمیٹ کر وہاں سے بھاگا تھا اور کسی طرح گرتے پڑتے تہ خانے میں پہنچ گیا تھا۔

وہاں پہنچ کر اسے اطمینان ہوا۔ پھر وہ فرش پر گرتے ہی بے ہوش ہو گیا۔ بے ہوشی مختصر سی تھی۔ کمزوری کے باعث اس پر غفلت طاری ہو گئی تھی۔ اس نے گھڑی دیکھی۔ آدھا گھنٹا گزر گیا تھا۔ وہ اٹھ کر چاروں ہاتھ پاؤں سے رینگتا ہوا دوسرے چور دروازے سے سرنگ میں آگیا۔

یہ وہی وقت تھا' جب میں تہ خانے میں داخل ہوا تھا۔ ایکسرے مین کی بری حالت تھی۔ کمزوری غالب آرہی تھی۔ وہ چلنے پھرنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ پھر بھی وہ تہ خانہ بہت اہم تھا۔ وہاں مملکتِ اسرائیل اور یہودی خفیہ تنظیم کے تمام اعمال نامے تھے اور دوسرے بڑے ممالک کے چرائے ہوئے اہم سائنسی' سیاسی اور فوجی راز حفاظت سے رکھے ہوئے تھے۔

وہ دعا مانگ رہا تھا کہ وہ بندر نما انسان تہ خانے تک نہ پہنچ جائے لیکن دعا قبول نہیں ہوئی۔ اس نے چور دروازے کے پیچھے سے کسی کے قدموں کی آہٹیں سنیں۔ پھر اسے ٹی وی آن ہونے کی آواز سنائی دی۔ اس نے سونی کی آوازیں سن کر سمجھ لیا کہ تہ خانے میں جو بھی ہے' وہ سونیا کی ویڈیو فلم دیکھ رہا ہے۔

اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا۔ ایک تو یہ پریشانی کہ وہ بندر نما انسان ملک کے اہم رازوں تک پہنچ گیا ہے۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

دوسرے یہ گھبراہٹ کہ وہ دوسرے چور دروازے کو بھی دریافت کرکے اسے دبوچ لے گا۔ وہ پھر گرتا پڑتا سرنگ سے باہر آگیا۔ جنگل کی گھاس پر رینگتا ہوا کار میں آکر بیٹھ گیا۔ پھر اسے اسٹارٹ کرکے ڈرائیو کرتا ہوا شہر کی طرف جانے لگا۔ اب اسے خفیہ رہائش گاہ میں پہنچ کر ہی اطمینان و سکون حاصل ہو سکتا تھا۔

اس نے تہ خانے کے اہم رازوں کے سلسلے میں خود کو تسلی دی کہ ایک بندر ان پر نظر ڈال کر ان کی اہمیت کو سمجھ نہ سکے گا۔ وہ مجھے تلاش کرنے میں ناکام ہونے کے بعد وہاں سے چلا جائے گا۔

اس نے تہ خانے کے معاملے میں صرف برین آدم اور بلیک آدم کو رازدار بنایا تھا اور ان کے دماغوں میں یہ نقش کردیا تھا کہ وہ دونوں چوبیس گھنٹوں میں ایک بار وہاں ضرور جایا کریں۔

کسی بھی آدم برادر کو یہ نہیں معلوم تھا کہ کوئی ایکسرے مین ان کے دماغوں پر حکومت کرتا ہے۔ وہ سب یہی جانتے تھے کہ برین آدم ان کا بگ برادر ہے۔ اور برین آدم یہ سمجھتا تھا کہ اس نے ہی اپنی محنت سے اس تہ خانے میں خفیہ ریکارڈ روم قائم کیا ہے' اسی کی ذہانت سے خفیہ یہودی تنظیم کی سرگرمیاں جاری رہتی ہیں۔

پچھلی رات ایکسرے مین نے برین آدم اور بلیک آدم کے دماغوں میں یہ حکم نقش کردیا تھا کہ وہ چوبیس گھنٹوں تک اس خفیہ ریکارڈ روم اور خفیہ مکان میں نہیں جائیں گے۔ اس طرح اُس نے دونوں بھروسے کے ماتحتوں کو اس مکان سے دور رکھا تھا اور مطمئن ہوگیا تھا کہ وہاں سارہ کے ساتھ ایک رنگین رات گزار سکے گا۔

وہ اس کے لیے قیامت کی رات بن گئی تھی۔ وہ کار ڈرائیو کرتا ہوا شہر میں داخل ہوا۔ اپنی خفیہ رہائش گاہ میں پہنچنے کے بعد وہ سب سے پہلے برین آدم اور بلیک آدم کو اس تہ خانے کی طرف بھیجنا چاہتا تھا۔ اسے یقین تھا کہ بلیک آدم جیسا شہ زور ماتحت اس بندر نما انسان کی ہڈیاں پسلیاں توڑ کر رکھ دے گا۔

وہ اپنے کمرے میں پہنچتے ہی بستر پر گر کر لمبی لمبی سانسیں لینے لگا۔ پھر اس نے برین آدم کے پاس جانے کے لیے خیال خوانی کی پرواز کی تو ناکام رہا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا۔ کمزوری اتنی تھی کہ پرائی سوچ کی لہروں کو بھی اندر آنے سے نہیں روک سکتا تھا۔ اگر وہ گمنامی کی زندگی نہ گزارتا اور کھل کر میدانِ عمل میں رہتا تو اب تک کوئی دشمن خیال خوانی کرنے والا اسے اپنا غلام بنا چکا ہوتا۔

وہ تھوڑی دیر تک بستر پر پڑا اپنے اندر حوصلہ پیدا کرتا رہا۔ پھر اس نے اٹھ کر فریج میں سے دماغی اور جسمانی توانائی حاصل کرنے کی دوائیں نکالیں۔ انہیں پانی کے ساتھ حلق سے اتارا۔ پھر موبائل فون لے کر بستر پر لیٹ گیا۔ برین آدم سے رابطہ کرکے بولا "مخبر زیرو ون ون بول رہا ہوں۔ میں ریکارڈ روم والے مکان کے قریب ایک شخص کو دیکھ رہا ہوں۔ اب وہ مکان میں داخل ہو رہا ہے۔ آپ فوراً بلیک آدم کو مسلح ہو کر جانے کا حکم دیں۔ سخت مقابلہ ہونے کے امکانات ہیں۔"

اس نے رابطہ ختم کردیا۔ جب کبھی وہ فون کے ذریعے رابطہ کرتا تھا تو خود کو ایک مخبر ظاہر کرتا تھا۔ پھر رابطہ ختم ہونے کے بعد خیال خوانی کے ذریعے یہ دیکھتا تھا کہ اس کے ماتحت رپورٹ کے مطابق کس طرح عمل کررہے ہیں۔ فی الوقت وہ اس قابل نہیں تھا۔ ویسے یقین تھا کہ بلیک آدم ایکشن میں آچکا ہوگا۔

بلیک آدم اس تنظیم کا سب سے شہ زور اور خطرناک برادر تھا۔ کسی دشمن کی گردن اس کے ہاتھوں میں آجائے تو وہ ضرور ٹوٹ کر رہتی تھی۔ پتا نہیں اس کا مقابلہ ہیرو سے یا مجھ سے ہوتا تو کون اپنے آخری انجام کو پہنچتا؟ اس رات کسی سے مقابلہ نہیں ہوا۔ وہ ریکارڈ روم والے خفیہ مکان کے سامنے پہنچا تو دور ہی سے آگ کے شعلے دیکھ کر ٹھٹک گیا۔

میں تہ خانے میں آگ لگا کر چلا آیا تھا۔ اب اس کے بھڑکتے ہوئے شعلے باہر چلے آئے تھے۔ پورا مکان آگ کی لپیٹ میں آگیا تھا بلیک آدم نے حیرانی اور پریشانی سے کہا "مائی گاڈ! تمام انتہائی اہم راز تباہ ہوگئے ہیں۔"

اس نے فون کے ذریعے برین آدم سے کہا "بگ برادر! ہم تباہ ہوگئے ہیں۔ وہ مکان آگ کی لپیٹ میں ہے' اس طرح جیسے جہنم کے شعلے بھڑک رہے ہوں۔ اب تک سارا ریکارڈ روم جل چکا ہوگا۔"

برین آدم نے حیرانی اور بے یقینی سے کہا "نہیں۔ یہ کیا کہہ رہے ہو۔ اس مکان کے متعلق کوئی نہیں جانتا تھا کہ اس کے تہ خانے میں ہمارے کتنے گہرے راز پوشیدہ ہیں۔ پھر وہاں کون آگ لگانے آئے گا؟"

"بگ برادر! خود آکر دیکھ لو۔ ہم بری طرح تباہ ہوگئے ہیں۔ یہاں کچھ نہیں بچا ہوگا۔"

برین آدم نے ٹیری آدم سے رابطہ کیا۔ پھر کہا "تم خیال خوانی کے ذریعے تمام برادرز کو بتاؤ کہ تل ابیب سے پچیس میل دور جنوب میں ہائی وے کے دائیں طرف دیکھیں۔ دور سے ایک جلتا ہوا مکان نظر آئے گا۔ ہمارا کوئی برادر فائر بریگیڈ کے پورے عملے کے ساتھ فوراً وہاں پہنچے۔"

ٹیری آدم نے پوچھا "وہ جلتا ہوا مکان کس کا ہے؟"

"ہمارا ہی تھا۔ مزید سوالات نہ کرو۔ فائر بریگیڈ کو بھیجو۔ شاید کچھ سامان جلنے سے بچ جائے۔"

اس تنظیم کے تمام برادر حرکت میں آگئے۔ ایک گھنٹے کے اندر ملٹری انٹیلی جنس والے بھی اس مکان کے پاس پہنچ گئے۔ ہائی وے سے گزرنے والے کتنے ہی لوگ اپنی گاڑیوں میں ادھر آئے تھے۔ فائر بریگیڈ والے مستعدی سے اپنا فرض ادا کررہے تھے۔ اس کے باوجود آگ بجھتے بجھتے صبح ہوگئی۔

برین آدم ملٹری انٹیلی جنس کے چیف کی حیثیت سے وہاں آیا تھا۔ آگ بجھنے کے بعد وہاں دھواں ہی دھواں رہ گیا تھا۔ وہ ماسک پہن کر تہ خانے میں گیا۔ پھر سر جھکا کر واپس آگیا۔ وہاں کچھ نہیں بچا تھا۔ سب جل کر راکھ ہوگیا تھا۔

اتنے بڑے نقصان کے پیشِ نظر اسرائیلی حکام اور اعلیٰ فوجی افسران کو ملٹری ہیڈکوارٹر میں طلب کیا گیا۔ برین آدم' بلیک آدم اور ٹیری آدم فوجی افسران کی حیثیت سے اس میٹنگ میں شریک ہوئے۔ وہاں اس ریکارڈ روم کی تفصیلات پیش کی گئیں۔ ایک اعلیٰ افسر نے کہا "اس ریکارڈ روم میں ہمارے ملک کے اہم راز فائلوں اور مائیکرو فلموں کی صورت میں رکھے ہوئے تھے۔ پھر بڑے ممالک کی کمزوریاں اور ان کے سیاسی اور فوجی راز بھی وہاں چھپا کر رکھے گئے تھے۔ کسی نے ماچس کی ایک جلتی ہوئی تیلی دکھائی اور سب جلا کر راکھ کردیا۔"

ایک حاکم نے کہا "ہم ان نقصانات کا ماتم تو کرتے ہی رہیں گے مگر یہ سوالات پیدا ہوتے ہیں کہ وہ آگ لگانے والا کون تھا؟ اسے ہمارے انتہائی سیکرٹ ریکارڈ روم کا پتا کیسے چلا؟"

دوسرے حاکم نے کہا "اس ریکارڈ روم کے انچارج مسٹر برین آدم ہیں۔ یہی ان سوالات کے جواب دے سکتے ہیں؟"

"میں کیا جواب دوں؟ میں خود حیران ہوں کہ یہ سیکرٹ کس طرح آؤٹ ہوگیا؟ اور وہ آگ لگانے والا شخص کون ہے' اس کا سراغ لگانے میں کچھ وقت لگے گا۔"

ایک اعلیٰ فوجی افسر نے کہا "مسٹر برین آدم! آپ سے کہیں کوتاہی یا کوئی ایسی غلطی ہوئی ہے جس کے نتیجے میں کسی کو اس مکان اور تہ خانے کا علم ہوگیا تھا۔"

برین آدم نے کہا "میں غور کررہا ہوں کہ مجھ سے کب اور کہاں غلطی ہوئی ہے۔"

"کیا آپ کے غور کرنے سے اتنا بڑا نقصان پورا ہو جائے گا؟ کیا آپ سزا کے مستحق نہیں ہیں؟"

بلیک آدم نے کہا "بگ برادر نے کوئی جرم نہیں کیا ہے۔ انہوں نے اس مکان میں آگ نہیں لگائی ہے۔ جرم تب ہوتا' جب یہ تمام اہم راز چرا کر اپنے پاس رکھ لیتے۔"

"یہ ممکن ہے۔ وہ تمام راز پہلے چرا کر دوسری جگہ منتقل کیے گئے ہوں بعد میں مکان کو آگ لگائی گئی ہو۔"

برین آدم نے پوچھا "آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟ کیا میں ایسا کروں گا؟"

"اگر وہ آگ لگانے والا گرفتار نہ ہوا تو یہی سمجھا جائے گا۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "میں پورے یقین سے کہتا ہوں' مکان کو آگ لگانے سے پہلے اہم راز چرائے گئے ہیں۔"

"بے شک' ہمیں یہ سوچ کر دل کو تسلی نہیں دینا چاہیے کہ وہ تمام راز ہمارے پاس نہیں رہے تو کسی اور کے ہاتھ بھی نہیں لگے اور سب جل چکے ہیں' یہ جھوٹی تسلی ہوگی۔ وہ آگ لگانے والا سب کچھ سمیٹ کر لے گیا ہوگا۔"

"میرا مشورہ ہے کہ برین آدم کو چوبیس گھنٹوں کی مہلت دی جائے۔ وہ آگ لگانے اور راز چرانے والا اس ملک سے باہر نہیں گیا ہوگا۔ مسٹر آدم اسے گرفتار کریں۔"

دوسرے حاکم نے کہا "وہ گرفتار ہوگا تو تمام چرائے ہوئے راز بھی واپس مل جائیں گے۔"

فوج کے اعلیٰ افسر نے کہا۔ "اگر وہ چوبیس گھنٹوں کے اندر گرفتار نہ ہوا تو مسٹر برین آدم کو فوج سے برطرف کرکے اس پر مقدمہ قائم کیا جائے گا۔"

وہ میٹنگ برخاست ہوگئی تھی۔ برین آدم نے اپنے بنگلے میں تنظیم کے تمام برادرز کو طلب کیا۔ الپا بھی فرائض انجام دینے کے قابل ہوگئی تھی۔ وہ بھی میٹنگ میں شریک ہوئی۔ برین آدم نے کہا۔ "ہمیں خوشی ہے کہ الپا صحت یاب ہو کر پھر ہمارے درمیان آگئی ہے۔ ابھی جو مجھ پر برا وقت آیا ہے' اس سلسلے میں الپا اور ٹیری آدم ٹیلی پیتھی کے ذریعے میرے بہت کام آئیں گے۔"

الپا نے کہا "میں ریکارڈ روم کی ٹریجڈی کے متعلق سن چکی ہوں۔ آپ کو کب اور کیسے پتا چلا کہ اس مکان میں آگ لگ گئی ہے؟"

"مجھے پچھلی رات ایک بج کر چالیس منٹ پر اس مخبر نے اطلاع دی جو خود کو زیرو ون ون کہتا ہے۔"

ٹیری نے کہا "اس نے پچھلے دنوں مجھے بھی اہم اطلاعات فراہم کی تھیں۔ آخر یہ زیرو ون ون کون ہے؟ اس کی سرکاری حیثیت کیا ہے؟ اسے کس نے ہمارا مخبر بنایا ہے؟"

برین آدم نے کہا "میرے ذہن میں کئی بار یہ سوالات ابھرے۔ پھر میں بھول گیا کہ مخبر زیرو ون ون کے سلسلے میں چھان بین کرنا چاہیے۔"

بلیک آدم نے کہا "تعجب ہے' میں نے بھی کئی بار سوچا کہ اس مخبر کے بارے میں سرکاری ریکارڈ سے کچھ معلوم کروں لیکن میں نے معلوم نہیں کیا۔ دوسری مصروفیات میں بھول گیا۔"

ٹیری نے کہا "پھر تو مجھے بھی تعجب کا اظہار کرنا چاہیے۔ کیونکہ مخبر سے اطلاعات حاصل کرنے کے بعد بھی میں اسے بھول جاتا ہوں۔"

الپا نے کہا "یہ تشویش ناک بات ہے اور اہم سوال ہے کہ ہم سب اس مخبر کو کیوں بھول جاتے ہیں۔ کیا اس کے پاس ایسی طاقت ہے کہ وہ جب چاہے ہمارے ذہنوں سے خود کو فراموش کرا دیتا ہے اور جب چاہتا ہے' ہمیں اطلاعات فراہم کرکے ان اطلاعات کے مطابق ہم سے عمل کراتا ہے۔"

الپا کی یہ بات غور طلب تھی۔ سب ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ پھر ٹیری نے کہا "بگ برادر! سوچو تو یہی سمجھ میں آتا ہے کہ وہ مخبر ہماری طرح ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ اس نے ہم

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

سب کے دماغوں پر قبضہ جمایا ہوا ہے۔"

بلیک آدم نے کہا "اگر ایسا ہے کہ تو ہم نے اب تک اس تشویشناک پہلو پر غور کیوں نہیں کیا۔ آج اس کے بارے میں ایسا کیوں سوچ رہے ہیں؟"

برین آدم نے کہا "شاید اس لیے کہ ابھی وہ ہمارے درمیان نہیں ہے۔ اگر ہوتا تو مجھ سے اپنی مرضی کے مطابق باتیں کراتا اور تم سب مجھے بگ برادر مان کر وہ باتیں تسلیم کرتے رہتے۔"

"گویا ہم آج تک آپ کی نہیں' اس مخبر کی ہدایات اور احکامات پر عمل کرتے رہے ہیں؟"

"ہم جس پہلو سے گفتگو کر رہے ہیں' اس سے یہی یقین ہو رہا ہے۔ اگر اس پہلو کو نظر انداز کریں تو اس سوال کا جواب نہیں ملے گا کہ ہم اس مخبر کے متعلق تحقیقات کیوں نہیں کرتے ہیں اور عام حالات میں اسے بھول کیوں جاتے ہیں۔"

الپا نے کہا "ہم اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتے کہ وہ ہم سب پر بھاری ہے۔ ہم اس کے محکوم ہیں۔"

برین آدم نے کہا "اور اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کر سکتے کہ ہم اس کے محکوم رہ کر اپنے ملک و قوم کی خدمت کر رہے ہیں۔ گویا جب سے یہ خفیہ تنظیم قائم ہوئی ہے' تب سے ہم اس کے زیر اثر ہیں اور تب سے اس ملک کو ہماری ذات سے کوئی نقصان نہیں پہنچا ہے بلکہ ہم ملک و قوم کی ترقی اور خوشحالی کے لیے سرگرم عمل رہتے ہیں۔"

"ہم جس پہلو سے گفتگو کر رہے ہیں' اس سے یہی یقین ہو رہا ہے۔ اگر اس پہلو کو نظر انداز کریں تو اس سوال کا جواب نہیں ملے گا کہ ہم اس مخبر کے متعلق تحقیقات کیوں نہیں کرتے ہیں اور عام حالات میں اسے بھول کیوں جاتے ہیں۔"

الپا نے کہا "ہم اس حقیقت سے بھی انکار نہ کریں کہ ہم اس کے محکوم رہ کر اپنے ملک و قوم کی خدمت کر رہے ہیں۔ گویا جب سے یہ خفیہ تنظیم قائم ہوئی ہے' تب سے ہم اس کے زیر اثر ہیں اور تب سے اس ملک کو ہماری ذات سے کوئی نقصان نہیں پہنچا ہے۔ بلکہ ہم ملک و قوم کی ترقی و خوش حالی کے لیے سرگرم عمل رہتے ہیں۔"

"یہی بات سمجھ میں آتی ہے لیکن ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ ہمارا راہنما یا سربراہ کون ہے؟"

ٹیری نے کہا "اس کے طریقۂ کار سے پتا چلتا ہے کہ وہ بہت محتاط رہنے کا عادی ہے۔ اس طرح کوئی دشمن کبھی اسے نہ پہچان سکے گا' نہ کبھی اسے نقصان پہنچا سکے گا۔"

"بے شک ایسی احتیاط لازمی ہے لیکن اس سے نقصان بھی پہنچتا ہے۔ مثلاً ابھی وہ ہمارے درمیان نہیں جبکہ ہمیں راہنمائی کی سخت ضرورت ہے۔ ہم اس سے کسی طرح رابطہ بھی نہیں کر سکتے۔"

"ہو سکتا ہے' وہ بیمار ہو۔"

"اسی لیے گمنامی اور حد سے زیادہ رازداری نقصان پہنچاتی ہے۔ ہمیں اس کا پتا ٹھکانا معلوم ہوتا تو ہم اسے طبی امداد پہنچا سکتے تھے۔"

"اور اگر وہ کسی دشمن کی قید میں ہوتا تو ہم اسے قید سے رہائی دلاتے۔"

"وہ مخبر زیرو دن ون یا ہمارا لیڈر ضرور کسی پرابلم میں ہے۔ ورنہ وہ بگ برادر پر مصیبت نہ آنے دیتا۔ کسی کی یہ مجال نہ ہوتی کہ ہمارے بگ برادر کو مجرم کہتا اور اسے چوبیس گھنٹوں کی مہلت دے کر مقدمہ قائم کرنے کی دھمکی دیتا۔"

برین آدم نے کہا "ایک اور بات سمجھ میں آتی ہے' جب وہ کسی وجہ سے خیال خوانی نہیں کرتا ہے تو مخبر بن کر فون کے ذریعے اطلاعات فراہم کرتا ہے۔"

اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ برین آدم نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو میں چیف بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے آواز آئی۔ میں ہوں مخبر زیرو دن......"

"مسٹر! ابھی ہم تمہارے ہی متعلق گفتگو کر رہے ہیں۔ کیا تم ہم سے تفصیلی گفتگو کرو گے؟"

"مسٹر برین آدم! پہلے یہ بتاؤ' کیا ابھی تنہا ہو؟"

"یہاں میرے پاس تمام برادرز موجود ہیں۔"

"ایک اور سوال کا جواب دو' کیا ریکارڈ روم کے سلسلے میں تمہارا محاسبہ کیا جا رہا ہے؟"

"ہاں' مجھے چوبیس گھنٹوں کی مہلت دی گئی ہے۔ اگر میں نے اس آگ لگانے والے کو گرفتار نہ کیا تو مجھے فوج سے خارج کر دیا جائے گا پھر میرے خلاف قانونی کارروائی کی جائے گی۔"

"مسٹر آدم! اطمینان رکھو تمہارے خلاف کچھ نہیں ہوگا۔ میں اس مجرم کی نشاندہی کر رہا ہوں' غور سے سنو۔ وہ ایک عجوبہ ہے۔ دنیا کا آٹھواں عجوبہ۔ شاید تم لوگوں کو یقین نہ آئے۔ وہ نصف انسان اور نصف بندر ہے۔"

"کیا واقعی؟ کیا ایسی کوئی مخلوق ہے؟"

"ہاں۔ ہمارے ملک میں پتا نہیں وہ کہاں سے آیا ہے۔ غیر معمولی سماعت و بصارت اور حیرت انگیز جسمانی و دماغی قوتوں کے فارمولے اس پر یقیناً آزمائے گئے ہونگے' وہ بندر سے آدمی بنا گیا ہے۔ آدمی کی طرح سیدھا کھڑا ہوتا ہے۔ آدمی کی طرح لباس پہنتا ہے۔ بے پناہ طاقت ور ہے۔ اس نے مکان کے مضبوط دروازوں کو ایک دھکے میں توڑ دیا تھا اور مجھے دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر دیوار پر دے مارا تھا۔ میں نے بڑی مشکلوں سے اپنی جان بچائی ہے۔"

"مسٹر زیرو دن ون! تم کوئی بھی ہو' ہم تم پر اس لیے بھروسا کرتے ہیں کہ تم نے آج تک کبھی ہمیں گمراہ نہیں کیا۔ ہمیشہ اہم اور درست معلومات فراہم کرتے رہے۔ آج ہمیں حقیقت بتا دو کہ تم کون ہو؟"

"میں صرف تمہیں اور بلیک آدم کو بتاؤں گا۔ اور مشورہ دوں گا کہ اس سلسلے میں کسی اور برادر پر بھروسا نہ کرنا۔ خصوصاً ٹیلی پیتھی جاننے والے ٹیری آدم اور الپا کو میری اصلیت نہ بتانا کیونکہ ٹیلی پیتھی جاننے والے کبھی نہ کبھی کسی دشمن کے چنگل میں آجاتے ہیں اور تمام راز ان کے دماغوں سے معلوم کر لیے جاتے ہیں۔ البتہ ان سے یہ کہہ سکتے ہو کہ یہ مخبر اس تنظیم کا گمنام سربراہ ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں اسی حد تک سب کو بتاؤں گا۔"

"ان سب کو اس بندر آدمی کا حلیہ بتا کر اسے تلاش کرنے کا کہو۔ وہ لباس پہنتا ہے لیکن لباس کے پیچھے سے اس کی دُم باہر نکلی رہتی ہے۔ اس طرح وہ دور سے پہچانا جا سکتا ہے۔ باقی جسم انسانوں جیسا ہے لیکن صورت بندر جیسی ہے۔ تمام برادرز کو یہ تفصیلات بتانے کے بعد انہیں رخصت کر دو۔ پھر جو پتا بتا رہا ہوں' وہاں صرف بلیک آدم کے ساتھ آؤ۔ کیا میں بھروسا کروں کہ میری اس ہدایت پر سختی سے عمل کرو گے۔"

"جی ہاں۔ آپ بھروسا کریں۔"

ایکسرے مین نے اپنی رہائش گاہ کا پتا بتا کر رابطہ ختم کر دیا۔ برین آدم نے تمام برادرز سے کہا "آج اس راز پر سے پردہ اٹھ گیا ہے کہ مخبر زیرو دن ون ہماری تنظیم کا سربراہ ہے۔ اس نے یہ ظاہر کرنے کے باوجود کہا ہے کہ ہم میں سے کسی کے روبرو نہیں آئے گا۔ ہمیشہ گمنام اور لاپتا رہے گا۔"

الپا نے پوچھا "کیا وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے؟"

"آئندہ رابطہ ہوگا تو پوچھوں گا۔ ویسے وہ جانتا ہوگا۔ اس نے ایک عجیب و غریب انسان کے متعلق بتایا ہے۔ کیا تم لوگ یقین کرو گے کہ ہمارے ملک میں دنیا کا ایک آٹھواں عجوبہ ہے۔ وہ آدھا آدمی اور آدھا بندر ہے۔"

"بگ برادر! تم ایسا کہہ رہے ہو' اس لیے ہم اسے مذاق نہیں سمجھیں گے۔"

"ان غیر معمولی سماعت و بصارت اور حیرت انگیز جسمانی و دماغی قوتوں کے فارمولوں کو پیش نظر رکھو تو یہ واضح ہو جائے گا کہ ان دواؤں کو ایک بندر پر استعمال کیا گیا ہوگا۔ جن کے اثر سے وہ نصف انسان بن گیا ہے۔"

سب نے تائید میں سر ہلایا۔ اس پہلو سے وہ آٹھواں عجوبہ سمجھ میں آ رہا تھا۔ برین آدم نے اس بندر آدمی کا مکمل حلیہ بیان کیا۔ پھر کہا "وہ انسان کی طرح ملبوس رہنے کے باوجود اپنی دُم سے پہچانا جائے گا۔ پھر اس کا چہرہ بھی مکمل آدمی کا سا نہیں ہے۔ وہ بندر لگتا ہے۔"

ایک برادر نے کہا "تعجب ہے۔ ایسا عجوبہ ہمارے ملک میں کہاں چھپا ہوا ہے کہ آج تک ہمیں نظر نہیں آیا۔"

"وہ بندر آدمی تل ابیب یا اس کے اطراف میں کہیں چھپا رہتا ہے۔ فضائی' سمندری اور خشکی کے راستوں کی ناکا بندی کر دی جائے گی۔ فاریور انفارمیشن اسی بندر آدمی نے ریکارڈ روم میں آگ لگائی ہے۔"

"کیا واقعی؟" سب حیرانی سے طرح طرح کے سوالات کرنے لگے۔

"کیا وہ بندر آدمی بولتا ہے؟"

"کیا وہ انسانوں کی طرح ہماری سیکرٹ فائلیں پڑھ لے گا۔"

برین آدم نے کہا "ابھی اس کے متعلق زیادہ تفصیل سے معلوم نہیں ہوا ہے۔ اگر وہ نہ بھی پڑھتا ہو' تب بھی اس نے ایک آلۂ کار کے طور پر ہمارے راز کسی کے لیے چرائے ہوں گے۔"

بلیک آدم نے کہا "ایسے عجوبے کو ڈھونڈ نکالنا کچھ مشکل نہ ہوگا۔ وہ یقیناً دن کے وقت کسی چار دیواری یا تہ خانے میں چھپا رہتا ہوگا۔"

برین آدم نے کہا "میرا خیال ہے اب آپ لوگ جائیں اور چوبیس گھنٹوں کے اندر اس عجوبے کو ڈھونڈ نکالیں۔ آپ کی کوششوں سے یہ الزام مجھ پر سے ختم ہو جائے گا کہ میں نے اپنے فرائض میں کوتاہی کی ہے۔"

وہ سب اٹھ کر جانے لگے۔ برین آدم نے کہا "برادر بلیک! تم رک جاؤ۔ مجھے تم سے ضروری کام ہے۔"

وہ بیٹھ گیا۔ دوسرے چلے گئے۔ تب برین آدم نے کہا "ابھی ہم اپنی خفیہ تنظیم کے اصل سربراہ سے ملاقات کریں گے؟"

"کیا وہ یہاں آ رہا ہے؟"

"نہیں' ہم جا رہے ہیں۔ وہ اپنی خفیہ رہائش گاہ میں ہمارا انتظار کر رہا ہے۔"

"تم نے یہ بات دوسرے برادرز سے کیوں چھپائی ہے؟"

"یہ بگ باس کا حکم ہے۔ وہ صرف ہم دونوں پر بھروسا کرتا ہے۔ آؤ چلیں۔"

انہوں نے بنگلے کے باہر آ کر دیکھا۔ الپا اور تمام برادرز جا چکے تھے۔ وہ دونوں ایک کار میں بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہوئے۔ بلیک آدم نے کہا "بگ برادر! کیا ہمیں بھروسا کرنا چاہیے کہ جس سے ہم ملاقات کرنے جا رہے ہیں' وہ حقیقتاً ہمارا اصل باس ہے۔"

"ہمیں بھروسا کرنا چاہیے کیونکہ وہ ہم پر بھروسا کر رہا ہے۔ اگر وہ فراڈ ہوتا تو کم از کم تمہارے سامنے نہ آتا۔ اسے یہ علم ہے کہ تم کیسے درندے ہو۔ دھوکا برداشت نہیں کرو گے۔ اس کی گردن توڑ دو گے۔"

ایکسرے مین اپنی رہائش گاہ میں ایک آرام دہ بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ وہ پچھلی رات زخمی ہونے کے بعد تقریباً بارہ گھنٹے تک آرام کرتا رہا تھا۔ ہڈیوں کا درد دور کرنے اور جسمانی و دماغی توانائی حاصل کرنے کی دوائیں استعمال کرتا رہا تھا۔ آدھا گھنٹا پہلے برین

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

آدم سے گفتگو کرنے کے بعد فون بند کیا تو اپنے اندر توانائی سی محسوس کی۔ اِدھر اُدھر چل پھر کر دیکھا۔ کمزوری کا احساس نہیں ہو رہا تھا۔

وہ خوش ہوا اور بستر پر آکر لیٹ گیا۔ اسی وقت کال بیل کی آواز سنائی دی۔ اس نے آنکھیں بند کرکے برین آدم کا تصور کیا۔ پھر خیال خوانی کی پرواز کی۔ بڑی کامیابی سے اس کے اندر پہنچ گیا۔ وہ بلیک آدم کے ساتھ دروازے کے سامنے کھڑا ہوا تھا۔ ایکسرے مین نے سوچ کے ذریعے کہا "چلے آؤ' دروازہ کھلا ہے۔"

وہ تمام برادرز کے دماغوں میں جاکر ان کی ہی سوچ میں بولتا تھا۔ اور وہ سب اسے اپنی ہی سوچ سمجھ کر عمل کرتے تھے۔ اس وقت اُس نے پہلی بار اپنی آواز اور لہجے میں کہا تو برین آدم نے چونک کر کہا "براور بلیک! میں اپنے اندر مخبر زیرو ون ون کی آواز سن رہا ہوں۔"

ایکسرے مین نے اس بار بلیک آدم کے اندر آکر کہا "ہاں میں تمہارا زیرو ون ون ہوں۔ دروازہ کھلا ہوا ہے' بے خوف و خطر چلے آؤ۔"

بلیک آدم نے کہا "ہاں بگ براور! میرے دماغ میں بھی وہی آواز ہے۔ آؤ اندر چلیں۔"

وہ دروازہ کھول کر ایک کوریڈور میں آئے۔ ایکسرے مین ان کی رہنمائی کر رہا تھا کہ انہیں کہاں سے گزر کر کہاں آنا چاہیے۔ وہ دونوں اس کے مطابق چلتے ہوئے ایک بیڈ روم میں پہنچ گئے۔ ایکسرے مین نے بستر سے اٹھ کر کہا "ویلکم مائی ڈیئر براورز! میں تم لوگوں کو ایک عرصے سے جانتا ہوں۔ آج تم بھی مجھے دیکھ لو اور پہچان لو۔"

وہ ان سے مصافحہ کرتے ہوئے بولا "میرا اصل نام مارٹن رسل ہے۔ میں ٹرانسفارمر مشین کی پیداوار ہوں۔ پیدائشی یہودی ہوں۔ اسی لیے ٹیلی پیتھی کی دھوپ چھاؤں سے گزر کر یہاں آیا ہوں۔"

برین آدم نے کہا "پلیز' آپ ہمیں یقین دلائیں کہ آپ اس تنظیم کے بانی اور سربراہ ہیں۔"

"ابھی یقین آجائے گا۔ تم دونوں صوفوں پر بیٹھو اور مجھے آرام سے لیٹنے کی اجازت دو۔ میں ذرا کمزوری محسوس کر رہا ہوں۔"

"بے شک آپ آرام سے لیٹ جائیں۔"

وہ دونوں بیٹھ گئے۔ مارٹن بستر پر لیٹ کر بتانے لگا کہ اس نے کس طرح پچھلے چھ برسوں کے دوران اس خفیہ تنظیم کو قائم کرنے کے لیے دن رات محنت کی ہے۔ برین آدم' بلیک آدم اور دوسرے برادرز کو اچھی طرح آزمانے کے بعد تنظیم میں شامل کیا ہے۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسرائیلی حکام اور اعلیٰ فوجی افسران کی کمزوریاں دستاویزی صورت میں حاصل کرکے انہیں خفیہ تنظیم کے آگے جھکنے پر مجبور کیا ہے۔ وہ ایک ایک واقعے کی تفصیل بتا رہا تھا۔ اور ایک ایک راز کے متعلق وہ تمام اہم نکات بیان کر رہا تھا جسے صرف تنظیم کا سربراہ ہی بتا سکتا ہے۔

پھر اس نے کہا "سب سے اہم اور آخری ثبوت یہی ہے کہ میں تم سب کے دماغوں پر حکومت کرتا ہوں۔ جو لکیر میں کھینچ رہا ہوں' اس سے آگے تنظیم کا کوئی براور نہیں جا سکتا۔ کوئی شبہ ہو تو یہاں سے اٹھ کر جاؤ۔ میں تم دونوں کو یہاں واپس آنے پر مجبور کردوں گا۔"

دونوں براورز نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ پھر ایک نے کہا "جی ہاں' یہ تو ہم دیکھ چکے ہیں کہ ہمارے جیسے یوگا کے ماہرین کے دماغوں میں آپ چلے آتے ہیں۔"

مارٹن نے کہا "میری محبت اور میرا اعتماد دیکھو کہ میں تم دونوں کو کتنا چاہتا ہوں۔ یہ میں سمجھتا ہوں کہ اگر برین آدم کے دماغ میں جاؤں گا تو تم میری گردن دبوچ لو گے۔ ایسے میں خیال خوانی نہیں کر سکوں گا۔ پھر بھی یہ خطرہ مول لے کر تمہارے روبرو آیا ہوں۔"

"سر! آپ ایسا نہ سوچیں۔ آپ کے لیے ہماری جان بھی حاضر ہے۔"

"آپ ہمیں چاہتے ہیں۔ ہم پر اعتماد کرتے ہیں' یہ ہمارے لیے بڑے فخر کی بات ہے۔"

ایکسرے مین مارٹن نے کہا "پچھلی رات اس بندر آدمی سے اچانک سامنا ہو گیا تھا۔ مسٹر بلیک! تم سوچ بھی نہیں سکتے کہ وہ کس قدر طاقتور ہے۔ اس کے ہاتھوں زخمی ہو کر عقل آئی کہ مجھے کم از کم تم دونوں پر بھروسا کرنا چاہیے تاکہ ایسی مصیبت کے وقت کوئی تو میرا اپنا میرے پاس ہو۔"

"سر! کیا اس دنیا میں آپ کا کوئی اپنا نہیں ہے؟"

"اب تک کوئی نہیں تھا۔ آج سے تم دونوں میرے ہو۔ میں چاہتا ہوں' تم سے کوئی جھوٹ نہ بولوں تاکہ تم دونوں بھی میرے ساتھ سچے رہو۔ یہ جو ریکارڈ روم میں آگ لگی ہے۔ اس میں تھوڑی سی میری حماقت کا دخل ہے۔ میں نے ایک لڑکی سے عشق کرنے کی حماقت کی تھی۔ اسے خیال خوانی کے ذریعے ٹریپ کرکے اس مکان میں بلایا تھا۔ اس کے پیچھے وہ بندر آدمی بھی چلا آیا۔"

"کیا وہ بندر آدمی اس لڑکی کا ساتھی ہے؟"

"لڑکی کی حیرت سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ بھی پہلی بار اس عجوبے کو دیکھ رہی ہے لیکن جس طرح اس عجوبے نے اسے میری ہوس سے بچایا ہے' اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اس کی احسان مند ہوگی۔"

برین آدم نے کہا "اور وہ لڑکی اس عجوبے سے ضرور رابطہ کرے گی۔ وہ دوست بن کر ایک دوسرے کا پتا اور فون نمبر بھی معلوم کر سکتے ہیں۔"

بلیک آدم نے کہا "اگر ہم اس لڑکی کو گرفتار کریں یا دور سے اس کی نگرانی کریں تو ہم اس کے ذریعے اس بندر آدمی تک ضرور پہنچ جائیں گے۔"

ایکسرے مین مارٹن نے کہا "اس کا نام سارہ ہے۔ ذرا ایک منٹ' میں ابھی معلوم کرتا ہوں' وہ کہاں ہے؟"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ سارہ کے پاس پہنچا۔ اس نے سانس روک لی۔ وہ واپس آکر بولا "تعجب ہے۔ وہ سانس روک لیتی ہے۔ کل تک ایسی بات نہیں تھی۔ وہ خیال خوانی کی لہروں کو محسوس نہیں کرتی تھی۔"

برین آدم نے کہا "اگر اب اس کا دماغ حساس ہو گیا ہے تو پھر صاف ظاہر ہے کہ کسی نے تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کر دیا ہے۔"

بلیک آدم نے ایکسرے مین سے پوچھا "سر! کیا سارہ کے شناساؤں میں کوئی ہپناٹائز کرنے یا ٹیلی پیتھی جاننے والا موجود ہے۔"

"نہیں اس کا ایک مختصر سا خاندان ہے۔ اس کا ارب پتی باپ اس کی سوتیلی ماں کے ساتھ ملک سے باہر گیا ہے۔ دو سوتیلے بھائی اس کی جان کے دشمن ہیں۔ گھر سے باہر اس کی کوئی سہیلی یا دوست نہیں ہے۔"

"اس کا مطلب ہے' وہ بندر آدمی کے ساتھ کسی ایسے گروہ میں پہنچ گئی ہے' جہاں ہپناٹائز کرنے والے یا ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ اسی گروہ نے ہمارے تمام راز چرائے ہوں گے۔"

ایکسرے مین مارٹن نے کہا "جب میں اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے اپنے پاس بلا رہا تھا تب اس کی گاڑی میں ایک موبائل فون رکھا ہوا تھا۔ میں نمبر بتا رہا ہوں' تم رابطہ کرو۔"

برین آدم نے ریسیور اٹھا کر نمبر سنے پھر انہیں ڈائل کیا۔ دوسری طرف گھنٹی بجنے لگی پھر کسی نے ریسیور اٹھایا۔ برین آدم نے اپنے ریسیور سے ایسی آوازیں سنی جیسے کوئی درندہ سانسیں لے رہا ہو۔ وہ بولا "ہیلو کیا مس سارہ موجود ہیں؟"

دوسری طرف سے ہلکی سی غراہٹ سنائی دی۔ پھر سارہ کی آواز آئی۔ "کس کا فون ہے ہیرو؟ لاؤ مجھے دو۔" پھر اس کی آواز آئی۔ "ہیلو' میں سارہ بول رہی ہوں۔"

برین آدم نے کہا "ہیلو مس سارہ! میں تمہارے ڈیڈی کا نیا پی اے بول رہا ہوں۔ تمہارے ڈیڈی سر رابن تمہاری خیریت دریافت کر رہے ہیں۔"

"میں خیریت سے ہوں۔ ڈیڈی کہاں ہیں؟"

"ابھی ہم پیرس میں ہیں۔ وہ ایک بزنس میٹنگ میں مصروف ہیں۔ انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہاری مصروفیات کے سلسلے میں معلوم کروں کہ ابھی تم کہاں ہو؟ کیونکہ میٹنگ ختم ہوتے ہی تم سے بات کریں گے۔"

"ڈیڈی سے کہو' مجھ سے میرے موبائل پر رابطہ کریں۔"

"انہوں نے یہ بھی پوچھا ہے کہ ابھی تمہاری رہائش کہاں ہے؟"

"ان سے کہو' میں سیمن ویلی میں ہوں۔"

"مس سارہ! تم سیمن ویلی میں کہاں ہو؟ اپنی موجودہ رہائش گاہ کا نمبر بتاؤ۔"

"میں جو کہہ رہی ہوں' وہی ڈیڈی سے کہہ دو۔ وہ سمجھ لیں گے' میں کہاں ہوں۔ ویسے ڈیڈی نے اپنے مزاج کے خلاف میری خیریت دریافت کی ہے۔ ان سے کہنا میں حیران بھی ہوئی اور مسرور بھی اور میں شکریہ ادا کرتی ہوں۔"

برین آدم نے رابطہ ختم کر دیا۔ ایکسرے مین مارٹن نے کہا۔ "میں تمہارے اندر رہ کر سارہ کی ساری باتیں سن رہا تھا اور میں نے ہلکی سی غراہٹ سنی ہے۔ پچھلی رات وہ دروازہ توڑنے سے پہلے اسی طرح غرّا رہا تھا۔"

برین آدم نے کہا "جی ہاں' مجھے ریسیور سے کسی درندے کے سانس لینے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ سارہ نے اسے ہیرو کہہ کر مخاطب کیا تھا۔"

"مسٹر برین! معلوم ہوتا ہے' اس نے بندر کو اپنا ہیرو بنا لیا ہے۔ یہ اچھا ہوا کہ ہمیں جلد ہی ان دونوں کا ٹھکانا معلوم ہو گیا۔"

"اس بات کی تصدیق کرنی ہوگی کہ وہاں دونوں تنہا ہیں یا کسی گروہ کے ساتھ؟"

"مسٹر بلیک! ہمیں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ وہاں ابھی مسلح پولیس فورس بھیجی جائے۔ وہ اس رہائش گاہ کو چاروں طرف سے اس طرح گھیر لیں گے کہ وہ بندر آدمی وہاں سے نکل کر فرار نہیں ہو سکے گا۔"

برین آدم فون کے ذریعے پولیس کمشنر سے رابطہ کرنے لگا۔

ہیرو' سارہ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے کمپیوٹر کے پاس لایا۔ پھر اسے آپریٹ کیا۔ اسکرین پر الفاظ ابھرنے لگے۔ ہیرو کہہ رہا تھا۔

"سارہ! تم دھوکا کھا گئیں۔ وہ فون تمہارے ڈیڈی کے پی اے کا نہیں' اسی عیاش کے ساتھی کا تھا جس نے تمہیں اپنے مکان میں آنے پر مجبور کیا تھا۔"

اس نے پوچھا "ہیرو! تمہیں یہاں بیٹھے بیٹھے یہ معلومات کیسے حاصل ہو گئیں؟"

"تم بھول رہی ہو' میں نے پچھلی رات تمہیں اپنی غیر معمولی سماعت و بصارت کے متعلق بتایا تھا۔ میں ابھی یہاں بیٹھا ان کی باتیں سن رہا تھا۔ ابھی .... پولیس فورس اس بنگلے کو چاروں طرف سے گھیرنے والی ہے۔"

"مائی گاڈ! اب کیا ہوگا؟"

"میں نے پہلے ہی سمجھایا تھا' مجھے پناہ دو گی تو گویا مصیبتوں کو دعوت دو گی۔ ویسے پریشانی دل سے نکال دو۔ آنے والوں کو شبہ ہے کہ میں یہاں موجود ہوں۔ انہوں نے میری صرف غراہٹ سنی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہے۔ میں فی الحال چلا جاتا ہوں۔ وہ یہاں آکر مجھے نہیں پائیں گے تو تم سے صرف سوالات کریں گے۔ کسی جرم یا ثبوت کے بغیر تمہیں گرفتار نہیں کریں گے۔"

وہ بولی "تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ میں یہاں آنے والوں سے خوفزدہ اور پریشان ہوں۔ تم نے حیوان ہو کر میری آبرو بچائی۔ کیا میں انسان ہو کر مصیبت میں تمہارا ساتھ چھوڑ دوں؟ اور تمہیں یہاں سے جانے دوں؟"

"بُرے وقت کو سمجھو سارہ! مجھے یہاں سے جانا ہوگا۔"

"میں بھی تمہارے ساتھ جاؤں گی۔"

"میرے ساتھ کہاں بھٹکو گی۔ پتا نہیں اب جہاں پہنچوں گا' وہاں پناہ ملے گی یا کوئی نئی مصیبت؟ دشمنوں سے مقابلہ ہوگا تو اپنے بچاؤ کیلیے لڑتے وقت تمہیں کوئی نقصان پہنچ سکتا ہے۔"

"کیا نقصان پہنچے گا؟ زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ مرجاؤں گی۔ تم مجھے یہ نئی زندگی نہ دیتے تو کل ہی مرچکی ہوتی۔ یہ زندگی تمہارے نام ہے۔ میں تمہارا ساتھ نہیں چھوڑوں گی۔"

خوشی کی شدت سے ہیرو کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ وہ کمپیوٹر کے ذریعے بولا "تم اتنی محبت اور عزم سے ساتھ دینا چاہتی ہو۔ میں اپنے پیدا کرنے والے کی قسم کھاتا ہوں کہ اپنی آخری سانس تک تمہیں کوئی نقصان پہنچنے نہیں دوں گا۔"

اس نے کمپیوٹر کو بند کیا۔ سارہ نے ایک الماری کھول کر ایک ریوالور اور گولیاں اسے دیں۔ ایک بیگ میں کچھ ضروری سامان رکھا۔ ہیرو نے اپنی وہ اٹیچی اٹھالی جس میں اس کے ضروری سامان کے علاوہ غیر معمولی دوائیں بھی رکھی ہوئی تھیں۔ پھر انہوں نے باہر آکر بنگلے کے دروازے کو لاک کیا۔ اس کے بعد گاڑی میں بیٹھ کر وہاں سے چل پڑے۔

یہ اندازہ تھا کہ پولیس فورس ہائی وے سے آئے گی اس لیے وہ یمسن ویلی کی پہاڑیوں کی سمت جارہے تھے۔ یوں دیکھا جائے تو ان کے لیے بچاؤ کا راستہ کوئی نہیں تھا۔ ایکسرے مین مارٹن اور برین آدم پورے ملک کی پولیس اور ملٹری کے اعلیٰ افسران تک بندر آدمی کی خیالی تصویر پہنچا رہے تھے۔ یہ تصویر کمپیوٹر کے ذریعے بنائی گئی تھی اور اسے فیکس کے ذریعے ہر جگہ پہنچایا جارہا تھا۔

پھر اس تنظیم کے تین خیال خوانی کرنے والے ایکسرے مین' الپا اور ٹیری آدم اس انتظار میں تھے کہ سارہ اور بندر آدمی کو کسی طرح زخمی کیا جائے گا تو ان کے دماغوں میں جگہ مل جائے گی۔ پھر وہ خود ہی اسیر ہو کر گرفتاری کے لیے چلے آئیں گے۔

ان کے لیے بچاؤ کا کوئی راستہ نہیں تھا لیکن مارنے والے سے بچانے والا بڑا ہوتا ہے۔ خدا جدوجہد کرنے والوں کے لیے کوئی نہ کوئی سہارا بھیج دیتا ہے۔ اس معبود نے پچھلی رات مجھے ان کے پیچھے لگا دیا تھا۔ میں لیلیٰ کے ذریعے سارہ کے دماغ کو لاک کرکے مطمئن ہوگیا تھا اور اپنی رہائش گاہ میں آکر سو گیا تھا۔

صبح اٹھ کر میں نے عادل اور لیلیٰ کے سامنے وہ تمام ذخیرہ تھیلوں سے نکالا جو ریکارڈ روم سے سمیٹ کر لایا تھا۔ میں نے لیلیٰ اور عادل سے کہا "ہم یہ تمام مائیکرو فلمیں چھپا کر رکھ سکتے ہیں۔ لیکن اتنے بڑے بڑے فائلوں کو چھپانا ممکن نہیں ہے۔ تم دونوں ان کی مائیکرو فلمیں بنا کر تمام فائلوں کو جلا ڈالو۔"

وہ میری ہدایت پر عمل کرنے لگے۔ میں اسرائیلی حکومت سے تعلق رکھنے والی دستاویزات پڑھنے لگا۔ مجھے توقع تھی کہ ان کے ذریعے یہودی خفیہ تنظیم تک پہنچ جاؤں گا۔

لیکن وہ بہت محتاط تھے۔ انہوں نے اپنی تنظیم کی کوئی بات تحریر کی صورت میں نہیں رکھی تھی۔ کسی بھی دستاویز میں کسی توم برادر کا نام درج نہیں تھا۔ البتہ یہ تمام برادر پولیس اور ملٹری کے اعلیٰ افسران کی حیثیت سے سرکاری کاغذات میں تھے اور انہیں پڑھ کر یہ اندازہ نہیں کیا جاسکتا تھا کہ وہی لوگ خفیہ تنظیم کے سرگرم رکن ہیں۔

ان دستاویزات سے اسرائیلی حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران کی بہت سی سیاسی اور ذاتی کمزوریوں کا ثبوت ملتا تھا۔ میں نے ملٹری انٹیلیجنس کے چیف برین آدم کا نام پتا اور فون نمبر نوٹ کیا۔ کیونکہ کئی کاغذات میں اور کئی اہم معاملات میں اس کا ذکر اور اس کے دستخط موجود تھے۔ پھر ایک دستاویز.... میں اسرائیلی سیکرٹ ایجنٹ بلیک آدم کا ذکر تھا۔ اس میں یہ درج تھا کہ اس نے اور الپا نے پیرس میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے ٹیری نامی شخص کو ٹریپ کیا تھا۔ جو جو کو ٹریپ کرنے میں ناکام رہے تھے۔ یہ دستاویزات ایک معاہدہ تھا کہ بلیک آدم نے ٹیری کا برین واش کرنے کے لیے اسے سرکاری ڈاکٹروں کے حوالے کیا ہے۔ برین واشنگ کے بعد ٹیری پھر بلیک آدم کے حوالے کردیا جائے گا۔

یہ پڑھ کر دو باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک تو یہ کہ الپا کے بعد خفیہ تنظیم میں جس دوسرے خیال خوانی کرنے والے کا اضافہ ہوا تھا' اس کا نام ٹیری آدم ہے۔ دوسری بات یہ کہ بلیک آدم کا تعلق ضرور خفیہ تنظیم سے ہے۔ میں نے اس کا نام پتا اور فون نمبر معلوم کرلیا۔

مجھے کسی ایکسرے مین مارٹن رسل کے وجود کا علم نہیں تھا۔ اس لیے میں نے غلط اندازہ لگایا کہ سارہ پر عاشق ہونے والا اور اسے خفیہ مکان میں بلانے والا وہی ٹیری آدم ہے۔

لیلیٰ نے میرے پاس آکر کہا "عادل مائیکرو فلم تیار کر رہا ہے۔ میں ابھی سارہ کے خیالات پڑھ رہی تھی۔ ہیرو نے اپنی قوتِ سماعت سے سن کر یہ بتایا ہے کہ دشمنوں کو سارہ اور ہیرو کی موجودہ رہائش گاہ کا علم ہوگیا ہے۔ وہاں پولیس فورس پہنچنے والی ہے۔"

"کیا ہیرو نے غیر معمولی سماعت سے یہ سنا کہ وہ دشمن ہیں؟"

"جی ہاں۔ تین اشخاص ایک کمرے میں بیٹھے باتیں کررہے ہیں۔ انہوں نے باتوں کے دوران ایک دوسرے کو مسٹر برین اور مسٹر بلیک کہہ کر مخاطب کیا تھا۔ اور ان میں سے جو تیسرا شخص ہے' وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ برین اور بلیک اس شخص کو تعظیم سے سر کہہ کر مخاطب کرتے ہیں۔ اس سے زیادہ کچھ معلوم نہیں ہوسکا۔"

میں نے کہا۔ "بہت کچھ معلوم ہوچکا ہے۔ یہ برین آدم اور بلیک آدم خفیہ تنظیم کے اہم افراد ہیں۔ میں یہ غلط اندازہ لگا رہا تھا کہ ٹیری آدم سارہ کو ٹریپ کرکے اپنے پاس بلا رہا تھا لیکن اس تنظیم میں کوئی تیسرا خیال خوانی کرنے والا بھی ہے اور وہ سب کا ہیڈ ہے' سربراہ ہے۔"

لیلیٰ نے پوچھا "کیا وہ سربراہ ٹیری آدم نہیں ہوسکتا؟"

"نہیں' خفیہ تنظیم قائم ہونے کے بعد ابھی حال ہی میں ٹیری کو پیرس سے پھانس کر لایا گیا ہے اور اس کا برین واش کرکے اسے وفادار بنایا گیا ہے۔ ایسے شخص کو کوئی سربراہ تسلیم نہیں کرے گا۔ برین آدم اور بلیک آدم جس شخص کو سر کہہ کر مخاطب کررہے ہیں' وہی ان کا سربراہ ہے۔"

"اب سارہ اور ہیرو کا کیا بنے گا؟ وہ اپنی پناہ گاہ سے نکل گئے ہیں اور ہائی وے کی مخالف سمت میں جارہے ہیں۔"

"یہ ہیرو کی عقلمندی ہے۔ پولیس فورس ہائی وے کے راستے آئے گی۔ اس لیے پہاڑیوں کی طرف جارہا ہے۔"

"لیکن وہ سارہ کے ساتھ کہاں جائے گا؟ وہ تو ایسا عجوبہ ہے کہ جہاں جائے گا پکڑا جائے گا۔"

"میں سمجھ رہا ہوں۔ اب تک پورے ملک کی پولیس اور ملٹری حرکت میں آگئی ہوگی۔ ان دونوں کے لیے کوئی جائے پناہ نہیں ہے۔ ایسے برے وقت میں کوئی ہیرو کی مدد نہیں کرسکے گا۔ مدد کرنے والی سارہ بھی بری طرح پھنس رہی ہے۔"

"کیا ہم بھی ان کے کام نہیں آسکیں گے؟"

"کام آنے کے لیے تو سارہ کے دماغ میں جگہ بنائی ہے۔ لیکن ابھی ہم تماشا دیکھیں گے۔"

"ان کی جان پر بنی ہوئی ہے اور آپ تماشا دیکھیں گے؟"

"یہ سمجھو کہ ہیرو غیر معمولی سماعت و بصارت اور جسمانی اور دماغی قوتوں کا حامل ہے۔ ہمیں دیکھنا چاہیے کہ وہ کس طرح اپنی ذہانت سے کام لے کر اپنی اور سارہ کی بقا کا راستہ نکالتا ہے؟"

"کیا مجھے سارہ کے پاس رہنا چاہیے؟"

"مسلسل رہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تھوڑے تھوڑے وقفے سے جایا کرو۔"

"وقفے کے دوران دشمنوں نے اگر انہیں گولی ماردی تو؟"

"وہ زیادہ سے زیادہ زخمی کریں گے۔ ہیرو کو ہر حال میں زندہ گرفتار کریں گے۔ صرف اس لیے نہیں کہ وہ ایک عجوبہ ہے بلکہ اس لیے بھی کہ وہ غیر معمولی دواؤں کی پیداوار ہے۔ دشمن چاہیں گے کہ اس بندر آدمی کے ذریعے وہ غیر معمولی فارمولے مکمل ہوجائیں جو ان کے پاس ادھورے پڑے ہیں۔"

میں پھر ایک دستاویز پڑھنے میں مصروف ہوگیا۔ میں وہ تمام دستاویزات اور مائیکرو فلمیں لے آیا تھا۔ میں نے اس ریکارڈ روم میں آگ لگائی تھی۔ اسرائیلی حکام' فوجی افسران اور یہودی خفیہ تنظیم کے برادرز اس آگ میں جل بھن رہے تھے۔ بیچارے اس بندر آدمی کو ملزم گردان کر اُس کے پیچھے پڑ گئے تھے۔

میرے حق میں اچھا کررہے تھے۔ میں آرام سے تماشا دیکھ رہا تھا۔ اور یہ تماشا ضروری تھا۔ معلوم تو ہو کہ وہ بندر آدمی "ہیرو" کتنے پانی میں ہے۔

○☆○

پاشا کے سر پر پوجا کو حاصل کرنے کی دُھن سوار تھی اور شی تارا نے وعدہ کیا تھا کہ جس دن وہ بدن کی مخصوص بُو تبدیل کرنے کا کامیاب تجربہ کرے گا' اس دن پوجا اس کے حوالے کردی جائے گی۔

اس تجربے کے لیے پاشا کو ایک لیبارٹری کی ضرورت تھی جس میں جدید آلات اور ہر طرح کی سہولتیں مہیا ہوں۔ دہلی میں ایک بوڑھے تجربہ کار ڈاکٹر کی ایسی ایک ذاتی لیبارٹری تھی۔ شی تارا نے اس ڈاکٹر کو ٹریپ کیا۔ اسے اپنا معمول اور تابعدار بنایا۔ پھر پاشا کو وہاں مصروف رہنے کا حکم دیا۔

پاشا نے کہا "تم صرف میرے دماغ میں آتی ہو' سامنے نہیں آؤگی تو تجربہ کیسے کروں گا؟"

اس نے پوچھا "سامنے آنا کیوں ضروری ہے؟"

"مجھے تمہارے خون اور پسینے وغیرہ کی ضرورت ہے۔ میں تمہارے ہارمونز وغیرہ کی کمی بیشی کا حساب رکھوں گا' تب تمہاری مخصوص بو کا تجزیہ کرسکوں گا۔"

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ اپنے اصول کے خلاف کسی دوست یا دشمن کے سامنے نہیں آنا چاہتی تھی۔ اگرچہ پاشا اس کا معمول اور تابعدار تھا۔ اس کے حکم پر جان دے سکتا تھا۔ تاہم وہ محتاط رہنے کی عادی تھی۔ اس سے بھی دور رہتی تھی لیکن اب مجبوری آن پڑی تھی۔

پارس نے وہ دو چشمی ہیرے اپنے پاس رکھ کر اسے بڑی آزمائشوں میں مبتلا کردیا تھا۔ ان ہیروں کو حاصل کرنے کے لیے پارس سے صرف دوستی ہی نہیں اس کی قربت بھی ضروری تھی اور اس کی قربت سے بچنے کے لیے اب پاشا کے سامنے جانا ضروری ہوگیا تھا۔

وہ اپنی بو تبدیل کرکے پارس کو اچھی طرح الّو بنا سکتی تھی۔ اُس نے اسے الو بنانے کے لیے پوجا جیسی حسین لڑکی کا انتخاب کیا تھا۔ منصوبہ یہ تھا کہ اپنی بو پوجا میں منتقل ہوجائے تاکہ پارس اسے شی تارا سمجھ کر قبول کرے اور دو چشمی ہیرے اس کے حوالے کردے۔

وہ بولی "پاشا! تم میرے تابعدار ہو۔ اس کے باوجود میں کسی پر

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

بھروسا نہیں کرتی ہوں۔ ہاں' بہت زیادہ بے بسی کی صورت میں بھروسا کرنے پر مجبور ہو جاتی ہوں۔"

"تم میری مالکہ ہو۔ میرا دماغ تمہارے قبضے میں ہے۔ تم جب چاہو' میری روح قبض کر سکتی ہو۔"

"ہاں' ایسا کر سکتی ہوں۔ لیکن تم میڈیکل ٹیسٹ کے دوران غلط انجکشن یا دوا کے ذریعے مجھے دماغی مریضہ بنا سکتے ہو۔ ایسے میں میری احتیاطی تدابیر دھری کی دھری رہ جائیں گی۔"

"تمہارے وفادار ماتحت مجھے گن پوائنٹ پر رکھ کر مجھے دھوکا بازی سے باز رکھ سکتے ہیں۔"

"بے شک وہ تمہیں فریب اور مکاری سے باز رکھیں گے اور تم مجھے کوئی نقصان پہنچاؤ گے تو وہ تمہیں گولی مار دیں گے۔ لیکن اس وقت تک تو مجھے نقصان پہنچ چکا ہو گا۔ تمہارے حرام موت مرنے کے بعد بھی میں پھر وہی خیال خوانی کرنے والی شی تارا نہیں بن سکوں گی۔"

"میں اپنی وفاداری کی قسم کھا کر یقین دلاتا ہوں' تمہیں میری ذات سے نقصان نہیں پہنچے گا۔ اب تم یقین نہ کرو تو تمہاری مرضی ہے۔"

"اس کا ایک اور حل ہے۔ تم جتنے میڈیکل ٹیسٹ لینا چاہتے ہو' وہ لکھ کر دے دو۔ میں کسی تجربہ کار ڈاکٹر سے وہ ٹیسٹ کراؤں گی۔ تم اس کی رپورٹ کے مطابق میری بُو تبدیل کرنے کا تجربہ کر سکو گے۔"

پھر طریقۂ کار کے مطابق کام ہونے لگا۔ شی تارا نے اس بوڑھے ڈاکٹر سے تمام ضروری ٹیسٹ کرائے جو لیبارٹری کا مالک اور اس کا تابعدار تھا۔ ایسے ٹیسٹ کے دوران پاشا کو لیبارٹری سے دور رکھا جاتا تھا۔ جب شی تارا وہاں سے چلی آتی تب خیال خوانی کے ذریعے حکم دیتی۔ "جاؤ اور رپورٹ کے مطابق کام کرو۔"

وہ پوجا کی خاطر دن رات مصروف رہنے لگا۔ ادھر شی تارا نے پوجا پر عمل کر کے اس کی آواز تبدیل کر دی تھی تاکہ پاشا فرصت کے وقت اپنی غیر معمولی سماعت سے اس کی آواز بھی نہ سن سکے۔

پھر اس نے دوسری لڑکی کو پوجا کا روپ' اس کی آواز اور لہجہ دیا... تاکہ پاشا مطمئن رہے کہ وہ اپنی پوجا کی آواز سن رہا ہے اور اسی کوٹھی میں موجود ہے جس کی انیکسی میں وہ رہتا ہے۔

اس کے بعد اُس نے پوجا کے بھی وہی میڈیکل ٹیسٹ کرائے اور اس مقصد کے لیے اسے پاشا کے سامنے پیش کیا اور کہا "اس لڑکی کی میڈیکل رپورٹ کے مطابق اس کے بھی پسینے اور بو کا بھی تجزیہ کرو۔"

اس نے پوچھا "تم کسی دوسری لڑکی کی مخصوص بو کیوں تبدیل کرانا چاہتی ہو؟"

"میں چاہتی ہوں' جب تمہارا تجربہ کامیاب ہو تو میری بو اس کے بدن میں منتقل کی جائے۔ میں کچھ روز اس کامیاب تجربہ کو آزماؤں گی۔ اس کے بعد اپنے بدن کی بو تبدیل کراؤں گی۔"

یوں پوجا کی مخصوص بو پر بھی کام ہونے لگا۔ پوجا کئی بار میڈیکل ٹیسٹ کے لیے پاشا کے سامنے لیبارٹری میں آتی رہی۔ لیکن وہ اسے پہچان نہ سکا۔ شی تارا نے عارضی میک اپ کے ذریعے اس کا چہرہ بدل دیا تھا۔ آواز اور لہجہ بھی بدل دیا تھا۔ اس کے ذہن سے پاشا کو فراموش کرا دیا تھا۔ اس لیے پوجا اسے قریب سے دیکھ کر بھی یاد نہ کر سکی کہ یہ وہی محسن ہے جو اسے ایک سیاستدان کے عیش کدہ سے بچا کر لایا تھا۔

بہرحال شی تارا بڑے سوچے سمجھے منصوبہ کے تحت بڑی چالاکی سے کام لے رہی تھی لیکن وہ بے انتہا مصروفیات سے پریشان ہو گئی تھی۔ اس نے سپر ماسٹر سے دوستی کی ہوئی تھی۔ امریکا پر ٹیلی پیتھی کے ذریعے حاوی رہنے کے لیے سپر ماسٹر جان بلوشر کی بیٹی بن گئی تھی اور اپنی ایک مخصوص ڈمی کو سپر ماسٹر کے پاس بھیج کر یہ ثابت کر دیا تھا کہ وہ سچ مچ بیٹی بن کر سپر ماسٹر پر بھروسا کر کے اس ملک میں رہنے چلی آئی ہے۔

سپر ماسٹر کے علاوہ وہاں کے حکام اور فوجی افسران بھی اس پر بھروسا کر رہے تھے۔ انہوں نے اس کی راہنمائی میں اپنے ذہین جاسوسوں کی ایک ٹیم اسرائیل بھیج دی تھی تاکہ وہ غیر معمولی فارمولے حاصل کیے جائیں اور یہودی خفیہ تنظیم کی جڑوں تک پہنچا جائے۔

اب شی تارا کی سمجھ میں آ رہا تھا کہ وہ تنہا اتنی ساری ذمے داریاں نہیں نباہ سکے گی۔ دن رات کی خیال خوانی سے سر دُکھنے لگا تھا۔ دائی ماں نے کہا "اگر زندہ رہنا چاہتی ہے تو تمام مصروفیات ختم کر دے۔ اگر ختم نہیں کر سکتی ہے تو کچھ کم کر دے ورنہ خیال خوانی کرتے کرتے پاگل ہو جائے گی۔"

اگر دوسروں کے اندر جا کر صرف ان کے خیالات پڑھنے کی بات ہوتی تو کوئی بات نہ تھی لیکن خیالات پڑھنے کے بعد ان کے مطابق ذمے داریوں سے اور اچھے برے حالات سے نمٹنا ہوتا تھا۔ ان سب کے نتیجے میں تھکن اور پریشانیاں بڑھ جاتی تھیں۔

وہ بولی "دائی ماں! یہ سمجھ میں نہیں آتا' کون سی مصروفیت ختم کروں۔ ساری ہی مصروفیات اہم ہیں۔"

"وہاں سپر ماسٹر کی بیٹی بن کر رہنا کیا ضروری ہے؟"

"میں اس انتظار میں ہوں کہ وہاں جو ٹرانسفارمر مشین خراب ہو گئی ہے۔ اس کی مرمت ہو جائے۔ وہ لوگ دوسری مشین تیار کر لیں۔ میں وہاں ٹیلی پیتھی کے ذریعے حاوی رہوں گی تو اس مشین کے ذریعے جو خیال خوانی کرنے والے پیدا ہوں گے' انہیں میں ٹریپ کر کے اپنا تابعدار بناتی رہوں گی۔"

"بیٹی! پتا نہیں وہ مشین کب کار آمد ہو گی۔ تو اس کے انتظار میں بیمار پڑ جائے گی۔ اگر بیمار پڑے گی اور خیال خوانی کے ذریعے اپنی ڈمی کے پاس نہیں پہنچ سکے گی تو یہ بھید کھل جائے گا کہ وہاں تو نہیں ہے اور اپنی ڈمی کے ذریعے سپر ماسٹر وغیرہ کو فریب دے رہی ہے۔"

"ہاں ماں جی! آثار تو یہی نظر آ رہے ہیں۔ اگر آرام نہیں

رہوں گی تو واقعی بیمار ہو جاؤں گی۔"

"میرا مشورہ مان لے۔ امریکا اور اسرائیل کے تمام معاملات مٹی ڈال۔ جان ہے تو جہان ہے۔ تجھے ایک آرام دہ زندگی گزارنے کے لیے ایک خیالی خوانی کرنے والے ماتحت کی ضرورت ہے۔ تو ماسک مین سے ایوان راسکا کو چھین کر لے آ۔"

"میں کئی دن سے سوچ رہی ہوں۔ مگر ایوان راسکا کو وہاں سے یہاں لانے کا موقع نہیں مل رہا ہے۔"

"میں کس زبان میں سمجھاؤں کہ موقع تب ملے گا جب مصروفیات کم کرے گی۔ تو ان کی ٹرانسفارمر مشین سے فائدہ حاصل کرنے کی بات دماغ سے نکال دے۔ تجھے یہودیوں کی خفیہ تنظیم سے بھی کچھ نہیں لینا ہے۔ واپس آ جا۔ آرام سے سو جا۔ تو نے میری بھی نیندیں اڑا دی ہیں۔ جی چاہتا ہے' ننھی بچی کی طرح تیری پٹائی کر دوں۔"

شی تارا نے ہنستے ہوئے دائی ماں کو گلے لگا کر کہا "تم میری سگی ماں سے بڑھ کر ہو۔ اب میں تمہاری پٹائی سے ڈر گئی ہوں۔ وعدہ کرتی ہوں' اپنی ڈمی کو سپر ماسٹر کی رہائش گاہ سے غائب کر کے وہاں کے تمام معاملات ختم کر دوں گی۔"

"یہ نہ کہو کہ ختم کر دو گی۔ ابھی اور اسی وقت اپنی ڈمی کو وہاں سے نکالو۔"

"اچھی بات ہے۔ ابھی جا رہی ہوں۔"

اس کی ڈمی شی تارا اور سپر ماسٹر کی بیٹی بن کر مکمل اعتماد حاصل کرنے کے لیے سپر ماسٹر کی رہائش گاہ میں رہتی تھی۔ شی تارا خیال خوانی کی پرواز کر کے ڈمی کے اندر پہنچی تو پتا چلا بازی پلٹ گئی ہے۔ اس کی ڈمی کو گرفتار کر کے ملٹری ہیڈ کوارٹر میں پہنچا دیا گیا تھا۔

شی تارا نے ڈمی سے پوچھا "معاملہ کیا ہے؟"

وہ بولی "میڈم! آپ جانتی ہیں' اس ملک میں ایک ہی خیال خوانی کرنے والا وِکی سول رہ گیا ہے۔ ہم نے اسے اہمیت نہیں دی لیکن وہ میری ٹوہ میں رہتا تھا۔ مجھے اصلی شی تارا سمجھ کر مار ڈالنا چاہتا تھا۔"

ڈمی کے بیان کے مطابق وکی سول نے سپر ماسٹر کے باورچی کو ٹریپ کیا تھا۔ اس نے اس کے ذریعے ڈمی کے کھانے میں اعصابی کمزوری کی دوا ملا دی تھی۔ جب ڈمی دماغی طور پر کمزور ہوئی تو وِکی سول اس کے اندر آ گیا۔ پھر اس کے خیالات پڑھ کر بولا "اچھا تو تم شی تارا نہیں ہو؟"

ڈمی نے چونک کر پوچھا "تم کون ہو؟ میرے اندر سے جاؤ۔"

"تم تو سانس روک لیا کرتی ہو۔ مجھے بھگا دو۔"

مگر وہ ایسا نہ کر سکی۔ آدھے گھنٹے کے اندر فوج کے دو اعلیٰ افسر چند جوانوں کے ساتھ آ گئے۔ سپر ماسٹر کو بھی بلایا گیا۔ پھر کہا گیا "مادام! ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے کی رپورٹ ہے کہ آپ شی تارا نہیں ہیں۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "وِکی سول میرے خلاف آپ لوگوں کو بھڑکا رہا ہے۔ وہ نہیں چاہتا کہ میں یہاں سپر ماسٹر کی بیٹی بن کر رہوں اور اس سے زیادہ میری پذیرائی ہوتی رہے۔"

"آپ ابھی خود کو شی تارا ثابت کر دیں۔ میرے دماغ میں آ کر گفتگو کریں۔"

وہ ذرا ہچکچائی پھر بولی "میں بیمار ہوں۔ ابھی خیال خوانی کرنے کے قابل نہیں ہوں۔"

"تم بیمار نہیں ہو۔ دراصل شی تارا ابھی تمہارے اندر موجود نہیں ہے۔ اس لیے تم خیال خوانی کا فراڈ نہیں کر سکو گی۔ تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ تم ساری حقیقت بیان کر دو۔"

وہ مر جاتی' تب بھی خود کو ڈمی نہ کہتی لیکن وِکی سول نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اقرارِ جرم پر مجبور کیا۔ وہ بولی "میں اقرار کرتی ہوں کہ میں ڈمی ہوں۔ شی تارا میرے اندر آ کر خیال خوانی کرتی ہے تو تم سب مجھے ٹیلی پیتھی جاننے والی شی تارا سمجھ لیتے ہو۔"

اقبالِ جرم کے بعد اسے گرفتار کر کے ہیڈ کوارٹر پہنچایا گیا تھا اور اصلی شی تارا کا انتظار کیا جا رہا تھا۔ اصل نے اپنی ڈمی سے تمام حالات معلوم کرنے کے بعد فوج کے اعلیٰ افسر سے کہا۔ "میں آ گئی ہوں۔ اصل شی تارا بول رہی ہوں۔ تم لوگوں نے میری ڈمی کو باہر سردی میں کھڑا کیا ہے۔ اسے اندر بلاؤ اور آتش دان کے قریب بٹھاؤ۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "شی تارا! ہمیں حکم نہ دو۔ ہم تمہاری ڈمی کے ساتھ وہی برتاؤ کر رہے ہیں جو......"

وہ بات کاٹ کر بولی "بکواس مت کرو۔ فوراً اسے گرمی اور آرام پہنچاؤ۔"

ایک فوجی جوان نے اچانک اپنی گن سیدھی کی۔ پھر اعلیٰ افسر کو نشانے پر رکھتے ہوئے بولا "میں شی تارا ہوں۔ ابھی تمہیں گولی مار دوں گی۔"

افسر نے گھبرا کر حکم دیا "اس ڈمی کو یہاں اندر لاؤ۔"

حکم کی تعمیل ہوئی۔ ڈمی کو اندر لا کر آتشدان کے پاس بٹھایا گیا۔ وہ بولی "شکریہ مادام! آپ میری حفاظت کے لیے آ گئی ہیں لیکن میرے اندر وِکی سول کہہ رہا ہے کہ یہاں آپ کسی افسر کو نقصان پہنچائیں گی تو یہ مجھے مار ڈالے گا۔"

شی تارا نے کہا "وِکی سول اول درجے کا گدھا ہے۔ اس لیے آج تک اس ملک کے لیے کوئی کارنامہ انجام نہ دے سکا۔ آفیسر! تم اپنی عقل سے اسے سمجھاؤ۔ یہ صرف میری ایک ڈمی کو مارے گا' میں ایک سے دوسرے اور دوسرے سے تیسرے کے دماغوں میں پہنچ کر ان کے ذریعے لاشوں کے ڈھیر لگا دوں گی۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "وکی سول! تم احمقانہ چیلنج نہ کرو۔ میں شی تارا سے پوچھتا ہوں' اسے ہم سے کیا دشمنی ہے۔ ہم نے اس پر اندھا اعتماد کیا۔ اس نے ہمیں دھوکا کیوں دیا؟"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"میرے پاس کسی سوال کا جواب دینے کا وقت نہیں ہے۔ میں آخری بات کہتی ہوں۔ ابھی کسی پہلی فلائٹ سے میری ڈمی کو یورپ کے کسی بھی ملک میں جانے دو۔ فوراً ایئرپورٹ کے انکوائری کاؤنٹر سے رابطہ کرو۔ کسی بھی مسافر کی سیٹ کینسل کرکے ڈمی کی سیٹ کنفرم کرو۔ کم آن ہری اپ۔"

اس کے احکامات کی تعمیل ہونے لگی۔ یہ بات موٹی سی عقل میں آتی تھی کہ وہاں کے اعلیٰ حکام اور اعلیٰ فوجی افسران کے دماغوں میں گھس کر انہیں خودکشی پر مجبور کرسکتی تھی اور تنہا خیال خوانی کرنے والا وِکی سول اُسے ایسا کرنے سے باز نہیں رکھ سکتا تھا۔

بہرحال وہ اپنی ڈمی کو وہاں سے بخیریت نکال لائی۔ دماغی طور پر حاضر ہوکر اطمینان کی سانس لے کر بولی "دائی ماں! میں بڑی بڑی مصروفیات سے نجات حاصل کرچکی ہوں۔ واقعی یوں لگ رہا ہے جیسے پلک جھپکتے ہی میرے سر سے پہاڑ اتر گیا ہے۔"

وہ خوش ہوکر بولی "تونے میرے مشورے پر عمل کرکے ثابت کردیا کہ مجھے اپنی ماں سمجھتی ہے۔ اب کان پکڑلے کہ آئندہ صرف دو ہیرے حاصل کرنے کی مصروفیت رہے گی۔"

"ہاں' وہ دو چشمی ہیرے میری خوش بختی کے لیے لازمی ہیں۔ بس ایک بار وہ حاصل ہوجائیں' اس کے بعد میں پارس کو اپنے خیالوں سے نوچ کر پھینک دوں گی۔"

دائی ماں ہنسنے لگی۔ شی تارا نے کہا "دیکھو دائی ماں! ایسے وقت تم ہنستی ہو تو مجھے غصہ آتا ہے۔ پارس کون سا افلاطون ہے؟ تم غلط سوچتی ہو کہ میں اسے اپنے دل سے نہیں نکال سکوں گی۔ بس وہ ہیرے مل جائیں۔ پھر میں ادھر مُنہ بھی نہیں کروں گی' جدھر سے ہوا پارس کو چھو کر آئے گی۔ تم کیوں مسکرا رہی ہو؟ کیا میں جھوٹ کہہ رہی ہوں؟"

"اے بٹی! اب تُو مسکرانے پر بھی پابندی لگائے گی۔ اب میں تیری دیوانگی کو کیا کہوں؟ میری مسکراہٹ کے پیچھے بھی تجھے پارس کی جھلک مل رہی ہے۔"

اس نے ایک گہری سانس کھینچی۔ جیسے ہوا اُس چھیل چھبیلے کو چھو کر آئی ہو۔ پھر وہ بستر پر گر پڑی۔ اوندھی ہوکر دائی ماں سے مُنہ چھپالیا۔ بعض اوقات عورت کچھ نہیں کہتی۔ اس کی ادائیں سب کچھ کہہ دیتی ہیں۔ دائی ماں اسے تنہا چھوڑ کر چلی گئی۔ بڑھیا جانتی تھی کہ ابھی اسے تنہا چھوڑ دینا چاہیے۔

وہ سوچتے سوچتے سوگئی۔ مصروفیات کے ختم ہوتے ہی وہ ہلکی پھلکی سی ہوگئی تھی۔ پتا نہیں کتنے عرصے بعد وہ دماغ کو ہدایات دیئے بغیر گہری نیند میں ڈوب گئی۔

وہ دوپہر دو بجے سوئی تھی۔ رات کے نو بجے بیدار ہوئی۔ دائی ماں نے اس کی بلائیں لے کر کہا "آج ایک مدت کے بعد میری بٹی نے خوب نیند پوری کی ہے۔ بھگوان نے چاہا تو اب صحت بھی اچھی رہے گی اور دماغ کے ساتھ ساتھ چہرہ بھی تروتازہ رہا کرے گا۔"

وہ اٹھ کر بولی "میں غسل کرنے جارہی ہوں۔ آدھے گھنٹے کے اندر روٹی کھلا دو۔ بہت بھوک لگ رہی ہے۔"

اس نے شاور کے نیچے آکر اسے کھولا۔ پھر پانی کی پھواروں میں بھیگنے اور سوچنے لگی۔ اس نے پوجا کی خبر لی۔ اسے جس مکان میں رکھا گیا تھا' وہاں وہ خیریت سے تھی۔

پھر اس نے پاشا کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ اس کے خیال نے بتایا کہ وہ کامیاب ہورہا ہے اور اگلے چوبیس گھنٹوں میں شاید کوئی خوشخبری سنا سکے گا۔ وہ موجودہ مصروفیت سے ذرا فارغ ہوکر ایک صوفے پر لیٹ گیا تھا اور غیر معمولی قوتِ سماعت کے ذریعے پوجا کی باتیں سن رہا تھا۔

وہ جس کی آواز سن رہا تھا' وہ اصل نہیں تھی مگر پوجا کی آواز اور لہجے میں ایک ملازمہ سے باتیں کررہی تھی اور اس سے کہہ رہی تھی۔ "میں تنہائی سے بیزار ہوگئی ہوں۔ سمجھ میں نہیں آتا' مصروف رہنے کے لیے کیا کروں؟"

ملازمہ نے کہا "کسی سے عشق کرو۔ وقت بڑے مزے سے گزرتا رہے گا۔"

"عشق کرنے کے لیے مجھے ایک ہی شخص پسند آیا تھا۔ پتا نہیں' وہ کہاں گم ہوگیا ہے؟"

پاشا یہ سن کر خوش ہوگیا۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ پوجا اسے یاد کررہی ہے۔ جبکہ وہ ڈمی اپنے ایک محبوب کو یاد کررہی تھی' وہ محبوب اس سے بچھڑ گیا تھا اور بچھڑنے کے بعد اب تک اس کی خبر نہیں لی تھی۔

شی تارا نے طے کیا تھا کہ وہ مسلسل زیادہ دیر تک خیال خوانی نہیں کیا کرے گی۔ اس لیے وہ دماغی طور پر حاضر ہوکر تولیے سے بدن پونچھنے لگی۔ دائی ماں کھانے کے لیے آوازیں دے رہی تھی۔

ادھر پاشا عشق میں ڈوبا ہوا تھا اور بڑی توجہ سے اپنی پوجا کی رس بھری باتیں سن رہا تھا۔ ملازمہ پوجا سے پوچھ رہی تھی۔ "تم نے جسے پسند کیا' وہ تمہیں چھوڑ کر کیوں چلا گیا؟"

وہ بولی "وہ کمبخت ہرجائی تھا۔"

پاشا نے کہا "نہیں میری پوجا! میں ہرجائی نہیں ہوں۔"

پھر اسے خیال آیا کہ پوجا اس کی آواز نہیں سن سکے گی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "پتا نہیں یہ مرد دل دُکھانے کے لیے کیوں دل لگاتے ہیں؟"

وہ زیرِ لب بڑبڑایا۔ "آہ! میں کیسے بتاؤں کہ اس کی خاطر دن رات محنت کررہا ہوں۔ میری محنت کامیاب ہوگی تو وہ مجھے انعام کے طور پر ملے گی۔ مجھے یقین ہے کہ کل تک کامیابی حاصل ہوجائے گی۔"

ملازمہ کہہ رہی تھی۔ "شاید وہ کسی مصیبت میں مبتلا ہو۔ اسی لیے تمہارے پاس نہیں آسکا۔"

پاشا نے ملازمہ کو شاباشی دی۔ وہ اس کی حمایت میں بول رہی

پوجا نے کہا "وہ کسی کے ذریعے خبر بھیج سکتا تھا۔ مجھے خط لکھ سکتا تھا۔"

وہ بڑبڑایا۔ "اب شی تارا آئے گی تو میں کہوں گا کہ وہ میرا پیغام پوجا تک پہنچا دے۔ اسے معلوم ہونا چاہیے کہ میں اُس کے عشق میں پہاڑ کاٹ کر جوئے شیر لا رہا ہوں۔"

ملازمہ نے کہا "مجھے اپنے محبوب کا پتا بتاؤ۔ میں اس کی خیریت معلوم کرکے آؤں گی۔"

پاشا نے کہا "ہاں' پوجا کو معلوم ہے کہ میں کوٹھی نمبر ۱ کی انیکسی میں رہتا ہوں۔ ملازمہ آئے گی تو میں دل کھول کر اپنی محبت کا اظہار کردوں گا۔ اور......"

وہ آگے نہ سوچ سکا۔ ادھر پوجا کہہ رہی تھی۔ "میرا ساجن ریلوے اسٹیشن کے پاس ست نرائن کی گلی میں رہتا ہے۔ اس کا ذاتی مکان نہیں ہے۔ وہ ایک گیراج میں رہتا ہے۔"

پاشا نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا "ارے پوجا! یہ کیا کہہ رہی ہو' میں یہاں انیکسی میں رہتا ہوں۔ تم ملازمہ کو میرا غلط پتا کیوں بتا رہی ہو؟ وہ کسی دوسرے کے پاس چلی جائے گی۔ جبکہ میں تمہارا ساجن ہوں۔"

اتنا بڑبڑانے کے بعد اسے پھر یاد آیا کہ یہ قدرتی ٹیلی فون یک طرفہ ہے۔ اُدھر کی آواز سن سکتا ہے۔ اِدھر کی آواز سنا نہیں سکتا۔ وہ جھنجلا کر بیٹھ گیا۔

ملازمہ کہہ رہی تھی "مجھے اپنے ساجن کا حلیہ بتاؤ۔ میں ابھی اسے پکڑ کر تمہارے پاس لاؤں گی۔"

پوجا کی آواز آئی۔ "حلیہ کیا بتاؤں اس کا رنگ سانولا ہے۔"

وہ بولا "نہیں پوجا! میں سانولا نہیں ہوں۔ میرا رنگ سرخ و سفید ہے۔"

وہ بولی "اس کا قد ساڑھے پانچ فٹ ہے۔ وہ ایک دبلا پتلا سا نوجوان ہے۔ اس کا وزن بیماری کے باعث......"

وہ غصہ سے میز پر گھونسا مار کر بولا "پاگل کی بچّی! تو نے میرا رنگ اور حلیہ بھی بدل دیا ہے۔ میں سوا چھ فٹ کا اونچا پہاڑ ہوں۔ میرا وزن چار من ہے۔ تو اپنی بہن شانتی کی کوٹھی سے میرے ساتھ یہاں تک آئی تھی اور اتنی جلدی میرا حلیہ بھول گئی ہے؟"

پھر وہ سوچنے لگا۔ "کہیں میں غلطی سے کسی دوسری عورت کی آواز تو نہیں سن رہا ہوں؟ ایسا تو پہلے کبھی نہیں ہوا' اور اگر میں پوجا سے ملتی جلتی آواز سن رہا ہوں تو پھر پوجا کہاں چلی گئی ہے؟ کیا ابھی وہ خاموش ہے' کہیں سو رہی ہے۔"

فی الحال وہ اس پہلو سے سوچ رہا تھا کہ صحیح آواز سننے میں کچھ گڑبڑ ہو رہی ہے۔ شی تارا پر شبہ نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ فراڈ کررہی ہے چونکہ وہ اس کا معمول اور تابعدار تھا اس لیے اُس کے خلاف نہیں سوچ رہا تھا۔

شی تارا رات کے کھانے سے فارغ ہوکر ایک آرام دہ صوفے پر بیٹھ گئی تھی اور خیال خوانی کے ذریعے ماسک مین کے پاس پہنچی ہوئی تھی۔ اس نے پچھلے دنوں ماسک مین پر عمل کرکے اسے اپنا تابعدار بنا لیا تھا۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے ایوان راسکا پر ابھی تک ہاتھ ڈالنے کا موقع نہیں ملا تھا کیونکہ اس کے دماغ میں اسے جگہ نہیں ملی تھی۔

ماسکو میں ابھی رات ہوئی تھی۔ ماسک مین کی سوچ نے بتایا کہ وہ ابھی ایوان راسکا کا کھانا لے کر اُس محل میں جائے گا' جہاں اسے نظر بند رکھا جاتا تھا۔ یہ ذکر پہلے ہوچکا ہے کہ اسے کتنی پابندیوں اور سخت پہروں میں رکھا جاتا ہے۔ خود ماسک مین کو بھی اس کے روبرو جانے کی اجازت نہیں تھی۔ وہ محل کے ایک ایسے کمرے میں آکر بیٹھ جاتا تھا جہاں چاروں طرف ٹی وی اسکرین تھے۔ ہر اسکرین پر ایوان راسکا اپنے کمرے میں یا محل کے دوسرے اندرونی حصوں میں گھومتا پھرتا نظر آتا تھا۔

ماسک مین اور ایوان راسکا رات کا کھانا اسکرین کے سامنے بیٹھ کر کھاتے تھے اور ایک دوسرے کو اسکرین پر دیکھ کر ان معاملات پر گفتگو کرتے تھے' جن کے سلسلے میں ایوان راسکا خیال خوانی کے ذریعے مصروف رہتا تھا۔ شی تارا نے ماسک مین کے دماغ میں یہ نقش کردیا کہ ابھی جو کھانا وہ لے کر جائے اس میں صرف اتنی سی مقدار میں اعصابی کمزوری کی دوا ملائے کہ وہ برائے نام کمزوری محسوس کرے۔ اگر اس کی کمزوری یا بیماری ظاہر ہوگئی تو ماسک مین پر شبہ کیا جائے گا اور وہ اپنے مقصد میں ناکام رہے گی۔

ماسک مین ایوان راسکا کے معاملات کا انچارج تھا۔ پھر اس ملک میں اس کی حیثیت ریڑھ کی ہڈی کی طرح تھی۔ شی تارا نے اتنے اہم شخص کو اپنا تابعدار بنا رکھا تھا۔ اس نے اُس کے احکامات کی تعمیل کی اور رات کے کھانے کے ذریعے ایوان راسکا کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کردیا۔ اس کے لیے دماغ کے دروازے کھول دیئے۔

شی تارا نے اس کے اندر آکر پوچھا "ہیلو راسکا! کیا کمزوری محسوس کررہے ہو؟"

وہ چونک کر بولا "کون ہے؟ میرے اندر کون بول رہا ہے؟"

"بول رہا ہے نہیں' بول رہی ہوں۔ تمہاری دوست ہوں۔"

"میری اندر یہ کمزوری تم نے پیدا کی ہے؟"

"مجھے افسوس ہے۔ تمہارے پاس پہنچنے کا اور کوئی راستہ نہیں تھا۔ اگر تم دوستی نہیں کرنا چاہو گے تو میں تمہیں مجبور نہیں کروں گی۔ واپس چلی جاؤں گی۔"

"پہلے یہ تو بتاؤ' تم کون ہو؟"

"میں شی تارا ہوں۔ کبھی مرینا سے تمہاری دوستی تھی۔ اس نے میرا ذکر کیا ہوگا؟"

"ہاں' وہ تمہاری سہیلی تھی۔ اس نے بتایا تھا کہ تم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے درمیان ایک بڑی طاقت بن کر ابھر رہی ہو۔ تم

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

وہی شی تارا ہوتا؟"

"میں وہی ہوں۔ میں نے یہ عزم کیا ہے کہ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو کسی تنظیم یا کسی ملک کا غلام نہ بننے دوں۔ میری فہرست میں ایسے بہت سے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے نام ہیں' جو دوسروں کے غلام بنے ہوئے ہیں۔ ان میں تمہارا نام سرِفہرست ہے۔"

"میرا نام سرِفہرست کیوں ہے؟"

"اس لیے کہ تم ایک طویل عرصے سے روس کے غلام بنے ہوئے ہو اور کوئی تمہیں اس قید سے رہائی دلانے کی کوشش نہیں کررہا ہے۔ کیا تم رہائی چاہتے ہو؟"

"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔ میں برسوں سے اس محل کی چار دیواری میں رہ کر بیزار ہوگیا ہوں۔ اگر زندگی سے پیار نہ ہوتا تو خودکشی کرلیتا۔"

"میں تمہیں آزادی سے زندگی گزارنے کا موقع دوں گی۔"

"محل کے اطراف اتنا سخت پہرا ہے کہ تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجھے یہاں سے نکل نہیں سکو گی۔"

"میں سب جانتی ہوں۔ محل کے دائیں' بائیں' آگے پیچھے اور نیچے سے فرار ہونے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ ان اطراف میں کوئی کیڑا بھی رینگ کر گزرے گا تو خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگتی ہیں۔ محل کی چھت پر ہر رات صرف ماسک مین کا ہیلی کاپٹر آتا ہے۔ چھت پر سیکورٹی گارڈز ہیں۔ ماسک مین ان کے سامنے ہیلی کاپٹر سے اتر کر چھت کی سیڑھیوں سے اندر اس کمرے میں آتا ہے' جہاں چاروں طرف ٹی وی اسکرین ہیں اور ہر اسکرین پر تم نظر آتے ہو۔"

ایوان راسکا نے کہا "محل کے چاروں طرف پہرا دینے والے اپنے اپنے کیبن میں بیٹھ کر اسکرین پر مجھے دیکھتے رہتے ہیں۔"

"میں نے کہا نا' میں سب جانتی ہوں۔ تم فکر نہ کرو۔ میں تمہیں بخیریت یہاں سے نکال لے جاؤں گی۔"

"اگر تم ناکام ہوئیں تو مجھے فرار ہونے کی سخت سزائیں دی جائیں گی۔"

"مرد ہو کر سزاؤں سے ڈرتے ہو؟ آزادی حاصل کرنے کے لیے کچھ تو زخم کھانے پڑتے ہیں۔ ویسے مجھ پر بھروسا کرو۔ میں بڑی ٹھوس پلاننگ پر عمل کروں گی۔ ناکامی کا چانس ایک فیصد بھی نہیں رہے گا۔"

"میں کمزوری محسوس کررہا ہوں۔"

"بہت معمولی سی دوا تمہارے حلق سے اتری ہے۔ صبح تک توانائی بحال ہوجائے گی۔ آرام سے لیٹ جاؤ۔ میں تمہیں سلادوں گی۔" وہ اپنے بستر پر لیٹ گیا۔ لیٹنے کے بعد دوسری صبح بیدار ہوا تو شی تارا کا معمول اور تابعدار بن چکا تھا۔

اُس نے اس کے ذہن میں یہ گرہ باندھ دی کہ جب تک شی تارا نہ چاہے' وہ محل سے باہر نکلنے اور آزادی حاصل کرنے کی بات کبھی نہ سوچے۔ ماسک مین کے ملک کا جو کام وہ کرے گا' اس کے پیچھے اب وہ رہا کرے گی اور اس سے اپنا ذاتی کام بھی لیا کرے گی۔

اگر وہ ایوان راسکا کو وہاں سے نکال کر اپنے پاس لے آتی تو اسے جس ملک میں رکھتی' وہاں اس کی حفاظت اور نگرانی کا مسئلہ درپیش رہتا۔ یہ بھی ہوسکتا تھا کہ ایوان راسکا اس کے تمام حفاظتی بند توڑ کر بھاگ جائے۔ وہ روسی محل بہت مضبوط قلعہ اور قید خانہ تھا۔ وہ اب تک وہاں سے باہر نہیں نکل سکا تھا۔ شی تارا نے بڑی عیاری سے سوچا کہ قید خانہ روسیوں کا رہے اور قیدی اس کے اختیار میں رہا کرے۔ دانہ پانی اس ملک سے حاصل کرے اور کام اس کا کرتا رہے۔ اس نے طے کرلیا۔ قیدی' قیدی ہی رہے گا اور قید خانہ میں رہ کر ہزاروں میل دور اس کے کام آتا رہے گا۔

وہ دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ دائی ماں جاگ رہی تھی۔ گھڑی دیکھ کر بولی "رات کے دو بج چکے ہیں۔ تم پھر لمبی خیال خوانی کرنے لگی ہو۔"

وہ مسکرا کر بولی "میں نے ایوان راسکا کو اپنے قابو میں کرلیا ہے۔ اب میری مصروفیات اور کم ہوجائیں گی۔ میں خیال خوانی کا کام اس سے لیا کروں گی۔"

"شاباش بیٹی! اب تم صحیح طریقۂ کار اختیار کررہی ہو۔ کچھ کھاؤ گی یا پیو گی؟"

"مجھے بھوک لگ رہی ہے۔ فریج سے پھل نکالو اور ایک گلاس دودھ لے آؤ۔"

وہ چلی گئی۔ شی تارا نے پاشا کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ سو رہا تھا۔ اس کے خوابیدہ دماغ نے بتایا کہ تجربہ بڑی حد تک کامیاب رہا ہے۔ اس نے ایسی دوائیں تیار کی ہیں جسے ایک ہفتہ تک استعمال کرتے رہنے سے جسم کے اندر وہ تمام حصے متاثر ہوں گے' جن کی کارکردگی سے خون اور پسینہ بنتا ہے' ان کے متاثر ہونے سے بو تبدیل ہوجائے گی۔

اس نے شی تارا کے خون اور پسینے کا تجزیہ کرکے ایسا انجکشن تیار کیا تھا کہ وہ انجکشن کسی دوسری لڑکی کو لگایا جاتا تو آئندہ پندرہ بیس گھنٹوں تک اس کے بدن سے شی تارا کی مخصوص مہک ابھرتی رہتی۔

اس نے پاشا کے خوابیدہ دماغ کو حکم دیا۔ "کل سے تم ان دواؤں کو اس لڑکی پر آزماؤ گے۔ جس کی میڈیکل رپورٹ کے مطابق تم یہ تجربہ کرتے رہے ہو۔ ایک ہفتے میں اس لڑکی کی مخصوص بو ختم ہونے لگے تو تم میری مخصوص بو کا انجکشن اسے لگاؤ گے۔"

اس نے حکم کی تعمیل کا وعدہ کیا۔ دائی ماں پھل اور دودھ لے آئی۔ "ماں جی! پاشا بو کے سلسلے میں کامیاب تجربہ کرچکا ہے۔ کل سے پوجا پر وہ دوائیں آزمائی جائیں گی۔"

"بیٹی! یہ کیسے معلوم ہوگا کہ تمہاری مخصوص مہک پوجا میں منتقل ہوگئی ہے؟"

"آزمائش کا طریقہ یہ ہوگا کہ میری مخصوص مہک کا انجکشن پہلے ایک خرگوش کو لگایا جائے گا۔ اس خرگوش کو ایک پنجرے میں بند کردیا جائے گا۔ تم میرے بدن کا اتارا ہوا ایک کپڑا ہمارے بلڈ ہاؤنڈ کو سونگھاؤ گی۔"

"بیٹی! کیا کہہ رہی ہو؟ وہ خونخوار کتا تمہارا اتارا ہوا لباس سونگھتے ہی تم پر جھپٹنے کے لیے دوڑا آئے گا۔"

"ایسا نہیں ہوگا۔ ماں جی! جس وقت تم بلڈ ہاؤنڈ کے سامنے میرا کپڑا رکھو گی۔ اس وقت سے میں اپنے بدن پر تھوڑی تھوڑی خوشبو اسپرے کرتی رہوں گی۔"

"اچھا اب سمجھ رہی ہوں۔ بلڈ ہاؤنڈ کو تمہاری طرف سے بو نہیں ملے گی تو وہ خرگوش کی طرف لپکے گا۔"

"ہاں۔ پاشا کا تجربہ کامیاب رہا تو وہ ضرور خرگوش پر لپکے گا۔"

اس نے ایک سیب اٹھا کر اسے دانتوں میں دبایا۔ پھر اس کا ایک ٹکڑا نوچ کر چباتی ہوئی بولی "یہ مرد بڑے بلڈ ہاؤنڈ ہوتے ہیں' عورت کی بو پاتے ہی لپکتے ہیں۔ پارس بھی پوجا کی طرف لپکتا آئے گا۔"

کامیابی کا خیال بڑا خوش کن ہوتا ہے۔ ہنسنے کو جی چاہتا ہے۔ وہ ہنسنے لگی۔ خوب دل کھول کر ہنسنے لگی۔ ہنستے ہنستے کہنے لگی۔ پارس' پوجا کے آگے رہے گا۔ میں پوجا کے پیچھے۔ وہ اسے شی تارا سمجھ کر دو چشمی ہیرے دے گا۔ میری تابعدار پوجا وہ ہیرے مجھے دے دے گی۔"

وہ ہنستے ہنستے' بولتے بولتے چپ ہوگئی کیونکہ دائی ماں اپنے مخصوص انداز میں مسکرا رہی تھی اور پتا نہیں کیوں اس کی مسکراہٹ کے پیچھے پارس جھلکتا رہتا تھا۔ وہ بولی "ماں جی! تم پھر اسی انداز میں مسکرا رہی ہو۔ کیا تمہارا خیال ہے' میں اپنے ارادوں میں کامیاب نہیں ہوسکوں گی؟"

"بیٹی! ضرور کامیاب ہوگی۔ تو خوب سوچ سمجھ کر چالیں چل رہی ہے۔ پارس' پوجا کے پاس آکر ضرور دھوکا کھائے گا۔ لیکن......"

"لیکن کیا؟ اپنی بات پوری کرو۔"

"میں نے کوئی ایسی محبت کرنے والی عورت نہیں دیکھی جو اپنا مرد کسی دوسری عورت کے حوالے کردے۔ میں وہ منظر دیکھوں گی کہ تو خود اپنی مرضی سے پوجا کو اس کی آغوش میں برداشت کرے گی۔"

وہ چند لمحوں تک ساکت رہی۔ بات دل کو لگتی تھی۔ کامیابی کی خوشی میں بھول گئی تھی کہ پارس کے گلے میں اپنی گھنٹی نہ باندھ کر دوسری گھنٹی کیسے باندھے گی۔ اس کے لیے راتوں کو کروٹیں بدلنے والی اپنی جگہ دوسری کو کیسے دے گی؟ کس دل سے دے گی؟

پھر وہ بولی "ایسی کوئی بات نہیں ہے ماں جی! وہ کیا صرف میرا دیوانہ ہے؟ وہ تو ہرجائی بھونرا ہے۔ پتا نہیں کس کس پر منڈلاتا رہتا ہے۔ کیا میں اسے دیکھنے اور روکنے جاتی ہوں؟"

"مرد نظروں سے اوجھل ہو کر کیا کرتے پھرتے ہیں' اس کا حساب عورت نہیں کرتی یا کرتی ہے تو لڑ جھگڑ کر غصہ اتار لیتی ہے لیکن آنکھوں دیکھی مکھی کبھی نہیں نگلتی۔ آنکھوں کے سامنے کبھی سوکن کو برداشت نہیں کرتی۔ میں دیکھوں گی کہ تم کتنے حوصلے والی ہو۔"

وہ ایک ٹھنڈی سانس لے کر بولی "ماں جی! تم پر بہت غصہ آتا ہے۔ مگر تمہاری بات پتھر کی طرح لگتی ہے اور دل پر اثر کرتی ہے۔ مجھے اس پہلو پر غور کرنا ہوگا کہ پوجا اس کے پاس جائے گی تو گویا میں اس کے قریب جاؤں گی کیونکہ پوجا کے دماغ میں رہوں گی۔ میں چاہوں گی' میرا پارس مجھے آغوش میں لے۔ مگر وہ پوجا کو آغوش میں لے گا۔ میرے حقوق وہ وصول کرے گی اور میں اپنی آگ میں جلتی رہوں گی۔"

"میں اسی لیے مسکرا رہی تھی۔ اب تیری سمجھ میں بات آگئی ہے۔ پہلے سے سنبھل جا۔ عین وقت پر کوئی جذباتی غلطی کرے گی تو سارا کھیل بگڑ جائے گا۔ پارس کو فراڈ کا پتا چلے گا تو تجھے وہ ہیرے پھر کبھی نہیں ملیں گے۔"

دائی ماں اسے ایک نئی الجھن میں مبتلا کرکے چلی گئی۔ وہ پھل کھانا اور دودھ پینا بھول گئی۔ جوانی ستاتی رہے تو بچوں کی طرح دودھ پینے کو جی نہیں چاہتا۔ جی اسے چاہتا ہے' جسے جذبے مانگتے رہتے ہیں۔

وہ بستر پر کروٹیں بدلنے لگی۔ اکثر راتوں کو ایسا ہوتا تھا' جب دل کو قرار نہ آتا تو وہ خیال خوانی کی پرواز کرکے پارس کے پاس پہنچ جاتی تھی۔ اس رات بھی اس نے یہی کیا۔ اس کے پاس پہنچ کر بولی۔ "میں آؤں؟"

وہ بولا "اچھا تو نیند نہیں آرہی ہے؟"

"کیسے آئے گی؟ تم مجھے سونے نہیں دیتے ہو۔"

"یہی شکایت مجھے ہے' تم نے میری نیندیں چرالی ہیں۔"

"جھوٹ نہ بولو۔ ہرجائی! بے وفا! مکار! دغا باز! تمہارے ساتھ ضرور کوئی چڑیل ہے۔"

"تم ہفتے میں ایک دو بار آتی رہتی ہو اور ایسے خطابات سے نوازتی رہتی ہو۔ یہ بتاؤ کبھی تم نے میرے ساتھ کسی چڑیل یا حسینہ کو دیکھا ہے؟"

"وہ تو میں رات کے وقت آتی ہوں لیکن تم جہاں ہوتے ہو' وہاں دن ہوتا ہے اور دن کو تو تم شریف زادے بن کر رہتے ہو۔"

"تو پھر رات کو آکر چیک کیا کرو۔ جیسے آج آئی ہو۔ دیکھو رات ہے اور میں تمہاری یاد میں تنہا ہوں۔ اس وقت تین بجنے میں پندرہ منٹ رہ گئے ہیں اور تم دیکھ رہی ہو کہ میرا بستر خالی ہے۔ تارا! تارا! پکار رہا ہے۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

وہ مسکرانے لگی۔ پھر چونک کر بولی "ابھی کیا کہا تم نے؟ کیا تمہاری گھڑی میں پونے تین ہوئے ہیں؟"

"ہاں' اور تمہاری گھڑی میں بھی یہی وقت ہے؟"

"نن نہیں۔ میری گھڑی میں بارہ بجے ہیں۔"

"مجھے قریب پاکر تمہارے بارہ بج رہے ہیں۔ تمہاری گھبراہٹ اور چونکنے کے انداز سے ثابت ہوگیا ہے کہ ہم ایک ہی ملک ہندوستان میں ہیں۔"

"تم غلط سمجھ رہے ہو' میں ہندوستان میں نہیں ہوں اور ایسی نادان بھی نہیں ہوں کہ جہاں ہوں' اس ملک کا نام بتادوں۔"

"میری جان! میں مذاق کررہا تھا۔ اس وقت میری گھڑی میں گیارہ بج کر پچیس منٹ ہوئے ہیں اور میں استنبول میں ہوں۔ ایک تو تمہیں ویسے بھی نیند نہیں آرہی ہے۔ میں اپنے جھوٹ سے تمہیں پریشان نہیں کروں گا۔ ویسے یہ بات اچھی نہیں ہے۔"

"کون سی بات؟"

"یہی بے خوابی والی بات۔ تم زیادہ سے زیادہ دس گیارہ بجے تک جاگو۔ اس کے بعد نیند نہ آئے تو خواب آور گولیاں کھا کر یا دماغ کو ہدایات دے کر سوجایا کرو۔ یوں پونے تین بجے تک جاگنا اچھی بات نہیں ہے۔"

"اب تو تین سے اوپر ہوگئے ہیں۔ پھر چار بجیں گے۔ پھر پانچ اور پھر صبح ہوجائے گی۔"

"اور پھر آنکھ کھلے گی تو معلوم ہوگا کہ تم ہندوستان میں ہو۔"

وہ ایک دم سے گھبرا گئی۔ پارس نے گھما پھرا کر اگلوا لیا کہ اس وقت اُس کی گھڑی میں تین سے کچھ اوپر ہوئے ہیں۔ وہ بولا۔ "میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ ہم دونوں کی گھڑی میں ایک ہی وقت ہوا ہے اور ہم ایک ہی ملک میں ہیں۔"

وہ پریشان ہو کر اُس کے دماغ سے نکل آئی۔ دل بری طرح دھڑکنے لگا تھا۔ ذہن میں سوالات چیخ رہے تھے۔ وہ ہندوستان میں ہے تو کس شہر میں ہے؟ کیا دہلی میں ہے؟

اب یہ معلوم کرنا ضروری ہوگیا تھا۔ اگر وہ دہلی میں ہوتا تو یہ شہر چھوڑ کر بھاگنے میں ہی اس کی خیریت تھی۔ وہ فوراً ہی اٹھ کر سنگار میز کے پاس آئی۔ پھر ایک پرفیوم کی شیشی اٹھا کر اپنے لباس پر زیادہ سے زیادہ خوشبو اسپرے کرنے لگی تاکہ بدن کی مخصوص مہک ختم ہوجائے اور وہ شکاری اسے پا نہ سکے۔

اس حد تک احتیاطی تدبیر کرنے کے بعد اسے ہر حال میں یہ معلوم کرنا تھا کہ وہ دہلی میں ہے یا کسی اور شہر میں؟

وہ پھر اس کے پاس آئی۔ پارس نے ایک لمبی سانس کھینچتے ہوئے کہا "کتنی پیاری خوشبو ہے۔"

وہ حیرت سے بولی "کیا مطلب؟ تک...... کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"یہی کہ اتنی زیادہ خوشبو انڈیلنے کی کیا ضرورت تھی؟"

وہ اس کے دماغ سے چیخ مار کر واپس آگئی۔ دائی ماں دوڑتی ہوئی آئی "کیا ہوا بیٹی؟ خیریت تو ہے؟"

شی تارا اپنے دھڑکتے ہوئے دل پر ہاتھ رکھ کر بولی "وہ ماں جی! وہ میرے قریب آگیا ہے۔ اس کوٹھی میں ہے یا باہر کھڑا ہے۔"

"بیٹی! گھبراتی کیوں ہو؟ حوصلہ کرو۔ یہ بتاؤ تمہیں یہاں اس کی موجودگی کا علم کیسے ہوا؟"

"وہ...... وہ میں نے یہ خوشبو اسپرے کی تو اسے معلوم ہوگیا کہ میری مخصوص مہک پر خوشبو حاوی ہورہی ہے۔ ماں جی! میں کیا کروں؟ خود کو اس سے کیسے چھپاؤں؟ وہ یہاں آگیا ہے۔"

دائی ماں نے انٹرکام کا ریسیور اٹھا کر ایک بٹن دبایا۔ دوسری طرف سے سیکورٹی گارڈ کی آواز سنائی دی۔ "یس مادام؟"

دائی ماں نے پوچھا "کتنے گارڈز جاگ رہے ہیں؟"

"میڈم! رات کو ہم پانچ ہوتے ہیں۔ پانچوں کوٹھی کے چاروں طرف ہیں۔"

"اچھی طرح چیک کرو' کوئی احاطے میں داخل ہوا ہے؟ یا احاطے کے باہر کوئی مشکوک شخص ہے؟"

"ہم ابھی معلوم کرتے ہیں۔"

دائی ماں نے ریسیور رکھ کر پوچھا "کیا تم نے خیال خوانی کے ذریعے اس سے رابطہ کیا تھا؟"

"ہاں' میری اور اس کی گھڑی میں ایک ہی وقت ہوا ہے۔ اس طرح میں نے سمجھ لیا کہ ہم ایک ہی ملک میں ہیں۔"

"اسے کیسے معلوم ہوا کہ تمہاری گھڑی بھی اُس کی گھڑی کا وقت بتارہی ہے؟"

"میں کیا کہوں؟ اس نے باتوں ہی باتوں میں مجھ سے معلوم کرلیا۔ بعد میں مجھے غلطی کا احساس ہوا۔"

"تمہیں ہزار بار سمجھایا ہے کہ اس سے باتیں کرتے وقت ہوش میں رہا کرو۔ مگر تم تو اس کے پاس جاتے ہی اپنے حواس میں رہنا بھول جاتی ہو۔"

"ماں جی! یہ کوئی نصیحت کرنے کا وقت نہیں ہے۔ وہ یہاں آگیا ہے۔"

"اگر وہ یہاں تک آگیا ہے تو تمہیں فیصلہ کرنا ہوگا' اسے روکو گی' آنے دوگی یا یہاں سے بھاگنا چاہوگی؟"

"وہ یہاں آچکا ہے تو اس کے پاس دو چشمی ہیرے ہوں گے میں ہر قیمت پر انہیں حاصل کروں گی۔"

"تو پھر اسے گولی مارنی ہوگی۔"

"بکواس مت کرو۔ کیا میں اسے جان سے مارنے کو کہہ رہی ہوں؟"

"تم کیا کہہ رہی ہو' کچھ معلوم تو ہو۔"

"انیکسی میں پاشا ہے۔ میں اسے حکم دوں گی کہ وہ اسے جان سے نہ مارے' صرف زخمی کرے۔ یہ اچھا موقع ہے' وہ زخمی ہوگا تو میں اس پر عمل کرکے اسے اپنا تابعدار بنا سکوں گی۔"

"تو نے موت کے جزیرے میں علی تیمور اور پاشا کا مقابلہ دیکھا ہے اور تو اس فیملی کی ہسٹری جانتی ہے۔ دونوں بھائی ایک ہی استاد رانسورو کی کے چیلے ہیں۔ یہ پارس بھی پاشا سے زمین چٹوا دے گا تب کیا کرے گی؟"

وہ پاؤں پٹخ کر رونے کے انداز میں بولی "مرجاؤں گی اور کیا کروں گی؟ بڑی دائی ماں بنتی ہو۔ ایسے برے وقت میں میرے کام نہیں آرہی ہو۔"

انٹرکام سے اشارہ ملا۔ دائی ماں نے ریسیور اٹھا کر پوچھا "ہاں کیا رپورٹ ہے؟"

"میڈم! احاطے کے اندر اور باہر کوئی نہیں ہے۔ ہم نے اس علاقے میں گشت کرنے والے نائٹ چوکیدار سے بھی پوچھا ہے۔ اس نے بھی یہاں دور تک کسی کو نہیں دیکھا ہے۔"

وہ ریسیور رکھ کر بولی "تیرا وہم ہے۔ وہ یہاں نہیں آیا ہے۔ کیا جادو جانتا ہے کہ اسے تیرا پتا معلوم ہوجائے گا۔"

"ماں جی! میں سچ کہتی ہوں۔ اس نے میرے لباس سے اٹھنے والی خوشبو سونگھی ہے۔"

"یہ کیسے کہہ سکتی ہے کہ اس نے یہی خوشبو پائی ہے۔ اس سے پوچھ کر دیکھ کہ وہ کس پرفیوم کی مہک پارہا ہے؟"

"کیا پھر اس کے پاس جاؤں؟"

"کیا وہ تجھے پکڑ لے گا؟ باؤلی ہوگئی ہے۔ اس کے بغیر رہ بھی نہیں سکتی۔ اس کی آہٹ ملے تو ڈرتی بھی ہے۔ بھگوان ہی تیرا بیڑا پار کرے۔"

وہ پھر اس کے پاس آئی۔ پارس سونے کے لیے اپنے دماغ کو ہدایات دے رہا تھا۔ اسے محسوس کرتے ہی بولا "میں سمجھ رہا تھا' اب نہیں آؤ گی۔ مجھ سے دور رہنے کے لیے بھاگ رہی ہوگی۔"

"تم خوشبو پاکر بھی بستر پر لیٹے ہو۔ اب سونے جارہے تھے۔ میرے پاس کیوں نہیں آئے؟"

"خیال خوانی کے ذریعے ستی ہوکر میں آگیا ہوں تو بھاگ جاتی ہو۔ سچ مچ آؤں گا تو کیا کروگی؟"

"میری بات کا جواب دو' خوشبو پاکر میرے پاس کیوں نہیں آئے؟"

"بھئی کون سی خوشبو؟"

"یہی جو میں نے اپنے لباس پر اسپرے کی ہے۔ بتاؤ اس پرفیوم کا نام کیا ہے؟"

"کوئی خوشبو یہاں تک آئے گی تو نام بتاؤں گا۔"

"تم نے تھوڑی دیر پہلے تو کہا تھا کہ میں نے اپنے اوپر خوشبو انڈیل لی ہے۔ ایسا کیوں کہا تھا۔"

"شی تارا! تم بہت جلد پاگل ہوجاؤ گی۔ کبھی عقل سے بھی کام لیا کرو۔ ہم ذہانت اور اندازوں سے بات کہتے ہیں۔ جب تمہیں معلوم ہوا کہ ہماری گھڑیوں میں ایک ہی وقت ہے اور ہم ایک ہی ملک میں ہیں تو تم اچانک میرے دماغ سے بھاگ گئیں۔ ایسے میں پہلا خیال یہی آئے گا کہ تم مجھ سے اپنی مخصوص مہک چھپا کر فوری طور پر چھپنا چاہو گی۔ تم دوسری بار واپس آئیں تو میں نے صحیح اندازے سے وہی کہا' جو تم نے کیا تھا۔ اس بات پر تم چیخ مار کر پھر بھاگ گئیں۔"

وہ ایک دم ہنسنے لگی۔ اسے یہ خوشی ملی کہ پارس کو ابھی اس کا پتا نہیں ملا ہے۔ وہ ہنستے ہنستے بولی "یو چیٹ! دھوکے باز! تم نے تو چند منٹوں کے لیے بوکھلا کر رکھ دیا۔ میں یہ جگہ چھوڑ کر جانے والی تھی۔"

"ہوسکتا ہے' تم وہ جگہ چھوڑ کر دوسرے شہر میں آتیں اور اسی شہر میں ہمارا سامنا ہوجاتا۔"

"تمہیں میری جان کی قسم ہے' سچ بتاؤ کس شہر میں ہو؟"

"میں جس شہر کا نام بتاؤں گا' وہاں تم رہو گی تو تمہارا سکون غارت ہوجائے گا۔"

"ایسے بھی سکون غارت ہورہا ہے۔ پلیز بتادو۔"

"میں بتا رہا ہوں' وعدہ کرو کہ تم اس شہر میں ہو تو زیادہ سے زیادہ شہر چھوڑو گی لیکن ہندوستان سے باہر نہیں جاؤ گی۔"

"وعدہ کرتی ہوں۔ صرف شہر چھوڑوں گی' ملک نہیں چھوڑوں گی۔"

"تو پھر سنو......"

اس کی بات ادھوری رہ گئی۔ فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے کہا "ابھی بتاتا ہوں۔ ذرا دیکھوں تو اتنی رات کو کون مجھے یاد کررہا ہے۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو کون ہے؟"

دوسری طرف سے کسی مرد کا قہقہہ سنائی دیا پھر وہ بولا "مجھے آواز سے پہچان سکتے ہو تو پہچان لو۔ میں نے آخر تمہیں ڈھونڈ نکالا ہے۔"

"اے بھائی ڈھونڈنے والے' تم نے اتنی رات کو رانگ نمبر کیوں ڈائل کیا ہے۔ نان سینس۔"

پارس نے ریسیور رکھ دیا۔ شی تارا نے کہا "یہ کون ہوسکتا ہے؟ اس کی آواز کچھ جانی پہچانی ہے۔"

"تعجب ہے۔ رانگ نمبر ڈائل کرنے والے کی آواز تمہیں شناسا لگ رہی ہے۔"

پھر گھنٹی بجنے لگی۔ پارس نے ریسیور اٹھا کر پوچھا "کیوں بھائی! سونے نہیں دوگے؟"

"آرام سے سونا چاہتے ہو تو وہ دو چشمی ہیرے میرے حوالے کردو۔"

یہ سنتے ہی شی تارا اور پارس دونوں چونک گئے۔ ایک دم سے یاد آیا۔ وہ مصر کا بوناٹانی تھا۔ اس کے پاس یک چشمی ہیرا تھا اور دوسرا یک چشمی ہیرا شی تارا کے پاس تھا۔ پارس نے دونوں سے وہ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہیرے چھین لیے تھے۔ مصر کے اس آقا لاثانی کو کئی معروف نجومیوں نے بتایا تھا کہ' وہ ایک ایک چشمی ہیرے یکجا ہو کر دو چشمی ہیرے بنیں گے اور جس کے سر پر رہیں گے' وہ دنیا کا سب سے دولتمند شخص ہوگا۔ زندگی کی تمام آزمائشوں میں کامیاب رہے گا۔ ان ہیروں کی موجودگی سے تمام نحوستیں دور ہو جائیں گی۔

شی تارا کا علم نجوم بھی یہی کہتا تھا۔ اسی لیے وہ پارس کے پیچھے پڑ گئی تھی۔ وہ آواز سن کر بولی "پارس! یہ تو وہی بونا لاثانی ہے۔ تم اسے کہاں سے پیچھے لگا لائے ہو؟"

"میرے فرشتوں کو بھی معلوم نہیں تھا کہ یہ میری ٹوہ میں لگا ہے۔"

فون پر اس کی آواز سنائی دی۔ وہ بولا "مسٹر پریم کمار! خاموش کیوں ہو؟ کیا مجھے پہچان گئے ہو؟"

شی تارا نے کہا "تم نے مصر میں اسے اور مجھے اپنا نام پریم کمار بتایا تھا۔ وہ تمہیں اسی نام سے پکار رہا ہے۔"

پارس نے کہا "ہاں' تمہیں پہچان رہا ہوں۔ تمہیں شرم نہیں آئی۔ اتنے دنوں تک لاپتا رہے۔ اپنے ساتھ اپنی بہن کو بھی لے گئے۔ ارے کم از کم بہن کو تو چھوڑ جاتے۔"

"کیا بک رہے ہو؟ کس بہن کی بات کر رہے ہو؟"

"تعجب ہے اپنی بہن کو بھول رہے ہو۔ ایک ہیرا تمہارے پاس تھا۔ دوسرا تمہاری بہن کے پاس۔ تم دونوں نے وہ ہیرے مجھے دے دیئے۔ تمہیں ذرا بھی غیرت نہیں آئی۔ اپنی بہن کے ساتھ تاریک تہ خانے میں چھوڑ کر چلے گئے۔"

"بکواس مت کرو۔ وہ میری بہن نہیں تھی۔ تم ہیروں کی بات کرو۔"

"بات کیا کرنا ہے۔ ایک ہاتھ سے بہن کو دو' دوسرے ہاتھ سے ہیرے لے جاؤ۔"

"ابے تو کس کھوپڑی کا آدمی ہے۔ خواہ مخواہ اسے میری بہن بنا رہا ہے۔"

"وہ تمہاری بہن نہیں ہے؟"

"نہیں ہے۔ ہزار بار نہیں ہے۔"

"تو پھر ہیرے بھی نہیں ہیں۔"

"تیری موت آئی ہے۔ تو مجھ سے مقابلہ کرکے دیکھ چکا ہے۔ میں ربر کا پتلا ہوں۔ تو نے کئی بار مجھے اچھال کر چھت سے ٹکرایا۔ کئی بار زمین پر دے مارا۔ مگر مجھے چوٹ نہیں لگی۔ جب میں اپنے داؤ آزماؤں گا تو تجھے دن میں تارے نظر آنے لگیں گے۔"

"لڑائی جھگڑے اور خون خرابے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ امن و امان سے اپنی بہن دے اور ہیرے لے۔"

"او مائی گاڈ! میں تیرے لیے بہن کہاں سے پیدا کروں؟"

"جہاں سے اس رات پیدا کیا تھا۔ اسے میرے پاس تاریکی میں چھوڑ گیا۔ ہائے وہ رنگین تاریکی ابھی تک یاد آتی ہے۔"

شی تارا نے کہا "اے بدمعاش! شرم نہیں آتی ایسی باتیں کرتے ہوئے؟"

"اپنی عورت سے مرد کو اور اپنے مرد سے عورت کو شرم نہیں آتی۔"

ادھر سے لاثانی نے پوچھا "یہ تو کیا بول رہا ہے؟"

"تمہاری بہن سے بول رہا ہوں۔ یہ اچانک ہمارے درمیان میں آگئی ہے۔"

"دیکھ پریم کمار! تو ہندو ہے۔ میں تجھے بھگوان کا واسطہ دیتا ہوں' بہن کی بات نہ کر۔ مجھے غصہ آئے گا تو میں ابھی ہوٹل کے کمرے میں آکر تجھے گولی مار دوں گا۔"

"اس دھمکی کے بعد بھی میں اسی کمرے میں رہوں گا اور تم گولی نہیں مارو گے۔ میری موت سے پہلے تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ وہ ہیرے کہاں ہیں؟"

"مجھے بتاؤ' کہاں ہیں وہ ہیرے؟"

"تمہاری بہن کے پاس۔"

وہ ایک دم سے بھڑک کر گالیاں دینے لگا۔ پارس نے ریسیور رکھ دیا۔ شی تارا نے کہا "وہ اپنے ہیرے کے ساتھ میرا ہیرا بھی وصول کرنے آگیا ہے۔ اگرچہ وہ تین چار فٹ کا بونا ہے۔ مگر خطرناک ہے۔ بات بڑھنے سے پہلے وہ ہیرے میرے حوالے کردو۔"

پھر گھنٹی بجنے لگی۔ پارس نے ریسیور اٹھا کر پوچھا "کیا گالیوں کا اسٹاک ختم ہوگیا؟"

"تیرے کمرے کے آس پاس میرے آدمی ہیں۔ میرا حکم پاتے ہی تجھے جان سے نہیں ماریں گے' اپاہج بنا دیں گے۔ مجھے جب تک ہیرے نہیں ملیں گے' میں تجھے زندہ رکھوں گا۔ تو میرا طریقۂ کار نہیں جانتا ہے۔ میرے شکنجے میں آنے والے موت کی بھیک مانگتے ہیں۔ مگر میں انہیں سسکا سسکا کر زندہ رکھتا ہوں۔"

"ابے سالے! میں تجھے کیسے یقین دلاؤں کہ تیری گمشدہ بہن مل گئی ہے۔"

"لعنت ہے تجھ پر' میری بہن مل گئی ہے تو تو اسے رکھ لے اور ہیروں کی بات کر۔"

"پہلے تو اپنی بہن سے بات کر۔"

شی تارا نے کہا "میں ابھی آتی ہوں۔"

وہ آقا لاثانی کے اندر پہنچی۔ وہ سانس روکنا چاہتا تھا۔ اس نے کہا "ٹھہرو' میں تمہاری بہن ہوں۔"

وہ جھنجلا کر بولا "یہ کیا بکواس ہے؟"

وہ بولی "یاد کرو۔ اس رات بھی میں تمہارے دماغ میں آئی تھی' تم نے سانس روک کر واپس کردیا تھا۔ اب بھی یہی کرو گے تو میں تمہیں وہ ہیرے حاصل نہیں کرنے دوں گی۔"

"میں عورتوں کی بات نہیں سنتا اور تم دھمکی سنا رہی ہو۔"

"اسے محض دھمکی سمجھتے ہو تو اپنے آدمیوں کو پریم کمار کے کمرے میں بھیجو اور ان کا انجام دیکھو۔"

اس نے سانس روک لی۔ شی تارا نے پارس کے پاس آکر کہا۔ "میں نے اس کے اندر تھوڑی دیر رہ کر معلوم کیا ہے' تم دونوں بمبئی کے تاج محل ہوٹل میں ہو۔"

پارس نے مسکرا کر پوچھا "تم نے میرے اندر رہ کر یہ کیوں نہیں معلوم کیا؟"

"تم بڑا زہریلا اور شیطانی دماغ رکھتے ہو۔ میں کئی بار کوشش کر چکی ہوں' کبھی چور خیالات کے خانے میں نہ پہنچ سکی۔ تم نے کیا کون سا عمل کیا ہے کہ میں چور خیالات پڑھنے میں ناکام رہتی ہوں۔"

"یہ میرا نہیں' جناب علی اسد اللہ تبریزی کا روحانی عمل ہے۔ نہ کوئی میرے چور خیالات پڑھ سکتا ہے' نہ میرے ذہن کو کمزور بنا کر مجھ پر تنویمی عمل کرسکتا ہے۔"

پھر فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ پارس نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو' پریم کمار بول رہا ہوں۔"

کسی اجنبی کی آواز سنائی دی۔ "ہم آقا لاثانی کے بندے ہیں۔"

"لعنت ہے تم پر کہ خدا کے بندے نہیں ہو۔"

"بکواس نہ کرو اور سنو تمہارے بند دروازے کے باہر میرے ساتھی ہیں۔ ان کے پاس سائلنسر لگے ہوئے ریوالور ہیں۔ اگر تم نے دروازہ نہیں کھولا تو ریوالور کی گولی سے لاک ٹوٹے گا۔"

شی تارا نے کہا "پارس! مجھے ان سے نمٹنے دو۔"

وہ ریسیور رکھ کر بولا "یہ میرا کھیل ہے۔ مجھے کھیلنے دو۔"

"میں جانتی ہوں۔ تم آنے والوں کا حلیہ بگاڑ دو گے۔ مگر ہوٹل میں گولیاں چلیں گی۔ پولیس کیس بنے گا۔ کیوں خواہ مخواہ تھانے پولیس کے چکر میں پڑنا چاہتے ہو؟"

وہ سر ہلا کر بولا "یہ بات ماننے والی ہے۔ چلو میں ان کی آواز سناتا ہوں۔"

وہ دروازے کے پاس آکر بولا "کیا باہر کوئی ہے۔"

آواز آئی "ہاں ہم ہیں۔ دروازہ کھولو۔"

پارس نے پوچھا "کیا کہہ رہے ہو۔ ذرا زور سے بولو۔"

ذرا اونچی آواز میں دروازہ کھولنے کا حکم دیا گیا۔ شی تارا حکم دینے والے کے اندر پہنچ گئی۔ اس کے ذریعے پتا چلا' اس کے دو ساتھی پیچھے کھڑے تھے۔ صرف ایک کے پاس سائلنسر لگا ہوا ریوالور تھا۔ باقی دو نہتے تھے۔ ان کے خیال میں پارس کو دھمکی دینے کے لیے ایک ہی ہتھیار کافی تھا۔ وہ اسے نشانے پر رکھ کر اس کی پٹائی کرنے اور اس کے سامان کی تلاشی لے کر ہیرے برآمد کرنے آئے تھے۔

وہ پارس کے پاس آکر بولی۔ "وہ تین ہیں۔ صرف ایک کے پاس ریوالور ہے۔ دروازہ کھول دو۔"

پارس نے دروازہ کھولا۔ ریوالور والے نے دونوں ہاتھ جوڑ کر نمستے کیا۔ پھر پارس کو ریوالور دے کر اپنے ساتھیوں سے کہا۔ "واپس چلو۔"

ایک ساتھی نے غصے سے پوچھا "تم نے اسے اپنا ریوالور کیوں دے دیا؟"

پارس نے کہا "جب دے ہی چکا ہے تو غصہ دکھا کر کیا کرو گے؟ واپس جاؤ ورنہ گولی مار دوں گا۔"

وہ ہتھیار کے سامنے دم نہ مار سکے۔ واپس جانے لگے۔ شی تارا نے کہا "وہ بونا لاثانی تیسری منزل کے کمرا نمبر تین سو چھ میں ہے۔ یہ تینوں وہیں جا رہے ہیں۔ میں ابھی آتی ہوں۔"

وہ تینوں سیڑھیاں اتر کر تیسری منزل پر آئے۔ دروازے پر دستک دی۔ لاثانی نے دروازہ کھولا پھر پوچھا۔ "کیا ہوا؟ بڑی جلدی واپس آگئے؟"

وہ اندر گئے۔ ایک نے کہا "میں نے اپنا ریوالور اسے دے دیا۔ اس طرح اُس کا پلڑا بھاری ہوگیا۔ ہم واپس چلے آئے۔"

وہ غصے سے پیچھے ہٹ کر بولا "سؤر کے بچے! تم نے اسے ریوالور کیوں دیا؟"

لمبے تڑنگے غنڈے نے تنبیہہ کے انداز میں انگلی دکھا کر کہا۔ "ابے او بونے! مینڈک کے بچے! مُنہ سے گالی نہ نکالنا۔ ہم کرائے کے غنڈے ضرور ہیں مگر غیرت مند ہندوستانی ہیں۔ گالی برداشت نہیں کریں گے۔"

بونے لاثانی نے اچانک فضا میں اچھل کر فضا ہی میں گول گھومتے ہوئے اس کے مُنہ پر ایک ٹھوکر ماری۔ پھر دوسرے ہی لمحے پلنگ پر آیا اور دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر کھڑا ہوگیا۔ ٹھوکر کھانے والے کو یوں لگا تھا جیسے مُنہ پر ہتھوڑا پڑا ہو۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ وہ دیوار سے ٹیک لگا کر خود کو سنبھالنے کی کوشش کرنے لگا۔

اس کے دونوں ساتھیوں نے لاثانی پر حملہ کیا۔ اسے دبوچنے کے لیے آگے بڑھے۔ وہ پلنگ پر سے اچھل کر ان کے سروں پر سے ہوتا ہوا پیچھے آیا۔ فرش پر پاؤں رکھتے ہی پھر اچھل کر میز پر کھڑا ہوا۔ وہ دونوں پلنگ کے پاس سے پلٹے تو انہیں پتا ہی نہ چلا کہ وہ بجلی کی طرح کہاں سے کہاں پہنچا پھر وہاں سے اڑتا ہوا ان کے مُنہ پر ایک ایک لات مارتا ہوا دوسری بار پلنگ پر آیا اور دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر کھڑا ہوگیا۔

وہ دونوں فرش پر گر پڑے تھے۔ دونوں کی ناک اور باچھوں سے لہو رس رہا تھا۔ انہوں نے سوچا تھا کہ وہ ساڑھے تین فٹ کا بونا ہے' اسے چٹکی سے اٹھا کر جیب میں ڈال لیں گے لیکن اس نے آدھے منٹ کے اندر تین پہاڑ جیسے غنڈوں کو ٹھنڈا کردیا تھا۔

وہ بولا۔ "کرائے کے غنڈے نہ ہندوستانی ہوتے ہیں' نہ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

جاپانی، صرف شیطانی ہوتے ہیں اور میں جب کھرا معاوضہ دیتا ہوں تو کھرا کام بھی لیتا ہوں۔ جو میرے کام میں ناکام رہتا ہے، اسے ٹھوکروں میں اڑا دیتا ہوں اور اپنی دی ہوئی رقم واپس چھین لیتا ہوں۔"

ایک نے تکلیف سے کراہتے ہوئے کہا "مسٹر لاثانی وہ کمرا نمبر چار سو بیس والا کوئی جادوگر ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ میں نے بے اختیار ریوالور اس کے حوالے کیوں کردیا تھا؟"

"بکواس مت کرو۔ میں کسی جادو کو نہیں مانتا۔ پہلے وہ نہتا تھا۔ تم نے اسے ریوالور دے کر میرے لیے خطرہ پیدا کردیا ہے۔"

شی تارا نے ایک غنڈے کے ذریعے کہا "بونے شیطان! اس غنڈے کی زبان سے تیری بہن بول رہی ہے۔ کیا یہ جادوگری نہیں ہے؟"

وہ تائید میں سرہلا کر بولا "ہاں، میں بھول گیا تھا کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے وہ ریوالور چھینا گیا تھا۔"

وہ بولی "تم نے قاہرہ سے بمبئی تک آنے کی خواہ مخواہ زحمت کی ہے۔ وہ ہیرے تمہیں نہیں ملیں گے۔"

"وہ ہیرے میری جان، میری زندگی ہیں۔ میں ان کے لیے دنیا کے آخری سرے تک پریم کمار کا پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔"

"تم جانتے ہو، ان میں سے ایک چشمی ہیرا میرا ہے۔ اسے تو میں پریم کمار سے لے ہی لوں گی۔ دوسرا تمہارا ہے۔ اسے میں پریم کمار سے شادی کرکے حاصل کرلوں گی۔"

"اسی لیے تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کی مدد کررہی ہو۔"

"اور کوئی راستہ نہیں ہے۔ وہ بہت شہ زور اور مکار ہے۔ نہ میں اسے ذہانت سے زیر کرسکتی ہوں، نہ تم اپنی طاقت اور بازی گری سے اسے شکست دے سکتے ہو۔"

"میں کبھی مایوس نہیں ہوتا۔ میں تمہیں مشورہ دیتا ہوں کہ اس کا پہلو گرم کرکے اپنا مقصد حاصل نہ کرو۔ میری دوست بن جاؤ میرے پاس ذہانت اور جسمانی طاقت ہے۔ تمہارے پاس ٹیلی پیتھی کی صلاحیت ہے۔ ہمارے اتحاد کے سامنے اس کے قدم اکھڑ جائیں گے۔ ہم اس سے ہیرے چھین لیں گے۔"

"چھین لینے کے بعد کیا ہوگا؟"

"وہ دو چشمی ہیرے ہم دونوں کے پاس رہیں گے۔"

"وہ کس طرح بیک وقت ہم دونوں کے پاس رہیں گے؟"

"سیدھی سی بات ہے۔ مجھ سے شادی کرلو۔ میں سہاگ رات میں تمہیں ہیروں کا تاج پہناؤں گا۔"

"آگے نہ بولو۔ میں خود کو تمہاری بہن کہہ چکی ہوں۔"

"شادی سے پہلے دنیا کی ہر لڑکی بہن ہوتی ہے۔ پھر ان میں سے کوئی ایک بیوی بن جاتی ہے۔"

"بکوس مت کرو۔ دنیا کی کوئی عورت پہاڑ جیسے مرد کو چھوڑ کر بالشت بھر کے بونے سے شادی نہیں کرے گی۔"

"مجھے ایسے وقت بہت غصہ آتا ہے جب حسین عورتیں مجھے چھوٹا دیکھ کر کھوٹا سمجھ لیتی ہیں۔ مجھے قبول کرلو۔ میں دنیا کی تمام دولت تمہارے قدموں میں ڈھیر کردوں گا۔"

"وہ دو چشمی ہیرے حاصل کرلوں گی تو دولت خود ہی میرے قدموں میں آجائے گی۔"

"تم مجھے بھی قدموں میں رکھ لو۔ میں اتنا مختصر سا ہوں کہ تمہاری جوتیوں میں پڑا رہوں گا۔ میں ان ہیروں سے دور نہیں رہوں گا۔ اگر تم اس سے شادی کروگی تو میں جہیز میں تمہارے ساتھ جاؤں گا۔ اسے کہو مجھے سالا بنا لے۔ سالا بننے کے بعد بھی ہیرے نہ ملے تو میں تمہیں اور پریم کمار کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

شی تارا نے پارس کے پاس آکر کہا "وہ دو چشمی ہیروں کے لیے پاگل ہوگیا ہے۔ کبھی مجھے بیوی اور کبھی بہن بنا رہا ہے۔ تمہارا سالا بننے اور میری جوتیوں میں رہنے کو تیار ہے۔ ہمیں جان سے مارنا بھی چاہتا ہے۔ وہ پاگل کا بچہ تمہیں اس ہوٹل میں سکون سے نہیں رہنے دے گا۔"

"یہی میں سوچ رہا ہوں۔ کیوں نہ تمہارے پاس آجاؤں؟"

"زیادہ نہ پھیلو۔ تم سے دور کی دوستی اچھی ہے۔"

"مجھ سے دور کیسے رہوگی؟ ہاتھ بڑھا کر ہیرے لینے کے لیے تو سامنے آنا ہی ہوگا۔"

"پارس! کیوں مجھے ترسا رہے ہو؟"

"یہ شکایت مجھے ہے کہ تم ترسا رہی ہو۔ ایک ہی ملک میں رہ کر خود تڑپ رہی ہو، مجھے بھی تڑپا رہی ہو۔"

"تم میری تڑپ اور بے قراری کو سمجھتے ہو پھر بھی محبت سے موجودہ مسئلے کا حل نہیں نکال رہے ہو۔"

"حل ایک ہی ہے۔ شادی کرلو۔"

"شادی کی بات سے پھر مذہب اور دھرم کی بحث چھڑ جائے گی۔"

"تو میں کیا کروں؟"

"یہ بتاؤ تم مجھے کتنا چاہتے ہو؟"

"میری چاہت سمندر سے زیادہ گہری ہے۔ میں تم سے اتنی محبت، اتنی محبت کرتا ہوں کہ اتنی کسی نے نہیں کی ہوگی۔"

"جب اتنی محبت کرتے ہو تو کیا میرا دھرم قبول نہیں کرسکتے؟"

"یعنی اسلام چھوڑ دوں؟"

"عشق کرنے والے دنیا چھوڑ دیتے ہیں۔"

"واقعی عشق میں دنیا چھوڑ سکتے ہیں تو کیا اسلام نہیں چھوڑ سکتے۔ ٹھیک ہے میں چھوڑ دوں گا۔"

اس نے خوش ہوکر پوچھا "کب چھوڑو گے؟"

"جب مجھے پاگل کتا کاٹ لے گا۔"

اس نے سانس روک لی۔ وہ جھنجلا کر اپنی جگہ حاضر ہوئی۔ پھر اس کے پاس جاکر بولی "یہ کیا بکواس ہے، تم سنجیدگی سے باتیں

نہیں کروگے؟"

"میں تمہارے لیے دنیا چھوڑ سکتا ہوں۔ اپنے خدا اور رسولؐ کو نہیں چھوڑ سکتا۔ تم نے چھڑوانے کی کوشش کی۔ اس کی سزا یہ ہے کہ تم چوبیس گھنٹوں تک مجھ سے رابطہ نہیں کرسکوگی۔"

"میرے لیے یہ کوئی سزا نہیں ہے۔ میں تم سے دور رہ کر مر نہیں جاؤں گی۔"

"مجھ سے نہ سہی، ہیروں سے دور رہ کر مرتی رہوگی۔ ہوسکتا ہے ان چوبیس گھنٹوں میں بونا لاثانی کسی حکمتِ عملی سے وہ ہیرے لے جائے۔ اب جاؤ اور دور رہنے کی سزا پاؤ۔"

اس نے پھر سانس روک لی۔ وہ اپنی جگہ حاضر ہوئی۔ پریشان ہوکر سوچنے لگی۔ وہاں بونا پارس کے سرپر سوار ہے۔ وہ کسی طرح توڑ جوڑ سے یا پارس سے گٹھ جوڑ کرکے ہیرے لے کر فرار ہوسکتا ہے۔ چوبیس گھنٹوں میں وہ ہیرے پارس کے ہاتھ سے نکل جائیں گے تو وہ بونے کو کہاں ڈھونڈتی پھرے گی؟

وہ پھر آئی۔ مگر پارس نے سانس روک لی وہ پھر دوسری تیسری بار آئی۔ اس سے کہتی رہی ایک بار میری بات سن لو لیکن اس کے کچھ سنانے سے پہلے وہ سانس روک کر اسے بھگا رہا تھا۔

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بیٹھ گئی۔ دو چشمی ہیرے اس سے زیادہ دور نہیں تھے۔ اس کے اپنے بھارت دیس میں تھے۔ یہ دہلی میں تھی وہ ہیرے بمبئی میں تھے۔ زیادہ فاصلہ نہیں تھا لیکن وہ فاصلہ اور کم کرنے اور انہیں حاصل کرنے کے لیے وہاں نہیں جاسکتی تھی۔ ابھی اس کی مخصوص بو تبدیل نہیں ہوئی تھی۔

اس نے خیال خوانی کا راستہ بند کردیا تھا۔ اس کے پاس جانے اور ہیروں کی خبر رکھنے کا کوئی اور راستہ نہیں تھا۔ اس لیے وہ بونے لاثانی کے پاس آئی۔ وہ سانس روکنا چاہتا تھا۔ اس نے کہا۔ "ٹھہرو، میں دوستی کرنے آئی ہوں۔"

"یہ اچانک ٹیڑھی پسنڑی کیوں بدل رہی ہو؟"

"وہ ہیرا پھیری کی باتیں کررہا ہے۔ ہیرے نہ مجھے دے گا، نہ تمہیں۔ ہم دونوں مل کر ہی اس سے چھین سکتے ہیں۔"

"اب تمہیں عقل آئی ہے۔ بولو اسے کیسے ٹریپ کیا جائے؟"

"تم ایک بار ملو۔ اس سے دوستی کرنے کی کوشش کرو۔ اس کے پاس جانے سے پہلے معلوم کرو، وہ کمرے میں ہے یا نہیں؟"

اس نے ریسیور اٹھا کر کمرے کے ایکسچینج کا نمبر ڈائل کیا۔ آواز آئی "یس پلیز؟"

لاثانی نے کہا "کمرا نمبر چار سو بیس سے رابطہ کرائیں۔"

اس نے انتظار کیا۔ پھر ایکسچینج سے کہا گیا۔ "سر! فون ڈس کنکٹ ہے۔ شاید وہ صاحب سو رہے ہیں۔"

شی تارا ٹیلی فون آپریٹر کے دماغ میں آئی پھر اس کے ذریعے منیجر اور کاؤنٹر گرل کے پاس پہنچی۔ اسے بونے پر بھروسا نہیں تھا اسی لیے وہ دوسروں کو اپنا آلۂ کار بنا رہی تھی۔

پھر وہ لاثانی کے پاس آئی۔ وہ چار سو بیس نمبر کے دروازے پر پہنچ کر دستک دے رہا تھا۔ شی تارا نے کہا "وہ سو رہا ہے۔ اسے سونے دو۔"

"ہماری نیندیں اڑی ہوئی ہیں۔ ہم اسے کیوں سونے دیں۔"

وہ جیب سے ایک تار نکال کر لاک کھولنے کی کوشش کررہا تھا اور محتاط نظروں سے دائیں بائیں کوریڈور میں دور تک دیکھتا جارہا تھا۔ اب صبح ہونے والی تھی۔ ایسے میں وہاں کوئی نہیں تھا۔ وہ بونا بڑا کاریگر تھا۔ اس نے ایک منٹ کے اندر ہی دروازہ کھول لیا۔

اس نے بڑی احتیاط سے پہلے سر اندر کیا پھر دھڑ اندر کیا۔ اس کے بعد دروازے کو اندر سے بند کرلیا۔ سامنے بستر خالی تھا۔ کمرا خالی تھا۔ باتھ روم کا دروازہ نصف کھلا تھا۔ وہ دبے قدموں چلتا ہوا دروازے کے قریب آیا۔ کان لگا کر سنا کوئی آہٹ نہیں مل رہی تھی۔ اس نے باتھ روم میں آکر دیکھا۔ پارس وہاں بھی نہیں تھا۔

کمرے میں فون کا ریسیور الگ رکھا ہوا تھا۔ لاثانی نے کھڑکی کا پردہ ہٹا کر دیکھا۔ باہر نیچے سوئمنگ پول پر کافی روشنی تھی۔ ہوٹل میں قیام کرنے والے کئی جوان اور بوڑھے صبح کی ورزش میں مصروف تھے۔ ان میں پارس بھی نظر آرہا تھا۔

شی تارا نے کہا "میں بھول گئی تھی۔ وہ روز صبح جوگنگ اور ورزش کرنے کا عادی ہے۔ یہاں سے نکل چلو۔ بعد میں آکر اُس سے ملاقات کرو۔"

وہ بولا "اس سے اچھا موقع ہاتھ نہیں آئے گا۔ وہ مختصر سے لباس میں ورزش کے لیے گیا ہے اور ورزش کرتے وقت ہیرے اپنے پاس نہیں رکھے گا۔"

وہ اس کے سامان کی تلاشی لینے لگا۔ شی تارا پریشان ہوگئی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ ہیرے اس بونے کے ہاتھ لگ جائیں۔ اس نے بونے کے دماغ سے نکل کر پارس کو مخاطب کیا لیکن اس نے سانس روک لی۔ وہ چند سیکنڈ کے بعد آئی مگر پھر واپس ہونا پڑا۔ وہ اتنا کہنے کا بھی موقع نہیں دے رہا تھا کہ لاثانی اس کے سامان کی تلاشی لے رہا ہے۔ وہ اپنی دانست میں شی تارا کو سزا دے رہا تھا۔ چوبیس گھنٹے گزرنے کے بعد ہی اس کے لیے دماغ کا دروازہ کھولنے کا ارادہ تھا۔

وہ واپس لاثانی کے پاس آئی۔ وہ بونا اس وقت تک تمام سامان الٹ پلٹ کردیکھ چکا تھا۔ بستر کے تکیے، چادر اور گدّے سب الٹ کر دیکھ لیے۔ وہ ہیرے نظر نہیں آئے۔ شی تارا کو اطمینان ہوا۔ اس کی پہلی اور آخری خواہش یہی تھی کہ ہیرے اس کے ہاتھ نہ لگیں۔ وہ مایوس ہوکر جانے لگا۔

پھر وہ جاتے جاتے دروازے پر رک گیا وہاں سے پلٹ کر سوچتی ہوئی نظروں سے جوتوں کو دیکھا پھر تیزی سے چلتا ہوا جوتوں کے پاس آیا۔ ان کے اندر سے جرابیں نکالیں تو وہ کچھ وزنی لگیں۔ اس نے چٹکی سے پکڑ کر الٹا کیا تو ایک دم سے آنکھیں روشن

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہو گئیں۔ دو چشمی ہیرے جرابوں میں سے نکل کر فرش پر جگمگا رہے تھے۔

ثی تارا فوراً ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگا کر منیجر کے پاس آئی اس کے ذریعے ہوٹل کے سیکیورٹی افسر سے رابطہ کیا پھر کہا "ہری اَپ! کمرا نمبر چار سو بیس میں ڈاکا پڑا ہے۔ کمرا نمبر تین سو چھ کے ایک بونے مسافر نے وہاں سے ہیرے چرائے ہیں۔ اس بونے کو ہوٹل سے باہر نہ جانے دو۔"

وہ افسر واکی ٹاکی کے ذریعے تمام گارڈز کو حکم دینے لگا کہ کسی بھی بونے شخص کو ہوٹل سے باہر نہ جانے دیا جائے۔ ہوٹل کا تمام عملہ حرکت میں آگیا۔ تیسری منزل پر لاثانی کا کمرا دیکھا گیا۔ وہ وہاں نہیں تھا۔ چوتھی منزل میں پارس کا کمرا کھلا ہوا تھا۔ وہاں تمام سامان الٹا پڑا تھا۔ پارس کو سوئمنگ پول سے بلایا گیا۔ اس نے کہا۔ "میرے پاس دو قیمتی نایاب ہیرے تھے۔ اس بونے کو ہر حال میں گرفتار ہونا چاہیے۔"

ثی تارا نے پھر اس کے اندر آنا چاہا۔ اس نے سانس روک لی۔ وہ جھنجلا کر اپنے آپ سے بولی "اب پارس کے پاس جا کر کیا کروں؟ ہیرے تو اب لاثانی سے ہی مل سکتے ہیں۔"

وہ لاثانی کے پاس آئی تو اس نے بھی سانس روک لی۔ اب اسے ثی تارا سے کیا لینا تھا۔ جو لینا تھا' وہ اپنی ہی کوششوں سے مل گیا تھا۔ وہ ہوٹل کے منیجر اور سیکیورٹی افسر کے دماغوں میں جھانکتی پھر رہی تھی۔ یہی معلوم ہو رہا تھا کہ ہوٹل کا وہ بونا مسافر گرفتار نہیں ہوا ہے اور کہیں نظر بھی نہیں آرہا ہے۔ شاید کسی طرح چھپ کر نکل بھاگا ہے۔

اس کے نکل بھاگنے سے ثی تارا کی خوش بختی بھی دور بھاگ رہی تھی۔ ابھی شکار ہاتھ سے نہیں نکلا تھا۔ ہندوستان ہی میں تھا۔ اسے سرحد پار کرنے سے روکا جا سکتا تھا۔

ثی تارا ہوٹل کی انتظامیہ کے اندر گھس کر بمبئی کے ریلوے اسٹیشن' ایئرپورٹ اور بندرگاہ کی پولیس کو الرٹ کر رہی تھی۔ پورے شہر کی ناکا بندی کرا رہی تھی۔ اس کی یہ حالت ہو گئی تھی کہ وہ جب تک گرفتار نہ ہوتا' اسے سکون نصیب نہ ہوتا۔ اس کا سونا جاگنا' کھانا پینا سب حرام ہو گیا تھا۔

دائی ماں نے پریشان ہو کر پوچھا "یہ تجھے کیا ہو گیا ہے۔ صبح ہونے کو ہے اور تو اب تک جاگ رہی ہے۔ کیا پھر مصروفیات کی دلدل میں دھنس رہی ہے۔"

"ماں جی! غضب ہو گیا ہے۔ وہ دو چشمی ہیرے ایک مصری بدمعاش چرا کر لے گیا ہے۔"

"وہ ہیرے پارس کے پاس تھے۔ کیسے چوری ہو گئے؟"

اس نے چوری کا مختصر سا واقعہ سنایا۔ دائی ماں نے پوچھا "پارس اس سلسلے میں کیا کر رہا ہے؟"

"پتا نہیں' وہ مجھ سے ناراض ہے۔ میں نے اسے اپنا مذہب چھوڑ کر اپنا دھرم قبول کرنے کو کہا تو اس نے چوبیس گھنٹے کے لیے اپنے دماغ کے دروازے بند کر لیے ہیں۔"

"پیار میں ناراضگی اچھی ہوتی ہے۔ وہ چور کو جانے نہیں دے گا۔ تو فکر نہ کر۔"

"کیسے فکر نہ کروں؟ میری ترقی اور خوشحالی کے لیے وہ ہیرے لازمی ہیں۔ مجھے معلوم ہونا چاہیے کہ پارس انہیں دوبارہ حاصل کرنے کے لیے کیا کر رہا ہے۔"

دائی ماں نے ٹیلی فون ڈائریکٹری میں تاج محل ہوٹل بمبئی کے فون نمبر دیکھے۔ پھر موبائل فون کے ذریعے رابطہ کیا اور ہوٹل انکوائری سے کہا "میں کمرا نمبر چار سو بیس کے مسافر سے بات کرنا چاہتی ہوں۔"

چند سیکنڈ کے بعد رابطہ ہوا۔ پارس کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو' فرمایئے؟"

ثی تارا نے دائی ماں سے کہا "یہ پارس کی آواز ہے۔"

دائی ماں نے کہا "بیٹے! تم شاید مجھے نہیں جانتے۔ میں ثی تارا کی دائی ماں ہوں۔"

وہ بولا "آداب ماں جی! میں نے آپ کا ذکر سنا تھا۔ آج آواز سن رہا ہوں۔ اس بے وقوف لڑکی نے آپ کو فون کرنے پر مجبور کیا ہوگا۔"

ثی تارا نے کہا "وہ مجھے بے وقوف کہہ رہا ہے۔ اسے منہ توڑ جواب دو۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی "تم نے اسے بے وقوف کہا۔ یہ کہہ رہی ہے' میں تمہیں منہ توڑ جواب دوں۔"

"ماں جی! اسے تھوڑی سی عقل دیں۔ میں نے آج تک اس سے یہ نہیں کہا کہ وہ اپنا دھرم چھوڑ دے اور میرے مذہب میں چلی آئے۔ یہ سراسر نادانی ہے کیونکہ انسان دل سے' دماغ سے اور روح کی گہرائیوں سے خدا' رسول بھگوان اور دیوتاؤں کو مانتا ہے۔ اس سے جبراً اُس کا عقیدہ تبدیل نہیں کرایا جا سکتا۔"

"تم درست کہتے ہو۔ ثی تارا نے تم سے ایسا کہہ کر غلطی کی ہے۔ اب اسے چوبیس گھنٹے کی سزا نہ دو۔"

"آپ میری بھی ماں جی ہیں۔ آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ میں نے اسے معاف کیا۔"

وہ دائی ماں سے ریسیور لے کر بولی "بڑے آئے معاف کرنے والے۔ یہ یاد رکھنا کہ میں نے تم سے معافی نہیں مانگی ہے۔"

"تو پھر دماغ کے دروازے بند رکھوں؟"

"تم باتوں میں وقت ضائع کر رہے ہو اور وہ بونا بدمعاش ہیرے لے کر سرحد پار چلا جائے گا۔"

"کون سے ہیروں کی بات کر رہی ہو؟"

"ارے وہی دو چشمی ہیرے' جو وہ چُرا کر لے گیا ہے۔"

"کیا وہ چوری ہو گئے ہیں؟"

"بکواس مت کرو۔ میں نے اس بونے کو پکڑوانے کے لیے پورے بمبئی شہر کی ناکا بندی کرا دی ہے۔"

"یہ تم نے اچھا نہیں کیا ہے۔ ناکا بندی ختم کرا دو۔ جو اس کے نصیب میں تھے' وہ لے گیا ہے۔ تمہارے دو چشمی ہیرے میرے پاس موجود ہیں۔"

"کیا؟" وہ خوشی سے چیخ کر بولی "کیا سچ کہہ رہے ہو؟ میری امانت تمہارے پاس ہے؟"

"ہاں' ذرا سوچو۔ کوئی لڑائی جھگڑا یا خون خرابا کیے بغیر اسے کتنے امن و امان سے ٹال دیا ہے۔ اسے خوشی خوشی قاہرہ واپس جانے دو۔ ناکا بندی ختم کرا دو۔"

ثی تارا اور دائی ماں دونوں ہنسنے لگیں۔ ثی تارا نے خوشی سے جھوم کر کہا "پارس! آئی لو یو اینڈ آئی مین اِٹ۔ میں بیان نہیں کر سکتی کہ تم میری نظروں میں کتنے بلند ہو گئے ہو اور کس طرح میرے حواس پر چھا گئے ہو۔"

"میری ایک بات مانو گی؟"

"ہاں بولو۔ میں بہت خوش ہوں۔"

"ابھی جا کر بستر پر لیٹ جاؤ۔ اور دماغ کو ہدایات دے کر کم از کم چھ گھنٹوں تک سوتی رہو۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ وہ اپنا موبائل فون بند کر کے بولی۔ "ماں جی! اس کا حکم ہے کہ میں سو جاؤں اور میں سونے جا رہی ہوں۔"

وہ مسکرا کر بولی۔ "بیٹی! ایسے مرد نصیب والیوں کو ملتے ہیں اور تو بڑی نصیبوں والی ہے۔"

وہ بستر پر آکر لیٹ گئی۔ دل ہی دل میں مسکرا کر بولی "جو تم نے کہا' وہی کر رہی ہوں۔"

اس نے آنکھیں بند کیں۔ دماغ کو ہدایات دیں۔ پھر چھ گھنٹے کے لیے سو گئی۔

دوسرے دن پاشا نے خوشخبری سنائی کہ تجربہ کامیاب رہا ہے۔ اس نے ثی تارا کی مخصوص بو پیدا کرنے کے لیے جو انجکشن تیار کیا تھا' اسے ایک خرگوش پر آزمایا گیا۔ ثی تارا کا اتارا ہوا کپڑا بلڈ ہاؤنڈ کو سونگھایا گیا۔ اسی وقت ثی تارا خوشبو میں نہا گئی۔ نتیجہ خاطر خواہ نکلا۔ وہ کتا دوڑتا ہوا ثی تارا کی مخصوص بو کی تلاش میں اس خرگوش تک پہنچ گیا تھا۔

اس نے اپنے معمول اور تابعدار ڈاکٹر کو حکم دیا کہ وہ اس کے مخصوص بو کے انجکشن کا فارمولا ذہن نشین کر لے تاکہ آئندہ بھی ایسے انجکشن تیار کیے جا سکیں۔ پوجا کو روز ایک گھنٹے کے لیے لیبارٹری بھیجا جانے لگا۔ وہاں اس کا چیک اپ ہوتا تھا اور دوائیں کھلائی جاتی تھیں۔

پاشا نے لیبارٹری میں اس لڑکی کے چیک اپ کے دوران یہ اچھی طرح سمجھ لیا کہ وہ ماسک میک اَپ میں ہے۔ اس لڑکی کا اصل چہرہ چھپایا جا رہا ہے۔ اسے یہ نہ معلوم ہو سکا کہ وہ اس کی محبوبہ پوجا ہے۔ ایک بار ثی تارا نے خیال خوانی کے ذریعے پوچھا۔ "جو دوائیں اس لڑکی کو استعمال کرائی جا رہی ہیں' کیا اس کا نتیجہ ایک ہفتہ بعد ظاہر ہوگا؟"

"کوئی ضروری نہیں ہے۔ ایک ہفتے سے پہلے ہی اس لڑکی کی مخصوص بو ختم ہو جائے گی۔ پھر میں اسے آپ کی مخصوص بو کا انجکشن لگاؤں گا۔ ویسے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔ یہ لڑکی کون ہے؟"

"تم اپنے کام سے کام رکھو۔ اگر لڑکی کو ظاہر کرنا ہوتا تو اسے ماسک میک اَپ میں کیوں چھپایا جاتا؟ یاد رکھو' کبھی ماسک کے پیچھے نہ دیکھنا۔ تمہاری جو حد ہے' اس سے باہر نہ جانا۔"

ثی تارا کی یہی کوشش تھی کہ پاشا ماسک کے پیچھے پوجا کو دیکھنے نہ پائے۔ پوجا کے دماغ سے اس کی پچھلی زندگی بھلا دی گئی تھی۔ اگر اسے کچھ یاد ہوتا تو وہ ماسک میں رہنے کے باوجود پاشا کو اپنی پہچان کرا دیتی۔

ثی تارا کی دوسری کوشش یہ تھی کہ پارس بمبئی تک آگیا ہے تو کم از کم ایک ہفتہ وہاں رہے تاکہ پوجا پر تجربہ مکمل ہو جائے۔ اس نے پارس سے پوچھا "تم ہندوستان کیوں آئے ہو؟"

وہ بولا "اس دیس سے تمہارے آنچل کی ہوا آتی تھی۔ مجھے پکارا کرتی تھی۔ اس لیے چلا آیا۔"

"باتیں نہ بناؤ۔ تم خواہ مخواہ ایک ملک سے دوسرے ملک جا کر تفریح کرنے والوں میں سے نہیں ہو۔ ضرور کسی خاص مقصد سے آئے ہو۔"

"مجھے تو کسی خاص مقصد کا علم نہیں ہے۔ کبھی تمہیں معلوم ہو تو بتا دینا۔"

"تمہارے یہاں آنے سے میری عجیب حالت ہو گئی ہے۔"

"کسی اچھے سے ڈاکٹر سے کنسلٹ کرو۔"

"میرے ڈاکٹر تو تم ہو۔ دور تھے تو کوئی بات نہیں تھی۔ صبر کرنا سیکھ رہی تھی۔ جب سے پتا چلا ہے کہ بمبئی میں ہو تو دن رات بھٹک رہی ہوں۔ تمہاری ہی طرف دھیان لگا رہتا ہے۔"

"کیا یہاں سے چلا جاؤں؟"

"نہیں پارس! نہ جاؤ۔ میرے دیس کی آب و ہوا میں رہو۔"

"تم بیمار ہو۔ تمہیں میری آب و ہوا میں آکر رہنا چاہیے۔"

"سچ پوچھو تو اب میں بھی یہی سوچ رہی ہوں۔ تم یہاں سے نہ جانا۔ میں شاید دو چار روز میں کھنچی چلی آؤں۔"

"میں اس شہر سے کسی دوسرے شہر جانے والا تھا۔ تم کہتی ہو تو یہاں قیامت تک تمہارا انتظار کروں گا۔"

وہ پہلے ہی اس ہوٹل کے منیجر اور وہاں کی انتظامیہ کو اپنے قابو میں کر چکی تھی۔ اس نے منیجر کے دماغ میں یہ حکم نقش کر دیا کہ آج کے بعد دوسرے دن سے کمرا نمبر چار سو بیس کے دائیں اور بائیں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

والے دو کمرے ریزرو رہیں گے اور وہ دونوں کمرے کسی مسافر کو نہیں دیے جائیں گے۔

جس دن سے کمرے ریزرو ہوئے' وہ پوجا پر تجربہ کا پانچواں دن تھا۔ اس کی اپنی مخصوص بو ختم ہو چکی تھی اور انجکشن کے ذریعے اس میں شی تارا کی بو منتقل کر دی گئی تھی۔ پاشا نے کہا "میڈم! میں نے کامیاب تجربہ کیا ہے۔ اب آپ اپنا وعدہ پورا کریں اور پوجا کو میرے حوالے کریں۔"

وہ بولی "دو دن اور صبر کرو۔ میں ضروری کام سے بمبئی جا رہی ہوں۔ واپس آؤں گی تو پوجا تمہاری ہوگی۔"

وہ پوجا اور دائی ماں کے ساتھ بمبئی کے ہوٹل میں آگئی۔ ہوٹل میں داخل ہونے سے پہلے اس نے اپنے لباس پر اچھی طرح خوشبو اسپرے کر لی۔ پھر کمرا نمبر چار سو بیس کے بائیں طرف والے کمرے میں آگئی اس کے بعد دائی ماں پوجا کے ساتھ پارس کے بائیں طرف والے کمرے میں پہنچ گئی۔

اس وقت پارس اپنے کمرے میں نہیں تھا۔ اس کی پڑوسن بن کر اُس کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا تھا۔ منصوبہ تو یہ تھا کہ پارس کے سامنے پوجا جائے گی تاکہ پارس کی نیت میں کھوٹ ہو اور وہ اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کر کے اپنے باپ کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ذریعے معمولہ اور تابعدار بنانے کی غلطی کرے تو پوجا اس کے ہاتھ آئے اور اصل شی تارا فرہاد کی فیملی میں پھنسنے سے بال بال بچ جائے۔

لیکن ہمیشہ تدبیر کے مطابق نہیں ہوتا۔ کبھی تدبیر کے خلاف' دل کی مرضی سے بھی بہت کچھ ہوتا ہے۔ دل دھڑک دھڑک کر اُس سے کہہ رہا تھا۔ وہ تیرا مرد ہے' تجھے ہی اس کے پاس جانا ہے۔ عورت اپنے حقوق کسی دوسری عورت کو نہیں دیتی۔

اس نے خیال خوانی کے ذریعے دائی ماں سے کہا "میں کیا کروں ماں جی؟ وہ میرا ہے۔ میں اس سے نہ ملی تو مر جاؤں گی۔"

"میں پہلے ہی جانتی تھی۔ میں نے پوجا پر خوشبو اسپرے کی ہے کیونکہ ابھی ابھی پارس اپنے کمرے میں آیا ہے۔ جا بیٹے! کوئی گڑبڑ ہوگی تو میں سنبھال لوں گی۔"

"مجھے جوتش ودیا یاد آرہی ہے۔ اس ودیا نے صاف طور پر کہا ہے کہ میں اس کے سائے میں رہ کر مسلمان ہو جاؤں گی۔"

"بیٹی! کوئی زبردستی کسی کا دھرم نہیں بدل سکتا۔"

"مگر مجھ پر تنویمی عمل کر کے میرے اندر سے میرے دھرم کو مٹایا جا سکتا ہے اور اس کا باپ فرہاد علی تیمور ایسا کر سکتا ہے۔"

"تو پانی میں اتر گئی ہے۔ ڈوبنے سے ڈر رہی ہے۔ میں کہتی ہوں' ڈوب جا۔ پھر تیر کر نکل آنا۔ یہاں سے نامراد جائے گی تو جذبات کی آگ میں جل کر مر جائے گی۔ جا بیٹی جا......"

وہ سیلنگ فین کے نیچے لیٹی ہوئی تھی تاکہ پرفیوم لباس سے اڑ جائے۔ پھر اس نے غسل کر کے لباس تبدیل کیا۔ تھوڑی دیر آئینے کے سامنے بناؤ سنگار میں مصروف رہی۔ اس دوران اس نے خیال خوانی کے ذریعے اُسے مخاطب کیا "ہیلو پارس! میں آگئی ہوں۔"

"ہاں' میرے اندر بول رہی ہو تو یقیناً آہی گئی ہوگی۔"

"خیال خوانی کے ذریعے نہیں' سچ مچ آگئی ہوں۔"

"کیا واقعی؟ مجھے یقین نہیں آرہا ہے۔"

"اٹھو۔ دروازہ کھولو۔ یقین آجائے گا۔"

وہ فوراً ہی اٹھ کر دروازے کے پاس آیا۔ پھر اسے کھول کر دیکھا۔ کوئی نہیں تھا۔ اس نے پوچھا "یہ کیا مذاق ہے؟"

"مذاق نہیں ہے۔ دروازہ کھلا رکھو اور کمرے میں جاؤ۔"

وہ دروازہ کھلا چھوڑ کر کمرے میں آیا۔ پھر بولا "اور کوئی حکم؟"

"اپنی پشت دروازے کی طرف کرو۔ پھر مجھے آنکھوں سے نہیں میری مخصوص مہک سے پہچانو۔"

وہ ادھر پشت کر کے ... کھڑا ہو گیا۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی اس نے اپنی محبوبۂ دل نواز کی مہک محسوس کی۔ وہ مہک ہوا کے جھونکے کی طرح اندر آئی تھی۔ پھر دروازہ بند ہونے کی آواز سنائی دی۔ وہ بولا "کیا میں گھوم کر دیکھوں؟"

جواب نہیں ملا۔ مگر پارس نے اس کے ہاتھوں کا لمس محسوس کیا۔ دوسرے ہی لمحے میں وہ اس کی پشت سے لپٹ کر رونے لگی۔ وہ گردن گھما کر بولا "اپنا مکھڑا تو دیکھنے دو۔ ذرا یہ بھی دیکھوں کہ آنسو بہاتے وقت کیسی حسین لگتی ہو۔"

وہ گھوم گیا۔ شی تارا نے روتے روتے اپنا منہ اس کے سینے میں چھپا لیا۔ وہ پہلے ایک جان دو قالب تھے۔ پھر ایک جان ایک قالب ہو گئے۔ قالب' قالب میں ڈھل گیا۔ دریا' سمندر میں اتر گیا۔

دائی ماں نے فون کے ذریعے اپنے کمرے میں کھانا لانے کا آرڈر دیا۔ رات دس بجے کھانے کے بعد پوجا سے کہا "بیٹی! تم سو جاؤ۔ میں ابھی جاگتی رہوں گی۔"

رات کے ایک بجے شی تارا نے خیال خوانی کے ذریعے کہا "ماں جی! میں خیریت سے ہوں۔"

"بیٹی! تم نے تو انتظار کراتے کراتے میرا خون سکھا دیا ہے۔ کیا صرف خیریت کی اطلاع دے کر نہیں جا سکتی تھیں۔"

"ماں جی! تم سے کوئی بات چھپی نہیں ہے۔ تم جانتی ہو' یہ کیسا زہریلا ہے۔ میں دو گھنٹے تک خیال خوانی کے قابل نہیں رہی تھی۔ اچھا پھر آؤں گی۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ ہوٹل کا ملازم کھانے کی پلیٹیں سمیٹ کر لے جا رہا تھا۔ اس کے جانے کے بعد پارس نے دروازے کو اندر سے بند کیا۔ پھر لائٹ بجھا دی۔ کمرے میں تاریکی چھا گئی۔ صرف کھڑکی سے ایک نیون سائن کی جلتی بجھتی' آتی جاتی روشنی تھی۔ اس نے پوچھا "جانتی ہو' میں نے کمرے میں اندھیرا

کیوں کیا ہے؟"

"کیا پہیلی بجھوا رہے ہو؟ یا تاریکی میں کوئی تماشا دکھا رہے ہو؟"

"ہاں تماشا' یہ دیکھو۔"

اس نے ذرا قریب آکر دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں کھولیں۔ شی تارا کی آنکھیں روشن ہو گئیں۔ پارس کی دونوں ہتھیلیوں پر دو چشمی ہیرے جگمگا رہے تھے۔ وہ خوشی سے کھل گئی۔ دونوں ہیروں کو اپنے ہاتھوں میں لے کر دیکھنے لگی۔ انہیں کبھی اپنے رخساروں سے اور کبھی اپنی آنکھوں سے لگانے لگی۔ انہیں ہونٹوں سے چومنے لگی۔ اس کی خوشی اور دیوانگی قابلِ دید تھی۔ پارس اسے مسکرا کر دیکھ رہا تھا۔

وہ اس کی آغوش میں چھپ کر بولی "میں ان ہیروں کے لیے آئی تھی مگر تمہارے پاس آتے ہی انہیں بھول گئی' تم جادوگر ہو۔ ساری دنیا بھلا دیتے ہو۔ بیچاری دائی ماں کو بھی بھول گئی تھی۔ ابھی اسے خیریت کی اطلاع دی ہے۔"

"ایک بات یاد رکھو۔ اسے نہ بھولنا۔"

"وہ بات کیا ہے؟"

"ان دو چشمی ہیروں کی ایک دو نقل بنوا لینا۔ جس طرح دل سینے میں چھپا رہتا ہے اسی طرح اصلی ہیروں کو چھپا کر رکھنا۔"

"میں نے بونے لاثانی کو جو ہیرے چرانے کا موقع دیا تھا' وہ نقلی اصلی ہیرے تھے لیکن اصل دو چشمی ہیرے یہ ہیں۔ میں نے اصل ہیروں کو تراش کر دو چشمی بنانے کا آرڈر دیا تھا۔ لندن میں ان کا ایک ماہر کاریگر ہے۔ بونا لاثانی جوہری ہے' وہ اصل ہیرے پہچان کر ان کے دو چشمی ہونے کا یقین کر کے انہیں لے گیا ہے۔"

وہ خاموش رہی۔ وہ بھی خاموش رہا۔ اس رات زبان سے کہنے کی باتیں بہت کم تھیں۔ خاموشی سے بولنے کے لیے ہزار داستان تھی۔ کتاب الف لیلیٰ اسی طرح مرتب ہوئی۔ بانو شہرزاد ہر رات داستان سناتی تھی اور سناتے سناتے صبح کر دیتی تھی۔ شی تارا نے بھی رات کی صبح کر دی۔

پارس نے کہا "میں چاہوں گا' تم کبھی نہ جاؤ۔ کیا مجھے چھوڑ کر جاؤ گی۔"

"تم میری دیوانگی کو سمجھتے ہو۔ میرے اختیار میں ہو تو کبھی نہ جاؤں۔ مگر مجبوری ہے۔"

"تم کب تک جوتش ودیا کی بکواس پر بھروسا کر کے وصال کے بعد جدائی کا صدمہ اٹھاتی رہو گی۔"

"جوتش ودیا بکواس نہیں ہے پارس!"

"اچھا یہ بتاؤ۔ مجھ سے شادی کرو گی تو دھرم کیسے بدل جائے گا؟ کیا میں زبردستی تمہیں مسلمان بناؤں گا؟"

"تم نہیں بناؤ گے مگر تمہارے بڑے مجبور کریں گے یا میں تم سے پیار کرتے کرتے مجبور ہو جاؤں گی۔ ایسی مثال تمہارے خاندان میں موجود ہے۔ تمہاری ماما رسونتی بہت عرصہ تک اپنے دھرم پر قائم رہیں۔ مگر آخر تم لوگوں کے رنگ میں رنگ گئیں۔ آج وہ آمنہ فرہاد کہلاتی ہیں۔"

"میرے پاپا نے ماما کو مجبور نہیں کیا تھا۔ وہ تو خود بخود دینِ اسلام کی طرف مائل ہوئی ہیں۔"

"یعنی میں بھی رفتہ رفتہ خود بخود مائل ہو جاؤں گی۔ میرے بابا بہت بڑے جوتش ودیا کے گیانی تھے۔ انہوں نے کہا تھا' بیٹی! ہم بہت اونچی ذات کے برہمن ہیں۔ برہمن جاتی پر کبھی حرف نہ آنے دینا۔ اپنے دھرم پر قائم رہنے کا ایک ہی اپائے ہے اور وہ یہ کہ فرہاد علی تیمور اور اس کی فیملی سے دور رہا کرنا۔ آہ! میرا نصیب! میں تمہارے عشق میں گرفتار ہو کر کہیں کی نہیں رہی۔"

"چلو یہ اچھا ہے کہ تم مضبوط ارادوں کی مالک ہو۔ اپنے دھرم پر قائم رہو۔ میں تمہیں اپنی طرف مائل کرنے والی کوئی بات نہیں کروں گا۔"

"آہ! جب محبت مائل کرتی ہے تو ساری تدابیر دھری کی دھری رہ جاتی ہیں۔ پھر بھی اگر میں کوشش کروں کہ تم سے نہ ملوں تو کیا تم مجھے مجبور کرو گے؟"

"ہرگز نہیں۔ آج بھی تم اپنی مرضی سے آئی ہو۔ میں نے تمہیں مجبور نہیں کیا تھا۔ میں نہیں جانتا کہ تم کہاں رہتی ہو اور کب جگہ بدلتی ہو۔ مجھے تمہارا کوئی فون نمبر بھی معلوم نہیں ہے۔ تم خود ہی خیال خوانی کے ذریعے میری خوابیدہ محبت کو جگانے آتی ہو۔"

"ایسا نہ کہو' مجھے یوں لگتا ہے جیسے میں ہی باؤلی ہوں۔ تمہارے پیچھے آتی ہوں اور تمہیں مجھ سے کوئی لگاؤ نہیں ہے۔"

"میں اپنی محبت اور دیوانگی بیان کروں گا تو پھر الزام دو گی کہ تمہیں اپنی طرف مائل کر رہا ہوں۔"

وہ ہنسنے لگی۔ پھر بولی "اب جاؤں گی۔"

"میں کیا کہوں؟ اگر کہوں گا کہ ابھی دل نہیں بھرا ہے تو پھر تمہیں محبت سے مجبور کرنے کا الزام آئے گا۔"

وہ مسکرا کر بولی "میں جا کر سوچوں گی کہ مجھے پھر آنا ہے یا نہیں؟ اب دروازے سے منہ پھیر لو۔"

"کیوں؟ میری آنکھوں کے سامنے نہیں جاؤ گی؟"

"نہیں۔ میں اسی ہوٹل میں ہوں۔ مگر مجھ سے کمرا نمبر نہ پوچھنا۔"

وہ دروازے کی طرف پشت کر کے بولا "نہیں پوچھوں گا۔ جاؤ۔ خدا حافظ۔"

خاموشی چھا گئی۔ جانے والی کے قدموں کی آہٹ بھی سنائی نہیں دی۔ جب اسے مخصوص مہک نہ ملی تو وہ سمجھ گیا کہ جدائی کے لمحات شروع ہو چکے ہیں۔ اس نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ جا چکی تھی۔ دروازہ بند ہو چکا تھا۔

شی تارا نے دائی ماں سے کہا "میں اپنے کمرے میں آچکی ہوں۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اب نیند پوری کروں گی۔"

"یہ بتاؤ کامیابی ہوئی؟"

"ہاں' وہ دو چشمی ہیرے میرے پاس ہیں۔ ان ہیروں کو میرے سر پر رہنا چاہیے۔ میں انہیں ساڑھی کے آنچل میں سر سے باندھ کر سو جاؤں گی۔"

"بیٹی! ان ہیروں کو پرکھنا ضروری ہے۔ اس نے لاثانی کو نقلی ہیرے دیئے۔ تمہیں بھی اسی طرح دھوکا دے سکتا ہے۔"

"ماں جی! وہ زبان کا دھنی ہے۔ جو کہتا ہے' وہ کرتا ضرور ہے۔ محبت اگر دل کی گہرائیوں سے ہو تو پھر دل سے جھوٹ اور فریب نکل جاتا ہے۔ میں بو تبدیل کرانے کے لیے پاشا سے دن رات محنت کراتی رہی اور پارس کو دھوکا دینے کے منصوبے بناتی رہی۔ اس مقصد کے لیے پوجا کو یہاں تک لے آئی لیکن اپنی اور پارس کی محبت میں کسی تیسری کو شریک نہیں ہونے دیا۔ یہ دو چشمی ہیرے جو میرے پاس ہیں' وہ اصلی ہیں۔"

"ٹھیک ہے بیٹی! آرام سے سو جاؤ۔"

وہ سونے کے لیے چلی گئی۔ دائی ماں کو پوجا سے بھی لگاؤ پیدا ہو گیا تھا۔ شی تارا نے اس کے خیالات پڑھ کر بتایا تھا کہ وہ پاکستان میں اپنے بوڑھے ماں باپ کے ساتھ رہتی تھی اور کراچی یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کر رہی تھی۔ پانچ برس پہلے ماں کا انتقال ہوا۔ پھر دو ماہ پہلے باپ کی آنکھیں بھی ہمیشہ کے لیے بند ہو گئیں۔ وہ ایک نئی زندگی گزارنے اور پناہ حاصل کرنے کے لیے اپنی بڑی بہن شانتی کے پاس آئی تو وہ اس کی آبرو کا سودا کرنے لگی تھی۔ ایسے میں پاشا اسے شی تارا کے پاس لے آیا تھا۔

جب شی تارا نیند سے بیدار ہوئی تو دائی ماں نے کہا "اتنی بڑی دنیا میں پوجا کا کوئی نہیں ہے۔ تو اسے ڈھال بنا کر پارس سے ہیرے حاصل کرنا چاہتی تھی۔ اس کی نوبت ہی نہیں آئی۔ میں چاہتی ہوں' پوجا ہمارے پاس رہے۔ تو ہر ملک میں اپنی ڈمی بنا کر رکھتی ہے۔ اپنے گھر میں بھی اسے ڈمی بنا کر رکھ لے۔ اسے اچھی طرح ٹریننگ دے۔ یہ تیرا رول اچھی طرح ادا کرے گی۔ اگر کبھی تیرے دشمن ہماری رہائش گاہ تک پہنچ جائیں تو اسے شی تارا سمجھ کر ٹریپ کریں گے اور تجھے پوجا سمجھ کر نظر انداز کر دیں گے۔"

"ماں جی! تم بہت اچھے مشورے دیتی ہو۔ میں یہی کروں گی۔ پوجا کو مکمل شی تارا بنا دوں گی۔"

"ہم دہلی سے ریٹرن ٹکٹ لے کر آئے ہیں۔ ہمیں ایک گھنٹے میں ایئرپورٹ پہنچنا چاہیے۔"

"ہاں' پہنچنا تو چاہیے مگر......"

"مگر کیا؟ واپس جانے کا ارادہ نہیں ہے؟"

"ہاں' جاؤں گی مگر اس کی ملاقات سے دل نہیں بھرا ہے۔"

"اب یہ تیری نادانی ہو گی۔ تو اب مستقل روپوشی کے باعث محفوظ ہے۔ پارس کے سوا کوئی تجھ تک پہنچ نہیں پایا۔ اس نے بھی اب تک تیری اصلی صورت نہیں دیکھی ہے۔ نہ اصل آواز اور لہجے کو سنا ہے۔ ایک بار اسلام آباد میں تیری روپوشی ناکام رہی تو تجھے عادل سے نقصان پہنچا تھا۔ اب پارس کے ساتھ دوسری رات بھی رہنا چاہے گی تو بعد میں پچھتائے گی۔"

وہ بڑی دیر تک چپ رہی۔ دائی ماں نے کہا "میں سمجھ رہی ہوں۔ جذبات باؤلے ہو رہے ہوں تو بوڑھی نصیحتیں اثر نہیں کرتیں۔ تو نہیں مانے گی۔"

"مجھے پارس کے سائے میں ایسا لگتا ہے جیسے تمام آفات سے محفوظ ہو گئی ہوں۔ مجھے کچھ نہیں ہو گا ماں جی! تم پوجا کے ساتھ دہلی چلی جاؤ۔ میں کل آ جاؤں گی۔"

اس کے حواس پر پارس چھایا ہوا تھا۔ وہ پچھلی رات سے ساری دنیا کو بھولی ہوئی تھی۔ اپنی تمام مصروفیات کو پس پشت ڈال دیا تھا۔ چونکہ دائی ماں کے ساتھ ایک ہی ہوٹل میں تھی اس لیے خیال خوانی کے ذریعے دائی ماں کو اپنی خیریت سے آگاہ کر دیتی تھی۔ ورنہ دوسرے تمام معاملات میں خیال خوانی نہیں کر رہی تھی۔ حتیٰ کہ وقتی طور پر پاشا کو بھی بھلا دیا تھا۔

پاشا اس سے کچھ بدظن ہو گیا تھا۔ دن رات کی محنت اور کامیاب تجربہ کرنے کا صلہ اسے ملنا چاہیے تھا لیکن شی تارا نے اس کی محنت اور کامیاب تجربے کی قدر نہیں کی تھی۔ وعدے کے مطابق پوجا کو اس کے حوالے نہیں کیا تھا۔ ایسے میں وفادار غلام باغی ہو جایا کرتے ہیں۔ اگر وہ تنویمی عمل کے اثر میں نہ رہتا تو کب کا باغی ہو چکا ہوتا۔

بغاوت نہ کرنے کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ آدمی بزدل ہے یا اس کے اندر کوئی جذبہ نہیں ہے۔ پاشا کے اندر جذبات بھڑک رہے تھے۔ وہ پوجا کو حاصل کرنے کے لیے کچھ کر گزرنا چاہتا تھا۔ شی تارا کی وعدہ خلافی کے خلاف اپنے غم و غصے کا اظہار کرنا چاہتا تھا۔ بس ایک ہی رکاوٹ تھی۔ اس کے آگے تنویمی عمل کی دیوار کھڑی تھی۔

شی تارا جب بمبئی چلی گئی تو پاشا نے سوچا۔ چار دیواری سے نکل کر تفریح کے لیے جانا چاہیے۔

اجازت حاصل کرنے کے لیے کبھی شی تارا نہیں ہوتی تھی تو فون کے ذریعے کوئی دوسری عورت بات کرتی تھی۔ وہ دراصل دائی ماں ہوتی تھی۔ اس نے باہر جانے کے لیے فون کیا تو کوئی جواب نہ ملا۔ اچانک اس کے دماغ میں بات آئی کہ فون نمبر کے ذریعے کوٹھی کا پتا معلوم کرنا چاہیے۔

وہ سوچنے لگا۔ پھر ٹیلی فون ڈائریکٹری کھول کر نمبر تلاش کرنے لگا۔ نمبر کے پہلے دو عدد چھ اور چار تھے۔ دہلی کے مختلف علاقوں کے مختلف دو ابتدائی مخصوص نمبر ہوتے تھے' ان کے مطابق ورق گردانی کرتے وہ ٹیلی فون نمبر مل گیا جس پر وہ شی تارا اور دائی ماں سے رابطہ کرتا تھا۔ ڈائریکٹری میں جو پتا لکھا ہوا تھا' اسے پڑھ کر وہ

حیران رہ گیا کیونکہ وہ اسی کوٹھی کا پتا تھا جس کی انیکسی میں وہ رہتا آ رہا تھا۔

اب اسے پتا چلا کہ شی تارا اتنے عرصے سے دوسری عورت کے روپ میں اس کے قریب ہی رہتی تھی۔ وہ انیکسی سے باہر آ گیا۔ اس کوٹھی کے چاروں طرف گھوم کر دیکھا۔ اس کے تمام دروازے مقفل تھے۔ کھڑکیاں اندر سے بند تھیں۔ اس نے ایک کھڑکی کے شیشے کو توڑ دیا۔ رات کے سناٹے میں وہ آواز دور تک گئی۔ کوٹھی کے نائٹ چوکیدار نے للکارتے ہوئے پوچھا "کون ہے؟ ادھر کون ہے؟"

پاشا ایک دیوار کی آڑ میں چلا گیا۔ چوکیدار حملہ کرنے کے انداز میں لاٹھی اٹھائے آ رہا تھا۔ جب وہ قریب سے گزرا تو پاشا نے اسے دبوچ لیا۔ وہ خود کو چھڑانے کے لیے تڑپنے اور مچلنے لگا لیکن وہ ایک حیرت انگیز جسمانی قوت رکھنے والے کی گرفت میں تھا۔ اس کا ایک گھونسا سر پر پڑا تو اس کی آنکھوں کے سامنے قمقمے جلنے بجھنے لگے۔ وہ چکرا کر اس کی گرفت میں پھسلتا ہوا زمین بوس ہو گیا۔

پاشا نے ٹوٹی ہوئی کھڑکی کے اندر ہاتھ ڈال کر چٹخنی ہٹائی۔ اس کے پٹ کھولے۔ آگے آہنی جالیاں لگی ہوئی تھیں۔ وہ لوہے کی جالیوں کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر جھٹکے دینے لگا۔ کھڑکی کی چوکھٹ سے ان جالیوں کا الگ ہونا ناممکن تھا۔ لیکن کوئی بلڈوزر دھکے مارے تو یہ ممکن ہو جاتا ہے۔ آخر وہ جالیاں کھڑکی کی چوکھٹ سے الگ ہو گئیں۔

وہ کھڑکی سے گزر کر اندر آیا۔ اندر گہری تاریکی تھی۔ وہ سوئچ بورڈ تلاش کر کے روشنی کر سکتا تھا۔

وہ کوٹھی کے ایک حصے سے گزرتا ہوا ایک بیڈ روم میں آیا۔ وہاں کی ایک ایک چیز کو صاف طور سے دیکھ رہا تھا۔

وہ کوٹھی کے ایک ایک حصے سے گزرتا ہوا ایک بیڈ روم میں آیا۔ وہاں کی کسی چیز سے یہ سراغ نہیں مل رہا تھا کہ وہاں شی تارا رہتی ہے اور وہ ایسی نادان نہیں تھی کہ وہاں کی دیواروں پر اپنی تصویریں لگاتی یا اپنی کوئی شناخت دوسروں کے لیے چھوڑ جاتی۔ وہ مایوس ہو گیا۔ جالیاں توڑ کر اندر آنے کا کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو رہا تھا۔

وہ واپس جانے لگا۔ پھر رک گیا۔ فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ وہ پلٹ کر ٹیلی فون کے پاس آیا۔ اس ٹیلی فون کے ساتھ ایک ریکارڈر منسلک تھا۔ ریکارڈر کا ٹیپ چلتے ہی فون کی گھنٹی بند ہو گئی۔ ایک نسوانی آواز ریکارڈر سے ابھری۔ "یس پلیز۔ میں موجود نہیں ہوں۔ اپنا ضروری پیغام ریکارڈ کر سکتے ہو۔"

پھر خاموشی چھا گئی۔ ٹیپ چل رہا تھا۔ کوئی پیغام ریکارڈ ہو رہا تھا جب ٹیپ رک گیا تو پاشا نے اس کا کنکشن ٹیلی فون سے الگ کیا۔ پھر اسے ریوائنڈ کر کے سنا۔ اسے پوجا کی آواز سنائی دی۔

"میڈم! مجھے خبر ملی ہے کہ میرا ساجن بہت بیمار ہے۔ گیراج میں پڑا ہے۔ میں اس سے ملنے جا رہی ہوں۔ اگرچہ آپ نے سختی سے منع کیا ہے لیکن آپ ایک عورت کے دل سے سوچیں ایسے وقت کوئی عورت اپنے مرد سے دور نہیں رہتی۔ آپ میری یہ نافرمانی معاف کریں۔ میں جلدی لوٹ آؤں گی......"

آواز بند ہو گئی۔ پاشا نے ریکارڈ کو آف کیا۔ اس کے دماغ میں آندھیاں سی چلنے لگی تھیں۔ وہ اس پوجا کی آواز پہلے بھی سن چکا تھا۔ وہ اپنی ملازمہ سے اپنے ساجن کا ذکر کر رہی تھی اور اس کا ساجن ریلوے اسٹیشن کے پیچھے ست نرائن کی گلی کے ایک گیراج میں رہتا تھا۔

پاشا نے پہلی بار اس پوجا کی آواز سن کر سوچا تھا۔ شاید پوجا کی کسی ہم آواز عورت کی گفتگو سن رہا ہے۔ جبکہ پہلے بھی ایسا دھوکا نہیں ہوا تھا۔ اس نے سوچا تھا کہ شی تارا اس سے رابطہ کرے گی تو وہ دوسری پوجا کے سلسلے میں بات کرے گا۔

شی تارا نے بعد میں رابطہ کیا تو وہ جلدی میں تھی پھر یقین دلا رہی تھی کہ دوسرے دن بمبئی سے واپس آ کر پوجا کو اس کی جھولی میں ڈال دے گی۔

اب فون ٹیپ کی آواز سے پتا چلا کہ اس دوسری پوجا کی آواز والی سے شی تارا کا تعلق ہے اور شی تارا اسے اب تک اصل نہیں نقلی پوجا کی آواز سناتی آ رہی ہے۔

وہ تیزی سے چلتا ہوا کھڑکی کے راستے سے باہر آیا۔ یہ معلوم ہو چکا تھا کہ پوجا اپنے ساجن سے ملنے جا رہی ہے اور یہ بھی معلوم تھا کہ وہ کہاں جا رہی ہے۔ احاطے میں کار کھڑی ہوئی تھی۔ نائٹ چوکیدار بے ہوش پڑا تھا۔ وہ مین گیٹ کھولنے کے بعد کار میں آیا۔ اسے اسٹارٹ کیا۔ پھر ریلوے اسٹیشن کی طرف چل پڑا۔

وہ پوجا بھی ایک دیسی ماڈل کی کار میں آئی تھی۔ وہ کار ایک گیراج کے سامنے کھڑی تھی۔ گلی میں اکادکا گزرنے والے دکھائی دیئے۔ پاشا نے قریب ہی کار روک دی۔ کار سے اتر کر دبے قدموں چلتا ہوا گیراج میں آیا۔ وہاں ایک چارپائی پر ایک شخص لیٹا ہوا تھا اور ایک دبلی پتلی سی عورت اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر کہہ رہی تھی۔ "بھگوان کے لیے اپنی ضد چھوڑ دو اور میری کوٹھی میں چل کر رہو۔"

بیمار شخص نے کہا "نہیں کامنی! میں اپنی محنت سے تمہارے لیے ایک کوٹھی بناؤں گا۔ تب ہم ساتھ رہیں گے۔"

"اور تب تک تم یہاں بیمار پڑے رہو گے۔ چلو اٹھو۔ باہر گاڑی ہے۔ ڈاکٹر کے پاس چلو۔"

وہ بڑی نقاہت سے اٹھنے لگا۔ پھر وہ دونوں پاشا کو دیکھ کر چونک گئے۔ ساجن نے پوچھا "کون ہو تم؟"

وہ بولا "تمہاری کامنی جانتی ہے۔ تم سے اتنا پیار کرتی ہے کہ کوٹھی چھوڑ کر گیراج میں آتی ہے اور مجھ جیسے پیار کرنے والے کو

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

پوجا کی آواز سنا کر دھوکا دیتی ہے۔"

کامنی گھبرائی ہوئی تھی۔ پریشان ہو کر بولی "تم؟ تم یہاں کیسے آ گئے؟"

"کیوں؟ تمہاری میڈم نے یہ نہیں بتایا تھا کہ میں ہزاروں میل دور کی آواز سن لیتا ہوں لہٰذا تمہیں پوجا کی آواز میں بولتے رہنا چاہیے۔"

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر بولی "ہاں، میں میڈم کے لیے کام کرتی ہوں۔ مجھے آواز بدلنے میں مہارت حاصل ہے لیکن میڈم کو یہ معلوم ہوگا کہ تم پر یہ راز کھل گیا ہے تو وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گی۔"

"میں نے ابھی تمہاری فون کال سنی تھی۔ ابھی جا کر ٹیپ سے تمہاری آواز مٹا دوں گا۔ شی تارا کو یہ معلوم نہیں ہوگا کہ تم اپنے ساجن سے ملنے آئی تھیں۔ جاؤ اپنے ساجن کو ڈاکٹر کے پاس لے جاؤ۔"

وہ گیراج سے باہر آ کر کار میں بیٹھ گیا۔ کوٹھی کی طرف واپس جانے لگا۔ شی تارا کا فراڈ کھل کر سامنے آگیا تھا۔ یہ سمجھ میں آگیا تھا کہ وہ اصل پوجا کو کبھی اس کے حوالے نہیں کرے گی۔ وہ غلام بنا ہوا ہے، اسے غلام ہی بنا کر رکھے گی۔ کبھی آزادی کے ساتھ کسی سے محبت بھی نہیں کرنے دے گی۔

اب وہ غلامی سے رہائی حاصل کرنے کے لیے بے چین ہو گیا۔ غیر معمولی صلاحیتیں اور قوتیں رکھنے کے باوجود وہ تنویمی عمل کے اثر سے نہیں نکل سکتا تھا۔ سوچ رہا تھا، کیا ایسا کوئی راستہ ہے کہ اس کے دماغ پر حکمرانی کرنے والی کو پتا نہ چلے اور وہ اس کے سحر سے نکل آئے؟

کوئی راستہ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ وہ پھر کھڑکی کے راستے سے کوٹھی کے اندر آگیا۔ وہاں اپنے وعدے کے مطابق اس نے ٹیپ میں سے کامنی کی آواز مٹا دی۔ پھر زیرِ لب بڑبڑانے لگا۔ "یا خدا! میں ایک پیار کرنے والی کے کام آیا ہوں، تو میرے کام آ۔ مجھے شی تارا کی غلامی سے نجات دلا۔ میری تمام صلاحیتیں اور قوتیں کسی کام نہیں آ رہی ہیں۔ ایسے میں کوئی معجزہ ہی ہوگا تو اس سے نجات ملے گی۔"

وہ بے چینی سے تاریک کمرے میں ٹہلنے لگا۔ جھنجلاہٹ میں مبتلا ہونے لگا۔ جو چیز سامنے آتی تھی اسے ٹھوکروں میں اڑا دیتا پھر شی تارا کے بستر پر آ کر بیٹھ گیا۔ سرہانے کی میز پر ایک ڈائری رکھی تھی۔ اُسے اس خیال سے اٹھایا کہ شاید شی تارا کی کوئی کمزوری ہاتھ آ جائے۔

وہ شی تارا تھی۔ اپنے پیچھے اپنی کمزوری چھوڑ کر جانے والوں میں سے نہیں تھی۔ ڈائری کی ورق گردانی سے پتا چلا، اس میں بے شمار اہم فون نمبر درج ہیں۔

وہ جھنجلا کر اسے پھینکنا چاہتا تھا کہ اچانک ہی اس کے دماغ میں بجلی سی کوندی۔ جیسے دعا قبول ہو گئی ہو۔ جو صفحہ کھلا ہوا تھا، اس پر بابا صاحب کے ادارے کے دس ٹیلی فون نمبر درج تھے۔ دماغ نے کہا "یہیں سے شی تارا کے تنویمی عمل کا طلسم ٹوٹے گا۔"

وہ ڈائری لے کر ٹیلی فون کے سامنے بیٹھ گیا۔ پھر ریسیور اٹھا کر پیرس کے کوڈ نمبر کے ساتھ ڈائری میں لکھے ہوئے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ جلد ہی رابطہ ہو گیا۔ دوسری طرف سے آواز آئی "اِٹ اِز بابا فرید واسطی آرگنائزیشن۔"

وہ بولا "میں یوسف البرہان عرف پاشا بول رہا ہوں۔ جناب علی اسد اللہ تبریزی سے صرف دو باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

پوچھا گیا "وہ دو باتیں کیا ہیں؟"

"ایک یہ کہ تنویمی عمل کے شکنجے میں ہوں۔ دوسری بات یہ کہ نجات چاہتا ہوں۔"

"پلیز، ہولڈ آن۔"

وہ ریسیور کان سے لگائے انتظار کرنے لگا۔ ایسے ہی وقت پرائی سوچ کی لہریں محسوس ہوئیں۔ وہ سانس روکنا چاہتا تھا پھر سوچا، معلوم کرنا چاہیے کہ کون ہے۔ شاید اس آنے والے کے ذریعے نجات مل جائے۔

سونیا ثانی کی آواز سنائی دی۔ "نجات کیوں چاہتے ہو؟"

وہ چونک کر بولا "تم؟ تم سونیا ثانی ہو۔ میں تمہیں نہیں بھول سکتا۔ تم پہلی لڑکی ہو جس نے سب سے پہلے میرے دماغ پر قبضہ جمایا تھا۔ ہی ہی ہی ہی تم پہلی مہربان ہو، جس نے غلام بنانے کے بعد آزاد کر دیا تھا۔ ہی ہی ہی ہی....."

وہ ڈانٹ کر بولی "گدھے کی طرح دانت مت نکالو۔ ریسیور رکھو۔"

وہ ریسیور رکھ کر بولا "مجھ پر رحم کرو۔"

"رحم خدا کرتا ہے، جسے تم بھولے ہوئے ہو۔"

"نہیں بھولا ہوں۔ خدا کی قسم تھوڑی دیر پہلے خدا کو یاد کیا تھا۔"

"جیسے ہر بے ایمان مصیبت کے وقت یاد کرتا ہے۔"

"ہی ہی ہی ہی۔ یہ خدا کی شان ہے کہ وہ بے ایمان کی بھی سن لیتا ہے۔ میرے خدا نے تمہیں میرا نجات دہندہ بنا کر بھیجا ہے۔"

"میں نے پہلا سوال یہی کیا تھا، نجات کیوں چاہتے ہو؟ تم اپنی حرکتوں سے کسی نہ کسی کے چنگل میں پھنستے رہو گے۔"

"ایک بار نجات دلا دو۔ پھر کوئی مائی کا لال مجھے اسیر نہیں کر سکے گا۔"

"شرم کرو پاشا! تمہیں بابا صاحب کے ادارے سے بہت بڑی آفر دی گئی تھی کہ یہاں آؤ اور اپنی غیر معمولی صلاحیتوں سے انسانیت کی خدمت کرو لیکن تمہیں عیاشی اور آوارگی کا چسکا پڑ گیا ہے۔"

"اب کیا اس ادارے کا پابند رہنے کی شرط رکھو گی، تب شی تارا سے نجات دلاؤ گی؟"

"لعنت ہے تم پر۔ اب سے پہلے میں نے اپنے ہی تنویمی عمل سے تمہیں نجات دی تھی۔ کیا تمہیں ادارے کا پابند بنایا تھا؟"

"نہیں۔ تم بہت اچھی ہو۔ میں قسم کھاتا ہوں، کبھی تمہارے بھی کام آؤں گا۔ مرد کا بچہ ہوں۔ زبان کا سچا ہوں۔"

"مرد کے بچے! تمہاری مردانگی یہی ہے کہ مجھ لڑکی کے سامنے گڑگڑا رہے ہو۔ یہ بات یاد رکھو کہ ہم میں سے کوئی تم پر رحم کرنے والا نہیں تھا لیکن تبریزی صاحب کا حکم ہے کہ تمہیں شی تارا سے نجات دلائی جائے اور تم پر اس لیے رحم کھایا جا رہا ہے کہ تم ٹھوکریں کھاتے کھاتے ایک دن بابا صاحب کے ادارے میں آؤ گے۔"

"ٹھیک ہے جب وہ دن آئے گا تو آ جاؤں گا۔ ابھی جلدی کرو، کہیں شی تارا نہ آ جائے۔"

"جاؤ، بستر پر آرام سے لیٹ جاؤ۔"

اس نے ہدایت پر عمل کیا۔ بستر پر آ کر لیٹ گیا۔ اب اس کے دن بدلنے والے تھے۔

اُدھر شی تارا نے سوچا، دائی ماں اور پوجا دہلی جانے کے لیے طیارے میں سوار ہو جائیں گی تو وہ پارس سے رابطہ کرے گی اور خوشخبری سنائے گی کہ وہ پھر اس کے کمرے میں آنے والی ہے۔

ابھی وہ دائی ماں کے پاس تھی اور دائی ماں اپنا اور پوجا کا سامان ٹرالی میں رکھے چیکنگ اور بورڈنگ کارڈز کے لیے اندر جانے والی تھیں۔ تب ہی پارس کو دیکھ کر ٹھٹک گئی۔

اس نے شی تارا کے پاس پارس کی تصویر دیکھی تھی۔ اس لیے اُسے پہچان گئی لیکن پارس نے کبھی دائی ماں کو نہیں دیکھا تھا۔ وہ اُس سے کترا کر جا سکتی تھی مگر یہ مشکل آ پڑی تھی کہ پوجا شی تارا کے روپ میں تھی۔ اگر اس کی ہم شکل نہ ہوتی تب بھی پارس اس کی مخصوص مہک سے اسے شی تارا ہی سمجھتا۔

وہ پوجا کے سامنے آ کر بولا "ہیلو تارا! دیکھو کیسا حسین اتفاق ہے، میں یہاں اپنی سیٹ کنفرم کرانے آیا تھا۔ سیٹ تو نہ ملی، تم مل گئیں۔"

کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا مسلسل خیال خوانی نہیں کر سکتا۔ کسی نہ کسی ضرورت سے یہ سلسلہ ٹوٹ جاتا ہے۔ ایک ہچکی بھی آ جائے تو خیال خوانی کرنے والا دماغی طور پر حاضر ہو جاتا ہے۔ شی تارا ہوٹل کے کمرے میں بیٹھی ہوئی تھی۔ دو چشمی ہیروں کو اپنے سر پر رکھنے کے لیے سوئی دھاگے سے ایک ہیئر بیلٹ تیار کر رہی تھی اور وقفے وقفے سے دائی ماں کے پاس بھی جا رہی تھی۔

جب پارس اور پوجا کا سامنا ہوا تو اس کی توجہ ہیئر بیلٹ پر مرکوز تھی۔ سوچ رہی تھی، دائی ماں پوجا کے ساتھ خیریت سے طیارے میں سوار ہو جائے گی۔ اس سے پہلے ہی وہ ہیئر بیلٹ کے ٹانکے مکمل کر کے پھر دائی ماں کے پاس پہنچ جائے گی۔

پارس کے سلسلے میں پوجا کو کوئی ٹریننگ نہیں دی گئی تھی۔ شی تارا کا خیال تھا کہ وہ پوجا کے دماغ میں رہے گی اور وہ پارس سے تنہائی میں ملے گی تو پوجا بالکل شی تارا کی طرح بولے گی اور ادائیں دکھائے گی اور جب تک وہ نہیں چاہے گی، پوجا پارس کے سامنے نہیں جا سکے گی۔

وہ چاہتی یا نہ چاہتی۔ مگر تقدیر تو یہی چاہتی تھی۔ یہ تقدیر پوجا کو پارس کے روبرو لے آئی۔ جب اس نے اُسے تارا کہہ کر مخاطب کیا تو وہ ذرا پریشان ہوئی۔ اس نے دائی ماں کو دیکھا۔ دائی ماں سوچ کے ذریعے شی تارا کو پکار رہی تھی۔ پارس نے حیرانی سے پوچھا "کیا بات ہے تارا! کیا تم مجھے یہاں دیکھ کر پریشان ہو گئی ہو؟"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولی "آ.... آپ کون ہیں؟ مجھ دیدی سمجھ کر کیوں مخاطب کر رہے ہیں۔"

"دیدی؟ یعنی بڑی بہن؟ کیا شی تارا تمہاری بڑی بہن ہے اور تم اُس کی....."

دائی ماں کو بات بنانے کا موقع مل گیا۔ وہ جلدی سے بولی۔ "ہاں..... یہ اس کی چھوٹی بہن پوجا ہے۔"

پارس نے کہا "اور آپ شاید دائی ماں ہیں؟"

"ہاں بیٹے! میں تمہیں پہچانتی ہوں۔"

"اور وہ۔ وہ شی تارا کہاں ہے؟"

"وہ یہیں ہے۔ تم سے ملنے ہوٹل گئی ہوگی اور تم یہاں ہو۔"

"مگر اس نے تو کہا تھا کہ یہ شہر چھوڑ کر، مجھے چھوڑ کر جا رہی ہے۔"

"وہ باؤلی ہے۔ اس نے ارادہ بدل دیا ہے۔"

"یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے۔ آپ بھی ارادہ بدل دیں۔ میں آپ کو اور پوجا کو نہیں جانے دوں گا۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو؟ ہمارا جانا ضروری ہے۔"

"کوئی ضروری نہیں ہے۔ میں پہلی بار اپنی ہونے والی سالی کو دیکھ رہا ہوں اور حیران ہو رہا ہوں، یہ تو بالکل شی تارا لگ رہی ہے۔ میں اپنی سالی کو پورے بمبئی کی سیر کراؤں گا۔"

دائی ماں نے کہا "ضد نہ کرو۔ ہم شی تارا کی مرضی کے بغیر یہاں نہیں رک سکیں گے۔"

"بس اتنی سی بات ہے۔ ابھی چلو، میں اس کی زبان سے کہلواؤں گا کہ میری سالی میری مرضی کے بغیر یہاں سے نہیں جائے گی۔"

"ہمیں معلوم نہیں ہے کہ شی تارا ابھی کہاں ہوگی۔"

"جہاں بھی ہوگی، ہم سے رابطہ کرے گی۔ ابھی ہوٹل چلو اور شی تارا سے رابطے کا انتظار کرو۔"

دائی ماں نے کہا "مجھے افسوس ہے۔ تم راستہ چھوڑ دو۔ جب شی تارا واپس آنے کو کہے گی تو ہم لوٹ آئیں گے۔"

پارس نے کہا "مجھے بھی افسوس ہے دائی ماں! میں تمہیں تو

itsurdu.blogspot.com
itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

جانے دوں گا لیکن اپنی سالی کو نہیں چھوڑوں گا۔"

"تم پوجا کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو؟"

"اس لیے کہ کل رات سے مجھے دھوکا دیا جا رہا ہے۔"

"ہم نے کوئی دھوکا نہیں دیا ہے۔ تم غلط سمجھ رہے ہو۔"

"کیا غلط ہے اور کیا صحیح' اس کا فیصلہ اُس وقت ہو گا جب شی تارا رابطہ کرے گی۔"

دائی ماں نے اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ پھر کہا۔ "اچھا' تم یہاں پوجا کے پاس ٹھہرو۔ میں ابھی فون پر اُس سے بات کرتی ہوں۔"

وہ ایئرپورٹ کے پی سی او میں آئی۔ وہاں سے ہوٹل کے نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ ہونے پر شی تارا کے کمرے کا نمبر بتایا۔ پھر شی تارا کی آواز سنائی دی۔ دائی ماں نے کہا "وہاں کیا کر رہی ہو؟ یہاں پارس سے ہمارا سامنا ہو گیا ہے۔"

وہ ریسیور رکھ کر دائی ماں کے پاس آئی۔ پارس سے سامنا ہونے کے سلسلے میں ساری باتیں معلوم کیں۔ پھر کہا "چلو' میں اس کی غلط فہمی دور کردوں گی۔"

پھر وہ پارس کے پاس آ کر بولی "ہیلو' میں آئی ہوں۔ یہ تم پوجا اور دائی ماں کو جانے سے کیوں روک رہے ہو؟"

"میرے اندر رہ کر نہ بولو۔ پوجا کی زبان سے باتیں کرو۔"

دوسرے ہی لمحے پوجا مسکرائی۔ پھر بولی "میں ہوں تمہاری شی تارا لیکن یہ بدن پوجا کا ہے۔ اسے جانے دو۔"

وہ بولا "جلدی کیا ہے؟ پہلے یہ تو معلوم ہو کہ پچھلی رات کون سا بدن میرے پہلو میں تھا۔"

پوجا نے کہا "پارس' میں تمہارے پاس تھی۔"

"یعنی پوجا تھی؟"

"نہیں یہ پوجا نہیں کہہ رہی ہے۔ میں شی تارا کہہ رہی ہوں کہ میں تمہارے پاس تھی۔"

"میں ثابت کروں گا کہ تم جھوٹ بول رہی ہو۔"

"کیسے ثابت کرو گے۔ جبکہ میں سچ بول رہی ہوں۔"

"دیکھو شی تارا' تم اچھی طرح جانتی ہو کہ میں تمہاری مخصوص بو پہچانتا ہوں اور ابھی یہ بو مجھے اس کے بدن سے مل رہی ہے۔ جسے پوجا کہا جا رہا ہے۔ ایک ہی بو رکھنے والے دو انسان نہیں ہوتے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے شکلیں الگ الگ بنائی ہیں اسی طرح بو الگ الگ رکھی ہے۔ اگر اتفاق سے دو ہم شکل ہوں تو ان دونوں کی بو ضرور مختلف ہوتی ہے۔"

اس نے پوجا کی زبان سے پوچھا "کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ میں شی تارا ہوں؟"

"ہاں' تم پوجا کے روپ میں مجھ سے چھپ کر جا رہی ہو۔ مجھے تمہارے چھپ کر جانے پر اعتراض نہیں ہے۔ میں نے تو آج صبح ہی تمہیں اپنے کمرے سے الوداع کہہ دیا تھا۔"

"تم غلط سمجھ رہے ہو۔ ہوٹل میں آؤ۔ میں تمہیں کمرے میں ملوں گی۔"

"یعنی تمہارے بدن کی بھی یہی بو ہو گی؟"

"ہاں۔ اگرچہ یہ ناقابلِ یقین بات ہے لیکن علم الابدان کے ماہر میرے تابعدار پاشا نے یہ کمال کر دکھایا ہے۔ میری بو پوجا میں منتقل کر دی ہے۔"

"اچھا۔ اب تمہارا گیم سمجھ میں آیا۔ تم نے پوجا کے بدن میں اپنی بو منتقل کرائی۔ اسے اپنی ہم شکل بنایا اور کل رات اسے میرے پاس بھیج دیا اور میں دھوکا کھا گیا۔ تمہیں شی تارا سمجھ کر ہیرے پوجا کے حوالے کیے۔ بعد میں تم نے وہ ہیرے پوجا سے لے لیے۔"

"پارس! میری یہی پلاننگ تھی لیکن میں نے ایسا نہیں کیا۔ میں نے دھوکا نہیں دیا۔ کل میں ہی تمہارے پاس تھی۔"

"بکواس مت کرو۔ کیا تم نے گھر میں سجانے کے لیے یہ ڈمی بنائی تھی؟ بو تبدیل کرنے کے سلسلے میں پتا نہیں تم نے پاشا کے ساتھ کتنی محنت کی ہے۔ کتنی رقم خرچ کی ہے۔ کتنے ہفتے اور مہینے لگائے ہیں۔ اس کے بعد یہ کامیابی حاصل کی۔ اسے دہلی سے بمبئی کے ہوٹل میں میرے پاس پہنچایا۔ اور اب بھید کھلنے کے بعد انکار کر رہی ہو۔ کیا میں اتنا احمق ہوں کہ تمہارے فراڈ کو کھلے ثبوت کے باوجود نہیں سمجھوں گا۔"

"کبھی کبھی ٹھوس ثبوت بھی جھوٹ ثابت ہوتے ہیں۔ تم پوجا اور دائی ماں کے ساتھ ہوٹل میں آؤ۔ میں ثابت کروں گی کہ تم جو سمجھ رہے ہو' وہ غلط ہے اور جو نہیں سمجھ رہے ہو' وہی درست ہے۔"

"اچھی بات ہے۔ میں آ رہا ہوں۔"

وہ پوجا اور دائی ماں کے ساتھ کمرے میں آیا۔ اس کے ایک منٹ کے بعد ہی شی تارا آ گئی۔ پارس کبھی اسے اور کبھی پوجا کو دیکھنے لگا۔ دونوں کی صورتیں ایک تھیں اور بدن کی مہک بھی ایک ہی تھی۔ وہ بولی "میں کل سے تمہارے ساتھ والے کمرے میں ہوں۔ اب پوجا اور دائی ماں کو میرے کمرے میں جانے دو۔ پھر باتیں ہوں گی۔"

وہ دونوں چلی گئیں۔ شی تارا نے دروازے کو اندر سے بند کیا۔ پھر پاس آ کر بولی "میں اپنی ڈمی کو اسی وقت کسی کے سامنے پیش کرتی ہوں' جب اس سے خطرہ ہوتا ہے یا اس شخص پر بھروسا نہیں ہوتا۔ میں تو کل بھی پورے بھروسے کے ساتھ اس کمرے میں تھی۔ اب بھی ہوں۔ سیدھی سی بات ہے کہ میں تمہارے پاس کسی ڈمی کو برداشت نہیں کر سکتی۔ کل میں نے یہی چاہا تھا لیکن میرے اندر کی عورت راضی نہ ہوئی اور میں تمہارے پاس چلی آئی۔"

پارس نے اسے اپنے بازوؤں میں چھپا لیا۔ وہ بولی "کتنے گرم ہو رہے تھے۔ اب کیسی محبت جتا رہے ہو۔ کیا فون کر کے بولوں کہ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کمرا نمبر چار سو بیس کے گرم مسافر کو ٹھنڈا کرنے کے لیے برف لے آؤ۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "ٹھنڈا کرنے کے لیے تم ہی کافی ہو۔ بائی دی وے۔ میری جگہ کوئی بھی ہوتا تو یہی شبہ کرتا کہ تم نے ڈمی کے ذریعے فراڈ کیا ہے۔"

"میں تمہارے خلاف بہت سوچتی ہوں لیکن تمہارے خلاف کچھ کرنے سے پہلے ہی محبت سے ہار جاتی ہوں۔"

"ہاں' تمہاری محبت دیکھ رہا ہوں۔ آج صبح مجھے چھوڑ کر جا رہی تھیں اور شام ہوتے ہوتے واپس آ گئی ہو۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ پارس نے فون کے پاس آ کر ریسیور اٹھایا۔ پھر پوچھا "ہیلو کون ہے؟"

ایک غراہٹ سنائی دی۔ "ریسیور شی تارا کو دو۔"

پارس نے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر کہا "کوئی جانور کی طرح غراتے ہوئے کہہ رہا ہے کہ ریسیور تمہیں دوں۔"

وہ ریسیور لے کر بولی "ہیلو' کون ہے؟"

"تمہارا باپ' جسے تم نے غلام بنایا تھا' اب آزاد ہو گیا ہے۔"

"پاشا! کیا تمہاری شامت آئی ہے؟"

یہ کہتے ہی اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے دماغ میں پہنچی پھر واپس آ گئی۔ اس نے سانس روک لی تھی۔ وہ حیرانی سے بولی "مجھے یقین نہیں آ رہا ہے۔ تم میرے خلاف کیسے ہو گئے؟"

"مجھے پچھلی رات ہی نجات مل گئی تھی۔ صبح بیدار ہونے کے بعد میں وقفے وقفے سے تمہاری باتیں سن رہا ہوں۔ ایک بار معلوم ہوا کہ تم ہوٹل تاج محل میں ہو۔ ابھی تم کہہ رہی تھیں کہ کمرا نمبر چار سو بیس میں اس کے لیے برف منگائی جائے۔ اس طرح میں تم سے رابطہ کرنے میں کامیاب ہو گیا۔"

"میری گرفت سے آزاد ہونے کے بعد کیا چاہتے ہو۔ دوستی یا دشمنی؟"

"یہ تمہاری صوابدید پر ہے۔ دوستی چاہتی ہو تو پوجا کو میرے حوالے کر دو۔"

"میری پابندیوں میں رہو گے تو تمہیں پوجا ملے گی۔"

"میں لعنت بھیجتا ہوں تمہاری پابندیوں پر۔ آج سے میں آزاد شیر ہوں۔ تمہاری کوٹھی میں بیٹھا ہوا ہوں۔ یہاں آؤ۔ تمہارے ساتھ تمہاری بڈھی دائی ماں کو بھی زندہ گاڑ دوں گا۔"

شی تارا نے ریسیور رکھ دیا۔ پارس نے پوچھا "پاشا کیا کہہ رہا ہے؟"

"وہ پاگل کا بچہ میری گرفت سے نکل گیا ہے۔ وہاں میرا انتظار کر رہا ہے۔ مار ڈالنے کی دھمکی دے رہا ہے۔"

پارس ہنسنے لگا۔ وہ بولی "تم ہنس رہے ہو؟ میری جوتش ودّیا کہتی تھی کہ یہ دو چشمی ہیرے میرے پاس رہیں گے تو تمام نحوستیں ٹل جائیں گی۔ ناکامیاں' کامیابیوں میں بدل جائیں گی۔ مگر یہ ہیرے ملتے ہی وہ ہاتھی زنجیر توڑ کر نکل گیا ہے۔"

"پاشا کو آج نہیں تو کل آزاد ہونا ہی تھا کیونکہ اس کی غیر معمولی دماغی توانائی کام آئی ہو گی۔"

"کچھ بھی ہو۔ وہ ہاتھ سے نکل گیا ہے۔ کیا یہ میرا نقصان نہیں ہے؟"

"نہیں۔ اس پہلو سے سوچو کہ دو چشمی ہیروں نے تمہیں دہلی واپس نہیں جانے دیا۔ اگر چلی جاتیں تو وہ ہاتھی تم ماں بیٹی کو دبوچ کر مار ڈالتا۔"

"ہاں' اس پہلو سے یہ ہیرے میرے لیے اچھے رہے۔"

"پھر یہ سوچو کہ پاشا گیا۔ مگر پارس سے دوستی مضبوط ہوئی۔ یہ خوش بختی ہے یا بد بختی؟"

"خوش بختی۔ مگر پارس! دہلی کی وہ کوٹھی میرے لیے اہم ہے۔ میں اس ہاتھی کو کیسے بھگاؤں؟"

پارس نے کہا "میں یقین سے کہتا ہوں کہ وہ اپنی غیر معمولی سماعت کے ذریعے ابھی ہماری باتیں سن رہا ہے۔ اسے بھگانے کے لیے نہ طاقت کی ضرورت ہے' نہ کسی صلاحیت کی بس ذرا عقل کی ضرورت ہے۔"

"کیا تم اسے بھگا دو گے؟"

"ہاں کل شام چھ بجے تک وہ کوٹھی چھوڑ کر چلا جائے گا۔"

"معلوم تو ہو کہ خود بخود کیسے جائے گا؟"

"بھئی' میں ابھی اپنی ایک ماں کو فون کرتا ہوں۔ وہ پیرس میں ہے اور اس کا نام مریم ہے۔ بیچاری اپنے شوہر کو ڈھونڈتی پھر رہی ہے۔ میں پتا بتاؤں گا تو وہ اس کوٹھی میں کل تک پہنچ جائے گی۔"

اس نے شی تارا کو آنکھ مار کر چپ رہنے کا اشارہ کیا۔ دس منٹ کے اندر ہی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ پارس نے کہا "یہ پاشا ہے۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر پوچھا "کون؟ کیا تم ہو پاشا بھائی؟"

وہ گرجتے ہوئے بولا "میں تمہارا بھائی نہیں ہوں۔ سامنے آؤ۔ تمہارا منہ توڑ دوں گا۔ خبردار! مریم کو میرا پتا نہ بتانا اور تم کیا؟ تمہارے فرشتے بھی میرا نام و نشان نہیں پائیں گے۔ میں جا رہا ہوں۔ وہ آئے گی تو بھٹکتی رہے گی۔"

دوسری طرف سے ریسیور رکھ دیا گیا۔ شی تارا پارس کے اندر رہ کر سن رہی تھی۔ ہنستی ہوئی بولی "تم کمال کے آدمی ہو۔ تمہارے سامنے لاثانی ہو یا پاشا' کسی کو بھی خون خرابے کے بغیر میدان چھوڑنے پر مجبور کر دیتے ہو۔"

"تم بھی تو کمال کرتی ہو۔ میرے سامنے آ کر مجھ سے ملتی بھی ہو اور چھپتی بھی ہو۔"

"میں تو نہیں چھپ رہی ہوں۔"

"تو پھر شی تارا کی اصلی صورت دکھاؤ۔ اصلی آواز اور لہجہ سناؤ۔"

وہ مسکراتی ہوئی سوئچ بورڈ کے پاس گئی۔ پھر بٹن دبا کر کمرے ں تاریکی پھیلا دی۔ اشاروں کی زبان سے سمجھا دیا کہ اصلیت ریرے میں چھپی رہتی ہے اور چھپی رہا کرے گی۔

○☆○

ایک آسمان کے نیچے کئی دشمن رہتے ہیں۔ ایک چھت کے یچے دو دشمن نہیں رہ سکتے۔ لیکن میں نے گاڈمدر ٹریسا اور جے پرگولا ایک ہی چھت کے نیچے رہنے پر مجبور کر دیا تھا۔

پچھلے باب میں بیان کر چکا ہوں کہ جے پرگولا نے گاڈمدر اور ں کے بیٹے بیٹیوں کو اپنا معمول اور تابعدار بنانے کی کوشش کی ی اور اس کوشش میں کامیاب ہو گیا تھا۔ پھر میں نے پرگولا کو فی کر کے بازی پلٹ دی تھی۔

جب وہ زخمی ہوا اور گاڈمدر کا پلڑا بھاری ہوا تو اس نے اور ں کے بیٹے بیٹیوں نے پرگولا کو جان سے مار ڈالنے کی کوششیں یں۔ اس پر ریوالور سے چھ گولیاں چلائیں لیکن میں ان کے اندر انہ بھٹکاتا رہا۔ تب ان کی سمجھ میں آیا کہ پرگولا کی طرح وہ بھی بے تیار ہیں۔ اپنی انتقامی خواہش کے باوجود نہ پرگولا کو ہلاک کر سکیں ے نہ پرگولا اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے گاڈمدر اور اس کی ل کو نقصان پہنچا سکیں گے۔

اب ان کی پوزیشن یہ تھی کہ وہ جس چھت کے نیچے اور چار اری کے اندر تھے۔ اس سے باہر نہیں جا سکتے تھے۔ وہاں کی لیس اور یہودی تنظیم کے برادرز کو ان کی تلاش تھی۔ وہ اپنا اپنا یہ بدل کر اُس مکان سے نکل سکتے تھے لیکن پرگولا زخمی تھا۔ باہر نے کے قابل نہیں تھا۔ گاڈمدر کی بیٹی میکسی ڈاکٹر تھی۔ میں نے لہ دیا تھا کہ وہ پرگولا کے زخم کا علاج کرے گی۔ اگر علاج کرنے سے انکار کرے گی یا علاج کے بہانے اس کے زخم کو ناسور بنائے گی میں ان سب کو زخمی کر کے اس مکان کو اسپتال بنا دوں گا۔

ان حالات میں بدترین دشمنی رکھنے والی دو پارٹیاں ایک ت کے نیچے رہنے پر مجبور ہو گئی تھیں۔ پرگولا یہ سوچ سوچ کر یشان ہو رہا تھا کہ میں کون ہوں؟ دشمنی بھی کر رہا ہوں' دوستی بھی ر رہا ہوں۔ دشمنی یہ کہ فرار ہونے کے دوران اسے کار سمیت یا میں ڈبو دیا۔ پھر کنارے لگنے کے بعد اس بری طرح پٹائی کی کہ رف جان سے مارنا باقی رہ گیا تھا۔ ایسے میں یہ دوستانہ ادا دکھائی لہ اسے زندہ چھوڑ کر چلا گیا۔

پھر اس مکان میں آ کر یہ دشمنی کی کہ ایک گولی مار کر اسے ی کر دیا۔ اور دوستی یہ کرتا رہا کہ گاڈمدر اور اس کے بیٹے بیٹیوں ا دشمنی سے اسے بچاتا رہا۔ وہ حیران اور پریشان تھا۔ مجھ سے فزدہ تھا اور میرا شکر گزار بھی تھا۔

گاڈمدر ٹریسا' وان لوئن' ماسیلا اور میکسی کو ایک بار میں نے ودی تنظیم کے چنگل سے نکالا لیکن اس گاڈمدر نے ہمیں دھوکا دیا ر ہم پر حاوی ہونے کے لیے پرگولا کا سہارا لیا۔ پھر پرگولا کے چنگل میں پھنس گئی۔ میں نے ایک بار پھر اسے اور اس کے بیٹے بیٹیوں کو مصیبت سے نجات دلائی۔ پرگولا کی گرفت سے آزاد کیا۔ نتیجہ پھر وہی سامنے آیا۔ گاڈمدر پھر میری مرضی کے خلاف پرگولا کو جان سے مار ڈالنے پر تل گئی۔ آخر میں نے اسی پرگولا کے ساتھ اسے ایک چھت کے نیچے رہنے پر مجبور کر دیا۔

میکسی مجبور ہو کر اپنی فیملی کے جانی دشمن پرگولا کی مرہم پٹی کرنے اور دوائیں کھلانے لگی۔ وہ ایک بار انکار کر کے دیکھ چکی تھی۔ میں نے اس کے بھائی وان لوئن کو دیوار سے سر ٹکرانے پر مجبور کر دیا تھا۔

وہ ایک رات انہوں نے بڑی بے چینی سے گزاری۔ گاڈمدر نے اب تک کسی سے کمتر ہو کر زندگی نہیں گزاری تھی لیکن میرے آگے بے بس ہو گئی تھی۔ اس نے اپنے بیٹے وان لوئن اور بیٹی ماسیلا اور میکسی سے کہا "میں زندگی میں پہلی بار اتنی بے بس اور مجبور ہو گئی ہوں۔ وہ شخص ہمیں ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجبور کر رہا ہے۔ لوہا لوہے کو کاٹتا ہے لیکن ٹیلی پیتھی کی کاٹ کرنے کے لیے ہمارے پاس ٹیلی پیتھی کا علم نہیں ہے۔"

میکسی نے کہا "ہمارے پاس یہ علم تھا۔ ہماری چھوٹی بہن انا نے جسے بھائی جان یا پاپا بنایا ہے۔ وہ ہمارے کام آ رہا تھا۔ اگر ہم اس کی مرضی کے خلاف کام نہ کرتے تو وہ ہمیں اس طرح بے بس اور مجبور بنا کر ہرگز نہ جاتا۔"

گاڈمدر نے کہا "اگر ہم اس کی مرضی کے مطابق عمل کرتے تب بھی اس کے آگے مجبور رہتے۔ پہلے بھی ہمارے دماغ اس کی مٹھی میں تھے۔ اب بھی اس کے قبضے میں ہیں۔"

وان لوئن نے کہا "ممی! اب یہ ہمارے مقدر میں لکھا جا چکا ہے کہ ہمارے دماغ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے یا کسی ہپناٹائز کرنے والے کے زیرِ اثر رہیں گے۔"

میکسی نے کہا "ہم انا کے بھائی جان کی ٹیلی پیتھی سے نجات حاصل کرنے کے لیے کسی دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کے پاس جائیں گے تو وہ ہمیں اس سے نجات ضرور دلائے گا لیکن ہمیں اپنا اسیر بنا لے گا۔"

ماسیلا نے کہا "یہ ٹیلی پیتھی کی بلا ہم سے چمٹ گئی ہے۔ اب دماغی آزادی ممکن نظر نہیں آ رہی ہے۔"

وان لوئن نے کہا "سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان حالات میں کیا کیا جائے؟ کیا ہم اس بھائی جان کے غلام بنے رہیں؟"

گاڈمدر نے کہا "ہمارے سامنے دو ہی راستے ہیں۔ ایک تو یہ کہ ہم اپنے وطن اٹلی واپس چلے جائیں یا پھر کسی بڑی طاقت سے گٹھ جوڑ کر لیں۔ گٹھ جوڑ کرنے کے لیے ہماری اہمیت دو طرح سے ہو گی۔ ایک تو ہم عکس منتقل کرنے کی تکنیک سے واقف ہیں۔ دوسرے وہ غیر معمولی قوتیں حاصل کرنے کے فارمولے ہمارے پاس ہیں۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"ممی! کوئی بڑی طاقت ہمارے دماغوں سے بھائی جان کی ٹیلی پیتھی مٹائے گی اور ہمارے چور خیالات پڑھے گی تو اسے معلوم ہوجائے گا کہ وہ کروڑوں ڈالرز کے سونے اور ہیرے جواہرات کس مکان کی دہری چھت میں چھپا کر رکھے گئے ہیں۔"

"ہاں' خزانے کا یہ راز اس پارٹی کو ضرور معلوم ہوگا' جو ہم سے گٹھ جوڑ کرے گی۔ ہم بہت نقصان میں رہیں گے۔ اوہ گاڈ! کوئی راستہ سُجھائی نہیں دے رہا ہے۔"

دوسرے دن پرگولا نے گاڈمدر سے کہا "بہت پریشان نظر آتی ہو۔ بولو میں تمہاری کوئی خدمت کرسکتا ہوں۔"

"میں تیرے جیسے شیطان پر تھوکتی ہوں۔"

"ایک بار مجھ پر تھوک کر دیکھ چکی ہو۔ نتیجے میں یہ غلامی اور ذلتیں مل رہی ہیں۔ میں نے تم لوگوں پر عمل کیا تھا' کیا برا کیا تھا؟ یہی اب کوئی دوسرا کر رہا ہے۔"

"تو میری جوان بیٹیوں کی عزت سے کھیلنا چاہتا تھا۔ اب بھی غلامی سہی مگر عزتیں تو محفوظ ہیں۔"

"آزادی حاصل کرنے کے لیے بڑی بڑی قربانیاں دینی پڑتی ہیں۔ اگر تو اپنی ایک بیٹی مجھ پر قربان کردے تو میں تم سب کو ٹیلی پیتھی کے سحر سے آزاد کرا دوں گا۔"

"خبردار! میری کسی بیٹی کا نام زبان پر نہ لانا۔ ورنہ میں اس شخص کو بلاؤں گی' جو ہمارے دماغوں پر حکمرانی کر رہا ہے۔"

"اسے بلانے کے لیے ٹیلی فون کی ضرورت ہے اور کل رات وہ فون ٹوٹ پھوٹ کر ناکارہ ہوگیا ہے۔ اس مہربان دشمن کو میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہی بلا سکتے ہیں۔"

"تم اسے مہربان دشمن کہہ رہے ہو۔ کیا اس کا نام نہیں جانتے؟"

"تم اسے انا کا بھائی جان کہتی ہو۔ یہ انا کون ہے اور بھائی جان کا مطلب کیا ہوا؟"

"انا میری سب سے چھوٹی بیٹی کا نام ہے۔ وہ ایک مسلمان نوجوان عادل کے ساتھ بھاگ گئی ہے۔ اسی عادل کا بھائی ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔"

"پھر تو وہ مسلمان فیملی ہے۔ میری معلومات کے مطابق ٹیلی پیتھی کا علم ایک ہی مسلمان فیملی جانتی ہے اور وہ ہے فرہاد علی تیمور کی فیملی۔"

گاڈمدر اور وان لوئن نے چونک کر ایک دوسرے کو دیکھا۔ پھر گاڈمدر نے کہا "جب ہم نے اٹلی میں عکس منتقل کرنے کا مظاہرہ کیا تھا اور میں عکس بن کر ایک پولیس افسر کو قتل کرنے گئی تھی تو پہلی بار ٹیلی پیتھی کے ذریعے میرا راستہ روکا گیا تھا اور میں اس افسر کو قتل کرنے میں ناکام رہی تھی۔ اس سلسلے میں بھی ہم نے فرہاد کا نام سنا تھا۔"

وان لوئن نے کہا "ممی! شاید اس فیملی کے ٹیلی پیتھی جاننے والے اٹلی ہی سے ہمارا پیچھا کرتے رہے ہیں۔"

پرگولا نے کہا "تم ماں بیٹے کی باتوں سے ثابت ہو رہا ہے کہ ہم فرہاد کے قیدی ہیں۔ اگر ایسا ہے تو سمجھ لو' قبر میں جانے تک رہائی نہیں ملے گی۔ اسے دوست ٹیلی پیتھی کا شہنشاہ اور دشمن ٹیلی پیتھی کے شیطانوں کا شیطان کہتے ہیں۔ دعا کرو' ہمارے دماغوں میں شیطان آجائے مگر فرہاد نہ آئے۔"

"تم ہمیں اور زیادہ گھبراہٹ میں مبتلا کر رہے ہو۔"

وہ وہاں سے اٹھ کر وان لوئن کے ساتھ اپنے بیڈروم میں آئی۔ پھر بولی "بیٹے! اگر فرہاد ہمارے اندر آتا جاتا ہے تو ہم نے اسے ناراض کرکے اپنی مصیبتوں میں اضافہ کیا ہے۔"

"ممی! مصیبتیں واقعی بڑھتی جا رہی ہیں۔ وہ فرہاد کل رات سے ہمارے پاس نہیں آیا ہے۔"

"اسے بلایا جاسکتا ہے۔ اس ٹوٹے ہوئے فون کی مرمّت کرو یا باہر جاکر انا سے رابطہ کرو۔"

"ممی! وہ تین بار ہمیں معاف کرچکا ہے۔ اب اس سے کوئی امید نہ رکھیں۔"

"انا تمہیں دل و جان سے چاہتی ہے۔ اس کی محبت سے فائدہ اٹھاؤ۔ تم ایک بار فون پر آہ و بکا کرو گے تو وہ تڑپ جائے گی۔"

وان لوئن نے بہن سے کہا "میکسی! تمہارے پاس انا کا فون نمبر ہے۔ مجھے بتاؤ۔"

میکسی نے اپنی اٹیچی سے ڈائری نکالی۔ اسے کھول کر دیکھا تو وہ صفحہ پھٹا ہوا تھا' جس پر فون نمبر لکھا ہوا تھا۔ میں نے ان کی لاعلمی میں ماملا کے ذریعے وہ ورق پھاڑ کر ضائع کرا دیا تھا تاکہ وہ مجھ سے معافی مانگنے کے لیے بار بار انا کے معصوم جذبات سے نہ کھیلیں۔ وہ نمبر ان کے دماغوں سے بھی مٹایا جاچکا تھا۔ گاڈمدر ٹریسا سر پکڑ کر رہ گئی۔

پرگولا اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے مشورے کر رہا تھا۔ کہہ رہا تھا۔ "میرا زخم دو چار روز میں بھر جائے گا اب بھی ایسی کوئی خاص تکلیف نہیں ہے۔ یہ میکسی اچھا علاج کر رہی ہے اور ہے بھی بہت اچھی۔ کوئی ایسی تدبیر کرو کہ یہ پورا خاندان ہمارے اثر میں آجائے۔"

"باس! بغاوت والی بات نہ کرو۔ وہ فرہاد سن رہا ہوگا۔"

"اب یہ تو ہو نہیں سکتا کہ ہم اس کے خوف سے آزادی حاصل کرنے کا منصوبہ نہ بنائیں۔ کچھ تو کرنا ہی ہوگا۔"

جیری نے کہا "میں اور تھرمال کوشش کر رہے ہیں۔ میں ابھی میکسی کے پاس جا رہا ہوں۔"

گاڈمدر کی فیملی میں ایک میکسی ایسی تھی' جو کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے اثر میں نہیں تھی۔ جیری اس کے پاس آیا تو اس نے سانس روک لی۔ جیری نے چند سیکنڈ کے بعد آکر کہا "پلیز' میری ایک بات سن لو۔"

مگر وہ خیال خوانی کرنے والوں سے خوفزدہ تھی۔ اس نے جیری سے بات نہیں کی۔ وہ دماغ کو چھوتے ہی سانس روک لیتی تھی۔ جیری نے پرگولا کے دماغ میں رہ کر میری آواز سنی تھی۔ وہ میری آواز اور لہجہ اختیار کرکے ماملا کے اندر پہنچا۔ اس نے محسوس نہیں کیا۔ وہ اس کے اندر رہ کر اُس کی سوچ میں کہنے لگا۔ "کاش ایسا ہوتا کہ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے میری دوستی ہوجاتی اور وہ میرے عشق میں گرفتار ہوکے ہمیں اس مصیبت سے نجات دلاتا۔"

جیری اسی قسم کے خیالات ماملا کے اندر پکانے لگا۔ اِدھر تھرمال نے میری آواز اور لہجہ اختیار کیا۔ پھر وان لوئن کے اندر آکر بولا "ہیلو' کیا بہت پریشان ہو؟"

وان لوئن نے پوچھا "تم کون ہو؟"

"میں اب تک ایک خاموش تماشائی تھا۔ کبھی فرہاد کو اور کبھی پرگولا کے خیال خوانی کرنے والوں کو تم سب کے دماغوں میں آتے جاتے دیکھ رہا تھا۔ بڑا دلچسپ تماشا ہو رہا ہے۔"

"کیا تمہارا فرہاد اور پرگولا سے کوئی تعلق نہیں ہے؟"

"بالکل نہیں۔ کل میں نے اتفاق سے میکسی کو دیکھا۔ وہ مجھے اتنی اچھی لگی کہ اس سے دوستی کی خواہش ہوئی لیکن وہ سانس روک لیتی ہے۔ پھر میں نے اس کے ذریعے تم لوگوں کو دیکھا اور تم سب کے دماغوں میں آیا تو مجھے آسانی سے جگہ مل گئی۔"

"اگر تمہارا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے تو پلیز ہماری مدد کرو۔"

"میں میکسی سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ اگر وہ مجھے پسند کرے گی تو میں تم سب کو ٹیلی پیتھی کی دلدل سے نکال دوں گا۔"

وان لوئن نے اپنی ماں سے کہا "ممی! ہمیں ایک غیبی امداد مل رہی ہے۔ ایک خیال خوانی کرنے والا میکسی پر عاشق ہوگیا ہے۔ وہ کہتا ہے اگر وہ شادی کرنے پر راضی ہوجائے تو ہم سب کو اس عذاب سے نکال دے گا۔"

گاڈمدر نے کہا "اس سے کہو' میرے پاس آئے۔"

تھرمال نے اس کے پاس آکر یہی باتیں کیں۔ وہ بولی "ہم کیسے یقین کریں کہ تم ہمارے ساتھ مخلص ہو؟ یہ دشمنوں کی کوئی چال ہوسکتی ہے۔"

"یقین تو کرنا ہوگا۔ ان حالات میں کسی نہ کسی پر بھروسا تو کرنا ہی پڑے گا۔"

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ میں نے ان سب کو ایک چھت کے نیچے چھوڑتے وقت یہ اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ وہ سب آزادی اور خودمختاری کے لیے طرح طرح کی چالیں چلیں گے اور میری آواز اور لہجے سے بھی فائدہ اٹھانا چاہیں گے۔ میں نے جو سوچا تھا۔ تقریباً وہی ہو رہا تھا۔

گاڈمدر نے میری مرضی کے مطابق کہا "اگر تم ہمارے بننا چاہتے ہو تو پرگولا کو موت کے گھاٹ اتار دو۔"

تھرمال نے کہا "یہ بھی ہوجائے گا۔ اگر میکسی میری تابعدار بن جائے گی تو میں پرگولا کو یہیں ختم کردوں گا۔"

ان میں یہ بحث شروع ہوگئی کہ پہلے میکسی تھرمال کی ہوگی یا پہلے پرگولا مارا جائے گا۔

جیری اور تھرمال' جو پرگولا کے معمول اور تابعدار تھے۔ یعنی پرگولا نے ان پر تنویمی عمل کرکے انہیں اپنا تابعدار بنایا تھا۔ تنویمی عمل کے لیے آواز اور لہجہ اہم ہوتا ہے۔ میرے لیے پرگولا کی آواز اور لہجہ اختیار کرنا کوئی بڑی بات نہ تھی۔ پھر بھی میں نے پرگولا کے اندر رہ کر جیری اور تھرمال کی آواز اور لہجے کو سنا تھا۔

وہ دونوں خوش تھے کہ میرا لہجہ اختیار کرکے وان لوئن اور گاڈمدر کے دماغوں میں جارہے تھے اور یہ نہیں جانتے تھے کہ ان کی خوش فہمی کے پیچھے میں کیا کرتا پھر رہا ہوں۔ میں نے سلمان کو پرگولا کی آواز سنائی تھی۔ پچھلی رات جب تھرمال اور جیری گہری نیند میں تھے۔ تب ہم نے ان کے شیطانی باس کا انداز اپنایا اور ان کے خوابیدہ دماغ میں پہنچ گئے تھے۔

اس کے بعد انہیں اپنا معمول اور تابعدار بنانے میں کوئی رکاوٹ نہ رہی۔ ہم نے ان کے دماغوں سے پرگولا کی آواز' لہجہ اور دوسرے جادوئی اثرات کو مٹا دیا۔ اپنی آوازوں اور لہجوں کو مستحکم کردیا اور حکم دیا کہ وہ عارضی طور پر پرگولا کو اپنا باس سمجھتے رہیں لیکن جب ہم حکم دیں تو اس کی تابعداری سے باز آجائیں۔

یہی وجہ تھی کہ جب گاڈمدر نے تھرمال سے کہا کہ وہ پرگولا کو ختم کردے تو تھرمال نے ایک تابعدار کی طرح پرگولا کے لیے کوئی لگاؤ محسوس نہیں کیا۔ اس نے یہ شرط رکھی کہ پہلے میکسی اس کی تابعدار بن جائے۔

مجھے اس حقیقت کا بخوبی اندازہ تھا کہ گاڈمدر جب ہر طرف سے جکڑی جائے گی اور نجات کا کوئی راستہ نہیں دیکھے گی تو ہم مسلمانوں پر یہودیوں کو ترجیح دے گی اور خفیہ یہودی تنظیم سے جا ملے گی۔ میں چاہتا تھا یہودی تنظیم کے خلاف مافیا تنظیم کا ایک نیا محاذ قائم ہو اور اس محاذ کو مضبوط بنانے کے لیے جیری اور تھرمال مافیا میں شامل ہوجائیں۔

بہرحال تھرمال اور گاڈمدر کی بحث جاری تھی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "ہم سے دوستی کا یقین دلانے کے لیے پرگولا کو ختم کردو۔ پھر میکسی تمہاری ہوگی۔"

تھرمال نے کہا "مادام ٹریسا! میں تمہارے مزاج کو خوب سمجھتا ہوں اور کئی دنوں سے دیکھ رہا ہوں کہ تم اس کی نہیں ہوتیں' جس سے کروڑوں کا خزانہ حاصل ہوتا ہے۔"

اس نے پوچھا "کیا تم عادل کو جانتے ہو؟"

"میں ایسے تمام لوگوں کو جانتا ہوں جو ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ تم اپنی بات کرو۔ تمہارے سلسلے میں صاف

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

بات یہی ہے کہ تم قابلِ اعتماد نہیں ہو۔"

"مسٹر! تم میری انسلٹ کررہے ہو۔"

"عقل سے کام نہیں لوگی تو دشمن اس سے زیادہ انسلٹ کریں گے۔ تمہیں نجات حاصل کرنے کے لیے اپنا مزاج اور رویّہ بدلنا ہوگا۔ تم مجھے داماد بنا کر اپنی مافیا تنظیم کو مستحکم کرسکتی ہو۔"

وہ اپنے بیٹے سے اس سلسلے میں باتیں کرنے لگی۔ بیٹے نے کہا۔ "ممی! ہم پہلے ہی ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے دشمنی مول لے کر اتنی مصیبتیں اور ذلتیں اٹھا رہے ہیں۔ آپ اپنے رویّے میں لچک پیدا کریں۔"

تھرہال نے کہا "وان لوئن! تم سمجھ دار ہو۔ نئے زمانے کے مطابق نیا ذہن رکھتے ہو۔ اپنی ماں کو سمجھاؤ' مجھ سے دوستی کرو۔ تم فائدے میں رہو گے۔ میرا ایک اور ساتھی ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ وہ بھی تم سے دوستی اور رشتے داری چاہتا ہے۔"

وان لوئن اپنی ماں اور بہنوں سے بولا "ہم نئے ساتھیوں پر بھروسا کرکے دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی قوتیں حاصل کرسکتے ہیں۔ ہمیں موجودہ حالات میں ان پر اعتماد کرنا ہی ہوگا۔"

مامیلا نے کہا "میرے دماغ میں بھی یہ بات پیدا ہوتی ہے کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارا دوست ہو۔ میں بھی یہی چاہوں گی کہ ان سے دوستی کی جائے۔"

میکسی نے کہا "تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے۔ ہم ان پر بھروسا کریں گے تو انہیں بھی خود کو بھروسے کے قابل بنانا ہوگا۔ وہ ہماری دو شرائط پوری کریں۔ پھر دوستی ہوجائے گی۔"

تھرہال نے کہا "صرف دوستی نہیں' رشتے داری بھی۔"

وہ بولی "مجھے اپنے جیون ساتھی کے انتخاب کا حق ہے۔ لہٰذا پہلے میں تمہیں دیکھوں گی۔ تمہیں سمجھوں گی۔ پھر فیصلہ سناؤں گی۔"

"ٹھیک ہے۔ اپنی دو شرائط سناؤ۔"

"پہلی شرط یہ ہے کہ ہمارے سامنے آؤ اور ہمارے ساتھ رہو۔"

"ہم کل دن کے بارہ بجے تک تمہارے سامنے ہوں گے۔ دوسری شرط کیا ہے؟"

"یہ کہ پرگولا کو ختم کرو اور اگر ہماری شادی کے بعد ختم کرنا چاہتے ہو تو اسے کم از کم نقصان پہنچاؤ۔ اسے سزا دو اور یہاں سے بھاگنے پر مجبور کرو۔"

"وہ یہاں سے جائے گا تو پولیس والوں کو تمہارے پیچھے لگا دے گا۔ پہلے بھیس اور اپنی شناخت بدلو۔ یہ مکان چھوڑ کر دوسری جگہ رہائش اختیار کرو۔"

گاڈمدر نے کہا "تم درست کہتے ہو۔ ہم یہاں محفوظ نہیں ہیں لیکن مکان چھوڑنے سے کیا ہوتا ہے۔ وہ فرہاد علی تیمور ہمارے دماغوں میں آتا رہے گا۔"

"وہ اب کبھی نہیں آئے گا۔ میں نے اور میرے ساتھی نے پچھلی رات تم سب کے دماغوں کو لاک کردیا ہے۔ آئندہ کوئی تمہیں پریشان نہیں کرے گا۔"

"کیا سچ کہہ رہے ہو۔ کیا واقعی ہمارے دماغوں کو لاک کیا گیا ہے؟"

"ہاں' خود ہی سوچو کل رات سے اب تک بیس گھنٹے گزر چکے ہیں۔ فرہاد کیوں نہیں آیا۔ اس لیے کہ اُس کا راستہ بند ہوچکا ہے۔"

وہ سب خوش ہوکر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ میکسی نے کہا۔ "لیکن دماغوں کو لاک کرنے کا مطلب یہ ہوا کہ تم دونوں نے ہم پر تنویمی عمل کیا ہے اور ہمیں تابعدار بنایا ہے۔"

تھرہال نے کہا "اگر تابعدار بنایا ہوتا تو تمہاری ماں اور بھائی سے تمہارا رشتہ نہ مانگتا۔ تمہارے دماغ پر قبضہ جما کر تمہیں اپنے پاس آنے پر مجبور کردیتا۔"

میکسی نے قائل ہوکر کہا "میں مانتی ہوں۔ تم دوستی کے صحیح طریقوں پر عمل کررہے ہو۔ ابھی ہم میک اَپ کے ذریعے حلیے بدل لیں گے۔ یہ مکان بھی چھوڑ دیں گے لیکن ہمارے اطمینان کے لیے پرگولا کو تھوڑی سی سزا دو۔"

"ٹھیک ہے۔ اس کے کمرے میں چلو۔ میں وان لوئن کے ذریعے اس سے باتیں کروں گا تاکہ تم سنتی رہو۔"

وہ سب اس کمرے سے اٹھ کر پرگولا کے کمرے میں آئے۔ وہ بولا "خیریت تو ہے۔ پوری فیملی آئی ہے۔"

گاڈمدر نے کہا "تمہارے لیے ایک بری خبر ہے اور وہ یہ کہ ہم نے فرہاد علی تیمور کی ٹیلی پیتھی سے نجات حاصل کرلی ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "کیوں مذاق کررہی ہو؟"

یہ کہتے ہی وہ چیخ مار کر اٹھ بیٹھا۔ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر کراہنے لگا۔ تھرہال نے کہا "پرگولا! کیا حال ہے؟ اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے تابعداروں کو آواز دو۔"

پرگولا نے سر کی تکلیف برداشت کرتے ہوئے حیرانی سے وان لوئن کو دیکھا۔ پھر کہا "تم تم تھرہال کی آواز میں بول رہے ہو۔ کیا تم تھرہال ہو؟"

اس بار جیری نے وان لوئن کے ذریعے کہا۔ "ہاں' وہ تم نے تھرہال کی آواز سنی تھی۔ یہ جیری کی آواز ہے۔ ہمارے دماغوں پر سے تمہارا جادو ختم ہوچکا ہے۔"

"کیا بکواس کرتے ہو؟ کیا اپنے آقا پرگولا سے بغاوت کررہے ہو؟"

"کیا اب بھی تمہاری سمجھ میں نہیں آیا؟ چلو اپنے منہ پر تھپڑ اور سر پر گھونسے مارو۔"

پرگولا نے محسوس کیا کہ وہ اپنے اختیار میں نہیں ہے اور بے اختیار اپنے منہ پر طمانچے اور گھونسے مار رہا ہے۔ گاڈمدر' وان لوئن' مامیلا اور میکسی قہقہے لگا رہے تھے۔ ان سب کو ایک نئی زندگی مل رہی تھی۔ وان لوئن نے آگے بڑھ کر اُس کے منہ پر ایک گھونسا مارا۔ پھر کہا "یہ گھونسا اس بات کا ثبوت ہے کہ ہم آزاد ہوگئے ہیں اور آئندہ ہم پر کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا حکومت نہیں کرسکے گا۔"

مامیلا نے اپنا سینڈل اتار کر کہا "تونے مجھے اعصابی کمزوری میں مبتلا کرکے میری عزت کو خاک میں ملانا چاہا تھا۔"

وہ اسے سینڈل سے مارنے لگی۔ وہ سر جھکائے مار کھاتا رہا۔ جیری اور تھرہال اسے ہلنے نہیں دے رہے تھے۔ مامیلا اسے مارتے مارتے تھک گئی۔ پھر پیچھے ہٹ گئی۔ پرگولا غصے سے کانپتے ہوئے کہہ رہا تھا "میں تم سب کو نہیں چھوڑوں گا۔ میرے ساتھ جو کررہے ہو۔ اس سے زیادہ برا سلوک کروں گا۔ تم سب کو ننگا کرکے شاہراہوں پر دوڑاؤں گا۔"

وہ غصے کی شدّت سے مزید گرجنا چاہتا تھا لیکن جیری نے اس کا منہ بند کردیا۔ گاڈمدر کی فیملی دوسرے کمرے میں آگئی۔ وہ سب میک اَپ کا سامان لے کر ہر کمرے کے آئینے کے سامنے بیٹھ گئے اور نئی زندگی کے لیے نیا روپ اختیار کرنے لگے۔

پرگولا کا غصہ کچھ کم ہوا تو اسے اپنی بدبختی اور برے حالات کا احساس ہوا۔ اس نے سوچ کے ذریعے آواز دی۔ "جیری! تھرہال! میرے وفادارو! کیا میں کوئی بھیانک خواب دیکھ رہا ہوں؟"

جیری نے کہا "اتنے جوتے کھانے کے بعد بھی یقین نہیں آرہا ہے۔ ہمیشہ احساسِ برتری میں رہنے والے کو بعض حالات میں اپنی کمتری کا احساس نہیں ہوتا۔"

تھرہال نے کہا "پرگولا! ابھی اور جوتے کھاؤ گے۔ تم نے ہمیں بدترین غلام بنا کر رکھا تھا۔"

"یہ تو سوچو۔ غلام بنا کر دشمنوں سے محفوظ رکھا تھا۔ آخر تم دونوں میری گرفت سے کیسے نکل گئے؟"

"اس کا سیدھا سا جواب ہے کہ یہ ہماری خوش نصیبی اور تمہاری بدنصیبی ہے۔"

جیری نے کہا "تم حسین دوشیزاؤں کو دیکھ کر للچاتے ہو۔ مامیلا اور میکسی پر بھی تمہاری نیت خراب تھی۔"

"میں ان دونوں حسیناؤں کو تمہارے حوالے کردوں گا۔ میرے پاس آجاؤ۔"

"تم سے بغاوت کرنے کے صلے میں وہ خود ہی ہمیں حاصل ہورہی ہیں' ہم ان سے شادی کرنے والے ہیں۔"

"میں تم دونوں کو جہنم میں پہنچادوں گا۔"

"میکسی اور مامیلا کی شرط یہی ہے کہ ہم شادی سے پہلے تمہیں جہنم میں پہنچادیں۔"

"کیا؟ یہ کیا کہہ رہے ہو؟ کیا مجھے قتل کروگے؟"

"ہم کرنا نہیں چاہتے۔ مگر نہیں کریں گے تو شادی نہیں ہوگی۔"

"تو پھر کرو شادی اور کردو مجھے قتل۔ دیر کس بات کی ہے؟"

"وہ بات یہ ہے کہ ہم تمہاری طرح حرام زادے شیطان نہیں ہیں۔ مارنے سے پہلے سوچ رہے ہیں تمہارے ساتھ بہت عرصہ رہ چکے ہیں۔ لحاظ مروّت بھی کوئی چیز ہے۔"

تھرہال نے کہا "ہم تمہیں بچاؤ کا ایک موقع دیں گے۔ ایسا کرو کہ یہاں سے بھاگو۔ ایسی پناہ گاہ تلاش کرو' جہاں ہم تمہاری موت بن کر نہ آسکیں۔"

"کیسی باتیں کرتے ہو؟ میں اپنی قبر کھود کر چھپوں گا تو وہاں بھی تم دونوں آجاؤ گے۔"

"کسی تالے چابی والے کے پاس جاؤ اور اپنے دماغ کو مقفل کراؤ۔ اسی میں تمہاری سلامتی ہے۔"

وہ اٹھتے ہوئے بولا "میں زخمی ہوں۔ پھر بھی کوشش کروں گا کہ کسی ہپناٹائز کرنے یا خیال خوانی کرنے والے تک پہنچ جاؤں۔"

"گاڈمدر کی فیملی بھیس بدلنے میں مصروف ہے۔ وہ لوگ بھی یہ جگہ چھوڑ کر جارہے ہیں۔ تم اس طرح جاؤ کہ انہیں خبر نہ ہو۔"

اس نے اپنا مختصر سا سامان ایک تھیلے میں رکھا۔ پھر لنگڑاتے ہوئے مکان کے پچھلے حصے سے جانے لگا۔ گاڈمدر' وان لوئن' مامیلا اور میکسی دو گھنٹے تک میک اَپ کرنے اور اپنا ضروری سامان پیک کرنے میں مصروف رہے۔ وان لوئن نے کہا "میں پرگولا کے کمرے کا دروازہ باہر سے بند کرکے آتا ہوں تاکہ وہ ہمارا تعاقب نہ کرسکے۔"

وہ اس کمرے میں آیا۔ بستر خالی تھا۔ کمرا خالی تھا۔ اس نے آواز دی۔ باتھ روم میں بھی جاکر دیکھا۔ اس کے بعد تیزی سے چلتا ہوا آکر ماں سے بولا "ممی! وہ نہیں ہے۔"

"کون نہیں ہے؟"

"میں پرگولا کی بات کررہا ہوں۔ وہ یہاں سے بھاگ گیا ہے۔"

میکسی نے کہا "جیری اور تھرہال کہاں ہوں گے؟ کیا وہ اس کے فرار سے بے خبر ہیں؟"

"ہوسکتا ہے' وہ اپنی جگہ مصروف ہوں اور ابھی خیال خوانی نہ کررہے ہوں۔"

گاڈمدر نے کہا "مجھے خطرہ محسوس ہورہا ہے۔ وہ دونوں پرگولا کے غلام تھے۔ شاید اب بھی اس کے لیے کام کررہے ہوں اور وہ تینوں مل کر ہمیں دھوکا دے رہے ہوں۔"

"ممی! آپ نے عادل پر بھی شبہ کیا۔ فرہاد کو بھی دشمن بنالیا۔ اب ذرا محتاط رہیں۔ کسی ثبوت کے بغیر ان دونوں پر شبہ نہ کریں۔ ان کو آنے دیں۔ پھر بات ہوگی۔"

"اب پتا نہیں وہ کب آئیں گے۔ ایسا نہ ہو کہ ہم یہاں سے نکلتے ہی پھنس جائیں۔"

تھوڑی دیر بعد ہی جیری نے آکر مخاطب کیا۔ گاڈمدر نے پوچھا۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"تم اتنی دیر کہاں غائب رہے؟"

"میں اور تھرپال واشنگٹن کے ایئرپورٹ پر تھے۔ اب طیارے میں سوار ہو کر آرام سے بیٹھنے کا موقع ملا ہے تو میں رابطہ کر رہا ہوں۔"

"کیا تمہیں پتا ہے کہ پرگولا فرار ہو گیا ہے؟"

"کیا واقعی؟ یہ تو بہت برا ہوا۔ تم لوگ فوراً یہاں سے نکلو۔ وہ انتقام لینے کے لیے پولیس والوں کو تمہارے پیچھے لگا سکتا ہے۔"

وہ اس مکان سے اپنا اپنا سامان اٹھا کر گاڑی میں رکھنے لگے۔ جیری نے کہا "میں معلوم کرتا ہوں کہ پرگولا کہاں ہے؟"

وہ گاڈ مدر کے اندر خاموش رہا۔ پرگولا کے پاس نہیں گیا۔ کیونکہ تھرپال اس کے پاس تھا اور اسے انتقامی کارروائی سے روک رہا تھا۔ جیری نے تھوڑی دیر بعد گاڈ مدر سے کہا۔ "پرگولا! ہماری گرفت سے نکل گیا ہے۔ میں اس کے پاس جاتا ہوں تو وہ سانس روک لیتا ہے۔ اس نے کسی ہپناٹائز کرنے والے سے اپنے دماغ کو لاک کرایا ہے۔"

"پھر تو وہ ہمارے لیے مصیبت بن کر آئے گا۔"

"گھبراتی کیوں ہو؟ تم لوگوں کا حلیہ بدل چکا ہے۔ وہ پہچان نہیں سکے گا اور کسی خیال خوانی کرنے والے کو تمہارے دماغوں میں بھیج نہیں سکے گا۔"

وہ سب گاڑی میں بیٹھ کر کسی نئی منزل کی سمت جانے لگے۔

پرگولا ایک فٹ پاتھ پر لنگڑاتا ہوا چل رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ کہاں جائے؟ کیا کرے؟ وہ اچانک ہی کھوکھلا ہو گیا تھا۔ زخمی ہونے کے بعد پہلے جیسی جسمانی توانائی نہیں رہی۔ جادو منتر کے لیے حالات سازگار نہیں تھے۔ فٹ پاتھ پر چلتا ہوا سوچ رہا تھا کہ پہچانا جائے گا تو پکڑا جائے گا۔ آہنی سلاخوں کے پیچھے پہنچا دیا جائے گا۔

ایسے ہی وقت میں نے مخاطب کیا۔ "ہیلو پرگولا! کس حال میں ہو؟"

وہ چونک کر رک گیا۔ پھر بولا "تم؟ تم وہی مہربان دشمن ہو۔ دیکھو، میرا کیا حال ہو رہا ہے؟"

"کیا ہو رہا ہے۔ کچھ بتاؤ تو سہی؟"

"دھوبی کا کتا بن گیا ہوں۔ نہ گھر کا رہا ہوں نہ گھاٹ کا۔ گاڈ مدر نے سمجھوتے کے خلاف مجھ پر ظلم کیا ہے۔ میں وہاں سے بھاگ کر آ رہا ہوں۔"

"اب کہاں جا رہے ہو؟"

"تمہاری تلاش میں نکلا ہوں۔ مجھے سہارا دو۔ گاڈ مدر کو سزا دو۔"

"کیوں سزا دوں؟ کیا تم بہت معصوم ہو۔ تمہاری بدمعاشیوں اور شیطانی حرکتوں کی فہرست بہت طویل ہے۔ تمہیں اپنی طاقت اور اپنے جادو پر بہت غرور تھا۔ اب اس کی سزا پاؤ۔"

"میں نے بہت لمبی سزا پائی ہے۔ گاڈ مدر نے مجھ پر تھوکا ہے۔ اس کی بیٹی نے مجھے سینڈل سے مارا ہے۔ میں اپنی بے عزتی کا انتقام ضرور لوں گا۔ ایک بار مجھے سہارا دو۔ پھر میں اپنی تمام کھوئی ہوئی طاقتیں حاصل کر لوں گا۔"

"تمہیں پتا ہے، میں مسلمان ہوں۔ کسی شیطان کی مدد نہیں کروں گا۔"

"تم نے پہلے بھی تو میری مدد کی تھی۔ کیا تب مسلمان نہیں تھے؟"

"تمہیں اس حال کو پہنچانے کے لیے پہلے مدد کی تھی۔ اب تمہارے کام آؤں گا تو تمہاری بگڑی ہوئی حالت سنبھل جائے گی۔ تم عیش و آرام سے کھوئی ہوئی طاقتیں حاصل کرو گے۔"

"خدا تمہارا بھلا کرے گا۔ بس مجھے سنبھلنے کا موقع دے دو۔"

"لیکن تم دیکھ چکے ہو کہ میری ہر مدد کے پیچھے وہ دشمنی ہوتی ہے جو شیطان سے ہونی چاہیے۔"

"ہاں، تم نے دریا میں ڈوبنے سے بچایا۔ پھر گاڈ مدر کی انتقامی کارروائی سے محفوظ رکھا۔ اور میری حفاظت کرتے کرتے مجھے تمام قوتوں سے خالی کر کے فٹ پاتھ پر پہنچا دیا۔"

"کیا اب بھی چاہتے ہو کہ میں تمہاری مدد کروں؟"

"ہاں اس حد تک کرو کہ میرا زخم بھر جائے اور میں پہلے جیسا شہ زور بن جاؤں۔"

"تو پھر میرے مشورے پر عمل کرو۔ یہودیوں کے پاس جاؤ۔ ان سے معافی مانگ کر دوست بن جاؤ۔"

"کیا کہتے ہو، وہ مجھے گولی مار دیں گے۔"

"نہیں ماریں گے۔ تم ان کے لیے بہت اہم ہو۔ وہ تمہیں سر آنکھوں پر بٹھائیں گے۔"

"میری اہمیت ٹیلی پیتھی جاننے والے جیری، تھرپال اور مرینا کے باعث تھی۔ تینوں میرے ہاتھ سے نکل گئے ہیں۔ میں ان کے لیے خالی ڈبے کی طرح ہوں۔"

"مرینا، جیری اور تھرپال تمہیں واپس مل جائیں گے۔"

"کیا؟" وہ چونک کر خلاء میں تکنے لگا۔ پھر بولا "وہ..... وہ تینوں مجھے واپس مل جائیں گے؟ کیا کہہ رہے ہو میرے بھائی! میرے باپ! میں تمہارے قدموں کی خاک بن کر رہوں گا۔ ایک بار پھر بولو۔"

"میں ایک بار بولتا ہوں۔ پھر اس پر عمل کر کے دکھاتا ہوں۔ ابھی تمہارے تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والے واپس آ رہے ہیں۔"

وہ بے یقینی سے خلاء میں تک رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔ "بگڑنے میں دیر نہیں لگتی لیکن بگڑی بنانے میں برسوں لگ جاتے ہیں اور یہاں تو پلک جھپکتے ہی مجھے پہلے جیسی قوتیں اور صلاحیتیں مل رہی ہیں۔ کیا یہ یقین کرنے کی بات ہے؟ کیا ایسا ممکن ہے؟"

اسے جیری کی آواز سنائی دی۔ "ایسا ممکن ہے، اس لیے میں آ گیا ہوں۔ میں نے تھوڑی دیر پہلے تمہارے ساتھ جو سلوک کیا

...اس پر شرمندہ ہوں۔ مجھے معاف کر دو باس!"

وہ خوشی سے سینہ تان کر بولا "کوئی بات نہیں، انسان سے ہی ...ی ہوتی ہے۔ میں بھی غلطی پر تھا۔ تمہیں غلام سمجھتا تھا۔ آج ...، تم میرے چھوٹے بھائی ہو۔"

تھرپال کی آواز سنائی دی۔ "باس! میں بھی شرمندہ ہوں۔ کس ...ے معافی مانگوں؟"

وہ بڑی فراخ دلی سے بولا "ارے کوئی بات نہیں۔ جو ہوا اسے ...ل جاؤ۔ صبح کا بھولا شام کو لوٹ آئے تو اسے بھولا نہیں کہتے۔ ...ج سے تم بھی میرے چھوٹے بھائی ہو۔"

پھر مرینا کی آواز سنائی دی۔ "میں بھی بہت پچھتانے کے بعد ...ہوں۔ مجھے معاف کر دو۔"

وہ خوشی سے اچھل پڑا۔ راستہ چلنے والے رک کر حیرانی سے ...ے دیکھ رہے تھے۔ وہ جوش میں آ کر اونچی آواز سے بول رہا تھا۔ ...ں تمہیں بھی معاف کرتا ہوں۔ آج سے تم بھی میری بہن ہو۔"

مرینا نے کہا "باس! تو بڑا کتا ہے۔ میری عزت کی دھجیاں اڑا ...، مجھے بہن کہہ رہا ہے۔"

"وہ..... وہ میں مسرتوں کی مستی میں ایسا کہہ گیا۔ اب میں ...یں میلی نظروں سے نہیں دیکھوں گا۔"

"میں نظر آؤں گی تو دیکھو گے۔"

"کیا تم میرے پاس نہیں آؤ گی؟"

"میں نے اپنا سر منڈوا لیا ہے۔ میرے سر میں ایک بھی بال ...ں ہے۔ میں آؤں گی تو تمہیں ایک بال بھی نہیں ملے گا۔ اور تم ...لے جاؤ، مجھے لونڈی بنا کر نہیں رکھ سکو گے۔"

"پلیز، مجھے معاف کر دو۔ پچھلی باتیں بھول جاؤ۔ مجھے یقین دلاؤ ...، میری دوست بن کر رہو گی۔"

"ہاں، ہماری دوستی رہے گی۔ میں تمہارے دماغ میں آ کر ...مارے احکامات کی تعمیل کرتی رہوں گی۔"

جیری اور تھرپال نے بھی کہا کہ اب ان سے کبھی سامنا نہیں ...گا۔ لیکن وہ دونوں خیال خوانی کے ذریعے اس کے کام آتے رہیں ...ے۔

وہ خوشی سے لنگڑا لنگڑا کر فرش پر ناچنے لگا۔ مرد، عورتیں اور ...بچے ہنس رہے تھے اور تالیاں بجا رہے تھے۔ وہ کہہ رہا تھا "تم سب ...پاگل سمجھ رہے ہو۔ ہاں پاگل سمجھو اور تالیاں بجاؤ۔ میں کل ...تک تل ابیب شہر کا گورنر بن کر تم لوگوں پر راج کروں گا۔ کہاں ...تمہارے یہودی حکام اور پولیس والے؟ وہ آئیں اور مجھے ...گرفتار کریں۔"

وہ بول رہا تھا اور قہقہے لگا رہا تھا۔ وہاں بہت زیادہ بھیڑ دیکھ کر ...لیس والے آ گئے اور اسے پکڑ کر تھانے لے آئے۔ انسپکٹر نے ...پوچھا "تم کون ہو؟"

وہ مسکرا کر بولا "میں وہ آدمی ہوں جسے گرفتار کرنے پر تمہیں حکومت سے انعام ملے گا اور تمہیں ترقی بھی ملے گی۔ ریسیور اٹھاؤ اور ملٹری انٹیلی جنس کے چیف کا نمبر ڈائل کر کے بولو کہ تم نے جے پرگولا کو گرفتار کیا ہے۔"

انسپکٹر حیرت سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ "کیا تم جے پرگولا ہو؟ ہاں، حلیہ تو کچھ ایسا ہی ہے۔"

اس نے رابطہ کیا اور پرگولا کی گرفتاری کی خوشخبری سنائی۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔ "پرگولا سے بات کراؤ۔"

وہ ریسیور لے کر بولا "ہاں، میں پرگولا بول رہا ہوں۔ میری ٹانگ میں گولی لگی تھی۔ میں زخمی ہوں۔ اپنے افسروں سے کہو، مجھے آرام سے اسپتال پہنچائیں۔"

"ابے جادوگر کے بچے! ہمیں حکم دے رہا ہے۔"

"ہاں، ابھی حکم دے رہا ہوں۔ اگر مجھے اسپتال پہنچانے کوئی چھوٹا افسر آئے گا تو میں اپنی توہین سمجھ کر اسے خود اپنے ریوالور سے خودکشی کرنے پر مجبور کر دوں گا۔ تمہارے بڑے جانتے ہیں کہ میرے پاس تین ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ مرینا، جیری اور تھرپال ہاہاہا۔"

یہودیوں کے لیے یہ تین نام اتنے بڑے تھے کہ فوج اور انٹیلیجنس کے اعلیٰ افسران دوڑے چلے آئے۔ تھانے کے سامنے کئی فوجی گاڑیاں آ کر کھڑی ہو گئیں۔ افسران نے پرگولا کے سامنے پہنچتے ہی اسے سیلوٹ کیا اور اسے بڑی عزت سے فوجی اسپتال میں لے آئے۔ بڑے ڈاکٹروں نے اسے اٹینڈ کیا۔ اس کے لیے تازہ پھل آ گئے اور اس کی خدمت کے لیے خوبصورت نرسیں پہنچا دی گئیں۔ شباب اور شراب کا چولی دامن کا ساتھ ہوتا ہے۔ اس لیے اسکاٹ لینڈ کی مہنگی بوتلیں وہاں لا کر رکھ دی گئیں۔

میں نے دل ہی دل میں کہا، موج کر و بیٹا! قربانی سے پہلے بکرے کی اسی طرح پذیرائی ہوتی ہے۔

○☆○

یسمن ویلی میں کئی چھوٹی بڑی پہاڑیاں تھیں۔ ایک پہاڑی کی بلندی صرف بیس فٹ ہو گی۔ ہیرو نے اس کے پیچھے آ کر گاڑی روک دی۔ پھر کان لگا کر سننے لگا۔ سارہ نے پوچھا "کیوں رک گئے؟ کیا سن رہے ہو؟"

اس نے اشاروں سے سمجھایا کہ ہائی وے کی طرف بہت سی گاڑیوں کا شور ہے۔ میں پہاڑی پر چڑھ کر دیکھنے جا رہا ہوں۔ وہ گاڑی سے باہر نکلتی ہوئی بولی "میں بھی اوپر چلوں گی۔"

وہ ریوالور ہاتھ میں لیے اوپر چڑھنے لگی۔ اس کی گردن سے ایک دوربین لٹکی ہوئی تھی۔ ہیرو کو دوربین کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ بندر کی طرح اچھلتا اور دوڑتا ہوا سارہ سے بہت آگے نکل کر پہاڑی کی بلندی پر پہنچ گیا۔ پھر اوندھے منہ لیٹ کر ایک بڑے سے پتھر کی آڑ سے دیکھنے لگا۔ دور بہت دور فوجی گاڑیاں چھوٹے چھوٹے کھلونوں کی طرح متحرک دکھائی دے رہی تھیں۔ جو بنگلا وہ چھوڑ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

آئے تھے اسے چاروں طرف سے گھیر لیا گیا تھا۔

سارہ نے دوربین سے دیکھ کر کہا "وہ لوگ میرے بنگلے میں داخل ہو رہے ہیں۔"

ہیرو پتھر سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ وہ ایکسرے مین مارٹن' برین آدم اور بلیک آدم کی آوازیں سن چکا تھا اور اب پھر انہیں سننے کے لیے توجہ اُدھر مرکوز کر رہا تھا۔

برین آدم ہیڈ کوارٹر کے کنٹرولنگ روم میں تھا۔ وہاں بیٹھا ٹیلی فون اور ٹرانسیٹر کے ذریعے فوج کے ان افسران سے رابطہ کر رہا تھا جو چھوٹے چھوٹے فوجی دستوں کی راہنمائی کر رہے تھے۔ تین فوجی دستے سارہ کے بنگلے کے اطراف پھیل گئے تھے۔ ایک دستہ ہائی وے پر تھا اور دو دستے سمن ویلی کی پہاڑیوں کی سمت آنے والے تھے۔ اور ابھی اپنے اعلیٰ افسران کے حکم کے منتظر تھے۔

ایکسرے مین مارٹن اپنی خفیہ رہائش گاہ میں بیٹھا ہوا ٹیلی فون' ٹرانسیٹر اور خیال خوانی کے ذریعے برین آدم اور بلیک آدم کو گائیڈ کر رہا تھا۔ اس کے سامنے تل ابیب' جافا اور سمن ویلی کا ایک بہت بڑا نقشہ ایک بڑی سی میز پر بچھا ہوا تھا۔

بلیک آدم تمام فوجی دستوں کا کمانڈر تھا۔ وہ تمام فوجی دستے اس کے احکامات پر عمل کر رہے تھے۔ بلیک آدم اس وقت سارہ کے بنگلے کے اندر گیا ہوا تھا اور وہاں سے ٹرانسیٹر کے ذریعے برین آدم سے کہہ رہا تھا۔ "وہ بندر آدمی یہاں نہیں ہے۔ یہاں سامان کی ابتری سے پتا چلتا ہے' اس کے ساتھ سارہ بھی ہے۔ دونوں عجلت میں یہ جگہ چھوڑ کر گئے ہیں۔ زنانہ لباس کی الماری کھلی ہوئی ہے۔ اور چولہا ہلکا سا گرم ہے۔"

ایکسرے مین مارٹن نے کہا "اس کا مطلب ہے' وہ دونوں زیادہ دور نہیں گئے ہیں۔ تم سمن ویلی کی طرف جاؤ۔"

یہ سنتے ہی ہیرو نے سارہ کو پہاڑی سے اترنے کا اشارہ کیا۔ وہ دونوں دوڑتے ہوئے گاڑی کے پاس آئے۔ ہیرو نے سارہ کو گاڑی ڈرائیو کرنے کا کہا۔ پھر اس کے پاس بیٹھ کر کمپیوٹر کو آپریٹ کرتے ہوئے سارہ کو بتانے لگا کہ برین آدم اور بلیک آدم کس طرح انہیں تلاش کر رہے ہیں اور اب ان پہاڑیوں کی طرف آ رہے ہیں۔

سارہ نے گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے کہا "میں جدھر جا رہی ہوں' اُدھر دس میل آگے اٹامک پلانٹ ہے۔ یہ پلانٹ ایک مربع میل کی وسعت میں ہے۔ میں اس راستے سے کترا کر یروشلم کے راستے پر چلوں گی۔"

اس نے کمپیوٹر کے ذریعے پوچھا "کیا ہم نظروں میں آئے بغیر پلانٹ کے پچھلے حصے میں نہیں پہنچ سکتے؟"

"ہاں' ایک لمبا چکر کاٹ کر جا سکتے ہیں۔"

"تو پھر تیزی سے چلو۔"

وہ گاڑی کی رفتار بڑھاتے ہوئے بولی "فوجی سیکڑوں کی تعداد میں ہیں۔ ہم جدھر جائیں گے۔ اُدھر بھی ان کی خاصی تعداد ہوگی۔ ہمارے کھانے پینے اور پیٹرول حاصل کرنے کے تمام راستے مسدود کیے گئے ہوں گے۔ کیا یہ ساری باتیں تمہارے ذہن میں ہیں؟"

"ہاں۔ میں سمجھ رہا ہوں۔ ہم کہیں نہ کہیں ان کے محاصرے میں آجائیں گے۔"

"جب گرفتار ہونا ہی ہے تو یوں فرار ہونے کا مقصد کیا ہے؟"

"یہی کہ ناکامیوں کے اندر سے کامیابیوں کے راستے نکلتے ہیں۔ تم چلتی رہو۔"

وہ ڈرائیو کرتی رہی۔ بہت دور ایٹمی پلانٹ کی عمارت اور اس کے احاطے کی وسیع و عریض چار دیواری نظر آ رہی تھی۔ احاطے کی دیواروں پر خاردار تار بچھے ہوئے تھے۔ سامنے بہت بڑے گیٹ پر فوجی پہریدار تھے۔ سارہ دور ہی سے راستہ بدل کر اس کے پچھلے راستے کی طرف آگئی۔ پھر اس نے ایک ٹیلے کے پیچھے گاڑی روک دی۔

ہیرو نے کمپیوٹر کے ذریعے کہا "میں اس عمارت کے اندر جاؤں گا۔ تم یہاں میرا انتظار کرو گی۔"

"تم اندر کیسے جاؤ گے۔ بہت سخت پہرا ہے۔"

"انسانوں کے لیے پہرا ہے اور میں بندر بھی ہوں۔"

"لیکن وہاں جا کر کیا حاصل ہوگا؟"

"وہاں مملکتِ اسرائیل کے بڑے بڑے سائنس داں ہیں۔ میں ان میں سے ایک دو کو یرغمال بناؤں گا تو وہ ہم دونوں کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ پھر ہم اپنی سلامتی کے سلسلے میں مطالبات پیش کر سکیں گے۔"

وہ مسکرا کر بولی "ہیرو! تم بہت ذہین ہو۔ میں تمہیں بہت پسند کرنے لگی ہوں۔"

اس نے کمپیوٹر کو بند کیا۔ اس کے ہینڈل سے لگی ہوئی زنجیر کو گلے میں ڈال کر اس پورٹیبل کمپیوٹر کو سامنے کی طرف لٹکا لیا۔ ڈیش بورڈ سے ریوالور نکال کر اُس میں سائلنسر لگایا۔ اس کی فاضل گولیاں جیب میں بھر لیں۔ پھر گاڑی سے باہر نکل کر اسے ہاتھ کے اشارے سے سمجھایا۔ "اطمینان سے بیٹھی رہو۔ میں جلد ہی آؤں گا۔"

وہ وہاں سے دوڑتا ہوا احاطے کی دیوار کے پاس آیا۔ وہ دیوار دس فٹ اونچی تھی۔ سیدھی دیوار پر چڑھنا مشکل تھا۔ سارہ دیکھ رہی تھی اگر وہ چڑھ بھی جاتا تو اوپر بچھے ہوئے خاردار تاروں سے آگے نہ جا پاتا۔

وہ بھول گئی تھی کہ صرف ایک انسان کے ساتھ نہیں' بندر کے ساتھ بھی ہے۔ یکلخت وہ فضا میں اچھلا۔ دس فٹ کی بلندی تک اچھلتا ہوا تار کانٹوں پر جا کھڑا ہوا۔ اس نے موٹے سول کے چرمی جوتے پہنے ہوئے تھے۔ وہاں وہ صرف پانچ سیکنڈ تک کھڑا رہا۔ پھر احاطے کے اندرونی حصے پر نظر ڈالتے ہی چھلانگ لگا کر زمین پر آکر کھڑا ہوگیا۔

ذرا فاصلے پر ایک کیبن تھا جس میں ایک مسلح گارڈ کھڑا ہوا تھا۔ عمارت کے ایک طرف دو مسلح گارڈز باتیں کرتے ہوئے جا رہے تھے۔ جب وہ نظروں سے اوجھل ہوگئے تو وہ دوڑتا ہوا کیبن کی طرف آیا۔ قدموں کی آواز سن کر گارڈ پوچھتا ہوا باہر نکلا۔ "کون ہے؟"

اس کے باہر نکلتے ہی منہ پر ایک فولادی ہاتھ پڑا۔ وہ چکرا کر گر پڑا۔ اس حیرت انگیز جسمانی قوت رکھنے والے کا ایک ہی ہاتھ کافی تھا۔ وہ کیبن کی چار دیواری کے اندر آکر کھڑا ہوگیا۔ وہاں سے دور تک نظریں دوڑانے لگا۔ وہاں سے عمارت پچیس گز کے فاصلے پر تھی۔ دیوار کے ساتھ ایک پائپ تھا' جو اوپر چھت تک گیا تھا۔ عمارت کی چند کھڑکیاں کھلی تھیں۔ ان پر کلرڈ شیشے تھے۔ باہر سے اندر کا منظر دکھائی نہیں دیتا تھا لیکن وہ قوتِ بصارت سے دیکھ رہا تھا۔

ان کھڑکیوں کے پیچھے آفس نما کمرے تھے۔ ان کمروں میں کوئی میز پر جھکا ہوا تھا۔ کوئی الماری کی دراز کھول کر کچھ نکال رہا تھا اور کوئی دیوار پر لگے ہوئے بڑے سے سوئچ بورڈ کے بٹن آف اور آن کر رہا تھا۔ ہیرو کو جب یقین ہوا کہ کوئی کھڑکی کے باہر نہیں دیکھ رہا ہے تو اس نے کیبن سے باہر چھلانگ لگائی۔ دوڑتا ہوا عمارت کی دیوار کے پاس آیا۔ پائپ کے ذریعے اوپر چڑھنے لگا۔ اس کی پھرتی قابلِ دید تھی۔ ایک بندر کی طرح تیزی سے چھت پر پہنچ گیا تھا۔

کھڑکی کی طرف آنے والا ایک شخص چونک گیا۔ اس نے جلدی سے کھڑکی کا ایک پٹ کھول کر قریب سے گزرنے والے پائپ کو دیکھا۔ پھر گردن باہر نکال کر چھت کی طرف نظر کی۔ اسے ہیرو کی ایک جھلک ملی۔ پھر وہ چھت پر نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ ایک شخص نے پوچھا۔ "ویل ڈاکٹر! کھڑکی کے باہر کیا دیکھ رہے ہو؟"

وہ بولا "میں نے کسی کو پائپ کے ذریعے چھت پر جاتے دیکھا ہے۔"

"کیا واقعی؟"

"ہاں۔ مگر یقین نہیں آ رہا ہے۔ اس آدمی کی ایک دُم تھی۔ جیسے بندر کی ہوتی ہے۔"

اس کے دو ساتھی اس بات پر ہنسنے لگے۔ ایک نے کہا "ذرا غور سے دیکھنا چاہیے تھا اس کے سر پر سینگ بھی ہوں گے۔"

"بھئی میں مذاق نہیں کر رہا ہوں۔"

دوسرے ساتھی نے کہا "ڈاکٹر! آج تم صبح سے اپ سیٹ ہو۔ تمہیں چھٹی لے کر آرام کرنا چاہیے۔"

وہ سوچ میں پڑ گیا۔ یہ بات ناقابلِ یقین اور مضحکہ خیز تھی کہ کسی آدمی کی دُم دیکھی گئی ہے۔ پھر بھی اس نے ریسیور اٹھا کر چھت پر رہنے والے سیکیورٹی افسر سے رابطہ کیا پھر کہا "مجھے شبہ ہے کہ کوئی پائپ کے ذریعے چھت پر گیا ہے۔ پلیز' بی الرٹ۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ چھت پر ایک بڑا سا کمرا تھا۔ اس میں ایک افسر اور دو گارڈز تھے۔ ہیرو چھت پر آتے ہی اس کمرے کی چھت پر پہنچ گیا تھا۔ وہاں سے کان لگا کر سن رہا تھا۔ سیکیورٹی افسر کہہ رہا تھا۔

"سر! ہمیں چھت پر کوئی نظر نہیں آیا ہے۔ پھر بھی میں دیکھتا ہوں۔"

وہ ریسیور رکھ کر دونوں ماتحت گارڈز سے بولا "باہر نکل کر دیکھو۔ کیا چھت پر کوئی ہے؟"

وہ دونوں باہر گئے۔ چھت پر سے ایک زینہ نیچے عمارت کے اندر گیا تھا۔ انہوں نے دیکھا' وہاں چھت پر بہت بڑا راڈار اور ایک ڈش انٹینا نصب کیا گیا تھا۔ وہ گارڈز ہر طرف چیک کرکے کمرے میں آئے تو ان کا افسر فرش پر بے ہوش پڑا تھا۔ ان میں سے ایک خطرے کی گھنٹی بجانے کے لیے دوڑتا ہوا گیا لیکن بٹن تک پہنچنے سے پہلے ہی گولی کھا کر گر پڑا۔ تیسرے نے گھوم کر دیکھا تو اس عجوبے کو چند ساعتوں تک دیکھتا ہی رہ گیا۔

ہیرو نے اسے نشانے پر رکھ کر کمپیوٹر کو کھولا۔ اسے آپریٹ کیا۔ گارڈز نے اس کی اسکرین پر پڑھا۔ وہاں لکھا ہوا تھا۔ "جس نے بھی فون پر چیک کرنے کو کہا تھا۔ اسے کہو' یہاں کوئی نہیں ہے۔"

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ اس نے متعلقہ کمرے کے ڈاکٹر سے

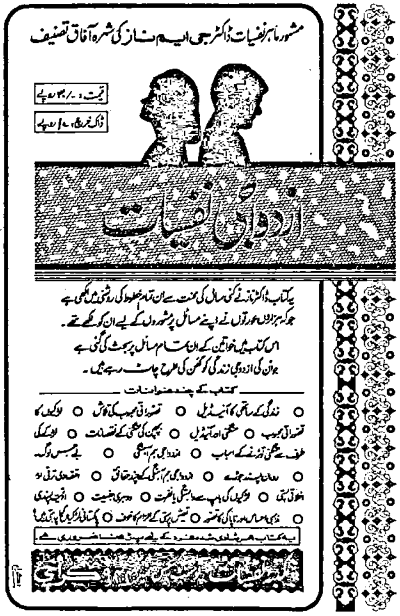

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

رابطہ کر کے کہا۔ "سر! یہاں کوئی نہیں ہے۔ ہم نے اچھی طرح دیکھ لیا ہے۔"

دوسری طرف نے "ٹھیک ہے۔" کہہ کر رابطہ ختم کر دیا گیا۔ گارڈ نے پلٹ کر ہیرو کو دیکھا۔ گلے سے لٹکے ہوئے کمپیوٹر کی اسکرین پر لکھا تھا "یہاں جو بڑے سائنس دان موجود ہیں۔ ان کے نام اور حلیے بتاؤ۔"

اس نے کہا "یہاں سب سے سینئر اور تجربہ کار سائنس دان کا نام بینجمن گولڈ اسٹائن ہے۔ اس کے سر پر سفید بال ہیں۔ پیشانی چوڑی اور ابھری ہوئی ہے۔ اس کی ناک کے دائیں طرف ایک بڑا سا سیاہ داغ ہے۔"

وہ کس فلور پر ہے؟ اس کے کمرے کی نشاندہی کرو۔"

"تیسرے فلور پر ایک وسیع و عریض لیبارٹری ہے۔ اس لیبارٹری کے ساتھ ہی ایک بڑے سے دفتری کمرے میں وہ رہتا ہے۔"

"لیبارٹری میں کتنے افراد ہیں؟ اور وہاں سیکیورٹی کا کیا انتظام ہے؟"

"سیکیورٹی کا نظام صرف زمین پر اور چھت پر ہے۔ عمارت کے اندر ہم گارڈز کو جانے کی اجازت نہیں ہے۔ انٹرکام کے ذریعے ہم سے رابطہ رہتا ہے۔ لیبارٹری میں چھ ماتحت سائنس دان معروف ہیں؟

"اپنے سائنس داں ڈاکٹر گولڈ اسٹائن سے رابطہ کرو۔ مگر اسے اپنی آواز نہ سناؤ۔"

اس نے پھر حکم کی تعمیل کی۔ رابطہ ہونے پر ہیرو نے ریسیور کو کان سے لگایا۔ کوئی دوسری طرف سے پوچھ رہا تھا۔ "ہوں۔ بولو۔ کیا بات ہے؟"

ہیرو نے رابطہ ختم کیا۔ پھر اس آواز پر توجہ مرکوز کی۔ وہ جھنجلا کر کہہ رہا تھا۔ "دہاٹ نان سنس۔ یہ کس نے کال کی تھی؟" پھر ایک دوسری آواز سنائی دی۔ کوئی کہہ رہا تھا۔ "سر! میرے دفتر کا بھی انٹرکام کچھ گڑبڑ ہے۔ میں اپنے اسسٹنٹ سے کہہ دوں گا۔ وہ ابھی آکر اسے چیک کر لے گا۔"

ڈاکٹر گولڈ اسٹائن کی آواز سنائی دی۔ "ہوں۔ تو میں کیا کہہ رہا تھا؟"

"سر! آپ فرما رہے تھے کہ ایٹم بم کا جو بنیادی کیپسول تیار ہو گیا ہے۔ اس کے بعد ہمارے اسٹاک میں یورینیم کی کمی ہو گئی ہے۔ ایٹم بم کو مکمل کرنے کے لیے مزید یورینیم کی ضرورت ہے۔"

"یس سر! میں نے نوٹ کر لیا ہے۔ فوج کے متعلقہ افسران سے ابھی بات کروں گا۔"

"وہ کیپسول لیبارٹری میں شیشے کے باکس کے اندر محفوظ ہے۔ میں یہ خطرناک کیپسول یہاں بارہ گھنٹے سے زیادہ نہیں رکھوں گا۔ اسے جلد سے جلد انڈر گراؤنڈ ایئر کنڈیشنڈ اسٹور میں پہنچا دیا جائے۔"

تھوڑی دیر بعد آواز آئی۔ "یس سر! میں نے نوٹ کر لیا ہے۔ اس کیپسول کو جلد ہی یہاں سے منتقل کیا جائے گا۔"

"میری طرف سے چھٹی کی ایک درخواست ٹائپ کرو۔ میں ایک ہفتہ سوئٹزرلینڈ میں گزارنا چاہتا ہوں۔"

ہیرو نے کمپیوٹر کو آپریٹ کیا۔ اسکرین پر ابھرنے والی تحریر نے گارڈ سے پوچھا "کیا تم کبھی تیسرے فلور پر گئے ہو؟"

وہ بولا "ہر صبح پانچ بجے صفائی کے دوران ہم صفائی کرنے والوں پر نظر رکھنے جاتے ہیں۔ پھر ان کے ساتھ باہر آجاتے ہیں۔"

"کیا تیسرے فلور پر پہنچنے کے راستے میں رکاوٹ ہے؟"

"جی ہاں۔ کاؤنٹر پر اپنی شناخت پیش کرنے اور مخصوص انٹری کارڈ دکھانے کے بعد کاؤنٹر کا سیکیورٹی گارڈ ایک بٹن دبا کر دروازہ کھولتا ہے۔"

"میرے آگے چلو اور مجھے تیسری منزل پر پہنچاؤ۔ کوئی چالاکی دکھاؤ گے تو تمہارے ساتھ یہ ہو گا۔"

اس نے ریوالور کا رخ سیکیورٹی افسر کی طرف کیا۔ وہ فرش پر پڑا تھا۔ ہوش میں آ رہا تھا۔ ہیرو نے اسے ہوش میں آنے سے پہلے ہی گولی مار دی۔ گارڈ نے سہم کر تھوک نگلتے ہوئے کہا "میں وہی کروں گا جو تم چاہتے ہو۔"

وہ کمرے سے باہر آئے اور آگے پیچھے چلتے ہوئے زینے تک پہنچے۔ پھر زینے سے نیچے اتر کر تیسری منزل کے کاؤنٹر پر آئے۔ کاؤنٹر کا مسلح گارڈ ہیرو کو دیکھتے ہی چونکا۔ پھر اس نے ہولسٹر سے ریوالور نکالنا چاہا۔ اس سے پہلے ہی ہیرو نے اسے گولی مار دی۔ پھر گارڈ کو اشارے سے مخاطب کیا "دروازہ کھولو۔"

اس نے کاؤنٹر کے پیچھے جا کر ایک بٹن کو دبایا۔ کوریڈور کا سلائیڈنگ دروازہ کھلنے لگا۔ وہ پھر کاؤنٹر سے باہر آیا۔ ایک بٹن کو دبایا۔ وہ دروازہ بھی دو حصوں میں تقسیم ہو کر کھلتا گیا۔

دوسری طرف ایک وسیع و عریض لیبارٹری کا منظر تھا۔ قریب ہی شیشے کی دیواروں سے بنا ہوا ایک کمرا تھا۔ ہیرو نے غیر معمولی تیز نظروں سے شیشے کے کمرے میں بیٹھے ہوئے ڈاکٹر گولڈ اسٹائن کو پہچان لیا۔ اس کی واضح پہچان یہی تھی کہ اس کی ناک کے دائیں طرف ایک بڑا سا سیاہ داغ تھا۔

جب ہیرو لیبارٹری میں داخل ہوا تو تمام ماتحت سائنس دان کام روک کر اسے حیرانی سے دیکھنے لگے۔ ڈاکٹر گولڈ اسٹائن کرسی سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ وہ وہاں سے خطرے کے الارم تک پہنچنا چاہتا تھا اس سے پہلے ہی ہیرو نے دوڑتے ہوئے چھلانگ لگائی۔ پھر شیشے کی دیوار کو توڑتا ہوا ڈاکٹر کے سامنے پہنچ گیا۔ ڈاکٹر ہکا بکا سا ہکلا کر بولا "کک..... کون ہو تم؟"

ہیرو نے اسے دھکا دے کر کرسی پر بٹھا دیا۔ اسے ریوالور کے نشانے پر رکھ کر تمام ماتحت سائنس دانوں کو اشارے میں سمجھایا کہ اپنے ماسٹر سائنس دان کی زندگی چاہتے ہو تو اپنے دونوں ہاتھ سروں پر رکھ لو۔

سب نے یہی کیا۔ ہیرو دور تک لیبارٹری کے ہر حصے کو قوتِ بصارت سے دیکھ رہا تھا۔ اسے دور وہ شیشے کا باکس نظر آیا۔ اس باکس کے اندر ایک شیشے کی ڈبیا رکھی ہوئی تھی اور اس ڈبیا کے اندر وہ کیپسول دکھائی دے رہا تھا۔

ڈاکٹر گولڈ اسٹائن اسے دیکھ کر کہہ رہا تھا۔ "میں سمجھ رہا ہوں' تم نے چہرے پر بندر کا ماسک چڑھایا ہوا ہے اور پیچھے بندر کی دُم لگا رکھی ہے۔ لیکن تم غلطی کر رہے ہو۔ اس طرح نہ چھپ سکو گے۔ نہ گرفتاری سے بچ سکو گے۔"

اس نے کمپیوٹر کو آپریٹ کیا۔ اسکرین پر ابھرنے والی تحریر کہنے لگی "ڈاکٹر گولڈ اسٹائن! تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ میں پیدائشی بندر ہوں۔ اس گارڈ سے پوچھ لو۔ میں ابھی ایک سیکیورٹی افسر اور دو سیکیورٹی گارڈز کو قتل کر کے یہاں آیا ہوں۔ اگر تم نے میرے حکم کی تعمیل میں دیر کی تو وقت ضائع نہیں کروں گا' گولی مار دوں گا۔"

ڈاکٹر نے سہم کر گارڈ کو دیکھا۔ گارڈ نے بے بسی سے کہا "یس سر! یہ مُنہ سے نہیں بولتا ہے۔ کمپیوٹر سے بھی کم بولتا ہے۔ گولیاں زیادہ چلاتا ہے۔ میری آنکھوں کے سامنے تین قتل کر چکا ہے۔"

ڈاکٹر نے خوفزدہ ہو کر پوچھا "تم کیا چاہتے ہو؟"

ہیرو نے اسکرین کی طرف اشارہ کیا' وہاں لکھا تھا "شیشے کے باکس میں ایٹم بم کا جو بنیادی کیپسول رکھا ہوا ہے اسے یہاں لانے کو کہو۔"

ڈاکٹر نے پریشان ہو کر کہا "وہ بہت خطرناک ہے۔ یہاں اسے مخصوص ٹمپریچر کے مطابق رکھا گیا ہے۔"

"میں اسے باہر نہیں لے جاؤں گا۔ اپنے اسسٹنٹ سے کہو' کیپسول یہاں میز پر لا کر رکھ دے۔"

ڈاکٹر نے ایک ماتحت کو حکم دیا۔ ماتحت نے باکس کو کھول کر شیشے کی ڈبیا نکالی۔ پھر اسے لا کر ہیرو اور ڈاکٹر کے سامنے میز پر رکھ دیا۔ کمپیوٹر کی اسکرین پر تحریر نے پوچھا۔ "تفصیل بیان کرو کہ یہ کن معنوں میں خطرناک ہے۔"

وہ بولا "تم بندر ہو۔ میں تمہیں یہ سائنسی باتیں کیسے سمجھاؤں۔"

اسکرین کی بدلتی ہوئی تحریر نے کہا "تمہارا پہلا خیال درست تھا۔ میں نے چہرے پر بندر کا ماسک پہنا ہے اور پیچھے دُم لگائی ہے۔ میں اصل میں انسان ہوں اور تمہاری طرح سائنس دان۔ اب بولو۔"

اس نے کہا "یہ ایٹم بم کا بنیادی کیپسول ہے۔ اس کیپسول میں تباہ کن ذرّات ہیں۔ ابھی یہ پازیٹو ہے۔ اس کے ساتھ ایک نیگیٹو کیپسول منسلک رہتا ہے۔ جب اس پر نیگیٹو کی ضرب لگتی ہے تو یہ بلاسٹ ہوتا ہے۔"

کمپیوٹر کی اسکرین نے پوچھا "اگر میں اپنے ریوالور سے اس پر گولی چلاؤں تو کیا ہو گا؟"

وہ گھبرا کر بولا "فار گاڈ سیک! ایسی حماقت نہ کرنا۔ یہاں سے تل ابیب کے مغربی ساحل تک ایسی تباہی پھیلے گی کہ ایک بھی انسان اور جانور زندہ نہیں بچے گا۔ ہیروشیما اور ناگاساکی کے بعد یہ تیسری بدترین بلاسٹنگ ہو گی۔"

"اس کے ٹمپریچر کے متعلق بتاؤ۔"

"جب تم سائنس داں ہو تو سمجھ سکتے ہو کہ اس لیبارٹری کا ٹمپریچر کیا ہو سکتا ہے۔"

"یہاں تو نارمل کولنگ ہے۔"

"ہاں' میں نے غلط کہا تھا کہ اس کے لیے مخصوص ٹمپریچر ہوتا ہے۔"

"آئندہ کوئی غلط بات کہو گے تو اس کا نقصان میرے ساتھ تمہیں بھی ہو گا۔ یہ بتاؤ آج کل اسرائیل کا موسم اس کے لیے کیسا ہے؟"

"مناسب ہے۔ اسے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کے لیے باہر لے جایا جا سکتا ہے۔ اسے زیادہ تر ایئر کنڈیشنڈ کمرے یا اسٹور میں رکھنا چاہیے۔"

"اب ریسیور اٹھاؤ اور اپنی سیکیورٹی سے کہو کہ احاطے کے باہر پچھلے حصے میں ایک ٹیلے کے پیچھے ایک گاڑی ہے۔ اس میں مس

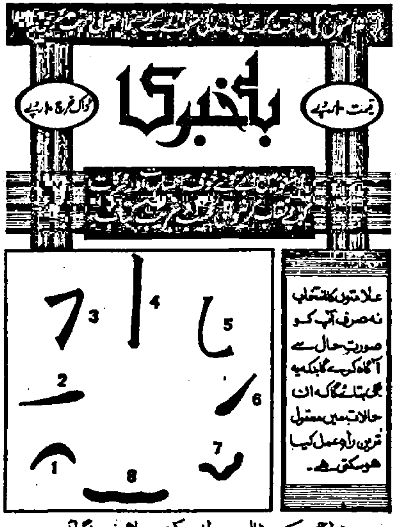

ہر اچھے بک اسٹال سے طلب کریں یا ہم سے منگوائیں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

سارہ بیٹھی ہیں۔ انہیں عزت سے یہاں لے آئیں۔"

ڈاکٹر نے حکم کی تعمیل کی ایک سیکیورٹی افسر کو سارہ کے متعلق بتایا۔ پھر کہا "ہم نے یہ کیپسول بڑی رازداری سے بنایا ہے۔ دنیا کے کسی ملک نے اتنا چھوٹا سا ایٹم بم تیار نہیں کیا ہے۔ امریکا جیسی سپرپاور کو یہ خبر ملے گی تو اسے پسینہ آجائے گا۔ کیا یہ بتاؤ گے کہ تم کس ملک کے لیے کام کررہے ہو؟"

"میں ایک نئی دنیا کے لیے کام کررہا ہوں۔ اس نئی دنیا کا نام ہے سارہ۔ میں اسے شاد و آباد رکھنے کے لیے اتنی محنت کررہا ہوں۔"

"ایک لڑکی سے عشق کرنے اور اس کے ساتھ وقت گزارنے کے لیے یہ کیپسول کیوں ضروری ہے؟"

"میرے نصیب میں لکھا ہے کہ میں ڈنڈے کے زور پر عشق قائم رکھ سکوں گا۔"

سارہ دو گارڈز کے درمیان لیبارٹری میں داخل ہوئی۔ پھر ہیرو کو دیکھ کر اُس کی طرف دوڑی اور بولی "کیا تم خیریت سے ہو۔ تمہارے ہاتھ کا ریوالور بتا رہا ہے کہ گرفتار نہیں ہوئے ہو۔"

وہ کمپیوٹر کے ذریعے بولا "ہم ان پر حاوی ہیں۔ یہ جو میز پر شیشے کی ڈبیا رکھی ہوئی ہے۔ اس کے اندر کا یہ ننھا سا کیپسول اسرائیل کے ایک حصے کو پوری طرح نیست و نابود کردے گا۔ کوئی ہمارے قریب آکر ہمیں نقصان نہیں پہنچائے گا۔ اور اگر پہنچائے گا تو ہمارے ساتھ وہ بھی تباہ ہوجائے گا۔"

"صرف وہ نہیں، یہاں سے تل ابیب تک کوئی زندہ نہیں بچے گا۔ تل ابیب کھنڈر بن جائے گا۔"

وہ خوش ہوکر قریب آئی۔ پھر ہیرو کے بازو سے لگ کر بولی "تم نے تو پورے اسرائیل کی دُکھتی ہوئی رگ پکڑلی ہے۔ واہ ہیرو! آئی رئیلی لَو یو۔ تم واقعی ہیرو ہو۔"

وہ کمپیوٹر کے ذریعے بولا "میری ساری جدوجہد کا انعام تمہاری ایک مسکراہٹ ہے۔ اب ملٹری انٹیلجنس کے چیف سے رابطہ کرو اور کہو کہ وہ ہمیں گرفتار کرنے آئے۔"

وہ آرام سے ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ ٹیلی فون کو اپنے قریب کیا۔ پھر ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگی۔ رابطہ قائم ہونے میں کچھ دیر لگی۔ پھر برین آدم کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو، کیا رپورٹ ہے؟"

وہ بولا "رپورٹ یہ ہے کہ میں سارہ بول رہی ہوں۔ جسے تم لوگ بندر آدمی کہتے ہو۔ وہ میرا ہیرو ہے۔"

وہ بولا "سارہ عقل سے کام لو۔ اس بندر آدمی کو ہمارے حوالے کردو۔ بتاؤ تم کہاں ہو؟"

"اسے بندر آدمی نہیں، ہیرو کہو۔"

"ٹھیک ہے، ہیرو کہتا ہوں۔ وہ چند گھنٹوں میں گرفتار ہوکر زیرو ہوجائے گا۔ کیا تم اتنی نادان ہو؟ اتنا نہیں سمجھ سکتیں کہ وہ عجوبہ چھپ نہیں سکے گا۔ سرحد پار کرنے سے پہلے ہی گرفتار ہوجائے گا۔"

"تمہیں یہ علم نہیں ہے کہ اسے اپنی گرفتاری کا ذرا خوف نہیں ہے۔ وہ میرے ساتھ زندگی گزارنے کے لیے بقا کی جنگ لڑ رہا ہے اور میدان مار رہا ہے۔"

ہیرو اسے محبت سے مسکرا کر دیکھ رہا تھا۔ وہ بولی "مسٹر آدم! اب تک تمہاری انٹیلجنس نے یہ معلوم کرلیا ہوگا کہ میں ایٹمی پلانٹ کی عمارت میں ہوں اور ڈاکٹر گولڈ اسٹائن کے فون پر بول رہی ہوں۔"

"ہاں، معلوم ہوچکا ہے۔ اب تم دونوں اس عمارت سے باہر نہیں جاسکو گے۔ فوج اسے چاروں طرف سے گھیر رہی ہے۔"

"مسٹر آدم! تم ابھی رپورٹ پوچھ رہے تھے۔ یہ لو ڈاکٹر گولڈ اسٹائن کی رپورٹ سنو۔"

اس نے ریسیور بڑھایا۔ ڈاکٹر نے اسے کان سے لگا کر کہا "چیف! میں ڈاکٹر بول رہا ہوں۔ میں نے پچھلے روز ایٹم بم کے بنیادی کیپسول کی تفصیلی رپورٹ بھیجی تھی۔ کیا آپ نے پڑھی تھی؟"

"جی ہاں۔ مگر آپ ان دشمنوں کے سامنے اس کیپسول کا ذکر نہ کریں۔"

"آپ ذکر کرنے سے روک رہے ہیں؟ جناب! وہ کیپسول بندر آدمی کے قبضے میں ہے؟"

برین آدم نے چیخ کر پوچھا "یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ وہ کیپسول اس کے قبضے میں کیسے چلا گیا؟"

"میں خود حیران ہوں کہ اسے کیپسول کی اہمیت کا علم کیسے ہوگیا تھا۔ اب تو صورتِ حال یہ ہے کہ یمین دیلی، جافا اور پورا تل ابیب بارود کے ڈھیر پر ہے۔ ایک تیلی دکھانے کی دیر ہے۔ یہ کیپسول کو گولی مارنے کی بات کررہا ہے۔"

برین آدم پر سکتہ سا طاری ہوگیا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایک آدمی جو نصف بندر ہے، وہ پورے ملک کو ایک چٹکی میں پکڑ لے گا، چٹکی میں صرف پکڑا جاسکتا ہے اس نے تو جکڑ لیا تھا۔

ایکسرے مین مارٹن اس کے اندر رہ کر ساری باتیں سن رہا تھا اور اب ڈاکٹر گولڈ اسٹائن کے اندر آکر اُس کے ذریعے دیکھ رہا تھا۔ سارہ کیپسول والی شیشے کی ڈبیا اٹھا کر اپنے بلاؤز کے گریبان میں رکھ رہی تھی اور کہہ رہی تھی۔

"یہ ایک پل میں لاکھوں افراد کو موت کی نیند سُلانے والا کیپسول ہے۔

"اسے میں نے اپنے دھڑکتے ہوئے دل کے قریب رکھ لیا ہے اور میں قسم کھاتی ہوں۔ آج سے اس بھیانک موت کے سائے میں میرا دل صرف اپنے ہیرو کے لیے دھڑکتا رہے گا۔

"کوئی مائی کا لال آئے اور اس موت اور محبت کو میرے سینے سے الگ کرکے دکھائے۔"

برین آدم پر سکتہ سا طاری تھا۔ ایکسرے مین مارٹن خیال
...نی کے ذریعے ڈاکٹر گولڈ اسٹائن کے دماغ میں آکر اس لیبارٹری کا
...ر دیکھ رہا تھا۔ ہیرو سائیلنسر لگا ہوا ریوالور پکڑے وہاں کے سب
...بڑے اور معروف سائنس دان گولڈ اسٹائن کے پاس ہی کھڑا
...اگر سیکیورٹی گارڈز اسے بچانے کی ذرا سی بھی کوشش کرتے تو
...سائنس دان کو گولی ماردیتا۔

بات محض ایک سائنس دان کی زندگی اور موت کی نہیں
...۔ وہاں سے لے کر تل ابیب کے مغربی ساحل تک لاکھوں افراد
...ی اور موت کے دہانے پر کھڑے تھے۔ وہ ایک کیپسول جو
...مت کی طرح تباہی لانے والا تھا، اسے سارہ نے اٹھا کر اپنے
...ؤز میں رکھ لیا تھا۔

اس سے پہلے ہیرو نے کہا تھا کہ کیپسول کو ریوالور کی گولی سے
...نہ بنائے گا پھر دنیا ہیرو شیما اور ناگاساکی کی تباہی کا منظر اسرائیل
...بھی دیکھے گی۔

یہ ایسا چیلنج تھا جسے مملکتِ اسرائیل کا کوئی یہودی قبول نہیں
...سکتا تھا۔ برین آدم ریسیور کان سے لگائے بڑی دیر تک سکتے کے
...م میں بیٹھا رہا پھر ڈاکٹر سے بولا۔ "ریسیور اس بندر آدمی کو دو۔"

ڈاکٹر سائنس دان گولڈ اسٹائن نے ریسیور ہیرو کی طرف
...ھایا۔ اسے سارہ نے لے کر کان سے لگاتے ہوئے کہا۔ "ہیرو
...ان سے نہیں بولتا ہے۔ کمپیوٹر کے ذریعے گفتگو کرتا ہے۔ جو کہنا
...ہے مجھ سے کہو۔"

"سارہ! تم یہودی ہو۔ کیا لاکھوں یہودیوں کو تباہ کروگی؟"

"میرے پیچھے پوری فوج کو دوڑاتے وقت یہ خیال کیوں نہیں
...یا کہ میں یہودی ہوں۔"

"ہم تمہیں نہیں، ہیرو کو حراست میں لینا چاہتے ہیں۔ اس
...نے ریکارڈ روم میں آگ لگا کر ہمارے ملک کو ناقابلِ تلافی نقصان
...پہنچایا ہے۔"

"یہ غلط الزام ہے۔ وہاں ہیرو نے نہیں کسی اور نے آگ
...ائی تھی۔"

"ٹھیک ہے۔ ہم الزام واپس لیتے ہیں۔ وہ کیپسول واپس
...کردو۔ تمہارے ہیرو کو اس ملک کی شہریت دی جائے گی۔"

"کیپسول واپس کرنے کے بعد ہمیں کال کوٹھڑی دی جائے
...گی۔ ہمیں نادان سمجھ کر باتیں نہ کرو۔"

"ٹھیک ہے، تم دونوں کو صحیح سلامت سرحد پار پہنچا دیا جائے
...گا۔"

سارہ نے ہیرو کو دیکھا۔ وہ غیر معمولی سماعت سے برین آدم کی
...تیں سن رہا تھا۔ اس نے کمپیوٹر کے ذریعے کہا۔ "میں ایک عجوبہ
...ہوں۔ دوسرے ملکوں میں بھی میرا محاسبہ ہوگا۔ میری غیر معمولی
...صلاحیتوں کے پیشِ نظر تمام ممالک اس تشویش میں مبتلا رہیں گے
...کہ میں ان کے انتہائی اہم راز معلوم کررہا ہوں۔ لہٰذا جب تک
میں اپنے طور پر کسی ملک کا اعتماد حاصل نہیں کروں گا، تب تک یہاں سے نہیں جاؤں گا۔"

سارہ یہ باتیں فون کے ذریعے برین آدم کو سنانے لگی۔ ایکسرے مین خیال خوانی کے ذریعے ہیرو کو کمپیوٹر کے ذریعے گفتگو کرتے دیکھ رہا تھا اور یہ سمجھ رہا تھا کہ ہیرو اپنی غیر معمولی سماعت سے دور بیٹھے برین آدم کی باتیں سن رہا ہے اور کمپیوٹر کے ذریعے سارہ کو سمجھا رہا ہے کہ اسے برین آدم کو کیا جواب دینا چاہیے۔

اب ایکسرے مین کے ذہن میں سوال پیدا ہوا کہ ہیرو نے برین آدم کے علاوہ اور کتنے اہم افراد کی آوازیں سنی ہیں۔ وہ برین آدم کے دماغ میں آکر بولا "ہیرو ٹیلی فون کے بغیر غیر معمولی قوتِ سماعت سے تمہاری باتیں سن رہا ہے۔ اس کا مطلب ہے، وہ ہم میں سے کچھ اور لوگوں کی آوازیں سنتا رہا ہے۔"

برین آدم نے کہا "ہاں، اب سمجھ میں آیا کہ اس نے سارہ کے بنگلے میں رہ کر یہ سن لیا تھا کہ ہم اسے گرفتار کرنے آرہے ہیں۔ اسی لیے ہمارے پہنچنے سے پہلے وہ سارہ کے ساتھ نکل بھاگا تھا۔"

ایکسرے مین نے کہا "اس وقت میں، تم اور بلیک آدم بیٹھے اسے گرفتار کرنے کی پلاننگ کررہے تھے۔ ایسے وقت میں اس نے تمہارے ساتھ ہماری آوازیں بھی سنی ہیں۔"

"میں ابھی تصدیق کرتا ہوں کہ ہیرو نے تمہاری آواز سنی ہے یا نہیں؟"

وہ فون کے ذریعے سارہ سے بولا "میرا ایک ساتھی تمہارے ہیرو سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہے۔ اس سے کہو اس کی آواز سنے۔"

سارہ نے پوچھا "کیا ہیرو نے پہلے کبھی تمہارے ساتھی کی آواز سنی ہے؟"

"شاید سنی ہے۔ ہم تین ساتھی تمہیں اور اسے حراست میں لینے کی پلاننگ کررہے تھے۔ ایسے وقت اس نے میری آواز سنی ہے تو میرے باقی دو ساتھیوں کو بھی وہ دور سے سن سکتا ہے۔"

ہیرو کے کمپیوٹر نے کہا "اس سے پوچھو، وہ کیا کہنا چاہتا ہے۔ میں سننے کی کوشش کروں گا۔"

پھر وہ کان لگا کر سننے لگا۔ ایکسرے مین اپنے کمرے میں بیٹھا خلا میں دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "ہیلو ہیرو! میں تم سے مخاطب ہوں۔ تم عجوبہ ہو۔ مگر باکمال ہو۔ کیا ہم سے دوستی کروگے؟"

ایکسرے مین اتنا کہہ کر ڈاکٹر کے دماغ میں آیا۔ پھر اس کے ذریعے کمپیوٹر اسکرین کو پڑھنے لگا۔ وہاں لکھا ہوا تھا۔ "ہاں میں یہ آواز سن رہا ہوں۔ یہ شخص ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ اس کا نام معلوم نہ ہوسکا۔ اس کے دو ساتھیوں میں سے ایک کا نام برین آدم اور دوسرے کا نام بلیک آدم ہے۔"

ہیرو کی یہ معلومات ان کے لیے دھماکا تھی۔ وہ بندر آدمی یہودی خفیہ تنظیم کے سربراہ کی آواز سن چکا تھا۔ اس کے دونوں خاص ماتحت برین آدم اور بلیک آدم کو۔۔۔ وہ کسی وقت بھی اہم راز

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کی باتیں کرتے ہوئے سن سکتا تھا۔

ایکسرے مین نے خیال خوانی کے ذریعے برین آدم سے کہا "یہ بندر آدمی اس کیپسول کی طرح خطرناک ہے۔ آج سے میں اپنی آواز تبدیل کرکے بولا کروں گا۔ تمہیں اور بلیک آدم کو بھی یہی کرنا چاہیے۔"

برین آدم نے کہا "میں فون کی یہ گفتگو ختم کرنے کے بعد اپنی آواز بدل لوں گا۔ آپ بلیک آدم کو بھی خطرے سے آگاہ کردیں۔"

سارہ ریسیور کان سے لگائے بیٹھی تھی۔ انتظار کرنے کے بعد بولی "مسٹر آدم! تمہاری خاموشی سمجھ میں آرہی ہے۔ تمہیں یہ فکر لاحق ہوگئی ہے کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا عیاش جو مجھے برباد کرنا چاہتا تھا' اس کی آواز کو ہیرو نے ذہن میں محفوظ کرلیا ہے۔ اپنے اس عیاش ساتھی سے کہہ دو کہ اس کی زندگی بہت مختصر رہ گئی ہے۔"

"ہم فکرمند نہیں ہیں۔ آج سے ہماری آوازیں تبدیل ہورہی ہیں۔ تم کیپسول کی بات کرو۔"

"کیپسول کے متعلق آخری بات سن لو۔ یہ میرے سینے سے لگا رہے گا۔ اگر تم میں سے کوئی اسے حاصل کرنے کے لیے میرے قریب آئے گا تو ہیرو میرے سینے میں ٹھیک اسی جگہ گولی پیوست کرے گا' جہاں یہ کیپسول رکھا ہوا ہے۔"

"وہ بندر تمہارا عاشق ہے۔ کیا وہ تمہیں گولی مارسکے گا؟"

"اپنے خیال خوانی کرنے والے ساتھی سے کہو کہ وہ ہیرو کا جواب کمپیوٹرا سکرین پر پڑھ لے۔"

اسکرین پر لکھا تھا۔ "سارہ نے محبت اور حوصلے کی شدت بیان کی ہے۔ ایسا اسی وقت ہوگا' جب ہمارے سامنے زندہ رہنے کے سارے راستے مسدود کردیئے جائیں گے۔ جب تمہارے ہاتھوں مرنا ہی ٹھہرے گا تو میں سارہ کے سینے پر اس لیے گولی ماروں گا کہ اس کے ساتھ مجھے بھی مرنا ہے اور ہمارے ساتھ تم سب کو بھی۔"

"ہم تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ اسرائیلی حکومت سے تمہیں تحفظ حاصل ہوگا۔"

"ہمیں اس بات کی ضمانت چاہیے کہ ہمیں پرامن شہری اور گھریلو زندگی گزارنے کا موقع دیا جائے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ بولو کیسی ضمانت چاہتے ہو؟"

"یہی کہ ضمانت کے طور پر یہ کیپسول ہمارے پاس رہے گا؟"

"کیسی بچکانہ بات کہہ رہے ہو۔ یہ خطرناک ہے۔ اسے کہاں کہاں لیے پھرو گے۔ یہ تمہاری ذرا سی غلطی سے بلاسٹ ہوجائے گا۔"

وہ کمپیوٹر کے ذریعے بولا "میرے پاس بندر کی مکاری اور انسان کی ذہانت ہے۔ تم لوگ اسے انڈر گراؤنڈ لے جاکر نارمل کولنگ میں رکھنے والے تھے۔ ہم بھی اسے ائرکنڈیشنڈ مکان میں رکھیں گے۔ باہر نکلیں گے تو ائرکنڈیشنڈ کار میں رہیں گے۔ حتیٰ کہ جن ہوٹلوں' کلبوں اور تفریح گاہوں میں جائیں گے' وہاں بھی نارمل کولنگ رہا کرے گی۔"

"پھر بھی راستے میں کوئی حادثہ پیش آسکتا ہے۔"

"حادثہ صرف راستے میں نہیں' گھر میں بھی پیش آجاتا ہے۔ جس تہ خانے میں تم اسے محفوظ رکھنا چاہتے ہو' وہاں زلزلہ آسکتا ہے۔"

"پھر بھی قانون کی رُو سے کسی شہری کو ایسا خطرناک ہتھیار نہیں رکھنا چاہیے جس سے لاکھوں افراد کی جان جانے کا اندیشہ ہو۔"

"تمہاری بات پتھر پر لکیر ہے۔ یہ کیپسول ہمارے پاس رہے گا۔"

تھوڑی دیر خاموشی رہی پھر برین آدمی نے کہا "ٹھیک ہے۔ ہم تمہاری بات پر غور کررہے ہیں۔ ابھی ایک گھنٹے بعد رابطہ کریں گے۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ اس کنٹرول روم میں اعلیٰ حکام اور اعلیٰ فوجی افسران آچکے تھے۔ وہ برین آدم اور سارہ کے درمیان ہونے والی گفتگو اسپیکر فون کے ذریعے سن رہے تھے۔ پھر الپا اور ٹیری آدم خیال خوانی کے ذریعے ہیرو کے تحریری جوابات سنا رہے تھے۔

برین آدم نے کہا۔ "آپ حضرات کے سامنے تمام حالات واضح ہوچکے ہیں۔ ہم اس حقیقت سے انکار نہیں کرسکتے کہ وہ بندر ہمارے لیے ملک الموت بن چکا ہے۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "اور اس کی ضد سے ظاہر ہے کہ وہ کیپسول اپنے ہی پاس رکھے گا۔"

ایک حاکم نے کہا "کیوں نہیں رکھے گا۔ اس کے پیچھے پوری فوج دوڑا دی گئی۔ اسے اپنی جان کی امان اسی ایک کیپسول سے ملے گی۔"

ایک اور نے کہا۔ "سب سے پہلے تو ان فوجیوں کو بیرک میں واپس بھیجا جائے۔ بیرونی ممالک کے اخباری رپورٹر اور نیوز ایجنسی والے ہمارے منسٹر آف انفارمیشن کے پیچھے پڑگئے ہیں۔ طرح طرح کے سوالات کررہے ہیں کہ وہ بندر آدمی کون ہے؟ کہاں سے آیا ہے؟ اور وہ اتنا خطرناک کیسے ہوگیا کہ اسے گرفتار کرنے کے لیے پولیس کے بجائے فوج کو شہر میں لایا گیا ہے۔"

ایک اور اعلیٰ افسر نے کہا "ہماری سیاست کے لیے سب سے نقصان دہ پہلو یہ ہے کہ جس کیپسول کو ہم نے انتہائی راز میں رکھا تھا' وہ دنیا والوں پر ظاہر ہوجائے گا۔"

برین آدم نے کہا۔ "منسٹر آف انفارمیشن کو میرا مشورہ ہے کہ وہ ریڈیو اور ٹی وی وغیرہ کے ذریعے یہ اعلان کرے کہ ہم نے بندر آدمی کو بے حد خطرناک سمجھ کر وسیع پیمانے پر اس کی تلاش شروع

کردی تھی۔ لیکن وہ خطرناک نہیں ہے۔ وہ حیرت انگیز صلاحیتیں رکھنے والا نصف بندر اور نصف انسان ہے۔ اسے ٹی وی کے ذریعے جلد ہی عوام کے سامنے پیش کیا جائے گا۔"

"کیپسول کو کس طرح راز میں رکھا جائے؟ یہ کسی ملک کو معلوم نہیں ہونا چاہیے کہ ہم نے دنیا کا سب سے چھوٹا اور تباہ کن ایٹم بم تیار کیا ہے۔"

برین آدم نے کہا "میں کوشش کررہا ہوں۔ یہ راز ہمارے ایٹمی پلانٹ سے باہر نہیں جائے گا۔ وہ بندر آدمی اس کیپسول کو راز میں رکھنے پر راضی ہوجائے گا۔ اصل مسئلہ تو یہ ہے کہ اس سے کیپسول کس طرح واپس لیا جائے؟"

ایکسرے مین نے سوچ کے ذریعے کہا۔ "کوئی صورت نہیں ہے۔ وہ دونوں ہم پر کبھی بھروسا نہیں کریں گے۔ فی الحال ان کی بات مان لی جائے۔ ہم اس سے کسی دوسری حکمتِ عملی سے وہ کیپسول لیں گے۔"

"سر! جب تک وہ ان کے پاس رہے گا۔ وہ ہمارے اختیار سے باہر رہیں گے۔"

"ان سے یہ طے کرو کہ وہ کیپسول کے ساتھ شہری آبادی میں نہیں رہیں گے۔ ہم کسی ویرانے میں ان کی رہائش کا انتظام کریں گے۔ وہاں ان کی تمام ضروریات پوری کی جائیں گی۔"

برین آدم نے اعلیٰ حکام اور فوجی افسران سے اس سلسلے میں مشورے کیے پھر ریسیور اٹھا کر رابطہ کیا۔ ایٹمی پلانٹ میں انٹیلی جنس اور انفارمیشن کے چند افسران پہنچ گئے تھے۔ ہیرو نے انہیں قریب آنے کی اجازت نہیں دی۔ ان کے کیمرا مین دور ہی سے ان کی تصویریں اتار رہے تھے اور ویڈیو فلم رپورٹ تیار کررہے تھے۔

برین آدم نے فون پر کہا "ہیلو سارہ! کیا تمہارا ہیرو میری آواز سن رہا ہے؟"

سارہ نے کمپیوٹرا سکرین کو پڑھ کر کہا "ہاں سن رہا ہے۔"

"میں تم دونوں سے درخواست کرتا ہوں کہ ایک بات ہم تمہاری مانتے ہیں' ایک بات تم ہماری مانو۔"

"تمہاری بات سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا تو ہم ضرور مانیں گے۔"

"تم دونوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا اور شہری آبادی بھی محفوظ رہے گی۔ ہم ایک ویرانے میں تمہارے لیے پرتعیش رہائش کا انتظام کردیں گے۔ وہاں تمہاری ہر ضرورت پوری ہوتی رہے گی۔"

"ہمیں کس ویرانے میں پہنچانا چاہتے ہو؟"

"ہمارے خیال میں صحرائے سینائی مناسب جگہ ہے۔"

"وہ تو ایسا ریگستان ہے جہاں میلوں دور تک انسان تو کیا جانور بھی دکھائی نہیں دیتا ہے۔ پھر بھی ہم ایک شرط پر وہاں رہیں گے۔"

"تمہاری ہر شرط منظور ہوگی۔ بولو کیا چاہتی ہو؟"

"اس ریگستان میں برین آدم' بلیک آدم اور ان کا خیال خوانی کرنے والا ساتھی ہمارے پڑوسی بن کر رہیں گے۔"

"یہ کیسے ہوسکتا ہے! ہمیں اپنے فرائض ادا کرنے کے لیے بڑے شہروں میں رہنا پڑتا ہے۔"

"تو پھر ہمیں انسان سمجھ کر انسانوں جیسا برتاؤ کرو' ہم ریگستان میں کیسے رہیں گے؟"

"اچھا تو ایسا کرو۔ غزہ کی پٹی کے قریب رہو۔"

سارہ نے کہا "وہاں صرف فلسطینی مسلمان آباد ہیں۔ کبھی یہ کیپسول بلاسٹ کرے گا تو وہ تمام مسلمان نابود ہوں گے اور یہ ہمیں منظور نہیں۔"

"سارہ! تم یہودی ہو۔ تمہیں مسلمانوں سے ہمدردی کیوں ہے؟"

"سوال ان سے ہمدردی کا نہیں ہے۔ بلکہ یہودیوں سے دشمنی کا ہے۔ تم ہماری جان کے دشمن ہو اور ہم تمہاری جان کے۔ لہٰذا ایسی جگہ رہیں گے جہاں کیپسول کی بلاسٹنگ سے تم سب ہمارے ساتھ باجماعت مرو۔"

ہیرو نے کمپیوٹر کے ذریعے کہا۔ "سمن ویلی' تل ابیب سے تقریباً تیس میل دور ہے اور سارہ کا بنگلا پچیس میل کے فاصلہ پر ہے۔ ہم اسی بنگلے میں رہیں گے۔ یہ ہمارا حتمی فیصلہ ہے۔"

"ہولڈ کرو۔ میں ابھی بات کرتا ہوں۔"

برین آدم نے اپنے اطراف میں بیٹھے ہوئے یہودی اکابرین سے کہا۔ "آپ لوگوں نے سن لیا۔ وہ دونوں اپنی ہی باتیں منوا رہے ہیں۔"

ایسا کہتے ہی اس نے سب کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا پھر ایک کاغذ پر لکھنے کے بعد انہیں وہ کاغذ دکھایا۔ اس پر لکھا تھا۔ "بندر غیر معمولی قوتِ سماعت سے ہم سب کی باتیں سن رہا ہے۔ اس کے اور سارہ کے خلاف کوئی بات نہ کی جائے۔ ہم خاموشی سے اس کیپسول کو ان کی تحویل سے نکال لائیں گے۔"

پھر اس نے بلند آواز سے پوچھا "ہاں تو آپ حضرات کی کیا رائے ہے؟"

وہ اکابرین ایک ایک کرکے کہنے لگے کہ سارہ اور ہیرو کا مطالبہ مان لیا جائے۔ ہیرو کو یہاں کی شہریت دے کر اسے دوست بنایا جائے۔

برین آدم نے پھر فون پر کہا۔ "سارہ! تم دونوں جیت گئے۔ ایک گھنٹے کے اندر تمہارے بنگلے میں ضرورت کا تمام سامان پہنچا دیا جائے گا۔ تم ہیرو کے ساتھ وہاں بے خوف و خطر رہ سکوگی۔"

سارہ نے ہیرو کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ اس کے کمپیوٹر نے کہا "میں ابھی اپنی طاقت کا مظاہرہ کرکے ان مہربانوں سے کچھ کہوں گا۔ پہلے وہ میری جسمانی قوت دیکھیں۔"

اس نے ایک مٹھی فضا میں بلند کی پھر ایک بڑک لگا کر وہ گھونسا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

میز پر مارا۔ اس کے ساتھ ہی ایک دھماکے سے وہ مضبوط میز ٹوٹ کر درمیان سے دوہری ہوگئی۔ پیچھے ایک اسٹیل کی الماری تھی۔ اس نے گھوم کر بڑک لگاتے ہوئے اسے گھونسا مارا۔ وہ ٹوٹی نہیں' لیکن اس لوہے کی چادر پر گہرا ڈینٹ پڑگیا۔ پھر وہ پلٹ کر کمپیوٹر کو آپریٹ کرنے لگا۔

کمپیوٹر کہہ رہا تھا۔ "یہ میری جسمانی قوّت کا معمولی سا مظاہرہ ہے۔ اس مظاہرے سے یہ اندازہ کرو کہ کیپسول کو ایک گولی مار کر یا پتھر مار کر بلاسٹ کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ میں اسے ایک مٹھی میں دباؤں گا۔ یا دانتوں سے چباؤں گا تو میرے دبانے یا چبانے کی غیر معمولی قوّت سے ہی یہ بلاسٹ ہوجائے گا۔ یہ ہماری آخری وارننگ ہے کہ غافل سمجھ کر ہمیں دبوچنے کی حماقت نہ کرنا۔"

سارہ نے کہا۔ "کمپیوٹر کی تحریر جو کہہ رہی ہے' اسے تمہارا خیال خوانی کرنے والا تمہیں پڑھ کر سنا رہا ہے۔ بنگلے میں ہمارے کھانے پینے کی جو چیزیں پہنچائی جارہی ہیں اس میں دیر اثر یا زود اثر زہر بھی ہوسکتا ہے۔ ایسی حماقت کرتے وقت یہ یاد رکھنا کہ غیر معمولی قوت رکھنے والے فوراً ہی نہیں مرتے۔ ہیرو مرتے مرتے بھی کیپسول چبا جائے گا۔"

برین آدم نے کہا "ہم کوئی حماقت نہیں کریں گے۔ تم سے ایک گزارش ہے کہ ایک یہودی ہونے کے ناتے اپنے وطن سے محبت کرو۔ وہ کیپسول انتہائی رازداری سے تیار کیا گیا ہے۔ اگر تم دونوں کسی سے اس کا ذکر کروگے تو یہ ہمارے لیے بہت بڑی سیاسی غلطی ہوگی۔"

سارہ نے کہا "مجھے اپنے وطن اسرائیل سے محبت ہے۔ ہم کسی سے اس کا ذکر نہیں کریں گے۔"

"ہم آج رات ٹی وی پر تمہارے ہیرو کی فلم رپورٹ اور انٹرویو پیش کرنا چاہتے ہیں تاکہ لوگ ہیرو کو تخریب کار یا خطرناک نہ سمجھیں اور اس سے مانوس ہوجائیں۔"

"یہ بات سمجھ میں نہیں آئی۔ ہیرو تمہاری دُکھتی ہوئی رگ پکڑے ہوئے ہے اور تم اسے دوست بنا کر پیش کرنا چاہتے ہو؟"

"اس طرح تمہیں اور ہیرو کو ہماری صاف دلی اور دوستی کا یقین ہوجائے گا۔"

"نہیں کوئی اور بات ہے۔ تم لوگ بہت شاطر ہو۔ ہیرو کی کوئی فلم رپورٹ پیش نہیں کی جائے گی۔"

"سارہ! اس میں تم دونوں کا کوئی نقصان نہیں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ بیرونی ممالک کے اخباری رپورٹرز کو یہ یقین دلانا ہے کہ ہیرو ہمارے لیے کوئی پرابلم نہیں ہے اور نہ ہی ایٹمی پلانٹ کا کوئی راز وہ جانتا ہے۔"

اس وضاحت کے بعد وہ راضی ہوگئی۔ ایک گھنٹے بعد کہا گیا کہ وہ دونوں اپنے بنگلے میں جاسکتے ہیں۔ ان کی گاڑی جو عمارت کے پیچھے ہے' اسے اگلے حصے میں لایا گیا۔ ہیرو نے کمپیوٹر کے ذریعے کہا۔ "سارہ' وہ کیپسول مجھے دو۔"

اس نے اپنے گریبان میں ہاتھ ڈال کر شیشے کی چھوٹی سی ڈبیا نکال کر اسے ہیرو کے حوالے کردی۔ وہ اسے مٹھی میں لے کر کمپیوٹر کے ذریعے بولا۔ "اب یہ ڈبیا ہمیشہ میری مٹھی میں یا میرے منہ میں رہے گی۔"

سامنے کھڑے ہوئے مسلّح گارڈز' انٹیلی جنس اور انفارمیشن کے افسر نے پیچھے ہٹ کر انہیں جانے کا راستہ دیا۔ سارہ نے ان کے درمیان سے گزرتے ہوئے کہا۔ "میرے بنگلے میں فلم رپورٹ تیار کرنے کے لیے صرف ایک کیمرامین اور ایک ڈائریکٹر آئے گا۔ کسی تیسرے کو احاطے کے اندر قدم رکھنے کی اجازت نہیں ہوگی۔"

وہ ہیرو کے ساتھ چلتی ہوئی عمارت سے باہر آئی پھر گاڑی میں بیٹھ کر اپنے بنگلے کی طرف جانے لگی۔

سارہ کے دماغ کو لاک کرنے کے بعد صرف ہم اس کے اندر جاسکتے تھے۔ میں نے لیلیٰ کو سمجھا دیا تھا کہ اس کے اندر مسلسل نہ رہنا ورنہ یہودی خیال خوانی کرنے والے چھپ کر آئیں گے تو یہ معلوم کرلیں گے کہ سارہ اور ہیرو کی پشت پر خیال خوانی کرنے والے موجود ہیں۔

لیلیٰ میری ہدایت کے مطابق کبھی کبھی سارہ کے پاس جاتی تھی پھر واپس آکر کہتی تھی۔ "آپ نے درست کہا تھا کہ ہمیں سارہ اور ہیرو کی مدد نہیں کرنا چاہیے اور چپ چاپ تماشا دیکھنا چاہیے۔"

میں نے مسکرا کر کہا "مجھے اندازہ ہے' ہیرو اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کررہا ہوگا۔"

"آپ ذرا سارہ کے پاس جا کر دیکھیں۔ مجھے دونوں پر بڑا پیار آرہا ہے۔"

وہ بار بار جارہی تھی اور واپس آکر مجھے وہاں کے حالات سنا رہی تھی۔ میں نے کہا "اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہیرو سرزمین اسرائیل میں زلزلے کی طرح دہشت بن گیا ہے۔"

"آپ کا کیا خیال ہے؟ اس کیپسول کو واپس لینے کے لیے یہودیوں کی حکمتِ عملی کیا ہوگی؟"

"یقین سے کچھ کہا نہیں جاسکتا۔ کیونکہ ہیرو تنہا ہونے کے باوجود ہر پہلو سے تگڑا ہے۔ کوئی اس کیپسول کو چرانے کتنے ہی دبے قدموں سے آئے' وہ آہٹ سن لے گا۔"

"واقعی تاریکی میں بھی کوئی چھپ کر نہیں آسکے گا۔"

"یہی میں سوچ رہا ہوں۔ یہودیوں کے سامنے فی الوقت ایک ہی راستہ ہے۔"

"یعنی آپ کی کھوپڑی میں بات آگئی کہ وہ کیپسول کیسے حاصل کیا جاسکتا ہے؟"

"ہاں' اگر ہم سارہ کے دماغ پر قبضہ جمالیں تو وہ ہماری مرضی کے مطابق عمل کرے گی اور کیپسول ہیرو سے کسی بہانے لے گی۔ اسے دھوکا دے کر کیپسول ہمارے ہاتھوں میں لاکر رکھ دے گی۔"

"ہاں' میں اتنے زبردست تماشے میں گم ہوکر بھول گئی تھی کہ دشمن ایسا کرسکتے ہیں۔"

"ایسا ہی کریں گے۔ وہ سارہ کے مقفّل دماغ میں کسی طرح گھُسنے کا راستہ ضرور نکالیں گے۔"

"بات سمجھ میں آرہی ہے۔ کھانے پینے کی چیزوں میں اعصابی کمزوری کی دوا اتنی کم مقدار میں ملائی جائے گی کہ شہ زور ہیرو پر وہ دوا اثر نہیں کرے گی لیکن نازک اندام سارہ کمزور ہوجائے گی۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ ہیرو کو اپنی کمزوری کے متعلق کچھ بتائے' دشمن اس کے دماغ پر قبضہ جمالیں گے۔"

میں نے کہا "اور ہم چوبیس گھنٹے اس کے دماغ میں نہیں رہ سکتے۔ ہماری عدم موجودگی میں وہ سارہ پر قبضہ جماتے ہی چند منٹوں میں اسے بنگلے کے باہر بلائیں گے اور وہ کیپسول اُڑا لے جائیں گے۔"

"تو پھر آپ اتنے اطمینان سے کیوں بیٹھے ہیں؟ کیا پھر کوئی نیا تماشا دیکھنا چاہتے ہیں؟"

"تم پریشان کیوں ہوتی ہو۔ اسے اپنے بنگلے میں پہنچنے دو۔"

وہ سارہ کے پاس گئی پھر واپس آکر بولی۔ "وہ دونوں بنگلے میں پہنچ گئے ہیں اور وہاں کی ایک ایک چیز کو توجہ سے چیک کررہے ہیں۔ ہیرو کھانے پینے کی چیزوں کو سونگھ کر دیکھ رہا ہے۔"

میں نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ قائم ہوگیا۔ سارہ کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو کون؟"

"میں ابھی بتاتا ہوں۔ پہلے کیمرامین اور ڈائریکٹر کو باہر بھیج دو اور ہیرو سے کہو میری باتیں سنے۔"

ہیرو سن رہا تھا۔ اس نے اثبات میں سرہلایا۔ سارہ نے دونوں سے کہا "تم دونوں تھوڑی دیر کے لیے باہر جاؤ۔"

وہ چلے گئے۔ میں نے کہا "پچھلی رات ہیرو نے تمہیں اس عیّاش سے بچایا تھا۔ تم دونوں نے اس مکان سے باہر آکر جو تیسری گاڑی دیکھی تھی' وہ میری تھی۔"

سارہ نے پوچھا "تم کون ہو؟"

میں نے کہا "پہلے میری بات پوری ہونے دو۔ تمہارے وہاں سے جاتے ہی میں نے اس مکان میں آگ لگادی۔ وہ لوگ ہیرو کو آگ لگانے کا مجرم سمجھ رہے ہیں۔"

"تم نے مکان کو آگ کیوں لگائی؟"

"وہاں بڑے بڑے ممالک کے سیاسی اور فوجی راز فائلوں اور مائیکرو فلموں کی صورت میں تھے۔ اسرائیلی حکومت کے بھی بہت سے راز میرے ہاتھ میں آئے۔ میں وہ سب سمیٹ کرلے گیا پھر آگ اس لیے لگائی کہ یہودیوں کو اندازہ نہ ہوسکے کہ ان کا راز چوری ہوگیا ہے یا جل کر راکھ ہوچکا ہے۔"

سارہ نے کہا "اچھا تو تم نے میرے ملک اور قوم کو نقصان پہنچایا ہے۔ کیا تم نے اپنا کارنامہ بیان کرنے کے لیے فون کیا ہے؟"

"نہیں یہ بتانے کے لیے کہ تم دونوں وہاں خطرے میں ہو۔"

"میرے ملک سے دشمنی کرنے کے بعد مجھ سے دوستی اور ہمدردی کیوں کررہے ہو؟"

میں نے سخت لہجے میں کہا "زیادہ جذباتی نہ بنو۔ اپنے ریسیور کا ماؤتھ پیس کھول کر دیکھو۔"

ہیرو نے فوراً ہی آگے بڑھ کر اس سے ریسیور لیا پھر اس کے ماؤتھ پیس کو کھول کر دیکھا۔ اس میں ایک ننھا سا ڈکٹا فون تھا۔ اس نے اسے ریسیور سے الگ کیا۔ پھر ماؤتھ پیس لگا کر سارہ کو دیا۔ کمپیوٹر کے ذریعے سوال کیا۔ "مسٹر! تمہارا شکریہ۔ تمہیں اس ریسیور کے متعلق کیسے معلوم ہوا؟"

"میں نے گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا ہے۔ تمہیں زیر کرنے اور وہ کیپسول حاصل کرنے کے لیے دشمنوں کے پاس چند اوچھے ہتھکنڈے ہیں۔ میں نے پچھلی رات سارہ کو عیّاش خیال خوانی کرنے والے سے بچانے کے لیے اس کا دماغ لاک کردیا تھا؟"

"کیا تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو؟"

"ہاں' اسی لیے تم دونوں اب تک محفوظ ہو۔ اگر سارہ کا دماغ لاک نہ ہوتا تو دشمن خیال خوانی کرنے والا اس کے اندر رہ کر اسے کیپسول سمیت تم سے دور کردیتا۔ مثلاً وہ باتھ روم میں جانے کے بہانے تم سے دور ہوکر وہ کیپسول تمہارے دشمنوں کو دے دیتی۔ کیا تم میری بات سمجھ رہے ہو؟"

"بہت اچھی طرح سمجھ رہا ہوں۔ حیران ہوں کہ یہ انجان مددگار کہاں سے پہنچ گیا ہے۔"

"بعد میں حیران ہونا۔ اب ان کا دوسرا ہتھکنڈا سنو۔ وہ ہر ممکن طریقے سے سارہ کے دماغ میں گھُسنے کی کوشش کریں گے۔ تم غیر معمولی شہ زور ہو۔ ہلکی مقدار میں دی جانے والی کمزوری کی دوا کا اثر نہیں لوگے۔ لیکن سارہ ایسا کوئی کھانا یا پانی استعمال کرکے جیسے ہی کمزور ہوگی وہ اس کے دماغ پر قبضہ جمالیں گے۔"

وہ کمپیوٹر کے ذریعے بولا "دوست! پھر ایک بار تمہارا شکریہ۔ تم نے میری آنکھیں کھول دی ہیں۔ میں نے اس پہلو پر توجہ نہیں دی تھی۔"

میں نے پوچھا "کیا اس بنگلے میں جانور ہیں؟"

سارہ نے فون پر جواب دیا۔ "ہاں' مجھے خرگوش پالنے کا شوق ہے۔"

"میرا مشورہ ہے اپنا کھانا اور پانی پہلے ایک خرگوش کو کھلاؤ پلاؤ۔ اگر وہ کمزوری ظاہر کرے تو پھر اس کھانے کو ہاتھ نہ لگانا۔"

"شکریہ' میں یہی کروں گی۔"

"ان کی ایک اور چال ہوگی۔ اسے بھی ذہن میں رکھو۔ رات کے وقت تم دونوں محوِ خواب ہوگے تو ایسی دھیمی دھیمی سی گیس

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کمروں میں پہنچائی جائے گی' جو تمہیں بے ہوش کردے گی۔"

ہیرو نے کمپیوٹر کے ذریعے کہا۔ "میری سونگھنے کی حِس بہت تیز ہے اور میری قوتِ برداشت بھی غیر معمولی ہے لیکن وہ سارہ کو بے ہوشی میں ٹریپ کریں گے۔ پلیز اب تو بتادو تم کون ہو؟"

"بتا دوں گا۔ پہلے کھانے پینے کی چیزوں کو آزماؤ۔ میں تھوڑی دیر بعد رابطہ کروں گا۔"

میں نے فون بند کردیا۔ لیلیٰ نے پوچھا "کیا ہمیں اس شہر میں رہنا چاہیے؟"

"ضرور رہنا چاہیے۔"

"لیکن وہ کیپسول کسی وقت بھی دھوکے سے بلاسٹ ہوسکتا ہے۔"

"اگر اللہ تعالیٰ کو ہماری موت اسی طرح منظور ہوگی تو کیا تم اس کی رضا سے انکار کروگی؟"

"نہیں' پھر بھی احتیاط لازم ہے۔ انسان کو متوقع خطرے سے بچنے کی تدبیر کرنی چاہیے۔"

"یہ تم نے درست کہا۔ ہماری تدبیر ایسی ہونی چاہیے کہ ہمارے ساتھ لاکھوں انسان محفوظ رہیں۔ اگرچہ یہاں سب یہودی ہیں مگر انسان ہیں۔ ان میں ممتا کا سمندر رکھنے والی مائیں ہیں۔ پھول جیسے پیارے پیارے بچے ہیں' کیا ہم انہیں چھوڑ کر چلے جائیں؟"

وہ سر جھکا کر بولی۔ "آپ نے تو مجھے شرمندہ کردیا۔ ہم یہاں رہ کر اس کیپسول کو بلاسٹ نہیں ہونے دیں گے۔"

میں نے اس کے قریب ہو کر کہا "شرمندہ ہونا ہے تو سینے سے لگ کر ہوتی رہو۔ دھڑکنوں کو آسودگی ملے گی۔"

وہ جلدی سے پیچھے ہٹ کر بولی "کیا کرتے ہیں آپ؟ انا اور عادل اچانک کمرے میں گھس آتے ہیں۔"

میں نے مسکراتے ہوئے ریسیور اٹھایا پھر رابطہ کیا۔ سارہ نے میری آواز سنتے ہی کہا "اوہ برادر! تم کون ہو؟ میں تمہارا احسان کبھی نہیں بھولوں گی۔"

میں نے پوچھا "کیا خرگوش بیمار ہوگیا ہے؟"

"ہاں' خرگوش کے بیمار ہوتے ہی میں نے دماغ میں عجیب سی بے چینی محسوس کرکے سانس روک لی۔ یہ سمجھ گئی کہ دشمن مجھے بیمار سمجھ کر آنا چاہتا ہے۔"

پھر وہ ہیرو کے کمپیوٹرا اسکرین کو پڑھنے لگی۔ ہیرو کہہ رہا تھا۔ "دوست! تم نے ثابت کردیا ہے کہ تم ہماری لاعلمی میں پچھلی رات سے ہماری حفاظت کرتے آرہے ہو۔"

"میں یہی چاہتا تھا کہ پہلے میرے خلوص کا یقین ہوجائے پھر میں خود کو ظاہر کروں۔ میرا نام فرہاد علی تیمور ہے۔ میں' میری بیوی' میری بہوویں اور دو چار عزیز ترین رشتے دار ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔"

اس کے کمپیوٹر نے کہا "ابھی میں اپنی قوتِ سماعت سے تم میاں بیوی کی باتیں سن رہا تھا۔ تمہاری بیوی نے کسی انا اور عادل کا نام لیا تھا۔"

"ہاں' یہ دونوں میرے عزیز ہیں۔ تل ابیب میں میرے ساتھ ہیں۔"

"تم اتنے قریب ہو تو میرے پاس آجاؤ۔ مجھ جیسے عجوبے کو تمہارے جیسے مخلص دوست کی ضرورت ہے۔"

"ہم ضرور ملیں گے۔ ابھی حالات کا تقاضا ہے کہ میں روپوش رہ کر تمہارے کام آتا رہوں۔ پہلے ان یہودیوں سے تمہاری مستقل اور محفوظ رہائش کی ضمانت حاصل کرنا ضروری ہے۔"

"درست کہتے ہو۔ پہلے انہیں چالبازیوں سے باز رکھنا ہوگا۔ ویسے میرے لائق کوئی خدمت ہو تو بتاؤ۔"

"تم دوسروں سے کمپیوٹر کے ذریعے بولتے ہو۔ اگر مناسب سمجھو تو مجھے اپنے دماغ میں آنے دیا کرو۔ اس طرح ہم رازداری سے گفتگو کرسکیں گے۔"

"مجھے اعتراض نہیں ہے۔ لیکن میرے دماغ میں کیسے آؤگے؟"

"ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے کسی کی آنکھوں میں جھانک کر یا اس کی آواز اور لہجے کو سن کر دماغ میں آتے ہیں۔ تمہاری کوئی آواز اور لہجہ نہیں ہے۔ میں تمہاری آنکھوں میں ایک بار جھانک کر تمہارے اندر پہنچوں گا۔"

"پھر تو یہ ملاقات کے وقت ہی ممکن ہے۔"

"یہ لوگ تمہیں ٹی وی کے ذریعے عوام کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں۔ اگر تمہاری تصویر آج نشر ہوگی' ٹی وی اسکرین پر تمہاری آنکھوں کا کلوز اپ دکھایا جائے گا تو میں تمہارے اندر چلا آؤں گا۔"

سارہ نے کہا "تو پھر اس کیمرا مین اور ڈائریکٹر کو ہم اندر بلاتے ہیں۔"

"ضرور بلاؤ۔ اور ان سے باتیں کرو۔ میں ان کے اندر پہنچ کر اپنی مرضی کے مطابق فوٹوگرافی کراؤں گا۔"

سارہ نے ریسیور رکھ کر انہیں بلایا اور کہا "تمہیں جو فلم رپورٹ تیار کرنی ہے' جلد کرو۔ ہم آرام کرنا چاہتے ہیں۔"

ڈائریکٹر نے کہا "مس سارہ! ہماری کوشش ہوگی کہ جلد از جلد رپورٹ تیار ہوجائے۔"

انہوں نے دو چار جگہ لائٹس فکس کیں۔ پھر کیمرا آن کرکے ڈائریکٹر نے ہیرو سے سوال کیا۔ "تمہارا نام کیا ہے؟"

اس نے کمپیوٹر کے ذریعے جواب دیا۔ "بندر کا کوئی نام نہیں ہوتا۔ مداری اسے کوئی نام دے دیتا ہے' میرا نام ہیرو ہے۔"

ڈائریکٹر نے کیمرے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "ناظرین! آپ اس عجوبے کو دیکھ رہے ہیں۔ یہ کتنی عجیب بات ہے کہ یہ کمپیوٹر آپریٹ کرنا جانتا ہے۔ یہ زبان سے نہیں بولتا بلکہ سوالوں کا جواب

کمپیوٹرا اسکرین پر تحریر کی صورت میں دیتا ہے۔ ہم اس کے تمام جوابات آپ کو اسکرین پر دکھاتے رہیں گے۔"

پھر وہ ہیرو کی طرف مخاطب ہو کر بولا۔ "مسٹر ہیرو! تم پیدائشی ایسے ہو یا کسی طبی اور سائنسی تجربات کے نتیجے میں ایسے بن گئے ہو؟"

"علم الابدان کے ایک یہودی ڈاکٹر جافری ہیرالڈ نے مجھ پر تجربہ کیا تھا۔ میں ایک چھوٹے قد کا بندر تھا۔ اب میرا قد دیکھ لو' ایک انسان کی طرح قد آور ہوں۔ میرا جسم' میرا دماغ انسانی ہے۔ صرف چہرہ اور دُم کو تبدیل نہیں کیا جاسکا۔ ویسے یہ چہرہ بھی نصف انسانی ہے۔ مجھے جو دوائیں کھلائی گئی ہیں اور جیسے انجکشن لگائے گئے ہیں' امید ہے کہ ان کے نتیجے میں چہرہ مکمل انسانی ہوجائے گا۔ دُم بھی شاید رفتہ رفتہ ختم ہوجائے۔"

"علم الابدان کا ماہر ڈاکٹر جافری ہیرالڈ کہاں ہے؟"

"اب وہ اس دنیا میں نہیں ہے۔"

"کب اور کہاں اس کی موت واقع ہوئی تھی؟"

"مرنے والے کی بات نہ کرو۔ میں رنجیدہ ہوجاتا ہوں۔ کوئی دوسرا سوال کرو۔"

"کیا اسرائیل کی کسی میڈیکل لیبارٹری میں تم پر تجربہ کیا گیا تھا؟"

"یہ تجربہ استنبول کی لیبارٹری میں ہوا تھا۔"

"تم وہاں سے کیسے چلے آئے؟"

"میں تجربات کے دوران اکثر غافل رہا کرتا تھا۔ یوں لگتا تھا' نیند میں چل رہا ہوں' نیند میں کھا پی رہا ہوں اور نیند میں زندگی گزار رہا ہوں۔ ان حالات میں یہ معلوم نہ ہوسکا کہ اسرائیل کیسے پہنچ گیا۔"

"تم پر تجربہ کرنے والے ڈاکٹر جافری نے کچھ بتایا ہوگا؟"

"یہ کہا تھا کہ وہ یہودی ہے۔ اس لیے یہودی قوم کی خدمت کے لیے مجھے یہاں لے آیا ہے۔"

"یہ ہمارے لیے نہایت خوشی کی بات ہے کہ ڈاکٹر جافری تمہیں یہودی قوم کی خدمت کے جذبے سے یہاں لایا تھا۔ اب وہ اس دنیا میں نہیں رہا۔ ہمارے ملک اور قوم کے لیے تمہارے کیا جذبات ہیں؟"

"تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے۔ اگر تمہاری حکومت اور تمہارے لوگ مجھے انسان سمجھ کر اپنے درمیان عزت اور سکون سے رہنے دیں گے تو میں بھی ان کے کام آتا رہوں گا۔"

"کیا ناظرین کو بتاؤ گے کہ تم میں کیا صلاحیتیں ہیں اور تم کس طرح ہمارے کام آسکتے ہو؟"

اس نے کمپیوٹر کے ذریعے کہا "میں دورِ جدید کا یہ کمپیوٹر استعمال کررہا ہوں۔ اس سے میری ذہانت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ میں جسمانی طور پر ایسا شہ زور ہوں کہ ہاتھی کو ٹکر مار کر گرا سکتا ہوں اور شیر کے جبڑے چیر سکتا ہوں۔ میں غیر معمولی سماعت و بصارت کا حامل ہوں۔ میں گہری تاریکی میں دیکھ لیتا ہوں اور دور کی آواز صاف طور سے سن لیتا ہوں۔ میں محکمۂ سراغ رسانی کے بہت کام آسکتا ہوں۔ اس ملک میں چھپے ہوئے دشمنوں کو ڈھونڈ کر ظاہر کرسکتا ہوں۔ جنگ کے زمانے میں ہزاروں میل دور سے آنے والے جنگی طیاروں کی نشاندہی کرسکتا ہوں۔ یہ بتا سکتا ہوں کہ کس گھر میں کتنے آدمی بیٹھ کر کس قسم کی سازش کررہے ہیں۔ اس کے علاوہ اور بہت کچھ کرسکتا ہوں۔ وقت آنے پر اپنی غیر معمولی صلاحیتوں کو پیش کرتا رہوں گا۔"

"یہاں کے یہودی عوام دوستانہ جذبات رکھتے ہیں اس لیے ہمیشہ تم سے محبت سے پیش آیا کریں گے۔ ہماری حکومت تمہیں یہاں کی شہریت دے رہی ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حکومت تمہاری نیک نیتی اور نیک چلنی پر بھروسا کرتی ہے۔ ابھی تم نے کہا تھا' تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے۔ اب تم اپنی وفاداری کا یقین دلاؤ۔"

"تم نے زبانی محبت اور دوستی کا یقین دلایا ہے۔ میں اس کا عملی ثبوت چاہوں گا۔ اس سلسلے میں ابھی شہر تل ابیب جارہا ہوں۔ کیونکہ بھوک لگ رہی ہے۔ کسی بڑے ہوٹل میں کھانے پینے پھر ذرا تفریح کرنے کے بعد اپنی رہائش گاہ میں واپس آجاؤں گا۔"

"مسٹر ہیرو! یہاں تمہارے کھانے پینے کا تمام سامان موجود ہے۔ تمہیں فی الحال شہر نہیں جانا چاہیے۔"

"تمہاری حکومت نے کھانے پینے کا جو سامان مہیا کیا ہے' وہ ضرر رساں ہے۔ تم لوگ چیخ چیخ کر اپنی دوستی کا راگ الاپتے ہو اور ساری دنیا کو سناتے ہو لیکن درپردہ کھانے میں زہر دیتے ہو۔ تم لوگ بڑے میٹھے زہر ہو۔"

انہوں نے کیمرا اور لائٹس کو بند کردیا پھر ڈائریکٹر نے کہا۔ "مسٹر ہیرو! آپ حکومت کے خلاف بول رہے ہیں۔ انٹرویو کا یہ حصہ نشر نہیں ہوگا اور جب تک ٹی وی کے ذریعے آپ کو عوام کے سامنے پیش نہیں کیا جائے گا' آپ شہر نہیں جائیں گے۔"

"میں تو ابھی یہاں سے جاؤں گا۔ تم لوگ فوراً یہاں سے نکلو۔ ورنہ کیمرے کے ساتھ تم دونوں کو باہر پھینک دوں گا۔"

وہ جلدی جلدی اپنا سامان سمیٹنے لگے۔ پھر باہر چلے گئے۔ سارہ نے ریسیور اٹھا کر برین آدم سے رابطہ کیا دوسری طرف سے جواب ملا۔ "وہ موجود نہیں ہیں۔ میں ان کا ایک ماتحت بول رہا ہوں۔"

وہ بولی۔ "اپنے بڑوں کو اطلاع دے دو کہ میں ہیرو کے ساتھ پندرہ منٹ کے بعد یہاں سے نکل کر تل ابیب جاؤں گی۔ مجھ سے دوبارہ رابطہ دس منٹ کے بعد کرو۔ کیونکہ میں لباس بدل رہی ہوں۔"

وہ ریسیور رکھ کر لباس بدلنے کمرے میں چلی گئی۔ ہیرو دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ باہر جانے والا ڈائریکٹر بھی ٹرانسمیٹر کے ذریعے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اپنے بڑوں کو بتا رہا تھا کہ دونوں نے کھانے کو مُضر پایا ہے۔ انھیں بھوک لگ رہی ہے' اس لیے وہ شہر کی طرف آنے والے ہیں۔

دس منٹ کے بعد فون کی گھنٹی بجی۔ سارہ نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو۔ میں سارہ بول رہی ہوں۔"

"مس سارہ! میں برین آدم بول رہا ہوں۔ ابھی اطلاع ملی ہے کہ تم ہیرو کے ساتھ شہر آرہی ہو۔ کیا یہ درست ہے؟"

"ہاں' جو کھانا تم لوگوں نے یہاں پہنچایا ہے اسے کھانے کے بعد میرا ایک خرگوش بیمار پڑ گیا ہے۔ کیا یہ تم لوگوں کی کمینگی کا ثبوت نہیں ہے۔"

"خرگوش کسی دوسری وجہ سے بھی بیمار پڑ سکتا ہے؟"

"تو پھر میں وہی کھانا دوسرے خرگوش کو کھلاؤں گی۔ وہ بھی بیمار پڑے گا تو ہیرو شہر آکر تمہارا حلیہ بگاڑ دے گا۔ تم لوگ اپنے پیدائشی کمینے پن سے باز کیوں نہیں آتے ہو؟"

"جس افسر نے یہ کھانا سپلائی کیا ہے' اسے ہم تمہارے سامنے گولی ماریں گے۔"

"یعنی ہمیں دوسرے افسر اور دوسرے کھانے پر بھروسا کرنا چاہیے۔"

"بے شک' اب ایسا نہیں ہوگا۔"

"ایسا ہو یا نہ ہو' ہم شہر آرہے ہیں۔"

"پلیز نو' ایسا نہ کرو۔ امنِ عامّہ خطرے میں پڑ جائے گا۔"

"ہیرو کسی کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔"

"لیکن لوگ اسے بندر سمجھ کر پتھر ماریں گے تو وہ مشتعل ہو کر ان پر حملے کرے گا۔"

"تو پھر لوگوں کو روکنے اور انھیں شرافت کے دائرے میں رکھنے کا انتظام کرو۔"

"اس کے لیے کچھ وقت لگے گا۔"

"ہم سے بھوک برداشت نہیں ہو رہی ہے۔ ہم ابھی نکل رہے ہیں۔ تم ہمارے آگے پیچھے مسلح فوجیوں کی گاڑیاں لگا دو۔"

"ہم ایسا کر سکتے ہیں لیکن بیرونی ممالک کی ایجنسیاں طرح طرح کے سوالات کریں گی کہ ایک بندر آدمی کے آگے پیچھے فوج کیوں ہے؟ اگر اس سے خطرہ ہے تو اسے گرفتار کیوں نہیں کیا جاتا اور اگر خطرہ نہیں ہے تو یہ تماشا کیا ہے؟"

"سیدھا سا جواب دے سکتے ہو کہ تمہاری بدمعاشیوں کے باعث دوست بھی دشمن بن جاتے ہیں۔"

سارہ نے ریسیور رکھ دیا۔ آئینے کے سامنے آکر بالوں کو برش کرنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد وہ اپنے ضروری سامان کی اٹیچی اٹھا کر باہر آئے پھر اپنی گاڑی میں بیٹھ گئے۔ سارہ نے اسے ڈرائیو کیا۔ جب وہ احاطے سے باہر ذرا دور آئے تو ان کے آگے پیچھے فوجی گاڑیاں چلنے لگیں۔

شام کے گہرے سائے تاریکی میں بدل رہے تھے۔ وہ تل ابیب میں داخل ہوئے تو رات ہو گئی۔ سارہ ڈرائیو کرتی ہوئی اپنے باپ کی عالیشان کوٹھی میں آگئی۔ گاڑی روک کر ہیرو کے ساتھ باہر آئی۔ مسلح فوجی ان کے چاروں طرف آگئے۔ ہیرو نے شیشے کی ڈبیا کو منہ میں دانتوں کے درمیان اس طرح رکھا تھا کہ ڈبیا کے اندر سے سیاہ رنگ کا کیپسول جھلک جھلک رہا تھا۔ سارہ نے کہا "یہ میرے باپ کی کوٹھی ہے۔ اندر کوئی فوجی جوان نہیں آئے گا۔ میرے حکم کی تعمیل کی جائے۔"

ایک فوجی افسر ٹرانسیٹر کے ذریعے برین آدم سے رابطہ کرنے لگا۔ سارہ ہیرو کے ساتھ کوٹھی کے اندر آگئی۔ وہاں سب سے پہلے گورنس سے ملاقات ہوئی۔ اس نے گورنس کو گلے لگایا پھر ہیرو سے کہا۔ "یہ میری گورنس ہے۔ میرے اپنوں سے بڑھ کر ہے۔ میں حالات سے مجبور ہو کر مرنا چاہتی تھی لیکن اس نے مجھے خودکشی سے باز رکھا۔"

گورنس ہیرو کو حیرانی سے دیکھ رہی تھی۔ ہیرو اسے دیکھ کر دوستانہ انداز میں مسکرا رہا تھا۔ اس نے پوچھا "سارہ' یہ کون ہے؟ انسان ہے یا......؟"

وہ مسکرا کر بولی۔ "تم اسے بندر بھی کہہ سکتی ہو۔ یہ برا نہیں مانے گا۔ لیکن مجھے برا لگے گا۔ میں اس کے متعلق تمہیں بہت کچھ بتاؤں گی۔ مگر بھوک لگی ہے۔ کچن چلو۔"

کچن کی طرف جاتے وقت دو سوتیلے بھائیوں سے سامنا ہوا۔ وہ ایک قد آور بندر کو دیکھ کر ٹھٹک گئے۔ ایک نے کہا "اچھا تو یہ وہی بندر ہے' جس کی وجہ سے اٹیلی جنس والے ہمیں پریشان کر رہے ہیں۔"

دوسرے بھائی نے کہا "ڈیڈی اور ممی کو پیرس سے یہاں آنے پر مجبور کیا گیا ہے۔ وہ اپنے کمرے میں آرام کر رہے ہیں۔ میں ابھی انھیں اطلاع دیتا ہوں۔"

سارہ نے کہا۔ "تم دونوں بڑی شرافت سے باتیں کر رہے ہو۔ کیا مجھے قتل کرنے کی پلاننگ پر عمل نہیں کرو گے؟"

ایک نے کہا "کل رات کسی نے ہم دونوں کے دماغوں میں آکر ہمیں بہت پریشان کیا ہے۔ کیا یہ تمہارا دوست ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ تم نے بڑی زبردست طاقت حاصل کی ہے۔ ہم آئندہ تمہارے خلاف کچھ نہیں کریں گے۔"

وہ دونوں زینے پر چڑھتے ہوئے اپنے باپ کے کمرے کی طرف جانے لگے۔ وہ ہیرو اور مریم کے ساتھ کچن میں آگئی۔ اس کے بعد کھانا گرم کر کے پہلے ہیرو کو دیا پھر خود پلیٹ لے کر وہ تینوں کھانے کی میز پر آگئے۔ کھانے کے دوران اس کا باپ اس کی سوتیلی ماں کے ساتھ وہاں آگیا۔

دونوں نے پہلے ہیرو کو حیرانی سے دیکھا پھر باپ نے پوچھا "تم نے اتنے عرصے بعد مجھے دیکھا اور وش نہیں کیا؟"

وہ کھاتے ہوئے بولی۔ "میں مرجاتی تو کون آپ کو وش کرتا۔

باپ اپنے کاروبار اور جوان بیوی میں مگن رہتے۔ آپ کے دونوں بیٹوں نے مجھے مار ڈالنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ مجھے اس ہیرو نے نئی زندگی دی ہے۔"

باپ نے کہا "یہ آخر ہے کیا چیز؟ حکومت نے مجھے سختی سے کہا ہے کہ تم اس کا ساتھ نہیں چھوڑو گی تو میرا تمام کاروبار اور بینک بیلنس ضبط کر لیا جائے گا۔ میں یہاں کا ارب پتی تاجر ہوں۔ تمہاری وجہ سے کنگال ہو جاؤں گا۔"

سارہ نے کہا۔ "ہونا تو یہی چاہیے۔ آپ نے مجھے سوتیلے جلاد بھائیوں کے حوالے کر دیا۔ بیٹی کو خسارے کی چیز سمجھ کر مجھ سے غافل ہو گئے۔ مجھے انتقاماً تم سب کو کنگال کر دینا چاہیے۔"

"ہوش میں تو ہو؟ کیا اپنے باپ کے غضب کو بھول گئی ہو؟"

"آپ بھول رہے ہیں کہ پوری اسرائیلی حکومت مجھ سے خوفزدہ ہے۔ دھیمی آواز میں بات کریں۔ اور تم! میری سوتیلی ممی! تم مجھے دیکھ کر تیور بدل لیتی تھیں۔ آج سہمی ہوئی سی چپ کیوں ہو؟"

ہیرو نے اس کی سوتیلی ماں کو غرا کر دیکھا۔ وہ اپنے شوہر کے پیچھے جا کر بولی "یہاں سے چلیں۔"

سارہ نے کہا "ہاں' یہاں سے جانے کے لیے صرف ایک سفری بیگ اٹھا لو۔ اور دس منٹ کے اندر کوٹھی سے نکل جاؤ۔"

باپ نے کہا "یہ میری کوٹھی ہے۔ تم اس بندر کے ساتھ یہاں سے جاؤ۔ پھر کبھی نہ آنا۔"

سارہ نے گورنس سے کہا۔ "میرے کمرے سے موبائل فون لے آؤ۔"

گورنس فون لے آئی۔ سارہ نے رابطہ قائم کرنے کے بعد کہا۔ "مسٹر برین! میں چاہتی ہوں میری سوتیلی ماں کو دس منٹ کے اندر اس کوٹھی سے نکال دیا جائے۔ دو سوتیلے بھائیوں کو بھی اس طرح نکالا جائے کہ ان کے بدن پر صرف ایک ایک نیکر ہو۔"

اس نے کوئی جواب سنے بغیر فون بند کر دیا۔ پانچ منٹ کے اندر ہی ایک فوجی افسر دو سپاہیوں کے ساتھ اندر آکر بولا۔ "مس سارہ! وہ سوتیلی ماں اور بھائی کون ہیں؟"

سارہ نے اشارے سے بتایا۔ دو سپاہیوں نے ان بھائیوں کے بدن کا لباس پھاڑتے ہوئے کہا۔ "فوراً ننگے ہو جاؤ۔"

آفیسر نے اس کی سوتیلی ماں سے کہا۔ "اگر تم لباس میں رہنا چاہتی ہو تو فوراً کوٹھی سے باہر جاؤ۔"

وہ جاتے ہوئے پلٹ پلٹ کر شوہر کو دیکھتے ہوئے باہر چلی گئی۔ شوہر نے کہا "یہ ظلم ہے' یہ کوٹھی میری ہے۔ یہ سب کچھ قانون کے خلاف ہو رہا ہے۔"

وہ بولی۔ "ڈیڈی! جس کے ہاتھ میں طاقت ہوتی ہے' قانون اس کے حق میں ہوتا ہے۔ اب آپ سے کہتی ہوں' صرف اپنا سفری بیگ لے کر یہاں سے جائیں اور یہ یاد رکھیں کہ آپ اپنے دونوں بیٹوں کی مالی مدد کریں گے اور انھیں کپڑے پہنانا چاہیں گے تو کنگال ہو جائیں گے۔ اگر ان سے قطع تعلق کریں گے تو آپ کا کاروبار اور بینک بیلنس سلامت رہے گا۔"

وہ کھانے میں مصروف ہو گئی۔ باپ اوپر اپنے کمرے میں گیا۔ پھر اپنا سفری بیگ اٹھا کر نیچے آیا۔ ایک نظر بیٹی پر ڈالی۔ اس کے بعد باہر چلا گیا۔

سارہ کھانے کے دوران گورنس کو اپنے تمام حالات سنانے لگی۔ وہ بولی۔ "تم نے اچھا کیا یہاں چلی آئیں۔ یہاں تمہارے کھانے میں کوئی مضر دوا نہیں ملائے گا۔"

"تم نہیں جانتیں۔ ہمارا کوئی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارے دماغ پر قبضہ جما کر تمہیں مجبور کر دے گا۔"

"ہاں' ایسا ہوا تو میرے ہاتھ سے تمہیں نقصان پہنچے گا۔ آئندہ تم کیا کرو گی؟"

"فی الحال ہم یہاں رہیں گے۔ یہاں کھانے کا سامان کافی ہے۔ تم ابھی یہاں سے چلی جاؤ تاکہ وہ تمہارے ذریعے ہمیں نقصان نہ پہنچا سکیں۔"

وہ اٹھ کر بولی۔ "تمہیں اس مصیبت کے وقت چھوڑ کر جانے کو جی نہیں چاہتا۔ مگر میرے چلے جانے میں تمہاری بہتری ہے۔"

وہ چلی گئی۔ سارہ نے کھانے کے بعد ہیرو سے کہا۔ "میرے کمرے میں چلو اور چار چھ گھنٹے کے لیے سو جاؤ۔ میں جاگتی رہوں گی۔ آدھی رات کے بعد میں سوؤں گی' تم جاگتے رہنا۔"

وہ کوٹھی کے باہر آکر افسر سے بولی۔ "بہت ضروری کام ہو تو پہلے بیل بجانا۔ میں دروازہ اندر سے بند کر رہی ہوں۔ کیا تمہارا کوئی آدمی اندر ہے؟"

"کوئی نہیں ہے۔ آپ اپنا موبائل نمبر بتائیں۔ چیف نے پوچھا ہے۔"

اس نے نمبر بتا کر دروازے کو اچھی طرح اندر سے بند کر دیا۔ ہیرو نے ہر کمرے' باتھ روم اور اسٹور روم میں گھس کر دیکھا اور لاک کر دیا۔ پھر سارہ اس کے ساتھ اپنے بیڈ روم میں آگئی۔ اس سے بولی "تم اس کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر کے سو جاؤ۔ میں دوسرے کمرے میں رہوں گی' کوئی خطرہ ہوگا تو دستک دوں گی۔"

وہ باہر آگئی۔ ہیرو نے دروازے کو اندر سے بند کیا۔ شیشے کی ڈبیا کو سرہانے رکھا پھر دماغ کو ہدایات دے کر سو گیا۔

دوسرے کمرے میں وہ جاگ رہی تھی۔ فون پر اشارہ پا کر اسے آپریٹ کیا پھر بولی "ہیلو' سارہ بول رہی ہوں۔"

"میں برین ہوں۔ تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اسے لے کر کسی بڑے ہوٹل اور کلب میں نہیں گئیں۔"

"میں کوئی ہنگامہ نہیں چاہتی تھی۔ یہاں کھانے کا سامان کافی ہے۔ کچھ روز گزارا ہو جائے گا۔ اس کے بعد کیا ہوگا؟"

"ہیرو کہاں ہے؟"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"آرام کررہا ہے۔ میری بات کا جواب دو۔"

"سارہ! دوست بن جاؤ۔ ہمیں اس جان لیوا عذاب سے نکالو۔"

"دوستی اب کبھی نہیں ہوگی۔ تم لوگوں پر کبھی بھروسا نہیں ہوگا۔"

"ایک بار اور آزما کر دیکھو۔ ایک موقع اور دو۔"

"دوسری بات کرو۔"

"پلیز سارہ! صرف ایک موقع ہمیں دو پھر۔۔۔۔۔"

وہ سخت لہجے میں بولی۔ "میں کہہ چکی ہوں' دوسری بات کرو ورنہ فون بند کردوں گی۔"

وہ چند لمحوں کی خاموشی کے بعد بولا۔ "ٹھیک ہے۔ تم بھی آرام کرو۔ صبح باتیں ہوں گی۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ برین آدم اسے قائل کرنے کے لیے مزید کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن اطلاع ملی کہ جے پرگولا نے روپوشی ترک کردی ہے۔ خود کو ظاہر کردیا ہے۔ وہ زخمی ہے اور اسے ملٹری اسپتال میں پہنچادیا گیا ہے۔

اس نے اسپتال میں پرگولا سے رابطہ کیا۔ "ہیلو پرگولا! میں انٹیلی جنس کا چیف بول رہا ہوں۔ میرے سوالات کا جواب دو۔"

وہ بولا۔ "پہلے یقین دلاؤ کہ تم واقعی چیف ہو اور فراڈ نہیں ہو۔"

"وہاں جو افسر ہے اسے ریسیور دو۔"

"وہ کمرے کے باہر ہے۔ تم کہو گے میں اسے کمرے میں بلاؤں۔ مگر نہیں بلاؤں گا کیونکہ میرے پہلو میں ایک خوبصورت نرس ہے۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ پانچ منٹ کے بعد دروازے پر دستک ہونے لگی۔ وہ گرج کر بولا۔ "کون بدتمیز ہے؟"

آواز آئی۔ "سر! میں ایک افسر ہوں۔ انٹیلی جنس کے چیف کا فون ہے۔ وہ آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔"

"میں ابھی کمبل سے لپٹا ہوا ہوں۔"

"آپ کمبل چھوڑ دیں۔"

"افسوس' کمبل مجھے نہیں چھوڑتا ہے۔ اس سے کہو۔ آدھے گھنٹے بعد فون کرے۔"

گاڈمدر کے گھر سے ذلیل ہوکر فٹ پاتھ پر لنگڑا کر چلنے اور اپنی ساری طاقت کھودینے کے بعد اسے اب عقل سے کام لینا چاہیے تھا لیکن دوبارہ طاقت حاصل کرنے کے بعد وہ پھر مغرور اور خودسر ہوگیا تھا۔ یہودی خفیہ تنظیم کے بگ برادر کو گھاس نہیں ڈال رہا تھا۔

برین آدم نے آدھے گھنٹے بعد فون کیا۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کہا۔ "ہاں' کلیجے میں ٹھنڈک پڑگئی ہے۔ اب بولو۔"

برین آدم نے کہا "بڑے بڑے طاقتور ایک دوسرے سے تہذیب کے دائرے میں گفتگو کرتے ہیں۔ لیکن تم حد سے زیادہ بدتمیز ہو۔"

"ارے بڑے بھائی! ناراض کیوں ہوتے ہو۔ کام کی بات کرو۔ تم بھی مصروف رہتے ہو اور مجھے بھی نرسیں نہیں چھوڑتی ہیں۔"

"میں تمہیں یہاں سے اٹھوا کر اسپتال کے سب سے تھرڈ کلاس کمرے میں پھنکوا رہا ہوں۔ وہاں فرش پر سویا کرو گے اور وہاں کالی کلوٹی بوڑھی نرسوں کے رحم و کرم پر رہو گے۔"

وہ قہقہہ لگا کر بولا۔ "تم ایسا نہیں کرسکو گے۔ میرے پاس تین ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔"

"تمہارے پاس بھی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی کمی نہیں ہے۔ تمہارے زخم میں مرہم کی جگہ زہر ٹیکا دیا جائے تو وہ تین خیال خوانی کرنے والے تمہیں نہیں بچا سکیں گے۔"

"وہ تینوں تمہارے ملک میں ایسی تباہی پھیلائیں گے کہ تم توبہ کرتے پھرو گے۔ میرا کیا ہے۔ میری ایک جان ہے' وہ تم لے لو۔ مگر میرے بعد وہ تینوں وفادار تمہاری نیندیں اڑا دیں گے۔"

"مجھے دھمکیاں نہ دو۔ یہاں نہ جانے کتنے خیال خوانی کرنے والے دشمن آگئے ہیں۔ میں ہر ایک سے نمٹتا رہتا ہوں۔ تمہارا بھی کوئی علاج ڈھونڈ نکالوں گا۔ کوئی برا وقت آنے سے پہلے انسان بن جاؤ۔"

"چلو بن گیا۔ آگے بولو۔"

"تمہارے وہ تینوں خیال خوانی کرنے والے کہاں ہیں؟ ابھی ان سے باتیں کراؤ۔ مجھے اپنی طاقت کا یقین دلاؤ۔"

وہ ذرا پریشان ہوا۔ اس نے سوچ کے ذریعے مرینا' جیری اور تھرال کو پکارا۔ وہ اس کے تابعدار نہیں تھے اور نہ ہی اس کے اندر موجود تھے۔ اس لیے جواب نہیں ملا۔ وہ بولا۔ "مسٹر چیف! میرے خیال خوانی کرنے والے ایک گھنٹے کے وقفے سے آتے ہیں۔ ان میں سے کوئی آئے گا تو میں بات کراؤں گا۔"

"مجھے صحیح وقت بتاؤ۔ میں فون پر رابطہ کروں گا۔ اسے اپنے ماتحت کی آواز سناؤں گا۔ وہ ماتحت کے اندر آکر مجھ سے بات کرے گا۔"

"مجھ سے ٹھیک ایک گھنٹے بعد رابطہ کرو۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ اس کی پریشانی بڑھ گئی۔ وہ سوچنے لگا کہ اگر تینوں میں سے کسی نے ایک گھنٹے کے اندر رابطہ نہ کیا تو کیا ہوگا؟ اس نے سوچ کے ذریعے مجھے بھی آواز دی۔ "فرہاد علی تیمور! تم کہاں ہو؟"

میں ہیرو کے معاملے میں مصروف تھا۔ یہ دیکھ چکا تھا کہ اس کی ویڈیو فلم تیار ہوگئی ہے۔ سارہ اور ہیرو وہ بنگلا چھوڑ کر جاچکے ہیں اب وہ کیمرا مین اور ڈائریکٹر رہ گئے تھے۔ ڈائریکٹر نے کہا "فلم مجھے دو۔ میں اسٹوڈیو میں لے جاکر اس کی ایڈیٹنگ کروں گا۔ بندر نے

ہماری حکومت کے خلاف جو کہا ہے' وہ حصہ کاٹ کر نکال دوں گا۔"

وہ ایڈیٹنگ کے لیے ویڈیو کیسٹ لے کر وہاں سے روانہ ہوا۔ میں نے عادل سے کہا "کار ڈرائیو کرو۔"

وہ ڈرائیو کرنے لگا۔ میں ڈائریکٹر کے دماغ میں تھا۔ وہ جن راستوں سے گزر رہا تھا ان کے مطابق میں عادل کو گائیڈ کررہا تھا۔ اس طرح اس راستے پر آگیا جہاں سے وہ بھی گزر رہا تھا۔ میں نے اسے گاڑی روکنے پر مجبور کیا پھر عادل سے کہا۔ "وہ سامنے سفید رنگ کی کار ہے۔ اس کی ڈرائیونگ سیٹ پر جو شخص بیٹھا ہے۔ وہ تمہیں ایک ویڈیو کیسٹ دے گا۔ اسے لے آؤ۔"

عادل نے ہدایت پر عمل کیا۔ کار سے اتر کر تیزی سے چلتا ہوا سفید کار کے پاس پہنچا۔ میں ڈائریکٹر کے دماغ میں تھا۔ اس نے وہ کیسٹ عادل کے حوالے کیا۔ اسی وقت ایک شخص دوڑتا ہوا آیا پھر عادل کو نشانے پر رکھتے ہوئے بولا "ہالٹ! وہ کیسٹ مجھے دو۔"

وہ انٹیلی جنس کا سراغرساں تھا۔ ڈائریکٹر کی نگرانی کرتا اور اسے تحفظ دینا اس کی ڈیوٹی تھی لیکن وہ اپنا فرض ادا نہ کرسکا۔ میں اس کی آواز اور لہجہ سن کر اس کے اندر پہنچا پھر اس کی زبان سے بولا۔ "عادل! اب یہ سفید کار لو اور اس میں بیٹھ کر جاؤ۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ نگرانی کرنے والے اور کتنے ہیں۔"

پھر میں نے ریوالور والے جاسوس کی زبان سے ڈائریکٹر کو مخاطب کیا۔ "اے فوراً گاڑی سے اترو۔ ورنہ گولی ماردوں گا۔ کم آن ہری اپ۔"

وہ سہم کر باہر آگیا۔ عادل نے اس سفید کار کی اسٹیرنگ سیٹ سنبھالی پھر اسے ڈرائیو کرتا ہوا ایک سمت جانے لگا۔ میں توجہ سے دیکھ رہا تھا۔ کوئی دوسری کار اس کے تعاقب میں نہیں تھی۔ میں نے نگرانی کرنے والے جاسوس کو آزاد چھوڑ دیا تھا۔ وہ پریشان ہوکر بولا۔ "یہ کیا ہوا؟ میں نے تو اس سے کیسٹ واپس لینے کے لیے ریوالور نکالا تھا۔"

ڈائریکٹر نے کہا "پریشان ہوکر کیا کرو گے۔ یہ ٹیلی پیتھی کا تماشا تھا۔ ہم دونوں مجبور تھے۔"

جاسوس نے ٹرانسیٹر نکال کر کہا۔ "ہیلو ہیلو۔ میں جیمز بانڈ زیرو زیرو سیون بول رہا ہوں۔"

ڈائریکٹر نے کہا۔ "یہ کیا کہہ رہے ہو؟ کیا تم جیمز بانڈ ہو اور یہ کیا حماقت ہے۔ ٹرانسیٹر آن کیے بغیر بول رہے ہو؟"

وہ شکست خوردہ لہجے میں بولا۔ "ہم اس کے خلاف کچھ نہیں کرسکیں گے۔ شاید ٹیکسی میں بیٹھ کر ہیڈ کوارٹر تک جاسکیں۔"

میں نے انہیں چھوڑ کر گاڑی آگے بڑھائی پھر عادل سے کہا۔ "اپنی گاڑی روکو اور انتظار کرو۔ میں آرہا ہوں۔"

تھوڑی دیر بعد میں اس کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے سفید کار چھوڑ دی۔ کیسٹ لے کر میرے پاس آگیا۔ ہم دونوں اپنے بنگلے میں واپس آگئے۔

عادل نے ٹی وی اور وی سی آر کو آن کیا۔ اس میں کیسٹ لگایا لیلیٰ اور انا بھی آگئیں۔ ہم سب مختلف صوفوں پر بیٹھ گئے۔ ابتدا میں ایٹمی پلانٹ کی لیبارٹری کا منظر دکھائی دیا۔ ہیرو' سارہ اور سائنس دان ڈاکٹر گولڈ اسٹائن نظر آرہے تھے۔ پھر ہیرو کا انٹرویو سنائی دیا۔ اسکرین پر بار بار ہیرو کا کلوز اپ دکھائی دے رہا تھا۔ میں نے کیمرا مین کو مجبور کیا تھا کہ وہ ہیرو کی آنکھوں کا کلوز اپ زیادہ پیش کرے۔ اس لیے اس کی بڑی بڑی آنکھیں بار بار اسکرین پر آرہی تھیں۔ میں ان میں جھانکتے جھانکتے اس کے دماغ میں پہنچا تو اس نے بے چینی ظاہر کی' نیند میں کسمایا پھر اٹھ کر بیٹھ گیا۔

بیدار ہونے کے بعد عقل میں بات آئی کہ دماغ میں پرائی سوچ کی لہریں ہیں۔ وہ سانس روکنا چاہتا تھا۔ میں نے کہا "ٹھہرو۔ میں فرہاد ہوں۔ میں نے تمہاری وہ ویڈیو فلم حاصل کرلی ہے۔ ابھی تمہیں اسکرین پر دیکھ رہا ہوں۔"

"پلیز کوڈ ورڈز مقرر کرو تاکہ آئندہ کوئی دشمن آکر دھوکا نہ دے سکے۔"

"ہاں' ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے پاس تمہاری فوٹو گرافس پہنچ گئے ہوں گے۔ میں ابھی کوڈ ورڈ مقرر نہیں کروں گا۔ صبح پہلے سارہ کے ذریعے کہوں گا کہ تمہارے پاس آرہا ہوں پھر میں آؤں گا۔ اس سے پہلے کوئی بھی آئے تو فوراً سانس روک لینا۔"

"میں یہی کروں گا۔"

ایک اور بات' کوڈ ورڈز سارہ کو بھی نہ بتانا۔ دشمن کبھی دھوکے سے اسے ٹریپ کرکے فرہاد بن کر تمہارے پاس آسکتے ہیں۔"

"درست کہتے ہو' میں اسے نہیں بتاؤں گا۔"

"اب آرام سے سو جاؤ۔ میں جارہا ہوں۔"

میں اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ عادل کیسٹ کو ریوائنڈ کررہا تھا۔ اس نے کہا "بھائی جان! یہ بندر آدمی تو عجیب چیز ہے۔"

میں نے اسے اور انا کو ہیرو کے حالات اختصار سے سنائے پھر کہا "جاؤ۔ آرام کرو۔"

وہ بولا۔ "ادھر دو دنوں سے مسلسل آرام کررہا ہوں۔ مجھے کوئی کام دیں۔"

"اپنی ہونے والی سسرال کی طرف دھیان دو۔ میں نے انا کے خیال سے پھر انہیں مصیبت سے نکالا ہے۔"

وہ بولی۔ "پاپا! آپ میری ماں اور بھائی بہنوں کی مدد کرتے ہیں تو میں ممنون بھی ہوتی ہوں اور شرمندہ بھی۔"

"تمہیں ممنون نہیں ہونا چاہیے کیونکہ ہماری بنی ہو۔ شرمندہ نہیں ہونا چاہیے کیونکہ تمہارے میکے والے اپنی کرنی کی سزا پاتے رہتے ہیں۔ اب بھی نہیں سنبھلنا چاہیں گے تو پھر جانتی ہو کیا ہوگا؟"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اس نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "کیا ہو گا پاپا؟"
اس کے چہرے پر بلا کی معصومیت تھی۔ اسے پریشان دیکھ کر دکھ ہوا۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا "کچھ نہیں ہو گا۔ میری انا کے میکے والوں پر کوئی آنچ نہیں آئے گی۔ میں ایک شرط پر ان کی مدد کرتا رہوں گا۔"
"وہ شرط کیا ہے پاپا؟"
"یہ کہ تم ہمیشہ ہنستی مسکراتی رہا کرو گی۔ میرے گھر میں پھول کھلنے لگتے ہیں۔"
وہ مسکرا کر بولی۔ "یو آر گریٹ پاپا!"
وہ عادل کے ساتھ ڈرائنگ روم سے چلی گئی۔ لیلیٰ کا سر جھکا ہوا تھا۔ وہ اداس تھی۔ مجھ سے اداسی چھپانے کے لیے وہ اٹھ کر کمرے میں چلی آئی۔
میں اس کے جذبات کو سمجھ رہا تھا۔ میں نے انا کو بیٹی کہہ کر اپنا یہ احساس بیان کیا تھا کہ اس کے ہنسنے مسکرانے سے پھول کھلنے کا احساس ہوتا ہے۔
لیلیٰ یہ سوچ کر اداس ہو گئی کہ وہ ماں نہیں بن سکے گی۔ اگر اس کی اولاد ہوتی تو میں اپنی اور اس کی اولاد کے لیے ایسے ہی احساسات کا اظہار کرتا۔ اب میں کیا کر سکتا تھا؟ اسے ازدواجی زندگی کی مسرتیں دے رہا تھا۔ اولاد نہیں دے سکتا تھا۔ یہ میرے بس میں نہیں تھا۔
میں نے پرائی سوچ کی لہریں محسوس کیں پھر جیری نے کوڈ ورڈز ادا کر کے کہا۔ "سر! میں ابھی پرگولا کے پاس گیا تھا۔"
"ہاں' میں بھی بہت پہلے اس کے پاس گیا تھا۔ وہ اسپتال میں عیش کر رہا تھا۔"
"اب وہ پریشان ہے۔ اس نے برین آدم سے کہا ہے کہ ایک گھنٹے بعد اس کا کوئی خیال خوانی کرنے والا اس سے رابطہ کرے گا تو وہ برین آدم کو ثبوت دے گا کہ اس کے ہم تین خیال خوانی کرنے والے اس کے پاس حاضر ہوتے رہتے ہیں۔ اب ایک گھنٹے کی مہلت ختم ہو رہی ہے اور وہ بار بار سوچ کے ذریعے ہمیں پکار رہا ہے۔"
میں نے کہا "اسے پکارنے دو۔ مریا اور تھربال سے بھی کہہ دو اس سے ابھی بات نہ کریں' چپ چاپ تماشا دیکھیں۔"
ایک گھنٹے کی مہلت ختم ہو گئی۔ برین آدم نے فون کے ذریعے پوچھا۔ "ہیلو پرگولا! کہاں ہیں تمہارے خیال خوانی کرنے والے؟"
"وہ ابھی نہیں ہیں۔ تھوڑی دیر میں آنے والے ہیں۔"
"کیا وہ تینوں تمہارے پابند نہیں ہیں؟ کیا وقت کی پابندی سے تمہارے پاس نہیں آتے ہیں؟"
"وہ میرے پابند ہیں۔ کہیں مصروف ہوں گے۔ آتے ہی ہوں گے۔"
"صاف صاف کہو۔ میں کب تک انتظار کروں؟"
"بس تھوڑی دیر۔ یہی کوئی ایک گھنٹے میں کوئی ایک ضرور میرے پاس آئے گا۔"
"اچھی بات ہے۔ ایک گھنٹا مزید ائر کنڈیشنڈ کمرے میں رہو۔ اس کے بعد کال کوٹھڑی میں پھنکوا دوں گا۔"
برین آدم نے اس سے رابطہ ختم کیا پھر الپا کے نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ ہونے پر کہا "میرے پاس آؤ۔"
وہ ریسیور رکھ کر آ گئی۔ "بگ برادر! میں حاضر ہوں۔"
"سسٹر! ہماری مصروفیات اتنی بڑھ گئی ہیں کہ ہم ایک دوسرے کی خیریت بھی معلوم نہیں کر سکتے۔ تم کل اسپتال سے فارغ کی گئی تھیں' اب کیسی ہو؟"
"بالکل پرفیکٹ ہوں۔ زیادہ سے زیادہ مصروف رہنے کے موڈ میں ہوں۔"
"تو پھر ایک کام کرو۔ پرگولا زخمی ہے۔ تم اس کے دماغ میں چپ چاپ جا کر اس کے چور خیالات پڑھو اور مجھے رپورٹ دو۔"
الپا نے اسپتال کا فون نمبر معلوم کیا پھر نمبر ڈائل کیے۔ تھوڑی دیر بعد پرگولا کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو' کون ہے؟"
الپا نے جواب نہیں دیا۔ ریسیور رکھ کر اس کے اندر پہنچ گئی۔ بڑی دیر تک اس کے چور خیالات پڑھتی رہی پھر برین آدم کے پاس آ کر بولی۔ "بگ برادر! وہ پرگولا تقریباً کھوکھلا ہو چکا ہے۔ میں اس کے حالات بتانے سے پہلے ایک حیرت انگیز انکشاف کرتی ہوں' کبھی کبھی فرہاد علی تیمور اس کے پاس آتا ہے۔"
برین آدم آرام سے بیٹھا ہوا تھا۔ چونک کر سیدھا ہو گیا۔ پھر بولا "فرہاد علی تیمور؟ کیا وہ اس شیطان کے پاس آتا ہے؟"
"ہاں' پرگولا کے خیالات بتا رہے ہیں کہ وہ نہ دوست ہے' نہ دشمن۔ پچھلے روز اس نے پرگولا کو قبرستان میں گرفتار ہونے سے پہلے بچایا تھا پھر اسے کار سمیت دریا میں ڈبو دیا تھا۔ اس کے بعد دریا سے نکل کر اس کی پٹائی کی تھی۔"
"الپا! تمہارے بیان سے پتا چلتا ہے کہ فرہاد یہاں ہمارے ملک میں موجود ہے۔"
"جی ہاں۔ پرگولا کے چور خیالات یقین سے کہہ رہے ہیں کہ وہ یہاں تل ابیب میں موجود ہیں۔"
"اوہ گاڈ! ہم پر کیسی کیسی آفات نازل ہو رہی ہیں۔ بائی دی وے' یہاں اس کی موجودگی کا کوئی جواز نہیں ہے کیونکہ جو دشمن یہاں آ رہے ہیں' ان کا مقصد غیر معمولی فارمولے حاصل کرنا ہے اور پارس کے پاس مکمل فارمولے موجود ہیں۔ پھر اس کا باپ یہاں کیوں آئے گا؟"
"اس کی آمد نے ایسی تشویش میں مبتلا کر دیا ہے کہ اب ہماری نیندیں اُڑی رہیں گی۔"
"الپا! میں بہت اپ سیٹ ہوں۔ تم پندرہ منٹ کے بعد آؤ۔"
وہ چلی گئی۔ اس نے فون کے ذریعے ٹیری آدم سے رابطہ کیا پھر کہا۔ "اب الپا نے پرگولا کے چور خیالات پڑھے ہیں۔ اس کے خیالات بتا رہے ہیں کہ فرہاد علی تیمور تل ابیب میں موجود ہے۔ الپا غلط نہیں کہے گی۔ پھر بھی تصدیق کرنا چاہتا ہوں' تم بھی چپ چاپ پرگولا کے خیالات پڑھ کر آؤ۔"
وہ چلا گیا۔ تھوڑی دیر میں اس نے بھی آ کر تصدیق کر دی۔ برین آدم نے کہا "ٹیری! ہماری تنظیم بڑے ہی آزمائشی دور سے گزر رہی ہے۔ پہلے غیر معمولی فارمولے حاصل کرنے والے دشمن آئے۔ پھر عکس منتقل کرنے والی مافیا پہنچ گئی۔ مافیا کے بعد کسی عادل نے تہلکہ مچایا۔ اس کے بعد پرگولا مصیبت بن گیا۔ سپر ماسٹر کی ٹیم آئی۔ مریا یہاں پہنچی ہوئی ہے۔ یہ تمام آفات کیا کم تھیں کہ فرہاد دھمکا ہے۔ اس کی آمد کی خبر سے ہی دم رکتا ہوا سا لگ رہا ہے۔"
"بگ برادر! پتا نہیں وہ کب سے یہاں ہے اور آج ہمیں معلوم ہو رہا ہے۔ جب تک بخار نہیں آتا' تب تک آدمی اس سے بچ کر رہنے کے جتن کرتا ہے جب آ ہی جاتا ہے تو تنگ آمد بجنگ آمد کے مصداق بخار سے لڑنا ہی پڑتا ہے۔ دنیا کے ہر بخار کا علاج ہے۔ فرہاد ملیریا بخار ہے۔ چڑھتا اترتا رہتا ہے لیکن اس کا بھی علاج ممکن ہوتا ہے۔"
"ہاں' اب تو اس سے بھی نمٹنا ہو گا۔ معلوم کرو' وہ کہاں ہے اور کس بھیس میں ہے؟"
ٹیری آدم چلا گیا۔ برین آدم نے فون کے ذریعے ایکسرے مین مارٹن کو میرے متعلق بتایا۔ وہ بھی سن کر سکتے میں رہ گیا۔ سارہ کے معاملے میں وہ دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر بہت بڑا نقصان اٹھا رہا تھا۔ بے نقاب ہوتے ہوتے رہ گیا تھا۔ پھر ہیرو جیسے عجوبے نے ایک خطرناک کیپسول کے ذریعے ان سب کی گردنوں کو دبوچ رکھا تھا۔ ایسے میں میری موجودگی کی اطلاع نے اس کی حالت ایسی کر دی جیسے غبارے سے ہوا نکلنے لگی ہو۔ اگر مجھے فوراً ہی اسرائیل سے نہ بھگایا گیا تو ان سب کے غباروں سے ہوا نکل جائے گی اور وہ طاقت کے زُعم میں پھولے ہوئے لوگ پچک کر رہ جائیں گے۔
ایکسرے مین مارٹن نے شکستہ سی آواز میں کہا۔ "اوہ برادر برین! یہ کیا ہو رہا ہے۔ یہ پرگولا اور بندر آدمی سے بڑا شیطان یہاں کیوں آ گیا ہے؟ یہ ہماری لاعلمی میں کیا کرتا پھر رہا ہے؟"
"سر! اس خطرناک کیپسول سے لاکھوں افراد مریں گے۔ تل ابیب کھنڈر ہو جائے گا۔ اس کے باوجود ہم زیادہ خوفزدہ نہیں ہیں کیونکہ کسی حکمت عملی سے کیپسول حاصل کر لیں گے۔ لیکن فرہاد سے کیسے نجات حاصل کی جائے؟"
"سب سے زیادہ تشویش کی بات یہ ہے کہ فرہاد کو اس کیپسول کی ہوا نہ لگ جائے۔ اس کے کانوں میں بھنک پڑے گی تو اس کیپسول کو حاصل کرنے کے لیے وہ ہماری جڑوں میں گھس آئے گا۔"
ایکسرے مین نے ریسیور رکھ دیا تھا اور خیال خوانی کے ذریعے باتیں کر رہا تھا اس کے ساتھ ہی اپنی ایک خاص ڈائری کھول کر پڑھ رہا تھا۔ اس نے زندگی گزارنے اور مشکل حالات سے نمٹنے کے زرّیں اصول لکھ رکھے تھے۔ ایک صفحے پر لکھا ہوا تھا۔ "کیا کرتے ہو؟ کیوں پریشان ہو؟ دنیا کی کوئی پریشانی اور مصیبت آدمی کو جان سے نہیں مارتی ہے۔ صرف ہلکان کرتی ہے۔ کیوں تمہارا دم نکلا جا رہا ہے؟ اس ہدایت پر فوراً عمل کرو۔ آرام سے ٹیک لگا کر بیٹھ جاؤ۔ آنکھیں بند کر لو۔ اگر کسی دشمن کے متعلق سوچ رہے ہو تو اسے تصور میں دیکھ کر مسکراؤ۔ اسے آفتِ جاں نہ سمجھو۔ وہ تمہاری طرح انسان ہے۔ تمہاری طرح اس کی بھی کچھ کمزوریاں اور اہم ضرورتیں ہوں گی۔ سوچو کہ ان کمزوریوں سے کیسے کھیل سکتے ہو۔ جب کچھ سمجھ میں نہ آئے تو اس سے دوستی کرو۔ کیونکہ آدمی دشمن بن کر دور رہتا ہے اور دوست بن کر شہ رگ کے قریب پہنچ جاتا ہے۔ یوں سوچنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے آدھے گھنٹے تک بالکل خاموش رہو۔ کچھ نہ سوچو۔ ذہن کو خالی رکھنے کی کوشش کرو۔ آدھے گھنٹے کے بعد موجودہ مسئلے پر غور کرو۔"
ایکسرے مین مارٹن نے ڈائری بند کر دی پھر برین آدم سے کہا۔ "میرے مشورے پر عمل کرو۔ آدھے گھنٹے تک کسی سے رابطہ نہ کرو۔ کسی مسئلے پر غور نہ کرو۔ آرام سے ٹیک لگا کر بیٹھ جاؤ اور ذہن کو خالی رکھنے کی کوشش کرو۔ پھر فرہاد کے بارے میں سوچو کہ اس کا کیا کیا جائے۔"
وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر یہی عمل کرنے لگا۔ آرام سے ٹیک لگا کر بیٹھنے کے بعد آنکھیں بند کر لیں۔ دماغ کے دروازے بند کرنے کے بعد ذہن کو تمام خیالات سے خالی کرنے لگا۔ اگرچہ ذہن کبھی سوچ سے خالی نہیں رہتا ہے پھر بھی کوشش کرتے رہنے سے فکر و تردّد سے بڑی حد تک نجات مل جاتی ہے۔ وہ دماغ جو پریشانی سے سوچتے سوچتے تھکنے لگتا ہے' اسے یک گونہ سکون مل جاتا ہے۔ تھکن مٹ جاتی ہے پھر ذہن تازہ دم ہو کر سوچنے کے قابل ہو جاتا ہے۔
وہ آدھے گھنٹے تک خالی الذہن اور پُرسکون حالت میں بیٹھے رہنے کی کوشش کرتا رہا پھر پندرہ منٹ تک میرے مسئلے پر غور کرتا رہا۔ اس کے بعد برین آدم کے پاس آ کر بولا۔ "فرہاد سے دوستانہ انداز اختیار کرو۔ ایک طویل عرصے سے ہمارے اور اس کے درمیان کوئی نیا اختلاف پیدا نہیں ہوا ہے۔ ہماری طرف سے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا ہے۔ ایسے میں دوستانہ ماحول پیدا ہو گا۔ اگر اسے ہم سے کوئی شکایت ہو گی تو ہم بڑی فراخدلی سے فوراً اسے دور کریں گے۔"
"اس سے رابطہ کیسے کیا جائے؟ پتا نہیں وہ اس شہر میں کہاں ہے؟"
"فرانسیسی ملٹری انٹیلی جنس کے چیف سے رابطہ کرو۔ فرہاد کے متعلق معلومات حاصل ہو جائیں گی۔"
اس نے ہدایت پر عمل کیا۔ ہاٹ لائن پر رابطہ ہو گیا۔ اس نے اپنا تعارف کرایا کہ وہ اسرائیلی ملٹری انٹیلی جنس کا چیف ہے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اور مسٹر فرہاد علی تیمور سے بات کرنا چاہتا ہے۔ جواب میں بتایا گیا کہ مسٹر فرہاد پیرس میں ہیں۔ مجھ سے رابطے کے لیے اسے میرا فون نمبر بھی بتا دیا گیا۔

فرانسیسی انٹیلی جنس کے چیف نے رابطہ ختم کرنے کے بعد ڈی فرہاد سے رابطہ کیا۔ پوی نے ریسیور اٹھایا۔ چیف نے کہا "میڈم! اسرائیلی انٹیلی جنس کا چیف مسٹر فرہاد سے گفتگو کرنا چاہتا ہے۔ میں نے ہدایات کے مطابق یہ نمبر دے دیا ہے۔ آپ مسٹر ڈی فرہاد کو انفارم کریں۔ شکریہ۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ پوی نے ریسیور رکھ کر آواز دی۔ "ڈی! تم کہاں ہوں؟ کم اوور ہیر۔"

میں پچھلے کسی باب میں پوی اور ڈی فرہاد یعنی ڈی فرہاد کے متعلق بیان کرچکا ہوں۔ جناب تبریزی صاحب نے پوی کو ہدایت کی تھی کہ اسے شادی کرکے ازدواجی زندگی گزارنا چاہیے۔ وہ میرے سوا کسی دوسرے کو قبول کرنا نہیں چاہتی تھی۔ بزرگ نے سمجھایا۔ تم ڈی فرہاد کے ساتھ چھوٹی بڑی مہمات میں حصہ لیتی ہو پھر تمہارا دل اس کی طرف مائل ہوگا تو شادی کرلینا۔

وہ ایک طویل عرصے تک ڈی فرہاد کے ساتھ رہی پھر اس سے متاثر ہوکر شادی کرلی۔ اب وہ دونوں ایک بنگلے میں رہنے لگے تھے۔

ڈی نے کمرے میں آکر پوچھا۔ "ڈیل پوی! کیا بات ہے؟"

اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ پوی نے کہا۔ "اسرائیلی انٹیلی جنس کا چیف تم سے باتیں کرے گا۔ تمہیں جو ہدایات دی گئی ہیں۔ اس پر عمل کرو۔" وہ فون کے پاس آیا۔ پھر ریسیور اٹھا کر بولا "ہیلو؟ کون؟"

"میں اسرائیلی انٹیلی جنس کا چیف ہوں۔ مسٹر فرہاد علی تیمور سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"آپ فرہاد سے بات کررہے ہیں۔"

برین آدم نے صاف طور سے میری آواز اور میرے لہجے کو سمجھا اور یقین کیا کہ میں ہی بول رہا ہوں۔ پھر بھی اس نے پوچھا۔ "آ...... آپ بول رہے ہیں؟ کیا آپ پیرس میں ہیں؟"

ڈی نے بالکل میرے انداز میں پوچھا۔ "آپ کے خیال میں مجھے کہاں ہونا چاہیے؟"

"ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آپ تل ابیب میں ہیں۔"

"آپ کی معلومات غلط ہیں۔ کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ کن ذرائع سے وہاں میری موجودگی کا یقین ہو رہا ہے؟"

"جی ہاں۔ ہمارے خیال خوانی کرنے والوں نے پرگولا کے چور خیالات پڑھے تھے۔"

"یہ پرگولا کیا چیز ہے؟"

"میں جے پرگولا کی بات کررہا ہوں۔ وہ بڑا ہی شیطان جادوگر ہے۔ اس کے قبضے میں تین ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ آج کل وہ زخمی ہے اس لیے آسانی سے اس کے چور خیالات پڑھے گئے۔ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ چور خیالات سے صحیح معلومات حاصل ہوتی ہیں۔"

"اس کے چور خیالات نے کیا کہا ہے؟"

"یہی کہ فرہاد پرگولا کا دوست ہے نہ دشمن۔ مگر وہ اس کے پاس آکر کبھی اسے نقصان پہنچاتا ہے اور کبھی اسے بڑی مصیبتوں سے نکالتا ہے۔"

"وہ کوئی مسخرو ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے۔ فرہاد بن کر پرگولا کے دماغ میں آتا ہے۔"

"پلیز! آپ ہماری مشکل آسان کردیں۔ ہمیں ذہنی الجھنوں سے نکال دیں۔"

"میں آپ کے لیے کیا کرسکتا ہوں؟"

"دیکھیے۔ کوئی آپ کے نام سے یہاں واردات کررہا ہے۔ آپ کو بدنام کررہا ہے۔ آپ......"

ڈی نے بات کاٹ کر کہا۔ "مجھے کوئی بدنام نہیں کرسکتا۔ میری فکر نہ کرو۔ اپنی بات کرو۔"

"اپنی بات یہ ہے کہ پلیز! کسی طرح ثابت کردیں کہ آپ اصلی ہیں اور پرگولا کے پاس آنے والا فراڈ ہے۔"

"یہ ثابت کرنا کون سی بڑی بات ہے۔ تم اپنے کسی خیال خوانی کرنے والے سے کہو کہ وہ میری آواز اور لہجے کو گرفت میں لے۔ یہ وہی آواز اور لہجہ ہے جو تم لوگوں کے ریکارڈ روم میں محفوظ ہے۔ تمہارا ٹیلی پیتھی جاننے والا جس کے دماغ میں پہنچے گا' وہی اصلی فرہاد ہوگا۔"

"ہمارا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا آپ کی آواز سن رہا ہے اور ابھی آپ کے پاس آرہا ہے۔"

ڈی فرہاد نے ریسیور رکھ دیا۔ ٹیری نے آکر کہا "سر! میں اسرائیلی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہوں۔"

"میں تمہارا آقا یا تم سے بڑا عہدیدار نہیں ہوں۔ مجھے سر کیوں کہہ رہے ہو؟"

"سر! آپ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں سب سے بزرگ اور سب سے زیادہ تجربہ کار ہیں' میں احتراماً سر کہہ رہا ہوں۔"

"کیا تم نے پرگولا کے دماغ میں کسی فرہاد کو بولتے سنا ہے؟"

"تو سر! صرف اس کے چور خیالات پڑھنے سے معلوم ہوا کہ یہاں بھی کوئی فرہاد موجود ہے۔"

"کیا ایک کام کروگے؟"

"سر! آپ حکم دیں۔"

"جب کبھی تم اس فرہاد کو پرگولا کے اندر بولتے ہوئے سنو تو فوراً مجھے اطلاع دو۔ میں اس کی اصلیت معلوم کرنے کی کوشش کروں گا۔"

"آل رائٹ سر! میں آپ کو فوراً اطلاع دوں گا۔"

"اب جاؤ۔" ڈی فرہاد نے سانس روک لی۔ ٹیری نے برین آدم کے پاس آکر ڈی فرہاد سے ہونے والی گفتگو سنائی پھر کہا "بگ برادر! مجھے یقین ہے کہ میں زندگی میں پہلی بار اصلی فرہاد کے اندر رہ کر آیا ہوں۔ میں بیان نہیں کرسکتا کہ اس کی شخصیت میں کتنا رعب اور دبدبہ ہے۔"

برین آدم نے کہا۔ "ہاں اس کی باتوں سے پتا چلتا ہے کہ وہ بھی کسی نقلی فرہاد کو پرگولا کے دماغ میں آکر پکڑنا چاہتا ہے۔"

"جی ہاں۔ اگر ہم نقلی فرہاد سے رابطہ کرلیں اور اس سے گفتگو کے دوران اصلی فرہاد کو بلا کر لے آئیں تو دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہوجائے گا۔"

"تم جاؤ اور سوچو کہ پرگولا کے پاس آنے والے فرہاد سے کیسے رابطہ کیا جاسکتا ہے۔ آدھے گھنٹے بعد آؤ۔"

ٹیری آدم چلا گیا۔ اس نے فون کے ذریعے ایکسرے مین مارٹن کو ٹیری اور ڈی فرہاد کی گفتگو سنائی۔ ایکسرے مین مارٹن نے کہا۔ "مجھے بھی وہ پیرس والا فرہاد اصلی لگ رہا ہے۔ لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ یہاں والا فرہاد اصلی ہو اور پیرس سے وہ اصلی بن کر بول رہا ہو۔ ہم اپنے طور پر اصل کو پرکھنے کے بعد ہی مطمئن ہوں گے۔"

"پرابلم یہ ہے کہ جو فرہاد یہاں ہے' اس سے کیسے رابطہ کیا جائے؟"

"ایک راستہ ہے۔ ریڈیو' ٹی وی اور اخبارات کے ذریعے اعلان کیا جائے کہ ہم اس سے دو باتیں کرنا چاہتے ہیں۔"

"سر! ریڈیو' ٹی وی اور اخبارات میں فرہاد علی تیمور کا نام آئے گا تو یہودی خوفزدہ ہوں گے۔ سپر پاور امریکا نہیں چاہے گا کہ ہم فرہاد سے دوستانہ رویّہ رکھیں۔ سپر ماسٹر اور دوسری خطرناک تنظیمیں اپنے طور پر چالیں چلیں گی۔"

"ہم اعلان میں یہ نہیں کہیں گے کہ فرہاد سے ملنا چاہتے ہیں۔ بلکہ یہ شائع کیا جائے گا کہ مسٹر ایف اے ٹی سے ملنا چاہتے ہیں یہ ایف اے ٹی' فرہاد علی تیمور کا مخفف ہے۔ پھر یہ ظاہر نہیں ہوگا کہ ہم ملنا چاہتے ہیں۔ ایک فون نمبر شائع کیا جائے گا۔ فرہاد اس نمبر پر ضرور رابطہ کرے گا۔"

"آل رائٹ سر! میں اس تدبیر پر ابھی عمل کراتا ہوں۔"

"وہ فون کے ذریعے اپنے ماتحتوں کو اس اعلان کے بارے میں ہدایات دینے لگا۔ ایکسرے مین نے کہا۔ "اصلی اور ڈی فرہاد کے مسئلے میں الجھنے سے کیپسول کا مسئلہ ویسے کا ویسا ہی ہے۔"

"سر! فی الوقت تو یہی بات سمجھ میں آرہی ہے کہ سارہ اور ہیرو کوٹھی کے اندر ہیں۔ وہ ایک ہی کمرے میں یا دو الگ کمروں میں سو رہے ہوں گے۔ ان کمروں میں ایسی زود اثر گیس چھوڑی جائے کہ انہیں بیدار ہونے کا موقع نہ ملے اور وہ بے ہوش ہوجائیں یا مر جائیں۔"

"نہیں مسٹر برین! ہیرو کی قوتِ برداشت بہت زیادہ ہے۔ وہ فوراً ہی بے ہوش نہیں ہوگا۔ غفلت طاری ہونے سے پہلے اس کیپسول کے ذریعے قیامت برپا کردے گا۔"

اونٹ کسی کروٹ نہیں بیٹھ رہا تھا۔ لاکھوں افراد کی جان جانے والی تھی۔ سارہ اور ہیرو باری باری آرام سے سو رہے تھے۔ یہودی اکابرین کی نیندیں اڑی ہوئی تھیں۔ انہوں نے وہ کیپسول بم عرب ممالک اور دوسرے اسلامی ممالک کو تباہ کرنے کے لیے بنایا تھا اور جو گڑھا کھودا تھا' اس میں وہ خود گرنے والے تھے۔

دوسری صبح میں نے سارہ کے دماغ میں چپکے سے آکر دیکھا۔ دونوں ناشتے کی میز پر تھے۔ میں نے موبائل فون کا نمبر معلوم کیا پھر نمبر ڈائل کرنے لگا۔ میں خیال خوانی کے ذریعے بھی سارہ سے باتیں کرسکتا تھا لیکن اسے احساس نہیں دلانا چاہتا تھا کہ وہ دماغی طور پر ہماری محکوم ہے۔ رابطہ قائم ہونے پر میں نے کہا "فرہاد بول رہا ہوں۔ تم دونوں خیریت سے ہو؟"

وہ خوش ہوکر بولی۔ "ابھی تک تو خیریت ہے۔ تم سے باتیں کرکے احساس ہوتا ہے کہ ہم تنہا نہیں ہیں۔"

"ہیرو سے کہو' میں اس کے دماغ میں آرہا ہوں۔"

سارہ نے ہیرو سے کہا۔ اس نے مسکرا کر سر ہلایا۔ میں نے اس کے پاس پہنچ کر کہا "ہیلو ہیرو! میں فرہاد ہوں۔ ہمارے درمیان یہ کوڈ ورڈز رہیں گے۔ حیات انسانی مبارک ہو۔ مبارک ہو۔"

وہ سوچ کے ذریعے بولا۔ "بڑے تعمیری کوڈ ورڈز ہیں۔ ان سے میرا حوصلہ بڑھے گا کہ مجھے زیادہ سے زیادہ انسان بنتے رہنا ہے۔ بائی دی وے' ایک گھنٹا پہلے دو بار کسی نے میرے اندر آنے کی کوشش کی تھی۔ میں نے ہر بار سانس روک لی۔"

"تم نے اچھا کیا۔ وہ لوگ تمہارا فوٹوگراف دیکھ کر تمہارے اندر آنا اور جگہ بنانا چاہتے ہیں۔"

"اب تک ان کی سمجھ میں آجانا چاہیے کہ ہم وہ کیپسول کبھی ان کے حوالے نہیں کریں گے۔ اتنے انکار کے باوجود وہ پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔"

"اس میں شبہ نہیں کہ وہ کیپسول انتہائی خطرناک ہے۔ تمہیں بھی سنجیدگی سے سوچنا چاہیے کہ اسے کب تک اپنے پاس رکھوگے؟"

"جب تک ہمیں محفوظ اور پرامن زندگی کی ضمانت نہیں ملے گی۔"

"اگر میں ضمانت دوں کہ تم دونوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا تو؟"

"کیا تم چاہتے ہو کہ یہ کیپسول ان کے حوالے کردیا جائے؟"

"میں کبھی یہ نہیں چاہوں گا۔ ہاں لاکھوں افراد کی جانیں بچانے کے لیے اس کیپسول بم کو ناکارہ بنانا چاہوں گا۔"

"کیا تم اسے بے ضرر بنا سکتے ہو؟ پھر اس کے بے ضرر ہونے کے بعد ہمیں کس طرح تحفظ حاصل ہوگا؟"

"تمہارے پاس ویسی ہی شیشے کی ڈبیا رہے گی اور اس میں ویسا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہی ہو بہو نقلی کیپسول رہے گا۔ یہودی اکابرین اسے اصل سمجھتے ہوئے ہمیشہ خوفزدہ اور تابعدار رہیں گے۔"

"سچ پوچھو تو میں بھی یہ خطرناک چیز سارہ کے قریب رکھنا نہیں چاہتا۔ اس کے حسن کو' معصومیت کو اور محبت کو دیکھ کر دل کہتا ہے' یہ دنیا بہت خوبصورت ہے۔ اسے کیپسول سے تباہ نہیں ہونا چاہیے۔"

ہیرو کمپیوٹر کے ذریعے سارہ کو بتا رہا تھا کہ ہمارے درمیان کیا باتیں ہو رہی ہیں۔ سارہ نے پوچھا "مسٹر فرہاد! آپ کیپسول اور شیشے کی ڈبیا کی نقل کیسے تیار کریں گے۔ یہ چیزیں آپ نے دیکھی نہیں ہیں۔"

"میں دیکھ لوں گا۔ ہماری پاس ایسے آلات ہیں' جو کسی کے عکس کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتے ہیں۔ میں چاہوں تو میرا عکس تم لوگوں کے پاس آسکتا ہے اور تم لوگوں کا عکس میرے پاس پہنچ سکتا ہے۔"

سارہ نے کہا۔ "یہ عکس والی بات میں نے اخبارات میں پڑھی تھی۔ ایک حسین لڑکی کا عکس ایک بینک میں آیا تھا اور بینک لوٹ کر چلا گیا تھا۔"

میں نے کہا "اس لڑکی کا نام اتالاتا ہے۔ وہ اپنے محبوب عادل کے ساتھ تمہارے پاس آئے گی۔ پھر عکس منتقل کرکے جیسے تماشے دکھائے جاتے ہیں' وہ دونوں ویسے ہی تماشے دکھائیں گے۔"

"وہ دونوں کب آرہے ہیں؟"

"تم برین آدم سے کہو وہ دونوں تمہارے پاس آرہے ہیں۔ انہیں روکا نہ جائے اور نہ ہی ان کے سامان کی تلاشی لی جائے۔"

اس نے فون کے ذریعے رابطہ کیا پھر کہا "مسٹر برین! میرے دو مہمان کوٹھی میں مجھ سے ملنے آرہے ہیں۔ اپنے آدمیوں سے کہہ دو کہ کوئی انہیں نہ روکے اور نہ ہی ان کے سامان کی تلاشی لے۔ ایسا ہوا تو بہت برا ہوگا۔"

"تم جیسا چاہتی ہو ویسا ہی ہوگا۔ کیا پوچھ سکتا ہوں کہ وہ دو مہمان کون ہیں؟"

"کوٹھی کے احاطے میں آکر کھڑے ہوجاؤ۔ انہیں دیکھ لو گے۔"

"میرے ماتحت ان کی تصویریں اتار لیں گے۔ میں ان کی تصاویر دیکھوں گا۔"

سارہ نے میری مرضی کے مطابق کہا۔ "نہیں مسٹر! ان کی ایک بھی تصویر نہیں اتاری جائے گی۔ آپ اپنے ماتحتوں کو یہ باتیں اچھی طرح سمجھا دیں۔ وہ ایک گھنٹے کے اندر یہاں پہنچنے والے ہیں۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ یہ بات تمام اعلیٰ حکام فوجی افسران اور آدم برادرز تک پہنچ گئی کہ سارہ کے دو مہمان اس سے ملنے آرہے ہیں۔ کوٹھی کے احاطے میں اور گیٹ پر دیکھتے ہی دیکھتے خفیہ کیمرے نصب ہوگئے۔ جب اتا اور عادل ایک کار میں بیٹھ کر وہاں آئے' احاطے میں داخل ہوئے اور سامان اٹھا کر کوٹھی کے اندر گئے تو انہیں پتا نہ چلا کہ ان کی متعدد تصاویر اتاری جاچکی ہیں۔

اتا نے سارہ سے اور عادل نے ہیرو سے مصافحہ کیا۔ وہ ایک دوسرے سے اپنا تعارف کرانے لگے۔ سارہ نے مسکرا کر پوچھا۔ "اتا! تم وہی ہو نا جس نے بینک میں ڈاکا ڈالا تھا؟"

اتا نے عادل کے بازو سے لگ کر کہا "ہاں' وہیں میرے محبوب سے میری پہلی ملاقات ہوئی تھی۔ میں نے بینک لوٹا' عادل نے میرا دل لوٹ لیا۔"

سارہ نے ہیرو کے پاس آکر اس کے بازو سے لگ کر کہا۔ "جب میرے اپنے سگے میرے لیے درندے بن رہے تھے اور ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا شیطان میری آبرو لوٹنا چاہتا تھا تب میرے ہیرو سے میری پہلی ملاقات ہوئی تھی۔ میں نے اپنے جسم و جان کے جملہ حقوق اپنے ہیرو کے نام کردیے ہیں۔"

وہ ایک دوسرے کو اپنی اپنی باتیں بتاتے رہے۔ ہنستے بولتے اور بے تکلف ہوتے رہے۔ پھر عادل نے ایک باکس کھولتے ہوئے کہا۔ "ہیرو! تم کمپیوٹر آپریٹ کرتے ہو۔ جدید ٹیکنالوجی کو سمجھتے ہو۔ اس لیے عکس منتقل کرنے والے ان آلات کو آسانی سے سمجھ لوگے۔"

وہ باکس میں سے آلات نکال کر ان کی تفصیلات بیان کرنے لگا۔ ہیرو انہیں غور سے دیکھ رہا تھا۔ عادل کی باتیں توجہ سے سن رہا تھا اور عکس منتقل کرنے کی تکنیک کو اچھی طرح سمجھ رہا تھا۔

پھر انہوں نے ایک بڑے سے ٹی وی کے قریب لائٹس آن کی۔ اتا ساؤنڈ مشین کے پاس بیٹھ کر سارہ کو اس مشین کے متعلق سمجھانے لگی۔ عادل نے کیمرا ہیرو پر فوکس کرکے اسے آن کیا۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے عادل سے کہہ دیا تھا کہ میں اپنی جگہ تیار ہوں' وہ کیمرا آن کرے۔

لیلیٰ گلے میں لاکٹ پہنے میرے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ کیمرا آن ہوتے ہی ہیرو عکس کی صورت میں ہمارے سامنے حاضر ہوگیا۔ میں نے کہا "خوش آمدید ہیرو! اس وقت تم میرے سامنے ہو اور اپنے کمرے کے ٹی وی اسکرین پر مجھے دیکھ سکتے ہو۔"

اس نے مسکرا کر مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ میں نے کہا "افسوس' تم یہاں سر سے پاؤں تک حاضر رہنے کے باوجود کسی سے مصافحہ نہیں کرسکو گے۔ کسی چیز کو پکڑ نہیں سکو گے۔"

وہ میز کے پاس آیا۔ وہاں رکھے ہوئے کمپیوٹر کو آپریٹ کیا۔ اپنی تحریر سے بولا۔ "مسٹر فرہاد! یہ تو کمال کی تکنیک ہے۔ میں کسی بھی چار دیواری میں محفوظ رہ کر پورے تل ابیب کی سیر کرسکتا ہوں۔ تمام شہری مجھے دیکھیں گے مگر مجھے چھو نہیں سکیں گے۔ مجھے پتھر یا گولی نہیں مار سکیں گے۔"

"بے شک' یہ تکنیک تمہارے بہت کام آئے گی۔ ابھی میں ابھی تمہارے کمرے میں تم سب کے درمیان آنے والا ہوں۔"

"یو آر موسٹ ویلکم مسٹر فرہاد! آپ آئیں۔ ہم یہاں بیٹھ کر باتیں کریں گے۔"

"میں آنے سے پہلے اس شیشے کی ڈبیا اور کیپسول کو قریب سے دیکھنا چاہتا ہوں۔ تم انہیں کیمرے کے سامنے اپنی ہتھیلی پر رکھو۔ میں ان کی تصاویر اتاروں گا۔"

اس نے یہی کیا۔ انہیں جیب سے نکال کر ہتھیلی پر رکھا وہ ڈبیا اور کیپسول میری نگاہوں کے بالکل قریب تھے۔ میں نے ساکت کیمرے سے کئی تصاویر اتاریں پھر کہا "شکریہ' انہیں جیب رکھ لو۔"

پھر میں نے اتا سے کہا "اب تم لاکٹ پہن لو۔ میں آرہا ہوں۔"

اس نے پرس سے ایک لاکٹ نکال کر پہن لیا۔ ادھر ہمارا کیمرا پہلے ہی آن تھا۔ لیلیٰ نے اپنا لاکٹ گلے سے اتار کر اپنی مٹھی میں چھپا لیا تھا۔ یوں ہم دونوں اتا' سارہ' ہیرو اور عادل کے درمیان پہنچ گئے۔

سارا اور ہیرو ہمیں دیکھ کر خوش ہو رہے تھے۔ سارہ اپنی زبان سے اور ہیرو اپنے کمپیوٹر سے بے انتہا مسرتوں کا اظہار کر رہے تھے۔ سارہ نے کہا۔ "یہ تو ایسا جادو ہے کہ میں اور ہیرو کبھی تنہا نہیں رہیں گے۔ ہمیشہ اپنے آپ کو ایک بڑے خاندان کے درمیان دیکھتے رہیں گے۔"

لیلیٰ نے کہا۔ "پھر تو یہ طے کرلو کہ ہمارے درمیان ایسا مضبوط اعتماد قائم رہے گا' جس کے نتیجے میں ہم ایک ہی خاندان کے افراد کہلاتے رہیں گے۔"

ہیرو ہنسنے لگا۔ اس کا کمپیوٹر کہہ رہا تھا۔ "مجھے اس بات پر ہنسی آرہی ہے کہ باہر سخت پہرا لگا ہے۔ کسی کو خبر نہیں ہے کہ دو مہمانوں کے بعد آپ دونوں بھی یہاں تشریف لے آئے ہیں اور جب میں یہاں سے جاؤں گا تب بھی انہیں خبر نہیں ہوگی۔ ان کے افسران انہیں اطلاع دیں گے کہ میں شہر میں گھوم رہا ہوں۔"

سارہ نے کہا "میں بھی اپنے ہیرو کے ساتھ باہر جاؤں گی۔"

میں نے کہا "ابھی نہیں۔ دن کے وقت شہر میں نکلو گے تو سورج کی روشنی میں دھندلے سے نظر آؤ گے۔ آج رات کو تفریح کے لیے جاؤ۔ اور یہودی اکابرین کو اپنے پروگرام سے آگاہ کردو۔"

سارہ نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ قائم ہونے پر انٹیلی جنس کے افسر کی آواز سنائی دی۔ وہ بولی۔ "مسٹر برین آدم کو بلاؤ۔ میں سارہ بول رہی ہوں۔"

ایک کمرے میں برین آدم اور بلیک آدم کے علاوہ فوج کے دو بہت بڑے افسر بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے سامنے میز پر اتا اور عادل کی بے شمار تصویریں بکھری ہوئی تھیں۔ برین آدم کہہ رہا تھا۔ "یہ وہی لڑکی ہے' جس نے بینک میں ڈاکا ڈالا تھا اور یہ نوجوان بینک سے لوٹی ہوئی رقم واپس کرنے آیا تھا۔ اس نے اپنا نام ہیری بتایا تھا۔ یہ دونوں اس بندر آدمی سے ملنے سارہ کی کوٹھی میں گئے ہیں۔ پتا نہیں کوٹھی کے اندر کیا کھچڑی پک رہی ہوگی؟"

افسر نے کمرے میں آکر کہا۔ "سر! سارہ کا فون ہے۔"

برین آدم نے سامنے رکھے ہوئے فون کا ریسیور اٹھا کر کہا۔ "ہیلو سارہ! میں برین بول رہا ہوں۔"

وہ بولی۔ "ہماری ایک رات خیریت سے گزری۔ ہم یہ دوسرا دن گزار رہے ہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسا کب تک ہوتا رہے گا؟"

"ہمیں بھی یہی فکر اور پریشانی ہے۔ ہم پچھلی رات سے جاگ رہے ہیں۔ دل اور دماغ میں یہ خوف سما گیا ہے کہ وہ کیپسول کسی بھی وقت ایک معمولی سی غلطی سے پھٹ پڑے گا۔"

"یہ پریشانی تو ہمیں بھی ہے۔ خاص طور پر میں نہیں چاہتی کہ میرا... ملک اور میری قوم تباہ ہوجائے۔"

"سارہ! ہم تمہیں خدا کا واسطہ دیتے ہیں' اس کیپسول کو جلد از جلد ائر کنڈیشنڈ اسٹور میں پہنچانے دو۔"

"پھر ہمارا کیا بنے گا؟"

"تم پورے ملک اور قوم کو تباہی سے بچاؤ گی۔ تمہیں انعام و اکرام سے نوازا جائے گا۔ پوری قوم تمہیں اور ہیرو کو سر آنکھوں پر بٹھائے گی۔ ہم سے ایک غلطی ہوگئی ہے۔ دوسری غلطی نہیں ہوگی۔ ہم تم دونوں سے انصاف کریں گے۔ ہمیں ایک موقع دو۔"

"تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ہیرو غیر معمولی ذہانت کا حامل ہے۔ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس معاملے پر غور کر رہا ہے کہ کس طرح میرے ملک اور قوم کو کیپسول کے خطرے سے محفوظ رکھا جائے۔"

"ہیرو اپنے کن ساتھیوں کے ساتھ اس معاملے پر غور کر رہا ہے۔ کیا وہی دو مہمان جو تمہاری کوٹھی میں آئے ہیں؟"

ان کے علاوہ ہمارے اور کئی ساتھی ابھی یہاں ہمارے سامنے موجود ہیں۔"

"یہ تو تم سفید جھوٹ بول رہے ہو۔ ہمارے پہریداروں نے دو کے بعد کسی تیسرے کو اندر جاتے نہیں دیکھا ہے۔"

"تم بھول رہے ہو مسٹر برین! ایک نوخیز دوشیزہ نے یہاں کے ایک بینک میں ڈاکا ڈالا تھا اور وہ ڈاکا ڈالنے خود نہیں آئی تھی' اس کا عکس آیا تھا۔"

"ہاں' وہ لڑکی اس نوجوان ہیری کے ساتھ..... تمہاری کوٹھی میں آئی ہے۔"

"مسٹر برین! وہ یونہی تو نہیں آئی۔ اپنے ساتھ عکس منتقل کرنے والی تکنیک لائی ہے اور اس تکنیک کے ذریعے ابھی میرے اور ہیرو کے آس پاس کئی ساتھی عکس بن کر آگئے ہیں۔ کیا اب بھی کہو گے کہ یہ سفید جھوٹ ہے؟"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"اوہ گاڈ! میں نے اس پہلو سے نہیں سوچا تھا کہ وہ لڑکی تمہارے پاس عکس منتقل کرنے والے آلات لائی ہوگی۔"

برین آدم ریسیور کان سے لگائے بول رہا تھا۔ حیرانی اور پریشانی سے دیدے پھیلائے اپنے سامنے بیٹھے ہوئے افسران کو دیکھ رہا تھا۔ ایکسرے مین مارٹن اس کے اندر موجود تھا اور وہ بھی کچھ کم حیران اور پریشان نہ تھا۔

میں نے سارہ کی زبان سے کہا۔ "تم بہت زیادہ اپ سٹ ہوگئے ہو۔ ورنہ موٹی عقل سے یہ بھی سمجھ لیتے کہ ہیری ہی دراصل وہ عادل ہے' جسے تمہاری پولیس اور انٹیلی جنس تلاش کررہی ہے۔"

اس انکشاف سے یہودی اکابرین کے دماغوں میں دھماکے ہی دھماکے ہورہے تھے۔ کیپسول ابھی بلاسٹ نہیں ہوا تھا۔ اس سے پہلے ہی دماغوں کے پرخچے اڑ رہے تھے اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں جواب دے رہی تھیں۔

ان کے خیال میں عادل بہت ہی شاطر تھا۔ اس نے گاڈ مدر کی پوری فیملی کو ٹیری آدم کی ٹیلی پیتھی سے بچایا تھا۔ پھر ایک یہودی ارب پتی کا سارا خزانہ لوٹ کرلے گیا تھا۔ اب اس نے بندر آدمی سے دوستی کی تھی۔ عادل اور ہیرو کا گٹھ جوڑ کیپسول بم سے کچھ کم خطرناک نہ تھا۔

برین آدم نے کہا۔ "سارا! اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم نے ہیرو کے ساتھیوں پر بم کا راز کھول دیا ہے؟"

"ہمارے ساتھی دوغلے اور دغاباز نہیں ہیں۔ کیپسول کا راز اس چاردیواری سے باہر نہیں جائے گا۔"

"راز اسی طرح ایک سے دوسرے اور دوسرے سے ہزاروں لاکھوں تک پہنچ کر راز نہیں رہ جاتا۔ راز اسی وقت راز رہتا ہے' جب وہ ایک کے بعد دوسرے کو معلوم نہ ہو۔"

"کیپسول کا راز صرف سائنس دان گولڈ اسٹائن تک محدود نہیں تھا۔ تم بھی جانتے تھے اور فوج کے چند اعلیٰ افسران کو بھی اس کے متعلق بہت کچھ معلوم تھا۔ پھر تو یہ راز نہ رہا۔"

"بات سمجھا کرو۔ ہم مُحبانِ وطن ہیں۔ ہمارے درمیان رازداری کا مکمل اعتماد قائم ہے۔"

"اسی طرح یہاں جو ہمارے ساتھی ہیں' ان کے اور ہمارے درمیان رازداری کا مکمل اعتماد قائم ہے۔"

"فار گاڈ سیک' بحث نہ کرو۔ امن و سلامتی کی بات کرو۔ ہمیں سکون سے نظام حکومت چلانے دو۔"

"میں وعدہ کرتی ہوں' کل تک تمہاری یہ پریشانی ختم ہوجائے گی۔ میری وہ بات تو بیچ ہی میں رہ گئی جس کے لیے میں نے فون کیا تھا؟"

"خدا کے لیے کوئی اور اعصاب شکن بات نہ کہنا۔"

"میرا خیال ہے اگر میرا ہیرو شہر میں گھومنے پھرنے نکلے گا تو تمہیں کوئی پریشانی نہیں ہوگی؟"

"کیوں نہیں ہوگی۔ کمزور عورتیں اور بچے اسے دیکھ کر خوفزدہ ہوں گے۔ دوسرے لوگ اسے تماشا بنالیں گے۔"

"تم ابھی سے ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعے شہریوں کو بتاؤ کہ ہیرو کیا چیز ہے۔ اسکرین پر اس کی تصاویر دکھاؤ۔ جو ویڈیو فلم رپورٹ تیار کی گئی تھی' وہ عادل لے آیا ہے۔ میں اسے تمہارے افسر کے حوالے کررہی ہوں۔ یہ فلم شہریوں کو دکھاؤ گے اور یقین دلاؤ گے کہ ہیرو سے کسی کو نقصان نہیں پہنچے گا تو پھر کوئی خوفزدہ نہیں ہوگا۔"

"ہاں' اس طرح خوف دور کیا جاسکتا ہے لیکن ہیرو وہ کیپسول لے کر باہر آئے گا اور اگر کوئی حادثہ......"

وہ بات کاٹ کر بولی۔ "ہیرو کوٹھی کی چاردیواری میں کیپسول کے ساتھ رہے گا۔ صرف اس کا عکس میرے ساتھ نکلے گا۔"

"سارہ! یہ سب ضروری نہیں ہے۔"

"ضروری ہے۔ اب ہیرو کو دنیا والوں کے سامنے آنا اور متعارف ہونا چاہیے تاکہ لوگ اس سے مانوس ہوں۔ تم آج رات آٹھ بجے تک اسے ٹی وی اسکرین پر شہریوں کے سامنے پیش کرتے رہو اور اعلان کرتے رہو کہ وہ آج رات آٹھ بجے کے بعد اپنی محبوبہ سارہ کے ساتھ شہر کے اہم مقامات پر دیکھا جائے گا۔"

یہ کہہ کر اس نے ریسیور رکھ دیا۔ برین آدم ریسیور ہاتھ میں پکڑے تھوڑی دیر تک گم صم رہا۔ اس کے آس پاس بیٹھے ہوئے اکابرین بھی گہری سوچ اور پریشانیوں میں ڈوبے ہوئے تھے۔ ان سب نے اسپیکر فون سے سارہ کی تمام باتیں سنی تھیں۔

برین آدم نے ریسیور کو کریڈل پر پٹخ کر کہا۔ "لعنت ہے۔ ایک بندر ہمارے قابو میں نہیں آرہا ہے۔"

ایکسرے مین نے اس کے اندر کہا۔ "ہم اسے بندر سمجھ رہے ہیں' اس لیے مات کھا رہے ہیں۔ وہ غیر معمولی ذہانت کا حامل انسان ہے۔"

"سر! میں نے غصے میں اسے بندر کہا ہے۔ یقیناً اس نے خود کو ایک غیر معمولی ذہانت کا حامل انسان ثابت کیا ہے۔"

سامنے بیٹھے ہوئے فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا "فرہاد اور اس کے دونوں بیٹے وقتاً فوقتاً یہاں بڑی تباہیاں لاتے رہے ہیں۔ لیکن یہ بندر ان سے زیادہ عذابِ جان بن گیا ہے۔ یہ تو ہمارے دماغوں میں دھماکے کررہا ہے۔"

بلیک آدم نے کہا۔ "ہمیں ٹی وی کے ذریعے شہریوں کو اس کے متعلق بتانا چاہیے۔ یہ اعلان ضروری ہے ورنہ آٹھ بجے کے بعد وہ شاہراہوں اور تفریحی مقامات پر نمودار ہوگا تو بھگدڑ مچ جائے گی۔"

سب نے تائید کی کہ لوگوں کو پہلے سے بندر آدمی کے بارے میں معلومات فراہم کی جائے اور یقین دلایا جائے کہ وہ بندر آدمی بے ضرر ہے اس سے کسی کو نقصان نہیں پہنچے گا۔

برین آدم نے ایک ماتحت کو بلا کر یہی حکم صادر کیا پھر اس کے جانے کے بعد بولا "سارہ یقین دلا رہی ہے کہ کل تک ہماری ساری پریشانیاں ختم ہوجائیں گی۔ خدا کرے ایسا ہوجائے۔ ہمیں یہ معلوم کرنا چاہیے کہ عادل کے علاوہ بندر آدمی کے اور کتنے دوست ہیں۔"

ایک افسر نے کہا۔ "سارہ اور ہیرو تنہا رہتے تو جلد ہی ہمارے سامنے گھٹنے ٹیک دیتے۔ اس عکس منتقل کرنے والی تکنیک نے ہیرو کے لیے بہت سی سہولتیں فراہم کردی ہیں۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "وہ کہتی ہے کل تک ہماری پریشانیاں ختم ہوجائیں گی۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے وہ ہماری پریشانیاں کیسے ختم کرے گی؟ کیا وہ کیپسول واپس کردے گی؟"

"شاید واپس کردے۔"

"ناممکن ہے۔ وہ دونوں جانتے ہیں کہ کیپسول ان کے ہاتھوں سے نکلے گا تو ہم انہیں کُتّوں کی موت ماریں گے۔"

"ہوسکتا ہے' وہ دونوں تحفظ حاصل کرنے کا کوئی اور راستہ ڈھونڈ نکالیں۔ پھر اس طرح محفوظ رہ کر کیپسول واپس کردیں۔"

"بہرحال کل تک انتظار کرنا ہوگا۔ اونٹ کسی کروٹ بیٹھنے کے آثار پیدا ہوگئے ہیں۔"

برین آدم نے کہا۔ "ہم کل سے جاگ رہے ہیں۔ اب تھوڑی دیر کے لیے سونا چاہیے۔ شام پانچ بجے ملاقات ہوگی۔"

وہ اس کمرے سے اٹھ گئے جس عمارت میں انٹیلی جنس کے دفاتر تھے۔ اس کے ایک کمرے میں سونے چلے گئے۔ ایکسرے مین مارٹن نے برین آدم اور بلیک آدم کے دماغوں کو خیال خوانی کے ذریعے تھپک تھپک کر سلایا۔ پریشانیوں کا اتنا ہجوم تھا کہ وہ خیال خوانی کی لوری کے بغیر سو نہیں سکتے تھے۔ پھر ایکسرے مین بھی سونے چلا گیا۔

میں عکس کی صورت میں سارہ اور ہیرو کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ وہاں کافی کا دور چل رہا تھا۔ سارہ' ہیرو' انا اور عادل کافی کی چسکیاں لے رہے تھے۔ پہلے وہ پینا نہیں چاہتے تھے۔ کیونکہ میں اور لیلیٰ عکس کی صورت میں تھے۔ ان کی پیش کی ہوئی کافی کی پیالی کو پکڑ سکتے تھے اور نہ پی سکتے تھے۔ سارہ نے کہا تھا۔ "یہ اچھا نہیں لگے گا کہ ہم پیتے رہیں اور آپ دونوں منہ دیکھتے رہیں۔"

لیلیٰ نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا۔ "ہم منہ نہیں دیکھیں گے۔ تمہارے ساتھ پئیں گے۔ میں اِدھر اور تم اُدھر کافی تیار کرو۔"

یوں ہم سب گرما گرم کافی کا مزہ لے رہے تھے۔ ہیرو نے کمپیوٹر کے ذریعے پوچھا۔ "کیپسول کا کیا بنے گا؟"

عادل نے کہا "یار ہیرو! کھاتے پیتے وقت کمپیوٹر کو معاف رکھا کرو۔"

اس کے کمپیوٹر نے کہا۔ "میرے اندر بے چینی ہے۔ میں اپنی سارہ کے قریب موت لیے پھر رہا ہوں۔"

میں نے کہا۔ "ہمیں احساس ہے۔ ہم تمہاری دلی کیفیات کو سمجھ رہے ہیں۔ میری کوشش ہوگی کہ آج ہی رات کو یہ کیپسول ہم سب سے دور ہوکر کہیں سمندر میں غرق ہوجائے یا اسے ناکارہ بنادیا جائے۔"

"اسے ناکارہ بنادینا زیادہ مناسب ہوگا۔"

"ہماری یہی کوشش ہوگی۔ اب ہم جارہے ہیں۔ شام کو پھر یہاں آئیں گے۔ اچھا سو فار خدا حافظ۔"

لیلیٰ نے اٹھ کر کیمرے اور لائٹس کو آف کردیا۔ اس کے ساتھ ہی ہمارا عکس ان کے درمیان سے غائب ہوگیا۔ میں نے لیلیٰ سے کہا۔ "جناب تبریزی صاحب کے پاس جاؤ اور اس کیپسول کے متعلق انہیں بتاؤ۔"

وہ خیال خوانی کے ذریعے ان کے پاس آئی۔ پھر انہیں کیپسول کے بارے میں تمام واقعات تفصیل سے سنانے لگی۔ انہوں نے کہا۔ "انسان طاقت کے گھمنڈ میں فرعون بن جاتا ہے۔ انسانوں کے خلاف ایسے تباہ کن ہتھیار بناتا ہے۔ وہ کیپسول یہاں بھی آئے گا تو اس کے پھٹ پڑنے کا خطرہ رہے گا۔ دنیا کے کسی حصے میں اسے لے جاؤ' تباہی لازمی ہوگی۔"

لیلیٰ نے پوچھا۔ "پھر کیا کیا جائے؟"

"ہمارے ادارے سے ماہرین جائیں گے اور اس کیپسول کو ناکارہ بنادیں گے۔ میں آج ہی انہیں روانہ کررہا ہوں۔"

میں ایک نقلی کیپسول تیار کرنے کے متعلق سوچ رہا تھا۔ لیلیٰ نے آکر کہا۔ "ہمارے ادارے سے ماہرین آرہے ہیں۔ شاید کل صبح تک پہنچ جائیں۔ وہ کیپسول بم کو ناکارہ بنادیں گے۔"

میں نے کہا۔ "کیپسول بم کسی بھی ملک میں پہنچے گا تو تباہی لائے گا۔ اسے واقعی ناکارہ بنادینا چاہیے۔"

"اب کیا پلاننگ ہے؟ کیا ہیرو کے پاس نقلی کیپسول رہے گا؟"

"میرے خیال میں نقلی کیپسول کی ضرورت نہیں ہوگی۔"

"یہودی اکابرین پوچھیں گے کہ وہ کیپسول کہاں ہے؟"

"ان سے کہا جائے گا کہ اسے ایک محفوظ جگہ چھپا کر رکھا گیا ہے۔ اب ہیرو تنہا نہیں رہا ہے۔ یہودی یہی سوچیں گے کہ عادل نے یا ہیرو کے دوسرے نامعلوم ساتھیوں نے اس کیپسول کو چھپا کر رکھا ہے۔ اگر سارہ اور ہیرو کو گرفتار کیا جائے تو پھر اس کیپسول کو منظرِ عام پر لاکر اسے بلاسٹ کیا جائے گا۔"

شام ہی سے ٹی وی اسکرین پر ہیرو کی تصویریں دکھائی جارہی تھیں۔ اخبارات نے اس کی تصاویر کے ساتھ خصوصی ضمیمے شائع کیے۔ اس بندر آدمی کو انسان دوست کی حیثیت سے پیش کیا گیا تاکہ لوگ اسے درندہ سمجھ کر خوف زدہ نہ ہوں۔ سات بجے ہیرو کا انٹرویو پیش کیا گیا۔ پورے شہر نے اپنے گھروں میں بیٹھ کر ایک بندر انسان کو کمپیوٹر کے ذریعے سوالات کے جوابات دیتے ہوئے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

دیکھا۔ آٹھ بجتے ہی لوگ گھروں سے باہر آگئے اور انتظار کرنے لگے کہ وہ بندر آدمی کس شاہراہ پر یا کس تفریح گاہ میں نظر آئے گا۔

ٹھیک آٹھ بجے سارہ اپنی کوٹھی کے دروازے سے باہر آئی۔ پہرا دینے والے سپاہیوں اور ان کے افسران نے اس کے ساتھ ہیرو کو دیکھا پھر ایک افسر نے ایک فون کے ذریعے اپنے بڑوں کو اطلاع بھیجی دی۔ "سر! سارہ اور ہیرو کوٹھی سے باہر آئے ہیں اور اب کار میں بیٹھ کر جا رہے ہیں۔"

دوسری طرف سے پوچھا گیا۔ "کیا ہیرو خود سارہ کے ساتھ ہے یا صرف اس کا عکس ہے؟"

"سر! وہ سچ مچ گوشت پوست کا لگتا ہے لیکن جب وہ ایک لائٹ کے سامنے سے گزرا اور وہ لائٹ اس کے پیچھے ہوئی تو وہ ٹرانسپیرنٹ دکھائی دیا۔ وہ ہیرو کا عکس ہے جناب!"

"اس کا مطلب ہے کہ اصل ہیرو کوٹھی کے اندر موجود ہے صرف سارہ باہر گئی ہے۔"

"جی ہاں' سارہ کے وہ دو مہمان بھی ہیرو کے ساتھ کوٹھی کے اندر ہیں۔ کیا ہمیں اندر جانا چاہیے؟"

"نہیں۔ ایسی غلطی نہ کرنا۔ پہلے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ کیپسول سارہ کے پاس ہے یا ہیرو کے پاس؟"

سارہ کار ڈرائیو کرتی ہوئی احاطے سے باہر آئی تو اس کے آگے مسلح فوجیوں کی چھ گاڑیاں چلنے لگیں۔ ہیرو کا عکس کار کے اندر سے نکل کر چھت پر کھڑا ہو گیا تھا۔ شہر کے ہر علاقے اور ہر سڑک پر انسانوں کا میلہ سا لگا ہوا تھا۔ جب انہیں ہیرو نظر آیا تو وہ سب کار کے آگے پیچھے دائیں بائیں دوڑنے لگے۔ سارہ نے کار کی رفتار سست کر دی تھی۔ فوج کا ایک افسر میگافون کے ذریعے لوگوں سے کہہ رہا تھا۔ "لیڈیز اینڈ جنٹلمین! آپ اسی طرح بھگدڑ جاری رکھیں گے تو ایک دوسرے کو کچلتے جائیں گے۔ ہیرو کار کی چھت پر ہے۔ آپ اسے دور سے بھی دیکھ سکتے ہیں۔"

سمجھانے کے باوجود لوگ ایک دوسرے کو دھکے دیتے ہوئے اور انہیں گراتے اور روندتے ہوئے قریب آکر ہیرو کو دیکھنا چاہتے تھے۔ فوجی مجبور ہو کر ہوائی فائر کرنے لگے۔ اس طرح کچھ لوگ ڈر کر بھاگے اور کچھ سہم کر کھڑے رہ گئے۔ پھر بھی بھیڑ کم نہ ہوئی۔ ایکسرے مین اور تمام آدم برادرز کو ایک ایک پل کی رپورٹ مل رہی تھی کہ لوگ کس طرح باؤلے ہو کر ہیرو کو دیکھنے کے لیے دوڑ لگا رہے ہیں۔

اچانک ایکسرے مین کو ایک تدبیر سوجھی۔ اس نے برین آدم سے کہا۔ "یہ سارہ کو ٹریپ کرنے کا اچھا موقع ہے۔ لوگوں پر آنسو گیس چھوڑنے کا حکم دو۔ سارہ کی کار کی کھڑکی کے قریب زیادہ مقدار میں گیس چھوڑی جائے۔ وہ جیسے ہی متاثر ہو' ٹیری سے کہو' اس کے دماغ پر قبضہ جما لے۔ میں بھی اس کے اندر پہنچ جاؤں گا۔"

برین آدم نے فوراً ہدایات پر عمل کیا۔ اس فوجی افسر سے رابطہ کیا جو سارہ کے پیچھے والی گاڑی میں تھا۔ پھر اسے حکم دیا کہ بھیڑ لگانے والوں پر ٹیئر شیل کی شوٹنگ کی جائے۔ سارہ کی کھڑکی کے قریب گیس کی مقدار زیادہ چھوڑی جائے۔

آنسو گیس کی شیلنگ ہونے لگی۔ فوجی افسر نے برین آدم سے کہا۔ "سر! سارہ نے کار کی کھڑکیوں کے شیشے چڑھا لیے ہیں۔ شاید یہ گیس کار کے اندر نہ پہنچی ہو۔"

برین آدم نے ٹیری سے کہا "جاؤ اور دیکھو شاید اس کے اندر جگہ مل جائے۔"

ٹیری نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ پھر سارہ کے اندر پہنچ گیا۔ وہ کسی کمزوری میں مبتلا نہیں تھی۔ ٹیری کو اس لیے جگہ مل گئی کہ لیلیٰ پہلے ہی وہاں موجود تھی وہ تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر بولا "ہیلو سارہ! تم نے میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا۔ اس کا مطلب ہے' تمہارا دماغ آنسو گیس سے متاثر ہوا ہے۔"

سارہ نے پوچھا "کیا میں دماغی کمزوری میں مبتلا نظر آ رہی ہوں؟"

"نہیں تم نارمل ہو۔ لیکن کیا بات ہے کہ مجھے اپنے اندر موجود پا کر بھی سانس نہیں روک رہی ہو۔"

"میں چاہتی ہوں' تم اچھی طرح دیکھ لو کہ تم لوگوں کا آنسو گیس والا حربہ ناکام ہو گیا ہے۔ اوّل تو کھڑکی کے شیشے چڑھے ہوئے ہیں۔ دوسرے یہ کہ میں نے احتیاطاً اپنے منہ میں ایک چٹکی نمک رکھ لیا ہے۔ گیس کسی طرح اندر آئے گی تو مجھ پہ اثر نہیں کرے گی۔"

لیلیٰ نے کہا "سارہ! میں جا رہی ہوں۔ تم سانس روک کر اس کتے کو بھگاؤ۔"

دوسرے ہی لمحے میں اس نے سانس روک لی۔ ٹیری آدم دماغی طور پر حاضر ہو کر جھنجلانے لگا۔ کیونکہ اسے کتا کہا گیا تھا اور سارہ نے ہُش کہہ کر سانس روکی تھی۔ پھر وہ برین آدم کے پاس آکر بولا "بگ برادر! وہ نارمل ہے۔ اس پر آنسو گیس کا اثر نہیں ہوا ہے۔ اس کے اندر کوئی خیال خوانی کرنے والی تھی۔ اس کتیا نے مجھے کتا کہا ہے۔ ایک بار مجھے مل جائے تو....."

برین آدم نے سخت لہجے میں کہا۔ "برادر ٹیری! غصہ اور جذبات سے پرہیز کرو۔ عقل سے کام لو۔ ان کی کوئی اور کمزوری تلاش کرو۔"

ٹیری چلا گیا۔ ایکسرے مین مارٹن نے کہا "مسٹر برین! میں بھی اس وقت سارہ کے اندر تھا۔ میں نے بھی کسی خیال خوانی کرنے والی کی آواز سنی ہے۔ یہ ہمارے لیے بڑی تشویش کی بات ہے کہ سارہ اور ہیرو ایسے لوگوں کو دوست بنا چکے ہیں' جو ٹیلی پیتھی بھی جانتے ہیں۔ میں سوچ رہا ہوں' وہ خیال خوانی کرنے والی کون ہو سکتی ہے؟"

"سر! وہ جو بھی ہو گی' کسی سپر پاور یا کسی دشمن تنظیم کی آلۂ کار ہو گی۔ یہ واقعی تشویش کی بات ہے کہ وہ کیپسول ہمارے کسی بڑے دشمن کے ہاتھ لگنے والا ہے۔"

"تم سارہ سے رابطہ کرو۔ اسے سمجھاؤ کہ وہ دشمنوں کے ہاتھوں میں کھلونا نہ بنے۔"

برین آدم فون کے ذریعے رابطہ کرنے لگا۔ تل ابیب کی سب سے بڑی شاہراہ میں لوگوں کا ہجوم ایسا تھا کہ دور تک انسانوں کے سر ہی سر نظر آ رہے تھے۔ آنسو گیس کی شیلنگ کے بعد لوگ دور چلے گئے تھے۔ ہیرو چھت پر کھڑا ہوا وہاں سے آگے جا رہا تھا۔ آگے لوگوں کی پھر بھیڑ لگ رہی تھی۔

سارہ نے موبائل فون پر اشارہ پا کر اسے آن کیا پھر پوچھا "ہیلو کون؟"

"میں برین بول رہا ہوں۔"

"تم نے خواہ مخواہ اپنا نام برین رکھا۔ تمہاری کھوپڑی میں برین نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ اگر میں ہیرو کو یہ بتا دوں کہ آنسو گیس کی شیلنگ لوگوں کو بھگانے کے لیے نہیں' میرے دماغ پر قبضہ کرنے کے لیے کی گئی تھی تو جانتے ہو' وہ کیا کرے گا؟ کیوں بھول رہے ہو کہ کیپسول اس کے منہ کے اندر رہتا ہے؟"

"تم دیکھ رہی ہو کہ لوگ کس طرح فوجیوں کے کنٹرول سے باہر ہو رہے ہیں۔ انہوں نے مجبور ہو کر شیلنگ کی ہے۔ ہمارے خادم پر شبہ نہ کرو۔ ہمارا خیال خوانی کرنے والا ابھی تمہاری خیریت معلوم کرنے آیا تھا۔"

"اب تم کیا معلوم کرنے آئے ہو؟"

"کیا تم یقین کرو گی کہ اب ہمیں کیپسول سے زیادہ تمہاری فکر ہے؟"

"یہ نئی فکر کیوں لاحق ہو گئی؟"

"یہ دیکھ کر کہ تم کسی دشمن خیال خوانی کرنے والے گروہ کے ہتھے چڑھ گئی ہو۔ اپنے ملک کا اہم راز ان کے حوالے کر رہی ہو۔"

"یہ تمہارا اپنا خیال ہے۔ ورنہ وہ کیپسول ابھی تک ہیرو کے پاس ہے اور آئندہ بھی رہے گا۔"

"ہمارے اطمینان کے لیے اتنا بتا دو کہ کل ہمیں کس طرح پریشانیوں سے نجات دلاؤ گی؟"

"مجھے افسوس ہے' میں کل سے پہلے کچھ نہیں بتا سکوں گی۔ کیا تمہارے اطمینان کے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ میرے ساتھ جو ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں' وہ میرے ملک اور قوم کو کوئی نقصان نہیں پہنچا رہے ہیں۔ اس کیپسول کے ذریعے کوئی ہمارے یہودی اکابرین کو بلیک میل نہیں کر رہا ہے۔ تم لوگوں کو نہایت اطمینان سے کل تک سوتے رہنا چاہیے۔"

"تمہاری اس بات سے انکار نہیں ہے کہ واقعی ہمیں اور

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہمارے ملک کو کوئی نقصان نہیں پہنچ رہا ہے مگر ہم سیاست کو خوب سمجھتے ہیں۔ دشمن میٹھا زہر بن کر رگوں میں اترتے ہیں اور خبر تک نہیں ہوتی کہ زہر دیا جا رہا ہے۔ جب زہر اچانک اثر کرتا ہے' تب سمجھ میں آتا ہے کہ میٹھا زہر کیا ہوتا ہے۔ ابھی میری بات تمہاری سمجھ میں نہیں آرہی ہے۔"

"کل تک کے لیے اس بحث کو اٹھا رکھو۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ ایک بہت بڑے نائٹ کلب کے سامنے کار روک دی۔ دوسری فوجی گاڑیاں بھی رک گئیں۔ مسلح جوان لوگوں کو دور ہٹا رہے تھے۔ سارہ کار سے باہر آئی۔ ہیرو چھت سے اتر آیا۔ اس کے ساتھ چلتا ہوا کلب کے دروازے پر آیا۔ وہ دروازہ صرف امیر کبیر ممبران کے لیے کھلتا تھا۔ سارہ کے ساتھ فوجیوں کو دیکھ کر دروازہ کھول دیا گیا۔

اندر وسیع و عریض فلور تھا۔ ایک طرف بار تھا۔ اس سے کچھ فاصلے پر اسٹیج بنا ہوا تھا۔ ایک جانب بڑا سا سوئمنگ پول تھا۔ جہاں تیز روشنی میں حسین عورتیں مختصر سا لباس پہنے بلندی سے پانی میں چھلانگیں لگا رہی تھیں اور جل پریوں کی طرح تیر رہی تھیں۔ ہیرو کو دیکھتے ہی سب پر سکتہ سا طاری ہو گیا۔ آرکسٹرا کی آواز کو بریک لگ گیا۔ اسٹیج پر رقص کرنے والے حسین جوڑے ایک دم سے ساکت ہو گئے۔ پول کے شفاف پانی میں تیرنے والی جل پریاں کنارے آکر حیرت سے اس عجوبے کو دیکھنے لگیں۔ شراب پینے والوں کے جام ان کے ہاتھوں ہی میں رہ گئے' لبوں تک نہیں آئے۔ وہاں کا تمام متحرک منظر ساکت ہو کر رہ گیا تھا۔

ہیرو کا عکس سارہ کے ساتھ اسٹیج پر آیا۔ پھر سارہ نے مائیک کے سامنے آکر کہا۔ "لیڈیز اینڈ جنٹلمین! یہ ایک عجوبہ ہے۔ ہمارے سرپرائز وزٹ نے آپ لوگوں کو حیران و پریشان کر دیا ہے۔ بے شک حیرانی کی بات ہے لیکن آپ کو پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ یہ میرا ساتھی' میرا ہیرو کسی کو نقصان نہیں پہنچاتا ہے۔ یہ میرا' آپ کا اور آپ سب کا دوست ہے۔"

وہ سب ڈرتے ڈرتے قریب آکر اسے دیکھنے لگے۔ ہیرو ہاتھ ہلا کر انہیں وش کر رہا تھا۔ ایک شخص نے کہا "آج تم نے اسے ٹی وی ... پر دیکھا ہے۔ یہ کمپیوٹر کے ذریعے جواب دے رہا تھا۔ کیا ہمارے سوالوں کے جواب دے سکتا ہے؟"

ہیرو کوٹھی کے اندر ٹی وی کے اسکرین پر اس کلب کا منظر دیکھ رہا تھا اور لوگوں کی باتیں سن رہا تھا۔ اس نے گلے سے لٹکے ہوئے کمپیوٹر کو آپریٹ کیا۔ تحریر ابھرنے لگی۔ کلب کے لوگوں نے دیکھا۔ کمپیوٹر اسکرین پر لکھا تھا۔ "سوال کرو۔"

ایک نے پوچھا۔ "کیا تم پیدائشی ایسے ہو؟"

اسکرین پر جواب ابھرا۔ "میں اس سوال کا جواب ٹی وی انٹرویو میں دے چکا ہوں۔"

دوسرے نے سوال کیا "تم خود کو بندر سمجھتے ہو یا انسان؟"

کمپیوٹر نے کہا "ہم سب جسمانی طور پر انسان ہیں لیکن عادتوں اور خصلتوں میں بندر ہیں۔ اوپر سے نیچے اور نیچے سے اوپر چھلانگیں لگانا بندر کی فطرت ہے۔ یہ جل پریاں اور ان کے مرد ابھی سوئمنگ پول میں یہی کر رہے تھے۔ بندر کبھی ایک جگہ چین سے نہیں رہتا۔ ادھر سے ادھر اچھلتا اور تھرکتا رہتا ہے۔ ابھی حسین جوڑے اسٹیج پر یہی کر رہے تھے اور اسے رقص کا نام دے رہے تھے۔ ڈارون کی تھیوری کے مطابق ہم نے بندر کی ہر عادت کو مہذب رنگ دے کر اسے انسانی تہذیب بنایا ہے۔"

ایک نے پوچھا۔ "کیا تم ہماری انسلٹ کرنے آئے ہو۔"

"جواب سیدھا اور سچا ہو گا تو پتھر کی طرح لگے گا۔ پتھر کھانے کی عادت نہ ہو تو سوچ سمجھ کر سوال کرو۔"

ایک نے سوال کیا "تم عکس بن کر آئے ہو۔ یوں لگتا ہے تم نے چہرے پر بندر کا ماسک پہنا ہے اور پیچھے دُم لگائی ہے اور یہاں دلچسپ تماشا کرنے آئے ہو۔"

"میں تماشا نہیں ہوں اور یہ بندر کا بہروپ نہیں ہے۔ ویسے تمہاری جگہ میں ہوتا تو میں ایسے عکس کو دیکھ کر یہی شبہ کرتا۔ میں شاید کل تک سچ مچ تم لوگوں کے درمیان آؤں گا۔ ابھی خود کو متعارف کرنے اور دوستی کرنے کے لیے عکس کی صورت میں آیا ہوں۔ کیا ہماری دوستی ہو سکتی ہے؟ کیا مجھے انسانی معاشرے میں قبول کیا جا سکتا ہے۔"

سب ہی ایک ساتھ کہنے لگے۔ ایک نے کہا "بے شک تمہیں قبول کیا جائے گا۔"

دوسرے نے کہا "تمہارے اندر آدھا حیوان ہے۔ جبکہ ہم انسانوں کے اندر پورا حیوان چھپا رہتا ہے۔ میرا خیال ہے تم انسانوں سے کم خطرناک ہو۔"

تیسرے نے کہا "تمہیں ہمارے ملک میں ضرور رہنا چاہیے۔ تم دنیا کا آٹھواں عجوبہ ہو۔ دنیا کے ہر ملک سے لوگ تمہیں دیکھنے آیا کریں گے۔ ہماری حکومت بے حساب زرِمبادلہ کمائے گی۔"

ایک عورت نے پوچھا "اس حسین دوشیزہ سے تمہارا کیا رشتہ ہے؟"

ہیرو نے سارہ کو مسکرا کر دیکھا پھر اسکرین پر جواب ابھرا۔ "اس سے محبت اور اعتماد کا رشتہ ہے۔ آئندہ ازدواجی رشتہ قائم ہو سکتا ہے۔"

کسی نے کہا "لنگور کے پہلو میں حور' خدا کی قدرت......"

سارہ نے مسکرا کر کہا "مجھے غصہ نہیں آرہا ہے۔ کیونکہ لنگور تمہیں نظر آرہا ہے۔ میں نے اب تک کی زندگی انسان نما درندوں میں گزاری ہے۔ اس لیے میرا یہ ساتھی مجھے مکمل انسان نظر آتا ہے۔"

ہیرو نے کمپیوٹر کے ذریعے کہا "بندروں کی عادت ہے کہ دوسروں پر غنیاتے' دانت نکوستے اور آنکھیں دکھاتے ہیں۔ ایسے بندر دوسروں کو تکلیف پہنچا کر راحت محسوس کرتے ہیں۔ میری درخواست ہے کہ میرے اندر کے بندر کو نہ جگاؤ۔ یہ جاگ گیا تو تم میں سے کوئی یہاں نظر نہیں آئے گا۔"

ایک شخص نے اسٹیج پر آکر کہا۔ "بڑے افسوس کی بات ہے۔ جسے آپ جانور سمجھتے ہیں' وہ ایک مہذب انسان کی طرح گفتگو کر رہا ہے اور آپ انسان ہو کر اپنی باتوں سے تکلیف پہنچا رہے ہیں۔ یہ شخص آپ کا مہمان ہے۔ ہمارے کلب میں پہلی بار آیا ہے' کیا آپ اسے ویلکم نہیں کریں گے؟ میزبانی کا فرض ادا نہیں کریں گے۔"

ایک نے کہا۔ "ضرور کریں گے۔ ہم سب کی طرف سے دعوت ہے' یہاں کی شراب اور کھانا حاضر ہے۔"

سارہ نے کہا "مہمان نوازی کا شکریہ۔ ہیرو کا عکس کھانے پینے کی کسی چیز کو چھو نہیں سکے گا اور میں محتاط رہنے پر مجبور ہوں۔ صرف اپنے گھر کی چار دیواری میں کھاتی ہوں۔ مجھے افسوس ہے میں یہاں ایک گلاس پانی بھی نہیں پیوں گی۔"

وہ اسٹیج سے اتر کر جانے لگی۔ عورتیں اس سے پوچھ رہی تھیں' کیا وہ جا رہی ہے؟ اگر جا رہی ہے تو کیا دوبارہ آئے گی؟ اور کیا آئندہ ہیرو گوشت پوست کے بدن کے ساتھ آئے گا؟

وہ تمام سوالات کے مختصر سے جوابات دیتی ہوئی باہر اپنی کار میں آکر بیٹھ گئی۔ لیلیٰ اس کے پاس آتی جاتی رہتی تھی۔ اس نے کہا۔ "اتنی جلدی واپس نہ آؤ۔ سمندر کے ساحل پر جا کر ایک گھنٹا گزارو۔ پھر آؤ۔"

ہم نے سارہ کو سیر و تفریح میں اس لیے لگایا تھا کہ یہودی خفیہ تنظیم اور وہاں کی انتظامیہ کی ساری توجہ اس پر رہے اور کوٹھی کے اطراف صرف چند نگرانی کرنے والے رہ جائیں۔ میں نے کوٹھی کے چاروں طرف گھوم پھر کر دیکھ لیا۔ احاطے کے باہر ایک فوجی گاڑی کھڑی تھی۔ احاطے کے اندر جو فوجی افسر تھا وہ یوگا کا ماہر نہیں تھا۔ اب اس کی ڈیوٹی بدلنے والی تھی۔ وہاں دوسرا افسر آنے والا تھا۔ ہمیں اسی کا انتظار تھا۔ اسی لیے لیلیٰ نے سارہ سے کہا تھا کہ وہ کچھ اور وقت سمندر کے کنارے گزارے۔

جب گیارہ بجنے میں پانچ منٹ رہ گئے تو میں نے عادل سے کہا۔ "وہ کیپسول باہر لے آؤ۔ دروازے پر جو سیکیورٹی افسر ہے' اسے اس کے حوالے کر دو۔"

پھر میں اس افسر کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے دروازے کے پاس لے آیا۔ عادل نے دروازہ کھول کر وہ کیپسول افسر کی جیب میں رکھا پھر دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ ٹھیک گیارہ بجے دوسرا افسر آگیا۔ ڈیوٹی بدل گئی۔ میرا آلۂ کار افسر اپنی گاڑی میں بیٹھ کر اسے ڈرائیو کرتا ہوا احاطے کے باہر آیا پھر میری مرضی کے مطابق ایک سمت چلنے لگا۔ میں وہاں سے نصف کلو میٹر کے فاصلے پر اپنی کار میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ ڈرائیو کرتا ہوا میرے قریب آکر رک گیا۔

اس نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کر شیشے کی ڈبیا نکالی پھر کار کی کھڑکی سے ہاتھ نکال کر اسے میری طرف بڑھایا۔ میں نے اپنی کار کی کھڑکی سے ہاتھ بڑھا کر لے لیا۔ اس کے بعد وہ ڈرائیو کرتا ہوا آگے چلا گیا۔

O☆O

پارس صبح دیر تک بستر پر پڑا رہا۔ ثی تارا صبح ہونے سے پہلے ہی بڑے پیار سے رخصت ہو گئی تھی۔ اس کے جانے کے بعد بھی پیار سے گزاری ہوئی دو راتوں کا نشہ اس پر طاری رہا۔ اس لیے وہ دیر تک بستر پر پڑا رہا۔

کسی کے آنے سے کہانی شروع نہیں ہوتی اور جانے سے قصہ تمام نہیں ہوتا۔ ثی تارا کے جانے کے بعد قصہ نئے موڑ پر آرہا تھا۔ پارس کو یہ اندازہ تھا کہ آگے کیا ہونے والا ہے۔ اس نے ثی تارا سے کہا تھا۔ "یہاں سے دہلی واپس نہ جاؤ۔ کم از کم دو دنوں کے لیے کسی دوسرے شہر چلی جاؤ۔"

ثی تارا نے پوچھا۔ "مجھے دہلی جانے سے کیوں منع کر رہے ہو؟"

"وہاں پاشا تمہاری تاک میں ہو گا۔"

"مگر تم نے تو اس کی بیوی مریم کا حوالہ دے کر اسے میری کوٹھی سے بھگا دیا ہے۔"

"ہاں' کوٹھی سے بھگا دیا ہے۔ دہلی شہر سے نہیں بھگایا ہے۔

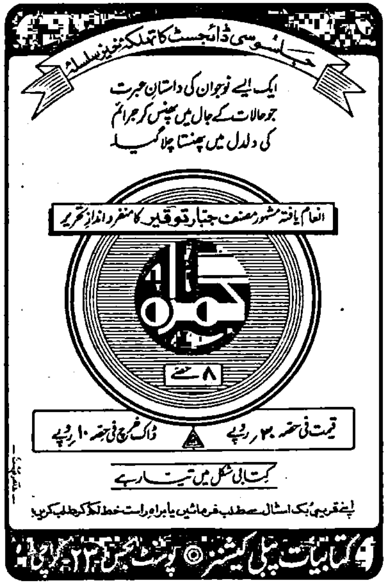

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

وہ کہیں چھپ کر رہے گا۔ جیسا کہ تم نے بتایا ہے کہ وہ پوجا کا دیوانہ ہے تو پھر سمجھ لو اس حسینہ کو حاصل کرنے کے لیے اچانک ہی کہیں سے آکر تمہاری گردن دبوچ لے گا۔"

"یہ پاشا تو میرے لیے مصیبت بن گیا ہے۔ میں کیا کروں؟"

"میں اس مصیبت کو دہلی سے باہر بھگا دوں گا۔ آج رات وہاں جاؤں گا۔ اسی لیے کہتا ہوں تم وہاں نہ جاؤ۔"

"نہیں جاؤں گی۔ ویسے تم نے ابھی تک یہ نہیں بتایا کہ ہندوستان کس چکر میں آئے ہو؟"

"جناب علی اسد اللہ تبریزی نے ہدایات دی تھیں کہ وہ دو چشمی ہیرے تمہیں دے دوں۔ دوسری ہدایت یہ ہے کہ پاشا کی نگرانی کروں اور اسے یہاں کے شمالی علاقے میں نہ رہنے دوں۔"

"کیا اتنے معمولی سے کام کے لیے آئے ہو؟"

"یہ معمولی کام ہوتا تو جناب تبریزی صاحب مجھے یہاں نہ بھیجتے۔"

"معلوم ہوتا ہے' میرے دیس کے خلاف کوئی سیاسی چال چلنے یا کوئی بڑا ہاتھ مارنے آئے ہو اور مجھ سے چھپا رہے ہو۔"

"میں تم سے جھوٹ نہیں بولوں گا۔ یقین کرنا چاہو تو کرلو۔ جناب تبریزی صاحب نے مجھے اندھیرے میں رکھا ہے اور ہم میں سے کوئی ان سے سوال نہیں کرتا ہے۔ وہ جو ہدایت دیتے ہیں ہم اس پر عمل کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ عمل کے دوران معلوم ہوتا رہتا ہے کہ ہم کتنے سنگین معاملات میں الجھتے جا رہے ہیں اور خود کو مکڑی کے جال سے نکالتے جا رہے ہیں۔"

"میں تم سے رابطہ کرتی رہوں گی۔ وعدہ کرو' مجھ سے کچھ نہیں چھپاؤ گے۔ مجھے بتاتے رہو گے کہ یہاں کیا کر رہے ہو؟"

"جب میں وعدہ کرتا ہوں تو ضرور پورا کرتا ہوں۔ اس لیے وعدہ نہیں کروں گا۔"

"یعنی کوئی ایسا اہم معاملہ میرے دیس کے خلاف ہے' جس کا ذکر کرو گے تو میں راستے کی رکاوٹ بن جاؤں گی۔"

وہ مسکرا کر بولا "میری جان! میں چاہوں گا کہ تم رکاوٹ بننے کے ہی بہانے میرے پاس آتی جاتی رہو۔"

"تو پھر اسی بہانے بتا دو۔ میں آتی جاتی رہوں گی۔"

"تم بارہا آزما چکی ہو کہ میں جھوٹ نہیں بولتا ہوں۔ اس سے زیادہ سچ کیا ہو گا کہ مجھے سچ معلوم ہوتا تو میں صاف کہہ دیتا کہ بابا صاحب کے ادارے کا معاملہ ہے' میں نہیں بتاؤں گا۔"

"تو پھر صاف کہہ دو کہ مجھے غیر سمجھتے ہو بلکہ دشمن سمجھتے ہو اور یہاں میرے ملک سے دشمنی کرنے آئے ہو۔"

"اگر دشمن سمجھتا تو کیا تمام رات تم میرے بستر پر ہوتیں؟ کھڑکی سے باہر نہ پھینک دیتا۔ دو راتیں گزر چکی ہیں اور میں تمہیں کلیجے سے لگاتا آ رہا ہوں۔ پھر بھی میری محبت پر شبہ کرتی ہو؟"

"تم اپنے کسی اہم راز پر محبت کا شہد لگا کر مجھ سے نہ چھپاؤ۔ جب تم کچھ بتانا نہیں چاہتے ہو تو اسی طرح باتیں بناتے ہو۔ ٹھیک ہے' میں ہی پاگل ہو رہی تھی تمہارے پیچھے۔ تمہارے لیے اپنی روپوشی کا اصول توڑ دیا۔ اب ایسی غلطی نہیں کروں گی۔ میں جا رہی ہوں پھر کبھی تمہاری زندگی میں نہیں آؤں گی۔"

وہ اسے بازوؤں میں سمیٹ کر بولا۔ "کیوں خواہ مخواہ ناراض ہو رہی ہو؟"

وہ خود کو چھڑا کر الگ ہو گئی۔ بستر سے اٹھ کر باتھ روم میں چلی گئی۔ غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر لباس تبدیل کر کے جانے لگی۔ پارس نے راستہ روک کر کہا۔ "اتنے رنگین لمحات گزارنے کے بعد موڈ خراب کر کے نہ جاؤ۔"

وہ اس کے سینے پر نازک سا گھونسا مار کر بولی۔ "اپنا سب کچھ ہار چکی ہوں۔ اب مجھ میں ایسی بات نہیں رہی' جس سے تمہیں للچاؤں اور اپنی باتیں منواؤں۔"

"میری جان! تمہارے حسن و شباب میں چار سو چالیس وولٹ کا کرنٹ ہے۔ تمہارے تو ایک ایک جلوے سے جھٹکے لگتے ہیں۔ میں تمہیں ناراض ہو کر جانے نہیں دوں گا۔"

"تو پھر بتاؤ وہ اہم معاملہ کیا ہے؟"

پارس نے ایک سرد آہ بھری پھر کہا "بتانا ہی پڑے گا۔ وعدہ کرو' تم میرے لیے مشکلات پیدا نہیں کرو گی۔"

"وعدہ کرتی ہوں۔ میری ضرورت پڑی تو تمہارا ساتھ دوں گی۔"

"تم بڑی چالاکی سے بات بدل کر وعدہ کر رہی ہو۔ میرا ساتھ دینے کا نہیں' میرے راستے میں مشکلات پیدا نہ کرنے کا وعدہ کرو۔"

"ٹھیک ہے' اصل بات بتاؤ۔"

"اب بھی تم صاف لفظوں میں وعدہ نہیں کر رہی ہو۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ میرے معاملے میں تم کس حد تک زبان کی پابند رہتی ہو۔"

وہ دل ہی دل میں بولی۔ "میں صرف تمہارے معاملے میں زبان کی پابند رہوں گی لیکن اپنے دیس کے معاملے میں زبان کی پابند نہیں رہوں گی۔" پھر وہ زبان سے بولی۔ "میں صاف لفظوں میں وعدہ کر رہی ہوں کہ تمہارے لیے مشکلات نہیں پیدا کروں گی۔ اب بولو۔"

وہ بولا "تمہارے ملک میں جو یہودی سفیر آیا ہے' میں اس کی چھٹی کرنے آیا ہوں۔"

"اس سے تمہاری کیا دشمنی ہے۔ جبکہ وہ ہمارے دیس کی بھلائی کے لیے آیا ہے۔"

"تمہارے دیس کی بھلائی اور کشمیری مسلمانوں کی تباہی کے لیے آیا ہے۔ وہ یہاں بیٹھا کشمیر کے معاملے میں بین الاقوامی رائے عامہ کو بھارت کے حق میں ہموار کر رہا ہے۔ پاکستان کے چند سیاستدانوں کو اقتدار کا لالچ دے کر خرید رہا ہے اور کشمیری مجاہدین کو ملنے والی بیرونی امداد سے محروم کر رہا ہے۔"

"تمہیں کشمیر سے کیا لینا ہے؟"

"کشمیر کا قرض ہم پر اور ہمارے باپ دادا پر ہے۔ وہ قرض اتارنا ہے۔ اب سے ستر برس پہلے میرے دادا کشمیر سے آکر پنجاب کے ایک علاقے شاہ کوٹ میں آباد ہوئے تھے۔ وہاں میرے پاپا فرہاد علی تیمور پیدا ہوئے۔ اب تم سمجھ سکتی ہو کہ ہماری رگوں میں جو لہو دوڑ رہا ہے' وہ جنتِ ارضی کشمیر سے آیا ہے۔"

"کیا اب تک یہ لہو تمہاری رگوں میں منجمد تھا۔ اب کشمیر کے معاملے میں لہو کیوں گرم ہو رہا ہے؟"

"تمہارے اس سوال کا جواب مجھ پر قرض ہے۔ پہلے میں جناب تبریزی صاحب سے سوال کروں گا کہ وہ کشمیر' افغانستان اور بوسنیا وغیرہ کے معاملات میں خاموش کیوں رہے؟ دراصل جب تک ہمیں ان سے ہدایات نہیں ملتی ہیں' تب تک پاپا بھی ایسے کسی معاملے میں نہیں پڑتے ہیں۔"

"کیا یہ تمہارے بزرگ تبریزی صاحب کی بے حسی نہیں ہے کہ وہ مسلمان مجاہدین کی طرف توجہ نہیں دیتے ہیں۔"

"نہیں' جناب تبریزی صاحب کی گہری خاموشی اور حکمتِ عملی کو سمجھنا بہت مشکل ہے۔ جب میں سوال کروں گا اور وہ جواب دیں گے تو وضاحت ہو جائے گی کہ کشمیری یا کسی بھی اسلامی ملک کے مجاہدین سے غافل رہنے میں کیا مصلحت رہی ہے۔"

"میں تم سے رابطہ رکھوں گی اور تمہارے بزرگ کی مصلحت اندیشی کو سمجھوں گی۔ اب جا رہی ہوں۔"

وہ بڑے پیار سے رخصت ہو گئی۔ اس کے جانے کے بعد پارس نے روم سروس کو کال کیا۔ بستر بدلنے اور کمرے کی صفائی کا حکم دیا پھر باتھ روم میں چلا گیا۔

جناب تبریزی صاحب نے اسے نہ تو کسی یہودی سفیر کے خلاف ایکشن کے لیے بھیجا تھا اور نہ ہی یہ فرمایا تھا کہ وہ کشمیر کے معاملے میں کوئی رول ادا کرے۔ صرف یہ ہدایات تھیں کہ ہندوستان جاؤ۔ وہ دو چشمی ہیرے شی تارا کو دے دو اور پاشا کو بھارت کے شمالی علاقوں میں نہ رہنے دو۔ یا پھر ان علاقوں میں اس کی مصروفیات کو ناکام بناتے رہو۔ انہوں نے اس سے زیادہ ہدایات نہیں دی تھیں۔

لیکن ہدایات کے پیچھے چھپے ہوئے مقاصد کی نشاندہی ہو جایا کرتی تھی۔ شمالی علاقہ صرف دہلی نہیں تھا۔ کشمیر بھی تھا۔ پھر وہ ... سرپھرا پاشا حسین عورتوں کے چکر میں کشمیر کی طرف جا سکتا تھا۔

میری اور میری فیملی کو دنیا جہان کے مسائل میں مصروف رہنا پڑتا ہے۔ جس ملک میں جاتے ہیں ادھر کے مسائل اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں۔ پھر دوسرے اسلامی ممالک کی طرف دھیان نہیں جاتا۔ یا پھر جناب تبریزی صاحب کی ہدایات نہیں ہوتی۔ وہ صرف اتنا فرماتے ہیں کہ فلاں ملک چلے جاؤ۔ مقصد بیان نہیں کرتے لیکن وہاں پہنچ کر مقاصد خود بخود واضح ہوتے جاتے ہیں۔

پارس بھی ہندوستان آیا تو سب سے پہلے کشمیر نے اسے اپنی طرف کھینچا۔ پردادا کے خون کی کشش اور دینی جذبہ بھی کارفرما تھا۔ دراصل افغانستان کی کامیاب جدوجہد اور سپرپاور روس کے خاتمے کے بعد امریکا اس تشویش میں مبتلا ہو گیا ہے کہ افغانستان اسلامی جذبے سے آزاد ہوا ہے اور اسے روس کے چنگل سے نکالنے کے لیے کتنے ہی اسلامی ممالک متحد ہو گئے تھے۔ آئندہ یہ اسلامی ممالک امریکا کے خلاف بھی متحد ہو سکتے ہیں۔

امریکا کی کوشش ہے کہ کشمیر کی تحریک آزادی پروان نہ چڑھے۔ لیکن ۱۹۸۷ء سے لے کر ۱۹۹۴ء تک کشمیری مسلمانوں کی نئی نسل نے جن نئے عزائم سے مسلح ہو کر جدوجہد جاری رکھی ہے' یہ عزائم' یہ جذبات افغانستان کی کامیاب جدوجہد سے حاصل ہوئے ہیں۔ آج کے کشمیری جوانوں کا عزم ہے کہ افغانی روس کو پسپا کر سکتے ہیں تو وہ بھارت کے سیاسی عزائم کو کچل کر آزادی ضرور حاصل کر سکتے ہیں۔

پارس غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر پھر بستر پر آکر لیٹ گیا۔ بستر اور کمرا صاف ستھرا ہو گیا تھا۔ وہ رات بھر کا جاگا ہوا تھا۔ نیند پوری کرنے کے بعد وہ ہوٹل چھوڑ کر جانے والا تھا۔

ٹیلیفون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کہا۔ "ہیلو

برصغیر کے جادو نگار تاریخی کہانیوں کے واحد مصنف الیاس سیتاپوری

تمام کتابوں کے نئے ایڈیشن شائع ہو گئے ہیں

انسان جو کبھی نہیں بدلے گا اور کبھی پرانا نہیں ہو گا' اسی طرح یہ کہانیاں بھی کبھی پرانی نہیں ہوں گی کیوں کہ یہ کہانیاں انسانوں کی کہانیاں ہیں۔

انسان! جو بادشاہ تھے' وزیر تھے' امیر تھے' فاتح تھے' ظالم تھے' رحم دل تھے۔ انسانی جذبات' احساسات' فطرت اور جبلت جو آدم میں تھی' وہ آج بھی ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ بس ماحول' حالات' معاشرتی مقام اور تہذیبوں کے عروج و زوال کے مطابق ان کا طریقہ اظہار بدلتا رہے گا۔ اس لیے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ الیاس سیتاپوری نے ماضی کے بادشاہوں کی نہیں انسانوں کی کہانیاں لکھی ہیں۔ انسانی جبلت اور فطرت کے ساتھ زندہ رہنے والی کہانیاں۔ ان کہانیوں میں وہ سب کچھ ہے جو انسان میں ہے۔ حسد' رشک' شماتت' رقابت' دوستی' دشمنی' جفاکاری' وفاشعاری' سادگی' ریاکاری' ایثار' غداری' تمرد' انکساری' بہادری اور بزدلی۔

انسانوں کی اثر انگیز کہانیوں کے مجموعے

کشمیر کی کلی
عجائب خانہ عشق
اندر کا آدمی
راگ کا بدن
شہزادی کا نیلام
داستان حور
رزم و بزم
آتش نابشان
بالا خانے کی دلہن

قیمت فی کتاب ۷۰ روپے ○ ڈاک خرچ فی کتاب ۱۰ روپے
۴ کتابیں منگانے پر ڈاک خرچ معاف
دس کتابوں کے سیٹ کی رعایتی قیمت ۶۰۰ روپے مع ڈاک خرچ
آج ہی اپنا آرڈر روانہ کیجیے کیونکہ یہ کتابیں محدود تعداد میں شائع ہو رہی ہیں

کتابیات پبلی کیشنز ○ پوسٹ بکس ۱۳۵۶۳ سینٹرل کمیٹی اسٹریٹ آئی آئی چندریگر روڈ کراچی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

پریم کمار بول رہا ہوں۔"

"جناب! چار بجے والی دہلی کی فلائٹ میں سیٹ ہو گئی ہے۔ میں یہاں ٹکٹ کے ساتھ موجود رہوں گا۔"

"ٹھیک ہے' میں وقت پر آجاؤں گا۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ چاروں شانے چت لیٹ کر چھت تکنے لگا اور تصور میں جناب علی اسد اللہ تبریزی کو دیکھنے لگا۔ انہیں دیکھتے دیکھتے آنکھیں بند ہونے لگیں۔ وہ گہری نیند میں ڈوبتا چلا گیا۔

تب وہ خواب کی دنیا میں مجسم ہو کر آئے۔ انہوں نے کہا۔ "ہاں' اس سوال کا جواب قرض ہے کہ ہم اسلامی ممالک میں جا کر ان کے کام کیوں نہیں کرتے ہیں؟ جبکہ باباصاحب کا ادارہ علوم و فنون اور غیر معمولی صلاحیتوں کا مسکن ہے۔ ہم سپرپاور سے کم نہیں ہیں۔ ہمیں مسلمانوں کے کام آنا چاہیے۔

"لیکن اللہ تعالیٰ سے بڑی کوئی طاقت نہیں ہے۔ کیا تم سوال کرو گے کہ اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں کے کام کیوں نہیں آتا؟ نہیں' خدا سے سوال کرو گے تو جواب نہیں ملے گا۔ اس معبود نے عقل دی ہے کہ جواب خود سمجھو۔

"تم خدا کو ماننے اور سمجھنے والی زندگی گزار رہے ہو۔ پھر خدا کی قدرت کو' انسانی عمل اور ردِ عمل کو اور سزا و جزا کے قدرتی اصولوں کو کیوں نہیں سمجھتے؟ کیا اتنی سی بات سمجھ میں نہیں آتی کہ دین پر قربان ہونے والے' آزادی کے لیے مرمٹنے والے مجاہدین سر سے کفن باندھ کر جہاد کرتے ہیں اور بڑے بڑے اسلامی ممالک دور سے ان کے شہید ہونے' ان کے گھروں کے جلنے اور مسلمان عورتوں کی آبرو لٹنے کا تماشا کیوں دیکھ رہے ہیں؟

"ایسی کیا بات ہے کہ وہ مجاہدین کو زکوٰۃ دیتے ہیں مگر فوجی امداد نہیں دیتے۔ ان کے لیے راشن اور دوائیں بھیجنے سے پہلے امریکا سے اجازت طلب کرتے ہیں۔ ماضی میں اسلامی ممالک افغانستان کے جہادِ آزادی کے لیے متحد نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ امریکا کے حکم سے روس کو بھگانے کے لیے ایک پلیٹ فارم پر آئے تھے۔ یہ اتحاد کشمیر کے لیے نہیں ہوا' بوسنیا کے لیے نہیں ہوا۔ آج تک فلسطین کی آزادی کے لیے بھی نہیں ہوا۔

"یہ عام مسلمان جو امیر کبیر نہیں ہیں غریب ہیں' ایمان اور آزادی کے لیے صرف اپنے حوصلوں سے لڑ رہے ہیں۔ ان کے حوصلوں سے شرمندہ ہو کر امیر کبیر اسلامی ممالک ان کی تھوڑی بہت مدد کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہم کیا کر سکتے ہیں؟ ہم ایک طرف سے مدد کرتے ہیں۔ دوسری طرف سے مسلمانوں میں منافق پیدا ہو جاتے ہیں۔ مسلمان راہنما' سیاستداں اور حکمراں اپنے اپنے ملک اور قوم کا سودا کرتے ہیں اور مجاہدین کی قربانیوں پر پانی پھیرتے رہتے ہیں۔

"ہر عمل کا حساب ہوتا ہے جلد یا بدیر قدرت کی طرف سے سزا ملتی ہے۔ ہم اللہ والے اسی ربِّ کریم کے فیصلے کے منتظر رہتے ہیں اور اتنی ہی جدوجہد کرتے ہیں' جتنی لازمی ہوتی ہے۔ اگر فرہاد ٹیلی پیتھی کے ذریعے ساری دنیا پر حکمرانی کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا۔ پوری دنیا پر صرف خدا کی حکمرانی ہے اور رہے گی۔ اگر فرہاد چاہے کہ وہ کسی سپرپاور کے فوجی اور ایٹمی راز ظاہر کر دے۔ تو وہ ایسا کر نہیں سکتا۔ کیونکہ بھیدوں کا کھولنے والا وہی ایک ہے۔

"پارس! اسی لیے میں تمہارے باپ کو اور اپنے عام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ایسی تمام انتہائی اقدامات سے روکتا ہوں' جو حد سے بڑھنے والے ہوتے ہیں۔ کیونکہ ہر عمل کی ایک حد ہے' اس حد کے بعد اللہ کی رضا پر راضی رہنا چاہیے۔ لہٰذا تم شمالی بھارت میں رہ کر کشمیر کے مجاہدین کے کام آؤ گے لیکن اپنی حد سے تجاوز نہیں کرو گے۔ ہو سکے تو مجاہدین کے ساتھ رہو اور بڑے اسلامی ممالک کو اپنے عمل سے شرمندہ ہونے اور سوچنے پر مجبور کرو۔ میری طرف سے اپنے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اجازت نہیں ہے کہ وہ کسی موقع پر تمہاری مدد کے لیے آئیں۔ کشمیری جوان یوں جہاد کر رہے ہیں کہ بعض اوقات ان کے پاس ہتھیار بھی نہیں ہوتے۔ میں نے تمہیں بھی تمام ہتھیاروں سے خالی کر کے یہاں بھیجا ہے۔ تم کشمیری ہو' لہٰذا بے یارومددگار کشمیری ہی کی طرح وہاں رہو۔

"تمہارا دماغ مقفّل ہو چکا ہے۔ کوئی خیال خوانی کرنے والا یا والی نہیں آئے گی۔ تمہاری آواز اور لہجہ بدل چکا ہے۔ تمہاری لاعلمی میں پاشا تمہاری گفتگو نہیں سن سکے گا۔ میں جا رہا ہوں۔ فی امان اللہ..."

پارس کی آنکھ کھل گئی۔ صبح نو بجے اس کی آنکھ لگی تھی۔ وہ دوپہر دو بجے بیدار ہو گیا۔ جاگنے کے بعد تھوڑی دیر تک ہاتھ پاؤں پھیلا کر بستر پر لیٹا رہا اور جناب تبریزی صاحب کی باتوں کو یاد کر کے ان پر غور کرتا رہا پھر فون کی گھنٹی سن کر اٹھ بیٹھا۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا۔ دوسری طرف سے شی تارا کی آواز آ رہی تھی۔ "ہیلو' ہیلو پریم کمار! میں تارا بول رہی ہوں۔"

اس نے پوچھا۔ "تم کون تارا ہو جی؟ کس کو مانگتی ہو؟"

"او پریم! آواز بدل کر مذاق نہ کرو۔ میں نے ہوٹل سے معلوم کیا ہے۔ تم نے کمرا چھوڑا نہیں ہے۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کرنا چاہا لیکن تمہاری آواز اور لہجے کے مطابق تمہارے دماغ میں جگہ نہیں ملی۔ بلکہ تمہارا دماغ ہی نہیں ملا۔ اس کا تو یہی مطلب ہوا کہ تم نے آواز اور لہجہ تبدیل کر لیا ہے۔"

"اے مائی! تم کیا کہہ رہی ہو۔ کبھی کہتی ہو' میرے دماغ میں جگہ نہیں مل رہی ہے کبھی کہتی ہو' میرا دماغ نہیں ہے۔ میرے کو معلوم پڑتا ہے' تمہارا دماغ نہیں ہے۔"

پارس نے گفتگو کے دوران اسے اپنے اندر محسوس کیا۔ وہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ دوسری آواز میں بولنے والا کون ہے۔ مگر جناب تبریزی صاحب نے اس پر ایسا روحانی عمل کیا تھا کہ کوئی

یال خوانی کرنے والا اس کے چور خیالات نہیں پڑھ سکتا تھا۔ شی ارا کو اس کے خیالات پڑھ کر معلوم ہوا کہ وہ پارس نہیں کوئی جنبی ہے۔

وہ بولی۔ "تمہارے خیالات پڑھ کر معلوم ہو رہا ہے کہ تم وہ یم کمار نہیں ہو مگر تمہارا نام بھی پریم کمار ہے۔"

"تم نے ہوٹل والوں سے پریم کمار کے کمرے کا فون طلب کیا ہے تو ظاہر ہے مجھ سے ہی بات کرو گی۔ ویسے مائی! تم میرے پیچھے یوں پڑ گئی ہو؟"

وہ غصے سے بولی۔ "شٹ اپ! میں مائی نہیں ہوں۔"

"کیا جوان چھوکری ہو؟"

شی تارا نے ریسیور رکھ دیا۔ وہ مدراس کے ایک فائیو اسٹار ل میں تھی۔ سوچ رہی تھی۔ "یہ پارس کہاں گم ہو گیا ہے؟ میں نے کہا تھا کہ اس سے رابطہ رکھوں گی۔ پھر میری خیال خوانی کی یں کو اس کا دماغ کیوں نہیں مل رہا ہے؟"

ایک شبہ تھا کہ وہ جان بوجھ کر غائب ہو گیا ہے اور دل کہتا تھا' ے درمیان کوئی کشیدگی نہیں ہے۔ پھر وہ اپنی تارا سے کیوں ہو گا؟

وہ کشمکش میں تھی۔ اپنے دل میں اس کے لیے بے انتہا محبت نے کے باوجود یہ تشویش تھی کہ وہ اس کے دیس کو نقصان انے آیا ہے۔ اگر اس نے پارس کے راستوں میں رکاوٹیں پیدا یں تو وہ یہودی سفیر کو قتل کر دے گا یا اُسے یہاں سے بھاگنے پر ر کر دے گا اور ایسا نہیں ہونا چاہیے۔

اس نے دائی ماں سے کہا "میری ڈائری نکالو اور انٹیلی جنس نمبر ڈائل کرو۔"

دائی ماں نے اٹیچی سے ڈائری نکالی۔ اس میں انٹیلی جنس کے افسر کے نمبر دیکھے پھر موبائل پر رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے ت نے پوچھا۔ "ہیلو کون؟ اپنا نام اور کام بتائیں؟"

شی تارا نے دائی ماں کی زبان سے کہا "میں چیف سے بات کرنا تی ہوں۔"

"دیوی جی! آپ اپنا نام اور کام پہلے نوٹ کروائیں۔"

وہ ماتحت کے پاس پہنچ گئی۔ اس نے اس کی مرضی کے مطابق لام کے ذریعے صاحب سے کہا۔ "آپ کا ایک بہت ضروری ہے۔ اٹینڈ کر لیں۔"

صاحب نے ریسیور اٹھا کر کہا۔ "ہیلو' میں بول رہا ہوں۔"

شی تارا نے کہا۔ "میں بھی بول رہی ہوں۔ دہلی میں جو یلی سفیر آیا ہے' اس کی جان خطرے میں ہے۔ قاتل آج کسی وقت دہلی پہنچنے والا ہے۔"

"تم کون ہو اور یہ سب کچھ کیسے جانتی ہو؟"

"شریمان! میں ٹیلی پیتھی جانتی ہوں۔ اس ودیا کے ذریعے ل کے دماغوں میں گھس کر ان کے خطرناک ارادوں کو پڑھ لیتی ہوں۔"

"یہ کیا بکواس ہے؟ اس رگھوناتھ نے کس پاگل سے بات کرنے کو کہہ دیا ہے؟"

وہ ریسیور رکھ کر غصے سے ماتحت کو بلانا چاہتا تھا۔ اسی وقت اپنے دماغ میں آواز سنی۔ "ٹیلی پیتھی بکواس نہیں ہے۔ ماتحت کو نہ بلاؤ۔ میں نے اس بے چارے کو رابطہ کرنے پر مجبور کیا تھا۔ تم بھی مجبور ہو' میری مرضی کے بغیر کسی کو کمرے میں نہیں بلاؤ گے۔"

وہ اپنی کرسی سے اٹھنا چاہتا تھا۔ اٹھ نہ سکا۔ وہ بولی۔ "یہی ٹیلی پیتھی ہے۔ تم میری مرضی کے بغیر اٹھ نہیں سکو گے۔"

"تم کون ہو؟ کیا چاہتی ہو؟"

"میں دیس بھگت ہوں۔ اپنا نام بتا کر نام نہیں کرنا چاہتی۔ مجھ پر بھروسا نہیں کرو گے تو میں خیال خوانی کے ذریعے ملٹری انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسر کے پاس پہنچ جاؤں گی۔ کیا تم اسرائیلی سفیر کی جان بچا کر اپنے سروس ریکارڈ میں ایک کارنامے کا اضافہ نہیں کرو گے؟"

"میں ایسا کروں گا۔ مجھے بتاؤ اسرائیلی سفیر کا دشمن کون ہے؟ اس کی نشاندہی کرو گی تو اسے گرفتار کیا جا سکے گا۔"

"وہ مسلمان ہے۔ پیرس سے آیا ہے۔ اسے کشمیر کے مسلمانوں سے دلچسپی ہے۔ وہ ان مسلمانوں کی اچھی خاصی مدد کرے گا۔ اس کا قیام کسی بڑے ہوٹل میں ہو گا۔"

"اس کا نام اور حلیہ بتاؤ۔"

"وہ اپنا نام اور حلیہ بدلتا رہتا ہے۔ آج دوپہر سے جتنے ملکی اور غیر ملکی مسافر ہوٹلوں میں قیام کر رہے ہیں' ان پر نظر رکھو گے تو شاید وہ نظروں میں آجائے گا۔"

"کیا تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہم سے تعاون کرتی رہو گی؟"

"بے شک' میں تمہارے پاس آتی جاتی رہوں گی۔ ابھی جا رہی ہوں۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ دائی ماں نے پوچھا۔ "یہ تُو نے کس قاتل کے بارے میں اطلاع دی ہے؟"

"پارس ایک یہودی سفیر کو قتل کرنا چاہتا ہے۔"

دائی ماں نے حیرانی سے پوچھا "کیا تُو پارس کو گرفتار کرائے گی؟"

"ہاں جی! آج تک ہوا کو کسی نے قید کیا ہے؟"

"ہوا غبارے میں قید ہو جاتی ہے۔"

"پھر رفتہ رفتہ غبارہ پچکنے لگتا ہے۔ ہوا آخر آزاد ہو جاتی ہے۔"

"جب تُو جانتی ہے کہ وہ گرفت میں نہیں آئے گا تو پھر اس کے خلاف اطلاع کیوں دے رہی ہے؟"

"میں چاہتی ہوں' اس کے راستے میں اتنی دشواریاں پیدا ہوں کہ وہ سفیر کو نہ قتل کر سکے نہ یہاں سے بھگا سکے۔ وہ کوششیں کرتا رہے گا۔ ناکام ہوتا رہے گا اور مجھے معلوم ہوتا رہے گا کہ مجھ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

سے چھپنے والا کیا کرتا پھر رہا ہے۔"

"کیا اس نے یہ نہیں بتایا کہ ہمارے ملک میں کیا کرنے آیا ہے؟ کیا صرف قتل کا منصوبہ ہے؟ قتل کرے گا اور چلا جائے گا؟"

"نہیں جائے گا۔ وہ کشمیری ہے۔ کشمیر میں مسلمانوں کے لیے کچھ کرنے آیا ہے۔ وہ آدھی بات بتاتا ہے اور آدھی پیٹ میں رکھتا ہے۔ مگر میں بھی ضدی ہوں' پیچھا نہیں چھوڑوں گی۔ دیکھوں گی کہ ہماری بھارتی پالیسی کے خلاف کشمیریوں کے لیے کیا کرے گا۔ اسے ناکام ہو کر جانا پڑے گا۔"

"تارا! تیری مت ماری گئی ہے۔ جس کی آغوش میں کھیلتی ہے اور ہارتی ہے' اسی سے جیتنا چاہتی ہے۔"

"وہاں میں شوق سے ہارتی ہوں۔ یہاں میں اپنے دیس کی خاطر اسے شکست دوں گی۔"

"بیٹی! وہ بہت پہنچا ہوا ہے۔ کیا تو اندازہ کر سکتی ہے کہ وہ اب تک کیسی چالیں چل چکا ہو گا۔"

واقعی یہ شی تارا کی آتما اور پرماتما کو بھی معلوم نہیں تھا کہ وہ صبح اسے رخصت کرتے وقت ہی چال چل چکا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ وہ دہلی نہ جائے۔ دو دنوں تک دہلی والی کوٹھی سے دور رہے کیونکہ پاشا اس کی اور پوجا کی تاک میں ہو گا اور پوجا کو حاصل کرنے کے لیے اس کی گردن دبوچ لے گا۔

یہ شی تارا کے تحفظ کے لیے نیک مشورہ تھا۔ اس لیے وہ مدراس چلی گئی تھی اور نیک مشورہ دینے والے کو پریشانی میں مبتلا کرنے کے لیے انٹیلی جنس کے چیف سے کہا تھا کہ وہ مسلمان قاتل کسی بڑے ہوٹل میں قیام کرے گا۔ جبکہ وہ شی تارا کو دہلی سے دور بھیج کر اسی کی کوٹھی میں رہنے کا ارادہ کر چکا تھا۔

اصل ارادہ یہ تھا کہ اس کوٹھی میں رہ کر پاشا کو ٹریپ کرے گا۔ یقین تھا کہ وہ پوجا کی خاطر شی تارا کی تاک میں ہو گا۔ اگر کسی عورت کو اس کوٹھی میں داخل ہوتے دیکھے گا تو ضرور اس کی گردن دبوچنے آئے گا۔

وہ دہلی کی فلائٹ میں سوار ہونے کے لیے ایک گھنٹا پہلے ائرپورٹ پہنچا۔ وہاں بابا صاحب کے ادارے کا ایک جاسوس موجود تھا۔ اس کے ساتھ ایک حسین عورت تھی۔ جاسوس نے اسے ٹکٹ دیا پھر حسینہ سے تعارف کرایا "سر! یہ حیدر آباد کی طوائف آفت جان ہے۔ مجھے شی تارا اور پوجا کی جو جسامت اور قد بتایا گیا تھا اس کے مطابق میں اسے لایا ہوں۔ کیا یہ چلے گی؟"

وہ پارس کو مسکرا کر دیکھ رہی تھی۔ وہ اسے سر سے پاؤں تک دیکھ کر بولا "ٹھیک ہے' اس کی خوبیاں بتاؤ؟"

وہ بولی۔ "اے میاں! سر عام کیا پوچھتے ہو۔ خوبیاں دیکھنی ہوں تو کوٹھے میں آؤ۔ جلوے دیکھو گے تو غش پہ غش کھاؤ گے۔ ویسے بچی بولتی ہوں میاں! تم ہو بڑے چکنے۔ میرے کو تو پسند آ گئے ہو۔"

پارس نے کہا "پلیز کام کی بات کرنے دو۔ میں خوبیاں معلوم کرنا چاہتا ہوں اور خوبیوں کا تعلق تمہارے حسن و شباب سے نہیں ہے۔ کیا تم ایکٹنگ کر سکتی ہو؟"

"ہائے کیا سوال مارتے ہو میاں! اپن کا پیشہ یہی ہے۔ جس مزاج کا گاہک ہوتا ہے' اسی مزاج کے مطابق میں ناچتی ہوں۔"

پارس نے اٹیچی سے ایک ننھا سا کیسٹ ریکارڈر نکال کر پوچھا "اس میں ایک عورت کی آواز ہے۔ کیا یہ آواز سن کر تم بالکل اسی طرح بول سکتی ہو؟"

آفت جان نے ریکارڈر لیا۔ ہیڈ فون کو کانوں سے لگایا پھر اسے آن کر کے سننے لگی۔ پارس نے پچھلی رات اس ریکارڈر کو سرہانے چھپا کر رکھا تھا۔ رات کو جب بھی شی تارا بولتی رہی۔ اس کی آواز ریکارڈ ہوتی رہی۔ آفت جان نے مسکراتے ہوئے کہا "ہائے میاں! یہ تو بڑے جذباتی انداز میں بول رہی ہے۔ کیا بستر میں ریکارڈنگ کی ہے؟"

وہ جھینپ کر بولا "پلیز! اس عورت کے بولنے کے انداز پر غور کرو۔"

"غور کیا کرنا ہے' بستر پہ چلو' بولتی ہوں۔"

وہ جاسوس سے بولا۔ "تم اسے کہاں سے پکڑ لائے ہو۔ یہ تو صرف اپنے انداز دکھاتی رہے گی۔"

جاسوس نے کہا "یہ غضب کی نقال ہے۔ کئی کرداروں کی آوازیں نکال کر ریڈیو کے ڈرامے کرتی ہے۔"

پھر اچانک ہی شی تارا کی آواز سن کر پارس چونک گیا۔ آفت جان بالکل اسی آواز اور لہجے میں بول رہی تھی۔ "ہائے پارس! تم نے کیا جادو کر دیا ہے۔ تم سے دور رہ کر بستر پر کروٹیں بدلتی رہتی ہوں۔ اسی زہریلے نشے کی طلب ہوتی ہے تو میں خیال خوانی کے ذریعے تمہارے پاس پہنچ جاتی ہوں۔ ویسے میاں! یہ خیال خوانی کیا بلا ہے؟"

پارس نے اس سے ریکارڈر چھین کر کہا "میں مطمئن ہوں۔ تم بہترین نقال ہو۔ چلو فلائٹ کا وقت ہو رہا ہے۔"

جاسوس نے کہا "سر! وہ دوسری عورت دہلی والی کوٹھی میں پہنچ جائے گی۔ آپ کا نیا پاسپورٹ اور نئے شناختی کاغذات بھی وہیں ملیں گے۔"

وہ جاسوس سے رخصت ہو کر آفت جان کے ساتھ چلتا ہوا کاؤنٹر پر آیا۔ وہاں سے دو بورڈنگ کارڈ حاصل کیے۔ آفت جان اس سے لگی ہوئی تھی۔ چلتے وقت اس کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر چل رہی تھی۔ پارس نے کہا "تمہیں میرے ساتھ چپک کر رہنے کا معاوضہ ادا نہیں کیا گیا ہے۔ تم ذرا دور بھی رہ سکتی ہو؟"

وہ بولی "واہ چکنے میاں! کیا دور رہنے کے مجھے تیس ہزار روپے دیے گئے ہیں؟"

"تمہیں صرف ایکٹنگ کرنی ہے۔ تم نے کیسٹ کے ذریعے جو آواز سنی ہے اسی آواز اور لہجے میں بولتی رہو۔"

وہ شی تارا کے انداز میں بولنے لگی۔ دونوں طیارے میں آکر بیٹھ گئے۔ جب طیارہ فضا میں پرواز کرنے لگا تو وہ بولی۔ "کیا میں قابلِ نفرت ہوں؟"

اس نے پوچھا "ایسا کیوں سوچ رہی ہو؟"

"کیوں نہ سوچوں؟ میں تم پر ہاتھ رکھتی ہوں۔ تو میرا ہاتھ ہٹا دیتے ہو۔ کیا میں گندی ہوں؟"

"تم فضول باتیں سوچتی ہو۔ ذرا فاصلہ رکھنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم قابلِ نفرت ہو۔"

وہ خوش ہو کر بولی۔ "تو پھر میں قابلِ محبت ہوں۔"

"ہاں تم بہت اچھی ہو۔ اگر میرے مشوروں پر عمل کرو تو اور اچھی لگو گی۔"

"بولو میاں! میں ساری عمر تمہارے مشوروں پر عمل کرتی رہوں گی۔ سچی بولتی ہوں چکنے! تمہاری طرف دل کھنچا جا رہا ہے۔ میرے سینے پر ہاتھ رکھ کے دیکھو۔ دل کتنی تیزی سے دھگڑ دھگڑ کر رہا ہے۔"

"دھگڑ دھگڑ نہیں' دل دھک دھک کرتا ہے۔"

"ہندی میں اپنے یار کو دھگڑ کہتے ہیں۔ یہ دل تمہیں دھگڑ دھگڑ کہہ رہا ہے۔"

پارس نے تکلیف سے کراہتے ہوئے کہا "یا اللہ! میری آبرو خطرے میں ہے۔ وہ کمبخت کہاں سے یہ مال اٹھا لایا ہے۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی "تم مجھے مشورے دے رہے تھے۔"

"میرا پہلا اور آخری مشورہ ہے کہ اپنی گفتگو اور چال ڈھال میں بازاری انداز اختیار نہ کرو۔ یا پھر مجھے بازاری مال سمجھ کر نہ چھیڑو۔"

وہ پھر ہنسنے لگی۔ پھر اس کے قریب جھک کر سرگوشی میں بولی۔ "یہ چکر کیا ہے۔ ٹکٹ پر تمہارا نام پریم کمار ہے۔ وہ کیسٹ والی تمہیں پارس کہہ رہی تھی اور دہلی پہنچ کر تمہارا نیا پاسپورٹ اور نئی شناخت کے کاغذات ملنے والے ہیں۔"

پارس نے بھی سرگوشی میں پوچھا۔ "کیا تمہیں ڈر نہیں لگ رہا ہے؟ تم ایک ایسے شخص کے ساتھ ہو' جو اپنا نام اور اپنی شناخت بدل کرتا رہتا ہے۔"

وہ پھر سرگوشی میں بولی "اور تمہیں ڈر نہیں لگ رہا ہے کہ میں تھانے میں مخبری کروں گی تو تم غیر ملکی جاسوس سمجھے جاؤ گے اور گرفتار کر لیے جاؤ گے۔"

"آفت جان! جس شخص نے تمہیں تیس ہزار دیے ہیں اور تم سے آج ایک رات کا سودا کیا ہے' وہ ہمارا بہت ہی تجربہ کار جاسوس ہے۔ اس نے سودا کرنے سے پہلے تمہاری پوری ہسٹری ضرور معلوم کی ہو گی۔"

"ہاں میاں! ہر سودا کرنے والے کو یہ خوش فہمی ہوتی ہے کہ اس نے بازاری عورت کو سمجھ لیا ہے۔ مگر نہیں' کوئی نہیں سمجھ پاتا۔"

"تو پھر تم سمجھا دو کہ تمہیں کیسے سمجھا جائے؟"

"میرے چکنے! یہ جو بازاری عورت ہوتی ہے' یہ گھریلو عورت سے کہیں اور پارسا عورت سے زیادہ معصوم ہوتی ہے۔ بازار میں اس کی آبرو لٹ جاتی ہے مگر اس کی روح کی معصومیت برقرار رہتی ہے۔ جوانی کے پہلے احساس کے ساتھ وہ جس نوجوان کو چاہتی ہے' وہ نوجوان جب تک اس کا گھونگھٹ اٹھانے نہیں آتا' تب تک وہ ہر رات لٹنے کے باوجود کنواری رہتی ہے۔ آبرو اس مسرور جذبے کا نام ہے' جو عورت اپنے محبوب کو دیتی ہے اور آج تک میں نے یہ آبرو کسی کو نہیں دی ہے۔"

"تم عجیب عورت ہو۔ تھانے میں مخبری کی بات کرتے کرتے جذباتی باتوں میں ڈوب رہی ہو۔"

"مخبری کیا کرنا ہے میاں! زندگی صرف دو دن کی ہے۔ ان دو دنوں میں دشمنی کر لو یا دوستی۔ میں تو دوستی اور محبت کرتی رہتی ہوں۔"

بڑی دلچسپ ہم سفر تھی۔ سفر کی طوالت کا احساس نہیں ہونے دیا۔ وہ دہلی پہنچ گئے۔ ائرپورٹ پر پولیس والے خاصی تعداد میں نظر آ رہے تھے۔ وہ مختلف شہروں سے آنے والے مسلمان مسافروں کو روک رہے تھے۔

پارس کو یہ بات کھٹک گئی۔ دماغ میں بات آئی' شی تارا دشواریاں پیدا کرنے کی ابتدا کر چکی ہے؟ یا اور کوئی بات ہے؟

وہاں بھی بابا صاحب کے ادارے کا ایک جاسوس موجود تھا۔ اس نے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "سر! ہم نے کوٹھی کے پرانے چوکیدار کو غائب کر دیا ہے۔ اب چوکیدار کی جگہ ہمارا آدمی ہے۔ کوٹھی کے مقفل دروازے کھول دیے گئے ہیں۔"

پارس نے پوچھا "کیا پاشا ادھر دیکھا گیا ہے؟"

"سر! ہمیں اب تک پاشا کی کوئی تصویر نہیں ملی۔ ہم اسے صورت سے نہیں پہچانتے ہیں لیکن جیسا حلیہ اور ڈیل ڈول بتایا گیا ہے۔ ایسا پہاڑ جیسا شخص دو بار کوٹھی کے سامنے سے گزر کر گیا ہے۔"

"پھر تو مرغا پھنسنے کے لیے خود ہی بے قرار ہے۔ یہ پولیس والے مسلمان مسافروں کو کیوں روک رہے ہیں؟"

"پتا نہیں سر! آج ہی مسلمان مسافروں کے ساتھ سختی ہو رہی ہے۔ پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا۔"

"ایک کام کرو۔ اپنے کسی آدمی سے کہو' وہ اسرائیلی سفارت خانے جائے اور معلوم کرے کہ وہاں بھی پولیس کا ایسا ہی ہجوم ہے یا نہیں؟"

"سر! میں دو گھنٹے پہلے وہاں سے گزرا تھا۔ آپ کو اسرائیلی سفارت خانہ کیوں یاد آیا سر! وہاں بھی پولیس کا ہجوم ہے۔"

"ہوں' بات سمجھ میں آ گئی۔ چلو یہاں سے۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

وہ تینوں باہر آکر کار میں بیٹھ گئے۔ کار آگے بڑھنے لگی۔ آفت جان اچانک کراہنے لگی۔ پارس کے بازو کو دونوں ہاتھوں سے جکڑ کر بولی "پلیز! مجھے فوراً کسی قریبی اسپتال میں لے چلو۔ بہت تکلیف ہو رہی ہے۔"

جاسوس ایک قریبی اسپتال کے احاطے میں کار لے آیا۔ آفت جان نے ہینڈ بیگ اٹھا کر کہا "ہم۔۔۔۔ میں تمہارے لیے مسئلہ نہیں بنوں گی۔ ابھی ٹریٹمنٹ سے ٹھیک ہو جاؤں گی۔"

وہ پارس کے سہارے چلتی ہوئی ڈاکٹر کے چیمبر میں آگئی۔ تکلیف سے کراہتی ہوئی کرسی پر بیٹھ گئی۔ ڈاکٹر نے کہا "بیڈ پر آکر لیٹ جاؤ اور پلیز آپ لوگ باہر جائیں۔"

پارس جاسوس کے ساتھ ڈاکٹر کے چیمبر سے باہر آگیا پھر آہستگی سے بولا "کہیں یہ فراڈ تو نہیں کر رہی ہے؟"

جاسوس کا سر جھکا ہوا تھا۔ وہ دیوار سے ٹیک لگائے گہری سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ پارس نے کہا "جیکی نے آفت جان کا انتخاب کیا تھا اور جیکی کبھی دھوکا نہیں کھاتا ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے ہومر؟"

جاسوس ہومر نے چونک کر سر اٹھایا پھر پوچھا "سر! آپ نے کچھ کہا؟"

پارس نے پوچھا "تم کہاں کھو گئے ہو؟ کیا تمہیں خطرے کا احساس ہے؟"

"کیسا خطرہ سر؟"

"ڈاکٹر نے دروازے کو اندر سے بند کرلیا ہے۔ کیا وہ ہمارے خلاف بیان نہیں دے رہی ہوگی؟"

ہومر ہنسنے لگا۔ ہنستے ہنستے اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ وہ بولا "سر! بمبئی میں جیکی نے آپ کو اس کے بارے میں یعنی کہ آفت جان کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا؟"

"صرف اتنا بتایا تھا کہ آفت جان کام آنے والی عورت ہے اور بہترین نقال ہے۔"

"سر! وہ بہت بڑی اداکارہ بھی ہے۔ ہنستے ہنستے اپنی ذات کو دلچسپ بناتے ہوئے مر رہی ہے۔ وہ مر رہی ہے۔ اسے بلڈ کینسر ہے سر!"

"کیا؟" پارس نے شدید حیرانی اور بے یقینی سے ہومر کو دیکھا۔

ہومر نے کہا "ہر ماہ کی پندرہ تاریخ کو اس کے بدن کا تمام خون نکال کر اسے نیا خون دیا جاتا ہے اور وہ ہر بار نئے خون کے لیے تیس ہزار روپے دیتی ہے۔ ہم نے اسی لیے آج ایک رات کے معاوضے کے طور پر اسے تیس ہزار دیے ہیں۔"

پارس کی آنکھوں کے سامنے آفت جان کا مسکراتا ہوا چہرہ گھومنے لگا۔ اس کی باتیں یاد آنے لگیں۔ اس نے کہا تھا "مخبری کیا کرنا ہے میاں! زندگی صرف دو دن کی ہے۔ ان دو دنوں میں دشمنی کرلو یا دوستی۔ میں تو دوستی اور محبت کرتی رہتی ہوں۔"

پارس نے ایک ہاتھ سے سر کو پکڑ کر کہا "اوہ خدایا! یہ ہنستی کھیلتی زندگی کیسے اچانک مرنے کی دھمکی دینے لگتی ہے۔ اسے سلامتی دے خدایا! اس بیچارے کو جوانی کی ابتدا سے سب نے لوٹا ہے۔ اسے زندگی کی تھوڑی سی بچی خوشی دے دے آمین!"

تقریباً ایک گھنٹے تک چیمبر کا دروازہ کبھی کھلتا کبھی بند ہوتا رہا۔ نرسیں آتی رہیں' جاتی رہیں۔ پھر ڈاکٹر نے آکر کہا "شی از آل رائٹ۔ میں نے اس کے کاغذات پڑھے ہیں۔ ہر ماہ کی پندرہ تاریخ کو خون تبدیل کیا جاتا ہے۔ آج گیارہ تاریخ ہے آپ چار دن بعد اسے لے آئیں۔"

پارس نے اندر آکر دیکھا۔ وہ بیڈ پر آنکھیں بند کیے لیٹی ہوئی تھی۔ اتنی معصوم اور بے داغ لگ رہی تھی جیسے اب تک کوئی داغ نہ لگا ہو۔ اس نے سفر کے دوران پارس سے کہا تھا۔ "آبرو اس مسرور جذبے کا نام ہے' جو عورت اپنے محبوب کو دیتی ہے اور آج تک میں نے یہ آبرو کسی کو نہیں دی ہے۔"

وہ قریب آیا۔ اس کے چہرے پر جھک کر سرگوشی میں بولا "اے لڑکی! تمہیں پتا ہے' تم زندہ رہوگی۔"

اس نے دھیرے سے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ پارس کو اپنے چہرے کے اوپر اپنی سانسوں کے اتنے قریب دیکھ کر بڑی کمزوری سے مسکرائی۔ وہ بولا "تم نے پوچھا تھا' کیا تم قابلِ نفرت ہو؟ میرا جواب ہے' نہیں' تم محبت سے بھرپور ہو۔"

اس نے جھک کر اسے چوم لیا۔ مارے خوشی کے اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ وہ مسکراتے مسکراتے رونے لگی۔ روتے روتے مسکرانے لگی۔ پھر بولی۔ "کیوں میاں! مرنے والی ہوں' اس لیے پیار آرہا ہے۔"

وہ انکار میں سر ہلا کر بولا "تم نہیں مروگی۔ موت اور زندگی دینے والا اللہ ہے۔ میں نے دعا مانگی ہے۔ وہ تمہیں زندگی دے گا۔ میں تو صرف محبت کی دوا دے رہا ہوں۔"

"کیا میری آخری سانس تک دوا دیتے رہوگے؟"

"ہاں' میں چوبیس [illegible]ں کے اندر تمہیں پیرس پہنچا دوں گا۔ وہاں تمہارا' بلڈ ٹرانسفر ہوگا اور تمہیں وی آئی پی ٹریٹمنٹ ملے گا۔"

"محبت ہندوستان میں کر رہے ہو۔ دوا پیرس میں کروگے۔ میرے پاس اب اتنا وقت کہاں ہے میاں!"

ڈاکٹر نے پارس سے کہا۔ "مسٹر! پلیز یہاں میرے پاس آکر بیٹھیں میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔"

پارس اس کے سامنے میز کے دوسری طرف آکر بیٹھ گیا پھر بولا۔ "ڈاکٹر! یہ مرض کس اسٹیج پر ہے؟"

ڈاکٹر نے کہا۔ "دعا کے اسٹیج پر ہے۔ کیا آپ چمتکار پر یعنی کہ معجزہ پر یقین رکھتے ہیں؟"

"ہاں' کبھی ایسا واقعہ رونما ہو جاتا ہے' جس کی توقع نہیں کی جاتی۔ کبھی ناممکن سی بات ممکن ہو جاتی ہے۔ اسی کو ہم معجزہ کہتے ہیں۔"

"میں میڈیکل سائنس سے تعلق رکھنے والا ڈاکٹر ہوں لیکن دیسی علاج کا بھی قائل ہوں۔ دو برس پہلے میرے بیٹے کو بھی بلڈ کینسر ہوا تھا۔ میں اس کا علاج کرتا تھا اور بلڈ ٹرانسفر کے لیے امریکا لے جاتا تھا۔ یہاں ایک جوگی ہے۔ وہ کینسر کے مریضوں کو زہریلے سانپوں سے ڈسوا کر ان کا علاج کرتا ہے۔"

پارس نے پوچھا "کیا علاج ہو جاتا ہے؟ کینسر ختم ہو جاتا ہے؟"

"پہلے میں اسے بکواس سمجھتا تھا۔ مگر ڈوبنے والے تنکے کا بھی سہارا ڈھونڈتے ہیں۔ میری بیوی اسے جوگی کے پاس لے گئی۔ جوگی نے کئی طرح کے منتر پڑھنے کے بعد ایک زہریلے سانپ کو ڈسنے کے لیے میرے بیٹے پر چھوڑ دیا۔ اس کے ڈسنے کے بعد میرا بیٹا بیہوش ہو گیا پھر ایک گھنٹے بعد ہوش میں آیا۔ میں کیا بتاؤں مسٹر! چمتکار ہو گیا۔ آج وہ زندہ سلامت ہے اور میڈیکل کا اسٹوڈنٹ ہے۔"

"آپ میڈیکل سائنس کے نقطۂ نظر سے اس معجزانہ علاج کو کیا کہیں گے؟"

"زہریلے سانپ سے ڈسوانے کی منطق یہ ہے کہ مریض کی رگوں میں جو خون دوڑتا ہے' وہ رفتہ رفتہ زہریلا ہوتا جاتا ہے۔ یعنی لہو میں ایسے زہریلے جراثیم پیدا ہوتے ہیں' جنہیں ختم کرنے کے لیے اب تک کوئی دوا ایجاد نہ ہو سکی۔ ان زہریلے جراثیم کو' ڈسنے والے سانپ کا زہر مارتا ہے۔ یوں بات سمجھ میں آتی ہے کہ لوہا لوہے کو کاٹتا ہے۔"

"کیا آپ مجھے اس جوگی کا ایڈریس دیں گے۔"

وہ ایک کاغذ پر پتا لکھتے ہوئے بولا "ایک بات بتا دوں کہ ہر مریض اچھا نہیں ہوتا۔ میری معلومات کے مطابق اب تک سات مریض اس جوگی کے پاس گئے۔ جن میں سے تین مر گئے۔ باقی چار آج بھی زندہ ہیں۔"

"کیا آپ نے تحقیق کی کہ وہ تین کیوں مر گئے؟"

"کچھ تو یہ سمجھ میں آیا کہ ایک ہی سانپ سے ایک ہی دن میں بار بار ڈسوایا جائے تو اس کے زہر میں پہلے والی شدت اور قدرتی مقدار نہیں رہتی۔ اس طرح دو مریضوں کا خاطر خواہ علاج نہ ہو سکا اور تیسرا مریض زہریلے سانپ کی دہشت سے مر گیا تھا۔"

پارس نے جوگی کا پتا لے کر ڈاکٹر کا شکریہ ادا کیا پھر آفت جان کے پاس آکر مسکرا کر بولا "تمہاری شخصیت اچانک بدل گئی ہے۔ آج سے کبھی خود کو بازاری نہ کہنا۔ تمہارا پیدائشی نام کیا ہے؟"

"میرا نام آفرین بدر ہے لیکن اچھا نام کوئی واشنگ پاؤڈر نہیں ہوتا کہ اس سے داغ دھل جائے۔"

وہ بولا "مرد ہی داغ لگاتا ہے اور مرد ہی اسے دھو سکتا ہے۔"

وہ لیٹی ہوئی تھی' اٹھنا چاہتی تھی۔ پارس نے اسے دونوں بازوؤں میں اٹھا کر کہا "میں باہر کار تک تمہیں بازوؤں میں اٹھائے سینے سے لگائے لے جاؤں گا تو داغ دھلتے رہیں گے۔"

وہ اسے گلدستے کی طرح اٹھا کر کمرے سے باہر آیا اور اسپتال کے کوریڈور سے گزرنے لگا۔ قریب سے گزرنے والی نرسیں وارڈ بوائز' ڈاکٹر اور مریض انہیں دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔ وہ خوشی سے کھل رہی تھی۔ اب تک جو بھی اس کے پاس آیا' وہ رات کی تاریکی میں چھپ کر بند کمرے میں اسے اپنانے آیا۔ اب پہلی بار ایک مرد اسے دنیا والوں کے سامنے اپنا کر لے جاتے ہوئے ثابت کر رہا تھا کہ وہ محبت کے قابل ہے اور ڈنکے کی چوٹ پر اسے عزت دی جا رہی ہے۔

اس نے کار کی پچھلی سیٹ پر لا کر اسے بٹھا دیا۔ وہ بولی۔ "بس چند ہی لمحوں میں اتنی ساری مسرتیں مل گئی ہیں کہ اب لمبی زندگی نہیں چاہیے۔ میں ان چند لمحوں میں تمہارے ساتھ صدیاں گزار آئی ہوں۔"

پارس نے ہومر کو جوگی کا پتا بتایا' وہ کار اسی طرف لے گیا۔ وہاں جا کر معلوم ہوا کہ جوگی کسی مضافاتی بستی میں گیا ہے۔ آدھی رات کے بعد واپس آئے گا۔ پارس نے کہا "شی تارا کی کوٹھی کی طرف چلو۔ ہم آدھی رات کے بعد یہاں آئیں گے۔ آفرین کو زندہ رکھنے کے لیے ہم جوگی کا علاج بھی آزمائیں گے۔"

کار کوٹھی کی طرف جانے لگی۔ پارس نے کہا "ہومر! بابا صاحب کے ادارے سے آج رات رابطہ کرو۔ کل تک آفرین کو ضرور پیرس پہنچایا جائے گا۔"

وہ اس کا ہاتھ تھام کر بولی۔ "میں پیرس نہیں جاؤں گی۔ میری زندگی کے شاید ایک یا دو دن رہ گئے ہیں۔ مجھے یہ دو دن اپنے ساتھ گزار لینے دو۔"

"آفرین! خدا پر بھروسا رکھو۔ تم پیرس سے خون تبدیل کرانے اور تجربہ کار ڈاکٹروں کی نگرانی میں رہنے کے بعد صحت مند ہو کر آؤگی۔"

"میری آخری خواہش سمجھ کر میری یہ بات مان لو۔ اپنے ساتھ دو دن رہنے دو۔ پھر پیرس چلی جاؤں گی۔"

"تم ہماری مصروفیات کو نہیں سمجھ رہی ہو۔ کشمیری مجاہدین کی جدوجہد کو کمزور اور ناکام بنانے کے لیے بھارت اور اسرائیل کا گٹھ جوڑ ہو چکا ہے۔ ہم یہود اور ہنود کی سازشوں کو ناکام بنانے میں مصروف ہیں۔ ایسے میں تمہاری بیماری اور موجودگی پرابلم بن جائے گی۔"

وہ بولی۔ "کشمیر؟ کیا تم کشمیری مسلمانوں کی حمایت میں جہاد کرنے یہاں آئے ہو؟ میں۔۔۔۔ میں بھی کشمیری ہوں۔ جب چودہ برس کی تھی تو بھارتی فوجی ہمارے گھر میں گھس آئے تھے۔ انہیں پتا چلا تھا کہ ایک روز پہلے ہم نے دو مسلمانوں کو پناہ دی تھی۔ وہ انہیں تلاش کرتے ہوئے آئے اور انہیں پناہ دینے کے جرم میں میری امی اور ابا کو گولیوں سے چھلنی کر دیا۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

پارس نے پوچھا۔ "تم کہاں کی رہنے والی ہو؟"

"میں اس اسلام آباد کی رہنے والی ہوں' جسے کشمیری ہندو اننت ناگ کہتے ہیں۔ ان بھارتی سورماؤں نے چودہ برس کی عمر میں میرے بدن کو نوچ ڈالا۔ جب میں بیہوش ہوگئی تو وہ مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔ ایک غنڈا مجھے وہاں سے اٹھا کر لے گیا۔ اس نے بمبئی کے ایک دلال سے ہزار روپے لے کر مجھے اس کے حوالے کردیا۔ اس دلال نے مجھے حیدر آباد کے کوٹھے میں پہنچادیا۔"

اس نے ایک لمبی سانس کھینچی پھر آہستہ آہستہ سانس چھوڑتی ہوئی بولی۔ "میں نے پانچ برس ایسے جہنم میں گزارے ہیں کہ میرے اندر کینسر کے جہنم کو آخر دہکنا ہی تھا۔ کیا اتنے عذابوں کے بعد مجھے تمہارے ساتھ دو دن کی خوشیاں نہیں ملیں گی؟"

پارس نے اسے اپنے قریب کرلیا۔ اس کا سر اپنے سینے پر رکھ لیا پھر اسے تھپک کر کہا "اگر جوگی کا علاج کامیاب نہ ہوا تو تمہیں پیرس جانا ہی ہوگا تاکہ وہاں سے تم تازہ خون لے کر آؤ اور کشمیری مجاہدہ بن کر میرے ساتھ رہو۔ کشمیر میرا ہے' تمہارا ہے' ہم سب کا ہے۔ تم اپنے ساتھ ہونے والے مظالم کا بدلہ ضرور لوگی۔"

"میں بہت کمزور تھی۔ اکثر طیش میں آکر سوچتی تھی کہ انہوں نے مجھے کشمیر کی جنت سے نکال کر چکلے میں پہنچایا۔ میں انہیں جہنم میں پہنچادوں گی۔ میں ایسا سوچ کر رہ جاتی تھی۔ مگر تمہارے چٹان جیسے سینے پر سر رکھ کر دور تک دیکھ رہی ہوں۔ ان ظالموں کے سر میرے قدموں میں نظر آرہے ہیں۔"

ان کی کار کوٹھی کے احاطے میں داخل ہوگئی۔ پارس کی ہدایت کے مطابق آفرین اب شی تارا کی آواز اور لہجے میں گفتگو کر رہی تھی۔ وہ کوٹھی کے اندر آگئے۔ بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے ایک جوان نے ان کا استقبال کیا۔ پارس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "سر! میرا نام راجرمیٹ ہے۔ میں آپ کے ساتھ ایک فوٹوگرافر کی حیثیت سے کشمیر جاؤں گا۔ آپ نئے پاسپورٹ اور نئے شناختی کاغذات کے مطابق لندن کے ایک مشہور روزنامے کے رپورٹر ہیں۔ آپ کا نام ژان کارلو ہے۔"

وہ سب مختلف صوفوں پر بیٹھ گئے۔ پارس نے اپنے نئے پاسپورٹ اور دوسرے ضروری کاغذات کا مطالعہ کرنے لگا۔ راجرمیٹ نے کہا "شام چھ بجے ایک پہاڑ جیسا آدمی کوٹھی کے سامنے آیا تھا۔ اس نے نئے چوکیدار سے پوچھا تھا کہ اس کوٹھی کے لوگ کہاں ہیں؟ چوکیدار نے ہماری ہدایت کے مطابق اس سے کہہ دیا کہ رات آٹھ بجے یہاں رہنے والی دیوی جی بمبئی سے آئیں گی۔"

پارس نے گھڑی دیکھی' نو بج رہے تھے۔ وہ لوگ اسپتال جانے کے باعث دیر سے کوٹھی میں آئے تھے۔ پاشا کے انتظار اور صبر کا پیمانہ لبریز ہو رہا تھا۔ فون کی گھنٹی بجنے لگی تو پارس نے آفرین کو ریسیور اٹھانے کا اشارہ کیا۔ وہ ریسیور اٹھا کر شی تارا کی آواز میں بولی۔ "کیا مصیبت ہے۔ ابھی سفر سے تھک کر آئی ہوں اور یہ فون آنے شروع ہوگئے۔ ہیلو' کون ہو تم؟"

دوسری طرف خاموشی رہی۔ وہ بولی۔ "ہیلو بولتے کیوں نہیں؟ اگر گونگے ہو تو ٹیلیفون ڈائل کیوں گھمایا تھا؟"

پھر بھی جواب نہ ملا۔ آفرین نے ریسیور رکھ دیا۔ پارس نے سب کو خاموش رہنے کا اشارہ کرکے آفرین سے کہا۔ "شی تارا! تمہیں فون پر اپنی اصلی آواز میں نہیں بولنا چاہئے تھا۔"

اس نے پوچھا۔ "کیوں نہیں بولنا چاہئے تھا؟"

"تم جانتی ہو کہ پاشا غیر معمولی سماعت و بصارت کا حامل ہے۔ وہ گہری تاریکی میں دیکھ لیتا ہے اور ہزاروں میل دور کی آوازیں سن لیتا ہے۔ وہ کمبخت تمہاری تاک میں ہوگا۔ تمہاری آواز سنتے ہی یہاں چلا آئے گا۔"

وہ بولی "میں پاشا کو بھول گئی تھی۔ اب اپنی اصل آواز میں نہیں بولوں گی۔"

پندرہ منٹ کے بعد ہی چوکیدار نے انٹر کام کے ذریعے کہا۔ "جناب! وہ پہاڑ جیسا آدمی آرہا ہے۔"

یہ معلوم ہوتے ہی ہومر اور راجرمیٹ وہاں سے اٹھ کر ایک کمرے میں چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد ہی ڈرائنگ روم کا دروازہ ایک زوردار آواز کے ساتھ کھلا۔ یقیناً اسے لات مار کر کھولا گیا تھا۔ اگر وہ مقفل ہوتا تو پاشا کے ایک دھکے سے ٹوٹ کر چوکھٹ سے الگ ہوجاتا۔

آفرین نے حیرانی سے آنکھیں پھاڑ کر دیکھا۔ دروازے پر ایک اونچا پہاڑ' انسان کی صورت میں کھڑا تھا۔ وہ اندر آیا اور آفرین کو دیکھ کر بولا "شی تارا! تم چہرہ بدل کر چھپ سکتی ہو۔ مگر میں تم سے زیادہ چالاک ہوں۔ ابھی میں نے فون کے ذریعے تمہاری آواز سنی تھی اور یہ تمہارا ساتھی تمہیں غلطی کا احساس دلا رہا تھا کہ تم فون پر اصل آواز میں بول کر پاشا کو یہاں اپنی موجودگی کا یقین دلا چکی ہو۔"

پارس نے صوفے سے اٹھ کر پوچھا۔ "اچھا تو تم پاشا ہو؟ تمہیں دیکھ کر بڑی خوشی ہو رہی ہے۔"

پاشا نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھا کر کہا "خوشی ہو رہی ہے تو آؤ مصافحہ کرو۔"

وہ ایک دم پیچھے ہٹ کر بولا "تم سے دور کی دوستی اچھی ہے۔ میرے پاس یہی دو ہاتھ ہیں' میں انہیں ضائع نہیں کرنا چاہتا۔"

"اتنے ہی سمجھ دار ہو تو خاموش رہو۔ مجھے اس عورت سے بولنے دو۔"

پھر وہ آفرین سے بولا۔ "تمہیں اپنی ٹیلی پیتھی پر بڑا ناز ہے مجھے پاکستان سے غلام بنا کر یہاں لے آئیں۔ اب میں آزاد ہوں۔ اب میں تمہارے فریب میں نہیں آؤں گا۔ بولو زندگی چاہتی ہو یا موت؟"

آفرین نے سوالیہ نظروں سے پارس کو دیکھا۔ پارس نے کہا "موٹے برادر! یہ زندگی چاہتی ہے۔"

وہ اسے گھور کر بولا "شٹ اپ! میں نے تمہیں بولنے سے منع کیا ہے۔ اب بولوگے تو سر توڑ دوں گا۔"

پھر وہ آفرین سے بولا۔ "زندہ رہنا چاہتی ہو تو ابھی پوجا کو میرے حوالے کردو۔ ورنہ۔۔۔۔"

پارس نے پوچھا۔ "بس اتنی سی بات ہے۔ میں پوجا کو۔۔۔"

وہ گرج کر بولا "ابے تو پھر بول رہا ہے۔ پہلے میں تیرا منہ توڑ کر خاموش کروں گا۔"

وہ پکڑنے آیا۔ پارس اچھل کر صوفے پر کھڑا ہوگیا۔ پھر بولا "ابے بلڈوزر! دوڑ تو سکتا نہیں ہے' پکڑے گا کیسے؟"

پاشا نے اس پر چھلانگ لگائی۔ وہ اچھل کر دور گیا۔ بلڈوزر صوفے پر آکر گرا تو صوفہ ٹوٹ پھوٹ کر فرش کے برابر ہوگیا۔ پارس نے کہا "ہرگز نہیں۔ جب صوفہ کا یہ حشر ہوا ہے تو پوجا کا کیا بنے گا۔ ہرگز نہیں' وہ تمہیں نہیں ملے گی۔"

وہ اٹھتا اور۔۔۔ گرجتے ہوئے بولا "میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ تمہارا خون پی جاؤں گا۔"

وہ بولا۔ "یہ جو حسینہ بیٹھی ہے۔ اسے بلڈ کینسر ہے اس کا خون پی جاؤ اللہ بھلا کرے گا۔"

وہ اس پر حملہ کرنے کے لیے لپکا۔ پھر ایک دم سے ٹھٹک گیا۔ ایک نسوانی آواز سنائی دی۔ "یہ کیا ہو رہا ہے؟"

اس نے پلٹ کر دیکھا۔ مریم دونوں ہاتھ کمر پر رکھے پوچھ رہی تھی۔ "تم کہاں آوارہ گردی کرتے رہتے ہو؟ میں تمہارے پیچھے استنبول سے جنوبی امریکا گئی۔ وہاں سے موت کے جزیرے میں تمہیں پکڑا۔ مگر پھر مجھے چکر دے کر غائب ہوگئے۔ تب سے نگر نگر گھوم رہی ہوں۔ تمہیں کہاں کہاں' تلاش نہیں کیا؟ کل پارس نے فون پر بتایا کہ تم دہلی میں ہو اور اس کوٹھی میں آنے والے ہو۔"

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر صوفے پر بیٹھ گیا۔ پارس نے آفرین کے کان میں کہا "یہ ایسا شہ زور ہے کہ دیوار کو ٹکر مارے تو وہ ٹوٹ کر گر پڑے مگر بیوی کے سامنے بھیگی بلی بن گیا ہے۔"

پاشا نے دونوں ہاتھ جوڑ کر پوچھا۔ "مریم! میری زندگی کی پہلی اور آخری بھول! کیا میرا پیچھا کبھی نہیں چھوڑے گی۔"

مریم نے قریب آتے ہوئے کہا "میں نے چھوڑنے کے لیے نکاح نہیں پڑھوایا تھا۔ تمہیں شرم نہیں آتی' بیوی کو اس بڑھاپے میں بے یار و مددگار چھوڑ جاتے ہو؟"

"میں جب چھوڑ کر جاتا ہوں' تمہارے لیے بے انتہا دولت بنکوں میں رکھ دیتا ہوں۔"

"مجھے اس عمر میں دولت نہیں' شوہر کا ساتھ چاہئے۔ تم اتنے شہ زور ہو' میرا گلا دبا کر مار کیوں نہیں دیتے؟ ہمیشہ کے لیے مجھ سے پیچھا چھوٹ جائے گا۔ پھر آزادی اور بے فکری سے گناہگاروں کی طرح منہ کالا کرتے رہنا۔"

وہ سر جھکا کر بولا "تم میری زندگی کی پہلی عورت ہو۔ جب ہم بہت غریب تھے تو تم نے میرے ساتھ فاقے کیے' دکھ بیماریوں میں میرا ساتھ دیا' میرا دل تمہاری محبت اور وفاداری کی قسمیں کھاتا ہے۔ میں نے درجنوں حسیناؤں سے دوستی کی۔ جب انہیں چھوڑ کر گیا تو کوئی میرے پیچھے نہیں آئی۔ تم تیس برس سے میرا پیچھا کر رہی ہو۔ تھکتی نہیں ہو۔ تمہاری محبت آج بھی تازہ دم ہے۔ میں نے بے شمار جرائم کیے۔ بے شمار قتل کیے لیکن میں تمہیں پھول کی چھڑی سے بھی نہیں مار سکتا۔"

مریم نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا "چلو اٹھو' میں نے میز پر کھانا لگادیا ہے۔ ٹھنڈا ہو رہا ہے۔ کم آن ایوری باڈی۔"

بڑی سی میز پر مختلف کھانوں کی ڈشیں رکھی ہوئی تھیں۔ وہ سب اس کے اطراف آکر بیٹھ گئے۔ پارس نے مریم سے کہا "ممی! آپ بھی ہمارے ساتھ کھائیں۔"

"نہیں بیٹے! میں اپنے پاشا کو پا کر بہت خوش ہوں۔ تم سب کو کھلاؤں گی' بعد میں کھاؤں گی۔"

پاشا نے کہا "اچھا تو تم پارس ہو؟ یہ تم نے اور علی نے میری بیوی کو ماں بنا کر مجھے عذاب میں ڈال دیا ہے۔"

مریم نے پوچھا۔ "اچھا تو میں عذاب ہوں؟"

"بھئی' میں تمہیں نہیں کہہ رہا ہوں۔ اپنے مقدر کو کوس رہا ہوں۔"

"پاشا! آج میرے بیٹے کے سامنے فیصلہ کرو۔ میرے ساتھ رہوگے یا پھر مجھے دھوکا دے جاؤگے؟"

وہ بولا۔ "تمہارے دونوں بیٹے پارس اور علی سمجھ دار ہیں۔ انہیں مشورہ دینا چاہئے کہ تم آرام سے ایک جگہ رہ کر اپنا بڑھاپا گزارو۔"

"میں ایک شرط پر ایک جگہ آرام سے رہوں گی اور کبھی تمہارا پیچھا نہیں کروں گی۔"

"ایسی بات ہے تو میں تمہاری ایک نہیں ہزاروں شرطیں ماننے کو تیار ہوں۔"

"تو پھر سنو! پارس یہاں چند اہم معاملات میں مصروف ہے اور ان معاملات میں اسے تمہاری ضرورت ہے۔ اگر تم اس کے کام آؤگے۔ اس کے راز کو راز رکھوگے اور کسی مرحلے پر اسے دھوکا نہیں دوگے تو میں کل یہاں سے چلی جاؤں گی۔"

پاشا نے کہا "میں تمہیں اتنی جلدی نہیں جانے دوں گا۔ تمہارے ساتھ دو چار دن گزاروں گا۔"

اس بات پر سب نے تالیاں بجائیں۔ پاشا نے کہا "مریم! میری محبت کو سمجھو۔ میں تمہیں مصیبت سمجھ کر تم سے پیچھا نہیں چھڑاتا ہوں بلکہ تمہارے بڑھاپے کو دیکھ کر تمہیں کسی ایک شہر میں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

آرام سے رہنے کا مشورہ دیتا ہوں۔"
"میں جانتی ہوں' تم مجھے دل و جان سے چاہتے ہو۔ فی الحال میری شرط کے بارے میں بات کرو۔"
"میں تم سے وعدہ کرتا ہوں' موجودہ مہم میں پارس کا ساتھ دوں گا۔ اسے کسی مرحلے پر دھوکا دینے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔ اچھی طرح جانتا ہوں' یہ کتنا بڑا شیطان ہے۔ میں لاکھ چھپنا چاہوں گا لیکن یہ مجھے اپنی حکمتِ عملی سے ڈھونڈ نکالے گا اور تمہارے سامنے پہنچادے گا۔"
سالن کی ڈش خالی ہوئی تو مریم اور سالن لانے کے لیے کچن میں گئی۔ پاشا نے کہا "دیکھو پارس! میں اپنا وعدہ نباہوں گا مگر شی تارا سے پہلے تنہائی میں باتیں کروں گا۔"
پارس نے کہا "یہ شی تارا نہیں ہے۔ اس کا نام آفرین بدر ہے۔"
"یہ شی تارا ہے' مجھے اُلّو نہ بناؤ۔"
"میں کیا بناؤں گا' تم خود بن رہے ہو۔ میں نے تمہیں پھانسنے اور ممی کے سامنے حاضر کرنے کے لیے یہ چال چلی ہے۔"
آفرین نے اچانک مریم کی آواز اور لہجے میں کہا۔ "پارس کی بات کا یقین کرلو۔ میں زبردست نقّال ہوں۔ تم میرے منہ سے اپنی بیوی کی آواز سن رہے ہو۔ کیا شی تارا ایسی نقّالی کرتی ہے؟"
"میں مان گیا۔ تم بہترین نقّال ہو۔ مگر شی تارا اور پوجا کہاں ہیں؟"
پارس نے کہا "پوجا پاکستان واپس چلی گئی ہے۔ شی تارا لاپتا ہے۔ کبھی وہ تم سے ملے گی بھی تو تمہیں کچھ حاصل نہ ہوگا۔ میرا مشورہ ہے' انہیں نظرانداز کردو۔"
کھانے کے بعد پاشا نے پارس کو ایک طرف لے جاکر کہا۔ "ایک بات صاف کہہ دیتا ہوں' تم نے مریم کو ماں تو بنالیا ہے مگر مجھ سے کوئی رشتہ نہیں رہے گا۔ میں تمہارے کام آؤں گا لیکن شی تارا کو اس کے فریب کی سزا ضرور دوں گا۔"
"جانتے ہو' وہ ابھی تک اس کوٹھی میں کیوں نہیں آئی ہے؟ اس لیے کہ تمہارے خلاف پوری تیاریوں کے ساتھ آئے گی للذا ہم سب کے لیے مصیبت بن جائے گی کیونکہ یہ اس کا ملک ہے۔ وہ بہت وسیع ذرائع کی مالک ہے۔"
"تو پھر تم یہاں کیوں ہو؟ کیا تمہیں اس سے خطرہ نہیں ہے؟"
"ابھی نہیں ہے۔ وہ کل رات سے پہلے یہاں نہیں آئے گی۔ ہم صبح چلے جائیں گے۔"
"تم یہاں کن معاملات میں مصروف ہو؟"
"ابھی تو میں فون پر تمہیں ایک آواز سناؤں گا پھر تم قوتِ سماعت سے سنوگے کہ وہ اپنی چار دیواری میں کتنے افراد سے مل رہا ہے اور ان سے کیا کہہ رہا ہے۔"
"ٹھیک ہے۔ اس کی آواز سناؤ۔"

"ابھی سنوگے لیکن تمہارے مطلب کی ایک اہم اور دلچسپ بات کہنا چاہتا ہوں۔"
"وہ اہم اور دلچسپ بات کیا ہے؟"
پارس نے ایک نیا شوشہ چھوڑا۔ "ایک نہایت حسین و جمیل دوشیزہ ہے۔ تم اس کے حسن و شباب کا اندزہ یوں لگا سکتے ہو کہ اسے پچھلے سال مقابلۂ حسن میں مس ایشیا ہونے کا اعزاز حاصل ہوا ہے۔"
پاشا کی آنکھوں میں لالچ اور شوقِ دید کی چمک پیدا ہوگئی تھی۔ اس کا منہ یوں کھل گیا تھا جیسے دوشیزہ کو چبانے کے لیے تیار ہو۔
پارس نے کہا۔ "منہ بند کرو۔ رال ٹپک جائے گی۔"
اس نے منہ بند کیا پھر کھول کر کہا "پارس بھائی! آگے بولو۔"
"کیا بولوں؟ وہ دو دنوں سے لاپتا ہے۔ اس کی ماں رو رو کر اندھی ہورہی ہے' باپ پاگل ہونے والا ہے۔"
"وہ کیسے لاپتا ہوگئی ہے؟ میں اسے تلاش کروں گا۔ کیا وہ اغوا کی گئی ہے؟"
"ہاں' اغوا کی گئی ہے۔ تم نے دنیا کے نامی گرامی پہلوان سینڈو آئرن مین کا نام سنا ہوگا؟"
"نہیں سنا ہے۔ ہوگا کوئی پہلوان' تم حسینہ کی بات کرو۔"
"اسی کی بات کررہا ہوں۔ پہلوان سینڈو آئرن مین اسے اٹھا کرلے گیا ہے۔"
"میں اس پہلوان کی ہڈیاں توڑ دوں گا۔ مجھے بتاؤ وہ ملکۂ حسن کو کہاں لے گیا ہے؟"
"اس نے ملکۂ حسن کے باپ کو فون پر کہا تھا کہ اس نے حسینہ کو ایک جگہ قید کررکھا ہے۔ وہ شادی کے لیے راضی نہیں ہورہی ہے۔ پہلوان سے کہہ رہی ہے کہ پہلے وہ اپنا وزن کم کرائے۔"
"پارس بھائی! میں دیکھنے میں پہاڑ ہوں مگر میرا وزن زیادہ نہیں ہے۔"
"ٹھیک ہے۔ حسینہ ملے گی تو کہہ دوں گا۔ لیکن پہلے وہاں تک پہنچنا ہوگا۔"
"کہاں تک؟ کوئی پتا ٹھکانا معلوم تو ہو؟"
"ہاں' پہلوان آئرن مین نے فون پر اس کے باپ سے کہا ہے کہ وہ وزن کم کرنے کے لیے صبح شام دوڑ لگا رہا ہے۔ کل شام تک وزن کم ہوجائے گا تو وہ ہنی مون منانے کے لیے حسینہ کو کشمیر لے جائے گا۔"
وہ اپنا سینہ ٹھونک کر بولا "میں بھی کشمیر جاؤں گا۔"
پارس نے کہا "خدا کا شکر ہے۔"
اس نے پوچھا۔ "تم کس لیے شکر ادا کررہے ہو؟"
"اس لیے کہ گاڑی اب صحیح پٹڑی پر چلے گی۔ تم غیرت مند ہو' اس حسینہ کی آبرو لٹنے نہیں دوگے۔ اسے اپنے لیے بچالوگے۔"

"بے شک' میں اس مظلوم حسینہ کو ظالم سماج کے پنجے سے چھڑالاؤں گا۔ چلو ہم ابھی کشمیر کے لیے روانہ ہوں گے۔"
"کیا دماغ چل گیا۔ وہ سینڈو آئرن مین اسے پرسوں صبح وہاں لے جائے گا۔ ہم ابھی سے جاکر کسے پکڑیں گے۔ پھر تم نے میرا کام کرنے کا وعدہ ممی سے کیا ہے۔ پہلے یہ کام ہوگا پھر کل رات کی فلائٹ سے ہم وہاں جائیں گے۔"
"اچھی بات ہے۔ کل تک سینے پر صبر کی سِل رکھوں گا۔ اپنا کام بتاؤ۔"
پارس نے کہا۔ "راجر میٹ! یہاں آؤ اور موبائل کے ذریعے اسرائیلی سفیر سے رابطہ کرو۔"
راجر نے موبائل فون آپریٹ کیا۔ رابطہ ہونے پر اسے پارس کی طرف بڑھایا۔ اس نے فون لے کر کہا "ہیلو' میں سفیر صاحب سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"
دوسری طرف سے پوچھا گیا۔ "تم کون ہو؟"
"میں سفیر صاحب کا ذاتی مخبر ہوں۔ ایک اہم خبر دینا چاہتا ہوں۔"
ہولڈ کرنے کے لیے کہا گیا پھر ایک بھرّائی ہوئی آواز سنائی دی "ہیلو' میں انڈین انٹیلی جنس کا چیف بول رہا ہوں۔ سفیر صاحب کا کوئی ذاتی مخبر نہیں ہے۔ تم کون ہو؟"
"یہ نہ پوچھو' میں کون ہوں۔ میں ضروری نہیں ہوں۔ جو خبر سنانا چاہتا ہوں' وہ ضروری ہے۔"
انہی لمحات میں پارس نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا پھر سانس روک کر دوبارہ سانس لیتے ہوئے کہا۔ "اپنی ٹیلی پیتھی جاننے والی سے کہو' اس کی یہ ادا پسند آئی۔ اس سے کہو میرے راستے میں چاہے جیسی بھی دشواریاں پیدا کرے۔ میں اب سے ایک گھنٹے بعد یعنی ٹھیک بارہ بجے سفیر کی خواب گاہ میں آؤں گا۔ میرے ہاتھ میں بھرا ہوا ریوالور ہوگا۔ کیا خیال خوانی کی لہریں میرا راستہ روکیں گی؟"
اس نے فون بند کردیا۔ پاشا فون کے اسپیکر سے چیف کی باتیں سن چکا تھا۔ اب وہ ایک صوفے پر آرام سے بیٹھ کر چیف اور یہودی سفیر کی باتیں سن رہا تھا۔ اس وقت چیف کہہ رہا تھا۔ "وہ فون صرف دہشت زدہ کرنے کے لیے کیا گیا تھا۔ آپ کے بنگلے کے اطراف سخت پہرا ہے۔ آپ کے بیڈروم کے باہر مسلح گارڈز چوکس ہیں اور وہ پاگل کا بچہ دعویٰ کرتا ہے کہ ٹھیک بارہ بجے اس کمرے کے اندر آجائے گا۔"
تھوڑی دیر کے لیے خاموشی چھاگئی۔ پھر پاشا نے سنا۔ چیف کہہ رہا تھا۔ "مس! آپ کہتی ہیں وہ پاگل کا بچہ نہیں ہے۔ زبان کا پکا ہے۔ بیڈروم میں ضرور آئے گا لیکن کیسے آئے گا؟"
پھر خاموشی رہی۔ پھر چیف نے کہا "آپ نہیں جانتیں' وہ کیسے آئے گا لیکن دعویٰ ہے کہ وہ آئے گا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ

آپ اس شخص کو اچھی طرح سے جانتی ہیں۔"
پاشا نے پارس کو بتایا کہ وہاں کیا باتیں ہورہی ہیں اور چیف سے کوئی خیال خوانی کرنے والی بول رہی ہے۔ وہ ضرور شی تارا ہوگی۔
پارس نے کہا "ہاں' وہی ہے۔ اسے کسی وقت بھی شبہ ہوسکتا ہے کہ ہم سب اسی کی کوٹھی میں قیام کررہے ہیں۔ ہم اچانک یہاں سے جانے پر مجبور ہوسکتے ہیں۔"
پاشا نے کہا "میں نے ایک بنگلا کرائے پر لے رکھا ہے۔ شی تارا کے سحر سے آزاد ہونے کے بعد وہیں رہتا ہوں۔ تم سب میرے ساتھ وہاں چلو۔"
ہومر اور راجر میٹ عکس منتقل کرنے والے آلات اور کیمرے ایک کمرے میں رکھ کر بارہ بجنے کا انتظار کررہے تھے۔ پارس نے کہا "پہلے ہم سب کا سامان پاشا کے بنگلے میں منتقل کیا جائے۔ پاشا' ممی اور آفرین تینوں ابھی چلے جائیں۔ ہم ایک بجے تک آجائیں گے۔"
وہ تینوں تمام سامان لے کر چلے گئے۔ بابا صاحب کے ادارے کے جاسوس تقریباً ہر ملک میں ہیں۔ بھارت میں یہ جاسوس کٹر متعصب ہندوؤں اور یہودیوں پر نظر رکھتے ہیں۔ جب یہ خفیہ اطلاع ملی کہ دہلی میں ایک ایسا یہودی سفیر آرہا ہے' جو کشمیر اور پاکستان کے خلاف اہم اقدامات کرنے والا ہے تو اس کی آمد سے پہلے ایک جاسوس نے ٹی وی لہروں کو کیچ کرنے والا آلہ سفیر کے بیڈروم میں رکھ دیا تھا۔
پارس نے ریڈی میڈ میک اپ کے سامان کے ذریعے اپنا حلیہ بدل لیا۔ ٹھیک بارہ بجے کیمرے کے سامنے آگیا پھر لائٹس اور کیمرا آن ہوتے ہی سفیر کے بیڈروم میں پہنچ گیا۔ وہاں سفیر اور چیف دو آرام دہ کرسیوں پر آمنے سامنے بیٹھے باتیں کررہے تھے۔ سفیر کے پیچھے ایک مسلح گارڈ کھڑا ہوا تھا۔ ان سے ذرا دور ایک عورت ٹیلی فون کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔
سب سے پہلے اسی عورت نے پارس کو دیکھ کر چیخ ماری۔ گارڈ نے فوراً گن سیدھی کرلی۔ سفیر اور چیف نے سر گھما کر اسے دیکھا۔ پھر دیکھتے ہی اچھل کر کھڑے ہوگئے۔ گارڈ نے للکار کر کہا۔ "خبردار! رک جاؤ۔ دونوں ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔"
پارس نے کہا "میرے ہاتھ اٹھ گئے تو تم سب کا حلیہ بگڑ جائے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

گا۔"

چیف نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "تم..... تم بند کمرے کے اندر کیسے آ گئے؟"

سفیر نے کہا "میں..... میں سمجھ رہا ہوں۔ یہ حقیقت نہیں ہے ایک عکس ہے۔ تل ابیب میں ایسے ہی ایک عکس نے بینک میں ڈاکا ڈالا تھا۔ یہ ایک نئی سائنسی تکنیک ہے۔"

ٹیلی فون کے پاس بیٹھی ہوئی عورت نے کہا۔ "ہیلو مسٹر عکس! میں ایک خیال خوانی کرنے والی' اس عورت کی زبان سے بول رہی ہوں کیا تم سمجھ رہے ہو؟"

پارس نے کہا "خوب سمجھ رہا ہوں۔ میں صرف آدھے گھنٹے کے لیے آیا ہوں۔ یہودی سفیر سے پوچھ رہا ہوں کہ موت اس سے کتنی دور ہے؟ کیا حفاظتی تدابیر اور سیکڑوں مسلح سپاہی تمہیں بچا سکیں گے؟"

"نہیں' کوئی کسی کو موت سے نہیں بچا سکتا۔ اور..... اور تم بھی مجھے نہیں مار سکتے کیونکہ تم محض ایک سایہ ہو۔ ایک عکس ہو۔ میرے بیڈ روم میں عکسی لہروں کو کیچ کرنے والا آلہ چھپا کر رکھا گیا ہے۔"

پارس نے ہنستے ہوئے کہا "میرا کوئی آدمی یہاں کوئی چیز چھپا کر رکھ سکتا ہے تو ہلاکت خیز بم بھی یہاں رکھا جا سکتا ہے۔ مجھے یہاں آنے کی ضرورت نہ پڑتی۔ میں بہت دور بیٹھے بیٹھے تمہاری موت کی خبر سن لیتا۔"

"تم ایک عکس ہو۔ ایک خیال ہو۔ نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ پھر کیوں آئے ہو؟"

"پہلے موت کا خیال آتا ہے پھر موت آتی ہے۔ ابھی میں آیا ہوں۔ ٹھیک بارہ گھنٹے بعد تمہاری موت آئے گی۔ یقین نہ ہو تو اپنی ٹیلی پیتھی جاننے والی سے پوچھ لو۔ وہ بتائے گی کہ کس طرح موت خیال خوانی کے راستے دماغ میں گھسے گی اور تمہیں خودکشی پر مجبور کر دے گی۔"

شی تارا نے اسے عورت کی زبان سے کہا۔ "میں سفیر صاحب کے دماغ کو تنویمی عمل کے ذریعے لاک کر دوں گی۔"

"تمہارا کوئی سا بھی عمل ناکام رہے گا۔ میرے جاتے ہی تمام خیال خوانی کرنے والے باری باری آتے رہیں گے۔ وہ اپنی موجودگی ظاہر نہیں کریں گے۔ بڑی خاموشی سے تمہارے تنویمی عمل کو ناکام بنا دیں گے۔"

"مجھے تھوڑی دیر کے لیے اپنے دماغ میں آنے دو۔ میں ضروری باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

"تم سے اب کوئی ضروری بات نہیں رہی۔ تم ایک سیکنڈ کے لیے بھی میرے پاس نہیں آ سکو گی۔"

سفیر نے پوچھا۔ "تم مجھے کیوں ہلاک کرنا چاہتے ہو؟ مجھ سے کیا دشمنی ہے؟"

"تمہیں کشمیری مسلمانوں سے کیا دشمنی ہے؟ تمہارے اور تمہارے باپ امریکا کے پاس مسلمانوں کو کمزور بنانے کا ایک آزمودہ نسخہ ہے۔ تم دیکھتے ہو کہ مسلمانوں کی جدوجہد آزادی کا بنیادی محاذ Base Camp کون سا ہے۔ فلسطین کو آزاد کرانے کے لیے مسلمانوں کا بنیادی محاذ عرب ممالک تھے۔ تم نے عرب کو عراق سے اور عراق کو ایران سے لڑا کر ان ممالک کو اپنے اپنے مسئلوں میں الجھا دیا۔ کشمیری مسلمانوں کی جنگِ آزادی کا بنیادی محاذ Base Camp پاکستان ہے۔ تم دہلی میں بیٹھ کر پاکستانی سیاستدانوں کو خریدنے اور اس ملک میں انتشار اور خلفشار پیدا کرنے آئے ہو۔ یہ جو ہر پندرہ یا بیس مہینوں کے بعد پاکستان میں حکومتیں بدل رہی ہیں' سیاسی و اقتصادی بحران پیدا ہو رہا ہے' وہاں کا خزانہ خالی ہو رہا ہے تو اس کے پیچھے تمہاری بھارت کی اور امریکا کی شیطانی چالیں ہیں۔"

یہودی سفیر نے کہا "مسٹر! ہم صرف ایسے مسلمانوں کو خریدتے ہیں' جو اپنا ضمیر بیچنے آتے ہیں۔ تمہیں اسلامی ممالک میں جا کر ان سیاسی راہنماؤں کا محاسبہ کرنا چاہیے' جو اقتدار کے لالچ میں اپنے ملک اور اپنی قوم کا سودا کرتے رہتے ہیں۔"

"سودا پاکستان کے اندر نہیں ہو رہا ہے۔ تم لوگوں نے ان کی ضمیر فروشی کے لیے دہلی' تل ابیب اور واشنگٹن میں دکانیں سجا رکھی ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ یہاں پاکستان کی ایک بڑی سیاسی شخصیت کا ایجنٹ آیا ہوا ہے۔ کل اس سے تمہاری میٹنگ ہے' جو نہیں ہو گی کیونکہ وہ پاکستان فروش ایجنٹ زندہ نہیں رہے گا اور بارہ گھنٹے کے اندر تم بھارت چھوڑ کر نہ گئے تو تمہارے بھی دماغ کے اندر ٹیلی پیتھی کا بم بلاسٹ ہو گا۔"

سفیر نے کہا "میں چلا جاؤں گا لیکن یہ تو سوچو کہ میری جگہ دوسرا سفیر آئے گا۔ ہمارے سفارتی تعلقات بہرحال رہیں گے۔ تم کتنوں کو یہاں سے بھگاتے رہو گے؟"

پارس نے کہا "تمہارے دُم دبا کر بھاگنے سے آئندہ تمہارے حکمران کسی سازشی سفیر کو نہیں بھیجیں گے۔ جو بھی یہاں آئے گا وہ مسلمانوں کے لیے متوازن رویّہ اختیار کرے گا۔ ایسا نہیں کرے گا تو اسے بھی یہاں سے بھاگنا پڑے گا۔"

پھر وہ ٹیلی فون کے پاس بیٹھی ہوئی عورت کو دیکھ کر بولا۔ "میں جانے سے پہلے تم سے بھی دو باتیں کر لوں۔ تم عشق و محبت کے معاملے میں میری وفادار ہو۔ میں نے تمہیں آج دہلی نہ آنے کا مشورہ دیا تھا' تم نے اس پر عمل کیا۔ اب میرا کام ہو گیا ہے۔ تم چلی آؤ۔ میں تمہاری دہلی والی کوٹھی میں انتظار کر رہا ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس کا عکس غائب ہو گیا۔ انہوں نے کمرے میں اِدھر اُدھر دیکھا۔ سفیر نے کہا "وہ جا چکا ہے۔ پلیز آپ میری حکومت سے رابطہ کر کے یہاں کے حالات بتائیں اور صبح کی پہلی فلائٹ سے مجھے جانے دیں۔"

چیف نے ٹیلیفون کے پاس بیٹھی ہوئی عورت کے قریب آ کر اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا "میں ٹیلی پیتھی جاننے والی سے مخاطب ہوں۔ تمہارا دعویٰ ہے کہ تم ہندو ہو' دیس بھگت ہو۔ کیا تمہارا یہ دعویٰ درست ہے؟"

شی تارا نے پوچھا۔ "کیا تمہیں میرے ہندو ہونے اور دیس بھگت ہونے پر شبہ ہے۔"

"کیا شبہ نہیں ہونا چاہیے؟ تم ہندو ہو تو اس شخص سے کیسے عشق کر رہی ہو' جو یہاں مسلمانوں کے لیے لڑنے آیا ہے؟ دشمن سے محبت بھی کرتی ہو اور دیس بھگتی کا دعویٰ بھی کرتی ہو۔"

وہ بولی۔ "محبت میرا ذاتی معاملہ ہے۔ میں دیس کے معاملے میں تم سے تعاون کرنے آئی ہوں۔"

"واہ' اس تعاون کا جواب نہیں ہے۔ یہاں اس کے خلاف ہمارے پاس آئی ہو اور وہاں اپنی کوٹھی میں اسے پناہ دی ہوئی ہے۔"

"میں سچ کہتی ہوں۔ مجھے ابھی معلوم ہوا ہے کہ وہ میری کوٹھی میں ہے۔"

"اگر تم سچی ہو اور ہمارے کام آنا چاہتی ہو تو فوراً اپنی کوٹھی کا پتا بتاؤ۔"

وہ تذبذب میں پڑ گئی۔ وہ چاہتی تھی کہ پارس اس کے دیس کی مخالفت میں ناکام رہے مگر اس کی گرفتاری منظور نہیں تھی۔ وہ بولی۔ "مجھے افسوس ہے۔ میں کسی پر ظاہر نہیں ہوتی اس لیے اپنا نام اور پتا کسی کو نہیں بتاتی ہوں۔"

"صاف لفظوں میں کہہ دو' اس دیس سے زیادہ اپنے یار کو چاہتی ہو۔ ہمیں بیوقوف بنا رہی ہو۔ عکسی لہروں کو کیچ کرنے کا آلہ تم نے ہی رکھ کر اپنے یار کو یہاں بلایا ہے۔"

وہ اس الزام سے مشتعل ہو گئی۔ اس نے اس کے دماغ کو ہلکا سا جھٹکا پہنچایا۔ وہ چیخیں مارتا ہوا الٹ کر فرش پر گرا اور تکلیف کی شدّت سے تڑپنے لگا۔

سفیر اس کے پاس آ کر اس پر جھکا' کہ اسے سنبھالتے ہوئے پوچھا۔ "یہ تمہیں اچانک کیا ہو گیا ہے۔ ذرا ایک منٹ' میں ابھی گارڈز کو بلاتا ہوں۔"

شی تارا نے اس عورت کی زبان سے کہا "تم کسی کو نہیں بلاؤ گے۔ یہ ابھی ٹھیک ہو جائے گا اسے ذرا تڑپنے دو۔"

"یہ غیر انسانی سلوک ہے۔ اسے طبّی امداد پہنچانے دو۔"

"کیا تمہیں بھی دماغی عذاب میں مبتلا کروں۔"

وہ چیف کے پاس سے ہٹ کر کھڑا ہو گیا پھر بولا "تم سے امید تھی کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے میری حفاظت کرو گی لیکن تم اپنے ہی دیس کے ذمّے دار افسر کو دماغی مریض بنا رہی ہو۔ میں تو پھر بھی غیر ہوں۔ کان پکڑتا ہوں۔ یہاں نہیں رہوں گا۔"

شی تارا نے دماغی طور پر حاضر ہو کر کہا "ماں جی! مجھے چائے پلاؤ۔ سر میں درد ہو رہا ہے۔"

"چائے تو پلا دوں گی۔ پر سر کا درد نہیں جائے گا۔ میں دیکھ رہی ہوں' تو پھر زیادہ سے زیادہ خیال خوانی کرنے لگی ہے۔"

"کیا کروں ماں جی! پارس نے میرے دیس کے ذمّے دار لوگوں کی نظروں میں مجھے مشکوک بنا دیا ہے۔"

"ایسی کیا بات ہو گئی۔ آج صبح تک تم دونوں لیلیٰ مجنوں تھے۔ پھر وہ تمہارے خلاف حرکتیں کیوں کر رہا ہے؟"

"وہ ہمارے دیس کے خلاف بہت کچھ کرنے آیا ہے۔ مجھ سے چاہتا ہے کہ میں اس کے راستے میں رکاوٹیں پیدا نہ کروں لیکن میں نے ایسا کیا۔ ابھی اس کا راستہ روکنا چاہا تو اس نے صرف دو باتیں کہہ کر انٹیلی جنس کے چیف اور یہودی سفیر کو یہ جتا دیا کہ میں ایک مسلمان سے عشق کرتی ہوں اور میں نے اسے اپنی کوٹھی میں پناہ دی ہوئی ہے۔"

"کیا وہ دہلی پہنچ گیا ہے؟"

"ہاں اور وہ ہماری کوٹھی میں ہے۔ پولیس اور انٹیلی جنس والے اسے ہوٹلوں میں تلاش کر رہے ہیں۔"

"اور تو اس کی باتوں میں آ کر مدراس چلی آئی۔ اسے گرفتار کرا دے۔ اس کے ہوش ٹھکانے آ جائیں گے۔"

"کس دل سے گرفتار کراؤں؟ میں تو خود اس کی حراست میں ہوں۔"

"تو پھر عقل سے کام لے۔ اس کے راستے میں خود رکاوٹیں پیدا نہ کر۔"

"کیا اپنے دیس کے خلاف اس کی کارروائیوں کو خاموش تماشائی بن کر دیکھتی رہوں۔"

"بیٹی! تو اپنے معمول اور تابعدار ایوان راسکا کو بھول رہی ہے۔ تو اس سے کام لے۔ اس کے ذریعے پارس کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کر۔ اس سلسلے میں اپنا نام نہ آنے دے۔ اس طرح پارس سے دوستی بھی رہے گی اور اس کی راہ میں رکاوٹیں بھی پیدا کرتی رہے گی۔"

"واہ ماں جی! کیا سیاسی چال سمجھائی ہے۔ اندرا گاندھی کے بعد آپ کو یہاں کی پردھان منتری ہونا چاہیے تھا۔"

وائی ماں نے اسے گرم چائے لا کر دی۔ وہ چائے پینے کے دوران سوچتی رہی اور منصوبہ بناتی رہی پھر پیالی خالی کرنے کے بعد خیال خوانی کی پرواز کر کے ایوان راسکا کے پاس پہنچ گئی۔

پارس اپنی پوری ٹیم کے ساتھ پاشا کے بنگلے میں آ گیا۔ اس نے ہومر سے کہا "آفرین کی طبیعت پھر کسی وقت بگڑ سکتی ہے' اسے جوگی کے پاس لے چلو۔"

وہ آفرین کے ساتھ کار کی پچھلی سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا۔ ہومر ڈرائیو کرنے لگا۔ آفرین نے پارس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "میں دیکھ رہی ہوں کہ تم کئی معاملات میں مصروف ہو۔ اتنی مصروفیات کے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

باوجود تمہیں میری بیماری اور علاج کی فکر ہے۔ آج تک کسی نے میری فکر نہیں کی۔ یوں لگتا ہے' تمہاری توجہ سے میری تمام بیماریاں دور ہوگئی ہیں۔"

"آفرین! میں تمہارے پیچھے تمہارے ماں باپ کو دیکھ رہا ہوں' جنہیں کشمیر کی جنت میں گولیوں سے چھلنی کردیا گیا۔ تمہارے پیچھے سیکڑوں عزت دار خواتین کو دیکھ رہا ہوں' جن کی عصمتیں لوٹ لی گئیں۔ نہ جانے تمہاری جیسی کتنی دوشیزاؤں کو ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں کے چکلوں میں پہنچا دیا گیا ہے۔ ان ہندو بنیوں کی شامت آئی ہے۔"

"وہ پاشا' جو موٹا' پہاڑ جیسا ہے' کہہ رہا تھا کہ وہ بھی کشمیر جائے گا۔"

پارس نے ہنستے ہوئے کہا۔ "ہاں بیچارہ ایک بیچاری ملکۂ حسن کی تلاش میں جائے گا اور میرے کام آتا رہے گا۔"

"ویسے اس کی نیت اچھی نہیں ہے۔ اپنی بیوی کی نظریں بچا بچا کر مجھے دیکھ رہا تھا۔ اگرچہ میں پارسا نہیں ہوں پھر بھی اب یہ نہیں چاہوں گی کہ تمہارے سوا کوئی مجھے ہاتھ لگائے۔"

"دیکھو آفرین! میں سختی سے سمجھاتا ہوں۔ آئندہ یہ ہرگز نہ کہنا کہ تم پارسا نہیں ہو۔ تم چودہ برس کی عمر میں اغوا کی گئی تھیں۔ تم نے پانچ برس ہندوستان میں گزارے۔ اب تم انیس برس کی ایک عزت دار دوشیزہ ہو۔"

اس نے خوش ہو کر اپنا سر اس کے شانے پر رکھ دیا پھر کہا "بس تم' صرف تم مجھے عزت دو۔ اس کے بعد میں دنیا کو نہیں جانتی۔ میں کچھ اور نہیں چاہتی۔"

ان کی کار جوگی کے مکان کے سامنے پہنچ کر رک گئی۔ وہ ایک چھوٹی سی بستی تھی۔ رات کے ڈھائی بجے وہاں سناٹا چھا جانا چاہیے تھا لیکن بستی والے جاگ رہے تھے۔ تمام گھروں میں روشنی تھی اور وہ تمام گھروں والے اپنی اپنی چھتوں پر چڑھ کر بیٹھے ہوئے تھے۔ جوگی کی چھت پر بھی دو افراد چار عورتوں کے ساتھ نظر آئے۔ پارس نے کار سے نکل کر چھت کی طرف سر اٹھا کر پوچھا۔ "یہ بستی والے چھتوں پر کیوں چڑھے ہوئے ہیں؟ جوگی مہاراج کہاں ہیں؟"

چھت پر سے ایک شخص نے کہا "ہم مہاراج کے چیلے ہیں۔ مہاراج ناگ دیوتا کو پکڑنے گئے ہیں۔"

دوسرے نے کہا "بابو صاحب! گاڑی کے اندر چلے جائیں۔ دروازے کھڑکیاں بند کرلیں۔ نہیں تو ناگ دیوتا ڈس لیں گے۔"

اس نے پوچھا۔ "کیا تمہارے ناگ دیوتا بستی میں چہل قدمی کررہے ہیں؟"

دوسری چھت سے ایک نے کہا "یہ مذاق نہیں ہے بابو! نہ جانے وہ پٹارے سے کیسے نکل گئے تھے اور کہاں گم ہوگئے ہیں۔ آپ بین کی آواز سن رہے ہیں نا؟ مہاراج اسے ڈھونڈ رہے ہیں۔"

دور کہیں سے بین کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ آفرین نے کار سے باہر آکر اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ "اندر چلو' وہ ناگ تمہیں ڈس لے گا۔"

وہ مسکرا کر بولا "میرے لیے باہر چلی آئیں' یہ بھول گئیں کہ تمہیں بھی ڈس لے گا۔"

"اللہ کرے مجھے ہی ڈس لے۔ باتیں نہ بناؤ۔ اندر چلو۔"

"تم جاکر بیٹھو' میں اس ناگ کو پکڑ کر لاتا ہوں۔"

"کیا؟ کیا کہہ رہے ہو؟ جانتے ہو ناگ کتنا زہریلا ہوتا ہے؟ میں نہیں جانے دوں گی۔"

"جانے دو۔ وہ قابو میں نہیں آئے گا تو تمہارا علاج کیسے ہوگا؟"

"مجھے علاج نہیں کرانا ہے۔ واپس چلو۔ نہیں چلوگے تو میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی۔"

اس نے اسے اپنی طرف کھینچ کر کمر میں ہاتھ ڈالا پھر کہا "تمہیں سانپ ڈس لے تو کوئی بات نہیں۔ ہم اسی لیے تو آئے ہیں۔"

وہ اس کے ساتھ بین کی آواز کی سمت جانا چاہتا تھا۔ دو قدم چل کر رک گیا۔ دور سے جوگی آتا دکھائی دیا۔ وہ بین بجاتا ہوا الٹے قدموں چلتا ہوا اپنے مکان کی طرف آرہا تھا اور ناگ بین کے سامنے لہراتا' بل کھاتا زمین پر رینگتا ہوا چلا آرہا تھا۔ چھت پر بیٹھی ہوئی عورتیں' مرد' بچے اور بوڑھے ناگ کو دیکھ کر دونوں ہاتھ جوڑ رہے تھے اور سر جھکا رہے تھے۔ کیونکہ ان کے دھرم میں ناگ اور سانپ کو دیوتا مانا جاتا ہے اور ان کی پوجا کی جاتی ہے۔

وہ ناگ زمین پر رینگتے رینگتے رک گیا۔ اپنا پھن اٹھا کر یوں دیکھنے لگا جیسے فضا میں دوسرے سانپ کی بو سونگھ رہا ہو۔ جوگی جھوم جھوم کر بین بجا رہا تھا اور بین کو حرکتیں دے کر اسے اپنے ساتھ مکان کے اندر چلنے کا اشارہ کررہا تھا مگر ناگ جہاں رک گیا تھا' وہاں سے آگے نہیں بڑھ رہا تھا۔

جوگی نے بین روک دی۔ سانپ کے سامنے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا۔ "ہے شنکر بھگوان کے گلے کی مالا! ہے ناگ دیوتا! تیرے سیوک سے بھول ہوگئی ہو تو چھما کردے۔ گھر چل' تجھے کٹورا بھر کے دودھ پلاؤں گا۔"

سانپ نے اپنا پھن گھما کر ادھر دیکھا' جدھر پارس کھڑا ہوا تھا۔ پھر وہ اپنا پھن زمین پر رکھ کر رینگنے لگا۔ پارس کی طرف جانے لگا۔ جوگی نے ہاتھ اٹھا کر کہا "بابو صاحب! سامنے سے ہٹ جاؤ۔ دور چلے جاؤ۔ آج ناگ دیوتا کرودھ (غصہ) میں ہیں۔"

اس دلچسپ ترین داستان کے بقیہ واقعات تیسویں حصے میں ملاحظہ فرمائیں
جو کہ ۱۵ ستمبر ۱۹۹۴ء کو شائع ہوگا۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ایک دراز دست شخص کی سرپرستی ... طلسماتی اور سحر انگیز آدمی کے شب و
روز، اس نے جب چاہا فتح کرلیا اور جب چاہا کسی کو مات دی. خیال خوانی میں
ایک نیا جہانِ معنی متعارف کرانے والے شخص کی جولانیِ طبع کی فسوں کاری
اس کی شہرت چار دانگ پھیل چکی ہے.

دیوتا

سسپنس کا مقبول ترین سلسلہ

itsurdu.blogspot.com

آفرین نے پارس کے بازو کو جھنجوڑ کر کہا "یہاں کیوں جم گئے ہو؟ یہاں سے چلو' پلیز' تمہیں کیا ہوگیا ہے پارس؟"

پارس کے دیدے پھیل گئے تھے۔ وہ پلکیں نہیں جھپک رہا تھا۔ اس نے آہستہ آہستہ گھٹنے ٹیک دیے۔ زمین پر دوزانو ہوگیا۔ سانپ رینگتا ہوا اس کے سامنے آکر پھن اٹھا کر پھر کنڈلی مار کر بیٹھ گیا تھا۔

پوری بستی کو جیسے سانپ سونگھ گیا تھا۔ لوگ چھتوں کے کنارے آکر جھک جھک کر ایک سانپ اور ایک انسان کو روبرو دیکھ رہے تھے۔ جوگی شدید حیرانی سے پارس کو دیکھ رہا تھا اور اسے دیوتا کا اوتار سمجھ کر دونوں ہاتھ جوڑ کر پوچھ رہا تھا۔ "مہاراج! آپ کون ہیں؟"

پارس کی آنکھیں ناگ کو گھور رہی تھیں۔ آفرین نے کہا۔ "جوگی مہاراج! یہ میرا آدمی ہے۔ مجھے آپ کے پاس علاج کے لیے لایا ہے۔ مجھے بلڈ کینسر ہے۔ مگر یہ سانپ میرے آدمی کو ڈس لے گا۔ آپ کی بڑی مہربانی ہوگی اسے پکڑ کر پٹارے میں بند کردیں۔"

جوگی بدستور ہاتھ جوڑے بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے کہا۔ "بیٹی! تیرے ساتھ ناگ دیوتا کا اوتار ہے۔ میں اس کے سامنے خاک دھول ہوں۔ یہی تیرا علاج کرے گا۔"

یہ بات پارس کے کانوں تک پہنچی۔ اس نے سوچا "ہاں میں علاج کرسکتا ہوں لیکن شاید میرے اندر زہر کی شدت پہلی جیسی نہیں رہی۔ آفرین کو نئی زندگی دینے کے لیے مجھے اپنے زہر میں شدت پیدا کرنی ہوگی۔

پھر وہ مسکرا کر ناگ سے بولا "دوست! تمہاری ہی برادری کا ہوں۔ ہم دونوں کے درمیان زہریلا رشتہ ہے۔ یہ لڑکی تم سے ڈر رہی ہے۔ مجھ سے نہیں ڈرے گی۔ اپنی تھوڑی سی شدت مجھے دے دو۔"

یہ کہہ کر اس نے اپنا ہاتھ ناگ کی طرف بڑھایا۔ آفرین نے چیخ کر کہا "نہیں' ایسا نہ کرو۔ تم کیوں مرنا چاہتے ہو؟"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ناگ نے اس کی الٹی ہتھیلی پر ڈس لیا۔ پارس کے حلق سے ایک کراہ نکلی۔ اس نے دوسرے ہاتھ سے ناگ کو پھن سے پکڑلیا۔ جوگی نے پٹارا کھولا۔ اس نے اسے پٹارے میں رکھ کر کہا "جوگی مہاراج! تمہارا شکریہ۔"

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا "مہاراج تو آپ ہیں۔ آپ ہمارے دیوتا ہیں۔ صرف انسان ہوتے تو اس ناگ دیوتا کے ڈستے ہی تڑپنے لگتے۔ سیاہ پڑ جاتے۔ مہاراج! اس غریب کی کٹیا میں چلیں۔ مجھے سیوا کا موقع دیں۔"

وہ نشے میں جھومتے ہوئے بولا "پھر کبھی موقع دوں گا۔ ابھی میرا جانا ضروری ہے۔"

وہ اٹھ کھڑا ہوا پھر ڈگمگاتے ہوئے آفرین کا سہارا لے کر کہا "ہومرا! واپس چلو۔"

آفرین اسے کار کی پچھلی سیٹ پر لے آئی۔ بستی والے اپنی چھتوں پر سے اتر گئے تھے اور سب کے سب دونوں ہاتھ جوڑے کار

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کے چاروں طرف سے آرہے تھے۔ جھک جھک کر کار کی کھڑکی کے اندر دیکھتے ہوئے سر جھکا رہے تھے۔ زمین پر ڈنڈوت کر رہے تھے۔ یعنی اوندھے منہ زمین پر لیٹ کر سجدہ کر رہے تھے۔ ہومر نے جوگی سے کہا "آپ انہیں راستے سے ہٹائیں' صاحب کی حالت ٹھیک نہیں ہے۔ میں انہیں فوراً اسپتال پہنچاؤں گا۔"

جوگی سب کو ایک طرف ہٹانے لگا۔ بڑی مشکلوں سے آگے بڑھنے کا راستہ ملا۔ ہومر نے کار کی رفتار تیز کر دی۔ پارس نے نشے میں جھومتے ہوئے آفرین کو بازوؤں میں بھر کر کہا "یہ اپنا ہومر سمجھ رہا ہے کہ ہسپتال پہنچائے گا۔ ناگ کا زہر مجھے مار ڈالے گا.....ہاہاہا کیا نشہ ہے؟ کیا مزہ آرہا ہے؟"

وہ روتی ہوئی بولی۔ "یہ تم نے کیا کیا؟ اگر تمہیں کچھ ہو گیا تو اپنی جان دے دوں گی۔ وہ جوگی کہہ رہا تھا کہ ناگ بہت زہریلا ہے۔ اس کے ڈستے ہی آدمی تڑپ تڑپ کر دم توڑ دیتا ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "دیکھ لو کہ میں زندہ ہوں۔ شاید آدمی نہیں ہوں۔ ہوتا تو مر جاتا۔ ارے ہاں' نشے میں یہ کہنا بھول گیا' ہومر! کسی شاندار ہوٹل میں میرے اور میری جان کے لیے ابھی سویٹ حاصل کرو۔ سویٹ نہ ملے تو کمرا لے لو۔ ہم وہاں رات گزاریں گے۔ تم پاشا کے بنگلے میں رہو گے۔"

ہومر نے ڈرائیو کرتے ہوئے کہا "سر! میں حیران ہوں۔ مجھے اپنا خادم سمجھ کر حیرانی دور کریں ورنہ زہریلے ناگ نے آپ کو ڈسا ہے' نیند مجھے نہیں آئے گی۔"

"میری فکر نہ کرو۔ بس اتنا سمجھ لو کہ اندر سے ایک زہریلا آدمی ہوں۔ مجھے ڈسنے کے بعد وہ ناگ بھی مستی میں آگیا ہے۔ اس وقت پٹارے کے اندر سو رہا ہوگا۔"

"کمال ہے جناب! ہم نے بابا صاحب کے ادارے میں تعلیم حاصل کرنے اور ٹریننگ حاصل کرنے کے دوران آپ کے پاپا' آپ کی ماما' اور مادام سونیا کے بڑے حیرت انگیز کارنامے ریکارڈ کیے ہیں۔ میں وہاں کے ریکارڈ روم میں تھا لیکن آپ تو اپنے والد سے زیادہ حیرت انگیز اور باکمال ہیں۔"

"کیا تم نے ریکارڈ میں یہ نہیں دیکھا کہ میرے پاپا بھی زہریلے ہیں؟"

"دیکھا ہے سر! پڑھا بھی ہے لیکن اجنبی لڑکی جو شام کو ملی جس سے کوئی رشتہ نہیں ہے' جسے دنیا نے اپنی ٹھوکروں میں رکھا' اس کے لیے آپ نے اپنے اندر تازہ زہر بھر لیا جبکہ علاج کے ذریعے آپ کو نارمل کر دیا گیا تھا۔ اتنی بڑی قربانی دینا' اتنا بڑا خطرہ مول لینا' بہت حوصلے کی بات ہوتی ہے۔"

اس نے ایک ہوٹل کے احاطے میں کار روک دی۔ ہمیں پچھلی سیٹ پر چھوڑ کر ہوٹل میں گیا۔ سویٹ تو نہ ملا۔ اس نے ڈبل روم حاصل کر لیا پھر آکر کہا۔ "چلیے' روم مل گیا ہے۔"

ہم باہر آئے۔ میں ہوش میں تھا اور کچھ مدہوش بھی۔ اپنی لڑکھڑاہٹ کو چھپانے کے لیے آفرین کی کمر میں ہاتھ ڈال کر چلنے لگا۔ رات کے ساڑھے تین بجے تھے۔ ہوٹل میں خاموشی اور ویرانی سی تھی۔ وہاں کے ملازموں نے مجھے دیکھ کر یہی سمجھا کہ میں کوئی عیاش شرابی ہوں۔ اپنی معشوق کے سہارے چل رہا ہوں۔

ہومر نے ایک ملازم کو ایک ہزار روپے دیے۔ پھر کہا "تم دروازے کے پاس بیٹھے رہوگے تاکہ ضرورت کے وقت فوراً خدمت کے لیے حاضر ہو سکو۔"

وہ ملازم کو پاشا کے بنگلے کا ٹیلیفون نمبر دے کر ان دونوں کو کمرے میں چھوڑ کر چلا گیا۔ آفرین نے دروازے کو اندر سے بند کرنے کے بعد کہا "میں سمجھ گئی ہوں کہ تم نے میری خاطر آج اپنی زندگی داؤ پر لگائی ہے۔"

وہ اسے آغوش میں سمیٹ کر بولا "ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ مجھے یقین تھا کہ اس کا زہر مجھے نہیں مارے گا۔ ہاں' بس ایک خرابی ہوئی کہ میں نارمل نہیں رہوں گا۔ مجھے پھر باقاعدگی سے مخصوص انجکشن لینے ہوں گے۔ یہ بعد کی بات ہے' آؤ۔"

وہ اس کے ساتھ جھومتے ہوئے' ڈگمگاتے ہوئے بستر پر آکر گر پڑا۔

اس ملازم کو ایک ہزار روپے کی ٹپ شاید پہلے کسی نے نہیں دی ہوگی۔ اس کی ڈیوٹی ختم ہو رہی تھی۔ وہ گھر جا کر سونے والا تھا مگر اس کی نیند اڑ گئی تھی۔ وہ ایک اسٹول لے کر دروازے کے قریب بیٹھ گیا تھا۔

انتظار تھا کہ میم صاحب یا صاحب دروازہ کھول کر کچھ کھانے کا آرڈر دیں گے یا فون کے ذریعے آرڈر دیا ہوگا تو دوسرا ملازم حکم کی تعمیل کے لیے آئے گا۔ لیکن ایسا کچھ نہیں ہوا۔ اندر ایسی خاموشی رہی جیسے دونوں سو گئے ہوں۔

وہ سوئی نہیں تھی دوا کی پہلی خوراک سے ہی بیہوش ہو گئی تھی۔ اسپتال کے ڈاکٹر نے کہا تھا کہ جوگی کے پاس جو کینسر کے مریض جاتے ہیں' وہ سانپ کے ڈسنے کے بعد تھوڑی دیر کے لیے بیہوش ہو جاتے ہیں۔ وہ تقریباً گھنٹے بھر تک بیہوش پڑی رہی۔ پھر آنکھ کھلی تو سوچنے لگی۔ کہاں ہے؟

سر چکرا رہا تھا۔ عجیب سا خمار تھا۔ در و دیوار آہستہ آہستہ گھومتے ہوئے سے' ڈولتے ہوئے سے لگ رہے تھے۔ اسے بڑا مزہ آرہا تھا۔ وہ بڑی دیر تک سرور میں رہی پھر اس نے کروٹ لے کر پارس کو دیکھا۔ وہ گہری نیند میں تھا۔ نشے کی زیادتی نے اسے سلا دیا تھا۔ تاہم سونے سے پہلے اس نے دماغ کو ہدایت دی تھی کہ وہ تین گھنٹے بعد بیدار ہو جائے گا۔

وہ خوابیدہ محبوب کو دیکھ رہی تھی۔ اس پر اتنا پیار آرہا تھا کہ اس کے سینے پر سر رکھ کر مر جانا چاہتی تھی۔ ایسے چاہنے والے نصیب والیوں کو ہی ملتے ہیں' جو اپنی زندگی داؤ پر لگا کر اپنی معشوق کو نئی زندگی دیتے ہیں۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ سانپ کے ڈسنے کے بعد کینسر کا موذی مرض ختم ہوگا یا نہیں؟ مگر اس زہریلے پر مر مٹنے کو جی چاہ رہا تھا۔

وہ اس کے سینے پر سر رکھنا چاہتی تھی پھر خیال آیا' وہ تھکا ہوا ہے۔ گہری نیند میں خلل نہیں ڈالنا چاہیے۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس کا حلق خشک ہو رہا تھا۔ اس نے فریج سے آدھا گلاس پانی پیا۔ بھوک اور کمزوری محسوس ہو رہی تھی۔ وہ دروازے کے پاس آئی۔ اسے کھولا تو ملازم فوراً اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ "نمستے میڈم! حکم کریں۔"

وہ بولی۔ "دو گلاس دودھ' مکھن' بریڈ اور ہاف فرائی انڈے لے آؤ۔"

وہ حکم کی تعمیل کے لیے چلا گیا۔ اس نے دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ ناشتے اور دودھ کے انتظار میں پارس کے پاس آکر لیٹ گئی۔ دس منٹ کے بعد ہی دروازے پر دستک ہوئی۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ ملازم اتنی جلدی واپس نہیں آسکتا تھا۔ اس نے دروازے کے قریب آکر پوچھا۔ "کون؟"

باہر سے آواز آئی۔ "پولیس......"

وہ گھبرا کر پیچھے ہٹ گئی۔ اس بار دروازے کو پیٹ کر گرجدار آواز میں کہا گیا۔ "میں انڈین انٹیلی جنس کا چیف حکم دے رہا ہوں۔ دروازہ کھولو۔ فرار کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ یو پارس سن آف فرہاد علی تیمور! یو آر انڈر اریسٹ....."

آفرین نے پریشان ہو کر بستر کی طرف دیکھا۔ وہ گرفتار ہونے والا گہری نیند میں ڈوبا ہوا تھا۔

○☆○

میں خیال خوانی کے ذریعے ان ماہرین سے اسی وقت رابطہ کر چکا تھا' جب وہ بابا صاحب کے ادارے سے روانہ ہوئے تھے۔ دوسری صبح وہ میرے پاس آئے۔ میں نے وہ کیپسول ان کے حوالے کر دیا۔ ایک ماہر نے اس کا معائنہ کرتے ہوئے کہا۔ "اللہ رحم کرے۔ یہ بہت ہی خطرناک ہے۔ اور آپ اسے اپنے پاس رکھے ہوئے ہیں؟"

میں نے کہا "اور میں کیا کرتا؟ اسے کہیں اِدھر اُدھر زمین میں دفن کر کے یا سمندر میں پھینک کر مطمئن نہیں ہو سکتا تھا۔ یہ کہیں بھی بلاسٹ ہو سکتا تھا۔"

"بے شک' ایسا کہیں بھی ہو سکتا ہے۔ دعا کرو کہ ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں اور نصف اسرائیل کی انسانی آبادی تباہی سے بچ جائے۔"

وہ تین ماہرین تھے۔ کیپسول لے کر چلے گئے۔ میں ان کے چور خیالات سے ان کے اندر کے خوف کو سمجھ رہا تھا۔ انہیں پورا یقین تھا کہ وہ اپنے ساتھ لاکھوں افراد کی موت لیے جا رہے ہیں۔ اگر کیپسول کو ناکارہ بنانے کے دوران ذرا سی بھول چوک ہوگی تو موت انہیں بھی نہیں بخشے گی۔

میں نے سونیا ثانی کو مخاطب کیا "بیٹی! مجھے تمہاری ذہانت اور حاضر دماغی پر بہت بھروسا ہے۔ تم اس ماہر کے اندر رہو گی' جو کیپسول کو اپنے ہاتھوں سے ناکارہ بنائے گا۔ باقی دو ماہرین کے پاس میں رہوں گا۔"

وہ بولی۔ "پاپا! یہ آپ کی محبت ہے کہ مجھ پر اتنا بھروسا کرتے ہیں۔ میں اپنی تمام توجہ اس پر مرکوز رکھوں گی۔"

وہ تینوں ماہرین تل ابیب شہر سے دور ایک ویرانے میں چلے گئے۔ ان کے پاس اس سلسلے کا ضروری سامان موجود تھا۔ وہ اسے ناکارہ بنانے میں مصروف ہو گئے۔ میں اس واقعہ کو مختصر طور پر بیان کر رہا ہوں۔ اگرچہ اسے ناکارہ بنانے میں صرف دس پندرہ منٹ لگے لیکن ماہرین نے ہمیں تقریباً تین گھنٹوں تک بے چینی اور گھٹن میں رکھا۔ وہ خود اتنے خوفزدہ تھے کہ ایک ایک عمل کے بعد آدھے گھنٹے کے لیے رک جاتے تھے۔ اس کیپسول کے اندر جو کچھ تھا' اس کے متعلق ایک دوسرے سے بحث کرتے تھے۔ پھر دوسرا عمل کرتے تھے۔ میں اور ثانی بڑے کرب میں مبتلا رہے۔ آخر اس تباہ کن کیپسول بم سے نجات مل گئی۔ تینوں ماہرین خوشی سے اٹھ کر ناچنے لگے۔ میں نے ثانی کو خیال خوانی کے ذریعے چوم کر کہا "جاؤ بیٹی! ہمیں ایک بہت بڑی بلا سے نجات مل گئی ہے۔"

پھر میں نے ہیرو کے پاس آکر کوڈ ورڈز ادا کیے اور کہا "مبارک ہو۔ تمہاری محبت تمہاری سارہ کے سر سے موت ٹل گئی ہے۔ وہ کیپسول بم ناکارہ ہو چکا ہے۔"

وہ خوش ہو کر بولا "شکریہ دوست! وہ کیپسول اگرچہ ہماری سلامتی کی ضمانت تھا مگر ہر لمحہ مجھے اپنی سارہ نابود ہوتی دکھائی دیتی تھی۔ پھر ایک بار تمہارا شکریہ۔"

اس نے کمپیوٹر کے ذریعے سارہ' انا اور عادل کو یہ خوشخبری دی۔ وہ تینوں مطمئن بھی ہوئے اور خوش بھی۔ سارہ نے پوچھا۔ "اب کیا ہوگا؟ ہمارے پاس کوئی ڈھال نہیں رہی۔"

عادل نے کہا۔ "دشمنوں کو یہ معلوم ہی نہیں ہوگا کہ تم دونوں نہتے ہو۔"

وہ بولی۔ "انہیں دکھانے اور دھوکا دینے کے لیے نقلی کیپسول ہمارے پاس ہونا چاہیے۔"

"انہیں دکھانا ضروری نہیں ہے۔ اتنا کہہ دیا جائے کہ کیپسول ایک نہایت محفوظ مقام پر رکھا گیا ہے۔"

ہیرو نے کمپیوٹر کے ذریعے کہا۔ "عادل درست کہتا ہے۔ میں انہیں دکھانے کے لیے وہ شیشے کی ڈبیا کب تک اپنے منہ میں یا مٹھی میں لیے پھرتا؟ یہ کہنا بہتر ہوگا کہ ہم نے اسے کہیں رکھ دیا ہے۔ ہماری مرضی ہے' ہم وہ جگہ نہیں بتائیں گے۔ وہ اپنے طور پر ڈھونڈتے پھریں۔"

سارہ نے گزشتہ روز برین آدم سے وعدہ کیا تھا کہ دوسرے دن ان کی تمام پریشانیاں ختم ہو جائیں۔ لہٰذا وہ کیپسول کی فکر نہ کریں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اور صبر و سکون سے دوسرے دن کا انتظار کریں۔

وہ دوسرا دن آگیا تھا۔ برین آدم نے صبح فون کیا تھا اور کہا تھا "سارہ! اپنا وعدہ پورا کرو۔ ہماری پریشانی ختم کرو۔"

اس نے جواب دیا تھا۔ "دوسرے دن کا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں صبح سویرے ہی وعدہ پورا کروں۔ دوپہر کو بات ہوگی۔"

دوپہر دو بجے پھر اس کا فون آیا "سارہ! خدا کے لیے اپنے ملک اور اپنی قوم کو آنے والی تباہی سے نجات دلاؤ۔ اسے ہمارے حوالے کردو۔ وہ ہمارے پاس محفوظ رہے گا۔"

وہ بولی "میں تم لوگوں کو نجات دلا چکی ہوں۔ اب وہ کیپسول کبھی بلاسٹ نہیں ہوگا۔"

"نادان بچیوں جیسی بات نہ کرو۔ اسے بلاسٹ ہونے کے لیے ہی بنایا گیا ہے۔"

سارہ نے میری مرضی کے مطابق کہا "ہم نے اس کیپسول کو ایک ویرانے میں بڑی حفاظت سے چھپادیا ہے۔ اس کی حفاظت کے لیے وہاں کئی ماہرین کی ڈیوٹی لگادی ہے۔"

"تم نے کن ماہرین کو اس کی حفاظت پر مامور کیا ہے؟ ہمیں ہربات وضاحت سے بتاؤ۔"

"سوری مسٹر برین! میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہوں گی۔ تم اپنے اطمینان کے لیے میری کوٹھی کی اور ہماری تلاشی لے سکتے ہو۔"

"اچھی بات ہے۔ میں آرہا ہوں۔"

"آنے سے پہلے اپنے لوگوں کو سمجھادو کہ یہاں عکس خفل کرنے کے جو آلات رکھے ہوئے ہیں۔ انہیں کوئی ہاتھ نہ لگائے۔"

"ہمیں پتا ہے۔ وہ سامان گاڈ مدر ٹرسیا کی بیٹی اناٹا کا ہے اور اس کے ساتھ جو نوجوان ہے اس کا نام عادل ہے۔ کیا ہماری یہ معلومات غلط ہیں؟"

"بالکل درست ہیں۔ ہمیں بھی یہ پتا ہے کہ تمہیں یہ معلومات جے پرگولا سے حاصل ہوئی ہیں۔"

سارہ نے فون بند کردیا۔ ایک گھنٹے کے اندر انٹیلی جنس کے کئی افسران اور سراغرساں آگئے۔ ان میں برین آدم اور بلیک آدم بھی تھے۔ ایکسرے مین مارٹن، الپا اور ٹیری آدم مختلف افسران کے پاس خیال خوانی کے ذریعے موجود تھے۔

وہ سب کوٹھی کے ایک ایک کمرے اور ایک ایک گوشے کی تلاشی لیتے رہے۔ ان کے ساتھ آئے ہوئے ملازم وہاں الٹ پلٹ ہونے والے سامان کو پھر سلیقے سے رکھتے جارہے تھے۔ وہ ڈیٹکٹر آلات کے ذریعے بھی تلاش کرتے رہے۔ وہاں کیپسول ہوتا تو ملتا۔ چونکہ نہیں تھا، اس لیے نہیں ملا۔

برین آدم نے سارہ اور ہیرو کے روبرو بیٹھ کر کہا "وہ یہاں نہیں ہے۔ اس سے ایک ہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ تم نے اسے ہمارے کسی دشمن کے حوالے کردیا ہے۔"

سارہ نے میری مرضی کے مطابق کہا۔ "یہ بات تم سمجھ رہے ہو۔ اور یہ ضروری نہیں ہے جو تم سمجھو وہی درست ہو۔"

ایکسرے مین مارٹن نے سوچ کے ذریعے کہا "مسٹر برین! میں الپا اور ٹیری کو کچھ ہدایات دوں گا۔ ان سے کہو، وہ اپنا اپنا فون اٹینڈ کریں۔"

برین نے اونچی آواز میں کہا۔ "الپا اور ٹیری! تم دونوں میری آواز سن رہے ہو۔ ابھی یہاں سے جاؤ اور اپنے اپنے فون اٹینڈ کرو۔"

وہ دونوں چلے گئے۔ بلیک آدم نے کہا "سارہ! میں انا اور عادل سے تنہائی میں باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ بولی۔ "سوری، انا اور عادل سے تمہارا کوئی تعلق نہیں ہے۔ تم ہم سے باتیں کرو۔"

اس نے کہا "کیپسول اس کوٹھی میں نہیں ہے۔ باہر احاطے میں بھی تلاش کیا جارہا ہے۔ اگر وہاں بھی نہ ہوا تو پھر وہ تم دونوں سے دور کہیں ہے۔ اگر ہم تمہیں گرفتار کریں تو کس طرح اپنا بچاؤ کروگے؟"

"گرفتار کرکے دیکھ لو۔ پتا چل جائے گا کہ ہم کتنے پانی میں ہیں اور تم سب کیسی دلدل میں دھنس رہے ہو۔"

برین آدم نے کہا "سارہ! تم خود اپنی باتوں پر غور کرو۔ تم نے پریشانی کم نہیں کی ہے اور بڑھادی ہے۔"

"کیا تمہارا یہ افسر ہماری گرفتاری کی بات کرکے پریشانیوں کو دعوت نہیں دے رہا ہے؟"

بلیک آدم نے کہا "میں یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ کیپسول سے محروم ہونے کے بعد اپنا دفاع کیسے کروگی؟ ہم تمہیں اور ہیرو کو گرفتار کیوں کریں گے؟ ہمیں کیا حاصل ہوگا ہم تو دوستی کرنا چاہتے ہیں۔"

برین آدم نے پوچھا۔ "کیا تم نہیں چاہوگی کہ ہیرو کی غیر معمولی صلاحیتوں سے تمہارے ملک کو فائدہ پہنچے؟"

"بے شک میں چاہتی ہوں۔ ہیرو کی غیر معمولی صلاحیتوں سے پوری یہودی قوم کو فائدہ پہنچے گا لیکن یہ اسی وقت ہوگا جب ہمیں یقین ہوجائے کہ ہم اس ملک کے آزاد شہری ہیں اور مشکوک افراد کی فہرست میں ہمارا نام نہیں ہے۔"

"تم پہلے ہی یہاں کی شہری ہو۔ ہیرو کو کل یہاں کی باقاعدہ شہریت مل جائے گی۔ لوگوں کو معلوم ہوچکا ہے کہ ہیرو اس کوٹھی میں رہتا ہے۔ باہر عورتوں، بچوں اور مردوں کا میلہ لگا ہوا ہے۔ وہ ہیرو کو دیکھنے اور اس سے ملنے کے لیے اندر آنا چاہتے ہیں۔ چند سپاہی انہیں نہیں روک سکیں گے۔ ہمارا مشورہ ہے کہ تم دونوں ہمارے ساتھ چلو۔ ہم تمہارے ساتھ انا اور عادل کو بھی لے چلیں گے۔"

"معلوم تو ہو، کہاں لے جانا چاہتے ہو؟"

"تم لوگوں کے لیے ملٹری ہیڈ کوارٹر زیادہ محفوظ رہے گا۔ وہاں کوئی پریشان کرنے نہیں آئے گا۔"

"اور ہم مسلح فوجیوں کے سائے میں قیدی بن کر رہیں گے؟"

"کیوں ہمارے خلوص پر شبہ کرتی ہو؟ کیا دوستوں کو قیدی بنایا جاتا ہے؟"

"دوست سمجھتے ہو تو ہمیں اپنی مرضی سے یہیں رہنے دو۔ لوگوں کو ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعے سمجھاؤ کہ وہ ہیرو کی رہائش گاہ کی طرف نہ جائیں۔ وہ شام تک نہ مانیں تو ہمارے علاقے میں دفعہ ۱۴۴ نافذ کردی جائے۔ اس طرح یہاں بھیڑ نہیں لگے گی۔"

برین آدم سر جھکائے بیٹھا ہوا تھا۔ الپا اس کے اندر آکر ایک رپورٹ پیش کررہی تھی۔ اسے سننے کے بعد اس نے کہا "تمہاری کوٹھی کی باہر ڈیوٹی دینے والے جتنے افسران اور سپاہی ہیں ان کی ڈیوٹی کے اوقات بدلتے رہتے ہیں۔ ہماری ایک خیال خوانی کرنے والی نے اس افسر کے چور خیالات پڑھے ہیں جو کل رات گیارہ بجے ڈیوٹی سے فارغ ہوکر جانے والا تھا۔"

عادل نے مسکرا کر کہا "اس کے چور خیالات نے بتایا ہوگا کہ وہ یہاں سے اپنی گاڑی میں جاتے وقت کئی منٹ تک غائب دماغ رہا تھا۔"

برین آدم نے کہا "بالکل ہی غائب دماغ نہیں تھا۔ وہ دیکھ رہا تھا اور سمجھ رہا تھا کہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ جس شیشے کی ڈبیا میں وہ کیپسول رکھا ہوا تھا وہ ڈبیا تم نے افسر کی جیب میں رکھ دی۔ وہ خاموشی سے اپنی گاڑی میں بیٹھ کر یہاں سے گیا۔ بہت دور تک ڈرائیو کرنے کے بعد اس نے ایک دوسری کار کے قریب اپنی گاڑی روک دی۔ اس کار سے کسی شخص نے باہر ہاتھ نکالا۔ اس افسر نے جیب سے ڈبیا نکال کر کیپسول سمیت اسے دے دیا پھر ڈرائیو کرتا ہوا آگے چلا گیا۔ اس بے چارے نے کئی بار کوششیں کیں کہ ایسا نہ کرے لیکن دماغ اپنے قابو میں نہیں تھا، وہ بے اختیار تمہارا آلۂ کار بنا رہا۔"

عادل نے پوچھا "یہ معلومات اتنی دیر سے کیوں حاصل ہوئیں۔ کیا تمہارے خیال خوانی کرنے والے سو رہے تھے؟"

"وہ مختلف معاملات میں الجھے رہے۔ اس لیے کوٹھی کے باہر پہرا دینے والوں کو یاد نہ رکھ سکے۔"

"جہاں حاضر دماغی نہ ہو، یا کوئی چھوٹی سی بات آدمی یاد نہ رکھے تو غلطی کا انجام سامنے آنے کے بعد وہی چھوٹی سی بات بھیانک غلطی کہلاتی ہے۔"

"کیا اس شخص کے متعلق کچھ بتاسکتے ہو، جو ہمارے افسر سے کیپسول لے گیا ہے؟ وہ کہاں ہے؟"

"تمہارے آخری سوال کا جواب دیا جاسکتا ہے۔ وہ یہاں نہیں ہے۔ کیپسول کو اس ملک کی سرحد کے پار لے گیا ہے۔ سارہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کے ملک کو نقصان پہنچے۔ لہٰذا یہاں کبھی تباہی نہیں آئے گی۔"

بلیک آدم نے غصے سے سارہ کو دیکھ کر کہا "یہ تمہاری حُبّ الوطنی نہیں، حماقت ہے۔ یہاں کے لاکھوں افراد کی جانیں بچانے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اپنے ملک کا اہم راز سرحد پار بھیج دو۔"

سارہ نے کہا۔ "میں تم سے زیادہ وطن پرست ہوں۔ اس راز سے کوئی دوسرا ملک فائدہ نہیں اٹھا سکے گا۔"

"کیا ہم تمہاری جیسی نادان لڑکی کی بات کا یقین کرلیں؟"

"نہ یقین کرو۔ میں نے وعدے کے مطابق پریشانی دور کردی ہے۔ اسے سرحد پار بھیج دیا ہے۔ اب جان جانے کا دھڑکا نہیں رہے گا۔"

ہیرو نے کمپیوٹر کے ذریعے بلیک آدم سے کہا۔ "اے مسٹر! میری سارہ سے نرم لہجے میں بولو۔ یوں آنکھیں نہ دکھاؤ۔ نظریں نیچی رکھو۔ تم نے اس کی حُبّ الوطنی کو حماقت کہا ہے۔ اپنی غلطی کا اعتراف کرو۔ اور سوری کہو ورنہ آگے بات نہیں ہوگی۔"

بلیک آدم نے کہا "مسٹر بندر آدمی! یوں حاکمانہ انداز میں مجھ سے نہ بولو۔ تمہیں میری جسمانی قوت کا اندازہ نہیں ہے۔ میرے بڑوں نے مجھے پابندیوں میں رکھا ہے۔ ورنہ میں تمہاری ہڈیاں توڑ کر پنجرے میں ڈال دیتا۔"

اس کے کمپیوٹر نے کہا "میں تمہارے بڑوں سے کہتا ہوں کہ تم پر سے پابندیاں اٹھالی جائیں اور تمہیں میری ہڈیاں توڑنے اور مجھے پنجرے میں ڈالنے کی اجازت دی جائے۔"

برین آدم نے کہا "میں تم دونوں کو سمجھاتا ہوں، طیش میں آکر ایک دوسرے کو چیلنج نہ کرو۔ یہاں دوستانہ ماحول میں گفتگو ہوگی۔"

کمپیوٹر نے کہا "اب تو میری ہڈیاں ٹوٹیں گی تب ہی دوستانہ ماحول پیدا ہوگا۔"

برین آدم نے کہا۔ "سارہ! اپنے ہیرو کو سمجھاؤ۔ غصے میں نرم

سسپنس اور جاسوسی ڈائجسٹ کے مقبول ترین سلسلے

مفرور (۶ حصے مکمل)
طالوت (۳ حصے مکمل)
صدیوں کا بیٹا (حصے مکمل)

کتابی شکل میں تیار ہیں

آج ہی خط لکھ کر طلب فرمائیں یا اپنے قریبی بک اسٹال سے حاصل کریں

کتابیات پبلی کیشنز ۰ پوسٹ بکس نمبر ۲۳ کراچی نمبر ۱

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

گرم باتیں ہو ہی جاتی ہیں۔"

بلیک آدم نے کہا "بگ برادر! تم ان لوگوں کو نہ سمجھاؤ۔ میں اس بندر کو چیلنج کرتا ہوں کہ یہ مجھ سے مقابلہ کرے۔ سیدھی انگلی سے گھی نہیں نکلتا۔ میں ٹیڑھی انگلی سے اس کے پیٹ کی انتڑیاں باہر نکال دوں گا۔"

ایکسرے مین مارٹن نے اس کے اندر آکر کہا "مسٹر بلیک! یہ کیا نادانی ہے؟ تم ہم سے مشورہ لیے بغیر اسے چیلنج کر رہے ہو؟"

"سر! اس میں مصلحت ہے۔ میں اس سے لڑنے کے دوران سونیا کا طریقۂ کار آزماؤں گا۔ میری انگلی میں ایک انگوٹھی ہوگی۔ میں مقابلے کے دوران اعصابی کمزوری کی دوا اس میں انجکٹ کردوں گا۔"

"اس میں شبہ نہیں کہ تم نے اچھی تدبیر سوچی ہے لیکن کیپسول اب بھی ان کے قبضے میں ہے۔"

"سر! وہ سرحد کے پار ہے۔ دوبارہ اسے یہاں لانے تک ہم اس بندر کو کمزور بنا کر زنجیروں میں جکڑ دیں گے۔ اس کے اور سارہ کے دماغوں پر قبضہ جمالیں گے تو پھر یہ ہمارے خلاف نہیں رہیں گے۔ وہ کیپسول خود ہی یہاں منگوا کر ہمارے حوالے کردیں گے۔"

"واقعی تدبیر معقول ہے۔ اس پر عمل کیا جاسکتا ہے۔ میں برین کے پاس جارہا ہوں۔"

اس نے برین آدم کے پاس آکر اسے بلیک آدم کی حکمتِ عملی سمجھائی۔ برین آدم نے کہا۔ "بے شک اس پر عمل کیا جاسکتا ہے۔ آپ بلیک سے کہہ دیں کہ میں اسے سمجھا رہا ہوں لیکن وہ مقابلے کے لیے بضد رہے۔"

پھر اس نے یہی کیا۔ بظاہر بلیک کو سمجھاتا رہا کہ وہ مقابلے کے ارادے سے باز آجائے لیکن وہ بضد رہا۔ اس نے آخر میں کہا "اگر مجھے اس بندر سے مقابلے کی اجازت نہ دی گئی تو میں استعفا دے دوں گا۔"

ہیرو نے کمپیوٹر کے ذریعے کہا "میرا بھی یہی فیصلہ ہے کہ دوستی اسی وقت ہوگی جب یہ میری ہڈیاں توڑے گا۔ اور اگر خود ٹوٹ پھوٹ جائے گا تو دوستی کے امکانات ختم ہوجائیں گے۔"

دوستی وہ کرنا نہیں چاہتے تھے۔ اسے غلام بنانا مقصود تھا۔ اس مقصد کے لیے بلیک آدم کی حکمتِ عملی معقول تھی۔ برین آدم نے کہا "تم دونوں ہی بضد ہو تو دو گھنٹے بعد شام چھ بجے مقابلہ ہوگا۔ اسی کوٹھی کے باہر لان میں۔"

ہیرو کے کمپیوٹر نے کہا "ہرگز نہیں، لاکھوں افراد کی آنکھوں کے سامنے یہ مقابلہ یہاں کے اسٹیڈیم میں ہوگا۔"

برین نے کہا۔ "یہ ہماری آپس کی بات ہے۔ اسے عوام کے سامنے نہیں آنا چاہیے۔"

کمپیوٹر نے کہا "آنا چاہیے، اس مقابلے کو ٹیلی کاسٹ بھی کیا جائے گا۔ میں یہاں کے غنڈوں، بدمعاشوں اور جرائم پیشہ پہلوانوں کو اپنی شہ زوری دکھانا چاہتا ہوں۔"

اس بات پر تھوڑی دیر بحث ہوتی رہی۔ چونکہ یہودیوں کو اپنی کامیابی نظر آرہی تھی اس لیے انہوں نے اسٹیڈیم میں مقابلے کی بات مان لی اور یہ بھی وعدہ کیا کہ ٹی وی سے یہ مقابلہ براہِ راست دکھایا جائے گا۔

برین آدم نے وہیں بیٹھے بیٹھے ریڈیو اور ٹی وی حکام کو ہدایات دیں کہ وہ اپنے پروگراموں میں فوراً تبدیلی کریں اور وقفے وقفے سے اناؤنس کرتے رہیں کہ آج شام سات بجے نیشنل اسٹیڈیم میں اسرائیل کے ایک شہ زور مسٹر بلیک آدم اور بندر آدمی ہیرو کے درمیان جان لیوا فری اسٹائل کشتی ہوگی۔

اسٹیڈیم میں صرف وہی طلبا و طالبات، پریس رپورٹرز اور سرکاری ملازمین آئیں گے، جن کے پاس شناختی کارڈز ہوں گے۔ باقی لوگ ٹی وی پر ٹھیک سات بجے یہ مقابلہ دیکھیں گے۔ برین آدم نے یہ تمام ہدایات دے کر ہیرو سے کہا۔ "ہم جارہے ہیں۔ باہر جو گارڈز کھڑے ہوئے ہیں، یہ تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو ساڑھے چھ بجے اسٹیڈیم پہنچادیں گے۔"

وہ سب اس کوٹھی سے چلے آئے۔ ایکسرے مین مارٹن نے فون کے ذریعے الپا اور ٹیری آدم سے کہہ دیا تھا کہ وہ دونوں ائرپورٹ، بندرگاہ اور سرحدی چوکیوں کے فوجی افسران کے پاس جائیں اور ان سے کہہ دیں کہ جب تک وہ دونوں خیال خوانی کرنے والے ان افسران کے دماغوں میں نہ آئیں اور ملک سے باہر جانے والوں کے چور خیالات نہ پڑھیں، تب تک کسی مسافر کو سرحد پار نہ جانے دیں۔

وہ سارہ کی زبان سے سن چکے تھے کہ کیپسول کو سرحد کے پار پہنچادیا گیا ہے۔ ان کا خیال تھا کہ شاید اسے سرحد پار لے جانے کا موقع نہ ملا ہو اور اب وہ کسی راستے سے ملک کے باہر لے جانے والے ہوں تو ایسے میں مسافروں کو چیک کرتے وقت وہ کیپسول لے جانے والا شخص نظروں میں آجائے گا۔

اس کیپسول کی خاطر الپا اور ٹیری آدم کو بڑی محنت کرنی پڑی۔ ایک بندرگاہ کے کسٹم آفیسر کے اندر رہتی تھی اور بحری سفر کرنے والوں کے دماغوں کو ٹٹولتی رہتی تھی۔ دوسرا ائرپورٹ کے مسافروں کے دماغوں کو کھنگالتا جارہا تھا۔ ایسی ہی مسلسل کوششوں کے دوران ٹیری ان تین ماہرین میں سے ایک ماہر کے اندر پہنچ گیا، جس نے کیپسول بم کو ناکارہ بنایا تھا۔

وہ تینوں پانچ بجے والی فلائٹ سے واپس جارہے تھے۔ ایک کے چور خیالات پڑھتے ہی یہ معلوم ہوا کہ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ بابا صاحب کے ادارے سے آیا ہے۔

پاسپورٹ سے پتا چلا آج صبح کی فلائٹ سے آیا تھا۔ ٹیری نے اس کی سوچ میں کہا "ایسا بھی کیا آنا اور کیا جانا۔ اگر میں ایک دن تل ابیب میں رہ کر یہاں کی سیر کرلیتا تو کیا فرق پڑجاتا؟"

اس کی سوچ نے کہا "میں بارہا یہ شہر دیکھ چکا ہوں۔ جس کام سے آیا تھا، اسے کامیابی سے انجام دے چکا ہوں اب یہاں رہ کر کیا کروں گا۔"

یہ تجسس رہ گیا کہ وہ کس کام سے آیا تھا۔ ٹیری نے اس کی سوچ میں بڑی تھکن سے کہا۔ "آہ! اس کام نے تو تھکا ڈالا ہے۔"

ماہر کی سوچ نے کہا "صرف تھکایا ہی نہیں آدھی جان بھی نکال لی تھی۔ کسی بھی خطرناک یا معمولی بم سے کھیلنا گویا موت کو دعوت دینا ہوتا ہے۔"

وہ سوچ رہا تھا اور تصور میں دیکھ رہا تھا کہ کس طرح ایک ننھے سے کیپسول نما بم کو احتیاط سے پکڑ کر اسے ناکارہ بنا رہا ہے۔ بس اتنی ہی معلومات کافی تھیں۔ اس نے برین کے پاس آکر کہا "بگ برادر! تین ایسے ماہرین نظروں میں آئے ہیں، جنہوں نے آج اس کیپسول بم کو ناکارہ بنادیا ہے۔"

"کیا تم پورے وثوق سے ان کے خیالات پڑھ کر آرہے ہو؟"

"جی ہاں۔ ہم انہیں گرفتار کرکے دیگر بہت سی معلومات حاصل کرسکتے ہیں۔ سب سے چونکا دینے والی بات یہ ہے کہ وہ تینوں بابا صاحب کے ادارے سے آئے ہیں۔"

"او گاڈ! اس بندر کے پیچھے بہت بڑی طاقت ہے اور اس کے ساتھ بے شمار خیال خوانی کرنے والے ہیں۔"

ٹیری نے کہا "اگر ہم ان تینوں کو گرفتار کریں گے تو فرہاد اور اس کے دوسرے خیال خوانی کرنے والوں کو پتا چل جائے گا کہ تینوں کو ملک سے باہر جانے سے روک دیا گیا ہے۔"

برین نے کہا "ٹیری! ہم نے جے پرگولا کی بات کو جھوٹ سمجھا تھا۔ سچ یہی ہے کہ پرگولا کے دماغ میں فرہاد آتا رہا ہے اور فرہاد شاید اس شہر میں موجود ہے۔"

"بگ برادر! عذاب اور بڑھ گیا ہے۔ میں ابھی ان تینوں کے خیالات پڑھ کر فرہاد کی موجودگی کے متعلق معلوم کرتا ہوں۔"

"ہاں ضرور معلوم کرو۔ ان تینوں کو اس طرح روکا جائے کہ دشمن کو شبہ نہ ہو۔ وہ یہی سمجھیں کہ تینوں نے اتفاقاً سفر ملتوی کردیا ہے اور ابھی وہ تل ابیب میں رہیں گے۔"

"لیکن وہ تینوں نہیں رکیں گے۔ ان کی فلائٹ پینتالیس منٹ کے بعد جانے والی ہے۔"

"فلائٹ نہیں جائے گی۔ اعلان کرادو کہ طیارے میں کوئی ٹیکنیکل خرابی پیدا ہوگئی ہے۔ لہٰذا پرواز غیر معینہ مدت کے لیے ملتوی کی جارہی ہے۔ وہ تمام مسافر شاید دوسری صبح جاسکیں گے۔"

ٹیری چلا گیا۔ ایکسرے مین بھی چپکے سے ٹیری کے دماغ میں آگیا۔ الپا، ٹیری اور دوسرے تمام آدم برادرز یوگا کے ماہر تھے۔ صرف ایکسرے مین مارٹن کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتے تھے۔ وہ ٹیری کے ذریعے ایک ماہر کے اندر پہنچا پھر اس کے خیالات پڑھتے ہی وہاں میری موجودگی کی تصدیق ہوگئی۔

اس کے چور خیالات نے بتایا کہ وہ اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ میری رہائش گاہ میں گیا تھا۔ اس نے مجھ سے کیپسول بم لیا تھا پھر اسے میلوں دور ایک ویرانے میں لے جاکر ناکارہ بنادیا تھا۔

ایکسرے مین نے اس کے دماغ سے میرا موجودہ رہائشی پتا معلوم کیا پھر دماغی طور پر حاضر ہوکر اپنے کمرے میں ٹہلنے لگا۔ اس کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ میرا پتا ٹھکانا کسی دشمن کو معلوم نہیں ہوتا۔ اسے معلوم ہوگیا تھا۔ پوری طرح تصدیق ہوگئی تھی۔ ماہر کی سوچ نے بتایا تھا کہ میں اس کی لیلیٰ بھابی کے ساتھ وہاں رہتا ہوں۔ اتنی ٹھوس معلومات کے بعد اس کا دل دھڑک کر حلق میں آرہا تھا۔ وہ چشم زدن میں وہاں پہنچ کر میری گردن پکڑ لینا چاہتا تھا۔

وہ فوراً ہی اپنی ڈائری اٹھا کر اس کی ورق گردانی کرنے لگا۔ اس ڈائری میں ایسے سنہری اصول لکھے ہوئے تھے، جنہیں پڑھنے سے اور ان پر عمل کرنے سے شدید جذبات قابو میں آتے تھے، کسی بھی مرحلے میں ناکامی کے امکانات ختم ہوجاتے ہیں اور ذہانت کو ایک نئی تازگی ملتی تھی۔

ڈائری کے ایک صفحے پر لکھا تھا "یہ تمہارے اندر ہلچل کیوں مچی ہے؟ کیوں جوش میں ہو؟ ہوش میں آؤ۔ یاد رکھو۔ جلد بازی سے ناکامی یقینی ہوجاتی ہے۔ کسی کو حاصل کرنے کی بے چینی جتنی بڑھے گی، اتنی ہی سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیتیں کم ہوں گی۔ کہیں جانا ہو، کچھ حاصل کرنا ہو تو خود نہ جاؤ۔ کسی معمولی دشمن کا بھی سامنا نہ

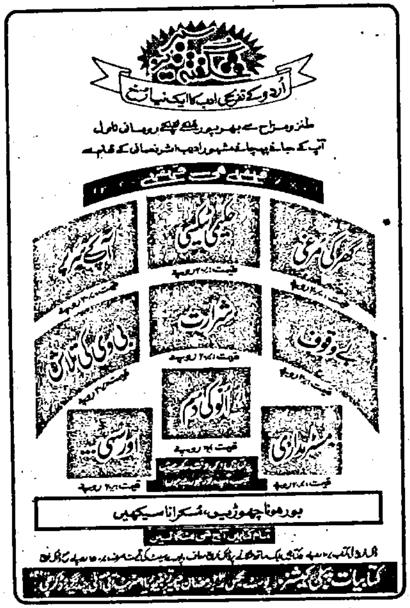

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کرو۔ دشمن کمزور ہوگا۔ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا تو جھنجلا کر تمہارے منہ پر تھوک دے گا۔ کیوں چاہتے ہو کہ وہ تمہارے منہ پر تھوکے؟ اسے دور سے زیر کرو۔"

وہ ڈائری بند کرکے بیٹھ گیا۔ آنکھیں بند کرکے تمام خیالات کو دماغ سے نکالنے کی کوششیں کرنے لگا۔ میرے بارے میں اس پہلو سے سوچنے لگا کہ میں ناقابلِ شکست ہوں۔ کئی بار دشمنوں کو یقین ہوا کہ میں شکست کھا چکا ہوں پھر پتا چلا کہ وہ خود فریبی تھی اور میں ان پر غالب آچکا ہوں لہٰذا ڈائری میں لکھی ہوئی ہدایات کے مطابق اسے میرا سامنا نہیں کرنا چاہئے۔ میری رہائش گاہ سے دور رہ کر مجھے زیر کرنا یا ختم کرنا چاہئے۔

تھوڑی دیر پہلے جو دل دھڑک رہا تھا اور جو بے چینی تھی' وہ ختم ہوگئی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر رابطہ کیا پھر کہا "زیرو دون ون بول رہا ہوں۔ اپنی ٹیم کو فوراً الرٹ کرو۔"

"آل رائٹ باس۔ تمام ساتھی دس منٹ میں حاضر ہوجائیں گے۔"

"اسٹیفن اسٹریٹ پر بنگلا نمبر تھری او تھری کو بڑی خاموشی سے گھیر لو۔ اس بنگلے کے مکینوں کو محاصرے کا شبہ نہ ہو۔ میں مزید ہدایات ٹرانسیٹر کے ذریعے دوں گا۔ وہیں قریب ہی سیاہ رنگ کی ہنڈا اکارڈ میں رہوں گا۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ ٹرانسیٹر اور ایک ریوالور کو جیب میں رکھ کر وہاں سے باہر آیا پھر دروازے کو لاک کرنے کے بعد اپنی کار میں آکر بیٹھ گیا۔ وہاں سے میری رہائش گاہ کی طرف آتے ہوئے پوری طرح مطمئن تھا کہ نہ مجھ سے سامنا ہوگا اور نہ ہی مجھ سے کوئی نقصان پہنچے گا۔

اس نے اسٹیفن اسٹریٹ کے موڑ پر اپنی کار روک دی پھر اپنے ماتحت کے اندر پہنچ گیا۔ وہ اپنے مسلح ساتھیوں کے ساتھ وہاں پہنچ گیا تھا اور اشاروں سے انہیں محاصرے کی ہدایت دے رہا تھا۔ ایکسرے مین کو دور سے میرا بنگلا نظر آرہا تھا۔ اس نے ٹرانسیٹر کے ذریعے خاص ماتحت سے کہا۔ "اپنے کسی ہوشیار آدمی کو احاطے میں جانے کے لیے کہو اور معلوم کرو کہ بنگلے کے اندر کتنے افراد ہیں؟"

"باس آپ اجازت دیں۔ میں خود جاؤں گا۔"

وہ اجازت پاکر احاطے میں داخل ہوا۔ پہلے کھڑکیوں کی طرف جاکر دیکھا۔ وہ اندر سے بند تھیں۔ پردے پڑے ہوئے تھے اس لیے اندر کا منظر دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ وہ دبے قدموں چلتا ہوا بنگلے کے سامنے دروازے پر آیا۔ وہ مقفل تھا یعنی اندر کوئی نہیں تھا۔

اور واقعی ہم نہیں تھے۔ سات بجے ہیرو اور بلیک آدم کا مقابلہ شروع ہونا تھا اس لیے میں لیلیٰ کے ساتھ اسٹیڈیم کی طرف چلا گیا تھا وہ لوگ خالی میدان میں آئے تھے۔

پانے والے خالی میدان میں بھی بہت کچھ پالیتے ہیں۔

ایکسرے مین نے ٹرانسیٹر کے ذریعے کہا۔ "لاک کھولو۔ یا توڑو' کسی طرح اندر جاؤ۔"

وہ جیب سے ایک تار نکال کر لاک کھولنے کی کوشش کرنے لگا۔ ایکسرے مین مارٹن اس کے اندر رہ کر دیکھ رہا تھا۔ وہ دروازہ کھل گیا۔ اس نے اندر آکر دیکھا۔ ہر کمرے میں جھانکتے ہوئے ٹرانسیٹر کے ذریعے کہا۔ "باس! یہاں کوئی نہیں ہے۔"

اس نے حکم دیا۔ "تمام اٹیچی اور الماریاں کھول کر دیکھو۔ اس مکان کے مکینوں کی تصویریں ملیں تو انہیں لے آؤ۔ مجھے بتاتے رہو کہ تم وہاں کیا پارہے ہو۔"

حالانکہ بتانے کی ضرورت نہیں تھی' وہ اس کے اندر رہ کر سب کچھ دیکھ رہا تھا لیکن اس پر ظاہر نہیں کررہا تھا کہ اس کا باس ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ اس ماتحت نے الماری کھولی اس میں بہت سی فائلیں رکھی ہوئی تھیں۔ اس نے ایک فائل کو پڑھا تو ایکسرے مین خوشی سے کھِل گیا۔ وہ تہ خانے کے خفیہ ریکارڈ روم سے چُرائی جانے والی فائل تھی پھر وہ ماتحت فائلوں کے عنوانات پڑھتا گیا۔ وہاں اور بہت سی دستاویزات اور ویڈیو فلمیں رکھی ہوئی تھیں۔

ماتحت ٹرانسیٹر کے ذریعے ان کے متعلق بتارہا تھا۔ اس نے کہا۔ "وہ تمام فائلیں اور ویڈیو فلمیں وغیرہ اٹھا کر سیاہ ہنڈا اکارڈ کے پاس لے آؤ۔"

پھر اس نے برین آدم کو مخاطب کیا۔ وہ بولا "سر! آپ کہاں ہیں۔ ڈیڑھ گھنٹے بعد مقابلہ شروع ہونے والا ہے۔ مقابلے کے سلسلے میں کچھ ضروری باتیں ہیں۔"

وہ بولا "مسٹر برین! میں بہت خوش ہوں' مقابلے کی فکر نہ کرو۔ اس میں ابھی ڈیڑھ گھنٹا باقی ہے سب سے خوشی کی بات یہ ہے کہ میں فرہاد علی تیمور کی رہائش گاہ میں پہنچ گیا ہوں۔ دوسری خوشی کی بات یہ ہے کہ ہمارے خفیہ ریکارڈ روم کے تمام خفیہ دستاویزات مجھے یہاں مل گئی ہیں۔"

"سر! یہ تو معجزہ ہوگیا۔ جس طرح آپ تمام دستاویزات آسانی سے حاصل کررہے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ فرہاد وہاں موجود نہیں ہے۔"

"ہاں' کہیں گیا ہوا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ فرہاد سے کوئی مقابلہ نہ ہو اور وہ مرجائے۔"

"سر! ایسا ہوجائے تو بعد میں سونیا اور اس کے دونوں بیٹے ہم پر الزام نہیں لگا سکیں گے۔ ہمیں اس کا قاتل ثابت نہیں کرسکیں گے۔"

"یہی میں چاہتا ہوں۔ اس نے ہمارے ریکارڈ روم کو آگ لگائی تھی' میں اس کی رہائش گاہ میں اسے بم کے دھماکوں سے اڑا دوں گا۔"

اس کا ماتحت تمام خفیہ فائلیں اور ویڈیو فلمیں لاکر کار کی ڈکی

میں رکھ رہا تھا۔ برین آدم کہہ رہا تھا "سر! وہ شیطانوں کا شیطان ہے۔ آج تک سیکڑوں دشمنوں نے اسے موت کے گھاٹ اتارنا چاہا لیکن وہ آج بھی شیطان کی طرح زندہ ہے۔ اسے اس کے بنگلے میں ختم کرنے سے پہلے تمام فائلیں اور مائیکرو فلمیں وہاں سے نکال لیں۔"

مائیکرو فلموں کے ذکر سے وہ چونکا۔ اس نے ماتحت سے پوچھا۔ "کیا تم وہاں سے مائیکرو فلمیں بھی لائے ہو؟"

وہ بولا "نو باس! وہاں ایک بھی مائیکرو فلم نہیں ہے۔ کیا میں تلاش کروں؟"

"نہیں وقت نہیں ہے۔ وہ کسی وقت بھی آسکتا ہے۔ تم فوراً جاؤ اور اندر ڈائنامائٹ بچھا کر اسے پہلے کمرے کے سوئچ بورڈ سے منسلک کردو۔ وہ آئے گا مکان میں تاریکی دیکھے گا اور سوئچ آن کرے گا تو چشم زدن میں اس کے چیتھڑے اڑ جائیں گے۔"

وہ پھر حکم کی تعمیل کے لیے چلا گیا۔ جیسا کہ میں پچھلے باب میں بیان کرچکا ہوں' میں نے یہودیوں کی تمام خفیہ دستاویزات کی مائیکرو فلمیں بنالی تھیں اور انہیں بابا صاحب کے ادارے میں بھیج چکا تھا۔ وہ فائلیں اور ویڈیو فلمیں اس لیے رکھ چھوڑی تھیں کہ تل ابیب سے جاتے وقت انہیں جلا ڈالوں گا۔ اب وہ چیزیں اسے واپس مل رہی تھیں اور وہ بہت خوش ہورہا تھا۔

وہ میرے بنگلے سے دور اپنی کار میں بیٹھا بے چینی سے انتظار کر رہا تھا۔ ماتحت بڑی دیر لگا رہا تھا۔ بہرحال وہ آگیا۔ اس نے بتایا کہ اندر ڈائنامائٹ لگا دیا گیا ہے اور اسے سوئچ بورڈ سے منسلک کردیا گیا ہے۔ دروازے کو دوبارہ لاک نہیں کیا گیا کیونکہ لاک کرنے کے لیے چابی نہیں تھی اور دروازے کا لاک خودکار نہیں تھا۔

ایکسرے مین نے ماتحت سے کہا "اپنے ساتھیوں کے ساتھ واپس جاؤ' میں یہاں دشمن کا انتظار کروں گا۔"

وہ چلا گیا۔ ایکسرے مین نے برین آدم کو مخاطب کرکے کہا "یہاں تمام کارروائیاں مکمل ہوگئی ہیں۔ صرف اس کے آنے کی دیر ہے۔ وہاں کیا ہورہا ہے؟ مقابلے میں آدھا گھنٹا رہ گیا ہے۔"

بلیک آدم فری اسٹائل مقابلے کے لیے تیار تھا۔ اس نے کہا "سر! میں نے اپنی لنگوٹ میں انگوٹھی چھپا رکھی ہے۔ جب رِنگ کے اندر ریفری مجھے چیک کرلے گا تو میں اس کی نظریں بچا کر انگلی میں پہن لوں گا اور اس بندر کی شامت لے آؤں گا۔"

ایکسرے مین نے اس کے اندر آکر کہا۔ "ہمیں تمہاری جسمانی قوت پر ناز ہے۔ تم اب تک کتنے ہی پہلوانوں اور باڈی بلڈروں کی گردنیں توڑ چکے ہو۔ یہ تمہارا مخصوص داؤ ہے پھر بھی اس انگوٹھی سے کام بن جائے تو اسے زیادہ زخمی نہ کرنا۔ وہ ہمارا معمول اور تابعدار بن کر ہمارے بہت کام آئے گا۔"

"آل رائٹ سر! میری کوشش ہوگی کہ جلد سے جلد آپ کو اس کے دماغ میں پہنچادوں۔"

"مقابلہ کرنے سے پہلے تمہیں ایک خوشخبری سنادوں تاکہ تمہارا حوصلہ بڑھے۔ ہمیں اپنے ریکارڈ روم کی تمام خفیہ دستاویزات واپس مل گئی ہیں۔"

"یہ تو بہت بڑی خوشخبری ہے سر! یہ سب کچھ کہاں سے واپس ملا ہے؟"

"فرہاد علی تیمور نے وہ ساری اہم چیزیں چُرائی تھیں اور یہاں اپنے بنگلے میں انہیں چھپا کر رکھا تھا۔ میں نے اس بنگلے کے اندر ڈائنامائٹ رکھوادیا ہے۔ ہمیں جلد ہی اس کی موت کی خبر ملنے والی ہے۔"

وہ میری موت کا جشن منانے والے تھے۔ میں لیلیٰ کے ساتھ اسٹیڈیم کے قریب ایک ریستوران میں آگیا تھا۔ وہاں ہم ایک کیبن میں تھے۔

ہمارے لیے کیبن ضروری تھا۔ وہاں ہماری خیال خوانی کے دوران کوئی مداخلت کرنے نہ آتا۔ ہم اسٹیڈیم کے اندر نہیں جاسکتے تھے کیونکہ وہاں صرف طلبا و طالبات' پریس رپورٹرز اور ان سرکاری ملازمین کو جانے کی اجازت تھی' جن کے پاس شناختی کارڈز تھے۔

ہمیں وہ مقابلہ دیکھنے کے لیے ٹی وی کی بھی ضرورت نہیں تھی۔ میں نے ہیرو سے کہہ دیا تھا کہ مقابلے کے وقت میں اس کے اندر رہوں گا اور یہ بات بھی سمجھ میں آنے والی تھی کہ بلیک آدم کے دماغ میں الپا اور ٹیری ضرور موجود رہیں گے۔

لیلیٰ نے کیبن میں آکر بیٹھنے کے بعد کہا "میرے سر میں درد ہو رہا ہے' پلیز کافی پلائیں۔"

میں نے دو پیالی کافی کا آرڈر دیا پھر کہا "تمہیں میرے ساتھ نہیں آنا چاہئے تھا۔ گھر میں آرام کرلیتیں۔"

وہ مسکرا کر بولی۔ "آپ کے ساتھ رہنے سے آدھی بیماری دور ہوجاتی ہے۔ معمولی سا درد ہے کافی پینے سے ختم ہوجائے گا۔"

تھوڑی دیر بعد ویٹر کافی لے آیا۔ میں نے اپنی پیالی سے ایک چسکی لی پھر ہیرو کے پاس پہنچ کر گڈورڈز ادا کیے۔ اس نے مسکرا کر سوچ کے ذریعے کہا "اسٹیڈیم سے میرا نام پکارا جارہا ہے۔ میں عادل کے ساتھ جارہا ہوں۔"

میں نے کہا "اللہ مالک ہے۔ جاؤ' میں تمہارے ساتھ رہوں گا۔"

وہ عادل کے ساتھ گرین روم سے نکل کر ایک کوریڈور سے گزرنے لگا پھر اسٹیڈیم کے کھلے حصے میں پہنچ گیا۔ اسے دیکھتے ہی تماشائی تالیاں بجانے لگے۔ وہ مقابلہ دیکھنے کے لیے چاروں طرف ہزاروں کی تعداد میں لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ انا اور سارہ رنگ کے قریب موجود تھیں۔ وہ بھی جوشیلے انداز میں تالیاں بجارہی تھیں۔

اناؤنسر کی آواز اسپیکر کے ذریعے گونج رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "حاضرین و ناظرین یہ وہی بندر آدمی ہے' جسے آپ نے پچھلی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

رات اپنے شہر میں دیکھا تھا۔ اس کے ساتھی اسے ہیرو کہتے ہیں۔ آج مقابلے کے بعد فیصلہ ہوگا کہ یہ ہیرو ہے یا زیرو؟"

ہیرو رنگ کے اندر آگیا تھا اور پُرجوش تالیوں کے جواب میں دونوں ہاتھ اٹھا کر گھومتا ہوا چاروں طرف بیٹھے ہوئے تماشائیوں کے سامنے سر جھکاتا جارہا تھا۔

اناؤنسر کہہ رہا تھا۔ "یہ شاید کبھی مکمل بندر تھا۔ مگر آج نہ تو مکمل بندر ہے' نہ مکمل انسان۔ بظاہر بندر سے زیادہ انسان نظر آرہا ہے اور ایک طاقتور انسان کو چیلنج کرچکا ہے۔ اس کے متعلق عام خیال یہ ہے کہ یہ عجوبہ نہیں ہے' بہروپیا ہے۔ چہرے پر بندر کا ماسک پہن کر اور پیچھے دُم لگا کر عوام کے لیے دلچسپ تماشا بن رہا ہے۔

لیکن ناظرین! ایسی بات نہیں ہے۔ یہ حقیقتاً ایک عجوبہ ہے۔ علم الابدان کے ایک ماہر کے سائنسی تجربے کا نتیجہ ہے۔ اس سے مقابلہ کرنے والا پہلوان بلیک آدم تصدیق کرچکا ہے کہ یہ انسان ہے اس لیے اس سے مقابلہ کیا جارہا ہے۔ تو ناظرین اب آرہا ہے' آپ کے ملک اسرائیل کا سب سے شہ زور پہلوان بلیک آدم......"

بلیک آدم فاتحانہ انداز میں چلتا ہوا آرہا تھا۔ چاروں طرف تالیوں کا شور گونج رہا تھا اور اناؤنسر اس کی شان میں قصیدے پڑھ رہا تھا۔ یوں دیکھا جائے تو مقابلہ ضروری نہیں تھا اور مقابلے کے بہانے ہیرو کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کرنا بھی لازمی نہیں تھا کیونکہ اب یہودی اکابرین کو کیپسول کے حوالے سے کوئی خطرہ نہیں رہا تھا۔

اس کیپسول نے ہی انہیں ایک بندر کے سامنے جھکنے پر مجبور کردیا تھا۔ یہ حقیقت جب کھل گئی کہ اسے ناکارہ بنا دیا گیا ہے تو وہ بہ آسانی ہیرو کو گن پوائنٹ پر گرفتار کرسکتے تھے اور اس کے دماغ کو کمزور بنا کر اس پر تنویمی عمل کرکے اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا سکتے تھے۔

لیکن وہ اس مقابلے کے پیچھے میرا انجام دیکھنے کے منتظر تھے۔ اگر ہیرو کو ابھی گرفتار کرلیا جاتا تو ان کا خیال تھا کہ میں اسے بچانے کے لیے ان کی طرف چلا آؤں گا جبکہ وہ مجھے مار ڈالنے کے لیے اُس بنگلے میں بھیجنا چاہتے تھے۔ بس اسی بات کا انتظار تھا کہ اُدھر سے دھماکے کی اطلاع ملے اور اِدھر ہیرو کو حراست میں لے لیا جائے۔ ایک طرف میرے چیتھڑے اڑ جائیں اور دوسری طرف ہیرو کے نام غلامی لکھ دی جائے۔

بلیک آدم نے رِنگ میں آکر حقارت سے ہیرو کو دیکھا پھر اناؤنسر سے مائیک لے کر کہا۔ "میں ہوں' شہ زوروں کا شہ زور بلیک آدم۔ ہم سب آدم زاد ہیں' انسان ہیں اور انسان اتنا طاقت ور ہوتا ہے کہ شیر جیسے درندے کا جبڑا چیر دیتا ہے۔ یہ بندر کیا چیز ہے۔ میں ابھی آپ کے سامنے اس کی ہڈیاں پسلیاں توڑ دوں گا۔ مگر افسوس اس کی موت کے بعد کون اس کے لیے روئے گا؟ ہم انسان نہیں روئیں گے کیونکہ اس کی موت انسانی نہیں ہوگی۔ بندر بھی نہیں روئیں گے کیونکہ یہ بندروں کی برادری سے خارج ہوچکا ہے۔"

اس بات پر بہت سے لوگ ہنسنے لگے۔ اناؤنسر مائیک لے کر رِنگ سے باہر چلا گیا۔ ریفری نے دونوں پہلوانوں کو چیک کیا تاکہ کسی نے کوئی ہتھیار چھپا کر رکھا ہو تو اس سے لے لیا جائے۔ بلیک آدم کی لنگوٹ میں وہ اعصاب شکن انگوٹھی چھپی ہوئی تھی۔ ٹیری ریفری کے دماغ پر حاوی رہا۔ اس لیے ریفری اس انگوٹھی کو دیکھنے کے باوجود نہ دیکھ سکا اور اس نے مقابلہ شروع کرادیا۔

مقابلے کی ابتدا کرنے کے لیے ہیرو کے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ بلیک آدم نے حقارت سے اس کے بڑھے ہوئے ہاتھ کو دیکھا۔ پھر ایک طرف تھوک دیا۔ ہیرو اس کی طرف سے پلٹ گیا۔ یہی سمجھ میں آیا کہ وہ شرمندہ ہو کر منہ پھیر رہا ہے۔ لیکن اس نے گھومتے ہی دُم کو لہرا کر منہ پر ایک ضرب لگائی۔ بلیک آدم کی آنکھوں کے سامنے تارے ناچنے لگے۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ بندر آدمی کی دُم میں اتنی طاقت ہوگی۔ اسے دم سے لوہے کی سلاخ کی طرح چوٹ لگی تھی۔

وہ چکرا کر پیچھے گیا پھر سنبھلنا چاہا تو دم دوسری طرف سے آکر منہ پر لگی۔ وہ پھر لڑکھڑایا۔ اس کے ساتھ ہی محسوس کیا کہ وہ دُم گردن سے پھندے کی طرح لپٹ گئی ہے اور وہ پھندا ایسا مضبوط تھا کہ اس سے ہاتھوں کی قوت سے نجات حاصل نہیں کی جاسکتی تھی۔ اس نے تکلیف سے کراہتے ہوئے لنگوٹ میں ہاتھ ڈال کر انگوٹھی نکالی۔ اس کے ننھے سے بٹن کو دبا کر اس میں سے سُوئی نکالی۔ اس سوئی کو دم میں انجکٹ کرتے ہی ہیرو ڈھیلا پڑ جاتا۔ لیکن اس سے پہلے دُم نے لہراتے ہوئے اس کی گردن کو کھینچ کر اسے رِنگ کے باہر پھینک دیا۔

وہ رِنگ کی رسیوں پر سے ہوتا ہوا دور نیچے جاکر گرا تو یوں لگا جیسے کمر کی ہڈی ٹوٹ گئی ہو۔ چاروں طرف سے تالیوں کا شور اور حیرت و مسرت کی چیخیں گونجنے لگیں۔ بلیک آدم کو سنبھلنے میں کچھ وقت لگا۔ سنبھلتے ہی خیال آیا کہ رِنگ سے باہر گرتے ہی انگوٹھی ہاتھ سے نکل گئی ہے۔

وہ پریشان ہو کر چاروں ہاتھ پاؤں سے رینگتے ہوئے فرش پر انگوٹھی تلاش کرنے لگا۔ اسی وقت منہ پر ٹھوکر لگی۔ وہ پیچھے کی طرف الٹ گیا۔ ہیرو اچھل کر اپنے پورے وزن کے ساتھ اس کے سینے پر آیا تو ایک دم سے بلیک آدم کے منہ سے خون ابل پڑا۔ ہیرو نے اسے اٹھا کر رِنگ کے اندر پھینکا۔ پھر رنگ کے اندر آکر اس کی

گردن میں دونوں ہاتھوں کی قینچی بنالی۔ بلیک آدم نے نہ جانے کتنے شہ زوروں کی گردنیں اسی طرح توڑی تھیں۔ اس نے تڑپ کر اس داؤ سے نکلنا چاہا لیکن قینچی کی گرفت اور مضبوط ہوگئی۔ وہ تڑپنے لگا۔

مقابلہ انتہائی دلچسپ تھا۔ ایسے ہی وقت لیلیٰ نے کہا "میرا سر درد سے پھٹا جارہا ہے۔ مجھے دوا کی ضرورت ہے۔"

میں نے کہا "بہتر ہے گھر چلی جاؤ۔ وہاں فرسٹ ایڈ بکس میں دوائیں ہیں۔ سردرد کی گولیاں کھا کر آرام کرو۔"

میں اس کے ساتھ ریستوران سے باہر جاتے ہوئے بولا۔ "ہیرو اس پر حاوی ہو رہا ہے۔ یہودی اکابرین یہ شکست برداشت نہیں کریں گے۔ ہیرو کے لیے مصیبت بنیں گے۔ میرا یہاں رہنا ضروری ہے۔"

"میں سمجھ رہی ہوں۔ آپ ہیرو اور عادل کے قریب رہیں۔"

میں کار کے پاس پہنچ کر رک گیا۔ بابا صاحب کے ادارے سے جو تین ماہرین آئے تھے' ان میں سے ایک نظر آیا۔ میں نے اسے مخاطب کرکے پوچھا۔ "آپ واپس نہیں گئے؟"

وہ بولا۔ "ہم میں سے کوئی نہیں گیا۔ طیارے میں کوئی خرابی پیدا ہوگئی تھی۔"

اس نے بتایا کہ دو ماہرین ائرپورٹ میں اگلی فلائٹ کے منتظر ہیں۔ وہ شہر میں گھومنے آیا ہے۔ میں نے کہا۔ "آپ کو زحمت نہ ہو تو لیلیٰ کے ساتھ گھر تک چلے جائیں۔ یہ درد کے باعث ڈرائیو نہیں کرسکے گی۔"

وہ بولا "زحمت کی کیا بات ہے؟ میں خود کہیں آرام کرنا چاہتا تھا۔ چلو بھابی گھر چلیں۔"

وہ دونوں کار میں بیٹھ کر چلے گئے۔ میں نے کیبن میں واپس آکر ایک کافی کا آرڈر دیا۔ اس کے بعد خیال خوانی کے ذریعے ہیرو کے پاس آیا۔ اس نے قصہ تمام کرکے مقابلہ تمام کردیا تھا۔ بلیک آدم کی گردن توڑ دی تھی۔ وہ رِنگ کے اندر مردہ پڑا ہوا تھا۔

اس کے دماغ میں رہنے والے ٹیری نے پہلے ہی برین آدم کو بتادیا تھا کہ برادر بلیک کے ہاتھ سے وہ انگوٹھی نکل گئی ہے۔ اس مقابلے کو روکا جائے۔

برین آدم نے چار فوجی افسران کو حکم دیا کہ مسلح فوجی جوان کو لے جاکر پہلے رِنگ کو چاروں طرف سے گھیر لیا جائے پھر ہیرو کے ہاتھوں میں ہتھکڑی پہنائی جائے۔

وہ سب گنیں لیے دوڑتے ہوئے اسٹیڈیم تک آئے لیکن رِنگ تک پہنچنے سے پہلے ہی ہیرو یہودی خفیہ تنظیم کے ایک برادر کو جہنم میں پہنچا چکا تھا۔

ان کا سربراہ ایکسرے مین مارٹن اتنے بڑے نقصان سے بے خبر تھا۔ وہ میرے بنگلے سے دور گلی کے موڑ پر اپنی کار کے اندر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے صرف اتنا ہی معلوم کیا تھا کہ ہیرو بلیک آدم پر حاوی ہو رہا ہے۔ لیکن امید تھی کہ انگوٹھی کے ذریعے اسے زیر کرلے گا۔

پھر وہ دلچسپ مقابلہ نہ دیکھ سکا۔ اس کی توجہ میرے بنگلے کی طرف ہوگئی۔ وہاں ایک کار آکر رکی تھی۔ اس میں سے لیلیٰ اس ماہر کے ساتھ باہر آرہی تھی۔ چونکہ ایکسرے مین دور تھا اور بنگلے کے اندر اور باہر تاریکی تھی اس لیے ایکسرے مین نے سمجھا کہ لیلیٰ اپنے فرہاد کے ساتھ آئی ہے۔

افسوس کون انہیں اندر جانے سے روک سکتا تھا؟

اجل آئے تو کوئی روک تھام کرنے والا نہیں ہوتا۔ دروازہ کھول کر سوئچ کا بٹن دباتے ہی قیامت کا ایک دھماکا ہوا۔ دیواروں' دروازوں اور انسانی جسموں کے ٹکڑے فضا میں اُڑے۔ پورے علاقے سے چیخیں گونجنے لگیں۔ ایکسرے مین مارٹن نے خوشی سے چیخ کر کہا۔ "ہپ ہپ ہُرّا۔ فرہاد ازنو مورودہ ہزڈائی سول۔۔۔"

"آہ! لیلیٰ!"

اُللہ باقی

کلُ مَن علیہا فانٍ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہیرو نے بلیک آدم کی گردن توڑ کر حالات کو بہت زیادہ سنگین بنا دیا تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ میرے حالات اس سے زیادہ سنگین ہوگئے ہیں۔ میرا گھر لٹ گیا ہے۔ میں اپنی لیلیٰ سے بے خبر تھا اور لیلیٰ وہاں بے خبری میں ماری گئی تھی ۔

ہے غنیمت کہ اسرارِ ہستی سے ہم
بے خبر آئے ہیں بے خبر جائیں گے

آہ! ہم زندگی کے ہزارہا رموز سے واقف ہوتے رہتے ہیں لیکن موت سے بے خبر رہتے ہیں۔ کبھی خبر نہیں ملتی کہ وہ کب آرہی ہے؟ کہاں آرہی ہے؟ اس کا کوئی وقت' کوئی جگہ مقرر نہیں ہے۔ ابھی میری جان مجھ سے رخصت ہوکر گئی تھی اور میں موت کو اتنا بے رحم نہیں سمجھتا تھا کہ وہ اسے دردِ سر کے بہانے اپنے پاس بلائے گی۔

اگر میں اس کی خیریت معلوم کرنے کے لیے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کرتا تو اس کی عدم موجودگی کا علم ہوتا۔ لیکن میں ہیرو کے معاملے میں مصروف ہوگیا تھا۔ مسلح فوجی اسٹیڈیم میں آگئے تھے۔ انہوں نے ہیرو کو چاروں طرف سے گھیر کر اس کی طرف بندوقیں تان لی تھیں۔ عادل دوڑتا ہوا رِنگ کے اندر ہیرو کے پاس جانا چاہتا تھا۔ فوجیوں نے اسے بھی گن پوائنٹ پر رکھ لیا۔ سارہ نے چیخ کر پوچھا۔ "یہ کیا دھاندلی ہے؟ یہ فوج نے ہمیں کیوں گھیر لیا ہے؟"

ایک فوجی افسر نے کہا۔ "تم سب کی خیریت اسی میں ہے کہ چپ چاپ خود کو قانون کے حوالے کردو۔ اس بندر کو سمجھاؤ کہ یہ مصیبت نہ بنے۔ ہاتھوں میں ہتھکڑی اور پیروں میں بیڑیاں پہن لے۔ ورنہ اس کے ہاتھوں اور پیروں کو گولیوں سے زخمی کرکے بے دست وپا بنا دیا جائے گا۔"

میں نے کہا "ہیرو! مصلحت سے کام لو۔ خود کو ان کے حوالے کردو۔"

اس نے کہا۔ "یہ لوگ زبان سے پھر رہے ہیں۔ جب ان سے انصاف کی توقع نہیں ہے تو کیوں نہ لڑ مریں۔"

"تم تو بہت ذہین ہو ہیرو! ذہانت سے کام لو۔ تمہیں زخمی نہیں ہونا چاہیے۔ میں تمہیں رہائی دلاؤں گا۔"

عادل نے فوجی افسر سے کہا۔ "برین آدم کو بلاؤ۔ اس سے پوچھو' کیا وہ لاکھوں افراد کی تباہی اور موت چاہتا ہے؟"

اس افسر کی باتوں سے ظاہر ہورہا تھا کہ وہ کیپسول بم سے نہیں ڈر رہے ہیں۔ شاید انہیں کیپسول کے ناکارہ ہونے کا علم ہوگیا تھا۔ سارہ نے پوچھا۔ "کیا تم لوگ چاہتے ہو کہ وہ کیپسول بم بلاسٹ ہوجائے؟"

جواب ملا۔ "اگر تم چاہتی ہو کہ تمہارا ملک اور تمہاری یہودی قوم تباہ ہوجائے تو اسے بلاسٹ کراؤ۔"

"میں ایسا نہیں کروں گی۔ اس لیے کہتی ہوں' میرے ہیرو کو گرفتار نہ کرو۔ یہ بھی میری طرح اس ملک کا وفادار بن کر رہے گا۔"

"اس کی وفاداری ثابت کرنے کے لیے وہ کیپسول پیش کرو۔"

یہودی اکابرین جانتے تھے کہ کیپسول ناکارہ ہوچکا ہے۔ وہ وفاداری کا ثبوت پیش نہیں کرسکے گی۔ اس نے کہا۔ "جب ہمیں تم سے انصاف ملتا رہے گا تو میں کسی دن اسے پیش کردوں گی۔"

"آج تمہارا ہیرو ہمارے جوتوں تلے آیا ہے۔ آج ہی اس ہاتھ دو اور اس ہاتھ اسے لے جاؤ۔"

میں نے سارہ کے پاس آکر کہا۔ "اپنی ضد پر قائم رہو کہ کیپسول بعد میں دیا جائے گا۔"

وہ بولی۔ "کہاں سے دیا جائے گا؟ انہیں دھوکا دینے کے لیے اس کی نقل بھی نہیں ہے۔ میرا ہیرو تمہاری باتوں میں آکر پھنس گیا ہے۔"

"سارہ! مجھے الزام نہ دو۔ میں نے ہیرو کی مرضی سے اسے ناکارہ بنایا ہے۔ اس کی نقل اس لیے نہیں بنائی کہ یہ فوراً ہی اپنے سائنس دانوں سے اس کے نقلی ہونے کی تصدیق کرالیتے۔"

"باتیں نہ بناؤ۔ میں کچھ نہیں جانتی۔ میرے ہیرو کو رہائی دلاؤ۔"

"میرا وعدہ ہے' اسے رہائی ملے گی۔ ذرا صبر کرو۔"

ہیرو کے ہاتھوں میں ہتھکڑی اور پیروں میں بیڑیاں ڈالی جارہی تھیں۔ ادھر ایکسرے مین مارٹن نے برین آدم کے پاس آکر خوش خبری سنائی۔ "مسٹر برین! ہماری تمہاری زندگی کی سب سے بڑی خوش خبری سنو' فرہاد مرچکا ہے۔"

"کیا؟" برین آدم نے چونک کر خوش ہوکر پوچھا۔ "کیا واقعی؟ کیا آپ نے اپنی آنکھوں سے اسے مرتے دیکھا ہے؟"

"میں نے اپنی دونوں آنکھوں سے دیکھا ہے۔ میں نے اس بنگلے میں جو ڈائنامائٹ لگوایا تھا اس کے دھماکے سے ان کے چیتھڑے اڑ گئے ہیں۔"

"سر! آپ پوری یہودی قوم کے لیے اور سپر پاور امریکا کے لیے خوش خبری سنا رہے ہیں۔"

وہ خوشی کے بعد یکدم اداس ہوگیا۔ ایکسرے مین نے پوچھا۔ "کیا ہوا؟"

"سر! بہت المناک رپورٹ ہے۔ ہمارا برادر بلیک آدم مقابلے میں مارا گیا ہے۔"

"اوہ گاڈ! یہ بہت برا ہوا۔ مگر ہمیں جذبات سے نہیں عقل سے کام لینا ہوگا۔ وہ بہت شہ زور تھا۔ اس کی کمی یہ بندر پوری کرے گا۔ میں اسے معمول اور تابعدار بناؤں گا۔"

"جی ہاں۔ یہ ہیرو ہی اس کا متبادل ہے۔ ہمیں اپنے برادر کا افسوس رہے گا۔ ہمارا ایک بندہ مرا لیکن آپ نے ٹیلی پیتھی کی سپر پاور کو مار کر یہودی تنظیم کے لیے سب سے بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔"

"کیا ہیرو اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار کرلیا گیا ہے؟"

"جی ہاں' انہیں یہاں لایا جارہا ہے۔ وہ سارہ جس انداز میں ہمارے افسران سے گفتگو کررہی ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسے اور عادل وغیرہ کو فرہاد کی موت کا ابھی پتا نہیں چلا ہے۔"

مجھے خود اپنی موت کا پتا نہیں تھا۔ میں سوچ رہا تھا' ہیرو اور عادل وغیرہ کو رہائی دلانے کے لیے مجھے خود کو ان یہودیوں پر ظاہر کرنا ہوگا۔ تاکہ وہ میری انتقامی کارروائی سے خوفزدہ ہوکر دشمنی سے باز آجائیں۔

ایسے ہی وقت آمنہ اور رسونتی نے مجھے مخاطب کیا۔ میں نے حیرانی سے پوچھا۔ "آمنہ! تم؟ کیا تم گوشہ نشینی سے نکل آئی ہو؟"

"نہیں' تھوڑی دیر کے لیے آئی ہوں۔ کلمہ پڑھو۔"

میں نے تعجب سے پوچھا۔ "الحمدللہ میں مسلمان ہوں۔ ایک نہیں ہزار بار کلمہ پڑھوں گا مگر ابھی کیوں پڑھا رہی ہو۔"

"خدارا' کلمہ پڑھو۔"

میں نے سر جھکا کر کلمہ پڑھا۔ وہ بولی۔ "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُون۔ ہماری لیلیٰ خدا کے پاس جاچکی ہے۔ اللہ تمہیں صبر دے۔"

میں نے چونک کر بے یقینی سے سر اٹھایا۔ آمنہ جاچکی تھی۔ میں نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ "لیلیٰ! لیلیٰ! کہاں ہو تم؟ میرے آتے ہی تم دماغ کے دروازے کھول دیا کرتی تھیں۔ مجھے اپنے پاس آنے دو۔۔۔۔۔"

میری خیال خوانی کی لہریں بھٹک کر واپس آگئیں۔ میں نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا تھا۔ یہ کیا ہوگیا تھا؟ کیسے ہوگیا تھا؟ آمنہ نے صرف موت کی خبر سنائی تھی۔ یہ نہیں بتایا تھا کہ طبعی موت ہوئی تھی یا حادثاتی؟

میں ریستوران کے ایک کیبن میں بیٹھا ہوا تھا۔ صدمے سے بری طرح نڈھال تھا۔ فولادی حوصلہ رکھنے کے باوجود لیلیٰ کی جدائی برداشت نہیں ہورہی تھی۔ آمنہ کے سوا کوئی دوسرا یہ خبر سناتا تو میں کبھی یقین نہ کرتا۔ اس کے دماغ میں جگہ نہ ملتی تو یہی سوچتا کہ کسی دشمن نے اسے ٹریپ کرکے اس کے دماغ سے اس کی آواز اور لہجے کو بھلا دیا ہے اس لیے وہ نہیں مل رہی ہے۔

میرا دل ڈوب رہا تھا۔ ایسے وقت سونیا ہی سہارا دیتی تھی۔ میں نے اس کے پاس پہنچ کر کوڈ ورڈز ادا کیے۔ وہ بولی۔ "فرہاد! نہ تم نادان ہو کہ صبر کی تلقین کی جائے۔ نہ کمزور ہو کہ ایک صدمے سے ہار جاؤ۔ مجھے اور تمہیں بھی جانا ہے۔ صدمہ برداشت کرنے کی بہترین صورت یہ ہے کہ خود کو مختلف معاملات میں الجھا لو۔ معلوم کرو وہ کیسے زندگی ہار گئی؟"

"آمنہ اور جناب تبریزی صاحب روحانی ٹیلی پیتھی کے حامل ہیں۔ انہوں نے بہت کچھ معلوم کیا ہوگا لیکن مجھے صرف اس کی موت کی اطلاع دی۔ آمنہ دوسری معلومات بھی فراہم کرسکتی تھی۔"

"جناب تبریزی صاحب نے اجازت نہیں دی ہوگی۔ ویسے یہاں قرآن خوانی ہورہی ہے۔ تم کہاں ہو؟"

"میں ایک ریستوران میں ہوں۔ کوئی ڈیڑھ گھنٹے پہلے لیلیٰ میرے ساتھ تھی۔ اس کے سر میں درد ہورہا تھا۔ وہ آرام کرنے کے لیے یہاں کی رہائش گاہ میں گئی تھی۔ میں ابھی وہیں جارہا ہوں۔"

میں نے دماغی طور پر حاضر ہوکر کافی کا بل ادا کیا پھر ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر بنگلے کی طرف جانے لگا۔ میرا دل چاہتا تھا کہ صرف لیلیٰ کا تصور کروں اور اس کے متعلق سوچتا رہوں لیکن میرے عزیز ترین ساتھی بڑی مصیبت میں تھے۔ میرا فرض تھا کہ میں ان کی خبر گیری کرتا رہوں اور سونیا نے بھی مجھے مصروف رہنے کا مشورہ دیا تھا۔

ہیرو' سارہ' عادل اور انا کو ہیڈ کوارٹر پہنچا دیا گیا تھا۔ وہاں ایک بڑے سے ہال میں برین آدم دوسرے آدم برادرز اور اعلیٰ فوجی افسران کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ میرے وہ چاروں ساتھی مجرموں کی طرح ان کے درمیان کھڑے تھے۔

میں سارہ کے اندر تھا۔ وہ مجھے محسوس نہیں کررہی تھی۔ برین آدم کہہ رہا تھا۔ "میں تم چاروں کو یہ خوش خبری سنا دوں کہ اب فرہاد تم لوگوں کے دماغ میں نہیں آئے گا۔ ہاں' اس کے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے شاید آئیں گے اور جب آئیں گے' یہ بری خبر سنائیں گے کہ وہ اپنی بیوی لیلیٰ کے ساتھ جہنم میں پہنچ گیا ہے۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

عادل نے تڑپ کر کہا۔ "یہ جھوٹ ہے۔ میرے بھائی جان اور بھابی جان زندہ ہیں۔ تمہارے منہ میں خاک' وہ زندہ ہیں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "تو پھر آواز دو اپنے بھائی جان اور بھابی جان کو۔ ذرا ہم بھی سنیں کہ مُردے کیسے بولتے ہیں؟"

اس نے بے چین ہو کر آواز دی۔ "بھائی جان! آپ ہم میں سے کسی کے اندر ہیں تو دشمن کی خوش فہمی ختم کردیں۔"

میں دماغی طور پر ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر حاضر ہو گیا۔ میرے اندر آندھیاں سی چلنے لگی تھیں۔ برین آدم کو یقین تھا کہ میں لیلیٰ کے ساتھ فنا ہو چکا ہوں۔ میرے ذہن میں تیزی سے حقائق واضح ہونے لگے۔ لیلیٰ کے ساتھ بابا صاحب کے ادارے کا ایک ماہر بنگلے میں گیا تھا۔ یقیناً وہ بے چارہ میرے دھوکے میں مارا گیا ہے۔

سوچنے کے دوران ہی ٹیکسی اسٹیفن اسٹریٹ کے موڑ پر پہنچ گئی۔ وہاں دور تک لوگوں کی بھیڑ تھی۔ پولیس والے لوگوں کو دور ہٹا رہے تھے۔ میں نے ٹیکسی سے باہر نکل کر دیکھا۔ ہمارا وہ بنگلا کھنڈر ہو چکا تھا۔ میرے دماغ کے اندر دھماکے ہونے لگے۔ سمجھ میں آگیا' دشمنوں نے میری لیلیٰ کو کس بے رحمی سے مارا ہے اور اب اپنے لیے کتوں کی موت مرنے کے راستے کھول چکے ہیں۔

میں اس کھنڈر کے قریب جا کر لیلیٰ کی لاش نہیں دیکھ سکتا تھا آس پاس کے بنگلے والے مجھے پہچان لیتے یوں میں پولیس والوں کے ذریعے یہودی تنظیم والوں کی نظر میں آجاتا۔ میں نے ایک پولیس مین سے بات کی۔ اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ پھر اسے کھنڈر کی سمت دوڑایا۔ اس کے ذریعے معلوم ہوا کہ انسانی جسموں کے اتنے ٹکڑے ہوئے ہیں کہ ان سب کو یکجا نہیں کیا جا سکتا' نہ ہی ایسی کوئی کوشش کی جا رہی تھی۔

میں نے سپاہی کے ذریعے افسر کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اسے مجبور کیا کہ وہ دونوں لاشوں کے تمام ٹکڑے یکجا کرے۔ وہ میری مرضی کے مطابق سپاہیوں سے یہی کام لینے لگا۔ میں نے سلمان کو بلایا۔ اس نے میرے پاس آ کر کہا۔ "میں نے یہ المناک خبر سلطانہ کو نہیں سنائی ہے۔ ابھی دو گھنٹے پہلے اس نے ایک بیٹی کو جنم دیا ہے۔ وہ بہت کمزور ہے۔ یہ صدمہ برداشت نہیں کر سکے گی۔"

"ٹھیک ہے۔ ابھی اسے یہ خبر نہ سناؤ۔ اس پولیس افسر کے پاس رہو اور دونوں لاشوں کو یکجا کراؤ اور انہیں بڑے احترام سے ایک جگہ رکھواؤ۔ یہاں ان کی آخری رسومات ادا کی جائیں گی۔"

میں نے ٹیکسی ڈرائیور سے کہا۔ "سمندر کے ساحل پر لے چلو۔"

اس نے ٹیکسی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھائی۔ میں سارہ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ میری مرضی کے مطابق ایک مسلح فوجی جوان کو مخاطب کر کے بولی۔ "اے! تم مجھے آنکھ کیوں مار رہے ہو؟"

اس نے بوکھلا کر بڑے افسران کو دیکھا۔ پھر کہا "نو سر! یہ جھوٹ ہے۔ میں نے اسے آنکھ نہیں ماری ہے۔"

مسلح جوان کی آواز سنتے ہی میں اس کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے ہاتھوں میں پکڑی ہوئی گن سیدھی کی۔ چشم زدن میں برین آدم کے بائیں بازو کا نشانہ لیا اور گولی چلا دی۔

ٹھائیں کی آواز کے ساتھ ہی اس ہال میں زلزلہ سا آگیا۔ برین آدم کرسی پر سے اچھل کر پیچھے کی طرف گرا۔ ایک افسر نے فوراً ہی ریوالور نکال کر گولی چلانے والے مسلح جوان کے ہاتھ میں گولی ماری۔ اس کے ہاتھ سے گن گرا دی۔ دوسرے فوجی جوانوں نے اسے حراست میں لے لیا۔

مجھے برین آدم کے دماغ میں جگہ مل گئی۔ میں ایکسرے مین مارٹن سے واقف نہیں تھا لیکن اس کی آواز سن رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "مسٹر برین! خطرہ ہے۔ فوراً کہیں پناہ لو۔"

دو اعلیٰ افسران اسے فرش سے اٹھا رہے تھے۔ ایک کہہ رہا تھا۔ "ہم نے اسے گرفتار کر لیا ہے۔ آپ کو میڈیکل ایڈ کی ضرورت ہے۔"

اس کے بائیں بازو سے خون رس رہا تھا۔ اس نے دائیں ہاتھ سے اپنا ریوالور نکالا۔ پھر تڑا تڑ تین گولیاں چلائیں۔ چوتھی نہ چلا سکا۔ ایکسرے مین نے اس کے ہاتھ سے ریوالور گرا دیا۔ لیکن دو اعلیٰ افسران زخمی ہو کر گر پڑے تھے۔

میں نے ان کے خیال خوانی کرنے والوں کو جوابی کارروائی کا موقع نہیں دیا۔ جس افسر نے برین آدم سے کہا تھا کہ اسے میڈیکل ایڈ کی ضرورت ہے۔ میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر گولیاں برسائیں۔ کتنے ہی فوجی فائرنگ کی زد میں آکر گرے۔ باقی ہال سے باہر بھاگنے لگے۔ وہ افسر بھی زخمی ہو کر گرا جس نے ہیرو کو ہتھکڑی اور بیڑیاں پہنائی تھیں۔ عادل نے جھک کر اس کی جیبیں ٹٹولیں اور چابیاں نکال لیں پھر ہیرو کو ہتھکڑی اور بیڑیوں سے آزاد کرا دیا۔

میں پھر برین آدم کے پاس آگیا۔ وہ بھی ہال سے باہر

جا رہا تھا۔ ایک ہاتھ سے زخمی بازو پکڑے کراہ رہا تھا۔

ایکسرے مین کہہ رہا تھا۔ "مسٹر برین! میں تمہیں کھونا نہیں چاہتا۔ فوراً زخم کی مرہم پٹی کراؤ۔ میں تنویمی عمل کے ذریعے تمہارے دماغ کو لاک کر دوں گا۔ وہ دشمن تمہیں ٹریپ نہیں کر سکے گا۔"

وہ چلتے ہوئے تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا۔ "آخر یہ کمبخت ہے کون؟"

"صاف ظاہر ہے فرہاد کے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کی موت کا انتقام لینے آئے ہیں۔ جس انداز میں ہمارے کئی افسران نے فائرنگ کی ہے۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ کئی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے بیک وقت حملہ کیا ہے۔"

"سر! ہماری الپا اور ٹیری کہاں ہیں؟"

"میں ابھی جا کر انہیں دیکھ رہا ہوں۔ جوابی کارروائی کے لیے لازمی ہے کہ جلد از جلد ہیرو اور عادل کے دماغوں کو کمزور بنا کر انہیں اپنا تابعدار بنا لیا جائے۔"

میں نے برین کی زبان سے کہا۔ "نہیں سر! پلیز جلدی نہ کریں یہ سوچیں کہ آپ ٹیلی پیتھی جاننے والے تین ہیں اور وہ تین سے زیادہ ہیں' وہ ہیرو اور عادل کے دماغوں پر مسلط رہیں گے اور آپ کے تنویمی عمل کو ناکام بنائیں گے۔"

"درست کہتے ہو۔ کمبختوں نے ایسا اچانک حملہ کیا ہے کہ عقل کام نہیں کر رہی ہے۔ فی الحال ان قیدیوں کو سخت نگرانی میں رکھنا ہوگا۔" وہ برین کے دماغ سے گیا۔ میں نے برین کو پھر پلٹا دیا۔ اسے واپس ہال کی طرف لے جانے لگا۔

ہال میں ہیرو' عادل' سارہ اور راتا نے زخمی سپاہیوں اور افسروں کے ہتھیار لے لیے تھے۔ کھڑکیوں اور دروازوں کو اندر سے بند کر لیا تھا۔ میں نے ہیرو کے پاس آکر مخصوص کوڈ ورڈز ادا کیے۔ "حیات انسانی مبارک ہو۔ مبارک ہو۔"

وہ خوش ہو کر بولا۔ "مسٹر فرہاد! آپ زندہ ہیں؟ یقیناً آپ ہی نے یہ بازی پلٹی ہے۔"

"ہاں' مگر ابھی کسی پر یہ راز ظاہر نہ کرو۔ ویسے بھی تمہارے پاس بولنے کے لیے کمپیوٹر نہیں ہے۔ ابھی اپنے سامنے والا دروازہ کھولو۔ میں برین آدم کو پکڑ کر لے آیا ہوں۔"

اس نے آگے بڑھ کر اپنی گن سنبھالتے ہوئے دروازے کو کھولا۔ میں برین کو اندر لے آیا۔ اس نے دوبارہ دروازے کو بند کر دیا۔ اب اس ہال میں برین کے علاوہ تین اعلیٰ افسران اور چار سپاہی تھے۔ سب کے سب زخموں کی تکلیف سے پریشان تھے۔

میں نے سارہ کے ذریعے کہا۔ "زخموں کی مرہم پٹی کرانا چاہتے ہو تو باہر والوں سے رابطہ کرو۔ ان سے کہو۔ یہاں دروازے کے پاس بڑی گاڑی بھیج دو۔ تم سب ہمارے ساتھ ہیڈ کوارٹر سے باہر جاؤ گے۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کراہتے ہوئے کہا۔ "یہاں چھ فوجی ڈاکٹر ہیں پہلے ہماری مرہم پٹی ہو جانے دو پھر ہمیں یرغمال بنا لینا۔"

"نہیں' تم سب کی مرہم پٹی ہیڈ کوارٹر کے باہر کسی اسپتال یا کلینک میں ہوگی۔ کم آن' رابطہ کرو۔"

ایک افسر کراہتے ہوئے کرسی پر بیٹھ گیا پھر ریسیور اٹھا کر رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے آواز سننے کے بعد بولا۔ "میں کرنل سولارز بول رہا ہوں۔ ہم یہاں چار افسران اور چار سپاہی زخمی ہیں۔ ہمیں فوری طبی امداد کی ضرورت ہے۔"

"سر! چار ڈاکٹر ہال کے قریب موجود ہیں۔ آپ دروازہ کھولیں۔"

"ہم خود دروازہ کھول نہیں سکتے۔ ہم قیدی ہیں۔ یہ لوگ ہمیں یرغمال بنا کر یہاں سے لے جانا چاہتے ہیں۔ کہتے ہیں ہیڈ کوارٹر سے باہر لے جا کر ہماری مرہم پٹی کرائیں گے۔ بارہ افراد کے لیے بڑی گاڑی بھیجو۔ دیر نہ کرو۔"

ایکسرے مین مارٹن نے برین کے پاس واپس آکر پوچھا۔ "تم ڈاکٹر کے پاس جا رہے تھے یہاں کیوں آگئے؟"

"سر! میں آیا نہیں ہوں۔ لایا گیا ہوں۔ بہتر ہے' مجھے گولی مار دیں۔ وہ دشمن خیال خوانی کرنے والے میرے چور خیالات پڑھ کر نہ جانے کیسے کیسے راز معلوم کر رہے ہوں گے۔"

"یہ مجبوری ہے کہ ہم انہیں چور خیالات پڑھنے سے روک نہیں سکیں گے۔ الپا اور ٹیری یہاں زخمی کرنل اور میجر کے پاس ہیں۔ میں بھی ہوں۔ ہم سب کچھ نہ کچھ کریں گے۔"

ٹیری نے کرنل کے ذریعے کہا۔ "مسٹر عادل! عقل سے کام لو اور ہتھیار پھینک دو۔ تمہارا بہت بڑا مُہرہ فرہاد مارا جا چکا ہے۔ ہمارے حکم کی تعمیل نہیں کرو گے تو تم چاروں بھی مارے جاؤ گے۔"

عادل نے کہا۔ "اگر تم سمجھتے ہو کہ ہم تم سے ہمدردی کی توقع رکھ کر ہتھیار پھینکیں گے تو تم گدھے ہو۔"

"گدھے تو تم ہو۔ اتنا نہیں سمجھ رہے ہو کہ بھاگ کر کہاں جاؤ گے۔ ہم تمہیں سرحد پار کرنے نہیں دیں گے۔ یہاں جس علاقے میں رہو گے' وہاں ہم تم پر مسلط رہیں گے۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

سارہ نے کہا۔ "تم بحث میں وقت ضائع کرکے اپنے زخمی افسران کی تکالیف بڑھا رہے ہو۔"

"ہم وقت ضائع نہیں کررہے ہیں۔ ہمارے اکابرین دوسری جگہ بیٹھے فیصلہ کررہے ہیں کہ تم لوگوں کو یہاں سے جانے کا موقع دیا جائے یا اپنے آٹھ افراد کی قربانی دے کر تم چاروں کو یہاں قید رکھا جائے۔"

"کب تک یہاں قید رکھو گے؟"

"کب تک اس بند ہال میں بھوکے پیاسے رہو گے؟"

"تم کیا سمجھتے ہو' ہماری طاقت صرف بند کمرے میں ہے؟ تھوڑی دیر بعد معلوم ہوگا کہ ہمارے نو خیال خوانی کرنے والے کس طرح ہیڈ کوارٹر میں سرنگ بنا رہے ہیں۔"

"اتنا سفید جھوٹ نہ بولو۔ تمہارے پاس نو خیال خوانی کرنے والے کہاں سے پیدا ہوگئے؟"

"میں یقین دلانے کے لیے ان نو افراد کے نام ظاہر نہیں کروں گی۔ ایک سر منڈوانے والے نے حجام سے پوچھا کہ میرے سر پر کتنے بال ہیں۔ حجام نے کہا' سر جھکائے بیٹھے رہو۔ ابھی اُسترا چلے گا تو سارے بال سامنے ہی گریں گے۔"

دشمنوں کو ہماری طاقت کا علم نہیں تھا۔ ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں میرے اور آمنہ کے علاوہ سلمان' سلطانہ' سونیا ثانی' جوجو اور باربرا تھیں۔ لیلیٰ کا انتقال ہوچکا تھا دو اور ٹیلی پیتھی جاننے والے جیری اور تھرپال میرے تابعدار تھے۔ اس طرح ہم تعداد میں نو ہوگئے تھے۔

سلمان تجہیز و تکفین کے سلسلے میں مصروف تھا۔ میں نے جیری اور تھرپال کو بلا کر انہیں برین آدم اور دوسرے زخمی افسران کے پاس پہنچا دیا۔ سلطانہ میٹرنٹی ہوم میں تھی۔ آمنہ کسی خاص موقع پر گوشۂ تنہائی سے نکلتی تھی۔ سونیا ثانی' جوجو اور باربرا اپنے اپنے موبائل فون کے ذریعے اسرائیلی فوج کے اعلیٰ افسران سے رابطے کررہی تھیں۔ ان کی آوازیں سن کر ان کے دماغوں میں جگہ بنا رہی تھیں پھر ان افسران کے ذریعے دوسرے اہم اور مطلوبہ افسران کے اندر پہنچ رہی تھیں۔

مطلوبہ افسران میں وہ لوگ شامل تھے' جو اسلحہ اور گولہ بارود کے گوداموں کے انچارج تھے اور فضائی افواج کے کمانڈر وغیرہ تھے۔ وہ تینوں اُدھر مصروف تھیں۔ اِدھر میں برین آدم کے چور خیالات پڑھ رہا تھا۔ پتا چلا کہ وہ سات برادرز ہیں۔ ان میں الپا اور ٹیری آدم بھی شامل ہیں۔ وہ سب آدم برادرز کہلاتے ہیں اور یہی خفیہ تنظیم کی جڑیں ہیں۔ لیکن ان جڑوں کو مضبوطی سے اپنی گرفت میں رکھنے والی ایک زمین ہے۔ وہ ایکسرے مین مارٹن ہے۔ وہ ان کا گمنام اور پُراسرار سرغنہ ہے۔

برین کے خیالات نے بتایا کہ وہ اور بلیک آدم ایک بار اپنے سرغنہ سے مل چکے ہیں۔ یہ وہ وقت تھا' جب میں نے ان کے تہ خانے والے خفیہ ریکارڈ روم میں آگ لگا دی تھی گویا میں ایک بار ایکسرے مین کے قریب اس مکان تک گیا تھا اور ہیرو نے مکان کے اندر اس کی پٹائی کی تھی اور وہ جان بچا کر چور دروازے سے فرار ہوگیا تھا۔

ایکسرے مین اس لیے اب تک محفوظ تھا اور پُراسرار کہلاتا تھا کہ دوسرے آدم برادرز کو اس کے وجود کا علم نہیں تھا۔ اس نے سب کو تنویمی عمل کے ذریعے اپنا معمول اور تابعدار بنا رکھا تھا۔ ایک بلیک آدم جو اس کی حقیقت جانتا تھا' وہ ہیرو کے ہاتھوں ہلاک ہوچکا تھا۔ اس کی حقیقت جاننے والا دوسرا شخص برین آدم تھا جو اب بری طرح زخمی تھا اور خفیہ تنظیم کے سلسلے میں میری معلومات کا ذریعہ بن گیا تھا۔

اس کے زخمی ہوتے ہی ایکسرے مین نے سب سے پہلے اپنی رہائش گاہ چھوڑ دی تھی۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ دشمن خیال خوانی کرنے والا برین کے دماغ سے سرغنہ کا پتا ٹھکانا معلوم ہوتے ہی اس پر حملہ کرنے آئے گا۔ پھر اس نے دوسرے آدم برادرز کو حکم دیا کہ وہ فوراً اپنی اپنی رہائش گاہ چھوڑ کر دور چلے جائیں۔ اور برین آدم کے کسی بھی حکم کی تعمیل نہ کریں۔ کیونکہ وہ زخمی ہوکر دشمن کا معمول و محکوم ہوچکا ہے۔

اپنی اور دوسرے آدم برادرز کی حفاظتی تدابیر پر عمل کرنے کے بعد وہ زخمی برین آدم کے پاس آیا اور بولا۔ "مسٹر برین! مجھے افسوس ہے کہ تم دشمنوں کے شکنجے میں آگئے ہو۔ تمہارے دماغ میں آنے والے نے ہماری خفیہ تنظیم کے بہت سے راز معلوم کرلیے ہوں گے۔ اس کے باوجود ہم سب محفوظ ہیں۔ صرف تمہاری فکر ہے۔"

"سر! میری فکر نہ کریں۔ میرے پاس کوئی ہتھیار ہوتا تو میں خودکشی کرلیتا۔ آپ سے التجا ہے کہ مجھے خیال خوانی کے ذریعے مار ڈالیں۔"

"احمقانہ باتیں نہ کرو۔ دشمنوں کو جو معلوم کرنا تھا' وہ معلوم کرچکے ہیں۔ اس سے زیادہ وہ کچھ نہیں جان سکیں گے۔ میری تنظیم اور میرے تمام برادرز راز میں رہیں گے۔ میری پوری کوشش ہوگی کہ تم دشمنوں کے شکنجے سے نکل آؤ۔"

میں نے اسے مخاطب کیا۔ "لوڈرٹی سن آف دی جیوز! تم نے میری شریکِ حیات کو ہلاک کرکے اپنے لیے قبر کھودلی ہے۔ تم زیادہ دنوں تک روپوش نہیں رہ سکو گے۔ میں تل ابیب کی شاہراہوں پر تمہیں ننگا کرکے دوڑاتا جاؤں گا اور زخم لگاتا جاؤں گا۔ ہر زخم کے ساتھ تم موت مانگو گے لیکن تمہیں زخمی کراہتی ہوئی زندگی ملتی رہے گی۔"

ایکسرے مین نے حیرانی سے پوچھا۔ "تم کون ہو؟ میں تمہاری شریکِ حیات کو جانتا بھی نہیں ہوں۔"

"لیلیٰ! میری جان' میری زندگی' میری شریکِ حیات تھی اور میں تمہارا باپ فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔"

"تم جھوٹ بول رہے ہو۔ فرہاد میری آنکھوں کے سامنے اپنی بیوی کے ساتھ اس بنگلے میں جاتے ہی دھماکے سے نابود ہوگیا تھا۔ تم کوئی اور ہو۔ فرہاد بن کر بول رہے ہو۔"

"بنگلے میں میری بیوی کے ساتھ داخل ہونے والا وہ بم ڈسپوزل کا ماہر تھا جو کیپسول کو ناکارہ بنانے آیا تھا۔ کیا تم نے میرا چہرہ دیکھا تھا؟ کیا تم جانتے ہو کہ میں کس بہروپ میں ہوں؟ تم نے اس ماہر کو محض اس لیے فرہاد سمجھ لیا کہ وہ ایک خاتون کے ساتھ آیا تھا۔ بہرحال وہ میری شریکِ حیات تھی۔ تمہارا نصف حملہ درست رہا اور نصف تمہارے گلے میں اٹک گیا ہے۔"

وہ پریشان ہوکر بولا۔ "اوہ نو۔ میں کبھی یقین نہیں کروں گا کہ فرہاد زندہ ہے۔ وہ مرچکا ہے۔ وہ مرچکا ہے۔"

برین آدم نے کہا۔ "سر! اس بات میں وزن ہے کہ آپ نے فرہاد کے موجودہ بہروپ کو نہیں دیکھا ہے۔ آپ نے ایک خاتون کے ساتھ آنے والے ماہر کو فرہاد سمجھ لیا ہے۔"

ایکسرے مین ان تین ماہرین کے دماغوں میں پہلے بھی جاچکا تھا۔ وہ تصدیق کے لیے پھر تینوں کے پاس گیا۔ ان میں سے دو کے اندر جگہ ملی۔ تیسرے کا دماغ ہی نہیں ملا۔ یہ تسلیم کرنا پڑا کہ وہی تیسرا لیلیٰ کے ساتھ ہلاک ہوگیا ہے۔

وہ برین آدم کے پاس آکر بولا۔ "ہاں' میں دھوکا کھا گیا۔ ان تینوں میں سے ایک ماہر نابود ہے۔ یہ ــــ یہ تمہارے اندر فرہاد بول رہا ہے۔ اوہ گاڈ! یہ ثابت ہونے کے بعد بھی یقین نہیں آرہا ہے۔"

میں نے کہا۔ "اب سے پہلے بھی تمہارے کئی باپ دادا میری موت کا جشن منا چکے ہیں' تم نے بھی تھوڑی دیر منالیا۔ اب تیرا کیا بنے گا ایکسرے مین مارٹن رسل؟"

"تم ــــ میں ــــ میں تم سے کمتر اور خوفزدہ نہیں ہوں۔ تم آخری سانس تک میرے سائے کو بھی چھو نہیں سکو گے۔"

"تم اپنے بل میں رہ کر چند سانسیں لے لو۔ فی الحال میری انتقامی کارروائی دیکھو۔ اب سے ٹھیک ایک گھنٹے بعد تمہارے ملک کا سب سے بڑا ایٹمی پلانٹ تباہ ہوجائے گا۔"

"شٹ اپ! کیا تم نے ایٹمی پلانٹ کو تباہ کرنا بچوں کا کھیل سمجھ لیا ہے؟"

"ہاں' بچوں کے کھیل پر یاد آیا۔ گودام نمبر دو میں جہاں اسلحہ اور گولہ بارود رکھا ہوا ہے' وہاں کا ایک انچارج افسر اپنے ماتحت کے ساتھ ایک ڈائنامائٹ لیے بچوں کا کھیل کھیل رہا ہے۔ جاؤ اسے فوراً روکو ورنہ وہ کھیل بڑوں کا سنجیدہ گیم بن جائے گا۔"

ایکسرے مین نے فوراً ہی ٹیری آدم کے اندر پہنچ کر کہا۔ "فوراً گودام نمبر دو کے انچارج کے پاس چلو' وہ گودام تباہ ہونے والا ہے۔"

ٹیری نے اپنا سر پکڑ کر کہا "تم کون ہو؟ میرے دماغ میں کیسے بول رہے ہو؟"

ایکسرے مین کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ کوئی آدم برادر اسے اپنے سرغنہ یا باس کی حیثیت سے نہیں جانتا تھا۔ وہ چپ چاپ ان کے اندر آکر ان کی ہی سوچ کے ذریعے اپنے احکامات کی تعمیل کرایا کرتا تھا۔

ٹیری آدم نے سانس روک کر اپنے انجانے باس کو بھگا دیا۔ باس نے سوچا کہ اس بار چپ چاپ اس کے اندر جائے اور ہمیشہ کی طرح اس کی ہی سوچ میں بولے۔ لیکن کچھ بولنے سے پہلے ہی ایک قیامت خیز دھماکا ہوا۔ ہال کے در و دیوار لرز گئے۔ اس کے بعد دوسرے تیسرے دھماکے سنائی دیے۔ دو نمبر گودام کا اسلحہ تباہ ہورہا تھا۔ وہاں رکھے ہوئے بم پھٹ رہے تھے۔ ہیڈ کوارٹر میں بھگدڑ شروع ہوگئی تھی۔ ٹیلی فون کے تار ٹوٹ گئے تھے۔ ٹرانسمیٹر کے ذریعے اعلیٰ حکام اور دوسرے فوجی افسران سے رابطے ہورہے تھے۔ میں نے ہیرو اور عادل سے کہا۔ "یہاں سے نکلو اور کسی گاڑی میں ہیڈ کوارٹر سے باہر جاؤ۔"

وہ چاروں دروازہ کھول کر باہر آگئے۔ کئی فوجی جوان گاڑیوں میں سوار ہوکر وہاں سے جارہے تھے۔ وہ چاروں بھی ایک فوجی ٹرک میں سوار ہوگئے۔ جیری اور تھرپال' میری آواز اور لہجہ اختیار کرکے سارہ اور ہیرو کے دماغوں میں آگئے۔ ٹرک میں بیٹھے ہوئے ایک افسر نے کہا۔ "یہ چاروں ہمارے قیدی ہیں۔ یہاں سے فرار ہونا چاہتے ہیں۔ ان سے ہتھیار چھین لو۔"

ان چاروں نے ان پر ہتھیار تان لیے۔ جیری نے سارہ کے ذریعے کہا۔ "تم چھ ہو' ہم چار ہیں۔ ہتھیار تمہارے پاس

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

بھی ہیں۔ ہم ایک دوسرے پر فائرنگ کرکے ہلاک ہوجائیں گے۔ اس ٹرک میں کوئی زندہ نہیں بچے گا۔"

تھرمال اس افسر کے دماغ پر قبضہ جما کر دو جوانوں سے بولا۔ "اس ٹرک سے باہر چھلانگ لگا دو۔"

ایک نے حیرانی سے کہا۔ "سر! آپ ایسا حکم کیوں دے رہے ہیں۔"

وہ ڈانٹ کر بولا۔ "شٹ اپ۔ اوبے مائی آرڈر۔"

وہ حکم کے بندے تھے۔ دونوں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر تیز رفتار ٹرک سے باہر چھلانگ لگا دی۔ افسر نے باقی جوانوں سے کہا۔ "دیکھا تم نے؟ ایسے سپاہیوں کو فرمانبردار کہا جاتا ہے۔ اب تم تینوں بھی باہر چھلانگ لگاؤ۔"

تینوں نے احکامات کی تعمیل کی اور تیز رفتار ٹرک سے باہر چھلانگ لگا دی۔ آخر میں افسر نے کہا۔ "اگر میں بھی چلا جاؤں تو اس ٹرک پر سے وزن کچھ کم ہوجائے گا۔"

وہ بھی بڑی تابعداری سے ٹرک چھوڑ کر چلا گیا۔ گودام سے ابھرنے والے دھماکے ختم ہوگئے تھے۔ آگ دور تک پھیلتی جارہی تھی۔ فوجی جوان آگ کو قابو میں کرنے اور اسے بجھانے میں مصروف ہوگئے تھے۔

برین آدم زخمی بازو کو تھامے ہال سے نکل کر دوڑتا ہوا دور چلا آیا تھا۔ ایکسرے مین نے کہا۔ "ہمارے اعلیٰ حکام امریکا' فرانس اور بابا صاحب کے ادارے سے رابطہ کررہے ہیں۔ فرہاد پاگل ہوگیا ہے۔ اسے جلد ہی بین الاقوامی قوانین کی پابندیوں میں لایا جائے گا۔"

کسی ملک کے فوجی ہیڈکوارٹر میں ایسا قیامت خیز دھماکا ہونا کوئی بچکانہ بات نہ تھی۔ ابھی یہ بات دنیا کے تمام چھوٹے بڑے ممالک تک پہنچنے والی تھی کہ فرہاد علی تیمور نے ایک طویل عرصے بعد اپنی پرانی انتقامی روش اختیار کی ہے۔

حکومت اسرائیل اور امریکا کی طرف سے حکومت فرانس کو کہا گیا کہ فرہاد کو فوراً اسرائیل سے بلایا جائے۔ وہ ٹیلی پیتھی کی دنیا کا فرعون بن گیا ہے۔ اس نے تل ابیب ہیڈکوارٹر میں کروڑوں ڈالرز کا اسلحہ تباہ کیا ہے اور درجنوں فوجی جوانوں کو موت کے گھاٹ اتارا ہے۔ اس کے تیور بتا رہے ہیں کہ وہ آئندہ پورے ملک میں ایسی ہی تباہیاں لاتا رہے گا۔

فرانس کی ملٹری انٹیلجنس کے اعلیٰ افسر نے جواباً کہا۔ "آپ کس فرہاد کی شکایت کررہے ہیں۔ ٹیلی پیتھی جاننے والا فرہاد یہاں پیرس میں ہے۔"

"یہ غلط ہے۔ وہ فرہاد تل ابیب میں ہے۔ وہاں دھماکوں پر دھماکے کررہا ہے۔"

اعلیٰ افسر نے کہا۔ "آپ امریکی اور اسرائیلی سفیروں کو یہاں بھیج دیں۔ وہ فرہاد صاحب سے یہاں میرے آفس میں ملاقات کرکے اپنی غلط فہمی دور کرلیں گے۔"

سپر ماسٹر نے اسرائیلی حاکم سے کہا۔ "آپ لوگ فرہاد پر جھوٹا الزام کیوں لگا رہے ہیں۔ وہ تو پیرس میں ہے۔"

اعلیٰ حاکم نے برین آدم سے پوچھا۔ "یہ ماجرا کیا ہے؟ فرہاد تو پیرس میں ہے۔"

ایکسرے مین نے برین آدم کے ذریعے کہا۔ "وہاں فرہاد کی ڈمی ہے۔ یہاں اصل فرہاد اپنی بیوی لیلیٰ کے ساتھ تھا۔ ہم نے لیلیٰ کو ہلاک کردیا ہے۔ وہ اس کا انتقام لے رہا ہے۔"

"تم نے اس کی بیوی کو کیوں مار ڈالا؟"

"اس لیے کہ اس نے بندر آدمی کے ذریعے ہمارے کیپسول بم کو حاصل کیا پھر اسے ناکارہ بنا دیا۔ آپ جانتے ہیں کہ وہ کیپسول بم کروڑوں ڈالر کی لاگت سے تیار ہوا تھا۔"

"لیکن کیا ثبوت ہے کہ وہ کیپسول حاصل کرنے اور اسے ناکام بنانے والا فرہاد ہے؟"

"ثبوت یہ ہے کہ اس کی بیوی لیلیٰ کی لاش کے ٹکڑے یہاں پڑے ہیں اور وہ چھپتا پھر رہا ہے۔ اگر وہ پیرس میں ہے تو اس کی بیوی کی لاش یہاں کیسے ہے؟"

"کیوں میاں کے بغیر بیوی دوسرے ملکوں میں نہیں جاتی؟ اور کیسے ثابت کروگے کہ وہ لاش فرہاد کی بیوی لیلیٰ کی ہے؟"

"جناب! وہ بہت بڑا شاطر ہے۔ ایسی چالیں چل رہا ہے کہ ہم اس کے خلاف کوئی ثبوت پیش نہیں کرسکیں گے۔"

"پھر اتنی اونچی سطح پر اس کے خلاف باتیں کرنے سے کیا حاصل ہوگا؟"

"ہم چاہتے ہیں کسی طرح اس کی انتقامی کارروائی رک جائے۔ اس نے چیلنج کیا تھا کہ ایک گھنٹے کے بعد ہمارا ایٹمی پلانٹ تباہ کردیا جائے گا اور اب ایک گھنٹا پورا ہونے والا ہے۔"

"مائی گاڈ! اسے کیسے روکا جائے۔ اس سے ہماری بات کراؤ۔ یا کسی طرح صبح تک کے لیے اسے انتقامی کارروائی سے باز رکھو۔"

ایکسرے مین نے سوچ کے ذریعے برین کے اندر پوچھا۔ "کیا فرہاد موجود ہے؟"

میں نے کہا "ہاں' میرا وجود ہے۔ تم نے نصف گھنٹے پہلے

کہا تھا کہ ایٹمی پلانٹ کو تباہ کرنا بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ میں نے تمہارے ہیڈکوارٹر کے ایک اہم حصے کو تباہ کردیا ہے۔ جبکہ یہاں ہزاروں مسلح سپاہی موجود ہیں۔ ایٹمی پلانٹ کے اطراف تو صرف دو درجن گارڈز ہوتے ہیں۔"

"ہم مانتے ہیں کہ تمہارے لیے ہر خطرناک کھیل بچوں کا کھیل ہوتا ہے۔ مگر فار گاڈ سیک اور انتقام نہ لو۔ یہ بھیانک تباہی بہت زیادہ ہے' ہم اور نقصان برداشت نہیں کریں گے۔"

"مجھ سے بھی اپنی لیلیٰ کی دائمی جدائی برداشت نہیں ہورہی ہے۔"

"دیکھو' ہم دونوں کا حساب برابر ہوگیا ہے۔ اب یہ دشمنی ختم کردو۔"

"دشمنی تو صرف ایک ہی شرط پر ختم ہوگی اور شرط یہ ہے کہ لیلیٰ کا قاتل خود کو میرے سامنے پیش کردے۔"

"میں کیا پاگل کا بچہ ہوں کہ تمہارے سامنے آؤں گا۔ کوئی دوسری شرط رکھو۔"

"دوسری یہ ہے کہ میری لیلیٰ مجھے واپس کرو۔"

"یہ بچکانہ باتیں ہیں۔ تمہیں تمہارے خدا کا واسطہ ہم پر بڑے سے بڑا جرمانہ کرکے ہماری خطا معاف کردو۔"

"تمہاری سزا یہی ہے کہ جب تک تم خود کو پیش نہیں کروگے۔ تمہارے ملک کو گاہے گاہے نقصان پہنچتا رہے گا۔"

"پلیز! ایسا ظلم نہ کرو۔ بڑے سے بڑے جرم کی سزا بھی ایک حد میں رکھ دی جاتی ہے۔"

"لیلیٰ کے قاتل کی سزا لامحدود ہے۔ میں نے کہا تھا' ایک گھنٹے بعد ایٹمی پلانٹ کو تباہ کیا جائے گا۔ اب میں تمہیں اور تمہارے اکابرین کو سوچنے کی تھوڑی مہلت دیتا ہوں۔ لیلیٰ کو قبر میں اتارنے سے پہلے تم سامنے آجاؤ گے تو پھر تمہارے ملک کی خیر ہے۔ ورنہ اُدھر وہ لحد میں سُلائی جائے گی' اِدھر ایٹمی پلانٹ تباہ ہوتا رہے گا۔"

ہیڈکوارٹر کے اسی ہال میں اعلیٰ حکام' بحری' برّی اور فضائی افواج کے اعلیٰ افسران جمع ہونے لگے۔ یہ بحث شروع ہوگئی کہ اتنی بڑی مصیبت اور تباہی کی ابتدا کیسے ہوئی؟

برین آدم نے تفصیلی حالات بتائے "ایک بندر آدمی سے اس کی ابتدا ہوئی۔ پہلے شبہ ہوا کہ بندر آدمی ہیرو نے ہمارے اہم خفیہ ریکارڈ روم کو آگ لگائی ہے۔ ہم نے اسے گرفتار کرنا چاہا تو سارہ نامی دوشیزہ نے اسے پناہ دی۔ ہیرو سارہ کے ساتھ فرار ہوکر ایٹمی پلانٹ کی لیبارٹری میں پہنچ گیا۔ وہاں سے اس نے کیپسول بم کو اپنے قبضے میں لے لیا۔

"ہیرو کے ہاتھ میں ایسی طاقت آگئی تھی کہ ہم اسے گرفتار نہیں کرسکتے تھے۔ اسی دوران پتا چلا کہ سارہ اور ہیرو کی پشت پر فرہاد علی تیمور ہے۔ ہمارے خیال خوانی کرنے والے ٹیری آدم نے یہ بھی معلوم کرلیا کہ فرہاد اپنی بیوی لیلیٰ کے ساتھ اسٹیفن اسٹریٹ کے ایک بنگلے میں ہے۔

یہ توقع تھی کہ اس بنگلے سے فرہاد کو گرفتار کرلیا جائے گا لیکن اس کی رہائش گاہ کا محاصرہ کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ اور اس کی بیوی وہاں موجود نہیں ہیں۔ ان کی عدم موجودگی میں وہاں کی تلاشی لی گئی تو ہمارے ریکارڈ روم سے چرائی جانے والی تمام فائلیں' دستاویزات اور ویڈیو فلمیں وہاں سے برآمد ہوئیں۔

ہم نے سوچا' فرہاد کبھی گرفت میں نہیں آتا ہے لہٰذا اس کے لیے موت کا جال بچھا دیا جائے۔ اس مقصد کے لیے اس کے بنگلے میں ایک ڈائنامائٹ رکھ دیا گیا اور اس کے تار کو ایک سوئچ سے منسلک کردیا گیا۔ فرہاد قسمت کا دھنی ہے۔ وہ بنگلے میں نہیں آیا۔ لیلیٰ اس ماہر کے ساتھ آئی جس نے کیپسول بم کو ناکارہ بنایا تھا۔ اس بنگلے میں ماہر کے ساتھ اس کے جسم کے چیتھڑے اُڑ گئے۔ ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ فرہاد بچ نکلے گا۔ اس کی یہ نئی زندگی ہمارے لیے وبالِ جان بن گئی ہے۔

"اب وہ کہتا ہے کہ اس نے ہیڈکوارٹر میں اپنے انتقام کا نمونہ دکھایا ہے۔ اگر اس کی بیوی لیلیٰ کی لاش کو قبر میں اتارنے تک اس کا قاتل سامنے نہیں آئے گا تو ایٹمی پلانٹ کو تباہ کردیا جائے گا۔"

بحری فوج کے کمانڈر نے پوچھا۔ "لیلیٰ کا قاتل کون ہے؟"

"ہمارے ملک کا بہت اہم شخص ہے۔ یہودی خفیہ تنظیم کا روحِ رواں ہے۔ اسے فرہاد کے سامنے پیش نہیں کیا جاسکتا۔"

فضائی فوج کے اعلیٰ افسر نے کہا۔ "اس روحِ رواں کا کوئی نام تو ہوگا۔"

برین آدم نے کہا۔ "کوئی نام نہیں ہے۔ ہم اسے ایکسرے مین کہتے ہیں۔ وہ روپوش رہ کر ایکسرے مشین کی طرح ہمارے اندر کی تمام باتیں معلوم کرلیتا ہے۔ وہ ہمارے ملک اور ہماری قوم کے لیے بہت اہم ہے۔"

ایک حاکم نے پوچھا۔ "کیا اتنا اہم ہے کہ اس کی خاطر ملک میں آنے والی تباہیوں کو قبول کیا جاسکتا ہے؟"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"اس اہم شخص ایکسرے مین کو فرہاد کے انتقام سے بچانے کے لیے کچھ تو کرنا ہی ہوگا۔"

ایک حاکم نے پوچھا۔ "ایٹمی پلانٹ کو کس طرح بچایا جاسکتا ہے؟"

"حفاظتی تدابیر پر عمل کیا جارہا ہے۔ وہاں پچاس عدد مسلح جوانوں کی ڈیوٹی ہے۔ سب کو تاکید کی گئی ہے کہ وہ گونگے بنے رہیں۔ اس طرح کوئی دشمن خیال خوانی کرنے والا ان کے ذریعے لیبارٹری وغیرہ کے اندر بم نہیں رکھوا سکے گا۔ مصروف رہنے والے سائنس دانوں کو اس عمارت سے دور بھیج دیا گیا ہے۔"

"لیلیٰ کو کہاں اور کس وقت سپردِ خاک کیا جائے گا؟"

"فرہاد کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا پولیس کے ایک اعلیٰ افسر کے دماغ میں ہے اور کہہ رہا ہے کہ میت کو قبرستان پہنچایا جارہا ہے۔ لیلیٰ کو فرہاد کی یہودی محبوبہ شیبا کے قریب دفن کیا جائے گا۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایک گھنٹے کے اندر سپردِ خاک کی جائے گی۔ فرہاد جو کہتا ہے کر گزرتا ہے۔ حفاظتی تدابیر کے باوجود غور کرو کہ وہ اس پلانٹ کو کس چالبازی سے تباہ کرے گا؟"

"اس کے پاس کوئی فوج یا طیارہ نہیں ہے کہ وہ اپنے کسی طیارے سے بمباری کراسکے گا۔ کیا اس کے پاس راکٹ لانچر ہوگا؟"

"ایٹمی پلانٹ کے چاروں طرف فوج میلوں دور تک گشت کررہی ہے۔ دو ہیلی کاپٹر وقفے وقفے سے پرواز کررہے ہیں۔" ایک افسر نے مطمئن ہوکر کہا۔ "پھر تو یقین ہے کہ فرہاد اپنے چیلنج میں ناکام رہے گا۔"

ایک نے پوچھا۔ "وہ بندر اور اس کے ساتھی کہاں ہیں؟ کیا ہم انہیں یرغمال نہیں بنا سکتے؟"

"ان کے ساتھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج ہے۔ وہ ہمارے فوجیوں کو گاڑیوں سے باہر پھینک کر قبرستان گئے ہیں۔"

ایک اور نے کہا۔ "مسلمانوں میں یہ دستور ہے کہ وہ تدفین کے بعد اپنے عزیزوں کی قبر پر مٹی ضرور ڈالتے ہیں۔ کیا فرہاد اپنی بیوی کی آخری رسومات کے وقت مٹی ڈالنے نہیں آئے گا۔"

"آسکتا ہے۔ ہمارے سراغ رساں قبرستان میں موجود ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ وہ ہماری گرفت میں آجائے۔"

میں نے ایک مسلح فوجی جوان پر قبضہ جمایا۔ وہ اپنے ہتھیار پھینک کر شان سے چلتا ہوا ہال میں داخل ہوا۔ پھر بولا۔ "ہیلو ایوری باڈی! فرہاد علی تیمور تمہارے سامنے ہے۔"

وہ سب چونک کر اسے دیکھنے لگے۔ ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "یہ کیا مذاق ہے؟ تم تو ہمارے سپاہی ہو۔"

میں نے کہا۔ "میں ہتھیار پھینک کر آیا ہوں۔ سپاہی کیسے ہوسکتا ہوں۔ میری سب سے پہلی پہچان یہ ہے کہ میں اپنے پاس کبھی کوئی ہتھیار نہیں رکھتا۔ میرا کوئی مخصوص چہرہ اور مخصوص آواز نہیں ہے۔"

میں نے اپنے آلۂ کار سپاہی کو ایک کرسی پر بٹھا کر کہا۔ "اب میں اپنا نام اپنی زبان پر نہیں لاؤں گا۔ کیونکہ اس سامنے بیٹھے ہوئے افسر نے ریکارڈنگ کا بٹن آن کردیا ہے۔ پتا نہیں تم لوگ میری آواز ریکارڈ کرکے مجھے کیا ثابت کرنا چاہتے ہو۔"

اس افسر نے کہا۔ "مسٹر! ابھی تم نے زبان سے اعتراف کیا تھا کہ تم فرہاد علی تیمور ہو۔"

میں نے کہا۔ "توبہ کرو۔ کہاں فرہاد اور کہاں میں، کہاں ہیرا، کہاں پتھر؟ کیوں خواہ مخواہ مجھے فرہاد بنا رہے ہو۔"

"کیا ابھی تمہاری شریکِ حیات لیلیٰ کی تدفین ایک قبرستان میں نہیں ہورہی ہے؟"

"پھر تو مجھے اپنی بیوی کے پاس آخری رسومات کے لیے رہنا چاہیے۔ جبکہ میں آپ حضرات کے سامنے ہوں۔"

"تم خیال خوانی کے ذریعے یہاں ہو اور جسمانی طور پر قبرستان میں۔"

"پھر تو تمہارے سراغ رسانوں کے لیے بڑی آسانی ہے۔ اس وقت قبرستان میں جو شخص گم صم کھڑا ہوگا یا بیٹھا ہوگا وہی خیال خوانی کے ذریعے آپ کے درمیان ہوگا۔ آپ رابطہ کریں۔ فوراً اسے گرفتار کرائیں۔"

پھر میں نے برین آدم کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ "اگر تم اپنی خیریت چاہتے ہو تو اس ریکارڈر کو بند کراؤ اور اسے اپنی تحویل میں رکھو تاکہ آئندہ میری کوئی بات ریکارڈ نہ کی جائے۔"

برین آدم اپنی جگہ سے اٹھ کر اس افسر کے پاس آیا اور ریکارڈر کو آف کیا پھر اسے اپنے قبضے میں لے کر کہا۔ "فرہاد اس ریکارڈنگ سے ناراض ہے۔ اگر یہ جاری رہی تو پھر کسی نئی مصیبت کو دعوت دینے والی حماقت ہوگی۔"

وہ اپنی جگہ واپس آکر بیٹھ گیا۔ میں نے کہا۔ "میت کو قبر کے کنارے لاکر رکھ دیا گیا ہے۔ اب یا تو قاتل سامنے آجائے یا پھر پلانٹ کی تباہی کی رپورٹ سننے کے لیے تم سب تیار رہو۔ میں اس قاتل کو صرف ایک منٹ کا وقت دے رہا ہوں۔"

ہال میں گہری خاموشی چھا گئی۔ سب ہی اپنی اپنی گھڑی دیکھنے لگے۔ آدھے منٹ کے بعد ہی ہال کے دوسرے دروازے سے ایک جوان داخل ہوا۔ اس نے میرے آلۂ کار سپاہی کی طرف ہاتھ ہلا کر کہا۔ "ہیلو فرہاد! میں حاضر ہوں۔ میں ہوں تمہاری بیوی لیلیٰ کا قاتل ــــ"

میں نے سپاہی کی زبان سے پوچھا۔ "تم مجھے فرہاد کیوں کہہ رہے ہو۔ میری سمجھ میں نہیں آتا، تم سب مجھے فرہاد علی تیمور کیوں ثابت کرنا چاہتے ہو؟"

آنے والے نے کہا۔ "مسٹر فرہاد! ہم دونوں کو ایک دوسرے کے سامنے کھل جانا ہے۔ میں آج تک روپوش رہا لیکن آج میں بھی خود کو ظاہر کررہا ہوں۔ تم بھی ظاہر ہوجاؤ۔"

میں نے کہا۔ "تم کہہ رہے ہو تو مجھے اپنا نام بتانا ہی ہوگا۔ میرا نام مارٹن رسل ہے۔"

وہ ایک دم چونک کر بولا۔ "یہ جھوٹ ہے۔ بکواس ہے۔ مارٹن رسل میرا نام ہے۔"

میں نے کہا۔ "مسٹر برین! تم تھوڑی دیر پہلے کہہ چکے ہو کہ یہودی خفیہ تنظیم کے روحِ رواں کا نام ایکسرے مین ہے۔"

یہ کہتے ہی میں نے برین کے دماغ پر قبضہ جما کر اس کی زبان سے کہا۔ "جی ہاں، تنظیم کے روحِ رواں کا نام مارٹن رسل نہیں، ایکسرے مین ہے۔"

ایکسرے مین مارٹن نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا "مسٹر برین! یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟"

میں نے کہا "ابھی برین نے نہیں میں نے کہا تھا۔ زیادہ چالاک نہ بنو۔ تمہاری جیب میں منی ریکارڈر آن ہے۔ جب تک اسے بند نہیں کرو گے، میں تمہیں الجھاتا رہوں گا۔ تمہارا باپ بھی مجھے فرہاد ثابت نہیں کرسکے گا۔"

میں سپاہی کے اندر واپس آگیا۔ دور کھڑا ہوا ایکسرے مین جیب سے ننھا سا ریکارڈر نکال کر اسے آف کررہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔ "فرہاد! میں تمہارے سامنے ــــ"

میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔ "اگر مجھے مارٹن رسل کے نام سے مخاطب کرو گے تو بات ہوگی۔ ورنہ واپس جاؤ۔"

وہ بولا۔ "اوکے مسٹر مارٹن! میں اسی نام سے مخاطب کروں گا۔ لیکن تم مجھے واپس جانے کو کیوں کہہ رہے ہو۔ میں تمہاری بیوی کا قاتل ہوں۔ تمہارے سامنے ہوں۔ مجھے گولی ماردو۔"

"ایکسرے مین! پہلی بات تو یہ کہ میری کوئی بیوی نہیں ہے۔ تم نے جسے قتل کیا، وہ میرے ایک دوست کی شریکِ حیات تھی۔ اس کا شوہر وہاں قبرستان میں موجود ہے۔"

سب ہی اس بات پر چونک گئے۔ سب ہی نے یہ سوچا کہ فرہاد اپنی بیوی کی آخری رسومات کے وقت قبرستان میں ہے اور اس سپاہی کے اندر فرہاد کا دوسرا خیال خوانی کرنے والا بول رہا ہے۔

وہ ان معاملات میں بری طرح الجھ رہے تھے۔ ایکسرے مین نے کہا۔ "مسٹر مارٹن! تم پیچیدگیاں پیدا کرتے جارہے ہو۔ یہ بتاؤ۔ مجھ قاتل کو کیوں بلایا ہے؟"

"میں نے خیال خوانی کے ذریعے نہیں، جسمانی طور پر طلب کیا ہے؟"

"میں جسمانی طور پر حاضر ہوں۔ تمہاری طرح میرا بھی کوئی مخصوص چہرہ اور مخصوص آواز نہیں ہے۔ تم میرے دماغ میں آکر میرے چور خیالات پڑھ سکتے ہو۔"

"ایکسرے مین! ابھی بچے ہو۔ تمہیں پتا ہی نہیں ہے کہ میں ابھی کیا کرتا رہا ہوں۔"

"کیا کرتے رہے ہو؟ کیا مجھ پر نفسیاتی داؤ پیچ آزما رہے ہو؟"

"وہ تو آزما چکا ہوں۔ جب میں بولتا ہوں تو اس سپاہی کے اندر رہتا ہوں۔ جب تم بولتے ہو تو میں تمہاری اس ڈمی کے اندر پہنچ جاتا ہوں۔ تم نے اس کے دماغ کو لاک کیا ہے۔ تم اس کے اندر رہتے ہو اس لیے یہ میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتا ہے۔"

میں نے ایک ذرا توقف سے کہا۔ "ابھی میں نے برین آدم کو اپنی حمایت میں بولنے پر مجبور کیا۔ اس نے جیسے ہی کہا کہ تمہارا نام مارٹن رسل نہیں ہے تو تم نے اس کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ یہاں تمہاری ڈمی کا دماغ خالی ہوا تو میں نے اس کے اندر جانے کی کوشش کی۔ لیکن اس نے سانس روک لی۔ اگر تم اصل ایکسرے مین ہوتے تو اپنی باتوں کے دوران مجھے اپنے اندر محسوس کرلیتے۔"

وہ ذرا چپ رہا پھر بولا۔ "تم زبردست چالباز ہو۔ مجھے برین کی طرف دوڑا کر اُلو بنا دیا۔"

میں نے سونیا ثانی کو مخاطب کیا۔ "بیٹی! اپنا کام شروع کرو۔"

ہم تمام خیال خوانی کرنے والوں نے فوج کے اہم افراد

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کے دماغوں میں جگہ بنالی تھی۔ ثانی خیال خوانی کی پرواز کرکے فضائیہ کے ایک پائلٹ کے اندر پہنچی۔ اس نے پہلے ہی اس پائلٹ کو پرواز کے لیے تیار کررکھا تھا۔ اس کے دماغ پر قبضہ جماتے ہی وہ تیزی سے چلتا ہوا ان طیاروں کے پاس آیا جو قطاروں میں کھڑے تھے۔ وہ ایک طیارے میں سوار ہوگیا۔ تمام طیارے ہمیشہ پرواز کرنے کی پوزیشن میں رکھے جاتے تھے۔ اس نے انجن اسٹارٹ کیا۔ اسے آرڈر میں لایا پھر کسی سگنل کے بغیر اسے آگے بڑھادیا۔

جب وہ رن وے پر دوڑنے لگا تو ملٹری کنٹرول ٹاور سے کالنگ ہونے لگی۔ "ہیلو ہیلو تم کون ہو؟ یور آئیڈین ٹیٹی پلیز۔۔۔"

ثانی نے پائلٹ کے ذریعے آواز بند کی۔ طیارہ فضا میں بلند ہوکر پرواز کرنے لگا۔ ٹیلی فون اور ٹرانسمیٹرز کے ذریعے متعلقہ افسران کو اطلاع دی جانے لگی کہ فضائیہ کا ایک طیارہ اجازت کے بغیر پرواز کررہا ہے۔

اس طیارے کو روکنے کا ایک ہی راستہ تھا کہ دوسرے طیارے اس کے تعاقب میں جائیں اور اسے گھیر کر واپس لائیں لیکن اتنا وقت نہیں تھا۔ وہاں سے ایٹمی پلانٹ تک صرف دس منٹ کی پرواز تھی۔

پلانٹ کی عمارت کے اطراف پہرا دینے والے پچاس مسلح سپاہیوں نے اوپر پرواز کرنے والے دو ہیلی کاپٹروں کے سواروں نے ایک طیارے کو آتے دیکھا۔ چونکہ وہ اپنی ہی فضائیہ کا تھا اس لیے پہلے تو سب نے نظرانداز کیا پھر وہ بوکھلا گئے۔ طیارہ بہت بلندی سے تیر کی طرح آیا پھر عمارت کی چھت کو توڑتا ہوا اندر گھس گیا۔

ایک دل ہلا دینے والا دھماکا ہوا۔ پھر کئی دھماکوں کے ساتھ عمارت کی اینٹیں فضا میں اڑنے لگیں۔ آگ کے لپکتے ہوئے شعلے آسمان سے باتیں کرنے لگے۔ ثانی نے میرے پاس آکر کہا۔ "پاپا! آئی ہیوڈن اِٹ فار ڈیٹ۔۔۔"

سپاہی کرسی سے اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ میں نے اس کی زبان سے کہا۔ "ویل ایوری باڈی! مرحومہ کو سپردِ خاک کردیا گیا ہے اور ایٹمی پلانٹ کو خاک میں ملا دیا گیا ہے۔ اب سوچو کہ اپنی عزیز ترین چیز کو خاک میں ملاتے وقت کتنی تکلیف ہوتی ہے؟"

میں سپاہی کو چھوڑ کر چلا آیا۔

☆★☆

چالبازیوں میں باپ سیر تو بیٹا سوا سیر تھا۔ شی تارا پہلے تو اس کی چال سمجھ نہیں پائی۔ اس کی باتوں میں آکر مدراس چلی گئی۔ بعد میں پتا چلا کہ پارس دہلی جاکر اسی کی کوٹھی میں موجود بھارت کے سیاسی مفادات کے خلاف حرکتیں کررہا ہے اور اس کی کوٹھی سے عکس منتقل کرنے والا ڈراما پیش کررہا ہے۔

پارس نے اس سے وعدہ لیا تھا کہ وہ اس کی راہ میں رکاوٹیں پیدا نہیں کرے گی۔ لیکن وہ خلافِ وعدہ دشواریاں پیدا کرنے لگی۔ یہودی سفیر کو اس کے حملے سے بچانے کے لیے پیش پیش رہی تھی۔ یہ بھول گئی تھی کہ پارس کی جوابی کارروائی اسے بڑی مہنگی پڑے گی۔

پارس نے یہودی سفیر اور بھارتی انٹیلیجنس کے چیف کے سامنے کہہ دیا کہ شی تارا اس کی محبوبہ ہے اور وہ اپنی محبوبہ کی کوٹھی میں رہتا ہے۔ ایسے میں شی تارا پر سے چیف کا بھروسا اٹھ گیا۔ اس نے صاف کہہ دیا کہ وہ ہندو ہوکر مسلمان سے عشق کرتی ہے۔ ایک طرف قانون کا ساتھ دیتی ہے اور دوسری طرف بھارت کے ایک دشمن کو اپنی کوٹھی میں چھپا کر رکھتی ہے۔

شی تارا نے یقین دلانے کی کوشش کی کہ وہ دیش بھگت ہے لیکن چیف نے اس پر بھروسا نہیں کیا۔ پارس نے ایسی چال چلی تھی کہ وہ چاروں شانے چت ہوگئی تھی۔

پھر دائی ماں نے سمجھایا کہ وہ کھل کر پارس کی راہ میں رکاوٹیں پیدا نہ کرے۔ اس سے دوستی اور محبت رکھے لیکن اسے دیش کے خلاف چالیں چلنے سے روکتی رہے اور روک ٹوک کے لیے اپنے تابعدار ایوان راسکا کو استعمال کرے۔

تب وہ خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی ایوان راسکا کے پاس پہنچی۔ وہ بے چارہ برسوں سے ایک روسی محل میں قید تھا۔ وہ بڑے عیش و آرام کی زندگی گزارتا تھا لیکن محل سے باہر تفریح کے لیے کھلی فضا میں نہیں جاسکتا تھا۔

شی تارا اس کے دماغ میں آئی تو وہ اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہ کرسکا کیونکہ اس کا تابعدار تھا۔ پہلے وہ چپ چاپ اس کے خیالات پڑھتی رہی۔ وہ بہت اداس تھا۔ مایوس تھا کہ کبھی محل کی چاردیواری سے باہر نہیں جاسکے گا۔

اگر وہ باہر کی دنیا نہ دیکھتا تو وہیں کنوئیں کا مینڈک بن کر زندگی گزار دیتا۔ لیکن وہ ٹی وی اسکرین پر دنیا کی سیر کرتا تھا۔ ایشیا، یورپ اور امریکا کے شہروں اور لوگوں کو دیکھ کر حسرت سے سوچتا تھا۔ کاش! مجھے ٹیلی پیتھی کا علم نہ آتا۔ میں ایک عام سا آدمی ہوتا تو مجھے کوئی یوں قید نہ کرتا اور میں آزاد پرندے کی طرح نگر نگر گھومتا پھرتا۔

اسکرین پر اسے ہر ملک کی عورتیں نظر آتی تھیں۔ وہ انہیں بڑی دلچسپی سے دیکھتا تھا۔ اگرچہ حسن و شباب کا بھوکا نہیں تھا۔ وہ جب بھی عورت کی تمنا کرتا تھا، اس کے پاس کوئی حسینہ پہنچا دی جاتی تھی۔ اس قدر عیش و عشرت کی زندگی گزارنے کے باوجود وہ مطمئن نہیں تھا۔ اسے قیدی ہونے کا احساس ستاتا رہتا تھا۔

قید میں رہنے کا ایک فائدہ یہ ہوا کہ اس نے اتنے برسوں میں انگریزی، فرانسیسی، روسی، چینی، عربی، اردو اور جاپانی زبانیں سیکھ لیں۔ ان ممالک کے ٹی وی پروگرام دیکھ کر وہاں کی تمام باتیں سمجھ لیا کرتا تھا۔ اس روز اس نے ایک پاکستانی دستاویزی فلم دیکھی تھی۔ اس فلم میں ایک حسینہ نظر آئی۔ اسے دیکھتے ہی دل کا عجب حال ہوگیا۔ اس میں کیا بات تھی، یہ سمجھ نہ سکا۔ مگر دل اس کی طرف کھنچتا چلا گیا۔

اس نے بڑی توجہ سے اسے دیکھا۔ اس کی دو چار باتیں سنیں پھر خیال خوانی کی پرواز کرتے ہی اس کے پاس پہنچ گیا۔ اسے ایسی خوشی ہوئی جیسے بہ نفسِ نفیس محبوبہ کے در پر پہنچ گیا ہو۔ اس نے فوراً ہی وی سی آر کو ٹی وی سے منسلک کیا اور اس پروگرام کو ریکارڈ کرنے لگا۔

وہ ایک گھنٹے کی دستاویزی فلم میں پندرہ منٹ تک نظر آئی۔ ایوان راسکا کی ویڈیو میں دس منٹ دیکھی جاسکتی تھی۔ اس کا اتنا ہی جلوہ کافی تھا۔ باقی تو وہ خود اس کے اندر حاضر رہنے لگا تھا۔

اس کے خیالات نے بتایا کہ اس کا نام فرحانہ ہے۔ وہ لاہور کے ایک علاقے بھگوان پورہ میں رہتی ہے۔ اس نے دسویں جماعت پاس کی ہے۔ آگے پڑھنا چاہتی ہے مگر کچھ مجبوریاں ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس کے والدین اس کے حسن و شباب کو دیکھ کر پریشان ہوتے تھے۔ تنہا باہر نہیں جانے دیتے تھے۔ بھائی نمبری بدمعاش تھا۔ اس کے خوف سے کوئی بہن کو محلے میں تو نہیں چھیڑتا تھا لیکن کالج میں پڑھنے کے لیے محلے سے باہر جانا ضروری تھا اس لیے گھر والے آگے پڑھنے کی اجازت نہیں دے رہے تھے۔

بوڑھے باپ کی محدود کمائی سے گھر کا چولہا جلتا تھا۔ بھائی بیرو داداگیری سے جو حاصل کرتا تھا، وہ شراب اور جوئے میں ہار جاتا تھا۔

ایوان راسکا نے سوچا۔ بس اتنے سے مسائل ہیں؟ اس کے لیے حسین دوشیزہ پریشان ہے؟ پچھلے دنوں باپ بیمار تھا۔ اچھی خاصی رقم کی سخت ضرورت تھی تو اس نے اس دستاویزی فلم میں سیدھا سادہ رول ادا کیا تھا۔

اب وہ سوچ رہا تھا کہ اس کے کام آئے گا۔ اس سے باتیں کرے گا تو محل کی بند چاردیواری میں وقت اچھا گزر جایا کرے گا۔ لیکن وہ اپنی سوچ پر عمل نہ کرسکا۔ ایسے وقت شی تارا نے مخاطب کیا۔ "ہیلو راسکا! کیسے ہو؟"

وہ خیالات سے چونک کر بولا۔ "اوہ تم؟ مادام تم ہو؟"

"ہاں تم کسی فرحانہ نامی لڑکی کے خیالوں میں گم ہو۔ کیا عشق ہوگیا ہے؟ کیا اس کی طلب ہے؟"

"نہیں مادام! ہوس ہو تو طلب ہوتی ہے۔ یہ پہلی لڑکی ہے جسے دیکھ کر نیت میلی نہیں ہوئی۔ اسے حاصل کرلینے کا ارادہ نہیں ہوا۔ بس ایک عجیب سی کشش ہے اس میں۔ جی چاہتا ہے، اسے دیکھتے رہو اور باتیں کرنے کے بہانے اس کی رس بھری آواز سنتے رہو۔"

"اچھا اب عشق و محبت کے چکر سے نکل آؤ۔ تم سے ایک ضروری کام لینا چاہتی ہوں۔"

"میں حاضر ہوں۔ کاش میں آزاد ہوتا اور تمہارے روبرو حاضر ہوجاتا۔"

"وہ دن جلد آئے گا۔ میں تمہیں یہاں سے رہائی دلاؤں گی۔ فی الحال میں چاہتی ہوں، تم ایک شخص کی نگرانی کرو۔ اس کے متعلق جو ہدایات دوں، اس پر عمل کرتے رہو۔"

"وہ شخص کون ہے؟ دشمن یا دوست؟ کیونکہ عورتیں اپنے دوست یا شوہر کی نگرانی ضرور کرتی ہیں یا کراتی ہیں۔"

"کافی سمجھدار ہو۔ وہ میرا دوست بھی ہے اور دشمن بھی۔ صرف دشمن اس لیے نہیں کہہ سکتی کہ وہ میرا محبوب بھی ہے۔"

"عجیب محبت ہے تمہاری۔ عجیب محبوب ہے تمہارا۔ اس کا نام کیا ہے؟"

"اس نے مجھے چھو کر سونا بنا دیا ہے۔ اس کا نام پارس ہے۔ وہ فرہاد علی تیمور کا بیٹا ہے۔"

"خدا رحم کرے۔ کہاں پھنس گئی ہو مادام! سنا ہے اس خاندان کے لوگ پکڑ لیتے ہیں تو پھر جکڑ لیتے ہیں اور جکڑنے کا مطلب ہے کبھی نہ چھوڑنا۔"

"میں یہی چاہتی ہوں کہ وہ مجھے کبھی نہ چھوڑے۔ پرابلم یہ ہے کہ تم پارس پر نظر کیسے رکھو گے۔ وہ اپنے دماغ میں آنے نہیں دے گا۔ کیا تم باتیں بنا کر اس سے دوستی کرسکتے ہو؟"

"تم کہتی ہو تو کوشش کروں گا۔ میرے پاس فرہاد کے تمام فیملی ممبرز کی تصویریں اور ویڈیو فلمیں ہیں۔"

"تصویر کی آنکھوں میں جھانک کر اس کے دماغ میں پہنچ سکو تو بہتر ہے کیونکہ وہ آواز اور لہجہ بدلتا رہتا ہے۔"

"یہ بتاؤ مادام کہ مجھے کرنا کیا ہے؟"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"وہ میرے بھارت دیس کے خلاف سرگرمی دکھا رہا ہے۔ میں چاہتی ہوں' اسے کامیابی نہ ہو۔ اس کی راہوں میں رکاوٹیں پیدا ہوتی رہیں لیکن اسے نقصان نہ پہنچے۔"

"واہ' کیا عشق ہے مادام! ایک سوال کا جواب چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ آپ دشمنی سے نہیں محبت سے رکاوٹیں پیدا کررہی ہیں تو پھر آپ خود ہی کیوں نہیں کررہی ہیں؟"

"وہ میری دیس بھگتی نہیں سمجھے گا۔ ناراض ہوجائے گا۔ تم اسے کسی طرح بھارت سے جانے پر مجبور کردو۔"

"اچھی بات ہے' یہی کروں گا۔"

"یہاں بہت رات ہوگئی ہے۔ میں سونے جارہی ہوں۔ کل صبح مجھے کوئی اچھی خبر سناؤ۔"

وہ چلی گئی۔ ایوان راسکا اپنی جگہ سے اٹھ کر ایک الماری کے پاس آیا۔ اسے کھول کر ایک البم نکالی۔ اس البم پر فرہاد لکھا ہوا تھا۔ اس میں میری فیملی کے تمام افراد کی تصویریں تھیں۔ وہ ایک صوفے پر آکر بیٹھ گیا۔ اس کا دل فرحانہ کی طرف لگا تھا۔ اس کے پاس جانا چاہتا تھا لیکن شی تارا کا معمول اور تابعدار تھا' پہلے فرض ادا کرنے پر مجبور تھا۔

وہ البم کھول کر پارس کی تصویر دیکھنے لگا۔ اس کی آنکھوں میں جھانکنے لگا۔ یوں جھانکتے ہوئے اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرلیتا تھا لیکن یہ ایوان راسکا کی خوش نصیبی تھی کہ اس نے محسوس نہیں کیا۔

یہ ایک اتفاق تھا کہ راسکا ایسے وقت پارس کے اندر پہنچا تھا' جب ناگ نے اسے ڈس لیا تھا اور وہ زہریلے نشے کے باعث مدہوش ہو رہا تھا۔ ایوان راسکا اس کے اندر پہنچ کر وقتی طور پر بھول گیا کہ کیوں آیا ہے۔ وہ جوگی اور آفرین کی باتیں سن کر حیران ہو رہا تھا کہ ناگ کے ڈسنے کے بعد بھی وہ زندہ ہے۔ راسکا نے اس کے ریکارڈ میں یہ نہیں پڑھا تھا کہ وہ زہریلا ہے۔ شاید وہ ریکارڈ اس وقت کا ہو' جب پارس کے زہریلے ہونے کا چرچا نہیں ہوا تھا۔

راسکا اس کی اندرونی کیفیت کو سمجھ رہا تھا۔ زہر اسے مار نہیں رہا تھا' اسے انتہائی نشہ پہنچا رہا تھا۔ جس طرح خالص شراب حلق سے اترتے وقت آگ کی طرح جلاتی رہتی ہے' اسی طرح وہ زہر پارس کی رگوں میں پگھلی ہوئی آگ بن کر دوڑ رہا تھا۔ وہ آفرین سے لپٹ کر لڑکھڑاتا ہوا کار کی پچھلی سیٹ پر آکر بیٹھ گیا تھا۔ راسکا اس کے چور خیالات پڑھنے کی کوشش کرنے لگا۔

یہ بھی حیرانی کا مقام تھا کہ پارس کے دماغ کے تہ خانے سے چور خیالات نہیں ابھر رہے تھے۔ کوئی راز کی بات نہیں معلوم ہو رہی تھی۔ شی تارا نے بتایا تھا کہ وہ بھارت کے خلاف سرگرم رہنے کے لیے آیا ہے لیکن اس کا دماغ یہ نہیں بتا رہا تھا کہ وہ کیا کچھ کرنے آیا ہے' ان لمحات میں وہ جو کچھ سوچ رہا تھا' وہی راسکا کو معلوم ہو رہا تھا۔

وہ نشے میں مست ہو کر صرف آفرین کے متعلق سوچ رہا تھا۔ اس کے حسن و جمال پر قربان ہو رہا تھا۔ آفرین اس پر محبت سے قربان ہو رہی تھی کیونکہ پارس نے اس کا علاج کرنے کے لیے خود کو سانپ سے ڈسوایا تھا۔ راسکا بھی یہ معلوم کرکے پارس سے متاثر ہو رہا تھا۔ سوچ رہا تھا' میں بھی فرحانہ سے اسی طرح ٹوٹ کر محبت کروں گا۔ اس قید خانے میں میری زندگی کسی کام کی نہیں ہے۔ اب یہ زندگی فرحانہ کے کام آیا کرے گی۔

پارس آفرین کے ساتھ ہوٹل کے کمرے میں چلا گیا تھا۔ راسکا جب اس کے چور خیالات نہ پڑھ سکا تو اس نے آفرین کے دماغ میں جانا چاہا لیکن اس نے بے چینی محسوس کرتے ہوئے سانس روک لی۔ اس نے خاص طور پر یوگا میں مہارت حاصل نہیں کی تھی لیکن ایک رقاصہ تھی۔ ہر رات مجرا کرتی تھی۔ گھنٹوں رقص کرنے کے باعث اس کی سانس قابو میں رہتی تھی۔ دماغ اتنا حساس ہو گیا تھا کہ فوراً ہی پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرلیتا تھا۔

راسکا ان دونوں سے کچھ معلوم نہ کرسکا۔ اس نے سوچا' کچھ معلوم کرنے کی ضرورت بھی کیا ہے۔ مادام کا حکم ہے کہ میں اسے انڈیا سے باہر جانے پر مجبور کردوں۔ میں پولیس یا انٹیلی جنس کے کسی بڑے افسر کو اس کے پیچھے لگا دوں اور اس پر جھوٹے الزامات بھی لگا دوں تو قانون کے محافظ اسے انڈیا چھوڑنے پر مجبور کردیں گے۔

اس نے سوچا' ابھی یہ محبت کرنے والے ہوٹل کے کمرے میں گئے ہیں انہیں محبت میں مست رہنے کا موقع دینا چاہیے پھر یہ تھوڑی دیر سوئیں گے۔ میں صبح آکر پولیس کو ان کے پیچھے لگا دوں گا۔

وہ فرحانہ کے پاس پہنچنے کے لیے بے چین تھا۔ اس نے البم کو الماری میں رکھ دیا۔ ویڈیو فلم کو وی سی آر میں رکھا پھر اسے ریوائنڈ کرکے ٹی وی کو آن کیا۔ چند لمحوں کے بعد وہ حسینہ اسکرین پر نظر آنے لگی۔ وہ بے خودی کے عالم میں اسے دیکھتا رہا۔ جب اسکرین پر دستاویزی فلم کے دوسرے مناظر دکھائی دینے لگے تو اس نے اسٹاپ کرکے پھر فلم کو ریوائنڈ

کیا۔ پھر فرحانہ کا دیدار کرنے لگا۔ وہ دوسری بار اسکرین سے آؤٹ ہوئی تو اس نے ٹی وی اور ویڈیو کو آف کردیا پھر آرام سے صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر اس کے پاس پہنچ گیا۔

وہ ابھی پارس کے پاس دہلی میں تھا۔ وہاں رات تھی چار بجنے والے تھے۔ ادھر لاہور میں بھی رات کا وقت تھا۔ ایسے وقت سب ہی گہری نیند میں ہوتے ہیں۔ لیکن فرحانہ جاگ رہی تھی۔ اس کے والدین بھی آنگن میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اس کے بھائی شیرو کو پولیس والے قتل کے کیس میں پکڑ کر لے گئے تھے۔

وہ آدھی رات کے بعد کہیں سے ہانپتا کانپتا آیا تھا۔ اس کا تمام لباس بھیگا ہوا تھا۔ باپ نے پوچھا "اتنی رات کو کہاں سے غسل کرکے آرہے ہو؟"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا "وہ ابا! وہ میں پھسل کر نہر میں گر پڑا تھا۔ اس لیے بھیگ گیا ہوں۔ ابھی ایک ضروری کام سے پنڈی جارہا ہوں۔"

وہ ایک بیگ میں اپنا ضروری سامان رکھنے لگا۔ ماں نے کہا "اتنی رات کو جانا کیا ضروری ہے' صبح چلے جانا۔"

"نہیں۔ ابھی جانا ہوگا۔ پولیس میرے پیچھے ہے۔ میرے جانے کے بعد کوئی پوچھے تو کہہ دینا کہ میں۔۔۔"

وہ بولتے بولتے رک گیا۔ دروازے کو باہر سے پیٹا جارہا تھا۔ باپ نے پوچھا "کون ہے؟"

باہر سے آواز آئی "پولیس' دروازہ کھولو۔ شیرو' تم اندر ہو۔ ہمیں پتا ہے۔ دروازہ کھولو۔"

باپ نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔ تھانیدار سپاہیوں کے ساتھ دندناتا ہوا اندر آیا۔ شیرو نے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا "حضور میں تو ابھی آپ کے قدموں میں حاضر ہونے والا تھا۔"

تھانیدار نے کہا "اپنی ماں کے خصم! ہم سے اڑتا ہے۔ میں بڑا پہنچا ہوا بندہ ہوں۔ اڑتے ہوئے پرندوں کو شکار کرلیتا ہوں۔ اسے پکڑلو۔"

حوالدار آگے بڑھ کر اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑی پہنانے لگا۔ ماں نے ہاتھ جوڑ کر پوچھا "داروغہ صاحب! میرے بیٹے نے کیا کیا ہے؟ اس کا قصور کیا ہے؟"

"تیرے بیٹے نے قتل کیا ہے۔ اپنے لباس سے لہو کے دھبے مٹانے کے لیے نہر میں ڈبکی لگا کر آیا ہے۔"

شیرو نے کہا "داروغہ صاحب! میں اپنی ماں کی قسم کھا کر کہتا ہوں' میں نے قتل نہیں کیا ہے' یہ مجھ پر جھوٹا الزام ہے۔"

تھانیدار نے ایک زور کا طمانچہ اس کے منہ پر رسید کیا۔ اسی وقت فرحانہ کمرے سے نکل کر آنگن میں آئی اور بولی "انسپکٹر! آپ ہاتھ اٹھائے اور گالیاں دیئے بغیر بھی اصل مجرم تک پہنچ سکتے ہیں۔"

تھانیدار اسے اور مارنا چاہتا تھا مگر فرحانہ کو دیکھتے ہی پلکیں جھپکانا بھول گیا۔ وہ بلاشبہ اتنی حسین اور پرکشش تھی کہ دو فلم پروڈیوسر اسے آفر دے چکے تھے۔ ڈرامے اسٹیج کرنے والے اس کے پاس آتے رہتے تھے۔ وہ تھانیدار بلا کا عیاش تھا۔ اس نے مونچھوں پر تاؤ دیتے ہوئے کہا "بھئی کمال ہے۔ گدڑی میں لعل ہے۔ اب تو جینا محال ہے۔"

وہ بولی "میرا بھائی ماں کی قسم کھا کر کہہ رہا ہے کہ اس نے قتل نہیں کیا ہے۔ آپ قسم کا اعتبار کریں۔"

وہ مونچھوں کا سرا موڑتے ہوئے مسکرایا اور آہستگی سے بولا "تمہاری قسم اس دل پر ہاتھ رکھ کر کہوگی تو اعتبار آجائے گا۔"

"آپ کی گفتگو کا انداز مناسب نہیں ہے۔"

"اپنے بھائی کے جرم کو دیکھو تو مناسب لگے گا۔ یہ سیدھا پھانسی کے تختے پر چڑھنے والا ہے۔"

ماں چھاتی پیٹ کر رونے لگی۔ باپ تھانیدار کے قدموں میں بیٹھ کر گڑگڑانے لگا۔ فرحانہ نے کہا "عدالت ثبوت کے بغیر سزائے موت نہیں دے گی۔"

"یہ تمہارا بھائی آدھی رات کو غسل کرکے نہیں خون کے دھبے دھو کر آرہا ہے۔ یہ ایک معمولی سا ثبوت ہے ہم اس سے بڑے بڑے ثبوت پیدا کرنا جانتے ہیں۔ سمجھ لو کہ جب تک معاملہ میرے ہاتھ میں ہے' یہ محفوظ ہے۔ پھندے سے اس کی گردن میں ہی چھڑا سکتا ہوں اور اگر یہ معاملہ عدالت تک گیا تو پھر اپنے بھائی کا کفن ابھی سے خرید کر رکھ لو۔"

ماں نے تڑپ کر کہا "نہیں' میرے بیٹے کے لیے ایسی بات زبان پر نہ لاؤ۔ تم بڑے افسر ہو۔ اختیار والے ہو۔ میرے بچے کو چھوڑ دو۔ خدا تمہیں ترقی دے گا۔ مولا تمہارا گھر دولت سے بھر دے گا۔"

اس نے حوالدار سے کہا "اسے لے جا کر حوالات میں بند کرو۔ میں ابھی آرہا ہوں۔"

حوالدار اور سپاہی شیرو کو وہاں سے لے گئے۔ ماں رو رہی تھی۔ تھانیدار نے کہا "یہ سچ ہے کہ شیرو نے قتل کیا ہے۔ ہمارے پاس ثبوت اور گواہ موجود ہیں۔ اسے سزا لازمی ہوگی۔ عمر قید یا سزائے موت لیکن میں نے گھاٹ گھاٹ کا پانی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

پیا ہے۔ بے گناہ کو مجرم اور مجرم کو بے گناہ ثابت کرنا جانتا ہوں۔"

باپ نے اس کے پیروں کو پکڑ کر کہا "ہم آپ کا احسان زندگی بھر نہیں بھولیں گے۔ آپ شیرو کو الزام سے بُری کرا دیں۔ ہمارے پاس نقدی نہیں ہے۔ یہ مکان بیچ کر جو رقم ملے گی' آپ کے قدموں میں رکھ دیں گے۔"

"رقم تو ضرور لوں گا۔ کیونکہ مجھے اوپر والوں کا بھی منہ بند کرنا پڑے گا۔ لیکن ابھی پیشگی نذرانہ کیا ملے گا؟"

ماں نے آنچل کی گرہ کھولتے ہوئے کہا "یہ دس روپے بارہ آنے ہیں' صبح ناشتے کے لیے رکھے تھے' آپ لے جائیں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "دس روپے بارہ آنے میں بیٹے کی زندگی خرید رہی ہو۔ بڑی بھولی ہو۔ تمہاری اس بیٹی کا جواب نہیں ہے۔ کیا کھا کے پیدا کیا تھا؟ یوں لگتا ہے' آنگن میں چاند اتر آیا ہے۔"

فرحانہ نے کہا "میرے بھائی کی گردن پھنسی ہوئی ہے اس لیے ایسی بے ہودہ باتیں کر رہے ہو۔"

"گردن پھنسی ہوتی ہے تب ہی ہم شیر ہوتے ہیں۔ میں سیدھی سی بات کہتا ہوں' صرف تم ہی بھائی کو سزائے موت سے بچا سکتی ہو۔ اسے گھر واپس لا سکتی ہو۔"

ماں نے پریشان ہو کر پہلے تھانیدار کو دیکھا پھر بیٹی کو دیکھا۔ باپ کی گردن شرم سے نہیں اٹھ رہی تھی۔ فرحانہ کی گوری اور گلابی رنگت غصے سے سرخ ہو رہی تھی لیکن وہ غصہ دکھا کر تھانیدار کو دشمن نہیں بنا سکتی تھی۔

وہ فاتحانہ انداز میں چلتا ہوا دروازے تک گیا پھر پلٹ کر بولا "تھانے کے پیچھے میرا ایک کمرا ہے۔ اگر تم صبح سے پہلے اکیلی آؤ گی تو واپسی میں بھائی کو ساتھ لے جاؤ گی۔"

وہ پلٹ کر دروازے سے باہر چلا گیا۔ باپ زمین پر گر کر اپنا سر فرش پر مارنے لگا۔ روتے ہوئے کہنے لگا۔ "یہ پولیس والے فرعون کیوں بن جاتے ہیں۔ کیا ہماری کوئی عزت نہیں ہے۔ میں بیٹی کی گالی کیسے برداشت کروں؟ کہاں جا کر مر جاؤں؟ یا میرے مالک' تو غریب کی بیٹیوں کو جوان کیوں کرتا ہے؟"

فرحانہ نے فرش پر بیٹھ کر باپ کو تھاما اور کہا "سر پٹخنے سے تھانیدار' انسان نہیں بن جائے گا۔ جھوٹے ثبوت اور جھوٹی گواہیاں ختم نہیں ہوں گی۔ ماں کی آہوں اور باپ کے آنسوؤں سے تبدیلی آتی تو یہ دنیا بہت پہلے ہی جنت بن چکی ہوتی۔ ہمیں اسی جہنم میں رہنا ہے۔ چپ ہو جاؤ ابا۔۔۔"

وہ سب چپ ہی تھے۔ دل ہی دل میں تھانیدار کو گالیاں دے رہے تھے لیکن یہ مسئلہ اپنی جگہ قائم تھا کہ بھائی کو حوالات سے کیسے واپس لایا جائے؟

ایوان راسکا نے اس کے تمام خیالات پڑھنے کے بعد سرگوشی کے انداز میں اسے مخاطب کیا "فرحانہ۔۔۔"

فرحانہ دیوار سے ٹیک لگائے فرش پر بیٹھی ہوئی تھی۔ چونک کر سوچنے لگی "کیا ابھی میں نے اپنے اندر اپنا نام سنا ہے؟ یوں جیسے کسی مرد نے سرگوشی میں مجھے پکارا ہو؟"

پھر سرگوشی ابھری "ہاں' میں تمہیں مخاطب کر رہا ہوں۔ میں تمہارا دوست ہوں۔"

وہ دیوار سے لگی ہوئی تھی۔ الگ ہو کر سیدھی بیٹھ گئی۔ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر گھبرا کر سوچنے لگی۔ "یہ۔۔۔ یہ آواز میرے اندر ہے۔ یہ میرے اندر کیا ہو رہا ہے؟"

"گھبراؤ نہیں۔ اس آواز سے نہ ڈرو۔ یہ ایک مددگار کی آواز ہے۔ میں تمہاری تمام مصیبتیں دور کرنے آیا ہوں۔"

"کیا تم کوئی روح ہو؟ مم۔۔۔ مگر روح تو بولتی نہیں ہے۔ تم میرے اندر کیسے بول رہے ہو؟"

"فرحانہ! تم ایک طالبہ ہو۔ تمہیں ٹیلی پیتھی کے متعلق کچھ تو معلوم ہوگا؟"

"آں؟" اس نے چونک کر سوچا پھر کہا "ہاں میں گھبراہٹ میں بھول گئی تھی۔ تم یقیناً ٹیلی پیتھی کے علم سے بول رہے ہو۔"

"ہاں۔ میں یہ علم جانتا ہوں۔ میں نے تمہیں ایک دستاویزی فلم میں دیکھا تھا اور فوراً ہی اس فلم کی ایک ویڈیو کاپی بنالی۔ اب دن رات ٹی وی اسکرین پر تمہیں دیکھتا رہتا ہوں۔ میں کیا کہوں کہ خدا نے تمہیں کیسا بنایا ہے۔ بار بار دیکھنے کے بعد بھی تم نئی لگتی ہو۔"

"پلیز' خدا کے لیے میری ایسی تعریفیں نہ کرو۔ یہ سچ ہے کہ عورت اپنی تعریف سے خوش ہوتی ہے لیکن مجھ پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹ رہے ہیں۔ ایسے میں اپنی تعریف زہر لگ رہی ہے۔"

"بھول جاؤ کہ تم پر کوئی مصیبت آئی ہے۔ تمہارا بھائی حوالات سے ایسے گھر آئے گا جیسے مکھن سے بال نکل آتا ہے۔"

اس نے خوش ہو کر پوچھا "سچ کہہ رہے ہو؟ تم بھائی کو قتل کے الزام سے بُری کرا سکتے ہو؟"

"تمہیں ٹیلی پیتھی کی قوت کا علم نہیں ہے۔ میں تھانیدار کو مرغا بنا دوں گا۔ اس نے تمہیں صبح سے پہلے آنے

کو کہا ہے۔ اٹھو! تھانے چلو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔"

وہ فرش پر سے اٹھ گئی پھر دو قدم چل کر بستر پر گر کر رونے لگی' بڑبڑانے لگی۔ "میں بھی پاگل ہوں۔ اس مصیبت سے پریشان ہو کر کسی غیبی مدد کے لیے سوچتے سوچتے ٹیلی پیتھی کے متعلق سوچنے لگی۔ کسی سے اپنے اندر بولنے لگی۔ اب یوں اٹھ کر جانے لگی تھی جیسے سچ مچ ٹیلی پیتھی کے ذریعے بھائی کو تھانے سے چھڑا لاؤں گی۔"

ایوان راسکا نے کہا "تم پاگل نہیں ہو' خواب و خیال میں کسی کی آواز نہیں سن رہی ہو۔ میں سچ مچ بول رہا ہوں۔ تمہیں ٹیلی پیتھی کا سہارا مل چکا ہے۔ آنسو پونچھو۔ پورے ہوش و حواس کے ساتھ مجھے محسوس کرو۔"

وہ بستر پر اوندھی پڑی ایوان راسکا کی باتیں سن رہی تھی پھر بیٹھ کر آنسو پونچھتے ہوئے بولی "ہاں' مجھے یقین آرہا ہے۔ میں نے دو یا تین برس پہلے ٹیلی پیتھی کے متعلق ایک رسالے میں پڑھا تھا۔ تم بالکل اسی طرح میرے دماغ کے اندر آکر بول رہے ہو۔ کیا واقعی تم میری مدد کرو گے؟"

"ہاں' میں تمہارا دوست ہوں۔ تم یہاں سے نکلو۔ تھانے چلو۔ تمہیں یقین آجائے گا۔"

"دیکھو دوست! تم اجنبی ہو۔ اچانک ایک جادوگر کی طرح آئے ہو۔ اس وقت میں ڈوب رہی ہوں اس لیے تمہارے جیسے اجنبی پر بھروسا کر کے گھر سے اکیلی نکل رہی ہوں۔"

اس نے۔۔۔ ایک چادر اٹھا کر اپنے بدن پر لپیٹی پھر کمرے سے نکل کر آنگن میں آئی۔ ماں باپ نے اسے سر اٹھا کر سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ بولی "بھائی کو لانے جارہی ہوں۔"

باپ نے دونوں ہاتھوں سے منہ ڈھانپ کر روتے ہوئے کہا "میں بیٹے کو بچانے کے لیے یہ بے غیرتی برداشت نہیں کروں گا۔ تیرے واپس آنے سے پہلے میں خودکشی کر لوں گا۔"

وہ باپ کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولی "ابا! تیری بیٹی مر جائے گی پر عزت نہیں دے گی۔ تو خودکشی نہ کرنا۔ میں جیسی پاک دامن جارہی ہوں۔ ویسی ہی بھائی کے ساتھ واپس آؤں گی۔"

وہ بدن پر چادر سنبھالتی ہوئی مکان سے باہر آگئی۔ دور تک تاریکی اور گہرا سکوت تھا۔ لوگ آخرِ شب کی نیند میں گم تھے۔ وہ گلی سے نکل کر سڑک پر آئی۔ اسٹینڈ پر دو تانگے کھڑے ہوئے تھے۔ تین افراد اپنے سروں سے چادریں لپیٹے ایک جگہ بیٹھے سگریٹ پی رہے تھے۔ پینے کا انداز ایسا تھا جیسے چرس کا دم لگا رہے ہوں۔

وہ تینوں ایک نوجوان حسینہ کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔ ایک نے کہا "آؤ بی بی! کدھر جانا ہے؟"

وہ تانگے کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر بولی "تھانے چلو۔"

ایک ہٹے کٹے اُلو کے پٹھے نے سگریٹ کا دم لگاتے ہوئے قریب آکر سرگوشی میں کہا "اتنی رات کو اکیلی کہاں سے آرہی ہو جانِ من! ہمیں بھی اپنے پہلو میں بٹھالو۔"

ایوان راسکا نے کہا "تم آرام سے بیٹھی رہو۔ یہ تمہارے ساتھ بیٹھ نہیں سکے گا۔"

وہ شخص پائدان پر پاؤں رکھ کر تانگے پر آیا پھر فرحانہ کی طرف جھکتے ہی الٹ کر نیچے سڑک پر گر گیا۔ وہ اتنے مصائب اٹھاتی آرہی تھی۔ ہنسنا بھول گئی تھی۔ پہلی بار بے اختیار ہنسنے لگی۔

وہ اپنے کپڑے جھاڑتے ہوئے سڑک پر سے اٹھ کر تیزی سے پھر تانگے پر چڑھا اور چڑھتے ہی الٹ کر پھر سڑک پر آگیا۔ وہاں خالی سڑک پر خالی ڈرم کی طرح لڑھکتا ہوا جانے لگا۔ وہ اٹھنا چاہتا تھا مگر اٹھنے کے بجائے بے اختیار لڑھکتا ہی چلا جارہا تھا۔ اسی کا ایک ساتھی اس کے پیچھے دوڑتا جارہا تھا اور کہتا جارہا تھا "رک جاؤ استاد! لوگ سڑک پر چلتے ہیں اور تم لڑھک رہے ہو؟"

فرحانہ دل کھول کر قہقہے لگا رہی تھی۔ پھر اس نے تانگے والے سے کہا "چلو دیر نہ کرو۔"

تانگہ سڑک پر دوڑنے لگا۔ راسکا نے اس کے پاس آکر پوچھا "خوش ہو؟"

"بہت خوش ہوں۔ ایسا لگتا ہے' مجھ کمزور لڑکی کو بہت بڑی طاقت مل گئی ہے۔ اب کوئی مجھے ہاتھ لگانے کی جرأت نہیں کر سکے گا۔ مجھے بتاؤ' کیا تھانیدار کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک کرو گے؟"

"میری جان! اطمینان رکھو اور آگے آگے دیکھو' ہوتا ہے کیا۔"

"اوہ میں تو بھول گئی۔ امی سے پیسے نہیں لیے۔ تانگے کا کرایہ کیسے دوں گی؟"

"فکر نہ کرو۔ واپسی میں تمہارے پاس نوٹ ہی نوٹ ہوں گے۔ آج سے دنیا کی ہر تجوری تمہارے لیے کھلی رہے گی۔"

وہ تھانے کے سامنے اتر کر تانگے والے سے بولی "انتظار کرو۔ میں واپس جاؤں گی۔"

ایک آدھ گھنٹے میں صبح ہونے والی تھی۔ ابھی اندھیرا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

تھا۔ تھانے کے برآمدے میں ایک سپاہی اسٹول پر بیٹھا اونگھ رہا تھا۔ فرحانہ نے پاس آکر آواز دی تو وہ نیند سے ہڑبڑا کر جاگتے ہوئے اسٹول پر سے گر پڑا پھر جلدی سے اٹھتے ہوئے بولا "کون ہے؟ تم تم کون ہو؟"

"میں شیرو کی بہن ہوں۔ جاؤ تھانیدار کو بلا کر یہاں لاؤ۔"

"تھانیدار تمہارے باپ کا نوکر نہیں ہے۔"

راسکا نے فرحانہ کے ہاتھ کو حرکت دی۔ وہ اسے زور دار طمانچہ مار کر بولی "آئندہ میرے باپ کا نام نہ لینا۔ جا' اور اپنے تھانیدار باپ کو بلا کر لا۔"

راسکا نے سپاہی کو تھانے کے پچھلے حصے کی طرف دوڑا دیا۔ پیچھے ایک کوارٹر میں وہ سو رہا تھا۔ سپاہی نے جاتے ہی اسے لات ماری۔ وہ بھی ہڑبڑا کر اٹھا۔ سپاہی نے اسے دوسری لات مار کر پوچھا "گدھے کے بچے' نائٹ ڈیوٹی کے وقت کیوں سو رہا ہے؟ کیا حرام کی تنخواہ لیتا ہے؟"

تھانیدار غصے سے بپھر کر بولا "ذلیل! کتے! تُو نے مجھے لات ماری ہے۔ میں تجھے مار ڈالوں گا۔"

راسکا نے اس کے اندر پہنچ کر اسے مار پیٹ سے باز رکھا۔ تھانیدار وردی پہننے لگا اور راسکا اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ پتا چلا اس بار قومی اسمبلی کے لیے ایک جاگیردار مقدر علی الیکشن لڑنے والا ہے۔ مقدر علی کی کچھ کمزوریاں اور کچھ سیاسی جرائم کے دستاویزی ثبوت ایک شخص کے پاس تھے۔ اگر وہ دستاویز منظرِ عام پر آجاتی تو مقدر علی کا سیاسی کیریئر ختم ہو جاتا اور وہ لمبی مدت کے لیے جیل چلا جاتا۔

مقدر علی کے ایک دستِ راست نے اس شخص کو قتل کرنے اور اس سے دستاویز حاصل کرنے کے لیے ایک کرائے کے قاتل طوطی شاہ سے سودا کیا۔ اور اسے پچاس ہزار دیے۔ طوطی شاہ نے شیرو اور شیدے کو دو دو ہزار دیے تاکہ واردات کے وقت اس کے ساتھ رہیں۔

واردات ہو گئی طوطی شاہ نے اس شخص کو قتل کیا۔ اس کی الماری توڑ کر تمام دستاویزات نکالیں پھر کہا "شیرو! میں یہ کاغذات لے جا رہا ہوں۔ تم اور شیدے ہوشیاری سے جاؤ۔ تم دونوں کے کپڑوں پر خون کے دھبے ہیں۔ اگر پکڑے گئے تو میں تم دونوں کو بیان دینے سے پہلے ہی ختم کردوں گا۔"

طوطی نے وہ دستاویزات لے جا کر مقدر علی کو دیں۔ تھانیدار اُس سیاستداں کا چمچہ تھا۔ اس نے اس واردات کے سلسلے میں سہولتیں پیدا کی تھیں۔ سیاستداں مقدر علی نے اسے دس ہزار روپے دیے تھے۔ پانچ ہزار اس نے طوطی شاہ سے وصول کیے تھے۔ اب اس نے شیرو اور شیدے سے بھی کچھ وصول کرنے کے لیے دونوں کو حوالات میں بند کر دیا تھا۔

ایوان راسکا نے اس کے خیالات پڑھنے کے بعد وہ پندرہ ہزار اس کی وردی کی جیبوں میں رکھوائے پھر اسے فرحانہ کے سامنے لے آیا۔ وہ ایک کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اسے دیکھ کر بولی "تُو نے مجھے صبح سے پہلے یہاں آنے کو کہا تھا۔ لے میں آگئی۔ میرے بھائی کو چھوڑ دے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "پہلے تمہارے خوبصورت بدن سے ٹیکس وصول کروں گا پھر اسے چھوڑوں گا۔"

"تُو بہت بڑی کرسی پر بیٹھا ہے۔ تیرے پاس اتنی طاقت ہے کہ تُو ہم جیسوں کو پاؤں کی جوتی بنا کر پہنتا ہے۔ کیا تیرے اندر صرف شیطان ہے۔ تھوڑا سا بھی انسان نہیں ہے۔"

"بکواس مت کر اور میرے ساتھ کمرے میں چل۔"

وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اس کے روبرو آئی پھر ایک زور دار طمانچہ رسید کرتے ہوئے بولی "تُو نے ماں کا دودھ پیا ہے تو میرا ہاتھ پکڑ کے دکھا۔"

اس نے جوابی حملہ کرنے کے لیے ہاتھ اٹھانا چاہا مگر نہ اٹھا سکا۔ دوسرا ہاتھ بھی کوشش کے باوجود ذرا سی جنبش نہیں کر رہا تھا۔ وہ بولی "چند گھنٹے پہلے میرے بھی ہاتھ پاؤں تیری طرح کمزور ہو گئے تھے۔ تجھ پر نہیں اٹھ رہے تھے۔ ہم پر خوف طاری تھا۔ تجھے گالیاں دینے کی ہمت نہیں کر رہے تھے۔ اب تو میں تیرے منہ پر تھوک سکتی ہوں۔"

اس نے آخ تھو کہہ اُس کے منہ پر تھوک دیا۔ وہ غصے سے لرز گیا مگر اپنی جگہ سے ہل نہ سکا۔ غصے کے برعکس بے اختیار کہنے لگا۔ "تم نے مجھ پر تھوک کر میرا دل خوش کر دیا ہے۔ اس خوشی میں تمہیں یہ پندرہ ہزار دے رہا ہوں۔"

اس نے دو جیبوں سے بڑے بڑے نوٹ نکال کر اسے پیش کیے۔ وہ لینا نہیں چاہتی تھی' وہ بولا "لے لو۔ یہ رشوت کے روپے ہیں۔ ہم ایسی رشوتیں لے کر قانون کا چہرہ بگاڑتے ہیں۔ تم انہیں واپس لے کر قانون کی حکمرانی قائم کرو۔"

فرحانہ نے وہ نوٹ لے کر چادر میں چھپا لیے پھر اسے حکم دیا۔ "حوالات کا دروازہ کھولو۔"

وہ چابیاں لے کر تھانے کے دوسرے حصے میں جانے لگا۔ فرحانہ اس کے پیچھے تھی۔ شیرو نے بہن کو دیکھ کر پوچھا "تُو۔ تُو یہاں کیوں آئی ہے؟"

تھانیدار تالا کھول رہا تھا۔ وہ بولی "تجھ میں ذرا بھی شرم اور غیرت ہے تو ڈوب مر' تیری بہن حسن و شباب کی رشوت دے کر تجھے رہائی دلانے آئی ہے۔"

شیرو سر جھکا کر شیدے کے ساتھ سلاخوں سے باہر آیا۔ تھانیدار نے فرحانہ کے آگے ہاتھ جوڑ کر کہا "بھائی کو شرم دلانے کے لیے جھوٹ نہ بولو۔ میں تمہیں اپنی چھوٹی بہن سمجھتا ہوں۔ مجھ سے جو زیادتی ہوئی ہے اس کے لیے مجھے معاف کردو۔"

وہ معافی مانگتا ہوا اس کے قدموں میں گر پڑا۔ شیرو اور شیدے حیرانی سے تھانیدار کی عاجزی اور انکساری دیکھ رہے تھے۔ شیرو نے پوچھا "فرحانہ! تم نے ایسا کیا کیا ہے کہ کسی کے سامنے نہ جھکنے والا تمہارے قدموں میں جھک رہا ہے؟"

راسکا نے فرحانہ کے پاس آکر کہا "کسی کو ٹیلی پیتھی کے متعلق نہ بتاؤ۔ سب ہی کو تجسس میں رہنے دو۔"

وہ بولی "بھائی! کوئی کسی کمزور کے سامنے نہیں جھکتا۔ ہمیشہ طاقت جھکاتی ہے۔ میرے اندر بھی کوئی طاقت ہے۔ میں اس طاقت کی وضاحت نہیں کر سکوں گی۔ تم بھی نہ پوچھو۔ صرف اس کا تماشا دیکھو۔"

وہ فرحانہ سے باتیں کرنے کے لیے تھانیدار کے دماغ سے نکلا تو وہ چونک کر فرحانہ کے قدموں سے اٹھ گیا۔ جھینپ کر بولا "وہ میں نے زیادہ پی لی تھی اس لیے گر پڑا تھا۔ فرحانہ میں تنہائی میں تم سے کچھ بولنا چاہتا ہوں۔"

فرحانہ نے بھائی سے کہا' وہ باہر جا کر تانگے میں بیٹھے۔ شیدے بھی اس کے ساتھ چلا گیا۔ تھانیدار نے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا "میں بڑی دیر سے سمجھ رہا ہوں کہ میرا دماغ اور میرے ہاتھ پاؤں میرے اپنے بس میں نہیں ہیں۔ میں جو چاہتا ہوں وہ نہیں کر رہا ہوں اور جو نہیں چاہتا ہوں' وہ کرتا رہا ہوں۔ میں نے اپنے مزاج کے خلاف تمہارا تھوک برداشت کیا۔ میں جو اپنے باپ کو بھی ایک روپیہ نہیں دیتا' تمہیں پندرہ ہزار دے دیے۔ شیرو اور شیدے سے کچھ وصول کیے بغیر انہیں رہا کر دیا۔ تم کیسی بلا بن کر آئی ہو؟ تم نے چند گھنٹوں میں کیسا جادو سیکھ لیا ہے کہ خود با اختیار بن کر مجھے بے اختیار بنا دیا ہے۔"

"تمہارے تمام سوالات کا ایک ہی جواب ہے۔ طاقت کی کوئی حد نہیں ہے اور کوئی سمجھ نہیں ہے۔ میری طاقت تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی۔ تم سوچتے رہو اور کڑھتے رہو۔ آئندہ میرے گھر تو کیا میری گلی میں بھی نہ آنا۔"

وہ منہ پھیر کر شان بے نیازی سے جانے لگی۔ تھانیدار نے سوچا۔ اس کی پشت میری طرف ہے۔ یہ نہیں دیکھ رہی ہے۔ اگر میں ریوالور کے دستے سے اس کے سر پر ضرب لگاؤں تو یہ چکرا کر گر پڑے گی اس کا سارا جادو خاک میں مل جائے گا۔

اس نے ہولسٹر سے ریوالور نکالا۔ اسے نال کی طرف سے پلٹ کر پکڑا اس کے سر پر ضرب لگانے کے لیے بڑھا۔ لیکن بے اختیار اپنی ہی پیشانی پر ضرب لگائی۔ فرحانہ چلتے چلتے رک گئی۔ پلٹ کر اسے دیکھا۔ اس کی پیشانی سے لہو بہہ رہا تھا۔

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا "مجھے معاف کردو' میں تمہیں بے خبر اور غافل سمجھ کر حملہ کرنا چاہتا تھا۔"

وہ سرد لہجے میں بولی "جس ہاتھ سے حملہ کرنا چاہتے تھے۔ اسے گولی مارو۔"

وہ انکار نہیں کر سکتا تھا۔ راسکا اس پر حاوی تھا۔ اس نے بائیں ہاتھ سے ریوالور کو پکڑا پھر دائیں ہاتھ کو گولی مار کر تکلیف کی شدت سے چیخ پڑا۔ دائیں ہاتھ کی کہنی اور کلائی کی درمیانی ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔ ریوالور زمین پر گر پڑا تھا اور وہ ایک ہاتھ سے دوسرا ہاتھ تھام کر ادھر سے اُدھر لڑکھڑا رہا تھا۔

فرحانہ پھر شان بے نیازی سے چلتی ہوئی باہر آئی اور تانگے کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی پھر بھائی سے بولی "کوئی غنڈا موالی میرے ساتھ نہیں بیٹھے گا۔ تم بھائی ہو۔ میں تمہیں سنبھلنے کا موقع دیتی ہوں۔ عادتیں نہیں بدلو گے تو رشتے کا لحاظ کیے بغیر تھانیدار کی طرح تمہیں بھی سزا دوں گی۔"

تانگہ چل پڑا۔ وہ اور شیدے اسے حیرانی سے دیکھتے رہے پھر شیدے نے کہا "یار! تیری بہن نے کوئی جادو سیکھ لیا ہے۔ ذرا سنبھل کر گھر جانا۔"

"وہ چھوٹی ہو کر مجھے ڈانٹ کر چلی گئی ہے۔ جب تھانیدار اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکا تو ہم کس کھیت کی مُولی ہیں۔ ویسے معلوم کرنا ہوگا کہ یہ غضب ناک بلا کیسے بن گئی ہے۔"

ایوان راسکا نے فرحانہ کے پاس آکر کہا "میری جان! میں تمہیں میری جان کہہ رہا ہوں۔ کیا مجھے یہ حق دو گی؟"

وہ خوش ہو کر بولی "میں اپنی ساری زندگی تمہارے نام کردوں گی۔ مگر معلوم تو ہو کہ تم کون ہو؟"

"میں اپنے متعلق سب کچھ بتاؤں گا۔ ابھی ایک اور معاملے میں مصروف ہوں۔ مجھے جانے کی اجازت دو۔ میں شاید ایک آدھ گھنٹے کے بعد آؤں گا۔"

"میں تمہارے جانے کے بعد بے یار و مددگار ہو جاؤں گی۔ اگر تھانیدار انتقامی کارروائی کرے گا تو؟"

"وہ اب تمہارے خلاف کچھ نہیں کرے گا۔ وہ اپنے ہی ہاتھ سے اپنے اوپر گولی چلا کر بری طرح خوف زدہ ہے۔ قسم

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کھا رہا ہے کہ تمہارا نام بھی زبان پر نہیں لائے گا۔ ویسے میں اپنی ہزار مصروفیات کے دوران وقفے وقفے سے تمہاری خیریت معلوم کرتا رہوں گا۔ کبھی مصیبت آئے اور میں نہ رہوں تو مایوس اور خوفزدہ نہ ہونا۔ حوصلے سے میرا انتظار کرتی رہنا۔"

وہ اس سے رخصت ہو کر اس ہوٹل کے ملازم کے پاس آیا جو پارس اور آفرین کے کمرے کے سامنے ایک اسٹول پر بیٹھا تھا۔ اس وقت آفرین دروازہ کھول کر اسے دودھ اور ناشتا لانے کا حکم دے رہی تھی۔ ملازم حکم کی تعمیل کے لیے چلا تو ایوان راسکا اسے لفٹ کے ذریعے نیچے کاؤنٹر پر لایا پھر کاؤنٹر گرل سے بولا "انٹیلی جنس کے چیف کو فون کرو۔ یہاں ایک کمرے میں ایک پُراسرار شخص ایک حسین عورت کے ساتھ ہے۔"

کاؤنٹر گرل نے پوچھا "وہ پُراسرار شخص اور حسینہ کون ہیں اور کس کمرے میں ہیں؟"

"تم پولیس والی بن کر ایسے سوال نہ کرو۔ جس کا کام ہے اسے کرنے دو۔ چیف کو فون کرو۔"

وہ بولی "اسے فون کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ خود صبح سویرے یہاں آدھمکا ہے۔ مجھ سے پوچھ رہا تھا' اس ہوٹل میں مسلمان مسافر کتنے ہیں؟"

راسکا ملازم کے دماغ سے نکل آیا۔ ملازم چونک کر سر کھجاتے ہوئے سوچنے لگا "میں ناشتا لانے چلا تھا۔ ادھر کیوں آگیا؟"

وہ تیزی سے کچن کی طرف چلا گیا۔ راسکا کاؤنٹر گرل کے اندر آیا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ چیف ہوٹل کے منیجر کے کمرے میں بیٹھا ہے۔ اس نے انٹرکام کے ذریعے رابطہ کرنا چاہا۔ اسی وقت چیف آتا ہوا دکھائی دیا۔ لڑکی نے اسے مخاطب کیا۔ "سر! ایک ملازم کہہ رہا تھا کہ کمرا نمبر چار سو سات میں ایک پُراسرار شخص ہے۔"

وہ بولا "رجسٹر دیکھ کر اس کا نام بتاؤ۔"

لڑکی نے رجسٹر دیکھا پھر کہا "اس کا نام پریم کمار ہے اور وہ بمبئی سے آیا ہے۔"

چیف نے خوشی سے کاؤنٹر پر ہاتھ مار کر کہا "ہیر ہی از۔ مجھے اسی مجرم کی تلاش تھی۔"

وہ تیزی سے چلتا ہوا لفٹ کے پاس آیا پھر لفٹ کے ذریعے چوتھی منزل پر پہنچا۔ وہاں پہنچ کر خیال آیا کہ وہ تنہا ہے اور مجرم زبردست ہے۔ اگر اس نے جوابی حملہ کیا تو؟

یہ سوچ کر اس نے جیب سے ریوالور نکال لیا۔ وہ پچھلی رات پارس کو منتقل ہونے والے عکس کے ذریعے دیکھ چکا تھا۔ یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ شی تارا اس کی دیوانی ہے۔ اس بات پر اس نے شی تارا کو دیش دشمن کہا تو اس نے اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا۔ چیف کو ابھی تک وہ دماغی تکلیف یاد تھی۔ وہ بڑی دیر تک سفیر کے کمرے میں درد سے تڑپتا رہا تھا۔ پھر اس نے اپنے بڑوں سے رابطہ کرکے یہ کہہ دیا تھا کہ ایک خیال خوانی کرنے والی خود کو دیش بھگت کہہ کر دھوکا دے رہی ہے اور دیش کے خلاف ایک مسلمان کی مدد کررہی ہے۔ یہودی سفیر نے اس بیان کی تائید کی تھی۔

انٹیلی جنس کا چیف پانچ بجے صبح تک اپنے ماتحت سراغرسانوں کو ہدایات دیتا رہا۔ اس نے انہیں پارس کا حلیہ بتایا اور کہا "وہ شی تارا کی ایک کوٹھی میں چھپا ہوا تھا لیکن ہمیں یہ بتانے کے بعد کوٹھی میں نہیں رہے گا۔ اسے کسی ہوٹل میں تلاش کرو۔"

زلزلے کے بعد اس کے سر میں ایسی تکلیف پیدا ہوئی تھی کہ رہ رہ کر ٹیسیں اٹھتی تھیں۔ وہ ہوٹل میں آکر منیجر کے دفتری کمرے میں بیٹھ کر شراب پیتا رہا تھا۔ اب کاؤنٹر گرل کی رپورٹ سنتے ہی لفٹ کے ذریعے پارس کے کمرے کے سامنے پہنچ گیا تھا۔ ایوان راسکا نے اس کے ذریعے دروازے پر دستک دی اندر سے آفرین نے پوچھا "کون؟"

اس نے بڑے رُعب سے کہا "پولیس۔"

اندر خاموشی چھا گئی۔ وہ دروازے کو پیٹ کر گرج دار آواز میں بولا "میں انڈین انٹیلی جنس کا چیف حکم دے رہا ہوں۔ دروازہ کھولو۔ فرار کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ یو پارس سن آف فرہاد علی تیمور! یو آر انڈر اریسٹ۔"

بند دروازے کے پیچھے کمرے کے اندر آفرین پریشان ہوگئی۔ اس نے سر گھما کر بستر کی طرف دیکھا۔ وہاں پارس گہری نیند میں تھا۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کی نیند میں خلل پڑے۔ کوئی اور ہوتا تو اسے ٹال دیتی لیکن وہاں تو پولیس معاملہ تھا اور پولیس ٹلنے والی نہیں تھی۔

وہ دروازے کے قریب آکر دھیمی آواز میں بولی "آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ یہاں کوئی پارس نام کا آدمی نہیں ہے۔ میرے پتی سو رہے ہیں۔ پلیز شور نہ مچائیں۔"

وہ بولا "اگر یہاں مجرم نہیں ہے تو کوئی بات نہیں۔ ہم اپنی تسلی کریں گے۔ دروازہ کھولو۔"

وہ فکرمندی سے سوچنے لگی پھر ایک کرسی اٹھا کر دروازے کے پاس لے آئی۔ اس پر چڑھ کر اس روشندان سے جھانک کر دیکھا۔ وہاں پولیس نظر نہیں آرہی تھی۔ صرف ایک شخص سادے لباس میں ایک ریوالور لیے کھڑا تھا۔

وہ جانتی تھی کہ انٹیلی جنس والے سادہ لباس میں رہتے ہیں پھر بھی اس نے پوچھا "تم کون ہو؟"

چیف نشے میں جھوم رہا تھا۔ سوال سن کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ وہ بولی "میں اوپر سے بول رہی ہوں' تمہارے سر پر ہوں۔"

وہ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر بولا "اوہ تم! تم پھر دھوکا دینے کے لیے میرے دماغ میں آئی ہو۔ چلی جاؤ۔ تم دیش بھگت نہیں ہو۔ ایک مسلمان سے عشق کرتی ہو۔ چلی جاؤ۔"

اس کے دماغ میں ایوان راسکا تھا۔ اس نے کہا "عجیب گدھا چیف ہے۔ مجھے عورت سمجھ رہا ہے۔ ابے میں مرد ہوں۔"

وہ بولا "پہلے تم دیش بھگت بن کر دھوکا دے رہی تھیں۔ اب مرد بن کر دھوکا دے رہی ہو۔ میں فریب میں نہیں آؤں گا۔"

"تم نے اتنی شراب کیوں پی ہے؟ اب تمہیں کیسے سمجھاؤں کہ میں ہی تمہیں اس کمرے کے سامنے لایا ہوں اور میں عورت نہیں ہوں۔"

آفرین نے روشندان سے کہا "اے شرابی! یہ تو مرد عورت کی کیا باتیں کررہا ہے؟ کیا میری آواز تجھے مرد جیسی لگ رہی ہے؟"

چیف نے پھر اپنے سر کو تھام کر کہا "دیکھو دیکھو' تم پھر مرد کی آواز چھوڑ کر عورت کی آواز میں بول رہی ہو۔"

ایوان راسکا نے کہا "لعنت ہے تم پر۔ ارے اوپر روشندان کو دیکھو۔ تمہاری بہن بول رہی ہے۔ وہ اُدھر ہے' میں اِدھر ہوں۔"

وہ سر اٹھا کر روشندان کی طرف دیکھتے ہوئے توازن قائم نہ رکھ سکا۔ لڑکھڑا کر گر پڑا۔ ریوالور ہاتھ سے چھوٹ کر دور فرش پر چلا گیا۔ آفرین یہ دیکھتے ہی فوراً کرسی سے اتر گئی۔ اسے ایک طرف ہٹا کر دروازہ کھولتے ہی لپک کر ریوالور کے پاس گئی۔ پھر اسے اٹھا کر بولی "خبردار! منہ سے آواز نہ نکالنا۔ ورنہ گولی ماردوں گی۔ اندر کمرے میں چلو۔"

وہ اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ لڑکھڑاتا ہوا کمرے میں آیا۔ آفرین نے دروازے کو اندر سے بند کرلیا پھر دھیمی آواز میں کہا "میرا پتی تھکا ہوا ہے۔ اسے آرام سے سونے دو۔ اگر تمہاری وجہ سے اٹھے گا تو میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

راسکا نے کہا "میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا' اس شرابی افسر کے اندر ہوں۔ اگر میں تم دونوں کو جیل پہنچانا چاہوں تو دوسرے پولیس افسران اور سپاہیوں کو یہاں بلا سکتا ہوں۔"

وہ بولی "بلانے سے پہلے یاد رکھنا میرے ہاتھ میں ریوالور ہے۔ اس افسر کے ساتھ دوسرے افسروں کو بھی ختم کردوں گی۔"

"میں جانتا ہوں' تم پارس کے لیے ہزاروں قتل کردگی کیونکہ اس نے تمہاری خاطر خود کو سانپ سے ڈسوایا ہے۔ تمہیں کینسر کے موذی مرض سے نجات دلانے کے لیے اپنی زندگی داؤ پر لگائی تھی۔ میں تم دونوں۔۔۔"

اس کی بات ادھوری رہی۔ پارس نے کروٹ بدلتے ہوئے پوچھا "کون ہے؟"

وہ جلدی سے قریب آکر بولی "کوئی نہیں ہے۔ تم آرام سے سوتے رہو۔"

وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ آفرین کے ہاتھ میں ریوالور دیکھ کر بولا "کمال ہے۔ کیا تم نے افسر سے ریوالور چھین لیا ہے؟"

وہ بولی "یہ نشے میں ہے لیکن اس کے اندر ایک خیال خوانی کرنے والا ہے۔ اس کمبخت کے بولنے سے تمہاری آنکھ کھل گئی۔"

راسکا نے کہا "اچھا ہے آنکھ کھل گئی۔ مجھے پارس سے باتیں کرنے دو۔ تم ایک افسر کو پکڑ کر کیا کروگی؟ ریوالور کی چھ گولیاں ختم ہونے کے بعد پارس کو کیسے بچاؤگی؟ مسٹر پارس! میں دشمنی کررہا ہوں مگر تمہارا دوست ہوں۔"

پارس نے پوچھا "یہ کیسی دوستی کا دعویٰ ہے کہ دشمنی بھی کررہے ہو؟"

"بالکل اسی طرح جیسے مادام تم سے محبت بھی کرتی ہیں اور دیس کی خاطر تھوڑی دشمنی بھی۔"

"اچھا اب سمجھا' تم ایوان راسکا ہو۔"

"جی ہاں۔ تم نے خوب پہچانا۔ بھئی' تم بڑے خوش نصیب ہو۔ تمہیں مادام بھی دل و جان سے چاہتی ہیں اور یہ آفرین بھی تمہارے لیے پولیس والوں سے لڑ پڑتی ہے۔"

"پہلے اپنی مادام کی باتیں کرو۔ کیا اس نے تمہیں میری نگرانی پر مامور کیا ہے؟"

"جی ہاں۔ تاکید کی ہے کہ تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچے اور تم یہاں سے پریشان ہو کر دوسرے ملک چلے جاؤ۔"

"اچھا تو تم اس چیف کے ذریعے مجھے پریشان کرنے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

آئے ہو؟ تمہارا خیال ہے پولیس والوں کے ذریعے رکاوٹیں پیدا کرتے رہو گے تو میں یہ دیس چھوڑ کر چلا جاؤں گا؟"

"میں تو نہیں سمجھتا کہ فرہاد کا بیٹا ایسی پریشانیوں سے بھاگ جائے گا۔ مادام کو بھی ایسا نہیں سمجھنا چاہئے ویسے میری عقل کہتی ہے کہ بات کچھ اور ہے۔"

"ذرا مجھے بھی بتاؤ، تمہاری عقل کیا کہتی ہے؟"

"یہ کہ میرے ذریعے وہ تمہاری مصروفیات کا علم رکھنا چاہتی ہیں۔ یہ جانتی ہیں کہ تم مضبوط ارادے کے مالک ہو۔ جو سوچ کر آئے ہو، وہ کرکے جاؤ گے لیکن اپنے یہ معاملات مادام سے چھپاتے رہو گے اور خود چھپتے رہو گے۔ وہ محبت کرنے والی تمہیں اپنی نظروں میں رکھنا چاہتی ہے۔"

"ایسا میں نہیں چاہتا۔ آئندہ میں تمہیں بھی اپنے قریب نہیں آنے دوں گا۔"

"میں دوست بن کر تم سے رابطہ رکھنا چاہتا ہوں۔"

"تم اس کے معمول اور تابعدار ہو۔ میرے دوست سے زیادہ اس کے وفادار رہو گے۔ دوستی تمہارے اختیار میں نہیں رہے گی۔"

"سچ کہتے ہو لیکن میں تمہیں بہت چاہتا ہوں۔ تم نے آفرین کی خاطر خود کو ناگ سے ڈسوا کر میرے اندر محبت کی آگ بھڑکا دی ہے۔ میں ایک لڑکی سے محبت کرتا ہوں۔ تمہاری طرح قربان ہو جانے والی محبت کرتا ہوں۔ اس کی قسم کھا کر کہتا ہوں تم سے کبھی دھوکا نہیں کروں گا۔ کیا تم میرے جذبوں کو سمجھتے ہوئے مجھے تنویمی عمل کے سحر سے نکال سکتے ہو؟"

"میں چاہوں تو تمہیں اس روسی محل کی قید سے بھی نکال لاؤں لیکن ہم اپنے بزرگ جناب تبریزی صاحب کی ہدایات پر عمل کرتے ہیں۔ تم ان سے رجوع کرو۔ اللہ نے چاہا تو تمہیں جسمانی اور دماغی دونوں قید سے رہائی مل جائے گی۔"

"میں ضرور ان سے رجوع کروں گا۔ فی الحال مشورہ دو، تمہارے سلسلے میں مادام سے کیا کہوں؟"

"سیدھی سے بات کہہ دو۔ میں تمہاری سوچ کی لہروں کو اپنے اندر آنے نہیں دیتا ہوں اور تم خیال خوانی کے بغیر میرا سراغ نہیں پاؤ گے۔ میں یہاں سے جا رہا ہوں۔ تم اس شرابی افسر کو یہاں سلا دو۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ پارس نے ریسیور اٹھا کر پوچھا "ہیلو؟"

"سر! میں ہومر بول رہا ہوں۔ کل رات میں نے ہوٹل کے ایک ملازم کو آپ کی خدمت کے لیے دروازے پر بٹھایا تھا۔ اس نے ابھی فون پر بتایا ہے کہ آپ نیند سے بیدار ہو گئے ہیں۔ میرے لائق کوئی خدمت؟"

"میرے اور آفرین کے لیے لباس اور گاڑی لے آؤ۔ نیچے انتظار کرو۔ میں بلا لوں گا۔"

وہ ریسیور رکھ کر بولا "راسکا، پروگرام بدل گیا۔ اس افسر کو یہاں سے لے جاؤ۔ ہم بعد میں جائیں گے۔"

وہ انٹیلی جنس کا چیف وہاں سے اٹھ کر چلا گیا۔ اس کے ساتھ ایوان راسکا بھی چلا گیا۔ پارس دروازے کو اندر سے بند کرکے آفرین کے پاس آیا پھر اسے دونوں بازوؤں میں اٹھا لیا۔

کمرے میں ریڈیو ریکارڈر سے موسیقی آن ہو کر گونجنے لگی۔ پارس کی باتیں، گھاتیں اور آفرین کی مترنم ہنسی وہاں کی محدود فضا میں گونجنے لگی۔

ذرا دیر بعد آفرین دوبارہ بیہوش ہو گئی تھی۔

اس نے ریسیور اٹھا کر کاؤنٹر گرل سے رابطہ کیا پھر کہا "میرے ایک ملاقاتی مسٹر ہومر وہاں ہیں، انہیں بھیج دو۔"

وہ ریسیور رکھ کر ایک کاغذ پر ضروری دواؤں کے نام لکھنے لگا۔ پھر دروازے پر دستک ہوئی اس نے دروازہ کھولا۔ ہومر نے ایک بیگ اسے دیتے ہوئے کہا "اس میں لباس کے علاوہ شیونگ کا اور میک اپ کا بھی سامان ہے۔ میں نے سوچا کل رات آپ کا عکس دیکھا گیا ہے۔ شاید آپ چہرہ بدلنا چاہیں گے۔"

وہ بیگ لے کر بولا "شاباش ہومر! تم بہت سمجھ دار ہو۔ یہ پرچی لو اور ابھی دوائیں لے آؤ۔"

وہ پرچی لے کر چلا گیا۔ پارس شیو کرنے لگا۔ آفرین کے دوسری بار بے ہوش ہونے سے یہ اچھی طرح سمجھ میں آگیا تھا کہ وہ ایب نارمل ہو گیا ہے۔ ناگ کے زہر کا توڑ کرنے کے لیے صرف اسے ہی نہیں آفرین کو بھی دواؤں کی ضرورت ہے۔

اس بار بیہوشی کا وقفہ کم رہا۔ آدھے گھنٹے میں ہی اس نے آنکھیں کھول دیں۔ پارس نے قریب آکر کہا۔ "میں تم پر ظلم کر رہا ہوں۔"

وہ بڑی کمزوری سے مسکرا کر بولی "مریض کا علاج کرنے کے لیے ڈاکٹر کو کبھی کبھی ظالم بننا پڑتا ہے۔ اللہ کرے میں تمہاری خدمت کے لیے زندہ رہوں۔"

"میں ایک خانہ بدوش ہوں۔ میرے متعلق زیادہ نہ سوچو۔ ہم اچانک ملے ہیں۔ اچانک بچھڑ بھی سکتے ہیں۔"

"یعنی میں پھر بے یار و مددگار ہو جاؤں گی۔ مجھے پھر محتاجی اور مجبوری سے زندگی گزارنی ہوگی۔"

"ایسا نہیں ہوگا۔ تمہارے پاس اتنی دولت ہوگی کہ دوسرے تمہارے محتاج رہیں گے۔ تم ایک شاندار کوٹھی میں رہو گی اور تمہاری حفاظت کے لیے مسلح گارڈز رہا کریں گے۔"

ملازم ناشتا اور گرم دودھ لے آیا۔ وہ ناشتا کرنے کے بعد میک اپ کے ذریعے چہرے پر معمولی تبدیلیاں لانے لگا۔ آفرین نے غسل کیا پھر لباس بدل کر آئینے میں دیکھتے ہوئے کہا۔ "ہومر بہت سمجھ دار ہے۔ بالکل میرے ناپ کا لباس لایا ہے۔ کیسی لگ رہی ہوں؟"

وہ اسے دھڑکنوں سے لگا کر بولا "بہت خوبصورت ہو۔ میں کوشش کروں گا کہ تم سے بچھڑنے نہ پاؤں۔"

"میں تمہیں یہ نہیں کہوں گی کہ بیوی بناؤ۔ کنیز بنا کر تو ہمیشہ رکھ سکتے ہو؟"

"ہم نہیں جانتے کہ آئندہ ہمارے مقدر میں کیا لکھا ہے۔ فی الحال میں ایک پاکستانی سے ملنے جا رہا ہوں۔"

"میں بھی چلوں گی۔"

"وہاں تمہارا کوئی کام نہیں ہے۔ پھر بھی میں چاہوں گا کہ میری آفرین میرے ساتھ رہے اور لوگ حسن کی مورت کو میرے ساتھ دیکھ کر ٹھنڈی آہیں بھرتے رہیں۔"

وہ اپنی تعریفیں سن کر خوش ہو رہی تھی۔ دنیا کی ہر عورت اپنی تعریفیں سن کر خوش ہوتی ہے اور آفرین کا حسن و جمال صحیح معنوں میں مستحق تھا کہ اس اداؤں بھری حسینہ پر خوب خوب شاعری کی جائے۔

وہ ہوٹل سے باہر آکر کار میں بیٹھ گئے۔ ہومر نے کار آگے بڑھائی۔ پارس نے کہا "ملک بشیر کے پاس چلو۔"

ہومر نے ڈرائیو کرتے ہوئے کہا "راجر اس کے بنگلے کی نگرانی کر رہا ہے۔ اس کی رپورٹ کے مطابق بنگلے میں ملک بشیر کے علاوہ ایک مسلح گارڈ اور ایک گھریلو ملازم ہے۔"

"وہاں پہنچتے ہی راجر کو بلا کر مسلح گارڈ کو خاموشی سے ٹھکانے لگا دو۔ ملازم کو کسی کمرے میں بند کر دو۔ اس دوران کسی کی آواز بنگلے سے باہر نہ جائے۔"

"آل رائٹ سر! رپورٹ کے مطابق ایک سیاسی ایجنٹ دھرم راج اس سے ملاقات کے لیے آرہا تھا۔ ہمارے آدمیوں نے اس کا راستہ روک دیا ہے۔ اب آپ دھرم راج ہیں۔"

کار بنگلے کے گیٹ پر پہنچ گئی۔ دربان کو معلوم تھا کہ دھرم راج ملاقات کے لیے آرہا ہے۔ اس نے گیٹ کھول دیا۔ کار پورچ میں آکر رک گئی۔ وہ تینوں کار سے باہر آئے۔ مسلح گارڈ نے بنگلے کا دروازہ کھول کر ان کا سواگت کیا۔ انہیں اندر ڈرائنگ روم میں لے کر آیا پھر کہا "آپ یہاں بیٹھیں۔ ملک صاحب آرہے ہیں۔"

وہ چلا گیا۔ ڈرائنگ روم قیمتی سامان آرائش سے سجا ہوا تھا۔ پارس نے زیرِ لب کہا "آفرین! ہم پاکستانیوں کی عزت کرتے ہیں۔ میرے پاپا پیدائشی پاکستانی ہیں۔ لیکن اس ملک میں حرام خوروں کی کمی نہیں ہے۔ ابھی ہم ایک ایسے ہی ..."

بات ادھوری رہ گئی۔ وہ حرام خور ڈرائنگ روم میں داخل ہوا۔ دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا "نمستے دھرم راج جی!"

پارس نے کہا "نمستے! ویسے آپ مسلمان ہو کر نمستے کہہ رہے ہیں۔ آپ کو کسی ہندو سے مل کر آداب کہنا چاہئے۔"

"دھرم جی! کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہندو مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ ہم ویڈیو پر ہندوستانی فلمیں دیکھتے ہیں۔ آپ لوگوں کے رسم و رواج اور آپ کی تہذیب ہمیں بہت اچھی لگتی ہے۔"

وہ سامنے صوفے پر آکر بیٹھ گیا۔ پارس نے کہا "مجھے تو مسلمانوں کی تہذیب بالکل اچھی نہیں لگتی۔ اگر میں یہ کہوں کہ پاکستانی بیہودہ ہوتے ہیں تو کیا آپ برا مان جائیں گے؟"

وہ دانت نکال کر ہنستے ہوئے بولا "اچھے برے تو ہر جگہ ہوتے ہیں۔ ہاں مگر ہمارے ملک میں کچھ زیادہ ہیں۔ ویسے ہمیں کام کی باتیں کرنا چاہئیں۔"

"آپ بتائیں! کیا کہنا چاہتے ہیں؟"

ملک بشیر نے کہا "میں یہودی سفیر سے ملاقات کر چکا ہوں اور میں نے اپنے پارٹی لیڈر کا پیغام انہیں دے دیا ہے۔"

"ہم بھی تو سنیں پیغام کیا ہے؟"

"یہی کہ امریکا سے ہمارے معاملات طے ہو گئے ہیں۔"

پارس نے کن انکھیوں سے دیکھا۔ ہومر نے سگنل دے کر ڈرائنگ روم کے دروازے کو بند کر دیا تھا۔ ملک بشیر نے کہا۔ "میں بھارت کے ساتھ یہ تحریری معاہدہ کرنے آیا ہوں کہ ہماری حکومت پاکستان میں ایٹم بم نہیں بنائے گی۔ میں یہ

مطالعہ کیجئے امتحان میں زیادہ نمبر بڑھانے کیلئے ایک بے حد کارآمد نفسیاتی کتاب

امتحان میں کامیابی حاصل کیجئے

قیمت ۱۵/ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

مکتبۂ نفسیات پوسٹ بکس نمبر ۹۴۳ کراچی نمبر ۱

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

معاہدہ یہاں سے سوئزرلینڈ لے جاؤں گا۔ وہاں اس پر ہمارے پارٹی لیڈر کے دستخط ہوجائیں گے۔"

پارس نے پوچھا۔ "علامہ اقبال نے جو ایک خوددار شاہین کے حوالے سے پاکستان کا خواب دیکھا تھا' وہ درست تھا یا تم لوگوں کی موجودہ سیاست درست ہے؟"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا "دھرم جی! آپ سے کیا چھپا ہے؟ ہم اقبال اور جناح کو کب مانتے ہیں۔ انہوں نے پاکستان بنایا' ہندوؤں کا دل دکھایا۔ ہم ہندوؤں کو دل سے لگا رہے ہیں۔ ہم آپ لوگوں کو دوست بنا کر ہی پاکستان میں ہندو دوست حکومت قائم کرسکتے ہیں۔"

"تم کیا سمجھ کر امریکا' اسرائیل اور بھارت سے ایسے معاہدے کررہے ہو۔ کیا پاکستان تمہارے باپ کا ہے؟"

وہ چونک کر سیدھا بیٹھ گیا پھر بولا "دھرم جی! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

پارس نے کہا "اگر تم زمین کا کوئی ٹکڑا بیچنے آؤ تو میں کیا ساری دنیا پوچھے گی' کیا وہ زمین تمہارے باپ کی ہے؟ تمہیں زمین کے کاغذات دکھا کر ثابت کرنا ہوگا کہ تم اسے بیچنے کے حقدار ہو۔"

"پاکستان میں بہت سارے سیاستدان' وڈیرے اور جاگیردار ہیں۔ وہاں کی زمینوں کے مالک ہیں۔ لہٰذا وہ اپنی زمینیں کسی کے پاس بھی گروی رکھ سکتے ہیں یا بیچ سکتے ہیں۔"

"وہ زرعی اعتبار سے جاگیرداروں اور وڈیروں کی زمینیں ہیں لیکن سیاسی اور مذہبی اعتبار سے وہ کلمہ پڑھنے والے عوام کا ملک ہے جسے تمام جاگیرداروں نے ۱۹۴۷ء میں تسلیم کیا۔ وہ اپنی زمینوں میں فصل اگا سکتے ہیں' محل بنا سکتے ہیں' ملیں لگا سکتے ہیں لیکن یہ زمین کسی غیر ملکی کو نہیں بیچ سکتے۔"

"دھرم جی! یہ آپ کہاں کی بحث لے کر بیٹھ گئے۔ ایسا لگتا ہے آپ کے اندر کسی محبِ وطن پاکستانی کی روح سما گئی ہے۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر بولا "حقیقت یہی ہے۔ ان لمحات میں میرا باپ میرے اندر سمایا ہوا ہے۔"

اس نے گھوم کر اس کے منہ پر ایک ٹھوکر ماری۔ وہ صوفے پر سے لڑھکتا ہوا زمین پر گرا پھر جلدی سے اٹھ کر منہ پر ہاتھ رکھ کر دیکھا۔ اس کے منہ سے لہو رِسنے لگا تھا۔ بڑی زبردست ٹھوکر تھی جبڑے بری طرح دکھ رہے تھے۔ وہ حیرانی اور پریشانی سے بولا "یہ ــــــ یہ کیا حرکت ہے۔ میں بھارتی وزارتِ خارجہ سے تمہاری شکایت کروں گا۔"

"اگر شکایت کرنے کے قابل رہو تو اپنے ہندو' یہودی اور عیسائی باپوں کے پاس ضرور جانا۔"

اس نے ایک ہاتھ منہ پر رسید کیا۔ وہ فولادی ہاتھ ہتھوڑے کی طرح پڑا تھا۔ وہ چکرا کر گر پڑا۔ اگرچہ جسمانی طور پر صحت مند تھا۔ مقابل کوئی عام سا آدمی ہوتا تو وہ لڑ پڑتا لیکن منہ پر پڑنے والی ایک ٹھوکر اور ہتھوڑے نے اسے پیروں میں کھڑے ہونے کے قابل نہیں چھوڑا۔

پارس نے اس کے دائیں ہاتھ کی انگلیوں میں اپنی انگلیاں ڈال کر کہا "تم اس ہاتھ سے معاہدہ تحریر کرتے ہو۔ پاکستان اور وہاں کے عوام کی قسمت کا فیصلہ لکھتے ہو۔ اب کبھی نہیں لکھ پاؤ گے۔"

اس نے پنجے میں جکڑ لیا۔ وہ چیخنے لگا۔ یوں لگ رہا تھا لوہے کی سلاخوں میں انگلیاں پھنس کر ٹوٹ رہی ہیں پھر پارس نے ایک جھٹکا دیا تو چاروں انگلیوں کی ہڈیاں کڑکڑاہٹ کی آواز کے ساتھ ٹوٹ گئیں۔ وہ اسے چھوڑ کر الگ ہوگیا۔

ملک بشیر فرش پر پڑا تکلیف کی شدت سے تڑپ رہا تھا۔

پارس نے کہا "تم جیسے لوگوں نے ہی پاکستان کا ایک بازو توڑا تھا۔ چار انگلیوں کے بغیر تمہارا بھی ایک بازو ناکارہ ہوچکا ہے۔ میں نے یہودی سفیر کو مہلت دی تھی۔ وہ جاچکا ہے۔ تمہیں بھی بارہ گھنٹے کی مہلت دے رہا ہوں۔ پاکستان جاؤ اور خود کو قانون کے حوالے کردو۔ ورنہ جہاں بھی رہو گے' وہاں موت لازمی آئے گی۔ تمہارے پارٹی لیڈر کا بھی ایک بازو توڑ دیا جائے گا۔"

وہ دروازہ کھول کر ڈرائنگ روم سے بیڈ روم میں آیا۔ وہاں تمام سامان کی تلاشی لینے کے دوران اس کے بیوی بچوں کی تصویریں اور چند اہم دستاویزات ملیں۔ اس کی بیوی لاہور میں تھی۔ بچے کینیڈا میں تھے۔ وہ اپنی بیوی کے ساتھ ہر ماہ بچوں سے ملنے کے لیے کینیڈا جاتا تھا۔ پاکستان کو کمزور بنا کر پوری فیملی عیش کررہی تھی۔ پتا نہیں ایسے کتنے سیاسی دلال پوری فیملی کے ساتھ یورپ اور امریکا میں عیش کررہے تھے۔

وہ اہم دستاویزات کو جلانے لگا۔ آفرین نے کہا "اسے جلانا نہیں چاہیے۔ اسے پاکستان کے کسی ذمے دار سیاستدان کے پاس بھیج دینا چاہیے۔"

"ایسا کوئی سیاستدان ان دستاویزات کے ذریعے سخت اقدامات کرنا چاہے گا تو امریکا کو ناگوار گزرے گا۔ امریکا ایک سیاسی ملک الموت ہے۔ یہ ہمیشہ اپنے ناپسندیدہ سیاستدانوں کی روحیں قبض کرتا ہے۔ جب وہ پاکستان کے کلیدی فیصلوں پر اثر انداز ہوسکتا ہے تو یہ دستاویزات کیا چیز ہیں۔"

وہ انہیں جلا کر آفرین کے ساتھ باہر آیا پھر کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ ہومر نے گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے کہا "سر! ابھی راجر نے بتایا ہے' شام چار بجے کی فلائٹ میں ہماری سیٹیں ہوگئی ہیں۔ ہم ایک گھنٹے میں سری نگر پہنچ جائیں گے۔"

آفرین کا دل خوشی سے دھڑکنے لگا۔ وہ چودہ برس کی عمر میں گھر سے بے گھر اور وطن سے بے وطن ہوئی تھی۔ اب پانچ برس بعد کشمیر کی زمین پر قدم رکھنے والی تھی۔ ہومر انہیں ایک اسپتال میں لے آیا۔ وہاں ڈاکٹر نے آفرین کا معائنہ کیا۔ پارس نے ڈاکٹر سے کہا "اسے سانپ نے ڈس لیا تھا۔ زہر کے توڑ کے لیے یہ دوائیں اور انجکشن لایا ہوں۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو یہ انجکشن لگادیں۔"

ڈاکٹر نے کہا "پرفیکٹ دوائیں ہیں۔ تم نے ایسی دواؤں کے متعلق کہاں سے معلومات حاصل کی ہیں؟"

"یہ میرا مشغلہ ہے۔ میں دواؤں کے متعلق معلومات حاصل کرتا رہتا ہوں۔"

اس نے آفرین کو انجکشن لگایا اور پارس کی لائی ہوئی دوائیں کھانے کی ہدایات کیں پھر وہ اسپتال سے پاشا کے بنگلے میں آگئے۔ وہاں ہومر نے پارس کو وہ انجکشن لگایا جس کے ذریعے وہ پہلے کی طرح رفتہ رفتہ نارمل ہوجاتا۔

وہ لندن کے ایک مشہور اخبار کا صحافی بن کر کشمیر جارہا تھا۔ اپنے نئے پاسپورٹ کے مطابق میک اپ کرنے لگا۔ پاشا اسی اخبار کے ایک فوٹوگرافر کی حیثیت سے میک اپ کرکے تیار بیٹھا تھا۔ اسے ملکۂ حسن مس ایشیا کی فکر تھی۔ وہ اس کی تلاش میں کشمیر پہنچنے کے لیے بے چین تھا۔

اس نے کہا "پارس بھائی! ہمیں جانے سے پہلے اس حسینہ کے ماں باپ سے مل لینا چاہیے۔"

"کیوں مل لینا چاہیے؟ اسے اغوا کرنے والے پہلوان کے پنجے سے چھڑا کر لانے سے پہلے رشتہ مانگو گے تو اس کے ماں باپ کبھی تمہیں داماد نہیں بنائیں گے۔"

"میں اپنی بہادری کا کارنامہ دکھانے سے پہلے رشتہ نہیں مانگوں گا۔ صرف اس کی تصویر طلب کروں گا۔ ہم اسے تصویر کے بغیر کیسے پہچانیں گے؟"

"اوّل تو اس کے ماں باپ بمبئی میں ہیں۔ ملاقات نہیں ہوسکے گی۔ دوسری بات یہ کہ ملکۂ حسن مس ایشیا کو عقل سے پہچان سکتے ہو۔ عقل وہاں جسے کہہ دے کہ وہ سب سے زیادہ حسین ہے' وہی ملکۂ حسن ہوگی۔ ایک اور پہچان یہ ہے کہ اس کے ساتھ کوئی قد آور پہلوان ہوگا۔ وہی اغوا کا مجرم اور تمہارا رقیب ہوگا۔"

"درست کہتے ہو۔ میں اسے عقل سے پہچانوں گا اور طاقت سے حاصل کروں گا۔ بس تم مجھے گائیڈ کرتے رہو۔"

اسی وقت پارس نے پرائی سوچ کی لہریں محسوس کیں۔ ایوان راسکا کی آواز سنائی دی "پلیز سانس نہ روکنا۔ میں دو چار ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

"اگر وہ باتیں شی تارا کے متعلق ہوں گی تو میں سانس روک کر تمہیں بھگادوں گا۔"

"پلیز مسٹر پارس! تم مادام کو دل و جان سے چاہتے ہو۔ وہ بھی تمہیں چاہتی ہیں اور ـــــ"

میں نے بات کاٹ کر کہا "اس سے کہو اپنا موبائل نمبر دے۔ میں رابطہ کروں گا۔"

اس کے اندر ایوان راسکا کی موجودگی کا فائدہ اٹھا کر وہ بھی موجود تھی۔ کہنے لگی "پکے شیطان ہو۔ اتنی دیر سے چور خیالات پڑھنے کی کوشش کررہی ہوں مگر تمہاری مصروفیات کے متعلق کچھ معلوم ہی نہیں ہورہا ہے۔"

"فوراً موبائل نمبر بتاؤ ورنہ سانس روک لوں گا۔"

وہ نمبر بتا کر بولی "مطلبی! ہرجائی! خون چوسنے والا بھوڑا' بھوڑا نہیں ڈریکولا۔ میں تمہارا منہ توڑ دوں گی۔"

پارس نے مسکرا کر سانس روک لی پھر موبائل کے ذریعے رابطہ کرنے کے بعد بولا "تم خیال خوانی کے ذریعے یا فون کے ذریعے منہ نہیں توڑ سکو گی اس لیے کام کی بات کرو۔"

"مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم نے ایک پاکستانی ایجنٹ کو بری طرح زخمی کیا ہے اور اس کے باڈی گارڈ کو گولی ماردی ہے۔"

"کیا تم اطلاع کی تصدیق کررہی ہو؟"

"میں پورے یقین کے ساتھ جانتی ہوں۔ یہ واردات تم نے کی ہے۔"

"یہ تمہاری نظروں میں واردات اور میری نظروں میں جہاد ہے۔ ویسے اب تم تمام فکروں سے آزاد ہوجاؤ' میں تمہارے دیس سے جارہا ہوں۔"

"جھوٹ بول رہے ہو۔ مجھے پتا ہے' آج کل میں کشمیر جانے والے ہو۔"

"تم یقین کرو۔ مجھے یہاں سے جانے کے لیے تمہاری ٹیلی پیتھی کی ضرورت ہے۔ میں کل صبح کی فلائٹ سے پیرس جانا چاہتا ہوں لیکن مجھے سیٹ نہیں مل رہی ہے۔"

"میں سمجھ گئی تم چاہتے ہو' میں خیال خوانی کے ذریعے کسی کی سیٹ کینسل کرا کے وہ تمہیں دلادوں۔ یہ کام چٹکی...

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

بجائے ہو جائے گا۔"

"میں اپنے ایک آدمی کو چار بجے اپنا پاسپورٹ دے کر انڈین ائرلائن کے دفتر میں بھیجوں گا۔"

"تم خود کیوں نہیں آؤ گے؟"

"اس لیے کہ تم نے دوستی کے بعد دشمنی شروع کر دی ہے۔ میں اس شرط پر آؤں گا کہ تم ملو گی۔"

"مجھے غلط نہ سمجھو میں نے دشمنی نہیں کی ہے۔ میں دوستی کا یقین دلانے کے لیے آج رات تمہارے پاس آسکتی ہوں۔"

"میری جان! ابھی آجاؤ۔ میں دن کو رات بنالوں گا۔"

"میں مدراس میں ہوں رات آٹھ بجے دہلی پہنچوں گی۔ تم میرے دیس سے جا رہے ہو' میں پیار سے رخصت کروں گی۔"

"ٹھیک ہے۔ میں اپنے آدمی کے ہاتھ پاسپورٹ بھیج رہا ہوں اور رات کے آٹھ بجے تم سے ائرپورٹ پر ملوں گا۔"

اس نے فون بند کر دیا۔ پاشا نے کہا "پارس بھائی! یہ اچھی بات نہیں ہے۔ تم کل صبح پیرس نہیں جاؤ گے۔ میرے ساتھ ابھی کشمیر جاؤ گے۔"

"میں ابھی تمہارے ساتھ جاؤں گا۔"

"اور ابھی جو فون پر کہہ رہے تھے؟"

پارس نے کہا "شی تارا کو یقین تھا کہ میں آج کل میں کشمیر جا رہا ہوں۔ وہ یہاں کے تمام راستوں کی ناکہ بندی کرا سکتی تھی۔ اس کی رپورٹ پر ابھی پولیس والے ائرپورٹ پر ہمیں گھیر سکتے تھے۔ اب اسے اطمینان ہو گیا ہے۔ وہ چار بجے انڈین ائرلائن کے افسر کو ٹریپ کر کے میرے پاسپورٹ کا انتظار کرے گی اور اس وقت ہم اپنی منزل کی طرف پرواز کر رہے ہوں گے۔"

آفرین نے زیرِ لب کہا "اے مادرِ وطن! اے جنتِ ارضی! ہم آرہے ہیں۔"

O☆O

ایوان راسکا چپکے سے فرحانہ کے پاس آیا۔ وہ سو رہی تھی۔ پچھلی تمام رات جاگنے کے بعد اس نے تھوڑی دیر تک راسکا کی واپسی کا انتظار کیا تھا پھر اس کی آنکھ لگ گئی تھی۔

اس کی خوابیدہ سوچ بتا رہی تھی کہ وہ اب تک تنگ دستی اور محتاجی کی زندگی گزارتی رہی' دوسروں سے ڈرتی اور مرعوب ہوتی رہی لیکن ایک اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے اس کی زندگی میں آکر پہلی بار اسے فکر مندی' خوف و ہراس اور احساسِ کمتری سے نجات دلائی تھی اور وہ پہلی بار بڑی بے فکری سے گہری نیند سو رہی تھی۔

اب بھی اس کے لاشعور میں یہ خوف باقی تھا کہ شاید تھانیدار واپس آکر اس کے بھائی کو گرفتار کر لے اور بہن کے ہاتھوں جو بے عزتی اٹھائی ہے' اس کا بدلہ لینا شروع کر دے۔ ایوان راسکا نے اسے یقین دلایا تھا کہ اب وہ فرعون پولیس افسر اس کے گھر آنے یا اسے چھیڑنے کی جرأت نہیں کرے گا لیکن اکثر لوگ بڑے ڈھیٹ ہوتے ہیں۔ طرح طرح کی ذلتیں اٹھانے اور اپنی ہڈیاں تڑوانے کے باوجود انتقامی کارروائیوں سے باز نہیں آتے۔

راسکا نے سوچا۔ دشمن کی خبر لینا چاہیے۔ کبھی توقع کے خلاف بہت کچھ ہو جاتا ہے۔ یہ سوچ کر وہ تھانیدار کے دماغ میں پہنچا۔ وہ تھانیدار اسپتال پہنچا ہوا تھا۔ ظاہر ہے ریوالور کی گولی سے زخمی ہوا تھا۔ اس نے اپنے ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ پر گولی ماری تھی جس کے نتیجے میں اس ہاتھ کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔

اس کے اعلیٰ افسر نے سوال کیا تھا "انسپکٹر! تم اپنے ریوالور سے کیسے زخمی ہو گئے؟"

تھانیدار سوچ میں پڑ گیا کہ کیا جواب دے؟ وہ کسی ٹیلی پیتھی کے حربے کو سمجھ نہیں پایا تھا۔ اسے کالے جادو جیسا کوئی نہ سمجھ میں آنے والا عمل سمجھ رہا تھا۔ اگر وہ اپنے بڑے افسر سے کہتا کہ جادو کے ذریعے ریوالور سے گولی چل گئی تھی تو اس بات پر یقین نہیں کیا جاتا۔ افسر اسے جاہل اور توہم پرست کہتا اور اسے پولیس کی ملازمت کے قابل نہ سمجھتا۔

اور اگر وہ کہتا کہ اس علاقے میں ایک لڑکی اللہ والی ہے اور وہ کرامات دکھاتی ہے۔ تھانیدار جیسے بااختیار کو بے اختیار بنا دیتی ہے' تب بھی کوئی اس بات کا یقین نہ کرتا۔ یقین کرانے کے لیے وہ اپنے افسر کو فرحانہ کے گھر لے جا سکتا تھا لیکن اب اتنا حوصلہ نہیں پا رہا تھا کہ اس کے گھر جائے اور پھر اس کا سامنا کرے۔ وہ اس تھانے سے تبادلہ کرانے کا ارادہ کر چکا تھا۔

اعلیٰ افسر نے پوچھا "خاموش کیوں ہو؟ جواب دو' اپنے ہی ریوالور سے کیسے زخمی ہو گئے؟"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا "سر! وہ میں ـــــ میں ریوالور صاف کر رہا تھا' غفلت میں گولی چل گئی۔"

افسر نے کڑک کر کہا "میں سب سمجھتا ہوں تم بہت زیادہ پینے لگے ہو۔ کسی دن نشے میں خود کو گولی مار لو گے۔ کیا تمہیں اس ملازمت کے لیے نااہل قرار دے دوں؟"

اس نے التجا کی "سر! اس بار مجھے معاف کر دیں اور ایک مہربانی کریں۔ کسی دوسرے تھانے میں میرا تبادلہ کر دیں۔"

"تم تبادلہ چاہتے ہو؟ کیوں؟ اس تھانے میں بڑی اندھی کمائی ہے اور تم یہاں سے جانا چاہتے ہو؟"

اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ وہ اندھی کمائی چھوڑ کر جانا نہیں چاہتا تھا۔ مگر جان ہے تو جہان ہے۔ یہاں رہنے سے جان نہیں رہے گی تو پھر کمائی بھی نہیں رہے گی۔ کسی کم آمدنی والے تھانے میں جا کر زندہ تو رہ سکے گا۔ اس نے آنکھیں کھول کر کچھ کہنا چاہا' لیکن اس کا بڑا افسر جا چکا تھا۔

اس علاقے کا سب سے بڑا غنڈا اور قاتل طوبیٰ شاہ کمرے میں آیا پھر بولا "میں باہر کھڑا سن رہا تھا۔ آپ بڑے صاحب سے تبادلے کے لیے کہہ رہے تھے۔ آخر بات کیا ہے؟"

تھانیدار نے پوچھا "تم اسپتال میں کیسے آئے؟ کیا یہاں تمہارا کوئی بیمار ہے؟"

"جنابِ عالی! کیا آپ میرے نہیں ہیں؟ آپ کے دم قدم سے ہماری بادشاہی چلتی ہے۔ جیسے ہی پتا چلا کہ آپ کو کسی نے گولی ماری ہے' میں منہ کا لقمہ چھوڑ کر آپ کے پاس دوڑتا ہوا آیا ہوں۔ وہ کون مائی کا لال ہے جس نے آپ پر گولی چلائی ہے؟ آپ اس کا نام پتا بتائیں۔ میں اس کی بوٹی بوٹی کر دوں گا۔"

"ڈی آئی جی صاحب نے بھی یہی سوال کیا تھا۔ مگر میں نے جھوٹ کہہ دیا کہ گولی میرے ہی ہاتھ سے چل گئی تھی۔ جبکہ یہ جھوٹ بھی ہے اور سچ بھی ہے۔"

"اس کا مطلب کیا ہوا جناب کہ یہ جھوٹ بھی ہے اور سچ بھی ہے؟"

"میں سچ کہوں گا تو کسی کو یقین نہیں آئے گا۔ مگر تم یقین کرو یا نہ کرو' سچ یہ ہے کہ وہ لڑکی اللہ والی ہے۔"

"کون لڑکی؟ یہاں ایسی کون اللہ والی ہے۔ میں سب والیوں کو جانتا ہوں۔"

"اسے گالی نہ دو۔ اس نے سن لیا تو تمہاری شامت آجائے گی۔ وہ بہت خطرناک بن گئی ہے۔"

"آخر وہ ہے کون' جس سے آپ جیسا زبردست تھانیدار ڈرنے لگا ہے؟"

"وہ تمہارے دوست شیرو کی بہن ہے۔ اس کا نام فرحانہ ہے۔"

وہ پچھلی رات کے تمام واقعات طوبیٰ شاہ کو سنانے لگا۔

وہ سننے کے بعد حیرانی سے بولا "جناب! کوئی اور کہتا تو میں کبھی یقین نہ کرتا۔ اس ہاتھ کی ٹوٹی ہوئی ہڈی بتا رہی ہے کہ ایسا ہوا ہے۔ پھر کوئی مرد ایک لڑکی سے طمانچہ نہیں کھاتا جبکہ آپ اس کا اقرار کر رہے ہیں۔"

"صرف اتنا ہی نہیں' وہ میرے پندرہ ہزار روپے بھی لے گئی ہے۔ میری اتنی جرأت نہیں ہے کہ وہ رقم واپس لے سکوں۔"

"کیا آپ اس ایک لڑکی کے خوف سے تبادلہ چاہتے ہیں؟ کیا ہم اسے ٹھکانے نہیں لگا سکتے؟"

"تم اس کی پُراسرار قوتوں کے متعلق سننے کے بعد بھی حوصلہ رکھتے ہو تو جاؤ' اسے ٹھکانے لگا دو۔"

"میرا خیال ہے آپ اس کے روبرو تھے۔ وہ آپ کو دشمن سمجھتی تھی۔ اس لیے آپ پر کسی طرح کا جادوئی عمل کرتی تھی۔ اگر میں اس کے سامنے نہ جاؤں اور چھپ کر حملہ کروں تو وہ میرے ہاتھوں سے نہیں بچے گی۔ میں جا رہا ہوں اور ابھی اس کا کام تمام کر کے واپس آؤں گا۔ پھر آپ کو یہ تھانہ چھوڑ کر جانے کی ضرورت نہیں ہوگی۔"

وہ تیزی سے چلتا ہوا اسپتال سے باہر آیا پھر اپنے گھر پہنچا۔ پچھلی شام وہاں کے ایک سیاستداں کو قتل کرانے اور خفیہ دستاویزات مقتول کے گھر سے لانے کے لیے طوبیٰ شاہ کو پچاس ہزار روپے دیے تھے۔ جس میں سے طوبیٰ نے دو ہزار شیرو کو اور دو ہزار شیدے کو دیے تھے۔ ایک ہزار خود خرچ کیے تھے۔ باقی پینتالیس ہزار اپنے صندوق میں رکھے تھے۔ اس نے وہ پینتالیس ہزار ایک بڑے سے رومال میں لپیٹے۔ ایک چاقو جیب میں رکھا پھر فرحانہ کے گھر کی طرف چل پڑا۔

وہ اپنے آپ میں نہیں تھا۔ ورنہ اتنی بڑی رقم لے کر ایسے وقت نہ نکلتا' جب کسی کو قتل کرنے کا ارادہ ہو۔ اس نے دروازے پر آکر دستک دی۔ دوسری دستک پر فرحانہ کی ماں نے دروازہ کھولا پھر طوبیٰ شاہ کو دیکھ کر بولی "تو نے میرے بیٹے کو آوارہ بدمعاش بنا دیا ہے۔ کل تھانیدار اسے قتل کے الزام میں پکڑ کے لے گیا تھا۔ پتا نہیں میری بیٹی اسے کیسے رہائی دلا کر لے آئی ہے۔ میں تجھ سے التجا کرتی ہوں۔ میرے بیٹے کا پیچھا چھوڑ دے۔"

اندر سے شیرو کی آواز آئی "امی! کون آیا ہے؟"

وہ آنگن میں دروازے کی طرف آیا پھر طوبیٰ شاہ کو دیکھتے ہی چونک کر بولا "پہلوان جی! آپ ہیں۔ اندر آئیں۔ میں خود آپ کے پاس آنے والا تھا۔ تھانیدار ہمیں پکڑ کر لے گیا تھا۔ وہ آپ سے رقم بھی لیتا ہے اور ہمیں ـــــ"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

طوبیٰ شاہ نے بات کاٹ کر کہا "مجھے ساری باتیں معلوم ہو گئی ہیں۔ میں تیری بہن سے ملنے آیا ہوں۔"

"وہ۔ وہ تو سو رہی ہے۔ آ۔۔۔۔ آپ کو اس سے کیا کام ہے؟ مجھ سے بات کریں۔"

اس نے رومال کھول کر رقم دکھائی پھر وہ رقم اس کی ماں کے ہاتھ پر رکھتے ہوئے کہا "جب وہ تھانیدار سے رقم وصول کر سکتی ہے تو مجھ سے بھی وصول کرنے آئے گی۔ اس سے پہلے ہی میں یہ پینتالیس ہزار دے رہا ہوں۔ اور یہ چاقو اس دروازے پر چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ ایک نیام میں دو تلواریں' ایک ملک میں دو بادشاہ اور ایک محلّے میں دو غنڈے نہیں رہ سکتے۔"

وہ پلٹ کر جانے لگا۔ اسی وقت راسکا نے اس کے دماغ کو ذرا ڈھیل دی۔ وہ چلتے چلتے ٹھٹک گیا۔ گلی کے لوگ دور کھڑے اسے دیکھ رہے تھے۔ وہ پھر پلٹا اور فرحانہ کے گھر کی طرف دیکھ کر سوچنے لگا۔ میں اس لڑکی کا مزاج درست کرنے آیا تھا لیکن اتنی بڑی رقم اس کی ماں کو دے کر جا رہا ہوں۔ کیا میں پاگل ہو گیا ہوں؟ اور وہ چاقو جس سے سارا محلّہ ڈرتا ہے۔ اسے اس کی چوکھٹ پر چھوڑ آیا ہوں۔

دروازے پر فرحانہ کی ماں اور اس کا بھائی شیرو حیرانی سے کھڑے طوبیٰ شاہ کو دیکھ رہے تھے۔ وہ گرج کر بولا "اے بوڑھی مائی! تُو نے میرے پینتالیس ہزار روپے لے لیے' کیا یہ تیرے باپ کا مال ہے؟"

وہ تیزی سے چلتا ہوا آیا۔ ماں نے گھبرا کر نوٹوں کی گڈیاں اس کی طرف پھینک دیں۔ وہ گڈیاں گلی میں زمین پر بکھر گئیں۔ طوبیٰ نے چوکھٹ پر رکھے ہوئے چاقو کو اٹھا کر اسے کھولتے ہوئے کہا "میں تیری بیٹی کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

گلی کے لوگ نوٹوں کی گڈیاں دیکھ کر قریب آ رہے تھے۔ طوبیٰ کے ہاتھ میں چاقو کھلتے دیکھ کر دور بھاگنے لگے۔ اس نے جھک کر نوٹوں کی ایک گڈی اٹھائی پھر اسے فضا میں لہراتے ہوئے کہا۔ "لوگو! کوئی چیز کسی کو دے کر واپس نہیں لینا چاہئے۔ میں تھوک کر چاٹنے والوں میں سے ہوں۔ یہ دیکھو میں تھوک رہا ہوں۔"

اس نے زمین پر جھک کر تھوکا اور پھر اوندھا لیٹ کر تھوک اور مٹی چاٹنے لگا۔ جو لوگ ڈر کر دور ہو گئے تھے' وہ رک کر حیرانی سے اس قاتل غنڈے کو دیکھنے لگے۔

وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے دایاں ہاتھ فضا میں بلند کرتے ہوئے کہا "میں نے اس ہاتھ سے دی ہوئی رقم اٹھائی اس لیے اس ہاتھ کو سزا دے رہا ہوں۔"

اس نے بائیں ہاتھ میں پکڑے ہوئے چاقو کی نوک دائیں بازو میں پیوست کر دی پھر بازو کے گوشت کو دور تک چیر ڈالا۔ عورتیں یہ نظارہ دیکھ کر چیخ پڑیں۔ وہ گلی میں پڑے ہوئے روپے اٹھا اٹھا کر فرحانہ کی ماں کے قدموں میں پھینک رہا تھا اور قہقہے لگا رہا تھا۔ اس کے بازو سے خون ابل رہا تھا۔ لباس سرخ ہو رہا تھا۔ وہ تمام رقم مکان کے اندر پھینکنے کے بعد بولا "میں توبہ کرتا ہوں' اب اِدھر نہیں آؤں گا۔"

وہ پھر پلٹ کر جانے لگا۔ راسکا نے پھر اس کے دماغ کو ڈھیل دی۔ تب وہ بازو کی تکلیف محسوس کرنے لگا۔ بازو کا گوشت کٹ کر باہر کی طرف الٹ گیا تھا۔ اس نے سہم کر گوشت کی سرخ بوٹیوں کو دیکھا۔ پھر انکار میں سر ہلاتے ہوئے بولا "نہیں' نہیں میں توبہ کرتا ہوں۔ کان پکڑتا ہوں اِدھر کبھی نہیں آؤں گا۔ میں علاقہ چھوڑ کر جا رہا ہوں۔"

وہ دوڑتا ہوا گرتا پڑتا۔۔۔۔ وہاں سے چلا گیا۔ گلی کی عورتوں اور مردوں نے فرحانہ کی ماں سے پوچھا "یہ قصہ کیا ہے؟ کیا یہ پاگل ہو گیا ہے؟ اس نے تم لوگوں کو اتنی دولت کیوں دی ہے؟"

ماں نے کہا "میرے پاس تم لوگوں کے کسی سوال کا جواب نہیں ہے۔ جاؤ اپنا اپنا کام کرو۔"

اس نے دروازہ بند کر لیا۔ شیرو نے فرش پر پڑی ہوئی گڈیاں اٹھا کر کہا "امی! کل سے ہمارے ساتھ عجیب و غریب تماشے ہو رہے ہیں۔ فرحانہ نے تھانیدار کو اپنا بازو توڑنے پر مجبور کیا تھا' ابھی طوبیٰ یہاں سے اپنا بازو زخمی کر کے گیا ہے۔ کیا تم سمجھ رہی ہو کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے؟"

"بیٹے! میں حیران ہوں کہ یہ کیا ہو رہا ہے' عقل کام نہیں کر رہی ہے۔ اتنا ہی سمجھ میں آتا ہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے غیبی مدد مل رہی ہے۔"

بوڑھا باپ چارپائی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے کہا "یہ بات ہے۔ میری بیٹی یہاں سے پارسا گئی تھی اور تھانے سے پارسا واپس آئی' اس وقت اپنے کمرے میں آرام سے سو رہی ہے اور اس علاقے کا سب سے بڑا غنڈا اس چوکھٹ پر تھوکا چاٹ کر اور خود اپنے ہاتھوں سے زخمی ہو کر پلٹا ہے۔ میری بیٹی پر کسی کا سایہ ہے۔ اسے اب کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔"

شیرو نے کہا "میں چھوٹی بڑی رقم چراتا آیا ہوں۔ اب میرے ہاتھوں میں فرحانہ کے یہ ہزاروں روپے ہیں۔ میری جرأت نہیں ہو رہی ہے کہ اس میں سے ایک نوٹ بھی نکال کر اپنے پاس چھپا لوں۔"

"میری بیٹی بڑی نیک بخت ہے۔ جاؤ یہ روپے رکھ دو۔ وہ سو کر اٹھے گی تو اسے دے دینا۔"

ایوان راسکا خوابیدہ محبوبہ کے پاس آیا۔ اس کی خاطر باہر ہنگامے ہوتے رہے اور اسے خبر نہ ہوئی۔ وہ اپنے محافظ کی نگرانی میں نیند کے مزے لے رہی تھی۔ وہ کہنے لگا۔ "جب تم آنکھیں کھولو گی تو طوبیٰ شاہ جیسے قاتل کا حال معلوم ہونے کے بعد تمہارا حوصلہ بڑھے گا۔ پھر تم کسی سے خوف زدہ نہیں ہوا کرو گی۔"

اس کی خوابیدہ سوچ نے کہا "میرے مہربان! پتا نہیں مجھ سے کب کیسی نیکی ہو گئی جس کے انعام میں اللہ تعالیٰ نے تمہیں میرے پاس بھیج دیا ہے۔ میں دنیا کی سب سے خوش نصیب لڑکی ہوں۔"

"اب تم اس چھوٹے سے مکان میں نہیں رہو گی۔ کسی عالیشان محل میں رہا کرو گی۔ قیمتی ایئر کنڈیشنڈ کاروں میں بیٹھا کرو گی۔ تم آج ہی سے کوئی عالیشان محل پسند کرو اور اسے ہر قیمت پر خرید لو۔ تمہارے پاس کروڑوں روپے پہنچتے رہا کریں گے۔ فی الحال آرام سے سوتی رہو۔ میں تھوڑی دیر بعد آؤں گا۔"

وہ پھر طوبیٰ شاہ کے پاس پہنچا۔ وہ بھی تھانیدار کی طرح اسپتال پہنچ گیا تھا۔ اس کے بازو کی مرہم پٹی ہو رہی تھی۔ اس نے اس کے ذہن سے سیاستدان مقدر علی کا فون نمبر معلوم کیا پھر ڈاکٹر کے ذریعے وہ نمبر ڈائل کرائے۔ تھوڑی دیر بعد رابطہ ہوا۔ کسی مرد کی آواز سنائی دی۔ ڈاکٹر نے پوچھا "کیا مسٹر مقدر علی ہیں؟"

"جی ہاں۔ مگر آپ کون ہیں؟"

راسکا ڈاکٹر سے ریسیور رکھوا کر دوسری طرف بولنے والے کے اندر پہنچ گیا۔ وہ مقدر علی کا سیکریٹری تھا۔ اس کے چور خیالات نے بتایا کہ مقدر علی نے الیکشن لڑنے کے لیے اپنی کچھ زمینیں بیچ دی ہیں۔ ان زمینوں کے پچاس لاکھ روپے نقد اس کے پاس ہیں۔ یہ رقم وہ اپنے بیڈ روم میں رکھتا ہے۔

وہ پھر فرحانہ کے پاس آیا۔ اس کے خوابیدہ دماغ سے بولا "تمہیں تمہاری توقع سے زیادہ دولت ملتی رہے گی۔ وعدہ کرو کہ خوشی سے پاگل نہیں ہو گی۔"

خوابیدہ سوچ نے کہا "میں وعدہ کرتی ہوں' ہوش و حواس میں رہوں گی اور اپنے جذبات کو قابو میں رکھوں گی۔"

"تمہیں ایک شخص سے پچاس لاکھ روپے ملنے والے ہیں۔ تم بتاؤ کہ وہ شخص یہ رقم لے کر کہاں آئے؟"

"واقعی میں کبھی اتنی بڑی رقم کا تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔ کیا وہ میرے دروازے پر رقم پہنچائے گا؟"

"پہنچا سکتا ہے لیکن وہ بہت بڑا لیڈر ہے۔ اسے محلّے والے پہچان لیں گے۔ وہ لیڈر دماغی طور پر غائب رہ کر آئے گا۔ بعد میں محلّے والوں سے اسے معلوم ہو جائے گا کہ وہ بریف کیس لے کر تمہارے دروازے پر آیا تھا۔"

"تو پھر اسے لال پل کے قریب لے آؤ۔ وہاں میرا بھائی اس سے بریف کیس لے لے گا۔"

ایوان راسکا اس کے بھائی شیرو کے اندر آیا پھر اسے چارپائی سے اٹھا کر بہن کے کمرے کے اندر لے آیا۔ اس نے بہن کو گہری نیند میں دیکھا۔ راسکا اس کی زبان سے بولا "بھائی! میں جو کہہ رہی ہوں۔ اس پر عمل کرو۔ آدھے گھنٹے بعد لال پل سے سو گز کے فاصلے پر سڑک کے کنارے جا کر انتظار کرو۔ ایک شخص کار میں آئے گا اور تمہیں ایک بریف کیس دے کر چلا جائے گا۔ تم اس بریف کیس کے سلسلے میں کسی سے کچھ نہیں بولو گے' اسے یہاں لے آؤ گے۔ اب جاؤ۔"

شیرو کو یقین ہو گیا تھا کہ بہن اللہ والی ہے۔ اس نے کوئی سوال نہیں کیا۔ حکم کی تعمیل کے لیے چلا گیا۔

راسکا کے لیے اگلا مرحلہ زیادہ مشکل نہیں تھا۔ اس نے سیکریٹری کے ذریعے مقدر علی کے دماغ میں پہنچ کر قبضہ جمایا۔ مقدر علی بریف کیس اٹھا کر کوٹھی سے باہر آیا اور کار میں بیٹھ گیا۔ وہ مسلح گارڈ کے ساتھ باہر نکلتا تھا لیکن اس نے گارڈ کو ساتھ آنے سے روک دیا۔ تنہا ڈرائیو کرتا ہوا لال پل سے سو گز آگے پہنچا پھر وہاں کار روک دی۔

کار کے پاس سڑک کے کنارے ایک جوان کھڑا ہوا تھا۔ راسکا نے مقدر علی کی زبان سے پوچھا "تمہارا نام کیا ہے؟"

وہ بولا "میرا نام شیرو ہے۔ کیا تم بریف کیس لائے ہو؟"

مقدر علی نے پاس والی سیٹ پر رکھا ہوا بریف کیس اٹھا کر اسے دیتے ہوئے کہا "یہ بھول جاؤ کہ مجھ جیسے بڑے سیاستدان نے یہ بریف کیس دیا تھا۔ کبھی میں اس کے متعلق پوچھوں تو صاف انکار کر دینا کہ تم نے مجھ سے کچھ لیا تھا یا یہاں مجھے دیکھا تھا۔"

اس نے کار اسٹارٹ کی۔ اسے واپسی کے راستے پر موڑا پھر ڈرائیو کرتا ہوا اپنی کوٹھی کے احاطے میں پہنچ گیا۔ کار سے اتر کر کوٹھی کے اندر آیا پھر اپنے بیڈ روم میں پہنچ کر

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کرسی پر بیٹھا تب راسکا نے اسے آزاد کر دیا۔ وہ چونک کر سوچنے لگا ابھی وہ کس عالم میں تھا؟ سو رہا تھا یا جاگ رہا تھا؟ غافل کیسے ہو گیا تھا؟

اس کی سمجھ میں نہیں آیا۔ اسے یہ یاد نہیں آیا کہ وہ بریف کیس لے کر کہیں گیا تھا اور خالی ہاتھ واپس آیا تھا۔

راسکا نے فرحانہ کے پاس آکر کہا "اب آنکھیں کھولو۔ تمہاری نئی زندگی کی صبح ہو چکی ہے۔"

اس نے آنکھیں کھول دیں۔ ایک بھرپور انگڑائی لینے کے بعد اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس نے پوچھا "ہیلو کیسی ہو؟"

وہ مسکرا کر بولی "بہت اچھا لگ رہا ہے۔ خود کو ہلکی پھلکی محسوس کر رہی ہوں۔ میں نے تمہیں خواب میں دیکھا تھا مگر تمہارا چہرہ واضح نہیں تھا۔ تم کسی بریف کیس کے متعلق کہہ رہے تھے۔"

"ہاں وہ پچاس لاکھ روپے سے بھرا بریف کیس تمہارے کمرے میں رکھا ہوا ہے۔ طوفی شاہ تمہاری ماں کو پینتالیس ہزار دے کر اس علاقے سے ہمیشہ کے لیے چلا گیا ہے۔ آئندہ تم کسی سے خوفزدہ نہیں رہو گی۔ جب تک کوئی عالیشان محل نہ خریدو' تب تک کوئی شاندار کوٹھی کرائے پر حاصل کر کے رہو۔ بہترین کار خریدو اور زندگی گزارنے کا ڈھنگ بدل لو۔"

وہ دونوں ہاتھ اپنے سینے پر رکھ کر بولی "میرے اجنبی عاشق! تم میرے لیے جو کر رہے ہو' وہ فرہاد بھی اپنی شیریں کے لیے نہ کر سکا۔ نامراد رہ کر دنیا سے چلا گیا۔"

"شاید میں بھی اس کی طرح دودھ کی نہر لاتے لاتے دنیا سے چلا جاؤں۔"

"خدا کے لیے ایسی باتیں نہ کرو۔ اب تو میں تمہارے بغیر ادھوری رہوں گی۔ میں نہیں جانتی تم کون ہو اور کیسے ہو؟ جیسے بھی ہو' میں نے تمہیں اپنے جسم و جان کا مالک بنا لیا ہے۔ پلیز! اپنے متعلق بتاؤ؟"

"میرا نام ایوان راسکا ہے۔ میں عیسائی ہوں۔ یہ تمہیں معلوم ہو چکا ہے کہ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں؟"

"کیا تم واقعی عیسائی ہو؟"

"ہاں کیا تمہیں اعتراض ہے؟"

"اعتراض نہیں ہے۔ مگر میں تذبذب میں پڑ گئی ہوں۔ کیونکہ میں مسلمان ہوں۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ یورپ اور امریکا میں مسلمان عورتیں عیسائی مردوں سے اور عیسائی عورتیں مسلمان مردوں سے شادی کرتی ہیں۔"

"کرتی ہوں گی۔ ان کی اپنی مجبوریاں ہوں گی۔ یا ان کا مذہبی عقیدہ کمزور ہو گا۔ میں نہ تو کمزور ہوں اور نہ مجبور ہوں۔ میں تم سے دوستی کر سکتی ہوں۔ تم پر جان دے سکتی ہوں۔ مگر تمہیں کبھی جیون ساتھی نہیں بنا سکوں گی۔"

"تم جان دینے کی حد تک دوستی کرو گی۔ یہی میرے لیے بہت ہے کیونکہ میں جیسی زندگی گزار رہا ہوں ویسی زندگی میں دنیا کی کسی لڑکی کو شریکِ حیات نہیں بنا سکوں گا۔"

"ایسی کیا بات ہے؟ تم کیسی زندگی گزار رہے ہو؟"

"میں ایک قیدی ہوں۔ ایک عالیشان محل کی چار دیواری میں قید رہتا ہوں۔ محل کے اندر اور باہر اتنا سخت پہرا ہے کہ ایک چیونٹی بھی فرش پر رینگتی ہوئی آئے تو خطرے کا الارم بجنے لگتا ہے۔"

"او خدایا! مجھے یقین نہیں آ رہا ہے کہ میرے لیے خوش قسمتی کے دروازے کھولنے والا ایک مجبور قیدی ہے"

وہ تفصیل سے بتانے لگا کہ کس طرح برسوں پہلے روسیوں کے ہتھے چڑھ گیا تھا اور اب تک ان کی قید میں ہے۔ اس کے پاس جو ٹیلی پیتھی کا علم ہے' وہ دوسروں کے کام آتا ہے۔ اپنے کام نہیں آتا۔

وہ بولی "تم نے مجھے بے حد و بے حساب مسرتیں دے کر بری طرح اداس کر دیا ہے۔ مجھے بتاؤ کیا میں کسی طرح تمہارے کام آ سکتی ہوں؟"

"کوئی میرے کام نہیں آ سکے گا۔ پنچھی قفس میں رہے تو رفتہ رفتہ قفس کا عادی ہو جاتا ہے۔ میں بھی حوصلہ ہار کر بیٹھا ہوا تھا۔ ایسے میں تم میری نظروں میں آ گئیں۔ نظروں سے دل میں سما گئیں۔ اب یہ خواہش تڑپا رہی ہے کہ تمام زنجیریں توڑ کر تمہارے پاس چلا آؤں۔"

"تم مرد ہو۔ حوصلہ قائم رکھو۔ زنجیریں ٹوٹ جائیں گی۔ اب میں دن رات خدا سے تمہاری رہائی کے لیے دعائیں مانگتی رہوں گی۔"

"فرحانہ یہاں فون کی گھنٹی بج رہی ہے۔ مجھے دماغی طور پر حاضر رہنا پڑے گا۔ فرصت ملتے ہی پھر آؤں گا۔ گڈ بائی۔"

وہ اپنی جگہ پر حاضر ہو گیا۔ فون کی گھنٹی اسے پکار رہی تھی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو!"

دوسری طرف سے فوج کے اعلیٰ افسر نے کہا "ہیلو راسکا! میں جنرل بول رہا ہوں۔ کیسے ہو؟"

"ایسا ہی ہوں جیسے ایک پرندہ اپنے پنجرے میں رہتا ہے اور کھلی فضا میں اڑنے کے لیے پھڑپھڑاتا رہتا ہے۔"

"تم ایک مدت کے بعد آزادی سے اڑنے کی خواہش بیان کر رہے ہو۔ اچانک یہ تحریک کیوں پیدا ہو رہی ہے؟"

"یہ تحریک انسانی فطرت کے عین مطابق ہے۔ میں بھی انسان ہوں۔ کیا آپ حضرات مجھے تھوڑی آزادی نہیں دیں گے؟"

"اب سے دو برس پہلے تم نے آزادی کا مطالبہ کیا تھا۔ ہم نے تمہارا برین واش کیا اور تمہارے اندر سے آزادی کی خواہش مٹا دی۔ کیا پھر تمہارا برین واش کیا جائے؟"

برین واش کرنے کا مطلب ہوتا کہ وہ پچھلی تمام باتیں اور تمام جذبے بھول جاتا۔ اپنی فرحانہ کو بھی بھول جاتا اور اب وہ اسے بھلا کر جینا نہیں چاہتا تھا۔ اب اس قیدی کی زندگی فرحانہ کے تصور ہی سے روشن رہتی تھی۔ اس نے کہا۔ "میں بار بار برین واشنگ کی تکالیف برداشت نہیں کروں گا۔ تم لوگ بڑا ظلم کرتے ہو۔ بجلی کے جھٹکے پہنچا کر توبہ کرنے پر مجبور کرتے ہو۔ مجھے آزادی منظور نہیں ہے۔ میں تم لوگوں کا غلام ہوں۔ حکم کریں آقا؟"

جنرل نے ہنستے ہوئے کہا "شاباش! اسی فرمانبرداری نے تمہیں زندہ رکھا ہے۔ اب ایک کام کی بات سنو' پیرس میں ہمارے ایک جاسوس نے ایک ایسے طالب علم سے دوستی کی ہے' جو بابا صاحب کے ادارے میں تعلیم حاصل کر رہا ہے۔ تم اپنا ٹی وی آن کرو اور اسے محل کے ریکارڈنگ روم سے منسلک کرو۔ تم ہمارے جاسوس کو اسکرین پر دیکھ سکو گے۔"

اس نے ریسیور رکھ کر ہدایات پر عمل کرتے ہوئے۔ ٹی وی کو آن کیا پھر صوفے پر آ کر ریسیور اٹھا کر بولا "یس سر! ٹی وی آن ہے۔ آپ جاسوس کو پیش کریں۔"

تھوڑی دیر بعد اسکرین پر ایک شخص نظر آیا۔ وہ بول رہا تھا۔ راسکا۔ اس کی آواز اور لہجے کو گرفت میں لے رہا تھا اور اسکرین پر نظر آنے والی آنکھوں میں جھانک رہا تھا۔ پھر وہ اس کے اندر پہنچ گیا۔ اس جاسوس نے اسے محسوس نہیں کیا۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ وہ ایک ریستوران میں ہے اور میز کے دوسری طرف بابا صاحب کے ادارے کا طالب علم بیٹھا ہوا ہے۔ جاسوس کہہ رہا تھا "دوست! تم سے صرف دو دنوں کی ملاقات رہی' کیا آج ہی ادارے میں واپس چلے جاؤ گے؟"

"ہاں تم سے ملاقات کرنے آیا ہوں۔ ہمیں سال میں صرف پندرہ دنوں کی چھٹی ملتی ہے۔ زندگی رہی تو اگلے سال ملاقات ہو گی۔ ویسے تم فون پر کسی بھی وقت رابطہ کر سکتے ہو۔ مجھے خط لکھ سکتے ہو۔ میں برابر تمہارے خطوط کا جواب دیا کروں گا۔"

جاسوس کے خیالات نے بتایا کہ وہ نوجوان کچھ بیمار سا ہے۔ سانس نہیں روک سکے گا۔ راسکا اس جوان کے اندر گیا تو تصدیق ہو گئی کہ وہ بیمار ہے اور پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر رہا ہے۔

وہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ ریسیور اس کے کان سے لگا ہوا تھا۔ اس نے کہا "ہیلو سر! میں اس جوان کے اندر جگہ بنا چکا ہوں۔ وہ ابھی بابا صاحب کے ادارے میں جا رہا ہے۔"

جنرل نے کہا "اس جوان کے ساتھ رہو۔ اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا لو۔ اس کے ذریعے ادارے میں گھس کر دوسروں کے اندر بھی جگہ بناتے رہو۔ خاص طور پر وہاں کے اہم افراد کو ٹریپ کرنے کی کوشش کرو۔"

"آل رائٹ سر! میں آپ کے احکامات کی تعمیل کرتا رہوں گا۔ اب میں اس جوان کے پاس جا رہا ہوں۔"

جنرل نے رابطہ ختم کر دیا۔ اس نے بھی ریسیور رکھ کر ٹی وی کو آف کیا پھر صوفے کے پاس رک شکست خوردہ انداز میں اس پر گر پڑا۔ فرحانہ کو یاد کر کے تڑپنے اور سوچنے لگا' کیا اسے کبھی روبرو دیکھنے کے لیے پاکستان جا سکے گا۔ موجودہ زنجیریں ٹوٹتی ہوئی دکھائی نہیں دے رہی تھیں۔ اسے محبت مل رہی تھی' آزادی نہیں مل رہی تھی۔

پھر یاد آیا کہ فرحانہ سے وہ محبت نہیں ملے گی جس کے نتیجے میں ازدواجی زندگی گزاری جاتی ہے۔ وہ صرف دوست بن کر رہے گی کیونکہ ان کے درمیان مذہب آڑے آ گیا ہے۔

آہ! یہ مذہب کیا ہوتا ہے؟ وہ برسوں قید میں رہ کر اپنے مذہب کو بھلا چکا تھا۔ بس اتنا یاد تھا کہ عیسائی ہے لیکن اس نے کبھی عبادت نہیں کی۔ کبھی گلے میں صلیب نہیں پہنی۔ اس قید میں عیسائی رہتا یا نہ رہتا اس کے لیے برابر تھا۔ برسوں کی دعاؤں نے اثر نہیں کیا تھا۔ خداوند یسوع مہربان نہیں ہوا تھا۔ اس کے لیے عبادت سے اور دعاؤں پر سے ایمان اٹھ گیا تھا۔ خدا کو نہ ماننے والے روسیوں نے اسے بھی مذہب سے خالی کر دیا تھا اور یہ ثابت کر دیا تھا کہ خدا کسی قیدی یا غلام کی مدد نہیں کرتا ہے۔

وہ تھوڑی دیر کے لیے فرحانہ کے پاس اس کی خیریت معلوم کرنے گیا۔ وہ بہت خوش تھی۔ ایک اسٹیٹ ایجنسی کے ذریعے ایک شاندار محل نما کوٹھی تلاش کرنے میں مصروف تھی۔ اس کا بھائی شیرو ایک محافظ کی طرح اس کے ساتھ تھا اور پوچھ رہا تھا "فرح! سچ بتاؤ کیا تم پر کسی کا سایہ ہے؟"

اس نے جواباً پوچھا "تمہیں کیا لگتا ہے؟"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے اسی لیے پوچھ رہا ہوں۔ امی اور ابا کہتے ہیں' تم پر کوئی جن سوار ہے مگر میں نہیں مانتا۔"

"کیوں نہیں مانتے؟"

"اس لیے کہ جن عورتوں پر جنات آتے ہیں ان پر حال آتا ہے۔ وہ سر دُھنتی ہیں اور ان کے حلق سے مردانہ آوازیں نکلتی ہیں۔ تمہارے ساتھ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"تمہیں کیا پتا کہ بند کمرے کے اندر مجھ پر کس طرح حال آتا ہے اور میں کس قدر جنون میں مبتلا رہتی ہوں؟"

"ہاں' یہ میں نے نہیں دیکھا ہے۔"

"اور کوئی دیکھ بھی نہیں سکے گا۔ مجھ پر ایک جن عاشق ہوگیا ہے۔ ذرا عقل سے سوچو کوئی انسان مجھے یک مشت پچاس لاکھ روپے دے سکتا ہے؟"

وہ قائل ہو کر بولا "بے شک کوئی آدمی کسی دوسرے آدمی کی اتنی بڑی مدد نہیں کرتا۔ یہ سب جناتی کرامات ہیں۔"

وہ دونوں ایک ایجنٹ کے ساتھ کار میں بیٹھ کر گلبرگ میں آئے۔ وہاں ایک بہت ہی وسیع و عریض کوٹھی میں پہنچے۔ وہ کوٹھی جدید طرز کا محل تھی۔ اس کے اطراف ہزاروں گز کا وسیع و عریض باغ تھا۔ وہ کوٹھی ایک بہت بڑے اسمگلر کی تھی۔ اسمگلر گرفتار ہونے کے بعد مقدمے بازی میں الجھا ہوا تھا۔ اسے کئی اعلیٰ عہدیداران کو کئی لاکھ روپے رشوت دینے کے لیے بڑی رقم کی ضرورت تھی۔ اس لیے اپنی کوٹھی فروخت کررہا تھا۔ اس کوٹھی کی تعمیر اور سجاوٹ پر تقریباً نوّے لاکھ روپے خرچ ہوئے تھے۔ وہ ستّر لاکھ میں فروخت کرنے کو تیار تھا۔

راسکا نے فرحانہ کے ذریعے اس اسمگلر کی باتیں سنیں پھر اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے قائل کیا کہ وہ چالیس لاکھ میں کوٹھی فروخت کرے گا۔ ایک تو وہ اپنے برے حالات سے پریشان تھا۔ دوسرے ضرورت مند تھا۔ تیسرے یہ کہ ٹیلی پیتھی کے زیرِ اثر تھا۔ اس نے اسٹیٹ ایجنٹ کو چالیس لاکھ روپے کے عوض کوٹھی فروخت کرنے کا معاہدہ تیار کرنے کو کہہ دیا۔ ایجنٹ نے کہا کل صبح کورٹ میں رجسٹری ہوجائے گی۔ رقم اسمگلر کو ادا کی جائے گی اور کوٹھی فرحانہ کے حوالے کردی جائے گی۔

وہ فرحانہ کا یہ مسئلہ حل کرکے اس جوان کے پاس آیا۔ تین گھنٹے گزر چکے تھے۔ وہ بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ گیا تھا اور اب اپنے ہوسٹل کے کمرے کی طرف جارہا تھا۔ وہاں راسکا اسے سلا کر اس پر تنویمی عمل کرسکتا تھا لیکن اس نے طے کرلیا تھا کہ روسی آقاؤں کے لیے بظاہر کام کرے گا مگر کام بگاڑتا رہے گا۔ اس جوان کے سلسلے میں جنرل کو رپورٹ دے گا کہ جوان تو معمول بن چکا ہے لیکن ادارے کے دوسرے تمام لوگ حساس دماغ رکھتے ہیں اور پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرلیتے ہیں۔ اس لیے کسی کام کے آدمی کو ٹریپ کرنے میں کافی عرصہ لگے گا۔

اس نے جوان کے خیالات پڑھ کر معلوم کیا کہ جناب علی اسد اللہ تبریزی کا حجرہ کہاں ہے؟ پھر وہ اسے حجرے کی طرف لے آیا۔ اس نے وہاں کھڑے ہوئے مسلح محافظوں سے کہا۔ "میں حضور سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔"

ایک محافظ نے کہا "حضور نے ہم سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ تم آرہے ہو' تمہارا راستہ روکا نہ جائے۔ تم جاسکتے ہو۔"

جوان آگے بڑھ کے چھوٹے سے دروازے پر آیا پھر سر جھکا کر داخل ہوتے ہوئے کہا "السّلامُ علیکم!"

جناب تبریزی صاحب نے کہا۔ "وعلیکم السّلام ایوان راسکا' آؤ۔ بیٹھ جاؤ۔"

راسکا ایک دم سے گھبرا کر خیال خوانی بھول گیا۔ دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچنے لگا۔ یا حیرت! بزرگ کو یہ کیسے معلوم ہوگیا کہ میں اس نوجوان کے اندر ہوں۔

اسے اپنے اندر وہی آواز سنائی دی۔ "چلے کیوں آئے؟ آؤ! آجاؤ!"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر اس جوان کے اندر آیا۔ بزرگ نے کہا "یہ نہ سوچو کہ میں تمہاری موجودگی اور عدم موجودگی کو کیسے سمجھ لیتا ہوں۔ علوم اور آگہی کی کوئی حد نہیں ہے۔ تم جتنا سوچو گے اتنا الجھو گے۔

"جو لوگ میرے پاس آتے ہیں' میں ان کی نیت کو پہلے سمجھتا ہوں۔ اگر تم دشمنی کی نیت رکھتے تو اس نوجوان کے اندر نہ آسکتے۔ یہ بیمار نہیں ہے۔ میں حکم دوں تو یہ سانس روک کر تمہیں رخصت کردے گا۔

"تم طویل عرصے سے ایک عالیشان محل میں ایک قیدی کی زندگی گزار رہے ہو۔ تم نے دو بار بغاوت کی' تمہارے آقاؤں نے دو بار تمہارا برین واش کیا اور تمہارے ذہن سے بغاوت کے جذبات ختم کردیے۔ اب پھر تم اس قید سے رہائی چاہتے ہو۔"

وہ بولا "محترم بزرگ! آپ سے کوئی بات پوشیدہ نہیں ہے۔ آپ میری نیت کو بھی سمجھ رہے ہیں۔ میں اس قید سے رہائی پاکر ایک سیدھی سادی ازدواجی گھریلو زندگی گزارنا چاہتا ہوں۔"

"بندہ بہت کچھ چاہتا ہے' یہ نہیں جانتا کہ اللہ کیا چاہتا ہے اور کوئی جان بھی نہیں سکتا۔ ویسے مقاصد نیک رہیں تو مقدر بنتا جاتا ہے۔

"دوسروں سے نیکیاں کرتے رہو اور یہ ایمان رکھو کہ نیکیاں کبھی ضائع نہیں جاتیں۔ یہ پھل دیتی ہیں خواہ دیر سے دیں۔ خدا پہلے صبر آزماتا ہے' نیکی اور راستی پر پہلے بندے کی پختگی دیکھتا ہے پھر انعام دیتا ہے۔ تمہیں بھی انعام ملے گا۔ لیکن ابھی آزمائشوں سے گزرنا ہے مستقل مزاجی سے گزرتے رہو۔"

"محترم بزرگ! میں نے قیدی کی زندگی گزارنے کے دوران مذہب کو یکسر بھلا دیا۔ شاید اس لیے کہ مجھے مذہب نے' خدا نے اور دعاؤں نے قید سے رہائی نہیں دلائی۔"

"اے بندے! خدا قید اور رہائی نہیں دیتا۔ عمل کی توفیق دیتا ہے۔ گرفتاری کا عمل کرو گے' زنداں میں جاؤ گے۔ رہائی کا عمل کرو گے' رہائی پاؤ گے۔

"تم دو مذاہب کے درمیان ہو۔ اپنے آباؤ اجداد کی تہذیب اور عقائد کو اپنائے رکھو گے تو یہ تمہارا اپنا عمل ہوگا اور محبت کے سائے میں چلو گے تو دینِ اسلام تک پہنچو گے۔

"مجھ سے یہ توقع نہ رکھو کہ میں تمہیں دینِ اسلام قبول کرنے کا مشورہ دوں گا۔ کیونکہ مشورے کم عقل کو دیے جاتے ہیں اور میں نہیں چاہوں گا کہ کوئی کم عقل مسلمان ہو۔

"یہ سمجھو کہ تمہیں فرحانہ کی طرف کسی نے مائل کیا یا تم خود مائل ہوئے۔ جب آدمی دل سے قائل ہوتا ہے' تب خود بخود مائل ہوتا ہے۔ اسلام بھی دل کا سودا ہے۔ یہ سودا جب سر میں سمائے اور دل میں دھڑکے تب اِدھر آنا ورنہ جہاں ہو' وہیں بھلے ہو۔"

"میرے سر میں عشق کا سودا سمایا ہے۔ فرحانہ کافر ہو تو میں کافر' فرحانہ مسلمان رہے تو میں مسلمان۔ محترم بزرگ' ہم نے خدا کو نہیں دیکھا مگر اس معبود کو پیغمبروں کے ذریعے پہچانا اور مانا۔ عورت پیغمبر نہیں ہوتی مگر پیامبر ہوتی ہے۔ محبت کا پیام دے کر کسی کو کافر بناتی ہے کسی کو مسلمان۔ فرحانہ مجھے مسلمان بنا رہی ہے اور میں بن رہا ہوں۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولا "میں آپ کے سامنے شاید زیادہ بول رہا ہوں۔ اب نہیں بولوں گا۔ بس آخری بات کہتا ہوں' وہ یہ ہے تو میں ہوں۔ میں نہیں جانتا' آدمی کافر سے مسلمان کیسے ہوتا ہے لیکن میں فرحانہ کے عشق میں اوّل مسلمان ہوں' آخر مسلمان ہوں۔"

وہ چپ ہوگیا۔ حجرے میں گہری خاموشی چھاگئی۔ جناب تبریزی صاحب چند لمحوں تک سر جھکائے بیٹھے رہے پھر انہوں نے کہا "الحمدللہ جاؤ غسل کرو۔ پاک ہوجاؤ۔ صاف ستھرا لباس پہنو پھر آؤ۔ میں کلمہ پڑھاؤں گا۔"

وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔

O☆O

پارس نے فراڈ کیا تھا۔ شی تارا سے جھوٹ کہا تھا کہ وہ دہلی چھوڑ کر پیرس جارہا ہے۔ اگر وہ ایسا نہ کہتا تو وہ کشمیر جانے کے راستے میں رکاوٹیں پیدا کرتی۔ انٹیلی جنس والوں کو مجبور کرتی کہ وہ کشمیر جانے والی فلائٹ کو چیک کریں اور مشکوک افراد کو وہاں جانے سے روک دیں۔

شی تارا آسانی سے اس کی بات کا یقین نہ کرتی لیکن پارس نے یقین دلانے کے لیے ایک چال یہ چلی کہ پیرس جانے کے لیے اس نے شی تارا ہی سے دوسری صبح کی فلائٹ میں سیٹ ریزرو کرانے کو کہا۔ وعدہ کیا کہ اس کا آدمی انڈین ائرلائن کے دفتر میں اس کا پاسپورٹ لے کر آئے گا۔ دوسرا وعدہ یہ کیا کہ وہ ساری رات شی تارا کے ساتھ گزارے گا۔

دنیا کی ہر عورت یہ ناز کرتی ہے کہ اس کا محبوب اس کے حسن و شباب کا دیوانہ ہے۔ شی تارا کو بھی یہ ناز تھا کہ پارس اس کے ساتھ دو راتیں گزارنے کے بعد اس کے لیے پاگل ہو رہا ہے اس لیے تیسری رات بھی ضرور گزارے گا۔ بغیر ہتھکڑی بغیر بیڑی کا قیدی ہے' پیار کے نازک دھاگوں سے بندھا رہے گا۔ کشمیر نہیں جائے گا۔ مگر پنچھی اُڑ گیا۔ شی تارا چار بجے شام کو انڈین ائرلائن کے ایک افسر کے دماغ میں آئی۔ اس کے ذریعے ٹکٹ انچارج سے بولی "کیا پیرس جانے والی صبح کی فلائٹ میں کوئی سیٹ ہے؟"

انچارج نے افسر سے کہا "نو سر! ایک بھی سیٹ نہیں ہے۔"

"لیکن ایک سیٹ کسی طرح خالی کرانی ہوگی۔ مسافروں کی لسٹ دیکھو اور طے کرو کہ کس مسافر کو ڈراپ کیا جاسکتا ہے۔"

"آل رائٹ سر! میں ابھی لسٹ چیک کرکے آپ کو بتاؤں گا۔"

"بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہر حال میں ایک مسافر کو ڈراپ کرو۔ ہمارا ایک اہم آدمی جائے گا۔ اپنے ماتحت اسٹاف سے کہو' ایک شخص مسٹر پریم کمار کا پاسپورٹ لے کر

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

آئے گا۔ اس کے کاغذات دیکھ کر وہ سیٹ اس کے نام کر دی جائے۔ جب کوئی شخص مسٹر پریم کمار کا ٹکٹ لینے آئے تو مجھے اطلاع دینا۔"

شی تارا یہ سارے احکامات صادر کرنے کے بعد دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گئی۔ پھر پندرہ بیس منٹ کے وقفوں سے بار بار جا کر افسر کے ذریعے معلوم کرنے لگی کہ پریم کمار کے نام سیٹ ریزرو ہوئی ہے یا نہیں؟

پانچ بج گئے۔ ساڑھے پانچ ہو گئے۔ کوئی پارس عرف پریم کمار کا پاسپورٹ لے کر نہیں آیا اور پاسپورٹ کے بغیر بیرونی ممالک جانے والی کسی فلائٹ میں سیٹ ریزرو نہیں ہو سکتی تھی۔ شی تارا کو تشویش ہوئی۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے پارس سے پوچھنا چاہا کہ اس کا پاسپورٹ لانے والا آدمی کہاں رہ گیا ہے؟

پارس نے اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لی۔ وہ کشمیر پہنچ گیا تھا اور طیارے سے اتر رہا تھا۔ یہ نہیں چاہتا تھا کہ شی تارا ایسے وقت دماغ میں آ کر اسے دیکھے۔

وہ ایک بار ناکام ہو کر دوسری بار آئی اور آتے ہی بولی "میں ہوں شی تارا۔ تم کہاں ہو؟"

اس نے کہا "آدھے گھنٹے بعد آؤ۔" پھر یہ کہتے ہی سانس روک لی۔ شی تارا اپنی جگہ حاضر ہو کر جھنجلا گئی۔ یہ جھنجلاہٹ اس بات پر تھی کہ پارس کے چور خیالات پڑھے نہیں جاتے تھے۔ اگر دماغ میں تھوڑی دیر رہنے کا موقع ملتا تو اتنا ضرور معلوم ہو جاتا کہ وہ کہاں ہے اور ایسا کیا کرتا پھر رہا ہے کہ اسے آدھے گھنٹے بعد آنے کو کہہ رہا ہے؟

وہ اس کی مصروفیات کے متعلق معلوم کرنے کے لیے بے چین ہو گئی۔ اٹھ کر ٹہلنے لگی۔ پارس پچھلی رات سفیر کے پاس عکس بن کر آیا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ عکس منتقل کرنے والی ٹیم اس کے ساتھ ہے۔ وہ سوچنے لگی اگر اس ٹیم کے کسی فرد کے دماغ میں جگہ مل جائے تو وہ پارس کے متعلق بہت کچھ معلوم کر سکے گی۔

اس نے خیال خوانی کے ذریعے ایوان راسکا کو مخاطب کیا پھر اس سے پوچھا "پچھلی بار تم پارس کے پاس گئے تو کیا وہ تنہا تھا؟ یا اس کے ساتھی بھی تھے؟"

وہ بولا "مادام! وہ تنہا نہیں تھا۔ اس کے ساتھ ایک کشمیری حسینہ تھی۔"

"کیا؟" وہ ایک دم سے بھڑک کر بولی "تم نے پہلے اس حسینہ کا ذکر کیوں نہیں کیا؟"

"مادام! آپ کا حکم ہے کہ جتنا پوچھا جائے' اتنا ہی بولو۔ پہلے آپ نے ساتھیوں کے متعلق نہیں پوچھا تھا۔ اب آپ نے پوچھا ہے تو بول رہا ہوں۔"

"تم گدھے ہو۔ اس کشمیری عورت کے دماغ میں تم نے جگہ کیوں نہیں بنائی؟"

"اس کے دل اور دماغ میں صرف پارس کے لیے جگہ ہے۔ اس نے مجھے جگہ نہیں دی۔ سانس روک لی۔"

"اگر وہ یوگا کی ماہر ہے تو پھر بابا صاحب کے ادارے سے آئی ہے اور کشمیری حسینہ کے بھیس میں ہے۔"

"نہیں مادام! وہ بیچاری کینسر کی مریضہ ہے۔ پارس نے اس کا یہ موذی مرض ختم کرنے کے لیے خود کو ناگ سے ڈسوا لیا تھا۔ اپنی جان کا خطرہ مول لیا تھا۔ وہ جس طرح آپ کو دل و جان سے چاہتے ہیں' اسی طرح اس کشمیری حسینہ کو بھی۔"

وہ بات کاٹ کر بولی "یو شٹ اپ نان سنس! کیا انہیں جانتے کہ دل و جان سے کسی ایک کو چاہا جاتا ہے۔ وہ مکار ہے۔ ہرجائی ہے۔ بھونرے کی طرح ادھر سے اُدھر جاتا ہے۔ وہ کیا جانے کہ سچی محبت کیا ہوتی ہے۔۔۔"

وہ آگے نہ کہہ سکی۔ دماغی طور پر حاضر ہو کر رونے لگی۔ رونا اس بات پر آیا کہ ابھی اڑتالیس گھنٹے پہلے اس پر اپنا سب کچھ نچھاور کر دیا تھا۔ محبت کے نام پر اس کی کسی آرزو کو تشنہ نہیں چھوڑا تھا۔ پھر بھی وہ ہرجائی بمبئی چھوڑ کر دہلی پہنچتے ہی کسی دوسری کا ہو گیا تھا۔

ایسے وقت عورت صدمے سے سوچتی ہے کہ میں نے اس کی کون سی بات نہیں مانی تھی۔ مجھ میں کیا کمی رہ گئی تھی کہ وہ کمی دوسری جگہ پوری ہو رہی تھی۔

پھر اس نے وعدہ کیا تھا کہ پیرس جانے سے پہلے آج کی رات اس کے ساتھ گزارے گا لیکن کیسے گزارتا؟ شی تارا کا بھاؤ گرانے والی کوئی کشمیری حسینہ آ گئی تھی۔ پارس کو اس الوداعی رات سے چھین کر لے گئی تھی۔ ایک سوکن کے مقابلے میں شی تارا کا بھاؤ گر گیا تھا اور اس سے یہ توہین برداشت نہیں ہو رہی تھی۔ وہ روتے روتے چیخ پڑی "میں سمجھ گئی ہوں' وہ اس کشمیرن کے ساتھ کشمیر گیا ہے۔ میں اس عورت کو زندہ نہیں چھوڑوں گی اور پارس کو سکون سے رہنے نہیں دوں گی۔ اچھا ہوا کہ میں نے اسے اپنی صرف دو راتیں دیں اور اس سے شادی نہیں کی۔ آج یقین ہو گیا ہے کہ ایک مسلمان سے نباہ نہیں ہو گا۔ یہ مسلمان بے ایمان اور دغاباز ہوتے ہیں۔ میں پارس کو کسی نہ کسی طرح گھیر کر اپاہج بنا دوں گی

اور اسے اپنے قدموں میں غلام بنا کر رکھوں گی۔"

وہ غصے سے چیخ چیخ کر بول رہی تھی۔ دائی ماں ایک طرف کھڑی سن رہی تھی اور یہ سمجھ رہی تھی کہ ایسے غصے اور جنون کے وقت کوئی نصیحت کام نہیں آئے گی۔ وہ اپنے اندر کا سارا غبار نکال لے تو بہتر ہے۔

وہ روتے روتے پارس سے دشمنی کی قسمیں کھاتے کھاتے تھک ہار کر نڈھال سی ہو گئی۔ صوفے پر لیٹ کر اسے اپنا آلۂ کار بنانے کی کوشش کروں گی۔

وہ خیال خوانی کی پرواز کر کے اس کے اندر آئی پھر بولی "تم نے آدھے گھنٹے بعد آنے کو کہا تھا۔ میں ایک گھنٹے بعد آئی ہوں۔ کیا تم دہلی میں ہو؟"

"نہیں' تمہیں یہ سن کر دکھ نہیں پہنچنا چاہئے کہ میں تمہیں دھوکا دے کر کشمیر آیا ہوں۔ ایسا نہ کرتا تو تم یہاں آنے والی تمام فلائٹس کو چیک کراتیں۔ تم نے میرے خلاف یہودی سفیر اور بھارتی انٹیلی جنس کے چیف کا ساتھ دے کر خود کو ناقابلِ اعتماد بنا لیا ہے۔"

"ہاں' میں ناقابلِ اعتماد ہوں۔ مگر تم مجھ سے زیادہ جھوٹے' فریبی اور مکار ہو۔ تم نے میری آج کی رات کسی دوسری عورت کو دے کر میرے اندر کی عورت کو بری طرح زخمی کیا ہے۔ میں قسم کھاتی ہوں کہ آئندہ تمہارے سائے سے بھی دور رہوں گی۔ کبھی رات گزارنے پر مجبور ہوئی تو اس سے پہلے خودکشی کر لوں گی۔ تم کبھی میرے بدن کو چھو نہیں سکو گے۔"

"تم اپنی مرضی کی مالک ہو۔ کوئی بھی فیصلہ کر سکتی ہو لیکن خدا گواہ ہے کہ میں نے تمہاری یہ رات کسی کو نہیں دی ہے اور نہ ہی کسی کے مقابلے میں تمہیں کم تر کیا ہے۔ ایک کینسر کی مریضہ اچانک میری زندگی میں آئی ہے۔ ہو سکتا ہے' وہ جی جائے اور وہ بیچاری جی نہ سکی تو ایک دن تمہیں بھی افسوس ہو گا۔ اس لیے اس بدنصیب کا ذکر برے الفاظ میں نہ کرو۔ اسے کچھ عرصے ہنسی خوشی جی لینے دو۔ باقی رہی مجھ سے دشمنی کی بات تو جو چاہو کرو۔ مجھے آستین میں سانپ پالنے کی عادت ہے اور تم تو بہت ہی خوبصورت ناگن ہو۔"

وہ واپس آ گئی۔ اتنی دیر اس کے اندر رہنے کے باوجود یہ معلوم نہ کر سکی کہ وہ کشمیر کے کس علاقے میں ہے۔ دہلی سے فلائٹ چار بجے روانہ ہوئی تھی' وہ سری نگر گئی تھی۔ وہ یقین سے سوچ رہی تھی کہ پارس اسی فلائٹ سے گیا ہے۔

اس نے ریسیور اٹھا کر ایک فوجی افسر سے رابطہ کیا۔ اس کی آواز سن کر ریسیور رکھ دیا۔ اس کے خیالات پڑھے'

اس سے پتا چلا کشمیر میں جو بھارتی فوج کا کمانڈر ہے وہ آج دہلی آیا ہوا ہے۔ کل سری نگر جائے گا۔ افسر نے شی تارا کی مرضی کے مطابق کمانڈر کی رہائش گاہ کے فون پر رابطہ کیا۔ کمانڈر نے پوچھا "کون ہو تم؟"

شی تارا نے اس سے ریسیور رکھوا دیا پھر کہا "میں ایک دیش بھگت ہوں۔ تمہارے دماغ میں بول رہی ہوں۔"

وہ پریشان ہو کر خلا میں تکتے ہوئے بولا "تم وہی عورت ہو' جو یہودی سفیر اور انٹیلی جنس کے چیف کو دیش بھگت بن کر دھوکا دے رہی تھیں اور دیش کے ایک دشمن کو اپنی کوٹھی میں چھپایا ہوا تھا۔"

وہ بولی "یہ جھوٹ ہے۔ مجھ پر الزام ہے۔ میں نے اپنی کوٹھی میں کسی دشمن کو نہیں چھپایا تھا۔"

"تم اسے دشمن نہیں کہو گی۔ کیونکہ تم اس مسلمان سے عشق کرتی ہو۔"

"کرتی تھی۔ اب نہیں کرتی ہوں۔ میں اس کے خلاف اہم اطلاع دینے آئی ہوں۔ وہ فرہاد علی تیمور کا بیٹا پارس ہے اور اس وقت سری نگر پہنچا ہوا ہے۔"

"یعنی تم فرہاد کے بیٹے سے محبت کرتی تھیں۔ کل تک اسے اپنی کوٹھی میں رکھا تھا۔ آج اسے دشمن کیوں کہہ رہی ہو؟"

"دوستی کسی وقت بھی دشمنی میں بدل جاتی ہے۔ تم مجھ پر بھروسا کرو۔"

"کیسے بھروسا کروں؟ جو دوستی آج دشمنی میں بدلی ہے یہی دشمنی کل دوستی میں بدل جائے گی۔ عشق کرنے والے عارضی طور پر جھگڑتے ہیں پھر گلے مل جاتے ہیں۔"

"کمانڈر! تم فضول باتوں میں وقت ضائع کر رہے ہو۔ میں جو کہہ رہی ہوں' اس پر عمل کرو ورنہ۔۔۔"

وہ بات کاٹ کر بولا "ورنہ تم نے جس طرح یہودی سفیر کے کمرے میں چیف کو دماغی تکلیف میں مبتلا کیا تھا اسی طرح میرے دماغ میں زلزلے پیدا کرو گی۔ کیا یہی تمہاری دیش بھگتی ہے۔ دیش کی رکھشا کرنے والے سپاہیوں کو نقصان پہنچاتی ہو۔"

"میں تمہیں نقصان نہیں پہنچاؤں گی۔ مجھے بتاؤ تم کس طرح میری نیک نیتی پر بھروسا کرو گے؟"

"سیدھی سی بات ہے۔ تم روپوش نہ رہو۔ ہمارے سامنے آ کر دیش کی بھلائی کے لیے ٹیلی پیتھی کو ہتھیار بناؤ۔"

"اچھی بات ہے' میں تمہارا اعتماد حاصل کرنے اور دیش کو ایک دشمن سے محفوظ رکھنے کے لیے ابھی آ رہی ہوں۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اس نے دماغی طور پر حاضر ہو کر دائی ماں اور پوجا کو آواز دی۔ وہ دونوں حاضر ہو گئیں۔ اس نے کہا "پوجا! تمہارا نام کیا ہے؟"

وہ بولی "میں آپ کی چھایا ہوں۔ میرا نام شی تارا ہے۔ اور میں جب موڈ میں ہوتی ہوں تو خیال خوانی کرتی ہوں۔"

"شاباش، ایک بیگ میں اپنا مختصر سا ضروری سامان رکھو اور کمانڈر کے بنگلے میں جاؤ۔ میں تمہارے اندر رہوں گی اور تمہیں گائیڈ کرتی رہوں گی۔ دائی ماں! پوجا کو باہر تک چھوڑ کر آؤ اور مجھے چائے پلاؤ۔"

وہ دونوں چلی گئیں۔ شی تارا پوجا کے دماغ میں تھی۔ وہ کار ڈرائیو کر رہی تھی اور شی تارا کی مرضی کے مطابق راستوں پر مڑتی جا رہی تھی۔ پھر کار کمانڈر کے بنگلے کے سامنے پہنچ گئی۔ وہاں مسلح فوجیوں نے اسے روکا۔ وہ کمانڈر کے اندر پہنچ کر بولی "میں آ گئی ہوں۔ گیٹ پر مجھے روکا جا رہا ہے۔"

کمانڈر نے واکی ٹاکی کے ذریعے کہا "گیٹ کھول دو اور کار والی کو آنے دو۔"

گیٹ کھول دیا گیا۔ وہ ڈرائیو کرتی ہوئی پورچ میں آئی۔ دروازے پر ایک ملازم ایک دس برس کے لڑکے کے ساتھ تھا۔ پوجا نے کار سے نکل کر لڑکے سے پوچھا "ہیلو ہینڈسم بوائے! کیا تم کمانڈر صاحب کے بیٹے ہو؟"

"جی ہاں، میں ان ہی کا بیٹا ہوں۔ آپ کیسے جانتی ہیں؟"

"میں نے ایک اندازے سے پوچھا اور یہ درست نکلا کیا اپنے ڈیڈی تک گائیڈ کرو گے؟"

ملازم نے کہا "میرے ساتھ آئیں، صاحب آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔"

وہ اس کے ساتھ اندر آئی۔ ڈرائنگ روم میں کمانڈر ایک اور فوجی افسر کے ساتھ بیٹھا شراب پی رہا تھا۔ وہ دونوں پوجا کے حسن و جمال کو دیکھ کر چند لمحوں کے لیے ساکت رہ گئے۔ وہ جتنی حسین تھی، نشے میں مست ہونے والوں کو اس سے بھی زیادہ حسین لگ رہی تھی۔ وہ دونوں اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ پوجا نے کہا "میں وہی ٹیلی پیتھی جاننے والی ہوں۔"

دونوں نے آگے بڑھ کر مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا "تم سے مل کر خوشی ہو رہی ہے۔ ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ تم اس قدر حسین ہو گی۔"

پوجا نے مصافحہ نہیں کیا۔ دوسرے اعلیٰ افسر نے کہا "آؤ بیٹھو، یوں لگتا ہے اِندر سبھا کی اپسرا ہمارے گھر آئی ہے۔"

وہ ایک صوفے پر بیٹھ گئی۔ کمانڈر نے پوچھا "کیا تمہارے لیے پیگ بناؤں۔ یہاں طرح طرح کی فارن وہسکی ہے، کیا پیو گی؟"

"میں تم دونوں کا خون پیوں گی۔"

وہ دونوں ہنسنے لگے۔ ایک نے کہا "بھئی خوب مذاق کرتی ہو۔ تم اتنا حسن لے کر کہاں چھپی ہوئی تھیں۔ پہلے کیوں نہیں آئیں؟"

"پہلے تمہاری موت نہیں آئی تھی۔ اس لیے نہیں آئی۔ آج آئی ہوں۔ چلو اٹھو اور یہ گلاس اور بوتلیں یہاں سے ہٹا دو۔"

اعلیٰ فوجی افسر نے ہنستے ہوئے کہا "ایسے حکم دے رہی ہو، جیسے ہماری گھر والی ہو۔ آؤ میرے پہلو میں آؤ۔"

پوجا نے اسے گھور کر دیکھا۔ شی تارا نے اس افسر کو اچھل کر کھڑا ہونے پر مجبور کیا پھر افسر نے شراب سے بھرا ہوا گلاس کھینچ کر کمانڈر کے منہ پر مارا۔ کمانڈر غصے سے اچھل کر کھڑا ہو گیا اور بولا "جیت سنگھ! کیا شراب چڑھ گئی ہے؟"

اس کی بات ختم ہوتے ہی کمانڈر نے اپنا شراب سے بھرا ہوا گلاس اپنے ہی سر پر مارا پھر چکرا کر صوفے پر بیٹھ گیا۔ اعلیٰ افسر نے بوتل اٹھا کر اپنے ایک گھٹنے پر زور سے ماری پھر چیخ مار کر لنگڑاتا ہوا دوسرے صوفے پر گر پڑا۔ بوتل کے کانچ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر قالین پر بکھر گیا تھا۔

ایک اپنا سر پکڑ کر، دوسرا اپنے گھٹنے پر ہاتھ رکھ کر تکلیف سے کراہ رہا تھا۔ نشہ ہرن ہو گیا تھا۔ دونوں پوجا کو دیکھ رہے تھے اور سمجھ رہے تھے کہ اس حسین لڑکی نے ان کے ساتھ ایسا سلوک کیا ہے۔ وہ بولی "کیا میں اِندر سبھا کی اپسرا لگ رہی ہوں؟"

کمانڈر نے ہچکچاتے ہوئے کہا "تم نے آتے ہی دشمنی کی ہے۔"

"اور تم اپنے دیس کے ساتھ کیا کر رہے ہو؟ ڈیوٹی چھوڑ کر کشمیر سے دو تین راتیں گزارنے دہلی آتے ہو۔ بیوی میکے بھیج دیا ہے۔ تمہارا وہ دس برس کا بیٹا بھی ماں کے سا[تھ] ہی ہے۔ یہاں دو حسینائیں تم دونوں کے لیے آنے وا[لی] ہیں۔ کیا تمہیں احساس ہے کہ اپنے دیس سے کیسی دشم[نی] کر رہے ہو؟"

اعلیٰ افسر نے کہا۔ "ہم دیس کے لیے جان کی باز[ی] لگاتے ہیں۔ گولے، بارود اور موت سے لڑتے ہیں۔ ہما[ری] زندگی کا کوئی بھروسا نہیں ہوتا۔ ابھی یہاں بیٹھے پی ر[ہے] ہیں۔ کل صبح محاذ پر جا کر مر جائیں گے۔ جو تھوڑی سی زندگی ہماری ہے، اس میں ہمیں عیش و عشرت سے رہنے کا حق ہے۔"

"عیش و عشرت میں چند گھنٹے گزارنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ڈیوٹی چھوڑ کر آؤ۔ تم چھٹی لے کر اپنا ہر شوق پورا کرو۔ مجھ جیسی لڑکیاں دیس کی بھلائی کے لیے تم سے تعاون کریں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان کی عزت سے کھیلنا شروع کر دو۔ میرے پاس ٹیلی پیتھی کا ہتھیار نہ ہوتا تو تم دونوں ابھی میری عزت سے کھیلتے رہتے۔"

کمانڈر نے کہا "ٹھیک ہے، ہمیں غلطی کا احساس ہو گیا ہے۔ یہاں شراب اور شیشے کے ٹکڑے بکھرے ہوئے ہیں، آؤ دوسرے کمرے میں چلیں۔"

اس نے ملازم کو بلا کر ڈرائنگ روم کی صفائی کرنے کو کہا پھر وہ تینوں دوسرے کمرے میں آ گئے۔ پوجا نے کہا "اگر پچھلی رات مجھے دیس بھگت تسلیم کیا جاتا اور میری رپورٹ کے مطابق عمل کیا جاتا تو وہ یہودی سفیر خوفزدہ ہو کر ہمارے ملک سے واپس نہ جاتا اور پاکستانی ایجنٹ بھی زخمی ہو کر نہ بھاگتا۔ ہم سب مل کر فرہاد کے بیٹے پارس کو یہاں سے بھگا دیتے۔"

کمانڈر نے کہا "مجھے تم پر شبہ تھا مگر اب پورا بھروسا کرتا ہوں۔ کیا پارس اب بھی ہمارے دیس میں ہے؟"

"وہ سری نگر پہنچا ہوا ہے، جہاں سے تم ڈیوٹی چھوڑ کر آئے ہو۔"

"مجھے اور شرمندہ نہ کرو۔ میں صبح کشمیر پہنچ جاؤں گا۔ ابھی یہاں سے پارس کو گرفتار کرنے کے احکامات صادر کرتا ہوں۔"

"وہاں پارس کو ڈھونڈ نکالنا آسان نہ ہو گا۔ فوری طور پر یہ معلوم کیا جائے کہ شام کی فلائٹ سے وہاں پہنچنے والے مسافر کون کون تھے؟ ان کے نام اور پتے کیا ہیں اور وہ کہاں قیام کر رہے ہیں؟"

کمانڈر نے اپنا بریف کیس کھول کر ایک ٹرانسیٹر نکالا۔ اس کے ذریعے سری نگر میں موجود ایک میجر کو حکم دیا کہ فلائٹ کے تمام مسافروں کے متعلق چھان بین کی جائے۔ پھر اس نے شی تارا کے مشورے کے مطابق حکم دیا کہ سری نگر، سوپور اور اننت ناگ میں جتنی غیر ملکی ایجنسیاں، غیر ملکی نمائندے، پریس رپورٹرز اور فوٹو گرافرز ہیں، ان سب پر پابندیاں عائد کی جائیں۔ انہیں ان کی رہائش گاہ کی چار دیواری سے باہر نہ نکلنے دیا جائے۔

پارس نے تو یہی سوچا تھا کہ غیر ملکی پریس رپورٹر بن کر رہے گا لیکن اس کے سری نگر پہنچتے ہی شی تارا نے اس کے اندر آ کر کھلی دشمنی کی قسم کھائی تو اس نے پاشا اور ہومر سے کہا "ہمیں پھر بھیس بدلنا ہو گا۔ شی تارا رکاوٹیں پیدا کر رہی ہے۔ یہاں افغانی اور سوڈانی خاندان بڑی تعداد میں برسوں سے آباد ہیں۔ میں بڑی حد تک پشتو زبان بول لیتا ہوں۔ اس لیے افغانی بن کر رہوں گا۔ ہومر سوڈان کا ایک باشندہ بن کر رہ سکتا ہے ۔ پاشا تم ایک گونگے کشمیری بن جاؤ اور اپنے چہرے سے یہ میک اپ اتار دو۔"

پاشا نے پوچھا "آفرین کا کیا بنے گا؟"

"وہ ایک کشمیری عورت ہے اور وہ سفر کے دوران ہم سے دور رہی ہے اس لیے ہماری ساتھی نہیں سمجھی جائے گی۔ اب ہم نئے بھیس میں رہیں گے تو وہ ہمارے ساتھ رہ سکے گی۔"

وہ سب سری نگر کے ریسٹ ہاؤس میں تھے۔ انہوں نے فوراً اپنے چہرے سے میک اپ صاف کیے پھر اپنا سامان اٹھا کر ریسٹ ہاؤس چھوڑ دیا۔

بھارتی فوج کا افسر ایک ٹرانسیٹر کے ذریعے اپنے سراغرسانوں سے فرداً فرداً رابطہ کر رہا تھا۔ شیخ عبداللہ کی طرح وہاں کچھ غدار اور بے ضمیر مسلمان بھی تھے، جو کشمیری مجاہدین کے خلاف سراغرسانی کرتے تھے۔ کچھ ہندو کشمیری تھے جو مسلمانوں کے پڑوسی یا محلے دار تھے یا دوست بن کر پیٹھ پیچھے دشمنی کرتے تھے اور ان کی خبریں بھارتی فوج تک پہنچاتے تھے۔ ایسے تمام سراغرسانوں کو یہ اطلاع دی جا رہی تھی کہ پارس نامی ایک دہشت گرد اور بھارت دشمن تخریب کار سری نگر یا اس کے مضافات میں ہے۔ اس کے ساتھ ایک کشمیری لڑکی ہو گی۔ اس کے اور بھی ساتھی ہوں گے۔ ویسے وہ عموماً تنہا رہتا ہے۔ اس کی سب سے بڑی پہچان یہ ہے کہ وہ سانپ کی طرح زہریلا ہے۔ اس پر کسی سانپ کا زہر اثر نہیں کرتا ہے۔ دوسری بڑی پہچان یہ ہے کہ وہ سانپ کی طرح آنکھیں کھلی رکھتا ہے۔ پلکیں نہیں جھپکتا ہے۔ وہ ہزار بھیس میں رہے، اپنی مسلسل کھلی آنکھوں کی وجہ سے پہچانا جا سکتا ہے۔

پارس، آفرین، پاشا اور ہومر سری نگر سے دو میل کے فاصلے پر ایک گاؤں میں آ گئے تھے۔ آفرین نے مردانہ لباس پہنا تھا۔ پارس نے کہا "پہلے تم گاؤں میں جاؤ۔ تمہیں مقامی زبان آتی ہے۔ معلوم کرو اس گاؤں میں مسلمانوں کے کتنے گھر ہیں اور ہم مختلف مسلمانوں کے گھروں میں رات گزار سکتے ہیں یا نہیں۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

وہ ایک پہاڑی چٹان کے پیچھے چھپے رہے۔ پارس نے کہا "پاشا! تم یہاں سے اس گاؤں تک تاریکی میں دیکھ سکتے ہو۔ اس لیے آفرین پر نظر رکھو۔ کوئی دشمن اس پر اچانک حملہ کر سکتا ہے۔"

پاشا اسے دیکھنے لگا۔ وہ ڈھلان سے اترتی جا رہی تھی۔ اس کے ہاتھ میں پنسل ٹارچ تھی۔ جسے وہ کبھی کبھی روشن کر کے تاریکی میں راستہ دیکھتی تھی پھر اسے بجھا کر آگے بڑھتی رہتی تھی۔ بیس منٹ تک چلتے رہنے کے بعد وہ ایک گاؤں میں داخل ہو گئی۔ وہ ایک درخت کی آڑ میں چھپ کر دور تک دیکھنے لگی۔ مکانوں کے اندر سے آنے والی روشنیوں کے باعث پہلے جیسی تاریکی نہیں رہی تھی۔ وہ پہلے دیکھنا چاہتی تھی کہ گاؤں میں مسجد کہاں ہے' جہاں ہو گی اس کے اطراف مسلمانوں کے گھر ہوں گے۔ وہ سیدھی اسی طرف جانا چاہتی تھی۔

عموماً گاؤں کی مسجدوں کے مینار اور گنبد نہیں ہوتے۔ صرف چار دیواری اور کچی چھت ہوتی ہے۔ اس لیے مختلف مکانوں اور دکانوں کی آڑ میں آفرین کو مسجد نظر نہیں آ رہی تھی۔ پھر قسمت نے ساتھ دیا۔ اسی وقت عشا کی اذان ہونے لگی۔ آواز سنتے ہی وہ اس سمت بڑھنے لگی۔

اگرچہ ابتدائی شب تھی۔ اس کے باوجود گاؤں میں خاموشی اور ویرانی تھی۔ لوگ شدید سردی کے باعث باہر نہیں نکلتے تھے۔ اذان کی آواز پر صرف نمازی نکل رہے تھے۔ وہ مسجد کے سامنے آ کر کھڑی ہو گئی۔ اس نے کمبل کو اچھی طرح لپیٹ رکھا تھا۔ سر اور نصف چہرے کو بھی چھپایا تھا۔ نمازی اسے دیکھ کر ذرا ٹھٹکتے پھر آگے بڑھ کر مسجد میں چلے جاتے تھے۔

ایک نمازی نے اس کے قریب آ کر پوچھا "کیا تم یہاں اجنبی ہو؟"

وہ بولی "ہاں میں ایک مسافر ہوں۔ پناہ چاہتی ہوں۔"

پاشا چٹان کے پیچھے بیٹھا پارس سے کہہ رہا تھا "آفرین سے گاؤں کا ایک باشندہ بول رہا ہے اور حیران ہو رہا ہے کہ وہ عورت ہے اور تنہا ہے۔ اس سے پوچھ رہا ہے کہ وہ کہاں سے آئی ہے اور تنہا کہاں جائے گی؟ آفرین کہہ رہی ہے کہ اسے کسی گھر میں پناہ ملے گی تو وہ اپنے متعلق صرف اپنے میزبان کو بتائے گی۔ اب وہ اجنبی ایک مکان کی نشاندہی کر رہا ہے اور آفرین کو میں یہاں سے دیکھ رہا ہوں' وہ ایک مکان کی طرف جا رہی ہے۔"

پارس نے کہا "تم اس اجنبی کی آواز پر بھی توجہ دیتے رہو۔ آفرین سے جو بھی ملے اس کی آواز اور لہجے کو یاد رکھو۔"

وہ بولا "میں اس اجنبی کو یہاں سے دیکھ رہا ہوں۔ وہ نماز پڑھنے کے لیے مسجد کی طرف جا رہا تھا لیکن آفرین کو ایک مکان کی طرف روانہ کرنے کے بعد خود کہیں اور جا رہا ہے۔"

"کیا وہ نماز پڑھنے مسجد میں نہیں جا رہا ہے؟"

"نہیں۔ اس نے راستہ بدل دیا ہے۔ مکانوں کے پیچھے گم ہو گیا ہے۔ ہاں ذرا ایک منٹ۔۔۔ وہ۔ وہ کسی سے کچھ کہہ رہا ہے۔ میں مقامی زبان نہیں سمجھ سکتا۔ دوسرا شخص بھی مقامی زبان بول رہا ہے۔"

"پاشا! پھر تو کچھ گڑبڑ ہے۔ چلو اٹھو۔ گاؤں کے قریب چلو۔ اور اب آفرین کے آس پاس بولنے والوں پر پوری توجہ رکھو۔"

وہ تینوں چٹان کے پیچھے سے نکل کر گاؤں کی طرف جانے لگے۔ تاریکی میں پاشا کو صاف راستہ دکھائی دے رہا تھا اس لیے پارس اور ہومر نے ٹارچ روشن نہیں کی۔ پاشا کی توجہ آفرین پر تھی۔

پھر وہ رک گیا اور بولا "ذرا ایک منٹ مجھے آفرین اور اس کے میزبان کی باتیں سننے دو۔"

آفرین نے ایک بند دروازے پر دستک دی۔ کسی نے دروازے کے پیچھے سے پوچھا "کون ہے؟"

وہ بولی "میں ہوں۔ ایک مسافر عورت ہوں اور بالکل تنہا ہوں۔ کیا مجھے پناہ ملے گی؟"

ایک خاتون نے دروازہ کھولا۔ لالٹین کی روشنی میں اس کی آنکھیں بتا رہی تھیں کہ وہ روتی رہی ہے۔ اس نے کہا "اندر آ جاؤ۔ آرام سے بیٹھو۔ میں قہوہ بنا کر لاتی ہوں۔"

آفرین نے کہا "خاتون! تم نے یہ نہیں پوچھا کہ میں رات کو تنہا کیوں بھٹک رہی ہوں؟"

وہ بولی "بیٹی! خدا تم پر رحم کرے۔ ایسے سوالات کرنے والے یہاں موجود ہیں۔"

اسی وقت بھاری بھرکم فوجی بوٹوں کی آوازیں سنائی دیں۔ کمرے کے دو مختلف دروازوں سے ایک فوجی افسر اور دو مسلح سپاہی آئے۔ افسر نے کہا "ہاں تو جواب دو۔ کہاں سے آئی ہو اور کہاں جاؤ گی؟ تمہارے ساتھی کہاں چھپے ہوئے ہیں؟"

وہ اپنے چہرے سے کمبل ہٹا کر بولی "میرا کوئی ساتھی نہیں ہے۔ میں دہلی سے آئی ہوں اور اننت ناگ جاؤں گی۔ یہ ہیں میرے شناختی کاغذات اور ابھی شام کی فلائٹ کا

ٹکٹ!"

افسر نے ٹکٹ اور کاغذات کو توجہ سے دیکھا پھر پوچھا "تم سری نگر میں رات گزار سکتی تھیں۔ یہاں کیوں آئی ہو؟"

وہ بولی "سری نگر محفوظ نہیں ہے۔ تم لوگوں کے ساتھ مجاہدین کی جھڑپیں ہوتی رہتی ہیں۔"

"سری نگر محفوظ نہیں ہے تو وہاں لاکھوں افراد کیسے زندگی گزار رہے ہیں؟"

"وہ لاکھوں افراد گولہ بارود کی آوازوں اور تباہ کاریوں کے عادی ہو گئے ہیں۔ میں ایک پُرامن شہر سے آئی ہوں۔ اس لیے سکون سے گاؤں میں رات گزارنا چاہتی ہوں۔"

"تم باتیں خوب بناتی ہو۔ میں تمہیں سچ بولنے کا موقع دیتا ہوں۔ نہیں بولوگی تو ٹارچر سیل میں سب کچھ اگل دو گی۔"

خاتون نے کہا "بیٹی! جو سچ ہے' وہ بتا دو۔ انہوں نے میری چودہ برس کی بیٹی کو ساتھ والے کمرے میں بند کیا ہے۔ یہاں کتنے ہی گھروں میں یہ ظلم ہو رہا ہے۔ انہیں پارس نامی کسی دشمن کی تلاش ہے۔ یہ کہتے ہیں اگر آج ہم نے کسی بھی مسلمان مسافر کو پناہ دی تو یہ ہماری جوان لڑکیاں لے جائیں گے اور گھروں کو آگ لگا دیں گے۔"

آفرین نے کہا "ٹھیک ہے' آپ پارس کو یا کسی مسلمان مسافر کو پناہ نہ دیں' یہ آپ کی لڑکی کو چھوڑ دیں گے۔ ویسے افسر! وہ ٹارچر سیل کہاں ہے' جہاں مجھے لے جاؤ گے؟"

"اس مکان کے پیچھے چند قدم کے فاصلے پر ہم نے ایک مکان کو عقوبت خانہ بنایا ہے۔ بستی کے پیچھے ہمارے فوجی ٹرک موجود ہیں۔ چار ٹرکوں میں تیس مسلح جوان ہیں۔ ہم نے بستی کے ہر گھر میں اپنے دو تین مسلح سپاہی پہنچا دیے ہیں۔ تم ایک گھنٹے تک اس مکان میں اس عورت کی بیٹی کے ساتھ قید رہو گی۔ اگر تمہارے ساتھی ہیں' تو وہ تمہیں تلاش کرنے ضرور آئیں گے۔"

سپاہیوں نے افسر کے حکم سے آفرین کو دوسرے کمرے میں پہنچا کر دروازے کو باہر سے بند کر دیا۔ لالٹین کی مدھم سی روشنی میں اس نے ایک خوبصورت سی لڑکی کو دیکھا۔ وہ سہمی ہوئی تھی۔ آفرین نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا "میری یہی عمر تھی جب ان کتوں نے میرے گھر پر حملہ کیا تھا۔ میرے ماں باپ کو گولیوں سے چھلنی کیا تھا اور میری آبرو کی دھجیاں اڑائی تھیں۔"

وہ لڑکی آفرین سے لپٹ کر بولی "مجھے بچا لو۔ مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔ مجھے کہیں چھپا دو۔"

وہ اسے سینے سے لگا کر تھپکتے ہوئے بولی "اب یہ چودہ برس کی لڑکی دوسری بار نہیں لٹے گی۔ پارس سن رہا ہے۔"

پارس نے آفرین کو اچھی طرح سمجھا دیا تھا کہ دشمنوں سے سامنا ہو تو ان سے ایسی باتیں کرنا' جن کے جواب میں وہ ڈینگیں مار کر اپنے متعلق بتائیں کہ ان کی حکمتِ عملی کیا ہے۔

ابھی آفرین نے جس انداز میں گفتگو کی تھی اس کے جواب میں افسر نے بتا دیا تھا کہ اس کا ٹارچر سیل کہاں ہے اور ان کے ٹرک اور سپاہی بستی میں کہاں کہاں پھیلے ہوئے ہیں۔

پارس نے یہ ساری معلومات پاشا کے ذریعے حاصل کیں پھر وہ تینوں اُدھر گئے جہاں ٹرک کھڑے ہوئے تھے۔ پاشا نے دور سے تاریکی میں کھڑے ہوئے چاروں ٹرک دیکھے اور پارس سے کہا "وہاں چار مسلح سپاہی نظر آ رہے ہیں۔ جبکہ یہاں تیس عدد سپاہیوں کو ہونا چاہیے۔"

پارس نے کہا "باقی چھبیس سپاہی گاؤں کے مختلف گھروں میں چھپے ہوئے ہیں۔ ہمارے پاس ایرو شوٹر ہیں۔ یہ تیر خاموشی سے ان کا کام تمام کر دیں گے لیکن تاریکی میں صرف تم ہی نشانہ لگا سکتے ہو۔"

پاشا نے کھلے ہوئے ایرو شوٹر کے مختلف آہنی حصوں کو جوڑا پھر چار عدد تیر اپنے گریبان میں رکھے۔ اس کے بعد زمین پر بیٹھ گیا۔ دونوں ہاتھوں اور گھٹنوں سے رینگتے ہوئے ٹرکوں کی سمت جانے لگا۔ پارس اور ہومر بھی اس کے پیچھے تھے۔ پارس نے پہلے ہی یہ طے کیا تھا کہ پاشا اندھیروں کا شہنشاہ ہے' کشمیر میں بڑا کام آئے گا اس لیے ایک ملکۂ حسن کا چارا ڈال کر اسے لے آیا تھا۔

وہ ٹرک سے کوئی بیس گز کے فاصلے پر آ کر رک گیا۔ اُدھر صرف ایک ہی مسلح سپاہی دکھائی دیا۔ باقی تین دوسرے ٹرکوں کے پیچھے تھے۔ پاشا نے شوٹر میں تیر لگا کر نشانہ لگایا پھر ٹریگر دبا دیا۔ تیر شٹ کی آواز کے ساتھ گیا اور اس سپاہی کے سینے میں پیوست ہو گیا۔ وہ چیخ نہ سکا۔ کراہتا ہوا زمین پر گر کر ساکت ہو گیا۔

وہ تینوں پھر رینگتے ہوئے جگہ بدل کر دوسرے ٹرک کے پاس گئے۔ وہاں دو سپاہی کھڑے باتیں کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک سگریٹ پی رہا تھا۔ پارس نے کہا "میں سلگتی ہوئی سگریٹ کے اندازے پر نشانہ لگاؤں گا۔ تم اس دوسرے کو

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ٹھکانے لگاؤ۔"

دونوں نے ایک اریڈ شوٹر کو سنبھالا۔ پارس نے ایک ذرا انتظار کیا۔ جب کش لگاتے وقت سگریٹ کی آگ ذرا تیز ہوئی تو پارس نے آگ سے ایک ذرا اوپر شوٹ کیا۔ تیر سنسناتا ہوا گیا۔ پھر پیشانی میں پیوست ایسے ہوا کہ نوک کھوپڑی کے پیچھے سے نکل آئی۔ وہ اوندھے منہ گرا۔ پاشا کا شکار بھی ختم ہو چکا تھا۔ چوتھے سپاہی کی آواز آئی "یہ آواز کیسی ہے۔ شنکر! تم لوگ وہاں کیا کر رہے ہو؟"

وہ بڑبڑاتا ہوا مرنے والوں کی طرف آیا۔ اسی وقت ایک تیر نے اسے بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ سُلا دیا۔ وہ تینوں تیزی سے ٹرکوں کی طرف آئے۔ ان کے پچھلے حصے میں کافی اسلحہ تھا۔ ٹائم بم اور ہینڈ گرینیڈ بھی رکھے ہوئے تھے۔ وہ تینوں ان ٹرکوں کو ڈرائیو کرتے ہوئے بستی سے دور لے گئے۔ پھر ان ٹرکوں کو بھی ایک دوسرے سے دور لے جا کر کھڑا کر دیا۔ اسی طرح چوتھا ٹرک بھی لے آئے۔ ان میں سے ایک ایک تھیلا لے کر ان میں ہینڈ گرینیڈ رکھا۔ سیون ایم ایم رائفلیں لیں۔ پھر ایک ایک ٹائم بم کو ہر ٹرک میں آن کر دیا۔ ہر ایک کی بلاسٹنگ کا وقت مختلف رکھا۔ پھر وہاں سے دوڑتے ہوئے بستی کی طرف آگئے۔

پارس کی ہدایات کے مطابق آفرین تھوڑے تھوڑے وقفے سے کچھ نہ کچھ بول رہی تھی۔ دوسرے کمرے سے افسر نے ڈانٹ کر کہا "اے خاموش رہو۔ کیوں خواہ مخواہ بول رہی ہو۔"

وہ بولی "مجھے دن رات بولنے کی عادت ہے۔ جب بولنے کو کچھ نہ رہے تو گانے لگتی ہوں۔"

پھر وہ کشمیری زبان میں ایک گیت گانے لگی۔ پاشا نے دور ایک مکان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "آفرین وہاں ہے' مقامی زبان میں کوئی گیت گا رہی ہے۔"

وہ چھپ چھپ کر اس مکان کی طرف بڑھنے لگے۔ پارس نے گھڑی کے ریڈیم ڈائل کو دیکھ کر کہا "پہلی بلاسٹنگ ہونے والی ہے۔ دھماکے کی آواز پر سپاہی بے اختیار باہر نکلیں گے۔ کوشش کرنا کہ اس مکان سے نکلنے والا ایک بھی سپاہی زندہ نہ رہے۔"

تینوں نے اس مکان کو آگے پیچھے سے گھیر لیا۔ پھر یکبارگی ایسا دل ہلا دینے والا دھماکا ہوا کہ پوری بستی کے مرد' عورتیں اور بچے چیخنے لگے۔ آفرین جس مکان میں تھی' اس کے دونوں اگلے پچھلے دروازے کھلے۔ فوجی افسر اور دو مسلح سپاہی اپنی گنیں سنبھالتے ہوئے باہر آئے۔ آگے سے پارس نے پیچھے سے پاشا اور ہومر نے انہیں گولیوں سے بھون کر رکھ دیا۔

پھر دوسرے گھروں سے نکلنے والے سپاہیوں سے ٹھن گئی۔ کاؤنٹر فائرنگ ہونے لگی۔ اسی وقت دوسرا دھماکا ہوا۔ مسلسل دھماکوں نے سپاہیوں کو سوچنے پر مجبور کیا کہ مجاہدین نے بڑی زبردست تیاریوں کے ساتھ حملہ کیا ہے۔ وہ بستی چھوڑ کر بھاگنے لگے۔ بھاگنے کے دوران کئی سپاہی گولیاں کھا کر گرے۔ پتا چلا کہ دوسری طرف سے مجاہدین آگئے ہیں۔ بھارتی فوجی دو طرفہ حملوں کی زد میں آکر میدان چھوڑنے پر مجبور ہو گئے تھے۔

یکے بعد دیگرے چار زبردست دھماکوں نے سری نگر کے بھارتی مورچوں میں کھلبلی پیدا کر دی تھی۔ ان کے ٹیلیفون کھڑکھڑا رہے تھے۔ ٹرانسمیٹر پر کئی اعلیٰ افسران ایک دوسرے سے بول رہے تھے۔ دہلی کے ملٹری ہیڈ کوارٹر میں پوری فوج کو الرٹ رہنے کا حکم دیا جا رہا تھا۔ انہیں اس اندیشے نے گھیر لیا تھا کہ چین نے یا پاکستان نے اچانک ہی حملہ کر دیا ہے۔ کیونکہ دھماکے غیر معمولی نوعیت کے تھے۔

ٹی تارا کمانڈر کے دماغ میں چیخ چیخ کر کہہ رہی تھی "غلط سمجھو گے تو اور نقصان اٹھاؤ گے۔ یہ حملے چین اور پاکستان نے نہیں' فرہاد کے بیٹے نے کیے ہیں۔ یہ باپ بیٹوں کی روایت ہے' وہ چھوٹے موٹے حملے نہیں کرتے۔ دل ہلا دینے والے دھماکے کرتے ہیں اور اپنے مخالفین کے اعصاب توڑ پھوڑ کر رکھ دیتے ہیں۔"

کمانڈر نے کہا "مس پوجا! ہماری تمہاری بات کون مانے گا۔ کوئی یقین نہیں کرے گا کہ ایک پارس نے تنہا ایسے قیامت کے دھماکے کیے ہیں۔ رپورٹ آئی ہے کہ چار ٹرکوں میں گولہ بارود بھرا ہوا تھا۔ وہ سب تباہ ہو گیا۔ دو فوجی افسر اور دس سپاہی مارے گئے ہیں۔ پتا نہیں زخمی کتنے ہوئے ہیں۔"

ٹی تارا پوجا کے دماغ میں آئی۔ پوجا اپنے کمرے سے نکل کر کمانڈر کے کمرے میں آئی پھر بولی "تمام اعلیٰ حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران سے کہو کہ وہ عالمی سطح پر واویلا کریں اور اس حملے کی ذمے داری پاکستان پر ڈالیں لیکن خفیہ طور پر پارس کو صبح ہونے تک گھیر لیں۔ وہ گرفتار نہ ہوا تو سری نگر سے ہماری فوج کے قدم اکھاڑ دے گا۔ وہ ابھی اس گاؤں میں یا گاؤں کے اطراف کہیں ہوگا۔"

پوجا سر پکڑ کر ایک صوفے پر بیٹھ گئی۔ دوسرے لفظوں میں ٹی تارا نے سر پکڑ لیا تھا۔ یہ بات سمجھ رہی تھی کہ فوج جتنا پارس سے ٹکرائے گی' پارس اتنا ہی آتش فشاں بنتا جائے گا۔ اس کے ایکشن اور اس کی تیز رفتاری کو روکنے کے لیے کوئی اور ہی تدبیر کرنی پڑے گی۔ سوچتے سوچتے وہ پھر پوجا کے پاس آئی۔ اس کے ذریعے کمانڈر سے بولی "سری نگر اور آس پاس کے علاقے میں ہمارے جتنے مسلمان مخبر ہیں' تم ان سے ٹیلیفون یا ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ کرو۔ میں تمہارے ذریعے ان کے دماغوں میں پہنچوں گی۔ اور ایک نئی چال چلوں گی۔"

"پوجا تم دیکھ رہی ہو کہ میں آرام کرنے آیا تھا۔ اب وردی پہن کر ہیلی کاپٹر کے ذریعے سری نگر جا رہا ہوں۔ میرے پاس ان سراغرسانوں سے رابطہ کرنے کا وقت نہیں ہے۔"

وہ غصے سے بولی "جاتے ہو تو جاؤ۔ مگر وہاں جا کر کون سا تیر مارو گے؟ پارس کا بال بھی بیکا نہیں کر سکو گے۔ جو کہتی ہوں' وہ کرو ورنہ لٹو کی طرح نچا دوں گی۔"

"ناراض کیوں ہوتی ہو۔ ویسے ہی دوسرے اعلیٰ افسران الزام دے رہے ہیں کہ میں محاذ چھوڑ کر دہلی عیش کرنے آیا ہوں۔"

"میری ہدایات پر عمل کرو۔ تمہارے سر سے الزام ٹل جائے گا۔"

"اچھی بات ہے۔ تم میرے اندر رہو' میں سفر کے دوران ٹرانسمیٹر کے ذریعے سراغرسانوں کی آوازیں تمہیں سناتا رہوں گا۔"

پوجا نے سر جھکا لیا۔ اس کے اندر ٹی تارا سوچنے لگی۔ پارس بہت چالاک ہے۔ وہ جانتا تھا کہ سری نگر میں بھارتی فوج کے مورچے بہت مضبوط ہیں اس لیے شہر سے دور گاؤں میں فوجیوں پر حملے کر کے انہیں ہراساں کر رہا ہے۔ وہ ابھی چھوٹے چھوٹے علاقوں میں ہی ایسی وارداتیں کرتا رہے گا۔ شہر میں داخل ہونے کی جرأت نہیں کرے گا۔

یہ ٹی تارا کی سوچ تھی جبکہ پارس کی گھٹی میں یہ بات تھی کہ وہ موقع اور حالات کے مطابق حکمتِ عملی بدلتا رہتا تھا۔ وہ ایسے وقت سوچتا تھا کہ دشمن کیا سوچ رہا ہوگا اور کیا لائحہ عمل تیار کر رہا ہوگا۔ اور اگر فوج ٹی تارا کی ٹیلی پیتھی کی انگلی پکڑ کر چلنے لگی ہوگی تو پھر یہ ضرور سوچے گی کہ پارس اپنی تنہائی اور محدود وسائل کے مطابق شہر سے دور رہ کر چھوٹے علاقوں میں فوج کو ہراساں کرے گا۔ شہر میں کبھی نہیں آئے گا۔

اس نے طے کر لیا کہ اب سری نگر میں ہی جہاد کا مزہ آئے گا۔ وہ پاشا اور ہومر کے ساتھ اس مکان میں تھا جہاں آفرین پناہ کے لیے آئی تھی۔ کچھ مجاہدین بھی آگئے تھے۔ پارس وغیرہ سے گلے مل کر ایک دوسرے سے متعارف ہو رہے تھے۔

پارس نے پوچھا "کیا آپ لوگ پیدائشی کشمیری ہیں؟"

ایک نے کہا "جی ہاں۔ ہم یہیں کے باشندے ہیں۔ آپ کہاں سے آئے ہیں؟"

پارس نے کہا "میں رنگوں اور خوشبوؤں کے شہر پیرس سے آیا ہوں۔ پیرس میں ایسی رنگینیاں ہیں کہ انہیں دیکھ کر آنکھیں حیران رہ جاتی ہیں۔ دنیا کی جتنی مشہور ترین خوشبویات ہیں' وہ سب پیرس میں تیار ہوتی ہیں۔ میں رنگوں اور خوشبوؤں کو چھوڑ کر آگ اور دھوئیں کے ماحول میں آیا ہوں کیونکہ میرے دادا کی زمین جل رہی ہے۔ میں بھی کشمیری ہوں۔"

آفرین اسے بڑی محبت سے مسکرا کر دیکھ رہی تھی اور دل ہی دل میں قربان ہو رہی تھی۔ کشمیرن کو کشمیری ملا تھا۔

ایک کمرے میں بڑا سا دسترخوان بچھا تھا۔ میزبان بہت غریب تھا مگر دسترخوان سبزی' گوشت کی ڈشوں اور روٹیوں سے بھر گیا تھا۔ پوری بستی کے مسلمان اپنے اپنے گھر کا کھانا لے آئے تھے اور مجاہدین کی میزبانی کرتے ہوئے خوشی سے کھلے جا رہے تھے اور کہہ رہے تھے مجاہدین کا اتنا بڑا حملہ کبھی کسی شہر میں نہیں ہوا۔ اب ہمارے گاؤں کا نام دور تک روشن ہوگا۔

پارس نے کھانے کے دوران افغانی اور کشمیری لباس کی فرمائش کی تھی۔ ایسے درجنوں لباس مہیا کر دیے گئے۔ کھانے کے بعد پارس افغانی اور پاشا کشمیری بن گیا۔ مجاہدین نے انہیں اپنے ساتھ چلنے کی دعوت دی۔ پارس نے کہا۔ "میں جلد ہی آپ لوگوں سے دوبارہ ملوں گا۔ فی الحال میری منزل دوسری ہے۔"

وہ مجاہدین سے مصافحہ کر کے اپنے ساتھیوں کے ساتھ گاؤں سے باہر آگیا۔ ہومر نے پوچھا "سر! اب کیا ارادہ ہے؟"

اس نے کہا "ہم یہ رات سری نگر میں گزاریں گے۔"

وہ حیرانی سے بولا "سر! آپ دشمنوں کے گھر میں جا کر سونا چاہتے ہیں؟"

"جب دشمن ہر جگہ تلاش کر رہے ہوں تو پھر دشمن ہی کے گھر میں چھپنا چاہیے۔ کیونکہ وہ اپنے گھر میں ہماری موجودگی کی توقع نہیں کرے گا۔"

پاشا نے کہا "تمہاری بات سمجھ میں آتی ہے۔ پھر بھی سری نگر ہی جانا کیوں ضروری ہے؟"

"میں صرف تمہاری خاطر جا رہا ہوں۔ کیونکہ تمہاری

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

جانِ بہار، جانِ تمنّا، وہ ملکۂ حسن اسی شہر میں ہوگی۔"
وہ عقیدت سے لپٹ کر بولا "پارس بھائی! تم کتنے اچھے ہو۔ میں تم پر قربان ہو جاؤں گا۔"
"تم اس طرح لپٹے رہو گے تو میں ہی خواہ مخواہ قربان ہو جاؤں گا۔"
آفرین اور ہومر ہنسنے لگے۔ پاشا نے اسے چھوڑ دیا۔ پھر وہ چھوٹا سا قافلہ سری نگر کی سمت جانے لگا۔ آفرین نے کہا۔ "میں بھارتیوں اور کشمیریوں کے تنازعہ کے متعلق پڑھتی رہی ہوں۔ میں نے اندازہ لگایا ہے کہ سری نگر میں لال چوک ایسا علاقہ ہے، جہاں مسلمانوں کی خاصی آبادی ہے اور مجاہدین کی پوزیشن کسی حد تک مضبوط ہے۔ بھارتی فوجی اس علاقے میں بے دھڑک داخل نہیں ہوتے ہیں۔ بڑی تیاریوں کے بعد وہاں دفعہ ۱۴۴ نافذ کرکے گھروں کی تلاشی لیتے ہیں۔"
پارس نے کہا "پھر تو ہم اسی علاقے میں چلیں گے لیکن یہ کیسے معلوم ہوگا کہ شہر میں وہ علاقہ لال چوک کہاں ہے؟ کسی سے پوچھیں گے تو اس کی نظروں میں مشکوک ہو جائیں گے۔ بات دور تک پہنچے گی کہ تین اجنبی ایک حسینہ کے ساتھ شہر میں آئے ہیں۔"
ان میں سے کسی نے پورا کشمیر تو کیا وہاں کا ایک شہر بھی نہیں دیکھا تھا۔ آفرین چودہ برس کی عمر تک اننت ناگ میں تھی۔ اس نے بھی سری نگر کبھی نہیں دیکھا تھا۔ پارس نے کہا "ہمیں ایک گائیڈ کی ضرورت ہے۔ اگر ہم اس گاؤں سے کسی کشمیری جوان کو ساتھ لے آتے تو بہتر ہوتا۔"
ہومر نے کہا "ہم شہر میں داخل ہونے سے پہلے کسی کام کے قابلِ اعتماد آدمی کو تلاش کرلیں گے۔ اگر اس پر بھروسا ہوگا تو اس کی راہنمائی قبول کریں گے۔"
ان کے سامنے ایک منزل تھی مگر منزل تک پہنچنے کا محفوظ راستہ نہیں تھا۔ ان حالات میں تقدیر کے بھروسے پر آگے بڑھنا پڑتا ہے۔ وہ چاروں بھی پیش آنے والے حالات سے نمٹنے کے لیے کچھ تقدیر اور کچھ تدبیر پر بھروسا کر رہے تھے۔
ثی تارا تدبیر پر عمل کر رہی تھی۔ کمانڈر سفر کے دوران ایک ایک سراغرساں سے رابطہ کرتا رہا اور وہ ایک ایک سراغرساں کے اندر جھانک کر ان کی آواز اور لہجے کی نقل ایک کیسٹ میں ریکارڈ کرتی رہی۔ کمانڈر کا ہیلی کاپٹر سری نگر پہنچ گیا۔ اس وقت تک ثی تارا نے پندرہ مسلمان اور پچیس ہندو مخبروں کی آوازیں ریکارڈ کرلیں۔ ان میں چند نوجوان لڑکیاں بھی تھیں۔ کمانڈر نے تمام مخبروں سے کہہ دیا تھا کہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی ان کے دماغوں میں آیا کرے گی۔ اس کے ہر حکم کی تعمیل کی جائے۔ اس کا نام پوجا ہے۔
ثی تارا نے پہلے مسلمان مخبروں کی طرف توجہ دی۔ معلوم ہوا، وہ غریب تھے۔ روٹی اور لباس کو ترستے تھے۔ بیوی بچوں کا پیٹ بھرنے کے لیے تحریک آزادی کے خلاف ہو گئے۔ ان میں سے کچھ نشے کے عادی تھے۔ مہنگے نشے کی طلب پوری کرنے کے لیے زیادہ رقم کی ضرورت پیش آتی رہتی ہے اس لیے وہ اپنے ہی بھائیوں کے خلاف مخبر بن گئے۔
اس نے ان کے دماغوں میں جاکر پہلے یہ معلوم کیا کہ ان میں سے کون مخبر اس گاؤں سے تعلق رکھتا ہے جہاں ابھی زبردست دھماکے ہوئے تھے۔ ایسے دو مخبر سامنے آئے۔ ایک کی سوچ نے بتایا کہ وہ اناج خریدنے شہر آیا ہوا تھا۔ دھماکے کے وقت گاؤں میں نہیں تھا۔۔۔ مگر دوسرا وہاں تھا۔
دوسرے کی سوچ نے بتایا، وہ بھارتی فوجی افسر کے حکم کے مطابق بستی کے ایک ایک مسلمان پر کڑی نظر رکھ رہا تھا۔ ایسے وقت اسے نشے کی طلب ہو رہی تھی لیکن ڈیوٹی کا خیال تھا پھر عشا کی اذان ہونے لگی تھی۔ وہ مسجد کی طرف جانے لگا۔ تب اس نے ایک اجنبی کو مسجد کے سامنے دیکھا۔ اس سے پوچھا کہ وہ کون ہے؟ جب اس نے جواب دیا تو پتا چلا کہ وہ عورت ہے اور بستی کے کسی گھر میں پناہ چاہتی ہے۔
ثی تارا نے پوچھا "وہ عورت کیسی تھی؟ اس کا حلیہ بتاؤ۔"
"وہ کمبل میں لپٹی ہوئی تھی۔ اپنا منہ بھی کمبل سے چھپا رکھا تھا۔ میں نے ایک مکان کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ اسے وہاں پناہ مل جائے گی۔ میں جانتا تھا، وہاں ہمارے افسر صاحب دو سپاہیوں کے ساتھ موجود تھے۔ جب وہ گئی تو وہاں اسے پکڑ لیا گیا۔ میں دوسرے افسر کے پاس جاکر رپورٹ دینے لگا۔"
"یہ بتاؤ کہ دھماکوں کے بعد جب فوجی بھاگ گئے تو کیا تم وہاں تھے؟"
"جی ہاں، میں بستی کا آدمی ہوں۔ مجھے کوئی دشمن اور مخبر کی حیثیت سے نہیں جانتا ہے، میں وہیں تھا۔"
"پھر تو تم نے کمبل میں لپٹی ہوئی عورت اور اس کے ساتھیوں کو گاؤں سے جاتے دیکھا ہوگا۔"
"میں نے نہیں دیکھا۔ مجھے نشہ ہو گیا تھا۔"
ثی تارا نے غصے سے کہا "کُتے کے بچے! تم ڈیوٹی کے وقت نشہ کرتے ہو؟ کیا اس لیے تمہیں بڑی رقمیں دی جاتی ہیں۔"
"دیکھو مادام! تمہارے کتے کا بچہ کہنے کے بعد بھی میں آدمی کا بچہ رہوں گا۔ میں نشے کی خاطر ڈیوٹی کرتا ہوں۔ نشے کی خاطر کشمیریوں کی تحریک آزادی کے خلاف آپ لوگوں کی تابعداری کرتا ہوں۔ اس لیے آئندہ مجھے گالی نہ دینا۔"
وہ غصے سے بولی "ذلیل! کتے! دو ٹکے کے مخبر! گالی دوں گی تو کیا بگاڑ لے گا۔"
"میں بڑے سرور میں ہوں۔ تمہیں بھی بڑے سرور میں گالیاں دوں گا۔ کتی! کمینی! حرام کی پلی۔۔۔"
ثی تارا نے اس کے دماغ کو ایک جھٹکا دیا۔ وہ چیخیں مار کر زمین پر تڑپنے لگا۔ ایک ہی دماغی جھٹکے میں نشہ ہرن ہو گیا تھا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ کر کراہ رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس کے شانے پر سر ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو سر میں دماغ ہے یا نہیں؟
وہ بڑی دیر تک عذاب میں مبتلا رہا پھر تکلیف کم ہوتی گئی۔ وہ اٹھ کر ٹہلتے ہوئے بولا "اری تو کیسی چڑیل ہے؟ کہاں سے میرے دماغ میں گھس آئی ہے؟"
لیکن ثی تارا کسی دوسرے مخبر کے پاس جا چکی تھی۔ وہ بولتا رہا۔ "تم نے میرے دماغ کو پھوڑا بنا دیا۔ کوئی بات نہیں برداشت کر رہا ہوں۔ مگر تم نے میرا نشہ ہرن کر دیا۔ میں دوسری پُڑیا کہاں سے لاؤں؟"
وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا پھر ایک طرف چلتے ہوئے بولا "پُڑیا نہ جیب میں ہے، نہ گھر میں اور یہ چیز گاؤں میں ملتی نہیں ہے۔ اب رات کے وقت شہر جانا ہوگا۔ ورنہ نیند نہیں آئے گی۔ صبح تک نشے کی طلب مار ڈالے گی۔"
وہ ڈگمگاتا ہوا بستی سے باہر آ گیا۔ شہر وہاں سے صرف دو میل کے فاصلے پر تھا۔ وہ ادھر جانے لگا۔ ایسی طلب کے وقت اسے اپنی محبوبہ بہت یاد آتی تھی۔ اس سے جدائی کے سارے زخم تازہ ہو جاتے تھی۔ یہی فوجی اسے اٹھا کر لے گئے تھے۔ پھر پتا نہیں کہاں مار کر پھینک دیا تھا۔ یہ بے بسی اور مظلومیت جب بہت زیادہ تڑپانے لگی تو وہ صدمہ بھلانے کے لیے نشے کا عادی بن گیا تھا۔
آج ایسا عادی ہو گیا تھا کہ طلب پوری کرنے کے لیے اپنا ضمیر بیچ رہا تھا۔ جو ظالم اس کی محبت کو اور اس کی منگیتر کو اٹھا کر لے گئے تھے، ان کی تابعداری کر رہا تھا۔ اس کے بڑے ابا نے کہا تھا۔ میری بیٹی ابھی کمسن ہے، دو برس بعد اسے تیری دلہن بنا دوں گا۔ آج وہ اس دلہن کو بھلانے کے لیے نشہ خرید رہا تھا اور کشمیر کا لہو بیچ رہا تھا۔
وہ شہر کے پہلے محلّے میں داخل ہو گیا۔ اس محلے میں کشمیر کی مشہور شالیں تیار ہوتی تھیں۔ شال بافی کے لیے گھروں میں کھڈیاں اور ملوں میں مشینیں لگی ہوئی تھیں۔ وہاں رات کو بھی کام ہوتا رہتا تھا۔ ایک کھڈی والے نے اسے دیکھ کر کہا "ارے صمدو بھائی! ادھر رات کے وقت کیسے آ گئے؟"
وہ اپنے بدن کو ایک ہاتھ سے دابتے ہوئے بولا "نشے کی طلب بری ہوتی ہے۔ پُڑیا ختم ہو گئی۔ لینے آیا ہوں۔"
"کیا ابھی تم پُڑیا خریدنے بٹ مالو جاؤ گے؟"
"ہاں، تم تو جانتے ہو، نشہ اسی علاقے میں ملتا ہے۔ مگر تم کیوں پوچھ رہے ہو؟"
وہ قریب آکر سرگوشی میں بولا "میرے گھر میں چار اجنبی مہمان ہیں، وہ مسلمان ہیں۔ اس لیے میں نے چھپا لیا ہے۔ وہ لال چوک جانا چاہتے ہیں۔ تم لال چوک سے گزر کر ہی بٹ مالو جاؤ گے۔ کیا انہیں پہنچاتے ہوئے جا سکتے ہو؟"
مخبر صمدو کے کان کھڑے ہو گئے تھے۔ گاؤں میں آکر دھماکے کرکے فوجیوں کو بھگانے اور وہاں سے کہیں جانے والے بھی چار مسلمان تھے۔ صمدو نے سرگوشی میں پوچھا "کیا وہ چاروں مرد ہیں؟"
سہمے ہوئے میزبان نے کہا "ایک عورت اور تین مرد ہیں۔ صمدو بھائی! یہاں آس پاس ہندو زیادہ ہیں۔ کسی نے فوج کو خبر کر دی تو میرے بیوی بچے مارے جائیں گے۔"
صمدو خلا میں تک رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔ اگر وہ فوج کو زبردست نقصان پہنچانے والے مجرم کی نشاندہی کرے گا، ایک نہیں چار مجرموں کو گرفتار کرائے گا تو انعام میں خاصی بڑی رقم ملے گی۔
وہ مسکرا کر سوچنے لگا۔ "ابھی جن مجرموں کی خاطر اس ٹیلی پیتھی جاننے والی چڑیل نے مجھے گالیاں دی تھیں اور مجھے ذہنی عذاب میں مبتلا کیا تھا، وہ مجرم میرے ہاتھ آ گئے ہیں۔ میں انہیں بڑے صاحب کے حوالے کرکے کہوں گا، میں ٹیلی پیتھی والی سے بڑا دماغ رکھتا ہوں۔ آئندہ اس چڑیل کو میرے پاس کبھی نہ بھیجنا۔
میزبان نے پوچھا "صمدو بھائی! کیا سوچ رہے ہو؟ میں جانتا ہوں راستے میں خطرہ ہے۔ گشت کرنے والے سپاہی تمہارے ساتھ چار اجنبیوں کو دیکھ کر شبہ کریں گے۔ مگر اجنبی مہمانوں کے پاس ہتھیار بھی ہیں اور بڑی رقمیں بھی۔ تم سپاہیوں کو رشوت دے کر انہیں لال چوک پہنچا سکتے ہو۔"
وہ اس کے شانے کو تھپک کر بولا "دوست! فکر نہ کرو میں مسلمان ہوں۔ ان مسلمانوں پر آنچ نہیں آنے دوں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

گا۔"

"آؤ' میں تمہیں ان سے ملاتا ہوں۔"

صمدو اس کے ساتھ چلتا ہوا اس کے مکان میں آیا۔ مکان کے اگلے حصے میں شال بانی کے لیے کھڈیاں لگی ہوئی تھیں' پچھلے حصے میں رہائش تھی۔ وہاں ایک کمرے میں پارس' پاشا اور ہومر بیٹھے ہوئے تھے۔ میزبان نے صمدو کو ان سے متعارف کرایا پھر کہا "یہ ہمارا صمدو بھائی سری نگر کے چپے چپے سے واقف ہے۔ یہ تمہیں لال چوک تک پہنچا دے گا۔"

صمدو نے کہا "تم تینوں کے پاس اسلحہ ہے۔ اسے یہیں چھپا کر جانا ہوگا۔ سنا ہے تم لوگوں کے پاس بہت رقم ہے۔ یہ اچھا ہے۔ سپاہیوں کو رشوت دے کر منزل تک پہنچ جاؤ گے۔"

پاشا نے کہا "ہم کہاں پہنچیں گے۔ تم پہنچاؤ گے۔"

"ہاں' میں ہی پہنچاؤں گا مگر گاڑی کا بندوبست کرنا ہوگا۔ میں ابھی جا کر کسی ایسے گاڑی والے کو لاتا ہوں' جو مسلمان ہو۔ مجھے دو سو روپے دو۔"

پارس نے کہا "دو سو نہیں۔ پانچ سو لے جاؤ۔"

وہ پارس سے نوٹ لے کر گنتے ہوئے سوچنے لگا۔ سیدھا یہاں سے تھانے جاؤں گا اور فون کے ذریعے میجر صاحب کو مسلح سپاہیوں کے ساتھ بلاؤں گا۔ یہ احمق مجاہدین خود ہی میری ٹھوکروں میں آگئے ہیں۔

وہ نوٹوں کو جیب میں رکھ کر جانے لگا لیکن دروازے تک پہنچ کر ٹھٹک گیا۔ اسے گم شدہ محبوبہ کی آواز سنائی دی۔ اس نے چونک کر دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا۔ مگر وہ صدا دے رہی تھی "صمدو!"

اگرچہ بچھڑے ہوئے پانچ برس گزر گئے تھے مگر آواز میں وہی ترنم' وہی اپنائیت تھی۔ وہ پوچھ رہی تھی۔ "صمدو! یہ تم ہو؟"

اس نے فوراً پلٹ کر دیکھا۔ وہ اندرونی کمرے کے دروازے پر کھڑی ہوئی تھی۔ اب وہ پہلی جیسی لڑکی نہیں تھی۔ چودہ برس کی کچی کلی نہیں تھی۔ اُنیس برس کی عمر میں بھرپور عورت لگ رہی تھی۔ مگر ناک نقشہ وہی تھا' وہی مسکراتی آنکھیں تھیں۔ وہ تڑپ کر بولا "آفرین! یہ تم ہو؟"

پارس دونوں کو سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ آفرین نے کمرے میں آکر کہا "میں اس دروازے کے پیچھے سے تمہیں دیکھ رہی تھی اور پہچاننے کی کوشش کر رہی تھی۔ تم تو بہت بدل گئے ہو۔"

"ہاں' تمہاری جدائی نے مجھے بدل ڈالا ہے۔ میں تمہیں بھلانے کے لیے دن رات نشے میں ڈوبا رہتا ہوں۔ پھر بھی تمہیں بُھلا نہیں پاتا۔"

آفرین نے جھینپ کر پارس کو دیکھا پھر کہا "صمدو! میں تمہاری کیا لگتی تھی کہ تم نے میرے لیے یہ حالت بنالی؟"

"تم مجھ سے پوچھ رہی ہو۔ کیا بھول گئیں کہ تمہارے ابا میرے ساتھ تمہاری شادی کرنے والے تھے۔ مگر تم کمسن تھیں۔ اس لیے شادی کی بات ٹل گئی تھی۔"

"تم خود ہی کہتے ہو میں کمسن تھی۔ مجھے بھی یاد ہے' چودہ برس کی عمر میں مجھے اغوا کیا گیا تھا۔ میں حیران ہوں کہ تم اس وقت سے مجھے دیوانہ وار چاہتے ہو۔ میں اس عمر میں تمہاری چاہت کو سمجھ نہیں سکتی تھی اور اب سمجھ رہی ہوں تو دیر ہو چکی ہے۔"

"کیوں دیر ہو چکی ہے؟ تم اب تک کہاں تھیں؟ اس گھر میں کہاں سے آئی ہو؟"

وہ پارس' پاشا اور ہومر کی طرف اشارہ کرکے بولی "یہ میرے ساتھی ہیں' میرے محسن ہیں۔ مجھے میرے وطن میں لائے ہیں۔"

صمدو نے کہا "اوہ خدایا! تم وہی عورت ہو' جو گاؤں کی مسجد کے سامنے کمبل میں لپٹی ہوئی تھیں اور میں وہاں تمہیں پہچان نہ پایا۔ میں نے جان بوجھ کر تمہیں فوجیوں کے حوالے کرنے کے لیے اس مکان میں بھیجا تھا۔"

یہ کہہ کر وہ ہنسنے لگا۔ اس کی ہنسی زوردار قہقہوں میں بدلنے لگی۔ آفرین نے پوچھا "کیوں ہنس رہے ہو؟"

"اپنی کم بختی پر ہنسی آرہی ہے۔ میں تم سے ملنے کی دعائیں دن رات مانگتا رہا اور تم ملیں تو میں تمہیں پھر ایک بار بھارتی فوج کے حوالے کرنے والا تھا۔ ابھی تمہارے ساتھی سے پانچ سو روپے لے کر میجر سکسینہ کو اطلاع دینے والا تھا کہ تباہی مچانے والے چار مسلمان اس گھر میں چھپے ہوئے ہیں۔"

آفرین نے بے یقینی سے پوچھا "کیا واقعی تم ایسا کرنے والے تھے؟"

وہ مٹھیاں بھینچ کر بولا "ہاں ایسا کرنے والا تھا۔ تمہاری جدائی نے مجھے نشے کا عادی بنا دیا اور نشے کی طلب نے بھارتی فوج کا دلال بننے پر مجبور کر دیا۔ آج تمہیں آنکھوں کے سامنے دیکھ کر یہ سچائی معلوم ہو رہی ہے کہ میں ضمیر فروش ہوں۔ میں بزدل ہوں۔ جو فوجی تمہیں اٹھا کر لے گئے' میں ان کا کچھ نہ بگاڑ سکا تو ان کا کتا بن گیا۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والی میرے دماغ میں آکر مجھے کتا کہہ رہی تھی۔ ٹھیک ہی کہہ رہی تھی۔"

پارس نے چونک کر صمدو کو دیکھا۔ یہ سمجھ گیا کہ اس کے اندر شی تارا آئی ہوگی۔ اس نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا "آفرین! یہ مبارک موقع ہے کہ برسوں کے بعد اپنے کزن سے تمہاری ملاقات ہوئی لیکن اس کے دماغ میں شی تارا آتی ہے۔ شاید اب بھی موجود ہو اور ہماری گرفتاری کے لیے جال بچھا چکی ہو۔"

صمدو نے ہاتھ اٹھا کر کہا "مسٹر! ذرا ایک منٹ ابھی نہ جاؤ۔ میں یقین دلاتا ہوں کہ اب وہ میرے اندر نہیں آتی ہے۔"

"صمدو! تم نشے کے عادی ہو۔ اسے اپنے دماغ میں محسوس نہیں کر رہے ہو۔"

"آپ میری پوری بات سنیں۔ میں نے اسے گالیاں دی تھیں۔ اس نے میرے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا تھا' کیا اتنی دشمنی کے بعد بھی آئے گی؟"

"کیا تم نے واقعی اسے گالیاں دی تھیں؟"

"ہاں میں نے اسے کتی' کمینی اور حرام کی پِلّی کہا تھا۔ کیونکہ اس نے مجھے کتے کا بچہ کہا تھا۔"

پارس نے مسکرا کر کہا "میں اس مغرور کے مزاج کو خوب سمجھتا ہوں۔ اتنی گالیاں سن کر اس نے تمہیں سزا دی ہے۔ شاید اب نہیں آئے گی لیکن کسی وجہ سے آ بھی سکتی ہے۔ اگر تم آفرین کی سلامتی چاہتے ہو تو ہم سے دور ہو جاؤ اور ہمیں دوسرا راستہ اختیار کرنے دو۔"

"میں جس کے لیے دن رات دعائیں مانگتا رہا ہوں' اسے نقصان نہیں پہنچنے دوں گا۔ تم سب میرے ساتھ ہتھیار لے کر چلو۔ میں تم لوگوں کو لال چوک پہنچا کر ایسی چال چلوں گا کہ دشمنوں کو کبھی تمہارا اتا پتا ٹھکانا معلوم نہیں ہوگا۔"

پارس نے کہا "میں آفرین کے لیے تمہارے جذبات سمجھتا ہوں۔ تم واقعی اس پر اور ہم پر آنچ نہیں آنے دو گے لیکن ٹیلی پیتھی کے سامنے بے بس ہو جاؤ گے۔ وہ تمہارے دماغ میں گھس کر ہمارا ٹھکانا معلوم کرلے گی۔"

صمدو نے اچانک ریوالور نکال کر اس کی نال اپنی کنپٹی سے لگا کر کہا "نہیں گھسے گی۔ میرے دماغ میں کبھی نہیں گھس پائے گی۔ آج میں بھارتی فوج کا دلال نہیں اپنی آفرین کا دیوانہ ہوں۔ میں آفرین کی قسم کھا کر کہتا ہوں' تم سب کو لال چوک پہنچاتے ہی خودکشی کرلوں گا۔"

آفرین نے کہا "پاگل ہوئے ہو۔ ریوالور کنپٹی سے ہٹاؤ۔"

"نہیں ہٹاؤں گا۔ مجھ میں یہ حوصلہ اس وقت ہوتا جب تمہیں اغوا کیا جارہا تھا تو میں سپاہیوں سے لڑتے لڑتے مر جاتا۔ آج تمہاری حفاظت کرنے والے یہ تین ساتھی ہیں۔ میں اس اطمینان سے مروں گا کہ آئندہ تم پر کوئی آنچ نہیں آئے گی۔"

پارس نے کہا "ٹھیک ہے۔ تم شی تارا کا راستہ روکنے کے لیے ہم سب کو سلامت رکھنے کے لیے اپنی جان دو گے لیکن پہلے ہمیں لال چوک تو پہنچاؤ۔ پہلے یقین تو کرو کہ آفرین ایک محفوظ مقام تک پہنچ گئی ہے۔"

اس نے کنپٹی سے ریوالور ہٹا کر جیب میں رکھ لیا پھر کہا "میرا انتظار کرو۔ میں گاڑی لے کر ابھی آتا ہوں۔"

وہ چلا گیا۔ پارس نے پاشا کو اشارہ کیا۔ وہ ایک جگہ بیٹھ کر صمدو کی طرف دھیان دینے لگا۔ انتظار کرنے لگا کہ وہ باہر جا کر کسی سے باتیں کرے تو اس کی گفتگو سنتا رہے۔

آفرین نے پارس کے قریب آکر اس کے بازو کو تھام کر پوچھا "کیا تمہیں یقین ہے کہ میں صمدو کے عشق اور اس کی دیوانگی سے قطعی بے خبر تھی؟"

"ہاں' مجھے یقین ہے۔ تم انجانے میں اس کی دیوانگی کا سبب بنتی رہی ہو اور مجھے یقین ہے کہ تم نے ہوش سنبھالنے کے بعد کسی کو دل سے چاہا ہے تو وہ میں ہوں۔"

وہ بہت خوش ہو رہی تھی۔ اس کے لبوں پر تبسم تھا' آنکھوں میں ممنونیت اور چہرے پر گلاب کی سی تازگی تھی اور یہ سب میرے لیے تھی۔ پاشا نے کہا "صمدو نے ایک گاڑی کرائے پر حاصل کرلی ہے۔ ڈرائیور مسلمان ہے میں اس کی باتیں بھی سن رہا ہوں۔ اس پر بھروسا کیا جاسکتا ہے۔"

تھوڑی دیر بعد گاڑی آگئی۔ پارس نے چپکے سے کہا۔ "آفرین! تم صمدو کے ساتھ بیٹھو۔ اس بیچارے کا دل رکھو۔"

"نہیں پارس! اس طرح اس کی غلط فہمی بڑھے گی وہ مجھ سے کچھ زیادہ ہی توقعات رکھنے لگے گا۔"

"تم اس کے ساتھ رہ کر سمجھاؤ کہ تم اس کی بہت اچھی دوست ہو۔ وہ تمہیں محبوبہ ضرور سمجھے لیکن محبت کسی کو پالینے کا نام نہیں ہے۔"

وہ سب گاڑی میں بیٹھنے لگے۔ آفرین صمدو کے پاس آکر بیٹھ گئی۔ جب گاڑی چل پڑی تو وہ بولا "یہ سب کچھ خواب سا لگ رہا ہے۔ یوں لگتا ہے آنکھ کھلے گی تو تم ہمیشہ کی طرح گم ہو جاؤ گی۔"

وہ بولی "اپنی دیوانگی پر قابو رکھو۔ تم نے ملنے کی تمنا کی'

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

تقدیر نے ہمیں ملا دیا۔ ہم آئندہ بھی ملتے رہیں گے لیکن صرف دوست بن کر' میں تمہارے تاؤ کی بیٹی ہوں اور تمہاری بہترین دوست ہوں۔ اس سے زیادہ کچھ اور نہ سوچو۔ کچھ اور نہ چاہو۔"

وہ سر جھکائے خاموش بیٹھا رہا پھر بولا "ان پانچ برسوں میں کسی نے تمہیں مجھ سے چھین لیا ہے۔"

"کسی نے جبراً نہیں چھینا ہے۔ میں محبت اور عقیدت سے اس کی ہو گئی ہوں۔ وہ میرا ڈاکٹر ہے۔ میرے کینسر کا علاج کر رہا ہے۔"

صمدو نے چونک کر اسے دیکھا پھر بے یقینی سے پوچھا "کیا مذاق کر رہی ہو؟"

"نہیں: میرے کسی بھی ساتھی سے پوچھ لو۔ میں موت کے ساتھ ساتھ چل رہی ہوں۔ تم یا کوئی بھی مجھ سے کتنی محبت کر سکتا ہے؟ اتنی کہ مجھے موت سے نہ بچا سکا تو خود میرے لیے مر سکتا ہے لیکن میرا ڈاکٹر نہ خود مرے گا نہ مجھے مرنے دے گا۔ وہ میری موت سے لڑ رہا ہے اور مجھے نئی زندگی دیتا جا رہا ہے۔ شاید میں طبعی عمر جی سکوں۔"

وہ بولا "پھر تو میں اس ڈاکٹر کو سلام کرتا ہوں۔ میری محبت کا تقاضا ہے کہ تم زندہ رہو۔ وہ ڈاکٹر کون ہے؟"

"وہ جو پیچھے بیٹھا ہے۔ پارس' میرا محبوب' میرا ڈاکٹر' میری زندگی... میری مسرتوں کا محور اور مرکز۔"

گاڑی رکنے لگی۔ سامنے سڑک کے کنارے فوجیوں کا ایک ٹرک کھڑا ہوا تھا۔ ایک مسلح فوجی گاڑی کو رکنے کا اشارہ کر رہا تھا۔ پارس وغیرہ نے ہتھیاروں کو قدموں کے نیچے چھپا رکھا تھا۔ گاڑی رکتے ہی صمدو نے اتر کر اپنا آئیڈینٹی کارڈ افسر کو دکھایا۔ افسر نے اسے پڑھ کر مطمئن ہونے کے بعد کہا "اچھا تو تم کمانڈر صاحب کے خاص مخبر ہو۔ یہ تمہارے ساتھ کون لوگ ہیں؟"

"وہ جو سامنے بیٹھی ہے' کمانڈر صاحب کی سالی ہے۔ پیچھے ان کے رشتے دار ہیں۔ آپ ان سے پوچھ کر تسلی کر لیں۔"

"ٹھیک ہے جاؤ۔"

وہ گاڑی میں آ کر بیٹھ گیا۔ گاڑی آگے چل پڑی۔ سب نے اطمینان کی سانس لی۔ پارس نے کہا "بھائی صمدو! تم نے تو کمال کر دیا۔ مقابلے کی نوبت نہیں آئی۔ ہمیں صاف بچا کر لے آئے۔"

اس نے محبت سے آفرین کو دیکھا پھر کہا "میں نہیں چاہتا تھا کہ گولیاں چلیں اور کوئی گولی آفرین کی طرف آئے۔ مسٹر پارس! میں تمہاری طرح اس کی خطرناک بیماری سے لڑ نہیں سکتا۔ اس کے دشمنوں سے تو لڑ سکتا ہوں۔ یا اسے لڑائی سے دور رکھ سکتا ہوں۔"

پارس نے کہا "تم بہت اچھے ہو۔ مگر بہت جذباتی ہو۔ کیا لال چوک میں قیام کے لیے کوئی ہوٹل ہے؟"

"میرے ایک دوست کا مکان ہے۔ وہ خالی پڑا رہتا ہے کیونکہ وہ تنہا ہے۔ کاروبار کے سلسلے میں دہلی جاتا آتا رہتا ہے۔ آج کل یہاں ہے۔ تم سب اس پر بھروسا کر سکتے ہو۔"

وہ لال چوک پہنچ گئے۔ گاڑی بازار سے گزرتی ہوئی رہائشی محلے میں آئی پھر ایک مکان کے سامنے رک گئی۔ صمدو نے گاڑی سے اتر کر اس مکان کے دروازے پر دستک دی۔ دروازہ کھل گیا۔ ایک شخص نظر آیا۔ صمدو اس سے معانقہ کرتے ہوئے اندر چلا گیا۔ پاشا اس پر توجہ دے رہا تھا۔

اس محلے میں بڑی رونق تھی۔ گلی کے موڑ پر ایک مکان کی دیواروں پر رنگ برنگے قمقمے روشن تھے۔ عورتوں کے گیت گانے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ اس گھر میں یقیناً شادی کی تقریب ہوگی۔ اس لیے اتنی چہل پہل تھی۔

سردی میں اضافہ ہو گیا تھا۔ کھلی فضا میں گہری دھند چھائی ہوئی تھی۔ اس دھند میں رنگین قمقمے دھندلے دکھائی دے رہے تھے۔ صمدو میزبان کے ساتھ مکان سے باہر آیا۔ میزبان نے گاڑی کا دروازہ کھول کر کہا "تشریف لائیے۔ آپ سب کی آمد میرے لیے باعث مسرت ہے۔"

اس نے ہر ایک سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "میرا نام مراد علی ہے۔ صمدو نے آپ کے مختصر حالات بتائے ہیں۔ میں یقین دلاتا ہوں آپ میرے مکان میں محفوظ رہیں گے۔ یہاں سب ہی مسلمان ہیں۔ کوئی ایک دوسرے کے خلاف مخبری نہیں کرتا۔"

وہ سب باتیں کرتے ہوئے مکان کے اندر آئے۔ مراد علی کھانے کا انتظام کرنا چاہتا تھا۔ پارس نے منع کر دیا کیونکہ وہ گاؤں سے کھا کر چلے تھے۔ آفرین قہوہ تیار کرنے کے لیے صمدو کے ساتھ باورچی خانے میں گئی۔ پارس' مراد علی سے اس شہر کے متعلق معلومات حاصل کرنے لگا۔

آفرین ایک ٹرے میں قہوے سے بھری کیتلی اور پیالیاں لے آئی۔ وہ سب قہوہ پینے کے دوران یہ طے کرتے رہے کہ کبھی فوجیوں نے آ کر پوچھ گچھ کی تو ہم مراد علی سے کیسی رشتے داری ظاہر کریں گے۔ مراد نے کہا "میں ابھی جا رہا ہوں۔ محلے والوں کو آپ لوگوں کے متعلق سمجھاؤں گا۔ آپ چار ہیں۔ مجھے اور صمدو کو ملا کر ہم پانچ ہو گئے ہیں۔ ایک مکان میں پانچ مرد ہوں تو فوجی مجاہدین کا شبہ کرتے ہیں۔ ہم سب مختلف گھروں میں تقسیم ہو جائیں گے۔ یہاں کے مسلمان مجاہدین کو اپنے ہاں مہمان رکھنے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔"

وہ اور صمدو باہر جانے لگے تو پارس نے کہا "صمدو اپنا ریوالور مجھے دو۔ ہمیں تمہاری زندگی چاہیے۔"

وہ بولا "میں اپنے فیصلے پر عمل کروں گا۔ ورنہ میری زندگی تم سب کے لیے مصیبت بن جائے گی۔"

مراد علی کو صمدو کے فیصلے کے متعلق بتایا گیا۔ مراد نے کہا "اگر کوئی عورت دماغ میں آتی ہے' تو یہ تشویش کی بات ہے۔ وہ صمدو کے ذریعے یہاں کا ٹھکانا معلوم کر لے گی۔"

پارس نے کہا "مجھے یقین ہے' وہ دوبارہ صمدو کے دماغ میں نہیں آئے گی اور اگر آئے گی تو میں اس سے نمٹ لوں گا لیکن ہم میں سے کوئی صمدو کی خودکشی گوارا نہیں کرے گا۔"

وہ بولا "مجھے آفرین کی زندگی اور سلامتی عزیز ہے۔ میں یہاں سے دور جا کر اپنے فیصلے پر عمل کروں گا۔"

پارس نے اپنی گن سیدھی کی پھر آفرین کو نشانے پر رکھ کر بولا "میں اسے نئی زندگی دے رہا ہوں تو موت بھی دے سکتا ہوں۔ جب بھی مجھے تمہاری موت کی خبر ملے گی' میں اسے مار ڈالوں گا۔"

صمدو غصے سے لرز کر بولا "آفرین پر سے گن ہٹا لو ورنہ اچھا نہیں ہوگا۔"

"میں یہی کہہ رہا ہوں۔ تم خودکشی کرو گے تو اچھا نہیں ہوگا۔ تمہارے بعد آفرین نہیں رہے گی۔"

آفرین نے کہا "صمدو! میں تمہیں چاہتی ہوں اور قسم کھاتی ہوں کہ خودکشی کرو گے تو میں بھی اپنی جان دے دوں گی۔"

وہ اسکے محبوبانہ انداز سے سرشار ہو کر بولا "کیا میں اتنا خوش نصیب ہوں کہ تم میرے لیے جان دے سکتی ہو؟"

"ہاں۔ میں قسم کھا چکی ہوں۔ تم بحث نہ کرو' ریوالور پارس کو دے دو۔ ہم سب مل کر اس ٹیلی پیتھی جاننے والی سے نمٹیں گے۔"

اس نے اپنی جیب سے ریوالور نکالا۔ آفرین اس کے قریب آئی اس نے محبت سے مسکرا کر دیکھا پھر وہ ریوالور اس سے لے کر پارس کو دے دیا۔

O☆O

رات کا ایک بج رہا تھا۔ شی تارا نے کھانا نہیں کھایا تھا۔ وہ تمام مخبروں کے خیالات پڑھنے اور انہیں اس گاؤں سے سری نگر تک دوڑانے میں مصروف تھی۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ پارس ابھی ان ہی اطراف میں ہوگا۔ اس کے تمام مخبر سری نگر کے آس پاس کے تمام علاقوں میں گاڑیاں دوڑاتے پھر رہے تھے۔ وہ صرف ایک غلطی کر رہی تھی کہ سری نگر میں پارس کی توقع نہیں کر رہی تھی۔ اسے یقین تھا کہ پارس ان مضافات سے نکل نہیں پائے گا۔

دائی ماں نے کہا "بیٹی! ایسی بھی کیا مصروفیات ہیں' روٹی تو کھا لے۔"

"بس تھوڑی دیر اور ماں جی! وہ کہیں نہ کہیں گرفت میں آ جائے گا۔ اگر مجھ سے ذرا سی کوتاہی ہوگی تو وہ ہاتھ سے نکل جائے گا۔"

"رات کا ایک بج چکا ہے۔ تو کھاتے کھاتے بھی خیال خوانی کر سکتی ہے۔ میں سالن گرم کر کے لا رہی ہوں۔"

وہ کچن میں گئی۔ شی تارا نے کمانڈر کے پاس پہنچ کر پوچھا "کوئی خبر ملی؟"

"ہاں' وہ شاید سری نگر میں کہیں ہے۔"

"کیا تم اندازے سے کہہ رہے ہو؟"

"اندازہ بھی کہہ سکتی ہو۔ ہماری پٹرولنگ فورس نے بٹ مالو کے راستے میں ایک گاڑی روکی تھی۔ اس میں سے ایک شخص نے اپنا ڈیوٹی کارڈ نکال کر دکھایا۔ وہ میرا ایک مخبر تھا۔ اس نے آرمی کے آفیسر کو بتایا کہ گاڑی میں کمانڈر کی سالی اور رشتے دار بیٹھے ہیں جبکہ میری کوئی سالی اور رشتے دار اس شہر میں نہیں ہیں۔"

"اس کا مطلب ہے' وہ جھوٹ بول کر اور فراڈ کر کے کشمیری باغیوں کو کہیں لے گیا ہے۔ اگر ان کے ساتھ صرف ایک عورت تھی تو پھر اس عورت کے ساتھ ضرور پارس ہوگا۔"

"وہ مخبر بھی کوئی فراڈ ہی تھا۔ بٹ مالو سے لال چوک کی سمت جا رہا تھا۔ لال چوک میں مسلمانوں کی خاصی آبادی ہے۔ وہاں اکثر باغی پناہ لیتے ہیں۔"

"تم اس علاقے کو چاروں طرف سے گھیر کر تمام گھروں کی تلاشی کا حکم دو۔"

"وہاں تلاشی کا کام شروع کرنے سے پہلے کریک ڈاؤن کرنا ہوگا۔ جبکہ ہم دفعہ ۱۴۴ نافذ نہیں کر سکتے۔ اس علاقے کے تین گھروں میں شادیاں ہو رہی ہیں۔ ایسے میں فوجی کارروائی مناسب نہیں ہوگی۔ سارے مسلمان گھروں سے نکل آئیں گے۔"

"اگر میں انہیں کسی گھر سے ڈھونڈ نکالوں تو فوج وہاں جا کر انہیں گرفتار کر سکے گی؟"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"بے شک مجرم پائے گئے تو پھر اس گھر تک ہمارے سپاہی جاسکیں گے۔"

اس نے چار مخبوں کو خیال خوانی کے ذریعے باری باری مخاطب کیا۔ ان میں سے دو عورتیں اور دو مرد تھے۔ ان چاروں کو حکم دیا کہ وہ لال چوک کے رہائشی علاقے میں جاکر معلوم کریں کہ آج کس گھر میں نئے مہمان آئے ہیں۔ عورتیں شادی والے گھروں میں بھی جاکر بہت سی معلومات حاصل کرسکتی تھیں۔

دائی ماں نے اس کے سامنے میز پر کھانے کی پلیٹیں رکھتے ہوئے کہا "اب رات کے دو بجنے والے ہیں۔ بھگوان کے لیے خیال خوانی بند کرو اور زندہ رہنے کے لیے کچھ کھاؤ۔"

شی تارا نے مسکرا کر روٹی کا ایک لقمہ منہ میں رکھا۔ وہ بہت خوش تھی۔ اسے یقین تھا کہ کھانا ختم ہوتے ہوتے لال چوک کے کسی مکان میں پارس کو چاروں طرف سے گھیر لیا جائے گا۔

○☆○

عادل خون کے گھونٹ پی رہا تھا۔ اسے اپنی لیلیٰ بھابی سے بہت محبت تھی۔ اسے سپردِ خاک کرتے وقت وہ قبرستان میں تھا۔ غصے اور جنون میں وہاں کھڑے ہوئے مسلح سپاہیوں پر حملہ کرنا چاہتا تھا لیکن ہیرو نے اسے جکڑ لیا تھا۔ سارہ اور اتا نے سمجھایا تھا "صبر کرو' بھابی کے قاتلوں کو ان کی قبروں تک دوڑایا جائے گا اور انہیں زندہ دفن کیا جائے گا۔ پہلے اپنے بھائی جان سے رابطہ ہونے دو۔ دیکھو کہ وہ اس سلسلے میں کیا کررہے ہیں۔"

پھر میں نے ایٹمی پلانٹ تباہ کرنے کے بعد اس سے رابطہ کیا۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ میں نے کہا "میری فیملی میں کوئی اس طرح نہیں روتا ہے خواہ کیسی ہی قیامت گزر جائے۔ فوراً جذبات پر قابو پاؤ ورنہ میری فیملی سے خارج ہوجاؤ گے۔"

وہ آنسو پونچھتے ہوئے اپنے جذبات پر قابو پانے کی کوشش کرنے لگا۔ میں نے کہا "دل کو پتھر بنانا بہت مشکل ہوتا ہے۔ میں جارہا ہوں۔ پھر آؤں گا۔ میرے آنے تک تمہیں پتھر ہوجانا چاہئے۔"

وہ سب سارہ کی کوٹھی میں آگئے تھے۔ میں نے ہیرو کے دماغ میں آکر کہا "میں پیرس واپس جارہا ہوں۔ میرا مشورہ ہے' تم بھی چلے آؤ۔ تمہیں وہاں کی شہریت مل جائے گی۔ یہاں رہوگے تو یہودی پیچھے پڑے رہیں گے۔"

وہ بولا "مسٹر فرہاد! لیلیٰ بھابی کے سلسلے میں میرے پاس تعزیت کے لیے الفاظ نہیں ہیں۔ تعزیت کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ میں قاتل کو زندہ نہ چھوڑوں۔ اور میں قسم کھاتا ہوں کہ۔۔۔"

میں نے بات کاٹ کر کہا "رک جاؤ۔ کوئی قسم نہ کھانا۔ میں دشمنوں کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا چکا ہوں۔ اگرچہ قاتل زندہ ہے' روپوش ہے۔ یہ جانتے ہوئے بھی میں واپس جارہا ہوں اور تمہیں بھی یہاں سے جانے کا مشورہ دے رہا ہوں۔"

"میں حیران ہوں۔ تم اسے زندہ چھوڑ کر کیوں جارہے ہو؟"

"میں اور میری فیملی بابا صاحب کے ادارے کی پابند ہیں۔ جناب علی اسد علی تبریزی کی ہدایات پر کسی حیل و حجت کے بغیر عمل کرتے ہیں۔ ان کی ہدایت ہے کہ قاتل کو ڈھیل دی جائے۔ جو انتقامی کارروائی ہوچکی ہے' وہ بہت ہے۔ اس کے بعد میں کچھ کروں گا تو وہ فرعونیت ہوگی۔"

"یہ ہدایات دل کو لگتی ہیں۔ تعجب ہے آپ بے پناہ ذہانت اور طاقت کے مالک ہو کر بھی کسی کے پابند ہیں۔"

"ذہانت اور طاقت اللہ تعالیٰ کی عائد کردہ پابندیوں میں نہ رہے اور اپنے عاقل و دین دار بزرگ کے تابع فرمان نہ رہے تو وہ طاقت والا شیطان بنتا چلا جاتا ہے۔"

"آپ نے میرے انتقامی جوش و جنون کو ٹھنڈا کردیا ہے۔ خدا نے مجھے بھی غیر معمولی صلاحیتیں اور بے پناہ جسمانی قوت دی ہے۔ آپ نے یہ بہت اچھی بات کہہ دی۔ مجھے بھی خود کو پابندیوں میں رکھنا چاہئے۔"

"اسی لیے پیرس جانے کو کہہ رہا ہوں۔ جناب تبریزی صاحب سے ملاقات کروگے تو دل میں نور پیدا ہوگا اور تمہاری ذہانت کو ایسی نئی تازگی ملے گی جس کے متعلق تم ابھی سوچ بھی نہیں سکتے۔ تم ابھی سارہ سے مشورے کرو' میں پھر آؤں گا۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر پورٹیبل کمپیوٹر کو اٹھا کر وہاں سے چلتا ہوا ڈرائنگ روم میں آیا۔ وہاں سارہ انٹیلی جنس کے ایک افسر سے باتیں کررہی تھی' اسے دیکھ کر بولی "آؤ ہیرو! یہاں بیٹھو اور سنو۔ اس افسر سے پتا چلا ہے کہ مسٹر فرہاد نے ملٹری ہیڈ کوارٹر کے اس حصے کو تباہ کردیا ہے جہاں گولا بارود کا ذخیرہ تھا۔ کروڑوں ڈالرز کا اسلحہ تباہ ہوچکا ہے۔"

ہیرو مسکرانے لگا۔ وہ بولی "تم مسکرا رہے ہو۔ اس کے بعد مسٹر فرہاد نے ایٹمی پلانٹ کو تباہ کردیا ہے۔ کیا تم ہمارے ملکی اور قومی نقصان کا اندازہ کرسکتے ہو؟"

ہیرو نے کمپیوٹر کے ذریعے کہا "یہ قسمت کا کھیل ہے کہ اس بنگلے میں لیلیٰ بھابی گئیں۔ یاد کرو ہمارا پروگرام تھا کہ اسٹیڈیم سے واپسی پر ہم ان کے ہاں جائیں گے۔ اگر چلے جاتے تو ہم دونوں کے چیتھڑے اڑ جاتے۔ پھر تم قومی نقصان کا دکھڑا کہاں روتیں؟"

وہ بولی "لیلیٰ بھابی کے یا ہمارے ہلاک ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ پورے ملک کو تباہ کردیا جائے۔"

"یہ تم کہہ رہی ہو۔ میں تو اس ملک کو آگ لگا دینا چاہتا تھا۔ مجھے مسٹر فرہاد نے ایسا کرنے سے باز رکھا ہے۔"

افسر نے کمپیوٹر اسکرین کو پڑھ کر کہا "مسٹر ہیرو! یہ بات ناقابلِ یقین ہے کہ جو ہمیں اتنا زبردست نقصان پہنچا رہا ہے' وہ تمہیں ایسا کرنے سے باز رکھے گا۔ کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ وہ ہمارا ہمدرد بن گیا ہے۔"

"نہیں' تم لوگوں کا ہمدرد تو شیطان ہی ہوگا۔ وہ ایک انسان ہے۔ اپنی بیوی کے قاتل کو زندہ چھوڑ کر واپس جارہا ہے۔"

افسر نے خوش ہو کر کہا "کیا واقعی وہ یہاں سے جارہا ہے۔ ہمیں کسی طرح یقین دلادو کہ وہ جارہا ہے۔ پھر ہم دل پر پتھر رکھ کر اتنی تباہی و بربادی کو برداشت کرلیں گے۔"

"وہ نہ بھی جائے تو برداشت کروگے۔ اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکوگے۔ ویسے یہ سچ ہے کہ وہ جارہا ہے۔ آئندہ یہاں کوئی ہنگامہ اور تخریب کاری نہیں ہوگی تو تم لوگوں کو یقین آجائے گا۔"

وہ اٹھ کر بولا "میں ابھی اپنے اعلیٰ افسران کو یہ خوش خبری سناؤں گا۔ سارہ میں باہر جارہا ہوں۔ کیا آپ میرے ساتھ آکر دروازہ اندر سے بند کرنے کی زحمت کریں گی؟"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر افسر کے ساتھ چلتی ہوئی ڈرائنگ روم سے باہر آئی۔ افسر نے کاریڈور سے گزرتے ہوئے دھیمی آواز میں کہا "فرہاد واپس جانے کا ڈراما کرکے ہمیں دھوکا دے رہا ہے۔ کیا تمہاری عقل تسلیم کرتی ہے کہ اتنی تباہیاں پھیلانے والا جنونی شخص ایک قاتل کو زندہ چھوڑ کر چلا جائے گا؟"

"نہیں' میری عقل نہیں مانتی۔ تم درست کہتے ہو۔ فرہاد' ہیرو کا اور میرا دوست بن کر میرے ملک کو تباہ کرنا چاہتا ہے۔"

"مس سارہ! اس کی گہری سازشوں کو سمجھنا چاہتی ہو تو ہمارے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے سے بات کرو۔ تمہیں پتا چلے گا کہ اس ملک کو تم ہی بچا سکتی ہو۔ اور یہ تمہارے لیے بہت بڑا اعزاز ہوگا۔"

"میں اس ٹیلی پیتھی جاننے والے سے کیسے باتیں کروں گی؟"

"تم تنہائی میں مسٹر برین کو فون کرو اور کہو کہ اس سے گفتگو کرنا چاہتی ہو۔ وہ تمہارے دماغ میں آجائے گا۔"

"میں پرائی سوچ کی لہریں محسوس کرتے ہی سانس روک لیتی ہوں۔ لیکن اب نہیں روکوں گی۔ اس سے باتیں کروں گی۔"

افسر باہر چلا گیا۔ سارہ نے دروازہ بند کرلیا۔ ذہانت اسے کہتے ہیں کہ آدمی کسی تدبیر پر عمل کرتے وقت ہر پہلو پر نظر رکھے۔ لیکن اکثر لوگ کامیابی کا یقین کرتے ہوئے بالکل سامنے کی بات بھول جاتے ہیں۔ وہ دونوں رازداری سے باتیں کرتے وقت یہ بھول گئے تھے کہ ہیرو غیر معمولی سماعت کے ذریعے ان کی باتیں سن رہا ہوگا۔

جب وہ واپس آئی تو ہیرو سینٹر ٹیبل پر رکھے ہوئے کمپیوٹر کو یوں چیک کرنے لگا جیسے کوئی خرابی پیدا ہوگئی ہو اور اس کمپیوٹر کے ساتھ لگے رہنے کے باعث اس نے ان کی گفتگو نہ سنی ہو۔ اس طریقۂ کار نے سارہ کو مطمئن کردیا۔ وہ اس کے قریب بیٹھ کر بولی "کیا اس میں کوئی خرابی ہوگئی ہے؟"

اس نے ہاں کے انداز میں سرہلایا۔ وہ بولی "میں ضروری باتیں کرنا چاہتی تھی۔ لیکن تم جواب کیسے دوگے؟"

اس نے اشارے سے پوچھا "کیا بات ہے؟"

اس نے کمپیوٹر کو اس کے ہاتھوں سے لے کر میز پر رکھ دیا۔ پھر اس کے گلے میں بانہیں ڈال کر پوچھا "تم مجھے کتنا چاہتے ہو؟"

وہ اسے سمیٹ کر زبان بے زبانی سے اپنی چاہت کے ڈھیر سارے ثبوت پیش کرنے لگا۔ وہ بولی "یہاں نہیں' دوسرے کمرے میں اتا اور عادل ہیں' وہ ادھر آجائیں گے۔"

وہ اسے دونوں بازوؤں میں اٹھا کر اس کے بیڈ روم میں آگیا۔ دروازہ اندر سے بند ہوگیا۔ وہ بولی "ہمیں اپنی ازدواجی زندگی کے متعلق اہم فیصلے کرنے چاہئے۔ میں جانتی ہوں تم میرے دیوانے ہو۔ میں جو کہوں گی' وہی کروگے۔ میں درست کہہ رہی ہوں نا؟"

ہیرو نے ہاں کے انداز میں سرہلایا۔ اس نے کہا "دیکھو ابھی تک تمہارا کوئی مذہب نہیں ہے۔ میں یہ بھی جانتی ہوں کہ تم اپنی سارہ کے مذہب کو قبول کروگے۔ ہاں یا نہ میں جواب دو۔"

اس نے اشارے سے ہاں کہا۔ وہ خوش ہو کر اس پر قربان ہونے لگی پھر بولی "میری ایک اور بات مانوگے؟"

ہیرو نے تابعداری سے سر جھکایا۔ اس نے کہا "ایک مذہب والا دوسرے مذہب کا دوست کبھی نہیں ہوتا۔ اگر دوست بن بھی جائے تو دوستی کی آڑ میں دشمنی کرتا ہے۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

خاص طور پر ایک مسلمان کبھی یہودی سے دوستی نہیں کرتا ہے۔"

ہیرو نے اس کا منہ بند کردیا۔ وہ چپ رہی۔ محبت سے سرشار ہوتی رہی پھر بولی "ہماری یہودی اکابرین نے بارہا فرہاد سے دوستی کرنی چاہی لیکن اس نے انکار کردیا۔ وہ بڑا چالباز ہے۔ اس نے ہم سے دوستی کی تاکہ میرے کاندھے پر بندوق رکھ کر میری ہی یہودی قوم کو نشانہ بنائے۔"

وہ دوبارہ چپ ہوئی ہیرو کو نشانے پر رکھتی رہی پھر بولی "مجھے اس کی بیوی کی موت کا افسوس ہے لیکن یہ سمجھ کر اسے ہلاک نہیں کیا گیا کہ وہ فرہاد کی بیوی ہے۔ یہودی جاسوس نے اس بنگلے سے ہمارے ملک کی اہم دستاویزات' فائلیں اور ویڈیو فلمیں حاصل کی تھیں اور اسے کسی غیر ملکی سیکرٹ ایجنٹ کا بنگلا سمجھ کر ڈائنا مائٹ رکھ دیا تھا۔ کیا اتنے سارے راز چرانے کی سزا ایک مجرم کو نہ دی جاتی؟ تم ہی انصاف سے کہو؟"

وہ خاموشی سے انصاف کررہا تھا۔ اسے ایک حسین لڑکی کا پیار مل رہا ہے۔ وہ انصاف سے پیار لے رہا تھا اور انصاف سے پیار دے رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اسے چپ سی لگ گئی۔ وہ پریشان ہوگئی۔ دیوانے کا پیار ختم ہی نہیں ہو رہا تھا۔ وہ مشکل میں پڑگئی۔ اس نے کہا۔ "اب جاؤ۔ آج ہم سمندر کے کنارے جائیں گے' وہاں خوب پیار کریں گے۔"

وہ کمپیوٹر کے بغیر گونگا تھا۔ بول نہیں سکتا تھا۔ مگر بہرا بھی ہوگیا تھا۔ سنائی نہیں دے رہا تھا۔ سارہ کا سر چکرا رہا تھا۔ در و دیوار گھومتے ہوئے' ڈولتے ہوئے سے لگ رہے تھے۔ پھر اسے ہوش نہ رہا۔ وہ غفلت کی گہری تاریکیوں میں ڈوبتی چلی گئی۔

انٹیلی جنس کے اس افسر نے کوٹھی کے باہر جاکر فون کے ذریعے برین آدم سے رابطہ کیا پھر کہا "سر! ہیرو کا بیان ہے کہ فرہاد یہ ملک چھوڑ کر جارہا ہے۔ مجھے تو یقین نہیں ہے لیکن وہ پورے یقین سے کہہ رہا ہے۔ آئندہ یہاں کوئی تخریبی کارروائی نہیں ہوگی۔"

برین آدم کی آواز آئی۔ "مجھے بھی یقین نہیں ہے۔ ویسے آٹھ گھنٹے گزر چکے ہیں۔ اس کی طرف سے کوئی انتقامی کارروائی نہیں ہوئی ہے۔ دیکھتے ہیں آج یا کل تک کیا ہوتا ہے؟"

"سر! سارہ ایک محبِ وطن یہودی ہے۔ میں نے اسے شیشے میں اتار لیا ہے۔ وہ کسی وقت آپ کو فون کرے گی اور ہمارے خیال خوانی کرنے والے کو اپنے دماغ میں آنے کی دعوت دے گی۔"

"یہ تم نے خوش خبری سنائی ہے۔ سارہ قابو میں آئے گی تو اس کے ساتھ ہیرو بھی ہماری مٹھی میں چلا آئے گا۔ میں یہاں میٹنگ میں مصروف ہوں۔ کوئی اہم بات ہو تو پھر رابطہ کرنا۔"

برین آدم نے ریسیور رکھ دیا۔ اسے زخمی ہونے کے بعد اسپتال میں ہونا چاہیے تھا لیکن وہ ایک کانفرنس ہال میں تھا۔ اس کے زخم کی مرہم پٹی ہوگئی تھی اور ایک تجربے کار ڈاکٹر اسے ہمہ وقت اٹینڈ کرنے کے لیے وہاں موجود تھا۔ اعلیٰ حکام اور اعلیٰ فوجی افسران بھی وہاں موجود تھے۔ دو زبردست دھماکوں اور تباہیوں نے یہودی اکابرین کے اعصاب کمزور کر دیئے تھے۔ ایٹمی پلانٹ کی تباہی نے ثابت کردیا تھا کہ وہ مجھے کسی بھی طرح انتقامی کارروائیوں سے روک نہیں سکیں گے۔

چند اکابرین برین آدم کے خلاف ہوگئے تھے۔ غصے میں پوچھ رہے تھے کہ ایکسرے مین سامنے کیوں نہیں آتا؟ کیا اسے فرہاد سے چھپا کر ملک اور قوم کی تباہی و بربادی کا تماشا دیکھا جاسکتا ہے؟

برین آدم نے کہا "آپ حضرات دیکھ رہے ہیں کہ آٹھ گھنٹے گزر چکے ہیں اور اس نے مزید انتقامی کارروائی کا مظاہرا نہیں کیا ہے۔ آپ یقین کریں یا نہ کریں' وہ یہاں سے واپس جارہا ہے اور یہ خبر ابھی مجھے فون پر ملی ہے۔"

ایک حاکم نے کہا "وہ کہہ رہا تھا کہ لیلیٰ کا قاتل سامنے آجائے گا تو وہ اسے سزائے موت دینے کے بعد انتقامی کارروائی سے باز آجائے گا۔ کیا ایکسرے مین نے خود کو اس کے سامنے پیش کردیا ہے؟"

"ایکسرے مین نے کوئی جرم نہیں کیا۔ ہمارے بے شمار راز چرانے کی سزا اسے دی تھی۔ آپ حضرات نہیں جانتے ہمارا ایکسرے مین کتنا ذہین ہے۔ اس نے کیسی حکمتِ عملی سے فرہاد کو واپس جانے پر مجبور کردیا ہے۔"

"ہم سب کی دعا ہے کہ وہ کسی بھی طرح چلا جائے۔ اسے موت آجائے۔"

ایک نے طنزیہ انداز میں کہا "ہم اس کے سامنے ایسے بے دست و پا اور کمزور ہوگئے ہیں کہ کمزور عورتوں کی طرح اسے کوس رہے ہیں۔ اگر وہ جارہا ہے تو ہماری کمر توڑ کر جا رہا ہے۔ کیا بین الاقوامی عدالت میں اس کے خلاف کارروائی نہیں ہوسکتی؟"

"ہم یہ ثابت نہیں کرسکیں گے کہ فرہاد نے یہ تخریبی کارروائیاں کی ہیں۔"

"کیا فرہاد کے ساتھ وہ بندر آدمی بھی یہاں سے جا

گا؟"

"ہم ابھی یقین سے نہیں کہہ سکتے۔ ہماری کوشش ہوگی کہ وہ نہ جائے۔ ہم اسے تابعدار بنا کر اہم سراغرسانی کے کام لے سکتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ اس کے پاس غیر معمولی سماعت و بصارت کے فارمولے ہوں۔ بہرحال وہ ہمارے بہت کام آئے گا۔"

"کیا فرہاد سے رابطہ نہیں ہوسکتا۔ ہم چاہتے ہیں' وہ اپنی زبان سے یہ ملک چھوڑنے کا یقین دلائے۔"

"اس کی طرف سے مسلسل خاموشی ہے۔ وہ میرے دماغ میں آتا تھا مگر مجھے بھی مخاطب نہیں کررہا ہے۔ میں چاہتا ہوں' اب یہ اجلاس برخاست ہو۔ میں تھک گیا ہوں۔ زخم سے ٹیسیں اٹھ رہی ہیں۔ میں ذرا آرام کروں گا۔"

وہ سب جانے لگے۔ ڈاکٹر نے پٹی کھول کر اس کے زخم کو صاف کیا۔ مرہم لگایا پھر پٹی باندھ کر ایک انجکشن لگایا۔ اس کے بعد برین آدم اپنی کار کی پچھلی سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ تب ایکسرے مین نے کہا "مسٹر برین! فرہاد چال چل رہا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ مجھے اس کے جانے کا یقین ہوجائے اور میں روپوشی ترک کردوں۔ کھل کر تم لوگوں کے ساتھ کام کروں تاکہ وہ کسی موقع پر مجھے آکر دبوچ لے۔"

"شاید وہ یہی چاہتا ہے۔ میری ایک درخواست ہے' آپ میرے پاس آکر اس کے متعلق باتیں نہ کریں۔ ہوسکتا ہے وہ ابھی میرے اندر ہو۔ آپ مجھے تنظیم سے خارج کردیں۔"

"برین! تم میرا دماغ ہو۔ میرا بہت مضبوط بازو ہو۔ میں بازو الگ نہیں کروں گا۔ یہ درست ہے کہ فرہاد تمہارے ذریعے تنظیم کے دوسرے برادرز تک پہنچنے کی کوشش کرے گا۔ تمام برادرز کی بھلائی کے لیے تم تنظیم سے الگ ہوجاؤ۔ لیکن میرے لیے اسی طرح کام کرتے رہو۔ تمہارا زخم بھر جائے گا تو میں تنویمی عمل کے ذریعے تمہیں فرہاد کی خیال خوانی سے نجات دلاؤں گا۔"

ایکسرے مین مارٹن اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ ... نے ان سب کی نیندیں اڑا دیں تھیں۔ وہ سونا بھی چاہتا تو اس کے پاس نیند نہ آتی۔ اب اس کی زندگی کی پہلی اور آخری خواہش یہی تھی کہ میں اس ملک سے چلا جاؤں۔

وہ پچھلی بار برین آدم کے دماغ میں اور ہیڈ کوارٹر کے ... ہال میں مجھ سے گفتگو کرچکا تھا۔ میری آواز اور لہجہ اس کے ذہن میں تھا۔ اس نے میرے دماغ پر دستک دی۔ "میں ... ایکسرے مین۔"

میں نے پوچھا "کیا نیند نہیں آرہی ہے؟"

"ہاں۔ میں نے اپنی زندگی میں سب سے بڑی غلطی کی ہے۔ مجھے کوئی ایسی سزا دو کہ میں برداشت کرسکوں۔"

"سزا اور جزا دینے والا خدا ہے۔ ہم انسان چھوٹے موٹے تماشے کرتے ہیں' جن کے نتیجے میں خدا یاد آجاتا ہے۔ ویسے تمہارا آخری وقت نہیں آیا ہے۔ بابا صاحب کے ادارے کے محترم بزرگ جناب علی اسد اللہ تبریزی نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں قتل نہ کروں اور یہ ملک چھوڑ دوں۔ اس لیے میں جارہا ہوں۔"

"تم نے جناب تبریزی صاحب کا حوالہ دیا ہے تو مجھے یقین ہو رہا ہے۔ میں قسم کھاتا ہوں' کبھی مجھے موقع ملے گا تو میں بھی تم پر ایسا ہی احسان کروں گا۔"

"یہ خیال دل سے نکال دو کہ میں نے احسان کیا ہے۔ میں صرف اپنے بزرگ کی ہدایت پر عمل کررہا ہوں۔ وہ اللہ والے ہیں۔ یہ جانتے ہیں کہ تمہاری موت ابھی نہیں ہوگی اور میرے ہاتھوں سے نہیں ہوگی۔ مگر ایک دن ہوگی۔ تم عمر پٹہ لکھوا کر نہیں آئے ہو۔ جاؤ اور ابھی زندگی کی بے شمار سانسیں لیتے رہو۔"

میں نے سانس روک لی۔ بابا صاحب کے ادارے سے رابطہ کیا اور اپنی روانگی کے سلسلے میں متعلقہ عہدیدار سے مشورے کرنے لگا۔ ہیرو کے سلسلے میں بھی گفتگو کی اور کہا کہ اسے جلد از جلد فرانس کی شہریت دلائی جائے اور اسے پیرس لانے کے لیے خصوصی طیارہ روانہ کیا جائے۔

ایکسرے مین اس بات کا منتظر تھا کہ سارہ کسی یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اپنے دماغ میں بلائے گی تو وہ خود جائے گا۔ وہ پہلے اس کی معشوق تھی مگر پھسل کر ہیرو کے پاس چلی گئی تھی۔ اب پھر اسے قابو میں کرنے کا موقع ملنے والا تھا۔

وہ اس افسر کے پاس آیا' جو سارہ کی کوٹھی کے باہر ڈیوٹی پر تھا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ سارہ دو گھنٹے سے کوٹھی کے اندر ہی ہے۔ وہ نہ کہیں باہر گئی تھی اور نہ ہی وعدے کے مطابق برین آدم سے رابطہ کیا تھا۔ ایکسرے مین نے سوچا پہلے وہ سانس نہیں روکتی تھی۔ فرہاد نے اس کے دماغ کو لاک کیا ہے۔ اسے فرہاد کا لب و لہجہ اختیار کرکے اس کے اندر جانا چاہیے۔

اس نے یہی کیا۔ اس کے اندر پہنچا تو معلوم ہوا وہ اپنے طور پر بھی اس کے دماغ میں رہ سکتا ہے۔ وہ سانس نہیں روکے گی۔ بہت کمزور ہوگئی ہے۔ اس کی سوچ نے بتایا وہ بیہوش ہوگئی تھی۔ ہیرو اس کے چہرے پر پانی چھڑک کر اسے ہوش میں لایا تھا پھر کمپیوٹر کے ذریعے شرمندگی کا اظہار

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کررہا تھا۔ وہ نقاہت کے باعث بولنے کے قابل نہیں رہی تھی۔ بڑی مشکل سے بولی "مجھے تنہا چھوڑ دو۔ باہر جا کر دروازہ بند کردو۔"

یہ کہہ کر اس نے آنکھیں بند کرلی تھیں۔ پھر آنکھیں کھول کر دیکھا تو وہ جاچکا تھا۔ وہ سر پکڑ کر سوچنے لگی۔ "اس کے ساتھ کیسے گزارہ ہوگا۔ میں انسان ہوں۔ یہ حیوان ہے۔ اگرچہ انسان کی طرح ہے لیکن اس کی سرشت میں حیوانیت ہے۔ میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ یہ ایسا ہوگا۔"

ایسا سوچتے وقت پھر سر چکرا رہا تھا۔ گھبراہٹ سی ہو رہی تھی۔ ایکسرے مین اس کے چور خیالات پڑھ کر معلوم کررہا تھا کہ وہ ایک نئے مسئلے میں الجھ گئی ہے۔ اس نے اسے مخاطب کیا۔ "ہیلو سارہ! میں تمہارا یہودی دوست ہوں۔ تمہارا مسئلہ حل کرنے آیا ہوں۔ کیا مجھ پر بھروسا کرو گی؟"

"تم کون ہو؟"

"میں برین آدم کا ساتھی ہوں۔ میرا نام ٹیری آدم ہے۔ تم نے وعدہ کیا تھا کہ مجھے اپنے پاس بلاؤ گی جب تم نے نہیں بلایا اور بہت دیر ہوگئی تو میں تشویش میں مبتلا ہو کر تمہاری خیریت معلوم کرنے چلا آیا۔"

"تم نے اچھا کیا کہ چلے آئے۔ میرا دل گھبرا رہا ہے۔ میں بہت پریشان ہوں۔ میں ہیرو کا برا نہیں چاہتی۔ وہ دل کا بہت اچھا ہے۔ اس سے دُور کی دوستی ہوسکتی ہے مگر ازدواجی رشتہ نہیں ہوسکتا۔"

"تم نے چھوٹی سی بات کو بہت بڑا مسئلہ بنالیا ہے۔ میں ابھی کہہ چکا ہوں کہ تمہارا مسئلہ حل کرنے آیا ہوں۔"

"تم کیسے حل کرو گے؟"

"تم ابھی تھکی ہوئی ہو۔ بہت کمزور ہو۔ ابھی سو جاؤ۔ بیدار ہونے کے بعد تمہاری ساری پریشانیاں ختم ہوجائیں گی۔"

ایکسرے مین نے اسے آنکھیں بند کرنے پر مجبور کیا پھر تھپک تھپک کر سلا دیا۔ جب وہ گہری نیند میں ڈوب گئی تو اس کے خوابیدہ دماغ پر تنویمی عمل کرنے لگا۔ وہ سحرزدہ ہو کر اس کی معمول بنتی چلی گئی۔ تب اس نے پوچھا "سارہ! میں کون ہوں؟"

اس کی سحرزدہ سوچ نے کہا "تم میرے عامل ہو۔"

"ہاں اور تمہارا وہ عاشق بھی ہوں، جسے تم نے ایک بندر آدمی کے لیے ٹھکرا دیا۔ میں انسان ہوں۔ اس کی طرح جانور نہیں ہوں۔ تمہارا ہم مذہب ہوں۔ ہم وطن ہوں۔ میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ مجھ سے عشق کرو اور میری دیوانی بن کر صرف میری تمنا کرو۔"

"میں تمہاری تابعدار ہوں۔ تم سے عشق کروں گی اور تمہاری دیوانی ہو کر صرف تمہاری ہی تمنا کروں گی۔"

"تم ہیرو کو آدمی نہیں جانور سمجھو گی۔ دل میں اسے حقیر سمجھو گی لیکن بظاہر محبت جتاؤ گی۔"

اس نے وعدہ کیا کہ وہ یہی کرے گی۔ وہ بولا "تم اسے محبت سے ہماری طرف مائل کرو گی اور اپنے ملک و قوم کا وفادار بناؤ گی۔"

"میں اسے آپ کی طرف مائل کروں گی اور اسے اپنے ملک و قوم کا وفادار بناؤں گی۔"

"مجھے بتاؤ کہ ہیرو کے پاس کیا سامان ہوتا ہے؟ اور کیا تم نے کبھی اس کے سامان کی تلاشی لی؟"

"ہیرو کے پاس ایک بریف کیس ہے، جس کے اندر وہ کمپیوٹر اور کچھ کاغذات رکھتا ہے۔"

"کیا تم نے وہ کاغذات پڑھے ہیں؟"

"مجھے کبھی پڑھنے کا موقع نہیں ملا۔"

"وہ یقیناً غیر معمولی دواؤں کے فارمولے ہوں گے۔ تم جلد سے جلد ہیرو کی لاعلمی میں وہ کاغذات پڑھو گی۔ اگر وہ دواؤں کے فارمولے ہوئے تو انہیں باہر کھڑے ہوئے انٹیلی جنس کے افسر کے حوالے کردو گی۔"

اس نے وعدہ کیا کہ وہ ایسا ہی کرے گی۔ ایکسرے مین نے پوچھا "کیا تم نے اس کے پاس ایسی دوائیں دیکھیں ہیں جنہیں وہ بڑی حفاظت سے رکھتا ہو؟"

"ہاں کچھ دوائیں، انجکشن اور سرنج اس کی اٹیچی میں ہیں۔"

"پھر تو یہ بے شک ہماری مطلوبہ دوائیں ہیں۔ تم تنویمی نیند سے بیدار ہوتے ہی یہ کوشش کرو گی کہ ہیرو کسی طرح اپنے کمرے سے غیر حاضر رہے۔ پھر اس کی عدم موجودگی میں تم بریف کیس سے تمام کاغذات اور اٹیچی سے تمام دوائیں نکال لاؤ گی۔"

اس نے یہی کرنے کا وعدہ کیا۔ ایکسرے مین نے حکم دیا کہ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرے گی اور سانس روک لیا کرے گی۔ خود اپنے عامل کو بھی اس وقت تک دماغ میں نہیں آنے دے گی جب تک وہ مخصوص کوڈورڈز ادا نہیں کرے گا۔ اور کوڈورڈز ہوں گے "تم میری ہو اور ہمیشہ میری رہو گی۔"

پھر اس نے آدھے گھنٹے تک اسے تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا۔

میں نے عادل کے پاس آکر کہا "اب یہاں سے دانہ پانی اٹھ گیا ہے۔ روانگی کی تیاری کرو۔ اگر ہیرو اور سارہ یہاں سے جانے کے لیے راضی ہوں گے تو تم ان کے ساتھ پیرس جاؤ گے۔"

"بھائی جان! میرے ساتھ انا بھی جائے گی؟"

"ضرور جائے گی، تم اس کی مرضی پوچھ لو۔ میں ایک گھنٹے بعد آؤں گا۔"

میں اس کے دماغ سے چلا گیا۔ اس نے انا سے کہا "ہم یہاں سے جارہے ہیں۔ تم میرے ساتھ چلو گی؟"

"ہم کہاں جائیں گے؟"

"پیرس۔ وہاں بھائی جان کی تقریباً تمام فیملی ہے۔ پھر میں فیملی سے دور کیسے رہ سکتا ہوں۔"

"یہ بات تو میں بھی کہہ سکتی ہوں کہ اپنی ماں، بھائی اور بہنوں سے دور کیسے رہ سکتی ہوں؟"

"دنیا کی تمام لڑکیاں میکا چھوڑ کر اپنے شوہر کے ساتھ جاتی ہیں۔ تم چاہو تو پورے میکے والوں کو جہیز میں لے آؤ۔ میرے منہ سے اف نہیں نکلے گی۔"

وہ ہنستی ہوئی اس کے گلے میں بانہیں ڈال کر بولی "میرے میکے والے قابلِ اعتبار نہ رہے۔ میں ان کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی لیکن بہت دور جانے کو جی نہیں چاہتا۔ ہر وقت ان کی فکر رہے گی کہ پتا نہیں وہ کن مسائل اور مصائب سے گزر رہے ہیں۔"

"اپنی ماں سے کہو مسائل اور مصائب کو دعوتیں نہ دیں۔ یہ ملک چھوڑ دیں۔"

"وہ اپنے کنجوس یہودی ارب پتی کا جو خزانہ چھپا کر رکھا ہے۔ ممی اسے لیے بغیر نہیں جائیں گی۔"

"ہم نے خزانے کی نشاندہی کردی ہے۔ انہیں وہ خزانہ لے جانے کی اجازت بھی دے دی ہے لیکن وہ لے جا نہیں سکیں گی۔"

"ہاں، وہ صرف کرنسی نوٹ نہیں ہیں کروڑوں ڈالرز کی سونے کی اینٹیں ہیں اور بے شمار ہیرے جواہرات ہیں۔ اتنا خزانہ ملک سے باہر لے جانا ممکن نہیں ہے۔"

"کیا تمہیں پتا ہے، تمہاری بہنیں بھی آج کل عشق کررہی ہیں؟"

"کیا واقعی؟ تمہیں کیسے معلوم ہوا؟"

"بھائی جان نے بتایا ہے۔ جیری ماسیلا کے اور تھریال میکسی کے دام میں آگیا ہے اور وہ دونوں عشق کرنے کے لیے تل ابیب آپہنچے ہیں۔"

"یہ جیری اور تھریال کون ہیں؟"

"دونوں ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ پہلے جے پرگولا کے غلام تھے۔ اب آزاد ہوگئے ہیں۔"

"یعنی ممی کے ہونے والے دونوں داماد خیال خوانی کرتے ہیں۔ اس کا مطلب ہے میری ممی گاڈ مدر کی پوزیشن بہت مضبوط ہوگئی ہے؟"

"ہاں، یہ سب کچھ اس لیے بتا رہا ہوں کہ تم ان کی طرف سے بے فکر رہا کرو اور مطمئن ہو کر میرے ساتھ چلو۔"

وہ اس کے سینے پر سر رکھ کر بولی "اب تو میں تمہارے ساتھ دنیا کے آخری سرے تک چلوں گی۔"

وہ دونوں بند کمرے میں تھے۔ اس کمرے کے باہر کیا ہو رہا تھا اس سے بے خبر تھے۔ دوسرے کمرے میں سارہ تنویمی نیند سے بیدار ہوگئی تھی۔ بستر پر اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔ اگرچہ اب بھی کمزوری محسوس کررہی تھی۔ تاہم اپنے عامل کے حکم کی تعمیل کے لیے توانائی آگئی تھی۔

پھر یہ کہ ایکسرے مین اس کے اندر آگیا تھا اور اسے توانائی پہنچا رہا تھا۔ وہ بستر سے اتر کر چلتی ہوئی دروازے کے پاس آئی۔ کاریڈور میں کوئی نہیں تھا۔ سامنے والے کمرے میں انا اور عادل تھے۔ ان کا دروازہ اندر سے بند تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر ہیرو کے کمرے میں جھانک کر دیکھا۔ وہ نہیں تھا۔ کمرا خالی تھا اور وہ اسے خالی چاہتی تھی۔

اس نے ایک طرف بڑھ کر ڈرائنگ روم کے دروازے کو آہستگی سے کھول کر دیکھا وہاں ایک صوفے پر ہیرو بے خبر سو رہا تھا۔ اس کے خراٹے بتا رہے تھے کہ وہ گہری نیند میں ہے۔ سب ہی پچھلی رات کے جاگے ہوئے تھے ایسی گہری نیند لازمی تھی۔

وہ مطمئن ہو کر ہیرو کے بیڈ روم میں آگئی۔ اس نے دروازے کو اندر سے بند کرکے سب سے پہلے بریف کیس کو کھولا۔ اس میں رکھے ہوئے کاغذات نکالے۔ اس کے اندر چھپا ہوا ایکسرے مین ان کاغذات کو پڑھنے لگا اور خوش ہونے لگا۔ وہ غیر معمولی دواؤں کے فارمولے تھے۔

سارہ نے ان تمام کاغذات کو تہ کرکے اپنے گریبان میں ٹھونس لیا۔ پھر تیزی سے چلتی ہوئی اٹیچی کے پاس آئی۔ اس میں ہیرو کے لباس اور دیگر ضروری چیزوں کے علاوہ کچھ دوائیں رکھی ہوئی تھیں۔ ایکسرے مین نے اسے پڑھنے میں وقت ضائع نہیں کیا۔ اسے حکم دیا "تمام دوائیں اور کاغذات لے کر اپنی کار میں بیٹھو اور ڈرائیو کرتی ہوئی چلی آؤ۔ میں قریب ہی تمہارا انتظار کررہا ہوں۔"

پھر کوٹھی کے سامنے پہرا دینے والے سیکیورٹی افسر کو ٹرانسمیٹر کے ذریعے حکم دیا "سارہ تنہا باہر جارہی ہے۔ اسے نہ روکا جائے۔ گارڈ سے کہو مین گیٹ کھول دے۔"

وہ کار میں آکر بیٹھی اور ڈرائیو کرتی ہوئی احاطے کے مین

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

گیٹ سے باہر آگئی۔ اپنے عامل کی مرضی کے مطابق ایک سمت جانے لگی۔

ہیرو اگرچہ گہری نیند میں تھا لیکن عادت کے مطابق ہلکی آہٹ سے اس کی آنکھ کھل گئی تھی۔ اس وقت اسے سارہ کے لباس کی ایک جھلک نظر آئی تھی۔ سارہ اسے ڈرائنگ روم کے صوفے پر گہری نیند میں دیکھ کر اس کے بیڈ روم میں گئی تھی۔

ہیرو نے سوچا وہ مجھے دیکھ کر گئی ہے۔ اس نے مجھے صوفے سے اٹھ کر بستر پر سونے کے لیے نہیں کہا۔ بھلا کیوں کہے گی؟ مجھ سے ناراض ہے۔ میں نے حرکت ہی ایسی کی تھی۔ سوچتا ہوں تو ندامت ہوتی ہے۔ میں اس کا سامنا کیسے کروں؟

وہ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا۔ دل نے کہا "وہ ناراض ہے مگر محبت کرتی ہے۔ اسی لیے مجھے یہاں دیکھنے آئی تھی۔ اب آئے گی تو میں ..... دونوں بازوؤں میں اٹھا کر اسے منالوں گا۔"

وہ دروازے کو دیکھنے لگا۔ دوبارہ اس کے آنے کا انتظار تھا۔ اسی وقت کوٹھی کے پورچ سے کار کے اسٹارٹ ہونے کی آواز آئی۔ اس نے تعجب سے سوچا۔ گھر کے تمام افراد اندر ہیں پھر باہر کون ہے جو کار لے جا رہا ہے؟

آواز سے اندازہ ہو رہا تھا' وہ اسٹارٹ ہو کر دور ہوتی جا رہی ہے۔ وہ صوفے سے اٹھ گیا۔ تیزی سے چلتا ہوا دروازہ کھول کر باہر آیا۔ کار جا چکی تھی۔ اس نے گارڈ سے اشاروں کی زبان میں پوچھا "کون گیا ہے؟"

وہ بولا "مس سارہ گئی ہیں۔"

اس نے پھر اشاروں کی زبان سے پوچھا "کہاں گئی ہیں؟"

گارڈ نے کہا "ہم نہیں جانتے۔ مس نے ہمیں کچھ نہیں بتایا ہے۔"

ہیرو مین گیٹ کی طرف دیکھ کر سوچنے لگا۔ "کہاں گئی ہے؟ کیا پریشان ہو گئی ہے' تازہ ہوا کھانے گئی ہے؟"

وہ سر جھکا کر کوٹھی کے اندر آ کر سوچنے لگا۔ "یہی بات ہے۔ وہ تازہ ہوا کھانے اور مجھ سے ناراضی ظاہر کرنے گئی ہے۔ جلد ہی واپس آ جائے گی۔"

وہ کاریڈور سے گزرتا ہوا اپنے بیڈ روم میں آیا۔ خیال تھا کہ اس کی واپسی تک اپنے بستر پر سوتا رہے گا۔ لیکن اپنے بیڈ روم میں پہنچتے ہی ٹھٹک گیا۔ ایک طرف بریف کیس کھلا ہوا تھا۔ دوسری طرف اٹیچی کھلی پڑی تھی۔ اٹیچی میں رکھے ہوئے لباس اور دوسری چیزیں یوں باہر بکھری پڑی تھیں جیسے

کسی نے تلاشی لی ہو۔

اس نے قریب آ کر دیکھا تو اس میں رکھی ہوئی دوائیں نظر نہیں آئیں۔ بریف کیس سے وہ فارمولے والے کاغذات بھی غائب تھے۔ بات سمجھ میں آ گئی۔ غیر معمولی دواؤں اور فارمولوں کے لیے ڈاکا پڑا تھا۔

اسے یقین نہیں آیا کہ ایسا سارہ نے کیا ہے۔ ایسے وقت اسے یاد آیا کہ جب سارہ انٹیلی جنس کے چیف کے ساتھ باہر والے دروازے تک گئی تھی تو چیف سے را... دارانہ انداز میں گفتگو کر رہی تھی اور اس سے کہا تھا کہ برین آدم کے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اپنے دماغ میں بلا... گی۔

پھر وہاں سے سارہ واپس آئی تو اس سے بیڈ روم میں با... کرتے وقت فرہاد اور مسلمانوں کے خلاف بولتی رہی تھی او... ہیرو جذبات کی شدت میں اس کی کچھ باتیں سنتا رہا تھا اور ... ان سنی کرتا رہا تھا۔

وہ اپنا کمپیوٹر اٹھا کر سارہ کے بیڈ روم میں آیا۔ ا... باتھ روم میں دیکھا۔ کوٹھی کے مختلف حصوں میں ڈھونڈا۔ یقین ہو گیا کہ وہی تمام چیزیں چرا کر لے گئی ہے۔

اس نے عادل کے دروازے پر دستک دی۔ اندر... آواز آئی "ابھی کھول رہا ہوں۔"

دروازہ فوراً ہی نہیں کھلا۔ کچھ دیر لگی۔ عادل... دروازہ کھول کر اسے دیکھا پھر مسکرا کر پوچھا "ہیرو' خیر... ہے؟"

اس کے کمپیوٹر نے کہا "خیریت نہیں ہے۔ میر... کمرے میں آؤ۔"

وہ اس کے ساتھ چلتا ہوا کمرے میں آیا۔ پھر وہاں بک... ہوا سامان دیکھ کر بولا "یہ انتشار کیسا ہے۔ ایسا لگتا... تمہارے سامان کی تلاشی لی گئی ہے۔"

کمپیوٹر نے کہا "میرے پاس غیر معمولی دوائیں اور ا... کے فارمولے تھے۔ سب چوری ہو گئے۔"

عادل نے کہا "تم نے ہمیں کیوں نہیں بتایا کہ تمہار... پاس اتنی اہم چیزیں ہیں اور تم انہیں کھلی اٹیچی میں ر... تھے؟"

"اس لیے کہ چوری کا اندیشہ نہیں تھا۔ اندر سب ا... ہیں۔ باہر سے کوئی آ نہیں سکتا تھا۔ یہ توقع نہیں تھی کہ ہم... اپنوں سے ہی دھوکا ہو گا۔"

عادل نے حیرانی سے پوچھا "کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ... میں سے کسی نے چرایا ہے؟"

اسی وقت انا بھی آ گئی۔ اس نے بھی کمپیوٹر اسکرین... پڑھا۔ وہاں لکھا ہوا تھا "ہاں سارہ نے چرایا ہے۔"

عادل نے بے چینی سے پوچھا۔ "کیا کہہ رہے ہو؟ سارہ ایسا کیوں کرے گی؟"

انا نے پوچھا "معاملہ کیا ہے؟"

اسے معاملہ بتایا گیا۔ ہیرو نے کمپیوٹر کے ذریعے کہا "وہ یہ چیزیں لے کر یہاں سے کہیں چلی گئی ہے۔"

انا نے کہا "وہ بے وفا نہیں تھی۔ اسے ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ کیا گیا ہو گا۔"

اسکرین پر تحریر ابھری۔ "اسے کسی نے ٹریپ نہیں کیا ہے۔ اس نے خود ایک یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اپنے دماغ میں بلایا ہے اور وہی اسے کہیں لے گیا ہے۔"

"لیکن وہ اچانک کیوں بدل گئی۔ ہمارے پاس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی کمی نہیں ہے۔ پھر اس نے کسی یہودی کو کیوں بلایا؟" ہیرو نے جواب پیش کیا "اس لیے کہ وہ یہودی ہے اور صرف یہودی خیال خوانی کرنے والے پر بھروسا کرتی ہے۔ وہ مجھ سے مسٹر فرہاد اور مسلمانوں کے خلاف بہت کچھ بولتی رہی تھی۔ اس وقت میں نے ایسی باتوں کو اہمیت نہیں دی تھی۔ وہ غیر معمولی دوائیں چرا کر یہودیوں کے پاس لے گئی ہے۔ اسے اپنے لوگ اتنے عزیز ہیں کہ وہ میرے ہی مال پر ہاتھ صاف کر گئی۔"

عادل نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا "ہیرو! تم سارہ کی آواز سننے کے لیے بالکل تیار رہو۔ وہ چرایا ہوا مال کسی کو دینے کے لیے باتیں کرے گی تو ممکن ہے اس کی کسی بات سے معلوم ہو جائے کہ وہ کہاں ہے؟ اور کن لوگوں کے ساتھ ہے؟"

"اس سے پہلے ہمیں کوٹھی سے باہر جانا ہو گا اور سیکیورٹی گارڈز ہمیں جانے نہیں دیں گے۔"

عادل نے کہا "انا! تم باہر جاؤ اور سیکیورٹی افسر سے کہو' اندر آئے ہم کچھ باتیں کرنا چاہتے ہیں۔"

وہ تینوں ڈرائنگ روم میں آئے۔ انا بیرونی دروازہ کھول کر سیکیورٹی افسر سے بولی "اندر آؤ۔ ہیرو تم سے ضروری باتیں کرنا چاہتا ہے۔"

افسر اس کے ساتھ اندر آیا۔ اندر آتے ہی ایک ریوالور کی نال اس کی گردن سے لگ گئی۔ عادل نے کہا "کسی حیل و حجت کے بغیر بتا دو' سارہ کہاں گئی ہے؟"

"میں قسم کھا کر کہتا ہوں' میں سارہ کے متعلق کچھ نہیں جانتا ہوں۔ ہمیں ان کے کسی پروگرام کا علم نہیں تھا۔ وہ اچانک ہی کوٹھی سے نکل کر گئی ہیں۔"

"تم یہاں ہم سب کو روکنے کے لیے ڈیوٹی پر ہو پھر اسے جانے کیوں دیا؟"

"مجھے ٹرانسیٹر کے ذریعے حکم دیا گیا تھا کہ ہم اسے جانے دیں اور احاطے کا مین گیٹ کھول دیں۔"

"واکی ٹاکی کے ذریعے اپنے گارڈ سے کہو کہ وہ بڑی ویگن کار پورچ میں لے آئے۔"

افسر نے ماتحت کو حکم دیا۔ ایک منٹ کے اندر گاڑی پورچ میں آ گئی۔ عادل اور ہیرو' افسر کو گن پوائنٹ پر باہر لے آئے۔ تمام گارڈز انہیں دیکھتے ہی اپنی گنیں سیدھی کرنے لگے۔ عادل نے کہا "کوئی حماقت نہ کرنا' ورنہ تمہارا پیارا افسر مارا جائے گا۔"

وہ اسے لے کر گاڑی میں بیٹھ گئے۔ انا نے اسٹیرنگ سیٹ سنبھالی پھر حکم دیا "احاطے کا گیٹ کھولو۔"

گیٹ کھل گیا۔ وہ ڈرائیو کرتی ہوئی احاطے کے باہر آئی پھر ایک سمت چلنے لگی۔ عادل نے سیکیورٹی افسر سے کہا "اپنے ٹرانسیٹر کے ذریعے برین آدم اور دوسرے اعلیٰ افسران سے کہو۔ ہم جھگڑا بڑھانا نہیں چاہتے صرف سارہ کو تلاش کرنے نکلے ہیں۔ اسے ڈھونڈ کر کوٹھی میں واپس آ جائیں گے۔"

وہ ٹرانسیٹر کے ذریعے رابطہ کرنے لگا۔ ایسے وقت میں عادل کے پاس آیا۔ وہ مجھے سارہ' فارمولوں اور دواؤں کے متعلق بتانے لگا۔ میں نے ہیرو کے پاس آ کر پوچھا "کیا تمہیں سارہ کی آواز سنائی دے رہی ہے؟"

"نہیں دوست! ابھی تک خاموشی ہے۔ وہ مجھ سے بدظن ہو گئی ہے۔ ہم ایک دوسرے کے عجب دیوانے تھے۔ دیوانگی کی یہ داستان پہلے ہی موڑ پر دم توڑ چکی ہے۔"

"آخر بات کیا ہو گئی؟ ٹھہرو' میں اس کے خیالات پڑھ کر آتا ہوں۔"

میں اس کے پاس آیا تو اس نے سانس روک لی۔ مجھے خیال آیا' ایکسرے مین نے اس پر عمل کیا ہو گا۔ میں ایکسرے مین کی آواز اور لہجہ اپنا کر گیا تب بھی اس نے سانس روک لی۔ اس طرح میں دھوکا کھا گیا کہ ایکسرے مین سارہ کو ٹریپ نہیں کر رہا ہے۔ میں نے ٹیری آدم اور الپا کی آوازوں اور لہجوں کو اپنا کر اس کے اندر جانا چاہا اور ناکام رہا۔

میں نے ہیرو کے پاس آ کر کہا "تم کہتے ہو۔ وہ کسی یہودی خیال خوانی کرنے والے کو بلانے والی تھی جبکہ اس کے دماغ پر کسی یہودی نے تنویمی عمل نہیں کیا ہے۔ میں تینوں یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی آوازوں کے سہارے اس کے اندر جانے میں ناکام رہا ہوں۔"

ہیرو نے پوچھا "پھر کس نے اسے ٹریپ کیا ہے؟"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"سپر ماسٹر کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے۔ پھر شی تارا ہے۔ کوئی دوسرا ہی اس معاملے میں آکودا ہے۔"

"مسٹر فرہاد! وہ تمہارے اور مسلمانوں کے خلاف زہر اگل رہی تھی اور یہودیوں کی حمایت میں کسی یہودی کو ہی اپنے دماغ میں بلانا چاہتی تھی۔"

"ہوسکتا ہے' ایکسرے مین وغیرہ کوئی نئی چال چل رہے ہوں۔ تم سارہ کی آواز پر توجہ دیتے رہو۔ ان دواؤں اور فارمولوں کو کسی یہودی کے ہاتھ نہیں لگنا چاہئے۔"

ایکسرے مین چاہتا تو کوٹھی سے چند گز کے فاصلے پر رہ کر سارہ کو اپنے پاس بلاتا اور تمام اہم چیزیں اس سے لے لیتا لیکن وہ محتاط تھا۔ یہ خوف تھا کہ وہ لمبے راستے پر چلتی رہے اور وہ حکم کے مطابق لمبی ڈرائیو میں مصروف ہوگئی تھی۔

وہ اس کے تعاقب میں تھا اور یقین کررہا تھا کہ میں ان کے درمیان ہوں یا نہیں؟ وہ اس کے دماغ میں بھی نہیں جارہا تھا کیونکہ اس طرح مجھے سارہ کے اندر جگہ مل جاتی۔

وہ واقعی بڑی ہوشیاری سے اسے ٹریپ کرکے لے جارہا تھا۔ پھر اس نے چند سیکنڈ کے لیے دماغ میں آکر کوڈورڈز ادا کیے "تم میری ہو اور ہمیشہ میری رہوگی۔"

وہ بولی "میں تمہاری ہوں مگر تم سے کہاں آکر ملوں؟"

"کیا تمہارے دماغ میں کسی نے آنے کی کوشش کی تھی؟"

"ہاں' میں نے وقفے وقفے سے تین بار پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا تھا اور سانس روک لی تھی۔"

"پھر تو خطرہ ہے۔ میں جارہا ہوں۔ ابھی موبائل فون پر گفتگو ہوگی۔"

اس نے دماغی طور پر حاضر ہوکر اس کے موبائل فون کے نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ ہونے پر وہ بولی "ہیلو میں ہوں سارہ۔"

"سارہ! میں ہوں تمہارا عامل' تمہارا دوست۔ تمہیں سمجھا رہا ہوں کہ عقب نما آئینوں پر نظر رکھو۔ تعاقب کا شبہ ہو تو مجھے بتاؤ۔"

"اچھی بات ہے۔ میں نظر رکھ رہی ہوں۔"

"ایک بات یاد رکھو۔ اگر یقین ہوجائے کہ تعاقب کیا جارہا ہے تو کسی مصروف شاپنگ سینٹر میں چلی جانا۔ وہاں ان اہم چیزوں کو چھپا دینا۔ کوئی ایسا طریقہ اختیار کرنا کہ وہ چیزیں کسی کے ہاتھ نہ لگیں۔"

"میں یہی کروں گی۔ یہ چیزیں کسی کے ہاتھ لگنے نہیں دوں گی۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ وہ ڈرائیو کرتی ہوئی دائیں بائیں اور پیچھے نظر رکھنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد شبہ ہوا کہ ایک زرد رنگ کی کار مسلسل پیچھے آرہی ہے۔ وہ موبائل کے ذریعے رابطہ کرنا چاہتی تھی۔ اس سے پہلے ہی گھنٹی سنائی دی۔ اس نے ایک ہاتھ سے موبائل کو آپریٹ کرتے ہوئے کہا "ہاں' میں بول رہی ہوں۔ ایک زرد رنگ کی کار بہت دیر سے پیچھے چلی آرہی ہے۔"

دوسری طرف سے آواز آئی۔ "تم کس راستے پر ہو؟"

وہ بولی "اے! تم کون ہو؟"

"میں عادل بول رہا ہوں۔ ہیرو تم سے ضروری باتیں کرنا چاہتا ہے۔ پلیز بتاؤ تم کہاں ہو؟"

اس نے موبائل فون کو آف کردیا۔ عادل اور ہیرو ویگن کار میں بیٹھے سیکیورٹی افسر کے موبائل فون کے ذریعے باتیں کررہے تھے لیکن باقاعدہ بات شروع ہونے سے پہلے سارہ نے فون بند کردیا تھا۔

عادل نے کہا "وہ فون پر کسی سے کہہ رہی تھی ایک زرد رنگ کی کار اس کے تعاقب میں ہے۔ ہمیں ایسی کسی کار پر نظر رکھنا چاہئے۔"

ادھر ایکسرے مین بھی اپنی کار ڈرائیو کرتا ہوا۔ اِدھر اُدھر نظریں دوڑا رہا تھا۔ سارہ کے بتانے پر وہ بھی زرد رنگ کی کار تلاش کررہا تھا۔ وہ سارہ سے پوچھنا بھول گیا تھا کہ وہ کس علاقے میں ہے اور کس راستے سے گزرتی جارہی ہے؟

وہ پھر سارہ سے فون پر رابطہ کرنا چاہتا تھا۔ اسی وقت غلطی کا احساس ہوا کہ فون پر باتیں ہوں گی تو ہیرو غیر معمولی سماعت سے سن لے گا اور شاید پہلے فون والی بات بھی اس نے سن لی ہو۔

وہ مشکل میں پڑگیا۔ فون پر بات کرتا تو ہیرو سن لیتا اور سارہ کے اندر جاکر بولتا تو وہاں میرے پہنچنے کا امکان تھا۔ اس نے سوچا کہ چند سیکنڈ کے لیے سارہ کے پاس جائے اور اسے تاکید کرے کہ آئندہ فون پر آواز بدل کر بولے۔ وہ بھی اپنی آواز بدل رہا ہے۔

خیال خوانی کرتے وقت دماغی طور پر غائب رہنا پڑتا ہے۔ ایسے میں ڈرائیونگ نہیں ہوسکتی۔ ایکسرے مین پہلی بار بھی کار ایک طرف روک کر اس کے دماغ میں گیا تھا۔ دوسری بار بھی یہی کرنے کے لیے اس نے کار کو بڑی شاہراہ سے چھوٹے راستے پر لاکر روکنا چاہا۔ ایسے ہی وقت ایک بڑے ٹرک سے تصادم ہوگیا۔

ایک زوردار دھماکے کے ساتھ اس کی کار دائیں بائیں گول گھوم گئی۔ گھومنے کے دوران دوسری کار سے ٹکر لگی۔ اس بار وہ کار الٹ گئی۔ پھر چھت کے بل شاہراہ پر پھسلتی ہوئی دور تک چلی گئی۔ جب وہ ایک جگہ جاکر رکی تو لوگوں نے دوڑتے ہوئے جاکر اس کے اندر سے ایکسرے مین کو کھینچ کر نکالا۔ وہ بری طرح زخمی ہوا تھا اور ہوش و حواس سے بیگانہ ہوچکا تھا۔

اس بدبختی کے باوجود یہ اس کی خوش نصیبی تھی کہ کوئی اسے یہودی خفیہ تنظیم کے سربراہ ایکسرے مین کی حیثیت سے نہیں جانتا تھا۔

ایک ایمبولینس آگئی تھی اور اسے اسپتال کی طرف لے جارہی تھی۔ وہ غیر معمولی قوتِ بصارت و سماعت اور بے پناہ جسمانی قوتوں کا حامل بننے والا تھا۔ کیسی روشن منزل تھی اور کیسے اندھیروں میں ڈوب کر منزل سے دور جارہا تھا۔

سارہ ڈرائیو کرتی ہوئی اس کی منتظر تھی کہ وہ پھر رابطہ کرے گا۔ وہ تیزی سے ڈرائیو کرتی ہوئی اسی شاہراہ پر آئی' جہاں حادثے کے باعث ٹریفک جام ہوگیا تھا۔ اسے گاڑی کو روکنا پڑا۔ پیچھے بھی گاڑیاں آکر رک رہی تھیں۔ اب نہ وہ آگے جاسکتی تھی' نہ پیچھے ہوکر راستہ بدل سکتی تھی۔

غیر معمولی دوائیں اور فارمولے ایک چھوٹے سے کپڑے کے بیگ میں رکھے ہوئے تھے۔ وہ بیگ اٹھا کر کار سے باہر آئی۔ پیچھے بہت دور زرد رنگ کی کار کھڑی ہوئی تھی۔ وہ پلٹ کر دوسری سمت دوڑتی ہوئی جانے لگی۔

عادل اور ہیرو کی گاڑی اسی شاہراہ پر مخالف سمت سے آکر رک گئی تھی۔ وہ بھی آگے پیچھے گاڑیوں کے درمیان پھنس گئے تھے۔ عادل کار سے نکل کر جائزہ لینے لگا کہ اس بھیڑ سے نکلنے کی کوئی صورت ہے یا نہیں؟

ایسے ہی وقت دور سارہ کی صورت نظر آگئی۔ اس نے چیخ کر آواز دی۔ "سارہ! اِدھر آؤ۔"

وہ ٹھٹک گئی۔ آواز کی سمت دیکھا تو عادل نظر آیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ پیچھے زرد رنگ کی کار میں کون لوگ تھے اور آگے سے عادل کہاں آٹپکا ہے۔

اب وہ پیدل تھی مگر نہ آگے بھاگ سکتی تھی نہ پیچھے۔ وہ تیسری سمت بھاگنے لگی۔ عادل اس کی سمت دوڑنے لگا۔ وہ ایک معمولہ تھی۔ اس کے دماغ میں اپنے عامل کا حکم گونج رہا تھا۔ "ان چیزوں کو کہیں چھپا دو۔ کوئی ایسی تدبیر کرو کہ یہ چیزیں کسی کے ہاتھ نہ لگیں۔"

وہ دوڑتی جارہی تھی۔ دائیں بائیں نظریں دوڑاتی جارہی تھی کہ شاید ان اہم چیزوں کو کہیں چھپانے کی جگہ مل جائے مگر ایسی کوئی جگہ نظر نہیں آرہی تھی۔

اب وہ ایک ضمنی سڑک پر نکل آئی تھی۔ اُدھر بچوں کے کھیلنے کا پارک تھا۔ پارک کے گیٹ کے پاس ایک شخص گیس کے غبارے بیچ رہا تھا۔ بڑے بڑے سائز کے رنگ برنگے غبارے دھاگوں سے بندھے ہوئے تھے۔ وہ ان غباروں کو دیکھ کر ٹھٹک گئی۔ ایک دم سے اس کے ذہن میں ایک تدبیر ابھری۔ اس نے سر گھما کر دیکھا' عادل دوڑا چلا آرہا تھا۔ اس کے پیچھے ہیرو بھی دکھائی دیا۔

وہ عجوبہ اچانک منظر عام پر آگیا تھا۔ اس لیے لوگوں کی بھیڑ لگ گئی تھی۔ لوگ سیکڑوں کی تعداد میں اس بندر آدمی کے پیچھے دوڑتے چلے آرہے تھے۔

سارہ نے سمجھ لیا کہ کسی تدبیر پر عمل نہیں کرے گی تو وہ اہم چیزیں پھر ہیرو کے ہاتھ لگ جائیں گی۔ اس نے فوراً ہی پچاس ڈالر نکال کر غبارے والے کو دیے۔ اس کے پاس پھولے ہوئے پندرہ غبارے تھے۔ اس نے تمام غباروں کے دھاگوں کے آخری سروں کو پکڑا۔ کپڑے کے چھوٹے سے بیگ کو ان تمام سروں سے مضبوطی کے ساتھ باندھا۔ پھر انہیں فضا میں چھوڑ دیا۔

پندرہ بڑے سائز کے غباروں کی قوت اس بیگ کو لے کر آسمان کی بلندیوں کی طرف جانے لگی۔

عادل دوڑتے دوڑتے رک گیا۔ ہیرو بھی اس کے پاس آکر سر اٹھا کر دیکھنے لگا۔

وہ غیر معمولی دوائیں اور فارمولے آسمان کی بلندیوں پر پرواز کررہے تھے۔ وہ غبارے پتھر مارنے کی رینج سے دور ہوگئے تھے۔ رائفل شوٹنگ نہیں ہوسکتی تھی۔ کیونکہ وہ ایک بہت اونچی عمارت کے پیچھے اس بیگ کو لیے جارہے تھے۔

وہ کٹی ہوئی پتنگ کی طرح بجلی کے تاروں سے یا درختوں کی شاخوں سے نہیں الجھ سکتے تھے۔ ایسی تمام الجھنوں سے وہ بلند ہوتے جارہے تھے۔

اب وہ کہاں جائیں گے؟

وہ سرحد پار بھی جاسکتے تھے اور وہ سمندر کی سمت بھی پرواز کرسکتے تھے۔

وہ سمندر میں ڈوب سکتے تھے یا کسی دوسرے ملک کی سرحد میں غروب ہوسکتے تھے۔

آدمی کو تقدیر دوڑاتی ہے۔

بیگ کو ہوا اڑا رہی تھی۔

تقدیر کو کس نے سمجھا ہے اور ہوا کا رخ کس نے جانا ہے۔

لیکن ایک بات اٹل ہے۔ جب غباروں کی ہوا نکلنے لگے گی' تب وہ بیگ آسمان سے ایک انعام کی طرح زمین پر اترے گا۔ خدا بہتر جانتا ہے کہ یہ انعام کس کی گود میں آکر اترے گا۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

آدمی کوئی نظریہ قبول کرنے سے پہلے اسے توجہ اور دانائی سے سمجھتا ہے۔ جب اچھی طرح سمجھ لیتا ہے تو پھر اس نظریے کو قبول کرلیتا ہے لیکن ایوان راسکا نے دینِ اسلام کو سمجھے بغیر اسے قبول کرلیا تھا۔

اس کی کئی وجوہات تھیں' پہلی وجہ تو یہ کہ وہ عیسائی گھرانے میں پیدا ہونے کے باوجود عیسائیت کے متعلق کچھ زیادہ نہیں جانتا تھا کیونکہ اسے مذہب سے کوئی خاص لگاؤ نہیں تھا۔

وہ سوچتا تھا' جب خدا نے عیسیٰ ابنِ مریم کو صلیب پر ہونے والے ظلم سے نہیں بچایا تو وہ اسے روسیوں کی اس طویل غلامی سے کیا بچائے گا۔ اس کی زندگی اسی محل کے قید خانے میں تمام ہوجائے گی۔

انسان کی زندگی میں صرف ایک چیز ایسی ہے' جسے وہ سوچے سمجھے بغیر اپناتا ہے اور اسے دل سے قبول کرتا ہے اور وہ ہے محبت۔ یہ جو محبت ہے' وہ بے اختیار وحی کی طرح دل میں اترتی ہے۔ ایوان راسکا نے بے شمار حسن و شباب کے شاہکار دیکھے تھے لیکن صرف فرحانہ کی محبت اس کے دل و دماغ پر نقش ہوئی تھی۔

ایوان راسکا کو فرحانہ سے محبت تھی۔ فرحانہ اس کی پہلی اور آخری خواہش تھی۔ فرحانہ کی جو پسند تھی' وہ اس کی پسند تھی۔ وہ جدھر کا رخ کرتی' وہ بھی ادھر کا رخ کرتا۔ اس نے دیکھا کہ وہ کس سمت سجدہ کرتی ہے' اس نے جناب تبریزی صاحب کے ہاتھوں اسلام قبول کرکے اسی سمت سجدہ کیا کہ عشق کا تقاضا یہی تھا۔

ہم کچھ پانے کے لیے ہی جھکتے ہیں۔ ہمارے سجدوں میں کچھ پانے کی غرض پوشیدہ ہوتی ہے' جسے اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ راسکا نے دینِ اسلام قبول کرنے سے پہلے ہی دل میں یہ اعتماد پیدا کیا تھا کہ میں فرحانہ کے خدا کو سجدہ کروں گا تو وہ ضرور حاصل ہوگی۔ اب کوئی معجزہ تو ہونے سے رہا تھا کہ وہ فوراً ہی حاصل ہوجاتی۔ اس کے لیے صبر و تحمل کی ضرورت تھی۔

ویسے قید سے رہائی پانے اور فرحانہ تک پہنچنے کے آثار پیدا ہوگئے تھے۔ اس نے اسلام قبول کرنے کے بعد پہلے دو رکعت نماز پڑھی۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ نماز کیسے پڑھی جاتی ہے مگر اس کے دماغ کے اندر ہدایات حاصل ہوتی رہیں۔ اس نے صحیح نماز ادا کی۔ دعا مانگنے کے بعد دل میں کہا۔ "یہ دو رکعت کبھی نہیں بھولوں گا۔ کیونکہ یہ فرحانہ کی طرف جانے کا پہلا عمل ہے۔ کوئی زر دے کر کچھ حاصل کرتا ہے۔ کوئی دانائی سے کسی کو حاصل کرتا ہے۔ میں دین کے راستے پر اسے حاصل کروں گا۔"

پھر اسے اپنے اندر ایک ٹھنڈی میٹھی نسوانی آواز سنائی دی۔ "میں بیگم آمنہ فرہاد بول رہی ہوں۔ دینِ اسلام مبارک ہو۔"

"آپ؟" وہ خوش ہوکر بولا "آپ مجھ ناچیز کے پاس آئی ہیں۔ بخدا اسلام قبول کرنے کی خوشی دوبالا ہوگئی ہے۔ میں بیان نہیں کرسکتا کہ میرا حوصلہ کتنا بڑھ گیا ہے۔"

"میں زیادہ دیر دنیاوی معاملات میں نہیں رہتی۔ تم سے ب[...] زیادہ نہیں بولوں گی۔ تمہیں مبارکباد دینے کے بعد یہ خوشخبری سنا[...] جارہی ہوں کہ جن لمحات میں تم نے پہلا کلمہ طیب پڑھا تھا' ان[...] لمحات میں تمہارا برین واش ہوگیا تھا۔ یہ کیسے ہوا' تمہاری سمجھ م[...] نہیں آئے گا۔ مختصراً یہ سمجھ لو کہ ایسا روحانی ٹیلی پیتھی کے عم[...] سے ہوا۔ اس کے نتیجے میں تمہارا دماغ لاک ہوچکا ہے۔ تمہار[...] پاس صرف دوست اجازت حاصل کرکے آئیں گے۔ کوئی دش[...] تمہارے اندر نہیں آسکے گا۔ تم ثنی تارا کی تابعداری سے نجا[...] حاصل کرچکے ہو۔"

اس سے خوشی برداشت نہیں ہورہی تھی۔ وہ بولا "میری [...] میں نہیں آتا میں کس منہ سے آپ کا شکریہ ادا کروں۔"

اسے آمنہ کے آخری الفاظ سنائی دیے "خدا حافظ" پھ[...] خاموشی چھاگئی۔ وہ تھوڑی دیر تک خلا میں تکتا رہا۔ پھر بولا "[...] آپ جاچکی ہیں؟"

اسے جواب نہیں ملا۔ وہ صوفے پر آکر بیٹھ گیا۔ اس کی پش[...] سے ٹیک لگا کر بڑی آسودگی سے سوچنے لگا۔ خود کو اس قدر ہلکا پھ[...] سا محسوس کرنے لگا جیسے دل و دماغ پر جتنا بھی نامعلوم سا بوجھ تھا[...] سب اتار چکا ہے۔ بلاشبہ وہ خود کو ایک ایسا نیا انسان سمجھ رہا تھا[...] ابھی ابھی پیدا ہوا ہو۔

پھر وہ صوفے پر سیدھا ہوکر بیٹھ گیا۔ اس بار میں نے اس[...] مخاطب کیا "ہیلو' ساجد علی!"

جناب علی اسد اللہ تبریزی نے اسے یہ اسلامی نام دیا تھا۔ چونک کر بولا "ہیلو' آپ کون ہیں؟ اور میرا یہ نیا نام کیسے جا[...] ہیں؟"

"میرے عزیز! میں فرہاد علی تیمور ہوں۔"

یہ سنتے ہی وہ اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ میں نے کہا "بیٹھ جاؤ[...] میری طرف سے مبارکباد قبول کرو۔"

"سر! آپ آئے ہیں۔ میرے گھٹنے کانپ رہے ہیں۔ مجھے [...] تو ہورہا ہے مگر خواب جیسا لگ رہا ہے۔"

"پہلے بیٹھ جاؤ۔ پھر بولو۔"

وہ بیٹھ گیا۔ پھر بولا "میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اسلا[...] دولت ملے گی تو اس دولت میں آپ اور مادام آمنہ جیسے ہ[...] جواہرات مجھے ملیں گے۔"

میں نے کہا "مجھ سے اور آمنہ سے بھی بڑھ کر ایک جگمگا[...] ہیرا ہے جس کا نام میری ہسٹری میں اور میری فیملی میں سب [...] پہلے آتا ہے اور وہ ہے سونیا۔ میرے دماغ میں آؤ۔"

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا میرے پاس آیا۔ میں [...] سونیا کے پاس لے آیا۔ وہ بولی "ساجد! میرے عزیز! میں تمہیں اسلام قبول کرنے پر مبارکباد دیتی ہوں۔"

وہ مسرتوں کی انتہا کو پہنچ کر رونے لگا۔ میں نے اور سونیا[...]

حیرانی سے پوچھا "کیا ہوا؟"

وہ بولا "یہ مجھے کیسی مسرتیں مل رہی ہیں؟ ایسی تو خوابوں میں بھی نہیں ملتیں۔ سوچو تو خیالوں میں بھی اتنا سارا خزانہ حاصل نہیں ہوتا۔ مادام! میں آپ کے دماغ میں آیا ہوں' جبکہ آپ کے قدموں کی خاک ہوں۔"

"تم میرے پاس آئے ہو۔ پہلی بار آئے ہو۔ اس لیے تمہیں ایک تحفہ دے رہی ہوں۔ میں ابھی کچھ عرصہ اپنے دونوں بچوں کے ساتھ مصروف رہوں گی۔ اس لیے عملی طور پر وہاں آکر تمہیں تحفہ نہیں دے سکوں گی۔ یہ تمہیں فرہاد کے ذریعے ملے گا۔"

"مادام! کیا آپ میری طرف سے دونوں بچوں کو پیار کریں گی؟"

اس نے پہلے کبریا فرہاد کو اٹھا کر چوما پھر اعلیٰ بی بی ثانی کو اٹھا کر چومتے ہوئے بولی "خوش ہو؟"

"بہت خوش ہوں مادام! شاید اس کے بعد مزید کسی خوشی کی تمنا نہیں رہے گی۔"

"ایک اور خوشی ہے اور وہ ہے میرا تحفہ۔ اب جاؤ اور فرہاد سے وہ تحفہ وصول کرو۔"

وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ میں نے پوچھا "تمہارے دل کی دھڑکنوں کا کیا حال ہے؟"

"سر! میں قابو پانے کی کوشش کررہا ہوں۔ ایک ساتھ اتنی خوشیاں مل رہی ہیں کہ میری جگہ کوئی کمزور آدمی ہوتا تو یہ خوشیاں بارود بن کر اس کا سینہ پھاڑ دیتیں۔"

"بے شک تم کمزور نہیں ہو۔ مگر اتنے شہ زور بھی نہیں ہو کہ اس کے بعد مزید کوئی خوشی برداشت کرسکو۔"

"آپ ایسا سمجھتے ہیں تو پھر ٹھیک ہی سمجھتے ہیں۔ مگر وہ مادام کا تحفہ کیا ہے؟"

"وہ بھی ایک خوشی ہے۔ ابھی نہ سنو تو بہتر ہے۔ پہلے دل کو مضبوط کرنے کی مشقیں کرلو۔"

"سر! اسی طرح تو میں تجسس میں مبتلا رہوں گا۔ آپ یقین کریں' میرا دل بہت مضبوط ہے۔"

"تو پھر سنو۔ سونیا تمہیں آزادی کا تحفہ دے رہی ہے۔ اسیری سے رہائی کا تحفہ۔"

"ہپ ہپ ہرا۔" وہ اچھل کر کھڑا ہوگیا۔

میں نے کہا۔ "وہ خود تمہیں رہائی دلانے کے لیے یہاں آسکتی تھی لیکن اس کی کچھ مجبوریاں ہیں۔ اس لیے یہ کام میں کروں گا۔ اور اللہ نے چاہا تو چوبیس گھنٹوں کے اندر تمہیں ماسکو کے اس قید خانے سے نکال کر لاہور میں تمہاری فرحانہ کے پاس پہنچا دوں گا۔"

وہ خوشی سے اچھل کر فرش پر آیا۔ پھر قالین پر قلابازیاں کھانے لگا۔ کیسٹ ریکارڈر آن کرکے فاسٹ میوزک پر تیزی سے ناچتے' اچھلتے کودنے لگا۔ میں نے ہنستے ہوئے سوچا۔ اس کے اندر مسرتیں گیس کی طرح بھر گئی ہیں۔ وہ اسی طرح اچھل کود کر یہ غبار نکالے گا۔

میں پندرہ منٹ کے بعد دوبارہ اس کے پاس آیا تو وہ قالین پر چاروں شانے چت پڑا ہانپ رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ فرحانہ کے پاس جاکر یہ خوشخبری سنائے گا۔ میں نے کہا "ماسک مین رات کا کھانا کھانے تمہارے پاس محل میں آتا ہے۔ میں اسی وقت تمہارے پاس آؤں گا۔"

"سر! وہ رات کو آتا ضرور ہے لیکن میرے روبرو کبھی نہیں آتا ہے۔ یہاں کے ایک کمرے میں چاروں طرف ٹی وی لگے ہوئے ہیں۔ یہاں کے ٹی وی پر محل کا ہر حصہ نظر آتا رہتا ہے۔ ماسک مین ایک ٹی وی کے سامنے بیٹھ کر کھاتا ہے۔ میں اپنے ٹی وی کے سامنے بیٹھ کر کھاتا ہوں۔ اس طرح ہم کھانے کے دوران ایک دوسرے کو اسکرین پر دیکھتے اور ضروری باتیں کرتے رہتے ہیں۔"

میں نے کہا "ہمیں معلوم ہے کہ ثنی تارا نے تم سے پہلے ماسک مین کو اپنا معمول اور تابعدار بنایا تھا۔ اب میری بیٹی سونیا ثانی اس کی آواز اور لہجہ اختیار کرکے ماسک مین کے اندر جاتی رہتی ہے۔ ہم وہاں کے سخت انتظامات کے بارے میں بہت کچھ جان گئے ہیں اور وہاں اپنا کام شروع کرچکے ہیں۔ اب جاؤ اپنی فرحانہ کے پاس۔ میں پھر آؤں گا۔"

میں اس کے پاس سے چلا گیا۔ وہ اسی طرح قالین پر پڑا رہا۔ خلا میں تکتا رہا مسکراتا رہا۔ آنکھوں کے سامنے فرحانہ مسکرا رہی تھی۔ وہ بڑے پیار سے بولا "میری جان! تمہاری محبت نے میری زندگی کا نقشہ ہی بدل ڈالا ہے۔ نیکی کبھی رائیگاں نہیں جاتی' سچائی ضرور انعام پاتی ہے۔ میں نے تمہیں سچے دل سے چاہا۔ تمہاری زندگی کو بہترین بنانے کے لیے تم سے نیکی کی تو اس نیکی نے میری تقدیر بدل ڈالی ہے۔"

وہ اس کے تصور سے باتیں کرتے کرتے اس کے پاس آگیا۔ وہ ایک عالیشان محل نما کوٹھی میں تھی۔ اس نے زندگی میں پہلی بار بہت ہی قیمتی سوٹ پہنا تھا اور آئینے کے سامنے کھڑی خود کو دیکھ رہی تھی اور اپنے مہربان کو یاد کررہی تھی۔ یہ سوچ کر اداس ہورہی تھی کہ اس کے حسن کی آب و تاب دیکھنے والا سامنے نہیں ہے۔

اس کا دل یہ سوچ کر دکھ رہا تھا کہ وہ کس طرح اسے اتنی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

دولت اور خوشحالی دے رہا ہے لیکن ہزاروں میل دور کسی قید خانے میں ہے۔ وہ ہمہ وقت سوچتی رہتی تھی کہ کس طرح اُس کے کام آسکتی ہے؟ کس طرح اسے قید سے رہائی دلا سکتی ہے؟ لیکن کوئی تدبیر سجھائی نہیں دیتی تھی۔ تھک ہار کر اُس کی رہائی کے لیے اور اس سے ملنے کے لیے دعائیں مانگتی رہتی تھی۔

اس نے مخاطب کیا "ہیلو۔" وہ چونک گئی۔ پھر خوش ہو کر آئینے سے لپٹ گئی۔ "تم؟ تم آگئے ہو؟"

"ہاں' میں تمہارے اندر ہوں۔ کیا دیر سے آنے کی شکایت کروگی؟"

وہ آئینے سے الگ ہو کر اپنے عکس کو دیکھ کر بولی "کیا شکایت نہ کروں؟ پولیس والے مجھے پریشان کررہے ہیں۔"

"فکر نہ کرو سب سیدھے ہوجائیں گے۔ پہلے خوشخبری سنو۔ میں نے اسلام قبول کرلیا ہے۔"

وہ خوشی سے اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر بولی "سچ کہہ رہے ہو؟ کیا واقعی تم نے اسلام۔۔۔۔"

وہ کہتے کہتے رک گئی۔ پھر بولی "جھوٹ بول رہے ہو؟ اپنی فرحانہ کو دھوکا دے رہے ہو؟"

"میں تمہیں دھوکا دینے کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ اس سے پہلے مرجانا پسند کروں گا۔"

"تو پھر بتاؤ قید خانے میں رہ کر کیسے اسلام قبول کیا؟ وہاں تمہارے پاس کون مولوی یا عالم آیا تھا۔"

"یہ کیوں بھول رہی ہو کہ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں۔ بابا صاحب کے ادارے کے ایک بہت بڑے عالم نے مجھے کلمہ پڑھایا ہے۔ میرا موجودہ اسلامی نام ساجد علی ہے۔"

"ہاں' میں بھول گئی تھی کہ ایسا ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہوسکتا ہے۔ میں اس سچائی پر یقین کرتی ہوں اور تمہیں مبارکباد دیتی ہوں۔ تم میرے سچے محبوب ہو۔ تم نے ہمارے درمیان کی ایک بہت بڑی دیوار گرادی ہے۔ میں صدقِ دل سے دعا کرتی ہوں کہ تمہیں قید کرنے والی دیواریں بھی گرجائیں اور تم میرے پاس چلے آؤ۔"

"اللہ تعالیٰ تمہاری دعائیں قبول کررہا ہے۔ اس پاک پروردگار کی مرضی ہوئی تو کل شام تک تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا۔"

"اوہ خدایا! یہ میں کیا سن رہی ہوں۔ پھر ایک بار بولو۔ مجھے یقین نہیں آرہا ہے۔"

"یقین کرو۔ میں آرہا ہوں۔ میں آرہا ہوں۔ اللہ نے چاہا تو کل شام تک آجاؤں گا۔"

وہ رقص کے انداز میں گھومتی ہوئی بستر پر آکر گر پڑی۔ جب وہ بے حد غریب تھی' تب بھی غیر محفوظ تھی۔ دولت مند ہوجانے کے بعد اور زیادہ غیر محفوظ ہوگئی تھی۔ چور ڈاکوؤں کا خطرہ تو رہتا ہی ہے۔ پولیس والے بھی پیچھے پڑ گئے تھے کہ ایک غریب لڑکی اچانک دولتمند کیسے بن گئی ہے؟

ایسے وقت وہ سوچتی تھی اور دعا کرتی تھی کہ اس کا مہربان اس کے ساتھ دن رات رہا کرے۔ پھر کوئی اس کی طرف انگلی نہیں اٹھا سکے گا۔ اب یہ دعا قبول ہورہی تھی۔

وہ بولا "میں تمہارے اندر رہ کر تمہاری دلی مسرتوں کو سمجھ رہا ہوں۔ مگر ایک بات یاد رکھو۔ ابھی کسی سے میرا ذکر نہ کرو۔ میں وہاں پہنچ کر کسی ہوٹل میں قیام کروں گا۔"

"یہ اتنا بڑا محل تمہارا ہے۔ کیا تم اپنے گھر نہیں آؤگے؟"

"ضرور آؤں گا' پہلے ہم کہیں دوسری جگہ ملاقات کریں گے آئندہ کے پروگرام مرتب کریں گے۔ تمہیں ایک اہم بات بتادوں کہ ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے کبھی منظرِ عام پر نہیں آتے۔ ہیشہ روپوش رہتے ہیں۔ ایسا نہ کریں تو کوئی بھی ہمیں چھپ کر قتل کرسکتا ہے۔ اس لیے تم کسی کو نہیں بتاؤگی کہ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں کسی سے تمہارا ذکر نہیں کروں گی۔"

دروازے پر دستک ہوئی۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی پھر بولی "کون ہے؟ آجاؤ۔"

اس کا بھائی شیرو دروازہ کھول کر آیا۔ اس نے بھی عمدہ لباس پہنا ہوا تھا۔ وہ بولا "فرح! وہ پولیس افسر بار بار پوچھ رہا ہے کہ تم کہاں ہو؟ اگر ملنے نہیں آؤگی تو وہ تمہارے بیڈ روم میں گھس آئے گا۔"

وہ اٹھ کر کھڑی ہوگئی پھر اطمینان سے چلتی ہوئی بالکونی میں آئی۔ نیچے ڈرائنگ روم میں ایک پولیس افسر صوفے پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے مخاطب کیا۔ "ویل آفیسر! کیا بات ہے؟"

اس نے سر اٹھا کر بالکونی کی طرف دیکھا پھر کہا "میں یہاں پندرہ منٹ سے بیٹھا انتظار کررہا ہوں۔"

وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی زینے کے اوپری حصے میں آئی۔ پھر بولی "ابھی میں نہ آتی تو کیا تم میرے بیڈ روم میں گھس آتے؟"

"میں مجرم کو گرفتار کرنے اور تلاشی لینے کے لیے مکان کے کسی بھی حصے میں داخل ہوسکتا ہوں۔"

"کیا تلاشی اور گرفتاری کا وارنٹ لائے ہو؟"

"مجھے کسی مکان میں گھسنے کے لیے سرچ وارنٹ کی ضرورت نہیں پڑتی۔"

وہ زینے سے اترتے ہوئے بولی "یہ تمہارے باپ کا مکان نہیں ہے کہ آسانی سے میرے بیڈ روم میں گھس آؤگے۔ مجھے معلوم ہوتا کہ غیر ذمے داری سے گفتگو کرنے والا افسر آیا ہے تو میں تمہیں کوٹھی کے اندر ہی نہ آنے دیتی۔ چلو اٹھو باہر جاؤ۔ پھر اجازت لے کر آؤ۔"

وہ غصے سے اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ پھر بولا "دو ٹکے کی ذلیل لڑکی!

کل تک فٹ پاتھ پر گھٹیا چپل پہن کر چلتی تھی اور بسوں میں سفر کرتی تھی۔ آج تو میرے باپ تک پہنچ رہی ہے۔ میں تجھے یہاں سے گھسیٹتے ہوئے تھانے لے جاؤں گا۔"

"جس کے پاس طاقت نہیں ہوتی' وہ دو ٹکے کا ذلیل انسان ہوتا ہے۔ کل تک میری کوئی اوقات نہیں تھی۔ آج میرے سامنے تیری کوئی اوقات نہیں ہے۔ تو نے میری شان میں سستے الفاظ ادا کیے۔ اس لیے میں تجھے طمانچے مارتی ہوں۔"

وہ اس سے دس گز کے فاصلے پر کھڑا تھا۔ اس نے زینے پر سے ہی فضا میں ہاتھ بلند کرکے طمانچہ مارا۔ ساجد علی نے اس کے دماغ میں بہت ہی ہلکا سا جھٹکا دے کر اس کے اندر طمانچہ کھانے کا احساس پیدا کیا۔ وہ چیخ مار کر یوں گھوم گیا جیسے تھپڑ کھا کر منہ گھوم گیا ہو۔ اس نے دوسرا ہاتھ فضا میں بلند کرکے ہوا میں دوسرا طمانچہ مارا۔ اسے دوسرے گال پر طمانچے کا احساس ہوا اور اس کی تکلیف دماغ نے محسوس کی۔ وہ چیخ مار کر دوسری طرف گھوم گیا۔ پھر اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ صوفوں کے درمیان قالین پر گر پڑا۔ وہ بولی "تم وہاں سے اٹھ نہیں سکوگے۔ کوشش کرکے دیکھ لو۔"

وہ کوشش کرنے لگا۔ کسی بھی عمل کے لیے دماغ توانائی سپلائی کرتا ہے تب آدمی متحرک ہو کر کچھ کرپاتا ہے۔ اسے فرش پر سے اٹھنے کے لیے توانائی نہیں مل رہی تھی۔ اس کا دماغ ساجد کی مٹھی میں رہ کر سمجھ نہیں پارہا تھا کہ کس طرح زمین سے اٹھا جاتا ہے۔

اس نے پریشانی کے عالم میں سر اٹھا کر فرحانہ کو دیکھا۔ فرحانہ اس کے قریب آکر بولی "تجھے بدکلامی کی سزا مل گئی۔ تو نے دوسری گستاخی یہ کی کہ مجھے یہاں سے گھسیٹ کر تھانے لے جانے کا دعویٰ کیا۔ اب تو جیسا فرش پر پڑا ہوا ہے' اسی طرح گھسٹتا ہوا باہر جائے گا۔"

وہ بے اختیار گھسٹتا ہوا وہاں سے دروازے کی طرف جانے لگا۔ اس نے پہلے تو پوری کوششیں کیں کہ اس طرح خود کو نہ گھسیٹے۔ لیکن سمجھ میں آگیا کہ وہ اپنے اختیار میں نہیں ہے۔ اگر یونہی سڑکوں پر گھسٹتا ہوا تھانے تک جائے گا تو تماشا بن جائے گا۔ ساری افسرانہ شان خاک میں مل جائے گی۔

وہ گڑگڑا کر بولا "مجھے معاف کردو۔ مجھے اس طرح تھانے پہنچا کر ذلیل نہ کرو۔ میں آئندہ گستاخی نہیں کروں گا۔"

"اس سے یہ ثابت ہوا کہ آدمی طاقت کے نشے میں گستاخی کرتا ہے۔ تم اپنے اختیارات کا غلط استعمال کرکے بے قصور افراد کو تھانے تک ذلیل کرتے ہوئے لے جاتے ہو؟"

"ہاں' میں تسلیم کرتا ہوں کہ ہم پولیس والے اپنے اختیارات کا غلط استعمال کرتے ہیں۔ ایک بار مجھے معاف کردو۔ میں آئندہ کبھی تمہارے سامنے سر اٹھا کر بات نہیں کروں گا۔"

"اس لیے کہ میرے سامنے بے بس ہو اور جس کے سامنے زبردست ہو' اس بے قصور کو ذلیل کروگے۔"

"میں توبہ کرتا ہوں کسی کو ذلیل اور کم تر نہیں سمجھوں گا۔ دیکھو میں دروازے تک پہنچ گیا ہوں۔ اسی طرح باہر جاؤں گا تو بڑی بے عزتی ہوگی۔"

"چلو اٹھ جاؤ۔" فرحانہ کے کہتے ہی توانائی مل گئی۔ پہلے وہ اٹھ کر فرش پر بیٹھا۔ پھر کھڑا ہوگیا۔

فرحانہ نے کہا "اس ملک کے قانون نے تمہیں اس لیے اختیارات نہیں دیے ہیں کہ تم غنڈوں اور بدکار سرمایہ داروں کی سرپرستی کرو' شریف اور بے قصور شہریوں کا جینا حرام کردو۔ جاؤ اور یہ سبق یاد کرتے جاؤ کہ آئندہ ٹھوس ثبوت حاصل کیے بغیر کسی کو کم تر اور ذلیل نہیں سمجھوگے۔"

وہ دونوں کانوں کو پکڑ کر بولا "میں ہمیشہ یہ سبق یاد رکھوں گا اور اپنے اختیارات کی حدود میں رہوں گا۔"

وہ ایک ہاتھ سے کان پکڑے رہا۔ پھر دوسرے ہاتھ سے دروازہ کھول کر باہر چلا گیا۔

فرحانہ نے پلٹ کر دیکھا۔ اس کی امی اور ابا زینے کے قریبی دروازے پر کھڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے ایک کچے مکان سے اس شاندار کوٹھی میں آنے تک اپنی بیٹی کی نہ سمجھ میں آنے والی قوتوں کو دیکھا تھا۔ اب وہ اس سے کچھ نہیں پوچھتے تھے۔ وہ ہر سوال کے جواب میں ایک ہی بات کہتی تھی۔ "خدا مجھ پر مہربان ہے۔ اس سے زیادہ نہ پوچھو۔"

وہ زینے پر چڑھتے ہوئے بولی "میں اپنے کمرے میں جارہی ہوں۔ بھائی! آئندہ کسی کو میری اجازت کے بغیر کوٹھی میں داخل نہ ہونے دینا۔ خواہ وہ کتنا ہی بڑا افسر کیوں نہ ہو۔"

وہ سیڑھیاں چڑھتی ہوئی اوپر اپنے بیڈ روم میں چلی گئی۔ باپ نے جوان بیٹے کو دیکھ کر کہا "ہر باپ کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ بیٹا جوان ہو کر کچھ کمائے اور اپنی کمائی باپ کے ہاتھ پر لا کر رکھے۔ مگر ہم بیٹی کی کمائی کھا رہے ہیں۔"

بوڑھی ماں نے کہا "آپ کیسی باتیں کررہے ہیں؟ بیٹی کی کمائی بے غیرت کھاتے ہیں اور بیٹی کے پاس جو دولت آرہی ہے' وہ ایسے راستوں سے نہیں آرہی ہے' جن پر بیٹی کے چلنے سے ہمارا سر شرم سے جھک جائے۔"

"میں جانتا ہوں' ہماری فرح غیرت مند ہے۔ کبھی ہمارا سر جھکنے نہیں دے گی لیکن معلوم تو ہو کہ یہ دولت جائز ہے یا ناجائز' ہم حلال کھا رہے ہیں یا حرام؟"

شیرو نے کہا "ابا! تیرا یہ بیٹا جو کما کر لاتا' وہ جوئے اور چوری بدمعاشی کی کمائی ہوتی کیونکہ میرے پاس تعلیم ہے' نہ ہنر اور اگر تو میری کمائی نہ کھاتا تو بھوکوں مرجاتا۔ یہ میرے لیے ندامت کی بات ہے کہ فرح میری کمی پوری کررہی ہے اور یہ ہم سب کے لیے فخر کی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

بات ہے کہ وہ نیک چلن ہے' گمراہ نہیں ہے۔"

"بیٹے! فرح کب تک ان پولیس والوں کو بھگائے گی۔ کب تک دنیا والوں کا منہ بند رکھے گی؟"

"ابا! غریب کے پاس کچھ زیادہ رقم آجائے تو سب تجسس میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ امیر اور امیر بنتا جاتا ہے' عالیشان کوٹھیاں اور فلک بوس پلازا تعمیر کراتا رہتا ہے تو کوئی نہیں پوچھتا کہ بے انتہا دولت کہاں سے آرہی ہے۔ اب میری بہن بھی دولت مندی کی اس اونچی سطح پر پہنچ رہی ہے' جہاں کوئی قانون کا محافظ اس کا محاسبہ کرنے نہیں آئے گا۔"

فرحانہ شاہانہ طرز کے وسیع و عریض پلنگ پر لیٹی ہوئی تھی۔ اس کوٹھی کا اور خصوصاً اس کی خوابگاہ کا ہر سامان شاہانہ قدروقیمت کا حامل تھا۔ اس نے کنیزوں اور ملازموں کے لیے اور سیکورٹی گارڈز کے لیے اخبارات میں اشتہار شائع کروایا تھا اور کوٹھی کا نگراں اور منتظم اپنے بھائی کو مقرر کیا تھا۔

اس نے کسی بہت بڑے ملک کی شہزادی کی طرح ایک نئی زندگی کی ابتدا کی تھی۔ اس کا مزاج اور سوچنے کا انداز ایسا تھا کہ اب تک مغرور نہیں ہوئی تھی۔ صرف دشمنوں سے اور غلط عناصر سے تیور بدل کر بولتی تھی۔ بار بار خدا کا شکر ادا کرتی تھی اور اپنے ساجد علی پر قربان ہوتی جاتی تھی۔

وہ بستر پر لیٹ کر بہت دیر تک ساجد سے پیار و محبت کی باتیں کرتی رہی۔ پھر دروازے پر دستک سن کر اٹھ گئی۔ ساجد نے کہا۔ "جب میں آؤں گا اور اسی طرح بار بار دروازے پر دستک ہوگی تو تم مجھے بار بار چھوڑ کر چلی جایا کرو گی۔"

وہ مسکرا کر بولی "تم دنیا سے نرالے محبوب ہو۔ کمرے میں چھوڑ کر جایا کروں گی تو دماغ میں آکر رہا کرو گے۔ تم سے کبھی پیچھا نہیں چھوٹے گا اور نہ ہی میں تمہارا پیچھا چھوڑوں گی۔"

اس نے دروازہ کھولا۔ شیرو نے کہا "پولیس کے بہت بڑے افسر اور کئی لوگ آئے ہیں۔ میں نے دروازہ نہیں کھولا ہے۔"

"ٹھیک ہے' انہیں اندر بلاؤ اور ڈرائنگ روم میں بٹھاؤ۔ میں آرہی ہوں۔"

وہ چلا گیا۔ ساجد علی نے کہا "جو افسر یہاں سے خوار ہو کر گیا تھا وہ اپنے بڑوں کو لے کر آیا ہے۔"

اس نے آئینے کے سامنے آکر لباس کو درست کیا۔ پھر بالوں کو درست کرتی ہوئی بولی "کیا تم میرے اندر رہ کر مجھے آئینے میں دیکھ سکتے ہو؟"

"میں اپنی آنکھوں سے اتنی دور نہیں دیکھ سکتا۔ تمہاری دماغی آنکھوں سے تمہارا پورا سراپا واضح ہو جاتا ہے۔ چونکہ ٹی وی اسکرین پر تمہاری صورت دیکھی ہے۔ اس لیے میں تمہارے چہرے اور خدوخال کے ساتھ تمہیں دیکھتا ہوں۔ پھر بھی دیکھنے کی پیاس رہ جاتی ہے۔ روبرو دیدار کا مزہ ہی کچھ اور ہوتا ہے۔"

وہ مسکراتی ہوئی خواب گاہ سے باہر آئی۔ پھر بالکونی سے نیچے دیکھا۔ نیچے ڈرائنگ روم میں پولیس کا اعلیٰ افسر صوفے پر بیٹھا ہوا تھا۔ خوار ہو کر جانے والا افسر اس کے پیچھے کھڑا تھا۔ سامنے صوفے پر دو سفید پوش تھے۔ ان میں سے ایک جوان اور ایک بوڑھا تھا۔ ایک اور صوفے پر سیاستداں مقدر علی نظر آرہا تھا۔

جب وہ زینے کی بلندی پر آئی تو سب نے سر اٹھا کر دیکھا۔ وہ زینے سے اترتی ہوئی بولی "آپ حضرات میرے دروازے پر آئے تو میں نے مایوس نہیں جانے دیا۔ یہاں بلا کر ملاقات کر رہی ہوں۔ آئندہ یہاں آنے سے پہلے ٹیلیفون کے ذریعے ملاقات کا وقت ضرور مقرر کیا کریں۔"

اعلیٰ افسر نے پیچھے کھڑے ہوئے ماتحت کی طرف اشارہ کرکے کہا "تمہارے اس افسر نے تمہارے متعلق جو رپورٹ دی ہے' اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تم کوئی کالا علم جانتی ہو یا شاید ٹیلی پیتھی جانتی ہو۔ کیا اپنے بارے میں تفصیل سے کچھ بتانا پسند کرو گی؟"

وہ ایک صوفے پر آکر بیٹھ گئی پھر بولی "دنیا کا ہر شخص' ہر ملک اپنا راز دوسروں سے چھپاتا ہے۔ کوئی ملک اپنے مہلک ہتھیاروں اور ایٹم بموں کا راز کسی پر ظاہر نہیں کرتا۔ آپ میں سے ہر شخص اپنی رشوت کی کمائی چھپاتا ہے۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "مائنڈ یور لینگویج۔ تم ہمیں رشوت خور کہہ رہی ہو۔"

ساجد علی اس افسر کے چور خیالات پڑھ رہا تھا۔ فرحانہ کے پاس آکر اس کی زبان سے بولا "تم جونیئر افسر تھے ایک برسر اقتدار سیاستداں کے حکم سے تم نے اپوزیشن کے دو اہم بندے پولیس مقابلے میں مروا دیے یوں تمہاری ترقی ہو گئی۔"

وہ بھڑک کر بولا "تم جھوٹ بول رہی ہو۔"

"مجھ سے اس انداز میں گفتگو کرو گے تو الٹا لٹکا دوں گی۔ کیا اپنے ماتحت سے کوئی عبرت ناک سبق سیکھ کر نہیں آئے ہو۔"

وہ ذرا ٹھنڈا پڑ گیا۔ پھر بولا "تم دھمکیاں دے کر میری زبان بند کر سکتی ہو لیکن میرا جرم ثابت نہیں کر سکو گی۔"

"بے شک بعض مجرم بڑے مکار ہوتے ہیں۔ اپنے جرائم کے ثبوت اور گواہ نہیں چھوڑتے۔ آنے کا مقصد بتاؤ۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "یہ ہمارے بہت بڑے سیاستداں مقدر علی صاحب ہیں۔ ان کے پچاس لاکھ روپے اچانک ہی چوری ہو گئے ہیں۔ اس سے پہلے طوطی شاہ کے پینتالیس ہزار روپے غائب ہوئے اور اس سے بھی پہلے تھانیدار کی جیب سے تقریباً پندرہ ہزار روپے نکل گئے۔ یہ سب کچھ دس بارہ گھنٹوں میں ہوا اور تم اڑتالیس گھنٹوں میں بھگوان پورہ کے ایک شکستہ مکان سے نکل کر اس عالیشان کوٹھی میں آگئی ہو بلکہ نوے لاکھ روپے کی اس کوٹھی کی مالکہ بن گئی ہو۔ ہمیں بتاؤ یہ کیا جادوگری ہے؟"

ساجد نے فرحانہ کی زبان سے کہا "تم ایک اعلیٰ افسر ہو۔ تمہاری تنخواہ دیگر الاؤنسز ملا کر زیادہ سے زیادہ سات ہزار روپے ہے مگر تمہاری ایک بیٹی اور بیٹا لندن میں پڑھتے ہیں اور وہاں کے ایک بینک میں تمہارے تین لاکھ چالیس ہزار پونڈز جمع ہیں۔ میں تمہارا بینک اکاؤنٹ نمبر بھی بتا سکتی ہوں۔ تم بتاؤ کہ یہ کیا جادوگری ہے۔ سات ہزار کمانے والے کے بچے لندن میں رہتے ہیں۔ میں بھگوان پورہ سے گلبرگ آئی ہوں تو تمہیں کھٹک رہی ہوں۔"

اعلیٰ افسر حیران پریشان ہو کر اسے دیکھ رہا تھا۔ کیونکہ وہ صحیح بینک اکاؤنٹ بتا رہی تھی۔ وہ بولی "یہاں لاہور میں تمہاری بیوی کے اکاؤنٹ میں ستر لاکھ روپے ہیں اور لاکرز میں چالیس لاکھ کی جائیداد کے دستاویزات ہیں۔ اب کہو تو تمہاری اندھی کمائی کی تمام تفصیلات بیان کروں۔"

وہ گھبرا کر بولا "آں! نن۔ نہیں۔ میں تمہیں کوئی الزام دینے نہیں آیا ہوں۔ کوئی تمہیں الزام دے گا تو میں کہہ دوں گا کہ تمہیں یہ عالیشان کوٹھی اور بے شمار دولت باپ دادا سے ورثے میں ملی ہے۔" پھر وہ سیاستداں مقدر علی کی جانب رخ کرکے بولا "تم نہایت ہی گھٹیا قسم کے سیاسی لیڈر ہو۔ ایک شریف زادی پر پچاس لاکھ روپے کی چوری کا الزام لگا رہے ہو؟ تمہارے پاس کوئی ثبوت ہے؟ کوئی گواہ ہے؟"

وہ بولا "جناب عالی! تھانیدار اور طوطی شاہ جیسے موالی آپ کے جوتوں میں رہتے ہیں۔ اب وہ گواہی نہیں دیں گے۔ ثبوت میرے پاس کوئی نہیں ہے۔ میں پچویشن سمجھ گیا ہوں۔ آپ پینترے بدل چکے ہیں۔ میں جا رہا ہوں۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر سلام کرکے چلا گیا۔ فرحانہ نے ایک صوفے پر بیٹھے ہوئے دو سفید پوش افراد کی طرف اشارہ کرکے پوچھا "ان حضرات کی تعریف کیا ہے؟"

ان میں سے ایک عمر رسیدہ شخص نے کہا "میں اس علاقے کا ڈی سی ہوں۔ تمہارے بارے میں جو رپورٹ سنی اس سے اندازہ ہوا کہ تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو۔ یہاں آکر تصدیق ہو گئی۔"

"میں سننا چاہوں گی کہ کیسے تصدیق ہو گئی؟"

"تم نے ہماری پولیس کے اس اعلیٰ افسر کے خیالات پڑھ کر اس کے ملکی اور غیر ملکی بینک بیلنس کی صحیح تفصیلات بتا دی ہیں۔ میری درخواست ہے کہ میری پرائیویٹ زندگی کا کوئی راز زبان پر نہ لاؤ۔ میں تمہارا احسان مند رہوں گا۔"

وہ مسکرا کر بولی "میں وعدہ کرتی ہوں تمہاری کوئی بات میری زبان پر نہیں آئے گی اور میں اس اعلیٰ افسر کا راز بھی کسی اور کے سامنے بیان نہیں کروں گی۔"

ڈی سی اور اعلیٰ افسر اس کا احسان ماننے اور اس کا شکریہ ادا کرنے لگے۔ سفید پوش جوان نے کہا "میں انٹیلی جنس کا ایک افسر ہوں۔ میں بھی تمہیں دیکھنا اور تمہاری طاقت معلوم کرنا چاہتا تھا۔ سو معلوم کر چکا ہوں۔"

ساجد نے فرحانہ کی زبان سے پوچھا "تمہارے دو جاسوس میری کوٹھی کے اطراف ہیں۔ کیا تم انہیں زندہ دیکھنا چاہو گے یا ان کی لاشیں اٹھواؤ گے۔"

وہ فوراً ہی جیب سے ٹرانسیٹر نکال کر بولا "میں۔ میں ابھی انہیں یہاں سے جانے کا حکم دے رہا ہوں۔"

وہ ٹرانسیٹر آن کرکے دونوں ماتحت کو وہاں سے چلے جانے کا حکم دینے لگا۔ ڈی سی نے کہا "مس فرحانہ! ہمیں اپنی خدمت کا موقع دیں۔ ہم آپ سے بہترین تعلقات رکھنا چاہتے ہیں۔"

"میں یہاں سیکیورٹی گارڈز رکھنے والی ہوں۔ اس وقت تک چاہتی ہوں کہ آپ چند مسلح سپاہی یہاں......"

"بس سمجھ گیا۔ آپ ہمیں چائے پلائیں۔ پیالی خالی ہونے تک آپ کی کوٹھی کے اطراف مسلح سپاہی پہنچ جائیں گے اور وہ سب ہمارے نہیں آپ کے تابعدار ہوں گے۔"

ڈی سی کے حکم پر اعلیٰ افسر نے ریسیور اٹھا کر فون کیا پھر حکم دیا کہ فوراً بارہ مسلح سپاہی وہاں بھیجے جائیں۔ تھوڑی دیر بعد پُر تکلف لوازمات کے ساتھ چائے آگئی۔ وہ سب کھانے پینے اور ہنسنے بولنے لگے۔ آنے والوں کی ہنسی اور خوش اخلاقی بتا رہی تھی کہ انہوں نے اپنے مقابلے میں فرحانہ کو سپرپاور تسلیم کر لیا ہے۔

میں نے ساجد کے پاس آکر کہا۔ "میاں مجنوں! واپس آجاؤ۔ تمہاری رہائی کا آپریشن آخری مرحلے پر ہے۔"

اس نے کہا "سر! میں ابھی دماغی طور پر حاضر ہو جاؤں گا مگر آپ پہلے فرحانہ کی موجودہ پوزیشن سمجھ لیں۔ وہ ابھی ایسے دشمنوں کے درمیان ہے جو ٹیلی پیتھی کے سامنے بے بس ہو کر اس کے دوست بن گئے ہیں۔ ایسے لوگوں پر بھروسا نہیں کیا جا سکتا۔"

"درست کہتے ہو' میں باربرا کو تمہارے پاس پہنچا رہا ہوں' فرحانہ سے اس کا تعارف کراؤ۔ وہ تمہاری عدم موجودگی میں فرحانہ پر آنچ نہیں آنے دے گی۔"

باربرا کی مستقل رہائش بابا صاحب کے ادارے میں تھی۔ وہ وہاں ذہانت کو جلا بخشنے والی تعلیم اور جسم کو بجلی کی طرح پھرتیلا رکھنے والی تربیت حاصل کر رہی تھی۔ میں نے اس کے پاس آکر کہا "بیٹی! بہت عرصے سے خیال خوانی نہیں کر رہی ہو۔"

"سمجھ گئی پاپا! میری کہیں ضرورت ہے۔ ایم آئی رائٹ؟"

"یس مائی بے بی! تم ایوان راسکا کے متعلق سن چکی ہو۔ وہ مشرف بہ اسلام ہو چکا ہے اور اب اس کا نام ساجد علی ہے۔"

"جی ہاں' مجھے جوجو نے بتایا تھا۔ یہ بڑی خوشی کی بات ہے۔"

"تم میرے پاس آؤ' میں تمہیں ساجد کے پاس پہنچا رہا ہوں۔ تم اسے مبارکباد دو اور اس کی محبوبہ فرحانہ کے پاس رہو۔ اس کے حالات معلوم کرو۔ پھر اس کی حفاظت کرتی رہو۔ کسی مجبوری کے باعث اس کے دماغ سے جانا ہو تو اپنی جگہ وہاں جوجو کو بھیج دینا۔"

باربرا میرے دماغ میں آئی۔ میں نے اسے ساجد کے پاس پہنچا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

دیا۔ وہ بولی "ہیلو ساجد! میں باربرا ہوں۔ تمہیں دینِ اسلام قبول کرنے پر مبارک باد دے رہی ہوں۔ خدا تمہیں ایمان' امان' صحت' ذہانت اور سلامتی دے۔"

"تمہاری دعاؤں سے اندازہ ہو رہا ہے کہ تم پچاس برس کی بوڑھی خاتون ہو۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی "کیا فرحانہ سے کہوں کہ تم باتیں بنا کر میری اصل عمر پوچھ رہے ہو؟"

"خدا کے لیے یہ غضب نہ کرنا۔ اگرچہ وہ مجھ پر بہت بھروسا کرتی ہے۔ تاہم عورت ذات ہے۔ دل میں شک و شبہ کا ایک نقطہ پیدا ہو جائے گا۔"

"چلو ایسا غضب نہیں کروں گی۔ اپنی فرحانہ سے ملاؤ۔"

اس نے فرحانہ کو مخاطب کیا۔ "میں اپنی رہائی کے سلسلے میں جا رہا ہوں لیکن تمہیں ان دشمنوں کے درمیان تنہا چھوڑنا نہیں چاہتا۔"

وہ بولی "تمہاری رہائی ضروری ہے۔ میری فکر نہ کرو۔ تم جاؤ۔"

"میں نے تھوڑی دیر پہلے بیڈ روم میں تمہیں بتایا تھا کہ بابا صاحب کے ادارے کے تمام خیال خوانی کرنے والے میرے دوست بن گئے ہیں۔ ان میں سے ایک لڑکی باربرا ہے۔ وہ اس وقت تمہارے دماغ میں آچکی ہے۔ اس سے باتیں کرو۔ یہ تمہاری حفاظت کرے گی۔ میں جا رہا ہوں۔"

باربرا نے اسے مخاطب کیا "ہیلو فرحانہ! ہم تمہیں دشمنوں کے درمیان تنہا نہیں چھوڑیں گے۔ میں تمہارے ساتھ رہوں گی۔ میں اپنا مکمل تعارف کراؤں گی لیکن پہلے تمہارے پاس بیٹھے ہوئے لوگوں کی باتیں سن کر ان کے خیالات پڑھوں گی۔ تم ان سے باتیں کرتی رہو۔"

ساجد علی دماغی طور پر محل کی چاردیواری میں حاضر ہو گیا۔ میں نے اور سونیا ثانی نے صبح سے بہت کام کیا تھا۔ ماسک مین کے دماغ میں رہ کر ائرپورٹ کے ان اہم افسران کے دماغوں میں جگہ بنائی جو وہاں کے اعلیٰ حاکم کے خصوصی طیارے کے نگراں تھے۔ پھر اعلیٰ حاکم کے دماغ پر تنویمی عمل کر کے اسے اس بات کا تابعدار بنایا تھا کہ وہ رات کے گیارہ بجے اپنے خصوصی طیارے سے پولینڈ کے شہر وارسا جائے گا۔

پھر اس کے دماغ میں یہ باور کرایا کہ طیارے میں اس کے ساتھ صرف ایک پرسنل سیکریٹری اور دو باڈی گارڈز سفر کریں گے۔

میں نے جیری اور تھرپال کو دونوں باڈی گارڈز کے اندر پہنچا دیا اور ماسکو کے وقت کے مطابق انہیں رات دس بجے سے ان گارڈز کے اندر مستعد رہنے کی تاکید کر دی۔

سلمان' سلطانہ اور جوجو کو بھی ان افسران کے اندر پہنچا دیا تھا' جو سفر کے ضروری کاغذات چیک کرنے والے تھے۔ یہ روز کا معمول تھا کہ ماسک مین رات کا کھانا اس محل میں کھاتا تھا۔ مقصد یہ ہوتا تھا کہ وہ دو گھنٹوں تک ساجد علی کی تنہائی دور کرے۔ اس سے سرکاری فرائض کے متعلق گفتگو کرے اور اس محل کے حفاظتی انتظامات کا معائنہ کرے۔

اس محل کے اندر جانے کے لیے خشکی کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ ایسے الیکٹرونک انتظامات تھے کہ چیونٹی بھی احاطے میں رینگتی ہوئی پہنچے تو خطرے کے الارم بجنے لگتے تھے۔ وہاں قدم رکھنے والا اندھی فائرنگ سے چھلنی ہو کر رہ جاتا تھا۔

ماسک مین کا ہیلی کاپٹر محل کی چھت پر آکر اترتا تھا۔ اس رات بھی ماسک مین ہیلی کاپٹر لے کر چھت پر آیا تو میں اس کے اندر تھا۔ وہ کھانے کا سامان اٹھائے سیڑھیوں سے اتر کر محل کے اندر اس کمرے میں آیا جہاں چاروں طرف ٹی وی رکھے ہوئے تھے اور ان کے اسکرین پر محل کا ایک ایک حصہ نظر آتا رہتا تھا۔

محل کا وہ کمرا بھی نظر آرہا تھا جہاں ساجد علی اس وقت کمبل اوڑھے خفیہ ٹی وی کیمرے سے منہ موڑ کر لیٹا ہوا تھا۔ ساجد کو سمجھا دیا گیا تھا کہ وہ اس رات کچھ نہیں کھائے گا اور پیٹ کی خرابی کا بہانہ کر کے لیٹا رہے گا۔

اس ٹی وی والے کمرے میں معمول کے مطابق ایک سیکورٹی افسر کی ڈیوٹی تھی۔ ماسک مین نے کمرے میں داخل ہو کر اس سے مصافحہ کیا۔ میں نے اس کے اندر رہتے ہوئے اپنی قوت سے افسر کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا۔ جیسے ہی وہ قریب ہوا میں نے دوسرے ہاتھ سے سرنج کی سوئی اس کی گردن میں پیوست کر دی۔ وہ ذرا سا تڑپا پھر ایک دم سے ٹھنڈا ہو گیا۔

میں نے اسے کھینچ کر ایک کرسی پر بٹھا دیا۔ سرنج کی دوا اتنی مہلک تھی کہ چشم زدن میں اس کی جان نکل گئی تھی۔ میں نے مردے کو اس طرح بٹھایا کہ وہ اِدھر اُدھر ڈھلک نہ سکے۔ پھر میں مائیک کے پاس آکر مخاطب ہوا۔ "ہیلو ایوان راسکا! آج بے وقت لیٹے ہوئے کیوں ہو؟"

اس نے جواب دیا "میرے پیٹ میں تکلیف ہے۔ میں آج نہیں کھاؤں گا۔"

میں نے سوال کیا "کیا تم نے دوا لی ہے؟"

"ہاں' ابھی دوا کھائی ہے۔ جلد ہی تکلیف دور ہو جائے گی۔ آپ فکر نہ کریں۔ مجھے افسوس ہے' آج آپ کے ساتھ نہیں کھا سکوں گا۔"

"کوئی بات نہیں آرام کرو۔ مجھے بھی ضروری کام نمٹانے ہیں۔ میں بھی جلدی واپس جا رہا ہوں۔"

محل کے دوسرے حصے میں ایک ٹی وی تھا۔ اس کے سامنے بیٹھا ہوا گارڈ ساجد کے کمرے میں اسے دیکھتا رہتا تھا۔ جب ساجد ٹائلٹ کی طرف جاتا تھا تو اسکرین سے غائب ہو جاتا تھا۔ مگر کوئی تشویش کی بات نہ ہوتی۔ گارڈ کو یہ یقین رہتا تھا کہ وہ ٹائلٹ سے کمرے میں واپس آئے گا۔ باہر کبھی نہیں جا سکے گا۔

ماسکو میں شدید برف باری ہو رہی تھی۔ ساجد سر پر کمبل لپیٹ کر بستر سے اٹھا اور اسکرین سے غائب ہوا تو گارڈ نے سمجھ لیا کہ پیٹ خراب ہے' وہ ٹائلٹ گیا ہے مگر وہ کمرے سے نکل کر کاریڈور میں آگیا۔ سامنے ایک دروازہ مقفل تھا۔ اس کے دوسری طرف ماسک مین یعنی کہ میں تھا۔ لاک کو ایک تار کے ذریعے کھول رہا تھا۔ وہ آدھے منٹ میں کھل گیا۔ وہ دونوں آمنے سامنے ہو گئے۔

ماسک مین نے ساجد سے کمبل لے کر اسے سر پر اوڑھ لیا۔ یہ تمام مناظر مختلف ٹی وی اسکرین پر نظر آرہے تھے لیکن ان تمام مناظر کو مردہ سیکورٹی افسر دیکھ نہیں سکتا تھا۔ ماسک مین کمبل لپیٹ کر ساجد کے کمرے میں آیا تو ٹی وی کے سامنے بیٹھے ہوئے گارڈ نے اسے دیکھا اور یہی سمجھا کہ ایوان راسکا ٹائلٹ سے واپس آکر پھر بستر پر لیٹ گیا ہے۔

ایسے وقت ثانی ماسک مین کے اندر آگئی۔ اسے شی تارا کی آواز اور لہجے میں حکم دیا کہ وہ آنکھیں بند کر کے صبح تک سوتا رہے۔ وہ بیچارہ تابعدار تھا' سو گیا۔

ساجد نے اس دروازے کو بند کیا۔ پھر سیڑھیاں چڑھتا ہوا چھت کی طرف جانے لگا۔ چھت پر چار مسلح گارڈز مستعد کھڑے تھے۔ ساجد کے وہاں آتے ہی ان چاروں نے الرٹ ہو کر اسے سلیوٹ کیا۔ ان چاروں کے دماغ یقین سے کہہ رہے تھے کہ وہ اپنے ماسک مین کو سلیوٹ کر رہے ہیں کیونکہ ان چاروں کے اندر میرے علاوہ سلمان' جیری اور تھرپال گھسے ہوئے تھے۔

ساجد علی نے ایک طویل مدت کے بعد چھت پر آکر کھلی فضا میں سانس لی تھی۔ میں اس کے اندر پہنچا اور ہیلی کاپٹر کو وہاں سے اڑا کر لے گیا۔ جیری اور تھرپال اعلیٰ حاکم کے باڈی گارڈز کے اندر چلے گئے۔ وہ ہیلی کاپٹر سرکاری ہیلی پورٹ میں آکر اترا۔ ماسک مین کا ڈرائیور کار قریب لے آیا۔ ساجد ہیلی کاپٹر سے اترا اور کار میں آکر بیٹھ گیا۔ وہاں دو افسران کھڑے ہوئے تھے ان کے دماغوں پر میں نے اور ثانی نے پردہ ڈال دیا تھا۔

ساجد وہاں سے کار میں روانہ ہو کر ائرپورٹ پہنچا۔ تھوڑی دیر تک کار میں بیٹھا رہا۔ ہم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ان تمام افسران کے اندر جا رہے تھے' جن کے سامنے سے ساجد کو گزرنا تھا۔ وہ سات افسران تھے اور ہم وہاں آٹھ تھے۔ میں' سونیا ثانی' جوجو' سلمان' سلطانہ' جیری' تھرپال اور ساجد علی۔ ہم نے طے کر لیا کہ کسے کس افسر کے اندر رہنا ہے۔ ایسے وقت صرف ساجد خیال خوانی نہ کرے۔

پھر میں نے ساجد کو سگنل دیا "چلے آؤ۔"

وہ کار سے نکل کر عمارت کے اس حصے میں آیا' جو اہم لوگوں کے لیے مخصوص تھا۔ اس نے اوور کوٹ کے کالر کھڑے کر لیے تھے۔ فیلٹ ہیٹ کو پیشانی پر جھکا لیا تھا۔ اس طرح چہرہ کافی حد تک چھپ گیا تھا۔

وہ اس افسر کے پاس سے گزرا جو سفری کاغذات چیک کرتا تھا۔ میں نے افسر کو اس کی رسٹ واچ پر جھکایا۔ وہ کلائی سے گھڑی اتار کر وقت درست کرنے لگا۔ ثانی نے اس کے پاس بیٹھے ہوئے افسر کو میز پر رکھے ہوئے کاغذات پر جھکا دیا۔ ان دونوں کو ساجد کی طرف سے غافل کر دیا۔ وہ کسی روک ٹوک کے بغیر گزرتا چلا گیا۔

آگے سامان چیک کرنے والے افسران اور دو سپاہی تھے۔ ان سب کا دھیان بھی اسی طرح ساجد کی طرف سے ہٹایا گیا۔ وہ آخری ایگزٹ ڈور سے گزر کر رن وے کی سمت جانے لگا۔ اس سے پہلے ہم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ان مسلح گارڈز کے اندر پہنچ گئے تھے' جو طیارے کے پاس کھڑے تھے۔ ہم نے کسی کی گردن میں کھجلی پیدا کی۔ کسی کو جوتے کا فیتہ باندھنے کے لیے جھکایا۔ کسی کو اپنی گن چیک کرنے پر مجبور کیا۔ ان کی غفلت کے دوران ساجد سیڑھیاں چڑھتا ہوا طیارے کے اندر پہنچ گیا۔

اس کے اندر پہنچتے ہی ہم اندر بیٹھے ہوئے لوگوں کے دماغوں میں پہنچ گئے۔ طیارے میں اعلیٰ حاکم کے علاوہ اس کا پرسنل سیکریٹری اور دو باڈی گارڈز تھے۔ ایک ہوسٹس اور ایک اسٹیورڈ تھا۔ پائلٹ اپنے کیبن میں تھا۔ وہاں کل سات مسافر تھے۔ انہوں نے آٹھویں مسافر ساجد کے اضافہ کو نہیں سمجھا۔ سیڑھیاں ہٹالی گئیں۔ دروازے لاک ہو گئے۔ آدھے گھنٹے کے اندر وہ طیارہ رن وے پر دوڑتا ہوا فضا میں بلند ہو کر پرواز کرنے لگا۔

میں نے ساجد کی رہائی کی روداد چند پیراگراف میں بیان کی ہے۔ جبکہ اس کے لیے کئی صفحات درکار تھے۔ ہم نے چوبیس گھنٹوں میں مسلسل اتنی محنت کی تھی' جو چوبیس مہینوں تک جاری رہتی' تب شاید کامیابی کے امکانات پیدا ہوتے۔ اس کامیابی میں اللہ تعالیٰ کی مرضی شامل تھی۔ پھر ہماری ٹیلی پیتھی جاننے والی فوج نے بڑا کام کیا تھا۔ آخر کار ساجد چاردیواری سے نکل کر کھلی فضا میں نکل آیا تھا۔

ویسے ابھی آخری مرحلہ باقی تھا۔ وہ طیارہ ابھی روس کی حدود میں تھا۔ ساجد کے فرار کا بھید کھلتے ہی روسی فوج کے تیز رفتار طیارے اس اغوا کیے جانے والے طیارے کو گھیر کر سرحد پار کرنے سے روک سکتے تھے۔ ایسے ہی نازک موقع پر شی تارا کو اپنے معمول اور تابعدار ایوان راسکا (ساجد علی) کی ضرورت پیش آئی۔ وہ اپنی اور ایوان راسکا کی ٹیلی پیتھی کے ذریعے پارس کے گرد گھیرا تنگ کرنا چاہتی تھی۔ پارس اب اس کی گرفت میں آنے ہی والا تھا۔ ایسے وقت وہ ایوان راسکا کے دماغ میں آئی تو حیران رہ گئی۔ اسے مخاطب کرتے ہی اس نے فوراً سانس روک لی تھی۔ ان چند لمحات میں اس نے سمجھ لیا کہ وہ طیارے میں سفر کر رہا ہے اور اس کے سانس روکنے کے عمل نے سمجھا دیا کہ اب وہ اس کا معمول اور تابعدار نہیں رہا ہے۔ اس کی گرفت سے نکل چکا ہے۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

یہ ناکامی وہ برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ اپنے معمول اور تابعدار کی رہائی اسے منظور نہیں تھی۔ فوراً ہی یہ خیال آیا کہ اگر وہ فرار ہو رہا ہے اور وہ طیارہ ابھی روس کی سرحد سے باہر نہیں گیا ہے تو پھر وہ دوبارہ اسے گرفتار کرا کے اسی محل میں پہنچا سکتی ہے۔

یا پھر راسکا کے پاس جا کر یہ سمجھوتا کر سکتی ہے کہ وہ بدستور اس کا تابعدار رہے اور ابھی فوراً ہی پارس کو گرفتار کرانے میں اس کی مدد کرے تو وہ اسے روس کی سرحد پار کرنے دے گی۔

اور جب تک یہ سمجھوتا نہ ہو اس طیارے کو روس کے اندر ہی کہیں اتارا جائے اور شی تارا کو پائلٹ کی آواز سنائی جائے تاکہ وہ اپنی مرضی کے مطابق طیارے کو اپنے قابو میں رکھے۔

وہ ہماری کامیابی کے آخری لمحات میں زبردست رکاوٹ بن گئی تھی۔ اس رکاوٹ سے جو نئے حالات پیدا ہوئے' اس کا ذکر میں آگے چل کر کروں گا۔ ابھی یہ بیان کردوں کہ وہ کشمیر میں پارس کے لیے کیسا زبردست مسئلہ بن گئی ہے۔

○☆○

کمانڈر نے شی تارا کو بتایا تھا کہ پارس شاید سری نگر میں ہے۔ شی تارا نے پوچھا "کیا یہ بات تم اندازے سے کہہ رہے ہو؟"

"اسے اندازہ کہہ سکتی ہو۔ مجھے رپورٹ ملی ہے کہ ہماری ایک پٹرولنگ فورس نے بٹ مالو کے راستے پر ایک گاڑی روکی تھی۔ اس گاڑی سے ایک شخص باہر آیا اور اپنا ڈیوٹی کارڈ نکال کر دکھایا۔ اس کارڈ کی رو سے وہ میرا مخبر تھا۔"

"اس مخبر کا نام کیا ہے؟"

"پٹرولنگ فورس کے افسر سے یہ کوتاہی ہوئی کہ اس نے مخبر کا نام اور کارڈ نمبر وغیرہ نوٹ نہیں کیا۔"

شی تارا نے طنزیہ کہا۔ "یہ ہمارے بھارتی فوجی ہیں۔ ڈیوٹی کے دوران شراب پیتے ہیں اور باغیوں کو نکل کر جانے کا موقع دیتے ہیں۔ بہرحال آگے بولو۔"

"اس مخبر نے آرمی آفیسر کو بتایا کہ گاڑی میں کمانڈر صاحب کی سالی اور رشتے دار بیٹھے ہیں جبکہ میری کوئی سالی اور رشتے دار اس شہر میں نہیں ہیں۔"

"اس کا مطلب ہے' وہ جھوٹ بول کر اور فرار کروا کے کشمیری باغیوں کو کہیں لے گیا ہے؟"

کمانڈر نے کہا "تم نے مجھے بتایا تھا کہ پارس کے ساتھ ایک عورت ہے۔ اس گاڑی میں بھی ایک ہی عورت تھی۔ اسی لیے میں شبہ کر رہا ہوں کہ پارس اس شہر میں ہے۔"

"میں نے سنا ہے' لال چوک میں مسلمانوں کی خاصی آبادی ہے اور وہاں اکثر باغی پناہ لیتے ہیں؟"

"یہ درست ہے۔ ان کی گاڑی بھی بٹ مالو سے لال چوک کی طرف گئی تھی۔ وہاں انہیں گھیرا جا سکتا ہے۔"

وہ بولی "فوج اس علاقے کو چاروں طرف سے گھیر کر گھروں کی تلاشی لے سکتی ہے۔ چھپے ہوئے باغی ظاہر ہو جا... گے۔"

"وہاں تلاشی کا کام شروع کرنے سے پہلے تحریک زا... ہو گا جبکہ ہم دفعہ ۱۴۴ نافذ نہیں کر سکتے۔ اس علاقے کے تین گھ... میں شادیاں ہو رہی ہیں۔ تین دولہا اور تین دلہنوں یعنی چھ گھ... میں مردوں عورتوں' بچوں اور بوڑھوں کی آمد و رفت لگی ہوئی... ایسے میں فوجی کارروائی مناسب نہیں ہو گی۔"

"اگر میں پارس اور اس عورت کو کسی گھر سے ڈھونڈ نکا... فوج وہاں جا کر اسے گرفتار کر سکتی ہے؟"

"بے شک' مجرم پائے جائیں گے تو پھر اس گھر میں فوج... جا کر انہیں گرفتار کر سکیں گے۔"

تب شی تارا نے چار مخبروں کو خیال خوانی کے ذریعے... باری مخاطب کیا۔ ان میں دو عورتیں اور دو مرد تھے۔ ان چار... حکم دیا کہ وہ لال چوک کے رہائشی علاقے میں جا کر معلوم کر... آج کس گھر میں نئے مہمان آئے ہیں؟ اور ایسا کون مہمان... ایک خوبصورت کشمیری عورت کے ساتھ اس محلے میں آیا... مخبری کرنے والی عورتوں کو خاص طور پر تاکید کی گئی... شادی والے گھروں میں جائیں اور عورتوں کی بھیڑ میں... کشمیری عورت کا سراغ لگائیں۔ اس عورت کی ایک پہچا... ہو سکتی ہے کہ وہ جس مرد میں دلچسپی لے رہی ہو گی' وہ کشمیری... نہیں جانتا ہو گا اور اپنی پلکیں نہیں جھپکتا ہو گا۔

پارس کی ٹیم میں آفرین کے علاوہ پاشا اور ہومر تھے او... ٹیم کی راہنمائی صمد کر رہا تھا۔ وہی ان چاروں کو لال چوک... علاقے میں لایا اور اپنے ایک دوست مراد علی کے گھر میں... ٹھہرایا تھا۔ یعنی اس رات مراد علی کے گھر میں پانچ مرد تھے... پاشا' ہومر' صمد اور خود مراد علی۔ ایک گھر میں اتنے زیادہ... اور مسلح ہوں تو ان پر مجاہدین ہونے کا شبہ ہوتا ہے۔ اس لیے... نے کہا "ہم پانچوں کو مختلف گھروں میں رہنا چاہیے... مسلمان باہر سے آنے والے مجاہدین کو بوجھ نہیں سمجھتے... انہیں خوش آمدید کہتے ہیں اور انہیں اپنے گھروں میں پنا... ہیں۔"

سب اس بات پر متفق ہو گئے۔ آفرین نے کہا "میں... طویل مدت کے بعد اپنے وطن اور اپنے لوگوں میں آئی ہو... سے ڈھولک کی آواز اور سہاگ کے گیت سن کر ان عورتو... جانے کو جی چاہتا ہے۔"

پارس نے کہا "اپنی زمین پر آکر یہ ساری خوشیاں حاصل کرنا چاہئیں۔ میں بھی یہاں کی شادی اور رسم و روا... چاہتا ہوں۔ کیوں مسٹر مراد! ہمارے وہاں جانے سے کوئی...

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہو گا؟"

"ہر گز نہیں۔ اس گھر کے لوگ بہت خوش ہوں گے۔ چلو میں تم دونوں کو وہاں پہنچا دوں۔"

صمد و نے کہا "میں آفرین اور پارس کو شادی والے ایک گھر میں لے جاؤں گا۔ مراد! تم پاشا اور ہومر کو دوسرے شادی والے گھروں میں پہنچا دو۔ اس طرح ہم سب کی یہ رات جاگتے یا سوتے ہوئے ان گھروں میں گزر جائے گی۔"

وہ سب مراد کے مکان سے باہر آگئے۔ شدید سردی کے باعث سفید کہر کی دھند چھائی ہوئی تھی۔ سب نے اوور کوٹ اور اونی ٹوپیاں پہنی ہوئی تھیں یا پھر کمبل میں لپٹے ہوئے تھے اور اپنے لباس کے اندر انہوں نے ہتھیار چھپا رکھے تھے۔ مراد علی اپنے دروازے پر تالا لگا کر پاشا اور ہومر کے ساتھ چلا گیا۔

صمد و نے آفرین اور پارس کے ساتھ چلتے ہوئے کہا "تم لوگوں نے میرا ریوالور لے لیا ہے اگر کہیں فائرنگ کی نوبت آئی تو میں نہتا رہوں گا۔"

آفرین نے کہا "تمہیں ریوالور دیا جائے گا تو تم خود کشی کرلوگے۔"

وہ اس لیے خود کشی کرنا چاہتا تھا کہ شی تارا اس کے ذریعے آفرین اور پارس وغیرہ کو نقصان پہنچا سکتی تھی۔ وہ ایک بار اس کے دماغ میں آئی تھی چونکہ وہ کمانڈر کا خاص مخبر تھا۔ اس لیے وہ اس سے کام لینا چاہتی تھی لیکن پھر اس سے ناراض ہو کر اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کر کے چلی گئی تھی۔

تب سے دوبارہ نہیں آئی تھی۔ پارس کو یقین تھا کہ وہ صمد و کے پاس دوبارہ نہیں آئے گی۔ اسے بیکار آدمی سمجھ کر اسے سزا دے کر جا چکی ہے لیکن اندیشہ تھا کہ وہ آ بھی سکتی ہے۔ اور صمد و کے چور خیالات پڑھ کر ان سب کو بھارتی فوج کے حوالے کر سکتی ہے۔

صمد و برسوں سے آفرین کا دیوانہ تھا۔ اس کے لیے جان پر کھیل جانا چاہتا تھا۔ اس کی ضد تھی کہ وہ اپنی جان دے دے گا تو پھر شی تارا نہ اس کے دماغ میں آسکے گی اور نہ ہی آفرین کو نقصان پہنچا سکے گی۔ اس کی ضد دیکھ کر پارس نے اس کا ریوالور لے لیا تھا اور اسے سمجھایا تھا کہ اول تو شی تارا اب اس کے پاس نہیں آئے گی۔ اگر آئے گی تو اس سے نمٹ لیا جائے گا۔

صمد و نے ریوالور انہیں دے دیا تھا۔ اب شکایت کر رہا تھا کہ دشمنوں سے مقابلہ ہو گا تو وہ نہتا رہے گا۔ پارس نے کہا "فکر نہ کرو۔ ایسا برا وقت آئے گا تو میں اپنی گن تمہیں دے دوں گا۔"

وہ شادی والے گھر میں پہنچے۔ صمد و نے دلہن کے باپ سے ان کا تعارف کرایا۔ اس بزرگ نے پارس کو گلے لگا کر خوش آمدید کہا۔ آفرین کے سر پر ہاتھ رکھ کر دعائیں دیں۔ پھر اپنی بیوی اور بیٹیوں کو بلا کر کہا "مہمان خدا کی رحمت ہوتا ہے۔ ہمارے گھر میں رحمت آئی ہے۔ اس بچی کو اندر لے جاؤ۔"

آفرین ان کے ساتھ چلی گئی۔ پارس مردوں میں آکر ان سے متعارف ہونے لگا۔ سب لوگ اس کی آمد پر خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔ اس گھر میں خاصی چہل پہل تھی۔ عورتیں مردوں میں آ رہی تھیں۔ مرد عورتوں میں کسی کام سے چلے جاتے تھے۔ پردے کی بہت زیادہ سختی نہیں تھی۔ صمد و نے یہ اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ آفرین پارس کو دل دے بیٹھی ہے۔ جو بچپن سے اپنی تھی، وہ پرائی ہو گئی ہے۔ اب اسے کبھی حاصل نہیں ہو گی۔ اس کے باوجود دل نہیں مانتا تھا۔ آنکھیں اسے دیکھتے رہنا چاہتی تھیں۔ کوئی ضروری نہیں کہ پھول اپنی شاخ سے ٹوٹ کر ہاتھوں میں آئے۔ دور سے بھی نظارہ ہو سکتا ہے اور آنکھوں کی پیاس بجھائی جا سکتی ہے۔

وہ بار بار اٹھ کر اُس حصے میں جاتا تھا، جہاں عورتیں ہنس بول رہی تھیں۔ ڈھولک پر سہاگ کے گیت گا رہی تھیں۔ ہندوستانی فلموں نے ان عورتوں میں خاصی بے باکی پیدا کر دی تھی۔ اس لیے وہ رقص بھی کر رہی تھیں اور دولہا دلہن کے بہروپ میں کھیل تماشے بھی کر رہی تھیں۔ صمد و دور سے آفرین کو ہنستے کھلکھلاتے دیکھ رہا تھا اور خوش ہو رہا تھا۔

پھر وہ مردوں کی محفل میں واپس آیا لیکن محفل میں پہنچنے سے پہلے ٹھٹک گیا۔ وہ سری نگر اور اس کے اطراف میں موجود رہنے والے تمام بھارتی مخبروں کو جانتا تھا۔ ایسا ہی ایک مخبر وہاں مردوں کی محفل میں نظر آرہا تھا۔

صمد و نے دلہن کے باپ کو اشارے سے اپنی طرف بلایا۔ پھر سرگوشی میں بولا "یہاں ایک بھارتی مخبر ہے۔ آپ اپنے مہمان پارس کے پاس جا کر چپ چاپ کہہ دیں کہ وہ ادھر میرے پاس آئے اور آفرین کو......"

بزرگ نے کہا "پارس اور آفرین کی فکر نہ کرو۔ وہ میرے مہمان ہیں۔ ان کی حفاظت مجھ پر لازم ہے۔ تم جاسوس کی نشاندہی کرو۔"

وہ انگلی اٹھا کر اشارہ کرتے ہوئے بولا "وہ جو الاؤ کے سامنے سفید اور نیلی دھاری والا کمبل لپیٹے بیٹھا ہے اس کا نام ہری داس ہے۔ وہ یہاں یقیناً ایک مسلمان کے بہروپ میں آیا ہے۔"

بزرگ تھوڑی دیر تک اس جاسوس کو سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھتے رہے پھر بولے "میں اپنی بیٹی کی شادی میں خون خرابا نہیں کروں گا اور یہ بھی نہیں چاہوں گا کہ میرے مہمانوں پر آنچ آئے۔ تم پارس کے پاس جا کر بیٹھو میں اس جاسوس کا انتظام کرتا ہوں۔"

صمد و پارس کی طرف جانے لگا۔ بزرگ نے اپنے نوجوان بیٹوں کو بلایا۔ پھر انہیں ایک طرف لے جا کر کچھ سمجھانے لگے۔

تھوڑی دیر بعد وہ دونوں بیٹے ٹرے میں چھوٹی چھوٹی پلیٹیں لے کر آئے۔ ہر پلیٹ میں بھنے ہوئے گوشت کے بڑے بڑے پارچے رکھے ہوئے تھے۔ وہ ہر مہمان کے سامنے ایک پلیٹ اور قہوے کی ایک پیالی رکھتے جا رہے تھے۔ انہوں نے اس جاسوس کے سامنے بھی ایک پلیٹ اور ایک پیالی رکھی۔ بزرگ نے اٹھ کر کہا۔ "معزز مہمانو! آپ نے اتنی شدید سردی میں یہاں آکر مجھے میزبانی کا موقع دیا ہے۔ بھنا ہوا گوشت اور گرما گرم قہوہ حاضر ہے۔ اس سردی میں آپ گائے کا گوشت کھائیں گے تو بدن میں حرارت پیدا ہوگی۔"

جاسوس ہری داس گوشت اٹھا کر کھانے ہی والا تھا، بزرگ کا آخری فقرہ سنتے ہی اس کے ہاتھ سے گوشت چھوٹ کر نیچے گر پڑا۔ ہندو گائے کو گاؤ ماتا کہہ کر اُس کی پوجا کرتے ہیں۔ اس کا گوشت کھانا تو دور کی بات ہے اسے ہلاک بھی نہیں کرتے۔ اسے کوئی نقصان پہنچنے نہیں دیتے۔

ان کا عقیدہ ہے کہ یہ ہماری اتنی بڑی دنیا گائے کے ایک سینگ پر ٹھہری ہوئی ہے۔ ایک گائے نے پوری دنیا کا توازن برقرار رکھا ہوا ہے۔ اس لیے وہ عقیدت سے ہر گائے کے ماتھے پر سندور لگاتے ہیں۔ گیندے کے پھولوں کی مالا پہناتے ہیں۔ اس کی پوجا کرتے ہیں۔ گائے انہیں سینگ مارے کوئی بات نہیں، وہ گائے کو کبھی نہیں مارتے۔ اسی لیے کوئی ہندو کبھی گائے کا گوشت نہیں کھاتا۔ پھر بھلا جاسوس ہری داس کیسے کھا سکتا تھا؟

بزرگ نے پوچھا "کیوں نہیں کھاؤ گے، کیا تم مسلمان نہیں ہو؟"

"مسلمان تو ہوں مگر وہ۔ دراصل بات یہ ہے کہ میرے پیٹ میں کچھ گڑبڑ ہے۔ میں کچھ نہیں کھاؤں گا۔"

"لیکن تم تو کھانے والے تھے۔ تم نے گوشت اٹھایا تھا اسے منہ تک لے جا رہے تھے۔"

"ہاں، مگر پھر خیال آگیا کہ پیٹ میں خرابی ہے۔ مجھے نہیں کھانا چاہیے۔"

"نہیں، تم نے یہ سن لیا تھا کہ یہ گائے کا گوشت ہے۔ اسی لیے یہ ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ اب اس محفل میں حاضرین کو بتا دو کہ تم ہندو ہو یا مسلمان؟ مسلمان ہو تو گوشت کیوں نہیں کھاتے؟ ہندو ہو تو بن بلائے مسلمانوں کی محفل میں کیوں آئے ہو؟"

وہ بولا "بڑے میاں! تم بہت چالاک ہو۔ مجھ پر شبہ تھا تو چپ چاپ مجھ سے کہہ دیتے میں چلا جاتا۔"

"چپ چاپ چلے جاتے تو لال چوک کے مسلمانوں کو کیسے معلوم ہوتا کہ تمہاری بھارتی فوج وعدے کی خلاف ورزی کر رہی ہے۔ ہم سے وعدہ کیا گیا تھا کہ لال چوک کے رہائشی علاقے میں فوج داخل نہیں ہو گی اور ہم نے وعدہ کیا تھا کہ اس علاقے سے مجاہدین کبھی حملہ نہیں کریں گے۔ ہم ایک عرصے سے اپنے وعدے پر قائم ہیں۔ پھر تم لوگ یہاں کیوں گھس آئے ہو؟"

ہری داس نے کہا "ہمیں اطلاع ملی ہے کہ یہاں کچھ باغیوں نے پناہ لے رکھی ہے۔"

"وہ باغی نہیں مجاہدین ہیں۔ ہم مسلمان مہمان نواز ہیں۔ ہمارے دروازے پر جو آتا ہے۔ ہم دوست اور دشمن کی تمیز کیے بغیر اسے پناہ دیتے ہیں۔ مگر کسی مہمان کو یہ اجازت نہیں دیتے کہ وہ اس علاقے سے بھارتی فوج کے کسی جوان کو نقصان پہنچائے۔ اگر یہاں کوئی مجاہد موجود ہوتا تو تمہارے آگے گوشت کی پلیٹ نہ رکھی جاتی۔ وہ تمہیں گولی سے اڑا دیتا۔"

بزرگ کے جوان بیٹے نے کہا "تمہاری سلامتی اسی میں ہے کہ اس علاقے سے چلے جاؤ کیونکہ جاسوس کی حیثیت سے ظاہر ہو گئے ہو۔ اگر کوئی مجاہد تمہیں دیکھ رہا ہو گا تو زندہ نہیں چھوڑے گا۔ ہم یہاں شادی کے گھر میں خون خرابا نہیں چاہتے۔ پلیز، چلے جاؤ۔ ہمارے دو آدمی تمہیں اس علاقے سے باہر چھوڑ آئیں گے۔"

وہ کمبل اچھی طرح لپیٹتے ہوئے جانے لگا۔ دو مسلمان اس کے پیچھے جانے لگے۔ صمد و پارس کو بتا رہا تھا کہ دراصل اس نے ہندو مخبر کو پہچانا تھا۔ پھر بزرگ نے اپنی حکمتِ عملی سے اسے بے نقاب کر کے وہاں سے جانے پر مجبور کر دیا۔ پارس نے بزرگ کے پاس آکر کہا "آپ جیسے کشمیری مہمان نواز پر آفرین ہے۔ آپ نے مہمان کو خبر نہیں ہونے دی اور اس کے دشمن کو میدان چھوڑ کر جانے پر مجبور کر دیا۔ میں آپ کے جذبۂ میزبانی کو سلام کرتا ہوں۔"

اسی علاقے میں دلہا والوں کے گھر میں اور گلی میں بھی بڑی رونق تھی۔ وہاں بھی خوب کھیل تماشے اور ناچ گانے ہو رہے تھے۔ وہاں بھی لوگوں نے پاشا کو بڑی گرم جوشی سے خوش آمدید کہا تھا اور اسے عزت سے اپنے درمیان بٹھایا تھا۔ ہومر نے مراد سے کہا "میں تھک گیا ہوں۔ سونا چاہتا ہوں۔ میرا کہیں ٹھکانا بنا دو۔"

مراد نے کہا "میرے مکان میں آفرین اور پارس قیام کریں گے۔ چلو، تمہیں دوسرے گھر میں جگہ مل جائے گی۔"

وہ دونوں وہاں سے چلے گئے۔ پاشا وہاں تنہا رہ گیا۔ اس کے اطراف سب ہی اجنبی تھے۔ لیکن اتنی محبت اور عزت دے رہے تھے کہ بالکل اپنے لگ رہے تھے۔ عورتیں اور جوان لڑکیاں ادھر سے گزرتے وقت پاشا کو دیکھ کر ٹھٹک جاتی تھیں۔ وہ اپنے قد اور پہاڑ جیسی جسامت کے باعث پوری محفل میں نمایاں اور منفرد تھا۔ بیٹھے رہنے کے باوجود سب سے اونچا دکھائی دے رہا تھا۔

اس نے کشمیر کے حسن کے متعلق بہت کچھ سنا تھا۔ اب کشمیر آکر آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ وہاں جو دوشیزہ نظر آرہی تھی، اپنی مثال آپ لگ رہی تھی۔ کوئی گوری اور گلابی رنگت میں پھول کی طرح کھلی ہوئی تھی اور کوئی ناک نقشے میں تصویرِ حیرت نظر آرہی تھی۔ پاشا انہیں دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ کشمیر میں کیوں پیدا نہیں ہوا۔ خواہ مخواہ اتنی عمر یورپ اور امریکا میں ضائع کر دی۔

وہ کشمیری لباس میں تھا اور پارس کی ہدایت کے مطابق گونگا بنا ہوا تھا کیونکہ وہ کشمیری زبان نہیں جانتا تھا۔ اب یہ بے زبانی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اسے ناگوار لگ رہی تھی۔ سوچ رہا تھا کسی کشمیری حسینہ کو کیسے اپنی طرف متوجہ کرے۔ یوں تو سبھی آرہی تھیں اور بڑی دلچسپی سے اسے دیکھ کر جارہی تھیں۔ ایسے میں وہ کچھ بول کران سے لطف لے سکتا تھا۔

مگر کیسے بولتا؟ وہاں سب ہی مقامی زبان بول رہے تھے۔ کچھ ایسے بھی تھے جو ملی جلی ہندی اردو زبان میں گفتگو کررہے تھے۔ وہ کافی عرصہ دہلی میں رہ کر بڑی حد تک ہندی سمجھنے اور بولنے لگا تھا۔

وہاں مختلف میزوں پر طرح طرح کے کھانوں کی ڈشیں رکھ دی گئی تھیں۔ لوگ ان میزوں کے اطراف جاکر اپنی پسند کے کھانے پلیٹ میں لے کر گھومتے پھرتے کھا رہے تھے۔ پاشا بھی ایک پلیٹ اٹھائے ایسے حصے میں آیا جہاں عورتوں کی آمدورفت تھی۔ ایسے ہی وقت ایک لڑکی نے اسے مخاطب کیا "اے سنو!"

اس نے گھوم کر دیکھا۔ اس کمسن لڑکی کے ساتھ دو حسین عورتیں بھی کھڑی ہوئی تھیں۔ ان میں سے ایک نے ہندی زبان میں کہا "ہم نے سنا ہے' تم گونگے ہو۔ کیا یہ سچ ہے؟"

پاشا نے مایوسی سے سر جھکالیا۔ اسے غصہ آرہا تھا۔ وہ ہندی زبان بول سکتا تھا۔ مگر گونگا بننے کے باعث ایک حسین عورت سے دو باتیں نہیں کرسکتا تھا۔

دوسری عورت نے کہا "بیچارہ' کیسا زبردست پہاڑ جیسا مرد ہے۔ مگر پہاڑ کے منہ میں زبان نہیں ہے۔"

وہ دونوں اس کے قد اور جسامت کی تعریفیں کرتی ہوئی اس کمسن لڑکی کے ساتھ چلی گئیں۔ اگر وہ باتیں کرتا تو یقیناً وہ نہ جاتیں۔ گفتگو کے بہانے اس کی ذات میں دلچسپی لیتی رہتیں لیکن ایک گونگے اور ایک دیوار سے کون سر پھوڑتا ہے اس لیے وہ چلی گئیں۔ اس کی خوراک بہت زیادہ تھی۔ پلیٹ خالی ہوئی تو اس نے مختلف کھانوں سے پھر اسے بھرلیا۔ ارادہ تھا کہ پھر اسی طرف جائے گا جہاں کسی نہ کسی حسینہ کا دیدار ہوتا رہتا تھا۔ اسی وقت وہ ایک نہایت حسین عورت کو دیکھ کر چونک گیا۔

چونکنے کی کئی وجوہات تھیں۔ ایک وجہ تو یہ تھی کہ وہ کشمیری' ہندوستانی یا ایشیائی نہیں تھی۔ گرم اونی پتلون' سوئٹر اور فر والے کوٹ میں تھی۔ اونی ٹوپی سے جھانکنے والے بال سنہری اور آنکھیں نیلی تھیں۔ وہ کوئی مغرب کا شاہکار تھی۔ ایک طرف زنان خانے میں کشمیری حسن تھا' دوسری طرف مغربی اور دونوں طرف کا حسن کہہ رہا تھا۔

اُدھر جاتا ہے دیکھو' یا اِدھر پروانہ آتا ہے

پاشا کے چونکنے کی دوسری وجہ یہ تھی کہ پارس کی باتیں یاد آگئی تھیں۔ پارس نے کہا تھا کہ ایک باڈی بلڈر پہلوان ایک ملکۂ حسن کو اغوا کرکے کشمیر لے گیا ہے۔ اس ملکۂ حسن کے ماں باپ بیٹی کی جدائی میں رو رو کر اندھے ہو رہے ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ جو جوانمرد اس باڈی بلڈر پہلوان کے شکنجے سے ان کی بیٹی کو چھڑا کر لائے گا۔ وہ اس حسین بیٹی کی شادی اسی جوانمرد سے کردیں گے یہ سنتے ہی پاشا خم ٹھونک کر کشمیر چلا آیا تھا۔

اس کے چونکنے کی تیسری وجہ یہ تھی کہ اس ملکۂ حسن کے ساتھ ایک قد آور باڈی بلڈر پہلوان نظر آرہا تھا۔ اب پاشا کے لیے شبہ کی گنجائش نہیں رہی تھی۔ اس کی کھوپڑی نے کہا' یہی وہ ملکۂ حسن ہے جس کی تلاش میں یہاں آیا ہوں اور یہی وہ اغوا کا مجرم پہلوان ہے' جس کی گردن میرے ہاتھوں سے ٹوٹے گی۔

اب اللہ ہی ان دونوں پر رحم کرنے والا تھا۔ وہ باڈی بلڈر اپنے ہاتھوں میں ویڈیو کیمرا لیے ہوئے تھا۔ حسینہ کے ہاتھوں میں ایک ریکارڈر اور مائیکروفون تھا۔ وہ ٹوٹی پھوٹی ہندی میں بول رہی تھی۔ "میں اور میرا یہ فرینڈ آپ کا کنٹری میں آیا ہیں۔ آپ کا کلچر دیکھنا مانگتے ہیں۔ آپ کو آبجیکشن نئی ہونے سے ہم اس فنکشن کو پکچرائز کریں گے۔"

ان سے کہا گیا کہ کسی کو اعتراض نہیں ہے۔ وہ ویڈیو فلم بنا سکتے ہیں۔ باڈی بلڈر ایک ماسٹر لائٹ آن کرکے ویڈیو کیمرا آپریٹ کرنے لگا۔ وہ حسینہ مائیکروفون اپنے منہ کے قریب رکھ کر انگریزی زبان میں کہنے لگی "ابھی ہم سری نگر کے ایسے علاقے میں ہیں جس کا نام لال چوک ہے۔ یہاں مسلمانوں کی آبادی زیادہ ہے۔"

وہ انگریزی بولتے بولتے اچانک عبرانی زبان میں بولنے لگی۔ "یہ لال چوک کشمیری مسلمانوں کی سیاسی سرگرمیوں کا مرکز رہا ہے۔ تحریکِ آزادی کے مجاہدین' جنہیں ہم باغی کہتے ہیں' وہ اکثر اس علاقے میں آکر پناہ لیتے ہیں۔ یہ شناخت نہیں ہوپاتی کہ کون پُرامن شہری ہے اور کون باغی ہے۔ یہ بھارتی فوجیوں پر جوابی حملہ کرتے ہیں پھر کہیں گم ہوجاتے ہیں۔"

پاشا ابھی ان کی نگاہوں میں نہیں آیا تھا۔ وہ حیرانی سے سوچ رہا تھا کہ حسینہ انگریزی زبان میں کنٹری کرتے کرتے اچانک عبرانی کیوں بول رہی ہے؟

علم الابدان کا ماہر یہودی جافری ہیرالڈ اس کا استاد تھا۔ پاشا نے اس سے عبرانی زبان سیکھی تھی۔ حسینہ جو کہہ رہی تھی' اسے وہ سمجھ رہا تھا لیکن یہ سازش نہیں سمجھ رہا تھا کہ حکومتِ اسرائیل کے لیے وہ ویڈیو رپورٹ تیار کی جارہی ہے۔ جہاں مسلمانوں کی آبادی زیادہ ہے اور جہاں مجاہدین کو کھانا' پانی' ہتھیار اور پناہ ملتی ہے۔ وہاں کے علاقوں کی ایک ایک گلی اور اہم مقام کی فلمی رپورٹ وہ حسینہ تیار کررہی تھی۔

پاشا سوچنے لگا۔ یہ حسینہ بمبئی شہر سے اغوا کی گئی تھی۔ پھر عبرانی کیسے بول رہی ہے۔ پارس بھائی نے یہ نہیں بتایا تھا کہ ملکۂ حسن یہودی ہے۔ کوئی بات نہیں یہودی ہے تو کیا ہوا' اسے بیسٹ آئرن مین کے پنجے سے چھڑانا اور اس سے شادی کرنا میرا اخلاقی فرض ہے۔

حسینہ کنٹری کرتے کرتے پاشا کو دیکھ کر ٹھٹک گئی۔ اپنے ساتھی سے بولی "اس پہاڑ کو پکچرائز کرو۔ وہاٹ اے ہوریبل اینڈ فنٹاسٹک مین ہی از۔"

اس کے ساتھی نے پاشا کی طرف کیمرے کا رخ کیا۔ وہ عبرانی میں بولنے لگی "ہمیں غلط رپورٹ دی گئی ہے کہ کشمیری مسلمان غریب اور جسمانی طور پر کمزور ہوتے ہیں۔ آپ اسکرین پر ایک قد آور مسلمان کو دیکھ رہے ہیں۔ میں نے سری نگر پہنچ کر دوسرے کشمیریوں کو دیکھا ہے۔ اگرچہ وہ ایسے پہاڑ نہیں ہیں مگر صحت مند اور مضبوط جسم کے مالک ہیں۔ بھارتی فوجی اس خوش فہمی میں رہتے ہیں کہ وہ کمزور کشمیریوں کو کچل رہے ہیں۔ اس خوش فہمی میں وہ توانا اور حوصلہ مند مجاہدین سے پسپا ہوتے رہتے ہیں۔"

وہ پاشا کے ذرا قریب آکر بولی "اب میں اس پہاڑ سے ایسے سوالات کررہی ہوں جس کے جواب سے کشمیری مسلمانوں کی اصل صورت واضح ہوسکتی ہے۔"

پھر اس نے پاشا سے پوچھا "میں ہندی نئی بولنے سکتے ہیں' کیا تم انگریزی جانتے ہیں؟"

وہ خاموشی سے اس کے حسن و شباب کو دیوانہ وار دیکھ رہا تھا۔ ایک شخص نے کہا "یہ گونگا ہے۔"

پھر حسینہ کو اشارے سے سمجھایا گیا' وہ بولی "آہ بیچارہ گونگا ہے۔ خدا نے اسے اس قدر مردانہ وجاہت دے کر اس سے زبان چھین لی ہے۔"

اپنی مردانہ وجاہت کی بات آئی تو اس نے حسینہ کو متاثر کرنے کے لیے کچھ بولنا چاہا پھر منہ کھول کر چپ رہ گیا۔ حسینہ اسے نظر انداز کرتے ہوئے اپنے ساتھی سے عبرانی میں بولی "دنیا کے ہر ملک میں تحریکِ آزادی ہو یا باغیانہ تحریک ہو۔ ہر تحریک کے پیچھے خواتین ضرور ہوتی ہیں۔ اب ہم مکان کے اندر جاکر کشمیری عورتوں کو پکچرائز کریں گے اور ان سے سوالات کے ذریعے اگلوائیں گے کہ وہ پس پردہ رہ کر کشمیری مجاہدین کے کس طرح کام آتی ہیں۔ ان کے ہر شعبے اور ہر لائن آف ایکشن پر نظر رکھنے کے بعد ہی ان کی تحریک کو آسانی سے کچلا جاسکتا ہے۔"

وہ اپنے ساتھی کے ساتھ زنان خانے میں جارہی تھی۔ پاشا ایک جگہ بیٹھ کر سوچنے لگا۔ یہ تو معاملہ ہی کچھ اور ہے۔ یہ حسینہ تحریکِ آزادی کو کچلنے کی بات کررہی ہے۔

میں جس کی تلاش میں آیا ہوں' یہ وہ ملکۂ حسن نہیں ہے اگر وہ ہوتی تو اغوا کیے جانے پر اعتراض کرتی رہتی' یوں دستاویزی فلم بناتی نہ پھرتی۔ یہ کوئی اور ہے۔ مگر یہ بھی ملکۂ حسن ہے۔ اس پر بھی دل آرہا ہے۔ میں کیا کروں؟ اگر اس باڈی بلڈر نے اسے اغوا نہیں کیا ہے تو کیا میں اسے اٹھا کر کہیں لے جاؤں؟

عقل نے سمجھایا' ایسی الٹی سیدھی باتیں سوچنے سے بہتر ہے کہ حسینہ کی آواز پر توجہ دی جائے اور ان دونوں کی گفتگو سنی جائے۔ وہ وہاں سے اٹھ گیا کیونکہ وہاں کافی لوگ تھے۔ دور کی گفتگو سننے کے لیے وہ تنہائی چاہتا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس مکان کے وسیع و عریض احاطے سے باہر آیا۔ گلی کے ایک موڑ پر ایک بڑی سی ویگن کار کھڑی ہوئی تھی۔ وہ حسینہ اپنے ساتھی کے ساتھ اسی گاڑی میں آئی تھی۔

وہ تاریکی میں کھڑی ہوئی گاڑی کے پاس آکر رک گیا۔ تاریکی اور کہر کی دھند میں قریب کی چیز بھی واضح طور سے دکھائی نہیں دیتی تھی لیکن اسے گاڑی کے اندر کی ہر چیز صاف طور سے نظر آرہی تھی۔ وہاں کھانے پینے کی کچھ چیزیں بنڈلوں میں پیک کی ہوئی رکھی تھیں۔ ایک چھوٹی اٹیچی' ایک بڑا سوٹ کیس تھا۔ کچھ ویڈیو فلمیں تیار کرنے کا سامان رکھا ہوا تھا۔ دو سیٹوں کے نیچے سے کلاشنکوف اور سیون ایم ایم کی رائفلیں جھانک رہی تھیں۔ ایک اور سیٹ کے نیچے پلاسٹک کا بڑا سا بیگ تھا۔ جس میں یقیناً اہم چیزیں رکھی ہوں گی۔

پاشا نے یہ اچھی طرح سمجھ لیا کہ وہ دونوں اسرائیلی ایجنٹ ہیں۔ وہاں دستاویزی فلمیں بنانے والوں کے بھیس میں آئے ہیں۔ پورے کشمیر کا سروے کرنے والے ہیں۔ بھارت کے تعاون سے ایسے مقامات کی فلمیں تیار کررہے ہیں جہاں مسلمانوں کی آبادی ہے اور جہاں مجاہدین کی آمدورفت ہے۔

اگر وہ گاڑی کسی دوسری جگہ ہوتی تو وہ اس پر پیٹرول چھڑک کر آگ لگا دیتا۔ وہاں آس پاس مسلمانوں کے مکانات تھے۔ گاڑی کی آگ سے دوسرے مکانوں کو نقصان پہنچ سکتا تھا۔ پھر وہاں کی مسلمان آبادی پر الزام آتا کہ انہوں نے غیر ملکی مہمانوں کی گاڑی جلادی ہے۔

وہ وہاں سے چلا آیا۔ شادی والے گھر کے احاطے میں آکر ایک چھت کے نیچے کرسی پر بیٹھ گیا۔ پھر حسینہ کی آواز پر توجہ دینے لگا۔ وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہی تھی "یہ کشمیری عورتیں دیکھنے میں ناداں سی لگتی ہیں مگر بڑی چالاک ہیں۔ میں نے گھما پھرا کر کتنے سوالات کیے لیکن انہوں نے اپنے جوابات سے یہ ظاہر نہیں ہونے دیا کہ ادھر مجاہدین آیا کرتے ہیں۔"

اس کے ساتھی نے کہا "ان کے مکانوں میں کمروں کے اندر کمرے اور مچانیں بنی ہوئی ہیں۔ یہاں چھپنے والوں کو ڈھونڈنا بہت مشکل ہوتا ہوگا۔"

وہ دونوں زنان خانے سے نکل کر مکان کے بیرونی حصے میں آئے۔ حسینہ ایک جگہ رک کر دور تک نظریں دوڑانے لگی۔ ساتھی نے پوچھا "کیا دیکھ رہی ہو؟"

"وہ پہاڑ نظر نہیں آرہا ہے؟"

"ریٹا! تمہاری یہ عادت بری ہے کسی تگڑے مرد کو دیکھ کر پھسل جاتی ہو۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"تمہیں میری عادت پر تنقید کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ تم صرف یہ دیکھو کہ میں کامیابی سے فرائض انجام دیتی رہتی ہوں۔"

"تمہارے ایسے عاشقانہ انداز سے کام میں کبھی رکاوٹ بھی پیدا ہوجاتی ہے۔ پچھلے ہفتہ جب ہم ایران میں تھے' تو تم ایک ایرانی پہلوان پر مرمٹی تھیں۔اگر میں اس سے مقابلہ کرکے اسے ہلاک نہ کرتا تو وہ اپنے امام کو بتا دیتا کہ ہم اسرائیلی جاسوس ہیں۔"

"مجھے پتا ہے کہ تم زبردست بھی ہو اور خطرناک بھی۔تمہاری گرفت میں آنے والا زندہ نہیں بچتا مگر اس گونگے پہلوان سے چھیڑ نہ کرنا۔وہ تم سے تگڑا ہے۔ میری چھٹی حس کہہ رہی ہے کہ وہ گونگا نہیں ہے۔"

وہ بولا "یہ بات مجھے بھی کھٹک رہی ہے۔ میں نے بارہا آزمایا ہے کہ تمہاری چھٹی حس جو کہتی ہے وہ بات درست نکلتی ہے۔ وہ یقیناً کشمیری باغی ہے۔ بھارتی فوج سے چھپنے کے لیے یہاں پناہ لے رہا ہے۔"

"تمہارا اندازہ غلط ہے' میری پیش گوئی یاد رکھو' وہ کشمیری نہیں ہے۔یہاں کی زبان نہیں جانتا ہے۔ اس لیے گونگا بنا ہوا ہے۔"

"یہ تم کیسے کہہ سکتی ہو؟"

"میرے گاڈ نے مجھے اس قدر پُرکشش بنایا ہے کہ میں نظربازی کرنے والوں کی آنکھیں پڑھ لیتی ہوں۔وہ میرے حسن اور شباب سے متاثر ہو کر تھوڑی دیر پہلے کچھ بولنا چاہتا تھا۔ پھر چپ ہی رہا۔میں نے بھی اسے نظرانداز کردیا۔"

"یہ تم نے اچھا نہیں کیا۔ اس کی زبان کھلوانے سے اس کی اصلیت معلوم ہو جاتی۔"

میزبان نے انہیں قہوہ پیش کیا تھا۔ دونوں پی رہے تھے اور عبرانی میں بول رہے تھے۔ میزبان کشمیری یہ زبان نہیں سمجھ رہے تھے۔ یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ یہ عبرانی زبان ہے اور وہ دونوں یہودی ہیں۔

اریتا نے کہا "میں نے اسے بولنے پر مجبور نہیں کیا۔ مجھے پورا یقین ہے کہ وہ میرے پاس آئے گا' میں اپنے دیوانوں کو خوب پہچانتی ہوں۔"

"اریتا! بہت زیادہ خوش فہمی اچھی نہیں ہوتی وہ یہاں سے جاچکا ہے۔"

"شرط لگاؤ۔ اگر وہ آئے گا تو میں اسے اپنے کمرے میں لے جاؤں گی۔"

"میں تمہاری نیت کو خوب سمجھتا ہوں۔ تم اس کے ساتھ ضرور وقت گزارو گی۔ میں تم سے بیزار ہوگیا ہوں۔"

"میری نیت کو نہ دیکھو۔ یہ سمجھو کہ میں تنہائی میں گونگے کو بولنے پر مجبور کردوں گی۔"

"اگر تم میری بیوی ہوتیں تو تمہیں الٹا لٹکا کر پٹائی کرتا یا تمہیں طلاق دے دیتا مگر مجبوری ہے' تمہیں چھوڑ نہیں سکتا۔ ہم سرکاری فرائض ایک دوسرے کے تعاون سے ادا کرتے آرہے ہیں۔ آئندہ میں تمہارے ساتھ کسی مشن پر کام نہیں کروں گا۔"

پاشا یہ سن رہا تھا کہ وہ تنہائی میں اس کی زبان کھلوانا چاہتی ہے۔ اس کے باوجود اُس کی عیاری پر دھیان نہیں دے رہا تھا۔ سارا دھیان اس کے جادوئی بدن کی طرف تھا۔ یہ خیال گدگدا رہا تھا کہ وہ پہلے ہی اس سے تنہائی میں ملنے کا ارادہ کیے بیٹھی ہے۔

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر شامیانے میں آیا' جہاں وہ اپنے ساتھی اور مہمانوں کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے قہوے کی خالی پیالی میز پر رکھ کر پاشا کو دیکھا۔ دونوں کی نظریں ملیں تو وہ مسکرائی۔ یہ بھی مسکرانے لگا۔

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر بڑے نازو انداز سے چلتی ہوئی اس کے قریب آئی۔ پھر بولی "مجھے افسوس ہے کہ تم بول نہیں سکتے۔ مگر اشاروں کی زبان سمجھ سکتے ہو۔ کیا مجھ سے دوستی کرو گے؟"

اریتا نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ اس نے ندیدوں کی طرح دونوں ہاتھوں میں اس کا ہاتھ لے لیا۔ وہ بولی "میں نے جب سے تمہیں دیکھا ہے' یہ دل تمہاری طرف کھنچا جارہا ہے۔"

پاشا کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ وہ احمقانہ انداز میں ہاں ہاں کے طور پر سرہلا رہا تھا۔ وہ بولی "میں یہاں ایک فوراسٹار ہوٹل میں ہوں۔ کیا میرے ساتھ چلو گے؟ میں اپنی گاڑی میں تمہیں واپس پہنچا دوں گی۔"

وہ پھر ہاں کے انداز میں سرہلانے لگا۔ وہ اپنے ساتھی کی طرف ہاتھ ہلا کر بولی "ہیری! میں نے کشمیری جوان کو دوست بنائے ہیں۔ یہ میرے ساتھ ابھی جائینگے۔ پھر ہم اس کو ادھر میں واپس ڈراپ کردیں گے۔"

اس نے یہ بات ہندی میں کہی تاکہ سب ہی سن لیں۔ میزبان نے قریب آکر پاشا سے کہا۔ "برادر! تم ہمارے مہمان ہو۔ تمہیں مراد علی ہمارے پاس چھوڑ گیا ہے۔ ہم اسے کیا جواب دیں گے؟"

وہ اشاروں کی زبان میں بولا "اطمینان رکھو۔ میں واپس آجاؤں گا۔"

وہ اریتا کا ہاتھ تھام کر اُس کے ساتھ چلتا ہوا گاڑی کے پاس آگیا۔ اریتا کا ساتھی ہیری اسے ناگواری سے دیکھتا ہوا اسٹیرنگ سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ وہ پاشا کے ساتھ گاڑی کے پچھلے حصے میں چلی گئی۔ دروازے بند ہوگئے پھر وہ گاڑی وہاں سے چل پڑی۔

یہ پاشا کی تلوّن مزاجی تھی کہ وہ کہیں ایک جگہ ٹک کر نہیں رہتا تھا۔ اپنی بیوی مریم سے دور بھاگتا رہتا تھا۔ بابا صاحب کے ادارے سے اسے آفر ملی تھی کہ وہ آئے اور ادارے کے اصولوں کا پابند رہ کر انسانیت کی خدمت کرے لیکن اس بدبخت نے عاقبت سنوارنے والی وہ پیشکش قبول نہیں کی۔ سونیا ثانی نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا تو جناب تبریزی صاحب نے کہا "بیٹی! اسے آزاد چھوڑ دو۔اس کے مقدر میں گمراہی اور خواری ہے۔"

پھر یہی ہوا۔ثانی نے اسے آزاد کیا تو وہ شی تارا کے دام میں آیا۔ کچھ عرصہ اس کا غلام بنا رہا پھر وہاں سے بھی زنجیریں توڑ کر نکل گیا۔ اس کے بعد پارس اسے قابو میں کرکے کشمیر لے آیا۔ اگر پارس کی موجودگی میں اریتا آتی تو وہ پاشا کو بھٹکنے نہ دیتا۔ اسے چکر دے کر اریتا کے سحر سے نکال دیتا۔

اسے کنٹرول کرنے والا نہیں تھا۔ اس لیے وہ ہوس کا مارا اس کے ساتھ ہوٹل کے کمرے میں پہنچ گیا۔ ہیری کا کمرا دوسرا تھا۔ وہ ویڈیو کیمرا اریتا کے کمرے میں رکھتا ہوا بولا۔ "جتنی جلدی ممکن ہو' اس گدھے کی اصلیت معلوم کرو۔ اگر یہ کام کا آدمی ہوا تو اچھی بات ہے ورنہ اسے بھگادو۔ ایسا نہ ہو کہ اس کے پیچھے دوسرے لگے ہوں اور وہ سب ہمارے پیچھے پڑجائیں۔"

اریتا نے دروازے کو اندر سے بند کرلیا۔ پھر پاشا کے پاس آکر اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی "تم نے پہلی ہی نظر میں مجھے بے چین کردیا ہے۔ تم مجھے محسوس کررہے ہو کہ میں آگ ہوں۔ میری آگ میں جلنا چاہتے ہو تو پکے دوست بن جاؤ۔ مجھ سے خود کو نہ چھپاؤ۔ اپنی زبان کھولو۔"

وہ بولنے کے دوران ایسی شبابی شرارتیں کررہی تھی کہ وہ پیدائشی گونگا ہوتا' تب بھی بول پڑتا۔ وہ عبرانی زبان میں بولا "میری جان! تم سر سے پاؤں تک قیامت ہو۔ میں تمہارے سامنے ریکارڈ کی طرح بولتا رہوں گا۔"

وہ چونک کر بولی "تم ہماری زبان جانتے ہو؟ اوہ گاڈ! پھر تو ہم میں سے ہو۔ سچ بولو کون ہو تم؟"

"تمہارا عاشق ہوں۔ دیوانہ ہوں۔ تم رشوت دیتی رہو' میں بولتا رہوں گا۔"

"رشوت کی کیا بات ہے؟ میں تمہاری ہوں۔ یہ جسم تمہارا ہے۔ تم میرے ہو۔ اس لیے اصلیت نہیں چھپاؤ گے۔"

"تم نے اپنے ساتھی ہیری سے کہا تھا کہ تنہائی میں میری زبان کھلواؤ گی۔ اس لیے کہہ رہا ہوں کہ تم اپنی رشوت پیش کررہی ہو۔"

وہ حیرانی سے بولی "تم کیسے جانتے ہو کہ میں نے ہیری سے ایسی بات کہی تھی۔ کیا تم ہمارے قریب چھپے ہوئے تھے؟"

"نہیں' میں بہت دور تھا اور تم دونوں کی باتیں سن رہا تھا۔ تم یقین نہیں کروگی لیکن میں اپنی غیر معمولی صلاحیتوں کا مظاہرہ کروں گا تو حیران رہ جاؤ گی۔"

"تو پھر مجھے حیران کردو۔ مجھے ہمیشہ کے لیے اپنا بنالو۔"

"پہلے ہم محبت کریں گے۔ پھر باتیں کریں گے۔"

وہ الگ ہوگئی۔ اس سے دور جا کر بولی "تم عورت کو اتنا نہیں جانتے ہو۔ میں تمہیں عقل سکھاتی ہوں۔ عورت اس سے متاثر ہوتی ہے' جو غیر معمولی ہوتا ہے لہٰذا پہلے غیر معمولی صلاحیتوں سے مجھے متاثر کرو۔"

وہ فخر سے سینہ تان کر بولا "میں غیر معمولی سماعت و بصارت کا حامل ہوں۔ ہزاروں میل دور کی آوازیں کسی آلے کے بغیر سن لیتا ہوں اور گہری تاریکی میں ہر چیز کو صاف طور سے دیکھ لیتا ہوں۔"

وہ بے یقینی سے بولی "اگر میں کمرے کی تمام لائٹس بجھا دوں تو تم مجھے دیکھ سکو گے؟"

"سانچ کو آنچ کیا ہے؟ بجھا کر دیکھ لو۔"

اس نے سوئچ بورڈ کے پاس آکر تمام لائٹس بجھا دیں۔ کمرے میں ایسی گہری تاریکی چھاگئی کہ وہ خود اپنے آپ کو نہیں دیکھ سکتی تھی۔ پاشا نے کہا "تم سنبھل سنبھل کر میرے بائیں جانب صوفے کے پاس جارہی ہو۔ ٹھہرو۔ رک جاؤ۔ ورنہ صوفے سے ٹکرا جاؤ گی۔"

وہ رک گئی۔ اس نے اپنا دایاں ہاتھ بلند کیا۔ پاشا نے کہا "تم اپنا دایاں ہاتھ اٹھا کر ایک انگلی دکھا رہی ہو۔ اور اب تین انگلیاں دکھا رہی ہو۔"

وہ شدید حیرانی سے بولی "اوہ گاڈ! تم تو بڑے باکمال ہو۔ اب بتاؤ میں کیا کررہی ہوں؟"

وہ بولا "تم نے میری طرف اپنی پشت کی ہے۔ اب اپنے بلاؤز کی زپ نیچے سرکا رہی ہو۔"

"ذرا غور سے دیکھ کر کچھ اور بتاؤ۔"

"غور سے دیکھنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ تمہاری پشت پر ایک ننھا سا سیاہ تل ہے۔"

وہ تاریکی میں دونوں بانہیں پھیلا کر بولی "ہائے میں تم پر قربان جاؤں۔ تم میرے اتنے کام کے آدمی ہو کہ اب میں زندگی بھر تمہارا ساتھ نہیں چھوڑوں گی۔"

پاشا نے آکر اسے بازوؤں میں اٹھالیا۔ ایک حسینہ اس کی دیوانی ہو رہی تھی۔ وہ خود کو فاتح اعظم سمجھ کر خوشی سے پھولا نہیں سما رہا تھا۔ اس نے سوئچ بورڈ کے پاس آکر لائٹس آن کردیں۔ وہ گلے کا ہار بن رہی تھی اور پاشا کھوپڑی سے باہر ہوتا جارہا تھا۔

اس نے بستر کے سرہانے رکھے ہوئے ٹیلیفون کے پاس اسے پہنچایا پھر کہا "تم فون پر ہیری سے باتیں کرو۔ میں باتھ روم میں جا کر دروازے کو اندر سے بند کرلوں گا۔ جب تم فون بند کرو گی تو میں باتھ روم سے نکل کر بتاؤں گا کہ ہیری تم سے فون پر کیا کہہ رہا تھا۔"

وہ ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگی۔ پاشا نے باتھ روم کے دروازے پر پہنچ کر کہا "ہیری کو میری غیر معمولی صلاحیتوں کے بارے میں کچھ نہ بتانا۔ میں اسے رازدار نہیں بناؤں گا۔"

وہ مسکرا کر بولی "تم میرے لیے بہت بڑا سرمایہ ہو۔ میں تمہیں ساری دنیا سے چھپا کر رکھوں گی۔"

اس نے باتھ روم کے اندر آکر دروازے کو بند کرلیا۔ وہاں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ایک دیوار سے ٹیک لگا کر ارینا کی آواز پر توجہ دیتا رہا اور فون پر ہونے والی گفتگو سنتا رہا۔ ہیری پوچھ رہا تھا "ہیلو تم نے بڑی جلدی فون کیا ہے۔ کیا اسے بھگا دیا ہے؟"

"نہیں، وہ باتھ روم میں گیا ہے۔ تمہیں صرف یہ بتانے کے لیے فون کر رہی ہوں کہ میرا خیال درست نکلا۔ وہ گونگا نہیں ہے۔ یورپ کے کسی ملک کا باشندہ ہے۔"

"تم نے اس سے کیوں نہیں پوچھا کہ کس ملک سے اس کا تعلق ہے اور وہ کیوں گونگا بنا ہوا ہے۔"

"میں ساری باتیں معلوم کرلوں گی۔ تم کیا کر رہے ہو؟"

"ابھی جو ویڈیو فلم تیار کی تھی۔ اسے اسکرین پر دیکھ رہا ہوں۔ تم اسے کب تک بھگاؤ گی؟"

"یہ میرا ذاتی معاملہ ہے۔ ہو سکتا ہے، میں خود اس کے ساتھ بھاگ جاؤں۔"

"ایسی حماقت نہ کرنا۔ میں اس پہاڑ کو ریزہ ریزہ کرکے اس کا ملبہ ہوٹل کے باہر پھینک دوں گا۔"

"اچھا زیادہ ڈینگیں نہ مارو۔ میں اب صبح فون کروں گی۔"

اس نے فون بند کر دیا۔ پاشا نے باتھ روم سے باہر آکر کہا "تمہارا وہ سینڈو ساتھی مجھ پہاڑ کو ریزہ ریزہ کرکے میرا ملبہ ہوٹل کے باہر پھینک دے گا۔"

وہ حیرانی سے اٹھ کر بولی "واقعی وہ بالکل یہی کہہ رہا تھا۔"

وہ ہیری کی دوسری باتیں بھی بتانے لگا۔ وہ دوڑتی ہوئی آکر اس سے لپٹ گئی۔ حیرت سے مسرت سے کہنے لگی۔ "بائی گاڈ، تم دنیا کا آٹھواں عجوبہ ہو، تمہیں اپنی غیر معمولی صلاحیتوں سے کام لینا نہیں آیا۔ میں تمہارے ذریعے ساری دنیا میں تہلکہ مچا دوں گی۔ پہلے تم اپنے بارے میں بتاؤ کہ یہاں کیا کرتے پھر رہے ہو۔ پھر میں تمہیں سمجھاؤں گی کہ تمہیں کیا کرنا چاہیے۔"

اس نے پہاڑ کو دھکا دے کر بستر پر گرا دیا۔ پہاڑ دو طرح سے گرتا ہے، زلزلے سے یا عورت سے۔ اور جب گر جاتا ہے تو پھر وہ پہاڑ نہیں رہتا۔

دوسرے کمرے میں ہیری کھلی ہوئی کھڑکی کے پاس کھڑا ٹرانسیٹر کے ذریعے کہہ رہا تھا "میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ ارینا کے ساتھ کام نہیں کروں گا۔ مجھے کوئی مرد ساتھی دیا جائے یا پھر مجھے واپس بلا لیا جائے۔"

دوسری طرف سے پوچھا گیا۔ "آخر بات کیا ہو گئی؟ کیا ارینا نااہل ہے؟ کوئی کام بگاڑ رہی ہے؟"

"میں اس کی نااہلی کی شکایت نہیں کر رہا ہوں۔ وہ نہایت ذہین اور تیز طرار ہے۔ جس کام میں ہاتھ ڈالتی ہے، اس میں کامیابی حاصل کرتی ہے لیکن وہ کبھی کبھی مسائل بھی پیدا کر دیتی ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ وہ کیسی جذباتی عورت ہے۔"

"ہم ارینا کو تم سے زیادہ جانتے ہیں۔ وہ جذبات میں بہنے کے دوران بھی کوئی کارنامہ دکھا دیتی ہے۔ ہمیں یہ بتاؤ، وہ ہمارے مشن کو کیا نقصان پہنچا رہی ہے؟"

"وہ ایک ایسے شخص کو اپنے کمرے میں لے گئی ہے، جو نہایت پُراسرار ہے، وہ ایک گونگے کشمیری کے بھیس میں تھا۔ ظاہر ہے، وہ اکیلا نہیں ہوگا۔ اس کے آگے پیچھے کچھ اور پُراسرار لوگ ہوں گے جو اس ہوٹل تک آچکے ہوں گے اور آئندہ ہمارے لیے مسائل پیدا کریں گے۔"

"تم کمرے سے باہر جاؤ اور دیکھو کہ تمہارا شبہ کس حد تک درست ہے؟ کیا مشکوک افراد تم دونوں کی نگرانی کر رہے ہیں؟ اگر ایسا ہوگا تو ہم ارینا سے پوچھیں گے کہ وہ ایسا خطرہ کیوں مول لے رہی ہے؟"

دوسری طرف سے رابطہ ختم کر دیا گیا۔ ہیری نے ناگواری سے ٹرانسیٹر کو دیکھ کر اسے آف کر دیا۔

رات گزرنے ہی والی تھی۔ چار بج چکے تھے۔ ایک آدھ گھنٹے کے بعد تاریکی چھٹنے والی تھی۔ صبح کا نور پھیلنے والا تھا۔ شی تارا کی نیند اڑی ہوئی تھی۔ اسے امید تھی کہ لال چوک کے کسی مکان سے جلد ہی پارس کو گرفتار کر لیا جائے گا لیکن ابھی تک ایسی کوئی خوشخبری نہیں مل رہی تھی۔

اس نے ایک مخبر کے پاس آکر پوچھا "تم لوگ کیا کر رہے ہو؟ ایک چھوٹے سے علاقے میں مطلوبہ شخص کی نشاندہی ہو چکی ہے اور وہاں سے تم اس شخص کو برآمد نہیں کر رہے ہو؟"

"میڈم! میں نے سراغ لگایا تھا کہ مراد علی نام کا ایک شخص اپنے مکان میں ایک عورت اور چار مردوں کو مہمان بنا کر لایا ہے۔ میں ادھر گیا تو کوئی نہیں تھا۔ اس مکان کے دروازے پر تالا لگا ہوا تھا۔ میں پورے رہائشی علاقے میں گشت کر رہا ہوں لیکن ان کا کوئی سراغ نہیں مل رہا ہے۔"

وہ دوسرے مخبر کے پاس آئی۔ وہ بولا "میڈم! میں شادی والے ایک گھر میں مسلمان بن کر گیا لیکن انہوں نے میرے سامنے گائے کا گوشت رکھا تو میں نے کھانے سے انکار کر دیا۔ میرا بھید کھل گیا۔ انہوں نے وارننگ دی کہ میں اس علاقے سے نہ گیا تو۔۔۔"

وہ بات کاٹ کر بولی "تو وہ گولی مار دیں گے اور تم دُم دبا کر بھاگ آئے۔"

"میڈم! لال چوک کے مسلمان پُرامن رہتے ہیں اور بھارتی فوج سے تعاون کرتے ہیں۔"

"ایسے تعاون کرتے ہیں کہ باغیوں کو اپنے گھروں میں چھپا کر رکھتے ہیں؟"

"جب کوئی باغی ان کے گھروں سے پکڑا جائے گا، تب انہیں الزام دیا جائے گا۔ فی الحال سری نگر میں امن و امان قائم رکھنے کے لیے لال چوک کے مسلمانوں کو پُرامن شہری کہنا ہی پڑے گا۔"

itsurdu.blogspot.com

شی تارا اُدھر سے مایوس ہو کر ایک مخبر عورت کے پاس آئی۔ وہ ایک شادی والے گھر میں تھی اور خواتین کی محفل میں تاڑنے کی کوشش کر رہی تھی کہ یہاں وہ کشمیری عورت کون ہے، جو چار باغیوں کے ساتھ آئی ہے۔"

عورتیں پیٹ کی ہلکی ہوتی ہیں۔ ایک کے کان سے دوسری کے کان تک ہوتی ہوئی یہ بات جاسوسہ کے کان تک پہنچی کہ وہ جو سرمئی رنگ کے لباس میں حسین عورت بیٹھی ہے، وہ کہیں باہر سے آئی ہے اور اس کے ساتھ ایک مرد ہے، جو مردوں کی محفل میں موجود ہے۔

شی تارا نے جاسوسہ سے کہا "اس کشمیرن کے پاس جاؤ اور اس سے باتیں کرو۔ یہ تصدیق کرو کہ اس کا نام آفرین ہے اور اس کے ساتھ جو آیا ہے، اس کا نام پارس ہے۔"

جاسوسہ آفرین کے پاس آکر بیٹھ گئی۔ پھر کان کے قریب بولی۔ "میرا اور پارس نے کہا ہے، اگلی گلی میں ایک جاسوس اور چار فوجی آئے ہوئے ہیں۔ تم چپ چاپ پچھلی گلی میں جاؤ۔ پارس ادھر آرہا ہے۔"

آفرین نے پریشان ہو کر پوچھا "پچھلی گلی کدھر ہے؟"

"میرے ساتھ چلو۔ میں پہنچا دوں گی۔"

وہ جاسوسہ کے ساتھ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ پھر وہاں سے جانے لگی۔ شی تارا نے پوری طرح تصدیق کر لی کہ وہ آفرین ہے تب ہی پارس کی ہدایت پا کر پچھلی گلی کی طرف جا رہی ہے۔

وہ پارس کی دشمن تھی مگر جان لینا نہیں چاہتی تھی۔ اسے گرفتار کرنے کے بعد اعصابی کمزوریوں میں مبتلا کرکے اسے اپنے زیرِ اثر رکھنا چاہتی تھی لیکن آفرین سوکن تھی۔ اسے زندہ نہیں چھوڑنا چاہتی تھی۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ آفرین اور پارس کے ساتھ کس طرح سلوک کرنا چاہیے۔

صمدو ایک عجیب دیوانہ تھا۔ اسے مردوں کی محفل میں سکون نہیں مل رہا تھا۔ وہ بار بار اس حصے میں آتا تھا۔ جہاں خواتین شادی کی خوشیاں منا رہی تھیں۔ وہ ایک طرف کھڑا رہ کر آفرین کو دیکھتا رہتا تھا۔ وہ بہار آفریں تھی۔ اسے دیکھتے رہنے سے صمدو کے دل میں بہار کے جھونکے آتے رہتے تھے۔

اس بار آکر اُس نے دیکھا تو چونک گیا۔ آفرین اپنی جگہ سے اٹھ کر ایک عورت کے ساتھ کہیں جا رہی تھی۔ وہ وہاں کے تمام جاسوس مردوں اور عورتوں کو پہچانتا تھا۔ وہ آفرین کے ساتھ شامیانے کے سائے میں چلتی ہوئی اسے مکان کے پچھواڑے لے جا رہی تھی۔ وہ تیزی سے چلتا ہوا مردانہ محفل سے گزرتا ہوا مکان کے دوسری طرف سے پچھلی گلی کی طرف جانے لگا۔

پارس میزبان کے رشتے داروں کے درمیان بیٹھا باتیں کر رہا تھا۔ اس کی نظر صمدو پر گئی۔ وہ جس انداز میں تیزی سے جا رہا تھا اس سے اُس کی بدحواسی اور پریشانی عیاں تھی۔ وہ بھی میزبان سے معذرت چاہتے ہوئے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

جاسوسہ آفرین کو ساتھ لے کر پچھلی گلی میں آگئی۔ گلی دور تک ویران تھی۔ آفرین نے پوچھا "پارس کہاں ہے؟"

وہ اچانک ریوالور نکال کر ایک قدم پیچھے گئی پھر اسے نشانے پر رکھ کر بولی "میں تم سے پوچھتی ہوں کہ پارس کہاں ہے اور یہاں کس بھیس میں ہے؟"

آفرین نے اسے حقارت سے دیکھ کر پوچھا "اچھا تو تم موت کی دھمکی دے کر میری جان کا پتا پوچھ رہی ہو۔"

جاسوسہ کی زبان سے شی تارا بول رہی تھی۔ "تو اسے اپنی جان کہہ رہی ہے، گولی چلے گی۔ تو تیری جان نکل جائے گی۔"

آفرین نے کہا "اس کے بعد تو کسی سے اس کا پتا ٹھکانا معلوم نہیں کر سکے۔"

"جب گولی چلنے کی آواز دور تک جائے گی تو تیری لاش کے پاس بہت سے لوگوں کے ساتھ تیرا یار بھی یہاں آئے گا۔ جو تیری لاش کے ساتھ زیادہ اپنائیت کا اظہار کرے گا، وہی پارس ہوگا۔"

وہ پریشان ہو گئی کہ مرنے کے بعد بھی اس کے محبوب کا سراغ مل جائے گا۔ شی تارا نے ہنستے ہوئے کہا "تیری موت یقینی ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ پارس کی آنکھوں کے سامنے تجھے گولی ماروں اور اس ہرجائی اور خود غرض کو یہ جتا دوں کہ وہ مجھ سے دغا کرکے کسی بھی حسینہ کے ساتھ سکون سے نہیں رہ سکے گا۔"

آفرین نے کہا "اچھا اب سمجھی۔ تم شی تارا ہو۔ یہ میرے لیے اعزاز کی بات ہے کہ مجھے سوکن سمجھ کر مارنے آئی ہو، اس طرح یہ تسلیم کر رہی ہو کہ میں پارس کی چہیتی ہوں۔"

"شٹ اپ! ابھی ساری چاہت ختم ہو جائے گی۔ اگر تم چاہتی ہو کہ گولی کھا کر پارس کی آغوش میں دم توڑو، تو بتاؤ، وہ کس بھیس میں ہے۔ میں اسے یہاں آنے پر مجبور کر دوں گی۔"

"ہر چاہنے والی کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنے محبوب کی آغوش میں جان دے لیکن میں اپنی یہ آخری خواہش خود ہی پوری ہونے نہیں دوں گی۔"

"تو پھر لے اور مر حرام موت۔۔۔"

اس نے نشانہ لیا اسی وقت صمدو اچھل کر ان کے درمیان آگیا۔ آفرین کے آگے ڈھال بن کر جاسوسہ سے بولا "پارو! رک جاؤ۔ گولی نہ چلاؤ۔"

جاسوسہ پارو نے کہا "صمدو! سامنے سے ہٹ جاؤ۔ یہ باغیوں کی ساتھی ہے۔"

"تم غلط سمجھ رہی ہو۔ یہ میرے چچا کی بیٹی ہے۔ بہت عرصہ بعد یہاں آئی ہے۔"

"اگر یہ تمہاری رشتے دار ہے تو پارس سے اس کا کیا تعلق ہے؟"

اس گفتگو کے دوران شی تارا صمدو کے دماغ میں آگئی تھی۔

itsurdu.blogspot.com

اس کے خیالات پڑھتے ہی معلوم ہوگیا کہ یہ کمانڈر کا وہی مخبر ہے جس سے اس نے گاؤں میں رابطہ کیا تھا اور غصہ آنے پر اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا تھا۔

اب اس کے خیالات نے بتایا کہ وہی پارس، آفرین، پاشا اور ہومر کو لال چوک کے علاقے میں لایا ہے۔ وہ پارو کے دماغ میں واپس آکر صمدو کی طرف غصے سے تھوکتی ہوئی بولی "کتے! تو انہیں یہاں لایا ہے۔ مجھ سے بڑی بھول ہوئی کہ میں نے تجھے نظرانداز کر دیا تھا۔ دوبارہ تیرے دماغ میں آتی تو مجھے ساری رات جاگنا نہ پڑتا۔ بہت پہلے ہی تم سب کا کام تمام کر دیتی۔ لے پہلے تو ہی مر۔ تیرے بعد یہ کتیا مرے گی۔"

اس نے ٹھائیں سے گولی چلادی۔ صمدو گولی کھا کر لڑکھڑایا۔ پارو اب آفرین کا نشانہ لے رہی تھی۔ وہ گرنے سے پہلے پلٹ کر آفرین سے لپٹ گیا۔ دوسری گولی بھی اس کے جسم میں پیوست ہوگئی۔ آفرین نے چیخ کر کہا "صمدو! مجھے چھوڑ دو۔ میرے حصے کی موت قبول نہ کرو۔"

پارو نے تیسری بار آفرین کا نشانہ لیا۔ اسی وقت پارس پہنچ گیا تھا۔ اس نے پارو کو گولی ماردی۔ آفرین صمدو کے ساتھ زمین پر گر پڑی۔ اس کا سر اپنے بازو میں لے کر بولی "آہ صمدو! یہ تم نے کیا کیا! ہر چاہنے والے کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنے محبوب کی آغوش میں جان دے۔ صمدو نے اس کی آغوش میں مسکرا کر جان دے دی۔

پارو گولی کھا کر زمین پر گری تھی۔ ریوالور ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا۔ وہ آخری سانس پوری کرنے سے پہلے اس ریوالور کی طرف ہاتھ بڑھا رہی تھی۔ پارس نے آکر اس ریوالور کو اٹھالیا۔ وہ اٹک اٹک کر بولی۔ "پارس! م م...میں تمہیں ضر...ضرور گرف...گرفتار کراؤں گی۔"

وہ کچھ اور کہنا چاہتی تھی لیکن پارو نے دم توڑ دیا۔ وہاں شادی کے تمام گھر والے دوڑے چلے آئے تھے۔ آفرین صمدو پر جھکی ہوئی رو رہی تھی۔ پارس نے صمدو کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا "یہ تمہارا سچا عاشق تھا۔ آخر اس نے ضد پوری کرلی۔ تمہارے لیے جان دے دی۔"

میزبان نے قریب آکر کہا "میرے عزیز مہمانو...! تم دونوں کے لیے خطرہ پیدا ہوگیا ہے۔ شہید صمدو کی آخری رسومات ہم ادا کریں گے۔ تم یہاں سے فوراً چلے جاؤ۔ خدا کے لیے ایک لمحہ بھی ضائع نہ کرو۔"

پارس نے آفرین کو ہاتھ پکڑ کر اٹھایا۔ پھر کچھ کہے بغیر اسے کھینچتے ہوئے ایک طرف تیزی سے جانے لگا۔ ایسے وقت اس نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ ثی تارا کہہ رہی تھی۔ "میں تمہیں سری نگر سے باہر نہیں جانے دوں گی۔ زندہ رہنا چاہتے ہو تو خود کو میرے حوالے کردو۔ تمہیں نقصان نہیں پہنچے گا۔"

"کیا میں نے کئی بار خود کو تمہارے حوالے نہیں کیا اور کئی بار تمہیں اپنی شریکِ حیات بنانا نہیں چاہا؟"

"تم اس قابل نہیں ہو کہ میرے جیون ساتھی بن سکو۔ میں تمہیں غلام بنا کر رکھوں گی۔ اگر انکار کروگے تو اس شہر کے کسی راستے یا گلی میں فوجی تمہیں گولی مار کر زخمی کریں گے۔ پھر میں تم پر تنویمی عمل کرکے تم پر حکومت کروں گی۔"

"تم یہ خواب دیکھتے دیکھتے بوڑھی ہونے لگی ہو۔ جاؤ کمرا بند کرکے آئینہ دیکھو۔ پتا چلے گا کہ میں نے تمہیں سیکنڈ ہینڈ بنا دیا ہے۔"

یہ کہہ کر اُس نے سانس روک لی۔ وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر غصے سے کھڑی ہوگئی۔ پارس نے اسے سیکنڈ ہینڈ کہہ کر طیش دلایا تھا۔ سچ بات زہر لگتی ہے اور یہ سچ تھا کہ وہ اپنی دوشیزگی کھو چکی ہے۔ پارس کے سامنے غرور دکھانے کے لیے اس کے پاس کیا تھا۔ وہ کمانڈر کے پاس آکر بولی "لال چوک میں تمہارے ایک مخبر صمدو اور دوسری مخبر پارو کی لاشیں پڑی ہوئی ہیں۔ پارس انہیں قتل کرکے وہاں سے فرار ہو رہا ہے۔ اس کے ساتھ ایک کشمیری عورت ہے۔ سری نگر کے تمام علاقوں میں گشت کرنے والے فوجیوں کو حکم دو کہ کشمیری عورت کو دیکھتے ہی گولی ماردیں اور پارس کو زخمی کرکے گرفتار کرلیں۔ فوراً حکم صادر کرو۔"

کمانڈر ٹرانسیٹر کے ذریعے شہر میں گشت کرنے والے تمام فوجیوں کو یہی حکم دینے لگا۔ ثی تارا اس کے اندر رہ کر دوسرے فوجی افسروں کے پاس پہنچتی رہی اور ان کی مستعدی دیکھتی رہی۔ لیکن وہ بارہا آزما چکی تھی کہ پارس ایک گیلے صابن کی طرح ہے۔ بند مٹھی سے بھی پھسل جاتا ہے۔

وہ سوچنے لگی "میں غصے میں بہت غلطیاں کرنے لگی ہوں۔ میں نے صمدو کو خواہ مخواہ گولی ماری۔ اگر میں خاموشی سے اس کے اندر رہتی تو وہ پارس وغیرہ کے ساتھ رہتا اور میں اس کے اندر رہ کر بڑے صبروتحمل سے پارس کو زخمی کرکے اس کے دماغ پر قبضہ جمالیتی۔ پتا نہیں مجھے کیا ہوجاتا ہے۔ میں پارس ہی کے معاملات میں غلطیاں کر بیٹھتی ہوں پھر بعد میں پچھتاتی ہوں۔"

ایک اور مسئلہ تھا کہ پارس کے دماغ میں زیادہ دیر رہنے کے باوجود اس کے چور خیالات پڑھنے کا موقع نہیں ملتا تھا۔ تھوڑی دیر پہلے اتنا ہی معلوم ہوا تھا کہ وہ آفرین کا ہاتھ پکڑ کر کہیں جارہا ہے۔ اس کی اگلی منزل کہاں ہے یہ معلوم نہ ہوسکا۔

ایک تدبیر سوجھی کہ اگر وہ اپنے معمول اور تابعدار ایوان راسکا کو بلائے اور اسے تاکید کرے کہ وہ پارس کو باتوں میں الجھائے رکھے گی۔ ایسے وقت راسکا اس کے چور خیالات پڑھتا رہے گا۔ اس طرح اُس کے آئندہ منصوبوں کا علم ہوتا رہے گا۔

یوں بھی وہ ساری رات کی جاگی ہوئی تھی۔ ایوان راسکا کو اپنی جگہ خیال خوانی کے لیے چھوڑ کر دو چار گھنٹے آرام سے سونا چاہتی تھی۔ وہ خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی ساجد علی (ایوان راسکا) کے دماغ میں پہنچی۔ ساجد نے سوچا "ہم میں سے کوئی خیال خوانی کرنے والا آیا ہے" لیکن ثی تارا کے مخاطب کرتے ہی اس نے سانس روک لی۔

وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر چند لمحوں تک سکتے میں رہی۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ راسکا نے اپنی مالکہ کے آنے پر اسے سانس روک کر بھگایا ہے۔ انہی چند سیکنڈ میں اس نے معلوم کرلیا کہ وہ طیارے میں سفر کررہا ہے۔ یہ اور حیرانی اور بے یقینی کی بات تھی۔ روسی آقا اسے محل کی چار دیواری سے کبھی باہر نہیں جانے دیتے تھے۔ بات سمجھ میں آگئی کہ وہ فرار ہو رہا ہے۔ کسی نے اسے تنویمی عمل کے ذریعے اس کے سحر سے نجات دلائی ہے اور اب اسے اپنا تابعدار بنا کر لے جارہا ہے۔

وہ یہ ناکامی برداشت نہیں کرسکتی تھی کہ اس کا معمول کسی دوسرے کے زیرِاثر رہ کر آزادی حاصل کرے۔ دماغ میں فوراً یہ بات آئی کہ ابھی وہ فرار ہونے والا روسی سرحد میں ہے تو اس کا راستہ روکا جاسکتا ہے۔ روسی اکابرین کو اطلاع دے کر اسے گرفتار کرایا جاسکتا ہے۔

وہ دوسری بار اس کے دماغ میں آکر بولی "ٹھہرو۔ سانس نہ روکنا۔ ورنہ میں تمہارے فرار کے راستے روک دوں گی۔"

اس نے پوچھا "کیا چاہتی ہو؟ کیا میری رہائی سے تمہیں کوئی نقصان پہنچ رہا ہے؟"

"کیا یہ نقصان نہیں ہے کہ تم میرے تنویمی عمل سے نکل کر دوسرے سے سحرزدہ ہوگئے ہو؟"

"میں اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں کہ مجھے کسی نے سحرزدہ نہیں کیا ہے۔"

"یہ تم مسلمانوں کی طرح اللہ تعالیٰ کیوں کہہ رہے ہو؟ گاڈ یا خداوند یسوع کیوں نہیں کہہ رہے ہو؟"

"میں نے دینِ اسلام قبول کیا ہے۔ کلمۂ حق پڑھا ہے۔ ایوان راسکا کی زندگی تمام ہوچکی ہے۔ میرا نام ساجد علی ہے۔"

وہ شدید حیرانی سے بولی "یہ کیا بک رہے ہو؟ کیا مجھے باتوں میں الجھا کر روس کی سرحد پار کرنا چاہتے ہو؟"

"نہیں! تین گھنٹے سے پہلے طیارہ سرحد پار نہیں کرسکے گا۔ میں تمہیں الجھا نہیں رہا ہوں۔ میں تمہیں اجازت دے رہا ہوں، میرے خیالات پڑھ لو۔"

وہ خیالات پڑھنے لگی۔ پتا چلا کہ واقعی وہ اسلام قبول کرچکا ہے۔ اس کا نام ساجد علی ہے اور اس کی پشت پر فرہاد کے خیال خوانی کرنے والوں کی پوری ٹیم ہے۔

اس نے سوچا تھا کہ ساجد علی کو دھمکیاں دے کر اُس کے ذریعے طیارے کے پائلٹ تک پہنچ کر طیارے کو واپس ماسکو لے آئے گی لیکن میرا نام سن کر سمجھ گئی کہ اس طیارے کے پائلٹ اور مسافروں پر میرے کئی خیال خوانی کرنے والوں کا قبضہ ہے اور وہ تنہا ساجد کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی۔

وہ فوراً ہی ماسک مین کے پاس پہنچی۔ وہ محل کے اندر ساجد کے کمرے میں اس کے بستر پر کمبل اوڑھ کر سو رہا تھا۔ اس نے جھنجوڑ کر اسے جگایا۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ کہنے لگا۔ "میں کہاں ہوں؟"

"تم محل کے اندر ایوان راسکا کے بستر پر ہو۔ وہ تمہیں یہاں سُلا کر فرار ہوگیا ہے۔ اس کا طیارہ ابھی ملک کی حدود میں ہے۔ فوراً ائرفورس سے رابطہ کرو۔ اس طیارے کو روکو۔"

ماسک مین وہاں سے اٹھ کر دوڑتا ہوا اس کمرے میں آیا، جہاں چاروں طرف ٹی وی اسکرین پر محل کے ہر حصے کا منظر دکھائی دیتا تھا۔ وہاں کا انچارج سیکورٹی افسر ایک کرسی پر مردہ بیٹھا ہوا تھا۔ ماسک مین نے ٹیلیفون کے ذریعے فضائیہ کے اعلیٰ افسر سے رابطہ کیا۔ پھر کہا "میں ماسک مین بول رہا ہوں۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "تم ماسک مین بول رہے ہو تو میں کیا کروں؟ تمہارے مُنہ میں زبان ہے بولتے رہو۔"

ماسک مین نے گرج کر پوچھا "کیا بکواس کررہے ہو۔ ہمارا ٹیلی پیتھی جاننے والا ایوان راسکا ایک طیارے میں فرار ہو رہا ہے۔"

"ماسک مین! تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے اس طیارے میں ایوان راسکا نہیں ساجد علی جارہا ہے۔"

ثی تارا اس کے دماغ میں تھی۔ فوراً ہی بولی "وقت ضائع نہ کرو۔ اس کا موجودہ نام ساجد ہے۔ اپنے فائٹر طیاروں کو اس کے پیچھے لگاؤ تاکہ وہ اس طیارے کو گھیر کر ماسکو واپس لے آئیں۔"

"وہ کیسے واپس لاسکتے ہیں؟ تم ماسک مین کے اندر بول رہی ہو۔ میں فضائیہ کے افسر کے اندر بول رہا ہوں۔"

وہ ایک دم سے چونک کر بولی "کون ہو تم؟"

"پارس کا باپ۔"

میں نے جیسے لاحول پڑھا ہو۔ وہ سنتے ہی بھاگ گئی۔ اس کا خیال تھا کہ ساجد کو وہاں سے رہائی دلاتے وقت ہم روسی ائرفورس کو شاید نظرانداز کریں گے لیکن ہم نے فضائیہ کے ہر بڑے افسر کے دماغ میں پہنچنے کی گنجائش بنا رکھی تھی۔ وہاں کے حکام کے دماغوں میں بھی پہنچ سکتے تھے۔ مگر ساجد کا طیارہ پرواز کرنے لگا تو ہم سب ٹیلی پیتھی جاننے والے طیارے کے پائلٹ، ائرہوسٹس، اسٹیورڈ اور ایک اعلیٰ حاکم کے دو باڈی گارڈز کے اندر پہنچے ہوئے تھے۔ ثی تارا نے ساجد کے پاس آکر اُس کی رہائی کو چیلنج کرنے کی غلطی کی۔ چیلنج کرتے وقت اسے معلوم نہیں تھا کہ ساجد کی پشت پر ہم ہیں۔ میں نے اس کا چیلنج سنتے ہی ائرفورس کے افسر کو قابو میں کیا تھا۔ اس طرح بیچاری کو ناکامی ہوئی تھی۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ویسے وہ بیچاری بڑی ضدی اور ہٹ دھرم تھی' قسم کھا چکی تھی کہ ساجد اس کے زیرِ اثر نہیں رہے گا تو پھر روسیوں کی ہی قید میں رہے گا۔ اس نے حساب لگایا کہ میرے کتنے خیال خوانی کرنے والے ہو سکتے ہیں اور وہ سب طیارے میں یا ائرفورس کے افسران کے اندر ہوں گے' لہٰذا ایک آدھ روسی حاکم سے رابطہ کرنا چاہیے۔

وہ ایک حاکم کے پاس پہنچ گئی۔ اس پر قبضہ جما کر معلوم کیا کہ روسی فضائیہ کے دوسرے اڈے کہاں ہیں؟ گروڈنو شہر روس کی مغربی سرحد پر ہے۔ اس شہر کے بعد پولینڈ کا پہلا شہر وارسا ہے۔ ثنی تارا نے حاکم کے ذریعے گروڈنو کے فوجی اعلیٰ افسر سے رابطہ کیا۔ حاکم اس کی مرضی کے مطابق بولا "ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ایوان راسکا کو اغوا کیا جا رہا ہے۔ اس کے اغوا کے ذمے دار فرہاد اور اس کے کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے افراد ہیں۔ انہوں نے ماسکو کی فضائیہ کے افسران کے دماغوں پر قبضہ جمایا ہوا ہے تاکہ اس طیارے کو روکا نہ جا سکے جس میں اسے اغوا کیا جا رہا ہے۔"

اعلیٰ افسر نے پوچھا "اس طیارے نے کب پرواز کی ہے اور وہ کس طرف جا رہا ہے؟"

"ہم ماسکو کے ائرپورٹ کے ٹاور سے یہ معلوم نہیں کر سکیں گے۔ ٹاور کے اہم افراد پر بھی فرہاد کا قبضہ ہوگا۔ ویسے عقل کہتی ہے فرار ہونے والے کے لیے سب سے قریبی سرحد یہی گروڈنو کی ہے۔ یہ سرحد پار کرکے وہ پولینڈ چلے جائیں گے۔"

اسی وقت اعلیٰ افسر کے ماتحت نے کہا "سر! ہاٹ لائن پر ماسک مین ہیں۔"

اعلیٰ افسر نے دوسرا فون اٹھا کر کہا "ہیلو مسٹر ماسک مین! فرمائیے۔"

وہ بولا "یہاں غضب ہو گیا ہے۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اس طیارے میں اغوا کیا جا رہا ہے جس میں ہمارے اعلیٰ حاکم سفر کر رہے ہیں۔ میں اور میرے جیسے اعلیٰ عہدیدار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے قبضے میں ہیں۔ اگر وہ میرے ذریعے تمہارے دماغ میں پہنچیں گے تو تم بھی اس طیارے کو روک نہیں سکو گے۔ پھر بھی میں تمہیں رپورٹ دے رہا ہوں۔ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔"

اس وقت ہم میں سے کوئی ماسک مین کے پاس نہیں تھا۔ اس لیے گروڈنو کے اعلیٰ افسر نے ائرفورس کے کموڈورز کو احکامات صادر کیے۔ آدھے گھنٹے کے اندر کئی فائٹر طیارے مقررہ ائرپورٹ سے پرواز کرتے ہوئے اس اغوا ہونے والے طیارے کی طرف آنے لگے۔

ثنی تارا کا اصل ٹارگٹ پارس تھا۔ وہ ساجد کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کرکے ادھر چلی گئی۔

ہم سب خیال خوانی کے ذریعے طیارے کے اندر محتاط تھے۔ کبھی کبھی ماسکو کے تمام افسرا اور حکام کے اندر جھانک کر چلے آتے تھے۔ ثانی نے کہا "پاپا! ایک حاکم نے گروڈنو ائرفورس سے رابطہ قائم کیا تھا۔ وہاں سے کئی طیارے پرواز کر چکے ہیں۔ جلدی اس طیارے کا محاصرہ ہونے والا ہے۔"

میں نے سلمان سے کہا "تم پائلٹ کے دماغ میں جم کر رہو تاکہ وہ محاصرے سے متاثر نہ ہو۔"

جیری اور تھرپال نے دونوں باڈی گارڈز کی گنیں خالی کرا دیں۔ تمام کارتوس ٹائلٹ کے کموڈ میں پھنکوا دیے۔ پھر ان کے دماغوں میں بولنے لگے۔ جوجو اعلیٰ حاکم کے اندر اور سلطانہ اس کے سیکریٹری کے اندر بولنے لگیں۔ "تم سب ٹریپ کیے گئے ہو لہٰذا یہاں جیسے بھی حالات پیدا ہوں' تم سب سکون سے بیٹھے رہو گے اپنے اپنے سیٹ بیلٹ باندھ لو۔"

ایک باڈی گارڈ نے اپنی گن سیدھی کرکے کہا "کون میرے اندر بول رہا ہے سامنے آؤ۔"

ساجد نے کہا "گدھے ہو۔ سامنے بلا کر کیا کرو گے؟ تمہاری گن خالی ہے۔"

دونوں باڈی گارڈز نے اپنی گنوں کو چیک کیا تو بوکھلا گئے۔ انہیں پتا ہی نہ چلا کہ وہ کب ٹائلٹ میں گئے تھے۔ ٹول بیٹ خالی کرکے آتے ہیں وہ گنیں خالی کرکے آ گئے تھے۔

ایک باڈی گارڈ نے آگے بڑھ کر ساجد سے پوچھا "تم طیارے میں کہاں سے آ گئے؟"

وہ ساجد کا گریبان پکڑنے والا تھا لیکن دماغ کو ایسا جھٹکا لگا کہ وہ گر کر تڑپنے لگا۔ ہوسٹس اور اسٹورڈ وغیرہ سہم کر سیٹ پر بیٹھے رہے۔ پھر وہ تڑپنے والا باڈی گارڈ بھی اپنی سیٹ پر بیلٹ باندھ کر شرافت سے بیٹھ گیا۔

پہلے ان سب کے دماغ ہمارے قبضے میں تھے۔ موجودہ حالات کے تحت انہیں آزاد کیا گیا۔ تب انہیں معلوم ہوا کہ ساجد اس طیارے میں ایک اضافی مسافر ہے اور وہ سب اغوا کیے جا رہے ہیں۔ پھر انہوں نے کھڑکیوں سے باہر دیکھا۔ کئی روسی فوجی طیارے دائیں بائیں پرواز کر رہے تھے۔ میں' ثانی' جیری اور تھرپال پائلٹ کے دماغ میں آ گئے۔ اس نے وائرلیس آن رکھا تھا۔ اس کے کانوں سے جو ہیڈ فون لگا ہوا تھا اس کے ذریعے آواز آ رہی تھی۔ "ہیلو مسٹر پائلٹ! کیا تمہیں علم ہے کہ تمہارے طیارے کی پرواز غیر قانونی ہے۔"

سلمان نے پائلٹ کی زبان میں کہا "جب یہ طیارہ ماسکو سے چلا تو اس کی پرواز قانونی تھی ماسکو ٹاور سے پوچھ لو۔"

"پوچھ لیا جائے گا۔ یہاں سے ورشا کا ہوائی اڈا قریب ہے طیارے کو وہاں اتار دو۔"

"سوری یہ طیارہ ورشا نہیں' پولینڈ کے شہر وارسا جا کر اترے گا۔"

"یہ سوویت یونین کا طیارہ ہے۔ سرحد پار پولینڈ نہیں جائے گا۔ ہم وارننگ دیتے ہیں۔ اگر اسے ورشا میں نہ اتارا گیا تو ہم اسے تباہ کر دیں گے۔"

"اس طیارے میں تمہارے ملک کا اعلیٰ حاکم' اس کا پی اے' ہوسٹس' اسٹورڈ اور بہت ہی قابل پائلٹ ہے۔ باقی ہم خیال خوانی کے ذریعے یہاں ہیں۔ طیارہ تباہ ہوگا تو ہم گھر پہنچیں گے اور تمہارے لوگ جہنم میں۔"

دوسرے طیارے سے جو پائلٹ بول رہا تھا' اس کے اندر ثانی پہنچی ہوئی تھی۔ وہ اس کی زبان سے بولی۔ "اچھی بات ہے۔ ہم واپس جا رہے ہیں۔"

وہ اپنے طیارے کا رخ پھیرنے لگا اور پریشان ہونے لگا کہ محاصرہ چھوڑ کر واپس کیوں جا رہا ہے۔ دوسرے طیارے سے پوچھا گیا "ہیلو کامریڈ! تم ہمیں واپس کیوں لے جا رہے ہو؟"

وہ ثانی کی مرضی کے مطابق بولا "اس طیارے میں ہمارے ملک کے اہم افراد ہیں۔ ہم انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے اور نہ ہی ان خیال خوانی کرنے والوں سے اپنی کوئی بات منوا سکیں گے۔ پھر خواہ مخواہ ان کا محاصرہ اور تعاقب کیوں کیا جائے؟"

وہ تمام طیارے واپس جا رہے تھے۔ گروڈنو کی فضائیہ کے اعلیٰ افسر نے پوچھا "واپس کیوں آئے ہو؟"

ثانی نے اس کے اندر آ کر کہا "تمہارے وہ تمام طیارے مجھے یہاں لے کر آئے ہیں۔ میں تمہارے دماغ کے رن وے پر اتر چکی ہوں۔ آرام سے بیٹھے رہو۔"

اب ان کے پاس ساجد کو روکنے کی کوئی صورت نہیں تھی۔ ساجد اس ملک سے کیا نکل رہا تھا' وہاں کے حکمرانوں کا کلیجا نکل رہا تھا۔ انہوں نے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو برسوں دنیا والوں سے چھپا کر قید کر رکھا تھا۔ اب وہ اسے رہائی پانے سے روکنے کے قابل نہیں رہے تھے۔ اس لیے صبر کر رہے تھے۔

وہ طیارہ وقتِ مقررہ پر وارسا پہنچ گیا۔ ائرپورٹ پر طیارے سے اترنے کے بعد ساجد نے اعلیٰ حاکم سے کہا "تم لوگوں نے پرنٹل بن کر مجھے یہاں پہنچایا ہے۔ اب چاہو تو اپنے ملک واپس جا سکتے ہو۔ یہاں سے میری منزل دوسری ہے۔"

دوسرے دن رن وے پر فرانس کا ایک خصوصی طیارہ ساجد کا منتظر تھا۔ وہاں سے وہ پیرس جا کر جناب علی اسد اللہ تبریزی کے حجرے میں حاضری دینے والا تھا۔ اس کے بعد لاہور جانے والا تھا۔

O☆O

"کپڑے کا بیگ کہاں جا رہا ہے؟ وہ غبارے غیر معمولی دواؤں اور فارمولوں کو کہاں لے جا رہے ہیں؟" عادل اور ہیرو سر اٹھا کر بلندی پر جلنے والے بیگ کو دیکھ رہے تھے۔ سارہ خوشی سے اچھل رہی تھی۔ اس نے اپنے عامل کی ہدایت کے مطابق ان دواؤں اور فارمولوں کو ہیرو کے پاس واپس نہیں جانے دیا تھا۔

انا نے سارہ کو پکڑ کر جھنجوڑتے ہوئے کہا "تم پاگل ہو گئی ہو۔ ہوش میں آؤ۔ تم دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے سے دوستی کرکے اپنے ہیرو سے دشمنی کر رہی ہو۔"

وہ خوشی سے تالیاں بجاتی ہوئی بولی "میرے دوست! میرے عامل! اگر تم میرے دماغ میں ہو تو دیکھ رہے ہو گے کہ میں نے اس بیگ کو قوتِ پرواز دی ہے۔ تمہارے ذرائع وسیع ہیں' تم ہیلی کاپٹر کے ذریعے جا کر ان غباروں کو قابو میں کرو اور وہ بیگ حاصل کر لو۔ تم موجود ہو نا؟ بولو بولتے کیوں نہیں؟"

ہیرو آسمان کی طرف سر اٹھائے ان غباروں کو ایک اونچی عمارت کے پیچھے جاتے دیکھ رہا تھا۔ عادل نے کہا "ہیرو! سارہ کو قابو میں کرو۔ بھائی جان اس وقت موجود ہوتے تو معلوم کرتے کہ سارہ کے اندر وہ عامل یہ تماشا دیکھ رہا ہے یا نہیں؟ شاید نہیں ہے۔ اسی لیے وہ اپنے عامل کو پکار رہی ہے۔"

اس بندر آدمی کو دیکھنے کے لیے سیکڑوں ہزاروں لوگ جمع ہوتے جا رہے تھے۔ اس نے سارہ کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچا پھر اپنے پنجے میں اس کی دونوں کنپٹیوں کو جکڑ لیا۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی وہ ڈھیلی پڑ گئی۔ اس پر بیہوشی طاری ہو گئی۔ ہیرو نے اسے اٹھا کر کاندھے پر لاد لیا۔ پھر مین شاہراہ کی طرف چلنے لگا۔ اس کے آگے پیچھے دائیں بائیں ہزاروں لوگ چل رہے تھے۔ اچھل اچھل کر دور سے دیکھ رہے تھے۔ جب دیکھ نہیں پاتے تھے تو بھیڑ میں گرتے پڑتے جا رہے تھے۔ جو لوگ ہیرو کے راستے میں گرتے پڑتے آتے تھے' وہ انہیں معمولی دھکوں سے دور پھینکتا جاتا تھا۔ ایسے وقت پولیس والے آ کر لوگوں کو دور بھگانے لگے۔

عادل نے ہیرو کو صحیح مشورہ دیا تھا کہ سارہ کو فوراً قابو میں کیا جائے۔ اس کا خیال تھا کہ اگر وہ عامل ابھی نہیں ہے تو کسی اگلے لمحے میں آ جائے گا۔ اس بیگ کے متعلق معلوم کرے گا۔ پھر فوراً ہیلی کاپٹر میں جا کر اس بیگ کو حاصل کر لے گا۔

ایک پولیس افسر نے بھیڑ میں چلتے ہوئے ہیرو سے کہا "مسٹر! تم اس بیہوش عورت کو ہمارے ساتھ اسپتال لے چلو! ہمیں بیان دو کہ یہ معاملہ کیا ہے؟"

وہ ایک پولیس کی گاڑی میں آ گئے اور اس کے اندر بیٹھ گئے۔ جب ایک سپاہی اسے ڈرائیو کرنے لگا تو عادل نے کہا "انسپکٹر! گاڑی شہر کے مشرقی حصے کی طرف لے چلو۔"

عادل نے غباروں کی پرواز سے ہوا کا رخ سمجھ لیا تھا۔ وہ غبارے جنوب مشرق کی سمت جا رہے تھے۔ اگر پولیس کی گاڑی سفر کے لیے نہ ملتی تو وہ ہزاروں کے مجمع میں اپنی کار تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔ اب وہ چاہتا تھا کہ ان غباروں کا تعاقب کیا جائے۔

انسپکٹر نے سخت لہجے میں کہا "بکواس مت کرو۔ پہلا بیہوش

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

عورت اسپتال پہنچائی جائے گی۔ پھر تم سب تھانے چل کر بیان دو گے۔"

عادل نے اپنا ریوالور اچانک ہی نکال کر اُس کی کنپٹی سے لگاتے ہوئے کہا "اپنے ہولسٹر کی طرف ہاتھ بڑھاؤ گے تو گولی مار دوں گا۔"

انا نے اگلی سیٹ کی طرف جھک کر اُس کے ہولسٹر سے ریوالور نکال لیا۔ عادل نے گاڑی ڈرائیو کرنے والے سپاہی سے کہا "اپنے افسر کی سلامتی چاہتے ہو تو مشرق کی سمت شہر سے باہر چلو۔"

وہ حکم کی تعمیل کرنے لگا۔ وہ بڑی سی ویگن کار تھی۔ ہیرو نے سارہ کو پچھلی سیٹ پر لٹا دیا تھا۔ وہ اور انا دائیں بائیں طرف کی کھڑکیوں سے سر نکال کر آسمان کی طرف دیکھتے جا رہے تھے۔ وہ غبارے نظر نہیں آرہے تھے۔ اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ تل ابیب میں فلک بوس عمارتیں تھیں' جو اُن کے اور غباروں کے درمیان حائل ہو رہی تھیں۔ اسی لیے عادل گاڑی کو شہر سے باہر لے جانے کا حکم دے رہا تھا۔

دو گھنٹے کی تیز رفتار ڈرائیونگ کے بعد وہ شہر سے نکل آئے۔ ایک جگہ سڑک کے کنارے گاڑی رکوادی۔ گاڑی سے باہر نکل کر دور تک آسمان کو تکنے لگے۔

سامنے میلوں دور تک چٹیل میدان اور چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں تھیں۔ آسمان پر چیل کوّے اڑ رہے تھے۔ غباروں کا نام و نشان نہیں تھا۔ جب سارہ نے انہیں فضا میں چھوڑا تھا تو وہ جنوب مشرق کی سمت جا رہے تھے۔ عادل اسی حساب سے ادھر آیا تھا۔ مگر وہ نظر نہیں آرہے تھے۔

اس نے جھک کر اپنے قدموں کے پاس سے مٹھی بھر ریت اٹھائی۔ پھر سیدھا ہو کر ہاتھ بلند کرکے تھوڑی تھوڑی سی ریت کو مٹھی سے گرانے لگا۔ ریت کے ذرّات مشرق کی سمت جا رہے تھے۔ یعنی ادھر ہوا کا رخ ذرا بدل گیا تھا۔ وہ بولا "یار ہیرو! میں سمجھ رہا تھا' غبارے بحرِ مردار کی طرف جائیں گے مگر ان کی سمت بدل گئی ہے۔"

انسپکٹر نے ناگواری سے کہا "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم لوگ کیسے بے حس اور سنگدل ہو۔ ایک بیہوش عورت کو اسپتال پہنچانے کے بجائے غباروں کے پیچھے شہر سے باہر چلے آئے ہو۔"

عادل' انا اور ہیرو اس کی بات سنی اَن سنی کر رہے تھے اور دور تک آسمان کو تک رہے تھے۔ یہ امید تھی کہ شاید کسی پہاڑی کے پیچھے سے ان غباروں کی جھلک نظر آجائے گی۔

انسپکٹر نے پوچھا "کیا ان غباروں کو دیکھ رہے ہو' جو وہاں ہزاروں کے مجمع میں چھوڑے گئے تھے؟"

کسی نے جواب نہیں دیا۔ وہ جھنجلا کر بولا "کچھ تو جواب دو۔ آخر ان غباروں میں کیا خاص بات ہے؟"

عادل نے کہا "تم خود عقل سے سوچ نہیں سکتے کہ غباروں سے بڑوں کو نہیں بچوں کو دلچسپی ہوتی ہے۔"

"یہی تو میں پوچھ رہا ہوں۔ آپ بچے نہیں ہیں پھر کیوں دلچسپی لے رہے ہیں؟"

"انسپکٹر! میں نے وہ غبارے بچوں کے لیے خریدے تھے۔ جلد ہی میری شادی اس حسینہ سے ہونے والی ہے۔"

اس نے انا کو ایک بازو کے حصار میں لے لیا۔ وہ شرمانے مسکرانے لگی۔ انسپکٹر نے پہلے تو تائید میں سر ہلایا پھر چونک کر پوچھا "کیا کہا تم نے؟ اس حسینہ سے شادی ہونے والی ہے؟"

"ہاں ابھی ہوئی نہیں ہے۔ ہونے والی ہے۔"

وہ گرج کر بولا "ابھی شادی نہیں ہوئی۔ بچے نہیں ہوئے اور تم نے وہ غبارے بچوں کے لیے خریدے تھے۔ کیا مجھے الو سمجھتے ہو؟ یا مجھے الو بنا رہے ہو؟ کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ شادی سے پہلے بچے پیدا ہو گئے ہیں؟"

"انسپکٹر تمہاری سمجھ کا پھیر ہے۔ میں نے کب کہا ہے کہ وہ غبارے اپنے بچوں کے لیے خریدے تھے؟ کیا وہ محلے کے بچوں کے لیے نہیں خریدے جا سکتے تھے۔"

وہ بیوقوف بن کر غصے سے پیچ و تاب کھانے لگا۔ پھر بولا "یہاں کیوں وقت ضائع کر رہے ہو۔ اس بیچاری کو طبی امداد کی ضرورت ہے۔"

عادل نے کہا "وہ بیچاری ہوش میں آئے گی تو ہم اسے بیہوش کر دیں گے۔ ورنہ سب سے پہلے تمہیں کاٹے گی۔ بڑی خطرناک ہے۔ کیا تم چودہ انجکشن لگوانا چاہتے ہو؟"

ہیرو نے سر گھما کر دیکھا۔ بہت دور سے فوجی گاڑیاں نظر آرہی تھیں۔ ان میں بیٹھے ہوئے فوجی اتنی دور سے نظر نہیں آسکتے تھے اس نے غیر معمولی قوتِ بصارت سے دیکھتے ہوئے عادل کو اشاروں میں سمجھایا کہ فوج آرہی ہے۔ عادل نے کہا "انا! انسپکٹر کا ریوالور واپس کردو۔"

پھر اس نے اپنا ریوالور بھی اسے دے دیا۔ انسپکٹر نے انا سے اور سپاہی ڈرائیور نے عادل کا ریوالور لیتے ہی شیروں کی طرح دہاڑتے ہوئے کہا "خبردار! کوئی حرکت نہ کرنا۔ چلو گاڑی میں بیٹھو۔"

"عجیب احمق ہو۔ کہتے ہو کوئی حرکت نہ کرنا۔ حرکت نہیں کریں گے تو گاڑی کے اندر کیسے پہنچیں گے؟"

اتنے میں فوجی گاڑیاں قریب آکر رک گئیں۔ مسلح جوان گاڑیوں سے چھلانگیں لگا کر پوزیشن لینے لگے۔ ان کے ساتھ ا سیکیورٹی افسر تھا۔ جسے عادل اور ہیرو گن پوائنٹ پر رکھ کر سارہ کی کوٹھی سے فرار ہوئے تھے۔

انسپکٹر نے فوج کے اعلیٰ افسر کو سیلوٹ کرتے ہوئے فخر سے کہا "سر! میں نے جان پر کھیل کر انہیں گرفتار کیا ہے۔ یہ ایک بیچاری کو بیہوش کرکے کہیں لے جا رہے تھے۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "یہ وہ بندر آدمی ہے جس نے بلیک آدم جیسے شہ زور کی گردن توڑ دی۔ یہ ایسے لوگ ہیں کہ اتنی فوجی گنوں کے سامنے ہاتھ نہیں اٹھا رہے ہیں۔ تم اتنے ہی دلیر ہو تو ان کے ہاتھ اوپر اٹھوا دو۔"

دو فوجی جوان گاڑی کے اندر سارہ کے پاس گئے تھے اور فوری طبی امداد سے اسے ہوش میں لانے کی کوشش کر رہے تھے۔ انسپکٹر نے ہیرو کو نشانے پر رکھتے ہوئے کہا "ہینڈز اپ فوراً دونوں ہاتھ اٹھاؤ۔"

ہیرو نے اسے مسکرا کر دیکھا۔ پھر اس کی طرف پشت کرکے اپنی دم کو لہراتے ہوئے انسپکٹر کی کلائی پر ضرب لگائی۔ چشم زدن میں دوسری ضرب سپاہی ڈرائیور کی کلائی پر پڑی۔ دونوں کے ہاتھوں سے ریوالور چھوٹ گئے۔ انہوں نے جھک کر اٹھانا چاہا تو دم آہنی سلاخ کی طرح منہ پر پڑی۔ دونوں تکلیف سے کراہتے ہوئے دور زمین پر جا گرے۔

عادل نے کہا "اکثر منہ زور کسی مشکل کام کے لیے کہتے ہیں' یہ تو ہمارے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے لیکن ہیرو کے لیے یہ دُم کا کھیل ہے۔ کوئی دشمن اس کی دُم کے آگے دَم نہیں مارتا ہے۔"

اعلیٰ افسر نے دوستانہ انداز میں کہا "مسٹر ہیرو اور مسٹر عادل! ہمیں اوپر سے تاکید کی گئی ہے کہ ہم آپ کو ناراض نہ کریں اور دوست بن کر آپ کو افسرانِ بالا کے سامنے پیش کردیں۔"

عادل نے کہا "ہم بے شمار گنوں کی زد میں ہیں۔ کیا یہ دوستی کا ثبوت دے رہے ہو؟"

"دوست بن کر چلو گے تو یہ گنیں ہٹالی جائیں گی۔ ہمیں اوپر سے دوسری تاکید یہ کی گئی ہے کہ آپ مقابلہ کریں یا فرار ہونا چاہیں تو فائرنگ کے ذریعے آپ لوگوں کو زخمی کیا جائے۔"

"تو پھر برین آدم سے یا کسی اور بڑے عہدیدار سے ابھی بات کراؤ۔ میں تمہاری یہ تمام گنیں ابھی خالی کرادوں گا۔"

"ہم آپ کو انہی اکابرین کے پاس لے جا رہے ہیں۔"

"میں کہتا ہوں' ابھی رابطہ کراؤ۔ ورنہ ہم آرمی ہیڈ کوارٹر میں دھماکے کر سکتے ہیں تو تم اور تمہارے یہ دو درجن فوجی کس گنتی میں ہیں۔ کیا ابھی حرام موت چاہتے ہو؟"

افسر نے اپنے ماتحت سے موبائل فون لیا۔ پھر رابطہ کرنے کے بعد کہا "سر! مسٹر عادل آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔"

اس نے دوسری طرف کی بات سنی۔ پھر فون عادل کو دیا۔ اس نے اسے لے کر کان سے لگاتے ہوئے کہا "میں نہیں جانتا' تم کون ہو؟ میں نے تمہارے افسر سے صرف اتنا سنا ہے کہ ہمیں گولی مار کر زخمی کیا جائے گا۔ کیا تم تل ابیب میں پھر کوئی بڑی تباہی چاہتے ہو؟ کیا تم چاہتے ہو کہ فرہاد بھائی جان یہاں سے نہ جائیں؟"

دوسری طرف سے کہا گیا "وہ... وہ اس افسر نے غلط کہا ہے۔ ہم نے تم میں سے کسی پر گولی چلانے کا حکم نہیں دیا ہے۔ اگر اس نے غلطی سے بھی ایسا کہا ہے تو ہم اسے سزا دیں گے۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمارے پاس دوستوں کی طرح آئیں۔"

"ہم بے شک آئیں گے۔ مگر فوج کے ساتھ نہیں' کسی ایک افسر کی راہنمائی میں آئیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ آپ فون اسے دیں۔"

عادل نے فون اسے دیا۔ وہ اسے کان سے لگا کر یس سر' یس سر کرتا رہا۔ پھر فون بند کرکے مسلح جوانوں کو حکم دیا کہ وہ واپس جا کر اپنی گاڑیوں میں بیٹھ جائیں۔ پھر عادل سے کہا "میری گاڑی حاضر ہے۔ آپ لوگوں کے ساتھ صرف ایک سپاہی ڈرائیور جائے گا۔"

"ابھی ہم اس گاڑی میں جا کر بیٹھیں گے۔ پہلے تمام فوجیوں کو رخصت کرو۔ ہمیں یہ برات پسند نہیں ہے۔"

وہ انہیں فوراً ہی جانے کا حکم دینے لگا۔ اسی وقت سارہ ہوش میں آگئی۔ پہلے تو وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر آس پاس دیکھتی رہی پھر بولی "میں کہاں ہوں اور را اور وہ غبارے کہاں ہیں؟"

سارہ نے سر گھما کر انا' عادل اور ہیرو کو دیکھا۔ پھر کہا "میرے بیگ میں غیر معمولی دوائیں اور فارمولے تھے۔ یہ ہیرو اس بیگ کو مجھ سے چھین لینا چاہتا تھا۔ میں نے اس بیگ کو غباروں کے ساتھ باندھ کر ہوا میں اڑا دیا۔"

افسر نے کہا "اوہ گاڈ! اتنی اہم چیزیں ہوا میں اڑ گئیں؟ غبارے کدھر گئے تھے؟"

"یہی تو میں پوچھ رہی ہوں' وہ غبارے کدھر گئے ہیں؟ میں اگر زیادہ دیر تک بیہوش نہیں رہی ہوں تو وہ زیادہ دور نہیں گئے ہوں گے' ہمارے ملک کی سرحد میں ہی ہوں گے۔"

افسر نے فوراً ہی موبائل فون کے ذریعے کہا "سر! سارہ ہمارے لیے جو دوائیں اور فارمولے لا رہی تھی' اسے ہیرو وغیرہ چھین لینا چاہتے تھے۔ ان سے بچانے کے لیے سارہ نے دواؤں کا بیگ غباروں کے ساتھ باندھ کر فضا میں اڑا دیا ہے۔ آپ فوراً ہیلی کاپٹرز اور طیاروں کو اس بیگ کی تلاش میں روانہ کریں۔"

ہیرو اور عادل یہ باتیں سن کر مسکرا رہے تھے۔ تقریباً تین گھنٹے گزرنے والے تھے۔ وہ غبارے پتا نہیں سرحد پار کس ملک میں چلے گئے ہوں گے؟ یا ہوا نکلنے کے بعد اس بیگ کو کس سمندر یا دریا میں ڈبو چکے ہوں گے؟

ادھر ہیڈ کوارٹر میں ہلچل مچ گئی تھی۔ فوراً ہیلی کاپٹرز کے پائلٹوں کو پرواز کا حکم دیا جا رہا تھا۔

تمام حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران ایک دوسرے سے پوچھ رہے تھے۔ اس بیگ کو غباروں کے ذریعے ہوا میں اڑانے کی کیا ضرورت تھی؟ کیا یہ بچوں کا کوئی کھیل ہے؟

ایک افسر نے کہا "وہ بچاؤ کا کوئی راستہ نہ دیکھ کر ایسا کر بیٹھی ہے۔ ورنہ ہیرو اس سے دوائیں اور فارمولے چھین لیتا۔"

"چھین لیتا تو اس سے دوبارہ چھین لینے کے امکانات رہتے۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اگر وہ غبارے سرحد پار چلے جائیں گے تو پھر ہمارے ہاتھ نہیں آئیں گے۔"

"سارہ نے اتنی دور تک نہیں سوچا۔ ایک عورت کی عقل جتنا کام کر سکتی ہے' اتنا ہی کام اس نے دکھایا۔"

سارہ' انا' عادل اور ہیرو کو ہیڈ کوارٹر میں پہنچایا گیا۔ سارہ کو ان سے الگ رکھا گیا تھا۔ اب وہ ہیرو کو اپنا دشمن سمجھ رہی تھی۔ ایک تو اس پر یہودیت غالب تھی۔ دوسرے یہ کہ تنویمی عمل کے زیر اثر تھی۔ ہیرو کو مسلمانوں کا ساتھی سمجھ کر اس سے کترا رہی تھی۔ فوج کے افسران اس سے طرح طرح کے سوالات کر رہے تھے۔ برین آدم اگرچہ خفیہ یہودی تنظیم سے الگ ہو چکا تھا تاہم انٹیلی جنس کے چیف کی حیثیت سے وہاں موجود تھا۔

سارہ نے کہا "مسٹر برین! میں نے تم سے فون پر کہا تھا کہ میرے پاس کسی خیال خوانی کرنے والے کو بھیجا جائے۔ جسے تم نے بھیجا تھا' وہ میرے دماغ میں آیا تھا۔ اس نے مجھ پر عمل کر کے میرے دماغ کو لاک کیا ہے۔ اب فرہاد یا اور کوئی دشمن خیال خوانی کرنے والا میرے اندر نہیں آسکے گا۔"

برین آدم کو یہ تشویش تھی کہ ایکسرے مین نے کئی گھنٹوں سے اس سے رابطہ نہیں کیا تھا۔ اہم دوائیں اور فارمولے غبارے کے ذریعے کہیں چلے گئے تھے۔ وہ اس سلسلے میں رابطہ نہیں کر رہا تھا۔ برین آدم نے پوچھا۔ "سارہ! تمہارا عامل کہاں ہے؟ اس سے آخری بار کب رابطہ ہوا تھا؟"

"میں فارمولوں اور دواؤں کا بیگ لے کر اپنے عامل کی طرف جا رہی تھی۔ وہ مجھے کبھی خیال خوانی کے ذریعے اور کبھی موبائل فون کے ذریعے گائیڈ کر رہا تھا۔ پھر میں ایک شاہراہ پر ٹریفک کے ہجوم میں پھنس گئی۔ اس کے بعد اب تک عامل نے مجھ سے رابطہ نہیں کیا ہے۔"

"اس کا مطلب ہے' ٹریفک کے ہجوم میں کوئی گڑبڑ ہوئی اور رابطہ ختم ہو گیا۔ وہاں ہجوم کیوں تھا؟"

"ایک کار کسی ٹرک سے ٹکرا کر الٹ گئی تھی۔ جس کے باعث دونوں طرف کا ٹریفک۔۔۔۔۔"

برین نے بات کاٹ کر پوچھا "کس کی کار الٹ گئی تھی؟ کیا تم نے اس کار والے کو دیکھا تھا؟"

"ہیرو اور عادل میرے پیچھے پڑے تھے میں کچھ نہ دیکھ سکی اور وہ بیگ لے کر وہاں سے بھاگنے لگی۔"

اس نے موبائل کے ذریعے اپنے ماتحت کو حکم دیا کہ تقریباً چار گھنٹے پہلے جس شاہراہ پر کار الٹ گئی تھی اس کار کے مالک کے متعلق معلوم کرو کہ وہ کون ہے؟ حادثہ میں بچ گیا ہے یا نہیں۔ اگر بچ گیا ہے تو کس اسپتال میں ہے؟

پھر اس نے سارہ سے کہا "تم اپنی رہائش گاہ میں جا کر آرام کرو۔ وہاں سپاہیوں کا پہرا رہے گا۔ ہیرو ادھر نہیں آئے گا۔"

وہ ایک سپاہی کے ساتھ چلی گئی۔ برین آدم چند اعلیٰ افسران کے ساتھ اس کمرے میں آیا' جہاں عادل' انا اور ہیرو مختلف صوفوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ برین آدم نے کہا "مسٹر عادل! ہمیں کہا گیا تھا کہ مسٹر فرہاد اس ملک سے جا رہے ہیں۔ کیا یہ بہتر نہ ہو تاکہ تم بھی یہ ملک چھوڑ دیتے؟"

عادل نے کہا "جی ہاں۔ ہم تمہاری بہتری کے لیے اس ملک سے جا رہے ہیں۔ ہم سے مراد ہیں' انا اور ہیرو۔"

"ہماری دلی خواہش ہے کہ ہیرو ہمارے ملک میں رہے۔ ہم اسے یہاں کی شہرت اور اعلیٰ مقام دے رہے ہیں۔"

انا نے کہا "ہیرو کا کمپیوٹر کوٹھی والے سیکیورٹی افسر کے پاس رہ گیا ہے۔ آپ اسے منگوائیں تاکہ یہ جواب دے سکے۔"

ہیرو کے لیے کمپیوٹر لانے کا حکم دیا گیا۔ ایک افسر نے پوچھا "کیا مسٹر فرہاد یہاں سے جا چکے ہیں؟"

"شاید جا چکے ہیں۔ مجھ سے رابطہ ہو گا تو تمہاری تسلی کے لیے پوچھ لوں گا۔"

"بائی دی وے' آپ کی روانگی کب ہے؟"

"فرانس سے ایک مخصوص طیارہ ہیرو کے لیے آرہا ہے۔ میں اور انا اسی طیارے میں جائیں گے۔"

کمپیوٹر آگیا۔ برین آدم نے کہا "مسٹر ہیرو! میں اور میرے اعلیٰ حکام تم سے محبت اور دوستی کی توقع رکھتے ہیں۔ ہم تمہاری توقع سے زیادہ تمہیں عزت اور مرتبہ دیں گے۔ ہمیں امید ہے کہ یہاں سے نہیں جاؤ گے۔"

ہیرو نے کمپیوٹر کے ذریعے کہا "میں جاؤں گا اور اپنے ساتھ سارہ کو بھی لے جاؤں گا۔"

"سارہ یہودی ہے۔ اس ملک کی شہری ہے۔ تم اس کی مرضی کے خلاف اسے لے جاؤ گے تو یہ غیر قانونی حرکت ہو گی جبکہ تم اس ملک میں پیدا ہوئے ہو۔"

"میں ترکی کے شہر انقرہ میں پیدا ہوا تھا۔ جافری ہیر اللہ مجھ تجربات کے دوران مجھے یہاں لے آیا۔"

برین نے کہا "یعنی تم ہمارے ملک میں آکر رفتہ رفتہ انسان بنے۔ تمہاری انسانی پیدائش اسرائیل میں ہوئی۔ پھر یہ کہ ایک یہودی نے تم پر یہ احسانات کیے ہیں۔ کیا تم یہاں سے جا کر احسان فراموش کہلاؤ گے؟"

"وہ یہودی انسان بنانے کے بعد مجھے مار ڈالنا چاہتا تھا۔ اس کی اس غیر انسانی حرکت نے تمام احسانات کو خاک میں ملا دیا۔ تم یہودیوں کے درمیان نہیں رہوں گا۔"

"سارہ بھی یہودی ہے۔ پھر اسے کیوں چاہتے ہو؟"

"میں نے ایک وقت سارہ کی عزت بچائی۔ اس نے میری قدر کی۔ اس طرح ہم ایک دوسرے کو چاہنے لگے۔"

"اب وہ تمہارے ساتھ زندگی نہیں گزارنا چاہتی ہے۔"

"ہاں' تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے نے اس کی کھوپڑی تمہاری ہے۔ اس لیے اس نے میری اہم چیزیں چرائیں اور اب مجھ سے کترا رہی ہے۔"

"تمہارے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے اس کے ساتھ ایسا کچھ نہیں کیا ہے۔ وہ سچ مچ تم سے پیچھا چھڑانا چاہتی ہے۔ اگر تم اسے دل و جان سے چاہتے ہو تو اس ملک میں رہ جاؤ۔ ہم اسے راضی کریں گے اور پھر تمہاری شریکِ حیات بنا دیں گے۔"

ہیرو نے کمپیوٹر کے ذریعے پوچھا "اور اگر وہ میرے ساتھ جانے پر راضی ہو جائے تو اسے روکنا غیر قانونی ہو گا۔"

"ہم اس سے اچھی طرح معلوم کر چکے ہیں۔ وہ تمہارے سامنے بھی جانے سے انکار کرے گی۔"

کمپیوٹر نے کہا "جب فرہاد آئے گا اور سارہ کے دماغ میں تمہارے خیال خوانی کرنے والے کا توڑ کرے گا تو وہ راضی خوشی میرے ساتھ جائے گی۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ فرہاد جبراً سارہ کو سحر زدہ کرے گا اور اسے تمہارے حق میں راضی کرے گا؟"

"بالکل اسی طرح جیسے تمہارے خیال خوانی کرنے والے نے سارہ کو جبراً سحر زدہ کر رکھا ہے۔"

برین نے کہا "اس بحث کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اس ملک کا قانون سارہ کو جانے کی اجازت نہیں دے گا۔ اگر تم اسے دل و جان سے چاہتے ہو تو یہاں رہ جاؤ۔"

ہیرو نے کہا "میں آخری بات کہتا ہوں۔ سارہ کے دماغ سے تنویمی عمل کا اثر ختم کیا جائے گا۔ پھر اس کے دماغ میں ہمارے اور تمہارے خیال خوانی کرنے والے موجود رہیں گے۔ وہ ان کی موجودگی میں جو فیصلہ سنائے گی اس پر ہم عمل کریں گے۔"

عادل نے کہا "ہیرو نے بڑی دانشمندی کی بات کی ہے۔ اگر تم لوگوں نے قانون کی بات کی اور ہم نے ٹیلی پیتھی کا حربہ استعمال کیا تو ہم سے زیادہ تمہیں نقصان پہنچے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ ہم اس معاملے پر غور کریں گے۔ جب تک کوئی فیصلہ نہ ہو تم لوگ یہاں ہیڈ کوارٹر میں رہو گے۔"

"ہم یہاں کس حساب میں رہیں گے؟"

"تم تینوں ہمارے معزز مہمان بن کر رہو گے۔"

"قیدیوں کو بھی سرکاری مہمان کہا جاتا ہے۔ ہم میں سے کوئی یہاں کا کھانا نہیں کھائے گا۔ حتیٰ کہ پانی بھی نہیں پیئے گا۔ ہم اعصابی کمزوریوں میں مبتلا کرنے والے ہتھکنڈوں کو خوب سمجھتے ہیں۔"

"ہم اتنے کم ظرف نہیں ہیں کہ تمہیں مہمان بنا کر نقصان پہنچائیں۔"

"تم لوگ بڑے اعلیٰ ظرف کے حامل ہو لیکن ہم اس شہر میں آزاد رہیں گے۔ کھانے کا وقت ہو گا تو اچانک کسی ہوٹل کے کچن میں گھس کر کھائیں گے۔ کسی ویٹر سے نہیں منگوائیں گے کیونکہ کچن سے ہمارے پاس کھانا پہنچنے تک اس میں ملاوٹ ہو سکتی ہے۔ اس طرح ہم پانی بھی اچانک ہی کسی جگہ سے حاصل کر کے پئیں گے۔"

"مسٹر عادل! تم ہیرو کے ساتھ شہر میں نکلو گے تو ٹریفک کا مسئلہ پیدا ہو گا۔ جدھر سے گزرو گے ادھر کے راستے بند ہو جائیں گے۔ لوگ ہیرو کو نقصان بھی پہنچا سکتے ہیں۔"

"آپ شہر میں دفعہ ۱۴۴ نافذ کریں۔ ہیرو کی وجہ سے کہیں بھیڑ نہیں لگے گی۔"

برین آدم اعلیٰ افسران سے اس سلسلے میں مشورہ کرنے لگا۔ وہ لوگ مجھ سے دو ایسے زبردست نقصانات اٹھا چکے تھے کہ اب میرے کسی ساتھی کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھا سکتے تھے۔ انہوں نے عادل' انا اور ہیرو کو جانے کی اجازت دی اور ان کے لیے ایک گاڑی فراہم کی۔ جب وہ تینوں اس گاڑی میں روانہ ہوئے تو ان کے آگے پیچھے ایک درجن گاڑیاں چلنے لگیں۔

وہ تینوں مزے سے گھومتے پھرتے رہے اور میرا انتظار کرتے رہے۔ میں دوسری جگہ مصروف تھا۔ وہ آرام کرنے کے لیے ایک ہوٹل کے دو کمروں میں آگئے۔ کچھ فوجی کمرے کے باہر اور باقی ہوٹل کے اندر اور باہر مستعد کھڑے رہے۔

کھانے کا وقت ہوا تو وہ تینوں ہوٹل سے باہر آئے۔ اگرچہ اس ہوٹل میں بھی پیٹ بھر سکتے تھے لیکن وہ ایک دوسرے ہوٹل کے سامنے گاڑی اچانک روک کر تیزی سے چلتے ہوئے اندر گئے۔ وہاں کے لوگ ہیرو کو دیکھ کر چونک گئے۔ اسے دلچسپی سے دیکھتے ہوئے اس کے قریب جانا چاہتے تھے مگر وہ تینوں کچن میں جا گھسے تھے اور پلیٹیں اٹھا کر اپنی پسند کا کھانا لے کر کھانے لگے تھے۔

ہوٹل کی انتظامیہ نے فوجی افسر سے شکایت کی' افسر نے کہا۔ "یہ نامناسب حرکتیں برداشت کر لو۔ ان کے سامنے جا کر روک ٹوک کرو گے تو ہوٹل میں زلزلہ آجائے گا۔ یہ چپ چاپ کھا کر چلے جائیں گے۔"

کچن کی طرف لوگوں کی بھیڑ لگنے والی تھی لیکن فوجی جوان سب ہی کو وہاں سے جانے کی ہدایات کر رہے تھے۔ جو بندر آدمی کو دیکھنے کی ضد کر رہے تھے' انہیں دھکے دے کر بھگا رہے تھے۔ وہ تینوں نہایت اطمینان سے پیٹ بھرنے کے بعد ہوٹل سے باہر آکر گاڑی میں بیٹھ گئے۔

فوجی افسر نے پوچھا "اب آپ لوگ کہاں تشریف لے جائیں گے؟"

انا نے کہا "پیٹ بھرنے کے بعد سمندر کے کنارے ٹہلنے کو جی چاہتا ہے۔"

"فار گاڈ سیک۔ آپ لوگ ادھر نہ جائیں سمندر کے کنارے ہم ہزاروں افراد کو کنٹرول نہیں کر سکیں گے۔ ہماری درخواست ہے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کہ آپ گاڑی کے اندر ہی رہ کر پورے شہر میں گھومتے رہیں۔"

اسی وقت موبائل فون پر اشارہ موصول ہوا۔ عادل نے اسے آپریٹ کرکے پوچھا "ہیلو' میں عادل بول رہا ہوں۔ تم کون ہو؟"

"میں برین آدم بول رہا ہوں۔ ابھی اطلاع ملی ہے کہ فرانس کا ایک مخصوص طیارہ تم لوگوں کے لیے آپہنچا ہے۔"

میں نے عادل کے پاس آکر پوچھا "کیا ہو رہا ہے؟"

"برین آدم ہمیں اطلاع دے رہا ہے کہ فرانس کا طیارہ ہمارے لیے آپہنچا ہے۔ ہیرو' سارہ کو ساتھ لے جانا چاہتا ہے جبکہ وہ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے کے زیر اثر رہ کر ہماری دشمن بنی ہوئی ہے۔ ہیرو چاہتا ہے کہ آپ سارہ کے دماغ پر تنویمی عمل کا توڑ کریں تاکہ وہ اپنے آپ میں رہ کر ہیرو کے ساتھ جانے کے لیے راضی ہوجائے۔"

برین آدم نے فون پر پوچھا "مسٹر عادل! خاموش کیوں ہو؟"

"اب مجھے خاموش ہی رہنا چاہیے۔ بھائی جان تمہاری کھوپڑی میں پہنچ رہے ہیں۔"

اس نے فون بند کردیا۔ میں نے برین کے پاس آکر کہا "سارہ سے کہو' مجھے اپنے اندر آنے دے۔ میں تنویمی عمل کا توڑ کروں گا۔"

اس نے فون کے ذریعے سارہ سے رابطہ کیا۔ پھر کہا "مسٹر فرہاد تمہارے دماغ میں آرہے ہیں' تم پر تنویمی عمل کیا گیا ہے اس کا وہ توڑ کریں گے۔"

"مجھے یہ منظور نہیں ہے۔ میں فرہاد کو اپنے اندر نہیں آنے دوں گی۔"

"سارہ! انکار کروگی تو فرہاد کے لیے چیلنج بن جاؤگی اور تم چیلنج بننے والوں کا انجام دیکھ چکی ہو۔"

اس نے کہا "اچھی بات ہے۔ میں فرہاد کا راستہ نہیں روکوں گی۔"

میں نے اس کے اندر آکر کہا "جتنی سمجھداری سے مجھے آنے دیا ہے' اتنی ہی سمجھداری سے بستر پر لیٹ جاؤ۔"

وہ بستر پر لیٹ کر بولی "میں نے اپنی مرضی سے یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو بلایا تھا۔ تم توڑ کرکے جاؤگے' میں پھر اسے بلالوں گی۔ تمہارے زیر اثر نہیں رہوں گی۔"

"میں جانتا ہوں' تم متعصب ہو۔ ہم مسلمانوں کی محبت اور خلوص کو کبھی اہمیت نہیں دوگی۔ میں صرف ہیرو کی تسلی کے لیے تمہیں تنویمی عمل سے نجات دلا کر یہ چاہتا ہوں کہ اپنے آپ میں رہ کر اس کی سچی محبت کا احساس کرکے اپنا آخری فیصلہ سناؤ۔"

میں نے اسے سلادیا۔ اسے اپنی معمولہ بنا کر سابقہ تنویمی عمل کا توڑ کیا۔ پھر کہا "میں پوری سچائی کے ساتھ تمہیں اپنے عمل سے بھی آزاد کر رہا ہوں۔ جب تم آدھے گھنٹے بعد تنویمی نیند سے بیدار ہوگی تو کسی کے زیر اثر نہیں رہوگی۔"

وہ گہری نیند سو گئی۔ میں اس کے اندر موجود رہا تاکہ کوئی دشمن وہاں موجود ہو تو آدھے گھنٹے کے اندر ظاہر ہوجائے لیکن ایکس مین تو کسی اسپتال میں پڑا ہوا تھا۔ برین آدم نے الپا اور ٹیری کو سارہ سے دور رکھا تھا۔ اس لیے جب وہ تنویمی نیند سے بیدار ہوئی تو بالکل اپنے آپ میں تھی۔ کسی کی بھی معمولہ اور تابعدار نہیں تھی۔

برین آدم نے میری فرمائش کے مطابق اسے ہیڈ کوارٹر میں بلایا۔ میں نے عادل اور ہیرو کو بھی وہاں جانے کے لیے کہا۔ دوسرے ایک گھنٹے کے اندر بریم آدم اور چند اعلیٰ افسران کے سامنے گئے۔ میں نے ہیرو کے اندر آکر کہا "سارہ کسی کے زیر اثر نہیں ہے۔ اب وہ جو بھی فیصلہ سنائے' تم اسے فراخدلی سے تسلیم کرلو تاکہ یہاں سے جلد پیرس جاسکو۔"

ہیرو نے کمپیوٹر کے ذریعے سارہ سے کہا "چونکہ مسٹر فرہاد نے یقین دلایا ہے کہ تم کسی کی بھی معمولہ اور تابعدار نہیں ہو۔ اس لیے میں یقین کرتا ہوں کہ تم میری محبت کی قدر کروگی اور میرے ساتھ پیرس چلوگی۔"

وہ بولی "میں تمہیں چاہتی ہوں۔ تم نے ایک بدکارے سے میری عزت بچائی تھی۔ اس لیے تمہاری عزت کرتی ہوں لیکن محبت کرنے اور عزت کرنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں اپنا ملک چھوڑ دوں۔ تمہارا اپنا کوئی ملک نہیں ہے اس لیے تم میرے ساتھ رہ سکتے ہو۔ اگر تم مجھے دل و جان سے چاہتے ہو تو میرے ملک کو اپنا ملک سمجھو۔ میرے ساتھ یہاں عزت سے زندگی گزارو۔"

وہ کمپیوٹر کے ذریعے بولا "یہ ملک کیا چیز ہے' تم مجھے ساتھ جہنم میں رہنے کو کہوگی تو رہوں گی لیکن تم نے اعتماد کو ختم کیا ہے۔ تم نے خود اپنی مرضی سے ایک یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو بلایا تھا اور ایسا کرتے وقت بھول گئی تھیں کہ میں تم سے دور ڈرائنگ روم میں بیٹھا اپنی قوت سماعت سے سن رہا ہوں۔"

"ہاں' میں چاہتی تھی کہ میرا دماغ لاک ہوجائے۔ میرے فرہاد یا اس کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہ آئے۔ کیا دشمنوں سے محفوظ رہنے کی کوشش کرنا جرم ہے؟"

"مسٹر فرہاد سے تمہاری دشمنی ایک ذاتی مسئلہ ہے لیکن تم یہودی خیال خوانی کرنے والے کی تابعدار بن کر مجھ سے بھی دور رہیں۔ میری اٹیچی اور بریف کیس کھول کر اہم چیزیں چرا کر لے گئیں۔ مجھ سے نفرت کرتی رہیں اور مجھ سے کترا کر تنہا اپنی کوٹھی میں رہیں۔ آئندہ بھی تمہارا دماغ پھرے گا تو مسٹر فرہاد اور عادل جیسے ساتھیوں کے جانے کے بعد تم اور بدمزاجی دکھاؤگی۔ جو عورت اپنا دماغ دوسرے کے حوالے کرکے اس کی تابعدار بن سکتی ہے' وہ تمہیں ساری زندگی کے لیے تابعدار بنادے گی۔"

"جب میں اتنی ہی بری ہوں اور اعتبار کے قابل نہیں ہوں تو پھر جاؤ' میں تمہارے ساتھ زندگی نہیں گزاروں گی۔"

ہیرو نے اسے بڑے دکھ سے دیکھا۔ پھر کہا "اگر مسٹر فرہاد جیسے ساتھی نہ ملتے تو میں انسان بن کر پچھتاتا۔ انسان بننے کے بعد جس شخص نے پہلا دھوکا دیا' وہ میرا استاد جافری ہیرالڈ تھا۔ میری بدقسمتی کہ وہ بھی یہودی تھا' تم بھی یہودی ہو۔ مجھے تم میں سے کسی کے سائے میں امان اور محبت نہیں ملی۔"

کمپیوٹر کے وہ الفاظ مٹ گئے۔ دوسرے الفاظ ابھرنے لگے "اب میں مسلمانوں کے سائے میں جارہا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ وہاں میرے نصیب میں کیا لکھا ہے۔ جانے سے پہلے اتنا کہہ دوں کہ ان یہودی اکابرین کی نظروں میں تمہاری اہمیت صرف میری وجہ سے ہے۔ وہ تمہارے ذریعے مجھے اپنے قابو میں کرنے کی کوشش کررہے تھے۔ میرے جانے کے بعد انہیں جو ناکامی ہوگی اس کا عذاب تم پر نازل ہوگا۔ تم بہت پچھتاؤگی۔"

اسکرین پر وہ الفاظ بھی مٹنے اور دوسرے الفاظ ابھرنے لگے "چونکہ میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ اس لیے تمہاری بھلائی کے لیے ان یہودی اکابرین سے کہتا ہوں کہ میرے جانے کے بعد کوئی تم پر ظلم نہ کرے۔ مسٹر فرہاد کا کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا چوبیس گھنٹوں میں ایک بار تمہارے پاس آکر خیریت معلوم کرے گا۔ اگر کوئی تمہیں دشمنی سے ہاتھ بھی لگائے گا تو یہاں گزرے ہوئے دو دھماکوں کا سلسلہ تیسرے دھماکے سے پھر جاری ہوجائے گا۔"

برین آدم نے کہا "یہ بات نامناسب ہے۔ اگر کوئی ہماری لاعلمی میں سارہ کو نقصان پہنچائے گا تو تم لوگ اس کا الزام ہمیں دوگے۔"

سارہ نے کہا "ہیرو! مجھ سے دکھاوے کی محبت نہ جتاؤ۔ تمہیں پتا ہے کہ میرے دو سوتیلے بھائی میرے جانی دشمن ہیں۔ اگر وہ مجھے نقصان پہنچائیں گے تو تم اس ملک کے اعلیٰ حکام اور اعلیٰ افسران کو الزام دوگے۔ مجھے یہ منظور نہیں ہے۔ لہٰذا اپنی محبت رہنے دو اور یہاں سے چلے جاؤ۔"

ہیرو نے مایوس ہوکر اسے دیکھا پھر کمپیوٹر کو بند کرکے پلٹ گیا۔ سر جھکا کر بڑے دکھ کے ساتھ جانے لگا۔ انا اور عادل اس کے ساتھ چلتے ہوئے باہر آئے۔ پھر ایک گاڑی میں بیٹھ کر ائرپورٹ جانے لگے۔

میں احتیاطاً برین آدم کے پاس موجود رہا۔ ان کے جانے کے بعد برین نے خلا میں تکتے ہوئے پوچھا۔ "مسٹر فرہاد! کیا آپ موجود ہیں؟ میں آپ سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

میں نے اپنی موجودگی ظاہر نہیں کی۔ ایسے وقت وہ بھول گیا تھا کہ میں اس کے اندر چھپے ہوئے چور خیالات پڑھ سکتا ہوں اور میں پڑھ چکا تھا۔ تمام یہودی اکابرین نہیں چاہتے تھے کہ ہیرو وہاں سے جائے۔ وہ اس کی غیر معمولی صلاحیتوں سے بہت سے فائدے اٹھا سکتے تھے۔ وہ ہیرو کو یہاں سارہ کا دیوانہ بنا کر روکنا چاہتے تھے۔ بعد میں اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کرکے اسے تابعدار بنانا چاہتے تھے۔

ایک اعلیٰ افسر نے سارہ سے کہا "تم کیسی محب وطن ہو۔ تمہیں اپنے ملک کی بہتری کے لیے ہیرو کو روکنا چاہیے۔"

"میں کیسے روک سکتی ہوں۔ فرہاد نے اسے سحر زدہ کر رکھا ہے۔"

"تم غلط سمجھ رہی ہو۔ وہ تمہارا دیوانہ ہے۔ تم اسے روک سکتی ہو۔"

"آپ لوگوں نے پہلے یہ بات کیوں نہیں سمجھائی؟"

"کیسے سمجھاتے؟ پتا نہیں فرہاد ہم میں سے کس کے اندر تھا اور تمہارے اندر ہمارا کوئی خیال خوانی کرنے والا تمہیں یہ باتیں سمجھاتا تو وہ ہیرو سے جاکر کہہ دیتا کہ تم محبت سے نہیں مطلب سے اسے روکنا چاہتی ہو۔"

"کیا میں اسے جاکر روکوں؟"

"فوراً اس کے پیچھے جاؤ۔ وہ خوش ہوجائے گا کہ اس کی محبت میں دیوانی ہوکر آئی ہو۔"

"وہ اب ہم پر بھروسا نہیں کرتا ہے۔ ابھی کہہ رہا تھا کہ میں اپنی طرح اسے بھی یہودی خیال خوانی کرنے والے کا غلام بنادوں گی۔ وہ نہیں رکے گا تو میں کیا کروں گی؟"

"تم اس کے ساتھ چلی جاؤ۔ صرف یہ شرط رکھو کہ تمہارے دماغ میں فرہاد کا کوئی آدمی نہ آئے۔ اس طرح ہمارا خیال خوانی کرنے والا تمہارے پاس آکر تمہیں گائیڈ کرتا رہے گا۔"

وہ تیزی سے چلتی ہوئی کمرے سے باہر چلی گئی۔ برین آدم نے ایک افسر کو دیکھ کر پوچھا "ٹیری! تم موجود ہو؟"

ٹیری آدم نے اس افسر کی زبان سے کہا "میں موجود ہوں۔"

"سارہ کے اندر چپ چاپ موجود رہو اور اسے ہیرو کے ساتھ جانے پر مجبور کرتے رہو۔ اس کے دماغ میں فرہاد ہوسکتا ہے۔ اسے اپنی موجودگی کا احساس نہ ہونے دینا۔"

وہ ایک فوجی افسر کی کار میں آکر بیٹھ گئی تھی اور اسے ڈرائیو کرتی ہوئی ائرپورٹ جارہی تھی۔ آگے وہ راستہ بدل کر ائرپورٹ کی مخالف سمت جانے لگی تو ٹیری آدم نے اس کی سوچ میں سوال پیدا کیا "میں کہاں جارہی ہوں؟ یہ غلط رستہ ہے۔ ائرپورٹ ادھر رہ گیا ہے۔"

وہ ایک لمبا ٹرن لے کر پھر ائرپورٹ کے راستے پر آئی مگر ایک اسپتال کے احاطے میں آکر رک گئی۔ ٹیری نے پھر اس کی سوچ میں سوال کیا "میں یہاں کیوں آئی ہوں؟"

میں نے سارہ کی سوچ میں کہا "یہ میں کیا سوچ رہی ہوں؟ میرے سر میں خرابی ہے۔ میں دوا لینے آئی ہوں۔"

ٹیری نے کہا "مگر دیر ہوجائے گی۔ ہیرو طیارے میں بیٹھ کر

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

چلا جائے گا۔ میں بعد میں دوا لے سکتی ہوں۔"

میں نے کہا "میرے سر کی تکلیف بڑھتی رہے گی تو میں مسکرا کر ہیرو کو قائل نہیں کرسکوں گی۔"

وہ جھنجلاہٹ میں خود کو ظاہر کرتے ہوئے بولا "بکواس' تمہارے سر میں تکلیف نہیں ہے۔ میں تمہارے اندر رہ کر سمجھ رہا ہوں۔ تمہیں وہم سا ہو گیا ہے۔"

میں نے کہا "ٹیری وہم تو تم لوگوں کو ہو گیا ہے۔ ہیرو نے ابھی تمہارے اکابرین کے سامنے کہا تھا کہ اسے انسان بننے کے بعد یہودیوں کے سائے میں امان اور محبت نہیں ملی۔ اب وہ مسلمانوں کے سائے میں جا رہا ہے اور دیکھنا چاہتا ہے کہ اس کے نصیب میں وہاں کیا لکھا ہے۔ لٰہذا ہماری کوشش ہو گی کہ ہمارے سائے میں اسے کہیں سے فریب نہ ملے۔ میں فریب دینے والی تمہاری اس آلۂ کار کو کوئی نقصان پہنچائے بغیر اسپتال پہنچا رہا ہوں۔"

ٹیری کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا۔ سارہ اسپتال کے اندر آئی۔ اس نے برین اسکیننگ کے شعبے میں آکر کہا "ڈاکٹر! میرے دماغ میں اسلام دشمنی شور مچا رہی ہے۔ پلیز ابھی اسکیننگ کریں اور اس شور و غل کو باہر نکالیں۔"

ڈاکٹر اسے حیرانی سے دیکھ رہا تھا۔ وہ اس کا جواب سنے بغیر اسکیننگ مشین کے بیڈ پر آکر لیٹ گئی۔

○☆○

ارینا گل کا تعلق جیوز سنڈیکیٹ یعنی یہودی تنظیم سے تھا۔ یہ ایک آزاد خفیہ تنظیم تھی۔ اس کا کوئی تعلق اسرائیلی حکومت سے نہیں تھا۔ نہ ہی اس جیوز سنڈیکیٹ کے افراد ایکسرے مین کی خفیہ تنظیم سے کوئی واسطہ رکھتے تھے۔

اس سنڈیکیٹ میں جتنے جرائم پیشہ افراد تھے' وہ سب یہودی کاز کے لیے کام کرتے تھے۔ یہودی سرمایہ داروں سے یا اسرائیلی حکومت سے اچھا خاصا معاوضہ لے کر مشکل سے مشکل کام کر گزرتے تھے۔

جیوز سنڈیکیٹ کے سرغنہ کا نام یہودہ گل تھا۔ ارینا گل اس کی بھتیجی تھی۔ چچا بھتیجی نے یہ منصوبہ بنایا تھا کہ مکار اور خطرناک مجرموں کی کمزوریاں معلوم کرکے انہیں اپنا پابند بنا کر رکھا جائے۔ وہ اس سلسلے میں بڑی حد تک کامیاب ہوتے رہتے تھے۔ اس تنظیم میں ایسے زبردست مکار اور فریبی تھے کہ جو آنکھ سے سُرمہ چرا کر لے جاتے تھے لیکن خود ان کے خلاف بھیانک قتل اور دیگر جرائم کے جو دستاویزی ثبوت یہودہ گل کے پاس تھے اسے چُرانے میں کبھی کامیاب نہیں ہوتے تھے۔ پتا نہیں یہودہ ایسے اہم دستاویزات کہاں چھپا کر رکھتا تھا۔ مجرموں کو ان کی بو تک نہیں ملتی تھی۔

مجرمانہ ذہنیت رکھنے والے کئی سائنس دان' ڈاکٹر اور ہپناٹزم کے ماہرین یہودہ گل کے غلام تھے۔ اس کے ماتحت ایسے خطرناک فائٹر تھے' جو مقابلے کے اختتام میں حریف کو کبھی زندہ نہیں چھوڑتے تھے۔ ان میں سے ایک خطرناک فائٹر ہیری سمسن تھا' ... ارینا کے ساتھ سری نگر آیا ہوا تھا۔

یہ چچا بھتیجی برلن کے رہنے والے تھے۔ تنظیم کا ہیڈ کوارٹر ... اسی شہر میں تھا۔ اسرائیلی حکومت نے یہودہ گل کو منہ مانگی رقم ... کر اسے یہ کام سونپا تھا کہ وہ کشمیر کے ان تمام علاقوں کی ویڈیو فلمیں تیار کریں' جہاں مجاہدین اپنے مضبوط مورچے بنا چکے ہیں' جہاں وہ آکر چھپتے ہیں۔ بھارتی فوج پر حملے کرتے ہیں۔ پھر روپوش ہو جاتے ہیں۔

اسرائیل کی طرف سے ارینا اور ہیری سمسن کو ایسے شناختی کاغذات دیے گئے تھے' جنہیں دیکھ کر بھارتی فوجی ان سے ہر طرح کا تعاون کرتے تھے اور تمام سہولتیں فراہم کرتے تھے۔

یہودی کسی کے نہیں ہوتے۔ جس کی مدد کرتے ہیں' اس کی بھی جڑیں کھودتے رہتے ہیں۔ ارینا اور ہیری کو تاکید کی گئی تھی کہ وہ بھارتی فوج کے اعلیٰ افسران اور بھارتی حکومت کے کلیدی عہدیداران کی کمزوریاں دستاویزی صورت میں حاصل کریں۔

ارینا اس مقصد کے لیے دہلی جانے والی تھی۔ ایسے ہی وقت اسے پاشا جیسا غیر معمولی ہتھیار مل گیا تھا۔ وہ پاشا کی فطرت اور اس کے مزاج کو سمجھ کر اسے دیوانہ بنا رہی تھی۔ حسن اور شباب بے شمار عورتوں کے پاس ہوتا ہے لیکن شبابی اداؤں کو ہتھیار بنانے کا ہنر ارینا جیسی عورتیں ہی جانتی ہیں۔ جس مرد کو تاڑ لیتی ہیں اسے اپنے پیچھے دُم ہلانے والا کتا بنا کر ہی دم لیتی ہیں۔

پاشا نے صبح تک اسے اپنی تمام ہسٹری سنا دی۔ صرف اتنا نہیں' یہ بھی بتا دیا کہ وہ پارس کے ساتھ سری نگر آیا ہے۔ ارینا نے چونک کر پوچھا "کیا تم فرہاد کے بیٹے کی بات کر رہے ہو؟"

"ہاں' وہ میرا دوست ہے۔ بہت اچھا ہے۔ یہاں میری ... کرنے آیا ہے۔"

"وہ یہاں تمہاری کیا مدد کرے گا؟"

"دراصل ایک ملکۂ حسن ہے۔ اسے ایک باڈی بلڈر اغوا کرکے یہاں لے آیا ہے۔ میں اس حسینہ کی آبرو بچانے ... ہوں۔"

ارینا نے ہنس کر کہا "تم اور کسی حسینہ کی آبرو بچاؤ گے؟ کیا لطیفہ سنا رہے ہو۔ بائی دی وے' اس سلسلے میں پارس تمہاری ... کیسے کرے گا؟"

"وہ حسینہ کو جانتا ہے۔ مجھے اس حسینہ اور پہلوان کے پاس پہنچائے گا' میں اس پہلوان کی گردن توڑ کر اُس حسینہ کو اس کے والدین تک پہنچا دوں گا تو وہ میری دلیری سے خوش ہو کر اس کی شادی مجھ سے...... ہی ہی ہی۔"

"ابھی تو تم جذبات میں دیوانے ہو رہے تھے۔ قسمیں کھا رہے تھے کہ آخری سانس تک میرے رہو گے۔"

"میں تم سے ملنے سے پہلے کی بات بتا رہا تھا۔ اب تو ... بیچتا ہوں اس ملکۂ حسن پر۔ تم سے زیادہ حسین کوئی ہو ہی نہیں سکتی۔ تم مجھ سے شادی کرو گی نا؟"

"یہ غلطی نہیں کروں گی۔ شادی کے بعد حسین سے حسین عورت بھی گھر کی مرغی کی طرح ہو جاتی ہے۔"

"واہ کیا زبردست بات کہہ دی ہے تم نے۔ تم بہت اچھی ہو بلکہ ہر وہ عورت اچھی ہے جو شاد کرتی ہے' شادی نہیں کرتی۔"

"کام کی بات کرو۔ میں فرہاد علی تیمور کی پوری فیملی کی ہسٹری جانتی ہوں۔ وہ بہت خطرناک لوگ ہیں۔ اگرچہ میں بھی کم نہیں ہوں لیکن خواہ مخواہ ان سے نہ دشمنی کرنا چاہتی ہوں اور نہ دوستی۔ اس لیے فیصلہ سناؤ' میرے دوست بن کر رہو گے یا پارس کے؟"

"تم میری جان ہو۔ پارس کیا چیز ہے۔ لوگ صدقے میں کالا بکرا قربان کرتے ہیں میں تمہاری جان کے صدقے میں پارس کو قربان کر سکتا ہوں۔"

"پھر میں بھی تم پر ہزاروں حسیناؤں کو قربان کرتی رہوں گی۔ جو حسینہ پسند آئے' اس کی طرف ایک اشارہ کرو گے تو میں اسے تمہارے پاس پہنچا دوں گی۔ شرط یہ ہے کہ تم ہمیشہ میرے وفادار رہو گے۔"

"میں قسم کھا کر کہتا ہوں' ہمیشہ تمہارا وفادار رہوں گا۔ بے وفائی کروں گا تو مجھے کتا کاٹے گا۔"

"میں کاٹوں گی۔ تم سوچ بھی نہیں سکتے کہ میں تمہارے ساتھ کیا کروں گی۔"

"کیا کرو گی؟"

"جب ایسا وقت آئے گا تو زبان سے نہیں کہوں گی۔ عملی مظاہرہ کروں گی۔ فی الحال ہم پچھلی رات سے جاگ رہے ہیں۔ ابھی سوئیں گے۔ پھر شام کی فلائٹ سے دہلی جائیں گے۔"

وہ فون اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگی۔ اس نے پوچھا "دہلی کیوں جائیں گے؟"

"میں نیند پوری کرنے کے بعد سمجھاؤں گی کہ ہمیں وہاں جا کر کیا کرنا ہے۔"

رابطہ قائم ہونے پر وہ بولی۔ "ہیلو' شام کی فلائٹ میں دلی کے لیے دو سیٹیں حاصل کرو۔ مجھے چھ گھنٹے تک ڈسٹرب نہ کرنا۔ میں سونے جا رہی ہوں۔"

اس نے ریسیور رکھ کر بیڈ لیمپ کو آف کر دیا۔

پاشا نے کروٹ لے کر اُس پر ہاتھ رکھا۔ وہ ہاتھ ہٹا کر بولی۔ "شرافت سے سو جاؤ۔ ورنہ دھکا دے کر نیچے گرا دوں گی۔ چلو اُدھر مُنہ کرو۔"

وہ تابعدار دوسری طرف مُنہ کرکے بولا "تمہارا حکم سر آنکھوں پر مگر نیند نہیں آئے گی۔"

"میرے پاس ایسی دوا ہے جسے پیشانی پر لگانے سے نیند آجاتی ہے۔ میں اسے لے کر آتی ہوں۔"

اس نے بیڈ لیمپ کا بٹن دبایا۔ کمرے میں روشنی ہو گئی۔ وہ بستر سے اٹھ کر اپنی اٹیچی کے پاس آئی۔ وہ اپنے لباس میں دو طرح کی دوائیں چھپا کر رکھتی تھی۔ وہ دوائیں پلاسٹک کی نلکیوں میں ہوتی تھیں۔ رات کو سونے سے پہلے ان نلکیوں کو اٹیچی میں رکھ دیا کرتی تھی۔

ان میں سے ایک دوا سر میں لگانے والے بام کی طرح تھی۔ نزلہ زکام کے وقت پیشانی اور سینے پر بام لگایا جائے تو قدرے آرام آتا ہے۔ ایسی کئی دوائیں ہیں' جو دماغ پر اثر انداز ہوتی ہیں اور خاطر خواہ نتائج پیدا کرتی ہیں۔ اس نے ایک نلکی کھول کر اس میں سے ایک دوا اپنی دو انگلیوں کے پور میں لگائی۔ نلکی اور اٹیچی کو بند کیا پھر بستر پر آکر اس پر جھک گئی۔ اس سے بولی "میں دوا لگا رہی ہوں۔ جب تک نیند نہ آئے' میری آنکھوں میں دیکھتے رہو۔"

وہ خوش ہو کر اُس کی خوبصورت آنکھوں میں جھانکنے لگا۔ وہ اپنی انگلیوں سے اس کی پیشانی پر دوا لگاتے ہوئے بولی "تم میرے دیوانے ہو۔ دیوانے رہو گے۔ میرے بغیر بے چین رہا کرو گے۔"

وہ دھیمی دھیمی سرگوشی میں یہ الفاظ بار بار یوں دہرا رہی تھی جیسے منتر پڑھ رہی ہو۔ پیشانی سے لگی ہوئی دوا پر اس کی دو انگلیاں ہولے ہولے پھسل رہی تھیں۔ وہ دوا ہلکی ہلکی حرارت کے ساتھ اس کے دماغ کو متاثر کر رہی تھی۔ اس پر عجیب طرح کا نشہ طاری ہو رہا تھا۔ وہ محسوس کر رہا تھا کہ ارینا اس کے حواس پر چھا رہی ہے۔ اس کے پہاڑ جیسے وجود کو اپنی خوبصورت آنکھوں میں قید کر رہی ہے۔

یہ ایک طرح کا تنویمی عمل تھا جس وقت دوا اثر انداز ہوتی رہتی تھی' اس وقت معمول آنکھوں کے سامنے جسے دیکھتا رہتا تھا اور جس کی باتیں سنتا رہتا تھا' اس کی شخصیت سے متاثر ہوتا چلا جاتا تھا۔ پاشا کی آنکھوں کے سامنے ارینا کا حسین چہرہ تھا اور اس کی بڑی بڑی غزالی آنکھیں تھیں۔ وہ معمول کی حیثیت سے زیرِ لب بڑبڑایا۔ "میں تمہارا دیوانہ ہوں۔ دیوانہ رہوں گا اور ہمیشہ تمہارے بغیر بے چین رہا کروں گا۔"

ہولے ہولے بڑبڑانے کے دوران اس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ وہ سو گیا۔ یہ دوا کی خاصیت تھی کہ ایک بار لگانے سے معمول کئی ہفتوں تک اپنے عامل کی شخصیت سے متاثر رہتا تھا۔ ہمیشہ اس کے قریب رہنا اور اس سے محبت کرنا چاہتا تھا۔ اسے اپنے عامل کے بغیر سکون نہیں ملتا تھا۔ ارینا نے سوچ لیا تھا کہ پاشا غیر معمولی جسمانی اور دماغی قوتوں کا حامل ہے۔ لٰہذا وہ مسلسل تین راتوں تک سونے سے پہلے اس کی پیشانی پر وہ دوا لگایا کرے گی۔

عورتوں کا حسن ان کے ناخنوں میں بھی ہوتا ہے۔ اسی لیے وہ لانبے ناخن رکھتی ہیں۔ انہیں خوبصورتی سے تراش کر نیل پالش سے چمکاتی ہیں۔ ارینا کے ناخن لانبے لیکن مصنوعی تھے۔ وہ اپنی انگلیوں میں پلاسٹک کے خوبصورت ناخن چڑھائے رکھتی تھی۔ ان

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

میں سے دو ہاتھوں اور دو پیروں کے ایک ایک ناخن میں ایک ضرر رساں دوا چھپی رہتی تھی۔ وہ دوا معمولی سی مقدار میں جس کے جسم پر لگاتی تھی' وہ بے چین ہو جاتا تھا اور بڑی وحشت سے اپنے تمام بدن کو کھجانے لگتا تھا۔ وہ دشمنوں کی جان نہیں لیتی تھی۔ انہیں عذاب میں مبتلا کر دیتی تھی۔

دوسرے ہاتھ کے ناخن میں جو دوا تھی' وہ پہلی دوا کا توڑ تھی۔ اس دوسرے ہاتھ کی دوا جسم پر لگتے ہی کھجلی ختم ہونے لگتی تھی۔ کھجانے والے کو قرار آجاتا تھا لیکن وہ کئی منٹ تک بے حس رہتا تھا۔ ہاتھ پاؤں کو حرکت نہیں دے سکتا تھا۔

وہ واش روم میں آئی۔ اس نے صابن سے ہاتھوں کو دھویا پھر تولیے سے پونچھا۔ کمرے میں آکر دیکھا وہ گہری نیند میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس نے اٹیچی سے ایک موبائل فون نکالا۔ کھڑکی کے پاس آکر پردے کو ہٹایا۔ باہر دور تک تاریکی تھی۔ کہیں کہیں ننھے روشن نظر آرہے تھے۔ سری نگر میں جھیل ڈل کا سماں دیکھ کر لوگ کشمیر کو جنتِ ارضی کہتے تھے۔ یہاں بیرونی ممالک سے آنے والے سیاحوں کی بھیڑ لگی رہتی تھی۔ رات کو بھی دن کا گمان ہوتا تھا۔ تحریکِ آزادی کے متوالوں نے بھارتی فوج کو ایسا ہراساں کیا تھا کہ اب یہ شہر تاریکیوں میں ڈوبا رہتا تھا۔ کئی علاقوں میں کرفیو اور کئی علاقوں میں کریک ڈاؤن ہوتا رہتا تھا۔

اس نے موبائل کے ذریعے رابطہ قائم کیا۔ پھر اپنے چچا یہودہ گِل سے کہا "ہیلو انکل! کیسے ہو؟"

"فائن تھینک یو۔ تم سناؤ' کیا ابھی سو کر اٹھی ہو؟ صبح ہو رہی ہے۔"

"سونا نصیب نہیں ہوا۔ میں نے ایک ایسے شخص کو اپنی مٹھی میں کیا ہے جس کے متعلق سن کر تم حیران رہ جاؤ گے۔"

"مجھے یقین ہے' میری بیٹی نے ضرور کوئی کارنامہ انجام دیا ہے۔"

"انکل! وہ ایک غیر معمولی انسان ہے۔ اس کی بصارت اتنی تیز ہے کہ گہری تاریکی میں ایک ننھے سے نقطے کو بھی دیکھ لیتا ہے۔ کیا تم یقین کرو گے؟"

"کیا تم نے اس کی بصارت کو آزمایا ہے؟"

"آزمانے کے بعد ہی تم سے کہہ رہی ہوں۔ اس میں دوسری خوبی یہ ہے کہ وہ میلوں دور کی آواز صاف طور پر سن لیتا ہے۔"

"اگر تم اس کی سماعت کو بھی آزمانے کے بعد کہہ رہی ہو تو میں یقین کر رہا ہوں۔ یہ تو دنیا کا آٹھواں عجوبہ ہے۔"

"اس میں تیسری خوبی یہ ہے کہ وہ غیر معمولی جسمانی اور دماغی قوتوں کا حامل ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ وہ مضبوط دروازے کو گھونسا مار کر توڑ سکتا ہے۔ اس کے دماغ کو کوئی ٹیلی پیتھی یا ہپناٹزم جاننے والا متاثر نہیں کر سکتا۔ میں نے اس کی پیشانی پر دوا لگائی ہے' وہ مجھ سے متاثر ہو کر سو گیا ہے لیکن اس کا دماغ فولادی ہے۔ میں دو چار بار وہ دوا لگاؤں گی تب وہ پوری طرح میرے قبضے میں رہے گا۔"

"مجھے تم پر ناز ہے۔ یہ شخص ہمارے بہت کام آئے گا۔ رات کی تاریکی میں اہم دستاویزات چرا کر لا سکے گا۔ اندھیرے میں چھپے ہوئے دشمنوں سے ہمیں بچائے گا اور دور بیٹھے ہوئے مخالفین کی گفتگو ہمیں سنا سکے گا۔"

"انکل' وہ ہمارے لیے اور بھی حیرت انگیز کارنامے انجام دے گا۔ میں شام کی فلائٹ سے اس کے ساتھ دہلی آرہی ہوں۔ آپ ائیر پورٹ پر گاڑی لے آئیں۔ اب میں سونے جا رہی ہوں۔"

وہ فون آف کرنا چاہتی تھی پھر بولی "ایک اہم بات بتانا بھول گئی۔ اس شخص کا نام پاشا ہے اور یہ فرہاد کے بیٹے پارس کے ساتھ یہاں آیا ہے۔ کیا پارس ہمارے لیے پرابلم بنے گا؟"

"اس کا باپ بھی پرابلم بنے گا تو ہم پاشا کو ہاتھ سے نہیں جانے دیں گے۔ ویسے پارس وہاں کیا کر رہا ہے؟"

"وہ مسلمان ہے' یقیناً کشمیر کے مسلمان باغیوں (مجاہدین) کی مدد کرنے آیا ہوگا۔ رات کے ابتدائی حصے میں سری نگر کے قریب زبردست دھماکے ہوئے۔ چار فوجی ٹرک تباہ ہوئے چند فوجی افسر اور سپاہی مارے گئے۔ فوجی جوانوں کو اس گاؤں سے بھاگنا پڑا۔"

"تم شام تک دہلی آرہی ہو۔ اس طرح پاشا کو پارس سے دور لے آؤ گی۔"

"کہیں ایسا نہ ہو کہ شام سے پہلے ہی پارس یہاں ہوٹل کے کمرے میں آپہنچے۔ میں پاشا کو لال چوک کے رہائشی علاقے سے لائی ہوں۔ پارس بھی وہیں کہیں چھپا ہوگا۔"

"اگر وہاں ہے تو ہمارے آدمی اسے ہوٹل تک نہیں آنے دیں گے۔ میں اسے گرفتار کرانے کے فوراً انتظامات کرتا ہوں۔"

یہودہ نے اپنی بھتیجی سے رابطہ ختم کیا۔ پھر فوج کے ایک اعلیٰ افسر سے رابطہ قائم کرنے کے بعد پوچھا "کیا آپ جانتے ہیں کہ فرہاد علی تیمور کا بیٹا پارس سری نگر میں موجود ہے؟"

"ہاں۔ ہم جانتے ہیں۔ وہ لال چوک میں تھا۔ کوئی دو گھنٹے پہلے وہاں سے فرار ہو گیا ہے۔"

"وہ جہاں بھی ہوگا۔ میرے آدمی اسے ڈھونڈ نکالیں گے۔ آپ اس کا موجودہ حلیہ بتا سکتے ہیں؟"

"وہ بڑا شاطر ہے۔ پل پل میں حلیہ بدلتا رہتا ہے۔ اس کی سب سے بڑی پہچان یہ ہے کہ وہ سانپ کی طرح آنکھیں کھلی رکھتا ہے۔ پلکیں نہیں جھپکتا ہے۔ دوسری پہچان یہ ہے کہ اس کے ساتھ ایک حسین کشمیری عورت ہے۔ اس سے زیادہ ہم کچھ نہیں جانتے۔"

"اتنی ہی معلومات کافی ہیں۔ آپ کا شکریہ۔ ہم یہودی ہر...

...آپ کے ساتھ ہیں۔"

اس نے فون بند کیا۔ پھر نمبر ڈائل کیے۔ ہیری سمسن اپنے کمرے میں سو رہا تھا۔ فون کی گھنٹی نے اس کی آنکھیں کھول دیں۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو می سمسن اسپیکنگ۔"

"کیا تم سو رہے تھے؟"

"یس باس! رات کے تین بجے سونے کا موقع ملا تھا۔"

"فوراً تیار ہو جاؤ۔ اس شہر میں فرہاد کا بیٹا پارس ہے۔ اسے اپنے آدمیوں کے ساتھ تلاش کرو۔"

"آل رائٹ باس! کیا وہ کسی بھیس میں ہے؟"

یہودہ نے پارس کی خاص پہچان بتائی۔ پھر کہا "تم اسے دیکھتے ہی گولی مار سکتے ہو۔ اگر تم اسے قتل کرنے میں کامیاب ہو جاؤ گے تو تمہیں پچیس ہزار ڈالر ملیں گے۔"

"تھینک یو باس! آپ نے ہمیشہ آزمایا ہے کہ میرے ہاتھوں سے کبھی کوئی شکار بچ کر نہیں جاتا ہے۔ میں شام تک آپ کو خوش خبری سناؤں گا۔"

یہودہ گِل نے اس سے رابطہ ختم کیا۔ پھر دہلی میں آنے والے نئے اسرائیلی سفیر سے رابطہ قائم کیا پھر کہا "میں جیوز سنڈیکیٹ کے حوالے سے یہودہ گِل تم سے مخاطب ہوں۔ کیا مجھے پہچانتے ہو؟"

"مسٹر گِل! میرے پاس اہم افراد کی جو فہرست ہے اس میں تمہارا نام پہلے نمبر پر ہے۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ تمہارے آدمی کشمیر میں ہمارے لیے کام کر رہے ہیں۔"

"مجھے یہ خوشی ہوئی کہ تم میرے متعلق جانتے ہو۔ میں چاہتا ہوں تم فوراً یہاں کے اعلیٰ حکام سے رابطہ کرو۔ ان سے کہو کہ جس پارس نے پچھلے اسرائیلی سفیر کو انڈیا سے بھاگنے پر مجبور کیا تھا' وہ سری نگر میں ہے۔ اگر میں آج شام تک انہیں پارس کی لاش دکھاؤں تو کیا وہ میرے لندن کے بینک اکاؤنٹ میں دس لاکھ پونڈز جمع کرا دیں گے؟"

"مسٹر یہودہ گِل! دس لاکھ پونڈز اتنی بڑی رقم ہے کہ اسے دیکھ کر اکثر لوگ بیہوش ہو جاتے ہیں۔"

"اور فرہاد کا بیٹا ایسا بخار ہے کہ دس ارب پونڈز میں بھی یہ بخار نہیں اترتا۔ میں تو صرف دس لاکھ کا مطالبہ کر رہا ہوں۔ تم اپنے بڑوں سے باتیں کرو۔ میں آدھے گھنٹے بعد پھر فون کروں گا۔"

آدھے گھنٹے کے اندر ہی وزیر خارجہ نے اس سے فون پر رابطہ کیا اور کہا "فرہاد نے تل ابیب کے قریب ایٹمی پلانٹ کو تباہ کیا۔ ملٹری ہیڈ کوارٹرز اسلحہ کے گودام کو دھماکوں سے اڑا دیا۔ اتنے نقصانات کا صدمہ ناقابلِ برداشت ہے۔ اگر تم پارس کو موت کے گھاٹ اتار دو تو ہم تمہیں دس لاکھ پونڈز سے بھی زیادہ دیں گے۔ تم کسی طرح ہمارا کلیجا ٹھنڈا کر دو۔"

"یوں سمجھو کہ کلیجا ٹھنڈا ہو گیا۔ ہماری کامیابی کی صرف ایک ہی شرط ہے کہ پارس ہمیں نظر آجائے۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ اچانک ہی یہودہ کو یاد آیا کہ وہ پارس کو آسانی سے تلاش کر سکتا ہے۔ پاشا اگر توجہ سے پارس اور اس کے ساتھیوں کی آواز سنے تو ان کی گفتگو سے پتا چل سکتا ہے کہ اس نے کشمیری عورت کے ساتھ کہاں پناہ لی ہے؟

اس نے گھڑی دیکھی۔ ایک گھنٹا پہلے اپنی بھتیجی ارینا سے گفتگو ہوئی تھی اور وہ سونے جا رہی تھی۔ یہودہ نے سوچا' وہ سو رہی ہوگی۔ اسے اپنی بھتیجی کی عادات کا پتا تھا' وہ کام کے معاملے میں جتنی تیز طرار تھی۔ اتنی ہی سونے کے معاملے میں بڑی آرام طلب تھی۔ چھ گھنٹے ضرور سوتی تھی۔ جتنا بھی اہم معاملہ درپیش ہو' وہ نیند میں مداخلت برداشت نہیں کرتی تھی۔ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ وہ ہوٹل کے فون کا پلگ نکال کر اور موبائل فون کی بیٹری الگ کر کے سو رہی ہوگی۔

وہ مجبوراً اس کے بیدار ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ اس کے سنڈیکیٹ میں جتنے چالاک اور خطرناک ماتحت تھے وہ سب اس کے محکوم اور تابعدار تھے۔ اس کے حکم پر آدھی رات کو بھی نیند سے اٹھ کر کھڑے ہو جاتے تھے۔ ایک ہی بھتیجی تھی' جو ضدی اور سرکش تھی۔ نیند کے معاملے میں اپنے باس انکل کی بھی بات نہیں مانتی تھی۔ وہ اسے بہت چاہتا تھا۔ اس لیے اُس کی نیند کے دوران لاکھوں کا نقصان بھی برداشت کر لیتا تھا۔

ویسے یہ اطمینان تھا کہ ہیری سمسن بڑی تندہی سے پارس کو ڈھونڈ رہا ہوگا۔ پھر چھ گھنٹے کی نیند کے بعد یعنی دوپہر ایک بجے ارینا بیدار ہوگی تو پاشا کو پارس کا سراغ لگانے کا کہے گی۔ پھر منٹوں میں وہ اس کی آواز سن کر اُس کی نشاندہی کر دے گا۔

دوسری طرف ثی تارا حیران تھی کہ پارس کہاں غائب ہو گیا ہے؟ وہ گشت کرنے والے فوجیوں کی نظر میں نہیں آیا۔ کوئی جاسوس اس کے سائے تک نہ پہنچ سکا۔ یوں لگتا تھا سلیمانی ٹوپی پہن کر دنیا والوں کی نظروں سے اوجھل ہو گیا ہے جبکہ ایسا ممکن نہیں تھا۔

ثی تارا سمجھ رہی تھی کہ وہ اپنی ذہانت کا کمال دکھا رہا ہے۔ وہ سوچنے لگی "میرے پاس بھی وہی انسانی ذہن ہے۔ اگر میں سری نگر میں پارس کی جگہ ہوتی اور جاسوسوں اور فوجیوں سے چھپنا پڑتا تو کیا کرتی؟"

یہ بات وہ جانتی تھی کہ میں اور میرے بیٹے نفسیاتی حربے استعمال کرتے ہیں۔ ڈھونڈنے والوں کی ناک کے نیچے رہتے ہیں۔ دشمنوں کی بغل میں چھپے رہتے ہیں اور نظر نہیں آتے۔

سب ہی یہ سمجھ رہے تھے کہ صمدو اور جاسوسہ پارو کا قتل ہونے کے بعد پارس لال چوک میں نہیں رہے گا وہاں سے دور کہیں چلا جائے گا۔ ثی تارا نے بھی آخری بار اس کے دماغ میں آکر دیکھا تھا کہ وہ آفرین کا ہاتھ پکڑ کر اس علاقے سے جا رہا ہے۔ اس کے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

بعد اس نے سانس روک لی تھی۔

اب وہ سوچ رہی تھی' پارس نے دھوکا دیا ہے۔ وہ آفرین کا ہاتھ پکڑ کر محلے سے باہر نہیں گیا ہے۔ وہیں کسی مکان میں چھپ گیا ہے۔ مراد علی کے مکان کے دروازے پر تمام رات تالا پڑا رہا۔ جاسوس یہی سمجھتے رہے' اندر کوئی نہیں ہے جبکہ وہ مکار پارس باہر سے تالا لگا کر اندر آفرین کے ساتھ آرام سے سو رہا ہو گا۔

اس نے کمانڈر کے ذریعے فوجی افسر کو حکم دیا کہ وہ تالا توڑ کر اندر جائے اور صمدو اور پارو کے قاتل کو گرفتار کرے۔ حکم کی تعمیل کی گئی۔ تالا توڑ کر اندر جانے کے بعد مکان خالی نظر آیا۔ ادھر پارس نہیں تھا۔

شی تارا نے جھنجلا کر کمانڈر سے پوچھا "یہ تمہارے فوجیوں اور جاسوسوں نے کیسی ٹریننگ حاصل کی ہے؟ سب کے سب پورے شہر میں دندناتے پھر رہے ہیں۔ مگر صرف ایک شخص کو صرف ایک شخص کو پکڑ نہیں پا رہے ہیں۔ یہ تم لوگوں کے لیے ڈوب مرنے کی بات ہے۔"

وہ تھک ہار کر دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گئی۔ نڈھال سی ہو کر بستر پر گر پڑی۔ پارس نے تھکا مارا تھا۔ گدھے کے سینگ کی طرح غائب ہو گیا تھا۔ سری نگر سے باہر جانے والے تمام راستوں کی ناکہ بندی کر دی گئی تھی۔ اس بات پر تمام افسران متفق تھے اور شی تارا بھی مانتی تھی کہ وہ سری نگر کے باہر نہیں گیا ہے۔ شہر کے اندر ہی ہے۔

شی تارا کا سر چکرا رہا تھا۔ اس نے تھوڑی دیر کے لیے آنکھیں بند کیں تو تھکن اور کمزوری سے نیند آ گئی۔

نیند تو سب ہی کو آتی ہے۔ فوج کے سپاہی بھی چوبیس گھنٹے نہیں جاگتے۔ سونے اور آرام کرنے کے لیے ڈیوٹی بدلتی رہتی ہے۔ وہاں بھی صبح چھ بجے دوسرے سپاہی اور افسران ڈیوٹی پر آ رہے تھے اور رات کو جاگنے والے سونے جا رہے تھے۔ نئے آنے والوں کو پارس کے متعلق تفصیلات بتا دی گئی تھیں ادھر شی تارا اور کمانڈر سو گئے تھے۔ سختی سے تاکید کرنے والا کوئی نہیں تھا۔ اس لیے صبح ڈیوٹی پر آنے والے زیادہ مستعد نہیں رہے۔

ان میں سے دو افسران ایک درجن مسلح جوانوں کے ساتھ اس شادی کے گھر میں آئے' جس کی پچھلی گلی میں صمدو اور پارو قتل ہوئے تھے۔ ان افسران کو یہ بتایا گیا تھا کہ انہیں قتل کرنے والا پارس ایک کشمیری عورت کے ساتھ فرار ہو گیا ہے۔ ایسے میں ظاہر ہے کہ وہ اسے تلاش کرنے اس گھر اور اس گلی سے دور جاتے۔ کیونکہ کوئی بھی قاتل جائے واردات پر ایک لمحہ بھی نہیں ٹھہرتا۔ وہاں سے ضرور بھاگتا ہے۔

جب شی تارا نے تصدیق کر دی تھی کہ وہ جائے واردات سے کہیں دور چلا گیا ہے تو اسے دور جا کر ہی تلاش کیا جا رہا تھا۔ مراد علی کے گھر میں گھس کر بھی دیکھ لیا گیا تھا کہ پارس وہاں نہیں ہے۔

ان حالات میں کوئی یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ آفرین کے ساتھ جائے واردات پر واپس آ جائے گا۔

میزبان نے اسے دیکھ کر حیرانی سے پوچھا "برادر! تم واپس کیوں آئے ہو؟"

"اس لیے کہ ہمیں پہچاننے والی جاسوسہ پارو مر چکی ہے۔ کوئی فوجی ہمیں یہاں اجنبی مہمانوں کی حیثیت سے نہیں جانتا ہے۔ آفرین سراپا کشمیری ہے اور میں بھی شادی میں شریک ہونے والا مقامی مہمان سمجھا جاؤں گا۔ اگر ایسا نہ ہوا تو وہ مجھے حراست میں لے لیں گے۔ آفرین پھر بھی محفوظ رہے گی میں دشمنوں سے نمٹ لوں گا۔"

میزبان اور اس کے تمام قریبی عزیز وہاں حاضر رہنے والے تمام مقامی مہمانوں کو سرگوشیوں میں سمجھانے لگے کہ تفتیش کے دوران کوئی پارس اور آفرین کو باہر سے آنے والے اجنبی مہمان نہ کہیں' سب ان سے قریب اور دور کی رشتے داری ظاہر کریں۔

ویسے اس کی نوبت نہیں آئی۔ فوجیوں نے دونوں لاشوں کو اٹھوانے کے بعد میزبان کو دھمکیاں دیں کہ اس نے قاتل کو وہاں سے فرار کرایا ہے۔ اگر اس کا پتا ٹھکانا نہ بتایا گیا تو میزبان کے خلاف سخت کارروائی کی جائے گی اور اس گھر میں رہنے والی شادی روک دی جائے گی۔

یہ محض دھمکیاں تھیں۔ لال چوک کے مسلمانوں کو مذہبی اور سماجی فرائض کی ادائیگی سے روکا جاتا تو پورا علاقہ مشتعل ہو جاتا۔ مجاہدین پہلے ہی ان کے لیے دردِ سر بنے ہوئے تھے۔ اس لیے وہ پُرامن رہنے والے مسلمانوں کو اشتعال دلا کر اپنے مسائل میں اضافہ نہیں کرنا چاہتے تھے۔

پارس نے میزبان کی پناہ میں رہ کر یہ سنا کہ فوجیوں نے مراد علی کے گھر کا تالا توڑ دیا ہے۔ انہیں شبہ تھا کہ پارس اور آفرین باہر سے تالا لگا کر اندر سو رہے ہیں۔ ان کا شبہ دور ہو گیا۔ افسر نے پڑوسیوں سے پوچھا تھا "مراد علی کہاں گیا ہے؟"

پڑوسیوں نے جواب دیا۔ وہ صبح سے سوپور گیا ہوا ہے۔ شاید کل تک آئے گا۔ پھر یہ کہ کسی پڑوسی اور محلے والے نے مراد علی کے گھر میں کسی مہمان کو آتے نہیں دیکھا ہے۔ جب تالا لگا ہوا اور مالک مکان سوپور گیا ہوا تھا تو پھر مہمان کہاں سے آ جاتے؟

مراد علی نے پاشا اور ہومر کو دوسرے دو شادیوں والے گھر میں پہنچایا تھا۔ اس کے بعد اپنے مکان سے ان مہمانوں کا سامان اٹھا کر لے گیا تھا۔ اس طرح فوجیوں کو کسی اجنبی مہمان کا سامان گھر میں نہیں ملا تھا۔ پھر مراد علی کو پتا چلا کہ ایک جاسوسہ نے صمدو کو گولی ماردی ہے اور پارس نے اس جاسوسہ کو قتل کر دیا ہے۔

اس علاقے کے مسلمان ایک گھر سے دوسرے گھر اور ایک گلی سے دوسری گلی میں تمام مسلمانوں کو تازہ ترین اطلاعات پہنچاتے رہتے تھے۔ خصوصاً لال چوک کے نوجوان اپنے علاقے

آنے والے مجاہدین کی حفاظت کے لیے دور تک ایک دوسرے کو تازہ صورتِ حال سے آگاہ کرتے رہتے تھے۔

پھر مراد علی کو خبر ملی کہ پارس فرار نہیں ہوا ہے۔ اسی شادی والے گھر میں موجود ہے۔ وہ پارس اور آفرین کا سامان لے کر ان سے ملنے آیا۔ پھر کہا "آپ نے یہاں موجود رہ کر بہت بڑا خطرہ مول لیا ہے۔ یہاں پھر کوئی مخبر آ کر آپ دونوں کو تاڑ لے گا۔"

پارس نے کہا "بے شک یہ خطرہ ہے لیکن باہر بھی خطرات کم نہیں ہیں۔ ویسے میزبانوں کے لیے پرابلم نہیں بنوں گا۔ اچھا ہوا تم ہمارا سامان لے آئے۔ اب ہم حلیہ بدل کر یہاں سے جا سکیں گے۔"

وہ اٹیچی سے میک اپ کا سامان نکالتے ہوئے بولا "ہم چہروں پر معمولی سی تبدیلی پیدا کریں گے۔ مسٹر مراد! یہ بتاؤ کہ لاری اڈا یہاں سے کتنی دور ہے؟"

"بالکل قریب ہے۔ لال چوک کے بعد بٹ مالو ہے۔ وہاں جموں سے بھی بسیں آتی ہیں۔"

"پھر تو ہم ہندو بن کر اس لاری اڈے سے کسی ہوٹل میں جا کر قیام کریں گے۔ آفرین کے پاس ساڑیاں ہیں۔ صرف سندور کی کمی ہے۔ یہ ماتھے پر ٹیکا اور مانگ میں سندور بھر کر میری پتنی بن جائے گی۔"

آفرین نے مسکرا کر کہا "یہاں سندور مل جائے گا۔ میں ابھی میزبان عورتوں سے معلوم کرتی ہوں۔"

وہ کمرے سے گئی۔ پارس نے کہا "مسٹر مراد! کوئی مشورہ دو۔ ہمیں کون سا ہندو نام اختیار کرنا چاہیے۔ کیا کشمیر کے مختلف علاقوں سے آنے والوں کے پاس ثبوت کے طور پر بسوں کے ٹکٹ ہوتے ہیں؟"

"ہاں' ٹکٹ ضروری ہیں وہ میں حاصل کر لوں گا۔ فوجی راستوں میں روک کر پوچھتے ہیں کہ کہاں سے آ رہے ہو؟ جہاں کا نام لو گے' وہاں کا ٹکٹ دیکھتے ہیں۔ میں جب سوپور آتا جاتا ہوں تو ایسے ٹکٹ سنبھال کر رکھتا ہوں۔ آپ نے ابھی کہا کہ ہندو بن کر یہاں سے جائیں گے تو مجھے ایک بات یاد آ گئی۔ آپ کا کام بن جائے گا۔"

وہ بتانے لگا کہ سوپور میں ایک ہندو عورت مالنی دیوی تھی۔ اس کا چھ ماہ کا بچہ پہاڑی سے گر کر لاپتا ہو گیا تھا۔ ظاہر تھا کہ گہری کھائی میں گرنے والا بچہ زندہ نہیں ہو گا لیکن ماں پاگل ہو گئی تھی۔ ایک بڑے سائز کی گڑیا کو سینے سے لگا کر رکھتی تھی اور کہتی تھی میری شالنی زندہ ہے۔ یہ کبھی مر نہیں سکتی۔ جب تک میں اسے دودھ پلاتی رہوں گی' یہ زندہ رہے گی۔"

مالنی کے شوہر اجے کمار سے مراد علی کے کاروباری تعلقات تھے اور اچھی خاصی دوستی بھی تھی۔ وہ سوپور سے مالنی کے دماغی علاج کے لیے سری نگر آتا تو مراد علی کے مکان ہی میں قیام کرتا تھا۔ اس کے علاج سے تعلق رکھنے والے کاغذات اور ایکسرے وغیرہ مراد کے ہی گھر میں رہتے تھے۔ دو ہفتے پہلے مالنی سوپور گئی تو اس کا دیہانت ہو گیا۔ اب وہ اس دنیا میں نہیں رہی۔ اجے کمار ان صدمات کو بھلانے کے لیے اپنے رشتے داروں کے ہاں الٰہ آباد چلا گیا تھا۔

مراد نے پوچھا "مسٹر پارس! اگر میں اجے کمار اور مالنی کی تصویریں دوں تو آپ ان کا روپ دھار سکتے ہیں؟"

"بے شک میں ایسا کر سکتا ہوں۔ پلیز' وہ تصویریں لے آؤ۔"

مراد علی چلا گیا۔ فوجیوں نے اس کے مکان کی تلاشی لینے کے بعد اس کے دروازے پر اپنا تالا ڈال دیا تھا۔ وہ اپنے پڑوسی کے پاس گیا پھر اس کی چھت پر چڑھ کر اپنی چھت پر آیا اور آنگن میں کود گیا۔ اپنے کمرے میں جا کر اس نے مالنی اور اجے کمار سے تعلق رکھنے والی تمام چیزیں نکالیں پھر انہیں لے کر اسی طرح چھت کے راستے نکل آیا۔

یہ چیزیں پارس اور آفرین کے لیے ایک سرمایہ ثابت ہوئیں۔ جب وہ دونوں ڈیڑھ گھنٹے بعد بٹ مالو کے لاری اڈے پر پہنچے تو وہ اجے کمار تھا۔ آفرین ساڑی اور زیورات پہنے' سندور لگائے ایک بڑے سائز کی گڑیا کو سینے سے آنچل کے اندر اس طرح چھپائے ہوئے تھی جیسے زندہ بچی کو دودھ پلا رہی ہو۔ اچھی ساڑی اور زیورات پہننے کے باوجود اس کے بال بکھرے ہوئے تھے اور وہ نیم پاگل سی دکھائی دے رہی تھی۔

مراد نے انہیں دیکھ کر کہا "مسٹر پارس! آپ نے تو کمال کر دیا ہے۔ یہ بالکل مالنی بن گئی ہے اور آپ مکمل اجے کمار لگ رہے ہیں۔ آپ نے میرے دوست اور منہ بولی بہن مالنی کی یادیں تازہ کر دی ہیں۔"

وہ ان کے ساتھ لاری اڈے تک آیا تھا۔ مراد نے بتایا کہ پاشا ایک انگریز عورت کے ساتھ گیا ہے۔ کہہ رہا تھا کہ جلد واپس آئے گا لیکن اب تک نہیں آیا ہے۔

پارس نے کہا "بہتر ہے تم سوپور چلے جاؤ اور ہومر کو ساتھ لے جاؤ۔ میں پاشا کو ڈھونڈ لوں گا۔"

وہ دونوں مراد سے رخصت ہوئے اور ایک ٹیکسی میں آ کر بیٹھ گئے۔ ڈرائیور کو کسی فور اسٹار ہوٹل میں چلنے کے لیے کہا گیا۔ وہ گاڑی اسٹارٹ کر کے چلنے لگا۔ راستے میں توقع کے مطابق فوج کی ایک مختصر سی ٹیم نے انہیں روکا۔ پہلے ڈرائیور سے پوچھا "انہیں کہاں سے لا رہے ہو؟"

وہ بولا "بٹ مالو کے لاری اڈے سے لا رہا ہوں۔"

پھر پارس سے مطالبہ کیا گیا "ٹکٹ دکھاؤ۔"

ٹکٹ پر تاریخ لکھی نہیں ہوتی تھی۔ مراد نے دو ہفتے پہلے کی ٹکٹیں دی تھیں۔ پارس نے وہ دکھا دیں۔ افسر نے ٹیکسی کے اندر جھانک کر دیکھا۔ آفرین گڑیا کو ساڑی میں چھپائے اسے یوں سینے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

سے لگائے ہوئے تھی جیسے دودھ پلا رہی ہو۔ افسر مطمئن ہوگیا۔ اسے دودھ پلانے والی ہندو ماں کی نہیں' ایک کشمیری مسلمان عورت اور پارس کی ضرورت تھی۔ آفرین نے گڑیا کو اس طرح ساڑی میں چھپایا تھا کہ افسر نے اسے ایک زندہ بچہ سمجھا اور انہیں جانے کی اجازت دے دی۔

اس وقت دن کی روشنی پھیل چکی تھی۔ ڈرائیور نے انہیں ایک ہوٹل میں پہنچا دیا۔ وہ دونوں ریسپشن پر آئے — پارس' اجے کمار کے شناختی کاغذات اور بس کے ٹکٹ دکھا کر ایک کمرا حاصل کرنے لگا۔ آفرین نے گڑیا کو اسی طرح ساڑی کے سائے میں سینے سے لگا رکھا تھا۔ پھر ہوٹل کا ملازم ان کا سامان اٹھا کر لفٹ کے ذریعے چوتھی منزل پر لے جانے لگا۔

چوتھی منزل پر لفٹ رکی۔ دروازہ کھلا تو سامنے ہیری سیمسن کھڑا ہوا تھا۔ یہ وہی وقت تھا جب بیہودہ گل نے فون کے ذریعے اسے نیند سے جگا کر کہا تھا کہ وہ پارس کو تلاش کرنے جائے۔ پھر اسے دیکھتے ہی گولی مار دے۔ اگر وہ پارس کی لاش دکھائے گا تو اسے پچیس ہزار ڈالر زدیئے جائیں گے۔

پارس آفرین اور ملازم کے ساتھ لفٹ سے باہر آگیا۔ وہ کسی ہیری سیمسن کو نہیں جانتا تھا۔ ہیری لفٹ کے اندر آگیا۔ دروازہ بند ہوگیا۔ وہ پارس کی تلاش میں نیچے جا رہا تھا۔

وہ صحیح معنوں میں دشمنوں کی ناک کے نیچے آگیا تھا۔ ملازم نے اس کے لیے چوتھی منزل کا جو کمرا کھولا۔ ٹھیک اس کے سامنے والے کمرے میں ارینا اور پاشا سو رہے تھے۔

تقدیر عجیب آنکھ مچولی کا کھیل کھلا رہی تھی۔ پارس نے دروازہ بند کر کے کہا "ہمیں فوراً سونے کی کوشش کرنا چاہیے۔ خدا جانے پھر کب ہمیں آرام کا موقع ملے گا۔"

آفرین نے گڑیا کو صوفے پر ڈال دیا۔ پھر ساڑی اتار کر شب خوابی کا لباس پہن کر بستر پر آگئی۔ پارس لیٹا ہوا چھت کو تک رہا تھا اور کچھ سوچ رہا تھا۔ آفرین نے کہا "اس طرح سوچتے رہو گے تو نیند نہیں آئے گی۔"

وہ بولا "جب کوئی بات کھٹکنے لگتی ہے تو میں بے چین ہو جاتا ہوں۔ جب سے میں نے سنا ہے کہ پاشا کسی انگریز عورت کے ساتھ کہیں گیا ہے' تب سے میرے اندر بے چینی سی ہے۔ اب یہ بات سمجھ میں آئی ہے کہ وہ تھالی کا بینگن ہے' حسین عورت کے سامنے ہمارا راز اگل سکتا ہے۔ کمبخت بھروسے کے قابل نہیں ہے۔"

"اب تمہیں اطمینان ہونا چاہیے۔ کہیں سامنا ہوگا تو وہ ہمیں نہیں پہچان سکے گا۔"

"تم بھول رہی ہو۔ وہ ہماری آواز میلوں دور سے سن لے گا۔ ہم ہوٹل والوں سے باتیں کریں گے تو وہ سمجھ لے گا کہ ہم کسی ہوٹل میں پالنی اور اجے کمار بنے ہوئے ہیں۔"

"واقعی اس کی غیر معمولی صلاحیتیں ہمارے لیے مسئلہ بن جائیں گی۔ اگر ہم اپنی آواز بدل لیں تو؟"

"یہی میں کہنے والا تھا۔ یہ طے کر لو کہ نیند سے بیدار ہونے کے بعد ہم بدلی ہوئی آواز اور لہجے میں بولا کریں گے۔" دونوں نے یہ طے کیا۔ پھر سو گئے۔

شی تارا چار گھنٹے تک سوتی رہی۔ اس نے سونے سے پہلے دماغ کو ہدایات نہیں دی تھیں۔ یونہی مایوسی اور تھکن سے نڈھال ہو کر سو گئی تھی۔ نیند میں بھی پارس اسے اپنے پیچھے دوڑا رہا تھا۔ دور جا کر اسے ٹھینگا دکھا رہا تھا اور مذاق اڑا رہا تھا کہ وہ اسے کبھی پکڑ نہیں پائے گی۔ وہ خواب میں بھی اپنی توہین محسوس کر رہی تھی۔

جب آنکھ کھلی تو سمجھ میں نہیں آیا کہ سو رہی تھی یا پارس سے جھگڑا کر رہی تھی۔ وہ ایک جونک کی طرح اس کی زندگی سے چمٹ گیا تھا۔ جتنا اس سے پیچھا چھڑاتی تھی' اتنا ہی وہ اس کے تن اور من سے چمٹ جاتا تھا۔ حقیقت میں دیکھا جائے تو وہ اس سے نہیں لپٹ رہا تھا۔ وہ خود ہی اسے اوڑھنا بچھونا بنائے ہوئے تھی۔

وہ ہرگز یہ نہیں چاہتی تھی کہ پارس گرفتار ہو کر بھارت سرکار کا قیدی بنے۔ وہ اسے اپنا قیدی بنائے رکھنے کے لیے بھارتی فوج کو آلۂ کار بنا رہی تھی۔ آنکھ کھلنے کے بعد اس نے دل ہی دل میں دعا مانگی بھگوان کرے وہ گرفتار ہو چکا ہو۔ مجھے یہ خوشخبری ملے گی تو میں کرشن بھگوان کی مورتی کو سونے کا مکٹ پہناؤں گی۔

اس نے دعا مانگنے کے بعد خیال خوانی کی پرواز کی۔ کمانڈر کے پاس پہنچی۔ وہ سو رہا تھا۔ اس نے دوسرے اعلیٰ افسر کے پاس آ کر کہا "میں پوجا بول رہی ہوں۔ کیا وہ گرفتار ہوگیا ہے؟"

اعلیٰ افسر نے کہا "وہ کون؟"

وہ غصے سے بولی "تمہارا باپ۔ کیا تم نہیں جانتے کہ میں خیال خوانی کے ذریعے کل سے صرف پارس کو تلاش کر رہی ہوں؟"

"میڈم! آپ کو انڈین آرمی کے اتنے بڑے عہدیدار سے اس انداز میں نہیں بولنا چاہیے۔"

"شٹ اپ۔ تمہیں بھی حاضر دماغی سے سمجھنا چاہیے کہ میں پارس کے متعلق پوچھ رہی ہوں۔ تمہارے چور خیالات بتا رہے ہیں کہ وہ ابھی تک گرفتار نہیں ہوا ہے۔ تم لوگ حرام کی تنخواہیں لیتے ہو۔ صرف سری نگر میں ہزاروں مسلح فوجی اور درجنوں افسران ہیں۔ اور یہ سب مل کر صرف ایک شخص کو گرفتار کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ تمہیں صرف نہتے کشمیریوں پر ظلم کرنا اور اپنا فوجی رعب اور دبدبہ دکھانا آتا ہے۔"

وہ ذرا چپ رہی۔ پھر بولی "سور کے بچے! تم چپکے چپکے مجھے گالیاں دے رہے ہو اور سمجھ رہے ہو کہ میں وہ چھپی ہوئی گالیاں نہیں پڑھ رہی ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس نے اُس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا۔ وہ چیخ مار کر فرش پر گرا۔ پھر تڑپنے لگا۔ تکلیف ایسی شدید تھی کہ ایک کے بعد دوسری چیخ نہ نکل سکی۔ چند سیکنڈ تک تڑپنے کے بعد وہ بے ہوش ہوگیا۔

وہ آرمی انٹیلی جنس کے چیف کے پاس آئی۔ پھر بولی "کتو! کمینو! حرام کی کھانے والو! تم اپنے ایک باپ کو نہیں پکڑ سکتے ہو۔ آخر تم سب کس مرض کی دوا ہو؟"

"میڈم! یہ گالیاں ہمارے لیے ناقابلِ برداشت ہیں۔ ہم اپنے اوپر والوں سے شکایت کریں گے۔"

شی تارا نے اوپر والوں کو بھی زبردست گالیاں دیں پھر چیف کے اندر بھی زلزلہ پیدا کر کے دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ بستر سے اٹھ کر آئینے کے سامنے آئی۔ آئینے نے بتایا کہ زلفیں بکھر گئی ہیں۔ حسین چہرے پر زردی چھا گئی ہے اور آنکھوں میں آنسو آگئے ہیں۔ وہ لوٹ کھسوٹ کر جانے والا کہیں نہ ملا تو آنسو بن کر آنکھوں میں آگیا۔

وہ باتھ روم میں چلی گئی۔ بڑی دیر تک شاور کے نیچے ٹھنڈے پانی میں بھیگتی رہی اور اپنے آپ کو سمجھاتی رہی کہ وہ کیوں پارس کے پیچھے بھاگ رہی ہے؟ شاید اس لیے کہ وہ اس کے جسم و جان کا مالک بن گیا ہے؟

یہ میں نے اپنی زندگی کی سب سے بڑی غلطی کی جو اسے اپنے حواس پر مسلط کر لیا لیکن جسے سر پر چڑھایا جا سکتا ہے' اسے اتارا بھی جا سکتا ہے۔ یہ نظر آ رہا ہے کہ میں اسے سر سے اتار کر قدموں میں نہیں لا سکتی مگر اپنے دل اور دماغ سے دور تو کر سکتی ہوں۔

ایک ساحر کے سحر کا توڑ کرنے کے لیے دوسرے ساحر کی خدمات حاصل کرنی پڑتی ہیں۔ دماغ میں یہ بات سما رہی تھی کہ پارس جیسا کوئی جواں مرد اسے پسند آجائے اور وہ اس سے شادی کر لے تو ہمیشہ کے لیے پارس کا طلسم ٹوٹ جائے گا۔ بہت عرصہ پہلے اس نے ایسی ہی کوشش کی تھی۔ ایک راجپوت کو اپنا جیون ساتھی بنا کر پارس کو ہمیشہ کے لیے بھلانا چاہا تھا لیکن وہ راجپوت بہت غیرت مند تھا۔ اس نے شی تارا کا معمول اور تابعدار بن کر رہنا گوارا نہیں کیا اور شادی کی رات خودکشی کر لی۔ یوں مقدر کی تحریر کے مطابق اس کے جملہ حقوق پارس کے لیے محفوظ رہ گئے۔

اس نے غسل کے بعد ناشتا کرنے کے دوران دائی ماں سے کہا۔ "میں جلد ہی شادی کر لوں گی۔"

دائی ماں نے مسکرا کر پوچھا۔ "کیا پارس مل گیا ہے؟"

"میں پارس سے نہیں کسی اور سے شادی کروں گی۔ جب اس کے جیسا جواں مرد میرے جسم و جان کا مالک بنے گا تو وہ ہمیشہ کے لیے میرے دماغ سے مٹ جائے گا۔"

دائی ماں خاموش رہی۔ اس نے پوچھا "خاموش کیوں ہو۔ کیا میں غلط فیصلہ کر رہی ہوں؟"

"ہاں۔ وہ تمہارے ہاتھ آتے آتے پھسل رہا ہے۔ تم ٹیلی پیتھی اور بھارتی فوج کے تمام ذرائع استعمال کر رہی ہو پھر بھی وہ نہ ٹوٹ رہا ہے نہ جھک رہا ہے۔ وہ مرد غیر شعوری طور پر اور زیادہ تمہارے حواس پر چھا گیا ہے۔ تم اس بات سے انکار کرو گی لیکن یہ نہیں سمجھ پاؤ گی کہ تمہارے اندر اس کی جڑیں بہت مضبوطی سے جم گئی ہیں۔"

"میں جلد ہی شادی کر کے یہ جڑیں اکھاڑ پھینکوں گی۔"

"شادی تب کرو گی' جب پارس جیسا حواس پر چھا جانے والا ملے گا۔"

"کیا اتنی بڑی دنیا میں وہی ایک جواں مرد ہے؟"

"اتنی بڑی دنیا میں جواں مرد بہت ہیں۔ پارس صرف ایک ہے اور تمہاری دنیا میں ایک ہی رہے گا۔"

دائی ماں برتن سمیٹ کر لے گئی۔ وہ خیال خوانی کی پرواز کر کے کمانڈر کے پاس آئی۔ وہ بولا "مس پوجا! تم نے دو اعلیٰ افسران کو دماغی عذاب میں مبتلا کر کے اچھا نہیں کیا۔"

"میں نے نااہل افراد کو سزائیں دی ہیں۔ تمہارے جیسے بڑے افسران ہمیشہ سزاؤں سے بچ جاتے ہیں۔"

"نااہل افسران بے شمار ہیں۔ تم کتنے لوگوں کو سزا دو گی؟"

"ان تمام افسران کو جو پارس کو ڈھونڈ نکالنے میں ناکام رہیں گے۔"

"مگر تمہارے اس رویّے پر بھارتی فوج کے تمام افسران احتجاج کر رہے ہیں۔ بحری' بری اور فضائی افواج میں بے چینی پھیل گئی ہے کہ تم ان کے دماغوں میں بھی آ کر حکمرانی کرو گی۔"

"وہ مجھے غلط سمجھ رہے ہیں۔"

"میں کتنوں کو سمجھاؤں گا کہ وہ غلط سمجھ رہے ہیں۔ کیا تم سیکڑوں افسران کے دماغوں میں جا کر ان کی یہ غلط فہمی دور کرو گی کہ تم پارس کی دیوانی ہو اور اسے حاصل کرنے کے لیے کشمیر میں بھارتی فوج کو آلۂ کار بنا رہی ہو۔"

"یہ جھوٹ ہے' میں اپنے دیس کی بھلائی کے لیے پارس کو اس کے مقاصد میں ناکام بنانا چاہتی ہوں۔"

"تمہاری حب الوطنی مشکوک ہو چکی ہے۔ اگر تم واقعی دیس کی بھلائی چاہتی ہو تو پارس کا معاملہ فوج پر چھوڑ دو۔ وہ جہاں بھی نظر آئے گا' فوجی اسے گولی مار دیں گے۔"

"میں کہہ چکی ہوں' اسے ہلاک نہیں کیا جائے گا۔ صرف زخمی کیا جائے گا۔"

"مگر تینوں افواج کے اعلیٰ افسران کا حکم ہے کہ اسے ختم کر دیا جائے کیونکہ وہ یہاں باغیوں کی مدد کرنے اور تخریبی کارروائیاں کرنے آیا ہے۔"

"کمانڈر! تمام اعلیٰ افسران سے کہہ دو کہ یہ حکم واپس لیں۔ پارس میرا مجرم ہے' میں اسے اپنا تابعدار بناؤں گی۔"

"تم اس طرح ضد کرو گی تو اسے تمہارا عشقیہ کھیل سمجھا جائے گا۔ تمہاری حب الوطنی کا دعویٰ غلط ثابت ہوگا۔"

"میں صرف ایک بات جانتی ہوں کہ پارس کو زندہ رہنا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

چاہیے۔ تمام اعلیٰ افسران سے کہو' اگر وہ چاہتے ہیں کہ میں ان کے دماغوں میں نہ آؤں اور انہیں پریشان نہ کروں تو وہ پارس کو مجھ پر چھوڑ دیں۔ میں اسے کشمیر سے جانے پر مجبور کردوں گی۔"

"ہم فوجی اس معاملے سے الگ ہوجائیں گے پھر بھی شاید وہ زندہ نہیں رہ پائے گا۔ جیوز سینڈیکیٹ کے سرغنہ کا دعویٰ ہے کہ وہ آج شام تک یا رات تک دنیا والوں کو پارس کی لاش دکھائیں گے۔"

وہ چونک کر سیدھی بیٹھ گئی۔ پھر بولی "یہ جیوز سنڈیکیٹ کا کتا کون ہے؟ اس سے رابطہ کرو۔"

"ہمارا اس سے کوئی رابطہ نہیں ہے۔ ہمیں اس کے متعلق یہودی سفیر نے بتایا ہے۔"

"تو پھر سفیر سے رابطہ کرو۔ میں تمہارے ذریعے اس کی آواز سنوں گی۔"

کمانڈر نے رابطہ کیا۔ ثی تارا آواز سنتے ہی یہودی سفیر کے اندر پہنچ کر خاموشی سے خیالات پڑھنے لگی۔ پتا چلا کہ جیوز سینڈیکیٹ کا سرغنہ یہودہ گل اسرائیلی حکومت سے لاکھوں پونڈز لے کر پارس کو قتل کروانے والا ہے۔

سفیر یہ نہیں جانتا تھا کہ پارس یہودہ گل کی نظروں میں آگیا ہے یا نہیں؟ ویسے اتنا بڑا دعویٰ کیا گیا تھا۔ ثی تارا پریشان ہوگئی تھی کہ یہودہ کو ضرور پارس کا ٹھکانا معلوم ہوچکا ہے اور شام تک وہ اپنا دعویٰ پورا کر دکھائے گا۔

اس نے سفیر کو مجبور کیا کہ وہ یہودہ سے فون پر بات کرے۔ اس نے فون پر یہودہ کو مخاطب کیا پھر پوچھا "ہیلو مسٹر گل! دن کے بارہ بج گئے ہیں۔ پاس تک کب پہنچ رہے ہو؟"

"میرے آدمی اسے تلاش کررہے ہیں۔ وہ دو چار گھنٹوں میں کہیں نہ کہیں نظر آجائے گا۔"

"کیا یہ تمہاری خوش فہمی نہیں ہوسکتی؟"

"ہرگز نہیں۔ میرے پاس ایک ایسا عجیب و غریب شخص ہے' جو میلوں دور کی آوازیں سن لیتا ہے۔ وہ پارس کی آواز سن کر اس کی نشاندہی کرے گا۔"

ثی تارا سمجھ گئی کہ پاشا جیوز سینڈیکیٹ میں پہنچ گیا ہے۔ سفیر نے ثی تارا کی مرضی کے مطابق پوچھا "تمہارے پاس ایسا آدمی ہے تو وہ پارس کی آواز کیوں نہیں سن رہا ہے؟"

"اس وقت وہ سو رہا ہے۔ ایک بجے تک بیدار ہونے والا ہے۔ وہ کرائے کے قاتل کو چشم زدن میں پارس کے پاس پہنچادے گا۔"

اتنی بات سن کر وہ سفیر کے پاس سے پرواز کرکے یہودہ گل کے اندر آئی تو اس نے سانس روک لی۔ پھر فون پر سفیر سے کہا "مسٹر! تمہارے اندر کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا چھپا ہوا ہے۔ وہ ابھی میرے دماغ میں آنا چاہتا تھا لیکن میں نے سانس روک کر اسے بھگادیا ہے۔ اب وہ پھر تمہارے پاس پہنچ کر ہماری باتیں سن رہا ہوگا۔"

وہ سفیر کی زبان سے بولی "ہاں' میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی بول رہی ہوں۔"

یہودہ نے پوچھا "تمہارا کوئی نام تو ہوگا؟"

"میرا نام پوجا ہے۔ میں بھارت کی رہنے والی ہوں اور پارس کو یہاں سے بھگانے کی کوشش کررہی ہوں۔"

"میری معلومات کی کتاب میں پوجا نام کی کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والی نہیں ہے۔ بھارت میں صرف ایک ثی تارا ہے۔ مجھ سے جھوٹ کیوں بول رہی ہو؟"

"تمہاری معلومات درست ہیں۔ میں یہاں نام اور حلیہ بدل کر رہتی ہوں۔ ہم دونوں کے عزائم ایک ہیں۔ میں پارس کو بھارت اور کشمیر سے بھگانا چاہتی ہوں اور تم اسے قتل کرنا چاہتے ہو؟"

"تم اسے صرف بھگانا کیوں چاہتی ہو۔ قتل کرنا کیوں نہیں چاہتیں؟"

ثی تارا جانتی تھی کہ یہودی میرے اور میری فیملی کے جانی دشمن ہیں۔ اس لیے وہ بھی دشمن بن کر بولی۔ "دراصل میں پارس کے قتل کا الزام اپنے سر لینا نہیں چاہتی۔ میں ایک تنہا خیال خوانی کرنے والی ہوں اور فرہاد کے درجنوں ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ وہ سب میرے پیچھے پڑجائیں گے۔"

یہودہ نے کہا "تم میرا ساتھ دو۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے پارس تک پہنچنے میں ہم سے تعاون کرو۔ ہم اس کے قتل کے معاملے میں تمہارا ذکر نہیں آنے دیں گے۔"

"ایسی بات ہے تو میں راضی ہوں۔ یہ بتاؤ' تم سے مسلسل رابطہ کیسے رہے گا؟"

"ایک بجے کے بعد فون پر رابطہ کرو۔ میری بھتیجی سو کر اٹھے گی تو اس شخص کو پارس کی آواز سننے کے لیے کہے گی۔"

"یہ تمہاری بھتیجی کون ہے؟"

"اس کا نام ارینا گل ہے۔ بڑی باکمال ہے۔ شیر کو لگام دے کر اس پر سوار ہوجاتی ہے۔ ہم چچا بھتیجی کے دماغوں میں تمہیں جگہ نہیں ملے گی۔ ہمیشہ فون کے ذریعے رابطہ رہے گا۔"

اس نے فون بند کردیا۔ ثی تارا' سفیر کے دماغ سے واپس آکر سوچنے لگی' یہ چچا بھتیجی فی الحال میری پہنچ سے دور ہیں۔ یہ نہ سہی ان کا کرائے کا جو قاتل ہے۔ شاید اس کے دماغ میں جگہ مل جائے۔ اگر وہ بھی یوگا کا ماہر ہوا تو پارس کو ان سے نہیں بچا سکے گی۔ یہ لوگ سری نگر میں ہوں گے۔ یہ معلوم کرنا چاہیے کہ ان کا قیام کہاں ہے؟"

وہ تھوڑی دیر تک اس معاملے کے تمام پہلوؤں پر غور کرتی رہی۔ پھر خیال خوانی کی پرواز کرکے پاشا کے اندر پہنچی۔ وہ سو رہا تھا۔ خوابیدہ دماغ نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا تو اس کی آنکھ کھل گئی۔ وہ بولی "سانس نہ روکنا۔ تمہارے محسن پارس کی زندگی خطرے میں ہے۔"

وہ ناگواری سے بولا "میرا کوئی محسن نہیں ہے۔ تم کون ہو؟"

"تم کیسے احسان فراموش ہو؟ سونیا ثانی نے تمہارے دماغ پر قبضہ جماکر آزاد چھوڑ دیا تھا اور مجھے یقین ہے کہ میرے تنویمی عمل سے بھی انہی لوگوں نے تمہیں نجات دلائی تھی۔"

"اچھا سمجھ گیا' تم ثی تارا ہو۔ تمہاری جیسی مکار اور خود غرض عورت مجھے احسان فراموش کہنے آئی ہے۔ جاؤ بھاگ جاؤ۔"

اس نے سانس روک لی۔ وہ جانتی تھی کہ پاشا اسے پہچانتے ہی بات نہیں کرے گا۔ سانس روک کر بھگادے گا۔ اسی لیے وہ آواز اور لہجہ بدل کر بول رہی تھی اور اسے باتوں میں الجھا کر چور خیالات پڑھ رہی تھی۔

اس کے خیالات نے بتایا کہ وہ ایک فور اسٹار ہوٹل کے کمرا نمبر چار سو سترہ میں ارینا کے ساتھ ہے۔ وہ پارس کے ساتھ کشمیر آیا تھا۔ اب اس کا ساتھ چھوڑ کر ارینا کا دیوانہ ہوگیا ہے۔

اس نے ایک فوجی افسر کے دماغ پر قبضہ جمایا پھر اسے ایک جیپ میں بیٹھ کر فور اسٹار ہوٹل کی سمت جانے پر مجبور کیا۔ فی الوقت یہی تدبیر سوجھی کہ پارس کو زندہ رکھنے کے لیے اس افسر کے ریوالور سے پاشا کو زخمی کرے گی اور اسے پارس کی آواز سننے نہیں دے گی۔ یوں کوئی قاتل پارس تک نہیں پہنچ پائے گا۔

ادھر پاشا اٹھ کر بیٹھا تو ارینا کی بھی آنکھ کھل گئی۔ وہ ایک بھرپور انگڑائی لیتی ہوئی بولی "سر جھکائے کیوں بیٹھے ہو؟"

وہ اس کے پاس لیٹ کر بولا "ثی تارا آئی تھی۔ مجھے احسان فراموش کہہ رہی تھی۔"

ارینا نے چونک کر پوچھا "کیا ٹیلی پیتھی جاننے والی ثی تارا کی بات کررہے ہو؟"

"ہاں' میں گہری نیند سو رہا تھا۔ اس کے آنے سے آنکھ کھل گئی۔ اگر وہ تمہاری آواز سنے گی تو تمہارے اندر بھی پہنچ جائے گی۔"

"میں بھی سانس روک لیتی ہوں۔ اسے آنے نہیں دوں گی۔ ویسے وہ کیوں آئی تھی؟ کیا کہہ رہی تھی؟"

وہ ثی تارا سے ہونے والی گفتگو سنانے لگا۔ ارینا نے کہا "اس کا مطلب ہے' وہ کچھ دیر تمہارے اندر رہی تھی۔"

"ہاں' پھر میں نے سانس روک کر اسے بھگادیا۔"

"اس کی باتوں سے پتا چلتا ہے وہ پارس کو کسی خطرے سے بچانے کے لیے تمہارا تعاون چاہتی تھی۔ اس نے کچھ دیر تمہارے اندر رہ کر یہ ضرور معلوم کیا ہوگا کہ تم ابھی یہاں اس ہوٹل میں ہو۔"

"معلوم کرکے کیا کرے گی۔ یہاں آئے گی تو اس کی گردن توڑ ڈالوں گا۔"

"عقل کی بات کرو۔ وہ نہیں آئے گی۔ اپنے کسی آلۂ کار کو بھیجے گی اور تمہیں مجھ سے چھین کر لے جائے گی۔"

"میں تمہیں چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔"

"میں بھی تمہیں نہیں چھوڑوں گی۔ ہمیں چار گھنٹے بعد دہلی کی

دُنیا کے حیرت انگیز فن
تحریر شناسی
کے ذریعے دُوسروں کی شخصیت کو کھُلی کتاب کی طرح پڑھیے
اُردو میں پہلی بار
تحریر شناسی کے فن پر ایک نادر اور رہنما کتاب
تحریر اور شخصیت
یہ کتاب آپ کو بتائے گی کہ...
◎ یہ شخص کس کام کے لیے موزوں ہے ؟
◎ کیا یہ حالات سے لڑنے کی صلاحیت رکھتا ہے ؟
◎ کیا اسے جلد غصہ آتا ہے ؟
◎ کیا یہ جھوٹ بولنے کا عادی ہے ؟
◎ کیا اس کے ساتھ شادی کی جاسکتی ہے ؟
◎ کیا اس پر بھروسہ کیا جاسکتا ہے ؟
◎ کیا یہ ایمان دار اور ہمدرد ہے ؟
◎ اس کا جنسی رویّہ کیسا ہے ؟
◎ اس میں بُرائیاں زیادہ ہیں یا اچھائیاں ؟
◎ اور ایسی دُوسری بہت سی باتیں۔
قیمت ۱۵ روپے
ڈاک خرچ ۲ روپے
ہر شخص کے لیے یکساں طور پر کارآمد کتاب۔
ملنے کا پتہ
مکتبۂ نفسیات پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

فلائٹ سے جانا ہے۔ چلو اٹھو۔ ہم یہ چار گھنٹے سیر و تفریح میں گزاریں گے۔"

وہ دونوں بستر سے اٹھ گئے۔ ارینا نے اسے مُنہ ہاتھ بھی نہیں دھونے دیا۔ وہ خطرہ محسوس کررہی تھی۔ پاشا کی غیر معمولی صلاحیتوں سے محروم نہیں ہونا چاہتی تھی۔ فوراً اٹیچی میں سامان رکھ کر کمرے سے باہر جانا چاہتی تھی۔ ایسے ہی وقت دروازے پر دستک سنائی دی۔

دونوں نے چونک کر دروازے کو دیکھا۔ ارینا نے سرگوشی میں کہا "کوئی دشمن ہوسکتا ہے۔ بڑی ہوشیاری سے دروازہ کھولو۔ اگر کوئی مسلح شخص ہوگا تو اسے ہتھیار استعمال کرنے کا موقع نہ دینا۔"

وہ دونوں دبے قدموں چلتے ہوئے دروازے کے پاس آئے۔ پاشا ایک طرف دیوار سے لگ کر کھڑا ہوگیا۔ دوسری بار دستک سنائی دی۔ ارینا نے پوچھا "کون ہے؟"

باہر سے آواز آئی "میں آرمی افسر ہوں۔ دروازہ کھولو۔"

ارینا کو ذرا اطمینان ہوا کہ کوئی دشمن نہیں ہے۔ اس نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔ افسر دروازے کو دھکا دیتا ہوا اندر آیا۔ اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ اس نے پوچھا "تمہارا ساتھی کہاں ہے؟"

ساتھی نے پیچھے سے آکر ایک ہاتھ سے اس کی گردن دبوچ لی۔ دوسرے ہاتھ سے ریوالور والے ہاتھ کو جکڑ لیا۔ ارینا فوراً ہی فرش پر لیٹ گئی تاکہ گولی چلے تو محفوظ رہے۔

افسر نے گولی چلائی۔ اس سے پہلے ہی پاشا نے اسے دوسری طرف کمرے کے باہر گھمادیا۔ باہر کاریڈور کے سامنے دوسرا کمرا تھا۔ گولی اس کمرے کے دروازے پر جاکر لگی۔ اس کمرے میں آفرین اور پارس سو رہے تھے۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھے۔

انہوں نے سمجھا کہ انہیں تلاش کرنے والے فوجی سر پر آپہنچے ہیں۔ پارس نے آفرین سے کہا "باتھ روم میں جاؤ اور فوراً ساڑی پہنو۔ یاد رکھو، ہم آواز اور لہجہ بدل کر بولا کریں گے۔"

وہ اپنا لباس اٹھا کر باتھ روم میں چلی گئی۔ پارس دیوار کے ساتھ لگ کر دروازے کے قریب آیا پھر پاشا کی آواز سن کر چونک گیا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "شی تارا! تم اس آدمی کے اندر آئی ہو۔ مجھے زخمی کرکے پھر مجھے غلام بنانا چاہتی ہو۔ اب میں تمہارے جال میں نہیں پھنسوں گا۔ یہ لو، میں نے اسے بیہوش کردیا ہے۔"

پھر فرش پر کسی کے دھپ سے گرنے کی آواز آئی۔ پارس نے دروازہ کھول کر دیکھا۔ ایک آرمی کا افسر کاریڈور کے فرش پر چاروں شانے چت پڑا تھا۔ ریوالور اس کے ہاتھ سے نکل کر دور فرش پر چلا گیا تھا۔ گولی چلنے کی آواز سن کر ہوٹل کا منیجر اور دوسرے بہت سے لوگ آگئے تھے۔ منیجر نے پاشا سے پوچھا "کیا آپ نے افسر پر حملہ کیا ہے؟"

ارینا نے کہا "ہم نے نہیں اس افسر نے آکر ہم پر گولی چلائی تھی۔ میرا ساتھی اس پر قابو نہ پاتا تو یہ ہمیں گولی ماردیتا۔ اب ہم اس ہوٹل میں نہیں رہیں گے۔"

پارس دیکھ رہا تھا کہ ارینا کی باتوں کے دوران منیجر فرش پر پڑے ہوئے ریوالور کی طرف جارہا تھا۔ وہ شی تارا کی رگ رگ سے واقف تھا۔ سمجھ رہا تھا کہ اب وہ منیجر کے دماغ پر قبضہ جمائے ہوئے ہے۔ اب وہ بیچارہ گولی چلانے والا ہے۔

اس نے جیسے ہی فرش پر سے ریوالور اٹھا کر پاشا کا نشانہ لیا۔ پارس نے قریب کھڑے ہوئے شخص کو دھکا دے کر اُس پر گرا دیا۔ گولی چلی۔ گرنے والا شخص زخمی ہوا۔ پاشا بچ گیا۔

وہاں بھگدڑ شروع ہوگئی۔ پاشا نے منیجر پر چھلانگ لگا کر اُس سے ریوالور چھین لیا۔ ارینا نے کہا "یہاں سے بھاگ چلو۔ وہ تمہارے پیچھے پڑگئی ہے۔ تمہیں مجھ سے چھین لینا چاہتی ہے۔"

وہ پکے عاشقانہ انداز میں بولا "مجھے کوئی تم سے جدا نہیں کرسکتا۔ میں تمہارا ہوں اور مرنے کے بعد بھی تمہارا رہوں گا۔"

پارس نے ارینا سے کہا "یہ تمہارا سچا اور پکا عاشق ہے مرنے کے بعد بھی اپنی لاش تمہارے پاس رکھے گا۔"

وہ فخر سے سینہ تان کر بولا "پیارے بھائی! تم بے عاشقوں کو پہچانتے ہو۔ میں تمہارے سامنے قسم کھا کر ارینا سے کہتا ہوں کہ مرنے کے بعد بھی اپنی لاش......"

وہ کہتے کہتے چونک گیا۔ پھر بولا "اے سالے بھائی! میری لاش ارینا کے ساتھ کیسے رہے گی؟ میں تمہارا مُنہ توڑ دوں گا۔"

ارینا کمرے کے اندر سے اٹیچی لے کر آئی۔ پھر بولی "چلو۔"

پارس نے کہا "یہاں سے جاکر غلطی کرو گی۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والی باہر کس کس کو آلۂ کار بنا کر حملہ کرے گی، یہ تم نہیں جانتی ہو۔ اس کے برعکس بند کمرے میں محفوظ رہو گی۔ یہاں آنے والا کوئی ایک آلۂ کار ہوگا جس سے تمہارا ساتھی نمٹ لے گا۔"

وہ سوچ میں پڑگئی۔ پارس نے کہا "افسر کا ریوالور خالی کرکے اس کے پاس رکھ دو۔ یہ ہوش میں آرہا ہے۔"

پاشا نے فوراً ریوالور خالی کرکے فرش پر پھینک دیا۔ افسر کراہ رہا تھا۔ پارس نے اس پر جھک کر اُس کے گالوں کو تھپتھپا کر کہا "ہیلو آفیسر! ہوش میں آؤ۔"

اس نے آنکھیں کھول دیں۔ سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگا۔ پھر اٹھ کر بیٹھتے ہوئے بولا "میں... میں یہاں......"

پارس نے کہا "ہاں سوچو۔ تم یہاں کیسے آگئے ہو؟"

اس نے قریب پڑے ہوئے ریوالور کو اٹھالیا۔ پھر کھڑا ہوکر کہنے لگا۔ "مجھے یاد آرہا ہے۔ میں بے اختیار اپنی جیب میں بیٹھا ہوا یہاں آیا تھا۔ اگرچہ آنا نہیں چاہتا تھا پھر میں اس پہلوان پر گولی چلانا چاہتا تھا۔ اوہ گاڈ! کیا میں پاگل ہوگیا تھا؟"

پاشا نے کہا "پاگل نہیں ہوئے تھے۔ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی تمہیں آلۂ کار بنا کر مجھے قتل کرنا چاہتی تھی۔"

منیجر حیران پریشان ابھی تک فرش پر بیٹھا ہوا تھا۔ کہنے لگا۔ "میں بھی اپنی مرضی کے خلاف ادھر آیا اور ریوالور اٹھا کر خواہ مخواہ اس پہلوان کو گولی مارنا چاہتا تھا۔ ٹیلی پیتھی کی بات سن کر اصل بات سمجھ میں آرہی ہے۔"

شی تارا منیجر کو بھی آلۂ کار بنا کر پاشا کو زخمی کرنے میں ناکام رہی تو سمجھ گئی کہ پاشا ہوشیار ہوگیا ہے۔ اس لیے کامیابی نہیں ہوگی۔ وہ منیجر کے اندر خاموش رہ کر ان کی باتیں سن رہی تھی۔ یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ پاشا اسی ہوٹل میں رہے گا یا باہر کہیں جائے گا۔

ایسے ہی وقت ارینا پاشا کا ہاتھ پکڑ کر کمرے کے اندر گئی۔ پھر دروازے کو بند کرلیا۔ وہ پارس کے مشورے پر وہیں رہ گئی تھی۔ شی تارا نے پارس کا یہ مشورہ سنا تھا۔ جب بھیڑ چھٹ گئی تو وہ پارس کو اجنبی سمجھ کر اس کے اندر آئی۔ اس نے سانس روک لی اور اپنے سر کو تھام کر منیجر سے کہا "معلوم ہوتا ہے، وہ ٹیلی پیتھی جاننے والی ابھی تک یہاں موجود ہے۔ ابھی وہ میرے پاس آئی تھی۔ اسے پتا نہیں تھا کہ میں یوگا کا ماہر ہوں۔"

منیجر نے کہا "پتا نہیں یہ کیسی بلا ہے۔ ہوٹل کے مسافر خوفزدہ ہوگئے ہیں۔ یہ ہمارے ہوٹل کے لیے بہتر ہوا کہ اس نے آرمی افسر کو آلۂ کار بنایا۔ ورنہ پولیس والے یقین نہ کرتے کہ یہ سب ٹیلی پیتھی کے باعث ہوتا رہا ہے۔"

وہ افسر کے ساتھ جانے لگا۔ پارس نے کمرے میں آکر دروازہ بند کرتے ہوئے آفرین سے کہا "باہر شی تارا اپنے آلۂ کار بناتی پھر رہی ہے۔ بڑا دلچسپ تماشا ہو رہا ہے۔ پاشا ایک حسینہ کے ساتھ سامنے والے کمرے میں ہے اور ہم اس سے چھپنے کے لیے آواز بدل کر بول رہے ہیں۔ شی تارا ابھی ہمارے بالکل قریب ہے۔"

"کیا اس نے تمہارے پاس آنے کی کوشش کی تھی؟"

"ہاں، ایک اجنبی سمجھ کر کوشش کی تھی۔ ناکام ہوکر چلی گئی۔ ویسے تمہارے پاس آئے گی تو گڑبڑ ہوجائے گی کیونکہ تم بھی سانس روکو گی۔ جبکہ تم ایک نیم پاگل عورت کی ایکٹنگ کررہی ہو اور نیم پاگل پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتے ہیں۔"

"پھر تو ہمیں کسی دوسرے ہوٹل میں قیام کرنا چاہیے۔"

"فی الحال تم اسی چار دیواری میں رہو۔ میں دیکھوں گا کہ وہ کیا کرتی پھر رہی ہے۔"

دوسرے کمرے میں ارینا نے فون کے ذریعے یہودہ رگل سے رابطہ کیا۔ وہ بولا "بیٹی! یہ تمہاری بہت بری عادت ہے۔ سوتی ہو تو چو گھنٹوں کے لیے اپنے انکل سے بھی رابطہ ختم کردیتی ہو۔ میں تم سے اہم بات کہنے کے لیے بے چین ہو رہا ہوں۔"

"مجھے بھی ایک اہم مسئلہ درپیش ہے۔ پہلے آپ بولیں، کیا کہنا چاہتے ہیں؟"

"بیٹی! ہمیں دس لاکھ پونڈز سے زیادہ رقم ملے گی۔ اس کے لیے تھوڑی سی محنت کی ضرورت ہے۔ پارس کو قتل کرنا ہوگا۔ وہ سری نگر میں ہے۔ پاشا اس کی آواز سن کر بتا سکتا ہے کہ وہ کس علاقے میں ہے؟"

"ہوں۔ کام تو آسان لگ رہا ہے۔ پاشا منٹوں میں اس کی آواز سن کر اُس کا پتا ٹھکانا معلوم کرلے گا لیکن ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی شی تارا پاشا کے پیچھے پڑگئی ہے۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے اس نے پاشا پر حملے کیے تھے۔"

"یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ شی تارا میرے پاس آئی تھی۔ پارس کو قتل کرنے کے سلسلے میں ہم سے تعاون کرنا چاہتی ہے۔"

"اس کا مطلب ہے اسے آپ کے ذریعے معلوم ہوا کہ پاشا ہمارے پاس ہے۔ ایک طرف وہ آپ کو تعاون کا یقین دلا رہی ہے، دوسری طرف پاشا کو زخمی کرکے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے ہم سے چھین لینا چاہتی ہے۔"

"درست کہتی ہو۔ وہ ہم سے مکاری کررہی ہے۔ تم فوراً پاشا کی قوت سماعت سے کام لو۔ پارس کا سراغ لگاؤ۔ پھر پاشا کو کشمیر اور بھارت سے دور لے جاؤ۔"

"ابھی تو وہ کسی نہ کسی کو آلۂ کار بنا کر ہماری نگرانی کررہی ہوگی۔ میں ایسے ہی کسی آلۂ کار کو دھوکا دے کر یہاں سے جاؤں گی۔"

اس نے پاشا سے کہا۔ "میں اپنے انکل سے باتیں کررہی ہوں۔ وہ پارس سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں، وہ کہاں ہوگا؟"

"وہ جگہ بدلتا رہتا ہے۔ میں کہہ نہیں سکتا کہ وہ کہاں ہوگا؟"

"تم اس کی آواز سن کر اُس کا سراغ لگا سکتے ہو۔"

"ٹھیک ہے، میں ابھی سننے کی کوشش کرتا ہوں۔"

اس نے سر جھکا کر آنکھیں بند کرلیں۔ پارس کی آواز پر توجہ دینے لگا۔ اس کے ساتھ ہی اس کی توجہ آفرین کی آواز پر تھی۔ وہ جانتا تھا کہ آفرین اور پارس جہاں بھی ہوں گے، ایک ساتھ ہوں گے۔

تھوڑی دیر بعد اس نے مایوس ہوکر کہا "میں پارس اور آفرین دونوں کی آوازوں پر توجہ دے رہا ہوں، مگر دونوں مسلسل خاموش ہیں۔ شاید وہ دونوں سو رہے ہیں۔"

ارینا نے فون پر کہا "انکل! پارس کی طرف سے مسلسل خاموشی ہے۔ پاشا کا خیال ہے کہ وہ کہیں سو رہا ہے۔"

"بیٹی! اس کے دوسرے ساتھی جاگ رہے ہوں گے۔ اس سے پوچھو پارس کے ساتھ کتنے لوگ ہیں؟"

وہ بولی "پاشا! تم نے کہا تھا کہ پارس کے ساتھ تمہارے اور آفرین کے علاوہ کوئی اور بھی تھا۔ شاید وہ جاگ رہا ہو۔ پلیز، اس کی آواز سنو۔"

وہ ہومر کی آواز پر توجہ دینے لگا۔ تھوڑی دیر بعد ہی اس کی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

آواز سنائی دی۔ وہ ارینا سے بولا "میں اسے سن رہا ہوں۔ وہ کسی سے کہہ رہا ہے کہ یہ جگہ بہت خوبصورت ہے۔ جی چاہتا ہے کہ یہاں ساری زندگی گزار دوں۔"

ارینا خوش ہو کر بولی "انکل! میرا پاشا ونڈر فل ہے۔ یہ پارس کے ایک ساتھی کی آواز سن رہا ہے۔"

پھر وہ پاشا کے گلے میں اپنی ایک بانہہ ڈالتی ہوئی بولی "آئی لو یو وِدھ مائی ہارٹ اینڈ سول مائی ڈیئر! جس طرح تم اس کی آواز سن رہے ہو، کیا اس طرح اسے اپنی آواز سنا کر پوچھ نہیں سکتے کہ وہ اس وقت کہاں ہے؟"

وہ اس کی قربت سے سحر زدہ ہو رہا تھا۔ دوسری طرف یہودہ نے فون پر کچھ گڑبڑانے والی جذباتی آوازیں سنیں۔ پھر جھینپ کر بولا۔ "نان سنس! تم دونوں مجھے کیا سنا رہے ہو؟ پارس کی آواز سنو۔"

ارینا نے اسے پھر آواز سننے کی ڈیوٹی پر لگا دیا۔ وہ سننے لگا اور بتانے لگا کہ ہومر کسی عورت سے فرنچ زبان میں بول رہا ہے۔ وہ عورت کیمرے سے وہاں کے حسین مناظر کی تصویریں اتار رہی تھی۔ وہ دونوں دنیا جہان کی باتیں کر رہے تھے لیکن کسی بات سے یہ ظاہر نہیں ہو رہا تھا کہ وہ اس عورت کے ساتھ کس علاقے میں ہے۔ وہ پارس اور آفرین کا ذکر بھی نہیں کر رہا تھا۔ ارینا نے بیزار ہو کر کہا "انکل! میں ریسیور رکھ رہی ہوں۔ جب کام کی باتیں معلوم ہوں گی تو میں فون کروں گی۔"

اس نے رابطہ ختم کرکے پھر پیار بھرا انداز اختیار کیا اور کہا۔ "تمہیں میری جان کی قسم ہے۔ پارس کا سراغ لگاؤ۔"

اس نے پھر پارس کی آواز سننے کی ناکام کوششیں کیں۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ شاید پارس نے اپنی آواز میں تبدیلی کی ہے۔ وہ بہت چالاک ہے۔ اگر اس نے ایسا کیا ہے تو وہ کبھی اس کا پتا ٹھکانا معلوم نہیں کرسکے گا اور معلوم نہ کرسکا تو اس پر فدا ہونے والی حسینہ کی نظروں میں اہمیت کم ہو جائے گی۔

وہ دل ہی دل میں پارس کو کوسنے لگا اور ارینا کو یہ کہہ کر ٹالنے لگا کہ وہ سو رہا ہے۔ جاگنے کے بعد ضرور اس کی آواز سنائی دے گی اور شاید اس کی پناہ گاہ کا بھی علم ہو جائے گا۔

دوسری طرف پارس نے ہوٹل کے ریسپشن میں جاکر کاؤنٹر گرل سے دوستی کی۔ پھر پوچھا "کمرا نمبر چار سو سترہ میں وہ پہلوان کون ہے، جس کی وجہ سے فائرنگ ہوئی تھی۔"

وہ بولی "وہ کمرا اس پہلوان کے نام پر نہیں، ایک جرمن دوشیزہ ارینا گل کے نام پر ہے۔ وہ پہلوان کو کہیں سے پکڑ کر لائی ہے۔"

"کیا وہ عیسائی دوشیزہ ہے؟"

"نہیں۔ ہمارے رجسٹر میں اس نے یہودی مذہب لکھا ہے۔"

پارس کے دماغ میں خطرے کی گھنٹی بج گئی۔ اس نے پوچھا "کیا وہ تنہا آئی ہے۔"

"ایک یہودی شخص اس کے ساتھ آیا ہے۔ وہ کمرا نمبر چار سو اٹھارہ میں ہے۔ اس کا نام ہیری سیمسن ہے، وہ صبح سے کہیں گیا ہوا ہے۔"

پارس نے کاؤنٹر گرل کا شکریہ ادا کیا۔ پھر ہوٹل کے باہر آگیا۔ اس نے ایک طرف چلتے ہوئے۔ جیب سے دو ننھے سے اسپرنگ نکالے پھر ناک پر ہاتھ رکھتے ہوئے دونوں نتھنوں میں اسپرنگ کو رکھا تو ناک پھیل گئی۔ اُس نے اسی طرح آگے بڑھتے ہوئے ناک کے نیچے ہاتھ رکھا تو مونچھوں کا اضافہ ہو گیا۔ پھر اس نے بائیں آنکھ سینڈلی جیسے ایک آنکھ پیدائشی طور پر ایسی ہو۔ چہرہ اس حد تک تبدیل ہو گیا تھا کہ اسے کوئی اجے کمار نہیں کہہ سکتا تھا۔ اس نے جنرل پوسٹ آفس میں آکر دہلی میں یہودی سفیر کے نام کال بک کرائی۔ آدھے گھنٹے کے اندر رابطہ ہو گیا۔ دوسری طرف سے پوچھا گیا "تم کون ہو؟ اور سفیر صاحب سے کیا کہنا چاہتے ہو؟"

وہ بولا "میں ڈیٹیکٹو زیرو نائن فرام جیوز سیکرٹ مشن ہوں۔ اگر تم میرا پرابلم حل کردو تو میرا سفیر صاحب سے بات کرنا ضروری نہیں ہوگا۔"

"پرابلم کیا ہے؟"

"میں نے فرہاد کے بیٹے پارس کا خفیہ ٹھکانا معلوم کیا ہے۔ مجھ سے کہا گیا تھا کہ کامیابی ہوتے ہی میں متعلقہ شخص کو اطلاع دوں۔ مجھے معلوم ہونا چاہئے کہ متعلقہ شخص کا فون نمبر اور کوڈ نمبر کیا ہے۔"

اسے ہولڈ کرنے کے لئے کہا گیا تھوڑی دیر بعد سفیر کی آواز سنائی دی "ہیلو! تم کون ہو؟"

"میں بتا چکا ہوں، میرا تعلق جیوز سیکرٹ مشن سے ہے۔ میرا کوڈ نمبر زیرو نائن ہے۔ میں نے پارس کا موجودہ خفیہ ٹھکانا معلوم کیا ہے۔ اس کے ساتھ ایک حسین عورت ہے۔"

سفیر نے کہا "مجھے بتاؤ وہ کہاں ہے؟"

"سوری سر! ہمارے سروں پر فرہاد کے ٹیلی پیتھی جاننے والے منڈلاتے رہتے ہیں۔ میں جلد سے جلد یہاں متعلقہ افراد سے مل کر اس خفیہ ٹھکانے کا محاصرہ کرنا چاہتا ہوں۔ آپ ایسے افراد تک مجھے پہنچائیں جو یوگا کے ماہر ہوں تاکہ فرہاد ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہمارا راستہ روکنے میں ناکام رہے۔"

"میں ایسے افراد سے واقف نہیں ہوں۔ ویسے ایک نمبر نوٹ کرو اور مسٹر یہودہ گل سے رابطہ کرو۔ پارس کا معاملہ اس کے ہاتھوں میں ہے۔"

اس نے یہودہ گل کا نمبر نوٹ کرنے کے بعد رابطہ ختم کر دیا۔ پارس نے اس نمبر پر کال بک کرائی۔ پھر سوچنے لگا کہ ہوٹل کے کمرے میں ارینا گل ہے اور ابھی وہ کسی یہودہ گل سے بات کرنے والا ہے۔ کیا ان دونوں میں قریبی رشتے داری ہے؟ رشتے داری نہ بھی ہو تو یہ دونوں ایک ہی مشن سے تعلق رکھتے ہیں اور مشن

ہاد کے بیٹے کو ڈھونڈ نکالنا۔ ظاہر ہے، ڈھونڈ نکالنے کے بعد وہ پیار میں کریں گے، اسے گولی ماردیں گے۔

دوسری طرف شی تارا کی حرکتیں سوچنے پر مجبور کر رہی تھیں کہ وہ یہودیوں کے خلاف ہے اور پاشا کو ان سے چھین لینا چاہتی ہے۔ پاشا پھر اس کا تابعدار بن جاتا تو اپنی غیر معمولی قوتِ سماعت کے ذریعے اسے پارس تک پہنچا دیتا۔

یہودہ گل سے رابطہ ہو گیا۔ اس نے پوچھا "ہیلو تم کون ہو؟"

"میں جو بھی ہوں، تم مجھے نہیں جانتے ہو مگر میں تمہارے لیے ت اہم ہوں کیونکہ پارس کے موجودہ ٹھکانے سے واقف ہوں۔"

"پھر تو واقعی تم میرے لیے میرے باپ سے بھی بڑھ کر ہو۔ س کا پتا بتاؤ۔ میں تمہیں مالا مال کردوں گا۔"

"مال مجھے کہاں ملے گا؟ اور کتنا ملے گا؟"

"تم جہاں کہو گے وہاں بھارتی ایک لاکھ روپے پہنچ جائیں گے۔"

پارس نے خوش ہو کر پوچھا "کیا واقعی تم اتنی بڑی رقم ادا کروگے؟"

"یہ رقم تمہارے لیے بڑی ہے۔ ہمارے لیے کچھ نہیں ہے۔ ام کی بات کرو۔"

"پہلی کام کی بات یہ ہے کہ تمہارے جو آدمی پارس کے ٹھکانے کا محاصرہ کرنے جائیں گے، انہیں یوگا کا ماہر ہونا چاہئے۔ یہ تم جانتے ہو، اس کے باپ کے پاس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج ہے۔ وہ تمہارے آدمیوں کے دماغوں میں زلزلے پیدا کردیں گے۔"

"تمہاری بات معقول ہے لیکن پارس کو قتل کرنے کے لیے میرا ایک ہی آدمی کافی ہے۔ اس کا نام ہیری سیمسن ہے اور وہ یوگا کا ماہر ہے۔ آج تک اس کے ہاتھ سے کوئی شکار بچ کر نہیں گیا۔"

"تمہیں اپنے آدمی پر اتنا بھروسا ہے تو میں اسے وہاں تک پہنچادوں گا لیکن پہلے ایک لاکھ روپے لوں گا۔"

"ہیری سیمسن تمہیں ایک ایک روپیہ اچھی طرح گن کر دے گا۔ اب تم ملنے کی جگہ بتاؤ۔"

"میں ہیری سیمسن سے ہوٹل لیک ویو میں ملاقات کروں گا۔"

"تعجب ہے۔ تم اسی ہوٹل میں ملاقات کرنا چاہتے ہو، جہاں ہیری سیمسن کا قیام ہے۔"

"میری چند شرائط ہیں۔ ان میں سے پہلی شرط یہ ہے کہ ہماری ملاقات ہوٹل کی چھت پر ہوگی۔"

"ٹھیک ہے۔ چھت پر ملاقات ہوگی۔ دوسری شرط کیا ہے؟"

"دوسری شرط یہ ہے کہ ہیری سیمسن ٹھیک چار بجے شام کو چھت پر جائے گا۔ جب میں مطمئن ہو جاؤں گا کہ وہ تنہا ہے اور میرے ساتھ کوئی فراڈ نہیں ہو رہا ہے تو میں بھی چھت پر آجاؤں گا۔"

"ہمیں یہ بھی منظور ہے مگر ہم بھی تمہاری طرف سے مطمئن ہونا چاہتے ہیں۔ اپنے متعلق بتاؤ۔ تم کون ہو؟ تمہارا نام اور کام کیا ہے؟"

"تمہارے اطمینان کے لیے میرا نام ہی کافی ہے۔ میں بھارتی فوج کا میجر کیدار شرما ہوں۔ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی شی تارا ہم سب کے پیچھے پڑی ہوئی ہے کہ ہم پارس کو کہیں سے بھی زندہ گرفتار کریں۔ میں ایک فوجی کی حیثیت سے یہ فرض انجام دے سکتا تھا لیکن آج کل مالی مشکلات میں گرفتار ہوں۔ مجھے ڈیڑھ لاکھ روپے کی سخت ضرورت ہے۔ تم ایک لاکھ دے رہے ہو۔ اتنا سہارا بھی کافی ہے۔ کیا میں امید کروں کہ میرے حکام کے سامنے تم میرا ذکر نہیں کروگے؟"

"تم بھروسا کرو۔ اس سلسلے میں تمہارا نام نہیں آئے گا اور اب تمہیں ڈیڑھ لاکھ روپے دیے جائیں گے۔ تم ایک کام کرو۔ ہوٹل لیک ویو کے کمرا نمبر چار سو سترہ میں ہمارے ایک آدمی سے کہہ دو کہ وہ ہیری سیمسن کو ٹھیک چار بجے چھت پر بھیج دے۔ تم پندرہ منٹ بعد اس آدمی سے گفتگو کرو۔"

"میں آدھے گھنٹے بعد اس سے رابطہ کروں گا۔ ابھی ایک فوجی نوعیت کی رپورٹ تیار کر رہا ہوں۔"

پارس نے ریسیور رکھ دیا۔ یہودہ گل چاہتا تھا کہ وہ کمرا نمبر چار سو سترہ میں بیٹھے ہوئے پاشا سے بات کرے تاکہ پاشا اس کی آواز پر توجہ دیتے ہوئے اس کی مصروفیات کی رپورٹ یہودہ کو پہنچاتا رہا۔

پوسٹ آفس کی دیوار پر ایک پوسٹر چسپاں تھا۔ جس پر لکھا تھا۔ "باغیوں کو کچلنے کے لیے بھارتی سینا سے تعاون کریں اور باغیوں کی نشاندہی کریں۔"

فوج سے رابطہ کرنے کے لیے دو عدد فون نمبر درج کیے گئے تھے۔ پارس نے ایک نمبر پر رابطہ کیا۔ پھر کہا "میں میجر کیدار شرما کو ایک ضروری رپورٹ دینا چاہتا ہوں۔ پلیز ان سے بات کرائیں۔"

اسے میجر کا فون نمبر بتایا گیا۔ پارس نے اس نمبر پر رابطہ کیا۔ پھر کہا "سر! میں ہوٹل لیک ویو کا ایک ویٹر بول رہا ہوں۔ میں آپ کو پارس تک پہنچا سکتا ہوں۔ مگر آپ سے التجا کرتا ہوں کہ ہوٹل کے مالک کو میری مخبری کے بارے میں آپ کچھ نہ بتائیں۔"

"تم ڈرو نہیں۔ ہم تمہاری حفاظت کریں گے۔ تم پارس کو کیسے جانتے ہو؟"

"میں پہلے نہیں جانتا تھا۔ آج صبح ہوٹل کے مالک کو ایک اجنبی سے باتیں کرتے ہوئے سنا۔ وہ اجنبی سے کہہ رہا تھا۔ مسٹر پارس! ہوٹل کی چھت بہت محفوظ جگہ ہے۔ وہاں آپ کو تلاش کرنے کوئی فوجی نہیں آئے گا۔"

میجر نے تائید کی۔ "واقعی ہم میں سے کسی نے کسی ہوٹل کی چھت کی طرف دھیان نہیں دیا۔ کیا وہ ابھی چھت پر ہے؟"

"ابھی نہیں ہے۔ ہوٹل کے مالک سے کہہ کر گیا ہے کہ چار

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

بجے چھت کے اسٹور روم میں جاکر سوئے۔ اس کے ساتھ ایک حسین عورت بھی ہے۔ وہ اس عورت کو کسی دوسری جگہ لے گیا ہے۔"

"ویٹر! تم بھارتی سینا کے ساتھ بہت بڑا تعاون کررہے ہو۔ تمہیں بہت بڑا انعام دیا جائے گا۔"

"سر! میں نے سنا ہے۔ وہ مجرم پارس بہت چالاک ہے۔ آپ اگر سادے لباس میں چپ چاپ آئیں گے تو وہ دھوکا کھا جائے گا۔ چھت ایک ایسی جگہ ہے۔ جہاں سے بھاگنے کا راستہ اسے نہیں ملے گا۔"

"میں تم سے بہت خوش ہوں۔ تم بہت سمجھ دار ہو۔ میں سادے لباس میں صرف دو جوانوں کے ساتھ آؤں گا۔"

"سر! میری ڈیوٹی کا وقت ختم ہوگیا ہے۔ میں بھی آپ کو سادے لباس میں لفٹ کے پاس نظر آؤں گا۔"

اس نے رابطہ ختم کیا۔ پھر ہوٹل واپس آتے وقت ریڈی میڈ میک اَپ سے نجات حاصل کرلی ۔ اپنے کمرے میں پہنچ کر آفرین سے پوچھا "خیریت ہے؟ کوئی پریشانی تو نہیں ہوئی؟"

"میں خیریت سے ہوں۔ تم کہاں گئے تھے؟"

"اپنے قاتلوں سے علیک سلیک میں مصروف تھا۔ ابھی میں پاشا سے باتیں کررہا ہوں۔ تم خاموش رہوگی۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر کمرا نمبر چار سو سترہ سے رابطہ کیا۔ پھر آواز بدل کر بولا "میں میجر بول رہا ہوں۔ مجھے مسٹر یہودہ نے کہا ہے کہ میں آپ سے بات کروں۔"

اریتا نے کہا "ہیلو میجر! ہمیں آپ ہی کا انتظار تھا۔ آپ ہمارے آدمی سے بات کریں۔"

پھر پاشا کی آواز سنائی دی۔ پارس نے کہا "مسٹر یہودہ نے تاکید کی ہے کہ آپ مسٹر ہیری سیمسن کو ٹھیک چار بجے اسی ہوٹل کی چھت پر بھیج دیں۔"

پاشا نے کہا "اچھی بات ہے۔ وہ وقت پر وہاں پہنچ جائے گا۔"

پاشا نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر اریتا سے کہا "اب میں اس کی آواز سنوں گا اور معلوم کرلوں گا کہ واقعی وہ میجر ہے یا نہیں؟"

ادھر پارس نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر فون کا ڈائل یونہی گھمانے لگا۔ ریسیور اسی طرح کریڈل پر رکھا ہوا تھا۔ پھر وہ بولا "ہیلو' ہیلو مسٹر پارس! میں تمہارا ابنادٹی میجر بول رہا ہوں۔"

وہ اتنا کہہ کر اپنی اصلی آواز میں بولا "ہاں میں پارس بول رہا ہوں۔ کیا تم نے کامیابی سے میجر کی ایکٹنگ کی ہے؟"

پھر وہ میجر کی آواز میں بولا "میں سو فیصد کامیاب رہا ہوں۔ وہ ہیری سیمسن جو تمہیں قتل کرنا چاہتا تھا' وہ ٹھیک چار بجے ہوٹل کی چھت پر جائے گا۔"

پارس نے اپنی آواز میں کہا۔ "پھر تو ہیری سیمسن کا آخری وقت آگیا ہے۔ میں سادے لباس میں میجر کیدار شرما بن کر اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ چھت پر پہنچتے ہی اسے گولی ماردوں گا۔ اچھا اوکے۔"

دوسرے کمرے میں پاشا خوشی سے اچھل کر بولا "پارس مل گیا ہے۔ اپنے انکل سے رابطہ کرو۔"

اریتا نے موبائل فون کے ذریعے رابطہ کیا۔ پاشا نے کہا "میری اریتا کے پیارے انکل! پارس کا پتا چل گیا ہے۔"

یہودہ نے خوش ہوکر پوچھا "کیا سچ کہہ رہے ہو؟ وہ کہاں ہے؟"

"پیارے انکل! ابھی جو میجر بن کر بول رہا تھا' وہ فراڈ تھا۔ پارس کا ایک آلۂ کار تھا۔"

"او گاڈ! کیا تم نے اس کی آواز سن کر اُس کا فراڈ معلوم کیا ہے؟"

"جی ہاں۔ وہ مجھ سے فون پر باتیں کرنے کے بعد تھوڑی دیر خاموش رہا تھا پھر اس نے فون پر پارس سے رابطہ کیا۔ ان کی باتوں سے پتا چلا کہ پارس میجر کیدار شرما بن کر چھت پر آئے گا اور ہیری سیمسن کو گولی ماردے گا۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ پارس ہمارے منصوبوں سے باخبر تھا۔ وہ اپنی سلامتی کے لیے ہمارے ہیری کو ختم کرنے آئے گا۔"

"جی ہاں' یہی بات ہے۔ میری اریتا کہے گی تو میں چھت پر جاکر پارس کے دو ٹکڑے کردوں گا۔"

"نہیں پاشا! تم ہمارا سرمایہ ہو۔ ہم تمہیں اس آگ میں کودنے نہیں دیں گے۔ چھت پر ہیری سیمسن تنہا نہیں ہوگا۔ اس کے ساتھ چار گن مین رہیں گے۔ پارس خود ہی حرام موت مرنے آرہا ہے۔"

"آپ مجھے بھی کوئی کام دیں۔ میں آپ کو اور اریتا کو دکھانا چاہتا ہوں کہ میں کتنا شہ زور ہوں۔"

"ہم دیکھے بغیر یقین کرتے ہیں کہ تم زبردست ہو اور سب کو زیردست کرسکتے ہو۔ تم کمرے سے باہر نہیں جاؤ گے۔ موبائل فون کے ذریعے مجھ سے رابطہ رکھوگے۔ پارس کی آواز سنتے رہوگے اور مجھے اس کے بارے میں بتاتے رہوگے۔ میں تمہاری رپورٹ کے مطابق ہیری سیمسن کو پارس کی آمد سے باخبر رکھوں گا۔"

سامنے والے کمرے میں پارس نے آفرین کو بازوؤں میں بھر کر کہا "اب ہم بالنی اور راجے کمار کی آواز میں بول سکتے ہیں۔"

وہ بولی "میں حیران ہوں کہ تم کیا کرتے پھر رہے ہو۔ کچھ مجھے بھی سمجھاؤ۔"

وہ اسے اپنے منصوبے کی تفصیل بتانے لگا۔ وہ بڑی دلچسپی سے سن رہی تھی اور اس پر اپنا پیار نچھاور کرتی جارہی تھی۔ پھر اس نے کہا "ایک طرف فوجی تمہارے دشمن ہیں۔ دوسری طرف یہودی تمہیں قتل کرنا چاہتا ہے اور تم کتنی ذہانت سے دونوں دشمنوں کو آپس میں لڑانے والے ہو۔"

"میں کوشش کرتا ہوں کہ ہتھیار کے بغیر دشمنوں کو زیر کروں۔ میدان سے باہر رہوں اور میدان مارلوں۔"

"واقعی تم یہی کررہے ہو۔ کیا اوپر فائرنگ ہوتی رہے گی اور ہم یہاں بیٹھے رہیں گے؟"

"تم یہاں رہوگی۔ میں احتیاطاً ایک ریوالور چھپا کر لفٹ کے پاس رہوں گا۔ دو میں سے کوئی ایک دشمن زندہ چھت سے اترے گا۔ میں اسے زندہ نہیں جانے دوں گا۔"

اس نے اجے کمار کے چہرے پر تھوڑی سی تبدیلی کی۔ ریوالور کو لباس میں چھپایا۔ پھر کہا "اب میں ذرا بڑبڑاؤں گا اور تم خاموش رہوگی۔"

پھر وہ اپنی اصلی آواز میں بولا "مسٹر شہباز! چار بجنے والے ہیں۔ ہوٹل چلو۔"

پھر وہ فرضی شہباز کی آواز میں بولا "برادر پارس! آپ کا کیا خیال ہے۔ کیا ہیری سیمسن چھت پر اکیلا ہوگا۔"

اس نے کہا "دشمن کو کبھی اکیلا اور کمزور نہیں سمجھنا چاہیے۔ چلو دیر نہ کرو۔"

اس نے مسکرا کر آفرین کو دیکھا۔ پھر دروازہ کھول کر کمرے سے باہر کاریڈور میں آگیا۔ پاشا اور اریتا کے کمرے کا دروازہ بند تھا۔ وہ اپنی اصلی آواز میں بڑبڑاتے ہوئے جانے لگا۔ "پتا نہیں وہ گدھا پاشا کس حسینہ کے چکر میں پڑا ہے۔ اگر وہ میرے ساتھ ہوتا تو چھت پر پہنچ کر ہیری سیمسن کی گردن توڑ دیتا۔"

پھر وہ ایک ذرا توقف سے بولا "پاشا واقعی شہ زور ہے مگر اتو ہے۔ عورت کا کتا ہے بلکہ کتے کا بچہ ہے۔ حرام کا پلا ہے۔ میں اس پر تھوکتا ہوں۔ آخ تھو....."

وہ اریتا کے پاس بیٹھا سن رہا تھا۔ غصے سے اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ ایک مکا فضا میں لہراتے ہوئے بولا "تو ہے کتا۔ میرے سامنے آ۔ میں تیرا تھوکنے والا مُنہ توڑ دوں گا۔ بزدل! گالیاں دینے والے تیرے مُنہ میں کیڑے پڑیں گے۔"

اریتا اس کا بازو پکڑ کر جھنجھوڑتی ہوئی بولی "پاشا! کیا پاگل ہوگئے ہو؟ ہوش میں آؤ۔ کسے گالیاں دے رہے ہو؟"

"گالیاں میں نہیں دے رہا ہوں۔ وہ سالا پارس گالیاں دے رہا ہے اور میرے مُنہ پر تھوک رہا ہے۔"

"پاشا! عقل سے کام لو۔ لوگ تو بادشاہ کو بھی پیٹھ پیچھے گالیاں دیتے ہیں۔ یہ سوچ کر صبر کرو کہ یہ اس کی زندگی کی آخری بدکلامی ہے۔ ابھی وہ چھت پر مارا جائے گا۔"

پاشا نے اچانک سانس روک لی۔ پھر دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بولا "میں غصے میں تھا اسے محسوس نہ کرسکا۔ پتا نہیں وہ کتنی دیر سے تھی۔"

اریتا نے پوچھا "کیا شی تارا آئی تھی؟"

وہ سانس لیتے ہوئے بولا "وہی ہوگی۔ پتا نہیں کیوں میرے پیچھے پڑگئی ہے۔"

شی تارا پھر ایک چانس لینے اور پاشا کو سمجھانے آئی تھی کہ وہ پارس کی آواز نہ سنے اور اس کی نشاندہی کرکے دشمنوں کو اس کے ٹھکانے تک نہ پہنچائے لیکن وہ کچھ کہہ نہ سکی۔ جس وقت اس کے اندر پہنچی' وہ غصے سے پاگل ہوکر پارس کو گالیاں دے رہا تھا۔ اس پاگل پن میں اس نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا۔

ایسے میں شی تارا کو چور خیالات پڑھنے کا موقع مل گیا۔ پاشا کے خیالات نے بتایا کہ پارس میجر کیدار شرما بن کر ہوٹل کی چھت پر ہیری سیمسن کو قتل کرنے آرہا ہے اور سیمسن اسے قتل کرنے کے لیے اپنے چار گن مین کے ساتھ اوپر اس کا منتظر ہے۔

اور اب وقت بھی نہیں رہا تھا۔ چار بج چکے تھے۔ وہ فوراً ہی پارس کے دماغ میں آکر بولی "سانس نہ روکنا۔ پاشا نے تمہارے دشمنوں کو بتادیا ہے کہ تم میجر بن کر چھت پر جارہے ہو۔"

اس نے پوچھا "تم کیا چاہتی ہو' میں اوپر نہ جاؤں۔ میرے اوپر جانے کے بعد تم دنیا میں تنہا رہ جاؤگی۔"

"بات کو مذاق میں نہ ٹالو۔ تمہیں گولیوں سے چھلنی کردیا جائے گا۔"

"پچھلے چوبیس گھنٹوں سے تم بھی فوجیوں کو میرے پیچھے دوڑا رہی ہو اب محافظ بننے کیوں آئی ہو؟"

"ہے بھگوان! میں تمہارے ذریعے دیکھ رہی ہوں۔ یہ وہی ہوٹل ہے جہاں پاشا کا قیام ہے۔ نہیں' نہیں واپس جاؤ۔ پارس! میرا تمہارا جھگڑا اور ہے۔ میں کسی دشمن کو تمہاری ہوا بھی نہیں لگنے دوں گی۔"

اس نے سانس روک لی کیونکہ لفٹ کے پاس پہنچ گیا تھا۔ اسی وقت میجر کیدار شرما اپنے دو جوانوں کے ساتھ لفٹ کی طرف آیا۔ پارس نے میجر کے قریب ہوکر کہا "سر! میں وہی ویٹر ہوں جس نے آپ کو انفارم کیا تھا۔"

میجر نے کہا "شاباش میں ابھی پارس کا کام تمام کرکے تم سے ملوں گا۔"

وہ دو جوانوں کے ساتھ لفٹ کے اندر گیا۔ شی تارا میجر کو آلۂ کار بنا کر دوڑاتی لارہی تھی مگر اس کے پہنچنے سے پہلے لفٹ کا دروازہ بند ہوگیا۔ لفٹ اوپر جانے لگی۔

شی تارا نے آلۂ کار کو دوسری اور تیسری لفٹ کی طرف دوڑایا مگر ان کے بھی دروازے بند تھے۔ وہ اسے سیڑھیوں پر دوڑانے لگی۔ ہوٹل کی چھت پر ہیری سیمسن اپنے آدمیوں کے ساتھ تیار کھڑا تھا۔ میجر کو دیکھتے ہی بولا "آؤ مجھے تمہارا ہی انتظار تھا۔"

یہ کہتے ہی اس نے فائرنگ شروع کردی۔ میجر اور دو جوان بھی جوابی فائرنگ کرنے لگے۔ وہ دونوں ایک دوسرے کو پارس سمجھ کر اندھا دھند فائرنگ کررہے تھے۔ چھت پر کوئی ایسی جگہ نہیں تھی جہاں سے چھپ کر گولیاں چلائی جاتیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ میجر کے گن

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

سے نکلی ہوئی دو گولیاں ہیری سیمسن کے سینے میں اتریں اور ہیری کے آدمیوں نے میجر کو گولیوں سے چھلنی کردیا۔ آخر میں ہیری کا ایک آدمی زندہ بچا۔ وہ بھی بری طرح زخمی ہوا تھا۔ اپنی جگہ سے اٹھنے اور رینگنے کے قابل بھی نہیں رہا تھا۔

ثی تارا اپنے آلۂ کار کو دوڑاتی ہوئی چھت پر لائی۔ پھر میجر کی لاش کو دیکھ کر آلۂ کار کے حلق سے چیخ پڑی۔ "پارس! نہیں' تم نہیں مرسکتے۔ نہیں' نہیں' نہیں......"

وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر دوڑتی ہوئی دیوار کے پاس آئی۔ پھر دیوار سے سر ٹکرا کر رونے لگی۔ دائی ماں نے اسے پکڑ کر دیوار کے پاس سے ہٹایا۔ وہ دائی ماں سے لپٹ کر دھاڑیں مار مار کر رونے لگی۔ دونوں ہاتھوں کی کلائیوں کو ایک دوسرے سے ٹکرا کر چوڑیاں توڑنے لگی۔ وہ بن بیاہی تھی۔ مگر بیوہ کے آنسو رو رہی تھی۔ مسلسل فائرنگ کی آواز نے ہوٹل کے اطراف گشت کرنے والے سپاہیوں کو چونکا دیا تھا۔ وہ سب دوڑتے ہوئے ہوٹل کے اندر آئے تھے اور اب چھت کی طرف جارہے تھے۔

یہودہ گِل نے ہیری سیمسن سے یہ طے کیا تھا کہ وہ اپنا موبائل فون آن رکھے گا اور پارس کو ہلاک کرتے ہی اسے خوشخبری سنائے گا لیکن اسے کوئی خبر نہیں مل رہی تھی۔ وہ فون کے ذریعے فائرنگ کی آوازیں سن رہا تھا۔ پھر سناٹا چھا گیا تھا۔ وہ ہیلو ہیلو کہہ کر ہیری کو آوازیں دے رہا تھا مگر جواب سے محروم تھا۔

پھر اس نے اریتا سے رابطہ کرکے کہا "ہیری کی طرف سے جواب نہیں مل رہا ہے جبکہ اس کا فون آن ہے۔ پاشا سے کہو' وہ ہیری اور پارس کی آوازیں سننے کی کوشش کرے۔ میرا خیال ہے' دونوں ہی مرچکے ہیں۔"

اریتا نے پوچھا "پاشا! کیا تم ہیری اور پارس کی آوازیں سن رہے ہو؟"

وہ ایک لمبا سانس کھینچ کر بولا "ہاں وہ گیت گا رہا ہے۔"

"کیا بکواس کررہے ہو؟ کون گیت گا رہا ہے؟"

"پارس گا رہا ہے' چھوڑ گئے بالم۔ میرا دل توڑ گئے بالم۔ موت سے ناتا جوڑ گئے بالم۔ میری کمر توڑ گئے بالم۔"

"یہ تم بالم بالم کی کیا رٹ لگا رہے ہو؟ اس کا مطلب کیا ہے؟"

"بالم کا مطلب ہے ہیری سیمسن' وہ چھوڑ گیا ہے۔ دل توڑ گیا ہے۔ تمہارے انکل کی کمر توڑ گیا ہے۔"

"او گاڈ! وہ مرچکا ہے اور پارس زندہ ہے؟ کیا واقعی زندہ ہے؟ کیا تم اس کی آواز سن رہے ہو؟"

"ہاں۔ کہہ تو رہا ہوں کہ وہ میز پر طبلہ بجا کر گا رہا ہے۔ اب خاموش ہوگیا ہے۔"

اریتا نے فون پر کہا "انکل! وہ چھت سے اتر کر نیچے آیا ہوگا۔ میں پاشا کے ساتھ جارہی ہوں۔ وہ نظر آئے گا تو پاشا اسے مار ڈالے گا۔"

"جاؤ۔ مگر محتاط رہو۔ چھت پر اتنی زبردست فائرنگ ہوئی ہے کہ ہوٹل کو فوج نے چاروں طرف سے گھیر لیا ہوگا۔ پارس ہوٹل کے باہر نہیں جاسکے گا۔"

وہ فون کو آف کرکے بولی "چلو پاشا! پارس گراؤنڈ فلور پر ضرور آئے گا اور روک ٹوک کرنے والے فوجیوں سے ضرور باتیں کرے گا۔ ایسے میں تم اس کی نشاندہی کرکے اسے گرفتار کراسکتے ہو کیونکہ اتنی بھیڑ میں اسے گولی نہیں مارسکوگے۔"

"کیوں نہیں مارسکوں گا۔ پارس یہاں ایک مجرم اور کئی فوجیوں کا قاتل ہے۔ اسے گولی ماروں گا تو مجھے گرفتار نہیں کیا جائے گا۔"

وہ دونوں کمرے سے نکل کر لفٹ میں آئے۔ اریتا نے کہا۔ "میں گولی چلانے سے اس لیے منع کررہی ہوں کہ بھیڑ میں نشانہ چُوک جائے گا اور اسے فرار ہونے کا موقع مل جائے گا۔"

وہ دونوں ہوٹل کے گراؤنڈ فلور پر آئے۔ وہاں فوجی جوان باہر جانے والوں کو روک رہے تھے اور بڑی سختی سے پوچھ گچھ کررہے تھے۔ پارس نے دور سے اریتا اور پاشا کو آتے دیکھا۔ پاشا کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ توجہ سے آواز سننے کی کوشش کررہا ہے۔

پارس نے مسکرا کر اپنے منہ کے سامنے دونوں ہتھیلیاں رکھ کر کہا "آفیسر! آپ خواہ مخواہ میری تلاشی لے رہے ہیں' میں یہاں کا ایک ہندو شہری ہوں۔ میرا نام رام لال ہے۔"

پاشا نے ایک ہاتھ اٹھا کر بلند آواز سے کہا۔ "میں تمام چیک کرنے والے افسران اور سپاہیوں سے کہتا ہوں۔ ابھی چیکنگ کے دوران جو شخص اپنا نام رام لال بتا رہا ہے' اسے گرفتار کیا جائے' وہ مفرور مجرم پارس ہے۔"

وہاں کھلبلی سی پیدا ہوگئی۔ کئی افسران سپاہیوں سے پوچھتے پھر رہے تھے کہ کس نے اپنا نام رام لال بتایا ہے۔ پارس مسکراتے ہوئے لفٹ کے ذریعے اوپر جانے لگا۔

ہوٹل سے باہر جانے کے دو راستے تھے۔ دونوں بڑے دروازوں پر کھڑے ہوئے سپاہی کہہ رہے تھے کہ ابھی تک ہمارے سامنے کوئی رام لال نامی شخص نہیں آیا ہے۔ ایک افسر نے پاشا کے پاس آکر سختی سے پوچھا "مسٹر! تم ہمیں مس گائیڈ کیوں کررہے تھے؟ کون ہو تم؟"

اریتا نے اپنے پرس میں سے آئیڈنٹی کارڈ نکال کر دکھایا پھر کہا "ہم اسرائیلی ہیں اور یہاں بھارتی فوج کے لیے کام کررہے ہیں۔ اس سلسلے میں ہمیں خصوصی اجازت نامہ دیا گیا ہے۔"

اس نے اجازت نامہ نکال کر دکھایا۔ افسر نے مطمئن ہو کر پاشا کے متعلق پوچھا "یہ کون ہے؟"

"یہ میرا معاون ہے۔ پارس کی آواز اچھی طرح پہچانتا ہے۔ ابھی اس سے پہچاننے میں کچھ غلطی ہوگئی تھی۔"

افسر چلا گیا۔ اریتا نے ناگواری سے پوچھا "تمہیں پارس کے متعلق چیخنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"میں نے صاف طور سے اس کی آواز سنی تھی۔ اس کی بات سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ چیکنگ سے گزر کر باہر چلا جائے گا۔ میں نے سوچا اس کے جانے سے پہلے ہی چیخ کر افسران کو ہوشیار کردینا چاہئے۔ تم یقین رکھو' وہ مکار باہر جاچکا ہے۔"

چھت پر پڑی ہوئی لاشیں نیچے لائی جارہی تھیں۔ اریتا نے ہیری سیمسن کی لاش دیکھی۔ دوسری لاش کے قریب فوجی جوان اور افسران ادب سے الرٹ ہوگئے تھے۔ کیونکہ وہ میجر کیدار شرما کی لاش تھی۔

اریتا نے سرگوشی میں کہا "پاشا! تم نے کہا تھا کہ پارس میجر کیدار شرما بن کر چھت پر جارہا ہے۔ اب بتاؤ' یہ میجر ہے یا پارس؟ اگر میجر کے بھیس میں پارس مردہ ہوچکا ہے تو ابھی تم نے اس کی آواز کیسے سنی تھی؟"

وہ اپنا سر سہلاتے ہوئے بولا "شاید آواز سننے میں بھول ہوگئی تھی۔ یہ پارس کی لاش ہے۔ یہ تمام فوجی اسے میجر کی لاش سمجھ رہے ہیں۔"

"کیا بکواس کررہے ہو۔ تم نے اوپر کمرے میں کہا تھا کہ وہ میز پر طبلہ بجا کر گا رہا ہے۔ کیا مردے گاتے ہیں؟"

"اریتا! تم یقین نہیں کروگی۔ فرہاد کی فیملی میں لوگ مرنے کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں۔ خود فرہاد کئی بار مرچکا ہے۔ مگر پھر بھی زندہ ہے۔"

وہ اسے تشویش بھری نظروں سے دیکھتی ہوئی بولی "مجھے تمہاری ذہنی حالت پر شبہ ہے۔ اوپر چلو۔"

پارس نے اوپر پہنچتے ہی کمرا نمبر چار سو سترہ کے دروازے کو ایک تار کی مدد سے کھولا۔ پھر اندر آکر اریتا کے سامان کی تلاشی لی۔ پہلے تو بظاہر کچھ نظر نہیں آیا لیکن اس نے لپ اسٹک کے کور کو کھول کر دیکھا تو اس میں ایک مائیکرو فلم کا ایک ننھا سا رول نظر آیا۔ دو اور لپ اسٹک کے خول سے مائیکرو فلمیں برآمد ہوئیں۔ پتا نہیں ان فلموں میں کتنے ممالک کے اہم راز پوشیدہ تھے۔ اس نے تینوں فلموں کے رول اپنی جیب میں رکھ لیے۔

پھر اس نے لپ اسٹک سے بستر کی اجلی چادر پر لکھا "شکر کرو کہ میں آیا تھا۔ میری جگہ بندوق کی گولیاں آتیں تو تم بھی ہیری کے پاس پہنچ جاتیں۔ پی۔"

وہ کمرے سے نکل کر کاریڈور میں آیا۔ سامنے اپنے کمرے کا دروازہ تھا۔ وہ دروازہ کھول کر اندر چلا گیا۔

اریتا نے پاشا کے ساتھ لفٹ میں آکر چوتھی منزل کا بٹن دبایا۔ پھر بولی "میں اس نتیجے پر پہنچ رہی ہوں کہ پارس ہمارا ہتھیار ہم پر آزما رہا ہے۔ ہم تمہاری غیر معمولی قوتِ سماعت سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں' اس نے بھی تمہاری اس صلاحیت سے فائدہ اٹھا کر تمہیں یہ بات سنائی کہ وہ میجر کیدار شرما بن کر آرہا ہے۔ اس طرح اس نے اپنے ہاتھ پاؤں ہلائے بغیر اپنے دو دشمنوں کو ایک دوسرے سے لڑنے پر مجبور کردیا۔"

وہ لفٹ سے باہر چوتھی منزل پر پہنچے۔ پاشا نے کہا "تم صحیح تجزیہ کررہی ہو۔ اس مکار شیطان نے یہی حرکت کی ہے۔"

وہ کاریڈور سے گزرتے ہوئے اپنے کمرے کے سامنے آئے۔ پھر دروازے کو کھلا دیکھ کر چونک گئے۔ اریتا نے سرگوشی میں کہا۔ "ہم دروازہ لاک کرکے گئے تھے۔ اندر ضرور کوئی ہے۔"

پاشا ریوالور نکال کر دبے قدموں چلتا ہوا دروازے کے اندر جھانکنے لگا۔ کمرے میں کوئی نظر نہیں آیا۔ اس نے اندر آکر خالی کمرے کو دیکھا۔ پھر ریوالور کا رخ باتھ روم کی طرف کرتے ہوئے للکار کر کہا۔ "باتھ روم میں جو بھی ہے باہر آجائے۔"

وہ باتھ روم کے دروازے کے پاس آیا اور کان لگا کر سننے لگا۔ اندر کوئی ہوتا تو وہ غیر معمولی سماعت کے ذریعے اس سانس لینے والے کی آواز بھی سن لیتا۔ اس نے دروازہ کھول کر دیکھا۔ پھر مطمئن ہو کر بولا "اریتا! آجاؤ۔ کوئی نہیں ہے۔"

وہ اندر آئی۔ پھر بکھرا ہوا سامان دیکھ کر چیخ پڑی۔ سب سے پہلے تین عدد لپ اسٹک کے خول پر نظر پڑی کیونکہ ان میں ایسی اہم مائیکرو فلمیں تھیں' جنہیں اس کا انکل لاکھوں پونڈز اور ڈالرز میں فروخت کرسکتا تھا۔

وہ دوڑتی ہوئی آئی۔ پھر انہیں اٹھا اٹھا کر بولی "یہ سب خالی ہیں۔"

پاشا نے کہا "ان کی سرخیاں ختم ہوگئی تھیں۔ ایسے میں یہ ضرور خالی ہوں گی۔"

"شٹ اپ۔ ان میں بہت ہی اہم مائیکرو فلمیں رکھی ہوئی تھیں۔ کوئی چرا کرلے گیا ہے۔"

پھر وہ دوسرا سامان دیکھنے کے لیے فرش پر سے اٹھی۔ اس کی نظر بستر پر گئی۔ اس کی اجلی چادر پر لکھے ہوئے الفاظ پڑھ کر وہ تھوڑی دیر تک ساکت رہ گئی۔ پاشا نے کہا "یہ پارس نے لکھا ہے۔ دیکھو آخر میں "پی" لکھا ہوا ہے۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "اس کا مطلب ہے' اس نے نیچے گراؤنڈ فلور پر اپنی آواز تمہیں سنا کر وہاں ہمیں الجھایا پھر یہاں آیا اور

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اہم چیزیں چرا کر لے گیا۔"

"وہ پکا بدمعاش ہے۔ میں اس کی ہڈیاں توڑ کر تمہاری لپ اسٹک واپس لے آؤں گا۔"

"تم گدھے ہو۔ کیا میں بازار سے اور لپ اسٹک نہیں خرید سکوں گی؟ وہ مائکرو فلمیں لے گیا ہے۔ تم شہ زور ہو' دلیر ہو مگر عقل سے خالی ہو۔ یہ بستر کی تحریر درست کہہ رہی ہے۔ وہ مجھے گولی بھی مار سکتا تھا۔ پھر تم اس کا کیا بگاڑ لیتے؟ کیا مجھے پھر سے زندہ کر دیتے؟"

پاشا غصے سے پاؤں پٹخ پٹخ کر ٹہلنے لگا۔ وہ بولی "فرش ٹوٹے گا تو چوتھی منزل سے تیسری منزل کے کمرے میں پہنچو گے۔ میرا موبائل فون اٹھاؤ اور انکل سے میری بات کراؤ۔"

وہ بکھرے ہوئے سامان میں موبائل فون تلاش کرنے لگا۔ اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ پاشا نے فون کے پاس آکر ریسیور اٹھایا پھر بولا "ہیلو کون ہے؟"

پارس کی آواز سنائی دی "اپنے باپ کو اس کی آواز سے پہچانو۔"

وہ پوری قوت سے دہاڑ کر بولا "میں تمہارا خون پی جاؤں گا۔ میری جانِ حیات کی لپ اسٹک واپس کرو۔"

ارینا اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ تیزی سے قریب آئی اور اس سے ریسیور چھین کر بولی "ہیلو' تم پارس ہو نا؟"

"ہاں' مجھے موبائل فون کی ضرورت تھی۔ تمہارے کمرے سے لے آیا ہوں۔"

وہ مسکرا کر بولی "ذرّہ اٹھا کر لے گئے۔ آفتاب چھوڑ گئے۔ کبھی آؤ' مجھے بھی لے جاؤ۔"

"ایسی باتیں نہ کرو۔ تمہارا ہاتھی غصے میں جھوم رہا ہوگا۔"

ارینا نے پاشا کو دیکھا پھر ہنستے ہوئے کہا "واقعی مجھے غرا کر دیکھ رہا ہے اور غصے میں جھوم رہا ہے۔ تم اس ہاتھی کی رگ رگ سے واقف ہو۔"

"کیا تم اتنی زندہ دل ہو کہ مائکرو فلمیں جانے کا بھی تمہیں صدمہ نہیں ہے؟"

"تم سے دوستی کرنے کے لیے میں لاکھوں پونڈز کی فلمیں چھوڑ سکتی ہوں۔ میں نے تمہارے ریکارڈز میں تمہاری چالاکیوں اور مکاریوں کے بہت سے قصے پڑھے تھے اور انہیں قصے کہانیاں سمجھتی رہی تھی لیکن پچھلی رات سے اب تک تم نے ثابت کر دیا ہے کہ تم قصے کہانیوں کا کردار نہیں ہو۔ بے شک شیطان سے زیادہ مکار ہو۔"

"مجھے وہ گدھا نہ سمجھو' جو تمہارے پاس کھڑا ہے۔ میں کسی حسینہ کی زبان سے تعریفیں سن کر خوش نہیں ہوتا۔"

پاشا نے گرج کر کہا "اے تم مجھے گدھا کہہ رہے ہو؟ مرد کے بچے ہو تو سامنے آؤ۔"

ارینا نے ریسیور کے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر کہا "کیوں خواہ مخواہ گرج رہے ہو؟ کیا تم اتنا نہیں سمجھ سکتے کہ میں چکنی چپڑی باتوں سے اسے پھانس کر تمہارے سامنے لانا چاہتی ہوں تاکہ تم اس کی گردن توڑ سکو۔"

وہ خوش ہو کر بولا "تم بہت اچھی ہو۔ اسے دل کھول کر پھانسو۔ میں بیچ میں نہیں بولوں گا۔"

وہ ماؤتھ پیس سے ہاتھ ہٹا کر بولی "سوری پارس! میں پاشا کا غصہ ٹھنڈا کر رہی تھی۔ یقین کرو' میں تم سے بہت متاثر ہوں۔ تم سے ملنا چاہتی ہوں۔"

"تم بستر پر لکھی ہوئی تحریر کو مذاق سمجھ رہی ہو۔ تم نے ایک گھنٹے کے اندر یہ ہوٹل اور یہ شہر نہ چھوڑا تو اس بار تمہارے کمرے میں میرے ریوالور کی صرف ایک گولی آئے گی اور وہ تمہارے نام ہوگی۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ وہ ہیلو ہیلو کہتی رہی۔ پھر ریسیور رکھ کر بولی۔ "تم نے اپنی قوتِ سماعت سے سنا؟ اس کے لہجے میں موت بول رہی تھی۔ میں دیکھ چکی ہوں کہ وہ نہ سمجھ میں آنے والی چالیں چلتا ہے۔ میں یہاں نہیں رہوں گی۔"

وہ جلدی جلدی سامان سمیٹ کر اٹیچی میں رکھنے لگی۔ اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی۔ وہ خوف سے یوں اچھل پڑی جیسے ریوالور کی گولی آگئی ہو۔ پاشا نے پوچھا "کون ہے؟"

باہر سے آواز آئی "آرمی....."

وہ اطمینان کا سانس لے کر بولی "کسی سے مائکرو فلموں کا ذکر نہ کرنا۔ دروازہ کھولو۔"

اس نے دروازہ کھولا۔ کاریڈور میں ایک افسر چار سپاہیوں کے ساتھ کھڑا تھا۔ اس نے اندر آکر کہا "مس ارینا! ہمارے میجر کیدار شرما کو قتل کرنے والا اور خود قتل ہونے والا تمہارا ساتھی تھا۔ وہ تمہارے ساتھ یہاں آیا تھا۔ کیا تمہیں اس حقیقت سے انکار ہے؟"

وہ بولی "بے شک وہ میرا ساتھی تھا۔ اس کے گن سے چلنے والی گولیوں سے میجر ہلاک ہوا لیکن میرے ساتھی کے دماغ میں پارس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے گھسے ہوئے تھے۔ میجر کا مرڈر ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہوا ہے۔"

"جب تک تمہارے اس بیان کی تصدیق نہیں ہوگی' تم اپنے اس ساتھی کے ساتھ حراست میں رہو گی۔"

ارینا نے کہا "یہی میرے لیے بہتر ہے کہ میں فوجیوں کی پناہ میں رہوں ورنہ پارس مجھے گولی مار دے گا۔ اس بستر کی تحریر پڑھ لو۔"

افسر نے بستر کے پاس آکر وہ تحریر پڑھی پھر پوچھا "کیا ثبوت ہے کہ یہ پارس کی تحریر ہے اور اس نے تمہیں قتل کرنے کی دھمکی دی ہے؟"

"تمہارے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے۔ ہم راضی خوشی تمہاری حراست میں رہیں گے۔"

پاشا نے ایک تابعدار کی طرح ارینا کی اٹیچی اٹھائی۔ پھر اس کے ساتھ سپاہیوں کے درمیان جانے لگا۔ پارس اپنا دروازہ کھول کر کھڑا ہوا تھا اور ان دونوں کو جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے اندر آکر دروازے کو بند کر لیا۔ موبائل فون پر اشارہ مل رہا تھا۔ اس نے اسے اٹھا کر آن کیا۔ دوسری طرف سے یہودہ گل کی آواز سنائی دی "ہیلو ارینا! میں ہوں تمہارا انکل۔"

وہ بولا "ہیلو یہودہ! تمہاری بھتیجی اپنا یہ موبائل فون اور تین مائکرو فلمیں میرے پاس چھوڑ گئی ہے۔"

"تم کون ہو اور ارینا کہاں ہے؟"

"میری ہمسن نے میجر کیدار شرما کو قتل کیا تھا اور ہیری ارینا کا ساتھی تھا۔ اس لیے فوجی افسر ارینا اور پاشا کو گرفتار کر کے لے گئے ہیں۔ تمہاری بھتیجی نے گرفتار ہونے سے پہلے وہ مائکرو فلمیں مجھے دی تھیں اور تاکید کی تھی کہ میں انہیں تمہارے پاس پہنچا دوں۔"

"یہ اچھا ہوا کہ میں دہلی سے یہاں آگیا ہوں۔ وہ فلمیں بہت اہم ہیں۔ میں جگہ بتاتا ہوں۔ انہیں میرے پاس لے آؤ۔"

"اب وہ فلمیں میرے پاس نہیں ہیں۔ مجھے بھی اپنے گرفتار ہونے کا اندیشہ تھا۔ اس لیے ارینا جیسے ہی فوجیوں کے ساتھ گئی' میں نے اس کے خالی کمرے میں جا کر تینوں مائکرو فلموں کو وہاں کے روشندان میں رکھ دیا ہے۔"

"یُو نان سنس! تم نے یہ کیا حماقت کی ہے۔ اس کمرے میں کوئی دوسرا مسافر آئے گا تو......"

پارس نے بات کاٹ کر کہا "تو وہ خواہ مخواہ روشندان پر نہیں چڑھے گا۔ مجھے نان سنس نہ کہو۔ تمہاری بھتیجی نے مجھے سمجھدار سمجھ کر ہی پانچ ہزار روپے میں میری خدمات حاصل کی تھیں۔"

"ارینا کمرا نمبر چار سو سترہ میں تھی۔ کیا وہ کمرا ابھی خالی ہوگا؟"

"ہوٹل میں فون کر کے معلوم کر لو۔ خالی ہو تو اپنے لیے بک کرا لو۔ پھر وہاں جا کر وہ فلمیں حاصل کر لو۔"

دوسری طرف سے رابطہ ختم کر دیا گیا۔ پارس مسکرانے لگا۔ آفرین نے پوچھا "کیا یہودہ کو ٹریپ کر رہے ہو؟"

"ہاں' وہ ابھی اس ہوٹل میں فون کر رہا ہوگا۔ ہمارے سامنے والا کمرا حاصل کرنے کی کوشش کرے گا۔"

"ہو سکتا ہے' وہ خود نہ آئے اپنے کسی بھروسے کے آدمی کو بھیجے؟"

"فلمیں اتنی اہم ہیں کہ وہ کسی پر بھروسا نہیں کرے گا۔ ویسے خود نہ آئے تب بھی مجھ سے نہیں بچے گا۔"

اس نے فون کا ریسیور اٹھا کر ہوٹل کے رینٹ اے کار سے

سب رنگ ڈائجسٹ میں قسط وار شائع ہونے والا سلسلہ

اقابلا

مکمل دو حصوں میں

تاریک برِّاعظم کے پُراسرار ماحول میں جنم لینے والی ایک حیرت انگیز داستان جہاں کالے جادو اور سفلی کے مقابلے برملا ہوتے تھے۔ وحشی قبائل اور اُن کے وحشیانہ رسم و رواج کی ایک ناقابلِ یقین سرگزشت —— ان تاریک اور گمنام جزیروں کی کہانی —— جہاں تہذیب کا کوئی دخل نہیں تھا —— شگون کی خاطر معصوم اور شیر خوار بچوں کو نیزوں پر اُچھالا جاتا تھا عجیب الخلقت اور خوفناک دیوتاؤں کے مجسموں کو تازہ خون سے غسل دیا جاتا تھا —— نوخیز حسیناؤں کی بھینٹ پیش کی جاتی تھی

اقابلا

وحشی قبیلوں کی ایک سرکش حسینہ جس کا حُسن لازوال تھا جس کے حصول کے لئے موت کا بازار ہمیشہ گرم رہتا تھا —— خون کی ہولی کھیلی جاتی تھی۔ ایک سیاح کی زندگی کے لرزہ خیز واقعات جسے سمندر کی سرکش موجوں نے اُٹھا کر اقابلا کے دیس میں اس کے قدموں میں ڈال دیا تھا ——

کتابی شکل میں پہلی بار منظرِ عام پر آگئی ہے

قیمت فی حصہ ۲۰/- روپے' علاوہ محصول ڈاک

پتہ ذیل پر رجوع کریں

کتابیات پبلی کیشنز

پوسٹ بکس نمبر ۲۳ ○ کراچی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

رابطہ کیا "میں کمرا نمبر چار سو تیس سے اجے کمار بول رہا ہوں۔ مجھے ایک اچھی کنڈیشن کی کار چاہیے۔ میں ابھی نیچے آکر ادائیگی کردوں گا۔"

اس نے ریسیور رکھ کر کہا "تم آرام کرو۔ مجھے واپسی میں شاید دیر ہوجائے۔"

"میں تو جب سے یہاں آئی ہوں' آرام کررہی ہوں۔ تمہیں سکون نہیں ہے۔ بھاگتے پھر رہے ہو۔ تمہیں خطرات سے کھیلتے دیکھ کر فکر بھی کرتی ہوں اور ڈرتی بھی ہوں۔ تمہاری سلامتی کی لیے دعائیں مانگتی رہتی ہوں۔"

وہ مسکراتا ہوا باہر آگیا۔ ہوٹل کی عمارت میں رینٹ اے کار کا بھی ایک کاؤنٹر تھا۔ پارس نے وہاں جاکر پیشگی کرایہ ادا کیا اور ایک کار حاصل کرلی۔ اسے ڈرائیو کرتا ہوا ہوٹل کے اطراف ایک چکر لگایا۔ اس کی رننگ کنڈیشن سے مطمئن ہوا۔ پھر اسے ہوٹل کے پارکنگ ایریا میں لاکر کھڑا کردیا۔

ریسپشن کاؤنٹر کے سامنے ویٹنگ ہال تھا۔ وہ وہاں آکر ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ کاؤنٹر کے پیچھے بڑا سا کی بورڈ تھا۔ اس بورڈ پر ہوٹل کے تمام کمروں کے نمبر لکھے ہوئے تھے اور نمبروں کے ساتھ ان کمروں کی چابیاں لٹک رہی تھیں۔ کمرا نمبر چار سو سترہ کی بھی چابی دکھائی دے رہی تھی۔

وہ انتظار کرنے لگا۔ اسے یقین تھا کہ یہودہ وہ کمرا حاصل کرنے آئے گا۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ آدمی جو سوچے' وہی ہوتا رہے۔ اس نے تھوڑی دیر بعد ایک ہندوستانی کو دیکھا۔ وہ کاؤنٹر پر آکر باتیں کررہا تھا۔ پھر ایک رجسٹر پر کچھ لکھتا رہا تھا۔ اس کے بعد کاؤنٹر گرل نے کی بورڈ سے کمرا نمبر چار سو سترہ کی چابی نکال کر اسے دی۔

یہ پتا چل گیا کہ وہ اس کمرے سے مطلوبہ فلمیں حاصل کرنے جارہا ہے لیکن وہ ہندوستانی تھا جبکہ یہودہ گل اور اریتا گل جرمنی سے تعلق رکھنے والے یہودی تھے۔ وہ اس ہندوستانی کے چہرے کو اچھی طرح دیکھ کر باہر آگیا۔ پارکنگ ایریا میں آکر اپنی کار میں بیٹھ گیا۔ اس نے اندازہ کیا وہ کمرا نمبر چار سو سترہ میں اب پہنچ رہا ہوگا۔ اس اندازے کے مطابق اس نے موبائل فون کے ذریعے ہوٹل کے ایکسچینج سے رابطہ کیا۔ پھر مطلوبہ کمرے سے رابطہ کرانے کو کہا۔

رابطہ ہوگیا۔ دوسری طرف فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ پھر کسی نے ریسیور اٹھایا' پارس نے یہودہ کی آواز اور لہجے میں کہا "ہیلو تم وہاں پہنچ گئے ہو؟"

وہ بولا "جی حضور! ابھی ہوٹل کا ملازم باہر گیا ہے' میں دروازہ بند کرکے روشندان تک چڑھ کر۔۔۔۔"

وہ بات کاٹ کر بولا "اب روشندان تک جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس شخص نے دھوکا دیا ہے۔ فوراً واپس آؤ۔ میں تمہارا انتظار کررہا ہوں۔"

"جی حضور! ابھی آرہا ہوں۔"

پارس فون بند کرکے آنے والے کا انتظار کرنے لگا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ یہودہ گل کہاں بیٹھا ہوا ہے؟

اب تک اریتا اور پاشا کو بھی یہ معلوم نہیں تھا کہ پارس کہاں بیٹھا ہوا تھا؟

یہی چال یہودہ کی تھی۔ اس نے ہیری سیمسن کی موت سے یہ رائے قائم کی تھی کہ پارس اسی ہوٹل لیک ویو میں کہیں موجود ہے۔ اس لیے وہ فرضی نام سے اس ہوٹل کی تیسری منزل کے ایک کمرے میں آگیا تھا۔

پارس نے اسے مائیکرو فلموں کے متعلق فون پر بتایا تو اسے شبہ ہوا کہ ٹریپ کیا جارہا ہے لہٰذا اس نے ایک ہندوستانی آلۂ کار کو حکم دیا کہ وہ مسافر بن کر ہوٹل میں آئے اور کمرا نمبر چار سو سترہ حاصل کرکے وہاں کے روشندان سے فلمیں نکال کر پرنس ہوٹل کے کمرا نمبر ایک سو چھ میں لے آئے۔

یہودہ آلۂ کار کو یہ حکم دے کر پارکنگ ایریا میں آیا اور اپنی کار میں بیٹھ گیا تھا۔ اسے یقین تھا کہ آلۂ کار مائیکرو فلمیں لینے اس کمرے میں جائے گا تو پارس اس پر حملہ کرے گا۔

لیکن پارس ٹھیک اسی کی طرح پارکنگ ایریا میں آکر اپنی رینٹڈ کار میں بیٹھ گیا تھا۔ یعنی وہ دونوں اسی جگہ اپنی اپنی کار میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے درمیان کوئی پانچ گاڑیاں حائل تھیں۔ اس لیے انہوں نے ایک دوسرے کو نہیں دیکھا تھا۔ اگر دیکھ بھی لیتے تو ایک دوسرے کو دشمن کی حیثیت سے پہچان نہیں سکتے تھے۔

یہودہ کا خیال تھا کہ پارس اس کے آلۂ کار پر کمرے میں حملہ نہیں کرے گا تو پھر آلۂ کار کا تعاقب کرتا ہوا پرنس ہوٹل کے کمرا نمبر ایک سو چھ میں ضرور جائے گا۔ اسی وقت اسے گولی مار کر دس لاکھ پونڈ سے زیادہ حاصل کیے جاسکیں گے۔

اور پارس واقعی اس کا تعاقب کرکے اس چوہے دان میں پہنچنے والا تھا۔

میرا بیٹا آخری مکار نہیں تھا۔ اس سے بھی بڑے ہماری دنیا میں موجود ہیں۔

O☆O

اُس کا نام جمیلہ رازی تھا۔

وہ سوداگر عبداللہ رازی کی بیٹی تھی۔ تین بھائیوں کے بعد پیدا ہوئی تھی۔ عبداللہ رازی کو بیٹی ذات سے نفرت تھی۔ اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ وہ عیاش تھا۔ دوسروں کی بہو بیٹیوں کو دیکھ کر للچاتا تھا۔ انہیں دولت سے حاصل کرنے کی کوششیں کرتا رہتا تھا۔ ان سے شادیاں کرتا تھا۔ جب دل بھر جاتا تو طلاق دے دیتا تھا۔ جب اپنے گھر بیٹی پیدا ہوئی تو اسے بڑی شرم محسوس ہوئی۔ دنیا کا ہر عیاش اپنی بیٹیوں کو دیکھ کر سوچتا ہے کہ دوسرے مرد بھی ان کی

بیٹیوں کا حسن و جمال دیکھ کر للچائیں گے اور انہیں اپنی خواب گاہ میں لے جائیں گے۔

اگر جمیلہ رازی طلوعِ اسلام سے پہلے پیدا ہوتی تو باپ اسے زندہ دفن کردیتا لیکن پیغمبرِ اسلام نے عورتوں کا احترام کرنا سکھایا تھا۔ اسلامی قوانین نے عورتوں کو مکمل انسانی حقوق دیے تھے۔ اس لئے عبداللہ رازی بیٹی کی پیدائش پر کڑھ کر رہ گیا۔ جو لوگ بیٹیوں سے نفرت کرتے ہیں اور ان کا گلا گھونٹ کر مار نہیں سکتے۔ وہ انہیں روز نفرت سے مارتے رہتے ہیں۔ عبداللہ شدید نفرت کے باعث اسے دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتا تھا۔

بیچاری ماں طعنے سنتی رہی اور اس کی پرورش کرتی رہی۔ عبداللہ نے بیوی سے کہا "بیٹی پیدا کرنے کی سزا یہ ہے کہ آئندہ تجھ سے ازدواجی تعلق نہیں رکھوں گا کیونکہ تو آئندہ بھی بیٹی پیدا کرسکتی ہے۔"

وہ گڑگڑا کر بولی "مجھے ایسی سزا نہ دو۔ میں تمہیں دل و جان سے چاہتی ہوں۔ ایک ہی چھت کے نیچے تم سے دور نہیں رہ سکوں گی۔"

"اگر ازدواجی تعلق رکھوگی اور دوسری بیٹی پیدا کروگی تو طلاق دے دوں گا۔"

وہ طلاق کے نام پر سہم گئی۔ وہ بولا "ازدواجی تعلقات قائم رکھنے کی دوسری شرط یہ ہے کہ جمیلہ کو یہاں سے دور لے جاکر کہیں چھوڑ آؤ یا اسے مار ڈالو۔"

ماں ایسا نہیں کرسکتی تھی۔ نہ اولاد کا گلا گھونٹ سکتی تھی' نہ شوہر سے طلاق لے سکتی تھی۔ اس لیے اُس نے عبداللہ سے علیحدگی اختیار کرلی۔ بیٹی کو لے کر الزرقا شہر میں آگئی۔ عبداللہ نے اس کی کفالت کے لیے ایک رقم مخصوص کردی اور دھمکی دی کہ بیٹی کو باپ کے نام سے منسوب نہ کرے۔ بیوی نے کہا "تمہارا نام اسے نہیں ملے گا تو یہ ناجائز کہلائے گی۔"

"اسے میرا نام دینے کی ایک ہی شرط ہے کہ یہ جوان ہوکر شادی نہ کرے۔ کوئی شخص داماد بنے گا تو مجھے شرم آئے گی اور یہ جوان ہوکر کسی سے عشق نہیں کرے گی۔ میں اس کے عاشقوں کے ساتھ اسے بھی گولی ماردوں گا۔"

اس بیچاری نے وعدہ کیا کہ اس طرح بیٹی کی پرورش کرے گی کہ یہ کبھی کسی سے شادی کرے گی نہ کسی کے عشق میں مبتلا ہوگی۔

ان حالات میں جمیلہ رازی نے پرورش پائی۔ وہ صرف حسین نہیں تھی' ذہین بھی تھی۔ اسکول میں نمایاں پوزیشن حاصل کرتی رہی۔ ماں نے اسے میڈیکل کالج میں داخل کردیا۔ بچپن سے اس کے ذہن میں یہ بات نقش کرتی رہی کہ مرد خود غرض ہوتے ہیں۔ اس لیے وہ کبھی شادی نہ کرے۔ جوان ہوئی تو اسے سمجھانے لگی کہ کسی سے عشق نہ کرے۔

فطری تقاضوں کے آگے کوئی بند نہیں باندھ سکتا۔ وہ جوان ہو کر ایسا شاداب پھول بنی کہ اس کی خوشبو دور دور تک پھیلنے لگی۔

اس کے تین بھائی اس سے پہلے جوان ہوچکے تھے اور باپ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے پکے عیاش اور بدمعاش ہوگئے تھے۔ عمان کے بہت بڑے سوداگر اور رئیسِ اعظم کہلاتے تھے۔ ہر خوبصورت پھول کو اس کی شاخ سے توڑ لینا چاہتے تھے۔ جب بہن کے حسن و شباب کا چرچا کانوں تک پہنچا تو وہ شرم اور غیرت سے مضطرب ہوگئے۔ غصے سے تلملانے لگے۔ بڑے بھائی حشمت اللہ رازی نے باپ سے کہا "جب بیٹی پیدا کرنی تھی تو ہمیں کیوں پیدا کیا؟ ایک شاعر اس کے حسن کے قصیدے لکھ کر رسالوں میں شائع کراتا ہے۔"

دوسرے بھائی عظمت اللہ رازی نے پوچھا "کیا تمہیں کسی کو داماد اور ہمیں کسی کو بہنوئی کہتے شرم نہیں آئے گی۔"

باپ نے کہا "میں نے تمہاری ماں سے قسم لی ہے۔ وہ جمیلہ کی شادی نہیں کرے گی۔"

تیسرے بھائی رغبت اللہ نے کہا "وہ ڈاکٹری پڑھ رہی ہے۔ بے پردہ کالج جاتی ہے۔ وہ شادی نہیں کرے گی تو کوئی اسے اٹھا کر لے جائے گا۔"

ایک دن یہی ہوا کالج آنے جانے کے دوران ایک بدمعاش بدو کی نظر اس پر پڑگئی۔ ایک روز موقع دیکھ کر بدو نے اسے اغوا کرلیا۔ قبل اس کے کہ وہ اپنے ارمان پورے کرتا' ایک خریدار کی نظر جمیلہ پر پڑگئی۔ اس نے منہ مانگے دام دے کر اسے خرید لیا لیکن شاید جمیلہ کی قسمت میں عزت اور اس کے طلب گاروں کے مقدر میں حسرت رقم تھی۔ ریاست کے ایک بہت بڑے رئیس جو اس روز جمیلہ کے خریدار کا مہمان تھا' جھلک دیکھتے ہی بے تاب ہوگیا۔ اس نے اپنے دوست سے جمیلہ کو مانگا تو وہ میزبان اپنے بااثر اور بے انتہا دولت مند کے مالک دوست کی خواہش رد نہ کرسکا۔ یوں جمیلہ مختلف ہاتھوں سے ہوتی ہوئی اس رئیس کے حرم میں پہنچ گئی۔

وہاں اس نے رہائی کے لیے جدوجہد کی مگر نازک اندام تھی۔ کسی مرد سے اپنی کلائی نہیں چھڑا سکتی تھی۔ حرم سرا میں دو چھ فٹ کی تگڑی عورتیں تھیں۔ امریکا میں عورتوں کی ریسلنگ کا ادارہ ہے' جہاں قد آور عورتیں سخت محنت اور ورزش کے لیے جسمانی قوتوں میں ایسا اضافہ کرتی ہیں کہ پھر وہ نازک اندام نہیں رہتیں اور بھاری معاوضے لے کر کشتی لڑتی ہیں۔ رئیس نے وہاں سے دو پہلوان عورتوں کو بلا کر بھاری معاوضہ پر حرم سرا میں ملازمت دی تھی۔ ان میں سے ایک مین کلر کہلاتی تھی۔ اتنی خطرناک فائٹر تھی کہ تنہا دو چار مردوں کو زمین چٹا دیتی تھی۔ جب تک ان کا لہو نہیں گراتی تھی' انہیں میدان سے بھاگنے نہیں دیتی تھی۔

دوسری کا نام آئرن راڈ تھا۔ وہ لوہے کی طرح سخت تھی۔ اس کے بدن پر کتنے ہی سخت حملے کرو' وہ ٹس سے مس نہیں ہوتی تھی۔ اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا تھا۔ پھر وہ جواباً حملہ کرتا تو مقابل ٹوٹ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

پھوٹ کر رہ جاتا تھا۔ ان کی موجودگی میں حرم سرا کی عورتیں سر جھکا کر رہتی تھیں۔ اس محل سے باہر جھانکنے اور دوسرے مردوں کو دیکھنے کی جرات نہیں کرتی تھیں۔ صرف شیخ کی وفادار بن کر رہتی تھیں۔ جمیلہ رازی وہاں رونے اور فریاد کرنے لگی تو لیڈی آئرن راڈ نے اس کی کھوپڑی کو ایک ہاتھ کے پنجے سے جکڑ لیا۔ جمیلہ کو اس پہلوان عورت کی پانچوں انگلیاں یوں لگیں جیسے وہ لوہے کا شکنجہ ہو۔ وہ تکلیف کی شدت سے گونگی ہو گئی۔ فریاد کرنا بھول گئی۔

اسے ایک بڑے سے ٹی وی اسکرین پر ایک ویڈیو فلم دکھائی گئی۔ وہ فلم ایک حسین عورت کی تھی' جو اس حرم سرا میں رہتی تھی۔ اس نے وہاں سے فرار ہونے کے لیے محل کے باہر پہرا دینے والے ایک سیکیورٹی افسر سے دوستی کی تھی۔ وہ افسر اسے محل سے بحفاظت نکال لانے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ دونوں پکڑے گئے۔ ان کی گرفتاری کے بعد انہیں جو سزائیں دی گئیں' ان کی وہ ویڈیو فلم تیار کی گئی تھی۔

جمیلہ نے اسکرین پر دیکھا۔ لیڈی مین کلر اس سیکیورٹی افسر کو مقابلے کی دعوت دے رہی تھی۔ افسر بہت تگڑا تھا۔ مگر لیڈی مین کلر سے مقابلے میں ہار رہا تھا۔ اس کے حملوں سے لہولہان ہو رہا تھا۔ بھاگنا چاہتا تھا مگر وہ بھاگنے نہیں دے رہی تھی۔ ایسی پٹائی کر رہی تھی کہ اس کے زخموں میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔

پھر اسکرین پر لیڈی آئرن راڈ نے آکر اس کے ایک ہاتھ کی ہڈی توڑ دی۔ اس کے پاس ہڈیاں توڑنے کا کوئی ہتھیار نہیں تھا۔ وہ اپنے دونوں ہاتھوں سے جسمانی قوت کا مظاہرہ کر رہی تھی۔ پھر اس نے اُس کی ایک ٹانگ توڑ دی۔ وہ ذبح ہونے والے بکرے کی طرح چلّا رہا تھا۔ معافیاں مانگ رہا تھا لیکن شیخ معافی کے معنی نہیں جانتا تھا۔ وہ خوش ہو کر یہ تماشا دیکھ رہا تھا۔ پھر لیڈی آئرن راڈ نے اپنی دو آہنی انگلیوں سے اس کی آنکھیں پھوڑ دیں۔

آنکھیں اس لیے پھوڑی گئیں کہ اس نے رئیس کی داشتہ کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھا تھا۔ ہاتھ اس لیے توڑا گیا کہ داشتہ کو سہارا دے رہا تھا۔ ٹانگ اس لیے توڑی گئی کہ اسے حرم سرا سے بھگا کر لے جانا چاہتا تھا۔

پھر اسکرین پر اس حسین داشتہ کو دکھایا گیا' جو فرار ہوتے وقت پکڑی گئی تھی۔ اس کے اطراف چھ کالے اور بدصورت حبشی غلام تھے جو اس کا لباس نوچ رہے تھے۔ اس کے ساتھ طرح طرح کی زیادتیاں کر رہے تھے۔ جمیلہ رازی ایسے شرمناک مناظر نہ دیکھ سکی۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ پھر کتوں کی آوازیں سن کر اس نے آنکھیں کھولیں' دیکھا تو وہ چھ حبشی غلام جا چکے تھے اور خونخوار کتے اس حسینہ کی بوٹیاں نوچ رہے تھے۔

ایسے ظالمانہ مناظر دیکھنے کے بعد کوئی حسینہ اس حرم سرا سے باہر قدم رکھنے کا تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔ جمیلہ رازی تھر تھر کانپ رہی تھی۔ اس کے سامنے دو سنگدل پہلوان عورتیں تھیں۔ جن کی ایک ٹھوکر سے اس کا دم نکل جاتا۔ حرم سرا کے باہر ننگی تلواریں لیے حبشی غلام تھے۔ محل کے احاطے میں مسلح سیکیورٹی گارڈز تھے۔ لیڈی مین کلر اس کے لیے نیا لباس لاکر بولی "اسے پہن لے اور اپنا لباس ہمیں دے دے۔"

وہ لباس نہیں اتارنا چاہتی تھی۔ لیڈی آئرن راڈ نے اس کے بدن سے لباس نوچ لیا۔ پھر کہا "تیرا یہ لباس خونخوار کتوں کے سامنے ڈالا جائے گا۔ وہ تیرے بدن کی بو کو پالیں گے اور تیری بوٹیاں نوچ ڈالیں گے۔"

وہ اس کا لباس اٹھا کر لے گئی۔ اس حرم سرا میں بیس حسینائیں تھیں' جو مختلف ممالک سے لائی گئی تھیں۔ رئیس اپنے دسترخوان پر ہر ملک کی ڈش رکھتا تھا۔ جب دل بھر جاتا تو انہیں واپس کر دیتا تھا اور نئی ڈشیں منگوا لیتا تھا۔ وہاں رہنے والی داشتاؤں نے جمیلہ کو سمجھایا "حالات سے سمجھوتا کر لو تو زندہ رہو گی۔ جب رئیس تم سے بیزار ہو جائے گا تو تمہیں بے تحاشا دولت دے کر یہاں سے رخصت کر دے گا۔"

اپنی زندگی سب کو پیاری ہوتی ہے۔ جمیلہ رازی بھی زندہ رہنا چاہتی تھی لیکن اپنی عزت بھی پیاری تھی۔ پھر وہ تعلیم یافتہ تھی۔ عورت پر جبر و تشدد کے خلاف تھی۔ کوئی اس کی مرضی کے خلاف اسے ہاتھ لگائے' یہ گوارا نہ تھا لیکن اس کے گوارا نہ کرنے کی کسے پروا تھی۔ وہاں سب ہی قربان گاہ کی طرف لے جانے والے تھے کوئی بچانے والا نہ تھا۔

اگرچہ وہ خوف زدہ تھی۔ تاہم یہ ضد تھی کہ عزت نہیں دے گی۔ اسے زندگی سے پیار تھا لیکن وہ حرم سرا میں جانور کی طرح استعمال نہیں ہونا چاہتی تھی۔

چار کنیزیں اسے دودھ سے نہلانے اور خوشبوؤں میں بسانے کے لیے آئیں تو وہ انکار کرنے اور ان سے لڑنے لگی۔ لیڈی آئرن راڈ نے اس کی زلفوں کو مٹھی میں جکڑ لیا۔ پھر اسے گھسیٹتے ہوئے بڑے سے ٹی وی اسکرین کے سامنے لاکر بولی "دیکھ! جو راضی نہیں ہوتی' اس کے ساتھ کیسا سلوک ہوتا ہے۔"

اس نے اسکرین پر دیکھا' ایک حسینہ کے دونوں ہاتھوں کو پلنگ کے دونوں طرف باندھ دیا گیا تھا اور اسے ہر طرح سے بے بس کر کے اس سے زیادتی کی جا رہی تھی۔ جمیلہ درانی سر جھکا کر ان کنیزوں کے درمیان چلتی ہوئی محل کی چھت پر آئی۔ وہاں ایک بڑا سا حوض تھا۔ جس میں خالص دودھ بھرا ہوا تھا۔ دودھ کی سطح پر گلاب کی سرخ پتیاں تھرک رہی تھیں۔ جمیلہ نے سوچا' یہ قدرت کی طرف سے عزت بچانے کا اچھا موقع ملا ہے۔ اگر میں محل کی اس بلندی سے چھلانگ لگاؤں گی تو نیچے گر کر مر جاؤں گی۔ کوئی بات نہیں' آبرو تو رہ جائے گی۔

پھر اس نے ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کیا۔ سامنے چلنے والی دو کنیزوں کو دھکا دے کر چھت کے سرے کی طرف دوڑنے لگی۔ کئی کنیزیں حوض کے کنارے کھڑی ہوئی تھیں۔ وہ سب اسے پکڑنے کے لیے دوڑیں لیکن اس سے پہلے کہ وہ سب اسے پکڑتیں' اس نے چھت کی ریلنگ پر چڑھ کر دوسری طرف چھلانگ لگادی۔

وہ ایک اندھی چھلانگ تھی۔ موت یقینی تھی لیکن جسے اللہ رکھے' اسے کون چکھے' کے مصداق اس کے مقدر میں زندگی تھی۔ محل کے پچھلے حصے میں ایک دریا بہتا تھا جو ان دنوں چڑھا ہوا تھا۔ وہ چھلانگ لگا کر سیدھی پانی میں پہنچی پھر اس کے بہاؤ میں بہتی ہوئی جانے لگی۔

محل میں اطلاعی سائرن گونجنے لگے۔ پہریدار عورتیں اور مرد انٹرکام' ٹیلی فون اور ٹرانسیٹر کے ذریعے محل کے اندر اور باہر دور تک یہ خبر پہنچانے لگے کہ جمیلہ رازی نے محل کی چھت سے دریا میں چھلانگ لگادی ہے۔

یہ رئیس کی توہین تھی کہ اس کے منہ کا لقمہ چھن جائے۔ وہ سارے غلام اپنے آقا کے غضب سے واقف تھے۔ اس لیے بڑی پھرتی سے گاڑیاں اور گنیں لے کر دریا کی طرف دوڑ پڑے۔ خونخوار کتوں کے ٹرینرز نے ان کتوں کے آگے جمیلہ کے اتارے ہوئے لباس کو پھینکا۔ انہیں مفرور حسینہ کی بو سے آشنا کیا پھر ان کی زنجیریں تھام کر دریا کے کنارے کنارے دوڑنے لگے۔ وہ دریا میں بہنے والی کہیں تو ساحل سے لگنے والی تھی۔

اس پر مصیبت ایک طرف سے نہیں آ رہی تھی۔ دریا کے دوسرے ساحل پر اس کے تینوں بھائی گنیں لیے آنکھوں سے دوربین لگائے محل کی طرف دیکھ رہے تھے۔ ان سے یہ بے غیرتی برداشت نہیں ہو رہی تھی کہ بہن رئیس کی حرم سرا میں رہے.... وہ رئیس کی طاقت سے اچھی طرح واقف تھے۔ نہ محل میں داخل ہو سکتے تھے۔ نہ اس کی فوج سے مقابلہ کر سکتے تھے۔ باپ نے حکم دیا تھا' دریا کی سمت دیکھتے رہو۔ جمیلہ بالکونی یا کسی کھڑکی سے نظر آئے تو اسے گولی مار دو۔

دو بھائیوں کے پاس گنیں تھیں۔ تیسرے بھائی کے پاس راکٹ لانچر تھا۔ وہ دریا کے دوسرے ساحل سے بہن کو نشانے پر رکھ کر مار سکتے تھے۔ اس طرح اپنی غیرت کو تسکین پہنچا سکتے تھے۔

انہوں نے دوربین سے بہن کو محل کی چھت پر دیکھا تھا لیکن اس سے پہلے کہ اس کا نشانہ لگاتے' وہ دریا میں کود پڑی تھی۔ وہ تینوں بھی اپنی جیپ میں بیٹھ کر دریا کے بہاؤ کی طرف جانے لگے۔

اسے تیرنا آتا تھا۔ وہ لہروں میں ڈوبتی ابھرتی تیرتی جا رہی تھی۔ کہیں ڈوب کر مر بھی سکتی تھی۔ موت پانی میں بھی تھی اور موت دونوں کناروں پر بھی اس کے تعاقب میں چلی آ رہی تھی۔

ویسے تعاقب کرنے والوں کے راستوں میں چند دشواریاں تھیں۔ دریا کا کٹاؤ کہیں زیادہ چوڑا تھا۔ انہیں بہت دور سے گھوم کر آنا پڑتا تھا۔ کہیں ساحل پر پہاڑیاں تھیں۔ انہیں پہاڑیوں کے دوسری طرف سے چکر لگانا پڑتا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ سب بہت پیچھے رہ گئے اور وہ اتنی دور نکل گئی کہ پھر دوربین سے بھی نظر نہیں آئی۔

کتے جس سمت منہ اٹھا کر بھونک رہے تھے' ادھر دلدل تھی' گاڑیاں آگے نہیں جا سکتی تھی۔ جب قدرت نہ چاہے تو ظالم تمام طاقت اور تمام اختیارات کے باوجود بے بس ہو جاتا ہے۔ دوسرے ساحل پر تینوں بھائیوں کے راستے میں دلدل نہیں تھی لیکن جیپ کا ایک پہیہ پنکچر ہو گیا تھا اور ان کے پاس فاضل پہیہ نہیں تھا۔

تیرنے والی آخر کتنی دیر تک اور کتنی دور تک خود کو پانی کی سطح پر رکھ سکتی تھی۔ اس کی سانس پھول رہی تھی۔ بازو شل ہو رہے تھے۔ وہ ساحل کی طرف جانے لگی۔ اب اس میں تیرنے کی سکت نہیں رہی تھی۔ وہ کنارے لگتے ہی خشکی پر لڑکھڑاتی ہوئی آئی۔ پھر بے دم ہو کر گر پڑی۔ اس کے سر کی طرف اونچی پہاڑی اور آسمان چکرا رہا تھا۔ ہانپتے ہانپتے اس پر نیم بیہوشی طاری ہو گئی۔

اس کے ذہن میں یہ خوف تھا کہ دشمن آ رہے ہوں گے لیکن وہ کیا کر سکتی تھی۔ اس میں اب اٹھ کر بیٹھنے کی بھی سکت نہیں رہی تھی۔ وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ وہ ہوش میں ہے یا یہ سب کچھ خواب میں ہو رہا ہے۔ کتے بھونکتے ہوئے قریب آ رہے ہیں یا محض دہشت کے باعث کانوں میں ان کی آوازیں گونج رہی ہیں۔

ان لمحات میں اس کے دل سے دعا نکلنے لگی۔ "یا خدا! رحم کر... میرے مالک! میرے خالق! یہ تو نے کیسی زندگی دی ہے؟ پیدا ہوتے ہی باپ کی نفرت ملنے لگی۔ جوان ہوئی تو بھائیوں کے لیے غیرت کا مسئلہ بن گئی۔ میرے گھر میں دشمن تھے۔ مجھے اتنا حسن' اتنی کشش کیوں دی کہ گھر کے باہر بھی دشمن پیدا ہو گئے۔

"ابھی میں ساحل سے آلگی ہوں لیکن کہاں جاؤں گی؟ جہاں جاؤں گی' وہاں شکاری ملیں گے۔ اس دنیا میں وہی عزت اور شان و شوکت سے جیتا ہے' جس کے پاس طاقت ہوتی ہے۔

"یا اللہ! یہ جان تیری دی ہوئی ہے' اسے تو لے لے یا پھر مجھے اتنی طاقت دے کہ میں دشمنوں کی دنیا میں آبرو سے جی سکوں۔ تو کُن کہتا ہے اور دنیا وجود میں آجاتی ہے۔ تجھے تیری شانِ کریمی کا واسطہ دیتی ہوں' ایک کُن میرے لیے بھی کہہ دے اور مجھے کمزور سے شہ زور بنادے۔ بنادے میرے مالک! تو سچا رب ہے۔ مجھے شہ زور بنادے۔ تو چھپّر پھاڑ کر دولت دیتا ہے۔ آسمان پھاڑ کر مجھے میرے حصے کا انعام دے...."

دعا قبول ہو گئی۔

اس کے لیے آسمان سے' سچے رب کا انعام اترنے لگا۔

غباروں سے ہوا نکل چکی تھی۔ قوتِ پرواز ختم ہو چکی تھی۔ وہ نیچے آ رہے تھے۔ نیچے آ رہے تھے۔ ہاں' آسمان سے اتر رہے تھے۔

پھر ان غیر معمولی دواؤں اور فارمولوں کا تھیلا آکر اُس کے سینے پر ٹھہر گیا۔

بے شک اللہ جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے' جسے چاہتا ہے ذلت دیتا ہے۔ اس کی شانِ کریمی وہی جانتا ہے۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ٹرانسفارمر مشین میں جو خرابی پیدا ہوگئی تھی' وہ دُور ہوگئی۔ فوج کے ایک ماہر مکینک نے اس کی مرمّت کی تھی۔ وہ مکینک فوج میں میجر تھا۔ اس کا نام داؤد منڈولا تھا۔ سب اسے میجر منڈولا کہتے تھے۔

میجر منڈولا کا حافظہ اتنا تیز اور پختہ تھا کہ وہ جس مشین کا تفصیلی نقشہ ایک بار دیکھ لیتا تھا' وہ تمام جزئیات کے ساتھ اس کے ذہن میں نقش ہوجاتا تھا۔

اس کی اس صلاحیت کے سب معترف تھے۔ برّی' بحری اور فضائیہ کے چھ بڑے افسران نے ایک خفیہ میٹنگ میں سر جوڑ کر سوچا کہ ایک عرصہ گزر چکا ہے۔ ملک کے بڑے بڑے ماہرین سے مشین کو درست کرانے کی کوشش کی گئیں لیکن جو نقص پیدا ہوگیا تھا وہ قائم رہا۔ کوئی اسے دور نہ کرسکا۔

چیف آف آرمی اسٹاف نے کہا "اس کی خرابی صرف میجر منڈولا دور کرسکتا ہے۔ ہمیں اس پر بھروسا کرنا ہوگا۔"

بحریہ کے کمانڈر نے کہا۔ "یہی تو بنیادی مسئلہ ہے۔ ہم اس پر بھروسا نہیں کرسکتے۔ کم بخت کا دماغ ایک کیمرا ہے۔ وہ مرمت کرنے کے دوران مشین کا نقشہ دیکھتا رہے گا تو وہ پورا نقشہ اس کے ذہن میں نقش ہوجائے گا۔"

تیسرے بڑے افسر نے کہا۔ "میجر منڈولا اپنے ملک اور قوم کا ایک وفادار فوجی افسر ہے۔ وہ نقشے کو ذہن نشین کرنے کے بعد اسے خفیہ طور سے دوسرے کاغذ پر نہیں اتارے گا اور نہ ہی کسی ملک سے اس کا سودا کرے گا۔"

"اس میں شبہ نہیں کہ وہ محبِّ وطن ہے اور ایک وفادار فوجی ہے لیکن ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ وہ یہودی ہے۔"

تھوڑی دیر کے لیے سب کو چپ لگ گئی۔ پھر ایک نے کہا۔ "ہم شیطان پر بھروسا کرسکتے ہیں لیکن یہودی پر نہیں کریں گے۔"

دوسرے نے کہا۔ "ہم اسرائیل کو تمام اسلامی ممالک کے لیے دہشت بنا رہے ہیں۔ اسے طرح طرح سے نواز رہے ہیں۔ اس کے باوجود وہ ہمارے لیے ناقابلِ اعتماد ہے۔ کوئی سپیرا اپنے پالتو سانپ پر بھروسا نہیں کرتا کیونکہ وہ زہریلا جس کا دودھ پیتا ہے اسے بھی ڈس لیتا ہے۔"

چیف آف آرمی اسٹاف نے کہا۔ "ہم نے اس پر بھروسا نہ کیا تو مشین کبھی درست نہیں ہوگی میں ایک سوال کرتا ہوں' آپ سب اس کا جواب دیں۔ مشین اہم ہے یا منڈولا؟"

سب نے باری باری کہا۔ "مشین اہم ہے کیونکہ ہمارا ملک ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے خالی ہوگیا ہے۔"

"ہمارے پاس ایک ہی خیال خوانی کرنے والا رہ گیا ہے۔ اس نے آج تک کوئی کارنامہ انجام نہیں دیا ہے۔ ہم اسے سخت نگرانی میں رکھتے ہیں۔ اگر دشمنوں نے کبھی اسے اغوا کرلیا تو ٹرانسفارمر مشین درست ہونے کے بعد بھی کام نہیں آئے گی۔"

جیسا کہ بیان ہوچکا ہے' وہ ٹرانسفارمر مشین ایک شخص کی دماغی صلاحیتیں دوسرے شخص کے دماغ میں منتقل کرتی ہے۔ اس مشین کے ساتھ دو آپریشن بیڈ منسلک ہوتے ہیں۔ ایک بیڈ پر اس شخص کو لٹایا جاتا ہے جس کے اندر پہلے سے ٹیلی پیتھی کی صلاحیت موجود ہوتی ہے۔ دوسرے بیڈ پر اسے لٹایا جاتا ہے جو ٹیلی پیتھی کے علم سے خالی ہوتا ہے۔ مشین کو آپریٹ کرنے کے بعد ایک کی ٹیلی پیتھی دوسرے میں منتقل ہوجاتی ہے۔"

ان تینوں افواج کے بڑے افسران کو یہی فکر تھی کہ ان کے ملک میں ایک ہی ٹیلی پیتھی جاننے والا رہ گیا ہے۔ جتنی جلدی ممکن ہو' اس کی خیال خوانی اپنے چند اہم افراد میں منتقل کردی جائے ورنہ وہ اکلوتا خیال خوانی کرنے والا کبھی باغی یا اغوا ہوجائے گا یا مر جائے گا تو باہر سے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو پکڑ کر لانا ہوگا اور کسی کو ٹریپ کرکے لانا اتنا آسان نہیں تھا۔

چیف آف آرمی اسٹاف نے کہا۔ "ہم نے وقت ضائع کیا ہے کبھی سونیا ثانی کی ٹیلی پیتھی پر بھروسا کرکے دھوکا کھایا ہے اور کبھی مرینا اور شی تارا نے دھوکا دیا ہے۔ اب جبکہ آپ سب اس بات پر متفق ہوگئے ہیں کہ مشین سب سے اہم ہے تو پھر ہمیں منڈولا کو اہمیت نہیں دینا چاہیے۔"

پھر وہ میز پر جھک کر دھیمی آواز میں رازداری سے بولا۔ "ہم ایک میجر منڈولا کو قربان کرکے اپنے ملک کی بہتری کے لیے درجنوں ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کرسکتے ہیں۔"

"آپ کی بات سمجھ میں آرہی ہے۔ پھر بھی وضاحت سے بیان کریں۔"

"صاف لفظوں میں میرا مشورہ یہ ہے کہ مشین کی مرمّت ہوجائے اور وہ خاطر خواہ کام کرنے لگے تو میجر منڈولا کو رازداری سے گولی ماردی جائے۔"

خاموشی چھا گئی۔ وہ ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ پھر ایک نے کہا۔ "سچ پوچھو تو میں بھی یہی سوچ رہا تھا۔

دوسرے نے کہا۔ "ملک اور قوم کی بہتری کے لیے لازمی ہے کہ ایک کے خون سے درجنوں ٹیلی پیتھی کے چراغ جلائے جائیں۔"

"تو پھر یہ فیصلہ ہوگیا اور ہم سب اس پر متفق ہیں۔"

سب نے ایک ذہن سے' ایک زبان سے کہا کہ وہ میجر منڈولا کسی جنگ میں مارا جاتا تو اب تک قومی ہیرو کہلاتا۔ قوم کی خاطر اسے رازداری سے مارا جائے گا تو تب بھی وہ ان کی نظروں میں ہیرو رہے گا۔"

ایک بڑے افسر نے کہا۔ "اب ہمیں اس کے دوسرے پہلوؤں پر غور کرنا چاہیے۔ جب مشین کی مرمّت ہوجائے گی تو پہلے اس کی کارکردگی آزمائی جائے گی۔ ہوسکتا ہے کہ وہ اچھی کارکردگی دکھاتے دکھاتے پھر خراب ہوجائے۔"

سب نے تائید کی کہ ایسا ہوسکتا ہے۔ صحت مند آدمی چلتے پھرتے اچانک بیمار ہوجاتا ہے۔ مشین پھر مشین ہے کسی وقت پھر بگڑے گی تو انہیں میجر منڈولا جیسا کاریگر دوبارہ نہیں ملے گا۔

یہ ایک اہم نکتہ تھا۔ اگر اسے گولی ماردیتے تو مشین میں کوئی خرابی پیدا ہوجانے کے بعد وہ ایسا دوسرا کاریگر پیدا نہیں کرسکتے تھے۔

ایک نے کہا۔ "اسے زندہ رکھنا ہوگا لیکن ایک قیدی بناکر۔"

"نہیں' اسے قیدی بنایا جائے گا تو اس کے اندر ہمارے خلاف زہر بھر جائے گا۔ پھر وہ کبھی بگڑی ہوئی مشین کو درست نہیں کرے گا۔"

"اور یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ اسے دوست بناکر پابندیوں میں رکھا جائے۔ وہ پابندیاں قبول نہیں کرے گا۔"

ایک نے مشورہ دیا۔ "اگر مشین درست ہوجائے اور منڈولا کو کھانے پینے کی چیز میں اعصابی کمزوری کی دوا کھلا کر اسے اسپتال پہنچادیا جائے تو ایک ہفتے کے اندر ہم دو چار ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کرلیں گے۔"

دوسرے نے پوچھا۔ "اگر اچانک مشین میں نقص پیدا ہوگیا تو کیا منڈولا اسپتال سے اسے درست کرنے آسکے گا؟"

وہ سب سوچ میں پڑ گئے۔ کوئی سگار سلگانے لگا۔ کوئی پائپ سے دھواں چھوڑنے لگا۔ پھر ایک نے چٹکی بجا کر کہا۔ "ہیرا زدی آئیڈیا! اگر ہم ایک آسان سی بات کو مسئلہ بنا ڈالیں تو پھر وہ ناقابلِ حل مسئلہ بن جاتا ہے۔ سیدھی سی بات یہ ہے کہ ہم منڈولا جیسا دوسرا کاریگر پیدا کرسکتے ہیں۔"

سب نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ ایک نے پوچھا۔ "ایسا دوسرا کاریگر کہاں سے آئے گا؟"

اس نے جواب دیا۔ "ہماری فوج میں یوں تو کئی مکینک ہیں ان سب میں جان ولسن زیادہ ذہین اور تجربہ کار ہے۔ اگرچہ وہ ٹرانسفارمر مشین کی مرمّت کرنے میں ناکام رہا ہے لیکن آئندہ ناکام نہیں رہے گا۔"

اس نے مسکرا کر اپنے ساتھی افسران کو دیکھا پھر کہا۔ "میجر منڈولا مشین کو درست کرنے میں کامیاب رہے گا تو اس سے کہا جائے گا کہ وہ مشین کے ذریعے اپنی ذہنی صلاحیتیں جان ولسن میں منتقل کرے۔"

ایک نے تائید کی۔ "واقعی یہ عمدہ طریقۂ کار ہے۔ اس طرح جان ولسن کی صورت میں دوسرا ذہین منڈولا پیدا ہوجائے گا۔"

دوسرے نے کہا۔ "جان ولسن عیسائی ہے۔ کٹر امریکی ہے اور یہودیوں سے نفرت کرتا ہے۔ جب منڈولا کی صلاحیتیں اس میں منتقل ہوجائیں گی تو میجر منڈولا کو ہمیشہ کے لیے ختم کردیا جائے گا۔"

"اس سلسلے میں ایک اور اہم نکتہ ہے' کہیں منڈولا کا یہودی مذہب جان ولسن میں منتقل نہ ہوجائے۔"

"ایسا نہیں ہوگا۔ اس مشین میں ایک ایسا بٹن ہے جسے آف کردیا جائے تو ایک کا مذہب دوسرے میں منتقل نہیں ہوتا۔ جب سونیا ثانی کے دماغ میں ٹیلی پیتھی منتقل کی گئی تو ہم اس وقت ثانی کو عیسائی سمجھ رہے تھے۔ اس لیے مذہب والا بٹن آف رکھا تھا۔ کیونکہ ایک عیسائی کے دماغ سے اس میں ٹیلی پیتھی منتقل کی گئی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ثانی کے اندر ٹیلی پیتھی کا علم آگیا لیکن عیسائی مذہب نہیں آیا۔ وہ مسلمان تھی' مسلمان ہی رہی۔"

اس کا مطلب یہ ہے کہ منڈولا کی صلاحیتیں جان ولسن میں منتقل کرتے وقت اس مذہبی بٹن کا خاص خیال رکھا جائے گا اور اس بٹن کو سب سے پہلے آف کردیا جائے گا۔"

انہوں نے تمام پہلوؤں پر اچھی طرح غور کیا۔ پھر میجر منڈولا کو طلب کرکے کہا۔ "ہم نے تمہیں ایک بہت بڑی ذمے داری سونپنے کا فیصلہ کیا ہے۔"

منڈولا نے کہا۔ "یہ میری خوش قسمتی ہے سر! میں احسن طریقے سے ذمے داری پوری کروں گا۔"

"ہم چاہتے ہیں کہ تم ٹرانسفارمر مشین کو اچھی طرح چیک کرو اور اس کی خرابی دور کرو۔"

"میں پوری کوشش کروں گا سر! مجھے اس کا مکمل نقشہ فراہم کیا جائے؟"

"کیا نقشہ ضروری ہے؟ کیا مشین کو دیکھ کر اس کی خرابی معلوم نہیں کرسکوگے؟"

"سر! نقشے میں تمام پارٹس کی تفصیلی کارکردگی درج ہوتی ہے۔ انہیں پڑھنا ضروری ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ لیکن یاد رکھو' یہ ایک اہم ملکی راز ہے۔ تم جب تک اس کی اسٹڈی کروگے تب تک ہیڈکوارٹر سے باہر نہیں جاؤ گے۔ تمہاری رہائش ائرکنڈیشنڈ تہ خانے میں مشین کے پاس رہے گی۔"

"آل رائٹ سر! میں اپنے ملک کی خاطر ہر پابندی قبول کروں گا۔"

چیف آف آرمی اسٹاف نے کہا۔ "مشین کے درست ہونے کے بعد اس کی آزمائش کا مسئلہ رہے گا۔ ہم چاہتے ہیں کہ تمہاری عمدہ صلاحیتیں ہمارے دوسرے کاریگروں میں منتقل ہوجائیں۔"

"میں سمجھ گیا سر! میری صلاحیتیں کسی دوسرے کے دماغ میں منتقل کرکے مشین کی کارکردگی آزمائی جائے گی۔ مجھے منظور ہے سر!"

"کیپٹن جان ولسن تمہارے ساتھ رہے گا اور تمہیں اسسٹ کرے گا۔ تم چاہو تو اور کسی کا انتخاب کرسکتے ہو۔"

"نو سر! آپ کا فیصلہ مناسب اور قابلِ قبول ہے۔ جان ولسن بہت اچھا کاریگر ہے۔"

اسی دن میجر منڈولا اور جان ولسن کو اس تہ خانے میں بھیج دیا

itsurdu.blogspot.com
itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

گیا' جہاں وہ ناکارہ مشین رکھی ہوئی تھی۔

حکم کی تعمیل کے سلسلے میں میجر منڈولا کی زبان پر "یس سر یس سر" تھا مگر دماغ کے اندر "نو سر" نقش ہوگیا تھا۔ وہ ایک عرصے سے سنتا آرہا تھا کہ ٹرانسفارمر مشین بڑے بڑے تجربہ کار ماہرین سے درست کرائی جارہی ہے لیکن اس کی خدمات حاصل نہیں کی جارہی ہیں۔ کیونکہ وہ یہودی ہے اور اس پر بھروسا نہیں کیا جارہا ہے۔

فوج کے امریکی عیسائی اعلیٰ افسران کو ماضی میں تلخ تجربات ہوئے تھے۔ الپا اور مارٹن رسل وغیرہ جیسے یہودیوں کو ٹرانسفارمر مشین سے گزار کر انہیں ٹیلی پیتھی کا علم دیا گیا تھا۔ بعد میں وہ سب اسرائیلی حکومت کے وفادار ہوگئے تھے۔

منڈولا سمجھ رہا تھا کہ اب وہ اہم معاملات میں کسی یہودی افسر اور کاریگر پر بھروسا نہیں کریں گے اور اسے کبھی مشین کے قریب جانے نہیں دیں گے لیکن مقدر سے کون لڑسکتا ہے؟ اور ہاتھ آنے والی مشین کا راستہ کون روک سکتا ہے؟ تمام کاریگر ناکام ہوئے تو مشین کے ساتھ اس کا نقشہ بھی منڈولا کے ہاتھ آگیا۔

اب سے پہلے کسی کاریگر کو نقشہ نہیں دکھایا گیا تھا۔ یہ اندیشہ تھا کہ وہ نقشے کی تفصیلات نوٹ کرلیں گے۔ جتنے بھی آئے' سب نے مشین کو کھول کر چیک کیا۔ اس کے نقص کو دور کرنے کی کوششیں کیں اور ناکام رہے۔

منڈولا کے لیے کام آسان ہوگیا۔ نقشے کے ذریعے خرابی سمجھ میں آگئی۔ اس نے یہ طے کرلیا کہ اس مشین سے یہودیوں کو فائدہ پہنچنا چاہیے۔ لہٰذا اس نے بڑی کامیابی سے مشین کو درست کیا۔ جان ولسن کو وہ مشین اچھی طرح چیک کرنے دی تاکہ امریکی عیسائی افسران کو یقین ہوجائے کہ اس نے کوئی گڑبڑ نہیں کی ہے۔ بعد میں اس نے مشین کو صاف کرتے اور دوبارہ آزماتے وقت ایک بٹن میں ایسی خرابی پیدا کردی جسے جان ولسن سمجھ نہ سکا۔ اس نے اعلیٰ افسران کے سامنے اوکے کہہ دیا۔

پھر اسے عملی طور پر آزمایا گیا۔ مشین سے منسلک رہنے والے ایک بیڈ پر میجر منڈولا کو اور دوسرے بیڈ پر جان ولسن کو لٹایا گیا۔ مشین آپریٹ کرنے والے نے تمام افسران کے سامنے سب سے پہلے مذہب والا بٹن آف کیا تاکہ منڈولا کا یہودی مذہب جان ولسن میں منتقل نہ ہو۔ لیکن منڈولا نے اسی بٹن میں نادیدہ خرابی پیدا کی تھی۔ وہ بٹن آف ہونے کے بعد بھی آن رہا۔ پھر جہاں منڈولا کی تمام ذہنی صلاحیتیں جان ولسن میں منتقل ہوئیں وہاں یہودی مذہب بھی منتقل ہوگیا۔ صرف اتنا ہی نہیں' وہ مکاری بھی منتقل ہوئی کہ زبان پر کچھ رہے اور ذہن میں کچھ۔

جب جان ولسن مشین آپریشن کے بعد اٹھ کر بیٹھا تو اس کی زبان پر عیسائیت تھی اور ذہن میں یہودیت۔ وہ اعلیٰ افسران کے سامنے اپنے تاثرات بیان کرتے وقت جان ولسن تھا لیکن اپنے دل اور دماغ کے اندر میجر داؤد منڈولا بن چکا تھا۔

تینوں افواج کے اعلیٰ افسران کو جان ولسن کے پکّے عیسائی اور کٹر امریکی ہونے کا پورا یقین تھا۔ انہوں نے تیسرے دن جان ولسن کو پھر اس ٹرانسفارمر مشین سے گزارا اور اپنے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کا علم اس میں منتقل کردیا۔ اس سے پہلے منڈولا نے مذہب والے بٹن کو درست کردیا تھا اس طرح وہ بٹن آف رہا تو ٹیلی پیتھی جاننے والے کا عیسائی مذہب جان ولسن میں منتقل نہیں ہوا۔ وہ بدستور یہودی ذہنیت کا حامل رہا۔

ان تمام افسران نے جان ولسن کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں کو آزمایا اور خوش ہوگئے۔ اس نے بڑی کامیابی سے ان سب کے خیالات پڑھ کر سنائے۔ اس طرح یقین ہوگیا کہ مشین درست ہوگئی ہے۔

انہوں نے آئندہ ٹیلی پیتھی کا علم سکھانے کے لیے فوج کے تین جوانوں کا انتخاب کیا۔ وہ تینوں باڈی بلڈرز اور بہترین گوریلا فائٹر تھے۔ ان میں سے ایک کا نام ڈی ہاروے' دوسرے کا نام ڈی کرین اور تیسرے کا نام ڈی مورا تھا۔ ان تینوں کے ناموں میں ڈی مشترک تھا۔ اس لیے ان کا کوڈ نیم "تھری ڈی" رکھا گیا۔

جان ولسن نے افسران سے کہا۔ "ان تینوں کے دماغوں میں میرے ذہن سے ٹیلی پیتھی منتقل کی جائے۔"

اعلیٰ افسران نے کہا۔ "تم دو بار مشین سے گزر چکے ہو۔ بار بار یہ مناسب نہیں ہے۔"

جان ولسن نے یہودی ذہنیت سے یہ سوچ کر کہا تھا کہ ان تینوں میں بھی یہودی مذہب منتقل ہوجائے گا۔ لیکن اعلیٰ افسران نے اس پہلے عیسائی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے ذریعے "تھری ڈی" میں خیال خوانی کا علم منتقل کیا۔

ان کے حساب سے چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا اضافہ ہوگیا تھا۔ مشین کے فعال ہونے کا یقین ہوگیا تھا۔ تب انہوں نے میجر منڈولا کو ایک بحری جہاز میں طلب کیا۔ اس سے کہا۔ "ہمیں یقین ہے کہ مشین کا نقشہ تمہارے ذہن میں نقش ہوگیا ہے۔ کیا ہمارا یقین درست نہیں ہے؟"

"نو سر! آج کل میں بہت زیادہ پینے لگا ہوں۔ جس کے نتیجے میں میرا حافظہ کمزور ہوگیا ہے۔"

"ہوسکتا ہے' تمہاری بات درست ہو مگر ہم دودھ کے جلے ہیں۔ اہم معاملات میں کسی یہودی پر بھروسا نہیں کریں گے۔ تم ٹرانسفارمر مشین کا ایک چلتا پھرتا نقشہ ہو۔ تمہیں اب چلنا پھرنا نہیں چاہیے۔"

یہ کہہ کر انہوں نے اسے گولی ماردی۔ پھر اس کی لاش سمندر میں پھینک دی۔ یہ انسانی خوش فہمی ہے کہ آدمی شیطان کو اپنے اندر سے مار کر ختم کردیتا ہے جبکہ وہ کبھی نہیں مرتا' دوسری صورت میں زندہ رہتا ہے۔ میجر منڈولا بھی جان ولسن کی صورت میں زندہ تھا۔

جان ولسن کے اندر یہ تڑپ اور بے چینی تھی کہ وہ اپنوں میں جائے۔ وہ امریکی عیسائی پرائے اور دشمن لگ رہے تھے۔ اسرائیل کے لیے بے پناہ کشش تھی۔ اس کے دماغ میں یہ شور برپا رہتا تھا کہ وہ یہودی ہے اور اسے اپنے یہودیوں کے درمیان رہ کر اسرائیلی مفادات کے لیے کام کرنا چاہیے۔

ان دنوں وہ سخت پابندیوں میں تھا۔ اسے واشنگٹن سے باہر جانے کی اجازت نہیں تھی۔ اس تہ خانے کو بھی لاک کردیا گیا تھا' جہاں وہ ٹرانسفارمر مشین رکھی ہوئی تھی۔ اس سے کہا گیا تھا کہ جب مشین کی کارکردگی میں فرق آئے گا تو اس کی مرمت کے لیے اسے طلب کیا جائے گا۔ پھر اسے تہ خانے میں مشین کے قریب جانے کی اجازت دی جائے گی۔

سپر ماسٹر جان بلوشر نے شی تارا پر بھروسا کرکے اور اسے بیٹی بنا کر بہت بڑی حماقت کا ثبوت دیا تھا اس لیے اسے عہدے سے ہٹا دیا گیا تھا۔ برج کارڈ نامی ایک آرمی افسر کو سپر ماسٹر بنایا گیا تھا۔ یوں تو وہ بہت سے اہم معاملات میں مصروف ہوگیا تھا لیکن یہودی خفیہ تنظیم کو بہت زیادہ اہمیت دے رہا تھا۔ اس نے جان ولسن عرف داؤد منڈولا اور تھری ڈی سے کہا تھا کہ وہ خیالی خوانی کے ذریعے یہودی تنظیم کے افراد کو بے نقاب کریں۔

یہ وہی وقت تھا' جب ایکسرے مین مارٹن کار کے حادثے میں اسپتال پہنچا ہوا تھا۔ برین آدم تنظیم سے الگ ہوکر گوشۂ گمنامی میں چلا گیا تھا۔ عادل' انا اور ہیرو تل ابیب سے پیرس چلے آئے تھے۔ باقی تمام آدم برادرز نے کچھ عرصہ تک خاموشی اختیار کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ انہیں اندیشہ تھا کہ میں ابھی تک تل ابیب میں ہوں اور انہیں بے نقاب کرسکتا ہوں۔

ان حالات میں سپر ماسٹر برج کارڈ کا کوئی خیال خوانی کرنے والا یہودی تنظیم کے کسی آدم برادر تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ ایسے وقت جان ولسن عرف داؤد منڈولا کو اچانک ہی اس یہودی تنظیم تک پہنچنے کا موقع مل گیا۔

جیسا کہ پہلے بیان ہوچکا ہے' برین آدم کا ایک جڑواں بھائی تھا۔ وہ دونوں ہم مزاج تھے اور ایک دوسرے کے صدمات کو اور مسرتوں کو ایک ساتھ محسوس کرتے تھے۔ اگر ایک کے سر میں درد ہوتا تھا تو دوسرا بھی دردِ سر محسوس کرتا تھا۔ اگر امریکا والا برین آدم کسی بات پر قہقہہ لگاتا تو اسرائیل والے برین آدم کو مسرتوں کا احساس ہوتا تھا اور وہ سمجھ لیتا تھا کہ اس کا بھائی امریکا میں بہت خوش ہے۔

پچھلی بار وہ برین آدم نیویارک سے تل ابیب آیا تو عادل سے اس کا ٹکراؤ ہوا تھا۔ عادل نے اسے سمندر کے کنارے اعصابی کمزوری میں مبتلا کرکے بے ہوش کردیا تھا جس کے نتیجے میں دوسرے برین آدم پر بھی بے ہوشی طاری ہوگئی تھی۔

اس بار میں نے لیلیٰ کے قتل کا انتقام لینے کے لیے جب ہیڈکوارٹر کے اسلحہ گودام میں دھماکا کیا تھا تو ایسے وقت ایک آلۂ کار فوجی کے ذریعے برین آدم پر بھی گولی چلا کر اسے زخمی کیا تھا۔

اُدھر تل ابیب میں برین آدم کے بازو پر گولی لگی تھی۔ اِدھر نیویارک میں برین آدم اپنے بازو میں تکلیف محسوس کرنے لگا تھا اگرچہ تل ابیب میں بھائی کے زخم کی مرہم پٹی ہوچکی تھی پھر بھی کبھی زخم سے ٹیسیں اٹھتی رہتی تھیں اور وہ نیویارک والا بھائی تکلیف سے پریشان ہوجاتا تھا۔

اس پریشانی میں وہ نیویارک سے واشنگٹن آگیا تھا۔ وہاں اس کی ایک محبوبہ تھی۔ وہ اس کے ساتھ وقت گزار کر اپنے بھائی کے زخم سے ملنے والی تکلیف کو بھلانا چاہتا تھا۔ وہ محبت کا مرہم حاصل کرنے وہاں پہنچا تھا تو اسے ایک اور صدمہ پہنچا۔ وہ اچانک وہاں پہنچ کر اپنی محبوبہ کو سرپرائز دینا چاہتا تھا لیکن اسے حیران نہ کرسکا۔ اسے غیر کی بانہوں میں دیکھ کر خود حیران رہ گیا۔

ایک تو بازو کی تکلیف تھی۔ دوسرا ذہنی صدمہ ملا۔ اس نے محسوس کیا کہ وہ غم غلط نہیں کرے گا تو نہ نیند آئے گی نہ چین آئے گا اس لیے وہ ایک نائٹ کلب میں آکر شراب پینے لگا۔ اگرچہ تل ابیب والے بھائی نے اسے پینے سے منع کیا تھا لیکن اس رات اس نے خوب پی۔ گھر واپسی پر اس کی کار داؤد منڈولا (جان ولسن) کی کار سے ٹکراگئی۔

منڈولا نے غصے سے گالیاں دیں۔ پھر اپنی کار سے نکل کر اس کے پاس آتے ہوئے کہا۔ "تم یقیناً نشے میں گاڑی چلا رہے ہو۔ میں ابھی تمہیں حوالات میں......"

وہ کہتے کہتے رک گیا۔ برین آدم کو دیکھ کر چونک گیا۔ اسرائیلی انٹیلی جنس کے جتنے اہم افسران تھے' ان کی تصاویر اور ہسٹری امریکی انٹیلی جنس والوں کے پاس تھی۔ داؤد منڈولا نے اسے دیکھ کر سوچا۔ یہ اسرائیلی انٹیلی جنس کا چیف برین آدم واشنگٹن میں کیا کررہا ہے؟"

وہاں پولیس والے آگئے تھے۔ منڈولا نے اپنا آرمی کا کارڈ دکھا کر ایک پولیس افسر سے کہا۔ "اس شخص کو میری گاڑی میں پہنچادو۔ میں اسے اسپتال لے جاؤں گا۔"

اس کے حکم کی تعمیل کی گئی۔ دو پولیس والے برین آدم کو سہارا دے کر منڈولا کی کار کی اگلی سیٹ پر لے آئے۔ وہ گاڑی کو ڈرائیو کرکے آگے بڑھاتے ہوئے بولا۔ "ہیلو مسٹر برین! تم یہاں کب آئے ہو؟"

وہ نشے میں مست ہوکر بولا۔ "یہ پوچھو کہ کب جارہے ہو؟ یہ ایک بے وفا کا شہر ہے۔ میں یہاں نہیں رہوں گا۔ اس حسین بلا نے میرا دل توڑ دیا ہے۔ میرے دوست! کیا تم نے کسی سے محبت کی ہے اور محبت میں کبھی فریب کھایا ہے؟"

اس نے سڑک کے کنارے ایک اسنیک بار کے قریب گاڑی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

روک دی۔ ملازم کو کافی کا آرڈر دے کر برین آدم کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کی سوچ سے پہلی حیران کن بات یہ معلوم ہوئی کہ اسرائیلی انٹیلی جنس کے چیف برین آدم کا ایک جڑواں ہم شکل بھائی اس کے قریب بیٹھا ہوا ہے۔

پھر پتا چلا کہ تل ابیب میں برین آدم کو کسی نے گولی ماری ہے اور وہ زخمی ہوگیا ہے۔ یہ بات منڈولا کے لیے دلچسپی کا باعث تھی اور جذباتی لگاؤ تھا کہ کسی دشمن نے اس کے یہودی بھائی کو گولی ماری ہے۔ اس ٹرانسفارمر مشین نے جان ولسن کو سچ مچ ایسا داؤد منڈولا بنا دیا تھا جیسے مقتول منڈولا کی روح اس کے اندر سرایت کر گئی ہے۔ وہ خود کو داؤد منڈولا کہلوانا چاہتا تھا لیکن اس کی طرح قتل نہیں ہونا چاہتا تھا۔ اپنے یہودی جذبات پر قابو پا رہا تھا۔

اس نے شرابی برین آدم کی سوچ سے معلوم کیا کہ وہ کس طرح ایک دوسرے کی خیریت معلوم کرتے ہیں۔ اس کی سوچ نے جواب دیا' اس کے دماغ میں آپ ہی آپ یہ بات آتی ہے کہ اسے اپنے بھائی سے فون پر رابطہ کرنا چاہیے یا پھر اسرائیل جا کر اس سے ملاقات کرنا چاہیے۔

داؤد منڈولا نے اس کے اندر سوال کیا۔ "بھائی وہاں زخمی ہے' کیا تم نے معلوم کیا تھا کہ وہ کیسے زخمی ہوا تھا؟"

اس کی سوچ نے کہا۔ "میں نے کئی بار سوچا کہ فون کے ذریعے معلوم کروں مگر میرے اندر کوئی تحریک پیدا نہ ہو رہی تھی۔ کبھی کبھی میں حیران ہوتا ہوں کہ ارادہ کرنے کے بعد بھی بھائی سے رابطہ کیوں نہیں کرتا ہوں۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ تم دونوں بھائیوں کے دماغ میں کوئی خیال خوانی کرنے والا آتا ہے۔ تم دونوں کسی کے زیرِ اثر ہو۔ تم ابھی اپنے بھائی سے رابطہ کرو۔"

اس نے ڈیش بورڈ کے خانے سے موبائل فون نکال کر اس کے ذہن سے رابطہ نمبر معلوم کیا۔ پھر فون کو آپریٹ کرنے لگا۔ ایک منٹ کے اندر اندر رابطہ ہوگیا۔ دوسری طرف سے ویسے ہی برین آدم کی آواز سنائی دی۔

"ہیلو کون ہے؟"

اُدھر سے بھائی نے نشے میں کہا۔ "میں ہوں تمہارا بدنصیب بھائی' آج ایک بے وفا نے میرا دل توڑ دیا ہے۔"

برین آدم نے حیرانی سے پوچھا۔ "برادر! کیا تم نے شراب پی ہے؟ ہاں' یقیناً پی ہے۔ اسی لیے میں اپنے ذہن پر بوجھ محسوس کر رہا ہوں۔"

"میں بھی تمہارے زخم کی ٹیسیں برداشت کر رہا ہوں۔"

"پلیز برادر! مجھ سے وعدہ کرو اب نشہ نہیں کرو گے۔ ہوش و حواس میں رہو گے۔ میں بڑی مصیبت سے گزر رہا ہوں۔ فرہاد علی تیمور نے ہمارے ہی ایک فوجی کو آلۂ کار بنا کر مجھ پر گولی چلائی ہے اور اب مجھے زخمی کر کے میرے اندر آتا رہتا ہے۔"

داؤد منڈولا میرا نام سن کر چونک گیا۔ سوچنے لگا۔ "جب فرہاد نے اسے زخمی کیا ہے اور اس کے اندر آ کر اس کے چور خیالات پڑھ رہا ہے تو پھر برین آدم کے اندر بہت سے اہم راز چھپے ہوں گے۔"

وہ فون پر اس کی آواز سننے کے بعد دونوں بھائیوں کی آوازوں کا موازنہ کر رہا تھا۔ دونوں کی آواز اور لہجہ تقریباً ایک جیسا تھا لیکن دماغ کی تہوں میں گھسنے والے معمولی سے فرق کو سمجھ لیتے ہیں۔ منڈولا معمولی سے فرق کا سہارا لے کر تل ابیب میں برین آدم کے اندر پہنچ گیا۔

اسنیک بار کا ملازم چائے لے کر آگیا تھا۔ منڈولا نے ایک پیالی برین آدم کو پکڑاتے ہوئے کہا۔ "اسے پیو' نشہ کم ہوگا۔ تمہیں بھائی کی خاطر ہوش میں رہنا چاہیے۔"

پھر اس نے دوسری پیالی سے کافی کی ایک چسکی لی اور تل ابیب پہنچ گیا۔ جب مقدر ساتھ دیتا ہے تو کامیابی کے دروازے آپ ہی آپ کھلتے جاتے ہیں۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اچانک یہودی خفیہ تنظیم کی جڑوں تک پہنچ جائے گا۔

برین آدم کے چور خیالات نے بتایا کہ وہ خفیہ تنظیم کا ایک برادر ہے۔ اس کے علاوہ چھ اور برادر تھے جو آدم برادرز کہلاتے تھے۔ ان میں سے ایک نہایت شہ زور برادر بلیک آدم ایک بندر آدمی کے ہاتھوں مارا گیا ہے۔ اب پانچ برادر رہ گئے ہیں۔ ان میں سے ایک ٹیری آدم ہے جو ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ اس تنظیم میں دوسری ٹیلی پیتھی جاننے والی الپا ہے۔

یہ الپا اور پانچ برادرز نہیں جانتے کہ ایکسرے مین مارٹن رسل ان کا سرغنہ ہے اور ان سب کے دماغوں پر خاموشی سے حکومت کرتا ہے۔

پھر اس کی سوچ نے کہا۔ "اب یہ بات فرہاد کو بھی معلوم ہوگئی ہے۔ اس نے میرے دماغ میں رہ کر بہت کچھ معلوم کیا ہے لیکن ہمارے تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والے ایکسرے مین' الپا اور ٹیری آدم فرہاد کی پہنچ سے دور ہیں۔"

منڈولا نے اس کی سوچ میں سوال اٹھایا۔ "ہمارا سرغنہ ایکسرے مین مارٹن کہاں ہے؟"

اس کی سوچ نے جواب دیا۔ "وہ پچھلے چار گھنٹوں سے خاموش ہے۔ ابھی میرے سامنے یہ مسئلہ ہے کہ بندر آدمی ہیرو کو کس طرح پیرس جانے سے روکوں۔ وہ عادل اور انا کے ساتھ ائرپورٹ کی طرف گیا ہے۔ سارہ اسے روکنے گئی ہے۔ ایسے وقت ہمارے باس ایکسرے مین کو میرے پاس آنا چاہیے تھا مگر وہ لاپتا ہے۔"

اس کی سوچ کہہ رہی تھی کہ تھوڑی دیر پہلے ایک شاہراہ پر کار کا حادثہ ہوا ہے۔ اس شاہراہ پر سارہ' عادل اور انا وغیرہ بھی

تھے۔ برین آدم نے اپنے ایک ماتحت کو حکم دیا تھا کہ کار کے حادثے کے متعلق معلوم کرے کہ کون زخمی ہوا ہے اور کس اسپتال میں پہنچایا گیا ہے۔

ایسے ہی وقت اس کے ماتحت نے فون پر کہا۔ "سر! میں نے معلوم کیا ہے۔ اس زخمی کا نام ایم رسل ہے اور وہ ڈیوڈ اسپتال میں ہے۔"

یہ سنتے ہی برین آدم اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ ہیڈ کوارٹر کے اس بنگلے سے نکل کر کار میں آیا۔ اگرچہ اس کا زخمی بازو دکھ رہا تھا تاہم وہ تنہا ادھر ڈرائیو کرتا جا رہا تھا۔ یہ سمجھ گیا تھا کہ ایم رسل' ایکسرے مین مارٹن رسل ہے۔ گوشہ گمنامی میں رہتا ہے اس لیے وہ اپنے ساتھ کسی فوجی ڈرائیور کو بھی نہیں لے گیا۔

داؤد منڈولا خاموشی سے' اس کے چور خیالات پڑھ رہا تھا اور سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ میں بھی اس کے اندر موجود ہوں یا نہیں؟ اور میں نہیں تھا۔ اس وقت اسرائیلی سرحد پار کر کے پیرس جا رہا تھا۔

برین آدم نے اسپتال پہنچ کر ایکسرے مین مارٹن کو دیکھا۔ کار کا حادثہ بڑا تھا مگر چوٹیں کم آئی تھیں۔ زخموں کی مرہم پٹی ہو چکی تھی۔ وہ آرام سے بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ اس نے کہا۔ "مسٹر برین! میں خیال خوانی کے ذریعے تمہیں اپنے حالات بتانا چاہتا تھا۔ پتا چلا کہ ابھی خیال خوانی کے قابل نہیں ہوں۔ اچھا ہوا تم آگئے۔"

برین آدم نے کہا۔ "شاید ابھی فرہاد میرے اندر نہیں ہے۔ ہوتا تو تمہارے کمزور دماغ میں آجائے گا۔ پھر تو غضب ہو جائے گا۔ وہ تمہیں تسخیر کرنے کے بعد ہماری خفیہ تنظیم کے تمام افراد کے دماغوں پر چھا جائے گا۔"

ایکسرے مین نے کہا۔ "ہاں۔ میں صرف اتنا چاہتا ہوں کہ تم میرے حالات سے باخبر رہو۔ اب چلے جاؤ۔ جب تک میری دماغی توانائی بحال نہ ہو اور میں تمہیں مخاطب نہ کروں میرے پاس نہ آنا۔"

برین آدم وہاں سے چلا گیا۔ داؤد منڈولا اسے چھوڑ کر ایکسرے مین مارٹن کے اندر آگیا۔ خاموشی سے یہ معلوم کرنے لگا کہ میں بھی اس سنہری موقع سے فائدہ اٹھا کر اس سرغنہ کے اندر پہنچا ہوا ہوں یا نہیں؟

میں نہیں تھا۔ اس میں شبہ نہیں ہے کہ وہ خفیہ یہودی تنظیم کے سرغنہ تک پہنچنے کا سنہری موقع تھا۔ میں پہنچ جاتا تو اس تنظیم کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیتا۔ لیکن یہ قدرت کو منظور نہیں تھا اس لیے تقدیر مجھے اس ملک کی سرحد سے نکال رہی تھی۔

ایکسرے مین سوچ رہا تھا۔ "اگر ابھی فرہاد نہیں ہے تو بعد میں برین آدم کے اندر آ کر معلوم کرلے گا کہ میں ڈیوڈ اسپتال میں ہوں۔ وہ پھر برین آدم کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے یہاں لے آئے گا اور میرے اندر پہنچ جائے گا۔ مجھے ابھی اس اسپتال سے چلے جانا چاہیے۔"

وہ بستر پر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اگرچہ وہ کمزور تھا تاہم چلنے پھرنے کے قابل تھا۔ اسپتال سے باہر آ کر ایک ٹیکسی تک چل کر آگیا۔ ڈرائیور سے بولا۔ "مجھے حیفہ لے چلو۔"

وہ تل ابیب سے نکل کر حیفہ کے ایک معمولی سے ہوٹل میں آگیا۔ داؤد منڈولا بھی یہی چاہتا تھا کہ وہ ایسی جگہ رہے' جہاں چند گھنٹوں تک کوئی دشمن نہ پہنچ سکے۔

یہ چند گھنٹے منڈولا کے لیے بہت تھے۔ اس نے ایکسرے مین مارٹن کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے تھپک کر سلا دیا پھر اس پر تنویمی عمل کرنے لگا۔

ہر کمال کو زوال ہے۔ آدمی اپنے علم سے' طاقت سے' دولت سے یا مکاری سے کتنا ہی بلند مقام حاصل کرلے۔ جب زوال کی گھڑی آتی ہے تو وہ بلندی کے گراف سے نیچے چلا جاتا ہے۔ ایکسرے مین مارٹن نے زبردست پلاننگ سے گمنام اور پراسرار حکمران کا مقام حاصل کیا تھا۔ اس مقام پر داؤد منڈولا پہنچ گیا۔ مارٹن رسل کو گراف کے ایک خانہ سے نیچے پہنچا دیا۔ اس کے باوجود یہودی قوم نقصان میں نہیں رہی۔ منڈولا نے مارٹن رسل کے دماغ کو لاک کر کے ہم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو خفیہ تنظیم تک جانے سے روک دیا۔

یہ اہم کام کرنے تک وہ اسنیک بار کے سامنے سڑک کے کنارے کار میں بیٹھا رہا۔ شرابی برین آدم کافی پینے کے بعد سو گیا تھا۔ منڈولا نے دوسری پیالی منگا کر کافی پی۔ پھر برین آدم کے پاس آگیا۔ وہ معلوم کر چکا تھا کہ برین آدم نہایت ذہین اور معاملہ فہم شخص ہے۔ خفیہ یہودی تنظیم کو بڑی ذہانت سے قائم رکھے ہوئے ہے۔ ایسے لوگ تنظیم کے لیے ضروری ہوتے ہیں۔ لہٰذا اس نے برین آدم پر بھی عمل کر کے اس کے دماغ کو لاک کر دیا۔

جان ولسن نے داؤد منڈولا بن کر یہودی ہونے کا حق ادا کر دیا تھا۔ اب کوئی اس تنظیم کے اندر نہیں پہنچ سکتا تھا۔ صرف منڈولا' ایکسرے مین مارٹن کی آواز اور لہجہ اختیار کر کے تمام برادرز اور الپا پر حکمرانی کرسکتا تھا اور اپنے ملک اور قوم کے مفادات کے لیے کام کرسکتا تھا۔

اس نے موبائل فون کے ذریعے نئے سپرماسٹر برج کارڈ سے رابطہ کیا پھر کہا۔ "سر! ایک نیا انکشاف ہوا ہے۔ اسرائیل کی ملٹری انٹیلی جنس کے چیف برین آدم کا ایک جڑواں بھائی ہے۔"

سپرماسٹر برج کارڈ نے پوچھا۔ "یہ تمہیں کیسے معلوم ہوا؟"

"سر! وہ جڑواں بھائی اس وقت میری کار میں میرے ساتھ بیٹھا ہوا ہے۔ آپ فون کے ذریعے اس کے خرّاٹے سن رہے ہوں گے۔"

"اسے جگاؤ۔ مجھ سے باتیں کراؤ۔"

"سوری سر! یہ نشے کی زیادتی کے باعث مدہوش ہے اور غفلت کی نیند سو رہا ہے۔ میں نے کافی پلائی تھی پھر بھی یہ سو گیا۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"اسے ہیڈکوارٹر میں لے آؤ اور بتاؤ کہ اس کے چور خیالات کیا کہہ رہے ہیں؟"

وہ کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتے ہوئے بولا۔ "میں اسے لا رہا ہوں۔ میں نے اس کے چور خیالات پڑھے تھے۔ پتا چلا دونوں جڑواں پیدا ہوئے تھے۔ یہ یہاں نیویارک میں رہتا ہے اور اسرائیلی ملٹری انٹیلی جنس کا چیف برین آدم یعنی اس کا بھائی تل ابیب میں ہے۔"

"کیا تم انٹیلی جنس کے چیف برین آدم کے دماغ میں جاسکتے ہو؟"

"میں نے کوشش کی تھی لیکن وہ یوگا کا ماہر ہے۔ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتا ہے۔"

وہ شرابی برین آدم کو لے کر ہیڈکوارٹر میں آگیا۔ دو سپاہی اس مدہوش کو ایک اسٹریچر پر ڈال کر لے گئے۔ منڈولا نے سپر ماسٹر کے پاس آکر کہا۔ "اس نے بہت عرصہ بعد آج شراب پی ہے۔ مجھے شبہ تھا کہ یہ یہاں رہ کر یہودیوں کے لیے جاسوسی کر رہا ہے لیکن اس کے خیالات نے بتایا ہے کہ یہ جاسوس نہیں ہے۔ نیویارک میں ایک عام شہری کی طرح زندگی گزار رہا ہے۔"

"یہ ذہن تسلیم نہیں کر رہا ہے کہ اسرائیلی سراغرساں ادارے کے چیف کا جڑواں بھائی یہاں شرافت سے زندگی گزار رہا ہے۔ کیا تم سے چور خیالات پڑھنے میں غلطی نہیں ہوسکتی؟"

"ہوسکتی ہے۔ میں اسے ایک وجہ سے یہاں لایا ہوں۔ ان دونوں جڑواں بھائیوں کے دماغوں میں کوئی آتا ہے اور یہ اس آنے والے سے بے خبر رہتا ہے۔"

"کیا تم اس کا سراغ لگا سکتے ہو؟"

"اگر کبھی اس خیال خوانی کرنے والے کو اس کے اندر بولتے سنوں گا تو شاید معلوم ہوجائے کہ وہ کون ہے۔"

اسی وقت وہاں "تھری ڈی" پہنچ گئے۔ یعنی ڈی ہاروے، ڈی کرین اور ڈی مورا۔ انہوں نے داؤد منڈولا سے مصافحہ کیا۔ سپر ماسٹر نے کہا۔ "میں نے شرابی برین آدم کے چور خیالات صحیح طور پر پڑھنے کے لیے تھری ڈی کو بلایا ہے۔ شاید یہ تینوں اس چھپے ہوئے خیال خوانی کرنے والے کو پہچان لیں۔"

منڈولا نے کہا۔ "میں کوشش کر چکا ہوں۔ اب سونے جا رہا ہوں۔ صبح اٹھ کر کوئی خوشخبری سننا چاہوں گا۔"

منڈولا اپنے کوارٹر میں آگیا۔ اسے یقین تھا کہ اب تھری ڈی تو کیا، تھری ہنڈرڈ ڈی بھی تل ابیب والے برین آدم اور ایکسرے مین مارٹن تک نہیں پہنچ سکیں گے۔

آئندہ یہودی خفیہ تنظیم کا بے تاج بادشاہ وہی داؤد منڈولا رہے گا۔

○☆○

انڈر گراؤنڈ جیوز سنڈیکیٹ کے سرغنہ یہودہ گل نے پارس کو قتل کرنے کا معاوضہ دس لاکھ پونڈز طلب کیا تھا اور اسرائیلی حکومت اسے دس لاکھ پونڈز سے زیادہ رقم دینے والی تھی۔

یہودہ کو یقین تھا کہ وہ پاشا کی غیر معمولی قوتِ سماعت کے ذریعے پارس کی شہ رگ تک پہنچ جائے گا پھر اس کا سب سے بڑا زورِ ہیری سیمسن ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر اسے گولی مار دے گا۔

موت کے کھیل کا وہ پہلا راؤنڈ لیک ویو ہوٹل کی چھت پر کھیلا گیا۔ پارس نے بھی پاشا کی غیر معمولی سماعت کو حربہ بنا کر یہودہ گل کی بازی پلٹ دی۔ اس کا سب سے شہ زور ہیری سیمسن چھت پر حرام موت مارا گیا۔

پارس نے یہ نقصان پہنچانے کے بعد مقابلے کے دوسرے راؤنڈ میں ارینا کے کمرے سے تین اہم مائیکرو فلمیں چرالیں۔ وہ فلمیں اتنی اہم تھیں کہ انہیں حاصل کرنے کے لیے خود یہودہ میدانِ عمل میں آگیا۔

پارس نے کہا تھا کہ وہ تینوں مائیکرو فلمیں کمرا نمبر چار سو سترہ کے روشن دان میں رکھی ہوئی ہیں۔ یہودہ اتنا نادان نہیں تھا کہ خود وہ فلمیں لینے آتا۔ اس نے ایک ہندوستانی آلۂ کار کو فلمیں لانے کے لیے اس کمرے میں بھیجا تھا۔

اس تیسرے اور شاید آخری راؤنڈ میں پارس اور یہودہ بڑی مکاری سے چالیں چل رہے تھے۔ یہودہ نے اپنے آلۂ کار سے کہا تھا کہ وہ فلمیں لے کر پرنس ہوٹل کے کمرا نمبر ایک سو چھ میں آئے۔

اسے امید تھی کہ پارس اس آلۂ کار کا پیچھا کرتا ہوا پرنس ہوٹل کے کمرے میں جائے گا تو وہ پیچھے سے آکر اسے گولی مار دے گا۔ وہ اس پارکنگ ایریا میں اپنی کار کے اندر بیٹھا ہوا انتظار کر رہا تھا۔ کہ آلۂ کار ہوٹل کے باہر فلمیں لے کر آئے گا پھر پرنس ہوٹل کی طرف اپنی گاڑی میں جائے گا تو اس کا تعاقب کرنے والا پارس ہی ہوگا۔

یہودہ کے اندازے کے مطابق پارس بھی اس پارکنگ ایریا میں ایک کار کے اندر بیٹھا تھا۔ پارس اور یہودہ کی کاروں کے درمیان پانچ گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں۔ وہ ایک دوسرے کو نہیں دیکھ سکتے تھے۔ اگر دیکھ بھی لیتے تو ایک دوسرے کو دشمنوں کی حیثیت سے پہچان نہ پاتے۔

پارس کی ایک ہی پہچان تھی کہ وہ ہندوستانی آلۂ کار کا تعاقب کرتے ہوئے پرنس ہوٹل میں پہنچے گا۔ گویا اس ہوٹل کا کمرا نمبر ایک سو چھ اس کے لیے چوہے دان ثابت ہونے والا تھا۔

انتظار کی گھڑیاں ختم ہوگئیں۔ آلۂ کار ہوٹل سے باہر آکر ایک کار میں بیٹھ رہا تھا۔ پارس نے اس کے پیچھے جانے کے لیے اپنی کار اسٹارٹ کی۔ ادھر پانچ گاڑیوں کے پیچھے یہودہ نے دیکھا کہ اس کے آلۂ کار کے پیچھے ایک گاڑی چل پڑی ہے۔ اس نے بھی اپنی کار اسٹارٹ کرنے کے لیے چابی گھمائی۔ گاڑی کا انجن بیدار ہوا پھر سو گیا۔

اچانک ہی تین افراد اس کی گاڑیوں کے دروازے کھول کر اگلی اور پچھلی سیٹوں پر آگئے۔ ان کے ہاتھوں میں گنیں تھیں۔ ایک نے کہا۔ "گاڑی بند نہ کرو۔ صرف اپنی زبان بند رکھو اور ہوٹل کے احاطے سے نکلو۔"

اس نے کار اسٹارٹ کی پھر اسے بڑھاتے ہوئے بولا۔ "تم لوگ کون ہو؟ مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

ایک نے سرد لہجے میں کہا۔ "کوئی سوال نہ کرو۔ چلتے رہو۔ ہم راستہ بتا رہے ہیں۔"

وہ جو راستہ بتانے لگے، وہ شہر کے باہر ویرانے کی سمت جاتا تھا جبکہ اسے پرنس ہوٹل جانا تھا۔ اس نے ایک تعاقب کرنے والی گاڑی سے اندازہ لگایا تھا کہ پارس اس آلۂ کار کے پیچھے گیا ہے۔

یہودہ کی پلاننگ بڑی کامیاب رہی تھی۔ سب کچھ وہی ہو رہا تھا جو وہ چاہتا تھا۔ یہ بات بعد میں سمجھ آئی کہ سب کچھ وہی نہیں ہوتا جو آدمی چاہتا ہے۔ شکاری خود شکار ہو کر دوسری سمت جا رہا تھا۔ اس نے کہا۔ "میں تم لوگوں کے حکم کے مطابق چل رہا ہوں۔ ذرا تو بتا دو مجھ سے کیا دشمنی ہے؟"

آگے بیٹھا ہوا شخص ڈیش بورڈ کے خانے کھول کر وہاں سے ایک ریوالور اور نوٹوں کی گڈیاں نکال رہا تھا۔ پھر پاسپورٹ اور ضروری کاغذات دیکھتے ہوئے اپنے ساتھیوں سے بولا۔ "او یارو! یہ کم بخت یہودی ہے۔ اس سے موٹا مال وصول ہوسکتا ہے۔"

یہودی نے کہا۔ "میں یہودی ہوں۔ شاید تم لوگ کشمیری مجاہدین ہو۔ ہم یہودی تمہارے دوست ہیں اور تمہاری تحریکِ آزادی کی حمایت کرتے ہیں۔"

اسے گاڑی روکنے کا حکم دیا گیا۔ اس نے ویران سی سڑک کے کنارے گاڑی روکی۔ ایک نے اس کے منہ پر تھپڑ مار کر کہا۔ "کشمیری مسلمان جہالت کے اندھیرے میں نہیں ہیں۔ ہم بھرپور سیاسی معلومات رکھتے ہیں۔ اپنے دوستوں اور دشمنوں کو خوب پہچانتے ہیں۔"

دوسرے نے کہا۔ "تو بھارتی دلال ہے۔ یہاں سے جاکر بھارت کی حمایت میں ہمارے خلاف زہر اگلے گا۔ کیوں نہ تیری زبان ہمیشہ کے لیے بند کردی جائے؟"

وہ گڑگڑا کر بولا۔ "نن..... نہیں۔ مجھے نہ مارو۔ میں یہودی ہوں اور سارے یہودی دشمن نہیں ہوتے۔ مجھے جانے دو۔ مجھے زندہ چھوڑنے کی جو قیمت چاہو وصول کرلو۔"

ایک نے نوٹوں کی گڈیاں گن کر کہا۔ "یہ پچاس ہزار روپے ہیں۔ ہم تمہاری رقم سے ہتھیار خرید کر یہود اور ہنود سے جنگ کریں گے اور جتنی رقم ہے نکالو۔"

وہ بولا۔ "میرے پاس صرف یہی پچاس ہزار روپے ہیں۔ پلیز مجھے چھوڑ دو۔ مجھے جانے دو۔"

ایک شخص کار کی چابی لے کر کار کے پیچھے گیا۔ پھر ڈکی کھولی۔ اس میں ایک سیون ایم ایم کی رائفل، ایک کلاشنکوف، کارتوس سے بھری ہوئی دو پیٹیاں اور ایک بریف کیس تھا۔ اسے کھول کر دیکھا گیا تو اس میں امریکی ڈالرز کی گڈیاں رکھی ہوئی تھیں۔

انہوں نے تمام مال پر قبضہ جما کر دو فائر کیے۔ دو پہیے بیکار کیے۔ پھر کہا۔ "ہم تمہیں زندہ چھوڑ رہے ہیں۔ یہاں سے پیدل جاؤ۔"

اتنا کہہ کر وہ چلے گئے۔ اندھیری سرد رات میں کہیں گم ہوگئے۔ اگر چاندنی رات ہوتی تب بھی کہر کی دھند میں راستہ دکھائی نہ دیتا۔ وہ کوٹ پر اوور کوٹ اور اونی ٹوپی پہنے ہوئے تھا۔ چھوٹی سی ٹارچ کی روشنی میں ہانپتا کانپتا شہر کی طرف جانے لگا۔

ہندو بنئے اور یہودی بخیل بڑی سے بڑی مصیبتوں میں بھی ڈوبنے والی رقومات کا حساب رکھتے ہیں۔ وہ چلتے چلتے حساب کرنے لگا۔ وہ پارس کو قتل کر کے دس لاکھ پونڈز سے کچھ زیادہ حاصل کرنے والا تھا۔ اس سے پہلے پارس تقریباً پندرہ لاکھ ڈالرز کی اہم مائیکرو فلمیں لے گیا تھا اور وہ تینوں اجنبی بھارتی کرنسی کے حساب سے چھ لاکھ روپے اور اسلحہ و کارتوس لے گئے تھے۔ پارس کے قتل کا منصوبہ بڑا مہنگا پڑ رہا تھا۔

وہ رات کے گیارہ بجے شہر پہنچا۔ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر پرنس ہوٹل آیا۔ تقریباً تین گھنٹے گزر چکے تھے امید نہیں تھی کہ پارس وہاں موجود ہوگا۔ اس نے کمرا نمبر ایک سو چھ کو اس کے لیے چوہے دان بنایا تھا۔ اب خود وہاں جاتے ہوئے ڈر رہا تھا کہ کہیں پارس اس کی تاک میں نہ ہو۔

پھر یہ کہ وہ تینوں اجنبی تمام اسلحہ کے ساتھ اس کا ریوالور بھی لے گئے تھے۔ وہ نہتا تھا اس نے کاؤنٹر پر آکر پوچھا۔ "کمرا نمبر ایک سو چھ میں کوئی ہے؟"

کاؤنٹر مین نے پوچھا۔ "آپ کس سے ملنا چاہتے ہیں؟"

"میں دیال شنکر سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ ہونے پر کہا۔ "مسٹر شنکر! آپ سے کوئی صاحب بات کرنا چاہتے ہیں۔"

پھر اس نے ریسیور یہودہ کو دیا۔ وہ اسے کان سے لگا کر بولا۔ "میں ہوں، کیا وہ تینوں فلمیں لے آئے ہو؟"

شنکر کی آواز آئی۔ "جناب! کیسی فلمیں؟ میں کمرا نمبر چار سو سترہ میں گیا تو اس وقت آپ نے مجھے فون کیا تھا اور کہا تھا کہ روشن دان میں فلمیں نہیں ہیں۔ اس شخص نے دھوکا دیا ہے۔ لہٰذا میں اس ہوٹل میں آجاؤں۔"

وہ بولا۔ "شنکر! میں نے تمہیں فون نہیں کیا تھا۔ تمہیں فون پر میری آواز پہچاننا چاہیے تھی۔"

"میں نے آپ کی آواز پہچانی تھی۔ آپ ہی بول رہے تھے اور اب آپ ہی انکار کر رہے ہیں۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"بحث نہ کرو۔ میں اس کی چال سمجھ گیا ہوں۔ نیچے آؤ۔ میں انتظار کر رہا ہوں۔"

وہ ریسیور رکھ کر انتظار کرنے لگا۔ دیال شنکر آ گیا۔ وہ ایک میز کے اطراف بیٹھ گئے۔ یہودہ نے پوچھا۔ "تم نے ہوٹل لیک ویو سے یہاں آتے وقت کسی کار کو اپنے تعاقب میں دیکھا تھا؟"

"ایک کار میرے پیچھے ہوٹل کے احاطے کے باہر آئی تھی۔ پھر وہ دوسری طرف چلی گئی۔ پھر میں نے کسی کار کو یہاں آنے تک نہیں دیکھا۔"

وہ میلوں دور سے پیدل آیا تھا۔ سردی میں ٹھٹھر تا رہا تھا۔ اب شراب منگوا کر پی رہا تھا۔ اس نے کہا۔ "مجھ سے اندازے کی غلطی ہوئی ہے۔ اس نے تمہارا تعاقب نہیں کیا۔ اپنے وعدے کے مطابق روشن دان میں وہ فلمیں نہیں رکھیں۔ اس کا مطلب ہے اسے فلموں کی اہمیت اندازہ ہو گیا ہے۔ وہ انہیں واپس نہیں کرے گا۔"

آلۂ کار دیال شنکر نے پوچھا۔ "میرے لیے کیا حکم ہے جناب؟"

"کیا تمہارے پاس ریوالور یا پستول وغیرہ ہے؟"

"نہیں۔ صرف ایک چاقو ہے۔"

یہودہ نے اس سے چاقو لے کر لباس کے اندر چھپا لیا پھر دو پیگ کا بل ادا کر کے بولا۔ "تم اسی ہوٹل میں رہو۔ ضرورت ہوگی تو بلا لوں گا۔"

وہ باہر آ کر ایک ٹیکسی میں بیٹھ گیا۔ اس کا قیام ہوٹل لیک ویو کی تیسری منزل پر تھا۔ وہ تین اجنبی اس کا موبائل فون بھی لے گئے تھے۔ وہ سوچ رہا تھا ہوٹل پہنچ کر فون کے ذریعے کسی آرمی افسر سے رابطہ کرے گا۔ اسے اپنے لٹنے کی داستان سنائے گا پھر ارینا اور پاشا کی رہائی کے لیے سفیر صاحب سے رابطہ کرے گا۔

○☆○

دائی ماں حیران اور پریشان تھی۔ پہلے تو اس نے شی تارا کی چیخ سنی تھی۔ یہ سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ وہ چیخ کسی صدمے کے باعث تھی یا بے انتہا مسرت کی وجہ سے تھی۔ کیونکہ وہ بعض اوقات خوشی سے بھی چیخ پڑتی تھی۔

پھر اس کے رونے اور کچھ بڑبڑانے کی آواز آئی۔ وہ کچن سے دوڑتی ہوئی کمرے میں آئی تو گھبرا سی گئی۔ شی تارا دیوار سے سر ٹکرا رہی تھی اور کہہ رہی تھی۔ "نہیں نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ ایسا ہوا تو میں مر جاؤں گی۔ میں مر جاؤں گی۔"

دائی ماں نے لپک کر اس کے بازو کو پکڑا پھر اسے دیوار کے پاس سے کھینچتی ہوئی بولی۔ "پاگل ہوئی ہے؟ دیوار سے سر کیوں پھوڑ رہی ہے؟"

پوجا اپنے کمرے سے دوڑتی ہوئی آئی اور شی تارا کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔ وہ دائی ماں سے لپٹ کر دھاڑیں مار کر رو رہی تھی اور اپنی دونوں کلائیوں کو ایک دوسرے سے ٹکرا کر چوڑیاں یوں توڑ رہی تھی جیسے بیوہ ہو گئی ہو۔

پوجا نے پاس آ کر اس کے ہاتھوں کو تھام کر پوچھا۔ "دیدی! کیوں رو رہی ہو؟ یہ چوڑیاں کیوں توڑ رہی ہو؟"

وہ دائی ماں سے الگ ہو گئی۔ روتے روتے فرش پر بیٹھ گئی۔ پھر دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بین کرنے لگی۔ "ہائے' میں لٹ گئی۔ میں برباد ہو گئی۔ وہ مجھے ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر چلا گیا ہے۔"

پوجا نے پوچھا۔ "کیا تم پارس کی بات کر رہی ہو؟"

"ہائے ہائے' میں اور کس کی بات کروں گی۔ وہی تو میری زندگی تھا۔ میری دنیا تھا۔ ہائے وہ چلا گیا اور میں اسے روک نہ سکی۔"

دائی ماں نے ناگواری سے پوچھا۔ "وہ تجھے کل چھوڑ کر گیا تھا۔ آج کیوں رونا آ رہا ہے؟"

"آہ! میں کیسے سمجھاؤں' وہ کل نہیں مجھے آج چھوڑ کر جا چکا ہے۔"

دیکھ تارا! تجھے کئی بار سمجھا چکی ہوں' دن رات خیال خوانی نہ کر ایک دن پاگل ہو جائے گی۔ ذرا ہوش کر وہ کب چھوڑ کر گیا ہے اور اب رو رہی ہے۔"

وہ جھنجلا کر بولی۔ "پاگل تم ہو۔ بڑھاپے میں تمہارا دماغ چل گیا ہے۔ چھوڑنے کا مطلب تمہاری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔ میں کس منہ سے کہوں کہ وہ مر چکا ہے؟"

"کیا؟" پوجا اور دائی ماں نے اسے بے یقینی سے دیکھا۔ پھر ایک نے پوچھا۔ "کیا تو اس کے دماغ میں گئی تھی؟"

"ہاں گئی تھی اس نے سانس روک لی تھی۔ میں اسے روکنا چاہتی تھی کیونکہ وہ چھت پر جا رہا تھا اپنے دشمنوں کو غافل سمجھ رہا تھا۔ وہ خود کو زندگی بھر سپرمین سمجھتا رہا۔ آخری وقت میری بات بھی نہیں سنی۔ آخر ایک معمولی دشمن کے ہاتھوں مارا گیا۔"

پوجا نے پوچھا۔ "دیدی! کیا تم نے اس کی لاش دیکھی تھی؟"

"ہاں میں ہوٹل کے منیجر کو آلۂ کار بنا کر اسے چھت پر لے گئی۔ میرے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی وہ گولیوں سے چھلنی ہو گیا تھا۔ میں نے منیجر کے ذریعے اس کی لاش دیکھی ہے۔"

دائی ماں نے پوچھا۔ "تو نے اس کی لاش کو کیسے پہچانا؟ کیا وہ اصلی روپ میں تھا؟"

"نہیں' ایک بھارتی فوجی افسر بن کر دشمن کو دھوکے سے مارنے گیا تھا مگر دشمن اس کی چال سمجھ گیا تھا۔"

"اس کا مطلب ہے تو نے کسی فوجی افسر کی لاش دیکھی ہے؟ تجھ سے کوئی غلطی ہوئی ہے۔ کیا تو اس کے دماغ میں گئی تھی؟"

"جب وہ مر چکا ہے تو اس کے دماغ میں کیسے جاؤں؟ کیا جسم مر جائے تو دماغ زندہ رہتا ہے؟"

"تو کچھ بوکھلائی ہوئی ہے۔ میرے کہنے سے ایک بار اس کے دماغ میں جا کر موت کی تصدیق کر لے۔"

وہ رو رو کر بولی۔ "میں صدمے سے نڈھال ہو رہی ہوں۔ خیال خوانی کرنے کو جی نہیں چاہتا ہے۔ آہ! میں کس دل سے اس کے مردہ دماغ میں جاؤں۔"

پوجا نے کہا۔ "ماں جی کی بات مان لو دیدی! ایک بار اس کے پاس جا کر دیکھ تو لو۔"

اس نے دونوں کی بات مان کر آنکھیں بند کیں پھر پارس کو تصور میں دیکھا۔ اس کے دماغ میں جانا چاہا ایسے ہی وقت روحانی ٹیلی پیتھی آڑے آ گئی۔

جناب علی اسد اللہ تبریزی اس کے اور پارس کے درمیان آ گئے۔ اس کی سوچ کی لہریں بھٹک گئیں۔ اسے پارس کا دماغ نہیں ملا۔ وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر دھاڑیں مار مار کر رونے لگی۔ اس کے رونے کے انداز نے دائی ماں اور پوجا کو بھی پارس کی موت کا یقین دلا دیا۔ وہ شی تارا کو تھپکنے اور تسلیاں دینے لگیں۔

وہ بڑی دیر تک ماتم کرتی رہی اس طرح فرش پر بیٹھی بار بار کہتی رہی کہ اس نے پارس کی زندگی میں اس کی قدر نہیں کی مرنے کے بعد اس کی اہمیت معلوم ہو رہی ہے۔ اس کے بغیر وہ ادھوری ہو گئی ہے۔ کبھی مکمل نہیں ہو سکے گی۔

دائی ماں نے کہا۔ "ہماری دنیا میں یہی ہوتا ہے۔ مرنے کے بعد انسان کی قدر ہوتی ہے۔ صبر کرو بیٹی! اپنے ذہن کو پُرسکون رکھنے کی کوشش کرو۔"

وہ دائی ماں کی گود میں سر رکھ کر فرش پر لیٹ گئی۔ آنکھیں بند کر کے پارس کا مسکراتا ہوا چہرہ دیکھنے لگی۔ اب اس کی ایک ایک بات' ایک ایک شرارت یاد آ رہی تھی۔ اس کے پیار کرنے کا انداز دل کو تڑپا رہا تھا اور بند آنکھوں سے آنسو بہتے جا رہے تھے۔ دائی ماں نے کہا۔ "اسے تو تم نیند میں بھی روتی رہو گی۔ کسی دوسری طرف دھیان دو گی تو صدمہ کم ہوگا۔"

وہ آنکھیں کھول کر بولی۔ "کیا وہ مٹی کا کھلونا تھا کہ اس کے ٹوٹنے کے بعد اسے بھول جاؤں اور دوسری طرف دھیان لگاؤں؟"

"میں اسے بھولنے کو نہیں کہہ رہی۔ تم اسے یاد رکھو۔ اس کے حق میں ایسا کام کرو جس سے تمہارا دل کو اطمینان ہو۔"

"میری عقل کام نہیں کر رہی ہے۔ تم بتاؤ میں کیا کروں؟"

"تم کتنے ہی معاملات میں اس کی مخالفت کرتی رہتی تھیں۔ اگر وہ دشمن تھا تو اسے بھول جاؤ۔ دوست تھا تو پھر دوست کے قاتلوں سے انتقام لو۔"

"یہ کیا کہہ رہی ہو؟ کیا میں اپنی بھارتی فوج سے انتقام لوں؟"

"ابھی تم نے کہا تھا کہ وہ بھارتی فوجی افسر بن کر چھت پر گیا تھا۔ ظاہر ہے اسے ہمارے کسی بھارتی نے نہیں' کسی دوسرے ہی دشمن نے قتل کیا ہے؟"

وہ اٹھ کر بیٹھ گئی پھر بولی۔ "ہاں' میں نے اس پہلو پر دھیان نہیں دیا تھا۔ میں نے یہ معلوم کیا تھا کہ پارس میجر کیدار شرما بن کر کسی ہیری سیمسن کو قتل کرنے جا رہا ہے اور وہ ہیری سیمسن' پارس کی اس چال کو سمجھ گیا تھا۔ یعنی اس کا قاتل ہیری سیمسن ہے۔"

"تو پھر معلوم کرو' ہیری سیمسن کون ہے' کس گروہ سے تعلق رکھتا ہے؟ تم اس گروہ کو تباہ کرو گی تو اطمینانِ قلب حاصل ہوگا۔"

شی تارا خلا میں تکتی ہوئی سوچنے لگی اس نے ہیری کے متعلق پاشا کے چور خیالات سے معلوم کیا تھا' اس وقت پاشا غصے میں تھا۔ ایسے وقت اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر سکتا تھا اس لیے شی تارا ہیری اور ارینا کے متعلق بھی معلوم کر چکی تھی کہ وہ سب ایک ہی ہوٹل میں ہیں لیکن یہ معلوم نہیں ہو سکا تھا کہ ارینا اور ہیری کون ہیں؟ اور وہاں کس مقصد سے ہیں؟

وہ اس ہوٹل کے منیجر کو پہلے آلۂ کار بنا چکی تھی۔ اب پھر اس کے اندر گئی۔ منیجر اس کی مرضی کے مطابق ہوٹل کا رجسٹر دیکھنے لگا۔ رجسٹر میں لکھا تھا کہ وہ دونوں یہودی ہیں اور جرمنی سے آئے ہیں۔

جب یہ معلوم ہوا کہ وہ یہودی ہیں تو وہ دہلی میں مقیم اسرائیلی سفیر کی کھوپڑی میں پہنچ گئی۔ اس کے چور خیالات نے بتایا کہ انڈر گراؤنڈ جیوز سنڈیکیٹ کے ایک سرغنہ یہودہ گل نے سفیر سے رابطہ کیا تھا اور یہ دعویٰ کیا تھا کہ وہ شام تک پارس کو اپنے آدمیوں کے ذریعے قتل کرا دے گا۔ حکومت اسرائیل نے اس سلسلے میں اسے بھاری معاوضہ دینے کا وعدہ کیا تھا۔

شی تارا نے اندازے سے سوچا کہ یہودہ نے ہی ہیری کے

سب رنگ ڈائجسٹ میں چھپنے والی سلسلے وار کہانی

سوناگھاٹ کا پجاری

قیمت۔ -/۲۰ روپے ○ ڈاک خرچ۔ -/۵ روپے

ایک ایسے پجاری کی داستان جو صدیوں پہلے مر گیا تھا لیکن اس کی لاش مندر کے تہہ خانے میں اصلی حالت میں موجود تھی۔
سوناگھاٹ کے علاقے پر اس مردہ پجاری کی پُراسرار طاقتوں کی حکومت تھی اور وہ ہر جگہ موجود ہوتا تھا
ایک مظلوم اور بے بس انسان کی کہانی جو حالات سے تنگ آ کر بدی کی طاقتوں کا غلام بن گیا اور زبردست پُراسرار طاقتیں حاصل کر لیں۔
وہ طاقتور ترین شخص بن گیا لیکن ایک طاقت اس سے بھی زبردست تھی۔
بدی کی طاقتیں کیا تھیں؟ سراب، دھوکہ یا حقیقت؟
ایک شخص کی ہولناک ترین سرگزشت مکمل طور پر کتابی شکل میں دستیاب ہے۔
اپنے قریبی بک اسٹال سے طلب فرمائیں یا براہِ راست ہم سے حاصل کریں۔

سب رنگ ڈائجسٹ کے مندرجہ ذیل سلسلے بھی ہم سے مل سکتے ہیں۔

انکا	اقابلا	غلام روحیں

کتابیات پبلی کیشنز ○ پوسٹ بکس نمبر ۲۳ کراچی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ذریعے اسے قتل کرایا ہے۔ لہٰذا جب ارینا اور ہیری ہوٹل لیک ویو میں ہیں تو یہودہ گل بھی اسی ہوٹل میں ہوگا۔

وہ پھر منیجر کے پاس آئی۔ اسے پھر رجسٹر دیکھنے پر مجبور کیا تو معلوم ہوگیا کہ یہودہ اسی ہوٹل کی تیسری منزل کے ایک سو ایک نمبر کمرے میں قیام کرنے آیا ہے لیکن ابھی کمرے میں موجود نہیں ہے۔

بہرحال اطمینان ہوگیا کہ پارس کے قتل کا معاوضہ دس لاکھ پونڈز کا مطالبہ کرنے والا وہاں ہے۔ رات کے کسی حصے میں ضرور واپس آئے گا۔ ہیری سمسن کے بارے میں تصدیق ہوگئی کہ وہ بھی مقابلے میں مارا گیا ہے۔ فوجی بعد میں ارینا اور پاشا کو گرفتار کرکے لے گئے تھے۔ وہ کہہ رہے تھے کہ ہیری سمسن' ارینا کا ساتھی تھا۔ لہٰذا میجر کیدار شرما کے قتل میں ارینا اور پاشا کا بھی ہاتھ ہے۔

منیجر کی سوچ شی تارا کو کیدار شرما کی موت کے بارے میں بتا رہی تھی لیکن شی تارا پورے یقین سے سمجھ رہی تھی کہ ہوٹل والے اور تمام فوجی دھوکا کھا رہے ہیں۔ وہ سب پارس کی لاش کو میجر کیدار شرما سمجھ کر وہاں سے لے گئے ہیں۔

یہودہ گل رات کے ایک بجے ہوٹل لیک ویو پہنچا۔ منیجر کی سوچ نے بتایا کہ وہی یہودہ ہے اور تیسری منزل کے کمرا نمبر ایک سو ایک میں رہتا ہے۔ اس نے کاؤنٹر کے پاس آکر اپنے کمرے کی چابی لی پھر ملازم سے کہا۔ "میں کمرے میں جارہا ہوں۔ میرے لیے فارن کی وہسکی اور گلاس لے آؤ۔"

وہ لفٹ میں داخل ہوکر تیسری منزل پر جانے لگا۔ شی تارا اس کے چور خیالات پڑھ رہی تھی جو بتا رہے تھے کہ پارس زندہ ہے۔

وہ اس کی سوچ میں بولی۔ "وہ ایک دہشت تھا' اپنی موت کے بعد بھی دہشت بن کر میرے اندر زندہ ہے۔"

اس کی سوچ جواباً کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن اس کا دھیان بھٹک گیا۔ لفٹ کا دروازہ تیسری منزل پر کھلا۔ سامنے ایک جوان عورت کھڑی ہوئی تھی۔ وہ لفٹ کے ذریعے نیچے جانے والی تھی لیکن ایک گاہک کو دیکھ کر مسکرانے لگی۔ یہودہ نے کہا۔ "تمہاری مسکراہٹ دعوت دے رہی ہے۔"

"مجھے ایک آدمی اپنے کمرے میں لے گیا تھا۔ رات بھر کی بکنگ تھی مگر وہ نشے میں لڑھک گیا ہے۔"

اس نے جیب سے چند نوٹ نکال کر دیے پھر کہا۔ "چلی آؤ۔"

وہ رقم لے کر اس کے ساتھ چلتی ہوئی بولی۔ "تم بھی کچھ نشے میں ہو' کیا لڑھکنے والے ہو؟"

وہ اپنے کمرے کا دروازہ کھولتے ہوئے بولا۔ "میں شراب پیتا ہوں۔ شراب مجھے کبھی نہیں پیتی۔"

وہ دونوں کمرے میں آگئے۔ یہودہ نے ریسیور اٹھا کر اپنے ایک ماتحت سے رابطہ کیا پھر کہا۔ "روشو! تین باغیوں نے مجھے ایک ویرانے میں گھیر لیا تھا۔ میرے لاکھوں روپے اور اسلحہ چھین کر لے گئے۔ کار کے دو پہیے بیکار کردیے ہیں اس غضب کی سردی میں کئی میل پیدل چل کر آیا ہوں۔"

"باس! تمہیں اس اجنبی ملک میں تنہا نہیں گھومنا چاہیے۔ میں تمہارے لیے رقم اور اسلحہ لے کر آرہا ہوں۔ کیا تم نے وہ فلمیں حاصل کرلی ہیں؟"

"نہیں۔ پارس ان فلموں کی اہمیت کو سمجھتا ہے۔ انہیں صرف چارا بنا کر مجھ تک پہنچنا چاہتا ہے۔"

"کیا وہ تمہاری تاک میں ہے؟ کیا وہ تمہیں پہچانتا ہے؟"

"صورت سے نہیں پہچانتا ہے۔ شاید اسی لیے بھٹک رہا ہے۔ اسے میرے آلٰہ کار کے پیچھے آنا چاہیے تھا لیکن اس نے اس آلٰہ کار کا بھی تعاقب نہیں کیا۔ پتا نہیں کیوں اس کی طرف سے مسلسل خاموشی ہے۔ تم فوراً چلے آؤ۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ دروازے پر دستک ہوئی۔ اس نے اٹھ کر پوچھا۔ "کون ہے؟"

باہر ہوٹل کا ملازم تھا۔ دروازہ کھولنے پر ایک ٹرے میں شراب اور سوڈے کی بوتلیں اور گلاس لے کر آیا تھا۔ وہ تمام چیزیں میز پر رکھ کر چلا گیا۔ یہودہ نے دروازے کو اندر سے بند کرکے پوچھا۔ "تمہارا نام کیا ہے؟"

وہ بولی۔ "میرے نام سے کیا لینا ہے؟ مجھے صرف ایک پھول کہہ سکتے ہو' جو ہر صبح باسی اور ہر شام تازہ ہوجاتا ہے۔"

شی تارا انہیں چھوڑ کر روشو کے پاس آئی تو اس نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ سوچنے لگا کیا یہ ٹیلی پیتھی والا معاملہ ہے؟ مجھے سانس روک کر آزمانا چاہیے۔

اس نے سانس روکی۔ پھر چند سیکنڈ کے بعد سانس لیتے ہوئے محسوس کرنے لگا کہ اب دماغ پر بوجھ سا نہیں ہے۔ یقیناً کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا آیا تھا۔

وہ ایک بریف کیس میں پچاس ہزار روپے' ریوالور اور گولیاں رکھ کر اپنی کار میں آگیا تھا۔ اسے اسٹارٹ کرنا چاہتا تھا مگر رک گیا وہ پھر پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر رہا تھا۔ اس نے پوچھا۔ "دوست! تم کون ہو؟"

وہ بولی۔ "تم نے دوست کہا ہے تو پھر دوست ہوں۔ تمہیں نقصان نہیں پہنچاؤں گی' گاڑی چلاتے رہو اور مجھے چور خیالات پڑھنے دو۔"

وہ کار اسٹارٹ کرکے اسے ڈرائیو کرتے ہوئے بولا۔ "میں سانس نہیں روکوں گا۔ پوری آزادی سے میری ہسٹری معلوم کرو۔ اس سے پہلے یہ کہہ دوں کہ گاڈ نے میری دعا سن لی ہے۔ میں دعائیں مانگتا رہتا تھا کہ مجھے کوئی ایسی غیبی طاقت حاصل ہوجائے جس کے ذریعے میں یہودہ کی بلیک میلنگ سے نجات حاصل کرسکوں۔"

"اچھا تو اس نے تمہیں بلیک میلنگ کے ذریعے اپنا تابعدار بنایا ہے؟"

"صرف میں ہی نہیں' اس کے سنڈیکیٹ میں درجنوں خطرناک مجرم ہیں جو اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ ان سب کی کمزوریاں اس کے ہاتھوں میں ہیں۔ اس کا دعویٰ ہے کہ ہم میں سے کوئی اسے نقصان پہنچانے کی کوشش کرے گا تو اس کی موت کے بعد بھی ایسے انتظامات ہیں کہ ہم سب کی کمزوریاں منظرِ عام پر آجائیں گی۔ پھر ہمیں کہیں پناہ نہیں ملے گی۔ ہم جہاں جائیں گے وہاں ہمیں سزائے موت ملے گی۔"

"فکر نہ کرو' میں تمہیں اس کے چنگل سے نجات دلاؤں گی۔ اب خاموش رہو۔"

وہ خاموشی سے ڈرائیو کرنے لگا۔ شی تارا معلومات حاصل کرنے لگی کہ یہودہ گل کے جیوز سنڈیکیٹ میں کتنے خطرناک مجرم ہیں؟ یہودہ کے مقاصد کیا ہیں؟ اور کس طرح وہ یہودی مفادات کے لیے کام کرتا ہے۔ اس کے عوض وہ اسرائیلی حکومت سے اور ارب پتی یہودی سرمایہ داروں سے بڑی بڑی رقمیں وصول کرتا رہتا ہے۔

یہودہ اپنے کمرے میں پی رہا تھا۔ وہ جوان عورت اس کی فرمائش کے مطابق ریکارڈ سے ابھرنے والی موسیقی پر رقص کر رہی تھی۔ پھر وہ ناچتے ناچتے رک گئی۔ اس نے ریکارڈر کو آف کردیا۔ وہ بولا۔ "کیا ہوا؟ تھک گئی ہو؟"

وہ پاس آکر رازداری سے بولی۔ "میں پارس کی روح کو دیکھ رہی ہوں۔"

وہ چونک کر بولا۔ "یہ کیا بکواس ہے۔ کیوں میرا نشہ بھنگ کر رہی ہو؟"

"میں سچ کہہ رہی ہوں۔ میں نے ابھی اسے بند دروازے سے گزر کر یہاں آتے دیکھا ہے۔"

وہ اِدھر اُدھر سہم کر دیکھتے ہوئے بولا۔ "کہاں ہے؟ وہ کہاں ہے؟ نہیں جب وہ زندہ ہے تو زندہ ہی آئے گا۔ اس کی روح نہیں آئے گی۔ اس کی روح نہیں آئے گی۔ تو جھوٹ بولتی ہے۔ میں تیرا سر توڑ دوں گا۔"

اس نے مارنے کے لیے ہاتھ اٹھایا۔ ایسا لگا جیسے کسی نے ہاتھ پکڑلیا ہو۔ اٹھا ہوا ہاتھ نہیں ہل رہا تھا۔ فضا میں جکڑا ہوا سا رہ گیا تھا۔ شی تارا نے اس کی سوچ میں کہا۔ "ہاں' کوئی ہے۔ کسی نے میرے ہاتھ کو پکڑلیا ہے۔"

وہ بولا۔ "چھوڑو۔ میرے ہاتھ کو چھوڑو۔ کون ہو تم؟ اگر پارس ہو تو زندہ ہو۔ پھر نظر کیوں نہیں آرہے ہو؟"

وہ عورت پریشان ہوکر اسے دیکھ رہی تھی۔ پھر بولی۔ "معلوم ہوتا ہے تمہیں بھی چڑھ گئی ہے۔ لعنت ہے تم لوگوں پر' کمرے میں بلاتے ہو۔ رقمیں دیتے ہو پھر نشے میں لڑھک جاتے ہو۔"

وہ پلٹ کر دروازے کے پاس آئی پھر جانے کے لیے اسے کھولا۔ سامنے روشو کھڑا تھا۔ اس نے کہا۔ "ٹھیک ہے۔ تمہیں یہاں سے چلے جانا چاہیے۔ جاؤ بھاگ جاؤ۔"

وہ تیزی سے باہر آئی۔ پھر دوڑتی ہوئی لفٹ کی طرف چلی گئی۔ روشو نے کمرے میں آکر دروازے کو اندر سے بند کردیا۔ یہودہ نے کہا۔ "اچھا ہوا تم آگئے۔ ابھی میرا ہاتھ کسی نے پکڑلیا تھا۔ کیا تمہیں کوئی نظر آرہا ہے؟"

وہ اس کے سامنے آکر صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولا۔ "مجھے تو تمہاری موت نظر آرہی ہے۔"

وہ باس کی حیثیت سے ڈانٹ کر بولا۔ "کیا بکواس کر رہے ہو۔ میں یہ گلاس تمہارے منہ پر ماروں گا۔"

اس نے گلاس پکڑ کر مارنے کے لیے فضا میں ہاتھ بلند کیا تو پھر وہ ہاتھ فضا میں جکڑ کر رہ گیا۔ اس نے ہاتھ نیچے کرنے کی کوشش کی لیکن اسے ہلا بھی نہ سکا۔ روشو نے ایک بھری ہوئی بوتل میز پر رکھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا یقین آیا کہ موت تمہارے پاس ہے؟"

وہ گھبرا کر بولا۔ "ہاں۔ یقین آگیا ہے۔ مجھے بچاؤ۔ تماشا دیکھو گے اور میں مرجاؤں گا تو تم بھی زندہ نہیں رہو گے۔"

"یہودہ! اب تم مجھے بلیک میل نہیں کرسکو گے۔ تم نے میرے جیسے پندرہ خطرناک مجرموں کے خلاف ٹھوس دستاویزی ثبوت اپنے ایک پارٹنر یہودہ شمعون کے پاس رکھے ہیں۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اس نے پریشان ہو کر کہا۔ "یہ جھوٹ ہے۔ میرا کوئی پارٹنر نہیں ہے۔ تم بکواس کر رہے ہو۔"

"یہودہ شمعون بیلجیم میں ایک کروڑ پتی یہودی کی حیثیت سے بظاہر شریفانہ زندگی گزار رہا ہے۔ ہم جیسے شاطر مجرموں نے شمعون کو بارہا دیکھا ہے لیکن کبھی ہمیں شبہ تک نہیں ہوا کہ وہ جیوز سنڈیکیٹ میں تمہارا پارٹنر ہے۔"

"یہ ــــ یہ تمہیں کیسے معلوم ہو گیا؟"

"وہ موت جو تمہارے دماغ کے اندر ہے۔ اس نے مجھے بتایا ہے۔ اسی موت کے حکم سے میں یہ بھری ہوئی بوتل لایا ہوں۔ تم پہلے اپنی آدھی بوتل پینے کے بعد یہ پوری بوتل بھی پیو گے اور اس کمرے میں مر جاؤ گے۔"

اس کا اٹھا ہوا ہاتھ آزاد ہو گیا۔ وہ پریشان ہو کر بولا۔ "تت ــــ تم میرے تابعدار روشو نہیں ہو۔ تم پارس ہو اور تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے دماغ میں رہ کر میرے پارٹنر شمعون کے متعلق معلومات حاصل کر رہے ہیں۔"

شی تارا نے اس کے اندر کہا۔ "ذلیل کمینے! تو نے دس لاکھ پونڈز کے لیے میرے پارس کو مار ڈالا ہے۔ وہ اس دنیا میں نہیں ہے تو بھی نہیں رہے گا۔ میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

وہ سہم کر بولا۔ "تم کون ہو؟ میں نے پارس کو ہلاک نہیں کیا ہے۔ وہ زندہ ہے۔ میری تین اہم مائیکرو فلمیں چرا کر لے گیا ہے۔ ہوٹل کی چھت پر جو مارا گیا ہے' وہ میجر کیدار شرما ہے۔"

"تم سب دھوکا کھا رہے ہو۔ بھارتی فوجی میجر کیدار شرما سمجھ کر پارس کی لاش لے گئے ہیں۔ میری سوچ کی لہریں پارس کے مردہ دماغ سے واپس آ گئی ہیں۔"

"تم نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کی موت کی تصدیق کی ہو گی لیکن پاشا نے غیر معمولی قوتِ سماعت سے اس کی آوازیں سنی ہیں۔ جب میجر کی لاش لے جائی جا رہی تھی تب ہی پاشا نے پارس کو نیچے ہال میں بولتے سنا تھا۔"

"پاشا غیر معمولی قوتوں کا حامل ہے لیکن عقل سے پیدل ہے۔ میری خیال خوانی مجھے دھوکا نہیں دے گی۔ چلو پہلے یہ آدھی بوتل اٹھاؤ اور اپنے منہ سے لگاؤ۔"

وہ بوتل کو ہاتھ نہیں لگانا چاہتا تھا مگر بے اختیار اسے اٹھا کر منہ سے لگا کر پانی یا سوڈے کے بغیر غٹاغٹ پینے لگا۔ دیکھتے ہی دیکھتے بوتل خالی ہو گئی اور اس کے ہاتھوں سے چھوٹ کر فرش پر گر پڑی۔ وہ تیزی سے پینے کے باعث ہانپ رہا تھا۔ اس کا سر چکرا رہا تھا۔ روشو نے کہا۔ "ذرا دم لے لو۔ ابھی پوری ایک بوتل باقی ہے۔"

اسے اپنی آنکھوں کے سامنے دو دو چار چار روشو دکھائی دے رہے تھے اور وہ تمام روشو ہنستے ہوئے کہہ رہے تھے۔ "افسوس' موت تجھے اتنی مہلت نہیں دے رہی ہے کہ اپنے پارٹنر یہودہ شمعون سے دو باتیں کر سکے۔ اسے اور اپنی بھتیجی ارینا کو پیش آنے والے خطرات سے آگاہ کر سکے۔ چل' یہ بوتل بھی اٹھا لے۔"

وہ پوری طرح ہوش میں نہیں تھا۔ شی تارا نے اس میں بوتل پکڑنے کی توانائی پیدا کی۔ اس نے اسے کھول کر منہ سے لگا لیا اور غٹاغٹ پینے لگا۔

وہ بھری ہوئی بوتل بھی خالی ہو گئی۔ ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑی۔ اس نے ابکائی سی لی پھر صوفے سے گر کر تڑپنے لگا۔ روشو نے اسے ایک لات ماری۔ وہ چاروں شانے چت ہو گیا پھر روشو قریب آ کر اس کے نرخرے پر ایک پاؤں رکھ کر دبانے لگا۔ کچھ شراب منہ سے پچکاری کی طرح نکلی۔ باقی اندر رہ گئی۔ دم باہر ہو گیا۔ وہ ذرا تڑپ کر ساکت ہو گیا۔ اس کے دیدے پھیل کر بے نور ہو گئے۔

یہ کام پارس کا تھا لیکن جب وہ یہودہ کے ہندوستانی آلۂ کار کا تعاقب کر رہا تھا تب ہی جناب تبریزی صاحب کی طرف سے ہدایت ملی تھی کہ وہ کمرے میں جا کر آرام کرے۔ شی تارا اسے مردہ سمجھ رہی ہے اور آئندہ بھی اسے مرحوم سمجھتی رہے گی۔

وہ آفرین کے ساتھ آرام سے سو رہا تھا اور وہ جو دشمنِ جاں تھی وہ پارس کے دشمنوں کی جان سے کھیل رہی تھی۔

اس نے کمانڈر کے پاس آ کر کہا۔ "تم سب جسے میجر کیدار شرما کی لاش سمجھ رہے ہو وہ دراصل پارس کی لاش ہے۔" کمانڈر نے حیرانی سے پوچھا۔

"کیا تم سچ کہہ رہی ہو؟"

"ہاں' اس لاش کو ہمارے دھرم کے مطابق جلایا نہیں جائے گا۔ اسے بابا صاحب کے ادارے میں بھیجا جائے گا۔"

"تم یہ چونکا دینے والی بات کہہ رہی ہو۔ لاش کو پوسٹ مارٹم کے لیے لے جایا گیا ہے۔ میں ابھی فون پر کہتا ہوں کہ اس لاش کے چہرے پر میجر کا میک اپ ہے تو اسے واش کر کے حقیقت معلوم کی جائے۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے رابطہ ہونے پر ایک ماتحت افسر سے کہا۔ "ہمیں شبہ ہے کہ وہ میجر کیدار شرما کی لاش نہیں ہے۔ تم خود جاؤ اور اس کے چہرے کا میک اپ چیک کرو۔"

اُدھر سے کہا گیا۔ "سر! ابھی میں آپ سے رابطہ کرنے والا تھا۔ یہ بتانا تھا کہ مسلمان باغیوں نے کیمپ کو بم سے اڑا دیا ہے۔ وہاں میجر کیدار شرما اور ہیری سمسن وغیرہ کی لاشیں رکھی ہوئی تھیں' ان سب کے چیتھڑے اڑ گئے ہیں۔ یہ پہچاننا ممکن نہیں رہا ہے کہ وہ لاشیں کن مرنے والوں کی ہیں۔"

شی تارا کمانڈر کے اندر رہ کر یہ سن رہی تھی۔ بڑے دکھ سے بولی۔ "ہے بھگوان! یہ کیا ہو گیا؟ اس کے ماں باپ اور رشتے دار آخری وقت اس کا چہرہ بھی نہیں دیکھ سکیں گے۔ اگر فرہاد علی تیمور نے بیٹے کا مطالبہ کر دیا تو کیا ہو گا؟"

کمانڈر نے کہا۔ "پارس یہاں اصل نام اور پاسپورٹ

نہیں آیا تھا۔ ہمیں اس سلسلے میں انجان بن کر رہنا چاہیے۔"

"ہم لاکھ انجان بن کر رہیں مگر باپ تو جانتا ہے کہ بیٹا یہاں آیا تھا اور آکر ہمیشہ کے لیے گم ہو گیا ہے۔ ہم میں سے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے مردہ دماغ کو چھو نہیں سکے گا۔ باپ سمجھ لے گا کہ یہاں اس کے بیٹے کی زندگی سے کھیلا گیا ہے۔"

"سمجھنے دو۔ وہ ثبوت کے بغیر ہمیں الزام نہیں دے سکے گا۔ ہمیں اپنے دیس کی بھلائی کی خاطر انجان بن کر رہنا چاہیے۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچ میں پڑ گئی۔ ایک تو پارس کی ابدی جدائی کا دکھ تھا۔ اس پر مجرمانہ خاموشی لازمی ہو گئی تھی۔ یہ خبر تمام ممالک تک پہنچ گئی تھی کہ میں نے لیلیٰ کی موت کی ہلاکت کا انتقام لینے کے لیے ہیڈ کوارٹرز اور ایٹمی پلانٹ میں کیسی زبردست تباہی مچائی ہے۔ شی تارا اپنے دیس کو اتنا بڑا نقصان نہیں پہنچنے دینا چاہتی تھی اس لیے مجبوراً خاموش رہی۔

O☆O

داؤد منڈولا نے جس برین توم کو ہیڈ کوارٹرز میں پہنچایا تھا اس کا نشہ اتر چکا تھا۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے تھری ڈی اس کے چور خیالات کو اچھی طرح پڑھ رہے تھے۔ انہیں پتا چلا کہ اسرائیلی انٹیلی جنس کا چیف برین آدم اس کا جڑواں بھائی ہے لیکن اس سے شاذ و نادر ہی رابطہ ہوتا ہے۔ انہوں نے شرابی برین آدم کو رابطہ کرنے پر مجبور کیا۔ جب رابطہ ہو گیا تو انہوں نے تل ابیب کے برین آدم کی آواز سن کر اس کے اندر جانا چاہا لیکن اس نے سانس روک لی۔ پھر فون کے ذریعے اپنے بھائی سے کہا۔ "برادر! تمہارے دماغ میں کوئی چھپا ہوا ہے' وہ میرے اندر آنا چاہتا تھا مجھ سے ابھی باتیں نہ کرو۔"

تھری ڈی کے ایک ڈی کرین نے شرابی برین توم کی زبان سے کہا۔ "برادر! فون بند نہ کرنا۔ ورنہ یہ لوگ مجھے مار ڈالیں گے۔"

"مائی گاڈ! تم کہاں پھنس گئے ہو؟ تمہارے اندر کون ہے؟ اسے کہو مجھ سے باتیں کرے۔"

"وہ کہتا ہے تمہارے دماغ میں آکر باتیں کرے گا۔"

"اس سے کہو میں اپنے اختیار میں نہیں ہوں۔ نہ چاہنے کے باوجود بے اختیار سانس روک لیتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ جب تک تم کسی کے تنویمی عمل سے نجات نہیں پاؤ گے یہ لوگ مجھے قیدی بنا کر رکھیں گے۔ جب بھی اپنے دماغ کے دروازے کھولنا چاہو تو سپر ماسٹر سے رابطہ کر لینا۔"

فون کا رابطہ ختم کر دیا گیا۔ تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والے تھری ڈی نے سپر ماسٹر کے پاس آکر کہا۔ "سر! انٹیلی جنس کا وہ چیف کسی کے تنویمی عمل کے زیرِ اثر ہے۔ ورنہ وہ اپنے بھائی کی رہائی کی خاطر ہمیں ضرور اپنے دماغ میں آنے دیتا۔"

اسی وقت انٹرکام پر اشارہ موصول ہوا۔ سپر ماسٹر نے پوچھا۔ "کیا بات ہے؟"

لیڈی سیکریٹری نے کہا۔ "سر! اسرائیلی انٹیلی جنس کا چیف آپ سے بات کرنا چاہتا ہے۔"

سپر ماسٹر نے انٹرکام آف کر کے ٹیلی فون کا ریسیور اٹھایا پھر پوچھا۔ "ہیلو چیف! آیا بھائی کی یاد آ رہی ہے؟"

برین توم نے پوچھا۔ "میرے بھائی کو کس جرم میں گرفتار کیا گیا ہے۔"

"وہ ملٹری ہیڈ کوارٹرز میں گھس آیا تھا۔ کیا ہم ایک جاسوس کو خوش آمدید کہتے؟"

"تم جھوٹا الزام لگا رہے ہو۔ وہ جاسوس نہیں قانون کا احترام کرنے والا شہری ہے۔"

"الزام جھوٹا نہیں ہے۔ ہمارے خیال خوانی کرنے والوں نے اس کے چور خیالات پڑھے ہیں۔"

"ہمارے پاس بھی خیال خوانی کرنے والے ہیں اور وہ اس الزام کو جھوٹا ثابت کر سکتے ہیں۔ تم نئے سپر ماسٹر ہو۔ میں مشورہ دیتا ہوں خواہ مخواہ دو ملکوں کے دوستانہ تعلقات میں گڑبڑ نہ کرو۔ ورنہ اسلامی ممالک کے خلاف ہمارے تمہارے درمیان جو سمجھوتا ہے اس پر ہمیں نظرثانی کرنی پڑے گی۔"

سپر ماسٹر سوچ میں پڑ گیا۔ ابتدا سے امریکی پالیسی یہ رہی ہے کہ بظاہر اسلامی ممالک کا دوست اور ہمدرد رہے اور درپردہ اسرائیل کو عذاب بنا کر ان مسلمان حکمرانوں پر مسلط رکھے۔ امریکا اور اسرائیل برسوں سے ایسی پالیسیوں پر عمل کرتے آ رہے ہیں۔

سپر ماسٹر نے کہا۔ "اچھی بات ہے۔ میں اس شرط پر تمہارے بھائی کو رہا کر رہا ہوں کہ وہ فوراً یہ ملک چھوڑ دے۔"

اس نے ریسیور رکھ کر تھری ڈی سے کہا۔ "اس پر تنویمی عمل کر کے اسے اپنا تابعدار جاسوس بناؤ۔ وہ اپنے بھائی کے پاس تل ابیب جائے گا تو تم اس کے اندر رہ کر بہت کچھ معلوم کر سکو گے۔"

تھری ڈی میں سے ایک ڈی نے کہا۔ "سر! میں اس پر عمل کروں گا پھر ہم تینوں میں سے کوئی بھی اس کے اندر جا کر اسرائیلی انٹیلی جنس کے راز معلوم کرتا رہے گا۔"

ڈی کرین وہاں سے چلا گیا۔ سپر ماسٹر نے ایک فائل ڈی ہاروے کو دیتے ہوئے کہا۔ "مسٹر ہاروے! یہ مشرقِ وسطیٰ کے اسلامی ممالک کی فائل ہے۔ تم انہیں پڑھ کر یہ معلوم کر سکو گے کہ کس اسلامی ملک کے سربراہ میں کون کون سی کمزوریاں ہیں اور وہاں کی بااثر شخصیات کو کس طرح ہمارے مفادات کے مطابق استعمال کیا جا سکتا ہے۔"

ڈی ہاروے نے وہ فائل لے کر کہا۔ "آل رائٹ سر! میں فائل کی اسٹڈی کرنے کے بعد آپ سے لائن آف ایکشن کی منظوری لوں گا۔"

وہ چلا گیا۔ سپر ماسٹر نے تیسرے ڈی کو ایک فائل' ویڈیو فلمیں اور آڈیو کیسٹس دے کر کہا۔ "پاکستان اور بھارت جب سے آزاد

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہوئے ہیں تب سے وہ کشمیر پر اپنا حق جتانے کے لیے ایک دوسرے سے لڑتے آرہے ہیں۔ ہمارا خیال تھا کہ دو جانور ہمیشہ ایک ہڈی کے لیے ایک دوسرے سے لڑتے رہیں گے اور ہم انہیں لڑاتے رہیں گے لیکن پچھلے برسوں سے کشمیر کے عوام نے آزادی کے لیے جہاد شروع کردیا ہے۔ یہ تحریکِ آزادی دنیا کے تمام ممالک کو متوجہ کر رہی ہے۔"

"سر! ہمیں اس سلسلے میں کیا کرنا ہے؟"

"پاکستان میں بدترین سیاسی و معاشی حالات پیدا کرنے ہوں گے۔ اس طرح پاکستانی حکومت اور وہاں کے عوام اپنے مسائل میں الجھتے رہیں گے۔ جب وہ اپنی ذاتی مصیبتیں دور کرنے کے سلسلے میں پریشان رہا کریں گے تو کشمیری مسلمانوں کا بھرپور ساتھ نہیں دے سکیں گے۔ صرف زبانی حمایت کرتے رہیں گے۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولا۔ "مسٹر ڈی مورا! تم اردو ہندی اچھی طرح سمجھ اور بول لیتے ہو۔ وہاں چاروں صوبوں کی زبانیں مختلف ہیں۔ ان چاروں صوبوں کے مسلمان صرف مذہب کے باعث ایک ہیں۔ ورنہ زبان، تہذیب اور ثقافت ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ تم ان عوام کو ذریعہ بنا کر لسانی فسادات کرا سکتے ہو۔ پاکستان کی ڈرگ مافیا تمہارا بھرپور ساتھ دے گی۔ اس ڈرگ مافیا میں بھارتی جاسوس ہیں۔ تم انہیں ویڈیو کیسٹوں میں دیکھ سکو گے۔ یہ فائل اور کیسٹس لے جاؤ۔"

ڈی مورا میز پر سے وہ تمام چیزیں اٹھا کر وہاں سے اپنے بنگلے میں چلا آیا۔ ان تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی رہائش ملٹری ہیڈ کوارٹر میں تھی۔ ڈی مورا نے اپنے کمرے میں آرام سے بیٹھ کر پہلے فائل کو توجہ سے پڑھا پھر وی سی آر میں کیسٹ لگا کر ٹی وی اسکرین پر ان بھارتی سراغرسانوں کو دیکھنے لگا جو لاہور، اسلام آباد اور کراچی میں مسلمان بن کر رہ رہے تھے۔ ایسے پاکستانی افسران اور بڑے عہدیداران بھی تھے جو ڈرگ مافیا کے ہاتھوں اپنا ضمیر بیچ چکے تھے۔

وہ سب باری باری اسکرین پر آرہے تھے۔ اپنا کوڈ نمبر اور کوڈ ورڈز بتا کر اپنا مختصر سا تعارف کرا رہے تھے۔ ڈی مورا ان میں سے ایک ایک کو دیکھتا تھا۔ ان کی باتیں سنتا تھا۔ پھر وی سی آر آف کرکے دماغ میں پہنچ کر پاکستان کے موجودہ حالات اور اس جاسوس کی کارکردگی کے متعلق معلومات حاصل کرتا تھا پھر وی سی آر آن کرکے دوسرے جاسوس یا پاکستان کی دلالی کرنے والے کو دیکھتا تھا۔

ایسے ہی وقت اس نے لاہور کے ایک علاقے کے ڈپٹی کمشنر کو دیکھا۔ وہ اپنا کوڈ ورڈز بتا کر کہنے لگا۔ "پہلے میں ڈرگ مافیا کا ایک معمولی ایجنٹ تھا۔ پھر میں نے مافیا کے تعاون سے اپنے علاقے کے ایک سیاستدان کے لیے بڑی محنت کی۔ الیکشن میں اس کی ہونے والی ہار کو جیت میں بدل دیا۔ اسے اسمبلی میں پہنچا دیا۔ اس سیاستدان نے وزیر بنتے ہی مجھے یہاں کا ڈی سی بنا دیا ہے۔"

ڈی مورا نے وی سی آر کو آف کرکے ڈی سی کے اندر پہنچ کر اس کے خیالات پڑھے۔ اس کی سوچ نے کہا "یہاں کی پوری پولیس فورس میرے احکامات کی پابند ہے۔ میں سیاہ کو سفید اور سفید کو سیاہ کرتا رہتا ہوں لیکن اب میری راہ میں مشکلات پیدا ہونے والی ہیں۔"

ڈی مورا نے اس کی سوچ میں کہا۔ "مجھے ان مشکلات کے متعلق وضاحت سے سوچنا چاہیے۔"

ڈی سی نے کہا۔ "قریبی علاقے میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی پیدا ہوگئی ہے۔"

یہ ایک چونکا دینے والی بات تھی۔ ڈی مورا سیدھا ہو کر بیٹھ گیا پھر کوڈ ورڈز ادا کرکے بولا۔ "ابھی میں تمہارے دماغ کے اندر بول رہا ہوں۔ کیا وہ بھی اسی طرح تمہارے اندر آتی ہے؟"

ڈپٹی کمشنر نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر پوچھا۔ "تم کون ہو؟"

"دوست ہوں۔ اسی لیے تمہارے کوڈ ورڈز جانتا ہوں۔ میرا تعلق امریکا کے اس سپر ماسٹر سے ہے جو تمہارے ہاں ڈرگ مافیا کے ہاتھ مضبوط کرتا ہے۔ مجھے بتاؤ، وہ ٹیلی پیتھی جاننے والی کون ہے؟"

"ایک مقامی لڑکی ہے۔ اس کا نام فرحانہ ہے۔ وہ دو ہفتے پہلے تک نہایت ہی غریب اور کمزور سی لڑکی تھی۔ ایک نہایت ہی پسماندہ بستی میں رہتی تھی پھر اچانک ہی اسے عروج حاصل ہوگیا۔ اب وہ لاہور کے ایک مہنگے علاقے میں ایک شاندار محل نما کوٹھی میں رہتی ہے اور وہ ہم سب کے ڈھکے چھپے راز جانتی ہے۔"

وہ بولا۔ "مسٹر ڈی سی! فی الوقت دنیا میں جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں، ان سب کے نام ہماری فہرست میں درج ہیں لیکن فرحانہ کا نام اس فہرست میں نہیں ہے پھر تم کہتے ہو، وہ پاکستانی ہے اور لاہور کی رہنے والی ہے۔"

"بے شک وہ لاہور کے ایک علاقے بھگوان پورہ میں پیدا ہوئی تھی۔ وہیں جوان ہوئی اور وہیں تعلیم حاصل کی ہے۔"

"پھر تو تمہیں کسی طرح کا دھوکا ہو رہا ہے۔ یہ ساری دنیا جانتی ہے کہ فرہاد علی تیمور کے بعد پاکستان میں پھر کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والی ہستی پیدا نہیں ہوئی ہے۔"

"لیکن وہ جانتی ہے اور دماغ کے اندر چھپے ہوئے راز پوری تفصیل سے بتا دیتی ہے۔"

"تم نے اس سے کب ملاقات کی تھی؟"

"میں پولیس کے ایک اعلیٰ افسر اور انٹیلی جنس کے ایک نوجوان افسر کے ساتھ کل اس کی کوٹھی میں گیا تھا۔ اس نے ہم سے ڈرائنگ روم میں ملاقات کی تھی۔ ہم سے پہلے ایک پولیس افسر اسے گرفتار کرنے گیا تھا مگر اسے ہاتھ بھی نہیں لگا سکا تھا۔ اس کے سامنے زمین پر حقیر کیڑے کی طرح رینگتا ہوا باہر چلا گیا تھا۔ ہم نے اس سے نرم لہجہ اختیار کیا تو وہ بھی نرمی سے بولتی رہی۔"

"وہ پولیس افسر اسے کیوں گرفتار کرنا چاہتا تھا؟ اور تم اس سے کیوں ملنے گئے تھے؟"

"ہمیں شبہ تھا کہ وہ کوئی بڑی واردات کرکے اچانک دولت مند بن گئی ہے۔ جب ایک انسپکٹر اس کے سامنے کیڑے کی طرح رینگنے لگا تو شبہ ہوا کہ وہ کوئی پُراسرار علم جانتی ہے اور جب اس نے ہم سے یہ کہا کہ ہم اس سے بھی بڑی وارداتیں کرتے ہیں تو ہم چونک گئے۔ وہ ہماری واردات کی تفصیل بتانے لگی۔ ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ وہ ہمارے اندر کی چھپی ہوئی باتیں جانتی ہوگی۔ ہم اسے گرفتار نہ کرسکے۔ چپ چاپ واپس چلے آئے۔"

ڈی مورا نے کہا۔ "اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ کسی اور پُراسرار ذریعے سے اس نے تم سب کا کچا چٹھا معلوم کیا ہوگا۔ اگر ٹیلی پیتھی جانتی تو تمہارے اندر آکر ایسے ہی بولتی جیسے میں ابھی بول رہا ہوں۔"

"شاید تم درست کہہ رہے ہو۔ وہ تمہاری طرح ہم میں سے کسی کے اندر نہیں بول رہی تھی۔"

"تم اس سے فون پر بات کرو۔ میں معلوم کرنا چاہوں گا کہ وہ کون سا پُراسرار علم جانتی ہے۔ ہوسکتا ہے وہ اپنے علم کے ذریعے آگے چل کر ہمارے لیے مصیبت بن جائے۔"

ڈی سی نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ ہونے پر شیرو کی آواز سنائی دی۔ ڈی سی نے کہا۔ "اپنی بہن سے کہو، میں بات کرنا چاہتا ہوں۔"

اسے ہولڈ کرنے کے لیے کہا گیا۔ وہ ریسیور کان سے لگائے انتظار کرنے لگا۔ ڈی مورا، شیرو کے اندر آگیا۔ وہ بہن کے کمرے کے پاس آکر دروازے پر دستک دے کر کہہ رہا تھا۔ "فرح! ڈی سی صاحب تم سے فون پر باتیں کرنا چاہتے ہیں۔"

وہ بولی۔ "اس کے لیے دروازے پر آنا کیا ضروری تھا۔ وہیں سے فون پر کہنا چاہیے تھا۔ ٹھیک ہے۔ ادھر ریسیور رکھ دو۔"

فرحانہ نے بیڈ پر کروٹ بدل کر سرہانے رکھے ہوئے فون کا ریسیور اٹھایا۔ اسی وقت پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لی۔ پھر سانس لیتے ہوئے ریسیور کان سے لگا کر بولی۔ "کون ہو تم؟"

"میں ہوں، ڈی سی دلدار حسین۔۔۔۔"

"میں تمہیں نہیں، اسے پوچھ رہی ہوں جو تمہارے اندر چھپا ہوا ہے اور میرے دماغ میں آنا چاہتا ہے۔"

ڈی مورا نے کہا۔ "میں ڈی سی دلدار حسین کی زبان سے بول رہا ہوں۔ تم سے تعارف حاصل کرنا چاہتا ہوں اور تم سے دوستی کرنا چاہتا ہوں۔"

"پہلے اپنی ہسٹری پیش کرو اور یہ بتاؤ کہ مجھ سے دوستی کرنا کیوں چاہتے ہو؟ تمہارے ارادے کیا ہیں؟"

itsurdu.blogspot.com

اُردو ادب کا نیا رُخ

آپ کے جانے پہچانے مشہور ادیب اثر نعمانی کے قلم سے

قہقہے ہی قہقہے

طنز و مزاح سے لبالب ہلکے پھلکے رُومانی ناولوں کے دلچسپ سلسلے کی چار کتابیں

گھر کی مُرغی

قیمت /۲۰ روپے ○ ڈاک خرچ /۱۰ روپے

حکیمی ٹکسی

قیمت /۲۰ روپے ○ ڈاک خرچ /۱۰ روپے

بے وقوف

قیمت /۲۰ روپے ○ ڈاک خرچ /۱۰ روپے

آپ کے سر پر

قیمت /۲۰ روپے ○ ڈاک خرچ /۱۰ روپے

بوریت چھوڑیے مسکرانا سیکھیے ۔۔۔ یہ ناول آج ہی خریدیے

کتابیات پبلی کیشنز پوسٹ بکس ۲۳ کراچی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"میں ایک امریکی ہوں۔ مجھے ایشیائی لوگ پسند ہیں۔ تم دیکھ رہی ہو کہ میں تمہارے ملک کی زبان بول رہا ہوں اس سے اندازہ کر سکتی ہو کہ مجھے تمہاری زبان سے اور تمہارے ملک سے کتنی محبت ہے۔"

وہ بولی۔ "لیکن مجھے پاکستان سے زیادہ دولت کمانے سے مطلب ہے اسی لیے میں ڈی سی دلدار حسین کو دوست سمجھتی ہوں۔"

"پھر تو ہماری دوستی پکی ہوگی کیونکہ میں بھی دولت کو سب سے زیادہ اہمیت دیتا ہوں۔ مجھے ڈی سی نے بتایا ہے کہ تم اچانک ہی امیر کبیر ہو گئی ہو۔ ہمارے لیے کام کرو گی تو اور زیادہ بے حساب دولت حاصل کرتی رہو گی۔"

"میں دولت کے لیے کچھ بھی کر سکتی ہوں۔ بولو' مجھ سے کیا کام لینا چاہتے ہو؟"

"تمہاری صلاحیتوں کے مطابق تمہیں کام دیا جائے گا۔ ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ تمہارے پاس کون سا پُراسرار علم ہے۔ ہمارے درمیان کوئی پردہ نہیں رہنا چاہیے۔"

"میں مسلمان لڑکی ہوں۔ میرا مذہب پردے میں رہنا سکھاتا ہے اس لیے میں پردے میں رہوں گی۔"

"خوب باتیں بناتی ہو۔ مسلمان عورتیں چہرے کو اور بدن کو چھپاتی ہیں اور تم اپنا علم چھپا رہی ہو۔"

"ہمیں ہر وہ بات چھپانے کا حکم ہے جسے ہمارا مجازی خدا چھپانے کو کہتا ہے۔"

"تمہارا مجازی خدا کون ہے؟"

"میں کیسے بتاؤں؟ میں نے ابھی تک اسے دیکھا نہیں ہے۔ تم یقین نہیں کرو گے مگر میں یہ بات قسم کھا کر کہتی ہوں۔"

"تم قسم کھا رہی ہو تو یقین کرتا ہوں۔ اب یہ سمجھا دو کہ تم نے اسے دیکھا نہیں ہے تو وہ تمہارا شوہر کیسے ہوگیا؟"

"میں نے صرف اس کی آواز سنی ہے۔ ہمارا نکاح ٹیلی فون پر ہوا تھا۔ کچھ سمجھ میں آیا؟"

ان باتوں کے دوران ساجد علی (ایوان راسکا) اس کے اندر آگیا تھا اور دوسری طرف کی آواز اور لہجہ کو توجہ سے سن رہا تھا پھر اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ ڈی مورا نے سانس روک لی۔

ساجد واپس فرحانہ کے پاس آگیا۔ ڈی مورا' ڈی سی کی زبان سے فون پر کہہ رہا تھا۔ "آخر تم نے میرے اندر پہنچنے کی ناکام کوشش کر کے اپنی خیال خوانی کے علم کو ظاہر کر ہی دیا۔"

"میں قسم کھا کر کہتی ہوں کہ مجھے یہ علم نہیں آتا۔ اگر ابھی کوئی تمہارے پاس آیا تھا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے درمیان صرف ڈی سی دلدار حسین ہی نہیں کوئی اور بھی ہے۔ ابھی چند لمحے پہلے میں نے بھی سانس روک لی تھی اور یہ سمجھ رہی تھی کہ تم پھر میرے دماغ میں آنے کی حماقت کر رہے ہو۔"

ڈی مورا نے پریشان ہو کر کہا۔ "میں بھی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ابھی میں تمہارے پاس نہیں آیا تھا۔ کیا آج سے پہلے بھی تم پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر کے سانس روک لیا کرتی تھیں؟"

"ہاں' ایسا کئی بار ہو چکا ہے۔ ابھی میرے سانس روکنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اجنبی ڈی سی کے پاس گیا ہوگا۔ وہاں تمہاری آواز سنی ہوگی۔ یوں تمہارے پاس پہنچنے کی کوشش کی ہوگی۔"

"اس کا مطلب ہے وہ ناکام ہو کر پھر ڈی سی کے اندر چلا گیا ہے اور ہماری گفتگو سن رہا ہے۔ میں ابھی رابطہ ختم کرتا ہوں پھر کسی وقت تم سے باتیں کروں گا۔"

فون کا رابطہ ختم ہوگیا۔ ساجد نے کہا۔ "ویل ڈن فرحانہ! تم نے بڑی خوبصورتی سے باتیں بنائی ہیں' میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ چلا گیا۔ فرحانہ مسکرانے لگی۔ وہ ڈی مورا سے گفتگو کرتے وقت ساجد کو محسوس کر چکی تھی۔ ساجد نے اپنی آمد کا وہی وقت مقرر کر رکھا تھا۔ وہ فون پر باتیں بنا کر ڈی مورا سے اسی لیے گفتگو کو طول دے رہی تھی کہ ساجد آکر اس ٹیلی پیتھی جاننے والے اجنبی کو سن لے۔

ساجد ڈی سی دلدار حسین کے پاس آگیا تھا۔ وہاں ڈی مورا اس سے کہہ رہا تھا۔ "مسٹر دلدار! کیا تم نہیں جانتے کہ کوئی اجنبی خیال خوانی کرنے والا تمہارے اندر چھپا رہتا ہے؟"

"ہمیں تو صرف فرحانہ پر شبہ تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔"

"وہ ابھی گفتگو کے دوران میرے اندر نہیں آئی تھی کیونکہ فون پر اس کی باتوں کے دوران کسی نے میرے اندر آنے کی کوشش کی تھی۔ مجھے یقین ہوگیا ہے کہ وہ ٹیلی پیتھی نہیں کوئی دوسرا پُراسرار علم جانتی ہے۔"

"پھر یہ اجنبی خیال خوانی کرنے والا کون ہے۔ ابھی میرے اندر ہے تو پلیز بولے۔ ہم سے دوستی کرے۔"

ساجد نے اپنی خاموشی توڑی آواز اور لہجہ بدل کر بولا۔ "ڈی سی میں تم سے کبھی دوستی نہیں کروں گا کیونکہ تم میرے کسی کام کے نہیں ہو۔ ہاں' یہ جو تمہارے اندر بول رہا ہے اس سے ایک شرط پر دوستی ہو سکتی ہے۔"

ڈی مورا نے کہا۔ "مجھے پاکستان میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا دوست مل جائے اس سے بڑی بات اور کیا ہو سکتی ہے۔ میرے دوست! اپنی شرط پیش کرو۔"

ساجد نے کہا۔ "میں فرحانہ پر ہزار جان سے عاشق ہوگیا ہوں۔ میں نے پہلی بار اس کے پاس جانا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ دوسری بار اسے ٹیلی فون پر مخاطب کیا اور حالِ دل بیان کیا تو اس نے کہا' وہ اپنے بچپن کے ساتھی کو چاہتی ہے۔ اس سے فون پر نکاح ہو چکا ہے تب سے میں رقابت کی آگ میں جل رہا ہوں۔ جو شخص اس کا محبوب ہے میں اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا کیونکہ وہ کوئی پُراسرار علم جانتی ہے اور اپنے محبوب کی حفاظت

کرتی ہے۔"

ڈی مورا نے کہا۔ "یہی میں معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ کون سا پُراسرار علم جانتی ہے۔ میں نے اس سے فون پر گفتگو کرنے سے پہلے اس کے بھائی شیرو کے ذریعے اس کی آواز سنی تھی۔ کیا تم نے اس کے بھائی کو آلۂ کار بنا کر اسے ٹریپ کرنے کی کوشش نہیں کی؟"

"میں ہر طرح سے کوشش کر چکا ہوں۔ تم بھی کر کے دیکھ لو۔ میری تمہاری دوستی کی شرط یہی ہے کہ فرحانہ کو کسی طرح قابو میں کر کے اسے میرے حوالے کر دو۔ پھر میں اس ملک میں تمہارا دستِ راست بن کر رہوں گا۔"

"میں اس ملک میں دشمن نہیں دوست پیدا کرنا چاہتا ہوں۔ تم سے بھی دوستی کرنے کے لیے اسے ضرور ٹریپ کروں گا یہ بتاؤ' تمہارا نام کیا ہے؟ اور آئندہ تم سے رابطہ کیسے ہوگا؟"

"ہم اسی ڈی سی کی کھوپڑی میں آکر ملاقات کا وقت مقرر کر لیا کریں گے۔ تم میرے نام سے واقف ہو۔ سپر ماسٹر کے ریکارڈ میں دیکھو۔ میرا نام جے مورگن ہے۔"

وہ خوش ہو کر بولا۔ "او گاڈ! پھر تو تم امریکی ہو۔ میرے دوست میرے بھائی۔ میں نے ریکارڈ میں پڑھا تھا کہ اسرائیل میں تمہارا برین واش کیا گیا تھا اور انہوں نے تمہیں سخت پابندیوں میں رکھا تھا۔"

"یہ بہت پرانی بات ہو چکی ہے۔ میں زنجیریں توڑ کر آزاد ہوگیا ہوں۔ ارادہ تھا کہ امریکا واپس چلا جاؤں گا لیکن ٹی وی پر ایک دستاویزی فلم میں فرحانہ کو دیکھ کر دیوانہ ہوگیا اور اب اس کے لیے لاہور میں بھٹک رہا ہوں۔"

"مسٹر مورگن! میں ہر حال میں فرحانہ کو تمہارے لیے ٹریپ کروں گا لیکن میری بھی ایک شرط ہے کہ تم اپنے ملک اور قوم کے لیے کام کرو گے۔"

"میں محبِ وطن امریکی ہوں۔ فرحانہ کا مطالبہ ایک الگ سی چیز ہے لیکن امریکا کے لیے میں کسی شرط کے بغیر کام کروں گا۔"

"واہ دوست! تم نے دل خوش کر دیا ہے۔ میں پاکستان کے عوام کو اور حکمرانوں کو سیاسی اور معاشی مسائل میں اس طرح الجھانے آیا ہوں کہ یہ لوگ کشمیر کے مسئلے کی طرف توجہ نہیں دے سکیں گے۔ ان پاکستانیوں کے اپنے مسائل ہی ان کے لیے پہاڑ بن جائیں گے۔"

"منصوبہ اچھا ہے۔ مجھے بھی کوئی ذمے داری دو اور بتاؤ کہ کام کس طرح شروع کیا جائے؟"

"میں پہلی بار یہاں ڈی سی کے دماغ میں آیا ہوں۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ یہاں آتے ہی ہم امریکی ایک دوسرے سے متعارف ہوگئے ہیں۔ میرا نام ڈی مورا ہے۔ ہم پہلے لاہور' اسلام آباد اور کراچی کے حالات کا جائزہ لیں گے۔ اگلے ماہ اس ملک میں قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات ہو رہے ہیں۔ یہ چالیں چلی جا رہی ہیں کہ یہاں ہماری مرضی کی حکومت قائم ہو اور ایسا ضرور ہوگا۔ پھر ہمارے اشاروں پر چلنے والی حکومت آئندہ پانچ برس کے لیے کشمیر اور ایٹمی پروگرام کو سرد خانے میں ڈال دے گی۔"

"اس ملک میں یہی ہوتا آیا ہے اور یہی ہوتا رہے گا۔ آئندہ رابطے کا وقت مقرر کرو۔"

اس نے دوسرے دن اسی وقت ڈی سی کی کھوپڑی میں ملاقات کا وعدہ کیا۔ پھر ساجد' فرحانہ کے پاس آیا۔ وہ بولی "کیا اس سے لمبی گفتگو ہو رہی تھی؟"

ساجد اسے بتانے لگا کہ اس کا نام ڈی مورا ہے اور وہ پاکستان میں کسی منصوبے پر عمل کرنے آیا ہے۔ فرحانہ نے تمام باتیں سننے کے بعد کہا۔ "کانٹا ننھا سا ہوتا ہے مگر چبھتا ہے تو بڑی تکلیف دیتا ہے۔ پاکستان ہمارے لیے گلشن ہے اور مخالفین کے لیے کانٹا ہے۔ یہ چھوٹا سا ملک بڑے ملکوں کی آنکھ میں چبھتا رہتا ہے۔ اللہ اسے نظرِ بد سے بچائے۔"

ساجد نے کہا۔ "اور اللہ بچا رہا ہے۔ روس جیسا سپر پاور اس ملک کو مٹانے کی کوشش کرتے کرتے خود مٹ رہا ہے۔ بھارت بھی چراغِ سحری ہے' بجھنے سے پہلے بہت زیادہ بھڑک رہا ہے۔"

دروازے پر دستک سنائی دی۔ اس کے ساتھ ہی شیرو کی آواز آئی۔ فرح! دروازہ کھولو۔ تمہیں ابا بلا رہے ہیں۔"

ساجد نے کہا۔ "ابھی دروازہ نہ کھولنا میں ابھی آتا ہوں۔"

اس نے شیرو کے اندر آکر اس کے خیالات پڑھے۔ پتا چلا وہ ڈرائنگ روم میں بیٹھا ہوا تھا۔ اچانک اٹھ کر آگیا ہے اور اپنی مرضی کے خلاف دستک دے کر ابا کے بلانے والی بات جھوٹ کہہ رہا ہے۔

وہ فرحانہ کے پاس آگیا۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق بولی۔ "بھائی! ڈرائنگ روم میں جاؤ اور انٹرکام پر بات کرو۔"

ساجد نے کہا۔ "وہ ڈرائنگ روم میں جا رہا ہے۔ اب وہ انٹرکام کے پاس پہنچ رہا ہے۔"

اسی وقت انٹرکام پر اشارہ موصول ہوا۔ فرحانہ نے ریسیور اٹھا کر کہا۔ "جو میرے بھائی کے اندر چھپا بیٹھا ہے' میں اسے کہہ رہی ہوں۔ لاہور' اسلام آباد اور کراچی میں جتنے اس کے آلۂ کار ہیں' میں ان سب کو باری باری ختم کر دوں گی تاکہ تم آئندہ کسی کو بیساکھی بنا کر میرے دروازے پر نہ آسکو۔ ابھی تمہارے پہلے چمچے ڈی سی دلدار حسین کو قتل کر رہی ہوں۔ اسے بچا سکتے ہو تو بچا لو۔"

ڈی مورا نے کہا۔ "ٹھہرو فرحانہ! میں نے کسی دشمنی کے لیے تمہارے بھائی کو آلۂ کار نہیں بنایا ہے۔ ہماری جو باتیں ادھوری رہ گئی تھیں انہیں مکمل کرنے آیا ہوں۔ ہیلو۔ ہیلو فرحانہ۔ ہیلو۔ ہیلو۔"

پتا چلا دوسری طرف سے ریسیور رکھ دیا گیا ہے۔ وہ خیال خوانی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کی پرواز کرتا ہوا ڈی سی دلدار حسین کے پاس آیا لیکن ذرا دیر ہوگئی۔ ساجد نے اس سے پہلے آکر ڈی سی کے ذریعے باہر کھڑے ہوئے سپاہی کو بلایا۔ اِدھر سپاہی نے آکر پوچھا۔ "یس سر! آپ نے بلایا ہے۔"

اُدھر ڈی مورا نے آکر کہا۔ "مسٹر دلدار حسین! کسی کو کمرے میں نہ آنے دو۔ تمہاری جان خطرے میں ہے۔ ارے ارے یہ سپاہی کیوں آیا ہے؟"

اس سے پہلے کہ سپاہی کو روکا جاتا اس نے رائفل سیدھی کرکے گولی چلا دی۔ ڈی سی اپنی کرسی پر سے اچھل کر دوبارہ بیٹھ گیا۔ جب وہ اچھلا تو زندہ تھا۔ بیٹھا تو مردہ ہوچکا تھا۔ ڈی مورا کی سوچ کی لہریں باہر نکل گئی تھیں۔

اس نے پھر شیرو کو آلۂ کار بنا کر انٹرکام کے ذریعے کہا۔ "مس فرحانہ! یہ تم نے اچھا نہیں کیا۔ اس طرح تم نے بے حساب دولت جمع نہیں کرسکو گی بلکہ بے حساب دشمن بناتی رہو گی۔"

"میں خود کو دولت کا لالچی کہہ رہی تھی جبکہ دولت کو ٹھکراتی ہوں۔ میں خود کو وطن فروش ظاہر کرکے تمہارا جغرافیہ معلوم کررہی تھی۔ اب اپنے سپرماسٹر سے کہو کہ وہ تم سے ہاتھ دھولے۔ کسی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے کو پاکستان کی زمین راس نہیں آئے گی۔"

"تم نے جس پُھرتی سے ایک سپاہی کے ذریعے دلدار حسین کو قتل کرایا ہے۔ اس سے ثابت ہوگیا کہ ٹیلی پیتھی جانتی ہو۔"

"ہاں جانتی ہوں جاؤ اور سر پکڑ کر سوچو کہ ایک نئی ٹیلی پیتھی جاننے والی لاہور کے ایک چھوٹے سے علاقے بھگوان پورہ میں کہاں سے پیدا ہوگئی جبکہ ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے تم لوگوں نے پیدا کرنے کا ٹھیکا لے رکھا ہے۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ ساجد نے کہا۔ "وہ شیطان تمہارے اندر آسکتا ہے۔ اس لیے جارہا ہوں۔ ابھی آجاؤں گا۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ اس وقت وہ ایک طیارے میں سفر کررہا تھا۔ پیرس سے کراچی اور پھر کراچی سے لاہور جانے والا تھا۔ وہ پیرس سے بہت سی یادگار مسرتیں لے کر جارہا تھا۔ وہاں جھیل کے کنارے جو خوبصورت کاٹیج بنے ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک کاٹیج میں اس کی ملاقات سونیا ثانی اور علی تیمور سے ہوئی تھی۔ انہوں نے بڑی گرم جوشی سے اس کا استقبال کیا تھا۔ اس سے بڑی محبت سے پیش آئے تھے۔

اسی شام وہ ایک میٹرنٹی ہوم میں سلطانہ اور سلمان سے ملاقات کرنے گیا۔ وہ ایک بچی کے والدین بن گئے تھے پھر سلمان اسے بابا صاحب کے ادارے میں لے گیا۔ وہاں سونیا نے بڑے پیار سے اس کا استقبال کیا۔ اس نے کبریا فرہاد اور اعلیٰ بی بی ثانی کو گود میں لے کر پیار کیا۔ بڑی دیر تک سونیا سے باتیں کرتا رہا پھر وہاں جوجو، باربرا اور صفورا آگئیں۔ وہ خوشی سے کِھلا جارہا تھا۔ وہ ایک ایسی فیملی میں پہنچ گیا تھا جہاں قدم رکھنے کا تصور بھی وہ پہلے نہیں کرسکتا تھا۔

باربرا نے کہا۔ "ساجد! میں تمہاری عدم موجودگی میں فرحانہ کے پاس جاتی رہتی ہوں۔ جناب تبریزی صاحب کی ہدایت ہے کہ تم دونوں کا نکاح ٹیلی فون پر پڑھا دیا جائے۔"

ساجد نے کہا۔ "محترم بزرگ کی ہدایت سر آنکھوں پر۔ شاید اس طرح نکاح پڑھانے میں کوئی مصلحت ہے۔"

سونیا نے کہا۔ "وہاں دشمن تمہارے لیے اتنے مسائل پیدا کریں گے کہ لاہور تمہارے لیے کانٹوں کا شہر بن جائے گا۔ اس شہر کو پھولوں کی سیج بنا کر یہاں سے جاؤ۔ وہاں تمہیں نکاح پڑھانے کی بھی فرصت نہیں ملے گی۔"

وہ سونیا، سلمان، جوجو، صفورا اور باربرا کے ساتھ جناب تبریزی کے حجرے میں آیا۔ ان کی قدم بوسی کی، اسے ایک نئی زندگی دینے کا شکریہ ادا کیا پھر آمنہ فرہاد کو مؤدبانہ سلام کرکے عقیدت سے اس کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ جناب تبریزی صاحب نے فرمایا۔ "کوئی کسی کو مسلمان، عیسائی اور یہودی نہیں بناتا۔ اللہ تعالیٰ جسے ہدایت دیتا ہے اسے راستی اور تعمیری راستہ ملتا رہتا ہے۔ میری دعا ہے کہ تمہیں ایسے ہی سچائی اور نیکی کے راستے ملتے رہیں اور گمراہی تم سے دور رہے۔"

لاہور میں فرحانہ سے ٹیلی فون کے ذریعے رابطہ قائم ہوگیا۔ جناب تبریزی صاحب نے اسے بھی دعائیں دیں۔ اس کے والدین سے گفتگو کی۔ ان سے نکاح کی اجازت لے کر فرحانہ اور ساجد کو ازدواجی رشتے میں منسلک کردیا۔

ایسے وقت اس کے بھائی شیرو کو اس کوٹھی سے دور رکھا گیا۔ آمنہ فرہاد نے کہا۔ "فرحانہ! اس وقت ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہارے پاس موجود ہیں۔ تمہارے والدین بھی ہیں۔ دشمن آئندہ شیرو کو آلۂ کار بناتے رہیں گے۔ اس لیے اسے تمہاری شادی کے وقت دور رکھا گیا ہے۔"

سونیا نے ٹیلی فون کے ذریعے فرحانہ کو مبارکباد دی پھر مشورہ دیا۔ "کچھ عرصے کے لیے خاموشی سے لاہور چھوڑ کر اسلام آباد چلی جاؤ۔ اپنے بھائی اور والدین کو بھی کہیں دوسری جگہ منتقل کردو۔"

علی تیمور اور صفورا نے بھی اسے ٹیلی فون کے ذریعے مبارکباد دی۔ باقی ٹیلی پیتھی جاننے والی لڑکیاں اس کے پاس آتی رہیں اور اس سے چھیڑ چھاڑ کرتی رہیں۔ اسی صبح ساجد ایک طیارے میں لاہور کے لیے روانہ ہوگیا۔ ابھی سفر جاری تھا۔ وہ آرام سے اپنی سیٹ پر بیٹھا کبھی میرے تمام فیملی ممبران کو یاد کررہا تھا اور کبھی تصور سے فرحانہ کو دلہن کے روپ میں دیکھ رہا تھا۔

○☆○

ڈی مورا دماغی طور پر حاضر ہوکر سوچ میں پڑ گیا کہ پاکستان میں ایک نئی ٹیلی پیتھی جاننے والی کہاں سے پیدا ہوگئی؟ کیا اسے یہ علم [illegible] طور پر حاصل ہوا ہے؟ یا وہ کوئی امریکی لڑکی ہے جو ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے علم حاصل ہونے کے بعد پاکستان پہنچی ہوئی ہے۔

ماضی میں ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے کئی لڑکیوں نے یہ علم حاصل کیا تھا۔ پھر ان میں سے کوئی اپنے ملک میں نہیں رہی، سب [illegible] سے اُڑ گئی تھیں۔ کچھ مرچکی تھیں، کچھ ایسی تھیں جن کے [illegible] نے جینے کی کوئی رپورٹ نہیں تھی۔ ان میں سے مرینا، الپا، باربرا [illegible] سونیا ثانی منظرِ عام پر تھیں۔ حیرانی یہ تھی کہ فرحانہ کہاں سے [illegible] ہے؟

ڈی مورا نے ڈی سی کی موت سے پہلے اس کے دماغ سے یہ [illegible] طرح معلوم کرلیا تھا کہ فرحانہ ایک پاکستانی لڑکی ہے۔ چند روز [illegible] بہت غریب تھی۔ اس سے ثابت ہوا کہ نہ وہ کبھی امریکا گئی اور [illegible] کبھی ٹرانسفارمر مشین سے گزری ہے۔ فرہاد علی تیمور کے بعد [illegible] دوسری پاکستانی ہستی ہے جس نے اپنی محنت اور قدرت کی منشا [illegible] یہ علم سیکھا ہوگا۔

وہ اپنے بنگلے سے نکل کر سپرماسٹر کے دفتری کمرے میں آیا۔ پھر [illegible] فرحانہ کے متعلق تفصیل سے بتانے لگا۔ اس نے بھی سن کر [illegible]۔ "واقعی یہ حیرانی اور تشویش کی بات ہے کہ پاکستان میں ایک [illegible] خوانی کرنے والی پیدا ہوگئی ہے۔"

"اور اس نے میرے پہلے آلۂ کار دلدار حسین کو قتل کردیا [illegible]۔ اس کا دعویٰ ہے کہ میں پاکستان میں جس ضمیر فروش کو [illegible] بناؤں گا، وہ اسے زندہ نہیں چھوڑے گی۔"

"ہوں۔ پہلے ہی مرحلے پر مضبوط مخالفت کا مظاہرہ ہوچکا ہے۔ [illegible] یہ معلوم کرنا ہوگا کہ وہ تنہا ہے یا اس کی پشت پر اور بھی [illegible] ہیں۔"

"سر! جے مورگن اس پر عاشق ہے۔ وہ کہتا ہے، کسی طرح [illegible] کو قابو میں کرکے اس کے حوالے کیا جائے گا تو وہ اسے لے [illegible] امریکا چلا آئے گا۔"

"نان سنس۔ جب ہم فرحانہ کو قابو میں کرلیں گے تو پھر جے [illegible] گن کا احسان کیوں لیں۔"

"سر! اس میں ایک نکتہ ہے۔ اگر فرحانہ، جے مورگن کو کسی [illegible] پھانس لے گی تو اس کی طاقت بڑھ جائے گی۔ اسی لیے میں [illegible] مورگن سے وعدہ کیا ہے کہ اس کے لیے فرحانہ کو ٹریپ کروں [illegible] لیکن حقیقتاً میں جے مورگن کو پھانس کر اسے پھر سے اپنے [illegible] وفادار بناؤں گا۔"

"فی الحال اپنی توجہ فرحانہ پر مرکوز کرو۔ تمہیں یہ معلوم ہے کہ [illegible] کس علاقے میں کسی کوٹھی میں رہتی ہے۔ اس کوٹھی کا [illegible] کرو کہ وہ وہاں سے نکل نہ پائے۔ وہ جوابی کارروائی [illegible] تو پتا چل جائے گا کہ اس کی پشت پر اور کتنے اہم لوگ [illegible]۔ لڑائی شروع کرنے سے پہلے مخالف کی پوری قوت کو صحیح طرح [illegible] لو۔"

وہ پھر اپنے ہیڈ کوارٹر والے بنگلے میں آگیا۔ فرحانہ کے متعلق کچھ معلوم کرنے کے لیے اس نے پہلے شیرو کو آلۂ کار بنایا۔ شیرو اس وقت اپنے والدین کے ساتھ ایک گاڑی میں سفر کررہا تھا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ وہ اپنے ننھیال ایک پنڈ میں جارہا ہے اور وہیں اپنے والدین کے ساتھ ایک طویل عرصہ تک رہے گا۔

اس نے شیرو کی سوچ میں سوال کیا۔ "فرحانہ جوان لڑکی ہے، ہم اسے تنہا لاہور میں کیوں چھوڑ کر جارہے ہیں؟"

اس کی سوچ نے کہا۔ "وہ خودمختار ہے اس پر کسی جن کا سایہ ہے۔ ہم اس کا حکم ماننے پر مجبور ہوجاتے ہیں۔"

"کیا وہ اتنی بڑی کوٹھی میں تنہا رہے گی؟"

"نہیں وہ بھی شہر چھوڑ کر کہیں جانے والی ہے۔"

شیرو اور اس کے والدین کو معلوم نہیں تھا کہ وہ کہاں جانے والی ہے۔ ڈی مورا، پولیس کے اس اعلیٰ افسر کے پاس آیا جو ڈی سی دلدار حسین کے ساتھ فرحانہ کی کوٹھی میں جاکر اس سے ملاقات کرچکا تھا۔

اس افسر کا نام ملک جاوید حیات تھا۔ وہ دلدار حسین کے قتل کے سلسلے میں اس سپاہی کو پکڑ کر لے گیا تھا جس نے گولی چلائی تھی۔ وہ بے چارہ قسمیں کھا رہا تھا کہ اس نے ہوش و حواس میں رہ کر ایسا نہیں کیا ہے۔ گولی چلانے کے بعد اسے ہوش آیا اور پتا چلا کہ اس نے اپنے ڈی سی کو مار ڈالا ہے۔

اس کے بیان پر کوئی یقین نہیں کررہا تھا۔ ڈی مورا نے اعلیٰ افسر سے کہا۔ "مسٹر ملک! یہ درست کہہ رہا ہے۔"

ملک جاوید حیات نے اپنے سر کو تھام کر سوچا۔ "یہ میرے اندر کیسی آواز آئی ہے جیسے کوئی بول رہا ہو۔"

"ہاں، میں بول رہا ہوں۔ میرا نام ڈی مورا ہے۔ اپنے پولیٹیکل مافیا کے سپرایجنٹ سے میرے بارے میں تصدیق کرسکتے ہو۔ میں ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمنوں سے تمہیں تحفظ دینے آیا ہوں۔"

اس نے ایک کمرے میں آکر دروازے کو بند کیا پھر فون کے ذریعے پولیٹیکل مافیا کے ایک سپرایجنٹ سے رابطہ کرکے پوچھا۔ "کیا آپ کسی ڈی مورا کو جانتے ہیں جو ٹیلی پیتھی جانتا ہے؟"

"ہاں وہ ہماری مدد کرنے کے لیے پاکستان آیا ہے۔ اس کے احکامات کی تعمیل کرو۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ ڈی مورا نے کہا۔ "اب سنو۔ وہ لڑکی فرحانہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے اس نے سپاہی کے دماغ پر قبضہ جما کر اس کے ذریعے ڈی سی کو قتل کیا ہے؟"

"او گاڈ! قانون تو ثبوت مانگتا ہے۔ میں اسے قاتل کیسے ثابت کروں گا؟"

"ان معاملات میں قانون کو بالائے طاق رکھو۔ پہلے اپنے بڑوں کو اور عوام کو یقین دلاؤ کہ اس شہر میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

والی فلاں علاقے اور فلاں کوٹھی میں رہتی ہے۔ وہ یہاں دہشت پھیلانے کے لیے ذمے داران افسران کو قتل کررہی ہے اور تخریبی کارروائیاں کررہی ہے۔"

"جب وہ دوسرا تیسرا قتل کرے گی اور تخریبی کارروائی کرے گی تب اس پر الزام رکھا جاسکے گا۔"

ڈی مورا نے کہا۔ "تمہارے جیسے گھاس چرنے والوں کو یہاں افسر بنادیا جاتا ہے۔ ذرا عقل سے سوچو' جو افسران ہماری پولیٹیکل مافیا کے خلاف ہیں مجھے ان کی آوازیں سناؤ۔ میں انہیں قتل کروں گا اور الزام فرحانہ پر آیا کرے گا۔ ایسی دوا ساز کمپنیوں کے مالکان کا نام بتاؤ جو ڈرگ مافیا کا مال ریٹائن کرنے سے انکار کرتے ہیں' ان کی فیکٹریوں میں بم کے دھماکے ہوں گے اور یہ تخریب کاری فرحانہ کے نام جائے گی۔"

"ہاں یہ تو میں بھول ہی گیا تھا کہ تم بھی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایسا کرسکتے ہو۔ تم ہماری مدد اور تحفظ کے لیے آئے ہو اس لیے اتنا یقین دلا دو کہ وہ مجھے بلیک میل نہیں کرے گی۔ کیونکہ وہ میرا کچا چٹھا جانتی ہے۔"

"تم دو چار دنوں کے لیے چھٹی پر رہو اور مجھے اس افسر کے دماغ میں پہنچا دو جو تمہارا مخالف ہے اور ہماری مافیا والوں کے خلاف کارروائی کرتا رہتا ہے۔"

اس نے کہا۔ "ایک ڈی ایس پی محمد اقبال ہے۔ وہ ہم جیسے پولیس افسران کا محاسبہ کرتا رہتا ہے۔ نہ رشوت لیتا ہے اور نہ رشوت لینے دیتا ہے۔ میں بڑے صاحب کو فون کرتا ہوں۔ تم انہیں قائل کرو کہ ڈی سی دلدار حسین کا کیس ڈی ایس پی اقبال کے سپرد کیا جائے۔"

اس نے اپنے افسر سے فون پر رابطہ کیا پھر کہا "سر! ابھی میرے پنڈ سے فون آیا ہے۔ میری والدہ فوت ہوگئی ہیں۔ مجھے فوراً والدہ کی تجہیز و تکفین کے لیے جانا ہوگا۔ میں صدمے سے نڈھال ہوں۔ واپس آکر چھٹی کی درخواست لکھ دوں گا۔"

افسر نے کہا۔ "تمہاری والدہ کی وفات کا ہمیں افسوس ہے۔ تم جاؤ' میں وہاں دوسرے افسر کو بھیج رہا ہوں۔"

"سر! جانے سے پہلے ایک اہم رپورٹ دینا چاہتا ہوں۔ شاید آپ یقین نہ کریں' ہمارے شہر میں فرحانہ نامی ایک لڑکی ہے۔ اس نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے سپاہی جان محمد کو سحرزدہ کرکے اس کے ذریعے گولی چلا کر ڈی سی صاحب کو قتل کیا ہے؟"

"ٹیلی پیتھی جاننے والے فرہاد علی تیمور سے میری اچھی واقفیت رہی ہے۔ اگر یہاں ایسی کوئی دشمن لڑکی ہے تو میں اس سے نمٹ لوں گا۔ اس کا پتا نوٹ کراؤ۔"

وہ پتا نوٹ کرانے کے بعد بولا۔ "سر! ڈی ایس پی محمد اقبال بہت قابل افسر ہیں۔ وہ فرحانہ سے نمٹ سکیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں اس معاملے پر غور کررہا ہوں۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ ڈی مورا افسر کے خیالات پڑھنے لگا اور اسے قائل کرنے لگا کہ ڈی ایس پی اقبال کو فرحانہ کا محاسبہ کرنے کی ذمے داری دی جائے۔

وہ قائل ہوگیا۔ اس نے فون پر ڈی ایس پی اقبال کو حکم دیا کہ وہ ڈی سی دلدار حسین کے مرڈر کیس کو اپنے ہاتھ میں لے اور فرحانہ کا محاسبہ کرے۔ اسے بتایا گیا کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے اور شاید ملک دشمن عناصر کے لیے کام کررہی ہے۔

ڈی ایس پی نے اچانک سانس روک لی۔ پھر سانس لیتے ہوئے بولا۔ "سر! اس وقت کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے درمیان ہے اور ہماری باتیں سن رہا ہے۔"

افسر نے پوچھا۔ "یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو؟ کیا وہ تمہارے اندر بول رہا ہے؟"

"نو سر! میں یوگا کا ماہر ہوں۔ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرلیتا ہوں۔ اس کی سوچ کی لہریں میرے اندر آئی تھیں لیکن سانس روکتے ہی وہ چلی گئیں۔"

"تمہارا کیا خیال ہے؟ وہ فرحانہ ہوگی؟"

"وہ جو بھی ہے اس وقت آپ کے دماغ میں موجود ہے۔ میں اس سے کہتا ہوں میرے پاس آئے۔ میں سانس نہیں روکوں گا۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر افسر نے پوچھا۔ "کیا وہ تمہارے پاس آئی ہے؟"

"نو سر! مجرمانہ خاموشی ہے۔ میں اس سے نمٹ لوں گا۔ ابھی اس کی کوٹھی کا محاصرہ کرنے جارہا ہوں۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ ڈی مورا کی مرضی کے مطابق کام ہورہا تھا لیکن اسے ایک فکر لاحق ہوگئی تھی۔ افسر نے کہا تھا کہ میری اس سے اچھی واقفیت ہے یعنی کسی موقع پر وہ مجھ سے رجوع کرتا تو وہ اپنی حکمتِ عملی سے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کردیتا۔

دوسری پریشانی یہ تھی کہ وہ یوگا کے ماہر ڈی ایس پی کے اندر نہیں رہ سکتا تھا اور اسے آلۂ کار بنا کر اپنی مرضی کا کھیل نہیں کھیل سکتا تھا۔ اس نے ملک جاوید حیات کے پاس آکر کہا۔ "دو باتیں ہمارے خلاف ہیں۔ ایک تو یہ کہ افسر کی واقفیت فرہاد سے ہے۔ وہ کسی وقت بھی فرہاد کو ہمارے معاملات میں مداخلت کے لیے بلا سکتا ہے۔"

"یہ تو بہت ہی تشویش کی بات ہے۔ اسے ہمیشہ کے لیے خاموش کرنا ہوگا۔"

"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔ یہی کروں گا اور اس کے قتل کا الزام بھی فرحانہ پر آئے گا۔"

"تمہارے خلاف دوسری بات کیا ہے؟"

"وہ ڈی ایس پی یوگا کا ماہر ہے میں اس کے اندر رہ کر اسے آلۂ کار نہیں بنا سکوں گا۔ یہ معلوم کرو کہ ڈی ایس پی کا اسسٹنٹ کون ہے؟ مجھے اس کی آواز سناؤ۔"

"میں جانتا ہوں۔ انسپکٹر جیلانی اس کا قابلِ اعتماد اسسٹنٹ ہے۔ میں ابھی اس کی آواز سناتا ہوں۔"

اس نے فون کا ریسیور اٹھا کر ڈائل کیا پھر رابطہ قائم ہونے پر کسی کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو' کون بول رہا ہے؟"

ملک جاوید خاموش رہا۔ ڈی مورا نے کہا۔ "ٹھیک ہے ریسیور رکھ دو۔ میں اس کے پاس جارہا ہوں۔"

وہ انسپکٹر جیلانی کے اندر پہنچ گیا۔ وہ ریسیور کان سے لگائے کہہ رہا تھا۔ "ہیلو ہیلو کون ہے؟"

پھر اس نے دروازے پر کھڑے ہوئے ڈی ایس پی اقبال کو دیکھ کر ریسیور رکھ دیا۔ فوراً ہی اٹھ کر سیلوٹ کیا۔ ڈی ایس پی نے اسے اشارے سے اپنے کمرے میں آنے کو کہا۔ وہ تیزی سے چلتا ہوا اپنے سینئر کے پیچھے کمرے میں آیا۔ اس نے پوچھا۔ "فون پر کسی نے جواب نہیں دیا؟"

"نہیں سر! دوسری طرف خاموشی تھی۔"

وہ اپنی کرسی پر آکر بیٹھتے ہوئے بولا۔ "اب جو کیس ہمارے ہاتھ میں آیا ہے' اس میں ایسے ہی تماشے ہوں گے۔"

"سر! کیسے تماشے؟ میں نہیں سمجھا۔"

"ہمارے شہر میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی ہے۔ میرے دماغ میں آنا چاہتی تھی۔ ناکام ہوکر تمہارے اندر پہنچی ہوئی ہے۔"

انسپکٹر جیلانی نے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھام کر پوچھا۔ "سر! کیا واقعی؟"

وہ اٹھ کر بولا۔ "ہاں تم ایسا کرو۔ ایک گھنٹے کے لیے اس عمارت سے باہر چلے جاؤ اور واپس آکر رپورٹ دو کہ اس عرصے میں تم نے اپنی مرضی کے خلاف کیا کچھ کیا ہے۔ تم باہر جانے تک یہاں کسی سے ایک لفظ نہیں بولو گے۔ اب جاؤ۔"

وہ سیلوٹ کرکے چلا گیا۔ ڈی ایس پی نے دروازے کو اندر سے بند کیا۔ اسے فرحانہ کا نام پتا اور فون نمبر بتایا گیا تھا۔ اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیا۔ رابطہ ہونے پر فرحانہ کی آواز سنائی دی۔ وہ بولا۔ "میں مس فرحانہ سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ بولی۔ "جی ہاں۔ میں فرحانہ بول رہی ہوں۔ آپ کون ہیں؟"

"تعجب ہے۔ آپ مجھے نہیں جانتیں؟ ابھی آپ نے میرے دماغ میں آنے کی کوشش کی تھی اور ابھی یہ فون اٹینڈ کرنے سے پہلے میرے اسسٹنٹ کے اندر پہنچی ہوئی تھیں۔"

"سر! آپ غلط سمجھ رہے ہیں۔ آخر آپ کون ہیں؟"

"پہلی بار میں نے سانس روک لی۔ وعدہ کرتا ہوں' اب نہیں روکوں گا۔ میرے دماغ میں آکر معلوم کرو میں کون ہوں؟"

وہ تھوڑی دیر تک سوچ میں پڑ گئی پھر بولی۔ "کیا آپ سنجیدگی سے کہہ رہے ہیں کہ تھوڑی دیر پہلے کوئی آپ کے اندر آیا تھا یا آئی تھی؟"

"تمہارا یہ سوال کہہ رہا ہے کہ اس سلسلے میں تم انجان ہو۔ یا انجان بن رہی ہو۔"

"اگر آپ کوئی ذمے دار شخص ہیں تو میں آگے بات کروں گی۔ ورنہ فون بند کردوں گی۔"

"میں ڈی ایس پی محمد اقبال ہوں۔ کیا مجھے ایک ذمے دار شخص تسلیم کرتی ہو؟"

"سب ہی پولیس والے اپنی ذمے داریوں کا احساس نہیں کرتے ہیں۔ اگر آپ واقعی ایک محبِ وطن پولیس افسر ہیں تو میں آپ کی بہن بن کر خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہتی ہوں کہ پہلی بار آپ کی آواز سن رہی ہوں۔ اس سے پہلے نہ آپ کے دماغ میں آئی تھی اور نہ ہی آپ کے کسی اسسٹنٹ کو جانتی ہوں۔"

"کیا ایک بہن کی زبان سے بھائی کے چند سوالوں کے جواب دو گی؟"

"اگر آپ نے دل سے بھائی بننا قبول کیا ہے تو فون پر کوئی سوال نہ کریں۔ میرے پاس آجائیں۔ باہر میرے لیے خطرہ ہے ورنہ میں آپ کے پاس آجاتی۔"

"کوئی بات نہیں' میں آرہا ہوں۔"

"ایک بات اور ہے ویرا! میں بہن بن کر دروازہ کھولوں گی مگر کوئی دھوکا ہوگا اور کوئی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا آپ کے دماغ میں ہوگا تو اسی لمحے میں پولیس کا شعبہ آپ سے ہمیشہ کے لیے محروم ہوجائے گا۔"

"میں بھی خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں کہ یوگا کا ماہر ہوں۔ میرے اندر کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں ہے؟ میں بالکل تنہا آرہا ہوں۔"

وہ ریسیور رکھ کر اٹھ گیا۔ دوسری طرف ڈی مورا نے ملک جاوید حیات کے پاس آکر کہا۔ "تم نے کس کمبخت ڈی ایس پی کو فرحانہ کے پیچھے لگایا ہے۔ وہ ہماری توقع کے خلاف بہت چالاک ہے۔ اس نے سمجھ لیا ہے کہ میں اس کے اسسٹنٹ کے ذریعے اس کے قریب رہ کر اس کے طریقۂ کار کو دیکھتا رہوں گا۔"

"کیا اس نے تمہیں پہچان لیا ہے؟"

"نہیں' یہی ایک بات ہمارے حق میں ہے کہ وہ مجھے فرحانہ سمجھ رہا ہے لیکن مجھے معلوم ہونا چاہیے کہ اب وہ کیا کرنے والا ہے؟"

"وہ فرحانہ کی کوٹھی کا محاصرہ کرے گا تو محاصرہ کرنے والے جتنے سپاہی ہوں گے ان سب کے دماغوں میں تم جاسکو گے۔"

ڈی مورا افسر کے دماغ میں آیا۔ اس نے اس کی مرضی کے مطابق ریسیور اٹھا کر ڈی ایس پی اقبال کے نمبر ڈائل کیے۔ دوسری طرف دیر تک فون کی گھنٹی بجتی رہی پھر ایک سپاہی کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو کون؟"

"ڈی ایس پی کہاں ہے؟"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"سر! وہ ابھی کہیں باہر گئے ہیں۔"

"کیا اپنے ساتھ سپاہیوں کو لے گیا ہے۔"

"نہیں جناب۔ اکیلے گئے ہیں۔ میں ان کی جیپ کا ڈرائیور ہوں، مجھے بھی ساتھ نہیں لے گئے۔"

"وہ جیسے ہی آئے مجھ سے بات کرنے کو کہو۔"

افسر نے ریسیور رکھ دیا۔ ڈی مورا نے سوچا شاید ڈی ایس پی اپنے قابلِ اعتماد اسسٹنٹ انسپکٹر جیلانی سے کہیں جا کر ملے گا۔ وہ جیلانی کے دماغ میں آیا مگر کچھ حاصل نہ ہوا۔ وہ ایک پارک میں بیٹھا اپنے بڑے صاحب کے حکم کے مطابق ایک گھنٹا گزار رہا تھا۔

فرحانہ کھڑکی کے پاس کھڑی تھی۔ پردے کی آڑ سے باہر دیکھ رہی تھی۔ پولیس کی ایک جیپ احاطے میں داخل ہوئی تھی۔ اس میں ایک ہی افسر بیٹھا ہوا خود ڈرائیو کرتا آرہا تھا۔ وہ جیپ پورچ میں آکر رکی تو اس نے دروازہ کھول دیا۔ ڈی ایس پی نے اندر آکر اس کے ہاتھوں میں ریوالور دیکھا پھر مسکرا کر کہا۔ "میں وردی میں ہوں مگر ہتھیار جیپ میں چھوڑ کر آیا ہوں تاکہ تم پوری طرح مجھ پر بھروسا کرسکو۔"

وہ جواباً مسکرا کر بولی۔ "شکریہ! پلیز آپ دروازے کو اندر سے بند کردیں۔"

وہ دروازے کو بند کرنے کے بعد اطمینان سے چلتا ہوا ایک صوفے پر آکر بیٹھ گیا پھر بولا۔ "اگر تم اپنے ریوالور سے مجھے زخمی کردگی تو تمہیں دماغ میں جگہ مل جائے گی۔"

"آپ زبان کے سچے ہیں۔ واقعی بھائی بن کر آئے ہیں۔ میں آپ سے کوئی بات نہیں چھپاؤں گی۔ سچ بات یہ ہے میں ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہوں۔ یہ علم میرے مجازی خدا جانتے ہیں۔"

"وہ صاحب کہاں ہیں؟"

"میرے اندر ہیں۔ آپ کے پاس آنا چاہتے ہیں، کیا آپ اجازت دیں گے؟"

"بے شک، بہن کے لیے دل کا دروازہ کھولا ہے۔ بہنوئی کے لیے دماغ کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔"

"تو پھر آپ لوگ باتیں کریں میں چائے بنا کر لاتی ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ ساجد نے اس کے اندر آکر سلام کیا۔ اس نے جواب دیا۔ "وعلیکم السّلام۔"

ساجد نے کہا۔ "میرا نام ساجد علی ہے۔ میرا سابقہ نام ایوان راسکا تھا اور میں عیسائی تھا۔ میں نے جناب علی اسد اللہ تبریزی سے اسلام قبول کیا ہے۔ شاید آپ جانتے ہوں یہ بابا صاحب کے ادارے کے ایک کامل بزرگ ہیں۔"

"میں نے ان کا ذکر سنا ہے۔ فرہاد علی تیمور صاحب کے حوالے سے اس ادارے کو جانتا ہوں اور آپ کو دینِ اسلام قبول کرنے پر مبارک باد دیتا ہوں۔"

ساجد اپنے اور فرحانہ کے مختصر حالات سنانے لگا۔ اس دوران وہ ایک ٹرالی میں ناشتا اور چائے لے آئی۔ ڈی ایس پی نے ایک بسکٹ اٹھا کر اسے دانتوں سے تھوڑا سا کاٹ کر چباتے ہوئے پوچھا۔ "اچھا تو تم وہ دُلہن ہو، جس نے ابھی تک اپنے دُولہا کو نہیں دیکھا ہے۔"

وہ شرمانے لگی۔ وہ بولا۔ "تم کتنی معصوم اور مہذب ہو۔ شرمانے کی بات پر بے اختیار شرما رہی ہو اور اس کوٹھی کے باہر تمہیں دہشت گرد سمجھا جارہا ہے۔"

فرحانہ نے کہا۔ "میں نے اور ساجد نے اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کو دوستی کا جھانسا دے کر اس سے حقیقت اگلوائی ہے۔ اس کا تعلق امریکا سے ہے۔ اس کا نام ڈی مورا ہے۔ وہ پاکستان کے پرامن ایٹمی پروگرام اور کشمیر کے مسئلے کو کھٹائی میں ڈالنے آیا ہے۔ وہ ایک سپر پاور کا ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے۔ یقیناً بہت بااختیار اور وسیع ذرائع کا مالک بن کر آیا ہوگا۔"

ڈی ایس پی نے کہا۔ "ہمارے ملک کے خلاف بڑی گہری سازشیں ہو رہی ہیں اور ایسی سازشوں میں ہمارے ملک کے بڑے بڑے لالچی عہدیدار شریک رہتے ہیں۔ یہ میری خوش قسمتی ہے کہ مجھے تمہارے جیسی بہن اور ساجد صاحب جیسا ٹیلی پیتھی جاننے والا محبِ وطن پاکستان مل گیا ہے۔ ہم سب مل کر ان کی سازشوں کو ناکام بنانے کی کوشش کریں گے۔"

ساجد نے کہا۔ "ابھی ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ فرحانہ یہاں محفوظ نہیں ہے۔ میں رات کے آٹھ بجے تک یہاں پہنچنے والا ہوں۔ لیکن بھی اس کوٹھی میں داخل ہونے کے بعد باہر نہیں نکل سکوں گا۔"

"ہوں۔ باہر پولیس والے کھڑے ہیں۔ ڈی مورا ان سب کو آلۂ کار بنا کر حملے کرسکتا ہے۔ تم دونوں کو اسی طرح روپوش رہنا چاہیے کہ کوئی دشمن تمہارے سائے تک نہ پہنچ سکے۔"

فرحانہ نے کہا۔ "اس کا ایک ہی راستہ ہے کہ میں ساجد کے آنے سے پہلے یہ کوٹھی، یہ شہر چھوڑ دوں۔ پھر میں جہاں جا کر روپوش ہوں گی وہاں ساجد پہنچ جائیں گے۔"

"تو پھر یہاں سے چلنے کی تیاری کرو۔ اپنا مختصر سا ضروری سامان لے آؤ۔ تب تک میں ساجد سے باتیں کر رہا ہوں۔"

وہ وہاں سے اٹھ کر چلی گئی۔ ڈی ایس پی نے کہا۔ "ڈی مورا میرے اندر آنے کی کوشش کر رہا تھا اور میں اسے فرحانہ سمجھ رہا تھا۔ بہرحال اب وہ معلوم کرتا پھر رہا ہوگا کہ میں کہاں ہوں اور کیا کر رہا ہوں۔"

"یعنی وہ ناکامی کی صورت میں تمہارے بڑے افسران کو آلۂ کار بنا کر یہاں لا سکتا ہے اور فرحانہ کا راستہ روک سکتا ہے؟"

"ہاں۔ وہ ایسا کرسکتا ہے ہمیں اس کی مصروفیات کا علم ہونا چاہیے۔"

"اچھی بات ہے۔ میں ابھی آتا ہوں۔ جب تک میں لائن کلیئر نہ کروں فرحانہ کو کوٹھی سے باہر نہ لے جانا۔"

وہ ڈی ایس پی کے دماغ سے نکل کر ڈی مورا کے پاس آیا۔ اس نے سانس روک لی۔ وہ چند سیکنڈ کے بعد دوبارہ آکر بولا۔ "سانس نہ روکنا۔ میں جے مورگن ہوں۔"

"مسٹر جے مورگن! تم کہاں رہ گئے تھے؟ میں نے سپر ماسٹر کو تمہارے مختصر حالات بتائے ہیں۔ وہ تمہاری واپسی پر بہت خوش ہیں۔ ہمارے درمیان رابطے کے لیے کوئی کوڈ ورڈز مقرر ہونے چاہئیں۔"

"میں تم سے رابطہ کرنے کے لیے ڈی سی دلدار حسین کے پاس گیا تھا۔ پتا چلا اس کا دماغ مردہ ہوچکا ہے۔"

"تمہارے جانے کے بعد اس کمبخت فرحانہ نے بڑی چالاکی سے اسے قتل کردیا تھا۔"

ساجد نے کہا۔ "میں تمہارے اندر اتنی ہی دیر رہنے کی مہلت چاہتا تھا۔ تم نے یہ مہلت دے دی۔"

یہ کہتے ہی اس نے دماغ کو ایک زبردست جھٹکا پہنچایا۔ پورے دماغ کی دنیا میں زلزلہ آگیا۔ وہ اپنے بنگلے کے ایک صوفے سے اچھل کر چیخیں مارتا ہوا فرش پر گرا پھر تکلیف کی شدت سے تڑپنے لگا۔

اس کی چیخیں سن کر کتنے ہی مسلح فوجی اور افسران دوڑتے ہوئے اندر آئے۔ اسے فرش پر سے اٹھاتے ہوئے پوچھنے لگے۔ "تمہیں کیا ہوگیا ہے؟ کیا تکلیف ہے تمہیں؟"

سپر ماسٹر بھی دوڑا چلا آیا۔ اس نے قریب آکر اس پر جھک کر پوچھا۔ "ڈی مورا! کیا بات ہے؟"

ڈی مورا نے دیدے پھیلا کر سپر ماسٹر کو دیکھا پھر اپنا تھرتھراتا ہوا ہاتھ اس کی طرف سہارے کے لیے بڑھایا۔ سپر ماسٹر نے اس کے ہاتھ کو تھام کر پوچھا۔ "کیا تمہیں کوئی ٹریپ کر رہا ہے؟"

اس کے ہونٹ لرزنے لگے۔ سر کی تکلیف ایسی شدید تھی کہ منہ سے آواز نہیں نکل رہی تھی۔ ایسے ہی وقت ساجد نے دوسری بار زلزلہ پیدا کیا۔ یہ انتہا تھی۔ وہ برداشت نہ کرسکا۔ ایک ذرا تڑپ کر بے ہوش ہوگیا۔

ساجد نے ڈی ایس پی اقبال کے پاس آکر کہا۔ "راستہ صاف ہے۔ میری دُلہن کو لے جاؤ۔"

○☆○

تھری ڈی میں سے ایک ڈی عارضی طور پر ناکارہ ہوگیا تھا۔ اسے ہیڈ کوارٹر سے اسپتال میں پہنچا دیا گیا تھا۔ آرمی کے دو ڈاکٹرز اسے اٹینڈ کر رہے تھے اور برین اسکیننگ کے ذریعے اس کی دماغی حالت کی مشینی رپورٹ پڑھتے جارہے تھے۔

سپر ماسٹر کے دفتری کمرے میں اس کے سامنے دو ڈی یعنی ڈی کرین اور ڈی ہاروے بیٹھے میڈیکل رپورٹ کا انتظار کر رہے تھے۔ پھر داؤد منڈولا بھی وہاں آگیا۔ اس نے کہا۔ "میں ڈاکٹرز سے مل کر آرہا ہوں۔ وہ کہتا ہے بہت بڑا شاک پہنچا ہے۔ ہوش میں آنے کے بعد شاید اس کا ذہنی توازن برقرار نہیں رہے گا۔"

"شٹ۔۔۔" سپر ماسٹر نے میز پر ہاتھ مار کر کہا۔ "کیا ہم جدوجہد کرنا چھوڑ دیں اور تقدیر کے قائل ہوجائیں؟"

ڈی ہاروے نے پوچھا۔ "ایسی کیا بات ہے سر؟"

"ایسی ہی بات ہے۔ ایک طویل مدت سے وہ ٹرانسفارمر مشین ہمارے ملک میں ہے۔ اس کے ذریعے یہاں پچاسوں ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا ہوچکے ہیں۔ لیکن اس ملک کو ان سے کیا فائدہ پہنچا ہے؟ کچھ نہیں۔ کوئی فائدہ نہیں بلکہ نقصان پہنچا ہے۔ ان میں سے کچھ یہودیوں کو فائدہ پہنچا رہے ہیں، کچھ فرہاد کے ہتھے چڑھ گئے، کچھ مر گئے، کچھ لاپتا ہوگئے۔"

وہ میز پر گھونسا مار کر بولا۔ "تم چاروں میں سے ڈی مورا کا انجام بھی کچھ ایسا ہی نظر آرہا ہے۔ اس کے بعد تم تین رہ جاؤ گے۔ تم تینوں کیا کرو گے؟ اپنے ملک کے لیے کون سا بڑا کارنامہ انجام دو گے؟ جن یہودیوں کو ہم دودھ پلاتے ہیں وہی ہمیں ڈستے ہیں۔ کیا اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ان سے چھین کر واپس لاؤ گے؟ کیا تم میں سے کوئی فرہاد کا سر کاٹ کر لائے گا؟ فرہاد تو بہت بڑا پہاڑ ہے۔ ڈی مورا کو تو کل کی چھوکری نے الٹا دیا ہے۔"

وہ تینوں سر جھکائے خاموش بیٹھے رہے۔ سپر ماسٹر نے انہیں باری باری دیکھا پھر کہا۔ "ان حالات میں انسان تقدیر کا قائل ہوجاتا ہے۔ ہم اپنی تدبیر سے کوئی قابلِ ذکر ٹیلی پیتھی جاننے والا پیدا نہ کرسکے۔ مدتوں بعد ایک ذہین اور معاملہ فہم جان لمبوڈا پیدا ہوا تھا وہ بے چارہ مارا گیا۔"

پھر خاموشی چھا گئی۔ سپر ماسٹر نے گرج کر پوچھا۔ "کیا میں پاگل ہوں؟ دیواروں سے باتیں کر رہا ہوں؟ یا تم لوگوں کے منہ میں زبان نہیں ہے۔"

ڈی کرین نے کہا۔ "سر! آپ طیش میں آکر بول رہے ہیں ایسے وقت ہماری باتیں آپ کی سمجھ میں نہیں آئیں گی۔"

سپر ماسٹر نے سختی سے ہونٹوں کو بھینچ کر اسے دیکھا پھر اٹھ کر فریج کے پاس آیا۔ اسے کھول کر ٹھنڈے پانی کی بوتل نکالی پھر اسے کھول کر پیا۔ اس کے بعد بولا۔ "اب میں طیش میں نہیں ہوں۔ میرا دماغ ٹھنڈا ہوگیا ہے۔ اب بولو۔"

ڈی کرین نے کہا۔ "سر! ہمیں اپنی ناکامیوں کے اسباب کو سمجھنا چاہیے۔"

ڈی ہاروے نے کہا۔ "جو ٹیلی پیتھی جاننے والے اسرائیل میں ہیں وہ ہماری ہی مشین کی پیداوار ہیں وہ سب یہاں سے گئے ہیں پھر کیا بات ہے کہ وہ یہاں کچھ نہ کرسکے اور وہاں اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔"

"یہی تو میں پوچھ رہا ہوں۔ ہمارے لوگ دوسروں کے غلام بن کر رہنا کیوں گوارا کرتے ہیں؟"

داؤد منڈولا نے کہا۔ "یہی بات آپ غلط سمجھ رہے ہیں۔ وہ یہاں سے ٹرنپ ہو کر جاتے ہیں لیکن کسی کے غلام نہیں رہتے۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ہمارے جتنے لوگوں کو ٹریپ کیا بعد میں انہیں آزاد چھوڑ دیا۔ آپ ایک بھی مثال ایسی نہیں دے سکتے کہ دہاں اب تک کوئی غلام بن کر رہا ہو۔"

"ٹھیک ہے۔ لیکن اسرائیلی حکام کیا ان کے برین واش کرکے انہیں یہودی نہیں بناتے ہیں؟"

"بناتے ہیں مگر کام کرنے کی آزادی دیتے ہیں۔ انہیں چار دیواری اور ہیڈ کوارٹر میں قید نہیں کرتے ہم قید رہ کر صرف سوچ کی لہروں کے ذریعے اپنے آلۂ کار کو سمجھتے ہیں اور آلۂ کار سے حاصل ہونے والی معلومات پر بھروسا کرتے ہیں۔"

داؤد منڈولا نے کہا۔ "اس کے برعکس وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے مختلف بھیس میں دوستوں اور دشمنوں کے آس پاس رہتے ہیں اور ان کے عمل اور ردِعمل کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں سمجھتے ہیں، پھر ان حالات کے مطابق بروقت فیصلہ کرکے جوابی کارروائی کرتے ہیں۔"

سپر ماسٹر نے پوچھا۔ "کیا تم تینوں آزادی حاصل کرنے کی قسم کھا کر آئے ہو؟"

داؤد منڈولا نے کہا۔ "آپ غصے میں جو سوالات کر رہے تھے ہم اس کا مدلل جواب دے رہے ہیں۔ آپ لوگوں کا یہ خیال نہایت ہی ناقص ہے کہ ہم ہیڈ کوارٹر میں قید رہ کر دشمنوں سے محفوظ رہ سکیں گے۔ کیا آپ نے ڈی مورا کو دشمنوں سے بچالیا ہے؟"

ڈی کرین نے کہا۔ "فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والی عورتیں ساری دنیا میں گھومتی ہیں۔ انہیں آج تک کسی نے ٹریپ نہیں کیا۔"

ڈی ہاروے نے کہا۔ "آپ کہیں گے فرہاد کی اسٹیبلشمنٹ میں بڑی پختگی ہے لیکن ثی تارا کے آگے پیچھے کوئی حفاظتی دیوار نہیں ہے پھر وہ کیسے آج تک آزادی سے دنیا گھومتی ہوئی زندگی گزار رہی ہے۔ کوئی اسے پکڑ کر کیوں نہیں لے جاتا؟ کیا پکڑنے والے ثی تارا سے زیادہ ہمیں حسین سمجھتے ہیں؟"

"ابھی آپ نے فرمایا تھا کہ اس ملک میں جان لمبوڈا نے کارنامے انجام دیے ہیں تو پھر غور کریں۔ اسے کس طرح ہر معاملے میں آزادی دی گئی تھی۔ وہ بھی دنیا گھومتا تھا اور کھلے ذہن سے کام کرکے ہمارے ملک کو فائدہ پہنچایا کرتا تھا۔"

سپر ماسٹر نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "تم تینوں کے دلائل بہت مضبوط ہیں۔ میں اعلیٰ افسران سے اس سلسلے میں گفتگو کروں گا۔"

ڈی کرین نے کہا۔ "آپ میری طرف سے یہ بھی کہہ دیں کہ میں ڈی مورا کی طرح ناکامی کا الزام نہیں اٹھاؤں گا۔ اس سے بہتر ہے کہ میرے ذہن سے ٹیلی پیتھی کا علم واش کردیا جائے۔"

دوسرے دن سپر ماسٹر نے اس معاملے کو اعلیٰ حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران کے سامنے رکھا۔ ان تینوں کے تمام دلائل پیش کیے۔ ان کے سامنے مثالیں تھیں کہ کس طرح آزاد رہ کر کام کرنے والے کامیاب ہوتے ہیں۔ بار بار میری اور میرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی مثالیں پیش کی گئیں پھر سب سے بڑی مثال ثی تارا کی تھی جو کبھی کسی کی گرفت میں نہیں آتی تھی۔ ایک تنہا عورت کی مثال شرم دلانے کے لیے کافی تھی۔ وہ اس نتیجے پر پہنچ کر انہوں نے اپنے درجنوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو پابند رکھنے کے باوجود گنوا دیا، اب ان تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو آزادی دے کر ان کی کارکردگی آزمائی جائے۔ شاید بہتر نتیجہ نکل آئے۔

تینوں نے جب یہ فیصلہ سنا تو خوش ہو کر کہا۔ "اب ہم کارنامے دکھائیں گے جو کام ہمارے سپرد کیا گیا ہے اس کے علاوہ ہم اپنے تمام چھینے ہوئے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو دشمنوں سے چھین کر واپس لائیں گے۔"

منصوبوں کے مطابق ڈی کرین نے شرابی برین آدم کو اپنا معمول اور تابعدار بنایا تھا۔ برین آدم تل ابیب جاچکا تھا۔ ڈی کرین بھی اس کے پیچھے اسرائیل چلا گیا۔

اگرچہ داؤد منڈولا اپنی یہودی قوم میں پہنچنا چاہتا تھا لیکن سپر ماسٹر نے کہا۔ "ڈی مورا فی الحال ناکارہ ہے۔ اس کی جگہ داؤد منڈولا پاکستان جائے گا۔"

تیسرے منصوبے کے مطابق ڈی ہاروے مشرقِ وسطیٰ چلا گیا۔

داؤد منڈولا نے سوچا پہلے وہ پاکستان جائے گا۔ سپر ماسٹر کو خوش کرنے کے لیے ایک آدھ کارنامہ انجام دے گا پھر بھیس بدل کر چپ چاپ اسرائیل پہنچ جائے گا۔

داؤد منڈولا بڑا معاملہ فہم اور چالاک تھا۔ بہت سے کارنامے انجام دے سکتا تھا لیکن اس میں سب سے بڑی کمی یہ تھی کہ وہ پاکستان میں بولی جانے والی کوئی زبان نہیں جانتا تھا۔ صرف انگریزی، عربی اور عبرانی بولنے والوں کے دماغوں میں پہنچ سکتا تھا۔

اس کی اس کمی پر سپر ماسٹر نے دھیان نہیں دیا اور منڈولا نے بھی اس کے سامنے بیان نہیں کیا۔ اگر کرتا تو یہ کہا جاتا کہ ایک پنا نوم کا ماہر اس پر عمل کرکے اردو زبان اس کے دماغ میں نقش کرائے گا اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ کوئی اسے معمول بنائے اور اس کے اندر کا یہ بھید معلوم کرے کہ وہ بظاہر جان ولسن ہے لیکن باطن میں ایک یہودی داؤد منڈولا ہے۔

اس نے سوچا پاکستان میں جتنے ضمیر فروش پولیٹیکل مافیا سے منسلک ہوں گے وہ بلاشبہ انگریزی جانتے ہوں گے کیونکہ ان کا تعلق امریکی پولیٹیکل مافیا سے ہوتا ہے اور ان سب سے رابطے کی زبان انگریزی ہوتی ہے۔ اگر کسی ایسے شخص کو آلۂ کار بنانا پڑا تو خیال خوانی کے بجائے اسے اچھی خاصی رقم سے خرید لے گا پھر اس سے اپنی مرضی کے مطابق کام لیتا رہے گا۔

وہ واشنگٹن سے نیویارک آیا پھر وہاں سے پاکستان کے لیے روانہ ہوا۔ اس طیارے نے لندن پہنچ کر پرواز ملتوی کی۔ وہاں سے ایک گھنٹے بعد پرواز کرنے والا تھا۔ لندن کے مسافر اتر گئے تھے اور آگے جانے والے نئے مسافر خالی سیٹوں پر آنے لگے۔ ایسے میں داؤد منڈولا نے دو جوانوں کو دیکھا۔ وہ شوخ رنگ کی جینز اور جیکٹ پہنے ہوئے تھے۔ انہوں نے وہاں آتے ہی ایک ائرہوسٹس کو چھیڑا۔ وہ مسکراتی ہوئی ان سے کترا کر چلی گئی۔ وہ دونوں منڈولا کے سامنے والی سیٹوں پر آکر بیٹھ گئے۔

وہ ہوسٹس پھر پلٹ کر ان کے پاس آئی اور بولی۔ "آپ نے مجھے بلایا۔"

ایک جوان نے کہا۔ "نہیں ہم نے کالنگ بٹن کو ہاتھ بھی نہیں لگایا ہے۔"

دوسرے جوان نے کہا۔ "شاید ہماری آواز تمہارے دل میں دھڑک رہی ہے۔"

وہ دونوں ہنسنے لگے۔ ہوسٹس اپنی ڈیوٹی کے مطابق مسکراتی ہوئی چلی گئی۔ وہ تھوڑی دور جاکر رک گئی۔ داؤد منڈولا نے محسوس کیا کہ وہ ہوسٹس کشمکش میں ہے۔ وہ فوراً ہی اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کا دماغ ضد کر رہا تھا کہ پھر ان جوانوں کے پاس جائے۔ وہ بلا رہے ہیں۔

اور وہ خود کو روک رہی تھی۔ اپنے آپ سے کہہ رہی تھی۔ "وہ نہیں بلا رہے ہیں پھر ان کے پاس جاؤں گی تو وہ میرا مذاق اڑائیں گے۔ اوہ گاڈ! مجھے کیا ہو گیا ہے؟ میں کیوں ان کے پاس جانا چاہتی ہوں؟"

منڈولا نے اس کے اندر توانائی پیدا کی تو اس نے خود کو سنبھال لیا۔ تیزی سے چلتی ہوئی اسٹیورڈ کے پاس آئی پھر بولی۔ "شاید سیٹ نمبر ایف چالیس اور اکتالیس کے مسافر بلا رہے ہیں؟"

اسٹیورڈ سیٹ نمبرز کے بورڈ کو دیکھتے ہوئے بولا۔ "نہیں، چالیس اور اکتالیس نمبروں کی لائٹیں بجھی ہوئی ہیں۔"

منڈولا نے سامنے بیٹھے ہوئے جوانوں کو دیکھا، ان کے سر اور شانے کا پچھلا حصہ کچھ کچھ دکھائی دے رہا تھا۔ وہ ان کی سیٹ کی طرف جھک گیا۔ اس وقت ایک جوان دوسرے سے کہہ رہا تھا۔ "بے چاری کو پریشان نہ کرو۔"

دوسرے نے کہا۔ "یار! یہ تو دیکھو، پریشانی میں وہ اور زیادہ حسین اور پُرکشش لگ رہی ہے۔"

"یار تالبوٹ! میں تمہاری شوخیوں اور شرارتوں سے گھبرانے لگا ہوں۔ کتنی بار سمجھاؤں کہ یوں خواہ مخواہ اپنے علم کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے۔"

تالبوٹ نے کہا۔ "یار مونارو! میں جو شرارت کر رہا ہوں، اس سے کسی کو ٹیلی پیتھی کا شبہ نہیں ہوگا۔ یہ حسین ہوسٹس یہی سمجھے گی کہ اس کا دل آپ ہی آپ ہماری طرف کھنچا آ رہا ہے۔"

مونارو نے کہا۔ "تمہاری یہ شرارت کسی نئی مصیبت کو دعوت دے سکتی ہے۔ اب بس کرو۔ وہ حسینہ مجھے بھی پسند ہے۔ اس کی سوچ نے بتایا ہے کہ اس کی ڈیوٹی استنبول میں ختم ہو جائے گی۔ ہم بھی وہیں اتر جائیں گے۔ پھر بڑی رازداری سے خیال خوانی کے ذریعے اسے اپنے بیڈروم میں آنے پر مجبور کردیں گے۔"

داؤد منڈولا ان کی باتیں سن کر اپنی سیٹ پر سیدھا بیٹھ گیا۔ جہاز پرواز کرنے والا تھا۔ اس لیے سیٹ بیلٹ باندھنے لگا۔ اس کے دماغ میں مونارو اور تالبوٹ کے نام گونج رہے تھے۔ اس نے واشنگٹن میں جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ریکارڈ پڑھے تھے ان میں مونارو اور تالبوٹ کی بھی فائلیں تھیں۔

وہ دو فائلیں سونیا ثانی کی ایک فائل سے منسلک تھیں۔ ماضی کی مختصر سی روداد یہ تھی کہ جان لمبوڈا سونیا ثانی کو ایک محبِ وطن امریکی لڑکی سلوانا سمجھتا تھا۔ اس نے ثانی کی ذہانت اور حاضر دماغی سے متاثر ہو کر اسے ٹرانسفارمر مشین سے گزارا۔ ان دنوں اور کئی لوگ ٹرانسفارمر مشین سے گزرے جن میں مونارو اور تالبوٹ بھی تھے۔ ان دونوں کو سونیا ثانی کا ماتحت بنایا گیا تھا۔

جب ثانی وہاں سے فرار ہوئی تو اپنے ساتھ مونارو اور تالبوٹ کو بھی لے آئی تھی۔ دونوں اس کے زیرِ اثر تھے پھر ایک دن جناب تبریزی صاحب نے ہدایت کی۔ "بیٹی! وہ دونوں غیر سنجیدہ ہیں۔ انہیں آزاد کردو اور انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو۔"

وہ ایک ماہ پہلے آزاد ہوئے تھے۔ ایک تو انہیں آزادی کی نعمت ملی۔ دوسری ٹیلی پیتھی کی دولت تھی، خیال خوانی کے ذریعے جہاں چاہتے تھے اپنے لیے بے انتہا رقم پیدا کرلیتے تھے۔ وہ چلتے پھرتے بینک تھے۔ پیرس اور لندن کے مہنگے سے مہنگے ہوٹلوں میں مہنگی سے مہنگی شراب پیتے تھے اور حسین ترین عورتوں کو ایک ایک رات کے لیے خرید لیتے تھے۔ زندگی اتنی رنگین اور حسین پہلے کبھی نہ تھی اور ان کی ٹیلی پیتھی یہ ضمانت دے رہی تھی کہ وہ اسی طرح ہمیشہ عیش و عشرت کی زندگی گزارتے رہیں گے۔

انہوں نے یورپ کے دو چار شہروں میں خاصی تفریح کرنے کے بعد سوچا کہ ساری دنیا کی سیر کرنے کے لیے پہلے وہ جاپان جائیں گے۔ وہاں سے ایک ایک ملک کی سیر کرتے ہوئے آخر میں اپنے ملک امریکا پہنچیں گے۔

وہ دنیا کے گرد پورا ایک چکر لگانے کے لیے جاپان جا رہے تھے۔ لیکن ان میں مستقل مزاجی نہیں تھی۔ اس طیارے میں ایک حسین ہوسٹس کو دیکھ کر نیت بدل گئی تھی۔ اب وہ اس کے ساتھ استنبول میں دن رات گزار کر جانا چاہتے تھے۔

تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے سانس روکنے اور دماغ کو ہمیشہ حساس رکھنے کے لیے نشہ نہیں کرتے ہیں۔ یہ دھڑکا لگا رہتا ہے کہ کوئی دوسرا خیال خوانی کرنے والا ان کے اندر گھس کر انہیں اپنا معمول اور تابعدار بنالے گا۔ ان دونوں نے یہ طے کیا تھا کہ کبھی کسی خیال خوانی کرنے والے سے نہیں ٹکرائیں گے۔ کسی تنظیم سے رابطہ نہیں رکھیں گے۔ کسی کے معاملے میں نہیں پڑیں گے۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اپنی ایک الگ ہنستی کھیلتی زندگی گزاریں گے۔ جب بہت ضرورت پیش آئے گی تو خیال خوانی کریں گے ورنہ لوگوں کے سامنے ایک عام انسان کی طرح رہا کریں گے۔

بعد میں ٹالبوٹ کچھ زیادہ ہی منچلا ہوگیا اور حسین عورتوں کو چھیڑنے کے لیے خیال خوانی کے علم کا مظاہرہ کرنے لگا۔ یہ بات موناررو کو پسند نہیں تھی۔ اگرچہ وہ بھی حسن پرست تھا تاہم ٹالبوٹ کو سمجھاتا رہتا تھا کہ وہ سرِعام خیال خوانی سے پرہیز کرے۔

اب سمجھانے کا وقت گزر چکا تھا۔ وہ دونوں منڈولا کی نظروں میں آگئے تھے اور منڈولا کی تو چاندی ہوگئی تھی ٹیلی پیتھی کے دو ہتھیار اس کے ہاتھوں میں آرہے تھے۔

جب جہاز پرواز کرنے لگا اور سیٹوں کے درمیان راہداری سے شراب کی ٹرالی گزرنے لگی تو دونوں نے وہسکی کے ڈبل پیگ لیے پھر اپنے اپنے جام سے ہلکی ہلکی سی چسکی لینے لگے۔ ٹالبوٹ نے کہا۔ "یار! یہ دنیا کتنی خوبصورت ہے۔ دلکش نظارے' رنگین ملبوسات' مسحور کن خوشبوئیں' دلفریب مسکراہٹیں' چاند اور گلاب جیسے حسین چہرے پھر کھانوں میں طرح طرح کی لذتیں ہیں' رنگ ہے' نور ہے' گنگناتے ہوئے لمحات ہیں۔ لوگ جنت کی آرزو میں عبادتیں کرتے کرتے مرجاتے ہیں اور یہ جان نہیں پاتے کہ دنیا کی حسین ترین جنت سے محروم رہ کر منوں مٹی کے تلے دب گئے ہیں۔"

موناررو نے کہا۔ "درست کہتے ہو اس دنیا کی جنت کے مزے صرف وہ لوٹتے ہیں جو بے حد دولت مند ہوتے ہیں یا پھر ہماری طرح خیال خوانی کرنے والے ہوتے ہیں۔"

"ہاں۔ مگر سب ہی خیال خوانی کرنے والے ہماری طرح بے باک اور دلیر نہیں ہوتے۔ وہ سہمے ہوئے رہتے ہیں' عورت کو دیکھ کر ترستے ہیں۔ اس ڈر سے قریب نہیں جاتے کہ کوئی دشمن' عورتوں کو آلۂ کار بنا کر انہیں نقصان پہنچائے گا۔ اس خوف سے شراب کو منہ نہیں لگاتے کہ پھر دماغ حساس نہیں رہے گا اور مدہوشی میں پرائی سوچ کی لہریں محسوس نہیں ہوں گی۔"

داؤد منڈولا بڑی خاموشی سے اس کے اندر چلا آیا۔ اس کے ساتھ بیٹھا ہوا موناررو کہہ رہا تھا۔ "ہاں' تم ٹھیک کہتے ہو۔ ڈرتے ڈرتے جینا بھی کوئی جینا ہے؟ میں پینے سے پہلے احتیاطاً سوچتا ہوں کہ پینا نہیں چاہیے۔ کسی دشمن کے لیے اپنے دماغ کا دروازہ نہیں کھولنا چاہیے لیکن پینا شروع کرتے ہی سارا خوف مٹ جاتا ہے۔ شراب جرأت پیدا کرتی ہے۔"

منڈولا اس جرأت مند کے اندر بھی پہنچ گیا۔ ان کے دستی بیگ میں ایک بھری ہوئی بوتل رکھی ہوئی تھی۔ اس نے دونوں کو اور زیادہ پینے پر مائل کیا۔ جب خاصا نشہ طاری ہونے لگا تو اس نے دونوں کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے تھپک تھپک کر سلا دیا۔ کھانے کی ٹرالی ان کے قریب سے گزری۔ اس وقت وہ گہری نیند میں تھے۔ ہوسٹس نے انہیں جگانا مناسب نہیں سمجھا۔ آگے بڑھ کر ٹرالی منڈولا کے پاس لے آئی۔ اس نے اپنے لیے ایک پلیٹ میں برائے نام کھانے کی کچھ چیزیں لیں۔ ہوسٹس نے مسکرا کر کہا "یہ دونوں بڑی زندہ دلی دکھا رہے تھے۔ دو پیگ میں ہی لڑھک گئے ہیں۔"

منڈولا نے کہا۔ "آدمی اپنے اعمال سے لڑھکنے کے راستے پر آتا ہے۔ اسے تقدیر اسی راستے پر لڑھکا دیتی ہے۔"

ہوسٹس آگے چلی گئی۔ منڈولا نے پیٹ کی تسلی کے لیے کچھ کھایا۔ ایک کپ کافی پی پھر تازہ دم ہوکر ٹالبوٹ کے اندر پہنچ گیا۔ خود اپنی سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کرلیں۔ تاکہ مسافر یا ہوسٹس وغیرہ اسے گہری نیند میں سمجھ کر اسے مخاطب نہ کریں۔

اس طرح اس نے نہایت سکون و اطمینان سے پہلے ٹالبوٹ پر پھر موناررو پر تنویمی عمل کیا۔ انہیں اپنا معمول اور تابعدار بنایا پھر کامیابی کی مسرتوں سے سرشار ہوکر خود بھی سوگیا۔ کامیابی اس پہلو سے بھی تھی کہ موناررو اور ٹالبوٹ بیشتر ایشیائی زبانیں جانتے تھے۔ اردو اچھی خاصی بول لیتے تھے۔ انہوں نے منڈولا کی ایک بڑی کمی کو پورا کردیا تھا۔

O☆O

ساجد نے ڈی مورا کو اس بری طرح آؤٹ کیا تھا کہ اب چند گھنٹوں تک فرحانہ کے راستے میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا رکاوٹ نہیں بن سکتا تھا۔

اس نے ڈی ایس پی اقبال کے پاس آکر کہا۔ "میں نے اس دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے کو بیرک میں واپس پہنچا دیا ہے۔ ابھی وہ کئی دنوں تک زیرِ علاج رہے گا۔ فرحانہ کے لیے راستہ صاف ہے۔ آپ اسے جلد ہی یہاں سے لے جائیں۔"

ڈی ایس پی نے کہا۔ "جب دشمن ناکارہ ہوگیا ہے تو پھر عجلت میں یہاں سے نہیں جانا چاہیے۔ میں سوچ رہا ہوں کہ مجھے چھٹی نہیں ملے گی۔ فرحانہ اسلام آباد جانا چاہتی ہے۔ اسے کیسے لے جاؤں؟ اپنی بہن کو تنہا نہیں جانے دوں گا۔"

"یہ تنہا نہیں رہے گی۔ میں اس کے اندر موجود رہوں گا۔ پھر کوئی ایسی مصیبت آئی کہ قانونی سہارے کی ضرورت پڑے تو آپ سے رابطہ کروں گا۔"

ساجد یہ باتیں فرحانہ کی زبان سے کہہ رہا تھا تاکہ وہ بھی سنتی رہے۔ اس نے کہا۔ "اقبال بھائی! آپ ان پولیس والوں میں سے ہیں جو صرف اپنی تنخواہ پر گزارہ کرتے ہیں اور حرام کی کمائی کو ہاتھ نہیں لگاتے لیکن میں آپ کا بھائی ہوں اور ایک بھائی کی دولت پر دوسرے بھائی کا حق ہوتا ہے۔"

"بس آگے نہ کہو۔ میں سمجھ گیا جو بات میرے مزاج کے خلاف ہے اسے بڑی خوبصورتی سے بنا کر بول رہے ہو۔"

"میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ بات نہیں بنا رہا ہوں۔ کیا آپ اپنے بھائی کی کمائی کو حرام کی کمائی سمجھتے ہیں۔"

"دیکھو ساجد! ابھی فرحانہ کو فوراً یہاں سے لے جانا ہے' تم یہ غیر ضروری باتیں نہ کرو۔"

"یہ غیر ضروری نہیں ہے۔ فرحانہ ابھی یہ کوٹھی اور سیف میں لاکھوں روپے چھوڑ کر جارہی ہے۔ اگر آپ نے یہاں کی چابیاں نہ لیں تو یہ چور ڈاکوؤں کے لیے سب کچھ کھلا چھوڑ جائے گی۔"

فرحانہ نے چابیاں اس کے ہاتھ پر رکھ کر کہا۔ "آپ انکار کریں گے تو واقعی میں سیف اور کوٹھی کو کھلا چھوڑ جاؤں گی۔"

دونوں نے اسے مجبور کیا۔ فرحانہ نے کہا۔ "آئندہ میں یہاں آؤں تو بھابی اور بچوں کو دیکھوں۔ مجھے یہ خوشی ملنی چاہیے کہ میں اپنے میکے اپنے بھائی کے گھر آئی ہوں۔"

وہ ڈی ایس پی بھائی کے ساتھ کوٹھی سے باہر آکر اپنی کار میں بیٹھی۔ بھائی سے بولی۔ "آپ مجھے تنہا نہ سمجھیں۔ میرے ساتھ ساجد رہیں گے۔ کوئی مصیبت آئے گی تو ضرور آپ سے رابطہ کروں گی۔"

وہ ڈرائیو کرتی ہوئی کوٹھی کے احاطے سے باہر آئی پھر ایک سڑک پر مناسب رفتار سے گاڑی چلانے لگی۔ اس نے صرف دو ہی دن گاڑی چلانے کی ٹریننگ حاصل کی تھی اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے ساجد نے اسے ڈرائیونگ لائسنس دلا دیا تھا۔ وہ اناڑی ہونے کے باوجود اس لیے اعتماد سے ڈرائیو کررہی تھی کہ ساجد اس کے اندر موجود تھا۔ ٹریننگ میں جو کمی رہ گئی تھی اسے پوری کرتا جارہا تھا۔

اس نے لاہور سے اسلام آباد کے ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں اپنے لیے ایک سوئٹ ریزرو کرائی تھی۔ اٹیچی میں تین لاکھ روپے تھے۔ ضرورت کے وقت تین کروڑ اور تین ارب روپے بھی پیدا ہوسکتے تھے۔ اسے دنیا کی سب سے خوش نصیب لڑکی کہا جاسکتا تھا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے دولت لٹاتی رہتی' تب بھی دولت یہی شکایت کرتی کہ اسے خرچ نہیں کیا جارہا ہے۔

وہ بڑے مزے سے ہائی وے پر ڈرائیو کرتی جارہی تھی۔ ساجد نے اسے آزاد چھوڑ دیا تھا۔ جب کوئی اندیشہ محسوس ہوتا تو وہ ڈرائیونگ کے سلسلے میں اسے سمجھاتا کہ کس طرح گاڑی کو قابو میں رکھنا چاہیے۔ نارمل ڈرائیونگ اسی وقت ممکن ہے جب ڈرائیو کرنے والا پورے حواس میں رہے۔

جہلم کے قریب سڑک کے کنارے ایک کار رکی ہوئی تھی۔ اس کار کا بونٹ اٹھا ہوا تھا جس سے ظاہر تھا کہ اس کار میں کوئی خرابی پیدا ہوگئی ہے۔ وہاں ایک مرد اور دو عورتیں کھڑی ہوئی تھیں۔ انہوں نے ہاتھ کے اشارے سے فرحانہ کو رکنے کے لیے کہا۔ چونکہ عورتیں تھیں اس لیے فرحانہ نے قریب پہنچ کر گاڑی روک لی۔

ایک جوان عورت نے کار کی کھڑکی پر جھک کر کہا۔ "آپ کا شکریہ کہ گاڑی روکی۔ ورنہ ہائی وے پر واردات کے خوف سے کوئی گاڑی نہیں روکتا ہے۔ آپ کا پھر ایک بار شکریہ۔"

ایک جوان لڑکی نے قریب آکر کہا۔ "یہ میری بھابی ہیں اور وہ میرے بھائی جان ہیں۔ گاڑی میں کوئی خرابی پیدا ہوگئی ہے وہ نہ جانے کب تک ٹھیک ہو' چھ بجے سے پہلے میرا پنڈی پہنچنا ضروری ہے۔ کیا آپ صرف مجھے لفٹ دیں گی۔ بھائی اور بھابی بعد میں آجائیں گے۔"

فرحانہ نے کہا۔ "تم ایک لڑکی ہو اس لیے لفٹ مل سکتی ہے۔ آجاؤ۔"

"تھینکس اے لاٹ۔ آپ بہت اچھی ہیں۔ آپ کو ڈکی کھولنے کی زحمت کرنی ہوگی۔ میں اپنا سوٹ کیس رکھوں گی۔"

فرحانہ نے ڈکی کھولی۔ لڑکی کے بھائی نے اپنی گاڑی کی ڈکی سے ایک بڑا اور بھاری سوٹ کیس نکال کر اس ڈکی میں لاکر رکھ دیا۔ فرحانہ نے ڈکی کو لاک کردیا۔ اس کے بھائی نے بھی شکریہ ادا کیا۔ لڑکی فرحانہ کے پاس اگلی سیٹ پر آگئی پھر وہ گاڑی چل پڑی۔

اس دوران ساجد اس اس مرد اور دونوں عورتوں کے خیالات پڑھتا رہا تھا اور فرحانہ کو بتاتا رہا تھا کہ اس سوٹ کیس میں سونے کے بسکٹ ہیں۔ جن کی مالیت پچاس لاکھ روپے ہے۔

فرحانہ نے پوچھا۔ "یہ سوٹ کیس میری کار میں کیوں رکھا جارہا ہے؟"

"اس شخص کو تھوڑی دیر پہلے موبائل فون پر اطلاع ملی تھی کہ جہلم کی فوجی چوکی پر گاڑیوں کو چیک کیا جارہا ہے۔ مال وہاں سے واپس نہیں ہوسکے گا۔"

فرحانہ نے پوچھا۔ "کیا اب میں پھنسنے والی ہوں؟"

"اس شخص کو پچاس لاکھ کے مال پر پانچ لاکھ روپے کمیشن ملیں گے۔ وہ اتنی بڑی رقم چھوڑنا نہیں چاہتا۔ ایک رِسک لے رہا ہے کہ شاید مال نکل جائے۔ نہ نکل سکا تو وہ اور اس کی بیوی محفوظ رہیں گے آفت تم پر اور اس لڑکی پر آئے گی۔"

فرحانہ نے کہا۔ "یہ لڑکی اپنی گرفتاری کے خیال سے خوفزدہ نہیں ہے۔"

"اس کی سوچ بتا رہی ہے کہ ایک بار اس نے ایک بڑے افسر کو مسکراہٹوں کے جال میں پھنسا کر مال نکال لیا تھا۔ شاید اس بار بھی کامیاب ہوجائے۔ اس لڑکی کو پانچ لاکھ میں سے ڈیڑھ لاکھ ملیں گے۔"

اس وزنی سوٹ کیس کو ڈکی میں رکھنے تک ساجد نے فرحانہ کو تمام حقائق بتا دیے تھے۔ جب وہ گاڑی ڈرائیو کرنے لگی تو لڑکی نے پوچھا۔ "تمہارا نام کیا ہے؟"

فرحانہ نے کہا۔ "میں نے تمہارا نام نہیں پوچھا۔ تم بھی نہ پوچھو۔ تھوڑی دور کے سفر میں اجنبی رہیں تو بڑا تجسس پیدا ہوتا رہتا ہے۔ مجھے تمہارے متعلق سوچنے دو اور تم میرے بارے میں سوچتی رہو۔"

لڑکی بھی یہی چاہتی تھی کہ خاموش رہے۔ یوں پیش آنے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

والے حالات کے متعلق سوچنے کا موقع مل رہا تھا۔ اس کے پاس ایک چھوٹی سی اٹیچی بھی تھی جو اس کے قدموں کے پاس رکھی ہوئی تھی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ گرفتاری کی بات آئے گی تو اس سوٹ کیس کی ملکیت سے انکار کردے گی۔ یہ بیان دے گی کہ وہ اپنی چھوٹی سی اٹیچی اٹھائے سڑک کے کنارے کھڑی تھی تو اس کار والی نے اسے پنڈی پہنچانے کی لفٹ دی تھی۔

وہ چوکی سامنے آگئی۔ سپاہیوں نے گاڑی روکنے کا اشارہ کیا۔ اس نے گاڑی روک دی۔ دو سپاہی کار کے دونوں طرف آکر کھڑکیوں سے اندر جھانکنے لگے۔ پچھلی سیٹ پر فرحانہ کی اٹیچی رکھی ہوئی تھی۔ دونوں سپاہی پوچھ رہے تھے کہ اندر گاڑی میں کیا رکھا ہے؟ وہ دونوں کون ہیں اور کہاں جارہی ہیں؟"

فرحانہ ڈکی کی چابی لے کر کار سے نکلی۔ پھر سیدھی افسر کے پاس آکر بولی۔ "میں بلند مرتبے والوں سے بات کرتی ہوں۔ میری گاڑی صرف آپ چیک کریں گے تو مجھے خوشی ہوگی۔"

افسر نے مسکرا کر کہا۔ "میں آپ کے مزاج کے مطابق ہی کروں گا۔"

ساجد اس کے اندر پہنچ گیا۔ اس نے سپاہیوں سے کہا۔ "تم سب جاؤ۔ میں چیک کرلوں گا۔"

سپاہی وہاں سے ہٹ گئے۔ افسر نے پوچھا۔ "گاڑی کے اندر کیا ہے؟"

فرحانہ نے کہا۔ "ہم لڑکیوں کا سامان ہے۔ مردوں کو نہیں دیکھنا چاہیے۔"

اس نے نہیں دیکھا۔ وہ پیچھے ڈکی کی طرف گیا۔ لڑکی کا خون خشک ہورہا تھا۔ وہ اگلی سیٹ پر گھوم کر پیچھے والی ونڈ اسکرین کے پار دیکھ رہی تھی۔ ڈکی کا اوپری حصہ اٹھ گیا تھا اس کے بعد سوٹ کیس کو کھولا جارہا ہوگا۔ راز کھلنے والا تھا۔ گرفتاری لازمی ہونے والی تھی۔ اسی وقت ڈکی بند ہوگئی۔

ساجد نے افسر کے دماغ پر قبضہ جما رکھا تھا۔ اس کے اندر یہ یقین پیدا کررہا تھا کہ وہ سوٹ کیس کھول کر دیکھ چکا ہے۔ کوئی قابلِ اعتراض چیز نہیں ہے۔ اس نے چابی فرحانہ کو واپس کرکے جانے کی اجازت دی۔ وہ چابی لے کر اسٹیئرنگ سیٹ پر آئی۔ کار اسٹارٹ کرنے لگی۔ لڑکی نے پوچھا۔ "کیا اس نے جانے کی اجازت دے دی ہے؟"

وہ کار آگے بڑھاتے ہوئے بولی۔ "کیا ہمیں اجازت نہیں ملنی چاہیے۔ کیا گاڑی میں سونا اسمگل ہورہا ہے؟"

"ن؟ نن۔۔۔۔ نہیں۔ میرے پاس تو بس یہی سونا ہے جو میں نے پہنا ہوا ہے۔"

"تم کچھ گھبرائی ہوئی سی ہو؟"

"نہیں۔ میں بھلا کیوں گھبراؤں گی۔"

"وہ لوگ پیچھے آرہے ہیں؟"

لڑکی نے ایک دم سے گھبرا کر پیچھے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "کون آرہے ہیں؟"

پھر وہ خوش ہوکر بولی۔ "ارے وہ تو بھائی جان کی گاڑی ہے۔ ٹھیک ہوگئی ہے۔ تم ایک طرف گاڑی روک دو۔ میں اس گاڑی میں چلی جاؤں گی۔"

"میرے ساتھ چلنے میں کیا حرج ہے؟ تم میری تنہائی دور کررہی ہو۔"

پیچھے والی کار تیزی سے چلتی ہوئی برابر آگئی۔ اس میں بیٹھی ہوئی عورت نے کہا۔ "تمہاری گاڑی ٹھیک ہوگئی ہے۔ رک جاؤ۔ اب ہم تمہیں زحمت نہیں دیں گے۔"

اس نے سڑک کے کنارے اپنی گاڑی روک دی۔ دوسری کار آگے جاکر رکی۔ عورت اور مرد باہر آئے۔ وہ لڑکی بولی۔ "تمہارا شکریہ۔ چابی دو۔ میں اپنا سوٹ کیس نکالوں گی۔"

فرحانہ نے چابی دے دی۔ وہ تینوں تیزی سے ڈکی کے پاس آئے۔ پہلے لڑکی نے کی ہول میں چابی ڈال کر اسے کھولنا چاہا مگر چابی ہول میں نہیں جارہی تھی۔ اس شخص نے لڑکی سے چابی لے کر اسے کھولنا چاہا لیکن چابی اندر جانے سے پہلے ترچھی ہوکر اٹک جاتی تھی۔ پھر دوسری عورت نے چابی لے کر کوشش کی۔

جس کے ہاتھ میں چابی ہوتی تھی ساجد اس کے دماغ میں پہنچ جاتا تھا پھر چابی گھومنے سے پہلے اس کا دماغ گھما دیتا تھا۔ فرحانہ نے آکر پوچھا۔ "تم لوگ اتنی دیر سے کیا کررہے ہو۔ چابی مجھے دو۔"

وہ بھی الٹی چابی ہول میں ڈالنے لگی۔ عورت نے کہا۔ "یہ الٹی ہے۔"

فرحانہ نے اسے چابی دے کر کہا۔ "تم سیدھی کرو۔"

عورت نے پھر کوشش کی لیکن اس ڈکی کو نہیں کھلنا تھا۔ اس لیے نہیں کھل رہی تھی۔ کوشش کرتے کرتے ایک گھنٹا گزر گیا۔ فرحانہ نے پوچھا۔ "تم لوگوں نے یہ کیا مصیبت لا کر رکھ دی ہے۔ چابی اندر نہیں جارہی ہے اور مصیبت باہر نہیں آرہی ہے۔"

"پہلے تو اسی چابی سے ڈکی کھل گئی تھی۔ اب کیوں نہیں کھل رہی ہے؟"

فرحانہ نے کہا۔ "مجھ سے کیا پوچھتے ہو؟ میں کیا فراڈ کررہی ہوں؟ اب میں یہاں نہیں رکوں گی۔ اندھیرا پھیلنے والا ہے۔ یہاں سے چلو۔ اسے پنڈی چل کر کھولا جائے گا۔"

وہ عورت اس لڑکی کے ساتھ اگلی کار میں چلی گئی۔ وہ شخص فرحانہ کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ پھر دونوں گاڑیاں آگے پیچھے چلنے لگیں۔ اس شخص نے کہا۔ "اگر پنڈی پہنچ کر ڈکی نہ کھلی تو اسے توڑنا ہوگا۔"

وہ بولی۔ "دنیا کے کسی لاک بریکر سے ڈکی کا لاک نہیں ٹوٹے گا اسے تو صرف راجر ولسن ہی کھول سکتا ہے۔"

وہ ایک دم چونک کر بولا۔ "تم راجر صاحب کو کیسے جانتی ہو؟"

"اس قسم کے کسی بھی سوال سے ڈکی نہیں کھلے گی۔ جبراً کھولنا چاہو گے تو میں اسے تھانے میں لے جاکر کھڑی کردوں گی۔"

اس نے غصے سے دیکھا پھر پوچھا۔ "تم کون ہو؟"

"میں صرف اپنے مرتبے والوں سے متعارف ہوتی ہوں۔ پرل کے سوئٹ نمبر ون زیرو سکس میں میرا قیام ہے۔ یہ کار پرل کے پارکنگ ایریا میں کھڑی رہے گی۔ اس کے قریب جاؤ گے اور ڈکی کھولنے کی حماقت کرو گے تو اس سے پہلے ہی پولیس پہنچ جائے گی۔"

اس نے دانت پیستے ہوئے مٹھیاں بھینچ کر کہا۔ "میں ابھی تمہیں قتل کرسکتا ہوں۔"

"پھر تو قیامت تک ڈکی نہیں کھلے گی اور نہ ہی پچاس لاکھ روپے کے سنہرے بسکٹ ملیں گے۔"

وہ پھر ایک بار چونک کر بولا۔ "تم کیسے جانتی ہو کہ اس میں سونے کے بسکٹ ہیں؟"

"تمہیں کسی سوال کا جواب نہیں ملے گا۔ راجر سے کہو۔ مجھ سے بات کرے۔ یہ تمہارا موبائل فون کس کام آئے گا؟"

وہ پس و پیش میں تھا۔ پریشانی سے سوچتا رہا پھر بولا۔ "میں راجر کو یہ باتیں بتاؤں گا اور اسے معلوم ہوگا کہ مال تمہارے پاس ہے تو وہ پنٹری بدل دے گا۔ ہمارا کمیشن ختم کردے گا۔ وہ کمیشن تمہیں دے گا۔"

"تم ایسی پارٹی کے لیے ملکی مفادات کے خلاف کام کرتے ہو جو ذرا سی بات پر تمہارے پانچ لاکھ کا منافع چھین لیتی ہے۔"

"[illegible] ہے' تم کیسے جانتی ہو کہ مجھے پانچ لاکھ ملنے والے تھے؟"

"میں کہہ چکی ہوں تمہیں کسی سوال کا جواب نہیں ملے گا۔"

"پھر تو میں اپنا منافع نہیں چھوڑوں گا۔ یہ مال لے کر ہی جاؤں گا۔ یہ نہ ملا تو گرفتار ہونے سے پہلے تمہیں قتل کردوں گا۔"

اس نے ریوالور نکال لیا۔ پھر غیر ارادی طور پر اپنی طرف کے دروازے کو کھولا۔ ساجد نے کہا۔ "فرحانہ! اسے ایک ہاتھ سے دھکا دو۔ زور لگانا ضروری نہیں ہے۔"

اس نے ہولے سے ایک ہاتھ اس کے شانے پر مارا۔ ساجد نے اس کے اندر رہ کر اسے سیٹ پر سے باہر کی طرف اچھال دیا۔ وہ چیخیں مارتا ہوا چلتی گاڑی سے باہر سڑک پر گر پڑا۔ پھر ڈھلان پر لڑھکتا ہوا دور چلا گیا۔

اس کی ساتھی عورتوں نے گاڑی روک لی۔ فرحانہ نے بہت دور جاکر گاڑی روکی۔ اسے سخت چوٹیں آئی تھیں۔ وہ تکلیف سے کراہتا ہوا سڑک کی طرف چڑھائی چڑھنے لگا۔ ایک طرف موبائل فون پڑا ہوا تھا۔ اس نے اسے اٹھا لیا۔ ریوالور بھی کہیں گر پڑا تھا۔ ساجد نے اس کے ذہن سے ریوالور کو بھلا دیا۔ وہ اوپر سڑک کے کنارے آیا تو اس کی بیوی نے پوچھا۔ "کیسے گر پڑے تھے؟"

وہ کراہتے ہوئے بولا۔ "وہ کوئی نازرن کی بیٹی ہے۔ اس نے مجھ جیسے ڈیل ڈول والے کو ایک دھکے میں باہر پھینک دیا۔ وہ ہمارے مال کے بارے میں سب کچھ جانتی ہے۔ ہمارا وہ سوٹ کیس واپس نہیں کرے گی۔"

ان تینوں نے دیکھا فرحانہ اپنی کار سے باہر نکل کر کھڑی ہوئی تھی۔ بیوی نے پوچھا۔ "رانا! کیا تم اس لڑکی سے مال واپس نہیں لے سکو گے؟"

"وہ کہتی ہے ہم زبردستی کریں گے تو مال تھانے لے جائے گی اور یہاں راستے میں زبردستی کی گئی تو پولیس والے آجائیں گے۔ اب میں اسے قتل بھی نہیں کرسکتا۔ پتا نہیں ریوالور کہاں چلا گیا ہے۔ شاید میرے باہر گرتے وقت وہ اسی کار کے اندر رہ گیا ہے۔"

نوجوان لڑکی نے کہا۔ "یقیناً ہتھیار بھی اس کے پاس ہے اور مال بھی اس کے قبضے میں ہے تو ہمیں پانچ لاکھ پر فاتحہ پڑھ لینا چاہیے۔"

"ہرگز نہیں' میں اتنی بڑی رقم نہیں چھوڑوں گا۔ وہ وہاں کھڑی ہوئی ہے۔ چاہتی تو بھاگ جاتی مگر میرا انتظار کررہی ہے۔ شاید وہ کوئی سمجھوتا کرے گی۔"

وہ لنگڑاتا اور کراہتا ہوا فرحانہ کے پاس آیا۔ وہ بولی۔ "افسوس اب تمہارے پاس ہتھیار بھی نہ رہا۔ مجھے قتل نہیں کرسکو گے' چلو شرافت سے گاڑی میں بیٹھ جاؤ۔"

وہ سر جھکا کر خاموشی سے بیٹھ گیا۔ وہ اسٹیئرنگ سیٹ پر آکر کار اسٹارٹ کرتی ہوئے بولی۔ "جب ظالم ہتھیار اور طاقت سے خالی ہوجاتا ہے تو بڑا معصوم اور مسکین بن جاتا ہے۔"

وہ بولا۔ "پلیز' سمجھوتا کرلو۔ میں مال کمانے کے لیے جان کی بازی لگا دیتا ہوں یا پھر دوسروں کی جان لے لیتا ہوں۔"

"تم پھر مجھے مار ڈالنے کی دھمکی دے رہے ہو۔ کیا پھر نیچے گراؤں؟ اس بار زندہ نہیں بچو گے۔"

"میں دھمکی نہیں دے رہا ہوں۔ دوستی کرنا چاہتا ہوں۔"

"اگر تم نے ایک منٹ کے اندر راجر ولسن سے رابطہ نہیں کیا تو میں تمہارا موبائل فون چھین کر تمہیں باہر پھینک دوں گی۔"

وہ غصے سے اس پر جھپٹ پڑنا چاہتا تھا لیکن اس نے پہلے کی طرح بے اختیار اپنی طرف کا دروازہ کھولا۔ فرحانہ نے ایک ہاتھ رسید کیا۔ وہ چیخیں مارتا ہوا پھر چلتی گاڑی سے باہر جاگرا۔ موبائل فون اندر رہ گیا۔

فرحانہ نے کار کو روک کر پیچھے دیکھا۔ پیچھے دوسری گاڑی رک گئی تھی۔ دونوں عورتیں اس شخص کو واپس لانے کے لیے نشیب کی طرف دوڑتی جارہی تھیں۔ ساجد نے اس کے دماغ سے راجر کا فون نمبر معلوم کیا تھا۔ فرحانہ نے وہ نمبر ڈائل کیے پھر رابطہ ہونے پر کار آگے بڑھانے لگی' دوسری طرف سے پوچھا گیا۔ "ہیلو' تم کون

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہو؟ کس سے بات کرنا چاہتے ہو؟"

وہ ڈرائیو کرتی ہوئی بولی۔ "میں وہ ہوں جسے راجر نہیں جانتا ہے مگر جان جائے گا۔ اس سے کہو' پچاس لاکھ کے بسکٹ میرے پاس ہیں۔"

تھوڑی دیر کے لیے خاموشی چھا گئی پھر دوسری آواز سنائی دی۔ "ہیلو' تم کون ہو اور یہ تم کس قسم کے بسکٹ کی باتیں کر رہے ہو؟"

"وہی جن کی مالیت پچاس لاکھ روپے ہے اور جسے رانا سرفراز لارہا تھا' اب وہ میرے پاس ہیں۔"

"یہ رانا سرفراز کون ہے؟ میں اس سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"تم بسکٹ اور رانا کا حوالہ نہیں سمجھ رہے ہو۔ شاید میں رانگ نمبر پر بول رہی ہوں۔ سوری۔"

اس نے رابطہ ختم کردیا۔ ساجد' راجر کے اندر پہنچا ہوا تھا۔ وہ بہت محتاط تھا۔ فون پر اعتراف نہیں کرنا چاہتا تھا کہ وہ اسمگلنگ کا مال اس کا ہے۔ اس نے رانا سرفراز کا موبائل نمبر ڈائل کیا۔ رابطہ ہونے پر پھر اسے فرحانہ کی آواز سنائی دی۔ وہ بولی۔ "میں جانتی تھی تم کال بیک کروگے۔"

"یہ موبائل فون رانا سرفراز کے پاس تھا۔ رانا کہاں ہے؟"

"وہ جہاں ہے وہاں کی خبر مجھے نہیں معلوم۔ تمہیں مال کی ضرورت ہو تو ہوٹل پرل کے سوئٹ نمبر ون زیرو سکس میں ایک گھنٹے بعد آکر ملو۔ دیٹس آل۔"

اس نے رابطہ ختم کردیا۔ راجر ولسن نے اپنے ماتحت سے کہا۔ "معلوم کرو پرل کے سوئٹ نمبر ون زیرو سکس میں کون ہے۔ وہ انٹیلی جنس والے بھی ہوسکتے ہیں۔ کوئی خطرہ نہ ہو تو ایک گھنٹا بعد اس کمرے میں رہنے والی سے ملو اور اپنا نام راجر ولسن بتاؤ۔ ہمارا مال اس کے قبضے میں ہے۔ اس سے کوئی سمجھوتا کرنا ہوگا۔"

پھر اس نے دوسرے ماتحت سے کہا۔ "معلوم کرو' رانا سرفراز کہاں مر گیا ہے۔ وہ اس فون کرنے والی کے متعلق صحیح معلومات فراہم کرے گا۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ راجر نے ریسیور اٹھا کر کہا۔ "ہیلو کون ہے؟"

فرحانہ کی آواز آئی۔ "میں ہوں' میں تمہارے چہرے' آواز اور لہجے کو اچھی طرح پہچانتی ہوں۔ تمہارا ماتحت راجر بن کر آئے گا تو مال کبھی نہیں ملے گا۔"

فون بند ہوگیا۔ اس نے ہیلو ہیلو کہہ کر آوازیں دیں پھر ریسیور رکھ کر حیرانی سے بولا۔ "تعجب ہے اسے کیسے معلوم ہوگیا کہ میرا ماتحت راجر بن کر ملنے والا ہے؟ آخر یہ کیا بلا ہے؟ کہاں سے آئی ہے؟"

"آدھے گھنٹے بعد ماتحت نے فون پر بتایا کہ پرل کا وہ سوئٹ ساجد علی اور مسز فرحانہ ساجد کے نام پر بک ہے۔ فرحانہ ابھی تنہا اس سوئٹ میں گئی ہے۔"

راجر نے پوچھا۔ "کیا اس کے ساتھ ایک بڑا سوٹ کیس ہے؟"

"نہیں باس! وہ اپنے ساتھ ایک اٹیچی اور کچھ چھوٹا سامان لے گئی ہے۔"

راجر نے رابطہ ختم کرکے وہاں کے ڈی آئی جی سے فون پر بات کی۔ اس سے کہا۔ "ہمارا پچاس لاکھ کا مال آرہا تھا۔ کسی فرحانہ ساجد نے اس مال پر قبضہ جمالیا ہے۔ اس فرحانہ کی اصلیت کا کچھ پتا نہیں چل رہا ہے۔ پتا نہیں اس کا تعلق کسی تنظیم سے ہے یا انٹیلی جنس والوں سے ہے۔"

ڈی آئی جی نے کہا۔ "مسٹر راجر! اگر وہ ہمارے ملک کی لیڈی اسپائی ہوئی اور اس کا تعلق پولیس یا فوج سے ہوا تو میری وردی اتر جائے گی۔ پہلے معلوم ہونا چاہیے کہ وہ کون ہے؟"

"وہ اس وقت پرل میں ہے۔ سوئٹ نمبر ون زیرو سکس۔ آپ اس پر کسی طرح کا شک کریں اور اپنے طور پر انکوائری کریں۔ اس کی اصلیت سامنے آئے گی۔"

"اچھی بات ہے۔ میں کوشش کرتا ہوں۔"

ڈی آئی جی نے انٹیلی جنس افسر سے رابطہ کرکے کہا۔ "تم سے ایک کام آپڑا ہے۔ ہوٹل پرل میں ایک فرحانہ ساجد نامی کوئی عورت ہے۔ اس کے بارے میں معلوم کرنا ہے' کہیں وہ تمہارے شعبے سے تعلق نہ رکھتی ہو۔"

افسر نے کہا۔ "اس نام کی کوئی عورت ہمارے شعبے میں نہیں ہے۔ اگر وہ کسی دوسرے شہر سے آئی ہوگی تو میں ابھی معلوم کرلوں گا۔ ہوسکتا ہے' وہ فرضی نام سے ہوٹل میں آئی ہو۔"

اس افسر نے پرل کی انتظامیہ سے رابطہ کرکے اپنا تعارف کرایا پھر کہا۔ "میں بڑی رازداری سے معلومات چاہتا ہوں۔ سوئٹ نمبر ون زیرو سکس والی کون ہے اور کہاں سے آئی ہے؟"

اس نے رجسٹر دیکھ کر نام اور لاہور کا پتا بتا دیا۔ افسر نے کہا۔ "فرحانہ سے رابطہ کراؤ۔ اس سے کہو کہ انٹیلی جنس کا ایک افسر اس سے بات کرے گا۔"

اس کے حکم کی تعمیل کی گئی۔ اسے بتایا گیا کہ اس سے کون بات کرنے والا ہے۔ اس سے پہلے ساجد اسے تمام حالات سے آگاہ کرتا جارہا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ راجر نے ڈی آئی جی سے اور ڈی آئی جی نے انٹیلی جنس کے افسر سے تعاون کی درخواست کی ہے۔ وہ ریسیور اٹھا کر بولی۔ "ہیلو' میں مسز ساجد بول رہی ہوں۔"

افسر نے پوچھا۔ "کیا تم لاہور سے تنہا یہاں آئی ہو؟"

"آپ مجھے تم نہیں آپ کہیں۔ پھر جواب دوں گی۔"

"اگر تم وی آئی پیز میں سے ہو تو صحیح شناخت پیش کرو۔ پھر آپ سے مخاطب کروں گا۔"

"وی آئی پی ہونا ضروری نہیں ہے۔ شریف اور تعلیم یافتہ افراد ایک دوسرے سے ادب کے دائرے میں گفتگو کرتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ آپ میرے سوالات کا جواب دیں۔ آپ یہاں تنہا کیوں ہیں؟ شوہر کہاں ہیں جن کا نام ہوٹل کے رجسٹر میں لکھا ہوا ہے۔ یہاں آنے کا مقصد کیا ہے؟"

"اس ہوٹل میں بے شمار مسافر ہیں۔ کیا سب سے ایسے سوالات کیے جارہے ہیں؟ اور اگر آپ کسی شبہے کی بنا پر صرف مجھ سے سوال کر رہے ہیں تو پہلے شبہ کی نوعیت بیان کریں۔"

"ہمارے ملک اور معاشرے میں اکیلی عورت کی آزادی پر شبہ کیا جاتا ہے۔ آپ قانون کے اس محافظ سے تعاون کریں۔ اپنے متعلق سچ بتائیں گی تو بہت سی مصیبتوں سے محفوظ رہیں گی۔"

"میرا شناختی کارڈ اور ہوٹل کا رجسٹر جو کہتا ہے وہی سچ ہے۔ میں قانون کا احترام کرنے والی شہری ہوں۔"

"اچھی بات ہے۔ اگر یہ سچ نہ ہوا تو تم بری طرح پچھتاؤ گی۔"

"آخر پھر آپ نے تم کہہ دیا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا آپ کیوں مجھ پر جھنجلا رہے ہیں؟ مجھ سے کھل کر بات کریں۔ آپ چاہتے کیا ہیں؟"

"آپ سے ملنا چاہتا ہوں۔ شرط یہ ہے کہ آپ کا تعلق بھی ہمارے شعبے سے ہو۔"

وہ حیرانی سے بولی۔ "میرا تعلق اور آپ کے شعبے سے؟ کیا آپ مجھے کوئی جاسوسہ سمجھ رہے ہیں؟"

اس نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔ پھر بدستور ہنستی ہوئی بولی۔ "اچھا تو آپ یہی شبہ کر رہے ہیں۔ واہ' آپ نے کون سی عقل سے یہ سوچا ہے؟ کیا ہمارا ملک اتنا امیر ہے کہ پرل جیسے مہنگے ہوٹل کے سوئٹ میں اپنی ایک جاسوسہ کے رہنے کے اخراجات پورے کرے؟ مسٹر! اس وقت میرے اٹیچی میں تین لاکھ روپے ہیں اور میں لاکھوں روپے کے ہیرے موتیوں سے جڑے ہوئے سونے کے زیورات پہنتی ہوں۔ کیا لاہور یا اسلام آباد میں اتنے امیر کبیر مقامی جاسوس پائے جاتے ہیں؟"

افسر نے ڈی آئی جی کو اس کی امارت کے متعلق بتایا۔ ڈی آئی جی نے راجر ولسن سے کہا۔ "اتنی امیر کبیر عورت پاکستانی جاسوسہ نہیں ہوسکتی۔ تم وہاں جاؤ اور اس سے اپنا مال واپس لو۔ میں تمہاری پشت پر ہوں۔"

تھوڑی دیر بعد راجر نے ہوٹل میں آکر اس کے دروازے پر دستک دی۔ وہ بولی۔ "آجاؤ۔"

اس نے اندر آکر فرحانہ کو دیکھا پھر پوچھا۔ "کیا تمہیں یقین ہے کہ میں راجر ولسن ہوں؟"

"ہاں' میں تمہیں پہچانتی ہوں۔ تمہارے دھندے سے واقف ہوں۔ تم سرحد کی ایک پارٹی کو پچاس لاکھ کا سونا دے کر اس کے عوض بے تحاشا اسلحہ حاصل کرو گے۔ پھر وہ اسلحہ اسلام آباد' لاہور اور کراچی میں اپنے تمام آلہ کاروں کے درمیان تقسیم کرو گے۔"

وہ حیرانی سے اسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا تھا۔ فرحانہ نے کہا۔ "یہاں ایک پولیٹیکل مافیا قائم ہوئی ہے۔ اس مافیا کے افراد سیاسی بے چینی پیدا کرنے کے لیے منشیات کی وبا کو عام کر رہے ہیں۔ تم اسلحہ سپلائی کرنے والے ایجنٹ ہو اور جان کارٹر منشیات کی ترسیل آسان بنانے کے لیے یہاں رہتا ہے۔ میں اس پولیٹیکل مافیا کے جان لیزی اور میلی بروکس کو بھی جانتی ہوں۔ یہ دونوں پلان میکر ہیں۔ تم سب ان کے اشاروں پر چلتے ہو۔"

راجر نے فوراً ہی پستول نکال کر کہا۔ "تم بہت خطرناک عورت ہو۔ زندہ رہنا چاہتی ہو تو اپنی اصلیت بتادو۔"

وہ مسکرا کر بولی۔ "بھولے بادشاہ! تیرا پستول خالی ہے۔"

اس نے بے یقینی سے اپنے پستول کو دیکھا۔ اسے چیک کیا۔ وہ واقعی خالی تھا۔ وہ تیزی سے پلٹ کر دروازے کے پاس آیا پھر اسے کھول کر ڈی آئی جی سے بولا۔ "پلیز آپ آجائیں۔ یہ بہت پہنچی ہوئی عورت ہے۔"

ڈی آئی جی اس کے ساتھ اندر آیا۔ پھر فرحانہ کو دیکھ کر پولیس والے رُعب اور دبدبے سے بولا۔ "اے! اٹھ کر کھڑی ہوجاؤ اور بتاؤ یہاں کیا تماشا کر رہی ہو؟"

وہ بولی۔ "تماشا تو تمہارے جیسے بے غیرت اپنے ہی ملک میں کر رہے ہیں۔ اپنے بیوی بچوں کو یورپ اور امریکا میں عیش کرانے کے لیے اپنے ملک کو کھوکھلا کر رہے ہو۔"

"شٹ اپ۔ بکواس کروگی تو حوالات میں پہنچا دوں گا۔ وہاں ایسے جوتے پڑیں گے کہ سارا غرور دھل کر رہ جائے گا۔"

راجر نے کہا۔ "یہ بہت خطرناک ہے۔ ہماری پوری پولیٹیکل مافیا کے اہم عہدیداروں کو جانتی ہے۔"

"میں یہ بھی جانتی ہوں کہ مال واپس کروں گی تو تم لوگ پہلے مجھے قتل کروگے۔ اس لیے میرے آدمی نے راجر کا پستول خالی کردیا تھا۔"

ڈی آئی جی نے لباس کے اندر چھپا ہوا ریوالور نکالا۔ پھر اس میں ایک سائلنسر لگاتے ہوئے بولا۔ "مجھ سے کیسے بچوگی؟"

وہ مسکرا کر بولی۔ "تمہارا بھی ریوالور خالی ہے۔ اسے اپنے سر پر مار لو۔"

ساجد نے پہلے ہی دونوں کے دماغوں پر قبضہ جما کر خود ان کے ہی ہاتھوں ان کے ہتھیار خالی کردیے تھے۔ ڈی آئی جی نے چونک کر اپنے ریوالور کو دیکھا پھر اسے خالی پاکر فرحانہ کے منہ پر اس ریوالور کو مارنا چاہا مگر بائیں جانب گھوم کر راجر کے منہ پر ماردیا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے گیا۔ پھر اس زیادتی کی شکایت کرنا چاہتا تھا لیکن ساجد نے اس کے اندر پہنچ کر اس کا پستول ڈی آئی جی کے منہ پر دے مارا۔

پھر یہ سلسلہ چل پڑا۔ وہ دونوں کے اندر باری باری جاتا رہا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اور انھیں ایک دوسرے پر حملہ کرنے پر مجبور کرتا رہا۔ وہ ایک دوسرے کو مارتے مارتے زخمی اور نڈھال ہو کر فرش پر گر پڑے۔ پھر سہمی ہوئی نظروں سے فرحانہ کو دیکھنے لگے۔ وہ آرام دہ صوفے پر شاہانہ انداز میں بیٹھی ہوئی تھی۔ ڈی آئی جی نے ہانپتے ہوئے پوچھا۔ "آپ کون ہیں؟"

وہ بولی۔ "تمھیں مجرموں کی اصلاح کے لیے قانون کا محافظ بنایا گیا ہے۔ مجھے تمھاری اصلاح کے لیے خدا نے بھیجا ہے۔ کیا تمھارا یہ ایمان ہے کہ خدا کی لاٹھی بے آواز ہوتی ہے؟"

"ہاں، میں پورے ایمان سے کہتا ہوں کہ وہ بے آواز لاٹھی مجھ پر پڑ رہی ہے۔ میں ہتھیار سے، طاقت سے اور اختیارات سے خالی ہو گیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ تمھارے ذریعے مجھے عبرت حاصل کرنے اور توبہ کرنے کا موقع دے رہا ہے۔ میں توبہ کرتا ہوں۔"

راجر نے کہا۔ "آفیسر! تم ذرا سی بات پر سہم گئے ہو۔ تم پر خدائی مار نہیں پڑ رہی ہے۔ یہ بکواس کر رہی ہے۔ یہ لڑکی فرحانہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ ہمارے دماغوں میں گھس کر ہمیں بے بس اور بے اختیار بنا رہی ہے۔"

ڈی آئی جی نے کہا۔ "غور کرو، معلوم ہوگا کہ خدا نے اس لڑکی کو ٹیلی پیتھی کا علم دیا ہے۔ اس کے علم کی آگ روشنی بھی دیتی ہے اور جلاتی بھی ہے۔ یہ آگ مجھے روشنی دے رہی ہے اور تمھیں جلا رہی ہے۔ تم جلتے رہو۔"

فرحانہ اٹھ کر ڈی آئی جی کے پاس آ کر دو زانو ہو گئی۔ پھر اس کے قدموں کو چھو کر بولی۔ "آپ میرے بزرگ اور قابلِ احترام افسر ہیں۔ میں نے جو سلوک کیا اس کی معافی چاہتی ہوں۔"

ڈی آئی جی اسے کھینچ کر گلے لگاتے ہوئے بولا۔ "تم میری بیٹی ہو۔ تم نے مجھے گمراہی سے بچایا ہے۔ میرے ساتھ جو بھی برا سلوک ہوا، وہ خدا کی طرف سے تھا۔ میں تم سے بہت خوش ہوں۔"

فرحانہ نے الگ ہو کر اسے کار کی چابی دیتے ہوئے کہا۔ "پارکنگ ایریا میں کار نمبر ایل ایچ فور نائن فور نائن کی ڈکی میں بڑا سوٹ کیس ہے۔ آپ اسے لے جائیں اور قانونی کارروائی کریں۔"

وہ اٹھ کر دروازے کے پاس گیا۔ پھر اسے کھول کر اپنے ماتحت انسپکٹر اور سپاہیوں کو بلا کر کہا۔ "راجر کو ہتھکڑی لگا کر حوالات میں پہنچاؤ۔ وہاں سے بارہ مسلح سپاہیوں کی ایک ٹیم لے کر فوراً ہوٹل کے سامنے آؤ۔"

انسپکٹر، راجر کو ہتھکڑی پہنانے لگا۔ راجر نے کہا۔ "مسٹر ڈی آئی جی! یہ تم اپنے بیوی بچوں کے لیے قبریں کھود رہے ہو۔"

وہ بولا۔ "میں قبر کے عذاب سے ہی ڈر کر گمراہی سے نکل آیا ہوں۔ بیوی بچوں کو خدا پر چھوڑ رہا ہوں۔"

انسپکٹر اسے دھکے دے کر باہر لے گیا۔ فرحانہ نے ڈی آئی جی سے کہا۔ "مجھے معلوم ہے آپ کے بیوی بچے لندن میں ہیں۔ آپ فکر نہ کریں۔ میں ان کی حفاظت کروں گی۔ بچے وہاں بدستور اعلیٰ تعلیم حاصل کرتے رہیں گے۔ آپ قانون کی بالادستی قائم رکھنے کے لیے ان غیر ملکی کتوں کو یہاں سے بھاگنے پر مجبور کر دیں۔"

ڈی آئی جی نے ریسیور اٹھا کر آئی جی سے رابطہ کیا پھر کہا۔ "سر! میں پولیٹیکل مافیا کے دو بڑے لیڈر جان لیزی اور ملبورکس کو گرفتار کرنا چاہتا ہوں۔ میرے پاس ان کے خلاف ثبوت ہیں۔"

آئی جی نے پوچھا۔ "کیا ثبوت ہیں؟"

"وہ پچاس لاکھ کا سونا اسمگل کر کے یہاں لائے ہیں اور سونے کے عوض بے شمار اسلحہ خریدنے والے ہیں۔ میں سونے کے ذخیرے کے ساتھ ان دونوں کی تصویریں کھینچوں گا۔"

"تم جانتے ہو، ان کا تعلق امریکی سفارت خانے سے ہے۔ وہ ہم پر الزام عائد کریں گے کہ ہم نے انھیں زبردستی پکڑ کر سونے کے ذخیرے کے ساتھ ان کی تصویریں لی ہیں۔"

"کیا آپ چاہتے ہیں، ان کے تحریری اور دستاویزی قلمی ثبوت حاصل کیے جائیں۔"

"اس سے بھی کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلے گا۔ انھیں صرف اتنی سزا ملے گی کہ وہ پاکستان سے چلے جائیں گے۔ ہم انھیں اپنے قوانین کے مطابق سزا نہیں دے سکیں گے۔ جان لیزی اور ملبورکس کی جگہ دوسرے آ جائیں گے۔ جب تک یہ سفارت خانہ ہے، پولیٹیکل مافیا کے ایجنٹ آتے رہیں گے۔"

"سر! ہم پاکستانی پولیس والے پھر کس کام کے لیے ہیں؟ کیا ہم اپنے گھر والوں کو پکڑتے رہیں اور باہر والوں کو چھوڑتے رہیں۔"

"مجبوری ہے۔ تم نے پچاس لاکھ کا سونا پکڑا، یہی بڑا کارنامہ ہے۔ اس سونے کے ساتھ کسی مقامی تومی کو پکڑ کر اندر کر دو۔ تمھاری ترقی ہو جائے گی۔"

ڈی آئی جی نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر مایوسی سے فرحانہ کو دیکھا۔ ساجد اسے فون پر ہونے والی گفتگو سنا رہا تھا۔ وہ ساجد کی ہدایت کے مطابق بولی۔ "میرا مشورہ ہے، آپ بظاہر ہار مان جائیں۔ میری کار کی ڈکی سے سونا نکال کر لے جائیں۔ تھانے جا کر راجر سے دوستی کر لیں اور وہ سونا اس کے حوالے کر دیں۔"

"بیٹی! یہ تم کیا کہہ رہی ہو۔ ایمان کی روشنی دکھا کر پھر بے ایمانی کے لیے کہہ رہی ہو؟"

"یہ بظاہر بے ایمانی ہوگی۔ اس کے پیچھے ایمان کارفرما ہوگا۔ آپ اپنے اعلیٰ افسران اور اعلیٰ حکام کے پابند رہیں گے۔ میں سونے سمیت ملک دشمن عناصر کو جہنم میں پہنچا دوں گی۔"

وہ کمرے سے چلا گیا۔ فرحانہ نے دروازے کو اندر سے بند کر کے کہا۔ "یہ ہمارے ملک کے اکابرین ہیں۔ سپر پاورز کے سامنے پابہ زنجیر غلاموں کی طرح بے بس اور مجبور ہیں۔ میں سوچتی ہوں تو بڑی شرم آتی ہے۔"

"صرف تمھیں نہیں، بے شمار حساس پاکستانیوں کو بھی شرم آتی ہے۔ غصہ آتا ہے مگر خون کے گھونٹ پینے پڑتے ہیں۔ جب میں جناب تبریزی صاحب کے حجرے میں گیا تھا تو انھوں نے فرمایا تھا، خداوند کریم نے فرعون اور نمرود کو نہیں چھوڑا، وہ آج کی سپر پاورز کو کب چھوڑے گا۔ ہر کمال کو زوال ہے۔ جب اللہ تعالیٰ ظالم کی رسی ڈھیلی چھوڑتا ہے تو پھر ہم جیسے بندوں کو صبر و تحمل سے اس ظالم کی فرعونیت کا تماشا دیکھنا پڑتا ہے۔ لیکن ظلم برداشت کرنے کی بھی اجازت نہیں ہے۔ جہاد کا حکم ہے۔ جہاد کرتے رہنے سے لوہے پر لوہے کی ضرب لگاتے رہنے سے فرعونیت کا بت ٹیڑھا ہونے اور ٹوٹنے لگتا ہے۔ بندوں کے پاس سچائی، جرأت اور جہاد جیسی تین قوتیں ہوں تو ظالم کو آہستہ آہستہ فنا کے کیڑے چاٹنے لگتے ہیں۔

"جناب تبریزی صاحب نے فرمایا تھا، سانپ ڈسنے کو آئے تو کچل دو۔ اگر کترا کر جا رہا ہے تو اسے جانے دو۔ آگے کہیں اس کی موت ہوگی۔ آگے والے اس کے زہر کو ماریں گے۔ پھر انھوں نے فرمایا۔ دشمن کو جان سے نہ مارو۔ اپنی جان پر بن آئے تو معاف نہ کرو۔ کوشش یہ ہو کہ اسے عبرت ناک سزا دے کر چھوڑ دو۔ وہ زندہ رہے گا اور ظرف والا ہوگا تو احسان مند رہے گا۔ کم ظرف ہوگا تو غیر شعوری طور پر تم سے متاثر اور مرعوب رہے گا۔

"اس لیے فرحانہ! تمھیں اور تمام حساس پاکستانیوں کو اپنے اکابرین کی غلط پالیسیوں پر شرمندہ نہیں ہونا چاہیے کیونکہ تم سے شرمندگی کا کوئی عمل سرزد نہیں ہوا ہے۔ ہاں مگر خاموش بھی نہیں رہنا چاہیے۔ سچائی، جرأت اور جہاد کو عملی طور پر اپنانا چاہیے۔ میں تمھارے ساتھ ہوں، تم جہاد جاری رکھو۔"

فرحانہ نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔ "میرا خیال ہے، تم کراچی پہنچ گئے ہو۔"

"ہاں، اسلام آباد کی فلائٹ کا انتظار ہے۔ لاؤنج میں بیٹھا خیال خوانی میں مصروف ہوں۔"

وہ لاؤنج کے ایک صوفے پر آرام سے بیٹھا ہوا تھا۔ اس وقت ایک اور طیارہ رن وے پر آیا تھا۔ اس کے مسافر امیگریشن کاؤنٹر اور چیکنگ ہال سے گزر رہے تھے۔ جنھیں اسلام آباد جانا تھا وہ کنکٹنگ فلائٹ میں سیٹیں کنفرم کر کے لاؤنج میں آ رہے تھے۔ ان مسافروں میں داؤد منڈولا اور اس کے تابعدار مونارو اور ٹالبوٹ بھی تھے۔ یعنی چار ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک چھت کے نیچے جمع ہو گئے تھے۔

وہ تینوں ایک صوفے پر آ کر بیٹھ گئے۔ منڈولا نے کہا۔ "تم دونوں طیارے میں کچھ دیر تک سوتے رہے۔ کیا زیادہ سونے کے عادی ہو؟"

مونارو نے کہا۔ "نہیں، نشے کی زیادتی سے نیند آ گئی تھی۔ میں نے ٹالبوٹ کو کئی بار سمجھایا ہے کہ اس لعنت کو چھوڑ دے مگر یہ کم بخت جب بھی پیتا ہے تو میں بھی مجبور ہو کر پینے لگتا ہوں۔"

"مگر یہ پاکستان ہے۔ یہاں نہ شراب خانے ہیں نہ کسی چھوٹے بڑے ہوٹل میں پینے کی اجازت ہے۔ یہاں تمھیں کسی چار دیواری میں چھپ کر پینے کو ملے تب بھی نشے کو منہ نہ لگانا۔ میں تم دونوں کے ساتھ کوئی سا بھی نشہ برداشت نہیں کروں گا۔ بہت بری طرح پیش آؤں گا۔"

دونوں نے ایک دوسرے کو بے بسی سے دیکھا پھر ٹالبوٹ نے کہا۔ "ہم سمجھ رہے ہیں کہ تم نے ہم پر تنویمی عمل کیا ہے مگر مسٹر منڈولا! تمھیں سرِعام اس طرح نہیں ڈانٹنا چاہیے۔"

"ڈانٹ کھانے کے کام نہ کرو پھر دیکھو میں تمھیں دوست بنا کر رکھوں گا۔ تابعدار بن کر رہنے سے بہتر ہے کہ دوست بن کر میرے کام آتے رہو۔"

مونارو نے پوچھا۔ "تم ہم سے کیا کام لینا چاہتے ہو؟"

"جو بھی کام لوں گا اس سے تمھیں بھی فائدہ پہنچاتا رہوں گا۔ تم دونوں آئندہ بھی عیش و عشرت کی زندگی گزارو گے لیکن ذرا پابندیوں میں رہ کر۔ یہ عقل تمھیں آ گئی ہوگی کہ بے لگام رہو گے تو میری طرح کوئی دوسرا بھی تمھیں ٹریپ کر سکتا ہے۔"

"جی ہاں! آئندہ ہم محتاط رہیں گے۔ اب بتاؤ، یہاں ارادے کیا ہیں؟"

قریب ہی ایک ویٹر چائے کی ٹرے لیے جا رہا تھا۔ سامنے ایک چھ برس کا بچہ دوڑتا ہوا آیا۔ ویٹر نے اس بچے سے کترا کر جانے کی کوشش کی تو ذرا سا ڈگمگا گیا۔ ایسے میں ایک پیالی کی چائے چھلک کر منڈولا کے قیمتی سوٹ پر گری۔ وہ غصے سے اٹھ کر بولا۔ "یو ایڈیٹ، نان سنس! کیا تم اندھے ہو؟"

وہ گڑگڑا کر بولا۔ "صاحب! معافی چاہتا ہوں۔ وہ بچہ مجھ سے ٹکرانے والا تھا۔ اس لیے۔۔۔"

منڈولا اردو زبان نہیں سمجھتا تھا۔ ویٹر بچے کی طرف اشارہ کر کے کچھ کہہ رہا تھا۔ اس نے کہا۔ "یو سن آف اے بچ! چائے تم نے گرایا اور بچے کو الزام دیتا ہے۔"

اس نے تھپڑ مارنے کے لیے ہاتھ اٹھایا۔ ساجد نے اس کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا۔ "کیا تم اس کی زبان سمجھ رہے ہو کہ یہ بے چارہ اپنی صفائی میں کیا کہہ رہا ہے؟"

منڈولا نے ساجد کو گھور کر دیکھا۔ پھر اپنا ہاتھ چھڑانا چاہا۔ پتا چلا کہ گرفت بہت مضبوط ہے۔ ساجد نے ویٹر سے جانے کے لیے کہا۔ جب وہ شکریہ ادا کر کے چلا گیا تو اس نے ہاتھ چھوڑ کر کہا۔ "وہ بے چارہ غریب ہے۔ معافی مانگ رہا تھا۔ اگر تمھیں اس بات کا غصہ ہے کہ قیمتی سوٹ پر دھبا لگ گیا ہے اور تم اسے معاف نہیں کرو گے تو سوٹ کی قیمت مجھ سے لو اور آرام سے بیٹھ جاؤ۔"

داؤد منڈولا نے اچانک ہی مسکرا کر کہا۔ "سوری، مجھے خواہ مخواہ غصہ آ گیا تھا۔ کوئی بات نہیں۔ میں ابھی سوٹ بدل لوں گا۔"

اس نے پلٹ کر اپنے سوٹ کیس سے ایک جوڑا نکالتے ہوئے خیال خوانی کے ذریعے مونارو اور ٹالبوٹ سے باری باری کہا۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"خبردار! اس شخص کے دماغ میں نہ جانا۔"

موناروُ نے کہا۔ "اس نے آپ سے بدتمیزی کی ہے۔ آپ کا ہاتھ پکڑا ہے۔"

"اس کی مضبوط گرفت نے ہی مجھے سمجھایا ہے کہ وہ شہ زور ہے۔ یقیناً حساس ذہن کا مالک ہوگا۔ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی ہم لوگوں پر خیال خوانی کا شبہ کرے گا۔ ذرا سی بات پر غصے میں آکر خیال خوانی کرنا حماقت ہے۔"

وہ ایک جوڑا لے کر واش روم میں چلا گیا۔ ساجد ان سے دور جاکر اپنے سامان کے پاس بیٹھ گیا۔ اناؤنسر کی آواز آرہی تھی کہ اسلام آباد جانے والی فلائٹ ایک گھنٹا لیٹ ہے۔ ساجد نے اخبار پڑھنے کے انداز میں اس کے کُھلے ہوئے صفحات کو اپنے چہرے کے سامنے رکھا۔ پھر خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا ڈی آئی جی اور راجر ولسن کے پاس پہنچ گیا۔

اس وقت ڈی آئی جی تھانے میں تھا۔ راجر کو حوالات سے باہر نکال کر اس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "میں نے تمہیں دشمن سمجھ کر ہتھکڑی نہیں لگوائی تھی۔ یہ میری ایک چال تھی۔ میں اس لڑکی فرحانہ کا اعتماد حاصل کرکے پچاس لاکھ کا سونا لے آیا ہوں۔"

راجر نے خوش ہوکر کہا۔ "آپ اس لڑکی کو گلے لگا کر یوں رو رہے تھے کہ میں سمجھ ہی نہ سکا کہ وہ مگرمچھ کے آنسو ہیں۔ مانتا ہوں۔ آپ نے کمال کی اداکاری دکھائی ہے۔"

ڈی آئی جی نے کہا۔ "میں نے وہ سوٹ کیس تمہاری گاڑی میں رکھوا دیا ہے۔ جہاں چاہو' اسے لے جاؤ۔"

وہ جانا چاہتا تھا۔ ساجد نے اس کے اندر یہ خیال پیدا کیا کہ پہلے پولیٹکل مافیا کے پلان میکر جان لیزی اور میل بروکس کو اطلاع دینا چاہیے کہ پچاس لاکھ کا سونا واپس مل گیا ہے اور وہ اسلحہ کے اسمگلروں سے لین دین کے لیے جارہا ہے۔ راجر اس خیال کے مطابق تھانے کے فون کا ریسیور اٹھا کر جان لیزی سے رابطہ قائم کرنے لگا۔

ادھر داؤد منڈولا واش روم سے لباس تبدیل کرکے آیا پھر موناروُ اور ٹالبوٹ کے درمیان بیٹھ کر کہا۔ "جہاز لیٹ ہے۔ میں تھوڑی دیر خیال خوانی میں مصروف رہوں گا۔ مجھے مخاطب نہ کرنا۔"

اس نے ایک انگریزی رسالہ کھول کر منہ کے سامنے کرلیا۔ اس کے ٹھیک سامنے دس فٹ کے فاصلے پر ساجد بھی اسی طرح خیال خوانی میں مصروف تھا۔ منڈولا بھی پرواز کرتا ہوا جان لیزی کے پاس پہنچ گیا۔

اس وقت جان لیزی ریسیور کان سے لگائے کہہ رہا تھا۔ "پچاس لاکھ کا سونا واپس مل گیا! یہ واقعی اچھی خبر سنا رہے ہو لیکن وہ مسز فرحانہ ساجد کون ہے؟ اس نے رانا سرفراز کو اُلّو بنایا۔ تمہیں اور ڈی آئی جی کو گھن چکر بنایا۔ آخر وہ چاہتی کیا تھی؟ اس کی اصلیت معلوم کرو۔"

راجر نے کہا۔ "مسٹر لیزی! وہ عورت ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔"

یہ بات سن کر صرف جان لیزی ہی نہیں' اس کے اندر بیٹھا ہوا داؤد منڈولا بھی چونک گیا۔ لیزی نے پوچھا۔ "کیا بکواس کر رہے ہو؟ تم نے کیا نام بتایا؟ کیا ابھی تم نے فرحانہ کہا ہے نا؟"

"ہاں۔ اس کا نام فرحانہ ساجد ہے۔ وہ لاہور سے آئی ہے۔"

"او گاڈ! پھر تو یہ وہی ہے جس نے ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ڈی مورا کو یہاں سے بھاگنے پر مجبور کیا تھا۔ کیا وہ تمہارے دماغ میں آئی تھی۔"

"ہاں' آئی تھی۔ اس نے مجھے اور ڈی آئی جی کو آپس میں لڑنے پر مجبور کردیا تھا۔"

جان لیزی نے غصے سے دہاڑتے ہوئے کہا۔ "یو بلڈی فول! تمہیں مجھ سے فون پر بات کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ وہ میرے دماغ میں بھی آچکی ہوگی۔ اب میں کیسے معلوم کروں کہ وہ میرے اندر چھپی ہوئی ہے یا نہیں؟"

"مسٹر لیزی! آپ خواہ مخواہ پریشان ہورہے ہیں۔ ڈی آئی جی نے اس سے بیٹی کا رشتہ قائم کرکے اسے اُلّو بنایا ہے۔ اس نے جذبات میں آکر پچاس لاکھ کا مال واپس کیا ہے۔ اب وہ دشمنی نہیں کرے گی۔"

"وہ جذبات میں نہیں آئی۔ تم سب اُلّو بن رہے ہو۔ وہ تمہارا پیچھا کرتی ہوئی اسلحے کے اسمگلروں تک پہنچے گی۔ اس طرح دور تک ہمارے پھیلے ہوئے آلہ کاروں کے اندر جگہ بناتی جائے گی۔"

راجر نے کہا۔ "اگر تمہیں یہ شبہ ہے تو ابھی میں اسلحے کی ڈیلنگ نہیں کروں گا۔ انتظار کروں گا اور اس کی دوستی یا دشمنی کو سمجھنے کی کوشش کروں گا۔"

"میرا بھی یہی مشورہ ہے۔ انتظار کرو۔ ہمارا ایک نیا خیال خوانی کرنے والا یہاں آرہا ہے۔ وہ فرحانہ سے نمٹ لے گا۔"

اُدھر راجر ولسن نے ریسیور رکھا۔ اِدھر منڈولا نے کہا۔ "مسٹر لیزی! میں تمہارے پاس موجود ہوں۔"

وہ خوش ہوکر بولا۔ "میں تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں۔ ویسے تم مجھے کیسے جانتے ہو؟ کیا پہلے میری آواز سنی تھی؟"

"نہیں۔ سپرماسٹر نے تمہاری تصویر دکھائی تھی۔ تب سے کئی بار تمہارے اندر آکر دیکھ چکا ہوں۔"

"یہ ٹیلی پیتھی بھی کیا جادو ہے۔ تم میرے پاس آتے رہے اور مجھے خبر نہ ہوئی۔ ویسے یہاں کب تک پہنچ رہے ہو؟"

"کراچی آگیا ہوں۔ اسلام آباد کی فلائٹ ایک گھنٹا لیٹ ہے۔ شاید رات کے ایک بجے تک پہنچوں گا۔"

ساجد نے چونک کر اپنے سامنے سے اخبار ہٹایا اور لاؤنج میں اِدھر اُدھر نظریں دوڑانے لگا۔ اس نے ابھی جان لیزی کے اندر یہ محسوس کرنا تھا کہ اس کا کوئی خیال خوانی کرنے والا یہاں موجود ہے۔ وہ بھی اسی فلائٹ سے جانے والا تھا جو ایک گھنٹا لیٹ ہے۔

وہ کون ہے؟ کہاں ہے؟ وہاں تقریباً دو سو مسافر تھے۔ ان میں آدھے سے زیادہ غیر ملکی تھے۔ امریکا اور یورپ کے مختلف ممالک سے تعلق رکھتے تھے۔ ساجد یہ تاڑنے کی کوشش کر رہا تھا کہ ان میں سے کون خلا میں تک رہا ہے یا آنکھیں بند کیے بیٹھا ہے یا پھر اخبار یا رسالے پر نظریں جمائے ہوئے ہے۔ ایسے ہی کسی شخص پر ٹیلی پیتھی جاننے والے کا شبہ ہو سکتا تھا۔

داؤد منڈولا' جان لیزی کے دماغ سے واپس آگیا تھا۔ اپنے منہ کے سامنے سے رسالہ ہٹا کر موناروُ اور ٹالبوٹ سے باتیں کر رہا تھا۔ اس لیے ساجد اسے نظرانداز کر رہا تھا۔ باقی مختلف سیٹوں پر چار مسافر آنکھیں بند کیے بیٹھے تھے یا سونے کے انداز میں آدھے بیٹھے اور آدھے لیٹے ہوئے تھے۔ کئی مسافر اخبار اور رسالے پڑھ رہے تھے۔

وہ اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ ٹہلنے کے انداز میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا ان افراد کو توجہ سے دیکھنے لگا جن پر شبہ ہو رہا تھا۔ ایک امریکی حسینہ خلا میں تک رہی تھی اور زیرِ لب مسکرا رہی تھی۔ وہ اس کے سامنے آکر کھڑا ہوگیا۔ وہ تھوڑی دیر بعد خیالات سے چونک گئی' پھر ساجد کو دیکھ کر بولی۔ "کیا بات ہے؟"

وہ بولا۔ "یہی معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ بات کیا ہے؟ تم مجھے دیکھ کر مسکرا رہی تھیں لہٰذا وجہ جاننے کے لیے کھڑا ہوگیا۔"

وہ جھینپ کر بولی۔ "مجھے پتا ہی نہیں چلا کہ مسکرا رہی ہوں۔ بہت شوخ ہے' خیالوں میں آکر ہنساتا رہتا ہے۔"

ساجد وہاں سے اپنی سیٹ کی طرف واپس آتے ہوئے حسینہ کے اندر پہنچا۔ پتا چلا وہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہے۔ اپنے بوائے فرینڈ کو تصور میں دیکھ رہی تھی اور اس کی زندہ دلی یاد کرکے مسکرا رہی تھی۔

وہ اپنی سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ سوچنے لگا فرحانہ کو بتا دینا چاہیے کہ ڈی مورا کے جانے کے بعد دوسرا دشمن خیال خوانی کرنے والا یہاں آگیا ہے اور اسلام آباد پہنچنے والا ہے۔ یہ سوچ کر وہ خیال خوانی کرنے لگا۔

داؤد منڈولا نے سوچا' ابھی فرصت میں ہوں' مجھے اس خیال خوانی کرنے والی کے متعلق کچھ معلومات حاصل کرنا چاہیے۔ یہ سوچ کر وہ راجر کے پاس پہنچا۔ اسے مخاطب کیے بغیر فرحانہ سے رابطہ کرنے پر مائل کیا۔ رابطہ ہونے پر راجر نے کہا۔ "مسز فرحانہ صاحبہ! میں راجر بول رہا ہوں۔"

"ہاں بولو۔ سن رہی ہوں۔"

"تمہارے رویّے نے الجھن میں ڈال دیا ہے۔ پہلے تو تم ہماری بدترین دشمن تھیں پھر تم نے دوستوں کی طرح وہ مال واپس کردیا ہے۔ میں پہلے بھی دوست تھی۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے تم دونوں کی دُھنائی کرکے اپنی طاقت کا مظاہرہ کر رہی تھی۔"

داؤد منڈولا' راجر کے اندر رہ کر فرحانہ کی آواز اور لہجے کو ذہن نشین کر رہا تھا۔ اس نے سوچا اب اس کے دماغ میں جائے گا اگر وہ سانس روکے گی تو اس سے دو چار باتیں کرنے کی اجازت چاہے گا۔"

یہ سوچ کر وہ اس کے اندر پہنچا تو جگہ مل گئی۔ فرحانہ نے سانس نہیں روکی۔ اس نے پرائی سوچ کی لہروں کو اس لیے محسوس نہیں کیا کہ وہاں پہلے سے ساجد موجود تھا۔

فون پر راجر پوچھ رہا تھا۔ "ہم تمہاری طاقت اور ٹیلی پیتھی کی صلاحیت کے قائل ہوگئے ہیں۔ کیا ہمارے لیے کام کروگی؟"

"کام کرنا ہوتا تو پچاس لاکھ کا مال جان لیزی کے پاس خود پہنچاتی اور اپنا حصہ وصول کرتی۔ اب مجھے فون نہ کرنا۔ میں بہت مصروف ہوں۔"

فرحانہ نے ریسیور رکھ کر ساجد سے کہا۔ "تمہارے آتے ہی اس کمبخت کا فون آگیا۔ ہاں تو تم کیا کہہ رہے تھے۔ کیا دوسرا خیال خوانی کرنے والا یہاں آرہا ہے؟"

"ہاں' یہ عجیب اتفاق ہے۔ وہ بھی اسی فلائٹ سے اسلام آباد پہنچے گا۔ ابھی اسی لاؤنج میں کہیں موجود ہے۔ میں اسے تاڑنے کی کوشش کر رہا ہوں لیکن وہ نظروں میں نہیں آرہا ہے۔"

داؤد منڈولا ایک دم گھبرا کر دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ فرحانہ کے دماغ میں جانے والا جو اسی لاؤنج میں موجود ہے' وہ اسے خیال خوانی کی حالت میں دیکھ لے۔

منڈولا آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر وہاں بیٹھے ہوئے مسافروں کو دیکھنے لگا پھر موناروُ اور ٹالبوٹ سے سرگوشی میں بولا۔ "یہاں ہمارا ایک خیال خوانی کرنے والا دشمن موجود ہے اور ہمیں ڈھونڈ رہا ہے۔ اس سے پہلے ہم تینوں اسے پہچان لیں اور اس سے محتاط رہیں تو بہتر ہے۔"

ان دونوں نے بھی حالت کی نزاکت کو سمجھ لیا۔ اگر دشمن انہیں پہچان لے گا تو خود کو کامیابی سے چھپا سکے گا۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ پہچانے جائیں۔ وہ تینوں اٹھ کر ٹہلنے کے انداز میں آہستہ آہستہ مختلف سمتوں میں چلنے لگے۔ خاموش بیٹھنے والوں' سونے والوں یا اخبارات پڑھنے والوں کو غور سے دیکھنے لگے۔

ادھر فرحانہ نے ساجد سے کہا تھا۔ "جب دشمن وہاں موجود ہے تو تمہیں خیال خوانی نہیں کرنی چاہیے۔ فوراً واپس جاؤ۔"

وہ واپس دماغی طور پر حاضر ہوگیا تھا۔ اس لیے پہچانا نہیں جارہا تھا۔ عجب آنکھ مچولی کا کھیل شروع ہوگیا تھا۔ دو خیال خوانی کرنے والوں کو ایک دوسرے کی موجودگی کا علم ہوگیا تھا لیکن وہ ایک دوسرے کو پہچان نہیں پا رہے تھے۔

آخر منڈولا نے ایک تدبیر آزمائی۔ لاؤنج کے ایک گوشے میں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

جا کر بیٹھ گیا۔ اس نے وہاں کی اناؤنسر کی آواز سن کر اس کے دماغ میں جگہ بنائی پھر اسے بولنے پر مجبور کیا۔ "اٹینشن مسٹر ساجد! آپ کی ایک ٹیلی فون کال ہے۔ پلیز یہاں آکر اٹینڈ کریں۔"

ساجد نے اس اناؤنسمنٹ کو سنا۔ اناؤنسر نے کئی بار ٹیلی فون کال کے بارے میں ساجد کو پکارا۔ پاکستان میں اسے صرف ایک فرحانہ ہی جانتی تھی۔ اس نے فرحانہ کے دماغ میں آکر دیکھا۔ اس نے اسلام آباد سے فون نہیں کیا تھا۔ تب اس نے اناؤنسر کے دماغ میں جھانک کر دیکھا وہ اندر سے کچھ پریشان تھی۔ سوچ رہی تھی کہ وہ ایسی بات کیوں کہہ رہی ہے؟ کسی ساجد کو کیوں پکار رہی ہے؟

پھر اس نے دیکھا ایک شخص نیند سے اٹھ کر آنکھیں ملتا ہوا اس کاؤنٹر کی طرف جا رہا تھا جہاں اناؤنسر کھڑی ہوئی تھی پھر لاؤنج کے گوشے سے منڈولا اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ اگرچہ وہ اناؤنسر کے دماغ میں موجود تھا لیکن ذرا قریب ہو کر ساجد کو اس کے چہرے سے اچھی طرح پہچاننا چاہتا تھا۔

اس نے ساجد کو پہچاننے کے لیے جو تدبیر آزمائی تھی' اس میں کامیاب ہو رہا تھا۔ وہ شخص اناؤنسر کے پاس آکر کہہ رہا تھا۔ "میرا نام ساجد ہے۔ میں فون اٹینڈ کروں گا۔"

اناؤنسر نے منڈولا کی مرضی کے مطابق کہا۔ "سوری' آپ نے آنے میں دیر کر دی۔ دوسری طرف سے رابطہ ختم ہو چکا ہے۔"

وہ ساجد نامی شخص اپنی سیٹ کی طرف واپس جانے لگا۔ منڈولا اسے دیکھ رہا تھا لیکن اس کے دماغ میں نہیں جا رہا تھا۔ کیونکہ وہ اسے ٹیلی پیتھی جاننے والا ساجد سمجھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ اس کے دماغ میں جائے گا تو وہ سانس روک لے گا اور اپنے آس پاس دشمن کی موجودگی سے اور زیادہ محتاط ہو جائے گا۔ اس کے لیے یہ بات باعث اطمینان تھی کہ اس نے ساجد کو پہچان لیا ہے۔

اس کے برعکس ساجد نے اسے دیکھ لیا تھا اور سوچ رہا تھا۔ "یہ تو وہی ہے' جو ویٹر کو طمانچہ مارنا چاہتا تھا اور میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔ یہ کمبخت تنہا نہیں ہے۔ اس کے دو ساتھی بھی ہیں۔"

اب اناؤنسر کہہ رہی تھی کہ طیارہ پرواز کے لیے تیار ہے۔ لہٰذا مسافر حضرات طیارے میں تشریف لے جائیں۔ وہ بیچارہ جو ساجد کا ہم نام تھا اس کی شاید شامت آگئی تھی' منڈولا' موبارو اور ٹالبوٹ اس کے دائیں بائیں اور پیچھے چل رہے تھے۔ طیارے میں بھی اتفاق سے اس کی سیٹ ان تینوں کے قریب تھی۔

ساجد نے سیٹ بیلٹ باندھ کر آرام سے بیٹھنے کے بعد فرحانہ کو مخاطب کیا۔ "میں جہاز میں ہوں۔ سفر شروع ہو رہا ہے۔ اللہ نے چاہا تو ایک یا دو بجے تک پہنچ جاؤں گا۔"

وہ بولی۔ "انشاءاللہ ایک بجے سے پہلے ہی پہنچو گے۔ جہاز ذرا لیٹ نہیں ہو گا۔"

"وہ لیٹ نہیں ہو گا لیکن دشمن لیٹ ہونے پر مجبور کر دیں گے۔ میں نے انہیں تاڑ لیا ہے' انہوں نے بھی مجھے تاڑ لیا ہے۔"

"اللہ خیر کرے۔ وہ تعداد میں کتنے ہیں؟"

"تین ہیں مگر ایک عجیب بات ہو رہی ہے اسے اللہ تعالیٰ کی مدد کہنا چاہیے۔ اس طیارے میں میرا ایک ہم نام ہے۔ وہ تینوں اسے ٹیلی پیتھی جاننے والا ساجد سمجھ رہے ہیں۔"

وہ کھلکھلا کر ہنستی ہوئی بولی۔ "پھر تو تم محفوظ ہو۔"

"ہاں مگر ہمیں اس پہلو پر غور کرنا چاہیے کہ دشمن کو یہاں میری موجودگی کا علم کیسے ہوا؟"

"شاید اس نے ڈی آئی جی یا راجہ وغیرہ کے خیالات پڑھ کر معلوم کیا ہو گا کہ میں یہاں اپنے شوہر کا انتظار کر رہی ہوں جو کسی بیرونی ملک سے آنے والا ہے۔"

"لیکن یہ کیسے معلوم ہوا کہ میں اسی طیارے سے آ رہا ہوں؟ میرا خیال ہے جب میں پچھلی بار تم سے باتیں کر رہا تھا تو وہ تمہارے دماغ میں آیا تھا۔"

یہ کہہ کر ساجد دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ پھر چند سیکنڈ گزارنے کے بعد اس کے پاس آکر بولا۔ "کیا میرے جاتے ہی تم نے پرائی سوچ کی لہریں محسوس کی تھیں؟"

"نہیں۔ میں سوچ رہی تھی تم اچانک کیوں چلے گئے ہو۔ تمہاری واپسی کا انتظار کر رہی تھی۔"

"اس کا مطلب ہے' وہ ابھی ہمارے درمیان نہیں ہے۔ تم اکثر مجھے تصور میں دیکھتی ہو اور میں تمہیں اپنی صورت شکل کے متعلق بتاتا رہتا ہوں۔ اب تک میں نے جو کچھ بتایا ہے اس میں دو چیزوں کا اضافہ کر لو۔ ایک تو یہ کہ میری بڑی بڑی مونچھیں ہیں اور دائیں طرف کی مونچھ کے اوپر ناک کے قریب ایک بڑا سا مسّا ہے۔"

"توبہ ہے' کیسے بھیانک لگ رہے ہو گے۔"

"یہ میرا تو نہیں اس بیچارے بھیانک کا حلیہ ہے جو میرا ہم نام ہے۔ تم آئندہ مونچھوں اور مسّے کے ساتھ میرا تصور کیا کرو گی۔ کبھی کوئی پوچھے تو میرا یہی حلیہ بتاؤ گی۔"

"کیا وہ دشمن تمہارے ہم نام ساجد کے دماغ میں نہیں جا رہا ہو گا۔"

"شاید نہیں جا رہا ہے۔ اسی لیے وہ اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ اس پر نظر رکھے ہوئے ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ وہ اکثر ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی طرح اسے یوگا کا ماہر سمجھ رہا ہے۔ پھر یہ کہ میرا وہ ہم نام ساجد دوسرے مسافروں کی طرح سگریٹ نہیں پی رہا ہے۔"

ساجد دماغی طور پر طیارے میں حاضر ہو گیا۔ جہاز بلندی پر پرواز کر رہا تھا۔ وہ ٹوائلٹ جانے کے بہانے اٹھ گیا۔ دشمنوں کے قریب سے گزرتا ہوا گیا۔ اس کا ہم نام ساجد آرام سے آنکھیں بند کیے اپنی سیٹ پر سو رہا تھا۔ شاید وہ سونے کا عادی تھا۔ کیونکہ لانگ پیں بھی سو رہا تھا۔ اس کی یہ عادت ساجد کے حق میں تھی۔ دشمن سمجھ رہے تھے کہ وہ آنکھیں بند کر کے سونے کے بہانے خیال خوانی کرنے میں مصروف ہے۔

منڈولا اور اس کے دونوں ماتحت یہی سمجھ رہے تھے۔ ان کے پاس اعصابی کمزوریوں میں مبتلا کرنے والی دوا تھی۔ منڈولا نے ایک ائیر ہوسٹس کے دماغ پر قبضہ جما کر اس مخصوص دوا کی ایک ننھی سی گولی اس کے ہاتھ میں پکڑا دی تھی۔ ہوسٹس نے اس گولی کو اپنے گریبان میں چھپا لیا تھا۔ اسے پتا ہی نہیں چلا کہ صرف تین یا چار سیکنڈ میں غائب دماغ رہ کر وہ گولی چھپائی ہے۔ اس کے بعد وہ نارمل ہو کر اپنی ڈیوٹی میں مصروف رہی۔ اس نے منڈولا کی مرضی کے مطابق مونچھوں والے ساجد کے پاس جا کر پوچھا۔ "کیا آپ کوئی مشروب لینا پسند کریں گے۔"

اس نے انکار کیا۔ وہ بولی۔ "تو پھر چائے یا کافی نوش کریں۔"

وہ بولا۔ "شکریہ۔ ابھی میں سونا چاہتا ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ منڈولا ہوسٹس کے اندر رہ کر اسے دیکھ رہا تھا۔ پھر ٹالبوٹ سے سرگوشی میں بولا۔ "وہ کمبخت آسانی سے قابو میں نہیں آئے گا۔ کچھ کھانے پینے سے انکار کر رہا ہے۔ آنکھیں بند کر لی ہیں لیکن یہ سمجھ میں آنے والی بات ہے' وہ سو نہیں رہا ہے خیال خوانی کر رہا ہے۔"

ٹالبوٹ نے کہا۔ "اس کا مطلب ہے وہ فرحانہ کے پاس پہنچا ہوا ہے۔ تم بھی فرحانہ کے اندر جا سکتے ہو۔"

"ہاں میں جا کر دیکھتا ہوں' وہ دونوں ہمیں ٹریپ کرنے کے منصوبے بنا رہے ہوں گے۔"

وہ خیال خوانی کی پرواز کرنا چاہتا تھا۔ اسی لمحے تھری ڈی کے ایک ڈی کرین نے اسے مخاطب کیا۔ پھر کوڈ ورڈز ادا کر کے بولا۔ "سپر ماسٹر کے حکم سے بڑی اہم معلومات فراہم کر رہا ہوں۔ ماسکو میں سابقہ ماسک مین کو گولی مار دی گئی ہے کیونکہ ٹیلی پیتھی جاننے والا ایوان راسکا اس کی قید سے فرار ہو گیا ہے۔"

منڈولا نے کہا۔ "دلچسپ اطلاع ہے۔ حیرانی یہ ہے کہ اتنے سخت پہرے سے کیسے نکل بھاگا ہے؟"

"فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے یہ کمال دکھایا ہے۔ ایوان راسکا ماسکو سے پیرس پہنچا تھا۔ سپر ماسٹر نے بابا صاحب کے ادارے میں جناب تبریزی صاحب سے رابطہ کر کے اس کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا ہے کہ ایوان راسکا نے اپنی مرضی سے دین اسلام قبول کیا ہے۔ اس کا نام ساجد علی ہے۔"

داؤد منڈولا چونک کر سیدھا بیٹھ گیا پھر بولا۔ "کیا؟ تم نے کیا کہا بتایا ہے؟"

ڈی کرین نے ہنس کر کہا۔ "میں جانتا تھا' تم چونک پڑو گے۔ اور سنو ہمارے ساتھی ڈی مورا کو ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے کہا تھا کہ وہ جے مور گن ہے اور فرحانہ کا عاشق ہے۔ جبکہ وہ سابقہ ایوان راسکا اور موجودہ ساجد علی ہے۔"

"اچھا تو اب تک ایوان راسکا ہمیں گمراہ کرتا آ رہا ہے۔ یہ بدبخت ابھی میری نظروں کے سامنے ہے۔ ہم ایک ہی فلائٹ سے اسلام آباد پہنچنے والے ہیں۔ اس کی محبوبہ پرل میں اس کا انتظار کر رہی ہے۔"

پھر وہ کچھ سوچ کر بولا۔ "یہ معمّا حل ہو گیا کہ یہ ساجد علی کوئی نیا ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں ہے لیکن فرحانہ کی اصلیت معلوم نہیں ہو رہی ہے۔ یہ کوئی نئی خیال خوانی کرنے والی ہے یا کوئی پرانی ہے اور نام بدل کر ہمارے سامنے آ رہی ہے۔"

"ہمارے سپر ماسٹر نے فرحانہ کے متعلق جناب تبریزی صاحب سے سوال کیا تھا۔ انہوں نے جواب دیا۔ وہ ایک مسلمان عورت ہے۔ نامحرم ہے اور ہم دوسروں سے نامحرم کی باتیں نہیں کرتے۔"

"کیا مشکل ہے۔ وہ اپنا راز کسی نہ کسی طریقے سے راز ہی رکھتے ہیں۔ بہرحال یہ بہت بڑی بات معلوم ہوئی کہ موجودہ ساجد علی تنہا نہیں ہے۔ اس کے پیچھے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ایک فوج ہے۔ میں محتاط رہوں گا۔"

ڈی کرین اس کے دماغ سے چلا گیا۔ وہ اپنے آس پاس بیٹھے ہوئے ٹالبوٹ اور موبارو کو ساجد علی کی پوری ہسٹری بتانے لگا پھر بولا۔ "اس لمحے سے خیال خوانی کے سلسلے میں محتاط رہو۔ پتا نہیں فرہاد کے کتنے خیال خوانی کرنے والوں نے اس فلائٹ کے کتنے مسافروں کو آلۂ کار بنایا ہو گا۔ ان کے ذریعے ہمیں تاڑنے کی کوشش کر رہے ہوں گے۔ اگر ہم خیال خوانی بالکل نہ کریں تو وہ ہمیں کبھی پہچان نہیں سکیں گے۔"

ان تینوں نے سفر کے دوران خیال خوانی کرنے سے توبہ کر لی۔ پنڈی کے ائرپورٹ پر پہنچنے کے بعد وہ دور ہی سے مونچھوں والے ساجد کو دیکھتے رہے۔ اس کے استقبال کے لیے ایک عورت آئی تھی۔ انہوں نے سمجھا وہی فرحانہ ہے۔ وہ جس طرح مونچھوں والے سے محبت ظاہر کر رہی تھی۔ اس سے اندازہ یقین میں بدل رہا تھا۔

وہ کئی مسافروں کے درمیان پارکنگ ایریا میں آئے۔ موبارو نے کہا۔ "وہ دونوں کار میں جا رہے ہیں۔ کیا ہم ٹیکسی میں پیچھا کریں گے؟"

منڈولا نے کہا۔ "پیچھا کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ فرحانہ پرل میں ٹھہری ہوئی ہے۔ وہ دونوں اسی سوئٹ میں رات گزاریں گے۔ سوچنا یہ ہے کہ اس رات کو ان کی زندگی کی آخری رات کیسے بنایا جائے؟"

وہ تینوں وہاں سے ایک ٹیکسی میں روانہ ہوئے۔ فرحانہ اپنے ساجد سے ملنے اور اسے آنکھوں سے دیکھنے کے لیے بے چین تھی۔ اس کے استقبال کے لیے ائرپورٹ آنا چاہتی تھی لیکن ساجد نے منع کر دیا تھا۔ حالات سازگار نہیں تھے۔ وہ ہوٹل کے کمرے میں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہی محدود رہ کر زیادہ محفوظ رہ سکتی تھی۔

لیکن دل کی بے چینی نے اسے چین سے نہیں رہنے دیا۔ وہ ہوٹل کے نچلے حصے میں آئی۔ دروازے کے قریب رہ کر محبوب کا انتظار کرنے لگی۔ اسے صورت سے نہیں پہچان سکتی تھی۔ صرف ایک ہی پہچان تھی کہ وہ تنہا آئے گا۔

ہوٹل کے دروازے پر کبھی کوئی ٹیکسی آکر رک رہی تھی، کبھی ہوٹل کی کاریں آرہی تھیں۔ لیکن ان میں سے مرد عورتیں اور بچے اتر کر ہوٹل کے اندر جارہے تھے۔ پھر ایک ٹیکسی سے ایک تنہا نوجوان باہر آیا۔ اسے دیکھ کر بے اختیار دل دھڑکنے لگا۔ وہ اکثر اپنا حلیہ جیسا بتایا کرتا تھا، کچھ ویسا ہی لگ رہا تھا۔ ٹیکسی کا کرایہ ادا کر رہا تھا۔ ہوٹل کا ملازم سامان اندر لے جارہا تھا۔ پھر وہ شیشے کا دروازہ کھول کر اندر آیا تو کچھ فاصلے پر شناسا حسن کو دیکھ کر ٹھٹک گیا۔

دونوں کی نظریں ٹکرائیں۔ دونوں کی نظروں میں ایک سوال تھا۔ ایک شناسائی سی تھی جو اجنبیت سے منکر تھی۔ اس نے ایک ذرا خیال خوانی کی پرواز کی تو جانِ حیات کو روبرو پایا پھر چند قدموں کا فاصلہ طے کرکے قریب آکر بولا۔ "تم سے رہا نہ گیا۔ آخر باہر چلی آئیں؟"

اس نے ایک دم شرما کر سر پر آنچل رکھ لیا۔ ساجد کے جی میں آیا اس شرمیلی کو بازوؤں میں بھر لے۔ پھر خیال آیا، یہ پاکستان ہے یہاں سرِعام رومانس کی یا جذبات میں بہنے کی اجازت نہیں ہے۔ وہ سر جھکا کر بولی۔ "آ...... آپ دشمنوں سے غافل تو نہیں ہیں نا؟"

"میں انہیں پہچانتا ہوں۔ وہ تعاقب کرتے ہوئے دکھائی نہیں دیے۔ یہاں بھی نظر نہیں آرہے ہیں۔ یہاں سے فوراً چلو۔"

وہ دونوں کاؤنٹر پر آئے۔ فرحانہ نے اپنے سوئٹ میں ساجد کے نام کی انٹری کرائی پھر وہ لفٹ کے ذریعے اوپر آئے۔ ملازم نے فرحانہ سے چابی لے کر دروازے کو کھولا۔ سامان اندر رکھا پھر بخشش لے کر چلا گیا۔

دروازہ بند ہوگیا۔ وہ دلہن کے روایتی لباس میں نہیں تھی لیکن سرخ جوڑے میں تھی۔ اس نے دوپٹے کو گھونگٹ بنا کر چہرے کو چھپایا تو کانچ کی چوڑیاں کھنکنائیں جیسے جذبوں نے سرگوشی کی ہو۔ ساجد نے زندگی میں پہلی بار یہ مشرقی انداز اور دونوں ہاتھوں میں بھری ہوئی چوڑیاں دیکھی تھیں۔ ہتھیلیوں پر اور انگلیوں پر مہندی کی رنگت اس کے گورے اور گلابی رنگ کو اور ابھار رہی تھی۔ وہ مقناطیس کے سامنے کھنچا چلا آیا۔ اس کے ہاتھ کو تھام کر حنائی حسن کو دیکھنے لگا۔ پھر اس کی ہتھیلی کو اپنے دھڑکتے ہوئے دل پر رکھ کر بولا۔ "میں بیان نہیں کرسکتا کہ تمہیں صرف دیکھ کر کتنی مسرت میرے اندر بھر گئی ہیں۔ میں نے خیالوں میں تمہاری کئی تصویریں بنائیں مگر یہ مشرقی انداز ان تمام تصویروں سے زیادہ حسین اور پُرکشش ہے۔ ایک بات کہوں؟"

اس نے شرما کر دوپٹے کو ذرا اور گھونگٹ بنا لیا۔ وہ بولا۔ "خیال خوانی کے دوران جب ہم گفتگو کرتے تھے تو تم مجھے تم کہا کرتی تھیں۔ ابھی پہلی ملاقات میں مجھے آپ کہہ کر مخاطب کیا تو مجھے اچھا لگا۔ انگریزی زبان میں یو یعنی تم ہے اور داؤ یعنی تو ہے۔ آپ کے لیے کوئی لفظ نہیں ہے۔ تم نے آپ کہہ کر مجھے ایک نئے انداز سے اپنایا ہے۔ میں چاہتا ہوں، مجھے اسی انداز سے مخاطب کرو۔"

وہ ذرا چپ رہی پھر بولی۔ "خدا کے بعد آپ میری جان کے مالک ہیں۔ آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔"

اس نے گھونگٹ اٹھا کر گلابی مکھڑے کو دیکھا۔ پھر اپنی ہتھیلیوں کے گلدان میں مکھڑے کو سجا کر بولا۔ "کاش! میں شاعر ہوتا، میرے پاس لفظوں کا خزانہ ہوتا تو آپ پر پھولوں کی طرح نچھاور کرتا۔ فی الوقت اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ آپ خوابوں کی طرح حسین ہیں۔"

وہ ہنس پڑی۔ دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا کر بولی۔ "آپ بڑے ہیں، بڑے چھوٹوں کو تم کہتے ہیں۔"

وہ بولا۔ "چھوٹوں سے صرف محبت ہی نہیں کی جاتی، عزت بھی کی جاتی ہے۔ میں آپ سے محبت بھی کرتا ہوں اور آپ کی عزت بھی کرتا ہوں۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ دونوں نے چونک کر ٹیلی فون کی طرف دیکھا۔ یہ وہ سہاگ رات تھی جہاں کوئی تیسری آواز سنائی نہیں دیتی۔ کوئی مداخلت کرنے نہیں آتا مگر آگیا تھا۔

وہ ناگواری سے فون کے قریب آیا۔ اسے دیکھ کر کچھ سوچتا رہا۔ گھنٹی مسلسل بج رہی تھی۔ پھر اس نے اچانک ہی مسکرا کر ریسیور اٹھایا۔ اسے منہ کے پاس لا کر کہا۔ "بھئی، میری مونچھیں بڑی ہیں تو میں کیا کروں۔ مانتا ہوں تمہیں گدگدی ہوتی ہے مگر میں انہیں چھوٹی نہیں کروں گا۔ او۔ ہاں۔ ہیلو کون ہے؟ ہیلو۔ ہیلو......"

اس نے ریسیور اٹھاتے ہی ایسا کیوں کہا؟ یہ بات پہلے فرحانہ کی سمجھ میں نہیں آئی۔ پھر دو باتیں سمجھ میں آئیں۔ ایک تو یہ کہ آدھی رات کے بعد کسی دشمن نے ہی فون کیا ہوگا اور ساجد کسی بھی فون کرنے والے کو یہ جتا رہا ہے کہ وہ وہی مونچھوں والا ساجد ہے۔

لیکن دوسری بات جو فرحانہ کی سمجھ میں آئی، اس نے شرم سے گلنار کردیا۔ یہ سمجھ میں آیا کہ مونچھوں سے گدگدی کیسے ہوتی ہے۔ اس نے شرما کر دونوں ہتھیلیوں سے اپنے چہرے کو چھپا لیا۔

ساجد ریسیور کان سے لگائے کہہ رہا تھا۔ "اتنی رات کو فون کرنا کہاں کی شرافت ہے۔ میں ریسیور الگ رکھ کر سو رہا ہوں۔"

اس نے کریڈل پر ہاتھ رکھ کر رابطہ ختم کیا۔ ریسیور کو کریڈل سے الگ رکھ دیا پھر وہ دروازے پر آیا۔ اسے کھول کر "ڈونٹ

ڈسٹرب" کی تختی لگائی۔ پھر دروازے کو اندر سے بند کرلیا۔

سہاگ رات میں پھول کھلتے ہیں۔ باہر سیون ایم ایم رائفل، کلاشنکوف اور ریوالوروں میں گولیاں بھری جارہی تھیں۔

وہ کیا تھی؟ ایک غریب بے بس اور محتاج لڑکی تھی۔ اسے ایک دل والے نے بے تاج ملکہ بنادیا تھا۔ دنیا کے ہر ملک، ہر شہر اور ہر بینک کی تجوری اس کے لیے کھل چکی تھی۔

اس کے محبوب نے اس کے سر پر آسمان روشن کردیا تھا اور زمین پر پھولوں کی سیج بچھادی تھی۔ وہ اپنے محبوب کو خراجِ عقیدت پیش کررہی تھی۔ بلا سے دروازے کے باہر موت کھڑی ہو۔ اندر جتنی بھی سانسیں تھیں، وہ اپنے دل والے کے نام تھیں۔

O☆O

دو آنکھیں اسے دیکھ رہی ہیں۔

دو آنکھوں نے اسے دیکھا کہ وہ ایک کمزور سی بے یارومددگار لڑکی تھی اور اپنی پیدائش کے پہلے لمحے سے بدنصیب تھی۔ جب وہ پیدا ہوئی تو باپ نے اس سے نظریں پھیر لیں اور اس کی ماں کو گالیاں دیں کہ اس نے بیٹی کیوں پیدا کی؟

ماں نے کہا۔ "اب سے پہلے میں نے تین بیٹے پیدا کیے۔ ہر بیٹے کی پیدائش پر تم نے خدا کا شکر ادا کیا۔ بیٹی کی پیدائش پر ناشکری کیوں کررہے ہو؟ عطائے خداوندی سے انکار کیوں ہے؟"

"اس لیے کہ بیٹی شرمندگی لے کر آتی ہے۔ باپ اور بھائیوں کے سر جھکا دیتی ہے۔ ہم کسی سے آنکھیں نہیں ملا سکتے۔"

"تم دوسروں کی بیٹیوں اور بہنوں کو عیاشی کا مال سمجھتے ہو۔ اس لیے اپنی بیٹی کو دیکھ کر پرائی بیٹی کا بدن یاد آتا ہے اور پرائی بیٹی کو ننگی آنکھ سے دیکھتے ہی اپنی بیٹی یاد آنے لگتی ہے۔"

"بکواس مت کرو۔ اسے یہاں سے اپنے میکے لے جاؤ۔ میں اس کا وجود اس گھر میں اور اس شہر میں برداشت نہیں کروں گا۔"

"کیا تم مجھ سے علیحدگی اختیار کرنا چاہتے ہو۔ کیا خدا کی رحیمی اور کریمی سے مایوس ہوگئے ہو؟ کیا یہ سمجھتے ہو کہ آئندہ بیٹا پیدا نہیں ہوگا؟"

"اور آئندہ بھی بیٹی پیدا ہوئی تو؟ نہیں، ہرگز نہیں۔ آئندہ تم میری خواب گاہ میں نہیں آؤ گی اور اگر آنا چاہتی ہو تو یہ لکھ کر دو کہ آئندہ بیٹی پیدا کروگی تو طلاق ہوجائے گی۔"

"نہیں، میں طلاق نہیں لوں گی۔ ایک عورت کے لیے طلاق سے بڑی گالی کوئی نہیں ہوتی۔"

"اگر تو طلاق نہیں لے گی۔ میکے بھی نہیں جائے گی تو میں تیری بیٹی کا گلا دبا کر مار ڈالوں گا۔"

اس نے بیٹی کی خاطر علیحدگی اختیار کرلی۔ شوہر نے بیوی اور بچی کے لیے ماہانہ رقم مقرر کردی اور یہ وارننگ دی کہ بیٹی کو باپ کا نام نہ دیا جائے۔ وہ اس کا باپ کہلانا پسند نہیں کرے گا۔ اگر باپ کا نام دیا جائے تو کبھی اس کی شادی نہ کی جائے۔ وہ کسی کو اپنا داماد بناتے ہوئے شرم اور غیرت سے ڈوب مرے گا۔

بیوی نے وعدہ کیا کہ وہ بیٹی کی شادی کبھی نہیں ہونے دے گی۔ شوہر نے کہا اگر وہ کسی سے عشق کرے گی تو اس کے عاشق کے ساتھ اسے گولی مار دے گا۔

ان حالات میں وہ لڑکی پرورش پا کر جوان ہوئی۔ چونکہ ذہین تھی اس لیے حالات کی مار نے اس کے اندر یہ عزم پیدا کیا کہ وہ اپنی ذات کی اہمیت کو منوائے گی اور اسکول سے لے کر میڈیکل کالج کے آخری سال تک ہر امتحان میں اوّل آتی رہی۔ دور دور تک اس کے حسن اور اس کی ذہانت کے چرچے ہونے لگے۔

O☆O

دو آنکھیں اسے دیکھ رہی ہیں۔

ہاں دو آنکھیں اسے دیکھ رہی ہیں۔ لیکن وہ آنکھیں کس کی ہیں؟ دیکھنے والی آنکھیں گواہ کہلاتی ہیں۔

دو آنکھوں نے اسے دیکھا کہ اس کی ذہانت کے قائل اور اس کے حسن کے شیدائی جگہ جگہ تھے۔ شاعر اس کے حسن کے قصیدے لکھتے تھے اور ہر محفل میں اس کے ناز و انداز کے چرچے ہوتے تھے۔

اس کے تین تگڑے اور خونخوار بھائی عیاشوں کی جس محفل میں جاتے تھے وہاں اپنی بہن کے حسن کی مثال ضرور سنتے تھے اور بہن کے حسن و شباب کی تعریفیں کرنے والوں کو اسپتال یا قبرستان پہنچا دیتے ہیں۔

انہوں نے باپ سے جھگڑا کیا کہ کیوں ایک بیٹی پیدا کی؟ اسے کوئی نہ کوئی ہاتھ لگائے گا۔ اس خیال سے ہی ہمیں شرم آتی ہے۔

باپ نے کہا۔ "ہم اس کی شادی نہیں ہونے دیں گے۔"

بیٹوں نے کہا۔ "شادی نظروں میں آتی ہے۔ گناہ چھپ کر ہوتا ہے۔ وہ چھپ کر جو کرے گی اس کا حساب کون کرے گا؟"

"اس کے گناہگار ہونے کی بھنک کانوں میں پڑے گی تو ہم اسے گولی مار دیں گے۔"

"جب یہ بدنامی کے چھینٹے ہمارے دامن پر آہی جائیں گے تو اس کے خون سے بھی یہ دھبے نہیں مٹیں گے۔ دانش مندی یہ ہے کہ اسے کسی ویرانے میں لے جا کر گولی ماردی جائے۔"

چاروں باپ بیٹے سر جوڑ کر قتل کا منصوبہ بنانے لگے۔ وہ اتنی حسین و جمیل تھی کہ اس کا داغ دار ہونا لازمی تھا اور وہ داغ باپ اور بھائیوں کے دامن پر لگنے والا تھا۔ پھر اس کے اغوا کا شرمناک واقعہ پیش آیا۔ اور وہ شرم و حیا کی ماری رئیس کے حرم تک جا پہنچی۔

وہ رئیس کی طاقت کا مقابلہ نہیں کرسکتے تھے لہٰذا یہ فیصلہ کیا کہ سر شرم سے جھکنے سے پہلے ہی اس بدبخت لڑکی کو جو ایک بیٹی اور تین کی بہن ہے اسے عزت آبرو سے قتل کردیا جائے۔

اس لڑکی کو اپنے بدترین حالات کا علم تھا۔ اس نے فیصلہ کیا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کہ باپ اور بھائیوں سے دور کسی دوسرے ملک چلی جائے گی۔ لیکن اس سے پہلے ہی اسے اغوا کرکے رئیس کی حرم سرا میں پہنچا دیا گیا۔

○☆○

دو آنکھیں اسے دیکھ رہی ہیں۔

ہاں دو آنکھیں اسے دیکھ رہی ہیں۔ لیکن وہ آنکھیں کس کی ہیں؟ کیا وہ مقدر کی آنکھیں ہیں؟

دو آنکھوں نے اسے دیکھا کہ وہ جس محل سرا میں پہنچائی گئی، وہ کروڑوں روپے کی لاگت سے تیار کیا گیا تھا۔ اس کے درودیوار پر اصلی سونے اور چاندی کے نقش و نگار بنے ہوئے تھے۔ وہاں کا فرش شیشے کا بنا ہوا تھا کیونکہ اس پر نازک حسینائیں اپنے خوبصورت سے نازک سے پاؤں رکھ کر چلتی تھیں۔

ایک مسلمان رئیس نے صرف درودیوار اور فرش پر جو کثیر رقم خرچ کی تھی وہ رقم صومالیہ کے مسلمانوں کو پہنچائی جاتی تو وہ فاقوں اور بیماریوں سے محفوظ رہ کر ایک مسلم سیاسی قوت بن کر ابھرتے۔

اس حرم سرا میں بیس حسین کنیزیں تھیں۔ کسی کو جاپان سے، کسی کو چین سے، کسی کو ہندوستان سے، کسی کو پاکستان سے، کسی کو امریکا اور یورپ کے ممالک سے چھانٹ چھانٹ کر لایا گیا تھا۔ یہ سب دنیا کی مہنگی ترین حسینائیں تھیں۔ رئیس کو اپنے دسترخوان پر ہر ملک کا لذیذ کھانا مرغوب تھا۔ جس نے دل بھر جاتا تھا، اسے ایک لاکھ درہم دے کر رخصت کردیتا تھا۔ اس کی جگہ دوسری حسینہ خرید کر لائی جاتی تھی۔ اس بات کا خاص خیال رکھا جاتا تھا کہ وہاں آنے والی کسی بھی حسینہ کو رئیس سے پہلے کسی نے ہاتھ نہ لگایا ہو۔ وہاں سال بھر میں تقریباً پچاس حسیناؤں کی آمد اور رخصتی ہوتی رہتی تھی۔ اس حساب سے حرم سرا میں ایک وقت میں صرف بیس حسینائیں ہوتی تھیں۔ ان پچاس عورتوں پر سالانہ ایک کروڑ درہم خرچ ہوتے تھے۔ اس کروڑ درہم سے بوسنیا کے پچاس ہزار خاندانوں کو خوراک دوائیں اور جہاد کے لیے ہتھیار پہنچائے جاسکتے تھے لیکن ایسی قوم پرستی صرف عیسائیوں اور یہودیوں میں ہوتی ہے۔ مسلمانوں میں صرف ہوس پرستی ہوتی ہے۔

اس محل کے اطراف جو بیرکس بنے ہوئے تھے، ان میں پچیس ہزار مسلح سپاہی تھے۔ وہ سپاہی اسلام دشمنوں سے لڑنے کے لیے نہیں، صرف رئیس کی حفاظت اور حسین اور مہنگی کنیزوں کی پہرے داری کے لیے تھے۔

پچیس حبشی تگڑے غلام محل سرا کے باہر ننگی تلواریں لیے کھڑے رہتے تھے۔ وہ صرف لنگوٹ پہنتے تھے ان کے سیاہ جسم اور ننگی تلواریں روشنی میں چمکتی رہتی تھیں۔ محل سرا کی کنیزیں انہیں دیکھتے ہی سہم جاتی تھیں۔

پچیس عدد خونخوار کتے تھے۔ انہیں جس کے بدن کی بو سنگھائی جاتی تھی وہ اس پر درندگی سے جھپٹ پڑتے تھے۔ پھر اس بغاوت کرنے والی حسینہ کے بدن پر گوشت نہیں رہتا تھا صرف ہڈیاں رہ جاتی تھیں۔

حرم سرا کے اندر دو امریکی پہلوان عورتیں تھیں۔ وہ اتنی زبردست تھیں کہ مقابلے میں تنہا چار مردوں پر بھاری پڑتی تھیں۔ ان میں سے ایک مین کلر اور دوسری آئرن راڈ کہلاتی تھی۔ وہ نئی آنے والی کنیزوں کو رئیس کی خواب گاہ کے لیے تیار کرتی تھیں۔ جو راضی نہیں ہوتی تھیں انہیں زبردست ذہنی اذیتیں پہنچاتی تھیں۔ ٹی وی اسکرین پر ایسے ایسے شرمناک اور دہشت ناک مناظر دکھاتی تھیں کہ وہ سہم کر خواب گاہ میں چلی جاتی تھیں۔

وہ بدبخت لڑکی آسمان سے گری اور کھجور میں اٹکی۔ باپ اور بھائیوں کی نفرت اور دشمنی سے بچنے کے لیے ملک سے باہر جانے کا سوچا تو ظالموں نے اسے حرم سرا میں پہنچا دیا۔

رئیس نے وہاں سے فرار ہونے کا کوئی راستہ نہیں رکھا تھا لیکن دنیا میں آنے کا راستہ ہے تو جانے کا بھی راستہ ہے۔ محل سرا کے ظالم درندے سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ وہ اپنی آبرو کی سلامتی کے لیے محل کی چھت سے چھلانگ لگا دے گی۔

وہ دریا کے تیز دھارے میں بہتی ہوئی گئی تو دریا کے دونوں کناروں پر دشمن ہی دشمن اس کے تعاقب میں تھے۔ ایک طرف تین قاتل بھائی رائفلیں اور راکٹ لانچر لیے ہوئے تھے دوسرے کنارے پر مسلح سپاہی پندرہ عدد خونخوار کتوں کو لیے دوڑ لگا رہے تھے۔

جب مصائب چاروں طرف سے گھیرتے ہیں اور بچاؤ کا کوئی راستہ نہیں رہ جاتا تو صرف مایوسی یا موت رہ جاتی ہے۔ ایسا اکثر ہوتا ہے کہ جدوجہد کرنے والے آخرکار مرجاتے ہیں اور اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ غیبی امداد پہنچ جاتی ہے۔ ایک کنارے پر دوڑنے والے سپاہیوں اور کتوں کی راہ میں دلدل آگئی۔ دوسری سمت قاتل بھائیوں کی جیپ کا پہیہ پنکچر ہوگیا اور وہ ان کی دست رس سے بہت دور نکل گئی۔

وہ بہتے بہتے، منہ زور لہروں کی مار کھاتے کھاتے بے جان سی ہوکر ساحل پر آگئی۔ چاروں شانے چت ہوکر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے لگی۔ یا اللہ! یہ جان تیری دی ہوئی ہے اسے تو لے لے یا مجھے اتنی طاقت دے کہ میں دشمنوں کی دنیا میں آبرو سے جی سکوں۔

وہ بڑی دیر تک دعائیں مانگتی رہی تب دعا قبول ہوئی۔ اس کے لیے آسمان سے سچے رب کا انعام اترنے لگا۔

غباروں سے ہوا نکل چکی تھی۔ غیر معمولی دواؤں اور فارمولوں کا تھیلا آکر اس کے سینے پر ٹھہر گیا تھا۔

بے شک اللہ جسے چاہتا ہے، عزت دیتا ہے، جسے چاہتا ہے ذلت دیتا ہے۔ اس کی شانِ کریمی وہی جانتا ہے۔

اس پر اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہوا تھا۔ وہ چند لمحوں تک ساکت پڑی رہی۔ اپنے سینے پر آکر اترنے والے تھیلے اور پچکے ہوئے غباروں کو حیرانی سے دیکھتی رہی پھر وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔ چاروں طرف دیکھنے لگی کہ وہاں اور کون ہے۔ یہ چیزیں کون اس پر پھینک کر تماشا دیکھ رہا ہے؟

وہاں کوئی تماشائی نہیں تھا۔ دور تک کوئی انسان اور حیوان نہیں تھا۔ تب اسے یاد آیا کہ وہ چیزیں سیدھی آسمان سے آئی ہیں۔ جیسے دعائیں شرفِ قبولیت حاصل کرکے انعام کے طور پر آتی ہیں۔ اس نے تھیلے کو اٹھا کر اپنے دھڑکتے ہوئے سینے سے لگایا۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ اس میں کیا ہے۔ یہ ایمان تھا کہ جو کچھ بھی خدا کا عطیہ ہے۔

وہ اسے سینے سے لگائے کھڑی ہوگئی۔ اگرچہ تھکن سے چور تھی۔ ساحلی زمین پر اٹھنے کی ہمت نہیں ہورہی تھی۔ لیکن غیبی امداد نے توانائی پیدا کردی تھی۔ وہ چاروں طرف محتاط نظروں سے دیکھتی ہوئی پہاڑی کے دامن میں ایک پھیلی ہوئی چٹان کے سائے میں آکر بیٹھ گئی تاکہ آس پاس سے گزرنے والوں کی نظروں میں نہ آسکے۔

اس نے تھیلے کو کھول کر دیکھا۔ اوپر امریکن ڈالرز کی گڈیاں تھیں۔ وہ تقریباً پچاس ہزار ڈالرز تھے۔ اس نے انہیں نکال کر ایک طرف رکھ دیا۔ اس صحرا اور ویرانے میں وہ نوٹ ایک وقت کی روٹی پیدا نہیں کرسکتے تھے اور اس کے اطراف حفاظتی چار دیواری اٹھا نہیں سکتے تھے۔

پھر اس نے ہاتھ ڈال کر پلاسٹک کی بوتلیں نکالیں۔ کسی پلاسٹک کی ڈبیا میں کھانے کی، کسی بوتل میں پینے کی دوائیں تھیں۔ ایک پلاسٹک کے بڑے ڈبے میں انجکشن کی ننھی شیشیاں رکھی ہوئی تھیں۔ ان پر دواؤں اور انجکشنوں کے نام لکھے ہوئے تھے۔ وہ ایک ذہین میڈیکل اسٹوڈنٹ تھی لیکن پہلی بار ایسی دواؤں کے نام پڑھ رہی تھی۔

وہ ظلم کی ماری ہوئی زندگی سے ہاری ہوئی سوچ رہی تھی۔ میں بیمار نہیں ہوں ان دواؤں سے مجھے کیا حاصل ہوگا؟ پتا نہیں اللہ تعالیٰ نے یہ سب کچھ مجھے کیوں دیا ہے؟

وہ مایوس ہوکر انہیں تھیلے سے نکال کر ایک طرف رکھنے لگی۔ اب اس کے اندر کاغذات کے پلندے اور ایک ڈائری رکھی ہوئی تھی۔ اس نے پہلے ڈائری نکالی۔ پھر اسے کھول کر دیکھا۔ پہلے صفحے پر لکھا تھا۔ "انکریڈیبل، ان بی لیو فزیکل پاور" (حیرت انگیز اور ناقابلِ یقین جسمانی قوت۔)

اس کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ اس نے ڈائری کو دھڑکتے ہوئے سینے سے لگایا پھر دوڑتی ہوئی چٹان کے سائے سے نکل کر آسمان کو یوں تکنے لگی جیسے اپنے رحیم و کریم کو دیکھ رہی ہو۔ وہ اپنے خدا سے ایسی ہی توانائی مانگ رہی تھی اور وہ آسمان سے اتر کر اس کے ہاتھوں میں آگئی تھی۔

وہ اس تحریر کو پڑھنے لگی۔ وہاں لکھا ہوا تھا۔ "خدا نے توانائی کی کوئی حد مقرر نہیں کی ہے۔ انسان جتنا طلب کرتا ہے، اتنا اسے دیتا ہے لیکن طلب ذہانت سے ہو اور عمل سے ہو۔ میں نے ذہانت اور عمل سے ایسی دوائیں اور انجکشن تیار کیے ہیں جو انسانی جسم میں غیر معمولی توانائی پیدا کرتے ہیں۔ ایسی توانائی کہ آدمی پتھر کو ٹھوکر مارے تو وہ ریزہ ریزہ ہوجائے۔ فولاد کو موڑے تو وہ اکڑ بھول کر ٹیڑھا ہوجائے۔ دنیا کا بڑے سے بڑا شہ زور اس کے قدموں میں تڑپنے لگے۔"

اس نے صفحہ الٹ کر پڑھا۔ وہاں لکھا ہوا تھا۔ "انکریڈیبل، ان بی لیو ایبل برین پاور" (حیرت انگیز اور ناقابلِ یقین دماغی توانائی)

نیچے لکھا ہوا تھا۔ "میں نے ایسی دوائیں تیار کی ہیں جو دماغ کو غیر معمولی توانائی عطا کرتی ہیں۔ انسانی یادداشت حیرت انگیز ہوجاتی ہے۔ آدمی ایک بار پڑھ کر یا ایک بار دیکھ کر اس بات کی یا اس منظر کی تفصیل کبھی نہیں بھولتا۔ کمپیوٹر کی سی تیزی سے سوچتا سمجھتا اور چشم زدن میں صحیح حساب پیش کرتا ہے۔ اس کے ذہن پر کسی صدمے، زلزلے یا دھماکے کا اثر نہیں ہوتا۔ جسمانی اور ذہنی توانائی کی جو دوائیں ہیں وہ منفی اثر بھی دکھاتی ہیں اگر یہ توانائیاں حاصل کرنے کے بعد آدمی نشہ کرے تو اس کے اندر حماقتیں بھر جاتی ہیں۔ اس سے انکار نہیں کہ گمراہی سے بڑھ کر اور کوئی حماقت نہیں ہوتی۔"

تیسرے صفحے پر لکھا تھا۔ "انکریڈیبل، ان بی لیو ایبل ہیرنگ پاور" (حیرت انگیز اور ناقابلِ یقین قوتِ سماعت)

چوتھے صفحے پر غیر معمولی قوتِ بصارت کے متعلق لکھا ہوا تھا۔

پانچویں صفحے پر درج تھا۔ "میں نے یہ دوائیں تیار کرنے میں برسوں گزار دیے۔ یوسف البرہان عرف پاشا نامی علم الابدان کے ماہر نے اس سلسلے میں میری بڑی مدد کی۔ ہم نے ان دواؤں کو پہلے ایک بندر پر آزمایا تو سو فیصد خاطر خواہ نتیجہ نکلا۔ ہم نے اس بندر کا نام ہیرو رکھا۔ وہ ہزاروں میل دور کی آواز سن لیتا تھا۔ گہری تاریکی میں صاف طور سے دیکھ لیتا تھا۔ اس کی بندر کی ذہانت انسانی ذہانت میں تبدیل ہورہی تھی۔ اس کی ابتدائی جسمانی قوت کو دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ آئندہ چند برسوں میں وہ ہاتھی سے زیادہ طاقتور ہوگا۔ اس کامیابی سے خوش ہوکر میں نے وہ دوائیں آزمائیں۔ اگرچہ پاشا نے اس سلسلے میں بھرپور مدد ساتھ دیا تھا لیکن میں نہیں چاہتا تھا کہ ایک مسلمان ایسی غیر معمولی قوتیں حاصل کرے۔ میں نے اسے ٹالنے کے لیے کہا، یہ دوائیں ہم نے ایک جانور پر آزمائی ہیں۔ اب میں ایک انسان کی حیثیت سے خود پر آزماؤں گا۔ خاطر خواہ کامیابی ہوگی تو تمہیں بھی ایک غیر معمولی انسان بنا دوں گا۔ پاشا نے کہا، میں تمہارا محتاج نہیں ہوں اور نہ ہی ایک یہودی پر بھروسا کرسکتا ہوں۔ تجربات کے پہلے دن سے ہی میں دواؤں کی کامیابی اور ناکامی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کی رپورٹ اور ان دواؤں کے اوزان نوٹ کرتا رہا ہوں اور اپنے لیے علیحدہ دوائیں تیار کرتا رہا ہوں۔ تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ میں انہیں استعمال بھی کر رہا ہوں۔

"مجھے پاشا کی طرف سے خطرہ محسوس ہوا۔ میں اس کے مقابلے میں بہت بوڑھا تھا۔ اگرچہ دوائیں مجھے طاقتور بنا رہی تھیں تو پاشا کو بھی مجھ سے زیادہ طاقتور اور جوان بناتی جا رہی تھیں۔ میں دواؤں کے فارمولے لے کر ایک رات چپ چاپ وہاں سے نکل بھاگا پھر نگر نگر بھٹکتا ہوا اپنے ملک اسرائیل پہنچ گیا۔"

یہودی جافری ہیرالڈ نے پوری تفصیل سے اپنی داستان لکھی تھی۔ بندر آدمی ہیرو کے بارے میں آخری صفحات پر لکھا تھا "اب وہ ساڑھے پانچ فٹ کا انسان بن گیا ہے۔ مہذب انسانوں کی طرح لباس پہنتا ہے۔ صرف زبان سے بول نہیں سکتا ہے۔ کمپیوٹر کے ذریعے گفتگو کرتا ہے۔ اب وہ بندر آدمی ہیرو مجھ سے باغی ہو رہا ہے۔ میں اسے اپنا تابعدار بنا کر رکھنا چاہتا ہوں لیکن وہ آزادی کا تقاضا کر رہا ہے۔ میں نے اس پر اتنی محنت اس لیے نہیں کی ہے کہ وہ آزادی کے نام پر کسی دوسرے کے جال میں پھنس جائے اور اس کی غیر معمولی صلاحیتوں سے دوسرے فائدہ اٹھائیں۔ ہمارا گھوڑا ہمیں اپنی پیٹھ پر سواری نہ کرنے دے تو اسے گولی مار دینا چاہیے۔ آج رات میں اسے تفریح کے بہانے کسی ویرانے میں لے جاؤں گا۔ پھر اسے گولی مار دوں گا۔ اب مجھے قتل کی تیاری کرنی ہے۔ اس کا کام تمام کرنے کے بعد یہ صفحہ مکمل کروں گا......"

تحریر ختم ہو گئی تھی۔ وہ صفحہ مکمل نہیں ہوا تھا۔ جمیلہ رازی نے دوسرے صفحات الٹ کر دیکھے۔ سب سادے تھے۔ وہ ڈائری لکھنے والا یہودی جافری ہیرالڈ واپس آ کر صفحہ مکمل نہیں کر سکا تھا۔ اس سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ پھر اپنی ڈائری کے پاس آنے کے قابل نہیں رہا تھا۔

اس نے ڈائری کو بھی ایک طرف رکھ دیا۔ پھر بیگ کے اندر سے کاغذات کا پلندا نکالا۔ سرسری طور سے دیکھنے پر معلوم ہو گیا کہ وہ غیر معمولی دواؤں کے فارمولے ہیں اور اس میں ترکیب استعمال بھی لکھی ہوئی تھی۔

وہ ان تمام کاغذات کو توجہ سے پڑھنے لگی۔ میڈیکل کی تعلیم کام آ رہی تھی۔ وہ تمام طبی اصطلاحات کو سمجھتی جا رہی تھی۔ تمام نکات کو اچھی طرح سمجھنے کے بعد اس نے جسمانی توانائی کی دوا کی ایک ڈبیا اٹھائی۔ چٹان کے سائے سے باہر کھلے آسمان کے نیچے آئی پھر ریت پر دوزانو ہو کر اس نے سجدہ کیا۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں کا شکر ادا کرتے کرتے روتی رہی پھر سجدے سے اٹھ کر اس نے ڈبیا کھولتے ہوئے کہا۔ "یہ پہلی خوراک شروع کرتی ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان ہے اور نہایت رحم والا ہے۔"

اس نے وہ پہلی خوراک حلق سے اتار لی۔

○☆○

دو آنکھیں اسے دیکھ رہی ہیں۔

ہاں وہ آنکھیں اسے دیکھ رہی ہیں۔ لیکن وہ آنکھیں کس کی ہیں؟ وہ آنکھیں میری ہیں۔

جی ہاں، میں اپنی داستان کا آپ راوی ہوں۔ میری دو آنکھیں دیکھ رہی ہیں، تب ہی میں یہ سب کچھ بیان کر رہا ہوں۔

سوال پیدا ہوتا ہے، میں یہ سب کچھ کیسے دیکھ رہا ہوں؟ کیا جمیلہ رازی اور اس کے دشمنوں کی نظروں سے اوجھل ہوں اور غائب رہ کر سارا تماشا دیکھ رہا ہوں؟

نہیں میرے پاس غیب کا کوئی علم نہیں ہے۔

واقعہ یوں ہے کہ عادل، انا اور ہیرو کو فرانس کے خصوصی طیارے سے رخصت کرنے کے بعد میں بھی اسرائیل کی سرحد پار کرنا چاہتا تھا۔ جناب علی اسد اللہ تبریزی نے ہدایت دی کہ میں اسرائیل کی شمال مشرقی سرحد عبور کروں۔ اب مجھے کچھ عرصے مشرق وسطیٰ کے ممالک میں رہنا ہے۔

جب میں سرحد کی طرف روانہ ہوا تو میرے ساتھ کھانے پینے اور پہننے اوڑھنے کا کافی سامان تھا اور میرے مزاج کے خلاف میرے پاس ہتھیار اور کارتوس کا ذخیرہ بھی تھا۔ زندگی میں پہلی بار میں اتنے سامان کے ساتھ سفر کر رہا تھا کیونکہ یہ تبریزی صاحب کا حکم تھا۔

راستے میں کوئی خاص رکاوٹ پیش نہیں آئی۔ سرحدی چوکی پر برائے نام فوجی تھے۔ میں نے ایک افسر کے دماغ پر قبضہ جما کر ایک جعلی کارڈ دکھایا۔ خود کو ایک آرمی افسر ثابت کیا۔ افسر نے میری گاڑی کی تلاشی لینے سے سپاہیوں کو منع کر دیا پھر مجھے سیلوٹ کر کے کہا۔ "آپ کی اجازت ہو تو میں دریا کے ساحل تک آپ کو چھوڑ آؤں۔"

میں نے کہا۔ "بے شک تم میرے ساتھ تنہا آ سکتے ہو۔"

وہ میرے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ دوسرے لفظوں میں اسے میں نے اپنے ساتھ چلنے پر مجبور کیا تاکہ میرے آگے بڑھ جانے کے بعد وہ پیچھے رہ کر کوئی گڑبڑ نہ کرے۔ وہ ساحل تک میرے ساتھ آیا۔ موٹر بوٹ والے کو حکم دیا کہ صاحب دریا میں آگے جانا چاہتے ہیں ان کا سامان بوٹ میں رکھو۔

تمام سامان بوٹ میں رکھ دیا گیا۔ میں نے افسر سے الوداعی مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "یہاں میری گاڑی میں بیٹھ کر انتظار کرو میں جلد ہی واپس آؤں گا۔"

اسی وقت سونیا ثانی نے آ کر کہا۔ "پاپا! میں اسے قابو میں رکھوں گی۔ آپ جائیں۔"

میں بوٹ میں آ کر بیٹھ گیا۔ جب وہ دریا کی لہروں پر آگے بڑھی تو میں لیٹ گیا۔ یہ جناب تبریزی صاحب کی ہدایت تھی کہ میں سو جاؤں۔ اس ہدایت کے مطابق میں نے زندگی میں پہلی بار اصول کے خلاف دماغ کو سونے جاگنے کی ہدایت نہیں دی۔ ذرا سی دیر میں سو گیا اپنی ذات سے غافل ہو گیا۔

تب میں نے دیکھا کہ میں سو رہا ہوں لیکن میری آنکھیں جاگ رہی ہیں اور یہ دو آنکھیں اسے دیکھ رہی ہیں۔

میں نے جمیلہ رازی کو دیکھا کہ وہ پیدائش کے پہلے لمحے سے نفرت اور عداوت کا شکار ہوتی آ رہی تھی۔ میں نے جو کچھ دیکھا، وہ میری کوئی غیر معمولی قوتِ بصارت نہیں تھی۔ یہ تبریزی صاحب کی روحانی ٹیلی پیتھی تھی۔ جس نے میری دو آنکھوں کو وہ مناظر دکھائے تھے اور میرے سامنے اس کی پوری ہسٹری پیش کی تھی۔

پھر میری آنکھ کھل گئی۔ موٹر بوٹ دریائی لہروں کو چیرتی ہوئی ایک سمت بڑھتی جا رہی تھی۔ شام کے سائے گہرے ہو رہے تھے۔ رات کی تاریکی پھیلنے والی تھی۔ جناب تبریزی صاحب کی ہدایات نے مجھے بوٹ کے ڈرائیور سے بھی غافل رکھا تھا۔ میں نے اب تک اس سے بات نہیں کی تھی۔ میں نے پہلی بار اسے مخاطب کیا۔ "سنو! یہ ہم کہاں سے گزر رہے ہیں؟"

اس نے پلٹ کر مجھے دیکھا۔ میں نے اپنا سوال دہراتے ہوئے پوچھا۔ "تم یہ عربی زبان ضرور سمجھتے ہو گے؟"

اس نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ پھر ذرا قریب ہو کر منہ سے زبان نکال کر دکھائی۔ اس کی زبان کا اگلا حصہ کٹا ہوا تھا۔ وہ سن سکتا تھا، سمجھ سکتا تھا لیکن بول نہیں سکتا تھا۔ میں نے اس کی آنکھوں میں جھانک کر دماغ میں پہنچنے کی راہ بنائی۔ اس کے خیالات پڑھے۔ وہ عمان کا ایک باشندہ تھا۔ یہودیوں سے اس کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ دریا کے جس ساحل پر میں بوٹ میں سوار ہوا تھا وہ عمان کا ہی ساحل تھا۔

میں نے بائیں سمت دیکھا تو آگے وہی پہاڑی اور وہی پھیلی ہوئی چٹان کا سایہ نظر آیا جہاں میری دو آنکھوں نے جمیلہ رازی کو دیکھا تھا۔ وہ نظر نہیں آ رہی تھی مگر جگہ وہی تھی۔ ڈرائیور نے میرے حکم کے مطابق بوٹ ساحل سے لگا دی۔ میرا سامان اتار کر سوکھی ریت پر لے آیا۔ میں نے اسے پانچ ہزار ڈالر دیے تو وہ بڑا حیران ہوا۔ میں نے اس کے شانے کو تھپک کر کہا۔ "اسے انعام سمجھ کر رکھ لو اور کسی سے میرا ذکر نہ کرنا۔"

وہ مشکور و ممنون ہو کر سلام کر کے چلا گیا۔ جب اس کی بوٹ نگاہوں سے اوجھل ہو گئی تو میں نے پھیلی ہوئی چٹان کے قریب جاتے ہوئے آواز دی۔ "جمیلہ! تم کہاں ہو؟"

میری آواز اس ویرانے میں دور تک گونجتی ہوئی گئی۔ مجھے جواب نہیں ملا۔ میں نے پھر آواز دی پھر خاموشی رہی۔

آخر میں نے کہا۔ "مجھے اجنبی سمجھ کر مجھ سے خوف نہ کھاؤ۔ میں تمہارا بزرگ ہوں۔ تمہارا باپ ہوں، آ جاؤ۔"

"نہیں۔" اس کی ایک زوردار چیخ سنائی دی۔ پھر وہ رو رو کر کہنے لگی۔ "میں سمجھ گئی تھی تم میرے باپ ہو، بھیس بدل کر آئے ہو۔ میں تمہیں خدا کا واسطہ دیتی ہوں، مجھے قتل نہ کرو۔"

تب مجھے یاد آیا کہ وہ باپ اور بھائی سے خوفزدہ ہے۔ میں نے اسے بیٹی اور خود کو باپ کہہ کر اسے اور زیادہ خوفزدہ کر دیا تھا۔ میں نے کہا۔ "جمیلہ! تم غلط سمجھ رہی ہو۔ میں تمہارا اپنا باپ نہیں ہوں۔ نہ ہی بھیس بدل کر آیا ہوں۔ دنیا کے سب ہی باپ اپنی بیٹیوں سے نفرت اور عداوت نہیں رکھتے۔ ان سے بے انتہا محبت کرتے ہیں۔ تمہیں اپنے باپ کی محبت نہیں ملی۔ میں تمہیں بیٹی بنا کر باپ کی محبت دینے آیا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ایک بڑے سے پتھر کے پیچھے سہمی ہوئی بیٹھی تھی۔ میں نے اس کے اندر حوصلہ پیدا کیا۔ اس کی سوچ میں کہا۔ "یہ اجنبی سچا لگتا ہے۔ ویسے بھی مجھے اس پر بھروسا کرنا ہو گا۔ میں کب تک چھپی رہوں گی۔ وہ یہاں قریب آ جائے گا تو میں اس کا کیا بگاڑ لوں گی۔"

اس سوچ نے اسے سامنے آنے پر مائل کیا۔ وہ پتھر کے پیچھے سے سہمی ہوئی سی نکل آئی۔ اسے ساحل پر آئے دو گھنٹے سے زیادہ ہو گئے تھے۔ لباس ابھی تک نم تھا۔ سرد ہوا کے باعث وہ ہولے ہولے کانپ رہی تھی۔ میں نے ایک اٹیچی اٹھا کر اس کے قریب رکھتے ہوئے کہا۔ "تم بھیگی ہوئی ہو۔ فوراً اس میں سے کوئی سا لباس نکال کر پہن لو ورنہ بیمار پڑ جاؤ گی۔ اس اٹیچی میں ایک بھرا ہوا ریوالور بھی ہے۔ اپنے پاس رکھو۔ پتھر کے پیچھے چلی جاؤ۔ میں تھوڑی دیر کے لیے دور جا رہا ہوں۔"

میں اس سے منہ پھیر کر ساحل پر دور جانے لگا۔ اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ اس نے سب سے پہلے اٹیچی سے ریوالور نکالا تھا اور اب بڑی حد تک خود کو محفوظ سمجھ رہی تھی۔ جب وہ ایک لباس نکال کر بڑے سے پتھر کے پیچھے گئی تو میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔

اس وقت تاریکی پھیل چکی تھی۔ کوئی دس منٹ کے بعد میں نے دور آسمان کی طرف دیکھا۔ بہت بلندی پر ایک لائٹ جلتی بجھتی آ رہی تھی۔ ہیلی کاپٹر کی دھیمی سی آواز تھی۔ میں ریت پر سے باقی سامان اٹھا کر چٹان کے سائے کی طرف دوڑتے ہوئے بولا۔ "جمیلہ! وہیں چھپی رہو۔ کوئی ہیلی کاپٹر آ رہا ہے۔"

میں تمام سامان سمیت دوڑتا ہوا چٹان کے سائے میں آیا۔ وہاں چھپنے کی اور کوئی جگہ نہیں تھی۔ اگر کوئی سامنے سے یا دائیں بائیں سے ساحل پر آتا تو ہمیں دیکھ لیتا۔ لیکن بلندی سے کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا کیونکہ بڑی سی چٹان چھت کی طرح دور تک پھیلی ہوئی تھی۔

ہیلی کاپٹر بالکل قریب آ گیا تھا۔ سرچ لائٹ کی روشنی ساحل پر اور پہاڑیوں پر رینگتی ہوئی جا رہی تھی۔ وہ روشنی دوبار اس چٹان پر سے بھی گزری جس کے سائے میں ہم چھپے ہوئے تھے۔ پھر وہ ہیلی کاپٹر ایک لمبا ٹرن لیتا ہوا واپس چلا گیا۔ اس کی آواز دور جاتے جاتے معدوم ہو گئی۔

میں نے اس کے خیالات سے معلوم کیا۔ وہ تاریکی میں میری

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

طرف دیکھ رہی تھی اور مجھ سے پوچھنا چاہتی تھی کہ میں کون ہوں اور ادھر کیسے چلا آیا ہوں؟ اس سے پہلے ہی میں نے کہا۔ "دشمن پھر آسکتے ہیں۔ اگر وہ تعداد میں زیادہ ہوئے تو ادھر کہیں ہیلی کاپٹر اتار کر ہمیں ڈھونڈ نکالیں گے۔ یہاں چھپنے کی کوئی دوسری جگہ تلاش کرنی ہوگی۔"

اس نے پوچھا۔ "ہم اس تاریکی میں کہاں بھٹکیں گے؟"

"میرے پاس بہت سامان ہے کھانے پینے' پہننے اوڑھنے کے علاوہ لائٹ جارجر اور ٹارچ بھی ہے۔"

میں نے ایک بیگ میں سے ایک ٹارچ نکال کر اسے دی۔ سامان کی کٹ اپنی پشت پر باندھی۔ اس نے ایک بیگ اپنی پشت پر باندھ لیا۔ غیر معمولی دواؤں کا تھیلا شانے سے لٹکا لیا۔ میں دونوں ہاتھوں میں دو بڑی اٹیچیاں اٹھا کر ٹارچ کی روشنی میں چلنے لگا۔

ہم بڑی دیر تک ایک پہاڑی سے دوسری پہاڑی کی سمت بھٹکتے رہے۔ آخر ایک چھوٹا سا غار نظر آیا۔ ہم نے قریب پہنچ کر ٹارچ کی روشنی میں دیکھا۔ غار گہرا نہیں تھا۔ ایک حجرے کی طرح اندر جگہ بنی ہوئی تھی۔ سامنے ایک بڑا سا پتھر تھا جو اس غار کو چھپا رہا تھا۔ کوئی جانور یا سانپ نہیں تھا۔ کچھ ننھے ننھے حشرات الارض تھے۔ میں نے سامان سے جراثیم کش دوا نکال کر ہر طرف اسپرے کردیا۔ دوا کی تیزی ناقابل برداشت تھی۔ ہم کھلی فضا میں آگئے۔

وہ مجھے دیکھ کر بولی۔ "ہم ابھی تک اجنبی ہیں۔"

میں نے کہا۔ "تم ایک جھوٹے غیرت مند باپ کی نفرت کو تھوڑی دیر کے لیے بھول کر یہ یقین کرلو کہ پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتیں تو تم میری بیٹی ہو اور میں تمہارا باپ ہوں۔ اس کے بعد ہم اجنبی نہیں رہیں گے۔"

"میرے مہربان بزرگ! تم نے مجھے جمیلہ کہہ کر پکارا تھا۔ میرا نام کیسے جانتے ہو؟"

"میں تمہاری المناک داستان جانتا ہوں۔ کیا تم جان سکتی ہو کہ غیر معمولی دواؤں کا تھیلا آسمان سے تمہارے پاس کیسے چلا آیا؟"

"نہیں۔ میں اسے خدا کی دین سمجھتی ہوں اور خدا کسی طرح بھی دے دیتا ہے۔"

"اسی طرح خدا نے تمہارے کام آنے کے لیے مجھے بھیج دیا ہے۔ دراصل ہم انسان قدرتی عوامل کو اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو اچھی طرح سمجھ نہیں پاتے۔ اس تھیلے نے تل ابیب سے پرواز کی تھی۔ خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا تھا کہ یہ تمہارے پاس آئے گا۔ جو برگزیدہ بزرگ ہوتے ہیں انہیں کسی حد تک آگہی حاصل ہوتی ہے۔ ایک محترم بزرگ کو بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی اشارہ ملا۔ انہوں نے مجھے مشرق وسطیٰ کے مختلف ملکوں میں رہنے کی ہدایت کی اور میں ادھر چلا آیا۔"

"مجھے یہ سن کر حوصلہ مل رہا ہے کہ تم ان علاقوں میں رہو گے اور یہاں کے مسلمان امرا و کبرا کا غرور اور ان کی بے حسی اور ان کی شرمناک حرکتیں دیکھ سکو گے۔"

"مقدر نے مجھے ایسے وقت بھیجا ہے' جب تم انتقام کی آگ میں تپ رہی ہو۔ تم نے غیر معمولی قوتیں حاصل کرنے کی پہلی خوراک کھائی ہے۔ انشاء اللہ تمہیں قوتیں حاصل ہوں گی۔ صبر و تحمل سے میں جیسا کہوں وہی کرتی جاؤ۔"

وہ میرے قریب آگئی۔ دونوں ہاتھوں سے میرے بازو کو تھام کر بولی۔ "میں خدا سے پوچھتی تھی' کیا مجھے کبھی باپ کی محبت نہیں ملے گی۔ آج میرے خدا نے میری تمام آرزوئیں پوری کردی ہیں۔ میں تمہیں کیسے مخاطب کروں؟"

"میری منہ بولی بیٹیاں اور بہوئیں مجھے پاپا کہتی ہیں۔"

اس نے پاپا کہہ کر میرے سینے پر سر رکھ دیا۔ پھر فرط مسرت سے رونے لگی۔ اس کی مسرتوں کو اور آنسوؤں کو وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جو بچپن سے ہی تمام رشتوں کی محبتوں سے محروم رہے ہوں۔ پھر اچانک انہیں سگے رشتوں سے زیادہ گہری محبت مل گئی ہو۔ ایسے میں سینہ سمندر بن کر مسرتوں کے آنسو چھلکاتا ہے۔

میں نے اسے تھوڑی دیر خوب رونے دیا۔ پھر اس کے سر کو سہلاتے ہوئے کہا۔ "تم نے صبح سے کچھ نہیں کھایا۔ چلو پیٹ بھر کر کھاؤ اور آرام سے سو جاؤ۔"

ہم حجرے نما غار میں آگئے۔ وہاں میں نے چارجر لائٹ آن کرکے ٹین کے ڈبوں میں پیک کیا ہوا کھانا نکالا۔ پھر پہلا لقمہ اس کے منہ میں رکھا تو اس کا منہ کھلا رہ گیا۔ وہ ایک ٹک مجھے تکنے لگی۔ میں نے اس کی سوچ پڑھی۔ وہ میری جگہ اپنے باپ عبداللہ رازی کو دیکھ رہی تھی۔ ہر محبت کرنے والا باپ اپنی چھوٹی سی بچی کو زانو پر بٹھا کر روٹی کھلاتا ہے۔

وہ میرے سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔ اٹھ کر میرے بائیں پہلو میں آگئی۔ میرا بایاں ہاتھ اپنی گردن میں حمائل کرکے مجھ سے لگ کر لقمہ چبانے لگی۔ پھر اس نے ایک لقمہ مجھے کھلایا۔ یوں ہم نے بڑے پیار سے خوب سیر ہو کر کھایا۔ پھر میں نے کٹ میں سے ایک کمبل نکال کر بچھایا۔ دوسرا کمبل اسے اوڑھنے کے لیے دیا پھر کہا۔ "ہم باری باری سوئیں گے اور پہرا دیں گے۔ تم ابھی سو جاؤ۔ رات کے تین بجے بیدار ہو جاؤ گی۔ اس کے بعد میں نیند پوری کروں گا۔"

وہ کمبل اوڑھ کر لیٹ گئی۔ میں نے دوا کے وقت کے مطابق اس کے بازو میں ایک انجکشن لگایا پھر اس کے اندر رہ کر اسے فوراً ہی سلا دیا۔ جب وہ گہری نیند سو گئی تو میں نے اس پر تنویمی عمل کرکے اس کے دماغ کو لاک کردیا تاکہ غیر معمولی دماغی توانائی حاصل کرنے تک کوئی دشمن اس کے اندر نہ آسکے۔

پھر میں غار سے باہر آکر دور تک دیکھنے لگا۔ جہاں تک ٹارچ کی روشنی جارہی تھی وہاں تک ریگستان اور پہاڑیوں کے دامن میں پانی نظر آرہی تھی۔ ورنہ بہت ہی خشک علاقہ تھا۔ اطراف کے علاقوں کے متعلق میری معلومات نہ ہونے کے برابر تھیں۔ جمیلہ رازی ہی بتا سکتی تھی کہ یہاں قریب ترین آبادی کون سی ہے۔

ویسے ہم اس بات سے ابھی بے خبر تھے کہ رئیس کے سپاہی اور جاسوس آس پاس کی آبادیوں میں جمیلہ کو ڈھونڈتے پھر رہے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ وہ دریا میں تیرتی ہوئی دونوں کناروں کی کسی بستی میں جا کر چھپی ہوئی ہے چونکہ وہ دلدل پار کرکے ہماری موجودہ پناہ گاہ کی طرف نہیں آسکتے تھے۔ اس لیے ایک بار ہیلی کاپٹر میں چکر لگا کر جا چکے تھے۔ باقی دوسری بستیوں میں خونخوار کتے لے کر پہنچ رہے تھے تاکہ کسی گھر میں جھانکنا نہ پڑے۔ وہ کتے دور ہی سے جمیلہ کی نشاندہی کرسکتے تھے۔

اور وہ کررہے تھے۔ ان کے ٹرینر انہیں بستیوں کی طرف لے جانا چاہتے تھے اور وہ شمال مغرب کی طرف بھونکتے جارہے تھے۔ دوسری بار بھی وہ انہیں دلدل کی طرف لے آئے۔ تب انہوں نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے محل کے فوجی افسر سے رابطہ کیا اور کہا۔ "کتے بار بار دلدل کی طرف ہمیں لارہے ہیں۔ وہ لڑکی یقیناً دلدل کے اس پار ہے۔ ہمیں ایک لمبا چکر کاٹ کر ادھر جانا ہوگا۔"

"تو پھر قباحت کیا ہے۔ فوراً جاؤ۔" آقا غصے میں گرج رہے ہیں۔ اگر وہ صبح سے پہلے حاضر نہ کی گئی تو ہم میں سے بہت سوں کی شامت ہو جائے گی۔ ایسا قہر نازل ہوگا کہ ہمارے لیے یہاں کی زمین تنگ ہو جائے گی۔"

"دوسرا مشکل یہ ہے کہ دلدل کے ادھر دو میل کے بعد ملک شام کی سرحد ہے۔ ہم بھاری اسلحہ استعمال کریں گے تو وہاں کی سرحدی فوج غلط فہمی میں ہم پر جوابی حملے کریں گی۔"

"ایک لڑکی کو گرفتار کرنے کے لیے بھاری اسلحہ استعمال کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اس کے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے۔ وہ کتوں کو دیکھتے ہی گھٹنے ٹیک دے گی۔"

"آل رائٹ سر! ہم ابھی جارہے ہیں۔"

ان کے پاس تین ٹرک تھے۔ دو ٹرکوں میں مسلح سپاہی تھے اور تیسرے ٹرک میں پندرہ عدد خونخوار کتے بھونک رہے تھے۔ انہیں دلدل کے دوسری طرف پہنچنے کے لیے تقریباً پچیس میل کا ایک لمبا چکر کاٹنا پڑا کیونکہ دلدل کے اطراف پہاڑیوں کا سلسلہ بھی تھا۔

آدھی رات کے بعد میں نے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں سنیں۔ وہ آوازیں بہت دور سے آرہی تھیں۔ میں نے غار میں آکر لائٹ روشن کرتے ہوئے جمیلہ کو جگایا۔ "اٹھو۔ دشمن آرہے ہیں۔"

وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔ وہ پریشان ہوگئی تھی۔ میں نے کہا۔ "میں تنہا بھی ان کا مقابلہ کرسکتا ہوں لیکن تمہیں سوتے جاگتے ہر طرح کے حالات کا مقابلہ کرنا اور زخم کھانا سکھاؤں گا۔ کیا تم سیون ایم ایم چلا سکتی ہو؟"

"میں نے اسکول میں رائفل شوٹنگ کی تربیت حاصل کی تھی لیکن یہ سیون ایم ایم میرے لیے نئی چیز ہے۔"

میں نے اسے استعمال کا طریقہ بتایا۔ پھر ایک ریوالور دے کر کہا۔ "دشواری ہو تو کتوں کو ریوالور سے ہلاک کرسکو گی۔ یہاں پتھر کے پیچھے سے فائرنگ کرو گی۔"

میں نے صرف دس منٹ میں اسے مختصر طور سے سمجھایا۔ باقی ارادہ تھا کہ اس کے دماغ میں رہ کر اس کے ہاتھوں سے سیون ایم ایم چلاؤں گا۔ میں نے اسے اینٹی ڈارک گوگلس پہننے کے لیے دیا پھر ٹارچ بجھا دی۔ وہ خوش ہو کر بولی۔ "میں تاریکی میں دور تک دیکھ سکتی ہوں۔"

بہت دور سے تین گاڑیوں کی ہیڈلائٹس دکھائی دینے لگیں۔ میں نے رائفل کو شانے سے لٹکایا۔ ریوالور کو جیب میں رکھا۔ راکٹ لانچر کو ایک کاندھے پر لاد لیا۔ پھر اینٹی ڈارک گوگلس پہن کر کارتوس کی بڑی پیٹی اٹھا کر وہاں سے دوڑتا ہوا دور چلا گیا۔

میں چاہتا تھا۔ ہمارے جوابی حملوں سے انہیں معلوم ہو جائے کہ جمیلہ رازی تنہا نہیں ہے۔ میں نے ذرا دور آکر ایک چٹان کے پاس مورچا بنا لیا۔ تقریباً دو سو گز کے فاصلے پر گاڑیاں رک گئی تھیں۔ ایک ٹرک سے کتوں کو نکالا گیا تھا۔ وہ غار کی سمت دیکھ کر دیوانہ وار بھونک رہے تھے۔ ان کے ٹرینر ان کی زنجیروں کو تھامے انہیں غار کی سمت جانے سے روک رہے تھے۔ ایک افسر میگافون کے ذریعے عربی زبان میں کہہ رہا تھا۔ "جمیلہ رازی! چھپنے کی نادانی نہ کر۔ کتوں نے تیری نشاندہی کردی ہے۔ اگر ہم ان کی زنجیریں کھولیں گے تو یہ تیرے پاس آکر تیری بوٹیاں نوچ لیں گے۔ تیری بہتری اسی میں ہے کہ تو خود سامنے چلی آ۔"

بولنے والا خاموش ہوگیا۔ میں اس کی کھوپڑی میں پہنچ گیا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی کہ بڑی مشکل ہے۔ ہم فائرنگ کرکے اسے دھمکیاں نہیں دے سکتے۔ ادھر شام کی سرحد سے فائرنگ شروع ہو جائے گی۔

اس کے خیالات سے مجھے پتا چلا کہ ہم ایک اور ملک کی سرحد کے قریب ہیں۔ انہوں نے ایک ٹرک کے اوپر سے ایک بڑی سرچ لائٹ آن کردی تھی۔ اس کی روشنی غار تک پہنچ رہی تھی۔ میں تھوڑے فاصلے پر تھا۔ وہ روشنی گھومتی ہوئی میری طرف بھی آسکتی تھی اور یہ مجھے منظور نہیں تھا۔ افسر نے کہا۔ "ہم آخری وارننگ دیتے ہیں۔ تو خود کو گرفتاری کے لیے پیش نہیں کرے گی تو ہم آنسو گیس پھینکیں گے۔ تجھے مجبوراً پناہ گاہ سے باہر آنا پڑے گا۔"

مجھے منظور نہیں تھا کہ ہم آنسو گیس کی زد میں آئیں۔ میں نے لانچر کو کاندھے پر رکھ کر سرچ لائٹ والے ٹرک کا نشانہ لیا پھر راکٹ فائر کیا۔ ایک زبردست دھماکے کے ساتھ وہ سرچ لائٹ پورے ٹرک کے ساتھ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر فضا میں اڑنے لگی۔ اندھیری رات میں شعلے آسمان سے باتیں کرنے لگے۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

وہ ایک نہتی لڑکی سے اتنے بڑے حملے کی توقع کر ہی نہیں سکتے تھے۔ دوسرے دو ٹرک تیزی سے گھوم کر واپس جانے لگے۔ وہ افسر اپنے سپاہیوں سے کہہ رہا تھا۔ "سرحدی سپاہیوں نے حملہ کیا ہے۔ فوراً یہاں سے دور نکلو۔"

وہ دور جا رہے تھے لیکن زبردست دھماکے کے باعث ٹرینر کے ہاتھوں سے کتوں کی زنجیر چھوٹ گئی تھیں۔ وہ بھونکتے ہوئے غار کی سمت دوڑ لگا رہے تھے۔ جمیلہ نے ریوالور سے پہلا فائر کیا۔ میں نے سیون ایم ایم سے تڑاتڑ فائرنگ شروع کی۔ یکے بعد دیگرے چھ کتے گرے پھر دوڑنا تو کیا رینگنے کے قابل بھی نہیں رہے۔ میں نے جمیلہ کے اندر رہ کر اس کے ہاتھ میں رائفل پکڑائی وہ بڑی کامیابی سے نشانے پر گولیاں چلانے لگی۔ اس کے قریب آتے آتے ایک کتا بھی دوڑنے اور چھلانگیں لگانے کے قابل نہ رہا۔ کوئی مر گیا کوئی زخمی ہو کر زمین پر پڑا ہانپنے لگا۔ پندرہ عدد کتے تھے۔ جن میں نصف سے زیادہ مر گئے اور باقی زخمی ہو کر ناکارہ ہو گئے۔

اس میگا فون والے افسر نے اپنے سینئر سے کہا۔ "سر! وہ لڑکی نہ تو نہتی ہے اور نہ تنہا ہے۔ کسی مسلح گروہ یا سرحدی فوجیوں کا تعاون اسے حاصل ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی دو میل دور سرحد سے چھوٹی توپیں چلنے لگیں۔ گولے آ کر ٹرکوں کے پاس اور پہاڑیوں کے پاس گر کر پھٹنے لگے۔ وہ دو ٹرک فوراً ہی اسٹارٹ ہو کر وہاں سے بھاگتے چلے گئے۔ میں دوڑتا ہوا جمیلہ کے پاس آیا پھر بولا۔ "فوراً سامان اٹھاؤ اور یہاں سے چلو۔ سرحدی فائرنگ سے ہمیں نقصان پہنچے گا۔ دوسرے ملک کے جاسوس حالات کا جائزہ لینے اِدھر آئیں گے۔"

وہ بڑی پھرتی سے کمبل وغیرہ تہ کر کے کٹ میں رکھنے لگی۔ میں نے راکٹ لانچر کے حصے کھول کر انہیں اٹیچی میں رکھا۔ اپنے اپنے ریوالور جیب میں رکھے رائفلیں شانوں سے لٹکائیں۔ کچھ سامان پشت پر لادا کچھ ہاتھوں میں لیا۔ پھر وہاں سے چل پڑے۔ میں نے چلتے ہوئے پوچھا۔ "کوئی اندازہ ہے کہ ہم کہاں پہنچیں گے؟"

وہ بولی۔ "رئیس کے سپاہی جدھر سے آئے تھے اُدھر ہی جانا ہو گا۔ کیونکہ ایک طرف دریا ہے اور دوسری طرف شام کی سرحد ہے۔"

ہم جہاں سے گزر رہے تھے وہاں زخمی کتے کراہ رہے تھے۔ کچھ دم توڑ رہے تھے۔ کچھ مر چکے تھے۔ دھماکے سے تباہ ہونے والے ٹرک کے پاس سات سپاہیوں کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ لانچر کے ایک ہی راکٹ نے بڑی تباہی مچائی تھی۔ وہ لاشوں اور ملبوں کے درمیان سے گزرتی ہوئی بولی۔ "پاپا! تم نے مجھے زندگی گزارنے کا ایک نیا انداز دیا ہے۔ رئیس کے اتنے سپاہیوں اور بوٹیاں نوچنے والے کتوں کو مردہ دیکھ کر میرا کلیجہ ٹھنڈا ہو رہا ہے۔ حوصلہ پیدا ہو رہا ہے کہ میں رئیس کی حرم سرا کو بھی کھنڈر بنا دوں۔"

میں نے کہا۔ "تمہاری ٹریننگ شروع ہو چکی ہے۔ اسی طرح ایکشن میں رہو گی، حالات کے ہر پہلو پر توجہ رکھا کرو گی تو کبھی مات نہیں کھاؤ گی۔ مثلاً موجودہ حالات میں سوچنے اور سمجھنے کے لیے ایک پہلو یہ ہے کہ تم ابھی جس انجانی منزل کی طرف جا رہی ہو، وہ جگہ تمہارے لیے کس حد تک محفوظ ہو گی اور کیسے خطرات پیش آ سکتے ہیں۔"

وہ اس پہلو پر غور کرنے لگی۔ میں نے کہا۔ "بیک وقت کئی پہلوؤں پر غور کرنا پڑتا ہے۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ واپس جانے والے دشمن اتنا نقصان اٹھانے کے بعد تمہارے متعلق کیا رائے قائم کر رہے ہوں گے اور اب ان کا ردِ عمل کیا ہو گا؟"

"ہاں۔ مجھے اس پہلو پر بھی سوچنا چاہیے۔"

"تیسرا پہلو یہ ہے کہ ابھی سرحد کے قریب زبردست دھماکے، فائرنگ اور گولہ باری ہوئی ہے۔ دونوں ملکوں کے فوجی وائرلیس کے ذریعے ایک دوسرے سے رابطہ کر رہے ہوں گے۔ شام کے فوجیوں سے درخواست کی جائے گی کہ ایک مفرور ملزمہ جمیلہ رازی کو سرحد پار آنے نہ دیا جائے۔ پھر اس کا مطلب یہ سمجھ میں آئے گا کہ تم اسی علاقے میں کہیں چھپتی پھر رہی ہو۔"

"پھر تو اس علاقے کی کسی بھی بستی میں پناہ نہیں ملے گی۔ میں نے حرم سرا میں سنا تھا کہ وہاں پچیس خونخوار کتے ہیں۔ ہم نے یہاں پندرہ کو ختم کیا ہے۔ ابھی دس باقی ہیں۔ انہیں میرے اتارے ہوئے لباس کی بو سنگھائی گئی ہو گی۔"

"تم سوچو کہ کم سے کم خطرہ کہاں ہے۔ میں بھی سوچ رہا ہوں۔"

میں میگا فون پر بولنے والے افسر کے اندر پہنچ گیا۔ اس نے ٹرانسیٹر کے ذریعے سرحد پر ہونے والی فائرنگ اور گولہ باری کی رپورٹ دی تھی۔ اب کہہ رہا تھا۔ "ہمارے سات سپاہی اور پندرہ کتے مارے گئے ہیں۔ ایک ٹرک تباہ ہو گیا ہے۔ وہ لڑکی اب تنہا نہیں ہے۔ پہلے ہم نے سمجھا تھا کہ اسے شام کے سرحدی فوجیوں کی حمایت حاصل ہو گئی ہے لیکن وہ سرحدی فوجی ہمارے علاقے میں دھماکا ہونے کے بعد گولہ باری کرنے لگے تھے۔ اور وہ دو میل دور تھے۔ جبکہ وہ لڑکی صرف دو سو گز کے فاصلے پر مقابلہ کر رہی تھی۔"

دوسری طرف سے پوچھا گیا۔ "اس لڑکی کے پاس راکٹ لانچر کہاں سے آ گیا؟"

"اسے کسی نامعلوم گروہ کی حمایت حاصل ہو گئی ہے۔ ہم بھی جواباً بھاری اسلحہ استعمال کرتے تو سرحدی جنگ شروع ہو جاتی۔ آپ پہلے پڑوسی ملک کی یہ غلط فہمی دور کریں کہ ہم نے سرحد کے قریب دھماکے نہیں کیے ہیں۔ یہ کوئی غیر ملکی ایجنسی کے لوگ ہیں۔ ہم انہیں گرفتار کرنے کے لیے اپنے طور پر کارروائی کرنے والے ہیں۔"

"تم وہیں ٹھہرو۔ میں ابھی پڑوسی ملک سے رابطہ کرنے کے بعد

تم سے بات کروں گا۔"

ان کا رابطہ ختم ہو گیا۔ میں محل کے انچارج افسر کے اندر پہنچ گیا۔ جب اس نے پڑوسی ملک کے سرحدی فوجی افسر سے رابطہ کیا تو میں نے اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما کر درشت لہجے میں کہا۔ "ہیلو، یہ کیا دھاندلی ہے۔ تم لوگوں نے ہماری زمین پر گولے کیوں برسائے ہیں۔"

دوسری طرف سے کہا گیا۔ "سرحدی چھیڑ چھاڑ تمہاری طرف سے ہوئی ہے۔ تمہارے ہاں سے فائرنگ اور دھماکے شروع ہوئے تھے۔ اس کے بعد ہم نے گولے برسائے ہیں۔"

میں نے افسر کی زبان سے کہا۔ "تم لوگوں کو اپنی فوجی طاقت پر بہت گھمنڈ ہے۔ ابھی وہاں ہماری فوج آ کر حملہ کرنے والی ہے۔ سنبھل جاؤ۔"

یہ کہتے ہی میں نے رابطہ ختم کرایا۔ پھر میگا فون والے افسر سے رابطہ کرا کے بولا۔ "ہماری بات ہو گئی ہے۔ پڑوسی ملک کے فوجی مداخلت نہیں کریں گے۔ تم جا کر اس لڑکی کو گرفتار کرو۔"

وہ بولا۔ "ہو سکتا ہے لڑکی نے وہ جگہ چھوڑ دی ہو۔ ہمیں اسے ڈھونڈنے کے لیے مزید کتوں کی ضرورت ہے۔"

"میں ابھی ٹرینر کو حکم دیتا ہوں۔ وہ باقی دس کتے اور مزید دس سپاہی لے کر ابھی پہنچے گا۔"

محل کے انچارج افسر نے ٹرینر کو بلایا پھر کہا۔ "جمیلہ رازی کی اترن لے جا کر باقی کتوں کو اس کی بُو سے آشنا کرو اور سپاہیوں کے ساتھ جاؤ۔ دلدلی گھاٹی کے پاس مزید فوجی تمہارے منتظر ہیں۔"

ٹرینر نے کہا۔ "یس سر! میں ابھی کتوں کو اس کی بُو سنگھاتا ہوں۔"

میں ٹرینر کے اندر آیا۔ وہ وہاں سے چلتا ہوا محل سرا کے دروازے پر آیا۔ پھر وہاں کی انچارج لیڈی پہلوان آئرن راڈ کو بلا کر بولا۔ "جمیلہ رازی کی اترن چاہیے۔ اس کے پیچھے مزید کتے بھیجے جائیں گے۔"

لیڈی راڈ نے انٹرکام کے ذریعے انچارج افسر سے پوچھا۔ "کیا ٹرینر کو جمیلہ کی اترن دی جائے؟"

"جی ہاں۔ مزید کتے بھیجے جائیں گے۔"

"وہ پندرہ کتے کیا ہوئے؟"

"وہ سب مارے گئے ہیں۔ سات سپاہی بھی ہلاک ہو چکے ہیں۔ جمیلہ تنہا نہیں ہے۔ اس نے کسی گروہ کی حمایت حاصل کر لی ہے۔ ہمیں شبہ ہے کہ وہ یہودی تخریب کاروں سے مل گئی ہے۔"

"پھر تو ہمارے یہ باقی دس کتے بھی مار ڈالے جائیں گے۔ کیا وہ پناہ گاہ بدل رہی ہے؟"

"شاید ایسا کر رہی ہے۔ میرا خیال ہے اسے ڈھونڈنے کے لیے صرف دو کتے بھیجے جائیں۔"

"ہاں یہ مناسب ہے۔ میں ٹرینر سے کہہ دیتی ہوں۔"

وہ رابطہ ختم کر کے حرم سرا کے اندر گئی پھر ایک الماری کے خانے سے جمیلہ کا لباس لا کر ٹرینر کو دیتے ہوئے کہا۔ "افسر کا حکم ہے صرف دو کتے لے جاؤ۔"

ٹرینر لباس لے کر وہاں سے چلا۔ محل کے پیچھے ایک بڑے سے کیج میں دس عدد کتے بھونک رہے تھے۔ اس نے محل سے باہر آتے ہی ایک سگریٹ منہ میں رکھا۔ لائٹر کے ننھے سے شعلے کو بھڑکا کر سگریٹ سلگانے لگا۔ سگریٹ تو چشم زدن میں سلگ جاتا ہے مگر وہ سلگاتا رہا۔ جب بھڑکتی ہوئی آگ کے شعلے اس کے ہاتھ کو جلانے لگے تو اس نے گھبرا کر اس لباس کو دور پھینک دیا۔ تب پتا چلا کہ وہ سگریٹ نہیں سلگا رہا تھا اس لباس کو جلا رہا تھا۔

وہ دیدے پھاڑ کر دیکھنے لگا۔ سوچنے لگا کہ آگے بڑھ کر جوتے سے آگ بجھائے۔ پھر باقی ماندہ کپڑوں کو کتوں کے پاس لے جائے۔ میں نے اسے ایسا سوچنے دیا لیکن آگے بڑھنے نہیں دیا۔ آخر وہ لباس جل کر راکھ ہو گیا۔

میں جمیلہ کے ساتھ چلتے چلتے ایک جگہ رک کر بیٹھ گیا تھا اور خیال خوانی میں مصروف رہ کر محل کے اندرونی حالات معلوم کر رہا تھا اور اس کا لباس جلا کر راکھ کر رہا تھا۔ جمیلہ نے پوچھا۔ "پاپا! یہاں بیٹھے رہنے میں کوئی مصلحت ہے؟"

"ہاں بیٹے! میں نے تمہارا وہ لباس جو کتوں کے لیے محل میں محفوظ رکھا گیا تھا، اسے جلا دیا ہے۔ اب تم محفوظ ہو۔ وہ تمہیں آئندہ کتوں کے ذریعے تلاش نہیں کر سکیں گے۔"

وہ خوش ہو کر بولی۔ "تم سچ کہہ رہے ہو پاپا؟ مگر مگر تم تو میرے پاس بیٹھے ہوئے ہو۔ وہ لباس وہاں کیسے جل گیا؟"

"بیٹی! میں اپنے بارے میں رفتہ رفتہ بتاتا رہوں گا۔ ابھی وقت نہیں ہے۔ اتنا سمجھ لو کہ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں اور خیال خوانی کے ذریعے میں نے محل میں پہنچ کر وہ لباس جلا دیا ہے۔ اب کوئی چار دیواری مل جائے تو میں چارجر لائٹ کی روشنی میں تمہارا میک اپ کر کے چہرہ بدل دوں گا۔ پھر تمہیں جمیلہ کی حیثیت سے کوئی نہیں پہچان سکے گا۔"

وہ میرے شانے پر سر رکھ کر بولی۔ "اوہ پاپا! آپ کتنے کمالات جانتے ہیں۔ بے شک میرا خدا مجھ پر مہربان ہے۔"

"تم ذرا سوچو کہ آگے ہمیں کہاں جانا ہے۔ میں خیال خوانی میں مصروف رہوں گا۔"

میں نے ٹرینر کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ وہ تکلیف سے چیخیں مار رہا تھا۔ لیڈی آئرن راڈ اس کی پٹائی کرتی ہوئی پوچھ رہی تھی۔ "بتا، تو نے اس کا لباس کیوں جلا ڈالا؟ کیا تو جمیلہ پر عاشق ہو گیا ہے؟"

وہ اپنی صفائی میں کچھ کہنا چاہتا تھا مگر میں نے اسے قہقہہ لگا کر کہنے پر مجبور کیا۔ "ہاہاہا۔ میں اس کا عاشق ہوں، دیوانہ ہوں۔ جب ہمارا آقا اس کے پیچھے اُلو بن سکتا ہے تو میں کیوں نہیں بن سکتا۔ ہاہاہا۔ ہاہاہا۔"

itsurdu.blogspot.com
itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

لیڈی راؤ نے حبشی غلاموں کو حکم دیا کہ اسے تلواروں سے زخم لگاؤ۔ اس ٹریزر نے کتوں کو کتنی ہی کنیزوں کا گوشت کھلایا ہے آج اسے کتوں کے پنجرے میں پھینک دو۔ یہ اپنا گوشت بھی انہیں کھلائے گا۔"

میں نے محل کے انچارج افسر کے خیالات پڑھے۔ اس نے میگافون والے افسر کو ٹرانسمیٹر پر اطلاع دی "اب کتے جمیلہ کی بو نہیں پاسکیں گے۔ ٹریزر کی غلطی سے وہ لباس جل گیا ہے۔ بہرحال مزید مسلح سپاہی تین ٹرکوں میں آرہے ہیں۔ پڑوسی ملک سے ہماری بات ہوگئی ہے۔ تم وہاں بھاری اسلحہ استعمال کرسکتے ہو۔"

افسر نے میری مرضی کے مطابق یہ باتیں کہہ کر رابطہ ختم کردیا۔ اسی وقت انٹرکام سے اشارہ موصول ہوا۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا۔ پھر دوسری طرف سے آقا کی آواز سنتے ہی ادب سے اٹھ کھڑا ہوگیا پھر بولا۔ "حضور کا اقبال بلند ہو۔ غلام حاضر ہے۔"

آقا نے گرج کر پوچھا۔ "غلام کے بچے جمیلہ کہاں ہے؟ رات کے تین بج رہے ہیں۔ میں سونے جارہا ہوں۔ صبح خوشخبری نہ ملی تو تم سب کو عبرتناک سزائیں ملیں گی۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ انچارج افسر خوف سے تھر تھر کانپ رہا تھا اور جمیلہ کو گالیاں دے رہا تھا۔ میں نے رئیس کے اندر آکر دیکھا۔ وہ سونے جارہا تھا۔ میں نے اسے جانے دیا۔ وہ شطرنج کی بساط کا شاہ تھا۔ میں ابھی اسے مات دے دیتا تو بازی ختم ہوجاتی۔ میں نے اسے اس لیے ڈھیل دی کہ وہ جمیلہ کا شکار تھا۔ صرف وہی نہیں، محل سرا میں اور بھی جتنے ظالم اور شہ زور تھے، ان سب سے وہ حساب لینے والی تھی اور میں اسے یہ عملی ٹریننگ دینے والا تھا۔

اس نے مجھے مخاطب کیا۔ "پاپا! یہاں سے دس میل کے فاصلے پر شہرالزرقا ہے۔ وہاں اسپتال کی ایک نرس میری سہیلی ہے۔ وہ ایک کوارٹر میں تنہا رہتی ہے۔ ہمیں وہاں چھپنے کی جگہ مل جائے گی۔"

میں اس کے ساتھ اٹھ کر چلنے لگا۔ اس نے پوچھا۔ "محل میں کیا ہورہا ہے؟"

"وہ ٹریزر جو بغاوت کرنے والی حسیناؤں کا گوشت کتوں کو کھلاتا تھا، آج کتوں نے اس کا گوشت کھایا ہے۔ رئیس تمہارے گرفتار نہ ہونے پر انگاروں پر لوٹ رہا ہے۔ اس نے محل کے افسران کو وارننگ دی ہے کہ صبح تک تمہیں گرفتار نہ کیا گیا تو ان سب کی شامت آجائے گی۔"

وہ سن رہی تھی اور خوش ہورہی تھی پھر سنجیدگی سے بولی۔ "میں نے محل سرا کے ٹی وی اسکرین پر ایک فرار ہونے والی حسینہ کو دیکھا ہے۔ وہ فرار ہوتے وقت پکڑی گئی تھی۔ اس بے چاری کے ساتھ ایسا غیرانسانی سلوک کیا گیا کہ سوچو تو شرم آتی ہے۔ پھر کتے اسے جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر کھا گئے تھے۔ میں پکڑی جاؤں گی تو میرے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک ہوگا۔ پھر دوسری عزت دار لڑکیوں کی طرح میرا بھی قصہ ختم ہوجائے گا مگر میرے اللہ کو یہ منظور نہیں ہے۔ وہ معبود مجھے حوصلہ، قوت اور میرے پاپا کا سہارا مجھے دے رہا ہے۔ میں ان ظالموں کو زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

میں نے کہا۔ "ابھی ذہن کو اس معاملے پر مرکوز کرو کہ الزرقا پہنچ کر کیا ہوگا اور کیسے حالات پیش آسکتے ہیں۔ میں پھر تھوڑی دیر خاموش رہوں گا۔"

میں میگافون والے افسر کے پاس آگیا۔ وہاں مسلح سپاہیوں سے بھرے مزید تین ٹرک آگئے تھے اور وہ پانچوں ٹرک اس سمت جارہے تھے جہاں ہم سے پہلے مقابلہ ہوچکا تھا۔ میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر راستہ بدل دیا۔ تمام سپاہی اور ماتحت افسر اس کی کمانڈ میں تھے اس لیے اس کے حکم کے مطابق پڑوسی ملک کی سرحد کے قریب پہنچ گئے۔ اس نے مارٹر گن اور راکٹ لانچرز وغیرہ کے ذریعے حملہ کرنے کا حکم دیا۔

ایک ماتحت افسر نے کہا۔ "سر! آگے پڑوسی ملک کے سرحدی فوجی ہیں۔"

وہ گرج کر بولا۔ "کیا اپنے کمانڈر کو نالائق سمجھتے ہو۔ ہماری ان فوجیوں سے بات ہوچکی ہے۔ وہ اِدھر نہیں ہیں۔ اُدھر جمیلہ غیرملکی ایجنٹوں کے ساتھ چھپی ہوئی ہے۔ فائر کرو۔"

حکم کی تعمیل کی گئی۔ مارٹر گنوں، راکٹ لانچروں اور رائفلوں کے ذریعے تمام سپاہیوں نے چھوٹی سی پہاڑی کی طرف فائرنگ اور دھماکے شروع کردیے۔ دوسری طرف کے فوجی پہلے ہی تیار تھے انہوں نے ان سے بڑا حملہ کیا۔ کتنے ہی سپاہی مرنے اور پیچھے ہٹنے لگے۔ پڑوسی ملک کے فوجی زبردست حملے کرتے ہوئے سرحد پار کرکے انہیں رگیدتے ہوئے دلدل تک لے آئے۔ اس کے بعد واپس چلے گئے۔ کیونکہ وہ پانچوں ٹرک کے سپاہی مارے گئے تھے۔ میرا آلۂ کار افسر زندہ تھا مگر زخمی۔ زمین پر رینگتا ہوا ٹرانسمیٹر تلاش کررہا تھا تاکہ افسرانِ بالا کو اپنی حالتِ زار بیان کرے۔ میں اسے چھوڑ کر دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔

ہم شہرالزرقا کے قریب پہنچ رہے تھے۔ جمیلہ نے کہا۔ "مجھے اس شہر سے بہت محبت ہے۔ جب میں پیدا ہوئی اور میرے باپ نے میری ماں کو گھر سے اور شہر سے نکال دیا تو وہ مجھے لے کر الزرقا میں آگئی۔ یہاں میرا ننھیال ہے۔ مگر میں ماں کے پاس ابھی جاؤں گی تو وہ مصیبت میں گرفتار ہوجائے گی۔ رئیس کے آدمی اس تاک میں ہوں گے کہ شاید میں ماں کے پاس آؤں گی پھر وہ مجھے گرفتار کرلیں گے۔"

"درست کہتی ہو، تمہیں اپنی ماں سے دور رہنا چاہیے اب ہم شہر میں داخل ہورہے ہیں۔ وہ دیکھو تمہارے بائیں طرف والی کوٹھی میں تاریکی ہے۔ چار بجنے والے ہیں۔ سب ہی سو رہے ہوں گے۔ کیوں نہ ہم ایک ایک کوٹھی میں جھانکتے چلیں۔ شاید کوئی خالی مل جائے۔"

"ویسے تو کئی کوٹھیاں خالی مل سکتی ہیں۔ یہاں کے امیر کبیر لوگ ہفتوں اور مہینوں کے لیے عیاشی کی غرض سے یورپ کے ملکوں میں جاتے رہتے ہیں۔ وہ کوٹھیاں مقفل رہتی ہیں۔ احاطے میں مالی اور چوکیدار رہتے ہیں۔"

ہم اس تاریک کوٹھی کے پاس پہنچ گئے۔ وہاں ایک مسلح چوکیدار گیٹ کے کیبن میں موجود تھا۔ میں نے اس سے پوچھا۔ "کیا تمہارا آقا فرہاد علی تیمور کوٹھی میں موجود ہے؟"

وہ بولا۔ "تم کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟ یہاں کوئی فرہاد علی تیمور نہیں رہتا ہے۔"

میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ مسکرا کر بولا۔ "تم دونوں تھکے ہوئے مسافر ہو۔ میرے کوارٹر میں چل کر آرام کرو۔ کوٹھی مقفل ہے۔ ورنہ میں دروازہ کھول دیتا۔"

میں چند لمحوں کے لیے اسے چھوڑ کر سلمان کے پاس آیا پھر اس سے بولا۔ "سلطانہ کے ساتھ میرے اندر آؤ۔ عربی بولنے والوں سے پالا پڑا ہے۔"

میں پھر مسلح چوکیدار کے پاس آیا۔ وہ بول رہا تھا۔ "تم دونوں ابھی تک یہاں کھڑے ہو؟ جاؤ چلے جاؤ۔"

میں نے پھر اس پر قبضہ جمایا وہ چپ ہوگیا۔ سلمان اور سلطانہ نے کہا۔ "ہم موجود ہیں۔"

میں نے کہا۔ "میں اس کوٹھی میں پناہ لوں گا۔ یہاں جو ملازمین ہیں ان کی تعداد معلوم کرو اور انہیں اپنا معمول بناؤ تاکہ مجھے آقا سمجھ کر میری اطاعت کریں۔ میں کوٹھی میں جارہا ہوں۔"

میں چوکیدار کو سلمان اور سلطانہ کے حوالے کرکے جمیلہ کے ساتھ احاطے سے گزر کر کوٹھی کے دروازے پر آیا۔ ایک اٹیچی میں سے ایک تار نکالا۔ پھر اس کے ذریعے دروازے کو کھول لیا۔ جمیلہ حیرانی اور دلچسپی سے دیکھ رہی تھی۔ میں اس شاندار کوٹھی کے ایک شاہانہ بستر پر آکر گر پڑا۔ وہ بولی۔ "پاپا! تم تھک گئے ہو۔ تمہیں آرام سے سو جانا چاہیے۔"

"تمہاری بھی نیند ادھوری رہ گئی ہے لیکن نہ میں سوؤں گا نہ تمہیں سونے دوں گا۔ یہ بھی ٹریننگ کا ایک حصہ ہے۔ جب تک مکمل تحفظ کا یقین نہ ہو، تب تک نہ آنکھ بند کرنا چاہیے نہ غافل رہنا چاہیے۔"

میں نے اٹیچی میں سے میک اپ کا سامان نکالا۔ اسے ایک سنگار میز کے آئینے کے سامنے بٹھایا پھر اس کا میک اپ کرنے لگا۔ سلطانہ نے آکر پوچھا۔ "بھائی جان! یہ کون ہے؟"

"میری ایک نئی بیٹی ہے۔ مجھے اس کے ساتھ مشرقِ وسطیٰ کے کئی ممالک میں رہنا ہے۔ تم اپنی رپورٹ سناؤ۔"

اس نے کہا۔ "اس کوٹھی کے مالک کا نام حسام بن زید ہے۔ رئیس ابن رئیس ہے۔ سال میں دو چار مہینے پیرس اور لندن میں گزارتا ہے۔ پچھلے ہفتے گیا ہے۔ جلدی واپسی کی توقع نہیں ہے۔ اس کے کمرے میں دیوار پر اس کی تصویر لگی ہے، آپ تصویر کے ذریعے اس کی کھوپڑی میں پہنچ سکتے ہیں۔"

"یہاں ملازم کتنے ہیں؟"

"تین ہیں۔ چوکیدار، مالی اور باورچی۔ سلمان چوکیدار پر عمل کررہے ہیں۔ میں نے ثانی کو مالی کے پاس پہنچا دیا ہے۔ اب میں باورچی پر عمل کرنے جارہی ہوں۔"

"ان تینوں کے دماغ میں یہ نقش کردینا کہ ان کا آقا حسام بن زید واپس کوٹھی میں آگیا ہے۔ میں حسام کے میک اپ میں رہوں گا۔"

وہ چلی گئی۔ میں نے جمیلہ کا میک اپ ادھورا چھوڑ کر کہا۔ "پہلے کچھ ضروری معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں پھر صرف تمہارا ہی نہیں میرا بھی میک اپ ہوگا۔"

میں نے ایک اور بیڈ روم کھول کر دیکھا۔ وہاں دیوار پر ایک ادھیڑ عمر کے شخص کی بڑی سی تصویر لگی تھی۔ میں اس تصویر کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے اس کے دماغ میں پہنچ گیا پھر جمیلہ سے کہا۔ "یہاں فیملی البم ہوگا اسے تلاش کرو۔"

یہ کہہ کر میں پھر حسام بن زید کے اندر آیا۔ وہ سو رہا تھا۔ اس کے چور خیالات اس کی پوری ہسٹری شیٹ پیش کرنے لگے۔ میں اس کی زندگی کے تمام چور گوشوں سے واقف ہوتا گیا۔

جمیلہ ایک البم تلاش کرکے لائی۔ اس میں ایک نوجوان لڑکی کی بڑی خوبصورت سی تصویر تھی۔ میں نے کہا۔ "حسام نے کبھی شادی نہیں کی لیکن لندن میں اس کی ایک رکھیل ہے جس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی وہ اس بیٹی کو اپنی بیٹی نہیں مانتا ہے۔ شاید یہ اسی کی تصویر ہے۔ میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔"

میں تصویر کی آنکھوں میں جھانکتا ہوا اس لڑکی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ سو رہی تھی۔ اس کے خوابیدہ دماغ نے بتایا کہ وہ اسپتال میں ہے۔ کسی نے اس پر گولی چلائی تھی۔ وہ اپنی ماں اور باپ کے جھگڑے میں زخمی ہوکر اسپتال پہنچی ہوئی تھی۔ جب سے وہ پیدا ہوئی تھی تب سے ماں نے حسام کو کہا تھا کہ اسے بیٹی تسلیم کرو اور اسے باپ کا نام دو۔

حسام نے کہا تھا۔ "میں عزت دار رئیس ابن رئیس ہوں ایک رکھیل کی اولاد کو اپنا نام نہیں دوں گا۔"

یہ بات انیس برس پرانی ہوگئی تھی۔ وہ بیٹی انیس برس کی ہوگئی تھی۔ ماں نے اس کا نام ڈی لائلہ رکھا تھا اور حسام سے کہلا بھیجا تھا کہ اگر وہ لندن آکر بیٹی کو قانونی طور پر نہیں اپنائے گا اور اسے اپنا نام نہیں دے گا تو وہ اس کی بیٹی کو عرب کے ایک رئیس کی رکھیل بنا دے گی۔

یہ حسام کی غیرت کے لیے ایک بہت بڑا چیلنج تھا کہ اس کی بیٹی مشرقِ وسطیٰ کے کسی مسلمان رئیس کی رکھیل بن کر آئے۔ ڈی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

لائلہ کی ماں کے پاس کچھ ایسے ثبوت تھے جن سے کسی حد تک وہ حسام کی بیٹی ثابت ہو جاتی تھی۔ بیٹی ہونا ثابت ہو یا نہ ہو۔ یہی کیا کم تھا کہ بیٹی ہونے کا شبہ شہرت پانے لگتا۔

اس نے فون پر کہا تھا کہ وہ ڈی لائلہ کو بیٹی تسلیم کرنے آرہا ہے لیکن جس دن وہ لندن پہنچا' اسی شام کسی نے ڈی لائلہ کو گولی ماری۔ آپریشن تھیٹر میں گولی اس کے جسم سے نکال دی گئی تھی۔ اس سے پوچھا جا رہا تھا کہ کس نے گولی ماری ہے لیکن وہ خاموش تھی۔ دماغی طور پر ایب نارمل ہونے کا بہانہ کرکے باپ کے خلاف بیان نہیں دے رہی تھی۔

جب میں نے جیلہ کے چہرے پر ڈی لائلہ کا میک اپ کرتے ہوئے اسے یہ تمام داستان سنائی تو وہ رونے لگی۔ میں نے پوچھا۔ "کیا ہوا؟ آنسو پونچھو۔ میک اپ خراب ہو جائے گا۔"

وہ آنسو پونچھ کر بولی۔ "پاپا! ڈی لائلہ کی داستان مجھ سے مختلف نہیں ہے۔ فرق اتنا ہے کہ باپ نے اپنی عزت اور جھوٹی غیرت کے لیے اسے گولی ماردی۔ میرے باپ کو ابھی تک مجھے گولی مارنے کا موقع نہیں ملا ہے۔"

جہاں عیاشی اور ہوس پرستی زیادہ ہوگی' وہاں جھوٹے غیرت مند زیادہ ہوں گے۔ میں نے جیلہ کو مکمل ڈی لائلہ بنا دیا۔ وہ ڈی لائلہ کی تصویر کو اور خود کو آئینے میں دیکھ کر حیران ہوتی رہی پھر بولی۔ "پاپا! تم نے جیلہ کی ہستی گم کردی ہے۔ مجھے عجیب سا لگ رہا ہے کہ میں گم ہو گئی ہوں۔"

میں نے اپنے چہرے پر حسام بن زید کا میک اپ کرتے وقت ایک بار ڈی لائلہ کے پاس جا کر دیکھا۔ حسام آدھی رات کے بعد بیٹی سے ملنے چپ چاپ اسپتال میں آیا تھا۔ وہ بول رہی تھی۔ "ڈیڈی! میں ایب نارمل نہیں ہوں۔ پورے ہوش و حواس میں ہوں۔ آپ کے خلاف بیان دے سکتی ہوں لیکن اس کے بعد کیا ہوگا؟ آپ جیسے لوگوں کے پاس بہت دولت ہے۔ آپ عدالت کا فیصلہ خرید لیں گے مگر مجھے باپ کا نام پھر بھی نہیں ملے گا۔ اس لیے سوچتی ہوں کیوں آپ کو قاتل کہوں؟"

وہ بولا۔ "جو کچھ ہوا' اسے بھول جاؤ اور اپنی زبان بند رکھو۔ تمہیں عیش و آرام سے زندگی گزارنے کے لیے ہر ماہ پندرہ ہزار پونڈ ملتے رہا کریں گے۔"

"نو ڈیڈی! مجھے آپ کی یہ مہربانی نہیں چاہیے۔"

"پھر کیا چاہتی ہو؟"

"ریوالور کی ایک گولی چاہتی ہوں۔ پہلی ڈاکٹروں نے نکال دی۔ انہوں نے مجھ پر ظلم کیا ہے۔ مجھے ناجائز کہلانے کے لیے پھر سے زندہ کردیا ہے۔ آپ مسلمان ہیں' آپ کو خدا کا واسطہ ایک گولی اور ماریں۔ میں قسم کھاتی ہوں' ڈاکٹروں کے پہنچنے سے پہلے مر جاؤں گی۔"

وہ غصے سے بولا۔ "تم ماں بیٹی بہت ضدی ہو۔ کسی نہ کسی طرح مجھے پھانسنا چاہتی ہو۔ میں ایسا پاگل نہیں ہوں کہ یہاں تمہیں قتل کروں اور گرفتار ہو جاؤں۔ میں جانے سے پہلے کہہ دوں کہ تمہاری ماں تمہیں کسی کی داشتہ بنانے کی حماقت کرے گی تو میں تمہیں داشتہ بننے سے پہلے ہی گولی مار دوں گا۔"

یہ کہہ کر وہ اسپتال کے کمرے سے چلا گیا۔ بیٹی دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا کر رونے لگی۔ سلمان نے مجھے مخاطب کرکے کہا۔ "بھائی جان! وہ چوکیدار تنویمی نیند سو رہا ہے۔"

میں نے کہا۔ "حسام بن زید کے اندر پہنچو۔ اس کی پوری ہسٹری معلوم کرو۔ اس کی بیٹی ڈی لائلہ کے اندر حوصلہ اور عزائم پیدا کرو پھر آؤ۔ ہم حسام کے متعلق کچھ سوچیں گے۔"

وہ چلا گیا۔ میں اپنے چہرے پر حسام کا میک اپ کرنے لگا اور یہ معلوم کرنے لگا کہ شہر الزرقا اور عمان میں وہ کس طرح مصروف رہتا ہے اور اس کے خاص دوستوں اور رشتے داروں میں کون کیا ہے اور کہاں ہے؟

وہ آدم بیزار تھا۔ بہت کم افراد سے اس کے تعلقات تھے۔ ان کی تصویریں البم میں تھیں۔ ایک اور یہودی حسینہ کی تصویر تھی۔ جس سے ان دنوں اس کا رومانس چل رہا تھا۔ وہ اسے انگلی پکڑنے دیتی تھی مگر پہنچے تک پہنچنے نہیں دیتی تھی اور اسے اپنا دیوانہ بناتی رہتی تھی۔ اس حسینہ کے متعلق بھی بہت کچھ معلوم کرنا تھا لیکن ایسی جلدی بھی نہیں تھی۔ ارادہ تھا کہ نیند پوری کرنے کے بعد اُدھر دھیان دوں گا۔

میں نے میک اپ مکمل کرلیا۔ جیلہ نے پیچھے سے آکر گلے میں بانہیں ڈال کر کہا۔ "پاپا! تم لاجواب ہو۔ اگر میں آنکھوں کے سامنے یہ روپ بدلتے نہ دیکھتی تو تمہیں حسام بن زید ہی سمجھتی۔ پاپا کبھی تسلیم نہ کرتی۔"

میں نے کہا۔ "اچھا اب جاؤ اور سو جاؤ۔ ابھی تمہارے سامنے بڑے بڑے چیلنج ہیں۔"

وہ دوسری خواب گاہ میں چلی گئی۔ میں حسام کے بستر پر آکر لیٹ گیا۔ بتیاں بجھا دیں۔ پھر سونے سے پہلے سوچا کہ رئیس کے خوابیدہ دماغ میں پہنچ کر جیلہ کو اس کے لیے ایک دہشت بنا دوں تاکہ اس کی نیند حرام ہو جائے اور وہ جیلہ کو ڈھونڈتا پھرے۔

یہ سوچ کر میں اس کے دماغ میں پہنچا تو ایک نیا انکشاف ہوا۔ کوئی اس کے اندر بول رہا تھا۔

وہ کہہ رہا تھا۔ "الکبیر! میری آواز اور میرا لہجہ تمہیں متاثر کررہا ہے۔ تمہارے حواس پر چھا رہا ہے اور تم میرے معمول بنتے جارہے ہو۔"

رئیس کے خوابیدہ دماغ نے کہا۔ "ہاں' تمہاری آواز اور تمہارا لہجہ مجھے متاثر کررہا ہے۔ میرے حواس پر چھا رہا ہے۔ میں تمہارا معمول بن رہا ہوں۔"

"میں تمہارا عامل ہوں۔ تمہیں حکم دیتا ہوں کہ خود کو گالیاں ...نے رہو۔"

وہ حکم کی تعمیل کرنے لگا' خود کو گالیاں دینے لگا۔ عامل نے ...ا۔ "خاموش ہو جاؤ۔"

وہ خاموش ہو گیا۔ عامل نے کہا۔ "میں حکم دیتا ہوں تم ہمیشہ کی ...ح سپر ماسٹر اور ہمارے ملک کے وفادار رہو گے اور کسی بھی ...لامی ملک کو ہم پر ترجیح نہیں دو گے۔"

اس نے اس حکم کی تعمیل کا وعدہ کیا۔ عامل نے کہا۔ "تم اپنی ...م سرا کی انچارج لیڈی آئرن راڈ اور لیڈی مین کلر کو زیادہ اہمیت ...ر عزت دو گے اور ان دونوں کے مشوروں پر عمل کرتے رہو ...گے۔"

الکبیر نے معمول کی حیثیت سے حکم کی تعمیل کا وعدہ کیا۔ عامل ...نے کہا۔ "میں حکم دیتا ہوں کہ تمہارا دماغ حساس رہے گا۔ تم پرائی ...چ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک کر ان لہروں کو بھگا دو ...گے۔ صرف میری سوچ کی لہروں کو کبھی محسوس نہیں کرو گے۔"

اس طرح اس عامل نے رئیس الکبیر کے دماغ کو لاک کر دیا پھر ...ا۔ "میں جا رہا ہوں۔ تم چھ گھنٹے تک تنویمی نیند سوتے رہو گے۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ وہ گہری نیند میں ڈوب گیا تھا۔ ...ا سمجھ رہا تھا کہ عامل ابھی اس کے اندر موجود ہے اور اس کی ...پی نیند سے مطمئن ہو رہا ہے۔

پھر وہ اس کے دماغ سے چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی الکبیر کے ...اس دماغ نے میری سوچ کی لہروں کو محسوس کیا اور اپنے عامل ...کے حکم کے مطابق سانس روک لی۔ سانس رکتے ہی اس کی آنکھ ...ل گئی۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ سوچنے لگا۔ اچانک سانس کیوں ...ک رہی تھی؟ وہ کیسا خواب دیکھ رہا تھا۔ کوئی اس سے کچھ بول رہا ...ا اور آقا کی طرح احکامات کا پابند بنا رہا تھا۔

اس اجنبی عامل نے الکبیر پر جو تنویمی عمل کیا تھا وہ بے شک ...امیاب رہا تھا۔ اگر وہ تنویمی نیند پوری کرلیتا تو عامل کا ایک معمول ...ور تابعدار بن جاتا لیکن تنویمی نیند میں گڑبڑ ہوتے ہی سارا طلسم ...ٹ گیا۔ اب وہ معمول نہیں رہا تھا۔

عامل جا چکا تھا۔ اسے یقین تھا کہ معمول چھ گھنٹے تک اس کے ...کم کے مطابق سوتا رہے گا۔

میں نے الکبیر کو پھر بستر پر لٹا دیا۔ اسے ٹیلی پیتھی کے ذریعے ...تھپک کر سُلا دیا۔ جب وہ گہری نیند میں ڈوب گیا تو اسے جیلہ رازی ...دکھائی دی۔ وہ بلاشبہ حسین و جمیل تھی۔ خواب میں اور زیادہ دلکش ...اور نشین لگ رہی تھی۔

...وہ دونوں بازو پھیلا کر بولا۔ "تم کہاں گم ہو گئیں تھیں؟ میری ...آغوش میں آجاؤ۔"

...وہ قہقہہ لگا کر بولی۔ "اپنے خونخوار کُتوں کو بھیج دو۔ وہ مجھے ...تمہارے پاس لے آئیں گے۔"

...میں تمہارے سامنے کُتا بننے کو تیار ہوں۔ میرے پاس چلی آؤ۔"

"تم تو شاہ ہو۔ گداگروں کی طرح کیوں مانگ رہے ہو؟ لاکھوں درہم لٹاؤ۔ میں خریدی نہیں جاؤں گی۔ مسلح فوج سے حملے کراؤ۔ میں زیر نہیں ہو سکوں گی۔ تم ایک حرم سرا بنا کر اس کے خدا بن گئے۔ وہاں مجبور لڑکیوں کی زندگی اور موت کے مالک بن گئے۔ ان کی آبرو کے کھلاڑی بن گئے۔ کوئی تمہارے خلاف بغاوت کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا۔ مگر اب دیکھو' میں بغاوت کرکے تمہاری عزت کو' طاقت کو اور غرور کو خاک میں ملا رہی ہوں۔"

"جیلہ! میری طاقت کو چیلنج نہ کر۔ میرے سر پر سپر پاور امریکا کا ہاتھ ہے۔ وہ ہاتھ تجھے ایک چُٹکی میں چیونٹی کی طرح پکڑ کر میری حرم سرا میں پہنچا دیں گے۔"

میں نے اسے نیند کی حالت میں اٹھایا۔ اس نے بستر سے اٹھ کر الماری کے پاس آ کے ایک خنجر نکالا۔ پھر اسے لاکر اپنے تکیے میں پیوست کردیا۔ اس کے بعد بستر پر آکر تکیے پر خنجر کے پاس سر رکھ کر لیٹ گیا۔ وہ بدستور گہری نیند میں تھا۔ جہاں سے وہ خواب ادھورا رہ گیا تھا' وہاں سے میں نے پھر شروع کیا۔ اس نے دیکھا۔ جیلہ کہہ رہی تھی۔ "اچھا تو تیرا سپر پاور مجھے ایک چُٹکی میں پکڑ کر تیری حرم سرا میں پہنچا دے گا.... تو پھر پکار اپنے سپر پاور کو۔ میں تیرا کام تمام کرتی ہوں۔"

اس نے خواب میں دیکھا۔ جیلہ غصے سے اس کی الماری کے پاس گئی۔ اسے کھول کر ایک آبدار خنجر نکالا۔ اسے اپنی مٹھی میں جکڑا پھر بجلی کی طرح کڑک کر بولی۔ "سنبھل جا' سپر پاور کی اولاد! میں تجھے زیر و پاور کر رہی ہوں۔"

وہ چیخ مارتی ہوئی' فضا میں خنجر لہراتی ہوئی اچھل کر بستر پر آئی۔ پھر اس خنجر کے تیز پھل کو اس کے سینے میں پیوست کردیا۔ سینے سے خون کی ایک پھوار نکلی۔ الکبیر چیخیں مارتا ہوا نیند سے ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ "بچاؤ۔ بچاؤ۔ مجھے بچاؤ۔ اس نے مجھے مار ڈالا ہے....."

دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ دو مسلح سپاہی رائفلیں لیے دو حبشی غلام ننگی تلواریں لیے خواب گاہ میں آگئے۔ ان کے ساتھ وہاں کی انچارج لیڈی آئرن راڈ اور لیڈی مین کلر بھی تھیں۔ الکبیر گرج رہا تھا۔ "تم سب کہاں مر گئے تھے۔ جیلہ آئی تھی۔ اس نے مجھ پر خنجر سے حملہ کیا تھا۔ وہ..... وہ دیکھو میں بال بال بچ گیا۔ حملہ چوک گیا۔ خنجر میرے تکیے میں پیوست ہے۔"

سب حیران تھے کہ اتنے سخت پہرے کے باوجود جیلہ کیسے آگئی؟

پورے محل میں بھگدڑ شروع ہو گئی۔ آقا کہہ رہا تھا کہ جیلہ آئی تھی۔

اگر نہیں آئی تھی تو وہ خنجر نشانے سے چوک کر تکیے میں کیسے پیوست ہو گیا تھا۔ کس نے خنجر چلایا تھا؟

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

رئیس الکبیر کا بڑا رعب اور دبدبہ تھا۔ محل کے مکین اُس کی آہٹ سن کر تھرّاتے تھے۔ تمام ماتحت اور غلام اس کا سامنا کرتے ہوئے گھبراتے تھے۔ کوئی اس کے سائے کے قریب سے گزر نہیں سکتا تھا۔ کجا یہ کہ اس درندہ صفت کے تکیے میں کوئی آب دار خنجر گھونپ کر چلا گیا تھا۔

پورے محل میں بھگدڑ ہو رہی تھی۔ اس بدمعاش کو تلاش کیا جارہا تھا جو رئیس کو قتل کرنے آیا تھا۔ شاید نشانہ چُوک گیا تھا۔ اس لیے خنجر رئیس کے جسم میں نہیں تکیے میں پیوست ہو گیا تھا۔

پرانی کہاوت کے مطابق کوئی پرندہ بھی اس محل میں پَر نہیں مار سکتا تھا۔ کوئی چیونٹی رینگ کر نہیں جاسکتی تھی شاید ڈی ڈی ٹی اسپرے کی جاتی ہوگی۔ گویا اتنا سخت پہرا تھا کہ وہاں کوئی غیر ضروری ہستی داخل نہیں ہو سکتی تھی اس کے باوجود موت اس رئیس کی شہ رگ کے قریب آکر تھم گئی تھی۔

محل کے سیکیورٹی گارڈز' ننگی تلواریں لیے ہوئے حبشی' وہاں کے چند جاسوس' رئیس کے مشیر اور حرم سرا کی انچارج لیڈی مین کلر اور لیڈی آئرن راڈ سب ہی حیران و پریشان تھے کہ قاتل وہاں داخل کیسے ہوا؟ رئیس الکبیر پورے یقین سے کہہ رہا تھا۔ "داخل ہوا نہیں ہوئی تھی۔ وہ جیلہ رازی تھی۔"

محل کے گارڈز' سپاہی اور دیگر لوگ کبھی یقین نہیں کرسکتے تھے کہ جیلہ جیسی نازک اندام حسینہ تن تنہا محل میں داخل ہو کر قاتلانہ حملہ کرنے کی جرأت کرسکے گی۔ لیکن محل کا کوئی بندہ اپنے رئیس کی بات کو جھٹلا نہیں سکتا تھا جب آقا کہہ رہا تھا تو غلام یہ کہنے کی جرأت نہیں کرسکتے تھے کہ آقا کی آنکھوں نے دھوکا کھایا ہے۔

اس سے پہلے جیلہ نے میرے تعاون سے ان پچیس خونخوار کتوں میں سے پندرہ کو ہلاک کردیا تھا۔ میں نے اس کا اترا ہوا وہ لباس کتوں کے ٹرینرز کے ذریعے جلوا دیا تھا جس لباس کی بُو سونگھ کر کتے جیلہ کا پیچھا کرتے تھے۔ پھر میں نے جیلہ کے ساتھ رہ کر تین فوجی ٹرک اور اسلحے کے ذخیرے تباہ کرا دیئے تھے۔

دشمنوں کو یقین ہو گیا تھا کہ ایک تنہا لڑکی اتنی تباہیاں نہیں پھیلا سکے گی۔ وہ کسی گروہ سے مل گئی ہے یا کسی یہودی ٹیم میں شامل ہو گئی ہے تب ہی جم کر مقابلہ کررہی ہے اور انہیں نقصانات پہنچاتی جارہی ہے۔

جیلہ کی ان کامیابیوں نے محل کے تمام افراد کو یہ سوچنے پر مجبور کیا کہ جو لڑکی اس قدر دلیری سے مقابلہ کرسکتی ہے وہ اپنے گروہ کی مدد سے محل میں داخل ہو کر قاتلانہ حملہ بھی کرسکتی ہے۔

لیکن سیکیورٹی گارڈز یہ تسلیم کرلیتے کہ وہ محل میں کسی طرح داخل ہو گئی تھی تو رئیس الکبیر انہیں ملازمت سے خارج کردیتا یا سب کو ایک قطار میں کھڑا کرنے کے بعد گولی مارنے کا حکم دے دیتا۔ اس لیے سب یہ ثابت کررہے تھے کہ وہ رات کو جاگتے رہے اور ڈیوٹی پر ہمیشہ کی طرح محتاط رہے۔ ویسے کوئی ایسا سراغ نہیں مل رہا تھا کہ جیلہ زمین پر چل کر یا محل کی چھتوں پر سے گزر کر رئیس کی خواب گاہ میں داخل ہوئی تھی۔

اس محل کا ایک امریکی جاسوس رئیس الکبیر سے طرح طرح کے سوالات کررہا تھا کہ جیلہ کس طرح کمرے میں داخل ہوئی تھی؟ کیسے خنجر نکالا تھا اور کیسے حملہ کیا تھا؟ رئیس الکبیر نے خود کو بچانے کی جدوجہد کیوں نہیں کی؟

رئیس نے کہا۔ "میں خود حیران ہوں کہ میں نے اُس نازک اندام لڑکی پر حاوی ہونے کی کوشش کیوں نہیں کی؟ میں خود کو بے دست و پا محسوس کررہا تھا۔ شاید اس نے مجھ پر کوئی عمل کیا تھا۔"

حرم سرا کی انچارج لیڈی آئرن راڈ یہ باتیں سن رہی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ سپر ماسٹر نے ایک نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے ڈی ہاروے کو پچھلی رات حکم دیا تھا کہ وہ رئیس الکبیر کے دماغ پر قبضہ جمائے اور اس رئیس کو لیڈی آئرن راڈ اور لیڈی مین کلر کا مطیع و فرمانبردار بنا کر رکھے۔

پچھلی رات ڈی ہاروے لیڈی آئرن راڈ کے پاس آیا تھا اور اسے بتایا تھا کہ وہ رئیس الکبیر پر تنویمی عمل کرچکا ہے۔ آئندہ وہ ہمارے اشاروں پر چلے گا۔

یہ بات ابھی ان لوگوں کو معلوم نہیں تھی کہ میں نے ڈی ہاروے کے تنویمی عمل کو ناکام بنا دیا ہے۔ اس کے عمل کے تقریباً آدھے گھنٹے بعد ہی رئیس الکبیر نے جیلہ کی آمد کا اور اس کے قاتلانہ حملے کا شور مچا دیا تھا۔

لیڈی آئرن راڈ اپنے کمرے میں آگئی۔ اس نے دروازے کو اندر سے بند کیا پھر ایک ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے کسی ایجنٹ کو مخاطب کیا پھر کہا۔ "سپر ماسٹر سے کہو پانچ منٹ کے اندر ڈی ہاروے کو میرے پاس بھیج دے۔"

اس نے ٹرانسمیٹر کو آف کرکے ایک جگہ چھپا دیا۔ ڈی ہاروے نے پانچ منٹ سے پہلے ہی اس کے دماغ میں پہنچ کر پوچھا۔ "ہیلو۔ کیا بات ہے؟"

لیڈی آئرن راڈ اسے پوری تفصیلات بتانے لگی کہ کس طرح رئیس الکبیر پر ناکام قاتلانہ حملہ ہوا ہے۔ اور رئیس کا دعویٰ ہے کہ اس کی خواب گاہ میں جیلہ نے تنہا آکر اس پر حملہ کیا تھا۔

ڈی ہاروے نے کہا۔ "تم جو وقت بتا رہی ہو اس کے مطابق میں نے صرف آدھا گھنٹا پہلے رئیس الکبیر پر تنویمی عمل کیا تھا اور اسے تنویمی نیند سُلا کر چلا گیا تھا۔ میرے عمل کے مطابق اسے دو گھنٹے بعد تنویمی نیند سے بیدار ہونا چاہیے تھا لیکن وہ آدھے گھنٹے بعد کیسے بیدار ہو گیا۔ کیا جیلہ نے آکر اسے جگایا تھا؟"

"شاید یہی بات ہوگی۔ ایسا ہے تو وہ کتنی دلیر ہے کہ دشمن کو جگا کر حملہ کرتی ہے۔"

"تم اس بات پر حیران ہو اور میں یہ سوچ کر مایوس ہو رہا ہوں کہ جیلہ نے اسے جگا کر میرے تنویمی عمل کو ناکام بنا دیا ہے۔ اب وہ میرا معمول رہے گا اور نہ ہی تمہاری لیڈی مین کلر کے زیرِ اثر رہے گا۔"

"واقعی تنویمی عمل کے سلسلے میں تمہیں ناکامی ہوئی ہے۔ ویسے تم پھر دوسری رات اس پر عمل کرسکتے ہو۔ لیکن یہ حیرانی کی بات ہے کہ جیلہ یہاں آکر صرف موت کی دھمکی دے کر کیسے واپس چلی گئی اور کسی نے اسے نہیں دیکھا۔"

"ہاں۔ یہ حیرانی کی بات ہے۔ اس کا سراغ لگانا چاہیے۔"

"میں نے اسی لیے تمہیں بلایا ہے۔ رئیس الکبیر سہما ہوا بھی ہے اور غصے سے گرج بھی رہا ہے۔ ایسی حالت میں وہ کس قدر صحیح بیان دے رہا ہے' یہ تم ہی اس کے اندر جا کر اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کرسکتے ہو۔"

"اچھی بات ہے۔ میں ابھی جا کر اس کے اندر کی باتیں معلوم کرتا ہوں۔"

ڈی ہاروے اس سے رخصت ہو کر رئیس الکبیر کے اندر آیا اور پچھلی رات کے تمام خیالات پڑھنے لگا۔ رئیس کی سوچ کہہ رہی تھی کہ وہ رات کو عجیب و غریب خواب دیکھتا رہا۔ کوئی نامعلوم شخص اس کے حواس پر چھا جانے کے لیے اس پر کسی طرح کا عمل کررہا تھا اور اسے حکم دے رہا تھا کہ وہ آئندہ لیڈی آئرن راڈ اور لیڈی مین کلر کے زیرِ اثر رہے گا اور ان کے مشوروں کو تسلیم کرتا رہے گا۔

پھر اس نامعلوم شخص نے مجھے گہری نیند سونے کا حکم دیا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ کتنی دیر تک سوتا رہا اچانک ہی جیلہ نے میری خواب گاہ میں آکر مجھے چونکا دیا۔

ڈی ہاروے نے اس کی سوچ میں سوال کیا۔ "ایسا نہیں ہوسکتا کہ وہ جیلہ خواب میں نظر آئی ہو؟"

رئیس کی سوچ نے کہا۔ "ہرگز نہیں۔ اگر وہ خواب میں آئی تو خنجر میرے تکیے میں کس نے پیوست کیا تھا؟"

اس حقیقت کا جواب کسی کے پاس نہیں تھا۔ وہ خنجر اس بات کا ثبوت تھا کہ اس کی خواب گاہ میں جیلہ آئی تھی۔ ڈی ہاروے یہ سوچ سکتا تھا کہ شاید کسی دشمن نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایسی الجھن پیدا کی ہو لیکن سپر ماسٹر اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی جاسوسی رپورٹ میں یہ درج نہیں تھا کہ کوئی اور ٹیلی پیتھی جاننے والا ان مسلم ممالک میں کہیں ہے۔ اور یہ تو وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ فرہاد علی تیمور وہاں موجود ہوگا کیونکہ میں اپنی ابتدائی ٹیلی پیتھی والی زندگی سے لے کر اب تک کبھی مشرقِ وسطیٰ کی طرف نہیں گیا تھا۔

ڈی ہاروے نے لیڈی آئرن راڈ کے پاس آکر کہا۔ "اس کے خیالات بتا رہے ہیں کہ جیلہ آئی تھی۔"

وہ بولی۔ "کیا وہ چھلاوہ ہے یا جادوگرنی بن گئی ہے کہ محل میں صرف رئیس کو نظر آئی؟ آخر کہاں سے آئی تھی اور کس چور راستے سے غائب ہو گئی تھی؟"

"کہیں ایسا تو نہیں کہ جیلہ نے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو دوست بنا لیا ہو؟"

"ہماری معلومات ناقص نہیں ہیں۔ یہاں کوئی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں ہے۔ سپر ماسٹر کے پاس فرہاد اور اس کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فہرست موجود ہے اور اس میں درج ہے کہ کون کس ملک میں مصروف ہے۔ آج کل ان کے اکثر ٹیلی پیتھی جاننے والے ادارے میں یا پیرس میں ہیں۔"

"جب جیلہ کو جبراً حرم سرا میں لایا گیا تھا تو اس کی تصویریں اتاری گئی تھیں۔ میں اس کی چند تصاویر بھیج رہی ہوں۔"

"یہ بہتر ہوگا' میں تصویر کے ذریعے اس کے اندر پہنچ کر معلوم کرسکوں گا کہ وہ کہاں ہے اور کیا کرتی پھر رہی ہے۔"

ڈی ہاروے چلا گیا۔ لیڈی آئرن راڈ اور لیڈی مین کلر کے علاوہ دوسرے خاص مشیروں اور محافظوں کے لیے رئیس الکبیر ایک مسئلہ بن گیا تھا۔ اپنی خواب گاہ میں بیٹھا ہوا تھا مگر سونا نہیں چاہتا تھا۔ پچھلی رات سے جاگ رہا تھا اور ایک ایک سے پوچھ رہا تھا "میں کیسے سو سکتا ہوں۔ لاکھوں ڈالر کے اس محل میں میری زندگی خطرے میں ہے۔ اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ میرے سوتے ہی جیلہ پھر نہیں آئے گی۔ تم لوگ حرام کی تنخواہیں لیتے ہو اور حرام کھاتے ہو۔ وہ مجھے قتل کرکے چلی جائے گی تو تم لوگوں کا کیا بگڑے گا؟ تم لوگ کسی اور آقا کے غلام بن جاؤ گے۔"

اسے تسلیاں دی جارہی تھیں کہ اب ایک چیونٹی بھی خواب گاہ میں داخل نہیں ہوسکے گی۔ خواب گاہ کے چاروں طرف مسلح محافظ کھڑے رہیں گے۔ چھت پر بھی گارڈز موجود رہیں گے۔ خطرے کا الارم آن رکھا جائے گا۔ کوئی بھی چُھپ کر آنا چاہے گا تو خود کار گھنٹیاں بجنے لگیں گی۔

رئیس الکبیر کو جاگنے کی عادت نہیں تھی۔ نیند پھر غالب آرہی تھی۔ وہ جاگتے رہنے کی ضد کے باوجود آخر سو گیا۔

میں تو بہت پہلے ہی نیند کی آغوش میں چلا گیا تھا۔ جیلہ بھی تھکن سے چُور تھی۔ دوسری خواب گاہ میں سو رہی تھی۔ ہم باپ بیٹی نے اپنے چہرے اور حلیے بدل لیے تھے۔ میں حسام بن زید بن گیا تھا اور جیلہ' حسام کی بیٹی ڈی لائلہ بنی ہوئی تھی۔

میں نے پچھلے باب میں بیان کیا ہے کہ جیلہ اور ڈی لائلہ کے حالاتِ زندگی تقریباً یکساں تھے۔ وہ دونوں لڑکیاں اپنے اپنے باپ کی محبت اور شفقت سے محروم تھیں۔ جیلہ کے باپ عبداللہ رازی کو بیٹی ذات سے نفرت تھی اور وہاں کا بے انتہا دولت مند رئیس حسام بن زید یہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کی رکھیل سے پیدا ہونے والی ڈی لائلہ اس کی اپنی بیٹی کہلائے۔ وہ اسے باپ کا نام نہیں دینا چاہتا تھا۔ جب اس نے بلیک میل کرنا چاہا تو حسام نے اپنی ہی بیٹی کو گولی مارنے کی کوشش کی تاکہ وہ نہ رہے تو ولدیت کا جھگڑا ہی ختم

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہو جائے۔

ڈی لائلہ گولی کھا کر اسپتال پہنچی۔ ابھی زندگی باقی تھی اس لیے آپریشن تھیٹر میں بچالی گئی۔ اس نے پولیس کو باپ کے خلاف بیان نہیں دیا۔ تنہائی میں باپ کو بلا کر کہا کہ وہ ایسی زندگی سے موت کو بہتر سمجھتی ہے۔ ڈاکٹروں نے اسے ایک بار بچالیا۔ مگر اس بار باپ سے التجا ہے کہ وہ اسے گولی مار دے۔ وہ زندہ رہنا نہیں چاہتی ہے۔

حسام بن زید اسپتال میں اسے گولی مار کر قانون کی گرفت میں نہیں آنا چاہتا تھا۔ اس لیے بیٹی کو اسپتال میں چھوڑ کر چلا گیا۔

کچھ ایسا ہی قصہ عبداللہ رازی اور اس کے دو جوان بیٹوں کا تھا' وہ چاہتے تھے جمیلہ کسی طرح مرجائے وہ ایک بیٹی کا باپ اور ایک بہن کے دو بھائی نہ کہلائیں۔ جو لوگ عیاش ہوتے ہیں ان کے سوچنے کا انداز کچھ ایسا ہی ہوتا ہے۔ وہ نہیں چاہتے کہ کوئی دوسرا اُن کی بیٹی اور بہن کے ساتھ بھی وہی سلوک کرے لہٰذا بیٹی اور بہن پیدا ہی نہ ہو تو بہتر ہے۔ ایسے عیاشوں کی یہ بڑی احمقانہ خواہش ہوتی ہے۔

دوسرے دن بارہ بجے میری آنکھ کھل گئی۔ غسل کرنے کے بعد پچھلی رات کی ساری تھکن اتر گئی۔ جمیلہ ابھی تک گہری نیند میں تھی۔ میں نے اسے جگا کر کہا۔ "کم سے کم سونے کی کوشش کرو۔ ابھی تمہارے سامنے بڑے بڑے چیلنج ہیں۔"

اُس نے مجھے سلام کیا پھر ایک لباس لے کر باتھ روم میں چلی گئی۔ پچھلی رات سلمان اور سلطانہ وغیرہ نے حسام بن زید کی کوٹھی کے چوکیدار' مالی اور دوسرے ملازمین پر عمل کر کے یہ سمجھا دیا تھا کہ ان کا آقا اپنی انگریز بیٹی کے ساتھ لندن سے آگیا ہے۔ ملازم نے مجھ سے ناشتے کے لیے پوچھا۔ میں نے کہا "بے بی کو غسل سے فارغ ہونے دو پھر کچھ کھایا پیا جائے گا۔"

وہ چلا گیا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ وہ اپنے آقا کا بہت منہ چڑھا ملازم ہے اور آقا کی عیاشیوں کے متعلق بہت کچھ جانتا ہے۔ اس یہودی حسینہ کے بارے میں بھی جانتا ہے جو آج کل اس کے آقا کے حواس پر چھائی رہتی ہے۔ میں نے پچھلی رات والی وہ البم نکالی۔ اس میں اس حسینہ کی ایک پوسٹ کارڈ سائز کی تصویر تھی۔ میں اس کی آنکھوں میں جھانکتے جھانکتے اس کے اندر پہنچ گیا۔

اس کا نام کیلی رافیل تھا۔ اسرائیلی انٹیلی جنس کی بہت ہی تیز طرّار حسینہ سمجھی جاتی تھی۔ وہ کہتی تھی کہ میں گیلے صابن کو مٹھی سے پھسلنے نہیں دیتی۔ مرد کی کیا مجال ہے کہ میرے ہاتھوں سے پھسل جائے۔ ان دنوں اسے حسام بن زید کے پیچھے لگا دیا گیا تھا اور اب اس مکار حسینہ نے حسام کو اپنے حسن و شباب کے پیچھے لگا رکھا تھا۔ مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کی بنیاد پرستی ختم کی جائے۔ اس علاقے میں چند ایسے مسلمان امیر کبیر لوگ تھے جو اسلامی اصولوں کے تحت سے پابند تھے۔ وہ کہتے تھے کہ پہلے اپنے گھر کو کافروں سے بچایا جائے۔ ان سے تجارتی رابطے کم سے کم ہوں اور سب سے اہم بات یہ کہ کسی مسلمان کو ایک عیسائی یا یہودی عورت سے شادی نہیں کرنا چاہیے کیونکہ گھر کا نظام اور بچوں کی تربیت عورتوں کے ذمے ہی ہوتا ہے۔ اگر یہودی عورت کو بیوی بنا کر لاؤ گے تو وہ تمہاری اولاد کو یا تو مکمل یہودی بنا دے گی یا پھر یہودیوں سے محبت اور دوستی پر مجبور کردے گی۔

ایک عرصے سے مشرق وسطیٰ کے اسلامی ممالک میں یہی ہو رہا تھا۔ مسلمان امیر کبیر لوگ عیاشی کے لیے یورپ اور امریکا جاتے تھے۔ وہاں عیسائی یا یہودی حسیناؤں پر مرمٹتے تھے۔ اُن سے شادیاں کرتے تھے یا ان سے اپنی اولادیں پیدا کر کے انہیں اپنا نام اور دولت کا کچھ حصہ دینے پر مجبور ہو جاتے تھے۔

حسام بن زید کے جس عیسائی عورت سے تعلقات تھے' اب اس سے ہونے والی بیٹی' ڈی لائلہ کا باپ کہلانے سے انکار کر رہا تھا۔ دشمن چاہتے تھے کہ اسلامی ممالک میں عیسائی اور یہودی بچوں کا اضافہ ہو۔ باپ مسلمان ہو کوئی بات نہیں مگر بچوں کی تربیت تو مسلمانوں جیسی نہیں ہوگی۔ وہ آدھے تیتر اور آدھے بٹیر ہوں گے اور ان کی مائیں انہیں قابو میں رکھا کریں گی۔

کیلی رافیل کا مقصد بھی یہی تھا۔ اس نے حسام کو دیوانہ بنا رکھا تھا۔ اسے انگلی پکڑنے دیتی تھی' پہنچے تک نہیں پہنچنے دیتی تھی۔ کہتی تھی' جو میرا شوہر ہوگا وہی میرے جسم و جان کا مالک ہوگا۔

کیلی نے پتا نہیں کتنوں کو اس طرح اُلو بنایا ہوگا۔ حسام بھی اُلو بن کر یہی سمجھ رہا تھا کہ وہ ایک کنواری حسینہ ہے۔ یہ نہ ملی تو سمجھو دنیا میں کچھ نہیں ملا۔ کس کام کی ایسی دولت جو کیلی جیسی دوشیزہ کو حاصل نہ کر سکے۔

اسے حاصل کرنے کے لیے ہی وہ ڈی لائلہ کو بیٹی بنانے سے انکار کر رہا تھا۔ اس کی راہ میں دو رکاوٹیں تھیں ایک ڈی لائلہ اور دوسرے وہ مسلمان جنہوں نے یہ تنظیم بنائی تھی اور عہد کیا تھا کہ کسی غیر مسلم عورت سے شادی نہیں کریں گے اور دوسرے مسلمانوں کو بھی ایسا کرنے سے باز رکھیں گے۔" کیلی کا جادو کچھ ایسا سر چڑھ کر بول رہا تھا کہ اس نے بیٹی کو راستے سے ہٹانے کے لیے اسے گولی ماردی۔

میں نے کیلی کے خیالات پڑھتے پڑھتے سوچا کہ ڈی لائلہ کی خیریت معلوم کرنا چاہیے۔ یہ سوچ کر اس کے پاس جانا چاہا تو ناکام رہا۔ اس کا دماغ مردہ ہو چکا تھا۔ مجھے بہت دکھ پہنچا۔ ڈاکٹروں نے اسے بچالیا تھا۔ پھر وہ کیسے مرگئی؟

میں نے حسام بن زید کے اندر پہنچ کر معلوم کیا۔ پچھلی رات وہ بیٹی سے ملنے اسپتال گیا تھا اور بیٹی نے آخری فرمائش کی تھی کہ باپ اسے دوسری گولی مارے لیکن وہ بے رحم اسپتال میں ایسا نہیں کر سکتا تھا۔ اس لیے وہاں سے چلا گیا۔ دوسری صبح وہ اپنے بستر پر مردہ پائی گئی تھی۔ ڈاکٹروں کی رپورٹ کے مطابق جیسے بندوق کی گولی پار ہو گئی' اُسے کسی صدمے نے مار دیا تھا۔

بے شک کسی غیر مسلم سے نہ شادی کرنا چاہیے نہ اولاد پیدا کرنا چاہیے اور اگر ایسا ہو جائے تو ایک مسلمان کا فرض ہے کہ اس کے جائز حقوق ادا کرے پھر یہ کہ تمام غیر مسلم دشمن نہیں ہوتے۔ ڈی لائلہ تو باپ کا نام حاصل کرنے کے لیے اسلام قبول کرنے پر راضی تھی لیکن حسام کی کھوپڑی پر کیلی ناچ رہی تھی۔

میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ جمیلہ رازی غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر تازہ دم ہو گئی تھی۔ میرے پاس آکر بولی۔ "میں نے ایک خوراک غیر معمولی دوا کھائی ہے۔ اب بھوک لگ رہی ہے۔"

میں نے ملازم کو بلا کر کھانا لگانے کو کہا پھر جمیلہ کو حسام' ڈی لائلہ اور کیلی کے متعلق بتایا۔ اس نے ڈی لائلہ کی موت پر افسوس کا اظہار کیا اور کہا۔ "پاپا! حسام اور کیلی کو سزا ملنی چاہیے۔"

میں نے مسکرا کر کہا۔ "حسام بن زید تمہارے سامنے بیٹھا ہے۔"

اس نے چونک کر مجھے دیکھا۔ میں نے کہا۔ "اور میرے سامنے ڈی لائلہ بیٹھی ہے۔ لہٰذا یہ بھول جاؤ کہ وہ مرچکی ہے۔ وہ تمہارے روپ میں زندہ ہے۔"

وہ اداسی سے سر جھکائے بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے پوچھا۔ "اب کیا ہوا؟"

"سوچ رہی ہوں اپنے باپ اور بھائیوں سے سامنا ہوتا تو وہ بھی مجھے زندہ نہ چھوڑتے یا میں ان کی جھوٹی غیرت دیکھ کر خود ہی صدمے سے مرجاتی۔"

"مرتا وہی ہے جس کی موت آتی ہے۔ وہ ڈی لائلہ کچھ نہ کر سکی۔ صدمے سے مرگئی۔ مگر خدا تمہارے ساتھ ہے۔ تمہیں دواؤں کے ذریعے توانائی حاصل ہو رہی ہے اور میں تمہیں گائیڈ کر رہا ہوں۔ ہنستی بولتی رہا کرو۔"

ملازم نے میز پر کھانا لگایا۔ کھانے کے دوران میں نے جمیلہ کو بتایا کہ رات کو سونے سے پہلے میں نے رئیس الکبیر کو کس طرح دہشت زدہ کیا ہے۔ صبح ہونے تک پورے محل میں لوگ جمیلہ رازی کو تلاش کرتے رہے۔ یہ معما ان کی سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ وہ کس راستے سے رئیس کی خواب گاہ میں آکر غائب ہو گئی۔ وہ سن رہی تھی اور خوش ہو رہی تھی۔ اس نے کہا "وہ خنجر اس کے سینے میں پیوست ہو جاتا تو اچھا ہوتا۔"

میں نے کہا۔ "اس طرح وہ فوراً مرجاتا۔ ایسے عیاش دشمن کو دہشت میں مبتلا کرتے رہنا چاہیے۔ پھر یہ کہ وہ تمہارا شکار ہے۔ تم اطمینان سے اس سے نمٹو گی۔"

میں نے اس سے کہا کہ وہ تھوڑی دیر مجھے مخاطب نہ کرے۔ میں خیال خوانی میں مصروف رہوں گا۔ ہم کھانے کے بعد اپنے اپنے کمرے میں چلے گئے۔ میں کیلی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ حسام کے ساتھ ایک ریسٹوران میں بیٹھی ہوئی تھی اور حسام اپنی مجبوریاں بیان کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "میں تمہاری ہر خواہش پوری کرنے کو تیار ہوں مگر تم سے شادی نہیں کر سکوں گا۔ میرے علاقے کے مسلمان اکابرین مجھ سے ناراض ہو جائیں گے۔"

وہ بولی "تم سب مسلمان بہت ہی پسماندہ اور دقیانوسی خیالات کے حامل ہو۔ خاص طور پر یہودیوں کو اپنا دشمن سمجھتے ہو۔ دنیا کی تمام قومیں اپنا اپنا ایک علیحدہ ملک بناتی ہیں۔ اگر ہم یہودیوں نے ایک چھوٹا سا ملک اسرائیل قائم کیا ہے تو دنیا کے تمام مسلمان ہماری مخالفت کیوں کرتے ہیں؟ بیت المقدس صرف مسلمانوں کا نہیں' یہودیوں اور عیسائیوں کا بھی ہے۔ اور ہم مسلمانوں کو وہاں زیارت کے لیے جانے اور نماز پڑھنے سے روکتے نہیں ہیں۔"

"تم درست کہتی ہو مگر یہ مذہبی اور سیاسی باتیں ہیں۔ تمہاری جیسی حسینہ سے صرف رومانس کی باتیں اچھی لگتی ہیں۔"

"میں بھی یہی کہتی ہوں۔ میری محبت کو دیکھو۔ کیا میں بے وفا اور فریبی نظر آتی ہوں۔"

"بات بے وفائی کی نہیں ہے۔ میں تمہیں شریکِ حیات بنا کر اپنے علاقے میں نہیں لے جاسکوں گا۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم میری دُلہن بن کر یہاں لندن میں رہا کرو۔"

"یہاں رہ کر مجھے کیا حاصل ہوگا؟ کیا تم سے ہونے والے بچے قانونی طور پر تمہاری دولت اور جائداد کے وارث ہوں گے؟"

"بے شک میں یورپ کے کسی ملک میں بھی ان بچوں کے لیے جائداد خریدوں گا۔"

"باپ مشرق وسطیٰ میں رہے گا اور اس سے ہونے والی اولاد کو یورپ میں جائداد ملے گی۔ یہ تو سراسر ناانصافی ہے۔"

"میں مجبور ہوں۔ وہاں مسلمانوں کی اکثریت نے پابندیاں عائد کی ہیں کہ یہودی عورتوں سے پیدا ہونے والے بچوں کے نام مشرق وسطیٰ کی زمین کا ایک انچ ٹکڑا بھی نہ لکھا جائے۔ ورنہ یہودی رفتہ رفتہ یہاں کے مالک بن جائیں گے۔"

"تم لوگ بڑے متعصب ہو۔ جب مجھ جیسی یہودی عورت اپنا حسن و شباب اور پوری زندگی دیتی ہے تو تم اپنے ملک کی زمین کا ایک ٹکڑا اس اولاد کو نہیں دے سکتے جو صرف ہماری نہیں ہوتی' تمہاری بھی ہوتی ہے۔"

"یوں سوچا جائے تو ہم متعصب نظر آتے ہیں لیکن دانائی سے سمجھا جائے تو یہ یہودی سیاست ہے۔ آئندہ چند نسلوں میں یہاں کی زمینیں یہودیوں کی ملکیت کہلائیں گی۔"

"پھر تو میری تمہاری شادی کبھی نہیں ہو سکے گی۔ تم مجھے دیکھ دیکھ کر للچاتے ہی رہو گے۔"

"پلیز دل توڑنے والی بات نہ کرو۔ میں تمہیں حاصل کر کے رہوں گا۔"

"کیا زبردستی حاصل کرو گے؟ کیا مجھے یہاں سے اغوا کرانے کا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com.

ارادہ ہے؟"

"تم میری طلب اور ضد کو نہیں جانتی ہو۔ میری مطلوبہ چیز محبت سے یا دولت سے حاصل نہ ہو تو میں اسے جبراً حاصل کر لیتا ہوں۔"

وہ ہنس کر بولی۔ "میں جانتی ہوں' تم بڑے ضدی ہو۔ اگر مجھے زبردستی بھی حاصل نہیں کر سکو گے تو کسی دن اپنی بیٹی ڈی لائلہ کی طرح مجھے گولی مار دو گے۔"

اُس نے چونک کر کیلی کو دیکھا پھر پوچھا۔ "یہ کیا بکواس ہے۔ میری کوئی بیٹی نہ ہے نہ کبھی تھی۔ اور نہ ہی میں نے کبھی کسی پر گولی چلائی ہے۔"

کیلی نے اپنے ہینڈ بیگ سے ایک ویڈیو کیسٹ نکال کر اسے دیتے ہوئے کہا۔ "اسے اپنے بنگلے میں جا کر دیکھو۔ جب تم ڈی لائلہ پر گولی چلا رہے تھے اُس وقت کے مناظر اس میں نظر آئیں گے۔"

وہ کیسٹ کو لے کر حیرانی اور پریشانی سے کیلی کو دیکھ رہا تھا۔ وہ بولی۔ "اس میں اُس وقت کا منظر بھی ہے جب تم اس بے چاری سے اسپتال میں ملنے گئے تھے اور اس نے کہا تھا کہ وہ تمہارے خلاف کوئی بیان نہیں دے گی۔ اس نے خواہش کی تھی کہ تم اسے پھر ایک گولی مارو۔ وہ تمہارے ہاتھوں مرنا چاہتی ہے۔"

وہ سن رہا تھا اور اسے گھور کر دیکھ رہا تھا پھر بولا۔ "اس کا مطلب ہے تم مجھ سے محبت نہیں کرتی ہو۔ مجھے بلیک میل کرنے کا سامان کر چکی ہو۔"

"میں ایسا جوتا نہیں پہنتی جو میرا پاؤں کاٹے۔ تم نے ابھی ابھی اپنی زبان سے کہا ہے کہ مجھے جبراً حاصل کر سکتے ہو۔ کیا مجھے خطرات سے نمٹنے کے لیے تمہاری کوئی کمزوری اپنے پاس نہیں رکھنا چاہیے؟ کیا ایک بے وقوف عورت کی طرح اغوا ہو کر تمہاری خواب گاہ میں پہنچ جانا چاہیے۔"

وہ خاموشی سے کافی پیتے اور سوچنے لگا۔ ایسی حسینہ کو حاصل کرے یا نہ کرے' مگر اب اس سے اختلاف نہیں رکھ سکتا تھا۔ دوستی میں ہی بھلائی تھی۔

وہ بولی۔ "میں تمہاری دشمن نہیں ہوں۔ تمہیں دل و جان سے چاہتی ہوں۔ صرف اپنے بچاؤ کے لیے تمہاری ایک کمزوری اپنے پاس رکھی ہے۔ میرے بس میں ہوتا تو دل چیر کر دکھا دیتی کہ کس طرح تمہاری دیوانی ہوں۔"

"میں بھی دیوانہ ہوں۔ کاش کہ تم مسلمان ہوتیں۔ میں ابھی نکاح پڑھوا لیتا۔"

"تو پھر سمجھ لو کہ میں مسلمان ہوں۔ میرا کوئی اسلامی نام رکھ دو۔ اپنے علاقے کے مسلمان اکابرین کو مطمئن کر دو کہ تم نے ایک مسلمان لڑکی سے شادی کی ہے۔"

اس نے خوش ہو کر پوچھا۔ "کیا تم اسلام قبول کرو گی؟"

اس نے پوچھا۔ "کیا تم یہودیت قبول کرو گے؟"

"ہرگز نہیں۔ میں اپنے دین سے نہیں پھر سکتا۔"

"پھر تم نے یہ کیسے سوچ لیا کہ میں اپنے مذہب سے پھر جاؤں گی؟ تمہارے مسلمان اکابرین کے سوالات سے تمہیں بچانے کے لیے صرف دکھاوے کے لیے مسلمان بن کر رہا کروں گی۔"

وہ سوچ میں پڑ گیا۔ اسے ہر صورت سے حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اور وہ ایسا راستہ دکھا رہی تھی کہ اسے ساری دنیا کے سامنے شریکِ حیات بنا کر زندگی گزارنی پڑتی۔ اس سے ہونے والے بچے اس کی جائداد کے وارث ہوتے۔ چونکہ وہ اندر سے یہودی رہتی اس لیے اپنے بچوں کو وہی بنا کر رکھتی۔"

دنیا میں ایک سے بڑھ کر ایک حسین عورتیں ہیں لیکن ایک عیاش کو جو حسینہ نہیں ملتی' وہ اسی کے پیچھے پاگل ہو جاتا ہے۔ ایک تو کیلی کے لیے دیوانگی تھی دوسرے یہ کہ ایک کمزوری کیلی کے ہاتھ آ گئی تھی۔ وہ قائل ہو کر بولا۔ "آئیڈیا اچھا ہے۔ تم مسلمان بیوی بن کر میرے ساتھ رہ سکتی ہو۔ ہماری شادی پر کسی کو اعتراض نہیں ہو گا۔"

وہ بولی "شادی سے پہلے ایک معاہدہ ہو گا۔ تم کبھی دوسری شادی نہیں کرو گے۔ اور صرف مجھ سے ہونے والے بچے ہی تمہاری دولت اور جائداد کے وارث ہوں گے۔"

"ایسا معاہدہ تو میرے ملک کے عدالتی کاغذ پر ہو سکے گا۔ ہمیں وہاں جانا ہو گا۔"

"یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ ہم آج شام تک کسی بھی فلائٹ کے ذریعے جا سکتے ہیں۔"

وہ راضی ہو گیا۔ دونوں پلاننگ کرنے لگے کہ آئندہ کیلی رائفل کا اسلامی نام کیا ہو گا اور حسام اسے اپنی سوسائٹی میں مسلمان اکابرین سے کس طرح متعارف کرائے گا۔ میں کافی دیر تک اُن کے منصوبوں سے آگاہ ہوتا رہا پھر دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔

اسی حسام بن زید کی کوٹھی میں حاضر ہو گیا' جہاں وہ اسی رات کیلی کے ساتھ آنے والا تھا۔ میں اپنے بیڈ روم سے نکل کر ڈرائنگ روم میں آیا۔ کیونکہ حسام لندن سے فون کر رہا تھا۔ رابطہ قائم ہونے پر فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے ریسیور اٹھا کر اس کے ڈرائیور کی آواز میں کہا۔ "ہیلو' میں آقا حسام بن زید کا ڈرائیور بول رہا ہوں۔ آپ کون ہیں؟"

ادھر سے حسام نے کہا۔ "میں تمہارا آقا ہوں۔ آج رات آٹھ بجے کار ائرپورٹ پر لے آؤ۔ میں آ رہا ہوں۔"

میں نے کہا۔ "یس سر! کار ائرپورٹ پر لے آؤں گا۔"

اُدھر اس نے ریسیور رکھ دیا۔ میں نے بھی ریسیور رکھتے ہوئے دروازے کی جانب دیکھا۔ وہاں جمیلہ رازی تھی۔ میرے قریب صوفے پر آ کر بولی۔ "میں فون کی گھنٹی سن کر آئی ہوں۔ آپ آواز بدل کر بول رہے تھے۔"

"ہاں اس کوٹھی کا مالک حسام آج رات یہاں آ رہا ہے۔ اسی کا فون تھا۔"

وہ پریشان ہو کر بولی۔ "پھر تو گڑبڑ ہو جائے گی۔ آپ اس حسام کے بھیس میں ہیں۔"

"کوئی گڑبڑ نہیں ہو گی۔ میں تمہیں جیسی ہدایات دے رہا ہوں' اس پر عمل کرتی رہنا۔ وہ کمبخت اپنی محبوبہ کیلی رائفل کے ساتھ یہاں شادی کرنے آ رہا ہے۔"

میں اسے ہدایات دینے لگا۔ وہ توجہ سے سنتی رہی۔ جو بات سمجھ میں نہیں آتی تھی' مجھ سے بار بار پوچھ لیتی تھی۔ پھر میں نے گھڑی دیکھ کر کہا۔ "چار بجنے والے ہیں۔ وہ رئیس الکبیر سو رہا ہو گا یا بیدار ہونے کے بعد پھر محل کے پہرداروں سے تمہارے متعلق پوچھ رہا ہو گا۔"

"میں اس شیطان کا نام سنتی ہوں تو تن بدن میں آگ لگ جاتی ہے۔"

"بیٹی! انسان کی سب سے بڑی خوبی اور کامیابی یہ ہے کہ وہ غصے میں کبھی نہ آئے۔ خواہ کیسی ہی طیش دلانے والی بات ہو' ایسے وقت دماغ کو ٹھنڈا رکھنے کی کوشش کرو۔"

"پاپا! یہ تو بہت مشکل کام ہے۔ غصہ تو بے اختیار آ جاتا ہے۔"

"بے شک غصہ اچانک ہی آتا ہے لیکن اس پر قابو پانا ناممکن نہیں ہے' مشکل ضرور ہے۔ لیکن مشکل کو تو آخر انسان ہی آسان بناتا ہے۔"

"آپ بہت اچھی باتیں کرتے اور سمجھاتے ہیں۔ میں آپ کی ہدایات پر عمل کروں گی۔"

میں نے رئیس الکبیر کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ بیدار ہو گیا تھا اور اپنے باڈی گارڈ سے کہہ رہا تھا کہ ابھی وہ صرف خواب گاہ سے نکلنے کے بعد محل کے چور راستوں کا معائنہ کرے گا اور وہاں سخت پہرا لگائے گا۔ اس کا خیال تھا کہ جمیلہ نے وہ دونوں چور راستے دیکھ لیے ہیں۔"

میں نے جمیلہ کو اس کے متعلق بتایا پھر اس کا ذاتی فون نمبر معلوم کیا۔ جمیلہ نے ریسیور اٹھا کر وہ نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ قائم ہونے پر بولی۔ "میں رئیس الکبیر سے بات کرنا چاہتی ہوں۔"

باڈی گارڈ نے پوچھا۔ "تم کون ہو؟"

"میں جو بھی ہوں۔ جمیلہ رازی کے متعلق کچھ کہنا چاہتی ہوں۔"

باڈی گارڈ نے کہا۔ "آقا! کسی عورت کا فون ہے۔ وہ آپ سے جمیلہ رازی کے بارے میں بات کرنا چاہتی ہے۔"

رئیس الکبیر نے گارڈ کے ہاتھ سے ریسیور لپک لیا۔ فوراً ہی اسے کان سے لگا کر بولا۔ "میں رئیس ابن رئیس الکبیر بول رہا ہوں۔ تم کون ہو؟ جمیلہ کے متعلق کیا کہنا چاہتی ہو۔"

"یہی کہ موت کا فرشتہ مذکر ہوتا ہے۔ مگر موت مونث ہوتی ہے..... جمیلہ نے اس فرشتے سے یہ طے کر لیا ہے کہ تم ملک الموت کے ہاتھوں نہیں' ملکۂ موت کے ہاتھوں مرو گے۔"

وہ غصے سے دہاڑ کر بولا۔ "کیا بکواس کر رہی ہو؟ تم..... تم؟ تمہاری آواز تو وہی لگ رہی ہے۔ تم وہی ہو۔ ہاں ضرور وہی ہو۔ اب میں تمہیں پہچان رہا ہوں۔"

"پہچان کر کیا کرو گے؟ دیکھو اس وقت میں تمہارے کتنے قریب ہوں۔ ریسیور کے ذریعے تمہارے کان کے اندر گھسی ہوئی ہوں۔"

"تم ابھی کہاں ہو؟ کہاں سے بول رہی ہو؟"

"پتا بتاؤں گی تو تم پہنچ نہیں پاؤ گے۔ اور پہنچ جاؤ گے تو تمہارا وہی حشر ہو گا جو پچھلی رات تمہارے درجنوں مسلح سپاہیوں اور پندرہ کتوں کا ہوا۔ کیا کتوں کی موت مرنا چاہتے ہو؟"

جمیلہ کی باتوں کے دوران رئیس ایک کاغذ پر گارڈ کو یہ لکھ کر ہدایت دے رہا تھا کہ یہ فون کہاں سے کیا جا رہا ہے اسے ٹریس آؤٹ کیا جائے۔ گارڈ وہاں سے چلا گیا۔

رئیس نے جمیلہ کو باتوں میں الجھانے کے لیے پوچھا۔ "تم کل رات میری جان لے سکتی تھیں لیکن خنجر کو تکیے میں گھونپ کر چلی گئیں۔ تم نے میری جان کیوں بخش دی؟"

"ایک عورت نو مہینے تک بچے کو پیٹ میں رکھتی ہے۔ اسے رفتہ رفتہ مکمل کر کے پیدا کرتی ہے۔ وہی بچہ جوان ہو کر عورتوں کی آبرو سے کھیلنے کے لیے حرم سرا قائم کرتا ہے۔ تمہاری ماں نے تمہیں نو مہینے اپنے وجود کے اندر رفتہ رفتہ مکمل کر کے پیدا کیا' میں تمہیں نو مہینے تک رفتہ رفتہ مارتی رہوں گی۔ کل صرف یہ ثبوت دے کر گئی کہ جب چاہوں ہزار پہرے داری کے باوجود تمہاری خواب گاہ میں آ سکتی ہوں۔ آج پھر آؤں گی اور تمہارے کسی ہاتھ کی کوئی انگلی کاٹ کر لے جاؤں گی۔ ہر رات تمہارے جسم کا تھوڑا تھوڑا حصہ کٹے گا۔ یوں تمہاری موت رفتہ رفتہ ہو گی۔"

یہ کہہ کر اس نے ریسیور رکھ دیا۔ رئیس نے پکارا۔ "ہیلو ہیلو۔ ہیلو جمیلہ! ہیلو....."

اسے جواب نہیں ملا۔ اس نے ریسیور کو پٹخ کر گارڈ کو آواز دی۔ کئی گارڈز دوڑتے ہوئے آئے پھر ادب سے کھڑے ہو گئے۔

رئیس نے پوچھا۔ "کیا ایکسچینج والوں نے بتایا؟"

گارڈ نے کہا۔ "نہیں آقا! آپریٹر کے پیٹ میں اچانک درد شروع ہو گیا تھا۔ دوسرے آپریٹر اسے وہاں سے اٹھا کر لے گئے تھے۔ میں وہاں پہنچا تو آپ کی گفتگو ختم ہو چکی تھی۔"

رئیس الکبیر نے غصے سے دہاڑتے ہوئے کہا۔ "تمام آپریٹرز کو جوتے مار کر محل سے نکال دو۔ آخر وہاں ڈیٹیکٹو آلات کیوں رکھے گئے ہیں؟ تین میں سے کسی ایک آپریٹر کو وہاں رہنا چاہیے تھا۔ جاؤ یہاں سے نکل جاؤ' سب چلے جاؤ۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

جمیلہ اور اس کی گفتگو کے دوران میں نے خیال خوانی کے ذریعے کسی بھی آپریٹر کو ڈیٹیکٹو آلات استعمال کرنے کا موقع نہیں دیا تھا۔ رئیس الکبیر لیڈی مین کلر اور لیڈن آئرن راڈ کو بلا کر انہیں بتا رہا تھا۔ "جمیلہ رات کو پھر آئے گی۔ وہ مجھے آہستہ آہستہ مارنا چاہتی ہے۔ کہہ رہی تھی کہ آج میرے کسی ہاتھ کی ایک انگلی کاٹ کر جائے گی۔"

لیڈی آئرن راڈ نے کہا۔ "پھر تو وہ یہاں سے واپس نہیں جاسکے گی۔ آج دیکھا جائے گا کہ وہ کہاں سے آتی ہے۔"

ایک مشیر نے کہا۔ "میرا مشورہ ہے کہ آقا اپنی خواب گاہ بدل دیں۔ وہ دھوکا کھائے گی۔ یہاں خواب گاہ میں آئے گی تو گرفتار ہوجائے گی۔"

رئیس نے تائید کی۔ "بہت عمدہ مشورہ ہے۔ آج رات میں محل کے کسی دوسرے کمرے میں رہوں گا۔ فی الحال مسلح گارڈز کا انتظام کرو۔ میں باہر جارہا ہوں۔"

لیڈی مین کلر سیکیورٹی افسر کے پاس انتظامات کے لیے چلی گئی۔ لیڈی آئرن راڈ نے اپنے کمرے میں آکر ٹرانسیٹر کے ذریعے ڈی ہاروے سے کہا۔ "میرے پاس آؤ۔"

ٹرانسیٹر آف ہوگیا۔ ڈی ہاروے نے آکر پوچھا۔ "کوئی خاص مسئلہ ہے؟"

"ہاں کچھ دیر پہلے جمیلہ رازی نے رئیس سے فون پر بات کی تھی۔ لیکن یہ ٹریس نہ ہوسکا کہ وہ کس فون نمبر سے بول رہی تھی۔ جس وقت سراغ لگانے کے لیے کہا گیا۔ اس وقت اچانک ایک آپریٹر بیمار ہوگیا۔ باقی دو آپریٹر اسے اٹھا کر وہاں سے لے گئے۔"

"کیا ایکسچینج کے تمام آپریٹر چلے گئے تھے؟ وہاں ڈیٹیکٹو آلات کو استعمال کرنے والا کوئی نہیں تھا؟"

"وہاں صرف تین آپریٹرز کی ڈیوٹی تھی۔ ایک بیمار کو صرف ایک آپریٹر اٹھا کر نہیں لے جاسکتا۔ اس لیے دونوں اسے اٹھا کر لے جانے پر مجبور تھے۔"

"کیا ایسا نہیں لگتا کہ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے اسے پیٹ میں تکلیف محسوس کرائی ہو؟ اور کسی کو ڈیٹیکٹو آلہ استعمال کرنے کا موقع نہ دیا ہو۔"

"ایسا سوچا جاسکتا ہے۔ ابھی میڈیکل رپورٹ ملے گی کہ اس کے پیٹ میں واقعی تکلیف ہورہی تھی یا نہیں؟ ویسے باقی دو آپریٹر کا اس کے ساتھ جانا ایک فطری امر ہے۔ ہم ان پر شبہ نہیں کرسکتے اور کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا بیک وقت تین آپریٹرز سے اپنی مرضی کے مطابق عمل نہیں کراسکتا۔"

"تم درست کہتی ہو۔ بائی دی وے، جمیلہ نے فون کیوں کیا تھا؟"

"اس نے چیلنج کیا ہے کہ وہ جب چاہے رئیس الکبیر کی خواب گاہ میں آسکتی ہے۔ پچھلی رات وہ یہ ثبوت پیش کرگئی ہے آئندہ وہ نو ماہ تک اس کے جسم کا تھوڑا تھوڑا ٹکڑا ہر رات کو کاٹا کرے گی۔ پورے نو ماہ بعد اس کے جسم کے تمام اعضا الگ ہوجائیں گے اور وہ اس عرصے میں تڑپ تڑپ کر جیتا اور مرتا رہے گا۔ اس کی زندگی نو ماہ میں تمام ہوگی۔"

"یہ تو بہت وحشیانہ اور دلیرانہ چیلنج ہے۔ اس لڑکی کے پیچھے کئی مضبوط ہاتھ ہوں گے۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے، وہ بہت منظم ہوکر ایسا چیلنج کررہی ہے۔ پھر بھی ایسا چیلنج تو کبھی ملک الموت نے نہیں کیا ہے کہ وہ نو ماہ تک کسی کو ٹارچر کرکے مارے گا۔ وہ لڑکی کسی طاقت کے سہارے بڑی باتیں بنا رہی ہے۔"

ڈی ہاروے نے کہا "آج رات معلوم ہوجائے گا کہ وہ اپنے چیلنج کے مطابق کیسے آئے گی اور رئیس پر ٹارچر کی جرأت کیسے کرے گی۔ ویسے میں نے تمہاری ارسال کی ہوئی جمیلہ کی تصویریں دیکھی ہیں۔ اس کے اندر جانے کی کوشش کی تو پتا چلا وہ حساس دماغ رکھتی ہے۔ اس نے سانس روک لی تھی۔"

"تم رئیس کے پاس جاکر دیکھو۔ کیا اس آپریٹر کی میڈیکل رپورٹ آگئی ہے؟"

وہ چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد آکر بولا۔ "محل کے ڈاکٹر نے اس کا معائنہ کرکے رپورٹ دی ہے کہ وہ السر کا مریض ہے۔ کبھی کبھی اچانک اس مرض کا حملہ اس پر ہوتا ہے۔"

لیڈی آئرن راڈ نے کہا۔ "اس سے ثابت ہوگیا کہ ٹیلی پیتھی کا کوئی چکر نہیں تھا۔ آج کی رات بہت اہم ہے۔ تم مختلف لوگوں کے اندر جاکر دیکھتے رہو۔ ہوسکتا ہے کہ اس محل کے کچھ لوگ جمیلہ کی مدد کررہے ہوں۔"

"میں یہاں کے ہر فرد کے دماغ کو ٹٹولتا رہوں گا۔"

رئیس الکبیر اپنی قیمتی کار میں بیٹھا شکار گاہ کی سمت جارہا تھا۔ اس کے آگے پیچھے مسلح گارڈز کی گاڑیاں تھیں۔ وہ سوچ رہا تھا، آج رات شکار گاہ کے بنگلے میں گزارے۔ اپنی گاڑی میں بڑی رازداری سے ایک شخص کو اپنی ڈمی بنا کر محل واپس بھیج دے۔ وہ ڈمی محل پہنچ کر اس کی خواب گاہ میں بند رہے۔ محل کے بھی کسی فرد سے ملاقات نہ کرے۔ اس طرح جمیلہ بھی دھوکا کھا کر وہاں آئے گی اور گرفتار ہوجائے گی۔

اس نے اس سلسلے میں اپنے مشیر سے مشورہ کیا۔ اس نے کہا۔ "یہ آئیڈیا اچھا ہے۔ آج آپ کو محل سے دور رہنا چاہیے۔ لیکن اس معاملے میں لیڈی مین کلر اور لیڈی آئرن راڈ کو رازدار بنانا ہوگا۔ وہ دونوں کسی اور کو آپ کی خواب گاہ میں جانے نہیں دیں گی۔"

انہوں نے شکار گاہ کے بنگلے میں پہنچ کر ٹیلی فون کے ذریعے دونوں لیڈیز سے باتیں کیں۔ انہوں نے بھی تائید میں کہا کہ رئیس الکبیر کو محل سے دور رہنا چاہیے۔ رات کو شکار گاہ کے بنگلے میں ویرانی نظر آنی چاہیے۔ اگر وہاں مسلح گارڈز ہوں گے تو جمیلہ سمجھ لے گی کہ رئیس محل چھوڑ کر اس بنگلے میں پہریداروں کے درمیان رات گزار رہا ہے۔

اس پلاننگ کے مطابق اس بنگلے کے آس پاس سے مسلح گارڈز کو ہٹا دیا گیا لیکن انہیں قریب ہی درختوں اور جھاڑیوں میں چھپ کر رہنے کی تاکید کی گئی۔

میں خیال خوانی کے ذریعے یہ تمام معلومات حاصل کرتا جارہا تھا اور جمیلہ کو بتاتا جارہا تھا کہ وہ رئیس الکبیر کس طرح اپنے لیے حفاظتی انتظامات کررہا ہے۔ جمیلہ نے کہا۔ "میں اندازہ کرسکتی ہوں کہ آپ کس طرح ٹیلی پیتھی کے ذریعے میرا کیا ہوا چیلنج پورا کریں گے۔ لیکن آج اس کمبخت کے پاس بھی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا موجود رہے گا۔"

"تمہارا کیا ہوا چیلنج ضرور پورا ہوگا۔ بس ایک قباحت ہے کہ ڈی ہاروے کو ہماری ٹیلی پیتھی کا علم نہیں ہونا چاہیے۔ یہی ظاہر ہونا چاہیے کہ تم نے خود وہاں جاکر پہلا انتقام لیا ہے۔"

"یہ کیسے ہوگا پاپا؟"

"فکر نہ کرو۔ ابھی تو رات شروع ہورہی ہے۔ صبح سے پہلے بہت کچھ ہوسکتا ہے۔"

میں نے سلمان کو مخاطب کرکے کہا۔ "معلوم ہوتا ہے، نئے سپر ماسٹر نے ٹرانسفارمر مشین کی مرمت کرالی ہے اور نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کیے ہیں۔ ان میں سے ایک کا نام ڈی ہاروے ہے۔ اس نے کل رات رئیس الکبیر پر تنویمی عمل کیا تھا لیکن میں نے حالات ایسے پیدا کیے کہ وہ عمل ناکام رہا۔ آج رات بھی وہ اس کے دماغ میں موجود رہے گا۔"

"کیا وہ جانتا ہے کہ جمیلہ کے ساتھ آپ یا کوئی اور ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے؟"

"یہ ابھی تک ظاہر نہیں ہوا ہے اور جب تک ہماری ٹیلی پیتھی والی بات چھپی رہے تو بہتر ہے۔"

سلمان نے کہا۔ "پاکستان میں بھی ساجد سے خیال خوانی کرنے والے ٹکرا رہے ہیں۔ ہمارا خیال تھا وہ یہودی تنظیم سے تعلق رکھتے ہوں گے۔ یہ خیال غلط ہوسکتا ہے۔ وہ بھی سپر ماسٹر سے تعلق رکھتے ہوں گے۔"

"میں نے لیلیٰ کی وفات کے بعد یہودی تنظیم اور وہاں کے حکام کو جیسی سزائیں دی ہیں ان کے پیش نظر وہ ابھی ہمارے کسی ساتھی سے ٹکرانے کی جرأت نہیں کریں گے۔ مجھے یقین ہے کہ ٹرانسفارمر مشین سے پیدا ہونے والے ہمارے مقابلے پر آرہے ہیں۔ تم اس سلسلے میں معلومات حاصل کرو۔ دیکھو کہ فی الحال کتنے خیال خوانی کرنے والے پیدا کیے گئے ہیں اور وہ سب کہاں، کیا کرتے پھر رہے ہیں؟"

پھر میں نے سونیا ثانی کو مخاطب کیا۔ وہ بولی۔ "یس پاپا! حاضر ہوں۔"

میں اسے جمیلہ رازی اور رئیس الکبیر کے متعلق تفصیل سے بتانے لگا۔ ڈی ہاروے کی مصروفیات بھی بتائیں۔ پھر اسے محل کے دو چار ایسے اہم افراد کے دماغوں میں پہنچایا، جو یوگا کے ماہر نہیں تھے۔ وہ بولی۔ "میں کوشش کروں گی کہ ڈی ہاروے کو ہماری خیال خوانی کا علم نہ ہونے پائے اور جمیلہ کا کیا ہوا چیلنج پورا ہوجائے۔"

میں نے کہا۔ "اور اگر ایسا نہ ہوسکے تو ہماری ٹیلی پیتھی کی طرف ان کا دھیان جانے سے پہلے ہی تم جمیلہ رازی بن جاؤ۔ انہیں یقین دلاؤ کہ جمیلہ نے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرلیا ہے۔ انہیں الجھاؤ کہ جمیلہ نے یہ علم کیسے حاصل کیا ہے۔"

وہ تمام ہدایات سن کر چلی گئی۔ میں نے شام ہی کو ڈرائیور سے کہہ دیا تھا کہ میں ایک ضروری کام سے جارہا ہوں۔ آٹھ بجے والی فلائٹ سے میری ایک مہمان لندن سے آرہی ہے۔ میں اس کے استقبال کے لیے وہاں رہوں گا۔ وہ گاڑی لے کر ائرپورٹ آجائے۔

اس ڈرائیور نے حکم کی تعمیل کی۔ ٹھیک وقت پر وہاں گاڑی لے کر پہنچ گیا۔ اس نے اپنے آقا حسام بن زید کو ایک حسینہ اور سامان کے ساتھ دیکھا اور یہی سمجھا کہ میں اس حسینہ کے استقبال کے لیے پہلے سے وہاں پہنچا ہوا تھا۔ اس نے تمام سامان ڈکی میں رکھا۔ حسام کیلی کے ساتھ پچھلی سیٹ پر آکر بیٹھ گیا پھر وہ کار کوٹھی کی طرف چل پڑی۔

میں حسام کے اندر تھا۔ میرا خیال تھا، وہ ڈرائیور سے کچھ باتیں کرے گا تو میں باتوں کا رخ بدل دوں گا تاکہ وہ میرے اور جمیلہ کے متعلق کچھ معلوم نہ کرسکے لیکن حسام ایسا آقا تھا جو ملازموں سے بہت کم بولتا تھا۔ وہ راستے میں کیلی سے پیار بھری باتیں کرتا رہا۔

کار کوٹھی کے پورچ میں رک گئی۔ وہ دونوں کار سے نکل کر کوٹھی کے اندر آئے۔ حسام نے اپنے خاص ملازم سے کہا۔ "یہ تمہاری ہونے والی مالکہ ہیں۔ انہیں یہاں کے کمرے دکھاؤ جو انہیں پسند آئے اس کی دوبارہ صفائی کراؤ۔"

کیلی اس ملازم کے ساتھ چلتی ہوئی اس عالیشان کوٹھی کو اندر سے دیکھنے لگی۔ حسام دوسرے ملازم کے ساتھ اپنی خواب گاہ میں آیا۔ پھر اندر قدم رکھتے ہی ٹھٹک گیا۔ ایک لڑکی اس کی طرف پشت کیے سنگھار میز کے سامنے کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے ذرا اور آگے بڑھ کر دیکھا۔ سنگھار میز کے آئینے میں اسے اپنی بیٹی ڈی لائلہ کا عکس نظر آیا۔ یہ ایک ناممکن سی بات تھی۔ کچھ حیرانی اور کچھ پریشانی کے باعث اس کے ہاتھ سے بریف کیس چھوٹ کر فرش پر گر پڑا۔ اس نے حیرانی سے سخت لہجے میں پوچھا۔ "کون ہو تم؟"

ملازم سامان رکھ کر پہلے ہی جاچکا تھا۔ جمیلہ نے سنگھار میز کی طرف سے پلٹ کر حسام کو دیکھا پھر پوچھا۔ "پاپا! آپ بیٹی سے پوچھ

itsurdu.blogspot.com
itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

رہے ہیں کہ میں کون ہوں؟"

وہ شدید حیرانی سے ایک قدم پیچھے ہٹ کر بولا۔ "تت۔ نہیں۔ تم ڈی لائلہ نہیں ہو۔۔وہ مر چکی ہے۔"

"کیا آپ بیٹی کی آخری رسومات میں شریک ہوئے تھے؟ کیا آپ نے مجھے دفن ہوتے دیکھا تھا؟ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ لندن کے کس قبرستان میں میری قبر کہاں ہے؟"

"تت۔۔۔ نہیں۔ میں یہ سب کچھ نہیں جانتا لیکن اسپتال کی میڈیکل رپورٹ تمہیں مردہ ثابت کروے گی۔"

"جب میں زندہ ہوں تو دنیا کی کوئی بھی رپورٹ مجھے مردہ کیسے کہے گی؟"

"تم کوئی فراڈ ہو۔ بہروپیا ہو۔ کیا بیٹی بن کر دولت حاصل کرنے آئی ہو؟"

"میں نے اسپتال میں کہا تھا مجھے گولی مار دیں۔ ایک بار ڈاکٹروں نے بچا لیا تھا لیکن میں آپ کی گولی سے مرنا چاہتی ہوں۔ آپ نے میری بات نہیں مانی۔ مجھے اسپتال میں گولی نہیں ماری۔ اب مجھے زندہ چھوڑ کر کہہ رہے ہیں کہ میں مر چکی ہوں۔ نو پاپا! نیور۔ میں صرف آپ کے ہاتھوں سے مروں گی۔ آپ اسپتال میں خوفزدہ تھے اس لیے گھر آگئی ہوں۔ یہاں آپ آسانی سے مجھے گولی مار سکتے ہیں۔"

اسپتال کی تنہائی میں باپ بیٹی کے درمیان جو باتیں ہوئی تھیں وہ ساری باتیں سنا رہی تھی۔ ثابت کر رہی تھی کہ زندہ ہے اور اگر مرے گی تو صرف باپ کے ہاتھوں سے۔ وہ اسے گھور کر دیکھ رہا تھا۔ وہ سر سے پاؤں تک ڈی لائلہ تھی۔ اس کی اپنی بیٹی تھی مگر ایک قانونی بیٹی نہیں تھی اس لیے کمتر تھی یا توہین کا سبب بن سکتی تھی۔

اس نے جھک کر قالین پر پڑے ہوئے بریف کیس کو کھولا۔ پھر اس میں سے ریوالور نکال کر بولا۔ "چونکہ تم میرے ہی ہاتھوں مرنے آئی ہو اس لیے تمہیں ڈی لائلہ تسلیم کرتا ہوں۔ مجھے اسپتال سے تمہاری موت کی غلط رپورٹ ملی تھی۔ بہرحال میں تمہاری آخری خواہش ضرور پوری کروں گا۔"

"کیسے پوری کریں گے؟ فائرنگ کی آواز دور تک جائے گی۔ ریوالور میں سائلنسر لگائیں۔ کیونکہ وہ عورت کسی قریبی کمرے میں ہے جو ایک ویڈیو کیسٹ کے ذریعے آپ کو بلیک میل کر رہی ہے۔ وہ میرے قتل ہونے اور آپ کے قاتل ہونے کی چشم دید گواہ بن جائے گی۔"

ریوالور پر حسام کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ جیلہ نے مسکرا کر کہا۔ "اگر میں زندہ رہوں گی تو وہ ویڈیو کیسٹ آپ کو میرا قاتل ثابت نہیں کر سکے گا۔ جسے آپ دلہن بنانے لائے ہیں، اس کے ہاتھ میں آپ کی کوئی کمزوری نہیں رہے گی۔"

"تم کیلی کے متعلق کیا جانتی ہو؟"

"میں تو اتنا جانتی ہوں کہ آپ مجھے گولی ماریں گے تو وہ عورت تمام عمر بلیک میلنگ سے آپ کو مارتی رہے گی۔"

یہ بات تو وہ جانتا تھا کہ کیلی اس کی کمزوری سے زندگی بھر کھیلتی رہے گی لیکن ہوس غالب تھی۔ اس کا حسن و شباب اور ناز و ادا اسے کھینچتی رہتی تھی۔ وہ ہر قیمت پر اسے حاصل کرنا چاہتا تھا۔ لیکن نگاہوں کے سامنے بیٹی نے زندہ ہو کر یہ سمجھا دیا تھا کہ اب وہ کیلی سے کسی بھی معاملے میں مرعوب اور محکوم نہیں رہے گا۔ وہ تھکے ہوئے انداز میں ایک صوفہ پر بیٹھ گیا۔ جیلہ نے دروازہ اندر سے بند کرتے ہوئے کہا۔ "میں نہیں چاہتی کہ کیلی مجھے یہاں دیکھے۔ پہلے آپ اس کشمکش سے نکلیں کہ محکوم بنانے والی بیوی چاہیے یا حاکم بنانے والی بیٹی؟"

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بولا۔ "پلیز مجھے تنہا چھوڑ دو۔ مجھے سوچنے کا موقع دو۔"

"اچھی بات ہے۔ آپ تنہائی میں اپنے حالات پر غور کریں۔ جب بھی میری ضرورت ہو، مجھے بلا لیں۔"

وہ دروازہ کھول کر باہر آگئی اور کوٹھی کے مختلف حصوں سے گزرنے لگی۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے کوڈ ورڈز ادا کر کے اسے بتایا کہ کیلی رافیل فلاں کمرے میں ہے۔ جیلہ سیدھی وہاں پہنچی۔ پھر اس نے دستک دی، اندر سے کیلی کی آواز آئی۔ "آجاؤ۔"

وہ دروازہ کھول کر اندر آئی۔ کیلی آرام سے بستر پر پھیل کر لیٹی ہوئی سفر کی تھکن دور کر رہی تھی۔ پہلے تو اس نے جیلہ پر یونہی سی ایک نظر ڈالی پھر دوسری بار چونک کر دیکھا۔ ہڑبڑا کر بیٹھ گئی۔ گھبرا کر بولی۔ "کون ہو تم؟"

"تعجب ہے پہچان کر بھی پوچھ رہی ہو کہ میں کون ہوں؟"

وہ پریشان ہو کر بولی۔ "نہیں۔ تم ڈی لائلہ نہیں ہو سکتیں۔ وہ مر چکی ہے۔"

"کیا تم نے مجھے مرتے ہوئے یا تابوت میں جاتے ہوئے دیکھا تھا؟ کیا تم کسی اسپتال سے میری موت کا سرٹیفکیٹ لا سکتی ہو؟"

"نہیں۔ مگر میرے پاس جو ویڈیو کیسٹ ہے اس میں صاف صاف طور سے ثابت ہوتا ہے کہ۔۔۔"

وہ بات کاٹ کر بولی۔ "کہ میرے باپ نے مجھے گولی ماری اور میں اسپتال پہنچ گئی۔ پھر بھی زندہ ہوں اور یہ بیان دے سکتی ہوں کہ میرے باپ نے مجھ پر گولی نہیں چلائی تھی۔ ویڈیو کیسٹ سراسر فراڈ ہے۔"

"تم باپ کو بچانے کے لیے ایسا کہہ رہی ہو۔ اس نے تم پر قاتلانہ حملہ کیا تھا۔ یہ ویڈیو فلم سے ثابت ہوتا ہے۔"

"تم سلمٰی زیاد کے پاسپورٹ پر یہاں آئی ہو اور بظاہر مسلمان بن کر میرے باپ سے شادی کرنا چاہتی ہو۔ میں ثابت کر دوں گی کہ تمہارا نام کیلی رافیل ہے اور تم کٹر یہودی ہو۔"

وہ پریشان ہو کر بولی۔ "تم میرے بارے میں اور کیا جانتی ہو؟"

"کیا اتنا ہی جاننا کافی نہیں ہے کہ تم پیدائشی یہودی ہو۔ لیکن یہاں کے مسلمان اکابرین کو دھوکا دینے اور میرے باپ سے شادی کرنے کے لیے سلمٰی زیاد کے فرضی نام سے اور فرضی پاسپورٹ سے آئی ہو۔"

وہ بستر سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اس کے قریب آکر بولی۔ "ہمارے جاسوسوں کی اطلاع غلط نہیں ہو سکتی۔ ان کی رپورٹ کے مطابق ڈی لائلہ مر چکی ہے۔ سچ بتاؤ تم کون ہو؟"

"سچ وہی ہوتا ہے جو نظروں کے سامنے ہوتا ہے۔ اگر تم مجھے فراڈ ثابت کرنے کی کوشش کرو گی تو میں بھی تمہارا فراڈ ثابت کروں گی۔ یہ منصوبہ ناکام ہو گا کہ تم ایک مسلمان سے یہودی بچے پیدا کرو اور یہاں کی زمینیں یہودی قوم کے نام کرو دو۔"

"کیا تم اس مسلمان باپ سے ہمدردی کرو گی جو تمہاری جان لینا چاہتا تھا اور شاید اب بھی تمہیں بیٹی تسلیم نہیں کر رہا ہے۔ کیا وہ تمہیں قبول کر رہا ہے؟"

"نہیں۔ میں غیر قانونی اولاد ہوں۔ میرا باپ مجھے بیٹی کہنے میں اپنی انسلٹ سمجھتا ہے۔"

"یہ مسلمان بہت خود غرض ہوتے ہیں۔ اس نے تمہیں ذلت کی زندگی گزارنے کے لیے چھوڑ دیا ہے۔ ایسے باپ کے لیے جذباتی نہ بنو۔ میں یہودی ہوں۔ تم عیسائی ہو۔ ہم دونوں مل کر اس کا سب کچھ اس سے چھین لیں گے۔"

"لوٹنے اور چھیننے والے دو ہوں تو مال آدھا آدھا تقسیم ہوتا ہے۔ تم میرے باپ سے اولاد پیدا کر کے ان بچوں کے نام تمام زمین جائداد لکھواؤ گی اور میں بھی اس باپ کی اولاد ہوں۔ لہٰذا آدھی زمین اور جائداد میرے نام لکھوا دو۔ اس کے بعد مسلمان کہلا کر میرے باپ سے شادی کر لو۔"

کیلی اسے گھور کر دیکھ رہی تھی پھر بولی۔ "میں ابھی حسام کی زمینیں تمہارے نام نہیں لکھوا سکوں گی مگر اسرائیلی حکومت سے ان زمینوں کی آدھی قیمت دلا سکتی ہوں۔ اسرائیلی حکومت کے لیے یہاں کی زمینیں اہم ہیں۔ تم بتاؤ ڈالرز یا پونڈ کیا لو گی؟"

"مجھے سوچنا ہو گا کہ یہاں کی زمینیں اہم ہیں یا نقد رقم؟ میں جا رہی ہوں۔ بعد میں سوچ کر آؤں گی۔"

وہ دروازہ کھول کر کمرے سے چلی گئی۔ اس کے جاتے ہی کیلی نے دروازے کو اندر سے بند کیا۔ اس کے خیالات بتا رہے تھے کہ یہودی جاسوس محل کے قریب ہیں۔ کیلی پر کوئی مصیبت آئے گی تو وہ فوراً اس کی مدد کو پہنچ جائیں گے۔ اس نے اپنا سوٹ کیس کھول کر ایک ٹرانسمیٹر نکالا۔ پھر ان میں سے کسی ایک سے رابطہ کیا۔ وہ انہیں بتانا چاہتی تھی کہ لندن والے جاسوس نے دھوکا کھایا ہے اور ڈی لائلہ کی موت کی غلط رپورٹ پیش کی ہے۔ وہ زندہ ہے اور حسام کی کوٹھی میں موجود ہے۔ حسام کی آدھی زمینیں حاصل کرنے کے چکر میں ہے۔

اگر وہ زندہ رہے گی تو بڑے مسائل پیدا کرے گی۔ اس ویڈیو کیسٹ کو حسام کی کمزوری بنا کر انہیں رکھا جا سکے گا۔ لہٰذا ڈی لائلہ کی موت لازمی ہے۔ ہو سکے تو آج ہی رات اسے وہاں سے اغوا کر کے قتل کر دو اور لاش چھپا دو۔

لیکن وہ یہ سب کچھ نہ کہہ سکی۔ اس نے میری مرضی کے مطابق کہا "میں کیلی بول رہی ہوں۔ حسام کی کوٹھی میں خیریت سے ہوں۔ کل صبح اس سے کورٹ پیپر پر معاہدہ کروں گی کہ حسام بن زید کبھی دوسری شادی نہیں کرے گا اور مجھ سے پیدا ہونے والے بچے اس کی تمام جائداد کے مالک ہوں گے۔"

دوسری طرف سے کہا گیا۔ "ہم تمہاری ہی کال کا انتظار کر رہے تھے۔ کوئی بھی پرابلم ہو ہم سے فوراً رابطہ کرو۔"

کیلی کی سوچ نے بتایا کہ دوسری طرف سے بولنے والا یوگا کا ماہر ہے۔ شراب بھی نہیں پیتا۔ وہاں ایک پکا مسلمان بن کر رہتا ہے۔ کیلی نے میری مرضی کے مطابق پوچھا۔ "اگر میں تم سے ملنا چاہوں تو کہاں ملاقات ہو سکتی ہے۔"

"تم مجھ سے ملاقات نہیں کر سکو گی۔ یہاں پردے کا رواج ہے۔ مسلمان عورتیں کسی غیر سے ملاقات کرنے کہیں نہیں جاتی ہیں۔ تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ رابطے کے لیے یہ ٹرانسمیٹر کافی ہے۔"

"کافی نہیں ہے۔ ابھی اس میں خرابی پیدا ہو گئی تھی۔ میں اسے درست کر کے بول رہی ہوں۔ کسی مصیبت کے وقت کہاں مل سکتی ہوں۔ بائی دی وے، تم مجھ سے کترا رہے ہو۔ میری معلومات کے مطابق مسلم ممالک کے لوگ اب بڑے ماڈرن ہو گئے ہیں۔ یہاں بے شمار ہوٹل اور تفریح گاہیں ہیں۔ مقامی اور غیر مقامی عورتیں آزادی سے گھومتی ہیں۔"

"یہ سچ ہے کہ میں صرف تم سے ہی نہیں یہاں رہنے والے اپنے تمام یہودی سراغ رسانوں سے کبھی ملاقات نہیں کرتا ہوں۔ ان سب کا گمنام اور نادیدہ لیڈر بن کر ان کی راہنمائی کرتا ہوں۔ اسی طرح تمہارے کام آتا رہوں گا۔"

"کیا ٹرانسمیٹر سے رابطہ نہ ہو سکے تو میں کسی مصیبت میں ماری جاؤں؟"

"ایسی بات نہیں ہے۔ میں دو افراد کے نام اور پتے بتا رہا ہوں۔ تم ان کے پاس جا کر اپنا نام اور کوڈ ورڈز بیان کرو گی تو وہ ہر طرح سے تمہاری مدد کریں گے اور تمہارے معاملات مجھ تک پہنچائیں گے۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ میں نے کیلی کو غائب دماغ بنایا ہوا تھا۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ کیا کہہ رہی ہے۔ پھر میں نے اس کے ہاتھوں سے ٹرانسمیٹر میں کچھ خرابیاں پیدا کر دیں۔ جب اس کے دماغ کو ذرا سی ڈھیل دی تو وہ ٹرانسمیٹر کو آپریٹ کرنے لگی۔ بار بار کوشش کرنے سے پتا چلا کہ اس میں کچھ خرابی پیدا ہو گئی ہے۔ وہ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اس کی مرمت کرنا نہیں جانتی تھی۔ اس نے غصے سے اسے بستر پر پٹخ دیا۔ وہ جس لیڈر سے بات کرچکی تھی' وہ اتنا محتاط تھا کہ اپنی رہائش گاہ کا فون نمبر بھی اپنے ساتھیوں کو نہیں بتاتا تھا۔

اب وہ اپنے لیڈر یا کسی دوسرے یہودی ساتھی سے رابطہ نہیں کرسکتی تھی اور نہ ہی کسی کا پتا ٹھکانا جانتی تھی۔ اس نے اب تک غائب دماغ رہ کر جو باتیں کی تھیں ان سے بالکل بے خبر تھی۔

میں اس کوٹھی میں چھپا ہوا تھا اور اب کیلی سے ملنا چاہتا تھا۔ میں نے اسے سوچنے پر مجبور کیا تو وہ یہ سوچنے لگی۔ "اپنے لیڈر یا کسی یہودی ساتھی سے ملنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ میں حسام کے ساتھ اس شہر کی تفریح گاہوں میں جاؤں۔ ہمارا کوئی یہودی جاسوس حسام کے ساتھ مجھے دیکھ کر اندازہ کرلے گا کہ میں ہی کیلی رائفل ہوں۔ وہ مجھے کوڈورڈز کے ذریعے پہچان لے گا۔ مجھے آج ہی رات کوڈی لائلہ کے اغوا اور اس کی موت کا بندوبست کرنا چاہیے۔"

اسے ایسا سوچنے پر مجبور کرکے میں نے اس کے دروازے پر دستک دی۔ اس نے چونک کر پوچھا۔ "کون ہے؟"

"میں ہوں حسام' دروازہ کھولو۔"

وہ جلدی سے دروازہ کھول کر بولی۔ "میں ابھی تمہارے پاس آنے والی تھی۔ یہاں میرا دم گھٹ رہا ہے۔ میں کھلی فضا میں کوٹھی سے باہر جانا چاہتی ہوں۔"

"میں بھی تم سے یہی کہنے آیا ہوں۔ ہم ذرا باہر تفریح کرکے آئیں گے۔"

وہ باتوں کے دوران مجھے دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ مجھے یعنی حسام کو یہاں ڈی لائلہ کی موجودگی کا علم ہے یا نہیں؟ اگر علم نہیں ہوگا تو اسے چپ چاپ ٹھکانے لگا دیا جائے گا اور اگر ڈی لائلہ نے باپ سے بھی ملاقات کی ہوگی تو میں بیٹی کا ذکر اس سے ضرور کروں گی۔

چونکہ وہ انجان بنی ہوئی تھی اس لیے میں بھی تغافل عارفانہ سے کام لے رہا تھا۔ میرے پاس ایک بیگ تھا اُس میں ریڈی میڈ میک اَپ کا سامان تھا۔ میں آئینے کے سامنے اپنا حلیہ بدلنے لگا۔ اس نے پوچھا۔ "یہ کیا کررہے ہو؟"

میں نے جواب دیا۔ "میں کبھی کبھی حلیہ بدل کر کوٹھی سے باہر جاتا ہوں۔ اس طرح ملازمین سمجھتے ہیں کہ میں کوٹھی میں موجود ہوں۔ میری موجودگی کے خوف سے وہ تمام رات جاگ کر ڈیوٹی پر چاق وچوبند رہتے ہیں۔"

میں نے حلیہ بدل کر انٹرکام کے ذریعے گیٹ کے چوکیدار اور گارڈ سے کہا۔ "میری مہمان خاتون ابھی باہر جارہی ہیں۔ ان کے لیے گیٹ کھول دو۔"

میں یہ حکم دے کر کیلی کے ساتھ پورچ میں آیا۔ اس سے بولا۔ "میں کسی کی نظروں میں آنا نہیں چاہتا۔ اس لیے تم ڈرائیو کرو۔"

ہم دونوں اگلی سیٹ پر آئے۔ میں سیٹ کے نیچے دبک گیا۔ وہ ڈرائیو کرتی ہوئی کھلے پھاٹک سے گزر کر باہر مین روڈ پر آگئی۔ میں اٹھ کر آرام سے سیٹ پر بیٹھ گیا۔ وہ بولی۔ "جب ملازموں سے چھپنا ہی تھا تو حلیہ بدلنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"مجھے صرف ملازموں سے ہی نہیں دوسروں سے بھی چھپنا ہے۔ میں نے تمہیں کوٹھی میں نہیں بتایا۔ اب بتا رہا ہوں کہ ڈی لائلہ میری بیٹی زندہ ہے۔ کیا تم یقین کروگی؟"

وہ بولی۔ "اوہ گاڈ! یہی بات میں تم سے کہنے والی تھی۔ وہ زندہ ہے۔ میرے کمرے میں آئی تھی۔"

میں نے کہا۔ "وہ ابھی کہیں باہر گئی ہے۔ اسی لیے میں نے حلیہ بدلا ہے۔ وہ کہیں نظر آئے گی اور میں اس حلیے میں اسے قتل کروں گا تو مجھ پر یعنی حسام بن زید پر قتل کا الزام نہیں آئے گا۔"

وہ خوش ہوکر بولی۔ "تم نے بڑی اچھی تدبیر سوچی ہے۔ اسے ختم کرنا ہوگا' ورنہ وہ ہماری شادی نہیں ہونے دے گی۔"

"فکر نہ کرو۔ ہم ابھی شہر میں کہیں نہ کہیں اسے تلاش کرلیں گے۔"

میں اسے تھوڑی دیر شہر میں گھماتا رہا۔ پھر ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں لے آیا۔ وہاں بڑی رونق تھی۔ رئیس' رئیس زادے اور رئیس زادیاں نظر آرہی تھیں۔ ایک رئیس زادی لفٹ کی طرف جارہی تھی۔ میں نے کیلی کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے سوچنے پر مجبور کیا کہ لفٹ کی طرف جانے والی ڈی لائلہ ہے۔ کیلی نے جلدی سے میرے بازو کو جھنجوڑ کر کہا۔ "حسام! وہ دیکھو۔ ڈی لائلہ اُدھر جارہی ہے۔"

میں نے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "کہاں ہے؟"

اس وقت تک وہ رئیس زادی لفٹ کے اندر چلی گئی تھی۔ اس لفٹ میں اور بھی لوگ تھے۔ کیلی مجھے کھینچ کر ادھر لے جانے لگی۔ لیکن ہمارے پہنچنے سے پہلے ہی دروازہ بند ہوگیا۔ لفٹ اوپر جانے لگی۔ ہم دروازے کے اوپر جلتے بجھتے نمبروں کو دیکھنے لگے۔ لفٹ ہر منزل پر رکتی جارہی تھی۔ حتیٰ کہ وہ ساتویں منزل تک چلی گئی۔ میں نے کیلی سے پوچھا۔ "تم نے جسے دیکھا کیا وہ سچ مچ ڈی لائلہ تھی؟"

"بے شک' میری آنکھیں دھوکا نہیں کھا سکتیں۔ وہ اوپر کسی منزل پر گئی ہے۔"

"شاید وہ اسی ہوٹل میں قیام کررہی ہے۔ میں نے اپنے ملازموں سے پوچھا تھا ان کے بیان کے مطابق وہ آج پہلی بار ہماری کوٹھی میں آئی تھی اور ہمیں دہشت زدہ کرگئی ہے۔"

کیلی نے کاؤنٹر پر آکر معلوم کیا کہ وہاں کوئی ڈی لائلہ نام کی کوئی لڑکی قیام کرتی ہے؟ رجسٹر میں ایسا کوئی نام نہیں تھا۔ میں نے کہا۔ "عقل سے سوچو۔ وہ ہماری شادی روکنے اور ہم دونوں کے لیے نہ جانے کیسے کیسے مسائل پیدا کرنے آئی ہے۔ اس لیے یہاں اصل نام سے نہیں فرضی نام سے قیام کرے گی۔"

وہ بولی۔ "ہمیں معلوم کرنا چاہیے کہ وہ کس کمرے میں قیام کررہی ہے۔"

"ہم ہر منزل کے کمرے میں جاکر نہ دستک دے سکتے ہیں اور نہ ہی اس کے متعلق کسی سے دریافت کرسکتے ہیں۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ ہم بھی یہاں ایک کمرا کرائے پر حاصل کریں۔ رات یہاں گزاریں۔ صبح تک ہم اس کے متعلق بہت کچھ معلوم کرسکتے ہیں اور موقع ملے تو اسے قتل کرسکتے ہیں۔"

وہ تائید میں سر ہلا کر بولی۔ "ٹھیک ہے۔ تم کمرا حاصل کرو۔"

میں نے کہا۔ "تم اپنے نام سے کمرا لو۔ میں نے بھیس بدل رکھا ہے۔ ہوسکتا ہے کسی مجبوری سے پھر بھیس بدلنا پڑے۔"

اس نے اپنے نام سے ایک کمرا حاصل کیا۔ ہم اس کمرے میں آگئے۔ وہ بولی۔ "اب بتاؤ اسے کیسے تلاش کیا جائے؟"

میں نے کہا۔ "یہاں رات ایک بجے تک ورائٹی پروگرام ہوتے ہیں۔ ڈی لائلہ ضرور وہ پروگرام دیکھنے آئے گی۔"

میں نے اس کے اندر یہ سوچ پیدا کی کہ وہ تھکی ہوئی ہے اسے غسل کرنا چاہیے۔ وہ اس سوچ کے مطابق باتھ روم میں چلی گئی۔ اس کے لیڈر نے اپنے دو یہودی جاسوسوں کے نام پتے اور فون نمبر اسے بتائے تھے تاکہ وہ مصیبت کے وقت ان سے مدد حاصل کرسکے۔ میں نے ریسیور اٹھا کر ایک شخص کے نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ ہونے پر آواز بدل کر پوچھا۔ "کیا ارسلان صاحب موجود ہیں؟"

اس یہودی شخص نے جواب دیا۔ "یہاں کوئی ارسلان نہیں ہے۔ آپ نے غلط نمبر ڈائل کیا ہے۔"

میں ریسیور رکھ کر اس شخص کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کا نام جوزف تھا۔ ایک مسلمان یوسف بن کر وہاں رہتا تھا۔ اس کے دوسرے ساتھی جیکب نے یعقوب کا نام اختیار کرکے اس علاقے میں رہائش اختیار کی تھی۔ یعقوب وہاں سے نکلنے والے تیل کی ریفائنری پروجیکٹ میں انجینئر تھا۔ اس کے ماتحت کام کرنے والوں میں کچھ یہودی تھے۔ وہ ان کا خالص پیٹرول زیر زمین پائپ کے ذریعے ایک پڑوسی ملک میں پہنچاتے تھے۔ اس طرح تیل کی آدھی سے زیادہ دولت پر ہاتھ صاف کررہے تھے۔ اس شہر میں تقریباً بارہ یہودی تھے اور وہ اپنے ایک لیڈر کے منصوبوں پر عمل کیا کرتے تھے۔

میں جوزف کے دماغ سے معلومات حاصل کررہا تھا پھر میں نے اس کا جیکب سے رابطہ کرایا۔ اس طرح ایک کے بعد ایک کے دماغ میں پہنچتا ہوا ان بارہ یہودیوں کے نام پتے اور فون نمبر معلوم کرلیے۔ ان میں سے کوئی مسلمان ' کوئی عیسائی اور امریکی ماہر بنا ہوا تھا۔ دوسرے جو لالچی امریکی ماہرین تھے' انہیں بھی دوست بنا لیا گیا تھا۔ وہ تمام ماہرین تیل نکال کر اسے ریفائن کرتے تھے اور زیر زمین پائپ لائن بچھا کر اسے اس ملک کے دوسرے شہر کے ایک مقام تک پہنچاتے تھے۔ چونکہ اہم کام کرنے والے امریکی یا اسرائیلی ماہرین تھے اس لیے کوئی یہ نہ جان سکا کہ زیر زمین بچھائی جانے والی پائپ لائنوں کا ایک حصہ اسمگلنگ کے لیے پڑوسی ملک تک پہنچایا گیا ہے۔

وہ پڑوسی ملک بھی مسلمانوں کا تھا لیکن اس ملک کا سربراہ اسرائیلی حکومت کے زیر اثر تھا۔ بظاہر یہودیوں کے خلاف تھا لیکن درپردہ کئی معاملات میں اسرائیلی حکومت سے تعلقات تھے۔ وہ جانتا تھا کہ پڑوسی اسلامی ملک سے تیل کی دولت چُرائی جاتی ہے لیکن انجان بن کر اپنی زبان بند رکھتا تھا۔ اس منافقت سے ظاہر تھا کہ اسلامی ممالک... ایک دوسرے سے اچھے تعلقات رکھنے کے باوجود امریکا اور اسرائیل کے ہاتھوں میں کٹھ پتلیاں بنے رہتے ہیں اور بڑی طاقتوں سے صرف اپنے تحفظ اور مفادات کو اہمیت دیتے ہیں۔

کیلی رائفل غسل سے فارغ ہوکر آگئی پھر بولی۔ "ڈی لائلہ کو جلد از جلد تلاش کرنا چاہیے۔ ہم وقت برباد کررہے ہیں۔"

"وقت برباد نہیں ہوگا۔ ہم صبح تک اسے ضرور ٹریپ کریں گے۔ بلکہ ختم کردیں گے۔ تم ذرا انتظار کرو۔ میں بھی باتھ روم سے ہوکر آتا ہوں۔"

میں نے اسے کمرے میں چھوڑ کر باتھ روم میں آکر اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے میری مرضی کے مطابق ریسیور اٹھا کر جوزف سے رابطہ کیا' دوسری طرف سے پوچھا گیا۔ "تم کون ہو؟"

کیلی نے کوڈ ورڈز ادا کیے پھر کہا۔ "میں کیلی رائفل ہوں۔ یہاں سلمٰی زیاد کے نام سے آئی ہوں۔"

جوزف نے کہا۔ "ٹھیک ہے۔ ایک گھنٹا پہلے باس نے بتایا تھا کہ تم یہاں پہنچ گئی ہو۔ باس نے تمہیں میرا اور جیکب کے نام پتے اور ٹیلی فون نمبر بتائے ہیں۔ کیا ہم سے تعاون چاہتی ہو؟"

"ہاں' حسام کی غیر قانونی بیٹی ہمارا پیچھا کرتی ہوئی یہاں آگئی ہے۔ وہ میری اور حسام کی شادی میں رکاوٹ بنے گی۔ میں ہوٹل الحمرا کے چار سو ستائیس نمبر کے کمرے میں ہوں۔ فوراً جیکب کو بھی ساتھ لے کر آؤ۔ کچھ ایسی باتیں ہیں جنہیں میں فون پر نہیں بتا سکتی اور ہاں ریوالور ضرور لے کر آنا۔ وہ لڑکی اسی ہوٹل کے کسی کمرے میں ہے۔ پلیز جلدی آؤ۔"

جوزف نے فوراً پہنچنے کا وعدہ کیا۔ پھر رابطہ ختم کرکے اس نے فون پر جیکب کو صورتِ حال بتائی۔ اسے فوراً ہوٹل پہنچنے کی تاکید کی پھر ریسیور رکھ کر ایک ریوالور نکال کر اسے لوڈ کرنے لگا۔

کیلی بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ میں نے باتھ روم میں تھوڑا وقت ضائع کیا پھر کمرے میں آکر بولا۔ "کیلی! میں کمرے سے باہر جاتا ہوں۔ ڈی لائلہ کو تلاش کروں گا۔"

"میں یہاں تنہا بور ہوجاؤں گی۔ میں بھی چلوں گی۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"میری بات سمجھو' اگر ڈی لائلہ تمہیں دیکھ لے گی تو بدک جائے گی۔ ہوشیار ہو کر اپنا تحفظ کرے گی۔ میں میک اپ میں ہوں۔ وہ مجھے نہیں پہچانے گی۔"

وہ قائل ہو کر کمرے میں رہی۔ میں باہر آگیا۔ وہ اگر قائل نہ ہوتی' تب بھی میں اسے سحرزدہ کرکے وہیں چھوڑ جاتا۔ گراؤنڈ فلور میں پہنچ کر میں ایک ٹائلٹ کے اندر آیا۔ دروازے کو اندر سے بند کرنے کے بعد ایک آئینے کے سامنے آگیا۔ اس میں خود کو دیکھ کر چہرے پر سے ریڈی میڈ میک اپ کی مونچھیں' ہلکی سی ڈاڑھی اور آنکھوں سے لینسز نکال لیے پھر آنکھوں کے کناروں کو سکیڑنے والے پلاسٹک ٹیپ نکال لیے۔ میری صورت بالکل بدل گئی۔ میں میک اپ کی ان چیزوں کو اپنی جیبوں میں ٹھونس کر ٹائلٹ سے باہر نکل آیا۔ پھر ہوٹل کے لان میں آکر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ لان میں کتنے ہی حسین جوڑے میزوں کے اطراف بیٹھے مسکرا کر باتیں کر رہے تھے۔

میں بار بار جا کر جوزف اور جیکب کو دیکھ رہا تھا۔ وہ ایک کار میں ہوٹل کے قریب پہنچ گئے تھے۔ ایک ویٹر میرے سامنے آکر ادب سے کھڑا ہوگیا۔ میں نے اسے فروٹ جوس لانے کا آرڈر دیا۔ وہ چلا گیا' جوزف اور جیکب پارکنگ ایریا میں آگئے تھے۔ کار سے اتر کر ہوٹل کے اندر جا رہے تھے۔ پھر وہ لفٹ کے ذریعے اوپر جانے لگے۔ میں نے کیلی کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ تھوڑی دیر بعد دروازے کی کال بیل سنائی دی۔ وہ بستر سے اٹھ کر دروازے کے قریب آکر بولی۔ "کون ہے؟"

آواز آئی۔ "جوزف اور جیکب۔" انہوں نے کوڈ ورڈز بھی ادا کیے۔ اس نے دروازہ کھول دیا۔ پھر ان کے اندر آنے کے بعد دروازہ بند کرکے بولی۔ "حسام کی بیٹی ڈی لائلہ اسی ہوٹل میں ہے۔ اس نے دھمکی دی ہے کہ میں حسام کی جائداد کا نصف حصہ اسے نہیں دوں گی تو وہ یہ بھید کھول دے گی کہ میں ایک مسلمان سلمٰی زیاد نہیں بلکہ ایک یہودی کیلی رائیل ہوں۔"

جوزف نے پوچھا۔ "کیا پتا چلا کہ وہ یہاں کس کمرے میں ہے؟"

وہ بولی۔ "پتا چل جائے گا۔ کیا ریوالور لائے ہو؟"

جوزف نے لباس کے اندر سے ریوالور نکالا۔ کیلی نے اس سے لے کر اس کے چیمبر کو چیک کیا۔ پورے چھ بلٹس تھے۔ وہ ان سے ذرا دور ہو کر دونوں کو نشانے پر رکھتے ہوئے بولی۔ "تم میں سے کوئی اپنی جگہ سے ذرا بھی ہلے گا تو گولی مار دوں گی۔"

دونوں نے ایک دوسرے کو حیرانی اور پریشانی سے دیکھا پھر پوچھا۔ "کیلی! یہ کیا مذاق ہے۔"

وہ بولی۔ "میں کیا بتاؤں کہ یہ کیا مذاق ہے۔ ہم عیاش مسلمان امیروں کبیروں سے مذاق کرتے ہیں۔ انہیں اُلّو بنا کر ان کی جڑوں میں گھس رہے ہیں۔ آج اس ریوالور کی گولیاں ہماری تمہاری جڑوں میں گھسیں گی۔"

جیکب نے کہا۔ "مجھے یقین نہیں آرہا ہے کہ تم اس معاملے میں سنجیدہ ہو۔ لاؤ یہ ریوالور واپس کرو۔"

اس نے ریوالور لینے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ کیلی نے اس کے ہاتھ پر گولی ماری۔ وہ چیخ پڑا۔ وہ بولی۔ "اپنا خون دیکھو اور یقین کرلو کہ یہ مذاق نہیں ہے۔ تم اس شعبے کے انچارج ہو' جس کے مزدور زیر زمین پائپ لائن بچھاتے ہیں۔ وہ فاضل پائپ لائن جس کے ذریعے تیل کی دولت اسرائیل پہنچاتے ہو' وہ اب کٹ جائے گی۔ ختم ہو جائے گی۔ اس سے پہلے تمہیں ہمیشہ کے لیے ختم ہو جانا چاہیے۔"

یہ کہتے ہی اس نے جیکب کے سینے پر گولی ماری۔ وہ ٹھیک طرح ریوالور پکڑنا نہیں جانتی تھی لیکن میں اس کے اندر رہ کر صحیح نشانہ لگا رہا تھا۔ وہ گولی کھا کر لڑکھڑاتا ہوا پیچھے جا کر گرا۔ ہوٹل کے چوتھے فلور پر دو بار فائرنگ کی آوازیں گونجی تھیں۔ اس فلور کا انچارج فون کے ذریعے منیجر کو اطلاع دے رہا تھا۔ آس پاس کے کمروں سے لوگ نکل پڑے تھے۔

جوزف نے اپنے ساتھی جیکب کو سینے پر گولی کھا کر مرتے دیکھا تو سمجھ گیا کہ اب اس کی باری ہے۔ کوئی عورت کیلی رائیل بن کر انہیں ہوٹل میں بلا کر ختم کر رہی ہے۔ یہ سمجھتے ہی وہ دروازے کی طرف بھاگا۔ میں نے اسے بھاگنے دیا۔ جب وہ کمرے کا دروازہ کھول کر جانے لگا تو میں نے کیلی کے ذریعے گولی چلائی۔ وہ چیخ مار کر اچھلا پھر دروازے کے باہر کوریڈور میں گر کر ٹھنڈا پڑ گیا۔

مردوں اور عورتوں کے چیخنے چلانے کی آوازیں آرہی تھیں۔ اس فلور کے لوگ لفٹ اور سیڑھیوں کی طرف بھاگ رہے تھے۔ میں کیلی کے دماغ کو آزاد چھوڑ کر فروٹ جوس پینے لگا۔ پہلے تو اس نے چونک کر اپنے ہاتھوں میں ریوالور کو دیکھا پھر کمرے میں پڑی ہوئی ایک شخص کی لاش دیکھی۔ وہ جیکب اور جوزف کو نہیں پہچانتی تھی۔ مگر یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ وہ قاتل سمجھی جائے گی۔ کیونکہ ہاتھوں میں ریوالور اور کمرے میں لاش ہے۔

وہ خوف کے مارے چیخ پڑی۔ پہلے تو اس نے چیخ کر حسام کو آواز دی پھر گھبرا کر دروازے کی طرف بھاگی۔ وہاں پہنچتے ہی دوسری لاش دیکھ کر جیسے ہاتھ پاؤں میں جان نہ رہی۔ وہ ڈگمگا کر گر پڑی۔ سمجھنا چاہتی تھی کہ یہ سب کیا ہوا ہے؟ کیسے ہوا ہے؟ اور یہ بھی اس کی سمجھ میں نہیں آسکتا تھا۔

اس نے کوریڈور میں پڑی ہوئی لاش کے پاس سے اٹھنا چاہا مگر ہاتھوں اور پیروں میں جیسے جان نہیں رہی تھی۔ وہ تھر تھر کانپ رہی تھی۔ ایسی کمزوری کے باوجود میں نے اس کے ہاتھ میں ریوالور کو پکڑا رکھا تھا تاکہ وہ آلۂ قتل کے ساتھ پکڑی جائے۔

پولیس والے آگئے تھے۔ وہ کوریڈور کے دونوں اطراف اپنی گنیں سیدھی کیے اسے نشانے پر رکھے کھڑے تھے۔ افسر نے کہا۔ ...م تمہیں مارنا یا زخمی نہیں کرنا چاہتے۔ اپنی خیریت چاہتی ہو تو ...الور دور پھینک دو۔"

اس نے ریوالور دور پھینک دیا۔ سپاہیوں نے آگے بڑھ کر ...حراست میں لے لیا۔ میں نے جوس ختم کرکے ویٹر کو ایک سو ...کا نوٹ دے کر کہا "اسے رکھ لو۔ کیونکہ اس کے بعد تمہیں ...نہیں ملے گی۔ ہوٹل میں ایسی گڑبڑ ہوئی ہے کہ گاہک یہاں سے ...رہے ہیں۔"

وہ شکریہ کہہ کر چلا گیا۔ میں نے جمیلہ رازی کو مخاطب کیا۔ ...یا کر رہی ہو؟"

وہ بولی۔ "آپ کا انتظار۔ میں نے ابھی تک کھانا بھی نہیں ...مایا ہے بہت زور کی بھوک لگ رہی ہے۔"

"تم جو غیر معمولی دوائیں استعمال کر رہی ہو' ان کا تقاضا یہی ...ہے کہ وقت پر کھایا کرو۔ چلو ابھی کھانا گرم کرکے کھاؤ۔ میرا انتظار ...کرو۔ تمہارے کھانے تک میں تمہیں دلچسپ کہانی سناتا ہوں۔"

میں اسے کیلی' جوزف اور جیکب کے بارے میں بتانے لگا۔ وہ ...ہی سے سن رہی تھی پھر اس نے پوچھا۔ "کیلی کو آپ نے کیوں ...وڑ دیا؟"

"اس کا انجام ابھی سامنے آئے گا۔ فی الحال میں نے ایسے دو ...رموں کو ختم کیا ہے' جو تمہارے ملک کے تیل کی دولت چرا رہے ...تھے۔ ابھی اور ایسے ہیں میں ان سے بھی نمٹنے والا ہوں۔"

"پاپا! میرے وطن کے دشمنوں کو جیسی سزائیں دے رہے ...ہیں اس کی جزا اللہ تعالیٰ آپ کو دے رہا ہے اور دیتا رہے گا۔ ...آپ کی خیال خوانی نے بتایا ہے کہ رئیس الکبیر کے محل میں بھی ...ریکی اور اسرائیلی ایجنٹ گھسے ہوئے ہیں اور وہاں کوئی دشمن خیال ...خوانی کرنے والا بھی ہے۔"

"فکر نہ کرو بیٹے! اس دشمن خیال خوانی کرنے والے سے ...میری ایک بیٹی سونیا نمٹ لے گی۔ وہ حسام کیا کر رہا ہے؟"

"اپنی خواب گاہ میں ہے۔ ملازم نے دروازے پر دستک دے ...کر کھانے کے لیے پوچھا تھا۔ اس نے کھانے سے انکار کر دیا ...ہے۔"

میں حسام بن زید کے اندر پہنچا۔ وہ بند کمرے میں پریشانی سے ...ٹہل رہا تھا۔ اسے بھی حرام موت مرنا چاہیے تھا۔ کیونکہ اس نے ...ڈی لائلہ جیسی معصوم اور بے قصور بیٹی پر گولی چلائی تھی۔ وہ بے ...چاری گولی سے نہ مری۔ باپ کا نام پانے کے لیے اسلام قبول کرنا ...چاہتی تھی۔ تب بھی اس عیاش نے کیلی کو حاصل کرنے کے لیے ...اپنی بیٹی نہ مان کر صدمے سے اسے مار دیا۔ وہ صرف قاتل ہی ...نہیں تھا' ایک ایسا برائے نام مسلمان تھا جس نے بیٹی کو بھی اسلام ...قبول کرنے کا موقع نہیں دیا۔ ایسے ظالم کے لیے بھی سزا تھی لیکن ...ابھی دیر تھی کیونکہ جمیلہ کو وہاں ابھی ڈی لائلہ بن کر رہنا تھا۔ حسام ...کی کوٹھی میرے اور جمیلہ کے لیے ایک اچھی پناہ گاہ تھی۔

وہ بند کمرے میں ٹہل رہا تھا۔ فون کی گھنٹی سن کر رک گیا۔ اس نے ٹیلی فون کی طرف دیکھا پھر آگے بڑھ کر ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف سے آواز آئی۔ "میں ہوٹل الحمرا سے ایک پولیس افسر بول رہا ہوں۔ مسٹر حسام بن زید سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"جی ہاں۔ میں حسام ہی بول رہا ہوں۔ فرمایئے؟"

"یہاں ایک نیم پاگل عورت نے دو افراد کو قتل کر دیا ہے۔ وہ کبھی ہنستی ہے کبھی روتی ہے۔ کبھی خود کو مسلمان اور کبھی یہودی کہتی ہے۔ وہ آپ کا نام بھی لیتی ہے کہ آپ سے شادی کرنے والی ہے۔"

حسام نے کہا۔ "میں حیران ہوں کہ وہ پاگل کون ہے جو میرا نام لے رہی ہے اُس کا نام کیا ہے؟"

"یہی تو ہم آپ سے پوچھنا چاہتے ہیں۔ وہ کبھی خود کو سلمٰی زیاد اور کبھی کیلی رائیل کہتی ہے۔"

حسام کے ہاتھ سے ریسیور چھوٹنے والا تھا۔ اس نے مضبوطی سے پکڑ کر پوچھا۔ "کیا میں اس عورت سے فون پر بات کر سکتا ہوں؟"

"بہتر ہوگا' آپ پولیس اسٹیشن تشریف لے آئیں۔ اگر اس سے آپ کا کوئی تعلق ہے تو ہمیں معلومات فراہم کریں۔ اب یہ بتائیں کہ آپ آرہے ہیں یا ہم آپ کو لینے آئیں۔"

"میں ابھی آرہا ہوں۔"

وہ ریسیور رکھ کر تیزی سے چلتا ہوا کمرے سے نکلا۔ پھر اس کمرے میں آیا' جہاں کیلی رائیل نے قیام کیا تھا؟ وہاں اس کا تمام سامان رکھا ہوا تھا مگر وہ نہیں تھی۔ اس نے ملازم کو بلا کر پوچھا۔ "میری مہمان کہاں ہے؟"

"آقا وہ کوئی دو گھنٹے پہلے کار میں بیٹھ کر تنہا کہیں گئی ہیں؟"

"تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا؟"

"آپ ہی نے تو انٹرکام پر گیٹ کے چوکیدار اور گارڈ سے کہا تھا کہ وہ تنہا جا رہی ہیں' گیٹ کھول دو۔"

حسام نے اسے تھپڑ مار کر کہا۔ "جھوٹے مکار! میں نے کب ایسا کہا تھا۔"

حسام کو جمیلہ کی آواز سنائی دی۔ "اگر آپ مصیبت سے بچنا چاہتے ہیں تو میرے پاس آئیں۔ میں کھانے میں مصروف ہوں۔"

وہ تیزی سے چلتا ہو ڈائننگ روم میں آیا۔ جمیلہ نے لقمہ چباتے ہوئے کہا۔ "وہ جو دو قتل ہوئے ہیں' آپ کے گلے بھی پڑ سکتے ہیں۔ وہ مکار عورت آپ کو پھانسی کے پھندے تک پہنچائے گی۔"

وہ اس کے پاس کرسی پر بیٹھ کر بولا۔ "یہ باتیں فون پر ہوئی تھیں۔ تم کیسے جانتی ہو؟"

"آپ پولیس' عدالت اور پھانسی سے بچنا چاہتے ہیں یا مجھ سے بحث کرنا چاہتے ہیں۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"تم مجھے کیسے بچا سکتی ہو؟"

"آپ پولیس کو بیان دیں کہ سلمیٰ زیاد سے ایک دو ماہ پہلے ملاقات ہوئی تھی۔ آپ اسے مسلمان سمجھ کر شادی کرنا چاہتے تھے۔ وہ آپ سے ملنے آج آٹھ بجے والی فلائٹ سے تنہا آئی تھی۔"

"لیکن میرے پاسپورٹ سے ظاہر ہوجائے گا کہ آج میں بھی اس کے ساتھ آیا تھا۔"

"نہیں۔ آپ کل رات سے اپنی اس کوٹھی میں ہیں۔ آپ کل آئے تھے۔ کیلی آج آئی ہے یقین نہ ہو تو دونوں کے پاسپورٹ اٹھا کر یہاں آمد کی تاریخیں دیکھ لیں۔"

حسام تیزی سے اٹھ کر اپنے کمرے میں آیا' سوٹ کیس سے پاسپورٹ نکال کر دیکھا تو حیران رہ گیا۔ اس کی آمد کی پچھلے دن کی تاریخ درج تھی اور یہ خیال خوانی کے ذریعے لندن اور الزرقا کے امیگریشن کاؤنٹر پر ہوا تھا۔

پھر حسام نے کیلی کے کمرے میں آکر اس کا پاسپورٹ دیکھا تو آج کی تاریخ تھی۔ اس کا سر چکرانے لگا کہ یہ سب کچھ کیسے ہوا؟ مگر اپنے بچاؤ کا راستہ بھی سجھائی دے رہا تھا۔ وہ دوڑتا ہوا جمیلہ کے پاس آیا پھر بولا۔ "کیا تم جادو جانتی ہو؟ واقعی پاسپورٹ کے مطابق کیلی یہاں تنہا آئی ہے اور میں کل آیا تھا۔"

"میں جادو نہیں جانتی ہوں۔ ایک بیٹی اپنے باپ کو بچانا چاہتی ہے۔ آپ یہ موبائل فون اٹھائیں اور پولیس اسٹیشن فون کریں۔ انہیں یہاں بلا کر کیلی کا سامان اور پاسپورٹ دکھائیں اور یہ بیان دیں کہ آپ اسے ایک مسلمان عورت سلمیٰ زیاد سمجھتے آرہے ہیں۔ وہ چند گھنٹے پہلے اپنے کسی رشتے دار سے ملنے کے بہانے باہر آگئی تھی۔ آپ نہیں جانتے کہ اس نے دو افراد کو قتل کیوں کیا ہے؟"

حسام جمیلہ کی ہدایات کے مطابق عمل کرنے لگا۔ پندرہ منٹ کے اندر پولیس والے کیلی کو حراست میں لے کر حسام کی کوٹھی میں آئے۔ اس کے پاسپورٹ کو دیکھا۔ اس کے سامان کی تلاشی لی۔ میں کیلی کے اندر رہ کر اسے سنجیدہ بنائے ہوئے تھا۔ وہ ہوٹل میں نیم پاگل سی تھی۔ اب سنجیدگی سے کہہ رہی تھی کہ اس کا تعلق ایک یہودی تنظیم سے ہے اور وہ مسلمان بن کر حسام بن زید کو دھوکا دے رہی تھی۔ آج حسام سے ملنے تنہا لندن سے آئی تھی۔ لیکن یہودی تنظیم کے ایک گمنام اور پُراسرار لیڈر نے اسے ہوٹل الحمرا آنے کا حکم دیا تھا۔

وہ وہاں پہنچی تو دو مسلمان یوسف اور یعقوب اس کے کمرے میں آئے۔ انہوں نے بتایا کہ وہ بھی یہودی ہیں اور ان کے نام جوزف اور جیکب ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ شادی کے بعد حسام بن زید کی دولت اور جائداد میری اور میرے بچوں کی ہوگی تو اسرائیلی حکومت مجھ سے حسام کی زمینیں لے لے گی۔ وہاں دوسرے یہودیوں کو آباد کیا جائے گا۔ اگلے بیس پچیس برسوں میں اسلامی ممالک کے اندر یہودیوں کی تعداد زیادہ ہوجائے گی۔

کیلی نے آگے بیان دیا کہ وہ یہودی قوم کے لیے سب کچھ کرسکتی ہے لیکن اپنے بچوں کے نام ہونے والی زمینیں کسی کو نہیں دے گی۔ اس بات پر جوزف اور جیکب طیش میں آگئے۔ اس پر تشدد کرنے لگے تو اس نے اپنے بچاؤ کے لیے انہیں زخمی کرنا چاہا لیکن دونوں ہی گولی لگنے سے مرگئے۔

کیلی نے یہ تحریری بیان دیا۔ اپنے دستخط کیے۔ پولیس والے اسے تھانے لے گئے۔ وہاں کے مسلمان اکابرین نے حسام بن زید کو ایک یہودی عورت کے فریب سے نجات پانے کی مبارک باد دی اور اسے ضمانت پر رہا کرالیا۔

اب وہ حوالات میں بیٹھی سوچ رہی ہوگی کہ وہ کیا کرنے آئی تھی اور کیا ہوگیا؟ اور جو کچھ ہوا جیسے بھی ہوا' یہ تمام باتیں کبھی اس کی سمجھ میں نہیں آئیں گی۔ وہ تو دو قتل کرنے کے بعد یوں بھی پاگل سی ہوگئی تھی۔ ہوٹل میں الٹے سیدھے بیانات دیتی رہی تھی۔ مزید پاگل بنانے کے لئے وہ دو پاسپورٹ تھے۔ وہ حسام کے ساتھ ایک ہی دن ایک ہی فلائٹ میں آئی تھی لیکن دونوں پاسپورٹس میں آمد کی تاریخیں مختلف تھیں۔

اب وہ پاگل ہوگی یا ہوش مند رہے گی؟ یہ بعد کی باتیں تھیں۔ میرے پاس اب اس کے خیالات پڑھنے کا وقت نہیں تھا۔

میں نے ثانی کو مخاطب کیا۔ وہ بولی۔ "یس پاپا! آپ ہی کا انتظار کررہی تھی۔ میں نے رئیس الکبیر کے دماغ میں ایک خیال خوانی کرنے والے کو بولتے سنا تھا۔ رئیس الکبیر خوفزدہ تھا اسے نیند نہیں آرہی تھی۔ وہ گمنام شخص اس کے دماغ کو تھپک تھپک کر سُلا رہا تھا۔ پھر اس نے اس پر تنویمی عمل کیا۔ آپ نے اس عمل کرنے والے کی آواز پچھلی رات سنی ہوگی؟"

"ہاں پچھلی رات میں نے اس کے تنویمی عمل کو ناکام بنا دیا تھا۔ کیا تم نے بھی یہی کیا ہے؟"

"نو پاپا! اسے ناکام بنانے کی کیا ضرورت ہے۔ آپ اس عمل کرنے والے کی آواز اور لہجہ اختیار کرکے کسی بھی وقت رئیس الکبیر کے اندر پہنچ سکتے ہیں۔"

"بیٹی! تم نے اچھا کیا جو اس دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے کو کامیاب تنویمی عمل کرنے دیا۔"

وہ بولی۔ "دشمن کو خوش فہمی میں مبتلا رکھنا چاہیے۔ وہ رئیس الکبیر کے ذہن میں یہ نقش کررہا تھا کہ اسے لیڈی مین کلر اور لیڈی آئرن راڈ کے زیر اثر رہنا چاہیے۔ یہ دونوں عورتیں امریکی ایجنٹ ہیں اور بڑی خطرناک ہیں۔"

"اس شکار گاہ کے بنگلے کے متعلق بتاؤ۔ وہاں کیا انتظامات ہیں؟"

"بظاہر وہ بنگلا ویران سا نظر آرہا ہے۔ ہر کمرے میں اندھیرا ہے جہاں رئیس الکبیر سو رہا ہے' وہاں بھی تاریکی ہے لیکن بنگلے کے پیچھے دس مسلح گارڈ جھاڑیوں میں چھپے ہوئے ہیں۔ چار بنگلے کی چھت پر ہیں اور چار سامنے والے گھنے درختوں کی شاخوں میں چھپے بیٹھے ہیں۔ ایک کمرے میں لیڈی مین کلر جاگ رہی ہے۔"

"اور وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا بھی وہاں آتا جاتا ہوگا۔"

"جی ہاں۔ وہ ضرور محتاط ہوگا اور صبح تک وقتاً فوقتاً رئیس کے خوابیدہ دماغ میں جھانکتا رہے گا۔"

"یعنی انہوں نے رئیس الکبیر تک جمیلہ کے پہنچنے کے تمام راستے بند کردیے ہیں۔ وہاں کوئی پرندہ بھی پَر نہیں مار سکے گا۔"

ثانی نے ہنس کر کہا۔ "پاپا! آپ کی لغت میں ناممکن کا لفظ نہیں ہے۔ جب آپ کی بیٹی وہاں پہنچنے کے ہتھکنڈے استعمال کرسکتی ہے تو پھر آپ تو ہمارے باپ ہیں۔"

میں نے مسکرا کر کہا۔ "اچھا اب جاؤ۔ آرام کرو۔"

ہمارا رابطہ ختم ہوگیا۔ یہ میں تو کیا سبھی جانتے تھے کہ ثانی دوسری سونیا ہے۔ ایسی ذہین اور تیز طرار ہے کہ ناممکن کو ممکن بنا سکتی ہے۔ کوئی راستہ نہ ملے تو سوئی کے ناکے سے گزر کر سارا کام تمام کرکے واپس آسکتی ہے۔ چونکہ میں اس شہر میں موجود تھا اس لیے اس سے کام لینا مناسب نہیں تھا۔ اس لیے اسے رخصت کردیا۔

میں محل کے چند اہم افراد تک پچھلے ہی دن پہنچ گیا تھا تاکہ اُن سے کام لے سکوں۔ ان میں محل کے چند فوجی افسر تھے۔ میں نے ایک ٹیلی فون بوتھ سے ایک افسر کو مخاطب کیا پھر کہا۔ "میں بنگلے سے بول رہا ہوں۔ فی الحال خیریت ہے پھر بھی کچھ اور سیکیورٹی کی ضرورت ہے۔ تم چھ عدد گارڈز اور لے آؤ اور جو سامان کہا جارہا ہے وہ ضرور ساتھ لاؤ۔"

میں نے مختصر سے سامان کی فہرست لکھوائی پھر فون بند کرکے اس کے دماغ میں پہنچا۔ وہ افسر دوسرے افسر سے کہہ رہا تھا کہ بنگلے سے اہم پیغام آیا ہے۔ ہمیں چھ گارڈز کے ساتھ ابھی جانا ہوگا۔ دوسرے افسر نے فہرست پڑھ کر کہا۔ "واقعی سیکیورٹی کے اس پہلو کو فراموش کردیا گیا تھا کہ جمیلہ اپنے ساتھیوں کی مدد سے بے ہوشی کی دوا اسپرے کرسکتی ہے اور ہمارے آقا تک پہنچ سکتی ہے۔ وہاں آقا اور دوسرے گارڈز کے پاس گیس ماسک ہونا چاہیے۔"

ساتھی افسر نے کہا۔ "اور جوابی کارروائی کے لیے ہمارے پاس بھی بے ہوشی کی دوا کا اسٹاک ہونا چاہیے۔"

انہوں نے فوراً ہی چھ گارڈز کو طلب کیا۔ تین گاڑیاں لیں۔ جو کچھ میں نے لکھوایا تھا وہ سب کچھ گاڑیوں میں رکھا پھر وہاں سے شکارگاہ کے بنگلے کی سمت روانہ ہوگئے۔

پہلے یہ سوچا تھا کہ تنہا یہ کام کرجاؤں گا اور شاید کر بھی جاتا لیکن کسی وجہ سے کام بگڑتا تو بعد میں افسوس ہوتا۔ میں نے ثانی سے کہا۔ "بیٹے! آجاؤ اور اپنے ڈیڈی سلمان کو بھی بلاؤ۔"

وہ دونوں میرے پاس آئے۔ میں نے انہیں اپنی پلاننگ بتائی۔ ان باپ بیٹی کو دو افسروں اور گارڈز کے دماغوں تک پہنچایا۔ ان چھ گارڈز اور دو افسران کا قافلہ بنگلے کی سمت جارہا تھا۔ میں نے ٹیلی پیتھی جاننے والے ڈی ہاروے کی آواز اور لہجے کو اپنایا پھر رئیس الکبیر کے خوابیدہ دماغ میں پہنچ گیا۔ اگر اپنی سوچوں کی لہروں کے ساتھ جاتا تو وہ تنویمی عمل کے مطابق سانس روک لیتا اور بیدار ہوجاتا۔

میں نے اسے خواب میں جمیلہ کا چہرہ دکھایا۔ وہ نیند میں کسمسانے لگا۔ خواب میں بڑبڑانے لگا۔ "تم؟ تم کیوں آئی ہو؟ یہاں سخت پہرا ہے۔ تم زندہ نہیں جاسکو گی۔"

خواب میں نظر آنے والی جمیلہ نے کہا۔ "تمہارے سخت پہرے کے باوجود میں خواب گاہ میں آگئی ہوں اور جیسے آئی ہوں ویسے ہی بخیریت چلی جاؤں گی۔"

اسی وقت رئیس کے دماغ میں ڈی ہاروے کی سوچ کی لہریں سنائی دیں۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "رئیس! یہ تم خواب میں جمیلہ کو کیوں دیکھ رہے ہو۔ میں تمہارا عامل ہوں۔ تمہیں حکم دیتا ہوں کہ جمیلہ کو نہ دیکھو۔"

میں نے ڈی ہاروے کے حکم کے مطابق جمیلہ کو رئیس کے خواب سے گم کردیا۔ ڈی ہاروے یقیناً خوش ہوگیا ہوگا کہ اس کا عمل کامیاب رہا ہے اور معمول نے اس کے حکم کے مطابق جمیلہ کو خواب میں دیکھنا چھوڑ دیا ہے۔

دو افسران اور چھ گارڈز کا قافلہ بنگلے کے قریب پہنچنے والا تھا۔ ایسے وقت ثانی اور سلمان دونوں افسروں کے درمیان دماغوں پر چھا گئے۔ ان افسروں نے حکم دیا "گاڑیوں کو یہیں روک دو' ہم یہاں سے دبے قدموں بنگلے تک جائیں گے۔ اس سے پہلے گیس ماسک پہن لو۔"

چونکہ افسران کا حکم تھا اس لیے سب نے اس کی تعمیل کی۔ پھر حکم دیا گیا کہ جن گنوں کے ذریعے بے ہوشی کی دوا اسپرے کی جاتی ہے ان گنوں کو تھام لو۔ یوں سمجھو کہ گوریلا فائٹ لڑنے والے ہو۔ جب جھینگروں کی آوازیں سنائی دیں تو دوا اسپرے کرنا شروع کردو۔"

ایک گارڈ نے سوال کیا۔ "سر! دوا اسپرے کرنے سے بنگلے کے گارڈز بے ہوش ہوجائیں گے۔"

سلمان نے ایک افسر کی زبان سے کہا۔ "یو ایڈیٹ! کیا تم ہمیں اناڑی سمجھتے ہو؟ ہمیں اطلاع مل چکی ہے کہ بنگلے کے اطراف دشمن پھیل رہے ہیں۔"

میں نے دوسرے افسر کی زبان سے کہا۔ "اگر ہمارے چار چھ گارڈز بے ہوش ہوتے ہیں تو ہونے دو۔ ہم سب نے ماسک پہن رکھے ہیں۔ ہم اپنے آقا کی حفاظت کریں گے۔"

ہم نے انہیں مطمئن کردیا۔ اگر کوئی مطمئن نہ ہوتا تو اس کے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

دماغ میں چھلانگ لگا کر اپنا کام نکال لیتے۔ میں ایک افسر اور دو گارڈز کو بنگلے کے پیچھے جھاڑیوں کے پاس لے گیا۔ ثانی ایک افسر اور ایک گارڈ کو لے کر بنگلے کے سامنے گھنے درختوں کی طرف گئی۔ سلمان باقی تین گارڈز کو کنٹرول کرتا ہوا چھت پر جانے کی کوشش کرنے لگا۔ ہم نے انھیں زمین پر لٹا دیا تھا اور وہ آہستہ آہستہ رینگتے ہوئے جا رہے تھے۔ یوں بنگلے کے آگے پیچھے جھاڑیوں اور گھنے درختوں کے قریب پہنچنے کا موقع مل گیا۔ پھر وہ جھینگروں کی آوازیں سنتے ہی بے ہوشی کی دوا اسپرے کرنے لگے۔ کھلی فضا میں دوا ذرا دیر سے اثر کرتی ہے۔ ذرا دیر بعد ہی درختوں سے چار گارڈز اپنی شاخوں پر بے ہوش ہوئے۔ بے ہوشی کے بعد شاخوں پر لیٹنے کی جگہ نہیں ہوتی اس لیے وہ نیچے گر پڑے۔

اسی طرح جھاڑیوں میں ہلچل سی مچی وہاں بھی چھپے ہوئے گارڈز بے ہوش ہو کر گر رہے تھے۔ سلمان نے تین گارڈز کو بنگلے کے قریبی درخت پر چڑھا دیا تھا۔ وہ گارڈز وہاں سے چھت کی طرف اسپرے کر رہے تھے۔ چھت والے گارڈز کمزوری اور بے ہوشی کا احساس کرتے ہوئے نیچے جانا چاہتے تھے مگر بے ہوشی غالب آ رہی تھی اور وہ سیڑھیوں پر سے لڑھک رہے تھے۔

اندر ایک کمرے سے لیڈی مین کلر نے چیخ کر پوچھا۔ "یہ کیسی آوازیں ہیں؟ سیڑھی پر کون ہے؟"

اس نے ایک گن لے کر کھڑکی کھولی۔ پھر گھبرا کر پیچھے ہٹ گئی۔ ہوا بدل گئی تھی۔ سر چکرانے لگا تھا۔ وہ کھڑکی کو بند کرنے کے لیے آگے بڑھی۔ مگر چکرا کر گر پڑی۔ ثانی نے اسے سنبھالا۔ فرش پر سے اٹھایا پھر تیزی سے دوسرے کمرے میں لے گئی۔ وہاں بے ہوشی کی دوا کا اثر نہیں تھا۔

لیڈی مین کلر گہری گہری سانسیں لینے لگی۔ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرکے سانس روک لیتی تھی۔ اس وقت ثانی کو اپنے اندر آنے سے نہ روک سکی۔ دوا نے اس حد تک اثر دکھایا تھا کہ وہ اپنے اندر کسی کو محسوس نہیں کر رہی تھی۔ ثانی اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے رئیس الکبیر کی خواب گاہ میں لے آئی۔

لیڈی مین کلر نے اپنے چہرے کو نقاب میں چھپا لیا تاکہ پہچانی نہ جا سکے۔ پھر اس نے جمیلہ رازی کی آواز اور لہجے میں چیخ کر کہا۔ "اے رئیس! اٹھ خوابِ غفلت سے 'تیری موت آئی ہے۔"

رئیس الکبیر ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ کمرے میں تاریکی تھی۔ مگر دوسرے کمرے سے ہلکی سی روشنی آ رہی تھی۔ وہ خوف سے تھرتھراتے ہوئے بولا۔ "کون ہو تم؟"

"کیا تم جمیلہ رازی کی آواز کو بھول گئے ہو۔ میں اپنے چیلنج کے مطابق تمہارے ایک ہاتھ کی ایک انگلی کاٹنے آئی ہوں۔"

ڈی ہاروے 'رئیس کے اندر تھا۔ اس نے فوراً ہی آواز اور لہجے کے مطابق خیال خوانی کی چھلانگ لگائی تو اس کے مطابق جمیلہ کے دماغ میں پہنچا۔ جمیلہ نے فوراً ہی سانس روک لی۔

ڈی ہاروے نے سمجھا کہ رئیس کے کمرے میں آنے والی جمیلہ نے سانس روکی ہے۔ اس نے رئیس الکبیر کے اندر کہا "میں تمہیں حکم دیتا ہوں۔ مرد بنو۔ جمیلہ جیسی نازک لڑکی کی ہڈیاں پسلیاں توڑ دو۔"

وہ معمول تھا اس نے عامل کے حکم کے مطابق اپنی دشمن پر چھلانگ لگائی مگر کرانے کا ایک ہاتھ کھا کر پیچھے چلا گیا۔ اس کے اندر رہ کر ڈی ہاروے بھی مقابلے پر آمادہ تھا لیکن ایک تو وہ درحقیقت لیڈی مین کلر تھی پھر اس کے اندر ثانی تھی۔ اس نے رئیس کی پٹائی کرتے کرتے اس کا حلیہ بگاڑ دیا۔

آخر وہ بے جان سا ہو کر فرش پر گر پڑا۔ لیڈی مین کلر نے اپنی جیب سے چاقو نکال کر اسے کھولا۔ وہ گڑگڑا کر بولا۔ "مجھے معاف کر دو۔ میں آئندہ کبھی تم سے دشمنی نہیں کروں گا۔"

وہ جمیلہ کی آواز میں بولی۔ "کیا تم نے کبھی حرم سرا کی کسی معصوم لڑکی پر ترس کھایا تھا۔ میں وہاں سے بچ کر نہ نکلتی اور شہ زور نہ بنتی تو تم مجھ سے بھی جانوروں جیسا سلوک کرتے۔"

یہ کہہ کر اس نے اس کی بائیں کلائی پکڑ لی۔ رئیس نے چھڑانے کی آخری کوشش کی۔ لیکن اس نے چاقو کے تیز پھل سے اس کا ایک انگوٹھا کاٹ کر الگ کر دیا۔

وہ چیخ رہا تھا۔ تڑپ رہا تھا مگر تمام پہریدار بے ہوش پڑے تھے۔ جو گارڈز اور دو افسران گیس ماسک پہن کر آئے تھے وہ اپنے آقا کی چیخ و پکار سن رہے تھے۔ اس کی مدد کے لیے جانا چاہتے تھے لیکن ہم نے جانے نہیں دیا۔ جب تک ہماری خیال خوانی کا بھید چھپا رکھنا تھا اسے چھپائے رکھنا تھا۔

انھوں نے دوا اسپرے کرنے والی گنیں پھینک دیں۔ جتنے پہرے داروں کو بے ہوش کیا تھا۔ انھیں گولیوں سے چھلنی کرنے لگے۔ آخر میں اپنے ماسک اتار کر ایک دوسرے پر گولیاں برسائیں۔ یہ وہ لوگ تھے جو کمزوروں پر اور خصوصاً حرم سرا کی عورتوں پر ظلم کرنے کے لیے رئیس الکبیر کی غلامی کرتے تھے۔ ان کمزوروں کو کوئی ان سے بچا نہیں سکتا تھا۔ آج ان شہ زوروں کو بھی حرام موت مرنے سے بچانے والا کوئی نہ تھا۔

سب کے سب فنا ہو گئے۔ ان لاشوں کے درمیان صرف ایک انگوٹھا کٹا ہوا رئیس الکبیر زندہ رہ گیا تھا۔ کیونکہ اسے نو ماہ تک زندہ رہنا تھا اور تھوڑا تھوڑا سا ٹکڑے ٹکڑے ہو کر مرنا تھا۔

○☆○

کچھ لوگ بڑے خوش نصیب ہوتے ہیں اور اپنی خوش نصیبی کے ساتھ بڑے بدنصیب بھی ہوتے ہیں۔ جیسا کہ وہ داؤد منڈولا تھا۔ اس نے ٹرانسفارمر مشین کی مرمت کی تھی۔ چونکہ وہ یہودی تھا اس لیے سپر ماسٹر اور دوسرے امریکی حکام اس پر بھروسا نہیں کرتے تھے۔ مشین کی مرمت ہونے اور اسے اچھی طرح آزمانے کے بعد یہودی داؤد منڈولا کو گولی مار دی تھی۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

آخر وہ یہودی بچہ تھا۔ یہ جانتا تھا کہ اس پر اعتماد نہیں کیا جارہا ہے۔ اس کے ساتھ ایک امریکی عیسائی مکینک جان ولسن کو لگایا گیا تھا تاکہ جان ولسن مشین کی خرابیوں کو اچھی طرح سمجھ لے اس کے بعد پھر کبھی منڈولا کی ضرورت پیش نہ آئے۔

ادھر منڈولا کو اپنے انجام کی فکر نہیں تھی۔ وہ اپنی یہودی قوم کو ٹرانسفارمر مشین سے فائدے پہنچانا چاہتا تھا۔ اس مشین سے صرف یہ نہیں ہوتا تھا کہ ایک شخص کی ٹیلی پیتھی دوسرے شخص میں منتقل ہوجاتی تھی بلکہ ایک کی ذہانت دوسرے میں اور ایک کا مذہب بھی دوسرے کے اندر منتقل ہوجاتا تھا۔ داؤد منڈولا نے مشین کی مرمت کے بعد اسے آزمانے کے دوران کچھ ایسی چال چلی کہ اس کا یہودی مذہب جان ولسن میں منتقل ہوگیا۔ وہ جان ولسن جو عیسائی تھا' کٹر یہودی بن گیا۔ خود کو داؤد منڈولا سمجھنے لگا۔ اور یہ بھی اچھی طرح سمجھ گیا کہ اگر وہ سپر ماسٹر اور امریکی حکام کو اپنے اندر کی داؤد منڈولا والی شخصیت بتائے گا اور خود کو یہودی ظاہر کرے گا تو وہ لوگ اسے بھی زندہ نہیں چھوڑیں گے۔

داؤد منڈولا نے گولی کھا کر مرنے سے پہلے کیسی کیسی چالیں چلی تھیں اور کس طرح عیسائی جان ولسن کو یہودی داؤد منڈولا بنا دیا تھا اس کا تفصیلی ذکر پچھلے باب میں ہوچکا ہے۔ لہٰذا اس داستان میں وہ جان ولسن نہیں رہا۔ مزاج بدل گیا' شخصیت بدل گئی اور مذہب بدل گیا تو اب وہ یہودی داؤد منڈولا کہلا رہا ہے۔

اس پس منظر میں دیکھا جائے تو داؤد منڈولا بڑا بدنصیب تھا جو سزائے موت پاکر مرگیا مگر وہ بڑا خوش بخت بھی تھا کہ اس نے اسرائیل اور یہودی قوم کی بھلائی کے لیے دوسرا داؤد منڈولا پیدا کرویا تھا۔

جو لوگ اپنے مذہب اور اپنی قوم کے لیے جان پر کھیل جاتے ہیں' خوش نصیبی ان کا مقدر بن جاتی ہے۔ یہودی تنظیم بہت پُراسرار سمجھی جاتی تھی۔ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا بھی اس کے اندر نہیں پہنچ پایا تھا اور نہ یہ کبھی جان سکا تھا کہ اس کا سربراہ اور اس کے ممبران کون لوگ ہیں؟ لیکن داؤد منڈولا کا مقدر اسے یہودی تنظیم تک لے گیا۔

میں نے پچھلے دنوں لیلیٰ کی موت کا انتقام لینے کے لیے یہودی تنظیم کے بگ برادر برین آدم کو زخمی کیا تھا۔ لیکن پوری طرح اس کے چور خیالات کو پڑھنے کا موقع نہیں ملا۔ کیونکہ میں انتقامی کارروائیوں میں مصروف رہا۔ البتہ سرسری طور پر معلوم ہوا تھا کہ وہ برین آدم یہودی تنظیم کا بگ برادر ہے۔ اس میں جتنے افراد ہیں وہ آدم برادرز کہلاتے ہیں۔ ان میں الپا اور ٹیری آدم ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔

لیکن تنظیم کے ان تمام آدم برادرز کا ایک پُراسرار سربراہ ہے۔ پہلے اس کے متعلق کوئی نہیں جانتا تھا بعد میں برین آدم اور بلیک آدم کو معلوم ہوا کہ وہ سربراہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ ایکسرے مین کہلاتا ہے اور اس کا اصل نام مارٹن رسل ہے۔

ایکسرے مین مارٹن رسل تک کوئی پہنچ نہیں سکتا تھا۔ میں نے سوچا تھا' انتقامی کارروائیاں کرنے کے بعد میں اس ایکسرے مین تک پہنچنے کی کوشش کروں گا لیکن تب تک دیر ہوچکی تھی۔ مجھ سے پہلے داؤد منڈولا کو اس کے اندر پہنچنے کا موقع مل گیا تھا اور اس نے میری معلومات کے تمام راستے بند کردیے تھے۔ کوئی ایسا راستہ نہیں چھوڑا تھا جہاں سے گزر کر میں یہودی تنظیم کے اندر تک پہنچ سکتا۔

ایکسرے مین اپنے حالات کسی کو نہیں بتاتا تھا۔ برین آدم کی ذہانت کے باعث اسے بہت پسند کرتا تھا۔ لیکن اس سے بھی اپنی پچھلی اور موجودہ ہسٹری چھپاتا آرہا تھا۔ یہی ظاہر کرتا تھا کہ دنیا میں بالکل تنہا ہے نہ بیوی ہے' نہ بچہ اور نہ ہی کوئی رشتے دار ہے۔ وہ صرف اپنے ملک اور قوم کی خاطر تنہا زندگی بسر کررہا ہے۔

جب داؤد منڈولا کو ایکسرے مین مارٹن رسل کے اندر پہنچنے کا موقع ملا تو پتا چلا کہ وہ تنہا نہیں ہے۔ اس کی ایک بیوی ہے اور ایک سالا پولیس افسر ہے لیکن ان رشتے داروں کو اس کی ایکسرے مین والی اصلیت معلوم نہیں ہے۔ اسے یہ اندیشہ تھا کہ کبھی اس کا بھید کھلے گا تو دشمن اس کی بیوی اور بچے وغیرہ کے ذریعے اس کے جذباتی رشتوں سے کھیلیں گے۔ کسی طرح کی بھی بلیک میلنگ سے بچنے کے لیے اس نے بیوی بچے کی رہائش لندن میں رکھی تھی۔ ان سے سال میں ایک آدھ بار ملنے جاتا تھا۔ تل ابیب میں رہنے والے پولیس افسر سالے سے بھی سامنا نہیں کرتا تھا۔ سامنا ہوتا تب بھی سالا اس کے بہروپ کے باعث یہ نہیں جان سکتا تھا کہ بہنوئی اسرائیل میں تو ہے مگر تل ابیب میں نہیں ہے۔ اسے حسین عورتوں سے دلچسپی نہیں تھی۔ لیکن ایک بار سارہ کے حُسن کا دیوانہ ہوگیا تھا اور نامراد رہا تھا۔ کیونکہ بندر آدمی ہیرو اس حسینہ کو اس سے چھین کرلے گیا تھا۔

تب ہی سے ایکسرے مین کی بدقسمتی کا آغاز ہوا تھا۔ اس نے خود کو گمنام اور پُراسرار رکھنے کی بہت کوشش کی تھی لیکن کار کے ایک حادثے میں اسپتال پہنچ گیا تھا۔ داؤد منڈولا وہیں برین آدم کے ذریعے ایکسرے مین کے اندر بھی پہنچ گیا تھا پھر اس پر اور برین آدم پر عمل کرکے گویا پوری یہودی تنظیم کا سربراہ بن گیا تھا۔

ایکسرے مین مارٹن رسل کا طریقۂ کار یہ تھا کہ اس نے تمام آدم برادرز کے دماغوں پر تنویمی عمل کرکے انہیں اپنا تابعدار بنا رکھا تھا۔ لیکن تنظیم کے کسی برادر کو یہ معلوم نہیں ہونے دیتا تھا کہ وہ ایک نامعلوم سربراہ کے مطیع و فرمانبردار ہیں۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے ٹیری آدم اور الپا کو معلوم نہیں تھا کہ وہ لاعلمی میں کس سربراہ ایکسرے مین کے زیراثر ہیں۔ اس نے تنظیم کے تمام آدم برادرز کو خوش فہمی میں مبتلا رکھا تھا کہ وہ آزاد ہیں۔ اور صرف بگ برادر برین آدم کے احکامات کی تعمیل کیا کرتے ہیں۔

داؤد منڈولا نے بھی یہی طریقۂ کار اختیار کیا اور فیصلہ کیا کہ ایکسرے مین مارٹن رسل پہلے کی طرح ان کا نامعلوم سربراہ رہے گا اور حالات کے مطابق مختلف آدم برادرز سے اپنے احکامات کی تعمیل کرائے گا۔ کبھی اس سے کوئی غلطی ہوگی یا وہ کوئی غلط فیصلہ کرے گا تو منڈولا اس کی تصحیح کیا کرے گا۔

اس طرح وہ نگراں کی حیثیت سے یہودی تنظیم پر نظر رکھنا چاہتا تھا' دوسرے یہ کہ اس تنظیم میں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا اضافہ کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔

اس سلسلے میں بھی وہ خوش قسمت ثابت ہوا۔ امریکا سے پاکستان جانے کے دوران اسے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے مونارو اور ٹالبوٹ مل گئے۔ وہ دونوں پہلے سونیا ثانی کے ماتحت تھے۔ پھر ثانی نے جناب تبریزی صاحب کے حکم سے انہیں آزاد چھوڑ دیا تھا۔ وہ دونوں آزادی ملتے ہی بے لگام ہوگئے تھے اور خوب عیاشیاں کرتے پھر رہے تھے۔ منڈولا نے ہوائی سفر کے دوران انہیں پہچان لیا پھر ان پر عمل کرکے انہیں اپنا ماتحت بنالیا۔

سپر ماسٹر رج کارڈ پاکستان میں سیاسی تبدیلیاں لانا چاہتا تھا۔ وہاں اپنی مرضی کی حکومت قائم کرنا چاہتا تھا۔ اسلام آباد میں اس کی پولیٹیکل مافیا زبردست کام کررہی تھی۔ اس پولیٹیکل مافیا کے لیے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کی ضرورت تھی۔ اس نے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے ڈی مورا کو وہاں بھیجا تو پتا چلا کہ لاہور میں فرحانہ نامی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی رہتی ہے جو پولیٹیکل مافیا کے آلۂ کار کو نقصان پہنچا رہی ہے۔

سپر ماسٹر کا ڈی مورا شکست کھا کر بری طرح ذہنی مریض بن کر واپس آگیا تھا۔ اس لیے سپر ماسٹر نے داؤد منڈولا کو پولیٹیکل مافیا کے ہاتھ مضبوط کرنے کے لیے اسلام آباد جانے کا حکم دیا تھا۔

پچھلے باب میں ان تمام تفصیلات کو بیان کیا گیا ہے۔ منڈولا کو معلوم ہوچکا تھا کہ ٹیلی پیتھی جاننے والا ساجد پہلے ایوان راسکا تھا اس نے اسلام قبول کرکے فرحانہ سے شادی کی ہے۔ وہ دونوں اسلام آباد کے ایک ہوٹل کے سویٹ نمبر ون زیرو سکس میں سہاگ رات منانے والے ہیں۔

منڈولا بھی اپنے دونوں ماتحتوں مونارو اور ٹالبوٹ کے ساتھ اسلام آباد پہنچ گیا تھا۔ اس کی آمد سے پہلے ہی پولیٹیکل مافیا کے اہم افراد راجر ولسن اور میل بروکس وغیرہ فرحانہ کے دشمن ہوگئے تھے کیونکہ فرحانہ نے ان کے ایک آلۂ کار رانا سرفراز سے پچاس لاکھ کا سونا چھین لیا تھا۔

اب صورت حال یہ تھی کہ فرحانہ نے دلہن بنتے ہی دشمن زیادہ بنا لیے تھے۔ پولیٹیکل مافیا کے خطرناک قاتلوں' منڈولا اور اس کے خیال خوانی کرنے والے ماتحتوں کو معلوم ہوچکا تھا کہ فرحانہ ہوٹل کے سویٹ نمبر ون زیرو سکس میں اپنے شوہر ساجد کے ساتھ سہاگ رات منا رہی ہے۔

ایسی سہاگ رات شاید کسی نے نہ منائی ہو کہ چار دیواری کے اندر ازدواجی زندگی کی مسرتیں حاصل ہورہی ہوں اور باہر قدم قدم چلتی ہوئی موت ان کے قریب آرہی ہو۔

سہاگ رات میں پھول کھلتے ہیں۔ باہر رائفل سیون ایم ایم' کلاشنکوف اور ریوالوروں میں گولیاں بھری جارہی تھیں۔

ڈی آئی جی دلدار حسین بھی پہلے راشی تھا۔ ملک دشمن پولیٹیکل مافیا سے بڑی بڑی رقمیں حاصل کرتا تھا لیکن پھر وہ صراط مستقیم پر آگیا۔ فرحانہ کو بیٹی بنا کر گلے لگالیا۔ وہ بھی جانتا تھا کہ بیٹی فرحانہ پہلی بار دلہن بنی ہے اور ہوٹل کے اس سویٹ میں اس کا دولہا آنے والا ہے۔

پہلے تو ڈی آئی جی نے پولیٹیکل مافیا پر یہ ظاہر نہیں ہونے دیا کہ وہ فرحانہ کا حمایتی ہے۔ فرحانہ جو پچاس لاکھ کا سونا چھین کرلائی تھی وہ سونا ڈی آئی جی نے مافیا کے ایجنٹ کو دے دیا تھا۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ ایسا نہیں کرے گا تو اس کی ملازمت چلی جائے گی یا تبادلہ ہوجائے گا کیونکہ وہ پولیٹیکل مافیا والے بہت اوپر تک پہنچے ہوئے تھے۔ وہ حکمران بدل سکتے تھے۔ بے چارہ ڈی آئی جی کس گنتی میں تھا۔

یعنی ڈی آئی جی دونوں طرف تھا۔ فرحانہ کا حمایتی بھی تھا اور مافیا کا تابعدار بھی لیکن جب اسے معلوم ہوا کہ فرحانہ سویٹ میں اپنے دولہا کے ساتھ ہے اور پولیٹیکل مافیا کے خطرناک قاتلوں نے اس سویٹ کو اور اس ہوٹل کو محاصرے میں لے رکھا ہے تو وہ پریشان ہوگیا۔

اس نے مافیا کے ایک اہم پلان میکر سے کہا۔ "فرحانہ نے بے شک پچاس لاکھ کا سونا چھین لیا تھا لیکن میں وہ واپس لا کر دے چکا ہوں۔ پھر آپ لوگ اس پہلی رات کی دلہن کو کیوں قتل کرنا چاہتے ہیں۔ اسے معاف کردیں۔"

پلان میکر جان لیزی نے کہا۔ "بات محض سونے کی ہوتی تو ہم اسے معاف کردیتے لیکن آپ نہیں جانتے کہ اس کا دولہا کون ہے؟"

"کون ہے؟ اگر وہ آپ لوگوں کا دشمن ہے تو مجھے تھوڑی سی مہلت دیں۔ میں اس کو آپ کا دوست بنا دوں گا۔"

"وہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا دشمن ہے۔ تم اسے دوست کیسے بناؤ گے؟"

"جیسے میں نے فرحانہ کو راضی کیا تھا اور اس سے سونا لے کر آگیا تھا۔ اسی طرح اسے بھی دوست بنا دوں گا۔"

وہ ڈرائنگ روم میں بیٹھا مافیا کے دو پلان میکر جان لیزی اور میل بروکس سے باتیں کررہا تھا۔ اسی وقت مونارو اور ٹالبوٹ وہاں آئے۔ ٹالبوٹ نے کہا۔ "ڈی آئی جی دلدار حسین! تم ڈبل گیم کھیل رہے ہو۔ فرحانہ نے وہ سونا اس لیے واپس کیا ہے کہ وہ ہماری جڑوں تک پہنچنا چاہتی ہے۔ اس کا ٹیلی پیتھی جاننے والا دولہا ساجد

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

مافیا والوں کے دماغوں میں گھس کر یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ ہم پاکستان کی کتنی اہم شخصیتوں کو خرید رہے ہیں۔"

دلدار حسین نے کہا۔ "نن...... نہیں آپ مجھے غلط سمجھ رہے ہیں۔ میں ڈبل گیم نہیں کھیل رہا ہوں۔"

پلان میکر نے کہا۔ "مسٹر دلدار حسین! تم نہیں جانتے کہ یہ مسٹر ٹالبوٹ ہیں اور یہ مسٹر مونارو ہیں اور یہ دونوں ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ انہوں نے تمہارے دماغ کے اندر گھس کر تمہاری دوغلی چالوں کو سمجھا ہے۔ تم نے فرحانہ کو بیٹی بنایا ہے اور یہ نہیں چاہتے کہ وہ سہاگ کی پہلی رات بیوہ ہو جائے۔"

جان لیزی نے کہا۔ "ہم اس مافیا کے پلان میکر ہیں۔ ہم نے یہاں کئی برس رہ کر دیکھا ہے کہ یہاں کے حکمران تو بک جاتے ہیں لیکن پاکستانی عوام کی حب الوطنی کو خریدنا بہت مشکل ہے۔ یہ مشکل آسان کرنے کے لیے ہم نے یہاں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بلایا ہے۔ یہ دو خیال خوانی کرنے والے تمہارے سامنے ہیں۔ ان کا گرو گھنال تیسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا اپنے کمرے میں آرام کر رہا ہے۔"

مونارو نے کہا۔ "ہمارا ماسٹر اپنی تھکن اتار رہا ہے۔ وہ ابھی ساجد کو مجبور کرے گا کہ وہ اپنی دلہن کو لے کر سویٹ سے باہر آئے اور اگر وہ باہر نہ نکلا تو درجنوں گن مین دروازہ توڑ کر اندر گھس جائیں گے۔"

دلدار حسین نے کہا۔ "یہ تو کھلی قانون شکنی اور دہشت گردی ہے۔ میں ڈی آئی جی ہوں۔ میرا فرض ہے کہ میں ہوٹل میں جا کر قانون سے کھیلنے والوں کو روکوں۔"

وہ لوگ قہقہے لگانے لگے۔ ایک نے کہا۔ "تمہارے کس بڑے شہر میں قانون شکنی اور دہشت گردی نہیں ہوتی؟ تم پولیس والے ہو۔ پہلے کی طرح تعاون کرو گے تو ہمارا کام آسان ہو جائے گا۔ فرض شناسی دکھاؤ گے تو رشوت سے بھی جاؤ گے اور شاید جان سے بھی۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی داؤد منڈولا وہاں آیا پھر ایک صوفے پر بیٹھ کر بولا۔ "رات کے تین بجنے والے ہیں۔ وہاں ہوٹل میں دیر کیوں ہو رہی ہے؟"

پلان میکر جان لیزی نے کہا۔ "میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔"

اس نے فون کے ذریعے رابطہ کیا پھر ہوٹل کے منیجر سے کہا۔ "مسٹر راجر کو فون پر بلاؤ۔"

منیجر نے کہا۔ "جناب! راجر صاحب یہاں سے جا چکے ہیں۔"

"وہ کہاں گئے ہیں؟"

"جناب! مجھ سے تو صرف اتنا ہی کہا کہ وہ ہمارے ہوٹل میں کوئی ہنگامہ کرنا نہیں چاہتے۔ پھر یہ کہہ کر اپنے تمام گن مین کو لے کر یہاں سے چلے گئے۔"

جان لیزی نے غصے سے دہاڑتے ہوئے کہا۔ "یہ کیا بکواس ہے۔ وہ ہم سے مشورہ کیے بغیر وہاں سے کیوں چلا گیا۔"

داؤد منڈولا نے کہا۔ "فون پر غصہ نہ دکھاؤ۔ ریسیور رکھ دو۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ منڈولا نے پوچھا۔ "کیا تم نے اسی راجر کو وہاں بھیجا تھا جو آج شام اس ڈی آئی جی کے ساتھ فرحانہ کے سویٹ میں گیا تھا؟"

"جی ہاں۔ یہ راجر بہت کام کا آدمی ہے۔ ہمارے اسلحے کے شعبے سے تعلق رکھتا ہے۔"

منڈولا نے کہا۔ "تم نے یہ کیوں نہیں سوچا کہ فرحانہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ شام کو راجر کے دماغ سے کھیل چکی ہے اور وہ اب بھی اس کے اندر جا کر اسے ہوٹل چھوڑنے پر مجبور کر سکتی ہے۔"

"وہ رانا سرفراز کے دماغ میں بھی جا چکی تھی۔ ہمارے پاس تیسرا کوئی وفادار نہیں تھا۔"

ایک ملازم نے کہا۔ "سر! مسٹر راجر اپنے گن مین کے ساتھ آئے ہیں۔"

داؤد منڈولا نے اٹھ کر کہا۔ "مونارو اور ٹالبوٹ یہاں سے چلو۔ میرا اندازہ ہے کہ وہ دولہا اور دلہن سہاگ کی سیج پر ہم سب کی موت کا ڈراما کھیل رہے ہیں۔"

وہ تینوں فوراً ہی ڈرائنگ روم سے چلے گئے۔ پلان میکر نے ملازم سے کہا۔ "صرف راجر کو اندر بھیج دو۔"

ملازم چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد راجر آیا۔ اس کے پیچھے کئی گن مین تھے۔ ان کی آمد سے ڈرائنگ روم بھر گیا تھا۔ پلان میکر جان لیزی نے کہا۔ "میں نے ملازم کو حکم دیا تھا کہ صرف تمہیں اندر آنے دے۔"

راجر نے کہا۔ "ملازم نے آپ کا حکم سنایا تھا۔ مگر آپ نے یہاں خالی ہاتھ رہ کر حکم دیا تھا اور میرے پیچھے آنے والوں کے ہاتھوں میں ہتھیار ہیں۔ حکم تو اسی کا چلتا ہے' جس کے ہاتھ میں ہتھیار ہو۔"

پلان میکر میل برڈکس نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "کیا تمہارے دماغ میں فرحانہ یا ساجد ہیں؟"

راجر نے کہا۔ "میں قسم کھا کر کہتا ہوں' دونوں میں سے کوئی نہیں ہے۔ وہ سہاگ کی سرمستیوں میں گم ہیں۔ انہیں دنیا کی کوئی خبر نہیں ہے۔"

"تم نے اور تمہارے گن مین نے ان دونوں کو قتل کیوں نہیں کیا؟"

"ان کے سویٹ کے دروازے پر ایک تختی لگی ہوئی تھی۔ اس پر لکھا تھا۔ "نیولی میریڈ۔ پلیز ڈونٹ ڈسٹرب۔" (ابھی شادی ہوئی ہے۔ پلیز مداخلت نہ کریں۔)

جان لیزی نے غصے سے اٹھ کر کہا۔ "یہ کیا بکواس ہے تم ایک تختی کی بات کر رہے ہو۔ میں نے کہا تھا وہ باہر نہ آئیں تو دروازہ توڑ کر اندر گھس جانا۔"

"سر! کوئی آپ کے والدین کے کمرے کا دروازہ توڑ کر گھس جاتا تو آپ کیسے پیدا ہوتے؟"

وہ دہاڑتے ہوئے بولا۔ "یو شٹ اپ! تمہاری باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ تم اس ڈی آئی جی دلدار حسین کی طرح باغی ہو گئے ہو۔ یہ بغاوت تمہیں مہنگی پڑے گی۔"

"سر! میں باغی نہیں ہوں۔ مافیا کا وفادار ہوں۔ آپ کو یہ بتانے آیا ہوں کہ ہم نے ان دولہا دلہن کو قتل کرنے کا منصوبہ بنا لیا لیکن ایک پہلو کو بھول گئے۔"

"کون سے پہلو کو؟"

"یہی کہ دولہا دلہن اکیلے نہیں ہوتے۔ ان کے ساتھ براتی بھی ہوتے ہیں۔"

"اس بکواس کا مطلب کیا ہے؟"

"مطلب یہ کہ آپ کو ان دونوں کی نکاح خوانی کا حال معلوم نہیں ہے۔ ان کا نکاح ٹیلی فون پر بھی ہوا اور خیال خوانی کے ذریعے بھی ہوا ہے۔ اور جناب علی اسد اللہ تبریزی نے ان کا نکاح پڑھایا ہے۔"

دوسرے پلان میکر میل برڈکس نے پوچھا۔ "اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟"

"ذرا آگے سنیے۔ دستور کے مطابق براتی آتے ہیں پھر نکاح کے بعد کھا پی کر چلے جاتے ہیں۔ لیکن ان کے براتیوں کو حکم تھا کہ دولہا دلہن کو تنہا نہ چھوڑا جائے۔"

راجر نے کہا۔ "آدمی اوپر سے کچھ ہوتا ہے اور اندر سے کچھ۔ میں بھی ان کے نکاح میں شریک تھا۔ کیونکہ میں اوپر سے راجر ہوں اور اندر سے سلمان۔"

دوسرے گن مین نے کہا۔ "میں بھی براتی ہوں اور میرا نام سونیا ثانی ہے۔"

تیسرے نے کہا۔ "نکاح کے وقت میں خیال خوانی کے ذریعے دلہن کے پاس تھی۔ میرا نام باربرا ہے۔"

چوتھے گن مین نے کہا۔ "مجھے بی جی تھرال کہتے ہیں۔"

پانچویں گن مین نے کہا۔ "مجھے جیری کہتے ہیں۔ شاید تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ہم جیسے خیال خوانی کرنے والوں کے نام معلوم ہوں۔"

چھٹے گن مین نے کہا۔ "اور جوجو کا نام تو کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ یہ ہم بچے ہیں جو اپنا اپنا نام بتا رہے ہیں۔ اگر کہیں ہمارا باپ آ گیا تو تمہارا کیا بنے گا۔"

سلمان نے راجر کی زبان سے کہا۔ "ہم ابھی تم لوگوں کو گولیوں سے چھلنی کر سکتے ہیں۔ لیکن حکومتی سطح پر تم لوگوں کا تعلق امریکی سفارت خانے سے ہے۔ تمہارے قتل ہونے سے حکومت پاکستان کو جواب دہ ہونا پڑے گا۔ لہٰذا وارننگ دی جاتی ہے کہ کل شام تک اپنے تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ساتھ یہ ملک چھوڑ دو۔ ورنہ ہم ایسی موت ماریں گے کہ قتل کا الزام نہیں آئے گا۔ میڈیکل رپورٹ بتائے گی کہ تم سب طبعی موت مرے ہو۔"

راجر اباؤٹ ٹرن ہو کر جانے لگا۔ اس کے پیچھے دوسرے گن مین بھی جانے لگے۔ دونوں پلان میکر جان لیزی اور میل برڈکس دیدے پھاڑ پھاڑ کر خالی دروازے کو دیکھ رہے تھے۔ پھر وہ دونوں دھپ سے صوفوں پر گرنے کے انداز میں بیٹھ گئے۔

ڈی آئی جی دلدار حسین کی آنکھیں خوشی کے آنسوؤں سے بھیگ گئی تھیں اور وہ دعا کے لیے ہاتھ اٹھا کر کہہ رہا تھا۔ "اے رب العالمین! پاکستان کو تو ہی بچائے رکھ سکتا ہے۔"

○☆○

میرے بعض معزز قارئین کو یہ شکایت ہے کہ میری داستانِ حیات میں کردار بہت زیادہ ہیں اور آئندہ بھی نئے کردار آتے جا رہے ہیں۔

یہی شکایت ملک کے حکمرانوں کو اور معاشیات کے ماہرین کو ہے کہ ملک کی آبادی بہت زیادہ ہے اور آئندہ بھی آبادی بڑھتی ہی جائے گی۔

میں نے اپنی داستان کو بہت سمیٹ کر لکھا ہے۔ اس کے باوجود یہ داستان کے تسلسل کا اٹھارواں سال ہے۔ اگر میں پوری تفصیلات کا حساب کروں' جنہیں میں نے نہیں لکھا ہے تو یہ داستان کم از کم پچیس برس کا احاطہ کرے گی۔ ویسے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ پچیس برس پہلے میں تنہا تھا۔ میری زندگی میں نہ سونیا آئی تھی اور نہ ہی آمنہ (رسونتی) جب آمد کا سلسلہ شروع ہوا تو کردار اسی طرح بڑھنے لگے جیسے دنیا کی آبادی بڑھتی ہے۔ پچیس برس پہلے دنیا کی آبادی اتنی نہیں تھی' جتنی آج ہے۔ بیٹے' بیٹیاں' بہوئیں' عزیز رشتے دار' دوست اور دشمن اس داستان میں اگر بڑھتے جا رہے ہیں تو حالات کے تحت کم یا فنا بھی ہوتے جا رہے ہیں۔

معزز قارئین کہتے ہیں کہ کردار اتنے زیادہ ہیں کہ بعض اوقات وہ بعض کرداروں کے نام بھول جاتے ہیں۔ میں اس داستان کا راوی ہوں اور مصنف محی الدین نواب ہیں۔ نواب صاحب فرماتے ہیں کہ آبادی میں اضافے کے باعث اتنے بچے اور رشتے دار ہو گئے ہیں کہ جب وہ کسی کے گھر ملاقات کرنے جاتے ہیں تو انہیں بھی ان کے بچوں کے نام یاد نہیں رہتے۔

یہ بڑا سنجیدہ اور تشویش ناک مسئلہ ہے۔ ہر شخص سوچتا ہے کہ میرے ہاں ایک اور بچہ پیدا ہو جائے گا تو بڑھتی ہوئی آبادی کے مسئلے میں فرق نہیں آئے گا۔ جبکہ آبادی قطرہ قطرہ کر کے سمندر بن رہی ہے۔

ایک مصنف داستان میں کردار کا اضافہ کر کے اسے فنا کر سکتا ہے۔ کیا ہم حقیقی زندگی میں بچے پیدا کر کے انہیں مار سکتے ہیں؟ اگر

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

نہیں تو پھر ہم انہیں ایک دو وقت بھوکا رکھتے ہیں یا لنڈے بازار کے کپڑے پہناتے ہیں اور پھر انہیں جاہل رکھ کر جرائم پیشہ بناتے ہیں۔

میرے عزیز رشتے دار اتنے زیادہ ہیں کہ میں ان سب کو بیک وقت ایک ہی قسط میں پیش نہیں کرسکتا۔ زیادہ سے زیادہ دو چار کردار کو لے آتا ہوں۔ باقی غیر حاضر رہتے ہیں۔ ان کی غیر حاضری کی بھی معقول وجوہات ہوتی ہیں۔ تمام قارئین سونیا کو بہت زیادہ چاہتے ہیں۔ سونیا کی غیر حاضری انہیں گراں گزرتی ہے۔ لیکن اس کی مجبوریاں بھی سب جانتے ہیں کہ وہ اپنے دونوں بچوں کبریا فرہاد اور اعلیٰ بی بی ثانی کی پرورش میں مصروف ہیں۔ یہ بچے ابھی بہت چھوٹے ہیں۔ ذرا انہیں ساتویں برس تک پہنچنے دیں۔ جب یہ اپنے بچوں کو ان کے حال پر چھوڑ کر آپ کے سامنے آئے گی تو آپ کی تمام شکایتیں دور ہو جائیں گی۔

آمنہ فرہاد روحانیت میں گم ہے۔ علی تیمور اور پارس کی غیر حاضری بھی قارئین کرام کو گراں گزرتی ہے۔ اس لیے انہیں باری باری کسی مہم میں مصروف رکھتا ہوں۔ آج کل پارس ایکشن میں ہے۔ اس وقت علی تیمور کتابوں کا کیڑا بنا رہتا ہے اور عملی سائنسی تجربات میں سونیا ثانی کے ساتھ مصروف رہتا ہے۔ اکثر مجھے ثانی کی ضرورت پڑتی ہے تو اسے بلاتا ہوں۔ پھر واپس بھیج دیتا ہوں۔ ثانی' جے مورگن کو ٹریپ کرکے لے آئی تھی۔ جناب تبریزی صاحب نے جے مورگن سے کہا تھا۔ "کچھ عرصہ ادارے میں رہو۔ اگر یہاں تمہیں ایک عملی اور تعمیری زندگی کا راستہ ملے تو رہ جاؤ۔ اگر یہاں کا ماحول تمہارے مزاج کے خلاف ہو تو چلے جاؤ۔ ہم نے کبھی کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اپنا تابعدار نہیں بنایا۔ تمہیں بھی نہیں بنائیں گے۔"

جے مورگن وہاں کچھ عرصہ رہ کر جناب تبریزی صاحب کا عقیدت مند بن گیا تھا۔ اب وہاں باربرا اور زہریلی صفورا کے ساتھ کئی طرح کی ٹریننگ حاصل کر رہا ہے۔

فی الوقت پارس' آفرین' شی تارا' یسودہ گل وغیرہ کا ذکر کر رہا ہوں۔ اس لیے داستان کے اس حصے کا تعلق کشمیر سے ہے۔

میں کشمیر کے متعلق جو جانتا ہوں' اسے چند الفاظ میں بتا دوں کہ یہ صدیوں سے مظلوم مسلمانوں کی زمین رہی ہے' آج بھی ہے اور تاقیامت رہے گی۔ یہ جو بھارتی فوج کی یلغار ہو رہی ہے اور بے گناہ مسلمانوں کا خون بہایا جارہا ہے تو یہ وہ سیاسی شرمناک تماشا ہے جو ساری دنیا کی نام نہاد امن پسند تنظیموں کے لیے باعث شرم بھی ہے اور ان کی بے حسی کا ناقابل انکار ثبوت بھی ہے۔

فلسطین' لبنان' لیبیا' بوسنیا' صومالیہ' ایران' عراق اور کشمیر وغیرہ کئی اسلامی ممالک ہیں' جہاں غیر مسلموں نے اور خصوصاً امریکا اور اسرائیل نے مظالم کی اور مختلف سیاسی ہتھکنڈوں کی انتہا کردی۔ دنیا کے نقشے میں اور بھی کئی اسلامی ممالک ہیں جو امریکا کے زیر اثر رہ کر خود کو محفوظ رکھتے ہیں اور مسلمان ہو کر دوسرے اسلامی ممالک پر ہونے والے مظالم کا تماشا دیکھتے ہیں۔

ہمیں ایک آیت یاد ہے کہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑو۔ اس کا مطلب آپس کا اتحاد ہے۔ جو طاقت اتحاد میں ہے وہ ایٹم بم اور ٹیلی پیتھی میں نہیں ہے۔ میں نے برسوں کی سلسلہ وار داستان میں سیکڑوں بار ایسے واقعات پیش کیے ہیں کہ ٹیلی پیتھی کا توڑ بھی ہو جاتا ہے۔ کبھی ہم اور کبھی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے کے باوجود ناکام رہتے ہیں۔ لیکن اللہ کی رسی نہ کمزور ہوتی ہے اور نہ کبھی ٹوٹتی ہے۔ یہ بات اسلامی ممالک کے سربراہوں کی سمجھ میں کبھی نہیں آتی۔

ہم تیل کی دولت اور ٹیلی پیتھی کی طاقت سے کچھ نہیں کرسکیں گے۔ چونکہ مسلمانوں میں اتحاد نہیں ہے اس لیے پارس ہماری ٹیلی پیتھی کے بغیر کشمیر میں سرگرم عمل ہے۔ اور بات واضح کردوں کہ کشمیری مسلمانوں کے حوصلوں نے مجھے مجبور کیا کہ میں پارس کو اُدھر روانہ کروں۔ مجھے اسلامی ممالک سے شکایت ہے۔ اس کے باوجود جناب تبریزی صاحب کی ہدایات پر میں خود جمیلہ رازی کی مدد کے لیے مشرق وسطیٰ پہنچا ہوا ہوں۔

جناب اسد اللہ تبریزی کی ہدایات ہیں کہ ہم اگر ان اسلامی ممالک میں کوئی بہت بڑا کارنامہ نہ کرسکے' تب بھی اسے پڑھنے والے مسلمانوں کو یہ بتائیں گے کہ دشمن کیسی کیسی چالیں چل رہے ہیں۔

مثلاً بھارت عالمی انسانی حقوق کی تنظیم اور دنیا کی صحافی برادری کو کشمیر میں جانے کی اجازت نہیں دیتا۔ ایسا کرنے سے بھارتی جارحیت اور کشمیری مسلمانوں کی مظلومیت کی سچائی سامنے آجائے گی۔ لیکن میں اپنی داستان میں یہ اشارے دے رہا ہوں کہ یہی بھارت اریتا اور یسودہ گل کے ذریعے ویڈیو فلموں کے بہانے یہودیوں سے کس طرح جاسوسی کرا رہا ہے کہ کشمیری مجاہدین کی نشاندہی ان یہودیوں کے ذریعے ہو رہی ہے۔

سمجھنے والوں کے لیے اشارہ کافی ہوتا ہے اسی لیے میں نے اسلام آباد میں پولیٹیکل مافیا کو پیش کیا۔ یہ مافیا پاکستان میں اپنی پسند کی حکومت قائم کرنا چاہتی ہے تاکہ جو بھی حکمران آئیں' وہ محض زبانی کشمیریوں کی حمایت کریں لیکن پاکستان کے عوام کے ارادے کشمیریوں کے لیے ایسے فولادی ہیں کہ یہاں دشمن کی ہر تدبیر ناکام ہو جاتی ہے۔

اور عیاش مسلمان کس طرح یہودی حسیناؤں سے شادی کرکے ان سے ہونے والی آئندہ مسلمان نسل کو نصف یہودی یا یہودیوں کا حامی بنا رہے ہیں۔

شاید کچھ لوگ میری داستان کو خیالی کہہ دیں مگر یہ صرف کچھ کا پھیر ہوگا۔ ورنہ اس میں حقائق کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے ہیں۔

ایک حقیقت یہ ہے کہ بھارتی فوجی افسران کو مسلمان کشمیریوں نے کبھی اتنی بددعا نہیں دی ہوگی جتنی کہ شی تارا نے انہیں گالیاں دی تھیں۔ وہ چاہتی تھی کہ پارس کو ہلاک نہ کیا جائے' صرف زخمی کیا جائے تاکہ وہ اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے اپنا محکوم اور تابعدار بنا سکے۔ لیکن پارس کہیں نظر آتا تو اسے زخمی کیا جاتا۔ اسی بات پر شی تارا کو غصہ آیا کہ وہ ایک حسین کشمیری عورت آفرین کے ساتھ ایک شہر میں ہے اور صرف ایک شہر میں ہزاروں فوجی اسے تلاش کرنے میں ناکام ہو رہے ہیں۔ اس نے جھنجلا کر فوج کے ایک اعلیٰ افسر کو گالیاں دیں۔ افسر نے جواباً غصہ دکھایا تو اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کردیا۔ پھر اس نے انٹیلی جنس کے ایک چیف اور فوج کے ایک کمانڈر کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک کیا۔ اس کے بعد بحری' بری اور فضائی فوج کے تمام افسران اس کے خلاف ہو گئے۔

ایک نے کہا۔ "یہ عورت محب وطن نہیں ہے۔ اسے اپنے بھارت سے نہیں پارس سے عشق ہے۔ اسی لیے ہمیں حکم دیتی ہے کہ ہم اسے گولی نہ ماریں۔ صرف زخمی کرکے عاشق کو معشوق کے حوالے کردیں۔"

دوسرے افسر نے کہا۔ "سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم اسے اپنے دماغ میں آنے سے کس طرح روکیں؟"

تیسرے نے کہا۔ "ہم شراب پینے والے اسے نہیں روک سکیں گے۔ ٹیلی پیتھی کی لہروں کو روکنے کے لیے یوگا میں مہارت لازمی ہے۔"

بری فوج کے افسر نے کہا۔ "وہ ہمارے ملک میں رہتی ہے۔ کسی طرح اس کا سراغ لگانا چاہیے۔ اس نے اپنے دیس کے فوجیوں کی بہت بے عزتی کی ہے۔ جس دن وہ میرے ہاتھ آئے گی' میں اس کا قیمہ بنا ڈالوں گا۔"

"سوچنے سے تو کبھی ہاتھ نہیں آئے گی۔ اس کے بارے میں معلوم ہونا چاہیے کہ وہ کون ہے؟ کیسی ہے؟ اس کی کوئی شناخت ملے گی تو بات بنے گی۔"

وہاں کی تینوں افواج کے اعلیٰ افسران کے اجلاس میں یہ باتیں ہو رہی تھیں۔ ایسے وقت اطلاع ملی کہ ان کا جو فوجی افسر کیدار شرما ہوٹل کی چھت پر مارا گیا تھا' وہ دراصل پارس ہے۔ یسودہ گل کے ایک ماتحت سیمسن نے پارس کو ہلاک کیا ہے اور خود بھی اس کے ہاتھوں مارا گیا ہے۔

کیدار شرما اور ہیری سیمسن کی لاشوں کو پوسٹ مارٹم کے لیے اسپتال بھیجا گیا تھا۔ ایک افسر نے کہا۔ "اسپتال فون کرکے ڈاکٹر سے کہو کہ کیدار شرما کے چہرے اور گردن کو چیک کرے تب معلوم ہوگا کہ وہ اصلی ہے یا نقلی۔ ماسک میک اپ ہوگا تو پارس نظر آجائے گا۔"

ایک ماتحت نے اسپتال فون کیا تو معلوم ہوا کہ......

اس اسپتال کا مردہ خانہ بم دھماکوں سے اُڑا دیا گیا ہے۔ وہاں پڑی ہوئی تمام لاشوں کے چیتھڑے اُڑ گئے ہیں۔ یہ پہچاننا ممکن نہیں رہا کہ ان میں کیدار شرما یا پارس کون ہے؟

ایک افسر نے کہا۔ "اگر پارس مرچکا ہے تو کیدار شرما کو زندہ رہنا چاہیے۔ وہ کہاں ہے؟"

کیدار شرما کی تلاش شروع ہوئی۔ وہ کہیں نہیں ملا۔ اس سے کسی طرح بھی رابطہ نہیں ہوسکا۔ تب یہ یقین ہونے لگا کہ پارس زندہ ہے اور ان کا اپنا افسر مرچکا ہے۔ لیکن چند گھنٹوں کے بعد شی تارا نے ایک کمانڈر سے رابطہ کیا اور کہا۔ "آخر تم لوگوں نے ایک یہودی سیمسن کے ذریعے پارس کو مار ڈالا۔ وہ کیدار شرما کے بھیس میں ہوٹل کی چھت پر گیا تھا۔"

کمانڈر نے کہا۔ "یہ غلط ہے۔ ہمارا افسر کیدار شرما مارا گیا ہے۔"

"میں ٹیلی پیتھی جانتی ہوں۔ کسی کے بھی دماغ میں گھس کر اس کی زندگی اور موت کا پتا چلا سکتی ہوں۔ میں پارس کے دماغ میں گئی تھی۔ میری سوچ کی لہریں واپس آگئیں۔ اس کا دماغ مردہ ہوچکا ہے۔"

یہ کہہ کر وہ رونے لگی۔ کمانڈر نے پوچھا۔ "تمہاری ٹیلی پیتھی غلط نہیں کہے گی۔ پارس مرچکا ہوگا لیکن ہمارا افسر کیدار شرما کہاں ہے؟"

وہ جھنجلا کر بولی۔ "جہنم میں ہوگا تمہارا افسر۔ کسی مجاہد نے اسے مار ڈالا ہوگا۔ مجھے اس سے کیا لینا ہے۔ میں تو یسودہ گل اور اس کے ساتھیوں کو زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ انہوں نے میرے پارس کو مارا ہے' وہ سب کتوں کی موت مریں گے۔"

"آج تم کھل کر کہہ رہی ہو کہ پارس سے تمہیں عشق تھا۔ تم اپنے دیس کی بھلائی کے لیے نہیں' پارس کی بھلائی کے لیے ہم فوجیوں کا ساتھ دے رہی تھیں۔"

"میں بحث نہیں کروں گی۔ پہلے بھی کہہ چکی ہوں کہ ایک ہندوستانی ہوں اور ہندوستان کی بھلائی کی خاطر پارس کو اپنا تابعدار بنا کر دوسرے ملک لے جانا چاہتی تھی۔"

"تمہیں یہ تو یقین ہوگیا ہے کہ اسے ہم فوجیوں نے نہیں یہودیوں نے مارا ہے۔ اب تو بھگوان کے لیے ہمارے دماغوں میں نہ آؤ۔ ہمیں اپنا کام کرنے دو۔"

"ہاں اب میں تم لوگوں سے رابطہ نہیں کروں گی۔ یسودہ گل اور اس کے انڈر گراؤنڈ جیوز سنڈیکیٹ والوں کی شامت آگئی ہے۔"

اس نے رابطہ ختم کردیا۔ کمانڈر نے تمام افسران کو یہ خوشخبری سنائی کہ شی تارا سے ان کا پیچھا چھوٹ گیا ہے۔ اب وہ کبھی ہمارے دماغوں میں نہیں آئے گی۔

جیسا کہ پچھلے باب میں بیان کیا گیا ہے۔ انڈر گراؤنڈ جیوز سنڈیکیٹ کے دو پارٹنر تھے۔ ایک یسودہ گل اور دوسرا یسودہ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

شمعون۔ اربنا ان کی دست راست تھی۔ باقی اس سنڈیکیٹ میں سولہ ایسے خطرناک مجرم تھے جو مجبور اور بے بس ہو کر اس سنڈیکیٹ کے لیے کام کررہے تھے۔ ان میں سے ہر ایک کی بڑی بڑی کمزوریاں دستاویزی ثبوت کے ساتھ یہودہ گل کے پاس تھیں۔ جن کے ذریعے وہ انہیں بلیک میل کرتا تھا اور اپنے مفادات کے لیے ان سے مجرمانہ نوعیت کے کام لیتا تھا۔ وہ سولہ مجرم صرف یہودہ گل کو جانتے تھے۔ ثی تارا نے ان میں سے ایک مجرم روشو کو اپنے اعتماد میں لیا اور وعدہ کیا کہ وہ اسے یہودہ گل کی بلیک میلنگ سے بچائے گی۔

پھر اس نے یہی کیا۔ روشو کے ذریعے یہودہ گل کو ہمیشہ کے لیے ختم کردیا۔ بھارتی فوج کے کمانڈر نے اس سے التجا کی تھی کہ پارس کی موت کی اطلاع اس کے ماں باپ کو یا بابا صاحب کے ادارے کو نہ دے۔ فرہاد یہی سمجھے گا کہ ہم نے پارس کو ہلاک کیا ہے۔

ثی تارا کو یہ معلوم تھا کہ میں نے لیلیٰ کی موت کا انتقام کس بھیانک طریقے سے لیا ہے۔ کمانڈر کی یہ التجا درست لگی کہ مجھے یہ نہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میرا بیٹا بھی مارا گیا ہے۔ میں خود کبھی رابطہ کروں گا تو مجھے پارس کی موت کا علم ہوجائے گا لیکن یہ معلوم نہیں ہوسکے گا کہ بیٹا کس طرح مارا گیا ہے۔ حقیقت چھپی رہے گی تو میں اسرائیل کی طرح بھارت کو نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔

وہ ہم سے یہ بات چھپا کر پارس کے قاتلوں سے انتقام لے رہی تھی۔ یہودہ گل کو ختم کرنے کے بعد اربنا کو بھی ختم کرنا چاہتی تھی۔ اس نے کمانڈر کو مخاطب کیا پھر کہا۔ ”تم لوگ چاہتے ہو کہ میں کبھی فوج کے کسی افسر کے پاس نہ آؤں تو میں ایک شرط پر نہیں آؤں گی۔ شرط یہ ہے کہ اربنا اور پاشا کو رہا کردو۔“

کمانڈر نے کہا۔ ”یہ معمولی شرط ہے۔ میں ابھی معلوم کرتا ہوں کہ انہیں کہاں حراست میں رکھا گیا ہے۔ بائی دی وے‘ ان کی رہائی کیوں چاہتی ہو؟“

وہ بولی۔ ”ہوٹل لیک دیو کی تیسری منزل کے کمرا نمبر ایک سو ایک میں جاؤ۔ وہاں یہودہ گل کی لاش ملے گی۔ پارس کی ہلاکت پر دس لاکھ پونڈ وصول کرنے والا مرچکا ہے۔ اب اس کی بھتیجی اربنا کی باری ہے۔“

”ٹھیک ہے۔ یہ تمہارا ذاتی معاملہ ہے۔ میں ابھی انہیں رہا کراتا ہوں۔“

کمانڈر نے معلومات حاصل کیں پھر حکم دیا۔ ”اربنا اور پاشا کو رہا کردو۔“

ثی تارا کمانڈر کے اندر تھی۔ وہ بولی۔ ”اور اسے یہ بھی بتادو کہ میں نے یہودہ گل کو ختم کردیا ہے اب اس کی باری ہے۔ اس کے بعد پاشا کو پھر اپنا غلام بناؤں گی۔“

کمانڈر نے رہائی کے وقت فون پر اربنا کو یہی بات بتائی۔ وہ اپنے چچا یہودہ گل کی موت پر رنجیدہ ہوئی پھر بولی۔ ”ثی تارا نے میرے انکل کی شراب نوشی سے فائدہ اٹھایا ہوگا ورنہ وہ یوگا کے ماہر تھے۔ میں دیکھوں گی کہ وہ کتنے پانی میں ہے۔ ذرا میرے پاس ایک بار آئے۔ میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔“

ایسا کہتے وقت اس نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ پھر سانس روکنے کے بعد دوسری بار سانس لے کر بولی۔ ”ثی تارا! میں تمہیں اپنے دماغ میں نہیں‘ روبرو بلا رہی ہوں۔ تم کمانڈر کے ریسیور کے ذریعے میری باتیں سن رہی ہو۔ ایک باپ کی بیٹی ہو تو کسی کو آلۂ کار نہ بناؤ۔ خود میری زندگی سے کھیلو۔ کچھ مجھے بھی کھیلنا آتا ہے۔“

ثی تارا نے کمانڈر کی زبان سے فون پر کہا۔ ”میں کسی کو آلۂ کار نہیں بناؤں گی۔ خود تمہاری موت بنوں گی۔ یہیں کشمیر یا ہندوستان میں تمہاری موت ہوگی۔“

”ویسے پوچھ سکتی ہوں کہ تم اچانک ہماری دشمن کیوں بن گئی ہو؟“

پاشا نے کہا۔ ”میں ساری باتیں غیر معمولی سماعت سے سن رہا ہوں۔ اربنا! ثی تارا صرف مجھے غلام بنانے کے لیے تمہارے پیچھے پڑ گئی ہے۔“

یہ بات وہ ریسیور کے قریب بول رہا تھا۔ ثی تارا نے کمانڈر کے ذریعے یہ سن کر کہا۔ ”گدھے کے بچے! میں تمہیں غلام بنانے کے لیے دشمنی نہیں کررہی ہوں۔ پارس کی موت کا انتقام لے رہی ہوں۔“

اربنا نے فون پر تعجب سے کہا۔ ”یہ تم سے کس نے کہہ دیا کہ پارس مرچکا ہے؟ کیا تم پاگل ہوگئی ہو؟ وہ زندہ ہے۔“

”میں خیال خوانی کے ذریعے تصدیق کرچکی ہوں۔ اُس کا دماغ مردہ ہوچکا ہے۔“

”نہیں ثی تارا! میں موت سے ڈرنے والی نہیں ہوں۔ بے شک مجھ سے ٹکراؤ۔ تمہارا پسینہ نکال دوں گی۔ لیکن یہ یقین سے کہتی ہوں کہ تمہاری خیال خوانی تمہیں دھوکا دے رہی ہے! پارس کوئی چال چل رہا ہے۔ میں نے اور پاشا نے ہیری تیمسن اور کیدار شرما کی موت کے بعد اس کی آوازیں سنی ہیں۔ وہ میز طبلہ بجا کر گانا گا رہا تھا۔ کیا تم نہیں جانتی ہو کہ وہ کتنا زبردست مکار ہے۔“

ثی تارا سوچ میں پڑ گئی۔ پارس سے محبت کرنے والا دل دعا مانگ رہا تھا کہ اربنا کی بات سچ نکلے اور مردہ زندہ ہوجائے۔ وہ بولی ”کیا یہ سچ نہیں ہے کہ یہودہ گل نے اسے قتل کرنے کے لیے دس لاکھ پونڈ کا مطالبہ کیا تھا؟“

”یہ سچ ہے لیکن میرے انکل اور ہمارا شہ زور تیمسن اسے قتل نہ کرسکے۔ میں تمہیں کیسے یقین دلاؤں؟“

”میری خیال خوانی نے یقین دلایا ہے۔ اگر تم اس کے زندہ رہنے کا دعویٰ کرتی ہو تو ایک بار مجھے اس کی آواز سنوا دو۔ میں تمہیں منہ مانگا انعام دوں گی۔“

”مجھ سے دو دن تک دشمنی نہ کرو۔ میں پاشا کی مدد سے اُسے ڈھونڈ نکالوں گی۔“

”میں تمہیں دو ہفتے کی مہلت دیتی ہوں۔ یہ نہ سمجھنا کہ بھیس اور آواز بدل کر روپوش ہوجاؤ گی۔ میں تمہیں قبر سے بھی نکال لاؤں گی۔“

”اتنی زحمت نہیں کرنی ہوگی۔ میں تمہاری نظروں میں رہوں گی۔ اسی لیک دیو ہوٹل میں جارہی ہوں‘ جب چاہو گی ہوٹل کے فون پر رابطہ کرسکو گی۔ تم نے منہ مانگا انعام دینے کو کہا ہے۔ ابھی سے سن لو۔ انعام میں پاشا کو اپنے ساتھ رکھوں گی۔ تم اسے نقصان نہیں پہنچاؤ گی۔“

”وعدہ کرتی ہوں۔ پاشا تمہیں انعام میں ملے گا۔“

”ایک سوال کا جواب چاہتی ہوں۔ سچ بولو گی تو مجھے اپنے معاملات میں سنجیدہ پاؤ گی۔“

”پوچھو۔ میں سچ بولوں گی۔“

”تم خیال خوانی جانتی ہو۔ اس لیے میرے انکل کے سامنے خود اسے قتل کرنے نہیں گئی ہوگی۔ پھر یہ کہ انکل کا صرف ایک ماتحت یہاں ہے۔ اس کے سوا کوئی انکل کی کسی پناہ گاہ کو نہیں جانتا۔ اب بتاؤ تم نے قتل کے لیے کسے آلۂ کار بنایا تھا۔“

ثی تارا ذرا الجھن میں پڑ گئی۔ اس نے روشو سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اسے انڈر گراؤنڈ جیوز سنڈیکیٹ کے مالکان کی بلیک میلنگ سے نجات دلائے گی۔ لیکن پارس کو زندہ پانا اس کی زندگی کی پہلی اور آخری خواہش تھی۔ اگرچہ وہ اس کی سہاگن نہیں تھی مگر اس کے جی اٹھنے سے جیسے وہ بیوہ سے سہاگن بن جاتی۔

اربنا نے پوچھا۔ ”خاموش کیوں ہوگئیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ میں جس کے متعلق سوچ رہی ہوں‘ اسی کو تم نے آلۂ کار بنایا تھا۔“

”میں کیسے سمجھ سکتی ہوں کہ تم کس کے متعلق سوچ رہی ہو۔ اپنی سوچ پڑھنے دو تو معلوم کروں گی۔“

”یہ تو میں کہہ چکی ہوں کہ تمہیں اپنے دماغ میں آنے نہیں دوں گی۔ تم نے سچ بولنے کا وعدہ کیا ہے‘ سچ بولو۔“

”سچ تو یہ ہے کہ ابھی تم نے وعدہ پورا نہیں کیا ہے۔ پارس کی زندگی کا ثبوت نہیں دیا۔ کوئی کام کیا جائے تو اس کا معاوضہ یا انعام ملتا ہے۔ پاشا کو تمہیں سونپ دینے کا وعدہ کرچکی ہوں۔ اگر تم میرے کسی آلۂ کار کو جانتی ہو تو اس سے اپنے انکل کے قتل کا انتقام ضرور لو۔“

”اسے تو میں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ لیکن تمہاری زبان سے نام کن لوں تو اس کی نشاندہی ہوجائے گی ورنہ میرے اندھے انتقام سے ایک بے گناہ شخص مارا جائے گا۔“

ثی تارا نے کہا۔ ”اور جو آلۂ کار میرے لیے بڑے کارنامے انجام دیتا ہے‘ میں اسے بچاتی ہوں۔ کسی کے ہاتھوں مرنے کے لیے نہیں چھوڑتی۔“

”تو پھر ٹھیک ہے۔ میں تم سے کیا ہوا وعدہ تو ضرور پورا کردوں گی اور انعام میں پاشا کو لوں گی۔ لیکن میں اگر روشو کو ختم کروں تو پھر یہ میرا ذاتی معاملہ ہوگا۔“

”تم دوبار کسی روشو کا نام لے چکی ہو۔ پتا نہیں کس بے چارے کی شامت آئی ہے۔ میں تمہارے اس ذاتی معاملے میں کچھ نہیں بولوں گی۔“

رابطہ ختم ہوگیا۔ اربنا اور پاشا رہا ہو کر باہر آئے۔ پھر ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر عبرانی زبان میں گفتگو کرنے لگے تاکہ ڈرائیور نہ سمجھ سکے۔ پاشا نے کہا۔ ”تم کسی روشو کو اپنے انکل کا قاتل سمجھ رہی ہو جبکہ ثی تارا اس نام کے کسی آدمی کو نہیں جانتی ہے۔“

”وہ روشو کو اچھی طرح جانتی ہے۔ مگر انجان بن رہی ہے۔“

”یہ تم کیسے کہہ سکتی ہو؟“

”ایسے کہ اس نے میرے انکل کے دماغ میں گھس کر جہاں بہت سی معلومات حاصل کی ہیں‘ وہاں یہ بھی معلوم کیا ہوگا کہ انکل کا ایک خاص ماتحت روشو ہے اور اس سے کس طرح رابطہ کیا جاسکتا ہے۔ پھر اس نے فون وغیرہ کے ذریعے رابطہ کرتے ہی اس کے دماغ پر قبضہ جمالیا ہوگا۔“

”تمہیں روشو پر بہت غصہ آرہا ہے۔ مگر یہ تو سوچو کہ قتل اس نے نہیں کیا۔ وہ سحرزدہ ہوگا۔ ثی تارا اس کے اندر بیٹھی سب کچھ کررہی ہوگی۔“

”تم روشو کی حمایت کیوں کررہے ہو؟“

”حمایت نہیں کررہا ہوں۔ حقیقت بیان کررہا ہوں۔ جس نے قتل کیا ہے‘ اس سے انتقام لو۔“

”تم کیا سمجھتے ہو۔ میں ثی تارا کو چھوڑ دوں گی؟ جانتے ہو میں اُسے کیسے تڑپا تڑپا کر ماروں گی؟ پہلے میں اسے پارس کی زندگی کا ثبوت دوں گی لیکن کبھی اسے پارس کے سائے تک پہنچنے نہیں دوں گی۔ اگر وہ کسی ہتھکنڈے سے پہنچے گی تو میں پارس کو گولی مار دوں گی۔“

پاشا نے تعجب سے پوچھا۔ ”یہ کیا بات ہوئی۔ تمہارے انکل کو قتل ثی تارا نے کیا ہے اور تم پارس کو ختم کرو گی؟“

”تم عورت کی فطرت کو نہیں سمجھتے ہو۔ میں ثی تارا کی تڑپ اور بے چینی کو سمجھ گئی ہوں۔ وہ اسے مردہ سمجھ رہی ہے۔ وہ مردہ زندہ ہو کر اس کے پاس آئے گا اور میں اسے مار ڈالوں گی تو ثی تارا جیتے جی مرجائے گی۔ پھر ایسی ادھ مری عورت کو مارنا میرے لیے آسان ہوجائے گا۔“

ٹیکسی ہوٹل کے دروازے پر آکر رکی۔ ہوٹل کے ملازم نے تیزی سے آکر دروازہ کھولا۔ اربنا اور پاشا ہوٹل کے اندر گئے۔ ملازم نے ڈرائیور سے کہا۔ ”ڈکی کھولو۔ میں سامان لے جاؤں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

گا۔"

ڈرائیور نے کہا۔ "کیسا سامان؟ یہ سامان والے مسافر نہیں ہیں۔ میں انہیں فوجی چوکی سے لا رہا ہوں۔

ڈرائیور اپنی گاڑی ڈرائیو کرتا ہوا چلا گیا۔ ثی تارا اس کے اندر سے نکل کر ملازم کے اندر آ گئی۔ وہ کمانڈر کے ذریعے اس فوجی چوکی کے ایک افسر کے پاس آئی تھی' جہاں ارینا اور پاشا حراست میں تھے۔ جب انہیں رہا کیا جا رہا تھا تو اس نے افسر کے اندر رہ کر مجبور کیا تھا کہ وہ خود کسی سپاہی کے ذریعے ان کے لیے ٹیکسی والے کو بلائے۔ اس نے یہی کیا۔ سپاہی حکم کے مطابق ٹیکسی لے آیا۔ یوں ثی تارا اس سپاہی کے ذریعے پہلے ڈرائیور تک پہنچ چکی تھی۔

اسے ارینا کے عزائم معلوم ہو چکے تھے کہ وہ کس طرح سچ مچ پارس کو زندہ ثابت کرکے اسے گولی مارے گی۔ اس کے سامنے دشمن کے جان لیوا ارادے کی اہمیت نہیں تھی۔ اس کے برعکس دل کو کچھ اطمینان ہو رہا تھا کہ وہ سچ مچ پارس کو زندہ ثابت کرے گی۔

وہ ملازم کے ذریعے ہوٹل کے اہم افراد کے دماغوں میں پہنچ گئی۔ اگرچہ پہلے بھی منیجر وغیرہ کے اندر پہنچ چکی تھی لیکن ہوٹل کا جتنا عملہ تھا' ان کی ڈیوٹی کے اوقات بدلتے رہتے تھے۔ بہرحال ارینا اور پاشا پھر اسی کمرے میں آئے۔ اس کمرے کی صفائی ہو چکی تھی۔ بستر کی چادر وغیرہ بھی بدل دی گئی تھی۔ پاشا نے صاف ستھری چادر کو دیکھ کر کہا۔ "اس سے پہلے جو چادر بچھی ہوئی تھی اس پر پارس تمہاری لپ اسٹک سے لکھ کر گیا تھا "شکر کرو میں آیا تھا۔ میری جگہ بندوق کی گولیاں آتیں تو تم بھی ہیری یمسن کے پاس پہنچ جاتیں۔"

ارینا نے کہا۔ "ہاں میں ہیری یمسن کی موت سے گھبرا گئی۔ نہیں' میں گھبرانا نہیں جانتی۔ یوں سمجھو کہ میں اپ سیٹ ہو گئی۔ فوری طور پر دماغ میں کوئی تدبیر نہیں آ رہی تھی۔"

"اب کیا تدبیر سوچ کر آئی ہو؟"

"یہی کہ پارس نے مجھے بھی موت کی دھمکی دی ہے۔ اگر دھمکی کا مقصد مجھے یہاں سے صرف بھگانا نہیں تھا بلکہ وہ ارادے کا بھی پکا ہے تو وہ مجھے بھی قتل کرنے یہاں ضرور آئے گا۔"

پھر وہ کچھ سوچ کر بولی۔ "تم کہتے ہو کہ غیر معمولی دماغی قوت کے حامل ہو۔ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارے اندر خیال خوانی کا زلزلہ پیدا نہیں کر سکتا۔"

"بے شک میرا دماغ بھی میرے جسم کی طرح فولاد ہے۔ تم آزما سکتی ہو۔"

"کیا خاک آزماؤں؟ جب وہ کمانڈر کے ذریعے فون پر بول رہی تھی تو تم اسے اپنے اندر بلا کر مجھ سے گفتگو کرا سکتے تھے۔"

"جب دو عورتیں باتوں میں الجھتی ہیں تو کسی مرد کو بولنے کا موقع نہیں دیتیں۔ ادھر کمانڈر چپ تھا' ادھر میں خاموش رہا۔ تم جانتی ہو کہ میں تم سے کتنی محبت کرتا ہوں۔ تمہاری اجازت کے بغیر بولتا نہیں ہوں۔"

ارینا نے ٹیلی فون کے پاس آ کر ریسیور اٹھایا۔ پھر کمانڈر سے رابطہ کرکے بولی۔ "میں ثی تارا کو پارس کی آواز کیسے سناؤں گی۔ میرا اس سے رابطہ کیسے ہوگا۔"

"تم اس ہوٹل کے منیجر اور دو چار خاص ماتحتوں سے فون پر کہہ دو کہ ثی تارا نام کی کوئی عورت آئے تو اسے فوراً تمہارے کمرے میں بھیج دے۔"

"وہ کبھی روبرو نہیں آتی ہے' پھر میرے کمرے میں کیسے آئے گی؟"

"کسی ملازم کے اندر رہ کر تو آ سکتی ہے۔"

ارینا نے رابطہ ختم کرکے ہوٹل کے منیجر اور دو چار خاص ماتحتوں سے رابطہ کیا پھر ان سے یہی کہا کہ ثی تارا نام کی کوئی عورت ملنے آئے تو اسے فوراً ہی کمرے میں بھیج دیا جائے۔ پھر اس نے اسرائیلی سفارت خانے سے رابطہ کرکے اسے یہودہ گل کے متعلق بتایا اور کہا۔ "میرے انکل کی لاش کو جلد سے جلد بلجیم پہنچانے کے انتظامات کر دیں۔"

سفیر نے کہا۔ "تمہارے انکل نے پارس کی لاش کا سودا کیا تھا۔ اس کا کیا بنا؟"

"مسٹر! میرے صرف انکل قتل ہوئے ہیں۔ ابھی جیوز سنڈیکیٹ زندہ ہے۔ سودا پکا ہے۔ آپ لوگوں کو پارس کی موت کا یقین دلانے کے لیے اس کی لاش بھی دکھا دی جائے گی۔ میں جو کہہ رہی ہوں۔ آپ وہ کریں۔ ورنہ میں یکسوئی سے کام نہیں کر سکوں گی۔ اپنے انکل کی آخری رسومات میں الجھ جاؤں گی۔"

"ٹھیک ہے۔ تمہاری انکل کی لاش کو آج ہی شام تک بلجیم بھیج دیا جائے گا۔"

ارینا نے ریسیور رکھ دیا۔ پاشا اس کے پیچھے ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔ وہ ایسا بھی تابعدار اور عورت کا غلام نہیں تھا کہ اپنی پہاڑ جیسی ہستی کو بھول کر ایک چیونٹی کے بس میں آ جاتا۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ ارینا کے پاس ایک آدھ ایسی دوا تھی جسے کسی بھی فولادی مرد پر استعمال کیا جاتے تو وہ اس کا تابعدار ہو جاتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ پاشا اپنے مزاج کے خلاف ارینا کے قدموں میں تھا اور کسی عورت میں دلچسپی نہیں لیتا تھا۔

دروازے پر دستک ہوئی۔ پاشا نے آگے بڑھ کر پوچھا۔ "کون ہے؟"

باہر سے آواز آئی۔ "میں ہوں ثی تارا......"

ارینا اور پاشا چونک کر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ ثی تارا کی آواز آئی۔ "تم مجھے اپنے اندر آنے نہیں دیتی ہو اس لیے ایک ملازم کے اندر آئی ہوں۔ یہ تمہارے لیے چائے لایا ہے۔"

"مجھے چائے کی نہیں صرف تمہاری ضرورت ہے۔ اگر واقعی تم ہو تو پاشا کے پاس چلی آؤ۔"

دوسرے ہی لمحے میں وہ پاشا کی زبان سے بولی۔ "لو آ گئی؟"

پاشا نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ "میں اسے اپنے اندر محسوس کر رہا ہوں۔"

ارینا نے کہا۔ "جس وقت ہوٹل کی چھت پر ہیری اور کیدار شرما ایک دوسرے کو غلط فہمی کے باعث قتل کر رہے تھے' اس وقت پارس میرے اس کمرے میں آیا تھا۔ میری کچھ چیزیں چُرا کر لے گیا تھا اور جانے سے پہلے اس بستر پر بچھی ہوئی ایک چادر پر یہ دھمکی لکھ گیا تھا کہ میں یہ کمرا یا ہوٹل چھوڑ کر نہ گئی تو ہیری یمسن کی طرح ماری جاؤں گی۔"

ثی تارا نے کہا۔ "یعنی تم جان بوجھ کر اس کمرے میں آئی ہو۔ اپنی زندگی کو داؤ پر لگا رہی ہو؟"

"اس کے بغیر میں تمہیں اس کی زندگی کا ثبوت نہیں دے سکوں گی۔ تمہارا بھی ایک فرض بنتا ہے۔"

"اگر میرا کوئی فرض ہے تو ضرور پورا کروں گی۔"

"میری حفاظت کے لیے پاشا کافی نہیں ہے۔ تمہیں بھی خیال خوانی کے ذریعے میری حفاظت کرنا چاہیے۔"

"وعدہ کرتی ہوں۔ اگر واقعی پارس اس دنیا میں ہے اور وہ تمہیں قتل کرنے آئے گا تو میری بات مان کر واپس چلا جائے گا۔ تم نہیں جانتیں' وہ ہزار عداوتوں کے باوجود میری کسی التجا کو نہیں ٹھکراتا ہے۔"

"پھر تو میں مطمئن رہوں گی۔ تم جب تک چاہو' پاشا کے اندر رہ سکتی ہو۔"

"مسلسل خیال خوانی گراں گزرتی ہے۔ میں آتی جاتی رہوں گی۔"

"لیکن ابھی تمہیں موجود رہنا چاہیے۔ وہ بڑا باخبر رہتا ہے۔ اسے معلوم ہو چکا ہوگا یا ابھی معلوم ہو جائے گا کہ میں اس کی دھمکی کے باوجود اسی کمرے میں آ گئی ہوں۔"

"میں بھی سمجھتی ہوں کہ وہ بہت چالاک ہے۔ بشرطیکہ زندہ ہو۔ اسے معلوم ہو جائے گا کہ......"

اس کی بات ادھوری رہ گئی۔ فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ سب نے چونک کر فون کو دیکھا۔ پھر ارینا نے آگے بڑھ کر ریسیور کو اٹھایا۔ اسے کان سے لگا کر کہا۔ "ہیلو۔ یس ہیلو۔ میں ارینا بول رہی ہوں۔"

دوسری طرف سے آواز آئی۔ "تم اپنا نام نہ بتاتیں' تب بھی تمہارے ہوٹل کے رجسٹر میں تمہارا نام دیکھ لیا ہے۔ تم پھر اسی کمرا نمبر چار سو سترہ میں آ گئی ہو۔"

پاشا دوسری طرف سے بولنے والے کی آواز صاف سن رہا تھا۔ اسی طرح ثی تارا اس کے اندر رہ کر اس بولنے والے کی آواز سن رہی تھی۔ اور وہ آواز پارس کی نہیں تھی۔

وہ آواز اور لہجہ بدل کر بول رہا تھا۔ ارینا نے کہا۔ "مسٹر! میں فون انگیج نہیں رکھ سکتی۔ ایک ضروری کال آنے والی ہے۔ فون کرنے کا مقصد بتاؤ۔ ورنہ فون بند کر دوں گی۔"

"تعجب ہے' تم مجھے نہیں پہچان رہی ہو۔ میں وہی ہوں جو تمہاری تین عدد مائیکرو فلمیں چُرا کر لے گیا تھا۔"

ارینا نے خوش ہو کر کہا۔ "اچھا تم پارس ہو۔ مگر یہ تمہاری آواز کو کیا ہو گیا ہے۔ اپنی اصلی آواز میں بولو۔"

ثی تارا جو آواز اور لہجہ سن رہی تھی۔ اسے پوری طرح گرفت میں لینے کے بعد اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ لیکن اس بولنے والے نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لی۔ وہ پھر پاشا کے دماغ میں چلی آئی۔

اس وقت ارینا فون پر پوچھ رہی تھی۔ "تم خاموش کیوں ہو گئے۔ پلیز پارس' میں تمہاری آواز سننے کے لیے ترس گئی ہوں۔ تم نے میری محبت کو ٹھکرا دیا۔ کوئی بات نہیں' ہم دوست بن کر رہ سکتے ہیں۔"

پارس نے کہا۔ "تمہاری جیسی عورت کسی کی دوست نہیں رہ سکتی۔ ابھی تم نے مجھے پھانسنے کے لیے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو بھیجا تھا۔ میں نے فوراً ہی سانس روک لی۔ ویسے میں نے وہ مائیکرو فلمیں دیکھی ہیں۔ اس میں پارس کی کئی تصویریں ہیں۔ میں دیکھ کر حیران ہوا کہ وہ مجھ سے کس حد تک مشابہت رکھتا ہے۔ شائد اسی لیے تم مجھے پارس کی جگہ دینا چاہتی ہو۔"

وہ بگڑ کر بولی۔ "تم جھوٹے ہو۔ مکار ہو۔ تینوں میں سے کسی مائیکرو فلم میں تمہاری کوئی تصویر نہیں ہے۔"

"میں کب کہتا ہوں کہ میری تصویر ہے۔ میں تو پارس کی بات......"

وہ غصے سے چیخ کر بولی۔ "شٹ اپ۔ کیا تم نے بستر کی چادر پر میرے نام موت کی دھمکی نہیں لکھی تھی؟"

"بے شک۔ میں نے لکھی تھی۔"

"کیا تم نے اس دھمکی کے ساتھ پارس کا پہلا حرف "پی" نہیں لکھا تھا؟"

"لکھا تھا' لیکن تمہارے دماغ پر پارس سوار ہو گیا ہے۔ میرا نام پیارے جان ہے۔ اسی لیے پی لکھا تھا۔"

وہ جھنجلا کر بولی۔ "اگر تم میرے سامنے ہوتے تو میں تمہیں گولی مار دیتی۔"

"وہ تو میں ماروں گا۔ تم نے چادر کی تحریر کو محض دھمکی سمجھا۔ پھر ایک ٹیلی پیتھی کا ہتھیار ساتھ لے آئیں۔ اس کے باوجود ایک گولی تمہارے نام کی آنے والی ہے۔ رہ گیا تمہارا پہاڑ جیسا گدھا تو پہاڑ کو ڈائنا مائٹ سے اُڑا دیا جاتا ہے۔ اور وہ میرے پاس نہیں ہے۔"

پاشا نے غصے سے دہاڑ کر کہا۔ "ابے او بزدل چھپنے والے! مجھے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

گدھا کہتا ہے۔ میں تیرے پورے خاندان کو......"

اربنا نے کہا۔ "خاموش رہو۔ باتیں کرنے دو۔ ہیلو۔ ہیلو پارس! ہم خواہ مخواہ دشمنی کر رہے ہیں۔ اگر تم چاہتے ہو کہ کشمیر میں یہودیوں کے ایجنٹ نہ رہیں تو میں آج رات یا کل صبح تک چلی جاؤں گی۔ لیکن ہم کسی دوسرے ملک میں جاکر دوست بن سکتے ہیں۔ ہیلو۔ تم خاموش کیوں ہو۔ ہیلو۔ ہیلو۔ ہیلو......"

وہ پکارتے پکارتے تھک گئی۔ ثی تارا نے پاشا کی زبان سے کہا۔ "خواہ مخواہ حلق پھاڑ رہی ہو۔ ادھر سے فون بند ہو چکا ہے۔ اگر آم کو امرود کہو گی وہ امرود نہیں بن جائے گا۔"

وہ غصے سے ریسیور پٹخ کر بولی۔ "کیا میں جھوٹ کہہ رہی ہوں! وہ مکاری دکھا رہا ہے۔ ہر بات کا اعتراف کر رہا ہے کہ اس نے مائیکرو فلمیں چرائی ہیں۔ اس نے بستر کی چادر پر موت کی دھمکی لکھی ہے۔ وہ بڑے دوررس نتائج کو سامنے رکھتا ہے اسی لیے اپنے نام کا صرف پہلا حرف لکھ کر گیا۔ اب خود کو پیارے جان کہہ رہا ہے۔"

"مجھے پیارے جان نہیں' پارس چاہیے۔ میں نے پاشا کے اندر رہ کر اس کی آواز سنی۔ تم خود کہتی ہو کہ وہ پارس کی آواز نہیں تھی۔ میں نے تصدیق کے لیے خیال خوانی کی تو پیارے جان نے سانس روک لی۔ میں بارہا پارس کی اصلی آواز کو گرفت میں لے کر اسے تلاش کر چکی ہوں۔ خیال خوانی کی لہروں سے کوئی چھپ نہیں سکتا۔ صرف مُردوں کا دماغ ہی مردہ ہوتا ہے۔"

"ثی تارا! تم نے خیال خوانی کرنے کی غلطی کی۔ وہ ہوشیار ہوگیا ہے۔ تم ایسا نہ کرتیں تو میں اسے اصل آواز میں بولنے پر مجبور کر دیتی۔ کیا تم نے نہیں سنا' وہ کہہ رہا تھا میرے نام کی ایک گولی آنے والی ہے۔"

"ہاں میں نے جتنی باتیں سنی ہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ پیارے جان کوئی کشمیری ہے اور بہت وسیع معلومات رکھتا ہے۔ خاص طور پر تم یہودیوں سے دشمنی کر رہا ہے۔"

"ثی تارا! تمہیں ہم پر بھروسا کرنا چاہیے۔"

ثی تارا نے کہا۔ "مجھے اپنے دیس سے محبت ہے لیکن میں اپنے پارس کو ہلاک کرنے والوں کی دوست نہیں بن سکوں گی۔ کسی پیارے جان کی طرف سے آنے والی گولی سے پہلے میں تمہیں ختم کر سکتی ہوں۔ صرف اس لیے ڈھیل دے رہی ہوں کہ تم میرے محبوب کو زندہ کہہ رہی ہو۔ افسوس کہ پہلے مرحلے پر تم اپنی سچائی ثابت نہ کر سکیں۔"

پاشا نے فون کے پاس سے اٹھ کر کہا۔ "میں نے بڑے بڑے فولادی مردوں کو اپنی ایک انگلی پر نچایا ہے۔ پارس مکاری دکھانے کا جو راستہ اختیار کر رہا ہے وہ بہت کچا راستہ ہے۔ اگر وہ مجھے ہلاک کرنے آرہا ہے تو پھر یہاں رہ کر تماشا دیکھو۔ تمہیں اصل پارس نظر آئے گا۔ اگر کسی بہروپ میں ہوگا تو اسے کسی طرح زخمی کر کے تم اُس کے دماغ میں پہنچ سکو گی۔"

"بہتر ہے۔ میں ابھی پانچ منٹ میں آجاؤں گی۔"

دوسرے لمحے میں پاشا نے کہا۔ "میں اسے محسوس نہیں کر رہا ہوں۔ وہ جا چکی ہے۔"

"تم محتاط رہو۔ کسی کے لیے دروازہ نہ کھولنا اور اپنی گن اچھی طرح چیک کر لو۔ میں اپنے پستول سے اسے ہلاک کروں گی۔ دیکھتی ہوں وہ بند کمرے میں کیسے آئے گا۔"

ان کے سامنے والے کمرے میں پارس آفرین کے ساتھ ایک صوفے پر بیٹھا' اربنا اور پاشا کی باتیں سن رہا تھا۔ وہ دونوں جب تک فوجیوں کی حراست میں رہے تب تک پارس کو بہت کچھ کرنے کا موقع مل گیا تھا۔ اس نے اربنا کے کمرے میں ایک جاسوسی کا آلہ چھپا کر رکھا ہوا تھا۔ اس میں سے اربنا کی آواز آرہی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "ایک بات سمجھ میں نہیں آرہی ہے کہ وہ اپنی آواز بدل کر کیوں بول رہا تھا؟ کیا وہ ثی تارا سے چھپ رہا ہے اور خود کو مردہ ظاہر کر رہا ہے؟"

پاشا نے کہا "اس کی کوئی چال سمجھ میں نہیں آتی۔ وہ کرتا کچھ ہے' ہوتا کچھ ہے۔ جب ہوتا کچھ ہے تو نتیجہ وہ سامنے آتا ہے جس کی توقع نہیں کی جاتی۔"

پارس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ قائم ہونے پر پاشا کی آواز آئی۔ "کون ہے؟"

اس نے کہا۔ "لاحول ولا قوۃ میں انسان کا نمبر ملا رہا تھا۔ یہ جانور کا نمبر کیسے لگ گیا؟"

وہ گرجنے لگا۔ "ابے جانور ہوگا تو' تیرا پورا خاندان! میں آواز سے تجھے پہچان گیا ہوں۔"

دوسرے ہی لمحے میں اربنا کی آواز آئی۔ "ہیلو پارس! کیا تم ہو؟"

"ہاں تمہاری جرأت کی داد دینے کے لیے فون کر رہا ہوں۔ تم موت کی دھمکی کے باوجود آگئیں۔"

"اس سے اندازہ کر لو کہ تمہیں کس طرح دل و جان سے چاہتی ہوں۔ جیوں گی تو تمہارے ساتھ' مروں گی تو تمہارے ہی ہاتھوں سے۔"

"اچھا تو مجھ سے محبت کرنے کے لیے ہیری سیمسن کو ہوٹل کی چھت پر بھیجا تھا؟"

"یہی تمہاری غلط فہمی ہے۔ یہودہ گل نامی شخص نے جو میرا چچا تھا' اس نے یہ حرکت کی تھی۔ ثی تارا نے میرے انکل یہودہ گل کو ہلاک کر دیا ہے۔ ثی تارا کی بات پر یاد آیا' پہلے تم آواز بدل کر کیوں بول رہے تھے؟"

اسی وقت پاشا نے دھیمی آواز میں کہا۔ "اربنا! یہ میرے پاس آگئی ہے۔"

اربنا نے اسے آنکھ مار کر منہ پر ایک انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کو کہا۔ ادھر پارس اور آفرین نے ڈیٹیکٹا آلے کے ذریعے پاشا کی بات سن لی تھی۔ پارس ریسیور پکڑے اچانک کھانسنے لگا۔ چند سیکنڈ تک کھانستے کھانستے آواز بدل کر بولا۔ "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں اپنی پیدائشی آواز چھوڑ کر تمہارے مائیکرو فلم والے پارس کی آواز میں کیسے بولوں۔"

اربنا نے کہا۔ "دیکھو ابھی تم اپنی اصلی آواز میں بول رہے تھے۔ تمہیں کس طرح پتا چل گیا ہے کہ وہ پاشا کے اندر رہ کر ہماری تمہاری گفتگو سننے آگئی ہے۔"

"اچھا تو میں کوئی جادوگر ہوں یا پھر میں نے بھی تمہاری طرح کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی خدمات حاصل کر لی ہیں۔ مگر تمہاری باتوں سے پتا چلتا ہے کہ پاشا کے اندر کوئی آئی ہے۔ یعنی کہ ٹیلی پیتھی جاننے والی کوئی عورت ہے؟ کیا یہ سچ ہے؟"

"ہاں سچ ہے۔ تم پر جان دینے والی ثی تارا ہے۔ وہ ایک بار تمہاری آواز سن لے گی تو اسے ایک نئی زندگی مل جائے گی۔"

وہ بولا۔ "بات کچھ سمجھ میں نہیں آئی۔ جس ثی تارا نام کی عورت کو میں نے کبھی دیکھا نہیں ہے' وہ مجھ پر جان کیسے دیتی ہے۔ کیا اُس نے مجھے پہلے کہیں دیکھا ہے۔ کیا تم مجھے کسی نئے جال میں پھانس کر اپنا اُلّو سیدھا کرنا چاہتی ہو۔ میں تمہارے اُلّو کی طرح اُلّو نہیں ہوں۔"

پاشا نے گرج کر کہا۔ "میں خوب سمجھتا ہوں۔ وہ مجھے اُلّو کہہ رہا ہے۔"

اربنا نے پاشا کو ڈانٹ کر کہا۔ "یو شٹ اپ۔ مجھے بات کرنے دو۔"

ثی تارا نے پاشا کی زبان سے کہا۔ "تم کیا بات کرو گی۔ پہلے بھی آئی تو تم اس اجنبی سے باتیں کر رہی تھیں۔ ابھی آکر پھر اس کی آواز سن رہی ہوں۔ اس اجنبی نے تمہاری مائیکرو فلمیں چرائی تھیں تو یہ تمہارا مسئلہ ہے۔ اگر تم وعدے کے مطابق پارس کی زندگی کا ثبوت دو گی تو میں اس اجنبی کو تمام فلموں کے ساتھ پکڑ کر تمہارے حوالے کر دوں گی۔"

"ثی تارا! میں قسم کھا کر کہتی ہوں کہ یہ کوئی اجنبی نہیں تمہارا پارس ہے۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے اپنی اصل آواز میں بول رہا تھا۔ تمہارے آتے ہی اس نے آواز بدل دی۔"

ثی تارا نے پوچھا۔ "اسے کیسے معلوم ہوا کہ میں پاشا کے اندر آگئی ہوں۔"

"پارس کی فیملی میں بھی کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔"

"یہ میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ کشمیر میں داخل ہونے سے پہلے جناب تبریزی صاحب نے پارس سے کہہ دیا تھا کہ ان کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا' حتیٰ کہ اس کا باپ بھی اس کی مدد کو نہیں آئے گا۔ وہ دونوں بھائی پارس اور علی تیموریوں بھی ٹیلی پیتھی کے کبھی محتاج نہیں رہتے۔ میں پورے یقین سے کہتی ہوں کہ فرہاد اور اس کا ٹیلی پیتھی جاننے والا رشتے دار پارس کے پاس کبھی نہیں آتا تھا۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ وہ یہاں تنہا مارا گیا ہے۔"

پاشا نے کہا۔ "میں تمہاری اس بات کی تائید کرتا ہوں کہ یہاں پارس کا کوئی خیال خوانی کرنے والا ساتھی نہیں ہے۔ تم بھی میری بات مان لو۔ میں غیر معمولی سماعت کا حامل ہوں۔ میں نے کیدار شرما کی موت کے بعد اسے میز پر طبلہ بجا کر گاتا گاتے سنا ہے اور ابھی تمہاری دوبارہ آمد سے چند لمحے پہلے اربنا سے ہونے والی گفتگو میں اس کی آواز صاف طور سے سنتا رہا ہوں۔"

ثی تارا نے کہا۔ "میں تمہاری غیر معمولی سماعت اور دوسری غیر معمولی صلاحیتوں کو مانتی ہوں۔ اس اجنبی سے کہو' مجھ سے آکر ملے۔ گرفتار ہونے کا اندیشہ ہو تو صرف مجھ سے گفتگو کرے۔"

پاشا نے کہا۔ "اربنا! تم اس شخص کو ثی تارا کا پیغام پہنچاؤ۔"

"کیا خاک پہنچاؤں' اس نے فون بند کر دیا ہے۔"

ثی تارا دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچنے لگی۔ میں بڑی دیر تک پاشا کے دماغ میں رہی۔ اس کے چور خیالات بتا رہے تھے کہ اس نے واقعی کیدار شرما کی موت کے بعد بھی پارس کی آواز سنی ہے۔ اور انسانی دماغ میں چھپے ہوئے خیالات غلط نہیں ہوتے۔ زبان لاکھ جھوٹ بولے' دماغ سچ کہتا ہے۔ پھر یہ کہ خیال خوانی بھی جھوٹ نہیں بولتی۔ دماغ میں گھس کر انسان کے اندر چھپے ہوئے جھوٹ کو پڑھ لیتی تھی۔ اس کی خیال خوانی نے بتایا تھا کہ پارس کا دماغ مردہ ہوگیا ہے۔

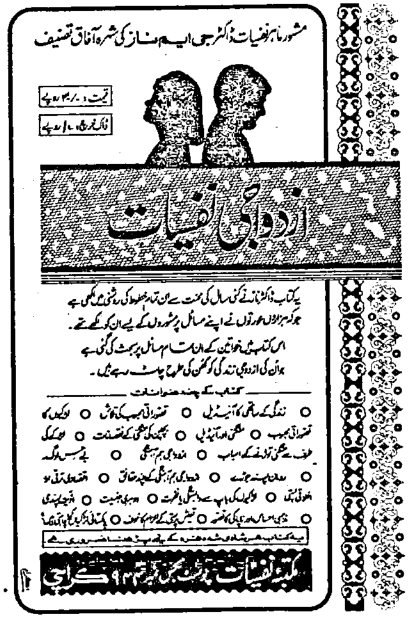

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اسے اپنی خیال خوانی پر اعتماد تھا۔ اور وہ پاشا کی غیر معمولی سماعت سے بھی انکار نہیں کرسکتی تھی۔ وہ دوراہے پر آگئی تھی۔ ایک راہ پر پارس کی قبر تھی' دوسری راہ پر وہ کھڑا مسکرا رہا تھا۔ دونوں فریب نظر تھے اور دونوں حقیقت بھی لگتے تھے۔

اس الجھن سے نکلنے کا ایک ہی راستہ تھا کہ وہ میرے اور میری فیملی کے دوسرے خیال خوانی کرنے والوں کے پاس آکر پارس کے بارے میں انجان بن کر حقیقت معلوم کرے۔ اس نے کچھ دیر تک سوچا پھر مجھے مخاطب کیا۔ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی میں نے سانس روک لی۔ پھر دوبارہ سانس لینے پر اس نے کہا۔ "مم......میں ہوں ثی تارا۔"

میں نے ناگواری سے کہا۔ "یو ڈرٹی گرل! تم نے اور تمہاری قوم نے یہودیوں کو اپنا بنا کر ہماری دنیا اجاڑ دی۔ گیٹ آؤٹ۔ پھر کبھی نہ آنا۔"

میں نے سانس روک لی۔ وہ اپنی جگہ حاضر ہوگئی۔ اس کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ آنکھوں میں آنسو آگئے تھے۔ میں نے پارس کے متعلق ایک لفظ نہیں کہا تھا۔ لیکن ہوتا یہ ہے کہ لوگ اپنے جذبات اور احساسات کے مطابق ایک بات کو مختلف معنی پہنا دیتے ہیں۔ میری بات کا مطلب یہ تھا کہ میری لیلیٰ کو جن یہودیوں نے ہلاک کیا' انہیں ثی تارا اور اس کی قوم اپنا بنا رہی ہے۔ ثی تارا نے یہ سمجھا کہ اس کے دیس والوں نے یہودیوں کو اپنا بنا کر ان کے ہاتھوں پارس کو ہلاک کردیا ہے۔

ایک باپ کی زبان سے ایسی باتیں سن کر اسے یقین آگیا۔ ایک آخری تصدیق کے لیے وہ پارس کو جنم دینے والی ماں کے پاس گئی۔ آمنہ فرہاد نے کہا۔ "تم کچھ نہ بولو۔ جاؤ تمہاری دلی مراد پوری ہوچکی ہے۔ تم اس سے دور بھاگتی تھیں۔ اب وہ تم سے دور ہوچکا ہے۔ جاؤ ماتم نہ کرو۔ خوشیاں مناؤ۔ مراد پوری ہو تو گھی کے چراغ جلائے جاتے ہیں۔"

آمنہ فرہاد نے سانس روک لی۔ وہ پھر اپنی جگہ حاضر ہوگئی۔ اس بار پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ کیونکہ پارس کی ماں اور باپ دونوں سے اس کی موت کی تصدیق ہوچکی تھی۔

دائی ماں نے آکر اسے تھپکتے ہوئے کہا۔ "تو اس طرح روتے روتے مرجائے گی۔ کیا کوئی مرنے والے کے ساتھ مرجاتا ہے؟ یا رونے سے مرنے والا واپس آجاتا ہے؟ بس چپ ہوجا۔ صبر کر۔ ہم میں سے ہر ایک کو دنیا سے جانا ہے۔"

وہ بولی۔ "ماں جی! مجھے ایک ہی طریقے سے صبر آسکتا ہے۔"

"کوئی بات نہیں۔ صبر کا وہی طریقہ اختیار کر۔ ویسے کیا چاہتی ہے؟"

"پارس کے قاتلوں سے انتقام لوں گی۔ کشمیر میں کسی یہودی کو نہیں چھوڑوں گی۔ انہیں مرنا ہوگا یا وہاں سے بھاگنا ہوگا۔"

"تیرے لیے ایسا کرنا کون سی بڑی بات ہے۔ جو چاہے کر' کسی بھی طرح صبر کر۔"

جب وہ میرے اور آمنہ کے پاس آئی تھی تب پارس' آفرین کو کچھ ہدایات دے رہا تھا۔ وہ ان ہدایت پر عمل کرنے لگی۔ ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ قائم ہونے پر ارینا کی آواز سنائی دی۔

"ہیلو۔ میں ارینا بول رہی ہوں۔"

آفرین کو آواز بدلنے میں مہارت حاصل تھی۔ اس نے مریم کی آواز میں کہا۔ "میں پاشا سے بات کرنا چاہتی ہوں۔"

"تم کون ہو؟"

"میں اس کی شریکِ حیات مریم ہوں۔"

"ایک منٹ ہولڈ کرو۔" ارینا نے ریسیور کے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر پاشا سے کہا۔ "کوئی عورت خود کو تمہاری بیوی کہہ رہی ہے۔"

"وہ بکواس کر رہی ہے۔ میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ بیوی تھی' مرگئی ہے۔ اب تمہارے سوا دنیا میں میرا کوئی نہیں ہے۔"

"تو پھر لو ریسیور اور اس بکواس کرنے والی سے پوچھو' وہ کیا چاہتی ہے؟"

اس نے ریسیور لے کر کہا۔ "یس' میں پاشا بول رہا ہوں۔"

"اور میں تمہاری شریکِ حیات بول رہی ہوں۔"

مریم کی آواز سنتے ہی اس کے ہوش اُڑ گئے۔ وہ ہکلاتے ہوئے بولا۔ "تت...... تم؟ تم یہاں کیسے پہنچ گئیں؟"

"کشمیر ہر مسلمان کی آبرو ہے اور ہر مسلمان کشمیر کے لیے ہے۔ میں مسلمان ہوں۔ تم آئے تو میں بھی آگئی۔"

"مگر تم تو دہلی سے واپس چلی گئی تھیں؟"

"جو جہاز لے جاتا ہے' وہ کیا واپس نہیں لاتا؟"

"میں خوب سمجھتا ہوں' اس شیطان کے بچے نے تمہیں پھر میرے پیچھے لگا دیا ہے۔"

"تم نے شیطان کا بچہ کہاں سے دیکھ لیا؟"

"میں پارس کی بات کر رہا ہوں۔ وہ پکا بدمعاش ہے۔ وہ میری خوشیاں دیکھ نہیں سکتا۔ اس کی آنکھوں میں کیڑے پڑیں گے۔"

"کیڑے تمہارے دماغ میں پڑے ہیں' تب ہی جوان چھوکریوں کے ساتھ رہ کر اپنے بڑھاپے کو بھول جاتے ہو۔"

"تمہیں اسی نے بتایا ہوگا کہ میں اس ہوٹل میں ہوں؟"

"کیا ساری باتیں فون پر کرو گے؟ تم نیچے آؤ گے یا میں اوپر آؤں؟"

"نن...... نہیں تم ادھر نہ آنا۔ لاؤنج میں بیٹھو۔ میں ابھی تھوڑی دیر میں آتا ہوں۔"

"تھوڑی دیر کا مطلب یہ ہوا کہ اس حسینہ کو سمجھا منا کر آؤ گے۔"

"تم تو خواہ مخواہ بحث کرنے لگتی ہو۔ پلیز میرا انتظار کرو۔"

"اچھی بات ہے۔ میں لاؤنج میں رہوں گی۔ جلدی آنے کی کوشش کرو۔"

پاشا نے ریسیور رکھ دیا۔ ارینا اسے گھور کر دیکھ رہی تھی۔ وہ ہچکچاتے ہوئے بولا۔ "وہ...... وہ مریم ہے۔"

"تم نے تو کہا تھا کہ بیوی مرچکی ہے؟"

"ہاں سر سے پیر تک مرچکی تھی۔ میں تم سے سچی محبت کرتا ہوں۔ میں نے سچ کہا تھا' وہ مرچکی تھی۔"

"بکواس کرتے ہو۔ مجھے الو بناتے ہو۔ وہ مرنے کے بعد زندہ کیسے ہوگئی؟"

"وہ۔ دراصل بات یہ ہے کہ......" اس نے اچانک ہی بات بنائی۔ "تم خود یہ تماشا دیکھ رہی ہو کہ پارس بھی مرنے کے بعد زندہ ہوگیا ہے۔ مگر ثی تارا کو یقین نہیں آرہا ہے۔ اسی طرح تمہیں یقین نہیں آئے گا کہ مردے بھی کبھی زندہ ہوجاتے ہیں۔"

"پارس مرا ہی کب تھا؟ وہ اپنے فراڈ کے باعث زندہ ہے۔"

"وہ مریم کو ماں کہتا ہے۔ کیا اس نے اپنی طرح فراڈ کرکے اپنی ماں کو زندہ نہیں رکھا ہوگا؟"

وہ کچھ سوچ کر بولی۔ "اس کا مطلب ہے وہ مریم کے ذریعے ہمارے خلاف کوئی چال چل رہا ہے۔"

"یہی بات ہے۔ اسی لیے اس نے میری مردہ بیوی کو میرے پیچھے لگا دیا ہے۔"

"وہ مردہ نہیں' زندہ ہے۔ ریوالور لے کر نیچے جاؤ اور اسے ہمیشہ کے لیے مردہ بنا دو۔"

"یہ...... یہ کیا کہہ رہی ہو۔ مم۔ میں اسے اپنے ہاتھوں سے ہلاک نہیں کرسکتا۔"

"کیوں نہیں کرسکتے؟ کیا اب بھی اس سے محبت کرتے ہو؟"

"نن.... نہیں۔ محبت تو صرف تم سے کرتا ہوں۔ مگر وہ میری زندگی کی پہلی عورت ہے۔ پہلی دُلہن ہے۔ جب میں بہت غریب تھا' تب بھی وہ میرے برے وقت میں' میری دکھ بیماری میں میری خدمت کرتی رہی۔"

"زیادہ بیوی پرستی نہ دکھاؤ۔ بعد میں تم نے بھی اسے بہت دولت دی ہوگی اور اسے عیش و آرام سے رکھا ہوگا۔"

"ہاں مگر وہ ایک طرف پڑی ہے تو پڑی رہنے دو۔ بوڑھی ہوگئی ہے۔ تھوڑی سی زندگی گزار کر خود مرجائے گی۔"

"کوئی اور موقع ہوتا تو میں تمہاری بات مان لیتی لیکن پارس اس کے ذریعے کوئی چال چل رہا ہے۔ تمہارے ساتھ میں بھی بری طرح پھنسوں گی۔ لہٰذا اسے ختم کردو۔"

وہ عاجزی سے بولا۔ "میں تمہیں کیسے سمجھاؤں کہ وہ عورت میرے لیے کچھ نہ ہوتے ہوئے بھی بہت کچھ ہے۔ اس نے بیوی بن کر محبت کی۔ ایک ماں کی طرح مصیبت میں کام آتی رہی اور ایک

جاسوسی ڈائجسٹ کا دلچسپ ترین سلسلہ

انسان کی ترقی و تہذیب کے حیات افروز واقعات
صدیوں سے زندہ ایک پُراسرار شخص کی آپ بیتی، ہَوا جس کی دوست تھی، سمندر جس کے لیے آغوشِ مادر تھا، آگ اس کے بدن کو نمو دیتی تھی۔
****
وہ کہانی جس نے اپنے وقت میں مقبولیت کے کے ریکارڈ توڑ دیے

دیوتا

پانچ حصوں میں مکمل
قیمت فی حصہ /۲۵ روپے ٭ ڈاک خرچ فی حصہ /۱۰ روپے

کتابیات پبلی کیشنز پوسٹ بکس نمبر ۲۳ سید منشن ... کراچی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

نرس بن کر میری بیماریاں دور کرتی رہی۔ بعض بیویاں ایسی ہوتی ہیں' جنہیں مرد دھوکا دے کر بھی ان سے گہری عقیدت رکھتا ہے۔"

ارینا اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھتی رہی پھر بولی۔ "یہاں آؤ اور میرے روبرو بیٹھو۔"

وہ اس کے سامنے آکر بیٹھ گیا۔ وہ بولی۔ "میری آنکھوں میں دیکھو۔"

وہ دیکھنے لگا۔ ان بڑی بڑی ہلکی سرخ آنکھوں میں ڈوبنے لگا۔ ارینا کے پاس ایک ٹیوب تھا' جس میں ایک دوا تھی' وہ دوا بام کی طرح پیشانی پر لگائی جاتی تھی۔ ایک رات ارینا نے اس کی پیشانی پر اسے لگاتے ہوئے کہا تھا۔ تم میرے دیوانے ہو اور دیوانہ اپنی محبوبہ کا تابعدار بن کر رہتا ہے۔ آئندہ تم میرے تابعدار بن کر رہو گے۔

اس دوا کا اثر کئی ہفتوں تک رہتا تھا۔ پاشا پچھلی رات سے اس کا طلب گار اور تابعدار بنا ہوا تھا۔ اس وقت وہ اسے روبرو بٹھا کر اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ "تم مجھ سے بحث نہیں کرو گے؟"

وہ سحر زدہ سا ہو کر بولا۔ "میں تم سے کوئی بحث نہیں کروں گا۔"

"تم اپنے لباس میں ریوالور چھپا کر مریم سے نیچے لاؤنج میں جا کر ملاقات کرو گے۔ اسے یہاں سے کہیں دور تفریح کے بہانے لے جاؤ گے پھر کسی ویرانے میں لے جا کر اسے گولی مار دو گے۔"

وہ حکم کی تعمیل کرنے لگا۔ سحر زدہ ہو کر اس کے سامنے سے اٹھ گیا۔ ارینا کے سوٹ کیس سے ریوالور نکال کر اسے اپنے لباس میں چھپا کر کمرے سے باہر چلا گیا۔ وہ اسے جاتے ہوئے فاتحانہ شان سے دیکھ رہی تھی۔ اس کے جانے کے بعد اس نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ پھر وہ ایک صوفہ پر بیٹھ کر سوچنے لگی۔

"میری یہ مہم بری طرح ناکام ہو رہی ہے۔ وہ تین مائیکرو فلمیں بہت اہم تھیں' انہیں پارس لے گیا۔ اس نے ہیری تھمسن جیسے ناقابلِ شکست کام کے آدمی کو مار ڈالا۔ شی تارا نے انکل یہودہ گل کو ہلاک کر دیا ہے۔ اہم مشن پر آنے والے اہم یہودی افراد ایک ایک کر کے مارے جا رہے ہیں۔ اگرچہ شی تارا ہماری قوم کی دشمن نہیں ہے لیکن ہمیں پارس کا قاتل سمجھ کر ہماری دشمن بن گئی ہے۔

اس نے فون کے پاس آ کر اسرائیلی سفیر سے رابطہ قائم کیا۔ اسے تمام حالات بتاتے ہوئے کہا۔ "آپ چاہیں تو بھارتی حکومت کے ذریعے ہمیں شی تارا کی دشمنی سے محفوظ رکھ سکتے ہیں۔ ورنہ ہمارے خلاف دو طرف سے محاذ کھلے ہوئے ہیں۔ ایک طرف شی تارا ہے اور دوسری طرف پارس۔"

سفیر نے کہا۔ "اگر ہم کسی طرح پارس کو زندہ ثابت کر دیں تو شی تارا تمہاری ہماری دشمنی سے باز آجائے گی۔ کیونکہ ہم اس کے دلیر بھارت کے لیے ہی کام کر رہے ہیں۔ میں تم سے دو گھنٹے بعد رابطہ کروں گا۔"

فون بند ہو گیا۔ دروازے پر دستک سنائی دی۔ وہ ریسیور رکھ کر تیزی سے دروازے کے پاس آئی اور پوچھا۔ "کون ہے؟"

پاشا کی آواز سرگوشی میں سنائی دی۔ "میں ہوں۔ دروازہ کھولو۔"

"کیا اتنی جلدی کام ہو گیا؟"

"ہاں۔ مجھے ہتھیار کی ضرورت نہیں پڑی۔ وہ جس کار میں آئی تھی' اس میں بیٹھنے کے بعد میں نے اس کا گلا گھونٹ دیا۔ وہ اسی ہوٹل کے پارکنگ ایریا میں اپنی کار کے اندر مردہ پڑی ہے۔"

پاشا کی گرفت سے بڑے بڑے شہ زور نہیں نکل سکتے تھے اس بوڑھی بیوی نے تو ایک آدھ منٹ میں ہی دم توڑ دیا ہوگا۔ ارینا نے مطمئن ہو کر دروازہ کھول دیا۔ جیسے ہی وہ ذرا سا کھلا پھر پوری طرح کھلتے ہی اس کے منہ پر لگا۔ وہ لڑکھڑاتی ہوئی پیچھے گئی۔ اس کے سامنے ایک قد آور شخص کھڑا ہوا تھا۔ اس کا حلیہ کسی ہپی جیسا تھا۔ سر کے بڑے بڑے بال بکھرے ہوئے تھے۔ ہلکی ہلکی داڑھی مونچھیں تھیں۔ آنکھوں پر سیاہ چشمہ اور ایک ہاتھ میں ریوالور تھا۔ ریوالور نے ارینا کو خاموش رہنے پر مجبور کیا تھا۔ ورنہ وہ چیخنا شروع کر دیتی۔ وہ گھبرا کر بولی۔ "کون ہو تم؟"

وہ بولا۔ "میں نے وارننگ دی تھی کہ اس کمرے میں دوبارہ نہ آنا۔ آؤ گی تو موت بھی آئے گی۔"

وہ مجبوراً خوشی ظاہر کرتی ہوئی بولی۔ "اوہ تو تم پارس ہو۔ میں تمہیں دل و جان دے چکی ہوں۔ بے شک میری جان لے لو۔ مگر ایک بار شی تارا سے باتیں کر لو۔"

"یہی تو سارا کھیل ہے۔ بھارت تم لوگوں سے کام لے رہا ہے اور وہ بھارتی دیوی میری خاطر تمہارے تمام یہودی جاسوسوں کی جان کی دشمن بن گئی ہے۔ اسے کہتے ہیں سیاست کہ میں کچھ کروں یا نہ کروں' وہ تم لوگوں کو یہاں سے بھاگنے پر مجبور کر دے گی۔"

"جب وہ ہمیں بھاگنے پر مجبور کر دے گی تو تم یہ سائلنسر لگا ہوا ریوالور کیوں لے کر آئے ہو؟"

"میں تمہیں جان سے نہیں ماروں گا۔ تم چلتے وقت خوب اٹھلا کر چلتی ہو۔ ایسا لگتا ہے پورا شبابی بدن رقص کر رہا ہے۔"

"تم ایک بار میرے بدن کو ہاتھوں میں لے کر دیکھو۔ تمہیں یہیں جنت مل جائے گی۔"

"مرد ایسی ہی جنت کے دھوکے میں جہنم تک پہنچ جاتے ہیں۔ اگر چلتے وقت تمہارا بدن رقص کرتا ہوا محسوس نہ ہو اور تم لنگڑی ہو جاؤ تو کوئی تمہاری طرف نہیں دیکھے گا۔"

یہ کہتے ہی اس نے اس کے ایک پیر میں گولی ماری۔ وہ چیختی مارتی ہوئی اچھل کر فرش پر گری۔ پارس نے آگے بڑھ کر اس کے حلق پر پیر رکھتے ہوئے کہا۔ "میں نے سائلنسر اسی لیے لگایا ہے کہ آواز نہ ہو۔ اس لیے چیخنے کی حماقت نہ کرو۔"

وہ دونوں ہاتھوں سے منہ دبا کر اپنی چیخیں روکنے لگی۔ وہ بولا۔ "تم میری چال سمجھ گئی ہو کہ میں خود کو مقتول ظاہر کر کے شی تارا کو تم سب کے خلاف میدان عمل میں لے آیا ہوں۔ اب تم زخمی ہو' اسے اپنے دماغ میں آنے سے نہیں روک سکو گی۔ تمہارے چور خیالات اسے بتائیں گے کہ ایک ہپی اجنبی نے تمہیں گولی ماری اور تم یقین سے اسے پارس کہو گی۔ لیکن اسے یقین نہیں آئے گا کیونکہ میں جسے موت کی دھمکی دیتا ہوں اسے زندہ نہیں چھوڑتا بلکہ تمہیں صرف لنگڑی بنا کر جا رہا ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ اس سے دور ہٹ گیا۔ پھر پلٹ کر وہاں سے چلا گیا۔ اس کی آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔ اسے دوسروں سے بھی چھپنے میں کتنی دیر لگ سکتی تھی۔ کمرا تو بالکل ہی سامنے صرف دو قدم کے فاصلے پر تھا۔ وہ اس دروازے سے نکل کر اس دروازے کے پیچھے چلا گیا۔ کوریڈور میں ویرانی سی تھی۔ اسے کسی نے نہیں دیکھا۔

وہ ایک گولی اس کے پیر میں دھنس گئی تھی۔ اس لیے اس پر بے ہوشی طاری ہو رہی تھی۔ وہ اپنی پوری قوتِ ارادی سے گھسٹتی ہوئی ٹیلی فون کی طرف بڑھنے لگی۔ لہو تیزی سے بہہ رہا تھا اور قالین پر پھیلتا اور جذب ہوتا جا رہا تھا۔ اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ ہونے پر رکتی ہوئی سانسوں کے درمیان بولی۔ "ہیلپ.... روم نمبر فور ون سیون۔ پلیز جلدی آؤ۔ میں مر رہی ہوں۔"

ایسا کہتے کہتے ہاتھ سے ریسیور چھوٹ گیا اور وہ فرش پر ڈھلک کر بے ہوش ہو گئی۔ ہوٹل کے چند ملازمین جلد ہی وہاں پہنچ گئے۔ تب انہیں پتا چلا کہ کسی نے اس کے پیر میں گولی ماری ہے۔ فوراً ہی ایمبولنس طلب کی گئی۔ اسے اسپتال پہنچایا گیا۔

پاشا نیچے جا کر مریم کو لاؤنج میں تلاش کر رہا تھا۔ جب ارینا کو ایمبولنس میں لے جایا جا رہا تھا تب ہی اسے پتا چلا کہ اس کے کمرے سے نکلتے ہی واردات ہو گئی ہے وہ بھی اسی ایمبولنس میں اس کے ساتھ اسپتال پہنچا۔ پولیس افسر پوچھ رہا تھا۔ "اسے گولی کس نے ماری ہے؟"

وہ بولا۔ "میں کیا بتا سکتا ہوں۔ منیجر وغیرہ گواہ ہیں کہ میں نیچے گراؤنڈ فلور پر تھا۔"

آپریشن تھیٹر میں اس کے پیر سے گولی نکال دی گئی۔ وہ کئی گھنٹوں تک بے ہوش رہی۔ آدھی رات سے پہلے اسے ہوش آیا۔ اس نے بیان دیا کہ اس کے کمرے میں پارس آیا تھا' وہی اس کے پیر میں گولی مار کر گیا ہے۔

پولیس افسر نے ایک فوجی اعلیٰ افسر سے فون پر رابطہ کر کے کہا۔ "سر! کیدار شرما اور پارس کا معاملہ الجھتا جا رہا ہے۔ دونوں میں سے کون گم ہو گیا ہے اور کون مر چکا ہے۔ اس کی تصدیق نہیں ہو سکتی۔"

فوجی اعلیٰ افسر نے کہا۔ "تصدیق ہو چکی ہے۔ شی تارا کی سوچ کی لہروں نے پارس کے مردہ ہونے کی تصدیق کر دی ہے۔"

"تو سر! جیوز سنڈیکیٹ کی ارینا اسپتال میں ہے۔ اس کا بیان ہے کہ پارس نے اس کے کمرے میں آکر اسے ریوالور کی ایک گولی سے زخمی کیا تھا۔"

"کیا ارینا نے پارس کو اچھی طرح دیکھا تھا؟"

"دیکھا نہیں تھا۔ پہچانا تھا۔ وہ بھیس بدل کر آیا تھا اور اس سے کہہ رہا تھا کہ ایک بھی یہودی اور امریکی ایجنٹ کو کشمیر میں رہنے نہیں دے گا۔"

"ایسی باتیں دوسرے مسلمان بھی کرتے ہیں۔ لیکن اس سے پارس کے وجود کا ثبوت نہیں ملتا ہے۔"

"لیکن سر! وہ بھیس میں رہنے کے باوجود پارس کو پہچان رہی تھی۔ اس کا ساتھی پاشا بھی پورے یقین سے اسے پارس کہہ رہا ہے۔"

"صرف کہنے سے نہیں' اسے دیکھنے سے یا کہیں اس کی موجودگی کا کوئی ٹھوس ثبوت پیش کرنے سے تصدیق ہوگی۔"

فون بند کر دیا گیا۔ پھر اس کی گھنٹی بجنے لگی۔ پولیس افسر نے ریسیور اٹھا کر پوچھا۔ "ہیلو کون ہے؟"

دوسری طرف سے پارس نے کہا۔ "میں مسٹر پاشا سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

پاشا وہیں ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ افسر نے اسے ریسیور دیا۔ وہ اسے کان سے لگا کر بولا۔ "میں پاشا ہوں۔"

"ابے چپ' پاشا ہے یا زن مرید؟ میں کسی عورت کے غلام سے بولنا نہیں چاہتا۔"

وہ غصے سے دہاڑتے ہوئے بولا۔ "ابے زن مرید ہوگا تو اور

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

تیرا پورا خاندان۔ مرد کا بچہ ہے تو سامنے آ۔ تُو نے میرے جاتے ہی میری عورت کو گولی ماری ہے۔ میں تجھے بھی گولی ماروں گا۔"

"ٹیلی فون کے ریسیور سے گولی نہیں چلتی' لنگڑی عورت کے لنگڑے آم!"

افسر' پاشا کو جھنجوڑ کر پوچھ رہا تھا۔ "یہ تم فون پر کسے غصہ دکھا رہے ہو؟ تمہاری باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ پارس سے بول رہے ہو؟"

"جی ہاں جناب! یہ وہی بدمعاش ہے۔ آپ خود اس کی آواز سن لیں۔"

افسر نے ریسیور لے کر پوچھا۔ "کیا تم واقعی پارس بول رہے ہو؟"

"تم کون ہو؟"

"میں ایک پولیس افسر بول رہا ہوں۔ تمہاری بھلائی کے لیے سمجھتا ہوں کہ اگر پارس ہو تو خود کو قانون کے حوالے کردو۔"

"اول تو میں کوئی مجرم نہیں ہوں۔ اپنا نام پارس رام رکھنا کوئی جرم نہیں ہے۔ دوم یہ کہ... کوئی ایسا مجرم دیکھا ہے جو خود کو قانون کے حوالے کرتا ہے؟ خود کو قانون کے حوالے کرنے والا جرم ہی کیوں کرے گا؟ آپ کو کس گدھے نے پولیس میں نوکری دی ہے۔"

افسر نے دہاڑتے ہوئے کہا۔ "شٹ اپ۔ تمہارا نام پارس رام ہے تم یہاں حاضر ہو جاؤ۔"

پاشا نے کہا۔ "وہ جھوٹ بول رہا ہے۔ اس کا نام پارس علی ہے۔ وہ فرہاد علی تیمور کا بیٹا ہے۔ وہ سیدھی طرح یہاں حاضر نہیں ہوگا۔ آپ مجھے اس سے باتیں کرنے دیں۔"

اس نے ریسیور لے کر پوچھا۔ "تم کیوں ہمارے پیچھے پڑ گئے ہو؟"

"میں فون بند کر رہا ہوں۔ تم اپنی قوت سماعت سے میری باتیں سنو۔"

فون بند ہوگیا۔ پاشا نے ہیلو ہیلو کہہ کر پکارا۔ پھر ریسیور رکھ کر پارس کی آواز پر توجہ دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "پاشا! تم کیا ہو؟ اس بات پر غور کرو کہ غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے سے آدمی طاقتور نہیں ہوتا۔ کتنے ہی افراد نے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا مگر وہ کوئی اچھا کام کرنے سے پہلے ہی خاک ہوگئے کیونکہ چھوٹی بڑی صلاحیتوں کو کام میں لانے کے لیے ذہانت اور ارادوں کی پختگی لازمی ہے اور یہ تم میں نہیں ہے۔"

وہ ناگواری سے بولا۔ "اچھا میں ناکارہ ہوں؟ تم استاد بن کر سبق نہ پڑھاؤ۔"

پھر اسے غلطی کا احساس ہوا کہ وہ فون پر نہیں بول رہا ہے اور پارس اس کی کوئی بات نہیں سن سکتا ہے۔ کیونکہ وہ غیر معمولی سماعت کا حامل نہیں ہے۔

اُدھر سے پارس نے کہا۔ "تم عقل کی کوئی بات سمجھو یا نہ سمجھو' مگر آخری بات سن لو۔ تم اریتا سے نجات پاؤ گے تو شی تارا پھر تمہیں غلام بنا لے گی کیونکہ تم خود اپنے کام نہیں کرسکتے۔ دوسرے تم سے بھرپور کام لے سکتے ہیں۔ لہٰذا عورتوں کی غلامی سے نجات چاہتے ہو تو فوراً کشمیر سے چلے جاؤ۔ بس اب تم میری آواز نہیں سنو گے۔"

ادھر سے وہ خاموش ہوگیا۔ پاشا اس کی آواز سننے کے لیے توجہ دیتا رہا اور ایک کرسی پر بیٹھا اپنی بے بسی پر پیچ و تاب کھاتا رہا۔ اریتا اسے اپنا باڈی گارڈ یعنی حسین جسم کا محافظ سمجھتی تھی اور وہ اس کی حفاظت نہیں کرسکا تھا۔

اب پارس کی چالاکی اس کی سمجھ میں آرہی تھی۔ وہاں کوئی مریم نہیں آئی تھی۔ پارس نے اسے اُلو بنا کر ہوٹل کے نیچے بھیجا تھا اور اوپر کمرے میں آکر اپنا کام کر گیا تھا۔ اب وہ دل ہی دل میں تسلیم کر رہا تھا کہ جسمانی طاقت اور دوسری صلاحیتیں' عقل کی محتاج ہوتی ہیں۔ اس کے پاس کئی غیر معمولی صلاحیتیں ہیں لیکن پارس جیسی ذہانت یا چالاکی نہیں ہے۔

دوسری صبح شی تارا نے پوجا کو اپنی ڈمی بنا کر سری نگر بھیج دیا۔ جن دنوں پاشا اس کا غلام تھا ان دنوں اس نے اپنی جسمانی بُو پوجا میں منتقل کرائی تھی اور اپنے بدن کی بُو میں بھی تبدیلی کرائی تھی لیکن اتنی محنت کے باوجود پارس اس کی تنہائی میں پہنچ گیا تھا۔ لیکن جو بُو تبدیل کی گئی تھی اس سے بھی آشنا ہوگیا تھا۔

اب اس کی موت کا یقین ہونے کے بعد بھی وہ خود سری نگر نہیں آئی' پوجا کو میدان عمل میں بھیج دیا۔ مقصد یہ تھا کہ وہ ہوٹل لیک ویو میں جاکر اریتا کو اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ اس نے پارس کو زندہ ثابت کرنے کے لیے دو دنوں کی مہلت مانگی تھی۔ اس لیے اسے زندہ چھوڑ دیا گیا تھا۔

اس بار پوجا کسی طرح اریتا کو زخمی کرنے والی تھی تاکہ شی تارا اس کے چور خیالات پڑھ سکے۔ پھر یہ کہ وہ پوجا کو آلۂ کار بنا کر یہودیوں اور امریکی ایجنٹوں کو وہاں سے بھگانا چاہتی تھی۔ وہ ہوٹل پہنچی تو پتا چلا گزشتہ شام کو پارس نے اریتا پر گولی چلائی تھی۔ اب وہ اسپتال میں ہے۔

وہ اسپتال میں اریتا کے پاس آئی پھر بولی۔ "یہ ہماری پہلی ملاقات ہے لیکن تم نے مجھے آواز سے پہچان لیا ہوگا؟"

اریتا نے چونک کر پوچھا۔ "تم؟ شی تارا ہو؟ تمہاری آواز بالکل ویسی ہی ہے۔"

"ہاں۔ میں بالکل وہی شی تارا ہوں۔"

"کیا تمہیں یہ اندیشہ نہیں تھا کہ میں تمہیں ٹریپ کرسکتی ہوں۔ یہاں میرے بڑے ذرائع ہیں۔"

"کتنی خوش فہمی ہے تمہیں؟ ٹیلی پیتھی کے جال میں پھنس کر مجھے پھانسنے کی بات کرتی ہو۔ کیا تم مجھے اپنے دماغ میں آنے سے روک سکتی ہو؟"

گولی کھانے کے بعد اریتا کا رنگ پہلے ہی اُڑا ہوا تھا۔ اس بات نے رہا سہا رنگ بھی اُڑا دیا کہ شی تارا اب اس کے اندر بھی گھس آئی ہے۔ یہ بات وہ بھول گئی تھی کہ زخمی ہونے کا سب سے بڑا نقصان یہی ہے اور پارس کا طریقۂ کار بھی سمجھ میں آیا کہ اس نے اسے جان سے کیوں نہیں مارا؟ یہ زندگی موت سے بھی بدتر تھی کہ وہ شی تارا کی مٹھی میں آگئی تھی۔

شی تارا نے پوجا کے ذریعے ہنستے ہوئے کہا۔ "تم درست سوچ رہی ہو۔ ٹیلی پیتھی کے جال میں پھڑپھڑاتی رہو گی۔ لیکن نکل نہیں پاؤ گی۔"

"شی تارا! تم مجھے دوست بنالو تو بہتر ہے' کنیز نہ بناؤ۔ میں یہ توہین برداشت کرنے سے پہلے خودکشی کرلوں گی۔"

"یہی تو مشکل ہے کہ اب تم اپنی مرضی سے مر بھی نہیں سکو گی۔ یقین نہ ہو تو سرہانے پھل کاٹنے کا چاقو رکھا ہے۔ اٹھاؤ اور اسے اپنے سینے میں گھونپ لو۔ زندہ رہو گی تو میرے اشاروں پر ناچتی رہو گی۔"

اریتا نے سر گھما کر پھلوں کے پاس رکھے ہوئے چاقو کو دیکھا۔ پھر اس کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہا لیکن ہاتھ اپنی جگہ سے حرکت نہ کرسکا۔ اس نے دوسری بار پھر ویسی ہی ناکام کوشش کی پھر پلٹ کر پوجا کو دیکھا' وہ مسکرا کر بولی۔ "اچھا۔ اٹھالو چاقو۔"

اس بار اس کے ہاتھ نے حرکت کی۔ اس نے چاقو کو اٹھالیا۔ پوجا نے کہا۔ "لیکن تم اسے استعمال نہیں کرسکو گی۔"

اریتا کسی کے بھی زیر اثر رہنے کو اپنی توہین سمجھتی تھی۔ پھر ٹیلی پیتھی تو ایسی ظالم گرفت تھی کہ آئندہ شاید ہی وہ شی تارا سے نجات حاصل کر پاتی۔ اس نے چاقو کے تیز اور جان لیوا پھل کو اپنے سینے میں پیوست کرلینا چاہا۔ لیکن اچانک ہی بے اختیار اس چاقو کو دور ایک طرف پھینک دیا۔

پوجا نے ایک قہقہہ لگا کر کہا۔ "میں پہلے ہی کہہ چکی ہوں کہ تم اپنی مرضی سے مر بھی نہیں سکو گی۔ اب خاموش پڑی رہو اور اپنے چور خیالات پڑھنے دو۔"

وہ کچھ بولنا چاہتی تھی لیکن بول نہ سکی۔ اپنے اختیار میں نہیں تھی۔ چپ چاپ پڑی رہی۔ شی تارا اس کے خیالات پڑھتی رہی اور حیران ہوتی رہی۔ کسی بدترین جھوٹے کے چور خیالات بھی جھوٹ نہیں بولتے کیونکہ سچ دماغ کے اندر چھپا رہتا ہے۔

اریتا کے اندر چھپے سچ نے بتایا کہ کیدار شرما کی موت کے بعد پاشا نے اس کی آواز سنی تھی۔

پھر پچھلے دن وہ قاسم کے دماغ میں تھی اور اریتا جس اجنبی سے فون پر باتیں کر رہی تھی' وہ اصل میں پارس ہی تھا اور آواز بدل کر دھوکا دے رہا تھا۔

پچھلی رات وہ ایک ہپی کے بھیس میں آیا تھا اور اپنی چال بازی بتا رہا تھا کہ وہ خود کو مردہ ظاہر کرکے شی تارا کی محبت اور دشمنوں کے خلاف جذبۂ انتقام کو بھڑکا رہا ہے۔ اب شی تارا اپنے محبوب پارس کے قتل کا انتقام لینے کے لیے یہودیوں اور امریکی ایجنٹوں کو کشمیر سے بھگائے گی۔

دماغ کے اندر چھپی ہوئی ان سچائیوں نے شی تارا کے اندر پھر ایک بار امیدوں کے لاکھوں چراغ روشن کردیئے۔ وہ دماغی طور پر حاضر ہوکر خوشی سے بستر پر لوٹ پوٹ ہونے لگی۔ اگرچہ اس کے اندر یہ سوال چیخ رہا تھا کہ اس کی سوچ کی لہروں کو پارس کا دماغ کیوں نہیں ملتا ہے؟

اب اس کا جواب سمجھ میں آرہا تھا کہ شاید تنویمی عمل کے ذریعے پارس کی آواز اور لہجے کو بدل دیا گیا ہے۔ اس لیے پہلی آواز اور لہجہ ختم ہوچکا ہے اور اس اختتام کو وہ پارس کی موت سمجھ رہی ہے۔

پھر ایک سوال پیدا ہوا کہ وہ پہلے والی آواز پاشا اور اریتا کو اب بھی کیسے سنائی دیتی ہے جبکہ وہ ختم کردی گئی ہے؟

اس کا جواب سمجھ میں آیا کہ پارس کے سابقہ لہجے اور آواز کو صرف خیال خوانی کرنے والوں کے لیے ختم کیا گیا ہے۔ صرف شی تارا ہی نہیں' کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا سابقہ آواز اور لہجے سے پارس کو نہیں پاسکے گا۔

دائی ماں کمرے میں آئی تو وہ بستر سے چھلانگ لگا کر دوڑتی ہوئی آکر اس سے لپٹ گئی۔ وہ بے چاری گرتے گرتے بچی۔ اس طرح بچی کہ شی تارا نے اسے سمیٹ رکھا تھا۔ وہ بولی۔ "اری کیا ہوگیا؟ ایسے لپٹ رہی ہے کہ میرا دم گھٹ رہا ہے۔"

"ماں جی! وہ زندہ ہے۔ پارس زندہ ہے۔"

وہ خوش ہوکر بولی۔ "کیا کہہ رہی ہے؟ کیا تُو نے اس سے رابطہ کیا ہے؟ بات کی ہے؟"

"میں نے براہِ راست اس سے بات نہیں کی ہے۔ وہ اریتا اور پاشا سے چھپ کر رابطہ کرتا ہے۔ میں نے اریتا کے دماغ میں گھس کر ساری حقیقت معلوم کرلی ہے۔ وہ میری محبت اور جذبات سے کھیل رہا ہے۔ میرے ذریعے اپنے دشمنوں کو کشمیر سے بھگانا چاہتا ہے۔"

وہ بول رہی تھی۔ ہنس رہی تھی اور ہنستے ہنستے ناچ رہی تھی۔ دائی ماں نے کہا۔ "بھگوان تجھے دنیا کی ساری خوشیاں دے۔ تیری محبت کو سلامت رکھے۔ تُو نے فریب کھا کر ہاتھوں کی چوڑیاں توڑ ڈالی تھیں۔ میں ابھی جاکر نئی چوڑیاں لاتی ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ شی تارا نے پوجا کے پاس آکر پوچھا۔ "خیریت ہے؟ کوئی کام تو نہیں بگڑا؟"

"نہیں۔ یہ اریتا بڑی دیر سے آنکھیں بند کیے پڑی ہے۔ اس لیے کوئی مسئلہ پیدا نہیں ہوا۔"

شی تارا نے اس کے اندر پہنچ کر دیکھا۔ وہ کمزوری کے باعث

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

سو گئی تھی۔ اس نے پوجا کے پاس آکر اسے پارس کے بارے میں خوش خبری سنائی۔ پوجا نے کہا۔ "مبارک ہو دیدی! اس خوشی کے موقع پر میری ایک بات مان لیں۔ آپ اس کے بغیر نہیں رہ سکیں گی۔ اب وہ کہیں ملے تو اس سے شادی کرلیں۔"

"پوجا! میری جان اُس کے لیے ہے۔ لیکن میں برہمن ہوں ایک مسلمان سے شادی نہیں کرسکتی۔"

"تو پھر اُس روز تم نے اپنی چوڑیاں کیوں توڑ دی تھیں۔ ایک بیوہ کی طرح سفید ساری کیوں پہن لی تھی؟ کیوں اپنے آپ کو فریب دے رہی ہو دیدی؟ اپنا حسن و شباب سب کچھ تو دے چکی ہو۔ اب ذات پات کہاں رہی؟"

"میں یہ سب کچھ مانتی ہوں۔ ہم سارے انسان ہزار گناہ کرنے کے باوجود اپنی اپنی جگہ ہندو' مسلمان' یہودی اور عیسائی ہوتے ہیں۔ میں ہر طرح پارس کی ہونے کے باوجود ایک ہندو برہمن ہوں اور مرتے دم تک رہوں گی۔ وہ میرا دل' میری جان اور میرا بدن لے سکتا ہے۔ مگر دھرم نہیں لے سکے گا۔"

"یہ تمہاری اپنی سوچ ہے' میں بحث نہیں کروں گی۔ میرے لیے کیا حکم ہے؟"

"میں نے پوری طرح تمہیں اپنی ڈمی بنا دیا ہے۔ میری جتنی ڈمی عورتیں ہیں' وہ سب میری ماتحت ہیں۔ مگر تم میری چھوٹی بہن ہو۔ میں تمہیں حکم نہیں دیتی ہوں۔ تمہیں ٹریننگ دے رہی ہوں۔"

"تم بہت اچھی ہو دیدی! بولو اب کیا کرنا ہے؟"

شی تارا نے کہا۔ "ہوٹل لیک ویو بہت اہم ہوگیا ہے۔ پارس کی موت وہاں کی چھت پر ہونے والی تھی مگر اسے مارنے والے دشمن اور گرفتار کرنے والے فوجی وہاں مارے گئے۔ اسی ہوٹل کے کمرے سے مائیکرو فلمیں چرائی گئیں اور وہیں ارینا کو زخمی کرکے اسپتال پہنچایا گیا۔ تم بتاؤ اس سے کیا ظاہر ہوتا ہے۔"

پوجا نے کہا۔ "اس سے یہ بات میری سمجھ میں آتی ہے کہ پارس کو وہاں واردات کرنے میں کچھ آسانیاں میسر آتی ہیں۔ آسانیوں سے مراد یہ ہے کہ اسے ہوٹل میں چھپنے کی کوئی جگہ مل جاتی ہے۔"

"تم تقریباً صحیح اندازہ لگا رہی ہو۔ میرا ذہن کہتا ہے کہ وہ اسی ہوٹل کے کسی کمرے میں رہتا ہے۔ چونکہ بھیس بدلا ہوا ہوگا اس لیے پہچانا نہیں جارہا ہے۔ اب تمہیں بھی وہاں ایک کمرا حاصل کرکے رہنا چاہیے۔"

"میں بالکل تمہاری ہم شکل بن کر آئی ہوں۔ وہ مجھے دور سے ہی دیکھ کر محتاط ہوجائے گا۔"

"ایک اور بات بھول رہی ہو کہ میں نے اپنے بدن کی مہک تمہارے اندر منتقل کی تھی۔ اور میں نے اپنے اندر جو مہک تبدیل کرائی تھی اس سے بھی وہ آشنا ہے۔ لہٰذا پہلے تو وہ دور سے تمہیں دیکھ کر شی تارا سمجھے گا لیکن قریب سے گزرے گا تو سمجھ لے گا کہ تم پوجا ہو۔"

"دیدی! تم نے بھی کس مرد سے دل لگایا ہے۔ اس سے تو چھپنا مشکل ہی ہے۔"

وہ مسکرا کر بولی۔ "ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ تم اپنی گاڑی میں بیٹھ کر کلرڈ شیشے چڑھاؤ تاکہ باہر سے گزرنے والے تمہیں دیکھ نہ سکیں۔ پھر تم چہرے پر ہلکی سی تبدیلی کرو۔ یوں تم پر میرا گمان نہیں ہوگا۔"

"اور بدن کی مہک کے لیے کیا کروں؟"

"زیادہ سے زیادہ پرفیوم استعمال کرو۔ بہترین پرفیوم کی کئی شیشیاں خرید کر رکھ لو۔ جب بھی کمرے سے باہر نکلو۔ اپنے لباس پر اسپرے کرلیا کرو۔ اس طرح تمہارے بدن کی قدرتی مہک خوشبو میں گم ہوجایا کرے گی۔ باہر کی کھلی فضا میں یہ اندازہ کرلیا کرو کہ وہ پرفیوم کتنی دیر تمہارے بدن کی مہک کو چھپائے رکھتا ہے۔ اسی حساب سے بار بار لباس پر اسے اسپرے کرتی رہو۔"

وہ اسپتال سے باہر آگئی۔ اپنی کار میں بیٹھ کر اس کے کلرڈ شیشے چڑھا دیئے۔ پھر شی تارا کی ہدایات پر عمل کرنے لگی۔ چہرے پر اچھی خاصی تبدیلی کرنے کے بعد وہ ایک بڑے جنرل اسٹور میں آئی اور پرفیوم کی کئی شیشیاں خرید لیں۔ لیک ویو ہوٹل پہنچنے کے بعد کار سے باہر آنے سے پہلے اس نے لباس پر خوشبو اسپرے کی پھر ہوٹل کے اندر آئی۔ اس دوران شی تارا نے منیجر کے اندر رہ کر پوجا کے لیے اسی چوتھی منزل پر ایک کمرا ریزرو کرا دیا تھا جہاں پارس اور ارینا آمنے سامنے والے کمرے میں رہتے تھے۔

پارس کبھی اجے کمار کے روپ میں باہر نکلتا تھا تو آفرین اس کی دھرم پتنی کی حیثیت سے ایک گڑیا کو سینے سے لگائے اس کے ساتھ صبح دس بجے کمرے سے نکلتی تھی۔ اس عرصے میں ہوٹل کا تمام عملہ سمجھ گیا تھا کہ وہ بے چاری ذہنی مریضہ ہے۔ اس کی بچی مر گئی تھی' تب سے وہ گڑیا کو سینے سے لگائے کہتی تھی کہ میری بچی زندہ ہے۔ اس کا پتی اجے کمار یعنی پارس اسے روز صبح ڈاکٹر کے پاس لے جاتا ہے۔

پوجا اسی چوتھے فلور پر رہ کر وہاں کے ہر کمرے میں آنے جانے والے مسافروں کے متعلق معلومات حاصل کرتی رہتی تھی۔ یوں اس نے آفرین کو بھی ایک ستم رسیدہ نیم پاگل سمجھ کر نظرانداز کیا تھا لیکن آفرین کو شبہ ہوا۔ اس نے پارس سے کہا۔ "وہ جو کمرا نمبر چار سو اکیس میں جوان لڑکی رہتی ہے۔ اس کے بارے میں تم نے کوئی خاص بات نوٹ کی ہے؟"

"ہاں۔ وہ خوشبو کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔"

"تمہیں اس پر کیا اعتراض ہے؟"

"کل راجیو گاندھی کو بم کے دھماکے سے ہلاک کردیا گیا۔ پورے بھارت میں سوگ منایا جارہا ہے۔ لیکن اس نے کل بھی خوشبو لگائی تھی۔ آج بھی لگائی ہے' کیا وہ سکھ عورت ہے جو راجیو گاندھی کی ہلاکت پر خوشبو لگا کر خوشیاں منا رہی ہے؟"

"واقعی میں نے اس پہلو سے اس نوجوان لڑکی کے متعلق نہیں سوچا تھا۔ میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔"

اس نے موبائل فون کو آپریٹ کیا اور ہوٹل کی کاؤنٹر گرل سے رابطہ کیا پھر کہا۔ "میں تھانیدار منگل داس بول رہا ہوں۔"

کاؤنٹر گرل نے کہا۔ "جی فرمایئے۔"

"دہلی میں جو اتنی بڑی واردات ہوئی ہے اس سلسلے میں انکوائری ہورہی ہے۔ تم فوراً بتاؤ تمہارے ہوٹل کے چوتھے فلور کے کمرا نمبر چار سو اکیس میں کون لڑکی ہے؟ نام کیا ہے؟ کہاں سے آئی ہے؟ اور یہاں آنے کا مقصد کیا لکھوایا ہے؟"

کاؤنٹر گرل نے رجسٹر دیکھ کر کہا۔ "اس کا نام نرملا اوبناس ہے۔ دہلی سے آئی ہے۔ ایک رائٹر ہے اور کشمیر کے حالات پر مضامین لکھنے آئی ہے۔"

"نام سے معلوم ہوتا ہے وہ کوئی سکھنی نہیں ہے۔ اس کے باوجود آنجہانی راجیو گاندھی کی ہلاکت پر سوگ منانے کے بجائے سکھوں کی طرح خوشیاں منا رہی ہے اور لباس پر خوشبو لگا رہی ہے۔"

"سر! میں اس سلسلے میں کیا کرسکتی ہوں؟"

"بڑی رازداری سے اس کی اصلیت معلوم کرو۔ میں بعد میں تم سے رابطہ کروں گا۔"

اس نے فون بند کرکے آفرین سے کہا۔ "وہ لڑکی اگر نام اور بھیس بدل کر آئی ہے تو موجودہ حالات میں خوشبو لگا کر خود کو مشکوک کیوں بنا رہی ہے؟"

آفرین نے کہا۔ "اس کی کوئی مجبوری ہوگی یا وہ کوئی نفسیاتی مریضہ ہوگی۔"

"نہیں آفرین! تم نے اس لڑکی کی خوشبو پسندی کا ذکر کرکے مجھے چونکا دیا ہے۔ کیا تم نہیں جانتیں کہ ایک بار کوئی لڑکی میری تنہائی میں آجائے تو میں اس کے بدن کی قدرتی مہک سے اسے لاکھوں میں پہچان لیتا ہوں۔"

"ہاں ایک بار تم نے ذکر کیا تھا۔ کیا وہ ایسی کوئی لڑکی ہے جو تم سے اپنے بدن کی قدرتی مہک چھپانے کے لیے ایسا کررہی ہے؟"

"اب تو مجھے یہی سمجھنا چاہیے۔ ایک شی تارا ہی ایسی ہے جو مجھ سے اس طرح کی آنکھ مچولی کھیلتی ہے۔"

"یعنی اسے شبہ ہے کہ تم زندہ ہو اور وہ خوشبوؤں میں چھپ کر تمہیں یہاں تلاش کرنے آئی ہے۔"

"کچھ ایسی ہی بات ہے۔ اس نے زخمی ارینا کے چور خیالات پڑھ کر میرے بارے میں بہت کچھ معلوم کرلیا ہوگا۔ اور اسے شبہ ہوگا کہ میں اسی چوتھے فلور کے کسی کمرے میں چھپا رہتا ہوں۔"

"مگر تو وہ یہاں کے ہر کمرے کے رہنے والوں کے دماغوں میں جھانکتی ہوئی ہم تک پہنچے گی۔"

"پہنچنے دو۔ تم پر جو تنویمی عمل کیا گیا ہے اس کے مطابق تم ذہنی مریضہ ہو۔ تمہارے چور خیالات بھی یہی کہیں گے اور وہ جب بھی میری طرف آئے گی تو ہمارے درمیان روحانی ٹیلی پیتھی حائل ہوجائے گی۔ وہ میرے چور خیالات پڑھے گی اور اجے کمار سمجھ کر چلی جائے گی۔"

دوسرے ہوٹل کے سوئمنگ پول پر حسب معمول رونق تھی۔ کچھ عورتیں اور مرد غسل کررہے تھے اور کچھ پول کے کنارے بچھی ہوئی میزوں کے اطراف بیٹھے ہوئے تھے۔ پوجا بھی اسی طرف آرہی تھی۔ پول میں تیرنے کو جی چاہتا تھا مگر وہ مجبور تھی۔ غسل کا مختصر سا لباس پہن کر پانی میں غوطے لگاتی تو بدن کا رہا سہا پرفیوم بھی دُھل کر رہ جاتا۔

مگر پارس یہی چاہتا تھا۔ اسی کی پلاننگ کے مطابق آفرین چلتے چلتے پوجا سے ٹکرا گئی۔ جس کے نتیجے میں گڑیا ہاتھوں سے چھوٹ کر گر پڑی۔ وہ روتی اور چیختی ہوئی گڑیا کو اٹھاتی ہوئی بولی۔ "ہائے ہائے اس کلموہی نے میری بچی کو ٹکر مار کر گرا دیا ہے۔ ہائے میری بچی کیسی لہولہان ہورہی ہے۔ ڈاکٹر کو بلاؤ' جلدی بلاؤ۔"

پارس نے گڑیا کو اس سے لے کر کہا۔ "فکر نہ کرو۔ ہماری بچی خیریت سے ہے۔"

"کیا خاک خیریت سے ہے۔ اس عورت کو میری بچی سے دشمنی ہے۔ یہ اسے مار ڈالنا چاہتی ہے۔"

یہ کہتے ہی آفرین نے تڑاخ کی زوردار آواز کے ساتھ پوجا کو طمانچہ مارا۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ اپنی مداخلت میں کچھ کرتی' آفرین نے زوردار دھکا دے کر اسے سوئمنگ پول میں گرا دیا۔ پارس نے کہا۔ "ارے ارے یہ کیا کرتی ہو۔"

اس نے گڑیا کو اس کے ہاتھوں میں دے کر پول میں چھلانگ لگا دی۔ پوجا گہرے پانی میں چلی گئی تھی۔ وہاں سے تیرتی ہوئی اوپر پانی کی سطح پر آرہی تھی۔ پارس نے سطح پر اس کے قریب آکر کہا۔ "میں اپنی دھرم پتنی کی طرف سے معافی چاہتا ہوں۔ شاید تم نہیں جانتیں کہ وہ ذہنی مریضہ ہے۔"

وہ تیرتی ہوئی کنارے کے زینے کی طرف آتی ہوئی بولی۔ "میں نے سنا ہے کہ وہ پاگل ہے۔ میں اس کے خلاف رپورٹ کروں گی۔ پاگل کو ہوٹل میں قیام کرنے کی اجازت نہیں ملنا چاہیے۔"

پارس نے سیڑھی کی طرف آکر اس کا راستہ روکتے ہوئے کہا۔ "وہ خطرناک پاگل نہیں ہے۔"

وہ بولی۔ "راستہ چھوڑو۔ مجھے پانی سے نکلنے دو۔"

"تم میری بیوی کو پاگل کہتی ہو۔ تم بھی کیا پاگل نہیں ہو؟ سارا ہندوستان سوگ منا رہا ہے اور تم ایسے میں خوشبو لگا کر گھومتی ہو۔"

اسے اچانک احساس ہوا کہ ایک بچی نے اسے پانی میں گرا کر

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

اس کے لباس کی خوشبو اُڑا دی ہے۔ اب اسے سیدھی یہاں سے اپنے کمرے میں جاکر لباس بدل کر دوسرا پرفیوم اسپرے کرنا چاہیے۔ وہ بولی۔ "مجھ سے بحث نہ کرو۔ مجھے جانے دو۔ میں تمہاری بیوی کی کوئی شکایت نہیں کروں گی۔"

"یہ ہوئی نا کام کی بات۔ ایک پاگل دوسرے پاگل کی شکایت نہیں کرتا۔ اب تم جاسکتی ہو۔"

وہاں اچھی خاصی بھیڑ لگ گئی تھی۔ بیشتر افراد آفرین کو ذہنی مریضہ کی حیثیت سے جانتے تھے اس لیے بات نہیں بڑھی۔ پوجا تیزی سے چلتی ہوئی اپنے کمرے میں جانے لگی۔ ثی تارا کہہ رہی تھی۔ "میں نے دونوں کے خیالات پڑھے ہیں وہ واقعی ذہنی مریضہ ہے اور دوسرا اس کا شوہر اجے کمار ہے۔"

وہ بولی۔ "دیدی! یہ بڑی مجبوری آپڑی ہے۔ دوسرے سوگ منا رہے ہیں اور میں خوشبو لگانے پر مجبور ہوں۔ کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ میں دو روز تک کمرے سے باہر نہ نکلوں؟"

"یہی بہتر ہے۔ پہلے تو میں نے یہی سمجھا تھا کہ پارس نے تمہاری اصلیت معلوم کرنے کے لیے اپنی ساتھی آفرین کے ذریعے تمہیں پانی میں گرایا ہے۔ لیکن وہ واقعی ذہنی مریضہ ہے اور وہ شخص اس کا شوہر ہے۔"

پوجا لفٹ کے پاس پہنچ کر رک گئی۔ وہاں ایک نوجوان نے اس کا راستہ روک کر پوچھا۔ "ابھی ساون رت نہیں آئی ہے۔ پھر کہاں سے بھیگ کر آرہی ہو۔"

وہ اس سے کترا کر لفٹ کے اندر آئی۔ وہ بھی آگیا۔ ثی تارا نے پوجا سے کہا۔ "فکر نہ کرو۔ یہ اگر پارس ہوگا تو سانس روک لے گا۔ مسکراؤ اور اس سے دوستی کرو۔"

وہ مسکرانے لگی۔ وہ ذرا قریب ہو کر بولا۔ "تمہاری مسکراہٹ حوصلہ دے رہی ہے۔ کیا آج رات کا کھانا میرے ساتھ کھاؤ گی؟"

"پہلی ہی ملاقات میں کھانے کی دعوت دے رہے ہو۔ مجھ میں ایسی کیا بات ہے؟"

"یہ تمہارے لیے پہلی ملاقات ہے۔ لیکن میں تین دن سے تمہیں دیکھ رہا ہوں۔ تمہارے لباس سے اٹھنے والی خوشبو مجھے دور ہی سے متوجہ کرلیتی ہے۔ ویسے سچ کہتا ہوں۔ ابھی تم خوشبو کے بغیر اور زیادہ پُرکشش لگ رہی ہو۔ میں چاہتا ہوں آج رات ڈنر پر تم پرفیوم کے بغیر آؤ۔"

ثی تارا پوجا کے اندر رہ کر یہ تمام باتیں سن رہی تھی۔ گفتگو کا انداز اور مفہوم بتا رہا تھا کہ وہ پارس ہے۔ پوجا نے چوتھی منزل میں پہنچ کر کہا۔ "آج رات میں یہاں کے ڈائننگ ہال میں رہوں گی۔"

لفٹ کا دروازہ بند ہوگیا۔ وہ اجنبی جوان اوپر کی کسی منزل کی طرف چلا گیا۔ پوجا نے کمرے میں پہنچ کر کہا۔ "دیدی! کسی طرح تصدیق کرو کہ وہی پارس ہے۔"

"جلدی کرنے سے وہ بدک جائے گا۔ تم انجان اور معصوم بنی رہو۔ میں اس کے آس پاس رہنے والوں کے اندر جگہ بنا کر اُس پر نظر رکھوں گی۔"

"ویسے دیدی! اگر وہ پارس ہے تو میرے بدن کی مہک سے مجھے پہچان گیا ہوگا۔"

"پہچاننے دو۔ وہ سمجھے گا کہ میں اس کی ہلاکت کا انتقام لینے کے لیے تمہیں آلۂ کار بنا کر یہاں لے آئی ہوں۔ اسے اسی خوش فہمی میں رکھنے کے لیے آج رات ڈائننگ ہال میں تمہارے ذریعے میں کسی امریکی یا اسرائیلی ایجنٹ کو نقصان پہنچاؤں گی۔"

"پھر تو مزہ آجائے گا۔ پارس بڑا چالاک سمجھا جاتا ہے۔ میری دیدی بھی اس سے کم نہیں ہے۔"

"اریتا اسپتال سے واپس آگئی ہے۔ وہ اب اس ہوٹل میں رہنا نہیں چاہتی تھی لیکن میں نے اسے یہاں قیام کرنے پر مائل کردیا ہے۔ میں ابھی اُس کے پاس جا رہی ہوں۔"

وہ اریتا کے پاس آئی۔ جب وہ اسپتال میں تھی تب اس نے اریتا کو اپنی معمولہ اور تابعدار بنا لیا تھا اور یہ بات اس کے دماغ سے مٹا دی تھی کہ ثی تارا اس کے اندر آسکتی ہے۔ وہ اس کی خیال خوانی کی لہروں کو اب محسوس نہیں کرتی تھی۔ اس وقت بھی اس نے محسوس نہیں کیا کہ پاشا کے علاوہ بھی کوئی اس کے قریب ہے۔ اس کی سوچ نے کہا۔ کوئی آدھا گھنٹا پہلے پارس نے فون کیا تھا اور کہا تھا۔ "میں نے تمہیں لنگڑا کر یہاں آتے دیکھا تھا۔ تمہاری چال میں جو حُسن تھا' وہ فنا ہو چکا ہے۔"

وہ بولی۔ "تم نے بڑا ظلم کیا ہے۔ حُسن کو سنوارا جاتا ہے' بگاڑا نہیں جاتا۔"

"میں بھی حسن کو چار چاند لگانے کا قائل ہوں۔ لیکن تم نے میری دھمکی کو مذاق سمجھا تھا۔ اس کا نتیجہ تمہیں مل گیا۔ میں تمہیں معذور بنا کر کشمیر سے جانے پر مجبور کر رہا تھا۔ لیکن تم مرنا چاہتی ہو۔ اس لیے آج رات پھر تمہارے سامنے آؤں گا۔ یہ ہمارا آخری آمنا سامنا ہوگا۔"

"تم بڑے دلیر ہو۔ دشمن کو ہوشیار کرکے آتے ہو۔ جب اتنا بتایا ہے تو یہ بھی بتا دو' کیا اسی کمرے میں آؤ گے؟"

"ہاں۔ یہ چار سو سترہ نمبر کا کمرا تمہارے لیے منحوس ہے۔ شاید اس میں تم آخری سانس لوگی۔ اور اگر میری پلاننگ کے مطابق کمرے میں نہیں رہوگی کہیں حفاظتی انتظامات کرتی رہوگی تو پھر وہیں تمہیں قتل کروں گا۔ زندگی صرف ایک ہی صورت میں مل سکتی ہے کہ فوراً سامان پیک کرو اور کشمیر سے نکل جاؤ۔"

اتنا کہنے کے بعد اس نے رابطہ ختم کردیا تھا۔ پاشا ٹیلی فون سے دور کھڑا یہ باتیں سن رہا تھا۔

اس نے کہا۔ "اب میں اس کی چال میں نہیں آؤں گا۔ اِس کمرے میں تمہیں تنہا چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔"

"یعنی تم چاہتے ہو کہ میں اسی کمرے میں رہوں اور تم پر بھروسا کرکے مرجاؤں؟"

"تمہیں بھروسا کرنا چاہیے۔ تم نے میری طاقت اور غیر معمولی صلاحیتیں دیکھی ہیں۔ میں اس کی ہڈیاں پسلیاں توڑ دوں گا۔"

"تم اسے پکڑو گے تب توڑ پھوڑ کرو گے۔ اس نے اگر چھپ کر گولی چلائی تو کیا کرو گے؟"

"میں اس کا تعاقب کرکے اسے پکڑوں گا۔"

"میرے مرجانے کے بعد اسے پکڑو گے تو کیا میں زندہ ہوجاؤں گی؟"

"ہاں یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں تھا۔ پھر بھی وہ اس کمرے میں کیسے چھپ کر آئے گا۔ ہم آج شام کے بعد ہوٹل کے کسی ملازم کو بھی اندر نہیں آنے دیں گے۔"

"وہ ہم یہودیوں کو کشمیر سے بھگانا چاہتا ہے۔ اگر ہم آج ہی رات یہاں سے چلے جائیں تو وہ مجھے گولی نہیں مارے گا۔ چلو اٹھو۔ سامان پیک کرو۔"

ثی تارا اس کے یہ تمام خیالات پڑھ رہی تھی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ اریتا اس ہوٹل سے جائے۔ اس کے وہاں رہنے سے ہی وہ پارس کو ٹریپ کرسکتی تھی۔ وہ اس کے اندر رہ کر رفتہ رفتہ اس کا ارادہ بدل رہی تھی۔ اسے اس بات سے قائل کرنے لگی کہ وہ ہوٹل کے محدود ماحول میں محفوظ رہے گی۔ باہر پارس کہیں سے بھی چھپ کر اسے گولی مارے گا تو ایک تو وہ جان سے جائے گی۔ دوسرے پارس گرفتار نہیں ہوسکے گا۔

آخرکار اس نے اسی ہوٹل میں رہنے کا فیصلہ کرلیا۔ پوجا نے رات کے کھانے کے وقت اس اجنبی نوجوان سے ملاقات کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ ثی تارا نے سوچا' ٹھیک اسی وقت وہ اریتا کو بھی ڈائننگ ہال میں لے جائے گی۔ پوجا سے ملاقات کرنے والا اجنبی اگر پارس ہوگا تو ڈائننگ ہال میں اریتا کی موجودگی سے ایک نیا ڈراما پلے کیا جاسکے گا۔

اُدھر آفرین نے پوچھا۔ "کیا واقعی آج رات بھیس بدل کر اریتا کے کمرے میں جاؤ گے؟"

"امید تو نہیں ہے کہ وہ لنگڑی ہونے کے بعد جان بھی دینے کے لیے کمرے میں رہے گی۔"

"اگر وہ سخت حفاظتی انتظامات میں وہاں رہے' تب کیسے جاؤ گے؟"

وہ مسکرا کر بولا۔ "سانپ کو بل سے نکالنا مجھے آتا ہے۔ اسے فون کروں گا کہ اس کے کمرے میں ایک ٹائم بم رکھا ہوا ہے۔ میں نے ایک الیکٹرونک آلے کے ذریعے اسے آن کردیا ہے۔ اب وہ ایک منٹ میں پھٹنے والا ہے۔"

آفرین نے مسکرا کر کہا۔ "پھر تو وہ چیخیں مارتی ہوئی کمرے سے نکلے گی۔ اب دوسرا سوال یہ ہے کہ وہ پبلک پلیس میں ہوگی تو اپنا چیلنج کیسے پورا کرو گے؟"

"میں ابھی باہر جا رہا ہوں۔ ایک کرائے کے قاتل سے سودا ہوچکا ہے۔ پچھلی بار جس طرح میں ہپی کے بھیس میں گیا تھا اس بار وہ اسی بھیس میں جائے گا تاکہ اریتا کے اندر رہنے والی ثی تارا کو یقین ہوجائے کہ اریتا کے پیر میں گولی مارنے والا ہپی اس بار اس کی جان لینے آیا ہے اور وہ ہپی پارس ہے۔"

ویسے پارس کو یہی توقع تھی کہ اریتا اپنے کمرے میں نہیں رہے گی۔ رات کے ساڑھے آٹھ بجے اریتا کمرے سے نکل کر نیچے ڈائننگ ہال کی طرف جانے لگی۔ پارس نے ایک دوسرا ہی چکر چلایا تھا۔ اس کی تفصیل بعد میں کسی نئے باب میں پیش کی جائے گی۔ اس وقت کرائے کا قاتل ایک ہپی کے بھیس میں اپنے کمرے سے نکل کر اسی ڈائننگ ہال کی طرف جانے والا تھا۔

پارس نے موبائل فون کے ذریعے کاؤنٹر گرل سے کہا۔ "وہاں ڈائننگ ہال میں مسٹر پاشا ہیں' پلیز انہیں فون پر بلائیں۔ بہت ضروری بات ہے۔"

ہوٹل کا ایک بوائے ایک پلے کارڈ اٹھائے ڈائننگ ہال میں گھنٹی بجاتا ہوا آیا۔ کارڈ پر لکھا ہوا تھا۔ "مسٹر پاشا کا فون ہے۔ پلیز وہ کاؤنٹر پر جا کر اٹینڈ کریں۔"

پاشا نے اریتا سے کہا۔ "یہاں میرا کوئی شناسا نہیں ہے۔ ضرور اس بدمعاش پارس کا فون ہوگا۔"

اریتا اس کا ہاتھ پکڑ کر کاؤنٹر کی طرف چلتی ہوئی بولی۔ "فون دوست کا ہو یا دشمن کا' تم اٹینڈ کرو۔ دیکھو کہ کس نے فون کیا ہے اور وہ تم سے کیا چاہتا ہے۔"

پاشا نے کاؤنٹر پر رکھے ہوئے فون کا ریسیور اٹھا کر پوچھا۔ "ہیلو۔ تم کون ہو؟"

پارس نے کہا۔ "تمہارا باپ۔ میں اسی ہپی کے بھیس میں ڈائننگ ہال کے اندر آرہا ہوں۔ میں تمہاری اریتا کو گولی مارنے آیا ہوں۔ تمہیں بتا دیا ہے کہ کس بھیس میں رہوں گا۔ اریتا بھی مجھے اس بھیس میں پہچانتی ہے۔ اگر تم ایک باپ کے بیٹے ہو تو مجھے گولی مار کر اریتا کے دل میں اور جگہ بناؤ۔ ورنہ شرم سے ڈوب مرو۔"

وہ بولا۔ "بزدل ڈوب کر مرتے ہیں۔ اچھا ہوا تم نے مجھے پہچان بتا دی۔ تم ڈائننگ ہال میں آؤ۔ میں تمہیں دیکھتے ہی گولی مار دوں گا۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر اریتا کو پارس کی باتیں سنانے لگا۔ اس وقت ثی تارا اسے چھوڑ کر پوجا کے پاس آئی تھی۔ اس کے لیے ڈائننگ ہال میں ایک میز ریزرو تھی۔ وہ وہاں بیٹھ کر اس اجنبی کا انتظار کر رہی تھی۔

ثی تارا یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ وہ اجنبی بھی پارس ہے تو وہ بیک وقت پوجا اور اریتا کا سامنا کیسے کرے گا؟"

جب وہ اجنبی پوجا کے پاس آیا اور میز کے دوسری طرف بیٹھنے لگا تو پوجا کے ساتھ ثی تارا بھی چونک گئی۔ کیونکہ وہ ایک ہپی تھا۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

پوجا نے پوچھا۔ "کون ہو تم؟ تمہیں میری اجازت کے بغیر یہاں نہیں بیٹھنا چاہیے تھا۔"

وہ بولا۔ "آج دن کو تم نے یہاں میری دعوت قبول کی ہے۔ میں وہی اجنبی دوست ہوں۔ ایک ضروری کام سے بھیس بدلا ہوا ہوں۔"

"کیا میں پوچھ سکتی ہوں کہ وہ ضروری کام کیا ہے جس کے لیے منہ چھپا رہے ہو؟"

"کیا یہ ضروری ہے کہ پہلی ملاقات میں تم میرے متعلق سب کچھ جان لو۔"

"اگر اپنا سمجھتے ہو تو مجھ سے کچھ نہ چھپاؤ۔ صاف صاف بتا دو۔"

"میں کرائے کا قاتل ہوں۔ اس دھندے میں ہزاروں لاکھوں کماتا ہوں۔ آج اربنا نام کی ایک لڑکی کو قتل کروں گا تو مجھے ایک لاکھ روپے ملیں گے۔"

"تم آدھا سچ اور آدھا جھوٹ بول رہے ہو؟"

"تم یقین کرو۔ میں بالکل سچ کہہ رہا ہوں۔"

"اربنا کی حد تک سچ کہہ رہے ہو مگر تم کرائے کے قاتل نہیں ہو۔ اتنے زبردست ہو کہ ناممکن کو بھی ممکن بنانے کے لیے کسی کرائے کے بدمعاش سے کام نہیں لیتے ہو۔ تمہارے سامنے اربنا کی ہستی ہی کیا ہے؟"

اس کی بات ختم ہوتے ہی اربنا تیزی سے چلتی ہوئی ان کے قریب آئی۔ پھر پستول سے پِسی کا نشانہ لیتے ہوئے کہا۔ "میں تمہیں جان سے نہیں ماروں گی۔ تمہیں بھی اپنی طرح لنگڑا بنادوں گی۔"

ثی تارا اس وقت اربنا کے اندر تھی۔ اسے صرف زخمی کرکے اس کے چور خیالات پڑھ کر فاتحانہ انداز میں کہنا چاہتی تھی۔ "پارس! تم بہت دنوں تک آزاد رہے ہو۔ آؤ اب میرے تابعدار بن جاؤ۔"

اربنا نے اس کی مرضی کے مطابق اجنبی پِسی کے ایک پیر میں گولی ماری۔ وہ کرسی سمیت پیچھے الٹ گیا پھر اپنے لباس سے ریوالور نکال کر اربنا کو ہلاک کرنا چاہتا تھا کہ اسی لمحہ میں پاشا نے اپنے ریوالور کی گولیاں یکے بعد دیگرے اس کے سینے میں اتار دیں اور یہ کہتا گیا "دیکھ پارس! میں ایک باپ کا بیٹا ہوں۔ تُو نے مجھے چیلنج کیا تھا' میں نے اسے پورا کیا۔ میں اربنا کی زندگی کا ہیرو ہوں۔"

ثی تارا اس زخمی پِسی کے دماغ میں پہنچ کر پارس کو پانے والی تھی لیکن پاشا نے اسے گولیوں سے چھلنی کرکے مردہ بنا دیا۔ اب وہ اس کے چور خیالات نہیں پڑھ سکتی تھی۔ اس خیال نے ہی اسے لرزہ دیا کہ دوبارہ زندہ ہونے والا پارس ایک احمق کی حماقت سے ہمیشہ کے لیے ختم ہوچکا ہے۔ اس نے غصے سے تلملا کر اربنا کے ذریعے ایک الٹا ہاتھ پاشا کے منہ پر رسید کیا پھر کہا۔ "گدھے کے بچے! تُو نے اسے کیوں مار ڈالا؟"

"اس نے مجھ سے بہت بڑی بات کہہ دی تھی۔ مجھے ایک باپ کا بیٹا نہیں سمجھتا تھا۔ میں نے اسے ہلاک کرکے ثابت کردیا ہے کہ ایک باپ کا بیٹا ہوں۔"

ثی تارا چاہتی تو پاشا کو گولیوں سے چھلنی کردیتی لیکن اس نے اربنا کے پستول سے اسے زخمی کیا۔ وہ لڑکھڑا کر گر پڑا۔ ثی تارا اس کے دماغ میں آکر بولی۔ "کتے! آئندہ تو ہمیشہ میرا کتا بنا رہے گا۔ اربنا کی سوچ بتا رہی ہے کہ کچھ دیر پہلے پارس نے تجھے فون پر چیلنج کیا تھا اب تیرا دماغ جھوٹ نہیں بولے گا۔ کیا وہ سچ مچ پارس تھا؟"

پاشا تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا۔ "خدا کی قسم! یہ میرے سامنے پارس کی لاش پڑی ہے۔ اس نے مجھے چیلنج کیا تھا۔"

پاشا نے تصدیق کی کہ وہ پارس کی لاش ہے۔ اربنا کے دماغ نے کہا کہ یہ وہی پِسی ہے جو کمرے میں آکر اس کے پیر میں گولی مار کر گیا تھا اور ابھی ڈائننگ ہال میں اسے ہلاک کرنے آیا تھا۔

اب اس سے زیادہ تصدیق کیا ہوسکتی تھی۔ پارس تو بہت پہلے ہی کیدار شرما کے روپ میں مرچکا تھا۔ صرف اربنا اور پاشا اس کی زندگی کی قسمیں کھا رہے تھے اور آج وہ دونوں بھی اس کی موت کا یقین دلا رہے تھے۔

ثی تارا نے دماغی طور پر حاضر ہوکر ایک چیخ ماری پھر فرش پر گر کر دھاڑیں مار مار کر رونے لگی اور ہاتھوں کی چوڑیاں توڑنے لگی۔

دائی ماں نے اس کے ہاتھوں کو پکڑ کر پوچھا۔ "یہ کیا کررہی ہے۔ پرسوں ہی یہ نئی چوڑیاں لاکر پہنائی تھیں اور تُو نے سہاگن کی طرح شرما کر پہنی تھیں' اب پھر انہیں توڑ رہی ہے۔"

"آہ ماں جی! میرے نصیب میں نہ چوڑیاں ہیں نہ یہ چوڑیاں دیکھنے والا۔ وہ مرچکا ہے۔"

دائی ماں ہکا بکا سی رہ کر اس کا منہ تک رہی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ ثی تارا اور پارس کے متعلق کیا رائے قائم کرے؟ وہ سہاگن نہیں تھی پر سہاگن تھی اور مرد بھی اسے ایسا ملا تھا جو کبھی مرجاتا تھا کبھی جی اٹھتا تھا۔ اب پھر مرچکا ہے۔ پتا نہیں پھر کس دن جی اٹھے گا؟

ادھر ہوٹل میں جیسی فائرنگ ہوئی تھی' اس کے نتیجے میں ڈائننگ ہال کے اندر شور برپا ہوگیا تھا۔ مرد' عورتیں' بوڑھے اور بچے ادھر اُدھر بھاگ رہے تھے۔ ان بھاگنے والوں میں پوجا بھی شامل ہوگئی تھی تاکہ گولیاں چلانے والے اور وہ مرنے والا پارس اس کے ساتھی نہ سمجھے جائیں۔

پارس اور آفرین لاؤنج میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آفرین نے گڑیا کو اپنے بچے کی طرح سینے سے لگا رکھا تھا۔ وہ وہاں ڈائننگ ہال میں ہونے والا تماشا دیکھ رہے تھے۔

آفرین نے پارس کو بڑے فخر سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم ایک عجیب سے ٹھنڈے سے دشمن ہو۔ تمہارے ہاتھ میں کوئی ہتھیار نہیں ہے مگر دشمن تمہاری مرضی کے مطابق مر رہے ہیں۔ تم دور بیٹھے انہیں کٹھ پتلیوں کی طرح نچا رہے ہو۔"

"میں نے اس کرائے کے قاتل کو دس ہزار روپے دیے تھے۔ وہ دس ہزار اس کی جیب میں ہیں مگر اس کے تن میں زندگی نہیں ہے۔ دراصل میں نے وہ رقم اسی کے اپنے قتل کے معاوضے کے طور پر دی تھی۔ اب ثی تارا اور پوجا کو پورا یقین ہوگیا ہے کہ میں اس جہان فانی سے کوچ کرگیا ہوں۔ اب ثی تارا کے اندر انتقام کی آگ اور بھڑکے گی اور وہ پاشا زخمی ہونے کے بعد کچھ عرصہ تک پھر ثی تارا کا تابعدار بن کر رہے گا۔ اربنا خوش ہے کہ اس نے اپنے بہت بڑے دشمن کو ہلاک کردیا ہے۔"

پولیس والے وہاں پہنچ گئے تھے۔ اربنا نے انہیں للکار کر کہا۔ "خبردار! کوئی ڈائننگ ہال کے اندر نہیں آئے گا۔ آئے گا تو جان سے جائے گا۔"

پولیس افسر نے کہا۔ "ہتھیار پھینک دو۔ خود کو قانون کے حوالے کرو۔ تم کون ہو؟ کہاں سے آئی ہو؟"

اربنا نے کہا۔ "میں کوئی بھی ہوں مگر میرے اندر پارس کی ہلاکت کا انتقام بول رہا ہے۔ اگرچہ میں یہودی ہوں لیکن آج کے بعد سے کوئی یہودی کشمیر کی زمین پر قدم نہیں رکھے گا۔ میں نے قدم رکھا ہے اس لیے میں اس جنتِ ارضی میں اپنے ناپاک وجود کو مٹا رہی ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے کنپٹی سے پستول کو لگایا پھر ٹریگر دبا دیا۔ ابھی زندہ تھی۔ ابھی لاش بن کر فرش پر گر پڑی۔ پارس نے کہا۔ "اب ثی تارا کسی کو نہیں چھوڑے گی۔ یہودہ گل کے بعد اربنا کا قصہ تمام کیا۔ ان یہودیوں کے ساتھ امریکی ایجنٹوں کی بھی شامت آگئی ہے۔"

پھر وہ مسکرا کر بولا۔ "کیا بہری ہوگئی ہو؟ ہماری بیٹی اتنی دیر سے رو رہی ہے۔ اسے دودھ پلاؤ۔"

آفرین نے شرماتے اور مسکراتے ہوئے پارس کو دیکھا پھر گڑیا کو ساڑھی کے آنچل کا سایہ دے کر اپنے سینے سے لگا لیا۔ ایک پولیس انسپکٹر اس کی طرف آرہا تھا پھر رک کر سپاہیوں سے بولا۔ "ارے یہ تو ذہنی مریضہ ہے۔ میں اسے جانتا ہوں۔ اسے چھوڑو۔ دوسرے لوگوں سے بیانات لو کہ یہ سب کچھ کیسے ہوا ہے؟"

کھیل ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی کھلاڑی کی طرف نہیں آرہا تھا۔ سب کے سب کھیل کے تجسس میں مبتلا تھے۔

○☆○

اب وہ معاملہ رئیس الکبیر تک نہ رہا۔ یہ خبر اس ملک کے شاہ تک پہنچ گئی۔ شاہ کی انٹیلی جنس کے ایک جاسوس نے رپورٹ دی کہ جمیلہ رازی نام کی ایک لڑکی اغوا کرکے رئیس الکبیر کے محل میں لائی گئی تھی لیکن اپنی عزت آبرو بچا کر چلی گئی تھی۔ پھر خطرناک انتقام بن کر واپس آئی ہے۔

وہ لڑکی پہلی رات رئیس الکبیر کی خواب گاہ میں آکر اس کے تکیے میں خنجر گھونپ کر اسے موت کی دھمکی دے کر چلی گئی تھی۔ اس نے کہا ہے کہ عورت نو ماہ تک بچے کو پیٹ میں رکھ کر جنم دیتی ہے۔ رئیس کی ماں نے بھی اسی طرح اسے جنم دیا ہوگا۔ لیکن وہ عیاش عورت کا احترام کرنا بھول گیا ہے۔ لہٰذا جمیلہ نو ماہ تک اس کے بدن کا تھوڑا تھوڑا حصہ کاٹ کر یہ عمل جاری رکھ کر اسے مار ڈالے گی۔

اس نے چیلنج کیا تھا کہ وہ دوسری رات کو بھی آئے گی اور اس کی ایک انگلی کاٹ کر لے جائے گی۔

رئیس الکبیر کے پاس جدید ہتھیار اور تربیت یافتہ مختصر سی فوج ہے لیکن محل کے سیکیورٹی گارڈز یہ پتا چلانے میں ناکام رہے کہ جمیلہ رازی کس چور راستے سے محل میں داخل ہوتی ہے۔

دوسری رات رئیس نے شکار گاہ کے بنگلے میں پناہ لی تھی اور خفیہ حفاظتی انتظامات کیے تھے اس کے باوجود جمیلہ رازی اپنے چیلنج کے مطابق رئیس الکبیر کے ایک ہاتھ کا ایک انگوٹھا کاٹ کر لے گئی اور کہہ گئی ہے کہ تیسری رات وہ ایک اور انگلی کاٹ کر لے جائے گی۔

شاہ نے تفصیلی رپورٹ سن کر کہا۔ "اگر یہ کہانی ہے تو بے حد دلچسپ ہے اور اگر حقیقت ہے تو بہت بھیانک ہے۔ ہم اس لڑکی جمیلہ رازی سے ملنا چاہتے ہیں۔"

جاسوس نے کہا۔ "آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ لیکن وہ روپوش رہتی ہے۔ کوئی اس کا پتا ٹھکانا نہیں جانتا ہے۔"

"اخبارات' ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعے اس لڑکی کو مخاطب کرو اور یقین دلاؤ کہ وہ شاہ کی پناہ میں رہے گی اور اس کے ساتھ انصاف کیا جائے گا۔ وہ ہم سے فون کے ذریعے بھی رابطہ کرسکتی ہے۔"

رئیس الکبیر کو بھی حاضر ہونے کا حکم دیا گیا۔ وہ دو دنوں میں برسوں کا مریض نظر آنے لگا تھا۔ کٹے ہوئے انگوٹھے والے ہاتھ پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ اس نے آداب بجا لا کر کہا۔ "میں حضور سے التجا کرتا ہوں کہ اخبارات اور ٹی وی وغیرہ میں میرا نام شائع نہ کرایا جائے۔ ایک عورت سے مات کھانے کی بات لوگوں کو معلوم ہوگی تو میری بڑی سبکی ہوگی۔ میرا تمام رعب و دبدبہ ختم ہوجائے گا۔"

شاہ کی حمایت کرنے والوں میں ایسے کئی امیر کبیر لوگ تھے جن کی وجہ سے شاہ کی حکومت مستحکم رہتی تھی۔ اس نے کہا۔ "تمہارا نام نہیں آئے گا لیکن عقل تسلیم نہیں کررہی ہے کہ ایک معمولی سی لڑکی نے تمہارے محل کی دیواریں ریت کی طرح گرا دی ہیں اور ہزار پہرے داری کے باوجود تمہاری خواب گاہ میں چلی آتی ہے۔"

رئیس نے کہا۔ "وہ جتنی حسین ہے' اتنی ہی ضدی بھی ہے۔ میرے ساتھ ایسے پُراسرار واقعات پیش نہ آتے تو میں بھی یقین نہ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کرتا۔ میری عقل بھی تسلیم نہیں کرتی کہ وہ اس قدر پُراسرار اور خطرناک ہے جو کہتی ہے' وہ کرگزرتی ہے۔"

اگر ایسا ہے تو آج رات وہ اپنا چیلنج پورا نہیں کرسکے گی۔ تمہاری دوسری انگلی نہیں کاٹ سکے گی۔ کیونکہ آج کی رات تم میرے محل میں گزارو گے۔ یہاں میری اجازت کے بغیر کوئی پرندہ بھی پر نہیں مارتا۔ تم محل کے جس حصے میں رہو گے' وہاں صرف مسلح سپاہیوں کا پہرا ہی نہیں رہے گا بلکہ تمہارے کمرے کے اطراف ایسے نادیدہ بجلی کے تار ہوں گے جو اس پُراسرار حسینہ کو نظر نہیں آئیں گے۔ وہ ان تاروں سے چپک کر تڑپ تڑپ کر مر جائے گی۔"

وہ خوش اور مطمئن ہوکر بولا۔ "میں حضور شاہ کی اس مہربانی اور کرم فرمائی کو تمام عمر یاد رکھوں گا۔ آپ کسی بھی طرح اس لڑکی سے میرا پیچھا چھڑا دیں۔"

شام کو میں نے جمیلہ سے کہا۔ "وہ یقیناً تمہارا نام سنتے ہی اب دہشت سے آدھا مرجاتا ہوگا۔ اسے یقین ہوگا کہ تم موت کی طرح اٹل ہو۔ آج رات کو بھی آؤگی اور اس کا دوسرا انگوٹھا کاٹ کر لے جاؤگی۔"

جمیلہ نے کہا۔ "پاپا! میں تو کچھ بھی نہیں ہوں' یہ سب آپ کا کمال ہے۔"

"ایسا نہ کہو' تم غیر معمولی دواؤں کے ذریعے باکمال بنتی جارہی ہو۔ آنے والا وقت جلد ہی بتائے گا کہ تم کیا سے کیا ہوجانے والی ہو۔ یہ جو کچھ ہے' تمہارے لیے تربیت ہے کہ ناقابلِ شکست دشمن کو کیسے ہراساں کرنا چاہیے اور کیسے اپنا چیلنج پورا کرنا چاہیے۔"

"پاپا! آج تو وہ حفاظتی انتظامات کی انتہا کردے گا۔ پتا نہیں وہ کیا کررہا ہوگا۔"

"آج دوپہر ہی سے وہ شاہ کا مہمان بنا ہوا ہے۔ شاہ تم سے ملنا یا فون وغیرہ کے ذریعے باتیں کرنا چاہتا ہے۔ آج رات اس کے محل کے اندر اور باہر فوجی جوان چوکس رہیں گے۔ محل کے جس حصے میں وہ رئیس رات گزارے گا اس حصے میں مسلح فوجی بھی نہیں جاسکیں گے کیونکہ وہاں نادیدہ بجلی کے تاروں کا جال بچھا ہوا ہے۔ جو بھی اُدھر سے گزرے گا وہ اُن نادیدہ تاروں سے چپک کر مرجائے گا۔"

"واقعی سخت حفاظتی انتظامات ہیں۔ میرا خیال ہے' آپ ان نادیدہ تاروں کا سوئچ آف کرویں گے۔"

"کرنا تو یہی ہوگا لیکن یہ معلوم کرنا ہوگا کہ اس محل میں صرف مرد ہی رہیں گے یا کنیزیں بھی؟ میں وہاں عورتوں کی موجودگی چاہتا ہوں تاکہ انہیں یقین ہو کہ جمیلہ رازی ان عورتوں میں بھیس بدل کر چھپی ہوئی تھی اور اپنا کام کرگئی ہے۔"

"پچھلی رات شکارگاہ کے بنگلے پر چھپے ہوئے محافظوں میں ایک لیڈی مین کلر بھی تھی۔ آپ نے اسے جمیلہ بنا کر چیلنج کیا تھا۔ یعنی رئیس الکبیر کو خود اس بات کا چشم دید گواہ ہونا چاہیے کہ اس کی خواب گاہ میں کوئی عورت آتی ہے اور وہ جمیلہ رازی ہی ہوتی ہے۔"

"بے شک۔ ایسا ہونے سے ہی اُس کے دل پر تمہاری دہشت طاری رہے گی۔ یہ ظاہر نہیں ہونا چاہیے کہ تمہارے پیچھے میرا ہاتھ ہے۔"

"کیا مجھے شاہ سے بات کرنا چاہیے؟"

"ہاں۔ مگر پہلے انجان بن کر رئیس الکبیر کے محل میں فون کرو۔"

رئیس الکبیر کے محل میں فون کالیں ریکارڈ بھی کی جارہی تھیں اور سراغ بھی لگایا جارہا تھا کہ خصوصاً جمیلہ کس فون نمبر سے بول رہی ہے۔ وہ میری ہدایت کے مطابق حسام کی کوٹھی سے دور ایک فون بوتھ میں گئی پھر رئیس الکبیر سے رابطہ کیا۔ جواب میں لیڈی آئرن راڈ کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو۔ تم کون ہو؟"

جمیلہ نے کہا۔ "زیادہ عرصہ نہیں ہوا' جب مجھے اغوا کرکے اس محل میں لایا گیا تھا۔ تمہیں میری آواز پہچان لینا چاہیے۔"

وہ غرا کر بولی۔ "اچھا تو تم جمیلہ ہو۔ جی تو چاہتا ہے کہ تمہیں خوب گالیاں سناؤں تم نے میری ساتھی لیڈی مین کلر کو مار ڈالا ہے۔ لیکن آقا کا حکم ہے کہ تم سے نہ الجھا جائے اور شاہ کا فون نمبر دیا جائے تاکہ تم ایک بار شاہ سے گفتگو کرسکو۔"

اس نے شاہ کا فون نمبر بتایا۔ جمیلہ نے کہا۔ "تمہاری ساتھی کو اپنی جسمانی قوت اور پہلوانی داؤ پیچ پر بڑا ناز تھا۔ اس نے کتنے ہی مرد پہلوانوں کی ہڈیاں توڑ دی تھیں۔ اس لیے مین کلر کہلاتی تھی۔ اور تم آئرن راڈ ہو' یعنی لوہے کی سلاخ۔ تمہیں بھی اپنے لوہے جیسے بدن پر ناز ہوگا؟"

"ایک بار میرے سامنے آؤ۔ میں تمہاری ہڈیوں کا سُرمہ بنا دوں گی۔"

"میں تو سامنے آتی ہی ہوں۔ آج بھی وہاں آؤں گی جہاں وہ عیاش رئیس ہوگا۔ تمہیں آئرن راڈ ہونے پر ناز ہے تو آج رئیس کے قریب رہو۔ مجھ سے ضرور ٹکراؤ ہوگا۔"

اس نے رابطہ ختم کردیا۔ وہاں سے کار میں بیٹھ کر دوسرے فون بوتھ پر گئی۔ وہاں سے شاہ کے نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ ہوگیا۔ دوسری طرف سے شاہ کے پرسنل سیکریٹری نے پوچھا۔ "ہیلو فرمائیے۔"

"میں تم سے نہیں شاہ سے بات کرنا چاہتی ہوں۔ میرا نام جمیلہ رازی ہے۔"

"پلیز ہولڈ کریں۔ ابھی آپ سے گفتگو ہوگی۔"

سیکریٹری ریسیور ایک طرف رکھ کر تیزی سے چلتا ہوا دوسرے فون کے پاس آیا۔ پھر انٹیلی جنس کے ایک افسر سے رابطہ ہوتے ہی بولا۔ "نائن زیرو نائن سیون ون پر گفتگو کرتی رہے گی۔ ذرا ٹریس کرو' وہ کس فون نمبر سے بول رہی ہے۔"

میں نے جمیلہ سے کہا۔ "ریسیور رکھ کر جاؤ اور آرام کرو۔"

وہ فون بوتھ کا ریسیور رکھ کر چلی گئی۔ ادھر پرسنل سیکریٹری نے شاہ کے پاس آکر ادب سے کہا۔ "شاہ حضور کی عمر دراز ہو' نائن زیرو نائن سیون ون پر جمیلہ آپ کی منتظر ہے۔"

شاہ کے قریب بھی اسی نمبر کا فون رکھا ہوا تھا۔ اس نے ریسیور اٹھا کر شاہانہ رعب و دبدبے سے پوچھا۔ "کیا تمہیں اب فرصت ملی ہے۔ ہمارے ملک کے ریڈیو اور ٹیلی ویژن سے ہر پندرہ منٹ کے بعد اعلان کرایا جارہا ہے کہ تم شاہ کے سیکریٹری سے فون پر رابطہ کرو۔"

میں شاہ کے اندر پہنچ چکا تھا۔ میں نے جمیلہ کی آواز اور لہجہ بنا کر کہا۔ "بے چارہ سیکریٹری کیا چیز ہے۔ گفتگو تو آپ کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن اعلانیہ مجھ سے گفتگو کرنے میں سبکی محسوس کررہے تھے۔"

شاہ میری مرضی کے مطابق سمجھ رہا تھا کہ وہ جمیلہ کی آواز ہے اور ریسیور سے آرہی ہے۔ اس نے کہا۔ "بے شک۔ میں ایک ملک کا بادشاہ ہوں۔ اس لیے کمتر افراد سے گفتگو نہیں کرتا۔"

"مگر حضور کررہے ہیں۔"

"مجبوری ہے۔ سنا ہے تم رئیس ابن رئیس یعنی رئیس الکبیر کو نقصان پہنچا رہی ہو۔"

"ابھی تو ابتدا ہوئی ہے۔ کل ایک انگوٹھا کاٹا گیا۔ آج دوسرا کاٹا جائے گا۔ یہ سلسلہ نو ماہ تک جاری رہے گا۔"

"تم کسی پاگل خانے سے آئی ہو۔ آج کے بعد کوئی رئیس الکبیر کو ہاتھ نہیں لگا سکے گا۔ وہ میری پناہ میں ہے۔ جانتی ہو' میرے محل میں کوئی پرندہ بھی میری اجازت کے بغیر پر نہیں مار سکتا۔ تم یہاں قدم نہیں رکھ سکو گی۔"

میں نے کہا۔ "آج رات میں ناکام ہوجاؤں گی تو آپ کا رعب و دبدبہ اور بڑھ جائے گا لیکن میں اس کا دوسرا انگوٹھا چیلنج کے مطابق لے جاؤں گی۔ اس کے نتیجے میں آپ کی جو توہین ہوگی' اس کا اندازہ کریں۔ دنیا کہے گی کہ شاہ جیسا میزبان اپنے ایک مہمان کی حفاظت نہ کرسکا۔"

"درست کہہ رہی ہو۔ مجھے ناکامی کے پہلو کو نظرانداز نہیں کرنا چاہیے۔ لیکن مجھے اپنی فوجی طاقت کا اندازہ ہے۔ میرے ذہین سراغ رساں تمہاری دال نہیں گلنے دیں گے۔"

"اور اگر دال گل گئی تو؟"

"تو میں تمہیں ایک خطرناک جادوگرنی سمجھوں گا۔"

"میں مسلمان ہوں اور خدا کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ جادو یا کوئی غیر معمولی علم نہیں جانتی ہوں۔"

"میں تمہیں نیک مشورہ دیتا ہوں' رئیس الکبیر سے سمجھوتا کرلو۔"

"یعنی اُس کی حرم سرا میں چلی جاؤں؟"

"میرا یہ مقصد نہیں ہے۔ وہ آئندہ تمہارے سائے سے بھی دور رہے گا۔"

"وہ میرے سائے سے دور رہے گا لیکن اس کے بدمعاش دوسری لڑکیوں کو اغوا کرکے اس کے عیش کدے میں پہنچاتے رہیں گے۔"

"تمہیں دوسروں سے کیا لینا ہے؟"

"میں آپ کو دوسرا نہیں سمجھتی۔ اگر آپ کے شاہی خاندان کی کوئی لڑکی میری طرح اغوا کی گئی تو؟"

وہ غصے سے گرج کر بولا۔ "یوشٹ اَپ۔ تم سامنے ہوتیں تو تمہاری زبان کھینچ لیتا۔ تمہیں میرے خاندان کی بات کہنے کی جرأت کیسے ہوئی؟"

"کیوں عزت صرف شاہی خاندان کی لڑکیوں کی ہوتی ہے۔ کیا ہم انسان اور قابلِ عزت نہیں ہیں؟"

"تم اونٹ کی طرح سر اٹھائے چل رہی ہو۔ آج رات پہاڑ کے نیچے آؤگی تو میرے قد کا پتا چلے گا۔"

گفتگو کے دوران پرسنل سیکریٹری نے ایک کاغذ شاہ کے سامنے رکھا۔ اس پر لکھا تھا۔ "ڈیٹیکٹر آلات بتا رہے ہیں کہ اس نے ایک ٹیلی فون بوتھ سے رابطہ قائم کیا تھا۔ ہمارے جاسوس وہاں پہنچے تو وہ بوتھ خالی تھا۔ جمیلہ وہاں نہیں ہے۔"

شاہ نے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر غصے سے کہا۔ وہ وہاں نہیں ہے تو کیا میں تمہاری ماں سے باتیں کررہا ہوں۔"

"حضور! یہاں کے تمام ٹیلی فون ایکسچینج کا عملہ مستعد ہے۔ بڑی تندہی سے سراغ لگا رہا ہے لیکن وہ کسی ٹیلی فون لائن سے نہیں بول رہی ہے۔"

"تو پھر لو یہ ریسیور اور اس کی آواز سنو۔"

سیکریٹری نے ریسیور لے کر کان سے لگاتے ہوئے پوچھا۔ "جمیلہ! کیا تم بول رہی ہو؟"

"ہاں۔ میں ہوں اور صرف شاہ سے گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔"

"حضور سگار سلگانے میں مصروف ہیں۔ اس لیے میں پوچھ رہا ہوں تم کہاں سے بول رہی ہو؟"

"زبان سے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بولنے کے لیے ہی زبان دی ہے۔"

"میرے سوال کا مقصد یہ ہے کہ تم کس فون نمبر سے بول رہی ہو؟"

"یہ سوال مجھ سے نہیں' اپنے جاسوسوں سے یا جاسوسی آلات سے کرو۔"

سیکریٹری نے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھا۔ شاہ نے پوچھا۔ "وہ کیا کہہ رہی ہے؟"

"وہ کہتی ہے کہ اس کا فون نمبر ہم اپنے جاسوسوں سے یا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

جاسوسی آلات سے معلوم کریں۔"

شاہ نے ریسیور کان سے لگا کر کہا۔ "رئیس الکبیر نے بھی جاسوسی آلات سے تمہارا فون نمبر معلوم کرنا چاہا تھا مگر وہاں کے تین آپریٹرز ان آلات کو استعمال نہ کر سکے۔ ہمارے جاسوس تمام آلات استعمال کر رہے ہیں۔ پھر بھی تمہارے فون نمبر کا سراغ نہیں مل رہا ہے۔ کیا یہ جادو نہیں ہے؟"

"میں قسم کھا چکی ہوں کہ جادو یا کوئی غیر معمولی علم نہیں جانتی ہوں۔ آج رات جب رئیس الکبیر کا دوسرا انگوٹھا کاٹا جائے گا' تب بھی آپ مجھے جادوگرنی کہیں گے۔ آپ کی مرضی ہے۔ میرے متعلق کوئی بھی رائے قائم کرلیں۔ لیکن کل کا آفتاب طلوع ہونے کے بعد آپ کی توہین کا آغاز ہوگا۔"

"ایک خیال یہ آتا ہے کہ تم میری پناہ میں آئے ہوئے رئیس الکبیر کو میری توہین کا سبب بنانے کی دھمکی دے رہی ہو۔ تاکہ میں اسے پناہ دینے سے انکار کردوں لیکن بادشاہ اپنی زبان سے نہیں پھرتے۔"

"میں محض دھمکی نہیں دے رہی ہوں۔ آپ کو واقعی اپنی زبان پر قائم رہ کر اسے پناہ دینا چاہیے۔"

"ایک اور خیال آتا ہے کہ جو لڑکی جاسوسی آلات کے ذریعے گرفت میں نہ آرہی ہو' وہ ضرور پُراسرار علوم کی حامل ہوگی۔ میں تذبذب میں ہوں' کیا تم اپنی اصلیت نہیں بتاؤ گی؟"

"اصلیت یہ ہے کہ میں اپنے وطن سے محبت کرنے والی اور آپ کی عزت کرنے والی لڑکی ہوں۔ کل رات میں نے ہی اس یہودی جاسوس عورت کا بھید کھولا تھا کہ وہ حسام بن زید کو دھوکا دے کر اس سے شادی کرنے کے لیے سلمیٰ زیاد بن گئی ہے۔"

شاہ نے چونک کر پوچھا۔ "کیا واقعی تم نے اس یہودی کیلی رافیل کو بے نقاب کیا تھا؟"

"صرف اُسے نہیں' جوزف اور جیکب کی اصلیت بھی بتائی تھی۔ میں نے کیلی رافیل کو اس طرح مجبور کیا تھا کہ وہ یہودی سازشوں کا ذکر نہ کرتی تو میرے ہاتھوں ماری جاتی۔"

"پھر تو جمیلہ تم قابلِ عزت ہو۔ انعامات کی مستحق ہو۔"

"میں صرف خود کو ہی نہیں دوسری تمام عورتوں کو قابلِ عزت تسلیم کرانا چاہتی ہوں۔ میں نے ثابت کردیا ہے کہ زیرِ زمین تیل کی پائپ لائن بچھانے والے یہودی اور امریکی ماہرین کس طرح ایک لائن پڑوسی ملک تک لے گئے ہیں۔ اس طرح لاکھوں بیرل تیل چُرا کر اسرائیل پہنچایا جارہا ہے۔"

"اگر تم نے میرے ملک کی دولت کی چوری کا سراغ لگایا ہے تو میں تمہیں سلام کرتا ہوں۔"

"میں نے ایک معمولی لڑکی ہو کر تیل کی دولت کو چوری سے بچایا ہے۔ آپ بادشاہ ہو کر اپنے ملک کی عزت دار لڑکیوں کو اغوا ہونے سے بچا سکتے ہیں۔"

"تم نے میری آنکھیں کھول دی ہیں۔ اب کسی عورت کے ساتھ زیادتی نہیں ہوگی۔"

"عورت امیر کبیر مسلمانوں کی کمزوری ہے۔ اسی لیے تو حسین یہودی عورتیں مسلمانوں سے شادی کرکے جو بچے پیدا کررہی ہیں' وہ بچے اپنی ماں کے سائے میں پروان چڑھ کر یہودیت نواز ہوں گے۔"

"اسی لیے تو میں نے اپنے ملک کے لوگوں پر پابندیاں عائد کی ہیں کہ وہ کسی بھی غیر مسلم عورت سے شادی نہ کریں۔"

"وہ غیر مسلم عورتیں کیلی رافیل کی طرح سلمیٰ زیاد بن کر آجاتی ہیں۔ پابندیاں عائد کرنے سے مسئلہ حل نہیں ہوتا۔ جس طرح ایک ملک کا مسلمان اپنے مذہب سے عقیدت رکھتا ہے' اپنے ملک کی مٹی سے محبت کرتا ہے اسی طرح صرف اپنے ملک کی مسلمان عورت سے محبت اور شادی کرے۔ یورپ اور امریکا جا کر فریب نہ کھائے۔ اپنی محل نما کوٹھیوں میں ایسی حرم سرا قائم نہ کرے جہاں یہودی حسیناؤں کو پناہ لینے اور جاسوسی کرنے کے مواقع ملتے ہیں۔"

"تم درست کہتی ہو مگر ہم تمام دولت مند مسلمانوں کو گمراہی سے روک نہیں سکتے۔"

"تمام لوگوں کو روک نہیں سکتے لیکن ان کے لیے عبرت کا سامان پیدا تو کر سکتے ہیں۔ آپ ایک گمراہ کو پناہ دینے سے انکار کر سکتے ہیں۔ میں اس شیطان کی حرم سرا کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دوں گی۔ دوسرے عیاش مسلمانوں کو وارننگ دوں گی کہ وہ گمراہی سے باز نہ آئے تو رئیس الکبیر جیسا انجام ان کا بھی ہوگا۔"

شاہ خاموش رہا۔ سوچ میں پڑ گیا۔ میں نے کہا۔ "میں جانتی ہوں' یہاں کے چند امیر کبیر لوگ آپ کی بادشاہت کے ستون ہیں۔ ان میں میرا باپ عبداللہ رازی بھی شامل ہے۔ میں اپنے باپ کو بھی سزا دوں گی۔"

"میری سمجھ میں آگیا ہے کہ تم ایک سچی' وطن پرست اور عورتوں کی عزت رکھنے والی لڑکی ہو۔ تم نے دولت مند مسلمانوں کے بارے میں جو حقائق بیان کیے ہیں' میں انہیں تسلیم کرتا ہوں۔ مگر یہ چاہتا ہوں کہ اب رئیس کی کوئی انگلی نہ کاٹو۔ کسی اور طرح دھمکیاں دے کر اس کی حرم سرا اور عیاشی ختم کردو۔"

"وہ ہر رات اپنی حرم سرا کی ایک کنیز کو اپنی خواب گاہ میں بلاتا تھا۔ پچھلی دو راتوں سے اس پر موت کا خوف طاری ہے۔ وہ دو راتوں سے عورت اور عیاشی کو بھول چکا ہے۔ اگر وہ چاہتا ہے کہ اس کے جسم کو آئندہ کوئی نقصان نہ پہنچے اور وہ نو ماہ کے بعد بھی زندہ رہے تو پھر میری ایک شرط ہے۔"

شاہ نے کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ وہ تمہاری شرط مان لے گا۔ مجھے بتاؤ کیا شرط ہے۔"

"یہ ہے کہ وہ چالیس دنوں تک کسی بھی خواب گاہ یا کسی بھی

بستر پر نہیں سوئے گا۔ جس طرح بڑے لوگ اپنی زندگی میں ہی اپنی تربیا عالیشان مقبرے کے لیے زمین خرید لیتے ہیں۔ اسی طرح رئیس الکبیر نے بھی.......زمین کا ایک بڑا حصہ اپنے مقبرے کے لیے مخصوص کر رکھا ہے۔ میری شرط یہ ہے کہ وہ اپنی اس زمین پر اپنی قبر کی کھدائی کرائے۔ اپنی پکی قبر بنائے اور چالیس راتیں اس قبر میں تنہا گزارے۔"

"یہ تم کیسی عجیب اور بے تکی شرط پیش کر رہی ہو؟"

"یہ شرط بے تکی نہیں ہے۔ تُک یہ ہے کہ انسان زندگی کی ہوس میں گم ہو کر موت کو بھول جاتا ہے۔ رئیس الکبیر یہ بھول گیا ہے کہ قبر میں کسی رات کوئی عورت اس کے ساتھ نہیں سوئے گی۔ اسے زندگی میں ہی اپنی قبر میں سو کر معلوم ہوگا کہ قبر کتنی تنگ ہوتی ہے۔ کسی دوسرے کی گنجائش نہیں ہوتی۔ وہاں بیڈ روم کی طرح زیرو پاور کا بلب بھی نہیں ہوتا۔ قبر کی گہری تاریکی میں کسی کو پکارو تو اپنا خون بھی نہیں آتا۔ پھر یہ کہ اُس کی پختہ قبر ہر رات اوپر سے بھی ڈھانپ دی جائے گی اور صبح کھول دی جائے گی۔"

"یہ کیسی باتیں کر رہی ہو۔ قبر ہر طرف سے بند رہے گی تو وہ اُس کے اندر مرجائے گا۔"

"وہ زندہ رہے گا۔ مرنے کے بعد آدمی کے ساتھ کچھ نہیں جاتا۔ اس کے ساتھ گیس ماسک جائے گا۔ ایک سلنڈر کے ذریعے اسے آکسیجن پہنچتا رہے گا۔ وہ ہر صبح اپنی قبر سے زندہ اٹھے گا۔"

"وہ چالیس راتیں بڑے عذاب میں گزارے گا۔"

"حرم سرا کی عورتیں اس سے بھی زیادہ عذاب میں راتیں گزارتی ہیں۔"

"میں اسے راضی کرلوں گا کہ وہ حرم سرا کی تمام عورتوں کو آزاد کردے۔"

"میں صرف عورتوں کا نہیں' راتوں کا بھی حساب کر رہی ہوں۔ میں آپ کے کہنے سے اسے جسمانی نقصان نہیں پہنچاؤں گی۔ مگر یہ سبق ضرور سکھاؤں گی کہ انسانی زندگی میں ایسی راتیں بھی آتی ہیں جیسی وہ گزارنے والا ہے۔"

"میں ابھی رئیس الکبیر سے اس سلسلے میں بات کروں گا۔"

میں نے کہا۔ "میرا خیال ہے ہم نے کچھ زیادہ ہی باتیں کرلی ہیں۔ آخری بات کہہ کر فون بند کر رہی ہوں کہ وہ میری شرط تسلیم نہیں کرے گا تو آج رات آپ کے محل میں آؤں گی اور اس کا دوسرا انگوٹھا لے جاؤں گی۔"

یہ کہہ کر میں خاموش ہوگیا۔ شاہ نے کہا۔ "ذرا ایک منٹ۔ ابھی فون بند نہ کرنا۔ ہیلو۔ ہیلو جمیلہ! جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں' میں تمہاری عزت کرتا ہوں' اس میں کوئی جھوٹ نہیں ہے۔ لیکن میرے محل میں مجرمانہ ارادے سے آؤ گی تو میرا رویّہ بدل جائے گا۔"

وہ ذرا خاموش ہوا۔ اسے کوئی جواب نہیں ملا۔ اس نے پھر ہیلو ہیلو کہہ کر جمیلہ کو مخاطب کیا۔ پھر ریسیور رکھ دیا۔ اپنے پرسنل سیکریٹری کو حکم دیا۔ "ہمارے تمام رئیس اکابرین کو پیغام پہنچاؤ کہ وہ ایک گھنٹے کے اندر یہاں آکر مجھ سے ملاقات کریں۔ خاص طور پر جمیلہ رازی کے باپ عبداللہ رازی کو ضرور حاضر ہونے کے لیے کہا جائے۔"

آدھے گھنٹے بعد عبداللہ رازی نے فون پر شاہ سے کہا۔ "آپ کا پیغام مل چکا ہے۔ لیکن آپ جانتے ہیں کہ رئیس الکبیر نے میری بیٹی کو اغوا کرایا تھا اور اسے حرم سرا میں قید کرنا چاہا تھا۔ اس نے میری غیرت کو للکارا تھا۔"

شاہ نے کہا۔ "میں نے اس واقعہ پر رئیس الکبیر سے ناراضی ظاہر کی تھی۔ اس نے قسم کھا کر کہا تھا کہ وہ نہیں جانتا تھا کہ جمیلہ تمہاری بیٹی ہے۔ اس میں تمہارا بھی قصور ہے' تم نے کبھی اپنی زبان سے یہ نہیں کہا کہ تمہاری کوئی بیٹی بھی ہے اور وہ اپنی ماں کے ساتھ دوسرے شہر میں رہتی ہے۔"

"اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ ہم امیر کبیر لوگ اپنے ہی ملک کی شریف زادیوں کو بدمعاشوں سے اٹھواتے رہیں؟"

"ہاں۔ یہ ایک اخلاقی جرم ہے۔ اس کی سزا اُسے کافی مل چکی ہے۔ اگر ابھی اجلاس میں نہیں آؤ گے تو یہی سمجھا جائے گا کہ تم بیٹی سے مل کر رئیس الکبیر سے انتقام لے رہے ہو۔"

"میں بیٹی کا حمایتی نہیں ہوں۔ اسے پیدا ہوتے ہی گھر سے نکال دیا تھا۔ میرے دو بیٹے بھی یہی چاہتے ہیں کہ جمیلہ ہمارے ہاتھوں سے ماری جائے۔ بیٹی کو ہم لعنت سمجھتے ہیں۔ پھر ایسی بیٹی جو رئیس الکبیر کی حرم سرا سے گزر چکی ہے۔ وہ لاکھ پاکباز ہو' دنیا تو اُسے آبرو باختہ سمجھے گی۔ ہم اسے گولی مار کر ہی یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ ہماری غیرت نے ایک بدنام بیٹی کو برداشت نہیں کیا ہے۔"

"ہاں۔ جمیلہ نے انتقام لینے کا جو انداز اپنایا ہے' اس سے یقین کی حد تک شبہ ہوتا ہے کہ وہ بے آبرو ہو چکی ہے اور رئیس الکبیر سے اسی بات کا انتقام لے رہی ہے۔"

"یہی وجہ ہے کہ میں اور میرے دونوں بیٹے اُسے مار ڈالنے کے لیے تلاش کر رہے ہیں۔ پتا نہیں' وہ کہاں چھپی بیٹھی ہے۔ ہمیں یہ سن کر بھی یقین نہیں آرہا ہے کہ وہ ناگن بن کر رئیس الکبیر کو ہر رات ڈسنے آتی ہے۔"

"آج بھی آئے گی۔ تم اپنے بیٹوں کے ساتھ میرے محل میں چھپے رہو تو اس سے سامنا ہو جائے گا۔"

"غیرت کا تقاضا ہے کہ صرف بیٹی کو ہی نہیں' بیٹی کو بدنام کرنے والے کو بھی گولی ماری جائے۔ ہم دولت میں رئیس الکبیر سے کم نہیں ہیں لیکن اس کے پاس ہتھیار اور سیکیورٹی گارڈز زیادہ ہیں۔ اس لیے وہ ہم سے بچا ہوا ہے۔ کیا آپ چاہیں گے کہ ہم آپ کے محل میں آئیں اور جمیلہ کے ساتھ رئیس کو بھی گولی سے اڑا دیں۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"وہ میری پناہ میں ہے۔ اُسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ اگر وہ واقعی رات کو آئے گی تو کل صبح تمہیں بیٹی کی لاش مل جائے گی۔"

شاہ نے فون بند کر دیا۔ اس ملک کے دوسرے امیر کبیر لوگ ڈرائنگ روم میں آچکے تھے۔ ان میں رئیس الکبیر بھی تھا۔ شاہ نے کہا۔ "جمیلہ سے فون پر میری طویل گفتگو ہو چکی ہے۔ یہ ایک عام مقولہ ہے کہ دشمن کو کمزور نہیں سمجھنا چاہیے۔ جمیلہ کو بھی ہم محض ایک معمولی لڑکی سمجھ رہے ہیں۔ لیکن وہ ایک بہت ہی طاقتور اور پُراسرار لڑکی ہے۔"

ایک نے کہا۔ "ہو سکتا ہے' وہ پُراسرار نہ ہو۔ کسی کے ذریعے طاقت حاصل کر رہی ہو۔"

"ہم بھی دولت کے ذریعے جدید ہتھیار خریدتے ہیں اور فوج بناتے ہیں۔ وہ بھی ایسا کر رہی ہوگی۔ اس کے باوجود میں اسے پُراسرار کہہ رہا ہوں۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ رئیس الکبیر کے آپریٹر یہ معلوم کرنے سے قاصر رہے کہ وہ کس فون سے باتیں کرتی ہے۔ ابھی ایک گھنٹا پہلے میری انٹیلی جنس والے اور میرے جاسوسی آلات یہ معلوم نہ کر سکے کہ وہ کہاں رہتی ہے اور کس کا فون استعمال کرتی ہے۔"

رئیس الکبیر نے کہا "میں بھی مانتا ہوں کہ وہ پُراسرار علوم کے ذریعے میری خواب گاہ میں چلی آتی ہے۔ میں نے اچانک شکار گاہ کے بنگلے میں رات گزارنے کا فیصلہ کیا اور میرے اس فیصلے کا علم اُسے ہو گیا تھا۔"

ایک رئیس نے پوچھا۔ "اس سے فون پر کیا باتیں ہوئی تھیں؟"

"وہ کہہ رہی تھی' میرے محل میں خواہ کتنا ہی سخت پہرا ہو۔ وہ ضرور آئے گی اور رئیس الکبیر کا دوسرا انگوٹھا کاٹ کر لے جائے گی۔"

رئیس الکبیر نے بے اختیار اپنی انگلیوں سے اکلوتے انگوٹھے کو جلدی سے پکڑ لیا جیسے جمیلہ ابھی آکر چیلنج پورا کرنے والی ہو۔ پھر اس نے کہا۔ "حضور! وہ ایسا کہہ کر آپ کی توہین کر رہی تھی کہ میں آپ کے محل میں بھی محفوظ نہیں رہوں گا۔"

شاہ نے کہا۔ "جب ہم دونوں اسے پُراسرار کہہ رہے ہیں تو اسی پہلو سے سوچو کہ اس نے کسی پُراسرار طریقے سے تمہیں نقصان پہنچایا تو پھر واقعی میری توہین ہوگی۔"

"آپ درست فرماتے ہیں۔"

"میں نے اُس سے کہا تھا کہ رئیس الکبیر کو مزید سزا نہ دے۔ اس نے کہا۔ میں ایک شرط پر انتقامی کارروائی سے باز آ سکتی ہوں۔"

شاہ اُس کی شرط بیان کرنے لگا جسے سن کر سب ہی امیر کبیر لوگ مشتعل ہو گئے۔ ایک نے کہا۔ "وہ لڑکی ہمیں عیاشیوں سے باز رکھنے کے لیے رئیس الکبیر کو چالیس راتوں تک قبر میں سُلانا چاہتی ہے تاکہ ہم بھی عبرت حاصل کریں۔ وہ اپنی اوقات سے زیادہ بول رہی ہے۔ اسے کسی طرح گرفتار کرنا چاہیے۔"

دوسرے نے کہا۔ "جب تک اس کے ذرائع اور اس کی طاقت کا علم نہیں ہوگا' تب تک اسے گرفتار کرنے کی بات ایسی ہی ہے جیسے ہم ہوا کو مٹھی میں پکڑ رہے ہوں۔"

تیسرے نے کہا۔ "یہ شاہ کا محل ہے۔ اندر اور باہر مسلح فوجی موجود رہیں گے۔ پھر ایک اور خفیہ حفاظتی انتظام بھی ہے۔ آج اسے ضرور گرفتار کیا جا سکے گا۔"

ایک نے کہا۔ "وہ خفیہ انتظام یہ ہے کہ جس خواب گاہ میں رئیس الکبیر رہے گا اس کے اطراف نادیدہ بجلی کے تاروں کا جال بچھا ہوگا۔ لیکن جو لڑکی فون پر گفتگو کرتے وقت جاسوسی آلات کو بے کار بنا سکتی ہے وہ بجلی کے نظام میں بھی گڑبڑ کر سکتی ہے۔ بجلی فیل ہوگی تو نادیدہ تار جمیلہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔"

شاہ نے کہا۔ "یہ پہلو میری نظروں میں ہے۔ اگر وہ کسی طرح بجلی فیل کرے گی تو محل کا جنریٹر آن ہو جائے گا۔ وہ اس جنریٹر کو بھی ناکارہ بنانا چاہے گی تو دوسرا جنریٹر آن ہو جائے گا۔"

"بے شک ایسے ہی انتظامات ہونے چاہئیں۔ آج وہ کسی طرح بچ کر نہیں جا سکے گی۔"

وہ رات سب کے لیے اہم تھی۔ شاہ کے علاوہ اس کے امیر کبیر صاحبان کی عزت اور وقار کا سوال تھا۔ وہ صاحبان بھی اس رات محل کے مختلف کمروں میں رات گزارنے آئے تھے اور اس لڑکی کو گرفتار ہوتے دیکھنا چاہتے تھے' جو اُن کے وقار اور ان کی مردانگی کو ٹھیس پہنچانے کے لیے آنے والی تھی۔

چونکہ وہ بڑے لوگ تھے' اس لیے تمام رات نہیں جاگ سکتے تھے۔ انہوں نے اپنے اپنے خاص ملازمین کو حکم دیا تھا کہ وہ تمام رات ان کے دروازوں پر جاگتے رہیں۔ جب شاہ کے مسلح فوجی جمیلہ کو گرفتار کریں تو انہیں فوراً نیند سے جگا کر یہ خوش خبری سنائی جائے یا پھر وہ نادیدہ تاروں سے چپک کر زندگی کی آخری چیخیں مارے گی تو وہ چیخیں خود ہی خوشخبری بن کر انہیں جگا دیں گی۔

رئیس الکبیر کے لیے جو خواب گاہ تھی اس میں وہ بالکل تنہا تھا۔ بند دروازے کے باہر دو مسلح سپاہی تھے۔ ان کے آگے کچھ فاصلے پر نادیدہ بجلی کے تار لگے ہوئے تھے۔ ان تاروں کے اس پار قدم قدم پر محل کے کوریڈور اور مختلف گزرگاہوں پر مسلح فوجی الرٹ کھڑے تھے۔ ان انتظامات کے پیشِ نظر یقین سے کہا جا سکتا تھا کہ ایک چیونٹی بھی رئیس الکبیر کی خواب گاہ میں داخل نہیں ہو سکے گی۔

یہ اُن کے حفاظتی انتظامات تھے۔ میں نے اور سونیا ثانی نے بھی بہت کچھ کیا تھا اور ثانی کو شاہ کے ذریعے بیگم شاہ کے اندر پہنچایا تھا۔ بیگم اور شاہ رات گیارہ بجے سے پہلے سو جانے کے عادی

تھے۔ وہ دونوں معمول کے مطابق سو گئے۔ ایسے وقت ثانی نے بیگم کے خوابیدہ دماغ کو ٹرانس میں لا کر اسے اپنی معمولہ بنا لیا۔

وہ معمولہ رات کے دو بجے تک نیند پوری کر کے اٹھ بیٹھی۔ اس کے پہلو میں شاہ سو رہا تھا۔ وہ بستر سے اٹھ کر ایک الماری کے پاس گئی۔ وہاں اس نے شب خوابی کا لباس اتارا پھر لماری سے دوسرا لباس پہن کر اس لباس کے اندر ایک چاقو چھپا یا پھر خواب گاہ سے باہر آ گئی۔

چونکہ وہ شاہ کی رہائش کا حصہ تھا۔ اس لیے مسلح گارڈز وہاں ے ذرا دور پہرا دیتے تھے تاکہ ان کے چلنے پھرنے سے بھاری بھرکم ڑوں کی آواز سے شاہ کی نیند میں خلل نہ پڑے۔ بیگم محل کے اس صے سے نکل کر ادھر گئی جہاں مہمان رئیس الکبیر کا قیام تھا۔ وہاں دم قدم پر کھڑے ہوئے مسلح فوجی اسے دیکھ کر ایڑیاں بجاتے وئے سیلوٹ کرنے لگے۔ اس نے ایک اعلیٰ فوجی افسر سے وچھا۔ "کیا ہمارا مہمان بخیریت ہے؟"

افسر نے ادب سے جواب دیا۔ "جی ہاں۔ ملکۂ عالیہ! وہ بخیریت ہے۔"

وہ بولی۔ "شاہ نے کہا ہے کہ ہمیں ایک میزبان کا فرض ادا رنے کے لیے مجھے خود جا کر اسے یہ حوصلہ دینا چاہیے کہ اس کے لیے صرف ہمارے فوجی نہیں بلکہ شاہ اور بیگم بھی جاگ رہے ں۔"

"آپ اور شاہ حضور بہت نیک دل ہیں۔ تشریف لائیں۔"

اس نے ایک ماتحت افسر کو حکم دیا کہ نادیدہ بجلی کے تاروں کا چ آف کیا جائے۔ اس کے حکم کی تعمیل کی گئی۔ سوئچ آف رتے ہی بجلی کے بجھے ہوئے تار دوسری روشنیوں میں دکھائی دینے لگے۔ بیگم اس اعلیٰ افسر کے ساتھ ان تاروں کے درمیان سے گزر ر دروازے پر آئی۔ وہاں کھڑے ہوئے سپاہیوں نے اسے سلام یا۔ اعلیٰ افسر نے دروازے پر دستک دی۔ بند دروازے کے پیچھے ے رئیس الکبیر نے پوچھا۔ "کون ہے۔"

"میں کرنل عماد بول رہا ہوں۔ ملکۂ عالیہ آپ کی خیریت معلوم رنے آئی ہیں۔ دروازہ کھولیں۔"

رئیس الکبیر دروازے میں لگے ہوئے ایک ننھے سے شیشے سے انک کر دیکھ رہا تھا۔ اس کے اندر ٹیلی پیتھی جاننے والا ڈی روے موجود تھا۔ رئیس ملکہ اور کرنل عماد کو اچھی طرح پہچانتا ۔ کرنل اچھا خاصا صحت مند تھا اور اس کا دماغ پرائی سوچ کی روں کو محسوس کر لیتا تھا۔ اب ڈی ہاروے کو انتظار تھا کہ ملکہ کچھ لے گی تو وہ اس کے اندر پہنچے گا۔

رئیس الکبیر نے دروازہ کھول دیا۔ بیگم نے کرنل کو باہر رہنے اشارہ کیا پھر تنہا اندر آ کر دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔ "صبح ے تک مہمان کی خیریت معلوم کرتے رہنا میزبان کا فرض ہے۔ یسے ہو معزز مہمان؟"

وہ اس سلسلے میں ملکہ کا شکریہ ادا کرنے لگا۔ اسی وقت ملکہ نے سانس روک لی پھر سانس لیتے ہوئے کہا۔ "میں نے ابھی اپنے اندر بے چینی محسوس کی تو بے اختیار سانس رک گئی تھی۔ میرے مہمان کیا تم سانس روک سکتے ہو؟"

ڈی ہاروے کے علاوہ میں بھی رئیس الکبیر کے اندر تھا۔ اس نے میری مرضی کے مطابق سانس روکی تو میرے ساتھ ڈی ہاروے بھی اس کے دماغ سے نکل گیا۔ میں نے ثانی سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ اسی بہانے ہم ڈی ہاروے کو اس کے دماغ سے ایک یا دو منٹ کے لیے بھگا سکتے ہیں۔ اتنی دیر میں اسے اپنا کام کر لینا چاہیے۔

ثانی ایک بجلی تھی۔ اور بجلی جہاں گرتی ہے وہاں کے لوگوں کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے یا بے ہوش کر دیتی ہے۔ ایک منٹ کے اندر ہی ڈی ہاروے اپنے معمول رئیس الکبیر کے دماغ میں آیا تو پتا چلا' وہ بے ہوش ہے۔ بڑا تعجب ہوا کہ کوئی سانس روکتے ہی بے ہوش کیسے ہو سکتا ہے؟

اس کی سانس چل رہی تھی مگر ہوش سے بیگانہ دماغ کی سوچ کی لہریں اس قدر کمزور ہو گئی تھیں کہ جواباً اپنے عامل ڈی ہاروے کو کچھ بتا نہیں پا رہی تھیں لیکن ہاروے نے سمجھ لیا کہ جمیلہ بھیس بدل کر ملکہ بن کر آئی ہے۔ وہ شاید جانتی ہے کہ رئیس کے دماغ میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا رہتا ہے۔ اسے بھگانے کے لیے ہی اس نے رئیس سے پوچھا تھا کہ کیا وہ سانس روک سکتا ہے اور اس بے وقوف رئیس نے سانس روکی تھی۔ جبکہ حقیقتاً وہ بے وقوف نہیں تھا میں نے اسے مجبور کیا تھا۔

بہرحال..... وہ خطرہ محسوس کرتے ہی کرنل عماد اور اس کے

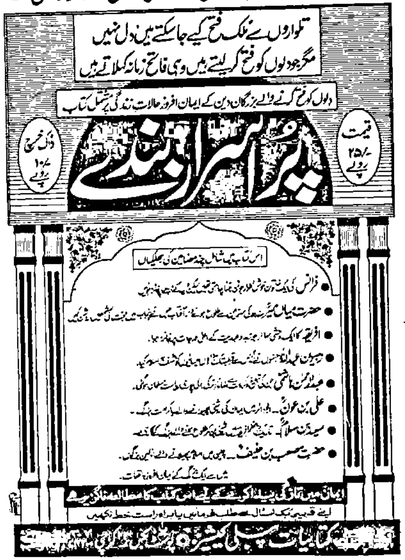

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ماتحت کے دماغ میں جاکر انہیں ملکہ کی اصلیت بتانا چاہا تھا مگر انہوں نے سانس روک لی تھی۔ اس نے لیڈی آئرن راڈ کے پاس آکر کہا۔ "غضب ہوگیا۔ جمیلہ وہاں شاہ کی ملکہ بن کر پہنچ گئی ہے اور تمام مسلح فوجی اسے ملکہ سمجھ کر سلام کر رہے ہیں۔ شطرنج کی بساط پر چالیں چلتے وقت مات کھانے کا کوئی نہ کوئی پہلو رہ جاتا ہے۔ ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ وہ شاہ کی ملکہ کے بھیس میں آسکتی ہے۔ تم فوراً شاہ سے فون پر رابطہ کرکے ان سب کو خطرے سے آگاہ کرو۔"

وہ نمبر ڈائل کرتے ہوئے بولی۔ "کیا تم نے شاہ کے دماغ میں جگہ نہیں بنائی تھی۔"

وہ بولا۔ "میں نے شاہ کے خیالات پڑھے تھے۔ پتا چلا کہ وہ معمول کے مطابق رات کو گیارہ بجے تک سو جائے گا۔ وہ میرے کام کا آدمی نہیں تھا۔ میں نے ایک اہم فوجی افسر کے دماغ میں جگہ بنائی تھی۔ وہ افسر محل کے اس حصے کا انچارج تھا جہاں رئیس قیام کر رہا ہے مگر ابھی پتا چلا کہ وہ افسر ایک حادثے کے نتیجے میں اسپتال پہنچ گیا ہے۔ اس کی جگہ کرنل عماد آیا ہوا ہے اور وہ یوگا کا ماہر ہے۔"

لیڈی آئرن راڈ نے کئی بار نمبر ڈائل کیے۔ تب رابطہ ہوا۔ شاہ کے سیکریٹری نے پوچھا۔ "ہیلو کون ہے؟"

"میں آئرن راڈ بول رہی ہوں۔ شاہ حضور کو فوراً جگاؤ اور بتاؤ کہ جمیلہ ان کی ملکہ کے بھیس میں رئیس تک پہنچ گئی ہے۔ فوجی افسران سے کہو کہ اسے ملکہ نہ سمجھیں۔ وہ جمیلہ ہے اسے فوراً گرفتار کریں۔"

سیکریٹری نے کہا۔ "یہاں محل میں سکون اور سناٹا ہے۔ رئیس الکبیر ذرا سا بھی خطرہ محسوس کرتا تو وہ اپنی خواب گاہ سے خطرے کا الارم بجا دیتا اور شور مچا کر ہمارے فوجیوں کو متوجہ کرتا۔"

"وہ ایسا کچھ نہیں کرسکے گا۔ کیونکہ جمیلہ نے اسے بے ہوش کردیا ہے۔"

"تم اتنی دور بیٹھی یہ کیسے معلوم کر رہی ہو کہ ہمارا معزز مہمان بے ہوش کردیا گیا ہے؟"

"تم سوالات میں وقت ضائع نہ کرو۔ شاہ حضور سے میری گفتگو کراؤ یا تم خود جاکر آقا رئیس الکبیر کی خیریت معلوم کرو۔ پلیز دیر نہ کرو۔"

"اچھی بات ہے۔ میں ابھی مہمان کے پاس جارہا ہوں۔"

ڈی ہاروے سیکریٹری کے دماغ میں آگیا تھا۔ وہ اسے دوڑاتا ہوا رئیس کی خواب گاہ تک لے گیا پھر اس کی زبان سے کرنل عماد کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ "کیا ملکۂ عالیہ معزز مہمان کی خواب گاہ میں ہیں؟"

کرنل نے کہا۔ "نہیں وہ اپنے رہائشی حصے میں واپس چلی گئی ہیں۔"

سیکریٹری نے کہا۔ "تم سب دھوکا کھا گئے ہو۔ وہ ملکہ نہیں تھیں، جمیلہ تھی۔ بھیس بدل کر آئی تھی۔"

کرنل نے کہا۔ "آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں؟ کیا ہم اپنی ملکہ کو نہیں پہچانتے ہیں؟"

"ہمیں یہ بحث کرنے کے بجائے کمرے میں جاکر دیکھنا چاہیے۔"

کرنل کے حکم سے نادیدہ بجلی کے تاروں کے سوئچ کو آف کردیا گیا پھر سیکریٹری نے دروازے پر آکر دستک دی۔ اندر خاموشی تھی۔ دوسری دستک پر بھی جواب نہیں ملا۔ سیکریٹری نے ڈی ہاروے کی مرضی کے مطابق دروازے کے ہینڈ کو دبا کر کھولا تو وہ کھل گیا۔

اس لیے کھل گیا کہ اسے اندر سے بند کرنے والا فرش پر بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ اس کے ایک ہاتھ کی ہتھیلی لہولہان تھی۔ کیونکہ ایک ہاتھ کی طرح دوسرے ہاتھ کا انگوٹھا بھی غائب ہوگیا تھا۔

وہ سب اُس کے قریب آگئے۔ کسی نے اسے جھنجوڑ کر پکارا۔ کسی نے اس کے چہرے پر پانی چھڑکا۔ اس نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں۔ پہلے چند لمحوں میں اسے تکلیف کا احساس ہوا۔ پھر وہ خون آلود ہتھیلی کو دیکھتے ہی چیخ پڑا۔ اس ہتھیلی میں بھی صرف چار انگلیاں دیکھ کر وہ دیوانی انداز میں چیخ چیخ کر کہنے لگا۔ "آہ! وہ لے گئی۔ وہ میری پیشانی پر لکھی ہوئی تقدیر ہے۔ جو کہتی ہے وہ کر گزرتی ہے۔ وہ ایسی بلا ہے' جو مجھے جہنم میں پہنچا کر رہے گی۔"

کرنل عماد دوڑتا ہوا دروازے پر آیا پھر فوجی جوانوں سے بولا۔ "وہ ہماری ملکہ کے بھیس میں آئی تھی۔ خطرے کا سائرن بجاؤ۔ محل کے تمام دروازے بند کرادو۔"

رئیس الکبیر نے کٹے ہوئے انگوٹھے والے ہاتھ کو تھام کر کہا۔ "بکواس مت کرو۔ شاہ کا محل بھی محفوظ نہیں رہا۔ میں اتنی بڑی دنیا میں ایک ہی جگہ میں محفوظ رہوں گا۔ وہ زبان کی پکی ہے۔ اس لیے میں اُس کی شرط تسلیم کرتا ہوں۔"

اس نے اپنے خاص ملازم سے کہا۔ "جاؤ اور میری مخصوص کی ہوئی زمین پر مقبرے کی دیواریں اٹھاؤ اور آج ہی میری قبر کھود کر تیار کرو۔ میں اس قبر میں چالیس راتیں گزاروں گا۔

"آہ! مرنے کے بعد چالیسواں ہوا کرتا ہے۔ میں زندہ رہ کر اپنی قبر میں اپنا چالیسواں کروں گا تو آئندہ مجھے زندگی ملتی رہے گی اور وہ میرے ٹکڑے نہیں کرے گی۔"

وہ چیخ چیخ کر بولتے بولتے پھر بے ہوش ہوگیا۔ ہماری دنیا میں ایسے تماشے بھی ہوتے ہیں اور اگر نہیں ہوتے تو یہ ضرور ہونا چاہیے کہ ظالموں کو ان کی زندگی میں قبر کے اندر ایک دو راتوں کے لیے سلایا جائے تاکہ یاد رہے کہ ڈبل بیڈ پر سونے والوں کو تاقیامت مٹی کے سنگل بیڈ پر سونا پڑتا ہے جہاں حرم سرا کی کوئی کنیز تھوکنے بھی نہیں آئے گی۔

موت صرف جھگیوں میں نہیں آتی' محلوں میں بھی آتی ہے ہزارہا پہرے داروں کے درمیان سے گزر کر آتی ہے۔ جمیلہ ...ی بھی موت کا نمونہ بن کر شاہ کے محل میں آسانی سے آئی اور ...انی سے چلی گئی۔ وہ پوری موت نہیں تھی رئیس الکبیر کا صرف ...ٹھا کاٹ کرلے گئی تھی اس لیے ابھی محض موت کا نمونہ تھی۔

اگرچہ جمیلہ نے خود یہ واردات نہیں کی تھی' وہ ابھی میرے ...ے میں زیر تربیت تھی۔ ہماری چالیں دیکھ رہی تھی۔ ہمارے کام ...نے کا انداز سمجھ رہی تھی اور روزانہ مجھ سے جوڈو کراٹے کے پیچ سیکھ رہی تھی اور لڑنے کے دوران حاضر دماغی کے مختلف ...وں کو سمجھ رہی تھی۔

میں نے اسے ٹریننگ دیتے وقت محسوس کیا تھا کہ اب وہ ...ل بدن نہیں رہی ہے۔ غیر معمولی دوائیں اپنا اثر دکھا رہی ...ں۔ اسے میرے حملوں سے چوٹیں لگتی تھیں لیکن وہ مسکرا کر مقابلے لیے ڈٹ جاتی تھی۔ مجھے یقین تھا' وہ کچھ عرصے میں غیر ...دلی سماعت وبصارت اور حیرت انگیز جسمانی ودماغی قوتوں کی ...بن جائے گی۔

بہرحال جمیلہ نے رئیس کو جو چیلنج کیا تھا' اسے سونیا ثانی پورا ...رہی تھی اور میں ثانی سے تعاون کر رہا تھا۔ ابھی تک ہماری ٹیلی ...ی مخالفین پر ظاہر نہیں ہوئی تھی۔ لیڈی آئرن راڈ اور ٹیلی پیتھی ...نے والا ڈی ہاروے اور دوسرے یہی سمجھ رہے تھے کہ جمیلہ ...اپنی ذہانت اور حکمت عملی سے رئیس الکبیر کی انگلیاں کاٹ ...لی جاتی ہے۔

شاہ کے محل میں سب ہی کو یہ پورا یقین تھا کہ وہاں اجازت بغیر پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا۔ انہوں نے حفاظتی انتظامات میں ...ی کسر نہیں چھوڑی تھی مگر اس پہلو کو نظرانداز کرگئے کہ وہ محل کی ملازمہ کے بھیس میں آسکتی ہے۔ اگر آتی تو ملازمہ یا کسی ...ے دار خاتون کو بھی اس حصے میں نہ جانے دیا جاتا' جہاں رئیس ...نے پناہ لے رکھی تھی لیکن وہ بیگم شاہ یعنی ملکہ بن کر آئی تھی ...کوئی فوجی افسر ملکہ کو اپنے مہمان رئیس الکبیر سے ملاقات کرنے ...نہیں روک سکتا تھا۔

جیسا کہ میں پہلے بیان کرچکا ہوں' ثانی کو ملکہ کا بھیس بدلنے کی ...رت نہیں پڑی۔ اس نے تنویمی عمل سے ملکہ کو اپنی معمولہ ...بنا لیا تھا۔ کوئی بھی فوجی افسر یا محل کے اعلیٰ عہدے داران یہ بھی ...نہیں کرسکتے تھے کہ خود ملکہ نے اپنی خواب گاہ سے آکر یہ ...دات کی ہوگی پھر اپنی ملکۂ عالیہ پر یہ ایک سنگین الزام ہوتا اس ...سب کی متفقہ رائے یہی تھی کہ جمیلہ رازی ملکہ بن کر تمام ...ے داروں کو اور فوجی افسران کو بہت بڑا فریب دے چکی ہے۔

جو کچھ ہوچکا تھا' اس کی اطلاع شاہ کو دینا ضروری تھا کیونکہ وہ ...بان تھا اور مہمان اس کے محل میں محفوظ نہیں رہا تھا۔ شاہ کے ...لیے ایک بہت ہی خوب صورت انٹرکام رکھا ہوا تھا جب اسے کسی خاص خبر کے لیے نیند سے جگانا ہوتا تو پرسنل سیکریٹری اس انٹرکام کو استعمال کرتا تھا۔ شاہ کے سرہانے موسیقی کی بہت میٹھی دُھن ابھرنے لگتی تھی۔

اس رات بھی جب شاہ کے کانوں میں مخصوص موسیقی سنائی دی تو آنکھ کھل گئی۔ اس نے انٹرکام کا بٹن دبایا۔ موسیقی بند ہوگئی۔ اس نے پوچھا "ہیلو' کیا بات ہے؟"

پرسنل سیکریٹری کی آواز سنائی دی "شاہ حضور! منحوس خبر سنانے کی معافی چاہتا ہوں۔ جمیلہ آپ کے مہمان کا دوسرا انگوٹھا کاٹ کرلے گئی ہے۔"

شاہ نیند کے خمار میں تھا۔ یہ بات سنتے ہی رہا سہا خمار بھی اتر گیا۔ وہ گرج کر بولا "کیا بکواس کرتے ہو؟ وہ ایسا ہرگز نہیں کرسکتی۔ کیا وہ جادوگرنی یا چھلاوہ ہے کہ میرے محل سے اتنی بڑی واردات کرکے گزر گئی اور میرے تمام پہرے دار موتے رہے؟"

"حضور! سب جاگ رہے تھے اور اپنی اپنی جگہ مستعد تھے لیکن وہ ملکۂ عالیہ کا بھیس بدل کر آئی تھی۔"

شاہ نے سر گھما کر اپنے پاس گہری نیند سونے والی بیگم کو دیکھا پھر پوچھا "کیا بکتے ہو؟ صرف بھیس بدلنے سے وہ میری بیگم نہیں بن سکتی' کیا اس کے فراڈ کو کسی نے نہیں سمجھا؟ کیا اتنا نہیں سوچا کہ میری بیگم' میرے کسی مہمان سے ملنے کیوں جائے گی؟"

"حضور! ہم میں سے کس کی مجال ہے کہ ملکۂ عالیہ سے کوئی سوال کرتا۔ ہم تو حکم کے بندے ہیں۔ انہوں نے کرنل عماد سے مہمان کا دروازہ کھولنے کو کہا۔ کرنل نے بے چون وچرا حکم کی تعمیل کی۔"

"میرے خاص گارڈز کو یہاں بھیجو۔ میں ابھی مہمان سے ملنے آرہا ہوں۔ کیا اسے طبی امداد پہنچائی جارہی ہے؟"

"جی حضور! کٹے ہوئے انگوٹھے کی جگہ مرہم پٹی ہوچکی ہے۔"

شاہ نے انٹرکام کو آف کرکے شب خوابی کے لباس کو اتارا۔ پھر دوسرا لباس پہن لیا۔ اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی۔ باہر سے چار مسلح گارڈز نے گڈ ورڈز ادا کیے۔ شاہ نے باہر آکر خواب گاہ کے دروازے کو لاک کیا پھر رئیس الکبیر کی خواب گاہ کی طرف جانے لگا۔

ثانی نے مختصر سے وقت کے لیے ملکہ پر عمل کیا تھا۔ اس کے ذہن میں نقش کیا تھا کہ وہ کس طرح جاکر واردات کرے گی۔ پھر واپس خواب گاہ میں آکر شب خوابی کا لباس پہن کر بستر پر لیٹے گی تو اسے نیند آجائے گی۔

اس نے عمل کے ذریعے ملکہ کے ذہن کو حساس بنادیا تھا تاکہ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لے اور ایسے وقت رئیس الکبیر سے بھی پوچھے کہ وہ سانس روک سکتا ہے یا نہیں؟ وہ ملکہ کی فرمائش پر سانس روکے گا تو وہ اچانک رئیس الکبیر سے لپٹ کر بے ہوشی کی دوا انجکٹ کردے گی۔ اس کے بعد اپنے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

لباس سے چاقو نکال کر اس کا انگوٹھا کاٹ کر چاقو سے لہو پونچھے گی پھر دوبارہ اسے اپنے لباس میں چھپا کر کمرے سے باہر آجائے گی اور کرنل عماد سے کہے گی کہ مہمان آرام فرمارہا ہے۔ کوئی کمرے میں نہ جائے۔ یہ کہہ کر وہ محل کے اپنے حصے میں آئے گی اور خواب گاہ میں آکر لباس تبدیل کرکے چاقو کو اس کی جگہ رکھے گی۔ پہلے کی طرح شب خوابی کا لباس پہنے گی پھر شاہ کے پہلو میں آکر سوجائے گی۔

اس کے بعد ثانی نے اسے حکم دیا تھا کہ سوکر اٹھے گی تو تنویمی عمل سے آزاد ہوجائے گی۔ یہ بھول جائے گی کہ کسی نے اس پر عمل کیا تھا پھر اس کا دماغ بھی حساس نہیں رہے گا۔ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گی۔

ابھی رات کا پچھلا پہر تھا مگر محل کے اندر اور باہر کی تمام روشنیاں یوں جاگ رہی تھیں جیسے دن نکل آیا ہو۔ خطرے کا سائرن بھی چیخ رہا تھا۔ اسپیکر کے ذریعے احکامات صادر کئے جارہے تھے کہ محل سے باہر جانے والے تمام راستے اور کھڑکیاں بند کردیے جائیں، کسی کو باہر جانے کی اجازت نہ دی جائے۔ ان حالات میں کہا جاتا ہے کہ سانپ نکل چکا تھا۔ اب لکیریں پیٹی جارہی تھیں۔

ایسے وقت شاہ مہمان خانے میں پہنچا۔ نادیدہ بجلی کے تاروں کا سوئچ پہلے ہی آف کردیا گیا تھا کیونکہ جسے گرفتار کرنا تھا، وہ اپنا کام کرکے جاچکی تھی۔

شاہ کمرے میں آیا۔ وہاں پرسنل سیکریٹری، فوج کے چار افسران اور ایک ڈاکٹر نے اسے دیکھتے ہی سلام کیا۔ ڈاکٹر نے کہا "میں نے مرہم پٹی کردی ہے مگر معزز مہمان جنون میں مبتلا ہوگئے تھے۔ اپنے لیے قبر کھودنے کا کہہ رہے تھے۔ یہاں سے بھاگ کر اپنی قبر میں سونا چاہتے تھے۔ میں نے نیند کا انجکشن دے دیا ہے۔ یہ بیدار ہوں گے تو یہاں ہونے والی واردات کی دہشت ان کے اندر کچھ کم ہوجائے گی۔"

شاہ نے کہا "شکریہ ڈاکٹر! مگر ایک بات یاد رکھو۔ یہاں جو کچھ ہوا ہے، اس کا ذکر باہر کسی سے نہ کرنا۔ اپنے بیوی بچوں سے بھی اس سلسلے میں کچھ نہ کہنا، اب جاؤ۔"

ڈاکٹر چلا گیا۔ شاہ نے فوجی افسران سے کہا "تم لوگوں نے شاہی وقار کو مجروح کیا ہے۔ دنیا کہے گی کہ میرے محل میں ایک مہمان کو تحفظ نہ مل سکا۔ میں کسی سے آنکھیں ملا کر بات نہیں کرسکوں گا۔ سب یہی کہیں گے کہ میری فوج میں کند ذہن افسران ہیں جو اپنی عقل سے اتنا بھی نہیں سوچ سکتے کہ میرے یہاں ہوتے ہوئے میری بیگم مہمان کی خیریت معلوم کرنے کیوں آئے گی؟"

وہ غصے میں بولتا رہا۔ وہ سب سر جھکائے ڈانٹ پھٹکار سنتے رہے۔ پھر اس نے کہا "جمیلہ، اسی شہر میں ہے۔ اس کے باپ اور بھائی اسے پہچانتے ہیں۔ رئیس الکبیر کی حرم سرا والوں نے بھی اسے دیکھا ہے۔ اس کی تصویریں بھی ہوں گی۔ اس کے باوجود ہماری فوج، ہماری پولیس اور انٹیلی جنس والے اتنا بھی معلوم نہ کرسکے کہ اس نے کہاں پناہ لے رکھی ہے؟ میں بارہ گھنٹے کے اندر اسے زنجیروں میں جکڑی ہوئی اپنے سامنے دیکھنا چاہتا ہوں۔"

کرنل عماد نے کہا "حضور! لیڈی آئرن راڈ نے آپ کے سیکریٹری صاحب کو فون پر اطلاع دی تھی کہ اس کا آقا رئیس الکبیر اپنی خواب گاہ میں بے ہوش ہوگیا ہے اور جمیلہ ملکۂ عالیہ کے بھیس میں اس کے پاس پہنچ گئی ہے۔"

"لیڈی آئرن راڈ نے اتنی دور رئیس کے محل میں بیٹھ کر یہ کیسے معلوم کرلیا؟"

"یہی حیرانی کی بات ہے۔ سیکریٹری صاحب کو اس کی بات پر یقین نہیں آیا پھر بھی یہ مہمان کی خیریت معلوم کرنے ہمارے ساتھ یہاں آئے تو واقعی اپنے مہمان کو ادھر فرش پر بے ہوش پایا۔"

سیکریٹری نے کہا "میں نے لیڈی آئرن راڈ سے پوچھا تھا کہ اسے اتنی دور سے یہ سب باتیں کیسے معلوم ہوئیں؟ اس نے جواب دیا۔ ابھی سوال وجواب میں وقت ضائع نہ کرو، آقا رئیس الکبیر کو بچاؤ۔ فوراً ان کے کمرے میں جاؤ۔"

شاہ نے کہا "اس لیڈی سے ابھی فون پر پوچھو کہ اس کی معلومات کے ذرائع کیا ہیں؟"

سیکریٹری نے رابطہ کیا پھر لیڈی آئرن راڈ سے کہا "تم نے جو معلومات فراہم کی تھیں، وہ درست نکلیں۔ جمیلہ اپنا کام کرگئی ہے۔ میں اپنے شاہ کے حکم سے پوچھ رہا ہوں، تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ جمیلہ ہماری ملکۂ عالیہ کے بھیس میں آئی تھی؟"

ٹیلی فون سیٹ کا اسپیکر آن تھا۔ اس میں سے لیڈی آئرن راڈ کی آواز سنائی دی، وہ کہہ رہی تھی "میرے اکثر خواب سچ ثابت ہوتے ہیں۔ میں اپنے آقا کے لیے فکر مند تھی۔ بستر پر لیٹی ہوئی تھی کہ میری آنکھ لگ گئی۔ میں نے خواب میں جمیلہ کو دیکھا۔ وہ ماسک میک اپ کے ذریعے اپنے چہرے کو بدل رہی تھی اور ہمارے شاہ کی بیگم کا چہرہ اپنا رہی تھی۔ پھر میں نے دیکھا کہ وہ ہمارے آقا رئیس الکبیر کے پاس پہنچ گئی ہے اور وہاں پہنچ کر اسے بے ہوش کرچکی ہے۔ اتنا دیکھتے ہی میری آنکھ کھل گئی۔ میں اپنے آقا کی خیریت معلوم کرنا چاہتی تھی اس لیے فون پر تم سے وہی کہہ دیا جو خواب میں دیکھا تھا۔"

لیڈی آئرن راڈ اس حقیقت کو چھپا رہی تھی کہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ڈی ہاروے، آقا رئیس الکبیر کو اپنا معمول اور تابعدار بنا چکا ہے اور اکثر اس کے اندر چھپا رہتا ہے۔ شاہ نے کہا "وہاٹ نان سنس! وہ ایک رات پہلے یہ خواب دیکھ لیتی تو کیا بگڑ جاتا۔ یہ سب بکواس ہے کہ خواب دیکھا تھا۔ مجھے تو کچھ گڑبڑ لگ رہی ہے جمیلہ کی دوستی لیڈی آئرن راڈ اور رئیس الکبیر کے محل کے اہم افراد سے ہے جب وہ یہاں سے واردات کرکے چلی گئی۔ تب اس لیڈی نے ہمارے سیکریٹری کو انفارم کیا تھا۔"

کرنل عماد نے کہا "شاہ حضور! آپ صحیح سمت ہماری راہنمائی کررہے ہیں۔ اب ہمارے جاسوس لیڈی آئرن راڈ اور وہاں کے دوسرے اہم افراد پر نظر رکھیں گے۔"

ڈی ہاروے لیڈی آئرن راڈ کے ذریعے پرسنل سیکریٹری کی آواز سن کر اس کے دماغ میں پہنچا ہوا تھا جب سیکریٹری نے انٹرکام کے ذریعے شاہ کو مخاطب کیا اور واردات کی اطلاع دی تو وہ شاہ کے دماغ میں آکر بیٹھ گیا۔ تب سے وہ شاہ کے احکامات سن رہا تھا۔ اب شاہ کہنے والا تھا کہ لیڈی آئرن راڈ پر نظر رکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ اسے پکڑ کر یہاں لے آؤ اور اس سے حقیقت اگلواؤ۔ لیکن ڈی ہاروے نے اسے ایسا کہنے نہیں دیا۔ شاہ نے اس کی مرضی کے مطابق کہا۔ "ہمارے سراغ رسانوں سے کہو کہ اس لیڈی سے دور رہیں۔ اسے شبہ نہ ہونے دیں کہ اس کی نگرانی ہورہی ہے۔ چپ چاپ اس کی فون کالوں کو ٹیپ کیا جائے۔ وہ محل سے باہر جاکر جن عورتوں اور مردوں سے ملاقات کرے تو ان سب کے متعلق معلومات حاصل کرو۔ اسی طرح جمیلہ تک پہنچا جاسکتا ہے۔"

شاہ مزید احکامات صادر کرکے واپس اپنی خواب گاہ میں آگیا۔ ڈی ہاروے نے اس کے ذریعے اس کی بیگم کو خواب غفلت میں دیکھا۔ اسے شبہ تھا کہ جمیلہ رازی کے پیچھے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا یا والی ہے جو ملکہ کو تنویمی عمل کے ذریعے تابعدار بنا کر اسے واردات کے لیے رئیس الکبیر کے پاس لے گئی تھی۔ ورنہ ایک نازک اندام ملکہ بھلا سانس کیا روکے گی؟ جبکہ واردات کرنے والی نے ڈی ہاروے کی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لی تھی۔

ڈی ہاروے نے سوچا، اس کے دماغ میں جاکر دیکھنا چاہیے اگر اس پر عمل کیا گیا ہے تو یہ سانس روک کر نیند سے ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھے گی۔ اس نے ملکہ کی آواز اور لہجے کو یاد کیا تو اسے یاد نہیں آیا کیونکہ اس نے ملکہ کی زبان سے ایک آدھ فقرہ ہی سنا تھا۔ پھر اسے جمیلہ سمجھ کر بھلا دیا تھا۔

اس نے شاہ کو مائل کیا کہ بیگم کو نیند سے جگائے۔ شاہ نے بے اختیار ملکہ کے شانے پر ہاتھ رکھ کر آواز دی۔ دوسری آواز میں اس کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے نیند کے خمار میں پوچھا "جی۔ آپ جاگ رہے ہیں؟ کیا صبح ہوگئی ہے؟"

"صبح ہونے ہی والی ہے مگر ایک معمولی سی لڑکی نے مجھے بہت بڑی مات دی ہے۔ وہ ہمارے مہمان کا انگوٹھا کاٹ کر لے گئی ہے۔"

ملکہ حیرانی سے اٹھ کر بیٹھ گئی اور پوچھنے لگی کہ یہ سب کیسے ہوگیا؟ لیکن ڈی ہاروے حیران تھا کیونکہ اسے ملکہ کے دماغ میں جگہ مل گئی تھی۔ اس نے واردات کرنے والی کی طرح سانس نہیں روکی تھی۔

اس نے ملکہ کے چور خیالات پڑھے۔ پتا چلا، وہ واقعی اس قسم کی واردات سے بالکل بے خبر ہے اور تقریباً رات گیارہ بجے سے بستر پر سورہی ہے۔

اس نے لیڈی آئرن راڈ کے پاس آکر کہا "ہمارا شبہ غلط ہے کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ملکہ کو معمولہ اور تابعدار بنا کر جمیلہ نے اپنا چیلنج پورا کیا ہے۔ ملکہ اس معاملے سے بالکل بے خبر ہے۔ نہ ہی کسی نے اسے ٹریپ کیا ہے اور نہ ہی وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتی ہے۔ میں اس کے تمام چور خیالات پڑھ چکا ہوں۔"

لیڈی آئرن راڈ نے کہا "اس کا مطلب ہے کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا جمیلہ کی مدد نہیں کررہا ہے اور وہ خود ملکہ کا بھیس بدل کر آئی تھی۔ آخر وہ کتنی ذہین یا مکار ہے کہ تنہا ہمارے محل سے شاہ کے محل تک اپنی طاقت اور پُراسراریت کی دھاک جمارہی ہے۔ کتنی حیرانی کی بات ہے کہ وہ شاہ کے محل میں بھی آسانی سے آکر واپس چلی گئی اور کوئی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکا۔"

ڈی ہاروے نے کہا "ویسے ایک اسرائیلی ایجنٹ سے اطلاع ملی ہے کہ اس شہر میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا موجود ہے۔"

"کیا وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے بارے میں کچھ جانتا ہے؟"

"اگر جمیلہ نے اس سے دوستی کی ہوگی تو شاید ہم اس سے چھپے ہوئے نہ ہوں۔ شاید وہ خاموشی سے ہماری مصروفیات دیکھ رہا ہو؟"

"وہ کون ہے؟ اسرائیلی ایجنٹ اس کے متعلق کیا کہہ رہا

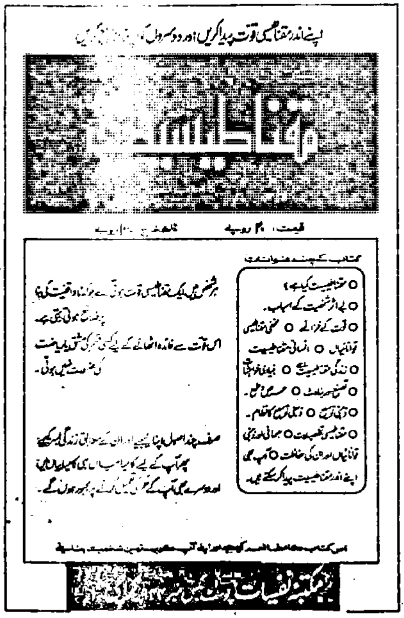

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہے؟"

"یہاں حسام بن زید ایک بہت ہی امیر و کبیر شخص ہے۔ اسے پھانسنے اور اس سے شادی کرنے کے لیے ایک یہودی حسینہ کیلی رافیل ایک مسلمان سلمیٰ زیاد بن کر یہاں آئی تھی۔ اس نے اپنے ایک لیڈر سے فون پر کہا تھا کہ وہ اس سے ایک ضروری کام کے سلسلے میں ملنا چاہتی ہے۔ لیڈر نے کہا کہ وہ کسی کے روبرو نہیں آتا ہے۔ لہٰذا وہ اس کے ماتحتوں جوزف اور جیکب سے مل سکتی ہے۔

"کیلی رافیل نے ان دونوں کو ہوٹل الحمرا کے ایک کمرے میں بلا کر ہلاک کر دیا۔ ابھی پولیس کی حراست میں ہے۔ میں نے کیلی رافیل کی آواز اس ایجنٹ کے ذریعے سنی۔ پھر اس کے خیالات پڑھے۔ پتا چلا' وہ عجیب الجھن میں ہے۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ اس نے جوزف اور جیکب کو کیوں اپنے کمرے میں بلا کر انہیں قتل کیا۔ دوسری حیرانی کی بات یہ ہے کہ حسام کی ایک جوان بیٹی ڈیلا کلہ لندن میں مرچکی تھی مگر وہ زندہ ہو کر حسام کی کوٹھی میں آگئی ہے۔ حسام اسے اپنی بیٹی تسلیم نہیں کرتا ہے۔ تیسری مزید حیرانی کی بات یہ تھی کہ کیلی رافیل پچھلی رات آٹھ بجے لندن سے حسام کے ساتھ یہاں آئی تھی۔ دونوں نے جہاز کے اندر شانہ بشانہ بیٹھ کر سفر کیا تھا اور اپنی شادی کا پروگرام بناتے رہے تھے لیکن حسام نے بیان دیا ہے کہ اس نے کیلی رافیل (سلمیٰ زیاد) کے ساتھ سفر نہیں کیا تھا۔ اس سے ایک دن پہلے ہی لندن سے یہاں چلا آیا تھا۔

"پولیس نے حسام اور سلمیٰ زیاد (کیلی رافیل) کے پاسپورٹ وغیرہ کو چیک کیا تو ان میں درج شدہ تاریخوں کے مطابق دونوں نے ایک تاریخ میں ایک ہی جہاز میں سفر نہیں کیا تھا۔ تاریخ کے حساب سے حسام ایک دن پہلے اپنی کوٹھی میں اپنی بیٹی کے ساتھ آیا تھا۔"

ڈی ہاروے نے لیڈی آئرن راڈ سے کہا "میں کیلی رافیل کے چور خیالات اچھی طرح پڑھ چکا ہوں۔ انسان کے اندر چھپے ہوئے خیالات جھوٹ نہیں بولتے۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ حسام اس کے ساتھ بھیس بدل کر ہوٹل الحمرا گیا تھا لیکن جب کیلی نے اپنے ہی یہودی ساتھیوں جوزف اور جیکب کو قتل کیا تو وہ وہاں سے غائب ہو گیا تھا۔ یعنی اس نے کیلی رافیل کو پھانسنے کے لیے ایسی حرکت کی تھی۔"

"ہاروے! کیا تم نے حسام بن زید کے خیالات پڑھے ہیں؟"

"ہاں' میں اس کے دماغ میں بھی پہنچ گیا تھا۔ وہ خود اندر ہی اندر حیران تھا کہ جس کیلی رافیل پر ہزار جان سے فدا تھا اور اسے ایک اسلامی نام دے کر اس سے شادی کرنے والا تھا' اچانک ہی اس کے خلاف کیوں ہو گیا ہے اور کیلی نے دو نامعلوم افراد کو ہوٹل میں جا کر کیوں قتل کیا ہے۔ اس کے چور خیالات بتا رہے ہیں کہ وہ بھیس بدل کر کیلی کے ساتھ ہوٹل الحمرا نہیں گیا تھا۔"

وہ بولی "یہ تو عجیب الجھاوا ہے۔ فی الحال یہی سمجھ میں آرہا ہے کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا کیلی رافیل کے ساتھ بھیس بدل کر گیا تھا۔ اس نے اسے دو افراد کو قتل کرنے پر مجبور کرایا اور اسے یہاں کی پولیس کسٹڈی میں پہنچا دیا۔"

"حسام بن زید کی سوچ بتا رہی تھی کہ جو لڑکی اس کی بیٹی ڈیلا کلہ بن کر اس کی کوٹھی میں ہے' اس کی اپنی بیٹی نہیں ہو سکتی ہے کیونکہ بڑی پراسرار لگ رہی ہے۔ کوٹھی کے ملازم بھی یہی سمجھ رہے ہیں کہ بیٹی اپنے باپ کے ساتھ کیلی رافیل سے ایک دن پہلے وہاں آئی ہے جبکہ یہ غلط ہے۔ حسام کے چور خیالات بتا رہے ہیں کہ وہ کیلی کے ساتھ آیا تھا اور اپنی کوٹھی میں ڈیلا کلہ کو دیکھ کر حیران رہ گیا تھا۔"

لیڈی آئرن راڈ نے کہا "ڈی ہاروے! کچھ حقائق سمجھ میں آرہے ہیں۔ حسام اپنی ہونے والی دلہن کے ساتھ آیا تھا لیکن کوٹھی کے ملازمین نے حسام اور اس کی بیٹی ڈیلا کلہ کو ایک رات پہلے کوٹھی میں آتے دیکھا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا ایک رات پہلے حسام بن کر کسی لڑکی کو اپنی بیٹی ڈیلا کلہ بنا کر اس کوٹھی میں گیا تھا۔"

"ہاں بات تو یہی سمجھ میں آرہی ہے۔ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ جس لڑکی کو وہ ڈیلا کلہ بنا کر لایا ہے' وہ جمیلہ رازی ہے۔"

"ہیراز دی پوائنٹ۔ میں بھی یہی سمجھ رہی ہوں کہ وہ ڈیلا کلہ نہیں ہے تو پھر جمیلہ رازی ہے۔ تم پھر ایک بار شاہ کے خیالات پڑھو اور معلوم کرو کہ اس کی انٹیلی جنس کے افسران نے جوزف اور جیکب کے قتل کی کوئی اطلاع دی تھی اور یہ کسی یہودی حسینہ کیا

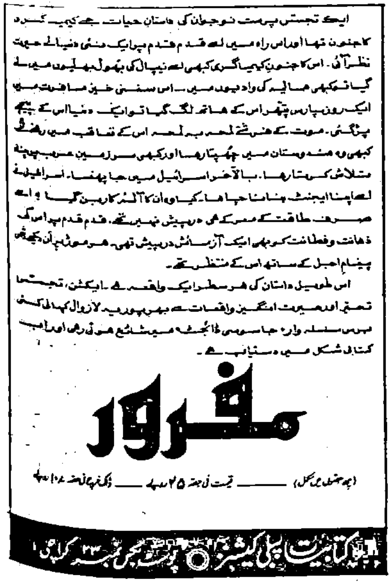

رافیل کا ذکر کیا تھا؟"

وہ شاہ کے اندر آیا۔ ملکہ پھر سو گئی تھی مگر وہ اپنی توہین کے خیال سے جاگ رہا تھا۔ صبح ہو رہی تھی۔ اب اسے نیند نہیں آرہی تھی۔ وہ کسی بھی طرح جمیلہ کو گرفتار کر کے بدترین سزا دینا چاہتا تھا۔ ڈی ہاروے اس کے خیالات پڑھ رہا تھا اور خیالات کہہ رہے تھے کہ پچھلی رات جمیلہ نے فون پر اس سے کہا تھا کہ وہ محبِ وطن ہے' یہاں اسرائیلیوں اور امریکیوں کو جاسوس بن کر رہنے نہیں دے گی اس لیے اس نے یہودی کیلی رافیل کو گرفتار کرایا ہے۔ اس یہودی حسینہ نے خود اپنے دو یہودی ساتھیوں جوزف اور جیکب کو قتل کیا تھا اور یہاں سلمیٰ زیاد بن کر آئی تھی۔"

یہ معلومات بہت اہم تھیں۔ اس نے لیڈی آئرن راڈ کو شاہ کے یہ خیالات بتائے پھر کہا "اب اس میں شبہ نہیں رہا کہ ڈیلا کلہ اور جمیلہ ایک ہی ہستی کے نام ہیں۔ کیلی رافیل کو گرفتار کرانے والی جمیلہ ہے اور یہ کام وہ اس اجنبی خیال خوانی کرنے والے کی مدد سے کر رہی ہے جو اس کا باپ حسام بن زید بن کر اس کوٹھی میں آیا تھا۔"

لیڈی آئرن راڈ یہ سنتے ہی ریسیور اٹھا کر شاہ کے نمبر ڈائل کرنے لگی۔ ڈی ہاروے نے پوچھا "کیا کر رہی ہو؟"

"شاہ کو انفارم کر رہی ہوں۔ وہ ابھی ڈیلا کلہ یعنی جمیلہ کو گرفتار کرے گا۔"

"ذرا ٹھہرو۔ شاہ تم پر یقین نہیں کرتا ہے۔ اپنے ماتحت سیمول کو بلاؤ۔ وہ شاہ سے بات کرے گا۔ دوسرے لفظوں میں' میں سیمول کی زبان سے بولوں گا۔"

سیمول کو بلایا گیا۔ اس نے ہدایات کے مطابق نمبر ڈائل کیے۔ دوسری طرف سے پرسنل سیکریٹری نے پوچھا "تم کون ہو؟ کیا چاہتے ہو؟"

سیمول نے ڈی ہاروے کی مرضی کے مطابق کہا "میرا کوئی نام نہیں ہے۔ میں گمنام ہوں مگر ابھی جمیلہ رازی کو گرفتار کرا سکتا ہوں۔"

"مجھے بتاؤ۔ وہ دشمن لڑکی کہاں ہے؟"

"سوری۔ میں اس سلسلے میں صرف شاہ سے گفتگو کروں گا ورنہ فون بند کر دوں گا۔"

"پلیز ایک منٹ ہولڈ کرو۔ میں ابھی گفتگو کراتا ہوں۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ ڈی ہاروے سیکریٹری کے دماغ میں رہ کر دیکھ رہا تھا۔ وہ انٹرکام پر شاہ کو اس فون کے متعلق بتا رہا تھا۔ شاہ نے فوراً ٹیلیفون کا ریسیور اٹھا کر پوچھا "ہیلو اجنبی! کیا تم جمیلہ کا ٹھکانا جانتے ہو؟"

"جی ہاں' میں ابھی بتاتا ہوں لیکن آپ کو بڑی رازداری سے کام لینا ہوگا تاکہ وہ وہاں سے فرار نہ ہو جائے۔ آپ اپنے بہت ہی قابلِ اعتماد افسران اور سپاہیوں کو حسام بن زید کی کوٹھی کا محاصرہ کرنے کا حکم دیں۔ اس کوٹھی میں حسام کی داشتہ کی ایک بیٹی ڈیلا کلہ رہتی ہے۔ دراصل وہی جمیلہ رازی ہے۔"

"یہ باتیں تم اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتے ہو؟ تمہاری معلومات کے ذرائع کیا ہیں؟"

"آپ کو اپنے ہر سوال کا جواب مل جائے گا۔ آپ ڈیلا کلہ کو گرفتار کرا کے اس کے چہرے کا میک اپ اتروائیں' پھر آپ کے سامنے جمیلہ رازی عیاں ہو جائے گی۔"

یہ کہہ کر سیمول' ڈی ہاروے کی مرضی سے ریسیور رکھ کر چلا گیا۔ ڈی ہاروے شاہ کے اندر تھا اور لیڈی آئرن راڈ کو وہاں کے حالات بتا رہا تھا۔ شاہ نے فوراً ہی چار قابلِ اعتماد فوجی افسران کو طلب کیا تھا اور ان سے کہہ رہا تھا "میں کل سے حسام بن زید کا نام سن رہا ہوں۔ ایک یہودی حسینہ مسلمان بن کر اس کی کوٹھی میں آئی تھی۔ اب وہ پولیس کسٹڈی میں ہے۔ تم لوگ بہترین مسلح سپاہیوں کو لے جا کر چپ چاپ پہلے حسام کی کوٹھی کا محاصرہ کرو۔ تاکہ وہاں سے ایک پرندہ بھی اڑ کر فرار نہ ہو سکے۔ پھر وہاں تمہیں حسام اور اس کی بیٹی ڈیلا کلہ نظر آئے گی۔ ان دونوں کو گرفتار کر کے یہاں لے آؤ۔"

صبح ہو چکی تھی۔ آفتاب اپنی پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ چار افسران نے پچیس مسلح فوجی جوانوں کے ذریعے حسام بن

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

زید کی کوٹھی کا محاصرہ کرایا پھر وہ چند سپاہیوں کے ساتھ کوٹھی میں داخل ہوئے۔ حسام بن زید نے پوچھا "آپ لوگوں کے اس طرح آنے کا مقصد کیا ہے؟"

ایک افسر نے کہا "سوال تم نہیں کرو گے۔ ہم کریں گے۔ یہاں کتنے افراد ہیں؟"

"میں ہوں اور ڈیلا نکلہ ہے۔"

"یہ ڈیلا نکلہ کون ہے؟"

"ایک اجنبی لڑکی ہے۔ خواہ مخواہ خود کو میری بیٹی کہتی ہے۔"

"اسے یہاں بلاؤ۔" ڈی ہاروے نے اس افسر کی زبان سے سپاہیوں کو حکم دیا۔ "جاؤ اور پوری کوٹھی کی تلاشی لو اگر کوئی اور اجنبی نظر آئے تو اسے بھی پکڑ کر لے آؤ۔"

ڈی ہاروے سمجھ رہا تھا کہ شاید کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا کسی بھیس میں وہاں چھپا ہوا ہے لیکن میں نے تو حسام کے آتے ہی کوٹھی چھوڑ دی تھی۔ ضرورت کے وقت جاتا تھا۔ پھر چلا آتا تھا۔

چند سپاہی جمیلہ کو گرفتار کر کے لے آئے۔ اسے میں نے ایسی تربیت دی تھی کہ وہ برے حالات میں پریشان نہیں ہوتی تھی' ایک افسر نے پوچھا "تم کون ہو؟"

"میں ڈیلا نکلہ بنت حسام ہوں اور یہ جو کھڑے ہوئے ہیں' میرے فادر ہیں۔"

حسام نے کہا "یہ جھوٹ بولتی ہے۔ میری کوئی بیٹی نہیں ہے۔ یہ کوئی پُراسرار لڑکی ہے۔ مجھے خواہ مخواہ پریشان کر رہی ہے۔"

"آپ نے اس لڑکی کے خلاف رپورٹ درج کیوں نہیں کرائی۔"

"میں پہلے ہی ایک یہودی عورت کیلی رافیل کے کیس میں پریشان ہوں۔ وہ ایک مسلمان لڑکی سلمیٰ زیاد بن کر میرے گھر آئی تھی اور ہوٹل الحمرا میں جا کر دو افراد کو قتل کر دیا تھا۔"

فوجی افسران دونوں کو گرفتار کر کے محل میں شاہ کے سامنے لے آئے۔ شاہ نے حکم دیا اس لڑکی کے چہرے سے میک اپ کو دھویا جائے۔"

حکم کی تعمیل کی گئی۔ چہرے سے میک اپ اتارا گیا تو سامنے جمیلہ کھڑی ہوئی تھی۔ شاہ نے گھورتے ہوئے کہا "اچھا تو تم ہو جمیلہ؟ تم میری بیگم کا بھیس بدل کر آئی تھیں۔ تم نے میرے محل کو زینت کا گھروندا سمجھ لیا تھا۔ دیکھ لیا تم نے کہ میں نے صبح ہوتے ہی تمہیں گرفتار کرا لیا ہے۔ تم اپنی قبر میں بھی چھپی رہتی تو میں وہاں سے بھی تمہیں نکلوا کر تمہیں عبرت ناک سزائیں دیتا اور اب بھی تم میرے قہر و غضب سے نہیں بچو گی۔"

جمیلہ نے کہا "شاہ حضور! آپ کی دی ہوئی ہر سزا سر آنکھوں پر مگر میرا قصور کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں' میں ملکہ عالیہ کا بھیس بدل کر آئی تھی جبکہ میں اپنی خواب گاہ میں سو رہی تھی۔ کیا میرے خلاف کوئی ثبوت ہے؟"

شاہ نے حکم دیا "جاؤ رئیس الکبیر کو دیکھو۔ وہ ہوش میں آگیا ہو تو اسے لے آؤ۔"

حکم کی تعمیل ہوئی۔ ایک افسر ایک سپاہی کے ساتھ رئیس الکبیر کی خواب گاہ میں آیا۔ وہ ہوش میں آگیا تھا اور اپنے دونوں ہاتھوں کو دیکھ رہا تھا' جن میں صرف چار چار انگلیاں رہ گئی تھیں۔ افسر نے کہا "معزز مہمان! آپ کو شاہ حضور نے ابھی طلب کیا ہے۔ آپ پر ظلم کرنے والی مجرمہ گرفتار کر لی گئی ہے۔"

وہ سہم کر بولا "نن.... نہیں۔ وہ گرفتار نہیں ہو سکتی۔ وہ ایک بلا ہے۔ وہ کسی کے ہاتھ نہیں آئے گی۔ میرے دونوں ہاتھ کاٹ ڈالے گی۔"

"آپ خوف زدہ نہ ہوں۔ ہم یقین دلاتے ہیں کہ آپ اسے دیکھتے ہی گولی مار دیں گے۔"

"گولی کیسے ماروں گا' ریوالور کا دستہ ہو یا کوئی اور ہتھیار' اسے پکڑنے کے لیے انگوٹھا لازمی ہے۔ میں تو اس لڑکی کو ٹھینگا بھی نہیں دکھا سکوں گا۔"

"اسے آپ نہ سہی' ہم سزائے موت دیں گے۔ پلیز آپ چلیں۔"

وہ اسے سمجھا منا کر شاہ کے سامنے لائے۔ وہاں جمیلہ کو دیکھتے ہی رئیس الکبیر بھاگنا چاہتا تھا۔ سپاہیوں نے اسے پکڑ لیا۔ شاہ نے کہا "معزز مہمان! اپنے دل و دماغ سے سارا خوف نکال دو۔ اب یہ لڑکی بے بس ہے' ہم نے کہا تھا کہ ہمارے محل میں تم محفوظ رہو گے اور مجرمہ گرفتار کی جائے گی۔ ہم پہلا وعدہ پورا نہ کر سکے لیکن اسے گرفتار کر کے دوسرا وعدہ پورا کر رہے ہیں۔ تم جس طرح چاہو اس سے انتقام لے سکتے ہو۔"

رئیس الکبیر نے جھجکتے ہوئے جمیلہ کو دیکھا۔ جمیلہ نے پوچھا "قسم کھا کر کہو' کیا میں تمہیں کوئی تکلیف پہنچانے آئی تھی؟"

"نن.... نہیں۔ ملکہ عالیہ آئی تھیں۔ انہوں نے مجھ سے لپٹ کر کوئی سوئی چبھوئی تھی پھر میں بے ہوش ہو گیا تھا۔"

شاہ نے ناگواری سے کہا "کیا بکتے ہو۔ میری بیگم تمام رات میرے ساتھ رہیں۔ یہ ملکہ بن کر آئی تھی۔"

جمیلہ نے کہا "یہ ایک مفروضہ ہے۔ کیا کسی نے مجھے بھیس بدلتے ہوئے دیکھا ہے یا بھیس بدلنے کے بعد پہچانا ہے کہ وہ میں ہی تھی؟"

"تم بھیس بدلنے میں مہارت رکھتی ہو اسی لیے حسام کی بیٹی ڈیلا نکلہ بنی ہوئی تھیں۔ تم انصاف حاصل کرنے کے لیے آج کی واردات سے انکار کر سکتی ہو لیکن اس سے پہلے تم نے شکار گاہ کے بنگلے میں آکر ایسی ہی ایک واردات نہیں کی تھی؟"

"ہرگز نہیں۔ میں نے شکار گاہ کا بنگلا آج تک نہیں دیکھا ہے۔ کیوں آقا! تم نے اس بنگلے میں مجھے دیکھا تھا؟"

رئیس الکبیر نے ہچکچاتے ہوئے کہا "میں نے چہرہ نہیں دیکھا تھا۔ چہرے پر نقاب تھا چونکہ تم نے چیلنج کیا تھا اس لیے وہ تم ہی ہو سکتی تھیں۔"

"تمہیں شبہ ہے۔ یقین نہیں۔ میں تو غصے میں محض دھمکیاں دیا کرتی تھی مگر کبھی تمہیں نقصان نہیں پہنچایا۔ تم خود کہتے ہو کہ دونوں انگوٹھے کسی عورت نے کاٹے اور وہ میں نہیں تھی۔ تم چشم دید گواہ ہو کہ تم نے مجھے واردات کے وقت روبرو نہیں دیکھا تھا۔"

پھر وہ شاہ سے بولی "حضورِ عالی! آپ کا مہمان اپنی زبان سے کہہ رہا ہے کہ اس نے مجھے روبرو نہیں دیکھا اور نہ ہی میں نے اسے کوئی نقصان پہنچایا ہے۔ پھر میرا قصور کیا ہے؟"

اس بار ڈی ہاروے نے رئیس کی زبان سے کہا "قصور یہ ہے کہ تم میرے محل سے لاکھوں کروڑوں کے ہیرے جواہرات لے کر فرار ہو گئی تھیں اور مجھ پر الزام لگا رہی تھیں کہ میرے آدمی تمہیں اغوا کر کے محل میں لے آئے تھے۔"

"یہ سچ ہے کہ مجھے اغوا کر کے تمہاری حرم سرا میں پہنچایا گیا تھا لیکن یہ جھوٹ ہے کہ میں نے تمہارے محل سے کچھ چرایا تھا۔"

ڈی ہاروے نے پھر کہا "حضور شاہ! یہ کہتی ہے کہ صرف دھمکیاں دیتی رہی جبکہ سچ مچ میرے دو انگوٹھے کاٹے گئے ہیں۔ اگر یہ آزاد رہے گی تو آج رات کوئی انگلی کٹ جائے گی۔ آپ سے درخواست ہے کہ یہ میری مجرمہ ہے۔ مجھے اجازت دی جائے کہ میں اسے اپنے محل میں لے جا کر قید کر سکوں۔ یہ قید میں رہے گی اور میری ہر انگلی سلامت رہے گی تو ثابت ہو جائے گا کہ یہ بے قصور نہیں ہے۔ اگر انگلی کاٹی جائے گی تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ اس کی آڑ میں کوئی اور دشمنی کر رہا ہے۔"

شاہ نے کہا "ہم تمہیں پناہ دے کر تمہیں نقصان سے نہیں بچا سکے لیکن جمیلہ رازی کو اس لیے تمہارے حوالے کرتے ہیں کہ تم اس کی بے گناہی خود معلوم کرو گے۔"

"آپ سے دوسری درخواست ہے کہ یہ بہت خطرناک ہے۔ آپ کے فوجی اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پیروں میں بیڑیاں پہنا کر اسے میرے محل میں پہنچا دیں۔"

آج تک مجھ سے کوئی مجرم جیسا سلوک نہ کر سکا سونیا' علی تیمور' پارس اور میرے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ بھی کسی کو اتنی جرأت نہ ہوئی کہ وہ ہم میں سے کسی کے ساتھ مجرموں جیسا سلوک کرے۔ میں یہ بھی گوارا نہ کرتا کہ جمیلہ کے ساتھ ایسا سلوک کیا جائے لیکن اس وقت میں نے جمیلہ سے کہہ دیا تھا کہ یہ تمہاری پہلی عملی تربیت ہے۔ میں تمہارے پاس رہوں گا لیکن جب تک تمہاری جان پر نہ بن آئے' اس وقت تک تمہاری کوئی مدد نہیں کروں گا۔ اس لیے وہ عملی تربیت کے پہلے مرحلے میں اپنے طور سے حالات کا سامنا کر رہی تھی۔

وہ بولی "اگر حضورِ عالی! کا یہی حکم ہے کہ مجھے پھر حرم سرا کے جلادوں کے درمیان بھیج دیا جائے تو مجھے انکار نہیں ہے۔ میں پھر اس حرم سرا میں جاؤں گی لیکن میری گزارش ہے کہ جب تک میرا قصور ثابت نہ ہو تب تک مجھ سے مجرموں جیسا سلوک نہ کیا جائے۔ مجھے ہتھکڑی اور بیڑیاں نہ پہنائی جائیں۔"

رئیس الکبیر نے ڈی ہاروے کی مرضی کے مطابق کہا "تاکہ تم محل سے نکلتے ہی سپاہیوں کو دھوکا دے کر فرار ہو جاؤ۔ میں حضور شاہ سے گزارش کرتا ہوں کہ اسے ہتھکڑیاں اور بیڑیاں ضرور پہنائی جائیں۔"

شاہ نے یہی حکم دیا "ایک ماتحت افسر نے آکر جمیلہ کے دونوں ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پہنائیں۔ جب وہ ہتھکڑیوں میں اچھی طرح تالا لگا کر اسے جیب میں رکھنے لگا تو جمیلہ نے کہا "ٹھہرو افسر! یہ ہتھکڑیاں بھی جیب میں رکھ لو۔"

یہ کہتے ہی اس نے دونوں ہاتھوں کو ایک ذرا جھٹکا دیا۔ شاہ حیرانی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ سب نے بے یقینی سے دیکھا کیونکہ انہوں نے ایسی غیر معمولی جسمانی قوت کبھی نہیں دیکھی تھی۔ دونوں ہاتھوں کی ہتھکڑیاں ٹوٹ کر کنگن کی طرح جمیلہ کی کلائیوں میں رہ گئی تھیں۔ اب وہ ایک ایک کلائی کی ہتھکڑی کو مقفل ہونے کے باوجود انہیں توڑ کر اس ماتحت افسر کے ہاتھوں پر رکھ رہی تھی۔

پھر وہ شاہ سے بولی "آپ میرے ملک کے بادشاہ ہیں اور میں

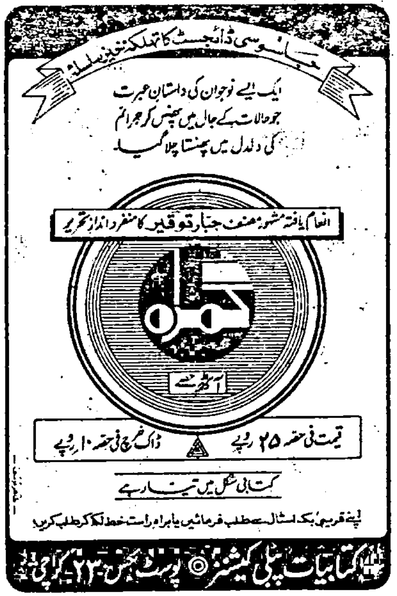

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ے اور اپنے بادشاہ سے بہت محبت کرتی ہوں اور اب ہوں کہ میرا کوئی جرم ثابت ہو جائے گا تو آپ کے حکم ہتکڑیاں اور بیڑیاں ضرور پہن لوں گی اور جب تک جرم ہوگا' تب تک کوئی زمینی طاقت مجھ سے مجرموں جیسا ر سکے گی۔"

سکتہ طاری تھا۔ سب گم صُم تھے۔ اُدھر ڈی ہاروے اڈ سے کہہ رہا تھا "تم نے تو کہا تھا کہ جیلہ رازی ایک حسینہ ہے مگر اس نے تو ہاتھوں میں پہنائی ہوئی لوہے کی معمولی جھٹکے سے توڑ دیا ہے۔"

ائی گاڈ! وہ نازک اندام ہے۔ مجھے یقین نہیں آرہا ہے رفت سے آزاد ہو سکتی ہے۔"

نے رئیس الکبیر کے دماغ میں رہ کر یہ حیرت انگیز اور اشا دیکھا ہے' وہ نازک اندام نہیں فولاد ہے۔"

! پھر تو وہ جیلہ نہیں ہے۔ کوئی اور ہے اور وہ جو کوئی ے لیے خطرہ بن سکتی ہے۔ اسے کسی طرح یہاں محل یہاں اس کی ہڈیاں پسلیاں توڑنے کے لیے میں ہوں' 'خونخوار کتے ہیں۔"

بات ہے' میں کوشش کرتا ہوں۔"

رئیس الکبیر کے اندر آگیا۔ اس وقت شاہ کے قریب ن بج رہی ہے۔ پرسنل سیکریٹری نے ریسیور اٹھا کر پوچھا

نے لیڈی آئرن راڈ کی آواز بنا کر کہا "میں آئرن راڈ آقا سے بات کرنا چاہتی ہوں۔"

نے رئیس الکبیر سے کہا "آپ کے لیے فون ہے۔ اڈ بات کرنا چاہتی ہیں۔"

نے آگے بڑھ کر ایک ہاتھ کی چار انگلیوں سے بمشکل تھام کر اسے کان سے لگا کر کہا "ہیلو لیڈی! میں تمہارا آقا بول رہا ہوں۔"

میں نے اس بار جیلہ کی آواز بنا کر کہا "مجھے آواز بدلنے میں مہارت حاصل ہے۔ بے چارہ سیکریٹری لیڈی آئرن راڈ کی آواز پہچانتا ہے اس لیے اس کے کان میں لیڈی کی آواز پھونکی۔ اب اصل آواز میں بول رہی ہوں جسے جیلہ سمجھ کر گرفتار کیا گیا ہے۔ اسے اپنے محل میں لے جاؤ لیکن آج رات میں ضرور آؤں گی اور تمہاری کوئی انگلی بڑی آسانی سے لے جاؤں گی۔"

پھر میں جیلہ کے اندر ایک لمحے کے لیے آیا۔ اس نے سانس روک لی تھی۔ میں سمجھ رہا تھا کہ ڈی ہاروے ضرور جیلہ کی آواز اور لہجے کو گرفت میں لے کر اس کے اندر آنے کی کوشش کرے گا۔ وہ ناکام ہو کر پھر رئیس کے اندر آیا۔ وہ سہم کر بول رہا تھا "نن..... نہیں جیلہ! میں دشمنی ختم کرنا چاہتا ہوں۔ میں تمہاری شرط پوری کروں گا۔ میں آج سے چالیس راتیں اپنی قبر میں

گزاروں گا۔"

میں نے کہا "مگر وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہیں مجبور کرے گا کہ تم ایسا نہ کرو اور کسی طرح مجھے گرفتار کرو۔ ابھی وہ میرے اندر آنا چاہتا تھا۔ میں نے سانس روک کر اسے بھگا دیا ہے۔"

"نہیں۔ میرے اندر کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں ہے۔ میں کسی کا تابعدار نہیں ہوں۔ تمہاری شرط ضرور پوری کروں گا۔"

"تو پھر شرط پوری کرو اور طبعی عمر تک زندہ رہو۔"

میں نے ریسیور رکھ دیا۔ رئیس الکبیر نے بھی ریسیور رکھ کر شاہ سے کہا۔ "حضور شاہ! ہم سے غلطی ہو رہی ہے۔ آپ کے سپاہیوں نے جیلہ کے دھوکے میں اسے گرفتار کیا ہے۔ ابھی فون پر جیلہ مجھ سے بول رہی تھی۔ وہ نازک اندام ہے اور یہ فولادی ہے۔ یہ جو کوئی بھی ہو' وہ فون کرنے والی جیلہ آج رات میری کوئی انگلی لے جائے گی اس لیے میں اس کی شرط پوری کروں گا۔ میں آج رات سے اپنی قبر میں سویا کروں گا۔"

سیکریٹری نے کہا "لیکن مجھے تو کہا گیا تھا کہ وہ لیڈی آئرن راڈ بول رہی ہے۔"

رئیس نے کہا "وہ آواز بدلنے کی ماہر ہے۔ اب تو جو کچھ بھی ہو۔ میں کسی پر بھروسا نہیں کروں گا۔ میں اپنے دو انگوٹھے ضائع کرنے کے بعد باقی پورے جسم کے ساتھ زندہ رہنا چاہتا ہوں۔"

شاہ نے کہا "ابھی تم اسے اپنے محل میں لے جا کر قید کرنا چاہتے تھے۔ اب تمہیں انکار ہے تو کوئی بات نہیں۔ ہم اس حسین فولادی لڑکی سے معلوم کرنا چاہیں گے کہ اس کی اصلیت کیا ہے؟"

وہ بولی "میں نہیں جانتی کس جیلہ نے ابھی رئیس سے فون پر بات کی تھی۔ میری اصلیت یہی ہے کہ میں عبداللہ رازی کی بیٹی جیلہ رازی ہوں۔ میرے باپ کو بلا کر تصدیق کی جا سکتی ہے۔ پھر لیڈی آئرن راڈ اور رئیس الکبیر کے محل کے بیشتر افراد مجھے پہچانتے ہیں اور میں اپنی بے گناہی ثابت کرنے کے لیے رئیس کی حرم سرا میں ضرور جاؤں گی۔"

شاہ نے حکم دیا کہ جیلہ رازی کو بیٹھنے کے لیے کرسی دی جائے اور اس کے باپ اور لیڈی آئرن راڈ کو فوراً یہاں حاضر کیا جائے جب جیلہ رازی ایک کرسی پر بیٹھ گئی تو شاہ نے پوچھا "کیا تم نے ہی اس یہودی کیلی رافیل کو گرفتار کرایا تھا اور یہ انکشاف کرایا تھا کہ ہمارے ملک سے تیل چوری کیا جا رہا ہے؟"

"جی ہاں' میں حسام بن زید کی بیٹی ڈیلا نکلہ بن کر اس کی کوٹھی میں چھپی ہوئی تھی اور چپ چاپ معلومات حاصل کر رہی تھی کہ یہ اسرائیلی اور امریکی ایجنٹ اسلامی ملکوں میں کیسی کیسی چالیں چل رہے ہیں۔"

"تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ کیلی رافیل ایک اسلامی نام اختیار کر کے حسام کی کوٹھی میں آنے والی ہے؟"

"حضورِ عالی! کیا آپ نہیں جانتے کہ ہمارے کتنے مسلمان

ش رئیس کی طرح فریب میں آ کر یا جان بوجھ کر یہودی یا عیسائی رتوں سے شادیاں کر لیتے ہیں۔ آئندہ ہمارے اسلامی ملکوں میں جو ں جوان ہوگی وہ آدھا تیتر اور آدھا بٹیر ہوگی۔ ان کی مائیں انہیں ہر مسلمان بنائے رکھیں گی لیکن ان کے ذہنوں میں یہودیت ن کریں گی۔"

"تم درست کہتی ہو۔ ہم اس معاملے میں سختی برت رہے ہیں۔ ں کسی مسلمان کو کسی غیر مسلم عورت سے شادی کرنے کی ازت نہیں ہے۔"

وہ بولی "اس کے باوجود کیلی رافیل کی طرح کسی یہودی عورت پہچاننا مشکل ہو جاتا ہے۔ یہ یہودی حسینائیں دکھاوے کے لیے لمان بن کر یہاں نہ معلوم کتنے مسلمان رئیسوں کے ساتھ دواجی زندگیاں گزار رہی ہیں اور اندر ہی اندر جڑیں کاٹنے کے ے آئندہ نسل کو مسلمان ہونے کے باوجود یہودی نواز بنا رہی ہیں۔ ں ایسی عورتوں کو یہاں باری باری بے نقاب کروں گی۔ اگر ان ے خلاف کوئی ثبوت نہ ملا اور کوئی قانونی کارروائی نہ ہو سکی تو میں بائدالت میں انہیں سزائے موت دوں گی۔"

"بے شک تم محبِ وطن ہو لیکن قانون کے مطابق سزا دینے لا میں ہوں۔ لہٰذا تم قانون کو ہاتھ میں نہیں لوگی۔"

"معاف کیجیے گا حضورِ عالی! آپ کو برا تو لگے گا لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپ رئیس الکبیر جیسے امراء و رؤسا کی غیر قانونی حرکتوں کو رانداز کرتے ہیں کیونکہ ان کی حمایت سے آپ کی بادشاہت امت رہتی ہے۔"

شاہ نے ناگواری سے کہا "تم حد سے بڑھ رہی ہو۔ ایک لوہے ہتکڑی توڑ کر خود کو اس قدر طاقتور سمجھتی ہو کہ ہم پر حاوی جاؤ گی۔"

"میں آپ کی ادنیٰ کنیز ہوں چونکہ آپ حقیقت تسلیم نہیں کرتے ہے اس لیے میں اور کچھ نہیں بولوں گی۔ آپ حکم دیں' میں بل کروں گی۔"

"تم میں گستاخی بھی ہے اور خاکساری بھی۔ بہتر ہے کہ تم رے معزز مہمان رئیس الکبیر کے محل میں چلی جاؤ مگر ہم سے بطہ رکھو۔ تمہاری نظروں میں ملک دشمن عناصر آئیں تو ان کے اف ثبوت حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ تمہیں ایک اجازت ر اور دیا جائے گا جسے دکھا کر جب چاہو گی یہاں آ کر ہم سے قات کر سکو گی۔ تم ہتھکڑیوں اور بیڑیوں کے بغیر ہمارے فوجیوں کے ساتھ رئیس الکبیر کے محل میں چلی جاؤ۔"

میں نے کہا "جیلہ! اس محل میں خونخوار کتے شاید دس عدد رہ ئے ہیں۔ اگر وہ تم پر چھوڑے گئے تو بیک وقت ان سب سے مقابلہ ں کر سکو گی اس لیے میں انہیں ٹھکانے لگانے جا رہا ہوں۔"

رئیس الکبیر کے محل میں ایسے کئی افراد تھے' جن کے دماغوں

میں بہت پہلے ہی میں جگہ بنا چکا تھا۔ خونخوار کتوں کا پہلا ٹرینر ہی وجہ سے مارا گیا تھا۔ اب ایک نیا ٹرینر آیا ہوا تھا۔ میں۔ کے ایک شخص کے ذریعے اس کی آواز سنی۔ پھر اس کے گیا۔ کچھ دیر تک اس کے خیالات پڑھتا رہا۔ اسی وقت آئرن راڈ نے اسے اپنے کمرے میں طلب کیا پھر کہا "یہ رازی پہنچنے والی ہے۔ ہمیں شبہ ہے کہ وہ جیلہ نہیں ہے دیکھوں گی کہ وہ کس قدر فولادی عورت ہے۔ اگر وہ آقا ہم پر حاوی ہونا چاہے گی تو میں کسی طرح اس کے بدن کا کر تمہیں دوں گی۔ تم لباس کا وہ ٹکڑا کتوں کو سونگھا دو گے۔

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ وہ ٹیلی فون کی طرف جاتے ہوئے "اب تم جاؤ۔"

وہاں بستر پر لیڈی آئرن راڈ کا اُترا ہوا لباس رکھا ہوا نے میری مرضی کے مطابق لیڈی کا ایک اسکارف ا اپنے لباس میں چھپا لیا۔ فون کی طرف جاتے وقت لیڈی ٹرینر کی طرف تھی اس لیے وہ یہ حرکت دیکھ نہیں سکی۔

ٹرینر نے اپنے کمرے میں آ کر اس اسکارف کو ایک کے تھیلے میں ڈال کر اسے اچھی طرح بند کر کے رکھ دیا گیارہ بجے جیلہ فوجیوں کے ساتھ ایک گاڑی میں بیٹھ میں آئی۔ رئیس الکبیر اپنی کار میں آیا تھا۔ اس نے لیڈی کو دیکھ کر کہا "اسے دیکھو' یہ بالکل جیلہ کی ہم شکل ہے نہیں ہے۔ میں نے اس کی موجودگی میں جیلہ سے فون

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہے۔ اسے رہائش کے لیے مہمان خانے میں پہنچایا جائے۔"

پھر وہ اپنے سیکریٹری کے ساتھ اپنی خواب گاہ کی طرف جاتے ہوئے بولا "کیا میری قبر تیار ہو رہی ہے؟"

سیکریٹری نے کہا "جی ہاں آقا! مقبرے کی چار دیواری اٹھائی جا رہی ہے اور ایک قبر کھود دی گئی ہے۔ کیا واقعی جب آپ قبر میں رہیں گے تو اسے اوپر سے بھی بند کیا جائے گا؟"

"بے شک! جو حکم دے چکا ہوں' اس پر عمل کیا جائے۔ قبر چاروں طرف سے اور اوپر سے بند رہے گی۔ صبح اس قبر کے اوپر سے پتھر کی سل ہٹا دی جائے گی۔ میں باہر آجایا کروں گا۔ اب جاؤ' میں آرام کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ اپنی خواب گاہ میں چلا گیا۔ ڈی ہاروے نے لیڈی آئرن راڈ سے کہا "تمہارے سامنے جو جمیلہ ہے میں اس کی غیر معمولی جسمانی قوت دیکھ چکا ہوں۔ اسے کسی طرح زخمی کرو تاکہ میں اس کے اندر پہنچ کر اس کی اصلیت معلوم کر سکوں۔"

لیڈن آئرن راڈ نے سوچ کے ذریعے کہا "تم اسے فولادی کہہ رہے ہو جبکہ یہ وہی نازک اندام جمیلہ دکھائی دے رہی ہے۔ میرا ایک ہاتھ پڑتے ہی چکرا کر گر پڑے گی۔"

پھر وہ جمیلہ سے بولی "سنا ہے تم نے لوہے کی ہتھکڑی توڑ دی تھی۔ کیا تم کوئی جادو وغیرہ سیکھ کر آئی ہو؟"

وہ بولی "ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں وہی پہلے والی جمیلہ ہوں۔ یہ بات تمہارے علم میں ہے کہ میں اس محل میں دوبار آکر جا چکی ہوں۔ پہلی بار مجھے جبراً لایا گیا تھا۔ دوسری بار میں رئیس کے تکیے میں خنجر پیوست کر کے گئی تھی۔"

وہ دونوں باتیں کرتی ہوئی حرم سرا کے باہر اس حصے میں آئیں جہاں ایک باغیچہ تھا۔ باغیچے کے ایک طرف دو آہنی کٹہرے تھے' جن میں پانچ خونخوار کتے غرا رہے تھے یا بھونک رہے تھے۔ لیڈی آئرن راڈ نے کہا "تم اعتراف کر رہی ہو کہ تم نے آقا کے تکیے میں خنجر پیوست کیا تھا پھر تو دونوں انگوٹھے بھی تم نے ہی کاٹے ہیں۔"

"ہاں۔ میں جو بولتی ہوں' وہ کر گزرتی ہوں۔"

"لیکن تم نے شاہ کے سامنے کہا تھا کہ صرف دھمکیاں دیتی ہو۔ آقا سے دشمنی کوئی اور کرتا ہے۔ کیا وہاں تم نے جھوٹ کہا تھا؟"

"تمہارے اور رئیس کے دماغ میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا موجود رہتا ہے۔ وہ تمہیں پل بھر میں اُدھر کی بات اِدھر بتا رہا ہے۔"

"ہاں بتا رہا ہے اب جبکہ تم وہی جمیلہ ہو اس لیے یہاں سے واپس نہیں جا سکو گی۔"

"ایک بار تم نے فون پر کہا تھا کہ مجھ سے سامنا ہو گا تو میری ہڈیاں پسلیاں توڑ ڈالو گی۔ بالکل ان کتوں کی طرح بھونک رہی تھیں۔ کیا میں تمہیں کتیا کہوں؟"

لیڈی آئرن راڈ نے اچانک ہی حملہ کیا۔ جمیلہ نے حملے کو روک کر ایک الٹا ہاتھ اس کے منہ پر رسید کر دیا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے گئی۔ آنکھوں کے سامنے تارے ناچنے لگے۔ ایک ہی ہاتھ میں پتا چل گیا تھا کہ وہ فولادی ہے۔ اس نے سنبھلنے سے پہلے دوسرا ہاتھ رسید کیا۔ لیڈی کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ وہ گھوم کر گھاس پر گری۔ پھر اٹھنے کی کوشش کرنے لگی۔

جمیلہ نے کہا "آئرن راڈ کے معنی ہیں لوہے کا ڈنڈا یا سلاخ مگر آج تم موم کی سلاخ بن کر رہ جاؤ گی۔"

حرم سرا کی کھڑکیوں' دروازوں اور بالکونیوں سے حسین کنیزیں یہ تماشا دیکھ رہی تھیں۔ ان تمام کنیزوں نے لیڈی بکلر اور لیڈی آئرن راڈ سے بری طرح مار کھائی تھی اور خونخوار کتوں سے سہم کر رئیس الکبیر کی خواب گاہ میں جانے پر مجبور ہوتی رہی تھیں جب انہیں پتا چلا کہ جمیلہ نے لیڈی مین بکلر کو زخمی کر دیا ہے تو انہیں یقین نہیں آیا کہ ایک مرد مار عورت کو جمیلہ جیسی لڑکی نے مارا ہوگا۔ اب اپنی آنکھوں سے وہ کنیزیں دیکھ رہی تھیں کہ لیڈی آئرن راڈ جیسی ناقابلِ شکست فائٹر کو جمیلہ کس طرح دو ہی ہاتھ میں زمین چٹا رہی ہے۔

اسی باغیچے میں چھ حبشی ننگی تلواریں لیے آگئے تھے اور لیڈی آئرن راڈ کے حکم کے منتظر تھے۔ اس کا اشارہ پاتے ہی وہ تلواروں سے جمیلہ کی بوٹی بوٹی الگ کر دیتے پھر مسلح گارڈز بھی آگئے تھے۔ جمیلہ کو گولیوں سے چھلنی کرنا کچھ مشکل نہ تھا۔

لیڈی آئرن راڈ جی دار تھی۔ پھر مقابلے کے لیے اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ اس کی ناک سے اور باچھوں سے لہو رس رہا تھا۔ ڈی ہاروے اس کے اندر کہہ رہا تھا "وقت ضائع نہ کرو۔ اس کا لباس پھاڑ کر ٹریزر کو بلاؤ اور اس پر کتے چھوڑ دو۔ تمہارے ماتحت تمہیں مار کھاتے دیکھ رہے ہیں۔ تمہاری انسلٹ ہو رہی ہے یا پھر کسی سے کہو کہ وہ اسے تلوار یا گولی سے زخمی کرے۔"

وہ سوچ کے ذریعے بولی "میں ایک بار پھر حملہ کروں گی۔ ناکام ہوئی تو میرا کوئی ماتحت اسے زخمی کرے گا۔"

میں نے ٹریزر کو کٹہرے کے پاس پہنچا دیا تھا۔ وہ لیڈی کے اسکارف کو پھاڑ کر دو حصوں میں تقسیم کر کے دونوں کٹہروں کے کتوں کے درمیان پھینک چکا تھا۔ کتے اسکارف کے ٹکڑوں کو سونگھ رہے تھے' انہیں دانتوں سے پکڑ کر نوچ رہے تھے' پھاڑ رہے تھے۔

وہاں بہت زیادہ شور برپا ہو رہا تھا۔ رئیس الکبیر نے اپنی خواب گاہ کی کھڑکی سے جھانک کر لیڈی آئرن راڈ کو جمیلہ سے مقابلہ کرتے ہوئے دیکھا پھر پوچھا "یہ کیا ہو رہا ہے؟ میں نے حکم دیا تھا کہ اس جمیلہ کو مہمان خانے میں پہنچا دیا جائے۔"

لیڈی نے بلند آواز سے کہا "اس نے اعتراف کیا ہے کہ یہ وہی جمیلہ ہے جس نے آپ کے دونوں انگوٹھے کاٹے ہیں۔ یہ مہمان نہیں دشمن ہے۔"

جمیلہ نے کہا "ہاں رئیس الکبیر! تم بھی یہ اعتراف سن لو۔ میں نے شاہ کے سامنے اس لیے جھوٹ کہا تھا کہ وہ تمہارے جیسے رئیسوں کی بے جا حمایت کرتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ میں ہی تمہارے جسم کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر رہی ہوں اور کرتی رہوں گی۔"

ڈی ہاروے نے رئیس کے دماغ پر قبضہ جما کر اس کی زبان سے مسلح گارڈز کو حکم دیا "تم سب منہ کیا دیکھ رہے ہو۔ جمیلہ کو جان سے نہ مارو۔ صرف زخمی کرو۔ میں اسے زندہ اپنی قید میں رکھنا چاہتا ہوں۔"

ایک گارڈ نے جمیلہ کا نشانہ لیا لیکن گولی نہ چلا سکا۔ اسی وقت لیڈی آئرن راڈ نے جمیلہ پر حملہ کیا تھا۔ ایک فلائنگ کک مارنے کی کوشش کی تھی۔ ایسے میں گولی لیڈی کو بھی لگ سکتی تھی اس لیے وہ انتظار کرنے لگا۔ جمیلہ نے اس کی فلائنگ کک کو ناکام بنا کر پھر اسے گرا دیا۔ پھر اس کے اٹھنے سے پہلے منہ پر ایک ٹھوکر ماری۔ اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔

میں نے کہا "جمیلہ! بھاگو اور حرم سرا کے کسی کمرے میں بند ہو جاؤ۔"

وہ میری ہدایت کے مطابق ایک سمت بھاگی۔ ایک گارڈ نے گولی چلائی مگر اس سے پہلے ہی دوسرے گارڈ نے میری مرضی کے مطابق اسے گولی مار دی۔ مرنے والے کی رائفل سے نکلی ہوئی گولی ایک حبشی غلام کو لگی۔ وہ زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔

ادھر ٹریزر نے میری مرضی کے مطابق دونوں کٹہروں کا دروازہ کھول دیا۔ وہ کتے بھوکے درندے کی طرح لیڈی آئرن راڈ کی طرف لپکے۔ اس کا سر چکرا رہا تھا۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا رہا تھا لیکن کتوں کو اپنی طرف آتا دیکھ کر وہ اپنی تکلیف بھول کر محل کے اندر جانا چاہتی تھی مگر کئی کتے اس پر پل پڑے۔ اسے کاٹنے اور بھنبھوڑنے لگے۔ وہ حلق پھاڑ پھاڑ کر چیخ رہی تھی۔ کتوں سے لڑ رہی تھی اور لہولہان ہوتی جا رہی تھی۔

عجیب سچویشن تھی۔ مسلح گارڈز ان کتوں کو اس طرح سنبھل کر گولی مار رہے تھے کہ گولی لیڈی کو نہ لگے۔ ادھر میں اپنے معمول گارڈز کے اندر جا کر ایک دوسرے پر فائرنگ کرانے لگا۔ رئیس الکبیر کھڑکی کی آڑ سے حیران پریشان ہو کر دیکھ رہا تھا اور پوچھ رہا تھا "کیا پاگل ہو گئے ہو۔ ایک دوسرے کو ہلاک کر رہے ہو؟ کیا نامعلوم دشمن گارڈز بن کر میرے محل میں آ گئے ہیں؟"

ڈی ہاروے آخری بار لیڈی آئرن راڈ کے دماغ میں رہا کیونکہ اس کی ٹیلی پیتھی کتوں پر اثر انداز نہیں ہو سکتی تھی اور وہ کتے لیڈی کے بدن سے بڑی بڑی بوٹیاں نوچ کر کھا رہے تھے اور کھانے کے دوران مسلح گارڈز کی گولیوں سے مرتے جا رہے تھے۔

اب یہ یقین ہو گیا تھا کہ وہ آئرن راڈ نہیں بچے گی۔ اسی لیے اندھا دھند کتوں پر گولیاں چلا رہے تھے اور انہیں ہلاک کرتے جا رہے تھے۔ خواب گاہ کی کھڑکی کے پاس کھڑے ہوئے رئیس کی آنکھیں خوف سے پھیل گئی تھیں۔ وہ تصور میں دو مختلف بھیانک مناظر دیکھ رہا تھا۔ ایک تو یہ کہ کتے آئرن راڈ کی بوٹیاں نوچ رہے تھے۔ بدن سے گوشت کے ٹکڑے کاٹ کر یا نوچ کر الگ کیے جائیں تو کیسی جہنمی تکلیف پہنچتی ہے؟ دوسرا بھیانک منظر یہ تھا کہ جمیلہ بھی اس کے بدن سے تھوڑا تھوڑا سا گوشت کاٹ رہی تھی۔ دونوں مناظر میں کچھ زیادہ فرق نہیں تھا۔ اُدھر کتے نوچ رہے تھے۔ اِدھر جمیلہ اس کے جسم کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کاٹ رہی تھی۔

چونکہ دو انگوٹھے پہلے ہی کٹ چکے تھے اس لیے لیڈی اور کتوں کا منظر دیکھ کر رئیس الکبیر کے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے۔ وہ خوف سے تھر تھر کانپ رہا تھا۔ اس کی سہمی ہوئی عقل سمجھا رہی تھی کہ وہ پورے محل میں ہنگامہ برپا کر رہی ہے۔ پھر نہ جانے تنہائی میں اور کیسی سزائیں دے گی۔

وہ خواب گاہ کی کھڑکی سے جھانک کر دونوں ہاتھ اٹھا کر چیختے ہوئے کہہ رہا تھا "فائرنگ بند کرو۔ میں حکم دیتا ہوں فائرنگ بند کرو۔"

چند لمحوں کے بعد ہی خاموشی چھا گئی۔ فائرنگ بند ہو گئی۔ وہ چیخ کر بولا "یاد رکھنا' مس جمیلہ رازی ہماری معزز مہمان ہے۔ اسے نقصان پہنچانا تو دور کی بات ہے' کوئی اس سے گستاخی بھی نہ کرے۔ وہ جیسا بھی جائز یا ناجائز حکم دے گی' تم سب اس کی تعمیل کرو گے۔ جو میرے حکم کے خلاف کوئی حرکت کرے گا' اسے گولی مار دی

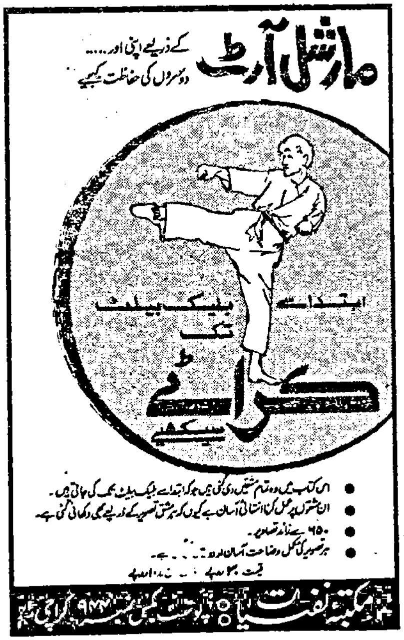

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

جائے گی۔"

وہ جمیلہ کے حق میں طرح طرح کے احکامات صادر کرکے کھڑکی کے پاس سے پلٹا تو خواب گاہ کے دروازے پر اسے دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ پھر خوف سے کانپتے ہوئے بولا۔ "میں تمہاری حمایت میں بول رہا تھا۔ تت... تم نے سنا ہوگا۔ میں آقا نہیں ہوں۔ تمہارا غلام ہوں۔ اس محل کے اندر اور باہر سب تمہارے غلام ہیں۔ تمہارے ہر حکم کی تعمیل کریں گے۔ تم آزما کر دیکھ لو۔"

"مجھے یقین ہے' تم سچ بول رہے ہو لیکن تم نہیں جانتے کہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے تمہیں اپنا معمول اور تابعدار بنا رکھا ہے۔ وہ کسی وقت بھی تمہارے ذریعے مجھ پر جان لیوا حملہ کرسکتا ہے یا یہاں کے کسی مسلح گارڈ کے دماغ پر قبضہ جما کر مجھے گولی مار سکتا ہے۔"

"میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کا علم نہیں ہے۔"

"مجھے پتا ہے۔ تم یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ لیڈی مین کلر اور آئرن راڈ امریکی ایجنٹ تھیں اور وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا جو اس وقت بھی تمہارے اندر رہ کر ہماری باتیں سن رہا ہے' وہ سپر ماسٹر کا چمچہ ہے اور اب وہ ضرور مجھ سے انتقام لینا چاہے گا۔"

"مم... میں تمہارے لیے کیا کرسکتا ہوں؟ اس نادیدہ شخص سے تمہیں کس طرح محفوظ رکھ سکتا ہوں؟ مجھے بتاؤ' کیا کرنا چاہیے؟"

"تم کچھ نہ کرو۔ تمہارے اندر چھپنے والا بھی زندہ نہیں بچے گا۔ وہ واشنگٹن میں ہے اور میرے آدمی جلد ہی اسے گھیر کر مارنے والے ہیں۔"

یہ سنتے ہی ڈی ہاروے' رئیس الکبیر کے دماغ سے نکل کر اپنی جگہ حاضر ہوگیا تھا۔ میں نے اسے بھگانے کے لیے ہی جمیلہ سے ایسے فقرے ادا کرائے تھے۔ میں رئیس کے اندر ڈی ہاروے کا لہجہ اختیار کرکے جایا کرتا تھا کیونکہ تنویمی عمل کے مطابق وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتا تھا۔ میں نے ڈی ہاروے کی عدم موجودگی کی تصدیق کرنے کے لیے اپنے لہجے میں خیال خوانی کرکے رئیس الکبیر کے اندر جانا چاہا تو اس نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لی۔ اس سے ثابت ہوگیا کہ اب ڈی ہاروے موجود نہیں ہے۔ اگر ہوتا تو میری سوچ کی لہروں کو رئیس محسوس نہ کرپاتا۔

میں نے جمیلہ سے کہا "وہ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا ابھی موجود نہیں ہے۔ تم اس محل سے نکلو' میں تمہیں راستے میں کہیں ملوں گا۔"

وہ رئیس سے بولی "تم ابھی میرے ساتھ اپنی کار میں محل سے باہر چلو۔ باہر کسی جگہ پہنچ کر میں تمہیں واپس یہاں آنے دوں گی' چلو فوراً چلو۔"

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ جمیلہ کے ساتھ محل کے مختلف حصوں سے گزرنے لگا۔ جمیلہ اس کے پرسنل سیکریٹری کو بھی ساتھ چلنے کا حکم دے کر کہتی رہی "اس محل میں جتنی کنیزیں ہیں' ان میں سے ہر کنیز کو ایک لاکھ ڈالر دے کر ان سب کو ان کے ملک پہنچادو۔ اگر میں کبھی سنوں گی کہ یہاں کسی عورت کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے تو میں پورے محل کو بم سے اڑادوں گی۔"

سیکریٹری ہر حکم کو تسلیم کرتے ہوئے یقین دلا رہا تھا کہ آج ہی سے کنیزوں کو ایک ایک لاکھ ڈالر دے کر ان کی خواہش کے مطابق وہ جہاں جانا چاہیں گی' وہاں انہیں روانہ کردیا جائے گا۔

وہ بولی "آئندہ اس محل میں کوئی عورت یا کوئی ملازمہ نہیں ہوگی۔ رئیس الکبیر اگر چاہے تو کسی سے شادی کرسکتا ہے۔"

وہ باتیں کرتی ہوئی رئیس کے ساتھ کار میں آکر بیٹھ گئی۔ پھر وہ کار اسٹارٹ ہوکر محل کے احاطے سے باہر جانے لگی۔ یہ معاملہ ابھی ختم نہیں ہوا تھا۔ جمیلہ نے سخت الفاظ میں رئیس الکبیر کو تاکید کی تھی کہ وہ چالیس راتیں اپنی قبر میں گزارے گا۔ اگرچہ حرم سرا ختم ہورہی تھی۔ وہاں آئندہ کسی عورت سے زیادتی نہیں ہونے والی تھی اس کے باوجود رئیس الکبیر کی چالیس راتوں کی سزا برقرار تھی تاکہ دوسرے امیر کبیر لوگ عبرت حاصل کریں اور عیاشی سے توبہ کریں۔

انسان کو صراطِ مستقیم پر چلانے کے لیے آسمان سے صحیفے اتارے گئے' رسول بھیجے گئے' خدا کی طرف سے ہدایات ملتی رہیں۔ پھر بھی انسان گمراہی کی راہ پر چلتا ہے۔ غلط راہوں پر چلنے والوں کو محبت سے' دولت سے یا طاقت سے راہِ راست پر نہیں لایا جاسکتا تھا پھر بھی اپنی کوششوں سے دو چار کو ضرور صراطِ مستقیم پر لاسکتا ہے۔

جمیلہ رازی یہی چاہتی تھی کہ سب نہ سہی' چند عیاش دولت مند راہِ راست پر آجائیں۔ اس کی کوششوں سے اللہ تعالیٰ جسے چاہے گا عزت دے گا اور جسے چاہے گا اسے رئیس الکبیر کی طرح ذلتیں دیتا رہے گا۔

○☆○

ڈی ہاروے نے جب دماغی طور پر حاضر ہوکر سپر ماسٹر کو رئیس الکبیر کے محل کے واقعات اور دونوں زبردست لیڈیز کی عبرتناک موت کے بارے میں بتایا تو سپر ماسٹر کو تھوڑی دیر کے لیے چپ سی لگ گئی۔ پھر اس نے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنے دفتر میں بلایا۔

پچھلے دنوں ٹرانسفارمر مشین کو درست کرنے کے بعد چار ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کیے گئے تھے۔ جن میں سے ایک داؤد منڈولا تھا جو ان دنوں اسلام آباد گیا ہوا تھا۔ باقی خیال خوانی کرنے والے "تھری ڈی" کہلاتے تھے کیونکہ ان کے ناموں میں حرف "ڈی" مشترک تھا۔ ڈی ہاروے' ڈی کرین اور ڈی مورا۔

ڈی مورا بیمار تھا۔ اب صحت مند ہوکر کچھ کام کرنے کے قابل ہوگیا تھا۔ وہ "تھری ڈی" سپر ماسٹر کے سامنے حاضر ہوئے۔ ڈی کرین اور ڈی مورا کے علاوہ داؤد منڈولا سے بھی رابطہ کرکے ان سب کو جمیلہ اور رئیس الکبیر کے متعلق بتایا گیا۔

سب حیران تھے کہ یہ جمیلہ رازی کون ہے اور کیسی طاقتور ہے کہ اس نے آئرن راڈ جیسی ناقابلِ شکست لیڈی کو دو چار ہاتھوں میں لہولہان کردیا تھا اور لیڈی مین کلر کو بھی ہلاک کردیا تھا۔ داؤد منڈولا نے کہا "وہ جس قدر پُراسرار طریقوں سے رئیس کے دو انگوٹھے کاٹ چکی ہے' اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کی پشت پر ایک یا ایک سے زیادہ خیال خوانی کرنے والے موجود ہیں۔"

ڈی ہاروے نے کہا "پہلے مجھے بھی شبہ تھا لیکن میں نے بیگم شاہ وغیرہ کے دماغوں میں جاکر تصدیق کی ہے۔ وہ خود ملکہ کے بھیس میں آئی تھی اور اس سے پہلے والی رات بھی اس نے اپنے بہترین تربیت یافتہ آدمیوں کے ذریعے شکار گاہ کے بنگلے میں واردات کی تھی۔"

سپر ماسٹر نے کہا "لیڈی مین کلر اور آئرن راڈ نے بڑے بڑے کارنامے انجام دیے۔ انہیں ہلاک کرنے والی جمیلہ کوئی معمولی لڑکی نہیں ہوگی۔ اس نے رئیس کے محل میں ہمارے منصوبوں کو خاک میں ملادیا ہے۔ یہ جلد از جلد پتا چلانا چاہیے کہ اس کی پشت پر کون لوگ ہیں۔ اس کی ٹیم کتنی مضبوط ہے اور وہ کتنی مکار ہے کہ مختلف ہتھکنڈوں سے اپنا چیلنج ضرور پورا کرتی ہے۔"

ڈی ہاروے نے کہا "وہ بڑی محبِ وطن ہے۔ صرف ہم امریکی ایجنٹوں کے ہی نہیں' یہودیوں کے بھی خلاف ہے۔ اس نے ایک یہودی حسینہ کیلی رائفل کو دو یہودیوں کے قتل کے الزام میں پھنسادیا ہے۔ وہ دو یہودی وہاں مسلمان بن کر ملازمت کررہے تھے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کی پہنچ بہت دور تک ہے اور وہ بڑے وسیع ذرائع کی مالک ہے۔"

داؤد منڈولا یہودی تھا۔ یہ سن کر بے چین ہوگیا کہ وہ جمیلہ اس کے ملک کے یہودی جاسوسوں تک بھی پہنچ رہی ہے اور انہیں ہلاک کررہی ہے یا پھر وہاں کی پولیس کسٹڈی میں پہنچارہی ہے۔ سپر ماسٹر نے کہا "کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ اس لڑکی کے پیچھے فرہاد علی تیمور کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا موجود ہو؟"

داؤد منڈولا نے کہا "میں یقین سے کہتا ہوں کہ فرہاد کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا وہاں موجود نہیں ہے۔ میں نے ان سب کو اسلام آباد میں خیال خوانی کے ذریعے موجود پایا ہے اور میں یہ بری خبر سنانا چاہتا ہوں کہ پاکستان میں ہم سابقہ ایوان راسکا اور اب موجودہ ساجد علی کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔"

منڈولا نے بتایا کہ ساجد اور ایک پاکستانی لڑکی فرحانہ کی شادی ٹیلی فون اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہوئی ہے۔ جناب تبریزی صاحب نے ان کا نکاح پڑھایا ہے اور اس کی برات میں فرہاد کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے موجود تھے۔

"وہ تمام خیال خوانی کرنے والے براتی ساجد اور فرحانہ کی حفاظت کے لیے وہاں موجود ہیں۔ سپر ماسٹر کی پولیٹیکل مافیا جو اسلام آباد میں ہے اور وہاں اپنی مرضی کی حکومت قائم کرتے رہنے کی کوشش میں ہے' اس پولیٹیکل مافیا کے جان کارٹر' جان لیزی اور میل بروکس کو فرہاد کے خیال خوانی کرنے والوں نے وارننگ دی ہے کہ وہ سب پاکستان سے چلے جائیں گے چونکہ ان کا تعلق امریکی سفارت خانے سے ہے اس لیے وہ انہیں ہلاک کرکے پاکستانی حکومت کے لیے مسائل پیدا کرنا نہیں چاہتے۔ اگر وہ خود ہی پاکستان سے نہیں جائیں گے تو وہاں کوئی تخریبی کارروائی بھی نہیں کرسکیں گے۔"

منڈولا نے کہا "انہیں یہ بھی معلوم ہے کہ یہاں مجھ جیسا ایک خیال خوانی کرنے والا موجود ہے۔ مجھے بھی پاکستان سے نکل جانے کا حکم دیا گیا ہے۔ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ فرہاد کے پاس خیال خوانی کرنے والی فوج ہے۔ وہ لوگ مجھے اسلام آباد میں ڈھونڈ نکالیں گے۔ میں کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتا اس لیے آج رات کی فلائٹ سے واپس آرہا ہوں۔ اگر آپ کا حکم ہو تو مشرقِ وسطیٰ میں کچھ روز کے لیے رک جاؤں اور جمیلہ کی حقیقت معلوم کرنے کی کوشش کروں۔"

سپر ماسٹر نے کہا "تم پاکستان چھوڑ کر بھی خیال خوانی کے ذریعے ہمارے دوسرے پولیٹیکل مافیا والوں کے کام آسکتے ہو۔ مجھے یقین ہے کہ تم جمیلہ کی حقیقت ضرور معلوم کرلوگے۔"

منڈولا نے کہا "اب مجھے اجازت دیں۔ یہاں اہم کام کے لیے دماغی طور پر حاضر رہنا ضروری ہے۔ میں دو چار گھنٹے بعد رابطہ کروں گا۔"

داؤد منڈولا دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ وہ امریکا سے اس لیے نکلا تھا کہ امریکی پولیٹیکل مافیا کے کام آئے گا لیکن ارادہ یہ تھا کہ پاکستان میں کچھ روز قیام کرنے کے بعد اپنے ملک اسرائیل چلا جائے گا۔

اس نے پھر خیال خوانی کی پرواز کی اور ایکسرے مین مارٹن رسل کے اندر پہنچ گیا۔ ایکسرے مین کے دماغ پر قبضہ جمانے کے بعد وہ خفیہ یہودی تنظیم کے تمام آدم برادرز اور الپا کے دماغوں میں پہنچا ہوا تھا اور ان میں سے کوئی یہ نہیں جانتا تھا کہ کوئی داؤد منڈولا بڑی خاموشی اور رازداری سے ان سب کا سربراہ بنا ہوا ہے۔

تمام آدم برادرز خود کو برین آدم کا ماتحت سمجھتے تھے اور اسے بگ برادر کہتے تھے۔ صرف برین آدم جانتا تھا کہ ان کا سربراہ ایکسرے مین ہے۔ بہت دھوکا کھارہے تھے لیکن داؤد منڈولا کے فریب دینے سے انہیں نقصان نہیں پہنچ رہا تھا۔ وہ خود یہودی تھا اور اپنے ملک اور قوم کے لیے پوری لگن اور ذمے داری سے کام کررہا تھا۔ ان تمام آدم برادرز میں ایک برادر کا نام شیخ جواد آدم

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

تھا۔ وہ یہودی تھا لیکن نام اسلامی تھا کیونکہ وہ اسلامی ممالک میں رہ کر اپنے ملک اسرائیل کے لیے کام کرتا تھا اور طرح طرح کی سیاسی چالیں چلتا تھا۔

منڈولا نے ایکسرے مین کے خیالات پڑھے۔ پتا چلا کہ دو گھنٹے پہلے ایکسرے مین نے خاموشی سے شیخ جواد کے خیالات پڑھے تھے اور معلوم کیا تھا کہ وہاں جمیلہ رازی نامی ایک لڑکی نے تہلکہ مچایا ہوا ہے۔ وہ حسام بن زید کی بیٹی بن کر اس کی کوٹھی میں رہتی تھی۔ اس کوٹھی میں اپنی ایک یہودی حسینہ کیلی رائفل آئی تھی اور مسلمان بن کر حسام بن زید سے شادی کرنے والی تھی۔ کیلی رائفل نے ٹرانس میٹر کے ذریعے شیخ جواد آدم سے رابطہ کیا تھا اور کہا تھا کہ وہ حسام کی بیٹی ڈیلا ئلہ کے بارے میں ضروری باتیں کرنا چاہتی ہے۔ یہ باتیں فون یا ٹرانسیٹر پر نہیں ہو سکتیں۔

شیخ جواد آدم نے کہا کہ وہ کبھی کسی کے روبرو نہیں آتا ہے اور نہ ہی اپنا نام، پتا اور فون نمبر بتاتا ہے اگر وہ کوئی اہم بات کرنا چاہتی ہے تو اپنے دوسرے یہودی ساتھیوں جوزف اور جیکب سے بات کرے۔

شیخ جواد آدم نے کیلی رائفل کو جوزف اور جیکب کا فون نمبر وغیرہ بتایا تھا لیکن کیلی رائفل نے ان دونوں کو ہوٹل کے ایک کمرے میں بلا کر ہلاک کر دیا۔ پتا نہیں ان کے درمیان کسی بات پر جھگڑا ہو گیا تھا یا کوئی غلط فہمی پیدا ہو گئی تھی کیلی رائفل نے گرفتار ہونے کے بعد اپنے یہودی ہونے کی اصلیت بتا دی۔ اس کے پاسپورٹ وغیرہ سے بھی اس کا فراڈ ظاہر ہو گیا۔ اب وہ آہنی سلاخوں کے پیچھے ہے۔

کیلی رائفل کا خیال ہے کہ اسے یوں پھنسانے میں حسام کی بیٹی ڈیلا ئلہ کا ہاتھ ہے۔ بعد میں کیلی کا خیال درست نکلا۔ ڈیلا ئلہ فراڈ ثابت ہوئی۔ وہ حسام کی بیٹی نہیں بلکہ جمیلہ رازی تھی۔ شاہ کے محل میں ڈیلا ئلہ کا میک اپ اتار گیا تو جمیلہ ظاہر ہو گئی۔

ایکسرے مین نے پوچھا "یہ جمیلہ رازی کون ہے؟"

شیخ جواد آدم کی سوچ نے کہا "وہ ایک امیر کبیر سوداگر عبداللہ رازی کی بیٹی ہے اور وہاں کے ایک اور امیر کبیر رئیس الکبیر سے انتقام لے رہی ہے۔ شاہ کے حکم کے مطابق جمیلہ کے متعلق بہت سی باتیں چھپائی جا رہی ہیں۔ شاید کل تک کچھ اہم رازوں کا انکشاف ہو۔"

ایکسرے مین کل تک انتظار نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے جواد آدم کو فون کرنے پر مائل کیا۔ اس نے شاہ کے سیکریٹری سے رابطہ کیا۔ ایکسرے مین کو اس کی آواز سنائی پھر ریسیور رکھ دیا۔

ایکسرے مین مارٹن نے سیکریٹری کے ذریعے شاہ کے دماغ میں جگہ بنائی۔ اس کے خیالات پڑھنے سے کچھ معلومات حاصل ہوئیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جمیلہ کو رئیس الکبیر کے حوالے کر دیا گیا ہے۔ وہ اس کے محل میں گئی ہے۔

اس نے شاہ کے سیکریٹری کو مائل کیا کہ وہ رئیس الکبیر سے رابطہ کرے۔ فون پر رابطہ ہوا تو رئیس الکبیر کے سیکریٹری کی آواز سنائی دی۔ وہ اس سیکریٹری کے خیالات پڑھنے لگا۔ پتا چلا کہ جمیلہ وہاں آئی تھی۔ وہ ایسی غیر معمولی جسمانی قوت رکھتی ہے کہ اس نے آئرن راڈ جیسی پہلوان لیڈی کو دو چار ہاتھ مار کر ٹھنڈا کر دیا شاید اس کے خاص آدمی رئیس الکبیر کے مسلح گارڈز کے بھیس میں آئے تھے۔ محل کے پائیں باغ میں زبردست فائرنگ ہوئی جس کے نتیجے میں چالیس گارڈز اور حبشی مارے گئے۔ آئرن راڈ کو خونخوار کتوں نے چبا ڈالا۔ وہ کتے بھی مارے گئے۔ جمیلہ رازی اس محل میں قیامت کی جھلک دکھانے کے بعد رئیس الکبیر کے ساتھ ایک کار میں بیٹھ کر کہیں چلی گئی ہے۔

ایکسرے مین مارٹن اس سے زیادہ معلومات حاصل نہ کر سکا۔

داؤد منڈولا ایکسرے مین مارٹن کے اندر رہ کر یہ سب کچھ معلوم کر رہا تھا اور یہ تسلیم کر رہا تھا کہ جمیلہ رازی ایک غضب ناک لڑکی ہے اور زبردست تربیت یافتہ افراد کی ٹیم کے ساتھ وہاں تہلکہ مچا رہی ہے۔ وہ اور اس کی ٹیم کے افراد یوگا کے ماہر ہیں اس لیے ڈی ہاروے کسی کے دماغ میں جگہ نہیں بنا سکا اور ناکام لوٹ آیا۔

ڈی ہاروے کی ناکامی کا تعلق امریکا سے تھا۔ داؤد منڈولا کو اسرائیلی ٹیم کی ناکامی پر افسوس ہو رہا تھا۔ تیل کی ایک خفیہ پائپ لائن کے ذریعے کافی مقدار میں تیل اسرائیل پہنچایا جاتا تھا۔ جمیلہ نے یہ راز کھول دیا تھا۔ اب وہاں کی انٹیلی جنس والے ان تمام افراد کا محاسبہ کر رہے تھے اور انہیں گرفتار کر رہے تھے جو زیرِ زمین پائپ لائن بچھانے کا کام کیا کرتے تھے۔

میں کیلی رائفل، جوزف اور جیکب کے ذریعے ان کے ساتھی سراغ رسانوں کے دماغوں میں بہت پہلے جگہ بنا چکا تھا۔ صرف شیخ جواد آدم کے بارے میں نہیں جانتا تھا کیونکہ وہ اپنے یہودی ساتھیوں کے روبرو کبھی نہیں آتا تھا۔

جب انٹیلی جنس والوں نے پائپ لائن بچھانے کا کام کرنے والوں کا محاسبہ کیا تو میں نے وہاں کام کرنے والے چار یہودیوں اور دو امریکی ایجنٹوں کے اندر باری باری جا کر انہیں اقبالِ جرم کرنے پر مجبور کر دیا۔ جرم قبول کرنے سے پہلے ان سب کی خاصی پٹائی ہوئی تھی۔ میں نے وہاں کے پولیس افسروں کے اندر گھس کر مجبور کیا تھا کہ انہیں ٹارچر سیل میں لے جا کر طرح طرح کی اذیتیں پہنچائی جائیں۔ ایسا کرنے کا مقصد یہ تھا کہ دشمن خیال خوانی کرنے والے اگر ان کے خیالات پڑھیں تو یہی معلوم ہو کہ انہوں نے اذیتیں برداشت نہ کر سکنے کے باعث اقبالِ جرم کیا ہے۔

اور یہی ہوا۔ منڈولا نے مختلف ذرائع اختیار کر کے گرفتار ہونے والے یہودیوں کے خیالات پڑھے تو یہ شبہ نہیں ہوا کہ میں نے یا کسی خیال خوانی کرنے والے نے ان یہودیوں کو اپنا بھید کھولنے پر مجبور کیا تھا۔ انہوں نے خود مجبور ہو کر سب کچھ اگل دیا تھا۔

داؤد منڈولا نے سوچا، ہمارے دو جاسوس جوزف اور جیکب مارے گئے ہیں۔ کیلی رائفل اور چار یہودی جیل میں ہیں۔ اگر جمیلہ مزید ذہانت سے کام لے گی تو ہو سکتا ہے کہ شیخ جواد آدم تک بھی پہنچ جائے اور شیخ جواد آدم کی گرفتاری کے بعد اس پر بھی ٹارچر کیا جائے تو وہ خفیہ یہودی تنظیم کے بہت سے راز بتا دے گا اور تمام آدم برادرز کے نام بھی ظاہر کر دے گا لہٰذا جب تک جمیلہ قابو میں نہ آئے، تب تک شیخ جواد آدم کو اس ملک میں نہیں رہنا چاہیے۔

اس نے ایکسرے مین مارٹن کے اندر یہی خدشہ پیدا کیا۔ مارٹن نے برین آدم کو جمیلہ کے خطرے سے آگاہ کیا۔ برین آدم نے ٹیلی پیتھی جاننے والے ٹیری آدم سے فون پر رابطہ کیا اور کہا "جب تک جمیلہ رازی کی طاقت اور مستحکم ذرائع کا ہمیں مکمل علم نہ ہو، تب تک برادر جواد کو اس ملک میں نہیں رہنا چاہیے۔ اسے کہو آج ہی خلیج کی کسی ریاست میں چلا جائے۔ اگر وہ ظاہر ہو جائے گا تو ہماری خفیہ تنظیم کے بہت سے راز اس سے اگلوا لیے جائیں گے۔ تم فوراً برادر جواد سے رابطہ کرو۔"

ٹیری آدم نے ریسیور رکھ کر خیال خوانی کی پرواز کی پھر شیخ جواد آدم کے پاس پہنچ کر کوڈ ورڈز ادا کیے۔ اس کے بعد بگ برادر برین آدم کا پیغام پہنچایا۔

شیخ جواد آدم نے کہا "مجھے اندازہ ہے کہ جمیلہ وسیع ذرائع کی مالک ہے۔ میں خفیہ طور سے اس کی نگرانی کرتا رہا ہوں۔ ابھی ایک گھنٹے پہلے میں رئیس الکبیر کے محل کے قریب اپنی کار میں تھا۔ میں نے جمیلہ اور رئیس کو ایک کار میں جاتے دیکھا۔ پھر ان کا تعاقب کرنے لگا۔ وہ کار تقریباً ایک کلومیٹر جانے کے بعد اچانک رک گئی کیونکہ ایک دوسری کار نے اس کا راستہ روک لیا تھا۔ جمیلہ، رئیس الکبیر کو چھوڑ کر اس کی کار سے نکل کر اس کار میں جا کر بیٹھ گئی جس نے راستہ روکا تھا۔ وہ کار ایک ٹرن لے کر دوسرے راستے پر جانے لگی۔ میں اس دوسری کار کا تعاقب کرنے لگا۔"

وہ سوچ کے ذریعے ٹیری آدم کو یہ رپورٹ سنا رہا تھا۔ داؤد منڈولا اس کے اندر خاموشی سے یہ سب کچھ سن رہا تھا۔ وہ بولا "وہ کار ایک فائیو اسٹار ہوٹل کے احاطے میں داخل ہو کر رک گئی۔ جمیلہ ایک ادھیڑ عمر کے شخص کے ساتھ ہوٹل کے اندر چلی گئی۔ میں انہیں دور سے دیکھتا رہا۔ انہوں نے کاؤنٹر پر پہنچ کر رجسٹر میں اپنا نام وغیرہ لکھوایا۔ پھر ایک کمرے کی چابی لے کر لفٹ کی طرف چلے گئے۔ ان کے جاتے ہی میں نے کاؤنٹر پر آ کر اپنا شناختی کارڈ دکھایا اور ایک کمرا طلب کیا۔ کاؤنٹر مین نے اس رجسٹر کو کھولا اور میرا نام وغیرہ لکھنے لگا۔ ایسے وقت میں نے رجسٹر میں لکھے ہوئے اس کو دیکھا جو مجھ سے پہلے لکھا گیا تھا۔ وہاں مس شکیلہ قیس اور مسٹر قیس ابنِ منیر لکھا ہوا تھا اور ان کے کمرے کا نمبر پانچ سو پچیس لکھا ہوا تھا۔"

ٹیری آدم نے پوچھا "تم نے جو کمرا طلب کیا تھا، اس کا نمبر کیا ہے؟"

"اس کا نمبر پانچ سو چھبیس ہے۔ یعنی میں ان کا پڑوسی ہوں۔ ان دونوں کو اس کمرے میں دیکھ چکا ہوں۔"

"کیا وہ اب بھی اُسی ہوٹل میں اور اُسی کمرے میں ہیں؟"

"ہاں اُسی میں ہیں۔ اگر جمیلہ کو کسی طرح زخمی کیا جائے تو تم اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کے تمام رازوں کو اچھی طرح جان لو گے۔"

"ذرا ٹھہرو۔ میں بگ برادر سے مشورہ کرتا ہوں۔"

ٹیری اس کے دماغ سے گیا لیکن منڈولا اس کے اندر موجود رہا چونکہ ایکسرے مین مارٹن کی سوچ کی لہروں کو یہودی تنظیم کا کوئی برادر محسوس نہیں کرتا تھا۔ اس لیے منڈولا نے ایکسرے مین مارٹن کا ہی لہجہ اپنایا ہوا تھا۔

اس نے شیخ جواد آدم کی سوچ میں کہا "ٹیری بگ برادر سے مشورہ لینے میں وقت ضائع کرے گا۔ اگر میں کسی ویٹر کو ایک ہزار ڈالر دوں تو وہ جمیلہ کے کھانے پینے کی کسی چیز میں اعصابی کمزوری کی دوا ملا دے گا۔ اس کھانے پینے کی چیز کو استعمال کرنے کے بعد وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر سکے گی۔"

یہ سوچ کر وہ اپنے کمرے سے باہر آ گیا۔ پھر اپنے مطلب کے کسی ویٹر کی تلاش میں نیچے چلا گیا۔ اس نے ٹیری آدم کے ذریعے برین آدم کو جو رپورٹ سنائی تھی، وہ بالکل درست تھی۔ جمیلہ جب رئیس کے ساتھ کار میں جا رہی تھی تب میری ہی کار نے اس کا راستہ روکا تھا۔ پھر میں نے خیال خوانی کے ذریعے کہا تھا "جمیلہ! میں تمہارا پاپا ہوں، آ جاؤ۔"

وہ رئیس الکبیر کو چھوڑ کر میری کار میں آ گئی تھی۔ میں نے ڈرائیو کرنے کے دوران ایک کار کو برابر اپنے تعاقب میں دیکھا تھا۔ زیادہ شبہ تو نہیں ہوا پھر بھی میں تصدیق کے لیے اس ہوٹل میں گیا۔ اپنا اور جمیلہ کا نام غلط لکھوایا۔ پھر کمرے کی چابی لے کر لفٹ کی طرف جانے لگا۔ کاؤنٹر پر اپنا اور جمیلہ کا فرضی نام لکھواتے وقت میں نے کاؤنٹر مین کی آواز اور لہجے کو یاد کر لیا تھا۔

جمیلہ کے ساتھ لفٹ کے اندر آتے ہی میں نے کاؤنٹر مین کے خیالات پڑھے۔ اس کے ذریعہ جواد آدم کی باتیں سنتا رہا لیکن احتیاطاً اس کے اندر نہیں گیا۔ وہ کاؤنٹر مین سے پوچھ رہا تھا "کیا مجھ سے پہلے کوئی پانچ سو پچیس نمبر کے کمرے میں آیا تھا؟"

کاؤنٹر مین نے کہا "جی ہاں۔ نام سے پتا چلتا ہے، دونوں باپ بیٹی ہیں۔"

اس نے میری مرضی کے مطابق کہا "باپ کا نام قیس ابن منیر اور بیٹی کا نام جمیلہ قیس ہے۔"

تعاقب کرنے والے نے کہا "آپ جمیلہ کہہ رہے ہیں لیکن رجسٹر پر شکیلہ قیس لکھا ہوا ہے۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"اوہ۔ ہاں، بھول ہوگئی۔ لڑکی کا نام شکیلہ لکھ دیا ہے۔ شاید اس کے باپ نے شکیلہ ہی کہا ہوگا یا پھر جمیلہ۔ بائی دی وے، میں تھوڑی دیر میں ان لوگوں سے دریافت کرلوں گا۔"

میں نہیں جانتا تھا کہ ہمارا تعاقب کرنے والا خفیہ یہودی تنظیم کا ایک اہم رکن ہے۔ اس کا نام شیخ جواد آدم اس وقت معلوم ہوا جب ہوٹل کے رجسٹر پر لکھا جارہا تھا۔ تاہم صرف نام سے یہ معلوم نہیں ہوسکتا تھا کہ وہ ایک بہت بڑی پُراسرار اسرائیلی تنظیم سے تعلق رکھتا ہے۔

میں نے کمرے میں پہنچ کر جمیلہ سے کہا "ہمارے ساتھ والے کمرے میں کوئی دشمن ہے۔ ہمارا پیچھا کرتا ہوا یہاں تک آیا ہے۔"

"پاپا! یہ کون ہوسکتا ہے؟"

"یہ معلوم کرنے میں دیر نہیں لگے گی۔ تم آرام کرو۔ میں خیال خوانی میں مصروف رہوں گا۔"

"مجھے بھوک لگ رہی ہے۔ کچھ کھانے کے لیے منگواؤں؟"

"ہاں کھانے کا آرڈر دو۔ تمہارا بیگ جو ساتھ لایا ہوں، اس میں تمہاری غیر معمولی دوائیں اور انجکشن وغیرہ رکھے ہوئے ہیں۔"

اس نے آرڈر دینے سے پہلے معمول کے مطابق دوائیں کھائیں۔ میں خیال خوانی کرتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے روم سروس کے لیے ریسیور اٹھایا۔ میں نے ریسیور لے کر واپس رکھ دیا پھر کہا "ایک بجنے والا ہے۔ تمہیں غیر معمولی انجکشن بھی لگوانا ہے۔"

"جی ہاں۔ آپ مصروف تھے۔ میں نے سوچا، بعد میں انجکشن لگواؤں گی۔"

"میں ابھی لگاؤں گا۔ جاؤ تیار کرکے لے آؤ۔"

اس نے بیگ میں سے ایک ڈسپوزیبل سرنج اور ایک ننھی سی شیشی نکالی۔ اس شیشی میں رقیق دوا تھی۔ وہ اسے سرنج میں بھر کر لے آئی۔ میں نے وہ سرنج لی۔ وہ بستر پر لیٹ گئی۔ پھر میں نے وہ دوا اس کے بازو میں انجکٹ کردی۔

دوا بہت سخت تھی۔ ایسے وقت اس کا سر چکرانے لگتا تھا۔ وہ آنکھیں بند کرکے لیٹی رہتی تھی اور اپنے اندر ایک نامعلوم سی تبدیلی محسوس کرتی رہتی تھی۔ آدھے گھنٹے بعد اس نے آنکھیں کھول دیں۔ مجھے دیکھ کر مسکرانے لگی۔

میں نے مسکراتے ہوئے ریسیور اٹھایا پھر کھانے کا آرڈر دیا اور کہا کہ کھانے کے بعد دو کپ بہترین کافی ضرور بھیج دینا۔ میری بیٹی کو کافی بہت زیادہ پسند ہے بلکہ وہ کہہ رہی تھی کہ کچھ نہیں کھائے گی صرف کافی نوش کرے گی۔

میں نے ریسیور رکھ دیا۔ جمیلہ نے حیرانی سے پوچھا "میں کافی شوق سے نہیں پیتی ہوں۔ پھر آپ نے فون پر ایسی بات کیوں کہہ دی؟"

میں نے کہا "ابھی خیال خوانی کے دوران میں ہوٹل کے مختلف ملازموں کے اندر جارہا تھا۔ پتا چلا کہ ہمارے پڑوسی نے ایک ویٹر کو ایک ہزار ڈالر رشوت دی ہے اور اسے اعصابی کمزوری کی ایک دوا بھی دی ہے۔"

"سمجھ گئی۔ وہ کوئی خیال خوانی کرنے والا ہے۔ مجھے اعصابی کمزوری میں مبتلا کرکے میرے چور خیالات پڑھ کر میری اصلیت اور میری طاقت معلوم کرنا چاہتا ہے۔"

"ہاں تم نے ابھی کہا تھا کہ بھوک لگی ہے۔ میں نے آرڈر دیتے وقت الٹی بات کہہ دی کہ تم کچھ نہیں کھاؤ گی۔ صرف کافی پیو گی۔ بولو، اب کیا سمجھیں؟"

"یہی کہ وہ ویٹر اعصابی کمزوری کی دوا کافی میں ملائے گا۔ باقی کھانا نقصان دہ نہیں ہوگا۔ ہم پیٹ بھر کر کھاسکیں گے۔"

پھر وہ ہنستی ہوئی بولی "واہ پاپا! آپ کو کیسی کیسی چالیں سوجھتی رہتی ہیں۔"

"مجھے شبہ ہے کہ ہمارا پڑوسی حساس ذہن کا مالک ہے اس لیے اس کے اندر نہیں جارہا ہوں۔ کھانا آدھے گھنٹے سے پہلے نہیں آئے گا۔ تم جاؤ اور مجھے اس کے اندر پہنچادو۔"

وہ بستر سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔ پھر کمرے سے نکل کر ساتھ والے کمرے پانچ سو چھتیس کے سامنے آکر دستک دی۔ جواد آدم نے دروازے کے قریب آکر آہستگی سے پوچھا "کون ہے؟"

وہ بھی آہستگی سے بولی "میں ویٹر کی گھر والی ہوں۔ میں نے تمہیں کچن میں کام کرتے وقت دیکھا تھا۔ تم نے ہزار ڈالر دیے تھے لیکن وہ مجھے صرف پانچ سو دے رہا ہے۔ آج میں اسے گھر میں گھسنے نہیں دوں گی۔ تم ابھی چل کر اس سے کہہ دو کہ مجھے پورے ہزار ڈالر دے ورنہ میں تمہارا کوئی کام اسے نہیں کرنے دوں گی۔"

وہ بولا "کیا مصیبت ہے۔ تم پانچ سو ڈالر کے لیے اپنے شوہر سے جھگڑا کررہی ہو۔ تم جاؤ، وہ نہیں دے گا تو میں تمہیں باقی کے پانچ سو دے دوں گا۔"

"میں ایسی نادان نہیں ہوں۔ کام ہوجانے کے بعد کوئی کسی کو نہیں پوچھتا۔ میں اسے کافی میں دوا نہیں ملانے دوں گی۔"

"ارے کیا گڑبڑ کرتی ہو۔ یہ لو، مجھ سے پانچ سو۔۔۔"

اس نے کہتے کہتے دروازہ کھولا۔ بات ادھوری رہ گئی کیونکہ دروازہ کھلتے ہی جمیلہ نے اس کے منہ پر ایک گھونسا رسید کیا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے جاکر فرش پر گر پڑا۔ وہ اندر آکر دروازے کو بند کرکے بولی "کیا بہن سمجھ کر پیچھا کرتے ہوئے یہاں آئے ہو؟ کون ہو تم؟"

جواد آدم باڈی بلڈر تھا۔ اگرچہ ایک ہی گھونسے میں سر چکرا گیا تھا تاہم وہ مقابلے کے لیے اٹھا۔ اس پر حملہ کیا۔ جمیلہ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اس نے دوسرے ہاتھ سے حملہ کیا۔ جمیلہ نے دوسرا ہاتھ بھی پکڑ لیا۔ اس نے دونوں ہاتھ چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے بڑی حیرانی سے سوچا۔ کیا ایک لڑکی اس قدر طاقت ور ہوسکتی ہے کہ میں باڈی بلڈر ہوکر اس سے ہاتھ نہ چھڑا سکوں؟

جمیلہ اچانک گھوم گئی۔ دونوں ہاتھ گرفت میں تھے اس لیے وہ بھی بے اختیار گھوم گیا۔ پھر جمیلہ نے اسے اپنی پشت پر سے اچھال کر پھینکا تو سامنے والی دیوار سے اس کا سر ٹکرایا۔ اس نے بڑی باڈی بلڈنگ کی تھی۔ سر ٹکراتے ہی جیسے پھٹ گیا ہو۔ اس کے حلق سے چیخ نکلی۔ سر سے لہو بہنے لگا۔ میری خیال خوانی کی لہریں بھی اس کے اندر بہنے لگیں۔

تب انکشاف ہوا کہ وہ بظاہر مسلمان ہے لیکن یہودی ہے اور اسرائیل کی خفیہ یہودی تنظیم کے آدم برادرز میں سے ایک ہے۔ جب میں تل ابیب میں تھا اور لیلیٰ کی ہلاکت کا انتقام لینے کے لیے میں نے برین آدم کو زخمی کیا تھا تو اس کے چور خیالات سے کسی حد تک معلومات حاصل کی تھیں یعنی یہ کہ وہ یہودی تنظیم کا بگ برادر ہے اور اس تنظیم کا ہر فرد آدم برادر کہلاتا ہے۔ ان کے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ ایک کا نام الپا اور دوسرے کا نام ٹیری آدم ہے۔

میں نے سوچا تھا، لیلیٰ کے سلسلے میں اچھی طرح انتقام لینے کے بعد برین آدم کے خیالات پڑھوں گا اور مزید معلومات حاصل کروں گا لیکن بعد میں مجھے موقع نہیں ملا تھا کیونکہ داوَد منڈولا نے اس کے دماغ کو لاک کردیا تھا۔

شیخ جواد آدم اس تنظیم کے تمام آدم برادرز کو جانتا تھا لیکن وہ بھی دوسرے برادرز کی طرح کسی ایکسرے مین مارٹن کے وجود سے بے خبر تھا اور اب تو داوَد منڈولا ان سب کا باپ بن کر آگیا تھا۔

میں اس بات سے بے خبر تھا کہ منڈولا اس وقت زخمی شیخ جواد آدم کے اندر خاموشی سے موجود ہے لیکن میں نے ٹیری آدم کی آواز اس کے اندر سنی۔ وہ حیرانی سے پوچھ رہا تھا "برادر جواد! یہ کیا ہوگیا؟ تم اس بری طرح زخمی کیسے ہوگئے؟"

وہ تکلیف کی شدت سے بول نہیں سکتا تھا۔ اس کی سوچ نے کہا "ابھی جمیلہ رازی آئی تھی۔ وہ معمولی لڑکی نہیں، فولاد کا مجسمہ ہے۔ اس نے مجھ جیسے باڈی بلڈر کا یہ حال کیا ہے اور یہ کہہ کر گئی ہے کہ میں کمرے سے باہر نکلوں گا تو وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑے گی۔"

"کیا وہ تمہارے متعلق دریافت کررہی تھی؟"

"نہیں۔ اس نے ہوٹل کے رجسٹر میں میرا نام دیکھا ہوگا۔ جب کیلی رافیل حسام کی کوٹھی سے ٹرانس میٹر کے ذریعے گفتگو کررہی تھی اور میں اسے جواب دے رہا تھا تو اس نے چھپ کر میری آواز سنی تھی۔ ابھی کہہ رہی تھی کہ میں ہی اس ملک میں یہودی جاسوسوں کو گائیڈ کرتا ہوں اور کسی کے روبرو نہیں آتا ہوں۔"

ٹیری آدم نے کہا "اس کا مطلب ہے وہ کیلی رافیل کی طرح

سسپنس ڈائجسٹ میں شائع ہونے والی سچی کہانیاں

مرزا امجد بیگ کی یادداشتیں
شیطان صفت
سبز قدم
قانونی پیچیدگیاں، عدالتی کارروائی کے اہم رموز و نکات
زن، زر اور زمین کے تنازعوں سے جنم لینے والے مقدمات

ریٹائرڈ ڈی ایس پی ملک صفدر حیات کی ڈائری
دستِ انتقام
اسیرِ ہوس
ایک ریٹائرڈ ڈی ایس پی کی پیشہ ورانہ زندگی کے پیچیدہ کیسوں کی روداد
جرم و سزا کی وہ کہانیاں جو انسانی حرص و ہوس کا آئینہ ہیں

قیمت فی کتاب ۲۵/ روپے، ڈاک خرچ ۱۰/ روپے۔ چاروں کتابیں ایک ساتھ منگانے پر ڈاک خرچ معاف

کتابیات پبلی کیشنز ✽ پوسٹ بکس نمبر ۲۳۔ رمضان چیمبرز، نزد دفتر اخبار جنگ، آئی آئی چندریگر روڈ، کراچی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

تمہیں بھی یہاں آہنی سلاخوں کے پیچھے بھیج دے گی۔ وہ ضرور پولیس کو اطلاع دے رہی ہوگی۔"

جواد آدم نے بڑی مشکل سے اٹھ کر اپنی اٹیچی سے ریوالور نکال لیا۔ میں سمجھ رہا تھا کہ وہ جمیلہ کو گولی مارنے آئے گا لیکن میری توقع کے خلاف اس نے خود کو گولی ماری۔ میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ جمیلہ نے چونک کر پوچھا "پاپا! کیا یہ فائرنگ کی آواز جواد کے کمرے سے آئی ہے؟"

"ہاں اس نے خودکشی کی ہے یا پھر ٹیری آدم کو شبہ ہو گیا ہے کہ اسے زخمی کرکے کوئی خیال خوانی کرنے والا یہودی تنظیم کے متعلق معلومات حاصل کر رہا ہے۔"

میرا خیال غلط تھا۔ اسے ٹیری آدم نے نہیں' داؤد منڈولا نے خودکشی پر مجبور کر دیا تھا۔ اگرچہ اس نے جواد آدم کے اندر میری سوچ کی لہریں نہیں سنی تھیں۔ اس کے باوجود اس نے ایک لڑکی کے ہاتھوں زخمی ہونے والے کو زندہ نہیں چھوڑا۔ شاید اس کے دماغ میں یہ سوال چبھ رہا ہوگا کہ جمیلہ اسے صرف زخمی کرکے کیوں چلی گئی تھی؟

منڈولا بہت محتاط رہنے کا عادی تھا۔ اسی لیے جب اسے اسلام آباد میں میرے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھیوں کی موجودگی کا علم ہوا تو اس نے جلد سے جلد پاکستان چھوڑ دینے کا فیصلہ کیا۔ حالانکہ اس کے ساتھ بھی دو ٹیلی پیتھی جاننے والے مونارو اور ٹالبوٹ تھے لیکن وہ جوش میں آ کر یا مغرور ہو کر کسی سے مقابلہ کرنے کو حماقت سمجھتا تھا۔ پھر یہ کہ کوئی شبہ دل میں پیدا ہو تو فوراً اس کا تجزیہ کر لیتا تھا۔ شیخ جواد آدم پر بھی ذرا سا شبہ ہوا تھا کہ جمیلہ اسے اپنے کسی خیال خوانی کرنے والے کے لیے زخمی چھوڑ گئی ہے۔ یہ شبہ درست ہو یا نہ ہو۔ لیکن درست ہونے سے یہودی خفیہ تنظیم کو نقصان پہنچ سکتا تھا اس لیے اس نے ہمیشہ کے لیے اس شبے کو گولی مار کر مرجانے پر مجبور کر دیا تھا۔

○☆○

چند اسلامی ممالک ایسے ہیں جو امریکا کو بہت بری طرح کھٹکتے ہیں۔ ان میں ایران' پاکستان اور لیبیا وغیرہ ہیں۔ پاکستان اور لیبیا وغیرہ میں امریکی چالیں بڑی حد تک کامیاب اور ناکام ہوتی رہتی ہیں لیکن ایران میں امریکی ڈپلومیسی کی دال نہیں گلتی۔ یہی ایک ایسا ملک ہے' جس نے اسلامی نظام قائم کرکے ثابت کر دیا ہے کہ سپرپاور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

امریکا نے خود کو سپرپاور منوانے کے بڑے بڑے ہتھکنڈے آزمائے۔ ایران کو عراق سے برسوں جنگ میں الجھے رہنے پر مجبور کرکے اسے اقتصادی' معاشی اور دفاعی پہلوؤں سے کمزور بنانا چاہا تاکہ وہ بھی قلاش ہو کر دوسرے اسلامی ملکوں کی طرح ورلڈ بینک اور عالمی مالیاتی اداروں سے بھیک مانگنے کے لیے امریکا کے سامنے گھٹنے ٹیک دے مگر مومنین اپنے گھٹنے صرف نماز کے وقت ہی ٹیکتے ہیں۔

پسماندہ یا قرضوں کے بل حکومت کرنے والے اسلامی ممالک کے حکمرانوں کو اس ایک ملک سے سیکھنا چاہیے کہ اسلامی ممالک کو صرف آزاد نہیں کہلانا چاہیے' غیرت مند بھی کہلانا چاہیے اور یہ آزادی اور غیرت خدا دیتا ہے' امریکا نہیں دیتا۔

ایرانی حکام کی یہی کوشش ہوتی ہے کہ وہ پڑوسی ممالک سے مستحکم دوستی اور بھائی چارگی قائم رکھے۔ اس کے شمال میں ترکمانستان ایک ملک ہے' جو روس کے شکنجے سے نکل کر آزاد ہوا ہے۔ اگرچہ ازبکستان وغیرہ کی طرح اب بھی وہاں کمیونسٹ پارٹی حاوی رہنے کی ناکام کوششیں کرتی ہے لیکن فرانس' برطانیہ اور امریکا جیسے بڑے ممالک اس نو آزاد ملک کو اپنے زیر اثر رکھنا چاہتے ہیں۔ اس مقصد کے لیے اسے بڑی بڑی امداد کی پیش کش کرتے رہتے ہیں۔ خصوصاً امریکا کی یہ کوشش ہے کہ ترکمانستان اور ایران کی آپس میں کبھی دوستی نہ ہو۔ امریکی سیاست وہاں ایسے استحکام سے چھا جائے کہ ایران کو معلوم ہو کہ شمال میں اس کے سر پر امریکا بیٹھا ہوا ہے۔

جس ملک پر امریکا کا سایہ پڑ جائے' وہاں لوٹے سیاست داں ضرور پیدا ہو جاتے ہیں۔ ترکمانستان میں بھی سیاسی کشمکش جاری رہتی ہے۔ وہاں کچھ ایسے سیاست داں ہیں جو ایران سے دوستی اور محبت قائم رکھنا چاہتے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جو امریکا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اپنے پڑوسی ایران کے خلاف زہر اگلتے ہیں۔

یہ ان دنوں کی بات ہے' جب سیاسی اکھاڑ پچھاڑ کے باعث ترکمانستان میں دیانت دار سیاست داں کی حکومت ختم کر دی گئی اور اس کی جگہ ایک امریکی چمچے نے سنبھال لی۔ اس کی پہلی کوشش یہ تھی کہ اپنے سپرپاور آقا کو خوش کرنے کے لیے کسی طرح ایران سے تعلقات توڑ لیے جائیں جبکہ یہ اتنا آسان نہیں تھا کیونکہ ترکمانستان کی صرف اپوزیشن پارٹی ہی نہیں' عوام بھی ایران سے محبت کرتے تھے۔ ان سب کی محبت کو نفرت میں بدلنا آسان نہ تھا۔

وہ اور اس کی حکومت میں رہنے والے ارکان ریڈیو' ٹی وی اور اخبارات کے ذریعے یہ الزام دھرتے تھے کہ ایرانی سرحد سے فائرنگ ہوتی ہے۔ ترکمانستان کے کئی فوجی جوان مارے گئے ہیں۔ اپوزیشن کا لیڈر ایران جا کر وہاں کے حکام سے ملتا ہے اور ہمارے ملک میں دہشت گردی پھیلاتا ہے۔ پہلے کبھی تخریبی کارروائیاں نہیں ہوتی تھیں لیکن ایرانی نقاب پوش تخریب کاری کرتے رہتے ہیں۔

طرح طرح کے الزامات عائد کرنے کے باوجود ترکمانی عوام کی جانب سے کوئی ردِ عمل ظاہر نہیں ہوا۔ اس چمچے حاکم کا نام انعام الدولہ تھا۔ اپنے نام کے مطابق اسے امریکی ہتھکنڈوں سے ترکمانستان کی حکومت انعام میں ملی تھی۔ اس کے مشیروں نے اور امریکی پلان میکرز نے ایک منصوبہ بنایا۔ منصوبہ یہ تھا کہ عوام کے صرف ملکی جذبات سے نہیں بلکہ لہو کے رشتوں کے جذبات سے ہی کھیلا جائے گا تو پورے ملک میں ایران کے خلاف نفرت کی آگ بھڑک جائے گی۔

منصوبے کی وضاحت یوں ہے کہ ترکمانستان کے جنوب میں ایرانی سرحد کے قریب اشک آباد نامی ایک بڑا شہر ہے۔ وہاں کئی بڑے اسکول ہیں۔ اگر معصوم بچوں سے بھری ہوئی ایک بس کو اغوا کرایا جائے اور ثابت کیا جائے کہ اسے چند ایرانی باشندوں نے اغوا کیا ہے تو ماؤں کے کلیجے پھٹ جائیں گے۔ باپ' بھائی اور بہنیں سب ہی سینہ کوٹ کر ماتم کریں گے۔ پورے ملک میں ایرانیوں کے خلاف نفرت کا زہر پھیل جائے گا۔ عوام کے جذبات سے کھیلنے کے لیے لازمی ہے کہ پہلے ان کے سگے رشتوں کے لہو کو اچھالا جائے۔

انعام الدولہ نے ایسی ہی سیاست سیکھی تھی کہ شدید سردی ہو تو دوسروں کا گھر جلا کر آگ تاپنا چاہیے۔ صرف اپنے گھر کو جلنے سے بچانا چاہیے۔ آخر اس منصوبے پر عمل شروع ہو گیا اور معصوم بچوں سے بھری ہوئی ایک بس کو اغوا کر لیا۔

اغوا کرنے والے چار گن مین تھے۔ ان میں سے ایک گن مین بس ڈرائیور کو نشانے پر رکھ کر اس کے قریب بیٹھ گیا۔ دو گن مین اگلے اور پچھلے دروازے پر کھڑے ہو گئے تھے۔ تیسرا گن مین ان کا لیڈر تھا۔ اس نے ایک استانی سے کہا "اٹھو اور بچوں کو سمجھاؤ کہ ہم موت ہیں۔ اگر ان میں سے کوئی چیخے گا یا کسی کو مدد کے لیے پکارے گا تو اسے گولی مار دی جائے گی۔"

اس ایک استانی کے ساتھ دو استانیاں اور تھیں۔ وہ تینوں تمام بچوں کے پاس جا کر سمجھانے لگیں۔ ایک نے کہا "دیکھو بچو! جب تم لوگ اپنی ماں کو صبح گھروں میں چھوڑ کر اسکول آتے ہو تو اسکول میں ہم صرف تمہاری استانی نہیں' تمہاری مائیں بھی ہوتی ہیں۔"

دوسری نے کہا "بچو! اس بس میں بھی ہم تمہاری مائیں ہیں۔ تمہیں زندہ سلامت رکھنے کے لیے میں سمجھاتی ہوں کہ یہ ہتھیار والے جہاں لے جائیں' وہاں اپنی ماؤں کے سائے میں چلو۔ منہ سے کوئی آواز نہ نکالو اور کھڑکی سے باہر کسی کو نہ پکارو تو یہ ہتھیار والے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔"

وہاں آٹھ نو برس سے لے کر پندرہ برس تک کے بچے تھے۔ اگر استانیاں انہیں حوصلہ نہ دیتیں تو ان میں سے کئی بچے رونا شروع کر دیتے۔ پھر بھی وہ بے چارے سہمے ہوئے تھے۔

ایک استانی نے لیڈر سے پوچھا "تم لوگ کون ہو؟"

لیڈر نے مسکرا کر کہا "فی الحال تو ملک الموت ہیں' اب دوسرا سوال کرو۔"

دوسری نے انگریزی زبان میں پوچھا "ہمیں اغوا کرنے کا مقصد کیا ہے؟"

وہ بولا "تمہاری بات سمجھ میں نہیں آئی۔ ہم ایرانی ہیں' صرف فارسی بولتے اور سمجھتے ہیں۔"

وہ فارسی میں بولی "ایرانی تو ہمارے دوست ہیں۔ ہم ان کی قدر کرتے ہیں۔"

لیڈر نے کہا "ہم بھی تمہاری قدر کرتے ہیں۔ تم زیادہ حسین تو نہیں ہو مگر بری نیت کے لیے بری نہیں ہو۔"

وہ بولی "میں ان بچوں کے لیے ماں کا درجہ رکھتی ہوں۔ پلیز ان معصوموں کے سامنے بازاری انداز میں نہ بولو۔"

وہ استانی کا بازو پکڑ کر بولا "جانم! میرا بولنا پسند نہیں ہے تو چلو گلے لگا کر پیار کرتا ہوں۔ تم ان بچوں کی ماں ہو تو میں باپ بن جاتا ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے اسے آغوش میں لینا چاہا مگر اچانک ہی اچھل کر پیچھے کی جانب گر پڑا۔ گن چھوٹ کر ایک طرف چلی گئی تھی۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر تکلیف سے کراہنے لگا۔ اگلے پچھلے دروازوں پر کھڑے ہوئے ساتھیوں میں سے ایک نے للکار کر کہا "خبردار! ہمارے لیڈر کی گن کو ہاتھ نہ لگانا ورنہ ایک بچہ بھی زندہ نہیں بچے گا۔"

تینوں استانیاں سہمی ہوئی تھیں اگر ان میں سے کوئی گن اٹھا بھی لیتی تو اسے استعمال کرنا نہیں آتا تھا۔ ایک گن مین نے لیڈر سے پوچھا "راہبر! کیا بات ہے؟ کیا سر میں تکلیف ہے؟ اٹھو اور جلدی گن اٹھاؤ۔"

وہ گن اٹھا کر اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولا "پتا نہیں کیا ہو گیا ہے؟ ایسا لگا جیسے کسی نے دماغ کو دھکا دے کر مجھے گرا دیا ہو۔"

پھر اس نے استانی کو گھور کر پوچھا "کیا تم بجلی کی طرح کرنٹ مارتی ہو؟"

وہ بولی "میں یہ سوچ رہی ہوں کہ یہ بس دو پولیس چوکیوں سے گزر چکی ہے لیکن کسی نے چیکنگ کے لیے نہیں روکا۔"

"اگر وہ روکتے تو معلوم ہو جاتا کہ تم سب کو اغوا کیا جا رہا ہے۔ اس لیے بے چاروں نے ہمیں جانے دیا ہے۔"

"یعنی ان چوکیوں والوں کو رشوت دی گئی ہے۔ آخر تم لوگ چاہتے کیا ہو؟"

"جو چاہتے ہیں' وہ تھوڑی دیر میں معلوم ہوگا مگر ابھی تو تمہاری اس ادا نے چیلنج کیا ہے۔ کیا خوب جھٹکا مارتی ہو۔ آؤ اب میں تمہیں جھٹکے ماروں گا۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے بازو پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے کے لیے ہاتھ بڑھایا لیکن اسے چھوتے ہی پھر کرنٹ لگا۔ وہ اچھل کر پھر پیچھے جا گرا۔ گن پھر ہاتھ سے چھوٹ گئی۔

اس بار وہ سر اٹھا کر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر استانی کو دیکھنے لگا۔ تینوں استانیاں بھی حیران تھیں اور سوچ رہی تھیں کہ وہ ایک شہ زور مرد ہو کر عورت کو چھوتے ہی کیسے گر پڑتا ہے؟ پہلی بار گرنا ایک اتفاق ہو سکتا ہے مگر دوسری بار اتفاقاً ایسا نہیں ہو سکتا۔ ایک

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ساتھی نے تعجب سے پوچھا "راہبر! تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے یا مسخری دکھانے کے لیے یوں باربار کر رہے ہو؟"

وہ بس اب شہر سے نکل کر کسی ویرانے کی طرف جارہی تھی۔ لیڈر نے جلدی سے اپنی گن اٹھائی پھر ساتھی کے پاس آکر بولا "میں یہاں دروازے پر رہوں گا۔ تم ذرا عورت کے پاس جاؤ اور اسے چھو کر دیکھو' کیا وہ کرنٹ مارتی ہے؟"

"راہبر! معلوم ہوتا ہے' تم نے کچھ زیادہ پی لی ہے۔ اچھی بات ہے۔ تم یہاں رہو۔ میں ابھی کرنٹ کا فیوز اڑا کر آتا ہوں۔"

لیڈر دروازے پر رہا۔ اس کا ساتھی استانی کی طرف جانے لگا۔ وہ سہمی ہوئی تھی۔ اسے اپنی طرف آتے دیکھ رہی تھی۔ وہ آرہا تھا۔ آرہا تھا' پھر اس کے قریب سے گزرتا چلا گیا۔ حتیٰ کہ پچھلے دروازے تک پہنچ گیا۔

لیڈر نے آواز دی "پاگل کے بچے! میں نے اس استانی کو ہاتھ لگانے کے لیے کہا تھا' تو اُدھر چلا گیا۔ ابے اِدھر آ۔"

وہ پھر پلٹ کر آیا۔ استانی کے قریب آیا لیکن رکے بغیر واپس لیڈر کے پاس پہنچ گیا۔ لیڈر نے جھلا کر کہا "میں نے کہا تھا اس عورت کو چھولے یا پکڑ لے۔"

"کیسے پکڑوں؟ اس کے قریب رکنا چاہتا ہوں مگر رک نہیں پاتا۔ بے اختیار آگے بڑھتا چلا جاتا ہوں۔"

ان کے باقی دو ساتھی بڑی دیر سے یہ تماشا دیکھ رہے تھے۔ تیسرے ساتھی نے پچھلے دروازے سے استانی کو مخاطب کیا "اے تم کون ہو؟ معلوم ہوتا ہے' کوئی پُراسرار علم جانتی ہوں۔"

استانی نے کہا "میں صرف بچوں کو تعلیم دینا جانتی ہوں۔ تم لوگوں کی حرکتیں دیکھ کر آج میرا ایمان اور پختہ ہوگیا ہے۔ اللہ نے چاہا تو ان معصوم بچوں پر بھی آنچ نہیں آئے گی۔"

ڈرائیور کے پاس بیٹھے ہوئے گن مین نے کہا "تم ان ہتھیاروں کو کھلونا نہ سمجھنا۔ اگر کسی پُراسرار علم کا مظاہرہ کروگی تو تمام بچوں کو گولیوں سے بھون دیا جائے گا۔"

تمام بچے یہ تماشا دیکھ رہے تھے اور ان کی باتیں سن رہے تھے۔ ان میں سے ایک پندرہ برس کا لڑکا ذہین تھا۔ وہ اپنی کاپی سے کاغذ پھاڑ کر اس پر لکھ رہا تھا "ہم اسکول کے بچے ہیں۔ ہمیں اغوا کیا جارہا ہے۔ ہمیں بچاؤ۔"

اس نے ایسے کئی کاغذ لکھ کر ان کاغذات کا گولہ بنا کر کھڑکی کے باہر پھینکا تھا مگر اب تک کہیں سے مدد نہیں پہنچ رہی تھی۔ بڑی عجیب سی بات تھی کہ کسی نے ایک بھی تڑے مڑے کاغذ کو اٹھا کر نہیں پڑھا تھا۔

ایسی بات نہیں تھی۔ ایک راہ گیر نے ایک کاغذ کو اٹھا کر کھولا تھا کیونکہ وہ کاغذ ایک تیز رفتار بس کی کھڑکی سے باہر نکل کر اس کے منہ پر آکر لگا تھا۔ اس نے اسے کھول کر پڑھا۔ پھر چونک کر بس کی سمت دیکھا۔ وہ اتنی دور چلی گئی تھی کہ اس کی آواز وہاں تک نہیں پہنچ سکتی تھی۔

وہ دوڑتا ہوا ایک قریبی تھانے میں آیا۔ پھر تھانے دار کو وہ کاغذ دیتے ہوئے بولا "اسکول کے بچوں کو اغوا کیا جارہا ہے۔ وہ بس زیادہ دور نہیں گئی ہے۔"

تھانے دار نے کاغذ کی تحریر کو پڑھ کر ایک طرف پھینکتے ہوئے کہا "کیا بکواس ہے۔ یہ کسی بچے کی لکھائی ہے۔ کیا تمہیں پتا ہے کہ آج اپریل کی پہلی تاریخ ہے اور بچے یونہی اپریل فول مناتے ہیں اور دوسروں کو بے وقوف بناتے ہیں۔"

اس شخص نے کہا "لیکن جناب! ہم مسلمان اپریل فول نہیں مناتے ہیں۔ اس تحریر میں سچائی معلوم ہوتی ہے۔ اس میں اسکول بس کی پلیٹ کا نمبر بھی لکھا ہوا ہے۔"

تھانے دار نے اپنے ماتحت کو بلا کر کہا "اس آدمی کو دھکے دے کر سڑک پر پہنچاؤ اور کہو کہ دوڑتا ہوا جائے اور بس کو پکڑ کر لے آئے۔ پھر ہم قانونی کارروائی کریں گے۔"

ماتحت اس آدمی کو گردن سے پکڑ کر باہر لے گیا۔ اس کے جاتے ہی تھانے دار نے زمین پر پڑے ہوئے کاغذ کو اٹھا کر پڑھا پھر ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ ہونے پر بولا "سر! میں فیض آباد تھانے کا انچارج بول رہا ہوں۔ وہ اغوا کی جانے والی بس یہاں سے گزر چکی ہے۔ لیکن اس میں کوئی چالاک اسٹوڈنٹ ہے۔ کاغذ کی پرچیاں بنا کر لکھ رہا ہے کہ انہیں اغوا کیا جارہا ہے۔ وہ اسکول بس کی پلیٹ نمبر بھی لکھ رہا ہے۔ اس طرح وہ وقت سے پہلے اغوا کا راز کھول دے گا۔"

دوسری طرف سے کہا گیا "تم نے اچھا کیا کہ فوراً اطلاع دی۔ میں ابھی اس لڑکے کو چیک کرتا ہوں۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ وہ بس تیز رفتاری سے جارہی تھی۔ لیڈر کے موبائل فون پر اشارہ موصول ہوا۔ اس نے بٹن دبا کر کہا "میں راہبر بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے گرج کر کہا گیا "کیا خاک بول رہے ہو؟ اندھے ہو کر اغوا کر رہے ہو۔ اس بس میں کوئی لڑکا پرچیاں لکھ کر باہر پھینک رہا ہے۔ وہ لکھ رہا ہے کہ انہیں اغوا کیا جارہا ہے۔ ان کی مدد کی جائے۔ وہ بس کی پلیٹ نمبر بھی لکھ رہا ہے۔"

"سر! یہاں تقریباً اسی لڑکے لڑکیاں ہیں۔ کوئی چھپ کر ایسا کر رہا ہوگا۔ میں ابھی اسے پکڑ لوں گا۔"

"تم لوگوں نے کتنا فاصلہ طے کیا ہے؟"

"سر! ہم منزل کے قریب ہیں۔ وہ ریسٹ ہاؤس یہاں سے تقریباً تین کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔"

"پھر تو اس لڑکے سے بعد میں نمٹ لینا۔ پہلے ریسٹ ہاؤس والوں سے رابطہ کرو۔ اپنے پہنچنے کی اطلاع دو۔"

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ فون کے ذریعے اپنے آدمیوں کو اطلاع دی کہ وہ دس یا پندرہ منٹ میں پہنچنے والے ہیں۔ پھر اس نے ایک استانی کو موبائل فون دے کر کہا "اپنے اسکول کا نمبر ڈائل کرو اور ہیڈ ماسٹر کو اغوا کی اطلاع دو۔"

اس نے فون لے کر رابطہ کیا پھر کہا "سر! میں ٹیچر رابعہ بول رہی ہوں اور ایک بری خبر سنا رہی ہوں۔ ہماری اسکول بس کو تمام بچوں سمیت اغوا کرلیا گیا ہے۔"

ہیڈ ماسٹر کی آواز آئی "یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ ہم یہاں ڈیڑھ گھنٹے سے تمہارا اور بچوں کا انتظار کر رہے ہیں۔ مجھے یقین نہیں آرہا ہے کہ....."

ٹیچر رابعہ نے کہا "سر! آپ کے یقین نہ کرنے سے مسائل میں اضافہ ہوگا۔ پلیز آپ بچوں کی سلامتی کے لیے کچھ کریں۔"

"کچھ معلوم تو ہو کہ وہ اغوا کرنے والے کون ہیں اور کیا چاہتے ہیں؟"

لیڈر نے رابعہ سے فون لے کر کہا "ہیلو۔ اگر تم ہیڈ ماسٹر ہو تو تمہارے پاس ان تمام بچوں کے ناموں کی فہرست ہوگی' جو بس میں اسکول آتے ہیں۔ تم ان بچوں کے والدین کو اغوا کی اطلاع دو اور کمشنر سے بھی کہو۔ میں ابھی تھوڑی دیر بعد کمشنر سے بات کروں گا۔"

"مگر تم لوگ کون ہو؟ اور کیا چاہتے ہو؟"

"زیادہ مت بولو۔ بچوں کو زندہ دیکھنا چاہتے ہو تو وہی کرو جو کہا جارہا ہے۔"

یہ کہہ کر اس نے فون بند کردیا۔ بس ایک چھوٹی سی بستی میں پہنچ گئی تھی۔ بستی کے سرے پر ایک ریسٹ ہاؤس تھا۔ اس کے سامنے پہنچ کر بس رک گئی۔ برآمدے میں کچھ گن مین کھڑے ہوئے تھے۔ لیڈر نے استانیوں سے کہا "تم سب بچوں کے ساتھ اسی گاڑی کے اندر رہوگی۔ کسی نے بھی گاڑی سے باہر قدم نکالا تو اسے گولی ماردی جائے گی۔"

اس نے باہر آکر برآمدے میں کھڑے ہوئے گن مین ساتھیوں سے کہا "تم میں سے چار ساتھی بس میں جائیں اور میرے ساتھ آنے والے ساتھیوں کو آرام کرنے کا موقع دیا جائے۔ بس میں سے کوئی استانی' کوئی بچہ اور ڈرائیور باہر نہ نکلے۔ البتہ کوئی ٹائلٹ جانا چاہے تو اسے گن پوائنٹ پر جانے دو۔"

وہ لیڈر کے احکامات کی تعمیل کرنے لگے۔ لیڈر فاتحانہ شان سے چلتا ہوا ایک کمرے میں آیا پھر ٹھٹک گیا۔ آتش دان کے پاس ایک خوبرو جوان بیٹھا ہوا ریڈیو سے نشر ہونے والی خبریں سن رہا تھا۔ نشر ہونے والی خبر کے مطابق اٹک آباد کے کمشنر کو ایک اسکول کے ہیڈ ماسٹر نے فون پر اطلاع دی تھی کہ اسی کی تعداد میں اس اسکول کے بچے اور تین استانیاں ایک بس میں اغوا کرلیے گئے ہیں۔ اس اغوا ہونے والی بس کو تلاش کیا جارہا ہے۔

لیڈر نے اس جوان کے قریب آکر پوچھا "تم کون ہو؟"

"وہی ہوں جو تم لوگ ہو۔ صدر انعام الدولہ نے تم سب کو گائیڈ کرنے کے لیے مجھے یہاں بھیجا ہے۔"

"میں کیسے یقین کروں۔ تمہارے پاس اس سلسلے کے کاغذات ہیں؟"

"کیا تمہارے پاس کاغذات ہیں کہ اغوا کے سلسلے میں تم رہبری کر رہے ہو؟ وقت ضائع نہ کرو۔ ریڈیو سے ادھوری خبریں آرہی ہیں۔ فوراً کمشنر کو فون کرکے اغوا کے مقاصد بتاؤ۔"

لیڈر کو یاد آیا کہ کمشنر سے رابطہ ضروری ہے۔ اس نے موبائل فون کے ذریعے اسے مخاطب کیا پھر کہا "ہم وہی اغوا کرنے والے ہیں' جن کی خبریں ریڈیو سے ابھی نشر ہورہی ہیں۔ اسکول کے تمام بچے ابھی تک خیریت سے ہیں۔ آئندہ ان کی سلامتی کا انحصار تم پر اور ملک کے حکمرانوں پر ہے۔"

کمشنر نے پوچھا "کیا تم لوگوں نے تاوان کے لیے اغوا کیا ہے۔"

"یہی سمجھ لو۔ مگر تاوان میں ہمیں رقم نہیں چاہیے۔ پہلے یہ سن لو کہ ہم ایرانی ہیں۔ ہمیں انعام الدولہ کی حکومت منظور نہیں ہے۔ ہم نہیں چاہتے کہ کسی کے ذریعے امریکا ہمارے سروں پر سوار رہے۔ ہمیں تمہارے ملک میں ایسی حکومت چاہیے' جو ہمارے زیرِ اثر رہے اور ہماری پالیسیوں پر عمل کرے جیسا کہ پہلے ہوتا رہا ہے۔ اگر دوپہر تک انعام الدولہ نے حکومت کی کرسی نہ چھوڑی اور اپنے چمچوں سمیت ملک سے باہر نہ گیا تو اسکول کا ایک بھی بچہ زندہ نہیں ملے گا۔"

"تمہارا پیغام حکومت تک پہنچایا جائے گا مگر ہم تم سے رابطہ کیسے کریں گے؟"

لیڈر نے اپنا موبائل فون نمبر بتا کر کہا "ہم ایرانی سرحد کے قریب تمہارے ہی ملک کی ایک چھوٹی سی بستی کے ایک ریسٹ ہاؤس میں ہیں۔ یہاں پولیس اور فوج کو بھیجنے کی حماقت نہ کرنا۔ ایسا کرنے سے پہلے بچوں کے والدین سے مشورے کرلینا۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہوگی۔ ہمیں بچوں کی سلامتی چاہیے۔"

"اگر شام تک ریڈیو' ٹی وی اور اخبارات کے ضمیموں کے ذریعے یہ اعلان کردیا جائے گا کہ جو اپوزیشن میں ہیں' وہ اقتدار میں آگئے ہیں اور ایران کی پسندیدہ حکومت قائم ہوگئی ہے تو بچوں کو صحیح سلامت واپس بھیج دیا جائے گا۔"

اس نے فون بند کردیا پھر آتش دان کے قریب بیٹھ کر بولا "یہ درست ہے کہ ایسے کام میں کسی کے پاس شناختی کاغذات نہیں ہوتے۔ ہمیں ایک دوسرے پر اعتماد کرنا پڑتا ہے۔ ویسے ہمارا تعارف ہوجائے تو بہتر ہے۔ مجھے سب راہبر کہتے ہیں۔ تمہارا نام کیا ہے؟"

وہ کرسی سے ٹیک لگا کر بولا "مجھے خالی کارتوس کہتے ہیں۔"

"یہ تو کوئی نام نہیں ہے۔ میں نام پوچھ رہا ہوں۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"راہبر بھی کوئی نام نہیں ہے۔ تم انگریزی میں لیڈر اور فارسی میں راہبر کہلاتے ہو۔ تمہیں اپنا اصل نام بتانا چاہیے۔"

"معلوم ہوتا ہے صدر صاحب نے تمہیں یہاں نہیں بھیجا ہے۔ ورنہ تمہیں یہ ضرور معلوم ہوتا کہ دہشت گردی کی تربیت حاصل کرنے کے بعد ہم اپنا اصل نام' اپنا اصل ملک اور پتا ٹھکانا کسی کو نہیں بتاتے ہیں۔"

جوان نے کہا "اسی لیے تو میں بھی اپنا فرضی نام بتا رہا ہوں۔"

"کیا تم مسخرا پن دکھا رہے ہو؟ کسی کا فرضی نام بھی خالی کارتوس نہیں ہوتا۔"

"میں ثابت کردوں گا کہ میرا یہی نام ہے۔"

"تو پھر ثابت کرو ورنہ میں گولی ماردوں گا۔"

"کیسے مارو گے؟ میں خیالی کارتوس والی گن سے نہیں مرتا اور تمہارے پاس کارتوس نہیں ہیں۔ صرف گن ہے۔"

وہ بڑی بے یقینی سے کبھی اپنی گن کو اور کبھی علی کو دیکھ رہا تھا۔ پھر بولا "مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں نے چیمبر میں کارتوس بھرے تھے۔ میں حیران ہوں کہ اس میں سے کارتوس نکل کر کہاں چلے گئے؟"

"اس میں حیرانی کی کیا بات ہے۔ جس طرح وہ طالب علم بچہ پرچیاں لکھ کر کھڑکی سے باہر پھینکتا رہا۔ اسی طرح تم چاروں اپنے گنوں کی میگزینوں سے کارتوس نکال کر باہر پھینکتے رہے۔"

وہ اچھل کر کھڑا ہوگیا پھر بولا "تم کیسے جانتے ہو کہ کوئی لڑکا پرچیاں لکھ کر بس کی کھڑکی سے باہر پھینکتا رہا؟"

"اس کی پھینکی ہوئی ایک پرچی مجھے راستے میں ملی تھی۔"

"تم جھوٹ بولتے ہو۔ اگر کوئی پرچی راستے میں ملی تھی تو تم ہم سے پہلے یہاں کیسے پہنچ گئے؟"

"ذرا عقل سے کام لو۔ میرے پاس بھی گاڑی ہے اور وہ ریسٹ ہاؤس کے پیچھے کھڑی ہے۔"

"اگر تم پہلے پہنچ گئے تھے تو تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ ہم اسی جگہ آنے والے ہیں؟"

"بھئی' میں پیچھا کرتا ہوا آیا ہوں۔ تمہاری بس ریسٹ ہاؤس کے آگے اور میری گاڑی ریسٹ ہاؤس کے پیچھے آکر رکی۔ تم ادھر سے آئے' میں اُدھر سے آیا۔ معلوم ہوتا ہے' اس استانی نے زیادہ کرنٹ مارا ہے اس لیے عقل کام نہیں کررہی ہے۔"

وہ پھر ایک بار چونکا۔ دوڑتا ہوا دروازے تک گیا پھر اسے اندر سے بند کرکے چٹخنی چڑھا کر واپس آتے ہوئے بولا "تم کیسے جانتے ہو کہ وہ استانی کرنٹ مارتی ہے؟ سچ سچ بتاؤ' تم کون ہو۔ تم میرا قد اور میری جسامت دیکھ رہے ہو۔ میں ایک خطرناک تربیت یافتہ گوریلا فائٹر ہوں۔ اس بند کمرے میں تمہاری ہڈیاں توڑ کر رکھ دوں گا۔"

وہ بولتے ہوئے بالکل قریب آگیا تھا۔ علی نے کرسی سے اٹھ کر پوچھا "ہڈیاں کیسے توڑو گے' میں بھی کرنٹ مارتا ہوں۔ یقین نہ ہو تو مجھے چھوکر دیکھ لو۔"

وہ ایک دم سے گھبرا کر پیچھے ہٹ گیا کیونکہ دوبار زبردست کرنٹ لگ چکا تھا۔ اس نے بے یقینی سے کہا "تت... تم جھوٹ بولتے ہو۔ استانی سے تمہارا کیا تعلق ہوسکتا ہے۔ تم کرنٹ نہیں مار سکتے۔"

علی نے اپنا ایک ہاتھ آگے بڑھا کر کہا "تو پھر ذرا سا چھوکر دیکھ لو۔ میں تمہیں ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔ یہ تم نے اچھا کیا کہ دروازے کو اندر سے بند کرلیا۔ اب اسے کھولنے جاؤ گے تو مجبوراً تمہیں چھولینا پڑے گا کیونکہ میں یہاں کسی تیسرے کو پسند نہیں کروں گا۔"

اس نے پریشان ہوکر دروازے کی طرف دیکھا۔ پھر اچانک خیال آیا کہ دشمن کو چھونے یا ہاتھا پائی کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اپنے ہاتھ میں رائفل ہے۔ اس کے بٹ سے دشمن کو لہولہان کیا جاسکتا ہے۔ اس کے اندر کا سارا کرنٹ باہر نکالا جاسکتا ہے۔

یہ طے کرتے ہی اس نے رائفل کو نال کی طرف سے پکڑ کر کہا "اب دیکھتا ہوں کہ مجھے کرنٹ کیسے لگے گا۔ تمہاری موت آگئی ہے۔"

اس نے اچھل کر رائفل کو لاٹھی کی طرح گھماتے ہوئے حملہ کیا۔ لیکن علی ذرا سا جھک گیا۔ رائفل کا بٹ سر کے اوپر سے گزر گیا۔ علی نے اس کی کمر کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر ایک ٹرن لیتے ہوئے اسے آتش دان کے اندر جھونک دیا۔

آگ میں پہنچتے ہی اس کے حلق سے چیخ نکلی۔ وہ آتش دان سے باہر آنا چاہتا تھا۔ علی نے زمین پر سے اس کی رائفل اٹھا کر اس کے منہ پر ماری۔ وہ پھر لڑکھڑایا' وہ آتش دان میں جاگرا۔ اس کے کپڑوں میں پہلے ہی آگ لگ چکی تھی۔ وہ پھر ایک بار تڑپ تڑپ کر باہر آنا چاہتا تھا۔ علی نے پھر رائفل کے کندے سے مار کر اسے وہیں آگ میں پہنچادیا۔ ایک تو رائفل کی مار علی کے ہاتھوں سے' دوسرے آگ جلانے کے لیے کافی تھی۔ پھر وہ نہ تو آتش دان سے باہر نکل سکا اور نہ ہی اس کے حلق سے آواز نکل سکی۔

باہر سے دروازے کو پیٹا جارہا تھا اور پوچھا جارہا تھا "راہبر! تم کیوں چیخ رہے ہو' دروازہ کھولو۔"

دروازہ نہیں کھلا۔ باہر اور دو چار گن مین آگئے تھے۔ وہ سب دروازے کو ٹکریں مارنے لگے۔ دروازے کو ٹوٹنے میں ذرا دیر لگی۔ وہ سب اندر آئے تو ان کا راہبر آتش دان کی آگ میں مردہ پڑا ہوا تھا۔ گوشت جلنے کی بُو پھیل رہی تھی۔ کمرے میں کوئی نہیں تھا۔ پچھلا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ دو گن مین دوڑتے ہوئے اس دروازے سے باہر آئے۔ وہ ریسٹ ہاؤس کا پچھلا حصہ تھا۔ وہاں دور تک انہیں کوئی نظر نہیں آیا۔

کمرے کے اندر ایسے آثار نظر نہیں آئے' جن سے ظاہر ہوتا کہ وہاں راہبر کے علاوہ بھی کوئی موجود تھا اور اگر وہ تنہا تھا تو آتش دان کے اندر جاکر کیسے جل مرا؟ ایک نے کہا "ہمارے راہبر کی ذہنی حالت درست تھی۔ وہ خود ہی جل مرنے کے لیے آگ میں نہیں جاسکتا تھا۔ یہاں ضرور کوئی تھا۔"

دونوں گن مین باہر سے آئے' ایک نے کہا "ہم نے دور تک دیکھا ہے' کوئی نظر نہیں آیا۔ شاید یہ پچھلا دروازہ پہلے سے کھلا ہوا تھا۔"

ایک نے کہا "جب یہاں کوئی دوسرا نہیں تھا تو کیا راہبر پر کسی نے دور کہیں بیٹھ کر جادو کیا تھا اور اسے یوں خودکشی پر مجبور کردیا تھا؟"

اس کی بات پر ایک ساتھی نے چونک کر کہا "اسکول بس میں جو استانی ہے' وہ ضرور جادو جانتی ہے۔ اسے چھونے سے وہ بجلی کی طرح کرنٹ مارتی ہے۔ اس نے دوبار راہبر کو کرنٹ مارا تھا۔ میں اسے آزمانے کے لیے دوبار اس کے قریب گیا۔ اسے سزا دینے کا ارادہ تھا مگر میں ایک بار بھی اس کے قریب رک نہ سکا۔ اس کے سامنے سے بے اختیار گزرتا چلا گیا۔"

ایک گن مین نے کہا "پھر تو ہمیں اس استانی کو پکڑ کر آتش دان میں جھونک دینا چاہیے۔ اس طرح اس کے ساتھ اس کا جادو بھی مرجائے گا۔"

وہ تعداد میں پانچ تھے۔ ان میں سے دو ساتھی راہبر کی لاش کو آتش دان سے نکال کر اس پر پانی ڈال رہے تھے۔ باقی تین گن مین کمرے سے باہر آئے۔ ذرا فاصلے پر اسکول بس کھڑی ہوئی تھی۔ اس بس میں مزید چار گن مین تھے۔

وہ تینوں قریب آئے۔ ایک نے غصے سے کہا "وہ استانی کون ہے' جو کرنٹ مارتی ہے اور جادو جانتی ہے۔ اسے دھکے دے کر بس سے باہر لاؤ۔"

بس میں ڈیوٹی دینے والے ایک گن مین نے کہا "یہاں ایک استانی کہہ رہی ہے کہ اس کا نام رابعہ ہے اور وہ ہمارے ایک گن مین کی نگرانی میں باتھ روم گئی ہے۔ ابھی آتی ہی ہوگی۔"

ایک استانی نے بس کی کھڑکی سے جھانک کر پوچھا "تم لوگ پھر رابعہ سے کیوں دشمنی کررہے ہو؟ اس نے کیا قصور کیا ہے؟"

ایک نے گالیاں دیتے ہوئے کہا "وہ جادوگرنی ہے۔ پہلے ہمارے لیڈر کو کرنٹ مارا۔ اب اسے آتش دان کے اندر جلا کر مار ڈالا ہے۔ ہم اسے بھی جلائیں گے۔"

وہ رابعہ کی واپسی کا انتظار کرنے لگے۔ ایک شخص اسے گن پوائنٹ پر باتھ روم لے گیا تھا۔ وہ اندر گئی تھی۔ نگرانی کرنے والا بند دروازے کے سامنے کھڑا ہوگیا تھا۔ رابعہ اندر پندرہ منٹ تک رہی۔ پھر باہر نکلنے کے لیے دروازہ کھولا تو نگرانی کرنے والا دروازے سے ٹکا ہوا تھا۔ اس کے کھلتے ہی وہ دھڑام سے اندر باتھ روم کے فرش پر گر پڑا۔ پھر وہاں سے اٹھ نہ سکا۔ اس کے پھیلے ہوئے دیدے بتا رہے تھے کہ وہ مرچکا ہے۔

پھر وہ باہر دیکھ کر گھبرا گئی۔ وہاں ایک خوبرو جوان کھڑا ہوا تھا۔ مردہ شخص کی سیون ایم ایم رائفل اس کے ہاتھوں میں تھی' وہ مسکرا کر بولا "تمہیں گھبرانا نہیں چاہیے۔ دشمن کو مارنے والا دوست ہوتا ہے۔ میں نے ان کے لیڈر کو بھی موت کی نیند سُلا دیا ہے۔"

وہ مطمئن ہوکر بولی "تو پھر باقی دشمنوں کو بھی جہنم میں پہنچا دو۔ تمہارے پاس ہتھیار ہے' کسی کو نہ چھوڑو۔"

"میں ایک گولی چلاؤں گا تو وہ ظالم بچوں کو نشانہ بنائیں گے۔ اس لیے انہیں الجھا رہا ہوں۔ وہ تمہیں جادوگرنی سمجھ رہے ہیں۔ ان کا خیال ہے' تم نے ہی لیڈر کو مار ڈالا ہے۔ وہ بس کے پاس کھڑے تمہاری واپسی کا انتظار کررہے ہیں۔"

"ایسی صورت میں تم کیا کرسکو گے؟"

"سیدھی سی بات ہے' وہ تمہیں جادوگرنی سمجھ رہے ہیں اور جادوگرنی غائب ہوسکتی ہے۔ تم بھی غائب ہوجاؤ۔"

"میں قسم کھا کر کہتی ہوں کہ جادو نہیں جانتی ہوں۔ پتا نہیں وہ لیڈر مجھے ہاتھ لگاتے ہی کیسے اچھل کر گر پڑتا تھا۔"

"مجھے پتا ہے' تم جادو نہیں جانتی ہو مگر غائب ہوجاؤ گی میرے ساتھ آؤ۔"

وہ اسے ساتھ لے کر اس مکان کے پیچھے جاتے ہوئے بولا "بس میں چار دشمن تھے۔ ایک کو میں نے باتھ روم میں سُلا دیا ہے۔ لیڈر بھی ختم ہوچکا ہے۔ اب وہ تعداد میں چھ ہیں۔ ان میں سے تین بس کے اندر ہیں اور تین باہر کھڑے تمہارا انتظار کررہے ہیں۔ اور ہاں یاد آیا' دو افراد اور ہیں' وہ اپنے لیڈر کی لاش کے پاس ہیں۔"

"تم اتنے لوگوں سے تنہا کیسے نمٹو گے؟"

"تمہارے جادو کے ذریعے نمٹ لوں گا۔ وہ ایک دوسرے سے الگ ہوکر مختلف جگہوں پر تمہیں تلاش کرنے نکلیں گے۔ میں یہی چاہتا ہوں کہ وہ سب ایک جگہ نہ رہیں۔ میں گولی چلائے بغیر ایک ایک سے نمٹ سکوں گا۔"

وہ اسے ریسٹ ہاؤس کے پیچھے لے آیا پھر اکڑوں بیٹھ کر بولا "ادھر برآمدے کی چھت زیادہ اونچی نہیں ہے۔ میرے شانوں پر پاؤں رکھو اور اوپر پہنچو۔"

رابعہ نے ہدایت پر عمل کیا۔ برآمدے کے ستون کو پکڑ کر اس کے شانوں پر چڑھ گئی۔ علی نے کہا "اب تم اس سے اوپر والی چھت پر جاکر آرام سے لیٹی رہو۔ ذرا بھی سر نہ اٹھانا۔ میں جلدی ہی تمہیں نیچے لے آؤں گا۔"

وہ اسے اچھی طرح سمجھا کر وہاں سے دوڑتا ہوا' اس مکان میں آیا جس کے باتھ روم میں ایک دشمن مردہ پڑا تھا۔ اس نے دروازے پر زور زور سے ہاتھ مارتے ہوئے رابعہ کی آواز بنا کر کہا "دروازہ کھولو' یہ کس نے دروازے کو باہر سے بند کردیا ہے۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

دروازہ کھولو' دروازہ کھولو۔"

وہ دروازے کو اچھی طرح پیٹنے کے بعد وہاں سے چلا گیا۔ بس کے پاس کھڑے ہوئے دشمنوں نے دروازہ پیٹنے اور رابعہ کے چلانے کی آواز سنی۔ ان میں سے دو گن مین نے تیسرے سے کہا "تم یہاں ٹھہرو' ہم جا کر دیکھتے ہیں۔"

وہ دونوں دوڑتے ہوئے ریسٹ ہاؤس کے پاس والے مکان میں آئے پھر اندر پہنچ کر باتھ روم کے دروازے کو دیکھا۔ وہ باہر سے بند تھا۔ وہ دونوں محتاط انداز میں چلتے ہوئے دروازے کے قریب آئے ایک نے آواز دی "رابعہ! کیا تم اندر ہو؟"

دوسرے نے پوچھا "تمہارے ساتھ آنے والا ہمارا ساتھی کہاں ہے؟"

اندر سے کوئی جواب نہیں ملا' ایک نے کہا "کوئی گڑبڑ ہے۔ دروازہ باہر سے بند ہے شاید وہ بے ہوش ہو گئی ہے یا کسی دشمن نے اس کا منہ دبا رکھا ہے۔"

"مگر اس کی نگرانی کرنے والا ہمارا ساتھی کہاں ہے؟"

وہ دونوں دروازے سے ہٹ گئے۔ دیوار سے لگ کر اپنے ہتھیار سنبھالتے ہوئے ایک نے ہاتھ بڑھا کر دروازے کی چٹخنی سرکائی۔ دروازے کو آہستگی سے دھکا دیا۔ وہ کھلتا چلا گیا۔ انہیں باتھ روم کے فرش پر اپنے ساتھی کی لاش نظر آئی۔ وہ دروازہ پوری طرح کھل گیا تھا۔ اندر وہ نظر نہیں آئی۔ جبکہ اسی نے چیخ چیخ کر انہیں وہاں رکنے پر مجبور کیا تھا۔ وہ دونوں اندر آئے جھک کر لاش کو دیکھا کہ شاید اس میں کچھ جان رہ گئی ہو۔ مگر وہ ختم ہو چکا تھا۔ ایک نے دوسرے سے کہا "جاؤ اور ساتھیوں کو بتاؤ کہ اس جادوگرنی نے لیڈر کے بعد اسے بھی مار ڈالا ہے۔ وہ اسی مکان میں چھپی ہو گی۔ میں اسے تلاش کر رہا ہوں۔ دو اور ساتھیوں کو بلاؤ۔"

دوسرا دوڑتا چلا گیا۔ وہاں رہ جانے والے نے اپنی گن سنبھالی پھر باتھ روم سے نکل کر مکان کے مختلف حصوں میں دبے قدموں چلنے لگا۔ ایک کمرے سے نکل کر دوسرے کمرے کے دروازے پر پہنچتے ہی اس کی گن پر ایک ٹھوکر پڑی۔ ایک اجنبی جوان یوں سامنے آیا جیسے شامت آتی ہے۔ گن ہاتھ سے نکل گئی تھی اجنبی نے اسے سنبھلنے کا موقع نہیں دیا۔ بڑی تیز رفتاری سے حملے کرتے ہوئے اس کی گردن دبوچ لی۔ باتھ روم والے کو بھی اسی طرح دبوچ کر ختم کیا تھا تاکہ مارپیٹ کا نشان رہے' نہ گولی چلنے کی نوبت آئے۔ یہی تاثر قائم رہے کہ ایک نازک اندام استانی جادو کے ذریعے شہ زوروں کو ختم کرتی جا رہی ہے۔

وہ دوسرا شخص دوڑتا ہوا مکان سے باہر بس کے قریب آیا پھر بولا "وہ غائب ہو گئی ہے۔ اس نے ہمارے دوسرے ساتھی کو بھی مار ڈالا ہے۔"

ریسٹ ہاؤس سے وہ دو گن مین باہر آ گئے تھے جو لیڈر کی لاش کے پاس تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا "یہ حیرانی کی بات ہے کہ ایک استانی نے ہمارے اس لیڈر کو آگ میں جھونک دیا' جو زبردست گوریلا فائٹر کہلاتا تھا۔ اب اس نے دوسرے کو بھی مار ڈالا ہے۔ یہ یقین ہو رہا ہے کہ وہ کوئی پُراسرار علم جانتی ہے۔"

باتھ روم سے آنے والے نے کہا "ہاں' وہ مقابلہ نہیں کرتی ہے۔ نہ گولی چلاتی ہے۔ ہمارے دوسرے ساتھی کے بدن پر زخم کا ایک نشان نہیں ہے اور وہ مر چکا ہے۔ ہمارا ایک ساتھی اسے مکان میں تلاش کر رہا ہے۔"

وہ تینوں اسی مکان میں گئے۔ انہوں نے باتھ روم میں اپنے ایک ساتھی کی لاش دیکھی پھر دوسرے کو تلاش کرتے ہوئے ایک کمرے میں آئے تو دروازے کے پاس ہی فرش پر اسے بے حس و حرکت پڑے دیکھا۔ وہ تینوں دوڑتے ہوئے قریب آئے۔ اس کے بھی دیدے پھیل گئے تھے۔ معائنہ کرنے پر پتا چلا' وہ بھی ہمیشہ کے لیے ٹھنڈا پڑ چکا ہے۔

ایک نے کہا "مجھے اس کا طریقۂ کار سمجھ میں آ رہا ہے۔ جب ہمارے ساتھیوں میں سے کوئی تنہا ہوتا ہے تو وہ اسے مار ڈالتی ہے۔ اس کا جادو صرف تنہا آدمی پر چلتا ہے۔ دانش مندی یہ ہے کہ ہم سب کو ایک ساتھ رہنا چاہیے۔"

دوسرے نے تائید کی "تم درست کہتے ہو۔ ہم ایک ساتھ رہ کر اسے تلاش کریں گے۔ وہ یہیں کہیں چھپی ہوئی ہے۔"

وہ تینوں اپنی اپنی گن سنبھالتے ہوئے محتاط انداز میں اس مکان کے دوسرے حصے کی طرف جانے لگے۔ اُسی وقت ایک کمرے سے کسی چیز کے گرنے کی آواز سنائی دی۔ تینوں کے کان کھڑے ہو گئے۔ وہ اس کمرے کے دروازے پر آئے۔ وہاں سے دیکھا۔ ایک فلاور اسٹینڈ سے ایک گلدان فرش پر گرا ہوا تھا۔ قریب ہی صوفے کے پیچھے رائفل سیون ایم ایم کی نال جھلک رہی تھی۔ یہ وہی رائفل تھی جسے علی نے باتھ روم والے سے چھینا تھا۔

ایک نے دروازے سے للکار کر کہا "ٹیچر! اب تم نہیں چھپ سکو گی۔ اپنی اور بچوں کی زندگی چاہتی ہو تو باہر آ جاؤ۔"

اُدھر سے جواب نہیں ملا۔ ایک نے اپنے دونوں ساتھیوں سے سرگوشی میں کہا "فرش پر لیٹ جاؤ۔ ہم رینگتے ہوئے اس صوفے کے دونوں طرف جائیں گے۔ وہ ہتھیار پھینکنے پر مجبور ہو گی۔ اگر مقابلہ کرنے کی حماقت کرے گی تو اسے گولی مار دینا۔"

وہ تینوں فرش پر اوندھے لیٹ گئے۔ پھر رینگتے ہوئے کمرے کے اندر آئے اور دو مختلف سمتوں سے اس صوفے کی طرف بڑھنے لگے۔ ایسے وقت انہوں نے پٹرول کی بُو محسوس کی مگر دیر ہو چکی تھی۔ اچانک ہی اس کمرے کا دروازہ باہر سے بند ہو گیا۔ انہوں نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا۔ اسی وقت ایک جلتی ہوئی تیلی کھڑکی کے راستے آئی اور کمرے میں آگ بھڑکتی ہوئی چاروں طرف پھیلنے لگی۔

وہ تینوں گھبرا کر کھڑے ہو گئے۔ جان بچانے کے لیے اس کمرے سے باہر نکلنا ضروری تھا اور نکلنے کا وہی ایک دروازہ تھا' جو باہر سے بند کر دیا گیا تھا۔ ان تینوں نے آ کر اسے کھولنا چاہا پھر پیچھے چلے گئے کیونکہ ادھر شعلے تیزی سے لپک رہے تھے۔ قالین پر بھی پٹرول چھڑکا گیا تھا۔ یعنی زمین بھی آگ اگل رہی تھی۔ کھڑے ہونے کی جگہ نہیں تھی۔ لپکتے ہوئے شعلے ان کے لباس کو بھی آگ لگا چکے تھے۔

ان تینوں نے آخری کوشش کی۔ اپنی گنوں سے دروازے پر گولیاں برسانے لگے تاکہ وہ باہر سے لاک ہو تو فائرنگ سے لاک ٹوٹ جائے۔ لیکن وہ مقفل نہیں تھا۔ صرف اوپر سے چٹخنی چڑھی ہوئی تھی۔ انہیں بدحواسی میں چٹخنی کا خیال نہیں آیا وہ دروازے پر اوپر کی طرف فائرنگ کرتے تو وہ کھل جاتا۔

ویسے بہت دیر ہو چکی تھی۔ لباس کی آگ جسموں کو جلا رہی تھی۔ ان کے ہاتھوں سے گنیں چھوٹ گئی تھیں۔ وہ خود گر پڑے تھے اور اب ان میں رینگنے کی بھی سکت نہیں رہی تھی۔ علی نہیں جانتا تھا کہ اندر ان پر کیا بیت رہی ہے لیکن وہ ان کا انجام جانتا تھا۔

اس نے راہبر کو ہلاک کرنے سے پہلے اس کا موبائل فون لے کر اپنے پاس رکھ لیا تھا۔ اب اسے استعمال کرنے کا وقت آ گیا تھا۔ اس نے اسے آپریٹ کیا پھر ایک گن مین کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا "دلاور خان! میں صدر انعام الدولہ بول رہا ہوں۔"

دلاور خان نے کہا "یس آقا! یہ غلام حاضر ہے۔"

"میں بہت دیر سے راہبر کے فون نمبر ڈائل کر رہا ہوں۔ رابطہ ہوتا ہے لیکن راہبر اسے اٹینڈ نہیں کرتا ہے' آخر وہ کہاں مر گیا ہے؟"

"آقا! وہ واقعی مر گیا ہے۔ صرف وہی نہیں ہمارے مزید چھ ساتھی بھی مر چکے ہیں۔"

"یہ کیا بکواس ہے؟ اتنے لوگ کیسے مر گئے؟ کیا اپوزیشن والے وہاں پہنچ گئے ہیں۔"

"نہیں آقا! ان بچوں کے ساتھ ایک ٹیچر رابعہ ہے' وہ جادو جانتی ہے اور کسی ہتھیار کے بغیر ہمارے ساتھیوں کو ہلاک کر رہی ہے۔ اس نے ریسٹ ہاؤس کے ساتھ والے مکان میں آگ لگا دی ہے۔"

"یہ جادو والی بکواس کیا کر رہے ہو؟ اسکول کے بچے کہاں ہیں؟ انہیں جلتے ہوئے مکان سے دور لے جاؤ۔ کسی بچے کو نقصان نہیں پہنچنا چاہیے۔ ورنہ منصوبہ ناکام ہو جائے گا۔ ہم عوام کو یہ تاثر دیں گے کہ انہیں اپوزیشن والوں نے اغوا کیا تھا۔ لیکن ہماری حکمت عملی اور ہمارے کمانڈوز کی دلیری کے باعث تمام بچے صحیح سلامت ان کے والدین کے پاس پہنچا دیئے گئے ہیں۔"

"آل رائٹ سر! میں بچوں کو بحفاظت ذرا دور لے جا رہا ہوں۔"

دلاور خان نے رابطہ ختم کر کے ڈرائیور کے پاس بیٹھے ہوئے گن مین سے کہا "بس اسٹارٹ کراؤ۔ بچوں کی حفاظت لازمی ہے۔ انہیں جلتے ہوئے مکان سے دور لے چلو۔"

اب دلاور خان ہی ان کا لیڈر تھا۔ اس کے حکم کی تعمیل کی گئی۔ بس کو وہاں سے ذرا دور لے جا کر روک دیا گیا۔

انعام الدولہ ایوانِ صدر میں اپنے مشیروں اور وزیروں کے درمیان بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سامنے کئی ٹیلی فون رکھے ہوئے تھے۔ تھوڑے تھوڑے وقفے سے یکے بعد دیگرے فون کی گھنٹیاں بجتی تھیں۔ وہ ایک ایک فون کا ریسیور اٹھا کر سنتا تھا۔ اسے اطلاع دی جا رہی تھی کہ کس طرح منصوبہ کامیاب ہو رہا ہے۔ اغوا شدہ بچوں کے والدین اپوزیشن کے لیڈر کو مجرم گردان رہے ہیں۔

کوئی فون پر اطلاع دیتا تھا کہ صدر صاحب کی طرف سے کمانڈو ایکشن ہو رہا ہے۔ آج شام تک تمام بچے صحیح سلامت واپس لائے جائیں گے۔ اگلے روز کمانڈو ایکشن کی تصاویر بھی شائع کی جائیں گی۔

یہ خبریں بار بار نشر کی جا رہی تھیں کہ اغوا کرنے والے ایرانی دہشت گرد ہیں اور وہ انعام الدولہ کو حکومت سے دست بردار ہونے پر مجبور کر رہے ہیں تاکہ اپوزیشن کے لیڈر کو صدر بنایا جائے اور یوں ایران کی خواہش کے مطابق ترکمانستان میں حکومت قائم ہو جائے۔

وہاں ایرانی سفیر کو یہ کہنے کا موقع نہیں دیا جا رہا تھا کہ یہ سیاسی فراڈ ہے۔ اسکول کے بچوں کو اغوا کرنے والے ایرانی نہیں ہیں۔ فارسی بولنے کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ وہ ایران کے باشندے ہیں۔ اگر سفیر کو کچھ کہنے کا موقع دیا جاتا تب بھی وہ نقار خانے میں طوطی کی آواز ہوتی۔ انعام الدولہ کی پروپیگنڈا مشینری اتنا شور مچا رہی تھی اور بچوں کے والدین کے جذبات سے کھیل رہی تھی کہ ان کے آگے کسی کی نہیں سنی جا رہی تھی۔

حالات بتا رہے تھے کہ عوام کے تیور بدل رہے ہیں اور اپوزیشن کا بے گناہ لیڈر آئندہ ان کے دلوں میں گھر نہیں کر سکے گا اور نہ ہی سیاست کے میدان میں کبھی اس کی پذیرائی ہو سکے گی۔

ایسے ہی وقت انعام الدولہ نے ایک فون کا ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف سے سونیا ثانی نے کہا "ہیلو' میں ایک بچے کی ماں بول رہی ہوں۔"

انعام الدولہ نے کہا "جی ہاں۔ تمام اغوا شدہ بچوں کے والدین مجھ سے فون پر رابطہ کر رہے ہیں۔ میں یقین سے کہتا ہوں کہ۔۔۔"

ثانی نے بات کاٹ کر کہا "آپ مجھے تسلیاں نہ دیں۔ میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ بچے پھول سے زیادہ نازک اور فرشتوں سے زیادہ معصوم ہوتے ہیں۔ ان کے پاؤں میں کانٹا چبھتا ہے تو درد والدین کے کلیجے میں ہوتا ہے یا نہیں؟"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

”بے شک۔ میں بھی ایک بیٹی اور تین بیٹوں کا باپ ہوں‘ ان کی ذرا سی تکلیف پر تڑپ جاتا ہوں۔“

”تو پھر تمہیں تڑپنا چاہیے۔ تمہاری وہ ایک بیٹی اور تین بیٹے میری کسٹڈی میں ہیں۔ بہ الفاظِ دیگر میں نے ان چاروں کو اغوا کرلیا ہے۔“

وہ بے یقینی سے بولا ”تمہارے بچے کے اغوا نے تمہارے ذہن کو بری طرح متاثر کیا ہے۔ اس لیے ایسی ایب نارمل گفتگو کررہی ہو۔“

ثانی نے کہا ”تمہارے سامنے میز پر نوعدد ٹیلی فون رکھے ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک ٹیلی فون خاص ہے۔ اس پر تم اپنے امریکی آقاؤں سے یا امریکی سفیر سے گفتگو کرتے ہو۔ میں جیسے ہی اپنا فون بند کروں گی‘ اس کے ایک منٹ کے اندر تمہارے بچے تمہیں اسی فون پر مخاطب کریں گے۔ بے چارے اپنے پاپا سے کچھ بولنے کے لیے بے چین ہیں۔“

ادھر ثانی نے ریسیور رکھ دیا۔ انعام الدولہ نے ہیلو ہیلو کہہ کر مخاطب کیا اور پوچھا کہ وہ کون ہے؟ کیا وہ بلیک میل کرنا چاہتی ہے؟

اسے جواب نہیں ملا۔ اس نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر مشیروں اور وزیروں کو دیکھتے ہوئے کہا ”اپوزیشن والوں نے چوڑیاں پہن لی ہیں۔ وہ ایک عورت کے ذریعے مجھے دھمکیاں دے رہے ہیں۔“

ایک مشیر نے پوچھا ”وہ کیا کہہ رہی تھی؟“

”بکواس کررہی تھی کہ اس نے میرے چاروں بچوں کو اغوا کرلیا ہے۔“

ایک وزیر نے کہا ”آپ کے تمام بچے امریکا میں تعلیم حاصل کررہے ہیں۔ کیا یہ عورت بھی امریکا سے بول رہی تھی؟“

ایک پولیس افسر کو حکم دیا گیا کہ وہ ایکسچینج سے معلوم کرے کہ ابھی صدر صاحب سے جو عورت گفتگو کررہی تھی‘ اس کے متعلق ڈ-ٹیکٹو آلات کی کیا رپورٹ ہے۔

اسی وقت خاص فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ انعام الدولہ نے ریسیور اٹھا کر کہا ”ہیلو‘ میں ترکمانستان کا صدر بول رہا ہوں۔“

دوسری طرف سے بیٹی کی آواز سنائی دی ”پاپا! میں آپ کی بیٹی انجم انعام بول رہی ہوں۔ مگر میں نہیں جانتی کہ کس جگہ سے بول رہی ہوں۔ یہاں بہت اندھیرا ہے۔ آپ کا نمبر ڈائل کرنے کے لیے ایک شخص نے ذرا دیر کے لیے ایک پنسل ٹارچ روشن کی تھی اس کے بعد پھر تاریکی چھاگئی ہے۔ آپ اپنے چھوٹے بیٹے نعیم الدولہ کے رونے کی آواز سن رہے ہوں گے۔ فہیم الدولہ اور آصف الدولہ میری طرح حوصلے سے کام لے رہے ہیں۔“

انعام الدولہ نے کہا ”بیٹی! تم چاروں اپنی ماں کے ساتھ وہاں محفوظ رہائش گاہ میں تھے۔ اسکول جاتے وقت سیکیورٹی گارڈز ہوا کرتے تھے پھر تم چاروں کو کیسے اغوا کیا گیا ہے؟“

”پاپا! مجھے حکم دیا گیا ہے کہ آپ کے کسی سوال کا جواب نہ

دوں۔ صرف ایک بات کہہ کر فون بند کردوں کہ آپ جو بوئیں گے‘ وہی کاٹیں گے۔“

اس کے ساتھ بیٹی کی سسکیاں لینے اور رونے کی آواز آئی پھر فون بند ہوگیا۔ انعام الدولہ ریسیور تھامے خلا میں تکتا رہ گیا۔

ایک نے پوچھا ”سر! کیا بات ہے؟ کوئی پریشانی ہے؟“

اس نے خیالات سے چونک کر اپنے مشیروں اور وزیروں کو دیکھا پھر کہا ”اس عورت نے درست کہا تھا۔ میرے چاروں بچوں کو اغوا کرلیا گیا ہے۔“

یہ سنتے ہی سب کے سب بولنے لگے۔ یہ کیسے ہوگیا؟ وہ تو امریکی حکومت کی سرپرستی میں تھے؟

کسی نے پوچھا ”کیا ان کے لیے سیکیورٹی کا انتظام نہیں تھا؟“

وہ اپنے دل کی جگہ سینے پر ہاتھ مار کر بولا ”آہ! میرے بچے پتا نہیں کس حال میں ہیں۔ سیکیورٹی کا مکمل انتظام ہونے کے باوجود نہ جانے کس طرح دشمنوں کے ہاتھ لگ گئے؟ میرے بچوں کو سختی سے منع کیا گیا ہے کہ وہ میرے کسی سوال کا جواب نہ دیں۔“

پولیس افسر نے آکر سیلوٹ کرتے ہوئے کہا ”سر! رپورٹ ملی ہے کہ اس عورت نے لینن اسٹریٹ کے ایک پی سی او سے آپ سے گفتگو کی تھی۔“

ایک وزیر نے کہا ”تعجب ہے۔ اغوا کرنے والی اسی شہر میں ہے اور بچے نیویارک سے اغوا کئے گئے ہیں۔ شاید وہ اغوا کرنے والے دشمنوں کے ایجنٹ ہیں۔“

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ انعام الدولہ نے لپک کر ریسیور اٹھایا۔ پھر اپنا نام اور عہدہ بتایا پھر دوسری طرف سے بولنے والی کی آواز سن کر چونک گیا‘ وہ بولی ”کیا یقین ہوگیا کہ بچوں کے سر سے باپ کا سایہ اور ان سے ماں کی گود چھین لی گئی ہے۔“

اس نے جلدی سے پوچھا ”تم کون ہو؟ کیا اپوزیشن کے لیے کام کررہی ہو؟“

”میں وہی ہوں‘ جو تم ہو اور وہی کررہی ہوں‘ جو تم کررہے ہو؟“

”کیا تم چاہتی ہو کہ میرے چار بچوں کے مقابلے میں اسکول کے اسی بچے مارے جائیں۔“

”ان میں سے ایک بچے کے جسم پر خراش نہیں آئے گی۔ تمہاری سیاست یہ ہے کہ اغوا کا الزام اپوزیشن کے لیڈر پر آئے اور تمہارے نمائشی کمانڈوز ان بچوں کو صحیح سلامت واپس لے آئیں۔ پھر پورے ملک میں تمہارا واہ وا ہوگی۔ مائیں تمہیں دعائیں اور باپ تمہیں آئندہ بھی ووٹ دیا کریں گے۔ پھر کوئی تمہارے خلاف عدم اعتماد کی تحریک نہیں چلائے گا۔“

وہ فون پر گرج کر بولا ”ہاں میں یہی چاہتا ہوں لیکن اب ایک بھی بچہ زندہ واپس نہیں آئے گا۔ میرے بچوں کے جسموں پر جتنی خراشیں آئیں گی اتنی ہی گولیوں سے اسکول کے ایک ایک بچے کو

چھلنی کیا جائے گا۔“

”ایسا تمہارا باپ بھی نہیں کرسکے گا۔ ذرا اس ریسٹ ہاؤس میں فون کرو۔ تمہیں پتا چلے گا کہ بازی پلٹ گئی ہے۔ میں پھر پندرہ منٹ بعد فون کروں گی۔“

رابطہ ختم ہوگیا۔ انعام الدولہ نے اپنے سیکریٹری سے کہا ”یہاں کے امریکی سفیر سے رابطہ کرو اور اسے بتاؤ کہ نیویارک میں میرے بچے اغوا کئے گئے ہیں۔“

پھر اس نے دوسرے فون پر راہبر کے نمبر ڈائل کئے۔ رابطہ ہوتے ہی اس نے کہا ”ہیلو راہبر! میں صدر انعام الدولہ بول رہا ہوں۔“

ادھر سے علی نے کہا ”بولتے رہو۔ مگر تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ راہبر اس دنیا سے جانے سے پہلے اپنا یہ موبائل فون مجھے دے گیا ہے۔“

”یہ کیا کہہ رہے ہو؟ تم کون ہو؟“

”میں اس فتنہ کا ہونے والا مجازی خدا ہوں‘ جس نے تمہارے بچوں کو بڑے پیار سے اپنے پاس رکھا ہے۔ دراصل ہم شادی سے پہلے بچے پالنے کی مشق حاصل کررہے ہیں۔ وہ چار بچوں کو اور میں اسی بچوں کو پال رہا ہوں۔“

انعام الدولہ نے فون بند کردیا۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ راہبر جیسا جیدار گوریلا فائٹر مرچکا ہے۔ اس کے بعد اس گروہ میں دلاور خان کی اہمیت تھی۔ اس نے دلاور کے موبائل کے نمبر ڈائل کئے پھر رابطہ قائم کرتے ہوئے کہا ”ہیلو دلاور خان! میں صدر انعام الدولہ بول رہا ہوں۔“

ادھر سے پھر علی کی آواز سنائی دی ”بولتے رہو۔ مگر تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ دلاور خان بھی اس دنیا سے اٹھنے سے پہلے اپنا موبائل فون مجھے دے گیا ہے۔ باقی لوگوں کے پاس ایسے فون نہیں تھے۔ وہ سب کے سب جہنم میں جانے سے پہلے اپنی گن‘ کارتوس اور اسی بچے میرے پاس چھوڑ گئے ہیں۔“

”یہ کیا بکواس ہے؟ تم کون ہو؟ میرے کسی آدمی سے بات کراؤ۔“

”وہ آدمی ہوتے تو کتوں کی طرح مارے نہ جاتے۔ افسوس ان میں سے کوئی اب اپنا وجود نہیں رکھتا ہے۔ البتہ میں تمام بچوں کی آوازیں سنا سکتا ہوں۔ ہاں تو بولو بچو! انعام الدولہ؟“

بے شمار بچوں کی آوازیں سنائی دیں ”مردہ باد..... مردہ باد...“

علی صدر انعام الدولہ کا نام لے رہا تھا اور بچے مردہ باد کہہ رہے تھے۔ ان میں استانیوں کی آوازیں بھی شامل ہوگئی تھیں۔

انعام الدولہ نے غصے سے ریسیور کو کریڈل پر پٹخ دیا۔ گرج کر انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسر سے بولا ”تم نے کہا تھا کہ راہبر اور دلاور خان بہت تربیت یافتہ ہیں۔ تاجکستان میں اس سے بڑی وارداتیں کرچکے ہیں۔ تم نے مجھے ڈبو دیا ہے۔ وہ سب کے سب کتوں کی

موت مارے گئے ہیں اور تمام بچے آزاد ہوکر میرے خلاف نعرے لگارہے ہیں۔“

اعلیٰ افسر نے پریشان ہوکر کہا ”جنابِ عالی! میں آپ کا وفادار ہوں۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ راہبر اور دلاور خان بہت ہی چالاک‘ پھرتیلے اور خطرناک تھے۔ میں حیران ہوں کہ وہ سب کیسے مارے گئے۔ مگر میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ بازی ابھی آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ آپ اپنے وفادار پولیس اور فوج کے افسران کو حکم دیں کہ وہ اسکول بس بچوں کو واپس اشک آباد نہ لاسکے۔ بس کو یہاں سے ستر کلومیٹر دور ایران کی سرحد کے قریب لے جایا گیا تھا راستے میں اسے روکا اور تباہ.....“

بات ادھوری رہ گئی۔ فون کی گھنٹی سنتے ہی انعام الدولہ نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا۔ ثانی نے پوچھا ”کیسی طبیعت ہے؟ اگر نارمل ہو تو اب اپنے بچوں کی سلامتی کی بات کرو۔ اس وقت چار بجنے والے ہیں اور تم پانچ بجے ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعے قوم سے خطاب کرنے والے ہو۔ اس سے پہلے فیصلہ کرلو‘ اقتدار پیارا ہے یا اپنے بچے؟“

”کیا تم سمجھتی ہو کہ وہ اسی بچے زندہ واپس آجائیں گے۔“

”ہمیں اتنی عقل ہے کہ تمہارے وفادار کتے اسکول کے بچوں کو واپس شہر میں نہیں آنے دیں گے۔ لیکن وہ اسکول بس ریسٹ ہاؤس سے آگے نہیں بڑھ پائے گی۔ کیونکہ ڈرائیور‘ تین استانیاں اور اسی بچے اس میں نہیں ہیں۔ وہ بس وہاں خالی کھڑی ہوئی ہے۔ اس میں بیٹھنے والے کہاں غائب ہوگئے ہیں‘ یہ میں بعد میں بتاؤں گی۔ اپنے آقاؤں کے وسیع ذرائع استعمال کرو اور انہیں ڈھونڈ نکالو۔ میں ہر پندرہ منٹ کے بعد رابطہ کروں گی۔ اگلے آدھے گھنٹے بعد تم فون پر اپنے بچوں کی دردناک چیخیں سنو گے۔ پتا نہیں بے چارے معصوم بچوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا؟“

وہ چیخ کر بولا ”نہیں‘ میرے بچوں کو ہاتھ نہ لگاؤ۔ مجھ سے سمجھوتا کرو یا مجھے سوچنے کی مہلت دو۔“

”سمجھوتا یہی ہوسکتا ہے کہ ابھی پانچ بجے قوم کو مخاطب کرکے اغوا کے ڈرامے کی سچی کہانی سنادو اور یہاں سے اپنے امریکی آقاؤں کے قدموں میں چلے جاؤ۔“

”ایسا نہ کہو۔ میں ایسا نہیں کرسکتا۔“

”اس لیے نہیں کرسکتے کہ امریکا اس چمچے سے سوپ نہیں پیتا‘ جس میں چھید ہوجائے۔“

دوسرے فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ سیکریٹری نے ریسیور اٹھا کر سنا۔ پھر اپنے صدر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا ”سفیر صاحب کا فون ہے۔“

انعام الدولہ نے پہلے ریسیور کے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھا تاکہ ثانی سفیر سے ہونے والی گفتگو سن نہ پائے۔ جبکہ وہ فون پر باتیں کرتے وقت اس کے دماغ میں بھی موجود رہتی تھی۔ بہرحال اس

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ے دوسرا ریسیور دوسرے کان سے لگا کر کہا "جناب! یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ میرے چاروں بچے آپ کی حکومت کے سائے اغوا کیے گئے ہیں۔"

سفیر نے کہا "میں نے اپنے اعلیٰ حکام کو اغوا کی رپورٹ دے دی ہے۔ آپ فکر نہ کریں' ہماری انٹیلی جنس والے بہت تجربے کار ہیں' وہ انہیں ڈھونڈ کر لے آئیں گے۔"

"کب لائیں گے۔ مجھ سے کہا گیا ہے کہ آدھے گھنٹے بعد میں ٹارچر کیا جائے گا۔ پتا نہیں اپوزیشن کے لیڈر نے کن لوگوں کی خدمات حاصل کی ہیں۔ انہوں نے ہمارے تمام دہشت گردوں کو مار ڈالا ہے۔ اسکول کے تمام بچوں اور استانیوں کو کہیں چھپا دیا ہے۔"

سفیر نے کہا "معاف کیجیے گا' یہ تو آپ اپنی نااہلی ثابت کر رہے ہیں۔ ہمارے پاس کوئی ایسا جادو نہیں ہے کہ ہم آدھے گھنٹے کے اندر آپ بچوں کو ڈھونڈ نکالیں۔ آپ کی کمزور چالوں نے دشمن کو کامیاب چالیں چلنے کا موقع دیا ہے۔"

"میں نے اپنے اور آپ کے مشیروں کے بنائے ہوئے منصوبے پر عمل کیا تھا۔ ایسے وقت صرف مجھے نہیں آپ سب کو سوچنا چاہیے تھا کہ دشمن بھی اپنے طور پر کچھ نہ کچھ کر رہا ہوگا۔"

"اب اس بحث سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ میں اپنے اعلیٰ حکام سے پھر گفتگو کرتا ہوں۔ آپ پانچ بجے قوم سے خطاب نہ کریں۔ یہ اعلان کریں کہ اسکول کے تمام بچوں کو آپ خود چھڑوانے کے لیے دہشت گردوں سے سمجھوتا کرنے میں مصروف ہیں۔"

"میں ایسا کروں گا۔ لیکن اب تو آدھا گھنٹا بھی نہیں رہا۔ پندرہ منٹ کے بعد میرے بچوں پر قیامت ٹوٹنے والی ہے۔"

"مسٹر انعام الدولہ! ذرا عقل سے سوچیں کہ ہم پندرہ منٹ میں بچوں کو کہاں سے ڈھونڈ کر لا سکیں گے۔ بعض اوقات حکمرانی کرنے کے لیے بڑی بڑی قربانیاں دینی پڑتی ہیں۔ آپ فیصلہ کریں کہ اقتدار چاہتے ہیں یا بچے؟ میں ابھی پھر فون کروں گا' آپ اچھی طرح سوچ لیں۔"

اُدھر سے ریسیور رکھ دیا گیا۔ ایک ماتحت نے آ کر کہا "جناب عالی! دوسرے کمرے میں ریڈیو اور ٹی وی والے تیار ہیں۔ کیا آپ انتظامات دیکھنا پسند فرمائیں گے۔"

وہ غصے سے دہاڑ کر بولا "گیٹ آؤٹ یو نان سنس۔ میں ابھی مصروف ہوں۔"

دوسرے ریسیور سے ثانی کی آواز آئی "کیوں بے چارے کو غصہ دکھا رہے ہو۔ اب صرف دس منٹ رہ گئے ہیں۔ تمہارے بچوں کا چیختا اور ماتم کرتا ہوا فون آئے گا۔"

وہ ریسیور کو پھینک کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے ساتھ تمام مشیر اور وزیر وغیرہ بھی کرسیوں اور صوفوں سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ وہ سیکریٹری سے بولا "تمام ٹیلی فون کے پلگ نکال دو۔ میں کسی سے بات نہیں کروں گا۔"

حکم کی تعمیل کی گئی۔ تمام فون ڈس کنیکٹ کر دیے گئے۔ وہ بے چینی سے ٹہلنے لگا۔ اس کے دماغ میں ثانی کی سوچ کی لہریں گونج رہی تھیں "اقتدار پیارا ہے یا بچے؟"

اور وہ سوچ رہا تھا' اقتدار کسی کسی نصیب والے کو ملتا ہے۔ بچے تو بدنصیب غریبوں اور مفلسوں کو بھی مل جاتے ہیں۔ اقتدار ایک بار چھن جائے تو دوبارہ نہیں ملے گا۔ بچے مریں گے تو دوسرے پیدا ہو جائیں گے۔

اس نے گھڑی دیکھی۔ دس منٹ بھی گزر چکے تھے۔ اغوا کرنے والے اس کے تمام فون نمبر ڈائل کر رہے ہوں گے تاکہ رابطہ ہونے پر اسے اس کے بچوں کی چیخیں سنا سکیں لیکن رابطہ نہیں ہو رہا ہوگا۔

وہ اچانک ہی لرز گیا۔ اسے اپنے دماغ میں اپنی بیٹی انجم کی چیخیں سنائی دیں۔ وہ اٹھارہ برس کی تھی۔ پتا نہیں اس کے ساتھ کیا سلوک کیا جا رہا ہوگا۔ پھر اسے تینوں بیٹوں کا واویلا سنائی دیا۔ وہ رو رہے تھے اور فریاد کر رہے تھے۔

انعام الدولہ نے اپنے سر کے بالوں کو دونوں مٹھیوں میں جکڑ لیا اور بڑبڑانے لگا "نہیں' کچھ نہیں ہو رہا ہے۔ یہ محض میرا تصور ہے۔ صرف اندیشے ہیں کہ بچوں کے ساتھ کچھ ہو رہا ہے۔ جبکہ کچھ نہیں ہو رہا ہے۔ میں خواہ مخواہ سوچ رہا ہوں۔"

وہ خود کو تسلیاں دیتا ہوا دوسرے کمرے میں آیا۔ وہاں ریڈیو اور ٹی وی کے مائک' کیمرے اور بڑی بڑی لائٹیں تھیں۔ ایک میز پر قومی پرچم تھا' دوسری طرف دنیا کا نقشہ گلوب کی صورت میں تھا۔ درمیان میں پھولوں کا گلدان بھی تھا۔ وہ میز کے پیچھے ایک کرسی پر آ کر بیٹھ گیا۔

ٹھیک پانچ بجے لائٹیں اور کیمرے آن ہوئے۔ پھر وہ سگنل ملتے ہی بولا "میری قوم کے بزرگو! جوانو! ماؤ! اور بہنو! ابھی میں آپ سے مخاطب ہوں۔ اپنی زبان سے بول رہا ہوں لیکن میرے دل میں ایک کشمکش جاری ہے۔ میرے دماغ میں ایک سوال گونج رہا ہے کہ بچے پیارے ہیں یا اقتدار؟

اگر آپ سے کہا جائے کہ بچوں کو اغوا ہونے دو۔ وہ جان سے جاتے ہیں تو جانے دو۔ مگر اس کے بدلے تمہیں ایک ملک کی حکمرانی ملے گی تو مجھے یقین ہے کہ آپ ایسا کہنے والے کے منہ پر تھوک دیں گے۔ کیونکہ عوام میں صرف چند ایسے لوگ ہیں' جو دولت اور اقتدار کے لیے شاید اپنے بچوں کو داؤ پر لگا سکیں۔ ورنہ تمام والدین بچوں کو کلیجے سے لگاتے ہیں اور اقتدار کو ٹھکراتے ہیں۔

ابھی میں آپ سے کئی سچ بولنے والا ہوں کیونکہ میرے بھی پیارے پیارے چار بچے ہیں۔ وہ پھول کی طرح ہیں۔ میں چاہتا ہوں' وہ پھول کی طرح کھلتے رہیں اور سیاست سے دور رہنے والی مسکراہٹ ان کے لبوں پر کھلتی رہے۔

ہماری قوم کے اسی بچے اغوا کیے گئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں صرف اسی ماؤں کے نہیں پوری قوم کی ماؤں کے کلیجے پھٹ رہے ہوں گے۔ ان بچوں کے اغوا کا منصوبہ شیطانی دماغوں نے بنایا ہے اور یہ سارے دماغ میرے مشیروں' وزیروں اور امریکی منصوبہ سازوں کے ہیں۔

مجھے اس ملک کی حکومت ان شرائط پر ملی ہے کہ میں یہاں امریکی پالیسیوں پر عمل کروں۔ میری خارجہ پالیسی ایسی ہو کہ ایران کو ہمارا بدترین دشمن ثابت کرے اس سے سفارتی تعلقات ختم کر دیے جائیں۔

اسی لیے پچھلے چھ ماہ سے میری پروپیگنڈا مشینری ایران کے خلاف زہر اگلتی رہی۔ پھر پلان میکرز نے کہا کہ اس قوم کی ماؤں کے جذبات ایران کے خلاف بھڑکائے جائیں۔ ان کے بچوں کو اغوا کرا کے یہ ثابت کیا جائے کہ ایسا ایرانی دہشت گردوں نے کیا ہے۔ جبکہ اغوا کرنے والے ایرانی نہیں ہیں۔ وہ دہشت گرد ہیں جنہیں تخریب کاری کی تربیت دینے کے دوران مختلف ممالک کی زبانیں سکھائی جاتی ہیں۔

اسی بچوں کو اغوا کرنے والے دہشت گردوں نے باقاعدہ فارسی زبان سیکھی ہے۔ اور وہ سب ہی بڑی روانی سے یہ زبان بولتے ہیں۔"

ٹی وی کے سامنے بیٹھے ہوئے انعام الدولہ کے مشیر اور وزیر پریشان ہو گئے تھے کہ ان کا صدر اور پارٹی لیڈر یہ سچ کیوں اُگل رہا ہے؟ اپنے بچوں کو بچانے کے لیے اپنے تمام وفاداروں کو قوم سے جوتے کیوں کھلانا چاہتا ہے؟

سفارت خانے میں امریکی سفیر کے پاس بیٹھا ایک مقامی مترجم بیٹھا اسے انعام الدولہ کی تقریر کا انگریزی ترجمہ سنا رہا تھا۔ سفیر نے کہا "یہ صدر انعام الدولہ حرام موت مرے گا اور نیویارک میں اس کے بیوی بچوں کو بھی ہم نہیں چھوڑیں گے۔ کسی طرح اس کی تقریر بند کراؤ۔"

ایوانِ صدر میں بیٹھے ہوئے مشیر اور وزیر بھی انعام الدولہ کی زبان بند کرانا چاہتے تھے۔ انہوں نے ریڈیو اور ٹی وی ریکارڈسٹ کے پاس آ کر کہا "آواز بند کر دو۔ صدر صاحب پریشانی میں غلط باتیں کہہ رہے ہیں۔"

ایک ریکارڈسٹ نے کہا "جناب! آپ ہمارے ڈائریکٹر جنرل سے کہیں۔ وہ ہمیں حکم دیں گے تو یہ تقریر نشر نہیں ہوگی۔ ہم ابھی اسے بند کر دیں گے۔"

چند افسران نے انہیں گن پوائنٹ پر رکھ کر کہا "ریکارڈنگ بند کرو ورنہ..."

بات پوری ہونے سے پہلے ہی ایک افسر نے دوسرے افسر کے منہ پر ایک الٹا ہاتھ رسید کرتے ہوئے کہا "جھوٹی خبریں تو روز ہی نشر ہوا کرتی ہیں۔ کم از کم ایک دن تو ریڈیو اور ٹی وی کو سچ..."

اس بولنے والے کے دماغ میں سلمان بیٹھا ہوا انعام الدولہ کے اندر سے سچ اگلوا رہی تھی۔ پارکھا نے مارنے والے پر چھلانگ لگائی۔ وہ دونوں گتھم گتھا تھے۔ افسر بیچ بچاؤ کے لیے آگے بڑھتے ہوئے بولا "یہ کیا' آپس میں لڑتے رہو گے تو..."

اس کی بات پوری نہ ہو سکی۔ سلمان اس کے اندر زبان سے بولا "تو یہ کوئی بری بات نہیں ہے۔ شاباش تاکہ لڑائی کے دوران سچ عوام تک پہنچتا رہے۔"

ایک وزیر نے کہا "یہ کیا بکواس ہے؟ کیا صد[ر کی] طرح تمہارا دماغ بھی چل گیا ہے؟"

افسر نے اس وزیر کو ایک طمانچہ رسید کیا۔ پھر ان[ہیں گن] پوائنٹ پر رکھتے ہوئے بولا "ان ریڈیو اور ٹی وی والوں کو کمانے دو۔ اور تم سب یہاں سے دوسرے کمرے میں چلو۔"

سلمان یکے بعد دیگرے مختلف افسران کے دماغ میں جا کر انہیں الجھا رہا تھا۔ پھر ایک افسر کی زبان سے د[وسرے] افسران کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "ان مشیروں اور وز[یروں کو جیل] میں جانے دو۔ ہمیں اپنا بچاؤ کرنا چاہیے۔ اگر ہم ابھی [ان] کو بچے اغوا کرانے کے جرم میں گرفتار کریں گے تو [محب وطن اور فرض] شناس کہا جائے گا۔"

اسی وقت اس کمرے کا دروازہ کھل گیا' جہاں ا[نعام الدولہ] قوم سے خطاب کر رہا تھا۔ خطاب ختم ہو چکا تھا۔ ان تم[ام افسران] نے کمرے میں داخل ہو کر حکم دیا کہ کیمرے آن رکھے [جائیں تاکہ] ٹی وی دیکھنے والے عوام کو معلوم ہو کہ انعام الدولہ ا[ب] صدر نہیں رہا۔ یہ ماؤں کے کلیجے نوچنے والا مجرم ہے ا[ور ہم] اسے گرفتار کرتے ہیں۔"

کیمرے آن رہے۔ ملک کے عوام نے اپنے ا[پنے ٹی وی] اسکرین پر دیکھا کہ چند فوجی افسر انعام الدولہ کو گرفتار [کر رہے ہیں]۔ ان میں سے ایک اعلیٰ افسر نے سلمان کی مرضی کے مطابق [کہا "میں] یہ خوش خبری سناتا ہوں کہ تمام اغوا ہونے والے بچے [بازیاب ہو گئے] ہیں۔ انہیں بس کے ذریعے واپس لانے میں خطرہ تھا۔ ا[غوا کرنے والے] ہوئے دشمن انہیں نقصان پہنچا سکتے تھے لہٰذا انہیں [ہیلی کاپٹر] کے ذریعے لایا جا رہا ہے۔ ان بچوں کے والدین ائرفو[رس کے ہیلی] پیڈ پر پہنچ کر انہیں حاصل کر سکتے ہیں۔"

عوام میں خوشی کی لہر دوڑ گئی تھی۔ والدین ا[پنی گاڑیوں] میں ہیلی پیڈ کی سمت جا رہے تھے۔ انعام الدولہ پر [لعنت بھیج رہے] تھے اور اپوزیشن کے لیڈر کے حق میں فیصلہ کر رہے [تھے کہ اسے] ملک کا حکمران ہونا چاہیے اور ایران سے دوستی [کے تعلقات] پہلے سے زیادہ مستحکم ہونے چاہئیں۔

... سپرماسٹر اپنے دفتری کمرے ...

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہوا تھا۔ اور انھیں بتا رہا تھا کہ ان کے زر خرید انعام الدولہ کی حکومت کا تختہ الٹ گیا ہے۔ داؤد منڈولا وہاں ایک سپاہی کے دماغ میں تھا۔ اس نے کہا "بڑی عجیب بات ہے' حکومت کا تختہ الٹ گیا۔ لیکن اب تک یہ نہ معلوم ہوسکا کہ یہ بازی کس نے پلٹی ہے۔ کس نے انعام الدولہ کے بچوں کو اغوا کرکے اسے عوام کے سامنے سچ بولنے پر مجبور کیا ہے۔ کیا تھری ڈی میں سے کسی نے انعام الدولہ کے اندر جاکر دیکھا ہے کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ایسا کررہا ہے یا اپوزیشن نے کوئی زبردست چال چلی ہے۔"

تھری ڈی کے ایک ڈی کرین نے کہا "میں انعام الدولہ اور اپوزیشن کے لیڈر کے خیالات پڑھ کر ابھی آرہا ہوں۔ انعام الدولہ کے اندر کسی خیال خوانی کرنے والے کا سراغ نہیں ملا اور اپوزیشن لیڈر بھی حیران ہے کہ کون لوگ خفیہ طور سے اس کے حق میں بازی پلٹ رہے ہیں۔"

ایک فوجی جوان نے اندر آکر سیلوٹ کیا پھر کہا "سر! ملٹری اسپتال کی ایک نرس آپ سے ملاقات کرنا چاہتی ہے۔"

سپر ماسٹر نے کہا "میں ایک بہت اہم معاملے میں الجھا ہوں۔ اسے یہاں سے بھگا دو۔ اور یہ دروازہ بند رکھو۔"

نرس نے دروازے پر آکر کہا "میں بھاگنے والی نہیں ہوں۔ ترکمانستان سے تم لوگوں کو بھگا کر یہاں آئی ہوں۔"

سپر ماسٹر اور تھری ڈی چونک کر کھڑے ہوگئے۔ اسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ وہ بولی "اب تمہارے چاروں ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے دماغ میں گھس کر میری اصلیت معلوم کررہے ہوں گے۔ ٹھیک ہے۔ میں تھوڑی دیر خاموش رہتی ہوں۔ یہ سب میرے چور خیالات پڑھ لیں گے۔"

ذرا دیر خاموشی رہی۔ پھر ڈی مورا نے کہا "یہ سچ مچ ہمارے ملٹری اسپتال کی نرس ہے۔ بے اختیار اپنی ڈیوٹی چھوڑ کر یہاں آئی ہے۔ یہ اپنی مرضی سے کچھ نہیں کہہ رہی ہے۔ کوئی خیال خوانی کرنے والی اس کی زبان سے بول رہی ہے۔"

سپر ماسٹر نے نرس سے پوچھا "تم حقیقتاً کون ہو؟"

"ایک عورت ہوں۔ پہلے تو اس بات پر اپنا سر پیٹو اور شرم کرو کہ جہاں پہنچ رہے ہو' وہاں عورتوں سے مات کھا رہے ہو۔ پاکستان گئے تو فرحانہ نے تمہارے کسی خیال خوانی کرنے والے کو اسلام آباد سے بھاگنے پر مجبور کردیا۔ عمان میں جمیلہ رازی نے تم لوگوں کا ناک میں دم کر رکھا ہے۔ اور ترکمانستان میں میں نے تمہارے قدم اکھاڑ دیئے ہیں۔"

"میں سمجھ گیا۔ تم سونیا ہو۔"

"میں سونیا مما کے قدموں کی خاک سونیا ثانی ہوں۔"

"وہاں تم لوگوں کے کیا مفادات ہیں۔ ہم سے کیوں خواہ مخواہ دشمنی کی ہے؟"

"ہمارا کوئی مفاد نہیں ہے۔ اور نہ ہی ہم نے خواہ مخواہ دشمنی کی ہے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ بابا صاحب کے ادارے کے روحانی بزرگ جناب علی اسداللہ تبریزی کا تعلق ایران سے ہے۔ وہ جہاں پیدا ہوئے' اس زمین کے خلاف سازش کرنے والا بلندی سے نیچے گرے گا۔ میں تمہیں سپر ماسٹر کی کرسی سے نیچے گرانے آئی ہوں۔ آج شام تک اس عہدے سے استعفا دے دو۔ ورنہ میں علی تیمور کے ساتھ واشنگٹن پہنچ جاؤں گی۔ پھر وہاں جو عبرت ناک تماشے دکھاؤں گی' اسے ساری دنیا دیکھے گی۔"

یہ کہہ کر وہ نرس اباؤٹ ٹرن ہوئی۔ پھر دروازے کے باہر جاکر ان کی نظروں سے اوجھل ہوگئی۔

وہ سب ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ پھر سپر ماسٹر اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔ داؤد منڈولا نے سپاہی کی زبان سے کہا "شام تک یہ کرسی تمہاری ہے۔ آرام سے بیٹھے رہو۔ ہاں صرف شام تک بیٹھے رہو۔"

سپر ماسٹر نے ناگواری سے پوچھا "کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ وہ مجھے استعفا دینے پر مجبور کردے گی؟"

"وہ نہیں' ہمارے اعلیٰ حکام مجبور کریں گے۔ پچھلے تمام ریکارڈ دیکھو۔ ایک بار علی تیمور یہاں آیا تھا تو کھلونا جہازوں کے ذریعے ٹرانسفارمر مشین کو تباہ کیا تھا اور امریکا کے جنوب سے شمال تک ہمارے فوجیوں کو دوڑاتا رہا تھا۔ مگر کوئی اس کے سائے تک نہ پہنچ سکا۔ دوسری بار پارس آیا تو بڑی حکمت عملی سے ٹرانسفارمر مشین کی مائیکرو فلم بناکر لے گیا۔"

سپر ماسٹر نے کہا "لیکن یہ سب کچھ میرے دور میں نہیں ہوا تھا۔"

"ہاں۔ مگر تمہارے دور میں بھی اس سے بڑا نقصان ہوسکتا ہے۔ ذرا اعلیٰ حکام اور تینوں افواج کے سربراہان سے رابطہ کرو اور انھیں سونیا ثانی کا چیلنج سناؤ۔ ان میں سے کوئی نہیں چاہے گا کہ فرہاد کا کوئی بیٹا یہاں آئے۔ لہٰذا تمہیں استعفا دینے کا حکم دیا جائے گا۔"

سپر ماسٹر بیٹھا ہوا تھا اور جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔

○☆○

وہ بیمار تھی بستر علالت پر پڑی ہوئی تھی۔ بیٹی نے اسے فون پر کہا تھا کہ وہ جلد ہی آئے گی اور خود ہی اس کا علاج کرے گی۔ اس نے فون پر اس کا تمام حال پوچھ کر اسے چند دواؤں کے نام لکھوائے تھے اور انھیں باقاعدہ استعمال کرنے کی تاکید کی تھی۔

وہ استعمال کرنے کے بعد افاقہ محسوس کررہی تھی۔ ایسے ہی وقت ملازمہ نے آکر کہا کہ اس کے شوہر کی کار مکان کے سامنے آکر رکی ہوئی ہے۔ وہ ادھر آرہا ہے۔ یہ خبر سنتے ہی وہ بستر پر اٹھ کر بیٹھ گئی۔

ملازمہ کے جاتے ہی عبداللہ رازی کمرے میں آیا۔ اس کا چہرہ بتا رہا تھا کہ وہ غیظ و غضب سے بھرا ہوا ہے۔ اس نے آتے ہی کہا

خنزیر کی اولاد! تُو نے بیٹی پیدا کرکے مجھ سے زبردست دشمنی کی ہے۔ میں نے تاکید کی تھی کہ کبھی اسے میرا نام نہ دیا جائے اور اگر جائے تو کبھی اس کی شادی نہ کی جائے لیکن تُو نے اسے لیڈی لٹر بنا کر وہ آزادی دی کہ وہ رئیس الکبیر کی حرم سرا میں پہنچ گئی۔"

وہ بولی "آپ ٹھنڈے دماغ سے سوچیں کہ میں نے دو بیٹوں کے بعد جو بیٹی پیدا کی' وہ بیٹوں سے زیادہ باکمال ثابت ہورہی ہے۔ حرم سرا میں پہنچنے کے بعد بھی ایسی پاک باز ہے جیسے پیدا ہوتے وقت تھی۔"

وہ گرج کر بولا "دنیا یہ نہیں دیکھتی کہ وہ پارسا ہے یا نہیں' حرم سرا میں پہنچنے کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ وہ بے آبرو ہوچکی ہے۔ ہم باپ بیٹوں کی گردنیں شرم سے جھک گئی ہیں۔ میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ تجھے پتا ہے کہ وہ کہاں چھپی ہوئی ہے۔ مجھے اس کا پتا بتادے۔"

"میں نہیں جانتی' وہ کہاں ہے۔ اگر جانتی تب بھی نہ بتاتی۔ میری سمجھ میں نہیں آتا' جو رئیس الکبیر کے محل کو کھنڈر بنا چکی ہے' اس پر آپ فخر کیوں نہیں کرتے ہیں؟"

"شاہ مجھ سے ناراض ہے۔ وہ چیلنج کررہی ہے کہ رئیس الکبیر چالیس دنوں تک قبر میں سلائے گی اور عیاش رئیسوں کو عبرت حاصل کرنے کا موقع دے گی' جو عبرت حاصل نہیں کرے گا' اسے بھی زندہ درگور کردے گی۔"

"یہ تو اچھی بات ہے۔ آپ بھی اس عمر میں عیاشی سے باز آجائیں گے۔"

"بکواس مت کرو۔ مجھے اس کا پتا بتاؤ۔"

"میں پوچھتی ہوں' جب آپ کو بیٹی سے نفرت ہے تو آپ ماں کے پیٹ سے پیدا کیوں ہوئے؟ آپ کی ماں بھی تو کسی کی بیٹی تھی؟"

عبداللہ رازی نے آگے بڑھ کر اس کا گلا دبوچ کر کہا "وہ میری ماں تھی۔ میں نے نہیں کہا تھا کہ وہ مجھے پیدا کرے اور نہ میں نے تجھ سے کہا تھا کہ تُو بیٹی پیدا کرے۔ بول وہ کہاں ہے؟"

میں نے اور جمیلہ نے وہ ہوٹل چھوڑ دیا تھا' جہاں ہمارے ساتھ والے کمرے میں شیخ جواد آدم نے خودکشی کی تھی۔ یا داؤد منڈولا نے اسے خودکشی پر مجبور کیا تھا۔ ہم اپنا نام اور بھیس بدل کر دوسرے ہوٹل میں آگئے تھے۔

جمیلہ بستر پر لیٹی چھت کو تک رہی تھی اور ماں کو یاد کررہی تھی۔ اس کی تمام توجہ اپنی ماں پر مرکوز تھی۔ ایسے ہی وقت اسے ماں کی آواز سنائی دی۔ ماں کسی سے کہہ رہی تھی "یہ تو اچھی بات ہے۔ آپ بھی اس عمر میں عیاشی سے باز آجائیں گے۔"

پھر اسے باپ کی آواز سنائی دی "بکواس مت کرو۔ مجھے اس کا پتا بتاؤ۔"

اس کے بعد ماں کی آواز آئی "میں پوچھتی ہوں' جب آپ کو بیٹی سے نفرت ہے تو آپ ماں کے پیٹ سے پیدا کیوں ہوئے؟ آپ کی ماں بھی تو کسی کی بیٹی تھی۔"

جمیلہ اپنے بستر پر اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔ اسے یقین ہورہا تھا کہ غیر معمولی دوائیں اثر دکھا رہی ہیں اور وہ غیر معمولی قوت سماعت سے اپنی ماں اور باپ کی باتیں سن رہی ہے۔ اس نے باپ کی آواز سنی' وہ کہہ رہا تھا "وہ میری ماں تھی۔ میں نے نہیں کہا تھا کہ وہ مجھے پیدا کرے اور نہ میں نے تجھ سے کہا تھا کہ تُو بیٹی پیدا کرے۔ بول وہ کہاں ہے؟"

اس کے بعد ہی اسے ایسی آواز آئی جیسے ماں کے منہ سے اونک اونک کی گھٹی گھٹی سے آواز نکل رہی ہو جیسے اس کے گلے کو گھونٹا جارہا ہو۔ جمیلہ بستر سے کود کر دوڑتی ہوئی میرے پلنگ کے پاس آئی۔ میرے شانے کو ہلا کر بولی "پاپا! اٹھیں' میری امی کے ساتھ کچھ ہورہا ہے۔"

میں چونک کر نیند سے بیدار ہوا۔ جمیلہ کو پریشان دیکھ کر بولا "کیا بات ہے؟"

"میں نے غیر معمولی سماعت سے سنا ہے' امی اور بابا جان میں میرے لیے لڑائی ہورہی ہے۔ پلیز' آپ ان کے دماغوں میں جائیں۔"

"تم نے کبھی ان کی آواز نہیں سنائی۔ چلو آواز سنو۔ میں تمہارے دماغ میں رہ کر سنوں گا۔"

اس نے پھر سماعتی توجہ ماں اور باپ پر مرکوز کی لیکن کوئی آواز سنائی نہیں دی۔ وہ دوڑتی ہوئی ٹیلی فون کے پاس آئی۔ پھر ماں سے رابطہ قائم کرنے کے لیے نمبر ڈائل کرنے لگی۔ اس نے ریسیور کان سے لگا کر سنا۔ دوسری طرف فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔

دوسری طرف اس بے چاری کا گلا عبداللہ رازی کے سخت ہاتھوں کے شکنجے میں تھا۔ گھنٹی کی آواز پر وہ چونکا۔ غصے اور جنون میں تھا۔ اس نے فون کی طرف دیکھ کر اس کے گلے کو چھوڑا تو وہ

دیس دیس کلی کلی منڈلانے والے بھنورے کی داستان عبرت

گہن لگا چاند

ایک ایسے نوجوان کی داستان ہے جو حرص و ہوس کے ہاتھوں اندھا ہوگیا تھا۔ ملک ملک پھرتا رہا اور دنیا بھر کی حسیناؤں سے دل لگاتا رہا۔ نہ اپنے ماں باپ سے محبت تھی نہ اپنے بیوی بچوں کی فکر۔ اس نے وفا کرنا سیکھا ہی نہ تھا لیکن جب مکافات عمل شروع ہوا تو اس کے دامن میں سوائے ندامت کے کچھ نہ تھا۔ اس کے اردگرد کوئی نہ تھا جسے وہ اپنا کہہ سکتا۔ وہ اپنے بیٹے کو بھی بیٹا نہ کہہ سکا

"عصورد الزام آدم زادی" کے مصنف نور حسین شاہ کی نئی تخلیق

قیمت 100 روپے۔ ڈاک خرچ معاف

تقسیم کار

کتابیات پبلی کیشنز۔ پوسٹ بکس 23۔ رمضان چیمبرز
آئی آئی چندریگر روڈ۔ نزد ڈان اخبار بلڈنگ کراچی۔ 74200

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

بستر پر گر پڑی۔ اس کے دیدے پھیل کر ساکت ہو گئے تھے۔

عبداللہ رازی نے اسے جھنجھوڑا پھر دل کی جگہ ہاتھ رکھا۔ دھڑکنیں خاموش ہو چکی تھیں۔ اس نے حقارت سے ایک طرف تھوک دیا۔ جیسے دشمن کی موت پر تھوکا ہو پھر اس نے فون کے پاس آکر ریسیور اٹھایا اور کہا "ہیلو کون ہے؟"

"میں ہوں جمیلہ۔ امی سے بات کرائیں۔"

"ذلیل' بے غیرت' فاحشہ! تیرے منہ چھپانے رکھنے کا انجام یہ ہوا ہے کہ میں نے تیری ماں کو مار ڈالا ہے۔ تجھے بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا تو کب تک چھپتی پھرے گی۔"

"بابا جان! مجھے یقین نہیں آرہا ہے کہ آپ ایک وفادار بیوی کو ہلاک کرسکتے ہیں؟"

"وہ وفادار نہیں تھی۔ اگر ہوتی تو میری بات مانتی اور تجھے پیدا نہ کرتی۔"

"میں امی کی مرضی سے نہیں' اللہ تعالٰی کی مرضی سے پیدا ہوئی ہوں اور آپ لوگوں سے نہیں چند ان دیکھے دشمنوں سے چھپ رہی ہوں۔ اگر آپ نے امی کو واقعی ہلاک کیا ہے تو پھر خدا کی قسم آپ کی شامت آگئی ہے۔"

اس نے ریسیور رکھ کر میری طرف دیکھا۔ میں نے اثبات میں سرہلا کر کہا "میں تمہارے ذریعے اس قاتل کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کرچکا ہوں۔ اس نے تمہاری ماں کا گلا گھونٹ کر اسے مار ڈالا ہے۔"

وہ دونوں ہاتھوں میں منہ چھپا کر رونے لگی' میں نے کہا "صبر کرو۔ میں سمجھتا ہوں کہ آنسو بے اختیار نکلیں گے اور دل صدمات سے چور ہوگا۔"

میں نے اس کے پاس آکر اس کے دونوں بازوؤں کو تھام کر اٹھایا۔ وہ میرے سینے سے لگ کر رونے لگی۔ میں اسے تھپکتا رہا اور تسلیاں دیتا رہا "تمہیں ماں کی موت کا صدمہ ہے مگر تم باپ سے بھرپور انتقام نہیں لے سکوگی۔ کیونکہ ہزار اختلافات کے باوجود بیٹی اپنے باپ سے نفرت نہیں کرتی۔ کرے بھی تو کھل کر گستاخی نہیں کرتی۔ لاشعوری طور پر تمہیں باپ سے محبت ہے' اس لیے میرے سینے سے لگ کر رو رہی ہو اور دل کی بھڑاس نکال رہی ہو۔ سچ بولو' کیا اس وقت تم باپ کے سینے سے لگی ہوئی نہیں ہو؟"

اس نے روتے ہوئے ہاں کے انداز میں سرہلایا' میں نے کہا "صرف میں تمہارا باپ ہوں۔ میرے علاوہ جو بھی ہے' وہ تمہاری ماں کا قاتل ہے اور قاتل کو معاف نہیں کیا جاسکتا۔ آؤ اپنے بستر پر لیٹ جاؤ۔ تمہیں کچھ نہیں کرنا ہے' جو کرنا ہے وہ میں ہی کروں گا۔"

میں نے اسے بڑی محبت سے بستر پر لٹادیا۔ پھر خیال خوانی کے ذریعے تھپک تھپک کر اس کے دماغ میں یہ فرائض نقش کیے کہ اسے والدہ کے پاس جا کر آخری رسومات کا انتظام کرنا چاہیے۔ وہ باتھ روم میں گئی اور لباس بدل کر وہاں سے چلی گئی۔ میں عبداللہ کے اندر پہنچ گیا۔

وہ اس وقت اپنی کار ڈرائیو کرتا جا رہا تھا۔ بیوی کو ہلاک کرنے کے بعد بھی غصہ ٹھنڈا نہیں ہوا تھا۔ کیونکہ وہ جمیلہ کو بھی اپنے ہاتھوں سے ختم کرنا چاہتا تھا۔ ایسے وقت اسے شراب اور عورت کی شدت سے ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔ اس جیسے مرد یہی چاہتے ہیں۔ شراب اور عورت اور یہ عورت ہر گھر میں پیدا ہو۔ صرف اپنے گھر میں پیدا ہو کر دوسروں کی سیج پر نہ پہنچے۔

اس نے موبائل فون کو آپریٹ کرتے ہوئے ایک حسینہ سے رابطہ کیا پھر اس سے پوچھا "کیا کسی کے لیے بک ہو؟"

"نہیں۔ شاید تمہارے ہی لیے فری ہوں۔"

"شاید نہیں' یقیناً میرے لیے ہو۔ جتنی جلدی ہوسکے۔ میری کوٹھی میں آجاؤ۔"

اس نے رابطہ ختم کردیا۔ پھر تیزی سے کار ڈرائیو کرتا ہوا اپنی رہائش گاہ میں آگیا۔ اپنے بیڈ روم میں پہنچ کر اس نے ایک گلاس اور وھسکی کی بوتل نکالی۔ پھر پہلا پیگ بنا کر ایک ایک گھونٹ پینے لگا۔ آنے والی کا انتظار کرنے لگا۔

وہ آگئی۔ بیڈ روم کا دروازہ کھلا تو اسے دیکھتے ہی عبداللہ کے ہاتھ سے گلاس چھوٹ کر قالین پر گر پڑا۔ اس کے سامنے اس کی بیٹی جمیلہ کھڑی تھی۔

حقیقتاً وہ جمیلہ نہیں تھی۔ میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے آنے والی کو جمیلہ محسوس کرایا تھا۔ آنے والی نے پوچھا "تم مجھے دیکھ کر پریشان کیوں ہوگئے ہو۔ ہاتھ سے گلاس کیوں چھوٹ گیا ہے؟"

عبداللہ نے سر کو جھٹک کر آنکھیں ملتے ہوئے دیکھا تو اب جمیلہ نظر نہیں آئی۔ آنے والی وہی تھی' جو اپنی راتیں بیچتی تھی۔ وہ قالین پر پڑے ہوئے گلاس کو ٹھوکر مار کر بولا "لاحول ولا قوۃ۔ مجھے تم کچھ اور نظر آئی تھیں۔ چلو آؤ اور میرے لیے دوسرا گلاس بناؤ۔"

اس نے کیبنٹ کے ایک خانے سے دوسرا گلاس نکال کر دوسرا پیگ بنایا۔ پھر اسے پیش کرتی ہوئی میری مرضی کے مطابق بولی "لو اپنی جمیلہ کے ہاتھ سے ایک جام پیو۔"

وہ ایک قدم پیچھے ہٹ کر غصے سے بولا "کیا بکواس کر رہی ہو؟ تمہارا نام فریدہ ہے۔ تم مادام فریدہ کہلاتی ہو۔"

وہ بولی "میں نے کب انکار کیا ہے۔ میں تو اپنا نام فریدہ بتا رہی ہوں۔"

"جھوٹ بولتی ہو۔ ابھی تم نے میری بیٹی کا نام لیا تھا۔ تم جمیلہ کہہ رہی تھیں۔"

"کیا تم بہت دیر سے پی رہے ہو۔ میں کہتی کچھ ہوں' سنتے کچھ ہو۔ ویسے۔ تمہیں بیٹی کیوں یاد آرہی ہے؟"

اس نے جواب نہیں دیا۔ اس کے ہاتھ سے بھرا ہوا گلاس لے کر غٹاغٹ پی گیا پھر اسے خالی کرکے ایک طرف پھینک دیا۔ اس کے بعد کہا "میں بھول جانا چاہتا ہوں۔ سب کچھ بھول جانا چاہتا ہوں۔ آؤ میرے پاس..."

اس نے ہاتھ پکڑ کر کھینچا تو میری خیال خوانی نے اسے دکھایا کہ وہ جمیلہ کا بازو پکڑ کر اپنی طرف کھینچ رہا ہے۔ جمیلہ اس کی سانسوں کے قریب ہو کر مسکرا رہی تھی۔ وہ ایک دم سے اسے چھوڑ کر پیچھے ہٹ گیا۔ پریشان ہو کر بولا "تم... تم جمیلہ ہو؟"

فریدہ نے کہا "آج تمہیں بیٹی بہت یاد آرہی ہے۔ میں حیران ہوں کیونکہ میں بھی تو کسی کی بیٹی ہوں۔ ہر عورت کسی نہ کسی کی بیٹی ہوتی ہے۔ خواہ وہ شریف زادی ہو یا بازاری۔ ویسے تم نے فون کرکے مجھے یہاں آنے کے لیے کہا تھا یا اپنی بیٹی کو؟"

وہ گرج کر بولا "میں نے مادام فریدہ کو بلایا تھا اور تم... تم سر سے پاؤں تک مجھے جمیلہ نظر آرہی ہو۔ میری نظریں دھوکا نہیں کھاسکتیں۔ تم ضرور اپنی ماں کے قتل کا بدلہ لینے آئی ہو۔ اب تم یہاں سے زندہ نہیں جاؤگی۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی میں نے اس کے دماغ میں ہلکا سا زلزلہ پیدا کیا۔ وہ قالین پر گر کر تڑپنے لگا پھر میں نے فریدہ کے دماغ پر قبضہ جما کر کہا "ہاں خون کا بدلہ خون ہوتا ہے اگر میری ماں نہ ہوتی تو شاید میں جوان نہ ہو پاتی۔ تو میرا بھی گلا بچپن ہی میں گھونٹ کر مار ڈالتا۔"

وہ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر اٹھنا چاہتا تھا۔ فریدہ نے اس کے منہ پر ایک ٹھوکر ماری۔ میں نے اس کے اندر آکر اسے معمولی سی ٹھوکر کا بہت شدت سے احساس دلایا۔ وہ قالین پر دوبارہ گر کر تکلیف سے تڑپنے لگا۔

فریدہ نے کہا "اٹھو اور شاہ کو فون کرو اور یہ اعتراف کرو کہ تم نے میری امی کو اپنے ہاتھوں سے ہلاک کیا اور اب تمہاری بیٹی جمیلہ تمہیں یہاں آکر سزائے موت دے رہی ہے۔"

میں فریدہ کے دماغ سے نکل آیا۔ وہ کچھ پریشان سی ہو رہی تھی کیونکہ اپنی مرضی کے خلاف الٹی سیدھی باتیں کر رہی تھی۔ میں نے عبداللہ کو شاہ سے رابطہ قائم کرنے پر مجبور کیا۔ وہ سیکریٹری کے ذریعے شاہ تک پہنچا۔ شاہ نے کہا "عبداللہ! کیا تمہیں پتا ہے کہ تمہاری بیٹی نے رئیس الکبیر کے محل کو کھنڈر بنادیا ہے اور فون پر یہ اطلاع دی ہے کہ ہوٹل میں جس شیخ جواد آدم نے خودکشی کی ہے' وہ مسلمان نہیں' یہودی ہے اور واقعی اس کے یہودی ہونے کی تصدیق ہوگئی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ محبِ وطن ہے لیکن وہ میرے مصاحبوں کو نقصان پہنچا رہی ہے۔"

عبداللہ نے میری مرضی کے مطابق کہا "آپ اپنے مصاحبوں کی باتیں کرتے ہیں۔ یہ تو مجھے قتل کرنے یہاں آئی ہے کیونکہ میں نے اس کی ماں کو قتل کیا ہے۔"

"تم نے اس کی ماں کو یعنی اپنی بیوی کو کیوں قتل کیا ہے؟"

"اس لیے کہ اس نے بیٹی پیدا کی تھی اور وہ بیٹی آج عذابِ جان بن گئی ہے۔"

"کیا جمیلہ وہاں موجود ہے؟ اگر ہے تو اس سے میری بات کراؤ۔"

میں مادام فریدہ کے اندر آیا۔ وہ ریسیور لے کر بولی "میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ آپ رئیس الکبیر جیسے مصاحبوں کو کبھی سزا نہیں دیں گے اس لیے میں نے اس کا کباڑہ کردیا ہے اور یہ میرا باپ نہیں' میری زندگی کی پہلی سانس سے میری جان کا دشمن ہے۔ یہ مجھے تو نہ مار سکا مگر ابھی میری ماں کو ہلاک کرکے آیا ہے اس لیے میں نے اس کے لیے پھانسی کی سزا تجویز کی ہے۔"

"نہیں جمیلہ! تم قانون کو اپنے ہاتھوں میں نہ لو۔ وہ تمہاری ماں کا قاتل ہے تو ہم اسے سزا دیں گے۔"

"شاہ حضور! مجھے افسوس ہے۔ میں اپنے مجرم کو آپ سزا دوں گی۔ میں قانون کو ہاتھ میں نہیں لے رہی ہوں جس کے پاس طاقت ہوتی ہے' قانون خود اس کے ہاتھوں میں چلا آتا ہے۔ ہوسکے تو اس کے بیٹوں کو اطلاع دے دیں تاکہ وہ باپ کے مردہ جسم کو پھانسی کے پھندے سے اتار سکیں۔"

فریدہ نے اتنا کہہ کر ریسیور رکھ دیا پھر تیزی سے چلتی ہوئی خواب گاہ سے باہر چلی گئی۔ میں نے اس کی سوچ میں اسے یقین دلایا کہ عبداللہ پاگل ہوگیا ہے اور اسے بھی کسی قدر پاگل بنا رہا ہے۔ لہٰذا یہاں سے چلے جانا چاہیے۔

اس کے جانے کے بعد میں نے عبداللہ کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے ایک اسٹور روم میں لے گیا۔ وہ وہاں سے مضبوط رسیاں لے کر آیا۔ ایک کرسی پر چڑھ کر اس کے ایک سرے کو فانوس سے باندھا۔ دوسرے سرے کو پھندا بنا کر گلے میں ڈالا اسے گردن پر سخت کیا پھر کرسی کو ٹھوکر لگادی۔

اس کے تینوں بیٹے ایک کلب میں جوا کھیل رہے تھے۔ شاہ کے سیکریٹری نے انہیں فون پر اطلاع دی کہ جمیلہ' عبداللہ کو اپنی ماں کا قاتل کہہ رہی ہے اور اب باپ کو پھانسی کے پھندے پر چڑھانے کے لیے اس کی رہائش گاہ میں چلی آئی ہے۔ لہٰذا فوراً وہاں پہنچو اور اپنے باپ کو اس بلا سے بچاؤ۔"

وہ تینوں جوان بھائی بھی اپنی بہن کو بلا سمجھتے تھے۔ اسے مار ڈالنے کے لیے تلاش کرتے رہتے تھے۔ وہ کلب سے نکلے پھر تیزی سے ڈرائیو کرتے ہوئے رہائش گاہ میں آئے تو بہت دیر ہوچکی تھی۔ ان کا باپ پھندے سے لٹک کر مردہ ہوچکا تھا۔

میں نے خیال خوانی کے ذریعے جمیلہ سے کہا "ہوٹل واپس آجاؤ۔ تینوں بھائی مقتول ماں کے گھر میں تمہیں تلاش کرنے آئیں گے اور وہی تینوں اپنے ماں باپ کی آخری رسومات ادا کریں گے۔ تمہارا کام ختم ہوچکا ہے۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

وہ میری ہدایت کے مطابق واپس آگئی۔ ایک ہی رات میں ماں باپ کی موت واقع ہوئی تھی اس لیے وہ صدمات سے نڈھال ہوچکی تھی۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے اسے تھپک تھپک کر سُلادیا۔

میں نے اسے گہری نیند سلانے کے بعد رئیس الکبیر کے اندر جھانک کر دیکھا۔ رات کا ایک بج رہا تھا اور وہ اپنی قبر میں چاروں شانے چت لیٹا ہوا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ سینے پر رکھے ہوئے تھے۔ ناک اور منہ پر گیس ماسک لگا ہوا تھا۔ اس کی نلکی ایک سوراخ سے قبر کے باہر گیس سلنڈر سے لگی ہوئی تھی۔ وہ قبر اوپر سے بھی بند تھی۔

وہ لیٹا ہوا تھا۔ پہلی رات تھی۔ زندگی میں پہلی بار ایسا بستر ملا تھا اس لیے آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ نیند نہیں آرہی تھی جبکہ وہاں انسان قیامت تک گہری نیند سوتا ہے۔

○☆○

خفیہ یہودی تنظیم کا اجلاس جاری تھا۔ ان تمام آدم برادرز میں سب سے پہلے بلیک آدم، ہیرو کے ہاتھوں مارا گیا تھا اور اب شیخ جواد آدم کا کام تمام ہوگیا تھا۔

باقی تمام آدم برادرز ایک رہائش گاہ کے بڑے سے ڈرائنگ روم میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں ٹیلی پیتھی جاننے والی الپا اور ٹیری آدم کے علاوہ بگ برادر برین آدم بھی تھا۔ ایکسرے مین مارٹن حسبِ معمول خود کو خفیہ یہودی تنظیم کا لیڈر سمجھ رہا تھا۔ یہ یقین تھا کہ اُسے برین آدم کے سوا کوئی نہیں جانتا ہے اور وہ ہنوز گمنام اور پُراسرار ہے۔

دراصل گمنام اور پُراسرار لیڈر داؤد منڈولا تھا جو ایکسرے مین کے دماغ میں بھی حکومت کررہا تھا اور یہ حقیقت اس تنظیم کا کوئی فرد نہیں جانتا تھا۔

جمیلہ رازی جس تیزی سے مقبولیت حاصل کررہی تھی اور یہودی مفادات کو نقصان پہنچارہی تھی، اس کے پیشِ نظر ٹیری آدم کو ہدایت دی گئی تھی کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے جمیلہ کی اصلیت معلوم کرے۔

ٹیری آدم کے علاوہ داؤد منڈولا بھی جمیلہ کے پیچھے پڑا ہوا تھا۔ شیخ جواد آدم کو سمجھایا گیا تھا کہ وہ عمان سے چلا جائے لیکن جمیلہ نے اسے بری طرح زخمی کرکے چھوڑ دیا تھا۔ منڈولا نہیں چاہتا تھا کہ اس زخمی کے دماغ میں کوئی دشمن پہنچ کر یہودی تنظیم کے راز معلوم کرے۔ لہٰذا اس نے شیخ جواد آدم کو خودکشی پر مجبور کردیا تھا۔

اب اجلاس میں ٹیری آدم کہہ رہا تھا "میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے اپنے ایک اچھے برادر شیخ جواد آدم کو خودکشی کرنے پر مجبور نہیں کیا تھا اور نہ ہی ہمارا وہ برادر مرنا چاہتا تھا۔ لہٰذا اس خودکشی سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہاں جمیلہ کے ساتھ ضرور کوئی خیال خوانی کرنے والا ہے اس لیے جمیلہ ہمارے برادر کو زخمی کرکے چھوڑ گئی تھی اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی نے اس کے چور خیالات پڑھ کر اسے خودکشی پر مجبور کردیا تھا۔"

الپا نے کہا "اس کا مطلب ہے کسی دشمن نے شیخ جواد آدم کے دماغ سے ہماری خفیہ تنظیم کے کچھ حالات اور کچھ راز معلوم کئے ہیں۔"

برین آدم نے کہا "ہمارا یہ طریقۂ کار بہترین ہے کہ کوئی برادر تنظیم کے گہرے راز نہیں جانتا۔ ہم میں سے ہر شخص صرف اپنے فرائض کی حد تک معلومات رکھتا ہے۔ اگر کوئی دشمن جواد آدم کے دماغ میں آیا ہوگا تو اسے محدود معلومات حاصل ہوئی ہوں گی۔ اس لیے ہمیں پھر ایک بار اپنی اپنی رہائش گاہیں بدلنی ہوں گی تاکہ وہ کسی برادر تک نہ پہنچ سکے۔"

ٹیری آدم نے کہا "جواد آدم کی یہاں جو رہائش گاہ ہے وہاں کی تلاشی لی جائے اور کچھ خفیہ دستاویزات ہوں تو انہیں ضائع کردیا جائے۔"

برین آدم نے پوچھا "کیا جمیلہ کے متعلق مزید معلومات حاصل ہوئی ہیں؟"

ٹیری آدم نے کہا "جی ہاں۔ اس کے باپ عبداللہ نے اس کی ماں کو ہلاک کیا۔ جواباً جمیلہ نے باپ کو پھانسی پر لٹکا دیا ہے۔ اب جمیلہ کے دونوں بھائی اسے قتل کرنے کے لیے ڈھونڈ رہے ہیں۔"

برین آدم نے کہا "ٹیری، تمہیں ان دونوں بھائیوں کے دماغوں میں رہنا چاہیے بلکہ الپا بھی ایک بھائی کے اندر رہا کرے۔ ہوسکتا ہے، تم ان دونوں بھائیوں کے ذریعے جمیلہ کو زخمی کرنے میں کامیاب ہوسکو۔"

ایک اور برادر نے کہا "بے شک ہمیں لازماً جلد سے جلد یہ معلوم کرنا چاہیے کہ جمیلہ کی پشت پر کون خیال خوانی کرنے والا ہے۔"

سب یہی سمجھ رہے تھے کہ شیخ جواد آدم کو کسی دشمن خیال خوانی کرنے والے نے خودکشی پر مجبور کیا ہے۔ اس سلسلے میں منڈولا خاموش تھا۔ وہ یہی چاہتا تھا کہ جواد آدم کی موت کا الزام کسی نامعلوم خیال خوانی کرنے والے پر آئے اور آئندہ الپا اور ٹیری کی کوششوں سے شاید یہ انکشاف ہو کہ جمیلہ کے ساتھ واقعی کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے۔

الپا پہلی بار ٹیری آدم کے ذریعے شاہ اور پرسنل سیکریٹری کے دماغوں میں آئی پھر رئیس الکبیر اور اس کے سیکریٹری کے دماغوں میں جگہ بنائی۔ ان کے ذریعے جمیلہ کے تینوں بھائیوں کے پتے اور فون نمبر معلوم کئے۔ وہاں جو یہودی پہلے تھے، وہ میری کوششوں سے مارے گئے تھے یا گرفتار ہوگئے تھے۔ الپا نے وہاں کسی ایک مسلمان عورت کو اور ٹیری نے ایک مسلمان مرد کو اپنا معمول اور تابعدار بنایا پھر ان کے ذریعے تینوں بھائیوں سے فون پر رابطہ کیا

الپا نے کہا "تم ہماری مدد کے بغیر کبھی جمیلہ تک نہیں پہنچ سکو گے۔"

رغبت اللہ نے پوچھا "کیا ہمیں جمیلہ تک پہنچانے کے لیے کوئی سودا کرنا چاہتی ہو؟"

"سودا تو ہر معاملے میں ہوتا ہے لیکن ہم تم سے رقم یا زمین امداد نہیں لینا چاہیں گے۔ بات اتنی سی ہے کہ تم ہمارے کام ۔ ہم تمہارے کام آئیں گے۔"

"یہ بتاؤ ہم تمہارے کس طرح کام آسکتے ہیں۔"

"جمیلہ چاہتی ہے کہ وہاں دولت مند عیش نہ کریں۔ ایک عیش کرنے والے کو وہ زندہ قبر میں سُلا رہی ہے۔ تم تینوں بھائی وہاں کے تمام امیر کبیر لوگوں سے وعدہ کرو کہ جمیلہ کو ختم کردیا جائے گا۔ شاہ کے مصاحبوں کی بھی حمایت حاصل کرو اور رئیس الکبیر کے محل کو پھر سے آباد کرو۔ آئندہ اسے سونے کے لیے قبر میں جانے نہ دو۔"

عظمت اللہ نے کہا "تمہاری بات سمجھ میں آرہی ہے۔ اگر ہم جمیلہ کے منصوبے کے خلاف عمل کریں گے تو وہ ہمارے مقابلے پر آئے گی لیکن سنا ہے کہ وہ کچھ پُراسرار علوم کی حامل ہے۔"

"ہم بھی ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ جمیلہ کے تمام طلسمات کا توڑ کریں گے۔"

"کیا واقعی تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو؟ کیا اس کا ثبوت پیش کرسکتی ہو؟"

"ہاں۔ اس وقت میں تم سے بہت دور ہوں۔ اتنی دور کہ اس فون کے بغیر ہماری آواز ایک دوسرے تک نہیں پہنچ سکتی اور نہ ہی ہم ایک دوسرے کو دیکھ سکتے ہیں لیکن میں تمہارے دماغ کے اندر ہوں۔ تم ابھی اپنے ریوالور کے چیمبر میں گولیاں بھر رہے ہو۔ اب یہ پانچویں گولی چیمبر میں ڈال رہے ہو۔ میں تمہیں مجبور کردوں گی کہ تم اس چیمبر کو پھر خالی کردو۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "یہ کیا مذاق ہے۔ میں جمیلہ کے لیے اسے لوڈ کررہا ہوں پھر خالی کیوں کروں گا۔"

دوسرے ہی لمحے میں اس نے چیمبر سے گولیاں سینٹر ٹیبل پر الٹ کر اسے خالی کردیا۔ الپا نے کہا "اب تم اپنی اس حماقت پر خود کو طمانچہ مارو گے۔"

وہ ایسا نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن اس نے بے اختیار خود کو طمانچہ مارا۔ وہ بولی "تم نے ریسیور کا فون نہیں اٹھایا ہے۔ ریسیور تمہارے چھوٹے بھائی کے ہاتھ میں ہے اور تم تینوں فون کے اسپیکر سے میری آوازیں سن رہے ہو۔"

تینوں نے تسلیم کیا کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے، وہ بولی "میرا ایک ساتھی ہے، وہ بھی یہ علم جانتا ہے۔ ہم جمیلہ کے تمام پُراسرار علوم کی ایسی کی تیسی کردیں گے۔"

"یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارا ساتھ دے رہے ہیں۔ اب ہمیں بتاؤ کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے؟"

"سب سے پہلے تو ہم یہ چاہتے ہیں کہ جب بھی جمیلہ سے سامنا ہو تو اسے جان سے نہ مارو۔ پہلے اسے زخمی کرو کیونکہ وہ بڑا حسّاس ذہن رکھتی ہے۔ ہماری خیال خوانی کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتی ہے۔ زخمی ہونے کے بعد وہ ایسا نہیں کرسکے گی۔ ہم اس کے دماغ سے یہ بھید معلوم کرلیں گے کہ وہ خود پُراسرار علوم جانتی ہے یا کچھ علوم جاننے والے اس کی مدد کررہے ہیں اور اگر مدد کررہے ہیں تو وہ کون ہیں اور کہاں پائے جاسکتے ہیں؟ جب ہم یہ تمام معلومات حاصل کرلیں گے تو تم تینوں اپنی بے غیرت بہن کو جان سے مار سکو گے۔"

حشمت اللہ نے کہا "یہ اچھی بات ہے کہ اس کے پیچھے چھپے ہوئے دشمن بھی ظاہر ہوجائیں۔ بے شک تمہیں ایسی معلومات حاصل کرنی چاہئیں۔ تم جیسا کہو گی، ہم ویسا ہی کریں گے۔"

وہ بولی "ابھی تمہارے ملک میں شام کا اندھیرا پھیل رہا ہے۔ رئیس الکبیر رات کے نو بجے اپنی قبر میں سونے جائے گا۔ تم تینوں ابھی اس کے پاس جاؤ اور اسے قبر میں جانے نہ دو۔"

"وہ ہماری بات نہیں مانے گا۔ جمیلہ کے تصور سے ہی دہشت زدہ ہوجاتا ہے۔"

"جب ہم اس کے دماغ میں رہیں گے تو وہ دہشت زدہ ہونے کے باوجود ہماری مرضی کے مطابق اسی طرح عمل کرتا رہے گا جیسا کہ ابھی تم بے اختیار کررہے تھے۔"

"ہاں پھر تو وہ اپنی قبر میں نہیں جائے گا۔ جمیلہ اسے سزا دینے محل میں آئے گی۔"

"اور تم تینوں بھائی اسے وہاں چیلنج کرو گے کہ آئندہ وہ اس کے جسم کا کوئی حصہ کاٹ کر نہیں لے جاسکے گی۔ ہم وہاں کے تمام سیکیورٹی گارڈز کو تمہارا حکم ماننے پر مجبور کردیں گے۔ ویسے ایک بات یاد رکھو اپنی زبان سے یہ کسی کے سامنے نہ کہو کہ تمہیں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی مدد حاصل ہے۔ تم شاہ سے بھی یہ کہو گے کہ اپنے باپ کی قاتل بہن کو قتل کرکے رئیس الکبیر کو اس بَلا سے نجات دلا کر اس کے محل سے چلے جاؤ گے۔"

وہ تینوں بھائی تمام ہدایات پر عمل کرنے کے لیے پوری طرح مسلح ہوکر اس محل کی سمت روانہ ہوگئے۔ داؤد منڈولا، الپا اور ٹیری آدم کی مصروفیات کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے تینوں کی لاعلمی میں اپنے دونوں ماتحتوں موتارو اور تالبوٹ کو بھی رئیس الکبیر اور اس کے محل کے اہم افراد کے دماغوں میں پہنچادیا۔ اس طرح خود منڈولا کو ملا کر پانچ خیال خوانی کرنے والے رئیس الکبیر کے محل پر مسلط ہوگئے تاکہ اس بار جمیلہ محل میں داخل ہونے کے بعد کسی بھی طریقۂ کار سے واپس نہ جاسکے۔

رئیس الکبیر اپنی زندگی میں کبھی سخت زمین پر نہیں سویا تھا۔ ایک رات بند قبر میں گزارتا رہا اور جاگتا رہا تھا۔ صبح محل واپس آیا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

تو وہ قبر اس کے حواس پر چھا گئی تھی۔ اعصاب بری طرح متاثر ہوئے تھے۔ وہ محل کی خواب گاہ میں آکر آرام دہ بستر پر لیٹا تو کمزوری اور بخار سے تھر تھر کانپ رہا تھا۔ محل کے دو ڈاکٹروں اور نرسوں نے فوراً اسے اٹینڈ کیا۔ اسے پینے کے لیے دوائیں دیں پھر نیند کا انجکشن لگا دیا۔

وہ شام پانچ بجے تک سوتا رہا۔ بیدار ہوا تو ایک ڈاکٹر نے اسے چیک کیا پھر کہا "ابھی ہلکا بخار ہے اگر آپ حوصلہ کریں اور دہشت کو دل سے نکال دیں تو تندرست ہو جائیں گے۔"

رات کی تاریکی پھیلتے ہی اطلاع ملی کہ جیلہ کے تین بھائی ملاقات کرنے آئے ہیں۔ رئیس نے سہم کر کہا "وہ جیلہ کے بھائی ہیں۔ ان کا راستہ نہ روکو۔ وہ ناراض ہو جائے گی، انہیں آنے دو۔"

تینوں بھائیوں کو خواب گاہ میں پہنچایا گیا۔ رئیس نے انہیں دیکھتے ہی کہا "میں بیمار ضرور ہوں مگر تمہاری بہن کی شرط پر عمل کرنے کے لیے مقررہ وقت پر قبر میں چلا جاؤں گا۔ میں ہر حال میں اس کے حکم کی تعمیل کرتا رہوں گا۔"

حشمت اللہ نے کہا "آپ ناحق خوف زدہ ہو رہے ہیں۔ جیلہ اب ہماری بہن نہیں رہی، وہ ایسی دشمن ہے کہ ہم اسے جان سے مار کر ہی دم لیں گے۔"

وہ انکار میں سر ہلا کر بولا "ایسی باتیں زبان پر نہ لاؤ۔ وہ میری محسنہ ہے۔ وہ مجھے صرف چالیس راتوں کی سزا دے کر زندگی بخش رہی ہے۔ اگر تم بہن کے دشمن ہو تو یہاں سے چلے جاؤ۔ میں اس سے دشمنی نہیں کروں گا۔"

رغبت اللہ نے کہا "ہم یہاں سے جانے کے لیے نہیں آئے ہیں اور نہ ہی آپ کو آج رات قبر میں جانے دیں گے۔ ہم نے آپ کے پورے محل پر صرف اس وقت تک کے لیے قبضہ جما لیا ہے جب تک کہ جیلہ کو گولی نہیں ماریں گے۔ اس نے ہمارے باپ کو بھی ہلاک کر دیا ہے۔ اس کی موت کے بعد آپ کو بھی اس کمینی سے ہمیشہ کے لیے نجات مل جائے گی۔"

وہ تڑپ کر اٹھتے ہوئے بولا "نہیں، میں اپنی قبر میں رات گزارنے جاؤں گا۔"

وہ پھر بستر پر لیٹ کر بولا "میں نہیں جاؤں گا۔ وہ موت ہے لیکن تم تینوں زندگی دینے والے فرشتے بن کر آئے ہو۔ اسے میری خواب گاہ میں نہیں آنے دو گے۔ اسے ضرور مار ڈالو گے۔"

وہ تینوں مسکرانے لگے۔ سمجھ گئے کہ ان کے دوست خیال خوانی کرنے والوں نے رئیس کے دماغ پر قبضہ جما لیا ہے۔ وہ اپنے سیکریٹری کو بلا کر بولا "میں آج قبر میں نہیں جاؤں گا یہ تین بہادر جوان میری حفاظت کریں گے۔ محل کے سیکیورٹی افسران اور گارڈز سے کہو کہ ان جوانوں کے احکامات کی تعمیل ہوتی رہے۔"

سیکریٹری چلا گیا۔ بڑے بھائی نے ڈاکٹر سے کہا "اب اس محل میں کوئی عورت نہیں رہی۔ سب کو رخصت کر دیا گیا ہے لہٰذا تمہاری بھی کوئی نرس تیمارداری کے لیے یہاں نہیں آئے گی۔ ان سب کو محل سے باہر جا کر چھٹی منانے کے لیے کہو۔ اس طرح جیلہ کسی عورت کے بھیس میں یہاں نہیں آسکے گی۔"

وہ ہر پہلو سے محتاط تھے۔ اس رات جیلہ کے چیلنج کو ناکام بنانے کی پوری تیاریوں میں مصروف تھے۔ اس وقت رئیس الکبیر کے لیے ٹرالی میں رات کا کھانا لایا گیا۔ وہ صبح سے بھوکا تھا۔ اپنی قبر سے واپس آتے ہی بخار میں مبتلا ہو گیا تھا پھر شام تک سوتا رہا تھا۔

الپا نے منجھلے بھائی کے دماغ میں آکر کہا "پہلے اس کا کھانا چیک کراؤ۔ وہ کھانوں کی کسی ڈش میں مضر دوا کی ملاوٹ کر سکتی ہے۔"

عظمت اللہ نے ڈاکٹر سے کہا "پہلے کھانے کو چیک کرو۔ ملازمین کو ان میں سے تھوڑا تھوڑا کھلاؤ۔ ہم اس بلا کی کوئی چال کامیاب ہونے نہیں دیں گے۔"

چار ملازموں کو بلایا گیا اور ان سے ہر ڈش کا تیسرا حصہ کھانے کو کہا گیا۔ وہ ٹرالی کے چاروں طرف کھڑے ہو کر حکم کی تعمیل کرنے لگے۔ ایک ایک ڈش اٹھا کر ایک الگ پلیٹ میں ڈال کر کھانے لگے۔

کھانا مُضر نہیں تھا۔ کسی ڈش میں اور پانی وغیرہ میں کوئی ملاوٹ نہیں تھی۔ وہ تمام ملازمین کھانے کے بعد ایک طرف ہاتھ باندھے کھڑے رہے۔ ان کے دماغوں میں جھانکنے کی ضرورت نہیں پڑی کیونکہ سب کے سب نارمل تھے۔ کسی نے کمزوری یا بدمزگی محسوس نہیں کی تھی۔ وہ پندرہ منٹ تک کھڑے رہے پھر انہیں جانے کی اجازت دے دی گئی۔

رئیس الکبیر نے مطمئن ہو کر کھانا شروع کرتے ہوئے کہا "واقعی تم تینوں بھائی ہر پہلو سے محتاط ہو۔ مجھے یقین ہے کہ آج رات تمہارے ہاتھوں سے وہ مرے گی۔"

ڈاکٹر نے کہا "اب ہمیں بھی علاج میں آسانی ہوگی بلکہ علاج کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی۔ اس بلا کی موت سے آپ کو ایک نئی زندگی ملے گی۔"

رئیس نے تھوڑا سا کھانے کے بعد مصفا پانی کی بوتل اٹھائی پھر ایک گلاس بھر کر پانی پینے لگا۔ آدھا گلاس پیتے ہی اس کا سر چکرانے لگا۔ ٹیری آدم اس کے اندر تھا۔ اس نے مزید پانی پینے سے اسے روک دیا۔ اس کی زبان سے بولا "اس گلاس کے پانی میں کچھ ہے۔"

ڈاکٹر نے کہا "ابھی ہمارے سامنے ایک ملازم اسی بوتل سے پانی پی کر گیا ہے پھر یہ نقصان دہ کیسے ہو سکتا ہے۔ میں پھر ان چاروں ملازمین کو بلاتا ہوں۔"

مگر وہ بلانے کے لیے نہ جا سکا۔ رئیس بستر پر بیٹھے بیٹھے گر پڑا۔ اس نے لپک کر اپنے آقا کو چیک کیا۔ الپا بھی رئیس کے دماغ میں آگئی تھی لیکن اس کی کوئی دماغی سوچ پڑھنے کے قابل نہیں رہی تھی۔ وہ بے ہوش ہو گیا تھا۔

یہ کیسے ہوا؟ حکم دیا گیا کہ چاروں ملازمین کو حاضر کیا جائے۔ ایک منٹ کے اندر تین حاضر ہو گئے۔ چوتھا نہیں آیا۔ اسے تلاش کیا گیا مگر وہ محل میں نہیں تھا۔ کسی حد تک بات سمجھ میں آگئی تھی کہ اسی نے بوتل سے پانی لے کر پینے کے دوران اس بوتل میں بے ہوشی کی دوا ڈال دی تھی اور ایک گلاس مصفا پانی پی کر ان سب کے سامنے ہاتھ باندھے پندرہ منٹ تک کھڑا رہا تھا پھر جانے کی اجازت ملتے ہی محل کے باہر کہیں جا کر گم ہو گیا تھا۔

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ سیکریٹری نے ریسیور اٹھا کر سنا پھر ایک بھائی کی طرف اسے بڑھاتے ہوئے کہا "یہ آپ کے لیے ہے۔ آپ کی بہن ہے۔"

بڑے بھائی حشمت اللہ نے ریسیور اُٹھا کر..... پوچھا "کون ہے؟"

جیلہ کی آواز آئی "آواز سے پہچان رہے ہو مگر یہ نہیں سمجھ پا رہے ہو کہ موت کس بہانے تم دونوں کو اس محل میں لے گئی ہے؟"

"خنزیر کی بچی! ایک بار سامنے آجا پھر میں بتاؤں گا کہ موت کیسے آتی ہے؟"

"یہ تو میں بتا رہی ہوں۔ میں نے سب سے پہلے رئیس الکبیر کے دماغ کا دروازہ بند کیا ہے تاکہ تمہارے مددگار اس آقا کے دماغ میں رہ کر اس محل میں کوئی حکم صادر نہ کر سکیں۔ دوسرے خفیہ دروازوں سے میرے بہترین تربیت یافتہ گوریلے فائٹر محل میں گھس آئے ہیں۔ سنو فائرنگ کی آوازیں سنو۔"

فائرنگ کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ منڈولا، الپا اور ٹیری آدم ... بڑے بھائی کے دماغ میں رہ کر جیلہ کی آوازیں سن رہے تھے۔ وہ کہہ رہی تھی "میں جانتی ہوں کہ لیڈی آئرن راڈ کی طرح تم بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے مدد لے رہے ہو۔ میں ایسا کوئی علم نہیں جانتی۔ اس کے باوجود میرے جیالے فائٹران تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو یہاں سے بھگا دیں گے۔"

چونکہ فائرنگ شروع ہو چکی تھی اس لیے منڈولا اور چاروں خیال خوانی کرنے والے فوراً ہی ایک ایک مسلح گارڈز کے اندر جانے لگے۔ مقابلے پر فائرنگ کرنے والوں نے محل کے مختلف حصوں میں مورچے بنائے ہوئے تھے اور چھپ چھپ کر فائرنگ کر رہے تھے۔

وہ منڈولا سمیت پانچ تھے۔ میں بھی تنہا نہیں تھا۔ میرے خاندان میں خیال خوانی کرنے والوں کی فوج تھی۔ وہ سب رئیس کے ہی ان سیکیورٹی گارڈز کے دماغوں پر قبضہ جمائے ہوئے تھے جن کے اندر یہودی خیال خوانی کرنے والے پہنچ نہیں پائے تھے۔

وہ پانچوں جس کے اندر پہنچ کر فائرنگ کراتے تھے، وہ فائرنگ کرنے والا مسلح گارڈ کسی نہ کسی کی گولی سے ہلاک ہو جاتا تھا۔ وہ تینوں بھائی اپنے اپنے ہتھیار سنبھال کر اس جنگ میں شریک ہو گئے تھے۔

رئیس الکبیر کے پاس کوئی بڑی فوج نہیں تھی جو گارڈز تھے، وہ لیڈی آئرن راڈ کے ساتھ بڑی تعداد میں ختم ہو چکے تھے۔ جو بچ گئے تھے، وہ اب ختم ہو رہے تھے۔ منڈولا اور اس کے ساتھیوں نے دیکھا کہ کچھ ایسے فائٹرز ہیں جن کے دماغوں میں وہ نہیں جا سکتے ہیں۔ ایسے وقت وہ سانس روک لیتے ہیں۔ اس طرح ثابت ہو رہا تھا کہ جیلہ کے پاس یوگا کے ماہر فائٹرز ہیں اور وہ ایسے تربیت یافتہ ہیں کہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھی ناکامی کا منہ دکھاتے ہیں۔

تینوں بھائیوں کے ہاتھوں میں گولیاں لگیں۔ ان کے ہتھیار چھوٹ کر گر پڑے پھر ان کے دونوں پیروں پر گولیاں برسنے لگیں۔ وہ زمین پر گر کر تڑپ رہے تھے، ان کے ہاتھ پاؤں چھلنی ہو رہے تھے پھر ایک فائٹر نے کہا "ہمیں مادام جیلہ رازی کا حکم ہے کہ بھائیوں کو موت نہ دی جائے۔ چاروں ہاتھ پاؤں سے اپاہج بنا کر چھوڑ دیا جائے۔"

پھر فائرنگ بند ہو گئی کیونکہ اب کوئی مقابلے پر نہیں رہا تھا۔ وہ محل پھر ایک بار ویران ہو گیا تھا۔ منڈولا اور اس کے ساتھیوں کیلئے وہاں رہ کر مزید تماشا دیکھنے کے لیے صرف پانچ افراد باقی بچے تھے۔ ڈاکٹر، سیکریٹری اور وہ تینوں بھائی جو اپاہجوں کی طرح زمین پر پڑے ہوئے تھے۔ ان بھائیوں پر غشی طاری ہو رہی تھی۔

ایسے وقت انہوں نے دیکھا۔ چار افراد اپنے کاندھوں پر ایک جنازہ اٹھا کر لا رہے ہیں۔ انہوں نے جنازے کو خواب گاہ کے دروازے پر رکھا پھر رئیس الکبیر کو بستر سے اٹھا کر جنازے میں ڈالنے لگے حالانکہ وہ مردہ نہیں تھا۔ صرف بے ہوش تھا۔

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ سیکریٹری نے ریسیور اٹھا کر پوچھا "کون ہے؟"

"میں ہوں جیلہ! تم دیکھ رہے ہو کہ میں اپنی زبان کی پابند ہوں۔ میں نے کہا تھا، جب تک میری شرط پوری کرتا رہے گا اور چالیس راتیں اپنی قبر میں گزارتا رہے گا، تب تک میں اس کے جسم کو نقصان نہیں پہنچاؤں گی۔"

"آپ درست فرماتی ہیں مگر یہاں چار بندے ہمارے آقا کو جنازے میں لے جا رہے ہیں۔ جبکہ وہ زندہ ہیں؟"

"میں جانتی ہوں۔ وہ زندہ ہے اور شرط پوری کرنے کے لیے اپنی قبر میں جانا چاہتا تھا مگر چند شیطانوں نے اس کے دماغ میں آکر اسے زبردستی قبر میں جانے سے روکنا چاہا تھا جب میں نے دیکھا کہ وہ شرط پوری کرنے کے معاملے میں سچا ہے اور اسے جبراً روکا جا رہا ہے تو میں اس کے جسم کا کوئی حصہ نہیں کاٹ رہی ہوں۔ اس کے وعدے کے مطابق اسے اس کی قبر میں پہنچا رہی ہوں۔"

ٹیری آدم نے سیکریٹری کی زبان سے کہا "جیلہ! تمہارا ایکشن اور اسٹائل ہمیں بہت پسند آرہا ہے۔ ہم حیران ہیں کہ تم نے چند

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

یوگا کے ماہر جانبازوں کی ٹیم بنا کر ہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہونے دیا ہے۔ ہم تمہاری ذہانت اور حکمتِ عملی کی قدر کرتے ہیں اور تم سے دوستی کرنا چاہتے ہیں۔"

"پٹڑی نہ بدلو۔ میرے اپاہج بھائیوں سے دوستی رکھو۔ میں اپنے ملک میں کسی یہودی کو برداشت نہیں کروں گی۔ اگر تم لوگ یہاں سے نہ گئے تو میں اپنے جیالوں کی ٹیم کے ساتھ تل ابیب پہنچوں گی اور وہاں بتاؤں گی کہ خیال خوانی کے تمام ہتھکنڈوں کو کس طرح ناکام بنا کر خفیہ یہودی تنظیم کی جڑوں میں گھسا جاسکتا ہے۔"

دوسری طرف سے رابطہ ختم ہوگیا۔ فی الحال منڈولا کو بھی کسی نئی پلاننگ کے لیے واپس جانا تھا اور یہ طے کرنا تھا کہ اس بلا کو اسرائیل جانے پر مجبور کیا جائے یا اور کوئی راستہ اختیار کیا جائے۔

عقل سمجھا رہی تھی کہ جو یہاں قابو میں نہیں آرہی ہے' وہ اسرائیل پہنچ کر وہاں کی اہم تنصیبات وغیرہ کو نقصان پہنچا سکتی ہے اور ان کے لیے طرح طرح کے مسائل پیدا کرسکتی ہے۔ لہٰذا کسی بیماری کو اپنے جسم میں اور کسی مسئلے کو اپنے ملک میں نہیں آنے دینا چاہیے۔ بعد میں ٹوٹنے سے بہتر ہے کہ ابھی جھک جاؤ جو جھکتے ہیں وہ ٹوٹتے نہیں ہیں۔

اس نے جانے سے پہلے سیکریٹری کے ذریعے وہ منظر دیکھا جو کبھی دنیا والوں نے نہ دیکھا ہو۔ زندہ انسان کبھی جنازے میں سفر نہیں کرتا۔ رئیس الکبیر کر رہا تھا۔ زندہ انسان کبھی قبر میں نہیں سوتا۔ وہ سونے جارہا تھا۔

تقریباً ایک گھنٹے بعد بے ہوشی ختم ہوئی۔ اس نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھول کر خود کو قبر میں دیکھا تو خوف طاری نہیں ہوا۔ اس نے دل میں کہا "خدا کا شکر ہے کہ میں اس کی شرط پوری کر رہا ہوں اور میرا جسم سلامت ہے۔"

○☆○

پہلے یہودہ گل جہنم میں گیا پھر اس کی مکار بھتیجی بھی وہیں پہنچ گئی۔ وہ بے شک وشبہ جرائم کی دنیا میں ایسی مکار تھی کہ مردوں کو انگلیوں پر نچاتی تھی۔ پاشا جیسے پہاڑ پر چڑھ کر بیٹھی ہوئی تھی مگر شی تارا نے قسم کھائی تھی کہ پارس کو قتل کرنے والے یہودی اب کشمیر میں نہیں رہیں گے اس لیے اس نے یہودہ گل کی بھتیجی ارینا کو بھی خودکشی پر مجبور کردیا تھا۔

پولیس والے اس ہوٹل میں پہنچے تو ایک ہپی کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ ارینا نے خود کو گولی ماری تھی اور پاشا زخمی حالت میں پڑا ہوا تھا۔ اسے بھی شی تارا نے ارینا کے پستول سے زخمی کیا تھا۔ آئندہ اسے اپنا تابعدار بنا کر رکھنا چاہتی تھی اگرچہ پارس کی موت نے اسے صدمات سے چور کردیا تھا۔ اس نے دائی ماں کی پہنائی ہوئی چوڑیاں پھر سے توڑ دی تھیں پھر سے بیوہ بن گئی تھی مگر اس بار سوچ رہی تھی کہ پارس کی لاش کو اب کسی مردہ خانے میں رہنے نہیں

دے گی۔ اسے بابا صاحب کے ادارے میں پہنچائے گی۔

اس نے پولیس افسر کے اندر آکر کہا "میں پوجا بول رہی ہوں۔ یہ کسی ہپی کی نہیں' فرہاد کے بیٹے کی لاش ہے۔ اس کا پوسٹ مارٹم نہ کرو۔"

وہ بولا "میں تو حکم کا بندہ ہوں۔ میں انکار نہیں کروں گا مگر بڑے افسران کو اس کے پوسٹ مارٹم سے باز نہیں رکھ سکوں گا۔"

"فکر نہ کرو' میں بڑے افسران سے بھی نمٹ لوں گی۔"

دو سپاہی اس ہپی کی لاش اٹھا رہے تھے۔ ایسے وقت اس کے سر سے وگ اتر گئی۔ ایک سپاہی نے اس کی داڑھی نوچ کر ایک کپڑے سے اس کے چہرے کو پونچھتے ہوئے انسپکٹر سے کہا "سر! یہ تو ہپی نہیں' کوئی بہروپیا ہے۔"

انسپکٹر نے قریب آکر دیکھا پھر کہا "یہ تو امریکی سفیر کا ایک ایجنٹ جان ولیم ہے۔ مس پوجا! آپ اسے پارس کہہ رہی ہیں؟"

شی تارا نے کہا "یہ پارس ہی ہے۔ ماسک میک اپ کے ذریعے جان ولیم بنا ہوا ہے' اس کا ماسک اتارو۔"

لاش کی گردن پر ماسک کا جوڑ تلاش کیا گیا لیکن ماسک نہیں تھا۔ وہ جان ولیم کا اصلی چہرہ تھا۔ شی تارا نے ایک پلاسٹک سرجری کے ماہر کو اس ہوٹل کی طرف دوڑایا۔ وہ ماہر بے اختیار اپنی کار ڈرائیو کرتا ہوا وہاں پہنچا۔ اس نے جان ولیم کے چہرے کا اچھی طرح معائنہ کیا پھر کہا "یہ اصلی چہرہ ہے۔ اس پر کسی نے پلاسٹک سرجری نہیں کی ہے۔"

شی تارا خوشی سے چیخ پڑی۔ دماغی طور پر حاضر ہو کر دائی ماں سے لپٹ گئی پھر بولی "وہ زندہ ہے۔ میرا مکار زندہ ہے۔ وہ مرنے والا ایک امریکی ہے ماں جی! مجھے چوڑیاں پہناؤ۔"

دائی ماں نے اپنی پیشانی پر ہاتھ مار کر کہا "میں تجھے نارمل سمجھوں یا پاگل؟ میں چوڑیاں پہناتی جاتی ہوں اور تو سوگ منانے کے لیے انہیں توڑتی جاتی ہے۔ اب میں چوڑیوں کی پوری دکان اٹھا لاؤں گی پھر جب جی چاہے توڑتی رہنا جب جی چاہے پہنتی رہنا۔"

وہ ہنستی کھلکھلاتی ہوئی پوجا کے پاس آئی۔ وہ اپنے کمرے میں تھی۔ اپنے اندر اس کی ہنسی سن کر بولی "دیدی! تم کس بات پر ہنس رہی ہو؟"

"ہنسی کسی خوشی کی بات پر یا کسی لطیفے کو سن کر آتی ہے۔ یہ میرا یار' میرا پارس بڑا وہ ہے۔ کبھی رلاتا ہے' کبھی ہنساتا ہے۔ وہ جو تمہارے پاس ڈائننگ ہال میں ہپی بن کر آیا تھا' وہ پارس نہیں تھا۔ وہ ایک امریکی ایجنٹ تھا۔ میں اچھی طرح تصدیق کرچکی ہوں۔"

"دیدی! یہ واقعی خوشی کی بات ہے لیکن آپ کا وہ محبوب بہت جلد آپ کو پاگل بنادے گا۔ میں آپ سے چھوٹی ہوں! آپ کے سامنے ناتجربہ کار ہوں پھر بھی عقل کی بات سمجھاتی ہوں۔ اس سے دوستی کرلیں۔ اس کے ساتھ ساتھ رہ کر زندگی گزاریں۔ کبھی رونا

اور کبھی ہنسنا آپ کو دماغی مریضہ بنادے گا۔"

"پوجا! میرا دل اسے زندہ سلامت سمجھ کر تیزی سے دھڑک رہا ہے۔ کسی کو کھو کر پانے کے بعد ہی اس کی قدر معلوم ہوتی ہے۔ میں تمہارے مشورے پر عمل کروں گی اس سے معافی مانگ کر دوستی کروں گی۔"

"دوستی نہیں' شادی۔"

"ہاں شادی۔ میں شادی کروں گی۔ تم کمرے سے نکلو۔ وہ اسی ہوٹل میں کہیں ہوگا۔ اسے تلاش کرو۔"

"اب میں پرفیوم استعمال نہیں کروں گی' دیکھیں میرے بدن سے تمہاری مہک پا کر وہ میرے قریب آئے گا یا مجھ سے کترائے گا۔ میں دونوں صورتوں میں اسے پہچاننے کی کوشش کروں گی۔"

پوجا نے اس بار اپنے لباس پر خوشبو اسپرے نہیں کی۔ یونہی کمرے سے نکل کر نیچے ڈائننگ ہال کی طرف جانے لگی۔ وہاں پارس ویٹنگ ہال میں آفرین کے ساتھ ایک صوفے پر بیٹھا۔ پولیس والوں کی کارروائیاں دیکھ رہا تھا۔ آفرین نے گڑیا کو سینے سے لگا کر اسے دوپٹے سے ڈھانپ رکھا تھا۔

پارس نے کہا "آفرین! گڑبڑ ہوگئی ہے۔ وہ لوگ ہپی کے چہرے کی صفائی کر رہے ہیں۔ ٹھہرو' میں آتا ہوں۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر ڈائننگ ہال کے دروازے پر آیا۔ اس ہال میں کسی کو جانے کی اجازت نہیں دی جارہی تھی۔ اس نے وہیں سے دیکھا۔ ایک شخص تیزی سے چلتا ہوا آیا۔ سپاہیوں نے اسے بھی روکا۔ انسپکٹر نے کہا "ان صاحب کو آنے دو۔ یہ پلاسٹک سرجری کے ماہر ہیں۔"

اس ماہر کے پرکھنے سے پہلے ہی پارس نے سمجھ لیا کہ بھید کھل گیا ہے۔ اگر شی تارا اس ماہر کے دماغ میں موجود ہوگی تو معائنے کے بعد سمجھ لے گی کہ نہ وہ ہپی ہے اور نہ کرائے کا کوئی قاتل ہے۔ پارس بھی نہیں ہے بلکہ ایک امریکی ایجنٹ جان ولیم ہے جو پوجا کی اصلیت معلوم کرنے کے لیے ڈائننگ ہال میں آیا تھا۔

پارس نے ایک لمبا چکر چلا کر اسے ہپی بننے پر آمادہ کیا تھا۔ امریکی ایجنٹ جان ولیم کے ایک ماتحت کو قابو میں کرکے اس کے متعلق معلومات حاصل کی تھیں۔ وہ امریکی سفیر کی آواز بنا کر فون پر بولا "تم بہت اچھے جارہے ہو جس لڑکی کو تم نے ڈائننگ ہال میں بلایا ہے۔ وہ پوجا ہے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والی شی تارا کی دست راست ہے۔ ابھی تم ہپی کے بھیس میں اس سے ملاقات کرو گے۔ وہ بھیس بدلنے کی وجہ پوچھے گی تو اس سے کہنا کہ تم کرائے کے قاتل ہو۔ ارینا نام کی ایک عورت کو قتل کرو گے تو تمہیں ایک لاکھ ڈالر ملیں گے۔ ایسا کہنے سے شی تارا تمہیں پارس سمجھ کر قریب آئے گی۔ تم اسے آسانی سے زخمی کرکے اپنے ہپناٹائز کرنے والے کے ذریعے اس خیال خوانی کرنے والی کو اپنا تابعدار بنالو گے۔"

اتنی بڑی کامیابی کی بات سن کر جان ولیم کیسے جال میں نہ

پھنستا؟ وہ پارس کے مشورے کے مطابق ہپی بن کر آیا اور مارا گیا۔

پارس نے آفرین کے پاس آکر یہ باتیں بتائیں پھر کہا "اس ہوٹل کو اب چھوڑنا ہوگا۔ اگر شی تارا اس پلاسٹک سرجری کے ماہر یا پولیس انسپکٹر کے اندر موجود ہے تو سمجھ لے گی کہ میں زندہ ہوں اور اسی ہوٹل میں پایا جاسکتا ہوں۔"

وہ اٹھ کر بولی "تو پھر چلو۔ ہم کمرے سے اپنا ضروری سامان لے کر اس ہوٹل کو چھوڑیں گے۔ شی تارا کو یہ بھی معلوم ہوجائے گا کہ پولیس والوں نے ہوٹل میں سب ہی کو چیک کیا ہے۔ صرف مجھے ذہنی مریضہ سمجھ کر چھوڑ دیا ہے لیکن وہ نہیں چھوڑے گی۔ میرے اندر آنا چاہے گی۔"

"میں سمجھ رہا ہوں۔ وہ تمہارے خیالات پڑھنے کے باوجود تمہیں ذہنی مریضہ ہی سمجھے گی اور میری اصلیت بھی معلوم نہیں کرسکے گی لیکن کسی کو شبے کے تحت ہمارے چہروں کا میک اپ چیک کرا سکتی ہے جیسا کہ ابھی جان ولیم کے ساتھ کرا رہی ہے۔"

جیسا کہ پہلے بیان ہوچکا ہے' پارس اور آفرین نے اپنی آوازوں اور لہجوں کو بھی تبدیل کرلیا تھا تاکہ پاشا غیر معمولی سماعت کے ذریعے ان کا سراغ نہ لگا سکے۔ پارس اس وقت اس ہپی کی آواز اور لہجے میں بول رہا تھا۔ ایسے ہی وقت شی تارا پاشا کے پاس آکر بول رہی تھی۔ "میں نے غصے میں یہ سمجھ کر تمہیں زخمی کیا تھا کہ تم نے ہپی کے بھیس میں رہنے والے پارس کو مار ڈالا ہے مگر وہ زندہ ہے۔ اگر تم غیر معمولی سماعت کے ذریعے اس کی آواز سن کر مجھے اس کے پاس پہنچاؤ گے تو میں تمہیں اپنا تابعدار نہیں بناؤں گی۔ تم پر تنویمی عمل نہیں کروں گی۔"

پاشا کی مرہم پٹی ہو رہی تھی۔ وہ کبھی پارس کی اصل آواز اور کبھی ہپی کے بھیس میں رہنے والے کی آواز پر توجہ دینے لگا۔ تب اسے سنائی دیا۔ وہ ہپی کے بھیس میں رہنے والی آواز کسی سے کہہ رہی تھی "میں سمجھ رہا ہوں۔ وہ تمہارے خیالات پڑھنے کے باوجود تمہیں ذہنی مریضہ ہی سمجھے گی۔"

شی تارا' پاشا کے اندر رہتے ہوئے یہ ساری باتیں سن رہی تھی۔ اس نے پوچھا "کیا اس ہوٹل میں وہی عورت ذہنی مریضہ ہے جس نے ایک بار پوجا کو سوئمنگ پول میں دھکا دیا تھا؟"

پاشا کی سوچ نے کہا "میں نہیں جانتا کہ پوجا کو کس نے پول میں دھکا دیا تھا مگر ایک ذہنی مریضہ ہمارے سامنے والے کمرے میں رہتی ہے اور ایک گڑیا کو سینے سے لگائے رکھتی ہے۔"

پوجا' شی تارا کو پہلے بتا چکی تھی کہ ایک پاگل عورت اپنے سینے سے ایک گڑیا کو لگائے رکھتی ہے۔ اس نے اسے پول میں دھکا دیا تھا۔ شی تارا نے خوش ہو کر کہا "تم نے صحیح راہنمائی کی ہے۔ اب میں پارس تک پہنچ پاؤں گی۔ جاؤ اس خوشی میں جلد تمہیں آزاد کر دوں گی۔"

وہ پوجا کے پاس آکر بولی "رک جاؤ۔ ڈائننگ ہال یا گراؤنڈ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

فلور پر نہ جاؤ۔ پارس کی نشاندہی ہو چکی ہے۔ اسے خوب سوچ سمجھ کر ٹریپ کرنا ہوگا۔"

"کیا وہ اسی ہوٹل میں ہے؟ کیا تمہیں پتا ہے کہ وہ کس بھیس میں ہے؟"

"ہاں' جس پاگل عورت نے تمہیں پول میں گرایا تھا اور جس کے شوہر نے پول میں کود کر تمہیں پانی سے باہر لانا چاہا تھا' وہی پارس ہے اور وہ دوسری آفرین ہے۔ وہ مکاری سے تمہیں پانی میں گرا کر تمہارے لباس کی خوشبو اُڑا کر تمہاری اصلیت معلوم کرنا چاہتا تھا۔ میں اسی لیے تمہیں وہاں جانے سے روک رہی ہوں۔ وہ تمہیں پوجا کی حیثیت سے پہچان چکا ہے۔"

وہ اپنے کمرے کی طرف واپس جاتے ہوئے بولی "دیدی! اب آپ کیا کریں گی؟"

"میں اب تک جلد بازی اور غصے کے باعث ناکام ہوتی آئی ہوں۔ اب بڑی سہولت سے سوچ سمجھ کر قدم اٹھاؤں گی۔ تم دہلی واپس آجاؤ۔"

ثی تارا ہوٹل کے منیجر کے خیالات پڑھنے لگی۔ اس کی سوچ سے معلوم ہوا کہ پارس وہاں اجے کمار کے نام سے ہے۔ اس کی پتنی ذہنی مریضہ ہے۔ وہ اسے روز صبح ایک ڈاکٹر کے پاس لے جاتا ہے۔

پھر ثی تارا نے پولیس افسر کو آفرین کی طرف مائل کیا' اس نے پارس کے پاس آکر کہا "میں آپ کی دھرم پتنی کی میڈیکل رپورٹ دیکھنا چاہتا ہوں۔"

پارس نے تمام اہم کاغذات پیش کرتے ہوئے کہا "آپ ضرور دیکھیں۔ ویسے ہم ہوٹل چھوڑ کر سوپور جارہے ہیں کیونکہ یہاں علاج سے کوئی فائدہ نہیں ہورہا ہے۔"

ثی تارا نے اس افسر کے ذریعے میڈیکل رپورٹ پڑھی۔ اس ڈاکٹر کا نام اور فون نمبر معلوم کیا پھر فون کے ذریعے رابطہ کرکے اس کی آواز سنی پھر ریسیور رکھ کر اس کے خیالات پڑھنے لگی۔

ڈاکٹر کی سوچ نے بتایا کہ وہ ذہنی مریضہ نہیں ہے لیکن اپنی بچی کی موت پر ذہنی صدمہ ہے جب وہ دوسری بار ماں بنے گی اور ایک بچے کو جنم دے کر اسے سینے سے لگائے گی تو پھر گڑیا کو بھول جائے گی۔ دوسرا بچہ اسے نارمل بنا دے گا۔

یہ بات سمجھ میں آگئی کہ پارس کسی اجے کمار اور اس کی پتنی کے کاغذات حاصل کرکے سچ مچ ان میاں بیوی کا رول ادا کررہا ہے اس لیے اب تک کسی کو ان پر شبہ نہیں ہوا ہے۔

ادھر افسر نے کاغذات پڑھے اور مطمئن ہوکر ثی تارا کی مرضی کے مطابق انہیں سوپور جانے کی اجازت دے دی۔ وہ دونوں اپنا سامان لے کر کاؤنٹر پر آئے اور ہوٹل کا بل ادا کرنے لگے۔ ثی تارا اپنے ایک آلۂ کار کو سمجھا رہی تھی کہ اسے کس طرح اپنا رول پلے کرنا ہے۔ ہوٹل کا ملازم ان کا سامان اٹھا کر ایک ٹیکسی میں رکھ رہا تھا کیونکہ وہ وہاں سے بس اڈا کی طرف جانا چاہتے تھے پھر بس کے ذریعے سوپور روانہ ہونے والے تھے۔

ہوٹل کا بل بنانے میں دیر ہورہی تھی۔ ثی تارا خیال خوانی کے ذریعے حساب میں دوبار گڑبڑ کرچکی تھی۔ پارس نے آفرین سے کہا "تم ٹیکسی میں جاکر بیٹھو' میں ابھی آرہا ہوں۔ بھئی منیجر صاحب' پچیس پچاس روپے زیادہ ہی لے لو۔ اب یہ حساب ختم کرو۔"

منیجر نے کہا "سوری سر! زیادہ لینا ہمارے لیے ٹِپ ہوگی یا رشوت اور میں ایسی باتوں کے خلاف ہوں۔ بس ابھی حساب ہوجائے گا۔"

آفرین گڑیا کو سینے سے لگائے ہوٹل کے باہر آئی۔ ڈرائیور نے ٹیکسی کی پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ وہ بیٹھ گئی۔ اسی وقت دوسری طرف کا دروازہ کھول کر ایک شخص آیا پھر ریوالور دکھا کر بولا "ایک ذرا آواز نکالوگی تو اِدھر تمہیں اور اُدھر پارس کو گولی ماردی جائے گی' منہ بند رکھو۔"

اسے کچھ سوچنے سمجھنے کا موقع نہیں ملا۔ ٹیکسی چل پڑی تھی اور اس کی رفتار تیز ہوتی جارہی تھی۔ وہ موت سے نہیں ڈرتی تھی مگر یہ دھمکی اثر کرگئی تھی کہ منہ کھولے گی تو صرف اسے نہیں' پارس کو بھی گولی ماردی جائے گی اور وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کا پارس لاعلمی میں مارا جائے۔

آخر حساب مکمل ہوا۔ اس نے بل ادا کیا پھر باہر آکر دیکھا تو ایک ٹیکسی آکر کھڑی ہوگئی۔ ڈرائیور نے پوچھا "صاحب! گاڑی چاہیے؟"

"نہیں! یہاں ایک اور ٹیکسی تھی۔ اس میں میری پتنی تھی۔ وہ ٹیکسی کہاں ہے؟"

"صاحب! میں تو ابھی آرہا ہوں۔ پتا نہیں مجھ سے پہلے یہاں کسی کی ٹیکسی تھی۔"

ایک ملازم نے ہوٹل کے اندر سے آکر کہا "صاحب! آپ کا فون کاؤنٹر پر ہے۔"

وہ سمجھ گیا' کوئی گڑبڑ شروع ہوچکی ہے اور شاید فون اسی سلسلے میں ہے۔ وہ تیزی سے چلتا ہوا کاؤنٹر پر آیا پھر ریسیور اٹھا کر بولا "میں' کون ہے؟"

کسی شخص کی آواز سنائی دی "آپ مجھے نہیں جانتے مسٹر اجے کمار! ویسے میں بھی آپ کے بارے میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ آپ ایک نہایت حسین بیوی کے مالک ہیں جب سے اسے دیکھا ہے' راتوں کی نیند اڑ گئی ہے۔"

"بکواس مت کرو۔ فوراً بتاؤ' میری پتنی کہاں ہے؟"

"یہ بتادوں گا تو میری آج کی رات کیسے گزرے گی؟ بھئی ہم انسان روٹیاں بانٹ کر کھاتے ہیں۔ کیا حسن و شباب کو بھی آپس میں بانٹ نہیں سکتے؟"

پارس کو غصہ میں آنا چاہیے تھا لیکن اسے بچپن ہی سے شدید غصے میں بھی دماغ کو ٹھنڈا رکھنے کی تربیت دی گئی تھی۔ وہ ایک گہری سانس لے کر بولا "اچھا تو تم حصہ داری چاہتے ہو۔ چلو پارٹنر بن جاؤ۔ مجھے بھی اپنے پاس بلاؤ۔ خوب گزرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو۔"

"کیا مجھے گدھا سمجھتے ہو کہ اپنی پیٹھ پر تمہیں سوار کرانے کے لیے بلاؤں گا؟"

"بلانا تو ہوگا ورنہ اسے ہاتھ نہیں لگا سکوگے اور اگر ہاتھ لگایا تو بڑی عبرت ناک موت مروگے۔"

"میں کہیں پایا جاؤں گا تو تمہارے ہاتھوں سے ضرور مروں گا۔ اگر اپنی پیاری دھرم پتنی سے بات کرنا چاہتے ہو تو وہیں کاؤنٹر کے قریب رہو۔ وہ یہاں پہنچے گی تو میں اس سے بات کراؤں گا۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ وہ ریسیور رکھ کر کاؤنٹر سے کچھ فاصلے پر آکر ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ سوچنے لگا' کیا واقعی کسی دل پھینک عیاش نے آفرین کو اغوا کیا ہے یا اور کوئی سازشی کھیل شروع ہوگیا ہے؟

وہ ایک ایک پہلو پر غور کررہا تھا۔ یہ معاملہ اس وقت سے شروع ہوا تھا جب ڈائننگ ہال میں ایک بی بی مارا گیا تھا پھر پاشا زخمی ہوا تھا۔ اس کے بعد ارینا نے ثی تارا کی مرضی کے مطابق خودکشی کی تھی۔ ان تمام معاملات کے پیچھے ثی تارا رہی تھی۔

پھر اس نے دوسرے پہلو پر غور کیا کہ ہوٹل میں تمام لوگوں کو چیک کیا گیا تھا۔ صرف آفرین کو دماغی مریضہ سمجھ کر نظرانداز کیا گیا تھا لیکن بی بی کی اصلیت ظاہر ہونے کے بعد پولیس افسر نے آفرین کے میڈیکل کاغذات چیک کیے۔ اس افسر نے پہلے کیوں آفرین کو نظرانداز کیا پھر اس پر شبہ کیوں کرنے لگا؟ کیا یہ شبہ افسر نے خود کیا تھا یا ثی تارا شبہ کررہی تھی؟

پوجا نے اسے بتایا ہوگا کہ اُسی پگلی نے اِسے پول کے پانی میں گرایا تھا پھر ثی تارا نے زخمی پاشا کے اندر جاکر معلوم کیا ہوگا کہ وہ پگلی اس کے سامنے والے کمرے میں رہتی تھی۔ ایسا سوچتے وقت پارس چونک گیا۔ اسے یاد آیا کہ وہ آفرین سے اس آواز اور لہجے میں گفتگو کررہا تھا جس میں وہ پاشا سے فون کے ذریعے کرچکا تھا اور اسے طیش دلایا تھا کہ وہ بی بی کو گولی نہیں مار سکے گا۔

اب پارس اصل معاملے تک پہنچنے لگا کہ ثی تارا نے پاشا کے اندر رہ کر اسی تبدیل شدہ آواز اور لہجے کو سنا اور پاشا کے چور خیالات سے اس کے پارس ہونے کی تصدیق کی۔ اب یہ شبہ یقین کی حد تک ہونے لگا کہ آفرین کے اغوا میں ثی تارا کا ہاتھ ہے۔ آخر عورت ہے' انتقام اپنے مرد سے نہ لے سکی تو سوکن سے لے رہی تھی۔

ملازم نے آکر کہا "صاحب! آپ کا فون ہے۔"

وہ اٹھ کر کاؤنٹر پر آیا پھر ایک طرف رکھے ہوئے ریسیور کو اٹھا کر بولا "ہاں۔ میں اجے بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے وہی اجنبی شخص بولا "بھائی اجے! تم میاں بیوی تو بڑے گہرے ہو۔ باہر سے کچھ اور اندر سے کچھ ہو۔ میرے ایک تجربہ کار جاسوس نے ایک محدب شیشے سے تمہاری پتنی کا چہرہ دیکھ کر کہا کہ یہ اصلی نہیں ہے۔ ہم نے وِ(یَ)شنگ لوشن سے اس کے چہرے کی صفائی کی تو پہلے سے زیادہ حسین' چاند سا مکھڑا نکل آیا اگرچہ میری نیت اور خراب ہوگئی ہے۔ اس کے باوجود میں اسے تمہاری امانت سمجھ کر ہاتھ نہیں لگاؤں گا' مگر ایک شرط ہے۔"

"اپنی شرط بیان کرو۔"

"اپنے بارے میں سچ سچ بتادو۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ تم اجے کمار نہیں ہو۔ تمہاری اصلیت کچھ اور ہے۔ ہم بھی یہاں کسی اور بھیس میں رہتے ہیں اور ہماری اصلیت بھی کچھ اور ہے۔ یعنی ہم بھی تمہاری طرح بہروپیے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ ہماری منزل ایک ہو اس لیے اپنے بارے میں کچھ نہ چھپاؤ۔"

"ٹھیک ہے۔ میں نہیں چھپاؤں گا لیکن اس وقت جب روبرو ملاقات ہوگی۔"

"بے شک فون پر ایسی باتیں نہیں ہوتیں۔ ابھی ہوٹل کے سامنے ایک سفید کار آئے گی۔ اسے ڈرائیو کرنے والا ایک سیاہ رنگ کا ہندوستانی ہے۔ تم اس کے پاس آکر کوڈ ورڈز ادا کروگے کہ سفید کے اندر کالا ہے۔ وہ جواب کوڈ ورڈز کہے گا کہ لیکن دال میں کالا نہیں ہے۔ ایسا جواب سن کر تم اس کار میں ہمارے پاس چلے آؤگے۔ یہ لو اب اپنی وائف سے بات کرو۔"

چند سیکنڈ کے بعد آفرین کی آواز سنائی دی "ہیلو' میں بول رہی ہوں۔ یہ سب امریکی ہیں لیکن تم سے بولنے والا ایک ہندوستانی ہے۔ انہوں نے میرا میک اپ اتار دیا ہے۔ مجھ سے طرح طرح کے سوالات کررہے ہیں۔"

"ان سے کہو جوابات میں دوں گا۔ اگر انہوں نے تمہیں پریشان کیا تو ان کی اور ہماری منزل ایک ہونے کے باوجود میں دشمن بن جاؤں گا۔"

اس اجنبی شخص کی آواز سنائی دی "میں دوسرے ریسیور سے سن رہا ہوں اور وعدہ کرتا ہوں کہ تمہاری وائف کو پریشان نہیں کیا جائے گا۔ تم آؤگے تو یہ تمہیں بالکل مطمئن ملے گی۔"

"میں چاہوں گا کہ تم میاں بیوی کی باتیں نہ سنو۔"

"بہتر ہے۔ میں ریسیور رکھ رہا ہوں۔"

آفرین نے کہا "ہاں' میں دیکھ رہی ہوں' وہ شیشے کی بڑی کھڑکی کے اس پار ہے اور اس نے ریسیور رکھ دیا ہے۔"

"وہاں اب تک کتنے لوگ تمہاری نظروں میں آئے ہیں؟"

"چار امریکی ہیں۔ ان میں سے ایک ان کا کوئی بڑا ہے۔ سب اس کے احکامات کی تعمیل کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ دو ہندوستانی ہیں اور باقی تین اپنی گفتگو اور انداز سے پاکستانی لگتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے' فکر نہ کرو۔ میں آرہا ہوں۔"

وہ ریسیور رکھ کر ہوٹل کے باہر آیا۔ سوچنے لگا کہ اندازہ غلط

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہورہا ہے۔ آفرین کو شی تارا نے نہیں امریکی ایجنٹوں نے اغوا کرایا ہے۔ کشمیر فی الوقت بھارتی فوجیوں' مسلمان کشمیری مجاہدوں' بین الاقوامی سراغ رسانوں' یہودی اور امریکی منصوبہ سازوں کی آماجگاہ بنا ہوا ہے۔ کوئی مقابلے پر آتا ہے یا کسی طرح کی سازش کرتا ہے تو یہ فوراً ہی سمجھنا مشکل ہوتا ہے کہ مقابل کا تعلق کس گروہ سے ہے؟"

سوچتے رہنے کے دوران ایک سفید کار کچھ فاصلے پر آکر رکی۔ اس میں ایک سیاہ رنگ کا ہندوستانی ڈرائیور بیٹھا ہوا تھا۔ پارس نے قریب آکر کھڑکی پر جھک کر آہستگی سے کہا "سفید کے اندر کالا ہے۔"

ڈرائیور نے مسکرا کر جواب دیا "لیکن دال میں کالا نہیں ہے۔"

اس نے کار سے باہر آکر پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ پارس وہاں بیٹھ گیا پھر وہ کار وہاں سے چل پڑی۔ شی تارا نے پارس سے دور رہ کر بھی قریب رہنے کا ذریعہ پاشا کو بنایا تھا۔ پارس نے دو طرح کی آوازیں اور لہجے اختیار کر رکھے تھے۔ ایک لہجہ تو وہ تھا جو عام طور سے وہ ہوٹل اور پبلک پلیس میں اختیار کرتا تھا دوسرا لہجہ وہ تھا جسے وہ ارسلا یا پاشا سے فون پر گفتگو کرتے وقت اختیار کیا کرتا تھا۔

اب وہ دونوں آوازیں اور لہجے پاشا کو معلوم ہو چکے تھے۔ وہ بستر پر پڑا شی تارا کی مرضی کے مطابق پارس کی وہ تمام گفتگو سن رہا تھا جو فون پر امریکی ایجنٹوں اور آفرین سے ہوتی رہی تھی۔

شی تارا نے اس کے ذریعے پارس اور سیاہ رنگ کے ڈرائیور کے کوڈ ورڈز بھی سنے۔ پھر وہ ڈرائیور کے اندر بھی پہنچ گئی۔ اس طرح وہ پارس کے قریب رہنے کے راستے ہموار کرتی جا رہی تھی۔

وہ بہت خوش تھی اگرچہ پارس ایک نئی دلدل میں دھنسنے جا رہا تھا پھر بھی وہ اس لیے خوش تھی کہ اس کا محبوب زندہ ہے اور آفرین اس سے دور کر دی گئی ہے۔ اگر دوبارہ اس سے ملایا جائے گا تو وہ اسے اپنے پارس سے ملنے نہیں دے گی۔ آئندہ اپنے کسی ہتھکنڈے سے آفرین کو اس سے دور کر دے گی۔

وہ آفرین کو ہلاک کر کے ہمیشہ کے لیے یہ کانٹا دور کر سکتی تھی لیکن اب اپنے پارس کی ناراضی مول لینا نہیں چاہتی تھی۔ اگر اسے ہلاک کرتی تو پارس سے یہ بات آج چھپتی' کل ظاہر ہو جاتی پھر وہ اس سے اور زیادہ نفرت کرنے لگتا۔

شی تارا کو حالات نے اور تجربات نے بہت کچھ سکھایا تھا اس لیے وہ ہر معاملے میں محتاط رہنے لگی تھی۔ خصوصاً پارس کا دل جیتنے کے طریقوں پر عمل کر رہی تھی۔

سری نگر میں جھیل ڈل کا پہلا حصہ گگری بل کہلاتا ہے۔ اس کے بعد ایک چھوٹا سا زمینی حصہ ہے پھر اس کے بعد جھیل کا دوسرا حصہ "روپے لنگ" شروع ہوتا ہے۔

گگری بل کی طرف پہاڑیوں کا حسین سلسلہ ہے۔ قریب ہی ہندوؤں کے لیے ایک تیرتھ کا مقام ہے اور ایک بڑی سی عمارت ہے جو کالی سنگم کے نام سے مشہور ہے۔ یہ عمارت ایک گھاٹی پر واقع ہے۔ کالی کا مطلب سیاہ اور سنگم اسے کہتے ہیں جہاں دو دریا ملتے ہیں۔ ایسے مقامات ہندوؤں کے لیے مقدس ہوتے ہیں اس لیے بھارت میں بھی گنگا اور جمنا دریاؤں کے سنگم کو مقدس سمجھا جاتا ہے۔

بہرحال وہ سفید کار عمارت کے احاطے میں آکر رک گئی۔ اس عمارت کے بڑے دروازے پر دو مسلح افراد کھڑے ہوئے تھے۔ وہ دونوں ایشیائی تھے۔ پارس کار سے نکل کر دروازے کی طرف آیا تو ایک مسلح شخص نے ایڑیاں بجا کر سیلوٹ کرتے ہوئے کہا "السلام علیکم۔"

دوسرے نے بھی فوجی انداز میں سیلوٹ کرتے ہوئے کہا "نمستے۔ جے رام جی کی۔"

پارس نے ان دونوں پر نظر ڈالی ذرا مسکرایا پھر کہا "وعلیکم السلام۔ نمستے جے رام جی کی۔ واہو گورو ست سری اکال۔ آداب عرض۔ جے ہند اور پاکستان زندہ باد۔"

ان مسلح افراد نے ایک دوسرے کا منہ دیکھا پھر دروازہ کھول دیا۔ اندر ایک کاریڈور تھا۔ وہاں ایک مسلح گائیڈ اسے لے کر ایک بڑے سے ہال میں آیا۔ وہاں تین امریکی' دو ہندوستانی اور تین پاکستانی تھے۔ پارس نے دور تک نظریں دوڑائیں۔ ایک بھاری بھرکم عمر رسیدہ امریکی نے ہال میں داخل ہو کر کہا "تمہاری نظریں اپنی وائف کو تلاش کر رہی ہیں؟"

پارس نے کہا "نظروں کو سمجھتے ہو تو زبان کھولنے سے پہلے اسے میرے پاس لے آؤ۔"

"ابھی آجائے گی۔ پہلے تم اپنا میک اپ اتارو۔ ہم پردے میں نہیں ہیں۔ تم بھی پردہ اٹھا دو۔"

سامنے ایک سینٹر ٹیبل پر میک اپ اتارنے کا سامان تھا۔ پارس ایک صوفے پر بیٹھ کر اپنے چہرے سے میک اپ صاف کرنے لگا۔ چند منٹوں کے بعد ہی اجے کمار کے چہرے کے پیچھے سے ایک نیا چہرہ ابھرا۔ وہ پارس کا اصلی چہرہ نہیں تھا ورنہ شاید امریکی اسے میرے بیٹے کی حیثیت سے پہچان لیتے۔ اس نے دہلی سے کشمیر آنے سے پہلے اپنے چہرے پر ہلکی سی پلاسٹک سرجری کی تھی۔

وہ عمر رسیدہ امریکی ان سب کا سربراہ تھا۔ اس کا نام پرائزلر تھا۔ اس نے اپنے ایک تجربہ کار جاسوس کو اشارہ کیا۔ وہ ایک میگنیفائنگ گلاس لے کر پارس کے قریب آیا پھر اس عدسے سے اس کے چہرے کا معائنہ کرنے لگا۔

پارس نے پلاسٹک میں انسانی گوشت کے ریشوں کی آمیزش کی تھی اس لیے ایسی سرجری پہچان میں نہیں آتی تھی۔ جاسوس نے مطمئن ہو کر کہا "یہی اس کا اصلی چہرہ ہے۔"

ان کے لیڈر پرائزلر نے حکم دیا "تمہارے اجنبی دوست کی

ائف کو لے آؤ۔"

حکم کی تعمیل کی گئی۔ آفرین اس ہال میں داخل ہوئی پھر دوڑتی ہوئی آکر پارس سے لپٹ گئی۔ شی تارا وہاں ایک ایسے انگریز کے باغ میں پہنچی ہوئی تھی جو سگار کے کش لگا رہا تھا۔ وہاں شراب پینے والے بھی تھے لیکن ابھی بوتلیں کھولی نہیں گئی تھیں۔ اس لیے ندازہ نہ ہوسکا کہ ان میں کتنے شرابی ہیں اور کتنے یوگا کے ماہر ہیں س لیے وہ سگار پینے والے کے اندر تھی۔ اس کے ذریعے آفرین کو پارس سے لپٹتے دیکھ کر جل بھن گئی تھی۔ واپس دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو کر آنکھیں بند کر کے خود کو سمجھانے لگی۔ حسد' جلاپا ور غصہ مجھے ہمیشہ نقصان پہنچاتا آیا ہے۔ صبر کرنے سے ذہانت کو آزمانے سے کامیابی کی راہیں کھلتی ہیں۔

وہ بڑی دیر تک خود کو سمجھاتی رہی جب دماغ ٹھنڈا ہوا تو وہ پھر سگار والے کے اندر پہنچ گئی۔ اس وقت لیڈر پرائزلر اپنے لوگوں کا تعارف کرا رہا تھا اور کہہ رہا تھا "ہم امریکی ہیں' ہمارے ساتھ یہ ہندوستانی اور پاکستانی دوست ہیں۔ ہم کشمیر کے حوالے سے بھارت اور پاکستان کی دشمنی ختم کرانا چاہتے ہیں۔ اس خطے میں امن و امان قائم رکھنا چاہتے ہیں۔"

ایک بھارتی نے کہا "میرا نام بلرام ہے۔ میں ایک صوبے کا لیڈر تھا۔ میں نے بھارتی حکومت کو سمجھایا کہ وہ کشمیر میں فوجی کارروائیاں بند کر دے لیکن ہمارے بھارتی حکمرانوں کا برسوں سے ایک ہی جواب ہے کہ کشمیر بھارت کا اٹوٹ انگ ہے۔ وہ کشمیریوں کو کچل کر رکھ دیں گے۔"

ایک پاکستانی نے کہا "میرا نام کاشف خیری ہے۔ میں کشمیر کی ر چاہتا ہوں۔ پاکستانی حکومت کو سمجھا چکا ہوں کہ وہ کشمیر کے معاملے کو امریکا پر چھوڑ دے' امریکی مشوروں کو تسلیم کر کے اپنا ایٹمی پروگرام بند کر دے اور کہوٹہ کا معائنہ کرنے دے تاکہ معلوم ہو کہ پاکستان ایٹم بم بنا چکا ہے یا نہیں؟"

"یہی بات بھارتی حکمرانوں سے بھی کہی گئی ہے کہ وہ اپنے ایٹمی پلانٹ کا معائنہ کرنے دیں لیکن وہ انکار کر رہے ہیں جواباً پاکستان بھی معائنے کی اجازت دینے کے لیے تیار نہیں ہے۔"

سربراہ پرائزلر نے کہا "ہم چاہتے ہیں' کشمیر میں نہ بھارت ہے' نہ پاکستان۔ یہ جھگڑا اس طرح ختم ہو سکتا ہے کہ کشمیر ایک آزاد خطہ رہے اور امریکا اس کی دیکھ بھال کرے اور اس خطے میں ترقیاتی کاموں کے ذریعے کشمیر کو ترقی یافتہ ریاستوں کی صف میں لا کھڑا کرے۔"

دوسرے امریکی نے کہا "ہم یہاں محض بھارتی فوجیوں اور کشمیری مجاہدین کی لڑائی ختم کرانے' امن و امان قائم کرنے اور کشمیر کا حسن واپس لانے کے نیک ارادوں سے آئے ہیں۔"

پارس نے کہا "اسرائیل کے پاس فی الوقت دو سو ایٹم بم ہیں۔ لوگوں کے نیک ارادے وہاں دکھائی نہیں دیتے ہیں۔ بھارت کے پاس جتنے ایٹم بم ہیں اتنے ہی پاکستان میں ہونے چاہئیں تاکہ طاقت کا توازن قائم رہے لیکن امریکی پالیسی یہ توازن قائم نہیں رکھ رہی ہے۔ صرف پاکستان پر دباؤ ڈال رہی ہے۔ اسے ایف ۱۶ طیارے نہ دے کر معاہدے کی خلاف ورزی کی جا رہی ہے۔ جبکہ ان طیاروں کی پوری قیمتیں ادا کر دی گئی ہیں پھر یہ کہ پاکستان کی اقتصادی اور مالی امداد بند کر دی ہے۔ ایسی صورت میں اپنے ارادوں کو نیک نہ کہو۔"

پرائزلر نے پارس سے کہا "تمہاری باتوں کی تلخی سے ظاہر ہوتا ہے کہ تم پاکستانی ہو' مسلمان ہو اور کشمیر میں جہاد کے لیے آئے ہو۔"

پارس نے کہا "میں جو سچی اور کھری باتیں کہہ رہا ہوں یہ دنیا کے کئی غیر جانبدار اخبارات اور سیاسی اکابرین کہہ رہے ہیں۔ کیا تم ان سب کو بھی پاکستانی' مسلمان اور کشمیری مجاہد کہو گے؟"

"تو پھر تم کون ہو؟ ہم نے اپنا تعارف کرایا ہے۔ تم اپنے بارے میں بتاؤ۔"

وہ بولا "میں ایک لوٹا ہوں۔ جدھر منافع کی ڈھلان دیکھتا ہوں' ادھر لڑھک جاتا ہوں۔ جو ملک زیادہ رقم دیتا ہے' اس کے لیے جاسوسی کرتا ہوں۔ مجھے سچی اور کھری باتیں کہنے کی عادت ہے۔ یہ عادت جن کو بری لگتی ہے' وہ بھی مجھ سے کام لینے پر مجبور ہو جاتے ہیں کیونکہ میں خطرات سے کھیل کر مائیکرو فلموں کے ذریعے ایک ملک کا راز دوسرے ملک تک پہنچاتا ہوں۔"

پرائزلر نے کہا "تم سچ کہہ رہے ہو۔ تمہارے یہاں پہنچنے سے پہلے میں نے تمہاری سچائی کو آزما لیا ہے۔ تمہاری وائف کے ساتھ جو سامان آیا تھا میں نے اس کی تلاشی لی تو تین مائیکرو فلمیں ہاتھ آئیں۔ میں نے ڈارک روم میں جا کر ان فلموں کا انلارجمنٹ دیکھا ہے۔ ان میں بھارت اور کشمیری مجاہدین کے بہت سے اڈے اور راز پوشیدہ ہیں۔"

پرائزلر جن مائیکرو فلموں کی باتیں کر رہا تھا' انہیں ارسلا نے یمسن کی مدد سے تیار کیا تھا۔ بعد میں پارس نے انہیں چرا کر اپنے سامان میں رکھ لیا تھا۔ اب ان فلموں کے ذریعے پارس' پرائزلر کا اعتماد حاصل کر رہا تھا۔

اس نے پوچھا "تم نے ابھی تک اپنا نام نہیں بتایا؟ کس ملک سے تعلق ہے؟"

پارس نے کہا "میرا کام ایسا ہے کہ نام بدلتا رہتا ہے۔ میرے کئی چہرے اور کئی پاسپورٹ ہیں۔ بڑی صفائی سے دوسروں کے پاسپورٹ کی تصویر کا چہرہ اپنا کر ایک ملک سے دوسرے ملک پہنچ جاتا ہوں۔"

"تمہارا کوئی پیدائشی نام تو ہوگا؟"

"میرا کوئی اصل نام' اصل ملک اور اصل مذہب نہیں ہے۔ میرا دین دھرم صرف دولت ہے۔ تمہارا کوئی کام ہو تو بتاؤ۔ اس

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

حساب سے رقم کا مطالبہ کروں گا۔ تو کچھ رقم پہلے اور تو کچھ بعد میں۔ یوں پہلے اور بعد کے درمیان تمہارا کام ہوجائے گا۔"

بلرام نے کہا "مسٹر تمیں مار خان! کیا اسے ڈینگیں مارنا نہیں کہتے؟"

"کہتے ہوں گے لیکن آزمائش شرط ہے۔ جب میں ہوٹل میں تھا تو تم نے ہی مجھ سے فون پر بات کی تھی اور میری وائف کے لیے برے خیالات ظاہر کیے تھے۔ اگر پرائزلر صاحب اجازت دیں تو میں ابھی تمہاری گردن توڑ کر انہیں تحفے میں پیش کروں گا۔"

بلرام غصے سے اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ پرائزلر نے حکم دیا "بیٹھ جاؤ۔ تم نے فون پر جیسا کہا تھا' ویسا جواب سن لیا۔ میری ٹیم میں کسی کو ایک دوسرے سے لڑنے کی اجازت نہیں ہے۔ جو میری اجازت کے خلاف کام کرتا ہے' میں اسے گولی ماردیتا ہوں۔"

پھر اس نے پارس سے کہا "مسٹر اَن نون (اجنبی)! میرے ساتھ آؤ۔ میں تنہائی میں ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

"تنہائی میں بیوی ضرور ہوتی ہے اس لیے میں اپنی وائف کے ساتھ چلوں گا۔"

"لیکن میں بہت ہی اہم راز کی باتیں کروں گا۔ بیوی خواہ کتنی ہی حسین ہو' وہ عام عورت کی طرح پیٹ کی ہلکی ہوتی ہے۔"

آفرین نے کہا "تم جاؤ اور دولت کمانے کی باتیں کرو۔ میں یہاں رہوں گی۔ جب تم یہاں آہی گئے ہو تو اب کوئی مجھے ہاتھ نہیں لگا سکے گا۔"

پارس نے اسے محبت سے دیکھا پھر پرائزلر کے ساتھ وہاں سے چلتا ہوا ایک کمرے میں آیا۔ پرائزلر نے دروازے کو اندر سے بند کرکے پوچھا "کیا پیو گے۔"

وہ بولا "دنیا کی کوئی سی بھی شراب ہو' میں ہضم کرلیتا ہوں اور بالکل نیٹ پیتا ہوں' پانی یا سوڈا نہیں ملاتا۔"

"پھر تو جلدی لڑھک جاتے ہوگے۔"

"کون لڑھکے گا' یہ ابھی معلوم ہوجائے گا۔"

پرائزلر نے ایک کیبنٹ کو کھولا۔ اس میں مختلف اقسام کی بوتلیں رکھی ہوئی تھیں۔ اس نے دو بھری ہوئی بوتلیں سینٹر ٹیبل پر لاکر رکھیں پھر شیشے کا گلاس اور سوڈے کی بوتلیں رکھتے ہوئے بولا "چین کے متعلق کیا جانتے ہو؟"

"اپنی معلومات بیان کروں گا تو سنتے سنتے سوجاؤ گے۔ تمہارے جیسے امریکن کو جگائے رکھنے کے لیے اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ وہ سپر پاور بن رہا ہے۔ اس کی بڑھتی ہوئی طاقت امریکا کے لیے ناقابلِ برداشت ہے۔"

"اور ہم امریکی اسے یہاں سے آگے بڑھنے نہیں دیں گے اس لیے ہم کشمیر اور سیاچن کو بہت زیادہ اہمیت دے رہے ہیں۔ اگر ہم ان علاقوں میں اپنے فوجی اڈے قائم کرلیں گے تو وہ جنوبی ایشیا پر سپر پاور بن کر حاوی نہیں ہوسکے گا اور جب ہم اسے یہاں سے آگے بڑھنے سے روک لیں گے تو پھر وہ مشرقِ وسطیٰ اور یورپ کی طرف کبھی پیش قدمی نہیں کرسکے گا۔"

پارس نے بوتل کھولتے ہوئے کہا "یعنی آپ کشمیر اور سیاچن میں اس لیے فوجی اڈے قائم کرنا چاہتے ہیں کہ جنوبی ایشیا والے چین کو نہیں آپ کو سپر پاور تسلیم کرتے رہیں۔"

"کسی ایک کو تو سیاسی لحاظ سے سپر پاور تسلیم کرنا ہوگا تو پھر صرف ہمیں کیوں نہ تسلیم کیا جائے؟"

وہ سوڈا ملا کر وہسکی پینے لگا۔ پارس نے گلاس میں خالص وہسکی ڈالنے کے بعد پینا شروع کیا تو وہ تعجب سے بولا "تم واقعی خالص پی رہے ہو۔"

"اگر تم سپر پاور ہو تو خالص پی کر دکھاؤ۔ شراب کو تم پر نہیں' تم کو شراب پر حاوی ہونا چاہیے۔"

"احمقانہ باتیں چھوڑو اور کام کی باتیں کرو۔ تمہاری وہ تینوں مائیکرو فلمیں ہمارے کام کی ہیں۔ ان کے ذریعے ہمیں بھارت کی کچھ کمزوریاں معلوم ہوئی ہیں۔ ایسی ہی فلمیں پاکستان اور خصوصاً سیاچن کے بارے میں بناؤ اور معاوضہ بتاؤ؟"

پارس نے گلاس کو منہ سے لگا کر غٹاغٹ پینا شروع کیا۔ پرائزلر نے کہا "پہلے میری بات کا جواب دو ورنہ یہ گلاس خالی کرنے کے بعد بولنے کے قابل نہیں رہو گے۔"

اس نے گلاس خالی کرکے میز پر رکھا پھر کہا "میں پیالہ گلاس خالی کرنے کے بعد ہی بولنے کے قابل ہوتا ہوں۔ ہاں تو تم سیاچن کی فوٹو گرافی چاہتے ہو۔ پتا ہے یہ علاقہ بیس ہزار فٹ کی بلندی پر ہے۔ یہاں کا درجہ حرارت منفی چالیس ڈگری سینٹی گریڈ ہے۔ ایسی جگہ زندہ رہنا تقریباً ناممکن ہوتا ہے لیکن پاکستانی فوج کے جوان وطن کے دفاع کے لیے وہاں ڈٹے رہتے ہیں اور بھارتی افواج کو آگے آنے سے روکتے رہتے ہیں۔"

پرائزلر نے کہا "میں یہی چاہتا ہوں' تم وہاں جاکر معلوم کرو کہ بھارتی اور پاکستانی افواج نے کہاں کہاں اپنے اڈے بنائے ہیں۔"

وہ بولا "پاکستان کے شمالی حصے میں علاقہ بلتستان ہے جہاں سے پاکستان آرمی بڑھتی ہوئی کشمیر سے گزرتی ہوئی بھارت کے سر پر سوار ہوسکتی ہے۔ دوسرا راستہ لداخ ہے جسے بھارت اپنی پیش قدمی کے لیے استعمال کرسکتا ہے کیونکہ لداخ مقبوضہ کشمیر میں ہے اس لیے مقبوضہ کشمیر سے بھارتی فوج کی واپسی دفاعی نقطۂ نظر سے پاکستان کے لیے لازمی ہے۔ اب تم چاہو گے کہ میں پاکستان کے بلتستانی مورچوں اور بھارت کے لداخ والے مورچوں کی تصاویر لاکر تمہیں دوں۔"

"میں بالکل یہی چاہتا ہوں۔ تمہاری معلومات بتاتی ہیں کہ تم واقعی یہ کام کرگزرو گے۔ اپنا معاوضہ بتاؤ۔"

"میں پیرس کے ایک بینک کا اکاؤنٹ نمبر بتا رہا ہوں۔ فی الحال وہاں پچیس لاکھ ڈالر جمع کرادو۔ کام ہونے کے بعد مزید پچیس لاکھ وصول کروں گا۔"

شی تارا اس سگار والے کے خیالات پڑھ کر معلوم کرچکی تھی کہ پرائزلر اپنے ساتھ پارس کو ایک کمرے میں اہم گفتگو کے لیے لے گیا ہے۔ وہاں شراب کا دور چلے گا۔ وہ پارس کے متعلق جانتی تھی کہ اس زہریلے شخص کے لیے شراب محض پانی ہے' اس پر نشہ طاری نہیں ہوگا۔ وہ نشہ ظاہر کرے گا مگر باطن نارمل رہے گا۔

وہ پرائزلر کے اندر آکر اس کے خیالات پڑھنے لگی۔ وہ کہہ رہا تھا "میں اس بینک اکاؤنٹ میں تمہاری مطلوبہ رقم جمع کرادوں گا لیکن اس بات کی ضمانت نہیں ہے کہ تمہیں کامیابی ہوگی۔ ناکامی بھی تو ہوسکتی ہے۔"

پارس نے پوچھا "تم کیا چاہتے ہو؟"

"میں تمہاری وہ تینوں مائیکرو فلمیں اپنے پاس ضمانت کے طور پر رکھوں گا۔ تم کامیاب ہوکر آؤ گے تو ان تینوں کی بھی منہ مانگی قیمت ادا کروں گا۔"

لیکن شی تارا سمجھ رہی تھی کہ پرائزلر کچھ اور چالیں بھی چلنے والا ہے اس لیے اسے شراب پلا رہا تھا۔ اس کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا پارس کے دماغ میں اس وقت آنے والا تھا جب وہ بےہوش ہوکر آفرین کے ساتھ سونے کے لیے جاتا۔

ٹیلی پیتھی جاننے والا ڈی ہاروے' رئیس الکبیر کے محل سے ناکام لوٹا تھا۔ سپر ماسٹر نے اسے حکم دیا تھا کہ وہ کشمیر میں پرائزلر کے پاس جائے اور اس کی ہدایات پر عمل کرتا رہے۔

اس وقت ڈی ہاروے وہاں موجود تھا۔ پرائزلر سوچ کے ذریعے اسے سمجھا رہا تھا کہ مسٹر اَن نون جب ہوش سے بیگانہ ہوجائے تو اس پر تنویمی عمل کرکے اسے اپنا تابعدار بنالے پھر اس کے دماغ میں رہ کر پرائزلر کو یہ رپورٹ دیتا رہے کہ مسٹر اَن نون بلتستان اور لداخ کے مورچوں تک پہنچ کر کیا کرتا پھر رہا ہے۔

ڈی ہاروے اس طرح مسٹر اَن نون کے اندر رہ کر پورے سیاچن گلیشیر کے متعلق خود بھی اہم معلومات حاصل کرتا رہے گا اگر مسٹر اَن نون کو وہاں کے فوجی گرفتار کریں گے تو اس کے ذریعے وہ فوجی جوانوں کے دماغوں میں بھی گھس کر رہ سکے گا۔

یہ بہت بڑی کامیابی ہوگی کہ ڈی ہاروے امریکا میں رہ کر سیاچن کی بیس ہزار فٹ کی بلندی پر جنگ لڑنے والے پاکستانی اور بھارتی فوج کے جوانوں اور افسروں کے اندر آتا جاتا اور فوجی راز معلوم کرتا رہے گا۔

آفرین کے متعلق یہ طے کیا گیا تھا کہ صبح سے پہلے اسے وہاں سے دوسری جگہ پہنچادیا جائے گا اور ڈی ہاروے اس کے چور خیالات بھی پڑھ کر اس کی اور مسٹر اَن نون کی اصلیت معلوم کرے گا۔

شی تارا کے لیے یہ بات خوش آئند تھی کہ آفرین پارس سے الگ کردی جائے گی لیکن اسے یہ منظور نہیں تھا کہ آفرین کے دماغ

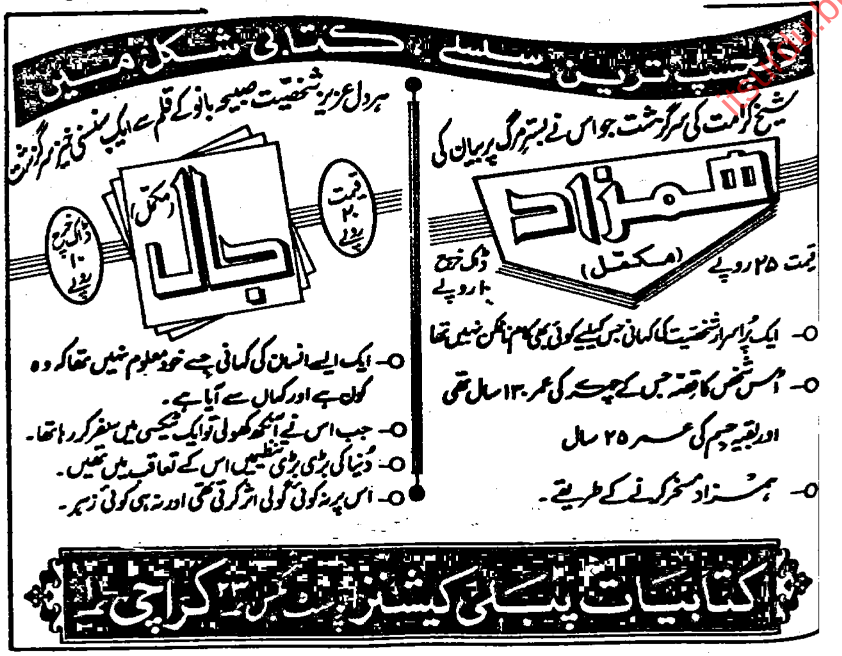

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

سے دشمنوں کو پارس کی اصلیت معلوم ہو جائے۔ محض اپنے پارس کو چھپائے رکھنے کے لیے اس نے سوچا کہ جب آفرین پر تنویمی عمل کیا جائے گا تو وہ بھی اس کے اندر موجود رہے گی اور اس کے معمولہ بننے کے باوجود پارس کی اصلیت ظاہر نہیں ہونے دے گی۔

پارس نے پوری ایک بوتل پینے کے بعد پوچھا "کیا اس میں واقعی بیس برس پرانی شراب تھی؟ مجھے تو نہ مزہ آرہا ہے' نہ سرور محسوس ہو رہا ہے۔"

پرائزلر پر نشہ طاری ہو رہا تھا' وہ بولا "تم آدمی ہو یا کوئی جن ہو۔ پوری بوتل خالص پی لی اور کہتے ہو کہ نشہ نہیں ہو رہا ہے۔ کوئی بات نہیں۔ میں ایک اور بوتل لاتا ہوں۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر لڑکھڑاتا ہوا کیبنٹ کے پاس گیا اور دوسری بھری بوتل لے کر آگیا۔ اس وقت پارس پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر رہا تھا۔ اس نے سانس روک لی پھر دوبارہ سانس لیتے ہوئے کہا "مسٹر پرائزلر! تمہارے اس اڈے میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا موجود ہے۔"

"کیسی باتیں کر رہے ہو؟ میری ٹیم میں ایسا کوئی نہیں ہے۔"

"لیکن میں نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا تھا۔ ابھی اس آنے والے کو سانس روک کر بھگا دیا ہے۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ دراصل خالص ایک بوتل شراب اب آہستہ آہستہ تم پر اثر کر رہی ہے۔ میرے علم میں کوئی خیال خوانی کرنے والا نہیں ہے۔ ہاں' ہندوستان میں یہ علم جاننے والی ایک عورت ہے۔ کوئی اسے شی تارا کہتا ہے اور کوئی اسے پوجا کہتا ہے مگر وہ ہے کوئی پُراسرار عورت۔"

پارس بھی یہی سمجھ رہا تھا۔ اس کا خیال تھا جس طرح وہ فرضی موت کے پردے میں خود کو اس سے چھپا رہا تھا' اسی طرح وہ خود کو چھپا رہی ہے اور پرائزلر وغیرہ کے اندر رہ کر اس کی نگرانی کر رہی ہے۔

دوسری بار اس نے پھر پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا پھر شی تارا نے کہا "میں ہوں۔ سانس نہ روکنا۔ تمہیں ایک بڑے خطرے سے آگاہ کرنے آئی ہوں۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے جو تم نے سانس روکی تھی تو اس وقت میں نہیں ایک دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا آیا تھا۔ اس کا نام ڈی ہاروے ہے اور سپر ماسٹر نے اسے پرائزلر کی مدد کے لیے بھیجا ہے۔"

"تم پرائزلر کے اندر رہ کر یہ معلومات حاصل کر رہی ہو یا کسی فرضی ڈی ہاروے کی باتیں کہہ کر خود کو میری ہمدرد ثابت کر رہی ہو جبکہ تم کشمیر میں کبھی میری ہمدرد اور دوست نہیں رہیں۔ اس کے برعکس دشمن بن کر بھارتی فوجیوں کو میری تلاش میں دوڑاتی رہیں۔"

"پارس! میں بہت شرمندہ ہوں۔ تم میری وجہ سے پریشان ہوتے رہے مگر بھگوان جانتا ہے کہ میں محبت سے دشمنی کرتی رہی ہوں۔ میں نے تمام فوجیوں کو سختی سے تاکید کی تھی کہ تمہیں کوئی جان سے نہ مارے۔ صرف گرفتار کرے۔ میں اسی طرح تمہیں دوبارہ حاصل کر سکتی تھی۔ پلیز' میری محبت کو سمجھو۔"

"بہت اچھی طرح سمجھ رہا ہوں۔ مجھے ایسی محبت نہیں چاہیے جو دشمنی سے جاری رہے۔"

"تم دیکھ رہے ہو کہ پرائزلر کے شانے سے جو ہولسٹر لٹک رہا ہے' اس میں بھرا ہوا ریوالور ہے۔ میں اس کے دماغ پر قبضہ جما کر ابھی اس کے ذریعے تمہیں گولی مار کر زخمی کر سکتی ہوں اور تمہارے دماغ پر قبضہ جما سکتی ہوں۔ اگر ایسا نہ کر سکی تو ہمیشہ کے لیے تمہیں ختم کر سکتی ہوں لیکن اب میں وہ شی تارا نہیں رہی۔ تم مانو یا نہ مانو۔ ایک خطرے سے آگاہ کر رہی ہوں' وہ صبح سے پہلے آفرین کو یہاں سے کسی دوسری جگہ پہنچانے والے ہیں۔"

"وہ ایسا کیوں کریں گے جبکہ مجھ سے ایک بہت بڑا کام لے رہے ہیں۔ کیا وہ نہیں سوچیں گے کہ آفرین غائب ہوئی تو میں ان کا کام نہیں کروں گا۔"

"پرائزلر اور ڈی ہاروے کو پورا یقین ہے کہ تمہارے مدہوش ہونے کے بعد تم پر تنویمی عمل کیا جائے گا اور تمہیں تابع دار بنایا جائے گا۔ تمہاری یادداشت سے آفرین کی یادیں مٹادی جائیں گی۔ اس طرح تم ماضی کو بھول کر ان کے کام کرتے رہو گے۔"

"میں حیران ہوں کہ میں نے تم سے نفرت کر کے آفرین کو اپنے دل کی دھڑکنوں سے لگایا ہے اور تم اس سے کوئی دشمنی نہیں کر رہی ہو۔ اسے اغوا سے بچانے کے لیے مجھے پہلے ہی سے آگاہ کر رہی ہو۔"

"میں کہہ چکی ہوں پھر ایک بار قسم کھا کر کہتی ہوں کہ میں وہ پہلی والی شی تارا نہیں رہی۔ میں تمہاری خوشی کو اپنی خوشی سمجھتی ہوں۔ بے شک تم آفرین کے ساتھ تمام عمر گزارو۔ میں اپنے حصے کی محبت نباہتی رہوں گی اور ہمیشہ آڑے وقت کام آتی رہوں گی۔"

"میں یہ کبھی یقین نہیں کروں گا کہ کریلا میٹھا ہو سکتا ہے۔ تم نے ایک فرضی ڈی ہاروے اس لیے پیدا کیا ہے کہ آفرین کو تم اغوا کرو اور الزام سپر ماسٹر اور پرائزلر کے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے پر آئے۔ شی تارا! تم اور کسی حسینہ کو میرے پاس برداشت کرو' یہ ناممکن ہے۔ عورت اپنی ہتھیلی پر جلتے ہوئے انگارے برداشت کر لیتی ہے لیکن اپنے مرد کے ساتھ کسی دوسری عورت کو کبھی برداشت نہیں کر سکتی' اب جاؤ۔"

یہ کہہ کر اس نے سانس روکی۔ وہ وہاں سے نکل کر پرائزلر کے اندر آگئی۔ اس نے اب تک پارس کے ساتھ جو سلوک کیا تھا' اس کے نتیجے میں وہ ایسی ہی بے اعتبار ہوتی اور ہو رہی تھی جسے دل و جان سے چاہتی تھی اس کا اعتماد کھو چکی تھی۔

ویسے یہ سچ تھا کہ وہ ہتھیلی پر جلتا ہوا انگارہ برداشت کر سکتی تھی لیکن پارس کے ساتھ کسی حسینہ کو دیکھنا بھی گوارا نہ تھا۔ وہ چاہتی تھی کہ آفرین اس سے دور ہو جائے۔ یہ سچ بات اس نے پارس کا اعتماد حاصل کرنے کے لیے کہی تھی اور یہ سوچ لیا تھا کہ ڈی ہاروے کو اس کے اغوا کا موقع دے گی۔ اس طرح راستے کا کانٹا بھی صاف ہو گا اور پارس کو بھی ماننا پڑے گا کہ شی تارا نے ہونے والی اغوا کی واردات سے پہلے ہی آگاہ کر دیا تھا۔

لیکن اسی دوہری چال سے پہلے ہی پارس نے فیصلہ سنا دیا تھا کہ شی تارا پر وہ کبھی بھروسا نہیں کرے گا۔ اگر آفرین اغوا کی گئی تو اس میں شی تارا کا ہی ہاتھ ہو گا۔

اب وہ سوچ رہی تھی کہ جب بدنام ہی ہونا ہے تو پھر کیوں نہ خود ہی آفرین کو وہاں سے غائب کرادے اور اپنے بھارت دیس کے خلاف جو مائیکرو فلمیں پرائزلر کے پاس رکھی ہوئی ہیں' انہیں حاصل کر کے ضائع کر دے۔

اس کے پیار سے دھڑکتے ہوئے دل نے پوچھا "پارس کا کیا بنے گا؟ وہ لوگ اسے ضرور اپنا تابعدار بنائیں گے۔"

وہ پرائزلر کے دماغ میں بیٹھی سوچ رہی تھی۔ اسے ڈی ہاروے کی سوچ سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا "مسٹر پرائزلر! یہ مسٹر اَن نون کوئی بہت ہی پُراسرار شخص ہے یا پھر کوئی ایسا طریقہ استعمال کر رہا ہے کہ شراب اس کے لیے پانی بن جاتی ہے۔ یہ دوسری بوتل بھی آدھی پی چکا ہے۔ ابھی میں اس کے پاس گیا تھا لیکن اس نے سانس روک لی۔"

پرائزلر نے پوچھا "یہ کیسے ممکن ہے۔ یہ ڈیڑھ بوتل خالص شراب کو کیسے پانی بنا کر پی سکتا ہے اور اس حد تک ہوش میں رہ سکتا ہے کہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیتا ہے۔"

ڈی ہاروے نے کہا "دنیا میں بڑے بڑے چالباز ہیں' کیا آپ نہیں جانتے کہ تھوڑی سی کوکین ڈاڑھ کے نیچے دبالی جائے اور شراب کی بوتل پر بوتل پی لی جائے تو وہ کوکین شراب کو بے اثر کر دیتی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ مسٹر ان نون نے اپنے منہ میں کوکین چھپا رکھی ہے اور شراب کو پانی بنا کر پی رہا ہے۔"

"پھر تو یہ واقعی بے حد مکار ہے اور ہمارے کام کا آدمی ہے۔ اسے کسی بھی طرح اپنا معمول اور تابع دار بنانا ہو گا۔"

"اب تو ایک ہی طریقہ رہ گیا ہے کہ اسے کسی طرح زخمی کیا جائے پھر یہ سانس روکنے یعنی میرا راستہ روکنے کے قابل نہیں رہے گا۔"

یہ سنتے ہی شی تارا پارس کے پاس آئی۔ یہ بتانا چاہتی تھی کہ اسے کسی وقت بھی کسی طرح زخمی کیا جا سکتا ہے لیکن وہ اسے مخاطب نہ کر سکی۔ اس نے سانس روک لی تھی۔ اس نے چند سیکنڈ انتظار کیا۔ دوبارہ اس کے پاس گئی پھر ناکام ہو کر پرائزلر کے اندر آئی اور صحیح وقت پر آئی۔ وہ اپنے ہولسٹر سے ریوالور نکال رہا تھا۔ ڈی ہاروے کہہ رہا تھا "اس کے بازو کا نشانہ لو اور گولی مار کر زخمی کر دو۔"

اس نے ریوالور کا رخ پارس کی طرف کیا تو اس نے مسکرا کر سوچا "شی تارا! میں جانتا تھا' تم اپنی اصلیت دکھاؤ گی اور مسٹر پرائزلر کے ذریعے مجھے زخمی کر کے میرے دماغ پر قبضہ جماؤ گی۔"

اتنا سوچتے ہی اچانک ریوالور کا رخ پھر گیا۔ اس کی نال پارس کی طرف سے گھوم گئی۔ پرائزلر کے اپنے بازو کے نشانے پر آئی پھر ٹھائیں سے گولی چل گئی۔

پرائزلر کے حلق سے چیخ نکلی۔ ہاتھ سے ریوالور چھوٹ گیا پھر وہ کرسی سے الٹ کر فرش پر گر پڑا۔ ڈی ہاروے نے اس کے اندر کہا "یہ تم نے کیا حماقت کی۔ میں نے مسٹر ان نون کے بازو کو زخمی کرنے کے لیے کہا تھا۔ افسوس یہ بھول گیا تھا کہ تم پر نشہ حاوی ہو گیا ہے۔ تمہیں ایک اجنبی کے ساتھ بیٹھ کر اس قدر نہیں پینا چاہیے تھا۔"

اس بار وہ پرائزلر کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما کر بولا "ابھی کچھ نہیں بگڑا ہے۔ میں تمہیں سنبھال رہا ہوں۔ اپنا ریوالور اٹھاؤ اور اسے زخمی کرو۔"

پرائزلر زخمی ہونے کے باوجود ٹیلی پیتھی کی توانائی حاصل کر کے فرش پر پلٹ گیا۔ یعنی کروٹ بدل کر فرش پر پڑے ہوئے ریوالور کو اٹھانا چاہا۔ اس سے پہلے ہی پارس نے اسے اٹھا لیا۔

دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ فائرنگ کی آواز نے سب کو خطرے کا احساس دلایا تھا۔ کچھ لوگ دروازہ پیٹ رہے تھے۔ ایک امریکی ماتحت پوچھ رہا تھا "مسٹر پرائزلر! کیا تم خیریت سے ہو؟ گولی کس نے چلائی ہے؟"

پارس نے اونچی آواز میں کہا "دروازہ پیٹنا اور شور مچانا بند کرو۔ تمہارا لیڈر ابھی زخمی ہوا ہے۔ دوسرے کسی لمحے میں مر بھی سکتا ہے۔ کیا تم لوگ اس کی زندگی چاہتے ہو؟"

باہر سے کہا گیا "پہلے ہمیں مسٹر پرائزلر کی آواز سناؤ' ہم سے بات کراؤ۔"

پارس نے اس کا نشانہ لیتے ہوئے کہا "کم آن۔ اپنے ماتحتوں کی خواہش پوری کرو۔"

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا "میں زخمی ہوں مگر مسٹر اَن نون کے رحم و کرم پر ہوں۔ اس کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھاؤ ورنہ یہ مجھے مار ڈالے گا۔"

باہر سے ایک ماتحت نے کہا "مسٹر اَن نون بھول رہا ہے کہ اس کی وائف ہمارے رحم و کرم پر ہے۔"

پارس نے کہا "جب تک میری وائف کی سانس چلتی رہے گی۔ تمہارا لیڈر بھی سانس لیتا رہے گا۔ اس کی زندگی چاہتے ہو تو میری وائف کو باہر گاڑی میں بٹھاؤ۔ میں پرائزلر کو گن پوائنٹ پر باہر لاؤں گا اور اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔ کل صبح اسے واپس کر دوں گا۔"

اس وقت پرائزلر سوچ کے ذریعے ڈی ہاروے سے کہہ رہا تھا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"تماشا کیا دیکھ رہے ہو۔ میری جان بچاؤ' کیا تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے صرف دماغوں میں گھسنا جانتے ہو؟ کیا ایسے برے وقت میں کام نہیں آسکتے؟"

"مجھے الزام نہ دو۔ جتنی برداشت نہیں کرسکتے ہو' اس سے زیادہ پی لیتے ہو۔ میں نے اسے زخمی کرنے کو کہا' تم نے خود کی یہ حالت بنالی۔"

"ارے کتنی مرتبہ میری ایک غلطی کو دُہراؤ گے؟ مجھے بچانے کی کوئی تدبیر کرو۔"

"میں کوشش کرتا ہوں۔ فی الحال یہ جو کہہ رہا ہے' اس پر عمل کرو۔ یہ تمہیں یرغمال بنا کر کہیں لے جانا چاہتا ہے۔ تم اس کے ساتھ چلو' میں بازی پلٹنے کی کوشش کروں گا۔"

پرائزلر نے اونچی آواز میں کہا "میں تمہارا لیڈر حکم دے رہا ہوں۔ مسٹر اُن نون کے حکم کی تعمیل کرو اور اس کی وائف کو باہر کار میں لے جاکر بٹھاؤ۔"

پارس نے کہا "اور یہ بھی سن لو کہ سب لوگ ہم سے زیادہ سے زیادہ دور رہیں گے۔ کوئی قریب آنے کی حماقت کرے گا تو اپنے لیڈر کو زندہ نہیں پائے گا۔"

اس کمرے کے باہر ڈی ہاروے نے ایک امریکی ماتحت کے اندر آکر کہا "میں سپر ماسٹر کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا بول رہا ہوں۔ ابھی کمرے کے اندر تمہارے لیڈر کی حالت دیکھ کر آرہا ہوں۔"

ماتحت نے پوچھا "ہم کیسے یقین کریں کہ تم ہم سے تعلق رکھتے ہو؟"

"کوئی سوال نہ کرو۔ لیڈر کو بچانے کے لیے ذرا عقل سے کام لو۔ جس گاڑی میں ان نون کی وائف کو بٹھایا جائے گا' اس کے نیچے ڈیٹیکٹو آلہ لگادو۔ اس طرح معلوم ہوتا رہے گا کہ وہ ہمارے لیڈر کو یرغمال بنا کر کہاں لے جارہا ہے؟"

ماتحت فوراً ہی اس بہترین مشورے پر عمل کرنے باہر چلا گیا۔ پارس نے کہا تھا کہ جب اس کی وائف بخیریت کار میں بیٹھ جائے گی تو وہ ان کے لیڈر پرائزلر کو لے کر کمرے سے باہر آئے گا۔

کمرے کے بند دروازے کے قریب آفرین کی آواز سنائی دی "میرے محبوب! یہ لوگ مجھے باہر ایک کار میں لے جاکر بٹھانا چاہتے ہیں۔ تم کیا کہتے ہو؟"

وہ بولا "تم فوراً جاکر پچھلی سیٹ پر بیٹھ جاؤ۔ میں ان کے لیڈر کو چوہا بنا کر لا رہا ہوں۔ ہم ساتھ چلیں گے۔"

آفرین اس دروازے سے پلٹ کر باہر جانے لگی۔ کالی سنگم کی عمارت کے باہر وہی سفید کار کھڑی ہوئی تھی' جس کا ڈرائیور ایک سیاہ فام شخص تھا۔ اس نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ آفرین اندر آکر بیٹھ گئی۔

کمرے کے بند دروازے کے پاس کھڑا ہوا ایک ماتحت کنٹری کررہا تھا کہ اَن نون کی وائف باہر چلی گئی ہے اور اب کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی ہے۔ یہ کنٹری اس لیے تھی کہ پارس ان کے لیڈر کو بند کمرے سے باہر لائے اور اس سفید کار کی طرف لے جائے۔

پھر اچانک ہی کنٹری کرنے والے ماتحت نے بوکھلا کر کہا "ارے گاڑی روکو۔ ابھی نہ لے جاؤ۔ ابھی اَن نون اور مسٹر پرائزلر آنے والے ہیں۔"

مگر وہ کار اچانک ہی اسٹارٹ ہوکر تیز رفتاری سے دوڑ رہی تھی۔ پارس نے بند کمرے کے اندر سے چیخ کر پوچھا "یہ تم لوگ کس گاڑی کی بات کررہے ہو' میری وائف خیریت سے تو ہے؟"

وہ کار عمارت کے احاطے سے باہر نکل کر پوری تیز رفتاری سے جارہی تھی۔ ثی تارا اس سے پہلے بھی اسی سیاہ فام ڈرائیور کے دماغ میں رہ چکی تھی اس لیے بڑی کامیابی سے آفرین کو اغوا کرکے پارس سے بہت دور لے جارہی تھی۔

پھر وہ ذرا سی دیر کے لیے ڈرائیور کو چھوڑ کر پرائزلر کے دماغ میں آئی اور اس کی زبان سے بولی "تم مجھے دشمن سمجھ کر اپنے اندر نہیں آنے دے رہے ہو۔ ادھر آفرین بھی سانس روک لیتی ہے۔ پتا نہیں کار ڈرائیو کرنے والا کون شخص ہے۔ بہرحال میں کوشش کررہی ہوں کہ کسی کے ذریعے اس ڈرائیور تک پہنچ سکوں۔ میں تمہاری آفرین کو ضرور بچاؤں گی۔"

یہ کہتے ہی وہ پھر سیاہ فام ڈرائیور کے پاس جانے لگی۔ وہ بے چارہ کار روک کر سوچ رہا تھا کہ اسے کیا ہوگیا تھا؟ وہ زیادہ سوچ سمجھ نہ سکا۔ ڈیش بورڈ کے پاس رکھے ہوئے فون کا بزر سنائی دیا۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو' میں جگن ناتھ ڈرائیور بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے رابطہ ختم ہوگیا۔ ڈی ہاروے کالی سنگم کے ایک فون کے ذریعے اس کی آواز سنتے ہی دماغ میں پہنچ گیا۔ پھر سیاہ فام ڈرائیور کو کالی سنگم کی طرف لوٹنے پر مائل کیا۔ وہ گیئر بدل کر واپس جانا چاہتا تھا۔ اسی وقت ثی تارا پھر اس کے اندر پہنچ گئی۔ جب اس نے دیکھا کہ ڈرائیور کار کو ایک یوٹرن دے کر واپس جانا چاہتا ہے تو اس نے کار کو موڑنے نہیں دیا۔ اسے سیدھا تیز رفتاری سے چلنے پر مجبور کیا۔

ڈی ہاروے نے حیرانی سے پوچھا "میری خیال خوانی نے اثر کیوں نہیں کیا۔ یہ پھر اپنے ہی راستے پر ڈرائیو کررہا ہے؟"

آفرین اس سے پہلے بھی اعتراض کرتے ہوئے ڈرائیور سے کہہ چکی تھی کہ اس نے اس کے شوہر کا انتظار کیوں نہیں کیا۔ یہ گاڑی کہاں لے جارہا ہے؟

ثی تارا کی مرضی کے مطابق ڈرائیور نے کہا تھا "میں پارس صاحب کا خاص آدمی ہوں۔ ان کے والد نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجھ سے کہا ہے کہ تمہیں دشمنوں سے دور لے جاؤں۔"

آفرین نے کہا "میں پارس کے والد محترم سے بات کرنا چاہتی ہوں۔"

وہ بولا "وہ ابھی نہیں ہیں۔ پارس صاحب کی مدد کرنے کے لیے کالی سنگم گئے ہوئے ہیں۔ وہ باپ بیٹے آگے کسی جگہ ہمیں ملیں گے۔"

آفرین مطمئن ہوگئی تھی۔ اس نے یہ نہیں پوچھا کہ ڈرائیور نے کار کیوں روک دی تھی۔ پھر واپس موڑتے موڑتے ارادہ کیوں بدل گیا تھا۔ وہ پہاڑی راستے پر کیوں جارہا تھا۔ اس وقت آفرین نے یہی سوچا کہ ڈرائیور شاید راستہ بھول کر رک گیا تھا۔ اب پھر صحیح راستے پر چل رہا ہے۔

ادھر پارس' پرائزلر کی گردن ایک ہاتھ کے شکنجے میں لے کر اس کی کنپٹی سے ریوالور لگا کر چیلنج کررہا تھا کہ میری وائف نہ ملی تو تمہارا لیڈر بھی زندہ نہیں بچے گا۔ میری وائف سے کار فون کے ذریعے رابطہ کرو۔"

ایک امریکی ماتحت نے کہا "ہم نے ابھی رابطہ کیا تھا۔ ہمارا ٹیلی پیتھی جاننے والا ڈی ہاروے اس ڈرائیور کے دماغ میں پہنچ گیا ہے۔"

"تم لوگ جھوٹ بول رہے ہو۔ تمہارا ڈی ہاروے اسے اغوا کرکے لے جارہا ہے تاکہ میری وائف کو کہیں چھپا کر لیڈر کی زندگی کا سودا کرے۔"

ماتحت نے کار فون کا نمبر ڈائل کرتے ہوئے کہا "میں ابھی بات کراتا ہوں۔ تمہیں اطمینان ہوجائے گا۔"

رابطہ قائم ہوگیا۔ ڈیش بورڈ کے قریب رکھے ہوئے فون کے بزر نے ڈرائیور کو متوجہ کیا۔ اس کے اندر بیٹھے ہوئے ڈی ہاروے نے اس کا ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھایا لیکن وہاں ثی تارا بھی تھی۔ اس نے ڈرائیور کے ذریعے ریسیور کو زوردار جھٹکے سے کھینچا تو تار ٹوٹ گیا۔ اس نے ریسیور کو کھڑکی سے باہر پھینک دیا۔

ڈی ہاروے نے ڈرائیور کے اندر غصے سے کہا "گدھے کے بچے! یہ تُو نے کیا کیا؟ سچ بتا' کیا تو کسی کا معمول اور تابعدار ہے؟ کوئی تیرے اندر ہے؟"

ڈرائیور پریشان ہوکر سوچنے لگا "پتا نہیں' میرے اندر کون بول رہا ہے۔ بولنے والا خود گدھا ہوگا۔ پتا نہیں میں نے وہ ریسیور باہر کیوں پھینک دیا۔ میں تو یہ بھی نہیں جانتا کہ کہاں جارہا ہوں۔"

ڈی ہاروے نے اس کے ذریعے گاڑی روکنے کی کوششیں کیں۔ ثی تارا اس کی کوششوں کو ناکام بنانے لگی۔ اس کشمکش میں اسٹیرنگ بہکنے لگا۔ آفرین نے کہا "ہوش میں رہو۔ ایک طرف پہاڑی اور دوسری طرف گہری' ڈھلان ہے۔ گاڑی کو قابو میں رکھو۔"

وہاں دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے درمیان رسہ کشی جاری تھی۔ اسٹیرنگ بہک رہا تھا۔ گاڑی ڈگمگا رہی تھی۔ ان حالات میں وہی ہوا' جو ہونا چاہیے۔ گاڑی ایک سمت گھوم کر ڈھلان پر گئی۔ پھر کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے قابو میں نہ رہی۔ دائیں بائیں الٹی سیدھی لڑھکتی ہوئی گہری پستی میں گئی۔ پھر ایک چٹان سے ٹکرائی تو زبردست دھماکا ہوا۔ پیٹرول کی ٹنکی پھٹ گئی تھی' اس کے ساتھ ہی وہ آگ کے شعلوں میں گھر گئی تھی۔

ایسے وقت میں باہر والوں کو زندگی اور اندر والوں کو موت ملتی ہے۔

وہ دونوں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگئے تھے۔ پیار کے پھول نچھاور کرنے والی کشمیرن کے لیے حاضری کی کوئی جگہ نہیں رہی تھی۔ اس کی حاضری عدم کے کھاتے میں لکھ دی گئی تھی۔

الوداع کشمیر کی بیٹی! الوداع۔

تُو جاتے جاتے بھی کشمیریوں کی بقا کے لیے امریکی فوجیوں کو سیاچن میں کبھی فوجی اڈا بنانے نہیں دے گی۔

اب یہاں سے تیرا محبوب دشمن کے لہو سے دیوارِ چمن بناتا جائے گا۔

الوداع اے دخترِ کشمیر! الوداع ـــــ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

پرائزلر کشمیر میں قیام امن کے بہانے سیاچن میں امریکی فوجی اڈہ قائم کرنے آیا تھا۔ دفاعی نقطۂ نظر سے پاکستان کے لیے سیاچن گلیشئر کا علاقہ بہت اہم تھا اور مستقبل کے سپرپاور چین کو پسپا کرنے کے لیے امریکا کی نظروں میں بھی اس علاقے کی بہت اہمیت تھی۔ لہٰذا پرائزلر ابتدائی مرحلے میں وہاں کا جائزہ لینے اور جاسوسی کرنے کے لیے اپنی ایک ٹیم کے ساتھ کشمیر آیا تھا۔

اس کا خیال تھا کہ وہ لداخ میں بھارتی فوجیوں اور بلتستان میں پاکستانی فوجیوں کی کمزوریاں اور ان کے فوجی راز معلوم کرکے بڑی حکمتِ عملی سے دونوں کے درمیان کشیدگی ختم کرائے گا اور علاقے کی سلامتی کے نام پر اپنے فوجی کیمپ قائم کرے گا۔ یوں جنوبی ایشیا کی گردن کو اپنے شکنجے میں رکھے گا۔

اب اسی پرائزلر کی گردن پارس کے ایک بازو کے شکنجے میں تھی۔ اس نے وہ تینوں مائیکرو فلمیں اور پرائزلر کے منصوبوں کی اہم دستاویزات لے کر جیب میں ٹھونس لی تھیں پھر دروازے کو کھول کر کمرے سے باہر آگیا تھا۔

پرائزلر کی ٹیم کے افراد مسلح تھے لیکن گولیاں نہیں چلا سکتے تھے کیونکہ پارس کے ریوالور کی نال ان کے لیڈر کی کنپٹی سے لگی ہوئی تھی۔ اس نے حکم دیا "کسی کے پاس کوئی ہتھیار نہ رہے۔ اپنے تمام ہتھیار پھینک دو۔"

حکم کی تعمیل کی گئی۔ سب نے ہتھیار پھینک دیے پھر پارس نے پوچھا۔ "کار ٹیلی فون پر بات کیوں نہیں ہو رہی ہے اور تمہارا وہ ڈی ہاروے کیا چالاکیاں کرتا پھر رہا ہے۔"

پرائزلر کے ایک ماتحت نے کہا۔ "کار کے ٹیلی فون میں کوئی گڑبڑ ہوگئی ہے۔ تم اطمینان رکھو ہمارا ٹیلی پیتھی جاننے والا ڈی ہاروے تمہاری وائف کو واپس لے آئے گا۔"

ادھر ڈی ہاروے دماغی طور پر اپنی جگہ یعنی واشنگٹن کے آرمی ہیڈ کوارٹر والے بنگلے میں حاضر ہوگیا تھا اور سوچ رہا تھا کہ یہ تو بہت برا ہوا۔ اگر مسٹر ان نون (پارس) کو اپنی وائف کی موت کا پتا چلے گا تو وہ مسٹر پرائزلر کو گولی مار دے گا۔

دوسری طرف ثی تارا اپنی رہائش گاہ کے بیڈ روم میں حاضر ہو کر سوچ رہی تھی' جو ہوا وہ اچھا بھی ہوا اور برا بھی۔ وہ چاہتی تھی کہ آفرین ہمیشہ کے لیے پارس سے جدا ہو جائے لیکن وہ اس کی جان لینا نہیں چاہتی تھی۔ یہ اندیشہ تھا کہ کبھی بھید کھلے گا تو پارس اسے معاف نہیں کرے گا۔

اس نے سوچنے میں زیادہ وقت ضائع نہیں کیا۔ ایک اندیشہ یہ بھی تھا کہ وہ فوراً پارس کے پاس اپنی صفائی کے لیے نہیں پہنچے گی تو دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا پارس کو اس کے خلاف بھڑکائے گا۔

اب وہ پچھتا رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ آفرین کو پارس سے دور کرنے کے لیے اغوا نہ کرتی تو وہ یوں ماری نہ جاتی۔ بہرحال وہ خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی پرائزلر کے اندر آئی۔ کیونکہ پارس سانس روک کر اسے بھگا دیا کرتا تھا۔

اس وقت ڈی ہاروے' پرائزلر کے اندر سوچ کے ذریعے کہہ رہا تھا۔ "یہاں میرے علاوہ کوئی دوسری خیال خوانی کرنے والی ہستی بھی ہے۔ وہ سیاہ فام ڈرائیور کے اندر موجود تھی اور میری خیال خوانی کی صلاحیتوں سے جنگ کر رہی تھی۔ اس نے کار ٹیلی فون کو بھی ناکارہ بنا دیا تھا۔"

پرائزلر نے ناگواری سے کہا۔ "اتنی لمبی تمہید کیوں باندھ رہے ہو۔ صرف اتنا بتاؤ ان نون کی وائف کو یہاں واپس لا رہے ہو یا نہیں۔"

"اب وہ کبھی واپس نہیں آسکے گی۔ اس کی کار گہری اور طویل ڈھلان میں جاکر آگ کی لپیٹ میں آگئی تھی۔ ہمارے اس دشمن کی وائف زندہ نہیں ہے۔"

وہ پریشان ہو کر بولا۔ "کیا بک رہے ہو؟ ان نون کو معلوم ہوگا تو یہ مجھے بھی مار ڈالے گا۔"

"اس کی موت کے ذمے دار ہم نہیں ہیں۔ خیال خوانی کرنے والی کسی دشمن ہستی نے اسے اغوا کیا تھا۔ وہی اس کی موت کی ذمے دار ہے۔"

ثی تارا خاموشی سے دونوں کی باتیں سن رہی تھی۔ پارس پرائزلر کی گردن دبوچ کر پوچھ رہا تھا۔ "تمہارا ڈی ہاروے کہاں مر گیا ہے۔ مجھے کب تک اپنی وائف کا انتظار کرنا پڑے گا؟"

ثی تارا پرائزلر کے دماغ سے نکل کر اس کے ماتحت کے دماغ میں آئی۔ پھر اس کی زبان سے پارس کو مخاطب کرتے ہوئے بولی "ان نون! تم سے ایک افسوسناک بات چھپائی جارہی ہے۔ ڈی ہاروے اس وقت پرائزلر کے اندر چھپا ہوا ہے۔ یہ تم سے سودے بازی کے لیے تمہاری وائف کو اغوا کرکے لے جارہا تھا۔ میں نے اسے روکنا چاہا تو اس نے وہ کار گہری کھائی میں گرادی۔ تم جس کا انتظار کر رہے ہو' اب وہ اس دنیا میں نہیں ہے۔"

پارس پر جیسے سکتہ سا طاری ہوگیا۔ اسے کانوں سے سن کر بھی یقین نہیں آرہا تھا کہ اس کے دل کی دھڑکنوں سے لگ کر جینے والی یوں اچانک ماری گئی ہے۔ محبت کرنے والے یہ ماننے کو تیار نہیں ہوتے کہ محبت فنا ہوسکتی ہے۔

پرائزلر نے گھبرا کر اپنے ماتحت سے پوچھا۔ "اے' تم کسی عورت کی آواز میں کیا بکواس کر رہے ہو۔ یہ نہیں سوچتے کہ اس کی بیوی کو کچھ ہوگا تو یہ مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

ماتحت نے کہا۔ "سر! میں عورت کی آواز میں نہیں بول رہا ہوں۔ میرے اندر کوئی خیال خوانی کرنے والی ہے۔ وہی میری زبان سے بول رہی ہے۔"

پارس نے اس کی گردن پر اپنی گرفت سخت کرتے ہوئے سوال کیا۔ "میں پوچھتا ہوں' ابھی تمہارے اندر وہ بدمعاش ڈی ہاروے موجود ہے یا نہیں؟"

گردن پھنسی ہوئی تھی۔ وہ پھنسی ہوئی آواز میں بولا "پلیز' ذرا گرفت ڈھیلی کرو مجھے بولنے دو۔ میں بڑی سے بڑی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ڈی ہاروے نے اسے اغوا نہیں کیا تھا۔ یہ عورت جو ابھی الزام دے رہی تھی۔ اسی نے اغوا کیا تھا۔ ڈی ہاروے اسے بچانا چاہتا تھا لیکن اس عورت نے گاڑی کو کھائی میں گرادیا۔"

ثی تارا نے ماتحت کی زبان سے کہا۔ "تم میری سچائی کو الٹ کر بول رہے ہو۔ اگر تم سچے ہو تو جواب دو' کیا تم ڈی ہاروے کے ذریعے ان نون پر تنویمی عمل کرکے اسے اپنا تابعدار بنانا نہیں چاہتے تھے۔"

"بالکل نہیں' تم جھوٹ بول رہی ہو۔"

"چلو میں جھوٹی ہوں۔ یہ بتاؤ کیا ڈی ہاروے نے تمہیں یہ نہیں بتایا تھا کہ ان نون ڈیڑھ بوتل شراب پینے کے بعد بھی نشے میں نہیں ہے اور پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرلیتا ہے؟ لہٰذا اسے زخمی کرکے اس کے اندر پہنچنا ہوگا۔"

"تم پھر جھوٹ بول رہی ہو۔ میں مسٹر ان نون سے ایک اہم خفیہ کام لینے والا تھا۔ پھر بھلا اسے زخمی کیوں کرتا؟"

"تو پھر تم نے ہولسٹر سے ریوالور نکال کر ان نون کا نشانہ کیوں لیا تھا ایسے وقت میں نے ریوالور کی نال کو تمہاری طرف گھما دیا تھا اسی وجہ سے تم زخمی ہو۔"

پارس کو یہ سب یاد تھا۔ جب پرائزلر نے ریوالور سے اس کا نشانہ لیا تو اس نے سمجھا کہ ثی تارا زخمی کرکے اس کے دماغ پر قبضہ جمانا چاہتی ہے۔ وہ ریوالور کی گولی سے بچنے کے لئے تیار تھا۔ ایسے ہی وقت پرائزلر نے ریوالور کا رخ بدل کر خود کو زخمی کرلیا۔

وہ اتنا نشے میں بھی نہیں تھا کہ خود کو زخمی کرتا یا اس کے اندر رہنے والا ڈی ہاروے اپنے ہی لیڈر کی طرف ریوالور کا رخ پھیر دیتا۔ یقیناً ایسے وقت ثی تارا نے ہی یہ کمال دکھایا تھا۔

وہ پھر گردن دبوچ کر بولا۔ "تمہارا ریوالور میرے ہاتھ نہ لگتا تو ابھی میری گردن تمہارے شکنجے میں ہوتی۔ یہ تو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ تم مجھ پر گولی چلانے والے تھے۔"

"م۔۔۔ مجھے معاف کردو۔ وہ۔۔۔ وہ میں اس وقت نشے میں تھا۔"

"نشہ تو اب سر چڑھ کر بولے گا۔ باہر ایک گاڑی منگواؤ۔ اس گاڑی میں ہم دونوں کے علاوہ صرف ایک ڈرائیور ہوگا۔ تمہاری ٹیم کے یہ سورما لوگ ہمارے پیچھے آسکتے ہیں لیکن آنے کے قابل نہیں رہیں گے۔"

ثی تارا نے ماتحت کے ذریعے کہا "تم اسے کہیں بھی لے جاؤ۔ میں کسی کو تمہارے پیچھے نہیں آنے دوں گی۔"

بلرام نے اس بڑے ہال میں آکر کہا۔ "مسٹر ان نون! باہر تمہارے لیے گاڑی آچکی ہے۔"

پارس دشمن کی گردن دبوچے اسے نشانے پر رکھ کر وہاں سے جانے لگا۔ جب وہ دروازے پر پہنچا تو ثی تارا بولی۔ "ذرا ٹھہرو۔ ابھی میں نے بلرام کے خیالات پڑھے ہیں۔ اس نے گاڑی کے نیچے ڈیٹیکٹیو انڈی کیٹر لگایا ہے۔ تم اپنے شکار کو جہاں لے جاؤ گے' انہیں معلوم ہوتا رہے گا۔ میں ابھی وہ انڈی کیٹر الگ کرکے پھنکواتی ہوں۔"

پارس دروازے پر رک گیا تھا۔ بلرام بے اختیار باہر گاڑی کے پاس دوڑتا ہوا آیا پھر زمین پر لیٹ کر گاڑی کے نیچے لگائے ہوئے ڈیٹیکٹو انڈی کیٹر کو نکال کر نیچے سے نکلا اور اسے دور پھینک دیا۔

پارس دروازے پر سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا پھر وہ پرائزلر کو لے کر گاڑی کی اگلی سیٹ پر آیا۔ اس کے پیچھے کوئی نہ آسکا۔ ثی تارا نے ماتحت کے ذریعے فرش پر پڑے ہوئے ایک ہتھیار کو اٹھالیا تھا اور کہہ رہی تھی "کوئی بھی باہر جانا چاہے گا تو میں اسے گولی مار دوں گی۔"

ڈی ہاروے نے دوسرے ماتحت کے ذریعے کہا۔ "میں یہاں کے فوجی افسران کے دماغوں میں کئی بار جاچکا ہوں۔ ان کے خیالات نے بتایا ہے کہ پوجا نامی ایک خیال خوانی کرنے والی سے وہ پریشان ہیں۔ کیونکہ وہ فرہاد کے بیٹے پارس کو صرف گرفتار کرانا چاہتی ہے لیکن کسی کو اجازت نہیں دیتی کہ اسے ہلاک کیا جائے۔ تم وہی پوجا ہو؟"

"ہاں میں وہی پوجا ہوں۔"

"تو پھر غلط نام بتا رہی ہو۔ بھارت میں خیال خوانی کرنے والی صرف ایک ثی تارا ہے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فہرست میں کسی پوجا کا نام نہیں ہے۔ پھر یہ کہ ثی تارا پارس کی دیوانی ہے' یہ سب جانتے ہیں۔"

"نام سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ چلو میں ثی تارا ہوں پھر؟"

"پھر یہ کہ سمجھوتے کی کوئی راہ نکال لو۔ ہم دونوں کی ضد سے وہ عورت ماری گئی۔ پھر یہ کہ جیسے بھی ماری گئی' اس کا فائدہ تمہیں پہنچ رہا ہے۔ ایک سوکن کا کانٹا پاؤں سے نکل گیا۔"

"بے شک وہ میرے محبوب کو چھین رہی تھی لیکن میں اسے ہلاک نہیں کرنا چاہتی تھی۔"

"اسے تسلیم کرو کہ وہ ہم دونوں کی غلطیوں سے ہلاک ہوئی ہے۔ ہماری غلطی سے مسٹر پرائزلر کو ہلاک نہیں ہونا چاہیے۔ تم چاہو تو پارس کو اس کے قتل سے باز رکھ سکتی ہو۔ ہم تمہاری بڑی سے بڑی شرط قبول کرکے اپنے لیڈر کی زندگی چاہتے ہیں۔"

"میں کوئی شرط پیش نہیں کرنا چاہتی۔ اب وہی کرتی رہوں گی'

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

جو پارس چاہے گا۔"

"تو پھر ہمارے یہ تمام آدمی اپنے لیڈر کو بچانے جائیں گے۔ تم تنہا کتنے لوگوں کو روکو گی۔"

ڈی ہاروے نے یہ کہتے ہی اپنے آلۂ کار کے ذریعے اس ماتحت پر گولی چلا دی جس کے اندر وہ موجود تھی۔ اس کے مرتے ہی تمام ماتحت فرش پر سے ہتھیار اٹھا اٹھا کر باہر کی طرف دوڑنے لگے تاکہ دوسری گاڑیوں میں پارس کا تعاقب کر سکیں۔ ڈی ہاروے پرائزلر کے دماغ میں آتے جاتے ہوئے اپنے آدمیوں کو بتا سکتا تھا کہ پارس اسے کس راستے سے کہاں لے جا رہا ہے۔

لیکن باہر پہنچتے ہی ان سب پر گولیاں برسنے لگیں۔ شی تارا باہر کھڑے ہوئے بلرام کے اندر پہنچ گئی تھی اور اس کے ذریعے سب مشین گن سے گولیاں برسا رہی تھی۔ دو چار نیچے گرے۔ باقی نے اِدھر اُدھر چھلانگیں لگا کر چھپنے کی جگہ بناتے ہوئے بلرام پر گولیاں چلائیں۔ اس کے ہاتھوں سے سب مشین گن چھوٹ گئی۔ اس کے مرتے ہی وہ سب دوڑتے ہوئے گاڑیوں کی طرف گئے اور ان میں بیٹھنے لگے۔ ایسے وقت شی تارا نے پھر ایک شخص کے دماغ پر قبضہ جما کر گولیاں چلائیں۔ دو ماتحت نیچے گرے۔ تیسرے نے شی تارا کے آلۂ کار کو شوٹ کر دیا۔

ڈی ہاروے تمام ماتحتوں کے اندر باری باری جا کر سمجھا رہا تھا کہ کوئی منہ سے آواز نہ نکالے ورنہ وہ ان کے اندر آ کر انہیں اپنا آلۂ کار بنائے گی۔

سب اس کی ہدایت پر عمل کر رہے تھے۔ شی تارا نے تین ماتحتوں کی آوازیں سنی تھیں' وہ تینوں مقابلے میں ہلاک ہو گئے تھے۔ کوئی اور اس کے قابو میں نہ آیا۔ کیونکہ سب گونگے بن کر تین گاڑیوں میں جا رہے تھے اور اب وہ انہیں روک نہیں سکتی تھی۔

اس نے پارس کے پاس آ کر کہا۔ "میں نے انہیں روکنے کی بہت کوشش کی تھی۔ خیال خوانی کے ذریعے انہیں ایک دوسرے پر گولیاں چلانے پر مجبور کرتی رہی مگر ڈی ہاروے کئی ماتحتوں کو گونگا بنا کر تین گاڑیوں میں لے گیا ہے۔ اب وہ پرائزلر کے اندر آ کر معلوم کرتا رہے گا کہ تم اسے کہاں لے جا رہے ہو۔"

پارس نے گاڑی کو دائیں طرف ذرا سا گھما کر روک دیا۔ وہ گاڑی ایک گہری پستی کی سمت جانے والی ڈھلان کے بالکل قریب رک گئی۔ وہ بولا۔ "ڈی ہاروے دیکھ رہا ہوگا کہ اس کا لیڈر اپنی قبر کے بالکل کنارے آ کر رک گیا ہے۔ اب وہ لیڈر کو بچانے کی تدبیر کرے گا یا اپنے آدمیوں کو ادھر کا راستہ بتانے جائے گا۔ اس کے پاس اتنی عقل تو ہوگی کہ وہ ادھر بتانے جائے گا تو ادھر یہ لیڈر گاڑی سمیت نیچے چلا جائے گا۔"

ڈی ہاروے نے پرائزلر کے ذریعے عاجزی سے کہا۔ "پلیز آپ ایسا نہ کریں۔ ہمیں معلوم ہو گیا ہے کہ آپ فرہاد صاحب کے بیٹے پارس ہیں۔ پہلے سے معلوم ہوتا تو آپ سے مسٹر ان فون سمجھ کر نہ ٹکراتے۔ آپ سے کترا کر اپنا کام کرتے۔ اب ہم اپنے کسی منصوبے پر عمل نہیں کریں گے۔ کشمیر اور سیاچن کا ذکر بھی زبان پر نہیں لائیں گے۔ مسٹر پرائزلر اپنی پوری ٹیم کے ساتھ واپس چلے جائیں گے۔"

پارس نے کار سے اتر کر کہا۔ "ایک شیطان جائے گا تو دوسرا شیطان دوسرے حواریوں کے ساتھ چلا آئے گا۔ قیامت تک شیطانی سلسلہ بند نہیں ہوگا۔ اسے مرنے دو۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ میری آفرین کی کار کو کس طرح گہری کھائی میں گرایا تھا اور کس طرح وہ بے گناہ محبت کرنے والی' شعلوں میں لپٹ کر اللہ کو پیاری ہو گئی تھی۔ اب اسے شیطان کو پیارا ہو جانے دو۔"

وہ کار کے پیچھے آ کر اسے دھکا دے کر گرانے کے لیے کھڑا ہو گیا۔ پرائزلر خوف سے چیختے ہوئے کار سے نکلنا چاہتا تھا۔ پھر رک گیا۔ اسی طرح سیٹ پر بیٹھ گیا۔ شی تارا نے اس کی زبان سے کہا۔ "ڈی ہاروے اسے بچانا چاہتا ہے۔ میں اسے سیٹ پر بٹھائے رکھوں گی۔ تم اپنا کام کرو پارس!"

پارس نے کہا۔ "ہاں ویسا ہی منظر ہونا چاہیے۔ تم آفرین کو بچانا چاہتی تھیں اور یہ کار سمیت اسے گرانا چاہتا تھا۔ تم دونوں کے درمیان جدوجہد ہوتی رہی اور وہ بیچاری جان سے گئی۔ چلو تم دونوں پھر ویسی ہی جدوجہد کرو۔"

یہ کہہ کر اس نے گاڑی کے پچھلے حصے پر ایک پیر رکھ کر پوری قوت سے دھکا دیا۔ وہ بالکل کنارے پر تھی۔ دھکا لگتے ہی آگے بڑھ کر ڈھلان کی طرف جھکی۔ ڈی ہاروے نے پرائزلر کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جمانے کی کوشش کی تاکہ شی تارا اسے نہ روک سکے اور وہ گاڑی سے باہر چھلانگ لگا دے لیکن دونوں کے درمیان وہی جنگ جاری رہی' جو آفرین کی کار کے ڈرائیور کے دماغ میں رہی تھی۔

گاڑی تیزی سے ڈھلان کی طرف جاتے ہی الٹ گئی۔ اسی طرح الٹ پلٹ کر لڑھکتی ہوئی بڑے بڑے پتھروں سے ٹکراتی ہوئی گہری پستی کی طرف جانے لگی۔ پھر ایک زبردست دھماکا ہوا اور گاڑی شعلوں میں گھر گئی۔

پارس نے گہری سنجیدگی اور صدمے سے دیکھا' اسے ان شعلوں میں اپنی آفرین نظر آ رہی تھی۔

ڈی ہاروے دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ اس نے موبائل فون اٹھا کر سپر ماسٹر سے رابطہ کیا پھر کہا۔ "پرائزلر از نو مور۔ وہ اپنی غلطی سے مارا گیا ہے۔"

پچھلے سپر ماسٹر رچ گارڈ نے سونیا ثانی کی دھمکی کے مطابق استعفیٰ دے دیا تھا اس کی جگہ دوسرا آیا تھا۔ اس نے حیرانی سے کہا۔ "پرائزلر بہت زبردست پلان میکر تھا۔ تم بھی اس کے ساتھ تھے۔ جان پر کھیل جانے والوں کی ایک ٹیم بھی تھی۔ پھر یہ کیسے ہو گیا؟"

"صرف ایک غلطی سے۔ اور وہ یہ کہ اس نے دشمن کو پہچاننے میں دھوکا کھایا۔ اسے زخمی کیے بغیر میں اس کے دماغ میں نہیں جا سکتا تھا لیکن وہ بہت مکار تھا۔ ابھی آخری وقت میں معلوم ہوا کہ وہ فرہاد کا بیٹا پارس ہے۔"

"او گاڈ! کیا تمہیں اور پرائزلر کو معلوم نہیں تھا کہ پارس ان دنوں کشمیر میں ہے؟"

"معلوم تھا اور یہ شبہ بھی تھا کہ شاید وہ بھارتی فوجی افسر کیدار شرما کے بھیس میں مارا گیا ہے۔ پچھلے سپر ماسٹر نے تاکید کی تھی کہ اس کی موت کی تصدیق کروں اور جب تک تصدیق نہ ہو' تب تک اجنبی دوستوں اور دشمنوں سے محتاط رہا جائے۔"

"اتنی تاکید کے باوجود تم لوگ محتاط نہ رہ سکے؟"

"ہم نے کوتاہی نہیں کی۔ اس کے دماغ میں گھسنے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن پرائزلر اسے زخمی کرنے کے بجائے خود اپنے ہاتھ سے زخمی ہو گیا۔ بعد میں بھید کھلا کہ شی تارا ایسا کر رہی ہے اور وہ ان نون پارس ہے۔"

"تمام خیال خوانی کرنے والوں کو میرے پاس بلاؤ اور خود بھی آؤ۔"

اس نے فون بند کر کے ڈی کرین' ڈی مورا اور داؤد منڈولا (جان ولسن) کو خیال خوانی کے ذریعے مخاطب کر کے انہیں سپر ماسٹر کے پاس آنے کے لیے کہا پھر خود اس کے پاس پہنچ گیا۔

وہ خیال خوانی کرنے والے تھری ڈی فوجی ہیڈ کوارٹر میں رہتے تھے۔ پندرہ منٹ میں سپر ماسٹر کے پاس پہنچ گئے۔ داؤد منڈولا خیال خوانی کے ذریعے ایک سپاہی کے دماغ میں آ گیا۔ ان سب کو پرائزلر کی ناکامی اور موت کے بارے میں بتایا گیا پھر سپر ماسٹر نے کہا۔ "سنٹرل اور جنوبی ایشیا پر مسلّط رہنے کے لیے کشمیر اور سیاچن ہمارے لیے بہت ضروری ہے۔ مستقبل کے سپر پاور بننے والے چین کو صفر پاور بنانے کے لیے ان علاقوں پر ہمارا تسلط لازمی ہے۔ ایک پرائزلر کے مرنے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ ایک ناکامی سے تجربات حاصل کر کے آئندہ کامیابی حاصل کی جا سکتی ہے۔"

ڈی ہاروے نے کہا۔ "ایک اور بڑا نقصان ہوا ہے۔ پرائزلر جتنے منصوبے اور نقشے بنا کر لے گیا تھا وہ سب پارس اس سے چھین کر لے گیا ہے۔ اب یہ ثبوت بابا صاحب کے ادارے میں رہے گا کہ ہم امریکی ان علاقوں میں کیا کرنا چاہتے ہیں۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "ہاں' یہ ہمارے حق میں اچھا نہیں ہوا۔ تاہم سیاسی بساط پر ہم اپنی پالیسیاں تبدیل کریں گے۔ جب تک ہمیں کامیابی نہیں ہوگی۔ کسی نہ کسی بہانے کشمیری عوام پر ہونے والے مظالم کو جاری رہنے دیں گے تاکہ کشمیری یہ تسلیم کر لیں کہ انہیں بھارتی مظالم سے امریکا ہی نجات دلا سکتا ہے۔ پھر ہم اسی شرط پر انہیں نجات دلائیں گے کہ وہ ہمارے زیرِ اثر رہیں۔ پاکستان اور بھارت سے صرف حسبِ ضرورت تعلق رکھیں۔ امریکا کی فوج انہیں بیرونی حملوں سے محفوظ رکھے گی۔"

داؤد منڈولا نے کہا۔ "آپ کا پرائزلر ایسے ہی منصوبوں کے ساتھ گیا تھا۔ آئندہ بھی جتنے پرائزلر جیسے باصلاحیت لوگ جائیں گے' وہ ناکام ہوتے رہیں گے۔"

"یہ تم کس بنیاد پر کہہ رہے ہو؟"

"اس بنیاد پر کہ ہم راستے کے کانٹے ہٹائے بغیر چلتے ہیں اور اپنے پاؤں لہولہان کرتے ہیں۔ جب تک وہاں پارس ہے آپ بلی کے گلے میں گھنٹی باندھنے کے منصوبے ہی بناتے رہیں گے' حاصل کچھ نہیں ہوگا۔"

"درست کہتے ہو۔ ہم پہلے پارس کو وہاں سے ہٹانے کی کوششیں کریں گے۔ ہو سکتا ہے' ہم اس علاقے سے تو کیا اس دنیا سے بھی پارس کو نکال دیں۔ آخر وہ بھی انسان ہے اور کسی دن مرنے کے لیے ہی پیدا ہوا ہے۔"

"تو پھر پہلی کوشش پارس سے نمٹنے کی ہوگی۔ اس کے بعد ہم کشمیر اور سیاچن کے مسئلے کو حل کریں گے۔"

سپر ماسٹر نے داؤد منڈولا سے کہا۔ "مسٹر جان ولسن! تم اس مہم کے لیے موزوں ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ تم پارس کی شہ رگ تک پہنچنے کے لیے کوئی ایسی پلاننگ ـــــ"

وہ بات کاٹ کر بولا۔ "میں نے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرتے ہی پہلی اور آخری پلاننگ یہ کی تھی کہ فرہاد اور اس کی فیملی کے کسی ممبر سے براہِ راست نہیں ٹکراؤں گا۔ اسی لیے اسلام آباد میں فرہاد کے پورے خاندان کی موجودگی کا علم ہوتے ہی میں وہاں سے چلا آیا ہوں۔"

"یہ تم بزدلی کی باتیں کر رہے ہو۔"

"مجھے بزدل کہلانا منظور ہے مگر دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی طرح حرام موت مرنا منظور نہیں ہے۔"

"مسٹر جان ولسن! کیا ہمارے حکام نے تمہیں ٹیلی پیتھی کا علم دے کر غلطی کی ہے؟"

"آج میں تم لوگوں کو یہ بری خبر سناتا ہوں کہ میں جان ولسن نہیں ہوں۔"

سب نے چونک کر اس سپاہی کو دیکھا' جس کی زبان سے وہ بول رہا تھا۔ پھر سپر ماسٹر نے پوچھا۔ "تم کون ہو؟"

"شاید تم لوگوں کو یقین نہیں آئے گا' میں داؤد منڈولا ہوں۔"

"کیوں فضول باتیں کرتے ہو۔ داؤد منڈولا کو گولی مار کر گہرے سمندر میں پھینک دیا گیا تھا۔"

"ایسا کیوں کیا گیا تھا؟ اس کا جرم کیا تھا؟ کیا صرف اس لیے کہ وہ یہودی تھا؟"

"بے شک۔ ہم یہودیوں کو اپنے سر پر بٹھاتے ہیں لیکن اہم

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

معاملات میں ان پر بھروسا نہیں کرتے ہیں۔"

"یہ بات یہودی اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ اس لیے ہم بھی تم پر بھروسا نہیں کرتے ہیں۔ صرف مسلمان قوم ایسی ہے کہ امریکا سے دھوکا بھی کھاتی ہے اور اس پر بھروسا بھی کرتی ہے۔

"مسٹر جان ولسن! کیا تم نے یہودی مذہب اختیار کر لیا ہے؟"

"کچھ ایسی ہی بات ہے۔ قصہ یہ ہے کہ داؤد منڈولا جیسا مکینک ہی ٹرانسفارمر مشین کو درست کر سکتا تھا لیکن تمہارے حکام اور فوجی اس یہودی کو نہ مشین کا نقشہ دکھانا چاہتے تھے نہ مشین تک پہنچنے دیتے تھے۔ پھر ایک طویل عرصے کے بعد مجبور ہو کر منڈولا سے ہی مشین کو درست کرانا پڑا۔ مگر تم لوگوں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ مشین صحیح طور سے کام کرنے لگے گی تو منڈولا کو گولی مار دی جائے گی۔ منڈولا پیدائشی یہودی تھا۔ اپنے باپ پر بھروسا نہیں کرتا تھا۔ پھر تم عیسائیوں پر کیسے کرتا؟ ان دنوں تمہارے پاس ایک ہی ٹیلی پیتھی جاننے والا وکی سول تھا۔ مشین کے درست ہونے کے بعد وکی سول کی ٹیلی پیتھی منڈولا کے دماغ میں منتقل کی گئی اور وکی سول کے دماغ سے ٹیلی پیتھی مٹا دی گئی۔ کیونکہ وہ ناکارہ تھا۔

"منڈولا کے بعد جان ولسن بڑا مکینک تسلیم کیا جاتا تھا۔ تم لوگوں نے منڈولا کے دماغ سے جان ولسن کے اندر ٹیلی پیتھی منتقل کی۔ ایسے ہی وقت منڈولا نے تم سب کو دھوکا دیا۔ مشین میں چپکے سے ایسی تبدیلی کی، جس کے نتیجے میں جان ولسن کے دماغ پر یہودی مذہب نقش ہو گیا۔ منڈولا کی شخصیت اس پر مسلط ہو گئی اور اس میں یہ مکاری آگئی کہ وہ بظاہر جان ولسن ہی رہے گا لیکن اندر سے کٹر یہودی داؤد منڈولا بن کر رہا کرے گا۔ یوں سمجھ لو کہ اس مشین سے گزرنے کے بعد اصل جان ولسن ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا اور جان ولسن کے روپ میں داؤد منڈولا پیدا ہو گیا۔ یہاں کے چند فوجی افسران نے منڈولا کو ایک بحری جہاز میں لے جا کر اسے گولی مار کر گہرے سمندر میں پھینک دیا۔ وہ مر گیا۔ سمندری مچھلیاں اس کا گوشت کھا گئی ہوں گی لیکن وہ یہودی اپنی موت سے پہلے میرے اندر پیدا ہو چکا تھا اور میری زندگی کی آخری سانس تک وہ میرے وجود کے حوالے سے زندہ رہے گا۔"

سپر ماسٹر اور تھری ڈی بڑی حیرانی اور بے یقینی سے اس سپاہی کو دیکھ رہے تھے، جس کی زبان سے بیک وقت جان ولسن اور داؤد منڈولا بول رہا تھا۔

ڈی ہاروے نے کہا۔ "مسٹر جان ولسن! تمہاری یہ باتیں قصہ کہانی لگ رہی ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ یہودی بڑے مکار ہوتے ہیں۔ منڈولا ایسی ہیرا پھیری کر سکتا تھا پھر بھی ہمیں یقین نہیں آرہا ہے۔"

"کیا یقین کرنے کے لیے میرا باغیانہ انداز کافی نہیں ہے۔ جان ولسن زندہ ہوتا تو وہ یہودیوں کی حمایت میں کبھی نہ بولتا۔ وہ بیچارہ ولسن تو زندہ رہ کر بھی مر چکا ہے اور داؤد منڈولا مر کر بھی زندہ ہے اور زندہ رہے گا۔

"ہاں، میرے پاس جان ولسن کا صرف چہرہ رہ گیا ہے۔ اسے میں نے پلاسٹک سرجری کے ذریعے تبدیل کر دیا۔ میں ایک طویل عرصے سے دیکھ رہا ہوں کہ آج تک ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے جتنے بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا ہوئے، ان میں سے اسی فیصد فرہاد یا اس کے کسی فیملی ممبر کے ہاتھوں مارے گئے یا ان کے زیرِ اثر رہنے لگے۔ میں ایسی نادانی نہیں کروں گا، جس کے نتیجے میں فرہاد، اس کے دونوں بیٹوں یا سونیا ثانی کو کبھی میرا سراغ ملے۔ میں براہِ راست کبھی ان کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھاؤں گا۔ وہ مشرق میں ہوں گے تو میں مغرب کی سمت چلا جاؤں گا۔ تم لوگوں کو بھی نہیں معلوم ہو گا کہ میں کہاں ہوں اور کیا کرتا پھر رہا ہوں اور میں کشمیر صرف اس لیے نہیں جاؤں گا کہ وہاں پارس ہے۔"

سپر ماسٹر نے پوچھا۔ "یعنی مختصر الفاظ میں یہ کہنا چاہتے ہو کہ یہودی الپا اور ٹیری آدم کی طرح تم نے بھی ہمارا ساتھ چھوڑ دیا ہے؟"

"ایسی بات بھی نہیں ہے۔ ہم یہودی اور عیسائی ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔ ہم جب تک ایک دوسرے کے کام آتے رہیں گے تب تک اسلامی ممالک ہمارے دباؤ میں رہیں گے۔ یہ تمام اسلامی ممالک کو معلوم ہو چکا ہے کہ دنیا کے نقشے میں ایک چیونٹی کا سائز رکھنے والے اسرائیل کے پاس دو سو ایٹم بم ہیں اور یہ امریکا کی مہربانی اور تعاون سے ہے۔ لہٰذا میں بھی تم لوگوں سے تعاون کروں گا۔"

"جب تم پارس کے مقابلے پر ہی نہیں رہو گے تو تعاون کیا کرو گے۔"

"ابھی نہیں بتاؤں گا کہ کیا کرنے والا ہوں مگر جو کچھ بھی کروں گا، اس سے کشمیر میں امریکا کے مقاصد پورے ہوتے رہیں گے۔ یہ مسلمان اسرائیل سے نفرت کرتے ہیں اور امریکا کے زیرِ اثر رہتے ہیں۔ کشمیر کے مسلمان بھی ایسے ہی ہیں۔ اس لیے ہم یہودی، امریکا کے کاندھے پر بندوق رکھ کر چلاتے رہیں گے۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "تم کشمیر اور سیاچن کے معاملے میں پارس سے دور بھی رہنا چاہتے ہو اور ہمارے کام بھی آنا چاہتے ہو۔ یہ کیسے ممکن ہے؟"

"وہاں تمہارے جو لوگ جائیں گے۔ میں ان کے اندر چھپا رہوں گا۔ پارس اور اس کے عزیزوں پر یہ کبھی ثابت نہیں ہونے دوں گا کہ مجھ جیسا یہودی تمہارے لیے کام کر رہا ہے۔"

"ٹھیک ہے، تم سب جاؤ۔ میں اعلیٰ فوجی افسران اور دیگر حکام سے مشورہ کر کے کوئی منصوبہ بناؤں گا۔"

منڈولا نے اس سپاہی کے ذریعے ایک قہقہہ لگا کر کہا۔ "میں جانتا ہوں، مجھے گولی مار کر سمندر میں پھینکنے والے اعلیٰ فوجی افسران اور حکام مجھے کسی امریکی منصوبے میں شریک نہیں ہونے دیں گے اور نہ ہی یہ معلوم ہونے دیں گے کہ آئندہ کشمیر اور سیاچن کے سلسلے میں تمہاری ٹیم کے کون کون سے افراد جا رہے ہیں۔"

"درست کہہ رہے ہو۔ تمہاری اصلیت جاننے کے بعد اب ہم تم پر کبھی بھروسا نہیں کریں گے۔ تم ہمارے منصوبے کی تکمیل کے کسی بھی نازک موڑ پر دھوکا دے سکتے ہو۔ فی الوقت تو یہی بات عقل میں آرہی ہے کہ آئندہ ہماری ٹیم میں سب ہی یوگا کے ماہر ہوں گے اور ہمارے تھری ڈی میں سے کوئی نہیں ہو گا۔ ورنہ تم ان سے کسی کی آواز اور لہجہ بنا کر ہمارے آدمیوں کے اندر پہنچا کرو گے۔"

"میری دعا ہے کہ اس سے بھی زیادہ عقل سے کام کرتے رہو اور سپر ماسٹر کے عہدے پر سلامت رہو۔ پچھلے ایک برس میں بیچارے کئی سپر ماسٹر آئے اور چلے گئے۔" اس نے پھر قہقہہ لگایا اور کہا "یورپ سے مشرقِ بعید تک اسلامی ممالک پھیلے ہوئے ہیں۔ بے شک یہودیوں پر بھروسا نہ کرو مگر اسلامی ممالک کے لیے مہربان نامہرباں بن کر رہنے کے لیے ہمارے تعاون کی ضرورت پڑتی ہی رہے گی۔ اسرائیل کو فرنٹ لائن پر رکھ کر ہی تم لوگ سپر پاور کہلاتے رہو گے۔"

اتنا کہنے کے بعد وہ سپاہی دفتری کمرے سے باہر چلا گیا۔ منڈولا اس کے اندر سے نکل کر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ اس نے قاہرہ میں ایک خوبصورت سا بنگلا کرائے پر حاصل کیا تھا اور یہ سوچ رکھا تھا کہ وہاں طویل عرصے تک رہنا پڑا تو وہ بنگلے کے مالک کو اپنا معمول بنا کر اس بنگلے کو اپنے نام لکھوا لے گا۔ یوں بھی وہ اسرائیل کے آس پاس کے ملکوں میں رہنا چاہتا تھا۔

اسرائیل اور اپنی یہودی قوم کی خدمت کرنے اور ایکسرے مین کی خفیہ تنظیم کو اپنے کنٹرول میں کرنے کے باوجود وہ قوم سے ذرا دور اور اپنے وطن سے باہر رہنا چاہتا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ یہودیوں کے ہزاروں دشمن اسرائیل آتے جاتے رہتے ہیں۔ غیر ملکی ایجنٹ اور بابا صاحب کے ادارے کے جاسوس بھی چھپے رہتے ہیں پھر فرہاد علی تیمور کا کوئی بیٹا یا کوئی خیال خوانی کرنے والا بھی وہاں پہنچتا رہتا ہے۔ لہٰذا وہ اپنے وطن سے محبت کرنے کے باوجود وطن سے باہر رہنے میں اپنی سلامتی سمجھتا تھا۔

اب وہ سوچ رہا تھا کہ سپر ماسٹر اور اعلیٰ فوجی افسران اس کے دوبارہ جی اٹھنے پر پریشان ہوں گے۔ اگرچہ وہ پیدائشی طور پر عیسائی جان ولسن تھا لیکن آئندہ تاحیات یہودی داؤد منڈولا ہی بن کر رہنے والا تھا اور اب یہ یقینی توقع تھی کہ منڈولا کے قتل کا انتقام ان سے ضرور لے گا۔

چونکہ وہ تاحیات داؤد منڈولا ہی بن کر رہنے والا تھا اس لیے امریکی حکام اسرائیلی حکام کے سامنے یہ تسلیم نہیں کریں گے کہ انہوں نے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے یہودی منڈولا کو گولی ماری تھی۔ بلکہ وہ احسان جتائیں گے کہ ایک یہودی کو مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی سکھائی۔ مگر وہ یہودی منڈولا دغا دے کر امریکا سے چلا گیا ہے اور یقیناً اسرائیل پہنچ گیا ہے۔

یہ سب کچھ سوچ کر اس نے ایک اسرائیلی فوجی افسر سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کیا۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے ٹیلی پیتھی جاننے والے موتارو اور ٹالبوٹ اس کے معمول اور تابعدار بنے ہوئے تھے۔ اس نے موتارو کی آواز اور لہجے میں فوجی افسر سے کہا۔ "ہیلو میں ابھی تمہارے لیے ایک اجنبی خیال خوانی کرنے والا ہوں۔ میرا نام داؤد منڈولا ہے۔ میں یہودی ہوں اور امریکن آرمی میں ایک مکینک رہ چکا ہوں۔ میں نے ہی اس ناکارہ ٹرانسفارمر مشین کی مرمت کی تھی۔ کامیاب مرمت کے صلے میں مجھے یہ خیال خوانی کا علم ملا ہے۔"

افسر نے کہا۔ "ہمارے سراغرسانوں نے بہت پہلے اطلاع دی تھی کہ ایک یہودی مکینک نے اس مشین کو درست کیا ہے۔ ہمیں اور اندر کی خبر نہ مل سکی ویسے امریکی حکام نے شکایت کے طور پر ہمیں اطلاع دی ہے کہ وہ یہودی منڈولا ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرتے ہی کہیں روپوش ہو گیا ہے۔ وہ یقیناً اسرائیل میں ہی پناہ لینے پہنچا ہو گا۔"

"میں پہنچا تو نہیں ہوں، پہنچنا چاہتا ہوں۔ ابھی ایک پڑوسی ملک میں ہوں۔"

"وہاں کیوں ہو؟ یہ ملک تمہارا ہے۔ تمہیں یہاں آکر رہنا چاہیے۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی تعداد میں اضافہ ہو گا، اس سے بڑی خوشی کی اور کیا بات ہو سکتی ہے۔"

منڈولا نے کہا۔ "میں جانتا ہوں، الپا اور ٹیری آدم دو یہودی خیال خوانی کرنے والے ہیں۔ آئندہ صرف میرا ہی نہیں ایک اور ٹیلی پیتھی جاننے والے کا اضافہ ہو گا۔"

"کیا واقعی؟ وہ دوسرا کون ہے؟ کیا وہ تمہارے زیرِ اثر ہے؟"

"ہاں۔ آپ نے موتارو اور ٹالبوٹ کے نام سنے ہوں گے۔ یہ دونوں کچھ عرصے تک سونیا ثانی کے معمول اور تابعدار بن کر رہے پھر آزاد ہو گئے لیکن موتارو طبعی موت مر چکا ہے۔ صرف ٹالبوٹ زندہ ہے۔ وہ مجھ سے پیرس میں ٹکرایا تھا۔ اب میں اسے زخمی کرنے کے بعد اپنا تابعدار بنا چکا ہوں۔"

"اس میں کوئی شبہ نہیں کہ تم ہمیں بہت بڑی خوشخبری سنا رہے ہو لیکن تم اس بات کا برا نہ ماننا۔ ہم تم دونوں کے داؤد منڈولا اور ٹالبوٹ ہونے کی تصدیق کریں گے۔"

"ضرور تصدیق کرنا چاہیے۔ جب ہم آپ کے پاس پہنچیں تو آپ ہمیں حراست میں لے کر ہمارا برین واش کر سکتے ہیں۔ ہم پر تنویمی عمل کرا سکتے ہیں۔ ہم اپنے ملک اور قوم کی خاطر تصدیق کیے جانے کے ناقابلِ برداشت مراحل سے گزریں گے اور اپنی حبّ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

الوطنی ثابت کریں گے۔"

"کیا تالبوٹ بھی یہودی ہے؟"

"پہلے عیسائی اور امریکی تھا۔ میں نے تنویمی عمل کے ذریعے اسے صرف تابعداری نہیں یہودی بھی بنا دیا ہے۔"

"پھر تو ہم بے چینی سے تمہارے منتظر رہیں گے۔ تم دونوں کب آ رہے ہو؟"

"ہم قاہرہ میں ہیں۔ ہمارے لیے جہاز یا ہیلی کاپٹر کل شام تک بھیج دو۔ ہم آجائیں گے۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ پھر اپنے بیڈ روم میں حاضر ہو کر اپنی تازہ ترین پلاننگ پر نظرثانی کرنے لگا۔ پلاننگ یہ تھی کہ ابھی وہ دوبارہ موتارو اور تالبوٹ پر تنویمی عمل کرے گا۔ وہ دونوں اسی بنگلے کے ایک بیڈ روم میں سو رہے تھے لیکن اس نے اپنے منصوبے کے تحت موتارو کو مردہ بتایا تھا۔

موتارو پر عمل کر کے یہ ذہن نشین کرانا تھا کہ وہ مرچکا ہے اور اب وہ داؤد منڈولا ہے۔ یعنی منڈولا اپنی تمام شخصیت اور لب و لہجہ موتارو کے ذہن پر نقش کر دے گا۔

بہ الفاظ دیگر جس طرح کبھی ایک جان ولسن ہوا کرتا تھا اور اب اپنے پیدائشی وجود کے باوجود مکمل طور پر داؤد منڈولا بن چکا تھا۔ اسی طرح موتارو آئندہ داؤد منڈولا کی حیثیت سے اسرائیل جا کر زندگی گزارنے والا تھا۔ اور تالبوٹ کے ذہن میں یہ نقش ہونے والا تھا کہ اس کا ساتھی موتارو پیرس میں طبعی موت مرچکا ہے اور وہ داؤد منڈولا کے ساتھ اسرائیل آیا ہوا ہے۔

صرف ایک مشکل مرحلے سے گزرنا تھا اور وہ مرحلہ برین واشنگ کا ہوتا لیکن یہ بھی منڈولا کے لیے کچھ زیادہ مشکل نہ تھا کیونکہ ایکسرے مین مارٹن' اور ٹیری آدم ان دونوں کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کر کے ان کے اندر جا کر ان کے چور خیالات پڑھتے اور یہ کبھی سمجھ نہ پاتے کہ ان چور خیالات پڑھنے والوں کے دماغوں پر داؤد منڈولا پہلے سے حکومت کر رہا ہے۔ ایسے میں ایکسرے مین مارٹن' الپا اور ٹیری آدم ان دونوں کے دماغوں سے وہی معلومات حاصل کرتے' جو منڈولا انہیں فراہم کرتا۔

یہ سارا دماغی کھیل تھا۔ یہ ذہانت سے سمجھنے کا تھا۔ سمجھانے کا نہیں تھا۔ یا پھر آنے والا وقت سمجھاتا ہے کہ بعض باتیں وقت گزرنے کے بعد سمجھ میں آتی ہیں۔

○☆○

سپر ماسٹر فوج کے اعلیٰ افسران کے ساتھ ایک بند کمرے میں بیٹھا ہوا کشمیر میں پرائزلر کی موت اور جان ولسن کی شخصی تبدیلی کے متعلق بتا رہا تھا کہ وہ کس طرح یہودی داؤد منڈولا بن چکا ہے۔

بند کمرے کے باہر مسلح فوجی جوان کھڑے ہوئے تھے۔ انہیں حکم دیا گیا تھا کہ وہ کسی بھی اعلیٰ حاکم یا اعلیٰ فوجی افسر کو اندر آنے نہ دیں۔ حتیٰ کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے تھری ڈی کے تینوں وفاداروں کو بھی اس بند کمرے کے اجلاس میں شریک ہونے کی اجازت نہیں تھی۔

سپر ماسٹر نے کہا۔ "میں یہ احتیاط اس لیے برت رہا ہوں کہ داؤد منڈولا اگر مشین میں کچھ گڑبڑ کر کے جان ولسن کو یہودی منڈولا بنا سکتا ہے تو اس نے تھری ڈی کو بھی ٹرانسفارمر مشین سے گزارنے کے دوران کوئی شیطانی چال چلی ہوگی۔ ہو سکتا ہے' وہ تھری ڈی کو اپنا معمول اور تابعدار بنا چکا ہو۔"

ایک افسر نے کہا۔ "تم دانشمندی سے کام لے رہے ہو۔ یہاں بحری' بری اور فضائی افواج کے یوگا جاننے والے افسران ہیں۔ سابقہ جان ولسن یعنی موجودہ یہودی منڈولا ہم میں سے کسی کو آلۂ کار بنا کر اس اجلاس کی اہم کارروائی نہیں دیکھ سکے گا۔"

دوسرے افسر نے کہا۔ "ویسے یہ ماننا پڑتا ہے کہ یہودی بڑے مکار ہوتے ہیں۔ ہم مطمئن تھے کہ اسے ہمیشہ کے لیے ختم کر چکے ہیں مگر وہ کمبخت جان ولسن کے اندر ہمیشہ زندہ رہے گا۔"

تیسرے افسر نے کہا۔ "اس نے ہمارے لیے بڑے مسائل پیدا کر دیے ہیں۔ اب تو ہمیں اپنے تھری ڈی پر شبہ ہو گیا ہے کہ وہ ان تینوں کے اندر کسی وقت بھی آ کر ہمارے خفیہ منصوبے معلوم کرتا رہے گا۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "ہم ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے تھری ڈی کے دماغوں سے منڈولا کے تنویمی عمل کو ختم کر سکتے ہیں لیکن اب تو مشین پر بھی بھروسا نہیں کیا جا سکتا۔ پتا نہیں وہ یہودی اس مشین میں کس قسم کا الٹ پھیر کر گیا ہے۔"

ایک نے کہا۔ "یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ ہم اپنے کئی تجربہ کار ٹیکنیشن سے مشین کو اچھی طرح چیک کرائیں گے۔"

"ہاں' مشین جب ناکارہ تھی تو منڈولا کے سوا کوئی دوسرا ٹیکنیک اس کی مرمت نہیں کر سکا لیکن اب تو اس کی مرمت ہو چکی ہے۔ ہمارے دوسرے ٹیکنیک اس میں کی جانے والی ہیرا پھیری کو سمجھ سکتے ہیں۔ ہمیں انہیں آزمانا چاہیے۔"

"ٹھیک ہے اپنے چند تجربہ کار ٹیکنیکس کی صلاحیتوں کو آزمایا جائے گا لیکن تھری ڈی کا کیا بنے گا؟"

"مشین کو اچھی طرح چیک کرنے کے بعد تھری ڈی کو دوبارہ مشین سے گزار کر انہیں اپنا وفادار بنایا جائے گا اور جب تک ہمیں یقین نہیں ہوگا کہ وہ تینوں اس یہودی منڈولا کے اثر سے نکل چکے ہیں' تب تک ان تینوں ڈیز کو یہاں ہیڈ کوارٹر میں نظربند رکھا جائے گا۔"

ایک افسر نے پوچھا۔ "آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ تھری ڈی نظربند رہ کر خیال خوانی کے ذریعے پارس کو کشمیر سے بھگائیں اسے سیاچن بھی نہ جانے دیں اور یہیں سے بھارت اور پاکستان کے فوجی کیمپ اور ان کے دوسرے اہم راز معلوم کریں؟"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "ہونا تو یہی چاہیے لیکن ٹرانسفارمر مشین اطمینان بخش رہے گی تو میرا مشورہ ہے کہ کم از کم دو نہایت زبردست ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا ہم اضافہ کریں۔ ان میں سے ایک خیال خوانی کرنے والا اتنا زبردست فائٹر اور ایسا طاقتور ہو کہ پرائزلر کی جگہ ایک ٹیم بنا کر وہاں جائے اور پارس کو ٹھکانے لگائے۔ اس کی تحویل میں جو مائیکرو فلمیں اور ہماری اہم دستاویزات ہیں انہیں یہاں لے آئے۔"

ایک افسر نے تائید کی۔ "بے شک' صرف خیال خوانی سے کام نہیں چلے گا۔ وہاں پرائزلر کی جگہ کسی زبردست اور خطرناک فائٹر کو پارس کے مقابلے میں جانا چاہیے اور ہمارا وہ فائٹر ایسا ہو کہ خیال خوانی بھی کرتا ہو۔"

"ہمارے کمانڈوز میں جلاد قسم کے فائٹرز ہیں۔ ہم ان کا آپس میں مقابلہ کرائیں گے۔ مقابلے میں جو سب کو مات دے کر اول نمبر پر آئے گا۔ اسے ٹرانسفارمر مشین سے گزار کر ٹیلی پیتھی کا علم دیا جائے گا۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "آپ لوگوں کو یاد ہو گا کہ کچھ عرصہ پہلے جے پرگولا نامی شیطان نے ایک خفیہ تنظیم بنائی تھی۔ اس نے جیری اور تھرپال کو بھی ٹریپ کر کے اپنا تابعدار بنا لیا تھا۔"

ایک نے کہا۔ "ہمیں یاد ہے۔ بھلا اس شیطان جے پرگولا کو کیسے بھلایا جا سکتا ہے؟ اس نے تو خیال خوانی کرنے والی تیز و طرار مرینا کو بھی اپنی معمولہ بنا لیا تھا لیکن وہ تل ابیب جا کر پھنس گیا۔ یہودی خفیہ تنظیم نے اسے وہاں قید کر لیا اور ہم نے اس کی تنظیم کے ڈاکٹرز اور سائنس داں ڈی سوزا کو اور اس کے پہلوان باڈی گارڈ ڈی کروسو کو یہاں سلاخوں کے پیچھے پھینک دیا ہے۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "میں اسی پہلوان باڈی گارڈ ڈی کروسو کی بات کر رہا ہوں۔ اس کا قد تقریباً ساڑھے چھ فٹ ہے۔ جسم فولادی ہے۔ ایسا پہاڑ ہے کہ اس کے سامنے پارس چیونٹی بن جائے گا۔ میرا مشورہ ہے کہ اسے بھی کمانڈوز کے مقابلے میں شریک کیا جائے۔ اگر وہ کام کا نکلا تو ہم مشین کے ذریعے اسے اپنے ملک کا وفادار اور اپنا تابعدار بنا لیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ تمہارے مشورے کو ہم مانتے ہیں۔ ابھی تم نے کہا ہے کہ مشین کے ذریعے دو خیال خوانی کرنے والوں کا اضافہ کیا جائے۔ یہ بتاؤ کہ دوسرا کیوں ضروری ہے؟"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "ایک ہی کافی ہے۔ ہم زیادہ خیال خوانی کرنے والے پیدا کر کے بعد میں پچھتاتے ہیں۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "آئندہ نہ پچھتانے کے لیے میں دوسرا ایک شاطر خیال خوانی کرنے والا چاہتا ہوں۔ اس کا کام صرف یہ ہوگا کہ وہ بڑی چالاکی سے ہمارے سابقہ بچھڑے ہوئے خیال خوانی کرنے والوں کو پکڑ کر واپس لائے گا اور ہم ان سب کو تنویمی عمل کیا مشین کے ذریعے اپنا اٹل تابعدار بنائیں گے۔"

تمام افسران نے سپر ماسٹر کی تائید کی۔ وہ درست کہہ رہا تھا۔ سونیا ثانی وہاں سے جاتے وقت ٹیلی پیتھی جاننے والے موتارو اور تالبوٹ کو لے گئی تھی۔ پھر پتا چلا کہ ثانی نے جے موزگن کو بھی ٹریپ کر کے بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا دیا ہے۔ الپا نے ٹیری آدم کو اغوا کیا تھا۔ جے پرگولا نے جیری اور تھرپال کو غلام بنا لیا تھا۔ ایسے کتنے ہی مشین کے پیدا کردہ امریکی خیال خوانی کرنے والے تھے جنہیں ایک نئی حکمت عملی سے واپس لایا جا سکتا تھا۔

ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "اگر ایسا ہو جائے تو ہمیں مشین کے ذریعے مزید ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ ہم جنہیں ٹریپ کر کے لائیں گے' وہ ہمارے ہی امریکی وفادار رہیں گے۔"

دوسرے افسر نے کہا۔ "مگر ہم اپنی دانست میں بہت چالاک شکاری کا انتخاب کرتے ہیں اور وہ فرہاد اور اس کے بیٹوں کے سامنے جا کر کاٹھ کا اُلو بن جاتا ہے۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "اس بار آپ میرے انتخاب پر بھروسا کریں۔ ہمارے ملک کا ایک نہایت ہی ذہین شطرنج کا کھلاڑی پچھلے تین برسوں سے شطرنج کا عالمی چیمپئن ہے۔"

"تم مسٹر مائیک ہرارے کی بات کر رہے ہو؟"

"جی ہاں۔ اگر ہم مائیک ہرارے کو ٹیلی پیتھی کا علم دیں اور اسے اپنا تابعدار بنا کر رکھیں تو وہ ہمارے بچھڑے ہوئے ایک ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو پکڑ کر واپس لے آئے گا۔"

سب نے مائیک ہرارے جیسے شاطر کے انتخاب کو تسلیم کیا پھر وہ بند کمرے سے نکلنے کے بعد بڑی رازداری سے خفیہ منصوبوں پر عمل کرنے لگے۔ پہلے انہوں نے تھری ڈی کے ڈی کرین' ڈی مورا اور ڈی ہاروے کا برین مشین کے ذریعے واش کیا اور انہیں پھر سے اپنا تابعدار بنایا۔ ان کے کئی تجربہ کار ٹیکنیک ٹرانسفارمر مشین کو اچھی طرح چیک کر کے اطمینان کرتے رہے۔

ان مصروفیات کے دوران جلاد قسم کے کمانڈوز سے ڈی کروسو

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کا مقابلہ جاری رہا۔ آخر ڈی کروسو سب پر بازی لے گیا۔ سپر ماسٹر اور تینوں افواج کے افسران نے مطمئن ہو کر ڈی کروسو اور مائیک ہرارے کو ٹرانسفارمر مشین سے گزارا۔ مشین کے مختلف مراحل سے گزار کر انہیں ٹیلی پیتھی کا علم بھی دیا اور ملک و قوم کا وفادار بنانے کے علاوہ انہیں تینوں افواج کے اعلیٰ افسران کا تابعدار بھی بنا دیا۔

ان تمام مراحل سے گزرنے کے بعد سپر ماسٹر اور تینوں افواج کے افسران کا اجلاس پھر بند کمرے میں ہوا۔ اس بار اجلاس میں ڈی کروسو اور مائیک ہرارے کا اضافہ ہوا۔ وہ سب ڈی کروسو کو بتا رہے تھے کہ پارس نے کس طرح پرائزلر اور اس کی ٹیم کو ان کے مقاصد میں ناکام بنا دیا تھا۔ آئندہ ڈی کروسو ایک ٹیم بنا کر پارس کے مقابلے پر جاتا ہے۔

پھر انہوں نے سابقہ تمام امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے نام لکھے اور وہ فہرست مائیک ہرارے کے حوالے کر کے کہا۔ "اب تم ذہانت سے چالیں چلو اور ان سب کو یہاں واپس لاؤ اور ثابت کرو کہ واقعی تم شاطر ہو۔"

مائیک ہرارے تھوڑی دیر تک فہرست کو پڑھتا رہا اور سوچتا رہا پھر بولا۔ "الپا اور منڈولا جیسے جتنے یہودیوں نے ہماری ٹرانسفارمر مشین سے علم حاصل کیا' وہ سب اسرائیل گئے ہیں۔ اس فہرست میں تیسرا اور چوتھا نام جیری اور تھرہال کا ہے۔ آپ ان کے متعلق معلومات فراہم کریں۔"

"تل ابیب میں ہمارے ایک جاسوس نے جے پرگولا سے معلوم کیا ہے کہ وہ دونوں پرگولا کے عمل سے آزاد ہو کر اٹلی کی گاڈ مدر ثریسا کی دو جوان بیٹیوں پر عاشق ہو گئے ہیں۔ اب شاید ان ہی کے ساتھ رہتے ہیں۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ آجکل کہاں ہیں؟"

مائیک ہرارے نے پوچھا۔ "آپ گاڈ مدر ثریسا کے بارے میں کچھ بتائیں۔"

"گاڈ مدر کے بیٹے کا نام وان لوئن ہے۔ اس نے انسانی عکس کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کے کیمرے اور دوسرے آلات تیار کیے ہیں۔ ثریسا کی پہلی بیٹی کا نام امیلا ہے' اس نے وکالت پاس کی ہے۔ دوسری بیٹی بیکسی نے میڈیکل سائنس میں ڈگری حاصل کی ہے۔ تیسری بیٹی اتالانا اسکاٹ لینڈ یارڈ سے سراغرسانی کی ٹریننگ حاصل کر چکی ہے۔ لیکن وہ اپنے گھر والوں کو چھوڑ کر عادل نامی ایک جوان کے ساتھ بابا صاحب کے ادارے میں چلی گئی ہے۔"

"کیا وہ انسانی عکس منتقل کرنے والے آلات وان لوئن کے پاس ہیں؟"

"یقیناً اس کے پاس ہوں گے۔ وہ خود آلات تیار کر لیتا ہے۔ اس نے پچھلے دنوں ان آلات کے ذریعے تل ابیب میں بڑی ہلچل مچا دی تھی۔"

شاطر مائیک ہرارے سر جھکا کر سوچنے لگا۔ ڈی کروسو نے سپر ماسٹر سے کہا۔ "میں نے پارس کے متعلق بہت کچھ سنا ہے۔ مگر اب دنیا والے اس کے بارے میں کچھ نہیں سن سکیں گے۔ میں اس کی گردن کی ہڈی توڑ دوں گا۔"

"ہمیں یقین ہے' تم ایسا کر سکو گے۔ تم جان پر کھیل جانے والے گوریلا فائٹروں کی ایک ٹیم بناؤ اور کشمیر کے لیے روانہ ہو جاؤ۔ تمہیں کشمیر' لداخ' قراقرم' بلتستان اور سیاچن کے متعلق تمام تفصیلی معلومات اور نقشے فراہم کیے جائیں گے۔"

مائیک ہرارے نے پوچھا۔ "کیا یہ ضروری ہے کہ مسٹر ڈی کروسو وہاں جا کر پارس سے مقابلہ کریں اور اس کی گردن توڑ دیں۔ آپ کی منزل پارس نہیں' سیاچن کا علاقہ ہے۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "مسٹر مائیک ہرارے! یہ معاملہ مسٹر ڈی کروسو کا ہے۔ تم صرف اپنے معاملات پر توجہ دو۔ ہمیں اپنے بچھڑے ہوئے اور گم شدہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ضرورت ہے۔"

مائیک ہرارے نے کہا۔ "میں شطرنج کا کھلاڑی ہوں۔ نئی اور چونکا دینے والی چالیں چلتا ہوں۔ میں جس انداز میں کھیل شروع کرنا چاہتا ہوں' اس سے مسٹر کروسو کو فائدہ پہنچے گا۔"

سب نے اسے دلچسپی اور سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ بولا۔

"اگر دشمن کو ذہانت سے مارا جا سکتا ہے تو لاٹھی نہیں چلانا چاہیے۔ اگر ہم گاڈ مدر ثریسا کے بیٹے وان لوئن سے انسانی عکس منتقل کرنے کے آلات حاصل کر لیں تو ان آلات کے ذریعے پاکستان اور بھارت کے کیمپ اور فوجی راز معلوم کر سکتے ہیں۔"

سب نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ یہ آسانی سے سمجھ میں آنے والی بات تھی مگر کسی کا دھیان عکس منتقل کرنے والے آلات کی طرف نہیں گیا تھا۔ شاید اس لیے کہ وہ آلات ان کی دسترس سے دور تھے۔

مائیک ہرارے نے کہا۔ "آپ صرف اتنی معلومات حاصل کر لیں کہ گاڈ مدر اور اس کا بیٹا وان لوئن کہاں ہیں؟ یا پھر ان کی آوازوں کے کیسٹ یا تصویریں حاصل کر لیں۔ باقی شطرنج کی بازی میں کھیلوں گا۔"

یہ معلوم کرنا مشکل نہ تھا۔ گاڈ مدر ثریسا اور اس کے بیٹے بیٹیوں کی تصویریں اٹلی کی تمام پولیس اور انٹیلی جنس ڈیپارٹمنٹ میں تھیں۔ سپر ماسٹر نے اٹلی کے اعلیٰ حکام سے رابطہ کیا پھر ان حکام کی رضامندی سے ایسے انتظامات کیے کہ سیٹلائٹ کے ذریعے مائیک ہرارے اور ڈی کروسو نے ٹی وی اسکرین پر گاڈ مدر اور اس کے بیٹے بیٹیوں کی تصاویر مختلف زاویوں سے دیکھیں اور انہیں اپنے کیسٹ میں ریکارڈ کر لیا۔

مائیک ہرارے نے وہ تصاویر دیکھنے سے پہلے ڈی کروسو سے کہا تھا کہ وہ انہیں دیکھتے ہی ان کی آنکھوں میں جھانک کر ان کے اندر پہنچنے کی کوشش نہ کرے۔

ڈی کروسو نے کہا۔ "میں صرف سپر ماسٹر کا تابعدار ہوں۔ تم مجھے ہدایات اور مشورے نہ دیا کرو۔"

ہرارے نے مسکرا کر کہا۔ "آپ ایک فولادی انسان ہیں۔ اگر چاہیں تو میرا لہو میرے جسم سے نچوڑ سکتے ہیں۔ میں آپ سے بڑا بن کر آپ کو مشورہ نہیں دے رہا ہوں۔ اگر آپ بھی مجھے عقل کی باتیں سمجھائیں گے تو میں ان پر عمل کروں گا۔"

"تم مجھے عقل کی بات کیا سمجھا رہے ہو؟ کیا یہی کہ گاڈ مدر کے بیٹے اور بیٹیاں سانس روک لیتی ہوں گی؟"

"ہاں' میں یہی سمجھتا ہوں۔ ہمیں محتاط رہ کر یہ کبھی ظاہر نہیں کرنا چاہیے کہ امریکا میں ہم دو خیال خوانی کرنے والوں کا اضافہ ہو گیا ہے۔"

ایک اعلیٰ فوجی افسر نے کہا۔ "بے شک ڈی کروسو' خود کو روپوش رکھو گے تو دشمنوں سے محفوظ رہو گے۔"

ڈی کروسو نے کہا۔ "آپ لوگوں کا حکم سر آنکھوں پر۔ اتنی عقل مجھ میں بھی ہے کہ وان لوئن اور اس کی بہنیں جوان ہیں۔ صحت مند بھی ہوں گی اور پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیتی ہوں گی لیکن ان کی ماں یعنی گاڈ مدر تو بوڑھی ہو چکی ہے۔ کیا وہ بڑھاپے میں سانسیں روک سکے گی؟"

ہرارے نے کہا۔ "تم زبردست پہلوان ہو اور میں شاطر ہوں۔ میں بساط کے مُہروں کے ہر پہلو پر نظر رکھتا ہوں۔ تم یہ بھول رہے ہو کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے جیری اور تھرہال اس بوڑھی گاڈ مدر پر عمل کر کے اس کے دماغ کو لاک کر سکتے ہیں۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا؟"

ڈی کروسو فوراً ہی کوئی جواب نہ دے سکا۔ پھر ہچکچاتے ہوئے بولا "میں اتنا نادان نہیں ہوں۔ یہ سمجھ سکتا ہوں کہ ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ایسا کر سکتے ہیں۔ مگر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ گاڈ مدر شراب پیتی ہو یا اور کوئی نشہ ......"

سپر ماسٹر نے ہاتھ اٹھا کر اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "تم فرض کر رہے ہو کہ وہ شراب پیتی ہو گی لیکن صرف ایسا سوچ کر اس کے دماغ میں جاؤ گے اور ناکام رہو گے تو گویا دشمنوں کو ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کی آمد سے آگاہ کرو گے۔ میں حکم دیتا ہوں کہ آئندہ کسی بھی معاملے میں مسٹر مائیک ہرارے سے پہلے مشورہ لیا کرو پھر عمل کرو۔"

ڈی کروسو کو اپنی انسلٹ کا احساس ہوا۔ مگر وہ سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے بولا۔ "اگر گاڈ مدر' اس کی اولادیں اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے سب ہی سانسیں روک لیتے ہیں تو پھر طاقت کا استعمال کر کے انہیں زخمی کرنا ہو گا۔ یا کسی دوا یا انجکشن کے ذریعے انہیں اعصابی کمزوریوں میں مبتلا کرنا ہو گا۔"

ہرارے نے کہا۔ "ایسا کچھ نہیں کرنا ہو گا۔ بہت عرصے پہلے جب جیری اور تھرہال کو یہاں ٹرانسفارمر مشین سے گزارا گیا ہو گا تو ان کا تمام ریکارڈ بھی یہاں موجود ہو گا۔ اس ریکارڈ میں ان کی آوازوں کے کیسٹ بھی ہوں گے۔ بس ذرا عقل سے سوچنے کی بات ہے کہ جیری اور تھرہال نے گاڈ مدر کی فیملی کے تمام ممبران پر عمل کیا ہو گا۔ اگر ہم ان کی آواز اور لہجہ اختیار کر کے ان کے دماغوں میں جائیں گے تو ان میں سے کوئی ہماری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گا۔"

سپر ماسٹر نے کہا "دیکھو کروسو! اسے کہتے ہیں شاطرانہ ذہانت۔ میں ابھی ریکارڈ روم سے جیری اور تھرہال کی آوازوں کے کیسٹ منگواتا ہوں۔"

اس نے اپنے خاص ماتحت کو حکم دیا کہ ریکارڈ روم سے مطلوبہ آڈیو کیسٹ لائی جائیں۔ تینوں افواج کے اعلیٰ افسران نے ڈی کروسو کو سمجھایا کہ اپنی اہم مطلوبہ چیز حاصل کرنے کے لیے آدمی کو جھک جانا چاہیے۔ خواہ وقتی طور پر دشمن کے آگے کیوں نہ جھکنا پڑے۔ پھر مسٹر ہرارے تو دوست ہیں اور نہایت ذہین ہیں۔ لہٰذا سپر ماسٹر کے حکم کے مطابق اسے ہر معاملے میں ہرارے سے مشورہ لینا چاہیے۔

ڈی کروسو نے دل میں کہا۔ ٹھیک ہے' وقتی طور پر جھک رہا ہوں۔ آئندہ کسی مرحلے پر اپنی کارکردگی دکھا کر ثابت کر دوں گا کہ

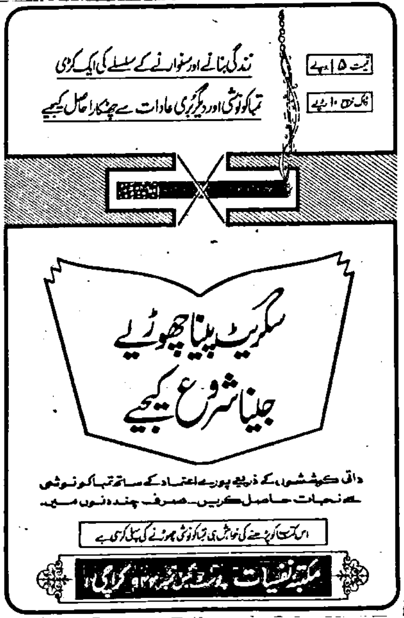

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

میں مائیک ہرارے سے برتر ہوں۔

انھیں آڈیو کیسٹ کے ذریعے جیری اور تھریال کی آوازیں سنائی گئیں۔ ٹی وی اسکرین پر گاڈمدر اور اس کے بیٹے بیٹیوں کی تصویریں دکھائی گئیں۔ سپر ماسٹر نے کہا۔ "ڈی کروسو! ابھی تم خیال خوانی نہ کرو۔ مسٹر ہرارے کو اپنے طور پر اس فیملی کے اندر گھسنے دو۔ بہتر ہے اپنی ایک ٹیم بنانے کے لیے جاں نثار فائٹروں اور کوہ پیما افراد کی ایک فہرست تیار کرو۔"

ڈی کروسو نے مسکرا کر کہا۔ "مجھے مسٹر ہرارے اور گاڈمدر کے معاملات سے الگ رکھا جا رہا ہے۔ کوئی بات نہیں میں تابعدار ہوں۔ ابھی سوچ سمجھ کر فہرست تیار کروں گا۔"

شاطر مائیک ہرارے نے گاڈمدر کے بیٹے وان لوئن کو اپنا ٹارگٹ بنایا۔ اس کی تصویر کو کئی بار غور سے دیکھا۔ پھر جیری کی آواز اور لہجہ اختیار کر کے تصویر کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے اس کے اندر پہنچا تو اس نے سانس روک لی۔ وہ واپس آگیا۔

یہ بات سمجھ میں آئی کہ وان لوئن کے دماغ کو جیری نے عمل کر کے لاک نہیں کیا ہے۔ ہرارے نے دوسری بار تھریال کی آواز اور لہجہ اختیار کیا پھر خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس بار وان لوئن نے سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا۔ یہ معلوم ہو گیا کہ وہ تھریال کا معمول ہے۔

اس وقت وان لوئن سوچ رہا تھا کہ ابھی کون اس کے اندر آنا چاہتا تھا۔ بے اختیار اس نے سانس روک لی تھی۔ مائیک ہرارے نے اس کی سوچ کا رخ بدل دیا۔ یہ معلوم کیا کہ ابھی جیری اور تھریال سے ان کے تعلقات ہیں؟ اگر ہیں تو وہ دونوں خیال خوانی کرنے والے کہاں ہوں گے؟

وائن لوئن نے سوچا۔ "وہ دونوں اپنی مرضی کے مالک ہیں۔ ان میں سے ایک اس کی بہن ماسیلا کو اور دوسرا میکسی کو چاہتا ہے لیکن وہ دونوں کبھی سامنے نہیں آتے ہیں۔ اس کی بہنوں سے کبھی اچانک ہی کسی پارک یا دوسری تفریح گاہ میں ملاقات کرتے ہیں اور ہر ملاقات میں ان کے چہرے بدلے ہوئے ہوتے ہیں۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے یقین دلاتے ہیں کہ وہی ان کے عاشق ہیں۔"

ماسیلا اور میکسی نے اپنے خیال خوانی کرنے والے عاشقوں سے کئی بار خوشامدیں کیں کہ وہ دونوں اس کی ماں اور بھائی کے سامنے آیا کریں اور چرچ میں چل کر ان سے شادی کر لیں لیکن وہ انھیں ٹال دیتے ہیں۔

وان لوئن کے خیالات بتا رہے تھے کہ جیری اور تھریال دل کے معاملے میں مجبور ہو کر اس کی بہنوں سے محبت کرتے ہیں اور ان کی پوری فیملی کے کام بھی آتے رہتے ہیں لیکن عادل کی طرح گاڈمدر پر بھروسا نہیں کرتے ہیں۔ ان کی حرکتوں اور ٹال مٹول سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ دونوں خیال خوانی کرنے والے بھی عادل کی طرح فرہاد علی تیمور سے متاثر ہیں یا اس کے تابعدار ہیں۔ وہ دونوں گاڈمدر کی مافیا تنظیم سے دور رہ کر بھی ماسیلا اور میکسی کی خاطر ان کے کام آتے رہتے ہیں۔

وان لوئن کے خیالات نے بتایا کہ اس کے پاس انسانی عکس کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کے کیمرے، ساؤنڈ ریکارڈنگ مشین اور دوسرے اہم آلات تھے۔

شاطر مائیک ہرارے نے اس کی سوچ میں پوچھا کہ وہ کس ملک اور کس شہر میں ہے؟ اس کی سوچ نے کہا۔ "ہم حیفہ میں بھیس بدل کر رہتے ہیں۔ کوئی ہمیں پہچان نہیں سکے گا۔ تل ابیب آتے جاتے رہتے ہیں۔ تل ابیب میں ایک ایسا بنگلا ہے جس میں دوہری چھتیں ہیں۔ ان چھتوں کے درمیان عادل نے ایک کنجوس ارب پتی یہودی سے کروڑوں ڈالر کے ہیرے جواہرات اور کروڑوں پونڈ کے نوٹ لے کر انھیں وہاں چھپا رکھا ہے اور گاڈمدر کو اجازت دی ہے کہ یہ بے انتہا دولت اگر وہ لے جا سکتی ہے تو وہاں سے لے جائے لیکن دولت حاصل کرتے وقت وہ اپنی اولاد کے ساتھ اگر کسی مصیبت میں پھنس گئی یا اسرائیل انٹیلی جنس والے اسے اور اس کے بیٹے بیٹیوں کو گرفتار کر کے آہنی سلاخوں کے پیچھے پہنچا دیں گے تو عادل پر اس کی ذمے داری عائد نہیں ہوگی۔

عادل نے گاڈمدر کو بے انتہا دولت دی تھی لیکن گاڈمدر اور وان لوئن ہزار تدبیر کے باوجود اسے حاصل نہیں کر سکتے تھے۔ جیری نے خیال خوانی کے ذریعے گاڈمدر سے کہا تھا "تمہاری ٹیلی پیتھی اور تمہاری عکس منتقل کرنے والی تکنیک کے ذریعے وہ دولت کسی طرح حاصل کی جا سکتی ہے لیکن اسے اسرائیل سے باہر پہنچانا ایک مسئلہ ہے۔ وہ ہیرے اور جواہرات نایاب اور نہایت قیمتی ہیں۔ انھیں چھپا کر لے جانا اگرچہ ناممکن نہیں ہے لیکن مشکل ضرور ہے۔"

گاڈمدر نے کہا۔ "مشکل کیوں ہے؟ تم اور تھریال ائرپورٹ کے کسٹمز کے افسران کے دماغوں پر قبضہ جما کر یہ بے انتہا دولت یہاں سے پار کر سکتے ہو۔"

"بے شک ہم ایسا کر سکتے ہیں لیکن دوسرے پہلوؤں پر بھی غور کرو۔ یہاں یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی کمی نہیں ہے۔ وہ غیر ملکی جاسوسوں اور خفیہ ایجنٹوں کو تاڑنے کے لیے اکثر ائرپورٹ کے کسٹمز اور پولیس افسران کے اندر آتے جاتے رہتے ہیں۔"

وان لوئن نے کہا۔ "ہم مانتے ہیں کہ ایسے وقت ان افسران کے دماغوں میں خیال خوانی کرنے والے پہچانے جا سکتے ہیں لیکن سہولت سے مناسب وقت کا انتظار کرتے ہوئے ان افسران کے خیالات پڑھے جائیں اور خاموشی سے معلوم کیا جائے کہ یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے اندر کب اور کن حالات میں آتے جاتے رہتے ہیں تو کچھ مشکلات آسان ہو جائیں گی۔"

گاڈمدر نے کہا۔ "تم دونوں رفتہ رفتہ ان افسران پر موقع دیکھ کر تنویمی عمل کرتے رہو اور یوں ایک ایک کر کے ائرپورٹ کے تمام عملے کو اپنا معمول اور تابعدار بنا لو۔ پھر راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں رہے گی۔ کسی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے کو بھی شبہ نہیں ہوگا اور تمام دولت ان کے آبائی وطن اٹلی پہنچ جائے گی۔"

جیری اور تھریال میرے احسان مند تھے کیونکہ میں نے انھیں بے پرگولا کے جادوئی تنویمی عمل سے نجات دلائی تھی اور حسب دستور جناب تبریزی صاحب کی ہدایات کے مطابق آزاد چھوڑ دیا تھا۔ آزادی کے باوجود وہ کہتے تھے کہ پہلے میرے اور میری فیملی کے کام آئیں گے پھر دوسرے معاملات سے دلچسپی لیں گے۔

ان دنوں وہ باری باری فرحانہ اور ساجد کے پاس چار گھنٹے رہا کرتے تھے۔ پھر ماسیلا اور میکسی کی خاطر گاڈمدر کے کام آتے تھے۔ ائرپورٹ کے ایک ایک افسر کی اچھی طرح اسٹڈی کرنے کے بعد انھیں اپنا معمول اور تابعدار بناتے رہتے تھے۔

شاطر مائیک ہرارے نے سپر ماسٹر کے پاس آ کر گاڈمدر، جیری اور تھریال کے متعلق بتایا۔ پھر ماسٹر نے پوچھا۔ "ان حالات میں تمہاری شطرنجی ذہانت کیا کہتی ہے؟"

وہ بولا "میرے لیے وان لوئن اہم ہے۔ ابھی میں اس کے اندر رہ کر عکس منتقل کرنے والے آلات کے ایک ایک فنکشن کو اچھی طرح سمجھ رہا ہوں۔ اس کے پاس ان تمام آلات کے دو سیٹ ہیں۔ ایک سیٹ اس کے پاس حیفہ میں ہے۔ دوسرا سیٹ اٹلی کے شہر روم میں اس کی رہائش گاہ کے اندر چھپا کر رکھا گیا ہے۔"

"یہ تم آسانی سے معلوم کر لو گے کہ وہ کہاں اور کس الماری میں چھپا کر رکھا گیا ہے۔"

"جی ہاں۔ میں نے اس الماری کا لاک نمبر بھی معلوم کر لیا ہے۔ اب آپ اٹلی میں اپنے سفیر سے اس معاملے پر فون کے ذریعے گفتگو کریں اور اسے بتائیں کہ میں اس کے دماغ میں رہوں گا اور مجھے روم میں دو چار نہایت ذہین اور تجربہ کار سراغرسانوں کی ضرورت پیش آئے گی۔"

"تم واقعی شاطر ہو۔ گاڈمدر، وان لوئن اور ان کے خیال خوانی کرنے والوں سے چھیڑ چھاڑ کیے بغیر عکس منتقل کرنے والے آلات روم کی رہائش گاہ سے حاصل کر لو گے۔"

"میں ان آلات کو حاصل کرنے کے بعد اپنے آدمیوں سے کہوں گا کہ وہ انھیں یہاں لائیں اور ایسے ہی دوسرے آلات تیار کریں۔ ایسا کرنا احتیاطاً لازمی ہے۔ اگر آلات کا ایک سیٹ یا ایک پرزہ بھی گم ہو جائے گا تو ہم دوسرے پرزے استعمال کر سکیں گے۔"

"میں تم سے بہت خوش ہوں۔ تم اپنی ذہانت سے جو چاہو کرو۔ میں ہر طرح تم سے تعاون کرتا رہوں گا۔"

ہرارے نے چوبیس گھنٹوں کے اندر روم میں اپنے امریکی آلۂ کاروں کے ذریعے گاڈمدر کی رہائش گاہ میں ڈاکا ڈالا۔ وان لوئن کی الماری سے وہ تمام آلات نکلوائے پھر انھیں واشنگٹن پہنچا دیا۔ وہاں ماہرین نے ان آلات کا مطالعہ کیا۔ ایک ایک پرزے کے ڈرائنگ تیار کیے۔ جس طرح انٹینا کے ذریعے ٹی وی اسٹیشن کے پروگرام ٹی وی اسکرین پر منتقل کیے جاتے ہیں اسی طرح وان لوئن نے ایک ننھا سا لاکٹ تیار کیا تھا جس کے ذریعے عکس منتقل کرنے والے ویڈیو کیمرے کو آن کرنے کے بعد اس کے سامنے جو بھی شخص ہوتا تھا، اس کا عکس اس جگہ پہنچ جاتا تھا جہاں وہ ننھا سا لاکٹ ہوا کرتا تھا۔

ان تمام تفصیلات کو ماہرین نے بھی سمجھا اور پارس کے مقابلے پر کشمیر جانے والے ڈی کروسو کو بھی اچھی طرح سمجھایا۔ ڈی کروسو نے سمجھنے کے بعد کہا۔ "واقعی ان آلات کے ذریعے سیاچن میں بھارتی اور پاکستانی آرمی کے کیمپوں اور ان کی نقل و حرکت کو کسی بھی ٹی وی اسکرین پر دیکھا جا سکتا ہے اور پارس کا سراغ بھی لگایا جا سکتا ہے کہ وہ ان دنوں کہاں ہے۔"

مائیک ہرارے نے کہا۔ "ان آلات کے ذریعے جاسوسی آسان ہو گئی ہے۔ تاہم ایک مشکل ہے۔ اس سلسلے میں یہ ننھا لاکٹ بہت اہم ہے۔ تم خیال خوانی کے ذریعے کسی کو آلۂ کار بنا کر اس لاکٹ کو کسی فوجی خفیہ اڈوں تک پہنچاؤ گے۔ تب ان اڈوں کے مناظر کو اسکرین پر دیکھ سکو گے۔"

"ہاں، یہ ایک مشکل کام ہے۔ ان فوجیوں کے کیمپوں اور خفیہ اڈوں تک کسی کی رسائی ممکن نہیں ہے۔ پاکستانی اور بھارتی فوج کے سپاہی ہمارے کسی جاسوس یا آلۂ کار کو دور سے دیکھتے ہی گولی مار دیں گے۔ یہاں تو وہی سوال پیدا ہوتا ہے کہ بلی کے گلے میں گھنٹی کون باندھے گا۔ اس چھوٹے سے لاکٹ کو وہاں تک کون لے جا کر چھپا سکے گا؟"

ہرارے نے کہا۔ "جب شطرنج میں چال پھنس جاتی ہے اور جوابی چال چلنے کے راستے مسدود ہو جاتے ہیں، تب ہی ذہانت اپنے گل کھلاتی ہے۔ ایسے وقت جس کی ذہانت گل کھلاتی ہے، وہی شطرنج کا کامیاب کھلاڑی تسلیم کیا جاتا ہے۔"

ڈی کروسو نے کہا۔ "سیاچن گلیشئر بیس ہزار فٹ کی بلندی پر ہے۔ وہاں کوئی انسانی بستی نہیں ہے۔ وہاں گہری دبیز برف کی چمکتی ہوئی سفیدی کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ وہاں پانی جم جاتا ہے۔ ڈبل روٹیاں، انڈے، سبزیاں اور گوشت وغیرہ جم کر لوہے کی طرح سخت ہو جاتے ہیں۔ ایسی جگہ وہ فوجی کس طرح آگ سلگاتے ہیں اور کھانے پینے کی چیزوں کو پگھلا کر پیٹ بھرتے ہیں؟ برفانی ذرات اور سرد ہواؤں کے بگولوں میں وہ کس طرح دن رات جی رہے ہیں اور اپنی اپنی سرحدوں کی حفاظت کر رہے ہیں؟ یہ وہی جانتے ہیں۔ ایسی جگہ عکس منتقل کرنے والے لاکٹ کو پہنچانا بالکل ہی ناممکن ہے۔"

مائیک ہرارے مسکرانے لگا۔ ڈی کروسو نے اسے ناگواری سے دیکھ کر سپر ماسٹر سے کہا۔ "یہ مسٹر ہرارے ایسے مسکرا رہے ہیں، جیسے میں کوئی لطیفہ سنا رہا ہوں۔ یا بچکانہ باتیں کر رہا ہوں۔ آپ ہی بتائیں، کیا وہاں تک پہنچنا ممکن نہیں ہے؟"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

سپر ماسٹر نے کہا۔ "وہ علاقہ صرف ان فوجیوں کے لیے مخصوص ہے' جو کوہ پیمائی کی تربیت حاصل کرچکے ہیں۔ وہاں ان فوجیوں کے علاوہ کوئی نظر آئے تو اسے گرفتار کرلیا جاتا ہے۔ پھر اسے اس لیے گولی ماردی جاتی ہے کہ وہ واپس جاکر ان راستوں اور مورچوں کی نشاندہی نہ کرسکے۔"

ہرارے نے کہا۔ "میں جانتا ہوں' وہاں کا درجۂ حرارت منفی ۴۰ درجے سینٹی گریڈ ہے۔ ہمارا کوئی ہیلی کاپٹر بھی ادھر نہیں جاسکتا۔ کیونکہ بعض اوقات ۵۰ کلو میٹر فی گھنٹا کی رفتار سے چلنے والی سرد ہواؤں کے بگولے ہیلی کاپٹر کی پرواز میں رکاوٹ بنتے ہیں لیکن ایک پاکستانی ہیلی کاپٹر جس کا نام کوبرا ہے' اس نے ۴۵ کلومیٹر گلیشئر پر پرواز کرکے ایک نئی مثال قائم کی ہے۔ میں پوچھتا ہوں' پاکستانی فوج کے ہوا بازوں نے ناممکن کو ممکن کیسے بنالیا؟ اور ہم ناممکن کو ممکن کیوں نہیں بنا سکتے؟"

اس سوال پر تھوڑی دیر تک خاموشی چھائی رہی۔ پھر ڈی کروسو نے کہا۔ "تم شطرنج میں عالمی چیمپئن ہو۔ بڑی ذہانت سے چالیں چلتے ہو۔ اگر تم ناممکن کو ممکن بنادو اور وہ لاکٹ ان دونوں ملکوں کے خفیہ فوجی اڈوں میں پہنچادو تو میں تمہیں شاطر اور اپنا استاد مان لوں گا۔"

"میں خود کو منوانا اور اپنی تعریف سننا پسند نہیں کرتا۔ بس سمجھ لو کہ چند لاکٹ دونوں ملکوں کے خفیہ فوجی اڈوں میں چوبیس یا اڑتالیس گھنٹوں کے اندر پہنچ جائیں گے۔"

ڈی کروسو' سپر ماسٹر اور تینوں افواج کے اعلیٰ افسران نے بے یقینی سے اسے دیکھا پھر سپر ماسٹر نے کہا۔ "ہمیں ایک بے مثال اور ذہین ٹیلی پیتھی جاننے والے کی ضرورت تھی۔ اسی لیے میں نے تمہارا انتخاب کیا تھا۔ تم اپنے اعلیٰ افسران کو بتاؤ کہ میرا انتخاب غلط نہیں تھا۔ تم وہ چند لاکٹ وہاں تک کیسے پہنچاؤ گے؟"

وہ بولا۔ "سر! بعض اوقات مشکل سے مشکل مسئلہ حل ہوجاتا ہے اور آسان مسئلے کا حل سُجھائی نہیں دیتا۔ ہم آپ' سب ہی جانتے ہیں کہ فوجیوں کے لیے کھانے پینے کا' پہننے اوڑھنے کا اور دیگر ضروریات کا سامان محاذوں پر جایا کرتا ہے اور یہ سامان پہنچانے والے بھی فوجی ہوتے ہیں' انسان ہوتے ہیں۔ ان کے پاس دماغ ہوتا ہے اور ہمیں دماغوں میں پہنچنا آتا ہے۔ وہ ہماری مرضی کے مطابق اس سامان میں ہمارے کئی لاکٹ چھپا کرلے جاسکتے ہیں اور ان خفیہ اڈوں میں پہنچ کر انہیں ہماری ضرورت کی جگہ رکھ سکتے ہیں۔"

سپر ماسٹر نے خوش ہوکر کہا۔ "مسٹر ہرارے! تم نے میرا سر فخر سے بلند کردیا ہے۔"

تمام فوجی افسران بھی اس کی تعریفیں کرنے لگے۔ ڈی کروسو نے کہا۔ "مسٹر ہرارے! میں تمہارے مقابلے میں برتر رہنے کے لیے دل ہی دل میں تمہیں کمتر سمجھتا رہا تھا لیکن اب دل کی گہرائیوں سے تسلیم کرتا ہوں کہ تم بے مثال ذہانت رکھتے ہو۔ مجھے تمہاری انگلی پکڑ کر چلنا چاہیے۔ اور میں اپنے تمام اعلیٰ افسران کے سامنے عہد کرتا ہوں کہ تمہارا ماتحت بن کر رہوں گا اور تم سے بہت کچھ سیکھنے کی کوششیں کرتا رہوں گا۔"

ہرارے نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اسے گلے لگایا پھر اسے تھپک کر کہا۔ "نہ تم میرے ماتحت ہو' نہ میں تمہارا ماتحت ہوں۔ ہم دوست ہیں اور اپنے ملک کے سپاہی ہیں۔ ہمارے اتحاد سے ہی وہاں پارس بے موت مرے گا۔"

اس اتحاد پر تمام افسران خوش ہوکر تالیاں بجانے لگے۔ سپر ماسٹر نے کہا۔ "اب یہ معلوم کرنا رہ گیا ہے کہ پارس کہاں ہے؟ اگر وہ سری نگر میں ہی ہے تو تم دونوں جگہ جگہ ٹیلی پیتھی کا جال بچھا کر اسے گھیر سکتے ہو۔"

مائیک ہرارے نے کہا۔ "سری نگر کوئی بہت بڑا شہر نہیں ہے۔ کشمیریوں کے لیے بڑا شہر ہوسکتا ہے لیکن بھارتی فوج اور وہاں کی پولیس والے اتنے دنوں سے کیا کررہے ہیں؟ جبکہ شی تارا بھی فوج سے تعاون کررہی ہے۔ اپنے محبوب کو اپنے زیرِ اثر لانے کے لیے دن رات ایک کررہی ہے۔"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "پارس اس شہر میں ایک اجنبی ہوگا اور اس کا کوئی مخصوص ٹھکانا نہیں ہوگا۔ اب تک کی رپورٹ کے مطابق وہ ہوٹلوں میں رہتا آیا ہے۔ میرا خیال ہے وہ آئندہ وہاں کے مجاہدین کی طرح کسی نہ کسی کشمیری مسلمان کے گھر میں پناہ لے گا۔"

مائیک ہرارے نے انکار میں سرہلا کر کہا۔ "اب وہ سری نگر میں نہیں ہوگا۔ اسے معلوم ہوچکا ہے کہ ہم سیاچن کے علاقے میں دلچسپی لے رہے ہیں۔ اگرچہ اس نے دلچسپی لینے والے ہمارے ایک پلان میکر پرائزلر کو مار ڈالا ہے۔ اس کے باوجود سمجھ رہا ہوگا کہ ہم امریکی نئی تیاریوں کے ساتھ آئیں گے۔ وہ کبھی نہیں چاہے گا کہ ہم پاکستانی فوج کے خلاف جاسوسی کریں۔ اس لیے وہ کسی ایسے راستے پر ہوگا جو سیاچن کی طرف جاتا ہو۔ شاہراہِ ریشم' قراقرم' خنجراب' لداخ یا بلتستان کی طرف سفر کررہا ہوگا۔"

"وہ جہاں بھی ہو' ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ وہ کہاں ہے اور کیا کرتا پھر رہا ہے؟"

ڈی کروسو نے کہا۔ "میں ہرارے جیسی شطرنجی ذہانت نہیں رکھتا لیکن میرے ذہن میں یہ بات آرہی ہے کہ اسے پاکستان سے محبت ہے۔ اس لیے وہ پہلے پاکستانی آرمی کو ہمارے ارادوں سے باخبر رکھنا چاہے گا۔ اس مقصد کے لیے وہ بابا صاحب کے ادارے کے ذرائع استعمال کرے گا یا خود پاکستان کے راستے سیاچن کا رخ کرے گا۔"

مائیک ہرارے نے کہا۔ "مسٹر کروسو! ذہانت کسی کی میراث نہیں ہے۔ یہ صرف میرے پاس نہیں تمہارے پاس بھی ہے۔ ابھی

تم نے ذہانت سے سوچا ہے اور درست سوچا ہے۔ انسان پہلے اپنے بچاؤ کی سوچتا ہے' پھر دشمن پر حملے کی تدبیر کرتا ہے۔ پارس بھی پہلے پاکستانی آرمی کی حمایت میں سوچے گا اور عمل کرے گا۔"

ڈی کروسو کی ذہانت کو بھی تسلیم کیا گیا تھا اس لیے وہ بہت خوش تھا۔ مائیک ہرارے نے چند لمحات تک سوچنے کے بعد کہا۔ "سیاچن گلیشئر تک پہنچنے کے تین راستے ہیں۔ پہلا ۹۷ ہزار مربع کلومیٹر سلسلہ کوہِ قراقرم کا حصہ پاکستان میں ہے۔ جبکہ "لداخ" کا کچھ حصہ بھارت کے قبضے میں ہے۔ اس کے بعد "دولت بیگ اولڈی" کی چوکی اور درۂ قراقرم (خنجراب کا علاقہ) کے جنوبی علاقے عوامی جمہوریہ چین کی سرحدی حدود میں ہیں۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولا۔ "شاہراہِ ریشم پاکستان کو چین سے ملاتی ہے۔ اس راستے چین تک یا سیاچن تک جانے کے لیے درۂ خنجراب سے گزرنا پڑتا ہے۔ لہٰذا پارس جو بھی راستہ اختیار کرے گا' اسے درۂ خنجراب سے گزرنا ہوگا۔ میں چاہتا ہوں ہمارے ایک دو جاسوسوں کو سیاح بنا کر فوراً ہی خنجراب کی بستی میں پہنچادیا جائے۔ ہم ان جاسوسوں کے اندر رہ کر وہاں کے لوگوں سے ملاقات کریں گے اور ان کے دماغوں میں گھس کر پارس کو تلاش کریں گے۔ ہوسکتا ہے' وہ کسی بھیس میں وہاں موجود ہو۔"

ایک فوجی افسر نے فوراً ہی اس کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے فون کے ذریعے ملٹری انٹیلی جنس سے رابطہ کیا پھر اس سلسلے میں ضروری ہدایات دینے لگا۔

مائیک ہرارے اپنے بڑے افسران اور سپر ماسٹر کے ساتھ ایک میز کے ساتھ لگا بیٹھا تھا۔ وہ کسی بھی اہم معاملے میں جہاں بیٹھتا تھا' وہاں اس کے سامنے شطرنج کی ایک خیالی بساط بچھ جاتی تھی اور وہ اس بساط پر اہم مُہروں کو تصور میں دیکھتا رہتا تھا۔ ایسے ہی وقت اس نے پارس کے لیے بچھی ہوئی بساط پر ایک اہم مُہرے کو دیکھا اور اس مہرے کا نام تھا شی تارا۔

اس نے سپر ماسٹر سے پوچھا۔ "شی تارا سے کیسے رابطہ ہوسکتا ہے؟"

بری فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "میں جانتا ہوں۔ ایک بار شی تارا نے کہا تھا کہ پیرس' لندن' واشنگٹن اور بھارت وغیرہ میں ڈمی شی تارا رہتی ہیں اور وہ اپنی ہر ڈمی سے رات کے بارہ بجے رابطہ کرتی ہے۔ اس وقت بھارت میں آدھی رات ہونے والی ہے۔ اس نے اپنی تمام ڈمیز کے فون نمبر دیے تھے۔ ہم ابھی بھارت والی ڈمی سے کہہ سکتے ہیں کہ اصلی شی تارا اس کے پاس آئے تو وہ ہم سے ضرور بات کرائے۔"

انہوں نے ہاٹ لائن پر بھارت کی ڈمی شی تارا سے رابطہ کیا۔ ان دنوں پوجا ڈمی شی تارا بنی ہوئی تھی اور کشمیر سے دہلی آگئی تھی۔ رابطہ قائم ہونے پر دائی ماں نے ریسیور اٹھایا پھر پوچھا۔ "ہیلو' کون ہو تم؟"

"میں سپر ماسٹر بول رہا ہوں۔ میڈم شی تارا سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"آپ دس پندرہ منٹ کے بعد ان سے گفتگو کرسکتے ہیں۔"

فون بند کردیا گیا۔ سپر ماسٹر نے کہا۔ "فون پر ایک بوڑھی سی آواز سنائی دی تھی۔ اس نے کہا ہے' پندرہ منٹ کے بعد شی تارا سے گفتگو ہوسکتی ہے۔"

ایک فوجی افسر نے کہا۔ "اس کا مطلب ہے' شی تارا کی ڈمی سے نہیں' اس کی کسی بوڑھی ملازمہ سے آپ کی گفتگو ہوئی ہے۔"

مائیک ہرارے نے کہا۔ "میں دوسرے ریسیور سے سن رہا تھا۔ آواز بوڑھی تھی مگر جاندار اور صحت مند تھی۔ یعنی شی تارا کی ڈمی بھی اس معاملے میں محتاط ہے کہ اس کی بوڑھی ملازمہ کے دماغ میں بھی کوئی نہ پہنچ سکے۔ ویسے وہ بوڑھی صحت مند نہ ہوتی' تب بھی اس کے دماغ کو لاک کیا جاتا۔"

دوسری طرف شی تارا نے دائی ماں سے کہا۔ "ماں جی! میں نے تمہیں سمجھایا تھا کہ سرخ رنگ کے فون کی گھنٹی بجے تو تم ریسیور نہ اٹھایا کرو۔"

دائی ماں نے کہا۔ "تو پوجا سے بحث میں الجھی ہوئی تھی۔ اس لیے میں نے فون اٹینڈ کرلیا۔ اس میں حرج کیا ہے۔ کوئی میرے دماغ میں آنہیں سکتا۔"

شی تارا نے کہا۔ "یہ میں جانتی ہوں لیکن یہ نہیں چاہتی کہ کسی فون کرنے والے کو میری ڈمی کے پاس تمہاری موجودگی کا علم ہو۔ دشمن چالاک ہوتے ہیں۔ ہمارے آس پاس کے کسی فرد سے یا کسی چیز سے ہمارا سراغ لگا سکتے ہیں۔ پھر میں یہاں اپنی ڈمی کی رہائش گاہ میں مجبوراً آئی ہوں۔"

وہ اس لیے مجبوراً آئی تھی کہ پوجا اچانک بیمار ہوگئی تھی۔ ایک ڈاکٹر اس کا علاج کررہا تھا۔ چونکہ پوجا سے ذاتی لگاؤ تھا اس لیے شی تارا اس کی محبت میں اس کی تیمارداری کے لیے آگئی تھی۔

پندرہ منٹ کے بعد سرخ رنگ کے فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ شی تارا نے وہاں آکر صوفے پر بیٹھ کر ریسیور اٹھانے کے بعد کہا۔ "ہیلو' میں شی تارا بول رہی ہوں۔ ڈمی نہیں اصلی ہوں۔"

"میں اپنے ملک کا نیا سپر ماسٹر ہوں۔ بہتر ہے تم ہمارے بری فوج کے جنرل سے گفتگو کرو۔ کیونکہ پہلے بھی کئی بار تم ان سے گفتگو کرچکی ہو۔"

پھر فوج کے جنرل کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو شی تارا! کیسی ہو؟"

وہ بولی۔ "پرائزلر کی موت نے بتادیا ہوگا کہ میں خیریت سے ہوں۔ پارس بھی کہیں بخیریت ہے۔"

جنرل نے کہا۔ "تم اپنے الفاظ پر غور کرو۔ "پارس بھی کہیں بخیریت ہے" کا مطلب یہ ہوا کہ تم ہزار تلاش کے باوجود اسے نہ پاسکیں۔ تمہارا اندازہ ہے کہ وہ جہاں بھی ہے خیریت سے ہے۔"

"دراصل میں نے اپنے پارس کو ڈھونڈ نکالنے کے لیے پچھلے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

دنوں بھارتی فوج کا سہارا لیا تھا۔ میری اس حرکت سے وہ غلط فہمی میں مبتلا ہو گیا کہ میں اسے گرفتار کرانا چاہتی ہوں۔"

"میرا ایک دوست مائیک برارے ہے۔ تم نے شطرنج کے حوالے سے اس کا نام سنا ہو گا؟"

"بے شک۔ مسٹر مائیک برارے بہت ہی ذہین شاطر ہیں۔ پچھلے تین برس سے عالمی چیمپئن ہیں۔"

"مسٹر برارے کی ذہانت صرف شطرنج کی بساط تک نہیں' زندگی کے عملی میدان میں بھی ہے۔ اگر تم پارس تک پہنچنا چاہتی ہو تو مسٹر برارے کی خدمات حاصل کرو۔"

وہ بولی۔ "مشورہ برا نہیں ہے۔ لیکن دشمن مشورہ دے تو اس کے نیک مشورے کے پیچھے خود غرضی چھپی ہوتی ہے۔"

"بے شک میری بھی ایک غرض ہے۔ میں چاہتا ہوں تم پارس تک پہنچ جاؤ اور اسے پاکستان اور بھارت کے شمالی حصوں سے کسی دوسری جگہ لے جاؤ۔"

"تاکہ تم لوگوں کے لیے سیاچن تک پہنچنے کا راستہ آسان ہو جائے۔"

"ذرا غور کرو' ہمارا ایک فائدہ ہے تو تمہارے دُہرے فائدے ہیں۔ ایک تو تمہیں پارس ملے گا اور ہمیشہ تمہارے زیرِ اثر رہے گا۔ دوسرے یہ کہ وہ سیاچن کے سلسلے میں تمہارے دیس کے خلاف نہ کوئی جاسوسی کرے گا' نہ لداخ پہنچ کر تمہاری بھارتی فوج کو نقصان پہنچا سکے گا۔"

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ اگرچہ یہ طے کر چکی تھی کہ پارس کو اپنا تابعدار نہیں بنائے گی لیکن اسے حاصل کرنا چاہتی تھی پھر اپنے دیس کو نقصان پہنچانا نہیں چاہتی تھی۔ اور دوسری طرف وہ سپر ماسٹر یا فوجی جنرل وغیرہ پر بھروسا نہیں کرنا چاہتی تھی۔ ویسے یہ بات دل کو لگ رہی تھی کہ شطرنج کا عالمی چیمپئن ایک غیر جانبدار شخص ہے اور بے مثال ذہانت کا مالک ہے۔ اس سے ایک بار بات کی جا سکتی ہے۔

جنرل نے کہا۔ "تمہاری خاموشی بتا رہی ہے کہ کشمکش میں ہو۔ ایسا کرو کہ مسٹر مائیک برارے کا موبائل فون نمبر نوٹ کر لو اور میرے مشورے پر غور کرو۔ اگر مجھے ایک فائدہ پہنچ رہا ہو اور تمہیں دو فائدے حاصل ہو رہے ہوں اور ہماری نیت میں کوئی فتور نظر نہ آ رہا ہو تو ایک بار مسٹر برارے سے گفتگو کرو۔ ہو سکتا ہے وہ تمہیں ان معاملات کے ایسے پہلو سمجھائے جو تمہاری سمجھ میں نہ آ رہے ہوں۔"

جنرل نے اسے فون نمبر اور کوڈ نمبر بتا کر رابطہ ختم کر دیا۔ شی تارا نے ریسیور رکھ دیا پھر پوجا کے بستر کے سرے پر بیٹھ کر بولی۔ "اب کیسی طبیعت ہے؟"

پوجا نے کہا۔ "میں ٹھیک ہوں۔ مگر آپ کے چہرے سے الجھن ظاہر ہو رہی ہے۔ وہ لوگ فون پر کیا کہہ رہے تھے؟"

"وہ لوگ چاہتے ہیں کہ میں پارس کے ساتھ زندگی گزاروں اور اسے سیاچن میں اپنے بھارتی فوجیوں تک نہ پہنچنے دوں۔"

دائی ماں نے کہا۔ "یہ دانشمندانہ مشورہ ہے۔ تمہیں پارس سے بھی محبت ہے اور اپنے دیس سے بھی۔"

پوجا نے کہا۔ "ماں جی! صرف محبت سے کیا ہوتا ہے؟ دیدی پارس کے پیچھے اتنا بھاگ رہی ہیں پھر بھی وہ میری اتنی پیاری دیدی سے دور بھاگتا رہتا ہے۔"

دائی ماں نے کہا۔ "یہ تیری دیدی پہلے کام بگاڑتی ہے پھر بگڑی بنانا چاہتی ہے۔ پارس کا کوئی قصور نہیں ہے۔ اس نے فوجیوں کو اس کے پیچھے لگا کر اسے بدظن کر دیا ہے۔ اب وہ اتنی جلدی اس پر بھروسا نہیں کرے گا۔"

شی تارا نے کہا۔ "ماں جی! ابھی فون پر مجھے مشورہ دیا جا رہا تھا کہ میں شطرنج کے ایک عالمی چیمپئن سے اس سلسلے میں بات کروں۔ وہ کوئی ایسی چال بتائے گا کہ میں پارس تک پہنچ جاؤں گی۔"

"سپر ماسٹر تمہیں پارس سے ملانا چاہتا ہے تو اس میں اس کا بھی اپنا فائدہ ہو گا۔"

"ظاہر ہے سب ہی اپنا فائدہ دیکھتے ہیں۔ میری گفتگو فوجی جنرل سے ہوئی تھی۔ اس نے صاف لفظوں میں کہہ دیا ہے کہ وہ پارس کو سیاچن کے راستے سے ہٹانا چاہتا ہے۔"

"ان امریکیوں کا فائدہ ہے تو ان سے زیادہ تمہیں فائدے پہنچ سکتے ہیں۔ بہتر ہے کہ ہم ابھی اس معاملے میں بحث نہ کریں۔ بیٹی! ایک بار تو اس عالمی چیمپئن سے باتیں کر۔ دیکھ تو سہی' وہ کہتا کیا ہے؟"

شی تارا تھوڑی دیر سوچتی رہی پھر ایک اجنبی آواز اور لہجہ اختیار کر کے پوجا کے دماغ میں آئی تو اس نے فوراً سانس روک لی پھر کہا۔ "دیدی! ابھی میرے اندر کوئی آنا چاہتا تھا۔"

وہ مسکرا کر بولی "میں آنا چاہتی تھی۔ یہ آزما رہی تھی کہ تم بیماری میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر سکتی ہو یا نہیں؟"

"او دیدی! آپ تو مجھے سگی بہن سے زیادہ چاہتی ہیں۔ آپ سے کہہ چکی ہوں کہ صرف نزلہ اور کھانسی ہے۔ اس میں بھی افاقہ ہو رہا ہے۔ صرف بولتے وقت آواز ذرا بھاری ہو جاتی ہے۔"

"میں تجھے اس لیے آزما رہی تھی کہ اس عالمی چیمپئن سے میں خود باتیں نہیں کرنا چاہتی۔ باتیں تم کرو گی۔ میں تمہارے اندر رہوں گی۔ ہو سکا تو اس عالمی چیمپئن کے اندر جاؤں گی۔"

دائی ماں فون اٹھا کر پوجا کے سرہانے لے آئی۔ شی تارا نے ریسیور اٹھا کر مائیک برارے کا موبائل نمبر ڈائل کیا پھر ریسیور پوجا کو دے دیا۔

دوسری طرف سپر ماسٹر' مائیک برارے' ڈی کروسو اور فوجی افسران کا خفیہ اجلاس جاری تھا۔ موبائل فون پر اشارہ ملتے ہی [مائ]یک برارے نے کہا۔ "یہ یقیناً شی تارا کا فون ہے۔ آپ تمام [حض]رات بالکل خاموش رہیں۔"

پھر اس نے بٹن کو آن کر کے پوچھا۔ "ہیلو' کون ہے؟"

پوجا نے کہا۔ "میرا نام شی تارا ہے۔ میں مسٹر مائیک برارے سے گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔"

برارے نے کہا۔ "مس شی تارا! آپ کی آواز سن کر خوشی ہو [ر]ہی ہے۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے مجھے فوج کے ایک افسر نے اطلاع [د]ی تھی کہ شاید آپ کسی مسئلے پر مجھ سے مشورہ چاہتی ہیں۔ یہ تو [م]یری خوش قسمتی ہے۔"

"اگر آپ کے پُرخلوص مشوروں سے مجھے فائدہ پہنچے گا تو میں [ب]ھی آپ کی طرح خود کو خوش نصیب سمجھوں گی۔"

"میں ایک سچا اور کھرا انسان ہوں۔ اس لیے کھری بات کہتا [ہ]وں کہ فی زمانہ کوئی خلوص سے مشورے نہیں دے گا۔ ان [م]شوروں کے پیچھے اس کا اپنا بھی کوئی فائدہ ضرور ہو گا۔"

"کیا میں پوچھ سکتی ہوں کہ مجھے مشورے دے کر آپ کیا فائدہ [ا]ٹھائیں گے؟"

"آپ شاید یہ جانتی ہوں کہ میں پیدائشی امریکن ہوں۔ فوجی [اف]سر نے آپ سے پہلے مجھے جو اشارے دیے ہیں' اس سے یہ بات [س]مجھ میں آئی ہے کہ پارس نامی کسی نوجوان کو آپ دل و جان سے [چ]اہتی ہیں لیکن وہ آپ کی دسترس میں نہیں ہے۔ اگر میں ایسی [ک]وئی چال چلوں کہ آپ اپنے محبوب کو پا لیں اور اسے اپنے ساتھ [لے] جائیں تو ہمارے لیے سیاچن تک پہنچنے کے راستے آسان [ہو] جائیں گے۔"

"راستے آسان ہو سکتے ہیں لیکن پارس کو اس کی مرضی کے [بغی]ر کہیں لے جانا آسان نہیں ہے۔ میں اپنی ٹیلی پیتھی اور ذہانت [س]ب کچھ آزما چکی ہوں۔"

"آپ یقیناً ذہین ہیں۔ اس لیے آج تک کوئی دشمن آپ کی [پر]چھائیں تک نہیں پہنچ سکا۔ ویسے کیا آپ نے یہ نہیں سوچا کہ [پا]رس کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کر کے آپ اسے اپنا تابعدار [بنا س]کتی ہیں؟"

"میں آج سے کچھ روز پہلے تک یہی سوچتی رہی کہ اسے [گول]یوں کے ذریعے زخمی کر کے اس کے دماغ پر مسلط ہو جاؤں گی۔ [ا]سے اپنا غلام بنا لوں گی لیکن دوبارہ پارس کی موت کی یقین دہانی نے [میر]ے اندر کی عورت کو جھنجوڑ کر رکھ دیا ہے۔ اب میری سمجھ میں [آیا] ہے کہ عورت جسے چاہتی ہے' اسے غلام نہیں بناتی بلکہ اپنے [محب]وب کی خدمت کر کے ایک روحانی خوشی محسوس کرتی ہے۔"

برارے نے کہا۔ "تم واقعی ایک شوہر پرست ہندو ناری ہو۔ [تم] نے اپنا مزاج بدل لیا' یہ بہت اچھا کیا لیکن مرد کو بھی اپنی عورت [کی] خاطر اپنے اندر تھوڑی سی لچک پیدا کرنا چاہیے۔ تم میرے [اس] مشورے پر غور کرو۔ پہلے تم منفی انداز میں پارس کو تابعدار بنانا چاہتی تھیں لیکن اب مثبت انداز میں اسے اپنا معمول بنا سکتی ہو۔"

وہ بولی "ناک اِدھر سے پکڑو' یا اُدھر سے' وہ ناک ہی ہوتی ہے۔ ایک محبت کرنے والی اپنے محبوب کو اپنا معمول اور تابعدار کبھی نہیں بنائے گی۔"

"تم میرے مشورے کو میرے نقطۂ نظر سے سمجھو۔ ہر عورت اپنے مرد کو اپنے قابو میں رکھنا چاہتی ہے اور اس سے اپنی بات منوانا چاہتی ہے۔ اگر تم شاپنگ کے لیے پارس کے ساتھ جانا چاہو اور وہ بخوشی راضی ہو جائے تو سمجھو وہ ایک محبوب یا شوہر کی حیثیت سے تمہیں مان دے رہا ہے۔ اگر وہ انکار کرتا ہے' تمہاری شاپنگ کے شوق کو ٹھکراتا ہے تو گویا وہ تمہاری قدر نہیں کرتا ہے۔ میرا مشورہ یہ ہے کہ وہ تمہارے مفاد کو اپنا مفاد سمجھے تو اس کے دماغ پر حکمرانی کرنے کے باوجود اس سے تابعداری نہ کراؤ اور اگر وہ تمہیں یا تمہارے دیس کو نقصان پہنچانا چاہے تو فوراً اسے کنٹرول کر لو۔ کسی کو تمہاری سوکن بنانا چاہے تو فوراً اسے اپنے قدموں میں جھکا لو اور اگر صرف تم سے وفا کرتا رہے تو اسے غلام نہیں اپنے دل و دماغ کا حاکم سمجھتی رہو۔"

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ بھرا ہوا پستول رکھنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کسی کو گولی مار دو۔ ہاں اگر کوئی نقصان پہنچانا چاہے' تب اس پر گولی چلانا لازم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح پارس کے دماغ پر قبضہ جمائے رکھنے کا مطلب یہ نہیں ہو گا کہ اس نے محبوب کو تابعدار بنا لیا ہے۔ اس کے برعکس وہ پارس کے قدموں میں رہے گی۔ ہاں اگر وہ بے وفائی کرے گا' کوئی سوکن لائے گا یا اس کے نقصان کو اپنا نقصان سمجھے گا' تب وہ اسے اپنا تابعدار بنائے رکھنے میں حق بجانب ہو گی۔

مائیک برارے نے کہا۔ "آپ کی خاموشی بتا رہی ہے کہ میرا مشورہ پسند نہیں آ رہا ہے یا آپ کسی طرح کے تذبذب میں پڑ گئی ہیں۔"

وہ جلدی سے بولی۔ "ایسی بات نہیں ہے۔ میرا ذہن تسلیم کر رہا ہے کہ آپ میری بھلائی کے لیے ایسے مشورے دے رہے ہیں کہ میں مثبت انداز میں پارس کو کبھی اپنا تابعدار نہیں سمجھوں گی۔ البتہ اسے گمراہی سے روکنے اور دوسری عورتوں کے پاس جانے سے اسے باز رکھنے کے لیے اس کے دماغ کو اپنے قابو میں رکھنا چاہیے۔"

"مجھے خوشی ہے کہ جس نیک نیتی سے میں مشورے دے رہا ہوں اس نیک نیتی کو آپ سمجھ رہی ہیں۔ میں نے سنا ہے کہ آپ ایک عالمی شہرت رکھنے والے نجومی باپ کی بیٹی ہیں اور خود آپ کو علم نجوم میں مہارت حاصل ہے۔ اگر میں نے سچ سنا ہے تو آپ کے علم نجوم نے بتایا ہو گا کہ پارس سے شادی ہو گی یا نہیں؟"

"ہاں۔ شادی ہو گی۔ میرے علم نے بتایا ہے کہ میں اس سے کتراتی رہوں گی لیکن ایک دن اس کی دلہن بن جاؤں گی۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

"کیا تمہارے علم نے بتایا ہے کہ تم اس سے کیوں کتراتی رہو گی؟"

"ہاں۔ ستارے کہتے ہیں کہ اس سے شادی کرنے سے پہلے میرا دھرم بدل جائے گا۔ میں ایک برہمن کی بیٹی ہوں۔ دھرم بدلنے سے پہلے ہی جان دے دوں گی۔"

"کیا علم نجوم کی باتوں کو سمجھنے میں تھوڑی بہت غلطیاں نہیں ہوتیں؟"

"بے شک ہوتی ہیں لیکن میں نے کئی بار اپنا اور پارس کا زائچہ بنایا ہے اور ایک ہی بات ہر بار سامنے آئی ہے کہ دھرم بدل جائے گا۔"

"مس شی تارا! ذرا غور کریں کہ کس کا دھرم بدلے گا۔ علم نجوم کی باتیں ایک آدھ لفظ سے مفہوم بدل دیتی ہیں۔ ہو سکتا ہے تمہارا دھرم نہ بدلے' پارس کا بدل جائے۔"

وہ چونک کر بولی۔ "یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں۔ آپ کی یہ بات مجبور کر رہی ہے کہ میں پھر ایک بار اپنا اور پارس کا زائچہ اچھی طرح دیکھوں۔"

"ایک نہیں ہزار بار دیکھو۔ مگر ذرا عقل سے بھی سوچو۔ اگر تم اس کے دماغ پر حکمرانی کرو گی اور اسے اپنے دھرم کی طرف مائل کرو گی تو وہ تابعدار کیا انکار کرے گا؟ کیا دھرم یا مذہب بدلنے والی علم نجوم کی بات پوری نہیں ہو گی؟"

"مسٹر ہرارے! آپ کی باتیں دل پر اثر کر رہی ہیں اور دماغ بھی تسلیم کر رہا ہے کہ اگر وہ میرا معمول بن رہا ہے تو میرا دھرم نہیں بلکہ اس کا مذہب بدلے گا۔ میں اسے صرف اپنا محبوب بنا کر رکھنا چاہتی تھی لیکن اب تو شادی بھی کر سکتی ہوں۔ وہ مسلمان شوہر نہیں' میرا ہندو پتی بن کر رہے گا۔"

"اب آپ پوری طرح میرے مشوروں کو اور میری نیک نیتی کو سمجھ رہی ہیں۔"

"میں آپ سے آدھے گھنٹے بعد پھر رابطہ کرنا چاہتی ہوں۔ کیا آپ اپنا قیمتی وقت مجھے دیں گے؟"

"فی الحال وقت نہیں' ہم دونوں ایک دوسرے کے لیے قیمتی ہیں۔ تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے اُدھر پارس آپ کا ہو گا تو اِدھر ہمارا بھی راستہ صاف اور ہموار ہو گا۔ ٹھیک ہے آدھے گھنٹے بعد آپ ضرور رابطہ کریں۔"

پوجا نے ریسیور رکھ دیا پھر شی تارا سے کہا۔ "ڈیڈی! یہ تو واقعی عالمی چیمپئن ہے۔ اپنے ملک کے ایک فائدے کے لیے آپ کو کتنے فائدے پہنچا رہا ہے۔"

"ہاں۔ یہ شخص غیر معمولی ذہانت کا حامل ہے۔ اگر میں اسے کسی طرح اپنا معمول اور تابعدار بنالوں تو یہ میرا وفادار رہ کر میری بہت سی الجھنیں دور کرتا رہے گا اور میرے دشمنوں کو اپنی ذہانت سے زیر کرتا رہے گا۔"

"کیا آپ اس کے دماغ میں گئی تھیں؟"

"نہیں' اس کی باتیں' اس کا لہجہ اور اس کی ذہانت کہہ رہی تھی کہ وہ عام سا آدمی نہیں ہے۔ وہ ایسا نادان نہیں ہو سکتا کہ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والی کو اپنی آواز سنا کر اس کے دام میں آجائے۔"

"آپ نے آدھے گھنٹے کا وقت کیوں لیا ہے؟"

"رات کے دو بج رہے ہیں۔ تمہاری خیریت معلوم کرنے آئی تھی۔ اب اپنی رہائش گاہ میں جا کر اس سے باتیں کروں گی۔ پھر نیند پوری کروں گی۔"

وہ پوجا کی پیشانی کو چوم کر اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر دائی ماں کے ساتھ وہاں سے چلی گئی۔

دوسری طرف واشنگٹن میں دن کا وقت تھا۔ ایک بند کمرے میں ان کا اجلاس بدستور جاری تھا۔ مائیک ہرارے کے فون سے ایک خصوصی اسپیکر منسلک تھا۔ جس کے ذریعے تمام فوجی افسران مسٹر باسٹر اور ڈی کروسو وغیرہ پوجا کی آواز کو شی تارا کی آواز سمجھ کر تمام گفتگو سن رہے تھے۔ رابطہ ختم ہوتے ہی سب ہی مائیک ہرارے کی تعریفیں کرنے لگے۔ ڈی کروسو نے کہا۔ "مسٹر ہرارے! تمہارا جواب نہیں ہے۔ تم نے بڑی خوبصورتی سے باتیں بنا کر اور شی تارا کی دکھتی رگوں کو سمجھتے ہوئے اسے اپنی طرف مائل کیا ہے۔"

مسٹر باسٹر اور دوسرے فوجی افسران بھی اس کی ذہانت کی داد دے رہے تھے لیکن ہرارے گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ ایک افسر نے پوچھا۔ "مسٹر ہرارے! کوئی پریشانی کی بات ہے کیا؟"

وہ بولا۔ "بات پریشانی کی تو نہیں ہے۔ البتہ غور کرنے کی بات ہے؟ مجھ سے پہلے جنرل صاحب نے شی تارا سے گفتگو کی تھی۔ پندرہ منٹ کے بعد میں نے اس سے گفتگو کی۔ شاید آپ لوگوں نے توجہ نہیں دی۔ دونوں شی تاراؤں کی آواز میں فرق تھا۔"

"کیا واقعی؟" سب نے چونک کر اسے دیکھا پھر ایک افسر نے کہا۔ "ہم براہِ راست ریسیور سے سن رہے تھے اور ہم اس سے منسلک اسپیکر سے سن رہے تھے۔ تم نے واضح طور سے سنا ہے۔ تم فرق محسوس کر سکتے ہو۔"

جنرل نے کہا۔ "میں نے جس سے فون پر گفتگو کی تھی' اس کے سلسلے میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ اصلی شی تارا تھی۔ اب سے پہلے میں کئی بار اس سے گفتگو کر چکا ہوں۔"

اس دلچسپ ترین داستان کے بقیہ واقعات ۱۳۱ ویں حصے میں ملاحظہ فرمائیں
جو کہ ۱۵ مارچ ۹۵ء کو شائع ہو گا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

تمام کتابوں کے نئے ایڈیشن شائع ہو گئے ہیں

انسان جو کبھی نہیں بدلے گا اور کبھی پرانا نہیں ہو گا، اسی طرح یہ کہانیاں بھی کبھی پرانی نہیں ہوں گی کیوں کہ یہ کہانیاں انسانوں کی کہانیاں ہیں۔

انسان! جو بادشاہ تھے، وزیر تھے، امیر تھے، فاتح تھے، ظالم تھے، رحم دل تھے۔ انسانی جذبات، احساسات، فطرت اور جبلت جو آدم میں تھی، وہی آج بھی ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ بس ماحول حالات، معاشرتی مقام اور تہذیبوں کے عروج و زوال کے مطابق ان کا طریقہ اظہار بدلتا رہے گا۔ اس لیے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ الیاس سیتاپوری نے ماضی کے بادشاہوں کی نہیں انسانوں کی کہانیاں لکھی ہیں۔ انسانی جبلت اور فطرت کے ساتھ زندہ رہنے والی کہانیاں۔ ان کہانیوں میں وہ سب کچھ ہے جو انسان میں ہے۔ حسد، رشک، شماتت، رقابت، دوستی دشمنی، جفا کاری، وفا شعاری، سادگی، ریا کاری، ایثار، غداری تمرد، انکساری، بہادری اور بزدلی۔

انسانوں کی اثر انگیز کہانیوں کے مجموعے

قیمت فی کتاب ۲۵/ روپے ڈاک خرچ فی کتاب ۱۰/ روپے	چار کتابیں یا زائد منگانے پر ڈاک خرچ معاف

دس کتابوں کے سیٹ کی رعایتی قیمت ۲۰۰/ روپے مع ڈاک خرچ

آج ہی اپنا آرڈر بھیج دیجیے کیوں کہ یہ کتابیں محدود تعداد میں شائع ہو رہی ہیں

کتابیات پبلی کیشنز ◎ پوسٹ بکس نمبر ۲۳ کراچی۔۱

(ٹائٹل مطبوعہ ایف اے ایم پرنٹرز کراچی۔ فون: ۷۲۵۸۷۳)

itsurdu.blogspot.com